WWW.PAKSOCIETY.COM

انسانی زندگی واقعات کا ایک عجائب خانہ ہے۔ جس طرح ایک چنگاری کبھی کبھی خرمن کو خاکستر کر دیتی ہے۔ اسی طرح کبھی کوئی معمولی سا واقعہ کسی کی زندگی کا پانسہ پلٹ دیتا ہے، سوچ کی نہج بدل دیتا ہے۔ یہ بھی ایک ایسے ہی نوجوان کی سرگزشت ہے جس کی رگوں میں دوڑتا ہوا لہو آتشِ سیال بن گیا تھا اور جس کے ہر مسامِ جاں سے شرارے پھوٹنے لگے تھے۔ ایک چھوٹے سے واقعے نے اُس کے کاروانِ حیات کی ترتیب ہی بدل دی تھی۔ اُس کی نگاہ میں کُچھ اور ہی منزلیں آبسی تھیں۔ ہر جگہ، ہر کوچہ دھر میں، ہر قریے، ہر شہر میں فتنۂ یہود سے برسرِ پیکار رہنا اُس کی زندگی کا مقصد ٹھہرا۔ یہ فکر و ضمیر، عملِ پیہم اور کشاکشِ حیات کی پل پل رنگ بدلتی کہانی ہے۔

بیروت کو دمشق سے ملانے والی طویل و عریض سڑک پر اسرائیلی ٹینک گشت کر رہے تھے۔ تاحدِ نگاہ وسیع و عریض پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں اور ان پہاڑیوں میں اسرائیلی سپاہیوں نے مورچے بنا رکھے تھے۔ وہ علاقے کے چپے چپے پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ اسرائیلی فوجی دوربینیں ہاتھوں میں لیے اڑتے ہوئے پرندوں تک کو چیک کر رہے تھے۔ اس وقت شام کا جھٹپٹا پھیلا ہوا تھا اور پہاڑیوں پر دھند اترنے لگی تھی۔ اس دھند میں ایک اسرائیلی افسر نے ایک پہاڑی کے نزدیک کوئی شے متحرک دیکھی اور چونک پڑا۔ اس نے فوراً نزدیک رکھے ہوئے وائرلیس سیٹ پر ایک جیپ طلب کی اور چار جوانوں کے ساتھ پہاڑی سے نیچے اترنے لگا پھر جب وہ پہاڑی کے دامن میں پہنچا تو ایک جیپ تیزی سے اس کے نزدیک آ رکی جسے ایک فوجی ڈرائیو کر رہا تھا۔ افسر پھرتی سے جیپ پر چڑھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دوسرے ساتھیوں نے بھی جیپ میں اپنی سیٹیں سنبھال لی تھیں۔ افسر کے اشارے پر ڈرائیور نے جیپ اس سمت دوڑا دی جہاں اسرائیلی افسر نے کوئی شے متحرک دیکھی تھی۔

جیپ میں کھڑے ہو کر افسر نے دوربین سنبھال لی تھی لیکن جس پگڈنڈی پر جیپ دوڑ رہی تھی وہ کسی قدر نشیب میں تھی، اس لیے افسر کو وہ جگہ نہیں نظر آئی جہاں اس نے وہ نقل و حرکت دیکھی تھی، اس نے چیخ کر جیپ کی رفتار تیز کرنے کا حکم دیا اور جیپ برق رفتاری سے دوڑنے لگی۔ ناہموار راستہ ہونے کی وجہ سے وہ بری طرح اچھل رہی تھی اور اس میں بیٹھے ہوئے سپاہی کبھی اپنے وزنی ہتھیار سنبھالتے اور کبھی اچھلتے بدن۔ افسر نے ایک ہاتھ سے مضبوطی سے جیپ کا ہڈ پکڑ رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے دوربین کو آنکھوں کے قریب رکھنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ پھر جب جیپ کسی قدر بلندی پر پہنچی تو افسر کو وہ متحرک بدن نظر آ گیا جو انسان ہی تھا۔ جھٹپٹے میں کوئی آگے بڑھ رہا تھا۔ جیپ آن کی آن میں اس شخص کے پاس پہنچ گئی اور انھوں نے اسے قریب سے دیکھا۔ کوئی کوڑھی تھا جیسے وہ اس کے لباس سے پہچان سکے تھے۔ انتہائی قابلِ نفرت شخصیت تھی۔ آدھا چہرہ کوڑھ کی زد میں آ چکا تھا۔ گردن کا ایک حصہ گلا ہوا تھا۔ بدن کے کھلے ہوئے حصے بھی کوڑھ زدہ تھے اور اس کے بدن اور لباس سے سخت تعفن اٹھ رہا تھا۔ اسرائیلی افسر نے ناک پر رومال رکھ لیا۔ اس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی تھی۔

"کوئی لبنانی ہے۔" اس کے ساتھی نے تبصرہ کیا۔

"قابلِ نفرت، کوڑھ زدہ، گولی مار دو اسے۔"

"کیا فائدہ، مرا اس کی لاش یہاں پڑی سڑتی رہے گی اور کوڑھ کے جراثیم پھیلیں گے۔"

"مگر یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟" اس نے کہا اور لبنانی کی طرف دیکھ کر کڑک دار آواز میں پوچھا "تم یہاں کیوں مارے مارے پھر رہے ہو؟" جواب میں لبنانی نے عجیب سے لہجے میں کچھ کہنے کی کوشش کی اور پھر زبان باہر نکال دی۔ سرخ لجلجے لوتھڑے کی مانند زبان۔ انھوں نے نفرت سے آنکھیں بند کر لیں۔

"جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے دفعان ہو جاؤ۔" افسر نے نفرت سے کہا اور جیپ واپس موڑنے کی ہدایت کر دی۔ کوڑھ زدہ لبنانی لنگڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس کی چال بھی عجیب سی تھی۔ کوڑھ نے اس کی جو حالت کر دی تھی۔ اس کے تحت اس کی زندگی ہی حیرت انگیز تھی۔ نہ جانے وہ کیوں جی رہا تھا۔ شام کی سیاہی نے پہاڑیوں کو تاریکی کا لباس پہنا دیا تھا اور اب دور دور تک کوئی منظر نظر نہ آتا تھا لیکن کوڑھ زدہ بوڑھے کا سفر جاری تھا۔ وہ کئی میل سفر کر چکا تھا اور اب وہ جنوبی بیروت کے اس حصے میں تھا جہاں اسرائیلی فوجوں کا بہت بڑا اجتماع تھا اور جہاں ناکہ بندی کر کے انھوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے فلسطینیوں کا شام سے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ یہ اسرائیلی چھاؤنی بیروت کی عیسائی آبادی کے بالکل قریب تھی۔ تھوڑے فاصلے سے ہی عمارتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ مکانوں اور فوجی پڑاؤ کے درمیان حد بندی کر دی گئی تھی اور خاردار تاروں کی ایک باڑھ لگی ہوئی تھی۔

باڑھ کے پاس سے تقریباً سو گز دور حفاظتی چوکی موجود تھی۔ جہاں اسرائیلی سپاہی مستعد رہتے تھے۔ چوکی کے ایک سپاہی نے باڑھ کے تاروں کے نیچے سے کسی کو گزرتے دیکھا اور چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے ٹارچ کی روشنی اس طرف ڈالی۔ ایک شخص اس روشنی میں نمایاں ہوا مگر دوسرے لمحے وہ روشنی کی زد سے نکل گیا۔

سپاہی کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے۔ وہ سوچنے لگا کہ دوسری طرف گشت کرنے والے دستے کو اطلاع دے یا نہ دے۔ اکثر رات کی تاریکی میں ضرورت مند ان حدود سے گزر کر بیروت کے ان گھروں کے دروازے کھٹکھٹانے چلے جاتے تھے جہاں ان کی ضرورت پوری ہونے کا سامان موجود ہوتا تھا۔ خود وہ بھی دوبارا اسی طرح ان تاروں کے نیچے سے گزر کر اس طرف جا چکا تھا۔ ممکن ہے ایسے ہی کسی ضرورت مند نے یہ حرکت کی ہو۔

لیکن احکامات بہت سخت تھے۔ فدائین کی چھاپا مار کارروائیاں جاری تھیں کسی بھی لمحے کوئی خوفناک تباہی پھیل سکتی تھی اس لیے اس ذہنی کشمکش کا اس نے یہی حل سوچا کہ گشتی دستے کو چوکس کر دے۔ نزدیک رکھے ہوئے کمیونیکیٹ سیٹ پر اس نے یہ اطلاع گشتی دستے کے انچارج ایبان مارش کو دے دی۔

ایبان مارش نے اتفاق سے خود بھی اس سائے کی نقل و حرکت دیکھ لی تھی جو ایک گلی سے نکل کر دوسری گلی میں روپوش ہو گیا تھا۔ وہ اپنے گشتی سپاہیوں کے ساتھ اس کے تعاقب میں چل پڑا لیکن سایہ اس دوسری گلی میں روپوش ہو گیا تھا۔ مارش کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ دفعتاً اس نے ایک مکان میں روشنی ہوتے دیکھی۔ یہ روشنی اسی وقت کی گئی تھی۔ مارش نے اپنے آدمیوں کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور اس طرف چل پڑا۔

جس عمارت میں روشنی ہوئی تھی اس پر ڈاکٹر میلس وکٹر کے نام کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ قدیم عمارت تھی اور اس کی ظاہری حالت بہتر نہیں تھی۔ ایبان مارش نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر اس نے دروازے پر دستک دی۔ دوسری دستک پر دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والی ایک بوڑھی اور خمیدہ کمر نرس تھی جس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے انھیں دیکھا اور خوفزدہ و سراسیمہ ہو گئی۔

ایبان کے اشارے پر اس کے تمام ساتھی نرس کو ہٹا کر اندر داخل ہو گئے۔ تیز ٹارچوں کی روشنی میں وہ برق رفتاری سے پوری عمارت کے کونوں کھدروں کو جھانکتے پھر رہے تھے۔

دوسری طرف ایبان اس خوف زدہ نرس کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کرخت لہجے میں پوچھا "یہاں ابھی کون آیا تھا؟"

"ابھی!" نرس کی بوڑھی آواز ابھری۔ "ابھی تو تمھارے علاوہ اور کوئی نہیں آیا آفیسر!"

"یہاں تمھارے علاوہ اور کون ہے؟"

"چار مریض ہیں کلینک میں، پانچویں میں ہوں، رات کو ان کا خیال رکھتی ہوں اور بس۔"

"ڈاکٹر کہاں ہے؟"

"مسٹر میلس رات کو اپنے گھر پر ہوتے ہیں۔ کلینک میں صرف میری ڈیوٹی ہوتی ہے۔" نرس نے جواب دیا اور مارش نے بوڑھی عورت کے شانے پر دباؤ ڈال کر اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اس وقت تک اس کے چاق و چوبند ساتھی اس چھوٹی سی عمارت کا پوری طرح جائزہ لے چکے تھے۔ وہ بھی اسی کمرے میں داخل ہو گئے جس میں روشنی ہو رہی تھی اور مارش جس میں بوڑھی عورت کے ساتھ داخل ہوا تھا۔

کمرہ کافی وسیع تھا اور اس میں نو بستر لگے ہوئے تھے۔ ان میں سے چار بستروں پر چار مریض لیٹے ہوئے تھے۔ مارش نے سب سے پہلے بستر کے مریض کے چہرے سے کمبل ہٹا کر دیکھا۔ تعفن کا ایک بھپکا اس کی ناک سے ٹکرایا اور اس نے جلدی سے کمبل چھوڑ دیا۔ یہ جذام کا مریض تھا۔ انتہائی بھیانک شکل ہو رہی تھی اس کی۔

اس نے خمیدہ کمر بوڑھی عورت کو دیکھا اور نفرت بھرے لہجے میں بولا۔

"کیا جذامیوں کا اسپتال ہے یہ؟"

"ہاں آفیسر! ڈاکٹر میلس جذام کا علاج کرتے ہیں۔" بوڑھی نے جواب دیا اور مارش جلدی سے کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ بقیہ سپاہی بھی اسی تیزی سے باہر چلے گئے تھے۔ اب ان کا اس عمارت میں رُکنا ناممکن تھا۔

اسرائیلی افسر اور سپاہیوں کے باہر نکلتے ہی بوڑھی نرس کی کمر سیدھی ہو گئی۔ وہ پھرتی سے دروازے کی طرف بڑھی اور باہر جھانک کر پُر اطمینان انداز میں مسکرانے لگی۔

"ٹھیک ہے۔ لائن کلیئر ہو گئی۔" وہ پلٹ کر بولی۔ اب اس کی آواز بھی وہ نہ تھی جو چند لمحات قبل اس کے حلق سے نکلی تھی۔ یہ جوان آواز تھی۔ بوڑھی نے دروازہ بند کر دیا اور چاروں مریض کمبل پھینک کر اُٹھ بیٹھے۔ جذام کا مریض، بوڑھی عورت کو دیکھ کر

مسکرانے لگا پھر بولا۔

"عزیزہ خالدہ! کیا میرے غسل کا بندوبست ہو سکتا ہے؟ میں نے طویل عرصے تک یہ ناقابلِ برداشت بُو برداشت کی ہے لیکن اب مزید نہیں برداشت کر سکتا اگر کچھ دیر اور گزر گئی تو میرے دماغ کی شریانیں پھٹ جائیں گی۔"

"ضرور علی! آئیے میں آپ کو غسل خانہ دکھا دوں۔ آپ غسل کریں۔ میں آپ کے لیے لباس کا بندوبست کرتی ہوں۔" جذام کا بوڑھا مریض غسل خانے میں داخل ہو گیا جہاں ضرورت کی ہر شے موجود تھی۔ اس نے اپنے بدن کا غلیظ لباس اتار پھینکا اور غسل خانے کا شاور کھول دیا۔ چند ساعت کے بعد غسل خانے کے دروازے پر دستک ہوئی اور نرس کی آواز سنائی دی۔

"علی یہ لباس موجود ہے۔ کمرے میں کوئی نہیں آئے گا۔ آپ غسل سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کر لیں۔ میں کافی تیار کرنے جا رہی ہوں۔" تھوڑی دیر کے بعد وہ سب اس اسپتال نما کمرے میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ سب کی نگاہیں اس نوجوان پر جمی ہوئی تھیں جو تھوڑی دیر قبل ایک مکروہ جذامی بوڑھے کی شکل میں تھا لیکن اب شربتی آنکھوں اور تیکھے نقوش کا مالک ایک خوبرو نوجوان نظر آ رہا تھا۔

"آپ سیدھے دمشق سے آ رہے ہیں علی؟" ایک نوجوان نے پوچھا۔

"ہاں شامی فوجیں رملی کے علاقے سے بیس میل ادھر اسرائیلی افواج سے برسرِ پیکار ہیں۔ میں نے انھیں وہیں چھوڑا تھا۔ اس کے بعد کی مسافت میں نے پیدل طے کی۔ پانچویں دن یہاں پہنچا ہوں۔"

"اس دوران آپ مسلسل سفر کرتے رہے؟"

"دو راتیں میں نے پہاڑیوں میں آرام کیا ہے۔ بقیہ وقت میں مسلسل سفر کرتا رہا ہوں۔ ظاہر ہے یہ کسی سواری کے استعمال کا وقت نہیں تھا۔"

"بہت طویل مسافت طے کی آپ نے۔ راہ میں مشکلات تو ضرور پیش آئی ہوں گی۔ کیا دمشق بیروت روڈ پر اسرائیلی افواج سے آپ کی مڈبھیڑ نہیں ہوئی؟"

"بیروت سے بارہ میل پرے مجھے دیکھ لیا گیا تھا لیکن میں نے جو میک اپ کیا تھا اس نے میری مدد کی، وہ لوگ مجھ سے نفرت کر کے واپس چلے گئے۔"

"آپ نے میک اپ بھی تو کمال کا کیا تھا۔ درحقیقت کوئی اور شکل اتنی معاون نہیں ہو سکتی تھی۔"

"علی ماہرِ نفسیات ہیں۔" خالدہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ لوگ اس دوران اپنا کام مکمل کر چکے ہیں؟" علی نے پوچھا۔

"ہاں۔ آپ آرام کریں۔ اس طویل مسافت کی تھکن دُور ہو جائے تو ہم آپ کو اپنی کارکردگی سے آگاہ کریں۔" ایک نوجوان نے جواب دیا اور نووارد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"راہ میں رک کر آرام کرنا میری سرشت نہیں۔ ابھی تو ہمیں ایک طویل مسافت طے کرنی ہے۔ منزل ابھی بہت دُور ہے، ہمیں مسلسل سفر کرنا ہے۔ اس سفر میں رکنا، اپنے نصب العین سے بددیانتی ہوگی۔" نوجوان نے کہا اور سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کے چہروں پر عقیدت پھیل گئی۔

"اسلام کا رشتہ کتنا مضبوط ہے۔ ہم دنیا کے کسی بھی خطے میں پیدا ہوئے ہوں۔ ہمارے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں۔ اس کی اعلیٰ ترین مثالیں تاریخ میں جگہ جگہ موجود ہیں۔ علی! ہم اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے جس نے ساری دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کو ایک کنبہ، ایک خاندان بنا دیا ہے۔ اس خاندان کے کسی بھی فرد کو کوئی تکلیف ہو تو دوسرے لوگ اسے نظرانداز نہیں کر سکتے۔ علی، ہم میں سے نہیں ہیں لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ ان کا تعلق کسی دوسرے ملک سے ہے۔"

"ہاں۔ لیکن اب اس خاندان کا شیرازہ منتشر ہے۔ اہلِ خاندان آپس ہی میں دست بہ گریباں ہیں۔ کاش یوں نہ ہوتا۔ عربوں کی آپس کی چپقلش نے ایک ارب مسلمانوں کو چالیس لاکھ یہودیوں کے ہاتھوں ذلیل کر دیا ہے۔ کاش یوں نہ ہوتا۔ موجودہ دور نے مسلمانوں کی تاریخ میں بدنما داغ لگا دیے ہیں۔ کاش ہم اس نازک وقت میں پھر یکجا ہو جائیں۔ ہماری مضحکہ خیز چپقلش مسلمانوں کی رسوائی کو ہوا نہ دے۔ یقین کرو خالدہ! اگر آج تمام مسلمان باہمی تنازعے بھول کر صرف ایک مجموعی آواز ہی بلند کر دیں تو اسرائیل میں زلزلہ آ جائے۔"

تمام چہروں پر دکھ کے نقوش اجاگر ہو گئے تھے۔ سب کو ان الفاظ کی حقیقت کا اعتراف تھا۔ علی نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ہمارے اس دکھ کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکے گی۔ خالدہ! اپنے ساتھیوں کے ناموں سے میں ابھی تک واقف نہیں ہو سکا۔"

خالدہ نے ان کا تعارف کرایا اور علی نے حماد بن یحییٰ سے کہا۔

"نقشے کہاں ہیں؟"

"میں ابھی لایا۔" حماد بولا اور وہاں سے نکل گیا۔ خالدہ نے ایک ٹیبل لیمپ روشن کر لیا تھا۔ اس دوران وہ کہنے لگی۔

"کام شروع کرنے سے قبل آپ 'الحبیبی الجہادی' سے نہیں ملیں گے علی؟"

"کچھ کر دکھاؤں تو سرخرو چہرہ لے کر ان کے حضور جاؤں۔ اپنے یہاں پہنچنے کا اعلان تو کر دوں خالدہ! اس کے بعد ہی ان سے ملنا بہتر رہے گا۔ ویسے تمھاری ملاقات تو ان سے ہوتی رہتی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوگی ہے؟"

"ہاں۔ میں نے انھیں بتایا تھا کہ تمھاری آمد متوقع ہے۔ خوش ہوئے اور کہنے لگے۔ علی جاں فروش ہے۔ اخوت کا سچا جذبہ ہے اس کے دل میں، ہرچند کہ وہ سرزمین فلسطین سے تعلق نہیں رکھتا لیکن اس کا جذبہ کسی طور کسی سچے فدائی سے کم نہیں ہے۔ اس نازک موقع پر جب لوگ بارود کے اس ڈھیر سے دور بھاگنے میں کوشاں ہیں۔ وہ اس میں داخل ہو کر محصور فلسطینی بھائیوں کی مدد کا خواہاں ہے۔ بہت بڑی بات ہے خالدہ!"

علی کی گردن جھک گئی۔ سرزمین فلسطین کا سرفروش مجاہد یاسر عرفات اس کے لیے دل میں ایسے جذبات رکھتا ہے، یہ بہت بڑا اعزاز تھا اس کے لیے۔ اس دوران حمادؔ طلب کردہ نقشے لے آیا تھا۔ بال پوائنٹ سے بنی ہوئی چند لکیریں جنھیں بڑی مہارت سے ترتیب دیا گیا تھا، علی اس پر جھک گیا۔ نقشے نہایت وضاحت سے ترتیب دیے گئے تھے۔ یہ بیروت کے ایک مخصوص حصّے کی زیرِ زمین دنیا تھی جس کے باسی حشرات الارض اور دوسرے غلاظت میں رہنے والے جانور تھے۔ علی نے ان نقشوں کی ترتیب کی فرمائش بھیجی تھی۔

بیروت کی صورتِ حال بے حد نازک تھی۔ اس بار اسرائیل کے عزائم بے حد ناپاک تھے اور اس کا پشت پناہ بھی یہی چاہتا تھا کہ لبنان فلسطینیوں کے جھگڑے سے ہمیشہ کے لیے پاک ہو جائے۔ فلسطینیوں کیا بلکہ یہ سازش پوری عرب دنیا کے لیے تھی۔ یورپ کے بیشتر ممالک کی مشترکہ کوششوں نے فلسطین کے سینے میں اسرائیل کا خنجر پیوست کیا تھا اور پھر چاروں طرف سے اس نوزائدہ شیطان کی پرورش کی تھی۔ عربوں نے اس سازش کو محسوس نہ کیا ورنہ شاید یہ زہریلا سانپ اس قدر طاقت ور نہ ہو سکتا تھا۔ بہرحال وہ ہو چکا تھا جو نہ ہونا چاہیے تھا لیکن خوابیدہ لوگ اس پر بھی نہ جاگے تھے اور ان کی یہ گہری نیند آج تک اسرائیلی قزاقوں کے لیے سودمند ہے۔ وہ ایک کے بعد ایک موثر کارروائی کر رہے ہیں اور نیند کے متوالے سو رہے ہیں۔

اس سے قبل بیروت اس قدر خوفناک خطرات سے دوچار نہ تھا، جتنا اب تھا۔ وہ پوری طرح اسرائیلی افواج کے حصار میں تھا اور ان حالات میں کسی منظم پروگرام کے تحت کوئی فیصلہ کن کارروائی ناممکن تھی۔ اس لیے علی نے سوچا تھا کہ اپنے طور پر جو کچھ بھی کیا جا سکتا ہے کیا جائے۔ ایسے اقدامات کیے جاتے رہیں ــــ جن سے اسرائیلی قوت میں کمی ہوتی رہے۔ چنانچہ موجودہ پروگرام اسی خیال کا حامل تھا۔

حمادؔ علی کو تفصیل بتا رہا تھا۔ "انھوں نے عمارتیں خالی کر کے ان میں اسلحہ خانے بنائے ہیں تاکہ شہری آبادی کو نشانہ بنانے میں کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے لیکن ابھی تک انھوں نے شہر میں پھیلی ہوئے سیوریج لائن کے جال پر توجہ نہیں دی ہے۔ اس سے قبل کہ ان میں سے کسی کے ذہن میں یہ خیال آ جائے۔ ہمیں ان کی اس غفلت سے فائدہ اٹھا لینا چاہیے۔ میں نے چند ایسی جگہوں کا تعین کیا ہے جن پر سرخ نشانات بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً یہ جگہ۔ یہ ایک اسکول ہے۔ انھوں نے اسے خالی کرا کے اس میں بہت بڑا اسلحہ خانہ بنایا ہے لیکن اسکول کے پارک میں اس جگہ جہاں اسلحہ خانہ ہے ایک گٹر کھلتا ہے جس پر لوہے کا جال ہے۔"

"بہت خوب۔ اسرائیلی سپاہی یوں بھی اندر نہ رہتے ہوں گے۔ باہر ہی سے اسلحے خانے کی حفاظت کرتے ہوں گے؟"

"یقیناً۔" حماد نے جواب دیا۔

"تب پھر مناسب وقت ہے۔ میرے خیال میں ہمیں اس زمین دوز دنیا کی سیر آج ہی کر لینی چاہیے۔ کیوں خالدہ؟"

"میں تیار ہوں۔" خالدہ نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مخصوص لباس میں ملبوس ہو کر باہر نکل آئے اور تاریک گلیوں میں حفاظتی گشتی دستوں کی نگاہوں سے بچتے ہوئے ایک ایسی جگہ جا نکلے جہاں گٹر کا جوائنٹ تھا۔ نیچے پانی بہنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ انھوں نے ماسک چہروں پر چڑھائے اور پھر ایک ایک کر کے اس میں اتر گئے۔ گندا پانی ٹخنوں سے اوپر نہیں تھا لیکن تعفّن بے پناہ تھا۔ اگر گیس ماسک چہرے پر نہ ہوتے تو شاید وہ ایک لمحہ بھی یہاں زندہ نہ رہ سکتے۔

مین ہول سے کافی دور پہنچ کر انھوں نے طاقت ور ٹارچیں روشن کریں اور ان کی روشنی میں آگے بڑھنے لگے۔ گٹر کی دیواروں میں بنے ہوئے سوراخوں سے گٹر کے مکیں کیڑے مکوڑے حیران آنکھوں سے انھیں دیکھ رہے تھے۔ انھیں تعجب تھا کہ یہ نفاست پسند مہمان ان کی دنیا میں کہاں سے آ گئے۔ حماد رہنمائی کر رہا تھا اور وہ پیچ در پیچ راستوں سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے پھر ایک دوشاخے سے گزر کر وہ بائیں سمت مُڑ گئے جہاں خشک لائن چلی گئی تھی۔ راستے میں بہت سے مین ہول آئے تھے جہاں سے گزرتے ہوئے وہ ٹارچیں بجھا دیتے تھے۔ بالآخر وہ جگہ آ گئی جہاں کی نشاندہی کی گئی تھی۔ لوہے کے مضبوط جال کو کاٹنے کے اوزار ان کے ساتھ تھے۔ تمثیل لوہے کا جال کاٹنے لگا اور اس میں اتنی جگہ بنائی گئی کہ بہ آسانی باہر نکلا جا سکے۔ باہر نکل کر وہ اسلحے خانے کے پاس پہنچ گئے۔ ایک موٹا سا تالا اسلحہ خانے کے دروازے پر پڑا ہوا تھا۔ اسے کھولنے میں کافی دقت ہوئی لیکن بالآخر وہ اس کوشش میں بھی کامیاب ہو گئے۔ ٹارچ کی روشنی میں انھوں نے اس عظیم الشان

اسلحے خانے کو دیکھا۔ ہینڈ گرنیڈ، بارودی سرنگیں، ڈائنامائیٹ اور نہ جانے کیا کیا پیٹیوں میں بھرا ہوا تھا۔

"کاش کسی طور یہ سارا اسلحہ مجاہدین کے لیے حاصل کیا جا سکتا۔" خالدہ نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ ممکن نہیں ہے خالدہ! لیکن اگر ہم اسے مجاہدین کے خلاف استعمال ہونے سے پہلے ہی ناکارہ کر دیں تو یہ بھی بہت بڑا کام ہوگا۔"

"پھر کیا خیال ہے؟"

"آج رات نہیں، ہمیں دوسری جگہیں بھی دیکھ لینی چاہئیں۔ کل ہم اپنی کارروائی کا آغاز کر دیں گے۔" علی نے کہا۔

یہ ساری رات انھوں نے غلیظ گٹر لائنوں کی سیر کرتے ہوئے گزاری تھی اور بہت سی اہم جگہوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ اس کے بعد وہ واپس چل پڑے۔ ان پیچ در پیچ گٹر لائنوں میں بھٹک جانا مشکل نہیں تھا لیکن حماد کی ذہانت نے ایسا نہ ہونے دیا اور وہ کلینک کی عمارت میں واپس آ گئے۔ یہاں انھیں مریضوں کے لباس پہننے پڑے۔ دن کی روشنی میں اس عمارت میں لیٹے ہی رہا جا سکتا تھا۔ خالدہ پھر سے بوڑھی نرس بن گئی تھی۔ اس کے سپرد ان لوگوں کو غذا کی فراہمی کی ذمّے داری بھی تھی۔ چنانچہ اس نے ان چاروں مریضوں کو کھانا دیا اور اس کے بعد وہ گہری نیند سو گئے۔

سرِشام ہی ـــ انھوں نے آج رات کی کارروائیوں کی پلاننگ شروع کر دی تھی۔ آج وہ اہم کارنامے انجام دینا چاہتے تھے۔

"اس سے قبل کہ اسرائیلی کسی طور اپنی پوزیشن تبدیل کریں، ہمیں ان کے اسلحہ خانے تباہ کر دینے چاہئیں۔" فائز نے اپنی رائے پیش کی۔

"میرا بھی یہی فیصلہ ہے۔ میرے خیال میں سب سے بڑا اسلحہ خانہ ہم نے وہی دیکھا ہے جو اسکول کی عمارت میں ہے۔"

"ہاں۔ اس کے علاوہ وہ آفیسر میس بھی توجہ کے قابل ہے۔ ان چند جگہوں کی تفصیل نوٹ کر کے ایک لائحہ عمل ترتیب دے لیا جائے۔"

"اس کا فیصلہ آپ کریں گے مسٹر علی!" خالدہ نے کہا۔

"کوئی مشکل مرحلہ نہیں ہے۔ حماد کی ڈیوٹی یہ ہوگی کہ جس وقت ہم لوگ اسلحہ لے کر آگے بڑھ جائیں اور وہ یہ اندازہ لگا لیں کہ اب ہم دور نکل گئے ہیں تو وہ اس اسلحہ خانے کو تباہ کر دیں اور خود واپس چل کر یہاں آ جائیں۔ فائز اس اسلحے خانے کو تباہ کریں گے جو پوائنٹ نمبر تین پر ہے۔ تمثیل اور صمد ابدالی پوائنٹ نمبر دو تباہ کریں گے۔ میں اور خالدہ آفیسر میس کو تباہ کریں گے اور اس کے بعد اپنے ٹھکانوں کو واپس چل پڑیں گے۔"

"مناسب ہے اس سلسلے میں اپنی گھڑیاں ملا لی جائیں اور وقت کا تعین کر لیا جائے۔"

"نہایت مناسب۔" سب نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑیاں ملا لیں اور اس کے بعد دوسری تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

رات کو گیارہ بجے وہ عمارت سے باہر نکل آئے اور اپنے مرکز کی طرف چل پڑے۔ قرب و جوار میں سناٹا تھا۔ کہیں دور سے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں لیکن یہ آوازیں کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔ اس سے دور نہ جانے کیا کیا ہو رہا ہوگا۔

مین ہول سے وہ اندر داخل ہو گئے اور پھر اس مخصوص راستے سے گزرنے لگے جس سے وہ ایک بار پہلے گزر چکے تھے۔ ٹارچیں روشن تھیں اور وہ دیواروں پر ہاتھ لگائے بغیر آگے بڑھ رہے تھے پھر وہ ایک لائن سے دوسری طرف مڑے ہی تھے کہ دفعتاً گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ آوازیں اوپر سے آئی تھیں اور پھر اچانک کسی نے اس گٹر کا ڈھکن اٹھایا جس سے چند گز کے فاصلے پر یہ لوگ موجود تھے۔ انھوں نے ٹارچیں ایکدم بجھا دیں۔ اوپر سے روشنی اندر آئی تھی پھر دو پاؤں نیچے لٹکے لیکن اسی وقت گولیوں کی ایک باڑھ چلی اور لٹکے ہوئے دونوں پاؤں تشنجی انداز میں ہلنے لگے اور پھر خون کی دھاریں نیچے کثرت گرنے لگیں ــــ اس کے ساتھ ہی دوڑتے ہوئے لوگوں کی آوازیں نزدیک آ گئی تھیں۔

"کھینچ لو۔ اوپر کھینچ لو۔" ایک آواز ابھری اور دونوں پاؤں اوپر چلے گئے۔ سب دم بخود تھے۔ صورتِ حال بے حد خوفناک ہو [illegible] تھی۔ ان کے کان اوپر کی آوازوں پر لگے ہوئے تھے۔

"دو تھے۔ ایک کہاں گیا؟"

"شاید گٹر میں اتر گیا ہو۔" کسی نے کہا اور تیز روشنی اوپر سے اندر ڈالی گئی۔

"اب کیا کیا جائے؟"

"نیچے اترنا پڑے گا۔" جواب ملا اور ان کی روشنی فنا ہو گئی۔ اگر وہ لوگ نیچے اتر آئے تو [illegible] ہو جائے گا اور سارا [illegible] اسی غلاظت میں فنا ہو جائے گا پھر اوپر سے آواز آئی۔

"تمھیں دیکھ لیا گیا ہے۔ باہر آ جاؤ ورنہ اسی گٹر میں تمھاری قبر بنا دی جائے گی۔" اور خالدہ نے علی کا بازو پکڑ لیا۔

"میں جا رہی ہوں علی! خدا حافظ۔"

"کہاں خالدہ؟" علی نے چونک کر سہمے لہجے میں پوچھا۔

"اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہے علی! ان کے ذہن میں صرف ایک آدمی ہے جو اس گٹر میں اتر گیا ہے۔ اگر وہ نیچے آ گئے تو ہمارا سارا پلان فیل ہو جائے گا۔ میں خود کو ان کے حوالے کرنے جا رہی ہوں تاکہ ان کا شبہ رفع ہو جائے۔ اس پلان پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

عمل میری زندگی سے قیمتی ہے۔ خدا حافظ۔"

علی دل مسوس کر رہ گیا تھا لیکن خالدہ کا کہنا درست تھا۔ اس سے قبل کہ وہ کچھ اور کہہ سکتے، خالدہ ٹارچ کی روشنی کی زد میں پہنچ گئی اور اس نے کمزور آواز میں کہا۔

"میری مدد کرو۔ میں باہر آ رہی ہوں مجھے باہر نکالو۔" اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور چند لمحات کے اندر اندر وہ اوپر کھینچ لی گئی۔ سب کے دل خون ہو کر رہ گئے تھے لیکن صورتِ حال ایسی ہی نازک تھی کہ کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"اور کون ہے نیچے؟" پوچھا گیا۔

"آہ۔ آذر کہاں ہے، کیا تم نے اسے گولی مار دی؟" خالدہ کی روتی ہوئی آواز ابھری اور پھر شاید وہ چیخ مار کر اوپر پڑی ہوئی لاش سے لپٹ گئی تھی۔ اس کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں "قتل کر دیا تم نے اسے۔ مار ڈالا میرے آذر کو۔ تم لوگ انسان نہیں ہو، وحشی درندے ہو۔"

"کون ہے یہ تیرا؟"

"میرا منگیتر۔ ہم تمہارا کیا بگاڑ رہے تھے۔ وہ پورے تین ماہ کے بعد مجھ سے ملنے آیا تھا۔ ہم تو مستقبل کی باتیں کر رہے تھے۔ وہ تمہیں دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ حالانکہ میں نے اسے بھاگنے سے منع کیا تھا۔" خالدہ زبردست ذہانت سے کام لے رہی تھی ــــ جبکہ یہ ایک اندھی چال تھی۔

"ممکن ہے صورتِ حال کچھ اور ہو ــــــــ" کسی نے کوئی جملہ کہا اور چند قہقہے بھرے پھر گٹر کے کھلے ہوئے ڈھکن [illegible] مار مار کر برابر کر دیا گیا اور باہر کی آوازیں مفقود ہو گئیں۔ گویا خالدہ کی قربانی رائیگاں نہیں گئی تھی۔ لیکن اب اس کا کیا ہو گا؟ وہ اسرائیلی سپاہیوں کے ہاتھ لگ گئی ہے اور... اس سے آگے سوچتے ہوئے ان کے ذہن پگھلنے لگتے تھے۔ آگ سی جلنے لگتی تھی ان کے وجود میں۔ اس عجیب سانحے نے ان کے ذہن مفلوج کر دیے تھے۔ دیر تک یہی کیفیت رہی۔ پھر حماد نے علی کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے علی! ہمارا مشن ایک زندگی سے زیادہ قیمتی ہے۔ پورے بیروت میں آگ لگی ہوئی ہے۔ سرفروش چپے چپے پر جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ ہر جگہ خون ہی خون ہے۔ ہر مجاہد اپنے مشن کو زندگی سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہے۔ نہ جانے کس کس کی قربانی دینی پڑے۔ اس لیے مشن جاری رکھا جائے۔ خدا کا نام لے کر آگے بڑھو۔ خالدہ اپنا مشن پورا کر چکی ہے۔ اس نے اپنی زندگی داؤ پر لگا کر ہمیں اس مہم کی تکمیل کا موقع فراہم کیا ہے۔ ہم وقت ضائع نہیں کریں گے۔"

دوران میں نئی زندگی دوڑ گئی۔ وہ آگے بڑھ گئے اور پھر حماد نے اس پہلی جگہ کی نشاندہی کی۔ جہاں سے انھیں اسلحہ حاصل کرنا تھا۔ ایک انسانی زندگی کی قربانی دے کر وہ اس منحوس جگہ پہنچے تھے۔ ہاں خالدہ کے بارے میں کیا کہا جا سکتا تھا کہ اسرائیلی کتوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو۔ وہ ظلم کرنے میں نازیوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ نازی بربریت ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ لاکھوں مثالیں سامنے آ چکی تھیں۔ محبِ وطن فلسطینی لڑکیاں ان کی بہیمیت کا شکار ہوتی تھیں لیکن جذبۂ حریت اور ابھرتا تھا۔ ان کی یہ درندگی وطن کی آزادی کے جوش کو نہ دبا سکی تھی۔

لوہے کی سیڑھیوں کو پکڑتے ہوئے وہ اوپر پہنچ گئے۔ یہاں تھوڑی دیر سُن گن لینے کے بعد وہ ایک ایک کر کے اوپر نکل آئے۔ اوپر کوئی آواز نہیں تھی۔ اسرائیلی سپاہی اسلحہ خانے کے باہر پہرہ دے رہے تھے۔ وہ اسلحہ خانے کے پاس پہنچ گئے اور پھر انتہائی مہارت سے اسلحہ خانے کا دروازہ کھول لیا گیا۔

تاریک اسلحہ خانہ ان کے سامنے تھا۔ باریک روشنی والی ٹارچوں کی مدد سے انھوں نے اسلحہ خانے کی تلاشی لی اور پھر اپنے ساتھ لائے ہوئے ہلکے اوزاروں سے اسلحے کی پیٹیاں کھولنے لگے۔ ڈائنامائیٹ سیٹ۔ جدید ترین امریکی اسلحہ، دستی بم نت نئی ساخت کے جنھیں انھوں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا۔ امریکہ نے اپنے اس لاڈلے بچّے کو سارے خطرناک کھلونے فراہم کر دیے تھے۔ کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اس نے۔

جس اسلحے کے بارے میں انھیں معلومات نہ تھی وہ انھوں نے ساتھ نہ لیا۔ البتہ اسے اس اسلحہ خانے کو تباہ کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ جتنا اسلحہ وہ لے جا سکتے تھے، وہ دوسری جگہ استعمال کرنے کے لیے حاصل کر لیا گیا۔

"اب ہم اپنے کام کے لیے تیار ہیں حماد!" علی نے کہا۔

"اور میں بھی۔" حماد مسکرا کر بولا۔

"تم ہمیں بیس منٹ کا وقفہ دو گے۔ ٹھیک بیس منٹ کے بعد تم بارود کے اس ڈھیر میں شعلہ لگا دینا اور پھر یہاں سے نکل جانا۔ تمھیں واپس کلینک پہنچنا ہے۔"

"خدا حافظ و ناصر!" حماد نے کہا۔ اسے اندازہ تھا کہ اسلحے کے اس ڈھیر کو آگ لگا کر یہاں سے نکلنا اتنا آسان نہیں ہو گا لیکن اگر کوئی مشن سامنے ہو تو زندگی، موت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ کوئی اور ترکیب ہوتی اسلحہ خانہ اڑانے کی تو وہ زندگی بچانے کی ضرور کوشش کرتا۔ تاکہ وہ کہیں اور کام آ جاتی لیکن کوئی ترکیب تھی ہی نہیں گھڑی میں وہ وقت دیکھتا رہا پھر جب بیس منٹ پورے

ہو گئے تو اس نے زمین پر بیٹھ کر سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر ماچس جلا کر بارود پر اچھال دی۔ جونہی بارود نے شعلہ پکڑا، اس نے باہر چھلانگ لگا دی لیکن بارود کی کارکردگی اس کی رفتار سے زیادہ تیز تھی۔ ایک خوفناک گرج ہوئی اور اسلحے خانے کی دیواریں فضا میں ناچنے لگیں۔ اس نے کھلے ہوئے گٹر میں چھلانگ لگا دی لیکن دوسرا دھماکا ہوا اور زمین نے اسے فضا میں اچھال دیا۔ تاریک رات میں پُرہول گرج اور روشنی پھیل گئی۔ بارودی ہوائیاں سرخ لکیریں بناتی ہوئی جھنجلائی ہوئی روحوں کی مانند اِدھر سے اُدھر پرواز کر رہی تھیں۔ تیز روشنی میں حماد کے بدن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے فضا میں نظر آئے اور پھر ملبے تلے دب گئے!!

لیکن اس کیفیت کا شکار صرف حماد ہی نہیں تھا۔ اسلحہ خانے کی عمارت کے قرب و جوار میں لاتعداد اسرائیلی فوجی موجود تھے۔ اسلحہ خانے کی پوری عمارت فضا میں بلند ہو گئی تھی اور اس کے آس پاس موجود اسرائیلی سپاہیوں کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ یہ کیفیت صرف اسی جگہ تک محدود نہ رہی۔ لبنانی ملیشیا کے کئی ٹھکانے تباہ ہوئے تھے۔ پورا شہر لرز گیا تھا۔ کئی عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن گئی تھیں۔ فلسطینی گوریلوں کی اس رات کی کارروائی کو اندرونی کارروائیوں میں سب سے بڑی کارروائی قرار دیا گیا تھا جس میں اسرائیلی افواج کو عظیم نقصان سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

سب نے اپنے اپنے کام بخیر و خوبی انجام دے لیے تھے لیکن سب ایک دوسرے سے بچھڑ گئے تھے۔ سب سے پہلے علی اس کلینک میں داخل ہوا تھا اور رات کے آخری پہر میں تمثیل۔ باقی کوئی واپس نہیں پہنچا تھا۔ دونوں نے فوراً اپنے حلیے بدلے، اسلحہ چھپایا اور مریضوں کے لباس میں ملبوس بستروں پر آ گئے۔ دروازہ کھلا چھوڑ دیا گیا تھا۔

صبح کی روشنی نمودار ہو گئی لیکن اور کوئی نہ آیا۔ تب تمثیل نے کہا "لگتا ہے بقیہ لوگ اپنے مشن کی تکمیل کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔"

"ہاں۔ ورنہ اب تک انھیں آ جانا چاہیے تھے۔" علی نے ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔

اپنے ساتھیوں کی موت پر دونوں چند لمحات خاموش رہے پھر علی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "خالدہ کی واپسی کے بھی امکانات نہیں ہیں۔ اس لیے اب اس کلینک میں رہنا ہمارے لیے بے مقصد ہے۔" ابھی علی نے اتنا ہی کہا تھا کہ اسے کچھ آہٹیں سنائی دیں اور وہ چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا پھر دونوں جلدی سے بستروں سے کود کر نیچے آ گئے۔ دروازے سے خالدہ لڑکھڑاتی ہوئی اندر داخل ہو رہی تھی۔ انھوں نے اسے سہارا دیا اور بستر تک لے آئے۔

"پانی۔ پانی پلا دو علی!" خالدہ نے اکھڑی ہوئی سانس کے ساتھ کہا اور تمثیل پانی لینے دوڑ گیا۔ علی کی آنکھوں میں ہمدردی کے آثار تھے۔ خالدہ کی حالت سے اس کی کہانی عیاں تھی۔ کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ پھٹا ہوا لباس، جگہ جگہ خون کی لکیریں ــــ وحشت زدہ چہرہ، بکھرے بال جو جگہ جگہ سے نچے ہوئے تھے۔ اسرائیلی درندوں کی "فتح" کا نشان بنے ہوئے تھے۔

خالدہ نے پانی پیا تو اس کے حواس بحال ہوئے۔ اس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ انھیں دیکھا اور کمزور آواز میں بولی۔ "مبارک، علی! شاندار کامیابی مبارک۔ دوسرے لوگ نہیں آئے؟"

"ہاں خالدہ! وہ شاید اپنے مشن کی تکمیل کر کے واپس لوٹ گئے۔" تمثیل لرزتی آواز میں بولا۔

"میں بھی جا رہی ہوں۔ خداوندِ عالم... فلسطین کو آزادی عطا فرمائے۔ بیت المقدس ایک... بار... پھر... پھر... خداوند... ایک بار... پھر...!"

خالدہ کی سانس اکھڑنے لگی۔ علی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں میں خون کی سرخی لہرا رہی تھی۔ پھر اس نے خالدہ کی کھلی ہوئی آنکھیں بند کر دیں۔ تمثیل کی آنکھوں سے دو آنسو ٹپکے اور خالدہ کے خوبصورت بالوں میں جذب ہو گئے۔

دونوں خاموش تھے۔ یہ خاموشی دیر تک طاری رہی۔ پھر تمثیل نے کہا "آؤ علی! خالدہ کی لاش کو دفن کر دیں۔ وقت ہے اور ہم یہ کام کر سکتے ہیں۔ اسے کلینک کے صحن میں سپردِ خاک کر دیا جائے۔" علی نے گہری سانس لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

لیکن جونہی دونوں نے اندرونی کمرے کے دروازے سے باہر قدم رکھا، چونک پڑے۔ ایک اسرائیلی افسر اور چند سپاہی برین گنیں تانے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ انھیں کڑی نگاہوں سے گھور رہے تھے۔ اسرائیلی افسر نے ترش لہجے میں کہا۔

"ایک لڑکی اس عمارت میں داخل ہوئی تھی۔ کہاں ہے وہ؟"

دونوں خاموشی سے ان سپاہیوں کو گھور رہے تھے۔ "تم لوگ کون ہو؟" اسرائیلی افسر دہاڑا اور تمثیل اپنے جوش پر قابو نہ رکھ سکا۔

"موت!" اس کے حلق سے غراہٹ نکلی اور اس نے لپک کر اسرائیلی افسر کا نرخرہ دبوچ لیا۔ اسرائیلی افسر کے ہاتھوں میں دبی ہوئی برین گن کی گولیوں نے تمثیل کے سینے میں خون اگلتی سرنگ بنا دی تھی لیکن تمثیل کی انگلیاں اس کے نرخرے میں ایسی پیوست ہوئی تھیں کہ اسرائیلی افسر کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ کئی اسرائیلی سپاہیوں نے آگے بڑھ کر علی کو دبوچ لیا تاکہ وہ کوئی اور کارروائی نہ کر سکے۔ بہت سے سپاہی تمثیل کے بدن کو اسرائیلی افسر کے بدن سے جدا کرنے کی کوششیں کرنے لگے اور بمشکل تمام اس میں کامیاب ہو سکے۔ اسرائیلی افسر لڑکھڑا کر نیچے گرا اور پھر دو تین بار اٹھنے کی کوشش

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرکے بے ہوش ہوگیا۔

علی کے سر پر رائفل کا کندہ مار کر بے ہوش کر دیا گیا۔ وہ پورے مکان میں پھیل کر اس کی تلاشی لینے لگے پھر بے ہوش علی کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے۔

❋

سرزمینِ لبنان بے شمار تاریخی واقعات سے بھری پڑی ہے۔ شاید ہی کسی دوسرے علاقے میں تاریخ نے اتنی تیزی سے کروٹیں بدلی ہوں۔ ہزاروں سال قبل یہاں کے باشندے ساحل اور اس کے اندرونی میدانوں میں رہتے تھے۔ گھر بنانے کا شعور نہیں تھا اور غاروں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ بیروت سے چند میل شمال میں کلب کے دہانے پر ایک عظیم الشان پہاڑ سمندر میں کسی قدر آگے بڑھ کر ختم ہوتا ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر انیس کتبے نصب ہیں جن میں آٹھ زبانیں استعمال کی گئی ہیں۔ سب سے پہلے مصری پھر اشوری اور بابلی۔ اس کے بعد یونانی اور لاطینی اور آخر میں فرانسیسی، انگریزی اور عربی۔ یہاں ایک تنگ درّہ ہے۔ جہاں سے حملہ آوروں کی کثیر تعداد ناکام ہوتی رہی اور مقامی باشندے اپنا دفاع کرتے رہے۔ سب سے پہلے یہاں داخل ہونے والا شخص ریمسس ثانی تھا جو تیرھویں صدی قبلِ مسیح میں گزرا ہے۔ اس کے بعد نینوا کے بادشاہ "اسرحدون" نے اسے فتح کیا۔ پھر بخت نصر، سلطان سلیم، ایلینی اور گوراؤ یہاں پہنچے اور آخر میں شہنشاہ مارکس اینٹونیس کی حکومت قائم ہوئی۔ سکندرِ اعظم اور سلطان صلاح الدین کے نام بھی فاتحین میں شامل ہیں لیکن انھوں نے اپنی کوئی یادگاریں نہیں چھوڑی۔

لبنان کو کئی لحاظ سے اہمیت حاصل ہے۔ وہ اس چھوٹے سے خطے کا ایک ٹکڑا بھی ہے جسے "ارضِ مقدس" کہا جاتا ہے۔ اس کی برف پوش چوٹیوں کو دور سے دیکھا جائے تو روحانیت کا پیکر نظر آتی ہیں۔ اس کی وادیاں حضرت عیسیٰؑ کے وعظ سے بہرہ ور ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ خود لبنان کے جنوبی ساحل پر تشریف لے گئے تھے۔ کتاب مقدس "بائیبل" لبنان کے ایک قصبے "بیبلوس" سے منسوب ہے۔

پہاڑ لبنان سے اسی طرح منسوب ہیں جس طرح صحرا، عرب سے۔ دریائے نیل مصر سے۔ مغربی سلسلۂ کوہ اصل لبنان ہے۔ رومیوں کے زمانے سے یہ اسی نام سے منسوب رہا ہے اور یہ نام ایک سامی لفظ سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے "دودھ کی مانند سفید" یہ اشارہ برف پوش چوٹیوں کی طرف ہے جو سال میں چھ مہینے سفید نظر آتی ہیں۔ ان برف پوش پہاڑوں کی وادیاں عموماً خون سے رنگتی رہی ہیں۔ دو قوموں کی چپقلش نفرتوں کو ہوا دیتی رہی ہے اور یہودی یہاں طویل عرصے سے سرگرم عمل رہے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں قومیں صدیوں سے یہاں آباد ہیں مسلمانوں نے غیر مسلم اقلیتوں کو پوری مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔ عیسائی، مسلمان حکومتوں میں اہم مناصب پر فائز ہوتے تھے۔ صلیبی جنگوں میں عیسائیوں کا کردار بہتر نہ تھا۔ اس کے باوجود یہاں حالات خراب نہ ہوئے لیکن پھر نفرت کی یہ مہم تیز کر دی گئی۔ غیر ملکی مشنریوں نے شام سے اپنے عمل کا آغاز کیا جس کے در پردہ یہودی ذہن کام کر رہا تھا۔ بیروت کو مرکز بنایا گیا۔ اس وقت بیروت کی آبادی صرف نو ہزار تھی۔ ابراہیم پاشا کی رواداری نہ پالیسی نے ان مشنریوں کو فائدہ پہنچایا اور ان کا جال وسیع تر ہوتا گیا اور فرانس نے لبنان سے جاتے ہوئے اس نفرت کو مستحکم کر دیا۔ آزادی کے بعد دونوں قوموں میں خونریز تصادم ہوئے لیکن اسرائیل کو بدترین ہزیمت اس وقت اٹھانی پڑی جب فلسطینیوں کو یہاں آباد ہونے کی اجازت مل گئی۔ فلسطینی چھاپا ماروں کے مسئلے پر بھی خانہ جنگی ہوتے ہوتے بچی تھی۔ لبنانی حکومت اسرائیل کی شہہ پر چھاپا ماروں کو یہاں سے نکالنا چاہتی تھی لیکن مسلمان اکثریت ان کی حمایتی تھی۔ بالآخر جمال عبدالناصر کی مداخلت سے فلسطینی چھاپا ماروں اور لبنانی افواج کے درمیان سمجھوتا ہوگیا اور چھاپا ماروں کا وجود سرزمینِ لبنان پر قبول کر لیا گیا۔ یہودی سازش ناکام ہوگئی تھی لیکن اسرائیل آتشِ انتقام میں جل رہا تھا۔ لبنان اگر فلسطینیوں سے خالی ہوجائے تو شرقِ اوسط میں ناپاک سازشوں کے راستے کھل جاتے ہیں اور آج بھی اسرائیل اپنی فرعونی قوتوں کی یورش کے ذریعے فلسطینیوں کو لبنان سے نکال پھینکنے میں کوشاں ہے۔ فدائین بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ناقابلِ یقین قربانیاں دی جا رہی ہیں۔ بیروت جہنم بنا ہوا ہے۔ اسرائیل سر توڑ کوششوں میں مصروف ہیں۔ تل ابیب، بیر شبہ، اشددر اور ریخ میں قیدیوں کے لیے خصوصی کیمپ بنائے گئے ہیں اور ان کیمپوں میں اسرائیلیوں نے نازی یادگاریں اکٹھی کی ہیں۔ فلسطینی بے گھروں کے لیے اذیت رسانی کے جدید ترین انتظامات کیے گئے ہیں۔

علی کی آنکھ بھی ایسے ہی ایک کیمپ میں کھلی تھی۔ کھردری زمین پر جہاں سے کنکر پتھر بھی صاف نہیں کیے گئے تھے۔ وہ چت پڑا ہوا تھا۔ کوئی تنگ و تاریک بیرک تھی جس کی دیواریں اور چھت نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایک گھٹن کا احساس تھا جو اسے ہوش میں لایا تھا۔ گزرے ہوئے واقعات نے اس کے ذہن پر یلغار کی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے تمام ساتھی کام آگئے تھے۔ تنہا وہ بچا تھا لیکن اس کے ذہن میں خوف یا بے بسی کا کوئی احساس نہیں تھا۔ اس نے تو اپنی زندگی وقف کر دی تھی ایک مقصد کے لیے۔ اور اب یہ مقصد ہی اس کے لیے زندگی تھا۔

نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ پھر بیرک کے دروازے پر کوئی آہٹ سنائی دی اور اس کے بعد دروازہ کھل گیا۔ چار اسرائیلی سپاہی اندر داخل ہوئے اور انھوں نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھا لیا۔ زبان سے ایک لفظ کہے بغیر وہ اسے گھسیٹتے ہوئے باہر لے گئے۔

چاروں طرف خوفناک سناٹا مسلط تھا۔ باہر لا کر اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ اس کے بعد اسے ایک کھلی ہوئی جیپ میں بٹھا کر کہیں لے جایا گیا۔ رات کا وقت تھا کوئی شے نظر نہیں آ رہی تھی۔ اسرائیلی سپاہی چوکس تھے۔ تقریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد وہ ایک پتھریلی عمارت میں داخل ہوگئے پھر اسے جیپ سے اُتار کر ایک کمرے میں لے جایا گیا جس میں ایک میز پڑی ہوئی تھی اور اس کے گرد پڑی ہوئی کرسیوں پر تین اسرائیلی افسر بیٹھے ہوئے تھے۔

کمرے میں تیز روشنیاں جل گئیں اور وہ لوگ اس روشنی میں اس کا جائزہ لینے لگے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"لبنانی نہیں ہے۔"

"شاید ایرانی ہو۔"

"ایرانی بھی نہیں معلوم ہوتا۔"

"عرب نہیں ہے، یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔"

"بیروت سے گرفتار ہوا ہے خیال ہے، یہ اسلحہ خانے اڑانے کی کارروائیوں میں ملوّث تھا۔"

"کیا یہ درست ہے؟" سوال کیا گیا۔ علی خاموشی سے ان کی شکلیں دیکھتا رہا۔

"کیا یہ درست ہے؟" اس بار اسرائیلی افسر کی آواز بے حد کرخت تھی لیکن علی نے اس بار بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

"ہوں۔" اسرائیلی افسر کی ہنکار غصّے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ "تمھارا کیا خیال ہے تم زبان بند رکھنے میں کامیاب ہوجاؤ گے؟ ناممکن۔ ہمارے پاس ایسے ایسے ذرائع موجود ہیں کہ مُردے بھی بول اٹھیں۔ میں تمھیں مشورہ دیتا ہوں کہ زبان کھول دو۔ ممکن ہے تمھارے ساتھ کوئی رعایت ہوجائے۔"

علی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ لوگ اس کے بارے میں نہیں جانتے تھے، کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ اگر جان جاتے تو... شاید اس طرح پُرسکون نہ بیٹھے ہوتے۔ کھلبلی مچ جاتی ان میں۔ شاید وہ اس کی گرفتاری پر جشن مناتے۔ خوشیاں منائی جاتیں۔ ایک دوسرے کو مبارکبادیں دی جاتیں اور وہ سمجھتے کہ انھوں نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔

"کیا تم اب بھی جواب نہ دو گے؟" اسرائیلی افسر نے پوچھا۔ لیکن علی خاموش رہا۔ "ٹھیک ہے۔ اسے بیرک نمبر اکیس میں پہنچا دو۔ صبح کو اس کے لیے دوسرے انتظامات کیے جائیں گے۔"

سپاہی علی کے چاروں طرف پھیل گئے۔ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں سمیت اسے باہر لایا گیا اور پھر تقریباً دو سو گز کا فاصلہ طے کرا کے وہ اسے ایک کوٹھری کے پاس لے گئے۔ پہلی قیام گاہ کی نسبت یہ کوٹھری کشادہ تھی اور یہاں چارپائی موجود تھی جس پر گدا بھی پڑا ہوا تھا۔ سپاہیوں نے اس کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کھول دیں اور اسے کوٹھری میں چھوڑ کر باہر نکل گئے۔

"بیرک نمبر اکیس۔" علی کے ہونٹوں سے بڑبڑاہٹ نکلی اور وہ چارپائی پر بیٹھ گیا۔

'میں کون ہوں؟ وہ جاننا چاہتے ہیں۔ میں کون ہوں؟ میں پاکستانی ہوں۔ ہاں پاکستان میرا وطن ہے۔ پاکستان، اس کے کانوں میں بنسی کی مدھر تانیں گونجنے لگیں۔ بیلوں کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی آواز بانسری کی ان تانوں میں گھل گئی تھی۔ میرا وطن — میرا وطن — میرا چمن —

❋

بلھے شاہ کی بستی، پنجاب کی حسین روایتوں کا امین میرا چھوٹا سا شہر قصور، سادہ دل اور سچے انسانوں کی بستی۔ جہاں ملک و قوم پر مر مٹنے کے جذبے پروان چڑھتے ہیں، جہاں مائیں اپنے نومولود بچوں کو وطن کی عظمت پر مٹنے والوں کی داستانیں لوریوں میں سناتی ہیں جس نے ہر دور میں عظمت کے مینار کھڑے کیے ہیں۔ جس نے ہر کٹھن مرحلے پر اپنے سینے پر پروان چڑھنے والوں کا خون وطن کو دیا ہے جس نے کبھی وطن کی محبت قرض نہیں رکھی۔ ہاں میں اسی دلیر شہر کا رہنے والا ہوں۔ اسی زمین میں میری نمود ہوئی ہے۔ زندگی اگر رنگوں سے عبارت ہے تو اس کی ابتدا اسی وادی سے ہوئی ہوگی۔ حسن اگر سچائی ہے تو اس وادی کا ہر موڑ اپنے دامن میں صداقت کی داستان لیے ہوئے ہے۔ حُسنِ محبوب کا خمیر یقیناً اسی مٹی سے اٹھا ہوگا۔ مجھے اس سرزمین سے عقیدت ہے۔ یہ میری مٹی ہے اور میری ہر سانس میں اس کی خوشبو رچی ہوئی ہے۔

گو میں وطن سے ہزاروں میل دور سات پہاڑیوں کے شہرستان فرانسسکو میں تھا لیکن میری ہر رات اپنے وطن کے حسین خوابوں سے سجی ہوئی تھی۔ مجھے اپنی بستی کا چپّہ چپّہ یاد آتا تھا۔ اس صبح بھی میں اپنے طویل و عریض مکان کے وسیع صحن میں بیٹھا ہوا تھا۔ دالان کے کشادہ تخت پر ابّا حقہ گڑگڑا رہے تھے اور صحن کے آخری سرے کے بعد نظر آنے والے تین دروں کے دالان میں رحیم الدین چچا بھینسوں کے لیے کٹی کرنے والی مشین چلا رہے تھے کہ دھڑام دھڑام کی آوازیں آئیں اور میری آنکھ کھل گئی۔ میرے شہر کی حسین بستی میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی اور موٹے ہر بنسی

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے چہرے کے جھاڑ جھنکاڑ نمایاں ہو گئے جو حسبِ دستور الٹا کھڑا ہونے کی کوشش میں مصروف تھا اور ہمیشہ کی طرح آج بھی ناکام تھا۔ یہ اسی کے گرنے کی آواز تھی جو مجھے خوابوں کی دنیا سے حقیقی دنیا میں کھینچ لائی تھی۔

میری خونخوار نگاہوں کے جواب میں اس نے بے بسی سے میری طرف دیکھا اور پھر کسی سہمے ہوئے بچے کی مانند نگاہیں جھکا لیں۔ اس گدھے کی یہی ادائیں میرے غصے کو ٹھنڈا کر دیتی تھیں۔ مجھے اگر کبھی غصہ آتا تو وہ اس طرح سہم جاتا تھا جیسے میرے ناز اٹھانا اس کا فرض ہو۔

"تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے موٹے؟" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"معاف کر دو بھائی جی! یار کیا بتاؤں بس یہ الٹا نہیں کھڑا ہوا جاتا۔ ورنہ باقی ورزشیں تو میں نے اچھی طرح سیکھ لی ہیں۔ دیکھو کچھ فرق پڑا یا نہیں؟" اس نے سانس بند کر کے پیٹ اندر کرتے ہوئے کہا۔

"فرق صرف ایک شکل میں پڑے گا ہربنس! بس جی میں تمھارے پیٹ میں چاقو اتار کر ساری آنتیں اوجھڑی باہر نکال دوں۔ اس کے بعد نہ اندر کچھ ہوگا نہ تم موٹے نظر آؤ گے۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"او یار کیوں ناراض ہو رہے ہو۔ دیکھو تو نو بج رہے ہیں اور پھر چھٹی ایک دن کی ہوتی ہے۔ پورے ہفتے میں صرف ایک دن دیر تک سو کر صبح اٹھنے کی عادت کیوں بگاڑی جائے۔" ہربنسی نے حسبِ دستور کھڑی اردو میں کہا۔

"موٹے تو نہیں جانتا کہ تو مجھ سے کیا چھین لیتا ہے۔" میں نے کرب سے کہا۔

"او جی چھوڑو بھائی جی۔ سالی ناس کی کوئی بھورے بالوں والی لونڈیا ہوگی تمھارے خوابوں میں۔ بلاوجہ بات آگے بڑھ جاتی۔ جاگ جانا ہی اچھا ہوا۔" ہربنسی نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اس کے علاوہ بھی اور کچھ سوجھتا ہے تجھے؟" میں نے کمبل بدن کے گرد لپیٹتے ہوئے مسہری کے تکیے سے پشت لگا کر کہا۔ "جا چائے لا میرے لیے ورنہ اس سردی میں تیرا گرم خون پی جاؤں گا۔ موٹا بھینسا کہیں کا۔ سوچا تھا دس گیارہ بجے تک سوؤں گا۔" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ہربنسی ننگے بدن ہی کچن کی طرف بھاگ گیا۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

ہربنسی ہریانہ کا سکھ نوجوان تھا۔ برکلے یونیورسٹی میں وہ قانون پڑھ رہا تھا لیکن بذاتِ خود ہر قسم کی لاقانونیت کا شکار تھا۔ تعلیم سے زیادہ اُسے صنفِ نازک سے دلچسپی تھی۔ لڑکیاں ہر وقت اِس کے اعصاب پر سوار رہتی تھیں۔ پہلے اس کا جسم متناسب تھا چونکہ بے حد خوش خوراک تھا۔ کھا رہا تھا اور موٹا ہو رہا تھا لیکن اپنے مُٹاپے سے ہر وقت فکر مند رہتا تھا اور اِس کوشش میں مصروف رہتا تھا کہ کسی طور وزن گھٹ جائے۔ اس کی ذاتی کتابوں میں قانون کی کتابوں سے زیادہ مختلف اقسام کی ورزش کی کتابیں اور صحت مند بننے کے راز والی کتابیں تھیں۔ حسین لڑکیوں کو کیسے متاثر کیا جائے؟ حسنِ گفتار، پُرکشش رہنے کے راز جیسی کتابیں بھی اس کی دلچسپی کا مرکز تھیں لیکن جوں جوں وہ ورزش کر رہا تھا، پُرکشش بننے کی کوشش کر رہا تھا، بہ تدریج اس کی پُرکشش توند باہر آتی جا رہی تھی اور اس کی واحد وجہ اِس کی خوش خوراکی تھی۔ بلاوجہ شراب پیتا تھا اور نشے میں اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتا تھا۔ مجھے اِس کی اِن عادتوں سے چڑ تھی لیکن وہ اتنا معصوم تھا کہ اِس سے الگ ہونے کو دل بھی نہیں چاہتا تھا۔ ہربنسی کو اپنی داڑھی اور سر کے لمبے کیس سخت ناپسند تھے لیکن وہ مجبور تھا اور ان سے چھٹکارا نہیں پا سکتا تھا۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے والد شریمان گرو سنگھ ایک بڑے کاروباری تھے اور ہر تیسرے چوتھے ماہ امریکہ آتے رہتے تھے۔ جب وہ امریکہ آتے، اپنے بیٹے سے سان فرانسسکو میں ملنے بھی ضرور آتے اور دو تین روز ہربنسی کے ساتھ گزارتے۔ وہ کٹر مذہبی آدمی تھے اور ان کی سخت ہدایت تھی کہ ہربنسی، امریکہ میں رہ کر مذہب کے اصولوں کو نہ بھول جائے۔ ہربنسی کا کہنا تھا کہ وہ انتہائی سخت انسان ہیں اور اگر انھیں پتا چل جائے کہ ہربنسی کے دل میں کبھی مذہب کے اصولوں سے دور ہٹنے کا خیال بھی آیا ہے تو اسی وقت امریکہ سے واپسی ہو جائے گی اور ہربنسی یہ نہیں چاہتا تھا۔

"میں دُہری مصیبت کا شکار ہوں بھائی جی! امریکن لڑکیاں میری داڑھی اور سر کے بال چُھو چُھو کر دیکھتی ہیں اور ان کے بارے میں پوچھتی ہیں کہ یہ کیوں ہیں اور شریمان جی کہتے ہیں کہ یہ کیوں نہ ہوں؟"

"تم بیوقوف ہو ہربنس سنگھ! سان فرانسسکو میں تم تنہا سکھ نہیں ہو، دوسرے بھی ہیں اور پھر یہ مغربی لڑکیاں تو انفرادیت کی شائق ہوتی ہیں۔ تم انھیں دوسروں سے منفرد نظر آتے ہو گے۔ شاید اس لیے وہ تمھاری طرف متوجہ رہتی ہیں۔"

"کہاں رہتی ہیں بھائی جی! ایک ایک کے پیچھے ہفتوں بھاگنا پڑتا ہے۔" وہ مایوسی سے کہتا۔ اس کی خواہش تھی کہ لڑکیاں ہر وقت اِس کے گرد چکراتی رہیں۔ اس کے لیے رقابتیں چلیں لیکن یہ سب کچھ نہیں ہوتا تھا۔

میرین ہوسٹل کے ایک کشادہ کمرے میں ہم دونوں ساتھ ہی رہتے تھے اور اس ساتھ کو کئی سال گزر گئے تھے۔ بحرالکاہل کے ساحل پر واقع سان فرانسسکو، دنیا کے حسین ترین شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ ایشیائی سیاحوں اور ایشیائی آبادکاروں کے اثرات یہاں نمایاں نظر آتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہاں ایشیائی علوم کی ایک باقاعدہ اکیڈمی قائم ہے۔ برکلے، اوک لینڈ برج کے اس پار سان فرانسسکو سے صرف چند میل دور ہے۔ چنانچہ چھٹی کے دن برکلے میں رکنا حماقت تصور کیا جاتا تھا۔ برکلے کے تمام طالب علم اتوار کی چھٹی سان فرانسسکو میں ہی گزارتے ہیں اور اس دن برکلے تقریباً ویران ہو جاتا تھا۔ دکانیں بند، کیفے بند، یہاں تک کہ سڑکیں اور فٹ پاتھ بھی آرام کرتے نظر آتے تھے۔ دوسری طرف سان فرانسسکو کی سڑکوں کی رونق اور بڑھ جاتی تھی۔ اس شہر کی سڑکوں پر شباب کی سرمستیاں بکھر جاتی تھیں۔ خوش پوش بوڑھی عورتیں اور مرد، ان کے دوش بدوش حسین دوشیزائیں قیمتی لباس میں ملبوس محوِ خرام نظر آتیں۔ موسمِ سرما میں بحرالکاہل کی برفانی موجوں سے حربے مستعار لے کر شہر پر حملہ آور ہونے والی ہواؤں سے بچنے کے لیے جب حُسن و شباب کی دیویاں قیمتی فر کے کوٹ زیبِ تن کرتیں تو ان کے حُسن کی رعنائیاں کچھ اور نکھر جاتیں۔

'اسکول آف لاء' میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ، مَیں حسین سان فرانسسکو کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں سے بھی بے بہرہ نہیں تھا۔ اس روشن شہر کی دلچسپیاں مجھے بھی پسند تھیں۔ بادلوں سے ڈھکی فضاؤں کے نیچے رواں دواں زندگی میں میرا بھی حصہ تھا اور یہاں کی تفریح گاہیں میرے لیے اجنبی نہیں تھیں۔ خاص طور سے چھٹی کا دن میں بھی دوسرے لوگوں کی مانند یہیں گزارتا تھا۔ والد صاحب بہت بڑے زمیندار تھے۔ زمینوں کی بے پناہ آمدنی نے ہمیں ایک خوشحال خاندان کی حیثیت سے نمایاں کر دیا تھا۔ میں ان کا سب سے بڑا بیٹا تھا لیکن میری ولادت کے بعد والدہ کا انتقال ہو گیا۔ پانچ سال والد صاحب نے والدہ کے سوگ میں گزارے۔ وہ دوسری شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے لیکن مرد کے لیے یہ ایک مشکل کام ہوتا ہے اور مرد بھی وہ جو خاندانی روایات اور اس کی اعلیٰ اقدار کا قائل ہو۔ چنانچہ لوگوں کے مجبور کرنے پر والد صاحب نے دوسری شادی کر لی۔ سوتیلی والدہ سے میرے چھ بھائی پیدا ہوئے لیکن میری پرورش میرے نانا، نانی نے کی۔ والد صاحب نے بھی پوری توجہ دی تھی۔ ان کے ذہن میں شاید یہ خیال تھا کہ کہیں سگی ماں کی عدم موجودگی مجھے محرومیوں کا شکار نہ کر دے۔ امریکہ میں بھی یہ خیال رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ میری ضرورت سے کہیں زیادہ رقم مجھے ملتی تھی اور میں نہایت عیش کی زندگی گزار رہا تھا۔ سان فرانسسکو کی عیش گاہیں میرے قدموں کی پہنچ سے دُور نہیں تھیں۔ قرب و جوار کی لاتعداد تفریح گاہیں میں بار بار دیکھ چکا تھا۔ بہت سے لوگوں سے دوستی تھی اور اتوار کے دن میں اکثر ان سے ملنے چلا جاتا تھا۔

ہربنسی نے عمدہ چائے کی پیالی میرے ہاتھ میں تھما دی اور دوسری پیالی لے کر خود بیٹھ گیا۔ وہ اب بھی ننگے بدن تھا اور اس کے سینے اور شانوں پر ریچھ جیسے بال عجیب نظر آ رہے تھے۔ اس سردی میں جبکہ مجھے کمبل بھی ناکافی محسوس ہو رہا تھا۔ ہربنس کو ننگے بدن اور موسم کی شدت سے بے پروا دیکھ کر مجھے عجیب سا احساس ہوا اور میں نے پوچھ ہی لیا۔

"تمھیں سردی نہیں لگ رہی ہربنس؟"

"ایں!" وہ چونک پڑا اور چائے کی پیالی اُس کے ہاتھ میں کانپنے لگی۔ دوسرے لمحے اس کی کپکپاتی آواز سنائی دی: "میں بھی یہی سوچ رہا تھا بھائی جی کہ کوئی بات ہے۔ سردی ہی تو لگ رہی ہے مجھے۔" اس نے جلدی سے اُٹھ کر اپنی مسہری سے کمبل اٹھایا اور اپنے بدن سے لپیٹ کر بیٹھ گیا۔ "تو پھر آج کا کیا پروگرام ہے بھائی جی؟"

"کوئی خاص نہیں۔ بس سان فرانسسکو جاؤں گا اور دن وہیں گزاروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"کسی گرل فرینڈ کے ساتھ؟"

"کوئی ہے ہی نہیں۔" میں نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"یاروں سے اڑ رہے ہو بھائی جی!" ہربنس بے تکے انداز میں مسکرا کر بولا۔ "دہ نینسی، باربرا اور وہ چینی لونڈیا لوئی شی کیا میری رشتے دار ہیں؟"

"یقین کرو ہربنس! ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی پروگرام نہیں ہے۔"

"تب آج میرے ساتھ چلو۔ مورا بڑی خوش اخلاق لڑکی ہے۔ اس نے مجھے دوپہر کے کھانے پر بُلایا ہے۔ شام تک کا پروگرام اِسی کے ساتھ ہے۔ چلو بھائی جی، مزہ آئے گا۔"

"مورا کون ہے؟"

"لڑکی ہے۔ بہت خوبصورت لڑکی ہے۔ آج کل میرے اوپر مہربان ہے۔ کئی بار میری دعوت کر چکی ہے لیکن کچھ پریشان بھی رہتی ہے میری طرف سے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ مجھ بے وقوف کو اظہارِ عشق کرنا نہیں آتا۔ بس کوئی نہ کوئی غلطی ہو جاتی ہے۔ یار نہ جانے یہ سلیقہ کب آئے گا مجھے۔" ہربنس نے اُداسی سے کہا۔

"آ جائے گا، آ جائے گا ہربنس! ابھی تمھاری عمر ہی کیا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"تو چلو گے میرے ساتھ؟" ہربنس نے پوچھا اور میں نے اس سے وعدہ کرلیا۔

"درحقیقت کوئی خاص پروگرام نہیں تھا۔ سان فرانسسکو میں رہنے کے باوجود میں مکمل پاکستانی تھا۔ شراب سے مجھے نفرت تھی۔ کئی مقامی اور غیر مقامی لڑکیوں سے دوستی بھی ہوئی تھی لیکن صرف دوستی کی حد تک۔ اخلاقی حدود سے تجاوز مجھے پسند نہیں تھا۔ جو کچھ میں انھیں سمجھانے کی کوشش کرتا وہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ نتیجے میں وہ دور ہوجاتی تھیں۔ بار برا تو باقاعدہ ناراض ہوگئی تھی۔ چوتھی ملاقات میں اس نے مجھے اپنے یہاں مدعو کرلیا تھا۔ روڈول کے ایک حسین فلیٹ میں وہ اپنے والدین کے ساتھ رہتی تھی لیکن میں اس کے گھر نہیں گیا۔ دوسرے دن ٹیلی فون پر اس نے مجھ سے کافی سخت گفتگو کی۔ اس نے کہا کہ ہم ایشیائی ہوتے ہی احمق ہیں۔ اس کے خیال میں میں نے اس کے ساتھ نہایت ناشائستہ سلوک کرکے اس کی بے عزتی کی ہے۔ لہٰذا اس نے مجھے حکم دیا کہ آئندہ میں اُس کے قریب بھی نہ پھٹکوں اور میں آج تک اس کے حکم کی تعمیل کررہا تھا اور بھی بے شمار واقعات تھے جو وہاں کی زندگی کا جزو تھے لیکن میں اپنے طور پر مطمئن تھا۔ میری زندگی پر کوئی دباؤ نہیں تھا۔ لڑکیوں میں مجھے لوئی شی پسند تھی، چائنا ٹاؤن میں رہتی تھی اور ایک تفریح گاہ میں میری دوست بن گئی تھی۔ سان فرانسسکو کی پروردہ ہونے کی وجہ سے وہ یہاں کی زندگی سے متاثر تھی۔ اسے موسیقی سے بہت لگاؤ تھا۔ کلبوں میں بھی وہ اکثر جاتی رہتی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی اسے اپنی روایات کا بھی خیال تھا اور اس نے کبھی عورت کے معیار سے گرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ مجھے جب بھی اس سے ملنا ہوتا، میں چائنا ٹاؤن چلا جاتا جہاں اس کی ماں اور باپ مل کر فرکوٹ کی ایک شاندار دکان چلاتے تھے۔ بس یہ دلچسپیاں تھیں میری اور سب سے پہلے تعلیم جس پر میری پوری توجہ تھی۔

دن کو ساڑھے گیارہ بجے ہربنسی تیار ہوگیا۔ خوبصورت تراش کے سوٹ نے اس کی باہر نکل آنے والی توند کسی حد تک چھپالی تھی اور وہ اسمارٹ نظر آرہا تھا۔ گہرے نیلے رنگ کے سوٹ پر اس نے سرخ پگڑی باندھی تھی جو خوب جچ رہی تھی۔ میں نے بھی لباس تبدیل کرلیا اور ہم دونوں ہوسٹل سے باہر نکل آئے۔ برکلے سنسان پڑا ہوا تھا۔ شہر میں اکا دکا ہوٹل کھلے ہوئے تھے ہم درمیانی پل عبور کرکے سان فرانسسکو میں داخل ہوگئے اور پھر ہربنس سنگھ نے اپنی خوبصورت اسپورٹس، لائن ونگر کی ایک خوبصورت عمارت کے سامنے روک دی۔ لفٹ سے اوپر چڑھتے ہوئے اس نے گڑگڑاتے ہوئے مجھ سے کہا "بھائی جی! میری عزت تمھارے ہاتھ میں ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کوئی ایسی ویسی بات نہ کہہ دینا میرے بارے میں کہ میری ہنسی اُڑے۔" وہ بولا اور مجھے ہنسی آگئی جس فلیٹ کے دروازے پر ہم رُکے تھے، اس پر پیتل کی ایک خوبصورت پلیٹ لگی ہوئی تھی جس پر "آئزک جوہان" لکھا ہوا تھا۔

"یہ مسٹر آئزک جوہان کون ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"مورا کا پورا نام مورا جوہان ہے۔ میرا مطلب ہے مسٹر جوہان اس کے ڈیڈی ہیں۔"

"ہوں تو وہ یہودی ہے؟"

"ہوگی۔ ہمیں اس سے کیا۔" ہربنسی نے کہا اور بیل بجا دی۔ لیکن مجھے کچھ عجیب سا احساس ہورہا تھا۔ میں متعصب نہیں تھا لیکن یہودیوں سے مل کر مجھے خوشی نہیں ہوتی تھی۔ برکلے یونیورسٹی میں لاتعداد یہودی طالب علم تھے لیکن ہمارا ان سے کوئی ربط ضبط نہیں تھا۔ وہ خود بھی پاکستانیوں اور عربوں سے دُور رہتے تھے اور اپنی الگ محفل جماتے تھے۔

دروازہ کھولنے والی ایک دبلی پتلی شوخ سی لڑکی تھی۔ اِس کی آنکھیں بے حد خوبصورت تھیں اور مسکراہٹ میں دلکشی تھی۔ بڑے اخلاق سے اس نے ہم دونوں کا استقبال کیا تھا۔ "میرے سب سے قریبی دوست علی یار اور بھائی جی یہ مورا جوہان ہیں۔"

"تشریف لائیے۔" مورا نے جھک کر شائستہ الفاظ میں کہا اور ہم دونوں اندر داخل ہوگئے۔ مورا نے مسز جوہان اور مسٹر جوہان سے ہمارا تعارف کرایا۔ مسٹر جوہان مکار آنکھوں والے یہودی تھے۔ وہ آنکھیں جو اس قوم کی صحیح ترجمان ہیں۔ ان کی گفتگو نہایت میٹھی اور شستہ تھی۔ میرے تعارف پر انھوں نے کسی قدر معنی خیز انداز میں گردن ہلائی تھی لیکن دورانِ گفتگو کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جس سے کوئی ناخوشگوار تاثر ابھرتا۔

لنچ کے بعد مورا باہر جانے کے لیے تیار ہوگئی۔ اس نے ایک خوبصورت لباس زیب تن کیا اور کافی حسین نظر آنے لگی۔

"مجھے معاف کرنا بچو! میں نہیں جانتا کہ تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے لیکن شام کو چھ بجے سے سات بجے تک کا وقت تم لوگ مجھے دے سکو تو میں تمھارا شکرگزار ہوں گا۔" مسٹر جوہان نے کہا۔

"ضرور مسٹر جوہان! کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔ میں اور میری بیوی تم لوگوں کو ایبرن ہال میں خوش آمدید کہیں گے۔ یہاں ایک چھوٹی سی تقریب ہے۔ تم لوگوں کو اس تقریب میں شامل ہوکر خوشی ہوگی۔"

ہربنس! تمھیں بھی میری وجہ سے پریشان ہونا پڑا۔"

"نہیں بھائی جی! ایسی باتیں کرکے مجھے غیر ثابت کرنے کی کوشش مت کرو۔ میرے سامنے تو تاریخ زندہ ہوئی ہے۔ میں نے تو صرف ... ہی تھا کہ مسلمان کسی سے مرعوب نہیں ہوتا۔ ... میں منس گئی اور ہنسی حق کی بات کہنے سے نہیں چوکتے آگے بڑھا دی۔ سان فرانسسکو کی ... سے زندہ ہوتے دیکھا۔ ب رونق تھی، لوگ پورے جوش و خروش سے وہ سیر اگر ... منا رہے تھے۔ پارک ہاپکنز میں ہم نے عمدہ سی کافی پی۔ ٹرین بیر میں ٹرالی کی سیر کی اور شام چار بجے آئس فالیز کلب پہنچ گئے جہاں برف کے کھیل پیش کیے جاتے تھے۔ اپنی نشستیں حاصل کرکے ہم اندر داخل ہوگئے۔ تھیئٹر کی عمارت کے گرد ایک کشادہ احاطہ تھا اور اِسی احاطے میں برف کے کھیل کا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ اس جگہ کئی اِنچ موٹی برف کی تہہ نظر آرہی تھی اور یہ برف آئینے کی طرح شفاف اور چمک دار تھی۔

کھیل شروع ہونے کا اعلان ہوا اور پہلی فنکار نے طوفانی دوڑ لگائی۔ یہ ایک نوعمر لڑکی تھی۔ پس منظر میں مدھم موسیقی کی لہریں اُٹھ رہی تھیں اور فنکار اپنے کھیل کا مظاہرہ کررہے تھے۔

مورا بہت باتونی لڑکی تھی۔ وہ کھیل کے دوران مسلسل بولے جارہی تھی۔ ویسے اس کی باتیں غیر دلچسپ نہیں تھیں۔ میں بھی اس کی بکواس سے لطف اندوز ہورہا تھا۔ البتہ ہربنسی کو بہت کم بولنے کا موقع مل رہا تھا اور وہ کسی قدر پریشان نظر آرہا تھا۔

ساڑھے پانچ بجے یہ شو ختم ہوا اور ہم باہر نکل آئے۔ مورا نے گھڑی دیکھ کر کہا "کیا خیال ہے؟ اب ہم ایبرن ہال چلیں؟"

"وہاں کس قسم کی تقریب ہے مس جوہان؟" میں نے پوچھا۔

"یہ تو آپ کو وہاں چل کر ہی معلوم ہوگا۔" وہ مسکرائی۔

"اگر آپ لوگ محسوس نہ کریں تو میں اجازت چاہتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں مسٹر علی! میں نے آپ کی طرف سے ڈیڈی سے وعدہ کرلیا ہے۔ وہ کیا سوچیں گے میرے دوستوں کے بارے میں؟" مورا نے عاجزی سے کہا اور اُس کے لہجے کی وجہ سے میں خاموش ہوگیا۔ نہ جانے کیوں مجھے ایک الجھن کا احساس ہورہا تھا، نہ جانے کیوں مجھے لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی خاص بات ہونے والی ہے۔ بہرصورت کاٹھ کے اُلّو ہربنس نے اسپورٹس کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی اور وہ سست رَوی سے ایبرن ہال کی جانب بڑھنے لگی۔ وقت کا خیال رکھا گیا تھا۔ اس لیے ٹھیک چھ بجے ہم ایبرن ہال پہنچ گئے۔

ہال کی خوبصورت عمارت کے سامنے سیکڑوں کاریں کھڑی ہوئی تھیں اور لاؤنج میں غیر معمولی گہما گہمی نظر آرہی تھی۔ بے شمار مرد عورتیں تیز تیز قدموں سے ہال کی جانب بڑھتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ہال میں داخل ہونے والے مرد جیب سے ایک سیاہ رنگ کی ٹوپی نکال

افراد بیٹھے ہوئے تھے

... یہاں ہال میں بہت سے لوگ بغیر ٹوپی کے بھی نظر آرہے تھے۔ یہ غیر یہودی تھے جنھیں یہاں آنے کی ممانعت نہیں تھی۔

ہال کے دروازے پر مسٹر جوہان نے ہمارا استقبال کیا۔ وہ خود بھی سیاہ ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ انھوں نے احترام کے ساتھ ہمیں ہماری نشستوں پر پہنچا دیا اور پھر خود بھی ہمارے نزدیک ایک نشست پر آکر بیٹھ گئے۔ میں اپنی الجھن میں اب اضافہ محسوس کررہا تھا۔

اسٹیج پر اناؤنسر کی آواز اُبھری اور پھر ایک یہودی نے آکر عبرانی زبان میں دعائیں پڑھیں۔ اس کے بعد ایک اور شخص اٹھا جو صدرِ جلسہ تھا۔ اس نے جملہ حاضرین کا جلسے میں شرکت کرنے پر شکریہ ادا کیا اور بولا "یہ جلسۂ عام ہے۔ جس میں صیہونی اور غیر صیہونی سب ہی کو دعوت دی گئی ہے۔ ہم چاہتے ہیں وہ بھی جو ہم میں سے نہیں ہیں ہمارے درمیان آئیں اور ہمارے مقاصد سمجھ کر ہماری جدوجہد کی حمایت کریں۔ میں ان لوگوں کا خاص طور پر مشکور ہوں جو غیر یہودی ہیں اور زحمت کرکے ہماری دعوت پر یہاں آئے ہیں۔ اب جلسے کی کارروائی کا آغاز ہوتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ امریکہ کے یہودی متحد ہوکر صیہونی تحریک کو کامیاب بنائیں گے اور ریاست اسرائیل کو مستحکم اور خوشحال بنانے کی بھرپور جدوجہد کریں گے۔"

میرے ذہن میں نفرت ابھر آئی۔ میں نے خونخوار نگاہوں سے ہربنس سنگھ کو دیکھا۔ میرے اس طرح گھورنے سے وہ گھبرا گیا۔ "واہگورو کی قسم بھائی جی! مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ تقریب کیسی ہے۔" اُس نے کہا۔

"یہ اچھا نہیں ہوا ہربنس! یہ اچھا نہیں ہوا۔"

"میں شرمندہ ہوں بھائی جی! اور اس مسخری سے تو میں بعد میں نمٹ لوں گا۔" ہربنس نے کہا۔ میں نے نفرت بھری نگاہوں سے صدرِ جلسہ کو دیکھا۔ جو یہودیوں کی تاریخ دُہراتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ یہودی خدا کی محبوب قوم ہے۔ غیر یہودی دُنیا کی غیر متحدہ قوت بھی دُنیا کی نسلی اور معاشرتی انفرادیت کو ختم نہیں کرسکتی۔

اس کے بعد صدر نے جلسے کے مہمانِ خصوصی کو متعارف کرایا اور تالیوں کی گونج میں مہمانِ خصوصی نے اپنی سخت متعصبانہ تقریر شروع کردی۔ یہ کوئی کٹر اور متعصب یہودی تھا۔ اس کی تقریر سخت جارحانہ تھی۔ اس نے عربوں پر طرح طرح کے الزامات لگائے۔ انہیں وحشی، غیر مہذب اور قانون شکن بتایا۔ اس نے کہا کہ عرب قانون شکن ہیں۔ یہ ایک ایسی قوم ہے جسے تہذیب و ثقافت سے کبھی کوئی لگاؤ نہیں رہا۔ اس نے ثبوت کے طور پر اسلامی تاریخ کے واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور نہایت لغو گفتگو شروع کردی۔ اس نے کہا "عرب وہ قوم ہے جس میں کبھی کوئی مہذب معاشرہ یا حکومت نہیں رہی۔ آج بھی اس قوم میں جنگل کا قانون رائج ہے۔" عربوں کے معاشرے کے بارے میں اس نے بڑی رکیک باتیں کہیں۔ اس نے کہا کہ عرب عام طور سے چار بیویاں اور کنیزیں رکھتے ہیں۔ اس کی مثال میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں ملتی۔ ان کے معاشرے میں عورت کی جو زبوں حالت ہے، وہ کسی معاشرے میں نہیں ملتی۔

اس متعصب یہودی نے اسلامی تاریخ کے حقائق کو جس طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا تھا اس پر میرا خون کھولنے لگا۔ میری روح اور میرے دماغ کو ناقابلِ بیان تکلیف ہو رہی تھی اور میری آنکھیں سُرخ ہوتی جا رہی تھیں۔ میرے نزدیک بیٹھے ہوئے لوگ میری اس کیفیت سے ناواقف تھے۔

دفعتاً میری نگاہوں میں اپنے گھر کا آنگن ابھر آیا۔ صحن میں تخت پر بیٹھے ہوئے میرے والد نے حقّے کی نے مُنہ سے نکال کر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ بیٹے حق کی زبان قیصر و کسریٰ کے دربار میں نہیں رُکی۔ حق گو سردار کھڑے ہو کر اعلانِ حق کرتے ہیں۔ اگر امریکہ کی عیش کوش زندگی نے تمھارے خون سے سرخی چھین لی ہے تو تمھیں قسم ہے اپنے ایمان کی، اپنے وجود کی، اپنے خدا کی، اسی جگہ کھڑے ہو کر اپنے مذہب کی تبدیلی کا اعلان کر دو اور آج سے خود کو علی یار نہ کہو اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو اس بد باطن شخص کی یاوہ گوئی کا منہ توڑ جواب دو۔ علی یار، تم نے سرزمین قصور، پنجاب میں آنکھ کھولی ہے۔ تمھارے آبا و اجداد میں کسی نے مصلحت کوشی کی زندگی نہیں گزاری۔"

مہمانِ خصوصی کی تقریر ختم ہو گئی اور دعوت دی گئی کہ اگر کوئی شخص صیہونی تحریک کے بارے میں کچھ کہنا چاہے تو کہہ سکتا ہے اور اس کے بعد میرے لیے بیٹھے رہنے کا یارا نہیں تھا۔ میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا اور پھر میرے قدم ڈائس کی طرف اُٹھ گئے۔ جب میں ڈائس پر پہنچا تو ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ اناؤنسر میرے نزدیک آ کر جھکا۔

"محترم مقرر کے نام کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔ میں نے اس کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ کر اُسے دھکیل دیا اور اس دھکّے سے وہ پیچھے ہٹ گیا۔ تب مائیک پر میری آواز ابھری۔

"یہودی مسخرے نے اس مائیک کا سہارا لے کر اسلامی تاریخ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، میرا خیال ہے تعلیم یافتہ یہودی خود اس بکواس کی حقیقت سے واقف ہوں گے۔ میں ان مسخ شدہ حقائق کے بارے میں صرف اتنا کہوں گا کہ اسلامی تاریخ کی کتب امریکہ میں بھی موجود ہیں اور سیاہ فام امریکی ان سے استفادہ کر کے مشرف بہ اسلام ہو رہے ہیں۔ یہودی پروپیگنڈے کو اس ناکامی سے شرمسار ہونا چاہیے۔ یہودی امریکہ پر تسلط رکھنے کے باوجود اسلام کی روشنی کو بجھانے میں ناکام رہے ہیں۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ صیہونیوں نے عربوں کے قلب میں اسرائیل کا زہر آلود خنجر پیوست کیا ہے۔ اس غاصب قوم نے دوسری جنگِ عظیم کے بعد اپنی سازشوں کے ذریعہ فلسطین کو برطانیہ کے زیرِ اقتدار دے دیا تھا۔ اس وقت فلسطین کی آبادی سات لاکھ تھی اور ان سات لاکھ

گڑگڑاتے ہوئے مجھ سے کہا۔" بھائی جی! میری عزت تمھارے ہاتھ میں ہے۔"

کے دروازے..."یہ کون؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

یہودیوں کی آباد کاری شروع کر دی گئی۔ ... بنا میرے بارے میں کہ

یہودیوں کی آبادی صرف ...، ستّر ہزار آ گئی جس فلیٹ کے

لاکھ ہو گئی لیکن اب بھی عربوں کی آبادی اِن سے کم خوبصورت پلیٹ

فرانسیسی اور برطانوی تعاون سے دشمنِ اسلام ڈاکٹر ویزمین نے ... تحریک نامی تنظیم تیار کر لی اور جنگِ عظیم میں تباہ شدہ برطانیہ نے عربوں کے سینے میں اسرائیل کا خنجر پیوست کر دیا۔ مقرر نے عربوں کو وحشی صفت اور غیر مہذّب کہا ہے۔ وہ اگر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے تو اسے فلسطین میں کیے ہوئے مظالم یاد آ جائیں گے جو اس حد تک غیر انسانی تھے کہ اس کے بعد وحشت کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔ وحشی تم ہو یہودیو! امریکہ میں بیٹھ کر اگر تم اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کرو تو یہ تمھارے بس کی بات نہیں ہے۔ یہاں چند مسخرے ہی تمھاری باتوں پر گردن ہلا سکتے ہیں۔ تاریخ نہیں بدل سکتی۔"

میری آواز پورے ہال میں گونج رہی تھی اور لوگ دم بخود بیٹھے ہوئے تھے۔ دفعتاً کسی نے مائیک بند کر دیا اور پھر چند افراد اسٹیج پر پہنچ گئے۔ انھوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر نیچے گھسیٹ لیا۔ یہودی نوجوان جوش میں بھر گئے تھے۔ وہ مجھے گالیاں دے رہے تھے۔ دفعتاً میں نے ہربنس کو دیکھا۔ اس نے کرپان نکال لی اور پھر اس کی گرجدار آواز ابھری۔

"اسے چھوڑ دو۔ اگر کسی نے اسے ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو واہگورو کی قسم یہاں دو چار خون ہو جائیں گے۔" وہ چمکدار کرپان لہراتا ہوا میری طرف بڑھا اور میرے قریب پہنچ گیا۔ کرپان کی چمک نے راستہ بنا لیا تھا۔ "چلو بھائی جی! اس سالی مورا کی ایسی کی تیسی۔ اس کے باپ کی بھی ایسی کی تیسی۔" اس نے مجھے باہر دھکیلتے ہوئے کہا۔

یہودی نوجوان ممکن ہے ہم سے الجھنے کی کوشش کرتے لیکن مائیک پر دوبارہ اعلان ہونے لگا۔ "کالی بھیڑوں کو نکل جانے دو۔ جلسے کو ناکام بنانے کی سازش کامیاب نہ ہونے دی جائے۔ ابھی جلسے کی کارروائی باقی ہے۔ پُرجوش نوجوان خود کو قابو میں رکھیں۔ جلسہ ناکام نہ ہونے دیا جائے۔"

ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر آ کر ہم کار میں آ بیٹھے۔ ہربنس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی۔ راستے بھر ہم دونوں خاموش رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ہوسٹل پہنچ گئے۔ میں غم و غصّے میں ڈوبا ہوا تھا۔ کمرے میں آ کر ہربنس نے پوچھا۔ "چائے بناؤں تمھارے لیے بھائی جی؟"

میں نے عجیب نگاہوں سے اُسے دیکھ کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے

ہربنس! تمھیں بھی میری وجہ سے پریشان ہونا پڑا۔"

"نہیں بھائی جی! ایسی باتیں کر کے مجھے غیر ثابت کرنے کی کوشش مت کرو۔ میرے سامنے تو تاریخ زندہ ہوئی ہے۔ میں نے تو صرف پڑھا ہی تھا کہ مسلمان کسی سے مرعوب نہیں ہوتا۔ وہ دنیا میں کسی کے سامنے حق کی بات کہنے سے نہیں چوکتا۔ آج میں نے تاریخ کو اپنی آنکھوں سے زندہ ہوتے دیکھا ہے۔ اسلامی تاریخ میں نے بھی پڑھی ہے۔ وہ مسخرا اگر چوہے دان میں گھس کر اسلامی تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہا تھا تو اُسے کامیابی تھوڑی ہوئی۔ ایک مسلمان نے اُسے بتا دیا کہ اسلام کیا ہے۔ تمھاری یہ جرأت تو قابلِ ستائش ہے۔" ہربنس نے جواب دیا۔

"شکریہ ہربنس! لیکن ہمیں اس کے نتائج بھگتنے ہوں گے۔"

"نتائج؟" ہربنس ہنس پڑا۔ "نتائج بھی کوئی پروا کرنے کی چیز ہوتے ہیں۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"اس کے باوجود ہربنس! میں نہیں چاہتا کہ تم کسی مصیبت کے شکار بنو۔ میری خواہش ہے کہ..."

"بس اس وقت تمھاری خواہش ایک کپ چائے سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے بھائی جی! اور وہ میں ابھی لاتا ہوں۔" ہربنس نے کہا اور کچن کی طرف چلا گیا۔ یہ سکھ نوجوان قابلِ محبت تھا۔ اس نے میرا ہر طرح ساتھ دیا تھا لیکن میرا ذہن صاف نہیں تھا۔ آج نہ جانے کیوں میرے ذہن میں عجیب عجیب سے خیالات آ رہے تھے۔ ہربنس چائے بنا لایا اور ہم دونوں خاموشی سے چائے پینے لگے۔

ہمارا اندازہ درست نکلا۔ دوسرے دن کے اخبارات میں ایبرن ہال کے جلسے کی تفصیلات موجود تھیں۔ جس میں ابتری پھیلانے کی مذموم سازش کے بارے میں لکھا گیا تھا۔ چند یہودی نواز اخبارات نے حکومت سے پُرزور اپیل کی تھی کہ ایسے سازشی عناصر کے خلاف سخت کارروائی کی جائے جو لاقانونیت پھیلانے کے مرتکب ہوں۔ برکلے یونیورسٹی کی توجہ بھی اس جانب مبذول کرائی گئی تھی کہ اس طالب علم علی یار کو یونیورسٹی سے نکال دیا جائے۔ ذاتی طور پر بھی کچھ کوششیں کی گئی ہوں گی جن کے نتیجے میں مجھے یونیورسٹی کے حکام کے سامنے پیش ہونے کا نوٹس مل گیا۔

میں عجیب سی ذہنی کشمکش کا شکار ہو گیا تھا۔ جو کچھ میں نے ایبرن ہال میں کہا تھا اس پر مجھے ذرّہ بھر شرمندگی نہیں تھی۔ لیکن اس سے میری تعلیمی زندگی متاثر ہونے کا خطرہ تھا۔ یونیورسٹی کے حکام کے سامنے پیش ہونے سے قبل میں نے بہت کچھ سوچا پھر دل میں ایک فیصلہ کرنے کے بعد مطمئن ہو گیا۔ پھر اسی شام مجھے بارہ افراد کے ایک بورڈ کے سامنے پیش ہونا پڑا۔

طویل و عریض دفتر میں ایک سیاہ رنگ کی لمبی میز کے پیچھے بارہ افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے نرم لہجے میں بیٹھنے کی پیشکش کی گئی اور میں بیٹھ گیا۔ تب مجھ سے ایبرن ہال کی کارروائی کے بارے میں پوچھا گیا۔

"مجھے وہاں آنے کی دعوت دی گئی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ دعوت کس نے دی تھی؟"

"مسٹر آئزک جوہان نے۔ حالانکہ میں نے ان سے شرکت کے لیے معذرت کی تھی۔ انھوں نے اصرار کر کے مجھے وہاں بلایا اور مجھے اس اجتماع کے اغراض و مقاصد بھی نہیں معلوم تھے۔"

"آئزک جوہان سے آپ کی ملاقات کس طرح ہوئی؟"

"ان کی بیٹی مورا جوہان ہماری دوست ہے۔"

"براہِ کرم آئزک جوہان کا پتا نوٹ کرائیں؟" اور میں نے یہ پتا نوٹ کرا دیا۔

"آپ نے اِس جلسے میں گڑبڑ کرنے کی کوشش کیوں کی؟"

"میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔ میں مسلمان ہوں، پاکستانی ہوں۔ انھوں نے تاریخِ اسلام پہ مذموم اور رکیک حملے کیے اور اس کے بارے میں ایسی لغو اور بے ربط باتیں کیں کہ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس کے علاوہ انھوں نے خود تقریر کی عام اجازت دی تھی۔"

"کیا آپ کو اپنا تعلیمی مستقبل عزیز ہے؟"

"مجھے اپنا دین اپنے مستقبل سے زیادہ عزیز ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا۔ آپ اپنی اِس حرکت پر معافی مانگنے کے لیے تیار ہیں؟"

"میں ہر اُس شخص کا منہ توڑنے کے لیے تیار ہوں جو میری اس مجاہدانہ کارروائی پر سرزنش کرے۔" میں نے غیظ کے عالم میں کہا۔ ان الفاظ کے بعد مزید کسی سوال و جواب کی گنجائش نہیں رہی۔ مجھے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ بورڈ کے ارکان میں سب ہی یہودی نہیں تھے۔ پریس نے اِس سلسلے میں کافی دلچسپی لی تھی۔ دوسرے دن کے اخبارات میں بورڈ کے ارکان کا بیان چھپا تھا۔ ان میں سے چند ارکان نے اسے وقتی مذہبی جوش قرار دے دیا تھا۔ ایک رُکن نے بزرگانہ جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ جوان خون میں ایسی ہی حدّت ہوتی ہے۔ جوانی اسی کا نام ہے اور جوانی کو سزا دینے کا کوئی قانون نہیں بن سکا ہے۔ اس لیے اس نوجوان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی۔ تین ارکان کا بیان مشترکہ تھا۔ انھوں نے خاص طور سے اس بات کو اُچھالا تھا کہ جب مجھ سے معافی مانگنے کے لیے کہا گیا تو میں نے بورڈ کے ارکان کو جواب دیا کہ میں اس مجاہدانہ فرض کی معافی کا مطالبہ کرنے والے کا منہ بھی توڑ سکتا ہوں۔ ان لوگوں نے کہا کہ طالب علم ... کے لیے یہاں آتے ہیں۔ نظریات کے پرچار کے لیے نہیں۔ انھیں خود پر قابو رکھنا چاہیے۔

تیسرے دن کے ایک اخبار میں میرے بارے میں اداریہ لکھا گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جس میں اس واقعہ کی تفصیلات لکھتے ہوئے کہا گیا تھا کہ یہ کارروائی یونیورسٹی کے کسی جلسے میں نہیں کی گئی۔ اس سے نوجوان علی یار پر قانون شکن نظریات کے پرچار کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔

بہرحال اس کے بعد میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ لیکن اس واقعے سے میری زندگی میں ایک انقلاب آ گیا تھا میرے ذہن میں ہر وقت یہی احساسات کلبلاتے رہتے تھے کہ یہودی مسلمانوں کے خلاف سرگرم عمل ہیں اور اس اسلام دشمن کارروائی کے خلاف جدوجہد کرنا ہر مسلمان نوجوان کا فرض ہے۔ ہم لوگ جہاں بھی ہیں، جس حال میں ہیں ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔ کرتے رہنا چاہیے۔ دشمنِ اسلام سرگرم عمل ہیں اور ہم خاموشی سے بیٹھے سکھ کی بنسی بجا رہے ہیں۔

میرا سکھ دوست ان ساری باتوں سے بے نیاز صرف میرا ساتھی تھا۔ اس نے صاف لہجے میں کہا تھا۔ "دیکھو بھائی جی! میں سکھ ہوں اور جب تک میرے ڈیڈی، ہیں گے کٹر قسم کا سکھ رہوں گا۔ چنانچہ تمھارے مذہبی نظریات کے بارے میں میں کچھ نہیں کہوں گا باقی رہی تمھاری دوستی کی بات تو یار جب تک ہربنس سنگھ زندہ ہے۔ دہ تمھارے پاس ہے کسی کسمسرے کی مجال نہیں کہ تمھیں کوئی نقصان پہنچا سکے۔"

"مجھے تیری دوستی پہ ناز ہے ہربنس!" میں نے متاثر ہو کر کہا۔

"ایک اطلاع بھی دینا چاہتا ہوں تمھیں۔"

"ضرور۔ کہو۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے کہ نہ تو اخبارات نے اور نہ کسی نے ذاتی طور پر اس معاملے میں میرا نام لیا۔ اس لیے کہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ میں بھی اس وقت تمھارے ساتھ شریک تھا۔ لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں تمھارا ہم مذہب نہیں ہوں۔ اس لیے میری موجودگی پر توجہ نہیں دی گئی۔"

"کہاں کی بات کر رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"بگ ہاؤس کی۔ بگ ہاؤس کے ایک کیبن میں چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے ہی کے کھلے کیبن میں، میں بھی تھا۔ باقی کینٹین خالی پڑی ہوئی تھی۔ وہ لوگ تمھارے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ ان میں سے چند کا خیال تھا کہ یونیورسٹی میں تمھارے خلاف تحریک چلائی جائے اور تمھیں ہر قیمت پہ یونیورسٹی سے نکلوا دیا جائے لیکن پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ اس باقاعدہ تحریک سے ان کی اپنی تعلیم متاثر ہوگی اور وہ نگاہوں میں بھی آ جائیں گے اس لیے کوئی دوسری ترکیب سوچی جائے۔ یہ الفاظ ادا کرنے والا ایک نوجوان بکیالان ہے جو نسلاً یہودی ہے اور امریکی باشندہ ہے۔ اس کا ساتھی گولڈ برگ ہے۔ وہ بھی یہودی ہے اور ایک خطرناک غنڈہ کہلاتا ہے۔ ان کے درمیان کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اس گفتگو سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ ان لوگوں کے دل میں تمھارے خلاف کینہ ہے اور یہ کینہ پرور قوم کسی کو معاف نہیں کرتی۔ اس لیے بھائی جی! ہمیں سخت ہوشیار رہنا ہوگا۔"

ہربنس نے لفظ ہمیں کہہ کر مجھے بہت متاثر کیا۔ وہ خود کو مجھ سے الگ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ بہرحال میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "دیکھو ہربنس سنگھ! میں ایک علمی آدمی ہوں۔ میرا تعلیمی ریکارڈ تمھارے سامنے ہے۔ اس ریکارڈ سے ثبوت ملتا ہے کہ میں یہاں صرف تعلیم حاصل کرنے آیا ہوں اور کوئی سیاسی مقصد میرے سامنے نہیں ہے۔ لیکن میرے دوست! ایک جذبہ ضرور میرے سینے میں بیدار ہو گیا ہے۔ وہ یہ کہ مذہب و ملت کے دشمنوں سے نفرت کروں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ جذبہ کہاں تک پروان چڑھے گا لیکن میری آرزو ہے کہ اس جذبے کو ہوا ملے اور مجھے دین پر مر مٹنے کی سعادت نصیب ہو۔ میں ان گدھوں سے ذرا بھی خائف نہیں ہوں۔ اس لیے تم ان کی بکواس کی پروا نہیں کرو۔ تم بھی پنجابی ہو ہربنس! میں بھی پنجابی ہوں۔ اس لیے ہمیں ایک دوسرے سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم بہت نیک، بہت شریف ہیں جب تک ہمیں چھیڑا نہ جائے۔ مجھے اپنی زندگی کی، اپنے مستقبل کی کوئی پروا نہیں ہے۔ میرے چھ بھائی اور ہیں جو بڑھاپے میں میرے باپ کی نگہداشت کر سکتے ہیں۔ اس لیے میری کمی میرے باپ اور میرے خاندان پر کوئی اثر نہیں ڈالے گی لیکن میں ان لوگوں کے لیے واقعی مصیبت بن جاؤں گا۔ البتہ میری ایک خواہش ضرور ہے۔"

"وہ کیا بھائی جی؟"

"تمھارا اب میرے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں میری وجہ سے تمھارا کوئی نقصان نہ ہو۔ اس لیے ہربنس! تم کسی دوسری جگہ بندوبست کر لو یا مجھے اجازت دو کہ میں..."

"بس بھائی جی بس۔ پنجابی بھی کہہ چکے ہو اور بزدلی کا سبق بھی دے رہے ہو۔ نہ سہی تمھارا ہم مذہب گرائیں تو ہوں۔"

"مان لو میری بات ہربنس۔"

"کوئی دوسری بات کہو بھائی جی! یہ بھی کوئی ماننے کی بات ہے۔" ہربنس نے قہقہہ لگا کر بات ختم کر دی۔

"اچھا یہ بتاؤ مورا کا کیا حال ہے؟"

"سکھ ضرور ہوں بھائی جی! مگر تھوڑی سی عقل بھی رکھتا ہوں۔ میں نے اُدھر کا رُخ ہی نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں اب وہ لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔" ہربنس نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"یار مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے..."

"بس۔ بس۔ بس۔ یہ افسوس بھی مت کرو۔ اس سان فرانسسکو

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں مورا جیسی بے شمار لڑکیاں موجود ہیں جن کی آنکھیں کمزور ہیں۔ کوئی نہ کوئی ہربنس کو ضرور دیکھے گی۔ میں تاک میں ہوں۔ اس لیے تم اس کا افسوس بھی نہ کرو۔"

ہربنس ہر لحاظ سے قابلِ اعتماد تھا۔ میں اسے خود سے علیحدہ رہنے پر مجبور نہ کر سکا پھر کئی دن گزر گئے۔ تب البتہ محتاط ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ دوسرا اتوار آ گیا۔ ہربنس ایک دن قبل ہی زوردار ڈنڈ بیٹھکیں لگا چکا تھا۔ یہ حرکت وہ عموماً اس وقت کرتا تھا۔ جب اس کے ذہن میں ڈبلا ہونے کا خیال سر اُبھارتا تھا اور یہ خیال اسی وقت جاگتا تھا جب اس کی ملاقات کسی لڑکی سے ہوتی تھی۔ چنانچہ میرے سوال کے جواب میں اُس نے کہا۔ "بھائی جی! رب کی دین ہے۔ ایک در بند ہوتا ہے تو ستر کھلتے ہیں۔ فلورین کسی طرح مورا سے کم نہیں ہے اور بھائی جی! نظر کی کمزور لگتی ہے۔ کیوں کہ بڑے خلوص سے اس نے اظہارِ عشق کر دیا ہے۔"

"کل ملنا ہوگا اس سے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بھائی جی! اسی لیے تو محنت کر رہا ہوں۔ چلو گے بھائی جی میرے ساتھ۔"

"اوہ۔ نہیں ہربنس! پچھلے اتوار کو بھول گئے۔"

"گولی مارو جی۔ غلط جا پھنسے تھے۔ واہگورو کی قسم چلو ایک مورا کیا ہزار مورائیں اور فلورین تم پر قربان کر دوں۔"

"نہیں۔ ہربنس! تم چلے جانا۔ کل میں آرام کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور یہ حقیقت تھی اتوار کے بعد سے میری طبیعت پر ایک اضمحلال طاری ہو گیا تھا۔ اندر سے میرا دل کچھ چاہ رہا تھا۔ نہ جانے کیسا جذبہ سینے میں سر ابھارنے لگا تھا پہلے بھی کہہ چکا ہوں میں خالص مذہبی آدمی نہیں ہوں اور مذہب سے صرف اس حد تک لگاؤ رہا ہے کہ اللہ رسول کو یاد کر لوں۔ مذہب کے ارکان کی ادائیگی کبھی نہیں ہو سکی تھی لیکن اتوار کو اس کمینہ خصلت النسان کی لاف و گزاف نے دل میں ایک جذبہ جگا دیا تھا۔ بیت المقدس کی حرمت کا احساس شدید ہو رہا تھا اور یہ سوچ بار بار میرے ذہن میں چبھ رہی تھی کہ اسلام کے نام پر پیدا ہونے والے دین کے لیے کیا کر رہے ہیں یہ وہ یہودیوں کو کچلنے کے لیے صف بستہ کیوں نہیں ہو جاتے۔ بات صرف فلسطین ہی کی تو نہیں ہے۔ اس مقدس جگہ کا احترام تو ہر مسلمان کے سینے میں موجود ہے۔ کلیجے کیوں نہیں پھٹ جاتے۔ جذبات کیوں نہیں مچل جاتے۔ ہم خاموش کیوں رہیں۔ چنانچہ اس اتوار کو کسی تفریح کا پروگرام نہیں بنایا اور ہوسٹل ہی میں رہا۔

ہربنس بن سنور کر نکل گیا تھا۔ چلتے ہوئے بھی اس نے مجھ سے ساتھ چلنے کے لیے اصرار کیا تھا لیکن میں نے اس سے معذرت کر لی اور وہ چلا گیا۔ دن کے تقریباً پونے گیارہ بجے تھے جب کسی نے

اُردو ادب کا نیا رُخ
آپ کے جانے پہچانے مشہور ادیب اثر نعمانی کے قلم سے
طنز و مزاح سے لبالب ہلکے پھلکے رُومانی ناولوں کے دلچسپ سلسلے کی چار کتابیں
گھر کی مُرغی
قیمت: ۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰ روپے
حکیمی ٹیکسی
قیمت ۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ ۱۰ روپے
بے وقوف
قیمت۔ ۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ۔ ۱۰ روپے
آپ کے سر پر
قیمت۔ ۲۰ روپے ○ ڈاک خرچ۔ ۱۰ روپے
کوئی بھی دو کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی، دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے بھاری آواز سے دستک دینے والے سے اندر آنے کے لیے کہا لیکن مجھے پھر سنبھل جانا پڑا۔ ایک خوبصورت سی لڑکی سادہ سے لباس میں اندر داخل ہو رہی تھی۔ اس کے انداز میں اجنبیت تھی۔ اس نے کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"معاف کیجیے میں علی یار خان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"تشریف رکھیے، میں علی یار ہوں۔" میں نے پُراخلاق لہجے میں کہا اور اس کے انداز میں کچھ ایسی کیفیت پیدا ہو گئی جیسے کسی پسندیدہ انسان سے تعارف کے وقت ہو جاتی ہے۔ وہ کسی قدر بے تکلفی سے آگے بڑھی اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تو آپ علی یار خان ہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی! آپ بھی اپنا تعارف کرا دیں۔" میں نے بھی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میرا نام شہناز ہے۔ پاکستان سے تعلق رکھتی ہوں۔" اس بار وہ اُردو میں بولی تھی۔ گو وہ الفاظ کے صحیح تلفظ سے ناواقف تھی لیکن الفاظ بڑے سلیقے سے ادا کیے گئے تھے۔

"اوہ، یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی۔ میں آپ کی آمد کے لیے شکرگزار ہوں۔ آپ یہاں کب سے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں تو پیدا ہی امریکہ میں ہوئی ہوں۔ میرے والد راجہ حسن نواز پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمارا قیام سکریمنٹو میں ہے۔ والد صاحب کیلی فورنیا میں کاروبار کرتے ہیں۔"

"اور آپ؟" میں نے پوچھا۔

"میں یہیں زیرِ تعلیم ہوں۔ اسکول آف میڈیسن میں۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مس شہناز نواز! میرے بارے میں آپ کو کیسے معلوم ہوا؟"

"کیوں کسرِ نفسی سے کام لے رہے ہیں مسٹر علی! آپ تو اچانک لاتعداد پاکستانیوں کے لیے باعثِ فخر بن گئے ہیں۔ نہ صرف پاکستانیوں کے لیے بلکہ عرب طلبا بھی آپ سے محبت کرنے لگے ہیں۔ میرا خیال ہے، عرب طالبات کا ایک گروپ آپ کو دعوت دینے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ میری ایک عرب دوست عائشہ تو مجھ سے اصرار کر رہی تھی کہ اگر میں آپ سے ملاقات کرنے جاؤں تو اُسے ضرور ساتھ لے جاؤں لیکن میں نے احتیاطاً ایسا نہیں کیا۔"

"احتیاط؟" میں نے سوالیہ انداز میں اُسے دیکھا۔

"ہاں۔ امریکہ میں یہودیوں کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اعلیٰ حکام ان کو خوش رکھنے کے لیے ہر جائز اور ناجائز کام کرتے ہیں۔ ہمیں تو یہی تعجب ہے کہ انھوں نے ابھی تک آپ کے خلاف کوئی سخت کارروائی کیوں نہیں کی۔ میرا خیال ہے وہ آپ کے قرب و جوار کا جائزہ لے رہے ہیں۔ آپ کی حیثیت کا اندازہ لگا رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ کو یقیناً خطرات پیش آ سکتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ آپ کو ہوشیار بھی کر دوں۔ کیا آپ نے اپنی حفاظت کا معقول انتظام کر لیا ہے؟"

"شاید؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں جناب! اگر آپ بے پروائی سے کام لے رہے ہیں تو میری درخواست ہے کہ آئندہ نہ لیں۔ آپ اس کینہ پرور قوم کے بارے میں ضرور جانتے ہوں گے۔ یہ تشویش صرف میری ہی نہیں ہے بلکہ میری دوسری ساتھیوں کی بھی ہے۔ عرب طالبات کو تھوڑی سی اسی لیے تشویش ہے کہ کہیں امریکی حکومت آپ کو تنظیم آزادیٔ فلسطین سے منسلک نہ کر دے۔ اس سے قبل بھی ناپسندیدہ شخصیتوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جا چکا ہے۔"

"آپ پیدا امریکہ میں ہوئی ہیں مس شہناز! لیکن مجھے احساس ہوتا ہے کہ آپ سچی مسلمان اور پاکستانی ہیں۔ جب آپ کو ان چیزوں کا احساس ہے تو آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ راہِ حق میں نکل جانے والے، دوسری چیزوں کی پروا نہیں کرتے۔ ہم مسلمانوں کو خدا نے اپنا سہارا دیا ہے، اور جنھیں خدا کا سہارا حاصل ہو وہ کسی بات سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔"

"خدا آپ کے عزم کو استقامت دے۔ ویسے آپ کے ذہن میں اور کوئی منصوبہ ہے؟" شہناز نے پوچھا۔

"نہیں مس شہناز! میں نے جو کچھ کیا، وہ ایک فوری جذبہ تھا۔ آپ کو شاید علم ہو چکا ہو کہ میں اتفاقیہ طور پر یہ جانے بوجھے بغیر وہاں چلا گیا تھا کہ وہاں کیا ہونے والا ہے۔ میں جانتا ہوں اور دنیا جانتی ہے کہ یہودی، اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں اور بعض مغربی ممالک میں جہاں یہودی دولت مند رہتے ہیں وہ سب کچھ ہو رہا ہے جو پورے عالمِ اسلام کے خلاف ہے۔ امریکہ بھی ایسے ممالک میں سے ایک ہے، جہاں نہ جانے کتنے ایبرن ہال ہوں گے اور ان جگہوں پر نہ جانے کیا کچھ کیا جاتا ہوگا۔ میں اس کی کھوج میں نہیں نکلا تھا بلکہ ایک یہودی نے غلط فہمی میں مجھے اس جگہ آنے کی دعوت دے دی تھی۔ پھر جب میرے سامنے میرے دین اور میری تاریخ کا مضحکہ اڑایا جانے لگا تو میں خاموش نہیں رہ سکا۔ میں نے کسی منصوبے کے تحت یہ سب کچھ نہیں کیا۔ میں تعلیم حاصل کرنے آیا ہوں اور تعلیم کے حصول کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔ میرے ذہن میں کوئی منصوبہ نہیں ہے لیکن میرے دل میں یہ خواہش ضرور ابھر آئی ہے کہ عالمِ اسلام اس صیہونی پروپیگنڈے کے جواب میں کوئی مؤثر قدم ضرور اٹھائے اور پاکستان بھی اس میں ضرور حصہ لے۔"

"نہایت مبارک خواہش ہے۔ امریکہ میں اگر آپ ایسی کسی تحریک کا آغاز کریں تو براہِ کرم شہناز نواز کو نہ بھولیں۔"

"اب میری طرف سے اس دلی جذبے پر آپ بھی میرا عقیدت بھرا سلام قبول کریں مس شہناز! اگر تقدیر کی خوش بختی مجھے کسی ایسے فریضے کے لیے منتخب کرے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو اپنے ساتھ ضرور شریک کروں گا۔"

شہناز نے میرے ساتھ تین گھنٹے گزارے اور میں نے اس کی خاطر مدارت کی۔ پھر میں اسے باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔ اس نے دوسرے اتوار کو سان فرانسسکو کے ہاورڈ برج کے ریستوران میں ملاقات کا وعدہ کیا اور پھر رخصت ہو گئی۔ شہناز سے ملاقات کر کے ذہن کو بڑی فرحت کا احساس ہو رہا تھا۔ رات کو نو بجے کے قریب ہربنس واپس آ گیا۔ وہ خوش تھا۔ میں نے اسے شہناز کے بارے میں بتایا تو وہ خوشی سے اچھل پڑا اور معنی خیز انداز میں بولا۔

"میری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔ ویسے بھائی جی! امریکہ میں رہ کر تم اتنی ٹھنڈی زندگی گزار رہے ہو؟"

"مورا کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"مورا تو اب قیامت تک ہمارے قریب نہیں آئے گی۔ مسلمانوں کے علاوہ اب سکھوں کے خلاف بھی اس کے دل میں نفرت پیدا ہو گئی ہوگی۔"

"لعنت بھیجو مورا پر۔ ویسے شہناز کے بارے میں بھی اپنے خیالات کی تصحیح کر لو۔ وہ میرے لیے قابلِ احترام ہے اور بس۔"

"دیکھو بھائی جی! یہ نہیں مانوں گا۔ تمھیں ان مولوی صاحب کا لطیفہ یاد نہیں ہے جن کے گھر میں مرغی گھس آئی تھی پڑوسی کی۔ ان کی بیگم نے مرغی پکا لی لیکن مولوی صاحب نے حرام قرار دے دیا اور بوٹیاں کھانے سے انکار کر دیا لیکن جب بیگم سالن نکالنے بیٹھیں تو ان کے منہ میں پانی بھر آیا اور بولے: جو خود آ رہی ہے اسے آنے دو۔ تو بھائی جی! وہ خود سے آئی ہے۔ خود سے آئی ہے تو آنے دو۔" ہربنس نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"نہیں ہربنس! اس کے بارے میں بھول کر بھی ایسی بات مت سوچنا۔ آئندہ اتوار کو وہ مجھے ایک ریستوران میں ملے گی۔ تم چاہو تو اس سے ملاقات کر سکتے ہو۔ اس کے بعد تم خود اس کے بارے میں فیصلہ کر لینا۔"

"کس وقت ملاقات ہوگی؟"

"دن کو گیارہ بجے۔"

"میں ضرور ملوں گا۔ فلورین آئندہ اتوار کو شام پانچ بجے ملے گی۔ دن میں وہ مصروف ہے۔ اس لیے ملاقات نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے اور سناؤ ہمارے دشمنوں کا کیا حال ہے ہان کے بارے میں کوئی تازہ اطلاع موصول ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے پورا بندوبست کر لیا ہے ان کمینوں کا سردار

خوف، تحیر، اسرار اور سراغرسانی پر مبنی ایک دلچسپ سلسلہ
دیوانہ

◉ ایک ایسے عامل کی کہانی جس نے ماورائی علوم کی مدد سے قتل اور غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا۔
◉ ایک طاقتور دیوانہ جو قاتل ہونے کے باوجود انتہائی معصوم تھا۔
◉ ٹیلی پیتھی کی ماہر ایک خوبصورت عورت جو کوئی بھی قتل ہونے سے پہلے ہی اس واقعے کو دیکھ لیتی تھی۔ لیکن تمام جزئیات دیکھنے کے باوجود قاتل کا چہرہ دیکھنے سے معذور تھی۔

ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم اور دوسرے ماورائی علوم پر مشتمل ایک سنسنی خیز کہانی
ماہنامہ نفسیات کے ہر شمارے میں قسط وار پڑھیے۔

ماہنامہ نفسیات میں دلچسپ کہانیوں کے علاوہ زندگی بنانے، خوشیاں حاصل کرنے، کامیابیاں اپنانے اور دیگر اہم نفسیاتی موضوعات پر انتہائی علمی مضامین شائع ہوتے ہیں۔

ماہنامہ نفسیات کا مطالعہ ایک بار ضرور کریں

قیمت فی پرچا: ۱۲ روپے = رجسٹری فیس: ۶ روپے
زرِ سالانہ (بذریعہ رجسٹری) ۲۰۰ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

سکھونت سنگھ اس ہوسٹل میں رہتا ہے جہاں مائیکل اور جوہن رہتے ہیں۔ میں نے اُس سے کہہ دیا ہے کہ ان دونوں پر نگاہ رکھے سکھونت خود بھی ان سے خار کھاتا ہے۔ جوہن سے ایک بار اس کا جھگڑا بھی ہو چکا ہے۔ میرے کہنے سے تیار ہو گیا۔ ویسے یہ جوہن بڑا ہی کمینہ ہے۔ ساری دنیا کے یہودیوں کی فطرت کا صحیح نمائندہ۔"

"تو تم نے ان کے پیچھے جاسوس لگا دیے ہیں۔ چلو اچھا کیا۔ ویسے یوں لگتا ہے جیسے معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ اب تو اخبارات بھی اس بارے میں کچھ نہیں لکھتے۔"

"مجھے تم سے اتفاق نہیں ہے بھائی جی! یہودی قوم اتنی کینہ پرور ہے کہ کوئی دوسری قوم نہیں ہو گی۔ تم نے ان کے سینے پر مونگ دلی ہے ان کے دماغوں میں کھچڑی پک رہی ہو گی۔"

"پکتی ہے تو پکنے دو۔ مجھے پروا نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا اور ہربنسی خاموش ہو گیا۔ بہر حال دوسرے ہفتے میں نے ہربنسی کو شہناز سے ملایا اور ہربنسی بھی اس کی معصومیت سے بہت متاثر ہوا۔ اس کے بعد شہناز سے ملاقاتیں ہوتی رہیں اور اس طرح کئی ہفتے گزر گئے۔ میری کیفیت بھی اعتدال پر آتی جا رہی تھی اور اب میں اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا تھا۔ میں ایک بار شہناز کے ہوسٹل میں گیا جہاں اس نے میری ملاقات کئی عرب لڑکیوں سے کرائی تھی۔ شہناز کے لیے دل میں بڑی اپنائیت پیدا ہو گئی تھی لیکن میں اس اپنائیت کو کسی سستی قسم کی محبت سے تشبیہہ نہیں دے سکتا تھا۔ اس کے بارے میں میرے دل میں پُرخلوص جذبے پنہاں تھے لیکن میرے یہی جذبے معصوم شہناز کو لے ڈوبے اور میرے دل پر ایک نہ مٹنے والا زخم پڑ گیا۔

*

برکلے کی ایک کہر آلود رات تھی۔ میں اور ہربنس دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ ہربنس، فلورین کے گُن گا رہا تھا۔ جو اس پر بہت زیادہ مہربان ہو گئی تھی۔ ہم دیر تک باتیں کرتے رہے ہنستے رہے۔ پھر میں سونے کے لیے لیٹ گیا اور ہربنسی اپنے پتا جی کو خط لکھنے بیٹھ گیا۔ اس نے ٹیبل لیمپ روشن کر لیا تھا۔

میں ابھی ٹھیک سے سو بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً بیل بجی اور میں چونک پڑا۔ "کون بے وقوف آ گیا اس وقت؟" ہربنس نے کاہلی سے کہا اور بدن پر گاؤن ڈال کر اٹھ گیا۔ اس نے تیز روشنی جلائی اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور پھر اس کی آواز ابھری۔ "سکھونت! خیر ہے؟ آؤ آؤ اندر آ جاؤ۔" اور سکھونت اندر آ گیا۔

"خیر نہیں خالصے! کوئی بڑی گڑبڑ ہے۔ اس مسلمان لڑکی شہناز کو جانتے ہو، جو اکثر علی یار سے ملتی رہتی ہے؟"

"ہاں۔ کیوں اسے کیا ہوا؟"

"جوہن نے اسے ہوسٹل سے اغوا کر لیا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ اسے گولڈن برج لے گئے ہیں۔ وہ کتا مائیکل بھی ساتھ تھا۔ کئی دن سے جوہن اور مائیکل کے پاس کچھ لوگ آ رہے تھے۔ راتوں کو دیر تک وہ لوگ کھسر پھسر کرتے رہتے تھے۔ میرے کانوں میں ان کے صرف چند الفاظ پڑے ہیں۔ کوئی سازش۔ کوئی ایسی سازش جو امریکہ میں پاکستانی مسلمانوں کے خلاف ہو۔ پاکستانی مسلمانوں سے دشمنی کی بنیاد علی ہے صرف علی۔"

میں ان الفاظ کو سن کر اچھل پڑا تھا۔ میں نے سکھونت کی بات بغور سنی تھی۔ اگر میرے خلاف کوئی حرکت ہوئی ہوتی تو مجھے پروا نہیں تھی لیکن اِن کم بختوں نے شہناز کا انتخاب کیا تھا، صرف میری وجہ سے۔ دوسرے لمحے میں نے دوڑ کر الماری کھولی۔ ان میں سے کپڑے کھینچے اور پھر انھیں الٹا سیدھا پہن لیا۔ "ہربنسی! گاڑی کی چابی دو۔" دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ پھر ہربنس نے بھی جھپٹ کر الماری سے لباس نکالا اور اسے پہن لیا۔ "گاڑی نکالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ باہر میری گاڑی موجود ہے۔ آؤ۔" سکھونت سنگھ نے کہا۔

"میری مانو گے ہربنس! تم لوگ اس وقت میرے ساتھ مت جاؤ۔ میں نہیں جانتا، مجھے کیا کرنا پڑے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم لوگوں کا مستقبل خطرے میں پڑے۔ مجھے اپنی گاڑی کی چابی دے دو۔"

"نہیں مانوں گا بھائی جی! تم غلطی پر ہو۔ ہمارا ساتھ چلنا ضروری ہے۔ اگر کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو وہ لوگ ہماری موجودگی کی وجہ سے اِسے کسی سازش کا رنگ نہیں دے سکیں گے۔ صرف تم ہو گے تو بات پاکستان کے ایک طالب علم کی رہ جائے گی۔ جبکہ دوسری شکل میں یہ ایک عام بات ہو گی۔ یعنی یونیورسٹی سے ایک لڑکی کا اغوا ہوا تو ہم نے جو کچھ کیا انسانی ہمدردی کے تحت کیا۔ چلو اب اس چکر میں دیر مت کرو۔ آؤ۔" ہربنس سنگھ نے کہا اور ہم تینوں باہر نکل آئے۔

میرے دل و دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ اگر میری وجہ سے شہناز کو کچھ ہو گیا تو میں تا زندگی خود کو معاف نہیں کروں گا اور نہ ان لوگوں کو جو اس کے ذمے دار ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ہربنس کی عظمت کا خیال بھی تھا۔ یہ سکھ نوجوان میری نگاہوں میں بہت بڑی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

سکھونت سنگھ برق رفتاری سے کار چلا رہا تھا۔ راستے میں اس نے بتایا۔ "میں ہر وقت ان لوگوں کی طرف سے مشکوک رہتا ہوں۔ جب سے تم نے کہا ہے۔ پچھلے تین چار دنوں سے میں ان کی تاک میں تھا۔ کیوں کہ میں نے ان کے کمرے میں کچھ نئی شکلیں دیکھی تھیں۔ ایک آدھ بار میں ان کی باتیں بھی سننے میں کامیاب ہو گیا۔ اس وقت میری آنکھ کھل گئی۔ جب میں نے باہر قدموں کی آوازیں سنیں میں نے دروازے میں سے جھانکا تو مجھے جوہن اور مائیکل نظر آئے جو دو اجنبی لوگوں کے ساتھ جا رہے تھے۔ میں نے واپس آ کر اپنے کپڑے بدلے اور برق رفتاری سے باہر نکل آیا۔ نیلے رنگ کی پونٹی کے پیچھے میں نے اپنی گاڑی لگائی اور اس کے ساتھ ساتھ میڈیسن ہوسٹل پہنچ گیا۔ وہ لوگ اندر داخل ہو گئے تھے۔ پھر وہ ایک بے ہوش لڑکی کو اٹھا کر لائے۔ روشنی میں مَیں نے اس کی شکل دیکھ لی تھی۔ میں دعوے سے کہتا ہوں، یہ وہی لڑکی تھی جو علی کے ساتھ کئی بار نظر آئی ہے۔ پونٹی میں بے ہوش لڑکی کو لٹانے کی وجہ سے جگہ نہیں رہی تھی۔ اس لیے اس میں سے دو آدمی نیچے اتر گئے۔ اندر بیٹھے لوگوں نے اِن سے کہا کہ وہ گولڈن برج پہنچیں اور پھر پونٹی آگے بڑھ گئی۔ میں سیدھا یہاں چلا آیا۔"

میرے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ کار برق رفتاری سے سفر کرتی ہوئی گولڈن برج پہنچ گئی۔ نہ جانے اِس علاقے کا نام گولڈن برج کیوں رکھا گیا تھا۔ ایک خوبصورت بازار تھا جس کی دکانوں میں بڑے بڑے خوبصورت شوکیس رکھے ہوئے تھے۔ ان میں روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ لیکن دکانیں بند ہو چکی تھیں۔ سکھونت سنگھ نے کار کی رفتار ہلکی کر دی اور بولا۔ "مجھے اس الجھن کا احساس تھا لیکن تم لوگوں کو اطلاع دینا بھی ضروری تھا۔ میرا مطلب ہے ہم انھیں کہاں تلاش کریں؟"

"یہ سوال میرے ذہن میں بھی تھا۔ اس بازار کے عقب میں سارنز اسٹریٹ ہے۔ جہاں رہائشی عمارتیں ہیں۔ کیا خیال ہے اس طرف چلیں؟" ہربنس سنگھ نے کہا۔

"چلو۔ اس طرف چلو۔" میں نے جواب دیا اور سکھونت سنگھ نے کار ریورس کر کے موڑ لی۔ اسٹریٹ کے بعد اندرونی علاقے میں رہائشی عمارتیں خاموش کھڑی تھیں۔ سکھونت سنگھ سست رفتاری کے ساتھ کار آگے بڑھاتا گیا۔ ہمیں اپنی ناکامی کا احساس تھا۔ بے مقصد ہی یہاں چلے آئے تھے۔ اس طرح انھیں کہاں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ پوری سارنز اسٹریٹ چھان ماری لیکن نیلی پونٹی کہیں نظر نہیں آئی۔ سکھونت سنگھ نے گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا۔

"اب بتاؤ علی یار! اب کیا کریں؟" میرا ذہن معطل تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ بس دل و دماغ میں ایک آگ سلگ رہی تھی۔ ان لوگوں نے جو مذموم حرکت کی تھی۔ وہ یہودی قوم ہی کر سکتی ہے۔ معاملہ میرا تھا۔ بات مجھ تک ہی رہتی تو بہتر تھا لیکن وہ کسی گہری چال کی فکر میں تھے۔ سکھونت سنگھ کے کہنے کے مطابق ممکن ہے، وہ پاکستانی طالب علموں کے لیے نفرت پھیلانا چاہتے ہوں لیکن میں یہ نہیں چاہتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ حصولِ علم کے لیے آنے والوں میں سے ایسے بھی ہوں گے جن کے والدین نے ساری زندگی محنت کر کے انھیں یہاں تک بھیجا ہو گا اور ان کی لاتعداد آرزوئیں ان سے وابستہ ہوں گی۔ ان کے لیے کوئی مشکل پیدا کرنا مناسب نہیں تھا۔ بہت ٹھنڈے دل سے کام کرنا ہو گا۔

"واپس چلو سکھونت سنگھ! خطرہ ہے کہ گشتی پولیس ہم سے پوچھ گچھ نہ کر لے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ہربنس اور سکھونت سنگھ نے بغور مجھے دیکھا تھا۔ بات درست تھی۔ ہم پولیس کی نگاہ میں مشکوک نہیں ہونا چاہتے تھے چنانچہ سکھونت نے کار موڑ دی اور ہم میڈیسن ہوسٹل میں داخل ہو گئے کہ وہ یہودی ہیں؟"

باقی رات نیند آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھی۔ میرا نے کئی بار چائے بنائی اور ہم لوگ گفتگو کرتے رہے۔ بہت سی باتیں ہوئی تھیں لیکن میرے ذہن میں جو خیالات پروان چڑھ رہے تھے، میں نے کسی پر ان کا اظہار نہیں کیا۔ صبح کو سکھونت سنگھ چلا گیا۔

"پھر اب کیا ارادہ ہے بھائی جی! آج کیا کرو گے؟" ہربنسی نے پوچھا۔

"اس بدنصیب کے بارے میں معلومات حاصل کرو ہربنس! اس کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟" میں نے کہا۔

"یہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ ویسے سکھونت کہہ گیا ہے کہ وہ مائیکل اور جوہن کے بارے میں رپورٹ دے گا۔ ان لوگوں کو ابھی اس بات کا شبہ تو نہیں ہو گا کہ کوئی ان کی طرف سے مشکوک ہو گیا ہے اس لیے وہ زیادہ احتیاط نہیں رکھیں گے۔" ہربنس نے کہا۔ میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ میرا دل شدید غم و اندوہ کا شکار تھا۔ نہ جانے بے چاری شہناز پر کیا گزری۔ سارا دن ہوسٹل ہی میں گزار دیا۔ ہربنس دوپہر کو بھی واپس نہیں آیا۔ شام کو چھ بجے کے قریب ہربنس واپس لوٹا تھا۔ اس کے ہاتھ میں شام کا اخبار تھا۔ تھکے تھکے انداز میں اس نے اخبار میرے سامنے ڈال دیا۔ اخبار کے پہلے صفحے پر ایک خاصی بڑی خبر تصویر کے ساتھ موجود تھی۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

"گولڈن برج کے علاقے میں نوویک چوک کے ایک پارک سے ایک نوجوان لڑکی کی لاش ملی ہے جسے عصمت دری کے بعد قتل کر دیا گیا۔ قاتل جنونی معلوم ہوتے تھے۔ ان کی تعداد ایک سے زیادہ تھی۔ قتل کرنے کے بعد قاتلوں نے لڑکی کے بدن پر مختلف مذاہب کے مقدس نشان بنائے جو جما ہوا خون صاف کرنے کے بعد نمایاں ہوئے۔ اس کے علاوہ لڑکی کی پیشانی پر بھی ایک تحریر کھود دی گئی ہے جو یوں ہے۔ ایبرن ہال کے بڑبولے کے لیے پہلا تحفہ۔"

تصویر شہناز ہی کی تھی۔ نہ جانے کیوں رات ہی سے میرے دل پر شدید بوجھ تھا۔ کئی بار یہ خیال دل میں آیا تھا کہ شہناز اس دنیا میں نہیں ہے۔ دن میں بھی میں نے اِسی لیے اِسے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ شہناز کے ساتھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جو کچھ ہونا ہے رات ہی کو ہو گیا ہوگا اور اس وقت میرے تمام شبہات پورے ہو گئے تھے۔ میں نے اخبار ایک طرف ڈال دیا۔ ہربنس چور نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے نگاہیں ملیں تو اس نے نگاہیں جھکا لیں "مجھے افسوس ہے بھائی جی!" وہ آہستہ سے بولا۔

"سکھونت سنگھ کی کیا رپورٹ ہے؟"

یوں لگتا ہے جیسے صبح کو واپس آ گئے تھے۔ سکھونت سنگھ ساری رات کچھ نہیں لکھتے۔ پہرہ دیتا رہا۔ نیلی پونٹی ہی انھیں چھوڑنے آئی "مجھ اتنبر لیو بی۔ اٹھارہ ہے۔ سکھونت سنگھ نے نوٹ کیا تھا"۔

"میڈیسن ہوسٹل کی طرف تو نہیں گئے تھے؟"

"گیا تھا۔ اس میں سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔ پولیس وہاں موجود تھی۔ رات کو ہوسٹل میں ایک تعزیتی جلسہ ہے۔ پولیس نے وہاں سخت انتظامات کیے ہیں۔ پاکستانی اور دوسرے ممالک کے طلبا میں سخت بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ ایبرن ہال کے سلسلے میں جو حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کے تحت لوگ تمھارا نام لے رہے ہیں۔ میرا خیال ہے پولیس بہت جلد تم تک پہنچ جائے گی"، ہربنس سنگھ نے کہا۔

"دیکھو ہربنس! تم کسی طور ان لوگوں کی نشاندہی نہیں کرو گے۔ ممکن ہے ایبرن ہال کی پوری رپورٹ میں اس سکھ نوجوان کا ذکر بھی آ جائے جس نے مسلمان طالب علم کی حفاظت کے لیے کرپان نکال لی تھی اور اس سکھ نوجوان کو پولیس آسانی سے تلاش کر لے گی۔ چنانچہ اگر پولیس تمھارا بیان لے تو تم مائیکل اور جوہن کا حوالہ نہیں دو گے اور سکھونت سنگھ کو بھی یہی ہدایت کر دینا کہ وہ کسی سے ان دونوں کا تذکرہ نہ کرے۔ اس سے کنایہ علی پر احسان ہوگا"۔

"لیکن کیوں بھائی جی! وہ یہودی سہی لیکن پولیس پاکستانی طالبہ کے قاتلوں کو گرفتار کر کے ضرور سزا دے گی"۔ ہربنس نے کہا۔

"ہم امریکی قانون پر بھروسہ نہیں کر سکتے ہربنس! ممکن ہے قانون ان کے لیے کوئی لچک نکال لے لیکن شہناز کے قاتلوں کو سزا ضرور ملے گی۔ اگر شہناز کے قاتل کسی طور بچ گئے تو میں خود کو شہناز کے قتل کے الزام میں پھانسی کی سزا دے لوں گا ہربنس! کیونکہ وہ میری وجہ سے قتل ہوئی ہے اور اس کے قاتلوں نے کھلے انداز میں مجھے چیلنج کیا ہے"۔ میں نے ایسے لہجے میں کہا کہ ہربنس خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس نے میرے لہجے سے میرے عزائم کا پتا لگا لیا تھا۔ چند ساعت خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے بھائی جی! بے فکر رہو۔ میری زبان بند رہے گی۔ لیکن تم ان لوگوں کو پولیس سے کیوں بچا رہے ہو؟"

"انھیں خود سزا دوں گا ہربنس! اگر پولیس نے انھیں گرفتار کر لیا تو وہ میرے ہاتھ سے نکل جائیں گے اور میں انھیں کھونا نہیں چاہتا"۔

"لیکن اس طرح تو۔ اس طرح تو خود تمھارا مستقبل تاریک ہو جائے گا بھائی جی"! ہربنس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"نہیں ہربنس! میں نے ہر پہلو پر غور کر لیا ہے۔ اس طرح میرا مستقبل تابناک ہو جائے گا۔ مستقبل صرف ایک ایسی زندگی کا نام نہیں ہے جس میں آسائشیں ہوں، سکون ہو۔ مستقبل تو انسان کے لیے ذہنی سکون کا نام ہے۔ میں زندہ رہوں گا ہربنس! اور مجھے یقین ہے میرا مستقبل روشن ہوگا"۔

"میرے ذہن میں ایک اور بات آئی ہے بھائی جی! ان لوگوں نے باقاعدہ سازش کو ذہن میں رکھا ہے۔ کیا یہ سازش پاکستان کے ان تمام طلبا کے خلاف نہیں ہے جو امریکہ میں زیر تعلیم ہیں۔ میں پھر اس قوم کی کینہ پروری کا ذکر کروں گا۔ امریکی حکومت یہودیوں کے زیر اثر ضرور ہے لیکن بہر حال اس کا اپنا قانون ایک اتھارٹی رکھتا ہے۔ یہودی، پاکستانی طالب علموں کو کسی طور پر امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے سے نہیں روک سکتے لیکن کوئی باقاعدہ سازش کر کے ان کے لیے مشکلات ضرور پیدا کر سکتے ہیں اور ایبرن ہال میں تقریر کا بدلہ وہ سارے پاکستانی طالب علموں سے لینے کی کوشش کریں گے۔ جس کا ثبوت شہناز کی موت ہے۔ وہ بے چاری صرف اس لیے قتل کی گئی کہ وہ پاکستانی تھی اور کسی طرح تم سے منسلک تھی"۔

"ہاں، یہ امکان ہے ہربنس! پاکستانی نوجوان قوم کے پتلے نہیں ہیں۔ مجھے ان پر اعتماد ہے کہ وہ بہتر طور پر اپنا دفاع کریں گے۔ میں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ ملوث نہیں کروں گا لیکن اس کے باوجود اگر کوئی انھیں صرف اس بنیاد پر ملوث کرتا ہے کہ وہ پاکستانی ہیں تو بہر حال انھیں خود اپنے مستقبل کا دفاع کرنا چاہیے"۔

ہربنس کی یہ کوشش ناکام ہو گئی۔ وہ چاہتا تھا کہ میں سیدھی سیدھی مائیکل اور جوہن کی نشاندہی کر دوں چند گواہ پیش کر دیے جائیں اور پھر قانون جانے اور اس کا کام لیکن میں یہ نہیں چاہتا تھا کیونکہ میرا یہ فیصلہ وقتی اور جذباتی نہیں تھا بلکہ بہت سوچ سمجھ کر میں نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ میں نے اپنی بے مصرف زندگی کا ایک مصرف تلاش کر لیا تھا اور اب یہی مصرف مجھے مناسب لگتا تھا۔ پاکستان میں میرا گھر تھا، میرے اباجی تھے، میرے سوتیلے بھائی تھے لیکن اتنی عقل میرے اندر بھی تھی کہ میری وطن واپسی میرے والد کے لیے پریشان کن ہو سکتی ہے۔ میری سوتیلی والدہ ممکن ہے والد صاحب کی جائداد میں میرا حصہ پسند نہ کریں حالانکہ میرے نظریات کچھ اور تھے۔ میں اکثر سوچتا تھا کہ والد صاحب میری تعلیم پر جو کچھ خرچ کر چکے ہیں وہ جائداد میں میرے حصے کی حیثیت رکھتا ہے اور وطن واپس جانے کے بعد

میں ان سے مزید کچھ نہیں لوں گا لیکن یہ تو صرف میری سوچ تھی۔ ان لوگوں کے ذہنوں میں کیا کھچڑی پک رہی ہوگی، میں اس سے ناواقف تھا۔

لیکن اب ساری الجھنوں کا حل مل گیا تھا۔ ہر چند کہ مجھے اپنی سوہنی دھرتی پیاری تھی۔ میں اس زمین میں کنول کھلانے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ میرا سوہنا شہر قصور میرا منتظر ہوگا۔ میں واپس جاؤں گا تو اپنے ملک کی حتی المقدور خدمت کروں گا لیکن حالات نے میرا راستہ بدل دیا تھا۔ ان بدلے ہوئے راستوں پر بھی میں اپنے وطن کے نام کے چراغ جلاؤں گا۔ میں اپنے ہر روئے تن سے اپنے وطن کو خراجِ عقیدت پیش کروں گا۔

ہربنس اپنی ہر کوشش میں ناکام ہو کر خاموش ہو گیا لیکن میں اس کی پریشانی محسوس کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر میرے پاس رک کر وہ پھر چلا گیا۔ سکھونت سنگھ کو وہ میری درخواست کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔

شام پانچ بجے سادہ لباس میں ملبوس دو افراد میرے پاس پہنچ گئے۔ انھوں نے یونیورسٹی کے سربراہ کا اجازت نامہ دکھاتے ہوئے اپنے کارڈز دکھائے وہ مقامی انتظامیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ "ہم آپ کا کچھ وقت لینا چاہتے ہیں جناب! براہِ کرم کیا آپ تھوڑی دیر کے لیے ہمارے ساتھ چلیں گے؟"

"مجھے یقین ہے کہ پاکستانی طالبہ کے قتل کے سلسلے میں میری ضرورت ہو گی؟" میں نے خوش اخلاقی سے ان دونوں سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کا خیال درست ہے"۔

"میں حاضر ہوں"! میں نے ان لوگوں سے بھرپور تعاون کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا اور پھر ان کے ساتھ باہر کھڑی پولیس کار میں بیٹھ کر چل پڑا۔ امریکی پولیس سے میں ناواقف نہیں تھا۔ ان لوگوں کی اعلیٰ کارکردگی کی بہت سی مثالیں میرے سامنے موجود تھیں۔ اس لیے ان کے سوالوں کے جواب دینے میں مجھے نہایت ہوشیاری سے کام لینا تھا۔ میں انھیں کوئی موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

پولیس ہیڈ آفس کی ایک خصوصی برانچ کے ایک شعبے میں مجھے لے جایا گیا۔ انتہائی خوبصورت آفس میں مجھے چند تجربے کار افسران کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ میری فائل ان کے سامنے موجود تھی۔ یونیورسٹی سے میری رپورٹ بھی یقیناً حاصل ہو گئی ہوگی۔ بہر حال مجھے خوشی تھی کہ میری رپورٹ صاف ستھری تھی۔ جو میرے سامنے ہی دہرائی گئی۔

"صاف ستھری طبیعت کا مالک۔ شراب نہیں پیتا۔ تفریحات صرف سیر و سیاحت تک محدود۔ لڑکیوں سے دور رہتا ہے۔ کبھی کسی سے کوئی جھگڑا نہیں رہا۔ کسی گروپ بندی سے دور۔ کسی سیاسی پارٹی سے غیر منسلک۔ کسی غیر تعلیمی مشغلے میں حصہ نہیں لیا۔ قانون کا ذہین طالب علم، مستحکم مالی حیثیت کا حامل۔ پاکستان کے ایک متمول گھرانے سے متعلق"۔

امریکی محکمۂ خصوصی کے افسرِ اعلیٰ نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور پھر پُر اخلاق لہجے میں بولا۔ "آپ کی یہ بہترین رپورٹ ہمیں متاثر کرتی ہے۔ محکمۂ پولیس کے اس دفتر میں آپ کو ایک شریف نوجوان کی حیثیت سے خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ آپ کی یہاں آمد پولیس سے تعاون تصور کی جاتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ ہماری توقعات کو پورا کریں گے"۔

"میں حاضر ہوں جناب"! میں نے انکساری سے جواب دیا۔

"شکریہ! کیا میں جان سکتا ہوں کہ آئزک جوہان سے آپ کے تعلقات کس طرح ہو گئے؟ کیا آپ نہیں جانتے تھے کہ وہ یہودی ہیں؟"

"آئزک جوہان سے اس دن میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ میرا ایک سکھ دوست، ان کی بیٹی مورا جوہان سے متعارف تھا اور وہ اسی سے ملاقات کرانے لے گیا تھا۔ جہاں جوہان کو میں نے پہلی بار دیکھا۔ جوہان نے ہمیں ایبرن ہال آنے کی دعوت دی تھی اور یہ نہیں بتایا تھا کہ ایبرن ہال میں کیا تقریب ہے"۔

"ایبرن ہال میں آپ مشتعل کیوں ہوئے؟"

"اس لیے کہ وہاں کے مقرر نے اسلامی تاریخ کو مسخ کر کے پیش کیا تھا۔ اس نے میرے مذہب پر ایسے رکیک حملے کیے کہ میں برداشت نہیں کر سکا"۔ میں نے جواب دیا۔

"کیا ایک طالب علم کی حیثیت سے آپ کو اپنے اوپر قابو نہیں رکھنا چاہیے تھا؟"

"میں پہلے مسلمان ہوں۔ اس کے بعد طالب علم ہوں۔ مجھے ایبرن ہال بلایا گیا تھا۔ اگر میرے علم میں ہوتا کہ وہاں مسلمانوں کے خلاف کوئی اجتماع ہے تو میں ہرگز وہاں نہ جاتا"۔

"ٹھیک ہے۔ اس واقعہ کے بعد کسی یہودی نوجوان سے آپ کی کوئی تلخ کلامی ہوئی یا کسی نے آپ سے دشمنی کا اظہار کیا؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی"۔

"شہناز نامی لڑکی سے آپ کی شناسائی کب ہوئی؟"

"صرف چند روز قبل"۔

"کس طرح؟"

"وہ خود میرے پاس آئی تھی اور مجھے یہودیوں کے درمیان اس حق گوئی کی مبارکباد پیش کی تھی"۔

"اس کے جواب میں آپ نے کیا کہا؟"

"یہی کہ میں نے اپنا فرض پورا کیا"۔

"اس کے بعد بھی آپ لوگ ملتے رہے؟"

"جی ہاں۔ اکثر۔ وہ میری ہم مذہب اور ہم وطن تھی اور مجھ سے متاثر تھی"۔

"کیا آپ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرنے لگے تھے؟"

"ہاں۔ بس دو طالب علموں کی حیثیت سے۔ اس سے زیادہ ہمارے درمیان کوئی تعلق نہیں تھا"۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آپ کو یقین ہے؟" امریکی افسر نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ان الفاظ پر شک کا اظہار اس مظلوم مقتولہ کی اور میری اپنی توہین ہے۔" میں نے کسی قدر سخت لہجے میں جواب دیا اور میرے اس لہجے سے پولیس افسر متاثر ہو گیا۔

"مجھے افسوس ہے مگر یہ تمام سوالات صرف اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ ہم شہناز کے قتل کا معاملہ حل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے پیش نظر یہ بات بھی ہے کہ قاتلوں نے اس قتل کو غلط رنگ دینے کے لیے تمہارا سہارا لیا ہو۔ ممکن ہے اپنا جرم چھپانے کے لیے یہ پہلو اختیار کیا ہو۔ اگر ایسا کوئی شخص تمہاری نگاہ میں ہو جو شہناز سے دلچسپی رکھتا ہو یا شہناز نے کبھی ایسے کسی شخص کا تذکرہ کیا ہو تو تم پولیس کی مدد کرو۔"

"افسوس میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ورنہ میں خود بھی شہناز کے قاتلوں کو گرفتار کرانے کا خواہش مند ہوں۔" اسی طرح وہ کافی گھما پھرا کر مجھ سے سوالات کرتے رہے اور آخر تنگ آ کر اجازت دے دی۔

"شکریہ مسٹر علی! ہمیں یقین ہے کہ اگر کبھی اس قتل کی تفتیش میں ہمیں آپ کی ضرورت پیش آئی تو آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔" پولیس افسر نے کہا۔

"میں خلوص کے ساتھ اس کے لیے تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے واپسی کی اجازت مل گئی۔ ہوٹل واپس آیا تو ہر بنس وہاں موجود تھا۔ مجھے پرسکون دیکھ کر اس کے چہرے پر بھی کسی قدر سکون کے آثار پھیل گئے۔ وہ پولیس سے میری گفتگو کے بارے میں پوچھنے لگا۔ پھر بولا۔

"میڈیسن ہوسٹل میں تعزیتی جلسے کے لیے تمہیں بھی بلایا گیا تھا۔ میں نے معذرت کر دی ہے کیا تم وہاں جانا پسند کرو گے؟"

"نہیں تم نے ٹھیک کیا۔" میں نے سرد مہری سے جواب دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ ہر بنس بھی اندر سے [illegible] ہے لیکن میں نے اس سے اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں کی۔

تین چار دن گزر گئے۔ ابتدا میں تو ہر بنس نے مجھ پر گہری نگاہ رکھی تھی۔ وہ میرے اقدامات کا جائزہ لینا چاہتا تھا لیکن میں نے اس دوران خود کو ان واقعات سے قطعی لاتعلق بنا لیا اور خاموشی سے اپنی تعلیمی مشغولیات میں مصروف رہا۔ حالانکہ میرے اندر ایک طوفان برپا تھا۔ ہر بنس ان دنوں میں مطمئن ہو گیا تھا۔ میں نہایت احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ اس وقت میں خود اپنی ذات سے محتاط تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اپنا کام اتنی احتیاط سے کروں کہ اس میں ناکامی کا کوئی تصور ہی باقی نہ رہ جائے اور اس کے لیے ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتا تھا۔ میرے ذہن میں ایک منصوبہ پرورش پا رہا تھا۔ امریکی پولیس سے بھی محتاط رہنا ضروری تھا ممکن ہے اس طرف سے بھی مجھ پر نگاہ رکھی جا رہی ہو۔ میں ان سب کو دھوکا دینا چاہتا تھا اور یہ کام ذہانت سے ہی ہو سکتا تھا۔

[illegible] سے میں پہلی کارروائی کے طور پر میں نے اپنی فطرت میں ایک نمایاں تبدیلی کا آغاز کیا۔ اتوار کی تفریحات میں عموماً تنہا ہی کیا کرتا تھا۔ اس صبح بھی میں ہوسٹل سے باہر نکلا۔ ہر بنس فلورین کے پاس جا چکا تھا۔ اس لیے میرے پاس کوئی سواری نہیں تھی۔ میں پیدل ہی چل پڑا۔ خیال تھا کہ آگے جا کر کوئی ٹیکسی وغیرہ لے لوں گا۔ ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ عقب سے ہارن کی آواز سنائی دی اور ایک کار میرے نزدیک آ کر رک گئی۔ کار کی کھڑکی سے ایک گردن باہر نکلی۔ سیاہ چشمہ لگائے ہوئے ایک لڑکی تھی جس کے سنہرے بال ہوا میں اڑ رہے تھے۔

"تم یقیناً پکنک کے لیے باہر جا رہے ہو گے؟" اس نے امریکی لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ارادہ تو یہی ہے۔"

"تو آؤ۔ میرا رخ بھی اسی طرف ہے۔ کیوں نہ ہم تھوڑی دیر کے لیے ساتھی بن جائیں۔" اس نے گم چباتے ہوئے کہا۔ میں نے شکریے کے ساتھ اس کی دعوت قبول کر لی اور گھوم کر اس کے برابر جا بیٹھا۔ لڑکی نے ایک زوردار جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی۔ "میرا نام موریا ہے۔ تمہارا کیا نام ہے؟"

"علی۔" میں نے جواب دیا۔

"مسلم؟"

"ہاں۔" میں اسی کے انداز میں بولا۔

"میں کیلی فورنیا سے آئی ہوں۔ تین سال ہو گئے۔ اچھا یہ بتاؤ تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

"جہاں تم پسند کرو۔ میں تو بے مقصد ہی نکل آیا تھا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"اگر تم لمبی ڈرائیونگ سے بور نہ ہوتے تو سالی ناس چلیں۔ آج اتوار ہے اور وہاں شہسواری کے کھیل ہو رہے ہوں گے۔ مجھے سالی ناس کے وحشی گھوڑے بہت پسند ہیں اور شہسواری میرا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ شاید تمہیں اس سے کوئی دلچسپی نہ ہو لیکن میں خود بھی ایک عمدہ سوار ہوں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن ہمیں شام تک واپس آ جانا ہو گا۔"

"یقیناً۔ یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔" موریا نے کہا اور ہمارے درمیان بات طے ہو گئی۔ برج کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم سان فرانسسکو میں داخل ہو گئے اور وہاں سے موریا نے کھانے پینے کی کچھ اشیاء خریدیں۔ جن کی ادائیگی میں نے کی تھی۔ اس کے بعد اس نے شہر کے آخری پٹرول پمپ سے پٹرول لیا اور پھر مجھ سے بیلٹ باندھنے کی درخواست کی۔ اس نے خود بھی اپنی کمر سے بیلٹ باندھ لی تھی۔ اس کے بعد چکنی اور شفاف سڑک پر کار ہوا ہو گئی۔ موریا نہایت اعتماد سے ڈرائیونگ کر رہی تھی اور میں خاموش بیٹھا تھا۔ موریا کسی کار کو دور سے دیکھتی تو اس پر جنون سوار ہو جاتا۔ وہ اپنی کار سے آگے کسی دوسری کار کو دیکھنے کی روادار نہ تھی۔

رفتار بتانے والی سوئی کسی بھی لمحے سو کے ہندسے سے نیچے نہ رہی۔ ہاں آگے بڑھ کر وہ ڈیڑھ سو اور ایک سو اسی کے درمیان پہنچ جاتی تھی۔

راستے میں وہ گفتگو بھی کرتی جا رہی تھی۔ جو عموماً گھوڑوں یا گاڑیوں کے بارے میں تھی۔

"رات کو اوپیرا ہاؤس میں ایگ گورن کا پروگرام ہے۔ کیا تمہیں ایگ گورن پسند ہے؟"

"صرف ایک بار اسے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔"

"آج دوسری بار دیکھ لینا۔" وہ مسکرا کر بولی اور میں نے گردن ہلا دی۔

کار کی اس رفتار نے فاصلے کم کر دیے۔ راستے میں ایک پٹرول پمپ پر رک کر کافی پی گئی اور اس کے بعد کار سالی ناس کے خوبصورت قصبے میں داخل ہو گئی۔

سالی ناس، ہسپانوی زبان کا لفظ ہے اور لاطینی زبان کے لفظ سال سے بنا ہے جس کے معنی ہیں نمک۔ شہر سالی ناس، دریائے سالی ناس کی شمالی وادی میں ہے اور دریا کے رخ بار بار بدلنے کی وجہ سے اس کے گرد نمک کے پہاڑ کھڑے ہو گئے ہیں۔ سان فرانسسکو کی رونق کے سامنے سالی ناس ایک خاموش دیہات ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس کی آبادی دس پندرہ ہزار سے زیادہ نہیں ہے اور وہاں زیادہ تر مویشی بانی ہوتی ہے۔ انڈینز باشندے شہسواری کے ماہر ہوتے ہیں۔ جانوروں کی نگہبانی اور مسلسل کئی کئی دن گھوڑوں کی پشت پر رہنے کی وجہ سے شہسواری ان کا معمول ہے۔ تا حدِ نگاہ ہرے بھرے کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ شہر بھی خوب سجا ہوا تھا۔ بینر لگے ہوئے تھے جن پر روڈیو شو میں حصہ لینے والوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ سالی ناس کے باشندے روایتی لباس میں جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ سر پر بڑے تنکوں کے ہیٹ پہنے وہ منفرد دکھائی دیتے تھے۔ موریا واقعی گھڑ سواری کی عاشق تھی۔ اس نے ایک جگہ سے تنکوں کے دو ہیٹ خریدے اور ہم دونوں انھیں پہن کر رومن طرز کے رول گراؤنڈ میں پہنچ گئے۔ ہر طرف گھوڑے اور بھینسے اپنے سواروں کے ساتھ موجود تھے اور پھر شو شروع ہو گیا۔ شہسوار گھوڑوں کی پشت پر بیٹھ کر کرتب دکھانے لگے۔ وہ برق رفتاری سے گھوڑے کی پشت سے جھکتے اور زمین پر پڑا ہوا سکہ اٹھا لیتے۔ نوجوان لڑکیوں نے بھی یہاں گھڑ سواری کے ناقابل یقین کرتب دکھائے۔ اس کے بعد بھینسے پکڑنے کا مظاہرہ ہوا اور کئی گھنٹے سالی ناس میں گزارنے کے بعد بالآخر ہم واپس چل پڑے۔ موریا سے میری کافی گفتگو ہوئی۔ اس نے مجھے اوپیرا شو کی پیشکش بھی کی لیکن میں نے اس سے معذرت کر لی تھی۔ بہرحال دوسرے دن دوپہر کے بعد ملاقات کا وعدہ کر کے وہ مجھ سے رخصت ہو گئی۔

موریا سے یہ ربط ضبط رنگ رلیاں منانے کے لیے نہیں بڑھایا گیا تھا بلکہ میں نے ایک خاص مقصد کے لیے اس کی قربت قبول کی تھی۔ اس کی آڑ میں مجھے اپنا کام کرنے کا موقع مل سکتا تھا۔

دوسرے دن جب موریا میرے ہاسٹل آئی تو ہر بنس بھی موجود تھا۔ اس نے معنی خیز مسکراہٹ سے ہم دونوں کو دیکھا اور پھر باہر نکل گیا۔ موریا کے جانے کے بعد ہر بنس واپس آ گیا اور پھر وہی بکواس کرنے لگا جس کی مجھے توقع تھی۔ میں نے بھی تردید نہیں کی تھی۔ اس طرح ہر بنس کو اور شہ مل گئی۔ وہ نہ جانے کیا کیا بکواس کرتا رہا۔ میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا اور پھر موریا سے روزانہ ہی ملاقات ہونے لگی۔ اب میں اس کے ساتھ اتوار کے علاوہ مختلف دنوں میں بھی تفریحی پروگراموں میں حصہ لینے چلا جاتا تھا لیکن اس سلسلے میں میں نے اپنے کام کا آغاز بھی کر دیا تھا۔

انتہائی خاموشی اور احتیاط کے ساتھ میں نے سان فرانسسکو کے اس بازار سے جہاں اوپیرا ہاؤس کے شوروم تھے۔ میک اپ کا سامان خریدا اور پھر ہوٹل نیو شانزے میں مسٹر گریس کے نام سے ایک کمرہ بھی حاصل کر لیا۔ مسٹر گریس میں اور مجھ میں صرف مونچھوں اور عینک کا فرق تھا اور یہ نہایت ہلکا میک اپ تھا جسے آسانی سے چلتے پھرتے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ اس طرح میں نے اپنی کوشش کا آغاز کر دیا تھا۔ موریا سے میں اتنا گھل مل گیا تھا کہ دوسروں کو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ تب ایک دن میں نے ہر بنس کے سامنے اعتراف کر لیا۔

"ہاں ہر بنسی! اب تنہائی کی زندگی حماقت معلوم ہوتی ہے لیکن موریا بڑی محتاط لڑکی ہے۔"

"وہ کس طرح؟" ہر بنسی نے سوال کیا۔

"میری کسی دعوت کو سوچے سمجھے بغیر قبول نہیں کرتی۔ البتہ کہہ چکی ہے کہ ہوسٹل سے باہر بھی وقت گزارا جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ کیا میں اس کی یہ دعوت قبول کر لوں؟"

سسپنس ڈائجسٹ کا مشہور سلسلہ
دیوتا
قیمت
۲۵ روپے فی حصہ
ڈاک خرچ:
۱۰ روپے فی حصہ
کتابی شکل میں تیار ہے
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا ہم سے براہ راست منگوائیں۔
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ۔ کراچی ۱
markaman

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مجھے تو یہ تعجب ہے بھائی جی کہ اب تک تم نے کیوں تکلف کیا۔ ایسے کاموں میں دیر حماقت ہوتی ہے اور پھر اطمینان رکھو کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو گی کہ تم کس وقت ہوسٹل میں نہیں ہوتے۔" ہربنسی نے کہا۔

"تو پھر وعدہ؟ پوزیشن سنبھال لوگے؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے بھائی جی! بڑی مشکل سے تو تم ڈھب پر آئے ہو لیکن ایک خیال رکھنا موٹے نہ ہونے پاؤ۔ ورنہ پھر میری طرح صبح صبح اٹھنا پڑے گا۔ نہ جانے عشق کر کے لوگ موٹے کیوں ہو جاتے ہیں۔ ساری روایات الٹ گئی ہیں آج کل۔ پہلے عاشق دبلے ہوتے تھے اور اب موٹے ہو جاتے ہیں۔ پہلے عشق میں بھوک نہیں لگتی تھی اب بھوک زیادہ لگتی ہے۔" ہربنسی کی بکواس شروع ہو گئی۔

اس طرح مجھے مزید موقع مل گیا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ میں شہناز کو بھول گیا۔ مجھے احساس ہوا کہ میں ان چکروں میں پڑ کر اپنی تعلیم سے دور ہٹ جاؤں گا لیکن حقیقت یہ نہیں تھی۔ تعلیم سے میرا دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ شہناز ایک ایک لمحہ میرے سینے میں زندہ تھی۔ میں اس کے مظلومانہ خون کو نہیں بھول سکتا تھا۔ نہ جانے سکرمنٹو میں اس کے والدین کا کیا حال ہوا ہو گا، شہناز کی لاش اس کے والدین کو پہنچا دی گئی تھی لیکن میں کسی مسئلے میں شریک نہیں ہوا تھا۔ میرے ذہن میں تو کچھ اور ہی تھا۔ میں اس کا عبرتناک انتقام لینا چاہتا تھا اور اسی کے لیے کوشاں تھا۔

ہوٹل کے کمرے میں میں نے پہلی رات گزاری اور خاصی رات تک میں اپنے پروگرام ترتیب دیتا رہا۔ صبح کو مجھے چند لوگوں سے ملاقات کرنی تھی۔ اس لیے جلدی جاگ گیا اور پھر مونچھوں اور عینک کے ساتھ باہر نکل آیا۔ دن کو دو بجے میں ہوسٹل واپس پہنچا تھا لیکن ہربنس سے میں جس قدر چہکنے کی توقع کر رہا تھا اس کے برعکس اسے سنجیدہ پایا۔ اسے سنجیدہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے ہربنسی! کیا فلورین نے تمہیں آخری نوٹس دے دیا؟"

"کیسا نوٹس بھائی جی؟" اس نے پھیکے سے انداز میں پوچھا۔

"وزن گھٹانے کا۔ ممکن ہے اس نے کہا ہو کہ آئندہ وہ تم سے اس وقت ملے گی جب تم اپنا وزن پچاس پونڈ کم کر لوگے۔"

"اسے نہیں بھائی جی! اگر کوئی لڑکی یہ شرط لگا لے تو میں اس پر جوابی شرط لگا سکتا ہوں کہ آئندہ میں اس سے اس وقت ملوں گا جب وہ ساٹھ پونڈ وزن بڑھا لے۔ بات یہ نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے۔ کیوں سنجیدہ ہو؟"

"پریشان ہوں بھائی جی! ایک بات ذہن میں اٹکی ہوئی ہے۔ سوچ رہا ہوں بتاؤں یا نہ بتاؤں؟"

"اگر میرے مفاد میں ہے تو بتا دو اور اگر نہیں ہے تو تم جیسا پسند کرو۔" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہی تو فیصلہ نہیں کر پاتا کہ وہ تمہارے مفاد میں ہے یا نہیں۔ ایک بھولا ہوا دکھ یاد دلا دوں تو بھی اچھی بات نہیں ہے۔" ہربنسی نے کہا۔

"اگر تمہاری مراد شہناز سے ہے تو بتا دو کیا بات ہے۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ میں شہناز کو بھول گیا ہوں۔"

"اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔ شکر ہے کہ تم نے میری الجھن دور کر دی۔ بات اسی سے متعلق ہے۔ آج نیلی پونٹی کا پتا چل گیا ہے۔ یہ کار فلورین کے بھائی جون کی ہے اور جون فیلر، جوہن کے دوستوں میں سے ہے۔ گولڈن برج کے عقب میں سارز اسٹریٹ کا بنگلا نمبر ننانوے جوہن کی ملکیت ہے۔ یہ بنگلا خالی رہتا ہے اور وہ لوگ اسے اپنی رنگ رلیوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔"

میرے ذہن میں آگ سلگ اٹھی۔ میں نے تصور کی آنکھ سے شہناز کو اس بنگلے میں دیکھا۔ جوہن اور اس کے ساتھی شیطان شہناز کی پاکیزگی کا دامن تار تار کر رہے تھے ——— ہربنسی نے بغور میرا چہرہ دیکھا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے حلق سے سہمی ہوئی آواز نکلی "بھائی جی!"

"اوہ!" میں چونک پڑا۔

"کیا سوچنے لگے بھائی جی؟"

"یہ بات تمہیں کس طرح معلوم ہوئی ہربنسی؟"

"فلورین آج اس کار میں آئی تھی۔ اس کی اپنی کار گیراج میں ہے۔ اس لیے اس نے جون سے یہ کار مانگ لی تھی۔ اس کے بعد میں نے اس سے یہ ساری معلومات حاصل کیں۔"

"ٹھیک ہے ہربنسی! تمہیں یہ بات مجھے ضرور بتانی چاہیے تھی۔ اگر تم اسے چھپا لیتے تو اچھا نہ ہوتا۔ فلورین کے بھائی کے ساتھ اس کا اور کون دوست رہتا ہے؟"

"اس کے مخصوص دوست کا نام بیکر ہے۔ یہ بیکر بھی یہودی ہے۔"

"گویا اس رات چار افراد کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے وہ چار ہی ہوں۔ چھوڑو جانے دو۔ تم نے فلورین سے تو کوئی تذکرہ نہیں کیا؟"

"نہیں۔ یہ اس سے تذکرہ کرنے کی بات بھی نہیں تھی۔ ویسے میں ایک بات ضرور پوچھوں گا بھائی جی! ان لوگوں کے خلاف تم کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"ہاں۔ ہربنس تو اتنا اچھا دوست ہے کہ میرا ضمیر تجھ سے جھوٹ بولنے پر ملامت کرتا ہے۔ میں کوشش کے باوجود تجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ ہربنسی! میں یہ نہیں چاہتا کہ تو بعد میں یہ بات سوچے کہ تیرے مسلمان دوست نے تجھے قابلِ اعتماد نہیں سمجھا۔ تیرے کتنے بھائی ہیں ہربنسی؟"

"ہم دو بھائی ہیں۔"

"دوسرا بھائی تم سے بڑا ہے؟"

"نہیں چھوٹا ہے۔"

"گویا تمہارے باپ کا بڑھاپا تم سے وابستہ ہے۔ میرے چھ بھائی اور ہیں اور انہیں میری ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے ہربنسی! اپنے باپ کی آرزوؤں کا خیال کرو۔ تم تعلیم مکمل کر کے اپنے وطن جاؤ۔ وہاں بہت سے لوگ تمہارے منتظر ہیں۔ میری فکر چھوڑ دو۔ میں بہت مضبوط ہوں۔ اتنا مضبوط کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔"

"میں تمہیں بھی بھائی سے کم نہیں سمجھتا بھائی جی!"

"یہ بات مجھے مرتے دم تک یاد رہے گی ہربنسی!" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"مجھے یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ تم کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"نہیں ہربنسی! میں چاہتا ہوں کہ تجھ پر ذرہ برابر آنچ نہ آئے۔ میں تجھے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور ہربنسی پریشان نظر آنے لگا۔ بہر حال میں نے اس کی کوششوں کے باوجود اسے کوئی خاص بات نہیں بتائی۔ میں کسی قیمت پر ہربنسی کا مستقبل خراب نہیں کر سکتا تھا۔ دوستی کی اتنی بڑی قیمت وصول کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

یونیورسٹی سے اب میرا لگاؤ نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔ بہت کم لیکچر اٹینڈ کرتا تھا زیادہ تر باہر ہی رہتا تھا۔ اس دوران میں نے سارز اسٹریٹ کے بنگلا نمبر ننانوے پر بھی نگاہ رکھی تھی اور دو تین بار میں ان بدمعاشوں کو دیکھ چکا تھا۔ وہ اکثر اس بنگلے میں رنگ رلیاں منانے جاتے تھے۔ کئی بار مختلف لڑکیاں بھی ان کے ساتھ بنگلے میں داخل ہوتی نظر آئیں۔ میں ان پر گہری نگاہ رکھ رہا تھا۔ دوسری طرف میرے دوسرے کام بھی جاری تھے لیکن بعض امور میں کچھ مشکلات پیش آ رہی تھیں۔

ایک شام جب میں اس ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں بیٹھا ہوا تھا جہاں میں نے کمرہ لیا ہوا تھا مجھے لوئی شی نظر آئی۔ اس چینی نژاد لڑکی کو میں نے کافی عرصے کے بعد دیکھا تھا۔ ہال میں داخل ہوتے ہی اس نے مجھے دیکھ لیا اور اپنی مخصوص ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ میرے نزدیک آ گئی۔ اگر اس وقت میں اپنے اس میک اپ میں ہوتا تو شاید وہ مجھے پہچان نہ سکتی لیکن میں چونکہ آج ہوٹل میں قیام کا ارادہ نہیں رکھتا تھا اس لیے میں نے مونچھیں نہیں لگائی تھیں۔

"ہیلو لوئی!"

"ہیلو علی! کیا بات ہے۔ بہت مصروف ہو ان دنوں؟"

"نہیں لوئی! کوئی خاص مصروفیت تو نہیں ہے۔"

"ملے نہیں۔ ناراض ہو؟"

"تم اتنی پیاری لڑکی ہو کہ کوئی تم سے ناراض نہیں ہو سکتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی مسکرانے لگی۔ پھر ایک دم چونک کر بولی۔

"ارے ہاں۔ پچھلے دنوں تمہارا نام یہاں کے اخبارات میں نظر آیا تھا۔ میں نے کئی بار تم سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا لیکن نہیں ہو سکا۔ اس سلسلے میں کوئی الجھن تو باقی نہیں رہ گئی ہے؟"

"الجھن تو بہت بڑی ہے لوئی شی! لیکن حالات ساتھ نہیں دے رہے ہیں۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ نہ جانے کیوں میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ لوئی شی مکمل طور سے قابلِ اعتماد ہے اور اس سے تبادلۂ خیال کیا جا سکتا ہے۔

"کیسے حالات؟"

"تمہیں اس بارے میں مکمل تفصیلات معلوم ہیں لوئی شی؟"

"ہاں اخبارات کی حد تک۔"

"میں جانتا ہوں لوئی شی! ساری دنیا میں صیہونیت مسلمانوں کے خلاف سرگرم ہے۔ اسے گرانقدر سرمائے کا تحفظ حاصل ہے۔ ان لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو کچھ کیا ہے وہ تاریخ کی بدترین مثال ہے لیکن ایبرن ہال میں اس یہودی کی بکواس سن کر میرا خون کھول اٹھا اور میں برداشت نہیں کر سکا۔ نتیجے میں میں نے اس کی تقریر کی پول کھول دی، اس کی بکواس کی دھجیاں اڑا دیں اور یہودی میرے دشمن ہو گئے۔ امریکہ ایک آزاد ملک ہے لیکن اس پر یہودی تسلط اس قدر ہے کہ اعلیٰ حکام یہودیوں کی مٹھی میں ہیں اور ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر کمینہ صفت یہودی نوجوان مجھ سے اس کا انتقام لے لیتے تو تردد کی بات نہیں تھی لیکن انہوں نے ایک معصوم پاکستانی لڑکی کو اپنی بہیمیت کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا۔ یہ چیلنج انہوں نے صرف مجھے نہیں سارے مسلمانوں کو دیا ہے۔ انہوں نے ایک پاکستانی کی حمیت کو للکارا ہے۔ میں اس للکار کا جواب دینا چاہتا ہوں لوئی شی! اور اس کے لیے گراؤنڈ تیار کر رہا ہوں۔"

"درحقیقت یہ مکار قوم قابلِ نفرت ہے۔ میں بھی ان لوگوں سے بے پناہ نفرت کرتی ہوں۔ میرا پورا گھرانہ اور یقین کرو بلکہ تحقیق کر دیکھنا، ماؤ کے لاتعداد باشندے ان سے بے پناہ نفرت کرتے ہیں۔ سنو علی! اگر تم پسند کرو تو اس سلسلے میں میرے والد سے مل سکتے ہو۔ ہم لوگ چونکہ طویل عرصے سے یہاں رہ رہے ہیں اس لیے میرے والد کے کافی تعلقات ہیں۔ اس کے علاوہ چینی نوجوانوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو کالے دھندے سے واقف ہیں۔ میرے والد تمہاری بھرپور مدد کر سکتے ہیں۔"

"کیا یہ ممکن ہے لوئی شی؟" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔ واقعی مجھے کچھ مددگاروں کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی لیکن اس سلسلے میں ہربنس وغیرہ کو میں استعمال نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ بے چارے خود بھی طالب علم تھے۔ میں کسی قیمت پر یہ نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے ان کا مستقبل تاریک ہو۔ لیکن اگر کچھ ایسے لوگ میرے شریکِ کار ہو جائیں جو سان فرانسسکو میں خود بھی ایک مضبوط حیثیت رکھتے ہوں تو یہ میرے مشن کے لیے بہت اچھا ہو گا۔

"کیوں ممکن نہیں ہے اور پھر تمہیں علم ہے علی! کہ چینی ہمیشہ پاکستانیوں کے مخلص دوست ثابت ہوئے ہیں۔ میں تو کہتی ہوں کہ تم آج ہی میرے والد سے بات کر لو۔"

"یوں کرتے ہیں لوئی شی! کہ کل دن میں کوئی وقت رکھ لیں۔ تم اس دوران اپنے والد سے گفتگو بھی کر لو۔"

"جیسا تم پسند کرو۔" لوئی شی نے جواب دیا۔ پھر ہم خاصی رات گئے تک ساتھ رہے۔ دوسرے دن لوئی شی نے ہاپکنز میں ملنے کا وعدہ کیا اور چلی گئی۔ میں بھی ہوسٹل واپس چل پڑا تھا۔

لاہور کا ایک سیدھا سادا نوجوان جس کے خمیر میں انسانوں سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

محبّت شامل تھی جرائم کی دنیا میں اجنبی تھا۔ یہودیوں کے گڑھ میں بیٹھ کر اُن کے خلاف کوئی مجرمانہ کارروائی کرنا آسان کام نہیں تھا۔ عقل نے سنبھال لیا تھا ورنہ کوئی فوری جذباتی کارروائی بے اثر ثابت ہوتی کیونکہ ان ساری چیزوں سے واقفیت نہیں تھی۔ اس لیے سوچ سمجھ کر اور آہستگی سے کام کر رہا تھا۔ جوبمن اور مائیکل نے کامیابی سے چیلنج کیا تھا۔ اس کے جواب میں کوئی ناکام کوشش جگ ہنسائی کے علاوہ اور کچھ نہیں دے سکتی تھی اور میں یہ سبکی نہیں چاہتا تھا۔

لوئی شی حسبِ وعدہ ہاپکنز وے کے نزدیک مل گئی۔ وہ اپنی چھوٹی سی کار میں آئی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے دروازہ کھول دیا اور میرے کار میں بیٹھتے ہی کار آگے بڑھا دی۔

راستے میں اُس نے بتایا کہ اُس نے اپنے والد سے بات کی تھی اور وہ خلوصِ دل سے پاکستانی نوجوانوں کی مدد پر آمادہ ہیں۔

" نہ صرف میرے والد بلکہ میرے دونوں بھائیوں نے بھی اس سلسلے میں دلچسپی ظاہر کی ہے۔ وہ تمھاری ہر طرح کی مدد کرنے کے خواہشمند ہیں۔"

" میں اُن کا شکرگزار ہوں لوئی شی!" میں نے آہستہ سے کہا۔

چائنا ٹاؤن، ٹاؤن بازار سے شروع ہو کر لیٹن کوارٹر تک چلا جاتا ہے۔ ایک خوبصورت پگوڈا طرز کی عمارت میں چائنا ٹاؤن کا ایکس چینج ہے۔ نہایت خوبصورت علاقہ ہے۔ یقین ہی نہیں آتا کہ یہ جگہ امریکہ میں ہے۔ تاحدِ نگاہ چینیوں کی دکانیں پھیلی ہوئی ہیں جن پر بورڈ بھی چینی زبان میں لکھے ہوئے ہیں۔ دکانوں کی سجاوٹ بھی اسی اسٹائل میں ہے۔ چینی ریستوران قابلِ دید ہیں۔ بعض جگہوں پر کپڑے کے بورڈ لٹکے ہوتے ہیں جن پر پرندوں اور اژدہوں کی شکلیں بنی ہوئی ہیں۔ ایک خوبصورت دکان کے سامنے لوئی شی نے اپنی کار روک دی۔ یہ جگہ میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ اس سے قبل بھی دو تین بار لوئی شی کے ساتھ یہاں آچکا تھا۔

دکان کے عقب میں لوئی شی کی رہائش گاہ تھی۔ دکان میں لوئی شی کی ماں نے میرا استقبال کیا اور پھر اندر سے مسٹر کائی شن بھی نکل آئے۔ انہوں نے اپنے نرم ہاتھ اور نرم مسکراہٹ کے ساتھ مجھ سے مصافحہ کیا اور بڑی محبت کے ساتھ ہمراہ لیے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ ان کے دونوں بیٹے ہوشنگ اور ہیگ شن بھی اندر موجود تھے۔ دونوں پستہ قامت اور کسرتی بدن والے نوجوان تھے۔ سب نے بڑے خلوص سے میرا استقبال کیا اور ابتدائی خاطر مدارت کے بعد لوئی شی میرے اور مسٹر کائی شن کے درمیان ترجمان بن گئی۔ مسٹر کائی شن نے یہودیوں سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انہیں اخبارات کے ذریعے اور لوئی شی کی زبانی حالات کا علم ہو چکا ہے۔ وہ میری ہر ممکن مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔

" سر!" میں نے کہا۔" اپنے وطن سے تعلیم کی غرض سے میں امریکہ آیا تھا لیکن تقدیر مجھ سے کچھ اور ہی چاہتی ہے۔ میں یہاں تنہا ہوں اور یہودیوں کی پوری قوت موجود ہے لیکن میرا آخری فیصلہ ہے کہ میں ان نوجوانوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا جنھوں نے شہناز کو قتل کیا ہے اور مجھے ایک مسلمان کی حیثیت سے چیلنج کیا ہے۔" میں نے کہا۔

" لیکن تمھاری تعلیم کا کیا ہوگا؟" مسٹر کائی شن نے پوچھا۔

" میرا راستہ بدل چکا ہے۔ میں یہودیوں کے خلاف اس طویل جدوجہد میں حصّہ لینے کا فیصلہ کر چکا ہوں جو میرے ہم مذہب کر رہے ہیں اور میں اس سلسلے میں ابتدائی کارروائی چاہتا ہوں۔"

" کیا یہ ممکن نہیں کہ پہلے تم خوش اسلوبی سے اپنی تعلیم مکمل کر لو؟ اس کے بعد اس سلسلے میں کوئی کارروائی کرو؟"

" میں تعلیم چھوڑ چکا ہوں۔ اب مجھے اس سے لگاؤ بھی نہیں رہا ہے۔"

" ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ تمھارا پروگرام کیا ہے؟"

" میں نے شہناز کے قاتلوں کو تلاش کر لیا ہے۔ وہ چار افراد ہیں۔ انہیں قتل کر کے میں یہاں سے نکل جاؤں گا۔"

" کہاں جاؤ گے؟"

" فی الحال سان فرانسسکو سے نکل جانے کا خواہشمند ہوں۔ اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میرے سامنے اس کے بعد کوئی خاص راستہ نہیں ہے اور آئندہ اقدامات کا فیصلہ میں حالات کے مطابق کروں گا۔"

" وہ لوگ کہاں مقیم ہیں؟"

" سارنر اسٹریٹ کے ایک مکان میں وہ جمع ہوتے ہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ سان فرانسسکو سے میرے نکلنے کے انتظامات ہو جائیں۔"

مسٹر کائی شن اپنے دونوں بیٹوں سے چینی زبان میں کچھ کہنے لگے۔ گفتگو خاصی طویل تھی۔ پھر لوئی شی مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔" میرے دونوں بھائی یہ ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ انہوں نے پیشکش کی ہے کہ وہ اور بھی ہر طرح تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

" یہ لوگ انگریزی بول سکتے ہیں؟" میں نے پوچھا اور ہوشن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

" میں کام چلانے کے قابل انگریزی بول لیتا ہوں۔" لوئی شی کے ایک بھائی نے کہا۔

" کافی ہے۔ میں آپ لوگوں کے اس خلوص کا شکریہ ادا کر کے اس محبّت کو بے حقیقت نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے آپ کی مدد کی واقعی ضرورت ہے۔" میں نے ہوشن سے کہا اور اس نے دونوں ہاتھ کھول کر شانے ہلا دیے۔ کافی دیر تک ہم لوگ وہاں بیٹھے گفتگو کرتے رہے اور پھر میں نے رات کو ہوشن اور ہیگ شن کو اپنے ہوٹل آنے کی دعوت دی اور دونوں نے وعدہ کر لیا۔ پھر جب میں نے اُن سے اجازت طلب کی تو لوئی شی نے پیشکش کی کہ وہ مجھے ہوسٹل چھوڑ دے گی لیکن میں نے اسے تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا تھا اور اب مجھے اس سلسلے کی آخری کارروائی مکمل کرنی تھی۔ اس آخری کارروائی کے لیے میں نے سان فرانسسکو کے بازار سے کچھ خریداری کی اور ایک ڈرامائی مرحلے کے لیے تیار ہو گیا۔

رات کو ہوشن اور ہیگ شن میرے پاس پہنچ گئے۔ وہ سیاہ رنگ کی ایک وین میں آئے تھے۔ اس وین میں بیٹھ کر میں ان کے ساتھ چل پڑا اور میں نے انہیں سارنر اسٹریٹ کا وہ مکان دکھایا۔ ہوشن نے ہیگ کو وہاں تحقیقات کرنے کی ہدایات دے دی تھیں۔ اس نے کہا تھا کہ ہیگ جس وقت بھی ان چاروں کو یکجا دیکھے، مجھے میرے ہوٹل فون کر دے۔ اسے صرف ایک لفظ کہنا تھا یعنی ہیگ شن۔ جس سے میں سمجھ جاؤں گا کہ ہیگ مجھے ان چاروں کے بارے میں اطلاع دے رہا ہے۔ نیل پونٹی کے بارے میں بھی ان لوگوں کو بتا دیا گیا تھا۔ اس طرح ہوشن کے بارے میں بھی طے پا گیا اور یوں یہ مرحلہ مکمل ہو گیا۔ جس میں کوئی مجرمانہ پختگی نہیں تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے زندگی میں پہلے کبھی جرم نہیں کیا تھا۔

یہ رات میں نے ہوسٹل میں گزارنے کا فیصلہ کر لیا لیکن اپنے طور پر میں نے اسے برکلے یونیورسٹی کی آخری رات قرار دیا۔ ہربنسی موجود تھا۔ اس نے مجھے تشویش کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔" بھائی جی! کچھ پوچھنا چاہتا ہوں میں؟"

" ضرور پوچھو جانِ من۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" ممدیا تمہیں تلاش کرتی ہوئی اِدھر آئی تھی۔"

" اوہ۔ اچھا۔ کب؟"

" دوپہر کو۔ میری اس سے کافی گفتگو ہوئی۔ اس نے بتایا کہ اس سے تمھاری ملاقاتیں بس دو تین بار ہی ہوئی ہیں اور یہ ساری ملاقاتیں شرافت کے دائرے میں ہیں۔ اس نے بتایا کہ تم عجیب احمق نوجوان ہو۔ نہ شراب پیتے ہو، نہ زندگی کی دوسری تفریحات میں حصّہ لیتے ہو۔"

" خوب۔ پھر کیا ہوا ہربنس جی!" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

" خیر اس سے مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی لیکن میں تمھارے بارے میں تشویش میں مبتلا ہو گیا ہوں۔"

" کیوں؟"

" تم دن رات کہاں مصروف رہتے ہو؟ پڑھائی تو تم نے چھوڑ ہی دی ہے۔ ابھی تک تو ٹھیک ہے کوئی تمھاری غیر حاضری کی طرف متوجہ نہیں ہوا لیکن چند روز بعد دوسرے بھی مشکوک ہو جائیں گے۔"

" تعلیم تو میں نے چھوڑ دی ہے ہربنسی! اب تو میری زندگی کا مقصد ہی بدل گیا ہے۔ میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں شہناز کے قاتلوں کو معاف نہیں کر سکتا۔ نہ صرف انہیں بلکہ ایبرن ہال کی اس تقریر کے بعد میں اس قوم کا دشمن بن گیا ہوں اور یہ عہد کر چکا ہوں کہ جب تک زندگی رہی۔ میں اس قوم کا دشمن رہوں گا اور جس طرح بھی اسے نقصان پہنچا سکا پہنچاؤں گا اور ہربنس! یہ بات میں کافی دن سے سوچ رہا ہوں لیکن اب وقت آگیا ہے کہ میں عمل کروں۔ چنانچہ کسی بھی وقت، بس کسی بھی وقت میرے عمل کا آغاز ہو جائے گا۔"

" اور میں تمھارے اس عمل سے ناواقف ہی رہوں گا۔" ہربنسی نے شکایتی انداز میں کہا۔

" نہیں ہربنسی تم ناواقف نہیں رہو گے۔ میں وعدہ کرتا ہوں تم اس سے ناواقف نہیں رہو گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں جانتا تھا کہ میں نے جھوٹا وعدہ نہیں کیا ہے۔ ہربنسی کیا سان فرانسسکو اور برکلے یونیورسٹی کے ہر شخص کو یہ بات معلوم ہو جائے گی لیکن میرے ان الفاظ نے ہربنسی کو بہلا لیا تھا۔ چنانچہ میری سرگرمیاں جاری ہیں اور ہربنسی سے اس گفتگو کی تیسری رات کا واقعہ ہے۔ چینی زبان میں مجھے ایک ٹیلی فون موصول ہوا۔ باقی باتیں میری سمجھ میں نہیں آسکی تھیں لیکن چینی زبان اور ہیگ کا نام کافی تھا۔ برق رفتاری سے میں نے ہوشن کو فون کیا اور انگریزی میں کہا۔

" وقت آگیا ہے ہوشن! مجھے ہیگ کی طرف سے اطلاع مل گئی ہے اور میں وہاں جا رہا ہوں۔"

" اوہ۔ تم وہاں میرا انتظار کرنا علی! میں پہنچ رہا ہوں۔ میرے پہنچنے سے پہلے اندر داخل ہونے کی کوشش مت کرنا۔"

" نہیں ڈیئر ہوشن! وہ چار ہیں بس اور چاروں میرا شکار ہیں۔ تم

کالی کہانیاں

☆ جرائم
☆ جادو
☆ ارواح
☆ شیطان ازم
☆ ذہانت
☆ فطانت
☆ اسرار
☆ طنز و مزاح

★ ایک افسانوی کردار جو زندہ ہو گیا تھا۔
★ ایک حیرت انگیز قبیلہ جو اپنی ہیئت بدل سکتا تھا۔
★ ایک مجہول سا آدمی جس کے پاس پچاس بلین ڈالر کا نقشہ تھا۔
★ وہ شخص جس نے حیاتِ ابدی کا راز پا لیا تھا۔
★ ایک پُراسرار پرندہ جس کے پاس ماورائی طاقتیں تھیں۔
★ ایک قلم جس کے اندر ایک جن بند تھا۔
★ وہ اشتہاری مجرم جس نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔

قیمت:- ۲۰ روپے

خوف، سسپنس اور تجسس کے ۲۶ شہ پارے

عجیب کہانیاں ○ فطین کہانیاں ○ ... کہانیاں

مکتبہ نفسیات ◎ پوسٹ بکس نمبر ۹۲۴۲ ○ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہاں اطمینان سے پہنچ جاؤ۔ ہیگ اور تم باہر میرا انتظار کرو گے۔"

"یہ خطرہ مول نہ لو علی! ہم لوگ پہنچ رہے ہیں۔"

"تم پہنچو ہوشن! میں چل رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور فون بند کر دیا۔ پھر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر سارنر اسٹریٹ چل پڑا۔ ہیگ مجھے دیکھ کر جلدی سے میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے چینی زبان میں مجھ سے کچھ کہا۔ میں اس کے الفاظ تو نہیں سمجھ سکا تھا لیکن میں نے اس کا مقصد سمجھ لیا تھا۔ پھر میں نے بھی اسے اشاروں میں سمجھایا کہ وہ رُک کر ہوشن کا انتظار کرے۔ اس کے بعد میں مکان میں داخل ہو گیا۔

خوبصورت مکان کا بیرونی حصّہ خاموش اور سنسان تھا۔ صرف ایک کمرے میں روشنی تھی اور اندر سے موسیقی کی ایک دُھن اُبھر رہی تھی۔ اس دُھن کے ساتھ باتیں کرنے کی آوازیں بھی آجاتی تھیں۔ میں دروازے کے قریب پہنچ گیا اور اندر کی آوازیں واضح ہو گئیں۔ مردانہ آوازوں میں نسوانی آوازیں بھی شامل تھیں۔

میں اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ جوہن جیسے بدمعاشوں کے پاس اس وقت بھی پستول ہو سکتا تھا۔ اس لیے میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ بجلی کی سی تیزی سے مجھے سارے کام کرنے تھے اور اس کے لیے لائحہ عمل میرے ذہن میں موجود تھا۔ دونوں ہاتھوں میں پستول سنبھال کر میں نے پوری قوت سے ایک زوردار لات دروازے پر ماری۔ دروازہ بند نہیں تھا۔ اس لیے میری ضرب سے وہ زوردار آواز میں کھل گیا اور اس کے ساتھ ہی اندر سے چند بے اختیار خوفزدہ آوازیں اُبھریں۔ سبھی چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ جوہن اور مائیکل کے علاوہ اُن کے دو دوست تھے اور دو خوبصورت لڑکیاں بھی تھیں۔ وہ شاید موسیقی پر رقص کر رہی تھیں۔ سب ہی کے ہاتھوں میں شراب کے گلاس تھے۔

اُن کے کھلے ہوئے مُنہ اور پھٹی پھٹی آنکھیں میرے لیے بہت تسکین بخش تھیں۔ "اگر تم میں سے کسی نے جنبش بھی کی تو....." میں نے کرخت آواز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی جنبش کرنے والے کی پیشانی کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ گولی اس شخص کی کھوپڑی کے پار ہو گئی۔ یہ جوہن کے ساتھیوں میں سے ایک تھا جس نے سنبھل کر گلاس میرے اوپر کھینچ مارنے کی کوشش کی تھی۔

باقی سب ساکت ہو گئے۔ گولی کا شکار ہونے والے کے بدن میں تشنج تھا اور وہ موت سے دور بھاگنے کی کوشش میں کوئی غیر مرئی شے پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"مجھے پہچان گئے ہو گے مائیکل اور جوہن! میں ایبرن ہال کا ٹربولا ہوں۔ جسے تم نے چیلنج کیا تھا اور میں اس چیلنج کا جواب دینے آیا ہوں اور یہ جواب ابھی تشنہ ہے۔ یہ جواب تو میں تمہاری پوری قوم کو دوں گا اگر تقدیر نے مجھے اس کا موقع فراہم کیا۔"

میں نے دوسرا فائر کر کے جوہن کے دوسرے ساتھی کو بھی ڈھیر کر دیا۔ دونوں لڑکیوں نے چیخنے کی کوشش کی تو میں نے پستول کا رُخ اُن کی طرف کر دیا۔

"حرام موت مرنے کی کوشش مت کرو۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔" اور اُن کی چیخیں اُن کے حلق میں پھنس گئیں۔

"شاید یہی وہ کمرہ ہو گا جوہن جہاں تم شہناز کو اغوا کر کے لائے ہو گے۔ بزدل یہودیو! ایک کمزور لڑکی کو اپنے انتقام کا نشانہ بنا کر تمہیں غیرت نہیں آئی۔ جوہن! مائیکل تم نے یہ گندی حرکت کر کے اپنی قوم کے لیے ایک عفریت کو جنم دیا ہے۔ تمہاری اس مذموم حرکت کا خمیازہ تمہاری پوری قوم کو بھگتنا ہو گا۔ شہناز کے خون کے ہر قطرے کا حساب۔ تمہارے یہودیوں کو دینا ہو گا۔"

"ہم نے۔ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ ہمیں معاف کر دو۔" مائیکل یان نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ وہ خوف کے مارے رونے لگا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔

"سنو لڑکیو! تم یہاں سے زندہ واپس جاؤ گی اور یہاں کے حالات بے کم و کاست پولیس کو اور اخبارات کو بتاؤ گی تو میں تمہیں تلاش کر کے قتل نہیں کروں گا۔ اگر تم نے ایک بات بھی چھپائی تو کسی بھی وقت تم دونوں کا حشر اُن سے مختلف نہیں ہو گا۔ چنانچہ یہاں سے رہا ہونے کے بعد تم پولیس اسٹیشن جاؤ گی اور پولیس کو بتاؤ گی کہ پاکستان کے ایک نوجوان نے ایبرن ہال میں ایک یہودی کی گندی تقریر کی دھجیاں اُڑائی تھیں اور اُس کے جواب میں چند یہودی غنڈوں نے ایک مسلمان لڑکی شہناز کو اغوا کر کے قتل کر دیا تھا۔ اسی نوجوان نے شہناز کے قتل کا انتقام کس طرح لیا۔ تم پولیس کو بتاؤ گی کہ مکار یہودی مرتے وقت اس کے سامنے رو رو کر زندگی کی بھیک مانگ رہے تھے۔ تم پولیس کو بتاؤ گی کہ نوجوان نے چیلنج کیا ہے۔ اس نے پیشگوئی کی ہے کہ بہت جلد وہ وقت آئے گا جب پوری یہودی قوم اسی طرح رو رو کر زندگی کی بھیک مانگ رہی ہو گی لیکن اسے زندگی نہیں ملے گی۔ اسی طرح جیسے یہ چاروں زندگی سے محروم ہو رہے ہیں۔ میں نے وقت ضائع کیے بغیر جوہن اور مائیکل پر بھی گولیوں کی بارش کر دی۔ پورے چھ فائر میں نے اُن کے بدن کے مختلف حصّوں پر کیے تھے۔ دونوں لڑکیاں دہشت زدہ ہو کر ایک دوسرے سے چمٹ گئی تھیں۔ اُن کے بدن بُری طرح کانپ رہے تھے۔ مجھے اُن سے نفرت تھی۔ بے پناہ نفرت۔ مائیکل اور جوہن کے تڑپتے ہوئے جسم سرد ہو گئے تو میں باہر نکل آیا۔

اس کمرے کے سامنے ایک بڑا سا ہال کمرہ تھا جس میں پیلے رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا۔ میں نے وہ بیگ اٹھایا جو میں ساتھ لایا تھا اور پھر میں نے بیگ سے پانچ نقشے نکال لیے جو پلاسٹک کے بنے ہوئے تھے اور انہیں جوڑنے لگا۔ پیلے قالین پر نیلے رنگ کی پلاسٹک کا نقشہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ یہ فلسطین کا نقشہ تھا۔ نقشہ مکمل کرنے کے بعد میں دوبارہ کمرے میں گیا۔ دونوں لڑکیاں بے ہوش ہو گئی تھیں اور زمین پر ہی لاشوں کے درمیان پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے اُن پر توجہ دیے بغیر جوہن کی لاش کی ٹانگ پکڑی اور اسے گھسیٹتا ہوا باہر لے آیا۔ میں نے جوہن کی لاش نقشے کے وسط میں ڈال دی۔ یکے بعد دیگرے میں نے چاروں لاشیں پورے کمرے میں نقشے کے درمیان ڈال دیں۔ اس کے بعد فلسطین کے چھوٹے چھوٹے فلیگ نکالے جو نوکیلی دار تھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لگے ہوئے تھے اور میں نے یہ راڈ لاشوں کے سینے میں گھونپ دیں اور پھر آخری کام کیا۔ یعنی وہ خوبصورت کارڈ جوہن کے سینے پر رکھ دیا جس پر تحریر تھا۔

" وہ وقت دور نہیں جب اسرائیل یہودیوں کے خون میں ڈوبا ہوگا اور فلسطین آزاد ہوجائے گا۔ یہ بڑ یسلے کی پیشگوئی ہے۔"

سارے کام مکمل ہوگئے تھے۔ میں نے ایک آسودہ نگاہ اس حسین نقشے پر ڈالی اور پھر باہر کی طرف چل پڑا لیکن ابھی اس کمرے سے نکلا ہی تھا کہ ہوشن اور ہیگ شن نظر آئے۔ دونوں چست لباسوں میں ملبوس تھے اور مسلح تھے۔ مجھے دیکھ کر اُن کے چہروں پر تجسس کے آثار نمودار ہوگئے۔

" کیا پوزیشن ہے؟" ہوشن نے پوچھا۔

" آؤ۔ ایک نگاہ دیکھ لو۔" میں نے پیشکش کی اور اُن دونوں کو اس ہال میں لے آیا۔ پیلے قالین پر نیلا نقشہ نمایاں تھا اور اس میں سُرخ لاشیں بھی خوب لگ رہی تھیں۔

دونوں چینیوں کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں دہشت کے نقوش اُبھر آئے۔ انہوں نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر اور خوفزدہ ہوگئے۔

" ان لوگوں نے ہوشن! ایک مسلمان لڑکی کو قتل کر کے اپنی صیہونیت کا ثبوت دیا تھا اور پاکستان کے ایک غیرت مند کو چیلنج کیا تھا۔ اس کا نتیجہ ابھی تمہارے سامنے ہے اور کل بہت سے لوگوں کے سامنے ہوگا۔ کیا تمہیں میری یہ ترتیب پسند نہیں آئی؟" دونوں خوفزدہ نوجوان صرف خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے رہے۔ اُن کے مُنہ سے کوئی لفظ نہیں نکل رہا تھا۔

" آؤ چلیں۔" میں نے کہا اور ہم تینوں باہر نکل آئے۔ سیاہ دین باہر موجود تھی۔ ہیگ شن نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ ہم دونوں بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے تھے۔ دین چائنا ٹاؤن چل پڑی۔ دونوں بھائی خاموش تھے اور جو کچھ دیکھ چکے تھے اس سے شدید متاثر تھے۔ ہوشن نے شاید اپنی رہائش گاہ سے چلتے ہوئے لوئی شی وغیرہ کو میرے فون کے بارے میں بتا دیا تھا۔ اس لیے وہاں سب ہمارے منتظر تھے۔ مسٹر کائی شن بلاشبہ ایک مخلص انسان تھے۔ انہوں نے میرے لیے پہلے عمدہ چینی قہوہ منگوایا جو تیار تھا اور پھر دہشت زدہ ہوشن سے تفصیلات معلوم کرنے لگے۔ ہوشن نے خوفزدہ لہجے میں تفصیل بتائی تھی جسے سُن کر لوئی شی متفکر ہوگئی۔ اس نے چینی زبان میں اپنے باپ سے کچھ کہا اور مسٹر کائی شن پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگے۔ پھر انہوں نے لوئی شی سے کچھ کہنا شروع کیا اور وہ غور سے سنتی رہی۔ جب مسٹر کائی شن خاموش ہوئے تو لوئی شی انگریزی زبان میں بولی۔

" میرے والد اس بات سے متفق ہیں کہ جن لوگوں نے ایک معصوم لڑکی کے ساتھ بہیمانہ سلوک کیا وہ اسی سزا کے مستحق تھے جو تم نے انہیں دی ہے لیکن جس طرح ہوشن نے بتایا ہے کہ تم نے انہیں قتل کر کے اپنا نام واضح کر دیا ہے اس طرح صورتِ حال کسی حد تک بدل گئی ہے۔ چائنا ٹاؤن کے اس معمولی مکان میں اس وقت تک تمہارے لیے گنجائش موجود ہے جب تک تم یہاں رہنا پسند کرو۔ ہم سب مل کر تمہاری حفاظت کریں گے لیکن جوں جوں وقت گزرے گا امریکی پولیس تمہاری تلاش میں مستعد ہوجائے گی۔ چونکہ معاملہ متمول یہودیوں کا ہے اس لیے کچھ زیادہ ہی تگ و دو ہوگی اور گزرنے والے وقت کا ہر لمحہ تمہارے لیے خطرناک سے خطرناک تر ہوتا جائے گا۔ اس لیے والد صاحب کی پیشکش ہے کہ تم آج رات سان فرانسسکو چھوڑ دو۔ ہوشن تمہیں یہاں سے سالی ناس لے جائے گا۔ سالی ناس سے وہ تمہیں فرلینو پہنچا دے گا۔ فرلینو سے تم ہوائی سفر کر کے ہالی ووڈ پہنچ جاؤ۔ ہالی ووڈ میں تمہیں ایک پتا دے دیا جائے گا۔ وہاں مسٹر جوشو موجود ہیں جو تمہیں تمہاری پسند کی جگہ پہنچانے میں معاون ثابت ہوں گے۔ یہاں سے ہم ایک خفیہ الفاظ کا خط مسٹر جوشو کو بھیج دیں گے تاکہ تمہیں کوئی دِقت نہ ہو۔ والد صاحب کا کہنا ہے کہ تم سے اس پروگرام کی منظوری کے بارے میں پوچھا جائے۔"

" میں تم سے متفق ہوں لوئی شی! اپنے والد سے کہو کہ اس امداد کے لیے زندگی کے کسی دور میں میں تم لوگوں کو فراموش نہیں کروں گا۔"

لوئی شی نے میرے الفاظ چینی زبان میں دُہرائے اور مسٹر کائی شن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ میرے نزدیک آئے اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کچھ بولے جس کی ترجمانی لوئی شی نے یوں کی۔

" مسٹر کائی شن کہتے ہیں کہ وہ کسی قتل کے مجرم کی نہیں بلکہ ایک محبِ وطن کی مدد کر رہے ہیں۔ چینی قوم خود بھی وطن کی محبت سے واقف ہے اور اس کا درد اپنے دل میں رکھتی ہے اس لیے ایک محبِ وطن سے تعاون اس کے لیے ایمان کا درجہ رکھتا ہے۔ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد چینیوں کی دوستی یاد رکھنا۔" لوئی شی کے خاموش ہونے کے بعد میں نے مسٹر کائی شن کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا اور آنکھوں سے میرے جذبات کا اظہار ہو گیا۔ مسٹر کائی شن پُرمحبت انداز میں مسکرانے لگے تھے۔

پھر انہوں نے درخواست کی کہ میں تھوڑی دیر آرام کرلوں۔ ہرچند مجھے اس کی ضرورت نہیں محسوس ہو رہی تھی لیکن ان لوگوں کے اصرار پر میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ اس دوران کائی شن، لوئی شی اور اس کی ماں میرے لیے تیاریوں میں مصروف رہے تھے اور اس وقت صبح کے پانچ بجے تھے جب ہم سیاہ رنگ کی وین میں بیٹھ کر چل پڑے۔ میں نے ہونٹوں پر مونچھیں لگائیں اور آنکھوں پر چشمہ چڑھا لیا۔ تمام لوگوں نے ہمیں رخصت کیا تھا۔ لوئی شی کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے جنہیں اُس نے چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ ان آنکھوں میں مشرقی حیا تھی۔ وہ الفاظ تھے جو کبھی نہیں کہے گئے تھے۔ وہ جذبات تھے جن کا کبھی اظہار نہیں کیا گیا تھا۔ کچھ جذبے سینوں کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہوتے ہیں، اتنی گہرائی میں کہ آنکھوں میں اُن کا عکس تک نہیں آتا۔ میں نے لوئی شی کے کسی انداز میں چاہت کا کوئی جذبہ نہیں محسوس کیا تھا اس نے ہمیشہ ایک اچھے دوست کا سلوک کیا تھا اور میں نے بھی صرف ایک دوست سمجھ کر اس پر اعتبار کیا تھا۔ لیکن میں یہ بھول گیا تھا کہ مشرق کی آب و ہوا میں ہی شرم و حیا گھلی ہوئی ہے۔ مشرقی لڑکی کے دل میں پوشیدہ جذبات ہی اس کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں اور وہ اس سرمائے کو کبھی عریاں نہیں کرتی۔ لوئی شی کے ان آنسوؤں نے میرے دل میں ایک کسک پیدا کر دی تھی جسے میں نے عرصۂ دراز تک محسوس کیا۔

ہوشن ہونٹ بھینچے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ وین کے پچھلے حصے میں قیمتی تر لدی ہوئی تھی، جس کے بارے میں ہوشن نے بتایا۔" اکثر ہم لوگ فرکوٹ سالی ناس میں سلواتے ہیں۔ اس طرح میرے سالی ناس آنے کا جواز پیدا ہوگیا تھا۔ ہم چند دن سالی ناس میں رہیں گے اور پھر فرلینو روانہ ہوجائیں گے۔ فرلینو سے میں تمہیں جہاز میں سوار کرا دوں گا۔"

" اگر تم چاہو تو سالی ناس سے بھی مجھے رخصت کردو۔ یہاں سے میں فرلینو نکل جاؤں گا۔"

" ہرگز نہیں مسٹر علی! جو ڈیوٹی میرے سپرد کی گئی ہے اس میں کوئی تبدیلی میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ ہم لوگوں میں ہر کام پورے اعتماد سے ہوتا ہے۔ میرے والد کو اعتماد ہے کہ انہوں نے جو کام میرے سپرد کیا ہے میں اُسے ہر قیمت پر پورا کر کے ہی واپس جاؤں گا۔" ہوشن نے کہا۔

سالی ناس تک کا سفر نہایت اطمینان سے طے ہوا۔ کوئی مشکل نہیں پیش آئی تھی جس وقت ہم وہاں پہنچے سپیدۂ سحر نمودار ہو رہا تھا۔ شہر سے دور ایک چھوٹے سے موٹیل میں ہم نے قیام کیا۔ کسی نے ہم پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ ہوشن شاید ہوٹل کے مالکان کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ اس کی وین دن کے دس بجے تک ہوٹل کے مالکان کی تحویل میں رہی اور دس بجے وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔ میں موٹیل کے مخصوص طرز پر آراستہ کمرے میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ بڑے اطمینان سے مجھے نیند آگئی تھی۔ میرے ذہن میں کسی قسم کا کوئی بوجھ نہیں تھا بلکہ اس کے برعکس میں خود کو بے حد پُرسکون محسوس کر رہا تھا۔

دوپہر کو ہوشن نے ہی مجھے جگایا۔ دو بج چکے تھے اور اسے سخت بھوک لگ رہی تھی۔" مجھے معلوم تھا کہ تم نے ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کیا، اس لیے میں نے تمہیں لنچ کے لیے جگایا ہے۔ لنچ کے بعد تم آرام سے سو سکتے ہو۔" اس نے کہا۔

" اوہ۔ نہیں ہوشن! میری نیند پوری ہوچکی ہے اور اب میں تازہ دم ہوں بلکہ حقیقتاً اب تمہارے سونے کی باری ہے۔" میں نے کہا اور غسل خانے میں چلا گیا۔ غسل سے فارغ ہو کر باہر آیا تو ہوشن لنچ کا انتظام کر چکا تھا۔ ہم دونوں نے لنچ کیا اور پھر میں نے اصرار کر کے ہوشن کو سونے کے لیے مجبور کر لیا۔" لیکن مسٹر علی! میری درخواست ہے کہ آپ بھی اندر ہی رہیں۔ احتیاط اچھی چیز ہے۔"

" سالی ناس ایک دیہات ہے۔ یہاں کے لوگ اتنے چالاک نہیں ہیں ہوشن!" میں نے کہا۔

" پلیز مسٹر علی! میری درخواست ہے کہ یہ تصور آپ ہمیشہ کے لیے ذہن سے نکال دیں۔ امریکن پولیس بے حد ذہین ہے۔ اس کے جال نہ جانے کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ جہاں بھی رہیں ہوشیار رہیں۔" ہوشن نے عاجزی سے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ اس پُرخلوص التجا کے بارے میں میں کیا کہہ سکتا تھا۔

ہوشن رات بھر اور پھر آدھے دن کا تھکا ہوا تھا اس لیے آرام دہ بستر پر لیٹتے ہی سوگیا۔ میں صرف اس کی التجا کے احترام میں وہاں بیٹھا رہا۔ میرے ذہن میں لاتعداد خیالات آرہے تھے۔ وہ سوہنی دھرتی جس سے میں اب وقتی طور پر بہت دور ہوگیا تھا۔ ہاں، ان حالات میں تو میں پاکستان بھی نہیں جا سکتا تھا۔ حکومتِ امریکہ ممکن ہے کہ میری گرفتاری کے لیے حکومتِ پاکستان سے رجوع کرتی اور حکومتِ پاکستان مجھے اس کے حوالے کرنے کے لیے مجبور ہو جاتی۔ اس طرح میں اب طویل عرصے تک پاکستان کا رُخ نہیں کر سکتا تھا۔ میرے تمام اپنے مجھ سے دور ہوگئے تھے۔ ہربنس سنگھ کے لیے میرے دل سے دعا نکلتی تھی کہ خدا کرے وہ میری وجہ سے کسی مصیبت کا شکار نہ ہو۔ اس نے کھلے دل سے میری مدد کی تھی اور اگر میں اُسے موقع دیتا تو یہودی نوجوان سے انتقام کے سلسلے میں یقیناً وہ میرے شانہ بشانہ ہوتا۔ میں اس دلیر نوجوان کی فطرت سے واقف تھا اس کے بعد یہ لوگ آتے تھے۔ لوئی شی جو میرے دل کی کسک بن گئی تھی ممکن ہے وہ آنسو کسی وقتی جذبے کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آگئے ہوں۔ بہرحال وہ میری دوست تھی۔ میں نے ذہن میں لوئی شی کی ملاقاتوں کو دہرایا اور یاد کرنے لگا کہ ان ملاقاتوں میں دوستی کے علاوہ کوئی اور عنصر تھا یا نہیں۔ لیکن ہر جگہ دُہری کیفیت نظر آئی۔ اس کی یاد بہت دور تک جاتی تھی۔ کوئی بھی کسی خاص جذبے کے بغیر اتنا قریب نہیں ہوتا لیکن وہ جذبے کبھی لوئی شی کے ہونٹوں تک نہیں پہنچے تھے۔ اس نے بڑی حفاظت کی تھی اپنے وقار اور نسوانیت کی۔

رات ہوگئی۔ ہوشن تقریباً آٹھ بجے جاگا تھا اور آنکھ کھول کر جب اس نے مجھے دیکھا تو اچھل پڑا۔" اوہ مسٹر علی کیا وقت ہوگیا؟"

" آٹھ بجے ہیں۔"

" کمال ہے میں بہت دیر سویا۔ آپ تو بری طرح بور ہوگئے ہوں گے؟" وہ اُٹھ گیا۔

" نہیں ہوشن کوئی خاص بات نہیں۔ اب کیا ارادہ ہے؟"

" بس تھوڑی دیر کے بعد سفر شروع کر دیں گے۔ صبح تک میں تمہیں فرلینو پہنچا دوں گا۔" ہوشن نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ کافی مل سکے گی یہاں؟"

" یقیناً ملے گی۔ میں ابھی بندوبست کر کے آتا ہوں۔ بلکہ راستے کے لیے ہم کافی ایک تھرماس میں بھروالیں گے۔ تھرماس گاڑی میں موجود ہے۔" ہوشن نے کہا اور پھر باہر نکل گیا۔

ضروری تیاریوں کے بعد ساڑھے دس بجے کے قریب ہم نے سالی ناس چھوڑ دیا۔ ہرے بھرے کھیت، عظیم الشان چراگاہیں تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ہم ان کے درمیان سفر کرتے رہے۔ چونکہ دن میں خوب سوئے تھے اس لیے اس وقت ذرا بھی تھکن نہیں تھی۔ رات کو ڈھائی بجے تک ہوشن برق رفتاری سے ڈرائیونگ کرتا رہا۔ پھر میں نے اصرار کر کے اس سے اسٹیئرنگ لے لیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سڑک سیدھی اور ہموار تھی اس لیے ڈرائیونگ پرلطف رہی۔ راستے میں کئی چھوٹے چھوٹے دیہات پڑے تھے جو تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بہت دیر خاموشی سے گزر گئی تو میں نے ہوشن سے سونے کے لیے کہا۔ "میں تھک جاؤں گا تو تمہیں جگا دوں گا۔ ویسے تمہاری یہ وین بہت شاندار ہے۔"

"یقین کرو مسٹر علی۔ مجھے ذرا بھی نیند نہیں آرہی۔ بلکہ میں تو ان سارے واقعات کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"خوب۔ کیا سوچ رہے ہو؟"

"آپ کو میری بات سمجھنے میں کافی دقت ہوتی ہوگی۔ مگر کیا کروں میں اس سے زیادہ صاف زبان نہیں بول سکتا۔"

"اس کی فکر مت کرو۔ مجھے تمہاری باتیں بہت خوبصورت لگتی ہیں۔ تو تم اپنی سوچ کے بارے میں بتا رہے تھے؟"

"سان فرانسسکو کی پولیس چاروں طرف پھیل گئی ہوگی اور وہ لوگ چپے چپے پر تمہیں تلاش کر رہے ہوں گے یا پھر یہ بھی ممکن ہے، ابھی انہیں ان بدمعاشوں کے بارے میں معلوم ہی نہ ہوسکا ہو۔"

"نہیں ہوشن! ایسا نہیں ہوگا۔ پولیس کو زیادہ سے زیادہ دو تین گھنٹے کے بعد اس واردات کا پتا چل گیا ہوگا۔ میں نے ہوشن کو لڑکیوں کے بارے میں تفصیل بتائی۔" ان دونوں لڑکیوں نے ہوش میں آنے کے بعد پہلا کام یہی کیا ہوگا۔"

"اوہ۔ تب تو فرلینو میں ہمیں بے حد ہوشیار رہنا ہوگا۔"

"ہاں۔ یہ مناسب ہے۔" میں نے جواب دیا۔

ویسے یہاں سے تمہیں ہالی ووڈ روانگی میں زیادہ دقت نہیں ہوگی۔ لاس اینجلز کے لیے بہت سی فلائٹس جاتی ہیں۔ ان میں سے کئی فلائٹس فرلینو میں اترتی ہیں۔ کسی نہ کسی میں جگہ ضرور مل جائے گی۔"

صبح کے آثار نمودار ہوئے تو ہم فرلینو پہنچ گئے۔ فرلینو قدرے قدیم شہر ہے۔ شہر کے کاروباری علاقے میں خاصی بڑی بڑی عمارتیں تھیں لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی۔ رہائشی علاقوں میں مکانوں کے گرد بڑے بڑے سایہ دار درخت لگے ہوئے تھے۔ اونچی اونچی جدید رہائشی عمارتوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے ڈھلوان چھتوں والے مکان زیادہ خوبصورت نظر آرہے تھے۔ انگور کی بیلوں کی بہتات تھی۔ ہوشن نے بتایا کہ فرلینو سوکھے ہوئے انگور برآمد کرنے میں کافی شہرت رکھتا ہے۔

سُرخ ٹائلوں کی چھت والے ہوٹل "بریومن" میں ہم نے ایک کمرہ حاصل کرلیا اور ہلکا سا ناشتہ کرنے کے بعد ہوشن ایئرپورٹ چلا گیا تاکہ فلائٹ کے بارے میں معلوم کر آئے۔

اس کے جانے کے بعد میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ ہوشن تقریباً دس بجے واپس آیا تھا۔ اس نے شام پانچ بجے تک کی فلائٹ سے میرے لیے سیٹ لے لی تھی۔ اس سے پہلے کوئی فلائٹ نہیں تھی لیکن میں نے ہوشن کے چہرے پر کسی قدر سنسنی کے آثار دیکھے تھے اور پھر اس نے چند اخبارات نکال کر میرے سامنے ڈال دیے۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اخبارات میں میرے بارے میں تفصیل چھپی ہوگی۔ پہلے ہی اخبار نے طبیعت خوش کر دی تھی۔ آدھے صفحے پر اس کمرے کی حسین تصویر چھپی ہوئی تھی۔ جسے میں نے ترتیب دیا تھا چاروں لاشیں نمایاں نظر آرہی تھیں اور اس کے ساتھ ہی میری تحریر کا عکس بھی موجود تھا۔ اس کے بعد خبر بھی پوری تفصیل سے تھی جس میں شہناز کا تذکرہ بھی تھا۔

دوسرے اخبارات نے بھی تصاویر چھاپی تھیں۔ صرف ایک اخبار تھا جو میری تصویر حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ بڑی دلچسپ خبریں تھیں۔ ہوشن تو سنسنی کا شکار ہوگیا تھا لیکن یہ تصاویر اور خبریں دیکھ کر میری رُوح تک خوش ہوگئی تھی۔

"ہوشن تم پریشان کیوں ہو میرے دوست! کافی پیو۔ آؤ۔ ان اخبارات کے مطالعے کے ساتھ کافی مزید لطف دے گی۔" ہوشن نے گہری سانس لی تھی اور پھر وہ بھی مسکرانے لگا۔

"بڑے دل گردے کے مالک ہو علی! مان گیا۔ میں تو اس تشہیر کو دیکھ کر حواس باختہ ہوگیا تھا۔ میں کافی منگواتا ہوں۔" ہوشن باہر نکل گیا اور میں نے اخبار اٹھا لیا۔

"پاکستانی نوجوان نے مذہب سے عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے چار نوجوانوں کو قتل کر دیا۔"

"اسکول آف میڈیسن کی مسلمان طالبہ کو اغوا کر کے قتل کرنے والے انتقام کا شکار ہوگئے۔"

مختلف سرخیاں تھیں۔ ایک اخبار نے میرے بارے میں مکمل تفصیلات بڑی محنت سے جمع کی تھیں۔ اس نے لکھا تھا "پاکستان کے صوبے پنجاب کے رہنے والے اس نوجوان کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک مذہبی شخص ہے۔ برکلے یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران ہمیشہ اسے ایک شریف نوجوان تسلیم کیا گیا ہے جو نہ کبھی شراب پیتا تھا، نہ دوسری تفریحات میں حصہ لیتا تھا۔ اس کے گرد لڑکیوں کی بھیڑ بھی نہیں دیکھی گئی۔ اُسے صرف تعلیم سے دلچسپی تھی۔ ایبرن ہال میں اس کا داخلہ ایک اتفاق کے تحت ہوا تھا جس کی تفصیل اس کے سکھ ہندوستانی دوست نے بتائی تھی۔ ایک مذہبی تقریر سے وہ مشتعل ہوگیا اور اس نے نہایت جرأت سے کام لیتے ہوئے وہاں جوابی تقریر کی۔ جس کے بعد مقتول نوجوان اور یہودی تنظیمیں اس کی دشمن بن گئیں لیکن اس دشمنی کے اظہار کے لیے ایک انتہائی نامناسب طریقہ اختیار کیا گیا اور ایک مسلمان لڑکی کو اسکول آف میڈیسن کے ہوسٹل سے اغوا کر کے مجرمانہ حملہ کرنے کے بعد قتل کر دیا گیا۔ چاروں مقتول نوجوان اس جرم میں شریک تھے جن کے لاتعداد شواہد مل گئے ہیں۔ لڑکی کو قتل کرنے کے بعد کسی نوک دار چیز سے اس کے بدن پر مقدس نشانات بنائے گئے تھے اور اس کی پیشانی پر لکھا گیا؟ ایبرن ہال کے بڑبولے کے لیے پہلا تحفہ'

یہ بڑبولا علی یار خان تھا۔ گویا اسے مشتعل کیا گیا اور مذہبی استعمال

اسی قسم کے حادثوں کو جنم دیتا ہے۔ پاکستانی نوجوان نے اس چیلنج کا بھرپور جواب دیا ہے۔ محکمۂ پولیس کے خصوصی شعبے کے سربراہ مسٹر نوبل مارٹن نے کہا ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس نوجوان کو گرفتار کرلیں گے۔ انہوں نے سارے انتظامات مکمل کرلیے ہیں۔"

کافی آگئی اور ہوشن نے دو کپ بنا کر ان میں سے ایک مجھے پیش کیا۔ کافی پیتے ہوئے میں نے سارے اخبارات کھنگال ڈالے اور پھر گہری سانس لے کر انہیں یکجا کر دیا۔

"رُوح خوش ہوگئی ہوشن! میں امریکی اخبار نویسوں کا بے حد شکرگزار ہوں کہ انہوں نے میرے مؤقف کو کوئی اور رنگ نہیں دیا۔" میں نے کافی کے گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔

"لیکن اتنی شہرت تمہارے لیے نقصان دہ ہوگی علی! انہوں نے تمہاری تصویر بھی شائع کر دی ہے۔"

"سنو ہوشن! میں کبھی یہ نہیں کہوں گا کہ مجھے زندگی سے پیار نہیں ہے۔ زندگی خدا کی امانت ہے۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ زندگی کی تمام تر دلچسپیوں میں حصہ لینا چاہتا ہوں لیکن میرا مؤقف دوسرا ہے۔ اچانک میرے دل میں ایک جذبہ جاگا ہے۔ صیہونیت عالمِ اسلام کے لیے بہت بڑا خطرہ بن چکی ہے۔ میں اپنا نام بھی دین کے محافظوں کی فہرست میں دیکھنے کا خواہشمند ہوں اور اگر میری زندگی اس موقف کی نذر ہوجائے تو مجھے اس کے زیادہ کا افسوس نہیں ہوگا۔"

"میں جانتا ہوں۔ میں سمجھ چکا ہوں۔ تم نے اس مؤقف کے لیے اپنا حسین مستقبل ختم کر دیا ہے۔" ہوشن نے کہا۔ ہم دونوں دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ پھر میں نے ہوشن سے کہا کہ وہ مجھے لکھنے کا سامان فراہم کر دے اور ہوشن نے تھوڑی دیر کے بعد اس کا بندوبست کر دیا۔ میں نے دو خط لکھے۔ ایک اپنے دوست ہربنس کے نام لکھا تھا جس میں میں نے اس سے معذرت کی تھی اور کہا تھا کہ میری زندگی کا رُخ اسی دن بدل گیا تھا جب میں ایبرن ہال میں داخل ہوا تھا۔ اس کے بعد میں کسی قابل نہیں رہا تھا۔ میری رُوح کے سکون کے لیے یہ ضروری تھا کہ میں مرتے وقت تک اسے یاد رکھوں۔ خدا کرے وہ میری وجہ سے کسی جنجال میں نہ پھنسے۔ دوسرا خط لوئی شی کے لیے تھا۔ اس کے لیے میں نے لکھا تھا "لوئی شی! جب تم مجھے رخصت کر رہی تھیں تو تمہاری آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔ میں نے ان آنسوؤں کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا ہے اور زندگی میں اگر کبھی فرصت ملی تو ان کا تجزیہ کیا کروں گا۔ تمہارے اس قیمتی تحفے اور عظیم تعاون کے لیے شکرگزار ہوں۔"

یہ دونوں خط میں نے ہوشن کو دیتے ہوئے کہا کہ ان میں سے ایک خط پر ہربنس کا پتا لکھ کر پوسٹ کر دے اور دوسرا لوئی شی کو دے دے۔ ہوشن نے ایئرپورٹ پر آخری بار مجھے مسٹر جوشو سے ملاقات کی تاکید کی۔ اس کا پتا میں نے ذہن نشین کر لیا تھا اور پھر میں رن وے کی طرف بڑھ گیا۔ لاس اینجلز کی فلائٹ آچکی تھی اور اب روانہ ہونے کے لیے تیار کھڑی تھی۔

میں پُراطمینان قدموں سے طیارے کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے مسافر بھی میرے ساتھ تھے۔ چہرے کے میک اپ کی طرف سے مجھے کوئی خاص اُمید نہیں تھی۔ ایسے بے تکے میک اپ امریکی پولیس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے لیکن مجھے زیادہ پروا بھی نہیں تھی۔ یہی بے پروائی میری معاون تھی۔

امریکی طیارے میں داخل ہونے کے بعد میں نے اپنی سیٹ سنبھال لی۔ میرے نزدیک ایک بہت موٹی امریکن عورت بیٹھی ہوئی تھی جس کی آنکھیں اس کے موٹاپے کی وجہ سے کھلنے میں بہت دشواری محسوس کر رہی تھیں۔ غالباً وہ سان فرانسسکو سے آرہی تھی اس لیے اُس پر سکوت طاری تھا۔ جب میں اس کے قریب بیٹھا تو ایک لمحے کے لیے اس نے میری طرف نگاہ کی اور پھر کرسی کی پُشت سے ٹک کر آنکھیں بند کرلیں۔

جرائم کی زندگی سے میرا کوئی واسطہ نہیں رہا تھا۔ البتہ قانون کی تعلیم کے لیے جرائم سے واقفیت ضروری ہے۔ جدید امریکن کتابیں میرے زیرِ مطالعہ رہی تھیں اور میں نے بڑے بڑے مجرموں کے طریقۂ کار اور اُن کی نفسیات کے بارے میں پڑھا تھا اُن میں سے کچھ ضروری چیزیں میرے کام آگئیں۔

امریکن پولیس میری تلاش میں تھی۔ ممکن ہے اس جہاز میں کچھ ایسے لوگ سفر کر رہے ہوں جو کسی انتظامی محکمے سے تعلق نہ رکھتے ہوں لیکن اس کیس سے واقف ہوں اور اس سے دلچسپی بھی رکھتے ہوں۔ ان میں کچھ ایسی متجسس طبیعت کے لوگ بھی ہوسکتے تھے جو اُن چار نوجوانوں کے قاتل کی تلاش میں ہوں۔ اس لیے خود کو پُرسکون رکھا جائے۔ کوئی ایسی حرکت نہ کی جائے جو اضطراری ہو۔ بچت کا یہی ایک طریقہ ہے اور میں نے اسی پر عمل کیا۔ میں ایک پُروقار آدمی کی حیثیت سے سفر کرتا رہا۔ خوبصورت ایئرہوسٹس سے دو ایک بار میری رسمی گفتگو ہوئی اور میں نے امریکن لہجے میں نہایت اطمینان سے اس سے بات چیت کی۔

بالآخر طیارہ ہالی ووڈ ایئرپورٹ پر اُتر گیا۔ یہاں سے اسے لاس اینجلز روانہ ہونا تھا۔ بہت سے مسافر یہاں اُترے تھے۔ کسٹم وغیرہ کی چیکنگ معمولی تھی۔ اس کے بعد میں ایئرپورٹ سے باہر آگیا۔ ایئرپورٹ کے بک اسٹال سے میں نے شہر کا نقشہ خریدا اور اسے ہاتھ میں دبا کر تھوڑے فاصلے پر ایک ریستوران میں پہنچ گیا۔

ریستوران میں بیٹھ کر میں نے کافی طلب کی اور نقشہ سامنے کرلیا۔ یہ ایک چھوٹی سی نوٹ بک کی شکل میں تھا اور اس میں ہالی ووڈ کی ساری تفصیلات لکھی ہوئی تھیں۔ اہم جگہوں، ہوٹلوں کے فون نمبر بھی لکھے ہوئے تھے۔ نہایت عمدہ نقشہ تھا اور اسے دیکھ کر پورا ہالی ووڈ سمجھ میں آجاتا تھا۔

دنیا بھر کی فلمی دنیا کا سب سے بڑا مرکز۔ جہاں عظیم فلمی فن کار رہتے تھے۔ فلمیں دیکھنے کا شوق مجھے بھی رہا تھا۔ چند اداکار مجھے پسند بھی تھے لیکن برکلے میں قیام کے دوران میں نے کبھی ہالی ووڈ آنے کی کوشش نہیں کی تھی جبکہ بہت سے طلباء یہاں خاصا وقت گزار چکے تھے۔

میں ریستوران کا بل ادا کر کے وہاں سے اُٹھ آیا اور پیدل ہی ــــ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چل پڑا۔ ائرپورٹ سے کافی دور آکر میں نے ایک ٹیکسی پکڑی، اور چل پڑا۔ شہر کی ایک مشہور شاہراہ پر میں اُتر گیا اور فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔ شاندار دکانیں، دفتری بلڈنگیں، سینما گھر اور فلک بوس عمارتیں، لاتعداد مرد اور عورتیں رنگین قمیص اور اسپورٹس جیکٹ میں ملبوس۔ خواتین زیادہ تر سلیک پہنے ہوئے تھیں میں انہیں دیکھتا آگے بڑھتا رہا اور پھر بازار کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔ فضا کہر آلود ہوگئی تھی اور سردی بڑھتی جارہی تھی۔ گو میرے جسم پر سردی کا لباس تھا لیکن اس کے باوجود موسم کچھ زیادہ ہی سرد تھا۔ ہالی ووڈ کے ہوٹلوں کے بارے میں میں نے سنا تھا کہ وہاں کافی رش رہتا ہے اور بعض اوقات ان میں جگہ حاصل کرنا خاصا مشکل ہوجاتا ہے۔ یہ مسئلہ بھی میرے سامنے تھا اور پوری طرح رات ہونے سے قبل میں اپنے لیے کوئی ٹھکانہ تلاش کر لینے کا خواہشمند تھا۔ چنانچہ میں نے ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں اور پھر ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ ٹیکسی میرے قریب آکر رک گئی۔ اندر سے ایک سیاہ فام ڈرائیور اترا اور اس نے خوش اخلاقی سے دروازہ کھول کر سر جھکا لیا۔

"کہاں چلوں جناب؟"

"کسی عمدہ ہوٹل میں مجھے ایک اچھی رہائش گاہ درکار ہے۔" میں نے کہا اور ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کرنے کے بجائے گردن موڑ کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تصوّرات تھے۔

"ہالی ووڈ میں پہلی بار تشریف لائے ہیں جناب؟"

"ہاں۔ کیوں؟"

"دراصل حکومت اور شہری انتظامیہ یہ فیصلہ نہیں کرپائی کہ ہالی ووڈ میں ہوٹلوں کی تعداد کتنی ہو۔ ہر تیسرے ماہ ایک نیا ہوٹل تعمیر ہوکر کام شروع کردیتا ہے لیکن اس کے باوجود ہوٹلوں کی کمی پوری نہیں ہوتی۔ مجھے یقین ہے کہ اس وقت آپ کو کسی ہوٹل میں کوئی کمرہ نہیں مل سکے گا۔"

"کیا واقعی! یہ تو بڑی مشکل پیش آگئی۔" میں نے پریشانی سے کہا۔

"آپ جیسے معزز لوگ کیمپنگ میں بھی قیام نہیں کرسکتے اور پھر اس وقت تو وہاں بھی مشکلات پیش آئیں گی۔"

"وہاں کیا مشکلات ہیں؟"

"بیشمار۔ چونکہ رات ہوچکی ہے اس لیے اس وقت کوئی آپ کی مدد نہیں کرے گا۔ البتہ میں آپ کو ایک مشورہ دے سکتا ہوں۔"

"ضرور دو۔ میں ہالی ووڈ میں اجنبی ہوں۔"

"آپ اس وقت سن سٹ کی گودر اسٹریٹ پر چلیں اور وہاں کسی شبینہ ریستوران میں رات گزار لیں۔ صبح آپ کو ہوٹل کی تلاش میں آسانی ہوگی اور مجھے یقین ہے کہ دن میں کہیں نہ کہیں جگہ مل جائے گی۔"

"دن میں جگہ کیوں مل جائے گی؟"

"صبح کو اکثر لوگ کمرے چھوڑتے ہیں۔ وہ بھی عام قسم کے چھوٹے ہوٹلوں میں۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں تو یہ ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں تو عموماً ٹرنک کال پہ کمرے بک کرائے جاتے ہیں۔ باہر سے آنے والے پہلے سے اپنا نام ویٹنگ لسٹ پر چھوڑ دیتے ہیں اور کمرہ مل جانے کے بعد ہالی ووڈ کا رُخ کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے دوست! جیسا تمہارا مشورہ۔ وہیں چلو ... اسٹریٹ تو شاید اسٹوڈیوز کی سڑک ہے؟"

"ہاں۔" سیاہ فام ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی "اور چونکہ وہاں دن رات فلموں کی شوٹنگ ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے وہاں جتنے ہوٹل ہیں وہ دن رات کھلے رہتے ہیں اور ان میں خوب ہجوم ہوتا ہے کیونکہ لوگ اپنے محبوب اداکاروں کا انتظار کرتے ہیں۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"مارلینو۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"مسٹر مارلینو! چونکہ ہالی ووڈ میں تم میرے پہلے ملاقاتی ہو۔ اس لیے میں تم سے مدد کی درخواست کرتا ہوں۔ کیا تم میرے لیے کسی رہائش کا بندوبست کرسکتے ہو؟" میں نے کہا۔

"آپ یقین کریں جناب! اس وقت ممکن نہیں ہے۔ کل صبح میں ذاتی طور پر کوشش کرکے آپ کے لیے کوئی نہ کوئی بندوبست کردوں گا۔" مارلینو نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن کل صبح کہاں ملاقات ہوگی؟"

"رات آپ شیرر میں گزاریں۔ صبح کو میں شیرر پہنچ جاؤں گا اور وہاں سے آپ کو لے لوں گا۔"

"تمہارا شکریہ مارلینو! میں تمہارا انتظار کروں گا۔" میں نے کہا۔ مارلینو خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا ... اور تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی گودر اسٹریٹ پہنچ گئی۔ ... دن نکلا ہوا تھا۔ بیشمار افراد چلتے پھرتے نظر آرہے تھے ان کے جسموں پر کاؤ بوائے لباس تھے، سروں پر مخصوص ہیٹ پہنے وہ اکڑتے پھر رہے تھے۔ اتنی ہی تعداد میں لڑکیاں تھیں۔ اُن کے چہرے میک اَپ کی وجہ سے بالکل مصنوعی لگ رہے تھے۔ ان میں سے بیشتر مرد اور لڑکیاں ڈرا اسٹال پر کھڑے ہوئے تھے۔ وہ کچھ نہ کچھ کھا پی رہے تھے — غالباً رات کو انہیں شوٹنگ میں حصہ لینا ہوگا۔

مارلینو نے مجھے ایک خوبصورت طرز کے بنے ہوئے ریستوران کے سامنے اُتار دیا۔ "یہ شیرر ہے اور یہاں دن اور رات کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔"

"شکریہ مارلینو! میں صبح کو تمہارا انتظار کروں گا۔" میں نے کہا اور مارلینو کو اچھی خاصی رقم بطور ٹپ دی جسے اس نے جیب میں ڈال لیا اور صبح کا وعدہ کرکے رخصت ہوگیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور شیرر میں داخل ہوگیا باہر کھڑے ہوکر کھانا کھانے والے زیادہ تر ایکسٹرا رول کرنے والے لڑکے لڑکیاں تھے۔ جن کی استطاعت اتنی نہیں ہوگی کہ وہ شیرر میں کھانا کھا سکیں لیکن اندر کافی رش تھا۔ لاتعداد میزیں بھری ہوئی تھیں اور طرح طرح کے لوگ نظر آرہے تھے۔ کوئی نپولین کے میک اَپ میں تھا تو کوئی قدیم دور کا شہزادہ نظر آرہا تھا۔ دنیا ہی بدلی ہوئی تھی۔ بہت سے ایسے تھے جو ان لوگوں کو دیکھنے کے لیے ہی آئے تھے۔ خاصا شور و شر کا ماحول تھا اور وہاں سکون نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

میں نے ایک میز سنبھال لی اور چند ساعت کے بعد ویٹر میرے سر پر آکر مسلط ہوگیا۔

"میں عمدہ کھانا کھانا چاہتا ہوں لیکن اس سے قبل میرے ایک سوال کا جواب دو۔"

"جناب۔" اس نے گردن جھکا کر کہا۔

"میں یہاں رات بھر رکوں گا۔ تم لوگوں کو اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"ہرگز نہیں جناب! آپ کل دن بھر بھی اس میز پر بیٹھے رہیں گے تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔"

"بس شکریہ۔ یہی معلوم کرنا تھا۔"

"کھانے کے لیے حکم فرمادیں۔ اس نے مینو میرے سامنے رکھ دیا اور میں اس خوبصورت کتابچے کی ورق گردانی کرنے لگا۔ پھر میں نے اُسے چند کھانے نوٹ کروا دیے اور ویٹر ادب سے گردن جھکا کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کھانا میرے سامنے چن دیا تھا۔ اس ماحول سے مجھے گھبراہٹ ہورہی تھی۔ اتنا شور، اتنا ہنگامہ میرا ذہن قبول نہیں کررہا تھا۔ میں اگر چاہتا تو جوشو کو تلاش کرسکتا تھا لیکن اس میں قباحت تھی۔ ظاہر ہے اتنی جلدی تو جوشو کو اطلاع نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اگر میں اس کے پاس پہنچ جاتا اور وہ مجھے قبول نہ کرتا تو سبکی ہوتی۔ میں اس کی مدد ضرور لینا چاہتا تھا لیکن اس کے لیے تھوڑا سا انتظار ضروری تھا۔

میں نے کھانا شروع کردیا لیکن میرے ذہن میں کسی قدر پریشانی تھی۔ اس لیے رغبت سے نہیں کھاسکا۔ کھانے کے بعد میں نے کافی طلب کی۔ خوش شکل لڑکیاں میک اَپ میں لتھڑی ہوئی زیادہ دلکش نہیں نظر آرہی تھیں۔ سادگی چیز ہی دلفریب ہے۔ میرے علاوہ دوسرے بہت سے ایسے لوگ تھے جو صرف فلمی اداکاروں کو دیکھنے کے لیے یہاں آئے تھے۔

کافی سے فارغ ہی ہوا تھا کہ ایک نوجوان جوڑا کوئی جگہ خالی نہ دیکھ کر بے تکلفی سے میری میز کے گرد پڑی ہوئی کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے بیئر طلب کرلی اور ویٹر نے بیئر کے دو جگ لاکر ان کے سامنے رکھ دیے۔ انہوں نے میرے وجود کو یکسر نظر انداز کردیا اور آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ دونوں کسی جاسوسی فلم میں کام کررہے تھے اور فلم ہی کے بارے میں گفتگو کررہے تھے۔ تقریباً پون گھنٹے ہی وہ وہاں بیٹھے اور پھر اُٹھ کر چلے گئے۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی — فلمی صنعت کا ماحول ہر جگہ یکساں ہے۔ یہاں میری طبیعت گھبرا رہی تھی۔ سکون نام کی کسی شے کا یہاں تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ آئندہ کے بارے میں بہت سے خیالات میرے ذہن میں تھے لیکن یہ بے سکون جگہ ممکن ہے کل اس سے نجات مل جائے۔ رات تو کسی نہ کسی طرح گزارنی ہی ہے۔ ہالی ووڈ کی اس الجھن کے بارے میں مجھے معلوم ہی نہیں تھا لیکن اب اندازہ ہورہا تھا۔ درحقیقت یہ عظیم فلمی شہر ایسی ہی ہنگامہ آرائی کا مرکز ہونا چاہیے تھا۔ ہالی ووڈ وہ شہر ہے جس نے بہت سے گمنام لوگوں کو فلم اسٹاروں کی حیثیت سے عالمی شہرت سے ہمکنار کردیا اور بہت سوں کی امیدوں کو خود میں دفن کرلیا۔

میں نے ایک اچٹتی سی نگاہ قرب و جوار میں ڈالی۔ رات کیسے گزرے گی۔ کچھ نہ کچھ ضرور ہونا چاہیے لیکن کیا؟ دفعتاً میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی اور ایک لمحے کے لیے میرے اعصاب میں اینٹھن پیدا ہوگئی۔ نہ جانے کیوں میں نے پہلے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا تھا۔ تین اسسٹنٹ پولیس آفیسر تھے اور اُن کے ساتھ ایک شاندار صحت کا مالک سرخ و سفید انسپکٹر تھا۔ تینوں بیئر پی رہے تھے۔ عین اُسی وقت پولیس انسپکٹر نے مجھے دیکھا اور میں نے محسوس کیا جیسے وہ چونک پڑا ہو۔

ایک سیکنڈ کے اندر میرے ذہن میں خطرے کا احساس جاگ اٹھا۔ امریکن پولیس بہت ایڈوانس ہے۔ ممکن ہے میری تصویر ٹیلیویژن پر پیش کرکے میرے بارے میں اعلان کردیا گیا ہو۔ یہ ہلکا سا میک اَپ میری شخصیت چھپانے کی کامیاب کوشش نہیں تھا۔ میں نے اسے اپنی سیٹ سے اُٹھتے ہوئے دیکھا۔

"علی یار خان گڑبڑ ہوگئی۔ پہلے ہی مرحلے میں پولیس تمہاری طرف متوجہ ہوگئی اور اس بے ہنگم اور پُرشور جگہ۔ اس اجنبی شہر میں کچھ کرنا بے حد مشکل کام ہوگا۔" سرخ و سفید پولیس انسپکٹر نے میری میز پر دونوں ہاتھ رکھ دیے، جھکا اور اس کی آواز اُبھری۔

"مجھے انسپکٹر رنک کارنر کہتے ہیں جوان آدمی! یہ مونچھیں میری آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتیں۔" اس نے ایک ہاتھ بڑھا کر میری مونچھیں، میری ناک کے نیچے سے اکھاڑ دیں اور میں نے سرد انداز میں گردن اٹھا کر اُسے دیکھا۔ پھر میری نگاہیں اس کے ہولسٹر میں لگے پستول پر پڑیں۔ دوسرے ... کا رُخ میری طرف کردیا۔

پستول کی نال میری پیشانی کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ چند ساعت کے لیے میرے حواس معطل ہوگئے۔ عملی زندگی میں مجھے صرف چند لمحات ملے تھے جو میری تکمیلِ آرزو کے لیے ناکافی تھے۔ میں تو ابھی بہت کچھ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے تو ابھی طلب کی پہلی ہی سیڑھی پر قدم رکھا تھا۔ میری تو خواہش تھی کہ کرۂ ارض پر پھیلے ہوئے تمام دشمنانِ دین کی زندگیوں کا خاتمہ کردوں تاکہ کل روزِ حساب میرا وجود دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہے لیکن افسوس تقدیر نے مجھے اب تک یہ موقع فراہم نہیں کیا تھا۔ میری تمناؤں کا غنچۂ ناشگفتہ وقت سے پہلے ہی بادِ خزاں کے تند جھونکوں کا شکار ہوگیا۔

نہیں، نہیں میرے معبود! ابھی نہیں۔ ابھی تو میں ایک تناور درخت بننا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ میری ہر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

شاخ کے نیچے دنیا کے سارے مظلوم وقت کے جھلسانے والے سورج کی شعاعوں سے بچنے کے لیے پناہ لیں اور میں ان کے تپتے ہوئے جسموں کو کیف آور ہواؤں سے ہم کنار کردوں۔" پستول کی نال آہستہ آہستہ میری پیشانی سے چپک گئی۔

اچانک دوسری میز پر بیٹھے ہوئے دونوں سب انسپکٹر بھی اپنی جگہ سے اٹھے اور ہمارے پاس پہنچ گئے۔ شاید انسپکٹر کی مدد کے لیے آئے تھے۔ لیکن پھر ان کی ایک حرکت نے مجھے حیرت میں مبتلا کردیا، دفعتاً انہوں نے انسپکٹر کو دونوں شانوں سے پکڑ کر پیچھے گھسیٹ لیا اور پھر ان میں سے ایک نے اس کے ہاتھ سے پستول بھی چھین لیا۔ پستول چھیننے والے نے کرخت لہجے میں انسپکٹر سے کہا تھا۔

"کتنی بار تم سے کہا ہے مائٹی کہ اپنے ظرف سے زیادہ نہ پیا کرو۔ ابھی تمہیں شاٹ بھی دینا ہے۔ کیا اس حالت میں تم سیٹ پر جاسکو گے؟"

"مم ... مگر میں نشے میں کہاں ہوں؟" انسپکٹر نے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ تم ایک شریف انسان کی پریشانی کا باعث بنے ہو۔ پستول نقلی ہی سہی لیکن تم اسے کسی غیر متعلق شخص پر تان کر مجرم کہلا سکتے ہو۔" پھر اس نے جھک کر معذرت آمیز انداز میں مجھ سے کہا "معاف کیجیے گا مسٹر! یقیناً آپ اس شخص کی اس حرکت سے پریشانی کا شکار ہوئے ہوں گے۔

"یہ مائٹی ایلن ہے اور ایک فلم میں انسپکٹر کا رول ادا کر رہا ہے لیکن اچھے خاصے تن و توش کے باوجود اس میں ایک خرابی ہے کہ بہت جلد آؤٹ ہو جاتا ہے۔ یہاں آنے سے قبل یہ اسکاچ پیتا رہا ہے۔ مجھے امید ہے آپ اسے معاف کردیں گے؟"

"اوہ۔ ہو، ہو، ہو ——— واقعی مجھے کچھ نشہ ہوگیا ہے شاید۔ لیکن لیکن یہ شخص۔ اس کا چہرہ مجھے کچھ جانا پہچانا سا لگتا ہے۔ اے مسٹر! اس سے قبل ہماری ملاقات کہاں ہوئی تھی؟" مائٹی ایلن نے جھک کر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"شاید شراب کی بوتل میں۔ جون! تم ایلن کو لے جاؤ اور اس کا نشہ اتارنے کی کوشش کرو۔ ورنہ ہم سب کی نوکری چلی جائے گی۔ کیلی براؤن اتنا ہی سخت گیر انسان ہے۔" میرے حمایتی نے کہا۔

"آؤ ایلن! واقعی جم ٹھیک کہتا ہے۔ تم اپنے ساتھ ہمیں بھی لے ڈوبو گے۔" دوسرے سب انسپکٹر نے مائٹی ایلن کو دھکیلتے ہوئے کہا۔

مائٹی ایلن بڑبڑانے لگا۔ "دیکھا ضرور ہے۔ بہت ہی قریب سے مگر کہاں، یاد نہیں آرہا ہے۔ بھئی بہت خوب۔ اب یادداشت اتنی بھی خراب نہیں ہونی چاہیے۔" وہ بڑبڑاتا رہا لیکن اس کا ساتھی اسے دھکیلتے ہوئے باہر لے گیا۔

"اگر کوئی ہرج نہ ہو تو میری ہی میز پر تشریف لے آئیں میں معذرت خواہ ہوں کہ اس نے آپ کا گیٹ اپ خراب کر دیا۔ کیا میں اسے درست کردوں۔ میں اچھا خاصا میک اپ مین بھی ہوں۔" دوسرے سب انسپکٹر نے کہا۔

میں ان لوگوں کی مسلسل بکواس سن رہا تھا، سمجھ رہا تھا لیکن میری روح کسی اور جہاں کی سیر کر رہی تھی۔ میں نے خلوص دل سے دعا کی تھی۔ "اے خدا! مجھے اتنی زندگی دے کہ میں اپنے مشن کی تکمیل کرسکوں۔" اور پھر میری یہ دعا بڑے عجیب انداز میں سن لی گئی تھی۔ یہ گویا بشارت تھی کہ مشیت مجھ سے کچھ کام لینا چاہتی ہے۔ مجھے میری آرزو پوری کرنے کا موقع دیا گیا ہے ——— اور اس تصور سے میری روح جھوم اٹھی تھی۔ میری رگوں میں آگ گردش کر رہی تھی۔ اگر کسی کو تائیدِ غیبی حاصل ہو جائے تو اس کی خوشی کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ درحقیقت یہ تائیدِ غیبی ہی تھی۔ یہ ایک اشارہ تھا کہ میری دعا قبول ہوگئی ہے۔ اب تک میں جس افسردگی کا شکار تھا وہ یک لخت ختم ہوگئی تھی، چنانچہ میں پوری طرح جاگ اٹھا۔

"اب آپ تنہا ہیں۔ یہاں تشریف رکھیں۔ کچھ منگواؤں آپ کے لیے؟" میں نے سب انسپکٹر کو پیشکش کی۔

"یونہی سہی۔ ویٹر!" اس نے ویٹر کو مخاطب کیا۔ "میری میز کا سامان اٹھا کر یہاں پہنچا دو۔ اور ہاں مسٹر آپ کے لیے بیئر منگواؤں یا......؟"

"نہیں شکریہ۔ وہ تو اسکاچ کے چھ پیگ لے کر آؤٹ ہو جاتا ہے مگر میں اس سے بھی گیا گزرا ہوں۔ میرے لیے تو دو جگ ہی کافی ہوتے ہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ تب تو ٹھیک ہے۔ براہِ کرم اپنی مونچھیں اٹھا لیں، ضائع ہو جائیں گی۔ کیا میں انہیں درست کردوں؟"

"کوئی ہرج نہیں ہے۔ میرے پاس ابھی بہت وقت ہے" میں نے جواب دیا۔

"کون سی فلم کے سیٹ پر کام کر رہے ہیں؟ ویسے میرا خیال ہے آپ امریکن نہیں ہیں، گو رنگت اور خدوخال کسی حد تک ......"

"میں اسپینش ہوں" میں نے جواب دیا۔

"بالکل۔ بالکل۔ آپ کی آنکھیں یہی بتاتی ہیں۔ قدرت نے اسپین کو آنکھوں کے حسن سے نوازا ہے۔ اے ویٹر سنو! گلاس گندہ ہے۔ دوسرا صاف گلاس لاؤ۔" وہ خود ہی موضوع ہٹ گیا ورنہ میں اسے کیا بتاتا کہ میں کون سی فلم میں کام کر رہا ہوں۔ مجھے تو اس ماحول کی ابجد سے بھی واقفیت نہیں تھی۔

ویٹر نے اس کے سامنے دوسرا گلاس رکھا ہی تھا کہ سفید یونیفارم میں ملبوس ایک شخص ہوٹل میں گھسا اور پھر وہ سیدھا اسی میز پر آگیا۔

"مسٹر جم! آپ کو کیلی براؤن نے طلب کیا ہے۔ کچھ پتا بھی ہے کہ کیا وقت ہوا ہے۔ اور تم اپنے سامنے بیئر کی دکان سجائے بیٹھے ہو۔"

جم چونک پڑا۔ اس نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا اور جھرجھری لے کر کھڑا ہوگیا۔ "مائی گاڈ! شاید میں بھی سات پیگ میں آؤٹ ہونے لگا ہوں۔" پھر اس نے جلدی جلدی کچھ کرنسی پلیٹ پر رکھی اور میری طرف رخ کرکے بولا "سوری ڈیئر! میں تم سے زیادہ گفتگو نہ کرسکا۔ ویسے میرا خیال ہے ایلن نے تمہارے ساتھ جو بدسلوکی کی تھی اس کا انتقام خدا نے لے لیا۔ اتنی جلدی وہ سیٹ پر جانے کے قابل کہاں ہوسکا ہوگا۔ بائی۔ بائی، تم سے پھر ملاقات ہوگی۔" وہ ہیٹ اتار کر تھوڑا سا خم ہوا اور آنے والے کے ساتھ باہر نکل گیا۔

میں ہکا بکا اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ خدا کا کرم تھا کہ بہت بڑی بلا ٹل گئی تھی۔ رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی اور خدا خدا کرکے صبح ہوئی۔ چاروں طرف بے رونق چہرے بکھرے ہوئے تھے۔ رت جگے کے آثار ان کے چہروں سے نمایاں تھے۔ بیشتر اسٹوڈیوز میں رات کو کام ہوتا ہے اور لوگ صبح ہوتے ہی اس طرح اپنے گھروں کو روانہ ہوتے ہیں جیسے دن میں کام کرنے والے شام کو۔ فٹ پاتھوں سے کاروں کا ہجوم کم ہوتا جا رہا تھا اور تھکے ماندے لوگ زیادہ تر اپنی سواریوں میں واپس جا رہے تھے۔ بہت کم ایسے تھے جنہوں نے کرائے کی سواریاں تلاش کیں۔ شیر مد کی رونق بھی کم ہوگئی۔ اور اب میرے لیے یہاں بیٹھے رہنا ناممکن ہوگیا، چنانچہ میں بھی باہر نکل آیا۔ ہالی ووڈ کے ٹیکسی ڈرائیور کے بارے میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اپنے وعدے کی کس قدر پابندی کرے گا لیکن اس کے باوجود میں تھوڑی دیر انتظار کرلینا چاہتا تھا۔ اگر وہ آگیا تو کسی قدر آسانی ہو جائے گی ورنہ پھر میں خود ہی کوشش کروں گا۔ ویسے مغربی ممالک میں وعدوں کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ میرے تجربات اس سلسلے میں کافی طویل ہیں۔ مارلینو کی ٹیکسی میں نے شیر مد کے سامنے رکتے ہوئے دیکھی تو میں اس کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے جلدی سے نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا اور رسمی سلام کے بعد بولا "امید ہے شیر مد کی رات زیادہ تکلیف دہ نہ رہی ہوگی۔ میں کچھ جلدی پہنچ جاتا لیکن میں نے سوچا پہلے آپ کے لیے کسی ہوٹل میں کوئی جگہ تلاش کرلوں، چنانچہ میں 'اینی فرینک' میں کمرہ بک کرا آیا ہوں۔"

"اوہ تمہارا شکریہ مارلینو! تم نے واقعی میری مشکل حل کردی۔" میں نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اس کے بعد میں نے مارلینو سے پورے راستے کوئی گفتگو نہیں کی۔ اینی فرینک کی تیسری منزل پر ایک خوبصورت اور کشادہ کمرے میں داخل ہوکر میں نے فوراً دروازہ بند کرلیا اور کسی کی مداخلت سے محفوظ رہنے کے لیے روشنی جلا کر بستر میں گھس گیا۔ نیند ایسی ہی آرہی تھی کہ میں بیڈ کی ساخت یا کمرے کی ڈیکوریشن پر بھی غور نہ کرسکا تھا۔

دوپہر کے دو بجے آنکھ کھلی۔ طبیعت میں اب بھی کسلمندی تھی۔ میں نے باتھ روم کا رخ کیا اور گرم پانی کے غسل نے تمام سستی دور کردی۔ کمرہ واقعی بے حد شاندار تھا اور میں انتظامیہ کا شکر گزار تھا کہ میری نیند کے دوران کسی نے مداخلت نہیں کی تھی۔ تب میں نے روشنی گل کردی اور گھنٹی بجا کر ویٹر کو طلب کرلیا۔ خوش وضع لباس میں ملبوس ویٹر اخبار لیے اندر آیا تھا۔ اس نے ادب سے اخبار اور تر و تازہ پھولوں کا گلدستہ میرے سامنے کی میز پر رکھ دیا۔ میں نے اسے صبح کے ناشتے اور دوپہر کے کھانے کا ملا جلا آرڈر دے دیا۔ اور ویٹر گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ پھر میں اپنی دلچسپی کی دوسری چیز یعنی اخبار دیکھنے لگا۔ میں اس میں اپنے بارے میں خبر تلاش کر رہا تھا۔ آخر میری یہ کوشش بے سود ثابت نہ ہوئی۔ ایک چھوٹی سی سرخی کے ساتھ مختصر سی خبر تھی۔

"یہودی رئیس زادوں کا قاتل پاکستانی طالبعلم ہنوز مفرور ہے۔"

"سان فرانسسکو۔ چار نوجوانوں کا قاتل طالبعلم جس نے مذہبی جنون کی بنیاد پر چار یہودی رئیس زادوں کو ڈرامائی انداز میں قتل کیا تھا۔ ابھی تک پولیس کے ہاتھ میں نہیں آسکا ہے۔ خیال ہے کہ وہ نہایت چالاکی سے سان فرانسسکو سے نکل گیا ہے۔ پولیس کے ماہرین اس کی تلاش میں مصروف ہیں کئی یہودی تنظیموں نے قاتل علی یار خان کی تلاش کا شدید مطالبہ کیا ہے اور اس سلسلے میں ہر تعاون کی پیش کش کی ہے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا مطلب ہے کہ ان لوگوں کے سینوں پر کاری ضرب لگی ہے ورنہ ایک معمولی سے قاتل کی تلاش کے لیے اس اہتمام کی کیا ضرورت تھی۔ میں بھی یہی چاہتا تھا کہ یہودیوں کے سینوں میں میرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیے آگ روشن ہو جائے۔ اسی دوران ویٹر ناشتہ لے آیا اور میں کھانے میں مصروف ہو گیا۔ کھانے کے بعد میں نے پھر دروازہ بند کر لیا۔ اب میں پوری سنجیدگی کے ساتھ یہاں سے بھی نکلنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ دشمنوں کے اس ملک میں میرے لیے فرار کے راستے مسدود تھے۔ جوشو میرے ذہن میں ضرور تھا لیکن تھوڑی سی جھجک بھی تھی۔ مسٹر کائی شن ہی نے میرے لیے اتنی پریشانی اٹھائی تھی اور اب میں مسٹر جوشو کو بھی خود میں الجھا دوں۔ یہ خیال میری فکرمندی کا باعث تھا۔ حالات اس قدر خراب تھے کہ اس وقت ہر شخص مجھ سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ ان حالات میں کہیں مسٹر جوشو بھی معذرت نہ کر لیں اور پھر ممکن ہے ابھی انہیں کائی شن کا پیغام نہ ملا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی ایک معزز شہری ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے مجھے پولیس کے حوالے کرنا پسند کریں۔

ابھی میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ جوشو سے ملوں یا نہ ملوں؟ خوب آرام کیا تھا اس لیے کمرے میں بوریت ہونے لگی تھی اور پھر عملی زندگی کسی کمرے تک محدود ہونے کا نام نہیں ہے۔ باہر تو نکلنا ہی ہے چنانچہ بال وغیرہ سنوار کر میں باہر نکل آیا۔ ہلکا سا میک اپ اب بھی میرے چہرے پر تھا۔

ہوٹل اپنی فرنیٹ جاپانی گارڈن کے علاقے میں واقع تھا۔ جاپانی گارڈن کا ہالی ووڈ کے مشہور تفریحی مقامات میں شمار ہوتا تھا۔ اس باغ میں بعض درخت جاپان سے لاکر لگائے گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے باغ میں ایک حسن پیدا ہو گیا ہے۔ باغ کا دروازہ کسی قدر بلندی پر واقع ہے۔ یہاں پوری طرح بدھ تہذیب کا تاثر دیا گیا ہے۔ اندر قدیم شوگن طرز کا بدھ مندر ہے جس میں جاپان کی تاریخ سے متعلق آرٹ اور نوادرات کے لاتعداد نمونے موجود ہیں۔ میں بے مقصد چہل قدمی کرتا رہا۔ آنکھیں انسانی چہروں کو دیکھ رہی تھیں لیکن ذہن دوسرے ہی خیالات میں منہمک تھا یعنی جوشو سے ملاقات کروں یا نہیں؟

جاپانی گارڈن سے ہوتا ہوا میں ڈی لانگ پری پارک جا پہنچا۔ جہاں روڈالف ڈیلینسٹی نو کے نام سے منسوب مجسمہ (INSPIRATION) موجود ہے۔ کانسی کا ایک بے لباس مجسمہ جو گلوب پر رکھا ہوا ہے۔ ابھی میں مجسمے کے خدوخال کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ عقب سے کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور میں بے اختیار پلٹا ـــــ میری آنکھوں نے جم کو پہچان لیا۔ جم ایک طویل القامت اور خشک چہرے والے جوان آدمی کے ساتھ تھا جس نے اپنا کوٹ بے پروائی سے شانے پر ڈال رکھا تھا اور دانتوں سے کوئی چیز چبا رہا تھا۔

"اتفاق ہے کہ چند ہی گھنٹوں میں تم سے یہ دوسری ملاقات ہے لیکن دوسری دلچسپ بات یہ ہے کہ تم اس وقت بھی میک اپ میں ہو۔" جم نے بے تکلفی سے کہا۔

"ہاں۔ دونوں ہی باتیں دلچسپ ہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"میرے دوست گین ملر سے ملو۔ شاید تم نے انہیں فلموں میں دیکھا ہو۔ ولن کے کردار ادا کرتے ہیں۔"

"چہرے سے پتا چلتا ہے۔" میں نے اس شخص سے طوعاً و کرہاً مصافحہ کیا۔ اس کا ہاتھ لجلجا اور سرد تھا جیسے اس کے بدن میں خون کی روانی ہی نہ ہو۔ جم سے میری ملاقات کسی خاص کیفیت کی حامل نہیں تھی کہ وہ مجھ سے اس طرح چپک کر رہ جاتا لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ میں اس سے کس طرح پیچھا چھڑاؤں۔

"آؤ کسی ریستوران میں تھوڑی دیر وقت گزاری کریں کیوں ملر تم پسند کرو گے؟" اس نے اپنے ساتھی سے پوچھا اور اس نے کوئی جواب دینے کے بجائے شانے ہلا کر اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا مگر میں نے فوراً ہی اپنی سرد مہری کا ثبوت دیتے ہوئے کہا۔

"سوری جم! مجھے فرصت نہیں ہے۔"

"دوستوں کے لیے فرصت نکالنی پڑتی ہے۔ بس تھوڑی دیر پلیز۔" جم نے بے تکلفی سے کہا اور میرے ہاتھ کو اپنی انگلیوں کی گرفت میں لے لیا۔ میں سختی سے انکار کر سکتا تھا لیکن پھر میں نے سوچا کہ تھوڑی دیر یہ کھیل بھی سہی۔ ویسے میری کوئی خاص مصروفیت بھی نہیں تھی۔ چنانچہ میں نیم آمادگی کے انداز میں جم کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"ملر! ہم روز ویلیٹ میں بیٹھیں گے۔ وہاں کا ماحول پرسکون ہے۔" جم نے اپنے ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"جہاں پسند کرو۔" ملر نے جواب دیا اور جم میرا ہاتھ پکڑے ہوئے سامنے کے پارکنگ لاٹ کی طرف چل پڑا جہاں ایک لمبی لیموزین کھڑی ہوئی تھی۔ مجھے کسی قدر کوفت ہو رہی تھی لیکن اب تو آمادگی ظاہر کر دی تھی۔ چنانچہ میں لیموزین میں جم کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ملر نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا اور پھر گاڑی اسٹارٹ ہو گئی۔ ملر نہایت تیز رفتاری سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اگرچہ سڑکوں پر کافی رش تھا لیکن وہ اس بھیڑ میں بھی تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

فاصلہ کچھ زیادہ ہی ہو گیا تھا اور پھر اچانک میری چھٹی حس جاگ اٹھی۔ میں نے سوچا صرف ایک پیالی چائے کے لیے اتنا طویل سفر نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ چند لمحاتی نشست ہی تھی تو کہیں بھی بیٹھا جا سکتا تھا۔ ابھی میں پوری طرح سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ لیموزین ایک عمارت کے کھلے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔ میں نے حیرت زدہ نگاہوں سے جم کو دیکھا وہ بڑی بے نیازی کے ساتھ مسکرا رہا تھا۔

"یہ روز ویلیٹ ہے؟" میں نے سوال کیا مگر اسی وقت جم نے پستول نکال کر اس کا رخ میری پیشانی کی طرف کر دیا۔

"تم اسے ہوٹل روز ویلیٹ کی برانچ سمجھ سکتے ہو۔ دراصل یہ جگہ وہاں کے ہنگاموں سے زیادہ پرسکون ہے۔ یہاں ہم اطمینان سے گفتگو کر سکتے ہیں۔" جم نے مکاری سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور یہ پستول؟" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"تعاون کرو گے تو اسے رات کے نقلی کھلونے کی مانند پاؤ گے۔ عدم تعاون کی شکل میں یہ بالکل اصلی ثابت ہو گا۔" جم نے بدستور اسی انداز میں کہا۔

"جم! جلدی کرو۔ اسے اندر لے آؤ۔" ملر نے بیزار لہجے میں کہا اور عمارت کے صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ایک بار بھی پلٹ کر پیچھے نہیں دیکھا تھا۔ بہت زیادہ خود اعتماد انسان معلوم ہوتا تھا۔ مجبوراً میں نیچے اتر آیا اور جم سے چند قدم آگے عمارت کے دروازے کی طرف چلنے لگا۔ جم میرے پیچھے پستول تانے ہوئے آ رہا تھا۔

جونہی میں صدر دروازے سے اندر داخل ہوا اچانک دو آدمیوں نے مجھے اپنے بازوؤں میں کس لیا۔ تیسرے نے نہایت پھرتی سے میری جیبوں کی تلاشی لے ڈالی تھی۔ جیبوں میں کوئی خاص چیز نہیں تھی۔ سوائے کرنسی اور کاغذات کے۔ یہ چیزیں انہوں نے اپنے قبضے میں کر لیں اور مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا گیا۔ ایک طویل کوریڈور سے گزار کر مجھے ایک کمرے کے دروازے پر لایا گیا اور پھر کمرے میں دھکیل کر دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ کمرے میں ایک قالین کے سوا کچھ نہ تھا۔ دیواروں میں کوئی روشندان یا الیسا رخنہ بھی نہیں تھا جس سے باہر جھانکا جا سکے۔ یقیناً یہ کمرہ قید خانہ کہا جا سکتا تھا۔ جہاں قید ہونے والا شخص خودکشی کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

میں چند لمحوں تک کمرے کے فرش پر کھڑا متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھتا رہا اور پھر تھکے تھکے قدموں سے چلتا ہوا ایک دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ جوتے اتار کر ایک طرف پھینکے۔ کوٹ بھی اتار دیا اور پھر ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

مجھ سے کیا غلطی ہو گئی؟ کون سی بات ان لوگوں کے شک کا باعث بنی؟ جم کون ہے؟ کیا وہ مجھے تلاش کرتا پھر رہا تھا؟ کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ بالآخر تھک کر میں نے ذہن کو خالی چھوڑ دیا۔ جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے ضرور پورا ہو گا۔ زندگی کی خواہش ضرور تھی لیکن اس قدر بھی نہیں کہ اس افتاد پر آنکھوں سے آنسو نکل آتے۔ اگر پولیس کے جال میں پھنس گیا تو ایک قاتل کی حیثیت سے سزا ملے گی۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ خاندان کی عزت پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ میں نے اسلام کے نام پر چند یہودیوں کو قتل کیا ہے۔ کسی بدکاری کے الزام میں تو نہیں پکڑا گیا۔ کوئی بھی برا نہیں کہہ سکے گا۔ بس ایک خواہش تھی جب اس دشت وفا میں قدم رکھا ہے تو کچھ نام پیدا کروں اور خادم دین کہلاؤں۔ اگر قدرت اس کا موقع نہیں دینا چاہتی تو نہ سہی۔ اس خیال کے آتے ہی میں بے فکر ہو گیا۔ میرے ذہن میں ایک مقصد سما گیا تھا۔ زندہ رہا تو مذہب و ملت کی خدمت کروں گا۔ مر گیا تو خود کو گھاٹے میں تصور نہ کروں گا۔

میں مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر آہٹ ہوئی اور پھر دروازہ کھل گیا۔ سب سے آگے جم تھا اور اس کے پیچھے دو اجنبی چہرے۔ جم اندر داخل ہو گیا۔ باقی دونوں افراد باہر کھڑے ہوئے تھے۔

"تشریف لائیے مسٹر!" جم نے کہا اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔ جوتے پہنے، کوٹ اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور بے پروائی سے چلتا ہوا باہر نکل آیا۔ جم سے میں نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ جم مجھے لے کر دوسرے کمرے میں آ گیا۔ یہاں ایک طویل میز پڑی ہوئی تھی۔

ٹیلی پیتھی و مستقبل بینی پر موضوع پر اردو میں پہلی کتاب تھی۔ ... اسلام حسین نے تقریباً ایک سال کی انتہائی تحقیق اور محنت سے بے شمار جدید و قدیم کتابوں کی مدد سے یہ کتاب ترتیب دی ہے۔
ٹیلی پیتھی جدید تحقیقات
قیمت ۲۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
جس میں ٹیلی پیتھی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
تمام تازہ ترین تحقیقات اور مشقیں اس میں شامل ہیں۔
شمع بینی کے بارے میں ایک مفصل باب مع سوال و جواب۔
ٹیلی پیتھی کے بارے میں بے شمار قارئین کے سوالوں کے جواب اس میں موجود ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جس کے ٹاپ پر الیکٹرونک نقشہ بنا ہوا تھا میز کے پیچھے کرسی پر وہی شخص بیٹھا ہوا تھا جس کا نام ملر بتایا گیا تھا۔ میز کے سامنے چند اور کرسیاں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ جن میں سے ایک کرسی پر مجھے بیٹھنے کی پیش کش کی گئی اور میں بے تکلفی سے بیٹھ گیا۔

"ہم آپ کو کس نام سے مخاطب کریں مسٹر؟" ملر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکار کہہ سکتے ہو۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"نامناسب لفظ ہے۔ غیر مہذب بھی ہے۔ اگر ہم تمہیں تمہارے اصلی نام یعنی علی یار خان کے نام سے پکاریں تو کیا ہرج ہے۔" ملر نے کہا۔

میں نے حیرت انگیز طور پر اپنے اعصاب کو منتشر ہونے سے بچا لیا تھا۔ "کوئی ہرج نہیں ہے۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"گویا تم خود کو علی یار خان تسلیم کرتے ہو۔؟" ملر نے پوچھا۔

"فضول باتوں سے پرہیز کرو۔" میں برا سا منہ بنا کر بولا۔

"خوب۔ مسٹر جم تم بھی بیٹھ جاؤ۔ تمہارا دوست کافی نڈر معلوم ہوتا ہے۔ اسے ان حالات کی زیادہ پروا نہیں ہے۔" ملر نے جم سے کہا اور جم مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔ کمرے کے دروازے پر وہ دونوں آدمی کھڑے ہوئے تھے جو یقیناً میرے کسی بھی اقدام سے نمٹنے کے لیے تیار ہوں گے۔ "بہرحال مسٹر جم تم اپنے دوست کو بتاؤ کہ تم نے انہیں کس طرح پہچانا؟" ملر نے کہا۔

"جو کچھ ہوا اتفاقیہ عمل تھا۔ مسٹر علی یار خان شیرز میں بیٹھے ہوئے تھے کہ میرے ایک دوست مائٹی ایلین نے نشے کے عالم میں ان کی مونچھیں اکھاڑ دیں۔ شیرز میں بیٹھے ہوئے کسی شخص کے میک اپ پر کوئی تعجب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ اسٹوڈیوز کا علاقہ ہے لیکن مجھے ان کی شکل کچھ جانی پہچانی محسوس ہوئی تھی۔ البتہ یہ مجھے اس وقت بھی یاد نہیں آسکا کہ یہ کون ہیں اور بعد میں بھی اندازہ نہ ہو سکا لیکن مائٹی ایلین کچھ خوبیوں کا مالک ہے۔ مثلاً اس کی یادداشت بہاری ذرا سی کوشش سے اس کا نشہ اتر گیا۔ اور ہم اسے انسپکٹر کا رول ادا کرنے کے لیے فلور پر لے گئے۔ اتفاق سے مائٹی ایلین کو انسپکٹر کا رول ادا کرتے ہوئے ایک مجرم کو بے نقاب کرنا تھا۔ اس نے اپنا شاٹ دیا اور کسی خیال میں کھو گیا۔ صبح کو جب ہم اسٹوڈیوز سے واپس چلے تو مائٹی ایلین نے مجھ سے پوچھا جم کیا میں نے یہ شاٹ دو مرتبہ دیا ہے؟'

'کون سا شاٹ۔؟' میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

'مجرم کو بے نقاب کرنے کا' مجھے اس کی بات پر ہنسی آئی۔ سیٹ پر اس کا پہلا ہی شاٹ اوکے ہو گیا تھا۔ لیکن اس سے قبل وہ یہی حرکت مسٹر علی یار کے ساتھ دہرا چکا تھا۔ مجھے یہ بات یاد آگئی اور میں نے اسے اس کی حماقت سے آگاہ کیا۔ لیکن وہ مسکرانے کے بجائے کسی خیال میں گم ہو [illegible] وہ اچانک شدید حیرت سے اچھل پڑا۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

'جم! نشے کی حالت میں میں نے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا لیکن افسوس ہم اس بڑے کارنامے کی تکمیل سے محروم رہ گئے۔ کاش وہ شخص ہمیں دوبارہ مل جائے؛'

'کیوں۔ وہ کون تھا؟' میں نے تعجب سے پوچھا اور مائٹی نے کہا اس کا جواب وہ گھر چل کر دے گا۔ چنانچہ وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور اس نے سان فرانسسکو کے چند اخبارات میرے سامنے ڈال دیے۔ جس میں برکلے یونیورسٹی کے طالب علم علی یار خان کے ایک عظیم کارنامے کی تفصیلات تصویروں کے ساتھ موجود تھیں۔ یہ دیکھ کر میرا ذہن بھی بیدار ہو گیا۔ مجھے بھی یاد آگیا کہ میک اپ کے بغیر مجھے تمہاری شکل جانی پہچانی کیوں محسوس ہوئی تھی۔ اس کے بعد ہم دونوں دوبارہ شیرز میں گئے اور وہاں ہر زاویے سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کیں مگر کچھ پتا نہیں چل سکا۔ تب میں اپنے دوست کین ملر سے ملا اور ملر کی ذہانت نے تمہیں تلاش کر لیا۔ مسٹر ملر نے سارے حالات سننے کے بعد جو خاکہ ترتیب دیا وہ کچھ اس طرح تھا۔ انہوں نے کہا، تم کسی طور سان فرانسسکو کی پولیس کی نگاہوں سے بچ کر پچھلی رات ہالی ووڈ پہنچے اور چونکہ ہالی ووڈ کے کسی ہوٹل میں کمرہ حاصل کرنا معمولی بات نہیں ہے اس لیے کسی کے مشورے پر یا پھر ہالی ووڈ کے بارے میں معلومات کے تحت شیرز پہنچ گئے۔ مقصد ایک رات گزارنا تھا تاکہ دوسری صبح تم کسی ہوٹل میں کمرہ تلاش کر لو۔ مسٹر ملر نے کہا۔ 'دن کی روشنی میں کسی کمرے کا حصول زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔ اس لیے کمرہ حاصل کرنے کے بعد تم سو گئے ہو گے۔ ان کے قیاسات کس قدر درست ہوتے ہیں، اس کا اندازہ تم اس طرح کر لو۔ انہوں نے کہا تھا کہ ایک مضطرب شخص خطرناک حالات کے باوجود کسی ہوٹل کے کمرے میں پورا دن نہیں گزار سکتا۔ رات بھر کا جاگا ہوا انسان زیادہ سے زیادہ دوپہر تک سو سکتا ہے۔ اس کے بعد اس کی بے چین فطرت اسے باہر لے آئے گی۔ چنانچہ مسٹر ملر نے مجھے مشورہ دیا کہ میں دو بجے کے بعد تمہاری تلاش میں نکلوں اور پھر ہم دونوں ہی چل پڑے۔ مسٹر ملر نے تمہارے بارے میں کچھ اور بھی اندازے لگائے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہالی ووڈ تمہارے لیے اجنبی ہے اور یہاں تمہارا کوئی شناسا موجود نہیں۔ ورنہ تم شیرز نہیں جاتے اور اپنے شناسا کے پاس قیام کرتے اور ایک اجنبی شخص جن علاقوں میں پایا جا سکتا ہے۔ وہ جاپانی گارڈن سے کرڈی لانگ پارک تک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ صرف تین منٹ کی تلاش کے بعد ہم نے تمہیں پا لیا۔"

جم خاموش ہو گیا۔ میرے ذہن میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ جو کچھ جم نے کہا تھا وہ حرف بہ حرف درست تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ میرے پیچھے سائے کی طرح لگا دیا گیا ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ شخص ملر بے حد خطرناک ہے مگر میں کسی خوف کا شکار نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے ملر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "بے شک! میں مسٹر ملر کو جادوگر کہہ سکتا ہوں۔"

"گویا ان کے اندازوں سے تمہیں اتفاق ہے۔" جم نے پوچھا۔

"سو فیصد۔" میں نے جواب دیا۔

"میری طرف سے مبارکباد قبول کریں مسٹر ملر! ویسے میں تو ہمیشہ سے آپ کی بے پناہ ذہانت کا قائل ہوں۔" جم نے کہا اور میری طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "تمہیں تعجب ہو گا مسٹر علی یار خان کہ مسٹر ملر سال تک امریکی محکمۂ خفیہ امور کے ایک رکن رہ چکے ہیں مگر ان کی فطرت صرف اپنی برتری تسلیم کرانے کی قائل ہے۔ انہوں نے کبھی اپنے افسران کی بالادستی قبول نہیں کی جس کے نتیجے میں انہیں اپنی ملازمت چھوڑنی پڑی۔"

"خوب۔ اب مسٹر ملر کیا کرتے ہیں۔؟" میں نے پوچھا۔ اس دوران میں نے ذرا بھی اپنی اعصابی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں، وہ فلموں میں کام کرتے ہیں لیکن درپردہ ہمارے کچھ دوسرے کاروبار بھی ہیں اور تمہاری یہاں آمد اسی کاروبار کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔"

"وہ کاروبار کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

سان فرانسسکو میں تم نے چار افراد کو قتل کر دیا ہے۔ چاروں کے چاروں بااثر خاندانوں کے چشم و چراغ تھے۔ امریکی پولیس پر تمہاری گرفتاری کے لیے شدید دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ نوبل مارٹن نے تمہیں چوبیس گھنٹے کے اندر اندر گرفتار کرنے کا چیلنج کیا تھا لیکن اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے اس نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا ہے اس سے تم حالات کی سنگینی کا اندازہ لگا سکتے ہو۔ ہالی ووڈ میں بے شمار افسران مسٹر ملر کے دوست اور ساتھی ہیں۔ مسٹر ملر ان میں سے جس کی ترقی چاہیں گے تمہیں اس کے حوالے کر دیں گے مگر یہ اس وقت ہو گا جب ہم اپنے کاروبار میں ناکام رہیں گے۔"

"آپ لوگوں کا کاروبار کیا ہے؟" میں نے دوبارہ پوچھا۔

"خدمتِ خلق۔ تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ تمہیں ہالی ووڈ سے باہر نکالا جا سکتا ہے لیکن اس کے عوض تمہیں ایک لاکھ ڈالر ادا کرنے ہوں گے۔" جم نے کہا اور میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ کچھ دیر خاموشی طاری رہی۔ پھر جم بولا۔ "ہاں تو ڈیئر علی! کیا فیصلہ کیا تم نے؟"

"یہاں مسٹر ملر سے تھوڑی سی چوک ہوئی ہے۔ کیا ان کا تجربہ انہیں یہ نہیں بتاتا کہ ایک غریب ملک کے طالب علم کے پاس اتنی بڑی رقم نہیں ہو سکتی۔ زمانۂ طالب علمی میں تو ایک نوجوان اپنے والدین ہی کا دست نگر ہوتا ہے اور والدین جو خرچ بھیجتے ہیں وہ بمشکل تمام کسی طالب علم کی کفالت کر سکتا ہے۔"

"ہمیں اس بات کا اندازہ تھا لیکن یہاں تمہارے وسائل اور دوست کام آئیں گے۔ کیا بہت سے پاکستانی طالب علم مل کر بھی تمہارے لیے یہ رقم جمع نہیں کر سکتے؟" اس بار ملر نے لب کشائی کی تھی۔

"شاید یہ ان کے لیے بھی ممکن نہ ہو سکے۔ اگر ممکن بھی ہوتا تو پھر پاکستانی باشندوں کے بارے میں تمہاری معلومات بہت محدود ہیں۔ ایک غیور پاکستانی اپنی زندگی بچانے کے لیے کبھی دوسروں سے بھیک نہیں مانگ سکتا اور پھر یہ بات یوں بھی ناممکن ہے کہ رقم مانگنے کی اپیل امریکی پولیس کے کانوں تک بھی پہنچ سکتی ہے اور اس کے نتیجے میں ہم ناکام ہو سکتے ہیں۔"

"ناممکنات کو ممکن بنانا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے پھر بھی ہم نے یہاں اچھے لوگوں کی مانند گفتگو کی ہے۔ تم ایک نڈر انسان ثابت ہوئے ہو۔ اس لیے میں تمہارے ساتھ خصوصی رعایت کرنے کے لیے تیار ہوں۔" ملر نے کہا۔

"وہ رعایت کیا ہو گی مسٹر ملر؟" میں نے پوچھا۔

"ایک لاکھ ڈالر کے حصول کے لیے ہم تمہیں راستے بتا سکتے ہیں۔ تم اپنے طور پر یہ رقم بڑھا بھی سکتے ہو لیکن بقیہ رقم تمہاری اپنی ملکیت ہو گی اور تم اسے اپنے تصرف میں لا سکتے ہو۔ ہم اس رقم کے عوض تمہیں یہاں سے نکلنے میں مدد دیں گے اور اس وقت تک تمہاری حفاظت کریں گے جب تک تم امریکہ کی حدود سے باہر نہ چلے جاؤ۔" ملر نے کہا اور میرے لیے لمحۂ فکریہ پیدا ہو گیا۔ انوکھی پیشکش تھی۔ زندگی بچانے کے لیے مجھے دوسرے جرائم کرنے ہوں گے۔ یہ صورتِ حال کتنی عجیب ہو گی۔ اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

میں سوچ میں ڈوبا رہا پھر میں نے طویل سانس لے کر پوچھا۔ "وہ راستہ کیا ہو گا مسٹر ملر؟"

"کوئی بدترین جرم یا آسان ترین کام۔ اس سلسلے میں تمہاری کوئی شرط ناقابلِ قبول ہو گی۔" ملر کے لہجے میں یکایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سختی پیدا ہوگئی تھی۔

"کیا مجھے سوچنے کا موقع بھی نہیں دیا جائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔ یہ کوئی سودے بازی نہیں ہے بلکہ اسے صرف ایک رعایت کہا جاسکتا ہے جو مضبوط بنیادوں پر تمہیں دی جا رہی ہے۔" ملر نے جواب دیا۔

"مجھے منظور ہے لیکن میری بھی ایک بات سن لی جائے۔ میں اپنے ملک یا مذہب کے لوگوں کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا۔ اگر تمہارے ذہن میں ایسی کوئی بات ہے تو مجھے خوشی سے پولیس کے حوالے کردو۔ میں تیار ہوں۔"

"ہم بے وقوف نہیں ہیں علی یار! ہم یہ بات جانتے ہیں کہ تم نے صرف مذہبی جنون کے تحت اپنا مستقبل تباہ کرلیا ہے۔ اس لیے ہماری طرف سے یہ وعدہ ہے کہ تم سے کوئی کام تمہاری حکومت یا تمہارے ہم مذہب لوگوں کے خلاف نہیں لیا جائے گا۔" ملر نے کہا۔

"پھر ٹھیک ہے۔ میں تم سے تعاون کے لیے تیار ہوں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور میرے اس فیصلے میں کوئی کھوٹ نہیں تھی۔ میں نے جس جذبے کے تحت یہ کام کیا تھا وہ میرے سینے میں پوشیدہ تھا۔ ان لوگوں کو قتل کرکے مجھے روحانی مسرت ہوئی تھی لیکن قتل بہرحال قتل ہے کسی بھی بڑے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کچھ قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ میرا مستقبل بھی مجھ سے قربانیاں طلب کررہا تھا۔ ان سے پہلوتہی ممکن نہیں تھی، چنانچہ میں نے کھل کر آمادگی کا اظہار کردیا۔ ملر نے اپنی میز کی دراز کھول کر اس میں سے چار سادہ کاغذ نکالے اور انہیں یکجا کرتے ہوئے میرے سامنے رکھ دیا۔ "ان پر دستخط کردو۔" وہ بولا اور میں شدید حیرت کے عالم میں اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"میں نہیں سمجھا!" میری حیرت اب بھی برقرار تھی۔

"دیکھو! ہم اور تم نیک راستوں کے مسافر نہیں ہیں۔ جب تم بحالتِ مجبوری ہمارے لیے کچھ کرنے پر آمادہ ہوئے ہو تو کیا ہم اس بات سے مطمئن ہوجائیں کہ تم ہمارے لیے بہتر جذبات رکھتے ہوگے۔ ہرگز نہیں۔ اگر میری جگہ تم ہوتے تو تمہارے ذہن میں بھی یہ خطرہ موجود ہوتا کہ تمہارا شکار تمہیں دھوکا دے سکتا ہے۔ ان کاغذات کے ذریعے ہم تمہیں اس وقت تک گرفت میں رکھیں گے جب تک تم ہمارا مطالبہ پورا نہ کردو گے۔ اس کے بعد یہ تمہیں واپس کردیے جائیں گے۔"

"مگر ان کاغذات پر لکھی ہوئی تحریر کیا ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"یہ تمہیں اس وقت نہیں بتایا جاسکتا۔" ملر نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"پھر...؟" میرا پورا جسم ایک سوالیہ نشان بن کر رہ گیا تھا۔

"تم سے کوئی کام لینے سے قبل تمہیں تمہاری دستخط شدہ تحریر دکھا دی جائے گی۔ اس کے بغیر تم سے کوئی کام نہیں لیا جائے گا۔" وہ بولا۔

"غور تو کرو علی یار خان! کہ تم کتنے خوش نصیب ہو۔ کتنی آسانی سے تمہاری گلوخلاصی ہورہی ہے۔ یعنی بس کوئی چھوٹا موٹا کام اور اس کے بعد آزادی۔ یوں بھی تم قانون کی گرفت میں ہو۔ یہ کاغذات بھی زیادہ سے زیادہ تمہیں امریکی قانون کی گرفت میں ہی لاسکتے ہیں۔ اس لیے کیا فرق پڑتا ہے۔" اس بار جم نے کہا۔

بات ٹھیک ہی تھی۔ اس لیے میں نے چاروں سادہ کاغذات پر دستخط کردیے۔ اور ملر نے انہیں سمیٹ کر دراز میں رکھ دیا۔

"کیا! آپ علی کے دستخط سے مطمئن ہیں مسٹر ملر۔؟" جم نے عیاری سے پوچھا۔

"ہاں۔ اس طرح مسٹر علی کا امتحان بھی مقصود تھا۔ بہرحال اب میں مطمئن ہوگیا ہوں۔ ان کے لباس سے جو کاغذات برآمد ہوئے ہیں ان میں ان کے دستخط موجود ہیں اور یہ دستخط ہمارے حاصل کردہ دستخطوں سے مختلف نہیں ہیں۔ ان چیزوں کو جانچنے کے لیے میری ایک ہی نگاہ کافی ہوتی ہے۔" ملر نے جواب دیا اور میں اس خطرناک شخص کی ذہانت پر غور کرنے لگا۔

"مسٹر علی!" اب کی بار جم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں اس چھوٹے سے گروہ میں ایک عارضی ساتھی کی حیثیت سے آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ مسٹر ملر کہنے کو ایک اداکار ہیں لیکن وہ اندرونی طور پر کیا ہیں اس کا اندازہ آپ کو بہت جلد ہوجائے گا۔" میں نے جم کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"آپ کا سامان کس ہوٹل میں ہے مسٹر علی؟" ملر نے پوچھا۔

"سامان بہت مختصر ہے۔" میں نے اپنے ہوٹل کا نام دہراتے ہوئے کہا۔ "اگر نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"جم! مسٹر علی کو ان کے کمرے میں پہنچادو۔" ملر نے کہا اور پھر میری طرف متوجہ ہوا۔ "مسٹر علی! آرام سے رہیں۔ میں بہت جلد آپ سے ملاقات کروں گا۔ اس کے بعد آپ کے ذہن سے بہت سی پریشانیاں دور ہوجائیں گی۔" ملر نے کہا اور پھر ہم اٹھ گئے۔ اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں جاتے ہوئے جم نے کہا۔

"تم خوش نصیب ہو علی! کہ تمہیں ملر جیسے آدمی کا سہارا مل گیا۔ وہ اتنا ہی بااختیار ہے کہ اگر تم اس کی نگاہوں میں کوئی مقام حاصل کرگئے تو وہ تمہیں امریکہ سے نکالنے میں بھرپور مدد دے گا۔ عام زندگی میں لوگ اسے صرف ایک اداکار کے نام سے جانتے ہیں لیکن درحقیقت وہ کیا ہے، یہ بہت کم لوگ جانتے ہوں گے۔"

اس بات پر بھی میں نے خاموشی ہی اختیار کی تھی یہاں تک کہ جم مجھے ایک کمرے میں لے آیا۔ یہ ایک خوبصورت بیڈ روم تھا۔

"فی الحال تم اسے استعمال کرو تمہیں یہاں ہر سہولت ملے گی۔" جم نے کہا اور مجھے کمرے میں چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

میں تھکے تھکے قدموں سے ایک آرام کرسی تک گیا اور اس میں دھنس گیا۔ جو کچھ ہورہا تھا وہ میرے لیے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر مجھے یہ آسودگی حاصل تھی کہ میرا ضمیر مجرم نہیں تھا۔ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا تھا جس پر میرا ضمیر مجھے ملامت کرے۔ جرم کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اسکے بعد مجرم خواہ کتنا ہی آسودہ ہوجائے مگر ضمیر کا کرب اسے بے چین رکھتا ہے۔ سب سے بڑا محاسب خود اس کی اپنی فطرت میں پوشیدہ ہوتا ہے جو اسے سکون سے نہیں بیٹھنے دیتا ——— میرا محاسب مطمئن تھا اس لیے بڑے سے بڑا خطرہ مجھے تشویش میں مبتلا نہیں کرسکتا تھا۔ جن سادہ کاغذات پر ملر نے مجھے دستخط کرنے پر مجبور کیا تھا ان سے زیادہ سے زیادہ کیا کام لے سکتا تھا میرے جرم کا اعتراف یا مجھے چند دوسرے جرائم میں ملوث کرنے کی دستاویز یا اس سے بھی زیادہ اور کچھ۔ لیکن یہ سب باتیں میرے لیے بے معنی تھیں۔ میرے کسی بھی جرم کی سزا زیادہ سے زیادہ موت ہوسکتی تھی اور میں موت سے خائف نہیں تھا چنانچہ میں نے خود کو مطمئن کرلیا۔

رات ہوگئی تھی۔ تقریباً آٹھ بجے میرے دروازے پر دستک ہوئی اور کسی نسوانی آواز نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ "آجاؤ۔" میں نے کہا اور انیس بیس سال کی ایک صحت مند لڑکی اندر داخل ہوگئی۔ اس کے سنہرے بال خوبصورت تھے مگر وہ اچھی شکل وصورت کی مالک نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی اس کی ظاہری شخصیت گوارا تھی۔

"میرا نام ہینی پاک ہے۔ میں مسٹر ملر کی ملازمہ کی حیثیت رکھتی ہوں اور مسٹر ملر نے مجھے اس کام پر متعین کیا ہے کہ آپ کو بور نہ ہونے دوں۔ ہمیں ایک صاحب مسٹر ہینی فورک کا انتظار ہے۔ وہ آپ کو ایک تحفہ دیں گے جس کے بعد آپ خود کو زیادہ شگفتہ محسوس کریں گے۔"

"خوب۔ وہ تحفہ کیا ہوگا مس ہینی۔؟" میں نے پوچھا۔

"بیٹھ جاؤں۔؟" اس نے ایک کرسی کے قریب پہنچ کر مجھ سے اجازت طلب کی۔

"سوری۔ یہ پیشکش تو مجھے کرنی چاہیے تھی۔ تشریف رکھیے۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا اور وہ بیٹھ گئی۔

"جناب! تحفے میں ایک تجسس پوشیدہ ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے وقت سے پہلے یہ تجسس ختم نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے میں اس بارے میں آپ کو نہیں بتاؤں گی۔ ہاں یہ بتائیے کافی پلواؤں یا کوئی دوسرا مشروب؟"

"کافی مل جائے تو....." میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہاں۔ ہاں ضرور۔" ہینی نے اٹھ کر دیوار میں لگی ہوئی بیل بجادی۔ جس کے جواب میں فوراً ہی ایک ملازم قسم کا آدمی اندر آگیا۔

"کافی۔" ہینی نے کہا اور وہ گردن ہلا کر واپس چلا گیا۔

"مجھے آپ کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل معلوم ہوچکی ہے۔ کیا کچھ اور بتانا پسند کریں گے آپ؟ لیکن ذرا ایک بات کو اپنے ذہن میں رکھیں کہ میں کسی قسم کی جاسوسی کے مشن پر نہیں آئی ہوں۔ اس لیے آپ ہر وہ بات مجھ سے چھپا سکتے ہیں جو آپ کسی کو بتانا پسند نہ کریں۔ یہ گفتگو صرف برائے گفتگو ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد میری موجودگی آپ کو ناگوار محسوس نہیں ہوگی۔"

"شکریہ۔" میں نے لڑکی کی بات سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا "آپ آزادی سے اپنی پسند کی گفتگو کرسکتی ہیں۔" میں نے اس کی صاف گوئی کو پسند کیا تھا۔

"برکلے یونیورسٹی کی جس طالبہ کو قتل کیا گیا۔ کیا وہ آپ کی کوئی عزیزہ تھی؟" لڑکی نے پوچھا اور شہناز کی صورت میری نگاہوں میں آگئی۔

"ہاں۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"کیا رشتہ تھا آپ دونوں کے درمیان؟" اس نے پوچھا۔

"وہ میری ہم مذہب، ہم وطن تھی۔ یہ رشتہ معمولی نہیں ہوتا۔" میں نے قدرے افسردہ لہجے میں جواب دیا۔

"اس کے علاوہ کوئی اور رشتہ؟ مثلاً کیا وہ آپ کی محبوبہ بھی تھی؟" ہینی نے پوچھا۔

"ہر قریبی رشتہ محبوب ہوتا ہے لیکن آپ کے نزدیک محبوبہ کا جو مفہوم ہے، وہ میری اس انداز کی محبوبہ نہیں تھی۔"

"پھر بھی آپ اس کے لیے جذباتی ہوگئے؟" وہ تعجب سے بولی۔

"آپ کے معاشرے میں وہ جذبات اپنی قدر کھوچکے ہیں جو ایسی تحریکوں کا سبب بنتے ہیں۔ اس لیے آپ یہ سب کچھ نہیں سمجھ سکیں گی۔" میں نے کسی قدر تلخ لہجے میں کہا۔

"مجھے احساس ہے۔ بعض اوقات انسان کسی کے جذبات کی تہ تک نہیں پہنچ پاتا۔ اگر آپ کو میرے الفاظ سے اذیت

WWW.PAKSOCIETY.COM

پہنچی ہے تو میں معافی چاہتی ہوں۔ میں کسی طرح آپ کی دل شکنی نہیں چاہتی۔" پینی معذرت طلب کر رہی تھی کہ اس اثنا میں ملازم نے کافی لا کر رکھ دی اور پینی ایک اعتبار سے میزبانی کے فرائض انجام دینے لگی۔ کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے وہ خود بخود مسکرا دی۔ میں اس وقت اسے غور سے دیکھ رہا تھا — "اچھا ایک بات اور پوچھوں؟"

"جی فرمایئے۔" میں نے بھی شوخی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا

"وہ لڑکی نہ سہی، سان فرانسسکو کی دوشیزاؤں نے تو آپ کو متاثر کیا ہوگا یا پھر یونیورسٹی ہی کی کوئی طالبہ آپ پر اثر انداز ہوئی ہوگی۔ میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ آپ امریکہ کو بھی پاکستان سمجھتے رہے ہوں گے۔" وہ بے تکلفی سے بولی۔

"ہاں، یہ بات ہے بھی نہیں۔ میرا وطن پاکیزگی اور تقدس کا امین ہے۔ وہاں عورت کا ایک مقام ہے۔ اس کی جانب اٹھنے والی غلط نگاہوں کے لیے کوئی تحفظ نہیں ہوتا۔ وہاں معاشرتی برائیوں سے نفرت کی جاتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہاں جرائم نہیں ہوتے۔ برائیاں نہیں ہوتیں۔ سب کچھ ہوتا ہے لیکن ایسے لوگوں کو پورے معاشرے کی نفرت کا شکار بننا پڑتا ہے۔ سماج میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوتی جبکہ امریکہ میں عورت، عورت نہیں رہتی یہی وجہ ہے کہ سان فرانسسکو کی بے شمار لڑکیوں کا قرب حاصل ہونے کے باوجود کوئی محبوبہ کے درجے تک نہیں پہنچ سکی۔"

"دلچسپ بات ہے اور کسی قدر ناقابلِ یقین بھی۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ میں نے بھی اپنے شانوں کو جنبش دی۔ ہم دونوں بہت دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ لڑکی بے حد سلجھی ہوئی تھی۔

ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ کافی لانے والا ملازم دوبارہ کمرے میں آیا اور لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "مسٹر ہینی فورک آ گئے ہیں۔"

"اوہ۔ اچھا یہیں بلا لوں؟" پینی نے میری طرف دیکھتے ہوئے جواباً کہا۔ میں نے گردن ہلا دی۔ چند لمحات کے بعد ملازم ایک پستہ قد گنجے آدمی کے ساتھ اندر آ گیا جس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت بریف کیس تھا۔ اور بدن پر قیمتی سوٹ۔ اسے دیکھ کر لڑکی کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے حیرت کے آثار نمودار ہو گئے تھے لیکن پھر دوسرے ہی لمحے وہ مسکرانے لگی تھی۔

"تو یہ ہیں مسٹر ہینی فورک۔" لڑکی نے آنے والے کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "ایک باکمال انسان۔ آپ کو تعجب ہوگا مسٹر علی! یہ ہینی فورک کے مختلف دوست انہیں مختلف حیثیتوں سے جانتے ہیں اور ان میں ایسے ایسے دوست بھی ہیں جن سے مسٹر فورک کی دوستی پندرہ سال پرانی ہے لیکن انہوں نے آج تک مسٹر فورک کی اصل شکل نہیں دیکھی۔"

"کیا مطلب۔؟" میں نے تعجب سے اس پستہ قامت شخص کو دیکھا۔

"براہِ کرم ذرا دوسری طرف اپنا رخ کر لیں۔" ہینی فورک نے اپنی جسامت کے لحاظ سے بہت باریک آواز میں کہا۔ میں نے ہنستے ہوئے رخ بدل لیا۔ "بس بس ایسی بھی بے رخی کس کام کی؟" اس بار مجھے ایک بھاری آواز سنائی دی اور پینی ہنس پڑی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ اور پھر اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگا۔ ہینی فورک غائب تھا اور اس کی جگہ ایک طویل القامت بوڑھا آدمی کھڑا ہوا تھا جس کی عمر کسی طرح بھی ساٹھ پینسٹھ سے کم نہیں ہوگی۔

"خادم کو ہینی فورک کہتے ہیں۔" بوڑھا بھاری مگر شگفتہ آواز میں بولا اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ میں نے اس کے قد و قامت کا جائزہ لیا اور پھر احمقانہ انداز میں پینی کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں، یہ مسٹر ہینی فورک ہیں۔" پینی گردن خم کر کے بولی۔

"لل ..... لیکن ....." میری زبان کی لکنت صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

"ذرا دوسری طرف رخ کریں۔" پینی نے مجھ سے کہا اور خود ہی ہاتھ پکڑ کر میرا چہرہ دوسری طرف موڑ دیا۔

"پینی! تم بار بار میرے مہمان کو زحمت دے رہی ہو۔ براہِ کرم اس طرف رخ کر لیں جناب!" اس بار مجھے ایک گونجدار آواز سنائی دی تھی۔ میں گہری سانس لے کر پلٹا تو میرے سامنے ایک درمیانے قد کا خوشرو جوان کھڑا ہوا تھا جس کے سر پر گھنے سنہرے بال تھے اور آنکھوں پر خوبصورت عینک۔ "یہ ہے آپ کا خادم ہینی فورک۔" یہ آواز بھی میرے لیے اجنبی تھی اور پہلی دونوں آوازوں سے قطعاً مختلف تھی۔ میں اب زچ ہو جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مسٹر ملر کا گروہ جادوگروں پر مشتمل ہے؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں۔ ہم عقل کے جادوگر ہیں۔ ہم میں سے جس نے جو فن سیکھا ہے اس میں مہارت حاصل کی ہے۔" فورک بولا۔

"میں اسے آپ کے سامنے قابلِ یقین بنائے دیتا ہوں۔" فورک بولا پھر اس نے جیب سے ایک ماسک نکالا۔ اور اسے چہرے

پر چڑھا لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بدن کو ایک خاص مہارت سے تان لیا۔ اور پتلون کے پائنچوں کو ایک جھٹکا دیا۔ پتلون خاص قسم کی سلی ہوئی تھی۔ اس لیے اس کے پائنچوں کا ایک بل کھل گیا۔ اور وہ ہیجی ہو گئی۔ میرے سامنے کچھ دیر پہلے کا بوڑھا کھڑا ہوا تھا۔

"کیا آپ رخ بدلنے سے قبل مجھ سے ہی ملے تھے؟" مسٹر ہینی فورک کی آواز پھر بدل گئی۔ "لیکن نہیں میرا خیال ہے آپ دوسرے آدمی سے ملے تھے۔" ہینی فورک نے جیب سے ایک اور ماسک نکالا اور اسے نہایت پھرتی سے چہرے پر چڑھا لیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ جھکا اور اس نے پتلون کے پائنچوں کو موڑ لیا اب وہ اتنا ہی پست قامت ہو گیا تھا جتنا پہلی بار نظر آیا تھا۔ ماسک کی وجہ سے سر بھی گنجا لگنے لگا تھا۔

"خادم کو ہینی فورک کہتے ہیں۔" وہ جھک کر بولا۔

"آپ کا فن قابلِ تحسین ہے مسٹر فورک!" میں نے کسی تکلف کے بغیر کہا۔

"شکریہ! دراصل انسانی بدن میں بے شمار صفات ہوتی ہیں بس ذرا سی مشق کی ضرورت ہے۔ میرا اصل قد درمیانہ ہے۔ بدن کو ذرا سا تان لینے کی مشق آپ کو تین انچ تک اونچا کر سکتی ہے اور دو انچ تک نیچا۔ دوسری چیز آواز کی مشق ہے لیکن یہ بھی زیادہ مشکل نہیں ہے۔ آپ نے لاتعداد لوگوں کو آوازوں کی نقل کرتے ہوئے دیکھا ہوگا۔"

"بلاشبہ۔ لیکن آپ کا فن ان سب پر بھاری ہے۔ میں آپ سے بے حد متاثر ہوا ہوں مسٹر فورک!"

"کمرے کی فضا میں کافی کی مہک رچی ہوئی ہے اور عمدہ کافی میری کمزوری ہے۔ اس لیے اگر میرے لیے گنجائش نکل سکے تو شکر گزار ہوں گا۔" فورک نے بے تکلفی سے کہا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"میں ابھی آپ کے لیے کافی منگواتی ہوں۔" پینی مستعدی سے بولی اور باہر نکل گئی۔ اس نے ملازم کو دوبارہ کافی لانے کا حکم دیا اور فوراً ہی واپس آ گئی۔

"تو مسٹر علی! میرے سپرد جو خدمت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ میں آپ کا ڈیزائن بدل دوں۔ یعنی آپ کے چہرے میں اتنی نمایاں تبدیلی پیدا کر دوں کہ بڑے بڑے ماہرین آپ کو نہ پہچان سکیں۔ اور اس وقت میں اسی لیے آپ کے پاس آیا ہوں۔"

"کیا آپ اسے مسٹر فورک کا تحفہ نہ سمجھیں گے مسٹر علی؟ اس الجھے ہوئے ماحول میں جہاں ایک خوف کی فضا چھائی ہوئی ہے یہ احساس ہر وقت آپ کا تعاقب کرتا ہے کہ امریکی پولیس آپ کی بو سونگھتی پھر رہی ہے۔ کیا بدلی ہوئی شخصیت کے ساتھ آپ اطمینانِ قلب محسوس نہیں کریں گے؟" پینی بولی۔

"بے شک۔" بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا۔

"چنانچہ مسٹر فورک آپ کو سکون کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔"

"اگر میں مسٹر فورک کی جادوگری کا قائل نہ ہو گیا ہوتا تو شاید اس تحفے کی میرے ذہن میں کوئی قدر نہیں ہوتی لیکن مجھے یقین ہے کہ مسٹر فورک اس مرتبہ بھی کوئی گل ہی کھلائیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کافی پی کر سکون حاصل ہو تو آپ سے اس موضوع پر مزید گفتگو کی جائے۔" مسٹر فورک نے کہا۔

"یقیناً۔ ویسے مسٹر فورک میرے دیکھے ہوئے چہروں میں سے آپ کی اصل شکل کون سی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی بھی نہیں۔" فورک نے جواب دیا۔

"کیا واقعی؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں، یہ درست ہے۔ میں بھی آج تک یقین نہیں کر سکی کہ مسٹر فورک کی اصل شکل دیکھ چکی ہوں۔" پینی نے ہنستے ہوئے کہا۔

میں سچ مچ اس شخص سے بہت متاثر ہوا تھا۔ "لیکن مسٹر فورک! ماسک کے اوپر ماسک پہننا تو کافی مشکل کام ہے۔ کیا ماسک کی پتلی جلد کے نیچے دوسرا ماسک نمایاں نہیں ہو سکتا؟" میں نے سوال کیا۔

فورک نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ ساری نقابیں میں نے خود تیار کی ہیں اور ان میں ایک خاص تناسب رکھا ہے۔ ایک ماسک کے اوپر دوسرا ماسک ایسا ہوتا ہے کہ بغیر کسی دقت کے پہلے ماسک کو ڈھانک لے۔ بس اتنی سی بات ہے۔"

ملازم نے ایک بار پھر کافی پیش کر دی اور پینی نے اس بار تین پیالیاں بنا کر دو ہم دونوں کو دیں اور تیسری خود لے کر بیٹھ گئی۔

"آپ کون کون سی زبان بول لیتے ہیں مسٹر علی؟" ہینی فورک نے مجھ سے سوال کیا۔

"بس اپنی مادری زبان، قومی زبان اور انگریزی ویسے اس دوران میں نے فرانسیسی اور جرمن زبانیں سیکھنے کی تیاریاں کی تھیں لیکن ابھی ابتدا نہیں کر سکا تھا۔"

"پھر کچھ مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔" فورک پُرخیال انداز میں بولا۔

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"دراصل میں وقتی طور پر آپ کی قومیت بھی بدلنا چاہتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا اس طرح کسی کو آپ پر شبہ نہ ہوتا۔ لیکن یہ اس وقت ممکن تھا جب آپ کسی دوسری زبان پر عبور رکھتے۔“ مسٹر فورک کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

”دفعتاً میرے ذہن میں ایک کھڑکی سی کھل گئی۔ مجھے اپنا پیارا رفیق ہرنبسی یاد آگیا تھا۔ میں اس کی زبان بھی بول سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے فورک سے کہا۔

”آپ میری ہیئت میں تبدیلی کر سکتے ہیں مسٹر فورک! امریکہ میں آپ نے بہت سے سکھ نوجوان دیکھے ہوں گے۔ میں ان کی زبان بھی بول سکتا ہوں۔“

فورک نے کافی کی پیالی رکھ دی۔ ”حیرت انگیز۔ واقعی یہ خیال میرے ذہن میں آیا تھا۔ بالکل مناسب رہے گا۔ چلو یہ مشکل بھی حل ہو گئی۔“ مسٹر فورک پرسکون انداز میں بولے اور پھر کافی کے چند گھونٹ لے کر پینی سے کہنے لگے۔ ”لیکن مس پینی! اس کے لیے مجھے چند چیزوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ مثلاً مصنوعی بال جو اس وقت میرے پاس نہیں ہیں اور بھی کچھ دوسری چیزیں۔ اس لیے یہ پروگرام کل صبح تک کے لیے ملتوی کر دیا جائے تو کیا ہرج ہے؟“

”کوئی ہرج نہیں ہے مسٹر فورک! سوائے اس کے کہ یہ وقت ہمیں گھر ہی میں گزارنا ہوگا۔“ پینی نے جواب دیا۔

”وقت اپنے گھر پر ہی گزارنا بہتر ہوتا ہے۔“ مسٹر فورک نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ گئے۔ ”اچھا اب مجھے اجازت دو۔ رات کے گیارہ بجے اسٹوڈیو بھی جانا ہے۔“ مسٹر فورک نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور خدا حافظ کہہ کر چلے گئے۔ میں دیر تک اس ماہرِ فن کے بارے میں سوچتا رہا اور پینی مجھے دیکھتی رہی۔

”امریکی پولیس بے حد ذہین ہے مسٹر علی! میں کسی قیمت پر آپ کے لیے کوئی رسک نہیں لے سکتی۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ ہم آج گھر سے باہر نہ نکلیں۔“ وہ چند ساعت کے بعد بولی اور میں نے گردن ہلا دی۔

”اس حیرت انگیز شخص نے میرے دماغ میں ہلچل سی مچا دی ہے۔ کیا واقعی پینی خود تم نے بھی اس کی اصل شکل نہیں دیکھی؟“

”میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں مسٹر علی یار! ایک طویل عرصے تک میں اسے ایک شکل میں دیکھتی رہی۔ پھر جب میں نے اسے دوسری شکل میں دیکھا تو یہی سوچا کہ اس کی اصل شکل پہلی ہی ہوگی۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اس وقت بھی میک اپ میں تھا۔ انوکھا انسان ہے۔“

”کیا اس کا تعلق بھی گروہ ہی سے ہے؟“ میں نے پینی سے پوچھا۔

”ظاہر ہے۔ ورنہ اسے اتنی بڑی ذمہ داری میں شریک نہیں کیا جا سکتا تھا۔“ پینی نے جواب دیا۔ رات کے کھانے کے بعد تھوڑی دیر تک میں پینی کے ساتھ عمارت کے عقبی لان میں ٹہلتا رہا۔ دوران گفتگو بڑی عجیب باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ ماسٹر ملر کی شخصیت الجھتی چلی جا رہی تھی۔ ایک اداکار اتنی بڑی حیثیت کا مالک ہوگا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بہت سے پہلو مزید الجھ گئے تھے لیکن بہرحال میرے لیے وہ کام کا آدمی تھا۔ یہ بات کیا کم تھی کہ کسی بہانے سہی لیکن مجھے وقتی طور پر امریکی پولیس سے نجات مل گئی تھی اور دوسری بہت سی سہولتیں بھی مہیا ہو گئی تھیں۔

رات کے سوا بارہ بجے میں نے پینی سے سونے کی خواہش ظاہر کی اور وہ میرے ساتھ ہی بیڈروم میں آگئی۔ ”تم یہاں سوؤ گی؟“ میں شدید الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔

”ہاں۔ اس میں کیا قباحت ہے؟“ وہ حیران ہو کر بولی۔ ”مسٹر ملر نے مجھے اس کی اجازت دے دی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ان کے مہمان کو کسی قسم کی بوریت کا احساس نہ ہو تمہیں کسی وقت بھی شراب کی ضرورت محسوس ہو سکتی ہے۔ اور پھر یہ کہ میں خود بھی تمہیں پسند کرنے لگی ہوں۔“

”پینی! میری درخواست ہے کہ تم دوسرے کمرے میں سو جاؤ۔ مسٹر ملر نے مجھے غلط سمجھا۔ میں مسلمان ہوں اور مجھے کسی بھی موسم میں شراب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔“ میں نے اپنے چاروں طرف کھنچے جانے والے حصار کو توڑ دیا تھا۔

”ٹھیک ہے۔“ پینی نے گردن جھکا دی اور پھر وہ خاموشی سے باہر نکل گئی۔ مجھے اس کی ادا سی اچھی نہیں لگی تھی۔ لیکن درحقیقت یہ سب کچھ مجھے پسند نہیں تھا۔ میں اپنے کردار میں پختگی پیدا کرنے کا خواہشمند تھا۔ امریکہ میں بیشتر طلبا زندگی کی حسین یادیں جمع کر رہے تھے تاکہ جب ان کے والدین کی امنگیں، آرزوئیں پوری ہونے کے دن آئیں تو وہ مغرب کے جال میں جکڑے چکے ہوں اپنے والدین کو بھول چکے ہوں۔ پھر ان کے خطوط ان کے والدین کو ملیں کہ وہ شادی کر چکے ہیں۔ انہیں ملازمت مل گئی ہے اور بوڑھے والدین لرزتے ہوئے ہاتھوں سے انہیں لکھیں کہ وہ جہاں بھی رہیں خوش رہیں، اور بہت سے آنسو انہیں اس لیے صاف کرنے پڑیں کہ کہیں وہ خط کی تحریر نہ بگاڑ دیں کہیں ان کے لختِ جگر اپنی خوشگوار زندگی میں ان کے کرب کی تلخی نہ محسوس کر لیں۔ یہ عام کہانیاں ہیں۔ یہ کرب کی لاتعداد داستانیں ہیں جن میں والدین اپنی اولادوں کے مستقبل کے لیے اپنی زندگی کے بہت سے سال کم کر لیتے ہیں۔ زندگی کے یہ سال وہ اپنی اولادوں کو بخش دیتے ہیں۔ کیا ہے اگر کچھ دن نہ جیے۔ ان کی یہ زندگی ان کے بچوں کے لیے تحفہ ہے۔ لیکن زندگی کے کچھ اور سال بچھڑی ہوئی

اولاد کی جدائی کی نذر ہو جاتے ہیں اور وہ سوچتے ہیں کہ کیا ہرج تھا اگر ان کے بچے انہیں کسی بڑے آدمی کا باپ ہونے کا شرف ہی بخش دیتے۔

اگرچہ میرے حالاتِ زندگی کچھ مختلف تھے لیکن میں ابتدا ہی سے ان داستانوں سے متاثر تھا اور میں نے کبھی خود پر مغرب کو طاری نہیں کیا تھا۔ زندگی کا یہ دور بھی محض اتفاق تھا۔ اور اگر یہاں میں اپنے خیالات میں تبدیلی کر لیتا تو کوئی انوکھی بات نہیں تھی لیکن ابتدا ہی میں جو فطرت بن گئی تھی آج بھی وہی میری معاون تھی اور اسی لیے میں پینی کی دعوت قبول نہیں کر سکا تھا۔

بستر پر لیٹے لیٹے لاتعداد خیالات میرے ذہن میں رقص کرتے رہے۔ ان میں ایک خیال سارے خیالات پر حاوی تھا۔ ملر مجھ سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟ وہ جرائم پیشہ لوگوں کے پورے گروہ کا سرغنہ ہے اور صاحبِ حیثیت بھی ہے۔ کہیں میں کسی اور گہری دلدل میں نہ پھنس جاؤں!

نیند نے ایک مہربان ماں کی طرح آغوش میں لے کر سارے پریشان کن خیالات دور بھگا دیے اور دوسری صبح ناشگوار نہیں تھی غسل کر کے فارغ ہی ہوا تھا کہ پینی آگئی۔

”صبح بخیر جناب!“ اس نے ہلکی سی مسکراہٹ سے کہا۔ لیکن اس مسکراہٹ میں پچھلی شام کا سا خلوص نہیں تھا۔

”صبح بخیر پینی! بہت خوبصورت لباس میں ہو۔“ میں نے رسماً اس کا دل خوش کرنے کے لیے کہا۔

”شکریہ جناب! ناشتہ لگا دوں؟“ پینی نے سپاٹ انداز میں پوچھا۔

اور میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ پینی نے جواب نہ پا کر میری طرف دیکھا اور مجھے اپنی جانب نگراں پا کر جلدی سے نگاہیں جھکا لیں۔ ”ناشتہ لگاؤں جناب؟“ اس نے دوبارہ پوچھا۔

”نہیں —“ میں بھاری آواز میں بولا۔

”کیوں —؟“ اس نے چونک کر دوبارہ مجھے دیکھا۔

”پہلے مجھ سے باتیں کرو۔ اگر تم نے اپنی صاف گوئی کی فطرت کو نظرانداز کیا تو میں نہ تو ناشتہ کروں گا نہ کھانا کھاؤں گا۔“ میں نے روٹھے ہوئے لہجے میں کہا۔

پینی کے چہرے کی اجنبیت ختم ہو گئی اور وہ میرے قریب آگئی۔

”میں اس بُرے اور تکلیف دہ ماحول میں ایک دوست تخلیق کر رہا ہوں پینی! دیکھوں گا مجھے کہاں تک مایوسی ہوتی ہے۔“

”میں۔ میں نہیں سمجھی مسٹر علی —؟“ پینی الجھے ہوئے انداز میں بولی۔

”مجھ سے ناراض ہو؟ دیکھو جھوٹ مت بولنا۔“ میں نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ اپنی شکست پر شرمندہ ہوں۔“ اس نے آہستہ سے جواب دیا۔

”یہ تمہارا غلط اندازِ فکر ہے پینی! میں نے تمہارے پندار کو مجروح نہیں کیا بلکہ تمہیں ایک اچھے دوست کی حیثیت دی ہے۔ دیکھو پینی! تمہیں میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔ یہ بات تمہارے علم میں آچکی ہے کہ میں مشرق کے ایک ملک کا باشندہ ہوں جہاں عورت کا ایک خاص احترام ہے۔ بازاری عورتوں کا وجود وہاں بھی ملتا ہے لیکن ان کی حیثیت معاشرے کے لیے ایک گالی کی سی ہوتی ہے۔ اگر میری نگاہوں میں تمہاری کوئی وقعت نہیں ہوتی تو میں نوجوان ہوں تمہیں بھی معاشرے کی ایک گالی سمجھ لیتا۔ مگر میں نے تمہارا احترام کیا ہے۔“ پینی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں فکر کی پرچھائیاں تھیں اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔ ”واقعی علی تم نے مجھے اتنا بڑا مقام دیا ہے؟“

”ہاں پینی! میں نے اپنے احساسات کی سچائی تمہارے سامنے پیش کر دی اور اس کی دوسری شکل بھی تم جسے چاہو قبول کر لو۔“

قیمت ۱۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
زندگی بنانے اور سنوارنے کے سلسلے کی ایک کتاب
تمباکو نوشی اور دیگر بری عادات سے چھٹکارا حاصل کیجیے
سگریٹ پینا چھوڑیے
جینا شروع کیجیے
دلی کوششوں کے ذریعے پورے اعتماد کے ساتھ تمباکو نوشی سے نجات حاصل کریں۔ صرف چند دنوں میں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ناشتہ لے آؤں ہ؟" اس نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ وہ بہت خوش نظر آرہی تھی۔ میں نے اثبات میں گردن ہلا دی اور وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ یورپ اور امریکہ میں عورت کو اس کے مقام سے اتنا گرا دیا گیا ہے کہ وہ اپنی حیثیت ہی بھول گئی ہے۔ وہ خود سے اجتناب کو اپنی توہین تصور کرتی ہے۔ اسے یاد ہی نہیں رہا کہ وہ آدم کی آرزو ہے لیکن اس کے باوجود یہ سب مرد کی کارستانیاں ہیں۔ اس نے عورت کو ترقی کے خوبصورت نام کے سہارے اپنے لیے سہل الحصول بنا لیا ہے۔ لیکن عورت کہیں کی بھی ہو اگر اسے اس کے وجود کی اہمیت کا احساس دلا دیا جائے تو بہر حال اسے ماضی یاد آجاتا ہے۔ اپنا مقام بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کی دلکشی کا راز تو یہ ہے کہ وہ سہل الحصول نہ ہو۔ اس کے لیے جستجو کی جائے۔ اس کے لیے صحرا کی خاک چھانی جائے، جوئے شیر لائی جائے کہ یہی محبوب کا مقام ہے۔

ابھی ہم ناشتے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ مسٹر فورک تشریف لے آئے۔ اپنے فن کا یہ جادوگر اس وقت کل سے مختلف روپ میں تھا۔ اندر داخل ہو کر اس نے اپنا وزیٹنگ کارڈ بھی پیش کیا تھا۔

"آپ بھی بس قیامت ہیں مسٹر فورک!" پینی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں مسٹر فورک پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا کیونکہ میں ان کی تعریف کے لیے مناسب الفاظ نہیں پاتا۔"

"آپ لوگوں کا شکریہ۔ ہاں ایک گزارش ہے اگر کوئی خاص مصروفیت نہ ہو تو مجھے میرا کام کرنے کی اجازت دی جائے۔" مسٹر فورک کہا۔

"ضرور۔ ویسے آپ کا قرب ہمارے لیے بہت دلچسپ ہوتا ہے۔" پینی بولی اور فورک نے اپنی زنبیل کھول لی۔ بریف کیس سے بہت سی چیزیں برآمد ہوئی تھیں اور اس کے بعد مسٹر فورک نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ اس موقع پر مجھے اپنے وطن کے وہ حجام یاد آگئے تھے جو سڑکوں پر بیٹھ کر اور گھروں میں آکر حجامت کیا کرتے تھے۔ مسٹر فورک کا انداز بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ پینی خاموشی سے میرے چہرے کی مرمت ہوتے دیکھ رہی تھی۔ مسٹر فورک کے مشاق ہاتھ تیزی سے پلاسٹک کے ٹکڑے ایک عجیب سے لوغن کے ساتھ میرے چہرے پر چپکاتے رہے اور پھر انھوں نے لمبے لمبے بال میرے سر پر رکھے اور اس کے بعد سکھوں جیسی داڑھی چہرے پر فٹ کر دی۔ پھر انھوں نے پگڑی بھی خود ہی مہیا کی تھی۔ مسٹر فورک کی باریک بینی کا یہ عالم تھا کہ لوہے کا ایک پتلا سا کڑا بھی میری کلائی میں ڈال دیا گیا۔ پھر وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئے۔

"براہِ کرم آئینے میں دیکھ کر مجھے میری کسی خامی سے آگاہ کریں۔" انھوں نے کہا لیکن میں نے پینی کی نگاہوں سے اندازہ لگا لیا تھا کہ مسٹر فورک کا فن مکمل ہے۔ بہر حال میں نے خود بھی آئینہ دیکھا اور پھر مجھے ورزش کرتا ہوا موٹا ہربنسی یاد آگیا۔ میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی تھی۔

"مسٹر ملر سے کہہ کر ان کے لیے لباس وغیرہ کا انتظام کر دیں۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر علی کو بھی اس میک اپ سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ البتہ چہرے کے ڈھکے ہوئے حصوں سے کچھ الجھن محسوس ہوگی۔ چہرے کے کھلے ہوئے حصوں پر پانی استعمال کر سکتے ہیں۔ مسٹر علی! اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔"

"بہت بہتر مسٹر فورک!" میں نے جواب دیا اور مسٹر فورک اٹھ کھڑے ہوئے۔

"چند ضروری کاموں میں مصروف ہوں آج۔ پھر کسی وقت ملاقات ہوگی۔" انھوں نے اپنا بیگ سنبھال کر کہا اور پھر مجھ سے مصافحہ کر کے باہر نکل گئے۔

"اس شخص کی جادوگری میں کچھ شک ہے ؟" پینی نے مجھ سے پوچھا۔

"بہت باکمال انسان ہے۔" میں نے اعتراف کیا۔ پینی مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی تو میں نے آئینے میں ایک بار پھر اپنا جائزہ لیا۔ میں واقعی بالکل ہی بدل گیا تھا۔ فورک نے ایک ایک چیز کا خیال رکھا تھا۔ آنکھوں کے پپوٹے تک بھاری کر دیے تھے تاکہ آنکھوں کی بناوٹ بھی بدل جائے۔ اس طرح میری آنکھیں شرابیوں کی مانند ہو گئی تھیں۔

*

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد پینی واپس آئی "مسٹر ملر نے آپ کو طلب کیا ہے۔" اس نے بتایا اور میں اس کے ساتھ ہی اپنے کمرے سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد میں اسی کمرے میں مسٹر ملر کے سامنے موجود تھا۔ جہاں میں نے پہلی بار اُن سے ملاقات کی تھی۔ ملر نے سنجیدہ نگاہوں سے میرا جائزہ لیا اور پھر مطمئن انداز میں گردن ہلا کر بولا۔

"میرا خیال ہے تمھارا میک اَپ مکمل ترین ہے اور اس طرح تم طویل عرصے تک امریکن پولیس کی نگاہوں میں دھول جھونک سکتے ہو۔"

"ہاں۔ آپ کے ساتھی مسٹر فورک اپنے فن کے ماہر ہیں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"یہ تمھارے کاغذات ہیں سردار وِکرم سنگھ! تم ایک ہندوستانی کاروباری ہو جو پلاسٹک مولڈنگ مشینوں کی خریداری کے لیے یہاں آیا ہوا ہے اور سیاحت کر رہا ہے۔" ملر نے ایک چمڑے کا بریف کیس میری طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ مسٹر ملر!" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"اور یہ وہ تحریر ہے جو تمھارے دستخط کے ساتھ تیار کی گئی ہے۔" ملر نے ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی میری طرف بڑھا دی اور میرے بدن میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ میں نے وہ کاپی اٹھائی اور اُسے پڑھنے لگا۔ پوری تحریر پڑھ کر میرا دل لرز کر رہ گیا تھا۔ ملر نے میرے سینے پر واقعی کاری ضرب لگائی تھی۔ جبکہ میں نے اس واقعے کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ ملر کسی بھی جرم کا اعتراف نامہ لکھ لے وہ میرے لیے بے حقیقت ہوگا۔ کیونکہ جو جرم میں امریکہ میں کر چکا ہوں اس کی سزا ہی ایسی ہوگی کہ مزید گنجائش ہی نہیں رہے گی۔ لیکن عیّار ملر نے مجھے ایسے جال میں پھانسا تھا کہ میرے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔ یہ تحریر ایک اعتراف نامہ تھا کہ حکومتِ پاکستان نے مجھے برکلے یونیورسٹی صرف اس لیے بھیجا تھا کہ میں امریکہ کے مختلف شہروں میں دہشت گردی پھیلاؤں اور وقتاً فوقتاً اپنے سفارت خانے سے ہدایات ملنے پر ان لوگوں کو قتل کروں جن کے لیے اشارہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں میرے ساتھیوں کے نام بھی لکھے گئے تھے جو امریکہ کے مختلف شہروں میں مقیم تھے۔ جبکہ میں ان میں سے کسی کے نام سے واقف نہیں تھا۔

"جن لوگوں کے نام اس اعتراف نامے میں لکھے گئے ہیں وہ پاکستانی ہیں۔ ان میں سے کچھ تجارت کرتے ہیں، کچھ ملازمتیں۔ کوئی نام فرضی یا جعلی نہیں ہے۔ دوسرے تین کاغذ اس تحریر کی تصدیق کریں گے۔ میں انھیں کس طرح بروئے کار لاؤں گا، یہ میرا کام ہے۔ تم بس اس کی اہمیت کو محسوس کر لو۔" ملر نے خشک لہجے میں کہا۔ میں نے اپنے ذہن میں پیدا ہونے والے خدشات کی شدت کو بمشکل تمام ختم کیا اور پھر سرد لہجے میں بولا۔

"کیا صرف ایک لاکھ ڈالر کے حصول کے لیے آپ نے مجھے اتنے خوفناک جال میں پھانسا ہے مسٹر ملر؟"

"ہاں۔ یہ میرا اصول ہے۔ شکار کو اس قدر بے دست و پا کر دو کہ تمھارے اپنے بدن پر کوئی نشان نہ بنے۔ میں اس مقولے پر عمل کرتا ہوں۔ اگر تم اپنے ذرائع سے یہ ادائیگی کر سکتے تو مجھے ان تمام چیزوں کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ لیکن میں تمھاری حفاظت بھی کر رہا ہوں اور تمھاری ضروریات بھی پوری کر رہا ہوں۔ مجھے یہ قطعاً پسند نہیں ہوگا کہ ان ساری کوششوں کے بعد تم مجھے دھوکا دے کر نکل جاؤ۔ اسی لیے میں نے یہ مضبوط بند باندھے ہیں۔ میں ان سے کوئی اور مقصد حاصل نہیں کروں گا۔ جس وقت تم میرے بتائے ہوئے پروگرام پر عمل کر کے مجھے میری مطلوبہ رقم مہیا کر دو گے، میں یہ تمام کاغذات تمھارے سپرد کر دوں گا۔" ملر نے جواب دیا۔

"تم نے بہت گہری سازش کی ہے مسٹر ملر! میری ذات کی حد تک کوئی بھی بات درست تھی لیکن میرے ملک کو ملوث کر کے تم نے اچھا نہیں کیا ہے۔ حالانکہ یہ اعتراف نامہ صرف میری ذات تک تو ایک حیثیت رکھتا ہے۔ مگر ایسے کاغذات کی ملکوں کی سطح پر کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ بہر حال میں اس زخم کو نہیں بھول سکوں گا۔ میں ایک ادنیٰ سا انسان ہوں لیکن کوئی کسی طور مجھے غدارِ وطن سمجھے، یہ تصور ہی میرے لیے بے حد اذیت ناک ہے۔"

"میں جانتا ہوں مسٹر علی! تم بے فکر رہو۔ میں اس تحریر سے صرف تمھاری حد تک فائدہ اٹھاؤں گا۔ رہی حکومت کی سطح پر اس کے بے اثر ہونے کی بات تو مجھے یقین ہے کہ تم اس غلط فہمی کو دل سے نکال دو گے۔ میں جانتا ہوں کہ اس کاغذ کو حکومت کی سطح تک کس طرح لایا جا سکتا ہے۔ بات صرف تمھارے ٹھیک رہنے کی ہے۔ میں اب تمھیں آزادی دے رہا ہوں۔ تم ہالی ووڈ اور اس کے اطراف میں جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ میرے آدمی صرف تمھاری حفاظت کریں گے۔ تم پر کوئی پابندی نہیں لگائیں گے۔ پھر جب بھی تمھیں استعمال کرنا ہوگا اسی وقت اطلاع تمھارے پاس پہنچ جائے گی۔"

"کیا آپ مجھ سے کوئی بہت خطرناک کام کرانا چاہتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ میں ابھی نہیں کر سکا ہوں۔ مجھے یقین ہے، تم اس کاغذ کی تفصیلات کسی کو نہیں بتاؤ گے۔" ملر نے بے رحمی سے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب تم جا سکتے ہو مسٹر علی!" وہ میرے نزدیک سے گزر کر باہر چلا گیا۔ بے حد خود اعتماد شخص تھا اور اندازہ ہوتا تھا کہ اس کی یہ خود اعتمادی بے سبب نہیں ہے۔ میں بھی کمرے سے نکل آیا۔ اور واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔ اس عمارت سے بھی اب واقفیت ہوتی جا رہی تھی۔

*

ملر نے جو داؤ کھیلا تھا، اس نے کئی گھنٹے مجھے سخت پریشان رکھا۔ کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ میں واقعی چوہے دان میں پھنس گیا تھا۔ بات اگر اس حد تک نہ ہوتی تو شاید مجھے کوئی پروا نہیں ہوتی لیکن....

تب میں نے سوچا کہ میں کروڑوں انسانوں کے ملک کا ایک ادنیٰ سا انسان ہوں۔ ایک شخص کسی حکومت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ میری حکومت تو صورتِ حال سے واقف ہو ہی جائے گی۔ اس کے علاوہ گزرنے والے وقت کے ساتھ میں بھی کوشش کروں گا کہ ملر اس دستاویز سے کوئی فائدہ نہ اٹھا پائے۔ اب میں اتنا حقیر بھی نہیں ہوں۔ دوسری بات اس جرم کی ہے جو ملر مجھ سے کرائے گا۔ اگر وہ کوئی عام سی بات ہوئی تو ٹھیک ہے۔ زندگی بچانے کے لیے ایک کوشش یہ بھی سہی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پینی میری ہمدرد تھی۔ اس نے میرے مؤقف کو دل سے مان لیا تھا۔ اور اب اس کے انداز میں کوئی لغزش پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ملر تو جیسے مجھے بھول ہی گیا تھا۔ پینی کے ساتھ میں نے حسین ترین مقامات کی سیر کی اور پورا ہالی ووڈ دیکھ ڈالا۔ تب ایک شام پینی نے کہا۔

"کیا خیال ہے علی! لاس اینجلس چلا جائے۔ کیا تم اس سے قبل اس شہر کو دیکھ چکے ہو؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔

"تو بس طے ہے کل لاس اینجلس چلیں گے۔ ویسے میں تمھیں بتا دوں یہ بات مجھ سے مسٹر ملر نے کہی تھی"

"اوہ" میں نے پینی کو بغور دیکھا "کیا اس نے کسی پروگرام کے تحت یہ بات کہی ہے؟"

"یقین کرو میں نہیں جانتی۔ اس کے پروگرام کسی دوسرے کو کبھی معلوم نہیں ہوتے۔ عجیب سا انسان ہے" پینی نے جواب دیا۔

"مجھے اُس کے بارے میں کچھ اور بتاؤ گی پینی؟" میں نے آہستہ سے پوچھا اور پینی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

پھر بولی "اگر تمھیں میری زندگی عزیز ہے تو اس بارے میں کبھی کچھ نہ پوچھنا۔ یقین کرو اس کے خلاف کچھ کہہ کر میں زندہ نہیں رہ سکوں گی"

"ٹھیک ہے پینی! اپنی ذات کے لیے میں تمھاری زندگی خطرے میں نہیں ڈالوں گا" میں نے کہا اور خود کو نفرین کرنے لگا کہ میری بزدلی اب ایسے معمولی سہارے تلاش کرنے لگی ہے۔

لاس اینجلس کو ہالی ووڈ سے علیحدہ شہر نہیں کہا جا سکتا۔ ناواقف لوگوں کو تو یہ فیصلہ کرنا بھی دشوار ہوگا کہ ہالی ووڈ کہاں سے ختم ہوتا ہے اور لاس اینجلز کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ ہالی ووڈ کو لاس اینجلس کی ایک شاخ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ ہماری خوبصورت سی بل کار کی تیز رفتاری قابلِ دید تھی۔ پینی البتہ سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ نہ جانے کیوں؟

تیل اٹھانے کی بھاری مشینیں بہت دور سے نظر آ رہی تھیں پھر بجلی کے تاروں کے لامحدود جال اور ان تاروں کے پس منظر میں گیس کے عظیم الجثہ ٹینک بھی جن کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ تیل کی دولت سے مالا مال لاس اینجلس دور ہی سے دولت مند شہر نظر آتا تھا۔ حسین ترین عمارتیں، بلند و بالا ہوٹل اور ریستوران، کلب اور نائٹ کلب، لمبی لمبی دکانیں جو قیمتی اشیا سے بھری ہوئی تھیں۔ میں ایک نگاہ ان ساری چیزوں پر ڈالتا ہوا بالآخر ہوٹل ایمپرر پہنچ گیا۔ اتنا حسین ہوٹل تھا کہ نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ طویل ترین پارکنگ لاٹ پر دو پورٹر ہمارا استقبال کرنے کے لیے موجود تھے۔ انھوں نے بل کار سے دونوں سوٹ کیس نکالے اور پھر ہماری رہنمائی کرتے ہوئے لے گئے۔ ہوٹل ایمپرر کے روم نمبر آٹھ سو بارہ میں جو بیسویں منزل پر تھا ہمارا سامان پہنچا دیا گیا۔ کمرے میں داخل ہو کر پینی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر مسکرانے لگی۔

"خیریت۔ کیا میں سردار جی کے حلیے میں کارٹون نظر آ رہا ہوں؟" میں نے پینی کو مسکراتے دیکھ کر پوچھا۔

"اوہ نہیں۔ بلکہ یقین کرو علی کہ تم اپنے بلند و بالا قد اور شاندار صحت کی وجہ سے بے حد پُرکشش نظر آ رہے ہو" پینی نے جواب دیا۔

اس کے بعد کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں اور وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا۔

رات ہوئی تو پورا لاس اینجلس جگمگا اٹھا۔ روشنیوں کا ایک طوفان امڈ آیا تھا جسے دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں۔ پینی میری خشک طبیعت کی وجہ سے کچھ بور نظر آ رہی تھی۔

پھر ہم ڈنر کے لیے نیچے آ گئے۔ پہلی منزل پر شاندار ڈائننگ ہال تھا جو اس وقت لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ یہاں ہر رنگ، ہر نسل کے لوگ موجود تھے جس سے لاس اینجلس کی نئی حیثیت ابھرتی تھی۔ سیاہ فام نیگرو میکسیکن، جاپانی اور ہسپانوی باشندوں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ ہماری رہنمائی ایک گوشے کی جانب کر دی گئی۔ اور ہم دونوں اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ میں نے ویٹر کو چیری شیک کا آرڈر دے دیا۔ پینی کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک بلند قد و قامت کی خوبصورت لڑکی میرے پاس آ گئی۔ وہ ساری باندھے ہوئے تھی۔ خدوخال میں خالص نسوانیت کے بجائے کسی قدر اکھڑ پن تھا۔ پھر بھی اُس کی بڑی بڑی آنکھیں بے حد پُرکشش تھیں۔

"میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں سردار جی؟" اس نے ٹھیٹھ انبالہ کی زبان میں پوچھا اور میں چونک پڑا۔ اپنے لہجے سے وہ سکھ معلوم ہوتی تھی۔ یہ ایک نئی مصیبت نازل ہو گئی تھی۔ اگرچہ میں بھی ٹھیٹھ پنجابی بول سکتا ہوں لیکن وہ ایک خاص بات جو سکھوں کی پنجابی میں ہوتی ہے، میری زبان میں نہیں تھی۔ پھر بھی میں نے خوش اخلاقی سے اس کا استقبال کر کے اپنی حد تک خالصہ زبان میں اُسے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ جس کے جواب میں وہ مسکراتی ہوئی بیٹھ گئی۔

"آنکھیں ترس گئیں اپنے کسی آدمی کو دیکھنے کے لیے۔ کیا لاس اینجلز میں خالصے نہیں آتے اور ان کے یہاں نہ آنے کی کوئی خاص وجہ ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میرے خیال میں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن تم یہاں کب سے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک ہفتے سے۔ نیویارک سے آئی ہوں۔ مگر یہاں تو بور ہو گئی ہوں"

"تنہا آئی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ مجھ سے یہی حماقت ہوئی، کرن سنگھ میرے ساتھ آنا چاہتا تھا مگر میں نے اُسے لفٹ ہی نہیں دی۔ کزن ہے میرا، مگر خالصوں میں ایسے بزدل جوان کم ہی نظر آتے ہیں۔ مرد ہی نہیں لگتا۔ اسی لیے میں اسے گھاس نہیں ڈالتی۔ یہ کون ہے؟" سکھ لڑکی نے بڑی بے تکلفی سے پینی کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ میری دوست پینی ہے" میں نے تعارف کرایا۔

"شکل سے ہی چٹی لگتی ہے مگر سردار یا! کیا تجھے پورے لاس اینجلس میں ایک یہی ملی تھی؟" اس نے ناک سکوڑ کر کہا اور میں بوکھلا کر پینی کو دیکھنے لگا۔ لیکن اس بات سے ذرا سکون ہوا کہ محترمہ نے یہ بات بھی پنجابی میں کہی تھی۔ ان خاتون کا انداز بھی عجیب تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے میرے چہرے پر داڑھی اور سر پر پگڑی دیکھتے ہی میرے سارے حقوق ان کے نام محفوظ ہو گئے ہوں۔

"کیا میں آپ لوگوں کا تعارف کرا دوں؟" میں نے پوچھا۔

"رہنے دے بس۔ رہنے دے۔ بھگا دے سردار یا! اسے یہاں سے۔ مجھے تو شکل ہی سے الّو لگ رہی ہے۔ یہ چلی جائے گی تو باتیں کریں گے" بے تکلف خاتون نے کہا۔

پینی عجیب سی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھی نہ جانے اس کے تاثرات کیا تھے لیکن اجنبی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے اس نے ایک اندازہ تو لگا لیا ہوگا کہ ہم دونوں زبان کے رشتے سے ہی سہی ایک دوسرے کے قریب ضرور ہیں۔ دفعتاً اس نے کرسی کھسکاتے ہوئے کہا۔

"علی! اگر تم محسوس نہ کرو تو میں اٹھ جاؤں۔ مجھے میرا ایک شناسا نظر آ گیا ہے"

"ضرور" میں نے کسی قدر بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ یوں لگتا تھا جیسے پینی نے ساری باتیں سمجھ لی ہوں۔ اس کے جانے کے بعد نووارد خاتون نے اس طرح ہاتھ جھاڑے جیسے انھوں نے پینی کو اٹھا کر پھینک دیا ہو۔

"اچھا ہوا اسے شناسا نظر آ گیا۔ ہاں، نام کیا ہے تیرا سردار یا؟"

"سرجیت سنگھ" میں نے جلدی سے کہا۔

"میرا نام رجنی کور ہے۔ نیویارک میں اپنے خاندان کے ساتھ رہتی ہوں۔ امریکہ کی ساری ریاستیں دیکھ رہی ہوں۔ تو کیا کرتا ہے؟" سکھ لڑکی نہایت بے تکلفی پر اُتر آئی تھی۔

"پڑھتا ہوں" میں نے جواب دیا۔

"کیلی فورنیا یونیورسٹی میں؟" لڑکی نے خود ہی کہا۔

"ہاں" میں نے مختصر سا جواب دیا۔

"اور عیش کرنے اتنی دور آتا ہے۔ پہلے تعلیم مکمل کر لے سردار یے! ماتا پتا تیرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ ان چکروں میں پڑا تو برباد ہو جائے گا۔ کنٹرول ضرور رہنے پر صورت سے معصوم لگتا ہے"

"ٹھیک کہتی ہو رجنی کور لیکن میں ایک کام سے یہاں آیا تھا۔ عیش کرنے نہیں" میں نے دل ہی دل میں ہنستے ہوئے کہا۔

"کام سے آیا تھا لیکن لڑکی کے ساتھ ہے سرجیت سنگھ! رجنی کور نے بڑی دنیا دیکھی ہے۔ میری مان۔ تو اب بھی سمجھ جا۔ ابھی سے سنبھل گیا تو سنبھل جائے گا ورنہ پھر رونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا" رجنی کور عجیب عورت تھی۔ خود تو اتنی بے باک اور آزاد فطرت کی مالک تھی اور مجھے اس طرح نصیحتیں کر رہی تھی جیسے میری نانی ہو۔

رقص کے لیے موسیقی شروع ہوئی تو میں نے اسے رقص کی پیشکش کی۔

"بیٹھ جا بیٹھ جا" کل نہیں ملوں گی تجھ سے۔ خالصہ ہو کر ان لوگوں کی طرح کمر مٹکائے گا۔ شرم نہیں آئے گی تجھے۔ آج میری خاطر رہنے دے۔ کل ناچ لینا دل بھر کے" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ یکایک وہ لڑکی مجھے پسند آ گئی تھی۔ پھر ہم دونوں باتیں کرتے رہے۔ عجیب بے نیاز فطرت کی مالک تھی۔ اس کی باتیں بڑی اکھڑ اور صاف ستھری تھیں۔ میں تذبذب کا شکار ہو گیا تھا۔

بارہ بجے کے قریب وہ اٹھ گئی "اچھا اب میں چلتی ہوں"

"کہاں جاؤ گی رجنی کور؟ میں چھوڑ آؤں؟"

"جا جا وہ چھپکلی تیرا انتظار کر رہی ہوگی"

"ایسا نہیں ہے رجنی! میں نے پہلے بھی تم سے یہ بات کہی ہے"

"یقین نہیں آتا۔ پر تو کہتا ہے تو چپ ہوئی جاتی ہوں۔ بس جا آرام کر۔ واہگورو تجھے کامیاب کریں" رجنی کے لہجے میں خلوص تھا۔

"کل آ[illegible]ی رجنی؟" میں نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔ کل میں سان فرانسسکو جا رہی ہوں۔ وہاں سے سالی ناس جاؤں گی۔ چرواہوں کا کھیل دیکھنے" یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔ اس نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

میرے دل میں اس کے لیے ایک عجیب سا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ میں واقعی فیصلہ نہیں کر پایا کہ وہ کس قسم کی عورت یا لڑکی ہے۔ ممکن ہے وہ پینی کو دیکھ کر محتاط ہو گئی ہو اور اس لیے واپس چلی گئی ہو۔ لیکن جو گفتگو اس نے کی تھی اس میں ایک اپنائیت ایک بڑا پن تو ضرور تھا۔ کوئی گھٹیا بات نہیں تھی۔ پھر مجھے پینی یاد آئی اور میں دل ہی دل میں خود پر ہنسنے لگا۔ ایک طرف میری زندگی موت کے بے رحم ہاتھوں کی زد میں تھی اور دوسری طرف یہ سارے ہنگامے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک بار تو دل چاہا کہ تمام اخلاقی بندھنوں کو توڑ کر اس بے راہ روی کو اپنا لوں لیکن پھر خیال آیا کہ اگر زندگی مختصر ہی رہ گئی ہے تو آخری وقت میں یہ گناہ کیوں کیا جائے؟ پینی بھی چل کر ہی گئی تھی۔ ممکن ہے وہ گہری نیند سو رہی ہو۔

کمرے میں آیا تو کمرہ خالی تھا اور پینی کا بستر بے شکن تھا۔ گویا وہ ابھی تک تفریحات میں مشغول ہے۔ جہنم میں جائے، میری کون لگتی ہے؟ میں نے لباس تبدیل کر کے بستر سنبھال لیا۔ دیر تک خیالات کے ہجوم میں گھرا رہا اور پھر دروازہ بند کیے بغیر سو گیا تاکہ پینی کی آمد سے آنکھ نہ کھلے۔

صبح جلدی آنکھ کھل گئی۔ پونے سات بجے تھے۔ بے اختیار پینی کے بستر پر نگاہ جا پڑی۔ بستر خالی اور شکنوں سے بے نیاز تھا۔ پینی ساری رات نہیں آئی؟ میں نے تعجب سے سوچا۔ ایک لمحے کے لیے تشویش کے آثار ذہن میں ابھرے لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے ان سارے خیالات پر لعنت بھیج دی اور اٹھ کر غسل خانے چلا گیا۔ خوب دیر تک نہایا اور جب باہر نکلا تو پینی ایک آرام کرسی پر دراز اخبار دیکھتی نظر آئی۔ اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر اس کی متلاشی نگاہیں میرے عقب میں کسی کو تلاش کرنے لگیں۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"صبح بخیر مسٹر۔ وکرم۔ سنگھ!" یہ دونوں لفظ اس نے چبا چبا کر ادا کیے تھے۔

"صبح بخیر مس پینی!" میں بھی خلوص سے مسکرا دیا۔

"میں نے سوچا ناشتہ آپ لوگوں کے ساتھ ہی کروں۔ کم از کم وہ خاتون اتنی بداخلاق تو نہ ہوں گی کہ مجھے ناشتے کی اجازت نہ دیں!"

"تم رات کو کہاں رہیں پینی؟" میں نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہم لوگ خود کو ایک دوسرے کے اچھے دوستوں میں شمار کرنے لگے ہیں۔ ایک اچھے دوست کی حیثیت سے میرا فرض تھا کہ میں تمھیں کمرے میں تنہائی مہیا کروں مسٹر وکرم سنگھ! اور پھر یوں بھی بعض نگاہوں میں میرے لیے وہ جذبات موجود ہیں جو تمھاری نگاہوں میں نہیں ہیں۔" پینی نے کہا۔

"اوہ۔ سوری، مجھے یہ ذاتی سوال نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بہر حال ناشتے کے لیے ویٹر کو بلا لیں۔ میرا خیال ہے رات کو تم نے بھی ڈنر نہیں کیا؟" میں نے کہا۔

"نہیں، میں نے اپنے ایک دوست کے ساتھ ڈنر کر لیا تھا۔" پینی بولی۔ پھر اس نے بیل بجا دی اور ہم ویٹر کا انتظار کرنے لگے۔ "آپ کی دوست کیا پسند کریں گی ان سے بھی پوچھ لیں۔" پینی طنزیہ انداز میں بولی۔

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔ "اگر تم رجنی کور کی بات کر رہی ہو تو وہ صرف ایک پُرخلوص سکھ لڑکی تھی جو مجھے اپنا ہم وطن اور ہم مذہب سمجھ کر میری طرف متوجہ ہوئی تھی۔ اس نے میرے ساتھ رقص کرنا بھی پسند نہیں کیا اور ایک بزرگ کے انداز میں مجھے تعلیم مکمل کرنے کی ہدایت کرتی رہی کیونکہ میں نے اسے یہی بتایا تھا کہ میں ایک طالب علم ہوں اور پھر وہ مجھے نصیحتیں کرتی ہوئی چلی گئی۔ اور بس۔ اس سے پہلے کبھی میری اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ مشرقی لڑکیاں اس طرح زندگی نہیں گزارتیں۔" آخر میں میرا لہجہ تلخ ہو گیا۔

پینی کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں سخت شرمندگی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اتنی دیر میں ویٹر آ گیا اور میں اسے ناشتے کی تفصیل نوٹ کرانے لگا۔ ویٹر چلا گیا۔ پینی کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو قطرے ٹپک پڑے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ "مجھے واقعی افسوس ہے پینی! لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے وہ غلط نہیں ہے۔" میں نے کسی قدر شرمندہ سے انداز میں کہا۔

"مجھے خود پر شرمندگی ہے۔ واقعی میرا کردار گھناؤنا ہے لیکن میں وعدہ کرتی ہوں مسٹر علی کہ میں اب خود کو سنبھال لوں گی۔ برائی کے راستوں سے دور ہٹنے کے لیے تم میرے لیے مشعلِ راہ بن جاؤ گے۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بس ٹھیک ہے۔ براہ کرم خاموش ہو جاؤ تمھارے رونے سے مجھے افسوس ہو رہا ہے۔"

پینی نے آنسو خشک کر لیے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتہ کر رہے تھے۔

ناشتے کے بعد میں نے پوچھا "اب کیا پروگرام ہے پینی؟"

"فی الوقت تو کچھ نہیں۔ ہمیں مسٹر ملر کی جانب سے ہدایات ملیں گی۔" اس نے جواب دیا۔

"اس وقت تک تم مجھے لاس اینجلس کی سیر کراؤ۔ میں اس حسین شہر کو دیکھنا چاہتا ہوں۔" پینی نے گردن ہلا دی۔ اس گفتگو کے بعد اس نے ابھی تک مجھ سے نگاہیں نہیں ملائی تھیں اور میرے اس عقیدے کو تقویت مل رہی تھی کہ انسان فطری طور پر بُرا نہیں ہوتا۔ حالات اور معاشرہ اس کی شخصیت کی تشکیل کرتا ہے۔

دن کے گیارہ بجے ہم لاس اینجلس کی سڑکوں پر نکل آئے۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ میرے دیس میں اس موسم کو امنگوں کا موسم کہا جاتا ہے۔ دلوں میں ہلچل کا موسم شمار ہوتا ہے دوشیزاؤں کے رنگ برنگے لباس، درختوں میں پڑے ہوئے جھولے اور ان کی لمبی لمبی پینگیں، اوپر شاخوں پر کوئل کی کوک، یہ بڑا عجیب

WWW.PAKSOCIETY.COM

موسم ہوتا ہے۔ لیکن اہل امریکہ اس حسن سے ناواقف ہیں۔ وہ چمکتے سورج کے طلبگار رہتے ہیں۔

لاس اینجلس کا شمار امریکہ کے صفِ اوّل کے چند صنعتی شہروں میں ہوتا ہے۔ اس کا نواحی علاقہ زراعت اور مویشیوں کے لحاظ سے انتہائی زرخیز اور قیمتی ہے۔ ہوائی جہازوں اور موٹروں کے لاتعداد کارخانے یہاں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں کی خصوصی صنعت خام سلولائیڈ فلموں کی تیاری ہے۔ جس طرح سان فرانسسکو میں چین کے باہر چین کے باشندوں کی سب سے بڑی آبادی موجود ہے اسی طرح لاس اینجلس میں میکسیکو سے باہر میکسیکو کے باشندوں کی سب سے بڑی آبادی ہے۔ طرزِ تعمیر میں تنوع ہے۔ یہاں گنبد دار مکانات بھی ہیں۔ اور بھورے پتھروں کے رنگین شیشوں والے مکانات کی بھی کثرت ہے۔ جدید ترین عمارتیں بھی ہیں جن کی بلندیاں آسمان کو چھوتی نظر آتی ہیں۔ پلازہ کا علاقہ شہر کے قلب میں شمار ہوتا ہے اور یہ جگہ پبلک جلسوں کے لیے مشہور ہے۔ آلسوریا اسٹریٹ پر لکڑی کی ایک صلیب ۱۷۸۱ء کے کسی واقعے کی یادگار کی شکل میں موجود ہے۔ اس سڑک پر بیش قیمت دکانیں بکھری ہوئی ہیں خوبصورت ریستوران ہیں جہاں لکڑی اور کاغذ کی بنی ہوئی خوبصورت لالٹینیں لٹکی ہوئی ہیں۔ رات گئے اس علاقے کی رونق شباب پر ہوتی ہے۔ گانگ جیو کا چینی مندر، جاپانی تھیٹر اور پھر گراؤنڈ ایونیو پر خوبصورت پبلک لائبریری، یہ تمام چیزیں لاس اینجلس کو خوابوں کا شہر بناتی ہیں۔

پینی کی ننھی سی ببل کار میں بیٹھ کر میں نے لاس اینجلس کے بے شمار حسین مقامات دیکھ ڈالے۔ طبیعت پر بڑی فرحت طاری ہو گئی۔ پورا دن باہر گزارنے کے بعد ہم ہوٹل واپس پہنچے تھے۔ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے ہی تھے کہ ایک ویٹر نے ایک خوبصورت لفافہ ہاتھ میں تھما دیا۔ "آپ کے لیے ایک پیغام ہے جناب!" اس نے ادب سے کہا۔ لفافے پر ہوٹل کا نام درج تھا اور اندر ایک کاغذ موجود تھا۔ جس پر لکھا تھا۔

"پینی جس وقت بھی واپس آؤ۔ اس فون پر رنگ کر لو۔"

"ملر"

پورے دن کے خوشگوار تاثر کو اس پیغام نے زائل کر دیا۔ پینی نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی۔ تب وہ فون کی طرف بڑھ گئی اور پھر اس نے نوٹ شدہ نمبر ڈائل کر کے ریسیور کان سے لگا لیا۔ چند ہی لمحات میں دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"مسٹر ملر سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ میرا نام پینی ہے۔"

"ملر بول رہا ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"آپ نے فون کرنے کا حکم دیا تھا مسٹر ملر!"

"ہاں۔ ہمارے دوست کا کیا حال ہے؟"

"وکرم سنگھ میرے پاس موجود ہیں۔"

"تمھارا کام یہ ہے پینی کہ وکرم سنگھ کو کرائمر اسٹریٹ کے بنگلا نمبر ساٹھ میں پہنچا دو۔ جہاں چند لوگ ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان کا بقیہ کام انھیں وہیں سمجھا دیا جائے گا۔" ملر نے کہا۔

"بہت بہتر جناب! کیا میں وہاں رک کر ان کی واپسی کا انتظار کروں؟" پینی نے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ رات کو واپس نہیں آئیں گے۔ تم ہوٹل میں ان کا انتظار کر سکتی ہو۔" ملر نے جواب دیا۔

"کیا اس پروگرام کے بارے میں ان سے معلوم کر لوں؟"

"کوئی ہرج نہیں ہے۔" ملر کی آواز ابھری۔ پینی نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے اسے موقع نہ دیا۔

"ٹھیک ہے پینی یہ میرا فرض ہے جو وعدے کے مطابق مجھے پورا کرنا ہے۔ میں مسٹر ملر کی آواز سن چکا ہوں۔" میں نے کہا اور پینی نے گردن ہلا دی۔

"وکرم سنگھ تیار ہیں مسٹر ملر! میں انھیں کس وقت وہاں پہنچا دوں؟"

"ٹھیک دس بجے۔" جواب ملا۔

"بہتر ہے میں حکم کی تعمیل کر دوں گی۔" اس نے فون رکھ دیا اور پھر مجھے دیکھنے لگی۔ "ممکن ہے مسٹر ملر آج ہی تم سے وہ کام لے لیں جس کی تمھارے اور ان کے درمیان بات ہوئی ہے۔" وہ بولی۔

"ممکن ہے۔" میں نے مختصراً کہا۔

"اس کے بعد تمھارا کیا پروگرام ہو گا مسٹر علی؟"

"یہ حالات کی نوعیت پر منحصر ہے پینی! ملر نے مجھ سے کہا ہے کہ اس کام کی تکمیل کے بعد وہ مجھے امریکہ سے نکلنے میں مدد دے گا۔ امریکہ میں میری زندگی کو سخت خطرہ لاحق ہے۔ امریکی پولیس بالآخر میرا کھوج نکال لے گی۔ میں یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔"

"خدا تمھیں کامیاب کرے۔" پینی نے عجیب انداز میں کہا اور پھر وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔

*

ساڑھے نو بجے میں پینی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پینی خاموش تھی۔ وہ راستوں سے بخوبی واقف معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ بغیر کسی دقت کے وہ مطلوبہ جگہ پر پہنچ گئی اور پھر اس نے ایک خوبصورت بنگلے کے سامنے کار روک دی "یہی بنگلا نمبر ساٹھ ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"دروازے پر کوئی نہیں نظر آ رہا ہے؟ کیا میں جھجک اس میں داخل ہو جاؤں؟" میں نے پوچھا اور پینی اندر جھانکنے لگی۔

"اس سلسلے میں کوئی واضح ہدایت نہ ملنے سے یہی اندازہ ہوتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔ ویسے اندر پورٹیکو میں کاریں موجود ہیں۔" مینی نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے شانے سکوڑتے ہوئے کہا۔

"مسٹر علی!" مینی آہستہ سے بولی "میں اس وقت تک ہوٹل کے کمرے سے باہر نہیں نکلوں گی جب تک آپ واپس نہیں آجائیں گے۔ آپ وہاں سے فارغ ہو کر سیدھے ہوٹل واپس آئیں۔"

میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔ عجیب فرمائش تھی۔ مینی کی یہ ہدایت محبت آمیز تھی لیکن میں کسی قیمت پر اُسے قبول نہیں کرسکتا تھا۔

میں عمارت کے گیٹ میں داخل ہوگیا اور پھر چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ اندر سے ایک قدآور شخص نکل آیا۔ اس کے بدن پر سلیپنگ گاؤن تھا۔ اس کے بال سفید تھے لیکن چہرے اور جسم کی بناوٹ سے کافی صحت مند نظر آتا تھا۔ اس نے خفیف سے انداز میں گردن ہلائی اور سوالیہ انداز میں بولا۔

"وکرم سنگھ؟"

"جی۔" میں نے جواب دیا۔ تب اس نے مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ عمارت خاصی دلکش اور [illegible] سامان سے سجی ہوئی تھی۔ جس راہداری سے گزر کر ہم ایک کمرے کے دروازے پر آکر رُکے تھے اس میں قیمتی قالین بچھا ہوا تھا۔ اس شخص نے دروازہ کھولا۔ اندر تیز روشنی تھی اور ایک میز کے پیچھے چند افراد نظر آرہے تھے۔ سامنے کی سمت میں بھی کئی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ سلیپنگ گاؤن میں ملبوس شخص نے میرے لیے کرسی سرکا دی اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر وہ ایک دیوار کی طرف بڑھا اور اس نے دیوار پر لگا ہوا سُرخ بٹن دبا دیا۔

دفعتاً میرے بدن کو ایک جھٹکا سا لگا اور پھر یوں محسوس ہوا جیسے بدن پھٹ جائے گا۔ ایسا کرب، ایسی اذیت ہو رہی تھی کہ دماغ ماؤف ہونے لگا تھا۔ میں نے بوکھلا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ہاتھ پیروں میں جان ہی کہاں تھی۔ سلیپنگ گاؤن والے نے ہاتھوں میں ربڑ کے دستانے پہنے اور میرے نزدیک آکر میرا لباس ٹٹولنے لگا۔ غالباً اُسے کسی ہتھیار کی تلاش تھی۔ لیکن ایسی کوئی چیز میرے پاس کہاں سے آئی؟ جو کچھ میرے لباس سے برآمد ہوا اس نے نکال کر سامنے رکھ دیا اور پھر دیوار کے قریب پہنچ کر سرخ بٹن آف کر دیا۔

مسلسل کرب کی وہ کیفیت ختم ہوگئی تھی۔ لیکن اس طرح کہ میں اپنی مرضی سے جنبش بھی نہیں کرسکتا تھا۔ صرف چند لمحات میں میری کیفیت برسوں کے بیمار کی سی ہوگئی تھی۔ لیکن یہ سب کیا ہے۔ انہوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟ یہ میری سمجھ سے باہر تھا۔ اسی وقت دروازے سے دو افراد اندر داخل ہوئے۔ ان میں ایک ملر تھا۔ ملر نے اندر داخل ہو کر گردن خم کی اور پھر میز پر بیٹھے ہوئے ایک شخص کو مخاطب کرکے بولا۔

"مِلر اپنا کام ختم کرچکا ہے جناب!"

"اس کی اصل شکل ملر؟" جھرّیاں پڑے ہوئے چہرے والے ایک شخص نے کھردری آواز میں کہا۔

"ضرور۔" ملر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی اور وہ اطمینان سے میرے پاس پہنچ گیا۔ پہلے اس نے میری پگڑی اتاری۔ اس کے بعد سر اور داڑھی کے بال نوچ کر پھینک دیے۔ اس کے بعد اس نے جیب سے ایک چپٹی سی شیشی نکالی اور اس کے سائفن سے میرے چہرے کو صاف کرنے لگا۔

میرے اعضا میرے قابو میں نہیں تھے۔ میں ہاتھ اٹھا کر اس منحوس شخص کا گریبان بھی نہیں پکڑ سکتا تھا۔ بس دانت پیس کر رہ گیا۔ ملر نے میرے چہرے سے پلاسٹک کے ٹکڑے بھی اتار دیے اور پھر میری اصل شکل نمایاں ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک تیز روشنی میرے چہرے پر پڑی اور میری آنکھیں بند ہوگئیں۔ روشنی چند ساعت میرے چہرے پر مرکوز رہی اور پھر ختم ہوگئی لیکن میری آنکھوں کی بینائی واپس نہیں آئی تھی۔ اب نظروں کے سامنے سیاہ دائرے رقص کر رہے تھے۔

"شکریہ مسٹر ملر! ہمیں اطمینان ہے۔" بوڑھے خرّانٹ کی آواز اُبھری۔

"مجھے بھی اطمینان ہونا چاہیے۔" ملر مسکرا کر بولا۔

"اوہ۔ ضرور۔" بوڑھے نے میز کے نیچے ہاتھ ڈالا اور سیاہ رنگ کا ایک بریف کیس نکال کر ملر کے سامنے رکھ دیا۔ "رقم گن لو۔"

"میں معزز لوگوں کی توہین کا باعث نہیں بن سکتا۔ البتہ میری طرف سے ایک حقیر سی رقم قبول کی جائے۔" ملر نے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر بوڑھے کے سامنے رکھ دی۔

"یہ کس سلسلے میں ہے؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"عظیم تحریک کی بقا کے لیے حقیر سا نذرانہ۔ کیونکہ میں نسلاً یہودی ہوں۔" ملر نے جواب دیا۔

"آفرین۔ آفرین۔ اس طرح تو اس دشمنِ دین کی گرفتاری فرض بھی تھی ملر۔" بوڑھے آدمی نے نوٹوں کی گڈی اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اپنے کاروبار سے خلوص کی تعلیم بھی میرا دین ہی دیتا ہے۔ میں نے مسٹر علی سے بھی گفتگو کی تھی لیکن وہ مجھے کوئی رقم فراہم کرنے سے قاصر نظر آئے۔ تب میں نے سوچا کہ ان کے عوض ایک مناسب معاوضہ مجھے کہاں سے مل سکتا ہے؟ میں اپنے دوست پولیس افسران کو بھی نواز سکتا تھا لیکن اس سے مجھے کیا ملتا؟ چنانچہ آپ لوگوں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے مسٹر علی کی حفاظت کا معقول انتظام بھی کیا تھا۔ کیونکہ پولیس ان کی تلاش میں تھی۔ اگر میری تحویل میں یہ پولیس کے ہاتھ لگ جاتے تو مجھے بھی ان کی معاونت کے جرم میں گرفتار کرلیا جاتا۔ گویا میں نے محنت کی اور محنت کا معاوضہ ضروری ہوتا ہے۔" ملر نے جواب دیا۔ اور بوڑھے آدمی نے اطمینان بخش انداز میں گردن ہلا دی۔

"ٹھیک ہے اگر یہ تمہارا کاروبار ہے تو ہمیں اعتراض نہیں۔ ایک بار پھر تمہارا شکریہ۔" بوڑھے آدمی نے کہا اور ملر باہر نکل گیا۔

غصّے کے مارے میرا بُرا حال تھا۔ ملر نے کتنی بڑی دغا کی تھی مجھ سے لیکن یہ اس لیے عام سی بات تھی کہ اس کا تعلق یہودی قوم سے تھا۔ میں جرائم کی زندگی کا انسان نہیں تھا۔ اس لیے دھوکے کا شکار ہوگیا۔ اس زندگی میں آنے کے بعد مجھے محتاط رہنا چاہیے تھا۔ کسی پر اعتماد کرکے خود کو بے بس کرلینا شرمندگی کی بات ہے۔ مجھے پہلا موقع ملتے ہی کوئی قدم اٹھا لینا چاہیے تھا۔ یہ اندازہ لگا لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟

تمام افراد دھیمی آواز میں گفتگو کرتے رہے۔ غالباً میرے بارے میں کوئی فیصلہ کر رہے ہوں گے اور پھر ان میں سے ایک نے کسی کو آواز دی۔ اس بار اس طویل کمرے کے عقبی دروازے سے ایک شخص نمودار ہوا۔ نہایت بدہیئت شخص تھا۔ گوشت کے تودے اس کے جسم پر جمے ہوئے تھے۔ ناک چپٹی تھی اور آنکھیں بے حد چھوٹی تھیں۔ صاف زرد رنگ کی وجہ سے اُسے چینی کہا جاسکتا تھا۔ اس کے بدن کا لباس بھی ڈھیلا ڈھالا تھا اور پیشانی پر سُرخ پٹی چڑھی ہوئی تھی۔ اندر آکر وہ رکوع کے انداز میں جھکا اور سیدھا کھڑا ہوگیا۔

"اوشویا۔ اسے لے جاؤ اور رات کو اپنی تحویل میں رکھو۔ خطرناک آدمی ہے۔ اس لیے خیال رکھنا۔" بوڑھے نے کہا۔ چینی نے گردن جھکائی اور میری طرف بڑھا۔ اور پھر اس نے میرا بازو پکڑ کر اٹھایا۔ سخت کوشش کے بعد میں کھڑا ہوگیا تھا لیکن قدم آگے نہیں بڑھ رہے تھے۔ اس سے قبل میں نے ایسی بے بسی کو کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میں چل نہیں پاؤں گا اور پھر چینی نے نہایت حقارت سے مجھے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور اسی دروازے میں داخل ہوگیا جہاں سے وہ نکل کر آیا تھا۔ یہ بھی ایک روشن راہداری تھی اور آگے جا کر گھوم گئی تھی۔ چینی مجھے لیے ہوئے ایک اور کمرے میں آگیا۔ پورے کمرے میں صرف ایک مسہری پڑی ہوئی تھی۔ چینی نے مجھے اس مسہری پر اچھال دیا اور نرم گدّے پر میں نے کئی جھٹکے کھائے۔

"خیال رہے کہ میں باہر موجود ہوں۔ اس لیے فرار کی کوئی کوشش نہ کرنا۔" چینی نے صاف انگریزی میں کہا۔ اس کی آواز اس کے تن و توش کی بہ نسبت بہت باریک تھی۔ دوسری بات جو میں نے محسوس کی تھی وہ یہ تھی کہ گوشت کی چٹان ہونے کے باوجود وہ بے حد پھرتیلا تھا۔ پھر وہ باہر نکل گیا اور میں مسہری پر پڑا اپنے بدن کے دورانِ خون کے درست ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ پورے بدن میں اب بھی سنسنی تھی جو آہستہ آہستہ زائل ہوتی جارہی تھی۔ ان غیر متوقع واقعات نے پہلے تو میرے ذہن کو غصّے سے تاریک کردیا تھا لیکن جوں جوں حواس بحال ہوتے جارہے تھے میں اس صورتِ حال پر غور کرنے کے قابل ہوتا جارہا تھا۔ ان لوگوں نے جو کچھ کیا ٹھیک ہی کیا۔ میں ان کا دشمن ہوں۔ اور دشمن کے ساتھ ہر بدترین سلوک کیا جاسکتا ہے۔ پھر غصہ کیسا؟

ملر بھی کوئی شریف انسان نہیں تھا۔ جرائم پیشہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ یہودی بھی تھا۔ اس لیے اس نے وہی کیا جو ایک یہودی کو کرنا چاہیے تھا۔ رہ گئی مینی کی بات تو وہ لڑکی ان واقعات سے قطعی ناواقف تھی۔ چنانچہ میں اس معاملے کی حد تک اُسے بے قصور سمجھتا ہوں لیکن اب یہ ساری باتیں بعد از وقت تھیں زندگی موت کے بالکل قریب آگئی تھی۔ میں یہودی فطرت سے واقف تھا۔ میرے حصول کے لیے انھیں بھاری رقم ادا کرنی پڑی تھی۔ یہ رقم اس لیے نہیں ادا کی گئی ہوگی کہ وہ قانون کا احترام کرتے ہوئے مجھے نہایت نیک نفسی کے ساتھ پولیس کے حوالے کر دیں۔ بلکہ وہ یقیناً میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک کریں گے جو اُن کے اندر سلگتی ہوئی انتقام کی آگ بجھا دے گا۔ حالات بے حد خراب ہوگئے تھے اور اب میرے لیے کچھ کرنا بہت مشکل تھا۔

رات گزر گئی۔ دوسرے دن صبح مجھے اس چینی نے ناشتہ دیا جو ایک پیالی چائے اور سینڈوچز پر مشتمل تھا۔ میں نے ناشتہ قبول کرلیا۔ چینی نے مجھ سے کوئی اور بات نہیں کی تھی۔ وہ ناشتہ رکھ کر چلا گیا۔ پھر دن کے گیارہ بجے کے قریب اُسی چینی نے دوبارہ میرے قید خانے کا دروازہ کھولا اور اندر آگیا۔ "چلو باہر چلو۔" اس نے کھُردری آواز میں کہا۔ اور میں خاموشی سے اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ چینی مجھے لیے ہوئے ایک راہداری سے گزر کر ایک اور ہال نما کمرے میں داخل ہوگیا۔ یہاں دس بارہ افراد موجود تھے جن میں سے میں نے اس بوڑھے کو پہچان لیا جس نے ملر کو رقم دی تھی۔ باقی سب میرے اجنبی تھے۔ [illegible] بہت زیادہ معمر [illegible] بھی تھے جو لمبے لمبے چغے پہنے ہوئے تھے۔ [illegible] سب کی [illegible] نگاہوں میں میرے لیے [illegible] تھی۔

"یہ ہے علی [illegible]۔ وہ ذلیل مسلمان جس نے چار

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نوجوانوں کو قتل کیا ہے۔ چار یہودی نوجوانوں کے قتل کا انتقام صرف اس طرح پورا نہیں ہو سکتا کہ جواب میں اسے قتل کر دیا جائے۔ انتقام کے لیے کوئی ایسا پروگرام ترتیب دیا جائے گا جس سے ہمارے دلوں کی آگ ٹھنڈی ہو سکے۔" بوڑھے نے تقریر کرنے کے انداز میں کہا۔

"فی الوقت اس کے دونوں ہاتھ کلائیوں کے پاس سے کاٹ لیے جائیں۔" ایک لمبے چغے والے نے کہا۔

"میں دست بستہ عرض کروں گا معزز بزرگ! کہ ابھی ایسا نہ کیا جائے۔ ممکن ہے کہ اس کی اس طرح فوری طور پر موت واقع ہو جائے۔ اس طرح ہم اُن دل جلوں کی آرزو پوری نہیں کر سکیں گے جنھیں ہم نے سان فرانسسکو سے بلایا ہے۔" بوڑھے نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔" دوسرے بوڑھے نے گردن ہلا دی اور پھر وہ چینی اوشویا سے مخاطب ہو کر بولا۔ "اوشویا! اس کی ابتدائی خاطر مدارت کرو۔" جواب میں اوشویا نے گردن جھکا دی۔

وہ تمام افراد پیچھے ہٹ کر دیوار سے جا لگے اور میں اس بڑے ہال کے درمیان تنہا رہ گیا تھا۔ مجھ سے چند فٹ کے فاصلے پر اوشویا تھا جو اپنی قمیص اُتار رہا تھا۔ اس کا اوپری بدن بے لباس ہو گیا اور گوشت کے تودے نظر آنے لگے۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور اپنی چھوٹی سُرخ آنکھوں سے مجھے گھورنے لگا۔ پھر یکایک اُس نے حلق سے عجیب آوازیں نکالیں اور فضا میں لاتیں چلانے لگا۔ وہ بڑی تیز رفتاری سے اپنے بدن کو فضا میں جنبش دے رہا تھا۔ یہ منظر حیرت ناک تھا۔ اتنے موٹے آدمی سے اس پھرتی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی لیکن میں بھی ہوشیار ہو گیا۔ اتنی خاموشی سے تو نہیں پٹوں گا۔ میں نے دل میں سوچا اور اوشویا پر نگاہیں جما دیں۔

چند ساعت کی بے مقصد اچھل کود کے بعد اچانک اس نے مجھ پر چھلانگ لگا دی لیکن میں برق کی طرح کوند کر اس کی گرفت سے نکل گیا۔ وہ کافی زور سے گرا لیکن نیچے قالین تھا اس لیے چوٹ نہ لگی ہو گی۔ دوسرے لمحے وہ دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا لیکن اب اس کے ہونٹ بھنچ گئے تھے اور چہرہ چقندر کی طرح سُرخ ہو گیا تھا۔ زمین سے اٹھ کر وہ پہلے ہی کے سے انداز میں دوبارہ اچھل کود کرنے لگا۔ میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ اس بار میں کوئی مؤثر کارروائی کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں غیر محسوس انداز میں دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ اوشویا میری طرف بڑھ رہا تھا لیکن اوشویا بے وقوف نہیں تھا۔ اس بار اس نے محتاط ہو کر حملہ کیا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ عقب میں دیوار ہے اور اندازے کی غلطی اُس کی ناک اور دانت برابر کر سکتی ہے۔ چنانچہ جونہی میں نے جگہ خالی کی اس نے اطمینان سے دونوں ہاتھ دیوار سے ٹکائے اور پوری قوت سے گھوم گیا۔ گھومتے ہی اس نے میری کمر میں ہاتھ ڈال دیا اور پھر میں زمین سے کئی فٹ اچھل کر قالین پر جا پڑا۔ اس بے پناہ طاقتور انسان کے سامنے میری کوئی حیثیت نہیں تھی۔ حالانکہ قالین پر گرا تھا لیکن منہ آ گیا تھا۔ ناک چھل گئی تھی اور شاید نکسیر بھی پھوٹ گئی تھی۔ خون کے قطرے میری قمیص پر گرنے لگے لیکن میں نے کھڑے ہونے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

"اوشویا!" دفعتاً وہی بوڑھا کرخت آواز میں چیخا اور میری نگاہ اس کی طرف اٹھ گئی۔ اس کے عقب میں جو بوڑھا کھڑا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کی ایک چھڑی دبی ہوئی تھی۔ جس کی موٹھ اوپر سے مڑی ہوئی اور کافی موٹی تھی۔ میری آنکھوں میں چمک سی آ گئی۔ "زندگی تو جانی ہے پھر مسلمان کی طرح کیوں نہ جائے۔" میں نے سوچا۔

بوڑھے کی آواز نے جیسے اوشویا کو جگا دیا۔ وہ فضا میں قلابازیاں کھاتا ہوا پھر مجھ پر لپکا اور اس بار اس کے ہاتھ نے میرے جبڑے ٹھیک کر دیے۔ یوں لگا جیسے بایاں جبڑا ٹوٹ گیا ہو۔ میں پھر اچھل کر بری طرح گرا تھا لیکن جبڑے کی تکلیف بھول کر میں بے حد پھرتی سے اٹھا اور میں نے بوڑھے پر چھلانگ لگا دی۔ میری چھلانگ جچی تلی تھی۔ چنانچہ چھڑی میرے ہاتھ میں آ گئی۔ میں نے اسے الٹی طرف سے پکڑا اور اس بار میں نے اوشویا کے حملے کا انتظار نہیں کیا تھا۔ میں خود ہی دیوانہ وار اس پر ٹوٹ پڑا اور میرا پہلا ہی وار اوشویا کی پیشانی پر پڑا۔ اوشویا کی پیشانی ترخ گئی اور خون اس کی آنکھوں پر بہنے لگا۔ اس صورت حال سے خوفزدہ ہو کر یہودی بوڑھے چیختے ہوئے باہر بھاگ گئے۔ البتہ اوشویا آنکھوں سے خون پونچھتا ہوا پاگلوں کی طرح مجھ پر جھپٹا۔ اگر خون کی چادر اس کی آنکھوں میں نہ رینگ گئی ہوتی تو شاید وہ دیوانگی کے عالم میں میری ہڈیاں ہی پیس کر رکھ دیتا مگر اس صورت سے مجھے فائدہ حاصل ہو گیا۔ میں نے کئی وار اس کے شانے پر اور بدن کے دوسرے حصوں پر کیے اور وہ زمین پر گر پڑا۔ اس بار جو میں نے اس کے چھڑی ماری تو اس نے بایاں پاؤں اوپر اٹھایا۔ یہ بے مقصد نہیں تھا۔ اس نے جوجتسو کے مخصوص انداز میں پاؤں اوپر اٹھایا تھا چنانچہ چھڑی اس کے پاؤں پر پڑ کر ٹوٹ گئی اور اب میرے ہاتھ میں اس کا پتلا حصہ رہ گیا تھا جو بیکار تھا۔ اوشویا نے سوئپ کیا اور میرے پاؤں اس کے پیروں میں الجھ گئے۔ اس بار میں گرا تو پھر اس نے مجھے نہ اٹھنے دیا۔ میری گردن پر پاؤں رکھ کر اس نے ایسا دباؤ ڈالا کہ یکایک میری آنکھوں میں ستارے رقص کرنے لگے اور پھر مجھے ہوش نہ رہا۔

❁

ہوش آیا تو رات ہو چکی تھی۔ میں اپنے اسی قید خانے کی مسہری پر پڑا ہوا تھا۔ کمرے میں مدھم روشنی تھی۔ بدن کے بہت سے حصے دکھ رہے تھے۔ خاص طور پر جبڑا۔ جبڑے پر ہاتھ پھیرا تو سوجا ہوا معلوم ہوا۔ ظاہر ہے یہی ہونا چاہیے تھا۔ اوشویا دیو تھا۔ جان ہی جانے کس طرح بچ گئی تھی؟ میں کراہتا ہوا مسہری سے نیچے اُتر آیا۔ شدت کی پیاس لگ رہی تھی۔ اس لیے دروازے کے قریب جا کر میں نے زور زور سے اُسے بجایا۔ پھر کچھ دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ سامنے اوشویا موجود تھا۔ اس کی پیشانی پر سفید پٹی بندھی ہوئی تھی جس پر خون کے دھبے نظر آ رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں مسکراہٹ ابھر آئی۔

"پانی مل سکے گا؟ میں پیاسا ہوں۔" میں نے کہا اور اس نے اپنے مخصوص انداز میں گردن ہلا دی۔ پھر دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ خاصی دیر میں واپس آیا تھا لیکن اس کے ہاتھوں میں ٹرے تھی اور ٹرے میں کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ کافی کی ایک پیالی بھی تھی۔

"پانی پینے سے پہلے کچھ کھا لو، بھوکے ہو گے۔" وہ نرم آواز میں بولا اور مجھے اس کے اس بدلے ہوئے انداز پر حیرت ہوئی۔ اسے تو مجھ سے نفرت کا سلوک کرنا چاہیے تھا۔

"شکریہ اوشویا! خاص طور سے اس کافی کے لیے میں تمھارا شکر گزار ہوں۔" میں نے بھی خوش مزاجی سے کہا اور ٹرے اس کے ہاتھ سے لے لی۔

"تمبا کو پیتے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اور کھانے کی ٹرے لے کر مسہری پر آ بیٹھا۔ اوشویا دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر آ گیا تھا لیکن میں اس کی طرف توجہ دیے بغیر کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ بھوک بھی خوب لگ رہی تھی۔ اس لیے آن کی آن میں ساری چیزیں صاف کر گیا۔ اوشویا دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کافی ختم کی تو وہ بولا۔

"اور کافی درکار ہے؟"

"نہیں اوشویا! لیکن تمھاری اس مہربانی کے لیے میں شکر گزار ہوں۔"

"ذاتی طور پر میں تمھیں پسند کرنے لگا ہوں۔ طویل عرصے کے بعد کسی سے مقابلہ ہوا تھا۔ ورنہ چوہے ہی ہاتھ آتے ہیں۔ میرا خیال ہے اگر تم مارشل آرٹس سے واقف ہوتے تو بے حد خطرناک انسان ثابت ہوتے۔ دیکھو نا میری تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے لیکن تم جس کا نمک کھاؤ گے اس کے احکامات کی تکمیل تو ضرور کرو گے۔"

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصوں میں

تاریک برِ اعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور سفلی کے مقابلے برملا ہوتے تھے — وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت — ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی — جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا — شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا — نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حُسن لازوال تھا جس کے حصول کے لیے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا — خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا —

قیمت فی حصہ ۳۰/- روپے، علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بے شک اوشویا! کیا تم ان کے ملازم ہو؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔ مسٹر ودیان میرے آقا ہیں۔"
"یہ انھی کا مکان ہے؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں۔" اوشویا نے مختصراً کہا۔
"کون کون رہتا ہے یہاں؟" میں نے ایک اور سوال کیا۔
"صرف میں۔ کبھی کبھی وہ لوگ میٹنگ کے لیے آجاتے ہیں۔"
"اس وقت وہ لوگ کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا اور اوشویا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
"جنگ کرکے نکل جانے کے چکر میں ہو لیکن کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ میں اتنا بودا نہیں ہوں۔ مارشل آرٹ میں بلیک بیلٹ ہوں۔ ویسے تمھاری مرضی ہے۔ چاہو تو کوشش کرلو۔ اس وقت اس مکان میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ایک چینی یہودی کا ملازم کس طرح ہوگیا؟ چینی بھی تو یہودیوں کو پسند نہیں کرتے۔" میں نے کہا۔
"امریکہ میں رہ کر یہودیوں سے دشمنی ممکن نہیں ہے اور پھر میرے استادِ محترم کے مسٹر ودیان سے گہرے تعلقات ہیں انھی کے حکم سے یہاں نوکری کررہا ہوں۔ استاد اگر کہیں کہ سمندر میں چھلانگ لگادو تو پھر سمندر میرے لیے ایک مقدس جگہ ہوجاتی ہے۔ ویسے تمھارا تعلق کس ملک سے ہے؟" اوشویا نے پوچھا۔
"میں پاکستانی ہوں۔" میں نے اُسے اپنی شہریت کے بارے میں بتایا۔
"اوہ۔" اوشویا کسی قدر مضطرب ہوگیا۔ "کیا واقعی تم پاکستانی ہو؟" اس نے اضطراب سے ہاتھ ملتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں۔ تم پریشان کیوں ہوگئے؟" میں نے پوچھا۔
"مجھے پاکستانیوں سے محبت ہے۔ وہ ہمارے دوست ہیں لیکن مسٹر ودیان سے تمھاری کیا دشمنی ہوگئی؟"
اور پھر میں نے اوشویا کو اس دشمنی کی پوری تفصیل بتادی۔ اوشویا لمحہ بہ لمحہ پریشان ہوتا جارہا تھا۔ پھر اس نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "تب تو میں نے اچھا ہی کیا۔ جس وقت تم بے ہوش ہوگئے تھے اور میں تمھیں ہاتھوں میں اٹھا کر باہر لارہا تھا تو مسٹر ودیان نے حکم دیا تھا کہ میں تمھیں گردن دبا کر ہلاک کردوں۔ اگر تم ہوش میں ہوتے تو مجھے ان کے حکم کی تعمیل کرنی پڑتی لیکن میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں تمھیں قابو میں رکھوں گا اور میں نے معذرت کی کہ میں کسی بے ہوش انسان کو قتل نہیں کرسکتا۔"
"کیوں قتل نہیں کرسکتے؟" میں نے پوچھا۔
"استاد کا حکم ہے۔" اوشویا نے جواب دیا۔
"تمھارا استاد بھی کوئی اعلیٰ ظرف انسان معلوم ہوتا ہے کون ہے وہ اور کیا نام ہے اس کا؟"
"جوشو اولایو، مارشل آرٹس کا ماہر ہے۔ ہالی ووڈ میں تمھیں اس کا ثانی نہیں ملے گا لیکن اس نے مارشل آرٹس کا کوئی انسٹیٹیوٹ نہیں کھولا، صرف اس لیے کہ اسے سفید فاموں کو یہ آرٹ سکھانا پڑے گا اور کون جانے ان میں کون کتنا ظرف رکھتا ہے؟"
"جوشو اولایو۔" میں نے زیرِ لب دُہرایا۔
"تم نے اس کا نام سنا ہے؟" اوشویا بولا۔
"ہاں۔ سان فرانسسکو میں میرے چند دوستوں نے میری بہت مدد کی تھی۔ مسٹر کائی شن، ان کی بیٹی لوئی شی، بیٹے ہوشن اور ہیگ شن میرے گہرے دوست ہیں۔ مسٹر کائی شن نے کہا تھا کہ ہالی ووڈ میں، میں جوشو سے مل لوں۔ وہ میرے دشمنوں کے خلاف میری مدد کریں گے لیکن حالات نے مجھے اس کی مہلت نہیں دی۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا اور اوشویا پھر بُری طرح مضطرب نظر آنے لگا۔
"کیا نام لیے تھے تم نے؟ کائی شن۔ لوئی شی۔ ہوشن؟" وہ بے اختیار بولا۔
"ہاں۔ یہی تینوں نام لیے تھے میں نے۔"
"ان لوگوں سے تمھاری ملاقات کہاں ہوئی تھی؟" اوشویا نے پوچھا۔
"چائنا ٹاؤن۔ سان فرانسسکو میں۔" میں نے جواب دیا۔
"اوہ۔ وہ تمھارے دوست تھے؟" اوشویا حیرت زدہ نظر آرہا تھا۔
"گہرے دوست، جنھیں میں زندگی بھر فراموش نہیں کرسکوں گا۔"
"اور انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ تم جوشو سے مدد لو؟" اوشویا نے پوچھا۔
"بلکہ مسٹر کائی شن نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ میرے بارے میں جوشو کو اطلاع دے دیں گے اور مجھے یقین ہے کہ یہ اطلاع ان تک پہنچ گئی ہوگی۔" میں نے جواب دیا اور پھر اسے دیکھ کر بولا۔ "لیکن تم اچانک مضطرب کیوں ہوگئے اوشویا؟"
"یہ لوگ جن کا تم نے نام لیا ہے میرے عزیز ہیں۔ کائی شن میری ماں کا بھائی ہے اور اسی نے مجھے استادِ محترم جوشو کے پاس بھیجا تھا۔ کیا یہ اضطراب کی بات نہیں ہے کہ تم سے میرے لاتعداد رشتے نکلتے چلے آرہے ہیں۔ آخری نام میرے استاد کا ہے۔ جن کے بعد میرے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اب بتاؤ اگر انھوں نے تمھاری موت کے سلسلے میں مجھے استعمال کرنا چاہا تو کیا ہوگا؟" اوشویا نے پریشان ہوکر کہا۔
"وہ تمام لوگ کہاں گئے؟" میں نے پوچھا۔
"میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ عموماً وہ لوگ اس مکان میں نہیں رہتے۔ بس اس کی دیکھ بھال کے لیے میں ہی رہتا ہوں اور اس وقت وہ سب سان فرانسسکو سے ان لوگوں کو بلانے کی کوششوں میں مصروف ہیں جن کے رشتے داروں کو تم نے قتل کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اُن کی موجودگی میں تمھیں قتل کیا جائے تاکہ ان کے دل کی بھڑاس بھی نکل جائے۔ یہ لوگ کسی طور تمھیں پولیس کے حوالے نہیں کریں گے۔ کیونکہ پولیس کی کارروائی ذرا مختلف ہوگی۔ ممکن ہے حکومتِ امریکہ تمھیں موت کی سزا بھی دے دے لیکن یہ سزا ان کی پسند کے مطابق نہیں ہوگی۔ چنانچہ وہ اپنے طور پر ہی تمھارا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے مذہبی عقائد کے مطابق تمھاری اذیت ناک موت بہت ضروری ہے۔" اوشویا نے بتایا اور پھر کسی خیال کے تحت اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ "لیکن یہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں بڑی الجھن میں ہوں۔ تمھارا تعلق ان لوگوں سے ہے جو میرے لیے بے حد محترم ہیں۔ ذرا ٹھہرو بلکہ یوں کرو میرے ساتھ آؤ۔ میرے اور تمھارے درمیان ایک چھوٹی سی یگانگت نکل آئی ہے۔ مجھے شرمندہ ہونے کا موقع مت دینا۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور کمرے کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا تھا۔ تب وہ ایک دوسرے کمرے میں پہنچا جہاں فون رکھا ہوا تھا۔ اس نے فون پر چند نمبر ڈائل کیے اور مجھے فون کے نزدیک ہی رکھی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ جانے کا اشارہ کردیا۔ میں بیٹھ گیا تھا۔
وہ ٹیلیفون کا ریسیور کان سے لگائے چند ساعت انتظار کرتا رہا اور پھر بولا۔ "ہیلو اوشویا بول رہا ہے استادِ محترم جوشو سے بات کرنا چاہتا ہے۔" پھر اُس نے بڑے احترام سے گردن جھکائی اور دوبارہ بولا۔
"استادِ محترم! آپ کا خادم، آپ کا غلام اوشویا بات کررہا ہے۔ ہاں ایک بہت اہم مسئلہ آن پڑا ہے۔ بڑا ہی پریشان کن اور جب کسی پریشانی کا کوئی موقع آجاتا ہے تو استادِ محترم میری رہنمائی کرتے ہیں۔ میں اس وقت بھی آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص بڑی مشکلات کے بعد گرفتار ہوکر میرے آقا کے پاس آیا ہے اور میرا آقا اُسے قتل کردینا چاہتا ہے۔ اس شخص کا نام علی یار خاں ہے اور یہ سان فرانسسکو میں برکلے یونیورسٹی کا طالبعلم ہے اس نے چار۔۔۔۔"
اوشویا اچانک رک گیا۔ چند لمحے دوسری طرف کی بات سنتا رہا پھر بولا۔ "ہاں ہاں! میرے بالکل نزدیک موجود ہے لیکن استادِ محترم کیا۔۔۔۔ اچھا اچھا۔ میں ٹیلیفون اُسے دیتا ہوں۔" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور ٹیلیفون میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولا۔ "میرے استادِ محترم جوشو!"
میں نے ٹیلیفون کا ریسیور اوشویا کے ہاتھ سے لے کر کان سے لگایا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "میں علی یار خان بول رہا ہوں۔"
"اوہ لڑکے! تم کہاں ہو۔ میں تمھارے لیے کتنا پریشان ہوں تم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔" ایک نرم اور تشویشناک آواز ابھری۔
"کیا آپ کو مسٹر کائی شن کا پیغام مل چکا ہے مسٹر جوشو؟"
"ہاں۔ یہ بہت پہلے کی بات ہے لیکن تم نے مجھے بے حد پریشان کردیا۔ آخر تم ان لوگوں کے ہتھے کس طرح چڑھ گئے۔ یہ سب کیسے ہوا؟"
"طویل داستان ہے مسٹر جوشو! بس یوں سمجھ لیں کہ میرے خلاف ایک انتہائی گہری سازش کی گئی اور اتفاقیہ طور پر میں ایسے لوگوں کے ہاتھ لگ گیا جنھوں نے مجھے یہاں تک پہنچا دیا۔"
"مجھے بے حد افسوس ہے۔ میرا دوست کائی شن کیا سوچے گا۔ تم ہالی ووڈ میں آئے اور میں تمھارے لیے کچھ نہ کرسکا۔ لیکن فکرمند نہ ہو۔ جوشو تمھاری پوری پوری مدد کرے گا۔ تم پریشان مت ہو اور میرے پاس پورے اعتماد سے پہنچ جاؤ۔"
"بہت بہت شکریہ مسٹر جوشو! لیکن میرے وہاں پہنچنے کا کیا طریقہ ہوگا؟" میں نے پوچھا۔
جوشوا چند لمحات کے لیے کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا۔ "ٹیلی فون کا ریسیور اوشویا کو دو۔" اور میں نے شانے ہلا کر ریسیور اوشویا کو دے دیا۔ دوسری طرف سے اوشویا کو کچھ ہدایات ملتی رہیں اور پھر اس نے گردن ہلادی۔
"استادِ محترم! میرے لیے اس دنیا میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ میں تعمیلِ حکم کروں گا۔" اوشویا چند لمحات کے لیے رُکا اور دوسری طرف کی بات سنتا رہا۔ پھر اس نے گردن ہلائی۔ "ٹھیک ہے مگر یہ تو بتائیں کہ اس سے میری ذات پر تو کوئی ایسا حرف نہیں آئے گا جو مجھے اپنی ہی نگاہوں میں ذلیل کردے؟"
چند لمحات دوسری طرف کی باتیں سننے کے بعد اس نے ایک بار پھر اپنے

کتابیات پبلی کیشنز ۔ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سر کو جنبش دی اور کہنے لگا "ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ ظاہر ہے جو استادِ محترم کہیں گے وہ میرے لیے دنیا کی سب سے بڑی بات ہو گی۔ تو پھر میں وہی کر دوں جس کی مجھے استادِ محترم کی طرف سے ہدایت ملی ہے۔" وہ پھر رُک کر دوسری طرف کی آواز سننے لگا اور پھر اس نے زور زور سے گردن ہلائی۔" اس کے علاوہ میرے ذہن میں اور کوئی تردد نہیں تھا استادِ محترم! ٹھیک ہے شکریہ۔"

ادشویا نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے پریشانی عیاں تھی جیسے وہ ابھی تک کسی الجھن کا شکار ہو۔ پھر اس نے زور سے گردن ہلائی اور بڑبڑایا "جس نے اس قابل کیا۔ اس کی ذات سب سے محترم ہے۔ آؤ اٹھو، اپنے کمرے میں چلو لیکن سنو! ادشویا اب تمھارا پہرے دار نہیں، دوست ہے۔ خود کو اس وقت تک قیدی مت سمجھنا جب تک ددیان یہاں نہ آ جائے۔ بہتر ہو گا وہ تنہا ہی یہاں آئے۔" ادشویا جیسے خود سے مخاطب تھا۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ شدید ذہنی الجھن کا شکار ہے اور میں اس کی الجھن کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ چنانچہ کمرے میں جا کر میں نے اس سے پوچھا۔

"تمھارے استاد نے تمھیں کیا حکم دیا ہے ادشویا؟"

"انھوں نے کہا ہے کہ میں تمھیں لے کر اُن کے پاس پہنچ جاؤں اور تمھیں موقع دوں کہ تم ودیان کو قتل کر دو۔ میرے ذہن میں یہ الجھن ہے کہ میں ودیان کو آقا کہتا ہوں۔ اور اس کا نمک خوار رہا ہوں۔ بس یہ بات ہے لیکن جوشوا میرا استاد ہے۔ اس نے میری تکمیل کی ہے اس لیے میں اس کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ تو سنو علی! جب ودیان آ جائے گا تو میں اُسے تمھارے پاس لے آؤں گا تم اُسے قتل کر دینا۔ اس دوران میں یہاں سے چلنے کے انتظامات کر لوں گا۔ اور تمھیں جوشوا کے پاس لے چلوں گا۔"

"کاش میں پہلے ہی جوشوا سے ملاقات کر لیتا۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔ تھوڑی دیر تک ادشویا خاموش اپنے خیالات میں کھویا رہا تھا۔ پھر وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔

ددیان دوسرے دن واپس آ گیا۔ اس کی واپسی کی خبر ادشویا نے مجھے دی تھی اور پھر دوپہر کو دو بجے کے قریب ددیان، ادشویا کے ساتھ میرے کمرے میں آیا۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے ویسے ہی نفرت کے آثار تھے جیسے میں نے پہلے روز دیکھے تھے۔

"یہودی قوم کے مجرم! کاش تم اسرائیل میں ہوتے۔ کاش ہم تمھیں کسی طور اسرائیل پہنچا سکتے۔ وہاں ہم تمھارے ساتھ وہ سلوک کرتے کہ موت کے بعد بھی تمھاری روح اذیت سے تڑپتی رہتی۔ لیکن کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں بھی تمھاری قوم کے دوسرے لوگ موجود ہیں۔ ہم ان سب سے انتقام لیں گے۔ بہت جلد امریکہ میں پاکستانی طالب علموں کے خلاف ایک تحریک کا آغاز ہو گا۔ میں اس کی تیاریاں مکمل کر چکا ہوں۔ تمھاری موت کے بعد اس مہم کا آغاز ہو جائے گا۔" وہ نفرت بھرے لہجے میں بولا۔

ادشویا نے اس دوران کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا جسے ودیان نے محسوس بھی نہیں کیا۔ پھر اس نے مجھے اشارہ کیا اور میری آنکھوں میں خون اُتر آیا۔

"مسٹر ددیان! انشاءاللہ مستقبل قریب میں یہودی قوم اپنے تمام ترنا پاک عزائم میں اسی طرح ناکام رہے گی جس طرح تم اس وقت اپنی خواہشات کی تکمیل میں ناکام ہو رہے ہو۔ تم مجھے قتل کرنے کی آرزو دل میں لیے اس جہان سے رخصت ہو جاؤ گے۔" یہ کہہ کر میں نے اپنے لباس سے وہ خنجر نکال لیا جو ادشویا دن میں مجھے دے گیا تھا۔ اور پھر میں نے یہ خنجر ودیان کی آنکھوں کے سامنے لہرایا اور ودیان اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

"ادشویا! اسے سنبھالو۔ ارے اس کے پاس یہ خنجر کیسے آ گیا؟" وہ چیخا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر ددیان! یہ دو قوموں کا ذاتی معاملہ ہے۔ میں تمھارے دوسرے معاملات کا نگراں ہوں، تمھارے قومی معاملات کا نہیں۔ اس لیے میں اس وقت تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔" ادشویا نے کہا اور ودیان کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں۔

"کک... کیا بکواس کر رہے ہو ادشویا! تم میرے نمک خوار ہو۔ میری حفاظت کرو۔" ودیان دروازے کی جانب جھپٹا لیکن ادشویا ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ ودیان دروازے سے ٹکرایا۔ پھر اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن میں اتنی دیر میں اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ میں نے اس کی قمیص کا کالر پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا اور اس نے کمرے کے فرش پر کئی قلابازیاں کھائیں۔ پھر میں آہستہ آہستہ اس کے سر پر پہنچ گیا۔

"دین کے نام پر، اسلام کے نام پر اے یہودی النسل کُتے! میں تیرا ناپاک خون بہا رہا ہوں۔" میری غراہٹ بلند ہوئی اور پھر میں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر اس کے دل میں اتار دیا۔ ودیان کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور اس کے سینے سے خون کا فوارہ اُبل پڑا۔ پھر چند ساعتوں کے بعد اس کے ہاتھ پاؤں تشنج سے اکڑنے لگے۔ وہ دہشت زدہ انداز میں میری صورت دیکھ رہا تھا اور پھر اس کے حلق سے آخری آواز نکلی۔

"نہیں۔ نہیں۔" اور اس کے بعد اس کی آنکھیں چڑھنے لگیں۔ بوڑھا آدمی تھا۔ بدن میں زیادہ گرمی نہیں تھی۔ اس لیے چند لمحے تڑپ کر سرد ہو گیا۔ تب میں نے ادشویا کی طرف دیکھا۔ وہ

زندگی زدگاں کے لیے ایک زمانہ گزیدہ کی خوں رنگ سرگزشت

بابر زماں خاں کی آپ بیتی، جگ بیتی

اُس جوانِ رعنا سے زندگی کا رویّہ مختلف تھا

اُن کے لیے جن کے سینے دُھواں دیتے ہیں

آنسوؤں، آہوں، امنگوں اور حوصلوں کی داستان

عبرت اثر، حیرت انگیز و ناقابلِ فراموش

بازی گر

دل فگاروں کے لیے

سب رنگ کا مقبول سلسلہ

قیمت فی حصہ ۲۵ روپے ڈاک خرچ -/۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اب کسی قدر بے پروا نظر آ رہا تھا۔ اس نے میری جانب دیکھ کر گردن جھکائی اور پھر دروازہ کھول دیا۔

"آؤ۔" وہ بولا۔ اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ عمارت کے دروازے کے باہر ایک بند گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ غالباً ودیان اسی گاڑی میں آیا تھا۔ اوشیا نے گاڑی کا اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور مجھے پچھلے حصے میں بیٹھ جانے کے لیے کہا۔ میں چونکہ اس وقت اپنی اصل شکل میں تھا اس لیے اس کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ میرے بیٹھ جانے کے بعد اوشیا نے گاڑی اسٹارٹ کر دی اور چل پڑا۔

لاس اینجلس سے ہالی ووڈ تک کا راستہ بہت طویل نہیں تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہی گاڑی مختلف راستوں سے گزرتی ہوئی ایک جگہ رک گئی۔ جب میں گاڑی سے اترا تو ایک چینی نے میرا استقبال کیا۔

یہ ایک درمیانے بدن کا آدمی تھا جس کی عمر کا صحیح اندازہ اس کے چہرے سے لگانا مشکل تھا۔ اس کی آنکھوں سے نہایت سنجیدگی اور بردباری عیاں تھی۔ خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے گردن جھکائی اور میرا خیر مقدم کرتے ہوئے بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ میں علی یار خان سے مخاطب ہوں۔"

میں نے جواب میں مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا اور بولا۔

"ہاں، مجھے علی یار خان ہی کہتے ہیں۔"

"اور میں جوشو ہوں۔" وہ بولا اور بہت نرم انداز میں میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ چینی طرز کی ایک خوبصورت عمارت میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ جوشو مجھے عمارت کے اندر لے گیا۔ پھر ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اس نے مجھے بیٹھنے کی پیش کش کی۔ میں شکریہ ادا کر کے بیٹھا تو جوشو بھی میرے سامنے ہی ایک چھوٹی سی تپائی پر بیٹھ گیا۔

"میرے علم میں آیا تھا کہ تم فریسنو سے ہالی ووڈ آ رہے ہو۔ پھر درمیان میں کہاں رہ گئے تھے؟ علی یار خان! ہم تمہارے لیے سخت پریشان تھا۔"

"میرے مہربان بزرگ کائی شن نے آپ کو میرے بارے میں تفصیل بتا دی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ کچھ کائی شن نے بتایا اور کچھ میں نے اخبارات میں دیکھا۔ یہ تمہارا قومی اور مذہبی معاملہ ہے۔ اس لیے اس پر میرا تبصرہ غیر مناسب ہوگا لیکن کسی لڑکی کی آبروریزی کے انتقام پر میں تمہارا ممنون ہوں اور تمہاری اس کاوش کی دل سے قدر کرتا ہوں۔" جوشو نے کہا۔

"شکریہ مسٹر جوشو! ہالی ووڈ میرے لیے اجنبی جگہ تھی۔ میں جن حالات میں یہاں آیا تھا آپ کو اندازہ ہے۔ کوئی ہوٹل نہ مل سکا تو رات کو شیر نامی ایک ریستوران میں بیٹھا رہا۔ وہیں مجھے پہچان لیا گیا۔"

میں نے جوشو کو گیبن ملر کی کہانی سنائی اور جوشو پرخیال انداز میں اپنا گال کھجانے لگا، پھر آہستہ سے بولا۔ "گیبن ملر۔ ہاں یہ نام اجنبی نہیں ہے لیکن یہ شخص اتنا خطرناک تو نہیں معلوم ہوتا۔"

"بے حد ذہین انسان ہے اور اس کا گروہ بھی ماہر فن افراد پر مشتمل ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن اب تم کیا چاہتے ہو مسٹر علی؟" جوشو نے پوچھا۔

"اس شخص سے دو دو ہاتھ کرنے ہوں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ امریکی پولیس کا طریقہ کار بہت جدید ہے۔ وہ تمہارے لیے جال پھیلا رہی ہوگی اور جلد یا بدیر تم اس جال میں پھنس جاؤ گے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ تم فوراً یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو۔"

"آپ کا مشورہ سر آنکھوں پر مسٹر جوشو! لیکن اس بدبخت کے پاس میری ایک تحریر موجود ہے جو میرے لیے سخت تشویشناک ہے۔ میں اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ تحریر اس کے پاس رہی تو میں زندگی بھر ایک عذاب میں مبتلا رہوں گا۔"

"ہوں۔" جوشو کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں خیالات میں ڈوب گئیں، پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "مسٹر علی! میں ہالی ووڈ میں طویل عرصہ گزار چکا ہوں۔ ہم یہاں اچھے شہریوں کی مانند رہتے ہیں۔ ہالی ووڈ کی تاریخ میں کسی چینی نے اس شہر میں کوئی جرم نہیں کیا اور میری خواہش ہے کہ آئندہ بھی ایسا نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود ہم اپنے مفادات کی نگرانی بھی کرتے ہیں۔ مارشل آرٹس کے سلسلے میں میرا ایک ذاتی کلب ہے۔ لیکن میں نے کبھی اس کی تشہیر نہیں کی۔ یہ فن میں نے صرف چینی جوانوں کے لیے مخصوص رکھا ہے۔ تم نے ایک اچھے جذبے کے تحت یہ قتل کیے ہیں لیکن جرم صرف جرم شمار کیا جاتا ہے اور کسی مجرم کی اعانت بھی جرم ہی تصور کی جاتی ہے۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں لیکن یہ تمہارا فرض ہے کہ میرا کیریئر خراب نہ کرو۔ اگر اس شخص کو قتل کرنا اتنا ہی ضروری ہے تو پھر اس سلسلے میں تمہیں خود کاوش کرنی ہوگی۔ میں صرف تمہاری رہنمائی کر سکتا ہوں۔"

"مجھے احساس ہے مسٹر جوشو! اور میں جانتا ہوں کہ کسی کی پرسکون زندگی میں الجھن پیدا کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ اگر آپ یقین کریں تو ہالی ووڈ آ کر فوری طور پر آپ کو تلاش نہ کرنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بہرصورت حالات مجھے کھینچ کر آپ تک لے ہی آئے ہیں تو میں آپ سے صرف اتنی اعانت چاہتا ہوں کہ مجھے امریکہ سے نکلنے میں مدد دیں۔ باقی کسی معاملے میں آپ کو تکلیف نہیں دوں گا۔"

"یہ میری ذمے داری ہے۔ میں اس سلسلے میں بھرپور کوشش کروں گا مسٹر علی! اور اب تم آرام کرو۔ میں گیبن ملر کے بارے میں معلومات حاصل کر کے تمہیں مناسب اطلاعات فراہم کر دوں گا۔ اس کے بعد اس سلسلے میں تم خود ہی کوئی قدم اٹھاؤ گے۔" جوشو نے کسی قدر صاف گوئی سے کام لے کر کہا اور میں نے پرخلوص انداز میں گردن ہلا دی۔

درحقیقت کسی غیر متعلق شخص کو اس سے زیادہ تکلیف دینا حماقت ہی تھی۔ اول تو بے چارے اوشیا کا مستقبل بھی تاریک ہو گیا تھا۔ ودیان کے قتل کے سلسلے میں نہ جانے جوشو کیا کرے گا۔ یہ بات میرے لیے تجسس کا باعث تھی۔

چینی طرز کی اس عمارت میں میرے قیام کا بندوبست کر دیا گیا اور یہاں میں نے کئی پرسکون گھنٹے گزارے۔ میں ایک بار پھر ہالی ووڈ واپس آ گیا تھا اور اب دیکھنا یہ تھا کہ یہاں سے نکلنے کے کیا انتظامات ہوتے ہیں۔ جوشو مجھے بردبار اور حلیم الطبع شخص نظر آتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ جس شخص نے میری اس قدر مدد کی ہے وہ آئندہ بھی مجھے بچانے کے لیے مناسب اقدامات کرے گا۔ چنانچہ کسی قدر اطمینان ہو گیا تھا اور اطمینان ہونے کے بعد میرے ذہن میں گیبن ملر ابھر آیا تھا۔ بدبخت نے کس چالاکی سے میرے خلاف جال بُنا تھا۔ اپنی دانست میں تو اس نے مجھے جال میں پھنسا ہی دیا تھا لیکن یہ میری خوش قسمتی تھی کہ میں ان خطرناک لوگوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ گیبن ملر کے خلاف میرے دل میں بے انتہا نفرت ابھر آئی اور میں نے تہیہ کر لیا کہ اسے کیفرِ کردار تک پہنچائے بغیر یہاں سے نکلنے کا تصور بھی نہیں کروں گا۔

*

دوسرے دن جوشو نے میرے ساتھ قہوہ پیتے ہوئے مجھے بتایا۔ "گیبن ملر نامی شخص کے بارے میں یہاں کچھ شبہات ضرور پائے جاتے ہیں۔ وہ ایک طویل عرصے تک امریکی محکمۂ پولیس سے متعلق رہا ہے۔ اپنی باغیانہ فطرت کی وجہ سے اس نے اس محکمے سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ اب وہ فلموں میں کام کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے بارے میں کچھ تفصیلات نہیں مل سکیں، سوائے اس کے کہ وہ یہودی النسل ہے۔"

"ہاں۔ یہ بات مجھے معلوم ہو چکی ہے مسٹر جوشو!" میں نے کہا۔

"اوہ، کیا تمہیں پہلے ہی معلوم ہو گئی تھی؟" جوشو نے پوچھا۔

"نہیں۔ اس وقت جب ملر نے میرے عوض حاصل کیے ہوئے معاوضے میں سے کچھ حصہ نکال کر صیہونی تنظیم کے لیے ودیان کو دیا تھا۔" میں نے جوشو کو بتایا۔

"واہ۔" جوشو کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جرائم پیشہ ہونے کے ساتھ ساتھ قوم پرست بھی ہے۔"

"کیا گیبن ملر کی رہائش گاہ کے بارے میں بھی کچھ پتا چل سکا مسٹر جوشو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہ لورین انگر برگ کی ایک عمارت میں رہتا ہے۔"

"میری رہنمائی وہاں تک کی جا سکے گی؟" میں نے سوال کیا۔

"یقیناً۔ تم جب بھی پسند کرو۔" جوشو نے کہا۔

"تو آپ اس کے لیے بندوبست کر دیں۔ میں آپ کا شکرگزار ہوں گا۔" میں نے کہا۔

چینی نوجوان ایک رنگین شیشوں والی خوب صورت کار میں میرے ساتھ گئے تھے۔ ہمارا انداز سیر و تفریح کا سا تھا اور ہم ہالی ووڈ کی پررونق شاہراہوں سے گزر رہے تھے۔ پھر ہم کئی سڑکوں پر چکراتے ہوئے ایک خوب صورت رہائشی علاقے میں پہنچ گئے۔ میں ملر کے ساتھ کئی بار باہر نکل چکا تھا لیکن اس کے باوجود ہالی ووڈ میرے لیے اجنبی تھا۔ پھر بھی اس عمارت کو میں نے دور ہی سے پہچان لیا جس میں کئی دن گزارے تھے۔ میں نے اپنے چینی دوستوں سے اس کی تصدیق کی اور انہوں نے گردن ہلا دی۔ "ہاں۔ یہی گیبن ملر کی رہائش گاہ ہے۔"

"بس ٹھیک ہے۔ واپس چلو۔" میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور کار واپس مڑ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس جوشو کے پاس پہنچ گئے تھے۔

"تم نے وہ عمارت پا لی؟" جوشو نے پوچھا۔

"ہاں، مسٹر جوشو! میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں آپ کو کوئی الجھن تو نہیں ہے؟"

"میں نہیں سمجھا؟" جوشو نے پوچھا۔

"ملر کو قتل کرنے کے بعد ممکن ہے پولیس کو میری یہاں موجودگی کا علم ہو جائے۔ اس طرح وہ ہالی ووڈ کی ناکہ بندی کر دے گی۔ کیا ان حالات میں آپ کے لیے مجھے یہاں سے نکالنے میں مشکلات پیدا ہو جائیں گی؟"

"ہاں۔ یہ ممکن ہے مگر اس وقت نہ سہی کچھ عرصے کے بعد میں تمہیں یہاں سے نکال دوں گا۔ اگر تم اپنا کام فوری طور پر کرنا چاہتے ہو تو کر لو۔ باقی معاملات میرے ہیں۔ میں سنبھال لوں گا۔" جوشو نے پراطمینان لہجے میں کہا۔

"بہت مناسب۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں اپنی خوابگاہ میں آ گیا۔

رات زیادہ نہیں گزری تھی میرے ساتھی چینی نوجوان نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھےاشارہ کرتے ہوئے کار ایک لمحے کے لیے رکی اور میں پھرتی سے نیچے آگیا۔ کام کی تکمیل کے بعد مجھے تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کرکے ایک ریستوران کے پاس پہنچنا تھا جس کے نیون سائن یہاں سے صاف نظر آرہے تھے۔ وہاں یہ چینی نوجوان میرا انتظار کرے گا۔ خواہ ساری رات گزر جائے۔ ہمارے درمیان یہی طے ہوا تھا۔

میں نے ایک طویل چکر کاٹا اور اس عمارت کے عقب میں پہنچ گیا۔ اس طرف بھی مکانات نظر آرہے تھے۔ سب مکانات روشن تھے لیکن کوئی انسان نظر نہیں آرہا تھا۔ چنانچہ میں اطمینان سے عمارت کے کمپاؤنڈ میں کود گیا۔ یہ عمارت میری اچھی طرح دیکھی بھالی تھی۔ اس لیے آگے بڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی اور میں اطمینان سے عمارت کے اندرونی حصے میں داخل ہوگیا۔ روشن کوریڈور سے گزر کر بالآخر میں اس کمرے کے نزدیک پہنچ گیا جہاں میں نے ملر سے ملاقات کی تھی۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ میں نے اسے دھکا دیا تو وہ کھل گیا۔ اندر ہلکی روشنی تھی لیکن کوئی موجود نہیں تھا۔ میں خاموشی سے کمرے میں داخل ہوگیا۔ ماحول پُرسکوت تھا۔ باہر بھی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ نہ جانے گین ملر عمارت میں موجود بھی ہے یا نہیں؟ اگر وہ یہاں موجود نہ ہوا تو بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ بہرحال میں اسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ میں نے کمرے کا جائزہ لیا اور وہ میز میری نگاہوں کا مرکز بن گئی جس میں ملر نے میرے سامنے میرے دستخط شدہ کاغذات رکھے تھے۔ کاش ملر نے ان کاغذات کی حفاظت کا بندوبست نہ کیا ہو، میں نے دل میں سوچا، پھر ایک بار دروازے تک آکر میں نے باہر جھانکا اور پھر اسے اندر سے بولٹ کر لیا۔ اس کے بعد میں دھڑکتے دل سے میز کے قریب پہنچ گیا۔ لرزتے ہاتھوں سے میں نے میز کی دراز کھولی اور میری دھندلائی ہوئی آنکھیں ان کاغذات کو تلاش کرنے لگیں۔

جو کچھ مجھے نظر آیا وہ ایک لمحے کے لیے دھوکا ہی محسوس ہو رہا تھا۔ میرے دستخط شدہ چاروں کاغذات اوپر ہی رکھے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں اپنے لرزتے ہوئے ہاتھوں کی گرفت میں لے لیا۔ مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ میں اپنی پہلی ہی کوشش میں کامیاب ہوگیا ہوں اور جب مجھے اس بات کا یقین ہوا تو میں مسرت سے دیوانہ ہوگیا۔ میں نے دل ہی دل میں ہزاروں سجدے کر ڈالے۔ قدرت نے مجھے ایک بڑی رسوائی سے بچالیا تھا۔ میں نے بغور ان کاغذات کو دیکھ[illegible] ہی تھی۔ میں نے کاغذات تہہ کرکے جیب میں رکھے اور پھر دروازہ کھول دیا۔

لیکن جونہی میں نے دروازہ کھولا مجھے دور سے کسی کے گفتگو کرنے کی آواز سنائی دی اور میں دوسرے ہی لمحے پیچھے ہٹ گیا۔ یہاں چھپنے کے لیے کوئی مناسب جگہ نہیں تھی۔ بس عقب میں باتھ روم کا دروازہ تھا۔ چنانچہ میں چھپاک سے اس دروازے کے اندر داخل ہوگیا۔ دروازے کے گول شیشے سے میں نے آنکھ لگادی تھی جس سے دوسری طرف کا منظر صاف نظر آرہا تھا۔

چند ساعت کے بعد دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہوگیا۔ دھڑکتے دل سے میں نے اندر آنے والے کی شکل دیکھی اور میرے ہونٹ مایوسی سے سکڑ گئے۔ یہ پستہ قامت شخص ہینی فورک تھا۔ شاید وہ یہاں کسی کام سے آیا تھا۔ لیکن کیا ہینی فورک گین ملر کی نگاہوں میں اتنی وقعت رکھتا تھا کہ اس طرح اس کی پرائیویٹ جگہ آجائے؟ ممکن ہے ایسی ہی بات ہو۔

ہینی فورک نے دروازہ بند کرلیا اور پھر روشنی تیز کر دی۔ اس کے بعد اس نے کوٹ اتارا، ٹائی کھولی کر اس نے دونوں چیزیں اسٹینڈ پر لٹکا دیں اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔ جوتے اتار کر اس نے پاؤں سے ایک طرف سرکا دیے اور اس کے بعد اس کا ہاتھ چہرے پر چڑھے ہوئے ماسک پر پڑا، پھر اس نے ماسک بھی اتار دیا لیکن اس بار اس ماسک کے نیچے سے جو چہرہ برآمد ہوا تھا اسے دیکھ کر میرے ذہن میں ایک خوفناک دھماکا ہوا۔ یہ گین ملر تھا۔ گین ملر۔ ہینی فورک۔ میرے ذہن میں بیک وقت کئی آتش فشاں پھٹنے لگے۔ ہینی فورک خود ہی گین ملر بھی ہے۔ ذہانت کا بادشاہ، میک اپ کا شہنشاہ، جس کی اصل شکل اس کے ساتھی بھی کبھی نہیں دیکھ سکے تھے۔ اس نے اپنی کئی شخصیتیں بنا رکھی تھیں۔ لیکن یہ یقیناً اس کی اصل شکل تھی۔ ابھی میں اس ذہنی جھٹکے سے سنبھل بھی نہیں پایا تھا کہ میں نے گین ملر کو سلیپر پہن کر باتھ روم کی طرف آتے دیکھا۔

گویا عمل کا وقت بالکل نزدیک آگیا تھا۔ گین ملر کی زندگی نے اسے زیادہ مہلت دینا پسند نہیں کیا تھا۔ اگر اس کے کچھ اور سانس باقی ہوتے تو ممکن تھا وہ کمرے میں رکتا۔ کسی اور شغل میں مصروف ہو جاتا اور میں باتھ روم میں پوشیدہ رہ کر اس کے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش کرتا، لیکن سیدھا باتھ روم کا رُخ کرکے اس نے اپنی موت کی جانب خود قدم بڑھا دیے تھے۔

حالانکہ اس ذہنی جھٹکے نے چند ساعت کے لیے مجھے ساکت کر دیا تھا جو گین ملر کی اصل شکل دیکھ کر میرے ذہن کو پہنچا تھا میں اس شخص کی چالاکی پر حیران رہ گیا تھا۔ اس نے خود کو محفوظ خول میں چھپالیا تھا۔ اس کے گروہ کے بارے میں مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کتنے افراد پر مشتمل ہے اور اس میں کس حیثیت کے لوگ شامل ہیں؟ پھر بھی اندازہ ہوتا تھا کہ اس گروہ کے کلیدی عہدے اس نے خود سنبھال رکھے تھے۔ ہینی فورک کی حیثیت سے وہ اپنے گروہ میں گھلا ملا رہتا تھا۔ اور ہینی فورک کی جو حیثیت تھی اس سے خود میں بھی متاثر ہوا تھا۔ یقیناً اس کے گروہ کے افراد بھی اس سے متاثر ہوں گے اور اسے اپنے دل کا حال بتا دیتے ہوں گے۔ اس طرح وہ تمام باتوں سے باخبر رہتا ہوگا۔ کیسی ذہانت کی بات تھی؟ اگر وہ اس وقت اتنا مطمئن نہ ہوتا اور اپنی اصل شکل میں آنا ضروری نہ سمجھتا تو شاید ہینی فورک کی حیثیت سے میں اسے نظر انداز ہی کر دیتا کیونکہ وہ شخص میرے لیے اتنا اہم نہیں تھا۔ لیکن اس وقت میرے ستارے بھی عروج پر تھے کہ میرے دونوں کام ہوگئے تھے۔ یعنی مجھے وہ کاغذات بھی مل گئے تھے جن کی وجہ سے میری راتوں کی نیند حرام تھی اور گین ملر کی اصلیت بھی معلوم ہوگئی تھی۔

میں نے اسے اطمینان سے باتھ روم میں داخل ہونے دیا۔ باتھ روم کا دروازہ اندر کی طرف کھلتا تھا۔ جس وقت اس نے دروازہ کھولا میں اندر آنے والے کواڑ کے عقب میں ہوگیا۔ اور پھر جب اس نے دروازہ بند کرکے روشنی کا بٹن دبایا تو میں نے پھرتی سے دروازہ لاک کر دیا۔ دروازہ لاک کرنے کی آواز اس نے بخوبی سنی ہوگی کیونکہ وہ دوسرے ہی لمحے اُچھل پڑا تھا۔ اس نے پھیلی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور فوراً پہچان گیا۔

"تم؟" اس کی آواز سرگوشی کے انداز میں اُبھری۔

"آپ کا خادم مسٹر ملر!" میں نے گردن خم کرکے کہا۔ ملر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ اس کی عقابی نگاہوں نے پہلے میرے ہاتھوں کا جائزہ لیا اور پھر میری جیبوں کو دیکھا۔ میں نے ایک لمحے میں اندازہ لگالیا کہ وہ پستول کی موجودگی کا جائزہ لے رہا ہے۔ چنانچہ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھ غریب الوطن کو پستول جیسی اشیاء کی آسائشیں کہاں میسر ہیں مسٹر ملر؟" ویسے بھی ہم گرم اور پسماندہ ملکوں کے لوگ ذہنی طور پر فوراً ڈھیلے ڈھالے ہوتے ہیں۔ تم تو فلمی اداکار ہو۔ یوں سمجھ لو کہ ڈائریکٹر کو جسمانی جمناسٹک دکھانا مقصود ہوتی ہے تو وہ ایسے مناظر میں پستول کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ یہی کیفیت اس وقت بھی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم پورے اطمینان و سکون سے باتھ روم میں آئے ہو۔ اس لیے تم بھی غیر مسلح ہوگے۔ چنانچہ بات صرف ذہنی اور جسمانی ورزش کی رہ گئی ہے۔ اب یہ میں نہیں جانتا کہ ذہنی قوتوں کے ساتھ ساتھ تمہاری جسمانی قوتوں کی کیا کیفیت ہے؟ مجھے یقین ہے کہ باتھ روم میں تم نے کوئی ایسا الارم نہیں رکھا ہوگا جو کسی کو تمہاری مدد کے لیے بلالے۔ کیا خیال ہے؟"

گین ملر نے خود کو سنبھالنے میں بے حد پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ حیرت کے آثار چند لمحات کے بعد اس کے چہرے سے زائل ہوگئے اور پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"واقعی بڑی ڈرامائی سچویشن ہے۔ مسٹر دریان اگر اس قدر غیر ذمے دار انسان تھے تو مجھے ان کی مدد کرکے افسوس ہوا۔ خود ان کی کیا کیفیت ہے؟"

"میں نے انہیں ان کی لاتعداد آرزؤں کے خون سے سُرخ کردیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا ڈائیلاگ ہے۔ ویسے ایک طالبعلم کا اتنا سفاک قاتل ہونا بڑا تعجب خیز ہے۔ میرا خیال تھا، وہ چار قتل تم نے مذہبی جنون کے عالم میں کردیے ہوں گے۔ لیکن اس پانچویں قتل سے یہ ثابت ہوا کہ تم مسلسل جرم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو۔ آؤ باتھ روم سے باہر نکل کر گفتگو کریں گے؟" اس نے کسی قدر بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قدم آگے بڑھا دیے۔ وہ اس وقت بھی اپنی اداکارانہ صلاحیتوں سے کام لے رہا تھا۔ اور بے پروائی کا مظاہرہ کرکے مجھ پر اپنی مضبوط قوتِ ارادی کا اثر ڈالنا چاہتا تھا۔ میں نے بھی اپنی پوزیشن میں نمایاں تبدیلی نہیں کی اور اسے نزدیک آنے دیا لیکن جیسے ہی اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کی، میرے طاقتور گھونسے نے اُسے زمین سے دو فٹ اونچا اچھال دیا۔ جس کے نتیجے میں وہ باتھ ٹب پر جاگرا تھا اور پھر وہاں سے فرش پر۔ اس نے فوراً ہی فرش سے اُٹھنے کی کوشش نہیں کی اور ٹب سے پشت ٹکائے اپنا جبڑا سہلانے لگا۔ پھر بھاری لہجے میں بولا۔

"میں تمہاری اس حرکت کو نظر انداز کرسکتا ہوں لیکن اس کے بعد کوئی دوسری بدتمیزی میرے لیے ناقابلِ برداشت ہوگی۔ سُنو! ہرچند کہ تم دریان کو قتل کرکے اس کے شکنجے سے نکل آئے ہو لیکن اس کے باوجود تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے۔ امریکی پولیس اتنی احمق بھی نہیں ہے کہ قاتل کو امریکہ سے بہ آسانی نکل جانے دے۔ ہاں اگر میں چاہوں تو تم اس طرح سے نکل سکتے ہو جیسے دودھ سے بال۔"

"ہوں۔" میں نے ٹھوڑی کھجاتے ہوئے چند ساعت کی خاموشی اختیار کی۔ پھر سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "اگر یہ حقیقت ہے تو تمہاری کیا شرائط ہوں گی؟"

"طے کرلیں گے۔ تمہارے عوض، میں اچھی خاصی رقم وصول کرچکا ہوں۔ اس لیے اب تم منافع میں ہو۔ کوئی چھوٹا سا کام معاوضے کے طور پر تم سے لے لوں گا اور بس۔ تمہارا بھی کام ہوجائے گا اور میرا بھی۔"

"تمہاری ذہانت اس وقت کہاں سو رہی ہے گین ملر؟ کیا تم یہ اندازہ نہیں کرسکتے کہ جس شخص نے تم سے اتنا بڑا فریب کھایا ہے وہ دوبارہ تمہاری باتوں میں کیسے آسکتا ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر وہ ذہین ہے تو ضرور میری باتوں میں آجائے گا۔ تم میری حیثیت دیکھ چکے ہو۔ میں جس کا دوست بن جاؤں اس کے لیے آسانیاں ہی آسانیاں ہیں۔" ملر نے کہا۔

"تم تو پہلے بھی میرے دوست بنے تھے۔ تم نے مجھ سے سادہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

کاغذات پر دستخط لے کر میرے خلاف ایسی خوفناک دستاویز تیار کی تھی کہ مرنے کے بعد بھی میں اپنی اس حماقت پر شرمندہ رہتا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ بات یہیں تک محدود نہیں رہتی۔ تم میرے اس اعتراف نامے کی بھی پوری پوری قیمت وصول کرتے۔ میری حکومت اسے خریدنے پر مجبور ہو جاتی یا پھر تم اسے امریکی حکومت کے ہاتھ فروخت کرنے کی کوشش کرتے۔ امریکی یہودی میرے ملک کو بدنام کرنے کے لیے تمہیں اس دستاویز کی منہ مانگی قیمت ادا کر سکتے تھے۔“

”یہ تو اب بھی ممکن ہے۔ میں اس سودے بازی کے لیے بنیاد ہموار کر چکا ہوں لیکن یہ سودا تم سے بھی ہو سکتا ہے۔“ ملر نے کہا۔

میں آہستہ سے ہنس پڑا۔ ”تمہاری یہ بات تمہارے ذہنی دیوالیہ پن کا اظہار کرتی ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ اس وقت تمہاری ساری فنکارانہ صلاحیتیں سو رہی ہیں اور تم شدید ذہنی انتشار کا شکار ہو۔ دنیا کے عظیم فنکار! اگر دستاویز میرے ہاتھ نہ لگ گئی ہوتی تو اس وقت میں اتنے سکون سے تمہیں قتل کرنے کے بارے میں نہ سوچ رہا ہوتا۔ بلکہ میری یہ کوشش ہوتی کہ تم سے دستاویز کے بارے میں معلوم کروں۔ تمہاری مہربانی سے دستاویز کے چاروں صفحات میری جیب میں موجود ہیں اور میں اس بات پر تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے انہیں محفوظ رکھنے کے لیے کوئی خاص کوشش نہیں کی اور وہ مجھے اسی جگہ مل گئے جہاں میں نے انہیں پہلی بار دیکھا تھا۔“

اب گین ملر کسی قدر پریشان نظر آنے لگا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں فکر و پریشانی کے آثار دیکھے تھے۔ پھر وہ باتھنگ ٹب کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ ”تو اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تم سے جنگ کی جائے۔“ اس نے ٹب کے اوپر لگے ہوئے نل کا سہارا لے کر کہا۔

”ہاں امکان.....“ میرے منہ سے ابھی اتنا ہی نکلا تھا کہ ملر اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ اس کا ہاتھ جس نل پر رکھا ہوا تھا، اس کے پائپ کا رُخ بدل گیا تھا۔ غالباً وہ اس پر ہاتھ رکھ کر اسی کوشش میں مصروف تھا۔ گرم پانی کی ایک تیز دھار میرے چہرے سے ٹکرائی۔ کافی پریشر تھا اور بہت گرم پانی تھا۔ ایک لمحے کے لیے میری آنکھیں بند ہو گئیں اور اسی لمحے ملر نے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی لیکن اس کی چھلانگ اسے جہاں تک لائی تھی وہاں پائپ سے گرا ہوا پانی موجود تھا۔ ٹائلز کے چکنے فرش پر وہ توازن قائم نہ رکھ سکا اور چاروں شانے چت گرا۔ یقیناً زبردست چوٹ لگی ہو گی۔ میں البتہ گرم پانی کے دائرے سے ہٹ گیا اور میری زوردار ٹھوکر نے اس کا شانہ بیکار کر دیا۔ تب میں نے اسے جھک کر اٹھایا اور پھر ایک زبردست ہاتھ رسید کر دیا۔ اس بار وہ اچھل کر ٹب میں جا پڑا تھا۔ ذہنی قوتوں کا ماہر، جسمانی لڑائی میں ماہر نہیں تھا۔ میں پانی کی دھار سے بچتا ہوا اس کے سر پر پہنچ گیا۔ میرے چہرے اور آنکھوں میں جلن ہو رہی تھی لیکن اس کے بارے میں سوچنا بھی موت کو دعوت دینا تھا۔ چنانچہ میں نے گرم پانی کے پائپ کو ٹب کی طرف موڑ دیا۔ اور ملر کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے ٹب کے کنارے پکڑے اور دیوانہ وار اٹھنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کی انگلیوں پر زبردست ٹھوکریں ماریں اور وہ دوبارہ ٹب میں گر پڑا۔ ٹب گرم پانی سے بھرتا جا رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ملر کے حلق اور ناک میں بھی داخل ہوتا جا رہا تھا۔ ملر اس آفت ناگہانی سے بچنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ لیکن میں ٹب کے کنارے کھڑا ہوا اس کی ہر کوشش کو ناکام بنا رہا تھا۔ وہ بار بار اٹھتا اور میری ہر ضرب اُسے دُبارہ پانی میں گرا دیتی۔

”ذہنی قوتوں کے ساتھ ساتھ جسمانی قوتیں بھی بیحد ضروری ہوتی ہیں ڈیئر ملر!“ میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ ملر میری ضربوں سے بُری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ دوسری طرف پانی نے اسے جھُلسا کر رکھ دیا تھا۔ اب وہ اپنے حواس کھو چکا تھا اور ٹب میں بُری طرح تڑپ رہا تھا لیکن میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اسے ٹب سے باہر نہیں نکلنے دوں گا۔ گرم پانی نے مجھے بھی بھگو دیا تھا اور ملر کی اُچھل کود کی وجہ سے وہ باتھ روم کے فرش پر بھی دور دور تک پھیل گیا تھا لیکن میں نے نہایت توجہ کے ساتھ اپنا توازن برقرار رکھا تھا۔

بالآخر ملر کی مدافعت سُست پڑنے لگی اور اس مدت میں ٹب بھی آدھے سے زیادہ بھر گیا تھا۔ اس سے بھاپ اُٹھ رہی تھی اور باتھ روم کافی گرم ہو گیا تھا لیکن میں اس وقت تک وہاں سے نہ ہٹا جب تک ملر بالکل سرد نہ ہو گیا۔

میرا ذہن بالکل صاف تھا۔ کوئی تردد، کوئی خوف اور مستقبل کا کوئی احساس باقی نہیں تھا۔ ملر کے دم توڑنے کے بعد میں نے نل بند کر دیا اور پھر اپنے کپڑوں سے پانی جھاڑنے لگا۔ اس کے بعد میں اطمینان سے باہر نکل آیا۔ کمرے کا ماحول حسبِ معمول تھا۔ میں نے چند ساعت رُک کر کچھ سوچا اور پھر وہاں سے باہر نکل آیا۔ اس کے بعد اس عمارت سے نکلنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔

چینی نوجوان، پروگرام کے مطابق میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اسے مستعد پایا۔ میرے بیٹھنے کے بعد اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

مخصوص عمارت میں مسٹر جوشو میرے منتظر تھے۔ انہوں نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھا پھر مسکرا کر بولے ”کامیابی کی مبارک باد قبول کرو علی یار!“

”شکریہ مسٹر جوشو!“ میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ”لیکن آپ کا یقین میرے لیے باعثِ حیرت ہے۔“

”ہاں ڈیئر علی! میری عمر انہی تجربات میں گزری ہے۔ کامیاب چہرے نمایاں ہوتے ہیں۔ تمہارے لباس سے جدوجہد کا اظہار ہوتا ہے اور تمہارے چہرے سے کامیابی کا۔ کیا تم وہ دستاویزات بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے؟“ جوشو نے پوچھا اور پھر خود ہی مسکراتے ہوتے بولے۔ ”لیکن میرے بچے! تمہیں چاہیے تھا کہ انہیں پہلی فرصت میں ضائع کر دیتے؟ یوں لگتا ہے جیسے دنیا کے بارے میں تمہارا تجربہ ابھی بہت کم ہے۔ تم انہیں اپنے ساتھ لیے پھر رہے ہو۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ تم امریکی پولیس کے لیے اپنے بارے میں کافی سراغ چھوڑ آئے ہو گے۔“

”آپ دوسرے آدمی ہیں جو مجھے حیران کر رہے ہیں۔“ میں نے ایک تھکی تھکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”یوں کرو کہ پہلے لباس تبدیل کر لو۔ پھر میرے پاس آکر بیٹھو اور یہ بھی بتاؤ کہ میں تمہارے لیے کافی تیار کراؤں یا قہوہ؟ مجھے یقین ہے کہ کامیابی کی خوشی میں ابھی تمہیں نیند تو نہیں آ رہی ہو گی؟“

”آپ کا خیال درست ہے۔ میں کافی پیوں گا۔“ میں نے کہا اور جوشو نے گردن جھکا دی۔ پھر باہر کی طرف رُخ کر کے بولے۔

”شی سی! اندر آؤ۔“ دوسرے ہی لمحے دروازہ کھول کر ایک چھوٹے سے قامت کی چینی گڑیا اندر آ گئی۔ میں نے اس مختصر سے قیام کے دوران پہلی بار اس لڑکی کو دیکھا تھا۔

”انہیں ان کے کمرے تک لے جاؤ اور عمدہ سی کافی ہم دونوں کے لیے تیار کرا دو۔“ لڑکی نے ادب سے سر جھکا دیا اور پھر اپنی ننھی ننھی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ اُن آنکھوں میں ایک معصوم سی مسکراہٹ تھی۔ میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ لڑکی میرے کمرے تک آئی اور پھر اس نے چینی زبان میں مجھ سے کچھ کہا۔ جسے میں بالکل نہیں سمجھ سکا۔

”کیا تم انگریزی نہیں جانتیں؟“ میں نے اس سے سوال تو کر دیا لیکن جواب میں وہ بے بسی سے مسکرا کر رہ گئی۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی اور پھر میں اُسے چھوڑ کر اندر داخل ہو گیا لڑکی نے میرے عقب میں آنے کی کوشش نہیں کی تھی اور نہ میں نے دروازہ بند کیا۔ اس کے بعد میں نے لباس تبدیل کیا۔ ایک اونی گاؤن سلیپنگ سوٹ کے اوپر پہن کر میں نے سب سے پہلے کاغذات پر توجہ دی۔ میں نے انہیں بغور دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر ان کے باریک باریک پُرزے کر دیے۔ اس کے بعد ان پُرزوں کو فلیش میں ڈال کر پانی کھول دیا۔ ایک خوفناک مصیبت سے نجات مل گئی تھی۔ میں درحقیقت بہت خوش تھا۔ یہ کاغذات اگرچہ میری حکومت کا کچھ بھی نہ بگاڑ پاتے لیکن ایک سُبکی تو ہوتی۔ ایک پاکستانی نوجوان کے نام کے ساتھ دین و ملت سے غداری کے الفاظ تو چسپاں ہو جاتے اور یہ بات نہ صرف پاکستانیوں کے دلوں کو دُکھاتی بلکہ امریکہ میں مقیم پاکستانی طالب علموں کے وقار کو بھی مجروح کرتی اور یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوتا۔ کوئی بھی سچا پاکستانی صہیونیوں سے کسی قسم کے تعاون کو بدترین گالی تصور کر سکتا ہے۔

ابھی میں اپنی سوچوں میں گم تھا کہ یکایک دروازے پر دستک ہوئی تو میں چونک کر باہر نکل آیا۔ میرے سامنے چینی گڑیا کھڑی تھی۔ اس نے صرف ایک لفظ کہا ”جوشو“ اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

جوشو نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا — لڑکی مجھے پہنچا کر باہر چلی گئی اور میں جوشو کے اشارے پر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ ”وہ پہلا آدمی کون تھا جس نے تمہیں حیران کیا تھا؟“

”گین ملر۔ اس نے اپنے ساتھی کے اشتراک سے جس طرح میرا سراغ لگایا اور پھر اس کی ذہانت نے جو گُل کھلائے، اس نے مجھے واقعی حیران کر دیا تھا۔ اس وقت بھی میری خوش بختی اور ملر کی بدقسمتی تھی کہ اس کی اصل شکل میرے سامنے آ گئی ورنہ اگر وہ بینی فورک کا میک اپ نہ اتارتا تو شاید میں اس کی طرف توجہ نہ دیتا۔“ جوشو کے کہنے پر میں نے انہیں تفصیل بتائی۔ جواب میں ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”میک اپ تو اب کوئی بڑی چیز نہیں رہی ہے لیکن جسم کو سکوڑ کر قد چھوٹا اور بڑا کر لینا واقعی ایک دلچسپ مشق ہے۔“ جوشو نے اعتراف کیا۔

”آپ نے یہ کیسے جانا مسٹر جوشو کہ دستاویز میرے پاس موجود ہے اور میں نے اسے ضائع نہیں کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”وہ تو بہت معمولی بات تھی جب میں نے تم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو تمہارا ہاتھ اضطراری طور پر اپنے سینے کی طرف

اپنے اندر مقناطیسی قوت پیدا کریں اور دوسروں کو اپنے طابع کریں

مقناطیسیت

قیمت ۱۵ روپے   ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کتاب کے چند عنوانات
○ مقناطیسیت کیا ہے؟ ○ پُر اثر شخصیت کے سبب ○ قوت کے خزانے ○ مخفی توانائیاں ○ انسانی مقناطیسیت ○ زندگی مقناطیسیت کے ○ تنقیح اور بناوٹ ○ ذہنی تربیت ○ ذہنی قوتوں کا نظام ○ مقناطیسی تفصیلات ○ جسمانی اور ذہنی توانائیاں اور ان کی حفاظت ○ آپ بھی اپنے اندر مقناطیسیت پیدا کر سکتے ہیں۔

ہر شخص میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جو کہ ناواقفیت کی بنا پر ضائع ہوتی رہتی ہے۔
اس قوت سے فائدہ اٹھانے کے لیے کسی قسم کی مشق یا ریاضت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

صرف چند اصول اپنا لیجیے اور ان کے مطابق زندگی بسر کیجیے
پھر آپ کے لیے کامیابیاں ہی کامیابیاں ہیں
اور دوسرے بھی آپ کے حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور ہوں گے۔

اس کتاب کا مطالعہ کیجیے اور اپنے آپ کو بہترین شخصیت بنائیے

WWW.PAKSOCIETY.COM

اٹھا تھا۔ کینیے کو درمیان ہی میں تمہیں احساس ہو گیا تھا کہ کاغذات محفوظ ہیں لیکن ذرا سی باریک بینی سے تمہارا مقابل اس بات کا اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ کاغذات کہاں ہیں؟ میں تمہارا دوست ہوں علی! میں پاکستان کا دوست ہوں لیکن میرے دوست! اس پُرآشوب دور میں کامیاب شخص وہ ہے جو اپنی ذات پر بھروسہ نہ کرے۔ تمہاری وہ تحریر میرے لیے بھی دلکش ہو سکتی تھی اور میں بھی اس کے حصول کا خواہاں ہو سکتا تھا۔ اس لیے جس چیز کو اپنے لیے خطرناک محسوس کرو، سب سے پہلے اس کا وجود ختم کر دو۔ اسی میں تمہاری جیت ہے۔"

"میں اس نصیحت کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گیبن طر کو شاید تم نے باتھ روم میں قتل کیا ہے؟ کیا میرا خیال درست ہے؟"

"بالکل۔" میں نے اُن کے درست اندازے سے متاثر ہو کر کہا۔

"تم نے وہاں اپنے ہاتھوں کے نشانات صاف کرنے کی کوشش تو نہیں کی ہوگی؟" جوشو نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ظاہر ہے تم جرائم پیشہ انسان نہیں ہو۔ عیار قسم کے مجرم ہی ان باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ جرم کرنے کے لیے ایک مجرم کے ذہن کو پڑھنا ضروری ہے اور ایک کامیاب سراغرساں مجرم کی کمزوریوں سے واقفیت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ امریکی پولیس کے ماہرین فوراً تمہارے بارے میں اندازہ لگا لیں گے کہ تم ہالی ووڈ میں ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ پولیس صرف انہی خطوط پر کام کر رہی ہوگی کہ تم ایک جذباتی قاتل ہو اور قتل کرنے کے بعد یونیورسٹی چھوڑ کر نکل بھاگے ہو۔ نہیں بیٹے! اس نے سب سے پہلے تمہاری نفسیات اور تمہارے وسائل کا جائزہ لیا ہوگا۔ وہ یہ معلومات حاصل کر چکی ہوگی کہ امریکہ میں تمہارے تعلقات کیسے کیسے لوگوں سے تھے۔ پہلے تمہارے وطن سے تمہارے خاندانی پس منظر اور پھر امریکہ میں تمہاری حیثیت کے متعلق معلومات حاصل کی گئی ہوں گی۔ پھر تمہاری مجرمانہ صلاحیتوں کا بھی جائزہ لیا ہوگا اور ایک خاص زاویہ متعین کر کے تمہاری تلاش کی جا رہی ہوگی۔"

"آپ درست کہتے ہیں مسٹر جوشو! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ فوری طور پر مجھے ہالی ووڈ سے نکال دیں ———؟"

"صرف ہالی ووڈ سے؟" جوشو نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں اس سوال کا مطلب نہیں سمجھا۔" میں نے اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بات صرف ہالی ووڈ سے نکالنے کی ہوتی تو میں شاید راتوں رات یہ کام کر دیتا۔ لیکن میں تمہاری زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں امریکہ سے نکالنے کے ٹھوس انتظامات کروں۔"

میری آنکھوں میں تشکر کے جذبات اُبھر آئے۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔ "مسٹر جوشو! میں خلوصِ دل سے کہہ رہا ہوں کہ میں آپ کے لیے کوئی اُلجھن نہیں چاہتا۔ اس وقت تنہا میری ذات کا معاملہ ہے۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ امریکی پولیس کو فریب دے سکوں اگر اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا تو کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ میں کسی طور گھاٹے میں نہیں رہوں گا لیکن ایک اچھے انسان کی حیثیت سے یہ کبھی نہ چاہوں گا کہ آپ میری وجہ سے اپنی پُرسکون زندگی خراب کریں۔"

جوشو کے ہونٹوں پر نرم مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تمہارے خیال میں میری عمر کتنی ہوگی؟" اس نے پوچھا۔

"آپ کی عمر؟" میں نے اس غیر متوقع سوال پر سٹپٹاتے ہوئے کہا۔ "صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا۔"

"باسٹھ سال کا ہو چکا ہوں۔ جوان تھا تو جوانی سے پیار تھا۔ اب جوانوں سے پیار کرتا ہوں۔ تم کوئی جرائم پیشہ نوجوان نہیں ہو۔ حالات نے تمہیں جرائم کی راہ پر لا کھڑا کیا ہے۔ میں تمہیں اس راستے پر تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے علاوہ یہ میرے دوست کی فرمائش بھی ہے لیکن صرف ایک قباحت ہے کہ تم مجھ سے میری پسند کے مطابق تعاون کرو گے یا نہیں؟"

"میں کسی طور آپ سے انحراف نہیں کر سکتا مسٹر جوشو! لیکن پھر بھی آخری بار آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ میں آپ کی پُرسکون زندگی میں اضطراب پسند نہیں کروں گا۔"

"اگر تم گیبن طر کے قتل میں ناکام ہو کر واپس آتے تو یقین کرو مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور اگر ہوتی بھی تو صرف اس حد تک کہ میں تھوڑی سی کوشش کر کے تمہیں ہالی ووڈ سے نکال دیتا اور اپنا فرض پورا کر دیتا۔ لیکن اُن نوجوانوں سے مجھے گہری دلچسپی ہے جو کسی کام کے بارے میں سوچتے ہیں اور اسے پورا کر دکھاتے ہیں۔ چنانچہ اب اس موضوع کو ختم کر دو اور یہ بتاؤ کہ امریکی پولیس کو شکست دینے کے لیے میرے مشورے قبول کرو گے یا جلد بازی سے کام لے کر یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو گے؟"

"میں آپ کے سہارے کو بہت قیمتی تصور کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ اس دوران کافی آ گئی تھی۔ اس لیے کچھ دیر تک فضا پر خاموشی طاری رہی۔ پھر جوشو نے کافی کے دو تین گھونٹ لینے کے بعد کہا۔

"میں خود بھی نہیں چاہتا کہ تم زیادہ وقت امریکہ میں گزارو لیکن تمہیں ایک محفوظ فرار کے لیے کچھ وقت گزارنا ہی ہوگا۔ اس کے علاوہ میں امریکی پولیس کے ان تمام اندازوں کو غلط ثابت کرنا چاہتا ہوں جو اس نے تمہارے بارے میں قائم کیے ہوں گے۔"

"یعنی؟" میں نے سوال کیا۔

"یہی کہ تم ایک بدحواس مفرور ہو۔ وہ تمہیں اسی حیثیت سے تلاش کرے گی لیکن میں تمہاری حیثیت بدل دوں گا۔" جوشو نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"مسٹر جوشو! اگر آپ میرے مسئلے میں اس حد تک دلچسپی لینے کے لیے تیار ہیں تو میرا انکار حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔ میں بحفاظت یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں اور اس کے لیے آپ کی ہر ہدایت پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"کافی ختم کرو اور آرام سے جا کر لیٹ جاؤ ——— تمہاری کافی میں ایک ایسی خواب آور دوا شامل ہے جو تھوڑی دیر کے بعد تمہیں پُرسکون نیند سُلا دے گی۔ میں نے شی سی کو ہدایت کر دی تھی۔" جوشو نے پُرسکون لہجے میں کہا اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ میں نے صرف اس لیے کیا ہے کہ تم سکون سے سو جاؤ۔ میں جانتا ہوں کہ پریشان خیالات ساری رات تمہیں سونے نہیں دیتے۔" مسٹر جوشو نے کہا اور اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

میں بھی کھڑا ہو گیا پھر اپنی خوابگاہ تک آتے ہوئے بھی میں نے اپنے ذہن پر کوئی بوجھ محسوس نہیں کیا تھا۔ لیکن بستر پر لیٹتے ہی خواب آور دوا اپنا اثر دکھانے لگی اور چند ہی لمحوں بعد میں گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح میری میزبان شی سی تھی۔ یہ چینی گڑیا مجھے بہت پسند تھی۔ مصنوعی مصنوعی سا انداز جیسے خود نہ سوچتی ہو، نہ سمجھتی ہو۔ بس ضروری باتوں پر وہ مشینی انداز میں عمل کرتی تھی۔ میرے اور اس کے درمیان اشارتی رابطہ تھا اور ہمارا کام بغیر کسی دشواری کے چل رہا تھا۔ میں نے اس کے ہر انداز میں پاکیزگی اور سادگی پائی، جیسے اُسے جوانی کا احساس تک نہ ہو۔ خود میرے اپنے ذہن میں بھی بس پسندیدگی کے علاوہ اس کے لیے اور کوئی جذبہ نہیں اُبھرا تھا۔

آج پورے دن جوشو سے ملاقات نہیں ہوئی۔ رات بھی گزر گئی۔ البتہ اس رات میں کسی حد تک بے سکون رہا تھا۔ دوسری صبح جوشو نے مجھے ناشتے کے لیے بلایا اس کے ساتھ ایک اور چینی شخص بھی تھا جو عمر کے اعتبار سے جوان نظر آتا تھا۔ جوشو نے پنگ لی کے نام سے اس کا تعارف کرایا۔

"پنگ لی تمہارے چہرے کی تراش خراش بدلے گا۔ میں نے اسے لاس اینجلس سے بلایا ہے۔" جوشو نے بتایا اور میں نے گردن جھکا دی۔ ناشتے کے بعد مجھے پنگ لی کے حوالے کر دیا گیا۔ جوشو ہمارے درمیان سے نکل گیا تھا۔ پنگ لی ایک خاموش طبع نوجوان تھا۔ اس نے مجھ سے بہت کم گفتگو کی اور اپنی زنبیل کھول کر بیٹھ گیا۔ اس نے نہ جانے میرے چہرے پر کیسے کیسے داؤ آزمائے۔ یہ میک اَپ عجیب طرز کا تھا۔ نہ پلاسٹک استعمال کیا، نہ ماسک چڑھایا۔ بس اس نے بے رنگ لوشن استعمال کر کے میرے چہرے کو جگہ جگہ سے تھپتھپایا تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹے تک وہ میرے چہرے پر مصروفِ عمل رہا اور پھر اس نے آئینہ میرے سامنے کر دیا۔

میں نے حیرت سے اپنی شکل دیکھی۔ میری ناک پہلے سے زیادہ پھیل گئی تھی۔ آنکھوں کے پپوٹے شرابیوں کے سے انداز میں جھک گئے تھے۔ گالوں کا گوشت بھی پھول گیا تھا اور ٹھوڑی پہلے سے زیادہ چوڑی ہو گئی تھی۔ درحقیقت میرا چہرہ کافی بدل گیا تھا۔ آخری چیز جو اُس نے مجھے دی وہ ایک باریک جھلی تھی جو مجھے بازوؤں پر پہننی پڑی۔

اس کے بعد... پنگ لی نے کہا۔ "اس کی ہلکی سی گرفت آپ کو بے چین ضرور کرے گی لیکن یہ بے حد ضروری ہے۔ اس طرح آپ کی ہتھیلیوں اور انگلیوں کی لکیریں بدل گئی ہیں اور اب آپ کے ہاتھوں کے نشانات پہلے سے زیادہ مختلف ہو گئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے مجھے اس ہلکی سی گرفت سے کوئی اُلجھن نہیں ہوگی لیکن یہ میرے چہرے پر آپ نے کونسا فن استعمال کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ ایک خالص چینی ایجاد ہے۔ میں نے پہلے آپ کے چہرے کی جلد کو حساس بنایا اور پھر اس کے مختلف حصوں پر ایسا لوشن لگا دیا کہ وہ متورم ہو جائیں۔ اب کوئی بھی آپ کے چہرے کو دنیا کے کسی بھی لوشن سے دھوئے، اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔"

"اوہ۔ کیا یہ کیفیت مستقل ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔ بس دو تین ماہ یہ حالت رہے گی۔ اس کے بعد جُوں جُوں اس لوشن کا اثر ختم ہوتا جائے گا آپ کا چہرہ اصل حالت میں آتا جائے گا۔ ہاں اگر آپ خود اپنے چہرے کو اصل حالت میں لانا چاہیں تو ایک معمولی سی چیز اس وَرم کو ختم کر سکتی ہے۔" پنگ لی آہستہ سے مسکرایا۔

"وہ کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"لیموں کا عرق۔ لیموں کو درمیان سے کاٹ کر چہرے پر رگڑیں۔ دس منٹ میں یہ وَرم ختم ہو جائے گا۔" پنگ لی نے جواب دیا۔

"خوب۔" میں نے گہری سانس لی۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ عام زندگی کے پیچھے ایک اور زندگی بھی کیسی انوکھی ہے۔ سب کچھ جاننے کے باوجود انسان ہزارہا چیزوں سے ناواقف رہتا ہے۔ میں نے چہرے بدلنے والے ذہین شخص گیبن طر کو دیکھا تھا جس کے چہرے کے بارے میں لوگ شبہے کا شکار ہی رہتے تھے لیکن پنگ لی بھی اپنے فن میں انوکھا تھا۔ اس نے چہرہ بدلنے کا ایک اور آسان طریقہ دریافت کر لیا تھا۔

شی سی کو شاید میرے اس نئے چہرے کا علم نہیں تھا۔ وہ کسی کام سے میرے کمرے میں داخل ہوئی تو مجھے دیکھ کر چونک پڑی اور بے اختیار اس نے چینی زبان میں کچھ کہا۔

"علی۔" میں گردن جھکا کر بولا۔ اور شاید وہ میری آواز سے مجھے پہچان گئی۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں شدید حیرت نظر آ رہی تھی پھر اس نے سنبھل کر جوشو کا نام لیا اور میں سمجھ گیا کہ جوشو نے مجھے طلب کیا ہے۔ چنانچہ میں جوشو کے پاس پہنچ گیا جہاں جوشو نے کیمرے سے میری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کئی تصویریں بنائیں اور پھر کیمرہ رکھتے ہوئے بولا۔

"یہ تمہارے سائز کے لباس ہیں۔ ذرا پہن کر دیکھ لو۔ میں نے تمہارے دوسرے لباس کو بھیج کر ہالی وُوڈ کی سب سے شاندار دکان سے یہ لباس منگوائے ہیں۔ اس دکان سے جو اداکاروں کے لباس ڈیزائن کرتی ہے۔" میں نے اس کے اشارے کی سمت دیکھا۔ ایک درجن سے زیادہ سوٹ تھے جن کی میچنگ ٹائیاں وغیرہ بھی موجود تھیں۔ میں نے بے بسی سے گردن ہلائی اور پھر خاموشی سے جوشو کی ہدایت پر عمل کیا۔ سوٹ میرے بدن پر بالکل فٹ تھے۔ تب جوشو نے کہا۔ "تم آج ہی بیورلی ہلز کے ایک خوبصورت بنگلے میں منتقل ہو جاؤ گے۔ یہ ہالی وُوڈ کی سب سے شاندار رہائشی جگہ ہے جہاں زیادہ تر اداکار ہی رہتے ہیں۔ یہاں تم ایک نوجوان امیرزادے کی حیثیت سے قیام کرو گے۔ نسلاً تم آئرلینڈ کے باشندے ہو۔ فلموں میں کام کرنے کے شوق میں ہالی ووڈ آئے ہو۔ اور ہاں کوئی کہانی تمہیں پسند آ جائے تو تم فلم پر کثیر سرمایہ بھی لگا سکتے ہو۔ میری باتیں اچھی طرح ذہن نشین کر لینا۔ اخباری نمائندوں کو اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دینا۔ اس کے علاوہ مسٹر علی! تم اپنے ذہن سے سارے تفکرات نکال دو گے اور خود کو اس کردار میں پیش کرو گے جو نوجوان امیرزادوں کا ہوتا ہے۔ میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے؟" آخر میں جوشو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میرا نام کیا ہے مسٹر جوشو؟" میں نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"اینڈریو ایلیس۔" جوشو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آخری بات مسٹر جوشو!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ضرور۔ ضرور۔" جوشو نے گردن ہلائی۔

"کیا اس سلسلے میں مجھے مزید ہدایات آپ سے لینی ہوں گی؟"

"قطعی نہیں۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔ تم حالات کو سمجھ سکو گے۔ باقی کوئی ضرورت ہوئی تو میں خود تمہیں فون کر لوں گا۔ گویا ایک طرح سے اب تمہارے اور میرے درمیان رابطہ منقطع ہو چکا ہے۔"

میں نے گردن جھکا لی۔ جوشو نے میرے لیے جو کچھ کیا تھا اس کی مثال ملنی مشکل تھی۔ میں جانتا تھا کہ ہالی وُوڈ جیسے مہنگے شہر میں ایک وقت کی روٹی بھی کتنی مہنگی ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ جوشو نے میرے لیے ایک ایسی زندگی مہیا کر دی تھی جس کا میں خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتا تھا۔ میں اس شخص کے احسانات کا بدلہ کس طرح ادا کروں گا؟ میرے چہرے پر افسردگی پھیل گئی اور جوشو کے چہرے پر مسکراہٹ۔

پھر وہ آگے بڑھا اور میرے نزدیک آ گیا۔ چند لمحوں تک مجھے دیکھتا رہا اور پھر میرے بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "علی! میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرے دل میں تمہارے لیے ایک خاص مقام پیدا ہو گیا ہے۔ مجھے اس دور کا اندازہ ہے جہاں انسان خود غرض ہے۔ کوئی کسی کے لیے کچھ نہیں کرتا لیکن میرے دوست! ہم اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ انسان کا انسان پر بڑا حق ہے۔ جو کچھ میں تمہارے لیے کر رہا ہوں اگر تمہاری زندگی اور تمہارے وسائل اجازت دیں تو تم یہ سب کچھ کسی دوسرے کے لیے کر دینا۔ میرا قرض ادا ہو جائے گا۔ دراصل میں یہ سب کچھ اتنا اُلجھا کر اور اتنے بڑے پیمانے پر نہ کرتا لیکن امریکی پولیس کی آنکھوں میں دُھول جھونکنا آسان کام نہیں ہے۔ اس نے تمہارے بارے میں جو اندازہ قائم کیا ہو گا وہ یہی ہو گا کہ تم مالی مسائل کا شکار ہو گے اور نچلے پیمانے پر پناہ گاہوں کی تلاش میں سرگرداں ہو گے۔ چنانچہ پولیس تمہیں ایسی ہی جگہوں پر تلاش کر رہی ہو گی۔ میں نے تمہارا مقام تھوڑا سا بلند کر کے اُسے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ ابھی طویل مدت تک اس پیمانے پر نہیں سوچیں گے۔ جس جگہ تم جا رہے ہو اس جگہ مختلف لوگ تم سے ملاقات کریں گے۔ میں نے بنیادی بات تمہیں بتا دی ہے۔ اس کی روشنی میں ان سے گفتگو کر لینا۔ جہاں کہیں کوئی کمی باقی رہ جائے گی، میں تمہیں ہدایت دوں گا۔"

"میں آپ کا یہ قرض ہمیشہ یاد رکھوں گا مسٹر جوشو! اور بار بار اس کی ادائیگی کرتا رہوں گا۔" میں نے ممنون لہجے میں کہا۔

"مجھے یقین ہے۔ ویسے ہم نے بالکل صحیح راستے کا انتخاب کیا ہے۔ پولیس نے گین مر کے قاتل کی نشاندہی کر دی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔

"وہ لوگ کبھی اس طرف متوجہ نہ ہوتے لیکن یہودی ٹولہ بدستور تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اُنگلیوں کے نشانات نے تمہاری نشاندہی کی اور اسے بھی مذہبی رنگ دے دیا گیا ہے۔ غالباً تم ان دنوں اخبارات نہیں دیکھ رہے ہو؟"

"جی ہاں۔ اتفاق نہیں ہوا۔" میں نے کچھ جھینپتے ہوئے کہا۔

"اخبارات باقاعدگی سے دیکھتے رہو۔ یہ بہت سی باتوں سے آگاہ رکھتے ہیں۔ گین مر کے قتل کی خبر تو دوسرے ہی دن شائع ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اس کے قتل کے سلسلے میں کوئی خاص خبر شائع نہیں ہوئی لیکن آج کے اخبار میں کچھ تفصیل موجود ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"میں ابھی اخبارات تمہارے پاس بھجواتا ہوں۔" جوشو نے کہا۔ "اور سنو! زندگی میں جب کسی راستے کا انتخاب کر لو تو پھر اس میں یکسانیت تلاش نہ کرو۔ ہموار راستوں کا سفر اُکتا دینے والا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تمہاری راہ میں جتنی مشکلات آئیں گی تم اتنے ہی نکھرتے جاؤ گے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے جوشو کا ہاتھ تھپتھپایا اور وہ مطمئن انداز میں گردن ہلا کر باہر نکل گیا۔ پھر چند ساعت کے بعد واپس آ کر اخبارات میرے ہاتھ میں تھما دیے۔

"انہیں اپنے کمرے میں لے جاؤ اور آرام سے پڑھو۔" میں اخبار لے کر نکل آیا۔ اپنے کمرے میں آ کر میں نے اخبار کھول لیا۔

پہلے ہی صفحے پر میری تصویر چھپی ہوئی تھی۔

"جنونی قاتل نے ایک اور قتل کر دیا۔" اس کے بعد خبر کی تفصیلات درج تھیں۔

"برکلے یونیورسٹی کے مسلمان طالب علم نے ہالی ووڈ کے ایک اور معزز شہری کو قتل کر دیا۔ مسٹر گین مر بھی نسلاً یہودی تھے اور ان کے قتل کے پیچھے بھی اس شخص کا مذہبی جنون کار فرما ہے۔ اس کے علاوہ لاس اینجلس میں بھی ایک یہودی شخص ودیان کو قتل کر دیا گیا۔ پولیس کا خیال ہے کہ اس قتل میں بھی کہیں نہ کہیں وہی شخص ملوث ہے۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے۔"

اس کے بعد پولیس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے شہریوں کے لیے اپیل شائع ہوئی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ اس شخص کی تلاش میں ہالی ووڈ کے شہری بھی مدد کریں۔ اور اگر وہ کہیں نظر آئے تو اس کے بارے میں فوراً اطلاع دی جائے۔

دوسرے اخبار میں کچھ زیادہ تفصیل تھی۔ اس میں بھی یہی ساری باتیں درج کی گئی تھیں اور بتایا گیا تھا کہ گین مر کے مکان پر علی یار خان کے ہاتھوں کے نشانات ملے ہیں لیکن یہ شخص گین مر تک کیسے پہنچا؟ یہ بات ابھی نامعلوم تھی۔

گویا اس رات شیرر کے ملاقاتیوں نے خود کو چھپا لیا تھا۔ جم اور مائٹی ایلن نے پولیس کو رضاکارانہ معلومات فراہم نہیں کی تھیں کیونکہ اس میں خود ان کی گردن پھنستی تھی۔ ممکن ہے ان کی مجرمانہ زندگی سامنے آ جاتی۔ میں نے اخبارات ایک طرف رکھ دیے اور جوشو کی اُن کاوشوں پر غور کرنے لگا۔ یہ شخص کس قدر مہربان ہے۔ میری وجہ سے اس نے خود کو کیسی مشکلات میں ڈال لیا ہے۔ اگر ان باتوں کا کسی طور انکشاف ہو جائے تو خود اس کے لیے ہالی ووڈ میں پاؤں جمانا مشکل ہو گا۔ لیکن اس کے دل میں بھی میرے لیے ایک جذبہ پیدا ہو گیا تھا اور جذبے خطرات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

مزید تین دن گزر گئے۔ ان تینوں دنوں میں جوشو سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ البتہ سٹی سی میری خدمت کرتی رہی تھی۔ یہ معصوم لڑکی گزرتے ہوئے لمحات کے ساتھ مجھے خود سے قریب ہوتی محسوس ہو رہی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ اس کا ساتھ وقتی ہے۔ اس لیے میں اس پر توجہ نہیں دیتا تھا۔ گو میرے دل میں اس کے لیے کوئی غلط جذبہ نہیں تھا لیکن اس کی سادگی سے کچھ اُنسیت سی ہو گئی تھی۔ پھر ایک شام جوشو نے مجھے بُلا لیا۔ چائے کی میز پر اس نے ایک پاسپورٹ اور کچھ کاغذات میرے حوالے کر دیے۔ پھر بولا۔ "یہ تمہاری بدلی ہوئی شخصیت کے کاغذات ہیں۔ لیکن اک ذرا سی تبدیلی کی ہے میں نے۔ ایک اور شخصیت بھی تشکیل دی گئی ہے۔ یعنی بوب ہیرلیسن۔" جوشو نے مجھے مختصر تفصیل بتائی پھر بولا۔ "گویا اب تم مکمل بوب ہیرلیسن ہو۔ میں نے ساری تیاری مکمل کر دی ہے۔ آج رات تم اپنی رہائش گاہ میں چلے جاؤ گے۔ وہاں موجود لوگ تمہیں بوب کے نام سے ہی جانتے ہیں۔ کوئی پہلے سے تمہارا شناسا نہیں ہے اور نہ ان پر کسی قسم کا اعتبار کیا جائے۔ ہاں، وہ جو گفتگو کریں گے، وہ اسی روشنی میں ہو گی جس کا حوالہ میں تمہیں دے چکا ہوں۔ میں نے اپنے پروگرام کی ترتیب اسی انداز سے کی ہے۔ تمہاری تمام مشکلات وہیں حل ہو جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے مسٹر جوشو! میں خود کو تیار کر چکا ہوں۔ باقی حالات میں خود سمجھ لوں گا۔" میں نے جواب دیا اور اسی رات تقریباً نو بجے میں ایک ٹیکسی کے ذریعے ہالی وُوڈ کے سب سے خوبصورت رہائشی علاقے "بیورلی ہلز" پہنچ گیا۔ جس کوٹھی میں ٹیکسی داخل ہوئی، وہ بے مثال تھی اور روشنیوں سے جگمگا رہی تھی۔ کوٹھی کے وسیع برآمدے میں چند افراد موجود تھے جو ٹیکسی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ پھر ان میں سے دو نوجوان میرے قریب پہنچ گئے۔ اس سے قبل کہ وہ مجھ سے کوئی سوال کرتے، میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ٹیکسی سے میرا سامان اتار دو۔ میرا نام بوب ہیرلیسن ہے۔"

ان دونوں کے منہ حیرت سے کُھل گئے۔ پھر اُن میں سے ایک کسی قدر خوف زدہ آواز میں چیخا۔

"مم۔۔ مسٹر بوب!" اور اس کے ساتھ ہی افراتفری مچ گئی۔ وہ سب کے سب دوڑ پڑے تھے۔ میں نے دِکھانے کے لیے ٹیکسی ڈرائیور کو ایک بڑا نوٹ دیا۔ حالانکہ وہ جوشو ہی کا آدمی تھا۔ اس کے بعد میں ایک دراز قد لڑکی کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ لڑکی مجھے ایک حسین خوابگاہ میں لائی تھی۔ دروازہ کھول کر اس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

"آپ اس طرح اچانک آئے سر! کہ۔۔۔"

"ڈِنر کا بندوبست کرو۔ شکریہ۔" میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی اور وہ یس سر کہہ کر ایڑی پر گھوم گئی۔ میں خواب گاہ کا جائزہ لینے لگا۔ وہ بے مثال تھی لیکن یہ لوگ میری سمجھ سے باہر تھے۔ بوب ہیرلیسن ان کے لیے کیا حیثیت رکھتا تھا؟ جوشو نے ایک طرح سے میرا بھی امتحان لے ڈالا تھا لیکن اگر یہ امتحان ہے تو مجھے اس میں پورا ہی اترنا ہے۔ میں نے دل میں سوچا اور ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔

دیر تک کوئی نہیں آیا لیکن پھر تھوڑی دیر بعد دیوار میں ایک سُرخ بٹن روشن ہو گیا جس پر مے آئی کم اِن لکھا ہوا تھا۔ "آؤ۔ کون ہے؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔ اس بار ایک دوسری لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس کا قد درمیانہ تھا اور آنکھیں بے حد حسین تھیں۔

"سر! لباس تبدیل کر لیں۔ یہاں سے آپ ڈائننگ روم میں چلیں گے۔"

"یہاں لے آؤ۔" میں نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔ اور وہ جلدی سے باہر نکل گئی۔ سِلک کا خوبصورت سلیپنگ سوٹ اور نائٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گاؤن لیے ہوئے وہ میرے نزدیک آگئی۔ اور پھر اس نے کانپتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھا دیے۔ غالباً وہ میری ٹائی کھولنا چاہتی تھی۔

”نہیں شکریہ۔ تم باہر جاؤ۔“ میں نے نرم لہجے میں کہا۔ اس نے جلدی سے ہاتھ نیچے گرا دیے۔ پھر آہستہ قدموں سے باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر جلدی سے لباس تبدیل کر لیا۔ ان لوگوں کے ساتھ میں نے ایک مخصوص رویے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اگر صورتِ حال پوری طرح واضح ہوتی تو شاید میں زیادہ آسانی محسوس کرتا لیکن جوشو نے نہ جانے کیوں تمام حالات سے مجھے آگاہ نہیں کیا تھا۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ مجھے ہر لمحہ زیادہ سے زیادہ چاق و چوبند رکھنا چاہتا تھا۔ حالانکہ میرے نزدیک یہ دانشمندی نہیں تھی لیکن کیا کرتا، مجبوری تھی۔ بے چارے جوشو نے میرے لیے اتنا کچھ کیا تھا کہ اب میں اس کی کسی بات سے انحراف بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ بعض واقعات نے بھی یہ بات ثابت کر دی تھی کہ میری سوچ میں ابھی ایک مجرمانہ پختگی نہیں ہے اور بعض جگہوں پر مجھ سے اچھی خاصی حماقتیں سرزد ہوتی رہی ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ڈنر ٹیبل پر چلا گیا۔ نو افراد تھے جن میں تین لڑکیاں اور چھ مرد تھے لیکن سب کے سب مجھے سرو کر رہے تھے۔ کسی نے ٹیبل پر میرے سامنے بیٹھنے کی کوشش نہیں کی۔ میں نے اطمینان سے کھانا کھایا اور پھر میں نے ان سے تعارف کی فرمائش کی۔ ایک ایک کر کے ان سب نے اپنا تعارف کرایا تیسری لڑکی جو اس وقت پہلی بار مجھے نظر آئی تھی، میری سیکرٹری لوسیا تھی۔ خوبصورت لیکن سنجیدہ فطرت لڑکی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کے نقوش سے ہی اندازہ لگایا تھا۔

”کچھ ضروری پروگرام گوش گزار کرنے ہیں جناب! ان کے لیے کون سا وقت مقرر کریں گے؟“ لوسیا نے پوچھا۔

”سب کچھ کل ہوگا۔“ میں نے جواب دیا اور اس نے گردن جھکا دی۔

اس کے بعد میں نے تھوڑی دیر تک ان لوگوں سے رسمی گفتگو کی اور پھر ذہن میں خلفشار لیے اپنی خوابگاہ میں واپس آگیا۔ رات کو سونے میں بڑی دقت پیش آئی تھی۔ ذہن کو پرسکون رکھنے کی لاکھ کوشش کر رہا تھا لیکن حالات تھے کہ مچھروں کی طرح ذہن میں بھنبھناتے ہوئے آجاتے تھے اور نیند بہت دور چلی جاتی تھی۔ بمشکل تمام نیند آسکی اور دوسری صبح بہت دیر میں آنکھ کھلی۔

گرم پانی کے غسل نے ذہنی اور جسمانی تھکن دور کر دی۔ پھر لباس تبدیل کر کے میں نے اس سرخ بٹن پر انگلی رکھ دی جو روشن تھا۔ یہ بٹن اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ میرے خادم طلبی کے منتظر ہیں۔ صرف میری طرف سے اجازت کا انتظار ہے اور یہی ہوا۔ بٹن دبتے ہی وہ دوسری لڑکی اندر آگئی جس نے مجھے لباس تبدیل کرانے کی کوشش کی تھی اور جس کی آنکھیں بہت حسین تھیں۔

”ہیلو گرینی! صبح بخیر۔“ اس وقت میں نے بدلے ہوئے موڈ میں کہا — وہ کسی قدر چونک پڑی۔ پھر جلدی سے گردن جھکا کر اس نے مجھے صبح بخیر کہا — پھر بولی۔

”ناشتے میں کیا پسند کریں گے جناب؟“

”کچھ بھی۔ یہ سب تمہاری مرضی پر ہے۔“ میں نے بدستور خوشگوار موڈ میں کہا۔

”سر! رات کو آپ سکون سے سوئے؟ کوئی الجھن تو نہیں ہوئی؟“

”نہیں۔ الجھن کی کیا بات تھی؟“ میں نے بے نیازانہ کہا۔

”بعض اوقات نئی جگہیں پرسکون نہیں ہوتیں۔ ہالی ووڈ تو آپ پہلی بار آئے ہیں۔“

”اوہ۔ میں ان باتوں سے متاثر نہیں ہوتا۔ تم لوگ تو پرسکون ہو؟“

”ہم سب رات کو دو بجے تک آپ کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔“

”کیا گفتگو تھی؟“ میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

”ہمارے ذہن میں آپ کے نقوش دوسرے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ مسٹر بوب کوئی عمر رسیدہ انسان ہوں گے۔ لیکن آپ بالکل ہی مختلف ثابت ہوئے۔ اس کے علاوہ سر! رات کو ہم نے آپ کے بارے میں اندازہ لگایا تھا کہ آپ بہت سخت طبیعت کے مالک ہیں۔ لیکن اس وقت آپ کا موڈ خوشگوار ہے۔“

”اگر مجھے جلدی ناشتہ نہ ملا تو ممکن ہے میری کیفیت رات کی سی ہو جائے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جواب میں لڑکی بھی مسکرا دی۔ پھر اس نے دروازے کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا۔

”بس میں ابھی ناشتہ لگواتی ہوں اور آئندہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھوں گی۔“ یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئی اور میں گہری سانس لے کر چھت کو گھورنے لگا۔ خوب مذاق ہو رہا ہے میرے ساتھ، ابھی نہ جانے اور کہاں کہاں تماشا بننا پڑے۔ انجانے حالات کو سنبھالے رکھنا سخت مشکل کام ہے۔

گرینی ولسن ہی نے مجھے ناشتے کی اطلاع دی۔ اس وقت کمرے میں صرف وہی دونوں لڑکیاں تھیں۔ میں خاموشی سے ناشتا کرتا رہا اور وہ گردن جھکائے میری ضرورت کی چیزیں مجھے سرو کرتی رہیں۔ ناشتے سے فارغ ہوا تو لوسیا آگئی۔

”میں نے مسٹر بکیر کو آپ کے آنے کی اطلاع دے دی ہے جناب!“ اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے کیا کہا انہوں نے؟“ میں نے سوال کیا۔

”آپ سے ملاقات کے لیے وقت چاہتے ہیں۔ کونسا وقت دے دوں انہیں؟“

”لنچ پر بلا لو۔“ میں نے جواب دیا اور لوسیا نے گردن جھکا دی۔

”ان کے علاوہ کچھ نئے لوگوں نے بھی آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہے۔ مثلاً جم آرگنائزیشن۔ ڈولی پروڈکشنز۔ اور ہالی ووڈ امپوریم۔ یہ ادارے اکثر فون کر کے آپ کے بارے میں پوچھتے رہتے ہیں۔“

”کیا چاہتے ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔

”مقصد تو ظاہر نہیں کیا سر! لیکن ظاہر ہے کہ وہ اپنی فلموں میں آپ کا مالی تعاون چاہتے ہوں گے۔“

”ٹھیک ہے لیکن ابھی ان سے رابطہ قائم نہ کرو۔ میری خواہش ہے کہ زیادہ لوگوں کو میری آمد کے بارے میں معلوم نہ ہو۔“

”بہت بہتر جناب! تو میں مسٹر بکیر کو آپ کا پیغام ارسال کر دوں؟“

”ہاں۔“ میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔

”اس کے علاوہ آپ کی دن کی مصروفیات کیا رہیں گی؟“ اس نے پوچھا۔

”کچھ نہیں مس لوسیا! مسٹر بکیر سے ملاقات کے علاوہ کوئی پروگرام نہیں ہے۔ اگر ان کے ساتھ کوئی پروگرام بن جائے تو دوسری بات ہے۔“

”بہت بہتر۔“ لوسیا نے کہا اور پھر مجھ سے اجازت لے کر اٹھ گئی۔

”میں بھی وہاں سے اٹھ کر اپنی نشست گاہ میں آگیا جسے ایک خوبصورت دفتر کی حیثیت دی گئی تھی۔ یہ کمرہ بھی ڈیکوریشن کے لحاظ سے نفیس ترین تھا۔ یہاں بیٹھ کر میں نے حالات پر غور کیا۔ لوسیا کے ایک جملے نے صورتِ حال کسی حد تک واضح کر دی تھی۔ گویا مسٹر بوب ہیریسن ایک ایسی شخصیت تھے جن سے لوگ اپنی فلموں میں مالی تعاون کے خواہش مند تھے۔ ہالی ووڈ کی فلم انڈسٹری میں کسی فائنسر کی مالی حیثیت جو ہو سکتی تھی کم از کم اس کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ یہ جوشو بھی خطرناک آدمی ہے۔ اگر یہ جرائم کی زندگی اختیار کرے تو یقیناً ایک خطرناک مجرم ثابت ہو سکتا ہے۔ اب نہ جانے اس نے یہ کیا چکر چلایا ہے اور نہ جانے میں کس حد تک اس کے معیار پر پورا اترتا ہوں۔ میری ایک بھی غلطی مجھے ڈبو سکتی ہے۔ ذرا سی لغزش کھیل ہی بدل سکتی ہے۔ بہر حال اب تو نمٹنا ہی تھا۔ چنانچہ میں ہوشیار ہو گیا۔ لوسیا نے تھوڑی دیر کے بعد آکر مجھے بتایا کہ مسٹر بکیر دوپہر کے کھانے پر آرہے ہیں اور اس کے بعد میں نے باقی وقت میں خود کو ان سے گفتگو کے لیے تیار کیا۔ میں نے اس گفتگو کے لیے دل ہی دل میں کافی مشق کر لی تھی اور اب مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں درحقیقت ایک بہت بڑا کاروباری ہوں اور اپنا سرمایہ منافع بخش کاموں میں لگانے کا خواہش مند ہوں۔ میرے ذہن سے دوسرے سارے خیالات نکل گئے تھے اور اس کے بغیر چارۂ کار بھی نہیں تھا۔

ٹھیک ساڑھے بارہ بجے لوسیا نے مجھے اطلاع دی کہ مسٹر بکیر پہنچ گئے ہیں۔ لوسیا نے ان کا استقبال کیا تھا اور انہیں ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا تھا۔ یہ بات پہلے ہی طے ہو گئی تھی کہ مسٹر بکیر کا استقبال لوسیا کرے گی اور ان کے آنے کے دس منٹ کے بعد میں ان سے ملاقات کروں گا۔ اس وقت کی ملاقات کے لیے لوسیا ہی نے میرے لباس کا انتخاب کیا تھا اور پھر دس منٹ اس لباس کے پہننے میں صرف ہو گئے تھے۔ اس کے بعد میں مسٹر بکیر سے ملاقات کرنے چل پڑا۔ اس کوٹھی کا ڈرائنگ روم بھی میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ ڈرائنگ روم کے بجائے اسے ڈرائنگ ہال کہنا مناسب تھا۔ تقریباً سو افراد کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ اس کے علاوہ اسے دنیا کی بیش قیمت اشیاء سے سجایا گیا تھا۔

مسٹر بکیر کے ساتھ دو خوبصورت لڑکیاں اور چار مرد تھے۔ دونوں لڑکیاں حیرت انگیز طور پر ہم شکل تھیں۔ انہوں نے نہایت خوبصورت لباس پہنے ہوئے تھے۔ اسی طرح مرد بھی اسمارٹ نظر آرہے تھے۔ مسٹر بکیر سرخ ناک اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے ایک خود غرض سے انسان نظر آتے تھے۔ ان کی مسکراہٹ کنجوس فطرت کی غماز تھی۔

لمبی لمبی انگلیوں والے اور سرد ہاتھ سے انہوں نے گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھ سے ملاقات پر نہایت خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ دوسرے تمام لوگ بھی میرے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے تھے۔ مسٹر بکیر نے ان سے میرا تعارف کرایا۔ ان میں کچھ نام جانے پہچانے تھے اور ہالی ووڈ کی فلم انڈسٹری میں نمایاں شہرت کے حامل تھے۔ میں نے بھی جواباً گرمجوشی کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر مسٹر بکیر نے لڑکیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔

”یہ میری بیٹیاں شائلی بکیر اور ایملی بکیر ہیں۔ دونوں کی عمر میں ایک سال کا فرق ہے لیکن عام طور پر لوگ انہیں جڑواں بہنیں سمجھتے ہیں۔“

”آپ ہماری توقع کے بالکل خلاف ہیں مسٹر بوب! عموماً کاروباری لوگ ذہنی اور جسمانی طور پر بوڑھے ہوتے ہیں۔ جیسے ہمارے پاپا۔ ہم آپ کو بھی ایسی ہی ایک شخصیت سمجھ رہے تھے۔“ ایملی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیوں مس بکیر! کیا کاروباری ہونے کے لیے بوڑھا ہونا ضروری ہے؟“ میں نے خود کو اس ماحول سے ہم آہنگ کرنے کے لیے پوچھا۔

”ہاں۔ خاص طور پر ایک بڑا اور تجربہ کار کاروباری ہونے کے لیے دراصل عمر تجربہ دیتی ہے اور بڑا کاروباری انسان تجربات کے بعد ہی بنتا ہے۔ میں آپ کو دیکھ کر حیران ہوں کہ نوجوانی کی عمر میں آپ اتنے بڑے کاروباری بھی ہیں۔“ ایملی نے جواب دیا۔

”دراصل یہ لڑکی انسانوں کی فطرت پر ریسرچ کرنے کی بے حد شوقین ہے۔ اسے مختلف لوگوں کے حالاتِ زندگی جمع کرنے کا جنون ہے اور اس سلسلے میں اس کے پاس بڑا ذخیرہ ہے۔ اکثر مقامی اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

باہر کے رسائل میں اس کے مضامین چھپتے رہتے ہیں۔"

"میں نے دنیا کے بہت بڑے بڑے لوگوں کے حالاتِ زندگی جمع کیے ہیں۔ ان کی نفسیات، ان کی سوچ اور ان کی عملی زندگی کے بارے میں میرے پاس ایسی ایسی معلومات موجود ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں ہوں گی۔" ایلی نے کہا۔

"دلچسپ مشغلہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ کے لیے دردِ سری بھی مسٹر لوب!" ایلی نے کہا اور ہنس پڑی۔

"وہ کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"اس لیے کہ اب میں آپ کے بارے میں جاننا چاہوں گی۔ بتایئے آپ اس عمر میں ایک بڑے کاروباری کیسے بنے؟"

"اوہ! واقعی یہ تو پریشانی کی بات ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں جناب! آپ یقین کریں۔ میں اس سلسلے میں آپ کے ذہن پر بار بالکل نہیں بنوں گی۔ بس آپ سے قریب رہنے کی اجازت ضرور چاہوں گی۔ جب تک آپ یہاں موجود ہیں۔"

"ظاہر ہے میں اس سے انکار نہیں کر سکتا۔" میں نے بات کو ٹالنے کے لیے کہا۔

"ایلی دلچسپ لڑکی ہے۔ مجھے یقین ہے آپ اس کی صحبت میں بور نہیں ہوں گے مسٹر لوب!" مسٹر بکیر نے ایلی کی سفارش کی۔

"اور مس شائی؟" میں نے دوسری لڑکی کی طرف دیکھا۔

"یہ فلسفی ہے۔ دنیا کے ہنگاموں سے الگ تھلگ رہتی ہے۔ لیکن آپ سے ملاقات کی شائق تھی۔"

"آپ لوگوں سے مل کر خوشی ہوئی ہے مسٹر بکیر!" میں نے گہری سانس لے کر کہا ——— اس کے بعد دوسرے لوگوں سے گفتگو ہونے لگی۔ فلمی ماحول کی باتیں تھیں۔ ان باتوں سے خود اپنی شناخت بھی ہو رہی تھی جو بہت ضروری تھی اور جو کچھ مجھے اس گفتگو سے معلوم ہو سکا وہ یہ تھا کہ میں ایک با اثر اور دولت مند انسان ہوں۔ بہت سے ممالک میں مختلف انڈسٹریز میں میرا سرمایہ لگا ہوا ہے اور میں نے فلم انڈسٹری میں اپنا سرمایہ لگانے کی خواہش ظاہر کی ہے۔"

عقل چکرا کر رہ گئی تھی۔ اگر درحقیقت ایسے کسی شخص کا کوئی وجود تھا تو وہ کہاں تھا اور جوشو نے کن بنیادوں پر مجھے اس کی حیثیت دے دی تھی۔ یہ تو بے حد خطرناک جرم تھا اور اس میں کافی خطرات پوشیدہ تھے۔

میں نے دوپہر کے کھانے کا خاص اہتمام کیا تھا۔ اس کے لیے مسٹر بکیر میرے بہت ممنون ہوئے اور بولے "آپ کی اس پُرخلوص پیشکش کو میں رد نہیں کر سکتا حالانکہ یہ اعزاز مجھے ملنا چاہیے تھا۔ میری خواہش ہے کہ میں آپ کے اعزاز میں ایک بہت بڑی ضیافت دوں جس میں ہالی ووڈ فلم انڈسٹری کے تمام افراد شریک ہوں۔ مشہور ترین فلمسازوں اور فلمی اداکاروں سے آپ کا تعارف ہو۔ میں اس سلسلے میں آپ سے تاریخ کا خواہاں ہوں۔"

"مجھے آپ کے خلوص کا اعتراف ہے مسٹر بکیر! لیکن اتفاق سے آپ کی اس خواہش کے جواب کے طور پر مس ایلی کو بھی ان کے سوال کا جواب مل جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا مسٹر لوب؟" ایلی نے پوچھا۔

"میں نے عمر کے چند سال صرف اس لیے بچا لیے ہیں کہ میں زیادہ الجھنوں میں نہیں پھنستا۔ کاروبار کے لیے ٹھوس اقدامات کرتا ہوں اور ان پر فوری عمل شروع کر دیتا ہوں۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے، میں پچھلی رات خاموشی سے یہاں آ گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو بھی اپنی آمد کی اطلاع نہیں دی کیونکہ میں ان کے فرائض کے چند گھنٹے خود نہیں خرچ کرنا چاہتا تھا۔ یہ لوگ ایئرپورٹ آتے، انتظار کرتے، اہتمام کرتے۔ چنانچہ میں خاموشی سے یہاں پہنچ گیا۔ اس کے علاوہ میں اپنی سیکرٹری مس لوسیا سے اس بات کی تصدیق کراؤں گا کہ کتنے لوگوں نے مجھ سے ملاقات کی خواہش کی ہے۔ براہِ کرم مس لوسیا، مسٹر بکیر کو یہ نام بتائیں۔"

اور لوسیا نے یہ نام گنوا دیے۔ پھر میں دوبارہ مسٹر بکیر سے مخاطب ہوا "میں نے ان لوگوں سے ملاقات کا پروگرام نہیں بنایا۔ اس کی وجہ یہ ہے مسٹر بکیر کہ انسان اخلاقی بندشوں میں بھی جکڑ جاتا ہے۔ آپ یہ اہتمام کریں گے۔ اس میں میرا تعارف دوسرے لوگوں سے بھی ہو گا۔ ان میں سے چند مخلص لوگ بھی کچھ پیش کش کریں گے اور میرا طویل وقت اس میں ضائع ہو جائے گا۔ اس کے برعکس یہ بات بہتر ہو گی کہ میں چند روز قیام کر کے آپ سے کام کی بات کر لوں اور اسی دوران ہالی ووڈ اور اس کے مقامات کی سیر بھی کر لوں۔"

"بہت خوب۔ بہت خوب۔" ایلی نے خوش ہو کر کہا۔ "میں نے یہ قیمتی بات ذہن نشین کر لی ہے مسٹر لوب! لیکن میری ایک پیش کش آپ ضرور قبول کر لیں۔"

"وہ کیا مس ایلی؟" میں نے پوچھا۔

"ہالی ووڈ اور اس کے مضافات کی سیر کے لیے میں خود کو گائیڈ کی حیثیت سے پیش کرتی ہوں۔"

"بہت بہتر۔ یہ ٹھیک ہے۔" میں نے تکلف سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کے ان خیالات سے بہت متاثر ہوا ہوں مسٹر لوب اور حقیقت میں آپ ایک عملی انسان ہیں۔" مسٹر بکیر بولے۔

"میں اپنے ان تمام دوستوں سے بھی اس تعاون کا خواہشمند ہوں کہ وہ صرف اپنی ذات تک مجھ سے رابطہ رکھیں اور میری آمد کی خبر کو خود تک ہی محدود رکھیں۔ کیا میرے دوست مجھ سے تعاون کریں گے؟" میں نے بکیر کے ساتھ آنے والے دوسرے لوگوں سے پوچھا۔

"ضرور جناب! آپ کی اس سوچ نے ہمیں نئی راہیں دکھائی ہیں۔" ان لوگوں نے جواب دیا۔

مسٹر بکیر میری اس خصوصی توجہ پر بہت خوش نظر آ رہے تھے اور میں دل ہی دل میں اس لمبے کھیل پر حیران ہو رہا تھا۔ جس کا انجام میرے سامنے نہیں تھا۔

شام کو چار بجے مسٹر بکیر واپس چلے گئے۔ میرے اور ان کے درمیان کاروباری گفتگو کے لیے دوسرا دن طے ہو گیا تھا۔ باقی وقت میں نے اپنی سوچوں کے درمیان گزارا۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد دیر تک مجھے یہی احساس رہا کہ میں درحقیقت ایک بڑا کاروباری ہوں اور پھر میں خود پر ہنس پڑا۔

سرزمینِ پنجاب کا ایک آفت زدہ کیسی کیسی مشکلات کا شکار ہوا ہے۔ ایک جذبے نے سینے میں سر ابھارا تھا اور میں نے اس کے حضور اپنا مستقبل پیش کر دیا تھا، اپنے سنہرے خواب قربان کر دیے تھے۔ ہر جذبہ قربانی چاہتا ہے۔ تاریخ کی لکیریں خون سے کھینچی جاتی ہیں اور مجھے اس لہو کا قطرہ قطرہ اس جذبے پر نچھاور کرنا تھا۔ میں ایک لمحے کی قربانی نہیں دے سکتا تھا۔ میرے جذبے کو بوند بوند غسل کرنا تھا۔ خدا اسے ثابت قدم رکھے۔

❀

دوسرے دن دس بجے مسٹر بکیر پھر آ گئے۔ ان سے یہی وقت طے ہوا تھا۔ اس وقت ہم دونوں نے خالص کاروباری گفتگو کی۔ مسٹر بکیر تنہا تھے اور کل کی طرح غیر سنجیدہ نہیں تھے۔ میں نے بھی پوری توجہ سے ان سے گفتگو کی۔ وہ فلمساز تھے اور اس وقت ان کی ایک فلم زیرِ تکمیل تھی۔ دوسری فلم کے لیے انہوں نے مجھے سرمایہ لگانے کی پیش کش کی جسے میں نے منظور کر لیا اور مسٹر بکیر کو اجازت دے دی کہ اس کی کاغذی تیاریاں شروع کرا دیں۔ اس کے نتیجے میں مجھے فلم کی کہانی بھی سننی پڑی تھی۔ بہرحال پورے سکون سے میں نے یہ ساری چیزیں برداشت کی تھیں۔ ان سارے معاملات کے طے ہو جانے سے مسٹر بکیر بے حد خوش تھے پھر انہوں نے کہا۔

"ایلی کو میں نے بڑی مشکل سے روکا ہے۔ وہ دو بجے آپ کے پاس حاضر ہو جائے گی۔ کیا آپ اس بے وقوف لڑکی کو برداشت کر لیں گے؟"

"کوئی حرج نہیں ہے مسٹر بکیر! اچھا ہے ہالی ووڈ کی سیر کے لیے مجھے ایک ذہین ساتھی میسر ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔ اور مسٹر بکیر خوشی خوشی چلے گئے۔ میں جانتا تھا کہ وہ میری شراکت کو مضبوط کرنے کے خواہاں ہیں اور اس سلسلے میں ایلی کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔ بہرحال میں نے جان بوجھ کر یہ ساتھ قبول کیا تھا۔ اس دوران مسٹر جوشو کی طرف سے کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ اگر میری طرف سے کوئی غلط اقدام ہوا تو وہ میری رہنمائی کریں گے۔ میرے ذہن پر بھی کم بار نہیں تھا ——— میں سارے معاملات سے ناواقف ہونے کے باوجود جس طرح انہیں نبھا رہا تھا اسے میرا دل ہی جانتا تھا۔ ایک ایک لمحہ محتاط رہنا پڑ رہا تھا۔ اِدھر یہ ذہنی خلجان بھی تھا کہ کوئی قدم مسٹر جوشو کی مرضی کے خلاف تو نہیں ہے۔ چنانچہ اپنا ذہنی بوجھ ہلکا کرنے کے لیے میں نے یہ مصیبت قبول کر لی تھی۔

پھول کی طرح شگفتہ ایلی میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے ایک حسین لباس پہنا ہوا تھا اور کھلی چھت کی ایک خوبصورت کار میں آئی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔

"تو اب آپ مجھ پہ ریسرچ کریں گی مس ایلی؟" میں نے پوچھا۔

"یہ کام میں خفیہ طور پر کروں گی اور آپ کو بوریت کا شکار نہ ہونے دوں گی۔ ہاں آپ سے ایک درخواست ہے۔" وہ بولی۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے ایلی کی بجائے ایمی کہا کریں۔ بس یہ اچھا لگتا ہے۔"

"بہتر ہے۔ اس طرح تو آپ نے میری ایک مشکل بھی حل کر دی ہے۔"

"اوہ! کیا کوئی مشکل بھی تھی؟" اس نے ہنس کر پوچھا۔

"ہاں آپ کے نام میں ایک معمولی سی تبدیلی سے میرے منہ میں کھٹاس سی گھل جاتی تھی۔ ایلی اور 'اِملی' میں معمولی سا فرق ہے۔"

"میں نہیں سمجھی؟" ایلی تعجب سے بولی اور میں مسکرانے لگا۔ ظاہر ہے وہ اِملی کے بارے میں کچھ نہیں سمجھ سکتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں باہر نکل آئے۔ باہر نکلنے سے قبل میں نے اپنی شکل و صورت کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔ پنگ لی نے مجھے جو نقش و نگار دیے تھے وہ جوں کے توں تھے۔ حالانکہ ہالی ووڈ کی [illegible] میرے

سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے
۶ حصے مکمل
مفرور
۳ حصے مکمل
طالوت
۵ حصے مکمل
صدیوں کا بیٹا
کتابی شکل میں تیار ہیں
آج ہی خط لکھ کر طلب فرمائیں یا اپنے قریبی بک اسٹال سے حاصل کریں
کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی نمبر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور اس پیالے میں موجود رقم کبھی چوری نہیں ہوئی۔ دلچسپ جگہ تھی۔ مجھے بہت پسند آئی۔ شائلی کا ساتھ بھی کسی طور ناگوار نہیں تھا۔ کیونکہ ایملی کی بہ نسبت اس کے اندر شائستگی اور رکھ رکھاؤ تھا۔

ہالی ووڈ بال شو دیکھنے کے لیے شائلی نے ٹکٹ خریدا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ تھیٹر میں دس بارہ ہزار سے کم افراد نہ ہوں گے لیکن وہ خالی خالی نظر آرہا تھا اور اس کی وجہ اس کی وسعت تھی۔ ہم دونوں بھی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اسٹیج پر رقص و موسیقی کے کئی خوبصورت پروگرام ہوئے۔ پھر جسمانی کرتب اور اس کے بعد مزاحیہ پروگرام پیش کیے گئے جو سب کے سب بہت دلچسپ تھے۔ شائلی بے اختیار ہنس رہی تھی اس کی کیفیت بچوں کی سی تھی۔

واپسی میں میں نے اس سے پوچھا۔ "شائلی! تم دونوں بہنوں میں ایک سال کا فرق ہے؟"

"ہاں۔ پورے ایک سال کا۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"بڑا کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں؟" وہ بولی اور میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ شائلی اپنی بہن سے ایک سال بڑی ہونے کے باوجود ذہنی طور پر اس سے کئی سال چھوٹی تھی۔ اس کی فطرت میں معصومیت تھی۔

کوٹھی میں داخل ہوئے تو سفید رنگ کی ایک نیلے کھڑی نظر آئی۔ میں نے ایک لمحہ کے لیے سوچا ہی تھا کہ شائلی بول پڑی۔ "پاپا۔"

"اوہ! کیا یہ مسٹر بکیر کی کار ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ پاپا اسٹوڈیو میں اسے ہی استعمال کرتے ہیں۔" شائلی نے جواب دیا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ راستے میں گرینی نے بتایا کہ مسٹر بکیر انتظار کر رہے ہیں۔ ہم دونوں ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔ مسٹر بکیر ایک موٹے سگار کو دانتوں میں کچل رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑے۔

"خدا کا شکر ہے، خدا کا شکر ہے کہ آپ لوگ جلد ہی واپس آگئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کہیں مجھے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے۔ میرے بارے میں آپ کو اطلاع مل گئی ہو گی جناب کہ میں اپنے یونٹ کو لے کر شکاگو جا رہا ہوں۔ وہاں شوٹنگ کے انتظامات اچانک مکمل ہو گئے ہیں اور میں اسے ملتوی نہیں کر سکتا۔ میری ایک دلی خواہش ہے مسٹر بوب!"

"جی۔ فرمائیے؟" میں نے خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ میرے ساتھ شکاگو چلیں۔" مسٹر بکیر بولے۔

"ہوں۔" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ ایک لمحے کے لیے خیال آیا کہ کہیں یہ جوشو کی مرضی کے خلاف نہ ہو لیکن جوشو نے جو خاموشی اختیار کر رکھی ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے، اس کی پسند کے مطابق ہو رہا ہے۔ چنانچہ میں ہالی ووڈ سے نکلنے کے اس موقع کو نظرانداز نہیں کر سکا۔ "ٹھیک ہے مسٹر بکیر! لیکن شرط ہی ہو گی۔"

"شرط کیا جناب؟" وہ خوش ہو کر بولا۔

"میری اپنی شخصیت صرف چند لوگوں کے درمیان محدود رہے گی۔ میں زیادہ لوگوں سے متعارف نہیں ہونا چاہتا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نے ابتدا ہی سے اس کا خیال رکھا ہے اور پھر یہ بات تو خود میرے حق میں جاتی ہے۔" بکیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جواباً میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر بکیر نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ پھر وہ اٹھتے ہوئے معذرت آمیز انداز میں بولے۔

"بس، میں آپ کی منظوری حاصل کرنے آیا تھا۔ ممکن ہے آج پوری رات ہی مصروف رہنا پڑے۔ ساری تیاریاں مکمل کرنی ہیں۔ اس لیے اجازت چاہوں گا۔ شائلی، مسٹر بوب کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ تم لوگ انہیں تنہائی کا احساس نہ ہونے دینا۔" اس نے اپنی بیٹی کی طرف رُخ کر کے کہا۔ اور پھر گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔

میری نگاہ میں یہ ایک باپ کا بدترین کردار تھا اور ایسے لوگوں کو میرے معاشرے میں ذلیل ترین کردار کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جب معاشرے ہی کی بات آجاتی ہے تو یہاں کے ماحول میں یہ سب کچھ معیوب نہیں ہے اور لوگ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے میں نے گہری نگاہوں سے شائلی کی طرف دیکھا۔ اب تک اس لڑکی نے ہلکے پن کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اور ابھی تک مجھے اس سے کوئی اُلجھن نہیں ہوئی تھی۔ "لیکن اب باپ کی ہدایت پر دیکھیے اس کے اندر کیا تبدیلی رونما ہوتی ہے۔" میں نے سوچا۔

وہ چند ساعت خاموش رہی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"میرے لیے کیا حکم ہے مسٹر بوب؟"

"تھک گئی ہوں گی آپ مس شائلی؟"

"جی ہاں۔ کسی حد تک۔" وہ خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ "بہتر یہ ہو گا کہ آپ آرام کریں۔ میں بھی اب سونے کا خواہشمند ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ مسکراتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"شکریہ۔ پھر اجازت؟" اس نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔" میں نے سکون سے گہری سانس لی۔

"میں نہیں کہہ سکتی کہ کل آپ لوگوں کی روانگی سے قبل آپ سے ملاقات ہو گی یا نہیں۔ بہرحال اگر کل نہیں ہوئی تو پھر واپسی پر ضرور ہو گی۔ میں انتہائی خلوص سے کہہ رہی ہوں مسٹر بوب! آپ کے ساتھ یہ مختصر سا وقت بہت ہی خوشگوار گزرا۔"

"شکریہ شائلی! ویسے کیا آپ لوگ آؤٹ ڈور شوٹنگ وغیرہ پر ساتھ نہیں جاتیں؟" میں نے سوال کیا۔

"عموماً نہیں۔ پاپا وہاں مصروف ہوتے ہیں۔ ساری مصنوعی مصنوعی سی باتیں ہوتی ہیں۔ کم از کم میں انہیں پسند نہیں کرتی۔ بس کبھی کبھی اگر پاپا کی خواہش ہوتی ہے تو ہم چلے جاتے ہیں۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ کل کے پروگرام میں ہم لوگ شریک نہیں ہیں ورنہ پاپا ہمیں تیاریاں کرنے کے لیے ضرور کہتے۔" شائلی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے شائلی! واپسی پر ملاقات ہو گی۔" میں رسماً اسے چھوڑنے کے لیے باہر تک آیا۔

شائلی کار اسٹارٹ کر کے ہاتھ ہلاتی ہوئی باہر نکل گئی اور میں تھکا تھکا سا واپس اندر آگیا۔ کوٹھی کے ملازمین سامنے نہیں تھے سب اپنی اپنی آرام گاہوں میں پہنچ چکے تھے۔ مجھے بھی اس وقت کسی کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ میں اپنی خوابگاہ میں آیا۔ ذہن پر تھکن اور کسی قدر افسردگی طاری تھی۔ سوچ کے دائرے ابھر رہے تھے۔ یہ سلسلہ کہاں تک چلے گا۔ اس دوران، میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا ہوں اور صرف جوشو کے رحم و کرم پر ہوں۔ اگر اس کی کوئی اسکیم فیل ہو گئی تو میں بھی کام سے گیا۔ کیا خود کو اس حد تک کسی کے ہاتھوں میں دے دینا دانشمندی ہے، یا پھر میں زبردست حماقت کر رہا ہوں؟

دیر تک اس بارے میں سوچتا رہا اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ شکاگو کی حد تک ٹھیک ہے۔ مسٹر بکیر سے اتنا فائدہ ضرور اٹھاؤں گا کہ ان کے ساتھ شکاگو نکل جاؤں۔ وہاں جا کر ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ دوں گا۔ جوشو کی طرف سے اگر کوئی تحریک ہوئی اور اس سے ملاقات ہوئی تو صاف کہہ دوں گا کہ یا تو وہ مجھے اپنا منصوبہ بتلائے کہ اس نے میرے بارے میں کیا سوچا ہے؟ ورنہ پھر اس سے کہہ دوں گا کہ اس کے بعد وہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔ اس نے میرے لیے جو کچھ کیا ہے وہ بہت ہے اور میں اس سے زیادہ اسے تکلیف دینا پسند نہیں کروں گا۔

❋

دوسرے دن بیکر مجھے لینے آگیا۔ صبح کو ٹیلی فون کر کے اس نے مجھے تیار رہنے کی ہدایت کر دی تھی۔ چنانچہ جس وقت وہ ایک بڑی ویگن میں میرے پاس پہنچا تو میں اپنے مختصر سے سوٹ کیس کے ساتھ تیار تھا۔ اس کے ساتھ آٹھ افراد تھے۔ جن میں تین خوبصورت لڑکیاں شامل تھیں۔ دو صورتیں میری جانی پہچانی تھیں۔ ان اداکاراؤں کو میں متعدد فلموں میں دیکھ چکا تھا۔

بیکر نے میرا تعارف "میرے عزیز ترین دوست مسٹر بوب" کہہ کر کرایا تھا۔ اس سے زیادہ اس نے میرے بارے میں کچھ نہیں بتایا لیکن چونکہ بیکر نے اس عزیز ترین دوست کو لے جانے کے لیے اہتمام کیا تھا۔ اس لیے اس کے ساتھیوں کی نگاہوں میں مجھے ایک خاص مقام حاصل ہو گیا تھا۔

یہاں سے ہم نے لاس اینجلس کا سفر کیا اور پھر مقررہ وقت پر ہوائی جہاز ہمیں لے کر شکاگو کے لیے پرواز کر گیا۔

تصور میں میرے والد کی مالی حیثیت زیادہ بُری نہیں تھی۔ اگر ایسی ہی بات ہوتی تو وہ مجھے اعلیٰ تعلیم کے لیے امریکہ نہ بھیج پاتے لیکن اس میں ان کی تھوڑی سی خود غرضی بھی شامل تھی۔ میری دوسری

بدنام ترین مُجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمّل تفصیل

قیمت ۲۰ روپے

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

والدہ کو مطمئن کرنے کے لیے بھی انہوں نے یہ قدم اٹھایا تھا ورنہ شاید میری وجہ سے گھر کے حالات اتنے پُرسکون نہ ہوتے۔ والد صاحب کو گوناگوں الجھنوں سے دوچار رہنا پڑتا۔ ممکن ہے کچھ نئی پریشانیاں جنم لیتیں۔ اس لیے انہوں نے اس کا حل یہی تلاش کیا تھا کہ ایک طویل عرصے کے لیے مجھے اپنے آپ سے دور کر دیں۔ میرے خرچ کے لیے جو پیسے آتے تھے، وہ اتنے ہوتے کہ میں صرف گزارا کر سکوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں ان میں سے بھی کچھ بچا لوں اور میں نے ایسا ہی کیا تھا۔ اور ایسا صرف اس لیے ممکن تھا کہ میں نے دوسرے پاکستانی نوجوانوں کی طرح تعلیمی مشاغل سے ہٹنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بہت سے طالب علموں کے مشاغل تعلیم کے علاوہ سیر و تفریح بھی تھے۔ لیکن میں نے اپنے محدود وسائل کو پیش نظر رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کیلی فورنیا کے علاوہ امریکہ کے دوسرے شہر اور ریاستیں میرے لیے اجنبی تھیں۔

میں ان سے صرف فلموں کی حد تک ہی واقف تھا۔ ہالی ووڈ بھی میرے لیے اجنبی جگہ تھی اور شکاگو بھی۔ فلموں میں شکاگو کے بارے میں جو تاثر ملتا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ شکاگو بھیڑیوں کی بستی ہے۔ ہالی ووڈ نے شکاگو کے جرائم پیشہ طبقے کی زندگی کے متعلق فلموں سے یہی تاثر دیا تھا کہ یہ شہر شیطانوں کی پناہ گاہ ہے۔

بہرحال اب میرا رُخ اسی شہر کی جانب تھا اور میرے ذہن میں بے پناہ خیالات گردش کر رہے تھے جیسا کہ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اگر شکاگو میں بھی میں اسی بے بسی کا شکار رہا تو پھر وہاں سے جوشو کی عنایتوں کو خیرباد کہہ دوں گا اور اپنے طور پر کچھ کروں گا۔ خواہ اس کے نتائج کچھ بھی ہوں۔ ممکن ہے شکاگو کے جرائم پیشہ افراد میرے کام آسکیں۔ امریکی پولیس تو بہرحال میری دشمنی پر آمادہ ہے۔ ہوائی جہاز کے سفر میں بطورِ خاص بیکر نے اس مشہور ہیروئن کو میرے پاس بٹھا دیا تھا جسے میں فلموں میں دیکھ چکا تھا۔ راستے میں اس سے گفتگو بھی ہوئی لیکن یہ گفتگو میں نے اس کے فن تک ہی محدود رکھی۔ اس نے البتہ میرے بارے میں چھان بین کی کوشش ضرور کی تھی۔

"آپ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔" وہ بولی۔

"بس میرا نام بوب ہے۔ آپ کا مداح ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ کہاں کے باشندے ہیں؟" اس نے عجیب سا سوال کر ڈالا۔

"سیاح ہوں اور سیاح جہاں ہوتا ہے اسی جگہ کو اپنا سمجھتا ہے اسی لیے کسی ایک ملک سے وابستگی کو دوسرے حسین مقامات کی حق تلفی تصور کرتا ہوں۔"

"بہت دلچسپ انسان ہیں آپ مسٹر بوب!" ہیروئن نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ میں اپنے ملاقاتیوں کو متاثر نہیں کر پاتا۔ بہرحال آپ کے ان الفاظ کا شکریہ۔" میں نے انکسار کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ اور درحقیقت یہ الفاظ اس نے ازراہِ اخلاق ہی کہے تھے ورنہ اسے میری صحبت میں سخت بوریت ہو رہی ہوگی اور اس کا اندازہ بھی بہت جلد ہو گیا۔ اس نے بڑی ذہانت کے ساتھ مسٹر بیکر سے اپنی سیٹ بدل لی اور مسٹر بیکر میرے پاس آکر بیٹھ گئے۔

"اگر ان خاتون کو آپ کی شخصیت کے بارے میں معلوم ہو جائے مسٹر بوب! تو میرا خیال ہے کہ یہ ہوٹل میں بھی آپ کے ساتھ ہی قیام کرنے پر اصرار کریں۔ بہرحال، یہ آپ ہی کی خواہش ہے۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ آپ میری اس خواہش کا احترام کرتے رہیں گے۔ اس طرح میں ذہنی طور پر پُرسکون رہوں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! آپ بہت سنجیدہ اور نفیس طبیعت کے مالک ہیں۔ ورنہ لوگ عموماً ان آرٹسٹوں کی قربت کے خواہاں ہوتے ہیں۔"

"آپ ان خوبصورت الفاظ کے بجائے اگر مجھے اس معاملے میں بدذوق بھی کہہ دیں تو کوئی افسوس نہیں ہوگا۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر بیکر مسکرانے لگے۔ بہرحال شکاگو تک مسٹر بیکر ہی میرے قریبی ہم سفر رہے۔

ایئرپورٹ سے ہوٹل جاتے ہوئے سڑکوں پر رَش دیکھ کر احساس ہوا کہ شکاگو دنیا کا جدید ترین شہر ہے۔ سو سال قبل یہ دو سو افراد کی آبادی کا معمولی سا گاؤں تھا لیکن سو سال میں اس کی آبادی تقریباً پچاس لاکھ ہو گئی تھی اور اس نے بے پناہ ترقی کر لی تھی۔ بلند و بالا عمارتیں، حسین ترین سڑکیں اور پُرمسرت ماحول نے اس شہر کے بارے میں میرے ذہن پر بہت اچھا تاثر چھوڑا تھا۔ جس ہوٹل میں مسٹر بیکر نے قیام کیا تھا وہ ستائیس منزلہ تھا اور بے حد خوبصورت تھا۔ میرے لیے ایک علیحدہ شاندار کمرے کا انتخاب کیا گیا تھا۔ بے چارہ بیکر ایک بڑی اُمید پر میرے اوپر بے تحاشا خرچ کر رہا تھا۔ جوشو ذہین آدمی تھا۔ اس نے میرے بڑے بڑے اخراجات چالاکی سے مسٹر بیکر پر ڈال دیے تھے۔ بہرحال یہ فضا ایسی نہیں تھی کہ میں اخلاقی قدروں پر غور کرتا۔ میرے لیے تو یہ ایک آزادانہ قید تھی۔ میں تو امریکہ کی اس حسین زندگی سے بھاگ جانے کا خواہشمند تھا۔ اگرچہ میں ابھی تک دنیا کی ذہین ترین پولیس کی قید سے آزاد تھا لیکن نہ جانے مجھے کیوں احساس ہوتا تھا کہ اگر میں نے جلد از جلد امریکہ نہ چھوڑ دیا تو میں پولیس کے ہاتھ ضرور لگ جاؤں گا۔ بعض اوقات تو اس احساس سے سخت ذہنی کوفت کا شکار ہو جاتا تھا۔

فلمی یونٹ کے بیشتر افراد یہاں پہلے پہنچ گئے تھے۔ رات کو ان کی میٹنگ ہوئی اور دوسرے دن شوٹنگ کا پروگرام طے کر لیا گیا۔ یہ

شوٹنگ جھیل مچی گن کے ساحل پر ہوئی تھی۔ مجھے بھی زبردستی گھسیٹا گیا اور دوسرے دن ان ساری ضروری تیاریوں کے بعد ہم مچی گن جھیل پہنچ گئے۔ یہ دنیا کی بہت بڑی جھیلوں میں شمار ہوتی ہے۔ مجھے تو وہ سمندر ہی محسوس ہوئی تھی۔ معلومات کرنے سے پتا چلا کہ اس کی لمبائی تین سو اکیس میل اور چوڑائی ستر میل سے ایک سو اٹھائیس میل ہے اور اس کی وجہ سے شکاگو "اندرونِ ملک سب سے بڑی بندرگاہ" تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے نزدیک ہی گلیز چیونگ گم کی عمارت ہے جو سفید نائلون سے بنی ہوئی ہے اور جس کے مینار پر چاروں طرف بیس بیس فٹ قطر کے گھنٹے لگے ہوئے ہیں۔ اس کے عقب میں کولمبیا براڈ کاسٹنگ اسٹیشن کی عمارت تھی۔ فلم کا تعلق ان ہی دو عمارتوں سے تھا! اس لیے فوٹوگرافی کی تیاریاں کر لی گئیں۔ بیکر اپنے کام میں بھی مصروف تھا اور میرے آگے پیچھے بھی پھر رہا تھا جسے دوسرے لوگوں نے بھی محسوس کر لیا اور مجھے خواہ مخواہ اہمیت دی جانے لگی۔

شوٹنگ ہوتی رہی۔ اگر حالات بہتر ہوتے تو یہ سب کچھ میرے لیے کافی دلچسپ ہوتا لیکن میرا ذہن تو یہ سوچنے میں لگا ہوا تھا کہ اب کیا کروں؟

بہرحال یہ پورا دن شوٹنگ میں صرف ہوا بیکر نے کافی حد تک کام کر لیا تھا اور بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ رات کو اجتماعی ڈنر کیا گیا اور اس کے بعد رات کے گیارہ بجے کے قریب بیکر میرے کمرے میں آگیا۔ "آپ کو یقینی طور پر ان سارے ہنگاموں سے الجھن ہو رہی ہوگی مسٹر بوب! لیکن یہ میری خوش بختی ہے کہ ایک غیر متعلق شخص کی حیثیت سے آپ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس سے ہمیں آئندہ پروگرام میں مدد ملے گی۔"

"میں یہ سب کچھ آپ کی خاطر کر رہا ہوں مسٹر بیکر! ورنہ آئندہ میں آپ کو وقت نہ دے سکوں گا۔ جو کچھ کریں گے آپ ہی کریں گے۔ مجھے آپ پر اعتماد ہے۔" میں نے کہا اور میرے الفاظ بیکر کے چہرے پر جگمگانے لگے۔ وہ بہت خوش ہوا تھا۔ پھر اس نے مجھے بقیہ پروگرام بتائے جو کچھ اس طرح تھے کہ یہاں تین دن شوٹنگ ہوگی۔ اس کے بعد ایک دن بیکر مجھے شکاگو کی سیر کرائے گا پھر یہاں سے واپسی ہو جائے گی۔ میں نے یہ سب ... سن کر گہری سانس لی تھی۔ اس کے بعد بیکر نے کہا۔

"اس دوران اگر آپ ...نگ سے بوریت محسوس کریں تو شہر کی سیر کر لیں۔ میں انتظام کر دوں گا۔"

"یہ بہتر ہوگا مسٹر بیکر! اس کے بعد آپ کو ایک دن ضائع کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔" میں نے جلدی سے کہا اور بیکر نے گردن ہلا دی۔ چنانچہ دوسرے دن بیکر نے ناشتے کے دوران کہا۔

"میں نے کرائے پر ایک موٹر حاصل کر لی ہے۔ جس کا ڈرائیور ہی آپ کے لیے گائیڈ کا کام دے گا۔ ابھی تھوڑی دیر بعد کمپنی ڈرائیور اور کار بھیج دے گی۔ میں آپ سے اس کا تعارف کرا کے چلا جاؤں گا۔"

میں نے منظوری دے دی۔ ساڑھے دس بجے بیکر ایک دُبلی پتلی خوبصورت لڑکی کو لے کر میرے پاس آیا۔

"یہ مس ایوین ہیں مسٹر بوب! آپ کی گائیڈ۔" پھر اس لڑکی سے مخاطب ہو کر بولا "مس ایوین! معزز مہمان کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔"

"آپ مطمئن رہیں جناب!" لڑکی نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور بیکر نیک خواہشات کا اظہار کر کے چلا گیا۔

ایوین خاصی چالاک لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ اس نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ مقامی معلوم نہیں ہوتے جناب! میرا مطلب ہے امریکی نہیں ہیں؟"

"آپ کا خیال درست ہے۔" میں نے مختصر سا جواب دیا۔

"شکاگو پہلی بار آئے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔

"شکاگو سے متعلق داستانوں سے متاثر ہوں گے؟"

"بے شک۔" میں نے جواب دیا۔

"حالانکہ ان داستانوں میں رنگ آمیزی زیادہ ہے۔ یہ درست ہے کہ شکاگو کی زندگی میں تنوّع ہے لیکن آپ اسے مجرموں کا شہر نہیں کہہ سکتے۔ مجرم تو دنیا کے ہر گوشے میں ہوتے ہیں مسٹر بوب! آپ کا کیا خیال ہے؟" لڑکی نے ایک سانس میں بہت کچھ کہہ دیا تھا۔

"آپ کا کہنا درست ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"امریکہ میں کون سے شہر نے آپ کو زیادہ متاثر کیا؟" لڑکی نے پوچھا۔

"اگر آپ مجھے تیاری کی اجازت دیں تو شکرگزار ہوں گا۔ یہ باتیں ہم راستے میں کریں گے۔" میں نے کہا اور اس نے مسکراتے ہوئے گردن کو جنبش دی۔

"میرا خیال ہے آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو بے تکلف ہونے میں دیر لگاتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ گئی اور پھر دروازے سے نکلتے ہوئے بولی "میں خود حاضر ہو جاؤں یا آپ نیچے تشریف لا رہے ہیں؟"

"میں پہنچ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ باہر نکل گئی۔ تھوڑی سی گفتگو کے بعد ہی میں نے ان محترمہ کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کیا چیز ہیں؟

ابھی میں نے لباس تبدیل کیا ہی تھا کہ دروازے پر دستک سنائی دی اور میں نے دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دے دی لیکن اندر آنے والا ایک نہیں تھا۔ آنے والوں کی تعداد چار تھی۔ ان میں ایک لمبا اور موٹا شخص تھا جس کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔ دو خشک چہرے والے پھرتیلے آدمی تھے۔ جو عمدہ سوٹ

پہنے ہوئے تھے۔ تیسرا ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔
اندر آنے والوں میں سے ایک نے جیب سے اپنا شناختی کارڈ نکال کر میرے سامنے کر دیا جس پر سی آئی اے کا نشان موجود تھا۔ میرے ذہن میں ایک شیشہ سا ٹوٹ گیا۔
"میں کیپٹن مارک ہوں اور آپ سے کچھ معلومات کرنا چاہتا ہوں" اس نے خشک اور کھردری آواز میں کہا۔ میں اس دوران خود کو سنبھال چکا تھا۔
"تشریف رکھیے" میں نے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔
"نہیں شکریہ! آپ کا مسٹر بیکر سے کیا تعلق ہے؟"
"کوئی خاص نہیں۔ ہالی ووڈ سے شکاگو کے سفر میں ان سے ملاقات ہو گئی تھی۔ ایک مشہور فلمساز کی حیثیت سے میں ان سے متاثر ہوں بس" میں نے جواب دیا۔
"معاف کیجیے گا آپ کے کاغذات؟" اس شخص نے کہا۔
"جی ہاں ضرور۔ یہ میرا فرض ہے" میں نے جواب دیا اور اطمینان سے چلتا ہوا اس الماری تک گیا جہاں میرا سوٹ کیس موجود تھا سوٹ کیس سے میں نے اپنا پاسپورٹ اور کاغذات نکالے اور انہیں لیے ہوئے کیپٹن مارک کے پاس پہنچ گیا۔ تمام چیزیں میں نے اسکے حوالے کر دی تھیں۔
"خوب۔ آپ ... ابھی ... نیند سے ہی ہے۔ براہِ کرم کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ ہالی ووڈ اور شکاگو کس لیے آئے ہیں؟"
"بغرض سیاحت" میں نے کہا "ہالی ووڈ کی فلمی زندگی سے مجھے بہت دلچسپی ہے اور یہاں میں نے بہت سے لوگوں سے ملاقات کی ہے۔ اس کے علاوہ شکاگو ایک روایتی شہر ہے میں اسے بھی دیکھنا چاہتا تھا" یہ کہتے کہتے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی تھی لیکن دل کی حالت میں خود ہی جانتا تھا۔
"ہوں لیکن مسٹر الیس! ہوٹل کے اسسٹنٹ منیجر مسٹر طمون نے بتایا ہے کہ آپ کے لیے بھی مسٹر بیکر ہی نے کمرہ حاصل کیا ہے؟"
"یہ درست ہے۔ میں نے ان کے ساتھ ہی قیام کی اجازت چاہی تھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اداکارہ سونیا سینٹ مجھے بے حد پسند ہے۔ میں اس کے قریب رہ کر اُسے دیکھنا چاہتا تھا۔ مسٹر بیکر مجھ پر بے حد مہربان ہیں"
"اس کی کوئی خاص وجہ؟" مارک نے مجھے ٹٹولتے ہوئے کہا۔ میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ پولیس کس طرح مجھ تک پہنچی۔ کیا میری ذات پر شبہ کیا جا رہا ہے؟ یا مسٹر بیکر کا کوئی معاملہ ہے۔ بہرحال، یہ سب کچھ سوچنے کے بجائے اس وقت مسٹر مارک کے سوالات کے جوابات ضروری تھے چنانچہ میں نے کہا۔
"میں اسے اُن کی مہربانی کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں۔ مزید یہ کہ آئرلینڈ کے ہی ایک مسٹر بوب ہیریسن بھی مسٹر بیکر کے ساتھ ہیں۔ ممکن ہے ان کی وجہ سے ..."
"وہی بدمعاش ہمارا مجرم ہے۔ موٹے اور بھدے شخص نے ہتھیلی پر گھونسا مارتے ہوئے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا" تم اس شخص کا حلیہ مجھے بتا سکتے ہو؟"
"کیوں نہیں جناب!" میں نے دل ہی دل میں لرزتے ہوئے کہا "وہ درمیانے قد و قامت کے ایک چالیس سالہ آدمی ہیں لیکن..."
"آفیسر! ہمیں یہاں وقت نہیں ضائع کرنا چاہیے۔ براہِ کرم..." موٹا آدمی بولا "ایک منٹ مسٹر ہیریسن!" مارک نے کہا "اس وقت ان لوگوں سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے؟"
"وہ مچی گن جھیل کے کنارے شوٹنگ میں مصروف ہیں" میں نے جواب دیا۔
"آپ اِن کے ساتھ نہیں گئے؟" اس نے پوچھا۔
"کل میں اِن کے ساتھ تھا لیکن آج مسٹر بیکر نے مجھے پیشکش نہیں کی۔ اس کے علاوہ آج میرا ایک دوست کے ساتھ اپائنٹ منٹ ہے جو نیچے اپنی کار میں میرا منتظر ہے" میں نے جواب دیا۔
"سوری ہم نے آپ کا وقت ضائع کیا۔ آپ کو یقین ہے کہ وہ مچی گن کے ساحل پر مل جائیں گے" مارک نے پوچھا۔
"سو فی صد" میں نے پُرزور لہجے میں کہا۔ مارک نے میرے کاغذات اور پاسپورٹ واپس کرتے ہوئے کہا۔
"ممکن ہے ہمیں آپ کی دوبارہ ضرورت پیش آجائے۔ اس لیے براہ کرم آپ شکاگو سے کہیں اور جاتے ہوئے ہمیں اطلاع ضرور دیں۔ شکریہ" یہ کہہ کر وہ واپسی کے لیے مُڑ گئے۔
مجھے اپنے بدن کی لرزشوں پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا کاغذات وغیرہ جیب میں ٹھونس کر میں بھی برق رفتاری سے باہر نکل آیا تھا لیکن باہر وہ مسمسی شکل کا شخص موجود تھا جو اُن لوگوں کے ساتھ ہی نظر آیا تھا۔
"کیا وہ لوگ چلے گئے؟" میں نے خواہ مخواہ اس شخص سے پوچھ لیا۔
"ہاں۔ وہ شاید مچی گن ہی گئے ہیں" اُس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
"اور آپ؟" میں نے پوچھا۔
"اوہ۔ میں اِس ہوٹل کا اسسٹنٹ منیجر ہوں۔ انھوں نے اس کمرے تک رہنمائی کے لیے مجھے اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ انوکھی بات ہے" وہ بڑبڑایا۔
"مگر بات کیا ہے؟" میں نے اُسے کریدتے ہوئے پوچھا۔
"وہ کسی جعلساز کی تلاش میں ہیں جو بوب ہیریسن کی حیثیت سے مسٹر بیکر کے ساتھ ہے۔ حالانکہ اصل بوب ہیریسن وہ صاحب ہیں جو کیپٹن مارک کے ساتھ تھے۔ جب کیپٹن مارک نے مسٹر بیکر کے بارے میں پوچھا تو میں نے آپ کا حوالہ دے دیا۔ کیونکہ صرف آپ کے کمرے کی چابیاں ہمارے پاس نہیں تھیں۔ چنانچہ وہ مجھے یہاں لے آئے۔ میں اس تکلیف دہی کے لیے معافی چاہتا ہوں"
"کوئی بات نہیں۔ پولیس کو مطمئن ...." میرا جملہ ادھورا رہ گیا۔ کیونکہ اسی وقت وہ منحوس لڑکی ایوین تیز تیز قدموں سے آتی نظر آئی۔ آن کی آن میں وہ ہمارے پاس پہنچ گئی۔
"آپ کو بہت دیر ہو گئی مسٹر بوب! میں نے سوچا جا کر دیکھوں کیا بات ہے۔ کیا آپ کو مزید دیر لگے گی؟" وہ نزدیک آکر بولی اور میں نے سراسیمہ نگاہوں سے اسسٹنٹ منیجر کی طرف دیکھا۔ بوب کے نام پر وہ بہت زیادہ چونکا تھا۔
"کک۔ کیا کیا۔ مسٹر بوب؟" اِس کے منہ سے تحیر خیز سی آواز نکلی اور میں نے ایک لمحے میں حفاظتی عمل کر ڈالا۔ میں نے منیجر کا گریبان پکڑ کر اُسے زوردار دھکا دیا جس کی وجہ سے فوراً ہی دروازہ کھل گیا۔ منیجر بلبلاتے ہوئے دروازے کے نزدیک ہی گرا تھا۔ میں اس پر سے پھلانگ کر اندر پہنچ گیا اور اس سے قبل کہ منیجر سنبھل کر کھڑا ہوتا میرے جوتے کی ٹھوکر اس کے سر کی پشت پر پڑی۔
ایوین کے حلق سے تیز آواز نکل گئی تھی۔ کمبخت اسسٹنٹ منیجر اب بھی بے ہوش نہیں ہوا تھا۔ مجھے ان ہی لمحات میں ایوین کو بھی سنبھالنا تھا ورنہ وہ لڑکی مصیبت بن جاتی۔ چنانچہ میں نے فوراً اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا "تم نے دیکھا اِس ذلیل انسان کو ایوین! اندر آؤ اور ذرا دروازہ بند کر دو" وہ بادلِ ناخواستہ اندر آگئی اور اس دوران میں نے ایک اور ٹھوکر منیجر کی گردن پر صحیح جگہ رسید کر دی۔ اس بار منیجر لمبا ہو گیا تھا۔ ایوین کافی بدحواس نظر آرہی تھی۔ اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے بے ہوش منیجر کو دیکھا پھر بولی۔
"لیکن ہوا کیا تھا مسٹر بوب؟"
"براہِ کرم دروازہ بند کر دو" میں نے سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے کہا اور وہ دروازہ بند کرنے کے لیے مُڑی جیسے ہی اُس کی پشت میری طرف ہوئی میں نے اُس پر بھی حملہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایوین کے منہ پر ہاتھ جما دیا تھا۔ ایوین نے اچھل کود کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے اُسے سنبھال لیا تھا اور پھر میں نے اسے بھی منیجر کے نزدیک لٹا دیا اور بال سنوارتا ہوا پھرتی سے

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔
غلام روحیں
میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظر عام پر آئی ہے۔ ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔!!
وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اُس کا سینہ فگار تھا۔ انتقام کے شعلے اُس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ۔۔۔ ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کر دی۔!!
وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔!!
تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔
قیمت: ۱۵ روپے
ملنے کا پتہ
کتابیات پبلیکیشنز [illegible]

WWW.PAKSOCIETY.COM

باہر نکل آیا۔ دروازہ لاک کرنے میں بھی میں نے کافی تیزی دکھائی تھی اور پھر میں برق رفتاری سے لفٹ کی طرف دوڑنے لگا تھا۔ لفٹ سے اتر کر میں اُسی تیز رفتاری سے ہال میں داخل ہوا لیکن ایک بار پھر مجھے ٹھٹک جانا پڑا تھا۔ وہ دونوں کم بخت ابھی تک وہاں موجود تھے۔ یعنی مارک اور اس کا ساتھی۔ البتہ موٹا لوب ہیریسن شاید باہر گاڑی میں اِن کا منتظر تھا۔ مارک کاؤنٹر سے پلٹ رہا تھا۔ وہ غالباً کاؤنٹر مین سے گفتگو کرنے کے لیے اتنی دیر رُکا تھا ورنہ اب تک کبھی کا دفعان ہو چکا ہوتا۔ دونوں نے بہ آسانی مجھے دیکھ لیا۔ میں نے آگے بڑھ کر چابی کاؤنٹر مین کو دی مارک میری جانب متوجہ ہو گیا تھا۔

"آپ اپنے کسی دوست کے ساتھ کہاں جا رہے تھے مسٹر ایلیس؟" اس نے میرے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ وہی کرے گا!" میں نے گردن جھکا کر کہا۔

"کیوں نہ اچھے انسانوں کی طرح پولیس کی مدد کے لیے تھوڑا سا وقت ضائع کر دیں۔ ہمیں وہاں تک پہنچا دیں جہاں آپ کے خیال میں ان لوگوں کو ہونا چاہیے اور بس۔ اس کے بعد آپ کو تکلیف نہیں دی جائے گی۔"

"میں آپ کو ان کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ میرے خیال میں اِس کے بعد ضرورت نہیں رہ جاتی ہمیں نے سرد لہجے میں کہا۔ ہم تینوں ہوٹل کے دروازے سے باہر نکل آئے تھے۔ سامنے ہی پولیس کار کھڑی تھی۔ جس میں پچھلی سیٹ پر لوب ہیریسن بے چینی سے غالباً ان دونوں کا انتظار کر رہا تھا۔

"اس کے علاوہ مچی گن جھیل کوئی اجنبی جگہ نہیں ہے کہ آپ کو وہاں پہنچنے میں کوئی دشواری پیش آئے۔ بہتر تو یہ ہے کہ آپ مجھے یہ وقت میرے دوست کے ساتھ گزارنے دیں۔ یوں بھی یہ ہماری پہلی طویل ملاقات ہے اور وہ پولیس کی تحویل میں یقیناً خوشی محسوس نہیں کرے گا!" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میں اس سلسلے میں آپ کے دوست سے گفتگو کرنے کے لیے تیار ہوں۔ براہِ کرم مجھے اِس سے مِلا دیں۔" مارک کو نہ جانے کیا سُوجھی تھی۔ میرا ذہنی ہیجان شدت اختیار کر گیا تھا۔ کاش میں چند لمحات اوپر ہی گزار لیتا اور یہ لوگ یہاں سے رخصت ہو گئے ہوتے۔ اب تو ایک مشکل صورتِ حال پیش آ گئی تھی۔ میں نے بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ مارک اور اس کا ساتھی میرے دونوں طرف کھڑے تھے۔ وہ دونوں مسلح تھے اس لیے اگر میں فرار ہونے کی کوشش کرتا تو یہ ایک احمقانہ فعل ہوتا۔ وہ شبہے میں گولی بھی چلا سکتے تھے۔

"آپ کا دوست کہاں ہے مسٹر اینڈریو؟" مارک نے سوال کیا۔

"شاید وہ چلا گیا۔ تم لوگوں کی حماقت کی وجہ سے مجھے کافی دیر ہو گئی۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ، ہمیں افسوس ہوا۔ بہر حال اب آپ اس سے معذرت کریں گے اور یہ کام کچھ دیر کے بعد بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے تشریف لائیے۔ میرا خیال ہے ہمیں جلدی کرنی چاہیے۔" مارک کے انداز میں اچانک کسی قدر جارحیت پیدا ہو گئی تھی۔

"آپ لوگ مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔" ابھی فضا میں میرے الفاظ کی گونج باقی تھی کہ مارک نے پستول نکال لیا۔

"کر سکتے ہیں مسٹر اینڈریو ایلیس! اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کاؤنٹر مین نے اس کمرے میں مسٹر لوب ہیریسن کے قیام کی نشاندہی کی ہے جس میں ہم نے آپ سے ملاقات کی تھی۔" مارک نے کرخت لہجے میں کہا اور میرے بدن میں سنسناہٹ سی ہونے لگی تھی۔

"بہتر ہے۔" میں نے گردن کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "امریکی پولیس کی اس زیادتی کو میں اور میرا سفارت خانہ فراموش نہیں کریں گے۔"

"ہمارا ایک شعبہ ایسے کاموں میں بھی مصروف ہے۔ بعض اوقات ایسے [illegible] کی انجام دہی کے سلسلے میں ہمیں ایسے لوگوں کے ساتھ زیادتی بھی کرنی پڑتی [illegible]۔ ایسے اوقات میں ہمارا وہ شعبہ ان لوگوں کو ہر طرح مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آپ کا یہ حق محفوظ ہے۔" مارک نے کہا اور اس کے ساتھی نے میرے شانے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ مقصد یہی تھا کہ اب میں شرافت سے آگے بڑھوں ورنہ وہ لوگ طاقت استعمال کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ میں ایک گہری سانس لے کر آگے بڑھ گیا۔ لیکن میرا دماغ چکرا رہا تھا اور اب مجھے اس چینی پر غصہ آ رہا تھا جس نے مجھے ایک نئی مصیبت میں پھنسا دیا تھا۔ میں دوسری شکل میں کچھ نہ کچھ جدوجہد کرتا لیکن اِس حیثیت سے بُری طرح مارا گیا تھا۔ مجھے عقبی سیٹ پر بٹھا دیا گیا تھا۔ مارک نے لوب ہیریسن سے درخواست کی تھی کہ وہ آگے کی سیٹ پر آ جائے اور خود اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا جبکہ مارک کا دوسرا ساتھی پچھلی نشست پر آ گیا تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ میری طرف سے ہوشیار ہے۔ تب مارک نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

اسی وقت لوب ہیریسن نے پوچھا "مسٹر اینڈریو کو کیوں ساتھ لیا گیا ہے؟"

"اوہ، مسٹر اینڈریو ایک [illegible] انسان کی مانند نقلی اور جعلساز لوب ہیریسن تک ہماری رہنمائی کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔" مارک نے مکاری سے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ گاڑی میں لگے وائرلیس فون پر دوسری پیٹرول گاڑیوں سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ اس نے چند گاڑیوں

کو جھیل مچی گن پر پہنچ جانے کی ہدایت کی تھی اور کہا تھا کہ وہاں شوٹنگ میں مصروف [illegible] کو گھیرے میں لے لیا جائے۔

جس وقت ہم جھیل پہنچے، پولیس کی چار پیٹرول کاریں وہاں موجود تھیں۔ شوٹنگ رک گئی تھی اور مسٹر بیکر اور ان کے ساتھی حیران و پریشان کھڑے ہوئے تھے۔

میں آنے والے وقت کے لیے خود کو تیار کرنے لگا۔ بڑے کٹھن مرحلے سے گزر کر بیکر کا سامنا کرنا تھا۔ بہر حال وقت نزدیک آ گیا۔ مارک نے مسٹر بیکر سے اپنا تعارف کراتے ہوئے اس کارروائی کا مقصد نہیں بتایا اور پہلے اس سے مسٹر لوب ہیریسن کے بارے میں پوچھا۔

"یہ مسٹر لوب ہیں لیکن بات کیا ہے؟" بیکر نے میری طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

موٹا لوب ہیریسن بُری طرح اچھل پڑا تھا۔ اس نے خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔ "اوہ تو اس جعلساز نے پولیس کو بھی دھوکا دے دیا تھا۔ سنو مسٹر بیکر! اصل لوب ہیریسن میں ہوں اور اس شخص نے لوب ہیریسن بن کر نہ صرف تم لوگوں کو دھوکا دیا بلکہ مجھے بھی اس نے ذہنی اذیت [illegible] کیا ہے۔ میں ان اسپتال والوں سے بھی نمٹ لوں گا۔ میں سب سے نمٹ لوں گا۔"

بیکر کا منہ فرطِ حیرت سے کھلا رہ گیا تھا۔

مارک نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔ مارک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہے آپ اپنے اُس دوست کا پتا بھی بتا دیں مسٹر اینڈریو تاکہ ہم اسے اطلاع دے دیں کہ آپ اس سے ایک طویل مدت تک نہ مل سکیں گے۔"

میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ بہر حال مارک مجھے لے کر چل پڑا۔ مسٹر بیکر سخت صدمے سے دوچار ہوئے تھے۔ اس لیے انھوں نے شوٹنگ پیک کر دی۔ البتہ لوب خوب اُچھل کود رہا تھا۔ اس نے اپنے قیمتی وقت کا بھی تذکرہ کیا تھا۔

پھر مجھے لاک اَپ میں پہنچا دیا گیا۔ میرے ذہن پر سناٹا طاری تھا۔ بالآخر میں امریکی پولیس کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ لیکن ابھی صورتِ حال بگڑی نہیں تھی۔ اس صورتِ حال کو سنبھالنے کے لیے مجھے بہت کچھ سوچنا تھا۔ جو شو وغیرہ کا تو اب خیال بھی میں نے ذہن سے نکال دیا تھا۔ اس بے چارے نے بہر حال میرے ساتھ دشمنی نہیں کی تھی۔ بس یہ کہا جائے کہ وہ اپنی کوششوں میں ناکام ہو گیا تھا۔

لاک اَپ میں مجھے سہولتیں حاصل تھیں۔ خاصا پُرسکون ماحول تھا اور اس پُرسکون ماحول میں میں نے ذہن کو ٹھنڈا کر کے سوچا۔ جو کچھ ہوا ہے اب اس پر افسوس یا جھنجلاہٹ تو بے سُود ہے۔ اس بڑے خطرے سے بچنے کے لیے کچھ سوچنا ہو گا جو تیزی سے میری طرف بڑھ رہا ہے اور میں سوچتا رہا۔ وقتی طور پر میں نے ایک کہانی گھڑ ڈالی تھی اور جب پولیس ڈپارٹمنٹ میں مجھے پوچھ گچھ کے لیے طلب کیا گیا تو میں اپنے طور پر کسی حد تک تیار ہو چکا تھا۔

پولیس افسران کے سامنے میں نے بیان دیا۔ "جی ہاں میرا تعلق آئرلینڈ سے ہے۔ میں وہاں کا ایک معمولی انسان ہوں۔ بچپن ہی سے ہالی وُوڈ کی فلمیں میری کمزوری رہی ہیں اور میرے ذہن میں یہاں آنے اور یہاں کی فلمی ہیروئنوں سے ملاقات کرنے کا جنون رہا ہے۔ بہت مشکل سے کچھ رقم اکٹھی کر کے میں یہاں تک پہنچا تھا۔ لیکن فلم انڈسٹری سے قریب ہونے کا کوئی موقع نہیں مل سکا۔ تب میں نے مسٹر لوب کے بارے میں سنا جو ہالی وُڈ آ رہے تھے۔ میں آئرلینڈ کا باشندہ ہونے کی وجہ سے مسٹر لوب کے بارے میں جانتا تھا چنانچہ میں نے اِن کی شخصیت پر کام شروع کر دیا اور بہت کچھ معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا آپ کے سامنے ہے۔ ان حرکات سے میں صرف اپنی پسندیدہ [illegible] ہونے کا خواہشمند تھا۔ اس کے علاوہ میرا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔"

"مسٹر لوب کے ساتھ جو کچھ ہوا۔ اس میں تمہارا معاون کون ہے؟"

"کوئی نہیں۔ یہ صرف میں نے اپنی ذاتی کوششوں سے کیا ہے لیکن میں نے مسٹر لوب کو کوئی مالی نقصان نہیں پہنچایا۔ مسٹر لوب معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ نہ میں نے ان کے اکاؤنٹ چھیڑے اور نہ ان کی خوبصورت رہائش گاہ سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ میری خواہش ہے کہ مسٹر لوب کی ملازماؤں سے معلومات حاصل کی جائیں جنھوں نے مجھے مسٹر لوب سمجھ کر میری قربت حاصل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اُن سے معذرت کر لی تھی۔ اسی طرح میں نے مسٹر لوب کی حیثیت میں مسٹر بیکر سے بھی کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔"

مجھے میرے اِس بیان کے ساتھ عدالت میں پیش کر دیا گیا۔ مسٹر لوب نے میرے خلاف سخت کارروائی کرنے کی کوشش کی تھی۔ انھوں نے کہا کہ میں نے اُن کی سماجی حیثیت کو مجروح کیا ہے۔ وہ کروڑپتی ہیں اور ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ میں نے ان کو اغوا کر کے ایک دماغی اسپتال میں داخل کرا دیا جہاں ان کے ساتھ سخت سلوک کیا گیا۔ جب وہ ڈاکٹروں اور نرسوں کو بتلاتے کہ وہ آئرلینڈ کے کروڑپتی ہیں تو وہ لوگ ہنستے تھے جس سے انھیں سخت اذیت پہنچتی تھی۔ انھوں نے کہا کہ اگر وہ انتہائی کوشش کر کے اسپتال سے فرار نہ ہوتے تو اسپتال والے انھیں کبھی نہ چھوڑتے اور یہ جعلساز یعنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں ان کی حیثیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں نہ جانے کیا کیا نقصان پہنچاتا؟ البتہ انھوں نے یہ اعتراف کیا تھا کہ ابھی تک کوئی ایسا ثبوت نہیں ملا کہ میں نے انھیں کوئی مالی نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

۔ ی سماعت میں عدالت کے سامنے مسٹر بیکر اور اُن کی بیٹیوں کے بیانات ہوئے۔ اس کے علاوہ پولیس نے مسٹر ہیریسن کے مقامی ملازموں کے بیانات بھی عدالت میں پیش کر دیے ——

اس تمام کارروائی کے بعد فاضل عدالت نے میرے جرم کو ایک معصوم جُرم قرار دیا جس میں غلط طریقے سے مسٹر بوب ہیریسن کو ذہنی نقصان پہنچایا گیا تھا اور اس کی تلافی ممکن نہیں تھی۔ چنانچہ عدالت نے مجھے تین ماہ کی سزا سنائی اور اس کے بعد ایک ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر امریکہ سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ یوں اِس قصّے کا انجام ہوا اور میں جیل پہنچ گیا۔

شکاگو جیل میں باہر کی دنیا کی مانند تمام سہولتیں مہیّا تھیں۔ وہاں میری ملاقات انتہائی خطرناک مجرموں سے ہوئی جن کے جرم کی تفصیلات سُن کر میں ششدر رہ گیا اور مجھے اندازہ ہوا کہ بالی ووڈ کی فلمی کہانیاں جھوٹی نہیں ہیں البتّہ مجرموں سے مجھے گھلنے ملنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ درحقیقت امریکہ کی اس جیل کی تعریف نہ کرنا ایک قسم کی زیادتی ہوگی۔ اس جیل میں مجرم کو ذہنی جھنجلاہٹ کا شکار کر کے جُرم کے لیے پختہ کرنے کی کوشش نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کی اصلاح کے لیے نفسیاتی حربے استعمال کیے جاتے تھے۔ مجرموں کی ایک سطح مقرّر کی گئی تھی یعنی جو جس سطح کا مجرم ہوتا اُسے اس سطح کے لوگوں کے درمیان رکھا جاتا تاکہ وہ پختہ کار مجرموں کے درمیان رہ کر خود بھی پختگی حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے۔

جیل میں ہر طرح کا سکون مہیّا تھا لیکن میری بے سکونی کا کیا پُوچھنا؟ ہر لمحہ یہی خدشہ رہتا تھا کہ اب میری پول کھلی۔ اگر کسی طور ان کو میری اصلیت کا پتا چل جائے تو میرا خدا ہی حافظ تھا۔ اس کے بعد میری جو سطح مقرّر کی جاتی وہ ان مجرموں سے مختلف نہ ہوتی جو شکاگو جیل کے خطرناک مجرم سمجھے جاتے تھے اور اس کے بعد...

بعد کا تصوّر کر کے میری روح بے چین ہو جاتی تھی مجھے فخر ہے کہ اس وقت بھی میں نے اپنی زندگی کے زیاں کے بارے میں نہیں سوچا تھا بلکہ میرے ذہن میں یہی خیال آتا تھا کہ میں وہ کچھ کرکے نہیں مروں گا جو میں کرنا چاہتا ہوں۔ میری تو یہی خواہش تھی کہ مجھے ایک محبِ وطن کی حیثیت سے موت نصیب ہو۔ میں صہیونیوں کے خلاف وہ کچھ کروں کہ میری روح سیراب ہو جائے۔ یہودی میرے نام سے کانپ اٹھیں اور میری موت کے بعد میرے باپ اور میرے ہم وطن فخر سے کہیں کہ اس کارِ عظیم کے لیے خون بہانے والوں میں پاکستانی نوجوان کسی سے پیچھے نہیں رہے۔

جو شو کا خیال اب بھی میرے ذہن میں کبھی کبھی آجاتا تھا۔ میں نے اس ذہنی بحران سے گزرنے کے بعد اس شخص کے بارے میں بھی سوچا تھا اور یہی فیصلہ کیا تھا کہ اس شریف انسان نے بہ حال حتیّ الامکان میری مدد کرنے کی کوشش کی تھی۔ اب وہ ناکام ہو گیا تو اس میں اِس کا نہیں میری تقدیر کا قصور ہے۔ اس کے باوجود اس نے میرے لیے جو سہولتیں مُہیّا کی تھیں اُن کے لیے میں اس کا شکرگزار تھا۔ میرے چہرے کا میک اَپ اور میرے ہاتھوں کے نشانات جن کے پرنٹ جیل میں قواعد کے مطابق لیے گئے تھے تاکہ جیل کے ریکارڈ میں محفوظ رہیں۔ اگر میں کسی طور گرفتار ہو جاتا تو یہ ساری سہولتیں مجھے میسّر نہ ہوتیں۔

قید کے دو ماہ گزر چکے تھے۔ اس دوران کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی لیکن ایک صبح میں پھر شدید ذہنی خلجان کا شکار ہو گیا۔ مجھے شیو کرنے کا سامان فراہم کیا گیا تھا۔ شیو کرتے وقت جب میں نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو میرا دِل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ میں نے اپنے چہرے کے ان ابھرے ہوئے حصّوں میں نمایاں کمی محسوس کی تھی جنھوں نے میری شکل بدل دی تھی، میں خوف سے لرز کر رہ گیا۔ میرا ذہن پنگ لی کے اُن الفاظ کی گردان کرنے لگا کہ یہ میک اَپ دو تین ماہ کے اندر اندر خود صاف ہو جائے گا اور میری اصل شکل نمودار ہو جائے گی۔ ہاں اگر کبھی میں خود سے صاف کرنے کی ضرورت محسوس کروں تو لیموں کا عرق استعمال کر سکتا ہوں۔

چند لمحات کے لیے میں ساکت رہ گیا تھا۔ پھر میرے ساتھی نے مجھے ٹوکا تو میں دوبارہ شیو بنانے میں مصروف ہو گیا لیکن ہاتھ مَن مَن بھر کے ہو رہے تھے۔ ابھی تو میری قید کا ایک ماہ باقی ہے اور جب اِس دوران میری اصل شکل نمایاں ہو جائے گی تو ایک نیا ہنگامہ کھڑا ہو گا۔ مجھے پہچان لیا جائے گا اور اس کے بعد تو پولیس کو کوئی تگ و دو بھی نہیں کرنی پڑے گی۔ مجرم تو ان کے قبضے میں ہے۔ پانچ معزز لوگوں کا قاتل جو صرف تین ماہ کی قید بھگت رہا ہے۔ امریکی اخبارات کو ایک زبردست موضوع ملے گا۔

میری اتنی پبلسٹی ہوئی تھی کہ اب میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ لوگ مجھے پہچان نہیں سکیں گے۔ اس وقت کیا ہو گا؟ میرا ذہن فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ کوئی ایسی صورت نہیں تھی کہ میں آنے والے بُرے [illegible]

خالی وقت میں ہم خوش گپیاں کر لیتے تھے لیکن اب ان کے درمیان میرا دل نہیں لگ رہا تھا۔ اب دن رات یہی ذہنی خلش مجھے کھائے جا رہی تھی۔ روزانہ ہی میں کسی نہ کسی طور پر اپنی شکل دیکھ لیتا تھا اور مجھے اپنے خدوخال میں نمایاں فرق محسوس ہونے لگتا تھا۔ یوں بھی اس میک اَپ کے تین ماہ پورے ہوتے جا رہے تھے۔ جس دن میرے ساتھی نے مجھے ٹوکا میں ساری رات سو بھی نہ سکا۔ اس نے میرا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

”اینڈریو! کیا تم ان دنوں فکرمند رہنے لگے ہو؟“

”کیوں؟“ میں نے پوچھا۔

”تم کمزور ہوتے جا رہے ہو؟“ اس نے کہا۔

”میرا خیال ہے۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں خود کو پہلے کی مانند محسوس کرتا ہوں۔“

”تمہارا چہرہ بتاتا ہے۔“ میرے ساتھی نے کہا اور میرا دل دہل اٹھا۔

چند لمحات مَیں بول بھی نہیں سکا تھا۔ پھر میں نے حواس مجتمع کرکے پوچھا۔

”کیا بتاتا ہے میرا چہرہ؟“

”یہی کہ تم دُبلے ہو رہے ہو۔ پہلے تمہارا چہرہ کافی چوڑا تھا اور خدوخال بھرے بھرے تھے لیکن اب ایک نئی ہی شکل بنتی جا رہی ہے۔“

”شاید۔“ میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میرے خیال میں تمہیں اس قدر فکرمند نہیں رہنا چاہیے۔ اب تو تمہاری رِہائی کے بھی چند روز باقی رہ گئے ہیں۔“ اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اور یہی رات میرے جاگنے کی رات تھی۔ اس رات کی صبح میں کسی قدر نڈھال تھا جسے میرے ساتھی نے بخوبی محسوس کیا تھا اور شاید اس نے قیدیوں کے کسی نگراں سے میری بیماری کا تذکرہ کر دیا تھا۔ ٹھیک بارہ بجے مجھے جیل کے اسپتال میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں میرا معائنہ ہوا۔ ڈاکٹروں نے مجھ سے میری بیماری کے بارے میں سوالات کیے اور میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”نہیں جناب! مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔ بس یہی سوچتا ہوں کہ رہائی کے بعد میرے لیے پھر مشکلات کے دور کا آغاز ہو جائے گا۔“

”تمہارے بارے میں تو یہ سُنا گیا ہے کہ تمہیں امریکہ سے واپس تمہارے ملک بھجوا دیا جائے گا۔ اپنے وطن جانے سے کتراتے ہو؟“ ایک ڈاکٹر نے کہا۔

”ہاں۔ کچھ ذاتی معاملات ہیں اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

مجھے طاقت کے کچھ انجکشن دیے گئے۔ ایک ٹانک بھی دیا گیا اور پھر واپس بھجوا دیا گیا۔ لیکن واپسی میں مَیں نے ایک ایسے انسان کی شکل دیکھی کہ ایک بار پھر میری ذہنی حالت خراب ہونے لگی۔

حالانکہ میں نے پنگ لی سے صرف مختصر سی بات کی تھی لیکن اس کی شکل ایسی نہیں تھی جسے میں فراموش کر سکتا۔ وہ پنگ لی ہی تھا۔ اس کے جسم پر بھی قیدیوں کا لباس تھا اور وہ پولیس والوں کی تحویل میں جا رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے بڑے غیر محسوس انداز میں آنکھ دبائی تھی اور پھر بے پروائی سے آگے بڑھ گیا تھا۔

اس ذہنی خلش کا میں صحیح الفاظ میں اظہار نہیں کر سکتا جو اُن لمحات میں مجھ پر طاری تھی۔ میں سخت بے چینی کا شکار تھا۔ سارا دن گزر گیا اور مجھے احساس بھی نہ ہو سکا۔ پھر شام ہوئی اور دفعتاً میں نے پنگ لی کو پولیس والے کے ساتھ اپنی طرف آتے دیکھا۔ اسے ہماری رہائش گاہ میں پہنچا دیا گیا اور پولیس والے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مسٹر اینڈریو اور مسٹر جون! اپنے اس نئے ساتھی کو وصول کرو اور اس کی چوں چاں سے لطف اندوز ہو۔“ اس نے باہر سے تالا لگاتے ہوئے کہا اور پنگ لی نے گردن جھکا دی تھی۔

میرا ساتھی جون مسکرانے لگا تھا۔ پھر اس نے پنگ لی سے پوچھا۔ ”کیوں مسٹر! کیا تم صرف چوں چاں کر سکتے ہو یا ہماری زبان بھی بول سکتے ہو؟“

”کیوں نہیں جناب! لیکن افسوس آپ میری زبان میں چوں چاں نہیں کر سکتے۔ اس طرح مجھے آپ پر فوقیت حاصل ہے۔“

”اوہ۔ بہت خوب! لیکن یہ بات تمہارے حق میں ہے ورنہ ہم دونوں تمہیں اپنے درمیان پسند نہ کرتے۔“

”امریکیوں کی فراخدلی سے میں بخوبی واقف ہوں۔“ پنگ لی نے مسکراتے ہوئے کہا اور جون نے قہقہہ لگایا۔

”لیکن تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ اینڈریو آئرلینڈ کا باشندہ ہے اور میرا تعلق کینیڈا سے ہے۔ اس لیے ہم لوگوں نے تمہاری بات کا قطعی بُرا نہیں مانا۔ امریکیوں کے بارے میں تم اور بھی بہت کچھ کہہ سکتے ہو۔“ جون نے خوش دلی سے کہا اور پنگ لی مسکرانے لگا۔

”تب ٹھیک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے عارضی ساتھیوں کا معقول انتخاب کیا ہے۔“ [illegible] نے کہا۔

”کیا تم نے جان بوجھ کر ہمارے ساتھ رہنا پسند کیا ہے؟“

”سو فیصدی۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے تم لوگوں کی طرف اشارہ کر دیا اور وہ مجھے یہاں چھوڑ گئے۔ ویسے میں ان امریکیوں سے بہت بددل ہوں۔“

”اوہ! اس کی کوئی خاص وجہ؟“ جون نے سوال کیا۔

”ہاں۔ یہ لوگ سنگدل ہوتے ہیں۔ بات یوں ہوئی کہ میں ایک بک اسٹال پر کھڑا ہوا تھا۔ چند رسائل مجھے پسند آئے اور میں نے انہیں خرید لیا۔ قیمت کی ادائیگی کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا تو بہت کم رقم تھی۔ چنانچہ میں نے برابر کھڑے ہوئے ایک صاحب کی جیب سے ان کا پرس نکال لیا۔ انہیں علم نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ پرس میں اچھی خاصی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رقم تھی لیکن میں نے صرف اتنی رقم نکالی جس قدر میرے پاس کم تھی اور اس کے بعد پرس شکریے کے ساتھ انہیں واپس کرنا چاہا لیکن اپنا پرس میرے ہاتھ میں دیکھ کر وہ بھڑک اٹھے اور شور مچادیا۔ نتیجے میں پولیس نے مجھے گرفتار کرلیا اور جیب تراشی کے الزام میں ایک ماہ کی سزا ہوگئی۔ اب بتائیے یہ ہے ان لوگوں کی اعلیٰ ظرفی۔ اگر چوری کی نیت ہوتی تو میں ساری رقم نہ صاف کردیتا۔ میں نے صرف بقیہ رقم دیانتداری سے واپس کرنے کی حماقت کی تھی۔"

جون ہنس پڑا۔ میرے ہونٹوں پر بھی یہ واقعہ سُن کر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"لیکن میرے بھائی تم نے رقم واپس کرنے کی کوشش ہی کیوں کی تھی؟"

"اس لیے کہ میں چور یا جیب تراش نہیں ہوں۔"

"انوکھی منطق ہے تمہاری۔ ویسے دلچسپ انسان ہو۔ ہمارے ساتھ چل جاؤگے۔ ایک ماہ کی قید ہے؟"

"ہاں۔ پورے ایک ماہ کی۔" ینگ لی نے بیزاری سے کہا اور خاموش ہوگیا۔ اس نے مجھ سے عدم شناسائی کا اظہار کیا تھا۔ اس لیے میں نے بھی اس سے واجبی سی گفتگو کی اور وقت گزرتا رہا۔ میں نے اندازہ لگالیا تھا کہ ینگ لی کی آمد خالی از علت نہیں ہے۔ ویسے اسے یہاں دیکھ کر میں شدید حیران ہوا تھا۔ میرے ذہن میں بہت سے سوالات مچل رہے تھے لیکن کم بخت جون کی موجودگی مانع تھی۔ میں اس سے گفتگو نہیں کرسکتا تھا۔

خاصی رات ہوگئی۔ چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جیل خانے کا وہ بڑا گیٹ بند ہوگیا تھا جو باہر جانے کے سارے راستے مسدود کردیتا تھا۔ قیدی سوچکے تھے۔ جون اپنے تختے پر بیٹھا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سوچکا ہے۔ تب ینگ لی اٹھا۔ میں نے اسے اپنے سر میں کچھ ٹٹولتے ہوئے دیکھا اور پھر اس نے اپنے گھنے بالوں کے اندر سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال لی اور پھر اپنے تختے سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا۔ میں اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ جون کی طرف بڑھنے لگا۔ سوئے ہوئے جون کو کوئی احساس نہیں ہوا تھا۔ ینگ لی نے ننھی سی شیشی کا کارک کھول کر شیشی اس کی ناک کے سامنے لہرائی۔ کلوروفارم کی بُو میری ناک سے بھی ٹکرائی تھی۔ میں نے چٹکی سے ناک دبالی۔ صرف چند لمحات کے بعد ینگ لی نے شیشی بند کی اور پھر اسے ایک طرف ڈال دیا۔ اس کے بعد اس نے جون کو جھنجوڑا۔ "مسٹر جون! مسٹر جون! کیا آپ جاگ رہے ہیں مسٹر جون؟" لیکن جون کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ کلوروفارم اثر کرچکا تھا۔ تب ینگ لی میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ میں اٹھ کر تختے پر بیٹھ گیا تھا۔

"ہیلو مسٹر علی! کیسے مزاج ہیں؟" وہ بولا۔

"میرے مزاج تو تم نے دیکھ لیے۔ اب تم سناؤ۔"

"بالکل ٹھیک۔ تمہاری خدمت کے لیے ہر وقت تیار۔" ینگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر جوشو کے کیسے مزاج ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بھی بالکل ٹھیک ہیں اور تمہاری بہتری کے خواہاں ہیں۔ پچھلے دِنوں سے تمہارے بارے میں بہت پریشان تھے۔"

"اوہ! کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میک اَپ کی وجہ سے۔ کیونکہ میک اَپ کا وقت پورا ہو رہا تھا۔ بالآخر یہ طریقہ مناسب سمجھا گیا کہ میں ایک ماہ کی سزا کاٹ لوں۔" ینگ نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں تھوک نگل کر رہ گیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ مسٹر جوشو میرے حالات سے باخبر ہیں؟"

"کیا مطلب؟" ینگ لی نے حیرت سے کہا۔

"مطلب یہ کہ تم لوگوں کو میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔" میں نے لکنت زدہ لہجے میں کہا۔

"نہ معلوم ہونے کی کیا وجہ تھی؟ ہم ایک ایک لمحے آپ پر نظر رکھ رہے ہیں۔ کسی بھی مقام پر آپ کو تنہا نہیں چھوڑا گیا۔" ینگ لی نے جواب دیا اور میرا سر چکرانے لگا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کہوں۔ میں تو اپنی زندگی کے سنگین ترین حالات سے دوچار تھا اور یہ لوگ اس بات سے مطمئن تھے کہ جو کچھ ہو رہا ہے ٹھیک ہو رہا ہے۔

دیر تک خاموشی رہی۔ پھر ینگ لی نے کہا۔ "میرے خیال میں پہلے ہم اپنا کام مکمل کرلیں۔ اس کے بعد باقی باتیں کریں گے۔ وقت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کیا رُخ اختیار کرے گا، چنانچہ ہمیں اپنا کام پورا کرلینا چاہیے۔"

"کیا کام؟" میں نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

"میں تمہارا میک اَپ درست کردوں۔ کیا تم نے محسوس نہیں کیا کہ تمہارے خدوخال پھیکے پڑتے جارہے ہیں؟"

"ہاں۔ کیا تم اس کا بندوبست کرکے آئے ہو؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"یہاں آنے کا مقصد ہی یہ ہے۔" ینگ لی نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنے بالوں ہی میں سے ایک اور چپٹی سی شیشی نکال لی۔ جس میں ہلکے سبز رنگ کا ایک سیال موجود تھا۔ پھر وہ میرے سامنے بیٹھ گیا اور اس نے وہ سیال انگلیوں سے میرے چہرے کے ابھرے ہوئے حصوں پر ملنا شروع کردیا۔ اس شدید ذہنی کوفت سے مجھے نجات مل گئی تھی جس کی وجہ سے میں سخت اذیت کا شکار تھا۔ ینگ لی چند منٹ تک مصروف رہا اور پھر اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور مسکرانے لگا۔

"کام ہوگیا ینگ لی؟" میں نے پوچھا۔

"مکمل۔ میں ذرا یہ دونوں شیشیاں ضائع کر آؤں۔ اس کے بعد باتیں کریں گے۔" اس نے کلوروفارم کی شیشی بھی اٹھائی اور پھر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ میں اپنے چہرے کے اُبھرتے ہوئے حصوں کو ٹٹول رہا تھا۔ جوشو ایک بار پھر میرے ذہن میں ابھر آیا تھا۔ اس بے چارے نے مجھے نظر انداز نہیں کیا تھا لیکن وہ ان سارے معاملات سے مطمئن کیوں تھا؟ کیا سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ہوا تھا؟ لیکن میرا تو خیال تھا کہ میں نے خود کو چھپانے اور کسی بڑی مصیبت سے بچنے کے لیے سخت محنت کی تھی۔ یہ جان کر بڑا عجیب احساس ہوا کہ میری ساری جدوجہد جوشو کی رہینِ منت تھی۔ اگر رہائی کے وقت تک میرے اصل خدوخال نمایاں ہوجاتے تو سارا کھیل بگڑ جاتا اور اس کے بعد گلو خلاصی ناممکن تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اگر جوشو میری طرف سے بے پروائی برتتا تو میری اپنی کوشش میرے لیے ذرا بھی سودمند ثابت نہ ہوتی۔

ینگ لی باتھ روم سے نکل آیا اور میرے پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔ "مسٹر جوشو نے ان دنوں اپنی ساری مصروفیات ترک کر رکھی ہیں۔ وہ شکاگو ہی میں ہیں اور انہوں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ جب تک تم امریکہ سے نکل نہیں جاتے، وہ کوئی دوسرا کام نہیں کریں گے۔"

"میری گرفتاری سے تم لوگ روزِ اوّل سے واقف تھے؟" میں نے ینگ لی سے پوچھا۔

"میں یقینی بات تو نہیں کہہ سکتا لیکن مسٹر جوشو دو ماہ سے یہاں موجود ہیں اور ہمارے چند ساتھی صرف تمہاری وجہ سے جیل میں ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں اچھل پڑا۔ میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"حالانکہ چینی نوجوان جرم نہیں کرتے۔ مسٹر جوشو نے اس سلسلے میں ایک ایسوسی ایشن بنائی ہے جس کے اغراض و مقاصد یہی ہیں کہ اس علاقے میں چینیوں کا ایک معیار برقرار رہے لیکن تمہاری وجہ سے انہوں نے خود اپنے اصول توڑے ہیں۔ اس وقت تین چینی نوجوان شکاگو جیل میں دو سے تین ماہ کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ جو چھوٹے چھوٹے جرم انہوں نے کیے ہیں وہ ان کے معیار سے بہت ہلکے ہیں بس تمہاری نگرانی کی وجہ سے انہیں جیل جانا پڑا۔"

"لیکن اس کی کیا ضرورت تھی؟" میں بے حد متاثر ہوگیا تھا۔

"مسٹر جوشو حالات سے باخبر رہنا چاہتے تھے۔ میرا تو خیال ہے اگر جیل میں کسی طور تمہارا راز فاش ہوجاتا اور تمہارے لیے کوئی خطرہ محسوس کیا جاتا تو مسٹر جوشو جیل توڑنے سے بھی گریز نہ کرتے۔"

"اوہ" میں نے گردن جھکالی۔

"انہوں نے یہاں اپنی رہائش گاہ میں جدید اسلحہ اور بیس جوان رکھ چھوڑے ہیں۔ ہم لوگوں نے کبھی کسی بڑے سے بڑے معاملے میں انہیں اتنا جذباتی نہیں دیکھا۔"

"ینگ لی!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "مسٹر جوشو کے اس احسان کو میں زندگی بھر فراموش نہیں کرسکوں گا۔"

"یہ احسان ذاتی بنیاد پر نہیں ہے دوست! چین، پاکستان کا دوست ہے۔ یہ دوستی صرف سرحدی نہیں ہے بلکہ ہم جہاں بھی ہیں اپنے دوستوں کو عزیز رکھتے ہیں۔" ینگ لی نے جواب دیا۔

"مسٹر جوشو کے سامنے میرے جذبات کا اظہار کردینا۔"

"تمہیں خود اس کا موقع ملے گا۔" ینگ لی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے؟" میں نے گھبرا کر پوچھا۔

"تمہیں امریکہ سے انگلستان بھجوادیا جائے گا۔ اس سے قبل مسٹر جوشو تم سے ملاقات کریں گے۔" ینگ لی نے کہا۔

"اوہ۔ یہ میری دلی خواہش ہے۔ کیا اس سلسلے میں کوئی پیغام ہے میرے لیے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ مسٹر جوشو نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔" ینگ لی نے جواب دیا اور میں خاموش ہوگیا۔ اس کے بعد [illegible] دیر تک ہم دونوں گفتگو کرتے رہے پھر ینگ لی نے کہا۔ "کل میں جون سے جھگڑا کرلوں گا اور اس کے بعد یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل ہوجاؤں گا۔ تمہارے نزدیک رہ کر میں کسی شبہے کو جنم نہیں دے سکتا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

اور دوسری صبح ینگ لی نے یہی کیا۔ اس نے جون سے سخت

نہایت ہی کارآمد کتاب جو عورت کو اپنی حقیقتوں سے آشنا کرتی ہے اور مرد کو اسے سمجھنے کے قابل بناتی ہے

مشہور نفسیاتی مصنف

سلام حسین کے قلم سے

عورتوں کی نفسیات

یہ ایک ایسی نفسیاتی تخلیق ہے جسے ماں اپنی بیٹی کو اس اعتماد کے ساتھ دے سکتی ہے کہ اس کا مطالعہ اسے اپنی زندگی کی دشواریوں کو حل کرنے میں مدد دے گا۔ اس کتاب کا مطالعہ عورتوں کو ایک نئی دنیا سے آشنا کرتا ہے اور ان راہوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو انہیں اپنے جذباتی اور روحانی ارتقاء میں مدد دیتی ہیں۔ یہ کتاب عورتوں کو اپنی زندگی کے تقاضوں کو سمجھنے اور زندگی کی پیچیدگیوں، حقیقی کامیابیوں کو حاصل کرنے کے قابل بنادے گی۔

محبت، دوستی، کام، نفسیاتی اور ازدواجی تعلقات، زچگی، طلاق اور زندگی کے دیگر مسائل پر ایک بے مثال نفسیاتی تخلیق۔

قیمت /- بارہ روپے

ڈاک خرچ /- ۱۰ روپے

ان خواتین کے لیے جو اپنے آپ کو سمجھنا چاہتی ہیں
اور ان مردوں کے لیے جو خواتین کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

یہ کتاب دنیا کی ... زبانوں میں شائع ہوچکی ہے اور اردو میں پندرھویں بار شائع ہوئی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیجے میں کہا کہ وہ رات کو سوتے ہوئے بہت زور سے خراٹے لیتا ہے۔ جون اس بات پر بگڑ گیا۔

"تم بکواس کرتے ہو۔ میرے دوست کو آج تک یہ شکایت نہیں ہوئی۔" اس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس لیے کہ وہ تمہارا دوست ہے لیکن آج رات میں یہ برداشت نہیں کروں گا۔ اگر تم نے سوتے ہوئے شور مچایا تو میں تمہاری گردن دبا دوں گا۔" اس جملے پر بات بڑھ گئی اور محافظوں کو مداخلت کرنی پڑی۔

بہرحال اس بات کا آسان حل تھا۔ ینگ ٹی کو دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا اور اس کے بعد میری اس سے ملاقات نہیں ہوئی لیکن وہ میرے لیے سوچنے کو بہت کچھ چھوڑ گیا تھا۔ جوشو کا عمل میرے نزدیک بہت حیرت انگیز تھا۔ میں تو قدم قدم پر ہراساں سا تھا اور یہ سوچتا رہا تھا کہ بس اب میرا راز فاش ہوا لیکن جوشو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ ذرا سا غور کرنے سے اس بات کی تصدیق بھی ہو جاتی تھی۔ مثلاً میرا پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات۔ یہ دونوں چیزیں اس قدر مکمل تھیں کہ امریکی پولیس بھی ان پر شک نہیں کر سکی تھی۔ اگر کسی طور یہ دونوں چیزیں جعلی ثابت ہو جاتیں یا ان میں کوئی سقم ہوتا تو معاملہ بے حد خراب ہو جاتا۔

قید کے دن گزرتے رہے اور پھر ایک شام مجھے جیل کے آفس میں طلب کر لیا گیا۔ یہاں کچھ پولیس افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک باوردی پولیس افسر نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"مسٹر اینڈریو ایلیس! تمہاری سزا کا وقت پورا ہو گیا ہے اور جیسا کہ حکومتِ امریکہ نے تمہارے بارے میں فیصلہ کیا تھا کہ تمہیں ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر یہاں سے نکال دیا جائے گا، اس کے تحت کل صبح نو بجے تمہیں اس طیارے میں سوار کر دیا جائے گا جو تمہیں انگلستان پہنچا دے گا۔ چنانچہ آج رات تم حکومتِ امریکہ کے مہمان کی حیثیت رکھتے ہو۔ ہوٹل امیکاز میں تمہارے لیے کمرہ بُک ہے اور یہ رات تم پولیس کی نگرانی میں اس ہوٹل میں گزارو گے۔ تمہارے میزبان مسٹر فیلڈ ہیں۔" اس نے ایک سادہ لباس شخص کی طرف اشارہ کیا۔ "تمہارا سامان تمہارے ہوٹل سے حاصل کر کے ہوٹل امیکاز پہنچا دیا گیا ہے۔ باقی چیزیں مسٹر فیلڈ تمہیں ہوٹل میں فراہم کر دیں گے۔ پولیس کی طرف سے ایک وارننگ نوٹ کرو۔ اگر اس ایک رات کے قیام کے دوران تم نے فرار کی کوشش کی یا کسی طور پر پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہی تو پھر تمہیں ایک بڑے مجرم کی حیثیت دے دی جائے گی جس کی سزا طویل ہو سکتی ہے۔"

"میرے ذہن میں ایسا کوئی خیال نہیں ہے جناب!" میں نے یقین دہانی کراتے ہوئے کہا۔

"اب تم لباس تبدیل کر لو۔" مجھ سے کہا گیا اور میرا وہ لباس مجھے دے دیا گیا جو میں گرفتاری کے وقت پہنے ہوئے تھا۔ میں نے ایک متعلقہ کمرے میں جا کر وہ لباس پہن لیا اور پھر مجھے مسٹر فیلڈ کے حوالے کر دیا گیا۔

مسٹر فیلڈ ایک دلچسپ انسان تھے۔ ہوٹل میں انہوں نے میرے برابر ہی کمرہ حاصل کیا تھا اور پھر انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بھئی میری خواہش ہے کہ چند گھنٹوں کی اس صحبت میں کوئی تلخی نہ پیدا ہو۔ اس بات کو ذہن سے نکال دو کہ تم جیل میں کچھ وقت گزار کر آئے ہو اور اب مجھے بتاؤ کہ امریکہ کی اس آخری رات کے بارے میں تمہاری کیا خواہشات ہیں؟"

"کچھ نہیں مسٹر فیلڈ! میں اپنے ذہن میں صرف ایک ہی خیال لے کر یہاں آیا تھا اور وہ یہ کہ میں ہالی ووڈ کے فلمی ماحول میں اپنا ایک مقام پیدا کروں لیکن تقدیر میرا ساتھ نہ دے سکی۔"

"لیکن معاف کرنا تمہارا پلان حماقت پر مبنی تھا۔ کیا تمہارے خیال میں مسٹر بوب ہیریسن تازندگی دماغی اسپتال میں رہتے؟"

"نہیں۔ لیکن میں کچھ مہلت چاہتا تھا تاکہ اس حیثیت سے یہاں شناسائی حاصل کر لوں اور اس کے بعد اپنے اصل رنگ میں آ جاؤں۔ بس یہ میرا خیال تھا جو بعد میں معلوم ہوا کہ بہت کمزور اور احمقانہ تھا۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"خیر چھوڑو۔ اپنے لیے کچھ تفریحات چاہتے ہو؟" مسٹر فیلڈ نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے لیے ایک بجٹ ہے میرے پاس۔ میں اسے کس طرح خرچ کروں؟"

"اسے میری طرف سے شکریے کے ساتھ واپس کر دیا جائے۔"

"تم اتنے بُرے انسان نہیں ہو۔ مجھے اعتراف ہے۔ قرب و جوار میں تمہارا کوئی دوست ہو تو اسے بلایا جا سکتا ہے۔"

"نہیں مسٹر فیلڈ! آپ کا شکریہ۔ آپ بے حد مہربان شخص ہیں۔" میں نے شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ کہا اور مسٹر فیلڈ خاموش ہو گئے۔

رات کے نو بجے انہوں نے اطلاع دی کہ کوئی خاتون مجھ سے ملنا چاہتی ہیں۔ یہ خبر سن کر میں حیران رہ گیا۔ کون ہو سکتی ہے؟ میں نے سوچا اور پھر میں نے ملاقات کی خواہش کا اظہار کر دیا لیکن جو لڑکی اندر داخل ہوئی تھی، اسے دیکھ کر میں کافی حیران ہوا۔ وہ لُوسیا تھی۔

"اوہ! مس لوسیا؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"کیسے مزاج ہیں جناب؟" لوسیا نے شگفتہ مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"ٹھیک ہوں لیکن آپ کو دیکھ کر میں ضرور حیران ہوا ہوں۔" میری حیرت بدستور تھی۔

"میرے ذہن میں آپ کا ایک مقام ہے مسٹر ایلیس! اور یہ سب کچھ ان چند دنوں میں ہوا جب آپ ہمارے ساتھ تھے۔ وہ دونوں لڑکیاں بھی آپ سے بے حد متاثر ہیں۔"

"لیکن میں نے تو ایسا کوئی تاثر نہیں چھوڑا۔"

"آپ بے حد اچھے انسان ہیں ورنہ جس حیثیت سے آپ ہمارے درمیان آئے تھے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ ہمیں کوئی بھی حکم دے سکتے تھے۔ گریس نے تو آپ سے کئی بار ملاقات کرنی چاہی لیکن... مسٹر بوب آپ کے نام سے ہی خوفزدہ رہتے ہیں۔" لُوسیا مسکرائی اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"حالانکہ میں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی تھی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کل آپ واپس جا رہے ہیں؟" لوسیا نے کہا۔

"ہاں، امکان تو یہی ہے۔" میں نے مختصراً کہا۔

"نہیں۔ یہ یقینی امر ہے۔" لوسیا جواباً بولی۔

"بہرحال میں ناخوش نہیں ہوں۔ آپ نے میرے لیے یہاں آنے کا خطرہ کیوں مول لیا مس لوسیا؟"

"بس میں آپ سے ملاقات کی خواہشمند تھی۔ ویسے میں نے مسٹر بوب کی ملازمت چھوڑ دی ہے۔" لوسیا نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کیوں؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"بس شکی مزاج اور چڑچڑے آدمی ہیں۔ مسٹر بیکر سے بھی ان کا کافی جھگڑا ہوا۔ ابھی تک کوئی فلمساز انہیں متاثر نہیں کر سکا۔ وہ اپنی دولت کو بہت ٹھونک بجا کر خرچ کرنا چاہتے ہیں۔" لوسیا نے بتایا اور پھر دیر تک وہ مجھ سے گفتگو کرتی رہی۔ میں نے اسے کافی پلائی تھی، اس کے بعد وہ جانے کے ارادے سے اٹھ گئی۔ میں نے ایک بار پھر اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے دروازے تک چھوڑنے آیا۔ تب اس نے دروازے سے نکلتے ہوئے کرنسی نوٹوں کی ایک گڈی میرے ہاتھ میں تھما دی۔

"یہ۔ یہ کیا ہے لوسیا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میری طرف سے نہیں ہے بلکہ اس نے دی ہے جو تمہارے لیے نیک خواہشات دل میں رکھتا ہے۔ وہ تم سے کسی نہ کسی لمحہ ضرور ملاقات کرے گا۔" لوسیا نے کہا اور برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔ میں حیران کھڑا رہ گیا تھا۔ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا تھا۔ ایسا شخص جوشو کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا لیکن کہاں لُوسیا اور کہاں جوشو؟ میں نے گڈی دیکھی اور ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

اسی وقت برابر کے کمرے سے فیلڈ نکل آیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر مجھے حیرانی ہوئی۔ "بہت جلد چلی گئی ہے تمہاری دوست؟"

"ہاں۔ اور جاتے جاتے مجھے حیران بھی کر گئی۔"

"کیوں؟" فیلڈ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس لیے کہ وہ میری دوست نہیں تھی بلکہ مسٹر بوب ہیریسن کی ایک ملازمہ تھی جس سے میرا صرف چند روز رابطہ رہا اور وہ بھی... بوب ہیریسن کی حیثیت سے لیکن وہ مجھے یہ اچھی خاصی رقم دے گئی ہے۔"

"اوہ! یہ لڑکیاں عموماً بے وقوف ہوتی ہیں۔ تم سے متاثر ہو گئی ہو گی۔" مسٹر فیلڈ نے کہا۔

"لیکن میں اس رقم کا کیا کروں مسٹر فیلڈ؟"

"جیب میں رکھو۔ یہ تمہاری ملکیت ہے اور اس پر ہماری حکومت کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" میں نے گہری سانس لے کر گڈی جیب میں رکھ لی۔ لیکن رات کو دوسرے بہت سے خیالات کے ساتھ لوسیا بھی میرے ذہن میں چکراتی رہی۔ اگر یہ نوٹ جوشو نے مجھے بھجوائے ہیں تو لوسیا کا اس سے کیا تعلق ہے؟ اچانک مجھے یہ چینی بہت پُراسرار معلوم ہوا۔ لیکن اب اس سے ملاقات کے کیا امکانات ہو سکتے ہیں۔ بہرحال جو کچھ ہوا پریشان کن اور تکلیف دہ ضرور تھا لیکن میرا کام بن گیا تھا۔ اگر واقعی امریکہ سے نکل گیا تو یوں سمجھا جائے کہ میری ایک نئی زندگی شروع ہو گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ انگلستان میں میرے لیے کچھ مشکلات کھڑی ہو جائیں کیونکہ میں آئرلینڈ کا باشندہ نہیں تھا۔

پھر میں رات کے کسی حصے میں سو گیا۔ صبح آٹھ بجے مسٹر فیلڈ نے مجھے جگایا۔ میں نے آنکھیں ملتے ہوئے دروازہ کھولا۔ "سوری۔ مجھے یقین ہے کہ رات کو تم سکون سے نہ سو سکے ہو گے۔ ان حالات میں پُرسکون نیند غیر یقینی ہے۔ لیکن آٹھ بج چکے ہیں۔ ہمیں ایئرپورٹ پہنچنا ہے۔"

"شکریہ مسٹر فیلڈ! میں تیار ہو جاتا ہوں۔" میں نے کہا۔ پھر انتہائی کم وقت میں غسل کیا۔ اس دوران مسٹر فیلڈ نے ناشتا منگوا لیا تھا۔ ناشتے کے بعد ہم ہوٹل سے نکل آئے۔ باہر ایک کار ڈرائیور سمیت موجود تھی جس نے برق رفتاری سے انہیں ایئرپورٹ پہنچا دیا۔

جس فلائٹ سے مجھے انگلستان جانا تھا، وہ نیویارک سے آنے والی تھی۔ ایئرپورٹ پر مسٹر فیلڈ نے مجھے پاسپورٹ، ٹکٹ اور دوسرے کاغذات کے ساتھ کچھ رقم بھی دی جو سرکاری طور پر مجھے دی گئی تھی۔ فلائٹ آئی تو مسٹر فیلڈ مجھے چھوڑنے جہاز تک آئے، ان کے پاس خصوصی اجازت نامہ تھا۔

اس دوران میری نگاہیں اس مہربان چہرے کو تلاش کرتی رہی تھیں جس نے امریکہ میں میری بڑی مدد کی تھی۔ اس کی اس پُرخلوص عنایت کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن جوشو مجھے کہیں نظر نہ آیا۔ شاید میری سخت نگرانی کی وجہ سے وہ وہاں نہیں آ سکا تھا۔ میں نے جہاز میں سوار ہوتے ہوئے اسے دل ہی دل میں الوداع کہا۔

نیویارک سے آنے والے مسافر آرام سے بیٹھے ہوئے تھے کیونکہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

شکاگو میں طیارے کو زیادہ دیر نہیں رکنا تھا۔ ایک ایئر ہوسٹس نے مجھے میری سیٹ تک پہنچا دیا۔ میرے برابر والی نشست پر ایک تنومند شخص چہرے کے سامنے اخبار کیے ہوئے بیٹھا تھا۔ میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ میرے ذہن میں سنسناہٹ اور ہاتھ پیروں میں اینٹھن سی ہو رہی تھی۔ میں ایک عجیب سی کیفیت سے دوچار تھا۔ چونکہ مجھے اپنی خواہش کے مطابق امریکہ سے نکلنے کا موقع میسر آگیا تھا۔ طیارہ فضا میں بلند ہو گیا تو میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کی جانب دیکھا۔ اس کی شکل دیکھتے ہی میں بری طرح اچھل پڑا۔ بے ساختہ میری زبان سے نکلا "اوہ! مسٹر جوشو آپ؟"

"ہاں۔ کیا تمہیں میرا پیغام نہیں ملا؟"

"لیکن..... لیکن..... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ.... کہ...."

حیرت اور خوشی کے عالم میں میری زبان لڑکھڑانے لگی تھی۔

"تم سے ملاقات بے حد ضروری تھی۔ میں تمہیں ملے بغیر کیسے جانے دیتا" جوشو نے کہا۔

"اوہ۔ مسٹر جوشو! میرا تو خیال تھا کہ شاید اب آپ سے دوبارہ نہیں مل سکوں گا" مجھے جوشو کے اس طرح اچانک مل جانے سے دلی مسرت ہو رہی تھی۔

"میں نیویارک سے کیلی فورنیا تک کا یہ سفر تمہاری ہی خاطر کر رہا ہوں" جوشو نے کہا۔

"تو کیا آپ نیویارک سے آ رہے ہیں؟" میں نے مزید حیرانی سے پوچھا۔ اس شخص نے مجھے چکرا کر رکھ دیا تھا۔ قدم قدم پر مجھے ایسے شدید جھٹکے دیے تھے کہ میں گھن چکر بن کے رہ گیا تھا۔

"ہاں ــــ میں کچے کام نہیں کرتا۔ شاید یہ بات تمہارے علم میں نہ ہو کہ تمہارا کیس اولیو ہاورڈ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ وہ ایک یہودی ہے اور دنیا کے بیشتر ممالک میں اسے ہوّا کہا جاتا ہے۔ اس نے بہت سے ممالک میں ایسے ایسے کام کیے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ وہ سی آئی اے کا دل کہلاتا ہے۔ اس کا محکمہ اس پر ناز کرتا ہے۔ برکلے یونیورسٹی کے ایک معمولی طالب علم نے جو جرائم پیشہ بھی نہیں ہے جب امریکی پولیس کو نچا کے رکھ دیا اور پانچ قتل کرنے کے بعد بھی پولیس کے ہاتھ نہ آ سکا تو امریکی محکمہ پولیس کے لیے اس کی آزادی ایک بہت بڑا چیلنج بن گئی۔ چنانچہ اب ہاورڈ نے یہ چیلنج قبول کیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہودیوں کو بھی تمہارا یوں آزاد گھومنا اچھا نہیں لگتا چنانچہ انہوں نے بھی ہاورڈ کو اس کے لیے مجبور کیا کہ وہ تمہاری آزادی سلب کرے۔ اولیو ہاورڈ کا کہنا ہے کہ وہ ہر قیمت پر علی یار خان کو گرفتار کر کے امریکی حکام کے حوالے کرے گا۔ اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اور علی یار خان دنیا کے کسی خطے میں بھی اس کی دسترس سے دور نہیں ہے۔"

"بہت خوب ــــ" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اولیو ہاورڈ کا کہنا ہے کہ علی یار خان تنہا نہیں" جوشو نے

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"ایک پریس کانفرنس میں اس نے کہا ہے کہ علی یار خان کو کسی مضبوط ٹولے کی پشت پناہی حاصل ہے۔ اگر وہ تنہا ہوتا تو اس قدر پولیس کے لیے چیلنج نہیں بن سکتا تھا۔"

"اوہ" میں نے قدرے تشویش سے کہا "کیا اس کا اشارہ طالب علموں یا مقامی پاکستانی تاجروں کی طرف ہے؟"

"نہیں۔ اس نے اس سلسلے میں وضاحت کر دی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ پاکستانی طلبا کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تو پھر؟" میں نے پوچھا۔

"بس، میں اور کچھ نہیں جانتا۔ وہ شیطان صفت یہودی بہت مکار ہے۔ مجھے بھی سخت احتیاط کرنا پڑ رہی ہے لیکن میں خوش ہوں اب تم یہاں سے جا رہے ہو۔"

"میں آپ کے لیے فکر مند رہوں گا مسٹر جوشو!"

"اوہ، نہیں ڈیر! میرے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میرا خول بہت مضبوط ہے۔"

"... میں شدید خواہش تھی مسٹر جوشو کہ آپ سے ملاقات کر کے آپ کا شکریہ ادا کروں اور ان واقعات کے بارے میں معلوم کروں"

"واقعات؟" جوشو مسکرایا "بس یوں سمجھو کہ واقعات خود بخود بنتے چلے گئے۔ کچھ میں نے کیا اور کچھ حالات نے۔"

"کیا آپ مجھے تفصیل بتائیں گے مسٹر جوشو؟" میں نے سوال کیا۔

"کہاں سے سننا چاہتے ہو؟" جوشو نے پوچھا۔

"جہاں سے آپ نے مجھے بوب ہیریسن بنایا تھا۔"

میک اپ کرتے ہوئے میرے ذہن میں بوب ہیریسن کا خیال نہیں تھا۔ میں نے پاسپورٹ اور کاغذات ایک ایسے آدمی سے حاصل کیے جو در حقیقت آئرلینڈ کا باشندہ ہے اور مکمل قانونی ضروریات پوری کر کے یہاں آیا ہے لیکن چونکہ وہ واپس جانا نہیں چاہتا تھا چنانچہ میں نے اس کے قیام کا بندوبست کر دیا اور اس نے اپنے کاغذات میرے حوالے کر دیے۔ اب صرف پاسپورٹ پر تصویر بدلنے کا مسئلہ تھا جو خوش اسلوبی سے حل ہو گیا۔ اس کی جگہ تم انگلستان چلے جاتے لیکن درمیان میں مسٹر ہیریسن آ گئے۔ بات اگر اولیو ہاورڈ کی نہ ہوتی تو میں سیدھا سادہ کام کرتا لیکن اس خطرناک شخص سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں۔ میرا دل نہیں مان رہا تھا۔ چنانچہ کچھ اور گھما پھرا اختیار کرنے کے لیے میں نے ہیریسن کو اغوا کر کے ایک اسپتال میں داخل کر دیا۔ چونکہ مجھے کچھ دن کے لیے ان کی شخصیت مستعار چاہیے تھی۔ یوں میں نے تمہیں شکاگو پہنچا دیا لیکن اب اسے ہونی کہا جا سکتا ہے کہ مسٹر ہیریسن اسپتال سے نکل بھاگے اور اس کے بعد جو کچھ ہوا، تمہارے سامنے ہے۔ میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حالات پر نگاہ رکھتا رہا۔ میں نے سوچا تھا کہ جہاں بھی کوئی الجھن پیش آئی میں مداخلت کروں گا اور اس کے لیے میں نے بندوبست کر لیا تھا۔"

میں چند منٹ خاموش رہ کر اس گفتگو کے تاثر میں ڈوبا رہا۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔" میں آپ کی مہربانیوں کا شکریہ ادا نہیں کروں گا مسٹر جوشو ہ انہیں سینے میں رکھوں گا۔"

" بس یہی مناسب بھی ہے۔" جوشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" لوسیا نے مجھے کچھ رقم دی ہے مسٹر جوشو! میں اس لڑکی کے کردار پر حیران ہوں۔"

" لوسیا ہماری ساتھی ہے۔ میں نے تم سے پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ دی تھی کہ تمہارا جو دل چاہے کرو جب مجھے ضرورت ہوگی تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس کی یہی دو وجوہ موجود تھیں۔ درا صل اس وقت تم مجھے پسند آئے جب تم نے نہایت کامیابی سے اپنے دونوں کام کر لیے۔ یعنی گیبن ہلر کا قتل اور اپنی تحریر کا حصول۔ اس کے بعد مجھے تم پر یقین ہو گیا کہ تم اپنے کام نمٹانے کی صلاحیت رکھتے ہو۔ میرے اطمینان کی دوسری وجہ لوسیا تھی وہ مجھے حالات سے باخبر رکھ رہی تھی۔"

" اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔

" اس کے علاوہ میں تمہیں ایک اور اطلاع دینا چاہتا ہوں علی! جو تمہارے لیے بے حد کارآمد ہے۔"

" وہ کیا مسٹر جوشو؟"

" میں نے تم سے گفتگو کیے بغیر ایک کام کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ فلسطینی تنظیم العاصفہ کو تمہارے بارے میں اطلاع دے دی ہے۔ میں نے ایک خاص پیغام میں انہیں اشارہ دیا ہے کہ ممکن ہے بہت جلد تم انگلستان پہنچ جاؤ۔"

" آپ نے یہ بھی بڑا کام کیا ہے مسٹر جوشو!" میں نے ممنون لہجے میں کہا۔

" تم سے پوچھے بغیر میں نے یہ سب کچھ اس لیے کر لیا کہ مجھے تمہارے رجحانات کا اندازہ ہو گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ فوری طور پر تم اپنے وطن کا رُخ نہیں کرو گے۔ ہر چند تمہارا ملک تمہارے خلاف ان بنیادوں پر کوئی کارروائی نہیں کرتا جن کے تحت امریکی حکومت تمہارے خلاف ہے۔ لیکن وہ کچھ الجھنوں کا شکار ضرور ہوتا۔ امریکی پولیس تمہیں پانچ افراد کے قاتل کے طور پر ضرور طلب کر سکتی تھی اور اس کی اس کوشش سے بہت سے لوگوں کو الجھنوں کا شکار ہونا پڑتا۔"

" آپ کا خیال درست ہے۔" میں نے تائید کی۔

" ظاہر ہے اس کے بعد تمہیں فلسطینی تنظیم میں پناہ لینی پڑتی۔ اس لیے میں نے انہیں تمہارے بارے میں اطلاع دے دی ہے۔"

" آپ نے بہتر کیا۔" میں نے جواب دیا اور جوشو خاموش ہو گیا۔ اس سلسلے میں اگر اور کوئی بات ہوتی تو مسٹر جوشو مجھے ضرور آگاہ کرتے۔ میں خود بھی اپنے مشن کی تکمیل کے لیے ان لوگوں میں شامل ہونے کا خواہشمند تھا لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔ جوشو کے اطلاع دینے سے کوئی خاص فرق تو نہیں پڑتا۔

بالآخر مسٹر جوشو مجھ سے رخصت ہو گئے۔ میں نے ایک گرمجوش مصافحے سے انہیں رخصت کیا تھا۔ چلتے وقت انہوں نے کہا۔" حالات اگر تمہیں سکون میسر کر دیں تو مجھے مبہم الفاظ میں اس کی اطلاع ضرور دینا اور میں نے گردن ہلا دی۔ جوشو کی جگہ ایک معمر خاتون نے لے لی جو انتہائی قنوطی تھی اور میرے لیے ان کی یہ قنوطیت بہتر ہی ثابت ہوئی۔ میں سکون چاہتا تھا۔ چنانچہ میں آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت سے ٹیک گیا۔

یوں لگتا تھا کہ جیسے خدا نے میری سن لی ہے۔ مجھے امریکہ سے نکلنے کا موقع مل گیا تھا اور میرے دشمن پاؤں پٹختے رہ گئے تھے لیکن اب لندن میں مجھے نئے سرے سے نئی زندگی کا آغاز کرنا تھا۔ میں اس کیلئے پروگرام بناتا رہا۔ معمولی سی رقم میرے پاس تھی۔ لندن میں یہ رقم زیادہ دیر تک ساتھ نہیں دے سکتی تھی۔ اس کے علاوہ ظاہر ہے میں اس میک اپ میں وہاں خطرات نہیں مول لے سکتا تھا۔ مجھے اپنی یہ حیثیت بدلنی تھی۔

بہر حال لندن میں داخل ہو کر اس بارے میں مناسب فیصلہ کیا جا سکتا تھا۔ ذہن پر غنودگی کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور یہ غنودگی بڑی نفع بخش ثابت ہوئی۔ فاصلے کم ہو گئے۔ بالآخر لندن ایئرپورٹ آ گیا۔ طیارہ رن وے پر اُتر گیا اور میں دل میں مسرتیں لیے دوسرے مسافروں کے ساتھ باہر آ گیا۔ طیارے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے میں نے مسرت بھری نگاہوں سے کہر میں ڈوبے ہوئے لندن کو دیکھا۔ اجنبی شہر لیکن جس کی لاتعداد داستانیں میرے ذہن میں تھیں۔ جہاں میرا کوئی شناسا نہیں تھا لیکن اب اس شہر میں شناسائی کرنی تھی۔ گو یہ میری منزل نہیں تھی۔ مجھے ابھی یہاں سے آگے بڑھنا تھا۔

کسٹم ہاؤس میں بڑی مستعدی سے کام شروع ہو گیا۔ ایک بوڑھے اور جھرّیاں پڑے ہوئے چہرے کے مالک کسٹم آفیسر نے میرا پاسپورٹ اور دیگر کاغذات طلب کیے اور میں نے نہایت اطمینان سے یہ چیزیں اس کے حوالے کر دیں۔ آفیسر پاسپورٹ دیکھنے لگا اور پھر اس نے تہہ کر کے میری طرف بڑھا دیا لیکن نہ جانے کیوں اس کا بڑھا ہوا ہاتھ دوبارہ رُک گیا تھا۔ اس کی نیم وا آنکھیں پھیل گئیں اور اس نے بغور میرا چہرہ دیکھا۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ کیا ہو گیا ہے کیا بات ہو گئی؟ آفیسر کا چونکنا معنی خیز تھا۔ پھر اس نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

" آپ کا سامان کہاں ہے؟"

" وہ سامنے موجود ہے۔ لیکن آفیسر کیا بات ہے؟" میں نے لہجے کو سنبھال کر شائستگی سے پوچھا۔

" براہِ کرم میرے ساتھ آئیے۔ تھوڑی سی زحمت دوں گا۔"

" ضرور۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا اور اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ بھاگ جاؤ کوئی نئی مصیبت آنے والی ہے لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ لندن میں پہلا قدم میں جہنم میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اس شہر کے بارے میں صرف کتابی معلومات تھیں جو ساتھ نہیں دے سکتی تھیں۔ لیکن ہوا کیا ہے ذہن اس بات کا فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔

بوجھل قدموں سے میں اس کے ساتھ ایک خوبصورت دفتر میں داخل ہو گیا۔ یہاں چند لوگ موجود تھے۔ آفیسر نے ان میں سے ایک نوجوان شخص سے کچھ گفتگو کی اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ جفادری افسر نے نرم لہجے میں کہا۔" براہِ کرم تشریف رکھیے۔ مجھے امید ہے محسوس نہ کریں گے۔ بس ایک احساس ہے، ہم اس کی تصدیق کر لیں۔"

" کیا میں جان سکتا ہوں مسٹر! آپ کے ذہن میں کیا احساس ہے؟"

" اس کے لیے چند لمحے کی مہلت دیں۔ ہاں، اس دوران کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو ہمارے اور آپ کے لیے تکلیف دہ ہو۔" اس نے ضعیف افسر کو اشارہ کیا اور باہر نکل گیا۔

میرا حلق خشک ہو رہا تھا لیکن میں نے خود پر قابو رکھا اور انتظار کرنے لگا۔ چند لمحات کے بعد میں نے دو پولیس [illegible] کو اس کیبن کے دروازے پر دیکھا جو مسلح تھے۔ [illegible] ہو گیا، ضرور کچھ ہو گیا ہے۔ میرا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ وہاں بیٹھے بیٹھے تقریباً بیس منٹ گزر گئے۔ میں نے اس دوران کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔

پچیس منٹ کے بعد وہ کسٹم آفیسر واپس آ گیا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے لیکن اندر آ کر اس نے خوش اخلاقی سے گردن ہلائی۔

" آپ کے لیے کافی منگواؤں مسٹر اینڈریو ویلیس؟"

" نہیں شکریہ۔ لیکن میرا خیال ہے میرے وقت کی اس بربادی کی ذمّے داری آپ پر عائد ہو گی۔"

" بلاشبہ۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ اسے ہماری مجبوری تصوّر کریں گے۔ فرائض کی بجا آوری آپ بھی پسند کرتے ہوں گے۔"

" کم از کم مجھے یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ مجھ پر کیا شبہ ہے؟"

" اوہ، میری مدد کے لیے یہ حضرات آ گئے۔ آپ ان سے گفتگو کر لیں۔" اس نے کیبن کے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ اور میں نے چونک کر دیکھا۔ تین پولیس افسر وردیوں میں ملبوس نظر آ رہے تھے۔ باہر کھڑے کانسٹیبلوں نے دروازہ کھول دیا اور وہ تینوں اندر داخل ہو گئے۔

" ہیلو آفیسر! میرا نام ہنری جیک ہے۔ میں نے آپ کو فون کیا تھا۔" اس کسٹم آفیسر نے کہا۔

" ہیلو مسٹر جیک! خیریت؟"

" تشریف رکھیے آپ حضرات۔ براہِ کرم یہ پاسپورٹ ملاحظہ فرمائیں مجھے یقین ہے یہ نام آپ کے ذہن سے نہ اترا ہو گا۔" کسٹم آفیسر نے پاسپورٹ ایک پولیس افسر کے ہاتھ میں تھما دیا۔ میں پُر امید نظروں سے پولیس افسر کو دیکھنے لگا۔ میں کیا خیالات لے کر انگلستان آیا تھا لیکن یہاں بھی کوئی مصیبت منہ کھولے کھڑی تھی۔ پولیس افسر نے پاسپورٹ دیکھا اور پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگا اور پھر اس کے منہ سے آواز نکلی۔

" اینڈریو ایلیس! لیکن.... لیکن یہ مسٹر ایلیس تو نہیں ہیں۔ لیکن سب کچھ، پتا وغیرہ وہی ہے۔" پھر اس نے کسٹم آفیسر کی طرف دیکھا۔" لیکن جناب! ایئرپورٹ پر کسٹم کے ریکارڈ میں اس شخص کی تصویر تو ہو گی۔ کیا وہ۔" لیکن اس کی بات پوری ہونے سے قبل کسٹم آفیسر نے جیب سے ایک تصویر نکال کر اس کے سامنے کر دی۔

" اوہ، شکریہ! ہاں یہ اینڈریو ایلیس کی تصویر ہے۔"

" میں نہیں سمجھ پا رہا، آپ لوگ یہ سب کیا کر رہے ہیں؟ کیا آپ کو میرے وقت کے زیاں کا احساس ہے، کیا آپ جانتے ہیں کہ کسی مسافر کو روکنا قانون کے خلاف ہے۔" میں نے کسی قدر غصیلے انداز میں کہا۔ لیکن مجھے اپنی آواز کا کھوکھلا پن صاف محسوس ہو رہا تھا۔

" ہمیں افسوس ہے جناب! لیکن صورتحال کچھ ایسی ہی ہے ـــ اینڈریو ایلیس نامی شخص نے انگلستان میں ایک سنگین جرم کیا تھا اور پھر وہ یہاں سے فرار ہو گیا۔ پولیس اس کی تلاش میں ہے اور اب اس پاسپورٹ پر آپ کا نام اینڈریو ایلیس درج ہے اور اتفاق سے دوسرے کاغذات بھی اس شخص کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان حالات میں ہماری تشویش حق بجانب ہے۔"

" لیکن میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اور کیا پورے انگلستان میں ایک ہی اینڈریو ایلیس ہو گا؟"

" ہرگز نہیں۔ لیکن کاغذات شبہے میں ڈالتے ہیں۔ اس لیے آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا ـــ آئیے!" آخری لفظ تحکمانہ تھا اور اس کے سوا چارۂ کار بھی نہیں تھا کہ میں اس کی بات مان لوں۔ یوں ایئرپورٹ سے میں پولیس کار میں پولیس ڈیپارٹمنٹ آ گیا۔ اس خوبصورت عمارت کے ایک کمرے میں مجھے مسٹر ڈینی ولسن کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نرم خو شخص نے نہایت نرمی سے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

ماتحت افسر نے میرا مسئلہ اس کے سامنے پیش کر دیا اور وہ خاموشی سے سنتا رہا پھر اس نے پاسپورٹ اور کاغذات طلب کیے اور انہیں دیکھتا رہا۔ اس کے بعد گردن ہلاتے ہوئے بولا۔" ٹھیک ہے اس بات کی تحقیقات کر لو۔ مجرم کی تصویر موجود ہو گی۔"

" جی ہاں ہے۔ لیکن یہی شبہے کی بات ہے۔ یہ صاحب اس تصویر سے نہیں ملتے۔"

" میک اَپ کا شبہ ہے؟" افسر نے نرم لہجے میں پوچھا۔

" ممکن ہے جناب!"

" تصدیق کر لو۔ ویسے مسٹر ایلیس! آپ انگلستان سے امریکہ کب گئے تھے؟" آفیسر نے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تقریباً تین ماہ قبل۔"

"مقصد کیا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"سیاحت۔ میرے دل میں امریکہ دیکھنے کی خواہش تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"اتنے مختصر وقت میں آپ کی واپسی تعجب خیز ہے۔"

"میرے حالات اس سے زیادہ اجازت نہیں دیتے۔" میں نے کسی قدر تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"یہاں آپ کے عزیز و اقارب اور دوسرے دوست وغیرہ ہوں گے؟" سوال کیا گیا۔

"ہاں، کیوں نہیں؟"

"براہِ کرم ان کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کریں؟"

"یہ کیا حماقت ہے۔ میں اس زیادتی پر شدید احتجاج کرتا ہوں۔ میں ایک امن پسند اور شریف انسان ہوں لیکن میرے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کیا جا رہا ہے۔ میں پولیس سے اب کوئی گفتگو نہیں کروں گا۔ میں آپ کے مزید کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

"اس کے باوجود پولیس آپ کے بارے میں مکمل تحقیقات کیے بغیر آپ کو رہا نہیں کرے گی۔" آفیسر نے جواب دیا۔ اور میں نے نفرت سے گردن پھیر لی۔ پولیس افسر نے اس کے بعد بھی کئی سوالات کیے لیکن میں نے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ میرے خیال میں بچت کا یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا۔ اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کیونکہ میرے الفاظ خود میرے گرد پھندا ڈال سکتے تھے۔ آفیسر نے طرح طرح مجھے مجبور کیا لیکن میں نے اس کے ساتھ ہتک آمیز سلوک جاری رکھا جس سے وہ مشتعل ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ مجھے لاک اَپ میں ڈال دیا جائے۔

لندن میں مجھے اس ناگہانی افتاد کی توقع نہ تھی۔ میرا تو خیال تھا کہ میں مصیبتوں کی زندگی سے نکل آیا ہوں۔ لیکن شاید ابھی تقدیر کی ڈور میں کچھ گرہیں باقی تھیں۔ صورت حال کسی حد تک میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ اینڈریو ایلس کوئی جرم کرکے یہاں سے فرار ہوا تھا اور اس نے امریکہ میں خود کو روپوش کرنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن ظاہر ہے بے چارے جو شو کو یہ تفصیل نہیں معلوم ہو گی اور میں پھندے میں آ گیا۔

چوبیس گھنٹے تک مجھ سے کوئی رابطہ نہیں قائم کیا گیا اور اس کے بعد مجھے لاک اَپ سے نکال کر ایک اور جگہ لے جایا گیا جو اسی عمارت میں تھی۔ یہاں ایک چھوٹی سی لیبارٹری موجود تھی جس میں کچھ لوگ مصروف تھے۔ مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا اور میں نے خاموشی سے ان کے احکامات کی تعمیل کی۔ میرا دل پھر دھڑکنے لگا تھا۔ یہاں پھر اس چینی میک اَپ کی آزمائش تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ ہنگ لی کا فن یہاں کس حد تک کارگر رہتا ہے۔

طرح طرح کے محلول میرے چہرے پر آزمائے گئے۔ اس کے بعد گیس بھی استعمال کی گئی لیکن ہنگ لی زندہ باد۔ وہ اپنی کوشش میں [illegible] نہیں ہو سکے تھے۔ تب میرے بارے میں رپورٹ دے دی گئی کہ [illegible] چہرے پر کوئی میک اَپ نہیں ہے۔

اس رپورٹ کے ساتھ مجھے ایک بار پھر پولیس آفیسر کے پاس [illegible] دیا گیا۔ پولیس آفیسر نے رپورٹ پڑھی پھر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ [illegible] بولا۔ "اس کے باوجود میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ تمہارے کاغذات جعلی [illegible]"

"میں تمہیں کچھ کہنے سے نہیں روکتا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"آخر تم ہمیں اپنے بارے میں سب کچھ کیوں نہیں بتا دیتے؟"

"میں ان حالات میں ضروری نہیں سمجھتا۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"دیکھو مسٹر! پولیس سے دشمنی کسی طور بہتر نہیں ہوتی۔ تم خواہ مخواہ مجھے اشتعال دلا رہے ہو۔"

"میں بھی یہی خیال کرتا ہوں۔ میں بے گناہ ہوں لیکن پولیس نے مجھے قید میں رکھا ہوا ہے۔"

"تم ہمیں مطمئن کر دو، یہ قید ختم کر دی جائے گی۔"

"ہرگز نہیں، تم مجھے پھانسی پر چڑھا دو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"کیا تم کوئی ضمانت مہیا کر سکتے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے سختی سے جواب دیا۔ اور پولیس افسر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کسی کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی۔ اور دو پولیس مین اس کے پاس آ گئے۔

"لے جاؤ۔ بند کر دو۔" پولیس افسر نے کہا اور مجھے ایک بار پھر لاک اَپ میں ڈال دیا گیا۔ لندن پولیس کے بارے میں میری معلومات زیادہ بہتر نہیں تھیں لیکن اس وقت میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ لندن کی پولیس زچ ہو گئی ہے۔ وہ اس کے علاوہ اور کوئی چارج مجھ پر نہیں لگا سکتے کہ میرے کاغذات میں سُقم ہے اور وہ ایک ایسے شخص کی نشاندہی کرتے ہیں جو یہاں سے جرم کرکے فرار ہوا ہے لیکن میں وہ نہیں ہوں۔

مزید ایک رات مجھے لاک اَپ میں رکھا گیا۔ ویسے یہاں بھی مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی اور میری ضروریات کا پورا خیال رکھا گیا تھا۔ دوسرے دن تقریباً دس بجے مجھے پھر اس آفس میں بلایا گیا۔ اس بار پولیس افسر کے ساتھ ایک خوبصورت لڑکی اور ایک ادھیڑ عمر شخص بھی تھا۔ دونوں نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پولیس افسر نے مجھے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا تھا لیکن میں نے اس کی یہ پیشکش قبول نہیں کی۔

"کیا خیال ہے مس ریٹا؟" پولیس افسر نے لڑکی سے پوچھا۔

"ہرگز نہیں جناب! یہ اینڈریو نہیں ہے اگر اس کے چہرے پر کوئی میک اَپ نہ ہو۔"

"نہیں، اس بات کا اطمینان کر لیا گیا ہے۔" پولیس افسر نے کہا۔

"تب یہ اینڈریو نہیں ہے۔"

"آپ بھی مطمئن ہیں مسٹر برٹرینڈ؟" اس نے ادھیڑ عمر شخص سے پوچھا جو بغور مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں۔ یہ اینڈریو نہیں ہے۔" وہ چونک کر بولا۔

"شکریہ! زحمت کے لیے معافی کا خواستگار ہوں۔ آپ لوگ جا سکتے ہیں۔" پولیس افسر نے کہا۔ وہ شخص اور لڑکی وہاں سے چلے گئے۔ تب پولیس افسر نے گہری سانس لے کر کہا۔ "ٹھیک ہے مسٹر اینڈریو ایلس! آپ بھی جا سکتے ہیں لیکن چند ضروری ہدایات نوٹ فرما لیں۔ آپ مکمل طور پر آزاد ہیں کہ پولیس کے اس رویّے کے خلاف احتجاج کریں اور اس پر مقدمہ کر دیں۔ کیونکہ ہم خود کو اس تفتیش میں حق بجانب سمجھتے ہیں۔ میں اگر چاہوں تو اس وقت تک آپ کو حراست میں رکھ سکتا ہوں جب تک آپ کی طرف سے پوری طرح مطمئن نہ ہو جاؤں۔ یا آپ کوئی بہتر ضمانت نہ پیش کر دیں لیکن میری آپ سے ذاتی دشمنی نہیں ہے اور میں بلاوجہ آپ کو ایک لمحے کے لیے بھی حراست میں نہیں رکھنا چاہتا۔ چنانچہ ذاتی ہمدردی کی بنیاد پر میں آپ کو رہا کر رہا ہوں۔ لیکن آپ کے یہ کاغذات اور پاسپورٹ میری تحویل میں رہیں گے اور میری درخواست ہے کہ ہر تیسرے دن آپ پولیس سے رابطہ قائم کریں۔ اور اس وقت تک یہ پابندی کرتے رہیں جب تک میں آپ سے مطمئن نہ ہو جاؤں۔"

"میں بہت جلد اس زیادتی کے لیے آپ سے جواب طلب کروں گا۔ میں بھی کوئی لفنگا نہیں ہوں، ایک معزز شہری ہوں۔"

"یہ آپ کا حق ہے اس سے میں آپ کو نہیں روکوں گا۔" پولیس افسر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میری ضروری چیزیں مجھے واپس کر دیں۔ پاسپورٹ اور کاغذات پولیس نے اپنی تحویل میں رکھے تھے۔

میں پولیس اسٹیشن کی عمارت سے نکل آیا۔ پولیس افسر نے جو ہدایات دی تھیں، مجھے ان کی چنداں پروا نہیں تھی۔ حالات میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے تھے اور اس عظیم الشان شہر میں، میں ایک گمشدہ بچے کی مانند تھا جو ہر ایک چہرے میں اپنے لیے اپنائیت تلاش کر رہا ہو۔ مجھے احساس تھا کہ میں خود کو بہت کچھ سمجھنے کے باوجود ابھی کچھ بھی نہیں تھا۔ میرے پاس اگر کوئی دولت تھی تو صرف وہ جذبہ جو میرے سینے میں موجزن تھا۔ میں کچھ کرنا چاہتا تھا لیکن جذبوں کی تکمیل بھی جدوجہد کی طالب ہوتی ہے۔ اور ابھی میں امتحان کے دور میں تھا۔

پولیس ڈیپارٹمنٹ سے نکل کر میں لندن کی اجنبی سڑکوں پر آ گیا۔ پہلے اپنے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش ضروری تھی۔ ذرا سا سکون ملے تو آئندہ اقدام کے بارے میں سوچوں۔ میں تو علاقوں سے بھی ناواقف تھا۔ تھوڑی دیر تک تو پریشانی کے عالم میں چلتا رہا۔ پھر ایک بک اسٹال پر نگاہ پڑی اور میں اس کی طرف چل پڑا۔

بک اسٹال پر پہنچ کر میں نے لندن کا نقشہ طلب کیا جو مجھے مل گیا اور نقشہ لے کر میں یہاں سے بھی چل پڑا۔ سڑکوں پر چھوٹے چھوٹے اسٹال بنے ہوئے تھے جن پر "پب" لکھا ہوا تھا۔ میں نے ایک پب کا رُخ کیا اور ایک سیٹ پر جا بیٹھا۔ ویٹر سے چائے طلب کرکے میں نے نقشہ کھول لیا اور اسے سامنے رکھ کر دیکھنے لگا۔ بڑا مکمل نقشہ تھا اور اس میں لندن کی ساری تفصیلات ملتی تھیں۔ میں نے وہ جگہ تلاش کی جہاں میں خود موجود تھا۔ نقشے میں وہ آسانی سے مل گئی۔ یہ علاقہ بورنیو کہلاتا تھا۔ یہاں سے بائیں طرف چلتے ہوئے ریجنٹ اسٹریٹ آتی تھی اور اس کے پہلو میں آکسفورڈ اسٹریٹ تھی۔ جہاں چند ہوٹل اور ریستورانوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔

یہی قریب ترین جگہ تھی چنانچہ میں نے یہیں کے کسی ہوٹل میں قیام کا فیصلہ کیا۔ پب کا بل ادا کرکے میں اٹھ گیا اور ریجنٹ اسٹریٹ کی تلاش میں چل پڑا۔

لندن ابھی میرے لیے تاریک تھا۔ اور فی الحال میں یہاں خود کو ایک مطمئن انسان نہیں سمجھتا تھا کیونکہ اس پولیس افسر نے ایک نئی مصیبت کھڑی کر دی تھی۔ لیکن ابھی مسٹر جوشو کا ایک تحفہ میرے پاس موجود تھا اور اس تحفے سے میں خاطر خواہ فائدہ حاصل کر سکتا تھا۔ یعنی وہ میک اَپ جسے امریکی اور برطانوی ماہرین بھی صاف نہیں کر سکتے تھے۔ یقیناً وہ ایک قابلِ فخر چینی ایجاد تھی، ایک ایسی ایجاد جس کا توڑ ان جدید ممالک کے پاس نہیں تھا۔

ریجنٹ اسٹریٹ کے "لارڈز" میں مجھے ایک کمرہ مل گیا۔ وہ درمیانے درجے کا صاف ستھرا ہوٹل تھا جس کا یہ مختصر سا کمرہ مجھے بہت پسند آیا۔ میں نے ویٹر کو ٹپ دی اور پھر باتھ روم میں جا گھسا جہاں گرم پانی کے غسل نے مجھے بے پایاں سکون بخشا تھا۔

نہ جانے کتنی دیر میں غسل کرتا رہا اور جب طبیعت سیر ہو گئی تو تنے کا لباس پہن کر نکل آیا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ لیکن اس لڑکی کو دیکھ کر میں چونک پڑا جسے تھوڑی دیر قبل پولیس اسٹیشن میں دیکھا تھا۔

"فرمائیے؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں آپ کے اس لہجے سے بددِل نہیں ہوں گی۔ اندر آنے کی اجازت چاہتی ہوں۔" لڑکی کے لہجے میں اِلتجا تھی۔ میں دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اور وہ اندر آ گئی۔ "براہِ کرم دروازہ بند کر دیں۔" وہ بولی اور میں نے دروازہ بند کر دیا۔ واپس مڑ کر میں سوالیہ انداز میں اُسے دیکھنے لگا۔

"آپ ابھی تک خطرے میں ہیں۔" وہ بولی۔

"کیا مطلب؟"

"پولیس کے دو سادہ لباس آدمی آپ کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہیں۔" وہ بولی اور میں چونک پڑا۔

"آپ کو کیسے معلوم؟" میں نے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

”میں بھی آپ کا تعاقب کرتی ہوئی یہاں تک آئی ہوں۔“

”پولیس کے تعاقب کی وجہ تو میں جانتا ہوں۔ لیکن آپ سے تعارف نہیں ہوسکا۔“ میں نے بدستور تیکھے لہجے میں کہا۔

”میں سخت شرمندہ ہوں جناب! مجھے آپ کی جھنجلاہٹ کا بھی اندازہ ہے۔ لیکن بعض اوقات انسان کی مجبوریاں اسے ہر کام کرنے پر مجبور کردیتی ہیں۔ مجھے اندازہ ہے کہ آپ ذہنی اور جسمانی طور پر تھکے ہوئے ہوں گے مگر میری بے چینی نے مجھے سکون نہیں لینے دیا۔ اور میں بالآخر آپ تک آگئی۔“ آخر میں لڑکی کی آواز روہانسی ہوگئی۔

”تشریف رکھیے۔ میں اپنے سخت رویّے کی معافی چاہتا ہوں۔“ میں نے نرم آواز میں کہا اور وہ بیٹھ گئی۔ میں بھی اس کے سامنے ہی ایک صوفے پر بیٹھ کر گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ کوئی نئی کہانی۔۔۔ کوئی نیا موڑ، میں نے سوچا۔

”**میرا** نام ریٹا ہے۔“ اس نے کہا۔

”شاید میں نے سنا تھا۔“

”میں۔۔۔ میں اینڈریو ایلیس کی منگیتر ہوں۔ میں اسے بے حد چاہتی ہوں۔ وہ میرا محبوب ہے۔ خدا کے لیے مجھے اس کے بارے میں بتادو، خدا کے لیے۔“ وہ سسکنے لگی۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کون سے الفاظ میں کہوں۔ خاتون میں وہ اینڈریو نہیں ہوں، نہ میری آپ سے منگنی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ میں آپ کی کیا مدد کرسکتا ہوں؟“

”مگر تمھارے کاغذات وہی ہیں۔ یہ بات مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔“ اس نے روتے ہوئے کہا۔

”آپ پولیس کو یہ بیان دے سکتی ہیں، آپ کو کون روک سکتا ہے۔“ میں نے کہا۔

”ان کاغذات کی تیاری میں، میں نے اس کی مدد کی تھی۔ مجھے یقین ہے۔ آپ اس کے بارے میں جانتے ہیں، آپ ضرور جانتے ہیں۔ اگر انسانیت کے ناطے آپ میری مدد کرنا چاہیں تو میرا پتا حاضر ہے۔ میں نہیں جانتی آپ کون ہیں اور اس انداز میں یہاں کیوں آئے ہیں لیکن اگر آپ کسی طرح میرے اینڈریو کو جانتے ہیں تو خدا کے لیے مجھے اس کے بارے میں بتادیں۔ اس کے صلے میں آپ مجھ سے جو چاہیں گے، مجھے منظور ہوگا۔“ وہ روتی ہوئی اٹھ گئی۔ اس نے اپنا کارڈ میز پر ڈال دیا تھا۔ میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن اس کے جانے کے بعد میں نے اس کے کارڈ پر پتا ضرور دیکھا تھا۔ پھر مجھے اس کی اطلاع کا خیال آیا۔ اگر پولیس میرے پیچھے لگی یہاں تک آئی ہے تو یہ خطرناک بات ہے۔ اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہو؟ دیر تک سوچنے کے بعد میں نے ایک فیصلہ کرلیا۔ ایک بار پھر مجھے اپنا میک اپ تبدیل کرنا پڑا تھا۔ اس تبدیلی کے بعد میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ چند ضروری چیزوں کے علاوہ میں نے کچھ اور ساتھ نہیں لیا تھا۔ پھر انتہائی احتیاط سے میں ایک طویل چکر کاٹ کر ہوٹل کے سامنے والے حصّے سے دوبارہ ہوٹل میں داخل ہوا، ایک نئے نام سے کمرہ حاصل کیا اور اسی ہوٹل کے دوسرے کمرے میں مقیم ہوگیا۔ اب میں پُرسکون تھا۔ چنانچہ ایک پُرسکون نیند کے بعد جب میں دوسری صبح جاگا تو طبیعت ہشاش بشاش تھی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری نگرانی کرنے والوں پر کیا بیتی۔ انھوں نے کیا کیا۔ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوکر میں باہر نکل آیا۔ سڑک سنسان تھی، کسی خاص بات کا اندازہ نہیں ہوسکا۔ تب میں نے ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو ریٹا کے فلیٹ کا پتا دے دیا تھا۔ اسے اتفاق ہی کہا جاسکتا ہے کہ جب میں اس بلڈنگ کے سامنے پہنچا تو ریٹا فٹ پاتھ کے ساتھ کھڑی ایک کار میں بیٹھ رہی تھی۔

”ڈرائیور! اس کار کا تعاقب کرو۔“

”تعاقب؟“ ڈرائیور نے مشکوک انداز سے مجھے دیکھا۔

”فکر نہ کرو۔ وہ میری منگیتر ہے اور میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں جارہی ہے۔ میں آج اس کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کرکے ہی رہوں گا۔“

ڈرائیور نے گاڑی ریٹا کی کار کے پیچھے لگادی۔ راستے میں اس نے کہا۔ ”لندن کی لڑکیاں قابلِ اعتماد نہیں ہوتیں جناب! ان کے بارے میں سوچنا ہی بیکار ہے۔ میرا نام پیٹر ہے، چھ لڑکیوں سے عشق کرچکا ہوں لیکن۔۔۔“

ڈرائیور بہت دلچسپ آدمی تھا۔ میں نے اس سے دوستی گانٹھ لی۔ ریٹا، برٹرینڈ ہاؤس میں داخل ہوئی تھی۔ میں اس کے بارے میں مکمل اطمینان چاہتا تھا۔ اس لیے یہ دن میں نے اس کی نذر کردیا۔ پانچ بجے وہ برٹرینڈ ہاؤس سے نکلی تھی، تھوڑی دیر تک بازار میں شاپنگ کرتی رہی پھر اپنے فلیٹ میں چلی گئی۔ میں نے اب اس سے ملاقات کا فیصلہ کرلیا تھا۔ پیٹر کو وہیں رکنے کا اشارہ کرکے میں بلڈنگ میں داخل ہوگیا۔ ریٹا کا فلیٹ تلاش کرنے میں مجھے کوئی دِقّت نہیں ہوئی تھی۔ کال بیل بجانے پر اسی نے دروازہ کھولا تھا لیکن وہ مجھے پہچان نہیں سکی، انجان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

”میرا نام اینڈریو ہے اور ہم لارڈز میں ملاقات کرچکے ہیں۔“

”اوہ! لیکن آپ۔۔۔ آپ۔۔۔؟“

”میک اپ میں ہوں۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”براہِ کرم اندر آجائیے۔“ اس نے کہا اور دروازے سے ہٹ گئی۔ پھر وہ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی تھی۔ ”تشریف رکھیے۔ کیا آپ۔۔۔“

”ہاں، مس ریٹا! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمھیں اینڈریو کے بارے میں بتادیا جائے۔“ میں نے کہا اور ریٹا کے چہرے پر روشنیاں جھلملانے لگیں۔

”میں آپ کی بے حد شکر گزار ہوں گی۔ براہِ کرم، یہ بتائیے وہ زندہ ہے، خیریت سے ہے؟“ اس نے بے چینی سے پوچھا۔

”ہاں، وہ خیریت سے ہے۔“

”وہ کہاں ہے؟“

”امریکہ میں موجود ہے وہ۔“

”میرے خدا! وہ امریکہ پہنچ گیا؟“

”ہاں۔“

”کس جگہ؟“

”ہالی ووڈ میں۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”خدا کی پناہ! وہ وہاں پہنچ گیا؟“ ریٹا کی حیرت دَم بدَم بڑھتی جارہی تھی۔

”ہاں مس ریٹا! اور اس نے مجھے ایک خاص مشن پر یہاں بھیجا ہے۔ اس سلسلے میں اس نے مجھے فوری طور پر اپنے ہی کاغذات مہیا کردیے صرف تصویر بدلوالی گئی۔۔۔ اس نے۔۔۔ مجھے تمھارا حوالہ نہیں دیا تھا لیکن تمھاری بات نے مجھے باور کرایا کہ یہاں تم میری بہترین مددگار ثابت ہوسکتی ہو، کیونکہ میں پہلی بار انگلینڈ آیا ہوں۔“

”تم یقین کرو مسٹر۔۔۔ اب اپنا صحیح نام تو بتادو؟“ اس نے اپنا جملہ درمیان میں روک کر پوچھا۔

”تم مجھے مارک گیبل کہہ سکتی ہو۔“

”ہوں۔ مگر تم یورپ کے باشندے تو نہیں نظر آتے؟“

”ان تمام الجھنوں میں نہ پڑو ریٹا! تمھیں علم ہوگا اس بات کا کہ اینڈریو ایلیس کا تعلق صرف یوروپین ممالک سے نہیں تھا۔ اس کا دائرہ کار بہت وسیع تھا، بس اس سے زیادہ اس کے بارے میں، میں تمھیں نہیں بتاسکوں گا۔“

”میں اس سے زیادہ جاننا بھی نہیں چاہتی۔ یہ بتاؤ اینڈریو ایلیس ہالی ووڈ میں کس جگہ قیام پذیر ہے؟“

”اٹھارہ۔ ایون بورنیو۔“ میں نے جواب دیا اور وہ مضطرب انداز میں اٹھ گئی۔

”ایک منٹ۔ ایک منٹ۔ میں اس کا پتا نوٹ کرلوں، ممکن ہے ذہن سے نکل جائے۔“ اس نے کہا اور ایک میز کے قریب پہنچ گئی جہاں رائٹنگ پیڈ اور پنسل پڑی ہوئی تھی۔

”پتا نوٹ کرلو، مگر اسے احتیاط کے ساتھ رکھو کسی اور کے ہاتھ نہ لگ جائے۔“ میں نے کہا اور اس نے گردن ہلادی۔

”وہ وہاں ٹھیک تو ہے؟“

”ہاں، بالکل ٹھیک۔“

دُنیا کے حیرت انگیز فن
تحریر شناسی
کی مدد سے دُوسروں کی شخصیت کو کُھلی کتاب کی طرح پڑھیں
اُردو میں پہلی بار
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب
تحریر اور شخصیت
یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ...
◎ یہ شخص کس کام کے لیے موزوں ہے؟
◎ کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟
◎ کیا اسے جلد غصّہ آتا ہے؟
◎ کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے؟
◎ کیا اس کے ساتھ شادی کی جاسکتی ہے؟
◎ کیا اس پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے؟
◎ کیا یہ ایمان دار اور ہمدرد ہے؟
◎ اس کا جنسی رویّہ کیسا ہے؟
◎ اس میں بُرائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں؟
◎ اور ایسی دُوسری بہت سی باتیں
قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے
ہر شخص کے لیے یکساں طور پر کارآمد کتاب۔
ملنے کا پتہ
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لیکن کیا وہ وہیں قیام کرے گا؟"

"ہاں، اس وقت تک، جب تک اسے اپنے بارے میں اطمینان نہ ہوجائے۔" میں نے جواب دیا۔

"خدا کی پناہ! ویسے تم نے مجھے بڑا ذہنی سکون بخشا ہے، میں اس کے لیے سخت پریشان تھی۔"

"مس ریٹا! اگر آپ محسوس نہ کریں تو میں مختصراً آپ کی کہانی سننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور ریٹا نے گردن جھکالی۔

"کوئی خاص کہانی نہیں ہے۔ میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ میں اس سے پیار کرتی ہوں، وہ میرا محبوب ہے۔ وہ بُرے راستوں کا راہی تھا، میں نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن جب وہ اپنے راستے سے نہ ہٹا تو مجبوراً میں نے بھی وہی راستے اپنا لیے۔ مسٹر برٹرینڈ ایک صنعت کار ہیں اور میں ان کی سیکرٹری کی حیثیت رکھتی ہوں۔ آج تک مسٹر برٹرینڈ کو یہ بات نہیں معلوم ہوسکی کہ میرا تعلق کسی طرح اینڈریو سے تھا۔ بلکہ جب اینڈریو نے انھیں دس لاکھ پونڈ کی چوٹ دی اور وہ تلملا کر اس کی تلاش میں سرگرداں ہوگئے انھوں نے ساری گواہیوں میں میرا ہی سہارا لیا اور... یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ اینڈریو اس ملک سے نکل چکا ہے، میں نے اُن کے ساتھ بظاہر ہر ممکن تعاون کیا تاکہ کم ازکم ان کی کوششوں سے آگاہ رہوں، یہی وجہ تھی کہ جب پولیس ڈیپارٹمنٹ میں مسٹر برٹرینڈ کو بلایا گیا تو ساتھ ہی مجھے بھی طلب کرلیا گیا کہ میں اینڈریو کو پہچاننے میں پولیس کی مدد کروں۔"

"ٹھیک۔ گویا مسٹر برٹرینڈ کو چوٹ دینے میں آپ کا بھی ہاتھ تھا؟"

"میں اس لیے انکار نہیں کروں گی کہ تم بھی یہاں نہ پولیس کے مخبر ہو اور نہ اینڈریو کے دشمن، تم اس کے کاغذات پر امریکہ سے یہاں پہنچے ہو ظاہر ہے ہم دونوں اچھے لوگ نہیں ہیں، لہٰذا ایک دوسرے پر اعتماد کرسکتے ہیں۔"

"یقیناً، یقیناً۔ مجھے نہ مسٹر برٹرینڈ سے کوئی دلچسپی ہے نہ لندن پولیس سے۔ اس کا اندازہ آپ کو بخوبی ہے۔ اینڈریو اگر مجھے آپ کے بارے میں کچھ تفصیلات بتا دیتا تو شاید میں سب سے پہلے آپ ہی سے رابطہ قائم کرتا لیکن نجانے کیوں اس نے آپ کا تذکرہ نہیں کیا، تاہم میں آپ کو اتنا ضرور بتا دوں کہ بہت جلد اینڈریو ایلس دوبارہ یہاں پہنچے گا لیکن ایک امریکی کی حیثیت سے۔"

"اوہ!" ریٹا نے پُراشتیاق انداز میں کہا۔ "کب تک اس کی آمد متوقع ہے؟"

"اس بارے میں ابھی کوئی فیصلہ کُن بات نہیں کی جاسکتی لیکن یقیناً ایک آدھ ماہ لگ جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

ریٹا کا چہرہ پھول کی طرح شگفتہ ہوگیا تھا۔ پھر اس نے کہا "خیر ایک آدھ ماہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ میں تو بس اس کی زندگی اور سلامتی کی خواہاں ہوں۔ ویسے مسٹر مارک! میں تمھاری کیا خدمت کرسکتی ہوں؟ تم نے پولیس سے بچنے کے لیے تو بہترین میک اَپ کرلیا ہے، مجھے یقین ہے کہ پولیس تمھیں اس میک اپ میں تلاش نہیں کرپائے گی لیکن تمھارا پاسپورٹ اور کاغذات پولیس کے پاس موجود ہیں۔ ان کے بغیر یہاں تمھیں اُلجھنیں پیش آسکتی ہیں۔"

"ہاں، یہی سب سے بڑی اُلجھن ہے میرے لیے۔ اس کا کوئی حل نکل سکا تو میں مطمئن ہوکر یہاں اینڈریو کے مشن کو پورا کرسکتا ہوں۔"

ریٹا خیالات میں ڈوب گئی، دیر تک خاموش رہی پھر کہنے لگی "خیر، اس کا بھی کوئی حل نکل ہی آئے گا۔ مجھے بتاؤ، کیا تم مستقل طور پر لارڈز میں ہی قیام کروگے؟"

ایک لمحے کے لیے میں نے سوچا اور پھر فیصلہ کرلیا کہ ریٹا کو اپنے نئے پروگرام کے بارے میں نہیں بتانا چاہیے۔ چنانچہ میں نے کہا "میرا قیام اس وقت کہیں نہیں ہے مختصر سا سامان تھا جسے ایک سوئمنگ کلب کے کلاک روم میں جمع کرا دیا ہے اور اس وقت بے گھر ہوں۔"

"تم اگر پسند کرو تو یہاں اس فلیٹ میں قیام کرو۔ لیکن ٹھہرو! نہیں، یہ مناسب نہیں ہوگا۔ کیونکہ مسٹر برٹرینڈ اکثر یہاں مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہتے ہیں، کبھی کبھی چلے بھی آتے ہیں۔ بہت مہربان آدمی ہیں لیکن افسوس ہم انھیں ان کی مہربانیوں کا اچھا صلہ نہیں دے سکے۔ تم یوں کرو مسٹر مارک! فوری طور پر کسی ہوٹل میں کمرہ بُک کرالو اور وہاں قیام کرو یا تمھارے خیال میں پولیس تمھیں تلاش کرنے میں کامیاب ہوجائے گی؟"

"میں نہیں کہہ سکتا۔ تاہم پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں کچھ نہ کچھ بندوبست کر ہی لوں گا۔ البتہ اگر تم میری کوئی مدد کرسکو تو میں تمھارا شکرگزار رہوں گا۔"

"میں یقیناً اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ کروں گی۔" ریٹا نے جواب دیا۔ پھر اس کے اصرار پر میں نے اس کے ساتھ کافی پی۔ اس کے بعد اٹھ گیا۔ ریٹا بولی "میں اگر تم سے رابطہ قائم کرنا چاہوں مارک! تو کس طرح کرسکتی ہوں؟"

"فی الوقت تو کوئی جگہ نہیں ہے ریٹا! میں اگر کہیں قیام کا بندوبست کرسکا تو تمھیں اس کی اطلاع دے دوں گا۔ ویسے

تم جس وقت کہو، میں تمھیں فون کرلوں۔"

"ہوں، خیر ایک آدھ دن تو کوئی خاص اُلجھن نہیں ہوگی لیکن میرا خیال ہے تم پرسوں صبح دس بجے مجھے فون کرلینا۔ ممکن ہے ضرورت پیش آجائے۔" ریٹا نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔ اس کے بعد میں اس سے رخصت ہوکر باہر نکل آیا۔

ٹیکسی ڈرائیور پیٹر اطمینان سے اپنی سیٹ کی پُشت سے ٹکا میرا انتظار کررہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے جلدی سے اُتر کر دروازہ کھول دیا اور میں اندر بیٹھ گیا۔

"جی صاحب! اب کہاں چلوں؟"

"بس پیٹر! تھوڑی دیر لندن کی آوارہ گردی کراؤ اور اس کے بعد مجھے لارڈز کے پاس چھوڑ دینا۔" میں نے جواب دیا اور پیٹر نے گردن ہلادی۔

شام کی سیاہی پوری طرح جُھک آئی تھی اور لندن کے گلی کوچے روشن ہوتے جارہے تھے۔ کُہر آلود شام روشنیوں سے کہکشاں بنی ہوئی تھی۔ وکٹوریہ اسٹیشن سے گزر کر ہم ٹرافلگر اسکوائر آگئے۔ جہاں قمقموں کی چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ چوک کے وسط میں ایستادہ بلند و بالا ستون کی چوٹی پر... کھڑے لارڈ نیلسن کی ترچھی ٹوپی روشنی سے چمک رہی تھی۔ ٹرافلگر اسکوائر کے مشہور زمانہ کبوتر نیشنل گیلری کے یونانی ستونوں اور سینٹ پال کے گرجا کے گنبد میں بسیرا کرنے جاچکے تھے اور بڑے چوک کے فوارے کے عقب میں جہاں ایک دیوزاد مچھلی کا مجسمہ گل پھڑے پُھلائے منہ سے پانی اُگل رہا تھا، ہری کرشنا ہری اوم کی آوازیں آرہی تھیں۔ سنک اور نقرئی گھنٹیاں بھی بجائی جارہی تھیں۔ مجھے علم تھا کہ لندن میں ہری کرشنا تحریک خاصی زور پکڑ چکی ہے۔

پیٹر نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا تو میں نے گردن سے اشارہ کر دیا اور پیٹر نیشنل گیلری کے سامنے والی سڑک کی طرف چل پڑا جہاں سے موسیقی اور بھجن الاپنے کی آوازیں آرہی تھیں، سات انگریز لڑکے اور تین لڑکیاں ہندو برہمنوں اور مندروں میں رقص کرنے والی داسیوں کا روپ دھارے فٹ پاتھ پر ناچ رہے تھے۔ لڑکوں کے سر سوائے برہمنوں کی روایتی چوٹی کے مکمل طور پر منڈھے ہوئے تھے۔ ان بہروپیوں نے سفید دھوتیاں اور کھڑاویں پہن رکھی تھیں اور ہاتھوں میں گھنٹیاں اور گلوں میں ڈھولکیاں لٹکا رکھی تھیں جنھیں وہ لہک لہک کر بے تُرے انداز میں بھجن اَلاپتے ہوئے بجا رہے تھے۔ آگے آگے ایک حسین و متناسب جسم کی پستہ قد لڑکی دھوتی میں ملبوس، شانوں پر بال بکھرائے، ماتھے پر تِلک جمائے مندروں کے رقص کی ایک بھدی نقل کررہی تھی۔ ڈھول پر تھاپ پڑتی تو وہ ہندوستانی رقص فراموش کرکے خالصتاً مغربی انداز میں بے تدریج ناچنے لگتی۔ دوسری لڑکی ہاتھ میں پیتل کی گڑوی لیے اس تماشے کو دیکھنے والوں سے چندہ مانگ رہی تھی۔

"لندن کے ہندو مندر کے لیے چندہ دیجیے، ہری اوم!" وہ کہہ رہی تھی۔ میں ٹیکسی سے کمر لگائے اس تمام تماشے کو دیکھتا رہا۔ پیٹر بھی مسکراتی ہوئی نگاہوں سے یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ لڑکی میرے پاس آئی تو میں نے خاموشی سے پانچ ڈالر کا نوٹ نکال کر اس کی گڑوی میں ڈال دیا۔ میں صرف دلچسپی لینا چاہتا تھا اور میری خواہش تھی کہ مجھے تھوڑا سا ذہنی سکون میسر آجائے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے بھی چل پڑے۔

آکسفورڈ اسٹریٹ تک جانے والی شیفٹ بری ایونیو اور ان سڑکوں کے درمیان مشہور زمانہ پکاڈلی سرکس کے گرد لاکھوں روشنیاں جگ مگ کررہی تھیں۔ پکاڈلی کے درمیان ایروز کے مجسمے کے گرد ہپیوں کے ہجوم لگے ہوئے تھے اور سارے کے سارے آوارہ گرد اپنی اپنی من مانیوں میں مصروف تھے۔ ہم وہاں بھی زیادہ دیر نہ رُکے۔ جوں جوں رات گہری ہوتی جارہی تھی، کُہر بھی گاڑھی ہورہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سردی کا احساس بھی بڑھ گیا تھا۔ میں نے پیٹر سے واپسی کے لیے کہا تو اس نے گردن جُھکا دی۔ راستے میں، میں ان ہپیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جن کے بدن پر پورے لباس بھی نہیں تھے اور وہ اپنی دُنیا میں مست تھے۔ کیا ان لوگوں پر یہ سردی اثرانداز نہ ہوتی ہوگی؟ میں سوچتا رہا۔ پیٹر نے بھی مجھے مخاطب نہیں کیا تھا۔ البتہ جب میں لارڈز کے قریب پہنچا تو پیٹر نے مسکرا کر کہا۔ "ویسے تو سب ٹھیک ہے ناچیف؟"

"ہوں؟" میں چونک پڑا۔

"میرا مطلب ہے آپ کی منگیتر۔ کیا آپ اس کی طرف سے اب بھی غیر مطمئن ہیں؟"

"نہیں پیٹر! میرا خیال غلط تھا اس کے بارے میں۔" میں نے یونہی بات بنانے کی غرض سے اس سے کہہ دیا۔

پیٹر مسکرا کر گردن ہلانے لگا پھر بولا "زیادہ الجھن میں پڑا ہی نہ جائے تو بہتر ہوتا ہے۔" میں نے اسے میٹر دیکھ کر بل ادا کیا اور اس کے ساتھ ہی خاصی ٹِپ بھی۔ اس نے گردن جھکا کر میرا شکریہ ادا کیا تھا پھر پوچھا "کل آؤں چیف؟"

"ہاں پیٹر! گیارہ بجے کے قریب آجانا۔ میں اگر نہ بھی ملوں تو فکر مت کرنا، تمھارا میٹر برابر چلتا رہے گا۔"

"تھینک یو سر!" اس نے ماتھے کے قریب ہاتھ لے جاکر کہا اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی آگے بڑھا دی۔ میں لارڈز کی جانب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چل پڑا تھا۔

ویسے اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ شاید میرے ستارے گردش سے نکل رہے ہیں۔ ابھی تک میں لندن پولیس کی نگاہ میں نہیں آسکا تھا۔ حالانکہ وہ [illegible] میں ہوگی۔ ریٹا پر میں نے بہت بھروسہ کیا تھا لیکن اسے اپنی رہائش گاہ کے بارے نہیں بتایا تھا۔ حالات ابھی تک سکون نہیں لینے دے رہے تھے تاکہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے کچھ کر سکوں۔

دوسرا دن بھی حسب معمول رہا۔ گیارہ بجے پیٹر پہنچ گیا۔ اس بے چارے نے شاید میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن کامیاب نہ ہو سکا تھا اس لیے لارڈز کے سامنے ٹیکسی میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔

"ہیلو پیٹر!"

"ہیلو سر! میں آپ کو تلاش کرنے میں ناکام ہو چکا تھا۔"

"سوری پیٹر! مجھے کچھ دیر ہو گئی۔" میں نے اطراف کا جائزہ لے کر کہا۔ میں گہری نظروں سے اپنے اطراف میں دیکھ چکا تھا۔ حالات پُرسکون ہی نظر آ رہے تھے یا یہ میرا حسنِ نظر تھا۔ میں پیٹر کے ساتھ چل پڑا۔ پیٹر کو میرے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ اس لیے وہ بے چارہ بھی میری آوارہ گردی کا شکار رہا۔ پھر ایک پبلک کال بوتھ سے تھوڑے فاصلے پر میں نے ٹیکسی رکوائی اور بوتھ میں داخل ہو کر ریٹا کے نمبر ڈائل کیے لیکن ریٹا سے فون پر بات نہیں ہو سکی تھی۔

میں واپس ٹیکسی میں آ بیٹھا اور لندن کی سڑکیں ناپنے لگا۔ بہت سی اُلجھنیں سر اُبھار رہی تھیں۔ جیب زیادہ عرصے تک ساتھ نہیں دے سکتی تھی۔ ٹیکسی کا بل ہی بھاری پڑ جاتا۔ میں وہ عیاشی نہ کرتا، اگر لندن کے کاغذات ساتھ ہوتے اور لندن اجنبی نہ ہوتا۔ کم از کم ٹیکسی میں بیٹھ کر قدم قدم پر لوگوں کی رہنمائی کی تو ضرورت نہیں تھی۔

لنچ کے وقت میں نے پیٹر کو واپس لارڈز چلنے کے لیے کہا اور پیٹر نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھے لارڈز پہنچا دیا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے چیف؟" اس نے پوچھا۔

میں نے اسے چند نوٹ دے کر کہا۔ "بس اب میں ہوٹل ہی میں آرام کروں گا، کل ملاقات ہوگی۔ گیارہ بجے کے قریب آجانا۔"

وہ سلام کر کے واپس چلا گیا۔ میں تھکے تھکے قدموں سے اندر چل پڑا۔ طبیعت پر نہ جانے کیوں اضمحلال سا طاری ہو گیا تھا۔ شاید یہ احساس تھا کہ لندن میں اب بُرے دن شروع ہونے والے ہیں۔ ممکن ہے جیل میں ہی گزارنی پڑے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حالات اس سے بھی زیادہ خراب ہو جائیں کیوں کہ ابھی تک کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لندن پولیس، امریکن پولیس کی طرح تیز رفتار نہیں تھی یا پھر میرے معاملے کو اتنا اہم نہیں سمجھا گیا تھا کہ اس پر بھرپور توجہ دی جاتی۔ ورنہ اب تک کچھ نہ کچھ ہو جانا چاہیے تھا۔

ہوٹل کے کمرے میں دیر تک میں انہی خیالات میں سرگرداں رہا۔ میرا ذہن ہیجان کا شکار ہوتا جا رہا تھا۔ کوئی عمل ضروری ہے۔ میں لندن آ چکا ہوں۔ ہر چند کہ یہاں کے حالات خراب تھے اور میرے لیے آزادانہ نقل و حرکت کی گنجائش نہیں تھی لیکن پھر بھی یہ خاموش آوارہ گردی کیا معنی رکھتی تھی جب کہ امریکہ میں یہ بات نہیں تھی۔

کھانے کے بعد ایک بار پھر میں نے ریٹا کو فون کیا لیکن وہ اب بھی موجود نہیں تھی۔ میں ہوٹل میں نہ رُکا اور باہر نکل آیا۔ لندن کی سڑکوں پر پیدل چلتے ہوئے میرا احساس ہو رہا تھا جیسے ہر آنکھ میری طرف متوجہ ہو لیکن میں چلتا رہا پھر ایک قہوہ خانے کے سامنے فٹ پاتھ پر لگے ہوئے اسٹال پر کھڑے ہو کر میں نے چند کتابیں دیکھیں۔ اور ان میں سے کوئی کتاب خریدنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ایک ریک میں لگے ہوئے آج کے اخبار پر نگاہ پڑی۔ بس یونہی ایک نام نظر آیا تھا جسے دیکھ کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے کتاب رکھ کر جلدی سے اخبار ریک سے نکال لیا اور چند شلنگ جیب سے نکال کر کاؤنٹر پر ڈال دیے۔

جوشو کا نام میرے لیے بہت مانوس تھا۔ حالانکہ ضروری نہیں تھا کہ جوشو نام کی صرف ایک ہی شخصیت اس کائنات میں ہو لیکن اس نام سے منسلک تفصیل میں نے پڑھی تو دنگ رہ گیا۔ مجھے اپنی کُند ذہنی پر افسوس ہونے لگا کہ اب تک میں نے مقامی اخبارات کو کیوں نظر انداز کر رکھا تھا۔ جب کہ اخبارات دیکھتے رہنا بے حد ضروری تھا۔ ہاں اخبارات تو خود مجھے میرے حالات سے باخبر رکھنے والے تھے۔

میں اسٹال سے ہٹ کر قہوہ خانے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ایک پُرسکون گوشے میں بیٹھ کر میں نے کافی منگوائی اور اس چھوٹے سے اشتہار کو دیکھنے لگا۔ لکھا تھا:

"کھوئے ہوئے دوست کی تلاش ہے۔

علی! اگر لندن میں ہو تو لیسٹر اسکوائر کی عمارت نمبر بارہ میں آجاؤ۔ تمہارا دوست تمہارے لیے بے چین ہے ____ جوشو!"

میرے علاوہ اور کس کے لیے ہو سکتا تھا یہ اشتہار؟ میرا دوست، میرا ہمدرد جوشو یہاں تک آ پہنچا تھا۔ ذہن میں عجیب عجیب تاثرات اُبھر آئے۔ ساری اُداسی دور ہو گئی۔ جوشو کے لیے دل میں عقیدت پیدا ہو گئی۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو تھوڑی سی شناسائی کو نہ جانے کون کون سے روپ دے دیتے ہیں۔

سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ ان کے سینے میں کون سا دل دھڑکتا ہے۔ جلدی جلدی کافی پی اور پھر بل ادا کر کے اُٹھ گیا۔ اخبار تہ کر کے جیب میں رکھ لیا تھا۔ میں اسی وقت جوشو سے مل لینا چاہتا تھا۔ اس کی آمد کے احساس نے طبیعت میں ایک جولانی سی پیدا کر دی تھی۔ حالانکہ ایک احساس شرمندگی بھی تھا۔ جوشو کے لیے کوئی اچھی رپورٹ نہیں تھی میرے پاس۔ ابھی تک میں لندن میں اپنے لیے کوئی بہتر مقام نہیں بنا سکا تھا۔ اسے یہی بتانا پڑے گا یا پھر ممکن ہے جوشو کو اینڈریو ایلیس کی حقیقت معلوم ہو گئی ہو اور وہ بے چارہ پھر حالات سنبھالنے آ پہنچا ہو لیکن بہت مختصر وقت میں یہ سب کچھ ہو گیا تھا۔ اتنی جلدی یہ سب کچھ کیسے ہوا؟

میں نے لیسٹر اسکوائر کے بارے میں معلوم کیا اور پھر ایک ڈبل ڈیکر بس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ لندن سے ناواقفیت بُری طرح کھل رہی تھی۔ برابر کی نشست پر سیاہ بالوں والی ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ کسی قدر پستہ قامت لیکن پُرکشش تھی۔ لمبے لمبے بال ہوا میں اُڑ رہے تھے۔ وہ یورپی طرز کے خوب صورت لباس میں ملبوس تھی۔

چند ساعت کے بعد اس نے میری طرف دیکھا تو میرے ہونٹوں پر خواہ مخواہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بھی مسکرا دی۔

"ہیلو!" میں نے کہا اور اس نے گردن خم کر دی۔ "موسم کچھ خراب ہے۔"

"ایسا زیادہ بھی نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں؟"

"ٹریفم۔"

"کیا لیسٹر اسکوائر راستے میں پڑتا ہے؟"

"ہاں۔ آپ اجنبی ہیں؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"سیاح ہوں۔"

"اوہ۔ کون سے ملک سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"پاکستانی ہوں۔"

"خوب۔" اس بار وہ دل سے مسکرائی۔ "لیسٹر اسکوائر پر اتریں گے آپ؟"

"جی۔" میں نے جواب دیا۔

"تیسرا اسٹاپ ہوگا۔"

میں نے شکریہ ادا کر کے گردن ہلا دی پھر پوچھا۔ "آپ بھی مقامی نہیں معلوم ہوتیں؟"

"میں یورپ اور افریقہ کا امتزاج ہوں۔" اس نے انکشاف کیا۔

"کیا مطلب؟"

"ماں برطانوی، باپ افریقی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا اور خاموش ہو گیا۔ اس کے سیاہ بال اور سیاہ آنکھیں، اس سیاہ و سفید امتزاج کا مظہر تھے۔ بہرحال اس سے زیادہ چھان بین بے سود تھی۔ میں جانتا تھا کہ اسے دوست بنانے میں کوئی دقت نہیں ہوگی لیکن فائدہ؟ میں تو خود زیادہ لوگوں سے بچنا چاہتا تھا۔

تیسرے اسٹاپ پر میں نے بس چھوڑ دی۔ اب عمارت نمبر بارہ کی تلاش تھی۔ اس سلسلے میں بھی ایک راہ گیر سے مدد لی اور اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ نمبر نو ہے۔ اسی تناسب سے دس اور گیارہ چھوڑ دیں، بارہویں عمارت مل جائے گی۔" میں شکریہ ادا کر کے آگے بڑھ گیا۔ بارہ نمبر عمارت خاصی کشادہ اور خوب صورت تھی۔ بڑا گیٹ دونوں طرف سے سُرخ گملوں سے لدا ہوا تھا اور گیٹ پر بائیں سمت بیل لگی ہوئی تھی۔

میں نے دھڑکتے دل سے کال بیل پر انگلی رکھ دی اور چند ساعت کے بعد ایک دراز قامت شخص گیٹ پر آ گیا۔ اس کے خدوخال چینیوں کے سے تھے لیکن قد و قامت سے وہ عام چینیوں سے مختلف لگ رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور چونک پڑا پھر مسکرا کر جھک گیا۔

"مسٹر علی!" اس نے کہا اور دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اس کے انداز میں احترام تھا۔ میں گہری سانس لے کر اندر داخل ہو گیا۔ "تشریف لائیے جناب! میں نے آپ کا نام غلط تو نہیں لیا؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں لیکن مجھے تعجب ہے۔" میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیوں جناب؟"

"آپ مجھے کس طرح پہچان گئے؟"

"ہمارے پاس آپ کی تصویر موجود ہے۔ لندن میں تقریباً بیس افراد آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔"

"خوب۔ مسٹر جوشو کہاں ہیں؟"

"اس وقت موجود نہیں ہیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد پہنچ جائیں گے۔ انہیں آپ کے آنے کی اطلاع دے دی جائے گی۔"

اس نے ایک خوب صورت ڈرائنگ روم کھول دیا اور میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"میں اطلاع دے دوں۔" اس نے اجازت چاہی اور میں نے گردن ہلا دی۔ دراز قامت چینی باہر نکل گیا تھا۔ میں جوشو کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس شریف النفس شخص نے میرے لیے جس قدر جدوجہد کی تھی، کبھی فراموش نہیں کی جا سکتی تھی۔ میں بھلا اسے اس کے احسانات کا کیا صلہ دے سکتا تھا۔ دیر تک میں ڈرائنگ روم کا جائزہ لیتے ہوئے خیالات میں کھویا رہا۔

پھر دروازے پر آہٹ ہوئی اور دو چینی نوجوان اندر داخل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو گئے۔ انھوں نے جھک کر تعظیم کی اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔"تشریف لائیے جناب!" اور میں اُٹھ گیا۔

"کیا مسٹر جوشو آ گئے؟" میں نے پوچھا۔

جی ہاں۔ کچھ دیر کے بعد وہ آپ سے ملاقات کریں گے۔" اسی چینی نے جواب دیا اور میں خاموشی سے چلتا ہوا ایک دوسرے کمرے کے دروازے پر آ گیا جو ایک طویل راہداری کے آخری سرے پر تھا۔

چینیوں میں سے ایک نے آگے بڑھ کر احترام سے دروازہ کھول دیا اور مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

یہ ایک ٹھنڈا اور خوب صورت کمرہ تھا۔ خوشگوار خنکی پھیلی ہوئی تھی، فرش پر قیمتی قالین بچھا ہوا تھا اور اُسی کی مناسبت سے فرنیچر بھی اعلیٰ درجے کا تھا۔

"آپ آرام کریں اگر غسل کرنا چاہیں تو وہ باتھ روم موجود ہے اس کے علاوہ کسی چیز کی حاجت ہو تو ....."

"کیا مسٹر جوشو سے ملاقات میں دیر لگے گی؟"

"تھوڑی دیر... وہ یہاں موجود نہیں تھے۔ اُنھیں آپ کے آنے کی اطلاع دے دی گئی ہے، بس پہنچنے والے ہوں گے۔" اس چینی نے کہا اور میں ایک آرام دہ صوفے کی طرف بڑھ گیا۔ دونوں چینی گردن خم کر کے باہر نکل گئے تھے۔ میں خاموش بیٹھا رہا۔ لیکن اس طرح تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا، بوریت ہونے لگی تھی۔ دراصل مسٹر جوشو سے ملاقات کی اتنی جلدی تھی کہ مجھے یہ تاخیر ناگوار لگنے لگی تھی پھر میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کھڑکی کی طرف بڑھ گیا جس پر پردہ لہرا رہا تھا۔ میں نے پردہ سرکایا اور کھڑکی کی چٹخنی کھولنے کی کوشش کی لیکن کھڑکی باہر سے بند تھی۔ عجیب طرز کی کھڑکی تھی، بے حد مضبوط۔ اس میں شیشے بھی نہیں تھے لیکن اس کے باہر سے بند ہونے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔

میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا اور کمرے کی دوسری چیزوں کو دیکھنے لگا۔ غسل خانے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ خوبصورت غسل خانہ تھا۔ پھر دروازے پر آ گیا اور اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن دروازہ بھی باہر سے بند تھا۔ تب پہلی بار مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ دروازہ کیوں بند ہے؟

میں نے دیواروں پر کوئی ایسا بٹن تلاش کیا، جسے دبا کر کسی کو بلایا جا سکے۔ لیکن ایسا کوئی بٹن بھی نظر نہیں آیا۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں تو ایک طرح سے یہاں قید ہو گیا ہوں ــ لیکن کیوں؟ آخر کیوں؟ میں نے دروازہ زور زور سے بجایا اور کسی کے قدموں کی چاپ سننے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن کوئی چاپ نہ سنائی دی عقل سے اس قدر پیدل بھی نہ تھا کہ اس انوکھی صورتحال کا اندازہ بھی نہ کر سکتا۔ جیب سے اخبار نکال کر اس چھوٹے سے اشتہار کو کئی بار دیکھا، جو شو کی طرف سے تھا اور میرے لیے ہی تھا۔ یہ جگہ بھی صحیح تھی جہاں میں آیا تھا لیکن یہ کیا اسرار ہے؟ یہ کیا ہو گیا؟ یہ جوشو کا کیسا اقدام ہے؟

ذہن مختلف سوالوں میں الجھ گیا۔ ایک بار پھر دروازے کو زور زور سے پیٹا۔ لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی اور اب میرے ذہن نے کسی خطرے کی گردان شروع کر دی تھی لیکن خطرہ کیا تھا؟ یہ بات ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ میں دوبارہ آرام کرسی پر آ بیٹھا۔ لے دے کے ایک ہی بات ذہن میں آتی تھی۔ جوشو کسی طرح روشنی میں آ گیا ہے میرے لندن پہنچنے کی خبر کسی طرح دوسروں کو مل گئی ہے اور شاید میں دشمن کے ہتھے چڑھ گیا ہوں۔

وقت گزرتا گیا۔ اس دوران میں کئی بار دروازے کے پاس گیا اسے پیٹا لیکن یوں لگتا تھا جیسے وہاں کوئی موجود نہ ہو۔ تھک ہار کر دوبارہ اپنی جگہ آ بیٹھا اور پھر کئی گھنٹے گزر گئے۔

اس وقت رات ہو گئی تھی جب کمرے کے دروازے پر آہٹ ہوئی۔ میں چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن میں نے اُٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر گھس آئے۔ اُن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں جن کی نالیں میری طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ پھر ایک تیسرا شخص اندر آیا۔ یہ وہی دراز قامت چینی تھا جو سب سے پہلے مجھے ملا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا میرے پاس آ گیا۔ دونوں اسٹین گن والے کونوں میں مستعد کھڑے ہو گئے تھے۔

"اٹھو!" چینی نے کہا۔ اس کا لہجہ کرخت تھا۔ میں کھڑا ہو گیا۔" ہاتھ اُوپر کرو۔" اس نے پھر کہا اور میں نے ایک بات محسوس کی۔ جب پہلی بار اُس نے مجھ سے بات کی تھی تو اس کے لہجے میں تبدیلی تھی۔ وہ چینیوں کے سے انداز میں انگلش بول رہا تھا لیکن اس وقت اس کا لہجہ خالص امریکن تھا۔ میں نے ہاتھ بلند کیے تو اس نے میری جیبوں کی تلاشی لی لیکن میرے پاس اسلحہ نہیں تھا۔ تاہم اسے جو کچھ ملا، اس نے نکال کر ایک طرف رکھ دیا۔

آخر میں چوتھا آدمی اندر داخل ہوا۔ کشادہ جسم اور چوڑے چہرے والا ایک خطرناک صورت امریکن، جس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے شعلے اُبل رہے تھے۔ وہ مجھے گھورتا ہوا میرے نزدیک آیا اور دفعتاً اس کا اُلٹا ہاتھ میرے منہ پر پڑا۔ اس غیر متوقع ضرب سے میں لڑکھڑا کر صوفے پر گر پڑا تھا۔ قوی ہیکل آدمی آگے بڑھا اور اس نے میرا گریبان پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیا۔ اس کی دہکتی ہوئی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور باریک ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔

شعلہ بار آنکھیں مجھے گھورتی رہیں۔ میری کیفیت بھی زیادہ بہتر نہیں تھی۔ دل چاہ رہا تھا کہ اِن خرستیوں کا مناسب جواب دوں لیکن خود کو اس جنوں خیزی سے باز رکھا۔ ضروری نہیں تھا کہ ہر جگہ مجھے ہی کامیابی نصیب ہوتی، دوسرے بھی ذہن رکھتے ہیں، ہاتھ پاؤں رکھتے ہیں اور پھر اِس وقت تو حالات ہی بدلے ہوئے تھے میں نہایت اطمینان سے چوہے دان میں پھنس گیا تھا۔ اب احساس ہو رہا تھا کہ..... بے شک ابھی میری ذہنی تربیت مکمل نہیں ہوئی ہے میں کامیابی سے امریکن پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر لندن آ گیا تھا۔ لیکن لندن کی کیفیت بھی میرے لیے امریکہ سے مختلف نہیں تھی۔ ابھی تک میں قدم نہیں جما سکا تھا اپنے لیے کوئی محفوظ مقام نہیں تلاش کر سکا تھا۔ مجھے ان حالات سے سبق لے کر اور محتاط ہو جانا چاہیے تھا، ہر جگہ پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا تھا۔ جوشو کے نام پر دوڑے چلے آنا دانشمندی تو نہیں تھی۔ جوشو امریکہ میں رہنے والا چینی تھا اس نے بیشک نہایت کامیابی سے مجھے لندن پہنچا دیا تھا لیکن امریکی پولیس احمق تو نہیں تھی، اس کا جوشو تک پہنچ جانا ناممکن نہیں تھا۔ اور یہی ہوا تھا۔ حالات بتا رہے تھے کہ جوشو امریکی پولیس کی نگاہوں میں آ گیا تھا۔ ورنہ اِس کے حوالے سے میرے لیے چوہے دان تیار نہ کیا جاتا۔

"خادم کو ادلیو ہاورڈ کہتے ہیں۔" قوی ہیکل شخص نے نہایت نرم آواز میں کہا۔ میرا گریبان اب تک اس کے چوڑے ہاتھ کے شکنجے میں دبا ہوا تھا۔ موجودہ سچویشن اور اس کے فدویانہ الفاظ ایک مضحکہ خیز نوعیت کے حامل تھے۔ دفعتاً میرے ذہن کی کیفیت بھی بدل گئی۔

"آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی مسٹر ہاورڈ!" میں نے خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ ویسے ہاورڈ کا نام میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ جوشو مجھے اس کے بارے میں بتا چکا تھا۔ وہ بھی نسلاً یہودی تھا اور اس نے میری گرفتاری کا بیڑا اٹھایا تھا۔

"ابھی مزید مسرت ہو گی۔" اس نے مجھے صوفے پر دھکا دیا۔

"یقیناً یقیناً۔ مجھے پوری پوری امید ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہاورڈ گھوم کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ اِن لوگوں نے اس دوران چہروں سے ماسک اتار دیے تھے اور اب وہ چینیوں کے بجائے امریکن نظر آ رہے تھے۔ ہاورڈ پیچھے ہٹ کر ایک صوفے کی پشت سے جا ٹکا۔ اس کی سُرخ چمکیلی آنکھیں اب بھی مجھے گھور رہی تھیں اور اس کے پتلے ہونٹوں پر سفاک مسکراہٹ تھی۔ تب میں نے محسوس کیا کہ اِس منحوس یہودی کی آنکھوں کی یہ سُرخی دائمی ہے اس کا تعلق غصے سے نہیں تھا۔

"اور تمہارا نام تو کسی تعارف کا محتاج ہی نہیں ہے، کیا خیال ہے؟" اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شکریہ کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں؟" میں نے محتاط لہجے میں کہا۔

"غالباً تم نے پورے اسرائیل کو تباہ کرنے کا عزم کیا ہے؟" وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔

"کاش مسٹر ہاورڈ! میں ایسا کر سکتا۔" میرے لہجے سے کئی شدید تمناؤں کا عکس جھلک رہا تھا۔

"نہیں کر سکتے۔ پورے عالم اسلام کی یہی کیفیت ہے لیکن سب مجبور ہیں۔ آنے والے وقت میں یہ مجبوریاں بڑھتی جائیں گی اور اسرائیل وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے گا۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لیے کہ تمہارے درمیان ہاورڈ جیسے لوگ نہیں ہیں۔"

"اوہ! آپ سے مل کر دوبارہ خوشی ہوئی مسٹر ہاورڈ!" میں نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں کہا۔

لیکن وہ مسکراتا رہا ــ "تم نے ایبرن ہال میں ہیرو بننے کی کوشش کی تھی۔ اس کے بعد تم نے چند نوجوانوں کو اور ہالی ووڈ میں چند مذہبی لوگوں کو قتل کیا۔ ابھی تک تمہیں فلسطینی قزاقوں کا سہارا نہیں ملا، کیا بات ہے؟"

"میں نے کوشش نہیں کی۔"

"کیوں؟" ہاورڈ نے پوچھا۔

"اس لیے کہ میرے دل میں یہ خواہش ہی پیدا نہیں ہوئی۔"

"کیا پروگرام تھا تمہارا؟" ہاورڈ پوچھ رہا تھا۔

"میں خاموشی سے پاکستان نکل جانا چاہتا تھا۔" میں نے کہا۔

"حساب کتاب کیے بغیر؟" ہاورڈ کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"ہاں، ایسا ہی ارادہ تھا۔" میں مسکرا کر بولا۔

"کیا امریکی انتظامیہ اتنی ہی احمق ہے؟" ہاورڈ بولا۔

"واسطہ نہیں پڑا کبھی اس سے۔" میں نے گہری سانس لے کر جواب دیا۔

"اور واسطہ پڑا بھی تو چند احمق لوگوں سے جنہوں نے تمہاری سطح کا غلط اندازہ لگایا اور بلند پروازی سے کام لیا۔ انہیں چاہیے تھا کہ تمہیں کسی چھوٹے سے چوہے دان میں پھانسنے کی کوشش کرتے۔ بہر حال صورتِ حال بدل گئی ہے۔ میں تم سے کچھ معلومات چاہتا ہوں، مجھے یقین ہے کہ میرے سوالات کے درست جواب دو گے۔"

"کوشش کروں گا۔" میں نے بے نیازی سے کہا۔

"جوشو سے تمہارا کیا تعلق ہے؟" ہاورڈ نے پوچھا۔

"کون جوشو؟" میں نے سوال کیا اور ادلیو ہاورڈ کی کیفیت ایک دم بدل گئی۔ وہ بے چینی سے ہاتھ ملنے لگا۔ اس کے بدن میں جنبش ہوئی جیسے کسی اضطراب کو دبانے کی کوشش کر رہا ہو لیکن پھر فوراً ہی اس نے خود کو سنبھال لیا۔

"تمہاری موت میرے لیے ایک اہم فریضہ ہے جسے میں یقیناً انجام دوں گا لیکن تم میرے لیے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے، میں جس وقت چاہوں گا تمہیں کسی چیونٹی کی طرح مسل دوں گا۔ اصل مسئلہ کچھ اور ہے۔ حکومتِ امریکہ کی اس پالیسی سے مجھے شدید اختلاف ہے کہ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے ریاست ہائے متحدہ میں چینیوں کو بڑی مراعات دے رکھی ہیں میں اس نسل سے دلی نفرت رکھتا ہوں۔ اس نے امن پسندی کا جو ڈھونگ رچا رکھا ہے وہ فراڈ ہے اور یقین کرو میں اس فراڈ کو ناکام بنا دوں گا میں ان کی صحیح تصویر حکومت کو پیش کر کے اُسے اس بات پر مجبور کر دوں گا کہ امریکہ میں ایک بھی چینی نہ رہنے دیا جائے اور میرے دوست تم اس کام کے لیے ایک بہترین آدمی ثابت ہو گے۔"

"تم یہودی دنیا میں کسی سے محبت بھی کرتے ہو؟ مجھے اس بات کا جواب دے دو" میں نے کہا۔

"اس کا جواب وقت دے گا۔ وہ وقت جب دنیا پر اسرائیل کی حکومت ہو گی، صرف اسرائیل کی۔" ہاورڈ کا لہجہ وحشیانہ تھا۔

"اور ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ یہ میرا ایمان ہے" میں نے کہا۔

جواباً ہاورڈ نے ایک مجنونانہ قہقہہ لگایا "وقت بتائے گا، صرف وقت۔"

"وقت بہت کچھ بتائے گا مسٹر ہاورڈ! دیکھتے رہو۔"

"اور تم لوگ!" ہاورڈ نے جیسے میری بات ہی نہیں سُنی تھی "تم لوگ بھی یاد کرو گے کہ کسی سے واسطہ پڑا تھا۔ ایبرن ہال میں بے سروپا تقریر کر کے تم نے پاکستانیوں کے خلاف خود نیا محاذ کھول دیا ہے۔ تمہارے لیے بھی بہت کچھ ہو رہا ہے۔ بہرحال، یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ پہلی بار امریکہ میں ایک مقتدر چینی میرے جال میں پھنسا ہے میں دیکھوں گا کہ وہ کس قدر ذہین ہے۔ میں بالآخر اس کچھوے کو اس کے خول سے نکال لوں گا کب تک چھپا رہے گا وہ۔ اور تم میری مدد کرو گے۔"

"مجھے کسی کچھوے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جوشو سے تمہاری ملاقات کب اور کیسے ہوئی، کیا تمہارے سفارت خانے نے اُسے تمہاری مدد پر آمادہ کیا تھا؟" ہاورڈ نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے تھے۔

"یہ بات تم میرے سفارت خانے سے کیوں معلوم نہیں کرتے؟" میں نے سادگی سے کہا۔

"وہاں سے بھی معلوم کر لی جائے گی۔ تمہارا کیا جواب ہے؟" ہاورڈ کا لہجہ زہر آلود تھا۔

"صرف یہ کہ میں جوشو نامی کسی چینی سے واقف نہیں ہوں۔"

"امریکہ سے انگلستان کس طرح آئے؟" ہاورڈ نے زاویہ بدل کر پوچھا۔

"جس طرح بھی ممکن ہو سکا میں اس سلسلے میں تفصیلات بتانا پسند نہیں کرتا" میں نے سرسری سا جواب دیا۔

"مسٹر علی تم اتنا ضرور سمجھ لیے ہوئے کہ میں نے اب تک جو کیا ہے، اس کی ایک ٹھوس حیثیت ہے ورنہ جوشو کے نام پر تم دوڑے نہ چلے آتے تمہاری آمد اس بات کا اعلان ہے کہ ہم صحیح خطوط پر چل رہے ہیں۔ بہرحال تمہاری زبان کھلوانا میرے لیے ایک کھیل کی حیثیت رکھتا ہے تمہارا یک ایک عضو میری باتوں کا جواب دے گا اس کے لیے انتظار کرو میں تمہیں تمہارے دوستوں کے ساتھ جہنم رسید کر دوں گا" ہاورڈ اب بدتمیزی پر اتر آیا تھا۔

"یہ تمہاری مرضی ہے ہاورڈ!" میں نے سکون سے جواب دیا۔ اولیو ہاورڈ پھر نارمل ہو گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر پُرسکون مسکراہٹ پھیل گئی تھی نہ جانے اس کے ذہن میں کون سے نئے منصوبے نے جنم لیا تھا۔

اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا "بہتر ہے مسٹر علی کو آرام کرنے دیا جائے۔ اس طرح انہیں اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گی۔"

وہ اٹھا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ دروازہ باہر سے بند ہو گیا تھا۔ میں اس کی اس غیر متوقع حرکت پر۔۔۔ حیران رہ گیا تھا لیکن خود کو اتنا معصوم ظاہر کرنا بھی موت کو جلد بلانے کے مترادف تھا۔ کم از کم اتنی بات تو سمجھ ہی لینی چاہیے تھی کہ کوئی نیا منصوبہ ہاورڈ کے ذہن میں آیا ہے، جس نے فوری طور پر اس کے رویے میں تبدیلی پیدا کر دی ہے اور یہ نیا منصوبہ ۔۔۔۔؟

میں نے اولیو ہاورڈ کی خواہش کے مطابق آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا اور مسہری پر لیٹ کر ان حالات پر غور کرنے لگا۔ ہاورڈ کیا چاہتا ہے؟ اس نے بتایا تھا کہ وہ امریکہ میں آباد چینیوں سے نفرت کرتا ہے، یہودی وحشی۔ میری ذہنی رَو جوشو کی طرف چلی گئی ایک نرم خو مہربان اور محبت کرنے والا انسان۔ کمبخت اولیو ہاورڈ نہ جانے کس طرح اس کی بُو پا گیا۔ اب اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں رہ گیا تھا کہ ہاورڈ نے کسی نہ کسی طرح تفصیل معلوم کر لی ہے لیکن اندازہ یہ ہوتا تھا کہ وہ ابھی تک جوشو پر ہاتھ نہیں ڈال سکا تھا۔

اوہ، اس کا مطلب ہے کہ مجھ سے بڑی حماقت ہوئی ہے، جوشو کے اشتہار پر مجھے یوں ناک کی سیدھ میں نہیں چلے آنا چاہیے تھا بلکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ پہلے میں اس عمارت کے گرد چکر لگا کر یہاں کے حالات معلوم کرتا اور اس کے بعد اگر مطمئن ہوتا تو پھر جوشو سے ملاقات کرنے کی کوشش کرتا لیکن میں نے حماقت کی اور جوشو کی پوزیشن بھی خراب کر دی۔

مجھے شدید افسوس ہونے لگا۔ ممکن ہے جوشو نے سرے سے میرے وجود کو تسلیم کرنے ہی سے انکار کر دیا ہو اور معاملہ صرف میری گرفتاری پر منحصر ہو۔ میرا اس طرح چلے آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ میرا تعلق جوشو سے تھا۔ احساسِ حماقت سے میرے ذہن میں چنگاریاں بھر گئیں، مجھے خود پر شدید غصہ آنے لگا۔ میں نے اپنی بے وقوفی سے ایک انتہائی مخلص دوست کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ یہ تو کوئی بات

نہیں ہوئی۔ سارا معاملہ میرا ذاتی ہے۔ دوسروں کو میرے اس جذبے سے کوئی فائدہ نہیں ہوا ہے بلکہ میرے دوست میری وجہ سے مشکلات کا شکار ہو رہے ہیں۔ مجھے پہلے اپنی ذہنی پہنچ، اپنی صلاحیتوں کا جائزہ لینا چاہیے۔ جذبے تو ہر سینے میں موجزن ہوتے ہیں صرف جذبات سے ہی تو کام نہیں چلتا اور بھی بہت سی چیزوں کی ضرورت ہے اگر میری کارکردگی اتنی ہی شاندار رہی تو میں اپنی حماقتوں سے تنظیم کو بھی نقصان پہنچاؤں گا۔ ایبرن ہال کی پُرجوش تقریر ٹھیک تھی۔ میں حقیقتوں کو جھوٹ میں ملفوف نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کے بعد میں نے شہناز کے قاتلوں کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا تھا۔ یہ کھیل ختم ہو جانا چاہیے تھا۔ مجھے امریکن پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہو کر بجلی کی کرسی پر بیٹھ جانا چاہیے تھا یا اس سے مقابلہ کرتے ہوئے گولی کا شکار ہو جانا چاہیے تھا یا اگر یہ سب کچھ نہیں تو اپنی صلاحیتوں پر انحصار کرنا چاہیے تھا نہ کہ دوستوں کو اپنے جذبوں کا شکار بناتا پھروں۔ یہ تو انتہائی احمقانہ حرکت ہے۔ مجھے چاہیے کہ خود کو آزماؤں اور اپنے بارے میں خود ہی فیصلہ کر لوں۔ اگر اس قابل نہیں ہوں تو پھر مجھے مر جانا چاہیے۔

یہ احساسات ایک جنون کی شکل اختیار کر گئے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب ہاورڈ کی قید مجھے گوارا نہیں تھی۔ میں خود کو آزمانے پر تُل گیا تھا۔ میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی، مجھے قید کرنے والے احمق نہیں تھے کہ ایسی جگہ قید کر دیتے جہاں سے فرار ہونے میں آسانی ہوتی۔ کمرے میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی صرف ایک دروازہ تھا جو باہر سے بند تھا۔

میں اس دروازے کے پاس پہنچ گیا اور پھر دروازے پر دستک دی۔ میری دستک پر باہر سے آواز آئی "کیا بات ہے؟"

"دروازہ کھولو! بہت ضروری کام ہے" میں نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا اور چند ساعت کے بعد دروازہ کھل گیا۔ دو آدمی تھے جن کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول نمایاں تھے، وہ مجھے مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور پوری طرح محتاط تھے۔

"یہ۔ یہ لاش کس کی ہے اور اسے یہاں کیوں رکھا گیا ہے؟" میں نے خوفزدہ انداز میں کہا اور میرا جادو چل گیا۔ اس انوکھی اور ناقابلِ یقین بات پر ان کی توجہ مجھ پر سے ہٹ گئی اور وہ کسی نہ کسی کمرے میں گھس آئے۔ بس میں اتنا ہی چاہتا تھا۔ میں نے بڑی مہارت سے ان کے پستولوں پر ہاتھ مارے اور میں پستول ان کے ہاتھوں سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان کے حلق سے بے اختیار آوازیں نکل گئیں لیکن اب بھلا انہیں سنبھلنے کا موقع کس طرح دیا جا سکتا تھا۔ اس وقت کسی باقاعدہ جنگ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں نے ان میں سے ایک کی گردن پکڑ کر اس کا سر دیوار سے دے مارا۔ دوسرے نے عقب سے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ اس کا گھونسا میری گدی پر پڑا اور میری آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ اس کے ساتھ ہی عقبی حملہ آور نے میرا کالر پکڑ کر پیچھے کھینچا لیکن توازن برقرار نہ رکھ سکا اور میں اس سے اُلجھا ہوا اسی پر ڈھیر ہو گیا۔

یہ موقع بھی تقدیر سے ملا تھا۔ میں سانپ کی طرح پلٹا اور میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن پکڑ لی۔ دوسرے آدمی سے میں بے خبر ہو گیا تھا جسے میں نے دیوار سے ٹکرا دیا تھا۔ وہ کمر ٹوٹے سانپ کی طرح زمین سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پیشانی کا خون اس کی آنکھوں میں بھر گیا تھا جس کی وجہ سے وہ اندھا ہو گیا تھا۔ دروازے کی طرف بڑھنے کے بجائے وہ اندر چل پڑا۔ اس دوران میری گرفت میں دبے ہوئے شخص کی جدوجہد ختم ہو چکی تھی چنانچہ اسے چھوڑ کر میں نے اس کمر ٹوٹے سانپ کو سنبھال لیا اور میرے دو گھونسے اسے بھی اپنے ساتھی کے قریب لٹانے میں کامیاب ہو گئے۔

میں تو اب تمام احتیاطی قیود سے آزاد تھا۔ اس بات کا اندازہ لگانے کی ضرورت بھی نہیں تھی کہ باہر ان کے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے یا نہیں۔ البتہ میں ان دونوں کے پستول اپنے قبضے میں کرنا نہیں بھولا تھا۔ دونوں پستول بھرے ہوئے تھے اور ان میں بارہ گولیاں موجود تھیں۔ ویسے ان کی جیبوں میں کرنسی بہت کم تھی، نہ ہونے کے برابر تاہم کام چل سکتا تھا۔ پستول سنبھالے ہوئے میں باہر نکل آیا۔ راہداری میں ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی، اس روشنی میں اور کوئی نظر نہیں آیا۔ قالین بچھا ہوا تھا جس کی وجہ سے قدموں کی چاپ بھی نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میں راہداری کے موڑ پر آیا اور پھر دوسری طرف گھوم گیا۔ یہاں سے تین سیڑھیاں نیچے پختہ فرش تک گئی تھی جو عمارت کا کھلا حصہ تھا۔ میں ان سے نیچے اُتر گیا اور پھر بغلی دیوار سے کُود کر باہر نکل آیا۔

کُہر آج گہری نہیں تھی اور سڑکیں کسی قدر روشن نظر آ رہی تھیں۔ میں سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر چلتا رہا۔ میری حیثیت مشکوک تھی اگر گشتی پولیس والے مجھے دیکھ لیتے تو پوچھ گچھ کر سکتے تھے، اس لیے میں حتی الامکان محتاط ہو کر چل رہا تھا۔ ایک چوک کے دوسرے سرے پر نیون سائن لگا ہوا تھا جس پر ٹیکسی اسٹیشن کے الفاظ نمایاں نظر آ رہے تھے۔

میں اس طرف بڑھ گیا۔ اور ایک ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر میرے پاس آ گئی۔ ڈرائیور نے شاید میری ضرورت محسوس کر لی تھی میں ٹیکسی کا عقبی دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"پکاڈلی" میں نے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی رات کے اس وقت پکاڈلی کا نام موزوں ترین تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ڈرائیور کو کوئی شبہ نہیں ہو گا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

روشنیوں سے جگمگاتے پکاڈلی سرکس کے پاس اُتر کر میں مست لوگوں کے سے انداز میں جھومتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ٹیکسی واپس مڑ کر چل پڑی تھی۔ میں ایک فٹ پاتھ پر کھڑے ہو کر اُس کی سُرخ روشنیوں کے اوجھل ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اسی وقت بائیں سمت سے کسی نے میرا بازو تھام لیا اور میں بدن میں سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔

بمشکل تمام میں نے گھوم کر دیکھا لیکن خوشبوؤں سے نہائی، میک اَپ میں مکمل بسی ہوئی ایک لڑکی کو دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔ وہ لڑکھڑاتے لہجے میں بولی۔

"تم اس وقت میری تلاش میں ہو، میں جانتی ہوں۔ اچھی طرح جانتی ہوں۔" وہ بہکے بہکے انداز میں کہنے لگی۔

"میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر اسی کے سے انداز میں بولا "تمہارا خیال درست ہے۔"

"تو آؤ چلیں، یہاں بڑا دھواں ہے، بڑی گھٹن ہے آؤ چلیں۔"

"گاڑی ہے تمہارے پاس؟" میں نے اس کے پرس کو دیکھ کر پوچھا۔

"وہ ٹیکسی اسٹینڈ ہے۔ ٹیکسی! اے ٹیکسی!" اس نے ہاتھ نچا کر چٹکی بجائی شاید کوئی مخصوص انداز تھا کیوں کہ فوراً ہی۔۔۔۔۔ ایک ٹیکسی ہمارے قریب آکر رُک گئی میں نے دروازہ کھولا اور لڑکی اندر بیٹھ گئی۔

"سوہو۔" میں نے اس کے برابر بیٹھ کر کہا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ لڑکی آؤٹ ہو چکی تھی ٹیکسی میں بیٹھتے ہی اس نے نشست سے ٹیک کر آنکھیں بند کرلی تھیں اور میں نے اطمینان سے اس کا پرس اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا تھا اور پھر میرا ایک ہاتھ اُسے کھول کر اندرونی چیزیں ٹٹول رہا تھا۔

کرنسی کا قحط یہاں بھی تھا۔ کاغذ ٹائپ کی جو چیز محسوس ہوئی، اُسے نکال کر میں نے جیب میں ٹھونس لیا اور پرس واپس رکھ دیا۔ سوہو کی ایک سڑک پر میں نے ٹیکسی رکوا لی اور لڑکی کو سنبھالے نیچے اُتر گیا۔ ڈرائیور کو بل دے کر میں لڑکی کو سہارا دے کر آگے بڑھ گیا۔ ذہنی ہیجان کم ہو گیا تھا اور اب میں سنبھل کر کام کر سکتا تھا چنانچہ میری نگاہیں کسی مناسب جگہ کی تلاش میں ادھر اُدھر بھٹکنے لگیں۔ تھوڑی دور پر ایک پب، نظر آیا۔ اور میں نے اس طرف قدم بڑھا دیے۔ لڑکی لڑکھڑاتی ہوئی میرے ساتھ ساتھ چل پڑی تھی۔ پب کے قریب پہنچ کر میں نے اُسے ایک کرسی پر بٹھایا اور خود اس طرح آگے بڑھ گیا جیسے کسی خاص مقصد کے تحت جا رہا ہوں لڑکی نے دونوں کہنیاں میز پر رکھ کر ہاتھوں پر سر ٹکا لیا تھا میں اطمینان سے پب کی عقبی سمت آیا اور پھر یہاں سے بھی چل پڑا کچھ دیر کے بعد ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر میں لارڈز جا رہا تھا۔ اب مجھے یقین تھا کہ ہاورڈ آسانی سے میرا پتا نہیں لگا سکتا۔

رات کے ڈھائی بجے تھے۔ لفٹ بند ہو چکی تھی۔ میں سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر پہنچا اور جب اپنی منزل پر پہنچا تو دفعتاً میرا دِل دھک سے رہ گیا۔ میرے پاس تو کمرے کی چابی بھی نہیں تھی۔ یہ چابی دوسری چیزوں کے ساتھ ہاورڈ کے آدمیوں نے نکال لی تھی۔ اگر نیچے ہی یاد آجاتا تو کاؤنٹر سے ڈپلی کیٹ چابی لے لیتا۔

میری نگاہ اپنے کمرے کی طرف اٹھ گئی۔ ایک بار پھر میرے ذہن کو زبردست جھٹکا لگا۔ بیرونی دروازے کے نیچے سے روشنی کی کرنیں جھانک رہی تھیں۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی اندر موجود ہے۔ کون ہے کیا ہاورڈ اور اس کے آدمی؟ ظاہر ہے انہیں ہوٹل کی چابی مل گئی تھی لیکن یہ ممکن نہیں تھا وہ جادوگر تو نہیں ہو گئے کہ آن کی آن میں وہاں پہنچ جائیں اور پھر چابی پر ایسا کوئی نشان بھی نہیں تھا جس سے فوراً اندازہ ہو جائے کہ وہ لارڈز کے کس کمرے کی چابی ہے۔ وہ ہاورڈ یا اس کے آدمی نہیں ہو سکتے۔ پھر کون ہے؟

میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا۔ پستول نکال کر ہاتھ میں لیا اور بلی کی طرح دبے قدموں دروازے پر پہنچ گیا اور پھر ایک لمحہ تامل کرنے کے بعد میں نے پوری قوت سے دروازے پر ٹھوکر ماری اور اندر گھس گیا۔

برقی آتشدان کے قریب آرام دہ کوچ پر ایک خوبصورت لڑکی دراز تھی، گہرے نیلے رنگ کے کپڑوں میں ملبوس اس لڑکی کو ایک لمحے کے لیے میں نہ پہچان سکا۔ وہ شاید سو گئی تھی لیکن دروازے کی زوردار آواز سے اُس کی آنکھ کھل گئی اور نیند میں ڈوبی گلابی آنکھوں سے وہ مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے اپنی لمبی لمبی مخروطی انگلیوں سے اپنے چہرے پر آنے والے بال سنوارے اور میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ اب میں اسے پہچان گیا، وہ ریٹا ہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے وہ بکا بکا سی مجھے دیکھتی رہ گئی پھر اس کے ہونٹوں پر تھکی تھکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو مارک!" اس نے بوجھل آواز میں کہا۔

"ہیلو!" میں سرد لہجے میں بولا۔

"براہِ کرم دروازہ بند کردو۔" وہ پھر بولی اور میں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا پھر اُسے بند کر دیا۔

"میں تقریباً تین گھنٹے سے انتظار کر رہی تھی پھر مجھے نیند آگئی۔"

"تمہاری یہاں موجودگی میرے لیے تعجب خیز ہے ریٹا!"

"فطری بات ہے۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تمہیں اس کمرے کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا؟" میں نے پوچھا "میں تمہاری طرف سے غافل نہیں تھی۔ تمہارا تعاقب کرکے میں نے یہ جگہ معلوم کرلی تھی۔" اس نے جواب دیا۔

"کب؟" میں نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"جب تم مجھ سے ملنے آئے تھے بہرحال تمہیں اس سلسلے میں پریشان نہیں ہونا چاہیے مارک! میں تمہاری ہمدرد ہوں اور اب تو صورتِ حال ہی بدل گئی ہے۔ ہاں اگر اب میں تمہیں علی کہہ کر مخاطب کروں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟"

میرے ذہن میں ایک اور دھماکا ہوا تھا لیکن اب میں ہر طرح کے حالات کے لیے تیار تھا۔ میری نگاہ اِدھر اُدھر بھٹکنے لگی اور اُس نے آنکھیں بند کرکے مسکراتے ہوئے کہا "یہ کمرے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے مسٹر علی! تمہیں مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔"

"اس کمرے کی چابی تمہیں کہاں سے ملی؟" میں نے سوال کیا۔

"پورٹر سے ڈپلی کیٹ لے لی تھی۔ بیٹھ جاؤ، تمہیں میرے اوپر اعتماد کرنا چاہیے۔ بڑی اہم اطلاعات لائی ہوں تمہارے لیے۔"

"ڈپلی کیٹ چابی دکھاؤ گی مجھے؟" میں نے کہا۔

"وہ میز پر رکھی ہوئی ہے۔" اُس نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں نے محتاط انداز میں اُسے دیکھا۔ پھر چابی کے قریب پہنچ کر اُسے اٹھا لیا۔ چابی پر واقعی ایسا کوئی نشان نہیں تھا جس سے لارڈز کی نشاندہی ہوتی ہو۔

میں نے گہری سانس لے کر چابی میز پر ہی رکھ دی اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ "اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمہاری آمد میرے لیے حیران کن ہے۔ یہ بھی تعجب خیز بات ہے کہ تم نے میرا تعاقب کرکے میری اس رہائش گاہ کا پتا لگا لیا۔ مجھے واقعی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔"

"لیکن یہ سب مفید ثابت ہوا ہے ورنہ مجھے بڑی پریشانیاں اٹھانا پڑتیں۔" ریٹا نے کہا۔

"کیسی پریشانیاں؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے تمہاری تلاش تھی ورنہ نجانے تم کب مجھ سے رابطہ قائم کرتے۔"

"تمہیں میری تلاش کیوں تھی، کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔" وہ گہری سانس لے کر بولی۔

"سسپنس پیدا کر رہی ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں ڈیئر! بس تمہارے بارے میں اندازہ کر رہی ہوں۔ خیر میں تمہیں ایک اہم اطلاع دینے آئی ہوں۔ اینڈریو ایلس واپس آگیا ہے۔" اس نے کہا اور ایک بار پھر میرے اعصاب میں کھنچاؤ پیدا ہو گیا۔ "اور وہ تم سے فوری ملاقات کا خواہش مند ہے۔"

میرے ذہن میں سنسناہٹ ہو رہی تھی اور میں خود کو سنبھالنے میں مصروف تھا۔ "کب؟" میں نے بے اختیار سوال کیا۔

"وہ آج صبح واپس آیا ہے۔ خود بھی یہاں آنا چاہتا تھا لیکن میں نے اُسے منع کر دیا اور خود اس کا پیغام لے کر چلی آئی طے یہ ہوا تھا کہ تمہیں ساتھ لے کر آؤں گی۔"

"اوہ! میں کیسے یقین کرلوں؟" میرا لہجہ بدستور حیرت زدہ تھا۔

"اس لیے کہ میں اس وقت لندن میں تمہاری واحد ہمدرد ہوں اور تم بے شمار دشمنوں کے درمیان گھرے ہوئے ہو۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم اگر چاہو تو فون پر اینڈریو سے بات کر سکتے ہو۔ اس نے کہا تھا کہ اگر ساری رات گزر جائے تب بھی وہ جاگ کر انتظار کرتا رہے گا۔" ریٹا کی یہ تجویز مجھے پسند آئی تھی۔ میں نے فون اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا اور ریٹا کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔

"مسٹر ایلس؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے جواب دیا گیا تھا۔

"علی۔" میں نے کہا۔

"اوہ، مسٹر علی! میں آپ اور آپ کے فون کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ کیا ریٹا آپ کے پاس موجود ہے؟"

"ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"اس نے آپ کو مختصر تفصیلات بتا دی ہوں گی۔ میں آپ سے فوری ملاقات کا خواہش مند ہوں۔ آپ اگر کوئی ریفرنس چاہتے ہوں تو میں اس کا حوالہ دوں گا جس نے آپ سے طیارے میں ملاقات کی تھی یا جس نے آپ کو لندن پہنچانے کے انتظامات کیے تھے کیا اتنا حوالہ آپ کے لیے کافی ہے؟"

"ٹھیک ہے مسٹر ایلس! میں آ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت بہت شکریہ، آپ کا آنا آپ کے مفاد میں ہوگا۔ میں ایک دوست کی حیثیت سے آپ سے ملنے کا خواہش مند ہوں۔ آپ دیکھیے گا کہ ہم اور آپ مل کر بہت سی مشکلات پر بآسانی قابو پا لیں گے ریٹا نے مجھے۔۔۔ کچھ تفصیلات بتا دی ہیں اور میں اندازہ لگا چکا ہوں کہ آپ ابھی تک سخت مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر ایلس! میں پہنچ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔ پھر میں نے ریٹا کی طرف دیکھا۔

ریٹا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی "میں تمہاری گفتگو سے اندازہ لگا چکی ہوں کہ تم مطمئن ہو گئے ہو۔"

"ہاں مس ریٹا! لیکن آپ کو ذرا سی زحمت کرنا ہو گی۔" میں نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا؟" وہ اطمینان سے بولی۔

"میرا یہ مختصر سا سامان ہے آپ اسے اٹھا کر لے جائیں، میں چند لمحات کے بعد پہنچ رہا ہوں۔"

"کیا تم ہوٹل کا یہ کمرہ چھوڑنے کا ارادہ رکھتے ہو؟" ریٹا نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟ اتنی جلدی کیا ہے؟" ریٹا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"حالات بہت خراب ہو گئے ہیں چابی کی ڈپلیکیٹ سے پتا چلتا ہے کہ اس پر لارڈز کا کوئی نشان نہیں ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ جو لوگ میری تلاش میں ہوں گے وہ کسی نہ کسی طرح پتا لگاتے ہوئے یہاں پہنچ ہی جائیں گے۔"

"کون لوگ؟" ریٹا متحیرانہ انداز میں بولی۔

"اس کی تفصیل بعد میں بتاؤں گا۔ گاڑی ہے آپ کے پاس؟"

"ہاں سڑک کے اس سمت کھڑی ہے۔" ریٹا نے جواب دیا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ ریٹا باہر نکل گئی اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہی میں بھی چہل قدمی کے انداز میں، ہوٹل لارڈز سے نکل آیا۔ لارڈز کے ایک حصے میں رات کے آخری پروگرام اب بھی جاری تھے اس لیے اس ناوقت بھی کسی کا باہر جانا یا اندر آنا ان لوگوں کے لیے باعثِ حیرت نہیں تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم سرخ جیگوار میں جا رہے تھے۔ ریٹا خاموش تھی۔ میرا ذہن تو جذبات کا سمندر بنا ہوا تھا۔ اینڈریو کی واپسی واقعی تعجب خیز تھی۔ ریٹا کو بھی سارے حالات معلوم ہو گئے ہوں گے۔

بہرحال اس نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا تھا اس لیے میں بھی خاموش تھا۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔ ریٹا نے کار پارک کی اور چند لمحات کے بعد ہم دروازے کی بیل بجا رہے تھے۔

اس شخص کو میں نے پہلی بار دیکھا جس کے کاغذات سے میں نے لندن تک کا سفر کیا تھا۔ اینڈریو نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا اور نہایت دوستانہ انداز میں مجھ سے مصافحہ کر کے میرا ہاتھ پکڑے ہوئے اندر لے گیا۔

ریٹا ہمارے ساتھ تھی۔ کشادہ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر اس نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کی پیش کش کی اور خود بھی میرے سامنے بیٹھ گیا۔ ریٹا ایک طرف بنے ہوئے کاؤنٹر سے ان کا پسندیدہ مشروب لے آئی۔

"سوری مس ریٹا!" میں نے معذرت آمیز انداز میں کہا اور اینڈریو مسکرانے لگا۔

"ہاں ریٹا! شاید تمہیں معلوم نہیں، مسٹر علی ایک ایشیائی ملک سے تعلق رکھتے ہیں اور کٹر مذہبی قسم کے آدمی ہیں بلکہ سخت مذہبی روش اختیار کر کے انہوں نے اپنے لیے دشمنوں کا ایک گروہ تیار کر لیا ہے۔ یوں سمجھو ایک پورا ملک ان کا دشمن ہے۔"

"اوہ۔۔۔" ریٹا ہونٹ سکوڑ کر بولی۔ میں خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھا رہا تھا۔

"تو پھر آپ کے لیے کافی بنا لوں مسٹر علی؟" ریٹا نے پوچھا۔

"ضرورت تو محسوس کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو زحمت نہ ہو۔" میں نے صاف گوئی سے کام لیا اور ریٹا مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اینڈریو میری طرف دیکھ رہا تھا۔

"تو ہم گفتگو کی ابتدا کہاں سے کریں؟"

"جہاں سے آپ مناسب سمجھیں۔" میں نے جواب دیا۔ "پہلے یہ بتائیے کہ میرے کاغذات پر سفر کر کے یہاں تک پہنچنے میں آپ کو کیا مشکلات پیش آئیں؟"

"کافی۔ میرا خیال ہے مس ریٹا نے آپ کو اس کی تفصیلات بتا دی ہوں گی۔"

"ہاں مختصراً۔ اور مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں آپ کے ساتھ اتنا مخلص نہیں تھا۔ مجھے علم تھا کہ آپ کو یہ مشکلات پیش آئیں گی لیکن مجھے معاف کیجیے کہ اس وقت اپنی جان بچانے کا مسئلہ تھا اور میرے لیے اس سے عمدہ ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی کہ میں آپ کو اپنی جگہ جھونک دوں۔"

"میں اس صاف گوئی کی قدر کرتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کے بعد حالات بدل گئے اور جو کچھ سامنے آیا اس پر مجھے بڑی ہی شرمندگی ہوئی۔ خیر میں آپ کو تفصیل بتا دوں کہ مسٹر جوشو سے میری ملاقات صرف اتفاقیہ ہوئی تھی۔ میں نے دورانِ گفتگو انہیں بتایا کہ میں امریکہ میں رہنے کا خواہش مند ہوں اگر کوئی ایسا طریقہ دریافت ہو جائے کہ مجھے امریکہ میں اجنبی نہ سمجھا جائے تو مجھے مسرت ہو گی اور مسٹر جوشو فوراً میری مدد کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ انہوں نے میرے لیے امریکہ کے ایک مقامی شہری کے کاغذات مہیا کر دیے اور میرے کاغذات میرے دستخطوں کے نمونوں کے ساتھ مجھ سے لے لیے۔ میرے لیے یہ بہتر صورتِ حال تھی اس کے بعد مسٹر جوشو سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ بہت ہی نفیس شخصیت ہے ان کی۔ میں ان سے بے حد متاثر ہوا لیکن دفعتاً مسٹر جوشو اب سے چار پانچ دن قبل مجھے ملے کسی قدر الجھے الجھے سے نظر آ رہے تھے۔ مجھ سے پوچھنے لگے کہ لندن میں میری حیثیت کیا تھی۔ میں سمجھ گیا کہ کوئی خطرناک صورتِ حال پیش آئی ہے۔ ابتدا میں میں نے مسٹر جوشو سے اڑنے کی کوشش کی لیکن بعد میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو میں امریکہ میں زندہ و سلامت نہیں رہ سکوں گا۔ مسٹر جوشو کے ہاتھ اتنے ہی لمبے تھے۔ چنانچہ میں نے انہیں صورتِ حال بتا دی۔"

اینڈریو ایلس چند ساعت کے لیے خاموش ہو گیا پھر بولا۔ "اس شخص کی نفیس طبیعت کا مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا تھا اور میرے دل میں اس کے لیے بڑی عزت پیدا ہو گئی تھی۔ تب مسٹر جوشو نے تمہارے بارے میں تفصیل بتائی۔"

"کیا تفصیل بتائی تھی انہوں نے؟" میں نے پوچھا۔

"یہی کہ تم پاکستانی ہو۔ ایک پُرجوش مذہبی انسان مخصوص نظریات کے حامل جن کی وجہ سے تم نے اپنی قانون کی تعلیم ترک دی اور چند یہودی نوجوانوں کو قتل کر کے نکل بھاگے۔ مجھے یہ تفصیل بھی انہوں نے بتا دی تھی کہ امریکی پولیس تمہارے تعاقب میں تھی اور انہوں نے میرے کاغذات پر تمہیں امریکہ سے نکال دیا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"بہرحال، مسٹر جوشو نے میرے سامنے ایک تجویز پیش کی مسٹر علی میں اپنے بارے میں کوئی بات تم سے پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا۔ طویل عرصے تک شرافت اور دولت کو یکجا کرنے کی کوشش کرتا رہا، اس کے بعد شرافت سے دولت کے حصول کی کوشش ترک کر دی اور ان میں سے ایک چیز چھوڑ دی یعنی شرافت۔ جرائم کی زندگی میرا نصب العین ہے اور میں اس زندگی کو جاری رکھنے کا خواہش مند ہوں۔ لیکن ٹھہرو! ابھی تک تمہاری آنکھوں میں اطمینان کے تاثرات نظر نہیں آئے اور تمہارا یہ شک فطری ہے۔ مسٹر جوشو نے تمہارے نام ایک خط دیا ہے مجھے اور ایک تحفہ بھی۔"

"تحفہ؟" میں نے پوچھا۔

"خط تو یہ موجود ہے اور تحفہ میرے سامان میں ہے ایک چھوٹی سی شیشی جس میں کوئی سیال ہے۔ مجھے اس کی حفاظت کرنے کے لیے کہا گیا تھا لیکن میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ اس میں کیا ہے؟"

"خط کہاں ہے؟" میں نے پوچھا اور ایلس نے اپنی جیب سے ایک لفافہ نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ میں نے بے چینی سے خط کھول لیا تھا۔ انگلش میں ٹائپ کیا ہوا خط تھا۔ لیکن نیچے جوشو کا مخصوص نشان موجود تھا۔ اس کے علاوہ شیشی کا حوالہ اس بات کے لیے کافی تھا کہ اینڈریو جو کچھ کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے شیشی میں میک اپ کے لوشن کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی تھی۔

میں نے خط کی تحریر پڑھنی شروع کر دی۔

"ڈیئر علی! تمہاری سلامتی کا خواہاں، تمہارا دوست جوشو تم سے مخاطب ہے۔ علی میرے دوست! تمہاری روانگی کے بعد میں مطمئن تھا کہ لندن سے تم اپنی منزل کی جانب روانہ ہونے میں کوئی دِقت محسوس نہیں کرو گے۔ یہ مسئلہ چونکہ براہِ راست میری ذات سے تعلق رکھتا تھا، یعنی میں نے ہی تمہیں یہ کاغذات مہیا کیے تھے جن کی رُو سے تمہیں انگلستان میں داخل ہونے میں کوئی پریشانی نہ ہوتی لیکن تھوڑے ہی دن کے بعد حالات نے مجھے بتایا کہ تمہاری مشکلات کا سفر ابھی طے نہیں ہوا ہے۔ مجھے علم ہوا کہ اینڈریو ایلس نامی شخص لندن کا ایک اہم جرائم پیشہ آدمی ہے اور لندن پولیس کو مطلوب ہے چنانچہ میں نے اس شخص سے رابطہ قائم کیا اور اس سے اس کی حقیقت اگلوالی۔ اس دوران جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا تھا کہ اولیو ہاورڈ جونلا یہودی ہے اور امریکی سی آئی اے کا ایک اہم اور سرگرم رکن بھی، تمہارے پیچھے لگا ہوا تھا۔ یہ شخص اپنی بے پناہ صلاحیتوں کے لیے مشہور ہے اور اس کے کارنامے امریکی محکمۂ سراغرسانی میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ میں تم سے اس خدشے کا اظہار کر چکا تھا کہ تمہارے پیچھے پڑنے والا یہ شخص درحقیقت تمہارے لیے خطرہ ثابت ہو سکتا ہے اور وہی ہوا۔ میں آج تک اس بات سے ناواقف ہوں کہ وہ کون سے ذرائع تھے جن سے اس نے میرے اور تمہارے تعلقات کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔ میرے تمام آدمی محفوظ ہیں اور ان میں سے کوئی اس کے ہتھے نہیں چڑھا لیکن اس کے باوجود جب یہ مجھ سے ملا تو بڑا مطمئن تھا۔ اس نے صاف الفاظ میں مجھ سے کہا۔

'مسٹر جوشو! برکلے یونیورسٹی کے نوجوان طالب علم کو امریکہ سے نکالنے میں آپ کا ہاتھ ہے۔ بہتر یہ ہو گا کہ آپ مجھے اس کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کر دیں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں سے انگلستان گیا ہے لیکن مسٹر جوشو! اگر وہ مجھے انگلستان میں نہ ملا تو آپ کو میری مکمل معاونت کرنا ہو گی میں کسی نہ کسی طرح آپ کے اور اس کے درمیان تعلق تلاش کر ہی لوں گا۔ میرے ہاتھ بھی بہت لمبے ہیں۔' علی! میں اس شخص کے وسائل کو اچھی طرح جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کتنا کینہ پرور آدمی ہے۔ چنانچہ بظاہر تو ابھی میرے لیے کوئی خطرہ پیدا نہیں ہوا۔ مگر ممکن ہے حالات کوئی سنگین رُخ اختیار کر لیں۔ اس صورت میں ہمیں بے حد محتاط رہنا ہو گا۔ خیر امریکہ میں ہم لوگ اتنے کمزور بھی نہیں ہیں۔ اس لیے میں اس شخص سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ میں اپنا تحفظ بہ آسانی کر لوں گا لیکن میں تمہارے لیے پریشان ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

انگلستان پہنچ کر بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا اور اس میں اینڈریو ایلیس کا قصور ہے۔ میں امریکہ میں اس شخص کا جینا حرام کر سکتا تھا جس کے بارے میں میں نے اسے اطلاع دے دی اور اسے اس بات پر تیار کر لیا کہ وہ کسی نئی حیثیت سے انگلستان جائے اور تمہاری مدد کرے۔ تب اس نے کہا کہ وہ انگلستان جا سکتا ہے کیونکہ خود اُسے بھی وہاں ایک کام ہے۔ اس کی خواہش ہے علی کہ تم اس کی مدد کرو۔ اور میں سمجھتا ہوں اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ اِس سے مناسب شرائط طے کر لو اور اس کا کام کر دو۔ یہ انگلستان کا باشندہ ہے اور یہاں میں نے اس کی شہ رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے اس لیے تم سے دغا نہیں کرے گا۔ میں نہیں جانتا کہ ہاورڈ نے ابھی انگلستان کا رُخ کیا یا نہیں؟ بہرحال وہ تمہارے تعاقب میں ضرور آئے گا۔ اِس لیے ہوشیار رہنا بھی ضروری ہے۔ پنگ لی کا تحفہ بھیج رہا ہوں تمہارے کام آئے گا۔ اِس سے وصول کر لو۔

تمہاری بہتری کا خواہاں ـــ جوشو۔

دوسری بار خط پڑھ کر میں نے اِس کے پُرزے پُرزے کر ڈالے اور ایلیس نے لائٹر نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ پھر بولا۔ "وہ باتھ روم ہے۔ اِس کا نشان مٹا دو۔" میں شکریہ ادا کر کے اٹھ گیا اور باتھ روم میں جا کر خط کے پُرزے بیسن میں ڈالے اور ان میں آگ لگا دی۔

اِس کام سے فارغ ہو کر آیا تو ریٹا کافی لے آئی تھی۔ کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے کے بعد میں نے پوچھا۔ "ٹھیک ہے مسٹر ایلیس! میں مطمئن ہوں۔ آپ کس نئی حیثیت سے اب انگلستان آئے ہیں؟"

"ہاں۔ اب تم مجھے گراہم کے نام سے پکار سکتے ہو۔ ویسے مجھے حیرت ہے کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ نے ابھی تک تم پر دوبارہ ہاتھ نہیں ڈالا ـــ ویسے تم نے ریٹا کو خوب دھوکا دیا۔ اِس سے تمہاری ذہانت کا پتا چلتا ہے۔"

"مجبوری تھی ایلیس!" میں نے رسمی انداز میں کہا۔

"ہاں لیکن فوری طور پر تم نے جو کہانی سنائی وہ بھی بہت خوب تھی۔ میں نے امریکہ میں تمہارے بارے میں بہت سی معلومات جمع کی ہیں۔ امریکی اخبارات نے تو تم پر اداریے لکھے ہیں اور تمہارا پورا شجرۂ نسب بیان کر ڈالا ہے۔ گین ملر جیسا شخص تمہارے ہاتھوں مارا گیا۔ امریکہ کے جرائم پیشہ حلقے میں تمہارے کچھ عقیدت مند بھی پیدا ہو گئے ہیں اور وہ درپردہ تم سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ کیوں کہ گین ملر معمولی مجرم نہیں تھا۔"

"وہ سب گزری ہوئی باتیں ہیں مسٹر ایلیس! ہمیں حال کے بارے میں گفتگو کرنا چاہیے۔"

"بیشک۔ جوشو نے مجھ سے کہا تھا کہ اس نے اپنے خط میں میرے بارے میں کچھ ہدایات لکھی ہیں۔"

"یہاں صورتِ حال میرے خلاف ہے مسٹر اینڈریو ایلیس! لیکن اگر ایسا نہ بھی ہوتا تب بھی جوشو نے جو آپ سے وعدہ کیا ہے اُسے پورا کرنا میرا فرض ہے۔ میں آپ سے ہر تعاون کے لیے تیار ہوں لیکن اتنا سوچ لیجیے کہ میری قربت آپ کے لیے بھی خطرناک ہو سکتی ہے۔"

"وہ کس طرح؟" ایلیس نے پوچھا۔

"ہاورڈ کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟" میں نے جواباً سوال کیا۔

"بہت کچھ لیکن براہِ راست نہیں۔ جوشو کی زبانی مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ تمہارے پیچھے پڑا ہوا ہے۔"

"صرف پیچھے نہیں بلکہ وہ میری شہ رگ تک پہنچ چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟" ایلیس نے چونک کر کہا۔

"مس ریٹا شاید مجھے تلاش کرتی رہ جاتیں اگر میں ہاورڈ کے دو آدمیوں کو قتل کر کے اس کے چنگل سے نہ نکل آتا" میں نے کہا۔ اور ایلیس کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں، وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"یعنی یہ کب کی بات ہے؟" ایلیس نے پوچھا۔

"آج کی، اب سے چند گھنٹے قبل کی" میں نے کہا۔

"خدا کی پناہ! مجھے کچھ تفصیل بتاؤ۔" وہ انتہائی حیرت زدہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے اُسے اخبار کے اشتہار سے لے کر اب تک کی کہانی سنا دی۔ ریٹا اور ایلیس دلچسپی سے یہ کہانی سن رہے تھے میرے خاموش ہونے کے بعد بھی وہ دیر تک میری کہانی میں کھوئے رہے تھے۔ "اور تم اس خطرناک شخص کے چنگل سے نکل آئے؟ واقعی بہت بڑی بات ہے۔ معمولی کام نہیں ـــ لیکن ہم اِس بات سے خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ میں جو تجویز تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اس میں کئی فائدے ہیں مجھے یقین ہے کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ نے اولیو ہاورڈ سے تعاون کیا ہو گا یا ممکن ہے سی آئی اے کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اولیو ہاورڈ نے یہاں کی پولیس سے خود کو روشناس نہ کرایا ہو کیونکہ یہاں اِس کی موجودگی کو تشویش کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے لیکن اس کے باوجود اولیو ہاورڈ جیسے لوگ کم از کم انگلستان میں اپنے لیے بہتر ذرائع ضرور رکھتے ہیں ـــ لیکن ان ذرائع سے وہ انگلستان کی زیرِ زمین زندگی کے خلاف کوئی کام نہیں لے سکیں گے اس لیے کہ اولیو ہاورڈ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ میرا خیال ہے میری یہ تجویز تمہارے لیے بہت سودمند ثابت ہو گی۔"

"کیا تجویز ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک دلچسپ کہانی ہے مسٹر علی! جس کے لیے تفصیل کی ضرورت ہو گی۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ آپ کے لیے مسٹر جوشو نے پیغام بھیجا ہے، آپ میرے ساتھ مکمل تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں؟"

"ہاں یقیناً۔ مجھے اِس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اس کی دو وجوہ ہیں" میں نے کہا۔

"وہ کیا؟" اینڈریو نے پُرمسرت انداز میں پوچھا۔

"مسٹر اینڈریو! آپ جانتے ہیں کہ انگلستان میرے لیے اجنبی ہے میں یہاں پہلی بار آیا ہوں اور اِس قدر وسائل اور معلومات نہیں رکھتا کہ یہاں کی پولیس سے بآسانی چھپ سکوں، ان حالات میں آپ کا سہارا میرے لیے خاصا سودمند ہو گا اور پھر میں مسٹر جوشو سے بے حد عقیدت رکھتا ہوں انہوں نے امریکہ میں میرے لیے جو کچھ کیا اِس کے بعد اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اگر وہ کسی سلسلے میں مجھ سے کوئی فرمائش کریں تو میں اُسے رد کر دوں، دیگر یہ کہ آپ کے ساتھ جو بھی کام مجھے کرنا پڑے گا ممکن ہے اس کے ذریعے مجھے کوئی مالی مفاد بھی حاصل ہو جائے۔"

"ممکن نہیں مسٹر علی! بلکہ یقیناً کہیں اور مالی مفاد بھی ایسا ویسا نہیں، میں آپ کو جو کچھ بتاؤں گا اُسے سن کر آپ کی آنکھیں تعجب سے پھیل جائیں گی۔ میں بھی ایک بہت لمبا پلان لے کر آیا ہوں۔ جرائم کی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد اب اِس سے پہلوتہی ممکن نہیں ہے۔ ہرچند کہ ریٹا میری اِس کارکردگی کے خلاف ہے لیکن موجودہ صورت سے وہ بھی کسی حد تک مطمئن ہو گئی ہے۔ چنانچہ اب مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اِس سے ہمیں بہت بڑا مالی مفاد حاصل ہو گا اور میں نہایت ایمانداری کے ساتھ اِس میں سے آپ کا حصہ الگ نکال لوں گا۔" اینڈریو نے کہا۔

"مجھے اِس بات پر یقین ہے۔ میں کہہ رہا تھا مسٹر اینڈریو! کہ اِس مالی مفاد کے حصول کے بعد میں انگلستان سے نکل جانے کی کوشش کروں گا اور یقیناً اِس سلسلے میں آپ میری مدد کریں گے۔"

"مدد کا کیا سوال ہے، جو حیثیت آپ کو مل جائے گی مسٹر علی! اِس کے بعد آپ کے لیے انگلستان اور اُس کے قرب و جوار کے علاقے اجنبی نہ رہیں گے۔ آپ جہاں چاہیں گے، جا سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے، مجھے تمہاری تمام شرائط بغیر سُنے منظور ہیں۔" میں نے کہا اور اینڈریو گردن ہلا کر مسکرانے لگا۔

"آپ بھی مجھے ایک غیر مخلص انسان نہیں پائیں گے مسٹر علی! ہم نے امریکہ میں آپ کے بارے میں جو کچھ سُنا اس سے درحقیقت میں بہت زیادہ متاثر ہوں اور جس طرح آپ نے میرے اوپر اعتماد کیا ہے اسی طرح میں آپ پر اعتماد کرتا ہوں آپ نے ہوٹل چھوڑ دیا نا؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے فی الوقت ریٹا کا یہ فلیٹ محفوظ ہے لیکن ہمیں اپنے کام کی ابتدا کے لیے اِسی فلیٹ تک محدود نہیں رہنا ہو گا میں اِس سلسلے میں اپنے وسائل سے کام لوں گا اور ہم یہاں سے بہت جلد کہیں اور منتقل ہو جائیں گے اور ایک نیا ہیڈ کوارٹر بنائیں گے۔"

"ٹھیک ہے میں نے آپ سے کہہ دیا ہے کہ اب میں ہر تعاون کے لیے تیار ہوں۔ چنانچہ اب جو کچھ آپ فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہو گا۔"

"تھینک یو۔ تھینک یو ویری مچ مسٹر علی، آیئے ایک مضبوط دوستی کا ہاتھ دوبارہ ملایا جائے۔" اینڈریو نے مصافحے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ریٹا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی، تب اینڈریو نے ریٹا سے کہا "ریٹا! مسٹر علی کے لیے آرام کا بندوبست کرو۔ رات یوں بھی کافی ہو چکی ہے۔ صبح کو ناشتے پر ہم مزید گفتگو کریں گے۔" ریٹا نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ مجھے میرے بیڈ روم میں چھوڑ کر شب بخیر کہہ کر چلی گئی۔

آرام دہ خواب گاہ تھی اور وقت اتنا گزر چکا تھا کہ مجھے فوراً گہری نیند سو جانا چاہیے تھا لیکن خیالات کا جو طوفان میرے ذہن میں موجود تھا وہ بھلا مجھے کہاں سونے دیتا؟ اینڈریو ایلیس کی آمد نے حالات میں ایک خوشگوار تبدیلی پیدا کی تھی۔ جوشو کے الفاظ بھی اطمینان بخش تھے۔ اس نے یقیناً اینڈریو کو مٹھی میں لے رکھا ہو گا ورنہ وہ اتنے اعتماد سے اس کے بارے میں نہ لکھ دیتا۔

اس کے علاوہ اب میرے خیالات میں بھی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ حالات سے نمٹنے کے لیے دفاعی انداز اختیار کرنا حماقت ہے۔ امن پسندی اور صلح جُوئی اب میرے جیسے شخص کے لیے سودمند نہیں رہی تھی۔ جس کا اس رُوئے زمین پر کہیں ٹھکانہ نہیں تھا۔ اپنے وطن میں بھی اگر جاتا تو وہاں اپنے اہلِ خاندان کے لیے مصیبت کا باعث بن جاتا۔ مجھے یقین تھا کہ پاکستان میں بھی میری حرکتوں کی اطلاع پہنچ گئی ہو گی۔ وہاں کے اخبارات نے بھی میرے بارے میں بہت کچھ لکھا ہو گا۔ مجھے یہ بھی یقین تھا کہ میرے حریت پسند بھائیوں نے ایک پاکستانی نوجوان کے اس جذبے کو سراہا ہو گا۔ نوجوانانِ قصور نے فخر سے گردنیں تان کر کہا ہو گا کہ یہ سرزمین ایسے ہی سرفروشوں . . . . . کے لیے مشہور ہے لیکن اس کے باوجود اگر میں وہاں جاتا تو بین الاقوامی قانون کی زنجیریں مجھے جکڑنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے لیے تیار ہوتیں۔ اس لیے اب ایک ہی چارہ کار تھا۔ اپنی منزل کی طرف گامزن رہوں اور حالات جہاں بھی لے جائیں، چلا جاؤں۔

نہ جانے کون سا وقت تھا جب نیند نے مجھے ایک مہربان ماں کی طرح آغوش میں لے لیا اور میں دوسرے دن اس وقت جاگا جب گھڑی گیارہ بجا رہی تھی۔ اس احساس کے ساتھ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا کہ بے چارے ریٹا اور اینڈریو میری وجہ سے پریشان ہو رہے ہوں گے۔ سامنے کی کھڑکی کا پردہ ہٹا کر شیشوں سے باہر دیکھا تو بارش کی رم جھم نظر آئی۔ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ یہ منظر بہت خوش گوار محسوس ہوا۔ خیالات نہ جانے کہاں سے کہاں بھٹک گئے۔ چشمِ تصور سے نہ جانے کیا کیا دیکھا؟

لیکن یہ احساسات دیر تک جاری نہ رہ سکے۔ دروازے پر خفیف سی آہٹ ہوئی تھی۔ مجھے جاگتا دیکھ کر ریٹا اندر آ گئی۔

"آپ جاگ گئے علی؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ شرمندہ ہوں ریٹا! تم لوگوں کو . . ."

"واہ . . ." ریٹا ہنس پڑی اور میں سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ "تھوڑی دیر قبل ہم لوگ اس تصور سے شرمندہ تھے کہ میزبان ہو کر ہم نے آپ کو تکلیف پہنچائی"۔

"کیسی تکلیف؟" میں نے پوچھا۔

"بھئی ہم دونوں ساڑھے دس بجے جاگے تھے۔ گھڑی دیکھ کر ہمیں بڑی شرمندگی ہوئی تھی پھر جب آپ کو سوتا دیکھا تب ہمیں اطمینان ہوا۔"

"اوہ۔ تب تو ٹھیک ہے۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ ریٹا کھڑکی کے پاس آ گئی "۔۔۔ بارش ہو رہی ہے۔" وہ باہر دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہاں ۔۔۔" ۔۔۔ سرسری انداز میں کہا۔

"بارش پسند ہے تمھیں علی؟"

"بے حد۔ لیکن یہ بارش تو مجھے بارش کا مذاق معلوم ہوتی ہے۔"

"کیوں؟" ریٹا نے پوچھا۔

"بارش کا حسن دیکھنا ہے تو میرے وطن میں دیکھو۔ کھیت کھیت ہریالی، درختوں کی شاخوں میں پڑے ہوئے جھولے، گھروں کے چولھوں سے اٹھتا ہوا بل کھاتا دھواں، ٹپکتے ہوئے چھپر کے نیچے سے اٹھتی ہوئی حقے کی گڑگڑاہٹ۔ بارش کا اصل حسن ان میں پوشیدہ ہوتا ہے۔"

"یہ سب کیا ہوتا ہے؟" وہ تعجب سے بولی۔

"جو کچھ ہوتا ہے تم نہ سمجھ سکو گی۔ لندن کی سڑکیں بارش کا جواب کہاں دے سکتی ہیں۔ چھتریاں لگائے لپک جھپک اپنی منزل کی جانب رواں دواں لوگ بارش کے خوف کا شکار نظر آتے ہیں۔ یہاں نہ کوئل کی کوک ہے نہ پپیہے کی پی کہاں۔ اور نہ بالیوں کے الھڑ گیت

میں" میں تصورات میں کھو گیا۔

"ہیلو . . .!" ریٹا بولی اور میں چونک پڑا۔

"سوری ریٹا!" میں مسکرا کر پلٹ پڑا۔

"آپ غسل کر لیں، ناشتا تیار ہے۔"

"میں ابھی چند منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔"

کچھ دیر بعد ہی میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ اینڈریو اور ریٹا میرا انتظار کر رہے تھے۔ دونوں کسی بات پر مسکرا رہے تھے، مجھے دیکھ کر ان کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

"میں ریٹا کو مشرق کی کہانیاں سنا رہا تھا۔ یہ انھیں سن کر بہت حیران ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر علی! کیا آج بھی آپ کے ہاں رومانس کی وہی داستانیں موجود ہیں جو کلاسیکل حیثیت رکھتی ہیں۔ کیا آپ کے ہاں کوئی لڑکی اپنی پسند کا اظہار کرتے ہوئے جھجکتی ہے؟"

"بڑی مختصر بات کی ہے آپ نے مسٹر ایلس! کبھی تفصیل بتاؤں گا اپنے دیس کی۔ نہ جانے کیا کیا ہے وہاں۔ ویسے مسٹر ایلس! آپ نے یہ کہانیاں کہاں سے سنی ہیں؟ کیا آپ مشرق دیکھ چکے ہیں؟"

"نہیں۔ میرے گرانڈ فادر برٹش دورِ حکومت میں انڈیا میں تھے۔ میرے بچپن میں انھوں نے مجھے بہت سی کہانیاں سنائی تھیں۔ بڑی انوکھی تھیں وہ۔ مجھے آج بھی یاد ہیں۔"

"ناشتا شروع کریں مسٹر علی! آپ کی شخصیت اچانک میری نگاہ میں بہت پراسرار ہو گئی ہے۔ پراسرار اور دلکش۔ کبھی آپ کو فرصت ملی تو آپ سے بہت سی باتیں کروں گی۔"

"ضرور . . ." میں نے ٹالنے والے انداز میں کہا اور ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ دیر تک ہم تینوں خاموشی سے ناشتے میں مصروف رہے تھے پھر اینڈریو نے کہا۔

"ناشتے سے فارغ ہو کر ہم ساؤتھ اینڈ چلیں گے۔ وہاں رینالڈ کا بنگلا خالی ہے۔ وہی ہماری نئی قیام گاہ ہو گی۔"

"رینالڈ۔ میں نے یہ نام سنا تو ہے ایلس!" ریٹا بولی۔

"میں آرتھر رینالڈ کی بات کر رہا ہوں جو جاپان میں گرفتار ہو گیا تھا۔"

"میرے خدا! اس سے تمھارا کیا تعلق؟"

"اس سے تو تعلق نہیں ہے لیکن نیویارک میں اس کی بیوہ سے ملاقات ہو گئی تھی جس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی ہیں اور اب وہ نیم پاگلوں کی سی زندگی گزار رہی ہے۔ ویسے رینالڈ نے امریکہ میں بھی اس کے لیے اتنی دولت جمع کر دی تھی کہ وہ ساری زندگی عیش سے گزار سکتی ہے۔"

"اور رینالڈ؟" ریٹا نے پوچھا۔

"وہ جاپان میں پولیس کے تشدد کا شکار ہو کر مر چکا ہے۔" ایلس نے جواب دیا۔

"اوہ! میں نے کبھی کسی اخبار میں اس کا تذکرہ نہیں پڑھا۔"

"دلچسپ بات تو یہی ہے ریٹا کہ جاپان کی پولیس نے اس اطلاع کو خفیہ رکھا اور کسی کو بھنک بھی نہیں لگنے دی۔ کوئی ایسا ہی معاملہ تھا۔"

"گویا کسی کو بھی رینالڈ کی موت کے بارے میں معلوم نہیں؟"

"جب مسٹر آرتھر رینالڈ چلتے پھرتے نظر آئیں گے، لوگوں سے ملیں گے اور لوگ انھیں مصروفِ عمل دیکھیں گے تو بھلا کسی چلتے پھرتے زندہ آدمی کو کوئی مردہ تصور کر سکتا ہے۔" اینڈریو ایلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" ریٹا متعجبانہ انداز میں بولی۔

"تم نے آرتھر رینالڈ کو دیکھا ہے؟" اینڈریو نے پوچھا۔

"ہاں! میرا خیال ہے ایک مرتبہ اس کی تصویر اخبار میں دیکھی تھی۔"

"کچھ یاد ہے اس کا چہرہ؟"

"نہیں، میرے ذہن میں نہیں ہے۔"

"میرے ذہن میں ہے اور تھوڑی دیر کے بعد تم مسٹر علی کو اس کے روپ میں دیکھو گی۔"

"کیا۔" ریٹا اچھل پڑی۔

"ہاں۔ مسٹر علی اب لندن میں جتنا وقت گزاریں گے ۔۔۔ آرتھر رینالڈ کی حیثیت سے گزاریں گے، صرف گھنی بھوری مونچھوں کا اضافہ انھیں آرتھر رینالڈ بنا دے گا، بہت ہلکا سا میک اپ کرنا پڑے گا ان کے چہرے پر اور پھر کوئی بھی یہ یقین کرنے سے دریغ نہیں کرے گا کہ آرتھر رینالڈ کسی مہم سے واپس آ گیا ہے۔" اینڈریو ایلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں خود بھی متعجبانہ انداز میں اینڈریو ایلس کو دیکھ رہا تھا۔ نجانے اس شخص کے ذہن میں کیا منصوبہ تھا۔ تاہم میں نے اس سے اختلاف نہیں کیا اور خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ تب ریٹا نے میری جانب دیکھ کر پوچھا۔

"آپ اس بات پر تیار ہیں مسٹر علی؟"

"ہاں مس ریٹا! میں اینڈریو ایلس سے ہر قسم کے تعاون کا وعدہ کر چکا ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ کو اس کے بارے میں تفصیل معلوم ہے؟"

"قطعی نہیں۔ یہ نام بھی میرے لیے اجنبی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اینڈریو مسکرا رہا تھا۔ ناشتے کے بعد ہم اس کمرے سے باہر نکل آئے۔ اینڈریو مجھے آرتھر کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔

"جرائم پیشہ حلقے میں رینالڈ ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ بہت سے لوگ آج بھی اس کے نام سے خائف ہیں اور اس کے سامنے آنے سے کتراتے ہیں۔"

"مجھے اس کی شکل کیوں دینا چاہتے ہو؟"

"بس ایک کام لینا ہے تم سے۔ میں تمھیں اس کی پوری تفصیل بتا دوں گا لیکن ڈیئر علی! تمھیں چند خطرات بھی مول لینا ہوں گے۔ اس شکل میں پولیس تو تم سے دور رہے گی مگر جرائم پیشہ لوگوں کے کئی گروہ تمھاری طرف متوجہ ہو جائیں گے بلکہ ان میں کچھ افراد سے تو تمھاری دشمنی بھی چل رہی ہے۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔

"میں نے تمھیں خطرات سے بے خبر نہیں رکھا لیکن جوشو نے تمھارے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اُسے سن کر ہی میری یہ ہمت پڑی ہے اور پھر ایک خطرناک امریکی ایجنٹ کے چنگل سے اتنی جلدی نکل آنا بھی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ کام اعلیٰ ترین ذہنی صلاحیتوں کا مالک کوئی شخص ہی کر سکتا ہے اور تم میں یہ تمام چیزیں موجود ہیں لیکن ایک بات کا یقین کرو علی!"

"کیا؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"جو کچھ میں کر رہا ہوں اس میں صرف میرا ہی مفاد نہیں، تمھیں بھی اس سے بہتیرے فوائد حاصل ہوں گے۔" اینڈریو نے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر اینڈریو! جب جوشو نے تم سے میرے سلسلے میں کوئی وعدہ کر لیا ہے تو میں کہہ چکا ہوں کہ اب کسی طور اس سے انحراف نہیں کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ میرے دوست! میں تمھاری شخصیت کا اندازہ لگا چکا ہوں۔"

باقی ذمے داریاں اینڈریو کی تھیں، مجھے خاموش تماشائی کی حیثیت سے ہی رہنا تھا۔ ہاں! پنگ لی کی دی ہوئی شیشی اس نے میرے حوالے کر دی تھی اور پوچھا بھی تھا کہ اس میں کیا ہے لیکن میں مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔ میں نے اُسے یہ بات بتانا مناسب نہیں سمجھی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آئندہ میرا کیسے واقعات سے سابقہ پڑے گا۔ تاہم میں نے وہ شیشی اپنے پاس محفوظ کر لی تھی کہ کسی وقت کام دے ہی جائے گی۔

اینڈریو نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ ریٹا نے ضروری سامان اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ وہ یقیناً ہمارے ساتھ رہنے جا رہی تھی۔ پھر اینڈریو نے بازار سے کچھ خریداری کی اور مجھے لے کر ایک اور جگہ پہنچ گیا۔ یہ اس کی اپنی کوئی خفیہ رہائش گاہ تھی۔ ریٹا نے اس سلسلے میں اس سے کوئی بات کی تھی جس سے مجھے پتا چلا کہ یہ جگہ بھی اینڈریو کی ہے۔ ویسے اینڈریو اپنی اصل حیثیت سے کسی ایسی جگہ نہیں گیا تھا جہاں اس کے شناخت کر لیے جانے کا خدشہ ہوتا۔ بالآخر تمام کاموں سے فارغ ہو کر ہم لوگ ساؤتھ اینڈ چل پڑے۔ جہاں بقول اینڈریو کے رینالڈ کا بنگلا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ علاقہ لندن سے تیس میل کے فاصلے پر ہے اور اسے ایک خوبصورت ساحلی تفریح گاہ کی حیثیت حاصل ہے۔ چونکہ میں ریٹا کو بتا چکا تھا کہ میں پہلی بار لندن آیا ہوں اور لندن کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتا، چنانچہ ریٹا اس علاقے کا تعارف کرانے لگی۔

"ساؤتھ اینڈسی جیسا کے نام سے ظاہر ہے، سمندر کے کنارے واقع ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جو کچھ عرصہ پہلے حسین سرسبز کھیتوں کا قصبہ کہلاتا تھا لیکن اب یہاں بہت سی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ ہائی اسٹریٹ کو بند کر کے اسے ایک پارک میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر سڑک بنائی گئی ہے۔ سوزٹو کا قہوہ خانہ ایک شاندار ہوٹل میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔"

ریٹا اس کے بارے میں بتاتی رہی ——— میں نے زیادہ دلچسپی نہیں لی تھی اس کی باتوں میں۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک خوب صورت بنگلے کے سامنے جا کر رک گئی۔ بنگلے کے دروازے پر موٹا سا تالا پڑا ہوا تھا جو قدیم طرز کا تھا۔ اینڈریو نے مسکرا کر جیب سے بڑی سی چابیوں کا گچھا نکال لیا اور بولا۔ "مجھے اس تالے کے بارے میں معلوم تھا اس لیے اس کا انتظام بھی میں نے پہلے ہی کر لیا تھا۔"

اینڈریو تالے کو کھولنے کی کوششیں کرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد تالا کھل گیا۔ خوب صورت لان اُجاڑ پڑا ہوا تھا۔ اینڈریو نے پتوں سے ڈھکے ہوئے پورچ میں گاڑی روک دی۔

ریٹا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ گاڑی سے اُتر کر اس نے چاروں طرف نگاہ ڈالی اور گہری سانس لے کر بولی۔ "قرب و جوار کے لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ رینالڈ کی رہائش گاہ ہے؟"

"خدا جانے۔" اینڈریو نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تمھیں عجیب سا محسوس نہیں ہو رہا ہے اینڈریو! کہ ہم ایک مُردہ شخص کی رہائش گاہ پر قبضہ کرنے آئے ہیں؟" ریٹا بولی۔

"یہاں تم عورت بن کر سوچ رہی ہو ریٹا! ویسے یہ جگہ ہمارے لیے موزوں ترین ہے۔ بس اب تمھاری ذمے داریاں شروع ہوتی ہیں۔ بنگلے کی صفائی وغیرہ، کچن کی دیکھ بھال۔ بہتر ہوگا کہ تم مسٹر برٹرینڈ کو فون کر کے کہہ دینا کہ تمھیں چند روز کی رخصت درکار ہے۔ تم اپنی ایک عزیزہ کے پاس فرانس جا رہی ہو۔ فون کی لائن تو موجود ہے یہاں، اس کا مطلب ہے اندر فون بھی موجود ہوگا۔"

ریٹا نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔

بالآخر میں مکمل طور پر رینالڈ بن گیا۔ اب میری ناک کے نیچے بھورے رنگ کی گھنی مونچھیں تھیں اور جلد کی رنگت میں بھی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ رینالڈ کا یہ بنگلا قیمتی اشیا سے بھرا پڑا تھا۔ رینالڈ کے لباس بھی میرے بدن پر بالکل فٹ تھے۔ جہاں تک میری اپنی فطرت کا تعلق تھا، میں مطمئن تھا۔ جو نیا روپ میں نے اپنے آپ کو دیا تھا، اس کے تحت یہ زندگی بالکل ٹھیک تھی۔ اب میں عام دُنیا کے مطلب کا انسان نہیں تھا۔ میری نگاہ میں ایک مقصد تھا اور میں اس مقصد کی تکمیل کے مراحل طے کر رہا تھا۔ مقصد کے حصول کے لیے بہت سی منزلیں آتی ہیں اور میں ان منازل سے گزر رہا تھا، اس لیے مطمئن تھا۔

اینڈریو نے ابھی تک مجھے کام کی نوعیت نہیں بتائی تھی۔ یہاں کے معاملات دُرست کرنے کے بعد وہ دوسری مصروفیات میں اُلجھ گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اب دوسرے معاملات دیکھے گا۔ ریٹا سے اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا تھا۔

"سوری ریٹا! تمھیں زیادہ وقت میرے بغیر ہی گزارنا پڑے گا۔ مجھے یقین ہے کہ تم کام کی نوعیت کے پیشِ نظر محسوس نہیں کرو گی۔ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو پھر ہمارے بہت سے خوابوں کی تکمیل ہو جائے گی۔" ریٹا نے بے دلی سے گردن ہلا دی تھی۔

یہاں قیام کے تیسرے دن اینڈریو نے دوپہر کے کھانے کے بعد میرے ساتھ ایک میٹنگ کی اور ہم دونوں ایک دوسرے کمرے میں آ بیٹھے۔ یہاں اینڈریو نے میز پر رکھے ہوئے ایک فائل کو درمیان سے کھول کر چند تصویریں نکال لیں اور انھیں میرے سامنے پھیلا دیا۔

"ان میں سے ایک ایک تصویر دیکھو علی! انھیں پہچاننا ضروری ہے کیوں کہ مستقبل میں یہ تمھارے شانہ بشانہ ہوں گے۔ شانہ بشانہ کا لفظ شاید استعمال کے لحاظ سے غلط ہے۔ میرا مطلب ہے، ان لوگوں سے تمھاری دشمنی ہے اور قدم قدم پر تمھیں ان پر گولیاں چلانا ہوں گی اور ان کی گولیوں سے بچنا ہوگا۔ ویسے ایک بات میں تم سے اور پوچھنا چاہتا ہوں علی!"

"ہوں . . ." میں نے تصویروں پر نگاہیں جمائے جمائے کہا۔

"میں امریکہ سے جو پلان لے کر آیا ہوں وہ کافی خطرناک ہے۔ اس میں قدم قدم پر خونریز ہنگامے ہوں گے۔ ممکن ہے تمھیں انتہائی خطرناک حالات سے گزرنا پڑے اور ایسے مواقع پر تم یہ سوچنے پر مجبور ہو جاؤ کہ تم نے میری معاونت کا اقرار کر کے خواہ مخواہ الجھن مول لی ہے۔ بات دراصل یہ ہے مسٹر علی! کہ میں جس منصوبے پر کام کر رہا ہوں، اس کی تکمیل کے بعد میرا تو مستقبل بن جائے گا، مجھے تو اتنی دولت حاصل ہو جائے گی جس میں سے نصف تمھیں دینے کے بعد میں بقیہ زندگی عیش سے گزاروں گا لیکن تمھارا مسئلہ کچھ اور ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے، تم نے جرائم کی زندگی اس لیے نہیں اپنائی کہ اس سے دولت حاصل کرو بلکہ تم ایک خاص نظریے کے تحت اس دُنیا میں نکل آئے ہو۔ کہیں یوں نہ ہو کہ تم اُلجھن محسوس کر کے درمیان میں مجھے چھوڑ دو۔ اگر ایسا کوئی خیال اب بھی تمھارے ذہن میں آئے تو یقین کرو، تمھاری شرافت کے پیشِ نظر میں تمھیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔"

"تم کتنی ہی بار یہ بات مجھ سے کہہ چکے ہو اینڈریو! شاید اس سے زیادہ میں تمھیں کچھ اور نہ بتا سکوں کہ جو شو نے مجھے جس کام کے لیے ہدایت کر دی ہے، اس کی تکمیل میں ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ اپنے محسن کو میری طرف سے خراجِ عقیدت ہے اور اس کے بعد میں کچھ سوچنا ضروری نہیں سمجھتا۔ جہاں تک دولت کا معاملہ ہے تو شاید تمھیں اس بات پر یقین نہیں آئے گا کہ مجھے ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں، دولت ہر انسان کی ضرورت ہوتی ہے لیکن میں کسی سُنہری زندگی کے خواب نہیں دیکھ رہا ہوں۔ میں نے اپنا مستقبل چھوڑ کر مقصد اپنا لیا ہے اور اب میں صرف اسی مقصد کے لیے زندہ ہوں۔ میں ان تمام باتوں کو اپنے مقصد کے حصول کا راستہ سمجھتا ہوں جس پر چلنا ضروری ہے۔ اس لیے میں کوئی اور بات سوچنا نہیں پسند کرتا۔"

"تم بے حد مضبوط ارادے کے انسان ہو۔ میں تم سے بے حد متاثر ہوں۔ بہرحال، ان تصویروں کو غور سے دیکھو اور یہ چہرے اپنے ذہن میں محفوظ کر لو۔ یہ داڑھی والا شخص ان میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا نام لنکاسٹر ہے۔ ہیر لنکاسٹر لندن کا زلزلہ کہلاتا ہے۔ لندن کی زیرِ زمین دُنیا کا بادشاہ مشہور ہے۔ یوں سمجھ لو، لندن کے اندر کی دنیا میں سے آدھی دنیا پر اسی کی حکومت ہے۔ باقی حصے دوسرے لوگوں میں بٹے ہوئے ہیں اور یہ شخص، اس کا نام کربی فوسٹر ہے۔ بہت خطرناک ہے یہ بھی۔ اور یہ ٹونی مکلارنس ہے۔ اور یہ ہے جارج ڈونالڈ۔ یہ سب پائے کے بدمعاش ہیں اور بھی چند لوگ ہیں لیکن فی الوقت ہمارا سابقہ انھی سے پڑے گا، اس لیے میں نے ان سے تمھیں روشناس کرایا ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن اب یہ بتاؤ معاملہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ لوگ بدمعاش ہیں لیکن ان سب نے لندن میں ——— معزز لوگوں کی حیثیت اختیار کرنے کے لیے مختلف پیشے اور کاروبار اپنا رکھے ہیں۔ کوئی موٹروں کی ایجنسی کا مالک ہے تو کوئی جہازوں کے پُرزے بنانے والی فرم کا۔ کسی نے اعلیٰ درجے کا فائیو اسٹار ہوٹل کھول رکھا ہے۔ اس طرح انھوں نے دوسری حیثیت اختیار کر رکھی ہے اور سکون سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔" اینڈریو نے کہا۔ اس نے میرا سوال نظر انداز کر دیا تھا۔

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ اینڈریو کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اس کے اندر ایک جذباتی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی پھر وہ بولا۔ "میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں ان سب کے مقابلے میں شدید احساسِ کمتری کا شکار ہوں۔ میں خود کو ان کے درجے کا انسان نہیں سمجھتا اور . . . شاید کوشش کروں تو بن بھی نہیں سکتا۔ اگر بن سکتا تو شاید مجھے امریکہ نہ بھاگنا پڑتا اور شاید تمھیں ایئرپورٹ پر الجھنوں کا شکار نہ ہونا پڑتا مگر میں ان کے درمیان آنا چاہتا ہوں۔ میں ایک نئے نام کے اضافے کا خواہش مند ہوں۔ خواہ اس کا ذریعہ کوئی اور ہی کیوں نہ ہو۔ رینالڈ اس پائے کا نام نہیں ہے مگر ممکن ہے، نیا رینالڈ اُن کے لیے وہی حیثیت اختیار کر جائے۔ تم سمجھ رہے ہو علی!"

"میں صرف اپنے مقصد کی بات سمجھنا چاہتا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا اور وہ چونک پڑا، ایک دم سنبھل گیا پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر ندامت کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"سوری علی! ویری سوری۔ میں واقعی بکواس کرنے لگا تھا۔ بہرحال، اصل تعارف اینی پارکر کا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ آخری تصویر دیکھو۔ یہ شخص امریکی ہے، شکاگو کا باشندہ ہنری واٹسن۔ مجھے اینی پارکر کے بارے میں معلومات اسی کے گروہ کے ایک فرد سے حاصل ہوئی تھیں۔ مسٹر پارکر سوئٹزرلینڈ کے ایک ارب پتی ہیں۔ سوئیس فیملیز میں ان کا شمار اعلیٰ ترین دولت مند لوگوں میں ہوتا ہے اور اینی ان کی بیٹی ہے۔ ایک مہم جُو اور کھلنڈری لڑکی جو ہمیشہ نت نئی تفریحات کرتی رہتی ہے۔ اس بار وہ خفیہ طور پر چھ ملکوں کی سیاحت پر نکلی ہے۔ جس میں انگلینڈ بھی شامل ہے۔ اس نے اپنا نام میری اسمتھ اختیار کیا ہے لیکن بے وقوف لڑکی خود کو ضرورت سے زیادہ چالاک سمجھ بیٹھی ہے۔ تقریباً نصف درجن بدمعاش اس کی اصلیت سے واقف ہو چکے ہیں اور اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ وہ اسے اغوا کر کے مسٹر پارکر سے بھاری رقم وصول کرنا چاہتے ہیں۔ ہنری واٹسن اسی طیارے سے یہاں آیا ہے جس سے میں نے سفر کیا ہے۔ وہ لندن کے خفیہ گروہوں کی نظر بچا کر اینی پارکر کو اُڑا لے جانا چاہتا ہے جب کہ مقامی بدمعاش بھی اینی پارکر کے استقبال کی پوری پوری تیاریاں کر چکے ہیں مگر علی! اینی پارکر ہمارے ہاتھ لگنی چاہیے۔ تمھاری ذہانت اور دلیری اس مشکل کام کو آسان بنا سکتی ہے۔ اگر میں اس میں کامیاب ہو گیا تو . . . تو . . ." اینڈریو کی کیفیت پھر بدلنے لگی۔

"کیا اس کے بعد کی کارروائیوں میں بھی مجھے شریک رہنا ہوگا؟"

"قطعاً نہیں۔ لندن کی زیرِ زمین دُنیا بڑی دلچسپ اور انوکھی ہے۔ ہم اینی پارکر کو فروخت کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ایک کروڑ ڈالر میں بہ آسانی فروخت ہو جائے گی۔"

"کون خریدے گا اسے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"کوئی بھی ایجنٹ۔ بہت سے فائنانسر مل جائیں گے اس کے لیے اور اس کے بعد کی ذمے داریاں ان کی ہوتی ہیں۔ یہاں ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں بہت سے ایسے خفیہ ادارے کام کرتے ہیں جو قبل از وقت مال خرید لیتے ہیں اور اس کے بعد وہ منافع لے کر اسے آگے بڑھا دیتے ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"خدا کی پناہ" میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ "یہ فائنانسرز کون لوگ ہوتے ہیں۔ کیا یہ بھی جرائم پیشہ گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں؟"

اینڈریو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ظاہر ہے برکلے یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان کو جرائم کی دنیا کے بارے میں تفصیل کیسے معلوم ہوسکتی ہے۔ ان چیزوں سے تمہارا کیا تعلق ہو، ڈیئر علی! بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو جائز ذرائع سے کروڑپتی اور ارب پتی بن جاتے ہیں۔ عموماً دولت مند لوگوں اور جرائم پیشہ افراد کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ یوں سمجھ لو کہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر نہیں چل سکتے۔ یہاں بھی یہی صورتِ حال ہے بلکہ یہاں کیا، ایسے فائنانسر دنیا کے تمام بڑے بڑے ملکوں میں موجود ہیں۔ دولت کے حصول اور خرچ کا ایک بہت بڑا ذریعہ یہ جرائم ہی ہیں۔ چنانچہ وہاں ان فائنانسرز کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ جرائم پیشہ افراد ایسے کاموں میں جن میں انھیں حصولِ زر کا یقین ہو، ان فائنانسرز کو شامل رکھتے ہیں اور یہ فائنانسرز بڑی خوشی سے کروڑوں روپے کا سرمایہ ان جرائم پیشہ افراد پر لگا دیتے ہیں۔ ریس، دوسرے جوئے، ڈکیتی، اغوا اور نہ جانے کون کون سے کاروبار ہیں۔ یہ فائنانسرز کروڑوں روپیہ کماتے ہیں، اینی پارکر کو اگر ہم اغوا کرنے میں کامیاب ہوگئے اور ہم نے براہ راست مسٹر میکائیل پارکر سے رابطہ نہ قائم کیا تو کسی بھی فائنانسر کو تفصیل بتا کر اینی پارکر کی قیمت وصول کر سکتے ہیں۔ اینی کو اس کے حوالے کرنے کے بعد ہمارا کام ختم ہوجائے گا اور وہ فائنانسر کسی اور جرائم پیشہ آدمی سے اینی کی شخصیت کا سودا کر سکتا ہے۔ یعنی سرمایہ اس کا لگا ہو گا اور سارا کام وہ جرائم پیشہ لوگ کریں گے۔ ہر فائنانسر کا اپنا اپنا ایک گینگ ہوتا ہے۔ ان کے اپنے آدمی ہوتے ہیں جو اُن کے لیے کام کرتے ہیں۔ یہ ہے صورتِ حال۔" اینڈریو نے بتایا۔ بڑی دلچسپ اور بڑی تعجب خیز بات تھی۔

میں کافی دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک ہلکی سی کلک ہوئی اور میں نے اینڈریو کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "کیا نام بتایا تم نے؟"

"کس کا؟" اینڈریو نے پوچھا۔

"مسٹر پارکر کا؟" میں نے دوسرا سوال کیا۔

"میکائیل پارکر۔" اینڈریو نے بتایا۔

"نسلاً کیا ہیں وہ؟" میں نے پوچھا۔

"اوہو۔۔۔" اینڈریو ہنس پڑا۔ "یہودی، سو فیصد یہودی۔" اینڈریو نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور میری آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی۔

"بھئی واہ، یہ خیال تو میرے ذہن میں آیا ہی نہیں تھا کہ تمھاری دلچسپی کی ایک اور بنیاد بھی ہوسکتی ہے۔ میکائیل پارکر مکمل طور پر اسرائیل نواز یہودی ہے۔ شاید کافی عرصے پہلے کی کچھ خبریں تمھاری نگاہ سے گزر چکی ہوں۔ سوئٹزرلینڈ کے میکائیل پارکر نے اسرائیلی وزیر... ایک بہت بڑی رقم پیش کی تھی ایٹمی مقاصد کی تکمیل کے لیے اور ... بڑا چرچا ہوا تھا۔ اسرائیل کی طرف سے مسٹر میکائیل پارکر کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا گیا تھا۔"

"خیر یہ خبر تو میری نگاہ سے نہیں گزری لیکن میرے لیے ... ہے کہ مسٹر میکائیل پارکر یہودی ہیں، ٹھیک ہے اینڈریو ڈیئر مطمئن رہو، میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ بڑے بڑے جرائم پیشہ لوگوں کے ... اجتماع میں، میں کوئی خاص کارنامہ انجام دوں گا لیکن بہرصورت اب میری کوششوں میں میری ذاتی دلچسپیاں بھی شامل ہوگئی ہیں۔"

"ویری گڈ۔ ویری گڈ، اس طرح تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ میں بہت ذہین آدمی نہیں ہوں ورنہ تم سے کام لینے کے لیے سب سے پہلی بات یہی کہنی چاہیے تھی کہ اینی پارکر ایک یہودی ... ہے اور اس کے باپ میکائیل پارکر کا شمار اسرائیل نوازوں میں ... ہے۔" اینڈریو نے ... ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرانے لگا۔ "پھر یہ بات طے ہے کہ میں اینی پارکر کے سلسلے میں تمھیں تمام ... تفصیلات مہیا کرتا رہوں گا، تم یہ مت سمجھنا علی! کہ میں...... پس پردہ رہ کر تمھیں آگے بڑھا رہا ہوں بلکہ یوں سمجھ لو کہ دو افراد ... مشتمل یہ گروہ ان جرائم پیشہ لوگوں کے مقابلے میں ذرا جدید پیمانے ... کام کرے گا جن کے ساتھ بے شمار افراد ہیں۔ صورتِ حال یہی ... گی کہ ایک پسِ پردہ اور دوسرا منظرِ عام پر اور اس سلسلے میں بہتر ... رہے گا کہ میں پسِ پردہ رہوں۔"

"او کے۔" میں نے حتمی طور پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔

❋

لندن کے اس خوب صورت علاقے کے اس بنگلے میں ... بڑے سکون سے رہ رہے تھے۔ ریٹا میرے ساتھ تھی۔ اس ... دوسرے کاموں کے لیے ایک ملازمہ رکھ لی تھی جو بقول اس کے ... اعتماد کی عورت تھی۔ عموماً ہم لوگ گھر میں ہی رہتے تھے اور اینڈریو ... کم ہمارے پاس آتا تھا۔

اس شام پھر بارش ہو رہی تھی۔ آسمان پر بادل اُمڈے آر... تھے اور فضا میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ ریٹا نے کافی کی تجویز پیش کی ... میں نے تائید کر دی۔ بنگلے کی اوپری منزل پر ہم دونوں آتش دان ... پاس بیٹھ گئے۔ ملازمہ سے کافی کے لیے کہہ دیا گیا تھا۔

ریٹا کی نگاہیں سامنے کی کھڑکی کے دوسری طرف رم جھم ... ہوتی بارش کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ کچھ افسردہ سی نظر آ رہی تھی۔ جب ... خاموشی طویل ہوگئی تو میں نے اسے مخاطب کیا۔

"بھئی ریٹا! کچھ بولو۔ میں بور ہو رہا ہوں۔" اور ریٹا چونک ... مجھے دیکھنے لگی۔ بے خیالی کے سے انداز میں دیر تک دیکھتی رہی اور پھر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا بولوں علی؟" اس کا لہجہ اُداس تھا۔

"بات کرنے کے لیے کسی موضوع کی قید تو نہیں ہوتی۔ کچھ اُداس ہو، کیا سوچ رہی ہو؟"

"بڑی احمقانہ بات۔" اس نے کہا۔

"مجھے نہیں بتاؤ گی؟" میں نے اپنائیت سے کہا۔

"نہیں، کوئی ہرج بھی نہیں ہے۔ ممکن ہے تمھیں مسکرانے کا موقع مل جائے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ میں مسکرانا چاہتا ہوں۔"

"انسان کی نگاہ کیا چیز ہے علی؟" ریٹا نے عجیب سی بات کہی۔

"بڑا فلسفیانہ سوال ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہے تو سہی۔ پھر بھی جواب دو۔"

"میرے خیال میں اس کے ذہن کا دروازہ۔" میں نے جواب دیا اور ریٹا تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بے اختیار ہو کر بولی۔

"خدا کی قسم بڑی سچی بات کہی ہے۔ اتنی جلدی اتنی عمدہ بات کہہ دینا آسان نہیں ہے جب کہ سوال غیر متوقع ہو لیکن اب مجھے حیرت نہیں ہے۔ اتنا تو مجھے معلوم ہے کہ تم اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان ہو۔ میں یہی سوچ رہی تھی علی! لوگ کہتے ہیں کہ آنکھیں دیکھنے کی حس رکھتی ہیں لیکن میرے خیال میں بس وہ ذہن کا جھروکہ ہیں، دیکھنے والا ذہن ہوتا ہے۔ کھڑکی سے باہر بارش کی دھاریں ہیں لیکن ان دھاروں میں ہم اپنا ماضی، حال، مستقبل دیکھ سکتے ہیں۔ خالی دیواریں ہماری ساری زندگی کا عکس پیش کر سکتی ہیں۔ میں یہی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔"

"کیوں اُداس ہو ریٹا؟ مجھے بتاؤ۔"

"میں اینڈریو کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"کیا؟" میں نے اس سے وضاحت چاہی۔

"وہ میرا محبوب ہے۔ میں اسے بہت چاہتی ہوں۔ میں جو نظر آ رہی ہوں، فطرتاً وہ نہیں ہوں لیکن اس کے لیے سب کچھ بن گئی، بدل لیا ہے پوری طرح خود کو۔ لیکن انسان بہت کم اس حد تک سوچتا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ کون کیا تھا؟ کیا بن گیا ہے جو بن گیا ہے بس وہ اسے ہی قبول کر لیتا ہے اور پھر اس سے اور کچھ چاہنے لگتا ہے۔"

"اینڈریو؟" میں حیرت سے چونک پڑا۔

"ہاں۔ وہ مجھ سے محبت کرتا تھا۔ اسی طرح جیسے میں اسے چاہتی ہوں۔ غور کرتی ہوں تو عجیب سا احساس ہوتا ہے۔ وہ دولت کے پیچھے بھاگ رہا ہے اور باقی سب کچھ بھول گیا ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر امریکہ چلا گیا تھا، شاید کبھی واپس نہ آتا۔ حالات اسے دوبارہ لے آئے ہیں۔ یہ مجبوری نہ ہوتی تو شاید وہ کبھی نہ آتا۔ آیا تو میں یاد آگئی اور وہ میرے پاس پہنچ گیا اور اب وہ اپنا کام کر رہا ہے۔ کام کر کے پھر چلا جائے گا۔ ممکن ہے جو کچھ کمائے اس میں سے مجھے بھی کچھ دیدے۔ کیا چاہت کا بدل صرف دولت ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"بڑے اعتماد سے کہہ رہے ہو علی!" اُسے میرے جواب پر حیرت تھی۔

"ہاں بڑے اعتماد سے کہہ رہا ہوں ریٹا! دولت انسانی زندگی کی اہم ضرورت ہے لیکن محبت اس سے بڑی ضرورت ہے۔ میں دولت کے حصول کا مخالف نہیں ہوں لیکن دولت سب کچھ نہیں ہوتی۔"

"تم بھی کسی کو چاہتے ہو علی؟" ریٹا نے بڑی عجیب بات پوچھی تھی۔

"میں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نہیں ریٹا! تم جن معنوں میں چاہت کا سوال کر رہی ہو، ان معنوں میں، میں نے کسی کو نہیں چاہا۔ ہمارا طرزِ معاشرت یورپ سے مختلف ہے۔ ہمارے ہاں محبت کو ایک ابدی جذبہ سمجھا جاتا ہے، خواہ چند لوگ اس سے اختلاف کیوں نہ کر لیں مگر یہ ان کی انفرادیت ہوتی ہے۔"

"کبھی کسی کو چاہو گے علی؟" ریٹا نے سوال کیا۔

"شاید نہیں، کیوں کہ میں نے اپنی زندگی کا ایک مقصد متعین کر لیا ہے اور میری تمام چاہتیں اس مقصد سے منسلک ہیں۔ یہ طویل داستان ہے ریٹا! بور ہو جاؤ گی، اس لیے اس موضوع کو مت چھیڑو۔"

"ہوں۔" ریٹا نے گہری سانس لی۔ "میں تمھیں مجبور نہیں کروں گی۔ بس تم نے مجھ سے میری خاموشی کے بارے میں پوچھا تو میں نے تمھیں اپنے ذہن کی بات بتا دی۔ میں اینڈریو سے بہت زیادہ مطمئن نہیں ہوں اور سوچ رہی ہوں کہ مجھے مستقبل میں کچھ تبدیلیاں کرنی ہوں گی۔"

اس گفتگو کے بعد ہم دونوں خاموش ہوگئے تھے اور وقت گزر گیا تھا۔ بارش مسلسل ہو رہی تھی بلکہ پہلے سے بڑھ گئی تھی۔ سڑکیں جل تھل ہو رہی تھیں۔ اینڈریو کا نہ تو کوئی فون آیا تھا اور نہ اس کے بارے میں کوئی معلومات حاصل ہوئی تھیں پھر نہ جانے کس وقت مجھے نیند آگئی۔

❋

صبح کو میں ریٹا کے ساتھ ناشتا کر رہا تھا کہ دروازے سے اینڈریو کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو شریف لوگو! مجھے خوشی ہے کہ میں بالکل ٹھیک وقت پر پہنچا۔ غالباً تم لوگ ابھی آخری مراحل سے نہ گزرے ہو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گے۔ کیسے مزاج ہیں.... " وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اور اس نے اپنے سامنے ایک پلیٹ کھینچ لی۔

"تم کہاں سے آرہے ہو اینڈریو؟" میں نے پوچھا۔

"بس نہ پوچھو۔" اینڈریو کا لہجہ عجیب سا تھا۔

"تم مستقبل تعمیر کر رہے ہو اینڈریو تاکہ آئندہ ساری زندگی عیش میں گزار سکو۔" ریٹا نے کہا لیکن اینڈریو نے اس کے طنز کو محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ ناشتے میں مصروف رہا۔ پھر اس نے کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"لیکن میری اس وقت کی آمد تمھارے لیے زیادہ خوشگوار نہیں ہے علی!"

"کیوں، خیریت؟" میں نے گھبرا کر کہا۔

"اینی پارکر پہنچ گئی ہے۔" اینڈریو نے بتایا۔

"کب؟" اب میں نے مضبوط لہجے میں سوال کیا۔

"کل دوپہر کو۔۔۔ اور آج رات کو گونی مکلارنس نے اسے اپنے ہوٹل میں استقبالیہ دیا ہے۔ جیسا کہ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ بہت سے خطرناک لوگ اینی پارکر کی یہاں آمد کا انتظار کر رہے تھے بلکہ ان میں سے چند افراد تو مستقل اس کے پیچھے لگے ہوئے کسی مناسب موقع کے انتظار میں تھے۔ یہ سب اپنے اپنے طور پر بہترین منصوبہ بندیوں میں مصروف ہوں گے۔ گونی مکلارنس کسی حد تک سبقت حاصل کر گیا ہے لیکن اس نے بدمعاشوں کی اصول پرستی کا بھی کسی حد تک خیال رکھا ہے۔ کیا سمجھے؟" اینڈریو مسکرایا اور میں نے نفی میں گردن ہلادی۔

"بدمعاشوں کی اصول پرستی سے تمھاری کیا مراد ہے؟" میں نے طنزیہ انداز میں سوال کیا۔

"گونی مکلارنس نے اینی سے شناسائی کے لیے بہت پہلے سے کارروائی کی ہوگی۔ اس نے چند ایسے مقتدر یہودیوں سے رابطہ قائم کیا ہوگا جو اینی پارکر کے بہت قریبی شناسا ہوں گے اور ان کے ذریعے ہی وہ اسے اپنے ہوٹل میں لانے میں کامیاب ہوسکا ہوگا۔ یہ پارٹی وہ کسی خفیہ مقام پر بھی دے سکتا تھا۔ میرا مطلب ہے کسی ایسی جگہ جہاں دوسرے لوگوں کا گزر نہ ہوتا لیکن اس نے کھلے عام سب کو دعوت دی ہے۔ جس کا دل چاہے مقدر آزمائے۔ میرے خیال میں تو گونی کا یہ استقبالیہ ایک طرح سے دعوتِ جنگ ہے اور بہرحال یہ بہت ہی ہمت کی بات ہے۔"

"مجھے تم سے اختلاف ہے اینڈریو!" میں نے کہا۔

"کیا؟" اینڈریو قدرے چونک کر بولا۔

"گونی مکلارنس نے یہ خفیہ استقبالیہ اس لیے نہیں دیا ہوگا کہ ایک طبقہ تو اس کی اصلیت سے واقف ہوگا ـــــ اگر اینی پارکر کسی ایسی خفیہ دعوت سے غائب ہوجاتی تو گونی کو اپنی پوزیشن صاف کرنا مشکل ہوجاتا اور ان حالات میں وہ صحیح سودے بازی بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

"نہیں مسٹر علی! یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ یہ بات بھول رہے ہیں کہ شاید اینی پارکر اپنی اصل حیثیت سے یہ سفر نہیں کر رہی ہے۔ گونی اور دوسرے بدمعاش اصلیت سے واقف ضرور ہیں لیکن اس کا اظہار ممکن نہیں ہے اور وہ خود کو انجان رکھتے ہوئے ہی سب کچھ کر رہے ہیں۔"

"خیر، یہ ان کا معاملہ ہے۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"تیاریاں۔" اینڈریو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مثلاً؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"اس سلسلے میں کوئی بہتر پروگرام ترتیب دے لو۔ اینی پارکر کے قیام کی تفصیل نہیں مل سکتی۔ میں نے زیادہ کوشش بھی نہیں کی ہے کیوں کہ مجھے اندازہ ہے کہ جو کچھ ہونا ہے وہ ان ابتدائی لمحات میں ہی ہوجائے گا۔"

"تمھارے ذہن میں کوئی پروگرام نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی تک نہیں۔ اس کے علاوہ میں یہ سب کچھ تم پر چھوڑنا چاہتا ہوں۔ ہاں اس بارے میں جو ضروریات ہوں گی، میں انھیں پورا کرنے کا پابند ہوں گا۔" اینڈریو نے کہا۔

ریٹا ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔ اینڈریو نے اس کے اُٹھ کر جانے کا کوئی خیال نہیں کیا۔ البتہ میں ریٹا کی ذہنی کیفیت سے واقف تھا۔ میں یہ تو جانتا تھا کہ جو کچھ میں یا اینڈریو کریں گے، ریٹا اس میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرے گی لیکن اب وہ اس تمام کارروائی سے متفق نہیں تھی۔ شاید وہ اینڈریو کی جانب سے بددل ہو چکی تھی۔ تاہم میں نے اینڈریو سے اس کا تذکرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا کیوں کہ یہ اچھی بات نہ ہوتی۔ اینڈریو کے بارے میں میں نے یہ اندازہ لگالیا تھا کہ وہ سوفی صد مجرمانہ ذہنیت کا مالک ہے اور ریٹا جیسی لڑکیاں اس کے لیے ایک تفریح کی حیثیت تو رکھ سکتی ہیں لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں پھر مغرب میں تو وفا کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ ریٹا کے بارے میں اسے کچھ بتانا خود ریٹا کے لیے خطرات مول لینا ہے اور ریٹا سے میری کوئی پرخاش نہیں تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اینڈریو کے ساتھ باہر نکل آیا۔ رخصت ہوتے وقت بھی اینڈریو نے ریٹا سے کوئی خاص بات نہیں کہی تھی۔ ریٹا نے عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھا مگر میں نے ان نگاہوں پر توجہ نہیں دی تھی کیوں کہ میرے پاس وقت نہیں تھا۔ میں تو صرف عمل کرکے اپنی منزل کا حصول چاہتا تھا اور میں جانتا تھا کہ منزل کے حصول میں بے شمار ریٹائیں میرے راستے میں آئیں گی اور اگر میں ان میں سے کسی سے متاثر ہوگیا تو پھر میرا مقصد قبر کی گہرائی میں ہی دفن ہوجائے گا۔

*

گونی مکلارنس کا خوب صورت ہوٹل جگمگا رہا تھا۔ رات کو ساڑھے دس بجے اینی پارکر، گونی مکلارنس اور دوسرے چند سفید فاموں کے ساتھ سکارا کے بینکویٹ ہال میں نظر آئی، اس ہال کو انتہائی حسین پیمانے پر آراستہ کیا گیا تھا۔ آرکسٹرا نصف دائرے کی شکل میں اسٹیج کے ایک سائڈ جما ہوا ہلکی ہلکی دُھنیں بجا رہا تھا۔ اینی پارکر بلاشبہ خوب صورت لڑکی تھی۔ اس کے چہرے میں خاص بات یہ تھی کہ وہ زندگی سے بھرپور نظر آتا تھا اور اینی پارکر کے انداز سے ذرا بھی یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ اسے کسی قسم کا کوئی خطرہ ہے۔ شاید ہوٹل کے دوسرے حصوں میں وہ وقت گزار چکی تھی اور کھانے پینے کا سلسلہ ختم ہوگیا تھا۔ رقص کے لیے موسیقی شروع ہوئی تو جوڑے اُٹھ اُٹھ کر چوبی فرش پر جانے لگے۔ اس موقعے پر گونی مکلارنس نے اپنی اب تک کی کاوشوں کا معاوضہ وصول کرنے کی ٹھانی اور اینی پارکر کے قریب پہنچ گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اینڈریو اس وقت کہاں ہے لیکن میں اینڈریو کے مہیا کیے ہوئے ایک خوب صورت لباس میں ملبوس رینالڈ کے میک اپ میں ایک ستون کی آڑ میں کھڑا ہوا تھا۔ میری انگلیوں میں رینالڈ کا پسندیدہ سگریٹ تھا اور میں اس سگریٹ کے گہرے گہرے کش لگا رہا تھا۔ اور نگاہیں اینی پارکر اور گونی مکلارنس کے گرد چکرا رہی تھیں۔ اینی پارکر اس ہنگامہ خیز ماحول میں بے حد خوش نظر آتی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے چاروں طرف بدمعاش اور خطرناک مجرموں کے گروہ کے گروہ موجود ہیں اور یہ خطرناک لوگ اپنی اپنی دوستوں کے ساتھ رقص کر رہے تھے۔ ہال میں سفید جیکٹوں اور سفید پتلونوں میں ملبوس بیرے پھرتی سے مہمانوں کی تواضع کرنے میں مصروف تھے لیکن شاید بہت ہی کم لوگ یہ بات جانتے ہوں گے کہ یہ بیرے گونی مکلارنس کے خاص آدمی ہیں اور چوٹی کے بدمعاش ہیں۔ ان میں کچھ خواتین ویٹرز بھی اپنے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ان تمام افراد میں سے کون کون مجھے رینالڈ کی حیثیت سے پہچانتا ہے مگر ابھی تک کسی نے مجھ سے ہمکلام ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ میں اس بات سے خود کو بچا رہا تھا کہ کوئی مجھے رقص کی پیش کش کرے۔ اسی لیے میں نے اس ستون کی آڑ کا سہارا لیا تھا۔ البتہ جب ایک دراز قامت اور دلکش لباس میں ملبوس ایک حسین لڑکی میری جانب بڑھی تو مجھے اس جگہ سے ہٹ جانا پڑا۔ اس کے بعد میں ہال سے نکل آیا اور اس عمارت کا جائزہ لینے لگا۔ میں ہوٹل کے پارکنگ لاٹ میں چلا آیا۔ میری گاڑی اس مخصوص جگہ پر کھڑی تھی جہاں میں نے اسے پروگرام کے مطابق کھڑا کیا تھا۔

میں نہیں جانتا تھا کہ اینی پارکر کے اغوا کے سلسلے میں یہاں کیا ڈراما ہونے والا ہے۔ لیکن بہرصورت میں پوری طرح تیار تھا۔ میں دوبارہ اندر پہنچا۔ رقص کا پہلا راؤنڈ ختم ہوچکا تھا۔ شاید دوسرے راؤنڈ کی تیاریاں کی جا رہی تھیں، کیوں کہ جوڑے چوبی فرش سے واپس نہیں آئے تھے۔ اس بار بھی شاید گونی مکلارنس اینی کے ساتھ رقص کرنا چاہتا تھا کیوں کہ وہ اس کے قریب ہی موجود تھا اور وہ دونوں باتیں کر رہے تھے۔

بالآخر دوسرے راؤنڈ کے لیے موسیقی شروع ہوگئی اور اسی وقت دُبلے پتلے بدن کا ایک کرخت چہرے والا شخص میرے قریب سے گزرا اور مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ میں نے اس شخص کو فوراً پہچان لیا کیوں کہ میں نے اس کی تصویر بھی دیکھی تھی اور ان تمام تصویروں پر درج شدہ نام ذہن نشین کر لیے تھے۔ اس شخص کا نام کربی نوسٹر تھا۔

"میرے خدا!... تم؟" وہ رُک کر بولا۔

"کیوں؟ اس میں حیرانی کی کیا بات ہے ڈیئر نوسٹر!" میں نے مُسکرا کر کہا۔

"تمھارے بارے میں تو عجیب عجیب خبریں سننے کو ملی تھیں۔"

"مثلاً؟" میں نے اُسے تیکھی نگاہوں سے دیکھا۔

"ہم سب تو تمھارا تعزیتی اجلاس بھی منعقد کر چکے ہیں۔"

"کسی کاک ٹیل پارٹی میں؟" میں نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"نہیں ڈیئر رینالڈ! مذاق کی بات نہیں ہے۔ ہمیں تمھاری موت کا بہت رنج ہوا تھا۔"

"ہمیں سے تمھاری کیا مُراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ یقیناً تم نے بھی وہ خبر نہیں سُنی ہوگی۔ دراصل میرا گروہ لنکاسٹر کے گروہ میں ضم ہوگیا ہے اور اب ہم دونوں کے مفادات یکساں ہیں۔ دراصل رینالڈ! ہیمبر لنکاسٹر کا گروہ بے حد مضبوط ہوگیا تھا اور مجھے آئے دن کی خونریزی پسند نہیں تھی۔ اس طرح کام کرنے سے مواقع ضائع ہوجاتے ہیں۔ اس لیے میں نے یہ جھگڑا ختم کردیا۔"

"یہ واقعی نئی خبر ہے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا

"تم کیا کر رہے ہو آج کل؟" نوسٹر نے سوال کیا۔

"کوئی خاص کام نہیں۔" میں نے رسماً جواب دیا۔

"میں تو تمھیں بھی یہی مشورہ دوں گا کہ...."

"ہیمبر کے گروہ میں آجاؤ۔ کیوں...؟" میں نے اس کا جُملہ پورا کر دیا

"اس میں حرج ہی کیا ہے؟" نوسٹر بولا۔

"مگر ایک مُردہ شخص کو ہیمبر کے گروہ میں کون سی جگہ مل سکتی ہے؟"

"میری بات کو مذاق مت سمجھو رینالڈ! ہم لوگوں نے یہی سنا تھا کہ تم جاپان میں پھنس گئے تھے اور خیال تھا کہ تم وہاں

WWW.PAKSOCIETY.COM

مارے گئے۔ بہرحال میں اس وقت مصروف ہوں پھر کسی وقت تم سے ملوں گا اور ہاں سنو میری یہ پیشکش مخلصانہ ہے۔ اچھا۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا لیکن چند قدم جا کر وہ پھر ٹھٹک گیا۔ میری طرف مڑا اور دوبارہ میرے پاس آ گیا۔

"تم کسی کے ساتھ رقص نہیں کر رہے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کیوں؟" فوسٹر نے پوچھا۔

"اپنے پسندیدہ پارٹنر کی تلاش میں ہوں۔"

"اس لڑکی کو دیکھو، جو گوئی مکلارنس کے ساتھ ہے۔"

"ہاں، خوبصورت ہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"گوئی ہمیشہ بہترین پارٹنر تلاش کرتا ہے۔ اچھا پھر ملاقات ہوگی۔" وہ دوبارہ آگے بڑھ گیا۔ میرے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔ چند باتوں پر مجھے مسرت بھی تھی۔ اول یہ کہ فوسٹر کو رینالڈ کی حیثیت سے میری آواز اور لہجے پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا اور نہ میرے میک اپ میں کوئی خرابی تھی۔ فوسٹر کی حیرت بھی میرے لیے باعث دلچسپی تھی۔ دوسری بار وہ پلٹ کر اس لیے آیا تھا کہ اپنی پارکر کے بارے میں میرے تاثرات معلوم کر لے۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ کہیں میں بھی اپنی پارکر کے چکر سے واقف تو نہیں ہوں اور اس کے بعد وہ مطمئن ہو کر آگے بڑھ گیا تھا۔

رقص و موسیقی جاری رہی اور وقت گزرتا گیا۔ اپنی پارکر نے کئی لوگوں کے ساتھ رقص کیا لیکن اس کا زیادہ وقت گوئی کے ساتھ ہی گزر رہا تھا۔ اس وقت رات کا ایک بجا تھا اور میں آرکسٹرا کے شور سے کسی قدر اکتا کر باہر نکل آیا تھا کہ میں نے چند کاریں پارکنگ لاٹ میں پارک ہوتی دیکھیں۔ پھر ایک کار سے میں نے ایک بھاری بدن کے شخص کو اترتے دیکھا۔ سیاہ سوٹ میں ملبوس اس شخص کے ساتھ دو آدمی نیچے اترے تھے جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ بھاری بدن والے اس شخص کو میں نے فوراً پہچان لیا۔ یہ ہمبر لنکاسٹر تھا۔ یقیناً اس کے ساتھ اس کے آدمی ہوں گے۔ میں برق رفتاری سے ایک کار کی آڑ میں چھپ گیا۔ تب میں نے کاروں ہی کے درمیان سے ... فوسٹر کو ہمبر لنکاسٹر کی طرف آتے دیکھا۔ کافی فاصلہ تھا اس لیے میں ان لوگوں کے درمیان ہونے والی گفتگو تو نہ سن سکا لیکن اس بات کا اندازہ میں نے بخوبی کر لیا تھا کہ فوسٹر جو اب ہمبر کے گروہ میں شامل ہو گیا ہے، ہمبر کو اندر کی تفصیلات بتا رہا ہے۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ جو کھیل اب شروع ہونے والا ہے اس میں اب زیادہ دیر نہیں ہے۔ چنانچہ میں کاروں کی آڑ لیتا ہوا پیچھے ہی پیچھے سے گزر کر پھر ... ہال میں آ گیا۔ میں نے جلدی سے ایک ویٹر کو بلا کر پانچ پاؤنڈ کا نوٹ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر! تمھیں زحمت تو ہوگی، ان خاتون کو جو مسٹر مکلارنس کے ساتھ رقص کر رہی ہیں، اطلاع دے دو کہ ان کا فون آیا ہے۔" ویٹر نے پانچ پاؤنڈ کا نوٹ تو قبول کر لیا لیکن چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ شاید وہ صورتِ حال سے واقف تھا۔ اس نے کڑی نگاہوں سے میرا جائزہ لیا اور پھر تیکھے لہجے میں بولا۔

"آپ کون ہیں؟"

"میں ان کا گارڈ ہوں۔ براہِ کرم..." میں نے کہا اور وہ کسی قدر مطمئن ہو کر آگے بڑھ گیا۔ میں نے اسے چوبی فرش پر جاتے دیکھا۔ گوئی اسے رک کر دیکھنے لگا تھا۔ ویٹر نے میری کہی ہوئی بات رک کر اپنی پارکر کو بتا دی اور اپنی پارکر، گوئی سے معذرت کر کے ویٹر سے فون کی جگہ پوچھتی ہوئی چل پڑی۔ چند ساعت کے اندر اندر وہ ہال سے نکل آئی تھی اور اب اس کا رخ ٹیلی فون بوتھ کی جانب تھا۔

میں نے آہستگی سے اس کا تعاقب کیا اور جب وہ ایک ٹیلی فون بوتھ میں داخل ہوئی تو میں بھی اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ٹیلی فون بوتھ کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ میں نے دروازے کو کھٹکھٹایا اور سامنے لگے ہوئے شیشے میں اپنی پارکر کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ چونک کر میری جانب متوجہ ہو گئی تھی اور اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ میں نے گردن خم کر کے اسے اپنے دوست ہونے کا یقین دلایا اور دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔

"مجھے معاف کیجیے مس! میں نے آپ کو ڈسٹرب کیا۔ آپ کا کوئی فون نہیں ہے، وہ اطلاع میں نے آپ تک پہنچائی تھی۔" اپنی پارکر متحیر رہ گئی۔ وہ ٹیلی فون بوتھ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی۔ اس نے بغور مجھے دیکھا اور بولی۔ "کیوں؟"

"اس لیے کہ آپ یہاں سخت خطرے میں ہیں۔"

"اوہ!" اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "کیسا خطرہ؟"

"اس کی تفصیل میں کسی وقت بتا دوں گا۔ فی الحال آپ میری ہدایت پر عمل کریں۔"

"کیوں؟ تم کون ہو—؟" وہ پریشان نظر آ رہی تھی۔

"میرے متعلق بعد میں ... د... نہ ... میں۔" میں نے ... آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمھاری ہدایت پر عمل کرتی ہوں۔ ..." اور اسی وقت اندر سے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس کے ساتھ ہی لاتعداد چیخیں ابھری تھیں۔

"کھیل شروع ہو گیا ہے۔ کیا آپ اب بھی دیر کریں گی؟"

"نہیں شکریہ۔ براہِ کرم مجھے میری کار تک پہنچا دو۔ تمھارا نام کیا ہے؟"

"اس وقت تعارف کا موقع بھی نہیں ہے۔ میں ضرور آپ سے دوبارہ ملاقات کروں گا، آئیے۔" میں نے اسے اس کی کار تک پہنچایا اور جب اس کی کار نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میری اس کارروائی پر اینڈریو بھی حیران رہ گیا ہوگا۔ بشرطیکہ وہ میری کارکردگی کی نگرانی کر رہا ہو۔ بظاہر وہ مجھے کہیں نظر نہیں آیا تھا۔

اندر اب باقاعدہ ٹھن گئی تھی۔ اسٹین گنوں کی آوازیں آ رہی تھیں اور چیختے چلاتے لوگ باہر بھاگ رہے تھے۔ کاریں بے تحاشا پارکنگ لاٹ سے باہر نکل رہی تھیں اور ایک دوسرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ میں جس مقام پر کھڑا تھا، وہ قطعی محفوظ تھا۔ آن کی آن میں پارکنگ لاٹ خالی ہو گئی۔ صرف چند گاڑیاں وہاں نظر آ رہی تھیں۔

میں نے جلتے ہوئے سگریٹ کو جوتے سے مسلا اور وہاں سے پھر اس راہداری میں آ گیا جہاں سے گزر کر بنکوئیٹ ہال میں جانے کا راستہ تھا۔ گولیاں چلنا بند ہو گئی تھیں اور اب وہاں سناٹا تھا۔ وسیع و عریض ہال پر اب موت کا سا سکوت مسلط تھا۔ اندر پندرہ بیس لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ آرکسٹرا بجانے والوں میں سے پانچ افراد گولیوں کا شکار ہوئے تھے۔ جگہ جگہ خون بکھرا ہوا تھا۔ شراب اس خون میں شامل ہو گئی تھی اور جگہ جگہ ٹوٹی ہوئی بوتلوں کے شیشے بکھرے ہوئے تھے۔ کرسیاں اور میزیں الٹی پڑی تھیں۔ دیواروں پر لگے ہوئے فانوس تباہ ہو چکے تھے۔

یہ جگہ خطرناک ہو چکی تھی۔ ہر چند کہ ہال میں اس وقت کوئی زندہ آدمی موجود نہیں تھا جس سے مجھے کوئی خطرہ ہوتا لیکن جان بچا کر بھاگنے والوں کو راستے میں کوئی نہ کوئی پولیس کار ضرور مل جائے گی اور وہ اسے اس خونریزی کی اطلاع دے دیں گے اور چند ہی لمحات کے بعد پولیس اس پوری عمارت کو گھیر لے گی اور وہاں سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔

چنانچہ میں اس کار میں آ گیا جو مجھے اینڈریو نے فراہم کی تھی لیکن میں زیادہ ... ہو گیا کہ کار میں میرے علاوہ بھی کوئی موجود ہے اور میں نے بس ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا۔

دوسرے لمحے کار سڑک پر لہرائی اور پھر اس میں پورے بریک لگ گئے۔ اس دوران میں نے تین بار بطخ کی سی قیں قیں سنی تھی اور پھر ایک جسم میری سیٹ کے پاس سے گزر کر ونڈ اسکرین سے ٹکرایا اور میں نے اس کی گردن دبوچ لی۔

"اینڈ... اینڈریو!" ایک آواز مجھے سنائی دی اور میں نے گہری سانس لے کر اس کی گردن چھوڑ دی۔

"سوری اینڈریو!" میں سرد لہجے میں بولا۔

"بھلے آدمی! تم نے تو میری جان لے لی تھی۔" اس نے شکوہ کیا۔

"درحقیقت تمھاری جان بچ گئی اینڈریو! تمھیں اس طرح کار میں چھپ کر نہیں بیٹھنا چاہیے تھا۔" میں نے کہا۔ اینڈریو کے حواس ابھی تک درست نہیں ہوئے تھے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے گردن موڑ کر اسے جھٹکے دے رہا تھا۔

"خدا کی پناہ۔ واقعی تم تو مجھے مار ہی دیتے ـــ" وہ گہری گہری سانسیں لے کر بولا۔

"مگر تم کار میں کہاں سے گھس گئے تھے، ڈیئر اینڈریو؟"

"بس دوست! جس وقت ہال میں ہنگامہ ہوا، میں وہیں موجود تھا۔ شاید تم بھی مجھے دیکھ نہیں سکے تھے۔"

"ہاں، میں نے تمھیں نہیں دیکھا تھا۔" میں نے اعتراف کیا۔

"ہوا یوں کہ تم تو باہر نکل آئے تھے۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ تم نے ویٹر کے ذریعے کوئی کارروائی کی ہے۔ کیونکہ تمھاری اس کارروائی کے بعد ویٹر اپنی کے پاس پہنچا تھا اور اس نے اپنی سے کچھ کہا تھا جس کے نتیجے میں اپنی پارکر باہر نکل گئی تھی لیکن دوسرے لوگوں کو شاید اپنی کے نکل جانے پر شبہ نہیں ہوا تھا۔ ممکن تھا کہ گوئی مکلارنس اپنی کے تعاقب میں باہر آتا۔ کیونکہ وہ کسی طرح اسے نگاہوں سے اوجھل کرنا نہیں چاہتا تھا مگر اپنی پارکر کے وہاں سے نکلتے ہی اس کے ساتھ ساتھ پیچھے پیچھے چلے آنا بھی معیوب تھا، اس لیے وہ رک گیا۔ اس سے قبل کہ گوئی کوئی فیصلہ کرتا، دفعتاً بینڈ ماسٹر کی پیشانی میں سوراخ ہو گیا۔ اس کی تیز دلدوز چیخ ہال میں گونجی تھی۔ اس کے ساتھ ہی آرکسٹرا بند ہو گیا اور پھر وہاں موجود لوگوں نے پستول نکال لیے۔ بس اس کے بعد یہ سارا ہنگامہ ہو گیا۔ میں بمشکل تمام جان بچا کر ہال سے باہر نکل سکا اور اس کے بعد سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں تمھاری کار میں آ چھپوں۔ خوش قسمتی تھی میری کہ میرے پاس تمھاری کار کی ڈپلیکیٹ چابی موجود تھی۔ چنانچہ میں نے تمھاری کار کا دروازہ کھولا اور سیٹوں کے درمیان چھپ گیا۔"

"بس؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں! اتنی ہی کہانی ہے۔ مگر اپنی پارکر کہاں ہے؟" اینڈریو نے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اپنے ٹھکانے پر۔" میں نے پُرسکون انداز میں جواب دیا۔
"میں نہیں سمجھا علی!" اینڈریو نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔
"تفصیل سے بتاؤں گا اینڈریو! میں اینی پارکر سے رابطہ قائم کر چکا ہوں۔ ہر چند کہ میں نے اسے اپنا نام نہیں بتایا۔ آئندہ میری اور اس کی دوسری ملاقات بھی ہوگی۔"
"دوسری ملاقات؟" اینڈریو متعجبانہ انداز میں بولا۔
"ہاں۔" میں نے کہا۔
"کہاں، کیسے اور کب؟ میرا مقصد ہے کیا دوسرے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ہوگا؟"
"ہاں اینڈریو! کوئی اس تک نہیں پہنچا بلکہ وہ صورت حال سے واقف ہوگئی ہے اور اس نے یقینی طور پر اپنے تحفظ کا بندوبست کر لیا ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔
"اوہ۔" اینڈریو پریشانی سے گردن ہلانے لگا میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔
"آجائے گا۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم نے خود کوئی تجویز اس سلسلے میں مجھے نہیں بتائی تھی۔ اس لیے میرے ذہن نے جہاں تک کام کیا، میں نے اسی پر عمل کیا ہے۔"
"لیکن ڈیئر علی! کیا اس طرح تم دوبارہ اینی پارکر تک پہنچ جاؤ گے؟"
"ہاں، مجھے یقین ہے۔" میں نے جواب دیا اور اینڈریو سیٹ کی پُشت سے ٹک کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔
پھر بولا۔ "ویسے تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا ہے لیکن بہرصورت جب میں نے اس سلسلے میں تم پر مکمل بھروسہ کیا ہے تو میں تم سے تمہاری مرضی کے مطابق ہی تعاون کروں گا۔ اب کہاں چل رہے ہو؟"
"گھر۔ بس اب اس کے بعد آرام کریں گے۔" اینڈریو شانے ہلا کر رہ گیا تھا۔ شاید اس کا خیال ہوگا کہ اب یہاں سے میں اینی پارکر کے پاس جاؤں گا، ہر چند کہ مجھے اینی پارکر کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا لیکن جو کچھ میں نے کیا تھا، اس سے میرے ذہن میں ایک ترتیب ضرور پیدا ہوگئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اینی پارکر دوبارہ مجھ سے رابطہ ضرور قائم کرے گی اور اگر اس نے خود رابطہ قائم نہیں کیا تو ہم کوشش کر کے اس تک پہنچ سکتے ہیں اور اس کے بعد میرا اور اینی کا تعارف خاصا دلچسپ ہوگا۔ ممکن ہے وہ مجھ پر اعتماد کرنے لگے اور میرے اپنے خیال میں اس سے بہتر ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی اگر میں وہاں سے اینی پارکر کو اُڑا لے جانے کی کوشش کرتا تو یقینی طور پر وہ میری طرف سے بھی محتاط ہو جاتی اور اتنا تو میں جانتا تھا کہ کروڑپتی لڑکی اور وہ بھی یہودی، اپنے تحفظ کا انتظام کر کے ہی چلی ہوگی۔ اتنی آسانی سے اس پر ہاتھ ڈالا گیا نہ ہوتا۔ ہاں، اتنا میں جانتا تھا کہ اگر اس کا اعتماد حاصل کر لیا جائے تو پھر یہ اتنا مشکل نہ ہوگا اور یہ سب کچھ میں نے اسی مقصد کے لیے کیا تھا۔
ہم اس عمارت میں واپس آگئے جہاں میرا قیام تھا، یہ جورینالڈ کی ملکیت تھی۔ رات کے تقریباً پونے تین بجے تھے۔ گہری نیند سوگئی تھی۔ اینڈریو بُری طرح تھکا تھکا نظر آ رہا تھا یا پھر اسے کوئی چوٹ لگ گئی تھی۔
"آرام کرو علی! تم نے واقعی میرے بدن کا جوڑ جوڑ ہلا دیا ہے۔" میں نے مسکرا کر گردن کو جنبش دی۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے کمرے میں سونے کے لیے چلا گیا۔ میں اپنی خواب گاہ میں آگیا تھا۔
بستر پر لیٹ کر میں اس خونیں ہنگامے کے بارے میں سوچتا رہا اور پھر سو گیا۔ ریٹا اور اینڈریو کے بارے میں میرے ذہن میں کوئی احساس نہیں اُبھرا تھا کیونکہ ریٹا کسی طرح مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکی تھی۔

*

دوسری صبح دیر سے آنکھ کھلی کیونکہ ساڑھے تین یا چار بجے کے قریب نیند آئی تھی۔ میں غسل سے فارغ ہو کر باہر آیا تو ریٹا میرے بستر پر نیم دراز تھی۔ اس کے ہاتھ میں اخبار تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے اخبار رکھ دیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔
"کیا خبریں ہیں ریٹا؟" میں نے پوچھا۔
"بہت اہم، بڑی سنسنی خیز۔" وہ مسکرا کر بولی۔
"تم لوگ بھی دیر سے جاگے ہو؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں۔ میں تو حسبِ عادت جاگ گئی تھی۔ اینڈریو دیر سے جاگا تھا لیکن اس کا کوئی فون آیا اور وہ فوراً چلا گیا۔"
"ناشتا کیے بغیر؟" میں نے چونک کر کہا۔
"ہاں۔" ریٹا کے لہجے میں کوئی تاثر نہیں تھا۔
"کس کا فون تھا؟" میں نے سوال کیا۔
"پتا نہیں۔ مجھے کچھ نہیں بتایا۔" ریٹا کے انداز میں بیزاری سی تھی۔
"ناشتا کر لیا تم نے؟" میں نے بات کا رُخ موڑتے ہوئے کہا۔
"نہیں، تمہارے جاگ جانے کا انتظار کر رہی تھی۔ لگاؤں؟"
"ہاں، بُری حالت ہے۔ پلیز جلدی کرو۔" ناشتے کے دوران میں اخبار دیکھتا جا رہا تھا۔ سکار کے ہنگامے کی خبر بہت مختصر تھی کوئی تفصیل نہیں لکھی گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

فارغ ہو گئے۔ ریٹا مسکرا رہی تھی۔ میں بھی اسے دیکھ کر [illegible] دیا۔ "مجھے تو کوئی خاص خبر نہیں نظر آئی ریٹا!" میں نے کہا۔

"اخبار کی بات کر رہے ہو؟" اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"ہاں!" میں نے بھی گھما پھرا کر بات کرنے کی کوشش کی تھی۔

"مگر میں اخبار کی خبروں کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ میں کچھ ذاتی خبروں کا تذکرہ کر رہی تھی۔"

"اوہ - میں اب بھی نہیں سمجھ سکا۔"

"اینڈریو تم سے گھبرانے لگا ہے۔" ریٹا نے انکشاف کیا۔

"حیرت ہے، بات اب بھی سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اس کے خیال میں تم صرف ایک طالب علم اور ایک جذباتی قاتل نہیں ہو۔ بلکہ انتہائی فطانت سے عمل کرنے والے اور گہری سوچ رکھنے والے انسان ہو۔"

"کیا اس میں اینڈریو کی گھبراہٹ کا کوئی پہلو نکلتا ہے؟"

"ہاں۔" ریٹا نے جواباً کہا۔

"وہ کس طرح؟" میں نے اُسے کُریدنا چاہا۔

"رات کو وہ بہت زیادہ تھکا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے مجھے جگایا اور معذرت کر کے کہنے لگا کہ اس وقت مجھ سے گفتگو ضروری تھی۔ ورنہ اسے نیند نہ آتی۔ بہرحال وہ گفتگو تمھارے بارے میں کچھ نئی معلومات پر مبنی تھی۔"

"خوب۔ کیسی معلومات؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس نے سوال کیا: ریٹا! تمھارے خیال میں یہ علی کس قدر ذہنی صلاحیتیں رکھتا ہے، کیا تم نے اسے بہت ذہین پایا، کیا فطری طور پر وہ خود کو چھپائے رکھنے کا عادی ہے؟ بظاہر تو نہیں لگتا کیوں؟ میں نے سوال کیا۔ 'وہ اس قدر سادہ نہیں ہے جتنا خود کو ظاہر کرتا ہے۔' اینڈریو نے کہا۔ 'مگر وہ خود کو سادہ تو نہیں ظاہر کر سکتا۔ امریکن پولیس کو دھوکا دے کر نکل آنے والا اور کئی مقتدر لوگوں کو قتل کرنے والا کوئی سادہ لوح انسان تو نہیں ہو سکتا۔' میں نے کہا۔ 'اوہ۔ وہ قتل جذباتی نوعیت کے تھے ریٹا! تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ کوئی تربیت یافتہ جرائم پیشہ انسان نہیں ہے۔ ایک چالاک آدمی کی مدد سے وہ وہاں سے نکل آنے میں کامیاب ہوا ہے لیکن حالات بتاتے ہیں کہ وہ ہماری خام خیالی تھی، اصلیت کچھ اور ہے۔' اینڈریو کے لہجے سے پریشانی ٹپک رہی تھی۔ میں بھی حیران ہو گئی۔

'اصلیت کیا ہے اینڈریو؟' میں نے پوچھا۔ 'وہ انتہائی شاطر، آہنی اعصاب کا مالک، ٹھنڈے مزاج کا انسان ہے۔ وہ اپنے دشمن پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ رات کو اس نے جو کچھ کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے ذہن میں کچھ اور ہے اور وہ اپنے طور پر بازی جیتنے کے چکر میں ہے۔ اس کے بعد میں نے اس سے کافی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے پوری تفصیل نہیں بتائی۔" ریٹا خاموش ہو گئی۔

"اوہ، ریٹا! یہ اینڈریو کی غلط فہمی ہے اور میرے خیال میں قصور اس کا بھی نہیں ہے۔ وہ جرائم پیشہ انسان ہے اور یہ لوگ ایک دوسرے سے محتاط رہتے ہیں۔ جبکہ میرے ساتھ ایسی بات نہیں ہے۔ میں جرائم کی زندگی نہیں اپنانا چاہتا بلکہ میرے ذہن میں کچھ اور ہی ہے۔"

"تمھارے ذہن میں کچھ بھی ہو علی! میں تمھیں ہوشیار کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔ اینڈریو اب ناقابلِ اعتبار ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ریٹا! اس کی غلط فہمیاں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ مجھے اس کی دولت اور اپنی پارکر کے اغوا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پہلے تو میں صرف اینڈریو کے لیے سب کچھ کرنا چاہتا تھا لیکن یہ معلوم کر کے کہ مس پارکر نسلاً یہودی ہے، میری اپنی دلچسپی بھی اس میں شامل ہو گئی ہے۔"

"تمھاری دلچسپی؟" ریٹا نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں اسرائیل کے ہر دست کو نقصان پہنچانا میرا نصب العین ہے۔" میں نے کہا اور ریٹا خاموش ہو گئی۔ "بہرحال تمھارا شکریہ ریٹا کہ تم نے مجھے اینڈریو کی فطرت سے روشناس کرایا۔ میرا خیال ہے اس کے بارے میں اپنے خیالات خراب نہ کرو۔ یہ تمھارے حق میں بہتر نہ ہو گا۔"

"مجھ سے اجتناب اینڈریو کے حق میں بھی بہتر نہ ہو گا علی! یہ بات میں صاف صاف کہہ رہی ہوں۔" ریٹا نے جواب دیا۔ بہرحال مجھے اس گفتگو سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس لیے میں نے اس بارے میں مزید کچھ نہ کہا۔ ریٹا بھی خاموشی سے کچھ سوچتی رہی تھی پھر اس نے کہا۔ "تمھارا کوئی اور پروگرام ہے علی؟"

"کوئی خاص نہیں۔ کیوں؟" میں نے کہا۔

"میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ چونکہ اینڈریو مجھے تمھارے بارے میں کوئی ہدایت نہیں دے گیا، اس کے علاوہ مسٹر برٹرینڈ کے ہاں سے میری غیر حاضری طویل ہو گئی ہے اس لیے میں جا رہی ہوں۔ تم جو دل چاہے کرو۔ یہاں رہ کر انتظار کرو اینڈریو کا یا چاہو تو سیر و تفریح کرو۔ یہ تم پر منحصر ہے۔ مجھے بھی تو اپنا مستقبل عزیز ہے۔"

"او کے۔" میں نے جواب دیا اور ریٹا چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد دیر تک میں ان حالات کے بارے میں سوچتا رہا۔ ریٹا، اینڈریو سے کافی برگشتہ نظر آتی تھی یا پھر یہ سب اداکاری بھی ہو سکتی تھی۔ عین ممکن تھا کہ یہ اینڈریو اور ریٹا کی پلاننگ ہو۔ اینڈریو سے برگشتگی کا اظہار کر کے وہ میرا اعتماد حاصل کرنے کی خواہش مند ہو کیونکہ جس طرح وہ اینڈریو سے والہانہ محبت کرتی تھی، اس کے پیشِ نظر یہ بات کسی قدر عجیب نظر آتی تھی کہ وہ اتنی جلدی اس سے اس قدر کھنچ جائے۔ اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ دونوں مشترکہ طور پر اس بات سے متفق ہو گئے ہوں کہ ریٹا میرا اعتماد حاصل کر کے میری کارروائیوں سے آگاہ ہوتی رہے۔ سچی بات یہ تھی کہ میں اینڈریو کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ لندن میں اپنے لیے حالات سازگار بنا کر یہاں سے بیروت نکل جانے کا خواہش مند تھا۔ ویسے فی الحال تو کوئی اور کارروائی نہیں ہو سکتی تھی اور ان دونوں کی غیر موجودگی میں گھر میں بیٹھے رہنا بھی میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ اس لیے میں لباس وغیرہ تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ کار موجود تھی مگر میں نے اس کا استعمال پسند نہیں کیا۔ میں رینالڈ کے میک اَپ میں تھا اور باہر علی کی حیثیت سے پہچان لیے جانے کا خطرہ بھی نہیں تھا۔ اس لیے کوئی پریشانی نہ تھی۔ ویسے اس میک اَپ کے بھرپور ہونے کی تصدیق بھی ہو گئی تھی کیونکہ رینالڈ کے دیرینہ شناساؤں نے بھی میری آواز اور بولنے کے انداز پر بھی شبہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے امید تھی کہ کوئی اور بھی شبے کا شکار نہ ہو گا۔

میں پیدل گھومنے لگا۔ ساؤتھ اینڈ سے لندن جانے کے لیے بہت سے انتظامات تھے لیکن میں نے۔۔۔ ٹرین سے سفر کرنے کا فیصلہ کیا اور ۔۔۔۔۔ ریلوے اسٹیشن پہنچ گیا۔ جہاں تیز رفتار الیکٹرک ٹرین لندن کے لیے تیار کھڑی تھی۔

برٹش ریل میں میرے ساتھ ایک شگفتہ چہرے والی لڑکی بھی چڑھی تھی۔ یوں تو بہت سے لوگ میرے ساتھ ہی ٹرین میں سوار ہوئے تھے۔ لڑکی کی اہمیت یہ تھی کہ ٹرین میں چڑھتے ہوئے وہ لڑکھڑا گئی تھی اور اس نے بے اختیار میرا سہارا لیا تھا۔

ننھا سا بوجھ میرے لیے کیا اہمیت رکھتا تھا۔ میں نے خوشدلی سے اسے سہارا دیا اور اس نے باریک سی آواز میں میرا شکریہ ادا کیا تھا۔ اسی بے نام سی شناسائی نے ہم دونوں کو ایک دوسرے کے قریب بٹھا دیا۔ اس کے چہرے کی معصومیت اس کے بارے میں کوئی بُری رائے قائم کرنے سے روکتی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق اس کی عمر سترہ اٹھارہ سال سے زیادہ نہیں ہو گی۔

"میرا نام گریتھا مارگس ہے۔" اس نے میری خواہش کے بغیر اپنا تعارف کرایا۔ آواز میں بچّوں کی سی شوخی تھی جو مجھے پسند آئی۔

"میں رینالڈ ہوں۔"

"صرف رینالڈ؟"

"ہاں صرف رینالڈ۔"

"اتنے مختصر تو نہیں لگتے آپ۔"

"نام کی حد تک اتنا ہی مختصر ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔ نام کی حد تک مختصر ہیں۔" وہ بچّوں کی طرح کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ مجھے اس کی ہنسی بھی پسند آئی تھی۔ کم از کم اس ہنسی میں معصومیت تھی۔ کوئی ایسی گندگی یا غلاظت نہیں تھی جو یورپ کا خاصہ ہوتی ہے۔

"ساؤتھ اینڈ ہی میں رہتے ہیں آپ؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"کرتے کیا ہیں؟"

"بس یوں سمجھیں، ایک چھوٹا سا کاروبار ہے۔"

"ہوں۔ کاروباری ہیں۔"

"ہاں۔ کاروباری ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ذہنی طور پر بھی؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔" میں شانے اُچکا کر بولا۔

"لندن کسی کام سے جا رہے ہیں؟"

"نہیں۔ صرف آوارہ گردی کرنے۔"

"تو پھر کیوں نہ ہم دونوں ساتھ ہی مل کر آوارہ گردی کریں۔"

"تم بھی آوارہ گردی کرنے جا رہی ہو؟"

"ہاں۔"

"تم کیا کرتی ہو؟"

"بس لندن ہی میں ملبوسات کی تراش کا کورس کر رہی ہوں۔ رہتی ساؤتھ اینڈ میں ہوں، ایک چھوٹے سے فلیٹ میں۔ یہاں میرے ڈیڈی اور ممی ہیں جو خود بھی کاروباری ہیں لیکن مختصر سے کاروباری۔ میرا مطلب ہے ان کا کاروبار [illegible] کوئی فوقیت نہیں دیتا کہ وہ خود کو کاروباری کہہ سکیں۔ بس گزارا کر لیتے ہیں ہم لوگ۔ میرا خیال ہے میں ملبوسات کا کورس مکمل کرنے کے بعد کسی اچھی سی فرم میں ملازمت کر لوں۔"

"خوب۔ یہ تو اچھی بات ہے۔" مَیں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ بس اچھی بات ہے لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی اعلیٰ پائے کی زندگی گزاروں۔ لندن میں میری ایک دوست ہے تم تصور نہیں کر سکتے کتنی دولت مند ہے وہ۔ ایک بہت عالیشان مکان میں تنہا رہتی ہے۔ اس کے والدین اتنا سرمایہ بھیجتے ہیں اسے تعلیم مکمل کرنے کے لیے کہ اس سے ایک پورا خاندان پرورش پا سکتا ہے لیکن وہ اس دولت کو تنہا ہی اڑا لیتی ہے۔ بڑے آدمی کی بیٹی جو ٹھہری۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم بھی بڑی بن سکتی ـــــ تعلیم مکمل نہیں کی تم نے؟"

"حالات ہی سازگار نہ تھے اور یوں بھی میرا دل پڑھنے میں نہیں لگتا۔ تعلیم تو اس وقت اچھی لگتی ہے جب انسان معاشی طور پر مطمئن ہو۔ جب کہ ہمارے ہاں حالات دوسرے تھے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے، سب ٹھیک ہو جاتا ہے، محنت انسان کو کچھ نہ کچھ ضرور دیتی ہے۔"

"آپ تو کاروباری ہیں مسٹر رینالڈ! آپ کو یقیناً اندازہ ہوگا کہ انسان کتنی محنت کر کے ایک بہتر زندگی حاصل کر سکتا ہے؟"

"محنت کا کوئی تعین نہیں ہوتا مس گریتھا! بس جدوجہد جاری رہنی چاہیے، سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے۔" میں نے اسے تسلی دینے والے انداز میں کہا اور وہ بچوں کی مانند گردن ہلانے لگی۔

"تو لندن کی یہ آوارہ گردی کہاں سے شروع ہوگی؟"

"میرے پاس زیادہ پیسے نہیں ہیں۔ لندن میں میری بہترین تفریح نیشنل آرٹس گیلری ہے مگر آپ کاروباری آدمی ہیں، آپ کو آرٹس سے دلچسپی ہے؟"

"کیوں نہیں۔ میں تمھارے ساتھ نیشنل آرٹ گیلری دیکھنا پسند کروں گا۔"

"ویری گڈ۔ تب ہماری دوستی پکی۔ ہم نیشنل آرٹ گیلری دیکھیں گے اور دوپہر کو لنچ کے طور پر 'میکڈانلڈ' میں ہمبرگر کھائیں گے، کافی کے ساتھ۔ مجھے یہ لنچ بہت پسند ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ راستے میں ہم چھوٹے چھوٹے قصبے دیکھتے رہے، وہ ان پر تبصرہ کرتی رہی اور پھر ہم ہورلوال پہنچ گئے۔ وہاں سے ایک ڈبل ڈیکر بس میں سوار ہو کر ٹرافلگر سکوائر آئے۔

نیشنل آرٹس گیلری دیکھتے ہوئے بہت سی یادیں تازہ ہوگئیں۔ یونیورسٹی آف سی تورنیا میں آرٹ کا ایک شعبہ بھی تھا جس میں نادر روزگار تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ بارہا میں نے وہ شعبہ دیکھا تھا اور اس سے دلچسپی بھی رکھتا تھا۔ وہاں ہم تصویروں پر تبصرہ کرتے رہے۔ ریمبرانت، ڈیگاس، روبن اور مائیکل انجلو جیسے شہرہ آفاق مصوروں کی تخلیقات بے مثال تھیں۔ ایسی ایسی حسین تصاویر جن کے سامنے سے ہٹنے کو جی نہ چاہے۔ الجھی ہوئی بے ربط زندگی کے یہ چند لمحات بڑے فرحت بخش محسوس ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ گریتھا کی کچھ بچکانہ گفتگو بہت پیاری لگ رہی تھی۔ وہ نوجوان تھی۔ لندن کی زندگی میں اٹھارہ سال ہزارہا تجربات کے حامل ہوتے ہیں۔ جسمانی طور پر وہ لندن کی اٹھارہ سالہ حسینہ تھی لیکن ذہنی طور پر یوں لگتا تھا جیسے اس نے فرشتوں کے درمیان زندگی بسر کی ہو۔

نیشنل آرٹ گیلری میں کافی وقت گزارنے کے بعد جب ہم باہر نکلے تو آسمان پر دھوپ چمک رہی تھی، دھوپ لندن کے باشندوں کے لیے بڑی فرحت بخش چیز ہوتی ہے اور جس طرح ہمارے ملک میں بارش دلوں کو گدگدا دیتی ہے، اسی طرح لندن کے لوگ بھی دھوپ میں بے حد خوش نظر آتے ہیں۔ میں نے اسی خوشی کا تاثر گریتھا کے چہرے پر بھی دیکھا تھا۔ اس نے پُرمسرت انداز میں کہا۔ "آہا۔ کیسا چمک دار دن ہے۔ مجھے ایسے دن بے حد پسند ہیں۔ لندن کے متمول لوگ تو دھوپ کی مسرتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے ہمیشہ ساحلوں کا رُخ کرتے ہیں لیکن وہ نہیں، جو مزدور ہوتے ہیں اور فیکٹریوں اور دکانوں میں کام کرتے ہیں۔ ہاں اگر ان کے لیے چھٹی کے دنوں میں دھوپ کا کوئی خصوصی پروگرام آسمان کی جانب سے پیش ہو جائے تو پھر وہ اپنی تقدیر کے گن گاتے ہیں۔ آؤ، اب کھانا کھائیں، مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

ہمبرگر کی ایک دکان پر پہنچ کر اس نے دو ہمبرگر طلب کیے۔ کافی کے ساتھ انھیں چبانے لگی۔ ہم دونوں دکان کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے قرب و جوار میں کچھ اور لوگ بھی تھے جو ہمبرگر سے شوق کر رہے تھے۔ خاصے بڑے ہمبرگر تھے اور لذیذ۔ مجھے یہ لنچ بہت پسند آیا۔ البتہ اس کی انتہائی خواہش پر بھی میں اسے ان کا بل نہ ادا کرنے دیا۔

"یہ بات مجھے پسند نہیں۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ وہ کسی قدر سنجیدہ ہوگئی تھی۔ باہر نکل کر میں نے اس سے اس کے بارے میں سوال کیا۔

"کیوں تم سنجیدہ کیوں ہوگئیں؟"

"بس ایسے ہی، مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ تم نے میری دعوت ٹھکرا دی۔ مجھے بڑی مسرت ہوتی اگر تم اس کا بل مجھے ہی چکانے دیتے۔"

"تمھاری معیّت اتنی دلکش ہے گریتھا! کہ میں بہت کچھ خرچ کرنے پر تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"مگر میں یہ نہیں چاہتی۔"

"آخر کیوں؟"

"اس طرح میری شخصیت مشکوک ہو جاتی ہے۔"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ کیا تم نے میرے لہجے میں کوئی بُرائی محسوس کی ہے؟"

"نہیں۔" وہ بڑے خلوص سے بولی۔

"تو پھر ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟"

"بس مجھے اچھا نہیں لگتا۔ اگر میں دولت مند ہوتی تو یقینی طور پر چھوٹے سے چھوٹا بل ادا کرنے میں بھی عار محسوس کرتی لیکن چونکہ میں دولت مند نہیں ہوں نا، ارے ہاں کیا تم میری دوست نینی گراہم سے ملنا پسند کرو گے؟"

"نینی گراہم کون ہے؟"

"وہی جس کے بارے میں میں نے تمھیں بتایا تھا کہ بہت ہی دولت مند باپ کی بیٹی ہے اور اس کا باپ اسے اتنی دولت بھیجتا ہے کہ وہ شاہانہ انداز میں زندگی بسر کرتی ہے۔"

"ضروری تو نہیں ہے۔ ہم لوگ جس قدر وقت ساتھ گزار سکتے ہیں، وہ بہتر ہے۔ اس کے بعد ہم واپس ساؤتھ اینڈ چلیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"یوں ہوتا ہے کہ جب بھی مجھے فرصت ملتی ہے، میں نینی سے ضرور ملتی ہوں۔ میرے اور اس کے درمیان معاہدہ ہے۔ دولت مند ہونے کے باوجود وہ میری گہری دوست ہے۔ مجھے یقین ہے، تم اس سے مل کر بہت خوش ہو گے رینالڈ! اور پھر ہم زیادہ دیر تو نہیں بیٹھیں گے اس کے پاس۔ بس تھوڑی دیر کے لیے، پلیز!" اس نے لجاجت سے کہا۔

"ٹھیک ہے گریتھا! اگر تمھاری خواہش ہے تو مجھے انکار نہیں۔" میں نے اس کی اس معصوم خواہش کے سامنے سر جھکا دیا۔ کیا کرتا . . . . وہ تھی ہی ایسی ـــــ، اگر وہ جانا چاہتی تو بہ آسانی مجھے چھوڑ کے جا سکتی تھی۔ بھلا میرے اور اس کے درمیان رشتہ ہی کیا تھا۔ چند لمحات کی رفاقت یہ حیثیت تو نہ رکھتی تھی کہ میں اسے حکم دیتا یا وہ مجھے کسی کام کے لیے مجبور کرتی، کبھی کبھی عارضی دوستیاں بھی بڑا اثر چھوڑ جاتی ہیں۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ اس نے ایک بس پکڑ لی تھی جو نائٹس برج کی طرف جاتی تھی۔

نائٹس برج سے آگے ایک خوب صورت رہائشی علاقہ شروع ہو جاتا تھا، بس ایک اسٹاپ پر رُکی تو میں گریتھا کے ہمراہ نیچے اُتر آیا۔ ہم دونوں ایک ذیلی سڑک پر چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک خوب صورت مکان کے سامنے رک گئی جس کے دروازے پر خوب صورت بیلیں پھیلی ہوئی تھیں۔

بڑے سے گیٹ پر کوئی چوکیدار نہیں تھا، تاہم یہ ایک خوب صورت مکان تھا۔ گریتھا نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور بڑے اطمینان سے گیٹ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ میں نے بھی اس کے ساتھ آگے قدم بڑھا دیے تھے۔

مکان کے صدر گیٹ سے داخل ہوئے تو ایک مختصر سی راہداری نظر آئی جس کے فرش پر نفیس قالین بچھا ہوا تھا۔ راہداری کے اختتام پر ایک بڑا دروازہ نظر آ رہا تھا جو تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔

دفعتاً کھلے ہوئے دروازے سے قہقہوں کی آوازیں اُبھریں اور میں چونک کر ادھر دیکھنے لگا لیکن اسی وقت گریتھا میرا بازو پکڑے اندر داخل ہوگئی۔ ہم ایک ہال نما کمرے میں پہنچ گئے۔

لیکن کمرے میں قدم رکھتے ہی میں ٹھٹک کر رک گیا۔ میرے عین سامنے ایک شان دار صوفے پر نیم دراز، ایک ہاتھ میں شراب کا گلاس اور دوسرے ہاتھ میں سیاہ آٹومیٹک پستول جس پر سائلنسر لگا ہوا تھا، تھامے ہمبر لنکاسٹر مسکرا رہا تھا۔

میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا۔ ایک لمحے کے لیے دماغ سُن ہو کر رہ گیا۔ ہمبر لنکاسٹر میرے لیے زیادہ قابلِ توجہ نہیں تھا، بس اس تصوّر نے پاگل کر دیا تھا کہ مجھے یہاں تک لانے والی گریتھا تھی۔ گریتھا جسے دیکھ کر یورپ کی داستانیں جھوٹی ہو جاتی تھیں۔ اس معصوم شکل کے عقب میں بھی کوئی مکروہ شخصیت چھپی ہوئی تھی۔ اس پر یقین نہیں آتا تھا۔

"تشریف لایئے مسٹر رینالڈ!" لنکاسٹر کی زہریلی آواز سنائی دی لیکن میرے اعصاب ابھی تک کشیدہ تھے۔ میں دم بخود کھڑا رہا۔ گریتھا آگے بڑھ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"سُنا نہیں تم نے!" اس بار لنکاسٹر پستول ہلاتے ہوئے دہاڑا اور میں چونک پڑا۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ ہال نما کمرے میں دس گیارہ مکروہ شکل غنڈے کھڑے ہوئے تھے۔ سب کے ہاتھوں میں شراب کے گلاس تھے اور ان کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ انھیں میں، میں نے کربی فوسٹر کو بھی دیکھا جو طنزیہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

لندن کے سب سے بڑے بدمعاش کا گروہ میرے سامنے تھا۔ قاتلوں اور تشدد پسندوں کے اس ٹولے کے درمیان میں تنہا تھا۔ پھر ایک ملازم قسم کا آدمی ہال کے اندرونی کمرے سے اندر داخل ہوا اور اس نے ایک گلاس گریتھا کے سامنے رکھ دیا اور پھر اُسے پُر کر دیا۔

گریتھا نے کسی آوارہ عورت کی مانند گلاس اُٹھا کر چسکی لی اور مسکرانے لگی۔ میرے دل میں شدید نفرت اُبھر آئی تھی لیکن اس وقت مجھے ایک اور سبق ملا تھا۔ ایک قیمتی سبق اور میں نے اس سبق کو ہمیشہ کے لیے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔

"فوسٹر! اس کی تلاشی لو۔" لنکاسٹر نے فوسٹر کو اشارہ کیا اور فوسٹر نے شراب کا گلاس رکھ دیا، پھر وہ میرے نزدیک آ گیا۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا۔ میں بھی رینالڈ تھا۔ لندن کا ایک غنڈہ . . . . مجھے لنکاسٹر کے سامنے چوہا نہیں بن جانا چاہیے تھا۔

"نہیں مسٹر لنکاسٹر! کربی کو یہ زحمت نہ دو۔ وہ اس قابل نہیں ہے کہ رینالڈ . . . ." لیکن ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ کربی فوسٹر میرے پاس پہنچ گیا اور اس نے تلاشی لینے کے ارادے سے میرے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے اس کی کلائی میرے پنجے کی گرفت میں آ گئی۔ میں نے اسے مروڑ دیا اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کربی نقیف سے دُہرا ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کی گردن پر ضرب لگائی اور اس کی کلائی چھوڑ دی۔ کربی عین اس جگہ جاکر گرا تھا جہاں وہ پہلے موجود تھا۔

"لنکاسٹر! میں تمھیں وارننگ دیتا ہوں کہ انسانوں کی طرح گفتگو کرو۔ نہ تم میرے لیے اجنبی ہو اور نہ میں تمھارے لیے۔ اس کے بعد اگر تمھارے مُنہ سے کوئی غیر شائستہ لفظ نکلا تو۔۔۔۔ تمھارے یہ جو ہے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

لنکاسٹر کا چہرہ غصّے سے سُرخ ہوگیا۔ اس نے ایک نگاہ تو کربی فوسٹر پر ڈالی جو اَب اُٹھ گیا تھا اور اپنی مضروب گردن مَسل کر اسے جھٹکے دے رہا تھا پھر اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ "یوں لگتا ہے رینالڈ! تم جاپان سے بہت کچھ سیکھ کر آئے ہو لیکن۔۔۔۔ کوئی ہرج نہیں۔ تم سے کوئی گفتگو کرنے سے پہلے تمھیں تمھاری اوقات پر لانا ضروری ہے۔" اس کے ساتھ ہی اس نے دو غنڈوں کو اشارہ کیا۔

دونوں قوی ہیکل بدمعاش میرے نزدیک آگئے۔ ان میں سے ایک نے میرے گریبان پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ میں نے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھائے اور غنڈے یہ سمجھے کہ میں ہاتھوں سے کوئی حرکت کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے جوتے کی زوردار ٹھوکر ان میں سے ایک کی پنڈلی کی ہڈی پر پڑی اور دوسرے کی دونوں کلائیاں پکڑ کر میں نے ان میں کوئی پھنسا دی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے بغلی ہولسٹر سے پستول نکال لیا تھا اور اس کا رُخ لنکاسٹر کی طرف کر دیا تھا۔

لنکاسٹر اب مجھ پر گولی نہیں چلا سکتا تھا کیوں کہ اس کا ایک آدمی زد میں تھا جس کی پنڈلی پر ٹھوکر پڑی تھی وہ زمین پر بیٹھ گیا تھا۔

دفعتاً گریتھا اپنا گلاس رکھ کر کھڑی ہوگئی۔

"یہ آپ نے کیا شروع کر دیا مسٹر ہیمر! رینالڈ ایک مہمان کی حیثیت رکھتا ہے ہمارے لیے۔ آپ نے تو مجھ سے کہا تھا کہ آپ اس سے صرف گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ آپ وعدہ خلافی کر رہے ہیں۔"

لنکاسٹر کے چہرے پر ایک ۔۔۔ کے لیے سوچ کے آثار نظر آئے اور پھر اس نے پستول جیب میں ڈال لیا اور آہستہ سے بولا "سوری گریتھا! سوری رینالڈ! ویسے تمھاری کارکردگی مجھے پسند آئی۔"

گریتھا میرے نزدیک آگئی "تم مجھے یرغمال بنا سکتے ہو رینالڈ! آؤ دوستوں کی طرح بیٹھو۔ گینچن! مسٹر رینالڈ کو کوئی مشروب پیش کرو۔"

میں نے گرفت میں لیے ہوئے ۔۔۔ کو زور سے دھکا دیا اور وہ زمین پر ٹانگ پکڑے بیٹھے ہوئے شخص پر جا گرا۔ دونوں کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلیں اور وہ ڈھیر ہوگئے۔ لیکن کسی نے ان پر توجہ نہیں دی۔ لنکاسٹر کے غنڈے مجھ سے مرعوب نظر آنے لگے تھے۔ میں نے بھی پستول جیب میں ڈال لیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ گینچن وہی ملازم تھا جو گریتھا کے لیے مشروب لایا تھا۔ وہ ایک اور گلاس لے کر آگیا لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

اسی وقت گریتھا میرے پاس آگئی "میری خواہش ہے رینالڈ! ہم دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں۔"

"کیا چاہتے ہو لنکاسٹر؟" میں نے گریتھا کو کوئی لفٹ نہیں دی اور براہِ راست لنکاسٹر سے مخاطب ہوگیا۔

"گلاس اٹھاؤ رینالڈ! میں واقعی اب دوستانہ ماحول میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"شکریہ! مقصد بیان کرو۔"

"ہوں۔۔۔۔" لنکاسٹر نے اپنے گلاس کا مشروب حلق میں انڈیل لیا اور بولا "تفصیل میں جانا ضروری نہیں ہے مسٹر رینالڈ! مجھے یقین ہے کہ تم بھی بے وقوف آدمی نہیں ہو اور وہ سب کچھ جانتے ہو جو لندن کے تقریباً نصف درجن غنڈوں کے علم میں آچکا ہے۔"

"یعنی؟" میں نے سوال کیا۔

لنکاسٹر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر بولا "کربی فوسٹر کا کہنا ہے کہ اس رات تمھیں بھی سکارا میں دیکھا گیا تھا جس رات وہاں خونریز ہنگامہ ہوا تھا، کیا یہ درست ہے؟"

"ہاں۔ میں وہاں موجود تھا اور کربی فوسٹر سے میری گفتگو بھی ہوئی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"مقصد؟" لنکاسٹر نے پوچھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مسٹر لنکاسٹر! کیا آپ اس روز سکارا میں موجود تمام لوگوں سے یہ سوال کر چکے ہیں؟"

"نہیں یہ مسئلہ تمام لوگوں کا نہیں تھا۔"

"پھر۔۔۔؟" میں نے بدستور تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"مسئلہ تمھارا ہے۔ اس وقت جب اینی پارکر، گونی مکلارنس کے ساتھ رقص کر رہی تھی، سُنا ہے کسی نے اُسے کوئی پیغام دیا اور وہ وہاں سے نکل آئی۔ اس کے بعد سکارا میں جو ہنگامہ ہوا، اس میں تمھارے علاوہ تمام لوگ موجود تھے اور شاید اینی پارکر کو تمھارے قریب بھی دیکھا گیا تھا، اس کے بعد سے تمھارے بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔" لنکاسٹر بولا۔

میں مُسکرانے لگا پھر میں نے پوچھا "یہ اینی پارکر کون ہیں؟"

میرے اس سوال پر لنکاسٹر چونک سا گیا، اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آنے لگے۔ چند ساعت وہ سوچتا رہا پھر شاید اس نے اپنے غصّے کو دبا کر مصلحتاً کہا "ہاں تمھارا یہ سوال بلاشبہ مضبوط حیثیت رکھتا ہے لیکن بات اگر دوستانہ ماحول میں ایک گفتگو کرنے کی ہو تو پھر تمھیں یہ سوال نہیں کرنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر لنکاسٹر! چلیں میں اینی پارکر سے شناسائی کا اظہار کرتا ہوں۔ اس کے بعد؟" میں نے سوال کیا۔

"دیکھو رینالڈ! اینی پارکر کے لیے بے شمار لوگوں نے منصوبہ بندی کی ہے لیکن یہ لندن میں میری عزت کا سوال ہے۔ اگر لنکاسٹر گینگ اینی پارکر کے حصول میں ناکام رہا تو پھر اس کی وقعت ختم ہو جائے گی اور دوسرے غنڈے سر اُبھاریں گے۔ جب کہ اب تک لندن کے بڑے بڑے غنڈے لنکاسٹر گروہ میں شامل ہونے کی خواہش رکھتے ہیں اور موقعے کے منتظر رہتے ہیں کہ کس وقت اس بات کا اظہار کیا جائے۔ گویا یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اینی پارکر کے حصول میں نہ صرف میرا مالی مفاد ہے بلکہ ایک طرح سے یہ میرے وقار کا سوال بھی ہے۔ اس کے علاوہ اینی پارکر جیسی شخصیتیں اس قدر عام نہیں ہوتیں کہ ہر شخص ان کے بدلے کچھ وصول کر سکے۔ میکائیل پارکر ایک بااختیار انسان ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو، اگر وہ ہم لوگوں کے خلاف کچھ کرنے پر آمادہ ہو جائے تو کیا لندن پولیس، اسکاٹ لینڈ یارڈ زمین آسمان ایک نہ کر دیں گے؟ اس طرح میرے دوست کوئی تنہا شخص اینی پارکر کی قیمت وصول نہیں کر سکتا، جیسے کہ تم۔ البتہ یہ دوسری بات ہے کہ ہم اینی پارکر کی قیمت کا تعین کر لیں اور اس میں سے پندرہ پرسنٹ ایڈوانس کی شکل میں میں تمھارے حوالے کر دوں۔ میرا مقصد ہے کہ تمھارا حصّہ پندرہ فی صد، باقی لوگوں کو بھی کچھ نہ کچھ دینا پڑے گا اور میرے حصّے میں صرف ففٹی پرسنٹ آئے گا۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اینی پارکر میرے قبضے میں آجائے۔"

"مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے مسٹر لنکاسٹر!" میں نے شانے اُچکائے۔

"کیا مطلب! کیا تم تیار ہو؟"

"میں؟"

"ہاں۔ میری مراد تم ہی سے ہے۔" لنکاسٹر پُرجوش لہجے میں بولا۔

"مجھ سے آپ کیا چاہتے ہیں مسٹر لنکاسٹر؟"

"یہی کہ اینی پارکر کو میرے حوالے کر دو۔"

"اوہ۔ کیا آپ کے خیال میں وہ میری تحویل میں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

لنکاسٹر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر مسکرا کر بولا۔ "اگر تمھاری تحویل میں نہیں ہے تو یقینی طور پر تم اس کے موجودہ پتے سے ضرور واقف ہو گے۔"

"آپ نے یہ اندازہ کیسے لگایا مسٹر لنکاسٹر؟"

"یہ اندازہ نہیں حقیقت ہے۔" لنکاسٹر نے کہا۔

"لیکن مسٹر لنکاسٹر! اینی پارکر ایک مشہور شخصیت ہے۔ اگر وہ سکارا سے غائب ہوگئی تو کہیں اور نمودار ہوگی چھپ کر تو وہ لندن میں بیٹھنے سے رہی اور تمھارے بہترین کارکن اسے بہ آسانی ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"یہ خیال میرے ذہن میں تھا لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔" لنکاسٹر کے چہرے پر کسی قدر جھنجلاہٹ کے آثار پھیل گئے۔

"کیوں ممکن نہیں ہے؟"

"اس لیے کہ اگر اس سلسلے میں دیر ہوتی رہی تو پھر لندن کے گلی کوچوں میں خونریزی ہوگی۔ نہ جانے مجھے کتنے لوگوں کو قتل کرنا ہوگا اور میرے گروہ کے کتنے افراد مارے جائیں گے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ یہ تو ہم لوگوں کا کھیل ہے۔"

"رینالڈ! یوں لگتا ہے جیسے تم مجھ سے تعاون کرنے پر آمادہ نہیں ہو۔"

"ایسی بات نہیں ہے مسٹر لنکاسٹر! بس میں تو سوالات کر رہا ہوں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"سُنو رینالڈ! کارڈ تمھارے ہاتھ سے بھی نکل جائے گا۔ وہ رئیس زادی یہ محسوس کر کے کہ اس کی زندگی کسی طور خطرے میں ہے۔ حکومت سے رابطہ قائم کر لے گی اور اس کے بعد میں، تم یا اور کوئی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے۔"

"یہ بات درست ہے۔ ویسے مسٹر لنکاسٹر! آپ کو اس کی رہائش گاہ معلوم نہیں ہے؟"

"نئی رہائش گاہ نہیں معلوم ہو سکی، پرانی رہائش گاہ وہ چھوڑ چکی ہے۔ میں معلوم کر چکا ہوں۔"

"ہوں۔ بہ حال میں تم سے تعاون کے لیے تیار ہوں۔ اس کی قیمت کا تعین کرو۔۔۔" ۔۔۔ لنکاسٹر کے چہرے پر مسرت کے آثار پھیل گئے۔

"تم بتاؤ، کیا چاہتے ہو؟"

"پچاس لاکھ ڈالر۔" میں نے کہا۔ اور لنکاسٹر کا مُنہ حیرت سے کھل گیا۔

"کیا!" اس کی پھٹی پھٹی آواز اُبھری۔

"صرف پچاس لاکھ ڈالر۔"

"تم غیر سنجیدہ گفتگو کر رہے ہو رینالڈ! کیا تم اس کی پوری قیمت وصول کرنا چاہتے ہو؟"

"پوری قیمت تو کئی کروڑ ڈالر بنتی ہے ڈیئر لنکاسٹر!"

"کیا کہا جا سکتا ہے مسٹر میکائیل پارکر یہودی نسل سے ہیں۔ وہ کیا دے سکتے ہیں، اس کا تعین مشکل ہے اور پھر ان سے کچھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

وصول کرنے کے لیے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے، تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"میں مانتا ہوں۔ بہرحال تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں تمھیں دس لاکھ ڈالر سے زیادہ نہیں دے سکتا۔"

"یہ رقم ناقابلِ قبول ہے۔"

"پندرہ لاکھ ڈالر۔"

"پچیس لاکھ سے ایک ڈالر بھی کم نہیں۔ تیس فیصد ایڈوانس۔"

"چلو منظور ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

"اس کا موجودہ ٹھکانہ تو مجھے بھی نہیں معلوم لیکن دو ایک دن کے اندر وہ مجھ سے ملاقات کرنے والی ہے۔"

"اوہ! کیا واقعی؟"

"اس نے مجھے فون کیا تھا۔"

"ملاقات کے وقت کا تعین نہیں کیا؟"

"نہیں۔"

"وجۂ ملاقات؟"

"شاید وہ مجھ سے متاثر ہو گئی ہے۔ میں نے اسے وہاں سے فرار کرانے میں مدد بھی کی تھی۔ اس بات میں جھوٹ یوں نہیں ہے کہ ہنگامے کے بعد بھی میں وہاں موجود تھا۔"

"کربی کا بھی یہی کہنا ہے۔ اس نے تم پر نگاہ رکھی تھی اور اس کے بعد سے یہ ڈیوٹی گریتھا نے سنبھال لی تھی۔ گریتھا بدستور تمہارے پیچھے تھی اور اس نے اطلاع دے دی تھی کہ وہ تمھیں لا رہی ہے۔"

"بہرحال، پھر کیا خیال ہے؟"

"سودا طے پا چکا ہے۔ یہ دس ہزار ڈالر ایڈوانس، باقی رقم ہاتھوں ہاتھ۔" لنکاسٹر نے نوٹوں کی ایک گڈی جیب سے نکال کر میری طرف اچھال دی۔ نوٹوں کی گڈی میں نے جیب میں رکھی اور سوالیہ نگاہوں سے لنکاسٹر کو دیکھنے لگا۔ "اس اہم کام کی انجام دہی کے لیے میں تمھیں مزید آدمی بھی مہیا کر سکتا ہوں تمھیں اندازہ ہے کہ دوسرے لوگ بھی اس کی تاک میں ہیں؟"

"اچھی طرح اندازہ ہے لیکن تم فکر مت کرو۔ میں سنبھال لوں گا انھیں بھی۔ اور فی الوقت مجھے تمہارے کسی آدمی کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو تم سے رابطہ قائم کر لوں گا۔"

"فون نمبر لے لو اور اس کے ساتھ ہی ایک بات اور سن لو رینالڈ! اگر تم نے دھوکا دینے کی کوشش کی تو میرے لیے یہ مشکل نہیں ہو گا کہ لندن کی کسی سڑک پر تمہارا جسم گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے۔"

"مجھے اندازہ ہے۔"

"اس بات کا خیال رکھنا۔"

"ٹھیک ہے تم مطمئن رہو۔ اور ہاں فون نمبر؟" میں نے کہا اور مجھے ایک فون نمبر نوٹ کرا دیا گیا۔ اس کے بعد میں اُٹھ گیا۔

"گریتھا تمھیں چھوڑ آئے گی۔ جاؤ گریتھا! مہمان کو جس طرح لائی تھیں اسی طرح رخصت کر آؤ۔"

"نہیں شکریہ۔ میں خود چلا جاؤں گا۔" میں نے کہا۔ اور لنکاسٹر بھی اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اس نے مجھ سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور میں نے تپاک سے اس سے مصافحہ کیا۔ کربی فوسٹر ابھی تک کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد لنکاسٹر مجھے باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔

❋

میں دور تک پیدل چلتا رہا۔ گریتھا کا تصور اب ذہن سے نکل گیا تھا۔ اور دوسرے خیالات دماغ میں آ رہے تھے بعض اوقات احساس ہوتا کہ میں کس چکر میں پھنس گیا۔ ظاہر ہے جرائم کی زندگی میرے پروگرام کے کسی حصے میں شامل نہیں تھی لیکن حالات مجھے اس ڈگر پر بھی لے آئے تھے۔ ان حالات سے نکلنا میرے بس کی بات نہیں تھی اور میں تقدیر سے جنگ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے جو رُخ سامنے آیا تھا۔ اس پر سفر کرتے رہنا مناسب تھا۔ بہرحال مقصد کبھی فوت نہیں ہوتا۔ میرا ہر قدم اپنی منزل کی جانب تھا لیکن وہ گزرگاہ ایک حیثیت رکھتی ہے کیوں کہ اسی سے گزرنے کے بعد منزل ملتی ہے۔ اب دوسرے مسائل تھے۔ مجھے اپنی پارکر کا انتظار تھا۔ اس بات کا مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ سے دوبارہ ملاقات ضرور کرے گی لیکن اس یقین کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔ ممکن ہے یہ صرف میرا خیال ہو اور اس خیال کی تکمیل نہ ہو سکے۔ اگر ایسا ہوا تو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ اینڈریو الگ بدظن ہو رہا تھا اور لنکاسٹر سے بھی دشمنی ہو جائے گی۔ لنکاسٹر کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں تھیں لیکن جو کچھ سامنے آ چکا تھا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ لنکاسٹر سے دشمنی آسان نہیں ہو گی۔ دوسری شخصیت اینڈریو کی تھی۔ اگر اینڈریو کو یہ علم ہو جائے کہ میں لنکاسٹر سے ملاقات کر کے ایسا کوئی سودا کر چکا ہوں تو اس کی کیفیت کیا ہو گی؟ کیا وہ مزید بدظن نہیں ہو جائے گا؟

اسی غور و فکر میں نہ جانے میں کہاں سے کہاں نکل آیا تھا۔ مناسب فیصلہ کرنا تھا، کوئی صحیح حل نکالنا تھا۔ یہ حل کیا ہو؟ بہرحال کچھ بھی ہو، اینڈریو سے بگاڑ کسی طور مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ صرف وہی جانتا ہے کہ میں کون ہوں اور اس سلسلے میں اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ باقی جو کچھ بھی ہو گا، دیکھا جائے گا۔

ایک ٹیکسی روک کر میں ساؤتھ اینڈ چل پڑا۔ لمبا سفر طے کر کے میں اپنے یعنی رینالڈ کے مکان میں داخل ہو گیا۔ ریٹا واپس آ چکی تھی اور برآمدے میں کھڑی مجھے ٹیکسی سے اترتے دیکھ رہی تھی۔ میں بل ادا کر کے اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔

"ہیلو ریٹا!"

"ہیلو!" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اینڈریو واپس نہیں آیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"تم کب آئیں؟"

"کئی گھنٹے ہو گئے۔ مسٹر برٹرینڈ، فرانس گئے ہوئے ہیں۔ شاید دو تین ہفتے میں واپس آئیں۔"

"اوہ! تمھارے لیے کوئی پیغام نہیں چھوڑ گئے؟"

"بس اتنا کہ میں اس دوران آرام کروں۔" اس نے واپس مڑتے ہوئے کہا اور میں اس کے ساتھ ساتھ اندر آ گیا۔

"کچھ پیو گے؟"

"ہاں۔ اگر ممکن ہو سکے تو کافی پلا دو۔" میں نے کہا اور ریٹا واپس چلی گئی۔ مجھے اس کی اس کیفیت سے کوفت سی ہونے لگی۔ اس طرح تو ان لوگوں کے ساتھ رہنا مشکل ہے۔ ریٹا، اینڈریو سے بددل ہو کر میری طرف مائل ہونا چاہتی تھی لیکن میں ایسے کسی چکر میں کسی قیمت پر نہیں پڑ سکتا تھا۔ اینڈریو سے دشمنی مول لینا بے حد خطرناک ہوتا لیکن خطرناک تو ریٹا بھی تھی، دونوں ہی کو میری اصلیت معلوم تھی اور ان میں سے کسی کی بھی مخالفت مجھے پریشان کر سکتی تھی۔ لیکن لندن اب میرے لیے اس قدر اجنبی نہیں رہا تھا۔ خاص طور سے ان بدمعاشوں کی دُنیا میری نگاہ میں آ چکی تھی۔ اگر یہ لوگ ان حالات سے نمٹ سکتے ہیں تو میں بھی ایک نئی شخصیت اختیار کر کے کوشش کر سکتا ہوں۔ بہرحال یہ اس وقت ہو گا جب صورتِ حال ناقابلِ برداشت ہو جائے گی۔ جب تک نبھ رہی ہے نبھایا جائے۔

ریٹا کافی بنا لائی۔ ایک پیالی میرے ہاتھ میں دے کر وہ دوسری پیالی خود لے کر بیٹھ گئی۔ "کہاں گھوم آئے علی؟"

"بس ریٹا! حالات عجیب سے عجیب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرے اردگرد دلدل بڑھتی جا رہی ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

اسی وقت دروازے میں اینڈریو نظر آیا۔

"اندر آ سکتا ہوں؟"

"اوہ! اینڈریو، آؤ۔ کہاں غائب ہو گئے تھے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سخت مصروف تھا۔" اینڈریو ایک گہری سانس لے کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ "ریٹا! کافی مجھے بھی مل سکے گی؟"

"ضرور۔ تمھارے لیے کپ لے آؤں۔" ریٹا نے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گئی۔

اینڈریو اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "یہ لڑکی اب بھی دلکش ہے۔ کیا خیال ہے علی؟"

"تمھاری محبوبہ ہے اینڈریو! بلکہ مستقبل میں شاید تمھاری بیوی۔"

"بیوی؟" اینڈریو ہنس پڑا۔

"کیوں۔ کیا تم اس سے شادی نہیں کرو گے؟"

"اس سے زیادہ احمقانہ سوال دوسرا نہیں ہو سکتا۔" اینڈریو نے مجھ سے کہا۔

"میرا تو یہی خیال تھا۔" میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"محبوبہ اور بیوی میں بہت فرق ہوتا ہے علی! تمھارا کیا خیال ہے؟ کیا تم اس سے شادی کر سکتے ہو؟" میرے لیے اس کا یہ سوال غیر متوقع تھا، اس میں پوشیدہ طنز کو میں محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔

"میرا خیال ہے اینڈریو! تم مجھ پر اس چھوٹے سے احسان کا بہت بڑا معاوضہ وصول کر رہے ہو۔ میرا اپنا ایک معیار ہے، میری اپنی ایک حیثیت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم آئندہ ایسی فضول باتوں سے پرہیز کرو گے۔"

"کیا مطلب ہے تمھارا؟ ان میں سے کون سی بات فضول تھی؟" وہ تیزی سے بولا۔

"تمھارے اس سوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم میرے اور ریٹا کے بارے میں غلط خیالات رکھتے ہو۔ لیکن ہم لوگ، مشرق کے پروردہ ایسی بے ہودگیوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس کے علاوہ میری زندگی میں ان حماقتوں کی گنجائش بھی نہیں ہے۔"

"گویا تم کہنا چاہتے ہو کہ اس وقت تم سے زیادہ شریف النفس انسان کوئی نہیں ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے علی! موقعے سے کون فائدہ نہیں اُٹھاتا؟"

شکیل انجم کی کرنل پرویز (اور قالوط سیریز کے چار ناول شائع ہو گئے ہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم احمق ہو۔ میں تمھیں وارننگ دیتا ہوں کہ فضول باتوں سے پرہیز کرو۔" اس بار میرا لہجہ سخت تھا۔

"اگر یہ حقیقت ہے تو تعجب ہے!"

"تمھاری نسبت ریٹا ایک اچھی لڑکی ہے اینڈریو! وہ تم سے بہتر خیالات کی مالک ہے۔ بہرحال، میں تمھاری شخصیت پر تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ ریٹا تمھیں چاہتی ہے۔ میرا خیال ہے، اس نے اپنا مستقبل تم سے وابستہ کر رکھا ہے۔ پتا نہیں تم اسے کیا حیثیت دینا چاہتے ہو۔"

"یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے، خاموش ہو جاؤ۔ شاید وہ آرہی ہے۔" اینڈریو نے کہا۔

دوسرے ہی لمحے ریٹا دروازہ کھول کر اندر آگئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سا سکوت طاری تھا۔ اس نے خاموشی سے اینڈریو کو کافی پیش کی اور پلٹتے ہوئے بولی۔ "میرے سر میں درد ہے، میں آرام کروں گی۔"

"اوکے ریٹا! ہم لوگ ابھی ذرا گفتگو کریں گے، تم آرام کرو۔" اینڈریو بولا اور ریٹا دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔ "تم لوگ دن بھر کیا کرتے رہے ہو؟" اس کے جانے کے بعد اینڈریو نے سوال کیا۔

"میں آوارہ گردی کرنے نکل گیا تھا۔ تمہارے آنے سے تھوڑی دیر قبل ہی واپس آیا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ ریٹا کے بارے میں بتانے کی میں نے ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔

"کہاں کہاں گھوم آئے ہو؟"

"میری آج کی آوارہ گردی کافی دلچسپ رہی ہے۔ شاید تمھیں یہ سن کر حیرت ہو کہ میں ہمیر لنکاسٹر سے ملاقات کر کے آرہا ہوں۔"

"نہیں مجھے حیرت نہیں ہے۔" اینڈریو نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ہے؟" میں چونک کر بولا۔

"مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم نے مجھے اس بارے میں بتا کیسے دیا۔ کوئی نیا پروگرام ذہن میں آیا ہے، کوئی نئی اسکیم بنی ہے تمھارے درمیان؟"

"تمھارا لہجہ مشکوک ہے اینڈریو!"

"ہاں۔ مجھے اس بات کا یقین ہے علی کہ تم مجھے ڈبل کراس کر رہے ہو۔ مجھے اس وقت بھی یقین تھا۔ جب تم نے اینی پارکر کو سکار اسے بھگا دیا تھا۔ جبکہ تم اسے نہایت آسانی سے اغوا کر سکتے تھے۔"

"یہ تمھاری احمقانہ سوچ ہے۔ اینی پارکر کو اس وقت اغوا کرنا ناممکن تھا۔ وہاں بہت سے گروہ سرگرم عمل تھے۔ ہم اسے آسانی سے قابو میں نہیں کر سکتے تھے۔ جبکہ موجودہ صورت حال مختلف ہے۔"

"مثلاً؟"

"اینی پارکر کو میں نے متاثر کرنے کی کوشش کی تھی اور دوسری ملاقات پر میرے بارے میں اس کا نظریہ مختلف ہوگا۔"

"دوسری ملاقات کہاں طے پائی ہے؟"

"بس یہیں ذرا سی چوک ہو گئی مجھ سے لیکن بہرحال میں اسے تلاش کر لوں گا۔"

"گویا تمھیں اس کی نئی رہائش گاہ نہیں معلوم۔" اینڈریو نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ حقیقت ہے اینڈریو!"

"نہ ہی تمھارے پاس اس کا کوئی فون نمبر ہوگا؟"

"اس کا موقع ہی نہیں مل سکا۔" میں نے جواب دیا۔ اور اینڈریو ہنسنے لگا۔

"ہاں تو ہمیر لنکاسٹر کے بارے میں بتا رہے تھے تم؟" وہ بولا۔

"سوچ رہا ہوں کہ اب بتانا مناسب بھی ہے یا نہیں۔ تمھاری ذہنی کیفیت بدل چکی ہے اینڈریو!"

"اس کے باوجود تم میری مٹھی میں ہو علی! ہمیر لنکاسٹر یا دوسرے لوگ یہ نہیں جانتے کہ تم رینالڈ نہیں ہو۔ وہ اسی حیثیت سے تم سے متعارف ہیں جبکہ میں کچھ اور بھی جانتا ہوں۔" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"مجھے اس کا اعتراف ہے اینڈریو! اور یہی جواز ہے میری سچائی کا کہ میں تمھارے خلاف کچھ نہیں کر رہا۔"

"سنو علی! میں تمھیں اتنا بتا دوں کہ آج میں نے تمھارا تعاقب کیا تھا۔ وہ لڑکی جو تمھارے ساتھ تھی لنکاسٹر کی ساتھی گریتھا ہے اور تم اس کے ساتھ نائٹس برج ساؤتھ کی عمارت نمبر بیس میں گئے تھے۔ جہاں تم نے یقیناً ہمیر لنکاسٹر سے ملاقات کی ہوگی۔ اس کے علاوہ کچھ اور بتانا چاہو تو ضرور بتاؤ۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں تمھاری اس کارکردگی کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اینڈریو! اس کے بعد کی تفصیل سنو۔" میں نے کہا اور اینڈریو کو پوری گفتگو سنا کر دس ہزار ڈالر کے نوٹ بھی اس کے سامنے ڈال دیے لیکن اینڈریو کے چہرے کی کیفیت جوں کی توں رہی۔

"تعجب ہے تم نے مجھے یہ سب کچھ کیوں بتا دیا؟"

"اس لیے کہ میں تم سے مخلص ہوں۔ میں وہی کرنا چاہتا ہوں جو تمھاری خواہش ہے۔" میں نے کہا اور اینڈریو کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

"اگر اب تم نے لنکاسٹر سے فراڈ کیا تو وہ تمھیں نہیں چھوڑے گا۔" چند لمحے بعد وہ بولا۔

"جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میری خواہش ہے کہ تم سارے فضول خیالات اپنے دماغ سے نکال کر مجھ پر اعتبار کرو۔"

"یہ صرف ایک شکل میں ممکن ہے۔" اینڈریو میرے چہرے پر نظریں جما کر بولا۔

"ہاں، بتاؤ۔"

"تم آج رات کو کسی نہ کسی طرح اینی پارکر کو اس کی رہائش گاہ سے نکال لاؤ اور راتوں رات ہم اس کا سودا کر لیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کام کے فوراً بعد میں تمھیں یہاں سے نکالنے کے انتظامات کر دوں گا۔" اینڈریو نے کہا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"یہ کیسے ممکن ہے اینڈریو؟"

"ممکن ہے، بشرطیکہ تم تیار ہو۔"

"اگر تم کوئی عمدہ ترکیب بتا سکتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اتنی جلدی اینی پارکر تک پہنچنا کس طرح ممکن ہے؟"

"میں تمھیں اس کا ٹھکانہ بتا سکتا ہوں۔ بلکہ یوں سمجھو کہ اس کے ٹھکانے تک لے جا سکتا ہوں۔ اب بولو؟" اینڈریو نے کہا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔

"وہ کیسے اینڈریو؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اتنے بڑے بڑے لوگ اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں علی کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ان کے مقابلے میں اینڈریو تو ایک اٹھائی گیرا ہے لیکن اٹھائی گیروں کو زیادہ محتاط رہنا پڑتا ہے۔ مختصراً بتا دوں کہ میں اینی پارکر کے نئے ٹھکانے سے واقف ہوں اور اس بات سے بھی کہ اس نے ایک پرائیویٹ جاسوس گروڈر کی خدمات بھی حاصل کر لی ہیں۔ گروڈر شیطان کا دوسرا روپ ہے اور جس طرح لنکاسٹر جرائم کی دنیا کا بادشاہ ہے۔ اسی طرح گروڈر اپنی فیلڈ کا شہنشاہ ہے۔ لومڑی سے زیادہ چالاک، شیر سے زیادہ نڈر اور گینڈے سے زیادہ مضبوط۔ اس مجموعے کا نام گروڈر ہے۔"

"ویری گڈ۔ اور اس کے پرانے شناسا؟" میں نے پوچھا۔

"اینی پارکر کے؟"

"ہاں، انھیں کی بات کر رہا ہوں۔" میں نے تائید میں سر ہلایا۔

"چالاک رئیس زادی احمق نہیں ہے۔ اس نے اندازہ لگا لیا ہے کہ اس کے احمق ساتھی اس کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اس لیے اس نے چولا ہی بدل لیا ہے۔"

"کمال ہے اینڈریو! تم نے واقعی اس کا پتا لگا کر کمال کیا ہے۔ کہاں مقیم ہے وہ؟" میں نے بے اختیار پوچھا اور اینڈریو مسکرانے لگا۔

"یہ بتانا مشکل ہے۔"

"اوہ ہاں۔ ٹھیک ہے۔ بہرحال میں تیار ہوں۔ تم جس وقت چاہو مجھے وہاں لے چلو۔ میں انتہائی کوشش کروں گا کہ تمھارا کام تمھاری مرضی کے مطابق انجام دے سکوں۔"

"کیا تم سچ بول رہے ہو؟" اینڈریو بولا۔

"اینڈریو! تم میرے ساتھ انصاف نہیں کر رہے۔ ابھی تک میرے ہاتھوں تمھیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ میری خواہش ہے کہ اس وقت تم اپنے مفروضات کو حقیقت کا روپ نہ دو۔ جب تک میرے بارے میں کوئی ثبوت نہ مل جائے۔"

اینڈریو گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ چند گھنٹوں کی بات ہے لیکن اس وقت تک تم میرے ساتھ رہو گے جب تک ہم اپنا کام انجام نہ دے لیں۔ یہ بات یقیناً تمھارے علم میں نہیں ہوگی کہ لنکاسٹر کے ایک آدمی نے تمھارا تعاقب کیا ہے۔ ممکن ہے اس کے کچھ اور ساتھیوں نے ہمارا فون بھی ٹیپ کر لیا ہو۔ اس لیے ہم یہاں سے کوئی فون بھی نہیں کر سکیں گے۔"

میں متحیرانہ انداز میں منہ کھول کر رہ گیا۔ بہرحال یہ جرائم کی دنیا تھی اور میں ابھی ان معاملات میں بہت پیچھے تھا۔

❋

ریٹا نے اس دوران ہمارے درمیان مداخلت نہیں کی تھی۔ شام کو سات بجے کے قریب اینڈریو میرے ساتھ تیار ہو کر چھپتا چھپاتا گیٹ تک آیا۔ اس نے باہر جھانکا اور پھر مسکرا کر گردن اندر کر لی۔

"اپنے دوست کو دیکھنا پسند کرو گے؟"

"کیا وہ موجود ہے؟" میں نے پوچھا اور اینڈریو کو ہٹا کر خود باہر جھانکا۔ عمارت کی درمیانی سڑک کے دوسری طرف فٹ پاتھ پر لگے ہوئے ایک کھمبے کے ساتھ ایک موٹا تازہ آدمی کھمبے کا سہارا لیے اخبار سے چہرہ چھپائے کھڑا ہوا تھا۔ اینڈریو کی بات میں کوئی شبہ نہیں تھا۔

"اب کیا کیا جائے؟" میں نے پوچھا۔

"صرف دو کام ہو سکتے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ ہم باہر نکل کر اس گدھے کو پکڑ لیں اور اسے اندر لا کر باندھ کر ڈال دیں۔ یا پھر خاموشی سے عقبی دیوار سے باہر نکل جائیں اور ٹیکسی لے کر چل پڑیں۔ لیکن اس میں ایک قباحت ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اس اہم کام کے لیے گاڑیوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ ٹیکسی سے کام نہیں چل سکتا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"ایک ہی ترکیب سمجھ میں آتی ہے۔ وہ یہ کہ تم ایک کار لے کر نکلو۔ میں دوسری کار میں تمھارے پیچھے آتا ہوں۔ راستے میں کسی جگہ اس سے نمٹ لیں گے۔ بس ٹھیک ہے۔ اس سے عمدہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ترکیب دوسری نہیں ہوسکتی۔" اینڈریو نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔ میں اینڈریو کو کسی نئی بات سے بددل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ حالانکہ اس میں یہ خطرہ موجود تھا کہ لنکاسٹر میری بددیانتی سے باخبر ہوجائے لیکن میں یہ خطرہ مول لینے کے لیے تیار تھا۔ اینڈریو کا کام کرکے میں اپنے مسئلے کی فکر کرنے کا خواہش مند تھا۔ جس کے لیے اینڈریو سے بہتر اور کوئی شخص نہیں ہوسکتا تھا۔

یہ فیصلہ کرکے میں نے کار سنبھال لی اور اسے اسٹارٹ کرکے باہر نکل آیا۔ میں نے عقب نما آئینے میں کھمبے سے لگے شخص کو ایک طرف دوڑتے دیکھا اور چند ہی لمحات میں ایک موٹر سائیکل میرے پیچھے چل پڑی جس پر وہی شخص سوار تھا اور بہت دور میں نے اینڈریو کی کار کی جھلک بھی دیکھ لی تھی۔

میں مناسب رفتار سے ڈرائیو کررہا تھا۔ ساؤتھ آل کا علاقہ لندن سے تیس میل دور تھا اور راستے میں ایسی بیشتر جگہیں آتی تھیں جہاں لنکاسٹر کے اس چیلے کو جہنم واصل کیا جاسکتا تھا اور اینڈریو ایسی ہی کسی جگہ کا منتظر تھا اور اس وقت ہم ایک تنگ سی سڑک سے گزر رہے تھے جس کے ایک سمت گہرے کھڈ تھے اور دوسری سمت پہاڑ کی بلندی۔ اینڈریو اگر کوئی خطرناک قدم اٹھانے کا خواہش مند ہے تو اس کے لیے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہوسکتی تھی۔ میں نے عقب نما آئینے پر نگاہ ڈالی تو میرے خیال کی تصدیق ہوگئی۔ اچانک اینڈریو کی کار کی رفتار تیز ہوگئی تھی۔ آن کی آن میں وہ موٹر سائیکل سوار کے سر پر پہنچ گیا اور اس نے موٹر سائیکل کو دبانا شروع کردیا۔ اور کچھ ہی دیر بعد موٹر سائیکل، سوار سمیت گہرے کھڈ میں لڑھک رہی تھی۔

اینڈریو نے ایک لمحے کے لیے کار کی رفتار سست کی۔ اپنے کارنامے کا جائزہ لیا اور پھر چل پڑا۔ میں اطمینان سے اپنی کار چلا تا رہا تھا۔ پھر اینڈریو نے ہارن دے کر آگے نکلنے کی جگہ مانگی اور اس کی کار آگے بڑھ گئی۔ اب وہ مجھے راستہ بتا رہا تھا۔

لندن میں داخل ہوکر ہم ایک قدیم رہائشی علاقے کی طرف چل پڑے۔ جہاں کھپریل کی چھت والے چھوٹے چھوٹے کاٹج بنے ہوئے تھے۔ اینڈریو کی کار کچی سڑک پر اتر گئی۔ مجھے اینڈریو کی اس تلاش پر سخت حیرت تھی۔ اس کے ساتھ ہی تعجب بھی کہ اینی پارکر جیسی دولت مند لڑکی نے ایسی گندی جگہ رہائش کے لیے منتخب کی ہے۔ لیکن ایک طرح سے یہ جگہ اس کے لیے مناسب بھی تھی۔ لوگ اس کی یہاں موجودگی کی توقع نہیں کرسکتے تھے

اینڈریو نے ایک جگہ کار روک دی۔ میں بھی اس کے قریب ہی جا رکا تھا۔ دونوں نیچے اتر آئے۔ دونوں گاڑیاں لاک کردی گئی تھیں۔ "آؤ!" اینڈریو نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی اینڈریو؟"

"کیا؟" اس نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ جگہ تو بہت سنسان ہے، تم یہاں سے اپنا کام بخوبی کرسکتے تھے۔ کیا اینی پارکر کو یہاں سے اغوا کرنا مشکل کام تھا؟"

"میں اپنی تنہائی سے مار کھا رہا ہوں۔ خود کو دوسروں پر ظاہر نہیں کرسکتا اور پھر گروڈر اس کے ساتھ ہے۔"

"اوہ! تم اس سے خوفزدہ ہو۔"

"میں...." اینڈریو گہری سانس لے کر بولا۔ "میں جسمانی ورزش کا قائل نہیں ہوں، نہ ہی مجھے لڑائی بھڑائی کا کوئی تجربہ ہے۔"

"ہوں۔" میں خاموش ہوگیا۔

"گروڈر اس وقت بھی یہاں موجود ہوسکتا ہے۔ ہمیں محتاط رہنا ہوگا۔ اگر گروڈر تمہارے سامنے آجائے تو...؟" اینڈریو نے کہا۔

"دیکھا جائے گا۔"

"تم گروڈر کا سامنا ہونے پر اینی پارکر کی شناسائی سے فائدہ اٹھانا اور بہتر یہ ہوگا کہ گروڈر سے مفاہمت ہی رکھنا۔ میرا مطلب ہے موقعے کی تلاش میں رہنا اگر اس میں دیر لگ جائے تو کوئی بات نہیں ہے۔ ہم ساری رات انتظار کرسکتے ہیں۔"

"تم کہاں رہوگے اینڈریو؟"

"تمہارے آس پاس۔ اگر ضرورت محسوس کرو تو سیٹی بجا دینا۔ میرا مطلب ہے پہلے تم ہی اس سے ملاقات کروگے۔"

"اوکے۔" میں نے گردن ہلادی۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ اینڈریو جرائم پیشہ ضرور ہے لیکن اُچکّے قسم کا آدمی۔ وہ کسی کے سہارے کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا۔ دوسرے معنوں میں اسے بزدل کہا جاسکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک کاٹج کی طرف اشارہ کرلیا اور میں اس کا شانہ تھپتھپا کر کاٹج کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اینڈریو ایک آڑ میں کھڑا ہوگیا تھا۔

ابھی میں دروازے پر دستک ہی دینے والا تھا کہ دفعتاً دروازہ کھلا، درمیانی جسامت کا ایک شخص باہر نکلنے کو تیار کھڑا تھا۔۔۔ لیکن عین سامنے مجھے دیکھ کر وہ بوکھلا گیا اور پھر اس نے پھرتی سے پیچھے ہٹ کر جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے پستول نکالنے کا موقع نہیں دیا اور دوسرے ہی لمحے ایک کھڑا ہاتھ اس کی گردن پر رسید کردیا۔ اس سے قبل کہ وہ اور کوئی حرکت کرتا۔ میں نے اندر گھس کر سے دبوچ لیا۔ پھر ایک ہاتھ جیب میں ڈال کر میں نے اس کا پستول نکالا اور دوسرے ہاتھ سے ایک گھونسا اس کی گدی پر رسید کردیا۔ وہ شخص چرخی کی طرح گھوم گیا تھا۔ میرے دوسرے گھونسے نے اسے زمین چٹا دی تھی۔

وہ کون تھا، یہاں کیا کررہا تھا؟ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ ممکن ہے اس کا تعلق اینی پارکر کے محافظوں سے ہو لیکن میں بھی تو خطرہ مول لینے کی حماقت نہیں کرسکتا تھا۔ ممکن ہے، وہ پستول نکال کر مجھے گولی ہی مار دیتا۔

اینڈریو شاید اس وقت مجھے دیکھ رہا تھا۔ جب میں بے اختیارانہ طور پر دروازے سے اندر داخل ہوا تھا، اس نے کوئی گڑبڑ محسوس کرلی تھی۔ اگر اینی پارکر کا معاملہ نہ ہوتا تو شاید وہ کبھی خطرہ مول نہ لیتا لیکن اس وقت اس نے ہمت کرڈالی اور دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔

اندر کی صورت حال دیکھ کر اس کے منہ سے تعجب بھری آواز نکل گئی۔ "مائی گاڈ! یہ کون ہے؟"

"ابھی پتا نہیں چل سکا۔ تم اینی کو دیکھو۔" میں نے کہا۔

"مس پارکر! مس پارکر! کیا آپ یہاں موجود ہیں؟ ہم آپ کے دوست ہیں مس پارکر! میں رینالڈ کا ساتھی ہوں۔" اینڈریو آگے بڑھنے لگا۔ مکان کے برآمدے میں پہنچ کر اس کی تحیّر بھری آواز نکلی۔ "میرے خدا یہاں تو کوئی بڑی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔"

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"خون کی لکیریں، کافی خون ہے۔"

"اینڈریو! ادھر آؤ۔ دروازہ اندر سے بند کردو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور اینڈریو نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ اس کے بعد ہم دونوں اس شخص کی طرف متوجہ ہوگئے جو زمین پر بیٹھا تھا۔

"کاٹج میں تمہارے علاوہ اور کون ہے؟" وہ خاموشی سے ہماری شکلیں دیکھتا رہا۔ جیسے ہماری زبان ہی نہ سمجھتا ہو۔ "اینڈریو! تم پستول لے کر یہاں رکو۔ اگر اس کی طرف سے کوئی حرکت ہو تو بیدریغ گولی مار دینا۔ میں کاٹج کی تلاشی لیتا ہوں۔"

اینڈریو پستول نکال کر اسے کَوَر کرکے کھڑا ہوگیا اور میں شکار سے چھینا ہوا پستول لے کر اس برآمدے میں آگیا جہاں کے بارے میں اینڈریو نے بتایا تھا۔ برآمدے میں کافی خون پڑا ہوا تھا اور وہاں کسی شے کے گھسیٹے جانے کے نشانات بھی تھے اور یہ شے کوئی انسانی لاش ہی ہوسکتی تھی۔ خون کی لکیریں ایک کمرے کی طرف اشارہ کررہی تھیں۔

میں دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا اور اس کا دروازہ کھول کر اندر سے دیکھا۔ کاٹج میں تین کمرے ایک اسٹور روم اور ایک کچن تھا۔ میں دو کمروں، ان کے غسل خانوں، کچن اور اسٹور کا جائزہ لینے کے بعد اس کمرے کی طرف آیا۔ جہاں میرے اندازے کے مطابق کوئی لاش ہوسکتی تھی۔ ممکن ہے یہ اینی پارکر کی لاش ہو۔ دروازہ بہ آسانی کھل گیا اور جیسا کہ اندازہ تھا، کمرے کے وسط میں لاش پڑی ہوئی تھی لیکن یہ اینی پارکر کی لاش نہیں تھی بلکہ کسی گٹھے ہوئے بدن کے پستہ قامت شخص کی لاش تھی جس کی عمر چالیس اور پچاس سال کے درمیان ہوگی۔ اس لاش کے علاوہ کاٹج میں اور کوئی موجود نہیں تھا۔ چنانچہ میں اینڈریو کے پاس آگیا۔

"سوری اینڈریو! اینی یہاں موجود نہیں ہے۔"

"اور وہ خون کی لکیریں؟"

"کمرے میں ایک لاش موجود ہے۔"

"کس کی؟" اینڈریو نے بے ساختہ پوچھا۔

"میں اسے نہیں پہچان سکتا۔"

"یہ بتائے گا۔" اینڈریو نے زمین پر بیٹھے شخص کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"میں نہیں جانتا، میں کچھ نہیں جانتا۔ تم لوگ کون ہو؟ مجھے یہاں کیوں پکڑ لائے ہو؟ بچاؤ! مجھے بچاؤ!" وہ زور سے چیخا اور پستول اینڈریو کے ہاتھ میں لرز گیا لیکن میں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر اس کے سینے پر لات رسید کی اور وہ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے دور جا گرا۔ میں آگے بڑھ کر اس کے سر پر پہنچ گیا اور گریبان سے پکڑ کر اس کی دُھنائی شروع کردی۔ وہ ہر بار چیخنے کی کوشش کرتا لیکن میں نے اس کا منہ ہی نہیں کھلنے دیا تھا۔ اس کی ہر کوشش ناکام ہورہی تھی۔ ایک بار اس نے مجھ سے لپٹ پڑنے کی کوشش کی لیکن اس کی یہ کوشش اس کے لیے سخت خطرناک ثابت ہوئی اور میرے ایک گھونسے نے اس کے تین سامنے کے دانت توڑ دیے۔ اس کے منہ سے خون کی دھاریں پھوٹ پڑی تھیں۔ پھر میری ایک زوردار ٹھوکر نے جو اس کی پسلیوں پر پڑی تھی، اسے بے ہوش کردیا۔

اینڈریو گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے بے ہوش ہونے کے بعد میں نے اینڈریو کی طرف دیکھا تو اس نے نگاہیں چرالیں اور جلدی سے بولا۔ "بے ہوش ہوگیا؟"

"اسے ہوش میں لانا ضروری ہے اینڈریو! اگر اینی پارکر یہاں تھی تو کہاں گئی؟ یہ شخص بخوبی جانتا ہوگا۔"

"ہاں، یہ ضرور جانتا ہوگا۔ مگر وہ لاش کس کی ہے؟"

"میں اسے نہیں پہچانتا۔ تم دیکھو شاید اندازہ لگا سکو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے کہا۔

اینڈریو کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر اس کی آواز سنائی دی "میرے خدا! یہ تو گروڈر ہے۔ خدا کی پناہ اسے قتل کرنا اتنا آسان تو نہیں تھا۔" اس کے بعد وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ "وہ اپنی پارکر کا محافظ جاسوس گروڈر تھا۔"

"صورتِ حال کافی دلچسپ ہے۔ تمہارے خیال میں اس لومڑی سے زیادہ چالاک، شیر سے زیادہ نڈر اور گینڈے سے زیادہ مضبوط شخص کو کون قتل کر سکتا ہے؟ کیا یہ شخص؟"

"ناممکن ۔۔ یہ تو گروڈر کے ایک گھونسے کی تاب نہیں لا سکتا۔ میرا ذہن صرف ایک طرف جاتا ہے۔ ایک ہی نام میرے ذہن میں ابھر رہا ہے۔ وہ ہے ہمیر لنکاسٹر۔ گروڈر اور ہمیر لنکاسٹر لوین بھی ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ دو طاقتور اور ذہین لوگ ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر سکتے۔ گروڈر ان لوگوں میں سے تھا جو اپنی پسند کا معاوضہ لے کر ہر شخص کے خلاف کام کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، خواہ وہ کسی حیثیت کا مالک ہو۔"

"ہوں۔ ممکن ہے۔ لیکن اس شخص کو میں نے ہمیر کے ساتھیوں میں نہیں دیکھا تھا۔ تاہم اب یہی ہمیں بتائے گا کہ یہ کون ہے؟ تم اسے ہوش میں لاؤ۔" میں نے کہا۔

اینڈریو نے غسل خانے میں جا کر پانی کی بالٹی بھری اور لا کر اس شخص کے سر پر انڈیل دی۔ وہ ہوش میں آگیا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ "اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔" میں نے غرّا کر کہا۔ اور وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید خوف کے آثار تھے۔ "کیا خیال ہے زبان کھولو گے یا ابھی کچھ اور مرمت کی ضرورت ہے؟" اس نے جلدی سے اثبات میں گردن ہلا دی۔ اس کی ناک سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔ میں نے جیب سے رومال نکال کر اسے دیا اور اس نے ناک پر رکھ لیا۔ چند لمحات خون خشک کرتا رہا پھر رومال ناک سے ہٹا لیا۔

"چلو شروع ہو جاؤ۔ تم کون ہو؟"

"میرا نام روسٹر ہے۔"

"بڑا خوبصورت نام ہے۔" میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا اور اینڈریو بے اختیار مسکرا پڑا۔ "کس کے لیے کام کرتے ہو؟"

"روترے ۔۔۔ ایڈمنڈ روترے کے لیے۔" اس نے جواب دیا۔

"میرے خدا! یہ روترے کہاں سے آمرا!" اینڈریو کے منہ سے نکلا۔

"جانتے ہو اسے؟"

"فرانسیسی بدمعاش! پیرس کا ہوّا۔ مگر تعجب ہے، سخت تعجب ہے ایڈمنڈ روترے سے پیرس کی پولیس سخت گھبراتی ہے۔ یہ پیرس میں ہونے والی قتل و غارت گری میں نوّے فیصد وارداتوں کا ذمے دار ہوتا ہے، بے پناہ دولت کا مالک ہے لیکن تعجب ہے! ہمیر سے تو اس کی کافی دوستی ہے۔"

"سارے ہوّے ان دنوں لندن میں جمع ہو گئے ہیں مگر ہم ان کے درمیان کہاں سے آپھنسے۔" میں نے اینڈریو کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا لیکن اینڈریو کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔ "کیوں، تم کچھ پریشان ہو گئے اینڈریو؟"

"صورتِ حال ضرورت سے زیادہ خراب ہو گئی ہے علی! ان لوگوں کے درمیان ہم سینڈوچ بن جائیں گے۔"

"سینڈوچ بھی کافی لذیز ہوتے ہیں، اس لیے فکر مت کرو۔ ہاں دوست! یہ مسٹر روترے کہاں ملیں گے؟ مگر نہیں، پہلے یہ بتاؤ کہ وہ لڑکی اینی پارکر کہاں گئی؟"

"خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم۔ میں تو ایک معمولی سا کارکن ہوں۔ مجھے فون کر کے اس کاٹیج میں آنے کی ہدایت کی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ وہاں کی صفائی کر دوں۔ اور ۔۔۔ اور ۔۔۔"

وہ رک گیا۔

"ہاں ہاں اور کیا؟"

"اور یہ کہ یہاں رکوں اور رات کو یہاں موجود لاش ٹھکانے لگا دوں۔" اینڈریو ہاتھ مل رہا تھا۔ پھر اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ یہ بتاؤ وہ اینی کو کہاں لے گئے؟" روسٹر گھگھیانے لگا۔ وہ بڑی بڑی قسمیں کھا رہا تھا۔

"چھوڑو اینڈریو! اسے واقعی نہیں معلوم ہوگا۔ بہرحال اب تم اسے کس کر باندھ دو اور یہاں چھوڑ دو۔ اس کے بعد آگے سوچیں گے اور اینڈریو کاٹیج کے اسٹور میں رسّی تلاش کرنے چلا گیا۔

پھر ہم وہاں سے باہر نکل آئے اور اپنی کاروں کی طرف چل پڑے۔ راستے میں اینڈریو نے پوچھا۔ "اب کیا ارادہ ہے علی؟"

"میرے خیال میں گھر واپسی مناسب رہے گی۔ وہاں چل کر آئندہ پروگرام پر غور کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔ اور اینڈریو خاموشی سے اپنی کار میں جا بیٹھا۔ اس کا موڈ ٹھیک نہیں تھا۔

اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر ہم دونوں ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ اینڈریو کا موڈ سخت آف تھا۔ "میرے خیال میں اب ہمیں اینی پارکر کا خیال چھوڑ دینا چاہیے۔"

"کیوں اینڈریو؟"

"اگر اس وقت میں سب کچھ تمہارے اوپر نہیں چھوڑ دیتا تو شاید میری محنت اس طرح اکارت نہ جاتی۔"

"تو تم اسے اپنی حماقت کہو۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

اینڈریو چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے خدوخال نرم پڑ گئے اور وہ گردن جھٹک کر مسکرانے لگا۔ "چھوڑو، ہمیں آپس میں نہیں الجھنا چاہیے۔ اب اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے؟" اس نے جیب سے پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ لی اور پیکٹ میری طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ۔"

"صرف ایک ترکیب ذہن میں آتی ہے علی! اگر تم اس پر عمل درآمد کے لیے تیار ہو۔"

"وہ کیا؟"

"ہمیر لنکاسٹر کو روترے سے بھڑا دو۔ یہ کام مشکل نہ ہوگا۔ تم ایک طرح سے ہمیر کے کارکن بنے ہوئے ہو۔ ہمیر، روترے کا نام سن کر تمہارے اوپر شک نہیں کرے گا اور بہتر تو یہ ہے کہ یہ کام تم اسی وقت کر لو۔ ثبوت کے طور پر اس شخص کو پیش کر سکتے ہو جسے ہم باندھ کر چھوڑ آئے ہیں۔"

"ہمیر کے آدمی کا قتل کس خانے میں فٹ کرو گے۔ ظاہر ہے، وہ ہماری نگرانی پر مامور تھا۔"

"اوہ! اوہ!" اینڈریو ہتھیلی پر گھونسا مار کر بولا۔ "پھر کیا کیا جائے؟ بولو! کیا کیا جائے؟" وہ خاصا مضطرب نظر آنے لگا تھا۔

"روترے کو تلاش کرنا پڑے گا۔" میں نے جواب دیا اور پھر ہم دونوں چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ ریٹا آگ بگولہ بنی کھڑی تھی۔ اینڈریو بُرا سا منہ بنا کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں تم دونوں کے درمیان اپنی حیثیت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔" وہ اندر گھس آئی۔

"کیا بکواس ہے۔ جاؤ یہاں سے، ہم لوگ ضروری باتیں کر رہے ہیں۔" اینڈریو نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں، تم سے نفرت کرتی ہوں اینڈریو! شدید نفرت، مطلبی، خود غرض اور خود پرست انسان، سمجھے تم! میں تمہاری موت کی خواہاں ہوں۔" ریٹا کی آواز میں بے پناہ غراہٹ تھی۔ اینڈریو چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

ریٹا کا چہرہ شدید غصّے اور نفرت سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ کشیدہ جسم کے ساتھ کھڑی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے اس وقت وہ سب کچھ کر گزرنے کے لیے تیار ہو۔ اینڈریو چند ساعت اسے دیکھتا رہا اور پھر اس کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ بات میرے لیے تعجب خیز نہیں ہے ریٹا! البتہ تم میری موت کی خواہاں ہو اس پر مجھے حیرت ہوئی۔ تم جیسی لڑکیاں ان معاملات میں اس قدر جذباتی تو نہیں ہوتیں۔"

"تم جیسی لڑکی سے کیا مراد ہے تمہاری؟" ریٹا ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے بولی۔

"ریٹا! اس وقت جاؤ۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ ہم لوگ ایک اہم گفتگو کر رہے ہیں۔ میں تم سے کوئی اور بات نہیں کروں گا۔"

"سب سے اہم گفتگو یہی ہے اینڈریو کہ میں تم لوگوں کے درمیان اپنی حیثیت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ اگر میرے بارے میں تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو احمق آدمی تو یہ خیال ذہن سے نکال دو۔ میں تمہاری ملازمہ بن کر نہیں رہ سکتی۔"

"تو چلی جاؤ یہاں سے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور نہ میرے خیال میں علی کو۔ کیوں علی؟ کیا یہ لڑکی ابھی تک تمہارے لیے پُرکشش ہے؟ اگر ہے تو اس سے کہو کہ اب صرف تم سے رابطہ رکھے مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"اوہ۔ اینڈریو، پلیز! ریٹا کی توہین مت کرو۔ وہ تم سے محبت کرتی ہے، صرف تمہیں چاہتی ہے۔" میں نے اس جذباتی لڑکی کی وکالت کرتے ہوئے کہا۔

"اور تمہیں؟" اینڈریو نے پوچھا۔

"میرے لیے وہ صرف ایک ساتھی کی حیثیت رکھتی ہے۔"

"علی! نہ جانے تم کس احساس کا شکار ہو۔ میں اس کے

شاطر
قیمت فی حصہ ۔۔ روپے
دو حصے مکمل
ڈاک خرچ ۔۔ روپے
شاطر کو مشہور انعام یافتہ مصنف شکیل انجم نے اپنے خاص انداز میں تحریر کیا ہے
ایک ایسی دلچسپ، ہنگامہ آرا اور سنسنی خیز داستان ہے جس میں قدم قدم سسپنس اور سطر سطر قیامت آرائی ہے
آج ہی طلب فرمائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیے کبھی جذباتی نہیں رہا۔ مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے کہ ریٹا کے کتنے دوست ہیں۔" یہ کہہ کر وہ ریٹا سے مخاطب ہوا۔" بہرحال ریٹا ڈیئر! تم مجھ سے نفرت کرتی ہو یا محبت، مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں اس میں کامیاب ہونے کے بعد وصول شدہ رقم میں سے کچھ حصہ تمہیں بھی دوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے اور اس رقم کے حصول کے لیے تمہیں مجھ سے محبت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اب جاؤ آرام کرو۔" اینڈریو نے کہا۔

ریٹا کچھ دیر تک اسے گھورتی رہی پھر اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ کام کی بات ہوئی۔ چلو ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔" اس نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ اینڈریو مسکرانے لگا تھا۔ اس نے میرے چہرے پر پھیلی ہوئی حیرت دیکھ کر کہا۔

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں علی! کاروبار دوسری تمام جذباتی باتوں سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ اس کا صرف یہی ایک مقصد تھا۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ ان معاملات میں اسے بھی کوئی مالی منافع ہوگا یا نہیں؟"

"تعجب ہے۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ اینڈریو اس کے جانے کے بعد کچھ دیر کے لیے ذہنی طور پر غیر حاضر رہا پھر گردن جھٹک کر بولا۔

"خواہ مخواہ اس بدبخت نے ہماری گفتگو منقطع کرا دی۔ ہاں علی! کیا کہہ رہے تھے تم اس سلسلے میں؟"

"یہی کہ تمہاری تجویز زیادہ سود مند نہیں ہوگی۔ لنکاسٹر نے اپنا آدمی ہمارے تعاقب اور نگرانی پر مامور کیا تھا۔ اس کی موت کی خبر ممکن ہے اسے مل گئی ہو۔ ان حالات میں وہ ہمارے جال میں نہیں پھنسے گا بلکہ عین ممکن ہے، اس کی وجہ سے ہم مزید مشکلات کا شکار ہو جائیں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ کم نصیب روترے بے حد خطرناک انسان ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ لنکاسٹر اور لندن کے دوسرے خطرناک لوگوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے تو غلط نہیں ہوگا۔"

"اسے کہاں تلاش کیا جا سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

اینڈریو سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر ایکدم چونک پڑا اور مجھے دیکھ کر بولا۔" اگر اس کا پتا مل بھی جائے تو کیا کرو گے؟"

"سوچیں گے۔ اس کا پتا مل جانے کے بعد سوچیں گے۔"

"مگر اس وقت یہ ممکن نہیں ہے۔ کل اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"کوئی ایسا ٹھکانہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، بندرگاہ کے علاقے میں پولی لانس کلب کا مالک پلوکر اس کا دوست ہے۔ جب بھی وہ لندن آتا ہے، پلوکر ضرورت پڑنے پر اس کے لیے غنڈے فراہم کرتا ہے۔ روترے کے خاص لوگوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔"

"کیا پلوکر ہمیں اس کا پتا بتانے کے لیے تیار ہو جائے گا؟" میں نے سوال کیا۔

"آسانی سے نہیں۔ کوئی چال چلنا ہوگی۔" اینڈریو نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے اینڈریو! اس یہودی لڑکی کی بازیابی کے لیے میں پوری دلچسپی کے ساتھ کام کرنے کو تیار ہوں مگر لندن اور اس کے حالات سے ناواقفیت بعض حالات میں مجھے روکتی ہے۔ اس کے لیے تمہاری مدد ضروری ہے ورنہ شاید۔۔۔"

"نہیں ڈیئر علی، مجھے ان تمام باتوں سے زیادہ تمہارا خیال ہے۔ اولیو ہاورڈ ابھی تک یہاں موجود ہے اور یقیناً تمہاری تلاش کے لیے اس نے انتہائی دانشمندانہ کارروائیاں کی ہوں گی۔ میری خواہش ہے کہ ان معاملات سے فارغ ہو کر تمہیں یہاں سے روانہ کرنے کے انتظامات کر دوں۔ اس میں کچھ دیر ضرور لگ رہی ہے لیکن میں تمہیں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ بہرصورت میں تمہیں خیریت کے ساتھ لندن سے باہر نکال دوں گا۔" اینڈریو کے لہجے سے عیاری نمایاں تھی۔ غالباً وہ مجھے یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ اس کام کی تکمیل کے بغیر میرا لندن سے نکلنا ممکن نہ ہوگا۔

تاہم میں نے اینڈریو کی باتوں کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ مجھے اس کا تعاون درکار تھا اور میں اس ضرورت کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔

دوسری صبح ریٹا نے خاموشی سے ہمارے لیے ناشتا لگا دیا۔ اس کے چہرے سے کسی خاص کیفیت کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ ریٹا ناشتا لگا کر چلی گئی تو اینڈریو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کس قدر پُرسکون ہے۔ سوچ رہی ہوگی کہ ان کاموں کے سلسلے میں اسے بھی کچھ ملے گا۔"

"میرا خیال آج بھی اس سے مختلف ہے اینڈریو!" میں نے چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" اینڈریو نے قدرے چونک کر پوچھا۔

"وہ تم سے محبت کرتی ہے، دولت کے لالچ سے بے نیاز ہو کر۔ اسے مال و زر سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"تم مشرقی باشندے ہو۔ میں نے تمہارے ہاں کی لڑکیوں کے بارے میں سنا ہے کہ بہت احمق اور سیدھی سادی ہوتی ہیں۔ یہ یورپ ہے، یہاں ایسی احمقانہ محبت کا تصور بھی باقی نہیں رہ گیا ہے اور اگر لاکھوں میں سے کوئی ایک لڑکی ایسی نکل بھی آتی ہے تو اسے بے وقوف ہی کہا جا سکتا ہے۔ پھر ایسی خواتین کو ان کی حماقت کا کیا صلہ مل سکتا ہے؟"

"تم بھی کبھی اسے چاہتے تھے اینڈریو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، کیوں نہیں لیکن ایک مختصر سی مدت کے لیے، جب تک وہ میرے جال میں نہیں آئی تھی۔ اس کے بعد میرے لیے اس میں کیا کشش رہ جاتی ہے؟ انسان کے پاس صرف دولت ہونی چاہیے۔ ایسی شریک سفر ہر جگہ مل جاتی ہیں۔"

میں خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ریٹا برتن اٹھا کر لے گئی۔ اس کا چہرہ اب بھی پُرسکون تھا۔ مجھے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ کیا درحقیقت ریٹا کا مقصد اتنا ہی تھا۔ اگر نہیں تو وہ اس قدر پُرسکون کیوں تھی؟

"اب کیا پروگرام ہے علی؟" اچانک اینڈریو نے پوچھا۔

"روترے کے بارے میں معلومات۔" میں نے کہا۔

"پلوکر سے میری کوئی واقفیت نہیں ہے لیکن ایک اور لڑکی جولیانا اس کی شناسا ہے۔ جولیانا بھی کسی زمانے میں مجھ سے محبت کرتی تھی۔ بہتر یہ ہوگا کہ میں اس سلسلے میں جولیانا سے رابطہ قائم کروں اور پھر شام کو سات بجے ہم دونوں لانس کے کلب چلیں۔"

"جس طرح تم پسند کرو۔" میں نے کہا۔

"میں چلتا ہوں۔ دوپہر تک واپس آجاؤں گا۔ جولیانا ایک فرم میں ملازم ہے۔ فون پر اس سے گفتگو مناسب نہیں رہے گی۔ میں اس کے دفتر میں ملنے کی کوشش کروں گا۔ تمہارا کوئی اور پروگرام ہے؟" اینڈریو نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں، کوئی خاص نہیں۔ لنکاسٹر کے غنڈوں سے بچنے کے لیے بہتر ہے کہ میں گھر پر ہی آرام کروں۔"

"ٹھیک ہے۔" یہ کہتا ہوا اینڈریو چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بہت دیر تک میں ان معاملات پر غور کرتا رہا اور پھر ریٹا کی تلاش میں نکل آیا۔ میں ریٹا سے اس کی دلی کیفیت کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا۔

ریٹا گھر میں موجود نہیں تھی۔ وہ بھی شاید کہیں چلی گئی تھی۔ میں خاموشی سے اپنے کمرے میں آ گیا۔ تقریباً بارہ بجے مجھے ریٹا کا فون ملا۔ گھنٹی بجنے پر میں نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔

"ہیلو رینالڈ! میں ریٹا بول رہی ہوں۔"

"کہو ریٹا!" میں نے اپنائیت کے لہجے میں کہا۔

"تم اپنی مختصر ضروری چیزیں لے کر بیرنگٹن روڈ کے ہوٹل پاسلو پہنچ جاؤ۔ کاؤنٹر سے روم نمبر اسی کی چابی حاصل کر لینا۔ یہ روم مسٹر ہوسٹن کے نام سے بک ہے۔"

"خیریت ریٹا؟" میں اس کے نئے اقدام پر حیران ہو رہا تھا۔

"ہاں، وہ عمارت مخدوش ہو گئی ہے۔ کسی بھی وقت وہاں پولیس چھاپا مار سکتی ہے۔" ریٹا نے وضاحت کی۔

"اوہ، تمہیں یہ اطلاعات کہاں سے ملیں؟" میں نے سوال کیا۔

"رینالڈ! یہ وقت ان سوالات کا نہیں ہے جس قدر جلد ممکن ہو سکے، اپنا ٹھکانہ بدل دو۔ ورنہ نتائج کے تم خود ذمے دار ہو گے۔" ریٹا نے کہا۔

"اچھا، بس ایک بات اور بتا دو۔ وہ یہ کہ کیا اینڈریو کو ان حالات کے بارے میں معلوم ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"ابھی نہیں لیکن اسے بھی بہرحال معلوم ہو جائے گا۔ میں شام کو ٹھیک سات بجے تمہارے پاس پہنچوں گی۔"

"لیکن اس میں ایک پریشانی ہے ریٹا۔" میں نے جواباً کہا۔

"کیسی پریشانی؟" اس نے کسی قدر جھنجلائے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

"شام کو اینڈریو کے ساتھ میرا ایک پروگرام ہے۔ اگر تم کسی طرح اینڈریو کو بھی یہ بتا دو کہ اچانک پیش آنے والے حالات کے تحت میں نے اپنا ٹھکانہ بدل دیا ہے تو تمہاری بڑی مہربانی ہوگی۔"

"بتا دوں گی، بتا دوں گی تم فکر مت کرو۔ ویسے ہوٹل پہنچ کر اس وقت تک وہاں سے نکلنے کی کوشش مت کرنا جب

اسلام کے خاموش مبلغوں اولیاء اللہ کے پُراثر واقعات کا مجموعہ
برصغیر کی مشہور مصنفہ ضیا تسنیم بلگرامی کے قلم سے
دوستی کے مینار
قیمت ۴۰ روپے
شائع ہو چکا ہے
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب کریں۔ یا براہ راست ہم سے منگوائیں
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۲۳۳ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تک میں تم سے ملاقات نہ کرلوں۔ یاد رہے گا نا ہوٹل پا[illegible]" ریٹا نے کہا۔

" ہاں ہاں، بالکل یاد رہے گا مگر تمھیں اس بارے میں اینڈریو کو اطلاع ضرور دینی ہے۔" میں نے کہا اور دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔

پولیس کا نام سن کر میں بھی گھبرا گیا تھا۔ میں اس وقت کسی طرح پولیس کے پھندے میں جانا نہیں چاہتا تھا۔ سارے معاملات ہی بگڑ جاتے۔ چنانچہ میں نے تیزی سے اپنا سامان سوٹ کیس میں رکھا۔ میرے مختصر سے سامان میں میک اپ کی وہ شیشی بھی تھی جو مجھے جوشو کی طرف سے تحفے میں ملی تھی۔ اس کے علاوہ چند لباس تھے اور وہ رقم جو میرے پاس ابھی تک محفوظ تھی۔ یہ تمام چیزیں لے کر میں عمارت سے باہر نکل آیا۔ مجھے اب بھی یہ خدشہ تھا کہ کہیں لنکاسٹر کا کوئی آدمی میرے تعاقب پر مامور نہ ہو یا پھر ممکن ہے لنکاسٹر کو ابھی اپنے اس آدمی کی موت کا پتا نہ چل سکا ہو اور اگر چل بھی گیا ہو تو اس نے اپنے طور پر کوئی خفیہ کارروائی کی ہو۔ ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں عمارت سے باہر نکل آیا تھا۔ میں نے گاڑی لینا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ ورنہ پھر جگہ بدلنے کا فائدہ ہی کیا تھا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے ایک ٹیکسی مل گئی۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو پتا بتا دیا۔ تھوڑی دیر بعد میں ایک چھوٹے سے خوشنما ہوٹل کے احاطے میں موجود تھا۔

پاسلو کے احاطے میں سناٹا طاری تھا۔ میں خوبصورت روش عبور کر کے اس کے پہلے دروازے پر پہنچ گیا جس کی دوسری جانب کاؤنٹر تھا۔ یہاں سے میں نے کمرہ نمبر اسّی کی چابی طلب کی۔ ایک رجسٹر پر دستخط کرنے کے بعد یہ چابی مجھے مل گئی اور پورٹر مجھے میرے کمرے میں چھوڑ آیا۔ اچھا خاصا کشادہ اور خوبصورت کمرہ تھا لیکن اچانک ہی مجھے اپنی رہائش گاہ چھوڑ کر آنا پڑا تھا۔ اس لیے ذہن پر ذرا بوجھ سا طاری تھا اور اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے گرم پانی کا طویل غسل کرنا پڑا۔ غسل سے فارغ ہو کر ویٹر کو بلایا، کافی طلب کی اور کافی کے گرم گرم گھونٹ لیتے ہوئے اس نئی تبدیلی کے بارے میں غور کرنے لگا۔ یہ بہتر نہیں ہوا تھا۔ اس وقت لندن میں میرے دشمنوں کی کافی تعداد موجود تھی۔ نمبر ایک اولیو ہاورڈ جو بظاہر بالکل خاموش نظر آتا تھا لیکن کون جانے وہ کہاں کہاں میری بُو سونگھتا پھر رہا ہو۔ اس بات کا مجھے یقین تھا کہ اولیو ہاورڈ انتہائی ذہانت سے اقدامات کر رہا ہو گا۔ چالاک یہودی نہایت احتیاط کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہو گا اور ایسی اہم جگہوں کی نگرانی کر رہا ہو گا جہاں میرے ذہن کی رسائی ہو سکتی ہے۔ ابھی تک اس کے اور میرے درمیان ٹکراؤ نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ میں اس کے خیالات کے بالکل برعکس کام کر رہا تھا یعنی میں لندن کے پیشہ ور غنڈوں کے کھیل میں شامل ہو گیا تھا جو مجھ جیسے ناواقف انسان کے لیے قطعاً ممکن نہیں تھا۔

میری دوسری دشمن لندن پولیس تھی اور دشمن نمبر تین لنکاسٹر تھا۔ جسے اگر اپنے آدمی کی موت اور میری دھوکا دہی کی اطلاع مل گئی ہو گی تو اس کی حالت ناقابلِ بیان ہو گی۔ ان حالات میں کم از کم لنکاسٹر سے بچنے کے لیے تو ریٹا لڈکی رہائش گاہ چھوڑ دینا ہی بہتر ہوا۔ لنکاسٹر اس عمارت تک بہ آسانی پہنچ سکتا تھا۔ بلکہ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس نے ابھی تک وہاں پہنچنے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی۔

فی الوقت اس جگہ کو محفوظ تصور کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے میں نے یہ وقت اسی جگہ گزارا۔ شام کے سات بجے تو میرے کان ان آہٹوں کو سننے لگے جو دروازے کے قریب سے ابھر رہی تھیں پھر چند لمحوں بعد ہی ریٹا میرے پاس پہنچ گئی۔ وہ ایک خوبصورت لباس میں ملبوس تھی اور چہرے سے بہت زیادہ خوش نظر آتی تھی۔

" ہیلو علی! کیسے ہو؟" اس نے ایک آرام کرسی میں [illegible] ہوئے کہا۔

" بالکل ٹھیک۔ تم بہت خوش نظر آ رہی ہو۔"

میرے لیے کوئی سافٹ ڈرنک منگاؤ۔ میں واقعی خوش ہوں۔ میں نے ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی تھی ویٹر آرڈر لے کر چلا گیا۔ میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس خوشی اور مسرت کے پیچھے بھی ایک اضطراب چھپا ہوا ہے۔ یہ مسرت خود کو چھپانے کی ایک جھوٹی کوشش محسوس ہوتی تھی پھر اس نے سگریٹ جلا کر دو تین گہرے گہرے کش لیے۔

" کیا بات ہے ریٹا! تم کچھ غیر مطمئن نظر آتی ہو؟"

اس سے زیادہ مطمئن تو میں زندگی میں کبھی نہیں ہوئی۔ آج اتنی خوش ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی۔"

" کیا بات ہے ریٹا! مجھے بتاؤ؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

" کوئی خاص بات نہیں، بڑی عام سی بات ہے اور عام سی بات یہ ہے کہ میں خوش ہوں اور انسان کی مسرتیں مختلف احساسات کے تحت ہوتی ہیں۔ میں آج ایک بڑے جنجال سے نکل آئی ہوں۔ بس یوں لگتا ہے جیسے میں نے اپنی بیکار زندگی کا کوئی مصرف تلاش کر لیا ہو یا شاید میں غلط الفاظ

استعمال کر رہی ہوں۔ یوں لگتا ہے جیسے اب تک میں حماقتوں کا شکار رہی ہوں اور اچانک مجھے ہوش آ گیا ہو۔ بس یہی بات ہے۔"

" ریٹا! تم مجھے مسلسل پہیلیاں بجھوائے جا رہی ہو۔ کوئی خاص بات ہو تو مجھے بتاؤ۔ تمھاری کیفیت بڑی پُراسرار لگ رہی ہے۔"

" تمھیں لگ رہی ہو گی۔ ویسے کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

" میں اب تم سے کوئی سوال نہیں کروں گا۔" میرے لہجے میں غصے کی جھلک تھی۔ ریٹا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

تم بے حد نفیس آدمی ہو، بہت گریٹ۔ تم ایسے کیوں ہو علی؟"

" تم نشے میں تو نہیں ہو؟"

" نہیں، قسم لے لو کہ میں نشے میں نہیں ہوں۔ یا یوں کہو کہ میں نشے میں تھی، اب ہوش آ گیا ہے اور ہوش میں آنے کے بعد یہ سوچ رہی ہوں علی! کہ میں نشے میں کیوں تھی؟ میں یورپ میں پیدا ہوئی ہوں۔ مشرق کے پسماندہ ملک میں نہیں جہاں لڑکیاں محبت کرتی ہیں اور ان کے محبوب انھیں اپنا کر ساری زندگی ان کے ساتھ گزار دیتے ہیں۔ وہ ان کی خدمت کرتی ہیں اور ان کے بچوں کی پُروقار ماں کی حیثیت سے زندگی بسر کر دیتی ہیں۔ ان کے محبوب ان کے شوہر بن کر ان کے تحفظ کے ضامن ہوتے ہیں اور وہ ہر طرح کے مصائب میں خود کو کبھی تنہا محسوس نہیں کرتیں۔ میں خود بھی ذہنی طور پر اس پسماندگی کا شکار ہو گئی تھی۔ نہ جانے کیوں؟"

اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ کوئی خاص بات ہے لیکن میں نے خاموشی اختیار کی اور اسے دیکھتا رہا۔" مجھ پر یقین کرو کہ میں خلوصِ دل سے اینڈریو کو چاہتی تھی۔" آخر ریٹا نے سکوت توڑا۔

" مجھے یقین ہے ریٹا!" میں نے مخلصانہ انداز میں کہا۔

" یقین ہے؟" اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

" ہاں، یقین ہے۔" میں نے اپنی بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔

" جھوٹ بول رہے ہو، مجھے بہلا رہے ہو۔ میں نے تم سے بھی محبت کرنے کی کوشش کی تھی۔"

" وہ تمھاری ذہنی جھنجلاہٹ تھی اور میں نے اسے بخوبی سمجھ لیا تھا۔ کیونکہ اس وقت جب اینڈریو یہاں واپس نہیں آیا تھا، میں نے اس کے لیے تمھاری تڑپ دیکھی تھی، مجھے یقین ہے ریٹا! کہ تم میری اس بات کو جھوٹ نہیں سمجھو گی۔ وہ اس لیے کہ میرا تعلق مشرق سے ہے اور میں اپنے یہاں کی عورت سے بخوبی واقف ہوں۔ مشرق کی عورت عجیب الخلقت نہیں ہوتی۔ بس وہاں کا معاشرہ، وہاں کا ماحول یا یوں کہو کہ صحیح معنوں میں عورت کی فطرت وہی ہے۔ یورپ نے عورت کو جس قدر ارزاں کر دیا ہے وہ ایک غم انگیز بات ہے۔ میں نے بھی ایک طویل عمر امریکہ میں گزاری ہے۔ مغرب میں عورت خود کو آزاد سمجھتی ہے، آزادی کے نام پر اسے جس قدر سستا کر دیا گیا ہے، یہاں کی عورت اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ سڑکوں، گلیوں اور بازاروں میں مردوں نے اسے آزادی کے نام پر بے لگام چھوڑ دیا ہے اور وہ اس بے لگامی کو نسوانیت کی معراج سمجھتی ہے لیکن ریٹا! تم اس بات کو جھٹلا نہیں سکتیں کہ یہ بے راہ روی عورت کی وقعت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر چکی ہے۔ عورت اب کوئی سربستہ راز نہیں رہی ہے، ماں کی حیثیت سے، بہن اور بیٹی کی حیثیت سے اور بیوی کی حیثیت سے اب اس کا وہ مقام نہیں رہا جو ہونا چاہیے اور جو چیز اپنی وقعت کھو دیتی ہے، وہ سڑک پر پڑے ہوئے تنکوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ میری بات کا برا نہیں ماننا، مغرب کی عورت کو آزادی کے بہانے سولی پر لٹکا دیا گیا ہے۔ وہ ختم ہو چکی ہے، اس کی شخصیت تباہ کر کے مرد نے صرف اپنی ذات کو برقرار رکھا ہے۔ چنانچہ ہم اس عورت کو عورت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں، اس کے برعکس مشرق میں عورت ابھی زندہ ہے، ہمارے یہاں کے لوگ احترام سے اس کے لیے راستہ چھوڑ دیتے ہیں اگر وہ کسی مصیبت کا شکار ہو تو ہم میں سے ہر شخص فطری طور پر اس کی مدد کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اس کا وقار، اس کی عزت ہے۔ اگر تمھارے اندر وہ عورت کسی بھی حد تک زندہ تھی ریٹا! تو میرے لیے تعجب خیز بات نہیں تھی، میرا خیال ہے تم میرا مقصد سمجھ گئی ہو گی۔" میں نے ریٹا کو دیکھا، اس کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا اور سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ میں اس کے قریب نہیں گیا تھا کیونکہ اس سے کسی ایسی ہمدردی کا اظہار کر کے میں اپنے لیے کوئی مصیبت مول لینے کو تیار نہیں تھا۔ دیر تک وہ سسکیاں لیتی رہی پھر دونوں ہاتھوں سے گال خشک کر کے اس نے سامنے رکھا ہوا سگریٹ اٹھا کر جلا لیا اور بڑے عجیب سے لہجے میں بولی

" میں نے اینڈریو کو گرفتار کرا دیا۔"

میرے بدن میں گرم گرم لہریں دوڑ گئی تھیں۔ چند لمحات تک میرے ذہن میں مدّوجزر کا سا سماں رہا۔ پھر میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے بمشکل تمام پوچھا: "کب ؟"

"آج دوپہر کو، تمھیں فون کرنے سے قبل۔ میں نے اپنے باس مسٹر برٹرینڈ کو اس کے بارے میں اطلاع دی۔ میں اس کا تعاقب کرتی رہی تھی۔ پھر جب پولیس نے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دیں، تب میں وہاں سے ہٹی۔"

"پھر مجھے تم نے یہاں کیوں منتقل کیا ؟" میں نے پوچھا

"اس خیال کے تحت کہ کہیں وہ تمھاری نشاندہی نہ کر دے۔"

"یہ کمرہ تم نے بُک کرایا تھا ؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔" ریٹا نے پُرسکون لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اس اطلاع نے مجھے بہت زیادہ پریشان کر دیا تھا لیکن ریٹا کی ذہنی کیفیت بھی میں بخوبی سمجھ رہا تھا۔ اینڈریو نے اس کی واقعی توہین کی تھی اور جب اس نے اینڈریو سے نفرت کا اظہار کیا تھا تو میں نے اس کے لہجے کی وحشت محسوس کی تھی۔ اس کے بعد میں ریٹا کی خاموشی سے بھی مطمئن نہیں تھا لیکن پھر بھی سچی بات یہ تھی کہ میں خود بھی یورپ کی عورت سے بخوبی واقف نہیں تھا۔ میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ ممکن ہے ریٹا اینڈریو کی یقین دہانی سے مطمئن ہو گئی ہو۔

دیر تک خاموشی طاری رہی۔ پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا: "تمھارا کیا خیال ہے ریٹا! کیا اینڈریو تمھیں شریکِ حیات نہیں بنائے گا ؟"

"بنا تا رہے۔ یقین کون کرے گا ؟ مسٹر برٹرینڈ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں۔ میں نے اپنی حفاظت کا بندوبست کر لیا ہے علی ! اینڈریو جیسے لوگوں کے لیے میں کافی ہوں۔ اس نے میرے بارے میں غلط اندازہ لگایا تھا۔ میں اتنی بے بس اور اتنی کمزور نہیں تھی علی کہ اتنے عرصے سے اس کے ہاتھوں میں کھلونا بننے کے بعد خاموشی سے اس کے راستے سے ہٹ جاؤں، تم نے سنا نہیں، اس نے میرے بارے میں کیا کہا تھا، جب اس کے پاس کچھ نہیں تھا تو وہ مجھ سے اظہارِ محبت کرتا تھا، کہتا تھا کہ میرے بغیر اس کی زندگی ادھوری ہے۔ میں اس کی ہر بات کا یقین کر لیتی تھی۔ مسٹر برٹرینڈ مجھے اپنی بیٹیوں کی طرح چاہتے تھے حالانکہ میں ان کی ملازمہ تھی لیکن انھوں نے کبھی میرے ساتھ نوکروں جیسا سلوک نہیں کیا۔ میں نے ان سے غداری کی، صرف اس لیے کہ اینڈریو اپنی خواہشات کی تکمیل کرے۔ وہ دولت کے حصول کے بعد امریکہ چلا گیا۔ میں نے صرف اس لیے اسے برداشت کر لیا کہ یہاں اس کی زندگی خطرے میں تھی۔ یہاں وہ آزاد نہیں رہ سکتا تھا مگر اس کے دل میں میرے لیے کوئی جذبہ نہیں تھا۔ میرے ایثار کا اسے کوئی احساس نہیں تھا۔ نہیں مسٹر علی! نہیں۔ عورت سب کچھ برداشت کر سکتی ہے، اپنے محبوب کی بے وفائی برداشت نہیں کر سکتی۔ میں صرف جذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر تمھارے پاس پہنچی تھی لیکن علی تم فرشتہ صفت انسان ہو۔ تم نے میرے ضمیر پر کوئی گھاؤ نہ لگنے دیا۔ کاش اینڈریو تمھاری جیسی فطرت کا مالک ہوتا مگر میری اس بات سے یہ نہ سمجھنا علی کہ میں تمھیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی خواہش مند ہوں، تم عظیم ہو جبکہ میں پستیوں میں گھری ہوئی ایک معمولی سی لڑکی ہوں۔ میں کسی طرح بھی آسمان کو چھونے کی خواہش نہیں کر سکتی۔ میں صرف تمھیں اپنے دل کا حال بتا رہی ہوں۔"

"تم نے جو کچھ کیا، میں نہیں کہہ سکتا ریٹا کہ وہ اچھا ہے یا بُرا ؟ بہرصورت اب تم کر چکی ہو۔ میری صرف ایک خواہش ہے کہ اب تم خود کو محفوظ کرنے کی کوشش کرو۔ باقی رہا میرا مسئلہ تو اگر اینڈریو ابھی آزاد رہتا تو میرے لیے کار آمد ہو سکتا تھا لیکن کوئی بات نہیں۔ میں ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کے لیے تیار ہوں۔ تم مجھے بتاؤ کہ میں تمھاری کیا خدمت کر سکتا ہوں ؟"

"کچھ نہیں علی ! یہ فرض تو میرا ہے۔ تم یہاں مقیم ہو اور میرا خیال ہے دو تین دن تک تم یہاں محفوظ ہو، تمھیں یہاں کوئی خطرہ نہیں۔ مناسب یہ ہو گا کہ تم رینالڈ کا یہ میک اپ ختم کر ڈالو، اب اس میک اپ کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ عمارت تمھارے قابل نہیں ہے۔ رینالڈ کا میک اپ اتارنے کے بعد کہیں اور منتقل ہو جاؤ، میں تمھاری ہر ممکن مدد کروں گی۔" وہ پُرخیال لہجے میں بولی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ریٹا کے اس عمل پر مجھے کوئی جھنجلاہٹ بھی نہیں تھی۔ یہ ان کے ذاتی معاملات تھے۔ ہاں کچھ الجھنیں ضرور پیش آ گئی تھیں جن کو حل کرنے کے لیے فوری عمل ضروری تھا۔

پھر اچانک ریٹا نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھ کر اٹھتے ہوئے کہا: "او کے علی ! اب میں چلتی ہوں۔ کل تمھارے پاس آؤں گی۔ میرے لائق کوئی بھی خدمت ہو، مجھے بتا دینا۔ میں ویسے تو کچھ نہیں ہوں لیکن پھر بھی تمھارے کام آنے کی کوشش کروں گی"

"بہت بہت شکریہ ریٹا !" میں نے جواب دیا اور وہ باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد مجھے اپنی فکر کرنی تھی۔ نہ جانے حالات کون سا رخ اختیار کریں۔ ممکن ہے اینڈریو کوئی چال چل کر ریٹا کو بھی پھانس لے اور پولیس ریٹا سے میرے بارے میں بھی اگلوا لے۔ اس لیے مجھے فوری طور پر اب یہ جگہ چھوڑ

دینی چاہیے۔ لنکا سٹر کی دی ہوئی رقم اب بھی میرے پاس تھی۔ اس لیے پیسوں کی کوئی فکر نہیں تھی۔ میں نے دروازہ بند کر لیا اور آئینے کے سامنے بیٹھ کر پہلے رینالڈ کے میک اپ سے خود کو آزاد کیا۔ اس کے بعد پنگ لی کا عظیم تحفہ نکال لیا۔

میں نے نئے میک اپ میں کچھ جدت کی تھی۔ یعنی صرف ناک اور ہونٹ موٹے کر لیے تھے لیکن ان دونوں چیزوں کی تبدیلی سے میری شکل اس قدر بدل گئی کہ کوئی مجھے نہیں پہچان سکتا تھا۔ میں کھلے عام اپنا سوٹ کیس نہیں لے جا سکتا تھا اس لیے میں نے اس کے لیے ایک چال چلی۔ میں نے اپنا سوٹ کیس ایک جگہ چھپا دیا اور پھر باہر نکل گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد میں دوبارہ اندر آیا اور منیجر سے ایک کمرہ طلب کیا۔ اس بار مجھے روم نمبر چوالیس ملا تھا۔ جو نچلی منزل پر واقع تھا۔ اپنے نئے کمرے میں آ کر میں تھوڑی دیر رُکا اور پھر اپنا چھپایا ہوا سامان اس کمرے میں لے آیا۔ اس میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی اور اس طرح مجھے سکون مل گیا تھا۔ کم از کم اب میں وقتی طور پر تمام ہنگاموں سے آزاد ہو گیا تھا اور کچھ وقت کسی فکر کے بغیر گزار سکتا تھا۔

اس کے بعد میں مسلسل آرام کرتا رہا۔ رات ہو گئی تو میں نے ڈنر بھی کمرے ہی میں کیا۔ طبیعت کسلمند ہو رہی تھی۔ دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ پولیس کو یا ہاورڈ کو میری سُن گُن نہیں ملنی چاہیے۔ اس کے علاوہ ذہن میں کچھ اور خیالات بھی تھے۔ اینی پارکر کے ذریعے کچھ اور کام بھی کیے جا سکتے ہیں جو میرے ذہن میں تھے بشرطیکہ وہ مل جائے۔

اینڈریو کی کیفیت یاد کر کے بھی ایک عجیب احساس ہوتا تھا۔ اس کی کیا حالت ہو گی، یہ تو اسے پتا چل چکا ہو گا کہ اس کی گرفتاری کا باعث ریٹا ہے اور پھر جواباً وہ ریٹا کا دشمن بن گیا ہو گا۔

بہرحال اب ان لوگوں کو ذہن سے نکال پھینکنا ہی بہتر تھا۔ ریٹا سے ملاقات خطرناک ہو سکتی تھی۔ ممکن ہے پولیس اس کے پیچھے بھی لگ جائے۔ آخری فیصلہ میں نے یہ کیا تھا کہ پولی لانس جا کر لوکر سے روترے کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔ اس فیصلے کے بعد میں سو گیا۔

❋

دوسرے دن ناشتے کے بعد باہر نکلا تو کچھ دلچسپ انکشافات ہوئے۔ رات کو روم نمبر اسّی پر کچھ غنڈوں نے حملہ کیا تھا۔ ہوٹل کے منیجر کو زدوکوب کر کے اس کمرے میں قیام کرنے والے کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ کمرہ نمبر اُناسی اور اکیاسی کے مسافروں کو جگا کر ان سے بھی معلومات حاصل کی گئی تھیں۔ انھیں مارا پیٹا بھی گیا تھا اور ان کا سامان برباد کر دیا گیا تھا۔

یہ اطلاعات میرے لیے کافی سنسنی خیز تھیں۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ کس کا کام ہو سکتا ہے ؟ دو ہی باتیں ذہن میں آتی تھیں یا تو لنکا سٹر یا پھر کسی طرح روترے کو حقیقت معلوم ہو گئی ہو گی۔ اس کمرے سے نکل آنے کا فیصلہ یقیناً ایک مفید فیصلہ تھا۔ میں ان حالات سے ہراساں نہیں ہوا بلکہ نہایت اطمینان سے باہر نکل کر آوارہ گردی کرتا رہا۔ دوپہر کا کھانا بھی میں نے ایک اور ہوٹل میں کھایا تھا اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پولی لانس بھی گیا تھا۔ یہ کلب شام کو کھلتا تھا۔ اس وقت بند تھا لیکن میں نے جائے وقوع کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔

اور پھر شام کو پانچ بجے میں واپس ہوٹل آ گیا۔ آٹھ بجے تک ہوٹل میں رہا۔ ساڑھے آٹھ بجے پوری طرح تیار ہو کر باہر نکل آیا اور اب میں پولی لانس میں لوکر سے ملنے کے لیے تیار تھا۔

باہر نکل کر میں نے ایک ٹیکسی لی اور اس مخصوص علاقے میں پہنچ گیا جہاں پولی لانس کلب واقع تھا۔ بیرونی حصے میں کافی رونق تھی لیکن میں جانتا تھا کہ مجھے بیرونی حصے سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ چنانچہ میں عقبی سمت میں چل پڑا۔ یہ عمارت لندن کی قدیم عمارتوں میں شمار ہوتی تھی اور اس کا طرزِ تعمیر کچھ پرانا سا تھا۔ عقبی دروازہ بوسیدہ ضرور تھا لیکن رنگ و روغن کر کے اسے بہتر بنا دیا گیا تھا۔ یہاں کوئی گھنٹی وغیرہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا میں نے دروازے پر زور زور سے دستک دی۔ دو منٹ کے بعد ایک دراز قامت، دُبلا پتلا آدمی دروازے پر آیا اور گردن باہر نکال کر دیکھنے لگا۔ مجھے دیکھ کر اس نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"کیا بات ہے، کیوں دروازہ پیٹ رہے ہو ؟" شاید وہ مجھے کوئی بہکا ہوا شرابی سمجھا تھا۔

"مسٹر لوکر اندر تشریف رکھتے ہیں ؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں، کیا کام ہے ان سے ؟" اس شخص نے مجھے تیکھی نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"بہت ضروری کام ہے، بس یوں سمجھو کہ میں مسٹر لوکر ہی کے کام سے آیا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تم یہیں ٹھہرو، میں جا کر معلوم کرتا ہوں اور ہاں کیا نام

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے تمھارا؟" اس نے سوال کیا۔

"ہڈسن — کہہ دو مسٹر ہڈسن آئے ہیں۔" میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر جواب دیا اور وہ واپس پلٹنے لگا۔ مجھے اس بات کا اندازہ بخوبی ہوگیا تھا کہ پوکر اندر موجود ہے۔ اگر وہ موجود نہ ہوتا تو یہ شخص اس قسم کا جواب نہ دیتا۔ چنانچہ اب اس کا انتظار کرنا حماقت تھی۔ ظاہر ہے کہ پوکر کسی ہڈسن کو نہیں جانتا ہوگا۔ نتیجتاً مجھے عجیب و غریب حالات میں اندر لے جایا جائے گا، معلومات حاصل کی جائیں گی۔ پھر نہ جانے کیا سانحہ پیش آئے۔ اس لیے میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر جانے والے شخص کے اوپر چھلانگ لگا دی۔ میرا کھڑا ہاتھ اس کی گدّی پر پڑا اور اس کے دونوں ہاتھ کسی چیز کا سہارا لینے کے انداز میں پھیل گئے پھر میری دوسری ضرب نے اسے ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا۔ وہ منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر زمین پر گرنے لگا لیکن میں نے اسے زمین پر گرنے سے بھی روکا۔ تاکہ کسی قسم کی آواز پیدا نہ ہو۔ میں اپنی کوشش میں کامیاب رہا۔ میں نے اسے دیوار کے سہارے لٹانے کے بعد دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ سامنے ہی اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں۔ میں اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا ان سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک اور دروازہ تھا۔ ایک لمحے کے لیے رک کر میں نے کچھ سوچا اور پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ میرے سامنے ایک لمبی سی راہداری تھی جس کے دائیں بائیں کمرے بنے ہوئے تھے۔ میں ان کمروں کے دروازے کھول کھول کر اندر جھانکتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ ان دروازوں کے دوسری جانب کوئی نہیں تھا۔ البتہ سامنے ہی ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا جو بند تھا۔ میں اس بند دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس کے پیچھے سے چند آدمیوں کے ہنسنے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے اینڈریو کا دیا ہوا تحفہ نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ سیاہ رنگ کا ریوالور جس میں نو گولیاں تھیں۔ ریوالور سنبھال کر میں نے دروازے پر ایک زوردار لات ماری۔ دروازے کے دونوں پٹ تیز آواز کے ساتھ کھل گئے۔ دوسرے ہی لمحے میں اندر داخل ہو چکا تھا۔

چار آدمی ایک میز کے گرد بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ طویل و عریض کمرے کے ایک کونے میں آرام کرسی پر جاپانی خدوخال رکھنے والی ایک خوبصورت لڑکی اخبار پڑھ رہی تھی تاش کھیلنے والے جو دروازہ کھلنے کی آواز ہی سے چونک گئے تھے، میری شکل دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آواز شاید اس لڑکی نے بھی سن لی تھی۔ اس نے اخبار پھینک دیا اور حیرت زدہ انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ کچھ دیر تک وہ مجھے اسی طرح دیکھتی رہی پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لڑکی مضبوط اعصاب کی مالک معلوم ہوتی تھی۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ یہی بتاتی تھی۔ حالانکہ میں اس کے لیے بھی اجنبی تھا لیکن اس نے ایک لمحے میں خود پر قابو پا لیا تھا جبکہ دوسرے لوگ نروس ہوگئے تھے میز کے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے پہلو بدلا تو میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اگر کسی نے ذرا بھی جنبش کی تو پورے بدن میں سوراخ ہی سوراخ کر دوں گا۔ تم ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

اور ان چاروں نے ہاتھ سر سے بلند کر دیے۔ لڑکی اسی طرح مسکرا رہی تھی اور اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ "پوکر کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھ سے بات کرو۔ مجھے سولیتا کہتے ہیں۔" لڑکی کی آواز بے حد دلکش تھی۔

"چلو تم ہی بتا دو، پوکر کہاں ہے؟"

"لندن ہی میں ہے لیکن اس وقت کہاں ہوگا، ہم میں سے کسی کو معلوم نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"بکواس کرتی ہو تم۔" میرا لہجہ غضب ناک تھا

"اس بکواس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر تم اسے تلاش کرنا چاہتے ہو تو تلاش کر لو۔ ہم سب ہاتھ بلند کر کے تمھارے ساتھ چلیں گے۔ درحقیقت وہ یہاں نہیں ہے۔"

"چلو مان لیتا ہوں۔ تم کون ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نام تو بتا چکی ہوں کہ سولیتا ہے، پوکر کی سیکرٹری ہوں۔ بیں تمھاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟" لڑکی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"تم پوکر کی سیکرٹری ہو تو میری مدد ضرور کر سکتی ہو۔ مجھے ایڈمنڈ روترے کا پتا درکار ہے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"صرف اتنا سا کام یا کوئی اور بات بھی ہے؟" وہ کسی قدر تعجب سے بولی۔

"فی الحال تو اتنا ہی بتا دو۔"

"تب پستول جیب میں ڈال لو۔ یہ اتنی اہم بات نہیں ہے جس کے لیے تم گریگوری پیک بننے کی کوشش کرو۔" لڑکی نے برا سا منہ بنا کر قریب رکھا ہوا پرس اٹھا لیا۔ "میرے پاس اس کا پتا نوٹ ہے۔" اس نے میری طرف توجہ دیے بغیر پرس کھولا لیکن دوسرے ہی لمحے جو کچھ ہوا، میں اس کے لیے تیار نہیں تھا۔

پرس سے نکلنے والے ننھے سے آٹومیٹک پستول نے میرے ہاتھ کے نشانے پر گولی اُگل دی اور میرا ہاتھ زخمی ہو گیا۔ پستول میری گرفت سے نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ میز پوری قوت سے میرے اوپر آ پڑی جس کے گرد وہ چاروں افراد بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔

میں نے میز کو ہاتھوں پر روکنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکا اور اس کی لپیٹ میں آ کر نیچے گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی ان چاروں نے میز پر چھلانگیں لگا دی تھیں۔ میرے بدن کے مختلف حصے بری طرح کچلے گئے اور میں ان چاروں کے نیچے دبا ہوا جنبش بھی نہ کر سکا۔ انھوں نے مجھے میز کے نیچے سے نکال کر خوب زدوکوب کیا۔ چاروں باکسنگ سے واقف تھے اور چونکہ اس اچانک حادثے سے میرے اعضا شل ہو گئے تھے، اس لیے میں مدافعت بھی نہیں کر سکا اور انھوں نے مار مار کر میرا حلیہ بگاڑ دیا۔

خوب اچھی طرح پٹنے کے بعد ان میں سے دو آدمیوں نے ریشم کی رسّی سے میرے ہاتھ کس کر پشت پر باندھ دیے اور پھر کسی نے ایک لات میری کمر پر جمائی اور میں لڑکی کے پاس جا گرا۔ اس نے جلدی سے اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لیے تھے۔

میرا چہرہ اس [illegible] تھا۔ اس نے سینڈل کی نوک سے میری ناک چھو کر دیکھی اور پھر مسکراتی ہوئی بولی۔ "بیوقوف آدمی! تمھیں پوکر کے بارے میں کچھ معلومات نہیں تھیں۔"

میں خاموش رہنے کے سوا اور کیا کر سکتا تھا۔ "اس کی تلاشی لو۔" وہ اپنے ایک ساتھی سے بولی۔ فوراً ہی اس کے ساتھی نے میری جیبیں ٹٹولنی شروع کر دیں۔ جو کچھ میری جیبوں میں تھا نکال لیا گیا۔ اس میں وہ رقم بھی تھی جو میں نے لنکاسٹر سے وصول کی تھی۔

"احمق، گدھا! پوکر کے ٹھکانے پر پستول لے کر آیا تھا۔" لڑکی نے پوری قوت سے میرے چہرے پر ٹھوکر رسید کر دی اور میرے منہ سے خون اُبل پڑا۔ زخمی ہاتھ میں پہلے ہی آگ لگی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ بھی بدن کے مختلف حصے چوٹوں سے بُری طرح دُکھ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا اور پھر ہوش و حواس میرا ساتھ چھوڑ گئے۔

خدا جانے کتنی دیر بے ہوش رہا۔ جب ہوش میں آیا تو درد کی لہریں پورے بدن میں گردش کر رہی تھیں اور ہاتھ کا زخم مسلسل تکلیف دے رہا تھا۔ میں اسی جگہ پڑا ہوا تھا جہاں مجھ پر بے ہوشی طاری ہوئی تھی۔ میں نے نیم وا آنکھوں سے ماحول کا جائزہ لیا۔ وہ چاروں افراد میز سیدھی کر کے اس کے گرد بیٹھ کر تاش کھیلنے لگے تھے۔ البتہ لڑکی اس کمرے میں موجود نہیں تھی اور آرام کرسی خالی پڑی ہوئی تھی۔ برابر کے کسی کمرے سے موسیقی کی ہلکی ہلکی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ میں نے تکلیف کی شدّت سے دانت بھینچ لیے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں؟ میں بڑے سنگدل لوگوں کے درمیان آ پھنسا تھا اور اب اس بات کا مجھے پورا پورا احساس ہو گیا تھا کہ لڑکی کی معصوم صورت سے میں نے دھوکا کھایا تھا۔

دفعتاً اس کمرے کا اندرونی دروازہ کھلا اور وہی لڑکی جس نے اپنا نام سولیتا بتایا تھا اس بار ایک دوسرے لباس میں ملبوس باہر نکلی۔ اس نے سیاہ رنگ کا ایک لمبا گاؤن پہنا ہوا تھا جس پر آتشی گلابی رنگ کے ڈیزائن بنے ہوئے تھے۔ اندر آ کر اس نے ان چاروں کو دیکھا اور بولی۔ "تم لوگ جاؤ گے نہیں؟ وقت ہو گیا ہے۔" اس کے لہجے سے ناگواری کا احساس ہو رہا تھا۔

"اوہ سوری مادام سولیتا! ہمیں تو کھیل کے دوران یاد ہی نہیں رہا تھا۔"

"تھوڑی دیر اور گزر جاتی تو تم لوگوں کو اچھی طرح خیال آجاتا۔" لڑکی نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"اس بدبخت کے سلسلے میں کیا کیا جائے؟ کیا ہم اس کی گردن دبا دیں اور اس کی لاش ٹھکانے لگا دیں؟"

"نہیں نہیں، اس کے بارے میں معلوم تو ہو کہ یہ کون ہے اور مسٹر روترے کا پتا کیوں معلوم کر رہا تھا؟"

"مادام! اس سے یہ بات کون معلوم کرے گا؟"

"اونہہ۔ تم اس چکر میں مت پڑو اور یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔ پوکر واپس آ کر خود اس سے تفصیلات معلوم کر لے گا۔" لڑکی نے ناک چڑھا کر کہا اور وہ چاروں مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے۔

لڑکی کچھ دیر اپنی جگہ کھڑی رہی تھی، دروازہ کھلتے ہی دوسرے کمرے سے آنے والی موسیقی کی آوازیں تیز ہو گئی تھیں۔ وہ اپنے لمبے ناخنوں سے گال کھجاتے ہوئے پُرخیال انداز میں مجھے دیکھتی رہی اور پھر آہستہ آہستہ میرے قریب آ گئی۔ میرے قریب پہنچ کر اس نے جوتے ہی کی نوک سے آہستہ آہستہ میری ران پر ٹھوکریں ماریں اور میں نے یہی مناسب سمجھا کہ ہوش میں آ جاؤں۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تکلیف کی شدّت اب بھی میرے لیے ناقابلِ برداشت تھی، غالباً بندھے ہوئے ہاتھ میں خون جم گیا تھا اور شاید زخم سے خاصا خون بہہ بھی گیا تھا۔ اس لیے آنکھوں کے آگے مختلف رنگ سے ناچتے محسوس ہو رہے تھے۔

لڑکی مجھ پر جھکی اور پھر ایک اور ٹھوکر میرے داہنے رخسار پر مارتی ہوئی بولی "یقیناً تم پوری طرح ہوش میں آگئے ہوگے۔ جواب دو۔ کیا تم ہوش میں ہو؟"

میں نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور سختی سے دانت بھینچ لیے۔ شاید میرے چہرے سے غصّے کا اظہار بھی ہونے لگا تھا۔ چنانچہ وہ ہنس پڑی۔

"غصّہ آ رہا ہے؟" اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا "لیکن افسوس! تمھیں کچھ کرنے کا موقع نہیں مل سکے گا۔ اوہ! شاید تمھارے ہاتھ سے خون کافی بہہ گیا ہے، بلکہ مسلسل بہہ رہا ہے۔ ٹھہرو، پہلے تمھاری بینڈیج کر دوں، اس کے بعد ذرا تفصیل سے گفتگو کریں گے۔ مجھے اس بات سے بے حد دلچسپی ہے کہ تم روترے کے بارے میں کیوں جاننا چاہتے تھے؟"

میں خاموش رہا۔ لڑکی نے کسی کو آواز دی اور وہی طویل القامت شخص اندر آگیا جس سے میری سب سے پہلے ملاقات ہوئی تھی "ہیکٹر! بینڈیج کا سامان لے آؤ۔ اس شخص کو پلوکر کے سامنے پیش کرنے کے لیے زندہ رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے اس کی مرہم پٹی کر دی جائے تو بہتر ہے۔"

طویل القامت ہیکٹر کی آنکھوں میں کینہ توزی کی جھلکیاں تھیں لیکن اس نے خاموشی سے لڑکی کی ہدایات پر عمل کیا۔ میرے دونوں ہاتھ کھولے گئے لیکن وہ لوگ بے وقوف نہیں تھے۔ ہاتھ کھول کر انھوں نے دونوں پاؤں باندھ دیے تھے، تاکہ میں ان کے لیے خطرناک ثابت نہ ہوسکوں۔ میرے زخم کو صاف کر کے کوئی لوشن لگایا گیا اور بینڈیج کر دی گئی۔ فوری طور پر ایک سکون سا محسوس ہوا تھا اور میں اپنے حواس مجتمع کر کے سوچنے لگا کہ اب میرا دوسرا اقدام کیا ہونا چاہیے؟ وہ لڑکی جس نے اپنا نام سولیتا بتایا تھا اور جو اب تک خود کو بہت زیادہ اسمارٹ ثابت کرتی رہی تھی، مجھ سے تھوڑے فاصلے پر پھر اسی کرسی پر جا بیٹھی تھی جہاں وہ کچھ دیر قبل موجود تھی۔ اس کا فاصلہ مجھ سے زیادہ نہیں تھا۔ وہ طویل القامت شخص بھی کمرے میں موجود تھا۔ بہرصورت میں اسی طرح کا مظاہرہ کرتا رہا جیسے میرے بدن میں جان ہی نہ رہ گئی ہو۔ میرے دونوں پاؤں اب بھی بندھے ہوئے تھے۔ طویل القامت شخص کمرے سے باہر نکل گیا تو لڑکی نے میری جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کچھ پیوگے تم! کسی چیز کی ضرورت محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے نقاہت بھری آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہے، تمھاری مدارات کرنا یوں بھی ضروری نہیں کیونکہ پہلے ہی کافی خاطر کی جاچکی ہے۔ البتہ یہ بتا دو کہ تم مسٹر ایڈمنڈ روترے کا پتا کیوں معلوم کر رہے تھے؟ کیا کام تھا تمھیں ان سے؟"

"میڈم سولیتا!" میں نے بدستور کمزور آواز میں کہنا شروع کیا۔ میرا انداز ایسا تھا جیسے مجھے بولنے میں دقّت ہو رہی ہو۔ میں اسے یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ میرے بدن میں اتنی سکت نہیں ہے کہ میں ٹھیک سے گفتگو بھی کر سکوں۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی "مسٹر روترے سے میرے پرانے مراسم ہیں، فرانس میں میری ان سے کئی بار ملاقات ہو چکی ہے لیکن پچھلے دنوں سے مجھے ایسے شواہد مل رہے تھے جن سے پتا چلتا تھا کہ مسٹر روترے میرے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہوگئے ہیں۔ یہ غلط فہمیاں پیدا کرنے والے کچھ ایسے لوگ تھے جو مسٹر روترے کے زیادہ قریب ہونا چاہتے تھے، ان ہی میں پلوکر کا نام بھی شامل تھا۔ مسٹر روترے جب بھی یہاں آتے ہیں، میری خلوت ضرور حاصل کرتے ہیں مگر اس بار انھوں نے ایسا نہیں کیا، مجھے مسٹر پلوکر پر غصّہ آگیا تھا اور میں ان سے مل کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر انھیں مجھ پر شک کیوں ہے اور وہ میری دشمنی پر کیوں آمادہ ہیں؟ بس اسی غصّے میں بھرا ہوا میں یہاں پہنچا تھا لیکن یہاں تم لوگوں نے میرے ساتھ جو سلوک کیا۔ وہ... وہ..." میں نے گہری سانسیں لے کر آنکھیں بند کرلیں اور لڑکی اٹھ کر میرے قریب آگئی۔

"تو یہ بات ہے، بہرصورت اس سے یہ ثابت ہوا کہ تم مسٹر پلوکر کے دوست نہیں ہو۔"

"دشمن بھی نہیں ہوں مس سولیتا!" میں نے آنکھیں کھول کر جواب دیا اور دزدیدہ نگاہوں سے اس دروازے کی جانب دیکھا جو بند تھا۔ طویل القامت ہیکٹر اسی دروازے سے دوسری طرف چلا گیا تھا، پتا نہیں وہ کتنی دور ہو اور یہ بھی پتا نہیں تھا کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو سکوں گا یا نہیں؟ بہرصورت خطرہ مول لیے بغیر چارۂ کار نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے شکایتی نگاہوں سے لڑکی کو دیکھا "تم لوگوں نے میرے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے؟"

"اوہ۔ چچ۔ چچ۔ چچ۔" لڑکی نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا "چلو اس کے بدلے میں تم سے بہتر سلوک بھی کر لیا جائے گا۔ مسٹر پلوکر شاید مسٹر روترے ہی کے ساتھ ہیں، آج رات...... ان کی واپسی کا امکان نہیں ہے۔ اس لیے کیوں نہ تم ہمارے مہمان رہ کر ان کا انتظار کرلو اور صبح کو ان سے ملاقات کر کے ہی جاؤ۔ کیا خیال ہے؟"

"تم میرا مذاق اڑا رہی ہو؟"

"کم از کم اس وقت نہیں۔" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"درحقیقت میں مسٹر پلوکر سے ضرور ملنا چاہتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو..."

"ہیکٹر!" لڑکی نے میری پوری بات سنے بغیر پھر اسی ملازم کو آواز دی اور وہ اندر آگیا "ہیکٹر! انھیں سہارا دے کر میرے کمرے میں پہنچا دو۔ اس کے بعد تمھاری چھٹی۔"

طویل القامت شخص نے میری بغلوں میں دونوں ہاتھ ڈال کر مجھے کھڑا کیا اور پھر کسی قدر گھسیٹنے کے سے انداز میں مجھے لیے ہوئے دوسرے کمرے میں پہنچ گیا اور پھر ایک نرم گدّے والی مسہری پر لٹا دیا۔ سولیتا بھی اس کے ساتھ ساتھ آئی تھی۔

"شکریہ ہیکٹر! بس اب جاؤ۔" اس نے کہا۔ طویل القامت شخص باہر نکل گیا۔ سولیتا مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ یک بیک وہ زور سے ہنس پڑی۔

میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا "کوئی بات نہیں۔ میں قدیم دور کی ان وحشی ملکاؤں کے بارے میں سوچ رہی تھی، جو تم جیسے جانوروں کو اغوا کرالیتی تھیں۔ بس یہی دیکھ کر ہنسی آگئی تھی۔" اس نے کہا اور واپس پلٹ گئی۔ اس کے بعد سولیتا نے شراب کی ایک بوتل نکالی اور مجھ سے پینے کے لیے کہا۔ میں نے صریحاً انکار کر دیا کہ ایک مسلمان ایسی غلیظ شے کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ پھر میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس کی گردن دبوچ لی۔ اس کشمکش میں بوتل میز پر لڑھک گئی۔ میں نے فوراً ہی اس پر بھی قبضہ کر لیا۔

"اب میں یہ بوتل تمھارے دانت توڑنے اور سر پھاڑنے کے لیے بہ آسانی استعمال کر سکتا ہوں یا میرے اس انگوٹھے کا دباؤ تمھیں ہمیشہ کے لیے اس جہانِ رنگ و بُو سے آزاد کر سکتا ہے۔ بتاؤ دونوں میں سے کون سی بات پسند کرو گی؟ کیا میں تمھارا چہرہ بگاڑ کر تمھیں اس قابل کر دوں کہ لوگ تمھاری طرف دیکھتے ہوئے خوفزدہ ہوں یا پھر تمھیں زندگی کے اس جہنم سے نجات دلا دوں۔ تم ان دونوں میں سے کون سی بات پسند کرو گی سولیتا ڈارلنگ!" میں نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا اور اس کی آنکھوں میں خوف کے آثار ابھر آئے۔ میں نے انگوٹھے کا دباؤ کسی قدر کم کر دیا، اس نے میرے بدن کے بوجھ کو اچھی طرح

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی
کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی
مشہور ماہرینِ نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب
احساسِ کمتری
اسباب = تدارک = علاج
اس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ
احساسِ کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔
کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
کیا آپ واقعی احساسِ کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔
ہوسکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے۔
مشہور نفسیاتی ادیب
اسلام راقم حسین
قیمت ۱۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی
SALIM 82

WWW.PAKSOCIETY.COM

محسوس کرلیا تھا اور یہ اندازہ بھی لگا لیا تھا کہ وہ میری گرفت سے نہیں نکل سکے گی۔ چیخنے کی کوشش بھی بے کار ہی ہوتی اس نے ہیکٹر کو چھٹی دے دی تھی، گویا میری طرف سے مطمئن ہوکر اس نے زبردست حماقت کی تھی۔

"پلیز کوئی ایسا قدم مت اٹھانا جو میرے لیے نقصان دہ ہو۔ زندگی سب سے قیمتی شے ہے اور اگر چہرہ درست نہ ہو تو زندہ رہنا ہی بے مقصد ہے۔" اس نے اِدھر اُدھر سر پٹختے ہوئے کہا۔

"گڈ۔ خاصی سمجھداری کی بات ہے مجھے پسند آئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنا انگوٹھا اس کی گردن سے ہٹا لیا۔ پھر میں نے تھوڑا سا رُخ بدل کر کہا۔ "بہتر ہے کہ اب میرے پاؤں بھی کھول دو۔ مجھے یقین ہے کہ تمھیں اعتراض نہ ہوگا۔ ہاں ہاں اٹھنے کی کوشش ضروری نہیں ہے۔"

پھر وہ میرے پاؤں میں بندھی ہوئی رسّی کی گرہیں کھولنے لگی۔ کچھ دیر بعد میں آزاد ہوچکا تھا۔

"گڈ۔ بہت شریف لڑکی ہو۔" یہ کہہ کر میں کھڑا ہوگیا پھر میں نے پیچھے ہٹ کر اس کی الماری کا رُخ کیا اور سب سے پہلے اس کا پستول اپنے قابو میں کیا۔

وہ اب پوری طرح مغلوب ہوگئی تھی جس کے آثار اس کے چہرے سے نمودار ہو رہے تھے۔ "تو سولی ڈارلنگ تم پوکر کی سیکریٹری ہو کیوں؟"

"ہاں۔" وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

"رد ترے کہاں ہے؟ دیکھو جھوٹ بولنے کی کوشش صرف نقصان پہنچائے گی۔ اس سے تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیوں کہ جانِ من تم سے یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد میں تمھیں یہاں نہیں چھوڑوں گا بلکہ تم میری تحویل میں رہو گی۔ اس لیے بہتر ہے کہ سچ بولو۔"

"وہ بندرگاہ سے دور سمندر میں لنگر انداز جہاز آرگینو پر ہے۔"

"آرگینو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، وہ یونانی جہاز ہے اور اس کا کپتان ٹیرس ہے۔ رد ترے کا گہرا دوست۔"

"میرا خیال ہے کہ تم نے سچ ہی بولا ہوگا۔"

"ہاں یقین کرو۔" اس نے کہا اور میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے پستول کی نال اس کی پیشانی پر رکھ دی۔

"بے ہودہ عورت! تو اب بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آ رہی ہے اور میں سچ سننا چاہتا ہوں۔"

"سچ بول رہی ہوں میں۔ یقین کرو۔" اس نے خوف کے عالم میں کہا۔ اس کی قوتِ مدافعت ختم ہوچکی تھی اور اب وہ پوری طرح نروس نظر آ رہی تھی۔ میں اس کی صورت دیکھتا رہا اور پھر میں نے پستول کی نال اس کی پیشانی سے ہٹا لی۔

"اچھی بات ہے، اگر تمھاری یہ بات جھوٹ نکلی سولینا تو تم تصور بھی نہیں کرسکتیں کہ میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ اٹھو۔" پھر وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اُسے کہاں لے جاؤں؟ اسے زخمی کرکے یہیں چھوڑ جاتا ہوں [illegible] آسان نہ ہوگا۔ یہ فوری طور پر اُن لوگوں کو اطلاع دے دے [illegible] پھر کیا کرنا چاہیے؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا میں بڑی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اسے قتل کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا تھا۔ بلاوجہ ایک انسانی خون بہانے سے کیا فائدہ جب کہ اس سے کوئی مقصد بھی حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ میں جو کچھ کرنے جا رہا تھا اس میں میرے کسی خاص جذبے کا دخل نہیں تھا۔ بس یوں کہا جاسکتا تھا کہ حالات سے جنگ کر رہا تھا اور حالات مجھے اصل راستے سے ہٹا کر اس سمت لے آئے تھے۔ سو میں اس کھوئی ہوئی سمت میں اپنے لیے صحیح راستہ تلاش کر رہا تھا، دل نے یہی کہا کہ صحیح راستے کی تلاش میں اگر کچھ ایسے اقدامات بھی کیے جائیں جو ضمیر کے لیے [illegible] ہوں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ اس لڑکی نے میرے چہرے اور منہ پر ٹھوکریں ماری تھیں۔ اچانک اپنی ذلت کا احساس کرکے میری ذہنی رَو بہک گئی۔ میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر فوراً ہی اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ پستول میں نے جیب میں رکھ لیا تھا۔ میرا دایاں ہاتھ اس کی گردن پر پڑا اور اس کے حلق سے ہلکی چیخ نکل گئی۔ پھر اس کی گردن میرے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں تھی۔

"ارے ارے یہ..... یہ....." لیکن پھر یہ چیخ خرخراہٹ میں تبدیل ہوگئی۔ میرے ہاتھوں کی گرفت سخت سے سخت ہوتی جا رہی تھی اور اس کا پورا بدن تشنج کا شکار تھا۔ پھر وہ سرد ہوگئی اور میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ وہ قالین پر گر پڑی اور میں اس کے جسم میں زندگی کے آثار تلاش کرنے لگا لیکن وہ مر چکی تھی۔ کچھ دیر تک میں اسے [illegible] دیکھتا رہا اور پھر اس کی الماری کی تلاشی لینے لگا۔ سولینا نے میری رقم بھی نکال لی تھی۔ جب کہ اس شہر میں مجھے اس کی اشد ضرورت تھی۔

میری جیب سے نکالی ہوئی رقم تو موجود نہیں تھی لیکن سولینا کی الماری میں سے مجھے کافی رقم مل گئی۔ یہ نوٹ میری جیب سے نکلے ہوئے نوٹوں سے کہیں زیادہ تھے۔ میں نے انہیں سنبھال کر رکھ لیا اور باہر جانے کے لیے تیار ہوگیا۔ اسی عقبی راستے سے باہر آنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی اور میں سڑک پر پیدل چل پڑا۔ تقریباً ایک میل نکل آنے کے بعد میں نے ٹیکسی پکڑی اور اپنے ہوٹل کی طرف روانہ ہوگیا۔

*

مجھے ایڈمنڈ رد ترے کے بارے میں معلومات حاصل ہوچکی تھیں، سمندر میں جہاز آرگینو تلاش کرلینا کوئی آسان کام نہیں تھا لیکن اس کے بعد؟ اس وقت اینڈریو کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ اگر وہ میرے ساتھ ہوتا تو ایک سے دو بھلے کی مثال صادق آتی۔ تنہا یہ سارے کام نمٹانا مجھے بہت مشکل لگ رہا تھا خاص طور پر اس شکل میں کہ میں لندن سے پوری طرح واقف نہیں تھا۔

ہوٹل کے بستر پر مجھے کافی کوشش کے باوجود نیند نہیں آئی۔ میں اپنے مستقبل پر غور کر رہا تھا۔ وطن کی زندگی تو ایک بھولا بسرا خواب بن گئی تھی۔ اب تو چاروں طرف مشکلات کا دور دورہ تھا اور میں ان پریشانیوں کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ اولیور ہارڈ کے بارے میں بھی معلومات نہیں تھیں کہ وہ کیا کر رہا ہے، یہاں موجود ہے یا چلا گیا؟ کس طرح اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں؟ اگر خاموشی کے ساتھ لندن سے نکل جانے کا موقع مل جاتا تو میں یہاں سے چلے جانے کو ساری باتوں پر ترجیح دیتا لیکن میں جانتا تھا کہ یہ کام دوسرے تمام کاموں سے زیادہ مشکل ہے۔ ہارڈ بھی میری طرف سے بے خبر نہ ہوگا۔

ساری رات کروٹیں بدلتے گزر گئی۔ دوسرا دن بھی کسلمندی لیے ہوئے تھا۔ پھر دوپہر کے کھانے کے بعد مجھے نیند آگئی اور شام کو سات بجے تک میں گہری نیند سوتا رہا۔ اس کے بعد جاگا تو طبیعت ہشاش بشاش تھی۔ آج میں آرگینو کی تلاش میں بندرگاہ جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

آٹھ بجے تک تیار ہوکر باہر نکل آیا۔ ایک بک اسٹال سے لندن کا نقشہ خریدا اور ایک جگہ کھڑے ہوکر اس کا جائزہ لیتا رہا اور پھر ایک ٹیکسی کو اشارہ کرکے اس میں بیٹھ گیا۔

"وہارف۔" میں نے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں وہارف پہنچ گیا۔ ٹیکسی کا بل ادا کرکے میں چہل قدمی کے انداز میں آگے بڑھ گیا۔ چاروں طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سمندر میں جوار بھاٹے کی سی کیفیت تھی۔ بہت سے جہاز قرب و جوار میں کھڑے ہوئے تھے لیکن ایک جہاز کی ٹمٹماتی ہوئی بتیاں مجھے اس کی جانب متوجہ کر رہی تھیں، جس طرح سے مجھے معلومات حاصل ہوئی تھیں ان کے مطابق وہی جہاز آرگینو ہوسکتا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ گرد و نواح میں چند افراد نظر آ رہے تھے۔ یہ سب کے سب اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ میں ٹہلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد میں نے اپنے عقب میں کسی کے قدموں کی آہٹ سُنی۔ پستول پر میری گرفت مضبوط ہوگئی لیکن آنے والے کے ہونٹوں سے ہلکی ہلکی سیٹیوں کی آوازیں خارج ہو رہی تھیں۔ وہ نیلے رنگ کی ڈانگری میں ملبوس شاید کوئی لانچ مکینک تھا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا، وہ میرے پیچھے ہی آ رہا تھا۔ میں نے رُکنا مناسب نہیں سمجھا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ پھر وہ میرے نزدیک پہنچ گیا تھا تو میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہیلو!" میں نے اُسے مخاطب کیا اور وہ رُک گیا۔

"ہیلو سر!" اس نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"میں سمندر میں سفر کرنا چاہتا ہوں۔ تم وہ جہاز دیکھ رہے ہو۔ میں وہاں تک پہنچنے کا خواہش مند ہوں۔"

"آرگینو؟" میرے مخاطب نے سوالیہ انداز میں پوچھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں میرے دوست! کیا اس سلسلے میں تم میری مدد کرسکتے ہو؟" میں نے جیب سے دس ڈالر کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اوہو۔۔۔ اوہو۔۔۔ اس وقت، اس وقت تمھیں اس جہاز تک پہنچانا خاصا مشکل کام ہے۔"

"تم کیا کرتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں پرنس ہنری پر مکینک ہوں۔ یوں کرو کہ تم تھوڑی دیر انتظار کرلو، ابھی کچھ دیر کے بعد مجھے پرنس ہنری کی لانچ لینے آئے گی۔ میں اس پر تمھیں اس جہاز کے قریب چھوڑ دوں گا، کیا وہاں تمھارے ساتھی تمھارے منتظر ہوں گے؟"

میں نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے دس دس ڈالر کے کچھ اور نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے۔ وہ شخص لالچی تھا جس کا اندازہ مجھے پہلے ہی ہوگیا تھا۔ یہ تمام نوٹ اس نے جلدی سے میرے ہاتھ سے لپک لیے اور پُرمسرت انداز میں بولا۔ "میں تمھاری ہر قسم کی مدد کے لیے تیار ہوں۔ بس تھوڑی دیر میں لانچ آجائے گی مگر تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"کیا جواب دوں دوست! حالات ہی ایسے ہیں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اس دوران میں اس کے لیے ایک کہانی تیار کرچکا تھا۔

"کوئی خاص بات ہے کیا؟" اس نے پوچھا۔

"عورت، کائنات کی سب سے بے اعتبار ہستی ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

”اوہ۔ اس میں کیا شک ہے؟“

”میں بھی اسی کا شکار ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

”آؤ یہاں بیٹھ جاؤ۔ تم بہت افسردہ معلوم ہوتے ہو۔“ اس نے کہا اور ایک پتھر کی طرف اشارہ کیا۔ ہم دونوں اس پتھر پر جا بیٹھے۔ اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور اس میں سے ایک سگریٹ مجھے آفر کیا، وقت گزاری کے لیے میں نے سگریٹ قبول کر لیا تھا۔

”کیا پریشانی لاحق ہے تمھیں؟“ اس نے میرا سگریٹ جلاتے ہوئے پوچھا۔

”بس میرے دوست! کیا بتاؤں، اپنے گھر کو خوش حالی بخشنے کے لیے دن رات محنت کرتا ہوں اور اسی محنت سے میں نے اپنا ایک چھوٹا سا گھر ترتیب دیا ہے جس میں میری بیوی بھی ہے۔ میں گیشی کو بے پناہ چاہتا ہوں۔ ہم نے لو میرج کی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گیشی دولت مند والدین کی بیٹی ہے۔ اس نے میری محبت کے لیے سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اُسے دولت کی ضرورت نہیں، وہ صرف محبت کی پیاسی ہے۔ حالانکہ میں نے اُسے بہت سمجھایا تھا لیکن افسوس گیشی نے اپنا قول پورا نہ کیا۔ آخر وہ مسائل سے گھبرا گئی۔ تم خود بتاؤ کہ مجھ جیسا غریب آدمی اُسے وہ سہولتیں کہاں سے مہیا کر سکتا تھا جو اُسے اپنے گھر میں حاصل تھیں۔ میں نے اُسے بتا دیا تھا کہ میرے ساتھ وہ مصائب کی زندگی گزارے گی اور اس نے مجھ سے اس کا وعدہ کیا تھا، نہ صرف وعدہ کیا تھا بلکہ مجھے اس کے لیے مجبور کیا تھا کہ میں اُس سے شادی کر لوں۔ شادی کے صرف دو سال تک وہ ٹھیک رہی۔ اس کے بعد اُسے یہ احساس ہونے لگا کہ اس نے غلطی کی ہے۔ وہ اپنے والدین کی طرف لوٹ نہیں سکتی تھی۔ اس لیے اس نے غیر ذمے داری کے مظاہرے شروع کر دیے اور آج جب میں تین دن کے بعد اچانک واپس آیا ہوں تو گیشی گھر پر موجود نہیں ہے۔ ہماری ملازمہ کا کہنا ہے کہ وہ عموماً گھر سے غائب رہتی ہے اور اکثر بندرگاہ کے ہوٹلوں میں پائی جاتی ہے۔ میرے دوست! مجھے یقین نہیں آتا لیکن ملازمہ کا کہنا ہے کہ وہ اس وقت بھی آرگینو پر موجود ہے۔“

”اوہ! بڑی افسوسناک بات ہے۔ گویا تم اپنی بیوی کی تلاش میں وہاں جانا چاہتے ہو؟“

”ہاں۔ لیکن میں اُسے کچھ نہ کہوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ میرے ساتھ رہ کر اُسے کچھ نہیں ملا مگر کم از کم میں اس کے جھوٹ کی پول تو کھول ہی دوں گا۔ میں اس سے کہہ دوں گا کہ میرے سمجھانے کے باوجود اس نے میری بات نہ مانی اور اب مجھ سے بے وفائی پر اتر آئی ہے۔“

”کیا فائدہ۔ اسے سمجھانے سے کیا حاصل ہوگا تمھیں؟“

”کچھ نہیں، میری خواہش ہے کہ وہ پھر سے اپنی دُنیا میں لوٹ جائے۔ میں اسے اس حیثیت سے برداشت نہیں کر سکتا۔ میں اس سے علیحدگی اختیار کر لوں گا۔ میں اس سے کہوں گا کہ میں اس کی راہ کا پتھر نہیں بننا چاہتا۔ وہ مجھ سے چھٹکارا پا لے اور اپنی پسند کی زندگی گزارے۔“ بے چارہ مکینک میرے افسردہ لہجے سے کافی متاثر نظر آتا تھا۔ وہ سگریٹ کے کش لیتا رہا......... اور پھر گردن جھٹک کر بولا۔

”عورت واقعی ناقابلِ اعتبار ہستی ہے مگر اس کے لیے خود کو کسی جنجال میں پھنسا لینا دانشمندی نہیں ہے۔“

”میں اس جنجال سے نکلنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”ضرور نکل جاؤ۔ اسے اس کی صحیح تصویر دکھا کر کنارہ کشی اختیار کر لو لیکن اس سلسلے میں کوئی جذباتی حماقت نہ کر بیٹھنا!“

”جذباتی حماقت سے کیا مُراد ہے تمھاری؟“ میں نے پوچھا۔

”اُسے مارنے پیٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس اسے اس کے حال پر چھوڑ دو اور......“ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا اور پھر سمندر کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”وہ لانچ آ رہی ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔“

اشارہ پاتے ہی میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ مکینک بے چارہ میری کہانی سے متاثر ہو گیا تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو لانچ پر چار افراد موجود تھے جن میں دو اسی طرح کے لباس پہنے ہوئے تھے جیسا میرے دوست مکینک نے پہن رکھا تھا۔

راستے میں اس نے پوچھا۔ ”تم خاموشی سے جہاز پر جاؤ گے؟“

”ظاہر ہے۔“ میں نے سنجیدگی سے کہا۔

”کس طرح جاؤ گے؟“ مکینک نے سوال کیا۔

”تم مجھے کوئی رسہ فراہم کر سکتے ہو؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں! رسہ مل جائے گا۔“

”بس پھر مجھے اُوپر پہنچنے میں مشکل نہیں ہوگی۔“ میں نے جواب دیا اور مکینک نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ میرے پاس سے ہٹ گیا اور شاید اپنے دوستوں کو میری کہانی سنانے لگا۔

لانچ سفر کرتی رہی اور تقریباً بیس منٹ بعد جہاز کی روشنیاں قریب آ گئیں۔ عرشہ دور سے ویران نظر آ رہا تھا۔ البتہ سمندر کے سکون میں موسیقی کی دُھنیں ہلکا سا انتشار پیدا کر رہی تھیں اور یہ موسیقی بھی جہاز ہی سے بلند ہو رہی تھی۔ پھر لانچ جہاز کے عقبی حصے میں پہنچ گئی۔ اس کا انجن بند ہو گیا تھا۔

مکینک نے میرے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا اور مجھے رسہ فراہم کر دیا جس کے سرے پر کمند کا سا آنکڑا لگا ہوا تھا۔ میں نے

رسّے کو گھما کر اوپر پھینکا اور آنکڑا جہاز کے کسی حصے میں پھنس گیا۔ اس کے بعد میں اپنے دوست سے ہاتھ ملا کر رسّے کے ذریعے اوپر چڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں اوپر پہنچ چکا تھا۔ وہاں سے میں نے آنکڑا لانچ کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔
نکال دیا اور

پھر جب لانچ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں گہری سانس لے کر پلٹا۔ جہاز کے تین چوتھائی حصے میں کیبنوں کی قطار چلی گئی تھی۔ موسیقی کی آوازیں کافی تیز تھیں۔ میں ایک طرف چل پڑا اور ڈیک ہاؤس کے عقب میں پہنچ گیا۔ یہاں مجھے ایک کھلا دروازہ نظر آیا جس سے میں اندر داخل ہو گیا۔ ایک چھوٹی اور تنگ راہداری تھی جہاں روشنی نہیں تھی لیکن اس کے اختتام پر ایک بند دروازے سے برتنوں کے کھنکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ غالباً یہ کچن تھا۔ میں اس کے قریب سے گزر کر دوسری طرف پہنچ گیا۔ کچن کی عقبی سمت میں بھی اندھیرا تھا۔ میں اس اندھیرے میں آگے بڑھا ہی تھا کہ میرے بائیں شانے پر آفتِ ناگہانی ٹوٹ پڑی۔

غالباً نشانہ میرا سر تھا لیکن چوک گیا تھا۔ میں نے ایک لمحے میں جوابی عمل کیا اور میرا دایاں پاؤں چل گیا۔ میری لات حملہ آور کے پیٹ پر پڑی اور اس کے ساتھ ہی اس کی ناک میرے گھونسے کی زد میں آ گئی۔ حملہ آور حلق سے ایک کربناک آواز نکال کر زمین پر گر پڑا۔ لیکن مجھے بھی بس مزہ آ گیا تھا۔ یہ گھونسا مارتے وقت میں نے بے خیالی میں اپنا وہی ہاتھ استعمال کیا تھا جو پہلے ہی سے کافی زخمی تھا۔

بمشکل تمام میں نے اپنی کراہوں کو روکا تھا اور پھر فوراً ہی اپنی تکلیف کو بھول کر میں نے حملہ آور کی خبر لی تھی جو چکرا کر زمین پر گر پڑا تھا لیکن چند ہی ثانیوں میں اُٹھنے والا تھا۔

میں پلٹ کر شانے کے بل اس کے سینے پر گرا اور اپنے جسم سے اس پر بھرپور ضرب لگائی۔ میرے نیچے دبا ہوا شخص دوبارہ کربناک آواز میں چیخا۔ ”رک جاؤ۔ پلیز رک جاؤ۔ میں خود کو تمھارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔ رک جاؤ۔“ اس کی آواز میں التجا تھی۔ میں نے سیدھے ہو کر ایک گھٹنا اس کے سینے پر رکھ دیا اور کرخت لہجے میں بولا۔

”ایڈمنڈ ڈتر سے کہاں ملے گا؟“

”کیا؟“ اس نے بھنچی بھنچی آواز میں کہا اور پھر کھانستے ہوئے بولا۔ ”خدا کے واسطے یہ وزن میرے سینے سے ہٹاؤ۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔ میں مر جاؤں گا۔ پلیز۔“

میں نے اس کے سینے پر دباؤ کم کر دیا۔ ”ڈتر سے کہاں ہے؟“

”مجھے نہیں معلوم۔ میں خود اس کی تلاش میں یہاں آیا ہوں۔ مگر تم کون ہو؟ کیا تمھارا تعلق اس جہاز سے نہیں ہے؟“ اس نے پوچھا اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ مجھے اس کے خدوخال کچھ جانے پہچانے سے [illegible] ہوئے تھے اور پھر چند لمحوں کے بعد ہی میں نے اُسے پہچان لیا۔ مجھے شدید حیرت ہوئی تھی۔

یہ شخص اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو گونی مکلارنس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ میں فوراً ہی اس کے اوپر سے ہٹ گیا لیکن ہٹنے سے پہلے میں نے اس کے دونوں ہاتھ دیکھ لیے تھے۔ اس کا پستول نزدیک ہی پڑا ہوا تھا اور غالباً اسی پستول کے دستے سے اس نے میرے سر پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی اور سر کے بجائے میرا شانہ اس کا ہدف بن گیا تھا۔

”ہیلو گونی مکلارنس!“ میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے اٹھاتے ہوئے کہا اور گونی مکلارنس دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔

”آہ تم نے شاید میری ناک کا بانسہ توڑ دیا ہے۔ میں شدید تکلیف اور اذیّت کا شکار ہوں۔“

”سوری دوست! اگر میں ایسا نہ کرتا تو تم میرے سر کی ہڈی توڑ چکے ہوتے۔“

”مجھے افسوس ہے مگر تم ہو کون؟“ گونی مکلارنس نے پوچھا۔

”بس یوں سمجھو کہ میں بھی تمھاری طرح غلط طریقے سے اس جہاز تک پہنچا ہوں۔“

”مگر کیوں؟“ گونی مکلارنس نے متحیّرانہ انداز میں سوال کیا۔ وہ بھی میری ہی مانند آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے گھور رہا تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ اگر وہ روشنی میں بھی مجھے پہچاننے کی کوشش کرے تو میں اس کی سمجھ میں نہیں آؤں گا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”میں جو کوئی بھی ہوں مگر تم مجھے نہیں جانتے۔ البتہ میں تم سے بخوبی واقف ہوں۔“

”ظاہر ہے، ورنہ تم میرا نام لے کر مجھے کیوں پکارتے، پھر بھی میرے ایک سوال کا جواب دے دو۔ تم کس مقصد کے تحت جہاز پر آئے ہو؟“

”شاید ہم دونوں کا ایک ہی مقصد ہو۔“ میں نے جواب دیا اور گونی گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

”میں نہیں سمجھ سکتا۔ تمھاری صورت اور خدوخال میرے لیے بالکل اجنبی ہیں۔“

”یقیناً تم مجھے کبھی نہیں پہچان سکو گے۔ یہاں سے اُٹھو، میرا خیال ہے یہ جگہ بالکل مخدوش ہے۔“ پھر ہم دونوں اس جگہ سے اُٹھ کر جہاز کے ایک کونے میں آ گئے۔ یہاں سے تھوڑے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

فاصلے پر ایک کیبن کے سامنے کے حصے میں ایک ... روشن ... کی مدھم روشنی یہاں تک پہنچ رہی تھی۔ میں نے روشنی میں گونی ... کی شکل دیکھی۔ اس کی ناک سے خون بہہ کر ٹھوڑی اور گردن تک آگیا تھا۔ میں نے اپنا رومال نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔

"اس سے اپنی ناک دبا لو، خون بند ہو جائے گا۔"

"میں شدید تکلیف میں ہوں۔ میرا سر چکرا رہا ہے اگر تم اجازت دو تو میں وھسکی کے چند گھونٹ لے لوں۔"

"وھسکی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ میری جیب میں موجود ہے۔"

"وھسکی کی جگہ پستول تو نہیں نکل آئے گا؟" میں نے اس کے پستول کا رُخ اسی کی جانب کرتے ہوئے کہا۔

"میری جیب میں دوسرا پستول موجود ہے مگر ایسا نہیں ہوگا۔" گونی نے کہا اور میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ گونی اگر خود ہی اس کا انکشاف نہ کر دیتا تو میں مار کھا سکتا تھا۔ میں نے برق رفتاری سے جھپٹ کر اس کا پستول اس کی جیب سے نکال لیا۔ گونی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ وہ بہت شکستہ نظر آ رہا تھا اور بار بار رُک رُک کر گہری گہری سانسیں لینے لگتا تھا۔

پھر اس نے وہ چپٹی شیشی نکالی جو اس کے کرٹ کی دائیں جیب میں موجود تھی۔ بڑی بے صبری سے اس نے شیشی کی ڈاٹ کھول کر اُسے منہ سے لگا لیا اور اس کی تلچھٹ تک پی گیا۔ پھر اس نے شیشی ایک طرف ڈالتے ہوئے میرا شکریہ ادا کیا۔

"مجھے اپنے بارے میں کچھ اور بتاؤ۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم مجھے پیڈرو کہہ سکتے ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"روترے کو کیوں تلاش کر رہے ہو؟"

"میں نے کہا نا کہ ہمارا مقصد ایک ہی ہے۔" میری مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

"تم میرے مقصد کے بارے میں کیا کیا جانتے ہو؟"

"چلو اشارے کے طور پر اینی پارکر کا نام بتلائے دیتا ہوں،" میں نے کہا اور پھر مجھے محسوس ہوا کہ گونی کے سانسوں کی رفتار تیز ہو گئی ہے۔ اس کے چہرے سے شدید کشمکش کا اظہار ہو رہا تھا۔

پھر اس نے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔ "کیا تم بھی؟"

"ہاں میں بھی۔" میرا جواب بہت مختصر تھا۔

"تمہارے خیال میں وہ یہاں موجود ہے؟"

"مجھے یقین ہے۔" میں نے جواب دیا۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا اور میں نے فوری طور پر پلاننگ کر ڈالی تھی۔

"تو پھر کیا ارادے ہیں تمہارے؟" گونی نے پوچھا۔

"اینی پارکر کو اغوا کروں گا۔"

"تمہارے دوسرے ساتھی بھی موجود ہیں جہاز پر؟" گونی نے سوال کیا۔

"پہلے تم میری بات کا جواب دو۔"

"اعتماد کرو گے مجھ پر؟" گونی نے پوچھا۔

"چلو کر لوں گا، جواب دو۔"

"میں بالکل تنہا ہوں۔ یوں سمجھو کہ میں اس سلسلے میں تم سے پیچھے ہوں۔ مجھے یہاں صرف اینی پارکر کی موجودگی کا شبہ تھا، اگر یقین ہوتا تو شاید میں تنہا نہ آتا۔ ویسے میرے دو ساتھی لانچ لیے ہوئے سمندر میں گھوم رہے ہیں۔ میں تو اینی کی یہاں موجودگی کی تصدیق کرنے آیا تھا۔"

"اب کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس وقت تو میں تمہارے قبضے میں ہوں میرا کیا پروگرام ہو سکتا ہے۔" گونی بے بسی سے بولا۔

"مشترکہ پروگرام بناؤ گے؟" میں نے سوال کیا۔

"مذاق کر رہے ہو۔ بھلا مجھ پر قابو پانے کے بعد تم ایسی کوئی کارروائی کیوں کرو گے؟"

"اگر میں ایسا کروں تو۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہوگی؟" گونی نے جواب دیا۔

"تب ہاتھ لاؤ۔ آرگینو کے اس تاریک گوشے میں ہم اپنی دوستی کا آغاز کرتے ہیں۔ میں تمہیں اپنا نام بتا چکا ہوں، تفصیل بعد میں بتا دوں گا۔ ہم پہلے اینی کے معاملے سے نمٹ لیتے ہیں۔"

گونی نے نہایت گرم جوشی سے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا اور نہایت پُرمسرت انداز میں بولا۔ "واقعی یہ ملاقات خطرناک بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ ہر چند کہ میں تم سے واقف نہیں ہوں پیڈرو لیکن تمہاری پھرتی اور تمہارا اعتماد بتاتا ہے کہ تم معمولی لوگوں میں سے نہیں ہو۔ یہ بتاؤ کہ تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"یہی کہ لندن کی زیرِ زمین دُنیا کے سُپر اسٹارز میں سے ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اور تم؟" گونی نے پوچھا۔

"میں لندن میں نووارد ہوں لیکن حالات سے ناواقف نہیں۔"

"خوب بہت خوب۔" گونی مکلارنس بھی مسکرانے لگا تھا۔ "مجھے معلوم ہے کہ اینی پارکر کو سب سے پہلے تم نے ہی

ہوٹل میں استقبالیہ دیا تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ کربی نوسٹر اور ہمبر لنکاسٹر جیسے لوگ بھی وہاں پہنچ گئے۔ لیکن اُن میں سے کوئی بھی اینی پارکر پر قابو نہ پا سکا۔ اگر تمہاری معلومات زیادہ وسیع ہیں تو شاید تمہیں اس بات کا علم ہو گیا ہو گا کہ اینی پارکر کو کسی نے وہاں سے قبل از وقت فرار کروا دیا تھا۔ ایک ویٹر کی معرفت اُسے کسی ٹیلیفون کی اطلاع دے کر۔ اور وہ شخص خود بھی ابھی تک اینی پارکر کو نہیں پا سکا ہے۔"

"ہاں ہاں، یہ بات مجھے معلوم ہے۔" گونی مکلارنس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ وہ شخص تمہارا دوست پیڈرو تھا۔ حالات ذرا مختلف رُخ اختیار کر گئے ورنہ اینی پارکر کا سارا کھیل ختم ہو چکا ہوتا۔ اینی پارکر حالات کو سمجھ کر روپوش ہو گئی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ میری اسمتھ کے مصنوعی نام سے چھُپ نہیں سکی ہے۔ پھر اچانک ایک تیسری شخصیت درمیان میں آ کودی اور یہ فرانس کا ایڈمنڈ روترے تھا۔ روترے نے نہ جانے کیا چال چلی کہ اب اینی پارکر اس کے قبضے میں ہے اور یقیناً وہ اس جہاز میں موجود ہے، لنکاسٹر اور نوسٹر جیسے لوگ بھی اینی کی تلاش میں ہیں۔ ممکن ہے انہیں بھی اس جہاز کی بھنک مل گئی ہو۔ لیکن اُن کے پہنچنے سے قبل اگر ہم اینی پارکر کو غائب کر دیں تو کیا ہم اُن پر سبقت حاصل نہیں کر لیں گے؟"

"اوہ۔ اوہ میرے دوست پیڈرو! تم واقعی حیرت انگیز ہو۔ انتہائی حیرت انگیز۔ حالانکہ ابھی میں تمہاری صورت بھی ٹھیک سے نہیں دیکھ پایا ہوں لیکن تمہاری صلاحیتوں کا قائل ہو گیا ہوں، اگر تم واقعی خلوصِ دل سے میرے ساتھ مل کر اینی پارکر کے سلسلے میں کام کرنے کے لیے تیار ہو تو میں تمہیں خوش آمدید کہوں گا۔ ابھی تم نے کہا ہے کہ تم لندن میں اجنبی ہو تو گونی مکلارنس کے ساتھ مل کر تم لندن میں بھی اجنبی نہ رہو گے۔ بلکہ تمہیں یہاں کی زیرِ زمین دنیا میں ایک خاص مقام حاصل ہو جائے گا۔ پیڈرو! گونی مکلارنس بُرا آدمی ضرور ہے لیکن اس بُرے آدمی میں چند اچھائیاں بھی ہیں۔ اگر ان حالات میں تم نے اس پر قابو پانے کے بعد اس کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے تو پھر بہتر حالات میں وہ ہمیشہ تمہارا دوست رہے گا۔"

"گونی ڈیئر! میں نے تم پر اعتماد کر کے ہی یہ قدم اٹھایا ہے، ہم اس سلسلے میں تمام خدشات کو ذہن سے نکالے دیتے ہیں۔ اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

"ناک کے گھونسے نے مجھے شدید تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے لیکن تمہاری دوستی نے مجھے تقویت دی ہے۔"

"تو پھر لو یہ اپنا پستول پکڑو۔ اور آؤ اینی پارکر کو تلاش کریں۔" گونی نے پستول میرے ہاتھ سے لے کر اُسے جیب میں رکھ لیا۔

"کیا خیال ہے، جہاز میں ابھی کافی رونق ہے۔ کیا ہم اینی پارکر کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟" گونی نے کہا۔

"پہلے تو اس کا پتا چلاتے ہیں۔ اس کے بعد اگر یہاں دیر بھی لگی تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ تمہاری وہ لانچ یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"بس وہ سمندر میں گشت کرتی رہے گی۔ چاہے ساری رات کیوں نہ گزر جائے۔ اگر میرا واپسی کا پروگرام ہوگا تو میں اُسے سگنل دوں گا اور لانچ فوراً مطلوبہ مقام تک پہنچ جائے گی۔" گونی نے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔ تو پھر آؤ اینی پارکر کو تلاش کرتے ہیں۔" میں نے کہا اور گونی مکلارنس میرے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ خون آلود رومال اُس نے ایک طرف پھینک دیا تھا۔ پھر ہم ایک راہداری سے گزر کر اس بڑے سیلون کی جانب چل پڑے جس میں بڑے بڑے روشن دان لگے ہوئے تھے اور ان روشن دانوں کے شیشوں سے دوسری جانب بآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ ہم نے ایک شیشے سے اندر جھانکا۔

اندر بہت بڑے ہال میں موجود لوگ جُوئے اور شراب میں مدہوش تھے۔ ہم نے وہاں بیٹھے ہوئے ایک ایک شخص کو دیکھا اور دفعتاً گونی مکلارنس نے میرا شانہ دبایا۔

"وہ دیکھو۔ وہ دیکھو۔ وہ کونے والی میز پر۔" گونی مکلارنس کے کہنے سے پہلے ہی میں نے اینی پارکر کو دیکھ لیا تھا۔ سامنے ہی ڈالرز کی گڈیاں جمی ہوئی تھیں اور جُوا ہو رہا تھا۔ ایک چوڑے شانے والا شخص بھی اینی پارکر کے ساتھ موجود تھا۔ مکلارنس نے مجھے بتایا۔

"یہی روترے ہے۔"

"ہوں!" میری کنپٹیاں گرم ہونے لگیں۔ اینی پارکر کسی بات پر قہقہہ لگا رہی تھی۔ اس کے چہرے سے ذرا بھی تردّد کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اُسے اغوا کر کے نہ لایا گیا ہو بلکہ وہ خود اپنی مرضی سے یہاں آئی ہو۔ ہم دونوں دلچسپی سے اندر کے مناظر دیکھتے رہے۔ پھر مکلارنس نے کہا۔ "اس ماحول کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ہمیں یہاں زیادہ دیر تک رُکنا ہوگا۔ کم از کم اس وقت تک جب تک یہ لوگ تھک نہ جائیں اور یہاں سے اُٹھنے کا فیصلہ نہ کر لیں۔"

"اس میں کوئی ہرج نہیں ہے لیکن یہ وقت ہمیں یہیں آس پاس رہ کر گزارنا ہوگا۔ آؤ اس کے سامنے کی سمت چلتے ہیں۔ ہال سے باہر نکلنے کا راستہ وہی ہے۔ وہاں سے ہم ان لوگوں کو گزرتے ہوئے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دیکھ سکتے ہیں۔"

میں نے اور گونی مکلارنس نے ایک مناسب جگہ منتخب کرلی اور یہاں روپوش ہوگئے۔ گونی بیٹھ کر اپنی ناک ٹٹولنے لگا۔ ہم دونوں دیر تک خاموش رہے تھے پھر گونی نے پوچھا۔

"لندن میں تم کہاں سے آئے ہو؟"

"جمیکا سے۔ پچھلے دو سال سے میں جمیکا میں تھا۔" میں نے کہا۔

"اینی پارکر کے بارے میں کہاں سے معلوم ہوا؟"

"سوئٹزرلینڈ سے میرے آدمیوں نے اطلاع بھیجی تھی۔" میں نے مختصراً وضاحت کی۔

"اگر وہ ہمیں حاصل ہوجائے تو پھر کیا پروگرام ہوگا؟"

"اب یہ پروگرام تنہا میرا نہیں رہا۔ میں تمھارے پروگرام کو فوقیت دوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

گونی مکلارنس متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اثر انگیز لہجے میں کہا۔ "میں نے اس سے قبل تم جیسا انسان نہیں دیکھا۔ تم یار باش قسم کے انسان معلوم ہوتے ہو اور شاید کسی کے دوست بننے کے بعد تم اس کے لیے اپنے سارے مفادات بھول جاتے ہو۔ بہرحال یہ بعد کی بات ہے کہ ہم اس کے لیے کیا کریں گے۔ پہلے تو اسے یہاں سے لے جانے کا معاملہ ہے۔"

"ٹھیک ہے گونی! کہاں لے جاؤ گے؟ کیا سکارا میں؟" میں نے پوچھا۔

"گویا اس سلسلے میں بھی تم مجھ پر اعتماد کرو گے؟"

"سو فی صد۔ اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لندن میں میرے پاؤں اتنے مضبوط نہیں جتنے تمھارے ہیں۔ میں نے جس عارضی جگہ کا انتخاب کیا تھا وہ زیادہ محفوظ نہیں ہے۔ اس کے برعکس مجھے یقین ہے کہ تم اس کی حفاظت کے لیے کسی معقول جگہ کا انتظام کرسکتے ہو۔"

"تم اس کی فکر مت کرو۔ میں سب ٹھیک کرلوں گا۔" مکلارنس نے [illegible] لہجے میں [illegible] اور ہم دونوں خاموش ہوگئے۔

*

اس وقت رات کے تقریباً تین بجے تھے جب ہم نے روتیرے اور اینی پارکر کو اس ہال سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ اینی ہنستی ہوئی باہر نکلی تھی اور پھر وہ روتیرے کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ ان دونوں کے ساتھ کوئی تیسرا شخص باہر نہیں آیا تھا۔ وہ کیبنوں کی قطار کی جانب بڑھ گئے۔

ہم دونوں نہایت احتیاط سے ان کا تعاقب کررہے تھے۔ ایک کیبن کے سامنے روتیرے رکا، دونوں کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی جو یقیناً رسمی ہوگی اور اس کے بعد اینی کیبن میں چلی گئی۔ فوراً ہی دو مسلح جوان کیبن کے دروازے پر آکر جم گئے تھے۔ اس کے بعد روتیرے وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

"اس کمبخت نے نہ جانے کیا کہہ کر اسے شیشے میں اتارا ہے۔ دونوں کے درمیان خاصی بے تکلفی معلوم ہوتی ہے۔" گونی نے کہا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں ان دونوں مسلح افراد کے بارے میں سوچ رہا تھا جو کیبن کے دروازے پر رکے ہوئے تھے۔ گونی بھی خاموش تھا۔

کچھ دیر بعد میں نے گونی کو اشارہ کیا اور ہم دونوں وہاں سے ہٹ آئے۔ "تم یہاں رک کر اس کیبن پر نگاہ رکھو گونی! میں ابھی آتا ہوں۔" اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر میں اس طرف چل پڑا جدھر کچن تھا۔ یہاں مجھے دس منٹ انتظار کرنا پڑا۔ سفید کوٹ اور سیاہ پتلون میں ایک ویٹر کچن سے ایک ٹرے لے کر نکلا تو میں ہوشیار ہوگیا۔ میری نگاہوں نے ویٹر کے قدوقامت کا جائزہ لے لیا تھا۔ گویا کام چل سکتا ہے۔ میں نے سوچا اور ویٹر کے راہداری میں گھومنے کا انتظار کرنے لگا۔

جیسے ہی ویٹر میرے نزدیک آیا، میں نے اچانک اس کے سامنے آکر کہا۔ "اوہ! ویٹر پلیز! یہ ٹرے نیچے رکھ دو۔" یہ الفاظ میں نے نہایت نرمی سے ادا کیے تھے۔ ویٹر نے حیران ہوکر ٹرے نیچے رکھ دی اور جب وہ ٹرے رکھ کر سیدھا ہوا تو میرے طوفانی گھونسے نے اس کا سر چکرا دیا۔ اب میں اتنا بے وقوف بھی نہیں تھا کہ دوبارہ اپنے زخمی ہاتھ کو استعمال کرتا۔

میرے دوسرے گھونسے نے ویٹر کو زمین پر لٹا دیا اور اس کے بعد کا کام بھی نہایت پھرتی سے کرنا پڑا تھا۔ ویٹر کو ایک گوشے میں ڈال کر میں نے ٹرے اٹھائی اور اطمینان سے چلتا ہوا اس راہداری میں آگیا پھر تیز رفتاری سے قدم بڑھاتا ہوا میں ان دونوں کی طرف چل پڑا جو میری آمد پر چونک کر مجھے دیکھنے لگے تھے لیکن میرے حلیے اور میرے ہاتھوں میں موجود ٹرے نے انھیں کوئی شبہ نہ ہونے دیا اور وہ بس مجھے دیکھتے رہے۔

"ہیلو...!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ٹرے ان سے تھوڑے فاصلے پر رکھ دی۔ اس کے بعد میں نے اپنا کالر درست کیا۔ بالوں پر ہاتھ پھیرا اور مسکرا کر ان کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں بھی اخلاقاً مسکرا دیے تھے۔ میں ان کے بہت قریب پہنچ گیا تھا۔ اپنا حلیہ درست کرنے کے بعد میں نے اس طرح رخ بدلا جیسے جھک کر ٹرے اٹھا رہا ہوں۔ وہ دونوں میری طرف سے بالکل مطمئن تھے۔ پھر اچانک میرے جوتے کی ایڑی پوری قوت سے ان میں سے ایک کے منہ پر پڑی۔ اس کے بعد یکایک میں نے پلٹ کر دوسری لات دوسرے کے پیٹ پر رسید کردی۔ دونوں کے حلق سے ہلکی

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہلکی آوازیں نکلیں لیکن میں نے برق رفتاری سے ان کی کنپٹیوں پر ہاتھ رکھا اوران کے سرایک دوسرے سے ٹکرا دیے، وہ بُری طرح بدحواس ہوگئے تھے۔ایک ایک گھونسا ان کی گردن پر رسید کرنے کے بعد گویا مَیں اپنے کام سے فارغ ہوچکا تھا۔میں نے انھیں لہراکرگرنے سے روکا اور نہایت اطمینان سے گھسیٹ کر راہداری کے ایک سنسان گوشے میں ڈال دیا، دونوں بے ہوش ہوچکے تھے۔

اس کام سے فارغ ہوکر میں دوبارہ اس کیبن کے دروازے پر پہنچ گیا۔ مجھے جو کچھ کرنا تھا، نہایت پھرتی سے کرلینا تھا کیونکہ کسی بھی وقت کسی بھی کیبن کا دروازہ کھل سکتا تھا اور کوئی بھی باہر آسکتا تھا۔ بے ہوش پہرے دار بھی ایسی جگہ نہیں تھے کہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ رہ سکتے۔انھیں آسانی سے دیکھا جاسکتا تھا۔بہرصورت میں نے ٹرے اُٹھائی اور اینی پارکر کے کیبن کے دروازے پر پہنچ گیا۔

کیبن پر دوسری بار دستک دینے سے اینی پارکر کی آواز سُنائی دی، اس کی آواز سے جھنجلاہٹ نمایاں تھی۔شاید وہ سونے کی تیاری کررہی تھی۔

"کون ہے، کیا بات ہے؟" اینی نے تلخی سے کہا۔

"مادام! پلیز ایک لمحے کے لیے۔" میں نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

اس کے ساتھ ہی اینی پارکر نے دروازہ کھول دیا۔ پہلے اس نے مجھے دیکھا پھر میرے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی ٹرے کو اور اس کے بعد پیچھے ہٹ گئی۔

"کیا لائے ہو اس وقت؟" اس نے تعجب سے پوچھا۔

"آپ کی آزادی۔" میں نے گردن خم کرکے جواب دیا اور ٹرے ایک جانب رکھ دی۔

"کیا مطلب؟" اینی پارکر حیرت زدہ تھی۔

"جی مادام اینی پارکر! کیا آپ میرے ساتھ چلنا پسند کریں گی؟" میں نے کہا۔

"کہاں؟" اس کی حیرت بدستور قائم تھی۔

"اس جہاز سے دُور، لندن کی پُرفضا آبادی میں۔" میں نے دوبارہ گردن خم کرتے ہوئے کہا اور اینی پارکر خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔

"تم ... تم ... تم کون ہو؟ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔"

"اوہ، معاف کیجیے گا۔میں تو مذاق کررہا تھا۔ دراصل مسٹر روترے میرے ذریعے آپ کے خیالات معلوم کرنا چاہتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ آپ یہاں اس جہاز میں بور ہوگئی ہیں، کیا خیال ہے مادام؟"

"پتا نہیں تم کیا بکواس کررہے ہو؟"

"سوری! آپ یہ جوس لیجیے۔" یہ کہہ کر میں ٹرے کی جانب بڑھ گیا اور اس انداز میں بڑھا کہ مجھے اینی پارکر کے بالکل قریب سے گزرنا پڑا۔اس دوران میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اینی پارکر کہیں جانے کے لیے تیار ہوجائے گی یا اس کے لیے کوئی اور کرنا پڑے گی؟ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ اس جہاز سے کہیں جانے کے لیے تیار نہیں ہے۔نہ جانے ایڈمنڈ روترے نے کیا چلایا تھا۔بہرحال اینی کے قریب سے گزرتے ہوئے میرا ایک ہاتھ اس کی گدی پر بھی پڑا اور دوسرے ہاتھ نے اس کی کنپٹی کو لیا۔بس یہ دو ضربیں کافی تھیں۔اینی پارکر میرے بازوؤں میں آ گئی۔میں نے اسے اُٹھا کر کندھے پر ڈالا اور کمرے کے دروازے سے باہر نکل آیا۔

گونی مکلارنس کو فطری طور پر میری کارروائیوں سے لاعلم نہیں ہونا چاہیے تھا۔مجھے یقین تھا کہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہوگا اور میرا خیال غلط نہیں نکلا۔جیسے ہی مَیں راہداری کے آخری سرے پر پہنچا، اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا۔

"لاؤ۔اسے میرے شانے پر ڈال دو۔"

"تھینک یو گونی!" میں نے بے ہوش اینی پارکر کو اس کے حوالے کیا اور پستول نکال کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"اب ایک لمحہ بھی یہاں نہیں رُکنا چاہیے۔" گونی بولا۔

"ٹھیک ہے مگر تمھیں اپنے لوگوں کو بلانا پڑے گا۔"

"آؤ میرے ساتھ چلے آؤ لیکن تمھیں اپنے گرد و پیش پر نگاہ رکھنی ہوگی۔" یہ کہہ کر مکلارنس چل پڑا۔ہم دونوں جہاز کے عرشے کے عقبی حصے میں آگئے۔گونی نے ایک جگہ کھڑے ہوکر چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔جہاز سے کافی دور سمندر میں دو سبز روشنیاں نظر آ رہی تھیں جو مخصوص طرز کی تھیں۔غالبًا یہ اس لانچ کی پہچان تھی۔گونی نے بے ہوش اینی کو نیچے لٹا دیا اور پھر جیب سے ایک ٹارچ نکال کر لانچ کو سگنل دینے لگا۔اس نے ٹارچ کو دائرے کی شکل میں گھمانا شروع کردیا تھا۔میری نگاہیں بھی لانچ پر لگی ہوئی تھیں۔میں نے لانچ پر بھی ایسا ہی سگنل دیکھا۔لانچ والوں نے گونی کو روشنی کے الفاظ میں جواب دیا تھا۔

گونی نے گہری سانس لے کر ٹارچ جیب میں ڈال لی۔"وہ آرہے ہیں۔" اس نے کہا اور اطراف میں نگاہیں دوڑانے لگا پھر بولا۔"ہماری یہ کامیابی لندن کے زیرِ زمین حلقوں میں کھلبلی مچا دے گی۔روترے پاگل ہوجائے گا۔نہایت ہوشیاری سے آگے بڑھنا ہوگا پیڈرو!"

"یہ ساری باتیں کسی مناسب جگہ چل کر کریں گے گونی!" میں نے کہا اور گونی گردن ہلانے لگا۔لانچ قریب آئی تو گونی نے ایک بار پھر اسے سگنل دیا اور لانچ جہاز سے آ لگی۔اس کے فوراً بعد ایک رسّہ اوپر پھینکا گیا جسے گونی نے لپک لیا اور پھر رسّے کو نہایت پھرتی سے اوپر باندھ دیا گیا۔

"اسے لے کر نیچے اترنا خاصا مشکل ہوگا۔" گونی پُرخیال انداز میں بولا۔

"میں کوشش کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔حالانکہ میرا ایک ہاتھ زخمی تھا، اس کے علاوہ مجھے ایسے کاموں کی کوئی مشق بھی نہیں تھی لیکن میں نے ہمت کرلی۔زخمی ہاتھ سے میں نے اینی کو کندھے پر سنبھالا اور رسّے کی طرف بڑھا۔جوتے اتار کر نیچے لانچ پر پھینکے اور پھر پیروں کے انگوٹھے رسّے میں پھنسا کر ایک ہاتھ کے سہارے نیچے اُترنے لگا۔

میں نے یہ کوشش تو کر ڈالی تھی لیکن درحقیقت چھٹی کا دودھ یاد آگیا تھا۔زخمی ہاتھ جس میں ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں، کچلا ہوا بدن، جو اب بھی جگہ جگہ سے درد کررہا تھا، نیچے لانچ، اوپر ایک مخدوش جہاز جس پر کسی بھی لمحے ایڈمنڈ روترے کے آدمی پہنچ سکتے تھے اور گولیاں برسا کر وہیں ہمارا خاتمہ کرسکتے تھے۔اس کے علاوہ اینی پارکر کا صحتمند بدن، پھر سمندر، ذرا سی لغزش سے سارا کھیل بگڑ سکتا تھا۔یہ چند گز کا سفر میرے لیے درحقیقت زندگی اور موت کا سفر تھا، جب میرے پاؤں نے لانچ کے کنارے چھوئے اور دو تین آدمیوں نے میرے بدن کو سنبھالا تو مجھے یقین نہیں آیا کہ میں زندہ و سلامت اس چھوٹی سی بلندی سے نیچے پہنچ گیا ہوں۔اینی پارکر کو گونی مکلارنس کے آدمیوں نے سنبھال لیا تھا، میرے نیچے اترتے ہی گونی مکلارنس نے رسّہ پکڑ لیا تھا اور وہ بھی پھسلتا ہوا نیچے آ رہا۔اس نے رسّے کے بقیہ حصّے کو پانی میں پھینک دیا اور اپنے آدمیوں سے بولا۔

"فوراً لانچ اسٹارٹ کرکے پوری رفتار سے چل پڑو۔"

"او کے چیف!" جواب ملا اور دوسرے ہی لمحے لانچ جہاز سے دور ہونے لگی۔ابھی تک جہاز والوں کو اس کارروائی کا کوئی علم نہیں ہوسکا تھا۔میں لانچ کے ایک تختے پر بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔اسی وقت مکلارنس میرے قریب آگیا۔

"ہیلو پیڈرو!"

"ہیلو گونی!" میں نے جواباً کہا۔

"میں تمھیں اس زبردست کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں۔" گونی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ گونی! ہم دونوں ہی مشترکہ طور پر اس مبارک باد کے مستحق ہیں۔"

"یقیناً پیڈرو! تمھاری دوستی میرے لیے بڑی کارآمد ہے اور تمھاری کارکردگی دیکھ کر میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ہم دونوں مل جائیں تو لندن کی زیرِ زمین دُنیا میں تہلکہ مچادیں گے۔کوئی دوسرا ہمارے مقابلے پر آنے کی جرأت نہیں کرسکے گا۔"

مَیں ایک ہلکی سی ہنسی کے ساتھ خاموش ہوگیا۔گونی مکلارنس چند لمحات میرے پاس رُکا پھر اینی پارکر کو دیکھنے لگا جو لانچ کے نچلے حصّے میں بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔

"ویسے پیڈرو! یہ لڑکی میرے لیے بے حد پُراسرار ہے۔ ارب پتی باپ کی بیٹی نہایت مخدوش حالت میں ماری ماری پھر رہی ہے۔اس کے باپ نے بھی ابھی تک اس کے لیے تشویش ظاہر نہیں کی۔"

"اب کرے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔گونی بھی ہنس پڑا پھر بولا۔

"تم تصور نہیں کرسکتے پیڈرو کہ کل سے کیا دلچسپ ہنگامے ہوں گے۔پہلے تو روترے نے کسی کو اپنی آمد کی ہوا بھی نہیں لگنے دی ہوگی لیکن اب وہ لندن کے مجرمانہ حلقوں میں ایک ایک کی خبر لے گا، کہیں دوستی کے حوالے دے گا، کہیں ظلم و تشدد سے کام لے گا، ویسے چیز یہ بھی اونچی ہے۔اچھے خاصے تعلقات رکھتا ہے، خصوصاً حکومت کے کچھ اعلیٰ عہدیداران سے اس کا بڑا گٹھ جوڑ ہے۔سارے کام بہ آسانی نکال لیتا ہے۔تاہم ......" یہ کہتے کہتے گونی مکلارنس خاموش ہوگیا۔میں بھی خاموش بیٹھا ہوا تھا۔لانچ تیز رفتاری سے جارہی تھی اور پھر کچھ دیر بعد وہ ایک ساحل سے جالگی۔

یہاں بھی گونی مکلارنس کے آدمی موجود تھے۔ایک لمبی اور چمکدار اسٹیشن ویگن میں اینی پارکر کو لادا گیا۔میں گونی مکلارنس اور دو مزید افراد جن میں ایک ڈرائیور تھا، اس وین میں بیٹھ گئے۔وین میں موجود اس آدمی کے پاس اسٹین گن رکھی ہوئی تھی۔مکلارنس کے حکم پر وہ چل پڑا۔اور اس کے بعد ایک طویل سفر طے کیا گیا پھر بہت دیر بعد ہم منزلِ مقصود پر پہنچے۔ایک خوشنما عمارت تھی جو کافی کشادہ تھی۔

پورچ میں اسٹیشن ویگن رک گئی۔اینی پارکر آہستہ آہستہ ہوش میں آنے لگی تھی۔اس کے حلق سے ایک آدھ کراہ نکلی تھی پھر جب اسے اُٹھا کر اس کے کمرے میں پہنچایا گیا تو اس نے آنکھیں کھول

ہمزاد (مکمل)
جال
ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کے لیے کوئی بھی کام ناممکن نہیں تھا
اس شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۲۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال
ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔
کتابیات پبلی کیشنز کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

دی تھیں۔

میں اور گونی مکلارنس اس کے پاس موجود تھے۔ اس نے اجنبی اجنبی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا پھر سنبھل کر اٹھ گئی۔ اب وہ وحشت زدہ نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ مجھ پر نگاہ پڑی تو اس نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"تم ... تم وہی ویٹر ہو نا ... جو ... جو ... ؟"

"جی مادام! میں وہی ہوں۔" میں نے جھک کر کہا۔

"مگر یہ جگہ ... میرا مطلب ہے یہ جہاز کا کیبن تو نہیں ہے۔"

"یہ جگہ بہت پُرسکون ہے بے بی! آرام کرو، تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔" میرے بجائے گونی مکلارنس نے کہا۔

"تم ... تم گونی مکلارنس ہو نا؟" اینی پارکر نے گونی کی جانب بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

گونی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "ہاں مادام میری! میں مکلارنس ہی ہوں۔"

"اوہ ... مگر یہ کون سی جگہ ہے؟ میں جہاز سے یہاں تک کیسے پہنچ گئی؟"

"لایا گیا ہے تمہیں۔ فی الوقت آرام کرو۔ کسی چیز کی ضرورت محسوس کر رہی ہو تو بتاؤ، باقی گفتگو صبح ہوگی۔"

"میں ... میں ... میرا مطلب ہے میں ...۔" اینی کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔

"میں نے کہا نا بے بی! تم یہاں بالکل محفوظ ہو۔ کسی قسم کی فکر نہ کرو۔ آؤ ڈیئر! باہر چلتے ہیں، بے بی کو آرام کرنے دو۔" گونی نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ گونی نے باہر سے دروازہ بند کر دیا تھا۔ راستے میں میں نے اس سے پوچھا۔

"کمرہ محفوظ ہے نا؟ میرا مطلب ہے، اگر وہ بھاگنے کی کوشش کرے تو کیا اس میں کامیاب ہو سکتی ہے؟" میں نے وضاحت طلب کی۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں اسے اسی لیے ایسی جگہ لایا ہوں کہ جہاں اس کی کوشش کارگر نہیں ہو سکے گی۔ یہ عمارت ایک بہت ہی نیک نام شخص کی ملکیت ہے۔ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہاں مجھ جیسے انسان کا تسلط ہو سکتا ہے۔"

"اوہ ... اور اس شخص کا وجود؟" میں نے سوال کیا۔

"بس اس کا ایک نام ضرور ہے لیکن وہ خود عالمِ وجود میں نہیں ہے، البتہ اس کے نام سے بہت سے ایسے کام ہوتے ہیں جن کا تعلق رفاہِ عامہ سے ہے اور لوگ بس اس عمارت ہی کی عزت کرتے ہیں۔ پولیس یا کوئی دوسرا شخص اس عمارت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔" گونی مکلارنس نے کہا۔

پھر ہم دونوں ایک کمرے میں جا بیٹھے۔ گونی نے ایک ملازم طلب کر کے کافی منگائی پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "ہاں تو ڈیئر پیڈرو! تمہارے تعاون سے میں ایک ایسی کوشش میں کامیاب ہو گیا ہوں جو میری دلی خواہش تھی۔ لندن کے زیرِ زمین حلقوں کی ایک الگ سیاست ہے۔ یہاں ہر شخص اپنے مقام اور اختیارات کے تعین کا خواہاں رہتا ہے۔ ان حلقوں میں طویل عرصے سے ہیمر لنکاسٹر کی حکمرانی چلی آ رہی ہے۔ چھوٹے لوگ تو خیر اس کی راہ پر آنے کی کوشش ہی نہیں کرتے، بس بڑوں میں چلتی رہتی ہے۔ حقیقت ہے کہ لنکاسٹر نے پچھلے کئی سال سے اپنی طاقت کافی بڑھا لی ہے اور دوسروں پر مسلسل برتری حاصل کرتا چلا آیا ہے۔ کربی نورر حالات سے بددل ہو کر اس کے گروہ میں ضم ہو گیا ہے اور اب صرف چند افراد ایسے ہیں جو اپنا بھرم قائم رکھے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں میں میرا شمار بھی ہوتا ہے۔ لنکاسٹر نے بھی اس لڑکی پر ہاتھ ڈالنے کا پروگرام بنایا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ اس دن سب کے منصوبوں کو ناکام بنانے والے تم تھے۔"

"ہاں گونی! میں تمہیں مختصراً سب کچھ بتا چکا ہوں۔"

"میں تمہارے بارے میں مزید تفصیل معلوم کرنے کا خواہاں ہوں۔" گونی نے کہا۔

"میں ضرور بتا دوں گا۔ پہلے ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی دوستانہ معاہدہ ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"یقیناً۔ میں خلوصِ دل سے تیار ہوں۔ بات یہ ہے پیڈرو کہ اینی پارکر درحقیقت سونے کی چڑیا ہے۔ بہت سے مقامی اور غیر ملکی اس کی تاک میں تھے پھر جب یہ احمق ایڈونچر پسند لڑکی اپنی دانست میں نہایت خاموشی سے سیر و تفریح کے لیے نکلی تو تقریباً درجن بھر غنڈوں نے اس کو اغوا کر کے دولت سمیٹنے کے پروگرام بنائے۔ ممکن ہے روترے بھی ان میں شامل ہو۔ میں نے بھی اس میں ملوث ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ ایک طرح سے لنکاسٹر کو چیلنج بھی ہے۔ ہمارے مخبر ایک دوسرے کی تمام خبریں رکھتے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ لنکاسٹر بھی ابھی تک اندھیرے میں تیر مار رہا ہے اور اینی پارکر اس کے ہاتھ بھی نہیں لگی ہے۔ اتفاقاً فرانس سے میرے ایک دوست نے مجھے خبر دی کہ روترے آج کل لندن میں ہے اور آرگینو نامی جہاز پر موجود ہے۔ بس یوں سمجھو کہ ایک موہوم سی امید کے سہارے میں نے اس جہاز پر جانے کا پروگرام بنایا تھا لیکن ... خوش بختی وہاں میری منتظر تھی۔ وہاں مجھے دو چیزیں ملیں۔ اینی پارکر اور تم جیسا شاندار دوست ــ اور سچی بات تو یہ ہے کہ تم میرے لیے اینی سے زیادہ قیمتی ہو۔ اینی کے ذریعے تو وقتی طور پر کچھ دولت ہاتھ آ جائے گی مگر تمہاری دوستی دائمی ہوگی۔ مجھے اس بات کی بھی مسرت ہے کہ لنکاسٹر کے مقابلے میں مجھے کامیابی حاصل ہوئی۔ بعد میں جب یہ بات عام ہوگی تو لنکاسٹر کو شرمندگی اُٹھانی پڑے گی۔ اس کی یہ شرمندگی بھی میرے لیے بہت قیمتی ہے پیڈرو! اس میں منافع ہی منافع ہے اور اسی منافع میں سے میں تمہیں تمہاری پسند کا حصہ دینے کے لیے تیار ہوں۔ تم جو بھی طے کرو گے، مجھے منظور ہے۔"

"اگر یہ بات ہے گونی تو پھر تم سے سودے بازی بے کار ہے۔ پیڈرو بھی دوستوں کا دوست ہے۔" میں نے کہا۔

"ملاؤ ہاتھ۔" گونی نے کہا اور پھر ہم دونوں نے پُرجوش انداز میں مصافحہ کیا۔ اس کے بعد گونی نے کہا۔ "اب دوسرے پروگرام پر گفتگو ہو جائے۔"

"ضرور۔" میں نے کافی کی دوسری پیالی بناتے ہوئے کہا۔

"یہ عمارت جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں ــــ بالکل محفوظ ہے۔ اس طرف کسی کی توجہ نہیں ہوگی۔ میں خود بھی اس جگہ سے دور رہوں گا۔ یہاں دس ملازم ہیں جو ہر وقت تمہارے احکامات کی تعمیل کریں گے۔ ابتدائی چند روز ہم لوگ نہایت خاموشی سے گزاریں گے اور ان سب کا تماشا دیکھیں گے۔ اس کے بعد یہ فیصلہ کریں گے کہ میکائیل پارکر سے کیسے اور کہاں رابطہ قائم کیا جائے؟"

"مناسب پروگرام ہے۔"

"یہاں لندن میں تمہارے اور کیا مشاغل ہیں؟" گونی نے پوچھا۔

"فی الحال کچھ نہیں۔"

"تو میرے دوست! تم چند روز یہاں گزارو۔ بس تمہارا کام یہ ہوگا کہ تم اس خوب صورت بلا کو قابو میں رکھو۔ یہاں کے ہنگامے ختم ہونے کے بعد ہم اس کے بارے میں بھی کوئی فیصلہ کریں گے۔ تمہیں اس میں دقت تو نہیں ہوگی؟"

"کوئی خاص نہیں، سوائے اس کے کہ مجھے اپنی شکل بدلنی پڑے گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" گونی مکلارنس مجھے دلچسپ نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"میں اس سے جس شکل میں ملا تھا وہ ذرا مختلف تھی۔" میں نے کہا۔

"میک اپ میں تھے؟"

"ہاں یہی سمجھ لو۔" میں نے مختصراً وضاحت کی۔

"ٹھیک ہے دوست! یہ تمہارا کام ہے کہ جس طرح چاہو اس پر قابو پاؤ۔ میں اس میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا لیکن آخری بات یہ کہوں گا کہ اگر تمہیں گونی مکلارنس سے کوئی تکلیف نہ پہنچے تو اسے بھی کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش مت کرنا۔"

میں نے گونی مکلارنس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور وہ گردن ہلانے لگا۔ "میں ان الفاظ کے لیے شرمندہ ہوں لیکن دل کی بات کہہ کر میں نے اپنے ذہن سے بہت بڑا بوجھ اُتار دیا ہے۔"

"بے فکر رہو گونی مکلارنس! پیڈرو بھی گھٹیا لوگوں میں سے نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"میں جانتا ہوں اور اسی لیے میں تم سے معذرت کر چکا ہوں۔ اب مجھے اجازت دو اور تم بھی آرام کرو۔ میرا خیال ہے رات کو اسے بند ہی رہنے دیا جائے۔ صبح کو تم اسے سنبھال لینا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور گونی مکلارنس چلا گیا۔

ملازموں کو شاید اس نے ہدایت کر دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک درمیانی عمر کی عورت میرے پاس آئی۔ "سر! کیا آپ آرام کرنا چاہیں گے؟"

"یقیناً۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور عورت نے فرمانبرداری کے انداز میں سر جھکا دیا۔

کچھ دیر بعد میں ایک بیڈ روم میں پہنچ گیا جو بہت زیادہ آراستہ تھا۔ نیند واقعی شدت سے آ رہی تھی۔ ہاتھ کی تکلیف دور کرنے کے لیے میں فی الوقت کوئی بندوبست نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ خیالات نے میرے ذہن پر یلغار کی لیکن میں نے قوتِ ارادی سے کام لے کر انہیں اپنے ذہن سے جھٹک دیا اور آنکھیں بند کر لیں پھر مجھے نیند آ گئی۔

میں دوسرے دن بھی خوب دن چڑھے تک سوتا رہا۔ کسی نے بھی مجھے جگانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ خود ہی آنکھ کھلی، دیکھا تو ساڑھے نو بج رہے تھے۔ میں ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا اور تو کوئی بات نہیں تھی، بس اینی پارکر کا خیال آ گیا تھا۔ کم نصیب لڑکی بھوکی پیاسی بند ہوگی۔ غسل سے فارغ ہو کر میں باہر نکل آیا۔ بیڈ روم کے دروازے سے چند گز کے فاصلے پر ایک شخص اسٹول پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہو گیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا اخبار نیچے رکھ دیا۔

"یس سر!"

"کچھ نہیں۔ اس لڑکی کا کیا حال ہے؟"

"بند ہے جناب! ہم نے دروازہ کھولنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ وہ صبح سے کئی بار دروازہ پیٹ چکی ہے۔"

"بہت اچھا کیا تم نے۔ ناشتا لگوا دو۔"

"بہت بہتر۔" ملازم نے جواب دیا اور میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ دفعتاً مجھے کچھ خیال آیا اور میں نے اِدھر اُدھر کسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ وہی درمیانی عمر کی عورت نظر آئی تھی جس نے رات کو مجھے میری خواب گاہ میں پہنچایا تھا۔ میں نے اشارے سے اسے بلایا اور کہنے لگا۔

"لیمو مل سکے گا؟"

"جی ...؟" وہ اس غیر متوقع سوال پر چونک پڑی تھی۔

"لیمو نہیں سمجھتیں تم؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"سمجھتی ہوں سر! کیا ناشتے کی میز پر پہنچا دوں؟" اس نے دریافت کیا۔

"اچھا رہنے دو۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے کمرے میں پہنچا دینا۔" میں نے فوری طور پر میک اپ اتارنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ عورت عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہ گئی تھی۔

اینی پارکر کے دروازے پر دو ملازم موجود تھے۔ میں نے انھیں دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔ پھر میں اندر داخل ہوا تو اینی ایک صوفے پر منہ پھیلائے بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں، بال بکھرے ہوئے تھے۔

"ہیلو اینی!" میں نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو مجھ سے ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" وہ غرائی۔

"ارے ارے! تم جیسی خوش مزاج اور اسمارٹ لڑکی کے منہ سے ایسی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔" میں نے اُسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"بے وقوف سمجھتے ہو مجھے؟" اینی کا لہجہ بدستور تلخ تھا۔

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تو پھر چاپلوسی کیوں کر رہے ہو؟ میں تم لوگوں کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم سب کے سب غنڈے ہو۔ رات کو تم نے مجھے بے ہوش کیا تھا نا؟"

"ہاں اینی! یہ ضروری تھا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تمہاری ہوسِ زر کے لیے یہ واقعی ضروری تھا کیوں یہی بات ہے نا؟" اینی نے طنز کیا۔

"اگر تم غصہ تھوک دو، سلیقے سے گفتگو کرو تو ہم بہتر فضا میں باتیں کر سکیں گے۔ ورنہ دوسری صورت میں کیا گفتگو ہو سکتی ہے؟"

"میں احمق نہیں ہوں اور نہ تمہاری باتوں میں آ سکتی ہوں۔ میں تمہارے ساتھ کوئی تعاون کرنے کو تیار نہیں ہوں۔" اینی نے اپنے غصے کا اظہار کیا۔

"میں تمھیں کسی بات کے لیے مجبور نہیں کروں گا اینی! مگر نہ تم نے غسل کیا ہے نہ اپنے بال سنوارے۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ کم سے کم ہاتھ منہ دھو لو اور ناشتا کر لو۔"

"میں ناشتا نہیں کروں گی۔"

"بھوکے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میں تمھیں اتنا بتا دوں کہ میں تمہارا دوست ہوں، دُشمن نہیں۔ میری صورت بدلی ہوئی ہے لیکن آواز پہچاننے کی کوشش کرو۔"

میری اس بات پر وہ چند لمحوں کے لیے خاموش رہی۔ پھر بولی۔ "کیا مطلب! میں نہیں سمجھی؟"

"سکارا میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب تم گونی مکلارنس کے ساتھ رقص کر رہی تھیں، اُس وقت میں نے ہی ویٹر کو بھیج کر تمھیں وہاں سے بلوایا تھا۔ اگر میں تمھیں وہاں سے فرار کرانے کی کوشش نہ کرتا تو اسی وقت کسی حادثے کا شکار ہو چکی ہوتیں۔"

اینی بُری طرح چونک پڑی۔ وہ مجھے گھورنے لگی تھی۔ "بکواس کر رہے ہو۔ تم وہ نہیں ہو۔"

"اگر میں وہی ہوں تو تم مجھ پر اعتماد کر لو گی؟" میں نے کہا۔

"تم۔۔ وہ ہو ہی نہیں سکتے۔ وہ تو۔۔۔ وہ تو۔۔"

"میں میک اپ میں ہوں اینی!"

"میک اپ صاف کر کے میرے سامنے آؤ۔ اگر تم وہ ہو تو میں اپنے خیالات میں تبدیلی پیدا کر لوں گی۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ میں اسے تلاش کرتی رہی ہوں سمجھے! اگر تم واقعی وہی ہو تو مجھے اپنا اصلی چہرہ دکھاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔ انتظار کرو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ ایک بار پھر مجھے اسی عورت سے رابطہ قائم کرنا پڑا تھا۔ "سنو! تمہارا نام کیا ہے؟"

"نیلی، سر!" اس عورت نے جواب دیا۔

"شکریہ نیلی! لیموں لے آؤ۔" میں نے کہا اور وہ پھر چونک پڑی۔

"سر! سر! کیا آپ مذاق کر رہے ہیں؟" اس نے احمقانہ سی ہنسی کے ساتھ پوچھا۔

"نہیں نیلی! مجھے ضرورت ہے۔ تم لیموں لے کر میرے کمرے میں آ جاؤ۔ ذرا جلدی۔" میں نے کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نیلی ایک پلیٹ میں دو لیموں اور چھری لے کر اندر آ گئی۔ میں نے اُسے اعتماد میں لینے کے لیے اس کا سہارا لیا اور لیموں تراش کر اُنھیں اپنے چہرے پر ملنے کے لیے کہا۔ نیلی نے میرے حکم کی تعمیل کی تھی۔ تقریباً دس منٹ تک یہ عمل جاری رہا اور پھر نیلی کے حلق سے ایک تحیّر زدہ آواز نکلی۔

"میرے خدا! آپ۔۔ سر! آپ کا چہرہ!"

"بدل گیا نا۔ اب تولیہ لاؤ جلدی سے۔" میں نے کہا اور نیلی جھپٹ کر باتھ روم سے تولیہ لینے چلی گئی۔ تولیے سے چہرہ خشک کرنے کے بعد میں باتھ روم میں گیا اور منہ ہاتھ دھو کر باہر نکل آیا۔ نیلی کے چہرے پر اب بھی حیرت کے آثار تھے۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں نیلی ڈیئر! اس لڑکی پر قابو پانے کے لیے یہ سارے کھیل ہو رہے ہیں۔" میں نے کہا اور وہ چونک پڑی۔

"اوہ۔ یہ بات نہیں سر! میں بس حیران ہوں۔ مسٹر گونی آپ کے بارے میں سب کچھ بتا گئے ہیں۔" نیلی نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں دوبارہ اینی کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے مجھے دیکھا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں میرے نزدیک آ گئی۔

"ہاں تم وہی ہو لیکن خدا کے لیے مجھے بتاؤ یہ سب کیا ہے؟ میں تو پریشان ہو گئی ہوں۔"

"تم اب اپنی ساری پریشانیاں میرے حوالے کر دو اینی اور مطمئن ہو جاؤ۔ میں ابھی تمھیں اپنے خلوص کا یقین نہیں دلا سکتا لیکن آنے والے وقت میں ساری حقیقت کھُل جائے گی۔"

اینی کچھ سوچتی رہی پھر گہری سانس لے کر بولی۔ "سب یہی کہتے ہیں۔ کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟ خدا جانے۔ تمہارا نام کیا ہے؟"

"پیڈرو۔ آؤ ناشتا کر لیں۔" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا اور وہ خاموشی سے میرے ساتھ باہر نکل آئی۔

"میرا سامان بھی جہاز پر رہ گیا۔ انکل رودترے میرے لیے پریشان ہوں گے۔"

"سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا تم فکر نہ کرو۔" میں نے کہا اور اسے ناشتے کے کمرے میں لے آیا۔ ناشتا پہلے ہی لگ چکا تھا۔ نیلی وہاں موجود تھی۔ اس کے ساتھ ایک ملازم بھی تھا۔ یہ دونوں ناشتا سرو کرنے لگے اور میں اینی کے ساتھ ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ وہ شاید ناشتے کے دوران اپنی پریشانیاں بھول گئی۔ کیونکہ اس نے خوب ڈٹ کر ناشتا کیا تھا۔ کافی کی دو پیالیاں پی کر وہ سیر ہو گئی اور پھر کہنے لگی۔

"اس دن کے بعد میں جب بھی سڑکوں پر نکلتی تھی، تمھیں تلاش کرتی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے بارہا یہ احساس ہوا تھا کہ تم میرے ہمدرد ہو۔"

"آؤ اینی! اب آرام سے تمہارے کمرے میں بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔" میں نے کہا اور وہ اُٹھ گئی۔ میرے ساتھ اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اس نے کہا۔

"میرا حلیہ کتنا خراب ہو رہا ہے۔ کیا عارضی طور پر مجھے پہننے کے لیے کوئی لباس نہیں مل سکے گا؟ مجھے اس لباس میں وحشت ہو رہی ہے۔"

"میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور اسے اس کے کمرے میں پہنچا کر میں باہر نکل آیا۔ نیلی نے اس سلسلے میں اس کی مدد کی تھی۔

اینی چند لمحات کے بعد باہر نکل آئی۔ گاؤن اس کے جسم پر ڈھیلا تھا۔ نیلی کے اور اس کے بدن میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ وہ ہنستی ہوئی میرے سامنے آ گئی۔

"دیکھو۔ میں اس لباس میں کیسی عجیب لگ رہی ہوں۔" اینی پارکر نے کہا اور میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ "یہ شاید تمہاری بیوی کا ہے۔ وہ عورت تمہاری بیوی تو معلوم نہیں ہوتی۔"

"وہ تو خادمہ ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور تمہاری بیوی؟" اینی کی خم دار بھنویں کھنچ گئی تھیں۔

"اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھ ہی وہ بھی مسکرانے لگی۔

"دراصل تمہارے بارے میں مجھے کچھ معلوم بھی تو نہیں ہے۔ آؤ پہلے ایک دوسرے کے متعلق۔۔۔ تفصیلی گفتگو کر لیں۔ کیا خیال ہے؟"

"یہ بہت ضروری ہے کیونکہ اس کے بعد ہم زیادہ بے تکلف دوست بن جائیں گے۔ پہلے مجھے اپنے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"کچھ نہ کچھ تو تم جانتے ہی ہو گے۔ میرا نام اینی پارکر ہے شہریت کے اعتبار سے سوئس ہوں۔ میرے پاپا میکائیل پارکر بہت بڑے صنعت کار ہیں۔ دُنیا کے مختلف گوشوں میں اُن کا کاروبار پھیلا ہوا ہے۔ اسرائیل میں انہوں نے ایک اسلحہ ساز فیکٹری بنا کر حکومت کو دی ہے۔ وہ مذہبی امور میں بے حد دِل چسپی لیتے ہیں۔ میں ایڈونچر پسند ہوں۔ کئی بار مختلف ملکوں کے دَورے کر چکی ہوں لیکن بس اس طرح جیسے سرکاری قیدی ہوں۔ حکومت کی مشینری میرے ساتھ لگی رہتی ہے لیکن اس طرح وہ سیر و تفریح نہیں ہو پاتی جس طرح میں چاہتی ہوں۔ اس لیے میں اس بار نہایت خاموشی سے نکل آئی۔ میری اسمتھ کا فرضی نام اختیار کر کے میں کئی ملکوں کا دَورہ کر چکی ہوں مگر نہ جانے کس نے مجھے پہچان لیا۔ میں یہاں لندن میں، اپنی کمپنی کے صرف ایک فرد مسٹر مائیکل ڈینس سے ملی تھی جنہیں میری یہاں آمد کا علم تھا۔ مسٹر مائیکل نے بھی میرا نام پوشیدہ رکھا لیکن اب تو یوں لگتا ہے جیسے ہر شخص مجھے جانتا ہو۔"

"گونی مکلارنس نے تمھیں پارٹی کس حیثیت سے دی تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ مسٹر مائیکل کا دوست تھا اور اسی حیثیت سے اس نے مجھے اپنے ہوٹل میں بلایا تھا۔"

"اس کے بعد تم کہاں چلی گئیں اینی؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے احساس ہو گیا تھا کہ میں شناخت کر لی گئی ہوں۔ اس لیے میں ایک گمنام سی جگہ رُوپوش ہو گئی۔ وہاں مسٹر رودترے مجھ سے ملے اور انہوں نے مجھے صورتِ حال سے باخبر کیا۔"

"صورتِ حال کیا تھی؟" میں نے ایک اور سوال کیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ کہ چند خطرناک لوگ میری حیثیت جان چکے ہیں اور مجھے اغوا کر کے میرے والد سے کچھ رقم وصول کرنا چاہتے ہیں۔"

"مسٹر رودترے سے تمھاری پہلے سے واقفیت تھی؟" میں نے کہا۔

"نہیں لیکن وہ میرے پاپا کے شناسا تھے۔ نہ صرف شناسا بلکہ وہ پاپا کے لیے کام بھی کرتے رہتے تھے۔"

"کیا کام؟" میں نے وضاحت طلب کی۔

"کاموں کی نوعیت تو مجھے نہیں معلوم لیکن انھوں نے مجھے پاپا کے چند خطوط دکھائے تھے جو اصلی تھے۔ میں پاپا کی مُہر اُن کے دستخط اور اُن کے لیٹر پیڈ کو اچھی طرح پہچانتی ہوں۔"

"اسی بنیاد پر تم نے مسٹر رودترے پر اعتماد کر لیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اعتماد نہ کرنے کی کوئی ظاہری وجہ نہیں تھی۔ مسٹر رودترے مجھے اپنے ساتھ نورکس لے جانے والے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے سوئٹزرلینڈ پہنچا دینگے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "بہرحال ملوام اینی پارکر! شاید آپ کو یہ جان کر خوشی ہو کہ مسٹر ایڈمنڈ رودترے فرانس کے سب سے خطرناک بدمعاش ہیں۔ انہوں نے اسی لیے آپ کو اپنی تحویل میں لے لیا تھا کہ وہ آپ کے پاپا سے آپ کے عوض ایک بڑی رقم وصول کر سکیں۔"

"نہیں نہیں، یہ ناممکن ہے۔" اینی نے جذباتی انداز میں کہا۔

"میں آپ کو دوبارہ اسی جہاز پر پہنچانے کو تیار ہوں۔ البتہ میں آپ کی نگرانی کرتا رہوں گا اور جب آپ کو یقین آ جائے کہ میرا کہنا دُرست تھا تو آپ مجھ سے رابطہ قائم کر کے اپنی مدد کیلئے مجھے طلب کر سکتی ہیں۔"

"مگر وہ خطوط؟"

"ممکن ہے کہ وہ بالکل اصلی ہوں اور آپ کے پاپا کی رودترے سے شناسائی بھی ہو لیکن یہ معاملہ بالکل مختلف ہے۔ رودترے آپ کے پاپا کو ہوا بھی نہ لگنے دیتا کہ آپ اس کے پاس ہیں۔ پھر وہ ایک گمنام انسان کی حیثیت سے آپ کے بارے میں اُن سے سودے بازی کرتا۔"

"خدا کی پناہ۔ یہ میں کس جنجال میں پھنس گئی ہوں۔" اینی نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"فی الحال آپ جنجال سے نکل آئی ہیں لیکن اگر دوبارہ آپ آرگینو پر جانا چاہیں تو میری خدمات حاضر ہیں۔"

اینی پارکر شدید فکر و پریشانی میں گردن ہلاتے ہوئے سوچتی رہی پھر ایک دم بولی۔ "گونی مکلارنس سے تمھارا کیا تعلق ہے، وہ بھی تمھارے ساتھ نظر آیا تھا؟"

"تمام باتیں اسی وقت پوچھ لوگی اینی؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"براہِ کرم مجھے اپنے بارے میں مطمئن کر دو۔ تم خود کیا ہو، میرے لیے یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو۔ کیا تم ان لوگوں کو فریب دے کر خود یہ سب کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"جو کچھ میں کہوں گا اس پر یقین کر لوگی اینی؟" میں نے اپنائیت کے لہجے میں کہا۔

"کوشش کروں گی پیڈرو! میں جن حالات کا شکار ہو گئی ہوں، تم خود بھی اُن کے بارے میں اندازہ لگا سکتے ہو کہ کتنے پریشان کُن ہیں۔ نہ جانے پاپا کو میری پریشانیوں کا علم ہے یا نہیں اور اگر ہوا ہے تو وہ اس سلسلے میں کیا کر رہے ہیں؟ میں عجیب سی کشمکش میں پھنس گئی ہوں۔ فیصلہ نہیں کر پا رہی کہ کیا کروں؟ خود کو بالکل تنہا محسوس کر رہی ہوں۔ ان حالات میں میری ہر تشویش بجا ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔ بہرصورت یوں سمجھ لو کہ میں کچھ دن قبل تم سے روشناس ہوا۔ میں تمھیں اچھی طرح پہچانتا بھی نہیں تھا کہ تم اتنے بڑے باپ کی بیٹی ہو، بس تمھاری اپنی ذات نے مجھے مسحور کر دیا تھا۔ میں تمھیں دیکھتا رہا، تمھارا تعاقب کرتا رہا اور جب مجھے ان حالات کا علم ہوا تو میں نے اپنا فرض سمجھا کہ تمھاری حفاظت کروں، تم جس مکان میں رودترے کے پاس جانے سے پہلے موجود تھیں، میں نے اس کا بھی پتا لگا لیا، پھر وہاں پہنچا۔ وہاں سے تمھاری خوشبو سونگھتا ہوا بالآخر ایڈمنڈ رودترے کے جہاز پر پہنچ گیا۔ مجھے تمھاری دولت، تمھاری حیثیت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اینی! میں صرف تمھاری ذات سے دلچسپی رکھتا ہوں اور اب جب کہ مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ تم اتنے دولت مند باپ کی بیٹی ہو کہ لوگ تمھارے ذریعے امیر بننے کے خواب دیکھ رہے ہیں تو میں نے یہ خیال بھی اپنے ذہن سے نکال دیا تھا کہ میں تم سے اپنی دلی کیفیات کا اظہار کر دوں۔ تم اگر یہ نہ کہتیں کہ تم خود مطمئن ہونا چاہتی ہو تو شاید یہ بات میں تمھیں کبھی نہ بتاتا۔"

اینی پارکر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اُس نے گردن جھکا لی اور مدھم لہجے میں بولی۔ "تو پیڈرو! تم صرف میری ذات کے لیے اتنی جدوجہد کر رہے تھے۔"

"تمھیں یقین نہیں آتا۔" میرا لہجہ یکایک اثر انگیز ہو گیا تھا۔

"نہیں پیڈرو! تمھاری شکل و صورت، تمھاری شخصیت نے پہلی ہی نگاہ میں مجھے متاثر کیا تھا۔ اس وقت جب تم نے مجھے چلے جانے کے لیے کہا تھا تو وہ تمھاری نیک نیتی کا ثبوت تھا کہ تم دوسرے لوگوں کی مانند مجھ پر تسلط نہیں چاہتے تھے۔ یقین کرو پیڈرو! میں نے اس وقت سے لے کر آج تک ہمیشہ تمھارے بارے میں مسلسل سوچا ہے۔ میں یہ غور کرتی رہی ہوں کہ تم کون تھے اور کیا چاہتے تھے؟"

"اینی! میں اپنا مقصد تمھیں بتا چکا ہوں۔ گونی مکلارنس کے بارے میں سننا چاہتی ہو تو وہ بھی سُن لو۔ گونی کا تعلق لندن کے ان زیرِ زمین گروہوں میں سے ہے جو یہاں دہشت گردی پھیلاتے رہتے ہیں۔ گونی خود بھی تمھاری تاک میں تھا اور تمھارے ذریعے دولت کمانے کا خواہش مند۔ وہ ایڈمنڈ رودترے کے جہاز پر تمھاری تلاش میں چلا گیا تھا لیکن وہاں میں نے اُسے قابو میں کر لیا اور وہ اس بات پر مجبور ہو گیا کہ وہ میرے حق میں دستبردار ہو جائے۔ میں نے اس پر یہی ظاہر کیا کہ میں بھی انہی لوگوں میں شامل ہوں جو اینی پارکر کو اغوا کر کے اس کے ذریعے دولت کمانا چاہتے ہیں۔ تب گونی نے میرے ساتھ مشترکہ طور پر کام کرنے کی پیش کش کر دی۔ یہاں انگلستان میں چونکہ میرے وسائل بالکل نہیں ہیں اور یوں بھی میں ایک عام سا آدمی ہوں، صرف تمھاری ذات کے تحفظ کے لیے میں نے یہ خطرات مول لیے تھے۔ نتیجتاً میں نے فوری طور پر گونی کو بیوقوف بنانے کا فیصلہ کر لیا اور میں نے اس سے یہ وعدہ کر لیا کہ اینی کے ذریعے جو دولت حاصل ہوگی، اس کا ایک بڑا حصے دار... گونی مکلارنس بھی ہوگا لیکن میرے دل میں یہی ہے اینی کہ گونی کی مدد سے میں تمھیں یہاں سے لے جاؤں اور بالآخر تمھیں تمھارے والد کے پاس پہنچا دوں۔ اب تم گونی کے اور میرے تعلقات کے بارے میں سمجھ گئی ہو گی۔"

اینی کے چہرے پر تغیرات نمایاں تھے۔ پھر وہ بڑے جذباتی لہجے میں کہنے لگی۔ "اوہ پیڈرو ڈیئر! میں تمھاری بیحد شکر گزار ہوں، میں تمھاری اس محبت کو قبول کرتی ہوں۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا سے توبہ کی کہ اس یہودی لڑکی کو شدید مجبوری کی حالت میں برداشت کر رہا ہوں۔

"اینی! میں نے تمھیں ساری پوزیشن بتا دی ہے۔ اس پر غور کر لینا، میری باتوں میں آ کر جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے اُسے ٹالتے ہوئے کہا۔

"میں کتنے ہی بڑے باپ کی بیٹی سہی مگر انسان تو ہوں۔ پیڈرو ڈیئر! میں بھی تمھیں چاہتی ہوں۔" اس بار اس کے لہجے سے انتہائی جذباتیت جھلک رہی تھی۔

میں گھبرا کر باہر نکل آیا۔ بہرحال اسے قابو میں رکھنے کی یہ مہم میں نے سر کر لی تھی اور امکان اس بات کا تھا کہ اب وہ آسانی سے میرے چنگل سے نہیں نکل سکے گی۔

دوپہر کو نیلی نے بہت سے ریڈی میڈ کپڑے اینی کو پیش کر دیے۔ گونی مکلارنس نے میرے لباس بھی بھیجے تھے۔ پھر کچھ دیر بعد مجھے اس کا فون ملا۔ ایک ملازم نے مجھے اطلاع دی تھی۔ ...
میں نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"پیڈرو! تمھارا دوست بول رہا ہے۔ نام لینے کی ضرورت نہیں۔ ہم فون پر احتیاط کریں گے۔ سناؤ کیسے حال چال ہیں؟"

"بالکل ٹھیک، تمھاری خواہش کے مطابق کام تسلی بخش طور پر شروع ہو گیا ہے اور اب ہمارا مشترکہ ... مطمئن ہے۔"

"ویری گڈ۔ سنا ہے تم نے بہت خوب صورت میک اپ کیا ہے۔ نیلی نے مجھے فون کر کے تمھاری شکل بدل جانے کی کہانی سنائی تھی۔"

"لیموں کا قصہ بھی بتایا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ میک اَپ میرے لیے حیرت انگیز ہے۔ تم ... مل کر اس بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ خیر، چھوڑو ... باتوں کو، وہ مطمئن ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"جہاز والے سے اس کی دوستی کس طرح ہوئی؟"

"وہ اس کا چچا بن بیٹھا تھا، یعنی اس کے باپ کا د...

"اوہ۔ چالاک بوڑھا اس کے علاوہ اور کیا کر سکتا ... بہرحال ابھی تک خاموشی ہے کوئی خاص بات نہیں ہوئی ... میں ابھی تم سے ملاقات نہیں کر سکوں گا کیونکہ میں کوئی خطرہ نہیں مول لے سکتا۔ تم سکون سے وہاں وقت گزارو۔ میں تمھیں مشورہ نہیں دوں گا۔ میرے لیے اور کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔"

"آئندہ پروگرام پر کب گفتگو ہوگی ڈیئر؟"

"کچھ توقف کر لو تو بہتر ہے۔ بڑے لوگوں کا کھیل دیکھو ... اس کے بعد پروگرام بنا لیں گے۔"

"اوکے۔" میں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "تمھیں ایک کام کرنا ہوگا دوست! میرے ہوٹل سے میرا سامان منگوا ..." میں نے ہوٹل اور کمرہ نمبر اسے بتا دیا اور گونی نے وعدہ کر لیا کہ ... پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد فون بند کر دیا گیا۔

❋

اینی پارکر کی محبت بہت مہنگی پڑی تھی۔ جان ہی کو ...

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھی کمبخت ۔ ضرورت سے زیادہ جذباتی لڑکی تھی ۔ بقول اس کے اُسے زندگی میں پہلی بار کسی انسان سے محبت ہوئی تھی اور بدنصیبی سے میں ہی اس کی محبت کا پہلا شکار تھا۔ برداشت کرنا ہی تھا اب تو۔ کوئی اور ترکیب بھی تو سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اسے شیشے میں اتارنے کی۔

گونی مکلارنس سے دوسرے دن صبح ملاقات ہوئی۔ نہ جانے کس وقت آگیا تھا۔ ناشتے کے بعد نیلی نے اس کا پیغام دیا۔ میں سمجھا تھا کہ اس کا فون آیا ہے۔ جب فون والے کمرے میں پہنچا تو گونی خود صوفے پر بیٹھا ہوا مسکرا رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔ اس کی مسکراہٹ ختم ہوگئی اور وہ کافی دیر تک ساکت و جامد مجھے دیکھتا رہا۔

"اتنے حیران کیوں ہو گونی ؟" میں نے پوچھا۔

"زبردست کشمکش ہے میرے دل و دماغ میں۔ یوں سمجھ لو بہت سے طوفانوں سے گزر رہا ہوں۔" گونی بھاری لہجے میں بولا۔

"خیریت ؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"بالکل خیریت نہیں ہے۔" گونی نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکال لیا اور پھر اس نے لفافے میں سے ایک تصویر نکال کر میرے سامنے کر دی۔ "اسے دیکھو یہ کس کی تصویر ہے ؟"

میں نے تصویر پر نگاہ کی اور پھر خود میری حالت بھی متغیر ہوگئی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس تصویر کو دیکھنے لگا۔ یہ میری تصویر تھی۔ میرے ذہن میں خیالات کا ایک حشر سا برپا تھا۔

گونی بغور میری صورت دیکھ رہا تھا پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ پھر رُک کر بولا۔ "یہاں انگلستان میں تمہارے لیے شدید خطرات موجود ہیں مسٹر علی! براہِ کرم اب اس نام سے اجنبیت کا اظہار مت کرنا۔ میں تمہارے لیے سخت پریشان ہوگیا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اولیو ہارڈ نے صرف مجھ سے ہی نہیں دوسرے تمام لوگوں سے بھی تمہاری تلاش کی درخواست کی ہوگی۔ شاید اُسے درخواست کہنا مناسب نہیں ہے۔ تم تصور کرو کہ اگر ہوم سیکرٹری تم سے ملاقات کر کے کہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو اور جو کچھ تم ہو وہ حکومت کے علم میں ہے۔ اسکاٹ لینڈ جب چاہے تمہارے خلاف ثبوت فراہم کر کے تمہاری گردن پکڑ سکتا ہے لیکن بعض حالات ایسے ہوتے ہیں جس میں حکومت کو بھی تمہاری ضرورت پیش آجاتی ہے جیسے یہ شخص۔ اس کے بعد تمہیں تصویر دکھائی جاتی ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ مسٹر اولیو ہارڈ جو امریکہ کی ایک مقتدر شخصیت ہیں، اس شخص کی بازیابی کے خواہش مند ہیں اور ہم نے اُن سے وعدہ کر لیا ہے۔ چنانچہ زمین کے اوپر کے معاملات سے پولیس خود نمٹ رہی ہے لیکن تمہاری دُنیا میں یہ شخص نظر آئے اور تم اُسے گرفتار کر کے حکومت کے حوالے کر دو تو حکومتِ انگلستان اور حکومتِ امریکہ کی نگاہ میں تمہاری وقعت بڑھ جائے گی۔ ممکن ہے کوئی بڑا انعام بھی تمہیں دے دیا جائے تو مسٹر علی تم ضرور کوشش کرو گے، کیا خیال ہے ؟"

"ہاں میں واقعی پریشان ہو جاؤں گا گونی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بات یہ ہے مسٹر علی کہ معاملہ تمہارے اور حکومتِ امریکہ کے درمیان ہے جس کی تھوڑی بہت تفصیل مجھے بتا دی گئی ہے۔ میں کیتھولک ہوں اور ایک خاص بات اور بتا دوں کہ میرا باپ جرمن تھا۔ نازیوں کے خیالات سے متاثر۔ چنانچہ یہودیوں سے نفرت مجھے ورثے میں ملی ہے۔ مجھے اس بات کا علم ہے کہ ہارڈ یہودی ہے اور شاید یہودیوں ہی کی کسی چپقلش میں امریکی حکومت تمہاری دشمن ہوگئی ہے۔ اس لیے میرے دوست! میرے دل میں تمہارے لیے منفی جذبہ پیدا نہیں ہوا ہے۔ اس کے علاوہ تمہاری وجہ سے مجھے لنکاسٹر پر فوقیت حاصل ہوئی ہے اور یہ لوگ میرے دشمن ہیں۔ اس لیے اُن کی بہ نسبت تم میرے لیے زیادہ قابلِ اعتماد اور محترم ہو۔ میں اگر چاہتا تو یہ سارے حالات تمہیں نہ بتاتا اور ان معلومات کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھتا۔ تمہیں بتا دینے کا مقصد یہی ہے کہ میرا دل تمہاری طرف سے صاف ہے۔ چنانچہ ایسا نہ ہو کہ میں پلٹوں اور کوئی گولی میری کھوپڑی میں داخل ہو جائے۔ کیا خیال ہے ؟"

میں سرد نگاہوں سے گونی مکلارنس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ یہ انکشاف بہتر نہیں تھا لیکن گونی کی باتیں سچائی پر مبنی تھیں اور اگر اس کے دل میں کھوٹ ہوتا تو درحقیقت وہ میری اصلی شکل دیکھ کر خاموش ہو جاتا اور جو چاہتا خاموشی سے کر گزرتا۔ اس سے صرف ایک ہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ گونی مکلارنس مجھ سے مخلص تھا۔

"یہ ٹھیک ہے گونی! اچانک صورتِ حال بدل گئی ہے لیکن اگر تم اب بھی دوستی کی بات کرتے ہو تو آؤ ایک بار پھر دوستی کر لیں۔" میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

گونی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے مصافحہ کرنے کے بجائے آگے بڑھ کر مجھے گلے لگا لیا۔ "ہم بُرے لوگ جب کسی سے دوستی کرتے ہیں تو پھر ہم سے اچھا دوست اور کوئی

نہیں ہوتا۔"

"موقع ملا تو کسی مناسب وقت پر تمہاری اس محبت اور خلوص کا جواب دوں گا۔"

"اور اگر ضرورت پڑی علی! تو میں اُسے قبول بھی کر لوں گا۔" اس نے میری پشت تھپتھپا کر کہا۔

"شکریہ گونی!" میری آواز بھی جذبات سے لبریز تھی۔

"صورتِ حال اب کسی قدر مختلف ہوگئی ہے۔ اپنے حالات کو ذہن میں رکھ کر بتاؤ کہ تمہارا کیا پروگرام ہے ؟ کیا چاہتے ہو ؟"

"اتنی جلدی بھی نہیں گونی! پہلے ان معاملات کو نمٹا لیں۔" میں نے جواب دیا۔

گونی پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔ "لڑکی کی کیا پوزیشن ہے ؟"

"میں نے اسے شیشے میں اُتار لیا ہے۔"

"یہودی کی اولاد ہے، اچھی طرح غور کر لینا۔"

"میرا خیال ہے حالات ٹھیک چل رہے ہیں۔"

"فریب تو نہیں دے رہی ہے ؟"

"اگر جلدی نہ ہو تو دو چار دن اور جائزہ لے لوں۔"

"نہیں مجھے کوئی جلدی نہیں ہے، لیکن کوئی دھوکا نہ کھا جانا۔"

"یہ معاملات تم مجھ پر چھوڑ دو گونی! میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس طرف سے کوئی اُلجھن پیدا نہیں ہونے دوں گا۔"

"اگر تم نے ذمے داری لی ہے تو پھر مجھے یقین ہے بہرحال دو چار دن اور گزار لو۔ اس دوران متوقع ہنگامے بھی دیکھ لیتے ہیں۔ اس کے بعد عمل کریں گے۔ ویسے میں نے ابتدا کر دی ہے۔"

"وہ کس طرح ؟" میں نے کہا۔

"فرانس میں میرے آدمیوں نے میکائیل پارکر سے گفت و شنید شروع کر دی ہے۔ ابھی اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا ہے۔"

"ویری گڈ۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"تو اب مجھے اجازت دو اور ایک کام کرو۔ اگر اس میں کوئی دشواری نہ ہو تو۔"

"وہ کیا ؟" میں نے سوال کیا۔

"تم دوبارہ میک اَپ کر لو۔ جو میک اَپ تم نے کیا ہوا تھا وہ بہت شاندار تھا۔ کسی عنوان بھی میک اَپ نہیں لگتا تھا۔ اگر کسی طور وہ بھی تیار ہو جائے تو اور زیادہ بہتر ہوگا۔ اس طرح تم عام نگاہوں سے محفوظ رہو گے۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ کام ہو جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ مکلارنس اُٹھ گیا۔

پھر وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا اور میں اپنی جگہ بیٹھا ان حالات پر غور کرتا رہا۔ ذہن لاتعداد پریشانیوں کا شکار ہو گیا تھا۔ گونی مکلارنس کی یہ بات کہ درحقیقت میں کون ہوں، خطرناک بھی ثابت ہو سکتی تھی لیکن کوئی اور راستہ بھی نہیں تھا۔ ہارڈ نے لندن کو بھی میرے لیے امریکہ بنا دیا تھا۔ یہاں بھی میرے دُشمنوں کی تعداد اتنی ہی تھی جتنی امریکہ میں۔ ان حالات میں اگر میں گونی کی دسترس سے نکل جاتا تو پھر کہاں جاتا ؟ اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں تھی کہ تن بہ تقدیر رہ کر خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دوں۔

ابھی میں انہی خیالات میں اُلجھا ہوا تھا کہ اینی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ "ہیڈرو!" اس نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ "تنہا کیوں بیٹھے ہو ؟" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "پریشان نظر آتے ہو۔ کیا بات ہے ؟"

"کوئی خاص بات نہیں اینی!" میں نے رسماً کہا۔

"تو پھر عام بات ہی سہی۔ کم سے کم مجھے تو بتا دو۔"

"تمہارے لیے پریشان ہوں۔ تمہاری حفاظت اب میری زندگی کا مسئلہ بن گئی ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ ہم دونوں کسی کی نگاہ میں نہ آجائیں۔"

"مجھے احساس ہے ہیڈرو کہ میں تمہارے لیے کتنا بڑا مسئلہ بن گئی ہوں۔"

"اوہ نہیں ڈیئر! اس انداز میں کیوں سوچ رہی ہو۔ میں تو بس اس لیے پریشان ہوں کہ کہیں تم دوسروں کی نظر میں نہ آجاؤ۔"

"ہم لندن سے نکل چلیں۔" اس نے تجویز پیش کی۔

"میں انہی تیاریوں میں مصروف ہوں لیکن اینی! یہ بتاؤ کہ ہم یہاں سے کہاں جائیں گے ؟" میں نے پوچھا۔

"خاموشی کے ساتھ کسی بھی گوشۂ گمنامی میں۔"

"اس کے لیے قانونی کاغذات درکار ہوں گے۔" میں نے تشویش ظاہر کی۔

"کاغذات تیار کرائے جا سکتے ہیں۔ تم رقم کی فکر مت کرو۔ میں یہاں لندن میں مطلوبہ رقم فراہم کر سکتی ہوں۔" اینی نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ "کیوں ہنس کیوں رہے ہو ؟"

"تمہاری معصومیت پر۔"

"کوئی بیوقوفی کی بات کہی ہے میں نے ؟"

"بے وقوفی کی نہیں معصومیت کی۔ تمہاری اصل حیثیت سے نہ تو دوسرے کاغذات تیار کرائے جا سکتے ہیں، نہ تم اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حیثیت سے رقم حاصل کر سکتی ہو۔ وہ لوگ شکاری کتوں کی مانند تمہاری بُو سونگھتے پھر رہے ہیں۔"

"اوہ۔" اینی نے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں بھی فکرمندی کے نقوش اجاگر ہو گئے تھے

"تم اس سلسلے میں فکرمند نہ ہو اینی! یہ ساری باتیں سوچنا میرا کام ہے۔ میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔"

"وہ کیا؟" اینی گھبرا کر بولی۔

"ہم دونوں اپنی شکلیں تبدیل کر لیں گے اور ان بدلی ہوئی شکلوں کے ساتھ یہاں سے نکل چلیں گے۔"

"میک اَپ۔" اینی یار کر اُچھل پڑی۔

"ہاں، اس سے قبل تم میرا چہرہ دیکھ چکی ہو۔ میں تمہارا چہرہ بھی تبدیل کر دوں گا۔ ہم ان بدلی ہوئی شکلوں کے ساتھ انگلینڈ سے نکل چلیں گے۔"

"یہ تو بہت دلچسپ بات ہوگی۔ میں تیار ہوں۔" اینی نے کہا۔

"شکریہ اینی! اس طرح ہمارے لیے آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔" میں نے کہا۔ فوری طور پر جو ترکیب ذہن میں آئی تھی، وہ خاصی کارآمد معلوم ہوتی تھی۔ میں نے اینی کی رضامندی سے فائدہ اٹھایا۔ گونی مکلارنس نے ہوٹل سے میرا سامان بھجوا دیا تھا۔ اس میں وہ شیشی بھی موجود تھی جو پنگ لی نے اینڈریو کے ہاتھ بھجوائی تھی۔ میں اس عظیم تحفے کو زندگی بھر فراموش نہیں کر سکتا جس نے انتہائی نازک حالات میں میری مدد کی تھی۔

میک اَپ کے بعد اینی کے رخسار کچھ اُبھر گئے تھے اور پپوٹے سُوج جانے سے آنکھیں کچھ چھوٹی نظر آنے لگی تھیں۔ بس ان دو تبدیلیوں نے اس کی شکل اس قدر بدل ڈالی تھی کہ وہ آئینہ دیکھ کر خود حیران رہ گئی۔

"خدا کی پناہ۔ میں تو بالکل ہی بدل گئی۔"

"بالوں کے اسٹائل میں تھوڑی سی تبدیلی تمہیں یکسر بدل دے گی۔" میں نے کہا۔

"بالوں کا اسٹائل میں خود بدل لوں گی۔ اب تم اپنا میک اَپ کرو۔"

"پہلے والی شکل ٹھیک رہے گی۔" میں نے پوچھا۔

"تم اب کسی بھی شکل میں ہو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہاری روح کو پہچان گئی ہوں۔" اینی نے کہا اور میں نے دل ہی دل میں جواب دیا کہ اگر تم میری روح میں جھانک لو تو اسی وقت تمہارا دم نکل جائے گا۔

گونی مکلارنس سے تیسرے دن ملاقات ہوئی۔ وہ مجھے فون کر کے آیا تھا اور اس سے کھل کر باتیں کرنے کے لیے مجھے اینی کو بے ہوشی کی دوا دینی پڑی تھی۔ ورنہ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا اس کی محبت شدید ہوتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ اب وہ ایک لمحے کے لیے بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑتی تھی۔

گونی نے پُرجوش مصافحہ کیا تھا۔ "بڑی دلچسپ خبریں لایا ہوں تمہارے لیے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں منتظر ہوں۔"

"لندن کے گلی کوچے ہارڈ واگل رہے ہیں۔ اب تک ستره افراد مارے جا چکے ہیں۔" مکلارنس نے کہا۔

"خیریت کوئی فساد ہو گیا۔ ویسے یہاں اخبار نہیں آتے گونی!" میں نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"منگوا لیا کرو۔ اخبارات کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے۔ بہرحال تفصیل یہ ہے کہ لنکاسٹر اور روترے میں چل گئی ہے اور اس تصادم کے لیے تمہارے اس خادم نے کوشش کی ہے۔ کربی نوسٹر آج کل لنکاسٹر کا حاشیہ بردار ہے۔ اس کے لیے بس تھوڑی سی کوشش کرنی پڑی تھی۔ روترے، لنکاسٹر پر چڑھ دوڑا۔ ویسے لنکاسٹر کا پلہ بھاری ہے کیونکہ روترے کی بہ نسبت اسے زیادہ آسانیاں مہیا ہیں لیکن میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ آنے والا وقت لنکاسٹر پر بہت بھاری ہو گا۔"

"وہ کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"روترے بہت قرندہ ہے۔ وہ فرانس کے ایک روایتی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔"

"کیا روایت ہے اس خاندان کی؟" میں نے سوال کیا۔

"ایڈمنڈ دانتے اسی خاندان کا ایک فرد تھا۔ وہ آدم خور جو فرانس کے تیس انسانوں کو کھا گیا۔ سُنا ہے روترے کے خاندان میں کئی آدم خور پیدا ہوئے ہیں۔ وحشت اور درندگی اس خاندان کی فطرت ہے۔ روترے اگر لنکاسٹر سے ہلکا پڑا تو وہ یہاں سے چلا جائے گا لیکن اس کے بعد وہ نئی قوت کے ساتھ پھر واپس آئے گا۔"

"اوہ! دلچسپ بات ہے۔" میری حیرت میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"لندن پولیس بہت چوکس ہے آج کل۔ ان دونوں کے [illegible] میں بھڑ جانے کی وجہ سے جرائم میں کمی ہو گئی ہے۔ خیر! یہ باہر کی خبریں ہیں۔ تم یہاں کے حالات سناؤ۔ ویسے تمہارا یہ میک اَپ میرے لیے حیرت انگیز ہے۔ بڑا انوکھا میک اَپ ہے۔ مختصر لیکن کارآمد۔"

"اینی کو دیکھو گے؟" میں نے گونی مکلارنس سے پوچھا۔

"اس کا چہرہ بھی بدل دیا ہے؟"

"ہاں، وہ اس وقت بے ہوش ہے۔ تم چاہو تو اسے دیکھ سکتے ہو۔"

"ضرور دیکھوں گا۔ ویسے ایک اور خبر بھی ہے تمہارے لیے۔ اگر اخبارات دیکھتے تو تمہیں اب تک اس کا علم ہو چکا ہوتا۔ اینی پارکر کے اغوا کی خبر عام ہو گئی ہے۔ مسٹر میکائیل پارکر لندن آ گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی کئی ملکوں کی پولیس اینی پارکر کی تلاش میں مصروف ہو گئی ہے۔"

"گڈ! میکائیل پارکر نے تمہارے اس آدمی سے رابطہ قائم نہیں کیا جس کے ذریعے تم نے ان سے بات چیت کی تھی؟"

"کیا ہے۔ میکائیل پارکر فوری طور پر اس سے مذاکرات کا خواہش مند ہے لیکن میں نے خاموشی اختیار کر لی ہے۔ پولیس کی ہنگامہ خیزیاں کم ہو جائیں تو پھر کچھ بات شروع کی جائے۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور خیال بھی ہے میرے ذہن میں۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"لندن یا فرانس میں مسٹر میکائیل پارکر سے کوئی گفتگو نہیں کی جا سکتی۔ اس کے لیے کسی اور جگہ کا انتخاب کرنا پڑے گا۔" گونی مکلارنس نے بتایا۔

"لبنان۔" میں نے بے اختیار کہا۔

مکلارنس پُرخیال انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ "یہ نام تمہارے ذہن میں کس طرح آیا؟"

"اس لیے کہ میں لبنان جانا چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ویری گڈ۔ تمہیں وہاں پہنچانا میرا کام ہے لیکن اگر ہم معاملات طے ہونے کے بعد اینی کو اس کے باپ کے حوالے بیروت میں کریں تو اس سے سودے بازی ہمیں کہیں اور کرنی ہو گی۔ مثلاً اسپین یا ڈنمارک میں۔ ہم کسی طرح بھی اسے بیروت کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیں گے۔"

"مناسب بات ہے۔" میں نے کہا۔

"پھر بھی ایک الجھن میرے ذہن میں پیدا ہوتی ہے۔"

"کیا؟" میں بہت غور سے گونی کی باتیں سُن رہا تھا۔

"اس مخصوص تجارتی معاملے میں تم کیسے شریک ہو گئے؟" گونی نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"گونی! میں پاکستانی ہوں۔ ہم لوگوں کے بارے میں تمہیں مکمل معلومات حاصل نہیں ہیں۔ کسی سے دوستی ہو جائے تو پھر دنیا کی کوئی چیز ہمارے راستے میں مزاحم نہیں ہوتی، کوئی بھی چیز۔ سنو گونی مکلارنس! اینی کے سلسلے میں تم پارکر سے جو بھی رقم وصول کرو گے، اس کا ایک ڈالر بھی مجھ پر حرام ہے۔ میں اس میں سے کچھ نہیں لوں گا۔ جو چیز ہم پر حرام ہوتی ہے اسے استعمال کرنے کے بجائے ہم بھوکا اور پیاسا رہنا پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ اب اس سلسلے میں تمہیں کوئی ذہنی پریشانی لاحق نہیں ہونی چاہیے۔"

گونی کا چہرہ حیرت کی تصویر بن گیا تھا۔ وہ سکتے کے سے عالم میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر رُک رُک کر کہنے لگا۔ "اینی پارکر کے سلسلے میں حاصل ہونے والی رقم اتنی ہو گی علی کہ اس کا نصف حصہ بھی تمہیں بیروت کے دولت مند لوگوں کی فہرست میں لا کھڑا کرے گا۔"

"میں اس رقم کو ایک حقیر تحفے کی شکل میں اپنے دوست مکلارنس کو پیش کرتا ہوں۔"

"ناقابلِ یقین سی بات ہے۔ بہرحال ہم اس موضوع پر ابھی کوئی گفتگو نہیں کریں گے۔ گویا تمہاری طرف سے اجازت ہے کہ میں کہیں بھی اپنے طور پر میکائیل پارکر سے مذاکرات کر لوں؟"

"اب وہ تمہارا مسئلہ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ بیروت روانگی کے لیے تیاریاں کر لو۔ ہاں ذرا میں اس کا میک اَپ بھی دیکھ لوں۔" گونی کھڑا ہو گیا۔ میں اُسے لیے ہوئے اس کمرے میں آ گیا جہاں اینی اپنے بستر پر گہری نیند سو رہی تھی۔ مکلارنس اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"حیرت انگیز! یقیناً حیرت انگیز۔ علی! یہ فن تم نے کہاں سے سیکھا۔ میک اَپ کا یہ انداز میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کوئی اسے اینی نہیں کہہ سکتا جب کہ اس میں کوئی نمایاں تبدیلی بھی نہیں کی گئی۔"

"بس، یہ میرے ہالی وُوڈ کے ایک دوست کا تحفہ ہے۔"

"اوہ! ہالی وُوڈ تو مرکز ہے ان چیزوں کا۔ بڑا کامیاب میک اَپ ہے۔ خیر فی الوقت یہاں سے جلد از جلد نکلنے کا معاملہ زیرِ غور ہے۔"

"ہاں گونی! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے یہاں سے نکل جائیں۔ تمہیں ہمارے کاغذات تیار کرانے ہوں گے۔ نئی نئی شادی کر کے ہم ہنی مون منانے بیروت جائیں گے۔ میرے خیال میں تھوڑی سی کوشش کے بعد یہ کام ہو سکتا ہے۔"

"یقیناً ہو سکتا ہے۔ تم نیل سے کہہ کر اس کی اور اپنی تصویریں بنوا لو۔ یہ تصویریں کل مجھے مل جانی چاہییں۔ باقی کام میں خود کر لوں گا۔ ونڈر فل آئیڈیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ لندن کے کسی نواحی علاقے میں تمہاری ایک شادی بھی کرا دی جائے اور تم مقدس پادری کی دعاؤں کے ساتھ بیروت کا سفر کرو۔"

"اوہ، نہیں مکلارنس! میں ضرورتاً بھی اس کے لیے تیار نہیں ہوں کیونکہ وہ یہودی ہے۔ شادی خواہ کسی بھی مذہب کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تحت ہو، ایک تقدس رکھتی ہے اور میں اس تقدس کو مجروح نہیں کر سکتا۔"

"پھر فرضی طور پر کسی پادری سے کاغذات حاصل کرنے ہوں گے۔ خیر! اس کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ ویسے بہترین طریقہ سوچا ہے تم نے۔ اب میں سب کچھ ٹھیک کرلوں گا۔" گونی نے مطمئن انداز میں کہا۔

تھوڑی دیر تک وہ میرے ساتھ رہا۔ پھر وہ رخصت ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں خوش آئند خیالات میں کھو گیا۔ حالات کسی قدر موافق ہو گئے تھے اور اب اُمید بندھ گئی تھی کہ شاید میں اپنی منزل پا جاؤں۔

دوسرے دن ناشتے کی میز پر اینی نڈھال سی تھی۔ یہ اس دوا کا اثر تھا جو اس کے اعصابی نظام پر اثر انداز ہوئی تھی۔ میں اس کی دل جوئی کرنے لگا۔

"پتا نہیں کیوں میرے دل پر ایک بوجھ سا ہے۔ میں تو قید رہ کر بور ہو گئی ہوں۔ خواہ مخواہ اس طرح گھر سے باہر نکلی۔ ایک بات بار بار ذہن میں آ رہی ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ جاؤں اور وہاں اپنے بارے میں تفصیل بتا کر حکومت کی تحویل میں چلی جاؤں۔ مجھے یقین ہے حکومت میری مدد کرے گی اور مجھے واپس پہنچا دیا جائے گا۔"

"خیال بُرا نہیں ہے۔ میں تمھیں اس سے نہیں روکوں گا، یہ تمھارا حق ہے۔" میں نے جواباً کہا۔

"تمھاری کیا رائے ہے پیڈرو؟" اینی نے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ میں تم سے متفق ہوں۔"

"تو پھر کیا خیال ہے، کب لے چلو گے مجھے؟" اینی نے کہا۔

"میں تمھیں پولیس ہیڈ کوارٹر تک پہنچا دوں گا۔ ظاہر ہے اس کے بعد معاملات تمھیں خود طے کرنے ہوں گے۔"

"کیوں، تم میرے ساتھ نہیں ہو گے؟"

"میں؟" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کیا بات ہے پیڈرو! تم اداس کیوں ہو گئے؟" اُس نے چونک کر پوچھا

"میں اس انداز میں تمھارا ساتھ کس طرح دے سکتا ہوں اینی! یہاں میری آمد کے ذرائع قانونی نہیں ہیں اور پھر پولیس صرف تمھاری مدد کرے گی میری نہیں۔ ظاہر ہے میں خود کو پولیس کی تحویل میں دینا پسند نہیں کروں گا۔"

"میں تمھاری وکالت کروں گی پیڈرو! میں انھیں بتاؤں گی کہ کس طرح تم نے میری مدد کی ہے اور تمھاری وجہ سے . . . ."

"سوری اینی! میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے میں صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ تمھیں تمھاری پسند کی جگہ پہنچا دوں، اس کے بعد . . ." میں نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"گویا تم میرے ساتھ نہیں ہو گے۔"

"نہیں اینی!" میں نے پژمردہ لہجے میں کہا۔

"تو پھر تکلف سے کام کیوں لے رہے ہو؟ اگر تمھیں یہ تجویز پسند نہیں ہے تو منع کر دو۔ میں تمھاری کسی بات سے انحراف کب کر رہی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے پاس آ گئی۔

"نہیں اینی ڈیئر! مجھے تمھاری پریشانی کا احساس ہے۔"

"تمھارے ساتھ رہ کر اب اتنی پریشان بھی نہیں ہوں۔ بس یونہی بوریت ہونے لگی تھی۔"

"اینی! اگر تم اپنے کسی عمل میں اپنے لیے بہتری سمجھتی ہو تو یقین کرو میں تمھاری راہ کا پتھر نہیں بنوں گا۔ ویسے میں اپنے طور پر بھی خاموش نہیں بیٹھا ہوں مسلسل عمل کر رہا ہوں۔"

"تو پھر اتنے سنجیدہ کیوں ہو گئے۔ میں نے تو ایک تجویز پیش کی تھی۔"

"میں نے گونی سے بات کی ہے۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ وہ ہم لوگوں کو بیروت پہنچا دے۔ میں نے اس کے لالچ کو مزید ہوا دی ہے اور کہا ہے کہ بیروت پہنچ کر ہم مسٹر پارکر سے رابطہ قائم کریں گے اور انھیں رقم کی فراہمی کے لیے مجبور کر دیں گے۔ گونی میری باتوں میں آ گیا ہے اور ہماری روانگی کی تیاریاں کر رہا ہے۔ میں نے اس کے سامنے ایک اور تجویز بھی پیش کی ہے۔"

"وہ کیا؟" اینی نے پوچھا۔

"یہاں سے ہم ایک نئے شادی شدہ جوڑے کی حیثیت سے نکل جائیں جس کا مقصد ہنی مون منانے کے لیے بیروت جانا ہو گا۔ ہمارے بدلے ہوئے چہرے کسی کو شبہے کا موقع ہی نہیں دیں گے۔"

"بڑی مبارک تجویز ہے۔ اس میں ذرا سی ترمیم اور کر لی جائے تو کیا ہرج ہے پیڈرو؟" اینی دفعتاً مسکرا پڑی۔ اس کا موڈ ایک دم خوش گوار ہو گیا تھا۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ "یہ شادی نمائشی کیوں ہو؟ ہم اسے حقیقت کا رُوپ کیوں نہ دے دیں؟"

"میں نے بمشکل تمام خود پر قابو پایا تھا۔ پھر میں نے

پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "نہیں اینی! یہ کام ان حالات میں ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں؟" اس نے اُداس لہجے میں پوچھا۔

"اس طرح مجھ میں اور اُن لوگوں میں کیا فرق رہ جائے گا جو تمھیں اغوا کر کے تمھارے باپ سے دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟"

"یہ فرق تو میں سمجھتی ہوں۔" اینی نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن تمھارے پاپا نہیں سمجھیں گے۔"

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"صورتِ حال بالآخر اُن کے علم میں آ جائے گی۔ اُنھیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ میں تمھیں جرائم پیشہ لوگوں کے کئی گروہوں سے بچا کر لایا ہوں۔ وہ میرے شکر گزار ہوں گے اینی! لیکن جب اُنھیں یہ معلوم ہو گا کہ میں نے تم سے شادی کر لی ہے تو وہ سوچیں گے کہ میں نے بھی وہی سب کچھ کیا ہے جو دوسرے کرنا چاہتے تھے۔ میں نے دولت مند بننے کے لیے یہ چال چلی ہے۔ سمجھ رہی ہو اینی؟"

"لیکن کیا تم مجھ سے شادی نہیں کرو گے پیڈرو؟" وہ پریشان ہو کر بولی۔

"ضرور کروں گا مگر تمھیں تمھارے پاپا کی تحویل میں دینے کے بعد۔ اس وقت جب تمھارے پاپا خود مجھ سے اس موضوع پر بات کریں گے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

اینی کچھ سوچنے لگی پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں سمجھ رہی ہوں میں تمھارا مقصد سمجھ گئی۔ بیشک وہ ایک باوقار انداز ہو گا۔ ہاں ٹھیک ہے میں تم سے متفق ہوں۔ میری سوچ غلط تھی۔ یہ تو سچ ہے کہ پاپا اس بات سے خوش نہیں ہوں گے مگر پیڈرو! جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے نکل چلو۔"

"میری بھی یہی خواہش ہے اینی! ابھی تھوڑی دیر کے بعد نیلی ہماری تصویریں بنوائے گی۔ یہ تصویریں ہمارے نئے پاسپورٹ وغیرہ کے لیے ضروری ہیں۔" میں نے کہا اور اینی ہنسنے لگی۔ وہ اس تصور سے بہت خوش نظر آتی تھی۔

❋

اولیو ہاورڈ اپنے تمام ذرائع استعمال کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ مجبور ہو کر اُس نے اخبارات میں میری تصویریں بھی دے دیں اور میری گرفتاری پر ایک بھاری رقم انعام میں دینے کا اعلان بھی کر دیا لیکن یہ اشتہار اُس نے اپنی طرف سے نہیں دیا تھا، بلکہ اس میں ایک صیہونی ادارہ ملوّث تھا۔ اشتہار میں مجھے ایک جنونی قاتل اور یہودیت کا بدترین دُشمن ظاہر کیا گیا تھا۔

اس کے یہ الفاظ تو میرے لیے اعزاز کی حیثیت رکھتے تھے لیکن پھر بھی میں نے یہ اخبارات اینی سے چھپا لیے کیونکہ وہ میری اصلی شکل بھی دیکھ چکی تھی۔ اس طرح سارا کھیل ہی بگڑ جاتا۔

بالآخر گونی نے ایک دن فون پر اطلاع دی کہ وہ مسٹر اور مسز آرمارک کے لیے سیٹیں بک کرانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ "کل دوپہر دو بجے تم لندن چھوڑ دو گے دوست! ساری تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں۔"

"ویری گڈ گونی! مگر روانگی سے قبل تم سے ملاقات...؟"

"محترمہ کو سکون کی نیند سُلا دینا۔ میں ساڑھے گیارہ بجے تمھارے پاس پہنچوں گا۔"

"او کے! میں انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ میرے بدن میں مسرت کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ شاید لندن کی مصیبتوں کے دن بھی ختم ہو گئے تھے۔ بڑی طوفانی زندگی گزاری تھی۔ یہ چند ماہ ہزاروں سال کی مانند محسوس ہو رہے تھے۔ حالانکہ زیادہ پُرانی بات نہیں تھی۔ بہت مختصر وقت گزرا تھا، جب میں یونیورسٹی کا ایک ہونہار طالب علم تھا اور زندگی میں حصولِ علم کے سوا اور کوئی خواہش نہیں تھی۔ پھر تقدیر نہ جانے کہاں کہاں لے گئی اور اب میں ایک سفاک قاتل اور دو ملکوں کا مجرم تھا۔

مجھے خود پر ہنسی آ گئی لیکن پھر اندر سے اُبھرنے والے ایک جذبے نے ڈھارس بندھائی۔ جذبہ ہی تو رُوح ہے۔ جذبہ ہی تو زندگی ہے۔ اگر انسان کی زندگی کا کوئی مقصد نہ ہو تو پھر اس میں اور کسی بے جان پتھر میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ اگر تعلیم حاصل کر لیتا تو وکیل بن جاتا، جج بن جاتا۔ بلاشبہ ایک باعزت زندگی کے حصول میں کامیاب ہو جاتا لیکن کوئی انفرادیت تو نہ ہوتی وہی گھر بار، بیوی، بچے، ایک عام سی زندگی لیکن اب میرے سامنے ایک مقصد تھا۔ وطن سے دربدر کر دیے جانے والے اپنے گھروں کے دروازوں کو حسرت سے تکنے والے، اپنے وقار کے لیے جنگ کر رہے تھے۔ میں اس جنگ میں اُن کا ساتھی بننے کا خواہش مند تھا۔ میری زندگی کا صرف ایک مقصد تھا۔ اُن کے شانہ بشانہ غاصبوں سے جنگ کروں اور ان کی آزادی کے سورج کو اپنی آنکھوں سے طلوع ہوتے ہوئے دیکھوں یا پھر اس مقصد کے لیے اپنی جان دے دوں۔ میں نے اپنی قوتیں، اپنی صلاحیتیں محفوظ رکھی تھیں۔ یہ میرے پاس اُن کی امانت تھیں اور ابھی تک میں نے اس امانت میں خیانت نہیں کی تھی۔ ورنہ سرزمینِ قصور کسی بے بس کو جنم نہیں دیتی۔ اس کے سپوت مرنے مارنے کا فن خوب جانتے ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اینی کو میں نے ابھی تک اطلاع نہیں دی تھی۔ البتہ نیلی نے میری ہدایت کے مطابق اس کی کافی میں بے ہوشی کی دوا ملا دی تھی۔ چنانچہ کافی پینے کے بعد وہ اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہو گئی۔ اور میں گونی کا انتظار کرنے لگا۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے گونی آ گیا۔ وہ اسی گرم جوشی کے ساتھ مجھ سے ملا تھا۔ پہلے وہ مجھے شہر کے حالات سناتا رہا۔ ایڈمنڈ روتھ سے فرانس واپس چلا گیا تھا۔ لنکاسٹر کے آدمی اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ شاید لنکاسٹر بھی روتھ کے تعاقب میں چلا گیا تھا اور شہر میں امن و امان تھا۔ کربی فوسٹر شدید زخمی ہو کر اسپتال پہنچ گیا تھا اور لیو ہاورڈ اپنے طور پر مسلسل کارروائیوں میں مصروف تھا۔ یہ تمام رپورٹیں دینے کے بعد گونی نے اپنا بریف کیس کھولا اور اس میں سے پاسپورٹ نکال کر میرے سامنے ڈال دیے۔

"یہ تمہارا اور اینی پارکر کا پاسپورٹ ہے۔ مسز آر مارک کا نام جولیا آر مارک ہے، تم دونوں کی شادی پندرہ دن قبل سینٹ جوزف کے گرجا گھر میں ہوئی ہے۔ یہ اس کے تمام کاغذات موجود ہیں۔ بیروت میں تمہارا قیام ہلٹن ہوٹل میں ہوگا۔ ہلٹن کا روم نمبر چوبیس تمہارے نام بک کر دیا گیا ہے لیکن بہتر یہ ہوگا علی کہ ہلٹن میں مقیم ہونے کے بعد تم فوری طور پر اپنی رہائش گاہ تبدیل کر لو........ میں ان تمام حالات کو سامنے رکھنا چاہتا ہوں جو تمہاری روانگی کے بعد پیش آ سکتے ہیں۔ مسٹر پارکر کو اشارات بھیج دیے گئے ہیں اور وہ ریڈ روڈ میں اس گفتگو کے لیے ستائیس تاریخ کو پہنچ جائیں گے۔ میں وہاں بذات خود ان سے یہ کاروبار گفتگو کروں گا۔ اس دوران ہماری ملاقات نہیں ہوگی لیکن جوزف بیڈر اور مائیکل آرتھر نامی دو افراد جن کا قیام رین بو اسکوائر کے فلیٹ نمبر بارہ میں ہے، [illegible] تمہارے ساتھ رہیں گے۔ بلکہ شاید ائیرپورٹ پر بھی وہی تمہیں ریسیو کریں گے۔ ان لوگوں سے تم اپنی ہر ضرورت بیان کر سکتے ہو۔ وہ بیروت کے مقامی باشندے ہیں۔ ان کا تعلق لندن ہی سے ہے لیکن طویل عرصے سے وہ بیروت میں قیام پذیر ہیں۔ میں نے انھیں تمہارے بارے میں مکمل ہدایات دے دی ہیں۔ بیروت میں تم ہر طرح سے محفوظ رہ سکو گے۔ کیونکہ ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اور سرکاری طور پر بھی وہ اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ یہ سب کچھ میں نے اس لیے کیا ہے کہ تمہیں وہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔ یہ تمہارے ہوائی ٹکٹ ہیں۔ طیارہ ٹھیک دو بج کر دس منٹ پر روانہ ہو جائے گا۔ فارن ایکسچینج کا بندوبست کر لیا ہے لیکن بیروت میں تمہیں وہاں کی کرنسی جس قدر چاہو گے مل جائے گی۔ عیش و عشرت سے گزر کرنا لیکن کسی کو یہ شبہ نہ ہونے پائے کہ تم وہ نہیں ہو جو نظر آتے ہو، اس کے علاوہ اگر کوئی اور بات ہو تو مجھے بتاؤ علی!"

"نہیں، میرا خیال ہے مزید کچھ نہیں رہ جاتا۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر پارکر سے گفتگو کے بعد جو صورت حال بھی ہوگی میں تمہیں اس کی فوری طور پر اطلاع دوں گا، حالانکہ تم مجھے اس کا حق دے چکے ہو کہ میں معاملے کی بات خود ہی سے کر لوں لیکن پھر بھی میرے اپنے جو احساسات ہیں تم اس کی نفی نہیں کر سکتے۔" گونی مسکرا کر بولا۔ جواباً میں بھی مسکرانے لگا۔

"ٹھیک ہے گونی میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اینی پارکر کے کیس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے، تم جس طرح چاہو اپنی تسلی کر لو۔"

"خیر چھوڑو۔" گونی مکلارنس مسکرا کر بولا۔ "یہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ کل ساڑھے بارہ یا ایک بجے تم گھر سے نکل جاؤ گے۔ براؤنسن تمہیں ائیرپورٹ لے جائے گا۔ ممکن ہے ائیرپورٹ پر ہاورڈ کے آدمی ہوں۔ تمہیں اس صورت حال کا خیال رکھنا ہے۔ کیونکہ ہاورڈ ذہنی طور پر بھی شیطان سے کم نہیں ہے۔"

گونی مجھے ہدایات دیتا رہا اور میں انھیں ذہن نشین کرتا رہا آخر میں گونی مسکرا کر بولا۔ "اس کے علاوہ دو سوٹ کیس کل صبح تمہارے پاس پہنچ جائیں گے جن میں موجود اشیا اس بات کا ثبوت ہوں گی کہ تم دونوں نئے شادی شدہ ہو۔ یوں بھی اینی جیسی لڑکی کے ساتھ بیروت کے حسین ماحول میں تمہارا ہنی مون بہت شاندار رہے گا۔"

میں بھی مسکرانے لگا تھا۔

❁

یہ رات سونے کی رات نہیں تھی۔ کوشش کے باوجود مجھے نیند نہیں آئی۔ بس ذہن میں عجیب و غریب خیالات آ رہے تھے۔ زندگی کا نیا موڑ آ گیا تھا اور شاید یہ نئی زندگی کے آغاز کا آخری مرحلہ تھا پھر اس کے بعد کا تصور تو دلوں کی دھڑکنیں تیز کر دیتا تھا۔

ساری رات یونہی گزر گئی۔ نیند نہ آنے کی وجہ سے کسلمندی ضرور طاری تھی لیکن اس کے باوجود اضمحلال نہیں تھا۔ صبح کو ناشتے پر میں نے اینی کو یہ خبر سنائی۔

"ہم بیروت چل رہے ہیں اینی!"

"کب؟" اس کا ہاتھ رک گیا۔

"آج دو بج کر دس منٹ پر فلائیٹ ہے۔" میں نے کہا اور اینی کے چہرے پر بے اندازہ خوشی کے سائے رقص کرنے لگے۔

"کیا واقعی پیڈرو! انتظامات مکمل ہو گئے؟"

"ہاں سیٹیں بھی بک ہو چکی ہیں۔"

"اوہ! ونڈرفل...... ونڈرفل... میں بے حد مسرور ہوں پیڈرو! ہم زیادہ عرصے وہاں قیام نہیں کریں گے۔ کیا گونی نے یہ انتظامات کیے ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"اسی لالچ کے تحت کیے ہوں گے۔" اینی نے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔

"سو فیصد۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا یاد کرے گا یہ گونی مکلارنس بھی۔ ہم اسے ایسی چوٹ دیں گے کہ زندگی بھر یاد رکھے گا بلکہ میرا تو ایک اور مشورہ ہے پیڈرو! یوں کرنا کہ اس کمینے انسان کو اسی لالچ میں رکھنا اور بظاہر اس کے پروگرام پر عمل کرتے رہنا۔ پھر جب وہ رقم وصول کرنے آئے تو اس کے پورے بدن میں سیسہ اتار دینا۔ اسے سزا تو ملنی ہی چاہیے۔" اینی کے بے اختیار جذبوں نے شدید غصے کا رنگ اختیار کر لیا تھا۔

"اس سلسلے میں مسٹر پارکر سے مشورہ کر لیں گے۔"

"اگر تم یہ کام کر لو گے تو پاپا تمہارے گرویدہ ہو جائیں گے اور اس کے بعد ہمیں اپنے مقصد کے حصول میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ پاپا سمجھ لیں گے کہ تم ایک مخلص انسان ہو اور ان کے بہترین مفاد کے خواہاں ہو۔"

"یہ ساری باتیں بیروت چل کر سوچیں گے۔ فی الوقت تو تم سفر کی تیاریاں کرو۔ بس ہم یہاں سے ساڑھے بارہ بجے نکل چلیں گے اور سنو! ائیرپورٹ پر سخت محتاط رہنا ہے۔ نہ جانے کتنی آنکھیں اجنبی لوگوں کی نگراں ہوں گی ہمیں ایک ایسے جوڑے کی اداکاری کرنی ہے جس کی نئی نئی شادی ہوئی ہے جو ایک دوسرے میں گم رہتا ہے اور کسی دوسری چیز پر توجہ نہیں دیتا۔"

"تو کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ تمہارے علاوہ میں کچھ اور سوچتی بھی نہیں پیڈرو!" اینی نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے یقین ہے۔" میں اس کے ارادوں کو بھانپ کر بولا۔ پھر نیلی نے اچانک اندر آ کر میری مشکل حل کر دی۔

"کسی اور چیز کی ضرورت ہے جناب؟" نیلی نے آتے ہی پوچھا۔

"نہیں نیلی! شکریہ۔"

"تو پھر باہر تشریف لے آئیے۔ آپ کے سوٹ کیس تیار [illegible] سامان [illegible] کے بارے میں ہمیں ہدایات دے دیں۔"

"سوٹ کیس؟" اینی نے پوچھا۔

"ہاں بھئی ہنی مون منانے جا رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ ضروری سامان تو ہونا ہی چاہیے۔"

"کیا ضروری سامان؟" اینی پارکر نے سوال کیا۔

"مثلاً لباس اور ایسی ہی دوسری چیزیں جو کسی بیرونی سفر میں کام آ سکیں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ واقعی ذرا دیکھوں تو کیا کیا انتظامات ہوئے ہیں۔" اینی بولی اور پھر ہم نیلی کے ساتھ اس کمرے میں آ گئے جہاں دو شاندار سوٹ کیس رکھے ہوئے تھے۔

میرے دوست نے کافی ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ زرق برق لباس اور ضروریات کی ایسی چھوٹی موٹی چیزیں اینی کے سوٹ کیس میں موجود تھیں جو کسی نئی دلہن کے استعمال کی ہوتی ہیں۔ میرے سوٹ کیس میں بھی ضرورت کی ساری اشیا موجود تھیں۔

نیلی ہمارے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ وہ بھی جواباً مسکرانے لگی۔ "اور کچھ جناب؟"

"نہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے میرا دوست ان معاملات سے بخوبی واقف ہے۔ اس نے جو انتظامات کیے ہیں، شاید میں خود بھی نہ کر پاتا۔" میں نے کہا اور نیلی ہنس پڑی۔

دوپہر کو ہم نے بہت مختصر لنچ کیا تھا۔ براؤنسن کی آمد کی اطلاع نیلی نے دی اور ملازموں نے ہمارا سامان کار میں رکھ دیا۔ پھر ہم کار میں بیٹھ کر ائیرپورٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں اپنے اس وقت کے احساسات بیان نہیں کر سکتا۔ عجیب سی کیفیت تھی۔ اعصاب میں کھنچاؤ پیدا ہو رہا تھا اور ذہن پر عجیب سا بوجھ تھا۔ ائیرپورٹ تک کا راستہ خاموشی سے طے ہوا۔ جب ہمارا سامان کسٹم میں پہنچ گیا تو میں اینی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر امیگریشن کے دفتر میں داخل ہو گیا۔

نوجوان کسٹم آفیسر نے مسکراتی نگاہوں سے ہمیں دیکھ کر اخلاقاً مبارک باد پیش کی تھی، جس کا ہم دونوں نے خوش دلی کے ساتھ شکریہ ادا کیا تھا۔ میری نگاہیں اطراف میں بھٹک رہی تھیں۔ کئی مشتبہ افراد نظر آئے جو یونہی آوارہ گردی کر رہے تھے۔ پولیس بھی موجود تھی اور یہ ذہین لوگ ہر آنے جانے والوں پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے۔

اینی کچھ ضرورت سے زیادہ ہی اداکاری کر رہی تھی۔ مجھے اس کے طرزِ عمل سے وحشت محسوس ہو رہی تھی مگر اس کی یہ اداکاری یہاں کے لوگوں کے لیے تعجب خیز نہیں تھی۔ خدا خدا کر کے سارے معاملات سے فارغ ہوا [illegible] پاسپورٹ وغیرہ ہمیں واپس کر دیے گئے اور پھر مسافروں کے لیے جہاز پر جانے کا اعلان ہوا۔ میرے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔ بس یوں لگ رہا تھا جیسے کسی طرف سے کوئی جیپ دوڑتی ہوئی آئے گی اور ہمارے گرد گھیرا ڈال دیا جائے گا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ جہاز کی سیڑھیوں کے نزدیک کھڑی ہوئی ائیر ہوسٹس نے ہمارا خیر مقدم کیا اور پھر ہم سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ دوسرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دروازے پر موجود ایئر ہوسٹس نے ہمیں ہماری سیٹیں دکھا دیں اور پھر ہم جہاز میں بیٹھ گئے۔

اینی تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہی تھی لیکن میں اپنی اس وقت کی کیفیت کو بیان نہیں کرسکتا، بس دل چاہ رہا تھا کہ فوری طور پر سارے کام مکمل ہو جائیں اور جہاز فضا میں پرواز کر جائے۔ امریکہ سے لندن آتے ہوئے بھی میری یہی کیفیت تھی مگر لندن میں بھی تقدیر نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔ بہرصورت مجھے یقین تھا کہ اب میں اپنے پریشان کن حالات سے نکل جاؤں گا اور بیروت کی فضا مجھے راس آئے گی۔

آخر یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا۔ مسافروں سے بیلٹ کسنے کی درخواست کی گئی اور چند لمحوں بعد طیارہ فضا میں بلند ہو گیا۔ جب وہ سیدھا ہو کر آگے بڑھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ذہن سے ناقابلِ برداشت بوجھ اتر گیا ہو۔ میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

٭

گونی مکلارنس نے میری پرخلوص مدد کی تھی۔ خاص طور سے میری شخصیت سے واقف ہونے کے باوجود بھی اس نے میری جو مدد کی تھی، اس سے میں بہت متاثر تھا۔ دل ہی دل میں میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ بیروت میں رہ کر کچھ دن اور صبر کروں گا۔ اس وقت تک جب تک مکلارنس، اینی کو اپنی تحویل میں نہ لے لے اور اس کے باپ سے سودے بازی مکمل نہ کرلے۔ مجھے اینی سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ میں کسی یہودی لڑکی کے ساتھ اس سے بہتر سلوک نہیں کرسکتا تھا کہ اُسے ہلاک نہ کروں۔ یہ بہت بڑا احسان تھا اینی پر ورنہ شہناز میری نگاہ میں تھی۔ اس کی خلش آج بھی میرے دل میں موجود تھی۔ اینی کو بھی اسی طرح قتل کر کے مجھے کافی سکون مل سکتا تھا۔ ہرچند کہ میں شہناز کے قاتلوں کو کیفرِ کردار تک پہنچا چکا تھا لیکن دل کی آگ میں ابھی کمی کہاں ہوئی تھی۔ یہ آگ تو میرے پورے وجود میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس آگ کو سرد کرنے کے لیے تو ابھی نہ جانے کتنے خون کی ضرورت تھی۔

طیارے کے خاموش ماحول میں کئی بار میں مسافروں کو دیکھ چکا تھا۔ ویسے میری ان نگاہوں کا کوئی مقصد نہیں تھا۔ شروع میں، میں نے ان مسافروں کا گہرا جائزہ لیا تھا۔ اس شبہے کے تحت کہ کہیں ان میں کوئی ہاورڈ کا آدمی نہ ہو یا کوئی ایسی شخصیت جو میرے لیے خطرناک ثابت ہو۔

مگر یہ صرف میرے دل کا چور تھا۔ گونی مکلارنس نے اپنے اختیارات کا بہترین استعمال کیا تھا۔ ورنہ پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات کا حصول اتنا آسان تو نہیں ہوسکتا تھا اور پھر باقی کام بھی اس نے تسلی بخش طور پر انجام دیے تھے۔ کہیں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ہر چیز اطمینان بخش نظر آرہی تھی پھر اچانک طیارے میں کچھ ہلچل سی پیدا ہوگئی۔ کچھ غیر معمولی آوازیں اُبھری تھیں۔ پھر ایک نسوانی چیخ سنائی دی اور ایک ایئر ہوسٹس بے اختیار دوڑتی ہوئی پائلٹ کیبن کی طرف بڑھی۔ اسی وقت سیٹوں کے درمیان سے ایک سفید پنڈلی برآمد ہوئی اور ایئر ہوسٹس کے پیروں میں اُلجھ گئی۔ ایئر ہوسٹس ایک تیز چیخ کے ساتھ نیچے گری تھی۔ جس عورت نے اسے گرایا تھا، وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر بولی۔

”مسافروں سے التماس ہے کہ اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہیں، کسی نے کوئی جنبش کی تو اپنی موت کا ذمے دار خود ہوگا۔“ میں نے اس لڑکی کو غور سے دیکھا۔ بیس بائیس سال سے زیادہ کی نہیں ہوگی۔ اس کے ہاتھ میں ننھا سا آٹومیٹک پستول دبا ہوا تھا۔ پھر میں نے عقبی حصے میں دیکھا۔ باتھ روم کے پاس ایک نوجوان سوٹ میں ملبوس کھڑا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں پستول تھا اور دوسرے میں اس نے کوئی چیز سنبھال رکھی تھی جو یقیناً دستی بم تھا۔

پائلٹ کیبن میں بھی کچھ ہو رہا تھا کیونکہ چند ہی لمحات کے بعد دو افراد ہاتھ سر پر رکھے دہشت زدہ سے انداز میں باہر نکل آئے۔ مسافروں کے چہرے خوف سے سفید پڑ گئے تھے۔ عورتوں کی گھٹی گھٹی چیخیں اُبھر رہی تھیں اور لڑکی کہہ رہی تھی۔

”آپ لوگوں کی بقا اسی میں ہے کہ خاموش بیٹھیں اور ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ کسی مسافر کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ ہاں اپنی جگہ سے جنبش کرنے والے کو گولی مار دی جائے گی۔“

مسافر ساکت و جامد ہو گئے۔ آوازیں رُک گئیں۔ پھر پائلٹ کیبن سے اعلان ہوا۔ ”اٹینشن پلیز۔ اٹینشن پلیز۔ طیارہ ہائی جیک ہو گیا ہے۔ ہائی جیکرز خطرناک ہتھیاروں سے مسلح ہیں۔ براہِ کرم مسافر خاموش اور پُرسکون رہیں۔ ہائی جیکرز سے اُلجھنے کی کوئی کوشش نہ کی جائے۔ ہم ان سے گفت و شنید کر رہے ہیں۔ ان سے بات چیت کرنے کے بعد ہم آپ کو طیارے کے اُترنے کے مقام سے آگاہ کریں گے۔“

مسافر

صورتِ حال سے تو آگاہ ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود پائلٹ کیبن سے یہ اعلان سُن کر بہت سی چیخیں اُبھری تھیں اور اس کے بعد مکمل خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ ہر شخص اس طرح ساکت ہو گیا تھا جیسے اس کی ذرا سی جنبش طیارے کی تباہی کا باعث بن سکتی ہے۔

میں گہری نظروں سے ہائی جیکرز کو دیکھ رہا تھا اور میرے سینے میں مسرت کا ایک سمندر موجزن تھا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ فلسطینی تھے۔ شکل و صورت اور خدوخال سے یہی اندازہ ہوتا تھا۔ دل میں اپنائیت محسوس کرنے کے باوجود ابھی کسی جذباتی کارروائی کا موقع نہیں تھا۔ وہ لوگ ابھی مجھ پر یقین نہیں کرسکتے تھے اور ان حالات میں خود کو ظاہر کرنا بھی میرے لیے مناسب نہیں تھا۔

چنانچہ میں خاموشی سے اُن کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ پھر بھی میری نگاہیں چاروں طرف بیٹھے مسافروں کا جائزہ لے رہی تھیں اور میں دل ہی دل میں اس بات کا تہیہ کیے ہوئے تھا کہ اگر ہائی جیکرز کے خلاف کوئی ایسی کارروائی ہوئی جس کا انھیں قبل از وقت اندازہ نہ ہوسکا اور وہ کسی خطرے میں گرفتار ہو گئے تو پھر میری مداخلت ایک یقینی امر تھی۔ میں اس جذباتی صورتِ حال کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

ابھی یہ نہیں معلوم ہوسکا تھا کہ ہائی جیکرز کی تعداد کتنی ہے؟ بہرحال تین افراد کو میں دیکھ چکا تھا جن میں دو نوجوان لڑکے تھے اور ایک لڑکی۔ تینوں کی عقابی نگاہیں طیارے کے تمام مسافروں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ میں نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ وہ لوگ حد سے زیادہ محتاط اور ہوشیار نظر آرہے تھے۔

”ڈارلنگ!“ اینی پارکر کی مدھم آواز کانوں میں اُبھری اور میں چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کی شکل دیکھ کر مجھے ہنسی آنے لگی تھی۔

”اینی!“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تم ہنس رہے ہو اور میری جان نکلی جا رہی ہے۔“ اینی نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔ ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تم اس قدر مطمئن کیوں ہو؟“

”غیر مطمئن ہونے سے بھی کیا حاصل ہوگا۔“ میں نے انتہائی بے نیازی کے ساتھ کہا۔

”اب کیا ہوگا؟“ اینی کی آواز شکست خوردہ محسوس ہو رہی تھی۔

”بدقسمتی سے ابھی تک اُن لوگوں نے مجھے اپنا پروگرام نہیں بتایا۔ کیا میں اُن سے معلوم کروں؟“

یہ کہہ کر میں نے مصنوعی انداز میں اپنی جگہ سے جنبش کی مگر اینی نے فوراً مجھے روک لیا۔ میرے بازو پر اس کے دونوں ہاتھوں کی گرفت بہت مضبوط تھی۔

”نہیں نہیں خدا کے لیے نہیں، اپنی جگہ سے جنبش نہ کرو۔ وہ وارننگ دے چکے ہیں۔“ اینی خوفزدہ لہجے میں بولی۔

”تمھاری مرضی۔“ میں گہری سانس لے کر ساکت ہو گیا۔

پائلٹ کیبن میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی مگر یہ خاموشی عارضی ثابت ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد مائیک پر آواز اُبھری۔

”اٹینشن پلیز! اٹینشن پلیز! آپ لوگوں کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ طیارہ اب ہمارے قبضے میں ہے۔ یہ جہاز قاہرہ میں اتارا جانے والا تھا لیکن وہاں کی موسمی رپورٹ اچھی نہیں ہے، اس لیے اب یہ ڈاسن فیلڈ پر اترے گا جو صحرائے اردن میں ہے۔ تمام مسافر توجہ دیں۔ آپ لوگ خواہ کسی بھی ملک، کسی بھی قوم سے تعلق رکھتے ہوں ہمیں کسی سے کوئی غرض نہیں ہے۔ ہم صرف ایل آئی کے ایک طیارے کو اغوا کرنے والے ان آٹھ فلسطینیوں کی رہائی کے خواہش مند ہیں جو تل ابیب جیل میں قید ہیں۔ حکومتِ اسرائیل نے اگر ہماری یہ بات مان لی تو آپ لوگوں کو طیارے سمیت رہا کردیا جائے گا۔ اس دوران آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی بشرطیکہ ہم سے تعاون کیا جائے بصورتِ دیگر ہم اس لٹے ہوئے علاقے کے باشندے ہیں جو اب اسرائیل کے قبضے میں ہے۔ ہمیں ہمارے گھر یاد آتے ہیں تو ہمارا دل چاہتا ہے کہ کائنات میں بسنے والے ہر شخص کو بے گھر کردیں تاکہ وہ ہمارے درد سے آشنا ہو جائے۔ اب آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم کون ہیں؟ وہی بے آشیاں فلسطینی جو اپنے جلے ہوئے گلستان میں واپس جانا چاہتے ہیں۔“

آواز بند ہو گئی۔ مسافروں کے چہروں پر خوف و دہشت کے آثار منجمد ہو کر رہ گئے تھے۔ اُن کی سانسوں تک کی آوازیں صاف سُنائی دیتی تھیں۔ طیارہ رُخ بدل چکا تھا اور ہائی جیکرز اُسے اپنے منتخب ہوائی راستے پر لے جا رہے تھے۔ دورانِ سفر کسی مسافر نے کوئی حرکت نہیں کی۔ البتہ اینی پارکر میرے کان بدستور کھاتی رہی تھی۔

”پیڈرو ڈیئر!“ دہشت کے باوجود اینی نے مجھے محبت بھرے لہجے میں پکارنے کی کوشش کی تھی۔

”اینی ڈارلنگ!“ میں نے محبت کا جواب محبت سے دیا تھا مگر میری آواز سے تمسخر کا انداز صاف جھلک رہا تھا۔

”یہ ڈاسن فیلڈ کون سا شہر ہے؟ میں نے تو اس کے بارے میں پہلے کچھ نہیں سُنا۔“

”ہٹلر کا نام سُنا ہے تم نے؟“

”نازی ہٹلر؟ مم۔ میرا مطلب ہے وہ جرمن۔“ اینی بولی۔

”ہاں ہاں، وہی اپنا یار جو پاگل ہو گیا تھا۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر احمقانہ انداز میں بولی۔ ”ہاں سُنا ہے۔“

”اس کے رفیقِ کار جنرل رومیل کے بارے میں بھی ضرور کچھ نہ کچھ سُنا ہوگا؟“

”ہاں، سُنا ہے۔“ اینی کی آواز گھٹی گھٹی سی تھی۔

”ڈاسن فیلڈ پر ایک عارضی ہوائی اڈہ رومیل نے ہی تعمیر کرایا تھا اور دوسری جنگِ عظیم میں اس نے یہاں سے جرمنی کے مفادات کے لیے بڑے کام کیے تھے۔ صحرائے اردن میں یہ ہوائی اڈہ آج بھی موجود ہے لیکن کسی حد تک ناکارہ ہو گیا ہے مگر جنگ کے زمانے میں اُسے کارآمد بنایا جا سکتا ہے۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اوہ! پھر کیا ہوگا؟" اینی رو دینے والے انداز میں بولی۔

"طیارہ وہاں اُتر جائے گا۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔

"اس کے بعد!" اینی کی دہشت بڑھتی جارہی تھی۔

"ان لوگوں سے ہنی مون منانے کی اجازت لے لیں گے اور دھوپ سے تپتے ہوئے صحرا میں ریت کے ٹیلوں پر ایک دوسرے کے پیچھے بھاگیں گے۔ پھر کسی غبار کی اوٹ میں چھپ کر پکاریں گے۔ کہاں ہو جانِ من؟ میں یہاں ہوں جانِ آرزو۔"

"کیا فضول باتیں کر رہے ہو پیڈرو؟"

"ہنی مون فضول چیز ہے؟"

"نہ جانے تمہارا موڈ اس قدر خوش گوار کیوں ہے۔ میں تو خوف سے مری جارہی ہوں۔ پاپا کو جب پتا چلے گا تو اُن کا نہ جانے کیا حال ہوگا؟"

"اب تو جو ہوگا وہ بھگتنا ہی پڑے گا۔ اس لیے تشویش بے کار ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ میری باتوں کے جواب میں پھر وہ کچھ نہیں بولی۔ اس کے ہونٹ ساکت تھے اور دہشت زدہ آنکھیں اِدھر اُدھر گردش کررہی تھیں۔

❁

طیارہ جس وقت ڈاسن فیلڈ پہنچا تو شام ہوچکی تھی۔ صحرائی پرندے اپنے اپنے آشیانوں میں جاچکے تھے۔ ریت کے ٹیلے تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے تھے اور ماحول میں ایک عجیب سی سوگواری رچی ہوئی تھی۔

کچھ دیر بعد طیارہ بغیر کسی پریشانی کے اس شکستہ ہوائی اڈے پر اتر گیا۔ شاید نیچے سے کسی قسم کی مدد لی گئی تھی۔ جب طیارے کے انجن بند ہوگئے تو پائلٹ کیبن سے دو پائلٹ ہاتھ بلند کیے ہوئے باہر نکل آئے۔ اُن کے چہرے تشویش ناک حد تک زرد ہورہے تھے طیارے کے شیشوں سے باہر کا منظر صاف نظر آرہا تھا اور میرا یہ خیال درست تھا کہ طیارے کو رن وے پر اتارنے کے سلسلے میں نیچے سے مدد لی گئی ہے۔ میں نے دو افراد کو دیکھا جو اسٹین گنوں سے مسلح تھے اور طیارے کی طرف رُخ کیے کھڑے تھے

اس کا مطلب ہے کہ یہ ایک باقاعدہ پلان تھا اور پہلے سے طے کرلیا گیا تھا کہ اگر طیارہ قاہرہ میں نہ اُتر سکا تو پھر یہاں اُترے گا اور ان دونوں مقامات پر یقیناً فلسطینی گوریلوں کے مددگار موجود ہوں گے۔

طیارے کے سارے عملے کو نیچے اتار لیا گیا تھا۔ گوریلے اُن سے کوئی خاص گفتگو کررہے تھے۔ میرا دل چاہا کہ میں بھی اس گفتگو میں شریک ہوجاؤں مگر یہ ممکن نہیں تھا۔ مسافر ابھی تک نزع جیسی کیفیت سے دوچار تھے۔ اُن کی زبانیں گنگ تھیں اور آنکھیں پھٹی ہوئی نظر آتی تھیں۔ دو جوان بدستور پستول ہاتھوں میں لیے تیار کھڑے تھے۔

شام گہری ہوتی جارہی تھی۔ طیارے کا عملہ ابھی تک باہر تھا۔ طیارے میں موجود دونوں افراد کی ڈیوٹی بدل گئی تھی اور اب اُن کی جگہ دو نئے چہرے نمودار ہوگئے تھے۔ اُن میں ایک کے پاس اسٹین گن تھی اور دوسرا صرف پستول پر قناعت کیے ہوئے تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈ اندر آگئے انھوں نے مسافروں میں کافی تقسیم کی اور اُن کی دوسری ضروریات کا جائزہ لینے لگے۔ خوف زدہ مسافر اب بھی اُسی اذیت ناک صورت حال سے دوچار تھے۔ بہت سے لوگوں نے کھانے پینے کی کوئی چیز قبول نہیں کی۔

پھر ایک ہائی جیکر اندر آکر مسافروں کو مخاطب کرکے بولا۔ "ہمیں چند نوجوان رضاکاروں کی ضرورت ہے۔ یہ ایک ویران صحرا ہے اور قریب ترین آبادی بھی یہاں سے ایک سو پچاس کلومیٹر ہے۔ دن کا سورج اس صحرا میں آگ برساتا ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر ہم آپ لوگوں کے آرام کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں کیا کچھ نوجوان ہمارے ساتھ نیچے چلیں گے؟"

اس سے بہتر کوئی اور موقع میرے ہاتھ نہیں آسکتا تھا میں جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا، اپنی خدمات پیش کرنے والا میں پہلا آدمی تھا۔ ہائی جیکر نے میری طرف مسکرا کر دیکھا۔ "شکریہ۔ لیکن براہِ کرم اپنے دونوں ہاتھ اُوپر کرکے نیچے اُتریں۔ اُس کے ساتھ ہی دوسرے افراد بھی تعاون کریں، یہی اُن کے حق میں بہتر ہے۔"

میں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اینی پار کرنے میرے کوٹ کا دامن پکڑ لیا۔ "پیڈرو! پیڈرو! یہ کیا بے وقوفی ہے؟ میں تنہا رہ جاؤں گی۔"

"نہیں خاتون! یہاں سب لوگ موجود ہیں۔ آپ ان لوگوں کے درمیان خود کو تنہا محسوس نہیں کریں گی۔" ہائی جیکر نے کہا۔ میں اینی سے ۔ من چھڑا کر طیارے کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ میری دیکھا دیکھی چند اور لوگوں نے بھی ہمت کی اور میرے ساتھ ہی نیچے اُتر آئے۔ اب اُن کی تعداد پندرہ ہوگئی تھی۔

نیچے سیڑھیوں کے پاس آٹھ افراد کھڑے ہوئے تھے جو مسلح تھے۔ ہم سب ہاتھ اٹھائے نیچے اُترے اور ہمیں ایک قطار میں کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا۔ اس کے بعد ہماری تلاشی لی جانے لگی۔ جس کے پاس سے جو کچھ برآمد ہوا، وہ ایک طرف جمع کردیا گیا۔

"یہ سب آپ حضرات کی امانتیں ہیں جنہیں بہت جلد واپس کردیا جائے گا۔" ایک ہائی جیکر نے کہا۔

ہوائی اڈے کے آخری سرے پر ایک بوسیدہ کھنڈر نما عمارت نظر آرہی تھی، اس کے اردگرد بھی کچھ لوگ موجود تھے۔ طیارے کے عملے کو غالباً وہیں لے جایا گیا تھا کیونکہ وہ قرب و جوار میں نظر نہیں آرہے تھے۔

اس کے بعد ہمارا کام شروع ہوگیا۔ چار اسٹین گن بردار طیارے کے چاروں طرف کھڑے ہوگئے تھے۔ دو اندر مسافروں کی نگرانی کر رہے تھے۔ باقی ہمیں لے کر اسی کھنڈر نما عمارت کی جانب چل پڑے۔ روشنی آہستہ آہستہ کم ہوتی جارہی تھی۔ سورج ریت کے ٹیلوں میں دفن ہوچکا تھا اور تاریکیاں چاروں طرف سے فضا کو نگلتی ہوئی ہماری طرف بڑھی چلی آرہی تھیں۔ کھنڈر نما عمارت دوسری جنگِ عظیم کی ایک یادگار تھی۔ اس کی دیواروں میں بڑے بڑے سوراخ تھے جو یقیناً طیاروں سے گرائے ہوئے بموں کی نشاندہی کرتے تھے۔ اس ایئر فیلڈ کو تباہ کرنے کے لیے اتحادی طیاروں کو خاصی مشکلات سے گزرنا پڑا تھا اور ڈاسن فیلڈ کا یہ ہوائی اڈہ دوسری جنگِ عظیم کی تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت اختیار کرگیا تھا۔ نورمبرگ میں چلائے گئے مقدمے کے دوران کئی بار اس ہوائی اڈے کا نام لیا گیا تھا اور تاریخ میں یہ جنرل رومیل کا ایک اہم ترین کارنامہ قرار دیا گیا تھا۔

میں نے دوسری جنگِ عظیم کے واقعات کا مطالعہ کرتے ہوئے اس ہوائی اڈے کے بارے میں بھی پڑھا تھا لیکن میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں اس تباہ شدہ مقام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں گا۔ دوسرے لوگوں کی کیفیت کچھ بھی ہو مگر میں اپنے طور پر دوسری جنگِ عظیم کی تباہ کاریوں کے تصورات میں کھویا ہوا تھا جنہوں نے چھ سال تک دنیا کو موت و زیست کی کش مکش میں مبتلا رکھا تھا۔ جنرل رومیل کے قدموں کی چاپ مجھے اپنے اطراف میں سنائی دے رہی تھی اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ان لوگوں کے ساتھ چلا جارہا تھا جنہیں یہاں تک آنے کا حکم دیا گیا تھا۔

عمارت میں بہت سا بے کار سامان پڑا تھا جس میں موٹی موٹی ترپالیں نمایاں تھیں جو کافی بوسیدہ تھیں اور ایسی ہی جانے کیا کیا چیزیں بھری ہوئی تھیں۔ ہمیں ان ترپالوں کو اٹھانے کا حکم دیا گیا۔ تعمیلِ حکم میں ہم تمام لوگ وزنی ترپالیں زمین پر گھسیٹتے ہوئے دوبارہ ہوائی جہاز تک آگئے اور پھر خاصی رات تک ہمیں محنت کرنی پڑی۔ ہوائی جہاز کی چھت کو ان ترپالوں سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ یہ کارروائی کسی اور مقصد کے لیے نہیں کی گئی تھی۔ دراصل ہائی جیکرز دن کے سورج کی حشر سامانیوں سے نمٹنے کے انتظامات کررہے تھے۔ طیارے کے ایئر کنڈیشنرز بند کرادیے گئے تھے۔ تمام روشنیاں بجھادی گئی تھیں تاکہ اُن جنریٹرز کو محفوظ رکھا جاسکے جو جہاز کو ٹھنڈا رکھنے اور روشن کرنے میں معاون ثابت ہوسکتے تھے۔

ان تمام کارروائیوں سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ ہائی جیکرز کا منصوبہ کافی طویل اور پیچیدہ ہے اور وہ اپنا مقصد حاصل کیے بغیر شکست تسلیم نہیں کریں گے۔ میں پُرمسرت انداز میں اس وقت کے بارے میں سوچ رہا تھا، جب میں خود بھی انہی لوگوں میں شامل ہوجاؤں گا اور آزادیٔ فلسطین کے لیے اپنی حقیر سی خدمات پیش کروں گا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں ان لوگوں سے مل کر انھیں اپنے بارے میں سب کچھ بتادوں مگر یہ بات قبل از وقت تھی۔ ممکن تھا کہ وہ میرے خلوص پر یقین نہ کرتے اور مجھے خواہ مخواہ شرمندگی اُٹھانا پڑتی۔ ویسے حقیقت بھی یہی تھی کہ مجھے اُن میں شامل ہونے کے لیے ابھی بہت سے مراحل طے کرنے تھے۔ میرے لیے یہی خوشی کیا کم تھی کہ میں اپنے مستقبل کے ساتھیوں کی کارروائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آئندہ اگر کبھی مجھے ایسے معاملات میں ملوث ہونا پڑا تو میرا طرزِ عمل کیا ہوگا؟

طیارے کے اوپری حصے کو ڈھانپنے کے بعد ہم سب فارغ ہوگئے اور ہمیں دوبارہ طیارے میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔ اندر موجود ہائی جیکرز کی ڈیوٹی پھر بدل گئی تھی۔ اس بار وہی لڑکی موجود تھی جس نے طیارہ اغوا کیا تھا۔ اُس نے ہم سب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"میں خلوصِ دل سے اس تعاون کی معترف ہوں اور آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آخر وقت تک ہم سے تعاون کیجیے گا۔ ہم بھی آپ ہی جیسے انسان ہیں اور کچھ عرصہ قبل آپ ہی کی طرح سکون کی زندگی گزار رہے تھے۔ ہمارے مقاصد میں قطعاً یہ بات شامل نہیں کہ ہم آپ کو کوئی نقصان پہنچائیں۔ ہم تو اپنے اُن ساتھیوں کی رہائی کے خواہش مند ہیں جو تل ابیب میں قید کرلیے گئے ہیں۔ ہماری انتہائی کوشش یہی ہوگی کہ ہمارے ہاتھوں آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ ہاں اگر آپ نے ہمیں اس کے لیے مجبور کیا تو پھر ہم اپنی بقا کے لیے کارروائیاں ضرور کریں گے۔"

لڑکی خاموش ہوئی تو طیارے کے ایک بوڑھے مسافر نے کرخت لہجے میں پوچھا۔ "ہمیں کب تک تمہاری قید میں رہنا ہوگا؟"

"اس وقت تک جب تک ہم اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب نہ ہوجائیں۔"

"یعنی جب تک فلسطین آزاد نہ ہوجائے۔" بوڑھے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

لڑکی اُسے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگی۔ "کاش یہ ممکن ہوتا۔ لیکن بزرگ آپ اپنی اس غلط فہمی کو اپنے ذہن سے مٹادیں، ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب فلسطین، اسرائیل کے قبضے سے نکل آئے گا اور آپ جیسے لوگ اپنے بوڑھے نظریات کے ساتھ قبر میں جا سوئیں گے۔ فی الحال ہم اُس وقت کی بات کررہے ہیں جو ہمارے مذاکرات میں صرف ہوگا۔"

بوڑھے مسافر نے کہا۔ "وہ وقت کب آئے گا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اگر اسرائیلی رہنما ہماری بات ماننے پر تیار ہوئے اور اُن کی نظر میں آپ کی زندگی کی کوئی قیمت ہوئی تو یہ کام جلد از جلد ہو جائے گا اور اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر آپ اپنی موت کے منتظر رہیے۔ اس صحرا میں آپ کی مسخ شدہ لاش کو ریت کے نیچے دفن کر دیا جائے گا اور پھر موت کے بعد بھی آپ گرم ریت کے نیچے سورج کی تپش سے جھلستے رہیں گے" لڑکی نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا اور طیارے کے مسافروں کے حلق سے دہشت زدہ چیخیں نکل گئیں۔

"آخری بار کہا جا رہا ہے کہ ہمیں آپ سے بہتر تعاون کی توقع ہے اور اگر یہ تعاون برقرار نہ رہا تو اُس کے بعد پیش آنے والے واقعات کے ذمے دار آپ خود ہوں گے" لڑکی نے کہا اور اپنی جگہ سے ہٹ کر طیارے کے آخری سرے پر پہنچ گئی۔ اینی نے ایک سسکی لے کر اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔

"پیڈرو ڈارلنگ! یہ لوگ —— یہ لوگ —— اگر ان کے مطالبات پورے نہ ہوئے تو یہ ہم سب کو ختم کر ڈالیں گے۔"

"ہاں۔ اور پھر بڑے اطمینان سے ہمیں ریت کی قبروں میں دفن کر دیں گے۔ دیکھو نا یہ تو اُن کی شرافت ہے کہ کم از کم یہ ہمیں قبریں تو مہیا کرنے کا وعدہ کر رہے ہیں۔"

"نہ جانے تم کیا بکواس کر رہے ہو۔ جب سے طیارہ اغوا ہوا ہے تمھاری کوئی بات بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔"

"آہ! اینی ڈارلنگ! سمجھنے کی کوشش کرو۔ خوف سے میرا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔ دل چاہ رہا ہے کہ لوگوں کو اٹھا اٹھا کر ایک دوسرے پر پھینکنا شروع کر دوں، مجھے بتاؤ کہ اگر میں ایسا کر دوں تو اس میں کوئی ہرج تو نہ ہوگا۔" میں نے رازدارانہ انداز میں جھک کر اس سے پوچھا۔

وہ چونک کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئی تھیں "کیا یہ . . . . کیا یہ درست ہے پیڈرو! مجھے بھی ایسا ہی محسوس رہا ہے۔" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی اور میں نے سیٹ کی پشت سے گردن ٹکا دی۔

"ہاں بس کبھی کبھی یہ احساس میرے دل میں اُبھرتا ہے لیکن میں اُسے دبانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ تم مجھے سکون سے خاموش بیٹھا رہنے دو۔ تاکہ میں اپنی ذہنی کیفیت پر قابو پا لوں ورنہ کیا پتا کہ میں ہی اس طیارے کی تباہی کا سبب بن جاؤں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا اور اینی مجھ سے دور ہٹ کر بیٹھ گئی۔

لندن میں وہ مجھے اس قدر ڈرپوک اور بزدل نظر نہیں آئی تھی بلکہ خاصی جرأت مند اور باحوصلہ دکھائی دیتی تھی لیکن اب نہ جانے اُسے کیا ہو گیا تھا اس اذیت ناک فضا کے باوجود میں اپنے دل کی گہرائیوں میں اس کے لیے ہمدردی کا کوئی جذبہ نہیں پا رہا تھا۔ وہ یہودی تھی اور یہودیوں سے مجھے ازلی نفرت تھی۔

پھر میں نے جہاز کے ماحول میں کچھ تبدیلی محسوس کی۔ ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈز کو غالباً کھانے کا انتظام کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ وہ اِدھر اُدھر دوڑتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد انھوں نے مسافروں کو کھانا پیش کرنا شروع کر دیا۔ کچھ لوگوں نے کھانے پینے سے انکار کر دیا تھا لیکن زیادہ تعداد اُن سمجھ دار لوگوں کی تھی جنھوں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ اب کوئی چارۂ کار نہیں ہے سوائے اس کے کہ ہائی جیکرز کا حکم مانا جائے۔

میں نے اپنی ٹرے قبول کر لی اور اینی کو بھی اس بات پر آمادہ کر لیا کہ کچھ کھا پی لیا جائے۔ میرے اصرار کے باوجود اینی نے بہت مختصر سا کھانا کھایا تھا۔ ویسے میں نے بڑے اطمینان سے شکم سیر ہو کر کھایا اور ٹرے واپس کر کے سکون کی گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ پائلٹ وغیرہ کے لیے کھانا شاید اسی عمارت میں بھجوا دیا گیا تھا۔ ہائی جیکرز نے اُنھیں طیارے سے اس لیے دور رکھا تھا کہ کہیں وہ ریڈیو سسٹم پر کوئی رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ صورتِ حال میں یکسانیت آ گئی تھی مگر پھر بھی مجھے تجسس تھا کہ یہ لوگ آئندہ اقدامات کس طرح کریں گے؟

پھر میں اپنے اس تجسس کو برداشت نہ کر سکا تو کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس ہائی جیکر کے پاس پہنچ گیا جو اسٹین گن سنبھالے کھڑا تھا۔

"مسٹر! میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"جی۔" اس نے گہری نگاہ سے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اگر غیر مناسب نہ ہو تو مجھے طیارے سے باہر رہنے کی اجازت دی جائے۔ دراصل یہ لڑکی جو میرے نزدیک بیٹھی ہوئی ہے، بار بار میرے کان کھانے لگتی ہے اور میں اس کی بکواس سے تنگ آ گیا ہوں۔"

میری بات سُن کر ہائی جیکر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ کون ہیں آپ کی؟" اس نے سوال کیا۔

"آپ کی ڈیوٹی ختم ہو جانے تو مجھ سے اس کی تفصیل معلوم کر سکتے ہیں۔ فی الحال میں اپنی درخواست کے بارے میں آپ کا فیصلہ سُننا چاہتا ہوں۔"

"میں تھوڑی دیر بعد آپ کو اس کا جواب دوں گا۔ میری ڈیوٹی میں اب صرف پندرہ بیس منٹ باقی رہ گئے ہیں۔" ہائی جیکر نے کہا اور میں اس کا شکریہ ادا کر کے واپس اینی کے پاس آ بیٹھا۔

اینی نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ وہ تھکی تھکی اور نڈھال نظر آ رہی تھی۔ کوئی پندرہ منٹ بعد اس ہائی جیکر کی جگہ دوسرے ہائی جیکر نے لے لی۔ ان لوگوں نے ڈیوٹی کے اوقات بہت مختصر رکھے تھے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہوئی کہ اس شخص نے مجھے نظر انداز نہیں کیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اندر آیا اور مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے باہر کی جانب چل دیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے عجیب وارفتگی کے ساتھ طیارے کی سیڑھیاں طے کرتا ہوا نیچے آ گیا۔ نیچے دو اور افراد نے میرا استقبال کیا۔ پھر اُن میں سے ایک مسکراتا ہوا بولا۔

"آپ وہ پہلے شخص ہیں جس نے ہماری درخواست پر سب سے پہلے اپنے تعاون کا یقین دلایا تھا۔ اس لیے آپ کی خواہش پر فوری توجہ دی گئی لیکن پھر بھی آپ یہاں ایک مخصوص حد میں رہیں گے۔ ہماری درخواست ہے کہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے ہمیں آپ کے خلاف کسی کارروائی پر مجبور ہونا پڑے۔"

"نہیں میرے دوست! مجھ سے یہ الفاظ نہ کہو۔ میں مزید وضاحت نہیں کر سکتا۔ اگر سمجھ سکتے ہو تو میرے جذبات کو اس طرح سمجھ لو کہ میں اس وقت اپنی زندگی کے اُن نشاط خیز لمحات سے دوچار ہوں جن کے لیے میں نے ایک طویل جدوجہد کی ہے۔" میں کوشش کے باوجود اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور میری زبان بہک گئی۔

میری بات سُن کر اس شخص کے چہرے پر حیرت کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ "میں نہیں سمجھا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا جس سے تمھیں کوئی شکایت پیدا ہو۔ میری خواہش ہے کہ مجھے بھی اپنے غموں میں شریک کر لو۔ یہ میرے لیے زندگی کا سب سے بڑا اعزاز ہوگا۔"

وہ شخص کچھ سوچتا رہا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے رنگ اُبھر اُبھر کر ڈوب رہے تھے۔

"میں ابھی تھوڑی دیر بعد تم سے تفصیلی گفتگو کروں گا۔ تم یہاں کسی بھی جگہ سکون سے بیٹھ سکتے ہو۔" یہ کہتا ہوا وہ آگے بڑھ گیا اور میں اس کا شکریہ ادا کر کے ایک طرف آ گیا۔ ریت کا ایک چھوٹا سا ٹیلہ تھوڑے سے ہی فاصلے پر تھا۔ اس پر بیٹھ کر میں ان لوگوں کی کارروائیاں دیکھنے لگا۔

لمبے لمبے بانسوں پر روشنیاں لگا دی گئی تھیں۔ تھوڑے فاصلے پر ایک جنریٹر کام کر رہا تھا اور اس کی آواز فضا میں گونج رہی تھی۔ صحرا کا یہ چھوٹا سا حصہ روشن ہو گیا تھا۔ ٹیلوں پر مسلح افراد مستعد تھے اور اُن کے ہتھیار ہلکی روشنی میں نمایاں نظر آ رہے تھے۔ جس کا صاف مطلب تھا کہ اگر جہاز میں کوئی کارروائی کی گئی تو اس کے خوفناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اُن کی مستعدی دیکھ کر مجھے بے حد مسرت ہو رہی تھی۔ وہ اپنی بقا کے لیے جدوجہد کر رہے تھے اور آسمان پر روشن ستارے اُن کے تابناک مستقبل کی پیش گوئی کر رہے تھے۔ طاغوتی قوتیں بے پناہ ہوتی ہیں۔ اُن کی یلغار دیکھ کر یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ وقت کی کمانی بدل جائے گی اور کائنات پر تاریکی چھا جائے گی۔ سورج ایسا ڈوبے گا کہ کبھی نہ اُبھرے گا لیکن اس کے بعد روشنی اُبھرتی ہے۔ سورج وقت پر نکل آتا ہے اور تاریکیاں اس طرح گُم ہو جاتی ہیں کہ کائنات کا گوشہ گوشہ منور ہو جاتا ہے۔

اچانک میں نے اُسی نوجوان کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا جس سے میری گفتگو ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا جسے میں قریب آنے کے بعد ہی پہچان سکا۔ یہ طیارہ اغوا کرنے والی لڑکی تھی۔

دونوں میرے قریب آ گئے۔ "ہیلو!" نوجوان نے مسکرا کر کہا۔ میں نے بھی اُن کے خیر مقدم کے لیے جوابی الفاظ کہے۔

"ستارہ کیف جہاز کے مسافروں کی فہرست بنا رہی ہیں۔ اس میں صرف آپ کا نام رہ گیا ہے۔ براہ کرم اپنا نام بتا دیں۔"

"وہاں میری ایک ساتھی بھی ہے۔ اس نے میرا نام نہیں بتایا؟" میں نے پوچھا۔

"مسٹر آرمارک؟" ستارہ کیف نے پوچھا۔

"یہی نام بتایا گیا ہے نا؟" میں نے کہا۔

"ہاں، مسز آرمارک نے بعد میں یہی نام بتایا تھا لیکن اس سے قبل اُنھوں نے آپ کے بارے میں بے اختیار پوچھا تھا کہ پیڈرو کہاں ہے؟ میں نے اسی لیے آپ کا نام نہیں لکھا۔"

"آپ اپنی فہرست اسی نام سے مکمل کر لیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"یہ آپ کا اصل نام نہیں ہے؟"

"جی نہیں۔ البتہ میرے پاسپورٹ پر یہی نام درج ہے۔"

"پھر ٹھیک ہے مگر یہ نام کی تبدیلی؟ میرا مطلب ہے کہ آپ غلط نام سے کیوں سفر کر رہے ہیں؟"

"لمبی کہانی ہے مس ستارہ۔ آپ لوگوں کے پاس اتنا وقت کہاں ہوگا؟ پھر کبھی سناؤں گا۔"

"نہیں۔ ہمیں مکمل فرصت ہے۔ تمام کام تکمیل تک پہنچ چکے ہیں۔ یوں بھی ہمیں یہ رات جاگ کر گزارنی ہے۔" نوجوان نے کہا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" میں نے نوجوان سے سوال کیا۔

"سعید عاطف، ستارہ میری منگیتر ہیں مگر ہم دونوں نے طویل عرصے کے لیے اپنی شادی ملتوی کر دی ہے۔ شادی تو شاد رہنے کا نام ہے لیکن وطن کو کھونے کا غم ہمیں کہاں شاد رہنے دے گا۔ اس لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر زندہ رہے تو عین اس دن شادی کریں گے جس دن فلسطین سے آخری یہودی بھی رخصت ہو جائے گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"خدا کرے یہ عرصہ طویل نہ ہو" بے اختیار میری زبان سے دُعائیہ الفاظ ادا ہوئے۔

"آپ عیسائی ہو کر ہماری کامیابی کے لیے دُعا کر رہے ہیں؟"

"خدا نہ کرے کہ عیسائیت سے میرا کوئی رشتہ ہو۔ میں بحمد اللہ مُسلمان ہوں،" میں نے کہا اور اُن دونوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیا مطلب؟" سعید عاطف اور ستارہ کیف بیک وقت بولے۔

"ہاں میں مسلمان ہوں" میں نے بلند آواز میں کلمہ پڑھ کر اپنے دینی عقیدے کا اعلان کیا۔ وہ دونوں تصویرِ حیرت بن گئے تھے۔

"دلی مسرت ہوئی" بالآخر ستارہ نے کہا "لیکن آرمارک اور پیڈررد، اس کا مطلب ہے کہ ان میں سے کوئی نام درست نہیں ہے؟"

"خادم کو علی یار خان کہتے ہیں،" انجام کار میں نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا راز فاش کر دیا۔

"بہت خوب۔ ایک مسلمان ہی ہمارا ہمسفر ہو سکتا ہے۔"۔ سعید عاطف نے کہا۔

"کیا نام بتایا آپ نے؟" ستارہ نے چونک کر پوچھا۔

"علی یار خان" میرے ہونٹوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"سعید! یہ نام کچھ سُنا ہوا نہیں لگتا؟ کہاں سُنا ہے یہ نام؟"

"اگر میرا نام آپ کے کانوں تک پہنچ چکا ہے تو یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے،" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"براہِ کرم ہمیں اپنے بارے میں تفصیل سے بتائیں" سعید بولا۔

"میں پاکستانی ہوں۔ پاکستان کی ایک حسین بستی کا باشندہ جو قصور کے نام سے روشناس ہے۔ ... یونیورسٹی میں قانون کا طالب علم تھا اور ...." میری بات ادھوری رہ گئی اور ستارہ کیف درمیان ہی میں بول پڑی۔

"علی — آہ — علی — میں — میں آپ سے واقف ہوں۔ میرے خدا! میرے خدا سعید یہ علی یار خان ہے۔ وہ پاکستانی نوجوان جس نے امریکہ میں رہ کر ہمیں سربلند کیا ہے" فرطِ جذبات سے ستارہ کی آواز لرز رہی تھی۔

"یہ میری بدنصیبی ہے کہ میں آپ سے واقف نہیں،" سعید عاطف کے چہرے پر خفیف سی ندامت کے آثار اُبھر آئے تھے۔

"اوہ سعید! ہائی کمان کی طرف سے علی کے بارے میں احکامات صادر ہو چکے ہیں۔ خطان حبیب کے سپرد یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ علی کو تلاش کریں۔ وہ انہی کے لیے لندن میں مقیم ہیں" پھر وہ مجھ سے مخاطب ہو کر بولی "دراصل علی! سعید کا تعلق پاپولر فرنٹ سے ہے یہ ہمیشہ مہمات میں اُلجھے رہتے ہیں۔ اس لیے انھیں بہت کم مواقع ملتے ہیں۔"

"مگر علی کی داستان کیا ہے؟" سعید نے کہا۔

"علی کی کہانی انہی کی زبانی سُنیں گے،" ستارہ نے کہا۔

"گوہر شغف اور لغمان بعدی کا تعلق خطان گروپ سے ہے وہ علی کے بارے میں ضرور جانتے ہوں گے" سعید نے کہا۔

"سو فیصد۔ ہم انھیں اطلاع دیں گے لیکن علی کی کہانی سُننے کے بعد۔"

"مختصر عرض ہے کہ میں ایک پاکستانی طالب علم تھا جو امریکہ میں زیرِ تعلیم تھا۔ میرے ذہن میں مستقبل کا تصور بس اتنا تھا کہ تعلیم مکمل کر کے پاکستان واپس چلا جاؤں اور اپنے وطن میں پریکٹس کروں لیکن تقدیر مجھے کوئی منصب دینا چاہتی تھی۔ اتفاقاً میں ایک دن ایبرن ہال میں جا نکلا، جہاں ایک یہودی اجتماع تھا۔ یہودی مقررین نے عرب اور عالمِ اسلام کے خلاف ایک دل آزار اور شرمناک تقریر کی۔ جسے سُن کر میرے جذبات بے قابو ہو گئے۔ جواباً میں نے بھی اسی مجمعِ شیاطین میں تاریخ کے حوالوں سے یہودیوں کا کچا چِٹھا کھول دیا، جس کے نتیجے میں صیہونی میرے دُشمن بن گئے۔ پھر شہناز نامی ایک پاکستانی لڑکی کو چند یہودی نوجوانوں نے میرے نام پر قتل کر دیا۔ میں نے بھی بہت جلد ان نوجوانوں کو عبرت ناک موت سے دوچار کر دیا۔ اس کے بعد ہالی ووڈ اور لاس اینجلس میں کچھ یہودی بیشوا میرے ہاتھوں فنا کے گھاٹ اُترے۔ پھر ایک چینی دوست کی مدد سے میں لندن چلا آیا۔"

"اس چینی کا نام جوشو تھا نا؟" ستارہ بول پڑی۔

"ہاں، ایک قابلِ احترام شخصیت۔"

"مسٹر جوشو نے ہی ہائی کمان کو آپ کے بارے میں لکھا تھا اور اُن اخبارات کے تراشے بھی بھیجے تھے۔ میں نے وہ نقشہ بھی دیکھا تھا جو آپ کے قابلِ قدر جذبات کی ترجمانی کرتا تھا آپ کو یہ سُن کر مسرت ہو گی علی کہ فلسطینی نوجوانوں نے اس نقشے کی بے شمار کاپیاں تیار کرائی ہیں۔ جن پر یہ عبارت درج ہے — 'علی یار خان کا تحفہ' ہر فلسطینی اس نشان کو اپنے دل سے لگائے پھرتا ہے،" ستارہ نے کہا۔

"بہت خوبصورت نقشہ ہے؟" سعید نے پوچھا۔

"ہاں سعید! اس میں فلسطین کے چاروں کونوں پر اسرائیلی نوجوانوں کی لاشوں کو رکھ کر ایک بہترین منظر پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک پیش گوئی ہے کہ مستقبل میں فلسطین یہودیوں کی لاشوں سے بھر جائے گا اور ان کے سینوں پر ہمارا پرچم لہرا رہا ہو گا۔"

"بڑی جذباتی تصویر تھی۔ کیا آپ نے یہ سب کچھ امریکہ ہی رہ کر کیا؟"

"بس یہ جوشِ جہاد تھا جس نے مجھے آفات و مصائب کی وادیوں سے گزارا، سنگین خطرات سے دوچار کیا اور پھر میں جوشو کے تعاون سے انگلینڈ پہنچا۔"

"تفصیل سے بتائیں مسٹر علی! یقیناً بڑی لرزہ خیز داستان ہو گی" ستارہ نے کہا اور پھر میں نے جواباً اُن دونوں کو لندن کی کہانی سنائی۔ اینی پارکر کے بارے میں بتایا اور پھر جہاز میں پہنچنے تک کے سارے واقعات بیان کر دیے۔

دونوں کے چہرے جوشِ جذبات سے گل رنگ ہو رہے تھے۔ پھر سعید اٹھا اور دیوانہ وار مجھ سے لپٹ گیا۔ اس نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا "آخر یہ سعادت ہمارا مقدر تھی کہ اتنی عظیم شخصیت سے ملاقات ہو اور پھر وہ مردِ جانباز ہمیں میزبانی کا شرف بخشے،" سعید دل کی گہرائیوں سے بول رہا تھا "مگر مسٹر علی! یہ میزبانی بڑی عجیب ہے۔" اس کی آواز سے شگفتگی کا اظہار ہو رہا تھا۔

"میں اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ بس یہی تصور میری زندگی کا حاصل ہے۔"

"آپ نے امریکی یہودیوں کو بدترین شکست دی ہے۔ یہ واقعی عظیم کارنامہ ہے" سعید نے احترام و محبت کے لہجے سے سرشار ہو کر کہا۔

"اور اب میری خواہش ہے کہ میں آپ کے شانہ بشانہ دین کی سربلندی کے لیے کام کروں۔ کاش بیت المقدس کی آزادی کے لیے شہید ہونے والوں میں میرا نام بھی شامل ہو۔"

"خدا کرے" دونوں نے بیک زبان کہا۔

"علی! اب اس میک اَپ کی کیا ضرورت ہے؟ اب تو آپ ہمارے ہی خاندان کے ایک معزز فرد ہیں۔"

"میرے خیال میں ابھی آپ لوگ مجھے اس میک اَپ ہی میں رہنے دیں۔ اس وقت تک جب تک جہاز کا مسئلہ حل نہ ہو جائے جہاز کے ایک مسافر کی حیثیت سے میں آپ کا معاون رہوں گا اور دوسرے ہمسفروں کی کیفیات سے آپ کو آگاہ کرتا رہوں گا۔"

"یہ اینی پارکر یہودی ہے! سوئٹزرلینڈ کے اس یہودی کی بیٹی جو صیہونی تحریک کے لیے بڑی بڑی رقمیں دیتا رہتا ہے۔" سعید نے کہا۔

"میری معلومات کے مطابق وہ اربپتی ہے۔"

"تو ٹھیک ہے۔ اب وہ فلسطینی فنڈ میں بھی ایک بڑی رقم کا اضافہ کرے گا۔ آپ کو اعتراض تو نہیں ہو گا؟" سعید نے کہا۔

"تنظیم کے مفاد کے لیے جو کچھ ہو گا، اس میں بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ بات نہیں۔ سعید کا مقصد کچھ اور ہے،" ستارہ درمیان میں بول پڑی۔

"وہ کیا؟" میں نے قدرے تعجب سے پوچھا۔

"مسز آرمارک کافی دلکش خاتون ہیں" ستارہ کا لہجہ اچانک شوخ ہو گیا تھا۔

"نہیں مس ستارہ! پاکستانی باشندوں کا اپنا ایک مزاج ہے۔ یہودی لڑکی کسی بھی صورت میں مجھے قبول نہیں۔ میں اس قوم سے صرف نفرت کر سکتا ہوں۔ اس کے کسی پہلو سے متاثر نہیں ہو سکتا۔"

"اب مجھے کچھ دیر کے لیے اجازت دیں کہ میں اپنے دوسرے دوستوں کو یہ خوشخبری سنا دوں۔ اس دوران ستارہ آپ سے گفتگو کریں گی" یہ کہتے ہوئے سعید اُٹھ کھڑا ہوا۔

"بہتر" میں نے جواب دیا اور سعید چلا گیا۔ ستارہ چند لمحات سوچتی رہی اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہودی لڑکی نے آپ کو ذرا بھی متاثر نہیں کیا مسٹر علی!"

"نہیں مس ستارہ! میں تو امریکہ جیسی جگہ رہ کر بھی اپنے ملک کی اقدار کو نہ بھول سکا۔ میں آپ کو اپنے بارے میں صرف اتنا ہی بتا سکوں گا کہ بچپن سے میں شدید پریشان کُن حالات کا شکار رہا۔ تفصیل میں جانا بے کار ہے۔ بس یوں سمجھیں کہ میری زندگی کبھی کسی رنگینی سے دوچار نہیں ہوئی اور میں صرف اپنے مستقبل کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ میری یہ کیفیت امریکہ میں بھی مجھے زندگی کی دوسری دلچسپیوں سے روشناس نہ کرا سکی۔ میرا ایک سکھ دوست تھا جو تفریح پسند تھا۔ اس کی ایک یہودی محبوبہ مجھے اپنے ساتھ ایبرن ہال لے گئی تھی۔ ورنہ شاید زندگی بھر میرا رُخ اس طرف نہ ہوتا۔"

"اور کوئی مُسلمان لڑکی؟" ستارہ نے بے تکلفی سے پوچھا۔ اس کے اندازِ گفتگو میں صرف شوخی تھی اور میں اس شوخی کو کوئی غلط مفہوم نہیں پہنا سکتا تھا

"ابھی تک ایسا نہیں ہو سکا اور پھر اب تو میری زندگی کے دھارے ہی بدل گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ زندگی کے مستقبل میں آئندہ بھی ایسی کسی دلچسپی کی گنجائش پیدا نہ ہو سکے۔"

"وہ کیوں؟" ستارہ نے حیران ہو کر پوچھا۔ اس کا یہ انداز بہت پیارا تھا۔ وہ ایک شوخ سی، شریر سی، کہانیاں سُننے والی لڑکی تھی جو طیارے میں ہائی جیکنگ کرتے ہوئے انتہائی خطرناک ہو گئی تھی لیکن اس وقت اپنی اصل شکل میں میرے سامنے موجود تھی۔

"زندگی میں اگر کوئی مقصد شامل ہو جائے تو پھر وہ سب سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

پیارا ہوتا ہے۔"

"نہیں علی! خود کو زندگی کی دلچسپیوں سے اس قدر دور کر لینا بھی مناسب نہیں ہو گا۔ میں سعید کو بے پناہ چاہتی ہوں۔ وہ میرا بچپن کا ساتھی ہے لیکن ہم نے اپنے دلوں سے ان جذبوں کو جدا نہیں کیا ہے۔ جس وقت ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا ہم عام انسانوں کی طرح زندگی گزاریں گے۔"

"میں اسے برا نہیں سمجھتا ستارہ۔"

"اگر برا نہیں سمجھتے تو پھر زندگی کی دوسری دلچسپیوں کو زندگی سے اس قدر دور نہ کریں، یہ میرا دوستانہ مشورہ ہے۔ کیونکہ اس طرح ذہن میں تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور جمود طاری نہیں ہوتا۔ کسی بھی مقصد کو دل و دماغ پر طاری کر لینا اچھی بات ہے، لیکن زندگی کے لیے خوش گوار انقلابات بھی ضروری ہیں۔"

"میں جانتا ہوں ستارہ، پھر بھی خود کسی کو تلاش نہیں کروں گا۔ ہاں اگر ذہن کہیں ٹھوکر کھا گیا تو شاید میں خود کو پتھر کا آدمی ثابت نہ کر سکوں۔"

"بس بس یہی میں پوچھنا چاہتی تھی۔ ویسے علی آپ کا ساتھ خوش گوار بھی ہو گا اور باعث فخر بھی۔" اس نے پرمسرت انداز میں کہا۔

پھر تھوڑی دیر تک ہم دونوں خاموش بیٹھے ماحول کا جائزہ لیتے رہے۔ چاروں طرف بے کراں تاریکی اور سناٹا مسلط تھا۔ صرف طیارے میں روشنی ہو رہی تھی۔ اگرچہ فضا بہت پرہول تھی۔ لیکن ہم میں سے کوئی بھی پریشان نہیں تھا بلکہ ہم سب اپنے اندر ایک نئی قوت محسوس کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد میں نے ستارہ سے پوچھا۔ "اب آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟"

"ڈاسن فیلڈ کی اس عمارت میں جدید وائرلیس سسٹم نصب کر دیا گیا ہے اور اب رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان لوگوں کو طیارے کے اغوا کا علم ہو چکا ہو گا۔"

"ویسے پروگرام کیا ہے؟" میں نے دوبارہ پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔" ستارہ نے بڑی سادگی سے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں اس کے لہجے پر چونک اٹھا۔

"میرا مطلب ہے کہ ابھی کوئی خاص پروگرام نہیں ہے۔ ہمارے آٹھ ساتھی تل ابیب جیل میں قید ہیں۔ ہم انھیں تین دن کی مہلت دینا چاہتے ہیں۔ اگر وہ ہمارا مطالبہ تسلیم نہیں کرتے تو ہم یہ طیارہ اڑا دیں گے اور اس کے مسافروں کو ہلاک کر دیں گے۔ اس کے بعد اگر وہ ہمیں بھی قتل کر دیں تو کوئی غم نہیں ہو گا۔" ستارہ نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"اگر وہ مطالبہ مان لیں تو پھر آپ لوگ کیا کریں گے؟"

"طیارے کے مسافروں کو یہاں چھوڑ دیا جائے گا۔ ان میں سے کچھ لوگ یرغمال کے طور پر روک لیے جائیں گے۔ باقی افراد کو لے جانے کا بندوبست وہ خود کر لیں گے۔ اس کے بعد ہم طیارے کو دمشق لے جائیں گے اور دمشق میں یہ طیارہ اسرائیل کو واپس کر دیا جائے گا۔ ورنہ وہی ہو گا جس کے بارے میں آپ کو بتایا جا چکا ہے۔"

"بڑا دلچسپ مشغلہ ہے آپ لوگوں کا لیکن ڈاسن فیلڈ کا انتخاب کیوں کیا گیا؟"

"دو مقامات تھے ہمارے ذہن میں۔ قاہرہ یا پھر ڈاسن فیلڈ۔ دونوں جگہوں پر ہمارے ساتھی مستعد تھے۔ اگر طیارہ قاہرہ لے جایا جاتا تو وہاں بھی ہم لوگ صرف یہ کرتے کہ قاہرہ ائیرپورٹ پر رک کر تل ابیب سے اپنے ساتھیوں کی رہائی کا انتظام کرتے اور اگر یہ ممکن نہ ہوتا تو پھر طیارے کو تباہ کر دیا جاتا۔ اتفاق سے اس سلسلے میں ڈاسن فیلڈ کے نام قرعہ نکل آیا اور ہم لوگ یہاں اتر گئے۔"

"آپ لوگوں کو کسی اسرائیلی سازش کی توقع بھی ہو گی؟ میرا مقصد ہے کہ وہ سازشی لوگ یقینی طور پر اتنی آسانی سے آپ کی بات نہیں مان لیں گے اور اپنے طور پر کوئی خفیہ کارروائی کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"بالکل درست۔ ہم نے اس کے لیے مناسب انتظام کیا ہے۔ ہرچند کہ ہماری تعداد صرف گیارہ افراد تک محدود ہے۔ مگر ان گیارہ افراد کی زندگی کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ ہم لوگ تو ان کوششوں کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکے ہیں۔ تاہم مرنے سے پہلے یہ طیارہ ضرور تباہ کر دیں گے۔ کم از کم اس طرح ہمارے مقصد کی تشہیر تو ہو گی۔" ابھی ستارہ کیف اپنے منصوبے کی تفصیلات بتا رہی تھی کہ اسی وقت ہم نے تین افراد کو اپنی جانب آتے دیکھا۔ ان میں ایک سعید تھا۔ دوسرے دو قوی ہیکل جوان تھے جو فلسطینی فدائین کی وردی پہنے ہوئے تھے۔

سعید کے ساتھ آنے والے دونوں جوان گوہر شفق اور لقمان لعبدی تھے۔ قریب آتے ہی وہ دونوں بے اختیار مجھ سے لپٹ گئے۔ پھر انھوں نے اپنے لباس سے وہ نقشہ نکال کر دکھایا جو میں نے بنایا تھا۔ مجھ سے ان کی عقیدت کا یہ روشن ثبوت تھا۔ ان کے پاس میری تصویر بھی تھی جو کسی اخبار سے تراشی گئی تھی۔

میں ان لوگوں کے درمیان بے حد خوش تھا۔ سعید نے اپنی کارروائی کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"محمود جالود تل ابیب سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ انھوں نے ڈاسن فیلڈ پر طیارے کی موجودگی کی اطلاع

دے دی ہے۔ میں نے اپنی پارکر کا نام ان کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ ان کے خیال میں یہ نام بے حد کارآمد ہے اور وہ دوبارہ تل ابیب کو اطلاع دینے جا رہے ہیں۔"

"محمود جالود کون ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"اس آپریشن کے انچارج۔" سعید نے بتایا۔

"کیا وہ طیارے کے اغوا کے وقت موجود تھے؟"

"نہیں۔ وہ یہاں تھے۔ صبح ان سے تمہاری ملاقات کرائی جائے گی۔" سعید نے کہا۔

"خطان کو تمہاری موجودگی کی اطلاع ملے گی تو وہ بہت خوش ہوں گے علی! انھوں نے تمھیں دیکھا نہیں لیکن وہ تمھارے لیے اپنے دل میں بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ انھوں نے تمھاری تصویر انلارج کرا کے اپنی رہائش گاہ میں سجائی ہے۔" گوہر نے بتایا۔

"مجھے اس کا گمان بھی نہیں تھا کہ میں اتنے عظیم لوگوں سے روشناس ہو جاؤں گا۔"

"عظمت و بلندی میں آپ بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔"

پھر ہم لوگ کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ کوئی نصف شب کے وقت اچانک ہمیں ہوائی جہازوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور ہم سب مستعد ہو گئے۔ چاروں طرف سے سیٹیاں ابھریں اور ہم نے ٹیلے سے چھلانگ لگا دی۔

وہ دو طیارے تھے۔ ایک بار وہ ہمارے سروں سے گزر گئے۔ پھر کافی دور جا کر پلٹے اور اچانک فضا میں تیز روشنی پھیل گئی۔ سفید دودھیا روشنی نے ماحول کو دن کی طرح روشن کر دیا تھا۔

"روشنی کے بم پھینکے گئے ہیں۔" سعید نے کہا۔

"گویا وہ کوئی کارروائی کرنے جا رہے ہیں۔"

"اس کا امکان نہیں، وہ صرف طیارے کو دیکھ رہے ہیں۔"

"پائلٹ وغیرہ کہاں ہیں؟"

"اسی عمارت میں۔" سعید نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا۔

"انھیں طیارے سے دور رکھنا بہتر ہے۔"

"یقیناً۔" میں نے کہا۔

طیارے ہمارے سروں سے دوبارہ گزر گئے۔ آگے جا کر ان کی روشنیاں جل اٹھی تھیں اور آسمان میں بہت دور دو سرخ نقطے نظر آ رہے تھے۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گئے۔

سب لوگ خاموشی سے ان کی یہ کارروائی دیکھ رہے تھے۔ کافی دیر تک ان کی واپسی کا انتظار کیا۔ پھر سعید اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"وہ صرف ہمیں دیکھنے آئے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ابھی کوئی کارروائی نہیں کریں گے مسٹر علی اگر آپ آرام کرنا چاہیں تو طیارے میں چلے جائیں۔ دن کی روشنی میں ہم لوگ طیارے سے باہر نہیں رہ سکیں گے۔"

میں نے بھی طیارے کے مسافروں کا جائزہ لینے کے لیے ان کی یہ پیش کش قبول کر لی اور آگے بڑھ گیا۔ سیڑھیاں عبور کر کے میں اندر داخل ہوا تو تمام مسافر جاگ رہے تھے۔ عورتیں رو رہی تھیں اور مرد پریشان نظر آ رہے تھے۔ اینی پارکر اپنی جگہ ساکت و جامد بیٹھی ہوئی تھی۔

مجھے دیکھتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ "پیڈرو! اوہ پیڈرو ڈیئر! تم کہاں چلے گئے تھے۔ میرے دل میں وسوسے پیدا ہو رہے تھے۔ میں سوچ رہی تھی کہ انھوں نے تمھیں قتل نہ کر دیا ہو۔"

"نہیں ڈارلنگ! میں زندہ ہوں۔ میں نے مصلحتاً ان لوگوں سے دوستی کر لی ہے تاکہ ان کے اقدامات کا اندازہ کر سکوں۔"

"اوہ۔ مسٹر پیڈرو! آخر تم نے کیا جائزہ لیا؟" ہمارے عقب میں بیٹھا ہوا ایک شخص جو شاید ہماری باتیں سن رہا تھا، اچانک بول پڑا۔ "مجھے جانسن فلیگ کہتے ہیں۔ معاف کیجیے میں آپ لوگوں کی باتیں سن رہا تھا۔" اس نے عاجزی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں مسٹر جانسن! ان لوگوں نے سخت حفاظتی انتظامات کر لیے ہیں۔ اب معاملہ تل ابیب پر ہے۔ اگر یہودی حکومت نے ان آٹھ فلسطینیوں کی رہائی کا فیصلہ کر لیا تو ہماری زندگی بچ جائے گی ورنہ یہ لوگ طیارے کو اڑا دیں گے۔"

علم روحانیت پر ایک بے حد کارآمد کتاب
ٹیلی پیتھی اور مستقبل بینی
اپنا پیغام دوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور ان کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ
قیمت ۲۰/= روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کاش، وہ لوگ ان کی بات مان لیں۔ کتنے افراد بے موت مارے جانے سے بچ جائیں گے۔" جانسن نے غمزدہ لہجے میں کہا۔ ہماری اس گفتگو سے قرب و جوار میں بیٹھے ہوئے لوگ بھی متوجہ ہوگئے تھے اور اُن کے چہروں پر خوف اور مایوسی کے تاثرات صاف نظر آ رہے تھے۔ اینی زار و قطار روتی رہی اور میں اسے تسلیاں دیتا رہا۔

"اب کیا ہوگا ڈیئر ہیڈرسو! اب کیا ہوگا؟" اس نے ہچکیوں کے درمیان کہا۔

"ڈارلنگ، تم بالکل بدحواس ہوگئی ہو۔ آخر تم نے مجھے کس نام سے پکارنا شروع کر دیا ہے؟" میں نے اس کے کان میں کہا اور وہ بُری طرح چونک پڑی۔

"سوری ڈیئر! میں واقعی سخت پریشان ہوگئی ہوں۔ تمہیں علم ہے کہ فلسطینی، یہودیوں کے کتنے بڑے دشمن ہیں؟ اگر انھیں میرے بارے میں خبر ہو جائے تو مجھے تو وہ قطعاً زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"سبھی لوگوں کی ایک سی کیفیت ہے اینی ڈیئر، تنہا تم اپنی فکر مت کرو۔ وہ لوگ کسی کو معاف نہیں کریں گے۔ اگر اُن کی بات پوری نہ ہوئی تو وہ یقیناً طیارے کو اُڑا دیں گے۔"

میری آواز اتنی بلند تھی کہ دوسرے لوگ بھی اُسے بآسانی سُن سکتے تھے۔ نتیجتہً اُن کی بدحواسیاں مزید بڑھ گئیں اور رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔

✿

صبح صادق کی روشنی فضا میں پھیلتی چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد سورج نے مشرق سے سر اُبھارا۔ ریگستان روشن ہو گیا۔ تاحدِ نگاہ خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ ریت کے ٹیلے آہستہ آہستہ گرم ہوتے جا رہے تھے۔ دو ائیر ہوسٹس بھیجی گئیں اور انھوں نے ناشتے کا انتظام کر لیا۔ مسافر رات کے بھوکے تھے۔ اس لیے کسی نے ناشتے سے انکار نہیں کیا۔

کچھ دیر بعد سعید اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ طیارے میں آیا۔ اس نے میری جانب کوئی ذرا بھی توجہ نہیں دی تھی۔ وہ لوگ کچن میں داخل ہوگئے اور شاید سامان خورد و نوش کا جائزہ لینے لگے۔ پھر کچھ پیکٹ اٹھا کر باہر نکل گئے۔ ایک ہائی جیکر بدستور طیارے میں موجود تھا اور پوری طرح مستعد تھا۔ غالباً اسے میرے بارے میں بتا دیا گیا تھا کیونکہ دو تین بار مسکراتی نگاہوں سے اس نے مجھے دیکھا تھا اور ان آنکھوں میں شناسائی کی چمک موجود تھی۔

وقت گزرتا رہا۔ دن کو تقریباً گیارہ بجے صحرا میں کچھ گاڑیاں نمودار ہوئیں۔ یہ چند ٹرک تھے اور دو جیپیں تھیں۔ میں طیارے کی سیڑھیوں پر کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ میں نے فدائین میں کچھ ہلچل سی دیکھی، وہ سب سمٹ کر طیارے کے پاس پہنچ گئے تھے۔ بارود وغیرہ اب بھی اس عمارت میں موجود تھے۔

ہم دور سے ان گاڑیوں کو قریب آتے دیکھتے رہے۔ گاڑیاں طیارے سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر رک گئیں۔ اُن سے کچھ فوجی نیچے اُترے۔ یہ یہودی سپاہی تھے اور گاڑیوں پر اسرائیلی جھنڈے صاف لہرا رہے تھے۔

فدائین خاموشی سے ان کی کارروائیاں دیکھتے رہے۔ پھر مذاکرات کا انتظام کر لیا گیا تھا لیکن ابھی تک کوئی اور تحریک نہیں ہوئی تھی۔

دفعتاً میں نے ستارہ کیف کو دیکھا جو اشارے سے کچھ کہہ رہی تھی۔ یہ لوگ طیارے کی دُم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ایک قوی ہیکل شخص کے سامنے ایک ٹرانسمیٹر مشین رکھی ہوئی تھی۔ میں ان کے پاس پہنچا تو قوی ہیکل شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ "انہیں محمود جالود کہتے ہیں۔"

"بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔"

"مجھے بھی۔" اس نے کہا اور پھر ہم دونوں نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔ اسی وقت مشین پر ایک اشارہ موصول ہوا اور جالود نے اٹھا کر بولا "بس ایک منٹ۔ ذرا دیکھوں کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔"

"ضرور۔" میں نے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا اور محمود جالود نے مشین کے چند بٹن آن کر دیے۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے آواز اُبھری۔

"محمود جالود مخاطب ہے۔"

"تمہارا تعلق کون سے گروپ سے ہے؟" پوچھا گیا۔

"پی این۔ ایل۔ پی سے۔" محمود نے جواب دیا۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"جارج حباش کے اُن آٹھ ساتھیوں کی رہائی جو تل ابیب جیل میں موجود ہیں۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ؟"

"بس فی الوقت یہی ہمارا مطالبہ ہے۔ دوسرے معاملات کے لیے ہماری ملاقاتیں آئندہ بھی ہوتی رہیں گی۔" محمود جالود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"طیارے کے مسافروں کی تعداد کتنی ہے؟"

"دو سو اٹھارہ۔" محمود جالود کی جانب سے کہا گیا۔

"اُن کی فہرست تیار کر لی گئی ہے؟"

"ہاں۔" محمود جالود نے وضاحت کی۔

"مسافروں میں کوئی قابل ذکر ہستی؟" پوچھا گیا۔

"ہاں! ایک عظیم شخصیت موجود ہے۔ باقی کے معیار زندگی تم خود اندازہ کر سکتے ہو۔"

"کون ہے وہ؟"

"سوئٹزرلینڈ کے ارب پتی میکائیل پارکر کی بیٹی اینی پارکر۔ میرے خیال میں یہ نام تمہارے لیے چونکا دینے والا ہوگا۔" محمود جالود نے مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی۔ چند لمحے گزرنے کے بعد پھر کہا گیا۔ "تل ابیب تمہارے مطالبے پر غور کر رہا ہے۔ تمہیں دی ہوئی مہلت میں توسیع کرنی ہوگی۔"

"کتنی مہلت چاہتے ہو؟" جالود نے پوچھا۔

"کم از کم تین دن۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یہ ممکن نہیں۔ ہمارے پاس خوراک بہت کم ہے۔"

"اس کا کوئی انتظام کر دیا جائے گا۔"

"تل ابیب اس سلسلے میں تساہل سے کیوں کام لے رہا ہے؟"

"اس لیے کہ جارج حباش کے گوریلوں کو تل ابیب جیل سے کہیں اور منتقل کر دیا گیا ہے۔"

"کہاں؟" محمود جالود کے لہجے میں تشویش کی جھلک نمایاں تھی مگر پھر بھی وہ اپنے آہنی عزائم کا اظہار کر رہا تھا۔

"یہ بتانا ممکن نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے، اگر خوراک مہیا کر دی جائے تو ہم انتظار کر سکتے ہیں۔" محمود جالود نے کہا۔

"تین افراد تمہارے پاس بھیجے جا رہے ہیں۔ جہاز کے مسافروں کی فہرست انھیں پیش کر دو۔"

"نہیں۔ صرف ایک آدمی بھیجا جائے۔" محمود جالود نے جواباً کہا۔

"یہ تینوں غیر مسلح ہوں گے اور جس جیپ میں یہ لوگ آئیں گے تم اس کی تلاشی لے سکتے ہو۔"

"صرف ایک شخص آئے گا اور وہ بھی پیدل آئے گا۔ فاصلہ اتنا زیادہ نہیں ہے۔ بہت واضح لہجے میں کہا جا رہا ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اس فاصلے کو کم کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"آخر تمہیں تین افراد کی آمد پر کیا اعتراض ہے؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"میں کہہ چکا ہوں کہ صرف ایک آدمی۔" محمود نے کہا اور مشین بند کر دی۔ پھر وہ میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ "اینی پارکر کا نام بہت دل کش ہے ان کے لیے۔ تم نے واقعی ہمیں ایک عظیم تحفہ پیش کیا ہے علی!"

"شکریہ مسٹر محمود! مجھے آپ کے اس انداز پذیرائی سے ناقابل بیان خوشی کا احساس ہو رہا ہے۔"

وقت گزرتا رہا۔ تمام ہائی جیکرز بے حد محتاط اور چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔ ہر سمت کا جائزہ لیا جا رہا تھا۔ وہ دشمن کی کسی بھی حرکت کا بھرپور جواب دینے کے لیے سربکف بیٹھے تھے۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ایک اسرائیلی افسر دونوں ہاتھ بلند کیے اس طرف بڑھتا ہوا نظر آیا۔ اس کی رفتار معمول سے زیادہ تیز تھی۔ فدائین بڑی توجہ اور دلچسپی کے ساتھ اسے دیکھتے رہے۔ پھر دو فدائین اس کے لباس کی تلاشی لینے لگے۔ اس مرحلے سے گزرنے کے بعد وہ لوگ اُسے اپنے ہمراہ لے کر محمود جالود کے پاس پہنچ گئے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" محمود نے آنے والے سے دریافت کیا۔

"رافن فالکن۔" تل ابیب کے نمائندے نے جواب دیا۔

"تمہارا عہدہ کیا ہے؟"

"اسرائیلی فوج میں میجر ہوں۔" آنے والے نے بتایا۔

"تو پھر آؤ، میں تمہیں طیارے کی سیر کرا دوں۔ تمہیں ان لوگوں سے مل کر خوشی ہوگی۔ ویسے تم سادہ لباس میں کیوں آئے ہو؟" محمود جالود نے پوچھا۔

"اس کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔"

"یہ ناممکن ہے۔ تم لوگ بلا سبب ایک قدم بھی نہیں اُٹھاتے پھر بھی ہمیں اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" محمود جالود نے کہا اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ طیارے کی سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ میں بھی انہی لوگوں میں شامل تھا۔

طیارے کے مسافروں میں بدستور بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ اُن غریب الوطن لوگوں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے آنے والوں کو دیکھا تھا اور جب انھیں معلوم ہوا کہ فدائین کے درمیان ایک اسرائیلی افسر بھی موجود ہے تو عورتیں چیخ چیخ کر رونے لگیں۔ کچھ مردوں نے اپنے اذیت و کرب کے قصے سنانے چاہے لیکن یہودی میجر گھبرا کر باہر نکل آیا۔ اس کے بعد اُسے طیارے کے اردگرد کی سچویشن بتائی گئی۔ وہ ڈائنامائیٹ دکھائے گئے جو طیارے کو اُڑانے کے لیے بچھائے گئے تھے۔

میجر ان سارے انتظامات کو دیکھ کر سہم سا گیا تھا۔ "یہ بہت خوفناک صورت حال ہے۔ تمہاری کوئی غلطی اس طیارے کو تباہ کر سکتی ہے۔" اس کی آواز سے گہری تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔

"تمہاری بھی کوئی غلطی اس طیارے کی تباہی میں وہی کردار ادا کر سکتی ہے میجر! غلطی کسی سے بھی ہو غلطی ہی کہلاتی ہے۔ ہم اس وقت تک کوئی غلطی نہیں کریں گے جب تک تمہاری طرف سے کسی عیاری کا ثبوت فراہم نہ ہو جائے۔" محمود جالود کی زبان سے ادا ہونے والا ایک ایک لفظ جرأت و بے باکی کا مظہر تھا۔

"طیارے میں خوراک کتنی ہے؟" میجر نے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دا جتنی چند گھنٹوں کے سفر کے لیے ہو سکتی ہے ۔ لیکن یہاں مزید خوراک موجود نہیں ہے ۔"

"اور پانی ؟" میجر نے گھبرا کر دوسرا سوال کیا۔

"پانی کی بھی یہی کیفیت ہے ۔" محمود جالود کے لہجے میں غیر معمولی ٹھہراؤ تھا۔ وہ اپنے اعصاب کی مضبوطی کا بار بار مظاہرہ کر رہا تھا۔

"خود تمھارے اپنے پاس خوراک کی کیا کیفیت ہے ؟"

"یہ ایک ... ہے ۔" محمود جالود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر خوراک کے یہاں پہنچانے کا کیا بندوبست کیا جائے ؟" میجر نے پوچھا۔

"تم اسے ان ٹیلوں کے قریب ہیلی کاپٹر سے گرا سکتے ہو ۔" جالود نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اگر کوئی گاڑی یہ خوراک لے آئے تو ؟"

"اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی ۔"

"تم اپنے دو آدمیوں کو میرے ساتھ بھیج سکتے ہو ؟" میجر نے کہا۔

"یہ بھی ممکن نہیں ۔" جالود نے اُس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے ! مجھے مسافروں کی فہرست فراہم کر دو ۔" بالآخر اسرائیلی میجر نے کہا۔

جالود نے کچھ دیر بعد اُسے فہرست پیش کر دی۔ یہودی میجر نے ایک نگاہ فہرست پر ڈالی اور اس کے چہرے سے شدید اضطراب کے تاثرات ظاہر ہونے لگے ۔ پھر وہ اٹھا اور فہرست لے کر چل پڑا۔

اس کے جانے کے بعد محمود جالود نے اپنے ایک ساتھی سے یہودی میجر کے اضطراب کا تذکرہ کیا تو وہ بول پڑا ۔" آپ کا خیال درست ہے جناب ! ان لوگوں میں کوئی ایسی شخصیت ضرور ہے جو ان لوگوں کے لیے غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے ۔ یقیناً اُسی کو دیکھ کر یہودی میجر اپنے اعصاب پر قابو نہیں پا سکا تھا ۔"

"کون ہو سکتا ہے وہ ؟" محمود جالود نے فکر مند لہجے میں کہا۔

"خدا جانے ۔" مخاطب نے بھی اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ۔

"تم مجھے اس فہرست کی نقل دوبارہ فراہم کر دو ۔ میں غور کروں گا ۔" محمود جالود نے کہا ۔ اس کے ساتھی نے اپنے سر کو اثبات میں جنبش دی اور پھر گہرا سکوت چھا گیا۔

❊

بڑا سنسنی خیز ماحول تھا ۔ صرف ایک کلو میٹر کے فاصلے پر اسرائیلی فوجی موجود تھے ۔ وہ شدید غصّے کے عالم میں پیچ و تاب کھا رہے تھے لیکن مجبور تھے ۔ اسرائیلی میجر تمام صورت حال کا جائزہ لے کر گیا تھا۔ اس نے ان لوگوں کو بتا دیا ہو گا کہ طیّارے کے مسافروں کی زندگی بارود کے ڈھیر پر بسر ہو رہی ہے ۔ انگلی کی اک جنبش سے اُن کے جسموں کے ٹکڑے میلوں دور تک پھیل جائیں گے ۔ وہ لوگ فوری طور پر کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے ۔

شام کو چار بجے ایک ہیلی کاپٹر فضا میں نظر آیا ۔ اُس نے نیچی پرواز کی اور مجاہدین کسی حادثے کے لیے تیار ہو گئے مگر چند لمحوں بعد ہی وہ ہیلی کاپٹر ان ٹیلوں کی طرف بڑھ گیا جہاں غذا گرانے کی ہدایت کی گئی تھی ۔ ہیلی کاپٹر نے کئی کارٹن پھینکے ۔ پلاسٹک کی بوتلیں بھی نیچے پھینکی گئیں ۔ جن میں پانی صاف نظر آ رہا تھا ۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا۔ مجاہدین جا کر وہ کارٹن اٹھا لائے ۔ ان میں اعلیٰ قسم کی غذائیں، سگریٹوں کے پیکٹ ، کافی کے ڈبے اور ڈبل روٹیاں موجود تھیں ۔

فلسطینیوں کے ہوش مند رہنما نے فوری طور پر حکم دیا کہ ان غذاؤں میں سے ایک ذرہ بھی فدائین استعمال نہ کریں بلکہ جہاز کے کچن سے جو کچھ محفوظ کر لیا گیا ہے ، وہی استعمال کرتے رہیں ۔"

کسی نے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا اور اس ہدایات کی پوری پوری پابندی کی گئی ۔ پھر مسافروں کو یہودیوں کی فراہم کردہ غذا پیش کی گئی اور جو کچھ بچ گئی ۔ اُسے صبح کے ناشتے کے لیے محفوظ کر لیا گیا ۔

❊

رات کو نو بجے کے قریب محمود جالود نے مجھے طیّارے سے بلایا ۔ اُس وقت سعید، ستارہ اور دو نامعلوم افراد بھی موجود تھے۔

"آج کی شب آپ کی ڈیوٹی لگائی جائے گی مسٹر علی !" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"زہے نصیب ! اس اعتماد نے مجھے نئی تقویت بخشی ہے ۔" میرے لہجے سے ممنونیت کا اظہار ہو رہا تھا۔

"کیا آپ مائیک تھرلیشر کو جانتے ہیں ؟"

"کون مائیک تھرلیشر ؟" میں نے دریافت کیا۔

"جہاز کا ایک مسافر ہے ۔ بھاری بدن اور گنجے سر والا ۔ ہمارے نزدیک یہ شخص مشکوک ہے ۔"

"میں نے اس شخص کو دیکھا ضرور ہے لیکن کوئی توجہ نہیں دی ۔ مجھے اُس کا بالوں سے صاف چکنا سر یاد رہ گیا تھا۔

"گیارہ بجے تک آپ طیّارے میں آرام کریں گے اور پھر ساڑھے گیارہ بجے سے دو بجے تک آپ کو ڈیوٹی انجام دینا ہو گی ۔"

"بسر و چشم ۔" میں نے گردن جھکا کر کہا ۔

"اس دوران مائیک تھرلیشر پر گہری نگاہ رکھیں میں نے اس سلسلے میں دوسرے لوگوں کو بھی ہوشیار کر دیا ہے ۔"

"ٹھیک ہے ۔" میں نے جواب دیا اور واپس طیّارے میں آ گیا ۔

مائیک تھرلیشر اپنی سیٹ پر موجود تھا اور آنکھیں بند کیے ایک ہاتھ سے کھوپڑی سہلا رہا تھا ۔

اینی مجھے دیکھتے ہی رو پڑی ۔" پیڈرو ڈارلنگ !" یہ کہتے کہتے وہ اچانک رُک گئی ۔ اُسے کچھ یاد آ گیا تھا ۔ پھر وہ مجھے دوسرے نام سے مخاطب کرتے ہوئے بولی ۔" آرمارک ! میں کیا کروں ۔ میں سخت پریشان ہوں ۔ مجھے بھی باہر لے چلو ۔ یہاں میرا دم گھٹا جا رہا ہے ۔"

"حوصلہ رکھو اینی ! وہ لوگ تمھیں باہر جانے کی اجازت نہیں دیں گے ۔ اگر تم نے باہر قدم نکالا تو وہ بے دریغ گولی مار دیں گے ۔" میں نے آہستہ سے کہا اور اینی سسکیاں لینے لگی ۔

"مجھے یہاں بہت ڈر لگ رہا ہے ۔ یہ لوگ بڑی دل ہلا دینے والی باتیں کرتے ہیں ۔ کہتے ہیں اسرائیلی ہٹ دھرم ہیں ۔ وہ کبھی ہائی جیکرز کے مطالبات نہیں مانیں گے ۔ بالآخر جہاز کو تباہ کر دیا جائے گا اور مسافر اپنی جانوں سے محروم ہو جائیں گے ۔ میں اُن کی باتیں سُن کر کانپ جاتی ہوں ۔ اس وقت مجھے تمھاری شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہے پیڈرو !"

"پھر پیڈرو ۔"

"سوری آرمارک ! میں بہت نروس ہو گئی ہوں ۔ بے چارے مسٹر تھرلیشر میری دل جوئی کرتے رہتے ہیں ۔ ورنہ یہاں میرا کوئی ہمدرد نہیں ہے ۔ سب اپنی اپنی پریشانیوں میں مبتلا ہیں ۔"

"مسٹر تھرلیشر ؟" میں نے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ جو اپنی سیٹ پر آنکھیں بند کیے بیٹھے ہیں ، وہ گنجے سر والے ۔"

"اوہ ! تمھاری دوستی ہو گئی ہے اُن سے ؟"

"ہمدرد انسان ہیں ۔ خود آئے تھے میرے پاس ۔"

"کیا کہہ رہے تھے ؟" میں نے رسمی انداز میں پوچھا۔

"میری دل جوئی کر رہے تھے ۔ بے حد نفیس انسان ہیں پیڈرو ! میں نے اُنھیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے ۔ دراصل میں نے خود بخود ایسا نہیں کیا ۔ اُنھوں نے تمھارے متعلق اس طرح سوالات کیے کہ میں بے اختیاری کے عالم میں حقیقت بیان کرنے پر مجبور ہو گئی ۔"

"مجھے تم سے ایسے ہی کسی کارنامے کی توقع تھی اینی ! بہر حال اب میں اس سلسلے میں ذرا بھی فکر مند نہیں ۔"

"تم ناراض ہو گئے آرمارک ؟"

"نہیں ! میں ناراض نہیں ہوں ۔ ویسے خود اُن کے بارے میں تم کیا جانتی ہو ؟"

"کچھ نہیں ۔ میں نے ان سے پوچھا ہی نہیں ۔ بس وہ مسٹر تھرلیشر کہلاتے ہیں ۔"

"ٹھیک ہے ۔ تم خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو ۔ میں تمھیں حالات سے باخبر رکھوں گا ۔ مسٹر تھرلیشر سے دوستی میں کوئی ہرج نہیں ہے ۔ اُن سے ملتی رہو ۔" میں نے بڑی محبت سے اینی کو تسلی دیتے ہوئے کہا ۔

اینی خاموش ہو گئی تھی ۔ میں نے بھی آنکھیں بند کر لیں ۔ سر گھوم رہا تھا ۔ اس دوران سکون کی نیند نصیب نہیں ہوئی تھی ۔ رات کو جاگ کر ڈیوٹی دینی تھی ۔ اس لیے ذہن کو سکون دینے کی کوشش کرتا رہا ۔ کافی دیر گزر گئی تو میں اپنی جگہ سے اٹھا اور باتھ روم کی طرف چل پڑا ۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو رہا تھا کہ عقب سے کسی نے دھکا دیا اور میں نے بمشکل تمام خود کو سامنے کی دیوار سے ٹکرانے سے روکا ۔ ورنہ شکل بگڑ کر رہ جاتی ۔

میرے عقب میں باتھ روم کا دروازہ بند ہو چکا تھا اور پھر ایک زوردار ٹکر میرے سینے پر پڑی اور پسلیوں میں شدید تکلیف محسوس ہونے لگی ۔ پھر بھی میں نے ٹکر مارنے والے کو دیکھ لیا تھا۔ وہ وہی گنجے سر کا مالک تھا ۔ قوی ہیکل گنجے نے میرا کالر پکڑ کر مجھے پوری قوت سے گھسیٹا لیکن اب وہ آسانی سے اپنی من مانی نہیں کر سکتا تھا ۔ میں نے اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دیا اور اس پر جا پڑا ۔

یہ بات اس کی توقع کے خلاف تھی ۔ میرا وزن اس پر پڑا تو وہ توازن کھو بیٹھا ۔ پھر دوسرے ہی لمحے میرا گھونسا اس کی ناک پر پڑا۔ وہ دروازے کے پاس سے ہٹنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں دوبارہ اس سے جا ٹکرایا ۔ ناک سے مسلسل خون بہہ رہا تھا جس کے باعث اس کا چہرہ بے حد خوف ناک ہو گیا تھا ۔ یکایک ایک خوف ناک غراہٹ اس کے حلق سے نکلی اور وہ جُھک کر کسی بیل کی مانند مجھ پر حملہ آور ہوا ۔ اس نے دوبارہ میرے سینے پر ٹکر مارنے کی کوشش کی لیکن جیسے ہی اُس نے سر جھکا کر اپنے بدن کو آگے بڑھایا ، میں نے تولیہ لٹکانے والا ہینگر پکڑ کر ، جھولتے ہوئے ایک لات اس کے منہ پر رسید کر دی اور یہ جوجِتسو کا داؤ تھا ۔ وہ اُلٹ کر نیچے گر پڑا ۔

جگہ تنگ تھی ورنہ اس دیو نما انسان سے جیتنا اتنا آسان نہیں تھا ۔ وہ کسی قدر بھاری بدن کا مالک تھا اور میں اس کی بہ نسبت کافی ہلکا پھلکا ۔ اسی لیے آسانی سے حرکت کر رہا تھا اور اُسے اپنے جسم کو اِدھر اُدھر گردش دینے میں دشواری پیش آ رہی تھی میں نے تولیہ لٹکانے کے مضبوط ہینگر کے سہارے کو غنیمت سمجھا اور اسے پکڑ کر دوبارہ اُچھلا ۔ اس مرتبہ میں نے اس کی دونوں پنڈلیوں کو نشانہ بنایا تھا ۔ اس کے حلق سے کربناک چیخ نکل گئی ۔

پھر میں نے مسلسل آوازیں سُنیں ۔ باہر سے باتھ روم کا دروازہ پیٹا جا رہا تھا ۔ ایک سخت آواز میں کہا جا رہا تھا ۔" دروازہ کھولو ورنہ اسٹین گن سے فائرنگ شروع کر دی جائے گی ۔ دروازہ کھولو اور اپنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

عبرت ناک انجام کو دعوت نہ دو۔"

میں تھریشر کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ گرینڈیول پر برسنے والی ضربوں نے اسے ناکارہ بنا دیا تھا۔ وہ اُٹھنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اور اس کوشش میں اُسے کسی طرح بھی کامیابی حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ دروازہ کھولنے کے لیے اس کے پاس سے گزرنا ضروری تھا اور مجھے یقین تھا کہ اگر میں اس کے نزدیک سے گزرا تو وہ یقیناً میری ٹانگیں پکڑنے کی کوشش کرے گا۔

ایک بار پھر میں نے وہی ہینگر پکڑ لیا اور اس کی توجہ ہٹانے کے لیے اُچھل کود شروع کر دی۔ اس کے چہرے پر بدحواسی کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ اندازہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس بار میں کہاں ضرب لگاؤں گا۔ میں نے دھوکا دینے کے لیے اس انداز میں پاؤں چلائے، جیسے دوبارہ اس کی پنڈلیوں کو نشانہ بنانا چاہتا ہوں۔ وہ دھوکا کھا گیا۔ اس نے بے اختیار اپنی پنڈلیاں سکوڑ کر اُن پر بدن کو جھکا لیا اور میں یہی چاہتا تھا۔ میری زبردست ٹھوکر اس کی پیشانی پر پڑی اور وہ پھر اُلٹ گیا۔ اُس کے ساتھ ہی میں نے اُسے پھلانگ کر دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں نے دروازہ کھول دیا۔ باہر چار ہائی جیکرز موجود تھے۔ اُن میں سے دو نے مسافروں پر اسٹین گنیں تان رکھی تھیں اور دو دروازے کے سامنے موجود تھے۔ دروازہ کھلتے ہی وہ پیچھے ہٹے لیکن مجھے باہر نکلتے دیکھ کر ان کے چہروں پر سکون کے آثار نظر آئے۔

تمام مسافر پریشان نظروں سے اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ ہائی جیکرز اندر گھس گئے اور پھر وہ گنجے تھریشر کو گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے۔

صورتِ حال اُنھیں معلوم ہو گئی تھی۔ مسافروں نے اُنھیں بتا دیا تھا کہ میں باتھ روم میں داخل ہو رہا تھا کہ تھریشر اپنی جگہ سے اٹھا اور دوڑتا ہوا باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ اُس نے مجھے دھکا دے کر باتھ روم کا دروازہ بند کر لیا تھا۔ ظاہر ہے، اس کے بعد کے حالات مسافروں کو معلوم نہیں ہو سکتے تھے۔ کچھ معلوم کرنے کے لیے دونوں ہائی جیکرز نے ٹھوکریں مار مار کر تھریشر کا حلیہ بگاڑ دیا تھا لیکن تھریشر کے انداز سے عجیب سی کیفیت کا اظہار ہو رہا تھا۔ ہائی جیکرز کی مسلسل اور خوفناک ضربوں کے باوجود اُس نے ایک بار بھی آواز نہیں نکالی تھی بلکہ آنکھیں بند کیے کچھ بڑبڑا تا رہا تھا۔ تب ایک ہائی جیکر نے بڑی بے دردی سے اس کا گریبان پکڑا اور اُسے بٹھا دیا۔ پھر کرخت لہجے میں بولا۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" ہائی جیکر کی آواز شعلہ بار تھی۔

"فیڈرل کاسترو زندہ باد۔" تھریشر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور جواباً دوسرے ہی لمحے ہائی جیکر کا زوردار گھونسا اس کے منہ پر پڑا۔

"واضح جواب دو۔ ورنہ تمھاری پیشانی میں سوراخ کر دیا جائے گا۔" ہائی جیکر کے ہونٹوں سے نفرت کی آگ برس رہی تھی۔

"میں ابلیس ہوں۔ براہِ راست آسمان سے نازل ہوا ہوں۔ تم لوگ میری اطاعت کرو۔ میں تمھارا رہنما ہوں۔ تم لوگ میری پیروی کرو۔ میں تمھارا روحانی پیشوا ہوں۔" اس نے آنکھیں کھول دیں اور ایک اُنگلی اٹھا کر کہا۔ یہ سب کچھ اتنا غیر متوقع تھا کہ ہائی جیکرز ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ پھر اُن میں سے ایک نے سرگوشی کرتے ہوئے دوسرے سے کہا۔

"شاید اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔"

"اوہ! یہ بات ہے!" دوسرے ہائی جیکر نے کہا۔

میں بھی تھریشر کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نمایاں تھے۔ میں نے سوچا، ممکن ہے کہ میرے پاؤں کی ٹھوکروں سے اس کا دماغ اُلٹ گیا ہو۔ لوگوں نے بہت کوشش کی کہ وہ ہوش مندانہ گفتگو کرے لیکن تھریشر نے قاعدے کی کوئی بات نہیں کی۔ بالآخر ہائی جیکرز اُسے جہاز سے اتار کر نیچے لے گئے۔

تھریشر بڑے اطمینان سے نیچے آیا اور زمین پر اس طرح بیٹھ گیا جیسے وہ ریاضت میں مصروف ہو۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ زیرِ لب کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

ہائی جیکرز ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔ میں بھی نیچے آ گیا تھا۔ ہائی جیکرز ابھی تک تھریشر کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پائے تھے اور میرے اپنے ذہن میں تھریشر کے متعلق عجیب و غریب خیالات پیدا ہو رہے تھے۔

محمود جالود کافی فاصلے پر کھڑا ان ہنگاموں کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے ابھی تک براہِ راست ان ہنگاموں میں مداخلت نہیں کی تھی۔ چند لمحوں بعد اس نے اشارے سے مجھے اپنے قریب بلایا۔ اس دوران وہ دوسرے ہائی جیکرز کو ہدایات دیتا رہا تھا۔ جیسے ہی میں نزدیک پہنچا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا معاملہ تھا؟" محمود جالود نے سوال کیا۔ میں کچھ دیر خاموش رہا اور پھر میں نے اُسے ساری تفصیل بتا دی۔ محمود جالود گہری نگاہوں سے مائیک تھریشر کی جانب دیکھ رہا تھا، پھر اُس نے کہا۔

"یہ شخص بہت مشکوک ہے۔ ممکن ہے اس نے یہ حرکت اس لیے کی ہو کہ ہائی جیکرز کی توجہ اس نئے ہنگامے کی طرف مبذول ہو جائے اور اُدھر اسرائیلی اس جہاز پر حملہ کر دیں۔ یہ نازک اور پیچیدہ صورتِ حال مرے پیشِ نظر تھی۔ اس لیے میں نے صرف دو آدمیوں کو ان ہنگاموں سے نمٹنے کے لیے اُوپر بھیج دیا۔ تمھارا کیا خیال ہے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ممکن ہے ایسا ہی ہو۔" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا کیونکہ میرے ذہن میں کچھ اور اندیشے ابھر رہے تھے۔ میرے خیال میں مائیک تھرلیشر کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ وہ نیا ہنگامہ کھڑا کر کے اسرائیلی فوجیوں کو جہاز پر حملہ آور ہونے کا موقع دے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو اینی پارکر سے وہ میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتا یقینی طور پر وہ صرف میری ہی ذات سے دلچسپی رکھتا تھا۔ مگر کیوں؟ میں نے اپنے ان خیالات کا اظہار محمود جالود سے نہیں کیا اور اپنے بارے میں سوچتا رہا۔ کچھ دیر بعد حالات پُرسکون ہو گئے تھے۔

محمود جالود کے اشارے پر تھرلیشر کے دونوں ہاتھ اس کی پشت سے باندھ دیے گئے اور دونوں پیروں کو بھی مضبوط رسیوں سے جکڑ کر اسے طیارے کے نیچے پہنچا دیا گیا مگر اس طرح کہ اب وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ لوگ کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھے۔ ان کارروائیوں سے فارغ ہو کر میں اوپر آ گیا اور اینی پارکر کے پاس بیٹھ گیا۔ اینی نے حسب توقع میرا دماغ چاٹنا شروع کر دیا تھا۔ وہ مجھ سے مسٹر تھرلیشر کے بارے میں معلومات حاصل کر رہی تھی۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں، یہ تو تم ہی بتا سکتی ہو کہ مسٹر تھرلیشر نے تم سے کیا گفتگو کی تھی؟" میں نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"پیڈرو! کیا تم میری طرف سے مشکوک ہو رہے ہو؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"تم خود سوچو اینی! اس شخص نے تم سے میرے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔ آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟"

"تو کیا تمہارے خیال میں میں نے اُسے اس بات کے لیے آمادہ کیا تھا؟" اینی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں یہ تو نہیں کہتا اینی! پھر بھی کوئی نہ کوئی بات ضرور تھی۔ وہ مجھے کافی خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"اگر مجھے اس بات کا علم ہوتا تو یقین کرو میں اُسے اپنے قریب بھی پھٹکنے نہیں دیتی۔ کتنا لمبا چوڑا آدمی تھا وہ۔ لیکن تم نے تو پیڈرو! اس کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا۔ میں نے اُسے بغور دیکھا تھا۔ اس کی حالت بہت شکستہ نظر آ رہی تھی۔" اینی اس طرح میری بہادری کا اعتراف کر کے میرے ذہن سے ناگوار تاثرات زائل کرنا چاہتی تھی میں نے جواب میں کچھ نہیں کہا لیکن مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

❁

ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے مجھے اپنی ڈیوٹی پر جانا پڑا میرے ساتھ ایک اور شخص ابراہیم عادل بھی تھا جو اس ٹیلے پر پہلے سے موجود تھا۔ ایک اسٹین گن مجھے بھی دے دی گئی تھی۔ حالانکہ میں اس کے استعمال سے بخوبی واقف نہیں تھا۔ پھر بھی بوقت ضرورت ٹرائیگر پر دباؤ تو ڈال ہی سکتا تھا۔

ابراہیم عادل بہت دلچسپ نوجوان تھا۔ وہ مجھے اپنی مہمات کے قصے سناتا رہا اور دو گھنٹے کی سخت ڈیوٹی یوں گزر گئی کہ پتا بھی نہ چل سکا۔ ابراہیم عادل سے میری اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔ دو گھنٹے کے بعد جب دوسرے دو آدمیوں نے ہماری جگہ لی تو میں نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"ارے ہماری ڈیوٹی ختم ہو گئی۔ وقت اتنا تیز رفتار ہے؟"

"جنابِ عالی! اب آپ آرام کریں۔" آنے والے دونوں افراد نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہماری جگہ سنبھال کر بیٹھ گئے۔ میں نے جہاز میں واپس جانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ اس لیے ریت کے ایک ٹیلے پر ہی لیٹ کر گہری نیند سو گیا۔ تھکن اس قدر زیادہ تھی کہ ایک ہی کروٹ سے سوتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہی کو آنکھ کھلی۔

❁

سورج نکل آیا تھا اور حالات بالکل پُرسکون تھے۔ کوئی خاص بات ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ تقریباً ساڑھے دس بجے محمود جالود کو سامنے رکھے ہوئے وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا۔ جواباً اس نے وائرلیس سوئچ آن کر دیا۔

"میں میجر رافن فالکن مخاطب ہوں۔ تمہارے چیف سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کہو میجر! کیا بات ہے؟" محمود جالود نے پوچھا۔

"ایک شخص تم سے ملنا چاہتا ہے۔ یہ سوئٹزرلینڈ کا تاجر مائیکل پارکر ہے۔ اس کی بیٹی جہاز میں سفر کر رہی تھی۔ اس کا نام اینی پارکر ہے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو اسے اس کی بیٹی سے تھوڑی دیر کے لیے ملنے کی اجازت دے دو۔ ہم تمہارے شکرگزار ہوں گے۔" میجر رافن فالکن نے کہا۔

"وہ شخص تنہا آئے گا؟" محمود جالود نے پوچھا۔

"تنہا آ جائے گا ویسے اگر تم مجھے بھی اس کے ساتھ آنے کی اجازت دو تو......"

"نہیں میجر! ایک وقت میں صرف ایک ہی آدمی۔" محمود جالود نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے تو پھر اسے اجازت......"

"ہاں بھیج دو۔ مجھے اس کی آمد پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" محمود جالود نے مسکراتے ہوئے کہا اور سوئچ آف کر دیا۔

پھر وہاں موجود تمام لوگوں نے دیکھا، وہ شخص جس کے بارے میں کہا گیا تھا، تقریباً بھاگتا ہوا اس طرف آ رہا تھا۔ دُبلا، پتلا، منحنی سا آدمی تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ فضا میں بلند تھے۔ چہرے پر خوف و دہشت کے آثار جھلک رہے تھے لیکن پھر بھی جوشِ جذبات میں دوڑتا چلا آ رہا تھا۔ جب وہ قریب پہنچا تو سب لوگ اس کی شکل دیکھنے لگے۔ اس

کا چہرہ گرد آلود تھا اور رخساروں پر آنسوؤں کی لکیریں جم سی گئی تھیں۔۔ پھر وہ ان کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اس نے تھوک نگلتے ہوئے چاروں طرف دیکھا۔ جیسے سوچ رہا ہو کہ اب کسی طرف سے گولی چلے گی اور اس کے جسم کے کسی حصے میں سوراخ ہو جائے گا۔

محمود جالود کے اشارے پر ایک ہائی جیکر نے آگے بڑھ کر تلاشی لی اور پھر اسے جہاز کے عقب میں لے جایا گیا۔ "آپ مسٹر پارکر ہیں؟" آنے والے سے پوچھا گیا۔

"جی ہاں جی ہاں۔" اس کی آواز لکنت زدہ تھی۔

"نسلاً یہودی ہیں؟" دوسرا سوال کیا گیا۔

"ہاں۔" میکائل پارکر کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔ غالباً وہ اس سوال کے لیے تیار نہیں تھا۔

"آپ تو بڑے نسل پرست مشہور ہیں۔ غالباً ایک پوری اسلحہ فیکٹری آپ کے سرمائے سے تیار ہوئی ہے۔" محمود جالود کا ایک ایک لفظ نفرت کے زہر میں ڈوبا ہوا تھا۔

"ہاں۔" پارکر رو دینے والی آواز میں بولا۔ اس کے اعصاب بکھرنے لگے تھے۔

"آپ کی بیٹی اس جہاز سے سفر کر رہی ہے؟" پوچھنے والے نے پوچھا۔

"ہاں۔" اس کی آواز میں لرزش بدستور موجود تھی۔

"اس سے ملنا چاہتے ہیں آپ؟" محمود جالود کا انداز عجیب تھا۔

"ہاں۔ ہاں۔" اس نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

محمود جالود نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور دو ہائی جیکر جہاز کی سیڑھیوں سے اُوپر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ روتی چیختی اینی کو بازوؤں سے پکڑے ہوئے نیچے لے آئے۔ اینی اس طرح چیخ رہی تھی جیسے اسے مقتل کی جانب لے جایا جا رہا ہو۔ اس نے ابھی تک اپنے باپ کو نہیں دیکھا تھا۔ پھر اچانک اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ حلق پھاڑ کر چیخی۔

"پیڈرو! بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔ یہ۔ یہ لوگ مجھے کیوں پکڑ کر لائے ہیں۔ آخر یہ مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟"

"اپنے پاپا سے ملو اینی! اس طرف دیکھو۔" میں نے پارکر کی طرف اشارہ کیا۔ میری آواز سنتے ہی اینی گھوم گئی۔ اس نے پارکر کو دیکھا اور چند لمحوں کے لیے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ پھر وہ ہوش میں آئی تو دم بخود رہ گئی۔ صحرا کے دامن میں اس کی شدتِ جذبات سے لبریز صدا گونجنے لگی۔ "پاپا! آپ نے آنے میں اتنی دیر کیوں کی؟" میکائیل پارکر بھی بے اختیار ہو گیا اور دوڑ کر اینی سے لپٹ گیا۔ باپ کی آغوشِ محبت میں پہنچتے ہی اینی فرطِ جذبات سے بے ہوش ہو گئی۔ پارکر نے اسے اپنے کمزور بازوؤں کا سہارا دینے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اور اینی لہراتی ہوئی گرد و غبار کے ڈھیر پر گر گئی۔

"آپ یہاں بیٹھ کر اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر سکتے ہیں۔ وہ اس جذباتی منظر کو برداشت نہیں کر سکی۔ اس لیے بے ہوش ہو گئی ہے۔" محمود جالود نے ازراہِ ہمدردی کہا۔

میکائیل پارکر اپنی بیٹی اینی کا سر آغوش میں رکھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے اور وہ اینی کے بالوں میں محبت و شفقت سے ہاتھ پھیر رہا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں صاف کیں اور کچھ کہنے کی کوشش کی کہ اچانک اسی وقت اس کی نگاہ تھوڑے سے فاصلے پر بیٹھے ہوئے مائیک تھرلیشر پر پڑی جو رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔

"اوہ۔ اوہ میرے خدا! ہارڈ۔ تم۔" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

تھرلیشر کی آواز ابھری۔ "انسان کو چاہیے کہ وہ سوچے سمجھے بغیر بولنے سے گریز کرے۔"

"تم بھی اسی طیارے میں... اور اس کے باوجود......"

"ہوش و حواس کا دامن نہ چھوڑیں اور وقت کی نزاکت کا احساس کریں مسٹر پارکر!"

"میری بیٹی کو رہائی دلا دو ہارڈ! آہ تمہاری موجودگی میں بھی یہ سب کچھ ہو گیا؟" پارکر اس کی بات پر توجہ دیے بغیر بولا اور تھرلیشر کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔

"گدھوں کی زندگی بے مصرف ہوتی ہے۔" تھرلیشر غصیلے انداز میں بولا لیکن پارکر پھر بھی کچھ سمجھنے سے قاصر رہا جبکہ ہم لوگ بخوبی تھرلیشر کی ذہنی کیفیت کو محسوس کر رہے تھے۔

پارکر نے جو نام لیا تھا، اس نے ایک لمحے کے لیے میرے حواس گم کر دیے تھے اور میرے دل و دماغ میں شعلے بھڑک اٹھے تھے۔ "ہارڈ — ادلیو ہارڈ۔ ادلیو ہارڈ، مائیک تھرلیشر۔" میرے کانوں میں تیز آوازیں گونج رہی تھیں۔

اسی دوران اینی پارکر ہوش میں آ گئی۔ حواس بحال ہوتے ہی وہ دوبارہ چیخ مار کر باپ سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"سوری پاپا! ویری سوری۔ میں نے اپنی حماقتوں سے آپ کے لیے اتنی پریشانیاں کھڑی کر دیں۔ اگر طیارہ ہائی جیک نہ ہوتا تو میں آپ کے پاس پہنچ چکی ہوتی لیکن اب کیا کروں پاپا؟ خدا کے لیے مجھے ان لوگوں سے نجات دلا دیجیے۔" وہ روتی رہی۔

"تم فکر مت کرو بیٹی! میں پوری پوری کوشش کروں گا تمہیں ان کی قید میں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟" مائیکل پارکر نے پوچھا۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے پاپا!" اینی کی آواز کانپ رہی تھی۔

"گھبراؤ مت اینی!" پارکر نے بیٹی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "اب تم جہاز میں جا کر آرام کرو۔ میں ان لوگوں سے بات کروں گا۔ جاؤ بے بی! میں آ گیا ہوں تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"پاپا! پیڈرو کو بھی رہا کرا لیں۔" اینی نے بچوں کی طرح مچلتے ہوئے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"پیڈرد کون ہے؟" مائیکل پارکر اپنی بیٹی کی زبان سے ایک نیا نام سُن کر چونک پڑا۔

"وہ۔ میرا انگیتر ہے پاپا! بہت اچھا انسان ہے" اینی نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے دیکھتے ہی مائیکل پارکر کے چہرے پر ناپسندیدگی کا گہرا رنگ اُبھر آیا تھا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ بس تم جاؤ اور خود کو قابو میں رکھو"

"پاپا!" اینی پارکر پھر رونے لگی۔

"جاؤ بے بی: جاؤ" اس کے ساتھ ہی ہائی جیکرز اینی پارکر کو لے کر جہاز میں چلے گئے۔

اینی کے جاتے ہی محمود جالود نے پارکر کو ایک طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ میں بھی اُس کے ہمراہ تھا۔

"آپ کی کیا خدمت کی جائے مسٹر پارکر؟" محمود جالود نے بیوی سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں"

"ضرور۔ لیکن اس کے لیے ....." محمود جالود نے اپنا جملہ اُدھورا چھوڑ دیا۔

"کیا چاہتے ہو؟" پارکر نے کاروباری انداز میں پوچھا۔

جالود کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی "تم کیا کر سکتے ہو مسٹر میکائیل؟"

"میں تمہیں ایک کروڑ ڈالر دے سکتا ہوں۔ اس طرح تمہاری وہ شکایت بھی دور ہو جائے گی کہ میں نے اسرائیل کو مالی امداد فراہم کی ہے"

"امداد اور تاوان میں فرق ہوتا ہے مسٹر پارکر!"

"یہ اندازِ فکر کی بات ہے۔ تم اسے تاوان ہی تصور کر لو"

"جہاز کے دوسرے مسافروں کا کیا ہوگا؟" محمود جالود نے کہا۔

"وہ حکومت کا مسئلہ ہے میرا نہیں" پارکر نے بے نیازی سے کہا۔

"یہودیت کے اس شاہکار کا کیا کرو گے؟" محمود جالود نے مسکرا کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا "اپنے دوست کو تنہا چھوڑے جا رہے ہو۔ اس کی کوئی قیمت نہیں لگاؤ گے؟"

"تم کس دوست کی بات کر رہے ہو؟" میکائیل پارکر نے اپنا کوئی تاثر ظاہر کیے بغیر کہا۔

"اولیو ہاورڈ کی بات کر رہا ہوں" محمود جالود میری زبانی ہاورڈ کی کہانی سُن چکا تھا اور پہلے ہی اس کی طرف سے مشکوک ہو چکا تھا "وہ بھی تو تمہارا ہم نسل ہے"

"ممکن ہے ان مسافروں میں اور بھی میرے ہم نسل موجود ہوں۔ کیا میں نے سب کی ضمانت لی ہے؟ اس کے بارے میں حکومتِ امریکہ سے بات کرو۔ میرے خیال میں امریکی حکومت ہاورڈ کے سلسلے میں بہت کچھ کرنے پر آمادہ ہو جائے گی" پارکر نے کہا

"ہاورڈ کا تعلق امریکی سی آئی اے سے ہے!"

"ہاں۔ وہ ایک اہم شخص ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ اُس نے تمہاری کوشش ناکام کیوں نہ بنا دی۔ وہ معمولی انسان تو نہیں ہے اور یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ وہ تنہا سفر کر رہا ہے" میکائیل پارکر کے ماتھے پر کئی شکنیں اُبھر آئی تھیں۔

"تم سے اس کے کیسے تعلقات ہیں مسٹر پارکر؟" محمود جالود نے پوچھا۔

"وہ میرا دوست ہے۔ امریکہ میں اکثر میری اُس سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ وہ کئی بار سوئٹزرلینڈ بھی آ چکا ہے۔ جب بھی آتا ہے میرے پاس قیام کرتا ہے" پارکر نے بے جھجک ہو کر جواب دیا۔

"اس کے باوجود تم اس کی رہائی کے لیے فکر مند نہیں ہو"

"تم صرف میری بیٹی کو رہا کر دو۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتا" پارکر نے ایک بار پھر صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"یہ اس کی اصلی شکل تو نہیں ہے مسٹر پارکر!" محمود جالود نے اس کی بات پر توجہ دیے بغیر اپنے سوالات کا سلسلہ جاری رکھا۔

"کیا مطلب؛ تم کس کی شکل کا ذکر کر رہے ہو؟" پارکر، جالود کی بات نہیں سمجھ سکا تھا۔

"میں اولیو ہاورڈ کی بات کر رہا ہوں۔ کیا یہ اس کی اصل شکل ہے؟" محمود جالود نے پوچھا۔

"نہیں۔ غالباً اس نے اپنا سر صاف کرا دیا ہے۔ میں اس میک اپ میں اسے کئی بار دیکھ چکا ہوں۔ یہ اس کا مخصوص میک اپ ہے" پارکر نے جواب دیا۔

محمود جالود مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے مسٹر پارکر کہ تمہیں اپنے دوست سے کوئی دل چسپی نہیں ہے"

"تم کام کی بات کرو۔ میں فضول باتوں میں اُلجھنا نہیں چاہتا۔ اینی کو میرے حوالے کر دو۔ میں نے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کروں گا"

"یعنی ایک کروڑ ڈالر کی ادائیگی!" محمود جالود نے کہا۔

"ہاں، لیکن اگر تم اس پر تیار نہ ہو تو یہ رقم بڑھ سکتی ہے۔ مجھے صاف صاف بتاؤ کہ آخر تم کیا چاہتے ہو؟"

"مسٹر پارکر ہماری چاہتیں ذرا مختلف ہیں۔ یہ ایک کروڑ ڈالر آپ اسرائیلی حکومت کو مزید امداد کے طور پر دے دیں اور اس سے کہیں کہ تل ابیب جیل میں موجود جارج حباش کے اُن آٹھ ساتھیوں کو فوری طور پر رہا کر کے ہمارے حوالے کر دے۔ اینی پارکر تمہیں مل جائے گی"

"کیا مطلب؟" پارکر کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی "تم یہ کروڑ ڈالر قبول نہیں کرو گے؟"

"پچاس کروڑ ڈالرز بھی نہیں مسٹر میکائیل پارکر! ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے یہاں دوستوں کی اہمیت دنیا کے ہر خزانے سے زیادہ ہوتی ہے۔ آپ ہمیں بھی یہودیت کے پیمانے سے ناپ رہے ہیں۔ براہِ کرم اپنے ذہن سے اس خیالِ فاسد کو نکال دیں کہ ہم دولت کے لیے اپنے ساتھیوں کو قربان کر دیں گے۔ مسٹر پارکر! آپ نے اسرائیلی حکومت کی بہت مدد کی ہے۔ اسلحہ ساز فیکٹری لگوائی ہے۔ کروڑوں ڈالر اُن پر قربان کیے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اینی پارکر کے لیے حکومتِ اسرائیل آٹھ قیدیوں کی قربانی دے سکتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ سے کسی اور شرط پر سودا نہیں ہو سکتا"

پارکر کے چہرے پر حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے محمود جالود کو دیکھتا رہا۔ پھر تھکے ہوئے لہجے میں بولا "اگر میں اس کوشش میں ناکام رہا تو؟"

"تو اینی پارکر کا حشر بھی یہاں موجود دوسرے لوگوں سے مختلف نہیں ہوگا۔ اسے بھی اس طیارے کے ساتھ داخلِ جہنم کر دیا جائے گا" محمود جالود کا لہجہ اچانک وحشیانہ ہو گیا تھا۔

"نہیں نہیں سنو! خدا کے لیے سُنو! ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ آخر بچی کا کیا قصور ہے، وہ تو ایک معصوم بچی ہے"

"آپ بھی بے حد معصوم ہیں مسٹر پارکر! ہمیں آپ کی معصومیت پر کوئی شبہ نہیں ہے۔ آپ جیسے معصوم آدمی کے لیے تو حکومتِ اسرائیل کو بہت کچھ کرنا چاہیے۔ اب آپ جا سکتے ہیں" یہ کہتے ہوئے محمود جالود اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے اور زبان سے شدید نفرتوں کا زہر ٹپک رہا تھا۔

"میں اینی سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اُسے اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا" میکائیل پارکر کی آواز ڈوبتی جا رہی تھی۔

"ایسا احمقانہ وعدہ آپ نے کیا ہی کیوں تھا مسٹر پارکر؟ کیا آپ نے اس جگہ کو بھی اپنی ملکیت سمجھ رکھا ہے؟ جائیے مسٹر پارکر! اب آپ سے مزید گفتگو نہیں کی جا سکتی۔ ہم نے یہی رعایت دے کر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اینی سے آپ کی ملاقات کرا دی۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں۔ اور ہاں سُنیے! اپنے کرم فرماؤں سے کہہ دیجیے گا کہ خوراک صرف ایک وقت کی تھی۔ اگر وہ جہاز کے ان مسافروں کو مزید کچھ دینا چاہتے ہیں تو دیر نہ کریں۔ ظاہر ہے کہ خوراک کی ضرورت آپ کی بیٹی کو بھی ہوگی"

پارکر حیران و پریشان محمود کو دیکھتا رہا اور پھر اس نے بڑی مایوسی کے عالم میں سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا "آخری وقت تک انتظار کرنا۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ تمہارے ان آٹھ ساتھیوں کو تم تک پہنچا سکوں۔ میری بیٹی کی حفاظت کے ذمے دار تم ہو۔ اُسے بہرحال زندہ رہنا چاہیے"

"ہائی جیکرز کو زندہ رہنا چاہیے مسٹر پارکر! اس بات کا بھی خیال رکھیں! اس کے ذمے دار آپ ہیں" محمود جالود نے انتہائی برجستہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے" پارکر نے کہا اور واپس لوٹ گیا۔ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی، وہ رنج و الم کا ایک شکستہ پیکر نظر آ رہا تھا۔

محمود جالود کے ہونٹوں پر ایک عجیب سا تبسم بکھر گیا۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا "خیر! اس طرح تمہارے ایک دیرینہ دوست کا پتا تو چل گیا۔ تم نے یقیناً اسے اس میک اپ میں نہیں پہچانا ہوگا۔ غالباً وہ لندن ہی سے تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے"

"مجھے شدید حیرت ہے مسٹر جالود کہ یہ شخص یہاں تک کس طرح پہنچا"

"وہ امریکہ کے ایک خطرناک محکمے کا رکن ہے۔ سی آئی اے کے بارے میں تمہاری معلومات بھی خاصی وسیع ہوں گی، یہ لوگ بہت ذہین و عیار ہوتے ہیں۔ تمہارے خیال میں کیا یہ شخص تنہا ہوگا؟" محمود جالود نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اغوا شدہ لوگوں میں اس کے کچھ دوسرے ساتھی بھی ہوں گے"

"ویسے میں پارکر کی بات سے متفق ہوں کہ اس نے ہائی جیکنگ کے دوران کوئی مزاحمت نہیں کی اور یہ بات میرے لیے ناقابلِ فہم ہے۔ سی آئی اے کا رکن ہونے کی حیثیت سے اس نے اس سلسلے میں کوئی غیر معمولی حرکت نہیں کی۔ حالات کا یہ بڑا عجیب پہلو ہے" محمود جالود کے چہرے پر فکر کی ہلکی ہلکی پرچھائیاں لرزنے لگی تھیں۔

"اُسے موقع نہیں مل سکا۔ آپ کے ساتھیوں کی مستعدی قابلِ تعریف تھی۔ میں تو صرف اس بات پر حیران ہوں کہ آخر یہ میرے راستے پر کیسے لگ گیا۔ بیروت میں یقیناً اس نے میری گرفتاری کے لیے کوئی معقول انتظام کیا ہوگا"

"ہاں۔ اس کے امکانات ہیں" محمود جالود نے کہا۔ پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اُبھر آئی "اینی پارکر کے بارے میں میرا رویّہ ٹھیک تھا؟"

"بے حد شاندار۔ میں اپنے جذبات کا صحیح اظہار نہیں کر سکتا۔ آپ کا ایک ایک لفظ میرے ذہن میں محفوظ ہے"

"تمہیں اس لڑکی سے کوئی دلچسپی ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ مجھے اس نسل کے ایک ایک فرد سے نفرت ہے"
میں نے اس طرح جواب دیا کہ میرے الفاظ کی تپش صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

"مجھے یقین ہے علی کہ بہت جلد ہمارے گروہ میں ایک ایسے جانباز کا اضافہ ہونے والا ہے جس کے کارنامے یہودیوں کو لرزہ براندام کر دیں گے۔ آؤ اب تمہارے دوست ہاورڈ سے بات کریں" پھر وہ میرا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہاتھ پکڑے پکڑے اس طرف بڑھ گیا جہاں ہاورڈ بیٹھا ہوا تھا۔

”ہیلو مسٹر تھریشر! کیسے مزاج ہیں؟“ محمود جالود کا لہجہ بظاہر شگفتہ تھا لیکن اس میں پوشیدہ زہرناکی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔

”صبح ہونے والی ہے۔ شام کی سیاہی صبح کی روشنی سے گریزاں ہے اور سورج کی آمد آمد ہے۔“ ہاورڈ نے اس طرح کہا جیسے کوئی فلسفی اظہارِ خیال کر رہا ہو۔

”شاید آپ کوئی نظم کہہ رہے ہیں مسٹر ہاورڈ! میکائیل پارکر نے آپ کا تعارف کرا دیا۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے۔ ورنہ ہم تو اس قدر عظیم شخصیت سے بے خبر ہی رہتے۔“ محمود جالود نے کہا۔

”گریگوری بیک اور سیسل بی ڈینئیل کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟“ ہاورڈ نے سوال کیا۔ وہ مسلسل اپنی ذات پر نقاب ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”وہی جو آپ کا اور میکائیل پارکر کا ہے۔“ جالود قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”پھر یقیناً سبزیاں مہنگی ہو جائیں گی۔ آلو دس ڈالر، مولی پانچ ڈالر اور گول کدو......“ ہاورڈ کی باتیں بے ربط تھیں مگر سمجھنے والے سمجھ رہے تھے کہ وہ فریب دینے کی آخری کوشش کر رہا ہے۔

”یہ اداکاری تم جیسے آدمی کو زیب نہیں دیتی۔ آخر تم کب تک اس قسم کی گھٹیا حرکتیں کرتے رہو گے! اب اپنے مصنوعی خول سے باہر نکل آؤ مسٹر ہاورڈ! ہمیں تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔“

”اب آپ سونے کے بھاؤ سنیے۔“ ہاورڈ نے کہا۔ اس نے جالود کی کسی بات کو بھی قابلِ اعتنا نہیں سمجھا تھا۔

”بہتر ہے، بہتر ہے۔ آپ اپنے خود ساختہ ریڈیو سے بازار کے بھاؤ نشر کرتے رہیں۔ ہماری نظر میں آپ کی حیثیت ان عام لوگوں سے زیادہ نہیں ہے جو اس طیارے میں موجود ہیں۔ آپ کے اُن ساتھیوں سے بھی ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے جو اسی طیارے میں سفر کر رہے ہیں۔“ اچانک جالود کا لہجہ بدل گیا تھا۔ اُس نے میرا ہاتھ پکڑ کر مڑتے ہوئے کہا۔ ”طیارے کو تھوڑی دیر بعد ڈائنا مائیٹ سے اُڑا دیا جائے گا۔“

جالود کی یہ ضرب بہت زیادہ اثر انگیز ثابت ہوئی تھی۔ میں نے ایک نگاہ میں ہاورڈ کے چہرے کے تاثرات بدلتے دیکھے تھے۔ دوسرے ہی لمحے وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”سنو! میری بات سنو! کہاں جا رہے ہو؟ رُک جاؤ۔“

جالود رُک گیا۔ ”فرمائیے مسٹر ہاورڈ؟“

”کیا اُس احمق تاجر نے تم سے کوئی وعدہ نہیں کیا؟ وہ ایک با اثر شخص ہے۔ پارکر اسرائیلی حکومت کو تمہارے مطالبات ماننے کے لیے مجبور کر سکتا ہے۔“ ہاورڈ اب اپنی حیثیت میں گفتگو کر رہا تھا۔

”شاید آپ کا ذہنی توازن درست ہو گیا؟“

”فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ تم لوگ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ٹھوس اقدامات کرو۔ ان معصوم اور بے گناہ لوگوں کی جانوں کے زیاں سے تمہیں کیا فائدہ حاصل ہوگا؟“

”طیارے میں آپ کے کتنے ساتھی ہیں مسٹر ہاورڈ؟“ جالود نے پوچھا۔

”تین۔ فوکر، مائیکل اور برانس۔ ان کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔“

”علی یار خان کی گرفتاری کے انتظامات کے بارے میں کچھ بتائیں گے؟“

”ان باتوں سے تمہیں کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔“ ہاورڈ نے کہا۔

”بہت زیادہ دلچسپی ہے مسٹر اولیو ہاورڈ کیونکہ اب علی یار خان کا تعلق ہماری ذات سے ہے۔“

”اب تفصیلات بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تمہارے پاس موجود تو ہے۔“

”پھر بھی۔ ہماری دلچسپی کے لیے۔“ محمود جالود نے کہا۔

ہاورڈ خونی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ ”یہ معاملہ تمہارے مشن سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ امریکہ میں ہر شخص کو آزادی حاصل ہے۔ وہاں کے مسلمان بھی اپنے مذہبی فرائض اسی طرح انجام دیتے ہیں جس طرح یہودی سایبرن ہال میں یہودی اجتماع مخصوص لوگوں کے لیے تھا یہ خود وہاں گیا اور تقریر کرکے یہودیوں کے مذہب کی دھجیاں اُڑا دیں اس نے اتنی اشتعال انگیز باتیں کیں کہ چند یہودی نوجوان اس کے دشمن ہو گئے اور پھر انھوں نے اس کے خلاف انتہائی کارروائی کی جس کے نتیجے میں اس نے انھیں قتل کر دیا۔ اس کے علاوہ اس نے کئی دوسرے یہودیوں کو قتل کر دیا۔ تم ہی بتاؤ کہ کیا اتنے جرائم کے بعد بھی یہ حکومتِ امریکہ کا مجرم نہیں ہے؟“

”بولتے رہیے مسٹر ہاورڈ!“ محمود جالود نے کہا۔

”اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں کہنا ہے کہ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ معاملہ اس معاملے سے بالکل مختلف ہے۔“

”لندن میں آپ مسٹر علی کے خلاف کیا کرتے رہے ہیں؟“

”یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ بہرحال میں بہت مختصر وقت میں اس تک پہنچا ورنہ حالات مختلف ہوتے۔ شاید تم لوگ یہ طیارہ اغوا بھی نہ کر سکتے۔“

”ممکن ہے ایسا ہی ہوتا۔ بیروت میں کیا بندوبست تھا؟“

”وہاں طیارے سے اُترتے ہی اسے گرفتار کر لیا جاتا اور پھر سارا کھیل ختم ہو جاتا۔“ ہاورڈ نے جواب دیا۔

”شکریہ مسٹر ہاورڈ! ہمیں اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم کرنا ہے۔ اب آپ آرام کریں مگر ایک بات اور۔ آپ نے مسٹر علی پر حملہ کرنے کی حماقت کیوں کی تھی؟“ جالود نے پوچھا۔

”بس، انسان سے کبھی نہ کبھی کوئی [illegible]

شدید جھنجلاہٹ کا شکار ہو گیا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ صورتِ حال بگڑ گئی ہے اور اب اس کی گرفتاری ممکن نہیں رہی ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ دیوانگی کی آڑ لے کر اسے قتل کر دوں بعد میں جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔“

”سچ بولنے پر تمہارا مزید شکریہ لیکن افسوس یہ ہے کہ آپ اپنی اس احمقانہ کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے اور علی نے آپ کا ذہنی توازن مکمل طور پر درست کر دیا۔ آؤ علی!“ یہ کہہ کر جالود مڑا اور میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔

میں اولیو ہاورڈ کے الفاظ پر اپنے جسم میں ہولناک سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ گویا بیروت ائیرپورٹ پر میری اس تمام کارروائی کا اختتام ہونے والا تھا۔ کیسا اذیت ناک لمحہ ہوتا کہ میں اپنی تمام تر کوششوں میں وہاں پہنچ کر ناکام ہو جاتا لیکن دوسرے ہی لمحے جان دینے کا وہی دل نشیں تصور میرے ذہن میں اُبھر آیا۔ یہ تو کوئی خاص بات نہیں تھی۔ قدرت نے ہر جگہ میری مدد کی تھی۔ ورنہ امریکہ جیسے ملک میں ایک بے سہارا مجرم کیا حیثیت رکھتا تھا۔ پھر میں امریکہ سے لندن تک بخیریت پہنچا اور جب وہاں سے نکلا اور دشمنوں نے اپنا کام پورا کر لیا تب بھی قدرت نے میری مدد کی اور طیارہ ہائی جیک ہو گیا۔ میرے دل میں جذبۂ ایمان کچھ اور فزوں ہو گیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں جن راہوں پر گامزن ہوں وہ نیکی کے راستے ہیں اور اسی لیے دستِ غیب میرے سر پر سایہ فگن ہے۔ بس یہی تصور تھا جو مایوسیوں کے اندھیروں میں بھی کسی فانوس کی مانند جل رہا تھا اور اسی تصور نے خارزارِ حیات میں بھی مجھے یہ احساس بخشا تھا کہ میرے پیروں کے نیچے لالہ و گل بچھے ہوئے ہیں اور میں سُبک روی کے ساتھ اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا۔

❁

اس وقت تقریباً ساڑھے بارہ بجے تھے جب ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا نظر آیا اور اسی جانب بڑھنے لگا جہاں پہلے روز خوراک گرائی گئی تھی۔ ہر چند کہ یہ معمول کے مطابق تھا اور اس بات کے روشن امکانات تھے کہ ہیلی کاپٹر کا کام صرف خوراک گرانا ہے۔ وہ کسی دوسری کارروائی کے لیے نہیں بھیجا گیا تھا۔ اس کے باوجود محمود جالود کے تمام ساتھی ہوشیار تھے۔ اسٹین گنیں اور مشین گنیں لیے وہ ہیلی کاپٹر کی جانب نگراں تھے۔ ہیلی کاپٹر سے خوراک کے تھیلے گرائے گئے۔ پھر وہ جدھر سے آیا تھا، اسی طرف واپس چلا گیا۔

خوراک حاصل کر لی گئی۔ وہی تمام چیزیں تھیں۔ جو پہلے روز مہیا کی گئی تھیں۔ سارا سامانِ خورد و نوش مسافروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ پھر بھی خوراک کا معقول انتظام نہیں تھا۔ بھوکے مسافروں کو جو کچھ دیا گیا، [illegible] قبول کر لیا۔ ہم لوگ بھی بھوکے تھے۔ چنانچہ ستارہ کیف [illegible] ہائی جیکرز اور [illegible] نے کا انتظام کیا۔ یہ خوراک نہایت مختصر [illegible] دے سے میرا ان تیدیہ [illegible]

تھی۔ ہیلی کاپٹر سے بھیجی گئی خوراک مجاہدین نے اپنے لیے حاصل نہیں کی تھی۔ حالانکہ اس میں بہترین اشیا موجود تھیں۔ میں نے اس بارے میں استفسار کیا تو محمود جالود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہرگز نہیں علی! ہم ان پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ ہم اگر سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے بھی کھا کر گزارا کر سکے تو کریں گے مگر ان کی فراہم کی ہوئی غذا قبول نہیں کریں گے۔ اس میں ہمارے لیے خطرات بھی ہو سکتے ہیں۔“

بات میری سمجھ میں آگئی تھی۔ میں ان لوگوں کے درمیان رہ کر بہت کچھ سیکھ رہا تھا۔ اس وقت شام کے تقریباً تین بجے تھے جب ہمیں ایک حسرت ناک واقعے سے دوچار ہونا پڑا۔

اولیو ہاورڈ اب بھی اُسی جگہ بیٹھا ہوا تھا جہاں اسے جہاز سے اتار کر بٹھا دیا گیا تھا۔ پھر اچانک ہماری نظریں اُس کی جانب اُٹھیں تو وہ اوندھا پڑا ہوا تھا۔ میں اور سعید بھاگتے ہوئے اس کے پاس پہنچے۔

”اسے کیا ہوا؟“ سعید نے تحیر آمیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اولیو ہاورڈ کو شانوں سے پکڑ کر سیدھا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ایک جانب لڑھک گیا۔

”اوہ! کیا یہ مر گیا؟“ میں نے سوال کیا۔

”پتا نہیں۔ تم ایک منٹ یہاں رُکو، میں ذرا حاتم احسانی کو بلا لاؤں۔“ سعید نے کہا اور ایک جانب دوڑتا ہوا چلا گیا۔ اسی وقت طیارے سے ایک ہائی جیکر اترتا نظر آیا۔ یہ بھی محمود جالود کی طرف جا رہا تھا۔ میں خاموشی سے اس بھاگ دوڑ کو دیکھتا رہا۔

حاتم احسانی جسے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا، ہاورڈ کے پاس پہنچا اور اس کا معائنہ کرنے لگا۔ کافی دیر تک وہ ہاورڈ کے دل کی دھڑکنوں کا جائزہ لیتا رہا۔ میں اور سعید اس کے بولنے کا انتظار کرتے رہے۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”یہ صرف بے ہوش ہوا ہے۔“

ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ طیارے سے اُترنے والے ہائی جیکر کے ذریعے یہ چونکا دینے والی اطلاع بھی ہم تک پہنچ گئی کہ طیارے کے تقریباً تمام مسافر بے ہوش ہو چکے تھے۔ دوسری جانب عمارت میں ائیر ہوسٹس اور پائلٹ بھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ محمود جالود کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے مجھے اشارے سے قریب بلایا۔

”کیا خیال ہے مسٹر علی! دیکھ لیا آپ نے تماشا؟“

”اوہ!“ میں حیرت سے اُچھل پڑا۔ ”کیا... کیا... یہ خوراک... میرا مطلب ہے کیا یہ لوگ اس خوراک کے استعمال سے بے ہوش ہو گئے ہیں؟“ حیرت کی زیادتی کے سبب الفاظ میری زبان سے ٹوٹ کر ادا ہو رہے تھے۔

”اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتے ہیں آپ؟“ محمود جالود نے ہنستے ہوئے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اس کا مقصد ہے کہ یہودیوں نے اپنے طور پر بہت بڑی کارروائی کر ڈالی۔ اُنھیں یقین ہو گا کہ طیارہ اغوا کرنے والے ہائی جیکرز بھی یہی خوراک استعمال کریں گے۔ اب تو یہ بات طے ہو چکی ہے کہ عنقریب اُن لوگوں کی طرف سے کوئی نئی کارروائی ہونے والی ہے۔"

"یقیناً۔ اور انھیں اس کارروائی کا بھرپور جواب دیا جائے گا۔" یہ کہہ کر محمود جالود نے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دیں کہ وہ ہر گزرنے والے لمحے سے ہوشیار رہیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد تین ہیلی کاپٹر فضا میں پرواز کرتے نظر آئے اور محمود جالود کے ہونٹوں سے ہلکی سی سیٹی کی آواز اُبھری۔

یہ تینوں ہیلی کاپٹر آن کی آن میں ہمارے سروں پر پہنچ گئے اور کافی نیچی پرواز کر کے انھوں نے جہاز کے اردگرد کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ پھر وہ مطمئن انداز میں ہم سے صرف تھوڑے فاصلے پر اُتر گئے۔ ہر ہیلی کاپٹر میں چار چار افراد تھے جو پوری طرح مسلح تھے۔ یہ لوگ تیزی سے ہماری جانب دوڑے۔ اُسی وقت محمود جالود کے ساتھیوں نے ان پر اسٹین گنوں سے گولیوں کی بارش شروع کر دی۔ یہ تمام افراد ایسی جگہ تھے جہاں قرب و جوار میں اُن کے لیے کوئی جائے پناہ نہ تھی۔

فدائین کی گولیوں نے انھیں بھون کر رکھ دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُن کے خون اُگلتے ہوئے جسم ریت پر تڑپ رہے تھے۔ محمود جالود کے اشارے پر مارٹر گنوں سے ہیلی کاپٹروں پر بھی گولے پھینکے گئے اور ہیلی کاپٹر وہیں کھڑے کھڑے تباہ ہو گئے۔

اس کے بعد وائرلیس پر اُن لوگوں سے رابطہ قائم کیا گیا۔ محمود جالود کی بارعب آواز اُبھری: "آپ لوگوں کی طرف سے بدمعاملگی کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس لیے ہم بھی اپنی کارروائی کرنے کے لیے آزاد ہیں۔ تمھاری بھیجی ہوئی نشہ آور غذا کسی مجاہد نے استعمال نہیں کی۔ یہ جان کر تمھیں یقیناً دلی صدمہ ہو گا۔ بہرحال تم لوگوں کو صرف چار گھنٹے دیے جا رہے ہیں۔ اس دوران ہمارے ساتھی ہر قیمت پر یہاں پہنچ جانے چاہئیں۔ اس وقت چار بجنے میں دس منٹ باقی ہیں۔ سات بج کر پچاس منٹ پر ہم اپنے مطالبے کی عملی شکل دیکھنا چاہتے ہیں ورنہ اکیاونویں منٹ پر طیارہ اُڑا دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی میں گفتگو کا یہ سلسلہ قطعی طور پر منقطع کر رہا ہوں۔ اب اس بارے میں مزید کوئی بات نہیں ہو گی۔"

جالود نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور مجاہدین دوسری کارروائیوں میں مصروف ہو گئے۔ کھنڈر نما عمارت سے پائلٹ اور ائیر ہوسٹسوں کو لا کر طیارے میں بند کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی طیارے کے تمام سسٹم چیک کیے گئے اور ڈائنامائیٹ درست کر دیے گئے۔

تقریباً سات بجے محمود جالود، سعید، ستارہ کیف اور دوسرے دو مجاہدین ایک جگہ جمع ہو گئے۔ جالود کے چہرے پر پتھروں کی سی سختی تھی۔ اس نے مجھے طلب کرتے ہوئے کہا۔

"علی یار خان! ہم میں سے ہر شخص آپ سے محبت کرتا ہے۔ آپ سے عقیدت رکھتا ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں اور فلسطینی مقصد کی تکمیل میں کارہائے نمایاں انجام دیں۔ صورتحال اس نازک موڑ پر آ گئی ہے جہاں تقدیر اپنا آخری فیصلہ کرے گی لیکن میں نے اپنے ساتھیوں کے مشورے سے کچھ اور فیصلے کیے ہیں۔"

"وہ کیا؟" میں نے مضطرب ہو کر پوچھا۔

"ہم آپ کی زندگی محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر ان لوگوں نے ہمارا مطالبہ تسلیم نہیں کیا تو طیارہ مسافروں سمیت اُڑا دیا جائے گا لیکن ان مسافروں میں سے ہم کچھ ایسے مسافروں کو آزاد کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں جن کا تعلق دوسرے ممالک سے ہے۔ ان میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہوں گے۔ آپ ان آزاد ہونے والے مسافروں میں ہوں گے۔ مسٹر آر مارک کی حیثیت سے آپ کو کوئی دُشواری پیش نہیں آئے گی کیونکہ ہاورڈ اور اس کے ساتھی طیارے کے ساتھ تباہ ہو چکے ہوں گے اور آپ کی نشان دہی کرنے والا کوئی باقی نہیں بچے گا۔ آپ ان لوگوں میں شامل رہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہودی لڑکی آپ کی بہترین مددگار ثابت ہو گی۔ کسی مناسب موقع پر آپ بیروت نکل جائیں۔ اس طرح آپ کو مزید آسانیاں حاصل ہو جائیں گی۔ آپ کا سامان طیارے کے ساتھ تباہ ہو جائے گا۔ آپ خود کو بیروت کا باشندہ ظاہر کر سکتے ہیں۔ بیروت پہنچ کر آپ ایک مخصوص پتے پر جائیں گے جو میں آپ کو بتا دوں گا۔ وہاں سے آپ کو تنظیم کے رہنماؤں تک پہنچا دیا جائے گا۔"

"اور آپ لوگ؟" میں نے جذباتی لہجے میں پوچھا۔

"ہم جب کسی مشن پر نکلتے ہیں تو یہ سوچ کر نکلتے ہیں کہ یہ ہماری زندگی کا آخری مشن ہے۔ اس کے بعد اگر زندگی بچ جاتی ہے تو اُسے خوش بختی تصور کیا جاتا ہے۔ اس بار بھی ایسی ہی صورتِ حال ہے۔ ہم لوگ اُردن کی طرف نکلنے کی کوشش کریں گے۔ موت کے خونیں ہاتھوں سے محفوظ رہے تو کہیں نہ کہیں آپ سے ملاقات ہو ہی جائے گی۔ کام آ گئے تو ہمارے لیے دُعائے مغفرت کرتے رہیے گا۔" یہ کہتے کہتے محمود جالود کی آواز جذباتی ہو گئی تھی۔ اس آہنی انسان کے چہرے پر احساس کے گہرے سائے لرز رہے تھے۔

"لیکن مسٹر جالود ...." میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر جالود نے میری بات کاٹ دی۔

"اس کی گنجائش نہیں ہے مسٹر علی! براہ کرم ہم سے تعاون کریں۔"

مجبوراً میں خاموش ہو گیا۔

گزرنے والا ہر لمحہ سنسنی خیز تھا اور ایک ایک پل کسی خوفناک حادثے کا منتظر تھا۔ نہ جانے کیا ہونے والا تھا؟ سات بج کر چالیس منٹ پر ان مسافروں کو نیچے اُتار لیا گیا جنھیں آزاد ... دوسرے مسافر اپنے انجام سے بے خبر ...

دیا گیا۔

اچانک سات بج کر پینتالیس منٹ پر صورتِ حال بدل گئی۔ ... افراد برق رفتاری کے ساتھ طیارے کی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ روشنیاں اُن کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔ اُن میں آٹھ افراد وہ قیدی تھے جنھیں تل ابیب جیل سے رہا کیا گیا تھا اور اُن کے ساتھ ایک اسرائیلی میجر تھا جو مسافروں کی رہائی کی نگرانی کرنے اور دوسرے معاملات طے کرنے آیا تھا۔

محمود جالود نے اُن کا پُرجوش استقبال کیا۔ سب ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے۔ اسرائیلی میجر کو نرغے میں لے لیا گیا تھا۔ جالود نے اسرائیلی میجر سے بات چیت شروع کر دی۔

"وعدے کے مطابق چند افراد کے علاوہ طیارے کے تمام مسافروں کو آزاد کیا جانا ہے۔ آپ انھیں اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں میجر!" محمود جالود نے بلند آواز میں کہا۔

"چند افراد کے علاوہ؟" میجر نے چونک کر کہا۔ "آخر اس بات سے تمھارا مقصد کیا ہے؟"

"یہ چند افراد یرغمال کے طور پر ہمارے ساتھ دمشق جائیں گے۔ یہ طیارہ ہمیں دمشق پہنچا رہے گا۔ وہاں سے اسے تیل دیا جائے گا اور یرغمالی مسافروں سمیت اسے بیروت جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔"

"یہ لوگ کون ہوں گے؟"

"ہم نے ان کا انتخاب کر لیا ہے۔ امریکن سی آئی اے کا ایک رُکن اولیو ہاورڈ اور اس کے تین ساتھی۔ میکائیل پارکر کی بیٹی اینی پارکر اور وہ تاجر جن کا تعلق بیروت سے ہے۔ دیر کرنا بے مقصد ہو گا۔ میں مطلوبہ افراد کے سوا تمام مسافروں کو جہاز سے باہر بھیجتا ہوں۔ آپ انھیں لے جانے کی تیاریاں کریں۔ مسافر اپنا سامان بیروت سے حاصل کر سکیں گے کیونکہ اُسے اُتارنے کا وقت نہیں ہے۔"

میجر خاموش ہو گیا۔ ظاہر ہے کسی سلسلے میں کسی حیل و حجت کا امکان نہیں تھا۔ اس کے بعد ہنگامی کارروائیوں کا آغاز ہو گیا۔ قیدی مسافر رہائی کی خبر سُن کر مسرت سے پاگل ہو گئے تھے۔ وہ بے تحاشا نیچے اتر کر دوڑ رہے تھے۔ پھر آن کی آن میں طیارہ خالی ہو گیا۔ ہاورڈ اور اس کے ساتھیوں، اینی پارکر اور اُن دونوں تاجروں کو اسٹین گنوں سے کور کر لیا گیا تھا۔ وہ سب خاموش تھے۔

پائلٹ انجن اسٹارٹ کرنے لگے۔ مسافر دور چلے گئے تھے اور ڈائنامائیٹ ہٹا لیے گئے تھے۔ اس طرح چھتیس گھنٹے کے بعد یہ طیارہ ایک بار پھر فضا میں بلند ہو گیا۔

ہائی جیکرز اور وہ مسلمان قیدی جو رہا ہو کر آئے تھے بے حد مسرور ... نے میرا ان قیدیوں سے تعارف کرایا اور سب نے نہایت خلوص کے ساتھ مجھ سے مصافحہ کیا۔

اینی ان تمام باتوں کو بہت غور اور دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر تعجب کے آثار تھے۔ پھر جب میں اُس کے برابر آ کر بیٹھا تو اُس نے بڑی رازداری سے پوچھا۔

"پیڈرو! کیا تمھارے ان لوگوں سے گہرے تعلقات ہیں؟"

"بہت گہرے ڈارلنگ! تمھارے تصور سے بھی زیادہ گہرے۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے؟" اس کی حیرت برقرار تھی۔

"وہ اس طرح کہ میں ان لوگوں کا ہم مذہب ہوں۔" بالآخر حقیقت میری زبان پر آ ہی گئی۔

"مسلمان؟" وہ چیخ پڑی۔

"بے شک۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے؟" اینی پارکر کی آواز کانپ رہی تھی۔

"ایسے۔" یہ کہہ کر میں نے چہرے سے ماسک اتار دیا۔ اس کے نیچے پنگ لی کا میک اَپ موجود تھا جسے دیکھ کر اینی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کے بعد میں فوراً ہی اُٹھ کر باتھ روم چلا گیا۔ پھر جب میں منہ دھو کر واپس آیا تو اینی کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔ بس وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی تھی اور اس کے بعد اُس نے دیوانہ وار چیخنا شروع کر دیا تھا۔

"مجھے میرے پاپا کے پاس پہنچا دو۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ میں ایک لمحے کے لیے بھی تمھارے پاس نہیں رہنا چاہتی۔ مجھے میرے پاپا کے پاس پہنچا دو۔"

"تم میرے پاس آ جاؤ بے بی! میں تمھارے پاپا کا دوست ہوں۔ فکر مت کرو۔ میں تمھیں تمھارے پاپا کے پاس لے جاؤں گا۔" اولیو ہاورڈ نے اس کی دل جوئی کرتے ہوئے کہا۔ اینی وحشت زدہ انداز میں اٹھی اور ہاورڈ کے پاس چلی گئی۔

"خس کم جہاں پاک۔" میں نے دوسری نشست پر بیٹھے ہوئے سعید عاطف سے کہا اور ستارہ مسکرانے لگی۔

دمشق تک کا سفر مختصر مگر بے حد دلچسپ تھا۔ طیارے کے دمشق پہنچنے کی اطلاع دمشق ائیرپورٹ کو مل چکی تھی۔ اس لیے وہاں تمام حفاظتی انتظامات کر لیے گئے تھے۔

طیارہ رَن وے پر اُتر گیا۔ وہاں پولیس موجود تھی۔ فوراً ہی طیارے کو تحویل میں لے لیا گیا اور ہمیں ایک فوجی گاڑی میں بٹھا کر لے جایا گیا۔ اولیو ہاورڈ اور دوسرے لوگوں کو دوسری گاڑی میں بٹھایا گیا تھا۔

جس عمارت میں ہمیں لے جایا گیا تھا وہ بے حد کشادہ اور خوبصورت تھی۔ یہاں ہمارے لیے تمام آسائشیں فراہم کی گئی تھیں۔ میں ان لوگوں کے درمیان آ کر اتنا خوش تھا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ ہمیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یک مخصوص حد میں سیر و تفریح کی اجازت تھی۔ یہاں کے اخبارات ہمارے بارے میں تفصیلات شائع کر رہے تھے اور چونکہ یہ اخبارات عربی میں تھے، اس لیے عام طور سے کوئی نہ کوئی مجھے پڑھ کر سنا دیتا تھا۔

مسٹر بارکر دمشق آکر اینی کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اولیو ہارڈ اور اس کے ساتھی دوبارہ لندن روانہ ہو گئے تھے۔ حکومت امریکہ نے درخواست کی تھی کہ اس کے مجرم کو اس کے حوالے کر دیا جائے مگر حکومتِ شام نے اس سلسلے میں معذرت کر لی تھی اور کہا تھی کہ فلسطینی جوان علی یار خان کو اپنے ساتھ بیروت لے جا رہے ہیں، اس لیے حکومتِ شام امریکی حکومت کا یہ مطالبہ پورا نہیں کر سکتی۔

دس دن تک ہم لوگوں کو دمشق میں رکھا گیا اور اس کے بعد ہماری روانگی کا انتہائی خفیہ طور پر بندوبست کر دیا گیا۔ ستارہ کیف کو خاص طور پر میرا ساتھی بنایا گیا تھا اور میرے چہرے پر انتہائی مہارت سے میک اپ کر دیا گیا تھا، تاکہ بیروت ائیرپورٹ پر مجھے کسی خطرے سے ہراساں نہ ہونا پڑے۔

ستارہ کیف کا میک اپ بھی عجیب تھا۔ اس نے ایک درمیانی عمر کی عورت کا روپ دھارا تھا۔

میں جس وقت بیروت ائیرپورٹ پر اترا تو میری مسرتیں انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں۔ میں نے اپنی منزل کا پہلا مرحلہ طے کر لیا تھا۔ یہاں آنے کی خواہش نہ جانے کب سے میرے سینے میں موجزن تھی۔ یہاں آکر میں اپنے اس مشن کا آغاز کرنا چاہتا تھا، جو خون کی طرح میرے جسم میں گردش کر رہا تھا۔

بیروت ائیرپورٹ پر ہمیں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ حالانکہ میں اور ستارہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ہمارے دشمن لمحہ لمحہ تعاقب میں ہوں گے۔ ممکن ہے سی آئی اے کے ایجنٹ جو بیروت میں موجود تھے، دن رات ہماری آمد کے منتظر ہوں اور اس وقت بھی وہ ہمارے اطراف میں پھیلے ہوئے ہوں لیکن حکومتِ شام نے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا اور خود ہماری نگرانی کے لیے بھی چند افراد نے اسی طیارے سے سفر کیا تھا۔ خاص طور پر میرا مسئلہ ذرا الجھا ہوا تھا۔ اس لیے اس سلسلے میں انھیں بہت زیادہ محتاط رہنا پڑا۔

بیروت پہنچ کر ہم لوگ ایک ٹیکسی میں روانہ ہوئے۔ بیروت کی حسین شاہراہیں مجھے قدم بہ قدم چونکنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

شام کی دھندلاہٹیں پھیلتی جا رہی تھیں اور ہم اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھے۔

"ابراہیم الآصف اسٹورز" بہت بڑا اسٹور تھا۔ اس کے سامنے ٹیکسی رکی اور ہم اتر کر اندر داخل ہو گئے۔ بظاہر ہم خریداری میں مصروف تھے لیکن ہماری نگاہیں باہر کا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر بھی انتہائی کوشش کے باوجود ہمیں کوئی ایسا مشکوک شخص نظر نہیں آیا جس کے بارے میں یہ شبہ کیا جا سکتا کہ وہ ہماری نگرانی کر رہا ہے۔ چنانچہ ہم اسٹورز کے دفتر میں داخل ہو گئے جہاں ادھیڑ عمر کے ایک قوی ہیکل آدمی نے ہمارا استقبال کیا اور اپنی میز کے عقب سے نکل کر مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "میرا تعلق بھی خطان گروپ سے ہے اور میں آپ کے عقیدت مندوں میں سے ہوں جس کا ثبوت یہ موجود ہے۔" اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے وہ نقشہ نکال کر دکھایا جس پر میری تصویر پن کی ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس نے نہایت احترام سے ہمیں بیٹھنے کی پیش کش کی اور ہم بیٹھ گئے۔

"آپ نے ہمیں کیسے پہچان لیا ہادی غطمی؟" ستارہ نے کہا۔

"مجھے تو آپ کی ایک ایک حرکت کا علم ہے کیا آپ نے ٹیکسی نمبر ایک سو ترالزے سے سفر نہیں کیا۔ جس کا ڈرائیور سیاہ فام عیسائی تھا۔"

"ہم نے غور نہیں کیا ٹیکسی کے نمبر پر۔ ویسے ڈرائیور افریقی ہی تھا،" ستارہ نے کہا۔

"ہمارا تعاقب تو نہیں کیا گیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ کسی کو شبہ نہیں ہو سکا۔ آپ لوگ کیا پئیں گے؟"

"بہت بہت شکریہ۔ اب تو بس آرام کریں گے۔"

"اپنے میک اپ اتار لیں۔ وہ باتھ روم کا دروازہ ہے۔ میں روانگی کے انتظامات کیے دیتا ہوں۔"

پہلے میں نے اور پھر ستارہ نے چہرہ صاف کیا اور اس کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں دوبارہ روانہ ہو گئے۔

ہماری دوسری منزل مغربی بیروت کی ایک خوب صورت عمارت تھی جہاں اسدالامین نے ہمارا استقبال کیا۔ پروفیسر اسدالامین ایک خوب صورت شخصیت کے مالک تھے۔ عمر پچاس پچپن کے لگ بھگ تھی۔

"پاکستانی مہمان کو خوش آمدید۔ علی یار خان کا جذبہ چمکتے سورج کی مانند ہے اور ہم اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔" پروفیسر اسد نے کہا۔

"استادِ محترم مجھے اجازت دیں۔ میرے اہلِ خانہ میرے لیے بےچین ہوں گے۔" ستارہ بولی۔ پروفیسر نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔ پھر ستارہ مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔ "اچھا علی! یہاں تک پہنچنے کی کامیابی پر مبارک باد قبول کرو۔ پھر ملاقات ہو گی۔"

"ضرور۔" میں نے خوش دلی سے کہا اور وہ چلی گئی۔ ستارہ کے جانے کے بعد پروفیسر اسد میری طرف متوجہ ہو گئے۔

"تمھاری قیام گاہ اوپری منزل پر ہے۔ آؤ پہلے تمھیں تمھارا کمرہ دکھا دوں۔ تمھاری ضروریات کے مطابق ساری اشیا تمھیں فراہم کر دی جائیں گی لیکن پھر بھی کوئی کمی رہ جائے تو مجھے یقین ہے کہ تم تکلف نہیں کرو گے۔"

"یقیناً۔" میں نے پرخلوص لہجے میں کہا اور پروفیسر مجھے لے کر اوپری منزل کی طرف چل پڑے۔ ایک وسیع اور کشادہ کمرے میں میرے

قیام کا بندوبست کیا گیا تھا جس کی ایک کھڑکی بیروت کی کشادہ اور خوب صورت سڑک پر کھلتی تھی۔

پروفیسر کے جانے کے بعد میں کمرے کے وسط میں جا کھڑا ہوا۔ اس وقت میرے دل میں عجیب سے جذبات ابھر رہے تھے۔

ماضی کی تیز ہوائیں کانوں میں سائیں سائیں کر رہی تھیں۔ ایک بار پھر میں جدوجہد کے تند و تیز سمندر کو عبور کر کے سکون کی وادیوں میں داخل ہوا تھا۔ ایک نئی اور طویل جدوجہد کا آغاز کرنے کے لیے۔ پتا نہیں میرے اہلِ وطن کو میرے بارے میں کیا اطلاعات ملی ہوں؟ نہ جانے اہلِ خاندان میرے بارے میں کیسے جذبات رکھتے ہوں۔ میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

طبیعت بہت زیادہ بوجھل ہو گئی تھی۔ میں نے دروازہ بند کیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ جوتے اتارنے کو بھی جی نہیں چاہا تھا۔ گزرے ہوئے واقعات میرے ذہن میں کسی فلم کی طرح گردش کر رہے تھے۔ تصور کے ہرے بھرے کھیت، میرا گھر، والد اور دوسرے لوگ۔ پھر کیلی فورنیا یونیورسٹی، میرا عزیز ترین دوست ہربنس سنگھ، شہناز۔ پھر جوشو، چائنا ٹاؤن۔ لندن، اینڈریو، ریٹا اور نہ جانے کون کون؟ بند آنکھوں میں یہ سارے کردار گھومتے رہے۔ پھر نہ جانے کہاں کھو گئے؟"

جب میں بیدار ہوا تو رات ہو چکی تھی۔ میرے ذہن پر سوگوار تاریکی مسلط تھی لیکن باہر بیروت روشنی کے سمندر میں غسل کر رہا تھا۔ خوب صورت دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ فٹ پاتھ انسانوں سے بھرے ہوئے تھے اور لبنان کی تاریخ میری نگاہوں کے سامنے آ گئی تھی۔

مصر نے شام کو فتح کیا تو ابراہیم پاشا کی روادارانہ پالیسی کے سبب یہاں بھی غیر ملکی مبلغین نے پورا فائدہ اٹھایا اور وہ شام میں ہر طرف پھیل گئے۔ پندرہ سال کے اندر اندر شام کا یہ ساحلی علاقہ عیسائیوں کا مرکز بن گیا اور غیر ملکی مبلغ عیسائیت کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ ان کے زیرِ سایہ عیسائی جارحانہ رویہ اختیار کرنے لگے اور ان کا یہ انداز ناقابلِ برداشت ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے "عرب ثقافت" کی تحریک شروع ہو گئی جس سے پورا شام متاثر ہوا۔ اگرچہ مصر میں بھی جدید فکر کے علمبردار عیسائی موجود تھے۔ تاہم شام پہلا عرب علاقہ تھا جس کی علمی رہنمائی عیسائیوں کے ہاتھ میں تھی۔ عیسائی تعلیمی ادارے کھل چکے تھے۔ ابراہیم پاشا جب تک شام میں رہا، اس کے طاقت ور ہاتھ نے عیسائی آبادی کو دبائے رکھا لیکن جب مصری افواج شام سے رخصت ہوئیں اور عثمانی حکام نے نظم و ضبط سنبھالا تو مقامی باشندوں اور عیسائیوں کے درمیان پہلا تصادم ہوا۔ لبنان کو دو الگ الگ اضلاع میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک ضلع میں عیسائیوں کی اکثریت تھی اور دوسرے ضلع میں مسلمانوں کی۔ تاہم جو آگ مبلغین نے بھڑکائی تھی وہ ان صلاحات سے بھی نہ بجھ سکی۔ فرانس اور انگلینڈ اس آگ کو ہوا دینے میں مصروف تھے اور لبنان میں مداخلت کا بہانہ تلاش کر رہے تھے پھر فسادات ہوئے جنہوں نے جلد ہی قتل و غارت گری کی صورت اختیار کر لی۔

استنبول سے سلطان نے اپنے وزیرِ خارجہ کو بھیجا جس نے انتظامیہ میں نئی تبدیلیاں کیں اور چند سال سکون سے گزر گئے۔

آخر کار پیمانۂ صبر چھلک گیا اور عیسائی دیہاتوں پر حملے شروع ہو گئے۔ ان حملوں میں کسانوں نے اپنے ہم قوم زمین داروں کا ساتھ دیا خون ریز لڑائیاں ہوتی رہیں۔ ترک فوجیں حرکت میں آ گئیں مگر دونوں قوموں میں نفرت کی آگ اس انتہا کو پہنچ گئی تھی کہ ترک سپاہی بھی اس آگ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ کئی مقامات پر وہ حملہ آوروں سے مل گئے۔ نتیجتاً عیسائیوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ رفتہ رفتہ یہ آگ دوسرے شہروں میں بھی پھیل گئی۔ یہاں تک کہ دمشق بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ یورپی طاقتوں میں خصوصاً فرانس اور برطانیہ اپنا مقصد حاصل کر چکے تھے۔ انھوں نے فوراً بحری جہاز شام کے سمندر میں بھیج دیے اور آخر میں فرانسیسی فوج بیروت میں اتر گئی۔ سلطان نے اپنے ایک وزیر فواد پاشا کو وسیع اختیارات دے کر بھیجا۔ یورپی طاقتوں کے نمائندے بیروت میں جمع ہو چکے تھے اور فواد پاشا پر زور ڈال رہے تھے کہ وہ لبنان کو کاٹ کر ایک الگ صوبے کی حیثیت دے دے۔ [illegible] جس میں عیسائیوں کو مسلمانوں کے برابر [illegible] اور قبائلی سرداروں سے اختیارات چھین لیے جائیں۔

فواد پاشا کے لیے اس دباؤ کے سامنے جھک جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس نے لبنان کا نظامِ حکومت نئے خطوط پر استوار کر دیا۔ حکومت کا سربراہ عیسائی گورنر تھا جو کونسل کے نمائندوں کی مدد سے حکومت چلاتا تھا۔ اس نظامِ حکومت نے آگے چل کر مزید وسعت اختیار کی اور شام مستقل طور پر دو صوبوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک لبنان اور دوسرا شام۔ دونوں صوبوں پر ایک ایک گورنر جنرل مقرر ہو گیا۔ اس کے بعد سے لبنان کے حالات اسی طرح چلے آ رہے تھے اور نفرت کی یہ آگ کبھی کسی موسم میں سرد نہیں ہوئی بلکہ بڑھتی ہی رہی۔ اور لبنان بار بار تعمیر و تباہی کے مرحلوں سے گزرا۔ آج بھی بیروت بدستور بارود کے ڈھیر پر تھا۔ میں نے لبنان کی تاریخ کے بارے میں جتنا کچھ پڑھا تھا، اس کا خلاصہ یہی تھا۔ ابھی میرے خیالات ماضی کی شاہراہوں پر بھٹک ہی رہے تھے کہ عقب سے مجھے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی اور ایک شخص نے اندر جھانکا۔

"آپ جاگ گئے مسٹر علی!" اجنبی نے مجھ سے پوچھا۔ "کچھ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" اتنا کہہ کر وہ فوراً ہی واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پروفیسر اسد ایک اور وجیہہ شخصیت کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ دونوں مسکراتے ہوئے میری جانب بڑھے اور پروفیسر اسد نے اپنے ساتھ آنے والے سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ان سے ملو علی! یہ عثمان زاہری ہیں۔"

میں نے عثمان زاہری سے مصافحہ کیا۔ "میرے پاس آپ کا مکمل ریکارڈ موجود ہے علی! مجھے افسوس ہے کہ انتہائی مصروفیات کی وجہ سے میں امریکہ میں آپ کی امداد کے لیے کسی کو نہیں بھیج سکا۔"

"مجھے آپ کی مصروفیات کا اندازہ ہے۔" جواباً میں نے کہا۔

"آپ کافی دیر تک سوئے ہیں مسٹر علی! مجھے یقین ہے کہ اس پُرسکون نیند نے آپ کی تھکن دور کر دی ہوگی۔" پروفیسر ہادی نے کہا۔

"جی ہاں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"تو پھر آئیے، نیچے چند لوگ آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں۔" پروفیسر نے کہا اور میں اپنے دل میں ایک عجیب سا احساس لیے ان دونوں کے ساتھ نیچے آ گیا۔ ایک بڑے ہال میں دس بارہ افراد موجود تھے جن میں چار خواتین بھی تھیں۔ سب نے میرا پُرتپاک خیر مقدم کیا اور پھر اُن لوگوں سے میرا تعارف کرایا گیا۔

اس کے بعد چائے کا دور چلا جس کے ساتھ خشک میوے بھی موجود تھے۔ چائے کے بعد پروفیسر زاہری نے کہا۔ یہ لوگ تنظیم میں آپ کی شمولیت کے بارے میں تفصیلات جاننا چاہتے ہیں۔ میں نے انھیں دعوت دی ہے کہ خود آپ سے اس بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔"

"میں حاضر ہوں۔" میں نے انکسار کے ساتھ خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ شاید تنظیم کے مختلف شعبوں سے واقف ہوں۔ ان میں پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ، پروپیگنڈا ڈیپارٹمنٹ، ایکشن ڈیپارٹمنٹ اور دوسرے کئی ڈیپارٹمنٹ ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کا رجحان معلوم ہو جائے تو پھر اُسی ڈیپارٹمنٹ میں آپ کا اندراج کر لیا جائے۔" پروفیسر اسد نے کہا۔

"میں ایکشن ڈیپارٹمنٹ میں شمولیت چاہتا ہوں۔" میں نے تامل کیے بغیر جواب دیا اور سب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہمارا بھی یہی خیال تھا۔ صرف عثمان زاہری کا خیال تھا کہ آپ سیاسی شعبہ پسند کریں گے کیونکہ قانون کے طالب علم ہیں۔"

"میں جانتا ہوں جناب کہ تنظیم کا ہر شعبہ اُتنا ہی باعمل ہے جتنے دوسرے شعبے متحرک ہیں۔ ہر ایک کا محاذ بھی اتنا ہی وسیع و عریض ہے لیکن میرے سینے میں نفرت کا جو جہنم دہک رہا ہے، وہ عمل چاہتا ہے۔ میں ان لوگوں سے دست بدست جنگ کرنا چاہتا ہوں۔ اس لیے میں نے یہ شعبہ پسند کیا ہے۔"

"لیجیے عزیزہ نائمہ برق! آپ کو یہ آتش فشاں مبارک ہو۔" پروفیسر نے ازراہِ مذاق میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اور وہ خوبصورت خاتون آگے بڑھیں جن سے میرا تعارف پہلے بھی ہو چکا تھا۔

"میں آپ کو اپنے درمیان خوش آمدید کہتی ہوں۔" خاتون نائمہ نے باوقار لہجے میں کہا۔

"شکریہ خاتون۔" میں نے گردن جھکا کر کہا۔

پروفیسر اسد نے نائمہ برق کے بارے میں بتایا کہ وہ تربیتی شعبے کی سربراہ ہیں اور مجھے اُن کی زیرِ نگرانی تربیت حاصل کرنی تھی۔

ان لوگوں نے مجھے جس قدر اہمیت دی تھی، وہ بڑا حیرت ناک عمل تھا کیونکہ ان کے درمیان تو ایک سے ایک نمایاں شخصیت موجود تھی۔ بہرحال میں اپنی خوش بختی پر نازاں تھا۔

تین دن مجھے پروفیسر اسد کے ساتھ گزارنے پڑے۔ اس دوران بے شمار لوگوں سے میرا تعارف ہوا۔ فلسطینی تنظیم کے بارے میں بہت سی تفصیلات معلوم ہوئیں۔ بے شمار شعبے تھے اور ہر شعبے کی لاتعداد برانچیں تھیں۔ الفتح، العاصفہ، البرق جیسی تنظیمیں، ایکشن ڈیپارٹمنٹ سے تعلق رکھتی تھیں۔ اُن کے سپرد مختلف ذمے داریاں تھیں جن کی تفصیلات آگے چل کر بتاؤں گا۔

چوتھے دن مجھے نائمہ برق اپنے ساتھ لے گئیں۔ اب ایک اور خوبصورت عمارت میرے سامنے تھی۔

"یہ ایکشن ڈیپارٹمنٹ کا دفتر ہے۔" نائمہ برق نے مجھے بتایا۔ کچھ دیر بعد یہاں میرا رجسٹریشن کیا گیا اور پھر مجھے ایک نوجوان ضرار فوزی کے حوالے کر دیا گیا۔

"میں آپ کو زیرِ زمین دنیا کی سیر کراؤں گا۔" ضرار فوزی نے کہا۔

"زیرِ زمین دنیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں۔ اُسے دیکھ کر آپ بہت محظوظ ہوں گے۔"

"ضرار! علی اب تمہارے سپرد ہیں۔ ان کے کاغذات مکمل ہو گئے ہیں۔ ابتدا کر دو۔" نائمہ خاتون نے میری حیرت پر مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہتر خاتون۔" ضرار فوزی نے گردن جھکا کر کہا اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چل پڑا۔

بیروت کی زیرِ زمین دنیا دیکھ کر میں ناقابلِ بیان حیرت کا شکار ہو گیا۔ شہر کے نیچے ایک نیا شہر آباد تھا۔ گمان بھی نہیں ہوتا تھا کہ ہم زمین کے نیچے کسی شہر میں محوِ خرام ہیں۔ سڑکیں، گلیاں اور مکانات قابلِ دید تھے۔ میں اپنی ذات سے بے خبر اس جادوئی شہر کو دیکھ رہا تھا۔ وسیع مکانات کے سامنے بورڈ لگے ہوئے تھے۔ یہ سارے کے سارے تربیتی اسکول تھے۔ نظریاتی تربیت، جسمانی تربیت اور روحانی تربیت۔ اس کارخانۂ حیات نے عقل چکرا کر رکھ دی تھی۔ مجھے اس کا گمان بھی نہیں تھا کہ یہاں یہ سب کچھ موجود ہوگا۔

کافی دیر تک ہم اس انوکھے شہر میں گھومتے رہے۔ پھر ایک خوبصورت ریستوران کے احاطے میں داخل ہو گئے۔ جہاں کرسیاں پڑی ہوئی تھیں یہ سیلف سروس ریستوران تھا۔ بس کاؤنٹر پر ایک لڑکی اور دو مرد موجود تھے۔

ضرار فوزی نے ایک ٹرے اُٹھائی اور ان لوگوں کے پاس پہنچ گیا۔ پھر وہ مشروبات کی دو بوتلیں اور عمدہ قسم کے سینڈوچز کی ایک پلیٹ لے کر میرے پاس آ گیا۔ میں نے گہری سانس لے کر بے تکلفی سے کھانا شروع کر دیا۔

"کیسا لگا یہ شہر؟" فوزی نے ایک سینڈوچ دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا۔

"بس الف لیلیٰ کا کوئی افسانوی خطہ معلوم ہوتا ہے۔" میں نے مشروب کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"اس الف لیلوی شہر کی تکمیل کے لیے سیکڑوں انسانوں نے اپنی زندگی قربان کی ہے۔ یہ اُن کے عزائم کی زندہ کہانی ہے۔" ضرار فوزی نے کہا۔

"یقیناً دشمنوں کے دل میں بیٹھ کر یہ کام آسان نہیں تھا۔" میں نے اعتراف کیا۔

"ایک طویل عرصے کی مشقت کے بعد اسے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کے لیے بڑے بڑے انوکھے طریقۂ کار اختیار کیے گئے ہیں۔ بیس مجاہد صرف اس کے نقشے لینے اور اس کی تکنیک سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے تین سال تک ویت نام میں مقیم رہے اور ویت نامی گوریلوں کے شانہ بشانہ جنگ کرتے رہے۔"

"اوہ! اس کے نقشے ویت نام سے لیے گئے تھے؟"

"ہاں! اُن لوگوں نے کئی زمین دوز شہر بنائے تھے اور وہاں سے اپنی طویل جدوجہد کا آغاز کرتے تھے۔ ہم نے یہ خیال اُنہی سے لیا کیوں کہ ہمیں یقین تھا کہ ہماری جدوجہد بھی طویل ہوگی۔ ایسے دوسرے شہر بھی تعمیر کیے جا رہے ہیں۔ دراصل ہماری جنگ صرف اسرائیل سے نہیں ہے۔ اسرائیل کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اگر اسے یورپی طاقتوں اور امریکہ کی پشت پناہی حاصل نہ ہوتی تو شاید یہ کہانی بہت پہلے ختم ہو چکی ہوتی۔ ویت نامیوں کو صرف امریکہ سے جنگ کرنی پڑی تھی لیکن ہم لوگ کئی بڑی قوتوں کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ پھر بھی ہم مایوس نہیں ہیں۔"

"مایوسی ہمارے مذہب میں کفر ہے۔" میں نے اپنے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں سے اُٹھ گئے اور جب ہم باہر نکلنے لگے تو میں نے تعجب سے پوچھا۔ "ہوٹل کا بل نہیں دو گے فوزی؟"

"بل کسے دیا جائے؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر وہ مجھے وہاں کے نظام کے بارے میں بتانے لگا۔ تمام سیاسی، تربیتی کام یہاں ہوتے تھے۔ بے شمار لوگ اس شہر میں مصروف رہتے تھے اور اُن کی ضرورتوں کے لیے ایسے کئی ریستوران اس شہر میں جگہ جگہ قائم کیے گئے تھے تاکہ ضروریات کی جستجو میں مجاہدین کا وقت برباد نہ ہو۔ یہی لوگ رضاکارانہ طور پر ان ریستورانوں میں ایک گھنٹے کام کرتے تھے۔ ڈیوٹیاں ہر گھنٹے کے بعد بدلتی رہتی تھیں۔ ان کاموں میں برتن صاف کرنا، عمارت کی صفائی، شہر کی صفائی غرض کچن کے سبھی کام شامل تھے۔ اجناس اور ضروریات کی دوسری چیزیں تنظیم فراہم کرتی تھی۔ پھر بل وغیرہ کیسا؟ بات میری سمجھ میں آ گئی تھی۔

میں ہر لمحے نئی حیرت سے دوچار ہو رہا تھا۔ درحقیقت یہ ماحول طلسمی ماحول محسوس ہو رہا تھا۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ فوزی شاید خود بھی تھک گیا تھا۔

"خاتون نائمہ برق نے میری ڈیوٹی لگائی ہے کہ تمہارے کام کی ابتدا کر دی جائے۔ رجسٹریشن ہو چکا ہے تمہارا۔ اب یہ بتاؤ تربیتی پروگرام کب سے شروع کرو گے؟" فوزی نے کہا۔

"کسی بھی وقت۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"فی الحال آج تو آرام کرو۔ میرا خیال ہے کل صبح ہم اپنے کام کا آغاز کر دیں گے۔" ضرار فوزی نے کہا۔ اور میں نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

پھر ہم اس زیرِ زمین شہر سے باہر نکل آئے۔ نائمہ برق کی رہائش گاہ میں میرے لیے جو کمرہ مخصوص کیا گیا تھا، میں نے اس میں قیام کیا۔ رات کا کھانا نائمہ برق اور کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ کھایا گیا۔ کھانے کے دوران دل چسپ گفتگو ہوتی رہی۔ بہت سے موضوعات زیرِ بحث آئے اور میں نے بھی اس میں حصہ لیا۔ بس یہی محسوس ہوتا تھا جیسے دیرینہ شناساؤں کے درمیان بیٹھا ہوں۔ ذرا بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ سب کے سب بے تکلفی سے اس طرح گفتگو کر رہے تھے جیسے ایک ہی خاندان کے افراد ہوں۔ پھر کچھ دیر بعد ہم لوگ اپنی اپنی خواب گاہوں میں چلے گئے۔

میں نرم و گداز بستر پر لیٹا مستقبل کے بارے میں غور کرتا رہا۔ زیرِ زمین شہر میرے دل میں ہل چل مچائے ہوئے تھا۔ ویت نامی گوریلوں نے اپنی نصف زندگی آزادی کی جدوجہد میں صَرف کر دی تھی اور بالآخر اُنھوں نے آزادی کا تاج پہن لیا تھا۔ فلسطینی بھی اپنی آزادی کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ ممکن ہے کہ یہ جدوجہد طویل ہو جائے مگر مغربی طاقتوں نے عربوں کے سینوں میں جو خنجر گھونپا تھا، اس زخم سے بہنے والے لہو کے ایک ایک قطرے کا حساب اُنھیں اُسی طرح چکانا ہوگا جس طرح امریکہ نے ویت نام میں یہ حساب چکایا ہے۔

پھر میں ان تربیتی اسکولوں کے بارے میں غور کرتا رہا جن سے مجھے دوچار ہونا تھا۔ یہاں تک کہ سوچتے سوچتے میری آنکھ لگ گئی اور میں گہری نیند سو گیا۔

❁

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دوسرے دن صبح کو ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد ضرار فوزی میرے پاس آیا اور بڑے والہانہ انداز میں بولا "کیا حال ہے علی؟"

"بالکل ٹھیک۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔" میں نے جواب دیا اور ہم دونوں کمرے سے باہر نکل آئے۔

کچھ دیر بعد ہم دوبارہ اسی زیر زمین شہر میں داخل ہو گئے۔ سرنگوں کے جال جا بجا بچھے ہوئے تھے۔ نہ جانے یہ شہر کہاں سے کہاں جاتا تھا؟

پھر میں ٹریننگ اسکولوں کے سلسلے کی جس پہلی عمارت میں داخل ہوا وہ دفاتر کی عمارت تھی۔ یہاں مجھے ایک چوڑے چہرے والے شخص کے سپرد کر دیا گیا تھا، جس کا نام حماد نوزی تھا۔ حماد نوزی نے رجسٹر میں میرے متعلق ضروری تفصیلات درج کیں اور اس کے بعد بتایا گیا کہ تقریباً پندرہ دن تک مجھے صرف نظریاتی لیکچر دیے جائیں گے اور فلسطین کے سلسلے میں ہونے والی سازش کی تشریحات کی جائیں گی۔

"ممکن ہے مسٹر علی آپ تاریخِ فلسطین سے بخوبی واقف ہوں لیکن یہ نظریاتی پروگرام ہماری تربیت کا ایک مخصوص حصہ ہے۔ اس طرح آپ کو نہ سہی، ہمیں مطمئن ہونے کا موقع ملتا ہے اور ہم یہ جان جاتے ہیں کہ جو شخص ہم میں شامل ہوا ہے، وہ ہمارے مقاصد سے کس حد تک واقف ہے اور خود اس کے نظریات ہمارے نظریات سے کس حد تک ملتے ہیں؟" حماد نوزی نے وضاحت سے کہا۔

"مجھے اعتراض نہیں ہے حماد! میں ہر طرح تیار ہوں۔" میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"تو پھر یہاں دستخط کر دیجیے۔" حماد نوزی نے رجسٹر کی طرف اشارہ کیا اور میں نے دستخط کر دیے۔ اس کے بعد ضرار فوزی چلا گیا اور میں اس پہلے تربیتی اسکول میں قیام پذیر ہو گیا جس میں ایک باقاعدہ ہوسٹل بھی تھا۔ اس ہوسٹل میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ رہتے تھے۔ نہایت خوش گوار ماحول تھا یہاں کا۔ پھر بھی زندگی چند اصولوں کی پابند تھی، مثلاً صبح ہمیں بستر چھوڑ دینا ہوتا تھا اور اپنے سارے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے ہوتے تھے، گویا یہاں سے ہمیں ذمے داری کا احساس دلایا جاتا تھا۔ ہر کام کا ایک وقت مقرر تھا۔ اس سے کوئی شخص بھی گریز نہیں کر سکتا تھا۔ روزانہ کلاس لگتی تھی اور بڑے بڑے اساتذہ ہمیں تاریخِ فلسطین کے موضوع پر طویل لیکچر دیا کرتے تھے۔

اگر ہم بحیرۂ روم کی جانب سے فلسطین کی طرف جائیں تو پہلے تنگ ساحلی میدان نظر آئے گا اور پھر فلسطینی پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا جو شمال جنوب میں دور تک چلا گیا ہے۔ ان پہاڑوں کے مشرق میں ایک گہری اور تنگ وادی شروع ہو جاتی ہے جس کے بیچوں بیچ دریائے اُردن بل کھاتا ہوا بہہ رہا ہے۔ یہ وادی دوسری جانب پھر سے بلند ہونے لگتی ہے اور ڈھلوان اور سنگلاخ پہاڑوں میں بدل جاتی ہے۔ ان پہاڑوں کے بالائی ڈھلوانوں پر کوئی پندرہ میل کی چوڑائی میں چھوٹے چھوٹے دیہات، باغات اور صنوبر کے درخت پھیلے ہوئے ہیں۔ یہی پہاڑ مشرق کی جانب بالکل غیر محسوس طور پر صحرا کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ صحرائے شام ہے جو تقریباً پانچ سو میل دور فرات سے جا ملا ہے۔ اُردن کی مملکت دریا کے مشرق میں پھیلی ہوئی نصف وادی، پہاڑی سلسلے اور شامی صحرا کے کچھ حصے پر مشتمل ہے۔ دریائے اُردن کے مشرقی کنارے سے شامی صحرا کا کل فاصلہ ڈیڑھ سو میل بنتا ہے۔ ۱۹۱۴ء سے پہلے عرب ممالک عثمانی سلطنت میں شامل تھے لیکن ترکوں کا اقتدار صرف شہروں تک محدود تھا۔ دور افتادہ علاقوں میں عرب قبائلی شیوخ حکومت کرتے تھے۔

یہ قبائل عموماً آپس میں جنگ و جدل ہی کرتے رہتے تھے۔

۱۹۱۵ء میں شریفِ مکہ، حسین نے برطانیہ سے سمجھوتا کر کے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس کا بیٹا فیصل، جنرل ایلن بی کی فوج کے دوش بدوش ترکوں سے لڑا۔ ان خدمات کے عوض عربوں سے وعدہ کیا گیا کہ جنگ کے خاتمے پر ایک آزاد عرب مملکت قائم کر دی جائے گی۔ اس عرب سلطنت کی آزاد سرحدیں بھی طے کر دی گئیں لیکن بعد میں انگریز اس سمجھوتے سے پھر گئے۔ ۲۔ نومبر ۱۹۱۷ء کو اعلان جاری کیا گیا جس میں فلسطین کو یہودیوں کا وطن بنانے کی حمایت کی گئی تھی۔ شام پر معاہدے کے مطابق امیر فیصل کو حکومت کرنا تھی مگر اس پر فرانس نے قبضہ کر لیا۔ دمشق پر فرانس کے قابض ہو جانے کے بعد اُردن میں ایک سال تک افراتفری رہی۔ مرکزی حکومت کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ پھر برطانوی حکومت شریفِ مکہ کے بیٹے، امیر فیصل کے بھائی عبداللہ کو اُردن کا حکمران بنانے پر راضی ہو گئی اور اس نے ۱۹۲۱ء میں حکومت قائم کر لی اور اپنی فوج عرب لیجن کا کمانڈر کیپٹن پیک کو بنایا۔ ۱۹۳۹ء میں فلسطینی عربوں کے باغی گروہ شمالی اُردن میں گھسنے کی کوشش کرنے لگے۔ اپریل ۱۹۳۹ء میں فلسطین میں عربوں کی بغاوت ختم ہو چلی تھی۔ بغاوت کے رہنما مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی تھے۔ فلسطینی، عرب اکثریت کی مرضی کے خلاف یہودی تارکینِ وطن کے اُمڈتے ہوئے سیلاب کے سامنے مزاحمت کرتے تو انھیں بزورِ طاقت کچل دیا جاتا۔ مفتی صاحب کی مخالفت بھی ہوئی اور اس بغاوت کے دوران ہی وہ فلسطین سے چھپ کر نکلے اور بیروت چلے گئے۔ پھر بیروت سے بغداد پہنچے۔ ستمبر ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمی جنگ چھڑی تو اس وقت عرب لیجن تیرہ سو پچاس مضبوط سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ ان میں سے ایک ہزار افراد جوان پولیس سے تعلق رکھتے تھے۔ صرف تین سو پچاس جوان فوجی خطوط پر صرف ایک سال پہلے فلسطینی مجاہدین کو اُردن میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے منظّم کیے گئے تھے۔ جنگ چھڑتے ہی امیر عبداللہ نے برطانیہ کی حمایت کا اعلان کر دیا اور سنگین صورتِ حال اُبھر کر سامنے آگئی۔ جرمن اور اطالوی کمیشن، شام اور لبنان کی فرانسیسی فوج اور انتظامیہ کی نگرانی کرنے کے لیے بیروت اور دمشق پہنچ گئے۔ اپریل ۱۹۴۱ء میں رشید الگیلانی نے عراقی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا اور عراق کا کمسن بادشاہ پناہ لینے کے لیے عمان پہنچا۔ اب عراق، شام، اور لبنان دُشمن کے قبضے میں تھے۔ اُدھر سے جرمن اور اطالوی افواج مغربی صحرا سے مصر کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ اُردن کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ برطانیہ دنیا بھر میں اکیلا رہ گیا تھا۔ ان مایوس لمحوں میں امیر عبداللہ نے برطانیہ کی حمایت کی۔ یقیناً، جواں مردی کا کام تھا۔ ایک چھوٹا سا برطانوی دستہ عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔ مقصد برطانوی فضائیہ کے اڈے حبانیہ کو مدد پہنچانا تھا۔ عرب لیجن کی موبائیل فورس بھی ساتھ تھی۔ حبانیہ کا محاصرہ ٹوٹ گیا۔ اس مختصر سی فوج نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ بغداد نے ہتھیار ڈال دیے۔ حاجی امین فرار ہو کر برلن چلے گئے۔

نازی فتحیاب ہو جاتے تو یہودی اپنے ناپاک عزائم میں کبھی کامیاب نہ ہوتے لیکن جرمنوں کی شکست کے فوراً بعد تشدد اور خوں ریزی کا آتش فشاں پھٹ پڑا۔ یہودیوں کی خفیہ تنظیمیں سرگرمِ عمل ہو گئیں۔ ان میں سب سے بڑی تنظیم "ارگون" تھی۔ پولینڈ کا ایک یہودی مناحم بیگن اس کا سرغنہ تھا۔ یہ شخص ۱۹۴۲ء میں فلسطین پہنچا تھا۔ اس کی خوف ناک کارروائیاں جاری رہیں جو بظاہر انگریزوں کے خلاف تھیں لیکن درپردہ وہ عربوں کو بھی فلسطین سے بے دخل کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ کنگ ڈیوڈ ہوٹل میں عربوں کا سکریٹریٹ قائم تھا۔ اس ہوٹل کو بم سے اُڑا دیا گیا اور بے شمار افراد اس حادثے کا شکار ہوئے۔ ارگون نے ساری دنیا میں اس طرح کی تشہیر شروع کر دی جیسے فلسطین، یہودیوں کا وطن ہے اور بیرونی فوجی اقتدار انھیں کچل رہا ہے۔ برطانیہ نے وطن چھوڑ کر آنے والے یہودیوں کو فلسطین میں آباد کیا تھا۔ انھیں عربوں کے خلاف تحفظ دیا لیکن بن گوریان نے برطانیہ ہی کو یہودیوں کا دُشمن نمبر ایک قرار دیا اور امریکہ کو اپنی مدد پر آمادہ کر لیا۔ اینگلو امریکی کمیٹی بنی اور ناکام ہو گئی۔ برطانوی وزیرِ خارجہ نے شکست قبول کر لی اور برطانیہ کے فلسطین سے نکل جانے کا فیصلہ ہو گیا۔

یہودیوں نے برطانوی اقتدار کو شکست دے کر عربوں کے خلاف کام شروع کر دیا۔ انھیں امریکی مدد حاصل تھی۔ عربوں کی آواز دبا دی گئی تھی۔ عرب لیجن جس نے اس دوران حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے خود کو طاقت ور بنانے کی کوشش کی تھی، یہودیوں کے مقابل آ گئی اور جنگ ہونے لگی لیکن برطانیہ، امریکہ کے سامنے جھک گیا۔ حکومت برطانیہ نے عرب لیجن میں کام کرنے والے برطانوی فوجیوں کو واپسی کا حکم دیا اور اس واپسی سے عربوں کی کمر ٹوٹ گئی۔ پھر بھی عرب لیجن جنگ کرتی رہی اور جدید ہتھیاروں کے مقابلے میں اسے ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ لدہ اور رملی پر یہودیوں کا قبضہ ہو گیا۔ شام سرحدوں سے آگے نہ بڑھ سکا اور اس طرح امریکی امداد سے اسرائیل مکمل طور پر وجود میں آ گیا۔ اسرائیلی پناہ گزینوں کا سیلاب اُمڈ پڑا اور اس طرح فلسطینیوں سے اُن کا وطن چھین لیا گیا۔

پندرہ دن کی نظریاتی تربیت کے دوران ذہن کی حالت عجیب رہی۔ عرب تاریخ اپنی تلخ روایتوں کے ساتھ نگاہوں کے سامنے آئی تھی اور دل خون ہو جاتا تھا۔ درحقیقت اگر یا عربی قوتیں عربوں کے خلاف جمع نہ ہو جاتیں تو عربوں کی شکست ناممکن تھی۔

اس تربیت میں میرے ساتھ بے شمار طلبہ تھے جن سے میری دوستی ہو چکی تھی اور ہم لوگ اکثر ساتھ رہتے تھے۔ ایک پورا خاندان اس تربیت میں شریک تھا۔ ایک معمّر بزرگ، دو نوخیز لڑکیاں اور تین نوجوان لڑکے۔ ان کا جوش قابلِ دید تھا۔

صدف العیش اسی خاندان کی رُکن تھی۔ رحیم العیش کی بیٹی جو جنون کی حد تک وطن پرست تھی۔ میں نے ایک بار بھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں دیکھی تھی۔ وہ نہ دوسروں کی طرف متوجہ ہونے کی عادی نہیں تھی اور صرف اپنے کام سے کام رکھتی تھی۔ میں نے کبھی اُسے کسی سے گفتگو کرتے نہیں دیکھا۔ جب کہ اس کی دوسری بہن شیخہ ہنس مکھ اور خوش مزاج تھی۔

لیکن اس شام، میں اپنے کمرے میں بیٹھا ایک میگزین دیکھ رہا تھا کہ صدف اندر آگئی۔ میں اسے دیکھ کر سنبھل گیا تھا۔

"ہیلو صدف!" میں نے نہایت شائستہ لہجے میں کہا۔

"تم پاکستانی ہو؟" اس نے میرے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ پاکستان میرا وطن ہے۔" اس کے لہجے کی اپنائیت پر مجھے شدید حیرت تھی۔

"آخر کون سا جذبہ تمھیں وطن سے دور ہمارے درمیان لے آیا ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"صرف جذبۂ ایمان۔ میں فلسطینیوں کے مقاصد سے متاثر ہوں اور ان کے شانہ بشانہ جنگ کرنے کا عزم لے کر آیا ہوں۔"

"جبکہ امریکہ میں تم قانون کے طالب علم تھے۔"

"ہاں۔ میں نے ایک مستقبل کے خواب دیکھے تھے اور اُنھی خوابوں کی تکمیل میں مصروف تھا لیکن اس کے بعد میں نے ایک اور خواب دیکھا۔ وہ خواب میرے مستقبل کے سارے خوابوں سے حسین تھا۔ پھر میں اس خواب کی تعبیر کے حصول کے لیے یہاں تک پہنچ گیا۔"

"مجھے تمھارے اس جذبے سے عشق ہے۔ میں اسی طلسم میں گرفتار ہو کر تمھارے پاس آئی ہوں۔"

"میں تمھیں خوش آمدید کہتا ہوں صدف! لیکن میری کہانی تم نے کہاں سے سن لی؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"خطان کے گروہ کے ایک فرد سفیان سے۔ وہ اپنے دوستوں کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تمھارے بارے میں بتارہا تھا۔ اس کے پاس تمھارا ترتیب دیا ہوا نقشہ موجود ہے۔ میں نے اُسی سے ساری تفصیل سُنی تھی۔ مجھے اپنے وطن کی کہانیاں سناؤ۔ میں تمھارے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتی ہوں۔"

"تم بہت جذباتی لڑکی معلوم ہوتی ہو صدف!"

"اگر انسان جذبات سے دور ہٹ جائے تو پتھر اور انسان میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔" وہ بولی

"اس میں کوئی شک نہیں ہے صدف! یہ جذبات ہی تو انسان کے سینے میں محبت کے گلزار کھلاتے ہیں۔ میرا وطن پاکستان اور اُس کے ایک صوبے میں میرا چھوٹا سا شہر قصور، جس کے سرسبز شاداب کھیت آج بھی میری آنکھوں میں لہلہاتے ہیں۔ مجھے اپنے اس وطن سے بھی بے پناہ محبت ہے۔ وہاں وہ لوگ بستے ہیں جنہوں نے میری پرورش کی ہے ــ وہ لوگ جنہوں نے مجھے جنم دیا ہے۔ میرے کھیتوں کے درمیان پھیلی ہوئی پگڈنڈیاں اور اُن کے اختتام پر سرسبز شاداب درخت، باغ، جن کے درختوں پہ چڑھ کر میں نے بچپن گزارا مجھے سب کچھ یاد ہے مگر میں نے ایک مقصد کے لیے تمام یادوں کو فراموش کردیا ہے۔ جب تم اپنے آزاد وطن میں آباد ہو جاؤ گی صدف تو میں اپنے اس چھوٹے سے شہر میں واپس چلا جاؤں گا، سینے میں محبت اور اخوت کے وہ جذبے لے کر جو انسانیت کی تکمیل کرتے ہیں۔ میں پھر سے اپنی وادیوں میں لوٹ جاؤں گا اور جب بھی مجھے تمھارا خیال آئے گا تو سکون کا ایک سمندر میرے سینے میں موجزن ہو جائے گا۔ میں سوچوں گا کہ ایک اچھائی کے حصول کے لیے میری اپنی خدمات بھی شامل ہیں۔ صدف! میں تمھیں تمھارا وطن دلانے کے لیے آیا ہوں اور میری دُعا ہے کہ اس کوشش میں اگر میری جان بھی کام آجائے تو میں اسے اپنی خوش بختی تصور کروں گا۔ اس آزادی کے لیے مجھ جیسے ہزاروں نوجوان اپنے خون کا ایک ایک قطرہ بہا دیں گے اور یہ کوشش کریں گے کہ تم لوگوں کو تمھارا وطن واپس مل جائے۔"

صدف کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے "ہاں مجھے بھی اپنا وطن یاد ہے، بہت چھوٹی سی تھی میں، جب میرے ماں باپ میری انگلی پکڑ کر وطن سے نکلے تھے اور ہم نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتے پھرتے رہے تھے۔ مجھے بھی اپنے گھر کا وہ چھوٹا سا آنگن یاد ہے جہاں ایک درخت تھا، میں نے فیصلہ کیا ہے علی کہ میں اس گھر کے حصول کے لیے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ بہا دوں گی۔ میں ہر قیمت پر اُسے آزاد کراؤں گی۔ یہ فی الوقت میری ایک خواہش ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"جب ہماری تربیت مکمل ہو جائے گی تو گروہ بندی کے وقت تم مجھے اپنے ساتھ رکھو گے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مستقبل میں تم یہودیوں کے لیے ایک قیامت ثابت ہو گی۔"

"ہاں علی! تم نے تربیت حاصل کیے بغیر ہی صرف جذبۂ ایمانی سے کام لے کر وہ سب کچھ کر ڈالا ہے جو تربیت یافتہ افراد بھی مشکل سے کر پاتے ہیں۔ جب تم تربیت کے بعد ایک نئی حیثیت حاصل کر لو گے تو میں جانتی ہوں کہ تم کیا کردار ادا کرو گے۔ میں اپنا نام بھی تمھارے نام کے ساتھ شامل رکھنا چاہتی ہوں۔"

"میں کوشش کروں گا کہ ایسا ہی ہو۔"

اس کے بعد صدف چلی گئی تھی مگر بعد میں مجھ سے مسلسل ملتی رہی تھی۔ وہ بہت کم مسکراتی تھی، اس کے چہرے پر ایک گمبھیر سی اُداسی طاری رہتی تھی جیسے اُسے کسی عزیز ترین شے کے کھونے کا غم ہو۔ اس کی آنکھوں میں آگ سی روشن رہتی تھی اور میں اس آگ میں صیہونیت کے مستقبل کو جلتے ہوئے دیکھتا تھا۔

❀

پندرہ دن کا نظریاتی کورس کرنے کے بعد ہمیں فزیکل ٹریننگ سینٹر بھیج دیا گیا۔ فزیکل ٹریننگ سینٹر کا آغاز جسمانی تربیت سے ہوتا ہے اور ایسے کڑے اور جسمانی مشقت کے کام سپرد کیے جاتے ہیں جو عام لوگوں کے بس کے نہیں ہوتے۔ گوشت پوست کے انسانوں کو فولادی سانچوں میں ڈھالا جاتا ہے۔ چھاپا مار تربیت دی جاتی ہے۔ مرد ہو یا عورت اُسے نہایت سخت ترین مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ سیدھی اور عمودی پہاڑیوں پر چڑھنا، رکاوٹیں عبور کرنا، بلند جگہوں سے کودنا، دلدلوں، دریاؤں اور سنگلاخ علاقوں میں سے کپڑوں سمیت گزرنا، چھتوں پر چڑھنا، خطرناک پہاڑی راستے طے کرنا اور سامان لاد کر پتھروں اور چٹانوں بھری زمین پر سفر کرنا۔ یہ سب اس تربیت میں شامل تھا۔

اس ٹریننگ کے مختلف مراحل ہیں۔ ٹریننگ کے دوران بعض طلبہ زخمی بھی ہو جاتے تھے اور بعض اوقات اُن کی اموات بھی واقع ہو جاتی تھیں لیکن بہر صورت آزادی کے متوالے خوشی خوشی اس تمام تربیتی کورس سے گزرتے تھے۔ بارہا ہمیں طوفانی راتوں میں صحراؤں سے گزرنا ہوتا اور ایسے عجیب و غریب علاقوں میں پہنچایا جاتا جہاں چاروں طرف موت کی حکمرانی ہوتی۔ بے شمار مراحل پیش آتے اور میں نے ان مراحل میں صدف کو اپنے قدم بہ قدم ہی پایا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کی دلی کیفیات کیا ہیں لیکن ذہنی طور پر وہ مجھ سے بے حد متاثر نظر آتی تھی اور کوشش کرتی تھی کہ مجھ سے قریب رہ سکے۔

اس کے بہن اور بھائی ہم سے بچھڑ گئے تھے کیونکہ انھیں ایک اور جماعت میں شامل کر دیا گیا تھا۔ گیارہ افراد کی اس جماعت میں میرے ساتھ صدف بھی شریک تھی اور ہمارے چند دوسرے شناسا بھی جن میں دو لڑکیاں اور بھی تھیں، ہم سب اس تربیت سے گزر رہے تھے۔ اور مجھے یہ بات کہنے میں عار نہیں کہ چند روز بعد ہی ان لوگوں نے میری جسمانی برتری کا اعتراف کر لیا۔ وہ خطرناک سے خطرناک کام جو دوسروں

کے لیے پہاڑ ثابت ہوتے تھے، میں اُنھیں ہنستے ہنستے مکمل کر لیا کرتا تھا اور اس طرح میری بہترین رپورٹیں تیار ہو رہی تھیں۔

میں نے بارہا صدف کی آنکھوں میں عجیب سی چمک دیکھی تھی۔ جب کسی خطرناک مرحلے سے گزرنے میں دوسرے لوگ ناکام رہ جاتے اور میں کامیابی کے ساتھ یہ مرحلے طے کر لیتا تو یوں محسوس ہوتا جیسے صدف اُسے اپنا کارنامہ تصور کر رہی ہے۔ بعض اوقات میں خوفزدہ ہو جاتا کہ کہیں یہ لڑکی کوئی دل کا روگ نہ پال لے۔ میں تو ان راستوں کا مسافر ہی نہیں تھا۔ صدف کے لیے میرے دل میں ایک محبت موجود تھی۔ میں اُسے بہن کا، بیٹی کا، ماں کا پیار نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ میرے دل میں کبھی ایسا کوئی جذبہ نہیں اُبھرا لیکن اس پیار کو میں ایک لڑکی سے محبت کا جذبہ بھی قرار نہیں دے سکتا تھا۔ وہ بہت خوب صورت تھی، جسمانی مشقت نے اُسے لالۂ صحرائی کی طرح کھلا دیا تھا۔ اس کے رخساروں سے شفق پھوٹتی تھی اور اس کی آنکھوں میں بعض اوقات محبت کا آبشار نظر آتا تھا۔ اس جذبۂ بے اختیار کی میں نے کبھی پذیرائی نہیں کی تھی۔ میں اُسے محبت سے دیکھتا تھا لیکن اس جذبے میں کوئی کھوٹ نہیں تھی۔

جسمانی ٹریننگ ختم ہوئی تو ہمیں جوجتسو، جوڈو اور کراٹے کے فن سیکھنے کے لیے بھیج دیا گیا۔ مردوں کو باکسنگ اور کشتی بھی سکھائی جاتی تھی۔ ویسے جوجتسو، باکسنگ اور کشتی کے فنون خاصی دلچسپی کا باعث تھے۔ تین ماہ تک ہم ان کی ٹریننگ لیتے رہے اور ہم نے یہاں بھی نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ اس کے بعد آتشیں اسلحہ، ریوالور، پستول، رائفل اور مشین گن چلانے کی باری آتی ہے۔ اسلحے کا استعمال ہر فرد کے لیے جاننا ضروری ہے۔ بظاہر یہ کورس بیس دن کا ہوتا ہے لیکن اس شعبے کے نگران اور اُستاد، تربیت پانے والوں کو نشانہ بازی میں ماہر بنا دیتے ہیں۔ اس تحریک میں شامل ہونے والے کے لیے یہ کورس اعلیٰ نمبروں کے ساتھ پاس کرنا ضروری تھا۔

[illegible] تین افراد ان بیس دنوں میں اس کورس میں کامیاب ہو سکے۔ باقی افراد کو یہ [illegible] دوبارہ کرنا پڑا اور مجھے مسرت تھی کہ کامیاب ہونے والے تین افراد میں صدف میرے ساتھ تھی۔

ہم لوگ نشانہ بازی کی حدود سے گزر کر اب گولہ بارود کے مرحلے میں پہنچ گئے تھے۔ اس کورس میں ہر قسم کے گولہ بارود سے کام لینا اور بم وغیرہ پھینکنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہ پانچ ہفتوں کا کورس تھا۔ پھر ہمیں پل اور دیگر اہم فوجی مقامات کو تباہ کرنے کا طریقۂ کار بتایا گیا، اس کے بعد بم بنانے، چھپائے ہوئے بموں کا سراغ لگانے اور انہیں بے کار کرنے کی تعلیم دی گئی۔ اسی طرح تالے، مضبوط دروازے، آہنی سیف توڑنا اور سگریٹ کی ڈبیوں، لائٹروں، فاؤنٹین پینوں، دیاسلائی کی ڈبیوں اور روزمرہ کے استعمال کی دوسری چیزوں میں طاقتور

بم چھپانا سکھایا گیا۔ اس مرحلے سے ہم چھ مہینے میں گزرے تھے۔

پھر ہمیں منشیات کی تربیت دی گئی کہ نشہ آور یا زہریلے [illegible] چاکلیٹ، اشیائے خوردنی، سگریٹ اور سگار وغیرہ کیسے تیار کیے جا[illegible] ہیں۔ ہمیں ماہرین اُنھیں بنانے کے گُر سکھاتے تھے اور بتلائے جاتے تھے کہ کون سی نشہ آور چیز کس خاص کام کے لیے سب سے زیادہ مؤثر ہ[illegible] ان کے اثرات کتنی دیر میں مرتب ہوتے ہیں اور کھانے [illegible] کے جسم [illegible] [illegible] قسم کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس دوران ٹیلی فون ٹیپ کرنے [illegible] چیزیں اور اعلیٰ قسم کے مائیکروفون سے کام لینے کی تربیت بھی د[illegible] گئی۔ مہینہ بھر ٹیلی فون اور دوسری گفتگوئیں ٹیپ کرنے اور ڈائریکٹ [illegible] ریکارڈنگ کرنے کا فن سکھایا گیا۔

اور سب سے آخر میں فوٹوگرافی اور تصویر سازی کا کام سک[illegible] گیا۔ مائیکروفلمیں، مائیکروڈاٹ میں تبدیل کرنے کا ہنر سکھایا گیا[illegible] یہ مائیکروڈاٹ ڈاک کے ٹکٹوں کے نیچے چھپائے جاسکتے تھے۔ [illegible] قسم کی مائیکروفلم اور کیمرے کا استعمال بھی ہمیں بتایا گیا۔ یوں [illegible] دس ماہ میں ہمارا یہ کورس مکمل ہو گیا۔ اتنی طویل اور سخت ٹریننگ [illegible] بعد بھی اگر ہمارے ممتحن مطمئن نہ ہوتے تو ہمیں دوبارہ ان تمام چیزو[illegible] کو سیکھنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ تاکہ کسی مرحلے پر ہمیں ناکامی سے د[illegible] چار نہ ہونا پڑے۔

اس دوران ہمیں شہر میں گھومنے کی آزادی بھی حاصل تھی، ہمارے [illegible] لیے کسی قسم کی تفریحات پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی تھی اور ہمیں ان تفریحا[illegible] کے لیے جیب خرچ بھی دیا جاتا تھا۔

یہاں میرے بے شمار قدردان موجود تھے اور مجھے ان سب پر [illegible] ایک فوقیت سی حاصل تھی لیکن تربیتی مراکز میں سب یکساں ہوتے تھ[illegible] اور کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی جاتی تھی۔ بہرصورت مجھے اُن [illegible] کی اصول پرستی بہت پسند تھی اور میں خوش دلی سے ان تمام اصولو[illegible] کی پیروی کرتا تھا۔

بیروت شہر اب میرے لیے اجنبی نہیں رہا تھا۔ اکثر شام کی تف[illegible] کے لیے میں بیروت کی پُررونق سڑکوں پر نکل جاتا تھا۔ ہوٹلوں ا[illegible] نائٹ کلبوں سے واقفیت بھی ضروری تھی اور اس کے لیے مجھے اجاز[illegible] دے دی گئی تھی لیکن ایسی جگہوں پر میں صدف کو ساتھ نہیں رکھتا تھ[illegible] میں نہیں چاہتا تھا کہ میری روز و شب کی قربت کے سبب اُس کے [illegible] کردار میں کوئی لغزش پیدا ہو۔

اس شام بھی جب میں تیار ہو رہا تھا تو صدف میرے کمرے [illegible] میں میرے پاس پہنچ گئی "کہاں کی تیاریاں ہیں علی؟" اس نے پوچھا۔

"بس یونہی، سنا ہے آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا ہے اور شا[illegible] بارش کی پھواریں بھی پڑ رہی ہیں۔"

"ہاں، میں نے بھی سُنا ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بس یہی دیکھنا چاہتا ہوں کہ بارش کیسے ہوتی ہے۔ اب تو موسم بھی بھول گیا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی جواباً ہنسنے لگی
"میں بھی چلوں گی۔" صدف نے آہستہ سے کہا۔
"کہاں؟" میں چونک پڑا۔
"تمھارے ساتھ اور کہاں؟" اس نے بڑی معصومیت سے کہا۔
"یہ مناسب نہیں ہوگا۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
"کیوں؟" اس نے حیران نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"بس یہ کوئی ایسا پروگرام نہیں ہے جس کی کوئی باقاعدہ حیثیت ہو۔ میں نہ جانے کہاں کہاں آوارہ گردی کرتا رہوں گا۔"
"تو میں تمھاری شریک رہوں گی۔ آخر اس میں ہرج کیا ہے؟"
"نہیں صدف! میں تمھارے نام کے ساتھ کوئی غلط تہمت، کوئی الزام وابستہ نہیں کرنا چاہتا۔"
"الزام سے تمھاری کیا مراد ہے؟" اس نے سوال کیا۔
"دیکھو صدف! میں نے کچھ ساتھیوں کی نظروں میں اپنے اور تمھارے سلسلے میں کچھ تبدیلیاں محسوس کی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ خیالات مستحکم ہوں۔" میں نے کہا اور صدف نے گردن جھکالی۔ پھر وہ خاموشی سے واپس پلٹ گئی۔
مجھے اندازہ تھا کہ صدف افسردہ ہوگئی ہے لیکن میں اس سلسلے میں اس کی پذیرائی نہیں کرسکتا تھا۔ خواہ وہ کتنی ہی افسردہ کیوں نہ ہو جائے۔ میں اس ماحول میں کوئی بُرائی پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکل آیا۔
شام کی سُرمئی دھندلاہٹوں میں ننھی ننھی بوندوں نے سرمستی پیدا کردی تھی۔ سڑکوں پر رنگینیاں رقصاں تھیں۔ رنگین چھتریوں کے سائے میں موسم سے لُطف اندوز ہونے والے محوِ خرام تھے۔ کاریں نہایت سُست روی سے چل رہی تھیں۔ میں بیروت سے کافی حد تک واقف ہوچکا تھا۔ کئی بار اپنے دوستوں کے ساتھ مختلف ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں جاچکا تھا۔ تربیت کے دوران ہم پر صرف اپنا کام پورا کرنے کی پابندی تھی۔ باقی ہماری ذاتی مصروفیات پر کوئی قید نہیں تھی اور یہ سب کچھ بھی اُصول کے تحت تھا تاکہ ہم دوسروں سے کٹ کر پیچھے نہ رہ جائیں اور جدید ماحول سے خود کو ہم آہنگ رکھ سکیں۔
میں نے ہلکی ہلکی بارش میں نہ جانے کتنا سفر طے کیا اور پھر جب دل بھر گیا تو جو پہلا ریستوران سامنے آیا اُسی میں داخل ہوگیا۔ یہ سوبانہ تھا۔ جدید طرز کا دومنزلہ ریستوران جس کی نفاست اور آرائش قابلِ دید تھی۔ میں اس سے قبل بھی ایک بار یہاں آچکا تھا۔ اُس دن فواد میرے ساتھ تھا۔ ہمارے عین سامنے ایک انتہائی حسین اور دراز قد عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا رنگ گندمی تھا اور آنکھیں گہری سبز، خدوخال سے مغربیت جھلکتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ دو نسلوں کی آمیزش کا نتیجہ ہو۔ اس کے نزدیک ہی ایک اور خوب صورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔
فواد کی نگاہ اس پر پڑی تو اس نے آہستہ سے میرا بازو دبایا اور بولا "سامنے دیکھ رہے ہو؟"
"ہاں۔ کیوں؟" میں نے جواب دیا۔
"وہ بیروت کی قلوپطرہ ہے۔" فواد بولا۔ "بیروت کے بیشتر نوجوان ہر اُس جگہ بن سنور کر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں جہاں اس کے مل جانے کے امکانات ہوں۔"
"وجہ؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔
"بس وہ اُن کی تقدیریں بدل دیتی ہے۔ اُن کے پاس رہنے کو گھر اور پہننے کو لباس بھی نہ ہوں لیکن اگر فرانہ ہاکنز کی نگاہِ التفات اُن پر ہو جائے تو چند ہی روز کے بعد وہ اعلیٰ درجے کی گاڑیوں میں گھومتے نظر آتے ہیں اور یہ گاڑیاں اُن کی ملکیت ہوتی ہیں۔"
"فرانہ اُن کے ساتھ ہوتی ہے؟" میں نے مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔
"نہیں؛ وہ انھیں بھول چکی ہوتی ہے۔ اُس کی یادداشت بہت کمزور ہے۔ ان نوجوانوں کے ساتھ چند ہفتے گزارنے کے بعد وہ اُن سے اجنبی ہوجاتی ہے اور انھیں پہچاننے سے انکار کردیتی ہے۔ اس وقت کوئی دوسرا نوجوان اس کے ساتھ ہوتا ہے۔"
"خوب! کیا وہ بہت دولت مند ہے؟" میں نے پوچھا۔
"بے اندازہ دولت کی مالک، ایک بگڑی ہوئی رئیس زادی ہے۔"
"میرے نزدیک تو وہ قابلِ نفرت ہے۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور فواد ہنسنے لگا۔
"صرف تمھارے لیے، ورنہ دوسرے لوگ تو اس سے گفتگو کرنے کو بھی اپنی زندگی کا سب سے بڑا اعزاز سمجھتے ہیں۔" فواد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بدستور تھی۔
"چھوڑو فواد! مجھے اس کے تذکرے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"
"میں تمھاری خشک مزاجی کو محسوس کررہا ہوں لیکن میرے خیال میں یہ تلخیاں زندگی کے لیے مناسب نہیں ہیں۔"
"کیوں؟" میرے لہجے میں شدید حیرت تھی۔
"سنگلاخ چٹانوں میں بھی کبھی کبھی انتہائی خوش نما پھول اُگ آتے ہیں اور بڑے بھلے لگتے ہیں۔" فواد بولا۔
"ہاں، ایسا ہوتا ہے لیکن میری فطرت کچھ مختلف ہے فواد! میں نے زمانۂ طالب علمی میں بھی کبھی ان حالات سے متاثر ہونے کی کوشش نہیں کی۔ یوں کہہ سکتے ہو کہ میرے اندر وہ جذبہ ہی موجود نہیں۔"
"بہرحال، یہ غیر فطری بات ہے۔" فواد بولا۔

"کیوں؟" میں نے اُکتاکر سوال کیا۔
"رزم اور بزم ساتھ ساتھ رہیں تو کسی ایک چیز سے اُکتاہٹ نہیں ہوتی۔ انسان بعض اوقات یکسانیت کا شکار ہوکر اپنی صلاحیتیں گُم کردیتا ہے۔"
"ممکن ہے ایسا ہی ہو مگر ابھی تو میری عملی زندگی کا آغاز بھی نہیں ہوا ہے۔ ویسے اگر کبھی یکسانیت سے اُکتا گیا تو تمھاری شاگردی اختیار کرلوں گا۔" میں نے کہا اور فواد ہنسنے لگا۔
آج سوبانہ میں داخل ہوا تو فواد کی باتیں یاد آگئیں۔ نگاہ سامنے اُٹھی تو فرانہ موجود تھی، اسی دوسری لڑکی کے ساتھ جو اُس دن بھی اس کے ہمراہ تھی۔
ایک لمحے کے لیے طبیعت تکدّر کا شکار ہوگئی لیکن پھر میں خود کو اس سے بے تعلق کرکے ایک میز پر جابیٹھا۔ کافی میزیں بھری ہوئی تھیں اور لوگ خوش گپیاں کررہے تھے۔ ٹرالیاں گردش کررہی تھیں، نقرئی قہقہے کھنک رہے تھے۔ موسم نے لوگوں کو مسحور کردیا تھا۔ فرانہ میرے ذہن سے نکل گئی اور میں جیب سے سگریٹ نکال کر جلانے لگا۔ پھر سگریٹ کے ایک کش نے مجھے سکون بخشا۔ میرے ذہن میں یادوں کی ہوائیں چلنے لگیں اور پھر میں تصوّرات کے سہارے اپنے وطن کی آغوش میں پہنچ گیا، جہاں کی بارش کیا کیا حشر سامانیاں لاتی تھی۔
دفعتاً ایک آواز مجھے سرسوں کے لہلہاتے کھیتوں سے واپس لے آئی۔ یہ ایک نسوانی آواز تھی۔ میں نے نظریں اٹھائیں اور فرانہ کی ساتھی لڑکی کو اپنے سامنے کھڑے پایا۔ اس کے احمریں لبوں پر ایک عجیب مسکراہٹ تھی۔
"خاتون فرانہ تمھیں اپنی میز پر طلب کرتی ہیں۔" اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
فرانہ کا نام سن کر میرے دل میں کراہت جاگ اٹھی۔ فواد نے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا، وہ میرے لیے انتہائی قابلِ نفرت تھا۔ میں نے تیکھی نگاہوں سے اسے دیکھا اور ہونٹ سکوڑ کر بولا "کیوں؟"
یہ سوال شاید لڑکی کے لیے غیر متوقع تھا۔ ایک لمحے تک وہ مجھے تعجب سے دیکھتی رہی، پھر بولی "بیروت میں اجنبی ہو؟"
"ممکن ہے ایسا ہو لیکن میں، اس سوال کا مطلب بھی پوچھنا چاہوں گا۔"
"نوجوان کبھی ایسا سوال نہیں کرتے۔ خاتون فرانہ کی طلبی ان کے لیے ایک مژدۂ جانفزا ہوتی ہے۔ اگر تم اجنبی ہو تو یوں جان لو کہ تمھاری واپسی تمھارے سنہرے مستقبل کا آغاز کردے گی۔ اٹھو اور خاتون کے حکم کی بجاآوری کرو۔"
"سنو لڑکی! کچھ دیر میرے پاس بیٹھ جاؤ اور مجھ سے باتیں کرو لیکن میرے سامنے اس ملعونہ کا ذکر نہ کرو۔"
"خدا کے لیے اس کی شان میں گستاخی نہ کرو۔ تم مصیبتوں کا شکار ہوجاؤگے۔" لڑکی مضطربانہ انداز میں بولی اور میں ہنسنے لگا۔
"تمھیں اگر میری پیشکش پسند نہیں ہے تو تم جاسکتی ہو۔" میں نے کہا اور سگریٹ کے ٹوٹے سے دوسری سگریٹ سلگانے لگا۔ لڑکی چند لمحے میرے سامنے کھڑی رہی پھر چلی گئی۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔ بیروت کی کہانیاں میرے علم میں تھیں لیکن میں ایسی قابلِ نفرت عورت کے نزدیک کھڑا ہونا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔
ابھی تک ویٹر میری میز پر نہیں آیا تھا لیکن مجھے کوئی جلدی بھی نہیں تھی۔ میرے بائیں طرف لگے بڑے شیشے کے پار سڑک نظر آرہی تھی۔ بارش اب کسی قدر تیز ہوگئی تھی اور سڑک پر چلنے والے پناہ گاہیں ڈھونڈنے لگے تھے۔ میں دلچسپی سے باہر کا منظر دیکھتا رہا۔
"کیا پیش کروں جناب؟" ویٹر کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔
"بلیک کافی۔" میں نے بتایا اور ویٹر گردن جھکا کر چلا گیا۔
تھوڑی دیر بعد کافی کی کیف آگیں خوشبو نے مجھے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ انتہائی نفیس برتنوں کا سیٹ میرے سامنے رکھا ہوا تھا اور کافی کے پاٹ سے خوشگوار بھاپ اُٹھ رہی تھی۔ بھیگے بھیگے موسم میں کافی کی خوشبو طبیعت میں سرور پیدا کررہی تھی۔ میں نے کافی بنائی اور اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔ فرانہ ذہن سے نکل گئی تھی اور میں کافی پیتا رہا۔ معاً طبیعت میں گرانی سی محسوس ہونے لگی۔ میں نے اس بوجھل پن کو دور کرنے کے لیے دوسری پیالی بنائی اور اس کے تلخ گھونٹ بھرنے لگا۔ چند ہی گھونٹ پیے تھے کہ گھبراہٹ سی ہونے لگی اور میں نے پیالی میز پر رکھ دی۔ نہ جانے اچانک کیا ہوگیا تھا۔ بیٹھنا دوبھر لگ رہا تھا۔ حالانکہ باہر بارش ہورہی تھی لیکن کیفیت ایسی تھی کہ ہوٹل میں ٹھہرا نہ گیا اور میں اٹھ کر دروازے پر پہنچا۔ اسے کھولا اور باہر نکل گیا۔ بارش میں بھیگتا ہوا ابھی چند قدم چلا تھا کہ دو آدمی میرے قریب پہنچ گئے انھوں نے مجھے بازوؤں سے تھاما۔ اس کے بعد کچھ یاد نہ رہا۔
غالباً بادل زور سے گرجے تھے۔ ہوش آگیا۔ نگاہ دیوار پر لگے ہوئے کلاک پر پڑی۔ بارہ بجے تھے۔ کھڑکی بند تھی لیکن بادلوں کی گڑگڑاہٹ اور بجلی کی کڑک سنائی دے رہی تھی۔ سر بھاری بھاری سا تھا۔ میں نے آنکھیں بھینچ کر زور سے سر کو جھٹکا دیا اور ذہن کچھ صاف ہوگیا۔ سامنے کوئی موجود تھا اور پھر میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ فرانہ تھی۔
میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس کا مطلب ہے کہ فرانہ نے مجھے اغوا کرایا ہے۔ غالباً کافی میں کوئی نشہ آور چیز ملادی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گئی تھی اور اب میں اس کی قید میں تھا۔

مجھے اس سینہ زوری پر پہلے غصہ آیا، پھر ہنسی آگئی۔ کیا اس طرح یہ عورت مجھ پر قابو پا سکتی ہے؟ میں نے سوچا اور ایک کرب کے ساتھ کروٹ لی۔ فرانہ مجھے چونک کر دیکھنے لگی اور پھر اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو" اس نے کہا۔ "جاگ گئے تم؟"

غالباً سو بانہ میں۔۔۔ میں نے کہا۔

"ہاں۔ تم نے میری دعوت ٹھکرا دی تھی۔"

شاید"

"کیوں؟"

میرا خیال تھا تمھاری خادمہ مجھ سے مذاق کر رہی ہے۔ میں اسے بے وقوف بنا رہا تھا!"

"اوہ! کیا واقعی؟" اس کے چہرے پر خوشی کی جھلک تھی۔

"میں تو غلط فہمی کا شکار ہو گئی۔ سوری، خواہ مخواہ تمھیں تکلیف دی۔"

"تکلیف تو تمھیں ہوئی ہوگی مجھے یہاں لانے میں۔"

"بالکل نہیں۔ میرے آدمی ایسے کام بہ آسانی کر لیتے ہیں۔ میرے ایک اشارے پر ویٹر نے تمھاری کافی میں ایک نشہ آور دوا ملا دی اور جب تم نیم مدہوشی کے عالم میں باہر نکلے تو میرے دو آدمی تمھیں اپنی کار میں بٹھا کر یہاں لے آئے۔ بتاؤ اس میں کیا تکلیف ہوئی مجھے؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

وہ اپنے اور میرے لیے مشروب کے گلاس لائی اور ہم آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ میں نے اسے کھڑکی کھول دینے کے لیے کہا اور جب وہ گلاس تپائی پر رکھ کر کھڑکی کی طرف گئی تو میں نے لپک کر اپنا گلاس قریب رکھے ہوئے منی پلانٹ کے بیتل کے گملے میں خالی کر دیا۔ وہ آکر بیٹھ گئی اور اس نے اپنا گلاس منہ سے لگا لیا۔

کیا نام ہے تمھارا؟" اس نے سرور میں آکر پوچھا۔

"شہباز زلفی" میں نے جواب دیا۔

جنوبی ہی ہو؟"

"ہاں۔ اسی ملک میں پیدا ہوا ہوں۔"

"کہاں رہتے ہو؟"

میں نے ایک علاقے کا نام بتا دیا۔

اس سے پہلے کبھی نظر نہیں آئے!"

"میری بدنصیبی ہے۔"

وہ ہنس پڑی۔

آؤ کہیں باہر چلیں۔ بارش بند ہو چکی ہے۔"

"ہاں بارش بند ہو چکی ہے لیکن ہوا سرد ہے۔ بوڑھوں کے لیے۔ ہم جوانوں کا یہ سرد ہوائیں کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ ہم تھوڑی دیر گھومیں پھریں گے۔ مجھے یہاں گھٹن محسوس ہو رہی ہے۔"

"ڈرائیونگ کر لو گے؟" اس نے پوچھا۔

"کیوں نہیں" میں نے جواب دیا۔

ہم باہر نکلے تو اس خوبصورت اور شاید ساؤنڈ پروف کمرے کا دروازہ ایک کشادہ ہال میں کھلا تھا۔ وہاں چند آدمی بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے۔ ٹیپ ریکارڈر پوری آواز سے چل رہا تھا۔ اسی لیے میں نے کہا کہ جس کمرے سے ہم آئے تھے۔ وہ شاید ساؤنڈ پروف تھا۔

لیکن فرانہ کو دیکھ کر سب خاموش ہو گئے۔ انھیں شاید اس کے باہر آنے کی توقع نہیں تھی۔ کسی نے دوڑ کر موسیقی بند کر دی۔ فرانہ نے ان کی طرف دیکھے بغیر آواز دی۔ "جوزف!"

ایک شخص جلدی سے اس کے پاس آگیا۔

"خاتون" اس نے جھک کر کہا۔

"چابی" فرانہ نے ہاتھ پھیلا دیا۔ اس نے کار کی چابی مانگی تھی، جوزف نے جلدی سے چابی اس کی طرف بڑھا دی۔ میں نے محسوس کیا۔ سب لوگ اچنبھے سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

باہر ایک اعلیٰ درجے کی کار کھڑی تھی۔ میں نے اسٹیئرنگ سائڈ کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر دوسری طرف کا دروازہ کھول دیا۔ فرانہ میرے پاس آبیٹھی۔

میں نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے راستہ بتاتی رہو" کار اس عظیم الشان عمارت سے باہر نکل آئی۔

"دائیں سمت" فرانہ کی آواز ابھری۔ میں نے کار کا اسٹیئرنگ دائیں سمت کر دیا۔ ہوا بہت سرد تھی۔ سڑکیں بھیگی ہوئی تھیں اور بارش کی وجہ سے سنسان ہو گئی تھیں۔ ورنہ بیروت میں اس وقت رات نہیں ہوتی، دن کا سا سماں رہتا تھا۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"آگے چوراہے سے پھر داہنی۔۔۔ طرف۔۔" فرانہ کی آواز کپکپا رہی تھی۔ سرد ہوا اپنا اثر دکھا رہی تھی۔ میں نے چوراہے سے کار داہنی طرف موڑ دی۔

دور سے گلیلو تھیٹر کی روشنیاں نظر آئیں۔ یہ بہت بڑا تھیٹر تھا اور ٹھیک دو بجے یہاں شو ختم ہوتا تھا۔ دو بجنے میں اب زیادہ دیر نہیں تھی۔ میرا منصوبہ یہیں سے شروع ہوتا تھا۔ میں نے تھیٹر کے پاس کار روک دی۔

"اترو" میں نے بڑی اپنائیت سے کہا اور دروازہ کھول دیا۔

"اوہ۔ اچھا اچھا" اس نے جھومتے ہوئے کہا اور نیچے اتری۔ اس کا خیال ہوگا کہ میں بھی اتروں گا لیکن اس کے نیچے اترتے ہی میں نے کار تیزی سے آگے بڑھا دی۔ تاہم زیادہ دور نہیں گیا اور تھیٹر کے دوسری طرف گھوم کر کار ایک گوشے میں کھڑی کر دی۔

میرے اندازے کے مطابق تھیٹر کا وقت ختم ہو گیا تھا لوگ باہر نکل رہے تھے۔ کار پارکنگ کی مخصوص جگہ پر کاروں کی روشنیاں جگمگانے لگی تھیں اور سڑک کے عین درمیان میں فرانہ ہکا بکا کھڑی تھی۔ اس کے منہ سے کچھ جملے نکل رہے تھے۔ جو میرے کانوں تک نہیں پہنچ رہے تھے۔

کاروں کی روشنیاں اس پر مرکوز ہو گئیں۔ لوگ نہ جانے کیا کیا کہنے لگے اس کے بارے میں۔ میں بھی آہستہ آہستہ چلتا ہوا نزدیک پہنچ گیا۔ فرانہ کے الفاظ بے ربط تھے۔ وہ اول فول بک رہی تھی۔ سردی کی وجہ سے اس کی آواز کپکپا رہی تھی اور لوگ قہقہے لگا رہے تھے پھر کسی نے اسے پہچان لیا۔

"ارے، یہ تو مادام فرانہ ہیں۔ اوہ۔ خاتون فرانہ!" ایک خوبصورت کار سے دو بھاری بھرکم آدمی باہر نکلے۔ ان میں سے ایک نے جلدی سے اپنی برساتی فرانہ کے جسم پر ڈال دی اور پھر اس کی کلائی پکڑ کر کار کی طرف کھینچنے لگا۔

"کہاں گیا وہ؟ میں اسے مزہ چکھا دوں گی۔ وہ کہاں ہے؟" وہ بپھر کر کہنے لگی۔ "میں اسے کچا چبا جاؤں گی۔"

وہ شخص کسی نہ کسی طرح اسے کار تک لے گیا اور کار چل پڑی۔ میرا وہاں ٹھہرنا فضول تھا، چنانچہ میں نے ٹیکسی پکڑی اور اپنی رہائش گاہ پر چلا آیا۔

دوسرے دن ایک ٹیلی فون آیا اور مجھے ایک مخصوص مقام پر پہنچنے کی ہدایت کی گئی۔ بیروت اب میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ اور میں اس کے گلی کوچوں سے اچھی طرح واقف ہو چکا تھا چنانچہ میں اس جگہ پہنچ گیا۔ کوئی خاص اجتماع تھا۔ نئے نئے چہرے نظر آ رہے تھے۔ پھر نائمہ برق مل گئی۔ مجھے دیکھ کر مسکراتی ہوئی میرے پاس آئی۔ "میرا خیال ہے فہرست میں تمھارا نام بھی ہے۔"

"کون سی فہرست؟"

"تمھیں اس خصوصی اجتماع کے بارے میں کچھ نہیں معلوم؟"

"ابھی تک تو نہیں" میں نے جواب دیا۔

"گڈ! آؤ۔ ایک پیالی کافی پئیں۔ رات کی بارش سے سردی خوب بڑھ گئی ہے۔" اس نے پیش کش کی اور میں نے قبول کر لی۔ ہم دونوں ایک کمرے میں جا بیٹھے اور نائمہ کے آرڈر دینے پر ایک ملازم نے ہمارے سامنے کافی کے برتن سجا دیے۔

کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے نائمہ کہنے لگی۔ "کسی کو موقع نہیں مل سکا ہوگا۔ دراصل بالا ہی بالا جو کچھ فیصلے ہوتے ہیں ان کے بارے میں پہلے سے کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ بس اسی طرح فوری میٹنگیں ہوتی ہیں اور لوگوں کو ان کی ذمے داریاں سونپ دی جاتی ہیں۔"

"بات کچھ اور تفصیل طلب ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واقعی!" نائمہ ہنس پڑی۔ "پلاننگ ڈپارٹمنٹ مصروف رہتا ہے۔ سارے مسائل اس کے سامنے ہوتے ہیں۔ اوپر والے ان پر سوچ بچار کرتے ہیں۔ ان کی نگاہیں ہر شخص پر ہوتی ہیں اور وہ اس کی شخصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے لیے مہم کا انتخاب کرتے ہیں۔ مسٹر حاتم آپ کا نام بھی لے رہے تھے۔"

گویا میرے سپرد بھی کوئی مہم کی جا رہی ہے؟"

"میرا خیال ہے۔"

"یہ تو خوشی کی بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

نائمہ عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "تم کس قسم کی مہم پسند کرو گے علی؟"

"اس کا فیصلہ میں نہیں کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

نائمہ مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ "اور اگر کام تمھاری پسند کے مطابق نہ ہوا تو؟"

"نہیں نائمہ! مجھے ہر وہ کام پسند ہے جو تنظیم کے مفاد میں ہو۔"

"خواہ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو؟"

یادداشت بڑھانے، مطالعہ کرنے اور امتحان دینے کے کارآمد نفسیاتی طریقے
ہر شخص کے لیے کارآمد۔ طالب علموں کے لیے بہترین تحفہ۔
امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے
اگر آپ بھول جانے کے مرض میں مبتلا ہیں تو یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ یادداشت کس طرح بہتر بنائی جا سکتی ہے۔
اس کتاب کا مطالعہ کر کے آپ بھول جانے کے مرض سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔
کتاب کے چند عنوانات
کامیاب مطالعہ کے لیے چند نفسیاتی اصول۔
کتابوں کے کیڑے نہ بنیے۔
مطالعہ کے چند اہم اصول
مطالعے سے کیا مراد ہے؟
ذہنی انتشار اور اس کا سدباب۔
آپ کی یادداشت بھی اچھی ہے۔
خود اعتمادی کس طرح پیدا کی جا سکتی ہے؟
ہر کتاب سے بہتر اور کوئی تحفہ نہیں
قیمت
ڈاک خرچ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"بعض اوقات شدید ذہنی ورزش بھی کرنی ہوتی ہے اور انسان بُری طرح الجھ جاتا ہے۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم ہو پاتا کہ تنظیم کا مقصد کیا ہے اور جو کام وہ کر رہا ہے اس کا مقصد کیا ہے۔ ایسے اوقات میں شدید الجھن ہوتی ہے۔"

"یقیناً ہوتی ہوگی۔ بہرحال یہ سب تنظیم کے مفاد میں ہے۔ اس لیے کسی کو اس بارے میں نہیں سوچنا چاہیے۔"

"تمھارا خلوص قابلِ رشک ہے علی! میں تمھیں نہیں بتا سکتی کہ تمھارے لیے میرے دل میں کیا جذبات ہیں۔"

"شکریہ نائمہ! ویسے یقین کرو، میری اندرونی خوشیوں کا بھی تم تصور نہیں کر سکتیں۔ یہ میری دیرینہ طلب تھی۔" میں نے جواب دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد فواد ہمیں تلاش کرتا ہوا آ گیا۔ اس کے ہونٹوں سے ہنسی پھوٹ رہی تھی۔

"بھئی علی! تمھارے لیے ایک بری خبر ہے، بہت بری۔"

"خیریت؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہم سب تو خیریت سے ہیں لیکن تمھاری خیریت خطرے میں ہے۔ اتفاق سے میری ملاقات راحیل نظام سے ہوئی اور میں نے معلوم کر لیا کہ اس بار ایک خطرناک مہم تمھارے سپرد کی جا رہی ہے، انتہائی خطرناک۔" فواد پھر ہنس پڑا۔

"یہی بری خبر ہے میرے لیے؟"

"نہیں، اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہیں لیکن ابھی میٹنگ شروع ہونے میں کچھ وقت ہے۔ اس لیے کافی میں بھی پیوں گا اور مزے لے لے کر یہ خبر سناؤں گا۔"

فواد کی ہنسی کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ تاہم میں سکون سے انتظار کرتا رہا۔ فواد نے شرارت آمیز نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا۔ نائمہ نے اس کے لیے بھی کافی منگوا لی۔

دو تین گھونٹ پینے کے بعد اس نے کہا۔ "دلچسپ بات یہ ہے کہ اس مہم میں تم تنہا حصہ لو گے۔ خود ہی اس کے انچارج بھی ہو گے۔"

"واقعی دلچسپ بات ہے۔"

"اس سے بھی دلچسپ بات یہ ہے کہ تمھیں خاتون فرانہ کا اعتماد حاصل کرنا ہوگا۔" فواد نے انکشاف کیا اور میں اچھل پڑا۔ اس نے قہقہہ لگایا لیکن میں واقعی پریشان ہو گیا تھا۔ پھر فواد نائمہ کو فرانہ کے بارے میں بتانے لگا۔ میں نے اسے درمیان میں ٹوک دیا۔

"اعتماد حاصل کرنے سے تمھاری کیا مراد ہے فواد؟"

"میرا خیال ہے تمھیں اس سے دوستی کرنی ہوگی، گہری دوستی۔ اور شاید طویل عرصے تک اس کے ساتھ رہنا ہوگا۔ یقین کرو، اس سے زیادہ مجھے کچھ اور نہیں معلوم۔"

"اوہ! فواد واقعی گڑبڑ ہو گئی۔ مجھے اعتراف ہے۔" میں نے کہا۔

فواد سنجیدہ ہو گیا۔ "کیوں؟ کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں یار۔ رات کو اس کے ساتھ میں نے بہت بُرا سلوک کیا ہے۔" میں نے پوری تفصیل ان دونوں کو بتا دی۔ فواد اور نائمہ کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئی تھیں۔

کچھ توقف کے بعد فواد نے کہا۔ "واقعی گڑبڑ ہو گئی۔ بڑی پُراسرار عورت ہے۔ پورے بیروت کو کھنگال ڈالے گی۔ کار کہاں چھوڑی تھی تم نے؟"

"گلیلو تھیٹر کے پاس۔" میں نے جواب دیا اور وہ کافی حلق میں انڈیل کر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

"میں ابھی آیا۔ ممکن ہے کچھ دیر ہو جائے۔ کوئی میرے بارے میں پوچھے تو بتا دینا ایک ضروری کام سے گیا ہوں۔" وہ ہمارے جواب کا انتظار کیے بغیر باہر نکل گیا۔ ہم دیکھتے رہ گئے تھے۔

نائمہ کی آنکھوں میں مسکراہٹ تھی۔ "تم صاحبِ کردار بھی ہو علی! ہر لمحہ تمھارے بارے میں ایک نیا انکشاف ہوتا ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہمارا بلاوا آ گیا۔ میں اور نائمہ ساتھ ساتھ چل پڑے۔

عمارت میں ایک بہت بڑا ہال تھا جس میں ترتیب سے نشستیں لگی ہوئی تھیں۔ اس وقت آدھی نشستیں پُر ہو چکی تھیں۔ سامنے ایک اسٹیج بنا ہوا تھا جس پر ایک چوڑی میز رکھی ہوئی تھی۔ اس میز کے پیچھے کچھ لوگ بیٹھے تھے جن میں سے بیشتر کو میں جانتا تھا۔ دو یا تین ایسی شکلیں تھیں جو میرے لیے اجنبی تھیں۔ یقیناً یہ پلاننگ ڈپارٹمنٹ کے لوگ تھے۔ مجھے اور نائمہ کو ہماری نشستیں بتا دی گئیں اور ہم وہاں جا کر بیٹھ گئے۔

میٹنگ کی کارروائی کا آغاز ہوا اور مختلف مسائل سامنے لائے گئے۔ ہر شخص کو سوال کرنے کی اجازت تھی لیکن کسی نے کوئی سوال نہیں کیا۔ ایک شخص میٹنگ کو کنڈکٹ کر رہا تھا۔ اس نے ابراہیم عادل گروپ کے سپرد ایک مہم کی جس میں اس گروپ کو ریڈ آرمی کے ایک افسر کو ہلاک کرنا تھا۔ اس افسر کے بارے میں خیال تھا کہ یہ مسلسل فلسطینی کاز کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس کے بعد محمود جالود گروپ کو ایک مہم سونپی گئی۔ ستارہ کیف، سعید عاکف، کپتان گوہر شغف اور عدنان بودی کو بدستور اس گروپ میں رکھا گیا تھا۔ پھر کچھ اور کارروائیاں ہوئیں اور اس کے بعد میرا نام پکارا گیا۔

جس طرح دوسرے لوگ اپنا نام پکارے جانے پر کھڑے ہو جاتے تھے، اسی طرح میں بھی اپنی نشست پر کھڑا ہو گیا اور میٹنگ کنڈکٹ کرنے والے نے مجھے مسکراتے ہوئے مخاطب کیا۔

"جناب علی یار خان، براہِ کرم یہاں تشریف لے آئیے۔"

میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے دوسرے لوگوں سے میرا تعارف کراتے ہوئے میرے بارے میں توصیفی کلمات کہے۔

"علی یار تربیتی مراحل سے گزر چکے ہیں اور ان کے بارے میں جو رپورٹیں موصول ہوئی ہیں، انھیں دیکھتے ہوئے ہم بڑے فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے درمیان ایک عظیم کارکن کا اضافہ ہوا ہے جس پر ہم کسی بھی سلسلے میں مکمل اعتماد کر سکتے ہیں۔ علی یار خان کا تعلق پاکستان سے ہے اور یہ بات کہتے ہوئے ہمیں فخر ہے اور ہم شکر گزار بھی ہیں پاکستانی اخوت پسندوں کے کہ انھوں نے ہر مرحلے پر ہماری بھرپور معاونت کی ہے۔ بے شمار پاکستانی فلسطینی کاز کے لیے سرگرمِ عمل ہیں اور انھوں نے اپنی تمام جدوجہد ہمارے حصولِ مقصد کے لیے مخصوص کر دی ہے۔ اس جذبۂ اخوت کا شکریہ ادا نہ کرنا ناسپاسی ہے۔ ہاں تو میں جناب علی یار خان کے بارے میں کہہ رہا تھا کہ انھیں ہمارے درمیان ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ اس بار ہم ایک اہم مہم ان کے سپرد بھی کر رہے ہیں۔ یہ مہم طویل ہے اور اس کے ذریعے ہمارے مقاصد کو بہت بڑا سہارا ملے گا۔ علی یار خان صاحب! اس مہم کی تھوڑی سی تفصیلات میں آپ کے سامنے عرض کر دوں۔

بیروت میں فلسطینی کاز کے لیے جدوجہد نہایت کامیابی سے جاری ہے لیکن یہیں ہمارے دشمنوں کی سب سے بڑی تعداد موجود ہے۔ بیروت کی آبادی کا ایک طبقہ مکمل طور پر صیہونی طرزِ فکر کا قائل ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ہماری آپس کی چپقلش یعنی وہ جو لبنان کے مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین تھی، اب پسِ پردہ ہو گئی ہے اور صیہونی سازشوں نے دوسرے بازو پر مکمل تسلط حاصل کر لیا ہے۔ اب جو کچھ ہو رہا ہے، صیہونی سازش کے تحت ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس بات کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جاتا ہے کہ دوسرا بازو صیہونی ہے اور ہمیں اسی طرح اس سے ہوشیار رہنا پڑتا ہے جس طرح اسرائیلی حربوں سے۔

ہمارے درمیان بے شمار ایسے افراد چھوڑ دیے گئے ہیں جو بظاہر خود کو لبنانی یا فلسطینی کہتے ہیں لیکن درحقیقت وہ صیہونی ہیں۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ اس سلسلے میں میں صرف ایک عورت کا تذکرہ کرتا ہوں جو خاتون فرانہ کے نام سے مشہور ہے۔ لبنان کی ایک معزز شخصیت، انتہائی دولت مند اور بے حد خودسر۔ ہمارا ایک خفیہ شعبہ ایسے لوگوں پر نگاہ رکھتا ہے۔ خاتون فرانہ ہر چند کہ خود کو ہم میں سے کہتی ہے۔ ہم ابتدا ہی سے اس کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار تھے اور ہمارا ڈپارٹمنٹ اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔

ڈپارٹمنٹ کو ٹھوس ثبوت تو نہیں، البتہ چند شواہد ملے ہیں جن سے عیاں ہوتا ہے کہ خاتون فرانہ ہمارے خلاف جاسوسی کرتی ہے اور اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ وہ اعلیٰ پیمانے پر کام کر رہی ہے۔ یہاں بے شمار افراد اس کے ماتحت ہیں جن میں زیادہ تعداد بدنام لوگوں کی ہے۔ چنانچہ اس بات کا تعین کر لیا گیا ہے کہ خاتون فرانہ صیہونی تنظیم کی آلۂ کار ہے، بلکہ یہ بھی کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو کہ وہ درحقیقت ہم میں سے نہیں ہے بلکہ اس نے مذموم مقاصد کے تحت یہ نام اختیار کیا ہے۔ ایسی شخصیت کو ہم اس کھلے میدان والی فوج سے زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں جو ہمارے سامنے ہتھیاروں سے لیس موجود ہو اور ہم سے جنگ کا ارادہ رکھتی ہو۔ اس عورت کی اصل شخصیت معلوم کرنا بلاشبہ انتہائی مشکل کام ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ اس کام کی انجام دہی آسان نہ ہوگی۔ اس کے لیے ایک طویل جدوجہد کرنا ہوگی تب کہیں جا کر فرانہ کی اصلیت کھل سکے گی۔ اس کے لیے ہمیں ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو نہ صرف عملی طور پر کچھ کر سکتا ہو بلکہ ذہنی طور پر بھی برتر و اعلیٰ ہو اور میں یہ بات مسرت و فخر کے ساتھ کہتا ہوں کہ جناب علی یار خان کی فائل ہمارے پلاننگ ڈپارٹمنٹ میں سرخ فیتے سے بندھی ہوئی ہے۔ سرخ فیتے والے فائل ایسے اعلیٰ دماغوں کے ہوتے ہیں جن پر تنظیم کسی بھی سلسلے میں ایک گروہ کی طرح بھروسہ کر سکتی ہے۔ میں جناب علی یار خان کو یہ مقام حاصل کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اس کے بعد یہ اعلان کرتا ہوں کہ خاتون فرانہ کے سلسلے میں پلاننگ ڈپارٹمنٹ نے ان کا انتخاب کیا ہے۔"

پورے ہال میں تالیوں کی گونج سنائی دی۔ میں خاموش کھڑا تھا۔ اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھا۔ "ہاں، اگر جناب علی یار خان کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض ہو تو پلاننگ ڈپارٹمنٹ اس پر غور کرنے کے لیے تیار ہے۔ خاتون فرانہ کے سلسلے میں تھوڑی بہت معلومات جو پلاننگ ڈپارٹمنٹ کو موصول ہوئی ہیں، ان کے سپرد کر دی جائیں گی اور اس کے بعد مکمل طور پر ان کو اختیار ہوگا کہ اس عورت کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں اور اس کے خلاف جس طرح چاہیں پلاننگ کریں۔ گویا وہ خود ہی اس مہم کے انچارج بھی ہوں گے اور خود ہی کارکن بھی۔ ہم ان کی سہولت کے لیے ایک الگ ڈپارٹمنٹ بنا دیں گے جس سے وہ جس وقت چاہیں کام لے سکتے ہیں اور اب اس کے بعد میں جناب علی یار خان سے سوال کروں گا کہ کیا وہ اس مہم کی انجام دہی کے لیے تیار ہیں؟"

سب لوگوں کی نگاہیں میری جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ اس جگہ میں گزشتہ رات کے واقعے کا تذکرہ نہیں کر سکتا تھا۔ بہرصورت یہ میری پہلی مہم تھی اور میں اس میں معذرت کی کوئی گنجائش نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

رکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے پُرسکون لہجے میں اقرار کر لیا۔ "ہاں، میں بخوشی اسے انجام دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ علی یار خان صاحب تشریف رکھیے۔ اب میں احسان فرزعی کا نام لیتا ہوں۔" میں واپس اپنی نشست پر آکر بیٹھ گیا۔

"مسٹر علی! جو اعزاز تمھیں بخشا گیا ہے وہ واقعی قابلِ فخر ہے۔ میں تمھیں اپنے جذبات سے آگاہ نہیں کر سکتی۔" نائمہ نے کہا۔

"شکریہ نائمہ، خدا کرے میں اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاؤں۔" میں نے جواب دیا۔

میٹنگ کی کارروائی کے اختتام تک میں وہاں موجود رہا۔ فواد ابھی تک نہیں آیا تھا۔ چار گھنٹے کے بعد میٹنگ کا اختتام ہوا اور ہم لوگوں نے اسی عمارت میں لنچ کیا۔ پھر میں وہاں سے نکل آیا۔ نائمہ نے مجھے خدا حافظ کہا۔ جب میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچا تو وہاں فواد موجود تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے آیا تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"میٹنگ ختم ہو گئی؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا نام تو نہیں پکارا گیا کسی سلسلے میں؟"

"نہیں، اتفاق ہے۔"

"اتفاق نہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ آج کی میٹنگ میں میرا کوئی مسئلہ درپیش نہیں ہے۔"

میں اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور پوچھا۔ "تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ فرانہ کا معاملہ تمھارے سپرد کر دیا گیا؟"

"ہاں۔"

"تم نے اس مہم کی انجام دہی قبول کر لی؟"

"ہاں۔" میں نے اسی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا کیا۔ ویسے کیا ذمّے داریاں سونپی گئی ہیں تمھیں؟" اس نے پوچھا۔ میں نے تمام تفصیلات بتا دیں جو میٹنگ میں طے کی گئی تھیں۔

اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہم سب کا خیال تھا کہ فرانہ ایک مشتبہ کردار ہے۔ تم یقین کرو علی کہ وہ اتنے بڑے بڑے لوگوں سے ملتی ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ میں تمھیں ان بڑے لوگوں کی تفصیلات مہیا کر دوں گا۔ خاص طور سے اس کا تعلق ایک ایسے شخص سے ہے جسے ہم جرائم کی دنیا کا بے حد خطرناک انسان کہہ سکتے ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے ڈیئر کہ ایک ایسی شخصیت کے پیچھے تمھیں لگایا گیا ہے جو معمولی نہیں ہے۔ فرانہ ایک سربستہ راز ہے۔ بظاہر جو کچھ وہ نظر آتی ہے وہ تو ہے لیکن اس کی دوسری شخصیت نہ جانے کیا ہے؟ اس کا پتا چلانا آسان کام نہیں ہوگا۔ تمھیں اس کے لیے شدید محنت کرنا ہوگی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے فواد لیکن یہ بتاؤ کہ تم گئے کس سلسلے میں تھے؟ مجھے شبہ ہے کہ تم میرے ہی مسئلے میں کچھ سوچ کر اٹھے تھے؟"

"بالکل ٹھیک۔ اور کچھ کر کے بھی آیا ہوں۔"

"کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ کار اتفاق سے گیلیلو تھیٹر کے بائیں سمت اسی جگہ موجود تھی، جہاں تم نے اسے کھڑا کیا تھا۔ میں نے اسے وہاں سے ہٹا کر فیروینڈ اسکوائر کے نزدیک ایک شکستہ سڑک سے نیچے گرا دیا ہے۔ یہ سڑک بارش میں ٹوٹ پھوٹ گئی تھی اور مخدوش قرار دے دی گئی تھی۔ اس طرف کوئی نشے میں ڈوبا ہوا شرابی ہی جا سکتا ہے اور یقینی طور پر وہاں حادثے کا شکار ہو سکتا ہے۔ کار میں زیادہ ٹوٹ پھوٹ نہیں ہوئی ہے لیکن اب وہ قابلِ استعمال بھی نہیں ہے۔ کیا سمجھے؟"

"سمجھ رہا ہوں۔ کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس طرح تمھاری پوزیشن محفوظ ہو سکتی ہے علی۔ ہوا یہ کہ تم فرانہ کے ساتھ کار میں بیٹھے تو نشے میں تھے۔ اسی نشے میں تم نے گیلیلو تھیٹر کے پاس اسے زبردستی کار سے اتار دیا اور خود آگے بڑھ گئے۔ اس مخدوش سڑک پر پہنچے تو تمھاری کار کو حادثہ پیش آیا۔ اس حادثے کے بعد کسی نے تمھیں دیکھا اور مرینا اسپتال پہنچا دیا۔ تم پچھلی رات سے مرینا اسپتال کے کمرہ نمبر بارہ میں ہو۔ وہاں کے رجسٹر میں تمھارا اندراج ہے۔ تمھیں غالباً اڑھائی یا پونے تین بجے اسپتال پہنچایا گیا تھا۔"

میں مسرت سے اچھل پڑا۔ "تم... تم یہ سب کچھ کر کے آئے ہو فواد؟"

"ہاں یار، کرنا ہی تھا، ورنہ اس خطرناک عورت سے نمٹنا آسان کام نہیں۔ یوں بھی اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا تو تمھیں اس کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنا پڑتا اور اس کے لیے تم میک اپ ہی میں گزارا کر سکتے تھے۔"

"ونڈر فل فواد — ونڈر فل۔ لیکن مجھے اس بات پر اس لیے حیرت نہیں ہو رہی ہے کہ تمھارا شمار تنظیمِ آزادی کے اہم ترین کارکنوں میں سے ہے۔"

"بس بس، تم خود بھی بہت بڑی جگہ بھیجے جا رہے ہو۔ اس لیے اب میں تمھارے منہ سے اپنی تعریف سن کر سینہ نہیں پھلا سکتا۔ بہرکیف میری اس کارروائی سے تم مطمئن ہو؟"

"بہت زیادہ۔" میں نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

"تب ٹھیک ہے، ویسے مجھے مسرت ہے علی میری جان کہ میں تمھارے کسی کام آسکا لیکن تمھارے لیے وہ بری خبر بدستور موجود ہے۔ فرانہ جیسی خبیث عورتوں سے نمٹنا آسان نہیں۔ پھر بھی میں تمھارے اطمینان کے لیے ایک بتاؤں؟ ہم اپنے مقصد کے حصول کے لیے وقف ہیں۔ ہمارا جسم، ہماری روح اور ہمارا رُواں رُواں تنظیم کے مقصد کے لیے وقف ہو چکا ہے اور اگر ان مقاصد کے حصول کے لیے ہمیں کسی ایسے مرحلے سے بھی گزرنا پڑے جو ہمارے لیے شدید کرب کا باعث ہو، تو ہم یہ سوچ کر دل کو مطمئن کر سکتے ہیں کہ ہمیں اپنے مشن کے لیے سب کچھ کرنا ہے۔ میرا خیال ہے اس کے بعد تمھارے ضمیر سے بوجھ بھی ہٹ جائے گا۔"

میں فواد کی باتوں کی گہرائی میں گم ہو گیا۔ درحقیقت وہ سچ ہی کہہ رہا تھا۔

"کیا تم مجھ سے متفق نہیں ہو؟" اس نے مجھے خاموش پا کر کہا۔

"نہیں فواد، یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر یہ الجھن ذہن سے نکال دو اور پھر بہرحال وہ عورت ہے۔ کچھ اور بے تکلفی کی اجازت دو علی تو ایک سوال کروں؟"

"ضرور۔"

"کوئی عورت تمھاری آئیڈیل ہے؟"

"نہیں۔ یقین کرو۔"

"مجھے یقین ہے لیکن اس کے ساتھ حیرت بھی کیونکہ تم نے ایک طویل عرصہ امریکہ میں گزارا ہے۔"

"ہاں۔ لیکن میں شروع سے ہی جنونی ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"جنونی؟"

"ہاں۔ میرے سر میں اپنے وطن کی سربلندی کا جنون تھا۔ اکثر میں نے ایسی لاتعداد داستانیں سنی تھیں۔ میں جانتا ہوں کہ عورت، مرد کی بہت بڑی کمزوری ہے لیکن اس کے لیے خود کو انسانیت سے گرا دینا میرے نزدیک مناسب نہیں ہے۔"

"بے شک۔" فواد نے تعریفی انداز میں گردن ہلائی۔

"اس کے لیے میں نے مجاہدہ کیا۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ مجھے عورت ناپسند ہے لیکن میرے ذہن میں میرے اپنے وطن کی عورت تھی۔ مشرق کی عورت میری نگاہ میں انسان ہے اور مغربی عورت کے نام دھبّہ۔"

"بہت اعلیٰ خیالات ہیں۔"

"لیکن...!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"مقصد، میری جان مقصد۔ حالانکہ ہم کچھ دیر قبل ہی فرانہ کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ ویسے فرانہ درحقیقت پُراسرار عورت ہے۔ اس پر بہت عرصے سے نگاہ رکھی جا رہی ہے۔"

"کیا شبہ ہے اس پر؟"

"یہی کہ وہ یہودی مقاصد کے لیے کام کر رہی ہے اور بہت سے مسلم نوجوان اس کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہرچند کہ ان کا تعلق تنظیم سے نہیں ہے لیکن پھر بھی..."

"میں سمجھ رہا ہوں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اس

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول

عمران سیریز

عجیب ہنگامے

ایک جلد میں

پانچواں کالم

صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۲۵ روپے

پرمود سیریز

ریکارڈ کی چوری

ایک جلد میں

موت کا راستہ

صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۲۵ روپے

ڈاک خرچ فی ناول ۵/- روپے۔ ناول ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کا تعلق . . . "

"بذاتِ خود وہ کچھ نہیں ہے۔ بس یہ تعلق ہی پُراسرار ہے اور شاید اسی تعلق کے لیے ہم پریشان ہیں۔"

"خدا کرے میں اپنی اس مہم میں کامیاب ہو جاؤں۔"

"ہم سب کی دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔" فواد نے بڑے خلوص سے کہا۔

"تو پھر مجھے اسپتال میں کب منتقل ہونا ہے؟"

"بس شام ہونے کا انتظار کرنا ہوگا۔ باقی میں نے سب ٹھیک کر لیا ہے۔"

"اگر وہ میری رہائش گاہ کے بارے میں پوچھے فواد تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"اوہ! اس وقت تم نہایت اطمینان سے یہاں کا پتا بتا سکتے ہو۔" فواد نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

❁

خوبصورت نرس مسکراتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اس نے اپنا نرم ہاتھ میری نبض پر رکھا اور مسکراتی ہوئی بولی۔ "اب کیسے مزاج ہیں؟"

"ٹھیک ہوں لیکن . . .؟" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"زیادہ پی لینا بری چیز ہے اور اس کیفیت میں ڈرائیونگ بے حد خطرناک ہوتی ہے۔ تم نے یہ خیال تک نہ کیا۔" اس نے ہمدردی سے کہا۔

"خیال کر لیتا نرس، تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔ ویسے کیا میں شدید زخمی ہوں؟" میں نے سوال کیا۔

"حیرت انگیز طور پر نہیں۔ میرے خیال میں تم اس وقت کار سے نکل آئے تھے، جب کار سڑک کے نشیب میں اتری۔ اگر کار کے اندر ہی رہ جاتے تو شاید زیادہ زخمی ہوتے۔"

"پھر بھی؟" میں نے پوچھا۔

"بہت معمولی چوٹیں ہیں۔ بس سر پہ ضرب لگی تھی جس کی وجہ سے بے ہوشی طویل ہو گئی۔ اب اپنے بارے میں بتاؤ کون ہو اور تمھارے بارے میں کسے اطلاع دی جائے؟"

میں چند لمحے سوچتا رہا، پھر اطمینان سے خاتون فرانہ کا نام لے دیا۔ نرس چونک پڑی تھی۔ اس کے بعد اس نے کچھ نہیں کہا اور خاموشی سے باہر نکل گئی۔ میں نے اس کے چہرے کے تاثرات خوشگوار نہیں محسوس کیے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ نرس، فرانہ کے بارے میں جانتی تھی۔

وقت گزرتا رہا۔ نرس واپس نہیں آئی۔ البتہ گھنٹہ پورا ہونے کے بعد دروازہ کھلا اور تین آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان میں ایک ڈاکٹر کے لباس میں تھا اور دو سادہ لباسوں میں تھے۔ وہ تینوں میرے قریب آئے۔

"کیا نام ہے تمھارا؟" سادہ لباس والوں میں سے ایک نے پوچھا اور میں نے اطمینان سے شہباز زلفی کا نام لے دیا۔

"خاتون فرانہ سے تمھارا کیا تعلق ہے؟"

"بس میں خاتون کے نیازمندوں میں سے ہوں۔" میں نے کہا۔

"زخمی کیسے ہوئے؟"

"ان کی کار میں تھا۔ نشے میں ہونے کی وجہ سے اسٹیرنگ پر قابو نہ رکھ سکا۔" میں نے کہا اور وہ دونوں چونک پڑے۔ انھوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور پھر ایک نے کہا۔

"غلط فہمی ہوگئی ڈاکٹر۔ یہ ہمارا ہی آدمی ہے۔ کیا کیفیت ہے اس کی؟"

"ٹھیک ہیں۔ آپ چاہیں تو انھیں لے جا سکتے ہیں۔" ڈاکٹر نے جواب دیا اور میں ان دونوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ایک شاندار لینڈ روور کھڑی ہوئی تھی جس میں انھوں نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں نے تعمیل کی۔ ایک ڈرائیو کرنے لگا، دوسرا میرے ساتھ بیٹھ گیا۔

"یہ کیا حرکت کی تم نے؟" میرے پاس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا اور میں حیرت سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔

"کیسی حرکت؟"

"خاتون فرانہ تمھارے ساتھ تھیں؟"

"ہاں، ہم دونوں ساتھ ہی تھے لیکن . . . لیکن خاتون راستے میں کسی جگہ اتر گئی تھیں۔"

"خود اتری تھیں؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

ڈرائیونگ کرنے والا سخت لہجے میں بولا۔ "جونس، کیا تم خاموش نہیں بیٹھ سکتے؟"

میرے ساتھ بیٹھے شخص نے چونک کر ڈرائیو کرنے والے کو دیکھا اور پھر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ لینڈ روور ایک عالیشان عمارت میں داخل ہو گئی۔ میں نے اس عمارت کو پہچان لیا، وہی تھی جہاں مجھے بے ہوش کر کے لایا گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک خوبصورت کمرے میں داخل ہو گیا جہاں مادام فرانہ موجود تھی۔ مجھے دیکھ کر اچھل پڑی اور پھر میرے عقب میں ان کو دیکھنے لگی جو مجھے لے کر یہاں آئے تھے۔

"یہ کہاں سے مل گیا؟" اس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"سپتال سے مادام۔ کہانی ہی دوسری نکلی۔"

"کیا مطلب؟" خاتون فرانہ کے چہرے پر خشونت ابھر آئی تھی۔ وہ تیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس سے قبل کہ مجھے یہاں لانے والا اس کے سوال کا جواب دیتا، اس نے خود ہی ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ٹھیک ہے، تم جاؤ۔ میں اس سے بات کر لوں گی۔"

"میں زخمی ہوں مادام فرانہ!" میں نے کسی قدر شکایتی انداز میں کہا۔

"بیٹھو۔" وہ بھاری لہجے میں بولی اور میں روٹھا روٹھا سا ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دونوں آدمی باہر نکل گئے اور انھوں نے دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ بہرحال اب فرانہ کو یقین دلانے کا مسئلہ تھا اور مجھے اس کے لیے یقینی محنت کرنا تھی، کیونکہ اس وقت کے معاملات کا انحصار میری عمدہ اداکاری پر تھا۔

"کیا کہانی ہے تمھاری؟"

"میں اس خشک رویّے کا مطلب نہیں سمجھا فرانہ!"

"خاتون فرانہ! میں بے تکلفی پسند نہیں کرتی۔" اس نے رعونت سے کہا۔

"مجھے ان الفاظ پر حیرت ہے۔" میں نے چہرے پر کبیدگی کے آثار پیدا کرتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ بظاہر سپاٹ تھا لیکن آنکھیں چھپانا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔ آہنی اعصاب کے لوگ جو اپنے چہرے کے اتار چڑھاؤ پر قابو رکھنے میں ماہر ہوتے ہیں اور کسی بھی حال میں کسی دوسرے کو اپنی کیفیت سے آگاہ نہیں ہونے دیتے اگر آنکھوں پر قابو پانے کا فن سیکھ لیں تو پھر ان کے بارے میں کچھ معلوم کرنا سخت مشکل ہو جائے لیکن اتنی مہارت عام لوگوں کے لیے ممکن نہیں ہے اور فرانہ بھی اسی کمزوری کا شکار تھی۔ اس کے چہرے پر کھنچاؤ تھا لیکن آنکھیں اس کی دلی کیفیات کی چغلی کھا رہی تھیں۔ صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کے دل میں میرے بارے میں تجسس چھپا ہوا ہے۔

میں سرزمینِ پنجاب کا ایک دیہاتی، بظاہر ان گہرائیوں کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ہم سیدھے بے ریا لوگ تو بس انسان کی زبان کو ہی ابتدا و انتہا سمجھتے ہیں لیکن حالات بعض اوقات وہ کچھ سکھا دیتے ہیں جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے جو تربیت دی گئی تھی، اس نے میری حسیات کو . . . . کئی گنا تیز کر دیا تھا اور اب میں انسان کو سمجھنے کی مہارت حاصل کر چکا تھا۔ کم از کم فرانہ جیسی عورت آسانی سے مجھے دھوکا نہیں دے سکتی تھی بلکہ میں اسے اپنی اداکاری کے جال میں پھانسنے کی قوت رکھتا تھا۔

وہ میرے جواب کا انتظار کرتی رہی۔ پھر اس نے دوبارہ اسی انداز میں کہا۔ "میں منتظر ہوں۔"

"کس بات کی خاتون فرانہ؟" اس بار میرے لہجے میں طنز تھا۔

"اس رات سے اب تک کے واقعات سننے کی۔"

"ایک سوال کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں خاتون فرانہ؟" میں نے کہا اور وہ سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ "کیا آپ کے خیال میں آپ کسی طور سے مجھ پر برتری رکھتی ہیں؟"

"بے ہودہ اور احمقانہ سوال ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"سوچ لیں اچھی طرح۔" میں نے کہا۔

وہ مجھے گھورنے لگی پھر بولی۔ "تمھاری بات سے گستاخی کی بو آ رہی ہے۔"

"میں واقعی بہت بدتمیز ہوں۔ ہوٹل میں آپ کی خادمہ نے مجھے کوئی معمولی شخصیت سمجھ کر آپ کا پیغام دیا تھا۔ میں نے اس پیغام کو ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد آپ نے غالباً مجھے بے ہوش کرا کے اغوا کرا لیا۔ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ وہاں دھوکا کھا گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد . . ."

"ہاں۔ آگے بولو۔ اس کے بعد۔" خاتون فرانہ بے اختیار مسکرا پڑی۔ اس کے اندر پھر تبدیلی پیدا ہو گئی۔ انوکھی عورت تھی۔ ایک لمحے میں گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والی۔ میں اس کے چہرے کے ہر تاثر کو پڑھ رہا تھا۔

"اس کے بعد جب آپ کے ہاں میری آنکھ کھلی تو مجھے حیرت ہوئی تھی۔ میں پُرسحر موسم سے متاثر ہو گیا۔ اس وقت میرے ذہن پر آپ کی قربت کا فسوں طاری ہو گیا تھا لیکن شرابِ خانہ خراب نے ہمیشہ میری تقدیر کے دروازے مجھ پر بند کیے ہیں۔"

"کچھ اور تفصیل۔" اس بار فرانہ کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

"کوئی تفصیل نہیں۔ بار بار قسمیں کھاتا ہوں کہ نہیں پیوں گا لیکن . . . کہیں نہ کہیں بھول ہو جاتی ہے۔"

"مگر تم اس قدر مدہوش تو نہیں ہوتے ہو؟"

"خدا جانے کیا ہوتا ہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی، پھر ایکدم چونک کر بولی۔ "مجھے بے وقوف بنا رہے ہو؟ احمق سمجھتے ہو مجھے؟ میں جانتی ہوں، تمھارے ذہن میں کیا تھا۔"

"مجھے بھی بتا دو۔" میں نے جھلّائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم نے سوبانہ میں میری دعوت ٹھکرا دی تھی اور اس کے بعد جب تم نے خود کو میرے شکنجے میں پایا تو تمھارے ذہن میں انتقام ابھر آیا۔ تم نے مجھے باہر چلنے کا مشورہ دیا۔ جو میں نے قبول کر لیا۔ پھر تم نے مجھے ایک سڑک پر چھوڑ دیا تاکہ میری عزت خاک میں مل جائے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا مطلب؟" اس بار میں نے بوکھلانے کی اداکاری کی اور بے یقینی کے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ وہ بھی گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ گویا میرے بارے میں رائے قائم کر رہی ہو۔

"مطلب تم اچھی طرح سمجھتے ہو۔"

"خاتون فرانہ! براہِ کرم غلط فہمیوں کی فضا سے باہر نکل آئیں۔ دشمنوں کے بجائے دوستوں کا انداز اختیار کریں۔ مجھے کچھ نہیں معلوم کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ مے نوشی میرے حواس پر عجیب طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ میرے شناساؤں کا خیال ہے کہ پی کر بھی میں اسی طرح نارمل رہتا ہوں جس طرح عام حالات میں لیکن میں جانتا ہوں میری کیفیت کیا ہو جاتی ہے۔"

"اس سلسلے میں بھی میری معلومات میں اضافہ ہو جائے تو بہتر ہے۔" اس نے زہر خند سے کہا۔

"شراب مجھ سے میری خود اعتمادی چھین لیتی ہے۔ میرے اعضا میرے حریف بن جاتے ہیں۔ اس وقت میرا ذہن ماؤف ہو جاتا ہے، قوتِ ارادی ناکارہ ہو جاتی ہے۔ ہر کیفیت اضطراری ہوتی ہے۔ یہ ہے میری بدنصیبی لیکن براہِ کرم آپ مجھے تھوڑی سی تفصیل بتا دیں۔"

"شراب پینے کے بعد تم نے مجھے کھلی فضا میں چلنے کی دعوت دی تھی۔" فرانہ نے کہا۔

"آہ، ناممکن بات تھی کیونکہ موسم سرد تھا۔ بارش ہو چکی تھی۔ وہ موسم کھلی فضاؤں میں جانے کا نہیں تھا۔" میں نے کہا۔

"بہرحال میں نے تم سے تعاون کیا۔ تم خود کار ڈرائیو کرتے ہوئے گئے تھے اور پھر تم نے..."

"جو کچھ ہوا خاتون فرانہ، سب اسی اُم الخبائث کے زیرِ اثر ہوا اور شاید زندگی میں یہ میرا آخری عہد ہے کہ میں شراب نہیں پیوں گا۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"میری عزت، میرے وقار کو شدید ضرب لگی ہے اور اب تک میں یہی سوچتی رہی ہوں کہ تم نے مجھ سے سوبانہ سے اغوا کیے جانے کا انتقام لیا تھا۔ میری بے عزتی کر کے۔ میں احمقوں کی طرح سڑک پر کھڑی تھی اور اجنبی لوگ مجھے دیکھ کر قہقہے لگا رہے تھے، مجھ پر آوازے کس رہے تھے۔ نہ جانے کس نے مجھے یہاں پہنچایا تھا۔"

"میرا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"تم کہاں تھے؟"

"اسپتال میں۔ شاید تمہاری کار کو کوئی حادثہ پیش آیا تھا لیکن مجھے اس بات کا احساس نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ اس کار میں موجود نہیں ہو۔ میں نے ہوش میں آکر سب سے پہلا سوال یہی کیا تھا کہ میری ساتھی کس حال میں ہے۔ تم اسپتال کی نرس سے اس بات کی تصدیق کر سکتی ہو خاتون فرانہ۔"

میں نے ایسے لہجے میں یہ الفاظ کہے تھے کہ وہ سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "تمہاری وجہ سے مجھے شدید ذہنی صدمے سے دوچار ہونا پڑا۔ میں انتقام کی آگ میں سلگ رہی تھی۔ میں تمہاری بوٹیاں نوچنے سے بھی دریغ نہ کرتی، سمجھے تم؟"

"ان حالات کا مجھے افسوس ہے اور اسی لیے میں تمہارے الفاظ کا بُرا نہیں مانوں گا جبکہ تم جو کچھ کہہ رہی ہو خاتون فرانہ! وہ ہوش کے عالم میں ممکن نہیں ہے۔ یوں کرو، پہلے تم اپنی انتقامی کوششیں کر لو۔ جب اس میں ناکام ہو جاؤ تو ہم دوبارہ دوستانہ فضا میں بات کریں گے۔ میں تمہاری سختیوں کو معاف کر دوں گا۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

وہ عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر یکایک مسکرا پڑی۔ "اپنے بارے میں بڑی غلط فہمیوں کے شکار ہو۔"

"ہاں۔ کچھ ایسی ہی بات ہے۔"

"کون ہو تم؟ اور ان غلط فہمیوں کا پس منظر کیا ہے؟"

"اس وقت اس کی تفصیل بیکار ہے، کیونکہ ہم دوستی کی فضا میں نہیں ہیں۔ اگر میں تمہارے خلاف انتقامی کارروائی کرتا تو اس میں سوبانہ کی تباہی اور اس ویٹر کی موت لازمی تھی، جس نے تمہاری ایما پر مجھے کافی میں بے ہوشی کی دوا دی تھی۔"

"بہت خوب۔ اس حد تک؟" اس نے کہا۔

"اس سے بھی کہیں آگے فرانہ۔ میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں۔"

"جو کوئی بھی ہو، اچھے ہو۔ ویسے لبنانی نہیں ہو۔"

"لبنانی ہی ہوں لیکن زندگی یہاں نہیں گزاری۔ آوارہ گرد رہا ہوں اور اب ایک طرح سے لبنان میں اجنبی ہوں۔"

"تمہارا تعلق فلسطینیوں سے تو نہیں ہے؟" اس نے سوال کیا۔ اب وہ نرم پڑ گئی تھی۔

"میرا تعلق ساری دنیا سے ہے اور کسی سے بھی نہیں ہے۔ بس فرانہ، بور ہو گیا ہوں، کچھ کرو۔ بلاؤ ان لوگوں کو جو تمہاری ایما پر مجھے سزا دیں؟" میں نے بیزاری سے کہا۔

"ٹوٹ پھوٹ جاؤ گے اور مجھے ٹوٹے پھوٹے لوگ پسند نہیں ہیں۔ چھوڑو ان باتوں کو اور اطمینان سے بیٹھو۔" اس کا انداز بدل گیا اور میں نے دل ہی دل میں "وہ مارا" کا نعرہ لگایا۔ گویا میری اب تک کی کوششیں بارآور ہوئی تھیں۔

میں خاموشی سے گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔ اب وہ مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی، پھر کھڑی ہو گئی۔

"اس کے باوجود کہ میں ایک بار پھر تمہارے سامنے بیوقوف بن گئی ہوں، تمہارے بارے میں تصدیق ضرور کروں گی۔ مجھے اس کی اجازت دو۔" اس نے کہا۔

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اس نے دروازے کے پاس جا کر مخصوص انداز میں دستک دی۔ دروازہ کھل گیا اور وہ باہر نکل گئی۔ مجھے تو آنا ہی اس کے پاس تھا، اس لیے اب میں کوئی اور حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ البتہ اس کے باہر نکل جانے کے بعد اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ تنظیم نے مجھے اس کے پیچھے لگایا تھا کہ اس کی حقیقت معلوم کروں۔ حالانکہ اس وقت کی باتوں سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بااثر اور خودپسند ضرور ہے لیکن زیادہ ذہین نہیں ہے۔

بہرصورت، وہ جو کچھ بھی ہے مجھے اپنی ڈیوٹی انجام دینا تھی۔ البتہ اس احساس سے میرے ذہن میں چبھن سی ہو رہی تھی کہ اس کے بعد کیا کروں گا۔ اس خوف ناک بلا سے بچنا مشکل تھا حالانکہ تنظیم کے مقاصد پورے کرنے کے سلسلے میں یہ پہلا امتحان تھا اور میں دل و جان سے اس امتحان سے گزرنے کے لیے تیار تھا۔

تقریباً بیس منٹ کے بعد فرانہ مسکراتی ہوئی آئی اور بے تکلفی سے بولی۔ "آؤ شہباز میرے ساتھ آؤ۔" میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑا۔ ہم اسی کمرے میں پہنچ گئے جہاں میں پہلے بھی آ چکا تھا۔

"بیٹھو۔ یہ جگہ تمہارے لیے اجنبی نہیں ہے۔" اس نے خوش دلی سے کہا۔

"میرے بارے میں کیا رپورٹ ملی تمہیں؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"مجھے کچھ غلط فہمی ہوئی تھی۔" اس نے کہا۔ "زیادہ زخمی تو نہیں ہوئے؟"

"نہیں۔ شاید کار زیادہ گہرائی میں نہیں گری تھی۔ ویسے وہ کون سی جگہ تھی؟"

"ارے چھوڑو۔ اس ناخوشگوار واقعے کو یاد کرنے سے کیا فائدہ! کچھ کھاؤ گے؟"

"نہیں۔ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

"پیو گے؟"

"براہِ کرم فرانہ، میرے سامنے اس کا نام بھی مت لینا۔" میں نے جھوٹ موٹ جزبز ہو کر کہا۔

"آرام کرو گے یا کہیں چلنا ہے؟" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ مجھے بھی ہنسی آ گئی۔

"ارے ہاں، یہ بتاؤ، تمہارا قیام کہاں ہے؟"

میں نے اطمینان سے اپنا پتا بتا دیا۔ اس میں کوئی اُلجھن نہیں تھی۔ فواد سے بات ہو چکی تھی۔

"تمہیں اپنے سامان کی ضرورت تو نہیں ہے؟"

"کیا کروں گا؟"

"میرے یہاں قیام نہیں کرو گے؟"

"مستقل؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیا ہرج ہے؟"

"میں تو تنہا انسان ہوں۔ کوئی نہیں ہے میرا اس دنیا میں۔ کہیں بھی رہ سکتا ہوں۔"

"میرے یہاں رہو۔ کوئی تکلیف نہیں ہوگی، وعدہ کرتی ہوں۔"

"کس حیثیت سے؟"

"اس کا تعین بعد میں کرلیں گے۔"

"اتنی جلدی تمام مراحل طے کر لینا مناسب نہیں ہے فرانہ۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہم دونوں عجیب سے حالات میں تھے۔ ممکن ہے آئندہ میں تمہارے معیار پر پورا نہ اتروں۔"

"اوہ نو، لوگ مجھے خبطی کہتے ہیں۔ میرا خبط یہی ہے کہ جب کسی پر اعتبار کرتی ہوں تو آنکھیں بند کر لیتی ہوں اور اس وقت تک آنکھیں بند رکھتی ہوں، جب تک وہ مجھے کسی گڑھے میں نہ دھکیل دے۔"

"میرے خیال میں یہ دانش مندی نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"ایسے لوگ عموماً نقصان اُٹھاتے ہیں۔"

"میری بات پر یقین کرو گے؟" اس نے آنکھیں بند کر کے ہنستے ہوئے کہا۔ "مجھے نقصان اٹھانے میں بھی لطف آتا ہے۔"

"جانے کی اجازت نہیں دو گی؟"

"نہیں۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے شانے ہلا کر کہا۔

"میری طرف سے تمہارے دل میں کوئی کبیدگی تو نہیں ہے؟" وہ بولی اور میں نے نفی میں گردن ہلا دی۔ میں نے گویا اب اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ غالباً اسے اپنی اس فتح پر بہت خوشی تھی۔

میں نے باقی سارا وقت اس کے ساتھ گزارا۔ اس دوران میں اس نے صرف فون وصول کیے تھے لیکن کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جس سے کوئی اندازہ ہو سکتا۔ بس ہاں، ہُوں اور ٹھیک ہے پر اکتفا کی تھی لیکن اس نے کم از کم تیس یا اس سے کچھ زیادہ ہی فون ریسیو کیے تھے۔

"اتنے فون؟ کیا تم ہمیشہ اتنے فون ریسیو کرتی ہو؟"

"بعض اوقات اس سے بھی زیادہ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کون لوگ ہوتے ہیں یہ؟"

"میرا حلقۂ احباب بہت وسیع ہے۔ اسی فی صد کالیں بیرونی ہوتی ہیں اور بیس فی صد مقامی۔ ان میں کچھ کاروباری ہوتی ہیں اور بیشتر میرے دوستوں کی۔"

"تمہارا کیا کاروبار ہے فرانہ؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اس سوال کے جواب سے قبل میں تمھارے بارے میں جاننے کی خواہش مند ہوں ـــــ بیروت میں رہ کر تم فرانہ سے اس قدر ناواقف ہو! یہ بات میرے لیے ایک چیلنج ہے۔ ایسا کیوں ہے؟"

"تم نے خود کوئی اندازہ نہیں لگایا؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"مَیں تو بتا چکا ہوں۔ لبنان میرا آبائی وطن ہے لیکن میں نے زندگی کا بیشتر حصّہ بیرونِ ملک گزارا ہے۔ لندن، پیرس، ہالینڈ، یوگوسلاویہ، ناروے، ڈنمارک وغیرہ۔ لیکن سال دو سال میں کچھ عرصہ اپنے وطن میں ضرور گزارتا ہوں۔ سکون مجھے یہیں ملتا ہے۔"

"اوہ، یہ بات ہے! تب ٹھیک ہے۔ کوئی اور عزیز نہیں ہے تمھارا؟"

"بس یونہی سرِراہ لوگ عزیز ہو جاتے ہیں۔ باقی دشمنوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"انوکھے ہو۔ میں عزیز ہوں تمھیں؟"

"تھیں نہیں، ہو گئی ہو۔" میں نے منافقت کا کاروبار شروع کر دیا۔

"تمھارا ذریعۂ آمدنی کیا ہے؟"

"کوئی خاص نہیں۔ بس ملک ملک کی سیر کرتا ہوں اور ضروریات پوری کرنے کے لیے وہ تجارت کر لیتا ہوں جسے زبردستی اسمگلنگ کا نام دے کر مطعون کر دیا گیا ہے۔"

"کیا واقعی؟" وہ خوشی سے بولی۔

"کیوں؟ اس میں خوش ہونے کی کیا بات ہے؟"

"اس لیے کہ مَیں خود بھی یہی کاروبار کرتی ہوں اور نہایت اعلیٰ پیمانے پر۔ حالات کہہ رہے ہیں کہ ہم طویل عرصے تک دوست رہیں گے۔ تم تو بہت سی خوبیوں کے مالک ہو۔ بینک بیلنس کیا ہے اس وقت؟"

"کچھ نہیں۔ جو تھا، اُڑا چکا ہوں اور پھر ایک آوارہ گرد کا کسی بینک میں کوئی بیلنس نہیں ہوتا۔ میرے بینک لوگوں کی جیبوں میں قائم ہیں۔"

"فکر نہ کرو، میں تمھارا اکاؤنٹ کھلوا دوں گی۔ آئندہ تم میرے لیے کام کرو گے۔"

"تم تنہا یہ کام کرتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ایسے کام تنہا نہیں ہوتے۔ میرا مطلب ہے اس اعلیٰ پیمانے پر نہیں ہوتے جس پر مَیں کرتی ہوں۔ ان تمام ملکوں میں میرے کارندے موجود ہیں جن کا تم نے نام لیا ہے۔"

"مجھے بھی زندگی میں جمود پسند نہیں ہے۔ انسان متحرک رہے تو چُست رہتا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمھارا؟"

"میرا مطلب ہے کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتی ہو تو میرے لیے بہتر یہ رہے گا کہ مجھے باہر بھیجتی رہا کرو۔ یہاں بیروت میں رہ کر میں بے شمار اذیت ناک احساسات کا شکار ہو جاتا ہوں اور بعض اوقات یہ سوچنے لگتا ہوں کہ انسانی رشتے جب اس انداز میں انسان سے دور ہو جاتے ہیں تو پھر ان کا تصور ہی کیوں قائم کیا گیا ہے؟ یہ میرا وطن ہے لیکن یہاں میرا کوئی عزیز نہیں ہے۔ بس میں تمھیں اس سے زیادہ اور کیا بتاؤں خاتون فرانہ؟ بعض اوقات میں انتہائی کرب ناک احساسات کا شکار ہو جاتا ہوں۔"

"میرے کاروبار میں شریک ہو جاؤ گے تو نہیں ہو گے۔ وعدہ کرتی ہوں۔"

"ہاں شاید۔ تم بلاشبہ ایک مہربان خاتون ہو اور میرا خیال ہے ہم ایک دوسرے کے بارے میں سب کچھ جان چکے ہیں۔ میں خود بھی اسی نقطۂ نگاہ کا قائل ہوں خاتون فرانہ کہ انسان اپنی پسند کے راستے منتخب کرلے، دُنیا خواہ اس کے لیے کوئی نام تراشے۔"

"بالکل درست کہا تم نے۔ مجھے تو حیرت ہو رہی ہے کہ تم اب تک کہاں تھے؟ مجھ سے کیوں نہیں ملے؟"

"اور مجھے اس بات پر حیرت ہے خاتون فرانہ کہ ہماری ملاقات کیسے ماحول میں ہوئی!" میں نے کہا۔ وہ ہنس پڑی اور میں بھی اس ہنسی میں اس کا ساتھ دینے لگا۔

تقریبًا دس یا بارہ دن گزر گئے۔ میرے نام سے بینک میں ایک بڑا اکاؤنٹ کھول دیا گیا تھا۔ ایک خوب صورت کار میرے تصرف میں دے دی گئی تھی۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا کہ فرانہ مصروف ہوتی تو مجھے آوارہ گردی کی اجازت مل جاتی۔ میں کار لے کر بیروت کی سڑکوں پر نکل آتا اور انسانوں کے ہجوم میں کار دوڑاتا پھرتا۔ دونوں سمت دُکانوں اور مکانوں کو دیکھتا، جن میں وہ لوگ رہتے تھے جو میرے جیسے نہیں تھے۔ ان کی اپنی دُنیا تھی۔ اپنا گھر تھا۔ خوش وخرم لوگ اپنے گھروں میں آباد تھے لیکن پھر یہ تنہائیاں ہی میرے دل میں نئے چراغ جلاتی تھیں۔ میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتا اور مجھے بے حد سکون ملتا۔ میں تو جہاد کر رہا تھا۔ ہاں، مَیں اپنوں کی فلاح کے لیے خود کو قتل کر رہا تھا اور اگر میری یہ بار بار کی موت کسی کے لیے زندگی بن جائے تو میرا مقصد پورا ہو جاتا تھا۔

اس شام تنہا مَیں ایک تفریح گاہ میں جا نکلا تھا۔ چھوٹے چھوٹے خوبصورت بچّے قلقاریاں مار رہے تھے۔ میں ان بچّوں کو دیکھتا رہا۔ دفعتًا دو آدمی میرے پاس آ گئے۔

"ہیلو...." ان میں سے ایک نے عجیب انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ میں خاموشی سے اُسے گھورنے لگا۔ شکل وصورت سے وہ دونوں غنڈے نظر آتے تھے۔

"مسٹر شہباز! ایک ضروری کام ہے آپ سے۔"

"فرمائیے؟" میں نے کہا۔

"خاتون فرانہ آپ کو طلب کر رہی ہیں۔ کوئی اہم مسئلہ ہے۔ آپ ان کا یہ نشان دیکھ سکتے ہیں۔" اس شخص نے سرخ رنگ کا ایک کارڈ نکال کر میرے سامنے کر دیا۔

"افسوس! میں اس کارڈ سے ناواقف ہوں۔ بہرحال تم غلط نہیں کہہ رہے ہو گے۔ کہاں ہیں وہ اس وقت؟"

"براڈوے ہاؤس میں۔ پہلے کبھی اس مکان میں گئے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا اور اُن کے ساتھ چل پڑا۔ میری چھٹی حس نے مجھے بتا دیا تھا کہ کوئی خاص معاملہ ہے۔ ممکن ہے اس وقت کا بُلاوا خاتون فرانہ کا نہ ہو۔ ان لوگوں کے انداز سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھے ہر قیمت پر اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں۔ اگر میں شرافت سے ان کے ساتھ نہ جاتا تو یقینی طور پر کوئی اور کارروائی عمل میں آتی۔ مَیں خود بھی بہت کچھ کر سکتا تھا لیکن صورتِ حال ایسی نہیں تھی۔ میں تو اُن کے بارے میں ایک ایک بات جان لینا چاہتا تھا۔

"میری کار موجود ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کا استعمال اس وقت نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ یہ بھی خاتون کی ہدایت ہے۔ اسے یہیں رہنے دو، منگوالی جائے گی۔"

"اوہ! کوئی خاص معاملہ معلوم ہوتا ہے، ٹھیک ہے۔" میں نے شانے ہلا کر کہا اور ان دونوں کے ساتھ اس لمبی [illegible] بیٹھا جو بے حد خوب صورت تھی۔ پلیسا اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ کچھ دیر بعد وہ ایک خوب صورت علاقے میں ایک عمارت کے گیٹ میں داخل ہو گئی جس کا نام براڈوے ہاؤس تھا۔ پیتل کی ایک بڑی تختی اس نام کی لگی ہوئی تھی۔

کار عمارت کے پورچ میں رُک گئی اور وہ دونوں نیچے اُتر آئے۔ میں بھی ان کے ساتھ عمارت میں داخل ہو گیا۔ صدر دروازے سے گزر کر ہم ایک ہال میں پہنچے جہاں چند افراد بیٹھے تھے، یہ سب وضع قطع سے اچھے لوگ نظر نہیں آتے تھے۔ سامنے ہی ایک دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دونوں مجھے لیے ہوئے اس میں داخل ہو گئے۔ اس کے دوسری جانب ایک خوب صورت ڈرائنگ روم تھا جو ایک مخصوص طرز کا بنا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور مَیں بیٹھ گیا۔

"خاتون ابھی آتی ہوں گی۔ ہم لوگوں کو اجازت دیں۔" ایک آدمی نے کہا۔ میں نے گردن ہلا دی اور دونوں باہر نکل گئے۔

مَیں گہری نگاہوں سے کمرے کے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ دیواروں پر خوب صورت تصاویر آویزاں تھیں جن میں مونا لیزا کا مخصوص قسم کا پورٹریٹ بھی تھا۔ سامنے ایک اور کمرہ نظر آ رہا تھا جس کے دروازے پر خوب صورت پردہ جھول رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد اس پردے کے عقب سے ایک دراز قد اور خوش شکل عورت نکل آئی۔ اس کے جسم پر پتلون اور جیکٹ تھی۔ کمر میں پستول لٹکا ہوا تھا۔ جسامت اور چلنے کے انداز سے وہ خاصی بیباک و چوبند نظر آتی تھی۔ غالبًا مقامی ہی تھی۔ میں کھڑا ہو گیا۔

"ہیلو...." اس نے ہونٹ سکوڑ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیسے مزاج ہیں؟"

"ٹھیک ہوں لیکن آپ....؟"

"مجھے ڈینی مارش اسمتھ کہتے ہیں۔"

"خاتون فرانہ کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

وہ مُسکراتی ہوئی میرے سامنے آ گئی۔

"خاتون فرانہ کہاں ہیں؟" میں نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا۔

اس کے چہرے پر خشونت کے آثار اُبھر آئے اور وہ بھی سخت لہجے میں بولی۔ "جہنم میں۔ یہاں میں ہوں۔"

"گویا مجھے دھوکے سے بلایا گیا ہے!" مَیں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

وہ سامنے پڑے صوفے پر جا کر بیٹھ گئی اور بولی۔ "بہت گہری عقیدت ہے اس سے؟"

"تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو؟"

"میں ڈینی.... مارش.... اسمتھ ہوں۔ سمجھے! اور تمھارے بارے میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم جو کچھ ہو، مجھے معلوم ہے۔ میں جانتی ہوں تم جیسے لوگ کسی کے وفادار نہیں ہو سکتے۔ اس صاف گوئی کے لیے مجھے معاف کر دینا۔ بس میں اداکاری برداشت نہیں کر پاتی۔ جب کوئی میرے سامنے اداکاری کرتا ہے تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ مجھے بیوقوف بنا رہا ہو۔"

"تم نے مجھے خاتون فرانہ کے نام پر بُلایا تھا!"

"خاتون.... فرانہ...." وہ طنز سے ہنس پڑی۔ "تمھارا نام شہباز ہے نا؟"

"ہاں۔ شک ہے تمھیں؟"

"اور تم مسلمان ہو؟"

"مقصد بتاؤ خاتون۔ مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"تم ایک ایسی عورت کے آلۂ کار بنے ہوئے ہو جو بیروت میں رہ کر لاتعداد لوگوں کو احمق بنائے ہوئے ہے۔ اس کا نام فرانہ نہیں، مارگسیا ہے۔ مارگسیا کیسگارد۔ وہ یہودی ہے۔"

"اوہ! دلچسپ انکشاف ہے میرے لیے۔"

"غلط ثابت ہو تو گولی مار دینا مجھے، سمجھے؟ مجھے دیکھو۔ میں عیسائی ہوں اور لبنان میں رہنے والے عیسائیوں کے معاملات سے پوری دل چسپی رکھتی ہوں۔ کبھی معاملہ عیسائیوں، مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ہو تو مَیں سو فی صد عیسائی مفادات کو ترجیح دوں گی۔ سمجھے تم؟"

"بولتی رہو، بولتی رہو۔" میں نے مُسکرا کر کہا اور صوفے کی پشت سے سر ٹکا دیا۔ اب میں دلچسپی سے اس عورت کا جائزہ لے رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تم مسلمان ہو کر ایک یہودن کے لیے کام کر رہے ہو۔ ایک ایسی عورت کے لیے جو لبنانی مسلمانوں اور فلسطینیوں کی جانی دشمن ہے۔ ایک انتہائی متعصب جنونی عورت جو فلسطینیوں کے خلاف یہودیوں کے لیے کام کرتی ہے۔ سنو، دولت بے شک بہت بڑی حیثیت رکھتی ہے لیکن بعض اوقات انسان کا ضمیر دولت کو بھی ٹھکرا دیتا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ تمھارا ماضی کیا ہے اور تم کیوں اس عورت کے ساتھ منسلک ہو گئے ہو۔ ممکن ہے تم بھی ان ہی نوجوانوں میں سے ایک ہو جو فرانہ کا آسانی سے شکار ہو جاتے ہیں اور پھر ہمیشہ کے لیے اس کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ کیا تمھیں علم ہے، وہ ایسے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے؟"

"نہیں۔ مجھے علم نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ میں اب بہت پُرسکون ہو گیا تھا۔

"تو میں تمھیں بتاتی ہوں۔ وہ انھیں بھاری رقمیں دے کر اپنے جال میں پھنسائے رکھتی ہے۔ بظاہر وہ سمجھتے ہیں کہ خاتون فرانہ کی خدمات انجام دینے کا معاوضہ وصول کر رہے ہیں۔ عموماً لوگوں کا یہی خیال ہے کہ خاتون فرانہ کا ساتھ تقدیریں بدل دیتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کے جال میں پھنسے ہوئے نوجوان مالی آسودگی میں زندگی گزارتے ہیں لیکن ان کی شخصیت کتوں سے بدتر ہو کر رہ جاتی ہے۔ سمجھے، کتوں سے بدتر۔"

"مس ڈینی مارتھ، آپ کافی دلچسپ خاتون ہیں۔ ایسے ایسے انکشافات کر رہی ہیں کہ میری عقل حیران ہے۔"

"خوش نصیب ہو تم جو میری نگاہِ انتخاب تم پر پڑ گئی۔ میں تمھیں اس کے جال سے نکال سکتی ہوں۔"

"میں نہ نکلنا چاہوں تب بھی؟" میں نے بلاتامل کہا۔

"میں تمھیں اس کے لیے مجبور کرنے کی کوشش کروں گی۔ میں نے تمھیں اپنے بارے میں صاف صاف بتا دیا ہے۔ میں تمھیں اس سے بہتر پیش کش کر سکتی ہوں۔ تم کون ہو، میں یہ نہیں جاننا چاہتی۔ بس میں یہ جانتی ہوں کہ تم میرے لیے کام کر سکتے ہو۔"

"تمھارے لیے؟"

"ہاں میرے لیے۔ سب سے پہلے تم میرے بارے میں تحقیق کرو گے کہ جو کچھ میں نے کہا، اس میں فریب تو نہیں ہے اور جب تمھیں میرے بارے میں اطمینان ہو جائے تو تم مارگسیا کے بارے میں تحقیقات کر لینا۔ اگر یہ بات بھی سچ نکلے تو پھر میری پیش کش پر غور کرنا۔"

"پیش کش؟" میں نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کتنی رقم دی ہے اس نے تمھیں اور کیا وعدے کیے ہیں، جو کچھ اس کے اور تمھارے مابین طے ہوا ہے، اسے چار گنا کر لو اور جب دل چاہے، وصول کر لو۔ میں تمھیں طے شدہ معاوضے کی آدھی رقم اسی وقت پیش کر سکتی ہوں۔ میرا کام کرنے کے بعد تم دنیا کے کسی بھی ملک میں جانا چاہو گے تو یہ میری ذمے داری ہوگی کہ میں تمھیں یہاں سے نکالنے کا بندوبست کر دوں۔ میرے خیال میں مسٹر شہباز! اس سے عمدہ پیش کش اور کوئی نہیں ہو سکتی۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"تو پھر کیا خیال ہے، سودا کرو گے؟"

"بات کچھ ہضم نہیں ہو رہی ہے مادام ڈینی! آپ نے اچانک کسی کام کے لیے میرا انتخاب کیوں کر لیا؟"

"اس ذلیل کی فطرت سے واقف ہو کر۔"

"اوہو! آپ میرے سامنے خاتون فرانہ کو بہت برے الفاظ سے یاد کر رہی ہیں۔ بہرحال آپ کی پیش کش پر غور کیا جا سکتا ہے۔"

"شکریہ۔ اس سے تمھیں دُہرا فائدہ ہوگا۔ دولت بھی حاصل ہو جائے گی اور جس جال میں تم پھنسنے والے ہو، اس سے بھی نکل جاؤ گے۔ میں تمھیں وقت سے پہلے آگاہ کر رہی ہوں اور یقین کرو، میری اس بات میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے مگر آپ کیا چاہتی ہیں؟"

"پہلے مجھے اس بات کا اطمینان دلاؤ کہ جو وعدہ کرو گے، اسے پورا بھی کرو گے۔"

"اطمینان آپ خود کر سکتی ہیں مادام ڈینی۔ میرے پاس وہ ذرائع نہیں ہیں جن سے آپ کو اطمینان دلا سکوں۔"

"تو پھر یوں کرو کہ پہلے میری باتوں کی تصدیق کرو۔ اگر وہ درست ثابت ہوں تو میرے کام پر آمادگی ظاہر کر دینا۔ میں تمھیں اپنا فون نمبر دوں گی۔ تم مجھے فون پر آگاہ کر سکتے ہو۔ میری باتوں میں سچائی پاؤ تو میرے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو جانا ورنہ تمھیں اختیار ہے کہ میرے بارے میں اسے بتا دو۔"

"ٹھیک ہے لیکن مجھے کرنا کیا ہوگا؟"

"قتل۔ سمجھے؟ تم اسے قتل کرو گے۔ نہایت خاموشی سے اسے زہر دے دو گے۔ وہ زہر جو میں تمھیں فراہم کروں گی۔ تم یہ کام آسانی سے کر سکتے ہو۔ جس دن اس پر عمل کرنا چاہو، مجھے بتا دینا۔ میں تمھاری سیٹ بُک کرا دوں گی اور اس کام کی انجام دہی کے چند گھنٹوں کے اندر اندر تم لبنان سے نکل جاؤ گے۔"

"کچھ سوالات ہیں میرے ذہن میں۔"

"پوچھو۔"

"آپ اسے قتل کیوں کرانا چاہتی ہیں؟"

"وہ میری حریف ہے، کاروباری حریف۔ اس نے مجھے بدترین چوٹ دی ہے اور میں اس کے خون کی پیاسی ہو گئی ہوں۔ میں اسے زندہ نہیں دیکھنا چاہتی۔"

"آپ کیا کاروبار کرتی ہیں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اسمگلنگ۔"

"توکیا... توکیا خاتون فرانہ... میرا مطلب ہے مارگسیا اسمگلر ہے؟"

ہاں۔ اس کی تصدیق بھی کرلینا۔ میں تمھیں ہر طرح کی آزادی دیتی ہوں لیکن اس کے ساتھ ایک درخواست بھی کروں گی۔"

"وہ کیا؟"

"اگر میرے کام کے لیے آمادہ نہ بھی ہو تو اس بات کو ہضم کرلینا جو رقم میں تمھیں ایڈوانس دوں گی، وہ تمھاری خاموشی کی قیمت ہوگی۔ جب کہ میرے اور تمھارے درمیان کوئی چپقلش بھی نہیں ہے اور یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ مارگسیا سے بھی تمھارے دیرینہ مراسم نہیں ہیں۔ ہاں' اگر تم نے، اس کی خلاف ورزی کی تو میں تمھیں اپنے بدترین دشمنوں میں گردانوں گی اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا، تمھاری ذمّے داری ہوگی۔"

"بات قابلِ غور ہے۔ بہرحال میں تیار ہوں کیوں کہ مجھے صرف دولت سے دلچسپی ہے۔"

"مارگسیا کی موت کے بعد بھی تمھارے لیے بہت کچھ کیا جاسکتا ہے۔ میں نے تمھیں مہلت دی ہے۔ پہلے میری باتوں کی تصدیق کرو۔"

اس کی ضرورت نہیں ہے مادام ڈینی! میں فطرتاً لااُبالی انسان ہوں۔ کون کیا ہے مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہے۔ ایک مسلم گھرانے میں پیدا ہوا [illegible] مسلمانوں اور بس سیاسی اور مذہبی ونضا کیا ہے، یہ ہم جیسے لوگوں کے جاننے کی بات نہیں ہے۔ ہماری سیاست' دولت۔ ہمارا مذہب' دولت۔"

"یہ عمدہ بات ہے۔ گویا تم..."

ہاں۔ تم جب چاہوگی' تمھارا کام ہوجائے گا لیکن میں اس کے اونچے تعلقات سے واقف ہوں۔ پہلے مجھے یہاں سے نکالنے کا بندوبست کرلو۔"

"سب ہوجائے گا' سب کچھ ہوجائے گا۔ اس معاہدے کی خوشی میں' میں آج رات تمھیں جشن میں شرکت کے لیے روک سکتی تھی لیکن میں تمھارے خلاف اس کے دل میں شک و شبہات بھی نہیں چاہتی۔ اس لیے تمھیں خداحافظ کہوں گی۔"

"بہتر ہے مادام ڈینی! آپ سے دوسری ملاقات کب ہوگی؟"

کل کسی بھی جگہ۔ اور سُنو... یہ رکھ لو..." اس نے پرس کھول کر بڑے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور میری طرف اُچھال دی۔"یہ ایڈوانس ہے۔"

"اوہ! مادام... یہ مُناسب نہیں ہے۔ آپ اسے رکھ لیں۔"

"کیوں؟"

خواہ مخواہ ان کی حفاظت کے لیے پریشان رہوں گا۔ فی الحال میرا اور کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔"

"اوہ سوری! میں سمجھ گئی۔ ٹھیک ہے پھر ملاقات کل۔ میں خود تمھیں تلاش کرلوں گی۔" اس نے اُٹھ کر بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا اور بولی۔"تمھاری کار باہر موجود ہے۔ میرے آدمی لے آئے تھے۔"

واپسی میں ذہن خاصا اُلجھا ہوا تھا۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ میں ڈینی کی ہدایات پر عمل کرتا۔ اس نے میرے بارے میں جو اندازہ لگایا تھا وہ بھی حالات کے تحت تھا لیکن میرا ذہن صورتِ حال کو اس انداز میں قبول نہیں کر رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اس کے پس پردہ کیا راز ہے تاہم جب تک واقعات آگے نہ بڑھتے، کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ فرانہ کی رہائش گاہ کے قریب پہنچ کر میں نے ذہن کو جھٹک دیا اور کار پورچ میں کھڑی کرکے اندر چلا گیا۔

فرانہ موجود تھی۔ اس نے شاید کہیں سے میری کار دیکھ لی تھی، چنانچہ ایک ملازم سے اس نے مجھے اپنے پاس ہی بُلوالیا۔ بالائی منزل کی نشست گاہ میں وہ ایک آرام دہ کُرسی میں دھنسی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر تھکے تھکے انداز میں مسکرائی اور سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں کُرسی پر بیٹھ گیا۔

"کہاں آوارہ گردی ہو رہی تھی؟"

"بس یونہی بیروت کی سڑکوں پر۔"

بور تو نہیں ہوگئے بیروت سے؟

ابھی نہیں۔ ممکن ہے ہوجاتا لیکن تم مل گئی ہو' اس لیے ذہن کو سکون ہے۔"

"ایک نہ ایک دن تم ضرور بور ہوجاؤ گے۔"

"میرا خیال ہے ایسا نہیں ہوگا۔ ہمارے درمیان صرف دولت کا رشتہ نہیں ہے۔ بس میں تمھاری شخصیت سے متاثر ہوں۔"

فرانہ کے انداز میں ایک مسرّت آمیز کیفیت پیدا ہوگئی۔ انسان کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو، کسی بھی راستے پر کیوں نہ نکل جائے' اپنی تعریف پر خوشی اس کی فطرت میں رہتی ہے۔ فرانہ کی شخصیت مشکوک تھی۔ اس نے یہ بات تو خود بتادی تھی کہ وہ اسمگلنگ کا کاروبار کرتی ہے۔ ایک اور شخصیت تھی اس کی جو ابھی پوشیدہ تھی اور تنظیم اس کی حقیقت جاننا چاہتی تھی۔

"شکریہ شہباز! تم مجھے ذہنی آسودگی، سکون بخشتے ہو۔ میں اس بات سے انحراف نہیں کروں گی کہ میں زیادہ اچھی عورت نہیں ہوں... لیکن ساری باتوں کے باوجود میں انسان ہوں۔ تم نے میرے بارے میں کچھ کہانیاں تو ضرور سُنی ہوں گی۔"

"کہانیاں؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"ہاں... بیروت کے مختلف حلقوں میں میرے بارے میں لاتعداد کہانیاں مشہور ہیں۔"

"اتفاق سے یہ کہانیاں میرے کانوں تک نہیں پہنچ سکیں۔ ہاں' آج البتہ میں نے ایک کہانی سُنی ہے۔"

"آج؟"

ہاں۔ کچھ دیر قبل۔"

"کہاں؟ اور کیا کہانی تھی؟"

"بڑی تعجب خیز۔ بہت دلچسپ۔"

"اشتیاق بھڑکا رہے ہو میرے دل میں۔ کیا کہانی تھی، مجھے نہیں سُناؤ گے؟"

"اس کہانی کو سُنانے سے قبل ایک سوال ضرور کروں گا۔" میں نے اس کے چہرے پر نگاہیں گاڑ کر کہا اور اس نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلادی۔

"کیا تمھارا نام فرانہ ہی ہے؟" میرے اس سوال پر اس نے جلدی سے بند آنکھیں کھول دیں۔

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟" وہ متحیرانہ انداز میں بولی۔

"مطلب صاف ہے۔ کیا تمھارا نام صرف فرانہ ہے؟" میں نے دُوبارہ سوال کیا۔

وہ میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی، پھر آہستہ سے بولی۔"تمھیں اس پر شُبہ ہے؟"

"شُبہ نہیں ہے لیکن جو کہانی میں تمھیں سُنانے والا ہوں، اس کا اس سوال سے گہرا تعلق ہے۔"

"کہانی سُناؤ۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمھیں سب کچھ سچ سچ بتا دوں گی۔" اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

"کیا میں تمھیں مارگسیا کیسگارد کے نام سے پُکار سکتا ہوں؟" میں نے کہا تو وہ اچھل پڑی اور سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"یہ نام تمھیں کہاں سے معلوم ہُوا؟" اس نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

"دیکھیں خاتون فرانہ' اگر کسی سے دوستی کے دعوے کیے جاتے ہیں تو پھر سچ کہنا اور سچ سُننا لازمی ہوجاتا ہے۔ کیا خیال ہے' میرے یہ الفاظ تمھاری طبعِ نازک پر گراں تو نہیں گزرے؟"

اس نے نفی میں گردن ہلائی اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنے لگی۔

"ہاں۔ میرا نام مارگسیا کیسگارد ہی ہے' میرے باپ کا نام کیسگارد تھا، ایک کمیونسٹ پُرتگالی لیکن میری ماں لبنان کی رہنے والی تھی اور دروزی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ باپ نے میرا نام مارگسیا رکھا تھا اور ماں نے فرانہ۔ یہ ہے تمھاری بات کا جواب۔"

"گویا مارگسیا کے نام سے بھی تمھیں پُکارا جاسکتا ہے؟"

"نہیں۔ مجھے اپنی ماں کا دیا ہوا نام پسند ہے اور میرا حلقۂ احباب مجھے فرانہ ہی کے نام سے جانتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ لوگ مجھے مارگسیا کے نام سے پکاریں۔ اب تم میرے اس سوال کا جواب دوگے کہ تمھیں یہ نام کہاں سے معلوم ہوا؟"

"ڈینی مارشن اسمتھ... کیا تم اس نام سے بھی واقف ہو؟" میں نے کہا تو اس کی آنکھوں میں سُرخی لہرانے لگی۔

"کیا وہ تمھیں ملی تھی؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ میں اس سے ملاقات کرکے آرہا ہوں۔"

"کیسے؟ اور کہاں؟" اس نے اضطراب سے کہا اور میرے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے تمھارے نام سے طلب کیا گیا تھا خاتون فرانہ اور جب میں اس عمارت میں پہنچا' جہاں مجھے بتایا گیا تھا کہ تم میری منتظر ہو تو میری ملاقات ڈینی مارشن اسمتھ سے ہوئی۔ اس نے مجھے تمھارے بارے میں کچھ باتیں بتائیں۔ اس نے اپنے بارے میں بھی بتایا کہ وہ خود بھی اسمگلنگ کرتی ہے اور تم اس کی کاروباری حریف ہو۔ تم نے اسے شدید نقصانات پہنچائے ہیں۔ مجھے میرے مستقبل سے آگاہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ اس سے قبل کہ میں زندگی کے عذاب میں گرفتار ہوکر اس حالت کو پہنچ جاؤں کہ مجھے موت کی آغوش میں بھی پناہ نہ ملے' مجھے خود کو سنبھال لینا چاہیے۔ اس نے مجھے پیش کش کی ہے خاتون فرانہ کہ میں تمھیں زہر دے کر ہلاک کردوں اور اس کے عوض مجھے بے پناہ دولت دی جائے گی۔ لبنان سے باہر نکالنے کے بھی انتظامات کردیے جائیں گے۔ زہر کے بارے میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ وہ خود ہی مجھے فراہم کرے گی۔ اس نے معاوضہ ایڈوانس دینے کی پیش کش بھی کی جسے میں نے قبول نہیں کیا۔ کیا یہ کہانی دلچسپ نہیں ہے؟"

فرانہ کا چہرہ سُرخ ہوگیا۔ آنکھوں سے انگارے نکلنے لگے۔ اس نے سانپ کی طرح پھنکار کر کہا۔"ڈینی مارشن اسمتھ! ٹھیک ہے ــــ وہ اب کُھل کر میرے سامنے آئی ہے تو میں اسے بتاؤں گی کہ میں کیا ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ اپنا کام کر رہی ہے اور میں اپنا۔ ہاں، اگر کہیں ہمارا مفاد ٹکرا جاتا تو پھر مجھے اس کا حق حاصل تھا کہ میں اس سے فائٹ کرتی۔ جو چالاک اور طاقت ور ہوتا' وہ جیت جاتا لیکن اس نے یہ گھناؤنی چال چلی ہے۔ میں اُسے اس کا جواب ضرور دوں گی۔"

وہ جیسے خود سے مخاطب تھی پھر اس نے چونک کر میری طرف دیکھا اور آہستہ آہستہ اس کے چہرے سے وہ کیفیت ختم ہوتی گئی۔ اس کی جگہ مُسکراہٹ نے لے لی اور پھر اس نے لگاوٹ بھرے انداز میں پوچھا۔

"لیکن... لیکن ڈیئر شہباز! یہ تفصیل تم نے مجھے کیوں بتادی؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ... کہ... کہ... کیا تم...؟"

"فرانہ!" میں نے سرد لہجے میں کہا۔"یہ سوال تم مجھ سے کر رہی ہو؟"

"اوہ ڈیئر! ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ بس دیکھو نا، تمھارے خیالات جاننا چاہتی ہوں اس بارے میں۔"

"مجھے بتاؤ۔ میں ڈینی مارشن اسمتھ کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ میں تم سے کہہ چکا ہوں، کچھ ایسا بُرا بھی نہیں ہوں۔ ضرورت پڑنے پر بہت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کچھ کرلیتا ہوں۔ اگر میرے ذہن پر تمہارا نقش ہلکا ہوتا تو ظاہر ہے میں اس موقعے سے فائدہ اُٹھاتا۔ تم اس کی تصدیق کرسکتی ہو کہ میں نے تم سے جھوٹ نہیں بولا لیکن فرانہ یا مارگسیا میں نے کافی دولت کمائی ہے۔ عیش و عشرت میں زندگی بسر کی ہے۔ البتہ ذہنی طور پر میں پہلی بار کسی سے متاثر ہوا ہوں۔ اس کا اظہار ایک بار پھر کر رہا ہوں اور اس بات کا خواہش مند ہوں کہ تم مجھے کوئی گھٹیا انسان تصور نہ کرو، یہ میرا حق ہے فرانہ اور مجھے ملنا چاہیے۔"

"میں اس محبت کو ہمیشہ یاد رکھوں گی شہباز، بس اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہوں گی۔" وہ جذباتی ہو کر بولی۔

"ویسے یہ ڈینی مارشں اسمتھ کیا چیز ہے؟ اس کی قوتیں کس حد تک ہیں؟"

"اوہ! فضول سی عورت ہے۔ خود کو تیس مار خاں سمجھتی ہے۔ اب تک تو میں اس لیے طرح دیتی رہی کہ مجھے اس سے کوئی بڑا خطرہ محسوس نہیں ہوا تھا لیکن یہ جانتی تھی کہ میں اس کی نگاہوں کا خار ہوں۔ اب اس نے خود ہی بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالا ہے تو اب نتیجہ بھگتے گی۔"

"وہ بھی اسمگلنگ کا کاروبار کرتی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"ٹھیک۔ اور اس کا گروہ کتنا بڑا ہے؟"

"خیر اس کے بارے میں تو میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا پائی اور نہ ہی میں نے اس کی کوشش کی ہے۔ . . . اوہ ڈیئر شہباز! کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس نے تمھیں کون سی عمارت میں طلب کیا تھا؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ عمارت کا نام براڈوے ہاؤس تھا۔"

"براڈوے ہاؤس۔" فرانہ نے زیرِ لب کہا اور پھر بولی۔ "تم نے بہت اچھا کیا۔ مجھے چند سیکنڈ کی اجازت دو، ٹیلی فون کرنے ہیں کچھ۔ اور پھر تم بھی تیار ہو جاؤ، ہم ساتھ ہی چلیں گے۔"

"او کے۔" میں نے کہا اور وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر نکل گئی۔

رات کو تقریباً ساڑھے دس بجے اس کا گروہ اس کی کوٹھی میں جمع ہو گیا۔ تقریباً بیس افراد تھے اور وہ کئی گاڑیوں میں آئے تھے۔ پھر میں، فرانہ اور اس کے چار خاص ساتھی ایک عمدہ قسم کی بلٹ پروف کار میں بیٹھ کر چل پڑے۔ باقی گاڑیاں ہمارے پیچھے آ رہی تھیں۔ میں فرانہ کو براڈوے ہاؤس کا راستہ بتاتا جا رہا تھا اور وہ خود ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں میں نے ڈینی مارشں اسمتھ سے بات چیت کی تھی۔

براڈوے ہاؤس کی عمارت کو میں نے پہچان تو لیا لیکن وہ پیتل کی تختی وہاں موجود نہیں تھی جس پر براڈوے ہاؤس لکھا ہوا تھا۔ اس کی جگہ خالی تھی۔ میں چونک پڑا۔

"یہی عمارت ہے فرانہ لیکن پیتل کی تختی یہاں سے ہٹا دی گئی ہے۔"

فرانہ نے گاڑی میں لگا ہوا وائرلیس سیٹ آن کیا اور اپنے ڈرائیوروں کو اس عمارت کے بارے میں ہدایات دینے لگی۔ گاڑیاں اس کے قریب آ رکیں اور اس کے برق رفتار ساتھیوں نے تیزی سے اُتر کر عمارت کو گھیر لیا۔

فرانہ خود بھی میرے ساتھ نیچے اُتر آئی اور پستول ہاتھ میں لیے ہوئے عمارت کے گیٹ کی جانب بڑھی۔ میں خود بھی اس کے ساتھ تھا۔ ظاہر ہے کھل کر ہی اس کی مدد کرنی تھی، ورنہ اس کا مکمل اعتماد حاصل کرنا مشکل ہوتا۔

گیٹ پر کوئی چوکیدار موجود نہیں تھا۔ ہم صدر دروازے سے اندر داخل ہو گئے اور دوسرے ہی لمحے یہ احساس ہو گیا کہ عمارت خالی ہے۔ فرانہ کے حلق سے غرّاہٹیں نکل رہی تھیں۔ اس وقت وہ کوئی بھوکی شیرنی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے آدمی بھی اندر داخل ہو گئے اور اس نے غصیلی آواز میں کہا۔ "پوری عمارت کی تلاشی لو۔ جو بھی ملے، اُسے چوہے کی طرح پکڑ کر میرے سامنے لے آؤ۔"

لیکن عمارت میں چوہا بھی نہ ملا۔ فرانہ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "بزدل، کمینی بھاگ گئی۔ اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ میرے سامنے آ سکتی۔ آؤ چلیں۔ تم نے دیکھ لیا کہ چور کے پاؤں کتنے ہوتے ہیں۔" میں نے شانے ہلا کر اس کی تائید کی اور ہم واپس ہو لیے۔

میں نے فرانہ کے چہرے کے تاثرات سے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ کہیں اس نے میری بات کو جھوٹ تو نہیں سمجھا لیکن میرا خدشہ غلط نظر آتا تھا، اسے یقین تھا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ ہے۔ بہرصورت ہم واپس اپنے مقام پر لوٹ آئے۔ فرانہ اب بھی پُرجوش نظر آ رہی تھی۔

"ڈینی مارشں اسمتھ کو میں نے اس لیے چھوڑ رکھا تھا شہباز! کہ اب تک وہ میرے لیے کسی بھی طرح نقصان دہ ثابت نہیں ہوئی تھی اور نہ میں نے کبھی اس انداز میں سوچا کہ وہ میرے راستے کا پتھر ہے لیکن ابتدا اس نے کر دی ہے۔ اب اس کی اور اس کے گروہ کی خیر نہیں ہے۔ میں دیکھوں گی کہ اس کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں۔"

میں خاموش ہی رہا۔ مجھے اپنی خواب گاہ میں جا کر آرام کرنے کی اجازت مل گئی اور میں نے سکون کی گہری سانس لی۔

رات بھر میں نہایت سکون سے سوتا رہا۔ دوسری صبح جب ناشتے کی میز پر فرانہ سے ملاقات ہوئی تو وہ حسبِ معمول ہشاش بشاش تھی۔ کوئی خاص تاثر نہیں تھا اس کے چہرے پر۔ البتہ ناشتا کرتے ہوئے اس نے مجھے بتایا۔ "میں نے بیروت میں اپنے زیرِ زمین حلقوں کو آگاہ کر دیا ہے اور انھیں ہدایت دے دی ہے کہ ڈینی مارشں اسمتھ جہاں بھی ملے اسے پکڑ کر میرے سامنے پیش کریں۔ تم کیا سمجھتے ہو، وہ میرے ہاتھوں سے بچ سکتی ہے؟ اس نے میری طاقت کا غلط اندازہ لگایا۔ مجھے ایسے بزدل دشمنوں سے سخت نفرت ہے جو چھپ چھپ کر وار کرنے کے منصوبے بناتے ہیں۔ مَیں تو کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کی شوقین ہوں۔ اس کے علاوہ ڈیئر شہباز، میں تمھارے سامنے ایک اور انکشاف کروں تو تمھیں حیرت ہو گی۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، ڈینی مارشں اسمتھ اپنے اس کاروبار میں بااختیار نہیں ہے، وہ کسی اور کی آلۂ کار ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے قدرے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"میری معلومات یہی بتاتی ہیں۔ ایک شخص ہینڈرک ہے۔ وہ کبھی منظرِ عام پر نہیں آتا ہے۔ اسمگلنگ اور ناجائز منشیات کے کاروبار میں اس کا نام بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے۔ خاص بات یہ کہ یہ شخص مشرقِ بعید کے ایسے علاقوں پر قابض ہے جو ناجائز منشیات کا گڑھ کہلاتے ہیں۔ وہاں اس کی بہت بڑی منڈی بھی ہے اور عموماً وہ وہاں کی ساری لاٹ خرید لیتا ہے۔ اسی کے ذریعے دُنیا کے مختلف ممالک میں یہ کاروبار ہو رہا ہے۔ ہینڈرک بظاہر ایک گمنام آدمی ہے لیکن میں اس کے بارے میں ٹھوس معلومات حاصل کر چکی ہوں۔ وہ ایک جزیرے پر رہتا ہے، ایک عام آدمی کی حیثیت سے۔ وہیں سے وہ دوسروں کو احکامات دیتا ہے۔ اس کا جزیرہ بے حد محفوظ ہے اور وہاں وہ اطمینان سے زندگی گزار رہا ہے۔ بات اگر صرف ڈینی مارشں اسمتھ کی ہوتی شہباز تو میں اب تک اسے ختم کر دیتی۔ بہرصورت اب بھی وہ میری دسترس سے باہر نہیں ہے۔ تم دیکھو گے، بہت جلد میں اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لوں گی۔"

سارا دن فرانہ کے ذہن پر ڈینی مارشں سوار رہی۔ وہ بے شمار فون بھی سُنتی رہی تھی اور ان میں زیادہ تر ڈینی مارشں سے متعلق تھے۔ اس کے آدمی چاروں طرف ڈینی مارشں کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ وہ عورت بھی مجھ سے رابطہ قائم کر کے اچھی خاصی مصیبت میں پھنس گئی۔ بہرحال ان معاملات سے مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی، سوائے اس کے کہ اب ذرا بیروت میں آوارہ گردی کرتے ہوئے محتاط رہنا تھا کیوں کہ ڈینی مارشں بھی میری دشمن بن گئی ہو گی۔

ابھی تک میں فرانہ کے بارے میں کوئی خاص بات نہیں معلوم کر سکا تھا جس کا مجھے شدید احساس تھا۔ میری خواہش تھی کہ جلد از جلد اس کے بارے میں ٹھوس معلومات حاصل کر کے تنظیم کو فراہم کروں اور جتنا وقت گزرتا جا رہا تھا، میرا احساس شدید ہوتا جا رہا تھا کہ تنظیم کے لوگ کیا سوچتے ہوں گے۔ میں ایک اتنا سا کام بھی نہیں کر سکا تاہم دوسری جانب خاموشی طاری تھی۔ کسی نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ وہ لوگ مجھے سکون سے کام کرنے کا موقع دینا چاہتے ہیں اور انھیں اس بات کا احساس ہے کہ فرانہ کے بارے میں معلومات اور ثبوت حاصل کرنا آسان کام نہیں ہے۔ میں یہ سوچنے لگ گیا تھا کہ اس کے بارے میں جو کچھ کہا گیا تھا تو کیا درحقیقت اس کی شخصیت کے اور رُخ بھی ہیں؟ اب تک تو مجھے صرف یہی معلوم ہو سکا تھا کہ وہ فرانہ بھی ہے اور مارگسیا بھی۔ ناجائز کاروبار کرتی ہے۔ تاہم کہا نہیں جا سکتا تھا کہ تنظیم کا شبہ بے بُنیاد ہے۔ اس جیسی عورت سب کچھ کر سکتی تھی۔

اس رات میں نے اس سے کہا۔ "فرانہ تمھاری شخصیت عام لوگوں سے بہت بلند اور منفرد ہے۔ ڈینی مارشں کو میں نے دیکھ لیا ہے۔ اگر اس میں تمھارے مقابلے پر آنے کی سکت ہوتی تو وہ براڈوے ہاؤس کو اس طرح چھوڑ کر نہ بھاگتی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تم سے خوف زدہ ہے تو ایسی کم مایہ ہستی کو خود پر مسلط کرنے سے کیا فائدہ؟ بھول جاؤ اسے اور اپنی باتیں کرو۔"

"تم یقین کرو شہباز کہ وہ میرے ذہن پر سوار نہیں ہے۔ بس، یہ میری فطرت ہے کہ اگر مجھے کسی بات کا احساس ہو جائے تو پھر میں اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھتی ہوں جب تک اسے ختم نہ کر لوں۔ ڈینی مارشں کے بارے میں مَیں نے آخری فیصلہ کر لیا ہے کہ اسے ہلاک کر دیا جائے، چنانچہ میں صرف اس بات کی منتظر ہوں کہ اس کی موت کی خبر مجھ تک کب پہنچتی ہے۔ اس کے بعد میں اسے بھول جاؤں گی۔"

"تب پھر مجھ سے تھوڑی سی غلطی ہوئی۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" فرانہ نے بھویں سکوڑ کر پوچھا۔ "تم یہ تو نہیں کہنا چاہتے شہباز کہ تم نے مجھے اس کے بارے میں بتا کر غلطی کی؟"

"نہیں۔ یہ تو میرا فرض تھا۔ تمھارا کوئی دشمن میری نگاہوں کے سامنے آتا اور میں تمھیں اس سے لاعلم رکھتا، یہ بالکل غلط بات ہوتی۔ البتہ مجھے یہ چاہیے تھا کہ میں خاموشی سے اس کی گردن اتار کر تمھارے سامنے پیش کر دیتا اور پھر اس کے بارے میں تمھیں تفصیل بتاتا۔"

"اوہ ڈیئر! تمھیں ابھی ان معاملات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کے لیے کافی ہوں۔ میں تمھیں ہر مصیبت سے محفوظ رکھنا چاہتی ہوں۔ تم ابھی ان چکروں میں مت پڑنا۔ تم دیکھ لینا جو کچھ میں نے کہا ہے وہی ہو گا۔"

"تو پھر میں یہ چاہتا ہوں فرانہ کہ تم اپنے ذہن سے ڈینی مارشں کو جھٹک دو اور اس وقت تک کے لیے اُسے بھول جاؤ جب تک کہ وہ کسی شکل میں تمھارے سامنے نہ آئے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ میں سمجھتی ہوں، تم یقیناً بور ہو رہے ہو گے۔ چلو یوں کرتے ہیں کہ کل کوئی آؤٹنگ کا پروگرام بنا لیتے ہیں۔"

"ونڈرفل! یہ تم نے میرے دل کی بات کہی۔"

"کہاں چلو گے؟"

"جہاں تمھارا دل چاہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جھیل لینسی کیسی رہے گی؟"

"اوہ، میں اتفاق سے اس طرف کبھی نہیں گیا۔"

"بہت خوب صورت جگہ ہے۔ سیب کے باغات کا علاقہ ہے، چاروں طرف فضا بے حد حسین ہے۔ تمھیں یقیناً وہاں بے حد لطف آئے گا۔"

شب و روز بڑی سُست رفتاری سے گزر رہے تھے۔ میں انھیں سُست رفتار اس لیے سمجھ رہا تھا کہ ابھی تک میں اپنے کام کے سلسلے میں کوئی ذہانت نہیں دکھا سکا تھا اور یہ احساس مجھے کچلے دے رہا تھا کہ تنظیم کے افراد میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے، تاہم جو کچھ بھی ہو رہا تھا اور جس انداز میں ہو رہا تھا، اس میں کوئی تبدیلی پیدا کرنا ممکن نہیں تھا۔

ایک خوب صورت لینڈ روور میں بیٹھ کر ہم دونوں جھیل لینسی کی جانب چل پڑے۔ بیروت کے داہنی سمت کے علاقے میں شہر سے تھوڑی دور ایک خوب صورت جگہ ہے۔ اس مقام کو تاریخی حیثیت بھی حاصل ہے۔ جھیل لینسی اسی خوب صورت مقام پر واقع ہے۔ بیروت کی قدیم روایات میں ان پہاڑوں کا خاص تذکرہ ہے جو بیرونی حملہ آوروں کو روکنے کے لیے بے جان سپاہی تھے۔ میں نے ان پہاڑوں کی داستان سُنی تھی۔ آبادی سے کافی دور درختوں کے جھنڈ کے ساتھ ساتھ سڑک جا رہی تھی۔ سڑک سے اُتر کر شاید سیبوں کے باغات تھے کیوں کہ سیبوں کی تیز خوشبو یہاں تک آ رہی تھی۔

فرانہ نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے کہا "بس تھوڑا سا آگے چل کر ہمیں بائیں سمت گھومنا ہوگا۔ جھیل لینسی ان درختوں کے پیچھے ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ آگے جا کر فرانہ نے گاڑی سڑک سے اتار دی اور تھوڑی دیر بعد ہم درختوں کے درمیان ایک چھوٹی سی شفاف جھیل کے کنارے پہنچ گئے۔ منظر کچھ ایسا خوش گوار تھا کہ دل باغ باغ ہو گیا۔

ہم گاڑی سے اُترے اور جھیل کے کنارے پہنچ کر ڈیرا ڈال دیا۔ فرانہ کھانے پینے کی چیزیں ساتھ لائی تھی۔ ہمارے اطراف میں سیبوں کی مہک اُٹھ رہی تھی جس نے ہواؤں کو کچھ اور خوش گواری بخش دی تھی۔

"اس سے قبل یہاں نہیں آئے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں، میں بتا چکا ہوں کہ بیروت میں ایک مسافر کی حیثیت سے آتا ہوں اور کچھ عرصہ رہ کر چلا جاتا ہوں۔ بس تم یوں سمجھو کہ یہاں کی فضا سے مجھے ایک اُنسیت سی ہے ورنہ کوئی اور مقصد یہاں آنے کا نہیں ہوتا۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں یہاں کی فضاؤں کی شکر گزار ہوں جو تمھیں بار بار یہاں کھینچ کر لاتی رہیں اور بالآخر تم سے میری ملاقات ہو گئی۔" فرانہ نے کہا۔

"ہاں، میں سمجھتا ہوں کہ بیروت نے پہلی بار میری پذیرائی کی ہے۔"

"واقعی؟" اس نے پُر مسرت انداز میں کہا۔ اور میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

میں نے اسے گھن چکر بنا کر رکھ دیا تھا اور وہ میری حرکات سے متاثر ہو کر اپنی فطرت کو بھول گئی تھی۔ ویسے جو کچھ میں نے اس کے بارے میں سُنا تھا، اس کا مظاہرہ اب تک تو ہوا نہیں تھا۔ وہ جس قدر خطرناک مشہور تھی، اتنی ثابت نہیں ہو رہی تھی۔ بارہا یہ محسوس ہوتا تھا جیسے میرے سلسلے میں وہ سنجیدہ ہو گئی ہو۔ یہ احساس میرے لیے سوہانِ رُوح تھا۔

وقت گزر رہا تھا۔ ہم نے کھانا کھایا اور آرام کرنے لیٹ گئے۔ دفعتاً ہم نے کسی گاڑی کے انجن کی آواز سُنی اور دونوں چونک پڑے۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ دُور دُور تک خاموشی تھی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔

وہ کہنے لگی "تم نے گاڑی کی آواز سُنی تھی نا؟"

"ہاں ایسا محسوس تو ہوا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"ممکن ہے ہوا کے ساتھ کہیں دُور سے آواز آئی ہو۔" وہ بولی "کیونکہ قرب و جوار میں کوئی گاڑی تو نظر نہیں آ رہی ہے۔"

"بس ایسے ہی میں نے سوچا تھا کہ شاید ہماری ہی طرح کوئی اور بھی آ گیا۔" میں نے کہا۔

"ہاں، جھیل لینسی رومانی جوڑوں کی تفریح گاہ ہے۔ عموماً نوجوان لڑکے لڑکیاں اِدھر نکل آتے ہیں۔ تم نے دیکھا نا، کس قدر پُر سکون اور خوش گوار ماحول ہے۔"

"سیبوں کی خوشبو کس قدر عمدہ ہے۔ کیا تمھیں سیب پسند ہیں؟" میں نے موضوع بدلنے کی غرض سے کہا۔

"کیوں نہیں۔" وہ خوش دلی سے بولی۔

"تو ٹھہرو، میں تمھارے لیے توڑ کر لاتا ہوں۔" میں اُٹھ کر سیبوں کے باغ کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں مکمل سکوت تھا۔ لگتا تھا جیسے باغ کا کوئی رکھوالا نہ ہو۔ میں نے چند عمدہ قسم کے سیب توڑے اور اُسی وقت میری نگاہ اس طرف اُٹھ گئی جہاں میں فرانہ کو چھوڑ آیا تھا۔ میں بُری طرح چونک پڑا۔

چند لوگ فرانہ کے نزدیک کھڑے تھے۔ تین مرد تھے اور ایک لڑکی تھی اور میں اُن کے ہاتھوں میں پستول صاف دیکھ سکتا تھا۔ میرے ذہن میں ایک خیال اُبھر آیا۔ کہیں یہ ڈینی مارش کے ساتھی نہ ہوں!

ایک لمحے کے لیے میں نے سوچا اور پھر فیصلہ کر لیا کہ اس وقت فرانہ کی مدد کرنے سے اس کا مجھ پر اعتماد مضبوط ہوگا لیکن تینوں مرد پستول بردار تھے، ممکن ہے لڑکی کے پاس بھی پستول ہو۔ ان سے بھڑنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ تاہم یہ کام تو انجام دینا ہی تھا۔

میں ایسی جگہ کا انتخاب کرنے لگا جہاں سے اُن کی نگاہوں سے محفوظ رہ کر اُن تک پہنچ سکوں۔ درختوں کے جھنڈ ہی اس سلسلے میں کارآمد ثابت ہو سکتے تھے۔ البتہ جھیل تک پہنچنے کے لیے مجھے ذرا طویل راستہ اختیار کرنا پڑا تھا۔ بہرحال میں جھیل کے کنارے لگے ہوئے ان درختوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جن کی جڑوں میں جھاڑیاں بھی اُگی ہوئی تھیں اور ان جھاڑیوں میں چھُپا جا سکتا تھا۔ میں اب اُن کی آوازیں بھی بخوبی سُن رہا تھا۔

ڈینی مارش اس سے کہہ رہی تھی۔ "بکواس کرتی ہو، جھوٹ بول رہی ہو۔ تم یہاں تنہا نہیں آ سکتی ہو۔ ڈیوڈ، تم تلاش کرو۔ وہ یہیں کہیں ہوگا۔"

"میں کہتی ہوں میرے ساتھ کوئی نہیں ہے۔ تم میری فطرت کو اچھی طرح جانتی ہو۔ میں بعض اوقات تنہائیوں کی خواہاں ہوتی ہوں۔" فرانہ کی آواز اُبھری۔

"ہاں مارگسیا، میں تیری فطرت کو اچھی طرح جانتی ہوں۔" ڈینی مارش نے کہا اور فرانہ خاموش ہو گئی۔

ڈینی مارش کا ایک ساتھی جو غالباً ڈیوڈ تھا، اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ درختوں کی سمت چل پڑا۔ میں نے صرف ایک لمحے میں فیصلہ کیا اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ میں بھی درختوں کے تنوں کی آڑ لیتا ہوا اس جانب چل پڑا اور انتہائی کامیابی سے اس کا تعاقب کر کے مناسب موقع کی تلاش میں رہا۔ چند ہی لمحوں بعد موقع ہاتھ آ گیا۔

ڈیوڈ کے لیے وہ لمحہ انتہائی حیرت ناک تھا جب اچانک میں نے عقب سے اس کی گردن پر ایک ہاتھ رسید کیا اور دوسرا ہاتھ اس کے پستول پر ڈال دیا۔ وہ اتنا جان دار آدمی ثابت نہ ہوا۔ جب کہ میں ایک تربیت یافتہ نوجوان تھا اور مجھے تنظیم نے بڑی حوصلہ مندی اور جرأت بخشی تھی۔ چنانچہ ڈیوڈ میری اس ضرب کی تاب نہ لا سکا اور دوسرے لمحے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ میں نے اطمینان سے اس کے ہاتھ سے پستول لیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا جھاڑیوں کے جھنڈ کے قریب پہنچ گیا۔

دونوں آدمیوں نے اپنے پستول جیب میں رکھ لیے تھے اور فرانہ کے ہاتھ اس کی پشت پر کس دیے گئے تھے۔

"اب کیا کرنا ہے؟" ایک نے ڈینی مارش سے پوچھا۔

"اس کا ساتھی مل جائے تو دونوں کو اسی جگہ ٹھکانے لگا دیتے ہیں۔" ڈینی مارش بلا تامل بولی۔

"ڈیوڈ ابھی تک واپس نہیں آیا۔" دوسرے آدمی نے کہا۔

تینوں گردنیں اٹھا کر..... اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ اب میرے پاس بہترین موقع تھا۔ میں دبے پاؤں جھاڑی کی آڑ سے نکلا اور بجلی کی مانند چھلانگ لگائی۔ میری کھبہ پور لات ڈینی مارش کی کمر پر پڑی تھی اور میں اُن دونوں پر جا پڑا۔ ڈینی مارش کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی اور وہ منہ کے بل گر گئی۔ میں نے پُھرتی سے دونوں آدمیوں کے ہاتھوں سے پستول کھینچ لیے اور وہ بھونچکوں کی طرح مجھے دیکھنے لگے۔

"ہاتھ اُٹھا دو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ لیکن جیسے میری بات اُن کی سمجھ میں نہیں آئی۔ تب میں نے اُن میں سے ایک کی پیشانی کا نشانہ لے کر کہا۔ "ہاتھ اٹھا دو ورنہ تمھاری کھوپڑی کے چیتھڑے اُڑ جائیں گے۔" اُنھوں نے جھٹ ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ ڈینی مارش بھی اپنا لباس جھاڑتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی اور منہ کھولے مجھے دیکھنے لگی۔

"اوہ ۔ اوہ ۔ تم؟" اس کی غراتی ہوئی آواز اُبھری۔

"ہاں یہ میں ہوں۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی اور فرانہ کے حلق سے ایک قہقہہ نکلا۔

"اب بول، دھوکے باز عورت! کیا خیال ہے تیرا؟ کیا میں نے پانسہ نہیں پلٹ دیا؟" فرانہ نے تمسخر سے کہا۔ ڈینی کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلی۔ وہ شاید ڈیوڈ کی منتظر تھی۔

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ڈیئر فرانہ، اس کا ایک ساتھی غالباً میری تلاش میں درختوں کی طرف گیا تھا۔"

"اوہ، اس سے ہوشیار رہو!" فرانہ ایک دم چیخ اٹھی۔

"ہوشیاری کی بات نہ کرو، میں پہلے ہی ہوشیار تھا۔ وہ ایک درخت کے نیچے بے ہوش پڑا ہے۔" میں نے جواب دیا اور فرانہ نے قہقہہ لگایا۔

"لاؤ پستول مجھے دو۔ میں آج ہی فیصلہ کیے دیتی ہوں مگر پہلے تم میرے ہاتھ تو کھول دو۔" اس نے ہنسی ختم ہونے پر سنجیدگی سے کہا۔

"ایسی جلدی کیا ہے ڈیئر فرانہ؟ ذرا ان لوگوں سے کچھ باتیں تو کر لیں۔" میں نے مزے لیتے ہوئے کہا۔

"حالات کا رُخ بدل چکا ہے۔ ہم ان سب کو یہیں قتل کر دیں گے اور ان کی لاشوں کو جھیل میں پھینک دیں گے۔ اس کے بعد میں دیکھوں گی کہ ہینڈرک کتنے پانی میں ہے۔" فرانہ نے دانت پیس کر کہا۔

ڈینی مارش اپنی جگہ بیٹھ گئی اور اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ چند لمحے وہ اُسی طرح بیٹھی رہی، پھر گردن اٹھا کر مغموم آواز میں بولی۔ "مارگسیا، تم ہینڈرک سے واقف ہو؟"

"تو نے کیا سمجھا تھا؟ ذلیل، کیا تیرے خیال میں میں اتنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بے وقوف ہوں کہ تیری پشت پر موجود ہاتھ کو دیکھ نہ سکوں جس کے اشارے پر تُو کٹھ پتلیوں کی طرح ناچ رہی ہے۔"

"تم مجھ سے اس حد تک واقف ہو، مجھے معلوم نہیں تھا۔" ڈینی نے کمزور آواز میں کہا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "مارگسیا، اگر تم ہینڈرک کو جانتی ہو تو مجھے قصور دار کیوں سمجھتی ہو؟"

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟" فرزانہ تے تیوری چڑھا کر پوچھا۔

"تم جانتی ہو کہ۔۔ ہینڈرک کیسا انسان ہے اور اس کے شکنجے میں پھنسے ہوئے لوگوں کو کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اس وقت تک کوئی بات نہیں تھی مارگسیا جب تک تم نے ہینڈرک کا نام نہیں لیا تھا۔ مجھے ہدایات ملی تھیں مارگسیا کہ میں اس کا نام ہمیشہ صیغۂ راز میں رکھوں لیکن اب جب کہ تم خود بھی اُسے جانتی ہو تو پھر میری زبان پر پابندی بے مصرف ہو گئی ہے۔ میں ہینڈرک کی آلۂ کار ہوں اور یہ اسی کا حکم تھا کہ میں سامنے رہ کر تمھیں قتل کر دوں اور اگر کوئی اُلجھن پیش آئے تو تمھارے قتل کا الزام اپنے سر لے لوں۔ مارگسیا تم جانتی ہو کہ مجھے تم سے کوئی پرخاش نہیں تھی۔ میں مجبور تھی، انتہائی مجبور ۔۔ ہینڈرک بے حد کمینہ انسان ہے۔ میں اس کے ہاتھوں بے بس تھی ڈارلنگ فرزانہ، میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ یقین کرو میں بے حد مجبور تھی۔" ڈینی مارش رونے لگی۔ ایک لمحے کے لیے میری نگاہیں فرزانہ کی جانب اُٹھیں۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ڈینی مارش مسلسل رو رہی تھی۔

میں نے لہجے میں ہمدردی پیدا کر کے کہا۔ "کیا تم واقعی مجبور تھیں ڈینی ڈیئر؟ اور یہ مسٹر ہینڈرک کون ہیں؟"

"فرزانہ، ہینڈرک کو بخوبی جانتی ہے۔" ڈینی مارش روتے ہوئے بولی۔

"کیوں فرزانہ، تم نے کبھی مجھ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا؟" میں نے فرزانہ سے کہا اور اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ میری اداکاری کو سمجھ گئی۔

"بس کبھی ذکر نہیں آیا تھا اس کا لیکن میں اس مکار کو مجبور نہیں سمجھتی۔"

"یقین کرو مارگسیا، یقین کرو۔ میں اس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنی ہوئی ہوں، میں ۔۔۔ میں تمھیں کیسے یقین دلاؤں۔" ڈینی کہنے لگی۔

میں نے غیر محسوس انداز میں دونوں ہاتھ پیچھے کر لیے تھے۔ بظاہر یہی معلوم ہو رہا تھا کہ میں نے یوں ہی ہاتھ پیچھے کر لیے ہیں، لیکن میرے ہاتھ اپنا کام دکھا چکے تھے۔ میں نے دونوں پستولوں کے چیمبر کھول کر کارتوس نکال لیے تھے اور یہ کارتوس آہستہ آہستہ اپنے پیچھے ذرا دور جھاڑیوں کی طرف اچھال دیے تھے۔

"ڈینی، دل تو نہیں چاہتا تمھاری بات پر یقین کرنے کے لیے لیکن اگر تم کہتی ہو تو میں تمھاری بات مانے لیتی ہوں۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"مجھے معاف کر دو مارگسیا، مجھے معاف کر دو۔ تم ان تینوں آدمیوں کو قتل کر دو۔ کیونکہ یہ ہینڈرک کے ساتھیوں میں سے ہیں لیکن میں اس کے چنگل سے نکلنا چاہتی ہوں۔ میں ... میں یہاں سے کہیں دور چلی جاؤں گی۔ اتنی دور کہ پھر اس کے ہاتھ نہ آسکوں۔ اگر تقدیر نے ساتھ نہ دیا اور میں ہینڈرک کے ہاتھ لگ گئی تو پھر جو کچھ ہو گا، دیکھا جائے گا۔"

ایک آدمی چیخ کر بولا۔ "ہم بھی تو مجبور تھے ڈینی۔ اگر تم ہینڈرک کو چھوڑنے کا فیصلہ کر چکی ہو تو ہمیں بھی اپنے ساتھ رکھو۔ ہم پورے خلوص سے تمھارا ساتھ دیں گے۔ تم مصیبت میں ہمارا ساتھ چھوڑ رہی ہو ڈینی، ایسا مت کرو۔ ہم سبھی تمھارے ساتھ رہیں گے، خواہ تم خاتون فرزانہ کے ساتھ کیوں نہ شامل ہو جاؤ۔"

"لو، یہاں تو معاملہ ہی اُلٹا ہو گیا۔ حالانکہ تم لوگ مجھے اور فرزانہ کو قتل کرنے آئے تھے۔" میں نے زہرخند سے کہا۔

اُس نے جواب دیا۔ "آئے تھے بے شک۔ ہم شروع سے تمھارا تعاقب کر رہے تھے۔ خاتون فرزانہ کی کوٹھی کی برابر نگرانی کی جا رہی تھی۔ تم لوگوں نے براڈوے پر ریڈ کیا تھا۔ ہم وہاں سے نکل بھاگے لیکن اس کے فوراً بعد ہم نے تمھارا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ ہمیں اعتراف ہے کہ اگر ہمیں موقع مل جاتا تو ہم تمھیں ضرور قتل کر دیتے لیکن اب صورتِ حال بدل چکی ہے۔ تمھارا دل چاہے تو معاف کر دو۔"

"کیا خیال ہے فرزانہ؟" میں نے فرزانہ سے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں بھی بلاوجہ خون خرابہ پسند نہیں کرتی لیکن ان لوگوں پر بھروسہ کس طرح کیا جائے؟"

"جس طرح چاہو آزما لو ڈیئر مارگسیا۔" ڈینی مارش بولی۔ "ہم تمھارے گروہ میں بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ خدا کے لیے فرزانہ، ہمیں اس عذاب سے نجات دلا دو۔ خدا کے لیے ... ."

"میرا خیال ہے ہمیں ان پر اعتبار کر لینا چاہیے فرزانہ۔" میں نے کہا۔ "تم فرزانہ کے ہاتھ کھول دو اور اس کے بعد تم لوگ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

ڈینی جلدی سے فرزانہ کی طرف لپکی۔ فرزانہ کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے اُلجھن کے آثار اُبھرے لیکن وہ خاموش رہی۔ ڈینی نے اس کے ہاتھ کھول دیے اور میں نے دونوں پستول اس کی جانب بڑھا دیے۔ "یہ لو اپنے پستول اور سُنو! آئندہ کبھی مادام مارگسیا یا فرزانہ کے راستے میں آنے کی کوشش مت کرنا۔"

"ایسا ہی ہو گا۔" ڈینی نے مضمحل انداز میں دونوں پستول لے لیے اور دو قدم آگے بڑھی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ پلٹ پڑی۔ اس کا چہرہ کھل گیا تھا اور آنکھوں میں ایک شوخ چمک نظر آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "کیا خیال ہے ڈیئر! اب تم یوں کرو کہ اپنے ہاتھ بلند کر دو۔"

"یہ کیا!" میں نے مصنوعی حیرت سے کہا۔ فرزانہ بھی آنکھیں پھاڑے ڈینی مارش کو دیکھنے لگی۔

"بس ڈیئر، حالات کا تقاضا ہے۔ تمھارا کیا خیال تھا؟ کیا میں ہینڈرک سے کبھی غداری کر سکتی ہوں؟ ہرگز نہیں، میری جان ہرگز نہیں۔ میں نے تمھارے بارے میں سُنا تھا کہ تم بے حد چالاک عورت ہو مارگسیا لیکن اب تمھیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ ڈینی تم سے زیادہ چالاک ہے ۔۔ اور اس پروفیشن میں تمھیں نہیں بلکہ ڈینی کو ماسٹر ہونا چاہیے ..... اور تم کرائے کے ٹٹو، تم ہو تو شاندار آدمی۔ ایک بار مجھے دھوکا دے کر نکل آئے۔ اگر تم وہ رقم قبول کر لیتے جو میں تمھیں پیش کر رہی تھی تو شاید میں تمھارے فریب میں نہ آتی لیکن مجھے اعتراف ہے کہ رقم قبول نہ کر کے تم نے جس ایمانداری کا ثبوت دیا تھا اس نے مجھے تمھاری طرف سے بے نیاز بنا دیا لیکن ایسا صرف ایک بار ہوتا ہے۔ میں تمھاری ذہنی قوتوں پر حاوی ہوں۔ چنانچہ اب تم جہنم رسید ہو جاؤ۔ میں تم دونوں کے سلسلے میں زیادہ رِسک نہیں لے سکتی۔"

"ڈینی، ہم نے تم پر اعتبار کیا تھا۔" میں نے کہا۔

"یہی تو تمھاری حماقت تھی احمق آدمی۔" ڈینی نے پستول سیدھا کر لیا اور میں نے فرزانہ کو آنکھ سے اشارہ کیا۔

"تم نے ... تم نے جلد بازی کی شہباز، تمھیں پستول اس کے حوالے نہیں کرنا چاہیے تھے۔ میں جانتی ہوں یہ بڑی کمینی ہے۔"

"ہو گی۔ لیکن فرزانہ ڈیئر، اس کمینی کو اپنے ہی ہاتھوں خودکشی کرنا ہو گی۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔" میں نے کہا اور ڈینی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

پھر اُس نے پستول کا رُخ میری طرف کیا اور بولی۔ "میں جو کچھ بھی ہوں لیکن اپنی زندگی اب ختم ہی سمجھو۔"

"بے وقوف عورت! دونوں پستول خالی ہیں۔" میں نے کہا اور ڈینی یکلخت بوکھلا گئی۔

اب شاید اُسے پستولوں کے وزن کا بھی اندازہ ہوا تھا۔ جلدی سے اُس نے اپنے ایک ساتھی کی طرف ایک پستول اُچھال دیا۔ "دیکھو اسے دیکھو۔ کیا پستول خالی ہے؟"

اس کے ساتھی نے پستول چیک کیا اور اُس کا رنگ فق ہو گیا۔

"خالی ہے؟" ڈینی نے بے صبری سے پوچھا۔

"ہاں۔" اس کے ساتھی نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

"دوسرا پستول بھی دیکھ لو ڈینی مارش اسمتھ۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا اور وہ ہونٹ چبانے لگی۔

فرزانہ کی آنکھوں میں زندگی کی رمق لوٹ آئی تھی۔ اُس نے چہکتے ہوئے کہا۔ "کارتوس کہاں گئے شہباز؟"

"اُسی وقت نکال لیے گئے تھے مادام فرزانہ، جب یہ میرے ہاتھوں میں آئے تھے اور مجھے اس میں کوئی دِقت نہیں ہوئی تھی۔" میں نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر وہ پستول نکال لیا جسے میں ڈینی کے بیہوش ساتھی کے پاس سے لایا تھا۔

"لاؤ یہ پستول مجھے دے دو۔" فرزانہ بولی۔ اور میں نے پستول اس کے حوالے کر دیا۔ "تم ان تینوں کو اچھی طرح کس دو اور اُسے بھی جو بے ہوش پڑا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد میں نے ان تینوں کو بے بس کر دیا اور پھر اُس شخص کو گھسیٹ کر لے آیا جو اَب بھی بے ہوش تھا۔

"چلو تم اس گاڑی میں بیٹھو چلو۔ اور سنو! اسے بھی گھسیٹتے ہوئے لے چلو۔" فرزانہ نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔ تینوں لینڈ رووَر کے عقبی حصے میں بیٹھ گئے اور میں نے بے ہوش آدمی کو ڈِکی میں ڈال کر چابی لگا دی۔

"شہباز، تم گاڑی چلاؤ گے۔ میں پیچھے بیٹھوں گی۔" فرزانہ نے کہا۔

"او کے مادام!" میں نے سعادت مندی سے کہا اور آگے جا کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ فرزانہ پستول سنبھالے بیٹھی تھی۔ لینڈ رووَر چل پڑی۔

میرا ذہن خالی خالی سا تھا۔ ان واقعات کے بارے میں کچھ سوچنا بے کار تھا۔ جو کچھ ہو رہا تھا ٹھیک ہو رہا تھا۔ فرزانہ ان لوگوں کے ساتھ جو بھی سلوک کرے، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہم شہر میں داخل ہو گئے۔ گھر پہنچ کر فرزانہ نے ملازموں کو بلایا اور ان چاروں کو گاڑی سے اتار لیا گیا۔ ڈِکی میں چوتھے آدمی کو بھی ہوش آ گیا تھا۔

فرزانہ نے ملازموں کو ان لوگوں کے بارے میں ہدایات دیں۔ اور پھر میرا بازو پکڑ کر اندر داخل ہو گئی۔ اس نے نشست گاہ کا رُخ کیا اور وہاں جا کر ایک صوفے میں گر گئی۔

"کیا بات ہے فرزانہ ڈیئر؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اوہ شہباز! کیا تم مجھے الماری سے شربت نکال کر دے سکتے ہو؟"

"ضرور" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور الماری سے شربت نکال کر اسے پیش کیا۔

"تم ایسے وقت میں کبھی نہیں بہکتے؟" وہ تقریباً آدھا گلاس حلق میں انڈیلتے ہوئے بولی۔

"میں بالکل پُرسکون ہوں۔"

"مجھے ان واقعات کی توقع نہیں تھی۔ اس کا مطلب ہے یہ لوگ ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔" اس نے آدھا گلاس خالی کرکے کہا۔ "میں نے ڈینی کے اس حد تک آگے بڑھنے کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ تم نے بے مثال پھرتی اور دلیری کا مظاہرہ کیا۔ تمہارے ذہن میں سچویشن کو سمجھ کر کام کرنے کی بھرپور صلاحیت ہے اور یہ بڑی بات ہوتی ہے کہ آدمی بیک وقت ذہین بھی ہو اور طاقتور بھی۔"

"اوہ، یہ کوئی خاص کام نہیں تھا فرزانہ۔ کبھی اگر ضرورت پیش آئے تو کوئی بڑا کام لینا مجھ سے۔"

"ضرور۔" اس نے پورا گلاس خالی کر دیا۔

"ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرو گی؟" میں نے پوچھا۔

"فیصلہ کروں گی ابھی۔ فی الحال انہیں یہاں سے ہٹا دیتی ہوں۔ یہ ابھی میری قید میں رہیں گے۔ اُن سے تو ہمیں بہت سی معلومات حاصل ہوں گی، ہینڈرک کے بارے میں۔"

"ہینڈرک! کبھی مجھے اس کے دیدار تو کرا دو۔ مجھے ایسے لوگوں سے ملنے کا بہت شوق ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد فرزانہ نے ایک نمبر ڈائل کیا اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ پھر گلا صاف کرکے بولی۔ "فرزانہ بول رہی ہوں۔ جیگر! یہاں کچھ خطرناک قیدی ہیں۔ انہیں لے جاؤ۔ ہاں۔ فوراً، میں انہیں یہاں سے ہٹانا چاہتی ہوں۔ ویگن لے آؤ۔ اُن کی تعداد چار ہے، ایک عورت اور تین مرد۔ خود دیکھ لینا، وہ تمہارے لیے اجنبی نہیں ہوں گے۔ ہاں، وہ تمہاری تحویل میں رہیں گے۔ نہیں، بس اور کام نہیں ہے۔ جلدی کرو۔ اوکے۔" اس نے ریسیور رکھ دیا اور میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی: "تمہاری دریافت میری زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔"

"اب ایسی کوئی خاص بات بھی نہیں ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ میں جانتی ہوں ہنی۔ میری آنکھوں نے تمہارے چہرے کا وہ سکون دیکھا ہے جو قابلِ رشک ہے۔ جو اتنے خطرناک حالات میں بھی پُرسکون رہے، وہ عام آدمی نہیں ہوتا۔ مجھے تم سے تعاون پر فخر ہے۔"

"میں تمہارا خادم ہوں فرزانہ۔ ایسی باتیں کرکے مجھے شرمندہ مت کرو۔" میں نے انکسار سے کہا۔

❋

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔ میں گہری نیند سو رہا تھا کہ دفعتاً فرزانہ کی چیخ میرے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ پھر دوسری چیخ اور میں نے پھرتی سے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن اُسی وقت میرے سر کی پُشت پر ایک ضرب پڑی اور پھر کلوروفارم بھرا رومال میری ناک پر رکھ دیا گیا۔ ڈوبتے ہوئے ذہن سے میں نے فرزانہ کی ایک اور کربناک چیخ سُنی۔ اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔

آنکھ کھلی تو عجیب سا شور سنائی دیا۔ شور کے ساتھ میں بھی ہل رہا تھا۔ چند لمحات تو ذہن سائیں سائیں کرتا رہا۔ پھر حواس کچھ بحال ہوئے اور میں نے غور کیا تو آواز کسی انجن کی تھی۔ گویا میں کسی چلتی ہوئی مشینی چیز میں تھا۔ شاید اسٹیمر تھا۔ میرا خیال درست نکلا۔ میں اسٹیمر ہی میں تھا۔

قریب ہی کسی کے گفتگو کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے آنکھوں میں جھری پیدا کرکے دیکھا۔ دو آدمی بیٹھے شراب نوشی کر رہے تھے۔ شکل و صورت سے یورپین باشندے معلوم ہوتے تھے۔ خاصے قوی ہیکل تھے دونوں۔

احساسات کچھ اور جاگے تو ہاتھ بندھے ہوئے لگے۔ دونوں ہاتھ پُشت پر کس دیے گئے تھے لیکن بندش میں وہ ہوشیاری نہیں دکھا سکے تھے۔ میں نے غیر محسوس انداز میں کوشش کی اور ہاتھوں کی رسیاں ڈھیلی ہوگئیں۔ یہ فن بھی مجھے تربیت کے دوران ہی سکھایا گیا تھا۔ اگر ہوش و حواس کے عالم میں میرے ہاتھ باندھے جاتے پھر تو ہاتھوں کے بندھے رہنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا تاہم اس وقت بھی کام چل گیا تھا لیکن میں نے ہاتھ اُسی پوزیشن میں رہنے دیے اور دونوں کی گفتگو سننے کی کوشش کرنے لگا۔ اُن کی باتیں بے ربط تھیں اور اُن سے میں کوئی نتیجہ اخذ نہیں کرسکتا تھا۔

اس کے بعد میں نے ان واقعات کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ اس وقت سورج چمک رہا تھا جبکہ جس وقت میں بے ہوش ہوا تھا تو رات تھی۔ کلوروفارم کی بُو کو میں نے بخوبی پہچان لیا تھا اور اس کے اثرات اب بھی میرے ذہن پر تھے۔ پھر میں نے فرزانہ کے بارے میں سوچا۔ اس کی چیخیں بے ہوش ہونے سے قبل میرے کانوں میں پڑی تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ بھی ان کی قید میں ہوگی اور یہ لوگ؟ یہ ہینڈرک اور ڈینی کے ساتھیوں کے علاوہ اور کوئی نہ ہوں گے۔ سو فیصدی یہ وہی لوگ تھے۔

معاملات رُخ بدل چکے تھے۔ اب تک میں نے فرزانہ کا ساتھ

دیا تھا۔ اس خیال کے تحت کہ تنظیم صرف فرزانہ کے بارے میں معلومات چاہتی تھی۔ ممکن ہے یہ صرف تنظیم کے بڑوں کا شبہ ہو۔ فرزانہ کی شخصیت ان کی نگاہ میں مشکوک تھی۔ کیا شبہ تھا انہیں؟ فرزانہ بظاہر تو ایک جرائم پیشہ عورت نظر آتی تھی۔ صرف اسمگلر اور اس کی پُراسرار سرگرمیاں صرف اسمگلنگ تک محدود تھیں۔ اس فیلڈ میں اس کے دُشمن بھی تھے۔ ممکن ہے تنظیم کو صرف غلط فہمی ہو۔ بہرحال یہ میری کوشش تھی ان لوگوں کے لیے۔ یہ اس عظیم مقصد کی جانب پہلا قدم تھا اور میں اس سلسلے میں کوئی سُقم نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ مجھے حالات کی بالکل پروا نہیں تھی اور مجھے آخر دم تک فرزانہ کا ساتھ دینا تھا تاکہ اس کا مکمل اعتماد حاصل کرلوں۔ اس وقت نہ جانے کہاں ہے وہ؟ ممکن ہے اسی اسٹیمر میں ہو۔

اسٹیمر کی رفتار سُست ہونے لگی۔ شاید وہ ساحل پر پہنچ گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ بے ہوش رہنے کی اداکاری کروں یا ہوش میں آجاؤں؟ دونوں میں سے کون سی بات بہتر رہے گی؟ پھر فیصلہ کیا کہ ہوش میں آجانا چاہیے۔ کم از کم صورتِ حال کا اندازہ تو رہے۔ چنانچہ میں نے آنکھیں کھول دیں۔

وہ دونوں میری طرف متوجہ نہیں تھے اور شاید باہر جانے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ میں نے حلق سے ایک آواز نکالی اور دونوں اُچھل پڑے۔ وہ ایک ساتھ میری طرف گھوم گئے تھے۔

"اوہ، ہوش آگیا۔" اُن میں سے ایک نے بے اختیار کہا۔

"تم رکو، میں باہر دیکھتا ہوں۔" دوسرے نے کہا اور مجھ پر نگاہ ڈال کر باہر نکل گیا۔ میں اس شخص کو دیکھ رہا تھا جو میرے سامنے تھا اور کسی قدر اضطراری کیفیت کا شکار تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے خاموشی مناسب نہ سمجھی۔

"بہرہ ہوں اور گونگا بھی۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ، بڑا افسوس ہوا تم سے مل کر۔" میں نے برجستہ کہا اور وہ مسکرانے لگا۔ "کب سے ہے یہ کیفیت؟"

"جب سے مجبوریاں دامن گیر ہوئیں۔" اُس نے جواب دیا۔

"ہاں، مجبوری ایسی ہی چیز ہوتی ہے۔ اب کچھ دیر کے بعد تم لنگڑے اور لولے بھی ہو جاؤ گے۔" میں نے کہا۔

"خیر اب اتنا بھی مجبور نہیں ہوں۔" وہ منہ بگاڑ کر بولا۔

"ہاتھ کھول دو میرے۔"

"کچھ کہا تم نے؟" وہ کان پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ظریف الطبع شخص معلوم ہوتا تھا۔ میں مسکرانے لگا۔

اسٹیمر رک گیا تھا۔ دوسرا آدمی بھی واپس آگیا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ "آؤ چلیں۔" اُس نے کہا اور پھر انہوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا اور میں خاموشی سے اُن کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ حالات کو جانے بغیر کسی قسم کی ہنگامہ آرائی بھی مناسب نہیں تھی۔ ان لوگوں کے بارے میں، میں اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیں گے۔ چنانچہ خاموشی بہتر تھی۔

وہ ایک سنسان ساحل تھا۔ نزدیک ہی سیاہ رنگ کی ویگن کھڑی تھی جس پر کوئی نمبر پلیٹ نہیں تھی۔ مجھے ویگن پر چڑھنے میں مدد دی گئی اور پھر وہی دونوں افراد میرے ساتھ آبیٹھے جو اسٹیمر میں موجود تھے۔ تیسرا شخص ویگن کے اگلے حصے میں چلا گیا۔ پھر ویگن اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئی۔

"فرزانہ کہاں ہے؟ کیا تم اُسے بھی اغوا کرلائے ہو؟" میں نے بے اختیار پوچھا اور دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

پھر اُسی شخص نے مسکرا کر کہا جس سے میری پہلے بات چیت ہوچکی تھی۔ "بدقسمتی سے میرا ساتھی بھی گونگا ہے۔"

"اب یہ بداخلاقی ہے۔ کم از کم تم لوگوں کو ...."

"براہِ کرم ایسا کوئی سوال نہ کریں جو ہمارے اور تمہارے درمیان کسی ناخوش گوار احساس کو جنم دے۔ ہم معمولی سے لوگ ہیں اور ہماری زبانیں کٹی ہوئی ہیں۔" اس شخص نے کہا۔ اور میں گہری سانس لے کر خاموش ہوگیا۔ اتنے شریف مُجرم ذرا کم ہی نظر آتے ہیں۔ بہرحال واقعات خود بخود سامنے آجائیں گے۔

بند ویگن تھی اس لیے راستوں کا تعین بھی ممکن نہیں تھا اور یہ نہیں معلوم ہوسکتا تھا کہ کون سا علاقہ ہے۔ اس لیے میں نے ایسی کوئی کوشش بھی نہیں کی اور آنکھیں بند کرلیں۔

سفر تقریباً دس پندرہ منٹ جاری رہا۔ پھر ویگن کسی عمارت میں داخل ہوگئی۔ آہنی گیٹ کھلنے کی آواز کانوں میں اُبھری تھی پھر ویگن رک گئی۔ انجن بند ہوگیا اور وہ لوگ دروازہ کھول کر نیچے اُتر گئے۔ مجھے بھی نیچے اتار لیا گیا۔

سیاہ ٹائلوں سے بنی ہوئی چوڑی سیڑھیاں تھیں جو صدر گیٹ تک لے جاتی تھیں۔ گیٹ کے بعد ایک وسیع ہال نظر آیا جس میں کچھ لوگ موجود تھے۔ میں نے بغور انہیں دیکھا۔

ایک دراز قامت شخص نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مسٹر شہباز!"

"ہیلو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے پہچانا؟"

"جی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"حالاں کہ میں آپ کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔" وہ بولا۔

"یہ کوئی بہت بڑا کارنامہ نہیں ہے۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"واقعی اس میں کوئی شک نہیں، یوں بھی بڑے آدمی چھوٹے لوگوں پر ذرا کم ہی توجہ دیتے ہیں۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔ آپ نوجوان ہیں اور دنیا بے حد دلکش ہے۔ اسے دیکھنے کی خواہش کسے نہیں ہوتی۔ میرے خیال میں ابھی آپ نے دنیا بہت کم دیکھی ہے۔ اب دیکھیے نا، اگر آپ نے دنیا اچھی طرح دیکھی ہوتی تو مجھے بھی پہچان ہی لیتے۔"

میں نے اُس شخص کی طرف رُخ کر کے کہا جس سے اسٹیمر میں گفتگو ہوتی رہی تھی۔ "یہ گونگے اور بہرے نہیں ہیں؟" وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"کیا کہہ رہے ہیں مسٹر شہباز؟" مجھے دنیا کی ترغیب دینے والے نے اس شخص سے پوچھا۔

"اوہ، کچھ نہیں جناب، بس ایسے ہی...."

"ہوں، بہرحال آپ آرام کریں۔ تفصیل سے آپ سے بات چیت ہوگی۔ لے جاؤ۔" اس شخص نے کہا اور مجھے وہاں سے ہٹا لیا گیا۔ ہال کے آخری سرے پر اُوپر جانے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ ان کے اشارے پر میں سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔

عمارت بہت شاندار تھی۔ اوپری منزل پر ایک چوڑی راہداری سے گزرتے ہوئے بالآخر ہم ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ کھول دیا گیا۔

"آیئے۔" میرے شناسا شخص نے کہا اور میں کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "مسٹر شہباز، براہِ کرم ہمیں کسی غلط اقدام پر مجبور نہ کریں۔ اس کمرے میں آرام کریں۔ میرا خیال ہے آپ کو بہت زیادہ اُلجھن محسوس نہیں ہوگی۔"

"ایک اُلجھن تو برقرار ہے ابھی تک۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" اس شخص نے پوچھا اور میں نے گھوم کر بندھے ہوئے ہاتھ اُس کے سامنے کر دیے۔

"اوہ۔ میرا خیال ہے ہاتھ بندھے رہنے کی ضرورت نہیں رہی اب؟" اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"تمہاری مرضی ہے کھول دو۔" اُس کے ساتھی نے جواب دیا اور میرے دوست نے میرے ہاتھ کھول دیے۔ پھر وہ دونوں باہر نکل گئے۔ جونہی وہ دروازہ بند کر کے وہاں سے نکلے، میں نے بھی دروازہ اندر سے بند کر لیا اور اس خوب صورت کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ چاروں طرف سے بند تھا سوائے اس دروازے کے اور یقینی طور پر دروازے پر پہرے کا معقول بندوبست ہوگا۔ البتہ چھت کے قریب ایک روشندان موجود تھا لیکن اس قدر کشادہ نہیں کہ اس کے ذریعے فرار کی کوشش کامیاب ہو سکے۔

میں نے بے کار بیٹھنا مناسب نہیں سمجھا۔ کمرے کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ خوب صورت مسہری کی ساخت، اس پر بچھے ہوئے گدّے اور گدّے پر بنے ہوئے مونوگرام سے اُسے بنانے والی کمپنی کا نام معلوم ہو جاتا تھا لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے میں کوئی نتیجہ اخذ کر سکتا۔ ایک طرف ڈریسنگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی۔ ایک رائٹنگ ٹیبل بھی تھی جس کے اوپر قلم اور پیڈ وغیرہ رکھے ہوئے تھے لیکن یہ ساری چیزیں بے مقصد سی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ جس کمرے میں انہوں نے مجھے قید کرنے کا انتظام کیا ہے وہاں کوئی ایسی چیز یقیناً نہیں چھوڑی ہوگی جس سے اُن کی اپنی شخصیت کا پردہ چاک ہو سکتا۔

کچھ دیر تلاشی لینے کے بعد میں ایک گہری سانس لے کر آرام دہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ کلوروفارم بڑی منحوس چیز ہوتی ہے۔ ذہن پر اُس کے اثرات بڑی دیر تک موجود رہتے ہیں۔ میں کئی گھنٹے بے ہوش رہا تھا جس کا ثبوت اس بات سے ملتا تھا کہ بے ہوشی کے وقت رات تھی اور اب دن کا وقت تھا۔ صوفے پر میں کافی دیر تک بیٹھا رہا اور اس کے بعد وہاں سے اُٹھ کر مسہری پر پہنچ گیا۔ فی الوقت اور کوئی مصروفیت نہیں تھی لہٰذا آرام کرنا مناسب تھا۔

مسہری پر لیٹا چھت کو گھورتا رہا۔ دماغ خیالات کا مسکن بنا ہوا تھا۔ چاروں طرف سے خیالات کے پرندے آ کر یہاں بسیرا کر رہے تھے۔ سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا، بس سکون کے لمحات ہونے چاہئیں لیکن میں صرف تنظیم کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا۔ خاصا وقت گزر گیا تھا۔ تنظیم کے کسی فرد نے مجھ سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ بہرحال میں اپنا کام کر رہا تھا اور ابھی تک نہایت جانفشانی سے فرانہ کا اعتماد بحال رکھے ہوئے تھا۔ آگے کچھ بھی ہو۔

کافی وقت گزر گیا۔ پھر باہر کچھ آہٹیں سنائی دیں اور میں چونک پڑا۔ دروازہ ابھی تک اندر سے بند تھا۔ میں اُسے کھولنا بھول گیا تھا۔ چند لمحوں کے بعد دروازے پر دستک سنائی دی اور پھر ایک کرخت آواز اُبھری۔ "دروازہ کھولو۔"

میں اطمینان سے نیچے اُترا اور آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ تین آدمی تھے لیکن تینوں نئے تھے۔ ان میں سے ایک پہلوان نما گنجا تھا جس کا کسرتی بدن بہت شاندار تھا۔ وہ کلائیوں پر چمڑے کی پٹیاں چڑھائے ہوئے تھا اور چست لباس میں تھا۔ دونوں آدمیوں کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ میں اُنھیں دیکھ کر ہنس پڑا۔

"کمال ہے۔ آپ لوگ ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں نہیں لائے۔ اس طرح تو آپ کی زندگیاں شدید خطرے میں ہیں۔" میں نے تمسخراً کہا۔

"دروازہ کیوں بند کیا تھا؟" اُن میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یہاں سے فرار ہونے کے لیے سُرنگ کھود رہا تھا۔" میں نے شگفتہ مزاجی سے جواب دیا۔

"بہت چہک رہے ہو۔ زبان ہمیشہ کے لیے بند بھی کی جا سکتی ہے۔" وہ تلخ لہجے میں بولا۔

"ٹھیک ہے کوشش کر لو۔" میں نے شانے جھٹک کر کہا۔

"ضرور کی جائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کے بغیر ہی کام چل جائے۔ ڈینی مارش اسمتھ کہاں ہے؟" اس دوسرے آدمی نے پوچھا۔

"ہنالولو میں۔" میں نے جواب دیا۔

"اس بدتمیزی پر تمہاری زبان بھی کاٹ کر پھینکی جا سکتی ہے۔" پہلے آدمی نے غضبناک ہو کر کہا۔

"تم لوگ شکل سے ہی مسخرے معلوم ہوتے ہو۔ جو کیا جا سکتا ہے اسے کرو۔ ان انکشافات کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ غضب ناک شخص نے پستول سیدھا کر لیا لیکن دوسرے آدمی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"تم اپنی انرجی کیوں ضائع کر رہے ہو؟ آرگن اپنا کام خود کر لے گا۔" اس نے کہا اور اس کے ہاتھ سے پستول لے لیا۔ کسرتی بدن کا حبلا دنما شخص ابھی تک اطمینان سے کھڑا تھا۔ جیسے ان باتوں سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ تب اُسی شخص نے جو کسی قدر ٹھنڈے دماغ کا انسان تھا، اس سے کہا۔

"آرگن، یہ تمہارا ہی کیس ہے۔"

"جو حکم چیف۔ لیکن یہ جگہ تنگ ہے۔" پہلوان نما شخص نے گردن خم کر کے کہا۔ اس کی آواز بہت باریک تھی۔ مجھے ہنسی آ گئی۔

"واہ! یہ میاؤں میاؤں کرنے والا ہاتھی میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔"

"آرگن اس کے جبڑے توڑ دو۔" گرم دماغ والے نے جھلا کر کہا۔

"کھلی جگہ درکار ہے ماسٹر۔ اسے نمبر دو میں لے چلو۔" گنجے نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"چلو۔ یہاں سے نکلو۔" وہ شخص بولا لیکن دوسرے نے اُسے روک دیا اور پھر جیب سے ایک ریشمی ڈوری نکال کر گنجے کی طرف بڑھا دی۔ اس کے بعد پستول کا رُخ میری طرف کر کے کہا۔ "گھوم جاؤ۔ اگر کوئی حرکت کی تو ہمیں گولی چلانے میں کوئی عار نہ ہوگا۔"

میں دونوں ہاتھ پشت پر کر کے گھوم گیا۔ میرے ذہن میں کسی قسم کے خوف یا پریشانی کے اثرات نہیں تھے۔ بس نہ جانے کیسا موڈ ہو رہا تھا اور میں ان حالات میں بے حد دلچسپی محسوس کر رہا تھا۔ تنظیم نے تربیت کا جو سرمایہ مجھے دیا تھا، اب اس کے استعمال کا وقت آ گیا تھا اور میں اُسے خرچ کرنے کے لیے بیتاب تھا۔

ہاتھ بندھواتے ہوئے میں نے خیال رکھا اور ہاتھوں کو ایسے زاویے میں رکھا کہ مجھے اُنھیں کھولنے میں دقت نہ ہو۔ ویسے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ لوگ یقینی طور پر ڈینی مارش اسمتھ کے مددگار اور شاید ہینڈرک کے ساتھی تھے اور اب وہ مجھ سے ڈینی مارش کا پتا پوچھنا چاہتے تھے۔ بس ایک اُلجھن تھی ذہن میں کہ اس وقت جب اُنھوں نے مجھے اغوا کیا تو میں نے فرانہ کی چیخیں بھی سنی تھیں۔ یقینی طور پر یہ ناممکن تھا کہ ان حالات میں بھی فرانہ اُن کی گرفت سے نکلنے میں کامیاب ہو گئی ہوگی۔ جو معلومات وہ مجھ سے حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ فرانہ سے بھی حاصل کر سکتے تھے۔ اُنھوں نے ایسا کیوں نہیں کیا اور فرانہ کہاں ہے؟

میں اس وقت تک کوئی خاص جدوجہد نہیں کرنا چاہتا تھا جب تک کہ اس کی شدید ضرورت پیش نہ آ جائے۔ تنظیم نے مجھے فرانہ پر لگایا تھا، چنانچہ میں دوسرے معاملات میں اُلجھنے کا خواہش مند نہیں تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ یہ حالات خود بخود مجھ پر مُسلّط ہو گئے تھے۔ میں اس دروازے سے باہر نکل آیا۔ تینوں آدمی میرے پیچھے تھے۔ قوی ہیکل گنجا میری پشت پر ہاتھ رکھ کے مجھے آگے دھکیل رہا تھا۔ وہ کسی خاص جگہ مجھے لے جانا چاہتے تھے۔ بہرصورت مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میرے ہاتھ کسی بھی لمحے آزاد ہو سکتے تھے۔ میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا۔

'نمبر دو' بھی ایک ہال ہی تھا جس میں داخل ہونے کے لیے مجھے ایک چوڑے دروازے سے گزرنا پڑا۔ تینوں افراد بھی اندر آ گئے تھے اور اُنھوں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔ بلاشبہ یہ اسی قسم کی کارروائیوں کے لیے مناسب ترین جگہ تھی۔ کافی بڑا گول ہال تھا لیکن بالکل خالی۔ نہ فرش پر قالین تھا نہ فرنیچر۔ دیواریں بھی سپاٹ تھیں۔ اوپر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چھوٹے چھوٹے روشن دان بنے ہوئے تھے۔ چھت کے وسط میں ایک فانوس تھا جس سے ہلکی روشنی نیچے پہنچ رہی تھی۔ روشن دانوں سے بھی روشنی اندر آ رہی تھی۔ اس کے علاوہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس پورے ہال میں کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں تھی۔

بند دروازے کے قریب ہی وہ دونوں کھڑے ہوگئے اور قوی ہیکل شخص مجھے دھکیلتا ہوا ہال کے بیچوں بیچ لے آیا۔ بڑی ڈراماائی سچویشن پیدا کردی گئی تھی اور میں ایسے ٹھوس اقدامات سوچ رہا تھا کہ مجھے ان کے ہاتھوں کوئی زِک نہ اُٹھانی پڑے۔ صورتِ حال کافی خطرناک تھی لیکن بہرحال کوشش کرلینے میں کوئی ہرج نہیں تھا۔ میں ان پر اپنی برتری ثابت کردینے کا خواہش مند تھا اور اُن کی کسی بھی حرکت سے پوری طرح چوکنا تھا۔

پہلوان نما شخص نے اپنا لباس درست کیا اور مجھ سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا ہوگیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں کے پنجے پھیلائے لیکن پھر اسی ٹھنڈے مزاج کے شخص نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے روک دیا۔

"ایک منٹ آرگن، ایک منٹ۔ بہتر یہ ہے کہ ہم وہ کوشش کریں جس میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔ ہاں تو دوست، تم فیصلہ کرچکے ہوگے؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے ایک پُرسکون سانس لے کر جواب دیا۔

"کیا فیصلہ کیا تم نے؟"

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ڈینی مارش اسمتھ کا پتا۔ تم لوگوں نے اُسے اور ہمارے دوسرے ساتھیوں کو اغوا کیا ہے۔ وہ ہمیں اس عمارت میں نہیں ملے جہاں تم تھے میرا مطلب ہے مارگسیا کے ساتھ۔"

"تم مارگسیا کو جانتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"یقیناً۔"

"اور مجھے؟"

"ہاں، تمھارے بارے میں بھی ہمیں معلوم ہے کہ تم مارگسیا کے خاص ساتھی ہو۔"

"خاص ساتھی سے تمھاری کیا مُراد ہے؟ اگر مارگسیا کو جانتے ہو تو اس کے خاص ساتھیوں کو بھی اس حد تک ضرور جانتے ہوگے کہ مارگسیا اُن سے کیا کام لیتی ہے۔"

"ٹھیک ہے دوست لیکن ڈینی مارش اسمتھ کے اغوا کے سلسلے میں تم نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تھا۔"

"اتنا تو مجھے کرنا ہی تھا کیونکہ میں فرانز یا بقول تمھارے مارگسیا کے ساتھ تھا۔"

"پھر یہ ناممکن بات ہے کہ تمھیں اس جگہ کا پتا نہ معلوم ہو جہاں ڈینی قید ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے، مجھے معلوم ہے وہ کہاں ہے لیکن تم نے یہ معلومات مارگسیا سے کیوں نہیں حاصل کیں؟"

"یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ تم سے جو پوچھا جارہا ہے، اس کا جواب دو۔"

"میرا جواب یہ ہے کہ ان حماقتوں کا وقت اب ختم ہوجانا چاہیے۔ اگر تم نے مزید کوئی بے وقوفی کی تو اس کے ذمّے دار تم خود ہوگے۔" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"چیف، چیف، تم حد سے زیادہ نرمی برت رہے ہو جب تم نے اُسے میرا کیس قرار دے دیا ہے تو پھر تم کیوں فضول باتیں کررہے ہو؟ یہ ابھی سب کچھ بتادے گا۔" قوی ہیکل گنجے نے اپنی زنانہ آواز میں کہا۔

"میں نے تو کوشش کی تھی کہ نوبت یہاں تک نہ پہنچے، لیکن جیسی شہباز کی مرضی۔" یہ کہہ کر وہ شخص پیچھے ہٹ گیا اور موٹے نے دونوں پنجے پھیلا دیے۔ اس کی چمک دار آنکھیں مجھ پر مرکوز تھیں لیکن اس وقت وہ حیرت زدہ ہوکر دو قدم پیچھے ہٹ گیا جب اچانک میں نے اپنے دونوں بندھے ہوئے ہاتھ کھول کر سامنے کردیے۔ رسّی میں نے ایک طرف پھینک دی۔ ان دونوں آدمیوں کے منہ بھی حیرت سے کھل گئے اور اُنھوں نے رسّی کی طرف دیکھا لیکن اگر میں ان کی حیرت سے فائدہ نہ اُٹھاتا تو مجھ سے بڑا احمق اس روئے زمین پر دوسرا نہیں تھا۔

میں اپنی جگہ سے اُچھلا۔ ایک فلائنگ کِک میں نے گنجے کے سینے پر ماری اور دوبارہ زمین پر آگیا۔ اس سے قبل کہ گنجا زمین پر گرتا، میں نے اُسے عقب سے سنبھالا اور اس کا سر بغل میں دبا کر اس کی آنکھیں بُری طرح رگڑ دیں اور پھر اُسے سیدھا کرکے اس کی ناک پر ایک گھونسا رسید کردیا۔ گنجا تڑپ کر پیچھے ہٹا تھا۔ آنکھوں اور ناک کی تکلیف نے اُسے پاگل کردیا۔ وہ سنبھلنے کی کوشش کے باوجود نہ سنبھل سکا اور پیچھے جا گرا، لیکن اس دیو قامت کو چھوڑ دینا سخت خطرناک بات تھی۔ اس دوران میں، میں فیصلہ کرچکا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے جو مؤثر ہو۔ میں نے اس کے اُٹھنے کا انتظار کیا اور جونہی وہ کھڑا ہوا، اس بار میری دونوں لاتیں اس کے سینے پر پڑیں۔ جیسا کہ میرا اندازہ تھا وہ دونوں اس کی لپیٹ میں آگئے۔ اس سے بچنے کی کوشش میں دونوں ہی دیوار سے بُری طرح ٹکرائے تھے اور ان کی کراہیں اُبھری تھیں۔

لیکن میں نے اسی پر اکتفا نہ کی اور ان پر چھلانگ لگادی۔ دوسرے لمحے میں نے اُن کے پستولوں پر جھپٹا مارا اور دونوں پستول اپنے قبضے میں کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہ ہوئی — اچانک دوسرے لمحے مجھے اپنے عقب میں ایک ہلکا سا دھماکا سنائی دیا۔ کانچ کی بنی ہوئی کسی شے کے ٹوٹنے کی آواز سُنائی دی۔ پلٹ کر دیکھا تو دھوئیں کا ایک مرغولہ فضا میں بلند ہورہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یوں لگا جیسے کسی نے دونوں ہاتھوں سے گردن پکڑلی ہو۔ انتہائی سریع الاثر گیس تھی۔ میں نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی لیکن پھر میرے ہاتھ دروازہ نہ کھول سکے۔ دونوں پستول پھینک کر میں نے گرنے سے بچنے کے لیے دروازے کا سہارا لینا چاہا لیکن اس کے بعد ہوش نہ رہا۔ دونوں پلکیں ایک دوسرے سے چپک گئی تھیں۔

ظاہر ہے اگر موت نہ آگئی ہو تو ہوش ضرور آتا ہے، مجھے ہوش آیا۔ اس بار بھی کسی کمرے میں بند تھا۔ بدن کے نیچے آرام دہ مسہری تھی اور کمرہ ضروریاتِ زندگی سے آراستہ تھا۔ میں نے ایک انگڑائی لی اور آنکھیں بھینچ بھینچ کر سر کو جھٹکنے لگا۔ چند لمحوں بعد کیفیت بحال ہوگئی تھی۔ چنانچہ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ دماغ ابھی پوری طرح دُرست نہیں تھا لیکن گزری ہوئی کہانیاں یاد آگئیں اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ طویل چکر تھا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ آخر یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ اگر بات صرف ڈینی مارش کی تھی تو اس کے لیے فرانز سے زیادہ مناسب کوئی نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے فرانز اُن کے قابو میں نہ آئی ہو لیکن اس سلسلے میں بھی تو کوئی سوال نہیں کیا گیا تھا۔ ایسا کیوں؟

دیر تک میں ان خیالات میں ڈوبا رہا۔ پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دفعتاً شدید بھوک کا احساس ہوا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ میں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے زور زور سے دروازہ پیٹا۔ پھر اُسے کھولنے کی کوشش کی اور دروازہ کھل گیا۔

باہر ایک خوف زدہ سا شخص کھڑا ہوا تھا اور شکل و صورت سے لبنانی محسوس ہوتا تھا۔

"یس سر — یس سر — میں یہیں موجود تھا۔" اس نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

"کیا میں تمھیں کھا جاؤں؟" میں نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ن۔ نہیں جناب۔ ناشتا حاضر ہے۔"

"کہاں حاضر ہے؟" میں پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔

"ناشتے کے کمرے میں تشریف لے چلیے۔" اس نے کہا۔

"چلو۔" میں نے کہا اور وہ خوف زدہ سا آگے بڑھ گیا۔ باہر نکل کر مجھے ایک اور احساس ہوا۔ صبح کا وقت تھا۔ گویا پھر ایک رات گزر گئی۔ لعنت ہے ان لوگوں پر۔ کم بختوں نے ایک دن اور دو رات بھوکا رکھا تھا۔ منہ ہاتھ دھونے کا خیال بھی نہیں آیا۔ میں ناشتے کے کمرے میں داخل ہوکر اُن پھلوں پر ٹوٹ پڑا جو میز پر رکھے ہوئے تھے۔ ابھی چند ہی پھل کھائے تھے کہ عمدہ قسم کا ناشتا سامنے آگیا۔ ... ملازم ٹرالی پر یہ ناشتا لے کر آرہا تھا۔ میں سب کچھ بھول کر ان چیزوں پر ٹوٹ پڑا اور لبنانی ملازم ایک کونے میں کھڑا مجھے گھورتا رہا۔

پھر ناشتے سے فارغ ہوکر میں نے چائے کی طرف توجّہ دی۔ چائے کی دوسری پیالی پی رہا تھا کہ ایک خوب صورت سی لڑکی مسکراتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔

"جاگ گئے تم؟ آج کل ....." اس نے کہا اور اس کی مسکراہٹ کافور ہوگئی۔ "یہ کیا!" اس نے تعجب سے کہا۔

"فالتو باتیں نہیں، ناشتا کرنے دو۔" میں ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"ارے تم ہو کس حُلیے میں! نہ لباس تبدیل کیا، نہ ہاتھ دھوئے۔ بال بھی بکھرے ہوئے ہیں اور تم ناشتا کررہے ہو!"

"پیٹ بھرنا ان تمام باتوں سے ضروری ہے سمجھیں تم! اور تم لوگوں نے مجھے چھتیس گھنٹے کے بعد کھانے کو دیا ہے۔ یہ تمھاری شرافت ہے؟" میں نے کہا۔

"چھتیس گھنٹوں کے بعد؟" وہ حیرت سے بولی۔

"ایکٹنگ نہیں چلے گی مس۔" میں نے کہا اور چائے کا آخری گھونٹ بھی حلق میں اُنڈیل لیا۔

ہپناٹزم "ہپناٹزم کے عملی طریقے" اور "ذاتی ہپناٹزم" کے بعد ایک اور کتاب

ایک ماہرِ علم کے قلم سے

ہپناٹزم جدید تحقیقات

قیمت ۲۰ روپے — ڈاک خرچ ۱۰ روپے

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ۔
- جدید طریقے اور مشقیں۔
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام۔
- بے شمار قارئین کے ہزاروں سوالوں کے جواب۔
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

مکتبۂ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۳۳ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ خاموشی سے مجھے گھورتی رہی۔ پھر بڑبڑانے کے انداز میں بولی۔" مس ! مائیکل تم خیریت سے تو ہو نا !"

" میں ناشتا کرچکا ہوں اور اب میرے اندر مزاح کی حس بھی جاگ اُٹھی ہے۔"

"ارے تمہاری آواز۔ تمہاری آواز کو کیا ہوگیا !" وہ بولی۔

" میرے ساتھ چلو۔ اپنی آواز و انداز کے بارے میں سب کچھ بتا دوں گا۔" اور وہ میرے ساتھ گھسٹنے کی سی کیفیت میں باہر نکل آئی۔ وہ کمرہ زیادہ دور نہیں تھا' جہاں سے نکل کر میں یہاں تک آیا تھا۔ دروازہ کھول کر میں اندر داخل ہوا اور دوسرے ہی لمحے میں نے اس کے بال مٹھی میں جکڑ لیے اور اُنھیں جھنجوڑتے ہوئے بولا۔

"اب تم خود ہی مجھے بتاؤ گی کہ میری آواز کو کیا ہو گیا ہے۔" میں نے ڈراؤنی آواز میں کہا اور لڑکی کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی۔

وہ متوحش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی ـــ اس کے ریشمی بال میری مٹھی میں جکڑے ہوئے تھے اور اس کی آنکھوں میں نمی آگئی تھی۔ پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔" مائیکل! مائیکل! کیا ہوگیا ہے تمہیں ؟"

"آواز بدل گئی ہے میری' انداز بھی بدل گئے ہیں۔ تمہیں میرا یہ انداز پسند نہیں آیا ؟" میں نے کہا۔

"بال تو چھوڑ دو میرے۔ سب ٹوٹ جائیں گے' وحشی' جاہل کہیں کے۔" اس نے کہا۔ آنسو اب اس کے گالوں پر بہنے لگے تھے۔

"ایک شرط پر کہ تم مجھے سب کچھ بتاؤ گی۔ ورنہ اس وقت تک جب تک یہ ڈراما کرنے والے یہاں داخل ہوں گے، میں تمہیں موت کی نیند سلا چکا ہوں گا۔"

"تم ... تم شاید پاگل ہوگئے ہو۔ لعنت ہے تم پر۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اس قدر وحشی ہو۔ چھوڑو میرے بال، میں کہتی ہوں چھوڑ دو۔" اس نے غرّانے کے انداز میں کہا۔ اور سر کو زور سے جھٹکا۔ اس کے سر کے بہت سے بال ٹوٹ گئے تھے۔" چھوڑ دو مجھے' وحشی جانور چھوڑ دو، مجھے تم سے نفرت ہے۔" اس نے دوسرا جھٹکا دیا۔ اس پر بھی جنون طاری ہوگیا تھا۔ وہ میرے پیٹ میں گھونسے مارنے لگی اور میں نے ہنستے ہوئے اس کے بال چھوڑ دیے۔

"اپنی دانست میں تم نے مذاق کیا ہے مجھ سے لیکن میں ... میں ... تم نہیں جانتے کہ اس مذاق کے نتائج کیا ہوں گے ؟" وہ دروازے کی طرف مڑی۔

"میں بھی نتیجہ ہی جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور لڑکی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ دروازہ باہر سے بند نہیں کیا گیا تھا۔ میں کچھ دیر تک وہیں کھڑا سوچتا رہا۔ لڑکی کے انداز سے ایسا محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اداکاری کر رہی ہے۔ وہ بظاہر صحیح الدماغ معلوم ہوتی تھی۔ تو مجھے مائیکل کے نام سے کیوں پکار رہی تھی ؟

اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ وہ بھی انہی کی آلۂ کار ہے۔ سوفی صدان کی آلۂ کار لیکن اس کی اداکاری ... مجھے کچھ الجھن سی محسوس ہونے لگی۔ ایک بار پھر میں نے کمرے کے ماحول پر نگاہ دوڑائی اور پھر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ شدید بھوک کے عالم میں اس وقت میں کھانے پر ٹوٹ تو پڑا تھا لیکن طبیعت پر بوجھ تھا جو غسل سے ہی دور ہو سکتا تھا چنانچہ میں سارے جھگڑے بھول کر غسل کرنے کے لیے چل پڑا۔ باتھ روم بھی کمرے کی طرح آراستہ تھا لیکن اس میں لگے ہوئے بڑے سے آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ میری صورت بدل دی گئی تھی۔ سوفی صد میک اَپ تھا۔ شکل تو بُری نہیں تھی لیکن میری اپنی نہیں تھی اور لڑکی بے قصور تھی۔ مجھے افسوس ہونے لگا۔ بہرحال یہ الجھن دور ہوگئی کہ وہ مجھے مائیکل کیوں کہہ رہی تھی۔

میں نے مختلف طریقوں سے میک اَپ صاف کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ باقاعدہ میک اَپ تھا اور اسے کیمیکلز سے ہی صاف کیا جا سکتا تھا لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اصل مائیکل کہاں گیا اور یہ مکان میرے لیے مخدوش تو نہیں ہے۔

باہر کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی اور پھر معدوم ہوگئی۔ بال وغیرہ سنوارنے کے بعد میں اس کمرے میں نہیں رُکا اور باہر نکل آیا۔ عمارت میری توقع کے مطابق اجنبی تھی۔ میں اس میں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگا۔ پھر ایک کمرے میں کچھ آوازیں سُن کر میں نے دروازے پر دستک دی۔

"آؤ۔" اندر سے آواز ابھری اور میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ سامنے ہی ایک صوفے پر ادھیڑ عمر کا ایک شخص نظر آ رہا تھا جو دلکش شخصیت کا مالک تھا۔ انگلیوں میں سگار دبا ہوا تھا جس کے سرے سے دھوئیں کی پتلی لکیر بلند ہو رہی تھی۔ اس کے سامنے وہی لڑکی بیٹھی تھی اور اس کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس نے جلدی سے آنسو خشک کر لیے۔

"یہ کیا حماقت ہے مائیکل! تم نے بوبی کے ساتھ ... وحشیانہ سلوک کیوں کیا ہے ؟ شرارت بھی ایک حد تک اچھی لگتی ہے۔"

"سوری سر! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو ایک ناخوشگوار اطلاع دے رہا ہوں۔ میں مائیکل نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب ؟" ادھیڑ عمر شخص کے ہاتھ میں سگار لرزنے لگا۔ پھر اس نے جلدی سے سگار ایش ٹرے میں رکھ دیا۔" تمہاری آواز ... مائیکل! کیا تم مجھ سے بھی مذاق کر سکتے ہو ؟"

"میں آپ کو حقیقت بتا رہا ہوں اور آپ لوگ اسے جھٹلانے پر تُلے ہوتے ہیں، اگر اس کے بعد بھی آپ کا اصرار جاری رہا تو میں خاموش ہو جاؤں گا۔ مجھے حالات کا جائزہ لینے کے لیے یہ پناہ گاہ قبول کرنے سے انکار نہیں ہے لیکن بعد میں آپ مجھے دھوکا دہی کا مجرم قرار نہیں دیں گے۔"

"کون ہو تم ؟ اور یہاں مائیکل کے میک اَپ میں کیوں ہو ؟ مائیکل کہاں ہے ؟" ادھیڑ عمر شخص بوکھلاہٹ میں کھڑا ہوگیا۔

"بے شمار سوالات میرے ذہن میں بھی مچل رہے ہیں لیکن میں آپ کی تسلی کے لیے پہلے آپ کو اپنے بارے میں بتا رہا ہوں۔ میں کسی مجرمانہ سازش کا شکار ہو کر یہاں پہنچایا گیا ہوں۔ میرے چہرے پر میک اَپ ہے اور میں نہیں جانتا کہ میں کہاں ہوں ؟"

"کیا مطلب ؟"

"میری آنکھ اس کمرے میں کھُلی ہے جہاں ان صاحبہ نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اس سے قبل میں کہیں اور تھا اور اس سے پہلے بیروت میں۔"

"کیا ... کیا تم سچ کہہ رہے ہو ؟" بوڑھے نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"افسوس میرے پاس اس سچ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

"کیا ہینڈرک سے تمہاری کوئی دشمنی ہے ؟" اس نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔

اب میرے حیران ہونے کی باری تھی۔" آپ ہینڈرک کو جانتے ہیں ؟" میں نے پوچھا۔

"اور تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ تم سان برے میں ہو !"

"سان برے ! یہ نام میرے لیے اجنبی ہے۔" میں نے کہا۔

بوڑھا شدید اضطراب کے عالم میں ہاتھ ملنے لگا۔ اس کے ہونٹوں سے عجیب سی آواز نکل رہی تھی۔ میں نے غور کیا تو مجھے اس کے الفاظ سنائی دیے۔

"لیکن میں نے کچھ نہیں کیا۔ کوئی ایسی حرکت نہیں کی۔ ایک منٹ' میں ابھی آیا۔ تم بیٹھو، بس ایک منٹ۔" اس نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے باہر نکل گیا۔

میں خاموشی کے ساتھ ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ لڑکی اب حیرت زدہ سی بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھ سے آنکھیں ملیں تو اس نے خجالت سے گردن جھکالی اور دھیمے لہجے میں بولی۔" قصور میرا بھی نہیں تھا۔"

"میں بھی مجرم نہیں ہوں۔" میں نے کہا۔" میں خود یہاں اپنی موجودگی پر جھلایا ہوا تھا اور تمہیں انہی لوگوں کی ساتھی سمجھ رہا تھا جو مجھے یہاں لے کر آئے ہیں۔"

"مگر مسٹر ہینڈرک تو بہت اچھے انسان ہیں، بہت نیک اور مہربان۔ جزیرے پر کوئی بھی ان کا مخالف نہیں ہے بلکہ سب ان کی عزت کرتے ہیں۔ وہ سبھی کے تو کام آتے ہیں۔"

"جزیرے پر۔ تو کیا یہ کوئی جزیرہ ہے ؟"

"تمہیں یہ بھی نہیں معلوم ؟"

"نہیں۔" میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"تعجب ہے۔ کیا میں تمہاری اصل شکل دیکھ سکتی ہوں ؟"

"افسوس امونیا لیکویڈ کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔"

"تمہیں بے ہوش کر کے تمہارے چہرے پر یہ میک اَپ کیا گیا ہے ؟"

"ظاہر ہے اگر اس وقت مجھے معلوم ہوتا کہ میرے چہرے پر میک اَپ ہے تو میں تمہارے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا۔ میں سخت بھوکا تھا اس لیے جونہی ناشتے کی اطلاع ملی تو میں جس حال میں تھا' ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا۔ بعد میں میں نے باتھ روم کے آئینے میں اپنی شکل دیکھی تو حیران رہ گیا اور پھر مجھے احساس ہوا کہ میں نے نادانستگی میں تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔"

"اوہ' کوئی بات نہیں۔ جو کچھ ہوا غلط فہمی میں ہوا' اب مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ ویسے مائیکل یہ کبھی نہ کرتا' اسے میرے بال بہت پسند ہیں۔ میرے بہت سے بال ٹوٹ گئے۔"

"مجھے افسوس ہے بوبی !"

"کوئی بات نہیں لیکن مجھے اس پر حیرت ہے کہ انکل گریسی نے مسٹر ہینڈرک کا نام کیوں لیا ؟"

"انکل گریسی وہ صاحب ہیں جو ابھی باہر گئے ہیں ؟"

"ہاں۔ مائیکل کے ڈیڈی۔"

"مائیکل تمہارا کون ہے ؟"

"منگیتر۔ دو ماہ کے بعد ہماری شادی ہو جائے گی مگر مائیکل کہاں گیا؟ انکل کو بھی معلوم نہیں ہے۔" یہ کہہ کر وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن اسی وقت بوڑھا گریسی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ اب کسی قدر پُرسکون تھا۔ بوبی سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے بے بی! پُرسکون رہو۔"

"مائیکل کہاں ہے انکل ؟"

"وہ جہاں بھی ہے خیریت سے ہے۔ شام تک واپس آجائے گا۔" گریسی نے جواب دیا۔

"آپ کو یقین ہے انکل! کہ وہ خطرے میں نہیں ہے ؟"

"قطعی نہیں' اگر ایسی بات ہوتی میں بھی پریشان ہوتا۔ جب میں پُرسکون ہوں تو تمہیں بھی پُرسکون رہنا چاہیے۔"

جن کی کہانیاں آنکھوں سے نہیں دلوں سے پڑھی جاتی ہیں اُن کی بہترین کہانیوں کا دوسرا مجموعہ
شائع ہوگیا ہے
محی الدین نواب کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ "ایمان کا سفر" بھی دستیاب ہے
قیمت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مگر مسٹر ہینڈرک کا ان واقعات سے کیا تعلق ہے؟ کیا ان صاحب کو مسٹر ہینڈرک نے ... آپ نے بھی ان کا نام لیا تھا انکل!"

"مسٹر ہینڈرک بہت بڑے نفسیات داں ہیں۔ وہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو سبق دینے کے لیے بعض اوقات نفسیاتی حربے بھی استعمال کرتے ہیں۔ ان کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔"

"اوہ، تو یہ صاحب ... ویسے مسٹر آپ کا نام کیا ہے؟" بوبی نے مجھ سے سوال کیا۔

"میرے خیال میں بے بی! اب تم آرام کرو۔ مائیکل خیریت سے ہے اور شام کو تم اس سے مل سکتی ہو۔ مسٹر ہینڈرک نے مجھے کچھ ہدایات دی ہیں جن کے تحت مجھے کچھ کام کرنا ہے۔"

"میں سمجھی نہیں انکل؟"

"میں تنہائی چاہتا ہوں۔" گریسی نے کسی قدر جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی "ٹھیک ہے۔ آئیے مسٹر، ہم باہر چلیں۔ انکل کو کام کرنے دیں۔"

"ان سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہیں یہیں رہنے دو۔" گریسی نے کہا اور لڑکی دونوں شانوں کو ہلا کر بڑبڑاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

گریسی گردن جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر بولا "کیا دشمنی ہے اس سے تمہاری ہے"

"ہینڈرک سے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"اسی کی بات کر رہا ہوں۔"

"میری اس سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ بس وہی اس شغل میں مصروف ہے۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کچھ چاہتا ہے تم سے؟"

"میں نے صرف اس کا نام سنا ہے۔ کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ ان حالات میں دشمنی اور دوستی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟ آپ خود ہی فیصلہ کر لیں مسٹر گریسی!"

"براہِ راست نہ سہی، بالواسطہ سہی۔"

"ممکن ہے ایسی کوئی بات ہو۔"

"میں تمہیں صرف مشورہ دے سکتا ہوں، مجبور نہیں کر سکتا۔ اس کی دشمنی کسی کو راس نہیں آتی۔ تمہیں بھی راس نہیں آئے گی، اگر کوئی جھگڑا ہے تو نمٹا لو اور اس سے صلح کر لو۔"

"کیا وہ بہت خطرناک انسان ہے؟"

"اتنا کہ اگر تمہیں اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوتیں تو تم اس سے انحراف کا تصور بھی نہ کرتے۔"

"لیکن بوبی تو کچھ اور کہہ رہی تھی۔"

"کیا؟" گریسی چونک پڑا۔

"اس کا کہنا ہے ہینڈرک تو ایک انتہائی نیک اور شریف انسان ہے۔"

"اس کا اندازہ تمہیں خود ہو جائے گا۔ میں اس کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتا۔"

"آپ ابھی اس سے گفتگو کرنے گئے تھے مسٹر گریسی؟"

"اوہ، تو اس دوران تم بوبی سے معلومات حاصل کرتے رہے ہو۔ بہرحال سنو، اس سے ملاقات کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ ویسے میں نے اس کے نائب سے بات چیت کی تھی۔"

"کیا گفتگو ہوئی؟" میں نے سوال کیا اور بوڑھا گریسی کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

پھر اس نے گردن ہلا کر کہا "نوجوان! کبھی مجبوریاں انسان کی زندگی بن جاتی ہیں۔ سان برے کبھی کسی دور میں آزادی کا گہوارہ تھا۔ یہاں کے لوگ بھی اپنی مرضی کے مالک تھے۔ ہر چند کہ یہ جزیرہ بھی فرانس کی تحویل میں تھا لیکن حالات اس قدر خراب نہیں تھے۔ پھر کچھ سیاسی تبدیلیاں ہوئیں اور سان برے کے بُرے دن آ گئے۔ ہینڈرک سے قبل گوریان ایبرے اس پر مسلط تھا۔ ایک ظالم اور شاطر انسان جسے آخر کار چند نوجوانوں نے اپنی زندگی کی قربانی دے کر ہلاک کر دیا۔ خیال تھا کہ شاید سان برے پر کچھ تبدیلیاں ہوں لیکن پھر ایک اور خطرناک انسان نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔ یہ ہینڈرک ہے جسے تم بگلا بھگت کہہ سکتے ہو۔ سطحی ذہن کے انسان اُسے فرشتہ سمجھتے ہیں لیکن وہ اتنا شاطر ہے کہ بس یہاں کے تمام سمجھ دار لوگ اس کے قبضے میں ہیں اور جذباتی احمق اس کے غلام۔ اس کا طریقِ کار گوریان ایبرے سے بہت مختلف ہے۔ اس سے بڑا شیطان ہونے کے باوجود وہ لوگوں کی نگاہ میں فرشتہ صفت ہے۔ مائیکل میرا بیٹا ہے اور میں ہینڈرک کا غلام۔ دوسرے لاتعداد غلاموں کی مانند۔ ہر وقت خوف و ہراس میں مبتلا رہتا ہوں۔ مائیکل کی گم شدگی اور تمہاری اس کی شکل میں یہاں موجودگی سے میں نے یہی سمجھا تھا کہ ممکن ہے یہ سزا میرے لیے ہو لیکن ....."

"لیکن کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے اطمینان دلایا ہے۔"

"میرے بارے میں کیا کہا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہی کہ تم سے ہینڈرک کا مذاق چل رہا ہے۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لی۔ "تو یہ معاملہ ہے۔ ٹھیک ہے، مجھے بھی یہ مذاق پسند ہے۔"

"پھر بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ جو کچھ چاہتا ہے مان لو۔"

"وہ میرے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہے۔"

"ناممکن۔" گریسی نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے۔ میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکتے ہو؟"

"افسوس میں اس سلسلے میں بہت مجبور ہوں۔"

"اس کا پتا تو بتا سکتے ہو مجھے۔ یہ تو بتا سکتے ہو کہ اس سے کہاں ملاقات کی جا سکتی ہے؟"

"یہ بات تو شاید اس کے قریب ترین لوگ بھی نہ بتا سکیں۔ میں کیا حیثیت رکھتا ہوں؟"

"میرے لیے اب کیا حکم ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں تمام حقیقت معلوم ہو چکی ہے۔ میں نے خطرہ مول لے کر تمہیں تمام صورتِ حال سے آگاہ کر دیا ہے۔ اس امید پر کہ تم میرے خلاف کوئی بات نہیں کرو گے۔ باقی تمہارے لیے مجھے کوئی حکم نہیں ملا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف تمہیں یہاں پہنچا کر اور شکل بدل کر حیران کرنا چاہتے تھے۔ تم کہیں جانا چاہتے ہو تو جا سکتے ہو۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ واقعی اس سے زیادہ یہ شخص کیا کر سکتا تھا۔ وہ خود پریشان تھا اس لیے اسے مزید پریشان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"بہرحال تمہارا بہت بہت شکریہ مسٹر گریسی! میری وجہ سے تمہیں پریشانی ہوئی۔"

"کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا۔"

"شکریہ۔ اگر تھوڑی سی معلومات فراہم ہو جائیں تو شاید میرا کوئی کام بن سکتا۔"

"کیسی معلومات؟" گریسی نے پوچھا۔

"سان برے کی آبادی کتنی ہے؟"

"تقریباً بیس ہزار۔"

"لوگوں کا ذریعہ معاش؟"

"کھیتی باڑی اور کاروبار۔"

"قریب ترین شہر کون سا ہے؟"

"بیروت۔"

"وہاں تک پہنچنے کے ذرائع؟"

"کچھ نہیں۔ ہینڈرک کی لانچیں چلتی ہیں۔ ہفتے میں دو بار انہی کے ذریعے آمد و رفت ہوتی ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص بھی جزیرے سے باہر نہیں جا سکتا۔"

"نسلاً وہ کس قوم سے تعلق رکھتا ہے؟"

"بس مقامی باشندہ ہے۔ ویسے عیسائی ہے۔ چرچ جاتا ہے۔ عبادت کرتا ہے، لوگوں کی ضروریات پوچھتا ہے اور ان کی مدد بھی کرتا ہے۔ میں نے کہا نا کہ عام حالات میں لوگ اسے ایک دھرماتما کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ بس جو اس کا شکار ہوتا ہے اسے ہی صورتِ حال کا صحیح علم ہو پاتا ہے لیکن وہ ایسا اس کے جال میں پھنستا ہے کہ پھر کسی سے کچھ کہنے کے قابل ہی نہیں رہتا۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "اگر وہ عیسائی ہے تو پھر لبنان ہی کا باشندہ ہوگا؟"

"اس کا خاندانی یا قومی پس منظر کسی کو نہیں معلوم۔" گریسی نے کسی قدر بے زاری کے انداز میں کہا۔ یہ محسوس ہوتا تھا کہ ان سوالات سے اب وہ پریشان سا ہو گیا ہے۔ میں نے بھی اسے مزید پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر گریسی! آپ بالکل مطمئن رہیں اگر کبھی میں ہینڈرک کی گرفت میں آ گیا تو کسی بھی مسئلے میں آپ کا نام نہیں لوں گا۔"

گریسی نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور میں دروازے سے باہر نکل آیا۔ مجھے باہر جانے کی اجازت تھی، حالانکہ مجھے دروازے کا پتا نہیں تھا لیکن اسے تلاش کر لینا بھی مشکل ثابت نہیں ہوا اور میں اس عمارت سے باہر نکل آیا۔

باہر کا منظر میرے لیے کچھ عجیب سا تھا۔ چاروں طرف اونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں بدنما طرز کی عمارتیں بھی نظر آ جاتی تھیں۔ میں ان چٹانوں کی آڑ میں چلتا رہا اور پھر مجھے ایک سڑک نظر آ گئی۔ نہ جانے یہ سڑک کہاں سے آتی تھی اور کدھر جاتی تھی۔ ویسے یہ سب کچھ میرے لیے بے کار تھا۔ اب یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ میں ایک جزیرے پر ہوں۔ جزیرے سے باہر نکلنے کے لیے سمندر عبور کرنا ہوتا ہے اور سمندر پر ہینڈرک کی حکمرانی ہے۔

ہینڈرک کی شخصیت میرے لیے واقعی پُراسرار بن گئی تھی۔ آخر وہ کیا ہے؟ ڈینی مارش اسمتھ کی پشت اگر اتنی ہی مضبوط تھی تو پھر فرانہ ــــ جیسی عورت نے اس کے مقابلے پر آنے کی جرأت کیوں کی؟ آخر فرانہ کو بھی اس کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات تو ضرور رہی ہوں گی۔

تنظیم فرانہ کے بارے میں مشکوک تھی کہ معاملہ صرف اسمگلنگ تک محدود نہیں ہے۔ اس سے آگے بھی کوئی بات ہے۔ کوئی نہ کوئی گرہ کہیں نہ کہیں ضرور تھی جہاں ابھی تک میرا ذہن نہیں پہنچ سکا تھا۔ میں اگر کوشش کرتا تو کسی سنسان ساحل سے سمندر میں بھی اتر سکتا تھا لیکن یہ خاصا مشکل کام تھا۔ زندگی کی بازی تو خیر کہیں اور کسی بھی جگہ کھیلی جا سکتی تھی مگر اس صورت میں کہ اس کا کوئی خاص مقصد برآمد ہو جائے۔ پانی میں کتنی دور تک جایا جا سکتا تھا، بالآخر کہیں نہ کہیں شکست تسلیم کرنا پڑتی اور پھر یہ بھی طے نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کسی مناسب جگہ تک پہنچنے کے لیے کتنا فاصلہ طے کرنا ہوگا۔ یہ احمقانہ خیال تھا جسے میں نے ذہن سے جھٹک دیا۔ پھر میں سوچنے لگا کہ اگر کسی طرح ہینڈرک تک رسائی ہو جائے تو اسے بھی شیشے میں اتارنے کی کوشش کروں۔ ڈینی مارش کے سلسلے میں اسے بتا دوں کہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

صرف مارگیسا نے غائب کیا ہے لیکن وہی بات سامنے آجاتی تھی کہ تنظیم نے مجھے مارگیسا کے پیچھے لگایا تھا، ہینڈرک کے تعاقب میں نہیں یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تنظیم کے لوگ ہینڈرک کے بارے میں صحیح معلومات نہ رکھتے ہوں۔ ممکن ہے ہینڈرک، مارگیسا یا فرانہ سے بھی زیادہ خطرناک شخصیت ہو۔ میں نے ہر طرف ذہن دوڑایا لیکن کوئی ایسا نقطہ سامنے نہ آسکا جسے سامنے رکھ کر میں کوئی منصوبہ ترتیب دے سکتا۔ اب سوائے اس کے کوئی کام نہیں رہ گیا تھا کہ میں جزیرے پر آوارہ گردی کرتا رہوں اور ان لوگوں کے شکنجے میں آکر نکلنے کی کوشش کرتا رہوں۔ ویسے ان لوگوں کا طریقۂ کار بھی عجیب تھا۔ وہ شاید مجھے ذہنی طور پر الجھانے کے لیے یہ حرکتیں کر رہے تھے ورنہ ان کے قبضے میں آکر نکلنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس کا مقصد ہے کہ میری یہ آزادی بھی ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں اور کسی بھی ذریعے سے سہی، میری ہر ہر حرکت کو دیکھا جا رہا ہوگا۔ ایسے حالات میں احتیاطی تدابیر احمقانہ ہی ہوسکتی تھیں۔ مجھے لازم تھا کہ میں اپنے طور پر کوئی اقدام نہ کروں اس وقت تک جب تک کہ کوئی مناسب راستہ سامنے نہ آجائے۔ میرے ساتھ اس جزیرے پر جو کچھ بھی پیش آئے اُسے اپناؤں اور ان کی مرضی کے مطابق عمل کرتا رہوں، یہاں تک کہ وہ مجھے ایک بے ضرر چیز سمجھ لیں۔ ایک خیال میرے ذہن میں یہ بھی تھا کہ ممکن ہے اس طرح وہ مجھے زچ کرکے ڈینی مارش کا پتا پوچھنا چاہیں۔ مسئلہ بس یہی تھا کہ میں ڈینی مارش کے سلسلے میں فرانہ کی پول کھول دوں یا نہیں؟ ویسے فرانہ کمبخت نہ جانے کہاں غائب ہوگئی تھی۔ مجھے اس عورت سے ذرہ برابر دلچسپی نہیں تھی۔ میں تو بس تنظیم کے مقاصد کی تکمیل کے لیے یہ سب کچھ کر رہا تھا۔ بہرصورت میں انہی خیالات میں الجھا ہوا اس سڑک پر آگے بڑھتا رہا۔

سڑک مجھے آبادی تک لے گئی۔ اس طرف گھنی آبادی تھی، مکانات چھوٹے تھے اور ان کے درمیان بازار بھی تھے۔ یہ شاید جزیرے کے غریب لوگ تھے۔ مذہباً سب عیسائی معلوم ہوتے تھے۔ آبادی کے درمیان ایک چرچ نظر آرہا تھا جس کی پیشانی پر صلیب کا نشان نمایاں تھا۔

میں بازار سے گزرتا رہا۔ یہاں سب اجنبی تھے اس لیے کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ البتہ میں سوچ رہا تھا کہ کیا میں ان لوگوں میں گم ہوسکتا ہوں، اگر کوئی موقع مل جائے تو میں ان لوگوں میں گم ہوکر اُن کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوجاؤں اور پھر کوئی مناسب موقع دیکھ کر یہاں سے نکل جاؤں۔

اس وقت میرے چہرے پر مائیکل کا میک اَپ تھا جسے امونیا کے بغیر نہیں اتارا جاسکتا تھا۔ کاش کہیں سے میک اَپ کا سامان ہی مل جائے۔ اگر یہ سامان مجھے مل جاتا تو پھر میں انہیں کافی پریشان کرسکتا تھا۔ سب سے تعجب خیز بات یہ تھی کہ فرانہ لاپتا تھی۔ اگر فرانہ کو میرے بارے میں علم ہے اور وہ خود نکل گئی ہے تو اُسے میری خبر لینا چاہیے تھی حالانکہ میں اسے اپنی خام خیالی بھی قرار دے سکتا تھا کیونکہ فرانہ جیسی عورت کو میں خوب سمجھتا تھا۔ میرا نعم البدل تلاش کرنا اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔

میں نے تقریباً سارا بازار گھوم لیا۔ یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ ان لوگوں میں چھپنا ممکن نہیں تھا چنانچہ میں وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔ بستی سے نکل کر مجھے پھر ایک سڑک نظر آئی جو دولت مند لوگوں کی آبادی کی طرف جا رہی تھی۔

میں اس سڑک پر زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ ایک کار پیچھے سے آتی نظر آئی۔ میں سڑک کے کنارے ہوگیا۔ نیلے رنگ کی خوبصورت سی کار میرے نزدیک سے گزر گئی۔ اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر سنہرے بالوں والی ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔

تھوڑی دور آگے جاکر کار کے بریک چرچرائے اور پھر وہ ریورس ہونے لگی۔ چند لمحات کے بعد وہ میرے نزدیک آکر رک گئی۔ "ارے مائیکل! کہاں جا رہے ہو؟" سنہرے بالوں والی لڑکی نے چشمہ اتار کر بے تکلفی سے کہا۔ وہ چیونگم چبا رہی تھی۔

"بس، یونہی آوارہ گردی کر رہا ہوں۔"

"آؤ میرے ساتھ ایک کپ چائے ہوجائے۔ آؤ نا۔" اس نے کہا۔ میں ایک لمحے کے لیے ہچکچایا اور پھر ایک گہری سانس لے کر کار میں بیٹھ گیا۔

لڑکی نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی۔ "اور سناؤ کیسے ہو؟" اس نے کہا۔

"بس ٹھیک ہوں۔"

"میں تین دن قبل فرانس سے آئی ہوں۔"

"اوہ، اچھا۔" میں نے اخلاقاً کہا۔

"یہ بوبی کہاں ہے آجکل؟ میں نے اپنے آنے کی اطلاع بھی بھیجی تھی لیکن وہ تو ملنے بھی نہیں آئی۔"

"الجھی ہوئی ہے آجکل۔"

"کیوں، خیریت ہے؟"

"بس اس کے مشاغل۔"

"مجھے تو تم بھی افسردہ سے نظر آتے ہو۔ آواز بھی بھاری بھاری ہو رہی ہے۔ کوئی خاص بات تو نہیں ہے؟"

"ہے تو سہی لیکن اطمینان سے بتانے کی بات ہے۔ چائے کے دوران بتاؤں گا۔" میں نے کہا اور لڑکی ہنس پڑی۔

"ضرور، ضرور۔" اس نے کہا اور سامنے دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کار ایک خوبصورت مکان کے احاطے میں روک دی۔ ایک ملازم نے جلدی سے آگے بڑھ کر کار کا دروازہ کھول دیا۔ میں بھی نیچے اتر کر

اس کے ساتھ ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ چند لمحات کے بعد میں ایک آراستہ ڈرائنگ روم میں تھا۔ یہاں تک آتے ہوئے مجھے محسوس ہوا تھا جیسے اس مکان میں لڑکی کے علاوہ اور کوئی موجود نہ ہو۔ ملازم باہر ہی رہ گیا تھا۔

"ایکسکیوز می مائیکل! میں ابھی آئی۔"

"ضرور۔" میں نے گردن ہلا دی اور وہ ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔

لڑکی مائیکل کے میک اَپ سے دھوکا کھا گئی تھی۔ میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا لیکن دفعتاً میرے ذہن میں بجلی سی چمک گئی۔ کیا واقعی وہ مائیکل کے دھوکے میں مجھے یہاں لائی ہے؟

میں فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور جست لگا کر ڈرائنگ روم کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ ڈرائنگ روم سے صرف چند گز دور ایک دروازے میں لڑکی داخل ہو رہی تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر خود بھی دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ لڑکی نے بتی دبا کر کمرے میں روشنی کی تھی۔ میں نے کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ لڑکی سامنے ہی تھی۔ اس نے ایک میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔

میرا دل دھڑک اٹھا تھا۔ کیا میرا اندازہ درست ہے؟ کیا لڑکی میری اصلیت سے واقف ہے؟ میں نے کی ہول سے آنکھ ہٹا کر کان لگا دیا۔ لڑکی کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو... بیٹی بول رہی ہوں... یس سر!... میں اسے یہاں لے آئی ہوں۔ یس سر!... وہ ڈرائنگ روم میں موجود ہے... جو حکم جناب!... جی ہاں، میک اَپ میں ہے۔ مائیکل کے میک اَپ میں... بہت بہتر... بہت بہتر جناب!... ہاں، میں جانتی ہوں... کتنی دیر میں جناب...؟ ٹھیک ہے میں انتظار کر رہی ہوں... بہت مناسب... بہت مناسب۔" اس نے کہا۔ اور پھر ریسیور رکھنے کی آواز سُنائی دی۔

میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر وہاں سے ہٹ آیا۔ چاہتا تو اس دوران یہاں سے فرار ہوسکتا تھا لیکن فرار ہوکر کہاں جاتا۔ چنانچہ میں ڈرائنگ روم میں واپس آگیا۔

صوفے پر بیٹھ کر میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ صورتِ حال خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے ابھی تک کچھ نہیں کیا تھا اور بڑے صبر و سکون سے سب کچھ برداشت کرتا آرہا تھا۔ مقصد یہی تھا کہ کسی طرح میری شخصیت ان کی نگاہ میں نہ آئے۔ میں وہی رہوں جو فرانہ کے سامنے تھا لیکن مجھے زیادہ سوچنے کے لیے وقت نہیں مل سکا۔ لڑکی واپس آگئی تھی۔

"بور تو نہیں ہوتے مائیکل؟"

"نہیں، ٹھیک ہوں۔ چائے کہاں ہے؟"

"بس، ملازم ابھی لا رہا ہوگا۔ میں نے کہہ دیا ہے۔"

"کیا یہاں صرف ایک ہی ملازم ہے؟"

"ہاں۔ وہ بھی فالتو ہے، گھر کی نگرانی کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔ ممی اور ڈیڈی تو فرانس ہی میں ہیں۔"

"تم یہاں تنہا ہو؟"

"بالکل۔" وہ ہنس پڑی اور میں صوفے سے ٹک گیا۔ "کافی تبدیلیاں آگئی ہیں تمہارے اندر۔ تم تو ایک ہنس مکھ انسان تھے۔" اس نے کہا۔

"میں نے کہا نا کہ اس کی ایک وجہ ہے جو چائے پینے کے بعد بتاؤں گا۔"

"دلچسپ شرط ہے۔" اس نے شانے ہلا کر کہا۔ دو تین منٹ کے بعد چائے آگئی۔ چائے کے ساتھ چند دوسری چیزیں بھی تھیں۔ اس نے پلیٹیں میرے سامنے سرکا دیں اور خود چائے بنانے لگی۔ میں نے اس کے ہاتھوں پر پوری توجہ رکھی تھی۔ بظاہر تو کوئی گڑبڑ نہیں معلوم ہوئی تھی۔ اس نے ایک پیالی میری طرف بڑھا دی۔ اس کے باوجود میں نے اس وقت تک چائے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا جب تک اس نے خود بھی پیالی اٹھا کر دو چار گھونٹ نہ لے لیے۔

"ہاں مائیکل! اب تمہاری شرط پوری ہوگئی۔"

"ہاں، لیکن بیٹی ڈیئر! میرے خیال میں اب اس کی گنجائش بھی تو نہیں رہی ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔" اس نے کہا۔ میرے منہ سے اپنا نام سن کر اس کی آنکھوں کا رنگ بدل گیا تھا۔

"تم جانتی ہو کہ میں مائیکل نہیں ہوں۔" میں نے آخری گھونٹ لے کر چائے کی پیالی رکھ دی۔

"مائیکل نہیں ہو! پھر کون ہو؟" اس نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

"یہ اداکاری بے کار ہے بیٹی! تم نے کسی کو فون پر میرے بارے میں اطلاع دی ہے۔ میں سُن چکا ہوں لیکن مطمئن رہو، میرے ہاتھوں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں بیٹی!"

"کیسی گفتگو؟" اب اس کے لہجے سے حقیقی خوف جھلک رہا تھا۔

"ہینڈرک کیا چاہتا ہے؟ آج تک مجھ سے ڈینی مارش کا پتا پوچھا جاتا رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ میں فرانہ یا مارگیسا کے عام دوستوں میں سے ہوں اور اس کے ذاتی معاملات کی مجھے کوئی خبر نہیں ہے۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ مارگیسا کہاں ہے۔ میری خواہش ہے مس بیٹی! کہ آپ مسٹر ہینڈرک سے میری ملاقات کرا دیں تاکہ میرے اور ان کے درمیان پیدا شدہ غلط فہمی دور ہوجائے ورنہ پھر میں ذاتی طور پر ان الجھنوں سے نمٹنے کی کوشش کروں گا۔"

بیٹی شدید حیرت کے عالم میں مجھے دیکھ رہی تھی اور ان چند لمحات میں ہی اس کا چہرہ اتر گیا تھا۔ وہ گھبرائی گھبرائی نگاہوں سے بار بار دروازے کی طرف دیکھتی تھی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ اٹھ کر بھاگ جائے۔

"میں تمہیں تحفظ کی ضمانت دے چکا ہوں بیٹی! حالات کچھ بھی ہوں، تمہیں میری مدد کرنا چاہیے۔"

ابھی اس نے کوئی جواب بھی نہیں دیا تھا کہ دروازے پر ایک لات پڑی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔ ان میں ایک افریقی تھا اور دوسرا یورپین۔ دونوں بہترین کسرتی جسموں کے مالک تھے۔ ان کی کلائیاں خوفناک حد تک چوڑی تھیں۔

سیاہ فام نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور بینی کی طرف رُخ کر کے بولا۔ "سوری بینی! تمہارے ڈرائنگ روم کی تباہی کا مجھے افسوس ہوگا لیکن مجبوری ہے۔"

"شاید تم ابھی دونوں کا انتظار کر رہی تھیں بینی! فون پر تمہیں ابھی کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی۔" میں نے کہا۔ بینی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔ سیاہ فام نے ایک لمبا چاقو کھول لیا تھا اور سفید فام نے ہاتھ میں کلپ پہن لیا تھا۔ میں خاموشی سے ان دونوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ "ویسے بینی! یہ مسٹر ہینڈرک بے وقوف بھی معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے قبل بھی وہ میرے بارے میں اندازہ کر چکے ہیں اس کے باوجود انہوں نے ان دو گدھوں کو بھیج دیا۔ بہرحال میں نے تم سے کہا تھا بینی کہ اب میں مجبور ہو گیا ہوں۔" یہ کہہ کر میں نے دونوں آستینیں چڑھالیں اور ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

سیاہ فام نے دوسرے آدمی کو پیچھے ہٹا دیا اور چاقو کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اچھالتے ہوئے بولا۔ "ڈینی مارش کے بارے میں بتاؤ۔ وہ کہاں ہے؟"

"جہنم میں، چلو گے اسے تلاش کرنے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سیاہ فام نے مجھے جھکائی دی اور دوسرے ہی لمحے مجھ پر حملہ کر دیا لیکن میں نے بھی فوراً سیاہ فام کی کلائی اپنی گرفت میں لی اور پھر پنجاب کی روایتی وہاڑ میرے حلق سے نکلی اور میں نے سیاہ فام کو الٹ دیا اگر دوسرا آدمی برق رفتاری کے ساتھ مجھ پر حملہ نہ کر دیتا تو شاید سیاہ فام کے جبڑوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوتیں۔

میں اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور اس طرح میں نے اس سیاہ فام کے حملے کو ناکام بنا دیا اور پھر میرا ہاتھ اس کی گردن پر پڑا اور وہ سفید فام پر جا گرا۔ دونوں پھرتی سے کھڑے ہو گئے اور سیاہ فام پھر چاقو لہراتا ہوا مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔ میں نے پلٹ کر ایک لات اس کے سینے پر ماری اور جوجسُو کی دوسری لات اس کے منہ پر پڑی۔ سیاہ فام کے کئی دانت ٹوٹ گئے تھے، وہ خون کی کلیاں کرنے لگا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے نکل کر میرے ہاتھ میں آ گیا تھا۔ پھر میں نے غرا کر کہا۔

"اگر تم نے دروازے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی بینی! تو یہ چاقو تمہاری پشت میں پیوست ہو جائے گا۔" بینی کے حلق سے خوف میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔

"مارگسیا کہاں ہے؟" میں نے سفید فام سے کہا۔

سفید فام نے دانت پیس کر مجھ پر حملہ کیا تھا لیکن وہ داہنے گال پر چاقو کا زخم کھا کر پیچھے ہٹ گیا۔ "میں تمہارے دونوں ہونٹ کاٹ دوں گا ورنہ بتاؤ مارگسیا کہاں ہے؟" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ سفید فام مجھ پر وحشیانہ حملے کر رہا تھا لیکن میں اس کے تمام وار خالی دے رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں سیاہ فام اور بینی کی طرف سے بھی غافل نہیں تھا۔ ایک بار جب سفید فام نے مجھ پر حملہ کیا تو میں اسی وقت سیاہ فام نے صوفہ الٹ دیا۔

میں صوفے کی لپیٹ میں آتے آتے بچا تھا لیکن اس بار میں نے صوفے پر چڑھ کر سیاہ فام پر چھلانگ لگائی اور ایک ٹھوکر اس کی کنپٹی پر رسید کر دی۔ پھر دوسری لات اس کی گدی پر جمائی اور اس کے ساتھ ہی مجھے اس سے نجات مل گئی۔ سفید فام ابھی باقی تھا۔ اس کے گال سے خون نکل رہا تھا۔ میں نے چاقو سیدھا کیا اور اس کی طرف بڑھنے لگا۔ سفید فام پیچھے ہٹ رہا تھا پھر وہ دیوار سے جا لگا۔ دفعتاً میں نے ایک تپائی پیر میں پھنسا کر اس کی طرف اچھالی اور جونہی وہ تپائی سے بچنے کے لیے جھکا میں چھلانگ لگا کر اس کے سر پر پہنچ گیا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پوری قوت سے موڑا اور چاقو کی نوک اس کی گدی پر رکھ دی۔

"بتاؤ مارگسیا کہاں ہے؟" سفید فام شدید تکلیف میں مبتلا تھا۔ اس کے منہ سے کراہتی ہوئی آواز نکلی۔

"مجھے نہیں معلوم۔"

"تب پھر تم بھی جہنم میں جاؤ۔" میں نے اُسے دھکا دیا اور پھر اس کے بال پکڑ کر اس کی پیشانی دیوار پر مارنے لگا۔ آخر میں نے بال پکڑ کر ہی اسے زمین پر پھینک دیا۔

سفید فام کا پورا چہرہ خون سے تر ہو گیا تھا۔ وہ اس طرح ہاتھ پاؤں بیخ رہا تھا جیسے جاں کنی کے عالم میں ہو اور پھر وہ بھی بے ہوش ہو گیا۔ بینی نے ایک ہچکی سی لی تھی۔

"مر گئے... دونوں مر گئے؟" وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔ اس کے بدن پر لرزہ طاری تھا۔

"میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں بینی! کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"یہ دونوں مر گئے؟" اس نے سنبھل کر پوچھا۔

"پتا نہیں۔ مر بھی گئے ہوں تو اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ میں ڈینی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ تم یہ بات ہینڈرک کو بتا دو اور اس سے کہہ دو کہ اب میرے ساتھ ایسا کوئی دوسرا کھیل نہ کھیلا جائے۔" بینی خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ "کیا تم انسانیت کے نام پر میری کوئی مدد نہیں کرو گی بینی؟"

"مدد۔" وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہاں، مدد۔"

"مم... میں۔" اس نے خوف زدہ نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا پھر بولی۔ "میں کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

"میں اس جزیرے سے نکلنا چاہتا ہوں۔"

"یقین کرو یہ میرے بس میں نہیں ہے۔"

"یہاں امونیا مل جائے گا؟ مجھے یہ میک اَپ صاف کرنا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں امونیا موجود ہے۔"

"کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دوسرے کمرے میں۔ آؤ میرے ساتھ چلو، میں تمہیں دے دوں۔" بینی نے کہا اور میں اس کے ساتھ اس کمرے سے نکل آیا۔ دفعتاً بینی نے راستے میں رکتے ہوئے کہا۔ "سنو! ایک کام کرو۔"

"کیا؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

"دوسرے کاموں سے پہلے تھوڑی سی مدد میری بھی کر دو۔ پہلے مجھے باندھ کر یہاں ڈال دو۔ میں بے ہوش ہونے کی اداکاری کروں گی۔ اس کے بعد باہر سے اس ملازم کو بھی پکڑ لاؤ۔ اسے میری ایک جھلک دکھا کر بے ہوش کر دو۔ اس طرح میں کسی عذاب کا شکار ہونے سے بچ جاؤں گی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" یہ کہہ کر میں نے ہمدردانہ نظروں سے بینی کی طرف دیکھا اور پھر اس کی خواہش پر عمل کیا۔ رسّی اس نے ہی فراہم کی تھی۔ میں نے اس کے کئی ٹکڑے کیے۔ دو ٹکڑوں سے ان دونوں کو باندھ دیا۔ جو بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ پھر بینی کو باندھ کر وہیں ڈال دیا۔ اس کے بعد سیاہ فام کا چاقو لے کر باہر نکل آیا۔

عمارت کا اکلوتا ملازم دروازے کے باہر موجود تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ صورتِ حال اس طرح بدل جائے گی۔ میں نے دروازہ کھولا تو اس نے مسکراتی نگاہوں سے پلٹ کر دیکھا لیکن میرے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

میں نے آگے بڑھ کر چاقو کی نوک اس کی گردن پر رکھ دی اور کرخت لہجے میں کہا۔ "اٹھو۔"

وہ جلدی سے اٹھ گیا اور گھگھیاتی ہوئی آواز میں بولا۔ "خیریت، خیریت مسٹر! مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟"

میں نے اس کا کالر پکڑ کر اسے اندر دھکیلا اور پھر اُسے لیے ہوئے اس کمرے میں آ گیا جہاں وہ تینوں موجود تھے۔ ملازم نے انھیں دیکھا تو اس کا سر چکرا گیا۔ "تینوں... تینوں...؟" اس کی آواز ڈوبتی چلی گئی۔

"چاروں۔" میں نے کہا۔ اور کھڑا ہاتھ اس کی گردن پر رسید کر دیا۔ پھر دوسری ضرب نے اس کے ہوش چھین لیے اور چند لمحات کے بعد وہ بھی ان کے پاس بندھا پڑا تھا۔ اس کے بعد میں نے لڑکی کو آزاد کیا اور اسے ساتھ لے کر اس دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں ایک الماری سے بینی نے ایک شاندار میک اَپ بکس نکالا۔ میری آنکھیں اُسے دیکھ کر چمک اٹھیں۔ میک اَپ بکس میں بہترین سامان موجود تھا جس سے شکلیں بدلنے میں بہت آسانی ہو سکتی تھی۔ میں نے مسکرا کر بینی سے کہا۔

"یہ بکس بے حد قیمتی ہے۔"

"تم اسے لے جا سکتے ہو مگر کیا کرو گے؟" اس نے کہا لیکن میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے امونیا کی اسپرے بوتل نکال لی۔ پھر دوسرے ہی لمحے امونیا کی پھواریں میرے چہرے کو بھگونے لگیں۔ بینی جو ذہنی طور پر بہت تھکی تھکی لگ رہی تھی مجھ سے اجازت لے کر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ پلاسٹک میک اَپ کے ٹکڑوں نے تھوڑی دیر کے بعد اپنی جگہ چھوڑ دی اور میرا اصل چہرہ نمایاں ہو گیا۔ بینی کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ پھر اس نے پوچھا۔

"یہ تمہاری اصل شکل ہے؟"

"کیوں، شبہ ہے تمہیں؟"

"نہیں مگر تم لبنانی تو نہیں معلوم ہوتے۔"

"ہاں، تمہارا خیال درست ہے۔"

"پھر کہاں سے تعلق ہے تمہارا؟"

"ہے میرا بھی ایک وطن۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "بہرحال، اس وقت یہ باتیں بے کار ہیں۔ میں نے تم سے مدد کی درخواست کی تھی۔"

"تم یقین کرو، میں ایک معمولی حیثیت کی لڑکی ہوں۔ چھوٹے موٹے کام لیے جاتے ہیں مجھ سے۔ ہینڈرک اس جزیرے کا شہنشاہ ہے۔ سارے جزیرے کی آبادی اس کی محکوم ہے۔ کوئی اس کی اجازت کے بغیر تمہاری مدد نہیں کرے گا۔"

"یہ ہینڈرک آخر ہے کیا چیز؟"

"قاتل، خونی، اسمگلر۔ ہر قسم کے جرائم کراتا ہے اور وہ اسرائیل کے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے اسلحہ سپلائی کرتا ہے۔ وہ سب سے بڑا سپلائر ہے اسلحے کا۔"

"اوہ!" میں نے تحیر آمیز انداز میں کہا۔

"ہاں۔ بیروت میں فلسطینیوں اور لبنانی مسلمانوں کے خلاف جو کارروائیاں ہوتی ہیں ان میں ہینڈرک کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے بلکہ یہ تمام سازشیں اسی جزیرے پر تیار ہوتی ہیں۔ جب کوئی ہنگامہ برپا ہوتا ہے تو نہ جانے کہاں کہاں سے لوگ میلی کاپٹروں اور لانچوں پر سوار ہو کر یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ ہینڈرک کی رہائش گاہ کے گرد مسلح افراد کا پہرہ لگ جاتا ہے۔ کسی کو وہاں پر مارنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ ہفتوں میٹنگیں جاری رہتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان میں اسرائیلی حکومت کے سربرآوردہ لوگ شامل ہوتے ہیں اور اس کے بعد پتا چلتا ہے کہ بیروت میں مسلمانوں اور عیسائیوں میں جنگ شروع ہو گئی ہے اور اس ساری کارروائی کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے۔ بہت سے جہاز اسلحہ لے کر آتے ہیں۔ یہ اسلحہ پہلے یہاں اتارا جاتا ہے اور پھر یہاں سے لانچوں کے ذریعے بیروت اسمگل ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ہینڈرک بڑی مستعدی سے کام کرتا ہے۔ میں ان تمام باتوں پر گہری نگاہ رکھتی رہی ہوں، میرا یہی عمل رہا ہے لیکن یہ سب کچھ میری ذات تک محدود ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہینڈرک کی قومیت کے بارے میں بھی صحیح اندازہ لگانا بے حد مشکل ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے؟ ممکن ہے وہ خود بھی یہودی ہو۔ اس کی فطرت میں شیطنت اور مکاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ یہاں ہر شخص کی جان ہمیشہ سولی پر ٹنگی رہتی ہے۔ غریب طبقے کے لوگوں کو اس نے خاص طور سے اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔ انہیں طرح طرح کی سہولتیں فراہم کرتا ہے، بڑا نیک اور پرہیزگار مشہور ہے مگر ہم لوگ جانتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟ اپنے احکامات کی خلاف ورزی کرنے والوں یا کسی غلطی کا شکار ہونے والوں کے لیے وہ براہ راست کوئی قدم نہیں اٹھاتا، انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا لیکن بس یوں ہوتا ہے کہ وہ اچانک کسی حادثے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کسی ایسے حادثے کا جو خود ان کے لیے بھی غیر متوقع ہوتا ہے اور طویل عرصے تک لوگ یہ اندازہ نہیں لگا پاتے کہ یہ کوئی حادثہ تھا یا ہینڈرک کی طرف سے دی جانے والی سزا۔ پھر بعد میں یہی پتا چلتا ہے کہ وہ ان کی حماقت کی سزا تھی۔ تو یہ ہے ہینڈرک، سمجھے تم؟ اور اب مجھے بتاؤ کہ میں اتنی معمولی سی لڑکی تمہیں یہاں سے کیسے نکال سکتی ہوں؟ میں تو بہت مجبور اور بے بس ہوں۔"

میں اپنے جسم میں شدید سنسنی محسوس کر رہا تھا۔ درحقیقت یہ انتہائی قیمتی معلومات تھیں جو مجھے بینی سے حاصل ہوئی تھیں۔ ہینڈرک کے بارے میں اس انداز سے تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا مگر بینی نے جو کچھ بتایا تھا وہ میرے لیے بہت اہمیت رکھتا تھا اور اب میرے اندر، میری سوچ میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ بے شک، فرانہ تنظیم کے لیے قابلِ توجہ تھی اور وہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن ہینڈرک کی شخصیت شاید خود ان کے علم میں بھی نہ ہوگی۔ میں نے فرانہ سے کہیں آگے کی شخصیت کو تلاش کر لیا تھا اور اگر میں براہِ راست اس کے خلاف کسی کارروائی کا آغاز کر دیتا تو یقینی طور پر وہ تنظیم کے مفاد میں ہی ہوتا۔ رہ گیا فرانہ کا مسئلہ تو اس سلسلے میں بھی میرے ذہن میں ایک عجیب سا تصور ابھرا تھا۔ جیسا کہ تنظیم کا خیال تھا کہ فرانہ پُراسرار کارروائیوں میں ملوث معلوم ہوتی ہے اور اس کا تعلق کچھ خاص لوگوں سے ہے جس کے بارے میں تنظیم کو کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا تو یہاں تو اس بات کی نفی ہو جاتی ہے۔ فرانہ اگر کسی بھی طرح صیہونی قوتوں کی آلۂ کار ہوتی تو کم از کم ہینڈرک سے اس کی دشمنی نہ ہوتی۔ یہ بات ذرا الجھانے والی تھی۔ بہرصورت جس جگہ میں موجود تھا وہ بہت مخدوش تھی اور یہاں رہ کر کچھ سوچنے سمجھنے کا معاملہ ٹیڑھا تھا۔

میں نے بینی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "تمہاری ان معلومات کا بہت بہت شکریہ، میں جانتا ہوں کہ تم مجبور ہو، مجھے تمہاری باتوں پر یقین آ گیا ہے بینی! بہرحال میں تمہارا شکرگزار ہوں۔ یہ جو کچھ ہوا اس میں تمہارا کوئی تصور نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ جزیرے سے نکلنا میرے لیے بہت مشکل ہوگا لیکن پھر بھی میں آخر وقت تک اپنی جدوجہد جاری رکھوں گا اور کوشش کروں گا کہ کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں۔ میرے جانے سے پہلے اتنا اور بتا دو کہ کہیں تم تو کوئی خطرہ محسوس نہیں کر رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، بس تم مجھے رسّی سے باندھ کر ڈال جاؤ۔ وہ لوگ یقیناً پہلے ٹیلی فون پر مجھ سے صورت حال معلوم کریں گے۔ میری طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوگا تو وہ یہاں پہنچ کر حالات کا جائزہ لیں گے۔ اس طرح میں بچ جاؤں گی۔ ویسے ایک پیش کش کروں تمہیں؟"

"ہاں ہاں بینی، ضرور۔"

"اگر کسی الجھن کا شکار ہو یا تمہیں کسی پناہ گاہ کی تلاش ہو تو یہاں آ جانا، میں تمہیں محفوظ رکھوں گی۔"

"کیا واقعی بینی؟ کیا تم مجھے پناہ دے سکتی ہو؟"

"ہاں، بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گی۔" اتنا کہہ کر اس نے منہ پھیر لیا۔

میں چند لمحوں تک کھڑا اُسے دیکھتا رہا، پھر میں آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ "میں نے تم سے مدد کی درخواست کی تھی بینی! اور مجھے مسرت ہے کہ تم نے میری مدد کی۔ یہ الگ بات ہے کہ تمہارا تعاون صرف الفاظ تک محدود رہا۔ آؤ میں تمہیں باندھ دوں تاکہ تم کسی الجھن کا شکار نہ ہونے پاؤ۔"

بینی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے میرے ساتھ اس کمرے میں آ گئی، جہاں وہ تینوں آدمی اب بھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ میں نے بینی کو رسّی سے باندھتے وقت مروّت سے کام نہیں لیا تھا تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے۔ اس کا اظہار میں نے بینی سے بھی کر دیا اور اس نے اپنی گردن کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں، یہی مناسب ہے ورنہ میں مصیبت میں پھنس جاؤں گی۔"

"اچھا بینی! خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔" وہ ڈبڈبائی سی آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔

میک اَپ بکس میں ساتھ لا سکتا تھا لیکن میرے لیے وہی مسئلہ تھا، جزیرے پر کوئی ایسی پناہ گاہ نہیں تھی جہاں میں قیام کر سکتا چنانچہ اسے کہاں ساتھ لیے لیے پھروں گا۔ یہ سوچ کر میں نے اسے وہیں چھوڑ دیا۔ پھر بھی ایک بات میرے لیے باعثِ تسکین تھی کہ بینی نے مجھے اپنے تعاون کا یقین دلایا تھا۔ اگر کبھی ایسی ضرورت پڑی تو یہاں قیام کرنا مناسب رہے گا۔ چنانچہ یہاں سے چلتے وقت میں نے اس مقام کو ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔

اس کے بعد پھر وہی آوارہ گردی شروع ہو گئی۔ ویسے میں نے مائیکل کے میک اَپ سے نجات حاصل کر لی تھی اور اب میں اپنے اصل روپ میں تھا۔ ہینڈرک کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ میرے لیے خزانے کی حیثیت رکھتی تھیں۔ اگر کوئی پُرسکون جگہ مل جاتی تو پھر بیٹھ کر یہ سوچا جائے کہ اب ہینڈرک کے خلاف کیا کارروائی کرنا چاہیے۔ میں یقینی طور پر اس جزیرے میں تنہا تھا۔ مجھے سڑک کی دونوں سمتوں میں پھیلی ہوئی چٹانیں یاد آئیں اور میں نے سوچا کہ اگر واپس جا کر ان چٹانوں کا رخ کروں

تو ممکن ہے کوئی ایسی پناہ گاہ مل جائے جہاں چھپ کر رہا جا سکے۔ اس خیال کے تحت میں تیزی سے اس طرف بڑھ گیا اور بالآخر اس سڑک پر پہنچ گیا جہاں سے گزر کر یہاں تک آیا تھا۔

سڑک کے اطراف میں دور تک خوبصورت درخت اور سرسبز کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ چٹانیں شاید اس جزیرے کا خاص حصہ تھیں اور انہیں ان کی جگہ سے ہٹانے کی کوئی خاص کوشش نہیں کی گئی تھی۔ میں ان چٹانوں کو دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر ایک چٹان کے پاس پہنچ کر رُک گیا۔

وہ چٹان ہی تھی لیکن پہاڑ نما۔ اچانک مجھے ایک خلا نظر آیا جو یقینی طور پر چٹان کے اندر غار کا راستہ تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر اس راستے میں سے غار کے اندر داخل ہو گیا۔ وقتی طور پر پوشیدہ رہنے کے لیے یہ بہترین جگہ تھی، بس کھانے پینے کا معاملہ تھا لیکن یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا۔ میں قریب ہی پھل دار درختوں اور سرسبز کھیتوں کو دیکھ چکا تھا۔ کھیتوں میں گاجریں، مولیاں، چقندر اور ایسی ہی دوسری سبزیاں بکثرت موجود تھیں جن سے کسی قدر پانی کی کمی بھی پوری ہو سکتی تھی اور پیٹ کی آگ بھی بجھائی جا سکتی تھی۔ اگر کچھ بھی نہ ملا تو ان سے کچھ دن کام چلایا جا سکتا ہے بشرطیکہ یہ غار ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہے۔

غار سے تھوڑے فاصلے پر لمبی لمبی گھاس تھی، اگر یہ گھاس غار کے دہانے پر بھی ہوتی تو پھر چھپنے کے لیے یہ بہترین جگہ تھی۔ مزید کوشش کر کے اس جگہ کو دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رکھا جا سکتا تھا۔ میں نے ایک اور ترکیب سوچی۔ یہ لمبی لمبی گھاس اگر کاٹ کر اس غار کے دہانے پر ڈھیر کر دی جائے تو ممکن ہے کسی کی توجہ اس پر نہ جائے۔ یہ خیال میرے ذہن میں جڑ پکڑ گیا اور میں نے اس لمبی لمبی گھاس کو اکھیڑنا شروع کر دیا۔ بہت سی گھاس اکھیڑنے کے بعد میں نے اس ڈھیر کو چٹان کے دہانے پر جما دیا اور خود اندر داخل ہو گیا۔

اس قسم کا راستہ میں نے بنا لیا تھا کہ مجھے باہر نکلنے میں کوئی دقت نہ ہو اور اگر کوئی اتفاقیہ طور پر ادھر سے گزرے تو اسے یہ شبہ نہ ہو کہ اس چٹانی غار میں کوئی پوشیدہ ہے۔

غار اندر سے صاف ستھرا تھا، اگرچہ بہت کشادہ نہ تھا لیکن پھر بھی میں کسی نہ کسی طرح اس میں لیٹ بھی سکتا تھا اور آسانی سے اٹھ کر بیٹھ بھی سکتا تھا۔ مجھ پر تھکن طاری تھی۔ یہ تھکن دراصل ذہنی تھی۔ خیالات کا طوفان ذہن میں امڈ رہا تھا اور میں نہ جانے کیا کچھ سوچتا رہا۔ سوچتے سوچتے مجھے گہری نیند آ گئی تھی اور پھر اس وقت آنکھ کھلی جب رات ہو چکی تھی۔

میں نے ایک انگڑائی لی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اب بھوک لگ رہی تھی اور ایک عجیب سا اضمحلال طاری تھا۔ میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور پھر چٹانی غار سے باہر نکل آیا۔

سبزیوں پر گزارا کیا جا سکتا تھا لیکن رات کے اس وقت ان کا حصول بھی خاصا مشکل کام تھا چنانچہ میں نے سوچا کہ بستی کی طرف جا کر قسمت آزمائی کی جائے خواہ اس کے لیے مجھے چوری ہی کیوں نہ کرنا پڑے یا پھر کسی گھر میں داخل ہو کر کھانے پینے کی چیزیں تلاش کی جائیں۔ اب تو یہی زندگی رہ گئی تھی۔ جزیرہ چونکہ بہت زیادہ بڑا نہیں تھا۔ آبادی کم تھی اور ادھر اُدھر پھیلی ہوئی تھی، اس لیے یہاں سے کسی مکان تک پہنچنے میں پندرہ بیس منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگتا چنانچہ ترکاریوں کے کھیت سے ہوتا ہوا میں سڑک کی طرف چل پڑا۔ پھر سڑک عبور کر کے میں اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں کچھ مکانات نظر آ رہے تھے جو بظاہر آسودہ حال لوگوں کی ملکیت محسوس ہوتے تھے۔

غریبوں کی بستی یہاں سے فاصلے پر تھی۔ ان مکانات کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے میں ذرا محتاط بھی تھا۔ ویسے یہاں کے لوگ عام حالات میں نہایت پُرسکون زندگی گزارتے تھے، یقینی طور پر یہاں چوریاں نہیں ہوتی ہوں گی کیونکہ چور مال لے کر کہیں دور نہیں جا سکتا تھا اور اگر کوئی ایسی واردات ہو جاتی تو چور کا پکڑا جانا نہایت آسان ہوتا۔ دوسرے جرائم بھی یہاں نہ ہوتے ہوں گے کیونکہ ہینڈرک ایک محتاط اور باخبر آدمی تھا اور کسی بھی عنوان یہاں جرائم کی پرورش نہیں ہو سکتی تھی۔

بہرصورت میں اس مکان تک پہنچ گیا جو سب سے پہلے میرے سامنے آیا تھا۔ مکان کے احاطے میں ہلکی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ روشنی اس بلب کی تھی جو مکان کے صدر دروازے پر لگا ہوا تھا۔ اندرونی حالات کا کوئی صحیح [illegible] نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مکان کا احاطہ اتنا بلند نہیں تھا کہ اسے عبور کرنے میں کوئی دقت پیش آتی۔ میں چار دیواری عبور کر کے اندر پہنچ گیا اور پھر مکان کے چاروں طرف چکر لگانے لگا۔ اندر داخل ہونے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش تھی اور یہ مناسب جگہ ایک پائپ تھا جو مجھے اس کھلی ہوئی کھڑکی تک لے جا سکتا تھا جو تقریباً بارہ فٹ کی بلندی پر نظر آ رہی تھی۔

معمولی سی جدوجہد کے بعد پائپ پر چڑھ کر میں کھڑکی کے راستے اندر داخل ہو گیا۔ یہ باتھ روم تھا۔ خوبصورت ٹائلوں سے مزیّن، ایک جانب باتھ ٹب موجود تھا۔ اسے کسی جدید مکان کا خوبصورت باتھ روم کہا جا سکتا تھا۔ فی الحال مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں نے باتھ روم کے دروازے کو آزمایا، اندر سے کھل جانے والا دروازہ تھا۔ میں اسے کھول کر دوسری طرف داخل ہو گیا۔

یہ شاید کوئی کمرہ تھا لیکن یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہاں کوئی موجود ہے یا نہیں۔ بہرحال ہمت تو کرنا ہی تھی۔ میں نے باتھ روم کے دروازے کو بند کیا اور کمرے کی دیواریں ٹٹولنے لگا۔

مجھے دیواروں پر کوئی سوئچ بورڈ تو نہ مل سکا لیکن چند لمحات کے بعد آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کی عادی ہو گئیں۔ میں نے غور کیا تو مجھے ایک جانب مسہری پڑی ہوئی نظر آئی۔ فرش پر قالین بچھا ہوا تھا اس لیے کوئی میرے قدموں کی چاپ بھی نہیں سن سکتا تھا۔ مجھے مسہری پر کوئی نظر نہیں آیا۔ اس کا مطلب تھا کہ کمرہ خالی ہے۔ پھر میں نے کسی نہ کسی طرح دروازہ بھی تلاش کر لیا اور میری خوش قسمتی کہ دروازہ باہر سے بند نہیں تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دروازے سے گزر کر میں ایک چوڑی راہداری میں آگیا اور پھر ایک سمت کا تعین کر کے چل پڑا۔ راہداری ایک اور کمرے پر جا کر ختم ہوتی تھی جس کے دروازے کے نیچے سے مدھم روشنی جھانک رہی تھی۔ یہ بیڈ روم تھا جس میں یقیناً مکان کے مکین موجود ہوں گے چنانچہ میں وہاں سے پلٹا اور راہداری کے دوسرے حصے کی جانب چل پڑا۔ یہ دوسرا حصہ مجھے ایک ہال میں لے گیا اور اس ہال سے گزر کر بالآخر میں اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ ہی گیا۔ یعنی کچن میں۔

میں نے کچن کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگیا۔ روشنی کرنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا مگر روشنی کیے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔ میں نے اس کچن میں سوئچ تلاش کر لیا اور کچن روشن ہوگیا۔

خوبصورت کشادہ کچن تھا جس میں ایک جانب بڑا سا ڈیپ فریزر رکھا ہوا تھا۔ ایک چھوٹا سا فریج بھی تھا۔ ایک طرف اوون لگا ہوا تھا۔ میں نے فریج کھولا۔ پھل وغیرہ سامنے ہی نظر آرہے تھے۔ مکھن اور پنیر کے پیکٹ اور فریج کے اوپر رکھی ہوئی ڈبل روٹی۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا اور ڈبل روٹی اور پنیر نکال کر وہیں بیٹھ گیا۔

یہ چیزیں مجھے بڑی نعمت محسوس ہو رہی تھیں ــــــ میں نے کھانا شروع کر دیا۔ کوئی دو یا تین منٹ گزرے ہوں گے کہ دفعتاً مجھے کچن کے دروازے پر ہلکی سی آہٹ محسوس ہوئی اور میں اچھل کر کھڑا ہوگیا۔

کچن کا دروازہ کھلا اور شب خوابی کے لباس میں ملبوس ایک تندرست قد و قامت کی عورت مجھے نظر آئی، کیونکہ وہ باہر تاریکی میں تھی اس لیے میں اس کا ہیولا ہی دیکھ سکا۔

عورت کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ مجھے دیکھ رہی ہے۔ میں نے دوبارہ سلائس کھانا شروع کر دیا۔ عورت کچھ دیر تک خاموش رہی پھر اچانک اس کی آواز ابھری۔

"پلیز، باہر آجاؤ۔"

یہ آواز نہ جانے کیوں مجھے جانی پہچانی محسوس ہوئی تھی۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ چند قدم اور آگے بڑھ آئی اور دوسرے ہی لمحے میرا دماغ جھنجھنا کر رہ گیا۔ اتنا شدید جھٹکا لگا تھا ذہن کو کہ پورا جسم ایک لمحے کے لیے مفلوج سا ہو کر رہ گیا۔

یہ ڈینی مارش اسمتھ تھی۔ ڈینی مارش اسمتھ کی یہاں موجودگی کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا چنانچہ میری جو حالت ہوئی وہ ایک فطری ردِ عمل تھا۔ پھر بھی میں نے خود پر قابو پانے میں زیادہ وقت صرف نہیں کیا اور متوازن لہجے میں بولا۔

"تم... تم ڈینی ہو نا؟"

"ہاں، باہر آجاؤ۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم دیکھ رہی ہو، اس وقت ایک ضروری کام میں مصروف ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"پلیز مسٹر شہباز! باہر آجاؤ۔ تمہیں اس حال میں دیکھ کر مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی ہے۔" ڈینی نے کہا۔

"خوب، مس ڈینی مارش اسمتھ! آپ تو بڑے خوبصورت بول لیتی ہیں لیکن میں ابھی بھوکا ہوں۔"

"میں تمہارے لیے بہترین کھانے کا بندوبست کرتی ہوں۔"

"سوری ڈینی! یہ نہیں ہو سکتا۔"

"مسٹر شہباز! براہِ کرم مجھ پر بھروسہ کرو۔" ڈینی نے عاجزی سے کہا اور میں اپنے دونوں شانوں کو جنبش دیتے ہوئے بولا۔

"اگر تم اجازت دو تو میں یہیں کچن میں ایک کونے میں بیٹھ جاؤں اگر تم مجھ سے ہمدردی رکھتی ہو اور میری خاطر مدارات کرنا چاہتی ہو تو اس وقت ایک کپ چائے یا کافی اور دے دو، میرا کام بن جائے گا۔"

"اچھا ٹھیک ہے، تم اس اسٹول پر بیٹھ جاؤ۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ کر ڈبل روٹی اور پنیر وغیرہ میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اس کے چہرے پر تاسف کے آثار نظر آرہے تھے۔ میں اسٹول پر جا کر بیٹھ گیا اور ڈینی نے آستینیں چڑھا کر جلدی جلدی چولہا جلایا اور فریج کھول کر چند چیزیں نکالیں۔ ایک کیتلی میں چائے کے لیے پانی رکھ کر اُسے چولھے پر چڑھا دیا اور گھوم کر میری جانب دیکھنے لگی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں نیند کی سُرخی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اُس نے مجھ سے پوچھا۔

"تم یہاں کیسے پہنچ گئے ہو؟"

"یہاں سے تمہاری کیا مُراد ہے ڈینی! اس جزیرے میں یا تمہارے اس گھر میں؟"

"میں اس گھر کی بات کر رہی ہوں۔"

"جزیرے پر تمہیں میری موجودگی کا علم تھا؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔

"پھر تو شاید تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ میں یہاں جزیرے میں کسی کے زیرِ عتاب کیوں ہوں؟"

"نہیں، اس بارے میں مجھے کچھ علم نہیں۔"

"سچ کہہ رہی ہو ڈینی؟"

"ہاں شہباز! میں سچ کہہ رہی ہوں۔ بس مجھے یہ معلوم تھا کہ تم اس جزیرے پر موجود ہو۔"

"لیکن تمہاری یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے ڈینی؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"بتا دوں گی شہباز! اتنی جلدی کیا ہے؟" اس نے اداس سے لہجے میں کہا۔

"یہاں تمہارے علاوہ اس مکان میں اور کوئی تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ البتہ عمارت کے بیرونی گیٹ پر ایک چوکیدار موجود ہے جو یقیناً سو رہا ہوگا۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یقین کرو کوئی نہیں ہے۔ میں یہاں تنہا ہوں۔"

"گویا میں یہاں سکون سے بیٹھ سکتا ہوں۔"

"ہاں، اگر تم دوسروں کی نگاہوں سے بچتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہو تو پھر تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"تاریک رات میں اس وقت میرا خیال ہے کسی نے مجھے یہاں آتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا۔"

"خام خیالی ہے، تمہاری ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھی جا رہی ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہے؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ پہلے کچھ کھا پی لو، اس کے بعد تفصیل سے گفتگو کریں گے۔ میں تم سے ملنے کی بے حد خواہش مند تھی۔ بارہا میں نے یہ آرزو کی تھی کہ کاش کسی طرح تم چھپتے چھپاتے ہی یہاں آنکلو اور بعض اوقات انسان کی آرزو کس طرح پوری ہو جاتی ہے۔"

"ڈینی! میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ تمہیں دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے ہیں۔ مجھے تمہاری یہاں موجودگی کی قطعی توقع نہیں تھی۔"

"یقیناً ایسی ہی بات ہوگی۔" اس نے کہا اور پھر ڈیپ فریزر کھول کر اس میں سے بیف اور چند دوسری چیزیں نکالنے لگی۔

"میں کافی حد تک پنیر اور ڈبل روٹی کھا چکا ہوں اس لیے زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑی سی گنجائش ہے اس کے لیے چند معمولی چیزیں تیار کر لو ـــ میں واقعی تمہاری اس مہمان نوازی کے لیے شکر گزار ہوں۔ گزشتہ واقعات جس طرح بھی گزرے ہوں لیکن میں اس خاطر کے لیے تمہیں فراموش نہیں کر سکوں گا۔" میں نے کہا مگر ڈینی نے کوئی جواب نہیں دیا اور کیتلی کی جانب متوجہ ہوگئی۔ میری حیرت اب بھی اپنے عروج پر تھی۔ دماغ کے کسی خانے میں یہ بات کسی طرح فٹ نہیں ہو رہی تھی کہ ڈینی کی یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے؟ آج تک مجھے ڈینی کے لیے ہی پریشان کیا جاتا رہا تھا پھر ڈینی یہاں کس طرح پہنچی؟ جب کہ جزیرے کے حالات مجھے معلوم تھے۔ اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا اور میری تمام تر ذہانت اس سوال کے آگے ختم ہوگئی تھی۔ چنانچہ میں نے خاموشی ہی اختیار کی۔ اس دوران ڈینی نے کافی تیار کر لی تھی اور کچھ سینڈوچز وغیرہ بھی بنا لیے تھے۔ اس کے بعد ٹماٹو کیچپ کی ایک بوتل لے کر وہ ٹرے میں سجائے ہوئے میرے پاس پہنچ گئی۔

"پلیز۔" اس نے ٹرے میرے سامنے رکھ دی اور دو پیالیوں میں کافی نکالنے لگی۔

میں نے بے تکلفی سے تمام چیزیں کھائیں۔ کافی کے دو کپ پیے اور پھر ڈینی کے ساتھ کچن سے باہر نکل آیا۔

"میں تمہارا شکریہ ادا کر کے واپس بھی جا سکتا ہوں ڈینی! اگر تم کسی قسم کی الجھن محسوس کر رہی ہو۔"

اس نے اداس نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر کچن کی لائٹ بند کر دی۔

"میرے ساتھ آؤ شہباز! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تم سے تھوڑی دیر باتیں کروں گی۔" وہ بولی اور مجھے لیے ہوئے اسی کمرے میں پہنچ گئی جو راہداری کے آخری سرے پر تھا۔

کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا، غالباً ڈینی نے کچن میں داخل ہوتے وقت میرے قدموں کی چاپ سُن لی تھی اور باہر نکل آئی تھی۔ خوبصورت کمرے میں پہنچ کر میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ ڈینی مجھ سے چند گز کے فاصلے پر اپنی مسہری پر دونوں پاؤں لٹکا کے بیٹھ گئی تھی۔

"تمہارے دماغ میں میرے لیے کیا خیالات ہیں شہباز؟"

"بہت عجیب اور بہت ہی پریشان کُن۔"

"پریشان کُن کیوں؟"

"تمہارا نام میرے لیے ایک عذاب کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔"

"تفصیل بتاؤ گے کچھ؟"

"ہاں، تفصیل یہی ہے کہ مجھے اغوا کر کے اس جزیرے پر لایا گیا ہے۔ صرف یہ معلوم کرنے کے لیے کہ ڈینی مارش کہاں ہے؟"

"اوہ! تو یہ چکر چلایا ہے ان لوگوں نے؟"

"ہاں۔ اور اس سلسلے میں اچھی خاصی ہنگامہ آرائیاں ہو چکی ہیں لیکن ڈینی مارش! کیا تم مجھے اپنے بارے میں مزید کچھ بتانا پسند کرو گی؟"

"میں کسی مصیبت کا شکار نہ ہو جاؤں شہباز! بس یہی سوچتی ہوں۔"

"مصیبت کا شکار کیوں ہو جاؤ گی؟"

"ظاہر ہے کہ میں بھی ہینڈرک کے غلاموں میں سے ہوں۔"

"کیا؟" میں اچھل پڑا۔

"ہاں، تم کیا سمجھتے ہو۔ ہینڈرک بے حد چالاک ہے اور مارگسیا اس کی دستِ راست ہے۔" ڈینی مارش نے انکشاف کیا اور یہ انکشاف بھی میرے لیے سیکڑوں بموں کے دھماکوں سے کم نہیں تھا۔

میرا ذہن گھوم کر رہ گیا تھا چند لمحوں تک میں خاموشی سے ڈینی کی صورت دیکھتا رہا۔ پھر تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔ "ڈینی! کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"تم غور کرو تو تمہیں خود اندازہ ہو جائے گا شہباز! مارگسیا ہینڈرک کی خاص آلۂ کار ہے۔ بیروت میں رہ کر وہی ہینڈرک کے مفادات کے لیے کام کرتی ہے۔"

"ہینڈرک کا کام کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بس مختلف انداز کے جرائم۔ میں تو اس کے تیسرے درجے کے ماتحتوں میں سے ہوں۔"

"مارگسیا نے یہ جال کسی خاص مقصد کے تحت پھیلایا ہے؟"

"یقین کرو مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔"

"تم جزیرے پر کب آئیں؟"

"تین دن قبل، کچھ کام تھا مجھے۔ میں جب بھی یہاں آتی ہوں اسی جگہ قیام کرتی ہوں لیکن تم میرے ذہن میں تھے۔ مجھے یہ بات اپنے خاص لوگوں سے معلوم ہو چکی تھی کہ تمہیں یہاں لایا گیا ہے اور تم پریشان کُن حالات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے گزر رہے ہو۔ میرے دل میں شدید خواہش تھی کہ کاش ایک بار تم میرے پاس آؤ اور میں تم سے کچھ باتیں کروں واقعی شہباز! نہ جانے کیوں تمہاری شخصیت نے مجھے اس قدر متاثر کر دیا ہے۔"

"تعجب کی بات ہے ڈینی مارش! واقعی تعجب کی بات ہے! اس کا مطلب ہے کہ مارگسیا کوئی بہت بڑا کھیل کھیل رہی ہے۔"

"ہاں، مارگسیا ہینڈرک کے گروہ میں دو نمبر کی عورت ہے۔ وہ ہینڈرک کے خاص مشیروں میں سے ہے اور ہینڈرک اس پر بہت زیادہ اعتماد کرتا ہے حالانکہ بظاہر یہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن تھے اور صرف اس لیے کہ لوگ انہیں ایک نہ سمجھیں اور انہیں اپنی کمزوریاں معلوم ہوتی رہیں۔"

"تعجب کی بات ہے۔ واقعی میرے لیے یہ عجیب و غریب انکشاف ہے۔"

"مگر شہباز! تم آخر کون ہو اور وہ تم سے کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ بات تو میں بھی ابھی تک نہیں سمجھ سکا ہوں ڈینی مارش۔ یس تمہارے اس انکشاف نے مجھے بہت کچھ سمجھا دیا ہے ——— یقین کرو، میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں، ویسے ایک بات مجھے اور بتا سکو گی؟"

"پوچھو پوچھو... لیکن براہِ کرم میرے بارے میں کسی سے کچھ کہنا نہیں۔"

"نہیں ڈینی! تم تو اچانک میرے سب سے بڑے ہمدردوں میں شامل ہو گئی ہو، میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو گفتگو میرے اور تمہارے درمیان ہوئی ہے یہیں اور اسی جگہ ختم ہو جائے گی اور میں کبھی کسی سے اس بات کا اظہار نہیں کروں گا کہ میری تم سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"بہت بہت شکریہ! پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟" ڈینی نے کہا۔

"مارگسیا کہاں ہے؟"

"یہیں، اسی جزیرے پر۔ میری اس سے ملاقات ہو چکی ہے۔"

"اوہ!" میں گہری سانس لے کر صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ ان چند گھنٹوں میں مجھ پر جو انکشافات ہوئے تھے وہ واقعی میرے لیے بہت حیران کن تھے۔ پھر بھی ذہن کسی حد تک حالات کا اندازہ لگانے میں کامیاب ہوتا جا رہا تھا۔ کہیں وہ لوگ میری طرف سے مشکوک تو نہیں ہو گئے؟ کہیں اس کھیل کے پیچھے کوئی ایسا جذبہ تو کارفرما نہیں ہے جو نسلی تعصب رکھتا ہو؟ ممکن ہے انہیں اس بات کی بھنک مل گئی ہو کہ میرا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے ہے اور میں تنظیم کے لیے کام کر رہا ہوں۔ اگر ایسا ہو گیا تو بڑی خطرناک بات ہوگی۔ ہینڈرک کے بارے میں تو مجھے معلومات حاصل ہو ہی چکی تھیں، ہینڈرک جیسے لوگ مجھ جیسے شخص کو برداشت نہیں کر سکتے تھے لیکن یہ چوہے بلی کا کھیل کیا حیثیت رکھتا ہے، یہ بات بھی سامنے لائی جانی چاہیے تھی اور اب میرے پاس ان معلومات کا بڑا ذخیرہ موجود تھا جن کے لیے تنظیم نے مجھے وقف کیا تھا۔ یہ راز فاش ہو گیا تھا کہ فرانہ یا مارگسیا کون ہے۔ فرانہ، دراصل فرانہ نہیں تھی بلکہ مارگسیا تھی۔ یہودیوں کی ایک آلۂ کار۔ وہ صیہونی تنظیم کے لیے کام کر رہی تھی اور ہینڈرک اس کا چیف تھا۔ یہ پورا گروہ فلسطینیوں کے خلاف سازشوں میں مصروف تھا اور اب یہ معلومات میں تنظیم کو بہ آسانی فراہم کر سکتا تھا۔ یعنی مارگسیا یا فرانہ کے بارے میں جو کچھ معلومات تنظیم حاصل کرنا چاہتی تھی میں ان تک پہنچ گیا تھا اور اب مارگسیا میرے لیے راز نہیں رہی تھی مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اس جزیرے سے نکلنے کے کیا انتظامات کیے جائیں۔ اس کے لیے اب کوئی بہتر اور مؤثر ترکیب سوچنا تھی۔

ڈینی خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ "کس الجھن میں گرفتار ہو شہباز؟"

"تم خود اندازہ لگا سکتی ہو ڈینی! میرے بارے میں کہ میں کیسے عجیب و غریب حالات کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟"

"کیا بتاؤں ڈینی؟"

"جو کچھ تم ہو بس مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"میں تو بس ایک آوارہ گرد ہوں، یہ تسلیم کرتا ہوں کہ زندگی میں کوئی خاص کام نہیں کر سکا، اب تک کی زندگی بس یوں ہی گزری ہے۔ وقت گزارنے کے لیے اور مالی مشکلات سے بچنے کے لیے چھوٹے موٹے جرائم کر کے گزارا کرتا رہا ہوں لیکن زندگی میں کبھی ایسے حالات سے بھی سابقہ پڑے گا اس کا امکان تک نہ تھا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ مارگسیا میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی، اس نے خود مجھے اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔ میں بھی ان عام لوگوں کی طرح اس کی طرف بڑھ گیا تھا جو دولت کے لالچ میں اس قسم کی چکروں کے متلاشی ہوتے ہیں۔ مارگسیا نے مجھے اپنے ساتھ رکھا اور پھر یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ مجھ سے کچھ خصوصی توقعات رکھتی ہے۔ تھوڑے بہت حالات تمہارے علم میں بھی ہیں ڈینی! اس کے بعد مجھے اغوا کر کے یہاں لے آیا گیا اور اب میرے ساتھ چوہے بلی کا یہ کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ وہ لوگ مجھ سے یہی سوال کر رہے تھے کہ ڈینی مارش کہاں ہے؟ ظاہر ہے مجھے تمہارے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ مارگسیا نے تمہیں کہاں پہنچایا ہے؟"

"اوہ، اب تو تم یہ سب کچھ جان چکے ہو کہ مارگسیا نے ایک گہری سازش کی تھی لیکن تمہارے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے، اس کا میں بھی صحیح تجزیہ نہیں کر سکتی۔ میں نہیں جانتی کہ وہ لوگ تم سے کیا چاہتے ہیں؟ تمہاری کوئی اور حیثیت تو نہیں ہے شہباز؟"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا اور ڈینی نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"دیکھو شہباز! میں نے تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا اس لیے مجھے امید ہے کہ تم بھی میرے بارے میں غلط نہیں سوچو گے۔ یہ جو ساری باتیں کر رہی ہوں میں تم سے، وہ بس تمہاری ہمدردی میں کر رہی ہوں۔ میں بذاتِ خود کوئی بری عورت نہیں ہوں، حالات کا شکار ہو کر ان جرائم پیشہ لوگوں کے چنگل میں پھنس گئی اور پھر اتنی دور نکل آئی کہ واپسی مشکل ہو گئی۔ چنانچہ میں نے یہ زندگی اپنا لی لیکن کبھی کبھی میرے دل میں انسانی ہمدردی بھی پیدا ہوتی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ لوگوں کے لیے کچھ کروں۔ میرا خیال ہے کہ اسی جذبے نے مجھے تمہاری جانب مائل کر دیا۔ تم یقین کرو اس سے قبل میں نے تمہارے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ بس مجھے کسی آہٹ کا احساس ہوا تھا اور پھر کچن میں روشنی دیکھ کر میں اس طرف آ گئی تھی۔ میں نے تمہیں پہلے بھی دیکھا تھا اور اب اس حال میں دیکھ کر بہت دکھ ہوا اور یہ دکھ انسانی ہمدردی کا ردِ عمل تھا۔ انسانی ہمدردی کے ناتے میں تم سے متاثر ہوئی اور اسی جذبے نے مجھے تمہارے سامنے زبان کھولنے پر مجبور کر دیا لیکن مجھے میرے اس جرم کی سزا نہیں ملنا چاہیے۔"

"میں وعدہ کر چکا ہوں ڈینی! کہ ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا۔"

"شکریہ۔ کیا تمہارا تعلق فلسطینیوں سے تو نہیں ہے؟"

"یہ خیال تمہارے ذہن میں کیوں آیا ڈینی؟" میں نے پوچھا۔

"بس یوں ہی۔ میں یہ سوچ رہی تھی کہ کہیں وہ اس لیے تو تمہاری جانب متوجہ نہیں ہیں کہ تمہیں فلسطینی سمجھتے ہیں۔"

"اگر ان کے دل میں یہ خیال ہے بھی تو یہ ان کی حماقت ہے کیونکہ میں ایک آزاد انسان ہوں کسی بھی تنظیم سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا ہے اور نہ شاید کبھی رہے گا۔ اس لیے کہ میری لاابالی فطرت مجھے کہیں بھی چین سے بیٹھنے نہیں دیتی۔" میں نے مصلحت سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"یہ بات میں نے صرف اس لیے سوچی تھی شہباز! کہ آخر وہ لوگ تم سے کیا چاہتے ہیں؟ خیر کبھی نہ کبھی اس کا پتا بھی چل ہی جائے گا۔" ڈینی پُرخیال انداز میں بولی۔

"ڈینی! یہاں سے نکلنے کی کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی؟"

"بہت مشکل ہے ڈیئر! بہت ہی مشکل ہے۔ البتہ میں تمہیں ایک مشورہ دے سکتی ہوں۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کسی نہ کسی طرح ہینڈرک تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ اسے اپنے بارے میں بتاؤ اور اس سے کہو کہ وہ تم سے جو کچھ چاہتا ہے تم اس کے لیے تیار ہو۔ اس کا اعتماد حاصل کرو شہباز! مکمل اعتماد، خواہ اس کے لیے تمہیں سخت جدوجہد ہی کیوں نہ کرنی پڑے اور پھر اس اعتماد کو حاصل کرنے کے بعد تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میرا خیال ہے کہ تم باہر کی دنیا میں مؤثر طریقے سے اپنے مقصد کی تکمیل کر سکو گے۔ یعنی تم اگر نہ چاہو تو اسکے مذموم مقاصد کے لیے کوئی کام نہ کرو، تمہیں اس کے لیے کون مجبور کر سکتا ہے۔ بس اتنا کرنا ہو گا تمہیں کہ ہینڈرک کی نگاہوں سے روپوش ہو جاؤ بلکہ بیروت کیا لبنان ہی چھوڑ دو۔ تم سیاح قسم کے انسان ہو، دنیا کے کسی بھی ملک میں تمہاری گنجائش نکل سکتی ہے۔ اس جھگڑے سے بچنے کے لیے اس کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ میرے ذہن میں نہیں ہے۔" ڈینی نے کہا اور میں بغور اس کی طرف دیکھتا رہا۔

پھر میں نے ڈینی سے پوچھا۔ "مجھے ایک بات بتاؤ، ہینڈرک تک پہنچنے کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"سیدھی سی بات ہے، اس کی رہائش گاہ پر پہنچ جاؤ۔ وہیں کسی نہ کسی طرح اس سے ملاقات ہو جائے گی۔"

"مشورہ نہایت مناسب ہے ڈینی! میں اس کے لیے بھی تمہارا مشکور ہوں۔ تم نے بلاشبہ اس وقت میری بہت مدد کی ہے۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ تمہارے اس تعاون کو کبھی نہ بھول سکوں گا۔ اگر زندگی کے کسی موڑ پر دوبارہ تم سے ملاقات ہوئی اور مجھے تمہاری ان نوازشات کا بدلہ چکانے کا موقع ملا تو میں کسی قسم کی پہلوتہی نہیں کروں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔"

"شکریہ شہباز! بہت بہت شکریہ۔" ڈینی نے کہا۔

"مجھے اب اجازت دو ڈینی!" میں صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اس وقت کہاں جاؤ گے؟" ڈینی نے سوال کیا۔

"بس اب تمہارے مشوروں کی روشنی میں آگے قدم بڑھاؤں گا اور اس کے لیے مجھے چھپنے کی ضرورت نہیں ہے، حالانکہ اس سے قبل میں چھپتا پھرا ہوں لیکن اب اس سے کیا فائدہ؟"

"ہاں، میں نے جو کچھ کہا ہے، یقین کرو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔" ڈینی نے کہا۔

"بس تو کہیں بھی چلا جاؤں گا۔ کوئی مشکل نہیں ہوگی۔"

"اگر مناسب سمجھو تو رات یہیں گزار لو، صبح اسی راستے سے نکل جانا جس راستے سے یہاں پہنچے تھے۔"

"نہیں ڈینی! میرا ضمیر مجھے اس کی اجازت نہیں دے گا۔"

"کیوں؟" اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"اگر کسی نے مجھے یہاں سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تو تمہارے حق میں برا ہو گا۔ کم از کم میرے اندر اتنی انسانیت اور شرافت موجود ہے کہ میں اپنے محسن کو کوئی تکلیف نہ دوں۔ یقینی طور پر تمہاری یہ پیشکش میرے لیے آرام دہ ہے۔ میں یہاں آرام سے سو سکتا ہوں لیکن سونے کے بعد میں نہیں کہہ سکتا کہ کب آنکھ کھلے۔ روشنی ہو جائے گی اور روشنی کے بعد میں کسی بھی راستے سے نکلا تو دیکھ لیے جانے کے زیادہ امکانات ہوں گے۔"

"یہ بات تو ہے شہباز! میں الجھن میں پھنس جاؤں گی اور وہ لوگ یہ سوچیں گے کہ ممکن ہے میں نے تمہیں حقیقتِ حال سے آگاہ کر دیا ہو۔"

"یقیناً ڈینی! اور میں کبھی یہ بات پسند نہیں کروں گا۔" میں نے کہا۔

"اچھا پھر خدا حافظ۔ کاش! میں اس سے زیادہ تمہاری کچھ مدد کر سکتی۔" ڈینی کا لہجہ اداس ہو گیا۔

"اچھا ڈینی! اجازت۔" یہ کہہ کر میں مڑا۔

ڈینی مجھے اس کمرے تک چھوڑنے آئی جس کے باتھ روم سے میں اندر آیا تھا اور پھر وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

کمرے میں روشنی کردی تھی۔

باتھ روم کی کھڑکی سے گزر کر میں پائپ کے ذریعے نیچے اترا اور پھر رات کی تاریکی میں ایک طرف چل پڑا۔ ڈینی کے مشورے پر ہی عمل کرنا زیادہ مناسب تھا۔ حالات اب اس حد تک میرے علم میں آچکے تھے کہ مجھے مزید کوئی جدوجہد کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ کسی نہ کسی طرح [illegible] اس مکان سے کافی دور اس گھنی آبادی کی جانب نکل آیا جہاں بر[illegible] لوگ رہتے تھے۔

اور پھر ایک مکان کے برآمدے میں مجھے لیٹنے کی جگہ مل گئی۔ میں اطمینان سے برآمدے میں لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ خیالات کی یلغار اب بھی میرے ذہن پر تھی لیکن اب میں اتنا غیر مطمئن نہیں تھا۔ اب صرف ایک ہی مسئلہ باقی رہ گیا تھا اپنا بچاؤ اور یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش۔ رات کے نہ جانے کون سے حصے میں مجھے نیند آگئی اور پھر صبح کو اسی وقت میری آنکھ کھلی جب کچھ لوگوں نے جھنجوڑ کر مجھے جگایا۔

چار پانچ افراد تھے اور کینہ توز نگاہوں سے مجھے گھور رہے تھے۔ میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"کون ہو تم؟" ان میں سے ایک نے سوال کیا۔

"انسان۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا؟" میں نے جواباً کہا۔

"یہاں کیوں سو رہے تھے؟"

"بس، مجھے یہ جگہ پسند آگئی۔" میں مسکرا کر بولا۔

"ہوں، اٹھو۔" ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا اور میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ میں کسی قسم کی جدوجہد کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ میں تو خود چاہتا تھا کہ مجھے کسی طریقے سے ہینڈرک تک پہنچنے کا موقع مل جائے، چنانچہ میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"جی اب فرمائیے؟" میں نے طنزیہ انداز میں اس شخص سے کہا۔

"چلو، آگے بڑھو۔" وہ بولا۔ اور میں بڑے صبر و سکون کے ساتھ ان کے ساتھ چل پڑا۔

"کہاں چلنا ہے قبلہ؟" کچھ دور چلنے کے بعد میں نے سوال کیا۔

"تمہیں اس سے غرض نہیں ہونا چاہیے۔"

"درست فرمایا آپ نے۔ ویسے کیا میں آپ کو شکل سے ٹٹو معلوم ہوتا ہوں؟"

"ہماری خواہش ہے کہ تم ہمارے ساتھ تعاون کرو۔ ہم بھی تمہیں عزت سے وہاں لے جانا چاہتے ہیں جہاں کے بارے میں ہمیں ہدایات ملی ہیں۔ وہاں چل کر تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"مجھے منظور ہے اور اس عزت افزائی کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی غلط جگہ نہیں ہوگی۔" انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک عمارت میں داخل ہو گئے۔ عمارت بہت شاندار تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور پھر اس کمرے میں داخل ہو گیا جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ کسی شاندار عمارت کا ڈرائنگ روم جس قدر عمدہ ہو سکتا تھا اتنا ہی عمدہ یہ ڈرائنگ روم تھا۔ انتہائی نفیس فرنیچر سے پوری طرح آراستہ۔

میرا لباس بے حد خراب تھا لیکن میں اطمینان سے ایک قیمتی صوفے پر بیٹھ گیا۔ ظاہر ہے یہ لوگ مجھے یہاں لائے تھے تو کسی نہ کسی سے ملاقات بھی ہونا ہی تھی۔ ڈرائنگ روم میں ایک اور دروازہ بھی تھا جس پر موتیوں کی لڑیوں سے مرصع پردہ لٹک رہا تھا۔ میں نے صوفے کی پشت سے گردن ٹکا دی۔

تھوڑی دیر بعد اندرونی پردہ ہٹا کر کوئی اندر داخل ہوا اور میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ فرانہ تھی۔ مجھے حیرت ضرور ہوئی تھی اسے دیکھ کر لیکن چونکہ اس کے بارے میں ڈینی نے کچھ انکشافات کیے تھے اس لیے میرے ذہن کو شدید جھٹکا نہیں لگا۔ تاہم مجھے ڈینی کو محفوظ رکھنے کے لیے مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کرنا تھا چنانچہ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

فرانہ کے ہونٹوں پر شبک سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر میرے قریب آگئی۔

"شہباز! میں تم پر ناز کرتی ہوں۔"

"فرانہ!... تم... یہاں...؟" میں نے شدید حیرت کا مظاہرہ کیا۔ لیکن وہ کوئی جواب دیے بغیر صوفے پر میرے ساتھ بیٹھ گئی۔

"ہاں، میں یہاں موجود ہوں۔" چند لمحوں کے سکوت کے بعد اس نے کہا۔

"یہ جزیرہ... میرا مطلب ہے یہ تو ہمارے دشمنوں کا جزیرہ ہے! تمہیں معلوم ہے کہ....."

"ہاں، مجھے سب کچھ معلوم ہے اور میں یہاں غیر مطمئن نہیں ہوں۔ اطمینان سے بیٹھو! یوں سمجھو تمہاری پریشانی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ میں تم پر جس قدر بھی ناز کروں کم ہے۔ میں ساری زندگی تم جیسے ہی کسی بہادر کی تلاش میں سرگرداں رہی ہوں اور تم مجھے بہت دیر سے ملے ہو۔ کاش تم مجھے پہلے مل جاتے۔"

"فرانہ! تم نہیں جانتیں کہ میں کیسی کیسی ذہنی اذیتوں سے گزرا ہوں اور میں نے تمہارے لیے....."

"میں سب جانتی ہوں شہباز! یہ بھی جانتی ہوں کہ اتنی تکالیف سے گزرنے کے باوجود تم نے میرا اعتماد عزیز رکھا اور میرے خلاف کوئی بات نہیں کی۔ مجھے سب معلوم ہے۔"

"تم اس جزیرے کے بارے میں بھی کچھ جانتی ہو؟"

"ہاں، سب کچھ۔ تم ذرا حلیہ ٹھیک کر لو اس کے بعد ناشتے کی میز پر بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ آؤ۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

میں نے بھی اس کی تقلید کی۔ مجھے لیے ہوئے وہ اندرونی کمرے میں داخل ہو گئی اور پھر ایک راہداری طے کر کے دوسرے کمرے میں چلی گئی جہاں ملحقہ باتھ روم موجود تھا۔ "پلیز شہباز!" اس نے باتھ روم کی طرف اشارہ کیا۔

باتھ روم بے حد کشادہ اور جدید طرز کا تھا۔ وہاں میرے لیے ایک نہایت عمدہ سلیپنگ سوٹ اور انتہائی نفیس قسم کا گاؤن لٹکا ہوا تھا۔ میں نے گرم پانی کا شاور کھول دیا۔ پھر آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر ہنسی آگئی۔ میں نے نہایت کامیاب اداکاری کی تھی اور اب اس کے بعد مزید اداکاری کی ضرورت نہیں تھی۔ پھر میں بہت دیر تک غسل کرتا رہا اور حالات کے نئے موڑ پر سوچتا رہا۔

باہر کمرے میں فرانہ موجود تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔

"ناشتا تیار ہے۔"

"چلو۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ پھر ہم دونوں ناشتے کے کمرے میں آگئے۔ بڑی شاندار میز سجی ہوئی تھی اور اس پر لذیذ ترین ناشتا موجود تھا۔ فرانہ آگے بڑھ بڑھ کر میری تواضع کرتی رہی میں اس دوران سنجیدہ اور خاموش رہا تھا۔ پھر ناشتے سے فارغ ہو کر فرانہ نے کہا۔

"اب تم جو چاہو پوچھو۔ میں تمہارے سوالات کا جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"اس جزیرے پر تمہاری موجودگی کیا معنی رکھتی ہے؟ اور تم یہاں اس قدر مطمئن کیوں ہو جبکہ ہینڈرک تمہارا دشمن ہے۔"

"اگر میں یہ کہوں شہباز کہ میں نے اب تک تم سے جھوٹ بولا ہے اور تمہیں غلط فہمیوں میں رکھا ہے تو کیا تم مجھ سے ناراض ہو جاؤ گے؟"

"جھوٹ بولا ہے؟ غلط فہمیوں میں رکھا ہے؟" میں نے خود کلامی کے انداز میں آہستہ سے کہا۔

"ہاں شہباز! بلیک پول کا نام سنا ہے کبھی؟"

"نہیں، یہ کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک اسرائیلی تنظیم ہے جو فلسطینیوں کے خلاف بنائی گئی ہے۔ اسرائیل کے تحفظ کے لیے دن رات کام کر رہی ہے۔ ہمیں جس قدر جانی اور مالی نقصان پہنچ رہا ہے اس نے ہماری کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ تم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ فلسطینی تنظیموں نے ہمیں کس قدر نقصان پہنچایا ہے۔ زندہ رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ اپنی بقا کے لیے ہم دن رات سرگرداں ہیں اور مجھے....."

"ایک منٹ فرانہ! ایک منٹ۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "یہ ہم سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میں نسلاً یہودی ہوں شہباز! مارگیسا کیسگارد۔ میں اسرائیل کی بقا کی خواہاں ہوں۔"

"اوہ، تو تم... میرا مطلب ہے فرانہ؟"

"ہاں، یہ نام مجھے مجبوراً اختیار کرنا پڑا ہے۔ میں جانتی ہوں تم مسلمان ہو لیکن یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ تم انتہا پسند جنونی نہیں ہو۔ کیا میرا یہ خیال غلط ہے؟"

"آگے کہو مارگیسا! تم نے تو مجھے حیران کر دیا ہے۔"

"مجھے تمہاری حیرانی کا احساس ہے۔ مسٹر ہینڈرک، بلیک پول تنظیم کے سربراہ ہیں اور میں ان کی سیکرٹری ہوں۔"

"تم... تم اس تنظیم کی سیکرٹری ہو؟"

"ہاں، میں سرگرم رکن ہوں میں۔ اسمگلر کی حیثیت سے میں اپنے حلقے میں مشہور ہوں لیکن یہ بات میں جانتی ہوں یا مسٹر ہینڈرک کہ ہم لوگ کیا چیز اسمگل کرتے ہیں۔ بظاہر ہم دونوں ایک دوسرے کے حریف ہیں لیکن ہمارے مقاصد ایک ہیں۔"

"کمال ہے مارگیسا! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بات ہی عقل میں نہیں آرہی ہے اور وہ ڈینی مارش اسمتھ کا معاملہ؟"

"ڈینی بھی تنظیم کی ایک رکن ہے۔ ہمارے لیے کام کرتی ہے۔ تم اسے پانچویں درجے کی رکن سمجھ لو۔ بیروت میں ہم نے ایسے جال پھیلا رکھے ہیں کہ لوگ بس ہمیں اسمگلر ہی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسمگلروں کے چند گروہ آپس میں سر بہ گریباں ہیں لیکن در پردہ ہم سب ایک ہیں۔ ہمیں ہمیشہ اعلیٰ درجے کے کارکنوں کی تلاش رہتی ہے۔ بے شمار نوجوان جن کا تعلق کسی طرح بھی اسرائیل سے نہیں ہے ہمارے لیے کام کر رہے ہیں۔ مجھے معاف کرنا شہباز! پہلے تو میں تمہاری دلیری سے متاثر تھی اور تمہیں حاصل کرنے کی خواہش میرے دل میں پیدا ہو گئی تھی۔ میں ضدی قسم کی عورت ہوں، تم نے میری ملازمت کو دھتکار دیا تو میرے سرکش جذبے ابھر آئے اور میں تمہیں بے ہوش کر کے وہاں سے اٹھوا لائی لیکن تم مجھے فریب دے کر نکل گئے جس سے میرے دل میں تمہارے لیے ایک اور خیال پیدا ہو گیا۔ فرانہ یا مارگیسا کو چوٹ دینے والا معمولی آدمی نہیں ہو سکتا۔ بعد میں یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ صرف اتفاق تھا۔ بہرحال تمہاری دلیری، چالاکی مجھے پسند آئی تھی۔ میں نے سوچا ممکن ہے تم میرے لیے کارآمد ثابت ہو اور میں نے تمہیں چیک کرنا شروع کر دیا۔ تم بہترین لڑاکا ثابت ہوتے اور اس کے ساتھ ہی ایک قابلِ اعتماد دوست بھی۔ تم نے ڈینی مارش کی پیش کش ٹھکرا دی اور رقم بھی تم نے قبول نہیں کی جو ایڈوانس کے طور پر وہ تمہیں دے رہی تھی۔ اس طرح تم قدم قدم پر اپنی عظمت کے ستون نصب کرتے رہے اور میرے دل میں تمہاری قدر و قیمت بڑھتی رہی۔ پہلے میرا خیال تھا کہ میں تمہیں اپنا کارکن بناؤں گی لیکن تمہاری صلاحیتیں دیکھ کر میں نے تمہیں تمہارے شایانِ شان مقام دلوانے کا فیصلہ کیا اور مسٹر ہینڈرک سے تمہارے بارے میں بات کی۔ مسٹر ہینڈرک نے حکم دیا کہ تمہیں سان ہب لے آیا جائے۔ بعد کے امتحانات مسٹر ہینڈرک کے تھے اور جو رپورٹیں انہیں ملیں ان کے تحت انہوں نے یہ بات کھل کر کہہ دی کہ تم ایک قابلِ اعتماد انسان ہو۔ جو شخص صرف ایک دوست کے لیے اتنی اذیتیں برداشت کرے اس پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آج تمہارا امتحان ختم ہو گیا۔" مارگیسا نے کہا اور مسکرانے لگی۔

"خدا کی پناہ! یہ امتحان تھا۔ یقین نہیں آتا مارگیسا!"

"اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ بھی ہوں۔" مارگیسا نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نرم لہجے میں کہا۔

"بہرحال اب تم نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"تمہیں بلیک پول میں ایک اہم درجہ دیا جائے گا۔ میں مسٹر ہینڈرک سے اس بارے میں بات کر چکی ہوں۔ آج تمہیں ان کے سامنے پیش کر دوں گی۔ کیا میں نے تمہارے بارے میں صحیح فیصلہ کیا ہے شہباز؟"

"اس کا فیصلہ بھی تم ہی کرو فرانہ! میں تو تمہیں مارگیسا کہتے ہوئے بھی الجھتا ہوں۔ میں تمہیں فرانہ کے نام سے ہی پکاروں گا۔"

"ضرور شہباز! میں تو تمہارے بارے میں یہی فیصلہ کر چکی ہوں لیکن بس ایک کھٹک ہے میرے دل میں۔"

"وہ کیا؟"

"تمہارے ذہن میں کوئی نسلی مسئلہ تو موجود نہیں ہے؟ تم سمجھتے ہو نا کہ تمہیں فلسطینی گوریلوں کے خلاف کام کرنا ہوگا؟"

"میں نے ان تمام باتوں کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔ تم اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دو۔"

وہ بہت مسرور تھی اور میں دل ہی دل میں ان شیطانوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میرے ذہن میں بہت سے منصوبے بن بن کر بگڑ رہے تھے۔ فرانہ کے بارے میں تنظیم کے بڑوں کی تشویش کس قدر درست تھی۔ وہ صیہونی مقاصد کی ایک بڑی رکن تھی لیکن ان کے ذہن میں ہینڈرک نہیں تھا۔ میں نے اس سے بڑا شیطان دریافت کر لیا تھا اور اب اس شیطان کے خلاف ایک خوفناک مہم درپیش تھی۔ میں اسے اس کی تمام چیرہ دستیوں کے ساتھ جہنم رسید کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ بیروت میں اس کے جال کو توڑ دینا چاہتا تھا۔ اگر میں اس میں کامیاب ہو جاؤں تو تنظیم کے لیے یہ میرا پہلا نذرانہ ہوگا مگر اس سلسلے میں ایک طویل ذہنی اور جسمانی سفر درکار تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ آسان نہیں تھا۔ میرے مدِمقابل احمق نہیں تھے۔ وہ اتنا بڑا کام کر رہے تھے تو ان کی اپنی صلاحیتیں بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہوں گی۔

فرانہ یا مارگیسا اپنی خوشیوں کا اظہار کرتی رہی۔ ڈنر پر مجھے ہینڈرک کے سامنے پیش ہونا تھا۔ اس شخص کے بارے میں میرے ذہن میں عجیب و غریب خیالات تھے۔

مارگیسا کئی گھنٹے تک باتیں کرتی رہی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد اس نے مجھے آرام کرنے کی ہدایت کی اور کہنے لگی "مجھے احساس ہے کہ یہ وقت تم نے نہایت تکلیف کے عالم میں گزارا ہے۔ اب تم آرام کر لو تاکہ چاق و چوبند ہو جاؤ۔"

"شکریہ مارگیسا!" میں نے کہا۔ اور مارگیسا خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔

تنہائی میں [illegible] منصوبے بناتا رہا اور پھر میں سونے کی کوشش کرنے لگا جس میں مجھے کامیابی ہو گئی۔ شام کو میں سات بجے کے قریب جاگا تھا۔ گھڑی دیکھ کر حیران ہو گیا اور پھر اٹھ کر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔

باتھ روم سے باہر آیا تو ایک جانی پہچانی شکل سامنے تھی۔ [illegible] میں [illegible] دیکھا تھا اور جو [illegible] فرانہ کا پیغام لے کر میرے پاس آئی تھی۔

"تم؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پہچان لیا مجھے؟" وہ بھی مسکرا دی۔

"ہاں، کیا نام ہے تمہارا؟"

"گوئل منیرو۔"

"میں نے تمہیں مارگیسا کی کوٹھی میں نہیں دیکھا تھا۔ کیا تم وہاں نہیں رہتی ہو؟"

"پہلے رہتی تھی، پھر بعد میں مجھے یہاں طلب کر لیا گیا۔" گوئل نے جواب دیا اور میرے ہونٹوں پہ بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تمہیں میری پیش کش یاد ہے گوئل؟ جب تم فرانہ کا پیغام لے کر میرے پاس پہنچی تھیں اس وقت میں نے ـــــ فرانہ سے اپنی ناپسندیدگی اور تمہاری پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ میری وہ پیش کش اب بھی برقرار ہے۔ کیا تم اسے قبول کرو گی؟"

"اگر آپ مذاق کر رہے ہیں تو کوئی بات نہیں ہے ورنہ میری یہ مجال نہیں کہ خاتون فرانہ کے راستے میں آنے کی کوشش کروں۔" گوئل نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور میں ہنسنے لگا۔ چند لمحے ٹھہر کر وہ بولی "میں آپ کے لیے یہ لباس لائی ہوں ـــــ براہ کرم جلدی تیار ہو جائیں ـــــ خاتون فرانہ نے مجھے ہدایت کی تھی کہ اگر آپ جاگ گئے ہوں تو آپ کو بتا دوں کہ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے آپ کو ہینڈرک سے ملاقات کرنی ہے۔"

"تم کس قدر سنجیدہ ہو گئیں گوئل؟"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے اجازت دیجیے۔" اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا اور سر جھکائے باہر نکل گئی۔ مجھے اس کی سنجیدگی پر ہنسی آ گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ وقت یاد آ گیا تھا جب اس نے مجھے سوہانہ میں خاتون فرانہ کا پیغام دیا تھا اور میرے مذاق نے اس کی رنگت بدل دی تھی، اس وقت بھی اس کی یہی کیفیت ہوئی تھی۔

بہرحال ساڑھے آٹھ بجنے میں بہت زیادہ وقت نہیں رہا تھا۔ مجھے ایک مشکل مرحلے سے گزرنا تھا۔ چنانچہ ان فضولیات میں ذہن کھپانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ میں نے اس خوب صورت لباس کو دیکھا۔ اعلیٰ قسم کے کپڑے کا سوٹ تھا۔ قمیص تھی، ٹائی تھی، جوتے تھے۔ یقینی طور پر فرانہ نے اپنے معیار کا ثبوت دیا تھا۔ میں ضعیف دوشیزہ کے تصور میں الجھا ہوا لباس تبدیل کرنے لگا۔ مجھے حیرت تھی کہ میری جسامت کے عین مطابق سوٹ تھا۔ یقینی [illegible] ریڈی میڈ ہو یا پھر کسی کی اترن، مگر ان تمام احمقانہ باتوں کے سوچنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ سوٹ پہن کر میں نے خود کو آئینے میں دیکھا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا کر کمرے کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

دروازہ باہر سے بند نہیں تھا۔ میں جیسے ہی باہر نکلا ایک ملازم [illegible] اسی طرف آ رہا تھا۔ ملازم مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ میں نے [illegible] اس سے پوچھا۔

"[illegible] مارگیسا کہاں ہیں؟"

"وہ جناب! ڈرائنگ روم میں موجود ہیں۔ کیا میں انہیں آپ کے بارے میں اطلاع دے دوں؟"

"کوئی اور بھی ہے ان کے ساتھ؟" میں نے سوال کیا۔

"جی نہیں، کوئی نہیں ہے۔"

"تو پھر چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں، مجھے ڈرائنگ روم تک پہنچا دو۔" میں نے کہا اور ملازم نے ڈرائنگ روم تک میری رہنمائی کی۔ میں ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو سامنے ہی مارگیسا موجود تھی اور کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر بہت سے رنگ بکھر گئے۔ وہ میرے نزدیک پہنچ گئی اور بہت غور سے مجھے دیکھنے لگی۔

"مارگیسا! تمہاری یہ حرکتیں مجھے پاگل کر دیں گی۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟" اس نے شوخ لہجے میں پوچھا۔

"بس، مجھے ایک عجیب سا احساس ہوتا ہے۔"

"شہباز! تم نہیں جانتے کہ اس وقت تم کیسے لگ رہے ہو؟ میں اپنے صحیح جذبات کا اظہار نہیں کر سکتی۔"

"محترمہ! وقت بہت زیادہ ہو گیا ہے، مسٹر ہینڈرک سے ملاقات کے وقت کا تعین کر لیا ہے آپ نے یا کسی بھی وقت؟"

"اوہ نہیں، ٹھیک ہے۔ ہینڈرک سے ملاقات کے بعد ہماری نشست ہوگی ـــــ میں تمہارے لیے کس قدر پریشان ہوں، تم اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ لہجے کا فرق کس قدر عجیب ہوتا ہے، میں نے جس لہجے میں یہ بات کہی تھی اگر فرانہ یا مارگیسا اس پر غور کر لیتی تو چونک پڑتی لیکن اس نے غور نہیں کیا تھا۔ ہم دونوں ڈرائنگ روم سے نکل آئے ـــــ ہمیں کسی دوسری عمارت میں پہنچنا تھا اور اس کے لیے کار موجود تھی۔

جس عمارت میں ہم پہنچے تھے وہ بھی بہت عالیشان تھی۔ میرا خیال ہے جزیرے کی سب سے عمدہ عمارت ہوگی اور ہونی بھی چاہیے تھی کیونکہ یہ جزیرے کے شہنشاہ کی عمارت تھی اور اب میں اس شہنشاہ کے حضور پیش ہو رہا تھا۔

عمارت کی آرائش اور نفاست قابلِ دید تھی، بہت سے راستوں سے گزرتے ہوئے بالآخر ہم اس کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ گئے جہاں ہینڈرک موجود تھا۔

میں نے پہلی بار اس شخص کو دیکھا، پادریوں کی مانند جبغہ پہنے ہوئے اور پادریوں ہی کی طرح ایک لمبی ٹوپی سر پہ لگائے ہوئے، گھنی داڑھی جو چہرے کی مناسبت سے کچھ بے جوڑ معلوم ہوتی تھی۔ ہینڈرک کی آنکھوں میں عجیب سی گہرائی تھی۔ درحقیقت اس کی ظاہری شکل و صورت دیکھ کر کوئی گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ اس قدر خوفناک چیز ہوگا۔ میں اسے دیکھ کر واقعتاً حیران رہ گیا تھا۔ ہینڈرک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"معزز مہمان کو خوش آمدید۔" اس کی گونج دار آواز ابھری اور میں نے گردن خم کر دی۔

"بیٹھو دوست! مارگیسا تم سے بہت متاثر ہے اور تمہارے بارے میں اتنی باتیں کر چکی ہے مجھ سے کہ اب تمہاری شخصیت میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ بیٹھو۔" اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور مارگیسا مسکراتی ہوئی میرے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ ہم سے چند گز کے فاصلے پر ایک لمبی سیاہ میز کے پیچھے جا بیٹھا تھا جس پر طرح طرح کے انسٹرومنٹس رکھے ہوئے تھے جن کے بارے میں یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کیا ہیں؟ بیٹھنے کے بعد اس نے سامنے رکھے ہوئے آلے کا ایک بٹن دبایا اور میز کی سطح پر دیکھنے لگا، چند لمحوں تک نگاہیں جمائے دیکھتا رہا اور پھر پُرسکون انداز میں بٹن آف کر دیا۔

"دراصل مجھے محتاط رہنا پڑتا ہے۔" ہینڈرک نے مسکراتے ہوئے کہا "میں نے تمہارے چہرے کا امتحان لیا تھا کہ کہیں اس پر کوئی میک اپ تو نہیں ہے۔ دیکھنا پسند کرو گے؟" وہ بولا اور مسکراتا ہوا اٹھ گیا۔

اس نے مجھے اپنے نزدیک آنے کا اشارہ کیا، چنانچہ میں پورے احترام کے ساتھ اس کے نزدیک جا کھڑا ہوا اور اس نے دوبارہ بٹن آن کر دیا۔ اس بار اس نے فرانہ کو فوکس کیا تھا۔ فرانہ کا چہرہ میز کے شیشے کے نیچے لگے ہوئے اسکرین پر نمایاں ہو گیا۔ تب ہینڈرک کی آواز ابھری۔

"اگر اس چہرے پر میک اپ ہوتا تب بھی اس شیشے میں ہم اسے اصل حیثیت میں دیکھ سکتے تھے۔ میں فی الوقت تمہیں اس کا تجربہ کر کے نہیں دکھا سکتا لیکن پھر کبھی سہی۔"

"اوہ! بلاشبہ یہ نایاب چیز ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس سے بھی نایاب چیزیں تمہیں یہاں ملیں گی۔ بیٹھو۔" ہینڈرک نے کہا اور میں دوبارہ اسی صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔ "اس بات سے کم از کم تم یہ اندازہ لگا چکے ہو گے شہباز! کہ میں ایک محتاط آدمی ہوں اور اپنے گرد و پیش سے پوری طرح باخبر رہنا چاہتا ہوں۔ یقیناً مارگیسا تمہیں بتا چکی ہو گی کہ ہمارا اصل مشن کیا ہے لیکن مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم شہباز ہونے کے باوجود ہمارے لیے کام کرنے پر تیار ہو۔ کیا اس بات کا کوئی معقول جواب دے سکو گے؟"

"جی ہاں جناب! دراصل میں پیدا لبنان میں ہوا تھا لیکن اس کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بعد یہاں مجھے زندگی کی وہ سہولتیں نہ مل سکیں جن کی ہر انسان کو ضرورت ہوتی ہے، طویل عرصے میں ان آوارہ گردوں کے ساتھ رہا جو ہپی کہلاتے ہیں۔ میں ان کے خیالات سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ وہ انسان کی آزادی کے علمبردار ہیں' ان کا خیال ہے کہ انسان پر بے پناہ بوجھ لاد دیے گئے ہیں' ایسے بوجھ جن کا وہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہ بوجھ اگر اسے زندگی کی کچھ آسائشیں مہیا کر دیتے تو شاید وہ انہیں قبول کرنے کے لیے بخوشی تیار ہو جاتے لیکن یہ سارے افکار و خیالات صرف اخلاقی حیثیت رکھتے ہیں اور اخلاقی حیثیت کسی بھی دین' کسی بھی مذہب میں ہو سکتی ہے' چنانچہ میں نے ان کے افکار سے ..... متاثر ہو کر اپنے ذہن کو ایک خاص سمت میں موڑ دیا ہے۔ میرا نام شہباز ہے۔ فرینک یا مارکس کائن بھی ہو سکتا تھا لیکن میں انسانی ضرورتوں کی برتری کو تسلیم کرتا ہوں اور یہی میرا مسلک ہے۔ میں نے اپنی ضرورت کے مطابق خود کو اس حد تک تیار کیا ہے کہ دنیا میں اپنا مقام بنا سکوں۔ مجھے بے پناہ دولت کی آرزو نہیں ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میں ایک بہت بڑا صنعت کار بن جاؤں۔ ایک بہت بڑا سرمایہ دار کہلاؤں اور کسی جگہ منجمد ہو کر زندگی کو گھسیٹتا رہوں۔ میں متحرک رہنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں ہاتھ پاؤں ہلا کر اپنے لیے بہتر زندگی فراہم کرتا رہوں اور جب کمزور ہو جاؤں تو زندگی کے اس مرحلے کے بارے میں غور کروں۔ بس یہ میرا اصول ہے اور اس اصول کے لیے میں عمل کرنے کا خواہش مند ہوں۔ میرا خیال ہے میری ان باتوں سے آپ نے میرے بارے میں اندازہ لگا لیا ہو گا۔"

"یقیناً دوست! نہ صرف اندازہ لگایا ہے بلکہ تمہارے ان خیالات سے متاثر بھی ہوا ہوں۔" ہینڈرک نے جواب دیا۔

"میں شکر گزار ہوں جناب!" میں نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"بلیک پول کے بارے میں مارگیا تمہیں بتا چکی ہو گی۔"

"جی ہاں پہلے میں اس تنظیم سے قطعی اجنبی تھا لیکن خاتون مارگیا نے مجھے اس سے روشناس کرا دیا ہے۔"

"کیا خیال ہے؟ کیا بلیک پول کے مقاصد کے لیے تم کام کر سکو گے؟" ہینڈرک نے پوچھا۔

"یقیناً' میں اس کے لیے خلوصِ دل سے تیار ہوں۔ البتہ میں اپنی صفائی میں چند الفاظ بھی کہنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں' ضرور۔"

"جیسا کہ میں آپ سے عرض کر چکا ہوں مسٹر ہینڈرک کہ میں کسی بھی سلسلے میں جذباتیت کا قائل نہیں ہوں۔ بلیک پول کے ایک رکن کی حیثیت سے جو خدمات میرے سپرد کی جائیں گی ان کی انجام دہی میرا فرض ہو گا اور اس کے عوض مجھے بہتر زندگی فراہم کرنا آپ کی ذمے داری۔ آپ جب چاہیں میرے اس پُرخلوص دعوے کو آزما سکتے ہیں۔"

"بس بس' اس سے زیادہ ہم کچھ چاہتے بھی نہیں ہیں۔ درحقیقت شہباز! میرے پاس ایسے ایسے شاندار کارکن موجود ہیں کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میں جسمانی قوت اور مارشل آرٹس میں آپ کا کمال دیکھ چکا ہوں۔ بے شک آپ ان لوگوں پر بھاری رہے جو میرے بہترین تربیت یافتہ افراد تھے۔ آپ کی ذہنی برتری کا ابھی تک کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ لیکن میرا خیال ہے جس طرح آپ جزیرے پر مصروفِ عمل رہے ہیں اس سے کم از کم یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی ذہنی قوتیں ہمارے لیے بے حد مفید ثابت ہوں گی۔ خیر! تو میں آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ میرے پاس ایسے ایسے کارکن موجود ہیں جو ملکی سیاست تک بدل دینے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن میں ہمیشہ اس بات کا آرزو مند رہتا ہوں کہ بلیک پول میں ہر ذہین آدمی اپنی جگہ سنبھال لے اور میں کسی بھی ذہین اور اعلیٰ کارکردگی کے مالک شخص کو کبھی نظر انداز نہیں کرتا۔ آپ سے میں نے ایک خاص کام لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ کیا آپ اس کی تفصیل سُننا پسند کریں گے؟"

"ضرور جناب! میں آپ کے خادموں میں سے ایک ادنیٰ خدمت گار ہوں۔" میں نے کہا۔ مارگیا بے حد مطمئن نظر آ رہی تھی، اگر پہلے اس کے دل میں میرے لیے کوئی اضطراب ہو گا تو اب نہیں رہا تھا۔ ہینڈرک نے کہا۔

"بیروت کے ایک مخصوص خطے میں فلسطینیوں کی بستیاں آباد ہیں' آپ کو اسرائیل اور فلسطین کے معاملات کا علم ہو گا۔ ہم اسرائیل کے مفاد کے لیے کام کر رہے ہیں۔ یہ فلسطینی آبادیاں سازشوں کا گڑھ ہیں۔ آپ چونکہ ان کے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے آپ ان کے درمیان قیام کر سکتے ہیں۔ ان معاملات میں آپ کی معلومات عام لوگوں سے زیادہ بہتر ہوں گی چونکہ آپ متوازن مذہبی خیالات رکھتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ ان آبادیوں میں رہ کر آپ ہمیں فلسطینیوں کے اقدامات سے آگاہ کرتے رہیں۔ آپ اپنی خدمات کسی بھی طرح تنظیم آزادیٔ فلسطین کو سونپ دیں اور ان کے ساتھ مل کر کام کریں لیکن درپردہ آپ بلیک پول کے ممبر ہوں گے۔ آپ کو ہدایات ملتی رہیں گی کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔ البتہ ان کے مقاصد' ان کی مہمات سے آپ ہمیں آگاہ کرتے رہیں اور یہی آپ کی ذمے داری ہو گی۔ اس کے عوض جو چیز آپ کے تصور میں آتے وہ آپ ہم سے طلب کر سکتے ہیں۔ لبنان میں بہت اعلیٰ زندگی آپ کو فراہم کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کے کسی بھی ملک میں اگر آپ رہائش اختیار کرنا چاہیں تو وہاں آپ کو ساری آسائشیں فراہم کی جا سکتی ہیں مگر شرط یہی ہے کہ آپ کو سات سال تک بلیک پول کے لیے کام کرنا ہو گا۔ سات سال کے بعد آپ کو ریٹائرمنٹ مل جائے گی اور اس کے بعد آپ اپنی پسند کی جگہ جا کر آباد ہو سکتے ہیں۔ اس مقررہ مدت کے بعد آپ پر کوئی ذمے داری نہیں ڈالی جائے گی۔ ان سالوں میں آپ کو جو معاوضہ دیا جائے گا وہ آپ کے پسندیدہ ملک کے بینکوں میں آپ کے نام سے

جمع ہوتا رہے گا اور یہ معاوضہ اتنا ہو گا کہ دوبارہ آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ کیا یہ ایک بہتر پیش کش نہیں ہے؟"

"بلاشبہ یہ شاندار پیش کش ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہینڈرک نے مسکراتی نگاہوں سے فرانہ کی جانب دیکھا۔

"آپ کچھ اور چاہتی ہیں میڈم مارگیا؟" اس نے کہا۔

"نہیں جناب! میں بس آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔" مارگیا نے جواب دیا۔

"اور ہم بھی آپ کے بے حد ممنون ہیں کہ آپ نے بلیک پول کو ایک بہترین ممبر دیا۔ آیئے اب کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ ہمیں ڈنر ٹیبل تک چلنا چاہیے۔" ہینڈرک نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

پُرتکلف میز پر ہم تینوں کے علاوہ کوئی چوتھا فرد نہیں تھا۔ ڈنر کے بعد ہینڈرک نے پُرخلوص انداز میں پیش کش کی۔

"اب آپ لوگ آرام کریں۔ مسٹر شہباز ابھی کچھ دن یہیں رہیں گے اور اس کے بعد انہیں ان کی ذمے داریاں بتا دی جائیں گی۔"

"بہت بہتر۔ اب ہمیں اجازت ہے؟" مارگیا نے سوال کیا۔

"بالکل بالکل۔ ایک بار پھر میں آپ دونوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" ہینڈرک نے پُرجوش انداز میں کہا' ویسے اس نے مجھ سے مصافحے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔ میں نے بھی ایسی کوئی کوشش نہیں کی اور ہم دونوں وہاں سے باہر نکل آئے۔

"ہماری واپسی بھی اسی کار کے ذریعے ہوئی تھی۔ مارگیا بے حد مسرور نظر آ رہی تھی۔ آخر وہ مجھ سے مخاطب ہوئی۔

"تم اس بات کا خیال مت کرنا کہ ہینڈرک نے تم سے مصافحہ نہیں کیا۔ وہ کسی سے مصافحہ نہیں کرتے کیونکہ ... کیونکہ ....."

"کیا مطلب؟" میں نے مارگیا کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ ان کے ہاتھ مصنوعی ہیں۔"

"کیا؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں مشینی ہاتھ۔ ہینڈرک کے دونوں ہاتھ کسی حادثے میں کٹ گئے تھے۔ ان کی جگہ انہوں نے مصنوعی ہاتھوں کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ یہ مصنوعی ہاتھ ایک بہت بڑے ملک میں تیار کیے گئے ہیں' وہ ان سے ہر طرح کا کام لے سکتے ہیں۔"

"اوہ!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "ویسے مسٹر ہینڈرک کافی پُراسرار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا ظاہری حلیہ بھی عجیب ہے۔"

"ہاں اس شخص کی پوری شخصیت ہی عجیب ہے۔ میرے خیال میں اس کے انتہائی قریبی لوگوں کو بھی یہ بات نہیں معلوم ہو گی کہ درحقیقت وہ کیا ہے۔ بہرحال وہ بے حد ذہین انسان ہے۔ عجیب و غریب صفات کا مالک۔" مارگیا نے جواب دیا۔

دوسری صبح ہم دونوں ناشتے سے فارغ ہو کر ڈرائنگ روم میں بیٹھے گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ مارگیا نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔" اس نے کہا اور پھر مؤدب ہو گئی۔ "جناب والا کوئی حکم؟" اس نے کہا اور پھر دوسری طرف سے آواز سنتی رہی' یقینی طور پر یہ ہینڈرک کا ٹیلی فون ہو گا' مارگیا کے چہرے کے تاثرات یہی بتا رہے تھے' پھر میں نے اس کے چہرے پر پھیکا پن دیکھا' وہ کسی قدر مضمحل ہو گئی تھی۔ پھر بھی دوسری طرف کی گفتگو سنتی رہی اور پھر اس نے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔

"بہت بہتر جناب' میں حکم کی تعمیل کروں گی۔ بہت بہتر۔ بہت بہتر شکریہ۔" اس نے ٹیلی فون رکھ دیا لیکن اس کا چہرہ اتر گیا تھا۔ اس نے اداس نظروں سے میری طرف دیکھا اور پھر نیم جاں مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"سوری ڈیئر! ہم لوگ کچھ دن کے لیے علیحدہ ہو رہے ہیں۔"

"کیوں؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"مجھے حکم ملا ہے کہ میں بیروت چلی جاؤں' کچھ ضروری کام میرے سپرد کیے گئے ہیں۔"

"مسٹر ہینڈرک کا فون تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"ظاہر ہے' مجھے احکامات دینے والے مسٹر ہینڈرک ہی ہو سکتے ہیں۔ خیر چھوڑو۔ مجھے اب سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد روانہ ہو جانا چاہیے۔ ایک لانچ مجھے لے کر جائے گی لیکن یہ سب کچھ غیر متوقع ہوا ہے شہباز! میرا تو خیال تھا کہ اتنے طویل عرصے تک تم سے جدا رہنے کے بعد اب اچھا وقت گزرے گا۔ تمہیں تنہا چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا' یقین کرو کہ میں زندگی میں جتنی تم سے متاثر ہوئی ہوں اور کسی سے نہیں ہوئی۔"

"سوری مارگیا مجھے بھی افسوس ہے۔"

"نہیں ڈیئر' تم پریشان بالکل نہ ہونا۔ میں یہاں تمام لوگوں کو ہدایت کر جاؤں گی کہ وہ تمہارا خیال رکھیں' ہاں تمہیں تنہائی کا احساس نہ ہو۔"

میں نے اس پر ایک نظر ڈالی اور مسکرانے لگا لیکن دل ہی دل میں' میں دانت پیس رہا تھا اور کہہ رہا تھا' ذلیل بُڑھیا! تو میرے لیے انتہائی قابلِ نفرت ہے۔ اگر تنظیم یہ کام میرے سپرد نہ کرتی اور میں اسے اپنا فرض نہ سمجھتا تو میں ایک یہودی عورت کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا۔ تُو نے میری زندگی کا سب سے سُنہرا خواب مجھ سے چھین لیا ہے۔ میرے ذہن میں تو عورت کا تصور ہی عجیب تھا۔ تیری زہریلی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مسکراہٹوں اور فریب کار قہقہوں نے میری اس تصوراتی عورت کو ہلاک کر ڈالا۔

پھر بھی یہ نفرت بھرے الفاظ میں مارگیسا سے نہ کہہ سکا البتہ اس کی دل جوئی کے لیے جبراً جھوٹ بولتا رہا۔ مارگیسا اپنی تیاریوں میں مصروف ہوگئی تھی، پھر د... مجھے ساتھ لے کر سمندر کے کنارے تک گئی۔ ایک ڈرائیور بھی ساتھ تھا۔ سمندر کے کنارے ایک خوب صورت لانچ موجود تھی جو روانگی کے لیے تیار کھڑی تھی۔ مارگیسا نے مجھے خداحافظ کہا اور لانچ پر چلی گئی، پھر دیر تک وہ لانچ کی ریلنگ کے ساتھ کھڑی ہاتھ ہلاتی رہی تھی۔ میں بھی مجبوراً وہیں کھڑا ہاتھ ہلاتا رہا اور پھر کار میں بیٹھ کر واپس چل پڑا۔

مارگیسا کی اچانک روانگی میرے لیے کسی تردّد کا باعث تو نہیں تھی لیکن میں سوچ رہا تھا کہ اب جو کچھ کرنا ہے، اس میں کافی محتاط ہونا پڑے گا۔

میں اپنی اس رہائش گاہ پر واپس آگیا۔ گوئل میزو بدستور یہاں مقیم تھی اور مارگیسا کی روانگی سے کافی خوش نظر آتی تھی لیکن مارگیسا کا معاملہ دوسرا تھا۔ میں اس کا حکم ماننے کے لیے مجبور تھا۔ اب یہ تو ایک احمقانہ بات ہوتی کہ مارگیسا کے علاوہ میں کسی دوسرے کے آگے اپنا سر جھکا دیتا۔ میں نے گوئل میزو کے ساتھ خشک رویّہ اختیار کیا۔ شام کی چائے پر اس نے مجھ سے باتیں کرنے...... کی کوشش کی لیکن میں نے اس پر توجہ نہیں دی۔ نتیجتہً وہ کسی قدر بُجھ سی گئی پھر رات کو اس نے مجھے ڈنر پیش کیا۔ اس دوران کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔

ڈنر روم سے اٹھ کر میں اپنی خواب گاہ میں داخل ہوگیا۔ ساڑھے دس، پونے گیارہ بجے تک میں جاگتا رہا اور پھر دروازہ اندر سے بند کر کے ہیڈ لائٹ جلا کر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ نیند نہیں آرہی تھی۔ اس وقت رات کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے تھے جب مجھے اپنے بیڈروم کی عقبی کھڑکی پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔ کوئی انگلی سے کھڑکی کا شیشہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ میں چونک پڑا۔ یہ کون ہوسکتا ہے؟ گوئل میزو اگر کسی بہانے کمرے میں داخل ہونا چاہتی تو وہ یقیناً دروازہ استعمال کرسکتی تھی۔ عقبی کھڑکی کی یہ دستک میرے لیے پُراسرار تھی، تاہم میں جلدی سے اٹھ گیا۔ میں نے کمرے میں تیز روشنی کی اور اس کھڑکی کے پاس پہنچ گیا جس میں سلاخیں نہیں تھیں۔ میں نے کھڑکی کی چٹخنی کھول دی۔ باہر تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور اس تاریکی میں ایک سایہ سا نظر آرہا تھا۔

"شہباز! میں ڈینی ہوں۔ ڈینی مارش اسمتھ!" ایک نسوانی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔ "براہ کرم جلدی سے لائٹ بجھا دو۔" ڈینی نے کہا اور میں نے تیزی سے پلٹ کر روشنی گل کر دی۔ ڈینی کھڑکی پر چڑھ کر اندر آگئی تھی۔

"اگر مناسب سمجھو تو یہ ہلکی روشنی بھی بجھا دو اور ذرا بھی تیز آواز میں مت بولو ممکن ہے کوئی ہماری گفتگو سُن ہی لے اور ہم قبل از وقت کسی مصیبت میں پھنس جائیں۔"

میں نے اس کی اس ہدایت پر بھی عمل کرنا مناسب سمجھا ڈینی کی آمد میرے لیے بڑی تعجب خیز تھی اور وہ بھی اس انداز میں۔ ڈینی نے اندر داخل ہوکر خود ہی کھڑکی بھی بند کر دی تھی اور پھر ہم دونوں آگے بڑھ کر صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"شہباز میری درخواست ہے کہ تم میری نیت پر کوئی شبہ نہ کرنا۔ میں اس وقت اپنی جان کا خطرہ مول لے کر تم تک پہنچی ہوں۔"

"یقیناً ڈینی!" میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دیکھو شہباز! بعض اوقات انسان آنکھیں بند کر کے بھی ایک دوسرے پر اعتماد کرلیتا ہے، خواہ اس کے نتائج بُرے ہی کیوں نہ نکلیں، تم بھی میری بات پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرو، میں دل سے تمھاری دوست ہوں ..... اور میں نے تمھارے لیے جان کی بازی لگا دی ہے خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی نکلے۔"

"کوئی خاص بات ہے ڈینی؟" میں نے کہا۔

"ہاں شہباز، مجھے اپنے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتا دو یا پھر یوں کرو کہ جو سوالات میں کروں، ان کے مجھے صحیح جوابات دے دو۔" ڈینی نے کہا۔

"ہاں پوچھو۔"

"کیا تمھارا نام علی یار خان ہے؟" ڈینی نے سوال کیا اور میری حالت غیر ہوگئی۔ ڈینی کو یہ بات کیسے معلوم ہوگئی تھی؟ اس کا تو میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ پھر بھی میں نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہی ہو ڈینی؟ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا۔"

"پلیز شہباز! جلدی سے بتا دو، وقت ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، میں نہیں کہہ سکتی کہ کسی نے مجھے یہاں آتے ہوئے دیکھا ہے یا نہیں لیکن اس کے امکانات بھی ہوسکتے ہیں۔ یہ جزیرہ سازشوں کا جزیرہ ہے، یہاں ہر شخص پر پوری پوری نگاہ رکھی جاتی ہے، خواہ وہ ہینڈرک کا کتنا ہی وفادار کیوں نہ ہو۔ ہینڈرک شیطان صفت انسان ہے۔ وہ شاید دنیا میں کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتا، اس سے قبل کہ ہم رازداریوں اور تکلفات کا شکار ہوجائیں اور یہ قیمتی وقت گزر جائے، تم مجھے میری باتوں کا جواب دو۔"

"ہاں ڈینی، میں علی یار خان ہوں۔"

"امریکہ سے تعلق رہا ہے تمھارا؟ میرا مقصد ہے کہ امریکہ میں زیرِ تعلیم رہے ہو؟"

"ہاں!" میں نے جواب تو دے دیا لیکن دل کی کیفیت خدا ہی بہتر جانتا تھا، پورے بدن میں سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔

"پھر تو تم نے یقینی طور پر اولیو ہاورڈ نامی کسی شخص کا نام بھی سنا ہوگا جو سی آئی اے کا ایک سرگرم رُکن ہے۔" ڈینی نے کہا اور میں بالکل ہی نڈھال ہوگیا۔ مجھے صورتِ حال کا اندازہ ہوتا جا رہا تھا۔ تاہم میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"ہاں اولیو ہاورڈ سے میرا گہرا تعلق رہا ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور میں نے اولیو ہاورڈ کو بدترین شکست سے دوچار کیا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ مسٹر ہینڈرک کو فراہم ہونے والی اطلاعات بالکل دُرست ہیں۔"

"کیا اب بھی تم مجھے تفصیل سے سب کچھ نہیں بتاؤ گی ڈینی؟" میں نے سوال کیا۔

"ضرور بتاؤں گی شہباز! ضرور بتاؤں گی سُنو! مارگیسا تمھیں بلیک پول میں شامل کرنے کے لیے شدید کوششیں کر رہی تھی، وہ تم سے ضرورت سے زیادہ ہی متاثر ہوگئی ہے۔ ہینڈرک کو اس نے تمھارے بارے میں تقریباً راضی کرلیا تھا لیکن ہینڈرک بہت ہی چالاک آدمی ہے۔ اس نے تمھاری تصاویر حاصل کر کے اپنے ایک مخصوص خفیہ شعبے کو روانہ کردی تھیں اور تمھارے بارے میں مکمل معلومات طلب کی تھیں۔ تمام رپورٹیں درست نکلیں، یعنی تمھیں کسی خاص حیثیت سے پہلے کبھی نہیں پہچانا گیا تھا لیکن یہ آخری رپورٹ جو ملی ہے اس نے ایک دم سے ہینڈرک کے تاثرات بدل دیے ہیں۔ اگر مارگیسا یہاں سے روانہ نہ کردی گئی ہوتی تو یقینی طور پر اُسے کسی بڑی سزا سے دوچار ہونا پڑتا۔ شام کو چار بجے یہ رپورٹ ہینڈرک کو ملی اور اس رپورٹ میں تمھاری تصویر کے ساتھ دیگر تمام تفصیلات بھی درج ہیں۔ اسے اتفاق ہی کہو کہ میں اس وقت شیشے کے اس کیبن کے پیچھے تھی جس کے دوسری جانب ہینڈرک اپنی مخصوص مشین پر کچھ کام کر رہا تھا۔ اسی وقت ایک شخص ایک فائل لے کر ہینڈرک کے پاس آیا۔ یہ فائل صیہونی تحریک کے دشمنوں کی فائل تھی۔ صیہونی تحریک کے دشمنوں کی فائل کا رنگ نارنجی ہوتا ہے۔ اس شخص کے اور ہینڈرک کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ شیشے کے کیبن کے دوسری طرف بھی سنی جاسکتی تھی اور جب تمھارا نام لیا گیا تو میں نے خصوصی طور پر توجہ شروع کردی۔ وہ شخص ہینڈرک سے کہہ رہا تھا۔

"جنابِ والا! میں نے ایک خطرناک شخص کی فائل نکالی ہے جو تصاویر آپ نے خفیہ شعبے کو روانہ کی تھیں، اُن کی ایک کاپی میرے پاس بھی موجود تھی اور اتفاق سے آج میری نگاہ اس فائل پر بھی پڑ گئی۔ ذرا اسے ملاحظہ فرمائیے۔"

"کیا بات ہے؟" ہینڈرک نے اس سے پوچھا۔

"شہباز نامی جو شخص آپ کے پاس موجود ہے اور جو میڈم مارگیسا کی وساطت سے آیا ہے، وہ دراصل شہباز نہیں بلکہ ہمارا ایک خاص دُشمن علی یار خان ہے جس کا تعلق پاکستان سے ہے۔ امریکہ میں اس شخص نے بہت سے یہودیوں کو قتل کیا ہے۔ یہ فائل وہ ہے جو مسٹر اولیو ہاورڈ نے آپ کے پاس روانہ کی تھی اور اس میں آپ سے کہا گیا تھا کہ اگر یہ شخص کہیں نظر آئے تو اس پر نہ صرف نگاہ رکھی جائے بلکہ اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی جائے اور بہتر تو یہ ہوگا کہ اگر یہ کسی طرح ہاتھ آجائے تو اسے مسٹر اولیو ہاورڈ کے پاس روانہ کردیا جائے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" ہینڈرک نے دہاڑ کر کہا تھا۔ اور پھر اُس نے فائل کھول کر سامنے رکھ لی تھی۔

میں اُس کی تمام کیفیات کا جائزہ لے رہی تھی شہباز! میرا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ بہر صورت پھر میں نے ہینڈرک کے چہرے کے تاثرات بدلتے دیکھے۔ پھر اُس نے اس شخص سے کہا کہ وہ جا سکتا ہے۔ وہ شخص فوراً ہی باہر نکل گیا۔

اس شخص کے جانے کے بعد وہ تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے تک اس فائل کی ورق گردانی کرتا رہا تھا پھر وہ اٹھا اور باہر نکل گیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

مجھے موقع مل گیا تھا، میں نے جان کی بازی لگا کر یہ خطرہ مول لیا کہ میں خود بھی اس فائل کو دیکھوں۔ میں نے اس فائل میں تمھاری ایک تصویر بھی دیکھی ہے اور تمھارے بارے میں تمام تفصیلات بھی پڑھی ہیں۔

مجھے اس کے بعد نہیں معلوم کہ ہینڈرک نے اس سلسلے میں کیا کیا؟ لیکن میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اپنی جان پر کھیل کر بھی تمھیں ان حالات سے آگاہ کردوں گی بشرطیکہ تم اس وقت تک محفوظ رہو۔ اس کے بعد میں اپنی رہائش گاہ پر گئی اور چھپتی چھپاتی یہاں آنکلی۔ میں نہیں جانتی کہ اس عمارت کے گرد کتنے افراد کا پہرہ ہے اور کس طرح تمھاری نگرانی کی جا رہی ہے۔ لیکن شہباز! میں نے تمھیں ان حالات سے آگاہ کردیا ہے اور میں اس کے لیے بھی تیار ہوں کہ تمھاری ہر ممکن مدد کرسکوں۔"

ڈینی مارش اسمتھ کے سنسنی خیز انکشاف نے چند لمحات کے لیے میرے دماغ کو ماؤف کردیا تھا۔ کامیابی کے اس قدر نزدیک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پہنچنے کے بعد یہ حالات میرے لیے بڑے ہی مایوس کن تھے۔ فوری طور پر کوئی بات ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ پھر بھی میں نے ڈینی مارش اسمتھ سے کہا۔

"ڈینی! میں تمہارے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ یہ حقیقت ہے کہ میں وہی ہوں جس کا علم تمہیں ہو چکا ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ.... میں صیہونی تنظیم کا سخت دشمن ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ ان حالات سے واقف ہونے کے بعد تمہارے جذبات میرے لیے کیا ہوں گے۔ لیکن ایک بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ اگر زندہ بچ گیا اور تمہیں کبھی میری مدد کی ضرورت ہوئی تو تم مجھے اپنے سب سے قریبی دوستوں میں پاؤ گی۔"

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے شہباز۔ کوئی ایسی ترکیب سوچو جس سے تم محفوظ رہ سکو۔ میں جانتی ہوں کہ اس [illegible] برآمد ہو گا۔"

"ٹھیک ہے ڈینی مگر میرا مذہب مایوسیوں اور پریشانیوں میں گھرے ہوئے انسان کو بہت بڑا سہارا دیتا ہے۔ مجھے خدا کی ذات پر بھروسہ ہے اور یہ بھی یقین ہے کہ جو کچھ میری تقدیر میں لکھا گیا ہے وہ میرے حق میں بہتر ہی ہو گا لیکن پھر بھی جہاں تک بچاؤ کی کوششوں کا سوال ہے میں اس میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ انسان مصیبت میں کیا نہیں کرتا مگر ایک دوست کی حیثیت سے تمہیں مزید تکلیفیں دیتے ہوئے مجھے شدید ندامت کا احساس ہو رہا ہے۔"

"مزید تکلیفوں سے تمہاری کیا مراد ہے؟ مجھے بتاؤ۔" ڈینی نے پرخلوص لہجے میں کہا۔

"ڈینی مجھے کہیں سے ایک میک اپ بکس مل سکتا ہے۔ جس سے میں اپنے چہرے میں کچھ تبدیلیاں پیدا کر سکوں۔" میں نے کہا اور ڈینی چونک پڑی۔

"میں تمہیں فراہم کر سکتی ہوں۔ میرے پاس میک اپ بکس موجود ہے۔"

"[illegible] یعنی؟" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"ہاں۔ لیکن اس کے لیے مجھے اپنی رہائش گاہ تک جا کر واپس آنا ہو گا۔ تم اگر کہو تو میں فوراً چلی جاؤں۔ بس تم میرے لیے دعا کرو کہ خدا مجھے میرے اس مشن میں کامیاب کرے۔"

"ڈینی میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ میرا اب یہاں رہنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"[illegible] اب یہ جگہ چھوڑ دینی ہو گی۔"

"مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن پھر تم کس حیثیت سے.... میرا مطلب ہے...."

"یہ سب کچھ بعد میں دیکھا جائے گا۔ فی الوقت اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم نگرانی کرنے والوں کی نظروں سے چھپتے چھپاتے یہاں سے نکل چلیں۔" ڈینی نے ایک پستول نکال کر مجھے دیا اور بولی۔

"اگر یہ بات ہے تو میں تمہیں عارضی سہارا دے سکتی ہوں حالاں کہ ہینڈرک جیسے شیطان سے ہم اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ بالآخر اس کا ذہن مجھ تک پہنچ جائے گا۔ اگر تم یہاں سے غائب ہو گئے تو وہ سوچے گا کہ تمہاری گمشدگی کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں اور تمہیں کن ذرائع سے اطلاع ملی ہو گی۔ لیکن شہباز میں تمہارے لیے یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہوں۔ آؤ جلدی کرو۔" اس نے کہا اور میں تیار ہو گیا۔

ہم اسی کھڑکی سے باہر آئے تھے۔ باہر نکلنے سے [illegible] نے دروازہ کھول کر احتیاطاً جھانک لیا تھا۔ وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ اس لیے میں نے دروازہ کھلا ہی چھوڑ دیا تھا۔ کھڑکی سے اتر کر ہم نے کھڑکی بند کر دی تھی اور پھر رات کی تاریکی میں ہم چھپتے چھپاتے اس عمارت سے باہر نکل آئے۔

میں انتہائی مستعد اور محتاط تھا۔ مجھے بھی شبہ تھا کہ اگر ہینڈرک کو میرے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں تو پھر اس نے مجھے آزاد نہ چھوڑ دیا ہو گا بلکہ میری نگرانی کی جا رہی ہو گی۔ مجھے یہ بھی احساس تھا کہ ممکن ہے ڈینی کو اس عمارت میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا گیا ہو یا پھر ممکن ہے ہینڈرک کی خود اعتمادی نے یہ بات سوچی ہی نہ ہو کہ اسے میری نگرانی کی ضرورت ہے [illegible] یقین ہو گا کہ اس جزیرے سے کسی کا نکلنا ناممکن ہے اور وہ جس وقت چاہے گا چوہے کی طرح پکڑ کر مجھے اپنے سامنے طلب کر لے گا۔

خیر! صورت حال کچھ بھی ہو لیکن ڈینی کی رہائش گاہ تک پہنچنے میں ہمیں کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا اور [illegible] احتیاط کبھی ہمیں اس بات کا احساس نہیں دلا سکی تھی کہ کوئی ہمارا تعاقب کر رہا ہے۔

ڈینی جس وقت اپنے مکان میں داخل ہوئی، اس کے بدن میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی۔ وہ جن خوفناک حالات کا شکار ہونے والی تھی، اس کا احساس مجھے بھی تھا لیکن میں اس وقت اپنی ہمدردی کا مظاہرہ کرنے کے قابل نہیں تھا۔ مجھے اپنی زندگی کی فکر تو پڑی ہی تھی لیکن تنظیم نے جو کام میرے سپرد کیا تھا اور جس قدر معلومات میں حاصل کر چکا تھا، اپنی زندگی گنوا کر ان معلومات کو ضائع.... کرنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ [illegible] معلومات تنظیم کے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہوں گی اور [illegible] ہینڈرک جیسے شیطان سے بچاؤ کرنے کے قابل ہو جائے گی۔

ڈینی مارش اسمتھ مجھے اپنے کمرے میں لے گئی۔ اس نے چاروں طرف سے دروازے مضبوطی سے بند کر دیے تھے لیکن پھر بھی ہر آہٹ پر کان لگائے ہوئے تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے مجھے میک اپ بکس بھی فراہم کر دیا تھا۔ میں نے بہت عجلت میں اپنا چہرہ تو تبدیل کر لیا لیکن لباس کا مسئلہ کسی طرح حل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے مجھے یہی لباس استعمال کرنا پڑا۔ ڈینی کی کیفیت یہ تھی کہ کبھی وہ باہر جاتی تھی اور کبھی..... اندر آ جاتی تھی۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"شہباز تمہاری شکل تو واقعی تبدیل ہو گئی ہے، کوئی بھی تمہیں نہیں پہچان سکے گا لیکن ایک اجنبی انسان کی حیثیت سے تم اس جزیرے پر شناخت کر لیے جاؤ گے اور تمہاری گمشدگی انھیں اس بات کا یقین دلا دے گی کہ یہ تم ہی ہو۔"

"اس کے لیے بھی میں کوئی نہ کوئی حل تلاش کر لوں گا ڈینی۔ فی الوقت اتنا کافی ہے۔ اور سنو! میری دلی خواہش ہے کہ تم خود کو پرسکون رکھو اور اب مجھے بھول جاؤ۔ کاش میں تمہاری بھرپور مدد کر سکتا مگر نہایت افسوس کے ساتھ مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اس وقت تمہیں اپنی مدد خود کرنی ہو گی۔ میرے سلسلے میں اگر تم پر شبہ کیا بھی جائے تو تم کسی نہ کسی طرح انھیں مطمئن کرنے کی کوشش کرنا۔ خدا کرے وہ تم پر شبہ نہ کریں، اچھا میں اب چلتا ہوں۔"

"کہاں جاؤ گے شہباز؟" اس نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

"میں بھی اپنے دفاع کی پوری پوری کوشش کروں گا۔ اب اتنا کمزور بھی نہیں ہوں کہ کچھ نہ کر سکوں۔ تم فی الوقت مجھے اپنے ذہن سے نکال دو۔ تمہاری اس ہمدردی کے لیے میں تمہارا شکریہ ادا نہیں کروں گا کیوں کہ جو لوگ اس قدر قریب آ جاتے ہیں ان کا شکریہ ادا کرنا ان کی محبت کی توہین ہے۔ بہرحال، خدا حافظ۔" میں نے ڈینی کے چہرے پر الوداعی نگاہ کی اور وہاں سے نکل آیا۔

فی الحال کوئی منصوبہ ذہن میں نہیں تھا۔ میک اپ کا سامان میں نے اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا، یہ میری اہم ضرورت تھی لیکن راستہ طے کرتے کرتے دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آ ہی گیا اور میں اچھل پڑا۔

یقیناً اس وقت اس سے بہتر ترکیب اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے واپس اسی عمارت کا رخ کیا جس سے نکل کر ڈینی کے گھر تک پہنچا تھا۔ کچھ دیر بعد میں اسی کھڑکی کے راستے اندر داخل ہو گیا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے گہری گہری سانسیں لیں۔ یہ نیا خیال جو میرے ذہن میں آیا تھا، کسی حد تک سود مند بھی ہو سکتا تھا لیکن اس کے لیے مجھے ایک انسان کو قتل کرنا پڑتا۔

میں نے دراصل اس ڈرائیور کا انتخاب کیا تھا جو مجھے اور مارگسیا کو لے کر ساحل تک گیا تھا اور پھر وہاں سے مجھے واپس لایا تھا۔ یہ ڈرائیور اسی عمارت کے ایک حصے میں مقیم تھا۔ مجھے اس سلسلے میں معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ میں فوری طور پر اس ڈرائیور کا روپ دھار لوں اور اس طرح وقتی طور پر تو جان بچانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

تھوڑی دیر تک میں ذہنی کشمکش کا شکار رہا لیکن یہودیوں کے کسی ایجنٹ کو قتل کرنے میں اب مجھے کوئی جھجک نہیں ہو سکتی تھی۔ میں نے اپنے ذہن کو تسلی دی اور نئے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ رات کافی گزر چکی تھی اور عمارت میں ہر طرف گہرا سکون تھا۔ اس سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہاں میری گمشدگی کا کسی کو پتا نہیں چل سکا ہے۔ ابھی تک حالات میرے حق میں تھے۔

میں پوری طرح تیار ہو کر کمرے کے دروازے سے باہر

جسے قارئین آج تک نہیں بھولے

طالوت

۳ حصوں میں (مکمل)

قیمت فی حصہ ۲۰/- روپے | ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰/- روپے

□ پُراسرار کہانیوں کے شائقین کے لیے
□ طنز و مزاح پسند کرنے والوں کے لیے
□ جاسوسی کہانیوں کے پرستاروں کے لیے

ایک دلچسپ داستان جو آج تک آپ نے نہ پڑھی ہو گی!

کتابی شکل میں تیار ہے

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے منگوائیں

تینوں حصے ایک ساتھ منگوانے پر محصول ڈاک معاف

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نکل آیا اور بے آواز قدموں سے آگے بڑھنے لگا۔ طویل راہداری سے گزر کر میں عمارت کے دوسرے حصّے میں آگیا۔ پوری عمارت سنسان پڑی تھی اس لیے کسی دشواری کے بغیر میں اس جگہ پہنچ گیا جو ڈرائیور کی رہائش گاہ تھی۔

اندر مدّھم روشنی ہو رہی تھی اور رات کے سنّاٹے میں ڈرائیور کے خرّاٹوں کی آواز اُبھر رہی تھی۔ میں نے اس کے کمرے کے دروازے کو دھکا دیا تو دروازہ کھل گیا۔ یہاں جزیرے پر دروازے بند کرنے کا رواج نہیں تھا۔ چنانچہ میں آسانی سے اندر داخل ہو گیا۔ پہلے میں نے احتیاط سے ڈرائیور کے سرہانے تکیے کے نیچے اور پھر اس کے اردگرد کسی پستول کی موجودگی کا جائزہ لیا۔ ڈینی کا پستول میں نے اُسے واپس کر دیا تھا تاکہ وہ کسی بھی سلسلے میں کسی اُلجھن کا شکار نہ ہو۔ پستول کا کوئی وجود نہیں تھا۔ میں نے پلٹ کر دروازہ اندر سے بند کیا اور پھر ڈرائیور کو جھنجھوڑنے لگا۔ ڈرائیور ہڑبڑا کر جاگ گیا۔ وہ دہشت زدہ انداز میں اُٹھ کر بیٹھ گیا اور خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"پریشان یا خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں دوست۔" میں نے بحالت مجبوری تمھیں جگایا ہے۔ مجھے افسوس ہے اس وقت تمھاری نیند خراب ہوئی۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ میرے اس رویّے سے ڈرائیور کے خوف میں کچھ کمی ہو گئی۔ پھر وہ بولا۔

"لیکن تم کون ہو؟"

"میرا نام گوبن ہے۔ بلیک پول کے سیکشن نمبر تین سے تعلق رکھتا ہوں۔"

"اس وقت یہاں۔ میرا مطلب ہے میرے کمرے میں؟"

"ایک ضروری ہدایت لایا ہوں تمھارے لیے۔ تمھارا نام کیا ہے؟"

"مائیکل لون۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"لون کے نام سے پکارے جاتے ہو یا مائیکل کے نام سے؟"

"سب لوگ مجھے لون کہتے ہیں۔"

"نسلاً یہودی ہو۔"

"سو فیصد۔" وہ میرا دوستانہ انداز دیکھ کر پُرسکون ہو گیا تھا۔

"پھر تو تمھیں عربوں سے نفرت ہو گی؟"

"یقیناً۔" اس نے زہر آلود لہجے میں کہا اور میرے ضمیر کی خلش دور ہو گئی۔ میں نے ایک لمحہ خاموش رہ کر خود کو ... اور پھر کہا۔

"تمھیں یہ سُن کر تعجب ہو گا لون کہ اس وقت ایک خطرناک فلسطینی ایجنٹ اس عمارت میں موجود ہے۔"

"اس عمارت میں؟" لون اچھل پڑا۔

"ہاں، وہ میڈم مارگسیا کا مہمان ہے۔ اس نے مسٹر ہینڈرک کو بھی دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔"

"میرے خدا! وہ شخص فلسطینی ہے؟ ویسے میڈم اُسے شہباز کہہ کر پکارتی ہیں۔" لون کے لہجے سے حیرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

"ہاں مسٹر لون! یہ حقیقت ہے کہ اس نے چالاکی سے مسٹر ہینڈرک کو بھی دھوکا دے دیا تھا لیکن بہت جلد اس کی سازش کا پردہ چاک ہو گیا۔ ہم لوگ بیروت سے یہ اطلاع لے کر آئے ہیں۔"

"کیا کوئی لانچ آئی ہے؟ میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا کہ تم شکل سے تو اجنبی نظر آتے ہو۔"

"تمھارا خیال بالکل دُرست ہے۔ اب اس کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ یہ عمارت ہمارے قبضے میں ہے لیکن ابھی اس پر ہاتھ نہیں ڈالا جائے گا۔ پہلے یہ معلوم کیا جائے گا کہ یہاں اس کے کچھ اور ساتھی تو موجود نہیں ہیں۔ مجھے ایک ڈیوٹی سونپ کر تمھارے پاس بھیجا گیا ہے۔"

"کہو، میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں تمھاری جگہ ڈرائیور کی ڈیوٹی انجام دوں گا۔ میں اپنی اصل شکل میں یہ ذمے داری نہیں سنبھال سکتا کیونکہ اُسے ڈرائیور کے بدل جانے سے شبہ بھی ہو سکتا ہے۔ مجھے تمھارے میک اَپ میں رہنا ہے۔"

"پھر میں کہاں جاؤں گا؟"

"تم اسی لانچ سے بیروت چلے جاؤ گے۔" میں نے ڈرائیور سے کہا اور اس کے چہرے پر مسرّت کے آثار نظر آنے لگے۔

"یہ تو خوش خبری سنائی ہے تم نے۔ میں خود بھی یہاں اُکتاہٹ محسوس کر رہا تھا۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

"پہلے اپنا چارج مجھے دے دو تاکہ میں کامیابی سے تمھارا کردار انجام دے سکوں۔ ذرا کھڑے ہو جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کی جسامت کا مجھے پہلے بھی اندازہ تھا۔ میرے اور اس کے قد میں معمولی سی کمی بیشی تھی۔ میں اس کے میک اپ میں بآسانی اپنے آپ کو چھپا سکتا تھا۔

"یہاں تمھارا کوئی عزیز ہے؟"

"کوئی نہیں، سب بیروت میں ہیں۔"

"کوئی دوست؟"

"میں ذرا الگ تھلگ رہنے کا عادی ہوں۔ بس یونہی شناسائی ہے چند لوگوں سے۔"

"کوئی محبوبہ وغیرہ؟" میں نے کہا اور وہ مسکرا دیا۔

"اگر ہوتی تو میں اُسے اپنے ساتھ ہی لے جاتا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ سارے کام میرے اندازے کے مطابق ہو رہے ہیں۔" میں نے پُرمسرّت انداز میں کہا۔ "گاڑی کی چابیاں کہاں ہیں؟"

اس نے برابر رکھی میز کی دراز سے گاڑی کی چابیاں نکال کر میرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

حوالے کر دیں۔

"میرے پاس آؤ۔" میں نے کہا اور وہ میرے نزدیک آگیا لیکن دوسرے ہی لمحے میرے زوردار گھونسے نے اُسے زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کے دونوں ہونٹ کٹ گئے تھے۔ اس سے قبل کہ اس کے حلق سے کوئی آواز نکلے میں نے اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھ دیا اور سرد لہجے میں بولا۔ "تمھاری سطح کے کسی فرد کو میں نے ابھی تک قتل نہیں کیا لیکن تم بھی اسی قابلِ نفرت قوم کے ایک فرد ہو، اس لیے ......" میں نے پاؤں کو مخصوص انداز میں دبایا اور وہ تڑپنے لگا۔ اس کی آنکھیں اور زبان باہر نکل آئی تھیں۔

چند لمحات کے بعد اس نے دم توڑ دیا۔ میں اس وقت بالکل خالی الذہن تھا اس لیے اس کی بے بسی کی موت کا میں نے کوئی اثر نہیں لیا۔ اس کے بعد میں نے اس کا میک اَپ کیا اور بالکل مطمئن ہو گیا۔ اب اس کی لاش ٹھکانے لگانے کا مسئلہ تھا۔ اس سلسلے میں کافی دشواری اٹھانی پڑی۔ پوری عمارت میں ایسی کوئی جگہ نہیں مل سکی جہاں اس کی لاش ٹھکانے لگائی جا سکتی، اس لیے میں نے اسے کار کی ڈکی میں بند کر دیا اور فیصلہ کر لیا کہ اسے دن میں کسی مناسب جگہ ٹھکانے لگا دوں گا۔

میں نے اپنے اس منصوبے کے سارے نشانات مٹائے اور پھر اس کے بستر پر آکر لیٹ گیا۔ صبح ہونے میں دیر نہیں تھی۔ اس کمرے کی عقبی کھڑکی کے شیشوں سے روشنی جھانک رہی تھی۔

ہر چند کہ ساری رات جاگتا رہا تھا لیکن پھر بھی زیادہ تھکن محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ حالات ہی ایسے پیش آتے تھے کہ مستعد رہنے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ میں نے منہ ہاتھ دھویا۔ باورچی نے آٹھ بجے ناشتا دیا جو میں نے اپنے کمرے ہی میں کیا اور پھر لون کا لباس پہنے ہوئے گاڑی کے پاس آگیا۔

پہلے میں نے بالٹی میں پانی بھر کر گاڑی دھوئی اور پھر اس کا بونٹ اٹھا کر آئل وغیرہ چیک کرنے لگا۔ پٹرول کے ٹن بھی میری اس چھوٹی سی رہائش گاہ میں تھے اور اس وقت میں پائپ کے ذریعے گاڑی کی ٹنکی میں پٹرول بھر رہا تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا۔

"لون! جلدی کرو۔ مسٹر بی یان کے پاس چلنا ہے۔ ایک خطرناک شخص بھاگ گیا ہے۔"

"بہتر ہے جناب!" میں نے مستعدی سے کہا۔ وہ شخص کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ میں نے جلدی سے پٹرول کا ٹن اندر رکھا اور ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔ گاڑی باہر نکال کر میں نے پوچھا۔

"مسٹر بی یان اس وقت ....."

"مسٹر ہینڈرک کی رہائش گاہ پر ہی ہوں گے، وہیں چلو۔" وہ شخص بولا اور میں نے سکون کی سانس لی۔ ایسے خطرناک مرحلے ابھی پیش آتے رہیں گے۔ میں نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے سوچا۔

"رات کو تم پُرسکون تھے؟" دفعتاً وہ شخص بولا۔

"میں سمجھا نہیں جناب!"

"میرا مطلب ہے کوئی خاص بات تو نہیں محسوس کی تم نے؟"

"نہیں جناب! مجھے نزلہ ہو گیا ہے۔ برانڈی کے چند پیگ لے کر میں گہری نیند سو گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"قصور ہمارا بھی نہیں تھا۔ ہمیں کوئی اطلاع نہیں تھی۔"

"کیا بات ہو گئی جناب؟" میں نے دبے دبے لہجے میں پوچھا۔

"وہ شخص جو میڈم کا مہمان تھا کوئی خطرناک آدمی ہے۔ مسٹر بی یان نے فون کیا تھا کہ اسے صبح کے ناشتے میں بے ہوشی کی دوا دے دی جائے لیکن پوری عمارت میں اس کا پتا نہیں ہے۔"

"وہ ہے کون جناب؟"

"پتا نہیں۔ بس یہی معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک خطرناک آدمی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

کار میں نے ہینڈرک کی کوٹھی کے پارکنگ لان پر روکی تھی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے کئی گاڑیاں باہر نکلی تھیں، ان میں دو دو افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک افراتفری کی سی کیفیت تھی اور اس بات کا اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ میری تلاش شروع ہو گئی ہے۔ وہ شخص گاڑی سے نکل کر اندر چلا گیا اور میں اپنی جگہ بیٹھا سوچتا رہا۔ حالات بے حد خطرناک تھے۔ اس لاش کو ٹھکانے لگائے بغیر سکون کی سانس نہیں لی جا سکتی تھی۔ کسی بھی لمحے کسی بھی کام سے کار کی ڈکی کھلوائی جا سکتی تھی اور نہایت اطمینان سے لون کی لاش دیکھی جا سکتی تھی اور اس کے بعد کے حالات کا اندازہ کرنا کیا مشکل تھا۔ میں اس شخص کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا جو میرے ساتھ آیا تھا۔

میں کار سے اُتر آیا اور عمارت کے لان کا جائزہ لینے لگا۔ کوئی جگہ میرے مطلب کی نہیں تھی اور اگر ہوتی بھی تو اس کوٹھی میں یہ کام مشکل تھا۔ ابھی تک میرے ذہن میں کوئی ٹھوس اسکیم نہیں تھی۔ بس حالات کے سہارے آگے بڑھ رہا تھا۔ باقی معاملہ تقدیر پر چھوڑ دیا تھا۔

عمارت میں خاصی گہما گہمی تھی۔ گاڑیاں آجا رہی تھیں۔ جزیرے پر کافی گاڑیاں موجود تھیں۔ میرے ذہن میں مختلف خیالات آتے رہے تھے اور پھر اچانک ایک اور خیال میرے ذہن میں ابھرا۔ مارگسیا کے ڈرائیور کی حیثیت سے میں کوئی خاص مقصد حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اگر اس عمارت میں مجھے کوئی اہم شخصیت مل جائے .....

پھر میری نگاہوں نے ایک شخص کو تلاش کر لیا۔ کافی عمر رسیدہ شخص تھا۔ اُس دن بھی میں نے اسے دیکھا تھا جب مارگسیا مجھے ہینڈرک کے پاس لائی تھی۔ میری جسامت اس سے میل نہیں کھاتی تھی لیکن اس کے انداز کو اپنایا جا سکتا تھا۔ گردن تھوڑی سی جھکا لی جائے اور شانے اونچے کر لیے جائیں تو کام بن جائے گا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

میری نگاہیں اس کا تعاقب کرتی رہیں۔ تین چار بار وہ مجھے نظر آیا تھا اور میں اس کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ پھر میں نے ایک خطرہ مول لے ہی لیا۔ اسی وقت کوٹھی کا مالی ہاتھ میں ایک لمبی قینچی لیے میرے نزدیک سے گزرا تھا۔ وہ بوڑھا شخص بھی اتفاق سے تھوڑے فاصلے پر موجود تھا۔ "سنو!" میں نے مالی کو آواز دی۔ وہ رک گیا۔ "ماچس ہوگی تمہارے پاس؟"

اس نے کچھ کہے بغیر اپنے باس سے ماچس نکال کر میری طرف بڑھا دی۔ سگریٹ تو میرے پاس نہیں تھی۔ میں نے ماچس سے ایک تیلی نکال کر اس کا شکریہ ادا کیا اور تیلی سے کان کھجانے لگا۔

"وہ کون صاحب ہیں؟" میں نے بوڑھے کی طرف اشارہ کیا۔

"کہاں؟"

"وہ بوڑھے سے۔"

"ارے انھیں نہیں جانتے۔ ینگی صاحب ہیں یہ اس عمارت کے ڈائریکٹر۔"

"ارے۔ یہ ینگی صاحب ہیں۔ ان کی صحت بہت خراب ہوگئی، ایک دم بوڑھے ہوگئے یہ تو۔" میں نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔

"پچھلے دس سال سے تو یہ ایسے ہی ہیں۔ میں نے تو ان میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھی۔" مالی نے کہا۔

"میں نے طویل عرصے کے بعد دیکھا ہے۔ یہ تو اسی عمارت میں رہتے ہیں۔"

"ہاں، اس لال کوارٹر میں۔ پہلے یہاں نہیں رہتے تھے۔"

"اکیلے رہتے ہیں؟ کوارٹر تو کافی کشادہ ہے۔"

"اب اکیلے رہتے ہیں۔ بیوی اور دونوں بیٹے بیروت چلے گئے ہیں۔ اسی وقت سے یہاں آگئے ہیں۔ وہ مجھے بلا رہے ہیں، اچھا میں چلتا ہوں۔" اس نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا تھا کہ۔۔۔۔۔۔ اس شخص سے عمدہ کوئی دوسرا نشانہ نہیں ہو سکتا ــــ اس سے زیادہ معلومات مہیا کرنا مشکل تھا۔ اس لیے میں نے اسی پر اکتفا کیا۔ اور پھر دوسرے پہلو پر سوچنے لگا۔ یعنی رات کی تاریکی میں یہاں داخل ہونے کے مسئلے پر اور اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر میں نے عمارت کے بیرونی حصے کا ایک جائزہ بھی لگا ڈالا۔ میں نے ایک عمدہ جگہ منتخب کر لی تھی۔ پھر جب کار کے پاس واپس پہنچا تو دو آدمی میرے منتظر تھے۔

"کہاں چلے گئے تھے تم؟"

"کہاں چلوں جناب؟" میں نے جلدی سے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"مورگن صاحب یہیں رکیں گے۔ تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہے۔ پیٹرول موجود ہے کار میں؟"

میں نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔ سارا دن میں خود بھی تلاش میں سرگرداں رہا۔ آج پہلی بار میں نے یہ جزیرہ پوری طرح دیکھا تھا لیکن عجیب دن گزرا تھا۔ لون کی لاش ڈکی میں موجود تھی اور اسے ٹھکانے لگانے کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوئی تھی۔ ان دونوں نے بھی مجھے ایک لمحے کا موقع نہیں دیا۔ یہ کارروائی شام سات بجے تک جاری رہی اور پھر انھوں نے مجھ سے کہا کہ انہیں ان کی رہائش گاہ پر چھوڑ دیا جائے۔ کار سے اترتے ہوئے انہوں نے دوسرے دن مجھے اسی جگہ آنے کی ہدایت کی تھی۔

وہاں سے واپسی پر میں نے سوچا کہ لاش ٹھکانے لگانے کی ضرورت ہی نہیں رہی اب، اگر اسے اسی طرح ڈکی میں رہنے دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ میں تو اپنا حلیہ بدل ہی لوں گا۔ سارا دن سولی پر لٹکے ہوئے گزرا تھا اس لیے اب قدرے سکون کا احساس ہو رہا تھا۔

کار لاک کر کے میں لون کے کوارٹر میں آگیا۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ باورچی نے کھانا دیا اور کھانا کھا کر میں نے اپنی سب سے قیمتی پونجی یعنی میک اپ کا سامان اپنے قبضے میں کیا اور رات گہری ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

ٹھیک ایک بجے میں کوارٹر سے باہر نکل آیا۔ تمام ضروری چیزیں میرے پاس محفوظ تھیں۔ بس راستہ طے کرنے کے معاملے میں احتیاط برتنی تھی کیونکہ مجھے تلاش کرنے والے رات کی تاریکی میں بھی غافل نہیں ہوں گے۔ دن کے اجالے میں، میں نے ان جگہوں کا انتخاب کر لیا تھا۔ جہاں سے گزر کر میں ہینڈرک کی رہائش گاہ تک پہنچ سکتا تھا۔

ایک خشک نالے میں اتر کر میں تقریباً دو فرلانگ چلا اور پھر باہر نکل آیا کیونکہ اب نالے میں گھنی کانٹے دار جھاڑیاں آگئی تھیں۔ اس کے بعد تقریباً دو فرلانگ کا راستہ مخدوش تھا اور پھر مزید ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کر کے میں بالآخر ہینڈرک کی رہائش گاہ کے عقبی حصے میں پہنچ گیا۔ یہاں تھوڑی دیر رک کر صورتِ حال کا جائزہ لیتا رہا اور پھر دن میں منتخب کردہ مقام تک پہنچ گیا۔

میری گمشدگی کے سلسلے میں ان کی کارروائیاں تو کافی سنسنی خیز تھیں لیکن رات پُرسکون تھی۔ ہینڈرک جس قدر چالاک انسان تھا اس کے پیشِ نظر یہ سوچنا تو حماقت تھی کہ اس نے مجھے اپنی خود اعتمادی کے تحت نظر انداز کر دیا ہوگا۔ وہ یقیناً میرے سلسلے میں محتاط ہوگا۔ یہ بات اس کے لیے بے حد خوف ناک ہوگی کہ کوئی فلسطینی نوجوان یا فلسطینیوں کا حامی اتنی گہری سازش کر کے اس کے جزیرے پر پہنچ گیا ہے۔ واقعات جس انداز میں پیش آئے تھے انہوں نے اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہوگا۔ اور میرے غائب ہونے کے بعد یہ تشویش اور بڑھ گئی ہوگی۔ ممکن ہے ڈینی مارش کی طرف بھی اس کا ذہن گیا ہو۔

لیکن اس وقت حالات پُرسکون تھے اور کوئی خاص بات نظر نہیں آتی تھی۔ میں اندر داخل ہوگیا اور پھر اپنی جگہ رک کر میں نے عمارت میں دور دور تک نگاہیں دوڑائیں۔ خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ تب

میں آگے بڑھتا ہوا اس سرخ کوارٹر کی طرف چل پڑا جس میں ینگی رہتا تھا۔ کوارٹر میں مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ اس کا چھوٹا سا احاطہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ میں اس کے دروازے پر پہنچ گیا اور پھر میں نے دروازے کو دھکا دیا۔

اس جزیرے پر ایک ہی بات مجھے پسند آئی تھی۔ لوگ اتنے مطمئن رہتے تھے کہ کبھی کوئی دروازہ بند نہیں ملتا تھا۔ یہاں دروازوں کو بند کرنے کا رواج ہی نہیں تھا۔ ویسے میں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا اور پھر اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جس میں ینگی گہری نیند سو رہا تھا۔

وہ بہت ہوشیار نیند سوتا تھا۔ دروازہ کھلنے کی مدھم سی آواز ہوئی تھی لیکن اس کی آنکھ کھل گئی۔ شاید نزدیک ہی بجلی کا سوئچ موجود تھا کیونکہ دوسرے لمحے کمرے میں تیز روشنی ہوگئی تھی۔ بوڑھا ینگی مجھے گھور رہا تھا اور اس کے ہاتھ میں پستول چمک رہا تھا جس کی نال میری طرف اٹھی ہوئی تھی۔

"او مسٹر ینگی! معافی چاہتا ہوں۔ مجبوراً مجھے آپ کے پاس آنا پڑا۔" میں نے جلدی سے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"تم لون ہو نا؟" اس کی آواز ابھری۔

"جی ہاں، صورتِ حال ایسی ہی خطرناک ہے کہ میں اس طرح چوروں کی مانند آپ کے کوارٹر میں داخل ہوگیا۔"

"کیا بات ہے؟" ینگی کے انداز میں کچھ تبدیلی آگئی تھی۔ پستول اب بھی جوں کا توں اس کے ہاتھ میں موجود تھا۔

"شاید آپ کے علم میں ہو کہ میڈم مارگریٹا بیروت چلی گئی ہیں؟"

"ہاں، میں یہ بات جانتا ہوں۔"

"اور اس بات کا بھی علم آپ کو ہوگا کہ وہ خطرناک مہمان ہمارے یہاں مقیم تھا۔"

"بالکل۔" ینگی میری باتوں کے جال میں الجھتا جا رہا تھا۔

"میں کئی بار اس مہمان کو لے کر مختلف جگہوں پر گیا تھا اور اتفاق سے میں نے اس کی چند باتوں کو نوٹ کر لیا تھا۔"

"اوہ، پھر... آؤ بیٹھو۔ تم یقیناً کوئی خاص بات بتانے آئے ہوگے۔" ینگی نے کہا اور میں اس کے قریب پہنچ کر پلنگ پر بیٹھ گیا۔

"شاید آپ کو علم بھی ہو کہ میں مسٹر لی یان کو لے کر دن میں یہاں آیا تھا۔" میں نے چور سی نگاہ اس کے پستول پر ڈالی اور پستول پر اس کی گرفت کا اندازہ لگانے لگا جو اب زیادہ مضبوط نہیں رہی تھی اور ٹریگر سے اس کی انگلی ہٹی ہوئی تھی۔

"ہاں میں نے مارگریٹا کی گاڑی دیکھی تھی۔"

"مسٹر ینگی! میں نے اس مہمان کو یہاں اس عمارت میں دیکھا تھا۔ جب میری حالت خراب ہوگئی تھی۔"

"اس عمارت میں؟" ینگی کے لہجے سے خوف نمایاں ہوگیا۔

"جی ہاں، آپ کے ایک آدمی کی شکل میں۔ وہ ایک معمولی آدمی کے میک اپ میں یہاں موجود ہے۔"

ینگی بالکل ہی پھنس گیا تھا لیکن پستول اب بھی اس کے پاس موجود تھا اس لیے ابھی میں اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا کیونکہ میری ذرا سی جنبش پر وہ فائر کر سکتا تھا۔

"میرے آدمی کی شکل میں۔ کیا تمہیں یقین ہے؟" اس نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"سو فی صدی مسٹر ینگی! یہ دیکھیے، ثبوت کے طور پر میں چند چیزیں لایا ہوں۔" میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر میک اپ کا سامان نکالا اور اس کے سامنے رکھ دیا۔

ینگی نے پستول ایک طرف رکھا اور سامان پر جھک گیا۔ مجھے اسی وقت کا انتظار تھا۔ دوسرے ہی لمحے میرا کھڑا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا اور وہ اچھل کر بستر پر جا پڑا۔ میں ایک دم اس کے سینے پر سوار ہوگیا۔ میرے پہلے ہی ہاتھ نے ینگی کو نڈھال کر دیا تھا۔ پھر بھی وہ بہت جاندار نکلا اور اس نے شدید جدوجہد کی۔ میں نے نہ تو اسے بستر سے اٹھنے دیا اور نہ ہی اس کے حلق سے کوئی آواز نکلنے دی۔ میں بھی زندگی اور موت کی بازی کھیل رہا تھا۔ بہرحال میری گرفت اس کی گردن پر تنگ ہوتی گئی اور اس کی جدوجہد سست پڑ گئی۔ پھر وہ سرد ہوگیا۔

پوری طرح اطمینان کرنے کے بعد میں اس کے سینے سے اتر آیا۔ اور گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ پُرسکون ہونے کے بعد میں نے اس کی لاش ٹھکانے لگانے کے بارے میں سوچا۔ کوئی خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ چند گھنٹوں کے بعد لون کے قتل کی اطلاع عام ہو جائے گی اور افراتفری میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ اس سے قبل ہی کچھ کر لینا مناسب ہے۔

میں کمرے سے نکل آیا اور کوارٹر کے عقبی حصے میں پہنچ گیا۔ کوارٹر کے پچھلے حصے میں مجھے ایک ایسی چیز نظر آگئی جسے دیکھ کر میں ٹھٹک گیا۔ یہ سیمنٹ کا بنا ہوا بہت بڑا گملا تھا جس کی لمبائی تقریباً پانچ فٹ، چوڑائی دو فٹ اور اونچائی ڈھائی فٹ کے قریب تھی۔ گملا ٹوٹ پھوٹ گیا تھا اس لیے اسے اس کی اصل جگہ سے ہٹا لیا گیا ہوگا۔ اس میں مٹی بھری ہوئی تھی۔ فوری طور پر اس سے بہتر جگہ دوسری نہیں مل سکتی تھی۔ میں واپس اندر آگیا اور کونے کھدروں کی تلاشی لینے لگا۔ پھر مجھے ایسی ایک نوک دار راڈ مل گئی جس سے مٹی کھودی جا سکے۔ چند لمحات کے بعد میں گملا خالی کر رہا تھا۔ میں نے اس کی ساری مٹی زمین پر ڈال دی پھر واپس کمرے میں آیا اور ینگی کی لاش کو پلنگ سے گھسیٹ کر نیچے ڈال دیا۔ اس کے بعد میں نے اسے اٹھایا اور کندھے پر ڈال کر باہر نکل آیا۔ ینگی کسی قدر بھاری بدن کا آدمی تھا لیکن اسے گملے میں ٹھونسنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب وہ مٹی میں سما گیا تو پھر میں نے اس پر مٹی ڈالنا شروع کر دی۔

تقریباً پانچ انچ موٹی مٹی کی تہ میں ینگی چھپ گیا تو میں نے سطح ہموار کر دی اور باریک بینی سے جائزہ لے کر مطمئن ہوگیا۔ پھر ادھر ادھر سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جھاڑ جھنکار جمع کر کے میں نے گملے پہ ڈال دیے۔ اس سے بھی اطمینان نہ ہوا تو میں نے ایک گوشے سے ٹوٹا پھوٹا فرنیچر، گاڑیوں کے دو پرانے ٹائر، ٹاٹ کی چند بوریاں اس پہ ڈال کر اُسے اچھا خاصا کباڑ خانہ بنا دیا۔ لیکن اس انداز میں کہ کسی کو احساس نہ ہو سکے۔ اس کے بعد میں نے گملے کی مٹی کو کیاریوں میں پھیلا کر اس پہ خوب پانی ڈال دیا۔ پھر واپس آکر... میک اَپ کا سامان سنبھالا اور ایک آئینہ تلاش کر کے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں اس میک اَپ پر صرف کر دی تھیں۔ خاصا مشکل میک اَپ تھا۔ بدن کو بھاری بنانے کے لیے کپڑے استعمال کرنے پڑے تھے۔ بہر حال اپنی دانست میں مَیں نے مکمل کام کیا تھا اور اس کے بعد میری قسمت تھی۔

کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ صبح ہونے کے قریب تھی۔ اپنی کارروائی کا آخری جائزہ لے کر میں نے بھرے ہوئے پستول کو سنبھال کر رکھا اور پھر پلنگ پہ دراز ہو گیا۔ حالانکہ ان حالات میں نیند کی گنجائش کہاں تھی۔ لیکن میرے فولادی اعصاب نے میرا ساتھ دیا اور میں گہری نیند سو گیا۔

کسی تیز آواز سے اچانک میری آنکھ کھُل گئی تھی۔ کھڑکی سے سورج کی تیز روشنی اندر آ رہی تھی۔ اور بیرونی دروازے پہ مسلسل آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

میں چونک پڑا۔ یہ آوازیں کیسی ہیں؟ عجیب و غریب آوازیں تھیں۔ میں نے کان لگا کر سُنا اور ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔

مجھے محسوس ہوا تھا جیسے گملے سے لکڑیاں اور دوسرا فرنیچر ہٹایا جا رہا ہے۔ یقیناً ایسی ہی بات تھی لیکن یہ کیسے ہوا؟ کوئی خاص بات ہو گئی تھی، اور اگر کسی کو اس واقعے کی بھنک مل گئی ہے تو پھر یقیناً سُرخ کوارٹر کے گرد مسلح افراد موجود ہوں گے۔ بھاگنے کی کوشش اتنی آسانی سے کامیاب نہیں ہو سکے گی۔

پھر یہ آوازیں میرے کمرے کے قریب سُنائی دینے لگیں۔ اب اس میں کوئی شک نہیں ..... رہ گیا تھا کہ میرا راز فاش ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں خوف ناک صورتِ حال کے لیے تیار ہو گیا۔ میں نے پستول کا چیمبر چیک کیا اور سانس روک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

دروازہ کھُلا اور میں صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے تیار ... یہ۔ دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں غالباً رائفلیں ... ہوئی تھیں۔ کمرے میں زیادہ روشنی نہیں تھی اس لیے میں اچھی طرح ان کے بارے میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ بہر حال میں ان کی کسی بھی حرکت پہ فائر کرنے کے لیے تیار تھا۔

ان میں سے ایک نے اپنی رائفل زمین پہ رکھی اور پھر شاید وہ گھٹنوں کے بل جھک کر مسہری کے نیچے جھانکنے لگا۔ دوسرا آدمی رائفل ہاتھ میں لیے کمرے کے دوسرے کونے میں پہنچ گیا۔ ان دونوں کی حرکتیں بہت پُراسرار تھیں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتے تھے؟ پھر ان میں سے ایک آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگا۔ اب وہ مجھ پہ حملہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے ٹرائیگر پر انگلی کا دباؤ ڈالنا شروع کر دیا اور پھر اچانک مجھے اس سوئچ کا خیال آ گیا جو میرے بالکل قریب تھا۔ میں نے پھُرتی سے ہاتھ بڑھا کر سوئچ آن کر دیا۔

کمرے میں تیز روشنی ہو گئی اور وہ دونوں چندھیائی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگے۔ دونوں کے چہروں پر حماقت برس رہی تھی۔

"سوری مسٹر نیگی! ہم تو بہت آہستگی سے کام کر رہے تھے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہماری وجہ سے آپ کی نیند خراب ہو گئی۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

میں انھیں دیکھنے لگا۔ دونوں خاکروبوں کی وردی میں تھے اور ان کے ہاتھوں میں دبی ہوئی رائفلیں دراصل صفائی کرنے والے برش تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے گہری سانس لی۔

"کیا کر رہے تھے تم دونوں؟" میں نے نیگی کی آواز کی نقل کرتے ہوئے پوچھا۔

"صفائی جناب!" دوسرا معصومیت سے بولا۔

"باہر اور کون ہے؟"

"کوئی نہیں جناب! ہم باہر کی صفائی کر چکے ہیں۔" اس نے جواب دیا اور میں دل ہی دل میں اپنی وحشت پہ ہنسنے لگا۔ مجھ سے زبردست حماقت سرزد ہونے والی تھی مگر خوبیٔ تقدیر سے بچ گیا۔

"ٹھیک ہے، صفائی کرو۔ میں بیمار ہوں۔" میں نے مضمحل آواز میں کہا اور کمبل سے چہرہ ڈھک کر لیٹ گیا۔ دل ہی دل میں اپنی حماقت پر میں شرمندہ ہو رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اگر اس وقت ان لوگوں پہ گولی چلا دیتا تو صورتِ حال بگڑ بھی سکتی تھی۔

لیکن اس طرح زیادہ وقت نہیں گزارا جا سکتا تھا۔ لون کی لاش کار کی ڈگی میں موجود تھی۔ جلد ہی اس کی بدبو پھیل جائے گی اور اس کا انکشاف ہو جائے گا۔ جبکہ نیگی کی لاش جو اسی کوٹھی میں موجود ہے۔ فی الحال وہ لاش محفوظ تھی لیکن زیادہ عرصے تک محفوظ نہیں رہ سکے گی۔ کسی بھی وقت اس گملے پہ کسی کی نظر جا سکتی تھی۔ حالانکہ مٹی میں دبی ہوئی لاش سے تعفن اٹھنے کا امکان نہیں تھا۔ کوئی بھی حادثہ کسی بھی وقت پیش آ سکتا تھا۔ خاص طور سے ایسی شکل میں کہ انہیں جزیرے پہ میری موجودگی کا علم ہے اور وہ میری تلاش میں جزیرے کا کونا کونا چھان رہے ہیں۔

میں رات کو جاگتا رہا تھا اور مصروف بھی رہا تھا اس لیے شدید نزلہ ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے بخار بھی لیکن یہ نزلہ بخار میرے لیے کار آمد ثابت ہوا۔ دوپہر کو اَدھیڑ عمر کی ایک عورت میرے پاس آئی۔

"کیا بات ہے نیگی! آج نظر نہیں آتے۔ سُنا ہے بیمار ہو گئے ہو؟" اس نے بڑی ہمدردی سے کہا اور میں ایک لمحے کے لیے بوکھلا گیا۔ میں بھلا اس عورت کو کیا جانتا۔ تاہم میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں، بس موسمی اثر ہے۔"

عورت نے میری پیشانی چھوتے ہوئے کہا۔ "اوہ تمہیں تو اچھا خاصا بخار ہے، میں ڈاکٹر کو بلاتی ہوں۔"

"کوئی خاص ضرورت نہیں ہے ڈاکٹر کی۔ نزلہ ہے ٹھیک ہو جائے گا۔"

"تم تو ہمیشہ کے بے پروا انسان ہو۔ میں اُسے تمہاری کیفیت بتا کر کوئی دوا لے آتی ہوں۔" اس نے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گئی۔ نہ جانے یہ مہربان خاتون کون تھیں؟ میں معلوم نہ کر سکا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ دوبارہ واپس آئیں۔ ان کے ساتھ ادھیڑ عمر کا ایک اور شخص بھی تھا جس کے پاس اسٹیتھسکوپ دیکھ کر میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ڈاکٹر ہے۔

ڈاکٹر نے میرے سینے، زبان اور آنکھوں کا معائنہ کیا اور پھر بولا۔ "کوئی خاص بات نہیں مس جینڈولن! موسمی اثر اور تھکن ہے۔ کم از کم دو دن آرام کی ضرورت ہے۔ میں دوائیں بھجواتے دیتا ہوں۔"

'مس جینڈولن۔ تو یہ خاتون مس ہیں مگر ہیں کیا؟' میں نے دل ہی دل میں سوچا اور جب ڈاکٹر چلا گیا تو میں نے اس کی طرف دیکھا۔ "تمہیں تو اپنے آپ سے جیسے دشمنی ہے۔ کتنا کہتی ہوں کہ اپنی صحت کا خیال رکھا کرو، ہو گئے نا بیمار۔" اس کے لہجے میں ہمدردی اور اپنائیت تھی۔ میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔ "دوا کا ڈوز لو اور آرام کرو۔ میں فالکر سے کہہ دوں گی، دو تین دن کے لیے وہ تمہاری ذمّے داری سنبھال لے گا۔ آرام ضروری ہے۔"

"بہت بہتر مس جینڈولن!" میں نے آہستہ سے کہا اور مس جینڈولن مسکرا دی۔ پھر کھڑے ہوتے ہوئے کہنے لگی۔

"اچھا اب میں چلتی ہوں۔ دوا جس طرح بتائی جائے پابندی سے لینا۔" وہ ہدایت دے کر باہر نکل گئی۔

رات کی تھکن بھی کام آ گئی تھی۔ اس تکان نے بخار دیا تھا اور اس وقت کے بخار نے تحفظ۔ باقی رہی مس جینڈولن کی بات تو یہاں تو سب ہی میرے لیے اجنبی تھے۔ ان سب سے آخر نمٹنا ہی تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان لڑکا چند دوائیں لے کر آیا۔ وہ میرے سامنے مؤدب تھا۔ میں نے آنکھیں بھینچ بھینچ کر کئی بار کھولیں اور پھر ان پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔ "کون ہو تم؟"

"نیگی صاحب! میں رگھن فراش ہوں اور آپ کے لیے دوائیں لایا ہوں۔"

"مس جینڈولن کہاں ہیں؟"

"اپنے کوارٹر میں گئی ہیں ابھی۔ مجھ سے کہہ گئی ہیں کہ میں یہیں رُکوں اور آپ کو دوا دیتا رہوں۔ پانی لاؤں صاحب؟"

"لے آؤ۔" میں نے کہا۔ لڑکے نے پانی دیا۔ بخار تھا اس لیے ایک دو خوراکیں لے لینے میں کوئی حرج نہیں تھا چنانچہ میں نے دوا لے لی۔

"میری آنکھوں میں بھی تکلیف ہو گئی ہے۔ آرام کروں گا، کوئی بھی مجھ سے ملنے آئے تو منع کر دینا۔ سمجھے۔"

"جی نیگی صاحب!" اس نے جواب دیا اور باہر نکل گیا۔

اس کے بعد کا وقت پُرسکون گزرا تھا۔ شام کو مس جینڈولن پھر آئیں۔ "رگھن بتا رہا تھا کہ تمہاری آنکھوں میں بھی تکلیف ہے، کمرے میں روشنی کیوں نہیں کی؟"

"اوہ، بند کر دو، بند کر دو جلدی۔ سخت تکلیف ہے آنکھوں میں۔ سارا دن آنکھیں نہیں کھول سکا۔"

"مگر آنکھوں میں تکلیف کیوں ہو گئی ہے؟"

"مجھے ایسا ہی شدید نزلہ ہوتا ہے۔ سر میں، آنکھوں میں اور کانوں میں بھی تکلیف ہو جاتی ہے۔ ویسے دوا سے فائدہ ہے۔" میں نے کہا۔ مس جینڈولن نے میرا بخار دیکھا اور کسی قدر مطمئن ہو گئیں۔

"ہاں، بخار ہلکا ہے۔"

"فالکر نے کام سنبھال لیا ہے؟" میں نے پوچھا۔ مس جینڈولن نے میرے نائب کا یہی نام لیا تھا۔

"بڑی خوش اسلوبی سے۔ عمارت پہ گارڈ اور بڑھا دیے گئے ہیں۔ باہر کی فضا بہت خراب ہے، دوسری بستی میں اب بھی تلاشیاں ہو رہی ہیں۔" انھوں نے کہا۔

"تلاشیاں؟"

"ہاں، مارگیا کا ڈرائیور لون اپنی کار کی ڈگی میں مردہ پایا گیا ہے اور اس کی لاش کئی دن پُرانی ہے۔"

"لون؟" میں نے چونکنے کی اداکاری کی۔ میرا دل سینے میں اچھل پڑا تھا۔

"ہاں، حیرت کی بات یہ ہے کہ اُسے چند گھنٹے پہلے زندہ دیکھا گیا تھا۔"

"کیا کہہ رہی ہو تم؟"

"اب تفصیل تو فالکر ہی کو معلوم ہو گی۔ میں نے تو صرف چند باتیں سُنی ہیں۔" مس جینڈولن بولی۔

"اوہ، فالکر کو بلاؤ۔ مجھے حالات سے کیوں بے خبر رکھا گیا ہے؟" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"میں نے منع کر دیا تھا فالکر کو ورنہ وہ تو تمہارے پاس آ رہا تھا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اس وقت تمہیں پریشان کرنے کے بجائے وہ اپنی ذمے داری سنبھالے۔"

"اوہ! بلاؤ اسے۔ میں اس سے حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہوئے تو رات بھر سو بھی نہیں سکوں گا۔"

مس جینڈولن فالکر کو بلانے چلی گئیں۔

فالکر گٹھے ہوئے بدن کا نوجوان آدمی تھا۔ کمرے میں اندھیرا ہونے کے باوجود میں نے اس کے خدوخال اچھی طرح ذہن نشین کرلیے تھے۔ فالکر نے مجھے پوری کہانی سنائی اور اس کا لبِ لباب یہ تھا کہ ڈکی سے لون کی لاش برآمد ہوئی ہے اور ایک خطرناک شخص اس کے میک اپ میں رہ کر یہ تمام حرکتیں کرتا رہا ہے۔ یہ وہی شخص تھا جو فرار ہوگیا تھا۔

"کیا وہ بہت خطرناک آدمی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہی معلوم ہوتا ہے۔ سیکریٹری صاحب خود بھی پریشان نظر آرہے تھے۔ لانچیں اسے تلاش کرنے کے لیے سمندر میں دور دور تک نکل گئی ہیں۔ سیکریٹری صاحب نے ہیلی کاپٹر بھی منگوائے ہیں اس کام کے لیے۔"

"تم اپنے کام میں مستعد رہو۔ ڈیوٹی سخت کردو، رات کو چیکنگ کرو۔ کاش میں بیمار نہ ہوتا۔"

"آپ بالکل مطمئن رہیں ینگی صاحب! سیکریٹری صاحب نے خود ڈیوٹیاں چیک کی ہیں اور مطمئن ہوگئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے جاؤ اور اگر کوئی خاص بات ہو تو مجھے اطلاع ضرور دینا۔"

"بہتر جناب!" فالکر باہر چلا گیا۔ مس جینڈولن سے بھی تھوڑی دیر کے بعد جان چھوٹ گئی تھی لیکن ان کا حدودِ اربعہ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ نہ جانے ان کا مسٹر ینگی سے کیا تعلق تھا؟ ویسے ان کا لہجہ خطرناک تھا۔

رات کو میں نے رگھن کو بھی واپس بھیج دیا اور اب میں سرخ کوارٹر میں تنہا تھا۔ کافی رات گئے جب ماحول پر گہری تاریکی اور سناٹا مسلط تھا، میں خاموشی سے اپنے دروازے سے باہر نکل آیا۔ پہلے میں نے باہر کا جائزہ لیا اور اس کے بعد اس بنگلے کے پاس پہنچ گیا جس میں مسٹر ینگی آرام کررہے تھے۔

"سوری مسٹر ینگی! مجھے افسوس ہے کہ آپ کو میری وجہ سے تکلیف اٹھانا پڑی لیکن مجبوری تھی۔ اب آپ سے درخواست ہے کہ خاموشی سے یہاں آرام کرتے رہیں اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے مجھے پریشانی ہو۔"

میں نے اس تمام سامان کو چیک کیا جو اس بنگلے پر رکھا ہوا تھا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی جس سے مجھے اطمینان ہوا۔ یوں بھی وہ کوئی قابلِ توجہ جگہ نہیں تھی۔ میں وہاں سے مطمئن ہوکر واپس کمرے میں آگیا۔ میری تلاش ہورہی تھی۔ پورے جزیرے اور آس پاس کے سمندر میں، بہرحال میں اپنی زندگی کے دلچسپ ترین دور سے گزر رہا تھا اور میں نے طویل عرصے تک اس زندگی کے خواب دیکھے تھے اور یہی ان کی تعبیر تھی۔ میں تو اسے اپنی تقدیر کی معراج سمجھتا تھا۔ فلسطین کا معاملہ نیا نہیں تھا۔ اسرائیل کے قیام کے بعد سے آج تک جو واقعات پیش آئے تھے، اہلِ اسلام ان پر خون کے آنسو روتے تھے۔ بیت المقدس کی آزادی کے لیے ہمیشہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھتے تھے۔

میں نے قصور کی مسجد میں جمعے کی نماز کے بعد مولوی صاحب کی رقت آمیز آوازیں سنی تھیں۔ "اے میرے معبود! بیت المقدس کو آزادی عطا فرما۔ فلسطینی مجاہدین کی حفاظت فرما، انہیں کامرانی سے ہم کنار کر۔" اس وقت میرے معصوم ذہن میں یہ باتیں نہیں آتی تھیں لیکن وہ الفاظ مجھے یاد تھے۔ امریکہ میں میں نے کئی بار اس موضوع پر مضامین پڑھے تھے۔ اخبار میں فلسطین سے متعلق خبریں پڑھی تھیں لیکن میرے دل میں کوئی خاص جذبہ بیدار نہیں ہوا تھا لیکن اس دن ایبرن ہال میں وہ شرمناک تقریر مجھ سے برداشت نہیں ہوسکی اور میرے سینے میں جذبات کا سمندر ابل پڑا۔

اور اس کے بعد سے آج تک میں نے صیہونی نظام سے نفرت کی تھی۔ میری دلی خواہش پوری ہوگئی تھی۔ آج میں بھی فلسطینی مجاہدین میں شامل تھا۔ میں پاکستانی تھا لیکن فلسطین بھی میرا تھا۔ میں نے علامہ اقبال کا ترانہ پڑھا تھا۔

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا

یہ سب کچھ ہمارا تھا اور غاصبوں کو بالآخر یہاں سے نکلنا ہی تھا۔ میرے لیے اس سے زیادہ پُرمسرت بات اور کیا ہوسکتی تھی کہ میں اپنی زندگی کے سب سے حسین دور میں داخل ہوگیا تھا۔ یہ ساری جدوجہد صیہونیت کے خلاف تھی اور مجھے خود پر ناز تھا۔ حالات کیسے بھی ہوں۔ میری زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب خدا کے ہاں موجود ہوگا۔ بس یہی تصور میری روح کا سکون تھا اور سکون کے اس روح پرور احساس کے ساتھ ہی میں سوگیا۔ خوب گہری نیند سویا اور صبح سورج چڑھے آنکھ کھلی۔ دن کو گیارہ بجے فالکر نے آکر سب ٹھیک ہونے کی اطلاع دی۔ میں نے آنکھوں کی بیماری کی وجہ سے کمرے میں روشنی کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

مس جینڈولن سے نہ جانے آج کیسے جان بچی رہی۔ وہ نہ جانے کہاں مصروف تھیں۔ بہرحال مجھے اس خطرناک عورت کے نہ آنے کی خوشی تھی۔ نہ جانے کیوں میں اس کے قرب سے نروس سا ہوجاتا تھا۔

سارا دن پُرسکون گزرا۔ شام ہوگئی۔ میں باہر کے حالات پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ ذرا سی بے چینی بھی تھی۔ نہ جانے میری تلاش اب کس مرحلے میں داخل ہوگئی ہے؟ کیا کیا اقدامات کیے گئے ہیں؟ نہ جانے کیا وقت ہوا تھا؟ میرے کوارٹر میں خاموشی اور سناٹا تھا۔ سارا دن کمرے میں پڑے پڑے بوریت ہوگئی تھی، چنانچہ میں باہر نکل آیا۔

مجھے کچھ افراتفری سی محسوس ہوئی تھی۔ باہر کچھ زیادہ آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ضرور کوئی خاص بات تھی۔ میں نے جلدی سے کوارٹر کا باہری دروازہ بند کیا اور اس کے بائیں سمت کی ایک دیوار پر چڑھ کر چھت پر پہنچ گیا۔

اسے خوش بختی ہی کہا جاسکتا تھا کہ چھت پر مجھے چھپنے کے لیے ایک معقول جگہ مل گئی۔ کوارٹر کی پشت پر ایک بہت تناور درخت پھیلا ہوا تھا جس کی شاخوں نے کوارٹر کی پوری چھت ڈھانپ لی تھی۔ یہ شاخیں خوب گھنی تھیں اور ان میں آسانی سے چھپا جاسکتا تھا۔

میں شاخوں میں چھپتا چھپاتا کوارٹر کے سامنے کے سرے پر پہنچ گیا۔ یہاں سے باہر کے مناظر صاف دیکھے جاسکتے تھے۔ دس بارہ اسٹین گن بردار ایک حصار سا بنائے کھڑے ہوتے تھے اور اس حصار میں عمارت کے سارے ملازمین اور دوسرے افراد موجود تھے۔ چوڑے چہرے والا ایک شخص دوسرے دو تین افراد کے ساتھ حصار کے اندر موجود لوگوں کو چیک کررہا تھا۔ فالکر بھی ان کے ساتھ اس کارروائی میں حصہ لے رہا تھا۔

یہ چوڑے چہرے والا شخص نہ جانے کون تھا؟ بہرحال اس بات میں شک و شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ یہ کارروائی بھی میری تلاش کا ایک حصہ تھی۔ وہ تمام لوگوں کے چہرے امونیا سے دھلوا کر نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ اس کام کے لیے انہیں کئی دن درکار ہوتے لیکن اپنے طور پر وہ اس بات کا جائزہ لے رہے تھے کہ کہیں میں ان ملازموں کے درمیان تو موجود نہیں ہوں۔ بڑی خوفناک بات تھی۔ مجھ سے بھی ضرور پوچھا جائے گا اور... اور...

میں ان لمحات کے لیے خود کو تیار کرنے لگا۔ دو باتوں میں سے ایک کا فیصلہ کرنا تھا یا تو میں یہاں چھپا رہوں اور ان کے سامنے نہ آؤں یا پھر یہ خطرہ مول لے لوں۔ میرا میک اپ اتنا معمولی نہیں تھا کہ آسانی سے ان لوگوں کو میرے بارے میں پتا چل جاتا مگر اس مرحلے سے گزر گیا تو پھر کافی آسانیاں ہوجائیں گی مگر وہ چوڑے چہرے والا؟ ممکن ہے وہ بہت تیز نگاہ رکھتا ہو۔

تقریباً ایک گھنٹے تک یہ کام جاری رہا اور پھر چوڑے چہرے والے شخص نے ہاتھ اٹھا کر کچھ کہا۔ اس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آسکے تھے لیکن اس کے بعد اسٹین گن والوں کا حصار ختم ہوگیا۔ تمام ملازمین منتشر ہوگئے تھے۔

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ ایک بار پھر میری جان بچ گئی تھی۔ غالباً انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ ایک بے مقصد کارروائی ہے اور اس سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔

لیکن یہ اندازہ بھی ہوگیا تھا مجھے کہ وہ میری تلاش میں ناکام ہوکر اب اس لائن پر سوچنے لگے ہیں کہ ممکن ہے میں کسی دوسرے میک اپ میں ہوں مگر یہ تصور زیادہ خوفناک تھا کہ وہ میرے یہاں موجود ہونے کے بارے میں بھی سوچ سکتے ہیں حالانکہ میں انہیں یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ میں ایک عام آدمی ہوں اور ان لوگوں سے خوف زدہ ہوں یعنی یہاں سے نکل جانے کا خواہش مند۔

بہرحال اس وقت یہ آفت ٹل گئی تھی لیکن اب کچھ کرنا تھا۔ اس بارے میں میں ساری رات سوچتا رہا۔ صبح ہونے والی تھی تو میں ایک فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

دوسری صبح مس جینڈولن مجھ سے ملاقات کرنے آئیں تو میں نے مسکراتے ہوئے ان کا استقبال کیا۔

"تمہارے اس کمرے میں تاریکی بہت ہے، روشنی کردوں؟" انہوں نے نرم لہجے میں پوچھا اور میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر لائٹ جلا دی۔

"گڈ۔" مس جینڈولن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہاری حالت خاصی بہتر نظر آرہی ہے۔"

"میں نے کہا تھا ناکہ معمولی سا نزلہ ہے، ٹھیک ہوجائے گا۔ اس

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

سونا گھاٹ کا پجاری

قیمت: ۲/- روپے ○ ڈاک خرچ: ۱/- روپے

- ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مرگیا تھا لیکن اس کی لاش مندر کے تہ خانے میں اصلی حالت میں موجود تھی۔
- سونا گھاٹ کے علاقے پر اس مردہ پجاری کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر جگہ زندہ نظر آتا تھا۔
- ایک مظلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آکر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کرلیں۔
- وہ طاقتور ترین شخص بن گیا لیکن ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔

بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟
ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کتابی شکل میں دستیاب ہے۔
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

انکا مکمل، دو حصے	اقابلا مکمل دو حصے	غلام روحیں مکمل
قیمت فی حصہ ۲۵ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے	قیمت فی حصہ ۲۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے	قیمت ۱۵ روپے، ڈاک خرچ ۔ روپے

کتابیات پبلی کیشنز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سلسلے میں پریشان ہونا بے کار ہے۔"

"آنکھیں ٹھیک ہیں ہے؟"

"ہاں، نزلہ ہمیشہ میری آنکھوں کو متاثر کرتا ہے۔ اب ٹھیک ہوں۔ ویسے میری غیر موجودگی میں فالکر کیا کرتا رہا ہے؟"

"کوئی شکایت نہیں ہوئی کہیں سے۔ فالکر نے بخوبی سارے معاملات سنبھالے ہوئے ہیں۔ پھر بھی آج کل حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ گارڈز کو بہت چاق و چوبند رہنا پڑتا ہے۔"

"کیوں، کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"وہی مفرور شخص سب کے لیے مصیبت بنا ہوا ہے۔ ابھی تک ہاتھ نہیں آیا۔ ویسے خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ لون کو قتل کر کے وہ اس عمارت تک آگیا اور پورے دن اپنی تلاش میں سرگرداں رہا جبکہ لون کی لاش کار کی ڈکی میں موجود تھی۔ یہ معمولی دل گردے والے کا کام نہیں ہے۔"

"واقعی؟" میں نے مصنوعی تاثر کے ساتھ کہا۔ "مگر وہ ہے کون؟"

"خدا جانے۔ کل عمارت کے تمام ملازمین کو سیکرٹری صاحب نے خود چیک کیا تھا۔"

"عمارت کے ملازمین کو کیوں؟"

"بس خیال تھا کہ کہیں وہ کسی اور کے میک اپ میں تو یہاں داخل نہیں ہو گیا ہے۔"

"کیا وہ میک اپ کا ماہر ہے؟"

"مجھے اس بارے میں زیادہ تفصیلات معلوم نہیں۔" مس جینڈولن نے کہا۔ میں دل ہی دل میں اس شخص کے بارے میں سوچ رہا تھا جو ان لوگوں کو چیک کر رہا تھا۔ تو وہ سیکرٹری ہے لیکن کمبخت عجیب بے ہودہ سا انسان تھا۔ میں اس کا روپ بھی دھار سکتا تھا اور وہ بڑے کام کی چیز تھا۔

مس جینڈولن تھوڑی دیر تک باتیں کرتی رہیں۔ پھر وہ چلی گئیں اور میں باہر نکل آیا۔ میں نے مسٹر نیگی کی قبر دیکھی جو گملے میں تھی۔ اس کی حفاظت کرتے رہنا ضروری تھا۔ فی الحال یہی میری بچت کا ایک ذریعہ تھا۔ اگر اس کا راز فاش ہو جاتا تو میرا کھیل بھی ختم تھا۔

اپنے کوارٹر سے نکل کر میں حالات کا جائزہ لینا پھرا۔ فالکر کی نگاہ مجھ پر پڑی تو وہ تیزی سے میرے پاس پہنچا۔ "اوہ مسٹر نیگی! آپ نے کیوں زحمت کی؟ کچھ اور آرام کر لیتے۔"

"اب میں ٹھیک ہوں فالکر! کوئی الجھن تو نہیں ہے؟"

"نہیں جناب! کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بس ذرا ڈیوٹیاں بدلنا پڑی ہیں۔ داخلی دروازوں پر خاص طور سے نگرانی سخت کرنا پڑی ہے ہمیں۔"

"مفرور کا معاملہ ہے؟" میں نے پوچھا

"ہاں، کوئی خاص آدمی معلوم ہوتا ہے۔" فالکر نے جواب دیا اور میں اس کے ساتھ عمارت میں داخل ہو گیا۔ یہ اندرونی عمارت تھی یعنی وہ جگہ جہاں مسٹر ہینڈرک کا قیام تھا۔ میرے ڈیوٹی گارڈ مستعد تھے۔ اب اندازہ ہوا کہ نیگی محض نگراں تھا لیکن رعب داب کا آدمی تھا۔ تمام عملہ میرے سامنے مؤدب تھا۔ عمارت کے اندرونی حصے کے لوگ بھی میری عزت کر رہے تھے۔

اس وقت ہم دونوں یعنی میں اور فالکر ایک راہداری سے گزر رہے تھے کہ دفعتاً ایک کمرے کے دروازے سے وہی جوڑے چہرے والا شخص نکل آیا۔ ہم دونوں کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا پھر اس نے کہا۔

"نیگی! یہاں آؤ۔ میں تمہیں بلوانے ہی والا تھا۔"

"اوکے فالکر! تم جاؤ اور سنو! پوری عمارت کے چکر لگاتے رہو، بلکہ دو آدمی اس کام کے لیے مخصوص کر دو کہ وہ ایک ایک گھنٹے کے بعد عمارت کے احاطے کا چکر لگاتے رہیں۔" میں نے زور سے کہا تاکہ سیکرٹری بھی سن لے۔

"ٹھیک ہے جناب!" فالکر نے کہا اور چلا گیا۔ میں اس کمرے میں داخل ہو گیا جس سے سیکرٹری باہر نکلا تھا اور اب دوبارہ کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔

"کچھ ضروری ہدایات ہیں تمہارے لیے نیگی!"

"حکم جناب!" میں نے ادب سے کہا۔

"صورتِ حال تمہارے علم میں ہے۔ میں تمہارے اسٹاف میں کچھ اور لوگوں کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"جیسا آپ مناسب خیال فرمائیں جناب! لیکن اس کی ضرورت تو نہیں ہے۔"

"اوہ نیگی! ضرورت ہے۔ تمہارے گارڈ صرف مستعد سپاہی ہیں۔ وہ زیادہ چالاک نہیں ہیں جبکہ وہ کمبخت بہت چالاک معلوم ہوتا ہے۔ مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ کسی طرح اس عمارت میں داخل نہ ہو جائے۔"

"آخر وہ ہے کون؟" میں نے کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"بس یار! کیا بتایا جائے۔ ہمارے لیے کسی نئی الجھن کا اضافہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ مادام مارگیا کا منظورِ نظر تھا۔" سیکرٹری نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سمجھا جناب!"

"اس وقت مجھ سے سوالات نہ کرو نیگی! میں بہت مصروف ہوں۔ چھ آدمی تمہیں دے رہا ہوں۔ ان لوگوں کو لے جاؤ اور ڈیوٹی گارڈز سے ان کا تعارف کرا دو۔ یہ سب داخلی دروازوں پر رہیں گے اور آنے جانے والوں پر خصوصی نگاہ رکھیں گے۔ اس کے علاوہ رات کی ڈیوٹی میں تم خود یہاں عمارت میں رہو گے۔ ساری رات یہاں گشت کرو گے۔ تمہارے علاوہ کسی اور پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔"

"ایک سوال اور کروں گا جناب!"

"ہاں پوچھو۔"

"کیا اس شخص سے عمارت میں کسی کو خطرہ ہے؟"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اوّل تو وہ عمارت میں داخلے کی جرأت ہی نہیں کرے گا۔ کسے پڑی ہے کہ وہ خود موت کے منہ میں چلا جائے لیکن وہ شخص جس قدر چالاک ہے اس کے تحت ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ ممکن ہے وہ اس عمارت ہی کو اپنے لیے بہترین پناہ گاہ تصور کرے۔"

"اوکے سر! آپ مطمئن رہیں۔" میں نے کہا۔

"آؤ میں تمہیں ان لوگوں سے ملا دوں جنہیں تم یہ ڈیوٹی سونپو گے۔" سیکرٹری نے کہا۔

وہ چھ افراد ایک کمرے میں موجود تھے۔ سب کے سب لبنانی ہی معلوم ہوتے تھے۔ سیکرٹری نے ان سے میرا تعارف کرایا اور پھر وہ چلا گیا۔ میں نے اس کی مرضی کے مطابق ان سب کو ان کی ڈیوٹیوں پر تعینات کر دیا۔

ویسے یہ ایک دلچسپ کام تھا۔ میں خود اپنے لیے انتظامات کر رہا تھا۔ اونٹ کسی کروٹ بیٹھے۔ ممکن ہے میں یہاں اپنے طور پر مکمل کامیابی نہ حاصل کر سکوں لیکن یہ لوگ مجھے زندگی بھر یاد رکھیں گے۔ جب انہیں حالات کا علم ہو گا تو وہ اپنے بال نوچتے اور چہرے کھسوٹتے رہ جائیں گے۔

سارا دن مصروف گزرا۔ رات کو میں عمارت میں آگیا۔ میں نے ڈیوٹی گارڈز کو ہوشیار کر دیا تھا۔

اس دوران ہینڈرک مجھے ایک بار بھی نظر نہیں آیا تھا۔ اس وقت میں اس کی رہائش گاہ کے آس پاس ہی موجود تھا۔ اپنی دانست میں یہ لوگ ابھی تک میرے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلتے رہے تھے لیکن اب میں ان کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا تھا۔

رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ چاروں طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے عمارت سے باہر قدم نہیں نکالا اور اندر ہی اندر گشت کرتا رہا۔ اس وقت تقریباً رات کا ایک بجا تھا۔ میں ہینڈرک کی خواب گاہ کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ دفعتاً خواب گاہ کا دروازہ کھلا۔ باہر آنے والا ہینڈرک ہی تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا۔

شب خوابی کے لباس میں وہ عجیب نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک لمبی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ "نیگی!" اس نے مجھے آواز دی اور میں دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ ہینڈرک تعجب سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"اندر آؤ میرے ساتھ۔" اس نے کہا اور دوبارہ اپنی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔

ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں لیکن پھر میں نے خود کو سنبھال لیا اور خاموشی سے اس کی خواب گاہ میں چلا گیا۔ بہت خوبصورت خواب گاہ تھی۔ اعلیٰ درجے کے فرنیچر سے آراستہ۔

"تم یہاں کیا کر رہے تھے نیگی؟"

"سیکرٹری صاحب نے میری ڈیوٹی یہاں لگائی ہے سر!" میں نے ادب سے جواب دیا۔

"ہاں حالات ایسے ہی پریشان کن ہیں نیگی! تمہاری یہاں پر ڈیوٹی ضروری ہے۔ تم نے اس سے قبل یہ خواب گاہ دیکھی ہے؟"

"نہیں جناب!"

"کمال ہے تم منتظمِ اعلیٰ ہو۔ میرا تو خیال تھا کہ تم اس خواب گاہ کی صفائی بھی اپنی نگرانی میں ہی کراتے ہو گے۔"

"میں نے یہاں اپنے ماتحت فالکر کو تعینات کر دیا ہے جناب! آج تک مجھے کوئی شکایت نہیں ملی۔" میں نے جواب دیا۔ ہینڈرک کے یہ سوالات بے معنی نہیں تھے۔ ضرور اس کے ذہن میں کوئی کھٹک پیدا ہو گئی تھی۔

میں نے اچانک نئی صورتِ حال پیدا ہو جانے سے اپنی کمزوری پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کی اور سنبھل گیا۔

"ہاں فالکر ایک ہوشیار اور مستعد نوجوان ہے۔ واقعی کبھی کوئی شکایت کی بات نہیں ہوئی لیکن یہ اعزاز اسے بھی حاصل نہ ہو سکا ہو گا کہ اس نے پوری خواب گاہ دیکھی ہو۔ آؤ میں تمہیں اس کے بارے میں تفصیلات بتاؤں۔ آؤ۔"

ہینڈرک نے کہا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ مجھے کہاں لے جانا چاہتا ہے۔ خواب گاہ میرے سامنے تھی۔ ہینڈرک ایک دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے دیوار میں نصب کوئی بٹن دبایا اور ایک پوری دیوار سرک کر دوسری طرف ہٹ گئی۔ ہینڈرک میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"کیا خیال ہے؟"

"حیرت انگیز جناب! یہاں ایسی کسی چیز کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔"

"آؤ اندر آؤ۔ میں تمہیں اس جزیرے کے عجائبات سے روشناس کراؤں۔ آ جاؤ اندر۔"

ہینڈرک اس جگہ سے گزر کر دوسری طرف پہنچ گیا۔ دوسری سمت سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ چوڑی سیڑھیاں۔ ہینڈرک نہایت اطمینان سے وہ سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ سیڑھیاں طے کرنے لگا۔

"صرف چند افراد ہیں جو اس جگہ سے واقف ہیں۔ جنرل شبرون، مارشل گوبان اور میرا سیکرٹری۔ بس تم چوتھے آدمی ہو جسے میں یہاں لایا ہوں۔" اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

دوسری طرف تاریکی تھی لیکن آخری سیڑھی عبور کرنے کے بعد ہینڈرک نے نہ جانے کیا کیا کہ چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ ایسی روشنی جو آنکھوں کو بری نہیں معلوم ہو رہی تھی۔ میں نے اس روشنی میں اس عجیب و غریب جگہ کو دیکھا۔ عجائبات میں شمار کیا جا سکتا تھا اس کا یہ ایک عظیم الشان ہال تھا جو کسی ستون کے بغیر نظر آ رہا تھا۔ ... کی تعمیر تھی۔ دیواروں میں الماریاں نظر آ رہی تھیں جگہ جگہ عجیب طرز کی مشینیں موجود تھیں۔ ایک جگہ چند پنجرے بنے ہوتے تھے جن میں سے ایک پنجرے میں دو سیاہ فام نظر آ رہے تھے۔ وہ دونوں روشنی دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"آؤ" ہینڈرک نے کہا اور میں بے اختیار آگے بڑھ گیا۔ راستے میں میں نے ایک چھوٹا سا حوض دیکھا جس میں بھرے ہوتے پانی پر کاہی سی جمی ہوئی تھی اس حوض پر شیشے کا ڈھکن تھا۔ ہینڈرک اس کے اوپر سے گزر گیا تھا۔ مجھے بھی اس پر سے گزرنا پڑا لیکن میں پوری طرح ہوش میں تھا۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ ہم اس ہال کے وسط میں تھے۔

ہینڈرک ایک بڑی میز کے پیچھے بیٹھ گیا اور پھر اس نے مجھے بھی ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"سر! اگر مجھے اجازت ہو تو....."

"ہاں کیا کہنا چاہتے ہو؟" ہینڈرک مسکراتے ہوئے بولا۔

"میں اپنی ڈیوٹی پر ہوں۔"

"یعنی اس عمارت کی نگرانی؟"

"جی ہاں۔"

"اس عمارت کے لیے تم فکر مند نہ ہو۔ یہاں بیٹھ کر بھی تم اپنی ڈیوٹی انجام دے سکتے ہو، بیٹھو۔" اس نے کہا اور میں اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ ایک خاص ڈیزائن کی کرسی تھی۔

میں کسی بھی لمحے کسی حادثے کا منتظر تھا لیکن اب تو اس چوہے دان میں پھنس ہی چکا تھا۔ اب جو کچھ بھی ہو۔

"تو مسٹر نیگی! یہ ہے میری کائنات۔ تمہیں اس کی حقیقت جان کر مسرت ہوئی ہوگی۔ میں نے تمہاری ڈیوٹی والی بات غلط نہیں کہی تھی۔ یہ دیکھو، یہ تمہاری ڈیوٹی کی جگہ ہے۔" اس کے ساتھ ہی میری کرسی خود بخود گھوم گئی تھی اور اب میری آنکھوں کے سامنے ایک وسیع اسکرین تھا جس پر کچھ دھندلاہٹ تھی لیکن چند لمحات کے بعد یہ دھندلاہٹ صاف ہو گئی اور اس پر باہر کے مناظر روشن ہو گئے۔ یہ عمارت کے خاص حصے تھے۔ راہداریاں سنسان پڑی ہوئی تھیں۔ اسکرین پر مناظر بدل رہے تھے اور عمارت کے مختلف حصے آ جا رہے تھے۔ ڈیوٹی گارڈ اپنی اپنی جگہوں پر مستعد تھے۔ پوری عمارت دیکھنے کے بعد ہینڈرک کی آواز ابھری۔

"کیا خیال ہے مسٹر نیگی! کیا یہاں سے تمہارا کام تسلی بخش انداز میں نہیں ہو رہا ہے؟"

"جی ہاں، یہ نظام حیرت انگیز ہے۔"

"یہی نہیں کچھ اور بھی ہے دیکھو۔" ہینڈرک نے کہا اور اسکرین دوبارہ روشن ہو گیا۔ اب عمارت کے بیرونی مناظر بھی نظر آ رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس کا پہلا داخلی دروازہ نظر آیا۔ اور پھر نزدیک و دور کے مناظر۔ اس دوران ہینڈرک کی آواز پھر ابھری۔

"میں نے کچھ اور انتظامات بھی کیے ہیں نیگی! بعض چیزوں میں ریکارڈنگ کی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ اس کا انتظام بھی کیا ہے۔ میں تمہیں صرف ایک منظر دکھاؤں گا۔ دیکھو۔" اس نے کہا اور اسکرین کے مناظر بدل گئے۔ میں نے ان پران اسٹین گن برداروں کو دیکھا جو قطار بنائے کھڑے تھے اور ان کے درمیان عمارت کے سارے ملازمین ہراساں کھڑے تھے۔ سیکریٹری ان کے چہروں کو بغور دیکھ رہا تھا ——— یہ پچھلے دن کا منظر تھا، اس کمبخت نے اس منظر کو محفوظ کر لیا تھا۔

"میرے آدمی مجھے آقا سمجھتے ہیں۔ بس اس جزیرے کا مالک اور مالک ٹائپ کے لوگ صرف اپنے ماتحتوں پر انحصار کرتے ہیں لیکن میں ذرا مختلف انسان ہوں۔ میں خود بھی حالات پر نگاہ رکھتا اور جائزہ لیتا رہتا ہوں۔"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ اسکرین پر اب ملازمین میں سے ایک ایک کا چہرہ نمایاں ہو رہا تھا۔

"دیکھا نیگی!؟"

"جناب عالی!" میں نے جواب دیا۔

"ان میں تم نہیں ہو نیگی!" دفعتاً اس نے کہا اور میرے بدن میں ایک بار پھر سنسنی دوڑ گئی۔ "ہم۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"میں پچھلے دو دن سے بیمار تھا۔"

"دو دن سے۔ ٹھیک تو ہے۔ تمہیں دو دن سے بیمار ہونا ہی چاہیے تھا۔ پھر بھی کیا تم میری یادداشت کی داد نہ دو گے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ ان چہروں میں تم جیسے اہم شخص کو نہ دیکھ کر مجھے تمہارا خیال بھی نہیں آیا تھا لیکن اس وقت جب اچانک تم مجھے نظر آئے تو میرے ذہن میں فوراً یہ خیال در آیا۔ کیا یہ میری یادداشت کا کمال نہیں ہے؟"

اسکرین صاف ہو گیا تھا۔ "بہرحال چھوڑو ڈیئر! ہم کن معاملات میں الجھ گئے۔ یہ بتاؤ نیگی کہاں ہے؟"

"جی؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"نیگی... کہاں... ہے؟" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"میں نیگی ہوں جناب!"

"نہیں میرے دوست! نیگی کتنی بار میری موجودگی میں میری خواب گاہ میں آ چکا ہے۔ وہ میری خواب گاہ سے عدم واقفیت کا اظہار کیسے کر سکتا ہے؟ ویسے تمہاری تسلی کے لیے میں تمہیں تمہاری اصل شکل دکھا دوں۔" اس شیطان نے کوئی عمل کیا اور چھت سے میرے اوپر روشنی کی ایک شعاع پڑی۔ میں روشنی میں نہا گیا اور دوسرے لمحے میں نے اسکرین پر اپنی تصویر دیکھی۔ میں اسی کرسی پر بیٹھا نظر آ رہا تھا لیکن میک اپ کے بغیر۔ میری اصل شکل نمایاں تھی۔ میرے ہاتھوں اور پیروں کی جان سی نکلنے لگی۔ ڈراپ سین ہو گیا تھا۔ "کیا خیال ہے میرے نادان عزیز؟"

"قابلِ تعریف۔" میں نے کہا اور اسکرین صاف ہو گیا۔

"اجازت ہو تو اب میں تمہیں علی یار خان کہہ کر مخاطب کروں؟"

"اجازت ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے تمہاری یہ بے خوف مسکراہٹ پسند آئی۔ آؤ اب دوسری باتیں کریں۔ اب تو تم اولیو ہارڈ کے نام سے بھی عدم واقفیت کا اظہار نہیں کرو گے؟"

"ظاہر ہے۔"

"پاکستانی ہو تم؟"

"خدا کا شکر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"قانون کی تعلیم حاصل کر رہے تھے؟"

"ہاں۔"

"تعلیم چھوڑ کر ان جھمیلوں میں کیوں پڑ گئے؟"

"بس اتفاقیہ طور پر۔ ایبرن ہال کے ایک اجتماع میں یہودیوں کی بے ہودگی برداشت نہیں کر سکا تھا۔"

"حقیقتوں کو بے ہودگی کہنا عقل مندی تو نہیں ہوتی۔" ہینڈرک نے کہا۔

"میں دوبارہ ان حقیقتوں کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ ایبرن ہال میں بڑے بڑے جغادری موجود تھے اور اس وقت جب میں بول رہا تھا، ان کی زبانیں گنگ تھیں اور پھر بعد میں جھلائے ہوئے گیدڑوں نے غول بنا کر مجھ پر حملہ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا۔"

"گویا تمہارے خیال میں اسرائیل کوئی حقیقت نہیں!"

"حقیقت ہے۔ ایک گھناؤنی حقیقت جسے دیکھ کر انسانیت کی گردن شرم سے جھک جاتی ہے۔"

"بہرحال، یہ تمہارے نظریات ہیں مگر کوئی بھی تم سے متفق نہیں ہے۔"

"یہ بھی غلط ہے مسٹر ہینڈرک۔ جو لوگ ہم سے متفق ہیں، آپ بھی ان کے بارے میں بخوبی جانتے ہیں۔"

"امریکہ سے فرار کس طرح ہوئے؟"

"بڑی مشکلات کے بعد۔ زندگی اور موت کا کھیل کھیلتے ہوئے۔"

"وہاں سے لندن آ گئے تھے؟"

"ہاں۔"

"اور پھر وہاں زیرِ زمین مجرموں کے گروہ میں شامل ہو گئے۔"

"خاصی معلومات مہیا کر لی ہیں آپ نے میرے بارے میں مسٹر ہینڈرک۔"

"اولیو ہارڈ سے تفصیلی بات چیت ہوئی تھی تمہارے بارے میں۔ تم بعد میں ہائی جیکروں سے مل گئے تھے۔"

"ہاں طویل داستان ہے زندگی کی۔ بہت سی کہانیاں ہیں۔"

"اب باقاعدہ فلسطینی تنظیم میں شامل ہو؟"

"ہاں اور اپنی خوش بختی پر نازاں ہوں۔"

"مارگسیا کے پیچھے کیوں لگے تھے؟"

"مادام مارگسیا نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

"میرے سوال کا جواب دو۔"

"محترمہ خود ہی میرے پیچھے لگی تھیں۔ میں اُن کی شخصیت سے ذرا بھی واقف نہیں تھا۔ ان کے بارے میں معلومات تو یہیں آ کر حاصل ہوئیں۔"

"مارگسیا کا جرم ناقابلِ معافی ہے۔ اس کی غلیظ فطرت اب ہمارے مقاصد کے آڑے آنے لگی ہے۔ اُسے بھی درست کر دیا جائے گا۔ بہرحال۔ یہاں تمہارا مددگار کون ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"جزیرے پر تمہارا مددگار کون ہے؟"

"تلاش کر لو۔ تم تو جدید ترین آلات سے لیس ہو۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا اور ہینڈرک مسکرانے لگا۔

"گویا یہاں تمہیں کوئی مددگار نہیں مل سکا۔" اس نے کہا۔

"یہاں تمہاری نسل آباد ہے۔ میری مدد کون کرتا؟"

"بہرحال تم خاصی ہنگامہ آرائیاں کرتے رہے ہو۔ اس سلسلے میں اپنے لیے کوئی مناسب سزا تجویز کر لو۔"

"تم اس سے اتفاق نہیں کرو گے ہینڈرک۔" میں نے جواب دیا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔ پھر اُس نے ایک بٹن دبایا اور وہ پنجرہ کھل گیا جس میں دونوں سیاہ فام بند تھے۔ اچھے تن و توش کے دونوں سیاہ فام پنجرے کا دروازہ کھلتے ہی اُچھل کر کھڑے ہو گئے تھے۔

"ایک۔" ہینڈرک نے ایک انگلی اٹھا دی۔ "اگر تم میں سے دوسرے نے پنجرے سے باہر قدم رکھا تو دونوں اسی جگہ راکھ ہو جاؤ گے۔ چلو کوئی ایک باہر نکل آؤ۔" سیاہ فاموں میں سے ایک پنجرے سے باہر نکل آیا تھا۔ "آگے آؤ۔ بڑھتے رہو۔" ہینڈرک نے کہا۔ پنجرے کا دروازہ باہر سے بند ہو گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہینڈرک کی ہدایت پر سیاہ فام آگے بڑھتا رہا۔ پھر وہ شیشے کے اس حوض کے اوپر رُک گیا۔

"موت کا ایک انداز یہ بھی ہے۔" ہینڈرک نے کہا اور ایک بٹن دبا دیا۔ شیشے کی چھت پھٹ گئی اور سیاہ فام ایک دل خراش چیخ کے ساتھ حوض میں گر گیا۔ حوض سے دھواں بلند ہوا اور تیزاب کی بُو ہال میں پھیل گئی تھی۔ میں نے بڑے کرب کے عالم میں سیاہ فام کو مرتے دیکھا تھا۔ وہ تیزاب کا تالاب تھا۔ شیشے کی چھت پھر بند ہو گئی۔ دوسرا سیاہ فام حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا تھا۔ وہ بڑے جذباتی انداز میں رو رہا تھا اور سلاخوں سے اپنا سر ٹکرا رہا تھا۔ اپنے ساتھی کی موت کا اُسے شدید غم تھا لیکن ہینڈرک نے دوبارہ اس کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔

"مارگسیا عورت ہے۔ لاکھ چالاک سہی لیکن کم عقل ہے۔ میں نے تمھاری اس بات پر یقین نہیں کیا ہے کہ تم مارگسیا کی شخصیت سے واقف نہیں تھے۔"

"یہ نیا خیال کیوں آیا؟"

"تم مارگسیا پر اپنی اسیری کا رعب بھی ڈالتے رہے ہو۔ یہ سب کچھ بے مقصد نہیں ہوگا۔ بہرحال میں تمھیں اپنی طرف سے موت کی پیش کش کے سوا اور کوئی پیشکش نہیں کر سکتا۔"

"گویا تم مجھ سے خوف زدہ ہو۔" میں نے کہا اور ہینڈرک کے ہونٹوں کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

اس نے کسی قدر کرخت لہجے میں جواب دیا۔ "موت کو اس قدر قریب دیکھ کر انسان بدحواس ہو ہی جاتا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تم بیباکی کی حدود سے نکل کر گستاخی کی حدود میں داخل ہو گئے ہو۔ ہاں، میں تم سے خوف زدہ ہوں۔ اسی لیے تمھیں تنہا یہاں لے آیا ہوں۔ تم مسلح بھی ہو گے، مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کرو۔ نکالو پستول، میں تنہا ہوں اور تمھارے ہاتھوں مرنے کے لیے تیار ہوں۔" ہینڈرک کا ایک ایک لفظ نفرت و طنز میں ڈوبا ہوا تھا۔

"یہ تمھاری پناہ گاہ ہے ہینڈرک۔ تم نے اس مشینی نظام کے ذریعے خود کو ناقابلِ تسخیر بنا لیا ہے۔ اگر تم ذہنی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ جسمانی برتری بھی رکھتے ہو تو..... آؤ فیصلہ کر لیں لیکن مجھے علم ہے کہ تم ایک معذور انسان ہو۔ میں تمھیں قابلِ رحم سمجھتا ہوں۔ تم پستول کی بات کرتے ہو۔ اگر تم معذور نہ ہوتے تو میں ٹھوکریں مار مار کر تمھیں ہلاک کر دیتا۔ تم جیسے لوگوں کے لیے پستول ضروری نہیں ہوتا۔"

میں نے پستول نکال کر دور پھینک دیا۔ ہینڈرک جذباتی ہیجان کا شکار ہو گیا۔ اس کی خوش مزاجی کافور ہو گئی تھی اور آنکھیں سُرخ نظر آنے لگی تھیں۔

"تمھیں میری معذوری کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"مارگسیا نے بتایا تھا۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے ہینڈرک۔"

"تم بلاشبہ ایک شریف نوجوان ہو کہ اپنے دشمنوں سے بھی ہمدردی رکھتے ہو۔ لیکن میں تمھیں یہاں بھی مایوس نہیں کروں گا۔ میں نے جو حیثیت حاصل کی ہے علم و تکنیک کے ذریعے حاصل نہیں کی۔ میں اس کا اہل ہوں۔ آؤ تمھاری یہ خواہش بھی پوری کر دوں۔" یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

"ایک بار پھر سوچ لو ہینڈرک۔ بالآخر تم تھک ہار کر اپنے مخصوص ذرائع استعمال کرو گے۔"

"وعدہ کرتا ہوں ایسا نہیں ہوگا۔" اس نے کہا۔ میں بھی کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ میری کوششوں نے بالآخر ہینڈرک کا دماغ اُلٹ دیا تھا اور وہ میری چال میں آگیا تھا لیکن اب میں اس کے لیے ایک مخصوص دشمن تھا۔ "اگر تم جسمانی طور پر مجھے زیر کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو پھر تم زندہ رہنے میں حق بجانب ہو۔"

میں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "اگر تم نسلاً یہودی ہو ہینڈرک تو مجھے تمھاری اس مردانگی اور دلیری پر حیرت ہے۔ تم اپنی نسل کی چالبازوں کے برعکس ایک اچھے انسان ہو۔ اگر تم مجھے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یقین کرو مجھے تم سے کوئی گِلہ نہیں ہوگا۔"

ہینڈرک نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے مجھے گھور رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیے تھے۔ میری نگاہیں بھی اس پر جمی ہوئی تھیں اور میں اس کی ایک ایک جنبش سے باخبر تھا۔ دفعتاً وہ فضا میں اُچھلا لیکن میں اپنی جگہ خاموش کھڑا رہا۔ ہینڈرک کا خیال ہوگا کہ میں اس کی اس چھلانگ سے بچنے کی کوشش کروں گا اور اپنی جگہ چھوڑ دوں گا لیکن اب میں بھی اتنا احمق نہیں تھا کہ اس کے اُچھلنے کے انداز سے ہی مجھے پتا چل گیا تھا کہ یہ چھلانگ آگے بڑھنے کے لیے نہیں ہے۔ وہ زمین پر پہنچا تو اُسے مایوسی ہوئی۔ لیکن زمین پر قدم جماتے ہی وہ دوبارہ اُچھلا اور گھوم کر پھر اپنی جگہ آگیا۔ میں خاموشی سے اُس کی حرکات پر نگاہ جمائے ہوئے تھا۔ وہ کئی بار اچھلا لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی پھر ایک بار اُس کے بدن کی پوزیشن نے مجھے بتا دیا تھا کہ وہ حملہ کرنے والا ہے۔

میں نے فضا میں قلابازی کھا کر دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے اور اُس کی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں میں اُلجھا لیا۔ ہینڈرک بُری طرح اُلجھ کر گرا تھا لیکن اس وقت میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں جب میں نے اُسے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر گرنے سے بچتے ہوئے دیکھا۔ وہ ہاتھوں کو زمین پر ٹکا کر دوبارہ سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔

"قابلِ تعریف، بلاشبہ قابلِ تعریف۔ تم بہت [illegible] نوجوان ہو۔ تم نے میرا بہترین داؤ ناکارہ بنا دیا ہے لیکن اب سنبھلو" [illegible] اس نے کہا۔

میں خاموشی سے اس کی دوسری کوشش کا انتظار کر رہا تھا۔

دفعتاً اس نے اپنے ہاتھوں کو عجیب انداز میں گھمانا شروع کر دیا۔ ان کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ فضا میں کسی پنکھے کی سی سنسناہٹ پیدا ہو گئی تھی اور ہینڈرک آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ میں نے ان مشینی ہاتھوں سے بچنے کے لیے زمین پر لیٹ کر سوئپ کیا اور ہینڈرک اچھل کر میرے اوپر سے نکل گیا لیکن میں نے اس کا خیال بھی رکھا تھا۔ میرے اوپر سے چھلانگ لگاتے ہوئے اس کی پشت ایک لمحے کے لیے میری طرف ہوئی تھی۔ میں نے زمین پر سلپ لگائی اور اس کی ٹانگوں میں ٹانگیں پھنسا دیں۔ پھر میں ایکدم پلٹ گیا۔ ہینڈرک کو ایک بار پھر زمین پکڑنی پڑی تھی لیکن اس بار وہ اپنی پیشانی کو زمین سے ٹکرانے سے نہیں بچا سکا تھا۔ اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ اب اس کا چہرہ خوف ناک ہو گیا تھا۔ اُسے اپنے مقابل کے خطرناک ہونے کا احساس ہو گیا تھا چنانچہ وہ سنبھل گیا اور اب وہ محتاط انداز میں حملے کر رہا تھا۔

میرے ذہن میں ایک عجیب سی تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔ اس تاریکی میں ننھے منّے سُرخ نقطے اُبھر رہے تھے۔ نہ جانے یہ کیا کیفیت تھی، بس ایک وحشیانہ جذبہ میرے دل میں سر ابھار رہا تھا۔ مقابل کو قتل کر دو۔ اسے مار دو ہر قیمت پر۔

چنانچہ میں احتیاطی تدابیر بھولتا جا رہا تھا۔ میں وحشیانہ انداز میں اس پر جھپٹا اور اس نے ایک ہاتھ میرے شانے پر مارا۔ مجھے اپنے شانے کی ہڈی ٹوٹتی محسوس ہوئی تھی لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ دوسرے ہی لمحے میں ہر تکلیف بھول گیا۔ میں نے ایک گھونسا اس کے منہ پر مارا اور اس کا چہرہ مزید سُرخ ہو گیا۔ تاریکی چھٹ گئی تھی اور اب مجھے صرف خون ہی خون نظر آرہا تھا۔ چمکدار خون۔ اس کے ساتھ ہی کچھ آوازیں میرے کانوں میں اُبھر رہی تھیں۔ انسانی شور کی آوازیں۔ نہ جانے یہ شور کیسا تھا؟ نہ جانے ہینڈرک کیا کر رہا تھا؟ میرا ذہن ساتھ چھوڑ چکا تھا، بس اعصاب کام کر رہے تھے اور میں ابھی تک زخمی نہیں ہوا تھا۔ میں تو اس وقت چونکا جب اچانک ہینڈرک اس کٹہرے سے جا لگا جس میں سیاہ فام قیدی بند تھا۔

قوی ہیکل سیاہ فام نے اچانک کٹہرے سے دونوں ہاتھ نکال کر ہینڈرک کی گردن پکڑ لی تھی اور ہینڈرک کا نکلنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے جسم کی پوری قوت صرف کر کے خود کو سیاہ فام کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کی لیکن اس کوشش میں اس کے دونوں بازو کٹہرے کی سلاخوں میں پھنس گئے تھے۔ [illegible]

سیاہ فام کو زندگی میں پہلا موقع ملا تھا۔ اس درندہ صفت شخص سے انتقام لینے کا۔ اس لیے اُس نے اس موقعے کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یکایک اس نے گردن چھوڑ کر ہینڈرک کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ مشینی ہاتھ کچھ اس طرح اُلجھے ہوئے تھے کہ ہینڈرک آسانی سے اُنھیں نہیں نکال سکا۔ اس نے ہاتھوں کے زور سے اپنے جسم کو فضا میں اوپر اٹھایا لیکن اس کی یہ حرکت اس کے لیے شدید نقصان دہ ثابت ہوئی۔ اس کے دونوں بازو اکھڑ گئے اور وہ جھٹکے سے نیچے جا پڑا۔

بے چارہ سیاہ فام قیدی ان بازوؤں کو پاگلوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ میں ہینڈرک کے سر پر موجود تھا۔ اس بار اُسے فوراً اُٹھ کر کھڑے ہونے میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اُٹھنے کی کوشش میں وہ کئی بار زمین پر لڑھکا تھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں بے بسی کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے مجھے دیکھنے لگا۔

"سوری ہینڈرک۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"تم اس طرح فاتح تو قرار نہیں دیے جاؤ گے۔" اُس نے مُردہ سی آواز میں کہا۔

"ہاں مجھے اعتراف ہے۔ یہ میری فتح نہیں ہے۔"

"اپنے وعدے کو پورا کرو اور مجھے خود سے جنگ کرنے کا موقع دو۔" اس نے گھورتے ہوئے کہا۔

"وہ کس طرح مسٹر ہینڈرک؟" میں نے پوچھا۔

"میرے دونوں ہاتھ مجھے دلوا دو۔ اُنھیں میرے بازوؤں میں نصب کرنے میں میری مدد کرو۔ میں ان کے بغیر واقعی ناکارہ ہوں اور اس کے بعد ہم دو بہادروں کی طرح جنگ کریں گے۔ پھر فتح جس کا بھی مقدر ہو۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "مسٹر ہینڈرک میں جذباتی ضرور ہوں لیکن اتنا نہیں کہ تمھاری اس احمقانہ خواہش کو پورا کرنے کے لیے دوڑ پڑوں۔ تم مجھ سے جنگ کرنے کی مکمل کوشش کر چکے ہو اور ناکام رہے ہو۔ یہ تمھارا جزیرہ ہے اور پورے جزیرے میں تمھارے اپنے آدمی پھیلے ہوئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے تمھاری اس احمقانہ خواہش کی تکمیل میں تمھاری مدد کی تو اس کے بعد تم مجھ سے جنگ نہ کرو گے بلکہ سیدھے اپنے اس مشینی نظام کی جانب دوڑ دو گے جو تمھاری اصل قوت ہے۔ سوری مسٹر ہینڈرک! میں ان احمقانہ حرکتوں کو نہیں دُہرا سکتا کیوں کہ یہاں میں تنہا ہوں۔"

"تو۔ تت تو۔ تو کیا۔ تو کیا.....؟"

"ہاں مسٹر ہینڈرک ہر عروج کو زوال ہوتا ہے۔ کل تک تم یہاں

WWW.PAKSOCIETY.COM

مطلق العنان تھے اور تمہارے احکامات پر نہ جانے کیا کیا ہو رہا تھا؟ آج تم بے بس ہو، کسی چوہے کی مانند۔ ابھی تم نے نہایت بے رحمی سے ایک انسان کو ختم کر دیا تھا۔ صرف اپنی تفریحِ طبع کی خاطر اور اپنے آپ کو ایک ظالم اور وحشی انسان ثابت کرنے کے لیے۔ انسانی زندگیوں سے اس طرح کھیلنے کا حق تمہیں کس نے دیا ہے ہینڈرک؟ اور پھر یوں بھی تم ایک ایسی قوم کے فرد ہو جس سے مجھے بے پناہ نفرت ہے۔ میں اب تمہیں اس کا موقع نہیں دوں گا ہینڈرک۔"

"گویا تم مجھے قتل کر دو گے؟"

"ہاں یہ ضروری ہے!"

"دفعتاً عقب سے سیاہ فام کی آواز سنائی دی "ماسٹر! ماسٹر پلیز! میری ایک بات سن لیں۔" میں سیاہ فام کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے سیاہ فام سے کہا اور سیاہ فام کے چہرے پر مسرت کے نقوش ابھر آئے۔

"اگر آپ اس کے دشمن ہیں تو میں آپ کا غلام ہوں۔ میرے سینے میں ایک جہنم سلگ رہا ہے ماسٹر۔ اس نے میرے دس ساتھیوں کو ختم کیا ہے۔ ہم گیارہ بھائی تھے، پورے گیارہ لیکن اب میں تنہا ہوں۔ ماسٹر اس جہنم کو سرد کرنے میں میرے ساتھ تعاون کریں۔ میری مدد کریں اور مجھے موقع دیں کہ میں اسے اپنے ہاتھ سے قتل کر دوں۔ ماسٹر! یہ میری التجا ہے تم سے۔ اس کے بعد اگر تم چاہو تو میری گردن بھی کاٹ دینا۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں ماسٹر!"

سیاہ فام نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ مشینی ہاتھ اس نے اپنے پنجرے کے ایک کونے میں پھینک دیے تھے۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا خیال ہے ہینڈرک! اس بے چارے کو بھی موقع ملنا چاہیے۔"

"بکواس مت کرو تم۔ تم۔ تم مجھے قتل نہیں کر سکتے۔" اس نے اٹھنے کی پوری کوشش کی لیکن ہاتھوں کا سہارا نہ ملنے کی وجہ سے یہ کوشش ناکام رہی۔ وہ بار بار اٹھنے کی کوشش کرتا رہا اور ایک بار وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ بیٹھا اور پھر پھرتی سے پیروں کے سہارے اٹھ کھڑا ہوا لیکن میں تیار تھا، میں جانتا تھا کہ وہ اب بھی کس قدر خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ سارا مشینی نظام میری سمجھ سے باہر تھا۔ چنانچہ میں نے اچھل کر پھر ایک ٹھوکر اس کی پنڈلی پر ماری اور اس کے حلق سے ایک کرب ناک چیخ نکل گئی۔ دوسری ٹھوکر نے اسے پھر زمین پر لٹا دیا تھا۔ دونوں ٹھوکریں انتہائی شدید تھیں اور اب مجھے یقین ہو چلا تھا کہ وہ دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ اس کے بعد میں آگے بڑھا اور میں نے اس پنجرے کو کھولنے کی کوشش کی لیکن پنجرہ ٹس سے مس نہ ہوا، تب سیاہ فام نے مجھ سے کہا۔

"یہ ایسے نہیں کھلے گا ماسٹر! تم یوں کرو کہ اس میز پر جاؤ اور اس پنجرے کا بٹن تلاش کرو، جلدی کرو ماسٹر۔" سیاہ فام نے التجا۔۔۔ کرتے ہوئے کہا۔ میں ایک بار پھر ہینڈرک کے پاس سے گزرا اور گزرتے ہوئے میں نے ایک اور ٹھوکر اس کی کمر پر لگا دی۔ اس ٹھوکر سے بھی وہ بلبلا گیا تھا۔ ریڑھ کی ہڈی پر ٹھوکر لگی تھی، وہ اپنی جگہ تڑپنے لگا اور میں میز کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں بٹنوں کا ایک جال بچھا ہوا تھا۔ میں نے ایک بٹن پر انگلی رکھی تو اسکرین روشن ہو گیا۔ دوسرے بٹن کو دبایا تو تیزاب کے تالاب کی چھت شق ہو گئی اور ہال میں تیز بو پھیل گئی۔ تیسرا بٹن دبایا تو ایک دیوار اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ بہرحال وہ بٹن بھی مل گیا جس سے پنجرہ کھل گیا تھا۔

سیاہ فام آزاد ہو گیا اور اب وہ آہستہ آہستہ ہینڈرک کی طرف بڑھ رہا تھا۔ چند لمحات کے بعد وہ ہینڈرک کے قریب پہنچ گیا۔ اس کی سفید سفید آنکھیں بھیانک انداز میں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ چہرے پر اس قدر درندگی نمایاں ہو گئی تھی کہ اس کی وحشتوں کا اندازہ کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

"ہم گیارہ بھائی تھے اور اب میں تنہا رہ گیا ہوں۔"

"معاف کر دے مجھے۔۔۔ معاف کر دے۔ میں تجھے مالا مال کر دوں گا۔ میں تجھے بے پناہ دولت دوں گا۔" ہینڈرک رگڑ گڑا رہا تھا۔

"دولت مجھے ایک بھائی بھی نہیں دے سکتی۔ تم۔۔۔ وحشی خونی بھیڑیے۔" اس کے حلق سے غراہٹیں نکلنے لگیں۔ اس نے جھک کر ہینڈرک کی ایک ٹانگ پکڑ لی اور پھر اپنا ایک پاؤں اس کی دوسری ٹانگ پر رکھ دیا۔ میں اندازہ لگا چکا تھا کہ سیاہ فام کیا کرنا چاہتا ہے؟ ایک لمحے کے لیے میری آنکھیں جھک گئی تھیں اور دوسرے ہی لمحے ہینڈرک کی دل خراش چیخیں ابھرنے لگیں۔ سیاہ فام نے اسے درمیان سے چیر کر پھینک دیا تھا۔ ہال کے فرش پر خون کی چادر پھیل گئی تھی اور ہینڈرک دم توڑ چکا تھا۔

سیاہ فام اس کے سر پر کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ نفرت تھی۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوا اور آہستہ قدموں سے چلتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔

"تم کون ہو ماسٹر، میں نہیں جانتا لیکن اب میں ساری زندگی کے لیے تمہارا غلام ہوں۔ تم نے نہ صرف میری جان بچائی ہے بلکہ مجھے میری آرزو پوری کرنے کا موقع بھی دیا ہے۔ میں تمہارا غلام ہوں آقا۔ میں تمہارا غلام ہوں۔" وہ میرے قدموں پر جھک

گیا۔ میں نے جلدی سے جھک کر اسے اٹھا لیا تھا۔

"تم میرے دوست ہو میرے بھائی ہو۔ کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے ہمدردی سے پوچھا۔

"لوئس لوبو۔" اس نے جواب دیا۔

"کرسچین ہو؟"

"ہاں ماسٹر۔"

"اس کے چنگل میں کیسے آ پھنسے تھے؟ یہ عیسائیوں کا دشمن تو نہیں تھا؟"

"یہ انسانیت کا دشمن ہے۔ مذاہب اس کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے تھے۔ اس کا مذہب تو بس وحشت اور درندگی تھا۔ ہم گیارہ بھائی بیروت کے ایک کلب میں موسیقی کے سہارے زندگی گزار رہے تھے۔ اس ذلیل انسان نے ہمیں خریدنے کی کوشش کی۔ ہمارا فن اسے پسند آیا تھا۔ ہم نے اس کے ہاتھوں فروخت ہونے سے انکار کر دیا۔ تب یہ ہمیں اغوا کر کے یہاں لے آیا۔ وہ ہمیں بے ہوش کر کے لایا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد ہم پریشان تھے، اس نے ایک شو کیا اور ہمیں اس میں گانے بجانے پر مجبور کیا۔ ہم نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کسی قیمت پر اس کی خواہش کی تکمیل کے لیے تیار نہ ہوئے۔ بس اس نے ہمیں قید کر دیا۔ اس بات کو اس نے اپنی توہین سمجھا تھا اور اس کے بعد اس نے ہمیں جانوروں سے بدتر تصور کیا۔ اس نے ایک ایک کر کے میرے تمام بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ صرف دوسروں کے سامنے اپنی درندگی کی مثال پیش کرنے کے لیے اس نے دس زندگیاں لے لیں۔ میرا آخری بھائی لوئس شودو تمہارے سامنے ہلاک ہوا ہے۔" سیاہ فام کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"خود کو سنبھالو لوبو۔ یہ درندہ مر چکا ہے لیکن ابھی ہم دونوں اس ہولناک جزیرے پر موجود ہیں۔"

"تم کون ہو ماسٹر؟"

اس کا دشمن۔ بدترین دشمن۔ میرا نام علی ہے۔"

"میں ذہنی طور پر کمتر ہوں ماسٹر۔ اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا لیکن تمہارے اشارے پر میں تیزاب کے اس تالاب میں کود جاؤں گا۔ میں تمہارا غلام ہوں۔"

"کوئی بات نہیں ہے لوبو! ہمیں چالاکی سے کام لے کر اس جزیرے سے نکلنا ہے۔"

"میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوں ماسٹر۔" لوبو نے کہا۔

"تمہیں علم ہے کہ اس جگہ کون کون آتا ہے؟ میرا مطلب ہے تم ان لوگوں کو ضرور جانتے ہو گے جو یہاں تک آتے ہیں۔"

"ہم لوگ سات ماہ سے یہاں قید ہیں ماسٹر۔ اس کی ایک ایک حرکت ہمارے علم میں رہی ہے۔ یہاں تک وہ صرف ان لوگوں کو لاتا تھا جنہیں وہ زندگی سے محروم کرنا چاہتا تھا۔ انہیں اپنے شیطانی کارنامے دکھاتا تھا اور پھر انہیں موت کی نذر کر دیتا تھا۔ یہ خونی تالاب جس میں ابھی ابھی تم نے میرے آخری بھائی کو مرتے دیکھا تھا، ہمارے سامنے اس سات ماہ کے عرصے کے دوران تقریباً بیس زندگیاں لے چکا ہے، بیس افراد اس میں گر کر ختم ہو چکے ہیں۔ انسانوں کی زندگی اس مردود کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی۔ یقین کرو ماسٹر! ہماری سانسیں اس کے قبضے میں تھیں۔ ہم نے ایک ایک لمحہ خوف و دہشت سے کانپتے ہوئے گزارا ہے۔ میں تمہیں کیا کیا بتاؤں اس خبیث کے بارے میں۔ کاش اس کے ہزاروں زندگیاں ملتیں اور میں اس کی تمام زندگیاں اسے اذیت دے دے کر ختم کرتا۔ میں تمہیں اپنے دل کا حال نہیں بتا سکتا ماسٹر۔" لوبو نے کرب ناک لہجے میں کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"مجھے تمہارے دکھ کا احساس ہے لوبو، بہرصورت اب یہ موذی فنا ہو چکا ہے اور ہمیں اس جزیرے سے نکلنا ہے۔ اس جزیرے پر اس کی حکومت تھی اور تمام کے تمام افراد اس کے تابع ہیں۔ انہیں چکمہ دے کر یہاں سے نکلنا آسان کام نہ ہو گا۔ اس کے لیے ہمیں انتہائی ہوشیاری سے کام کرنا ہے۔ لوبو! کیا مجھے یہاں میک اپ کا سامان مل سکتا ہے۔ میرا مطلب ہے جیسا کہ تم نے کہا کہ تم اس [illegible] سے بخوبی واقف ہو، کیا چہرہ بدلنے کے لیے اس جگہ کوئی چیز موجود ہے؟"

"ہاں! وہ جو دیوار ابھی اپنی جگہ سے ہٹی تھی اس کے دوسری طرف اس کا عجائب خانہ ہے۔ وہ خود بھی چہرے تبدیل کیا کرتا تھا۔ نہ جانے کیا کیا شیطانی کام کرتا رہتا تھا وہ۔ اس جگہ میں میک اپ کا سامان ضرور مل جائے گا۔" لوبو نے کہا اور میں مسرت سے اچھل پڑا۔

میرا یہ کام بھی تکمیل تک پہنچنے والا تھا۔ بہرصورت میں نے وہ بٹن دبایا جس کے دبانے سے تھوڑی دیر قبل ایک دیوار اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی۔ دیوار اپنی جگہ سے پھر سرک گئی۔ واقعی اس طرف خوب صورت الماریاں بنی ہوئی تھیں۔ ان الماریوں میں بہت ہی نفیس ساخت کے فائل رکھے ہوئے تھے اور بے شمار ایسی چیزیں تھیں جو قابلِ توجہ تھیں۔ میک اپ بکس بھی مجھے مل گیا۔ جدید ترین میک اپ کا سامان اس بکس میں موجود تھا۔ مختلف قسم کے بال وغیرہ بھی رکھے ہوئے تھے۔ یقینی طور پر اس جیسے شیطانوں کو اس قسم کی چیزوں کی ضرورت بھی پڑتی رہتی ہو گی۔ بہرصورت مجھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے غیبی قوتیں میری مدد پر آمادہ ہوں ورنہ اتنی آسانیاں فراہم نہیں ہو سکتی تھیں۔

میں نے میک اپ بکس نکال لیا اور اُسے لیے ہوئے واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔ لوبو کو میں نے ہدایت کر دی تھی کہ اس وقت اسے اس داخلی دروازے پر نگاہ رکھنی ہے جہاں سے کوئی اندر آ سکتا تھا۔ لوبو اپنی ڈیوٹی پر مستعد ہو گیا تھا۔ بلاشبہ مجھے ایک وفادار کارکن مل گیا تھا۔ ویسے اس کی کہانی بھی میرے لیے خاصی متاثر کن تھی۔ بے چارہ گیارہ بھائیوں میں تنہا رہ گیا تھا۔

میں نے ہینڈرک کی لاش کے سامنے بیٹھ کر اپنے چہرے کی مرمت شروع کر دی۔ نیگی کا میک اپ میں نے اپنے چہرے سے اتار دیا تھا اور اب ہینڈرک کی شکل اپنا رہا تھا۔

پادری قسم کا یہ آدمی اپنی داڑھی کی وجہ سے میرے لیے آسانی کا باعث بنا۔ ایسا میک اپ کرنے میں کوئی خاص دشواری نہیں ہوتی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی اور مطمئن ہو کر گردن ہلائی۔ میک اپ کے فن میں مجھے اب کافی مہارت ہو چکی تھی اور میں ایک کامیاب میک اپ مین تھا۔ اپنے چہرے مہرے کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نے گردن اور بازوؤں کے کھلے ہوئے حصّوں کو بھی اسی رنگ میں رنگا جو ہینڈرک کا رنگ تھا۔ سینے کے بالوں کو بھی سفید کر لیا تاکہ کوئی شُبہے کی بات باقی نہ رہے۔ پھر اس کا لباس پہن کر اپنا آخری جائزہ لیا۔ بظاہر کوئی خامی نہیں رہ گئی تھی۔ آگے جو بھی تقدیر میں لکھا ہو۔ میں نے لوبو کو آواز دی اور وہ میری طرف بڑھنے لگا لیکن چند ہی قدم چلا تھا کہ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہینڈرک کی لاش کو دیکھا اور ساتھ ساتھ مجھے بھی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہینڈرک کا قاتل کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتا۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"اس کے قاتل تو تم ہو لوبو۔"

"میں تو صرف آپ کا غلام ہوں ماسٹر۔ یہ تو بس آپ کی عنایت ہے۔"

"کوئی خامی تو نہیں ہے میرے میک اپ میں لوبو؟"

"نہیں ماسٹر لیکن اس کی آواز۔ اگر تم دوسروں سے کوئی واسطہ رکھنا چاہتے ہو تو . . . ."

"یہاں میں نے اس کی آواز پر بھی غور کیا ہے۔ کیا خیال ہے تمہارا، کوئی بات بنتی ہے؟" اس بار میں نے ہینڈرک کی آواز میں بولنے کی کوشش کی تھی اور لوبو ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"اب تو بات بالکل ہی بن گئی ماسٹر۔ تم باکمال انسان ہو۔ بالکل وہی آواز ہو بہو وہی۔"

"بس ٹھیک ہے لوبو۔ اب اس کتے کی لاش بھی اسی تیزاب میں ڈبو دو اور یہ خون صاف کر دو۔" میں نے کہا۔ لوبو نے ہینڈرک کی لاش شیشے کی ٹاپ پر رکھ دی اور میں نے بٹن دبا دیا۔ ٹاپ ہٹی سے دھوئیں کا مرغولہ بلند ہوا اور بس کھیل ختم ہو گیا۔

لوبو سے تفصیلی بات چیت سے معلوم ہو گیا کہ صرف سکریٹری ہاٹن اس جگہ تک آتا تھا۔ ان معاملات سے فارغ ہونے کے بعد میں اس جگہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ دورانِ تربیت مجھے ایسی ایسی چیزوں سے روشناس کرایا گیا تھا جن کے بارے میں اس سے قبل میں نے سوچا بھی نہیں تھا لیکن ہینڈرک کی اس خفیہ پناہ گاہ کو سمجھنے میں اب مجھے کوئی دِقت نہیں ہوئی۔ میں ساری رات ایک ایک چیز کو دیکھتا اور سمجھتا رہا تھا۔ لوبو بھی میرے ساتھ ساتھ تھا۔

صبح کے سات بجے تو لوبو نے جماہی لے کر کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے ماسٹر؟ یہاں سے نکلنے کی کوشش کب کرو گے؟"

"ابھی چند روز لگیں گے لوبو۔ میرا خیال ہے تم بھی ابھی کچھ دن اور صبر کرو۔ میں کچھ ٹھوس اقدامات کرنے کے بعد ہی یہاں سے جاؤں گا لیکن اگر تم جلدی جانا چاہتے ہو تو میں تمھارے لیے بندوبست کر دوں؟"

"میں کہاں جاؤں گا ماسٹر۔ تم کوئی بھی ہو اور تمھارا مشن کچھ بھی ہو۔ تم نے مجھے نئی زندگی دی ہے اور اب یہ زندگی تمھاری ہے۔ میں تمھاری غلامی میں فخر محسوس کروں گا۔ اب میرا ہے ہی کون ماسٹر! پورا آرکسٹرا ٹوٹ کر بکھر چکا ہے۔ لوبو کہاں زندگی گزارے گا؟" اس نے آزردہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے لوبو۔ تم فکر مت کرو۔ بس اب یہاں باقی دن آرام سے گزارو۔ میں تمھیں دوبارہ اسی جگہ بند کیے دیتا ہوں تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو۔ تمھیں کھانا وغیرہ کہاں سے ملتا ہے؟"

"سکریٹری لاتا ہے خود۔ تاکہ کسی اور کو اس جگہ کے بارے میں معلوم نہ ہو۔"

"کیا وہ صبح کا ناشتا لے کر آنے والا ہے؟"

"تقریباً نو بجے تک آئے گا۔" لوبو نے جواب دیا۔

نو بجنے میں چند منٹ باقی تھے۔ میں اس میز کے پیچھے جا بیٹھا جو ہینڈرک کی کنٹرول ٹیبل تھی۔ لوبو کو میں نے دوبارہ کٹہرے میں پہنچا دیا تھا۔ ٹھیک نو بجے ہاٹن ناشتے کی ٹرے لیے ہوئے آ گیا۔ اس نے پنجرے کے قریب جا کر ٹرے رکھی اور سیاہ فام سے کچھ بات کرنے لگا۔ پھر میرے پاس آ گیا۔ میں خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"آپ نے پوری رات یہاں گزاری ہے جناب؟"

"ہاں۔ مصروف تھا۔ کیا رپورٹ ہے؟"

"میرا دعویٰ ہے جناب کہ اب وہ اس جزیرے پر موجود نہیں ہے۔ کون سی جگہ ہے جو ہم نے چھوڑی ہے۔"

"کیا یہ ایک قابلِ یقین اطلاع ہے؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"میں خود پریشان ہوں مسٹر ہینڈرک لیکن تھوڑی مہلت اور دیں۔ میں کچھ نہ کچھ ضرور معلوم کر لوں گا۔ اگر وہ یہاں سے نکل بھی گیا ہے تو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ کیسے؟" سکریٹری نے کہا اور میں نے ناخوش گوار انداز میں منہ ٹیڑھا کر لیا۔

"مجھے بے حد افسوس ہے ہاٹن کہ میں نے اس جزیرے کو ناقابلِ تسخیر بنانے کے لیے سخت محنت کی تھی لیکن پھر بھی اس کی وہ حیثیت برقرار نہ رہ سکی۔" میں نے کہا۔ سکریٹری کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"مجھے خود احساس ہے جناب لیکن قصور میرا بھی نہیں ہے۔ مادام مارگسیا ایک ایسی شخصیت ہیں ہمارے درمیان کہ جن پر مکمل بھروسہ کیا جاتا ہے، وہی دھوکا کھا گئی تھیں۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو شاید اُسے یہاں تک لایا ہی نہ جاتا۔"

"بات کسی شخص کو یہاں تک لانے کی نہیں ہے ہاٹن! بات صرف یہ ہے کہ وہ اس جزیرے سے نکل کیسے گیا؟"

"جنابِ عالی! میرے خیال میں اس نے بھی زندگی اور موت کا خطرہ مول لیا ہو گا۔ اُسے جزیرے سے باہر جانے کے لیے کوئی چیز تو ملنا ناممکن تھی۔ میں نے مفصّل طور پر حالات کا تجزیہ کیا ہے، کوئی ہیلی کاپٹر بھی اس دوران نہیں گیا جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ وہ اس کے ذریعے فرار ہو گیا ہے۔ میرا مطلب ہے کسی اور حیثیت سے۔ تو صرف یہی ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ اپنا راز کھل جانے کے بعد اس نے یہ سوچ لیا کہ اب اس جزیرے پر زندہ رہنا ناممکن ہے۔ چنانچہ وہ سمندر کے ذریعے یہاں سے نکل گیا لیکن کیا اس کا زندہ حالت میں کسی ساحل تک پہنچنا ممکن ہے؟"

"مفروضات کے محل نہ بناؤ ہاٹن! ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ زندہ نہیں پہنچ سکتا۔"

"فرض کیجیے جناب! اگر وہ زندہ پہنچ جاتا ہے تو ہمارے خلاف کیا کرے گا؟"

"یہ غلط سوچ ہے ہاٹن! دُشمن کو کبھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔ کم از کم وہ اس جزیرے کی نشاندہی کر دے گا اور یہ بات منظرِ عام پر آ جائے گی کہ بحرِ روم میں کوئی ایسا جزیرہ بھی موجود ہے جہاں صیہونی تنظیم اپنا کام کر رہی ہے۔ اس جگہ کی نشاندہی ہمارے لیے سخت نقصان دہ ہو سکتی ہے اور ابھی تک جو ہم اس جگہ کو محفوظ سمجھتے تھے، یہ اب اتنی محفوظ نہ رہے گی۔"

"بہرحال جناب! یہ اس صورت میں ممکن ہے جب وہ زندہ ساحل تک پہنچ جائے۔ ہیلی کاپٹر سمندر میں میلوں دور تک چھان بین کر رہے ہیں۔ ہم نے ابھی یہ سلسلہ ختم نہیں کیا ہے۔" ہاٹن نے جواب دیا۔

میں شاید اس سے اتنی گفتگو نہیں کرتا لیکن میں اپنے آپ کو آزما رہا تھا۔ ابھی تو مجھے یہاں ایک طویل وقت گزارنا ہے اور اس جگہ سے ہاٹن ہی واقف تھا۔ اگر وہ بھی میری شخصیت سے مشکوک ہو جاتا اور میں اس کے انداز میں ایسی کوئی بات پا لیتا تو پھر ہاٹن کو ختم کرنا بھی بے حد ضروری ہو جاتا۔ اس لیے میں نے یہ ساری باتیں کی تھیں۔ وہ شخص مجھ سے بہت قریب تھا، میرا مطلب ہے ہینڈرک سے اور اگر اس جیسا آدمی مجھ پر کوئی شبہ نہیں کر سکا تھا تو اس کا مطلب تھا پھر کوئی بھی شبہ نہیں کرے گا۔ گفتگو کے دوران پوری توجہ سے میں سکریٹری کے چہرے کا بخوبی جائزہ لیتا رہا تھا۔ میری آواز یا میرے انداز پر وہ ذرا بھی نہیں چونکا تھا اور اس کے چہرے سے مسلسل خجالت کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس سے میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ میری شخصیت سے مشکوک نہیں ہوا ہے۔ اسے میں ابھی کچھ دن زندہ رکھنا چاہتا تھا تاکہ اس کے ذریعے ... احکامات دے سکوں اور براہِ راست مجھے کسی اور سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ سکریٹری نے مجھ سے بہت سی معذرتیں کیں اور اس کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ میں نے اُسے کوئی خاص ہدایت نہیں دی تھی۔ اس کے جانے کے بعد میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر لوبو کے پاس پہنچ گیا۔ ناشتا جُوں کا توں رکھا ہوا تھا اور لوبو کے چہرے پر غم کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

"ناشتا نہیں کیا تم نے لوبو؟" میں نے ہمدردی سے سوال کیا۔

"دل نہیں چاہ رہا ماسٹر! وہ دو آدمیوں کا ناشتا لایا ہے۔ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ میرا دوسرا ساتھی کہاں گیا؟"

"کیا جواب دیا تم نے؟"

"بس جو کہنا تھا اس سے کہہ دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میرا آخری بھائی بھی اُس درندے کی نذر ہو گیا۔ وہ کمینہ ہنستا ہوا چلا گیا۔ دل تو چاہا ماسٹر کہ اس کے دانت توڑ دوں لیکن کیا کرتا، مجبوری تھی۔"

"ناشتا کرو لوبو۔ زندہ رہنے کے لیے یہ سب کچھ ضروری ہوتا ہے۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔ لوبو نے گردن جھکا دی۔ پھر میں اُسے تسلیاں دیتا ہوا باہر نکل آیا۔ باہر کی دنیا پر نگاہ رکھنا بھی ضروری تھا۔ اب نیگی کی گمشدگی کا مسئلہ بھی سامنے آئے گا۔

میرے خادموں نے میرے لیے ناشتے کا بندوبست کیا اور شام تک میں اپنی آرام گاہ میں موجود رہا۔ میں نے اس خواب گاہ کی بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پوری تلاشی لی تھی۔ یہاں مجھے اپنی مسہری کے سرہانے ایک ٹرانسمیٹر ملا تھا۔

جس قدر معلومات مجھے حاصل ہو سکیں میں نے حاصل کیں، تاکہ ہینڈرک کا کردار ادا کرنے میں کوئی مشکل نہ ہو۔ اب تک میں اپنی کوشش میں کامیاب رہا تھا۔

رات کو میں ایک بار پھر لولو کے پاس پہنچا تھا۔ "تمہارے لیے کھانا وغیرہ آیا لولو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ماسٹر، حسبِ معمول۔ حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔"

"پچھلی رات سے جاگ رہا ہوں لولو۔ آج رات آرام کروں گا۔ کل سے ہم کام شروع کریں گے۔"

"او کے ماسٹر، تم مطمئن رہو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" لولو نے کہا اور میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ میں سکریٹری کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سکریٹری دوپہر کا کھانا لے کر آیا تھا اور وہ میری خواب گاہ سے نہیں گزرا۔ اس کا مقصد ہے کہ اندر داخل ہونے کا کوئی اور راستہ بھی ہے۔ اس راستے سے میری واقفیت ضروری تھی۔ ویسے اس وقت جب میں وہاں موجود تھا تو سکریٹری اسی راستے سے آیا تھا۔ کوئی بہت معمولی سا فرق معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال اس کے بارے میں معلوم کرنا بھی ضروری تھا۔

رات کو میں آرام سے سویا۔ مجھے اب کوئی فکر نہیں تھی۔ بہت حد تک کام کر چکا تھا۔ اب بس آخری مرحلے سے گزرنا تھا۔ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں اس کنٹرول ہال میں داخل ہو گیا۔ لولو سے رسمی بات چیت کے بعد میں نے میز کے پیچھے پہنچ کر اس انٹرکام کا بٹن آن کیا جو سامنے موجود تھا۔ دوسری طرف سے فوراً ہی آواز سنائی دی تھی۔

"جنابِ عالی۔" نسوانی آواز تھی یقیناً آپریٹر ہو گی۔

"سکریٹری کو بھیجو۔" میں نے کہا اور انٹرکام بند کر دیا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد ہاٹن میرے پاس پہنچ گیا۔

"میں آنے والا تھا جناب۔" اس نے کہا۔

"کوئی خاص بات؟"

"جی نہیں۔ کوپرینگ سے اسلحے کی ایک کھیپ آنے والی ہے لیکن وہ اس ماہ کے آخر میں پہنچے گی۔ دو ذہن واقعات ہوئے ہیں جو عام ہیں۔ تل ابیب میں ایک بم پھٹا۔ جو [illegible] آٹھ افراد مارے گئے۔ دوسرے واقعات بھی اسی قسم کے ہیں۔"

"اس کے بارے میں؟" میں نے سوال کیا۔

"اگر کوئی اطلاع ہوتی تو میں خود فراہم کرتا۔" سکریٹری نے جواب دیا۔

میں خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا اور پھر ... مختلف موضوعات پر بات کرتا رہا۔ اس کے ساتھ چل دیا۔ انداز ایسا تھا جیسے باہر جانا چاہتا ہوں۔ سکریٹری کو میں نے چند قدم آگے رہنے

دیا تھا اور بالآخر میں اس کوشش میں بھی کامیاب ہو گیا۔

سکریٹری نے وہ دروازہ کھولا تھا جو اس جگہ داخل ہونے کا دوسرا راستہ تھا اور ہم دونوں باہر نکل آئے۔ یہ راستہ ایک اور کمرے میں نکلتا تھا اور یہ کمرہ سکریٹری کی خواب گاہ تھا۔ میں وہاں سے بھی باہر نکل آیا اور پھر میں نے سکریٹری سے کہا کہ میں جزیرے پر گشت کرنا چاہتا ہوں۔

"گاڑی کا بندوبست کروں جناب یا فضائی جائزہ لیں گے؟"

"ہیلی کاپٹر۔" میں نے جواب دیا اور سکریٹری نے گردن جھکا دی۔

تقریباً ایک گھنٹے تک ہیلی کاپٹر میں گشت ہوتا رہا۔ ہم سمندر میں دور تک نکل گئے تھے۔ دو چکر پورے لگائے گئے تھے۔ اس کے بعد میں واپس آ گیا اور اپنی آرام گاہ میں پہنچ گیا۔

دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر میں نے وہ بٹن دبایا جس سے باہر 'عدم مداخلت' کے الفاظ روشن ہو جاتے تھے اور اس کے بعد میں کنٹرول ہال میں پہنچ گیا۔ سب سے پہلے میں نے اس دروازے کا جائزہ لیا اور اس کے میکنزم کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اندر سے اسے بند کرنے سے باہر کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ یعنی اب اسے باہر سے نہیں کھولا جا سکتا تھا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے لولو کو کٹہرے سے نکال لیا۔ پھر اس کے ساتھ مل کر کام کا آغاز کر دیا۔ سکریٹری کو اگر کوئی خاص ضرورت نہ پیش آئی تو اب وہ رات کو آٹھ بجے ہی یہاں آئے گا۔ اس وقت تک کوئی فکر نہیں تھی۔

میں نے الماری میں رکھے ہوئے فائلوں کی چھان بین شروع کر دی اور چند فائل دیکھنے کے بعد ہی مجھے اُن کی اہمیت کا اندازہ ہو گیا۔ میں کئی گھنٹے تک اس کام میں مصروف رہا۔ یہ سارے کاغذات اور فائل تنظیم کے لیے باعث اہمیت ہو سکتے تھے لیکن انھیں اس جزیرے سے منتقل کرنے کا فی الحال کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ تاہم میں نے ان کے لیے ایک ترکیب سوچ لی۔ ہینڈرک کے اس کنٹرول ہال میں مجھے مائیکرو فلمیں بنانے کا سامان بھی مل گیا تھا۔ چنانچہ رات تک میں نے چار فلمیں بنائیں۔ لولو میرے معاون کی حیثیت سے کام کرتا رہا تھا۔

سات بجے کے قریب مجھے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور میں نے میز کے پاس جا کر اسے آن کر دیا۔

"کیا بات ہے؟"

"ایک اطلاع ہے جناب۔ میں نے سوچا آپ کو [illegible] آگاہ کر دوں۔"

"کہو، کیا بات ہے؟"

"عمارت کا منتظم نیگی ہے ناں جناب۔"

"ہاں، کیوں؟"

"نیگی تقریباً چوبیس گھنٹے سے غائب ہے۔ پرسوں شام تک اسے دیکھا گیا تھا۔ اس کے بعد سے اس کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"اس کی گمشدگی پُراسرار ہے۔ ہم اسے تلاش کر رہے ہیں۔"

"کہاں جا سکتا ہے وہ؟" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"میں پریشان ہوں جناب۔ بس ایک خیال ہے ذہن میں۔ وہ کمبخت کہیں اسی عمارت میں موجود نہ ہو۔"

"مجھے یہ اطلاع کیوں دی ہے؟" میں نے بدستور سخت لہجے میں کہا۔

"معافی چاہتا ہوں جناب۔ پیش بندی کے طور پر تاکہ آپ محتاط رہیں۔" سکریٹری کے لہجے میں بوکھلاہٹ تھی۔

"ہاٹن۔ تم مجھے سختی پر مجبور کر رہے ہو۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے میں اس کا عادی نہیں ہوں۔ جو کچھ کر رہے ہو کرتے رہو۔ مجھے اطلاع دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد میں اور کوئی اطلاع نہ سنوں۔"

"جنابِ عالی! جنابِ عالی۔" ہاٹن نے کہا اور میں نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ مگر بدن میں سنسنی ضرور پیدا ہو گئی تھی۔

ایک گھنٹے کے بعد سیکرٹری کھانا لے کر آیا۔ مجھے وہاں موجود پا کر اس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔ لولو کو اس دوران میں نے دوبارہ پنجرے میں پہنچا دیا تھا۔ اسے کھانا دے کر ہاٹن میرے پاس آ گیا۔

"اب اس کے لیے کچھ لانے کی ضرورت نہیں۔ میں اس کا کھیل بھی ختم کر رہا ہوں۔ نیگی کی کیا بات کہی تھی تم نے؟"

"اس کی... اس کی لاش مل گئی ہے جناب۔" سیکرٹری نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"اسی کے کوارٹر کے ایک گملے میں، اسے ہلاک کر کے دفن کر دیا گیا تھا۔" میں سخت نگاہوں سے سکریٹری کو دیکھنے لگا۔ اُس نے گردن جھکا لی تھی۔

"اس کا مطلب ہے کہ وہ ہمارے بہت قریب موجود ہے اور کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کر رہا ہے۔"

"میں نے فوری انتظام کر لیا ہے جناب۔ اس عمارت میں جتنے افراد موجود ہیں انھیں بیرن ہاؤس میں پہنچا دیا ہے، ان کے چہرے ایمونیا سے دھلوا کر دیکھے جا رہے ہیں۔ صرف چند افراد کو میں یہاں لاؤں گا اور انھیں تعینات کروں گا۔ باقی لوگوں کو بیرن ہال میں نگرانی میں رکھا جائے گا۔"

"میں نے کچھ اور سوچا ہے مسٹر ہاٹن۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا اور ہاٹن میری شکل دیکھنے لگا۔ "جزیرے کے انتظامات کے لیے میں کچھ اور لوگوں کو طلب کرنا چاہتا ہوں۔ ڈینی مارش اسمتھ کو کل دوپہر میرے پاس بھیج دو۔ میں اُسے بیروت بھیجوں گا۔"

"خود میں بھی آپ سے یہ درخواست کرنے والا تھا جناب۔" سکریٹری نے کہا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"بہرحال تم جو کچھ کر رہے ہو کرتے رہو۔ میں کل دو بجے ڈینی سے ملوں گا۔ اب تم جا سکتے ہو۔" میری آواز کی سختی ہاٹن نے محسوس کر لی تھی۔ وہ خود بھی سخت پریشان تھا چنانچہ خاموشی سے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ فی الحال اس کے آنے کا امکان نہیں تھا چنانچہ لولو کی مدد سے میں پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ میں نے ضروری دستاویزات کی فلمیں بنائیں اور آخر میں ایک تحریر لکھی۔

"آزادی کے متوالوں کو علی یار خان کا سلام!

جو ذمے داری مجھے سونپی گئی ہے میرا خیال ہے خدا نے مجھے اُس کی تکمیل میں سرخرو کیا ہے۔ تفصیلات کچھ یوں ہیں۔

خاتون فرانہ جو بیروت میں ایک گمراہ عورت کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہے صیہونی سازش کی سرگرم رُکن ہے اور اس کا اصل نام مارگسیا کیسگارد ہے۔ اس کا تعلق ہینڈرک نامی ایک خطرناک شخص سے ہے اور وہ ان علاقوں میں مکمل کنٹرول رکھتا ہے۔ بیروت اور اس کے نواح میں جس قدر صیہونی سازشیں زیرِ عمل ہیں، یہ شخص ان کی نگرانی کرتا ہے اور اُن کا ریکارڈ اس کے پاس موجود ہے جس کی تفصیلات اس فلم میں موجود ہیں۔ ہینڈرک نے بیروت کے شمال میں طویل فاصلے پر جس کا صحیح اندازہ مشکل ہے، ایک جزیرے کو جو سان بارے یا سان برے کے نام سے مشہور ہے، ان کارروائیوں کا مرکز بنایا ہے۔ اس جگہ اسلحے کے جہاز آتے ہیں اور یہاں سے وہ اسلحہ اسرائیل اور اُس کے نواح میں ان جگہوں پر جاتا ہے جہاں صیہونی سازشیں عمل میں آ رہی ہیں۔ یہ جزیرہ تقریباً چھ سات میل کے علاقے میں پھیلا ہوا ہے۔ [illegible]

ذہنی طور پر [illegible]

کرنے میں ہینڈرک ان لوگوں کے لیے بہت اہم شخصیت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے اور اس کا بے حد احترام کیا جاتا ہے۔ بیروت میں اس کے ہرکارے مصروفِ عمل ہیں۔

مزید تفصیلات یہ ہیں کہ میں نے ہینڈرک نامی شخص کو ہلاک کر دیا ہے اور خود اس کے میک اپ میں جزیرے کو کنٹرول کر رہا ہوں لیکن حالات سنگین ہیں۔ اسلحہ کا ایک جہاز آنے والا ہے جس میں نہ جانے کون لوگ ہوں گے۔ ممکن ہے کہ میں اس میک اپ میں اُن پر قابو نہ پا سکوں اور سارا بھید کھل جائے، اس لیے ضروری ہے کہ میری تجاویز پر فوری عمل درآمد کیا جائے۔ وہ تجاویز یہ ہیں کہ جس قدر افراد ممکن ہو سکیں، کسی بھی شکل میں پوری طرح مسلح ہو کر ایک بحری جہاز سے روانہ ہوں۔ ان کے پاس بہترین اسلحہ ہو۔ ڈائنا مائٹ وغیرہ کا ذخیرہ بھی درکار ہو گا تاکہ جزیرے کو تباہ کیا جا سکے۔ ہمیں صیہونی سازش کے اس بڑے اڈّے کو تباہ کر کے بے شمار فوائد حاصل ہوں گے۔

یہ لڑکی مکمل طور پر ہینڈرک کی وفادار ہے۔ اسے گرفتار کر کے قید کر لیا جائے اور ہدایت کر دی جائے کہ یہ کسی طرح بھی کسی سے رابطہ قائم نہ کر سکے۔ اگر یہ تجاویز ناقابلِ عمل ہوں تو کسی نہ کسی طرح تین دن کے اندر اندر میرے پاس کسی کو بھیجا جائے۔ اس سلسلے میں ہیلی کاپٹر استعمال کیا جا سکتا ہے جو بہ آسانی جزیرے پر اُتر سکتا ہے۔ ہیلی کاپٹر سے آنے والا مجھ سے مسٹر میریکل کے نام سے مل سکتا ہے۔ ہینڈرک کے نام سے میں اس کے لیے ہدایات دے دوں گا۔

صورتِ حال آپ کے علم میں ہے۔ اگر یہ کارروائی ممکن نہ ہوئی تو میں خود ہی اپنی تنہا کوششوں سے اس جزیرے کو تباہ کر دوں گا اور ممکن ہے اس کے بعد زندہ واپس نہ آ سکوں۔ اس طرح اس حقیر سی زندگی کو میں اپنے مشن کے لیے قربان کرنے کی سعادت حاصل کر لوں گا۔

انشاءاللہ ایک دن فلسطین آزاد ہو گا۔

علی یار خان، پاکستانی۔"

اس تحریر کی قسم آخری تھی۔ میں نے پوری فلم مکمل کر لی اور سیمپر اُسے ایک مخصوص طریقے سے پیک کر دیا۔ میرے ذہن سے ایک بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا۔ چنانچہ اب میں بیرونی معاملات کی طرف متوجہ ہو گیا۔

باہر نکل کر میں نے حالات کا جائزہ لیا۔ عمارت غیرمعمولی طور پر سنسان تھی۔ صرف چند افراد ڈیوٹی پر نظر آ رہے تھے۔ مجھے یہ صورتِ حال دیکھ کر ہنسی آ گئی۔ یہ بھی میرے لیے ایک اعزاز تھا کہ میری ذات سے پورے جزیرے پر سنسنی پھیل گئی تھی۔

اس رات لوبو کو کھانا میں نے خود ہی پہنچایا اور اُسے دوسری بہت سی چیزیں بھی فراہم کر دیں۔ مجھے یقین تھا کہ میری غیر موجودگی میں ہاٹن یہاں آنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ وہ جس قدر الجھا ہوا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اب وہ میری ہدایات سے سرِ مُو انحراف نہیں کرے گا۔ لوبو سے میں نے کہا تھا "ممکن ہے میں کچھ دیر تمھارے پاس نہ آؤں۔ ہینڈرک جیسا کہ تمھیں علم ہے، مر چکا ہے۔ تمھارے ساتھ اب اذیت ناک سلوک کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ بہرحال میں وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔ اس کے بعد ہم دونوں انشاءاللہ بیروت چلیں گے۔"

"مجھے اب اس کی کوئی پروا نہیں ہے ماسٹر! میں تمھاری ہدایات کی پابندی اپنا ایمان سمجھتا ہوں۔" لوبو نے جواب دیا۔

میں وہاں سے چلا آیا اور اس کے بعد عمارت اور اس کے باہر کے حصّوں کا میں نے خود جائزہ لیا۔ سیکرٹری ہاٹن مجھے نظر نہیں آیا تھا۔ صورتِ حال خاصی اطمینان بخش تھی۔

دوسرے دن دوپہر کو دو بجے ڈینی مارش اسمتھ میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کا چہرہ بجھا بجھا سا تھا۔ اس نے بڑے ادب سے مجھے سلام کیا اور میرے سامنے کھڑی ہو گئی۔ پھر میں نے اس سے کہا۔

"ڈینی! میں تمھیں بیروت بھیجنا چاہتا ہوں۔"

"میں حاضر ہوں جناب۔" اس نے مستعدی سے جواب دیا۔

"جس مشن پر میں تمھیں بھیج رہا ہوں وہ خالص ذاتی نوعیت کا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مکمل رازداری سے کام کرو۔ کسی شخص سے کوئی گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان لوگوں نے جو خطرناک حالات پیدا کر دیے ہیں، ان سے نمٹنے کے لیے مجھے تم جیسے رازداروں کی ضرورت ہے اور میں نے اسی لیے تمھارا انتخاب کیا ہے۔"

"میری انتہائی خوش قسمتی ہے جناب کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔ میں ہر ممکن کوشش کروں گی کہ آپ کے اعتماد پر پوری اتروں۔" ڈینی مارش اسمتھ نے کہا۔

میں نے اُسے وہ پیکٹ دیتے ہوئے کہا "اس میں ایک اہم دستاویز ہے جسے لے کر تم بیروت جاؤ گی۔ جنوبی بیروت میں ابرا... زکے نام سے ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور ہے جو بظاہر مسلمانوں کا ہے۔ لیکن اس بات سے بہت کم لوگ واقف ہیں کہ درحقیقت وہ ہماری تنظیم کے لوگ ہیں اور مسلمانوں کی حیثیت سے وہاں رہتے ہیں۔"

"ابراہیم اسٹورز!" ڈینی تعجب سے بولی۔

"ہاں۔ جانتی ہو اُسے؟"

"بخوبی جناب۔ کئی بار جا چکی ہوں وہاں۔"

"گڈ۔ تمھیں یہ پیکٹ ان کے حوالے کر کے وہاں کم از کم چوبیس گھنٹے رکنا ہے۔ انھیں زبانی ہدایت دے دینا کہ فوری طور پر اس دستاویز کو دیکھ لیا جائے۔"

"وہاں مجھے کسی خاص شخصیت سے ملنا ہے جناب؟"

"ہاں اسٹورز کے منیجر سے۔ اس کے علاوہ یہ دستاویز کسی اور کو نہ دی جائے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"بس تھوڑی دیر کے بعد تمھیں روانہ ہو جانا ہے۔ اس کام کو انجام دینے سے قبل تم کسی سے نہیں ملو گی۔ ہیلی کاپٹر کے سفر کے دوران بھی کسی سے گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں ایسا ہی کروں گی جناب۔ اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہے۔ میرا مطلب ہے میں بیروت میں رکوں یا واپس آ جاؤں؟"

"اس کی اطلاع تمھیں وہیں مل جائے گی۔"

"بہت بہتر جناب۔"

ڈینی مارش اسمتھ کو میں نے اپنے سامنے ہیلی کاپٹر میں سوار کرایا تھا۔ پائلٹ کے علاوہ اور کوئی اس میں نہیں تھا۔ اس موقع پر ہاٹن بھی میرے ساتھ تھا جو بظاہر شرمسار نظر آ رہا تھا۔

بہرحال اب مجھے اپنی اس منصوبہ بندی کے نتائج کا انتظار تھا اور اس کے بعد کے لمحات جس قدر صبر آزما تھے، میں ہی جانتا تھا۔ ایک ایک لمحہ شاق گزر رہا تھا۔ راتوں کو نیند سے جاگ جاتا تھا اور اس کے بعد نیند نہیں آتی تھی۔ ذہن ہر وقت خیالات کی آماجگاہ بنا رہتا تھا۔ نہ جانے کیسے کیسے خواب دیکھتا تھا اور یوں یہ لمحات گزر رہے تھے۔ اس دوران ہینڈرک کے اس شیطانی جزیرے کا جائزہ بھی لیتا رہا۔ چوتھے دن ایک ہیلی کاپٹر جزیرے پر اُترا جو میں نے خود بھی دیکھ لیا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے دو افراد باہر آئے تھے، جن میں ایک غیر ملکی تھا اور دوسرا غالباً لبنانی تھا۔

ہاٹن انھیں لے کر میرے پاس آیا تھا "مسٹر والڈر آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں چیف۔ یہ ہمارے مخصوص نشانات کے ساتھ آئے ہیں۔" ہاٹن نے کہا۔ میں نے سرد مہری سے والڈر کا استقبال کیا تھا۔ معصوم سے چہرے والا شخص تھا۔ پھر میں نے ہاٹن کو جانے کا اشارہ کیا اور اُن دونوں کے ساتھ اندر آ گیا۔ ہاٹن انھیں گھورتا ہوا چلا گیا تھا۔

نشست کے کمرے میں لا کر میں نے انھیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ "آپ سے ملاقات کی بڑی خواہش تھی مسٹر ہینڈرک۔" والڈر نے کہا۔

"میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" میں نے کہا۔

"میرا تعلق این یو او سے ہے اور یہ چند نشانات مجھے بڑے پُراسرار حالات میں ملے ہیں۔ ان کے بارے میں آپ سے معلومات کا خواہش مند ہوں۔" والڈر نے کہا اور ایک خاص نشان میرے سامنے رکھ دیا۔ یہ تنظیم کا نشان تھا اور میرے سیکشن سے تعلق رکھتا تھا۔ میں نے چونک کر ان دونوں کو دیکھا۔

"ڈینی مارش اسمتھ ہم سے ملی تھیں مگر نہ جانے کیوں وہ فواد فواد کہہ کر مجھے پکار رہی تھیں۔" والڈر نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک ہی کہہ رہی ہو گی بے چاری۔ علی یار خان کے جال میں آ پھنسی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ یہ سنتے ہی والڈر اپنی جگہ سے اٹھا اور مجھ سے لپٹ گیا۔

"علی یار خان۔ تنظیم تم پر فخر کرتی ہے۔ کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ تم جیسا شخص تنظیم کو اس طرح مل جائے گا۔"

"شکریہ فواد! میں نے صرف اپنا فرض پورا کیا ہے۔"

"بڑی سنسنی پھیل گئی ہے ہم لوگوں میں۔ میرے خیال میں یہ اس سال کا سب سے بڑا انکشاف ہے اور شاید یہ آپریشن بھی اس سال کا سب سے بڑا آپریشن ہو گا۔" فواد نے کہا۔ والڈر کے میک اپ میں فواد ہی تھا۔ دوسرا شخص بھی تنظیم کا رکن تھا۔ پائلٹ بھی ہمارا ہی آدمی تھا جو ہیلی کاپٹر میں موجود تھا۔

"میرا تحفہ تم لوگوں کو بہ آسانی مل گیا تھا؟" میں نے سوال کیا۔

"جس انداز میں اُسے بھیجا گیا تھا اس میں کوئی سقم ہی نہیں تھا۔ اس شخص کا فائل بھی ہمارے ریکارڈ میں موجود ہے۔ تین اہم معاملات میں ہمیں اس پر شبہ تھا لیکن اس کے بعد اس کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔ تم نے نہ صرف اس کا انکشاف کیا ہے بلکہ اس کی موت کی اطلاع بھی دی ہے۔ تنظیم میں تمھاری حیثیت کسی مافوق الفطرت شخصیت کی سی ہو گئی ہے۔"

"یہ اعزاز میرے خدا نے بخشا ہے جس کے لیے میں اس کے حضور شکرگزار ہوں۔ میری دوسری درخواست کا کیا ہوا؟"

"وہ لوگ چل پڑے ہیں۔ بہت جلد یہاں پہنچ جائیں گے۔ ان کے لیے انتظامات کر لو۔"

"کتنے افراد ہیں؟"

"ایک سو بیس آدمی مہیا ہو سکے ہیں۔ تمھاری تمام ضروریات پوری کر دی گئی ہیں۔"

"تربیت یافتہ ہیں؟"

"مکمل طور پر۔ حالات میں کوئی گڑبڑ تو نہیں؟"

"ابھی تک تو نہیں ہے لیکن کسی بھی وقت ہو سکتی ہے۔ یہاں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کوئی جہاز ہے جس سے وہ لوگ آ رہے ہیں؟"

"نہیں — ایک بڑی لانچ ہے۔ اعلیٰ پیمانے پر کام کیا گیا ہے۔ لانچ ایک ایسی کمپنی کی ہے جو اسرائیل نواز ملک سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے کپتان وغیرہ ہمارے قبضے میں ہیں۔ اس سے سفر کیا جا رہا ہے۔"

"ویری گڈ۔ نام کیا ہے اس کا؟"

"اولیانوس۔"

"تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟"

"واپس جائیں گے اور اسی لانچ پر آ جائیں گے۔ صرف تمہیں اطلاع دینے آئے تھے۔"

"کب تک وہ یہاں پہنچ جائیں گے؟"

"میرے خیال میں کل صبح کسی بھی وقت۔" فواد نے جواب دیا۔

"شکریہ فواد۔ میں بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں۔ سیکرٹری ہاٹن بھی خطرناک آدمی ہے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ یہ اس جزیرے پر دوسرا خطرناک آدمی ہے۔"

"خدا تمہیں تمام آفات سے محفوظ رکھے۔ اب ہمیں اجازت دو۔"

"کچھ رسمی کارروائی کر لو۔ بلکہ میں تمہارے لیے شراب منگاتا ہوں۔" میں نے کہا اور فواد ہنس پڑا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ ہم اُسے زمین پر بہا کر اپنی کامیابی کا شگون لیں گے۔"

❦

کچھ دیر بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر ایک طرف چل پڑا تو میں نے سکون کی سانس لی اور اپنی جگہ سے ہٹ آیا۔ ہاٹن کچھ اُلجھا اُلجھا سا تھا، نہ جانے کیوں۔ باقی معاملات حسبِ معمول تھے۔

شام کو اس سے ملاقات ہوئی۔ "میں نئی ہدایات چاہتا ہوں جناب۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے پوچھا۔

"جزیرے کا نظام اس شخص کی وجہ سے درہم برہم ہو گیا ہے۔ ہم نے اپنی سی تمام کوششیں کر لیں لیکن اس کی تلاش میں ناکام رہے۔ تمام ملازمین بھی پریشان ہیں حالاں کہ میں نے اُن کے بارے میں ہر طرح تسلی کر لی ہے۔"

"وہ بے حد خطرناک انسان تھا ہاٹن۔ [illegible] نے اس کے بارے میں جو رپورٹ دی تھی، اس میں اس کے لیے خاص الفاظ استعمال کیے گئے تھے۔ اس سلسلے میں تمہاری تشویش حق بجانب ہے۔ اگر وہ جزیرے سے نکل گیا ہے تب بھی ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اور اگر یہاں موجود ہے تب بھی۔ ... خیر اس کے لیے میں نے کچھ انتظامات کیے ہیں۔ کل کسی وقت ایک لانچ یہاں پہنچ رہی ہے جس میں کچھ لوگ آ رہے ہیں۔ میں جزیرے کا انتظام ان لوگوں کے حوالے کر رہا ہوں۔ وہ جاسوسی کے جدید ترین طریقوں سے اس کا پتا

ہاٹن نے سر جھکا لیا۔ "میں خود شرمندہ ہوں اس سلسلے میں جناب۔ بہر حال میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ اب اس جزیرے پر موجود نہیں ہے۔ میں نے اُسے تلاش کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ دیکھتے ہیں۔"

"یہ مسٹر والڈر کون تھے؟" ہاٹن نے پوچھا۔

"جی کین اوورسیز کے منیجر۔ ان کی معرفت ہم نے کچھ چیزیں منگائی ہیں، ان کی تفصیلات لے کر آئے تھے۔"

"میرے علم میں یہ بات نہیں تھی جناب۔"

"میرے علم میں بھی نہیں تھی۔ ویسے یہ اعلیٰ سطح کے معاملات ہیں ہاٹن!"

"اوہ۔" ہاٹن نے فکرمندی کی گہری سانس لے کر کہا۔ میں اس کے چہرے پر تشویش کے آثار صاف دیکھ رہا تھا۔ ضرور اُسے کوئی شک ہو گیا تھا۔ بہر حال اس شخص کو اب نظر میں رکھنا تھا۔ بہت تھوڑا سا وقت رہ گیا تھا۔ اس وقت کو کامیابی سے گزارنا ضروری تھا۔

شام ہو گئی۔ رات کے کھانے کے بعد میں آرام کرنے چلا گیا اور بستر پر دراز ہو کر حالات پر غور کرنے لگا۔ نیند کمبخت آنکھوں میں بہت کم آتی تھی۔ اس وقت بھی رات کے تقریباً دو بجے ہوں گے جب اُوپری روشن دان سے کانچ کا ایک گولا سا نیچے گرا۔

ایک لمحے کے لیے میں حیران رہ گیا۔ میں نے اٹھنے کا ارادہ ہی کیا تھا لیکن پھر کسی خیال کے تحت ساکت ہو گیا۔ گولے سے سفید سفید دھواں خارج ہو رہا تھا اور گیس کی بو خواب گاہ میں پھیلتی جا رہی تھی۔

میں نے سانس روک لیا۔ یہ مجھے بے ہوش کرنے کی کوشش تھی۔ سانس روکنے کی مجھے کوئی خاص مشق نہیں تھی لیکن اس وقت بے ہوشی سے بچنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ جس طرح بھی ممکن ہو سکا، میں نے اس خواب آور گیس سے بچنے کے لیے کوششیں کیں۔ میرا چہرہ سُرخ ہو گیا تھا اور دم گھٹا جا رہا تھا۔

پھر دروازے پر آہٹ ہونے لگی۔ دروازہ بند نہیں تھا۔ اس لیے وہ بہ آسانی کُھل گیا۔

اندر جو شخص داخل ہوا وہ ہاٹن کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ چند لمحے دروازے پر کھڑے رہ کر اس نے گیس خارج [illegible] کا انتظار کیا اور پھر آگے بڑھ آیا۔ سب سے پہلے اس نے کانچ کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے چن کر جیب میں ڈالے اور پھر آگے بڑھ کر میرے پاس پہنچ گیا۔

"مسٹر ہینڈرک! مسٹر ہینڈرک! ناوقت حاضر ہونے کی معافی چاہتا ہوں۔ مسٹر ہینڈرک! مگر ایک ضروری مسئلہ... مسٹر

ہینڈرک۔" وہ رک گیا۔ پھر اُس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے جھنجھوڑا اور اس کے بعد وہ میری طرف سے مطمئن ہو گیا۔

ہاٹن کچھ دیر وہیں کھڑا رہا اور پھر خواب گاہ کے اس حصے میں پہنچ گیا جہاں سے اندر کنٹرول ہال میں داخل ہوا جا سکتا تھا۔ یہاں سے داخلے کی ضرورت اُسے اس لیے پیش آئی ہو گی کہ میں نے دوسرے داخلی دروازے کو بند کر دیا تھا۔ میری یہ کوشش ہاٹن کو شبہے میں مبتلا کر سکتی تھی۔ مجھے اس کا اندازہ تھا لیکن مجبوری تھی۔ میں اب کنٹرول ہال میں اس کا آزادانہ داخلہ بند کر دینا چاہتا تھا۔ ویسے ہاٹن کو مجھ پر شبہ کرنے کے کئی اسباب تھے اور مجھے خود بھی اس کا احساس تھا۔ اس وقت صورتِ حال واضح ہو گئی تھی لیکن اب مجھے بھی اس کی ضرورت نہیں رہ گئی تھی جو کام میں اس سے لینا چاہتا تھا، وہ لے چکا تھا۔

اس لیے اس کے اندر داخل ہوتے ہی میں بھی اپنی جگہ سے اُٹھ گیا اور اس کے پیچھے پیچھے کنٹرول ہال میں داخل ہو گیا۔ ہاٹن اطمینان سے اندر داخل ہوا تھا جبکہ میں نے خود کو اس کی نگاہ سے پوشیدہ رکھا تھا۔

سب سے پہلے اس کی نگاہ کٹہرے کی طرف گئی اور پھر وہ تیز قدموں سے کٹہرے کے پاس پہنچ گیا۔ میں بھی مشینوں اور ستونوں کی آڑ میں ہوتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔

پھر اُس کی کرخت آواز اُبھری "لے۔ تم سو رہے ہو، جاگو۔ اٹھ جاؤ، ورنہ پھر قیامت تک نہ اُٹھ سکو گے۔ اُٹھو۔" اس نے سیاہ فام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اور سیاہ فام جاگ گیا۔ وہ آنکھیں ملتا ہوا اُٹھ گیا تھا اور اب حیرت زدہ انداز میں ہاٹن کو دیکھ رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کے ذہن میں کیا خیالات ہوں گے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"لوبو۔" سیاہ فام نے کہا۔

"کیا تم آزادی کے خواہش مند نہیں؟" ہاٹن نے کہا۔ لوبو خاموشی سے اُسے گھور رہا تھا۔ "اگر تم میری بات کا صحیح جواب دے دو تو میں تمہیں ابھی اور اسی وقت آزاد کر سکتا ہوں۔"

لوبو نے پریشان نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔ "نہ جانے تم کیا کہہ رہے ہو مسٹر، میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔"

"خود کو نیند کے اثر سے آزاد کرو۔"

"میں جاگ گیا ہوں۔"

"تم گیارہ افراد تھے یہاں؟"

"ہاں۔" لوبو نے جواب دیا۔

"باقی دس قتل کر دیے گئے؟" ہاٹن نے کہا۔ لوبو نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ہاٹن نے دوبارہ کہا "اور قتل کرنے والا ہینڈرک تھا؟" لوبو اب بھی خاموش رہا تھا۔ "کیا تم اس بات پر یقین کرو گے مسٹر لوبو کہ دراصل ان کا قاتل ہینڈرک نہیں تھا بلکہ ایک نقلی انسان تھا۔ بہر حال افسوس میں تمہارے ساتھیوں کو زندہ نہیں کر سکتا لیکن اگر تم میری مدد کرو تو میں اُسے سزا دے کر تمہیں ضرور آزاد کرا سکتا ہوں۔"

"میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں مسٹر؟" لوبو اب سنبھل گیا تھا۔

"ہینڈرک آخری بار یہاں کب آیا تھا؟"

"آج صبح۔"

"اس کے انداز میں تم نے کوئی تبدیلی محسوس کی تھی؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"وہ یہاں کیا کرتا رہا تھا؟"

"میں کیا جانوں مسٹر۔ اس شیطانی قید خانے کے بارے میں میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔" لوبو نے کہا۔

"پھر بھی یہاں اس کی مصروفیات کیا ہوتی ہیں۔ اس نے تم سے آزادی کی بات تو نہیں کی تھی، یہ تو نہیں کہا تھا کہ تم اس کے ساتھ مل کر کام کرو، وہ تمہیں آزاد کر دے گا۔"

"بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔ مسٹر ہینڈرک نے تو ایک ایک کر کے میرے بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر مجھے وہ کیوں آزادی دیں گے؟" لوبو نے جواب دیا — اور ہاٹن پُرخیال انداز میں دونوں ہاتھ ملنے لگا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ اس کنٹرول ٹیبل کی جانب بڑھ گیا جو ہینڈرک کے استعمال میں رہتی تھی۔ وہاں بھی وہ دیر تک ایسے نشانات تلاش کرتا رہا جن سے اس کے شبہے کی تصدیق ہو سکے۔ وہ خاصا پریشان نظر آ رہا تھا۔ میں اس کی تمام حرکات و سکنات کا جائزہ لیتا رہا۔ اب اس بات میں کسی شک کی گنجائش نہیں تھی کہ ہاٹن کو مجھ پر شبہ ہو گیا ہے۔ ہینڈرک کے بعد ہاٹن اس جزیرے کی دوسری بڑی شخصیت تھا اور تمام لوگ اس کے احکامات پر عمل کرتے تھے۔ میں نے آج تک اس سے متعدد فوائد حاصل کیے تھے اور بے شمار اُلجھنوں سے بچا رہا تھا لیکن اس کے بعد اسے موقع دینا بڑی حماقت تھی۔

چنانچہ میں نے آخری فیصلہ کر لیا اور اس وقت جب ہاٹن میز کے نزدیک سے گزرا تو میں اس کی پشت پر پہنچ گیا تھا۔ لوبو اپنے پنجرے کی سلاخیں پکڑے ہوئے اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے ہاٹن کی پشت سے پستول [illegible] لہجے میں اس سے کہا "دونوں ہاتھ بلند کر دو مسٹر ہاٹن!" وہ میری آواز سنتے ہی بُری طرح چونک کر پلٹا تھا اور پھر مجھے دیکھ کر اس کا چہرہ تاریک ہو گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مسٹر ہینڈرک مسٹر ہینڈرک" اُس کے منہ سے لرزتی ہوئی آواز نکلی۔ اس کے ہاتھ بے اختیار اوپر اٹھ گئے تھے۔

"میں نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ پھر کوٹ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر بغلی ہولسٹر سے پستول نکال لیا۔ پستول اپنے قبضے میں لینے کے بعد میں نے اپنے پستول کی نال سے اُسے دھکیل دیا اور وہ تین چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"میں سمجھ نہیں سکا مسٹر ہینڈرک؟"

"میں تمہیں سمجھاؤں گا ڈیئر ہاٹن! اچھی طرح سمجھاؤں گا۔"

"مم مگر آپ آپ؟"

"تم میری اجازت کے بغیر یہاں کیسے داخل ہوئے؟" میں نے اسی سے سوال کیا۔

"وہ میں بس.. جناب دراصل میں .... میں کچھ پریشان تھا۔" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہاں آکر تمہاری پریشانیاں دُور ہو جاتی ہیں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"لیکن آپ کی طرف سے مجھے یہاں آنے کی اجازت ہے۔ میں کسی بھی وقت یہاں آسکتا ہوں۔"

"بے شک یہ سب کچھ تھا لیکن ہینڈرک کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی اجازت تو تم نے مجھ سے نہیں لی تھی۔" میں نے جواب دیا اور ہاٹن خود کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ اس نے ایک لمحے میں خود کو سنبھال لیا ہے۔

"مسٹر ہینڈرک آپ کو علم ہے کہ میں چودہ سال سے اپنی تنظیم کے لیے خدمات انجام دے رہا ہوں۔ ان چودہ سالوں میں میرا ریکارڈ بالکل صاف ہے اور میرے نام سے کوئی ایسی بات منسوب نہیں کی جا سکتی جو قابل گرفت ہو۔ بے شک میں آپ کے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں لیکن کیا مجھے اتنا بھی حق نہیں پہنچتا مسٹر ہینڈرک کہ میں اپنے کسی شبہ کی تصدیق کر سکوں؟"

"شبہ؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں مسٹر ہینڈرک! اُس شخص کو ہم نے ہر جگہ تلاش کر لیا۔ کوئی ایسی جگہ باقی نہیں بچی جہاں اُسے نہ دیکھ لیا گیا ہو۔ اگر وہ پاگل نہیں تھا تو اُس نے سمندر کے راستے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی ہوگی۔ کیونکہ اس طرح کسی جگہ زندہ پہنچنا ناممکن ہے تو پھر آخر وہ کہاں گیا؟ معاف کیجیے، میں عجیب بات کہہ رہا ہوں کہ پہلے آپ میرا چہرہ دیکھیں اور اس کے بعد مجھے اجازت دیں کہ میں آپ پر امونیا استعمال کروں اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کروں کہ آپ میک اَپ میں تو نہیں ہیں؟ میں آپ سے سچ عرض کر رہا ہوں مسٹر ہینڈرک کہ اب ہم دونوں کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہ گیا جس پر شبہ کیا جا سکے۔ لوبو سے معلومات کی بنیادی وجہ یہی تھی۔" ہاٹن نے جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بات تو کسی حد تک معقول ہے لیکن ڈیئر یہ بتاؤ کہ اگر میں وہ شخص نکلا تو ظاہر ہے میں تمہیں اس کا موقع نہیں دوں گا کہ تم میری اصل شکل دیکھ سکو۔"

"اس کے باوجود اگر آپ مسٹر ہینڈرک ہیں تو مجھے اس بات کی اجازت دیں۔" ہاٹن اب کافی حد تک مطمئن نظر آنے لگا تھا۔

"اگر یہ بات ہے ہاٹن تو پھر یوں کرتے ہیں کہ ان دونوں... پستولوں سے کارتوس نکال کر پھینک دیتے ہیں اور اس کے بعد ہم ایک دوسرے کو دیکھ لیتے ہیں۔"

"بالکل مناسب۔" ہاٹن نے اس بات کو تسلیم کر لیا اور میں نے اس کے سامنے ہی پستولوں کے چیمبر خالی کر دیے اور کارتوس جیب میں ڈال کر دونوں پستول ایک طرف اچھال دیے۔

"میرے پاس بھی اب کچھ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں امونیا فراہم کرتا ہوں۔ آپ میرا چہرہ دیکھ لیں۔" ہاٹن نے کہا۔

"ٹھہرو رک جاؤ۔" میں بولا اور وہ ٹھٹک کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں اس کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا۔ "میں اعتراف کرتا ہوں ہاٹن کہ میں ہینڈرک نہیں ہوں۔" میں نے کہا اور اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کے باوجود وہ بہت مضبوط اعصاب کا مالک تھا اور خود کو سنبھالنے کا فن جانتا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کا گھونسا میرے پیٹ پر پڑا۔ مجھے واقعی اس کی توقع نہیں تھی کہ وہ اتنی پھرتی سے حملہ کر دے گا، حالاں کہ میرا یہ اعتراف اس کے لیے حیران کن بھی تھا۔

اس نے مجھ پر دوسرا حملہ کیا مگر میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور اب میرے لیے ضروری تھا کہ میں اُسے سنبھالوں۔ چنانچہ میں نے جوابی کارروائی شروع کر دی۔ میرا پاؤں اس کے گھٹنے پر پڑا اور وہ بے اختیار جھک گیا۔ پھر میرا دوسرا پاؤں گھوم کر اس کے جبڑوں پر پڑا۔ شاید وہ جسمانی لڑائی کا بہت زیادہ ماہر نہیں تھا۔ اس کے برعکس ہینڈرک خاصا پھرتیلا اور جنگجو آدمی تھا حالاں کہ ہاٹن قد و قامت میں ہینڈرک سے کسی طرح کم نہیں تھا لیکن میرے چند ہی گھونسوں نے اُسے زمین پر لٹا دیا تھا۔ اُس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات دوسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ اس حصے کے ساتھ ہی شائع ہو چکا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجاھ

دوسرا حصہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

مجاہد

علی یار خان

ب راندۂ درگاہ قوم کی عیاریوں کا طلسم خانہ

ٹھکرائے ہوئے قبیلے کی وحشتوں کا خوں رنگ فسانہ

دوسرا حصہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجاہد

یہ ایک ایسے آشفتہ مزاج و شوریدہ سر نوجوان کی سرگزشت ہے جس کی رگوں میں دوڑتا ہوا لہو دھکتا ہوا لاوا بن گیا تھا۔ اس کے ہر مسام جاں سے شرارے پھوٹنے لگے تھے۔ ایک بظاہر چھوٹے سے واقعے نے اس کے کاروانِ حیات کی راہیں بدل دی تھیں۔ اس کی عقابی نگاہوں میں کچھ اور ہی منزلیں آبسی تھیں۔ ہر جگہ، ہر کوچہ دھر میں، ہر قریہ، ہر شہر میں فتنۂ یہود سے برسرِ پیکار رہنا ہی اس کا مقصدِ حیات ٹھیرا۔

میں نے گریبان پکڑ کر اُسے اٹھایا اور کرخت لہجے میں بولا۔

"ہاں میں ہینڈرک نہیں ہوں۔ میں نے ہینڈرک کو قتل کر دیا ہے۔"

"کک کیا... کیا؟" اُس کے منہ سے دہشت زدہ سی آواز نکلی۔

"تو تم... تو تم وہی ہو؟"

"تمھارا خیال دُرست ہے۔ تم سب لوگوں کی موت میرے ہاتھوں لکھی ہے اور اب اس کے لیے بہت کم وقت رہ گیا ہے لیکن افسوس تم اس جزیرے کی تباہی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکو گے۔ اب جب کہ تم مجھ پر شبہ کرکے یہاں تک پہنچ ہی گئے ہو ہاٹن تو پھر تمھیں بھی دُنیا سے رخصت ہو جانا چاہیے۔" میں نے کہا اور ہاٹن نے دوسرے لمحے چیخ کر اُٹھنے کی کوشش کی مگر میری ایک لات نے اُسے دوبارہ زمیں بوس کر دیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹکا کر پیچھے کی طرف کھسکنے لگا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا، پیچھے کھسکتے کھسکتے ہاٹن اس کٹہرے تک پہنچ گیا جس میں لوبو بند تھا اور پھر وہ کٹہرے کا سہارا لے کر اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ اندر سے لوبو کی لات اُس کی پشت پر پڑی اور وہ ایک چیخ کے ساتھ میرے قدموں میں آپڑا۔ میں نے بھی فٹ بال ہی کی طرح اس کا استقبال کیا تھا۔ دوسرے لمحے میری لات نے اُسے پھر کٹہرے کے نزدیک پہنچا دیا۔ لوبو بچّوں کی طرح خوش ہو رہا تھا۔ جونہی وہ کٹہرے کے قریب پہنچا لوبو نے پھر ایک لات اس کی پشت پر رسید کر دی اور ہاٹن اوندھے منہ گر پڑا۔ اب اس میں اُٹھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ میں نے پاؤں کی ٹھوکر سے اسے سیدھا کیا۔ اس وقت میرے دل میں رحم کا شائبہ تک نہیں تھا۔ یہ لوگ مظلوم مسلمانوں کے قاتل تھے۔ انھوں نے جہاں بھی موقع پایا تھا، عورتوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کو بے دریغ قتل کیا تھا۔ انھوں نے کسی کو نہیں چھوڑا تھا۔ پھر اُن پر رحم کس طرح کیا جا سکتا تھا؟

ہاٹن خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے دانت پیستے ہوئے اپنا دایاں پاؤں اٹھایا اور اس کی گردن پر رکھ دیا۔ ہاٹن کا پورا بدن تشنجی انداز میں سکڑنے اور سمٹنے لگا تھا۔ لیکن میرے پاؤں کا دباؤ اس کے حلقوم پر بڑھتا ہی جا رہا تھا اور پھر میں نے ایک زور دار جھٹکے سے اس کی گردن کی ہڈی توڑ دی۔

ہاٹن زمین پر تڑپنے لگا تھا۔ اس کے منہ سے خون کا فوارہ سا اُبل پڑا تھا۔ وہ کئی بار تڑپا اور پھر اس نے دم توڑ دیا۔ لوبو دونوں ہاتھوں سے کٹہرے کی سلاخیں پکڑے خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے گردن کے اشارے سے اس کی موت کے بارے میں پوچھا۔ اور میں ایک گہری سانس لے کر اُس میز کی جانب بڑھ گیا جہاں کنٹرول بٹن لگے ہوئے تھے۔ لوبو کو ایک بار پھر میں نے اس کٹہرے سے آزاد کرایا اور نہایت گمبھیر لہجے میں بولا۔

"لوبو! اس کی لاش اٹھا کر اس شیشے کی چھت پر ڈال دو، اس کا وجود ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

لوبو نے کسی کھلونے کی طرح ہاٹن کی لاش کو اٹھایا اور اُسے لیے ہوئے تیزاب کے اس حوض کے پاس پہنچ گیا جس پر شیشے کی چھت تھی۔ اس نے اُسے شیشے کی چھت پر لٹا دیا اور میں نے وہ بٹن دبا دیا جس سے چھت دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی اور انسان اس تیزاب کے تالاب میں پہنچ جاتا تھا۔ دھوئیں کا مرغولہ بلند ہوا اور ہاٹن کی کہانی بھی ختم ہو گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے یہ آخری کام بھی کر دیا تھا لیکن ابھی میں لوبو کو آزادانہ طور پر اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے مسکرا کر لوبو کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"لوبو! ہمارے راستے کے تمام پتھر ہٹ گئے ہیں۔ ابھی تک مجھے کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی ہے لیکن دوست! ابھی تمہاری مشکلات کا خاتمہ نہیں ہوا۔ تم اگر چاہو تو اس جگہ آزاد رہ سکتے ہو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اب اس کٹہرے میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ شیطانی کارخانہ بے حد خطرناک ہے۔ اگر تم نے ان مشینوں وغیرہ کو چھیڑا تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ تم بس آرام کرو یہاں، چاہو تو میری خواب گاہ تک آ سکتے ہو۔ میرا خیال ہے کہ اب بہت کم وقت رہ گیا ہے تمہاری قید کا۔ کل میرے آدمی یہاں پہنچنے والے ہیں اور اس وقت جب وہ جزیرے کا کنٹرول سنبھال لیں گے تو پھر تمہارے اوپر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔"

"مجھے اس آزادی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے ماسٹر! آپ جس طرح حکم دیں، میں تیار ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ مجھے اس پنجرے میں بند کر دیں تاکہ اگر میں بے کار بیٹھ کر کوئی حرکت کرنے کی کوشش کروں تو نہ کر سکوں۔" لوبو نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"تم خود پر کنٹرول رکھو لوبو، بلکہ یوں کرو کہ آج یہاں رہنے کے بجائے میری خواب گاہ میں قیام کرو۔"

"نہیں ماسٹر! آپ کا بہت بہت شکریہ! میں یہاں ٹھیک ہوں۔" لوبو نے جواب دیا اور کسی طرح بھی میرے ساتھ باہر آنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ غرض میں نے لوبو کو آزاد چھوڑا اور واپس اپنی خواب گاہ میں آ گیا۔

ٹیلیفون کا استعمال تھا۔ اب تو ہاٹن بھی ختم ہو چکا تھا۔ اس کے ذریعے اب میں کسی اور سے رابطہ بھی قائم نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سوچتے سوچتے نہ جانے مجھے کس وقت نیند آ گئی۔

دوسرے دن اس وقت تقریباً ساڑھے دس بجے تھے جب میرے دروازے پر زور زور سے دستک ہونے لگی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اپنا پستول تلاش کیا لیکن پستول تو میں وہیں پھینک آیا تھا۔ کارتوس میری جیب میں پڑے ہوئے تھے۔ لیکن ہینڈرک کا میک اپ درست تھا۔ فوری طور پر کسی خطرے کے آثار نہیں تھے۔ چنانچہ میں دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ دو آدمی مؤدب سے کھڑے ہوئے تھے۔

"جناب عالی! ہم شرمسار ہیں کہ مسٹر ہاٹن سے ملاقات نہیں ہو سکی۔ وہ اپنی خواب گاہ میں موجود نہیں تھے۔ ایک بڑی لانچ آئی ہے اور اس میں بہت سے افراد سوار ہیں۔ نیچے آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ ایک مخصوص اجازت نامہ اُن کے پاس موجود ہے

مگر ہم نے اُنھیں ساحل پر اُترنے کی اجازت نہیں دی۔ مسٹر ہاٹن سے اجازت لینے آئے تھے لیکن اُن سے ملاقات نہ ہو سکی تو آپ کے پاس آئے ہیں۔ کیا حکم ہے ان کے بارے میں؟"

"ٹھیک ہے۔ ان سب کو یہاں لے آؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور وہ دونوں گردن جھکائے چلے گئے۔ میرا دل مسرت سے اُچھل رہا تھا۔ یہ میری کامیابی کی آخری [illegible] تھی اور میں نہایت بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"میں نے شب خوابی کا لباس تبدیل کیا۔ تھوڑی دیر بعد پانچ افراد اُن دونوں کے ساتھ میری خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ [illegible] ابھی انہی میں شامل تھا۔ اندر داخل ہو کر اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے ہاتھ ملایا اور میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک ہے نا سب کچھ؟" فواد نے رازدارانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں! رات میں نے اپنے سیکرٹری کو بھی قتل کر دیا۔"

"ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ اب کوئی سرکردہ آدمی یہاں موجود نہیں ہے۔"

"بالکل۔"

"تو پھر کیا ارادہ ہے مسٹر علی! ہم لوگ اپنا چارج سنبھال لیں۔"

"اس طرح نہیں، میرا خیال ہے کہ پہلے میں تمہیں جزیرے کی سیر کرا دوں۔ صبح کا وقت ہے تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے۔ اس کے بعد مناسب مقامات پر تم اپنے آدمیوں کو تعینات کر دینا۔ لانچ خالی کر دی ہے؟"

"نہیں میں نے دس افراد وہاں لانچ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیے ہیں۔ تمام سامان لانچ ہی میں موجود ہے۔"

"ٹھیک ہے دو آدمیوں کو یہاں سے روانہ کر دو۔ میں ابھی تمہارے ساتھ باہر نکلتا ہوں اور اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دیتا ہوں، وہ تمام سامان یہاں پہنچا دیں گے۔"

"کوئی گڑبڑ تو نہیں ہو گی علی؟" فواد نے سوال کیا۔

"نہیں دوست! یہاں کے معاملات ابھی تک میرے کنٹرول میں ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔" فواد نے جواب دیا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ چاروں افراد میرے پیچھے چل رہے تھے۔ باہر آ کر میں نے دو آدمیوں کو بلایا اور اُنھیں ہدایت دے کر نوواردوں میں سے دو افراد کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اس کے بعد میں نے گاڑی نکلوائی۔

ناشتے وغیرہ کا خیال کسی کو نہیں رہا تھا۔ میں نے کبھی فواد سے نہیں پوچھا تھا کہ اسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ خود فواد بھی بہت مستند نظر

آ رہا تھا۔ چنانچہ ہم ایک جیپ میں بیٹھ کر چل پڑے۔

فواد نے جزیرے کے مختلف حصوں کو دیکھا۔ میں نے ان تمام جگہوں کی نشاندہی کی جو ہمارے لیے اہم تھیں اور تقریباً ڈیڑھ بجے ہم واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ اس دوران لانچ سے سارا سامان اتار کر اندر پہنچا دیا گیا تھا۔ میں نے سامان کا جائزہ لیا۔ ڈائنامائٹ باکس تھے۔ اسٹین گنیں تھیں اور ایسی ہی دوسری چیزیں تھیں جو اس آپریشن کے لیے کارآمد تھیں۔ اس کے علاوہ باہر لان میں وہ تمام افراد بیٹھے ہوئے تھے جن کا تعلق تنظیم سے تھا۔

تمام لوگوں سے میرا تعارف کرایا گیا اور میں نے ان سے مصافحہ کر کے اندر کا رُخ کیا۔ فواد کو میں نے اس کی ڈیوٹی سمجھا دی تھی۔

"اسلحے کا یہاں آنا تعجب خیز نہیں ہے، ان لوگوں کے لیے؟" فواد نے پوچھا۔

"شاید میں تمہیں بتا چکا ہوں فواد کہ یہاں اسلحہ آتا رہتا ہے اور یہیں سے تمام تنظیموں کو یہ اسلحہ فراہم کیا جاتا ہے۔"

"گڈ۔ ویسے ایک بار پھر میں یہ کہوں گا علی کہ تم نے ایک ایسا حیرت ناک کارنامہ انجام دیا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ جزیرہ واقعی انتہائی پُراسرار ہے۔ اس سے قبل بھی اسے کئی بار دیکھا جا چکا ہے لیکن کبھی کسی کے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ یہاں اتنا بڑا اسرائیلی ہیڈکوارٹر ہو گا۔ خیر! چھوڑو ان باتوں کو۔ اب کیا خیال ہے؟"

"کم از کم کھانا وغیرہ تو کھا لیا جائے۔ میں نے تو آج ناشتا بھی نہیں کیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فواد ہنسنے لگا۔

"یہاں کھانا کھایا ہی کس نے ہے؟"

"اگر میرا سیکرٹری زندہ ہوتا تو شاید مجھے ان تمام معاملات کی فکر نہ ہوتی لیکن میں دیکھتا ہوں کہ باقی لوگوں کے لیے کیا بندوبست ہوا ہے؟"

"لانچ پر ہمارا سب سامان موجود ہے، اگر تم کہو تو میں وہاں سے ....."

"نہیں نہیں، یہ خطرناک بات ہو گی۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں نے اپنے آدمیوں کو بلا کر نئے آنے والے مہمانوں کے کھانے کے متعلق پوچھا۔

"کھانا تیار ہے جناب۔ بس آپ کے حکم کا انتظار ہے۔" باورچی خانے کے انچارج نے مجھے بتایا اور پھر ہم شکم کی آگ بجھانے میں مصروف ہو گئے۔

کھانے کے بعد ہم نے تمام ضروری انتظامات کے بارے میں مشورے کیے اور پھر فواد اپنے آدمیوں کو لے کر چلا گیا۔ آج ہی [illegible]ات اس سلسلے میں آخری کارروائی کرنی تھی۔ فواد کو چونکہ میری یعنی ہینڈرک کی حمایت حاصل تھی، اس لیے اس کے بعد اس کی

کارروائیوں کے بارے میں اس سے پوچھنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ اپنا کام انجام دیتا رہا۔ ڈائنامائٹ باکس ان جگہوں پر نصب کر دیے گئے تھے جہاں انھیں استعمال کرنا تھا، ان سب کا تعلق ریڈیو کنٹرول سسٹم سے تھا اور یہ ریڈیو کنٹرول باکس لانچ ہی میں رکھا گیا تھا۔ فواد نے اس سلسلے میں مجھے اپنی تمام کارروائی سے آگاہ کر دیا تھا۔ وہ خاص طور سے ڈائنامائٹ سیکشن کا انچارج تھا اور اس قسم کے کاموں میں اعلیٰ مہارت رکھتا تھا۔

شام کے کھانے کے بعد ہم نے آخری معاملات طے کیے۔ زیادہ رات کا انتظار نہیں کیا جا سکتا تھا کیوں کہ اس کے بعد واپسی کا سفر طے کرنا تھا۔ میں نے لانچ کی پوزیشن دیکھی۔ وہاں پر بھی تمام انتظامات مکمل تھے اور پھر آہستہ آہستہ ہمارے آدمی سمٹ کر لانچ تک پہنچنے لگے۔ جزیرے کے کام حسب معمول جاری تھے۔ کسی کو [illegible] کا گمان بھی نہیں تھا کہ تھوڑی دیر بعد اُن کے ساتھ کوئی [illegible] حادثہ پیش آنے والا ہے۔

میں نے آخری وقت میں لوبو کو بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ باہر کی دنیا دیکھ کر لوبو نے ایک گہری سانس لی اور پھر کچھ آزردہ سا ہو گیا۔ وہ میرے ساتھ ساتھ ہی چل رہا تھا۔

"کیا بات ہے لوبو! تم کچھ افسردہ نظر آ رہے ہو؟"

"ہاں ماسٹر! ہم یہاں سے جا رہے ہیں نا؟" اس نے سوال کیا۔

"یقیناً، سامنے جو لانچ نظر آ رہی ہے، وہ ہماری ہے اور وہ ہمیں بیروت پہنچا دے گی۔"

"مجھے اپنے بھائی بہت یاد آ رہے ہیں ماسٹر! کاش میں یہاں سے تنہا نہ جاتا۔" لوبو کے غم نے مجھے بھی افسردہ کر دیا تھا مگر اب ان جذبات کے اظہار کے لیے وقت نہیں تھا۔ میں اُسے لے کر لانچ پر [illegible]

شام کی سیاہی اب رات کی تاریکی میں بدل چکی تھی۔ لانچ مکمل طور پر روانگی کے لیے تیار تھی۔ ساحل سے کچھ فاصلے پر چند افراد کھڑے ہوئے ہمیں دیکھ رہے تھے لیکن یہ دیکھنا بے مقصد سا تھا اور اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔

فواد ریڈیو کنٹرول باکس کے پاس موجود تھا اور پھر اس نے میری اجازت سے سب سے پہلے بٹن پر انگلی رکھی۔ ہینڈرک کا عالی شان مکان ایک دھماکے کے ساتھ شعلے اُگلنے لگا تھا۔ اس کے دروازے، کھڑکیاں اور چھتیں وغیرہ فضا میں بلند ہو گئی تھیں۔ اور جزیرے پر اس پہلے ہی دھماکے کے ساتھ بھگدڑ مچ گئی تھی۔ لوگ وحشت زدہ ہو کر ہینڈرک کی رہائش گاہ کی جانب دوڑ رہے تھے کہ انھیں دوسرے دھماکے سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ دھماکہ ہینڈرک کی رہائش گاہ سے کچھ فاصلے پر ایک دوسری عمارت میں ہوا تھا اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کے بعد فواد تیس سیکنڈ کے وقفے کے بعد اپنا کام کرنے لگا۔ چھ عمارتوں میں ڈائنا مائیٹ لگائے گئے تھے۔ چنانچہ چند ہی منٹ میں وہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ جزیرے پر قیامت کا شور بلند ہو رہا تھا۔ لانچ کے ڈرائیور نے لانچ کا انجن اسٹارٹ کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے ساحل چھوڑ دیا۔

عمارتوں سے اب بھی شعلے بلند ہو رہے تھے۔ دھوئیں کے مرغولے فضا میں نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ رات کی تاریکی میں مدغم ہو گئے۔ اب تاریکی اتنی پھیل گئی تھی کہ صرف آگ کو دیکھا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ کبھی کبھی شعلوں کے سائے میں کچھ لوگ دوڑتے ہوئے دکھائی دے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ لانچ ساحل سے اتنی دور پہنچ گئی کہ اب وہ بھی ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

ہم لوگ بہت مسرور تھے۔ فواد اپنا کام انجام دینے کے بعد میرے پاس آ بیٹھا اور مجھ سے اس سلسلے میں تفصیلات معلوم کرنے لگا۔

"بس کوئی خاص بات نہیں فواد! جو کچھ میں تمہیں بتا چکا ہوں، معاملات اس سے مختلف نہیں ہیں۔"

"مگر یار تم نے پہلا ہی کام ایسا کیا ہے کہ میرے خیال میں اب تنظیم کی نگاہوں میں تمہاری حیثیت بہت بڑھ جائے گی۔"

"مجھے اپنی حیثیت کی کوئی پروا نہیں ہے فواد! میں تو ایک مشن کے تحت اپنی زندگی کو تبدیل کر چکا ہوں اور اب اس مشن کی تکمیل کے لیے میں جو کچھ بھی کر سکا وہ میری خوش بختی ہو گی۔ اس سلسلے میں مجھ سے اور کوئی بات نہ کر دے۔" میں نے کہا اور فواد میرے جذبات کو سمجھ کر خاموش ہو گیا۔ پھر میں نے اسے لوبو کی کہانی سنائی اور فواد بے حد متاثر ہوا۔ پھر اس نے لوبو کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے دیکھ لیا لوبو! وہ درندہ صفت انسان اپنی تمام تر شیطانی قوتوں کے ساتھ ختم ہو گیا اور ہمیں ایک موثر کامیابی حاصل ہو گئی ـــــــ میرے دوست! ہزاروں فلسطینی ان بھیڑیوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ تم اُن کے بارے میں کبھی سوچو ان کے اہلِ خاندان تم سے کچھ کم غم زدہ نہ ہوں گے۔ یہ تو جنگ ہے لوبو اور جنگ میں سب کچھ ہوتا ہے۔ ہمیں ہمت سے کام لے کر اپنی زندگی کے اس مشن کو جاری رکھنا ہے۔ میں تمہیں پیش کش کروں گا لوبو کہ بقیہ زندگی ہمارے ساتھ گزارو۔ بے شک تم ہمارے ہم مذہب نہیں ہو لیکن انسانیت کا مذہب ساری دنیا میں یکساں ہے۔ اگر تم ہمارے مشن سے متاثر ہو تو اپنی آئندہ زندگی کے دن ہمیں سونپ دو۔"

لوبو کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے فواد کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "اگر مجھ پر اعتبار کر لیا جائے تو میں خود کو کم خوش نصیب نہیں سمجھوں گا۔ میں اب اس دنیا میں تنہا ہوں لیکن اگر مجھے اتنے لوگوں کا سہارا مل جائے تو میری ساری تنہائی دور ہو جائے گی۔"

"تم ہمارے بھائیوں میں شامل ہو لوبو۔ اس بات کا یقین کر لو کہ آج سے تم ہم میں سے ایک ہو۔" فواد نے جذباتی لہجے میں کہا۔

لانچ بیروت کی جانب رواں دواں تھی اور اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ ہم اطراف پر بھی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ کسی بھی جوابی کارروائی کی توقع کی جا سکتی تھی۔ حالاں کہ ابھی اس بات کا امکان نہیں تھا۔ جزیرے کی تباہی کی داستان نہ جانے کب ان لوگوں کے کانوں تک پہنچے۔ ممکن ہے اس میں دیر لگے لیکن بہرصورت ہمیں ہوشیار رہنا تھا۔

پھر صبح کی روشنی میں جب لانچ بیروت پہنچی تو ہماری مسرتوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ ہمارے استقبال کے لیے کچھ افراد موجود تھے جو آئے تو خفیہ طور پر ہی تھے لیکن بے چینی سے ہمارے منتظر معلوم ہوتے تھے۔ سب نے بڑھ کر خاص طور سے مجھ سے مصافحہ کیا اور اس کے بعد میں ایک بند گاڑی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ باقی لوگ بھی مختلف ذرائع سے منتشر ہو گئے تھے۔ میں وہاں سے سیدھا تنظیم کے ہیڈ کوارٹر پہنچا تھا۔ یہاں بھی میرے استقبال کے لیے باقاعدہ تیاریاں کی گئی تھیں۔ میٹنگ ہو رہی تھی اور وہاں موجود افراد میرا انتظار کر رہے تھے۔

میں نے یہاں اُس شخصیت کو دیکھا جو بین الاقوامی حیثیت رکھتی تھی اور تنظیم آزادیٔ فلسطین کی روح رواں تھی اور اس وقت میرا دل مسرت سے سرشار ہو گیا جب اس نے اٹھ کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔

"میں تمہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں علی یار خان! تم ہمارے ہم وطن نہیں ہو لیکن اس کے باوجود تم نے جس جذبۂ اخوت سے سرشار ہو کر یہ کارنامہ انجام دیا ہے، ہم اُسے کبھی فراموش نہ کر سکیں گے۔ میں تمہیں اس عظیم الشان کامیابی پہ دلی مبارک باد پیش کرتا ہوا اور یقین رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی تم تنظیم کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیتے رہو گے۔"

شدتِ جذبات سے میرے منہ سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔ یہ وہ شخصیت تھی جسے میں دیوانگی کی حد تک چاہتا تھا۔ تنظیم میں شامل ہونے سے قبل بھی میں نے بارہا اس کی زندگی کی دعائیں مانگی تھیں کیونکہ وہ بے گھروں کا رہنما تھا، وہ ایک ایسے مشن کے لیے کام کر رہا تھا جو ایک انسانی مشن تھا جس کی زندگی لاکھوں نگاہوں کا مرکز تھی، لاکھوں دلوں کی تمنا تھی کہ وہ اپنے ہاتھوں سے پھر سے اپنا وہ وطن آباد کریں جو غاصبوں نے اُن سے چھین لیا

اور وہ اُن کا ہم آواز تھا۔ کافی دیر تک میں وہیں رہا اور اس سلسلے میں تفصیلات بتاتا رہا۔ میری کو دشنوں کی فلم پروجیکٹر پہ دیکھی گئی تھی اور اس سلسلے میں ہائی کمان نے کچھ خاص ہدایات جاری کیں۔

بہرحال میری اس محنت کو بھرپور طور پر سراہا گیا تھا اور میں نے اس کا صلہ پا لیا تھا لیکن میرے ذہن میں ابھی کچھ اور تھا۔ طویل عرصے کے بعد میں نے خود کو ایسے حالات میں پایا تھا جب میں خود بھی کچھ فیصلے کر سکتا تھا۔ حالاں کہ امریکہ اور انگلینڈ میں بھی میں نے کبھی خود کو کسی کے دباؤ میں محسوس نہیں کیا تھا لیکن اس وقت میں اپنے تحفظ کے احساس کا شکار بھی تھا۔ میں ان ہنگاموں سے بچ کر اپنی منزل تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اب میں منزل پر تھا اور آئندہ کے اقدامات میری ذات کے لیے جہاد کی حیثیت رکھتے تھے اور میں یہ ثواب زیادہ سے زیادہ کمانا چاہتا تھا۔

جس وقت وہاں سے واپسی ہوئی تو نائمہ برق اور فواد میرے ساتھ تھے۔ نائمہ کا چہرہ فرطِ انبساط سے سُرخ ہو رہا تھا۔ اس نے دو ایک بار میری طرف دیکھا تو مجھے اُس کی آنکھوں میں حقیقی مسرت محسوس ہوئی۔

میری رہائش گاہ بہت صاف ستھری تھی۔ دو تین ملازم موجود تھے۔ فرنیچر وغیرہ تبدیل کر دیا گیا تھا۔ فواد نے کافی کی فرمائش کی اور نائمہ برق خود اُٹھ کر باہر چلی گئی۔

"اب کیا پروگرام ہے علی؟" فواد نے پوچھا۔

"میں فوری طور پر کسی دوسرے کام کا خواہش مند ہوں۔" میں نے کہا۔

"ابھی تو تمہارے بارے میں بہت سے فیصلے ہوں گے خصوصی میٹنگ میں۔ دیکھیں ان کا کیا نتیجہ نکلتا ہے ویسے تم نے واقعی بہت بڑا کام کیا ہے۔ اس سلسلے میں دوسری طرف کیا ردِ عمل ہوتا ہے، اس کا بھی انتظار کرنا ہے۔"

"ایک کردار باقی ہے ابھی تک۔ اس کے بارے میں کوئی مشورہ دو فواد۔"

"کون؟"

"خاتون فرانہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں وہ روپوش ہونے کی کوشش کرے گی لیکن تمہارا کیا ارادہ ہے اس کے بارے میں؟"

"مجھے اس کے بارے میں ہدایت ملی تھی کہ میں اس کی حقیقت معلوم کروں۔ سو میں نے اس کی حقیقت پیش کر دی۔"

"ضرورت سے زیادہ ہی حقیقت سامنے آ گئی۔ ویسے میرا خیال ہے اب وہ روپوش ہو جائے گی۔"

"اس سے قبل ہی ملاقات کی جائے اُس سے؟" میں نے پوچھا۔

"مناسب رہے گا۔"

"دل چاہتا ہے کہ اس سے ضرور ملا جائے۔ وہ صاف نکل آئی ہے۔ میرے خیال میں اُسے اس طرح تو نہیں چھوڑا جائے۔ کچھ نہ کچھ تو ضرور ہونا چاہیے۔"

"تمہیں اس کا اختیار حاصل ہے علی! ویسے شاید تمہیں اپنی موجودہ حیثیت کا علم نہ ہو۔ اس مہم کو سرانجام دینے کے بعد تمہیں بے شمار اختیارات حاصل ہو گئے ہیں اور تم اپنے طور پر کچھ کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔"

نائمہ کافی بنوا کر لے آئی تھی۔ ہم تینوں نے خاموشی سے کافی پی اور اس کے بعد فواد اُٹھ کھڑا ہوا۔ "اچھا بھئی مجھے اجازت دو، کچھ ضروری کام ہیں۔ نائمہ تم رُکو گی؟"

نائمہ نے نظر اٹھا کے مجھے دیکھا اور خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں ان دونوں کو باہر تک چھوڑنے گیا تھا۔

سب دوستوں کے جانے کے بعد میں اپنی آرام گاہ میں واپس آ گیا اور ایک صوفے پر بیٹھ کر حالات پر غور کرنے لگا۔ خاتون فرانہ یا مارگیا کیسگارد کے بارے میں کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے۔ اس طرح اسے چھوڑ دینا تو کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ ممکن ہے فواد کے کہنے کے مطابق صورتِ حال کا علم ہونے کے بعد وہ زیرِ زمین چلی جائے۔

تھوڑی دیر تک غور و خوض کے بعد میں نے ایک پروگرام بنا لیا اور اس کے بعد مجھے میک اپ کے سامان کی ضرورت پیش آئی جو یہاں موجود تھا۔ چنانچہ آئینے کے سامنے بیٹھ کر میں نے اپنے چہرے پر میک اپ... شروع کر دیا۔ اس میک اپ میں مجھے دو گھنٹے لگ گئے تھے لیکن نہایت کامیاب میک اپ کیا تھا۔ ایک بار پھر میں ہینڈرک کی شکل میں تھا۔ میں نے جگہ جگہ زخم بنائے تھے لیکن یہ معمولی زخم تھے۔ حلیہ بھی زیادہ بہتر نہیں رکھا تھا میں نے۔ اور اس کام سے فارغ ہو کر میں عمارت سے نکل آیا۔

ٹیکسی کافی فاصلے کے بعد ملی تھی۔ رات ہو چکی تھی اور موسم خوب سرد تھا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو مارگیا کی رہائش گاہ کا پتا بتایا تھا۔ ٹیکسی مناسب رفتار سے چل پڑی۔

مارگیا کی رہائش گاہ سے تقریباً دو فرلانگ دور میں نے ٹیکسی رکوائی اور بل ادا کر کے سڑک کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ اس وقت میں مارگیا کی کوٹھی کے گیٹ سے صرف چند گز دور تھا کہ میں نے اس عمارت کے گیٹ سے سیاہ رنگ کی ایک لمبی کار نکلتے دیکھی۔ میں فوراً رک گیا۔ مارگیا شاید کہیں جا رہی تھی۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر دیکھا اور پھر پچھلی سیٹ پر نگاہ دوڑائی لیکن میں دیکھتا ہی رہ گیا۔ کار آگے بڑھ گئی تھی مگر میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا اس پر ایک لمحے کے لیے مجھے یقین نہیں آیا تھا۔ اس چہرے کو میں ہزاروں افراد کے درمیان بھی پہچان سکتا تھا۔ یہ ادلیو ہادڈ تھا۔ میری بے چین

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ کاش میں نے ٹیکسی نہ چھوڑی ہوتی۔ کاش نزدیک ہی اور کوئی سواری موجود ہوتی لیکن اس قسم کے اتفاقات مشکل ہی سے پیش آتے ہیں۔ میں ہاتھ ملتا رہ گیا۔ اولیو باورڈ ہاتو یہ یہاں موجود ہے؟ ابھی تک اس نے ہار نہیں مانی ہے اور میرے تعاقب میں لگا ہوا ہے مگر ممکن ہے کہ ایسی بات نہ ہو۔ اس کی آمد یہاں کسی اور مقصد کے تحت ہو۔ بہرحال یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے۔ باورڈ ہی نے ہینڈرک کے ہزبرس سان برسے میں برسے دیواریں کھڑی کی تھیں۔ امریکہ سے لے کر انگلینڈ تک اسی نے میرا پیچھا کیا تھا اور اب .....

خیر! باورڈ۔ لگے رہو۔ ممکن ہے بہت جلد تم سے بھی کوئی تفصیلی ملاقات ہو جائے۔ میں خود کلامی کے انداز میں بولتا ہوا عمارت کے گیٹ پر پہنچ گیا۔ ایک چوکیدار یہاں موجود تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر تیزی سے میرے پاس آ گیا۔

"کیا بات ہے؟ کس سے ملنا ہے؟"

"مارگسیا موجود ہے؟" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"سوری جناب! یہاں کوئی مارگسیا نہیں، یہ خاتون فرانہ کی رہائش گاہ ہے۔"

"اوہ! میں اسی سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"آپ اجازت دیں تو میں انہیں فون کر کے آپ کی آمد کی.."

"جلدی کرو۔ فون ملاؤ۔" میں نے سخت لہجے میں کہا اور چوکیدار گیٹ کے قریب بنے ہوئے کیبن میں داخل ہو گیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کیا اور میں نے کیبن میں داخل ہو کر ریسیور اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ چوکیدار نے چونک کر پستول نکال لیا تھا۔

"یہ کیا حرکت ...." اس نے کہا لیکن دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی تھی۔

"کیا بات ہے گیسٹر؟"

"وہ مارگسیا کہاں ہے؟ اس سے کہو اس گدھے چوکیدار نے ہینڈرک کو گیٹ پر روک رکھا ہے۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ پھر دور سے چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ "مادام، مادام! مسٹر ہینڈرک۔ مسٹر ہینڈرک۔ وہ۔ وہ گیٹ پر۔" پھر کچھ اور آوازیں سنائی دیں جو واضح نہیں تھیں۔ کوئی چیز گرنے کی آواز بھی سنائی دی تھی۔ ظاہر ہے ہینڈرک کے نام پر یہی افراتفری ہونی چاہیے تھی۔ بہرحال اس کے بعد فون کے ریسیور پر کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ چوکیدار میرے پاس ہی کھڑا تھا۔ میں نے ریسیور اس کے ہاتھ میں دے دیا اور وہ ہیلو ہیلو کرنے لگا۔ لیکن پھر عمارت کے صدر دروازے سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور مارگسیا بے تحاشا دوڑتی ہوئی کیبن تک پہنچ گئی۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے تھے۔ پھر وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ "اوہ احمق! تو نے ... تو نے مسٹر ہینڈرک کو روک رکھا تھا۔ پیچھے ہٹ۔" اس نے چوکیدار کی آستین پکڑ کر اسے دور سے کھینچ لیا اور پھر مجھ سے بولی۔ "آئیے جناب۔ براہ کرم اسے معاف کر دیں۔ جاہل آدمی ہے۔ آئیے آئیے۔"

میں اس کے ساتھ چل پڑا ——— مارگسیا کی ذہنی کیفیت خراب معلوم ہو رہی تھی۔ میں اس کے جسم میں لرزش محسوس کر رہا تھا۔ وہ مجھے ڈرائنگ روم کے بجائے ایک دوسرے کمرے میں لے گئی تھی۔

"آپ۔ آپ مسٹر ہینڈرک۔ آپ زیادہ زخمی تو نہیں ہیں؟" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں، ٹھیک ہوں۔ تمہیں اطلاع مل چکی ہے؟" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"ابھی ابھی۔ بس چند منٹ قبل مسٹر باورڈ یہاں سے گئے ہیں۔ مجھے مسٹر باورڈ کی زبانی سب کچھ معلوم ہوا ہے۔ میں قابل گردن زدنی ہوں جناب۔ میں جس قدر شرمندہ ہوں بیان نہیں کر سکتی۔" مارگسیا رونے لگی۔ میں اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ مارگسیا روتی رہی۔ "میں نے بڑا دھوکا کھایا تھا۔ میں ہر سزا قبول کرنے کو تیار ہوں۔ بڑی حماقت ہوئی ہے مجھ سے۔"

"مسٹر باورڈ یہاں کب پہنچے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم جناب۔ میں تو یہ سب کچھ سن کر اپنے حواس کھو بیٹھی ہوں۔"

"اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا مارگسیا! باورڈ کہاں مقیم ہے؟"

"میں نے پوچھا نہیں جناب۔ میں بہت نروس تھی جناب میں نے ان سے موجودہ حالات میں مدد کی درخواست کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ میں خود ہی اس سلسلے میں جو مناسب سمجھوں کروں۔"

"اس نے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کے لیے تمہیں کیا کہا ہے؟"

"جی نہیں۔ وہ خود بھی مجھ سے ناراض تھے۔ ان کے خیال میں یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے۔ البتہ ساری تفصیل سننے کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ میں یہ جگہ بدل دوں۔ میں بس اب تھوڑی دیر کے بعد یہاں سے روانہ ہونے والی تھی۔"

"سب کچھ تباہ ہو چکا ہے مارگسیا۔ ہمیں ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ میں انتہائی مشکل حالات میں یہاں پہنچا ہوں۔ اگر میں یہاں نہ پہنچتا تو تم ان حالات سے آگاہ ہونے کے بعد کیا کرتیں؟"

"میں تو بالکل ناکارہ ہو کر رہ گئی ہوں جناب۔ جنرل جو بھی فیصلہ کرتے مجھے منظور ہوتا۔"

"یہاں سے اب تم کہاں جاؤ گی؟"

"منبر دو جناب۔ وہ جگہ فی الوقت محفوظ ہے۔"

"ابھی وہ ادھر متوجہ نہیں ہوں گے۔ میں تنہائی چاہتا ہوں سب

WWW.PAKSOCIETY.COM

منع کر دو کہ کوئی یہاں نہ آئے۔"

"بہت بہتر جناب۔" وہ اٹھ گئی۔

"تم فوراً واپس آ جاؤ۔" میں نے کہا۔

"یس سر۔" وہ باہر نکل گئی اور اس کے جانے کے بعد میں نے میک اپ اتار دیا۔ یہ ریڈی میڈ میک اپ تھا جسے امونیا کے بغیر اتارا جا سکتا تھا۔ میں اس صوفے پر بیٹھ گیا جس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ کچھ دیر بعد مارگسیا واپس آ گئی۔ وہ میرے عقب سے نکل کر میرے سامنے آئی تھی اور پھر گردن جھکا کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔ واپس آ کر اس نے میری شکل نہیں دیکھی تھی۔ اس کے چہرے سے شدید آزردگی ظاہر ہو رہی تھی۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی جناب! آپ یقین کریں، میری اس سے ملاقات محض اتفاق تھی۔ وہ دوسری بار ....." اس نے نگاہیں اٹھا کر میری طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

مارگسیا کی کیفیت میری توقع کے مطابق تھی۔ وہ صوفے سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اس کے بدن پہ رعشہ طاری ہو گیا تھا۔

"جملہ پورا کرو فرانہ۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ مارگسیا کی آواز بند ہو گئی تھی۔ جب وہ دیر تک کچھ نہ بول سکی تو میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"دوسری بار میں خود تمہارے پاس پہنچا تھا مارگسیا، کیونکہ اتفاق سے مجھے تم پر کام کرنے کی ہدایت ملی تھی لیکن مارگسیا تنظیم کا معاملہ ہینڈرک کی موت کے بعد ختم ہو گیا۔ اب میرا اور تمہارا ذاتی معاملہ ہے اور مجھے تم سے بے پناہ نفرت ہے۔ اتنی شدید نفرت کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ جانتی ہو اس نفرت کی بنیاد کیا ہے........... تم نے مجھ سے میرا غرور چھین لیا ہے نیچ عورت۔ میں نے عورت کے بارے میں بہت کم سوچا ہے لیکن جب کبھی سوچا تو میری روح میں شبنم اتر آتی تھی۔ میرے ذہن میں ایک تصور تھا، ایک آئیڈیل تھا میرا۔ اور۔ تو نے اس آئیڈیل کو چکنا چور کر دیا۔ اور اس کے بعد۔ اس کے بعد میری اصل شخصیت سامنے آئی۔ مجھے ہمیشہ اس کا افسوس رہے گا۔ میں خود کو اسی طرح پرسکون کر سکتا ہوں کہ تو اس دنیا میں نہ رہے۔ میں تجھے اس جرم کی پاداش میں قتل کر رہا ہوں مارگسیا کہ تو نے علی یار خان کے حسین تصور کو توڑا ہے۔" میں کھڑا ہو گیا۔

"سس سنو۔ سنو۔ میں۔ میں تمہیں سنو تو۔" وہ بھی دہشت زدہ انداز میں کھڑی ہو گئی لیکن مجھ پر جنون طاری ہو چکا تھا۔ میرا کھڑا ہاتھ سامنے سے اس کے حلقوم پر پڑا۔ اور اس کی چیخ بھی نہ نکل سکی۔ میرے دوسرے ہاتھ نے اس کی گردن کی ہڈی توڑ دی اور وہ لہرا کر فرش پہ آ رہی۔

میں نے جھک کر اس کی نبضیں دیکھیں اور پھر مطمئن انداز میں اس کے یہاں سے نکل آیا۔ باہر نکلنے کے لیے میں نے صدر دروازہ ہی استعمال کیا تھا۔ ہینڈرک کا میک اپ میں وہیں چھوڑ آیا تھا۔

چوکیدار نے کسی قدر تعجب سے مجھے دیکھا تھا لیکن روکنے کی جرأت نہیں کر سکا تھا۔ نہ جانے کیوں میں اپنا ذہن ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔ رات کو بے حد پرسکون نیند آئی تھی۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر میرا ذہن اولیو باورڈ میں الجھا ہوا تھا۔ وہ یہاں موجود ہے تو پھر کیا کرنا چاہیے؟ میرا دل چاہتا تھا کہ اس سے ملاقات ضرور کر دوں۔ ایک بار وہ میری مٹھی میں تھا لیکن حالات نے اس کی اجازت نہیں دی تھی لیکن اب .....

اسی وقت فواد آ گیا۔ خوش مزاج اور ہنسنے ہنسانے والا آدمی تھا۔

"کمال ہے بھئی! بس چند منٹ لیٹ ہو گیا۔ سوچ کر چلا تھا کہ عین ناشتے کے وقت چھاپا ماروں گا۔ لیکن ....؟"

"آؤ فواد! ابھی بہت کچھ موجود ہے۔ میں نے چائے بھی نہیں پی ہے۔ آؤ پلیز۔" اور وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کے سامنے پلیٹ سرکا دی اور وہ بے تکلفی سے ناشتے میں مصروف ہو گیا۔

"آج دوپہر کو تمہاری اس رہائش گاہ پر ہنگامہ آرائی ہونے والی ہے۔ جالو گروپ آ گیا ہے۔ بڑے عمدہ عمدہ الفاظ کہے گئے ہیں تمہارے بارے میں۔ ستارہ بیگ کہتی ہے کہ اس نے تمہیں پہلے ہی محسوس کر لیا تھا۔ محمود جالو تمہارے کارنامے پر فخر محسوس کر رہے تھے۔ بڑے اچھے جذبات ہیں سب کے تمہارے لیے۔"

"یہ میری خوش بختی ہے فواد۔ میں محبتوں کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہوں۔ ویسے تمہارے لیے ایک بری خبر ہے۔"

"خیریت؟"

"میں فرانہ یا مارگسیا کو معاف نہیں کر سکا۔ رات کو میں نے اسے قتل کر دیا۔"

"ارے!" فواد کا ہاتھ رک گیا۔ "کہاں مل گئی تھی وہ؟" اس نے پوچھا اور میں نے پورا واقعہ سنا دیا۔ فواد گردن ہلانے لگا تھا لیکن باورڈ کے بارے میں سن کر وہ متفکر ہو گیا تھا۔

"وہ یہاں کیوں موجود ہے؟"

"نہ صرف موجود ہے بلکہ اتنی جلدی سارے حالات سے واقف بھی ہو گیا ہے۔"

"ویسے کیا بات ہے علی! اولیو باورڈ ذاتی طور پر بھی تمہارا دشمن ہے۔ اس کی یہ دوڑ دھوپ ذاتی نوعیت کی معلوم ہوتی ہے۔ پھر تم نے ایک خطرناک شخص کو گھن چکر بنا کر رکھ دیا ہے۔ وہ آسانی سے تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔"

"میں چاہتا ہوں کہ اس سے بھی حساب صاف کر لوں۔"

"اس سلسلے میں اگر مناسب سمجھو تو میرا ایک مشورہ مان لو۔ اولیو باورڈ کے بارے میں ہائی کمان سے رجوع کرو۔ اس کا معاملہ پیچیدہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ ایک الجھی ہوئی شخصیت ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"امریکی ہونے کی حیثیت سے؟"

"ہاں۔ ظاہر ہے وہ یہاں سرکاری سطح پر آیا ہوگا۔ اسے کوئی نقصان پہنچا تو حالات کی نوعیت دوسری ہو جائے گی۔" فواد نے کہا اور میں بھی اس سلسلے میں سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ فواد کی بات درست تھی۔ ہرچند کہ اولیوہارڈ میرے سلسلے میں سخت کوششیں کر رہا تھا لیکن میں ذاتی معاملے میں تنظیم کو ملوث نہیں کر سکتا تھا۔

دوپہر کو خوب ہنگامہ خیزی رہی۔ ستارہ کیف، سعید عاطف، گوہر شفقت، خطاّن اور دوسرے بہت سے لوگ آئے۔ مجھے والہانہ مبارکباد دی گئی اور ہنسی مذاق ہوتا رہا۔ فواد نے انہیں مارگسیا کی موت کے بارے میں بھی اطلاع دے دی تھی اور محمود جالود نے مجھے ایک خطرناک شخص قرار دے دیا تھا جو کسی کو معاف نہیں کر سکتا۔ اولیوہارڈ کے بارے میں ان لوگوں نے بھی یہی رائے دی تھی کہ اسے نہ چھیڑا جائے۔ کچھ دیر بعد پھر وہ لوگ رخصت ہوئے۔

نائمہ برق سب سے آخر میں اٹھی تھی۔ مجھے بھی اجازت دیں علی! اور اپنا خیال رکھیں۔ ابھی چند روز گھر پر ہی آرام کریں۔"

"وہ کیوں مس نائمہ؟"

"اولیوہارڈ مایوس ہو کر چلا جائے۔ باہر اس سے ملاقات ہو سکتی ہے۔" نائمہ نے تشویش سے کہا۔

"یہ معاملہ میرے لیے کافی تکلیف کا باعث رہے گا کہ میں کسی کے خوف سے گھر میں قید ہو کر بیٹھ جاؤں۔"

"بعض اوقات انسان کو مصلحت پسند بننا ہی پڑتا ہے۔ پلیز، یہ ضروری ہے۔ ویسے آپ بور ہوں تو کسی کو بھی طلب کر سکتے ہیں۔" نائمہ نے کہا۔

لیکن میں نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی تھی۔

سب کے جانے کے بعد پھر سناٹا سا ہو گیا۔ لیکن شام کو پونے سات بجے کے قریب مجھے ہادی عظمی کا فون ملا۔ "میں تمہیں تمہارے کارنامے کی مبارکباد دے چکا ہوں۔ اس وقت فون کرنے کا مقصد کچھ اور ہے۔" عظمی کی پُرمزاح آواز سنائی دی۔

"میں اس مبارکباد پہ آپ کا شکریہ ادا کر چکا ہوں۔ فرمایئے، کیسے مزاج ہیں؟" میں نے بھی اسی انداز میں کہا۔

"بھئی تمہارے دو شکار میرے پاس پنجرے میں بند ہیں، ان کے لیے کیا خیال ہے؟ وہ لڑکی ڈینی مارش اسمتھ جو تمہارا پیغام لے کر آئی تھی، تمہاری ہدایت کے مطابق ہمارے پاس محفوظ ہے اور دوسرا سیاہ فام لوبو۔"

"اوہ! کیا لوبو بھی آپ کے پاس ہے؟"

"ہاں۔"

"لوبو کے ساتھ کوئی بُرا سلوک تو نہیں کیا؟"

"ہرگز نہیں۔ بُرا سلوک ہم صرف میدانِ جنگ میں کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس جو لوگ ہوتے ہیں، وہ ہمارے مہمان ہوتے ہیں۔"

"میں ان لوگوں سے وہیں بات کروں گا پروفیسر۔ ان کے بارے میں اُوپر سے کوئی فیصلہ نہیں ہوا؟"

"اُوپر تو تم ہی ہو کیونکہ یہ تمہارا کیس ہے۔ سارے معاملات تمہیں ہی طے کرنے ہیں۔"

"میں حاضر ہو جاؤں پروفیسر؟"

"رات کا کھانا میرے ہی ساتھ کھا لو۔ کوئی خصوصی ڈش تیار کرا لوں؟"

"جو تیار ہوگی وہ کھا لوں گا، آ رہا ہوں۔"

ڈینی مارش اسمتھ، پروفیسر ہادی عظمی کے گھر کے تہ خانے میں تھی۔ اسے یہاں تمام سہولتیں مہیا تھیں۔ اس وقت بھی وہ ایک مسہری پر دراز کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ قدموں کی آہٹ پر اس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ چند لمحوں تک تو پہچان نہ سکی اور جب پہچانا تو کتاب اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

"تم!" اس نے شدید حیرت سے کہا۔

"ہیلو ڈینی۔"

"تم میرے خدا! تم یہاں۔ یہ کیسے ممکن ہے! تم اس شیطانی جزیرے سے نکل آئے؟ یہ ایک ناممکن سی بات ہے!" میں اُس کے قریب کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"تم کیسی ہو ڈینی؟" میں نے سوال کیا۔

"بدترین ذہنی بحران سے گزر رہی ہوں۔ حیرت ہے اب تک پاگل کیوں نہیں ہو گئی۔ کیا تمہیں بھی قیدی بنا کر یہاں لایا گیا ہے؟"

"نہیں ڈینی۔ قیدی تو تم بھی نہیں ہو۔ یہاں تمہیں احتیاطاً رکھا گیا ہے۔ تم نے ان لوگوں سے اس بارے میں پوچھ گچھ نہیں کی؟"

"کسی نے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ ویسے نہایت شریف اور بااخلاق لوگ ہیں۔ مجھے کسی قسم کی ذہنی یا جسمانی اذیت سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔ سوائے اس کے کہ میں اس قید کی وجہ سے ناواقف ہوں۔ ویسے ہینڈرک کے لوگوں میں اتنے شریف آدمیوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"تم خود کو ہینڈرک کا قیدی سمجھ رہی ہو ڈینی؟"

"کیا مطلب؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ تم قیدی نہیں ہو۔ بس کچھ وجوہات تھیں جن کی وجہ سے تمہیں یہاں رکھا گیا۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔ براہ کرم مجھے بتا دو یہ سب کیا ہے؟ کون لوگ ہیں یہ اور۔ اور۔۔۔"

"میں تمہیں وہی سب کچھ بتانے آیا ہوں ڈینی۔ میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔ تم جن لوگوں کے لیے کام کر رہی تھیں، آئندہ بھی اگر چاہو تو ان لوگوں سے رابطہ قائم کر کے ان کے ساتھ کام کر سکتی ہو۔ ممکن ہے کسی اور مرحلے پہ ہماری ملاقات ہو۔ بہرحال میں تمہارا احترام کرتا ہوں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس لیے کہ ایک نازک وقت میں تم نے خطرات مول لے کر میری مدد کی تھی۔ میں نے ہینڈرک کو قتل کر دیا، اس کا سکریٹری میرے ہاتھوں مارا گیا اور جزیرہ سان بے اب صرف ایک ویران جزیرہ ہے جس میں شاید ایک بھی انسان موجود نہ ہو۔ وہ میں تھا جس نے تمہیں طلب کر کے ہیلی کاپٹر کے ذریعہ یہاں بھیجا تھا۔ میں تمہارے احسان کا بدلہ چکانا چاہتا تھا۔"

"وہ۔ تم تھے؟" ڈینی نے بے اختیار کہا۔

"ہاں ڈینی۔ وہ میں تھا۔"

"مگر۔ مگر۔۔۔"

"میں ہینڈرک کے میک اَپ میں تھا اور ہینڈرک مارا جا چکا تھا۔"

"خدا کی پناہ! خدا کی پناہ! کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"تمہیں آزادی دی جا رہی ہے ڈینی، تصدیق کر لینا۔"

"تم نے یہ سب کچھ کر ڈالا؟ تنہا؟" ڈینی لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"تنہا نہیں ڈینی۔ تمہاری مدد سے۔ کچھ اور ساتھیوں کی مدد سے۔ بہرحال میں تمہارا شکرگزار ہوں۔"

"تو ہینڈرک ختم ہو گیا؟" ڈینی کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ پھر وہ بولی۔ "کیا اس بات کا علم مارگسیا کو بھی ہے؟"

"مرنے سے قبل اسے یہ بات معلوم ہو گئی تھی۔"

"مرنے سے قبل! کیا مارگسیا بھی۔۔۔!"

"مارگسیا کو میں نے بیروت میں قتل کیا ہے۔ مجھ پر اس کے بہت سے قرض تھے جو مجھے چکانے تھے۔"

ڈینی پاگلوں کی طرح مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر گردن جھکا دی۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔ جب اس نے دیر تک کچھ نہ کہا تو میں نے اس سے کہا۔ "میں تمہاری اور کیا خدمت کر سکتا ہوں ڈینی؟"

"میں کیا بتاؤں علی، میری عقل ساتھ چھوڑ گئی ہے۔ تم میرے اوپر ایک احسان کر سکتے ہو تو کر دو۔"

"ہاں بتاؤ۔"

"میں لندن جانا چاہتی ہوں۔ میرے لیے لندن روانگی کا بندوبست کر دو۔ پاسپورٹ وغیرہ میری رہائش گاہ پر موجود ہے۔ بس دوسرے انتظامات کرنے ہوں گے۔ بولو کر دو گے میرے لیے یہ انتظامات؟"

"یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔

"بس علی۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتی۔ آہ میری کنپٹیاں چٹخ رہی ہیں۔ میں خود ان ہنگاموں سے دُور بھاگ جانا چاہتی ہوں۔ لندن میں، میں اپنے لیے کوئی نہ کوئی جگہ ضرور بنا لوں گی۔"

کافی دیر تک میں ڈینی کی دلجوئی کرتا رہا اور پھر اسے تسلیاں دے کر وہاں سے نکل آیا۔ میری دوسری ملاقات لوبو سے ہوئی تھی۔ سیاہ فام لوبو ایک پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ مجھ سے ملا۔

"سارے کام انجام پا چکے ہیں لوبو۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"ماسٹر میرے بارے میں جو بھی فیصلہ کرو گے، مجھے منظور ہوگا۔ اگر مجھے حکم ملے گا کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور آئندہ ماسٹر کو اپنی شکل نہ دکھاؤں تو ماسٹر لوبو آپ کو دوبارہ کبھی نظر نہیں آئے گا۔ جو احسان کرتا ہے اس کے لیے دردِ سر بننا بھی تو ٹھیک نہیں ہے۔"

"تم کسی کے لیے دردِ سر نہیں ہو لوبو۔ اور اب تو تمہیں آزادی مل چکی ہے۔ میں تمہاری پچھلی زندگی تو واپس نہیں لا سکتا لوبو جس میں تمہارے ساتھ تمہارے بھائی بھی تھے لیکن مستقبل کے سلسلے میں اگر میں تمہاری مدد کر سکا تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"مدد کر سکتے ہو ماسٹر؟"

"ہاں لوبو۔ کوشش ضرور کروں گا۔"

"تو پھر مجھے اپنے قدموں میں رہنے دو ماسٹر! تمہاری خدمت کروں گا اور کبھی تم سے اس کا صلہ نہیں مانگوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں۔ لوبو کو صرف کھانے اور کپڑے کے علاوہ کچھ بھی درکار نہ ہوگا اور یہ دونوں چیزیں میں کچھ نہ کچھ کر کے حاصل کر لوں گا لیکن ماسٹر مجھے اس دنیا میں تنہا نہ چھوڑو۔" لوبو کے رخساروں پر آنسو بہنے لگے تھے۔

"مجھے منظور ہے لوبو۔ مگر میرے دوست تم خود بھی احمق نہیں ہو۔ میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ میرا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے ہے اور میں اس کا ایک رکن ہوں۔ اس بات کو جاننے کے باوجود تم میرے ساتھ رہ سکو گے؟"

"میں افریقی ہوں ماسٹر۔ غلامی کے کرب سے ہم سے زیادہ واقف کون ہوگا۔ میں آزادی کی تڑپ سے واقف ہوں۔ مجھے اپنی جدوجہد میں شریک کر لو۔ میں تمہارا ہم مذہب نہ سہی لیکن انسان تو ہوں۔ میں بھی انسانی جدوجہد میں اپنا کردار ادا کر دوں گا۔"

"سوچ سمجھ کر یہ بات کہہ رہے ہو لوبو؟"

"ہاں ماسٹر۔ تم لوبو کو سچا پاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

اس سلسلے میں مجھے کسی سے اجازت کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ مجھے بہت سے اختیارات دیے گئے تھے۔

لوبو میرے ساتھ میری رہائش گاہ میں منتقل ہو گیا۔ اس نے میرے تمام امور سنبھال لیے تھے۔ راتوں کو وہ ایک چاق چوبند محافظ تھا اور کسی شکاری کتے کی طرح ہوشیار تھا۔ اس کی بہت سی خصوصیات تو بعد میں میرے سامنے آئیں۔ اب وہ خوش رہتا تھا۔ اس نے ماضی بھلانے کی بھرپور کوشش کی تھی اور اس میں کامیاب نظر آتا تھا۔

اولیوہارڈ دوبارہ نظر نہیں آیا تھا۔ ہائی کمان نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ اسے نہ چھیڑا جائے۔ ضروری میٹنگوں میں بھی شرکت لازمی قرار دے

WWW.PAKSOCIETY.COM

دی گئی تھی اور میرے مشوروں پر توجہ بھی دی جاتی تھی۔ بڑوں کا کہنا تھا کہ میں واحد شخصیت ہوں جو تنظیم کے دونوں بازوؤں کے لیے یکساں حیثیت رکھتا ہوں یعنی تنظیم کے سیاسی بازو الفتح کو بھی بعض امور میں میری ضرورت پیش آجاتی ہے اور عملی حصے العاصفہ (طوفان) میں بھی میری وہی حیثیت برقرار تھی۔

ہینڈرک کا جزیرہ سان برساب غیر آباد پڑا تھا اور وہاں کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ .... اس دوران تنظیم نے بہت سے کام کیے تھے۔ صیہونیوں سے جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں اور فلسطینی گوریلے کبھی کامیاب اور کبھی ناکام ہوتے تھے۔ محمود جالو د گروپ بھی کئی کارنامے انجام دے چکا تھا۔ نائمہ برق مجھ سے ملتی رہتی تھی۔ میں نے بعض مہمات میں اپنی خدمات پیش بھی کی تھیں لیکن انہوں نے مجھے محفوظ رکھا۔

پھر ایک دن ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں مجھے طلب کر لیا گیا۔ اس اجلاس میں بہت بڑی شخصیتیں موجود تھیں۔ میری شمولیت کے بعد اجلاس کی کارروائی کا آغاز کر دیا گیا جس کی تفصیل یوں تھی۔

فلسطینی جدوجہد کے سلسلے میں بہت سے ممالک فلسطینی مقاصد سے ہمدردی رکھتے تھے اور فلسطینیوں کے لیے کچھ کرنا چاہتے تھے لیکن کچھ "بین الاقوامی مجبوریاں" ان کے آڑے آتی تھیں جن کی وجہ سے انہوں نے ابھی تک کھل کر اس ہمدردی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ البتہ در پردہ وہ فلسطینیوں کی مدد کر رہے تھے اور کرتے رہنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں مشرقی جرمنی کی ایک خفیہ تنظیم نے یوگوسلاویہ میں ایک کانفرنس منعقد کی تھی جو انتہائی خفیہ تھی۔ اس کانفرنس کی کامیابی سے تنظیم کو بہت سی سہولتیں حاصل ہوئی تھیں اور اس سلسلے میں ایک اور کانفرنس کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

دوسری بار یہ کانفرنس میڈرڈ میں منعقد ہوئی لیکن ہماری بدقسمتی کہ یہ کانفرنس خفیہ نہ رہ سکی اور اس کے شروع ہونے سے چند لمحات قبل اس کانفرنس ہال کو بم سے اڑا دیا گیا اور بہت سی سرکردہ شخصیتیں اس میں ہلاک ہو گئیں۔ اس کے بعد یہ مسئلہ التوا میں پڑ گیا اور طویل عرصے تک ہم کسی دوسری جگہ کا انتخاب نہ کر سکے۔ دنیا بھر میں موجود یہودی اسرائیل کو اپنا آخری گھر سمجھتے ہیں اور اس کی بقا کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اس لیے اس کانفرنس کا راز بھی راز نہیں رہ سکا اور اس بار بھی کچھ ایسے ہی حالات ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں انتہائی خفیہ پیمانے پر کام کیا جا رہا ہے۔ اس بار ہم نے اس کانفرنس میں فلسطینی نمائندگی کرنے کے لیے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا ہے جو ہم میں سے نہیں ہے۔ نہ وہ مسلمان ہے نہ عرب۔ ایک بالکل غیر متعلق شخصیت ہے جسے فلسطینیوں سے ہمدردی ہے اور وہ اس سے قبل بھی ہمارے مقاصد کی تکمیل کے لیے کام کر چکی ہے لیکن ایسے شواہد بھی مل گئے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کانفرنس کی اطلاع بھی دشمن کو ہو گئی ہے اور وہ اسے ناکام بنانے کے درپے ہیں۔ چنانچہ پلاننگ ڈیپارٹمنٹ نے اس شخصیت سے خصوصی درخواست کی ہے کہ وہ دو ماہ قبل مقررہ جگہ پر پہنچ جائے اور وہاں

کے ماحول میں خود کو ضم کر لے اور پھر خاص وقت پر کانفرنس میں شریک ہو جائے۔ ہماری یہ درخواست قبول کر لی گئی ہے اور وہ ہم سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہے۔ آپ لوگوں کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ ہم میں سے کوئی اس شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ہمارے ایک خاص ہمدرد ملک نے اس سے بات چیت کی ہے اور اسی کے ایما پر وہ شخصیت اس کانفرنس میں ہماری نمائندگی کرنے کے لیے تیار ہوئی ہے۔ چنانچہ اس ماہ کی سترہ تاریخ کو وہ یہاں سے روانہ ہو رہی ہے۔ اس کی پہلی منزل بلغراد ہو گی اور پھر وہاں سے وہ اورینٹ ایکسپریس کے ذریعہ اطالیہ چلی جائے گی۔ دو ماہ تک اس کا قیام وینس میں ہو گا اور کانفرنس کے خاتمے کے بعد وہ وینس سے ہالینڈ چلی جائے گی۔

چنانچہ۔ طے یہ کیا گیا ہے کہ العاصفہ کے چند خاص رکن کانفرنس کے انعقاد کے دوران وینس میں رہیں گے۔ آٹھ افراد کو بلغاریہ روانہ کیا جا چکا ہے اور وہ افراد سترہ تاریخ کو اس جہاز سے سفر شروع کریں گے جس میں وہ شخصیت سفر کرے گی۔ اس انتہائی اہم مشن کے لیے ہمیں ایک اعلیٰ ذہن کی ضرورت ہے جو نہ صرف ذہین ہو بلکہ عملی صلاحیتیں بھی رکھتا ہو اور اس کام کے لیے ہائی کمان نے جس شخص کا انتخاب کیا ہے، وہ ہیں مسٹر علی۔"

میں اس انکشاف پر ششدرہ گیا تھا۔ تمام نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

"اس سلسلے میں آپ کو حق ہے مسٹر علی کہ آپ اپنی منظوری یا نامنظوری کا اظہار کریں۔ کسی بھی شکل میں یہ ذمے داری آپ پر مسلط نہیں کی جائے گی۔"

میں نے بولنے کی کوشش کی لیکن آواز حلق میں پھنس گئی تھی۔ بمشکل تمام میں نے گلا صاف کر کے کہا۔

"اگر مجھے یہ اعزاز بخشا جا رہا ہے اور ہائی کمان نے میرے حق میں فیصلہ کیا ہے تو میں انکار کیسے کر سکتا ہوں؟" میری آواز لرز رہی تھی۔

"ہائی کمان کے خصوصی اجلاس میں ایک بھی ووٹ آپ کے خلاف نہیں تھا مسٹر علی۔ ہم نے نہایت اعتماد سے آپ کے حق میں یہ فیصلہ کیا ہے۔ اس کے باوجود آپ کو مکمل اختیار ہے کہ....."

"نہیں۔ میں اس اعزاز کو خوشی سے قبول کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ میرا دماغ ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ مجھے واقعی بہت اہم درجہ دیا گیا تھا۔ تمام لوگوں نے مجھے مبارکباد دی۔ میرے کانوں میں عجیب سی آوازیں گونج رہی تھیں۔ مجھے میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد حاصل ہو گیا تھا اپنے ساتھ لے جانے کے لیے دوسرے آدمی کا انتخاب مجھے ہی کرنا تھا۔ فواد نے میری رہائش گاہ پر مجھ سے ملاقات کی۔ "اگر تم پسند کرو علی تو میں تمہارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔"

"نہیں فواد۔ کوئی خیال دل میں نہ لانا۔ میں نے اس شخصیت کا انتخاب کر لیا ہے۔"

"مجھے بتاؤ گے اس بارے میں؟"

"لوبو۔"

"اوہ، اوہ! کیا تم اسے بہتر سمجھتے ہو؟"

"ہاں فواد۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔"

"اس فیصلے کا کوئی خاص پہلو؟"

"ہاں۔"

"وہ کیا؟"

"ہم دونوں دشمنوں کے شبہات سے بالاتر ہوں گے۔ وہ افریقی عیسائی اور میں پاکستانی۔"

"اوہ۔ میں سمجھ رہا ہوں۔" فواد نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہارے خیال میں یہ ٹھیک نہ رہے گا؟"

"نہ صرف ٹھیک بلکہ بے حد موزوں۔"

"ناراض تو نہیں ہوئے میری بات پر؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اور فواد ہنسنے لگا۔

"تمہارا خلوص، تمہاری محبت اس کی گنجائش کہاں رکھتی ہے علی۔ تم تو بس پیار کیے جانے کے قابل ہو۔ کون ناراض ہو سکتا ہے تم سے؟ بہرحال سترہ تاریخ میں ابھی پانچ دن باقی ہیں۔ تیاریوں کے لیے تمہیں زیادہ وقت تو درکار نہیں ہو گا اور پھر میرے خیال میں کل ہی سے تربیت شروع ہو جائیگی۔"

"تربیت؟" میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ ہر مہم کے بارے میں کچھ نہ کچھ تفصیلات مہیا کی جاتی ہیں۔ تمہیں اطالیہ سے تو واقفیت نہیں ہو گی۔ دورانِ تربیت تمہیں وہاں کے بارے میں تفصیلات بتائی جائیں گی۔ یوں بھی وہاں تمہیں دو تین ماہ گزارنے ہوں گے اور پھر ان معاملات کے بارے میں بھی مزید کچھ بتایا جائے گا۔" فواد نے جواب دیا۔

فواد کا کہنا درست تھا۔ دوسرے دن فون پر مجھے ہیڈکوارٹر میں طلب کر لیا گیا اور اسی دن سے تین گھنٹے میری تربیت کے لیے مخصوص کر دیے گئے۔ آغاز اسی دن سے ہو گیا تھا۔ پہلے دن مجھے بلغاریہ، یوگوسلاویہ اور اطالیہ کی جغرافیائی پوزیشن بتائی گئی۔ صوفیہ سے وینس تک کے سفر کی تفصیلات مہیا کی گئیں فلموں کے ذریعے وینس تک کے راستے دکھائے گئے بلغراد سے ڈینوب کے راستے اور ینٹ ایکسپریس کا سفر بھی دکھایا گیا تھا کیونکہ میرے آٹھ ساتھی صوفیہ ہی سے وقت مقررہ پر اورینٹ ایکسپریس میں سوار ہونے والے تھے۔ ان آٹھوں کی تفصیلات بھی اسی دن مہیا کر دی گئی تھیں۔ ویسے یہ سب میرے لیے اجنبی تھے لیکن تصاویر کے ذریعے مجھے ان سے پوری طرح روشناس کرا دیا گیا تھا۔

یہ تین گھنٹے بے حد مشقت کے تھے۔ مجھے یہ ساری تفصیلات ذہن نشین کرنا تھیں۔ کیونکہ مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ روانہ ہونے سے قبل میرا امتحان بھی لیا جائے گا ——— میں نے کافی توجہ سے یہ ساری معلومات ذہن نشین کیں۔ لوبو کی نامزدگی بھی قبول کر لی گئی۔ اس کے سارے معاملات مجھ پر چھوڑ دیے گئے تھے کیونکہ وہ صرف میرا معاون تھا۔

فرصت کے اوقات میں میرے دوست مجھ سے ملتے رہتے تھے۔ تین دن گزر گئے لیکن نائمہ برق سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ تیسرے دن میں نے اس کی غیر حاضری کو محسوس کر کے اسے فون کیا۔ ایک ملازمہ نے فون اٹھایا تھا۔

"نائمہ کہاں ہیں؟"

"ڈاکٹر کے پاس گئی ہیں جناب، ابھی ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"خیریت کیا ہو گیا ہے انہیں؟"

"سخت بخار میں مبتلا ہیں تین دن سے۔ اس سے قبل ڈاکٹر یہاں آ رہا ہے لیکن آج وہ خود چلی گئی ہیں۔" ملازمہ نے جواب دیا۔

"کمال ہے مجھے اطلاع نہیں تھی۔ میں پہنچ رہا ہوں۔" میں نے کہا اور فون رکھ دیا۔ اس عجاہدہ سے مجھے بہت انسیت ہو گئی تھی اور اکثر میں اس کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔ بہرحال جب میں اس کے فلیٹ پر پہنچا تو وہ واپس آ چکی تھی۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ تغافل تعجب خیز ہے میرے لیے۔ تم بیمار تھیں اور مجھے اطلاع تک نہ ہوئی۔" میں نے شکایتی انداز میں کہا۔

"معمولی سا بخار تھا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔" نائمہ نے کہا۔

"اور اس معمولی بخار نے تمہارا چہرہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ یقین کرو مجھے بہت افسوس ہوا۔"

"اور زیادہ بری لگنے لگی ہوں؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں جھک کر اسے دیکھنے لگا۔

"اور زیادہ سے کیا مراد ہے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"نہ جانے کیوں۔ یہ میری بدبختی ہے کہ میں کسی کو متاثر نہیں کر پاتی۔"

"نائمہ۔ تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔" میں نے کہا اور وہ عجیب سے انداز میں ہنس پڑی۔

"بتا رہی ہوں کہ بخار نے میرا دماغ الٹ دیا ہے۔ ایسا ہی ہوتا ہے بخار مجھ سے برداشت نہیں ہوتا اور ایسی ہی بہکی بہکی باتیں کرنے لگتی ہوں۔" وہ دوبارہ ہنس پڑی۔ میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کوئی بات ضرور ہے نائمہ۔ مجھے بتاؤ گی نہیں؟ ناراض ہو مجھ سے؟ یقین کرو مجھے علم نہیں ہو سکا تھا۔ تاہم میں معافی چاہتا ہوں۔"

"علی پلیز۔ شرمندہ نہ کریں۔ نہ جانے کیا بکواس کر گئی ہوں۔ کیا پئیں گے آپ؟" اس کے ساتھ ہی اس نے ملازمہ کو پکارا۔

"تم مجھے لاکھ بہلانے کی کوشش کرو نائمہ لیکن تمہارے ذہن میں کوئی بات ضرور ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"حماقتیں پوشیدہ ہی رہیں تو بہتر ہوتا ہے علی۔ اس موضوع کو ختم کر دو۔ تم میری عیادت کو آئے میں شکر گزار ہوں۔ اگر بیمار نہ ہوتی تو تمہیں تمہاری کامیابیوں پر مبارکباد دینے ضرور آتی۔ اتنے مختصر وقت میں بہت کم لوگ یہ حیثیت حاصل کر پاتے ہیں۔ یقین کرو علی۔ یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ تم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہمارے درمیان نئے ہو۔"

"میں ان حماقتوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں جن کا پوشیدہ رہنا بہتر ہوتا ہے۔" میں نے ضد کرنے والے انداز میں کہا۔

"علی خدا کے لیے ...." نائمہ نے التجا کی۔

"ٹھیک ہے نائمہ۔ میں تمہیں کسی بات کے لیے مجبور کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ تاہم یہ کسک میرے ذہن میں ہمیشہ رہے گی۔"

"میرے لیے یہ نیک فال ہوگی۔ اس طرح میں تمہیں کبھی کبھی یاد تو آتی رہوں گی۔ ویسے لوگ تمہاری ایک اور جرأت پر تبصرہ کر رہے ہیں۔" نائمہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں سوالیہ انداز میں اسے دیکھتا رہا۔ تم نے اپنے نائب کے لیے کسی تجربہ کار شخص کے بجائے لولو کا انتخاب کیا ہے جو ان معاملات میں کوئی تجربہ نہیں رکھتا۔ بلکہ ایک سادہ سا انسان ہے۔"

"کسی کو اس پر اعتراض تو نہیں ہے؟"

"نہیں! اعتراض کسی کو نہیں ہے۔ اس فیصلے کے بارے میں لوگوں کے متضاد خیالات ہیں۔ کچھ لوگ اسے حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی قرار دے رہے ہیں اور کچھ ناتجربہ کاری۔ حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی اس لیے کہا جا رہا ہے کہ عموماً ایسے مواقع پر تجربہ کار افراد منتخب کیے جاتے ہیں تاکہ باہمی مشورے سے کسی خطرے کا احتمال ختم ہو جائے لیکن تم اپنے کام سے بے حد مطمئن ہو اور تنہا سب کچھ کر لینے کی قوت رکھتے ہو۔"

"حالانکہ ایسی بات نہیں ہے نائمہ۔ لولو کا انتخاب میں نے صرف چند وجوہ کی بنا پر کیا ہے جن کے بارے میں میں فواد کو بتا چکا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم نے غلط نہ سوچا ہوگا۔ ویسے سچ بتا دوں، تھوڑی سی بددل میں بھی ہوں۔"

"کیوں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میں خود بھی تمہارے ساتھ اس مہم میں جانے والے امیدواروں میں سے تھی۔" نائمہ نے کہا۔

"اوہ۔ تعجب ہے نائمہ! ویسے یقین کرو میں کسی قیمت پر یہ نہ کرتا۔ میں زندگی اور موت کو یکساں سمجھتا ہوں .... کسی مہم کی انجام دہی کے وقت میں وہ سارے کام کرنے کے لیے بھی تیار رہتا ہوں جن میں موت ننانوے فیصد اور زندگی صرف ایک فیصد ہو۔ لیکن اگر میرے ذہن پر کسی دوسرے کی زندگی بچانے کا خیال مسلط ہو تو پھر میں ناکارہ ہو جاؤں گا۔"

"میں تربیت یافتہ ہوں علی۔ سند ملی ہے مجھے۔"

"یقیناً۔ ان الفاظ سے تمہاری یا کسی اور کی توہین مقصود نہیں ہے۔ بس اپنے دل کی بات کر رہا ہوں۔"

"سترہ تاریخ کو روانہ ہو رہے ہو؟" نائمہ نے فوراً بات بدل دی۔

"ہاں۔"

"اب دوبارہ ملاقات مشکل ہے۔ میری ساری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" نائمہ نے کہا۔

"اجازت نائمہ۔ اب بشرطِ زندگی واپسی پر ملاقات ہوگی۔" میں نے کہا اور نائمہ نے گردن ہلا دی۔ پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ لیکن طبیعت کچھ بجھ سی گئی تھی۔ اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ نائمہ کی باتوں کا مفہوم نہ سمجھ پاتا۔ نائمہ کسی حماقت کا شکار ہونے جا رہی تھی۔ اس زندگی میں ان حماقتوں کی گنجائش کہاں تھی۔ آگ اور خون کے کھیل میں حسن و عشق کے لمحات کا تصور بھی مضحکہ خیز تھا۔ کم از کم مجھ جیسا انسان یہ دورخی نہیں چل سکتا تھا۔ میں اپنے مشن سے مخلص تھا اور بس اسی میں مگن رہنا چاہتا تھا۔ کسی دوسرے کھیل کی قطعی گنجائش نہیں تھی۔

گھر واپس آیا تو ایک اور ڈراما تیار تھا۔ ہادی عظمی اور ڈینی مارش اسمتھ میرا انتظار کر رہے تھے۔ پروفیسر ہادی عظمی کو سلام کر کے میں ڈینی کی خیریت معلوم کرنے لگا۔ ڈینی کی آنکھیں متورم تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ روتی رہی ہے۔

"خیریت ڈینی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔ آج رات ساڑھے چار بجے کی فلائٹ سے جا رہی ہوں۔"

"اوہ۔ ویری گڈ۔ سارے انتظامات مکمل ہو گئے؟"

"ہاں۔ کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔" ڈینی کے بجائے پروفیسر نے بتایا اور ڈینی سسکیاں لینے لگی۔

"نئی زندگی کا آغاز کر رہی ہو ڈینی۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ وہ مجرم تھے تم جانتی ہو۔ ان کے ہاتھوں میں تمہاری زندگی محفوظ نہیں تھی۔ ہینڈرک انسان نما درندہ تھا۔ کسی معمولی سی غلطی پر جان لے لینا اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ تمہیں خوشی ہونی چاہیے کہ تم ان کے چنگل سے نکل کر اب ایک آزاد زندگی گزارو گی۔ لندن میں اپنی شخصیت بدل لینا۔

"شکریہ علی! کبھی لندن آؤ تو مجھے ضرور تلاش کرنا۔" ڈینی نے کہا۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ بھی ہادی عظمی کے ساتھ چلی گئی اور میں گہری سانس لے کر مسکرانے لگا۔ لولو کسی کام سے میرے کمرے میں آیا تھا۔

"لولو! یہاں آ فریار۔" میں نے کہا اور وہ میرے نزدیک آ گیا۔

"مصروف ہو کچھ؟"

"نہیں ماسٹر! کہو۔" وہ میرے نزدیک آ کر بیٹھ گیا۔

"عورت کیا چیز ہے؟"

"مرد کے لیے مسلسل سردرد۔" لولو نے بے دھڑک کہا اور میں ہنس پڑا۔

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"

"میرا نہیں ماسٹر تاریخ کا۔" لولو نے جواب دیا۔

"لیکن ہمارے سامنے وہ بڑی مقدس شکلوں میں بھی موجود ہے۔ ماں، بہن اور بیٹی کی شکل میں۔"

"مانتا ہوں ماسٹر۔ بیوی کی حیثیت سے ہمیں اس کے لیے

کولہو کا بیل بننا پڑتا ہے، ناز و انداز اٹھانے پڑتے ہیں۔ محبوبہ کی شکل سے ہو تو سارے زمانے کو دھوکا دینا پڑتا ہے۔ اپنی بساط اور اوقات سے بڑھ کر اس کے سامنے آنا ہوتا ہے۔ اگر ہم اس سے نفرت کریں تو بھی ماں، بہن اور بیٹی کی شکل میں ہم اس کے احترام کے لیے مجبور ہیں۔ کیونکہ ہماری ماں کسی کی بیوی ہوتی ہے بہن اور بیٹی بھی۔ کچھ ہمارے لیے پریشان کن ہوتی ہیں کچھ دوسروں کے لیے۔" لولو نے جواب دیا اور میں بے اختیار ہنسنے لگا۔

"یار لولو! تو تو فلاسفر ہے۔ کوئی چوٹ کھا چکا ہے؟"

"نہیں ماسٹر۔ لولو بچپن میں اپنے وطن سے دور ہو گیا۔ اس لیے اپنی نسل کی لڑکیوں سے تو رابطہ ہی ٹوٹ گیا۔ یہاں آ گئے تو شکل اس قابل نہ تھی کہ ان کی توجہ کا مرکز بنتے۔ بات کبھی ہنسنے بولنے سے آگے نہ بڑھی لیکن چوٹ کھائے ہوؤں کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور خود پر اس سلسلے میں فخر کیا ہے۔"

"بہت خوب۔ تو تو بہت سخت انسان ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ لولو بھی ہنستا رہا تھا ـــــ اس سے گفتگو کرنے کے بعد تھوڑی سی ذہنی تفریح حاصل ہو گئی تھی اور نائمہ برق اور ڈینی کی کیفیات کا اثر ختم ہو گیا تھا۔

سولہ تاریخ امتحان کی تاریخ تھی۔ صبح سے شام تک مجھے ہیڈ کوارٹر میں رہنا پڑا۔ امتحان لینے والوں نے کوئی رعایت نہیں کی تھی۔ ویسے مجھے ازبر ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے تمام امور میں بھی میں نے ان کے سوالات کے جوابات تسلی بخش دیے تھے۔ بس ایک گرہ تھی میرے ذہن میں کہ کاش اس شخصیت کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکتا لیکن اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔ تاہم میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے طور پر اس سلسلے میں کوشش کروں گا اور اسے کھوج نکالوں گا۔

سترہ تاریخ کو میرے تمام دوستوں نے مجھ سے ملاقات کی اور دوپہر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ نائمہ برق نہیں آئی تھی۔ فواد نے بتایا کہ وہ بخار کا شکار ہے ـــــ میں نے اس کے بارے میں کسی جذبے کا اظہار نہیں کیا اور پھر رات کو میں اور لولو ایئرپورٹ چل پڑے۔

بظاہر کوئی میرے ساتھ نہیں آیا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ درپردہ بہت سی آنکھیں میری نگراں ہوں گی۔

لیکن مجھے اس شخصیت کی تلاش تھی اور میں جہاز کے مسافروں میں اسے تلاش کرنا چاہتا تھا۔ آخری لمحات میں ہم طیارے میں داخل ہو گئے۔ ایئر ہوسٹس نے ہمیں ہماری سیٹ بتا دی تھی۔ تمام ضروری امور کے بعد طیارے کے انجن اسٹارٹ ہو گئے اور پھر وہ رن وے پر دوڑنے لگا۔

کیا
آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟
ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں؛
جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب
مقناطیسیت
آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے
::: اس کتاب کا مطالعہ کیجیے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجیے!
قیمت ۲۰ روپے
مکتبۂ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سنسنی خیز سفر کا آغاز ہوگیا تھا۔ طیارہ فضا میں پُرسکون پرواز کر رہا تھا۔ ابتدائی مراحل طے ہو گئے تھے اور مسافر اپنی سیٹوں پر آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ پائلٹ کیبن سے موسم کا حال نشر ہونے لگا۔ اسپیکرز سے پائلٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ہوسٹس مسافروں سے اُن کی ضروریات پوچھتی پھر رہی تھیں۔ میری بے چین نگاہیں مسافروں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ میں درمیانی سیٹ پر تھا اور زیادہ فاصلے تک نہیں دیکھ سکتا تھا۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ پائلٹ کیبن کے دروازے سے لے کر پیچھے تک کا ایک چکر لگا کر ایک ایک مسافر کی شکل دیکھ لوں لیکن یہ معیوب اور مشکوک بات ہوتی۔

بڑی غیر یقینی کیفیت تھی۔ مجھے اس بات کا اندازہ تھا کہ ہیڈ کوارٹر میں موجود بڑے احمق نہیں ہیں۔ اُنھوں نے ہر بات سامنے رکھی ہوگی۔ یعنی اس بات کا امکان نہیں تھا کہ اس پُراسرار شخصیت نے اس پرواز سے سفر نہ کیا ہو۔ یقیناً ان ہی لوگوں میں وہ اہم شخصیت موجود ہوگی۔ اگر وہ شخصیت کسی وجہ سے سفر نہ کر پاتی تو مجھے روانہ نہ کیا جاتا۔ لیکن ۔ وہ ان مسافروں میں سے کون ہے؟

اس ایک تردد کے علاوہ کوئی اور خیال میرے ذہن میں نہیں تھا۔ آئندہ پیش آنے والے حالات کے لیے میں بالکل تیار تھا۔ یوں بھی تنظیم کی طرف سے مجھے تمام سہولتیں مہیا کر دی گئی تھیں لیکن مجھے ان کی پروا بھی نہیں تھی۔ وقت اور حالات نے مجھے ہر حال میں گزارا کرنے کی قوت عطا کر دی تھی۔

کافی دیر تک میں اس سلسلے میں غور و خوص کرتا رہا۔ پھر میں نے ذہن جھٹک کر اس خیال کو نکال پھینکا۔ بلاوجہ اس کوشش میں سر کھپانے سے کیا فائدہ! وقت اور حالات خود ہی اُسے سامنے لے آئیں گے بلکہ یہ سسپنس تو دلکشی کا حامل ہے۔ اس سے لُطف اندوز ہوا جائے۔

"کیا تم سو رہے ہو لوبو؟" میں نے خاموشی سے اکتا کر لوبو سے سوال کیا۔

"نہیں ماسٹر، پوری طرح جاگ رہا ہوں۔ بس تمھاری سوچ میں مخل نہیں ہو رہا ہوں۔"

"تم خود بھی تو کچھ سوچ رہے ہو گے۔"

"کچھ بھی نہیں۔ میں زیادہ تر اپنے ذہن کو آزاد رکھتا ہوں تاکہ اگر کبھی سوچنا ہی پڑ جائے تو دماغ تازہ ہو۔" لوبو نے کہا۔

"بلاشبہ تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔ میں جوں جوں تمھارے بارے میں غور کرتا ہوں، حیران ہوتا جاتا ہوں۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"غور کرنے کے یہی نقصانات ہوتے ہیں ماسٹر۔ تمھاری سوچ رائی کو پہاڑ بناتی رہے گی اور جب سوچوں کے سمندر سے نکلو گے تو رائی، رائی ہی ہوگی۔" لوبو نے جواب دیا۔

"او فلاسفر، بس میرا دماغ نہ کھاؤ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ لوبو بھی ہنسنے لگا۔ میری توجہ پھر مسافروں کی طرف ہوگئی تھی۔ لوبو نے سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ مسافروں میں بھانت بھانت کے لوگ تھے۔ میرے داہنے سمت کی سیٹ پر ایک معمر جوڑا بیٹھا ہوا تھا۔ یورپین تھے۔ محترمہ تقریباً تین سو پونڈ وزن کی مالک تھیں اور محترم ایک سو چالیس سے زیادہ نہیں ہوں گے لیکن دونوں میں زبردست مفاہمت نظر آتی تھی۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا تھا کہ محترمہ کی باریک اور سُریلی آواز مسلسل سنائی دے رہی تھی اور پاس بیٹھے ہوئے حضرت بڑے صبر و سکون سے ایک لفظ بولے بغیر اس بکواس کو سُن رہے تھے جو نجانے کس موضوع پر تھی۔ عمر دونوں کی ساٹھ اور پینسٹھ سے کچھ اوپر ہی اوپر ہوگی لیکن چہرے ہشاش بشاش تھے۔ موٹی خاتون کے سنہرے بال مصنوعی طور پر گھنگھریالے بنائے گئے تھے۔ اُنھوں نے میک اَپ بھی انتہائی نفیس کیا ہوا تھا۔ بار بار قہقہہ لگا کر ہنستی تھیں اور اُن کا ساتھی مسکرا دیتا تھا۔ ان سے آگے والی سیٹ پر ایک میکسیکن ٹائپ کا شخص بیٹھا ہوا تھا جس کی لمبی لمبی مونچھیں ٹھوڑی تک لٹکی ہوئی تھیں۔ چوڑا جوان چہرہ تھا۔ برابر میں بیٹھے ہوئے شخص کی شکل یہاں سے نظر نہیں آتی تھی۔

تیسری سیٹ پر یعنی اس پر جو بوڑھے جوڑے کے پیچھے تھی، دو افراد بیٹھے تھے۔ ایک مرد اور ایک نوجوان لڑکی۔ مرد عمر کی درمیانی منزل سے گزر کر بڑھاپے کی طرف جا رہا تھا۔ اس کا چہرہ پُروقار تھا اور آنکھیں گہری ذہانت کا پتا دیتی تھیں۔ ناک بھاری، لمبی اور مضبوط تھی جس سے اس شخص کی نفیس اور پُراثر شخصیت کا اظہار ہوتا تھا۔ ٹھوڑی پر چھوٹی سی بھورے رنگ کی داڑھی اس کے چہرے مہرے کو خاصا بارُعب بنائے ہوئے تھی۔ لڑکی حسن و جمال کا منہ بولتا پیکر تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ اکیس بائیس سال ہوگی۔ وہ ایک نہایت قیمتی کوٹ میں ملبوس تھی اور گہرے رنگ کا کوٹ ہونے کی وجہ سے اس کے چہرے کے تمام نقوش اور نمایاں ہو گئے تھے۔ ایک نظر دیکھنے سے ہی وہ خاصی جاذب نگاہ محسوس ہوتی تھی۔

مزید مسافروں کا جائزہ لینے کی خواہش بے اختیار میرے دل میں اُبھری اور میں اس خواہش کو دبا نہ سکا۔ چنانچہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر جہاز کے عقبی حصے میں بنے ہوئے باتھ روم کی جانب بڑھ گیا۔ میں سُست روی سے باتھ روم کی جانب گیا تھا اور اپنا رُخ ایک ہی جانب رکھا تھا، .... میرے بائیں طرف جتنے بھی مسافر بیٹھے ہوئے تھے، اُنھیں دیکھتا ہوا میں باتھ روم میں گھس گیا۔ چند لمحات باتھ روم میں گزارنے کے بعد جب میں وہاں سے پلٹا تو میں نے چہرہ پھر بائیں طرف گھما رکھا تھا۔ اس طرح جہاں میری سیٹ تھی، وہاں تک بیٹھے ہوئے تمام مسافر میری نگاہ میں آ گئے۔ اس سے آگے کے لوگوں کو دیکھنا کسی طور پر ممکن نہیں تھا، چنانچہ میں اپنی سیٹ پر آ بیٹھا۔

لوبو اب بھی سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ اب مزید ذہن کو پریشان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، چنانچہ میں بھی آرام کر دوں۔ اس خیال سے میں نے اپنی سیٹ کھولی اور اطمینان سے نیم دراز ہوگیا۔ بہت سے مسافر مجھ سے پہلے ہی اپنی اپنی سیٹ کھول کر آرام کر رہے تھے۔ یوں بھی رات گہری ہوتی جا رہی تھی اور اب سونے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں رہ گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک تو ذہن بیدار رہا۔ پھر آہستہ آہستہ اس پر سناٹے مسلط ہونے لگے۔ میں گہری نیند سو گیا تھا۔ نجانے وہ رات کا کون سا پہر تھا کہ دفعتاً لوبو نے مجھے جھنجھوڑ کر جگا دیا۔ وہ زور زور سے میرا شانہ ہلا رہا تھا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ ایک لمحے کے لیے تو ماحول کا تعین کرنے میں کچھ دقت پیش آئی لیکن دوسرے لمحے مجھے یاد آگیا کہ میں اپنی آرام گاہ کے بیڈ روم میں نہیں ہوں، جہاز میں سفر کر رہا ہوں۔ پھر لوبو کے جھنجھوڑنے کا خیال آیا اور اُس کی آواز کانوں میں اُبھری۔

"ماسٹر ہوشیار! پلیز ہوشیار ہو جائیے۔"

"کیا بات ہے لوبو؟" میں نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ دو تین بار آنکھیں کھولنے اور بند کرنے سے ذہن مستعد ہوگیا تھا۔

"پائلٹ کیبن میں کچھ گڑبڑ ہے ماسٹر۔" لوبو نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" میں چونکتا ہو گیا۔

"وہ دیکھیے تینوں ایئر ہوسٹس پائلٹ کیبن کے پاس کھڑی ہوئی ہیں اور یہ شخص کیبن سے باہر آیا ہے۔ چاروں کافی پریشان معلوم ہوتے ہیں۔" اس نے سامنے اشارہ کیا۔ فاصلہ کافی تھا، اس لیے ان لوگوں کی آوازیں تو نہیں سنائی دے رہی تھیں لیکن اس بات کا اندازہ بخوبی ہو رہا تھا کہ وہ چاروں پریشان ہیں۔

"ہوا کیا؟" میں نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"معلوم نہیں چیف۔ کیا میں معلوم کر دوں؟"

"نہیں رُک جاؤ۔" میں نے جواب دیا اور خود اپنی سیٹ سے اُٹھ گیا۔ ہم دونوں کے علاوہ تقریباً تمام مسافر سوئے ہوئے تھے یا اگر اُن میں سے کچھ جاگ بھی رہے تھے تو ماحول سے بیگانہ تھے ــ معاً ایک ہوسٹس تیز رفتاری سے اسٹیورڈ کیبن کی جانب بڑھی اُسے میرے نزدیک سے گزرنا تھا۔

"کیا بات ہے مس؟ کوئی خاص معاملہ ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ زبردستی مسکرا دی۔

"نہیں جناب، براہِ کرم آپ آرام سے تشریف رکھیے۔" اس نے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن میں نے ہاتھ پھیلا دیا۔

"ہوسٹس، اگر کوئی خطرناک بات ہے تو تمھیں اس سے مسافروں کو آگاہ کرنا چاہیے تاکہ سب اپنے طور پر ہوشیار ہو جائیں۔"

"ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکا جناب۔ آپ مطمئن رہیں، اگر کوئی بات ہوئی تو ہم آپ کو اس سے لاعلم نہیں رکھیں گے۔" ہوسٹس نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ اس کے چہرے کی پریشانی بتاتی تھی کہ ضرور کوئی خاص معاملہ ہے۔

میں خود کو باز نہ رکھ سکا اور برق رفتاری سے آگے بڑھتا ہوا پائلٹ کیبن کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لوگ چونک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔ میں نے ہوسٹس کے بجائے اس شخص کو مخاطب کیا جو وہاں کھڑا ہوا تھا۔ معاون پائلٹ کے لباس میں ملبوس اس شخص کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔

"مسٹر، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ لوگ کسی پریشانی کا شکار ہیں۔" میرے یہ کہتے سے اُس شخص نے سراسیمہ نگاہوں سے دونوں ہوسٹسوں کی طرف دیکھا۔

"جنابِ عالی، آپ اطمینان سے تشریف رکھیے۔ ہم ابھی صورتِ حال کا تجزیہ کر کے آپ کو بتا دیں گے۔" اُس نے قدرے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"ممکن ہے میں تمھاری کچھ مدد کر سکوں۔ براہِ کرم مجھے صورتِ حال بتاؤ۔" میں نے لہجہ سخت کر کے کہا اور وہ مسافروں پر نگاہ دوڑانے لگا۔

"افراتفری پھیل جائے گی جناب اور یہ افراتفری ہمارے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔" اُس نے تشویش ناک چہرہ بنا کے جواب دیا۔

"مانتا ہوں لیکن سب لوگوں کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف مجھے بتاؤ، کیا معاملہ ہے۔" میں نے نرمی سے کام لیا۔ اب اس میں کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی کہ کوئی خاص ہی مسئلہ درپیش تھا۔

اس نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا، پھر آہستہ سے بولا "میرا نام میگ کارنر ہے۔ معاون پائلٹ ہوں۔ میرے ساتھ ایک اور معاون پائلٹ ہے۔ اس کا نام ڈاٹر ہے۔ ہمارا چیف پائلٹ مائیکل ہے۔ ڈاٹر کو نجانے کیا ہو گیا ہے جناب! ہمارا جانا پہچانا آدمی ہے لیکن اُس نے مائیکل کی کنپٹی پر ریوالور رکھ دیا ہے اور طیارے کو کسی خاص سمت میں لے جانے کی ہدایت کر رہا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اوہ، ہائی جیکنگ!"

"جی ہاں جناب، یہی سمجھ لیں لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ہائی جیکر ہمارا ہی ایک آدمی ہے۔"

"ممکن ہے وہ میک اپ میں ہو؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"مشکل ہے جناب، ہم لوگ پرانے ساتھی ہیں لیکن اگر آپ کا کہا درست ہے تو پھر کوئی لمبی ہی سازش معلوم ہوتی ہے۔"

"مسٹر مائیکل کیا کر رہے ہیں؟"

"وہ ابھی اُس سے باتیں کر رہے ہیں۔" میگ نے جواب دیا۔

"تم باہر کیسے آگئے؟" میں نے پوچھا۔

"ڈائر نے پستول کے ذریعے مجھے باہر نکال کر پائلٹ کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر لیا ہے۔ یہ دروازہ اب باہر سے نہیں کھل سکتا جناب، سوائے اس کے کہ ہم اسے توڑنے کی کوشش کریں۔"

"اور یہ کوشش نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے!"

"جی ہاں۔ اسی لیے ہم پریشان ہیں۔" میگ نے جواب دیا۔

میں ٹھوڑی کھجانے لگا۔ بات بے حد تشویش ناک تھی۔ طیارہ ہائی جیک کر کے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ ہائی جیکنگ کی یہ نوعیت مختلف تھی کہ مسافروں میں سے کسی کے بجائے ایک معاون پائلٹ نے طیارہ اغوا کرنے کی کوشش کر ڈالی تھی۔ درحقیقت طیارے کے مسافر سکون کی نیند سو رہے تھے۔ اگر انھیں کسی خطرناک صورتِ حال کی بھنک پڑ جاتی تو خاصی افراتفری پھیل سکتی تھی لیکن اس کے باوجود انھیں ہوشیار کرنا بھی ضروری تھا۔ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے، میں اپنے طور پر سوچنے لگا۔

اُسی وقت میگ نے کہا "جنابِ عالی، ہمیں اس زحمت اور پریشانی کا احساس ہے جو آپ کو ہو رہی ہوگی لیکن پوزیشن ہمارے لیے بھی بڑی پریشان کن ہے۔ آپ اگر کوئی بہتر مشورہ ہمیں دے سکیں تو ضرور دیں۔ ہم اس پر عمل کریں گے لیکن میری رائے ہے کہ ابھی دوسرے لوگوں کو اس سلسلے میں آگاہ نہ کیا جائے۔"

میں کسی حد تک اُس کی بات سے متفق ہو گیا۔ تاہم مجھے کُرید لگی تھی کہ پائلٹ کیبن میں کیا ہو رہا ہے اکم از کم پتا تو چلتا! میں نے خود بھی دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن اس میں ناکام رہا۔ ظاہر ہے یہ حماقت ہی تھی۔ طیارہ اغوا کرنے والے نے نہایت کامیاب قدم اٹھایا تھا۔ معاً خیال آیا کہ اس طیارے کو اغوا کرنے میں کہیں ان ہی لوگوں کا ہاتھ تو نہیں ہے جو اس مشن کو ناکام بنانا چاہتے تھے؟ اگر ایسی بات ہوئی تو بالکل اتفاقیہ طور پر ہی یہ سیرا کیس بن جاتا تھا۔ مجھے اسی سلسلے میں کام کرنے کے لیے اس سفر پر روانہ کیا گیا تھا۔ یہ بات میں کسی کو بتا نہیں سکتا تھا۔ اس معاون پائلٹ کو بھی نہیں۔ طیارہ اغوا کرنے کی دوسری کوئی وجہ میرے ذہن میں نہیں تھی۔

بہرصورت میں نے یونہی سوال کیا "طیارہ کتنی بلندی پر پرواز کر رہا ہے؟"

"تقریباً اٹھارہ ہزار فٹ کی بلندی پر۔"

"کون سا علاقہ ہے؟"

"تھوڑی دیر قبل ہم اینڈس کے برفانی علاقے سے گزر رہے تھے۔ نیچے تاحدِ نگاہ برف پوش چوٹیاں پھیلی ہوئی تھیں اور بعض جگہوں پر خطرناک بلند و بالا پہاڑ ہیں جو برف کی کہر میں ڈھکے ہوئے ہیں۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے جناب۔ پائلٹ کو پوری حاضر دماغی سے طیارے کو ان پہاڑوں کے درمیان سے نکال کر لے جانا ہے کیوں کہ ہم زیادہ سے زیادہ بتیس ہزار فٹ کی بلندی تک سفر کر سکتے ہیں جب کہ اینڈس کی چوٹیاں اس سے کہیں زیادہ بلند ہیں۔ ہمیں ان کے درمیان ہی سے گزرنا ہوگا۔" میگ نے بتایا اور میں یہ سُن کر ششدر رہ گیا۔

حالات نے ایک دم ہی پلٹا کھایا تھا۔ اگر طیارہ تباہ ہو جاتا تو تمام مسافروں کی موت یقینی تھی لیکن یہ پتا نہیں چل سکا تھا ابھی تک کہ وہ شخص جس نے طیارے کو ہائی جیک کیا ہے، کیا چاہتا ہے؟ اُس نے پائلٹ کو اپنا مافی الضمیر بھی بتایا ہے یا نہیں؟ بڑا نازک مسئلہ تھا۔ کچھ اور مسافر بھی جاگ گئے لیکن وہ حالات سے لاعلم تھے۔

میں نے میگ سے کہا "مسٹر میگ، بہتر یہ ہے کہ تم لوگ پریشانی کا اظہار نہ کرو اور اپنا کام معمول کے مطابق جاری رکھو۔ صورتِ حال اب ہمارے قابو میں نہیں ہے۔ میری تو رائے ہے کہ پائلٹ کو بھی اس شخص کی بات مان لینی چاہیے اور کوئی جدوجہد نہیں کرنی چاہیے، تاکہ طیارہ کسی حادثے کا شکار نہ ہو۔"

میگ پریشانی سے گردن ہلانے لگا۔ وہ بار بار پائلٹ کیبن کے دروازے سے کان لگا دیتا تھا۔ پھر اُس نے ائیر ہوسٹسوں سے کہا "ٹھیک ہے، تم لوگ اپنا کام جاری رکھو۔ یہ .... درست ہی کہتے ہیں۔ میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں جناب؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"علی۔" میں نے جواب دیا "کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے مسٹر میگ کہ تم پائلٹ کیبن سے رابطہ قائم کر سکو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں جناب، باہر سے یہ ممکن نہیں ہے۔ البتہ اگر مائیکل ہوشیاری سے کام لے کر یہ اسپیکر کھول دیں تو ہمیں اُن کی آواز یہاں صاف سنائی دے سکتی ہے۔"

"ہاں، بات تو درست ہے۔ کاش اُسے یہی ہوش آجائے!"

"لیکن بات وہی ہو جائے گی جناب۔ اندر کی آوازیں یہاں باہر اسپیکروں پر سنائی دینے لگیں گی تو تمام مسافر صورتِ حال سے

آگاہ ہو جائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ ہمیں خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ تقدیر جو بھی فیصلہ کرے ....."

میگ بہت پریشان تھا۔ پریشان میں بھی تھا۔ بدقسمتی سے مجھے اس شخصیت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا، ورنہ میں اس کے تحفظ کا کوئی بندوبست کرنے کی کوشش کرتا۔ میں تو کسی سے اپنی پریشانی کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔

لوبو نے البتہ میرے چہرے پر پریشانی کے آثار پڑھ لیے تھے۔ وہ بھی اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے پاس آگیا۔ میری نگاہیں سوتے ہوئے مسافروں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ ان میں سے کون ہو سکتا ہے جس کا میں محافظ ہوں؟

"کچھ پریشان ہو ماسٹر؟" لوبو نے آہستہ سے کہا۔

"تم اپنی جگہ بیٹھو لوبو۔ جاؤ پلیز۔" میں نے کہا اور لوبو بے دلی سے واپس پلٹ گیا۔ وہ حالات جاننے کے لیے بے چین تھا لیکن میرا احترام مانع تھا، اس لیے اُس نے ضد نہیں کی اور واپس اپنی جگہ چلا گیا۔ میں اب بھی معاون پائلٹ کے پاس کھڑا ہوا تھا۔

"کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی جناب۔ میری پریشانی بڑھتی جا رہی ہے۔" میگ نے کہا۔ مخاطب میں تھا لیکن وہ اتنی آہستگی سے بول رہا تھا جیسے خود سے مخاطب ہو۔

کافی دیر گزر گئی۔ کھڑکیوں کے دوسری طرف تاریکیوں میں روشنی کے شگاف نمودار ہوتے جا رہے تھے۔ دفعتاً میری نگاہ شیشے سے باہر کی طرف اُٹھ گئی۔ فلک بوس برفانی چوٹیاں برق رفتاری سے گزر رہی تھیں۔ ایک لامتناہی سلسلۂ کوہ اتنا قریب تھا کہ رونگٹے کھڑے ہونے لگے تھے۔ طیارہ نہایت تنگ اور خطرناک دروں سے گزر رہا تھا۔ اگر ذہنی پریشانی کے عالم میں پائلٹ کا ہاتھ ذرا بھی اسٹیئرنگ وھیل پر بہک جاتا تو طیارے کے پَر کسی بھی چٹان سے ٹکرا سکتے تھے اور اس کے بعد کی تباہی ناقابلِ تصور ہوتی۔

میگ کی توجہ بھی میری طرف ہو گئی اور پھر وہ بھی چونک کر باہر کا منظر دیکھنے لگا۔ اس کے حلق سے آواز نکلی "اوہ گاڈ! طیارے کا رُخ جنوب کی طرف ہو گیا ہے، مجھے یقین ہے ...."

"جنوب کی طرف کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا جناب۔ حالاں کہ میں بارہا ان علاقوں سے گزرا ہوں لیکن یہ سمت میرے لیے اجنبی ہے۔ اوہ۔ شاید باہر روشنی پھیل رہی ہے۔ آپ یہ منظر دیکھ رہے ہیں؟"

"گھڑی دیکھو میگ۔ صبح ہو رہی ہے۔" میں نے جواب میں کہا۔

"بلکہ ہو چکی ہے۔" میگ نے کہا اور کسی قدر بے تکلفی سے میرا شانہ دبایا۔ اس مختصر سے وقت میں ہی وہ میرا دوست بن گیا تھا۔ میں نے میگ کے اشارے کی طرف دیکھا۔ برف کی چٹانوں کے اندر سایہ پتلی سی لکیر اُبھر رہی تھی۔ اس پٹی کے ساتھ لکڑی کے کیبن بھی نظر آ رہے تھے۔

"ان کیبنوں سے بھی کوئی اندازہ نہیں ہو سکا میگ؟" میں نے سوال کیا۔

"قطعی نہیں۔ آہ، نہ جانے پائلٹ کیبن میں وہ دیوانہ مسٹر مائیکل کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہوگا!" میگ نے کرب سے کہا۔ وہ بے چارہ بے حد پریشان نظر آ رہا تھا لیکن بے بس تھا۔ عملے کے تمام لوگ ہی صورتِ حال سے باخبر تھے لیکن کوئی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

طیارہ اس پتلے سے راستے سے آگے نکل گیا۔ اب پٹی نظر نہیں آ رہی تھی لیکن چند ہی لمحات کے بعد میں نے محسوس کیا کہ طیارے کا رُخ دوبارہ بدلا ہے۔ اس بار شاید اُس کی بلندی بھی کم ہو گئی تھی۔ یکلخت میگ کا سارا خون سمٹ کر اُس کے چہرے پر آگیا۔

"میرے خدا! یہ کیا.. یہ کیا.. ! کیا ڈائر کے ساتھ مائیکل کا دماغ بھی چل گیا ہے؟" اس نے تشویش سے کہا۔

"کیوں؟" میں نے سرگوشیانہ انداز میں پوچھا۔

"یوں لگتا ہے ... یوں لگتا ہے جیسے وہ طیارے کو اس پٹی پر اتارنا چاہتا ہے۔"

"اس ویرانے میں؟"

"ایسا ہی لگتا ہے لیکن اس پتلی پٹی پر طیارہ اتارنا ناممکن ہے۔ ہرچند کہ مائیکل ایک عمدہ اور تجربے کار پائلٹ ہے لیکن .... یہاں اس پٹی پر .....؟"

"تم بھول رہے ہو میگ۔ وہ خود طیارہ نہیں اتار رہا ہے بلکہ اُسے مجبور کیا جا رہا ہے۔"

"اف! یہ ذلیل ڈائر! یہ کیا چاہتا ہے؟ میری نگاہ دھوکا نہیں کھا رہی ہے مسٹر علی! یہ پٹی زمین سے ہزاروں فٹ بلندی پر ہے۔ کوئی ذی ہوش اس پر طیارہ اتارنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ خاص حالات میں بھی کم از کم طیارہ اتارنے کے لیے اس سے چار گنا بڑی جگہ درکار ہے اور پھر بلندی پر ہوا کتنی لطیف ہوتی ہے! بہت ہی ہلکی۔ یہ طیارے کا بوجھ نہیں برداشت کر سکے گی اور طیارہ گر پڑے گا۔ فرض کریں اگر یہ اُتر بھی جائے تو اتنے مختصر سے رن وے پر اس کا رکنا ناممکن ہے۔ وہ کنارے پر پہنچے گا اور پھر.. میرے خدا!... اس طرح وہ کمبخت بھی تو زندہ نہیں بچ سکے گا!" میگ کی آواز میں لرزش تھی۔

میگ کی کیفیت اب بھی وہی تھی۔ وہ گویا خود سے ہی مخاطب تھا۔ میں نے پریشان نگاہوں سے ان مسافروں کو دیکھا۔ کاش مجھے ان میں سے اس شخصیت کے بارے میں معلوم ہوتا! تنظیم کی طرف سے یہ بہت دلچسپ اور سنسنی خیز امتحان تھا لیکن خود تنظیم کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سربراہوں کو بھی اس خدشے کا شائبہ تک نہ ہوگا کہ راستے میں کوئی ایسی آزمائش پیش آسکتی ہے۔ ورنہ شاید مجھے اس طرح بے خبر نہ رکھا جاتا۔

بہرحال یہ تو اتفاقی آفت تھی۔ اس کا جو بھی نتیجہ نکلے، اس میں میری کوئی ذمے داری نہیں تھی۔ زندگی یا موت کا فیصلہ تو کسی بھی لمحے ممکن نہیں تھا۔ اس معاملے میں تنظیم مجھے ناکام نہیں قرار دے سکتی تھی، کیوں کہ میں لاعلم تھا۔ ایک گہری نگاہ میں نے سکون سے سوتے ہوئے مسافروں پر ڈالی ——— بیشتر خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ بس عملے کے افراد تھے، میں تھا یا لوبو تھا جو اس نازک گھڑی کا اندازہ رکھتا تھا لیکن بے چارہ حقیقت سے ناواقف تھا۔

میگ نے اب مسلسل باہر دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ وہ خود بھی پائلٹ تھا۔ اس لیے یہاں سے باہر کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ تنگ پٹی ممکن ہے زمانۂ جنگ میں فوجی طیارے اتارنے کے کام آتی ہو لیکن اس طیارے کو اتارنے کے لیے وہ بہت چھوٹی تھی۔ اس کے دونوں سمت مہیب عمودی چٹانیں سینہ تانے کھڑی تھیں اور طیارے کا کوئی بازو کسی چٹان سے ٹکرا سکتا تھا۔

ایک بار پھر میگ نے میرے بازو کا سہارا لیا۔ میرے لیے بھی کھڑے رہنا مشکل ہوگیا تھا۔ میں نے سہارے کے لیے ایک سیٹ پکڑ لی۔ طیارہ چکر لگا رہا تھا۔

”وہ ... وہ طیارے کو نیچے لا رہا ہے۔ مائیکل بالآخر اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے لیے مجبور ہوگیا ہے۔“ میگ نے کہا اور پھر مضطربانہ انداز میں بولا۔ ”میرے خیال میں اب مسافروں کو اس بارے میں علم ہو جانا چاہیے۔ لاعلمی میں وہ زخمی ہو سکتے ہیں۔“

”جیسا تم پسند کرو۔“ میں نے کہا لیکن میگ شاید مسافروں سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔ البتہ تھوڑی دیر کے بعد مسافروں کو خود ہی صورتِ حال کا اندازہ ہونے لگا۔ طیارہ چکر لگا رہا تھا اور یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہ سکی تھی۔ وہ سب ایک ایک کر کے جاگ اُٹھے تھے۔ اُن کی پریشان نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔

”یہ ... یہ سب کیا ہے؟“ ایک خاتون کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟ آہ یہ کیا ہو رہا ہے؟“ دوسرے کونے سے ایک اور گھبرائی ہوئی آواز اُبھری۔ میں اور میگ اُس طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ البتہ ہوسٹس کیبن سے ایئر ہوسٹس نکل آئیں۔ انھیں احساس ہوگیا تھا کہ [illegible] معاملہ ہے جس کی انھیں تنخواہ ملتی ہے۔ ان فرائض سے پہلوتہی جائز نہیں تھی۔

ایئر ہوسٹس مسافروں کو اس پاگل کے بارے میں بتانے لگیں جو اس وقت کاک پٹ میں موجود تھا اور طیارے کو اغوا کر کے کہیں لے جانا چاہتا تھا۔ مسافر ہکا بکا رہ گئے۔ بہت سوں کی تو سمجھ ہی میں یہ بات نہیں آ رہی تھی۔ ایئر ہوسٹس انھیں تسلیاں دے رہی تھیں۔ ”ہرچند کہ حالات اچھے نہیں ہیں لیکن آپ لوگوں کا پُرسکون رہنا ہم سب کے حق میں بہتر ہوگا۔ کاک پٹ کا دروازہ اندر [illegible] ہے، اُسے کھولنے کی کوشش نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ بہتر یہ ہو [illegible] طیارے کو اُتر جانے دیا جائے۔“

اغوا کا سنتے ہی کئی عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔ مرد ایک ساتھ بولنے لگے۔

میں اور میگ سب کا منہ دیکھ رہے تھے۔ طیارہ پانچ چکر لگا چکا تھا۔ چھٹے چکر کے بعد اُس کا رُخ اُسی پٹی کی طرف ہوگیا۔ میگ کا چہرہ دُھلے ہوئے کپڑے کی مانند سفید ہوگیا۔ ”ناممکن! یہ خودکشی ہے ... مکمل خودکشی ...“ اس کے ہونٹوں سے بڑبڑاہٹ اُبھری اور اُس نے مضبوطی سے ایک سیٹ کا ہینڈل پکڑ لیا۔

طیارہ برق رفتاری سے نیچے آیا لیکن پٹی کو چھونے کے بجائے وہ زن سے آگے نکل گیا۔ میں نے دیکھا، جہاں پٹی ختم ہوتی تھی، وہاں نیلے اور سفید رنگ کی ہزاروں فٹ گہری وادی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ طیارہ اس وادی سے گزرتا ہوا پھر گھوم گیا۔ پہلے کا منظر نمایاں ہوگیا۔ اس کا مطلب تھا کہ پائلٹ طیارے کی رفتار کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ اُسے اسی خطرناک مقام پر اتارنے کے لیے تیار ہوگیا ہے۔ یقیناً خطرناک دھمکیوں کے ساتھ اُسے مجبور کر دیا گیا ہوگا لیکن کیا یہ خطرناک لینڈنگ ممکن ہے؟ آخر طیارے کو اغوا کرنے والا اُسے اس خوف ناک ویرانے میں اُترنے کے لیے کیوں مجبور کر رہا ہے؟

میں نے ایک بار پھر میگ کی جانب دیکھا۔ میگ اپنی جگہ ساکت تھا۔ وہ تو بہرحال پائلٹ تھا۔ مجھ سے بہتر طور پر اس صورتِ حال کو سمجھ رہا تھا۔ میں جانتا تھا اس کی ذہنی حالت کیا ہو گی۔ اس لیے میں نے اُسے مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

ایک بار پھر طیارہ کافی نیچے اتر کر اُسی پٹی کی طرف آیا۔ پائلٹ اس کی رفتار کو کنٹرول کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ ساتھ ساتھ میگ کی نگاہ بھی باہر جمی ہوئی تھی۔ وہ بے بسی سے حالات کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ کوئی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے ایک نگاہ مسافروں پر ڈالی۔ کچھ سہمے ہوئے تھے، کچھ زیرِ لب دُعائیں مانگ رہے تھے۔ چند عورتیں بلک بلک کر رو رہی تھیں۔ ایک بوڑھی عورت تو شاید بے ہوش بھی ہو چکی تھی۔ کچھ لوگ ایئرلائن کی انتظامیہ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے کہ اغوا کرنے والا پائلٹ اُن ہی کا ملازم تھا۔

ابھی طیارے نے زمین کو چھوا نہ تھا کہ دفعتاً باہر ایک اُبھری ہوئی چٹان اور اُس پر جمی ہوئی برف کا تودہ اچانک دکھائی دیا اور میگ کے حلق سے ایک دہشت ناک چیخ نکل گئی۔ میرا دل بھی بھنچ سا گیا تھا۔ شاید پائلٹ نے بھی اس خوف ناک صورتِ حال کو محسوس کر لیا۔ اگر ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر ہو جاتی تو طیارے کا بازو اس چٹان سے ٹکرا جاتا اور اس کے بعد جو کچھ ہوتا، وہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ پائلٹ نے تھراٹل پر پورا زور ڈال دیا اور طیارہ بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح پھر آسمان کی طرف اُٹھ گیا۔ یہ دھچکا اتنا زبردست تھا کہ اُس نے مسافروں کو اتھل پتھل کر کے رکھ دیا۔ چیخوں کی آوازوں سے طیارہ گونج اُٹھا۔ بدحواس مسافر اپنی سیٹوں سے اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ انھیں سنبھالنا ضروری تھا۔ ورنہ وہ نہ جانے کیا کر بیٹھتے۔

میگ، ایئر ہوسٹسوں کے ساتھ مسافروں کو سمجھانے لگا۔ ”آپ لوگ اپنے حواسوں کو قابو میں رکھیں۔ پوزیشن جلد ہمارے کنٹرول میں آ جائے گی۔“

کوئی اُس کی بات سننے پر آمادہ نہیں تھا۔ سب سراسیمگی سے اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے تھے۔ سسکیوں اور ہچکیوں کی ایک ہیجانی کیفیت پورے طیارے میں تھی۔

طیارہ پھر نیچے آ رہا تھا۔ یقینی طور پر اس بار پائلٹ اُسے اتارنے کا آخری فیصلہ کر چکا تھا۔ مجھے یوں ہی محسوس ہو رہا تھا کہ میری بتیسی بھنچ گئی تھی۔ ہونٹ ایک دوسرے سے اس طرح جُڑ گئے جیسے کبھی جُدا نہ ہوں گے۔ طیارے کے پہیوں نے برف چھو لی اور پھر اُس کے پہیے برف میں گڑ گئے۔ طیارہ کسی مست ہاتھی کی طرح دوڑتا ہوا اُس پٹی کے آخری سرے تک جا رہا تھا، جہاں موت کے بھیانک سائے منڈلا رہے تھے۔ کبھی یوں محسوس ہوتا جیسا وہ سیدھا کھڑا ہوگیا ہو۔ کبھی بائیں اور دائیں جھکنے لگتا تھا۔ مسافروں کی حالت بیان سے باہر تھی۔ ایک مسافر کے ہاتھ میں کوئی بوتل دبی ہوئی تھی۔ برابر کا ایک شخص طیارے کے جھٹکے سے اُس کے اوپر آ پڑا۔ بوتل اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور دونوں اوپر تلے سیٹ پر گر گئے۔ ایک مسافر اپنی جگہ سے اُچھل کر طیارے کی چھت سے ٹکرایا۔ پھر اس نے وہیں سے قلابازی کھائی اور نیچے آ گرا۔ اس کی دہشت ناک چیخیں بلند ہوئیں اور وہ بے ہوش ہوگیا۔ مسافر ایک دوسرے سے گڈمڈ ہوگئے تھے۔ رونے، چیخنے اور کراہنے کی آوازیں کان پھاڑے دے رہی تھیں۔ نیچے طیارے کی باڈی برف سے رگڑ رہی تھی۔ کسی بھی وقت طیارہ تباہ ہو سکتا تھا۔ کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ رہے تھے اور اب تیز ہوائیں بھی اندر آنے لگی تھیں۔ ان ہواؤں کا شور بھی قیامت تھا۔ لوگ پائلٹ کو بُرا بھلا کہنے کے فرض سے بھی غافل نہیں تھے۔

”بچو ماسٹر۔“ لوبو نے یکبارگی مجھے دھکا دیا لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا۔ ایک لڑکی اپنی جگہ سے اُچھل کر مجھ پر آ پڑی تھی۔ لوبو نے اس کی زد سے بچنے کے لیے مجھے دھکا دیا تھا ——— لڑکی میرے سہارے رک گئی۔ اُس نے مجھے مضبوطی سے جکڑ لیا اور ہسٹریائی انداز میں چیخنے لگی۔ میں اُس کا شانہ تھپتھپانے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔

دفعتاً ایک دھماکا ہوا۔ طیارے کا بازو کسی چٹان سے ٹکرایا تھا۔ طیارہ ناچ گیا تھا۔ اس رقص کے نتیجے میں جو کچھ ہوا اُس کی تفصیل بتانا حوصلہ طلب بات ہے۔ لڑکی میرے پاس سے ہٹ کر دور جا گری تھی اور اس کی جگہ ایک اور خاتون جن کی دونوں ٹانگیں زخمی تھیں، مجھ پر آ پڑی تھیں۔ لوبو میرا ساتھ چھوڑ کر ایک اور آدمی کی گود میں جا پڑا تھا۔ اس کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا دھماکا ہوا اور پھر ایک دم سکون چھا گیا۔ چیختے چلاتے مسافر اچانک خاموش ہوگئے۔

یہ سکوت عارضی تھا۔ صرف چند ساعت کے لیے۔ اس کے بعد کا شور پہلے سے زیادہ تھا۔ زخمی زیادہ زور سے چیخنے لگے تھے۔ وہ عجیب و غریب حرکتیں بھی کر رہے تھے۔ بھانت بھانت کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ”یہ پائلٹ سُور کا بچہ ... یہ کیا کر رہا ہے...؟ کیا یہ ہمیں ختم کرنے کے لیے لایا تھا ...؟ یہ ہمیں مار دینا چاہتا ہے ...؟ آخر اس ویرانے میں برف کی اس پٹی پر ...!“ جس کے جو دل میں آ رہا تھا، کہہ رہا تھا۔ بہت سے لوگ بے ہوش ہوگئے تھے۔ مجھے علم نہیں تھا کہ طیارہ اب کس پوزیشن میں ہے۔ نیلی پٹی کا آخری سرا شاید اس لیے قریب نہیں آیا تھا کہ طیارہ چٹان سے ٹکرا کر گھوم گیا تھا۔ یقینی طور پر اب وہ برف میں دھنسا ہوا ہوگا۔ پھر عقب سے کسی نے مجھے پکارا۔ یہ میگ تھا۔ اس کا چہرہ زخمی تھا۔ پیشانی سے خون بہہ کر پورے چہرے پر پھیل گیا تھا۔ لباس پر بھی جگہ جگہ دھبے پڑے ہوئے تھے۔

میں نے ہمدردی سے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ ”اوہ مسٹر میگ آپ زخمی ہیں۔“

”شدید زخمی نہیں۔“ اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

”لیکن یہ سب مسٹر میگ ... یہ سب ...!“

”صورتِ حال کا کسی حد تک آپ کو اندازہ ہے جناب۔“ میگ بولا۔ ”میری خواہش ہے کہ ہم کاک پٹ میں دیکھیں۔“ لوبو بھی ہمارے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

”اوہ، ضرور!“ میں نے جواب دیا اور میگ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ پائلٹ کیبن کا دروازہ بدستور اندر سے لاک تھا۔

”مسٹر مائیکل ... مسٹر مائیکل!“ میگ نے آوازیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دیں لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں آئی۔میگ نے میری طرف دیکھا اور میں بھی پریشانی سے اُسے دیکھنے لگا۔

"کہیں مسٹر" وہ آہستہ سے بولا۔

"ممکن ہے" میں نے اُس کا مطلب سمجھ کر کہا۔

"کیبن کا دروازہ ..." میگ نے دروازے کو ٹٹولا لیکن خالی ہاتھوں سے اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑا جا سکتا تھا۔

"مسٹر علی!" میگ نے آہستہ سے کہا۔اُسے میرا نام یاد رہ گیا تھا۔"کیا کرنا چاہیے؟ میں مسٹر مائیکل کے لیے بھی پریشان ..." اتنے میں لوبو بھی آگیا۔اس کے ہاتھ میں لوہے کی ایک مضبوط راڈ تھی جسے وہ جہاز کے سامان میں سے تلاش کر کے لایا تھا۔اس نے پائلٹ کیبن کے دروازے کے ہینڈل میں اس راڈ کو پھنسایا اور پھر بھرپور قوت سے ہینڈل کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔میگ حیران رہ گیا۔اس نے لات مار کر دروازہ کھول دیا اور برق رفتاری سے اندر داخل ہو گیا۔پیچھے پیچھے میں اور لوبو بھی گئے۔

مائیکل سیٹ پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔اُس کے سر سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔قریب ہی فرش پر ڈاٹر تھا۔پائلٹ کیبن کے فرش نے برفیلی زمین سے رگڑ کھائی تھی اور کسی نوکیلے پتھر سے پھٹ گیا تھا۔کسی نوکیلی چٹان نے ڈاٹر کی کئی پسلیاں توڑ دی تھیں۔اس کا لباس خون میں لت پت تھا۔میں نے اور میگ نے مل کر اُسے سیدھا کیا۔وہ زندہ تھا۔

میگ مجھے اس کے پاس چھوڑ کر مائیکل کی طرف متوجہ ہوا۔اس کے زخم کو غور سے دیکھا اور میری طرف گردن اٹھا کر بولا۔"زیادہ زخمی نہیں ہے۔بس ایک چھوٹا سا زخم ہے اس کی پیشانی پر جس سے یہ خون بہا ہے۔بے ہوش ہو گیا ہے۔"

"اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرو" میں نے کہا اور میگ اس کوشش میں مصروف ہو گیا۔چند لمحوں کے بعد مائیکل نے ہوش میں آکر آنکھیں کھول دیں۔

وہ بڑبڑانے لگا "وہ ... وہ سؤر کا بچہ ڈاٹر، اُسے دیکھو... وہ ... وہ ...."

میگ نے اُس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا "آپ فکر نہ کریں مسٹر مائیکل! وہ اب ہمارے قبضے میں ہے۔"

"اوہ خدا کی پناہ! خدا کی پناہ! مسافروں کا کیا ہوا؟" مائیکل سیدھا ہو گیا۔اس کا چہرہ دہشت سے زرد تھا۔آنکھوں میں کسی خوفزدہ کبوتر کے سے تاثرات نظر آرہے تھے۔

"آپ اپنے حواس قابو میں رکھیں مسٹر مائیکل! مسافر بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔" میگ نے کہا۔

"کیا طیارہ... میرا مطلب ہے، وہ پٹی کے آخری سرے پر رک گیا ہے؟" مائیکل نے پوچھا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔آپ خود کو پوری طرح ہوش میں لائیں۔اپنے حواس قائم کریں۔اس کے بعد ان تمام چیزوں کو دیکھا جائے گا۔" میگ نے ہمدردی سے کہا اور مائیکل دونوں آنکھیں بھینچ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔پھر اُس نے پائلٹ سیٹ سے اُٹھنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہو گیا۔وہ نیچے اُتر آیا تھا۔

میں ابھی تک ڈاٹر کے پاس تھا۔ڈاٹر بے ہوش تھا۔اُس کا خون بہت زیادہ بہہ گیا تھا اور وہ شدید زخمی تھا۔مائیکل دانت بھینچتا ہوا اس کے پاس آیا۔اُس کے چہرے پر شدید نفرت ابھر آئی تھی۔

"یہ ... یہ بدبخت! لعنت ہو اس پر۔" مائیکل دانت پیستا ہوا ڈاٹر کے پاس بیٹھ گیا۔"میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ اُس نے یہ حرکت کیوں کی! یہ کیا چاہتا تھا؟" اس نے زور زور سے دو تھپڑ ڈاٹر کے دونوں رخساروں پر مارے اور چیخا۔"ذلیل انسان! تم کیا چاہتے تھے؟"

ان تھپڑوں سے شاید ڈاٹر کے حواس جاگ گئے۔اُس نے آنکھیں کھولیں۔ایک لمحے ساکت رہا، پھر اٹک اٹک کر بولا "تم... تم بچ کر نہیں جا سکتے۔تم .... یہاں سے کہیں نہیں جا سکو گے۔ابھی وہ سب یہاں پہنچ جائیں گے اور ---- نہیں ---- میں نہیں مر سکتا۔اُنھوں نے مجھے زندگی کی ضمانت ---- اُنھوں نے ---"

اس کے ہونٹ کھلے اور خون کی ایک پھوار اُن سے نکل پڑی۔اُس نے خون تھوک کر ہونٹ زبان سے چاٹے۔پھر بولا "اُنھوں نے وعدہ کیا ہے۔وہ مجھے مرنے نہیں دیں گے ... کیوں کہ... کیوں کہ... میں نے اُن کے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کر یہ کام کیا ہے۔وہ مجھے..."

یکا یک اُس پر تشنج کا دورہ پڑا، پورا بدن بری طرح کانپنے لگا۔وہ ہوا میں ہاتھ مار رہا تھا۔بڑی مشکل سے اُس نے دونوں ہاتھ جمائے اور آدھے دھڑ کے ساتھ اُٹھ گیا۔پھر اُس نے خون کی بڑی سی قے کی اور اُس کا چہرہ دُھلے ہوئے کپڑے کی طرح سفید ہو گیا۔وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُنھیں دیکھنے لگا۔سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔پھر اُس پر کھانسی کا دورہ پڑا اور کھانسی کے ساتھ خون کے چھینٹے اُڑنے لگے۔زبان باہر نکل آئی تھی۔

اُسی عالم میں اس نے پھر کہا "وہ تمھیں زندہ .... نہیں چھوڑیں گے۔وہ... تم سب کو قتل کر ڈالیں گے... میں... میں..."

اس کے منہ سے پھر خون اُچھل کر باہر نکل آیا۔ہم سب ایک دم پیچھے ہٹ گئے۔پھر بھی اُس کے خون کی بہت سی چھینٹیں ہم پر پڑ گئیں۔پھر اُس نے گردن ڈال دی۔پھٹی پھٹی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔

"خدا کی پناہ! یہ شخص... میں اسے طویل عرصے سے جانتا ہوں۔" مائیکل نے کہا۔

"ممکن ہے یہ ڈاٹر نہ ہو۔" میگ بولا۔

"کیا مطلب؟" مائیکل نے اُسے حیرت سے دیکھا۔

"ڈاٹر کے میک اَپ میں کسی اور نے ... میرا مطلب ہے ممکن ہے یہ شخص میک اَپ میں ہو۔"

"نہیں میگ، اگر تم میگ نہیں ہو تو یہ ڈاٹر نہیں ہے اور اگر تم میگ ہو تو پھر یہ بھی ڈاٹر ہے۔" مائیکل نے کہا۔

"اوہ! آپ کو اس قدر یقین ہے!" میگ بولا۔

"ہاں۔لیکن یہ شاید پاگل ہی ہو گیا تھا۔اسے علم تھا کہ جو کچھ یہ دوسروں کے لیے کر رہا ہے، وہ اس کے اپنے لیے بھی ہے اور یہی ہوا۔دوسروں کی زندگیاں تو شاید بچ ہی جائیں۔یہ نہ بچ سکا۔نجانے وہ کون سا لالچ تھا جس نے اُسے اس حد تک آمادہ کر دیا تھا۔" مائیکل گہری گہری سانسیں لے کر کہہ رہا تھا۔

"ممکن ہے آپ دُرست کہہ رہے ہوں۔" میگ بولا۔ اُسی وقت طیارے کے پچھلے حصے سے کسی عورت کی دلدوز چیخیں سنائی دینے لگیں اور مائیکل چونک پڑا۔

"آہ بے چارے مسافروں کا کیا حال ہے؟" اُس نے درد بھرے لہجے میں پوچھا۔

"بُری حالت ہے۔بہت سارے لوگ مر چکے ہوں گے۔" میگ نے کہا۔

"آؤ، اُنھیں کسی طرح اس بدنصیب طیارے سے باہر نکالیں۔جلدی کرو کہیں ...." ابھی مائیکل نے اتنا ہی کہا تھا کہ طیارے کا عقبی حصہ لرزنے لگا اور پائلٹ کیبن اس طرح اوپر اُٹھ گیا جیسے کسی نادیدہ طاقت نے اُسے اُوپر اٹھا دیا ہو۔ڈاٹر کی لاش پھسل کر کھلے ہوئے دروازے سے باہر نکل گئی تھی۔ہم لوگوں نے بھی خود کو گرنے سے بچانے کے لیے سیٹوں کا سہارا لیا تھا۔میں نے مائیکل کے ساتھ کاک پٹ سے باہر جھانکا۔روح فرسا منظر مجھے لرزانے کا باعث بن گیا تھا۔میرا دل اُچھل کر حلق میں آگیا تھا۔طیارہ پٹی کی بالکل آخری سرحد پر ایک چٹان کے سہارے فضا میں معلق تھا۔اگر پچھلے حصے پر کچھ وزن اور پڑتا تو وہ یقینی طور پر ہزاروں فٹ گہری وادی میں گر جاتا۔قدرت نے ہمارے بچاؤ کا یہ عجیب سامان پیدا کیا تھا، تاہم اس کے اندر ایک لمحہ ٹھہرنا بھی خطرناک تھا۔ہوا کا کوئی تیز جھونکا کسی بھی وقت طیارے کو اُٹھا کر وادی میں پھینک سکتا تھا، مائیکل بے اختیار کھلے ہوئے دروازے سے باہر نکل آیا، اس نے باہر کا منظر دیکھا اور کانپنے لگا۔

زخمی مسافروں میں سے ایک نے حلق پھاڑ کر کہا "سؤر کے بچے! تم پائلٹ ہو یا گدھے! تم نے طیارہ تباہ کر دیا اور مسافروں کو بچانے کے لیے کچھ نہیں کیا۔"

"ہم تمھیں جان سے مار دیں گے۔" دوسری آواز آئی۔تیسری آواز اسی عورت کی تھی جو شاید شدید زخمی تھی۔اس کے عقب میں کوئی مرد بھی کراہ دیا تھا۔میں نے لوبو کو اشارہ کیا۔وہ میرے پاس آگیا۔

"لوبو۔طیارہ خطرناک حالت میں ہے۔دوسروں کی مدد کرنا اچھی بات ہے لیکن...."

"میں سمجھ رہا ہوں ماسٹر۔حکم دو کیا کروں؟" لوبو نے کہا۔

اسی وقت مائیکل کی آواز سنائی دی۔"آپ لوگ مجھے جان سے ضرور مار دیں۔میں مزاحمت نہیں کروں گا لیکن میں آپ کو یہ ضرور بتا دینا چاہتا ہوں کہ طیارہ ایک اُبھری ہوئی چٹان کے ساتھ آدھا لٹکا ہوا ہے۔اگر آپ میں سے کسی نے ہلچل یا بھاگ دوڑ کی کوشش کی تو ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔آپ پُرسکون اور اپنی جگہ رہیں۔" پھر اُس نے میگ کی طرف دیکھا۔"میگ! اگر یہ صاحب مدد پر آمادہ ہوں تو ان کے ہاتھ میں جو راڈ ہے، اس کی مدد سے کھڑکی یا دروازہ توڑنے کی کوشش کرو۔" مائیکل کا اشارہ لوبو کی جانب تھا۔لوبو نے سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھا اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

لوبو آگے بڑھتا ہوا بولا "میرا خیال ہے مسٹر میگ، میں یہ خدمت بہ آسانی انجام دے سکتا ہوں۔"

"شکریہ جناب۔" میگ نے ممنونیت کے انداز میں کہا اور لوبو دروازے، کھڑکیوں پر مصروف ہو گیا۔اُس نے سائڈ کی تمام کھڑکیاں راڈ مار مار کر توڑ ڈالیں۔اب وہاں اتنا راستہ بن گیا تھا کہ لوگ مُڑ تُڑ کر باہر نکل سکتے تھے۔میں نے یہ ضروری نہیں سمجھا کہ مائیکل کی ہدایات حاصل کروں۔صورت حال ابتدا ہی سے میری نگاہ میں تھی اور کم از کم میگ اس بات کو جانتا تھا۔چنانچہ میں نے سب سے پہلے زخمیوں کو باہر نکالنے کا فیصلہ کیا اور لوبو کی مدد سے اس پر عمل کرنے لگا۔

مائیکل اور میگ میری کارکردگی سے مطمئن تھے، چنانچہ وہ بھی میرے ساتھ مصروف ہو گئے۔سب سے پہلے ہم نے زخمیوں کو سنبھالا اور اُنھیں ان کھڑکیوں کے راستے باہر نکالنے لگے۔پہلے دو تندرست و توانا آدمیوں کو کھڑکیوں کے راستے باہر نکال دیا گیا تھا اور اُن سے کہا گیا تھا کہ طیارے کے اندر سے باہر پہنچائے جانے والے مسافروں کو سنبھال کر اتار لیں۔وہ دونوں بے چارے بڑی تندہی سے اپنا کام کر رہے تھے۔

مائیکل کے چہرے پر اب بھی خوف منجمد تھا۔حقیقت سے وہی آگاہ تھا۔اس نے اچھی طرح دیکھ لیا تھا کہ چٹان کسی بھی وقت اپنی جگہ چھوڑ سکتی ہے اور اس کے بعد طیارے کا جو حشر ہو گا، اس کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اُسے اندازہ تھا۔ میں اور لوبو بھی باہر جانے کے خواہش مند تھے لیکن اس وقت ان تمام لوگوں کو اس مصیبت میں چھوڑ کر خود نکل جانا غیر انسانی حرکت ہوتی۔ چنانچہ جو بھی تقدیر میں لکھا تھا، ضرور ہونا تھا۔ میں نے اس خیال کو ذہن سے نکال دیا تھا کہ موت میرے اتنے قریب موجود ہے۔

ہم ہر کھڑکی اور ہر اُس جگہ سے، جہاں سے کوئی باہر نکل سکتا تھا، مسافروں اور زخمیوں کو باہر نکال رہے تھے۔ بعض مسافر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اُن کا کہنا تھا کہ پہلے اُنھیں باہر نکلنے کا موقع دیا جائے جو زندہ ہیں۔ اُنھیں موت کے منہ میں دھکیلنے کی کوشش کیوں کی جا رہی ہے۔ بہر حال کوئی کسی کو نہیں روک سکتا تھا جس کا جو دل چاہ رہا تھا کر رہا تھا البتہ مائیکل کی ہدایت کے تحت وہ بہت آہستگی سے یہ سب کچھ کر رہے تھے۔ اگر غصّے کا اظہار انھیں کرنا ہوتا تھا تو زبانی ہی کر لیتے تھے۔ کسی نے جدو جہد کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور یہی بہتر تھا۔ ورنہ اگر اُن میں کچھ جنون پسند تشدّد پر آمادہ ہو جاتے تو پھر خدا ہی حافظ تھا۔

جوں جوں مسافر باہر نکلتے جا رہے تھے، ہمیں سکون ہوتا جا رہا تھا۔ طیارہ کئی بار ڈگمگایا تھا اور اس وقت بس خدا ہی یاد آ جاتا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ طیارہ اب گرا کہ تب گرا۔ زخمی چند لمحوں کے لیے اپنی تکلیف بھول گئے تھے۔ ان میں چند ایسے صاحبِ دل بھی تھے جو زخمی ہونے کے باوجود ان لوگوں کو کھڑکیوں سے باہر نکال رہے تھے جو ہلنے جُلنے کے قابل نہیں تھے۔

مائیکل لوگوں کے اس جذبے اور تعاون سے بے حد خوش تھا۔ وہ بے چارہ اپنی تکلیفیں اور پریشانیاں بھول کر خود بھی جلدی جلدی مسافروں کو کھڑکیوں سے باہر دھکیل رہا تھا۔ اس کی یہی خواہش تھی کہ کسی طرح وہ سب زندہ بچ جائیں۔ جہاز کا ڈھانچہ بار بار لرز جاتا تھا اور اس وقت ہم سب دہشت سے کانپ اُٹھتے تھے۔ مائیکل نے کئی بار شکر گزاری کے جذبات سے مجھے دیکھا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں جہاز کے مسافروں کی جان بچانے کے سلسلے میں پیش پیش رہا ہوں۔ جس کا اظہار اُس نے مجھ سے بعد میں کیا۔

میری ذہنی کیفیت اس وقت جو کچھ بھی تھی اُسے میں بیان نہیں کر سکتا تھا۔ میرے اندر اُمید و بیم کی ایک عجیب سی جنگ جاری تھی۔ دل میں ایک آرزو لرز رہی تھی کہ خدا کرے وہ شخص بھی زندہ بچ جانے والوں میں ہو جس کے تحفظ کے لیے میں نے یہ سفر کیا۔ بار بار مجھے یہ احساس ہوتا تھا کہ اس کڑے امتحان میں ڈال کر تنظیم نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ہے۔ اگر وہ شخص میرے علم میں ہوتا تو میں اُسے بچانے کے لیے جان کی بازی لگا دیتا۔

لیکن افسوس کہ اس وقت مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا اور بار بار میں متجسس نگاہوں سے بچ جانے والے ان مسافروں کو دیکھنے لگتا تھا جو کسی نہ کسی طرح کھڑکیوں سے باہر نکالے جا رہے تھے۔

اُس خوب صورت لڑکی کو بھی لوبو نے باہر نکالا جو ابھی تک بے ہوش تھی اور اُس کے لمبی ناک والے ساتھی کو بھی۔ اس کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی زندہ باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان کی تعداد خاصی ہو گئی تھی۔ اس کے بعد جس حد تک بھی ہو سکا، مائیکل، میگ اور دو ایئر ہوسٹسوں نے جو اَب ہوش میں آ گئی تھیں اور اپنی ڈیوٹی سنبھالنے کے لیے تیار ہو گئی تھیں، کچھ ضروری سامان باہر نکالا جو اس وقت اس جگہ کام آ سکتا تھا۔ جہاز کے لرزتے ہوئے ڈھانچے کو کھسکتے دیکھ کر بالآخر ہم باقی رہ جانے والے بھی باہر نکل آئے۔ سارے معاملات خدا کی مرضی پر چھوڑ دیے گئے تھے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ جہاز کے ڈھانچے میں جو لوگ اندر رہ گئے تھے، ان میں کون کون مر چکا تھا، کیوں کہ اُن سب لاشوں کو باہر نکالنا تو ممکن نہیں تھا جو سامان کے نیچے دبی پڑی تھیں۔

جہاز کا شکستہ ڈھانچہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر ایک چٹانی نوک پر جھول رہا تھا۔ پہاڑوں پر گہرا سناٹا مسلط تھا۔ ہر طرف ایک ہُو کا عالم طاری تھا۔ یخ بستہ طوفانی ہوائیں رہ رہ کر جھکڑ کی شکل میں نمودار ہوتیں اور تنگ درّوں، غاروں کے اندر تیز سیٹیاں بجاتی غائب ہو جاتیں۔ مائیکل، میں، لوبو، میگ اور دونوں ایئر ہوسٹسیں بے جان مورتیوں کی طرح کھڑے قرب و جوار کے ماحول کو دیکھ رہے تھے۔ ہم سب ایک دوسرے کے نزدیک کھڑے ہوئے تھے۔ طیارہ وقفے وقفے سے خشک پتّے کی طرح کانپ جاتا تھا۔

دفعتاً مائیکل نے دہشت زدہ انداز میں کہا۔ "ہمیں یہاں نہیں کھڑا ہونا چاہیے۔ میرا خیال ہے ہم لوگ جتنی جلدی اس طیارے سے دور ہٹ جائیں، اتنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔ یہ کسی بھی لمحے گہرائیوں میں جا سکتا ہے اور اس کے بعد ممکن ہے قرب و جوار کے حصّے بھی متاثر ہوں۔ براہِ کرم جلدی کرو۔"

ایک بار پھر جدو جہد شروع ہو گئی۔ لوگ مائیکل کی باتوں کو اپنی زندگی کی ضمانت سمجھ رہے تھے۔ ہر چند کہ وہ اس سے نالاں تھے، اُسے گالیاں دے رہے تھے لیکن اس کے باوجود سب کے سب اس کی ہدایت پر عمل کر رہے تھے۔ چنانچہ لنگڑے، لُولے، زخمی، ہاتھوں اور پیروں سے معذور ہو جانے والے بھی، برف پر خون کی لکیریں بناتے ہوئے آگے کھسکنے لگے۔ یہاں بھی مائیکل اور اُس کے ساتھیوں نے جس حد تک ممکن ہو سکا، مسافروں کو جہاز کے پاس سے دور جانے میں امداد دی۔ یہ کام بھی اسی برق

رفتاری سے ہو رہا تھا، جس طرح جہاز کے اندر سے لوگوں کو باہر نکالا گیا تھا۔

دفعتاً مجھے اپنے عقب سے سسکیوں کی آواز سنائی دی اور میں چونک کر پیچھے دیکھنے لگا۔ وہ خوب صورت لڑکی ہوش میں آ گئی تھی جسے بے ہوشی کے عالم میں لوبو نے باہر نکالا تھا۔ اُس کا معمّر ساتھی ابھی تک بے ہوش تھا۔ وہ اسی طرح بے جان سا برف پر پڑا ہوا تھا۔ میں ہمدردی سے لڑکی کے نزدیک پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"میری مدد کیجیے۔ میرے ڈیڈی .... پتا نہیں یہ بے ہوش ہیں یا ....." لڑکی کی آواز سسکیوں میں ڈوب گئی۔

"اوہ اُٹھیں، میرے بازو کا سہارا لے کر اُٹھ جائیں۔" میں نے اُس سے کہا اور جھک کر معمّر شخص کی بغلوں میں ہاتھ ڈال دیے۔ پھر اُسے گھسیٹتا ہوا اُس طرف لے جانے لگا، جہاں دوسرے تمام لوگ جا رہے تھے۔

لڑکی نے میری مدد کے طور پر معمّر شخص کے پاؤں اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ اس میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکی۔ کیونکہ وہ خود بھی لنگڑا کر چل رہی تھی۔ بہر طور کسی نہ کسی طرح میں ان دونوں کو بھی آگے لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔ کچھ لوگ اب بھی جہاز کے قریب موجود تھے۔ چنانچہ ایک بار پھر میں اُن کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ اپنی دانست میں زندہ بچ جانے والے آخری آدمی کو بھی ہم اس جگہ سے دور ہٹا لے گئے۔

یخ بستہ برف پر کھلے آسمان کے نیچے پڑے زخمیوں کی آہ و زاری سے ماحول لرزاں تھا۔ ان میں سے کچھ شدید زخمی تھے اور اُن کی حالت ناقابلِ برداشت تھی۔ ایک بوڑھی عورت کی ایک ٹانگ کمر کے پاس سے کٹ چکی تھی اور اس کے کٹے ہوئے حصّے سے مسلسل خون اُبل رہا تھا۔ وہ زندہ تھی لیکن اس کے حلق سے کراہ کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ پھولے ہوئے چہرے والے ایک تنومند شخص نے اچانک عقب سے مائیکل کا کالر پکڑ لیا اور جوں ہی مائیکل چونک کر پلٹا، اس شخص نے ایک زوردار گھونسا اس کے جبڑے پر رسید کر دیا۔ مائیکل گر پڑا۔

"کتے کے بچے! تو نے اتنے لوگوں کو زندگی اور موت کی کشمکش میں گرفتار کر دیا! آہ، برف کے اس ویرانے میں ہماری زندگی .... میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" اس نے جھک کر پھر مائیکل کا بازو پکڑ لیا اور اُسے جھٹکے سے کھڑا کر دیا۔ اس نے مائیکل کے جبڑے پر دوسری بار گھونسا رسید کرنا چاہا تو اُس کی کلائی لوبو کی گرفت میں آ گئی۔ پھر لوبو کے اُلٹے ہاتھ نے اُسے تقریباً دو فٹ اچھال کر دور پھینک دیا۔

"سوری ماسٹر" لوبو نے میری طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا۔ میں نے نفرت بھری نگاہوں سے برف پر پڑے ہوئے شخص کو دیکھا۔ وہ کینہ توز نگاہوں سے لوبو کو دیکھ رہا تھا۔

مائیکل نے اپنا کالر درست کیا اور آگے بڑھ کر اس شخص کے پاس پہنچ گیا جو اَب اُٹھ کر برف کی زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ "مجھے افسوس ہے مسٹر، میرے ساتھ یہ بد سلوکی کرنے میں آپ نے جلد بازی سے کام لیا۔" مائیکل نے کہا۔

"یہ سب بے حس اور بُزدل لوگ ہیں۔" اس نے ارد گرد موجود لوگوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اگر مجھے ان کی مدد مل جائے تو میں تمہاری چٹنی بنا دوں۔ تمہارے جیسے اناڑی پائلٹ کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ تم نے بے شمار انسانوں کو قتل کر دیا۔"

"ایسی بات نہیں ہے جناب، آپ تصدیق کر سکتے ہیں! طیارہ میرے اناڑی پن سے یہاں نہیں اُترا ہے۔ بلکہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔ میں کئی گھنٹے موت اور زندگی کی کش مکش کا شکار رہ کر اپنے حواس کو قابو میں رکھتے ہوئے آپ لوگوں کو زندہ سلامت زمین پر لایا ہوں۔ آپ نہیں جانتے، مجھے کس خوف کے عالم میں یہ وقت گزارنا پڑا ہے! اس کے باوجود اگر آپ لوگ مجھ پر یہ الزام لگائیں تو میں اس کے جواب میں کیا عرض کر سکتا ہوں!"

مائیکل ٹھنڈے دماغ کا آدمی تھا، حالاں کہ وہ بھی متناسب جسامت رکھتا تھا لیکن اس نے اس کی تلخ باتوں کے جواب میں خود کسی ردِّ عمل کا اظہار نہیں کیا تھا۔

"بکواس کرتے ہو تم! کون تھا طیارہ اغوا کرنے والا؟ کہاں ہے وہ؟ بتاؤ کہاں ہے وہ؟ تم صاف کہہ دو گے کہ وہ حادثے کا شکار ہو کر مر گیا! ہونہہ! اور اسی میں تمہاری بچت ہے۔" اس شخص نے کہا اور مائیکل نے بے بسی سے مسکراتے ہوئے ہماری جانب دیکھا۔

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں مسٹر مائیکل، لوگوں کو اظہارِ رائے کی آزادی ہے لیکن یہ آزادی اگر حد سے تجاوز کر جائے تو پھر ان کے لیے مناسب انتظامات بھی ہیں۔ آپ محسوس نہ کریں صورتِ حال میرے علم میں ہے اور بہت سوں کے علم میں بھی ہے۔"

مائیکل نے پھیکے سے انداز میں مسکراتے ہوئے شانے ہلائے اور پھر وہاں سے ہٹ گیا۔

ماحول پر کسی حد تک خاموشی طاری تھی۔ وہ زخمی بھی خاموش ہو گئے تھے جن کے زخموں کی تکلیف اُنھیں چین نہیں لینے دے رہی تھی۔ یہ خاموشی مستقبل کے فکر کی علامت تھی۔ ہزاروں فٹ کی بلندی پر بے دست و پا لوگوں کی یہ بڑی تعداد یقینی طور پر اب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مستقبل کے خوف سے لرز رہی ہوگی۔ برفانی چوٹیوں سے اُترنے کے راستے اُن کے علم میں نہ تھے اور وہ پہاڑوں کی چوٹیاں سر کرنے والے مہم جو بھی نہیں تھے جو ہر قسم کی سختیاں جھیل لینے کے عادی ہوتے ہیں۔ عام قسم کے لوگ ایک عام قسم کا سفر کر رہے تھے کہ تقدیر نے اُنھیں مہم جوئی کی آزمائش میں ڈال دیا۔ وہ جو مر چکے تھے، اس لحاظ سے بہتر تھے کہ بعد کے حالات کے بیتے اُن کے سینے خوف سے بھرے ہوئے نہ ہوں گے۔ جب کہ زندہ لوگوں میں سے ہر شخص اپنے اپنے طور پر ضرور یہ سوچ رہا ہوگا کہ اُس کا کیا انجام ہوگا۔

میں اور لوبو عام انسانوں سے مختلف نہیں تھے ——— میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں آنے والے وقت کے لیے پریشان نہیں تھا۔ البتہ میری پریشانی میں خوف کا وہ عنصر شامل نہیں تھا جو اُن میں سے بہت سے معصوم لوگوں کے ذہنوں میں ہوگا۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ زندگی کے اس نئے موڑ کا دیکھیں کیا انجام ہوتا ہے۔ البتہ میں لوبو کو داد دوں گا کہ وہ اُسی قدر بے فکر اور مست نظر آ رہا تھا گویا اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہو۔ بالکل محفوظ، بالکل مطمئن۔ سکون اور اطمینان خدا کی دَین ہے اور وہ شخص قابلِ رشک ہوتا ہے جسے ہر حال میں وقت گزارنے کا فن آ جائے۔

مائیکل، میگ اور دونوں ایئر ہوسٹسیں ایک جگہ کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ غالباً تین ایئر ہوسٹسیں اور تھیں اس جہاز میں لیکن وہ زندہ نہ بچ سکی تھیں۔ یوں بھی جہاز کے مسافروں میں میرے اپنے اندازے کے مطابق پینسٹھ فی صد لوگ ہلاک ہو چکے تھے جو بچے تھے اُن میں سے تقریباً بیس فیصد شدید زخمی تھے اور دس فیصد زخمی تو تھے لیکن خود کو سنبھال سکتے تھے۔ بقیہ وہ لوگ تھے جو خوش بختی سے محفوظ رہے تھے۔ اُنھیں کوئی چوٹ ایسی نہیں آئی تھی جو قابلِ توجہ ہوتی۔ اُن ہی میں، میں اور لوبو وغیرہ بھی شامل تھے۔ لوبو میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ میں نے چونک کر اُسے دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لے کر پہاڑوں کے اطراف میں نظر دوڑانے لگا۔

"ماسٹر، لوبو پر وہ توجہ نہیں دے رہے ہو جس کا وہ مستحق ہے۔" اُس نے آہستہ سے کہا اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"نہیں لوبو، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تمھیں یہ خیال کیسے آیا؟"

"بس ماسٹر آ گیا۔"

"غلط فہمی ہے۔ اسے ذہن سے نکال دو۔"

"نہیں ماسٹر، میں جہاز میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر تمہارے پاس آیا تھا اس وقت جب تم مسٹر میگ کے ساتھ کھڑے اندر کی کیفیت سے واقف ہو چکے تھے۔ تم نے مجھے وہاں سے ہٹا دیا حالانکہ میں اُس وقت بھی کوئی کوشش کر سکتا تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے متعجب لہجے میں پوچھا۔

"پائلٹ کیبن کا دروازہ ہی بند تھا نا صرف! دروازہ کسی نہ کسی ترکیب سے کھولا بھی جا سکتا تھا۔ ممکن تھا ہم اندر اُس شخص پر قابو پا لیتے جو طیارہ اغوا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔" لوبو نے کہا۔

"مشکل تھا لوبو۔ اس طرح یہ بھی ممکن تھا کہ وہ جنونی اُٹھ کر پائلٹ پر حملہ کر دیتا اور طیارہ فضا میں ہی تباہ ہو جاتا۔"

"بہر صورت چیف، جیسا تم پسند کرو۔ میں اس سلسلے میں تم سے کوئی فرمائش نہیں کروں گا لیکن میری آرزو ہے کہ اپنے معاملات سے تھوڑا بہت مجھے آگاہ رکھو تاکہ میں اپنے طور پر بھی کچھ نہ کچھ کر سکوں۔"

"ہوں۔" میں نے ٹھنڈے دل سے لوبو کی اس درخواست پر غور کیا۔ ٹھیک ہی کہا تھا لوبو۔ تنظیم نے مجھے معاملے سے باخبر رکھا تھا۔ اگر میں بھی لوبو کو اس سے باخبر رکھوں تو اس میں کوئی بُرائی نہیں تھی۔ کم از کم تبادلۂ خیالات کے لیے کسی ایک شخص کی ضرورت تو پیش آ سکتی تھی اور پھر ہزاروں فٹ بلند برف کے ان ویرانوں میں کون سے ایسے راز تھے جو باہر جا رہے تھے۔ چنانچہ لوبو کو شریکِ راز بنانے میں کوئی ہرج نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اگر سکون کے کچھ لمحات میسر ہوئے تو لوبو کو اس بارے میں تفصیل سے بتاؤں گا۔

لوبو بھی پُرخیال نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں اس وقت گہری چمک پیدا ہو جاتی تھی جب وہ چٹان کی نوک پر جھولتے ہوئے طیارے کو دیکھتا تھا۔ دفعتاً وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"خیریت؟ کس بات پر ہنسی آ گئی؟ ویسے میں اس بات سے متاثر ہوں لوبو۔ کہ تم اس خوف ناک ماحول میں بھی ہنس سکتے ہو۔"

"ماسٹر، میں تو اُس خوف ناک ماحول میں بھی ہنستا تھا، تمہیں شاید یاد نہیں رہا۔"

"ہاں، مجھے یاد ہے۔ لیکن اِس وقت کس بات پر ہنسی آ گئی تمھیں؟"

"بس اس جہاز کو جھولتے دیکھ کر بے اختیار بچپن یاد آ گیا۔ وہ دور جب ہم پارکوں میں اس قسم کے تختوں پر کھیلتے تھے جسے سی سا کہا جاتا ہے۔ ایک بچہ ایک سرے پر، دوسرا دوسرے سرے پر۔ کیا خیال ہے ماسٹر؟" لوبو نے کہا۔ میں بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔ میں نے لوبو کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "لوبو تمہارے ذہن میں اور کوئی خاص بات آئی؟"

"مثلاً ماسٹر!"

"تمہارا کیا خیال ہے لوبو، کیا جہاز کے اس حادثے سے زندہ بچ جانے والوں کے لیے آنے والے وقت میں مشکلات نہیں ہیں؟"

"شدید ترین مشکلات ہیں ماسٹر! جن کا یہ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"ہم خود بھی اُن مشکلات کا شکار ہوں گے لوبو۔" میں نے کہا۔

"بے شک ماسٹر لیکن کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"تمہارے ذہن میں ان سے بچنے کا کوئی طریقہ ہے؟" میں نے لوبو سے سوال کیا۔

"نہیں ماسٹر۔ لیکن کیا تم نے اس بارے میں غور کیا ہے؟"

"ہاں لوبو، میں نے بہت غور کیا ہے۔ ہم جدوجہد کر کے اپنے لیے کچھ آسانیاں تو حاصل کر سکتے ہیں۔"

"وہ کیا چیف؟" لوبو سنجیدہ ہو گیا۔

"جہاز میں لاشوں کے علاوہ بہت سا سامان بھی موجود ہے۔ زندہ بچ جانے کے لیے ہم فوری طور پر جہاز سے باہر نکل آئے تھے لیکن یہ جہاز جس انداز میں چٹان پر جھول رہا ہے اور جتنی [illegible] گزر چکی ہے، اس سے اس بات کا قیاس بھی کیا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے یہ کچھ دیر مزید اس چٹان پر ٹک جائے۔"

"ہاں، امکان ہے چیف۔ مگر میں سمجھا نہیں!"

"کیا اس میں داخل ہو کر ہم ضروری سامان باہر نہیں نکال سکتے؟ یہ سامان ان لوگوں کے لیے چند روزہ زندگی تو فراہم کر ہی دے گا جو برف پر کھلے آسمان کے نیچے بے یار و مددگار پڑے ہوئے ہیں۔ تم غور کرو لوبو، رات کو یہاں ناقابلِ برداشت سردی ہوگی اور خوراک قسم کی کوئی چیز یہاں کسی قیمت پر نہیں مل سکے گی۔ اس وقت کیا کرو گے؟"

لوبو فکر مندی کی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "بات درست ہے چیف۔ لیکن تمہارا کیا خیال ہے، کیا ہم دونوں مل کر پورا جہاز خالی کر سکتے ہیں؟"

"نہیں لوبو، یہ بات نہیں ہے۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ چند لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا لوں۔"

"وحشت سے نیم مُردہ لوگوں میں کوئی اس بات پر تیار نہیں ہوگا چیف۔ ہاں، یہ دوسری بات ہے کہ اگر تم اُنھیں آسانیاں فراہم کر دو گے تو وہ تمہارے شکرگزار ہوں گے لیکن اس وقت اس جھولتے ہوئے جہاز کے ڈھانچے میں کسی ذی روح کا داخل ہونا ایک ناقابلِ یقین سی بات ہے۔ البتہ اگر تم چاہو تو جہاز کے عملے سے بات کر سکتے ہو۔ اس میں بھی صرف دو افراد ہیں۔ بھلا اور کون ہمارے ساتھ شامل ہوگا؟ یا پھر وہ دونوں جوان مجھے کام کے نظر آتے ہیں چیف، جنھیں ہم نے پہلے جہاز کی کھڑکیوں سے باہر اُتار دیا تھا۔ ممکن ہے وہ ہمارے ہم خیال ہو جائیں۔ آؤ ذرا اُن سے بات کریں۔" لوبو نے کہا اور میں تیار ہو گیا۔

وہ دونوں شخص جو چہروں سے خاصے مہذب نظر آتے تھے، اچھے خاصے تن و توش کے مالک تھے۔ ایک جگہ فکر مندی سے گردن جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے اور لوبو کو دیکھ کر اُن کے چہروں پر کسی قدر خوش اخلاقی کے تاثرات پھیل گئے۔

"ہیلو!" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہیلو، میرا نام علی ہے اور یہ میرا گہرا دوست لوبو ہے۔" میں نے اُن کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اُنھوں نے اپنا تعارف جیکسن اور فریڈ کے ناموں سے کرایا۔

"مسٹر فریڈ، میں بھی آپ ہی کی طرح ایک مسافر ہوں! اسپین جا رہے تھے ہم لوگ لیکن جن حالات کا شکار ہوئے وہ آپ کے علم میں ہے۔ آپ نے جہاز کی ٹوٹی ہوئی کھڑکیوں سے باہر نکل کر لوگوں کی زندگیاں بچانے میں ایک اہم کردار ادا کیا تو میری یہ ہمت ہوئی کہ آپ کو مزید تکالیف کے لیے تیار کروں۔ کیا آپ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر خود اپنے اور ان لوگوں کے لیے کچھ کرنا پسند کریں گے؟"

"مثلاً؟" جیکسن نے سوال کیا۔

"رات ہوتی جا رہی ہے اور ابھی یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ چند قدم بھی زندگی کی تلاش میں نکل سکیں۔ کیا برف پر آنے والی رات ہمارے لیے زندگی کی علامت ہوگی؟"

"ہرگز نہیں۔" فریڈ نے جواب دیا۔

"ہم دونوں اسی موضوع پر بات کر رہے تھے۔ میرے ذہن میں ایک ناقص سا خیال آیا ہے اور چوں کہ آپ نے انسانی ہمدردی کے نام پر کچھ جدوجہد کی ہے، اس لیے سب سے پہلے ہم نے آپ ہی کا انتخاب کیا کہ آپ کو اپنا ہمنوا بنائیں۔"

"ضرور، ضرور۔ آپ کو کیا خیال آیا ہے مسٹر علی؟"

"جہاز کے اندر جو سامان موجود ہے اُسے کسی طرح باہر نکالا جائے۔" میں نے کہا اور فریڈ اور جیکسن چونک کر مجھے دیکھنے لگے جیسے اُنھیں میری ذہنی صحت پر شبہ ہو۔

پھر فریڈ نے کہا۔ "کاش ایسا ممکن ہو سکتا۔ جہاز کی کیفیت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آپ دیکھ رہے ہیں۔ مجھے تو اس بات پر حیرت ہے کہ یہ اب تک چٹان پر رُکا کیوں ہے؟ ہوا کے تیز جھونکے اُسے جس طرح جھلا رہے ہیں اس سے تو یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہے کہ کوئی بھی لمحہ ایسا ہو سکتا ہے جب یہ گہرائیوں میں چلا جائے۔ ان حالات میں کوئی ایسا کام کیا جا سکتا ہے؟"

"بے شک آپ کا خیال درست ہے لیکن ابھی میرے دوست لوبو نے ایک بات کہی جس نے یہ تحریک میرے ذہن میں پیدا کر دی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"وہ کیا؟"

لوبو نے کہا کہ اس جھولتے ہوئے جہاز کو دیکھ کر اُسے بچپن یاد آگیا جب وہ ایک تختے پر بیٹھ کر اس طرح جھولا کرتے تھے۔ مسٹر فریڈ، اگر ایک بچّہ تختے کے سرے پر بیٹھ جائے تو مخالف سرا اُٹھ جاتا ہے۔ لوبو کے یہ بات کہنے ہی سے یہ تصور میرے ذہن میں آیا تھا کہ اگر ہم جہاز کے اگلے حصّے میں زیادہ سے زیادہ وزن لاد دیں تو کیا وہ حصّہ نیچے نہ بیٹھ جائے گا؟ اس طرح ہم اُسے خالی کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔"

فریڈ اور جیکسن پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے پھر جیکسن بولا۔ "ہاں یہ ممکن ہے لیکن بڑی مشکل پیش آئے گی جناب، طیارے کے اندر بار بار جانا اور اِدھر کا سامان اُدھر کرنا بے حد مشکل کام ہو گا کیونکہ یہ کسی بھی وقت گہرائیوں میں لڑھک سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے، کوشش کیے لیتے ہیں، کامیابی یا ناکامی تقدیر کی ہے۔ میں آپ لوگوں کی رائے چاہتا تھا اور آپ لوگوں کو اپنی مدد پر آمادہ کرنا چاہتا تھا۔ آیئے اب مسٹر مائیکل اور اُن کے ساتھی مسٹر میگ سے بھی بات کر لیں۔"

وہ دونوں تیار ہو گئے اور ہم میگ اور مائیکل کے پاس پہنچ گئے۔ میگ نے پسندیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر مائیکل سے کہنے لگا۔ "میں اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہمارے دوست مسٹر علی نے مجھے بہت بڑا سہارا دیا ہے۔ جو حادثہ ہو چکا ہے اس کے لیے تو کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا یا کہہ سکتا لیکن وہ لوگ قابلِ احترام ہوتے ہیں جو ہر حال میں خود پر قابو رکھ کر دوسروں کے لیے کچھ کریں۔"

"بے شک، میں بھی مسٹر علی اور مسٹر لوبو کا شکر گزار ہوں۔" مائیکل نے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ وہ لوگ بھی مسکرا کر مجھے دیکھنے لگے۔

"کیوں مسٹر علی، آپ ہنس کیوں دیئے؟" میگ نے پوچھا۔

"اس لیے کہ ہم ایسے پُرتکلف ماحول میں گفتگو کر رہے ہیں جیسے اپنے کسی مکان کے ڈرائنگ روم میں ہوں۔ دراصل ہم چاروں ایک تجویز لے کر آپ کے پاس آئے ہیں اور میں آپ سے اس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

"جی جی، فرمایئے۔" مائیکل نے جلدی سے کہا۔

"آپ نے آنے والے وقت کا تصوّر کیا ہے مسٹر مائیکل؟ یقینی طور پر مستقبل آپ کے ذہن میں بھی ہو گا۔ میں زیادہ دور نہیں جا رہا ہوں۔ رات کی بات کرتا ہوں۔ کیا یہاں رات ناقابلِ برداشت سردی نہ ہو گی؟ اس وقت ہم سب اور یہ [illegible] کیا کریں گے؟"

"ہاں، بے شک یہ ہولناک مصیبت صرف چند لمحات [illegible] نہیں ہے۔ بلکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایسا وقت شروع ہونے [illegible] ہے جس کا ایک ایک لمحہ نزع کی گھڑی بھی اختیار کر سکتا ہے۔ برفانی سلسلۂ کوہ میں اس ہزاروں فٹ کی بلندی پر رات [illegible] عالم ہو گا، اس تصور سے ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہو رہے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے مسٹر علی، کیا اس سلسلے میں آپ کے [illegible] میں کوئی تجویز ہے؟"

"جی ہاں، تجویز صرف یہ ہے کہ جہاز کے سامان کو [illegible] لایا جائے۔"

"کیا؟" مائیکل اور میگ اُچھل پڑے۔

"جی ہاں، میں اس سلسلے میں اپنی خدمات پیش کرتا [illegible] اور یہ خطرہ مول لیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ ورنہ صبح تک ہم [illegible] کی لاشیں اکڑی ہوئی ہوں گی۔ کم از کم گرم کپڑوں کا انتظام [illegible] ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آپ... آپ تنہا [illegible]"

"نہیں ماسٹر، اپنے دوست کے ساتھ میں بھی اندر [illegible] گا۔" لوبو نے آگے بڑھ کر کہا۔ مائیکل اور میگ عجیب سی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔ اُنکی نگاہوں میں عقیدت اور [illegible] کے آثار تھے۔

مائیکل نے کہا۔ "آفرین ہے آپ کی ہمت اور جراَت [illegible] ہم سب آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولیں گے لیکن میرا [illegible] میں ان مسافروں میں سے کچھ اور کو بھی اس کام کے لیے منتخب [illegible] تاکہ ہماری تعداد بڑھ جائے۔"

"رہنے دیں مسٹر مائیکل، ابھی آپ اس شخص کی بد [illegible] برداشت کر چکے ہیں۔ ممکن ہے یہ بہکے ہوئے لوگ اس وقت [illegible] امداد پر آمادہ نہ ہوں۔ میرا خیال ہے ہم خود ہی اس سلسلے میں [illegible] کر سکتے ہیں کرنے ہیں۔"

"بہتر ہے، میں حاضر ہوں۔" مائیکل نے کہا۔

ہم چھ افراد آگے بڑھ گئے۔ دونوں ایئر ہوسٹس بھی ہمارے پیچھے پیچھے طیارے تک چلی آئیں۔ مائیکل اور میگ نے خود بھی اندر جانے کی فرمائش کی لیکن میں نے اُنھیں روک دیا۔ میں نے کہا کہ میں اور لوبو طیارے کے اندر جا کر کوشش کر کے سب سے پہلے طیارے کے اگلے حصّے کو وزنی کیے دیتے ہیں اور اس کے بعد ہم سامان نیچے پھینکنا شروع کر دیں گے۔"

میں محسوس کر چکا تھا کہ میگ اور مائیکل زیادہ دلیر نہیں ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے لیکن اُن کے ذہنوں میں خوف کی پرچھائیاں نمایاں نظر آتی تھیں۔ سب سے پہلے لوبو نے مجھے سہارا دیا اور میں طیارے کی ٹوٹی ہوئی کھڑکی سے اندر داخل ہو گیا۔ دروازہ ابھی ذرا غیر محفوظ تھا، چنانچہ میں نے کھڑکی کے راستے اندر جانا مناسب سمجھا تھا۔ دفعتاً مجھے اندرونی حصّے سے کھڑ بڑ کھڑ بڑ کی آوازیں سُنائی دیں۔ ان میں ہلکی ہلکی کراہ بھی تھی۔ ایک دو منٹ کے بعد سامان کے نیچے سے ایک انسانی ہیولا نمودار ہوا جس کا چہرہ پہچانا نہیں جاتا تھا۔ وہ خون سے رنگا ہوا تھا۔ آنکھوں اور رُخساروں پر خون جم کر سیاہ پڑ گیا تھا۔ لڑکھڑاتے قدموں سے وہ آگے بڑھ رہا تھا۔ میں نے پھرتی سے اُسے سہارا دیا اور اُونچی آواز میں کہا۔

"تم جو کوئی بھی ہو ہمت کرو اور طیارے کے دروازے سے نیچے اُترنے کی کوشش کرو۔ لوبو، ذرا ان صاحب کی مدد تو کرنا۔"

لوبو نے آگے بڑھ کر اس شخص کو سنبھال لیا۔ پیچھے مائیکل، میگ، جیکسن اور فریڈ موجود تھے۔ اُنھوں نے اس شخص کو سنبھالا اور انتہائی احتیاط سے اُسے زمین پر لٹا دیا۔ پھر جو بھی گرم کپڑے مل سکتے تھے، اُن سے اُسے ڈھک دیا۔ ایک انسانی زندگی کو بچانے میں ہمیں جو مسرت ہوئی وہ ناقابلِ بیان ہے۔ اس کام سے فارغ ہو کر ایک بار پھر ہم طیارے کے اندرونی حصّے میں پہنچ گئے۔ لوبو کے منہ سے ایک خوف زدہ سی آواز نکلی۔ "خدا کی پناہ! اندر تو خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ ہر طرف خون ہی خون بکھرا ہوا ہے۔ دیکھیں، یہ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے دو آدمی .... اوہ! یہ مر چکے ہیں! اور یہ سامان کے نیچے دبے ہوئے لوگ ــــ! خدا کی پناہ! اس سے زیادہ خوف ناک منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"اس طرف توجہ نہ دو لوبو، اپنا کام انجام دو۔ طیارہ کسی بھی وقت وادی میں گر سکتا ہے۔ اس سے پہلے ہم جو کچھ کر سکتے ہیں ہمیں کر لینا چاہیے۔" میں نے اس سے کہا۔

لوبو کی پیشانی پر پسینے کے قطرے تھے۔ اندر کے مناظر نے اُسے کسی قدر خوف زدہ کر دیا تھا ــــ خیر ہم نے وزنی سامان دھکیل دھکیل کر طیارے کے اگلے حصّے میں پہنچایا اور یہ محسوس کر کے ہمیں مسرت ہوئی کہ طیارے کا ہلنا رُک گیا تھا۔ اُس کا اگلا سرا کافی وزنی ہو گیا تھا۔ اب صرف یہ خطرہ تھا کہ کہیں وہ ایک سمت یعنی بغلی سمت میں پھسل نہ پڑے۔ اس خطرے سے نمٹنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ ہم تندہی سے اپنا کام انجام دیں۔ چنانچہ لوبو تیز رفتاری سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ مسافروں کے بے ترتیب سوٹ کیس اور سفری تھیلے طیارے کے اندرونی حصّے میں بند اور کھلے پڑے ہوئے تھے۔ ہم نے اُنھیں سمیٹ سمیٹ کر جس حد تک ممکن ہو سکتا تھا، کاک پٹ تک پہنچایا اور پھر ٹوٹی ہوئی ونڈ اسکرین سے نیچے پھینکنا شروع کر دیا۔ نیچے موجود آدمی اُنھیں تھامتے گئے۔ خالی سوٹ کیس بھی پھینکے گئے۔ کھانے پینے کا سامان بھی... اور دوسری تمام چیزیں بھی۔

ہم ذرا پُرجوش ہو گئے تھے اور توازن کا خیال نہ رکھ سکے تھے۔ یکایک طیارہ زور زور سے ہلنے لگا۔ اس کی یہ حرکت اتنی غیر متوقع تھی کہ ہمیں اپنا زندہ بچنا ناممکن محسوس ہونے لگا۔ لوبو نے ایک دم میرا بازو پکڑ لیا۔ "چیف، جلدی ــ جلدی نکلو۔ طیارہ گرنے ہی والا ہے۔ طیارہ گر رہا ہے۔ چیف، میری آواز سُن رہے ہو؟" لوبو چیخ رہا تھا۔ "جلدی کرو، اپنی جان بچاؤ۔ چھلانگ لگا دو۔"

"چلو لوبو، چلو پہلے تم۔"

"چیف، جلدی پلیز! دیر نہ کرو۔" لوبو مجھے گھسیٹنے لگا اسی وقت طیارے کی لرزش تھم گئی۔

لوبو نے سکون کا سانس لیا۔ "میں تو سمجھا تھا ماسٹر..." ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ باہر سے مائیکل کی آواز سنائی دی۔ "بس مسٹر علی! براہِ کرم فوراً باہر نکل آئیں۔ فوراً، براہِ کرم جلدی کریں۔ میں طیارے کے توازن میں تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔"

اس کے بعد ہم نے مزید بہادری دکھانا مناسب نہیں سمجھا۔ پہلے میں نے، پھر لوبو نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ یہ چھلانگ بروقت تھی۔ طیارے کا اگلا حصّہ بلند ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اس نوکیلی چٹان پر پیچھے کی سمت سرکنے لگا اور پھر قلابازیاں کھاتا ہوا ہزاروں فٹ کی گہرائی میں جا گرا۔ اس کے گرنے کی آواز دیر تک پہاڑوں سے ٹکرا ٹکرا کر گونجتی رہی تھی۔ ہم نے جھک کر دیکھا، گہرائیوں میں ایک وسیع چٹان پر طیارے کا ملبہ نظر آ رہا تھا، غبار کے بادل اٹھ رہے تھے۔ سب کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ میں نے گہری سانس لے کر سربفلک برفپوش پہاڑوں کو دیکھا اور میرے بدن میں بھی سرد لہریں دوڑنے لگیں۔ ان ویرانوں سے زندہ سلامت نکل جانے کی بظاہر کوئی ترکیب نہیں تھی، بہرحال ان کیفیات پر قابو پانا تھا۔

ہم وہاں سے ہٹ کر ایک جگہ آ بیٹھے۔ مائیکل اب مجھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہت زیادہ عزت اور حیثیت دینے لگا تھا۔ دیر تک خاموشی طاری
رہی، پھر وہ پھیکے انداز میں مسکراتا ہوا بولا۔ "ایک سوال ہم سب کے
ذہنوں میں ہے لیکن ابھی تک ہم میں سے کسی نے اس سلسلے میں
زبان نہیں کھولی۔"
"مثلاً؟" جیکسن سوال کر بیٹھا۔
"اب کیا ہوگا؟" میگ نے مائیکل کے دل کی بات کہہ دی۔
"ہاں۔ اس وقت یہ سب سے پہلا سوال ہے۔"
"جو لوگ زندہ بچ گئے ہیں انھیں بہر حال مر جانے کے
وقت تک زندگی کی جدوجہد کرنی ہوگی۔ کتابوں اور کہانیوں میں
ایسے واقعات پڑھ لینا دوسری بات ہے، عملی طور پر ہمیں ان
حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ بے شمار مسائل ابھی ہمارے درمیان
آکھڑے ہوں گے۔ ان کے لیے ایک لائحہ عمل بنانا ضروری ہے۔"
میں نے کہا۔
"ایسی ہولناک کہانیوں میں مختلف کردار ہوتے ہیں۔ ہمیں ان
کرداروں کو ذہن میں رکھنا ہے۔" فرید مسکرا کر بولا۔
"بیشک، ہمیں ان میں سے ایک ایک کردار کا تجزیہ کرنا ہوگا۔
مثلاً... وہ دیکھیے۔" مائیکل نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔
وہی شخص جس نے مائیکل کے جبڑے پر گھونسا رسید کیا تھا،
اٹھ کر سامان کے پاس جا رہا تھا۔ ہم سب اپنی گفتگو بھول کر اسے
دیکھنے لگے۔ اس نے جہاز سے پھینکے ہوئے سامان کے انبار کی
تلاشی لینا شروع کر دی جو ابھی اسی طرح پڑا ہوا تھا۔ وہ چیزیں
اٹھا اٹھا کر پھینکتا جا رہا تھا اور اس کے ہونٹوں سے بڑبڑاہٹیں نکل
رہی تھیں۔ پھر اس نے دو عمدہ کمبل، خوراک کے بہت سے پیکٹ
اور چند دوسری چیزیں قبضے میں کیں اور واپسی کے لیے پلٹا۔
"اب! ان میں سے کوئی چیز خواہ وہ اس کی ملکیت ہو، اس کا
حق نہیں بنتی ہے۔ یہ سب لوگوں میں تقسیم ہوں گی۔" مائیکل نے کہا۔
"میں اسے یہ بات سمجھا دوں ماسٹر؟" لولو نے مسرور لہجے میں
کہا اور اٹھنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کے شانے پر ہاتھ
رکھ دیا اور خود اٹھ کھڑا ہوا۔
"اوہ، اب وہ واقعی ساری تفصیلات سے آگاہ ہو جائے
گا۔" عقب سے لولو کی آواز ابھری۔ میں اس شخص کے قریب پہنچ
گیا تھا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر اس کے ہونٹ
نفرت سے سکڑ گئے۔
"تمھیں کس چیز کی ضرورت ہے؟" وہ بولا۔
"آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں مسٹر! کس نام سے
مخاطب کروں آپ کو؟" میں نے نرم لہجے میں کہا۔
"اس کالے شور سے تمھارا کیا تعلق ہے؟ پہلے اس
بات کا جواب دو۔" اس نے لولو کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"بس ہم سب ہمسفر ہیں۔ میرا اتنا ہی تعلق آپ سے ہے،
جتنا اس سے۔" میں نے بدستور نرم لہجے میں کہا۔
"یہ تعلق اس وقت گہری دوستی میں بدل سکتا ہے جب
آج رات اس سیاہ فام کے قتل میں تم میری مدد کرو۔ بولو کرو گے؟"
اس نے نفرت بھری نگاہوں سے لولو اور دوسرے لوگوں کو دیکھا۔
"آپ نے اپنا نام نہیں بتایا مسٹر؟" میں نے کہا۔
"ایڈلر بیل۔ میرے دوست مجھے ایڈلر کہتے ہیں۔"
"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر مسٹر ایڈلر اور مزید خوشی
اس وقت ہوگی جب آپ یہ سامان واپس اسی جگہ رکھ دیں گے۔"
"کیا مطلب؟" وہ غرایا۔
"اس ویران مقام پر آپ اتنے سامان کا کیا کریں گے؟
بہتر یہ ہوگا کہ آپ اسے اس کی جگہ رکھ دیں۔ غور کریں مسٹر ایڈلر!
اگر دوسرے لوگ بھی اسی طرح اپنی پسند کا اور ضرورت سے زیادہ
سامان اٹھالیں تو کیا بہت سے لوگ محروم نہیں رہ جائیں گے؟"
"سب جہنم میں جائیں، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔"
اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔
"انسانیت کے نام پر میں آپ سے تعاون کی درخواست
کرتا ہوں۔"
"بکواس مت کرو۔ اس ہزاروں فٹ بلند برفانی چوٹی پر
انسانیت نہیں رہتی۔ اسے آبادیوں میں تلاش کرو بشرطیکہ زندہ کسی
آبادی تک پہنچ سکو۔" اس نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو میں نے
دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کا راستہ روک لیا۔
"یہ سامان اسی جگہ رکھ دیں مسٹر ایڈلر! براہ کرم۔ یہ تمام لوگوں
میں ضرورت کے مطابق تقسیم ہوگا۔"
"میں نہیں رکھوں گا۔" وہ غرایا۔
"تب مجبوراً مجھے آپ کی ایک ٹانگ اور ایک ہاتھ توڑنا
پڑے گا۔ اس کے بعد ہم آپ کو ایک اسٹریچر فراہم کر دیں گے۔" میں
نے کہا اور اس نے سامان نیچے رکھ دیا۔
"تمھارا خیال ہے اب تم میں سے ہر شخص ایڈلر کو دبا لے گا؟
آؤ، تمھارے بعد اس کالے کتے کو بھی دیکھ لوں گا۔" وہ دونوں ہاتھ
پھیلا کر بولا۔ اس کے بعد انتظار کیے بغیر مجھ پر چھلانگ لگا دی۔
کا یا ہمیں دیکھنے والے دوسرے لوگوں کا خیال ہوگا کہ میں اس کی
اس چھلانگ سے بچنے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دوں گا لیکن میں جنگ
جدل کا کوئی نمائشی مقابلہ نہیں کر رہا تھا۔ بس اس مسئلے کا تصفیہ
کرنا تھا۔ اس لیے میں نے اسے دونوں ہاتھوں پر روکا اور
گھما کر اس کی گردن کی رگیں پکڑ لیں۔ پھر ایک زور دار جھٹکے

سے میں نے اسے دوبارہ اپنی طرف کیا اور دونوں کھرے ہاتھ اس
کے کانوں کے عقب میں مارے، کافی تھا۔ اس کے بعد کچھ کرنے
کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ اندھوں کی مانند خلا میں ہاتھ پاؤں
مارنے لگا اور پھر اسی جگہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔
دوسرے لوگ ابھی تک اطمینان سے دور بیٹھے تماشا
دیکھ رہے تھے۔ دبلے پتلے بدن کے ایک بوڑھے شخص نے
اپنی جگہ چھوڑی اور میرے قریب پہنچ گیا۔
"مجھے آسٹن کہتے ہیں۔ ان حالات کے لیے کچھ تجاویز پیش
کرنا چاہتا ہوں۔ سننا پسند کرو گے؟"
"ضرور مسٹر آسٹن۔ براہ کرم میرے دوستوں کے درمیان
تشریف لے آئیے۔" میں نے کہا۔
"بہت بہت شکریہ۔ میں زخمی ہوں۔ سہارے کے بغیر اتنی
دور نہیں چل سکتا۔" اس نے کہا اور میں اسے سہارا دے کر وہاں
لے آیا، جہاں وہ سب بیٹھے ہوئے تھے۔
"لطف آگیا مسٹر علی! کتنے شاندار کردار یکجا ہوئے ہیں۔
نمبر ایک آپ، نمبر دو یہ مسٹر لولو جو بے حد دلچسپ شخص ہیں۔ وہ
شخص جو صرف آپ کی ایک ضرب میں ڈھیر ہو گیا اور اب یہ صاحب۔"
فریڈ نے بوڑھے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"ہمارے بزرگ مسٹر آسٹن جو ان حالات کے لیے کچھ تجاویز
پیش کرنے کے خواہش مند ہیں۔" میں نے کہا۔
"براہِ کرم تشریف رکھیے۔ ہم آپ کی تجاویز کو اہمیت دیں
گے۔" مائیکل بولا۔ بوڑھا آسٹن میرا سہارا لے کر بیٹھ گیا۔
"زندگی گوناگوں حادثات کا مجموعہ ہے۔" آسٹن نے آغازِ
کلام کیا۔ "ہر ذی روح کی ایک کہانی ہوتی ہے جس میں پیچ در پیچ
واقعات کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ بس، بعض حادثات ایسے
ہوتے ہیں کہ انسان بے بسی کی آخری حدود میں پہنچ جاتا
ہے۔ اس وقت بھی ہم ایسی ہی کیفیات سے دوچار ہیں۔ بہت سے
انسانی ہمدردی سے ایک خاندان بن گئے ہیں۔ ورنہ ان
لوگوں کے لیے کون تکلیف اٹھا سکتا ہے۔ ایسی جگہ جہاں ہر
شخص کو اپنی زندگی بچانا ہی مشکل ہے، دوسروں کو کون دیکھے
لیکن انسان ازل سے ہی ان جذبوں کے سہارے جیتا آیا ہے
اور اس وقت بھی یہی جذبہ درکار ہے۔ میری رائے ہے کہ تم
ایک کمیٹی بنا لو، اس کا ایک سربراہ منتخب کر لو۔ اس کے بعد
اس کے تحت زندگی کی جدوجہد کرو۔"
"آپ کا خیال درست ہے مسٹر آسٹن! اس کا فیصلہ جلد کر
لینا چاہیے۔" جیکسن نے کہا۔
"میرے خیال میں ہم اس کے لیے مسٹر آسٹن ہی کا انتخاب
کیوں نہ کریں؟" میگ بولا۔
"عملی طور پر میں تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکوں گا لیکن تم
مجھے اپنی کارکردگی کی ڈھال ضرور بنا سکتے ہو۔" آسٹن نے کہا۔
"اتنا ہی کافی ہے مسٹر آسٹن۔ فی الحال تو ہم لوگوں کو ابتدائی
کام کرنے ہیں۔ آپ کو زندہ بچ جانے والوں کی تعداد کا اندازہ ہے؟"
"ستتر مرد ہیں، انتیس عورتیں اور چودہ بچے۔ جن کی مختلف
عمریں ہیں۔" آسٹن نے جواب دیا۔
"ویری گڈ، آپ گنتی کر چکے ہیں۔"
"ہاں اور کوئی کام نہیں تھا اس دوران۔"
"بہرحال بہت بڑی تعداد ہے۔ انھیں سنبھالنا آسان نہیں
ہوگا لیکن اگر انھیں من مانی کرنے کی اجازت دے دی گئی تو
ان میں سے آدھے بھی زندہ نہیں بچ سکیں گے۔ ابتدائی طور پر
جو کچھ ممکن ہے کر لیا جائے۔ اس کے بعد یہ جانیں اور ان کا کام۔"
مائیکل نے کہا۔
"میں تم سے متفق ہوں۔" میں نے گردن ہلا کر کہا۔ یہی بات
تھی، اگر یہاں لیڈری کی جاتی تو ان لوگوں کو سنبھالنے کی کیا ترکیب
ہو سکتی تھی۔ خواہ مخواہ یہ لیڈری مصیبت بن جاتی۔
بہرحال طے یہ کیا گیا کہ اس وقت جو لوگ زخمی ہیں، ان کی
مرہم پٹی کر دی جائے۔ لباس اور خوراک کو ان میں تقسیم کر دیا جائے،
اس کے بعد جس کا جو دل چاہے کرے۔ کوئی کسی کی ذمے داری
نہیں لے سکتا تھا۔
آسٹن کی درخواست پر لوگ بخوشی اس کام کے لیے تیار
ہو گئے تھے۔ کپڑوں کی دھجیاں پھاڑ کر زخمیوں کے زخم کس دیے
گئے۔ اس سے زیادہ ان کے لیے اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ میں
نے خاص طور سے اس شخص کو سنبھالا جو آخر میں جہاز سے برآمد
ہوا تھا۔ اس بے چارے کا چہرہ شدید زخمی تھا۔ داہنے شانے کی
ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ غالباً وہ سامان کے نیچے دبا ہوا تھا۔ جب
ہم نے سامان اٹھایا تو اسے باہر نکلنے میں مدد ملی تھی۔ بہرحال
اس کا ذہنی توازن درست نہیں تھا اس لیے اس سے اس کے
بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ اسے بھی شدید زخمیوں کے درمیان
شامل کر دیا گیا، جن کے لیے ناقابلِ استعمال کمبلوں کے اسٹریچر بنائے
گئے تھے۔
دفعتاً مائیکل نے کہا۔ "مسٹر علی! جہاز کو اس طرف لاتے
ہوئے میں نے لکڑی کے کیبنوں کی ایک قطار دیکھی تھی۔ میرے
خیال میں وہ جگہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے اور رات
ہونے سے قبل ہم ان کیبنوں تک پہنچ جائیں تو کیا ہمیں یخ بستہ
رات کی تباہ کاریوں سے پناہ نہیں مل سکتی؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اوہ مسٹر میگ! کیا آپ کو وہ کیبن یاد ہیں؟" میں نے میگ سے پوچھا۔

"ہاں اچھی طرح اور انھیں یہاں سے دور بھی نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں مائیکل، آپ کو ان کی سمت اچھی طرح یاد ہے؟"

"بدبخت ڈاکٹر اس بات پر مُصر تھا کہ طیارہ اسی چھوٹی سی پٹی پر اتارا جائے۔ میں نے اس علاقے کے کئی چکر لگائے تھے، اس لیے مجھے ان کیبنوں کی سمت کا اندازہ ہے۔" مائیکل نے جواب دیا۔

"تو پھر یوں کیا جائے کہ فوری طور پر چند لوگوں کو ان کی تلاش کے لیے روانہ کر دیا جائے اور باقی لوگ سفر کی تیاریاں کر لیں۔"

"میں اور فریڈ اس کے لیے تیار ہیں۔" جیکسن نے پیشکش کی۔

"اگر آپ اس پر آمادہ ہیں تو براہِ کرم اس اونٹ کے کوہان کی طرف جائیں۔ ممکن ہے اس بلندی پر پہنچ کر ہی آپ کو کیبنوں کی وہ قطار نظر آجائے۔" مائیکل نے برف کی ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا جو بیٹھے ہوئے اونٹ کی شکل کی ہی تھی۔

"او کے چیف۔" جیکسن بولا اور دونوں خوشدلی سے اس طرف روانہ ہو گئے، تعاون کرنے والے جوان تھے۔ دوسری طرف آسٹن نے لوگوں کو صورتِ حال سے آگاہ کر کے انھیں متفق کر لیا تھا۔ چنانچہ ہر شخص کی ضرورت کے مطابق اسے سامان فراہم کر دیا گیا۔ تقریباً تمام لوگوں کو گرم لباس، کمبل اور خوراک مل گئی تھی۔ البتہ ایڈلر نے جو ہوش میں آگیا تھا، کوئی چیز قبول نہیں کی تھی اور اس جگہ سے اٹھ کر دور جا بیٹھا تھا۔ تاہم ہمیں امید تھی کہ آخر کار وہ ہم میں آکر شامل ہو جائے گا۔

دو کمبل اور چند گرم کپڑے لے کر میں اس لڑکی کے پاس پہنچا جس نے مجھ سے مدد کی درخواست کی تھی۔ لڑکی نے دونوں چیزیں شکریے کے ساتھ قبول کر لیں۔ پھر ایکدم بولی "آپ کچھ مصروف ہیں جناب؟"

"نہیں۔ کہیے کوئی خاص بات؟"

"میں تو سخت مشکل میں پھنس گئی ہوں، زندگی عذاب لگ رہی ہے۔ میرے ڈیڈی کی حالت خراب ہے اور میں..."

"یہاں سب ایک ہی صورتِ حال سے دوچار ہیں مس۔" میں نے کہا۔

"میرا نام مورنا ولیم ہے۔"

"مجھے علی کہتے ہیں۔"

"میں یہ سامان لے کر چل بھی نہ سکوں گی۔ کیا آپ ہمارے لیے کوئی بندوبست نہیں کر سکتے؟ دیکھیے، آپ لوگ یہ سب کچھ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر کر رہے ہیں تو پھر اتنا کرم اور کریں۔"

"ٹھیک ہے مس مورنا۔ ضرورت پڑنے پر آپ کا یہ سامان میں خود اٹھا لوں گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"بے حد شکریہ۔ میں اگر زخمی نہ ہوتی تو آپ کو یہ زحمت نہ دیتی۔ دیکھیے میرے پاؤں میں موچ ہے۔ ٹخنہ سوجھ گیا ہے۔" اس نے اپنا پاؤں سامنے کر دیا۔ مجھے یاد آگیا کہ جہاز کے پاس سے بھی وہ لنگڑاتی ہوئی آئی تھی۔

"اوہ! مجھے افسوس ہے۔ بہرحال آپ مطمئن رہیں۔ میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ شکرگزار نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی تھی۔

جیکسن اور فریڈ نے کیبنوں کی قطار تلاش کر لی اور اس کے بعد اس طرف کا سفر شروع ہو گیا۔ زخمیوں کو اسٹریچروں پر لٹا لیا گیا اور توانا لوگوں نے ان کی ذمے داری سنبھال لی۔ برف کے اس ہولناک ویرانے میں انسانی ہمدردی کی یہ روش بے مثال تھی۔ زخمیوں کے دل مرجھائے ہوئے تھے۔ وہ اسٹریچروں پر پڑے شاید سوچ رہے تھے کہ کچھ دیر کے بعد یہ صحیح و سالم انسان اپنی زندگی سے تنگ آجائیں گے تو پھر ان کی طرف توجہ کون دے گا لیکن کیا کیا جا سکتا تھا۔

کیبنوں کی اس قطار کی یہاں موجودگی سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن اس وقت وہ بڑی نعمت معلوم ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض کیبن کافی کشادہ تھے۔ بعض چھوٹے اور خستہ حال تھے۔ کشادہ اور مضبوط کیبنوں کو رہائش کے لیے صاف کر لیا گیا اور زخمیوں کو دو بڑے کیبنوں میں منتقل کر دیا گیا۔ باقی کیبن دوسرے لوگوں نے لے لیے تھے۔ لولو کو ایسے وقت میں خوب سوجھی۔ اس نے ایک بوسیدہ کیبن کو اپنی اسی سلاخ سے توڑ پھوڑ ڈالا جو اس وقت واحد ہتھیار کی حیثیت رکھتی تھی اور پھر اس کے تختے جمع کر کے ایک جگہ باندھ لیے۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی کیبنوں پر ٹوٹ پڑے اور درحقیقت برف کی خوفناک سرد رات میں ٹوٹے ہوئے کیبنوں کی ان لکڑیوں نے زندگی کو حرارت بخشی ورنہ یخ بستہ ہوائیں نہ جانے کیا حشر کرتیں۔

میں نے مورنا ولیم کو بھی ایک کیبن میں پہنچا دیا تھا۔ جہاں تقریباً پندرہ افراد موجود تھے۔ ان میں چھ عورتیں بھی تھیں۔ مورنا کے باپ کی حالت اب ٹھیک تھی اور وہ کیبن کی دیوار سے ٹیک لگائے کمبل پیروں پر ڈالے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں گہرے غور و فکر میں ڈوبی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔ ان لوگوں کا جائزہ لے کر میں مائیکل کی جانب واپس پلٹ رہا تھا کہ مورنا کی آواز ابھری "مسٹر علی!" اور میں رک گیا۔ "کیا آپ بہت مصروف ہیں؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے نزدیک آگئی۔

"نہیں۔ کہیے آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں خود کو تنہا محسوس کر رہی ہوں۔ کسی اور سے تعارف بھی نہیں ہے۔ کیا یوں نہیں ہو سکتا کہ آپ یہاں ہمارے پاس رہیں؟" لفظ 'ہمارے' اس نے احتیاطاً استعمال کیا تھا۔

"میں آپ کے پاس خوشی سے رہنا پسند کرتا مس مورنا لیکن جن حالات کا ہم لوگ شکار ہو گئے ہیں، ان سے نمٹنے کے لیے آپس کے صلاح مشورے ضروری ہیں اور اس کے لیے مجھے ان لوگوں کے پاس رکنا ہوگا۔ آپ مطمئن رہیں، اگر ان سے فرصت ملی تو میں آپ کے پاس آجاؤں گا۔" میں نے ملائمت سے کہا۔

مورنا نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان تمام لوگوں میں وہ مجھے اپنا سمجھ رہی ہو اور باقی سب اس کے لیے اجنبی ہوں۔ بہرکیف میں نے اس کے اس احساس پر کوئی توجہ نہیں دی اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر باہر نکل آیا۔ ان تمام باتوں سے زیادہ ضروری مائیکل، میگ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ آئندہ کا پروگرام بنانا تھا۔

کیبن میں مائیکل، میگ، جیکسن، فریڈ، دونوں ایئر ہوسٹس اور دوسرے چند افراد موجود تھے۔ تین آدمی جواب تک ہم سے تعاون کرتے رہے لیکن جن سے ہمارا تعارف نہیں ہوا تھا، دیواروں سے پشت لگائے خاموش بیٹھے تھے۔ مائیکل نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اس طرح اپنے قریب بیٹھنے کے لیے جگہ دی جو کسی سے اپنائیت کا احساس دلاتی ہے۔ میں اس کا شکریہ ادا کرکے اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"ہم غور کر رہے تھے حالات پر، ڈائر کے بارے میں ابھی تک میرا ذہن الجھنوں کا شکار ہے۔" اس نے کہا۔

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے جو کچھ کیا اور جتنا کچھ مجھے معلوم ہے، وہ سب عجیب ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تو اب بھی یہی سمجھتا ہوں کہ اس پر کوئی دورہ پڑا تھا۔ ڈائر، میرے اور میگ کے لیے اجنبی نہیں ہے۔ وہ ہمارے ساتھ کام کرتا رہا ہے اور اس سے قبل کبھی اس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں پائی گئی، پھر نجانے اسے کیا ہوا۔" مائیکل نے کہا۔

"میرا خیال ہے وہ ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔" میگ بولا۔

"کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ تفصیل سے اس کے بارے میں کچھ بتائیں؟" میں نے مائیکل کو مخاطب کرکے کہا۔

"بس، اس سلسلے میں اور کیا تفصیل ہو سکتی ہے مسٹر علی؟ ہم لوگ حسبِ معمول اس پرواز پر روانہ ہوئے تھے۔ ڈائر ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہمارے ہمراہ تھا۔ اچانک اس پر یہ جنون کا دورہ پڑ گیا۔ حالانکہ وہ بخوبی جانتا تھا کہ ان پہاڑوں میں تنگ سی پٹی کے اوپر اتنے بڑے طیارے کو اتارنا ممکن نہیں اور اگر طیارہ تباہ ہو گیا تو ... کے ساتھ وہ بھی مارا جائے گا۔ مگر اس نے اس کی پروا نہیں کی اور حقیقت یہ ہے کہ اگر میں اس کے حکم کی تعمیل نہ کرتا تو وہ مجھے گولی مار کر خود یہ طیارہ اتارنے کی کوشش کرتا، حالانکہ وہ ایک ماہر پائلٹ نہیں تھا اور نتیجہ کیا نکلتا؟ ہم سب مارے جاتے، ڈائر سمیت۔ یہ محض دیوانگی اور پاگل پن تھا اور کچھ نہیں۔"

"نہیں مسٹر مائیکل، یہ دیوانگی اور پاگل پن نہیں تھا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق کیا گیا۔ ڈائر کو معلوم تھا کہ ان برفانی پہاڑوں میں فلاں مقام پر طیارہ اتارنے کے لیے ایک چھوٹا سا رن وے بنا ہوا ہے اور وہ آپ کو مجبور کرکے اسی رن وے پر لے آیا۔ آپ حقیقت نہیں سمجھ رہے، اس کے پس منظر میں اور بھی کوئی بات ہے۔ حالانکہ میرا آپ لوگوں کے ساتھ صرف تھوڑا ہی وقت گزرا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ ڈائر کی یہ حرکت بے سبب نہیں تھی۔" میں نے کہا تو مائیکل اور میگ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

میگ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر پُرخیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "اگر یہ خیال درست مان لیا جائے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ ڈائر کی اس حرکت کے پسِ پشت کوئی سازش کام کر رہی ہے۔"

"اوہ! مجھے اس کے وہ الفاظ یاد آرہے ہیں۔ مسٹر علی آپ بھی تو اس وقت اس کے پاس موجود تھے۔ جب وہ دم توڑ رہا تھا۔" مائیکل بولا۔

"ہاں۔ میں وہاں تھا۔"

"آپ کو اس کے الفاظ یاد ہیں؟"

"شاید۔ اس نے کہا تھا کہ تم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ وہ تمہیں قتل کر دیں گے اور شاید اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اسے نہیں مرنے دیں گے، انھوں نے وعدہ کیا ہے۔"

"سو فیصد۔ آپ کی یادداشت قابلِ رشک ہے۔ اس نے یہی الفاظ ادا کیے تھے۔" مائیکل نے کہا۔

"اور اس کے باوجود آپ اسے صرف ذہنی توازن کی خرابی بتلاتے ہیں مسٹر مائیکل!" فریڈ نے گہری سانس لے کر کہا۔ مائیکل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بھی پریشانی سے لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا۔

"میرا دعویٰ ہے کہ طیارہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اغوا کیا گیا ہے اور اس کے پسِ پشت کچھ اہم لوگ ہیں لیکن طیارے کو اس جگہ اتارنے سے انھیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے، اس کا تجزیہ کرنا ہے۔" جیکسن بولا۔

"خدا کی پناہ! اس کا مقصد ہے کہ کچھ لوگ برف کے ویرانوں میں پوشیدہ ہیں۔ انھیں علم ہے کہ طیارہ یہاں پہنچ چکا ہے اور اب وہ یقیناً اس کی تلاش میں چل پڑے ہوں گے۔" مائیکل خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"ممکن ہے ایسا ہی ہو۔"

"لیکن کیوں؟ آخر کیوں؟"

"میرے ذہن میں صرف ایک خیال ہے۔" فریڈ بولا۔

"کیا؟"

"طیارے کا کوئی مسافر۔ یا چند افراد۔ اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ کسی خاص فرد یا افراد کے خلاف یہ سازش ہوئی ہو اور دوسرے لوگ اس کے ساتھ مصیبت کا شکار ہو گئے ہوں۔" فریڈ نے کہا۔ فریڈ کے الفاظ نے سب کے چہروں پر پریشانی کے نقوش اور گہرے کر دیے۔ ان الفاظ سے میرے ذہن میں بجلی سی کوند گئی۔ ایک لمحے کے لیے میرے اندر ہیجان پیدا ہو گیا۔ وہ شخص جس کے خلاف سازش کی گئی ہے، وہی تو نہیں ہے جس کے تحفظ کی ذمے داری مجھ پر تھی؟ نہ جانے کیوں ذہن کے ہر گوشے میں یہ خیال پھیل گیا اور میرے بدن میں عجیب سی اینٹھن ہونے لگی لیکن تھوڑی ہی دیر میں میں نے خود کو سنبھال لیا اور ان لوگوں کی گفتگو کی طرف متوجہ ہو گیا۔

جیکسن کہہ رہا تھا۔ "اس کا مطلب ہے کہ ہمیں ابھی مزید حادثات کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"

"برف کا یہ ویرانہ تو ابھی نہ جانے کتنے حادثات کا باعث بنے گا لیکن ہمیں کچھ خطرناک لوگوں کے وجود کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔" فریڈ بولا۔

"یقیناً۔ اور ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اپنے تحفظ کا کوئی بندوبست بھی نہیں رکھتے۔" مائیکل نے کہا۔

کیبن میں موت کی سی خاموشی چھا گئی۔ سب سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ میری ذہنی کیفیت عجیب ہو رہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ پتا نہیں، وہ شخص زندہ بھی ہے یا نہیں۔ میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ میں نے خود کو اپنے اصلی نام سے روشناس کرا کے غلطی کی ہے۔ اگر یہ سارا معاملہ وہی نکلا تو میں مشکلات کا شکار ہو جاؤں گا۔ وہ لوگ باتیں کرتے رہے۔ میں نے اس کے بعد ان کی گفتگو میں حصہ نہیں لیا۔

دفعتاً فریڈ نے کہا۔ "کیا میری طرح آپ لوگ بھی ایک طرح کی گھٹن محسوس کر رہے ہیں؟"

"اوہ، میرا خیال تھا کہ یہ گھٹن خود مجھے ہی محسوس ہو رہی ہے۔" جیکسن نے کہا۔

"دراصل یہ بلندی پر ہونے کی وجہ سے ہے۔ بلندی پر چونکہ ہوا لطیف ہوتی ہے اور اس میں دباؤ زیادہ نہیں ہوتا، اس لیے ہمارے پھیپھڑے سانس لینے میں دقت محسوس کرتے ہیں لیکن شکر ہے ہم اس بوجھ کو بہ آسانی برداشت کر رہے ہیں۔ البتہ صبح کو ہمیں نیچے کی جانب سفر شروع کر دینا چاہیے تاکہ زیادہ عرصے پھیپھڑے دباؤ میں نہ رہیں۔" مائیکل نے بتایا۔

"بہتر یہی ہے کہ صبح کو ہم نیچے کی طرف سفر شروع کر دیں ورنہ یہ بلندیاں تو یوں بھی ہماری زندگی کی گاہک بن سکتی ہیں۔ سفر کی ابتدا تو کی جائے، اس کے بعد حالات ہماری تقدیر کا جو بھی فیصلہ کریں۔" فریڈ نے گہری سانس لے کر کہا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔

مائیکل نے چونک کر مجھے دیکھا اور بولا۔ "کہاں مسٹر علی؟ کیبن کے باہر شدید سردی ہے۔"

"ہاں یقیناً، میں دوسرے کیبن میں جا رہا ہوں۔ جہاں میرا ساتھی لوبو ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ، بہتر۔" مائیکل بولا اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ لوبو تیسرے ہی کیبن میں تھا لیکن چونکہ میں مورنا سے وعدہ کر آیا تھا اس لیے تھوڑی دیر کے بعد میں اس کیبن میں داخل ہو گیا۔

گرم کیبن سے باہر نکلتے ہی شدید سردی نے کپکپی پیدا کر دی تھی، میں نے جلدی سے اس کیبن میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ مورنا جاگ رہی تھی۔ کیبن میں تقریباً تمام ہی لوگ جاگ رہے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ دم سادھے خاموش پڑے مستقبل کی فکر میں غرق تھے۔ مورنا کا باپ بھی آنکھیں بند کیے ہوئے نیچے زمین پر دراز تھا۔ مورنا کی آنکھوں میں البتہ مجھے دیکھ کر چمک پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے جلدی سے میرے لیے اپنے قریب جگہ بنا لی اور میں وہاں جا بیٹھا۔

"شکریہ مسٹر علی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"آپ کے ڈیڈی سو گئے؟" میں نے مورنا سے سوال کیا۔

مورنا نے ایک گہری سانس لے کر فکرمند نگاہوں سے نیچے لیٹے ہوئے شخص کو دیکھا اور پھر میری جانب دیکھنے لگی۔ "میں محسوس کر رہی ہوں کہ مسٹر ہائیکر ذہنی طور پر شدید متاثر ہوئے ہیں۔ ان کی گفتگو بے ربط ہے اور وہ کچھ کھوئے کھوئے سے ہیں۔ عام دنوں میں وہ کافی باتونی آدمی تھے۔ بے حد خوش مزاج اور بذلہ سنج لیکن حادثے کے بعد سے اب تک میں نے انھیں ایک بھی قاعدے کی بات کرتے نہیں سنا۔"

"مسٹر ہائیکر!" میں نے سوالیہ نگاہوں سے مورنا کو دیکھا۔

"ہاں، میرے باس کا نام مسٹر ہائیکر ہی ہے۔" وہ پُراسرار انداز میں بولی۔

"باس!" ایک بار پھر میں چونک کر بولا۔

"ہاں، مسٹر ہائیکر میرے باس ہیں۔" مورنا نے جواب دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اوہ، گویا... گویا یہ تمھارے ڈیڈی نہیں ہیں؟"

"نہیں" مورنا آہستہ سے بولی۔

"لیکن تم نے تو کہا تھا، مورنا کہ . . ."

"ہاں مسٹر علی، ہم لوگ باپ بیٹی کی حیثیت ہی سے سفر کر رہے تھے۔ مسٹر ہائیکر کے جاننے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے لیکن ہم دونوں اینڈرسن اور سویٹر اینڈرسن کی حیثیت سے اس جہاز میں سوار ہوئے تھے۔ صرف اس لیے کہ مسٹر ہائیکر کی اصل شخصیت کسی کو معلوم نہ ہوسکے" مورنا نے جواب دیا اور میرے ذہن میں پھر پُراسرار سرگوشیاں ابھرنے لگیں۔

"اس کی ضرورت کیوں پیش آئی مس مورنا؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

مورنا خاموش ہو کر خلا میں گھورنے لگی پھر اسی انداز میں دیکھتی ہوئی بولی "نجانے کیوں ایک دم سے مجھے یوں محسوس ہونے لگا ہے مسٹر علی کہ ہزاروں فٹ کی بلندیوں پر جہاز کے اس حادثے سے زندہ بچ جانے کے باوجود ہم غیر محفوظ ہیں اور بالآخر ہمارا اختتام بھی موت ہی ہے۔ میں خود کو شدید بزدل محسوس کر رہی ہوں۔ آپ اسے بزدلی قرار نہ دیں۔ بس میری اپنی کیفیت ایسی ہی ہے۔ کیا آپ اس بات کا یقین کریں گے مسٹر علی کہ جب میں کوئی غیر معمولی بات محسوس کرتی ہوں تو وہ غلط نہیں نکلتی؟"

"آپ کو اس قدر بزدل نہیں ہونا چاہیے مس مورنا، بہت سے لوگ ہیں یہاں، آپ تو مجھے عام لوگوں سے بہادر محسوس ہوتی ہیں۔"

"نہیں۔ میں عام لوگوں سے بہادر نہیں ہوں۔ میں نے زندگی میں بہادری کا کوئی کام نہیں کیا۔ بس میں مسٹر ہائیکر کی سیکرٹری ہوں۔ ان کے ساتھ ہی رہ رہی ہوں۔ میرے والدین بچپن ہی میں مر چکے تھے۔ خاصی پریشان کن زندگی گزر رہی تھی۔ پھر مسٹر ہائیکر کی ملازمت میں آگئی اور انھوں نے مجھے خاصی باعزت زندگی مہیا کر دی۔ آپ یقین کریں مسٹر علی کہ زندگی میں بہت کم ساتھی ہیں میرے اور کوئی بھی میرے اس قدر... قریب نہیں ہو سکا کہ میں اپنی زندگی میں... کوئی تغیر محسوس کرتی — لیکن دل چاہتا ہے کہ موت سے پہلے... موت سے پہلے کچھ اور تو دیکھوں! کچھ اور کیفیت تو محسوس کروں۔ ممکن ہے آپ میرے بارے میں کوئی غلط رائے قائم کریں۔ یہ آپ کی مرضی ہوگی لیکن میں....."

"اوہ" میں نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں درحقیقت مایوسی کے سائے نظر آرہے تھے۔ بظاہر وہ کوئی غلط لڑکی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ تاہم اس نے مسٹر ہائیکر کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا، وہ میرے لیے بے حد سنسنی خیز تھا۔ کیا ہائیکر ہی وہ شخصیت تو نہیں ہے جس کے تحفظ کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے؟ امکان ہو سکتا تھا اس بات کا اور اس کے لیے مورنا کو کریدنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے ہونٹوں پر ایک دلآویز مسکراہٹ پیدا کی۔

"مس مورنا، میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ آپ کی شخصیت درحقیقت ایسی ہے کہ کوئی بھی شخص آپ کا گرویدہ ہو سکتا ہے — آپ بہت خوبیوں کی مالک ہیں۔ آپ زندہ رہیں گی۔ ہم لوگ یہاں سے نکل جائیں گے اور آزاد دنیا میں پہنچنے کے بعد اگر آپ مجھے اپنے دل میں جگہ دیں گی تو میں اسے اپنی خوش بختی تصور کروں گا۔"

میرے الفاظ سے متاثر ہو کر مورنا نے مجھے ممنونیت سے دیکھا۔ کچھ دیر تک خاموشی چھائی رہی، پھر میں نے اس سے پوچھا "تم لوگ بیروت سے سوار ہوئے تھے؟"

"ہاں"

"اسپین جا رہے تھے؟" میں نے پھر پوچھا۔

"ہاں" وہ بولی۔

"کوئی خاص بات تھی؟"

"شاید"

"کیا مطلب؟ کیا یہ بات تم وثوق سے نہیں کہہ سکتیں؟"

"ہاں، وثوق سے نہیں کہہ سکتی علی! مسٹر ہائیکر ایک اہم شخصیت کے مالک ہیں۔ بہت سے ممالک میں ان کی اپنی ایک حیثیت ہے۔ اس بار نجانے کس مقصد کے تحت وہ اسپین کا سفر کر رہے تھے، انھوں نے خود کو بالکل پوشیدہ رکھا تھا۔ مجھے بھی ہدایت کی تھی کہ میں اپنی ذات سے کسی کو روشناس نہ کراؤں اس طرح میرا اندازہ ہے کہ مسٹر ہائیکر کسی خاص ہی مہم پر جا رہے تھے۔"

"اوہ! ان کی سیاسی حیثیت کیا ہے؟"

"بس ایک بہت بڑے صنعت کار ہیں اور بے شمار ممالک میں ان کے کاروبار پھیلے ہوئے ہیں۔ کئی ممالک کے سربراہان سے بھی ان کے تعلقات ہیں۔ مجھے بس ایک حد تک ان کے بارے میں معلومات حاصل ہیں۔ میں ان کے خاص امور میں ان کی سیکرٹری ہوں۔ آپ شاید یقین نہ کریں مسٹر علی کہ ان کی سیکرٹریوں کی تعداد بیس ہے۔ ان بیس سیکرٹریوں میں کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتی کہ وہ مسٹر ہائیکر کے بارے میں مکمل معلومات رکھتی ہے۔ یا مسٹر ہائیکر کے معاملات سے مکمل واقفیت رکھتی ہے۔ مسٹر ہائیکر جس معاملے میں ضروری سمجھتے ہیں، کسی بھی سیکرٹری کو ساتھ لے لیتے ہیں لیکن تفصیلات بتائے بغیر ہمیں صرف وہی معلوم ہوتا ہے جو مسٹر ہائیکر ہم سے چاہتے ہیں۔"

"اوہ، تو آپ لوگ اسپین جا رہے تھے" میں نے جیسے خود سے کہا۔

"کوئی خاص بات ہے علی؟"

"ایں! نہیں، نہیں تو! بس یونہی سوالات کر رہا تھا۔ مجھے حیرت ہے۔ بڑے عجیب واقعات بتائے ہیں تم نے مورنا" میں نے جواب دیا۔ میرا دل اندر سے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ مسٹر ہائیکر ہی وہ پُراسرار شخصیت ہے جس کی مجھے اسپین میں حفاظت کرنا تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تنظیم کے افراد اب اسپین میں میرے اور مسٹر ہائیکر کے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے۔ یقینی طور پر وہ وقت گزر چکا ہے جب طیارے کو اسپین پہنچ جانا تھا۔ اب اس کی تباہی کا اعلان ہو چکا ہوگا۔ ممکن ہے امدادی پارٹیاں بھی روانہ ہو چکی ہوں اور یہ بھی ممکن تھا کہ ہمیں ان بلندیوں پر دیکھ لیا جائے لیکن اس طرح کیا امدادی پارٹیاں ہماری کچھ مدد کر سکتی ہیں؟ کیا اس چھوٹے سے رن وے پر کوئی اور طیارہ بھی اترنے کی کوشش کر سکتا ہے؟ ممکن ہے ہیلی کاپٹر ہماری مدد کو آجائے۔ اوہ، مائیکل نے اس بارے میں کیوں نہیں سوچا؟ یہ بات اسے سمجھائی جانی چاہیے۔

میں نے اٹھ کر مائیکل کے پاس جانا چاہا لیکن یہ سوچ کر باہر سردی زیادہ ہے، مائیکل بھی کمبل میں دبکا سو رہا ہوگا، میں نے کیبن سے باہر جانے کا ارادہ بدل دیا اور اس کے ساتھ بات چیت کو صبح تک کے لیے ملتوی کر دیا۔ مورنا کا شاید مجھ سے بات کر کے دل ہلکا ہو گیا تھا، وہ سو گئی تھی۔ میں بھی اونگھنے لگا اور پھر نہ جانے کب آنکھ لگ گئی۔

رات کا تیسرا پہر تھا کہ مورنا نے مجھے جھنجوڑ کر جگا دیا۔ سامنے ہی مائیکل اور دوسرے لوگ نظر آرہے تھے۔ مائیکل نے مجھے جاگتا دیکھ کر کہا "ہمیں فوراً سفر شروع کر دینا چاہیے مسٹر علی۔ تین افراد کی حالت بگڑ چکی ہے اور دو زخمی موت کا شکار ہو چکے ہیں۔"

میں اچھل کر کھڑا ہو گیا "کیا واقعی؟"

"ہاں"

"رات کو تو تم سوتے رہے ہو گے مائیکل؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں کیوں؟"

"میرا مقصد ہے کیا امدادی پارٹیاں ہماری تلاش میں نہیں آئیں گی؟"

"اوہ، نہیں۔ اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"کیوں؟"

"یہاں کی برفپوش چوٹیاں عمومی گزرگاہ نہیں ہوتیں اور طیاروں سے انھیں بہ آسانی نہیں دیکھا جا سکتا۔ ممکن ہے ان لوگوں کو جہاز کی تباہی کی سمت کا پتا نہ چل سکے اور ہم امدادی پارٹیوں کے انتظار میں یہاں موت سے ہمکنار ہو جائیں۔"

مائیکل کا کہنا بھی درست تھا۔ میں نے اس سلسلے میں ان سے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا۔ البتہ لوبو کو میں نے اس بات کے لیے تیار کر لیا کہ مسٹر ہائیکر اور ان کی سیکرٹری مورنا کا خاص خیال رکھا جائے اور کسی بھی ضرورت پر ان کی بھرپور مدد کی جائے۔

لوبو آنکھیں بند کر کے بات ماننے کا عادی تھا۔ اس نے یہ سوال بھی نہ کیا کہ میں اسے یہ ہدایات کیوں دے رہا ہوں، پھر اس کے بعد میں مائیکل کے ساتھ مل کر سفر کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے چند لوگوں کو اس بات کے لیے آمادہ کر لیا تھا کہ وہ زخمیوں کے اسٹریچروں کو لے کر نیچے اتریں۔ کچھ شریف الطبع لوگ اس کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ ایڈلر سے بھی یہ بات کہی گئی۔

اس نے نفرت سے ناک چڑھاتے ہوئے کہا "میں تمھاری طرح احمق نہیں ہوں اور نہ ہی کسی کے باپ کا نوکر۔" مائیکل نے اس کے بعد کچھ نہیں کہا۔ بہرصورت، ایڈلر اس کے بعد ہمارے ساتھ ہی لگا رہا۔ وہ سب سے الگ تھلگ تھا۔

ایک اسٹریچر پر پڑے ہوئے زخمی کو میں نے اور فریڈ

ڈائجسٹوں کی معرکہ آرا کہانیاں
ہر کہانی، انعام یافتہ کہانی
جنہیں ایک بار پڑھنے کے بعد فراموش نہیں کیا جاسکتا
جاسوسی، سسپنس، معاشرہ، جرم و سزا، خوف و دہشت اور اعلیٰ جذبوں پر مشتمل
کہانیاں
جنہیں مشہور انعام یافتہ مصنف ... نے تحریر کیا
قیمت: ۲۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
آج ہی ایک خط لکھ کر طلب فرمائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے سنبھال لیا تھا۔ مائیکل نے بھی ایک زخمی کو اٹھا رکھا تھا۔ اس طرح ہم لوگ ان کیبنوں سے ہٹ کر اس غیر قدرتی سڑک پر آ گئے جسے ہم نے صبح ہی کو دیکھا تھا۔ مائیکل راستے میں اس جگہ کے بارے میں تبصرہ کرنے لگا "میرا دعویٰ ہے علی، یہ چھوٹا سا رن وے اور یہ بوسیدہ کیبن دوسری جنگِ عظیم کی نشانیاں ہیں۔ یقینی طور پر جرمنوں یا اتحادیوں نے اس پہاڑی مقام پر ہنگامی حالات میں طیارہ اتارنے کے لیے یہ چھوٹا سا رن وے بنایا ہوگا اور اس کے کچھ فاصلے پر کیبنوں کی یہ قطار ظاہر کرتی ہے کہ انھیں عارضی پناہ گاہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہوگا یا پھر یہ ممکن ہے کہ رن وے کے محافظ اور کچھ دوسرے افراد نے اپنے رہنے کے لیے یہ کیبن تعمیر کیے ہوں، چونکہ یہاں سردی سے بچاؤ کا کچھ اور بندوبست نہیں ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مسٹر مائیکل لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب یہاں ان ویرانوں میں اور کون لوگ رہتے ہیں؟" فریڈ نے سوال کیا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے اس بارے میں، جب تک یہ اندازہ نہ ہو جائے کہ وہ شخصیت جس کے لیے یہ سارا ڈراما کیا گیا، کون ہے؟ زندہ ہے یا مرنے والوں میں شامل تھی؟ میں تو کہتا ہوں کہ وہ لوگ جلد ہی ہم تک پہنچ جائیں تو بہتر ہے۔ کم از کم ہم ان سے یہ تو کہہ سکیں گے کہ باقی بے گناہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کیوں کی گئی؟" مائیکل نے کہا اور چند لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی۔

سڑک، جس پر ہم اتر رہے تھے، برائے نام ایک چھوٹا سا راستہ تھا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بے شمار موڑ تھے اور ہمیں یقین تھا کہ یہ سڑک بنانے کے لیے خاصی تگ و دو کی گئی ہوگی۔ یقینی طور پر درمیان میں چٹانیں بھی ہوں گی جو ڈائنا مائیٹ سے اڑائی گئی ہوں گی۔ سڑک بہت تنگ اور کھردری تھی۔ اتنی تنگ کہ بمشکل ایک وقت میں ایک کار گزر سکتی تھی۔ البتہ تھوڑے تھوڑے فاصلے کے بعد ایسی جگہیں آتی تھیں جہاں دو گاڑیوں کے ایک دوسرے کے قریب سے گزرنے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ لوگ آپس میں باتیں کرتے چلے جا رہے تھے کہ دفعتاً میری نگاہ ایک جگہ جم گئی۔ سڑک پر جمی ہوئی ہلکی ہلکی برف کے اوپر ایک ٹرک کے ٹائر کا تازہ نشان دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے مائیکل کو اس نشان کی جانب متوجہ کیا اور وہ بھی چونک گیا۔

"یقیناً یہاں سے کچھ دیر قبل یہ ٹرک گزرا ہے۔" اس نے کہا۔

"کچھ دیر قبل کیوں؟ ممکن ہے یہ پرانا نشان ہو۔" میگ بولا۔

"نہیں، یہ بالکل تازہ ہے مجھے اس لیے یقین ہے کہ جس پٹی پر میں نے طیارہ اتارا تھا، وہاں برف نہیں تھی۔ تم اس کا کیا جواز پیش کرتے ہو؟"

"اوہ!" میں چونک پڑا۔ "واقعی یہ تو قابلِ غور بات ہے۔"

"لیکن اسے صرف تم سمجھ سکتے ہو۔" میگ نے کہا۔

"نہیں تم بھی سمجھ سکتے ہو۔ جیسا کہ تم نے کہا تھا کہ تم نے جہاز کی کھڑکیوں سے برف کی زمین کو دیکھا تھا اور اندر کی صورتِ حال کا اندازہ لگا رہے تھے لیکن تم نے غور نہیں کیا کہ اس پٹی پر سے برف صاف کی گئی ہے تاکہ طیارہ اتارنے والے کو یہ پٹی نظر آ جائے۔ اس بات کا ثبوت یوں بھی ملتا ہے کہ پٹی کے دائیں بائیں برف بدستور جمی ہوئی تھی۔"

میگ غور کرتا رہا، پھر اس نے کہا "ہاں! یاد آیا لیکن اس وقت ایسی ہیجانی کیفیت تھی کہ میں نے اس بات پر توجہ نہیں دی تھی۔ اوہ میرے خدا! اب اس بات میں کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں رہی کہ قرب و جوار میں کچھ لوگ موجود ہیں اور ہمارے تمام اقدامات پر نگاہ رکھ رہے ہیں۔ انھیں ہمارا انتظار ہے۔ یقیناً انھوں نے ہی پٹی پر سے برف صاف کی ہوگی۔"

"مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہیں کہاں؟ اگر یہیں کہیں ہیں تو ابھی تک سامنے کیوں نہیں آئے؟ انھیں کس بات کا انتظار ہے؟" جیکسن نے بے چینی سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ ہم سب خاموشی سے چلتے رہے۔ میرے اسٹریچر پر پڑے ہوئے زخمی نے آہستہ سے مجھے آواز دی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ یہ وہی شخص تھا، جو سب سے بعد میں طیارے سے برآمد ہوا تھا اور جس کی زندگی اتفاق سے اس وقت بچ گئی تھی جب طیارہ تباہ ہونے میں چند لمحات رہ گئے تھے۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"جنابِ عالی، میں خود کو بہتر محسوس کر رہا ہوں۔ یوں بھی میرے پیروں میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ پیدل چلوں۔ کسی اور کو یہ اسٹریچر دے دیا جائے۔" اس نے کہا۔

"لیکن آپ کے زخم۔" میں نے اس شخص کے جذبے کو سراہتے ہوئے کہا۔

"نہیں جناب، میرے زخم بہتر ہیں۔ کیا آپ اسٹریچر نیچے رکھ کر مجھے اترنے کی اجازت دیں گے؟" وہ بولا۔

"ضرور۔" میں نے کہا اور فریڈ کو اشارہ کیا۔ زخمی اسٹریچر سے نیچے اتر آیا۔ میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "اس کے باوجود اگر آپ محسوس کریں کہ نہیں چل سکتے تو بلاتکلف ہم سے کہہ دیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔" وہ آہستہ سے بولا۔

تقریباً ایک میل چلنے کے بعد ہمارا یہ قافلہ تھوڑی دیر آرام کرنے کی نیت سے سڑک کے کنارے رک گیا۔ مائیکل اور میگ ایک صاف سی جگہ دیکھ کر برابر برابر لیٹ گئے۔ دونوں ایئر ہوسٹسیں جو بے چاری اب تک بالکل خاموش رہی تھیں اور جن کے چہروں سے مسلسل خوف و دہشت کے آثار جھلکتے رہے تھے، ان کے نزدیک ہی بیٹھ گئی تھیں۔ میں نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور مورنا کے پاس پہنچ گیا جو اپنے باس کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ وہ کسی گہری سوچ میں گُم تھی۔ میرے قدموں کی چاپ سُن کر اس نے سر اٹھایا اور اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"شکریہ۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کس بات کا مورنا؟" میں اس کے نزدیک بیٹھ کر بولا۔

"اس کا کہ تم نے مجھے فراموش نہیں کیا اور فرصت ملتے ہی میرے پاس آ گئے۔"

"میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں مورنا کہ اگر تقدیر نے ہمیں زندگی بخش دی تو میں تمھارا ساتھ نہایت خوشگوار محسوس کروں گا۔"

مورنا نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب میں نے مسٹر ہائیکر کی جانب دیکھا "مسٹر ہائیکر، کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" ہائیکر خالی خالی نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا ہو۔ میں آہستہ سے اس کی جانب جھکا اور دھیمے لہجے میں بولا "میرا نام علی ہے مسٹر ہائیکر! ممکن ہے اس سے قبل آپ یہ نام سن چکے ہوں۔ کسی نے آپ کو اس نام کے بارے میں بتایا ہو۔ کیا آپ ذہن پر زور دینا پسند کریں گے؟"

ہائیکر نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ بدستور خالی خالی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔

"ممکن ہے وینس میں ہماری ملاقات ہونے والی ہو۔ آپ بھی تو وینس ہی جا رہے تھے نا۔" میں نے ہائیکر کے چہرے پر نگاہ جمائی ہوئی تھی لیکن اس کے چہرے کے عضلات میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی اور مجھے کسی قدر مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے دوبارہ کہا "اس کے باوجود مسٹر ہائیکر کہ آپ نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا، اگر آپ ضرورت محسوس کریں تو مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ میں آپ کے ساتھ ہی ہوں۔"

"کیا باتیں کر رہے ہو علی؟ میں مسٹر ہائیکر کو اچھی طرح چیک کر چکی ہوں۔ وہ یقینی طور پر اس حادثے سے شدید متاثر ہوئے ہیں۔ کوئی بات نہیں کرتے مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں بولے اس دوران وہ۔" مورنا میری سرگوشی نہیں سن پائی تھی۔ [illegible] اس نے محسوس کر لی تھی کہ میں مسٹر ہائیکر سے گفتگو [illegible] کر رہا ہوں۔ میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"ہاں مورنا، یہی محسوس ہوتا ہے۔ میں جائزہ لے رہا تھا اس بات کا کہ مسٹر ہائیکر کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔"

"وہ بہت اچھے انسان ہیں۔ میں ان کے لیے سخت رنجیدہ ہوں لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہم سب پر اپنی اپنی زندگیاں ہی بھاری ہیں۔ ہم کسی کے لیے کیا سوچیں؟"

"نہیں مورنا، ہمیں ابھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ دیکھو حالات کون سی کروٹ بدلتے ہیں۔"

"تمھیں زندگی کی امید ہے علی؟"

"ہاں مورنا۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہوگا۔ ممکن ہے ہم میں سے کچھ خوش نصیب بچ جائیں لیکن وہ کون ہوں گے اور کس طرح بچیں گے، اس بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔" مورنا کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"میرا مذہب دوسرا ہے مورنا۔ اور ہم لوگ کبھی مایوس نہیں ہوتے۔"

"تم مسلم ہو نا علی؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور مورنا گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی میں مورنا کے پاس سے ہٹ گیا تھا۔

کچھ دیر کی تنہائی ملی تو میرا ذہن اپنی اس مہم میں کھو گیا۔ اب کوئی امکان نہیں رہا تھا۔ برف کے یہ ویرانے نئی کہانیاں تخلیق کر رہے تھے اور پرانی کہانیاں ان میں کھو گئی تھیں۔ مسٹر ہائیکر پر مجھے شبہ ہوا تھا اور مورنا کی گفتگو سے بھی مسٹر ہائیکر کی ایک پُراسرار شخصیت ابھری تھی لیکن مسٹر ہائیکر کی کیفیت... اگر یہ وہی تھے تب بھی اب صورتِ حال بدل گئی تھی۔ صرف ایک موہوم امید پر تو کسی کے لیے اتنا کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہاں تو سب ہی مدد کے قابل تھے۔ ذہن کسی قدر تکدر کا شکار ہو گیا لیکن پھر خود کو سمجھا لیا کہ ظاہر ہے میں کسی تفریحی دورے پر نہیں نکلا تھا۔ پہلی مہم میں بھی جان کی بازی لگائی تھی۔ حالات کسی کے تابع تو نہیں ہوتے۔ یہی سب کچھ کرنا تھا۔ کیونکہ خود کو اس کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اسی طرح کسی دن زندگی موت کے سپرد ہو جائے گی۔ ان حالات میں مجھ سے زیادہ دلیر تو کسی کو نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے ہی احساس نے تقویت بخشی، ارادوں کو استحکام ملا اور دل کا تکدر کسی قدر کم محسوس ہوا۔ لوبو پر نگاہ پڑی اور اس کے چہرے پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چھائی ہوئی بے فکری بہت دلچسپ محسوس ہوئی۔ دل چاہا کہ اس سے کچھ باتیں کی جائیں۔

"ہیلو لوبو!" میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ لوبو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو ماسٹر۔"

"بہت پُرسکون ہو؟"

"ہاں ماسٹر، یہ مناظر بہت دلکش ہیں۔ میں نے اس سے قبل برفانی علاقے نہیں دیکھے تھے۔"

"زندگی اور موت کی یہ کشمکش تمھیں دلکش محسوس ہو رہی ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"زندگی ــ موت ــ" لوبو نے تمسخرانہ انداز میں کہا "یہ دونوں لفظ اتنی بار میرے سامنے آچکے ہیں ماسٹر کہ اب ان کی کوئی حقیقت نہیں رہی ہے میری نگاہ میں۔ موت بہت آسانی سے آجاتی ہے کہیں بھی، کسی بھی وقت اور زندگی؟" لوبو ہنسنے لگا۔

"فلسفی بن گیا ہے تو۔"

"ہر ذی روح فلسفی ہے چیف، بشرطیکہ خود پر غور کرے۔ لوگ غور نہیں کرتے۔ ویسے یہ مسٹر ریکین تمھارے بارے میں بڑے تجسّس کے شکار ہیں۔"

"مسٹر ریکین؟"

"ہاں، نہایت خوش اخلاق اور حلیم الطبع انسان ہیں۔"

"مگر ہیں کون سے؟"

"وہی ماسٹر! جو سب سے بعد میں زخمی حالت میں طیارے سے برآمد ہوئے تھے اور جنھوں نے اسٹریچر پر لیٹنے سے انکار کر دیا تھا۔" لوبو نے جواب دیا۔ میرے ذہن میں بھی دلچسپی اور تجسّس کی ایک لہر دوڑ گئی۔ میں نے دزدیدہ نگاہوں سے ریکین کو دیکھا جو اس وقت ایڈلر سے باتیں کر رہا تھا۔

"کیا تجسّس تھا انھیں میرے بارے میں؟" میں نے لوبو سے سوال کیا۔

"میرے اور تمھارے درمیان تعلق کو پوچھ رہے تھے چیف۔"

"کیا پوچھ رہے تھے؟"

"یہی کہ مسٹر علی سے تمھارا کیا تعلق ہے مسٹر لوبو؟"

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے جواب دیا کہ ہمارے درمیان گہری دوستی ہے۔ تو پھر دوسرے سوالات کرنے لگے۔ وینس جانے کا مقصد دریافت کیا اور بڑی دیر تک تمھارے بارے میں باتیں کرتے رہے کہ تمھارا تعلق کون سے ملک سے ہے؟ بیروت میں تمھارا کیا کاروبار ہے؟ کتنے عرصے سے وہاں رہتے ہو؟ وغیرہ وغیرہ۔"

"یہ تو عام سی باتیں ہیں لوبو جو کوئی بھی اجنبی ایک دوسرے سے کر سکتا ہے۔ تمھیں اس میں ایسی کون سی خاص بات محسوس ہوئی جو تم نے مجھ سے ان کا تذکرہ کیا؟"

"میں نے کہا نا ماسٹر، ان کے انداز میں تجسّس تھا جیسے وہ تمھاری اندرونی شخصیت کا پتا چلانا چاہتے ہوں۔"

"ہوں۔ خیر کوئی بات نہیں ہے۔" لوبو کی بات پر میں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی لیکن دورانِ سفر ایک بار ریکین کی قربت حاصل ہو ہی گئی۔ مجھے دیکھ کر وہ عجیب سے انداز میں مسکرایا تھا۔

"ہیلو مسٹر علی!"

"ہیلو۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا دلچسپ مرحلہ ہے۔ ہم اسے قسمت کا کھیل کہہ سکتے ہیں۔ ایک دن پہلے اگر ان بدنصیبوں کو کوئی بتاتا کہ ان پر کیا بیتنے والی ہے تو کون یقین کرتا لیکن اب انھیں دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔"

"ہاں، تقدیر کے کھیل دلچسپ ہوتے ہیں۔ آپ کہاں جا رہے تھے مسٹر ریکین؟"

"پانیوں کی سرزمین وینس میں۔"

"اوہ، میں بھی وہیں جا رہا تھا۔"

"مجھے علم ہے۔" مسٹر ریکین نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں چونک کر انھیں دیکھنے لگا۔

"تمھارے دوست مسٹر لوبو سے اس سلسلے میں بات ہوچکی ہے۔" ریکین نے فوراً جواب دیا۔

"اوہ، اچھا۔ ویسے آپ کسی خاص مقصد کے تحت وینس جا رہے تھے؟"

"ہاں۔ افسوس کہ بعض اوقات حالات ہمارے کنٹرول میں نہیں ہوتے اور ہم غیر متوقع طور پر اپنی شخصیت کھو بیٹھتے ہیں۔ جو بھی مشن تھا، اب میں اس کے بارے میں سوچنا چھوڑ چکا ہوں۔ ہاں اگر زندگی نے وفا کی تو میں اپنے مقاصد پورے کر لوں گا۔"

میں پُرخیال نگاہوں سے ریکین کو دیکھتا رہا اور پھر میں نے خود پر نفرین کی۔ کیا احمقانہ بات ہے کہ میں ہر شخص کو ایسی نگاہوں سے دیکھنے لگتا ہوں ــ اس کے بارے میں تجسّس کرنے لگتا ہوں۔ مجھے وینس پہنچ کر تنظیم کے مقاصد کی تکمیل کرنا تھی لیکن اب درمیان میں جو کچھ ہو گیا تھا اسے روکنا میرے بس کی بات نہیں تھی جیسا کہ حالات و شواہد سے ظاہر ہوتا تھا، یہ سازش میرے اور اس شخص کے خلاف ہی ہو سکتی ہے تو پھر واقعات ماحول کے بدلنے میں دیر نہیں لگنی چاہیے تھی۔ چنانچہ اب یہ تجسّس بے کار تھا۔

جوں جوں ہم نیچے اترتے جا رہے تھے۔ ہماری جسمانی حالت بہتر ہوتی جا رہی تھی۔ اس دوران میں اس قافلے نے تین بار قیام کیا تھا۔ بل کھاتے پہاڑوں پر اور کوئی ایسا نشان نظر نہیں آیا تھا، جسے دیکھ کر یہ احساس ہوتا کہ قرب و جوار میں کوئی موجود ہے۔ چوتھی مرتبہ آرام کرنے کے بعد جب ہم آگے بڑھے تو دفعتاً پہاڑوں سے گولیاں برسنے لگیں۔ لاتعداد گولیاں سنسناتی ہوئی ہمارے سروں سے گزر رہی تھیں اور تمام مسافر دم بخود رہ گئے تھے۔ ایک لمحے کے لیے کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ہو گیا اور یہ آوازیں کیسی ہیں لیکن دوسرے لمحے مائیکل نے چیخ کر لوگوں سے ایک بڑی چٹان کی آڑ میں ہو جانے کے لیے کہا اور سہمے ہوئے دہشت زدہ مسافر چٹان کی آڑ کی طرف دوڑ پڑے۔ گولیاں جس سمت سے آرہی تھیں، یہ چٹان ان سے بچاؤ کا بہتر ذریعہ تھی۔ فائرنگ جس انداز میں ہو رہی تھی اس سے پتا چلتا تھا کہ ایک بڑی تعداد نے ہمیں گھیرے میں لے لیا ہے۔

مائیکل، میگ اور دوسرے لوگ اپنی جگہ بے حس و حرکت تھے اور فائرنگ کی آواز پہاڑوں میں اس طرح گونج رہی تھی جیسے گولیاں نہ چل رہی ہوں بلکہ گولے پھٹ رہے ہوں۔ چند منٹ تک گولیاں مسلسل برستی رہیں اور اس کے بعد یک لخت خاموشی چھا گئی۔ میں آس پاس کسی آہٹ کا منتظر تھا۔ میرے اندر وہی جنونی کیفیت ابھرتی آرہی تھی جو مجھے اندھے اقدامات کرنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ میں نے چٹان کی آڑ سے نکل کر اس سمت میں نظر دوڑانے کی کوشش کی، جدھر سے گولیاں برس رہی تھیں تو مورنا نے جلدی سے میرا بازو پکڑ لیا۔

"خدا کے واسطے، خدا کے واسطے۔" میں نے چونک کر مورنا کی صورت دیکھی۔ اس کی آنکھوں میں خوف و دہشت اور پیار منجمد تھا۔

"مورنا!"

"ہاں علی، مت جاؤ پلیز! کہیں کوئی گولی تمھارے نہ لگ جائے۔"

"اوہ، کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔" میں نے کہا اور اسی وقت مائیکل میرے پاس پہنچ گیا۔

"کون لوگ ہو سکتے ہیں وہ؟ آخر کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟" وہ پریشان لہجے میں بولا۔

"وہ کون ہیں مسٹر مائیکل، یہ تو شاید میں نہ بتا سکوں لیکن کیا چاہتے ہیں، اس کا اندازہ تمھیں خود بھی ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا۔" مائیکل نے کہا۔

"گولیاں چلانے کا مقصد ہماری موت ہی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ! مگر ہم... مگر ہم... ہم ان سے مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس وقت کیا کرنا چاہیے؟" مائیکل نے کہا اور پھر اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے اعشاریہ دو پانچ کا ایک آٹومیٹک پستول نکال لیا۔

میں اور وہاں موجود تمام لوگ چونک پڑے۔ خود مائیکل کا ساتھی میگ جو اس دوران میں وہاں پہنچ چکا تھا، پستول دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

مائیکل نے کہا "اس میں چھ گولیاں ہیں صرف چھ۔ افسوس، اگر میں ذرا سی ذہانت سے کام لے لیتا تو شاید کچھ اور گولیاں بھی مجھے مل جاتیں۔"

"مگر... مگر مائیکل... یہ پستول؟" میگ تعجب سے بولا۔

"میں نے شدید ذہنی ہیجان کے باوجود یہ کام کر ڈالا تھا، کیونکہ میرا خیال تھا کہ ممکن ہے مجھے خطرناک حالات سے نمٹنا پڑے۔ طیارے کی تباہی کے بعد میرے بے پناہ دشمن ہو سکتے تھے، جیسے مسٹر ایڈلر۔ اس لیے میں نے یہ پستول اپنے قبضے میں کر لیا جس کے بل پر ڈاٹر مجھے یہاں تک لایا تھا۔ یہ پستول ڈاٹر کا ہے۔" مائیکل نے جواب دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"واقعی مسٹر مائیکل، آپ نے یہ کام شاندار کیا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ مجھے دے دیں۔ شاید میں اسے بہتر طریقے سے استعمال کر سکوں۔" میں نے کہا اور مائیکل نے پستول میرے حوالے کر دیا۔

میں چٹان کی آڑ سے ایک بار پھر گردن نکال کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ کوئی پچیس فٹ آگے بڑھنے کے بعد چٹان قوس کی طرح مُڑ رہی تھی۔ میں ابھی چٹان کی آڑ سے نکلا بھی نہ تھا کہ دفعتاً پھر گولیاں چلنے لگیں۔ کئی گولیاں میرے سر سے شائیں شائیں کرتی ہوئی گزر گئیں۔ میں پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے بہت قریب سے فائر کیے ہوں۔ پھر یکایک سامنے سے ایک آدمی کی کھوپڑی بڑے سے پتھر کے عقب سے اٹھتی ہوئی دکھائی دی اور میں نے شست باندھ کر فائر کر دیا۔ نامعلوم دشمن کے حلق سے ایک کریہہ چیخ نکلی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ کئی لمحات گزر گئے لیکن اس طرف اب بالکل خاموشی تھی ــ میں چٹان کی آڑ سے نکل آیا اور رینگتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ میرے پیچھے مائیکل اور میگ نے بھی آگے بڑھنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔

اس بڑے چٹانی پتھر کے پیچھے ایک شخص اپنے ہی خون میں نہایا ہوا مُردہ پڑا تھا۔ میرے پستول سے نکلی ہوئی طاقتور گولی نے اس کے دماغ کو پھاڑ دیا تھا۔ مائیکل نے گہرا سانس لیا اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پھر زور سے لاش کے پہلو میں ٹھوکر ماری۔ یہ شخص مرچکا تھا اور اب اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں تھی۔ ہم نے آگے بڑھ کر اس کی رائفل پر قبضہ کرلیا لیکن رائفل کا میگزین خالی تھا۔ وہاں سے نیچے گہرائی میں بہت دور دور میلوں تک کا منظر ہمارے سامنے تھا۔

"خدا کی پناہ!" مائیکل نے ہانپتے ہوئے کہا۔"ادھر بھی کیبن۔"

ہم نے اس کی بات پر چونک کر نیچے گہرائی کی طرف جھانکا۔ لکڑی کے کیبنوں کی ایک قطار دور تک چلی گئی تھی۔

"مگر سوال یہ ہے کہ یہ شخص تن تنہا یہاں کیا کررہا تھا؟ ممکن ہے وہ انھی کیبنوں کے اندر ہوں مگر دور سے تو یوں لگ رہا ہے جیسے یہ اندر سے بالکل ویران پڑے ہوں۔" مائیکل خود سے سوالات کررہا تھا۔ میگ اس دوران میں تیزی سے مرنے والے کے کپڑوں کی تلاشی لے رہا تھا۔ چند مڑے تڑے کرنسی نوٹوں کے سوا اس کی جیب سے کچھ نہ نکلا۔

میں غور سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اگر یہ شخص بھی ان ہی لوگوں کا ساتھی تھا جو میرے یا اس پُراسرار شخصیت کے تعاقب میں تھے تو یقینی طور پر کچھ اور لوگوں کو بھی یہاں ہونا چاہیے۔ کیا مائیکل کے خیال کے مطابق وہ لوگ ان کیبنوں میں موجود ہیں۔ واقعات عجیب وغریب انداز میں پیش آرہے تھے۔ اگر یہ شخص تنہا تھا تو اس نے ہم پر فائرنگ کیوں کی؟ اس فائرنگ کا مقصد کیا تھا؟ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

میگ کی آواز ابھری۔"اب کیا خیال ہے مسٹر علی؟"

"مجھے شک ہے کہ یہ شخص یہاں اکیلا تھا۔" مائیکل نے کہا۔

"نہیں مسٹر مائیکل۔ اگر یہ شخص واقعی یہاں اکیلا تھا اور اس کے ساتھی یہاں سے کہیں دور ہیں تو پھر اس نے فائرنگ کرکے حماقت کا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ ہم لوگ چوکنا ہوگئے۔" میں نے کہا۔

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ اس فائرنگ سے ہمیں یہیں روک کے رکھنا چاہتا ہو اور اسے اپنے ساتھیوں کا انتظار ہو۔" مائیکل نے رائے ظاہر کی۔ پھر بولا۔"ویسے مسٹر علی، میں صحیح نشانے پر آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ اس نشانے نے اس وقت ہمیں ایک زبردست خطرے سے نجات دلائی، ورنہ یہ کتا ہم میں سے ایک آدھ کو ضرور لے مرتا۔ میں خود پستول سے صحیح نشانہ نہیں لگا سکتا۔ کبھی استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔ آپ بلاشبہ حیرت انگیز ہیں مسٹر علی!"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ علی بہترین نشانہ باز ہے۔ ویسے یہ شروع ہی سے خود کو حیرت انگیز ثابت کرتے رہے ہیں۔" میگ نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔"میرا خیال ہے، ہمیں وقت ضائع کیے بغیر یہاں سے آگے بڑھ جانا چاہیے۔ ان کیبنوں کی سمت میں چلتے ہیں۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

لاش پر آخری نگاہ ڈالنے کے بعد ہم وہاں سے چل پڑے۔

"کمبخت کی جیبوں سے اگر کچھ برآمد ہوجاتا تو یہ پتا تو چل جاتا کہ یہ ہے کون!" میگ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی بات کا میں نے یا مائیکل نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ہم سہمے ہوئے لوگوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ انھیں اطمینان دلایا کہ خطرہ دور ہوچکا ہے۔ پہلے تو کسی کو یقین نہ آیا کہ اتنی جلدی خطرہ کیوں کر دور ہوگیا لیکن جب آگے بڑھ کر انھوں نے اپنی آنکھوں سے خود اس نامعلوم شخص کی لاش اور اس کی رائفل بھی دیکھ لی تو انھیں یقین آگیا۔

ہم نے راستہ طے کرتے ہوئے لاش، اٹھا کر ایک گہرے کھڈ میں اچھال دی اور حتی الامکان وہاں سے خون کے دھبے بھی صاف کردیے۔ احتیاط کا تقاضہ یہی تھا۔ مائیکل نے میری اس بات سے اتفاق کیا اور کہا۔"میرا خیال ہے اب ہمیں مزید احتیاط سے کام لینا چاہیے اگر ان کیبنوں میں دشمن کے کچھ اور آدمی بھی چھپے ہوئے ہمارے قریب آنے کا انتظار کررہے ہوں تو کیا ہوگا؟"

میگ نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔"ہاں، اس بات کا امکان ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں سڑک چھوڑ دینی چاہیے اور ان چٹانوں کے عقب میں چلتے رہنا چاہیے۔"

"میگ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔" میں نے اس کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہا۔

چنانچہ ہم نے سڑک کے ذریعے سفر کرنے کا پروگرام منسوخ کردیا اور نیچے اتر کر چٹانوں کے عقب میں چلنے لگے۔ ایسا کرنے میں اگرچہ دقت ضرور تھی لیکن دشمن کے اچانک اور فوری حملے سے ہم محفوظ رہ سکتے تھے۔ ایک لمبا اور دشوار گزار راستہ طے کرنے کے بعد ہم ان کیبنوں تک پہنچ گئے مگر وہاں کسی انسان کا وجود نہیں تھا۔ ہر طرف ویرانی اور سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا، جیسے صدیوں سے اس علاقے میں کسی انسان کا گزر نہ ہوا ہو۔ ہم پریشان نگاہوں سے ان کیبنوں کو تکتے رہے۔

"مجھے یقین ہے، یہاں کوئی نہیں ہے۔" فریڈ نے زیرِ لب کہا۔

"کوئی دھواں وغیرہ بھی کسی کیبن سے نہیں اٹھ رہا جس سے اندازہ ہو کہ یہاں کوئی ہے۔" مائیکل بولا۔

"بڑا پُراسرار سا ماحول لگتا ہے۔" میگ نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"ممکن ہے ان بدمعاشوں نے ہمیں پھنسانے کے لیے کوئی گہری چال چلی ہو۔ ہمیں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ ان کیبنوں میں داخل ہونے میں بھی مکمل احتیاط رکھنا سودمند ہوگا۔ یوں کرتے ہیں کہ باقی لوگوں کو یہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ میں، مائیکل اور علی وہاں چلتے ہیں۔"

"یہ بہت بہتر ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔"مسٹر آسٹن! کیا آپ ان لوگوں کا خیال رکھیں گے؟"

"یقیناً۔ آپ لوگ اطمینان سے جائیں۔ اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو ہم یہاں کم ازکم ان لوگوں کے تحفظ کا بندوبست تو کرسکتے ہیں۔" بوڑھے آسٹن نے کہا۔

ہم لوگ گہرے کھڈ میں اتر کر کیبنوں کی جانب بڑھنے لگے۔ کبھی کبھی ہمارے سامنے ٹیلے آجاتے تھے اور پیچھے کھڑے ہوئے لوگ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوجاتے تھے۔ میں تربیت یافتہ تھا اور اس طرح آگے بڑھ رہا تھا کہ اگر مجھ پر فائر بھی کیا جاتا تو اپنا بچاؤ کرسکتا تھا۔ مائیکل اور میگ نے یہاں بھی میری تکنیک استعمال کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اس کے ماہر نہیں تھے۔ چنانچہ انھیں اس طرح چلتے رہنے میں دقت پیش آرہی تھی۔ چند لمحوں بعد ہم بالکل نزدیک پہنچ کر کیبنوں کی سُن گُن لینے لگے لیکن وہی خاموشی، وہی سناٹا کسی انسانی وجود کا پتا نہیں چلتا تھا۔ میں ایک کیبن میں جھانکنے لگا۔ میری دیکھا دیکھی مائیکل اور میگ بھی قریب آگئے اور ہم چاروں طرف گھوم پھر کر ان کیبنوں کو دیکھنے لگے۔

قطعی کوئی بات نہیں تھی۔ چنانچہ ہم نے ایک بلند جگہ کھڑے ہوکر مسٹر آسٹن کو اشارہ کیا، مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ بھی یہاں پہنچ جائیں۔ ہمارا یہ اشارہ دیکھ لیا گیا اور کچھ دیر بعد مسافروں کا قافلہ اس طرف آنے لگا۔ ان لوگوں کے راستے میں کوئی مزاحمت نہیں تھی۔ چنانچہ میں، میگ اور مائیکل کو وہیں چھوڑ کر خود ایک کیبن کی جانب بڑھ گیا۔ یہ کیبن دوسروں کی نسبت زیادہ کشادہ اور مضبوط تھا۔ کیبن میں داخل ہوکر میرے منہ سے حیرت و مسرت کی ایک چیخ نکل گئی۔

نہایت آرام دہ کیبن تھا۔ ضرورت کی چیزوں سے بھرا ہوا، مٹی سے جلنے والا اسٹو اور کئی ہیٹر موجود تھے۔ گرم اور قیمتی کمبلوں کا ایک انبار تھا۔ دیواروں پر لکڑی کے لمبے لمبے تختے جڑ کر وہ ڈبے رکھے گئے تھے جن میں کھانے پینے کی چیزیں بند تھیں۔ میں ششدر رہ گیا۔ جن کیبنوں میں، میں نے اب تک جھانکا تھا، ان میں کچھ بھی نہیں تھا۔ ممکن ہے صرف چند کیبنوں میں زندگی کے آثار ہوں۔ میں اس کیبن سے نکل کر اس کے بالکل قریب ایک دوسرے کیبن میں داخل ہوا۔ یہ بھی بڑے اور کشادہ کیبنوں میں سے ایک تھا۔ وسط میں لکڑی کی ایک بہت بڑی میز بچھی ہوئی تھی اور اس پر کھانے کے چھوٹے برتن، ٹین کی پیالیاں اور مگ پڑے ہوئے تھے۔ ان پیالیوں اور مگوں کی تہ میں جو قہوہ بچ گیا تھا، وہ سردی کے باعث جم گیا تھا۔

میں نے ایک مگ میں انگلی ڈال کر قہوے کی سخت تہ کو توڑنے کی کوشش کی۔ اس نے میری انگلی کے دباؤ کو فوراً قبول کرلیا اور تہ ٹوٹ گئی۔ صاف ظاہر تھا کہ جو لوگ ان کیبنوں میں رہ رہے تھے، انھیں یہاں سے گئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا لیکن وہ کہاں چلے گئے؟ یہاں یہ خاموشی کیوں ہے؟ میں نے پریشان ہوکر سوچا اور پھر دوسرے کیبنوں کا جائزہ لینے لگا۔

چار کیبنوں میں یہ سامان موجود تھا، باقی کیبن خالی پڑے تھے۔ ان میں کوئی سامان نہیں تھا لیکن یہ چار کیبن ایسے تھے جن میں ضروریاتِ زندگی کی تقریباً تمام چیزیں موجود تھیں اور یہ سب ہمارے کام آسکتی تھیں۔

میں نے باہر نکل کر دیکھا، قافلہ ابھی کیبنوں کے نزدیک نہیں پہنچا تھا۔ البتہ وہ خاصا فاصلہ طے کرچکا تھا۔ میگ اور مائیکل ان لوگوں کی نگرانی کررہے تھے اور قرب وجوار پر نگاہ بھی رکھے ہوئے تھے۔ میں کیبنوں کے عقب میں اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ کہیں جگہ برف پر مجھے ٹائروں کے نشانات نظر آئے اور میرے اس شبہے کی تصدیق ہوگئی کہ ان لوگوں کو یہاں سے گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری۔ پھر میں بھی مائیکل اور میگ کے پاس پہنچ گیا۔ قافلے والے اب بالکل نزدیک آتے جارہے تھے۔ ان کے چہروں پر گہرا تجسس پھیلا ہوا تھا۔ مائیکل نے گھوم کر مجھے دیکھا اور آہستہ سے مسکرا دیا۔

"آپ ان کیبنوں میں کیا تلاش کررہے تھے مسٹر علی؟" اس نے سوال کیا۔

"ضروریاتِ زندگی کا سامان۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ، کیا وہ ان کیبنوں میں موجود ہے؟" مائیکل نے پُرمزاح انداز میں کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور مائیکل چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان ان کیبنوں میں موجود ہے۔"

"کیا واقعی؟" میگ حیرت سے بولا۔

"ہاں، آپ کو واقعی حیرت ہوئی ہوگی۔"

"لیکن جن کیبنوں میں ہم نے دیکھا تھا، وہاں تو کچھ نہیں تھا؟"

"یہ بھی دلچسپ اتفاق ہے کہ جب ہم کیبنوں کے عقب سے جھانک رہے تھے تو ہم میں سے کوئی ایسے کسی کیبن کو نہ دیکھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سکا جس میں وہ سامان موجود ہے۔ ابھی جب یہ لوگ قریب آجائیں تو آپ ذرا ان کیبنوں کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ وہاں کیا کچھ موجود نہیں ہے۔"

"خدا کی پناہ! لیکن کوئی انسان نہیں ہے یہاں؟" مائیکل نے سوال کیا۔

"یہی تو دلچسپ بات ہے مسٹر مائیکل! یوں لگتا ہے جیسے انھیں یہاں سے گئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا لیکن وہ کہاں گئے ہیں، اس کا اندازہ نہیں ہو رہا ہے۔ جب کہ برف کی سفید سطح دور دور تک سنسان پڑی ہوئی ہے۔"

"تعجب کی بات ہے، واقعی تعجب کی بات ہے مسٹر میگ! اگر آپ یہاں رکیں تو میں جا کر ان کیبنوں کو دیکھ لوں۔ مجھ سے صبر نہیں ہو رہا ہے۔" مائیکل بولا اور میگ نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

مائیکل میرے ساتھ بڑے کیبن کے اندر گیا۔ اس نے اس کیبن کو دیکھ کر شدید تعجب کا اظہار کیا۔ ایک ایک چیز کو چھو چھو کر دیکھنے لگا۔ جمی ہوئی پیالی سے قہوے کا ایک ٹکڑا نکال کر زبان پر رکھا اور فوراً تھوک کر بولا۔" اب میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ قہوہ دو روز سے زیادہ پرانا نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ انھوں نے دو روز قبل یہ جگہ چھوڑ دی تھی۔"

"لیکن وہ غائب کہاں ہو گئے؟ انھوں نے یہ ساری پلاننگ طیارہ پہاڑوں میں اتارنے کے لیے کی تھی تو پھر وہ یہاں سے غائب کہاں ہو گئے؟" میرا سوال تھا۔

اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ قافلہ پہنچ گیا۔ آوازیں قریب ہی سنائی دے رہی تھیں۔ اس لیے ہم دونوں بھی باہر نکل آئے۔ سردی کے مارے ہوئے بڑی تیزی سے کیبنوں میں گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انھوں نے اپنے لیے جائے پناہ تلاش کر لی۔ اتفاق سے ایڈلر اس بڑے کیبن میں جا گھسا تھا جو سامان کے کیبنوں میں سے ایک تھا۔ چند لمحے وہ اندر رہا، پھر ناک بھوں چڑھاتا ہوا باہر نکل آیا۔

"براہِ کرم اس کیبن کا دروازہ بند کر دو۔ بڑا تعفن ہے یہاں۔ پہاڑی چوہوں کی لاشیں سڑ رہی ہیں۔ اس سے بیماری کے جراثیم بھی ہماری رگوں میں داخل ہو سکتے ہیں۔" اس نے باہر نکل کر کیبن کے دروازے کو بند کر دیا۔

مجھے اور مائیکل کو اس بات پر زور سے ہنسی آگئی۔ مائیکل نے اس کے پاس پہنچ کر کہا۔" اوہ، مسٹر ایڈلر! میرے خیال میں آپ کو فوراً غسل کرنا چاہیے۔ آپ اندر سے آئے ہیں۔"

"میرے بارے میں آپ فکر نہ کریں مسٹر پائلٹ، میں ٹھیک ہوں۔" ایڈلر نے تیوری چڑھا کر کہا۔

"ہرگز نہیں۔ آپ بھی دوسروں کے ساتھ ہیں۔ آپ کو وہ سب کچھ کرنا ہوگا جو دوسروں کے مفاد میں ہے۔" مائیکل بولا۔

"دیکھو مسٹر پائلٹ، حد سے آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو۔ میں ذرا مختلف مزاج کا انسان ہوں۔ اگر تمھارا خیال ہے کہ ایک گروہ بنا کر اس خطرناک ماحول میں تمھاری لیڈری چل جائے گی تو یہ تمھاری حماقت ہے۔ میں تم سے دشمنی پر آمادہ ہو جاؤں گا اور اس کے بعد خواہ کچھ بھی ہو جائے، میں تمھیں ضرور ہلاک کر دوں گا۔"

مائیکل بلاشبہ ٹھنڈے دماغ کا انسان تھا۔ ہنس کر کہنے لگا۔" نہیں مسٹر ایڈلر، نہ میں آپ کی دشمنی چاہتا ہوں، نہ ہی ہلاک ہونے کا خواہش مند ہوں۔ صرف ایک اطلاع قبول فرمائیے۔ یہاں اور بھی کئی کیبنوں میں وہ سب کچھ موجود ہے جو آپ نے اس کیبن میں دیکھا ہے۔"

"ہیں؟" ایڈلر کا منہ تعجب سے کھل گیا اور ہمارے حلق سے قہقہے اُبل پڑے۔

مسافروں کی ٹولیاں بن گئی تھیں۔ انھیں ضرورت کا کوئی سامان لینے سے نہیں روکا گیا تھا۔ ظاہر ہے اب ان پر مسلسل کنٹرول تو نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایڈلر کی طرح دوسرے لوگ بھی باغی ہو سکتے تھے۔ بڑے کیبن میں ہمارے ساتھ مورنا اور مسٹر ہائیکر بھی تھے۔ لولو بھی یہیں موجود تھا اور باقی وہ تمام لوگ موجود تھے جو پہلے بھی ساتھ رہے تھے۔

"کاش ہمیں ان کیبنوں سے ہتھیار وغیرہ مل سکتے۔" میگ نے کہا۔

"میں نے دو کلہاڑیاں اور چار چاقو قبضے میں کر لیے ہیں۔ خاص طور سے مسافروں کے اندر داخلے سے قبل میں نے سامان کے تمام کیبنوں کی تلاشی لی تھی۔ صرف اس مقصد کے تحت کہ کہیں ہتھیار جیسی خطرناک شے ایڈلر جیسے بدمعاش لوگوں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔" فریڈی نے کہا اور سب چونک پڑے۔ ہم نے تحسین آمیز نگاہوں سے فریڈی کو دیکھا۔

"بہت عمدہ کام کیا ہے تم نے فریڈی۔ بلاشبہ اس وقت یہ چیزیں بھی بہترین ہتھیار کی مانند ہیں۔" میں نے کہا۔

"ویسے اب کیا پروگرام ہے دوستو؟ ہمیں اس جگہ کب تک رکنا ہے؟ یہاں طویل آرام کریں گے یا بس تھوڑی دیر کے بعد چل دیں گے؟" آسٹن نے سوال کیا۔

"ہر چند کہ موسم خوشگوار اور آسمان صاف ہے لیکن ہم لوگ اس بری طرح تھک گئے ہیں کہ اب آرام کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ عورتیں، بچے اور زخمی افراد وغیرہ اس سفر سے خاص طور پر متاثر ہوئے ہیں۔ اس لیے میرے خیال میں ہمیں یہاں کل تک رکنا چاہیے۔ یہاں سردی سے بچاؤ اور استعمال کے لیے دوسری چیزیں مل گئی ہیں، اس لیے کوئی تکلیف بھی نہیں ہوگی۔" مائیکل نے کہا۔

ہم سب اس بات پر متفق ہو گئے۔ جیکسن نے کہا۔" یہاں عیش و آرام کی ساری چیزیں مل گئی ہیں لیکن اس کے باوجود ہمیں ان لوگوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے جو یہ چیزیں چھوڑ کر ہماری نگاہوں سے روپوش ہو گئے ہیں۔ کسی بھی وقت . . ."

"تمھارا خیال بالکل ٹھیک ہے جیکسن۔ اس کے لیے ہمیں باری باری پہرہ دینے کا بندوبست کرنا ہوگا۔" میگ بولا۔

"ایسا ہی ہوگا۔" مائیکل نے کہا۔

مورنا اپنی جگہ سے اٹھی اور دونوں ایئر ہوسٹسوں کی مدد سے پریشر اسٹوو جلا کر سوپ تیار کرنے لگی۔ لولو ہیٹروں سے الجھا ہوا تھا۔ کچھ دیر میں اس نے ہیٹر جلا کر سردی دور کر دی اور پھر خوراک کے ڈبے کھول کھول کر دیکھنے لگا۔

"جب تک یہ لوگ کھانا تیار کریں، آؤ ہم لوگ باہر چل کر پہرہ دینے کی جگہ منتخب کر لیں۔" جیکسن نے تجویز پیش کی اور ہم لوگ باہر نکل آئے۔ دوسرے کیبنوں کے مکیں بھی اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ ہم نے پہرہ دینے کے لیے ایک عمدہ جگہ منتخب کی جہاں سے ہم سڑک اور اس سے ہٹ کر دوسری جگہوں پر بہ آسانی نگاہ رکھ سکتے تھے۔ پہرے کے معاملے میں ضروری امور طے کر لیے گئے۔ اسی وقت ایک ہوسٹس ویلی سن نے باہر آ کر اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے۔

اہلِ خاندان کی طرح ہم لوگ کھانے کے گرد بیٹھ گئے۔ اس ہولناک ماحول میں بھی اس وقت کھانے میں وہ لطف آیا کہ ناقابلِ بیان ہے۔ اس کے بعد ہم باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے۔ مسٹر ہائیکر کی حالت بہتر تھی لیکن اُن کی زبان بدستور خاموش تھی۔ ہماری باتوں میں انھوں نے کوئی دخل نہیں دیا۔ مجھے کچھ دیر بعد مورنا سے گفتگو کرنے کا موقع مل گیا۔ ہم کیبن کے ایک گوشے میں عقبی کھڑکی کے سامنے جا کھڑے ہوئے جس سے باہر کی سفید فضا بہت خوشگوار لگ رہی تھی۔ اس کھڑکی کے پٹ نہیں تھے اور اسے بند کرنے کا کوئی اور ذریعہ بھی نہیں تھا، اس لیے صرف یہی کھلی رہ گئی تھی اور اس سے باہر کا موسم اندر بھی اثر انداز ہو رہا تھا۔ اس نے ہیٹر کی کارکردگی کچھ کم کر دی تھی۔

"مسٹر ہائیکر کی حالت بہت بہتر معلوم ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں" یہ مورنا کسی قدر مسرور لہجے میں بولی۔

"تم سے گفتگو کی انھوں نے؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"تم ان کے لیے پریشان ہوگی؟"

"مجھ سے زیادہ تو تم ان کے لیے پریشان معلوم ہوتے ہو۔" مورنا نے کسی قدر جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

میں نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔" سوری مورنا، میرے خیال میں تم اس وقت تنہائی چاہتی ہو۔ ایسی بات تھی تو کہہ دیتیں مجھ سے، ویری سوری۔" میں واپسی کے لیے مڑا تو مورنا نے میرا بازو پکڑ لیا۔

"اپنی طرف سے ہی فیصلہ کر لیا۔ میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی؟"

"نہیں، تمھارا موڈ بتاتا ہے۔ کوئی تکلف نہیں۔ ظاہر ہے میری حماقت ہے۔" میں نے کہا۔

"علی پلیز۔ یہ بات نہیں ہے۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"تم صرف مسٹر ہائیکر کے بارے میں ہی بات کیوں کرتے ہو؟"

"پھر کس کے بارے میں کروں؟"

"میں کسی قابل نہیں ہوں؟"

"یہ بات نہیں ہے مورنا۔ میں . . . سمجھ میں نہیں آتا، میں تمھارے بارے میں کیا بات کروں۔"

"میں کسی قابل نہیں ہوں۔" اس نے پھر بات دہرائی۔

"دیکھو مورنا! ہم دونوں میں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ حالات کیا ہوں۔ اگر ہم زندہ سلامت اپنی منزل پر پہنچ جائیں تو پھر ہمارا ملنا ہو یا نہ ہو۔ اتنی مختصر سی ملاقات اگر دل کی گہرائیوں تک پہنچ جائے تو ساری زندگی کی کسک بن جاتی ہے۔"

"ساری زندگی کی؟"

"ہاں۔ ہم ایشیائی لوگ ایسے ہی جاہل ہوتے ہیں۔ محبت کرتے ہیں کسی سے تو اسے زندگی کی آخری حد بنا دیتے ہیں۔ یہ ہماری کمزوری ہے یا پھر اسے ہماری شناخت کہہ لو۔"

"نہیں علی! یہ تو قابلِ قدر بات ہے۔" مورنا متاثر لہجے میں بولی۔

"جو کچھ بھی قرار دو۔"

"علی! کیا میں تمھاری محبت کے قابل نہیں ہوں؟"

"میں خود کو تمھارے قابل نہیں سمجھتا۔"

"کیوں؟"

"بس، میں ایک معمولی سا انسان ہوں اور پھر معاف کرنا مورنا، میں تمھارے بارے میں کچھ جانتا بھی تو نہیں ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جو کچھ میں بتا چکی ہوں کافی نہیں ہے؟"

"نہیں۔"

"تو اور کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"کیا بس تمھارے بارے میں اتنا جاننا کافی ہے کہ تم مسٹر ہائیکر کی بیٹی نہیں، سیکرٹری ہو؟"

"فی الحال اسی پر اکتفا کرو لیکن بہت جلد میں تمھیں تفصیلات بتا دوں گی۔"

"کب تک؟" میں نے پوچھا۔

"کیا تم اس کے خواہش مند ہو؟"

"ہاں۔"

"پوچھ سکتی ہوں کیوں؟"

"تاکہ تمھارے قریب آنے میں کوئی جھجک نہ رہے۔"

"ابھی صرف چند باتیں بتا سکتی ہوں علی۔ میں درحقیقت مسٹر ہائیکر کی سیکرٹری ہوں لیکن وہ مجھے اپنی بیٹی کہنا پسند کرتے ہیں۔ ان کے قریبی لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ ممکن ہے وہ مجھے اپنی وراثت قرار دیں۔"

"مسٹر ہائیکر بہت دولت مند انسان ہیں؟"

"ہاں، نہ صرف دولت مند، بلکہ بہت اہم شخصیت بھی ہیں۔ بیشتر ممالک میں ان کی بڑی عزت ہوتی ہے۔ بعض سیاسی معاملات میں بھی وہ ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔"

"مثلاً؟" میں نے پُرتجسس انداز میں کہا۔

"تم پھر ان ہی کے بارے میں مصروف ہوگئے؟" مورنا آنکھیں نکال کر بولی اور میں ہنسنے لگا۔ دل ہی دل میں میں نے سوچا۔ مس مورنا! تم حسین ہو لیکن مجھے تم سے صرف اسی حد تک دلچسپی ہے کہ اگر تم میری مطلوبہ شخصیت کی سیکرٹری ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ...

مائیکل ہمارے پاس آگیا تھا۔ اس لیے ہمارے درمیان سلسلۂ گفتگو منقطع ہوگیا۔ مائیکل بھی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا تھا۔

رات ہوگئی تھی، پہرہ بدستور لگا ہوا تھا۔ سب لوگ دو، دو گھنٹے کی ڈیوٹی دے رہے تھے۔ رات کے دس بجے ایڈلر کی باری آگئی۔ میگ اسے بلانے چلا گیا تھا۔ ایڈلر ناک بھوں چڑھاتا ہوا اس طرف آگیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔ اس شدید سرد رات میں لوگوں کو کیوں پریشان کیا جا رہا ہے؟" اس نے جھلا کر کہا۔

"تم دیکھ رہے ہو ایڈلر۔ دوسرے لوگوں نے بھی خوشی خوشی پہرہ دیا ہے۔" آسٹن نے کہا۔

"تو پھر؟"

"تم بھی اپنی ڈیوٹی انجام دو۔"

"میں تم لوگوں سے تعاون کے لیے تیار نہیں ہوں۔" ایڈلر نے غصیلے انداز میں کہا۔

"تو پھر ہم تمھیں اپنے درمیان رہنے بھی نہیں دے سکتے ایڈلر!" میگ نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟" ایڈلر نے پھر غصے سے کہا۔

"مطلب یہ کہ نہ تو تمھیں ہم لوگ اپنے ساتھ رکھیں گے، نہ تمھیں یہاں کی چیزوں میں سے کوئی چیز ملے گی۔ تم ان میں سے کسی کیبن میں داخل نہیں ہوسکو گے۔" میگ بولا۔

"اچھی غنڈہ گردی ہے۔ میں یہ غنڈہ گردی برداشت نہیں کروں گا۔ میں جہاز میں سفر کرنے والا ایک معزز مسافر ہوں۔" ایڈلر نے کہا۔

"جہاز تباہ ہوچکا ہے۔ اب ہم برف کے ان ویرانوں کے مسافر ہیں مسٹر ایڈلر۔"

"ٹھیک ہے اس وقت تم لوگ جو دل چاہے من مانی کرلو لیکن اگر زندگی بچ گئی تو... تو تمھیں دیکھ لیا جائے گا۔"

"فی الحال ڈیوٹی پر جاؤ ایڈلر۔ میگ، تم مسٹر ایڈلر کو ان کی ڈیوٹی کی جگہ بتا آؤ۔" مائیکل نے کہا۔ میگ نے دونوں شانے ہلا دیے۔

ایڈلر جھنجلائے ہوئے انداز میں گھوم گیا۔ میگ اس کے پیچھے پیچھے نکل گیا۔ ایک لمحے کے لیے خاموشی چھائی رہی۔ پھر مائیکل نے کہا "یہ شخص کوئی حماقت نہ کردے۔"

"کیسی حماقت؟" آسٹن نے پوچھا۔

"تیز دماغ کا کسی قدر احمق آدمی ہے۔ جنون میں آکر کوئی غلط قدم اٹھا بیٹھا تو خود بھی مصیبت میں گرفتار ہوجائے گا اور ہمیں بھی کرے گا۔"

"پھر اس کا کیا علاج ہوسکتا ہے؟"

"صرف ایک۔" فریڈی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"وہ کیا؟" گردنیں اس سمت گھوم گئیں۔

"اس کے ہاتھ پاؤں توڑ کر اسے بھی دوسرے زخمیوں کی طرح ایک اسٹریچر پر ڈال دیا جائے اور... کسی بھی وقت یہ بات ممکن ہے۔" فریڈی نے جواب دیا۔

اچانک ہم سب اچھل پڑے۔ ایک دل خراش چیخ برف کے ان سنسان ویرانوں میں بلند ہوئی تھی۔ انتہائی کربناک چیخ تھی ہم بے اختیار باہر کی طرف دوڑے۔

چیخ

کی آواز پہاڑوں میں گونج رہی تھی۔ میگ اور ایڈلر ابھی اس جگہ نہیں پہنچے تھے جہاں ایڈلر کو اپنی ڈیوٹی انجام دینا تھی۔ وہ دونوں ٹھٹک کر رک گئے تھے۔

میں، مائیکل اور جیکسن دوڑتے ہوئے ان دونوں کے پاس پہنچ گئے۔ فریڈی اور دوسرے چند لوگ ہمارے عقب میں آرہے تھے۔ پتا نہیں دوسرے کیبنوں کے لوگوں نے یہ چیخ سنی تھی یا نہیں کسی اور کیبن سے کوئی باہر نہیں نکلا تھا۔

"کیا بات ہے؟ یہ چیخ کیسی تھی؟" مائیکل نے پوچھا۔

"وہاں اس طرف۔ اس ٹیلے سے کوئی نیچے گرا ہے۔" میگ نے ایک سمت میں اشارہ کیا۔

"مگر کون؟"

"پتا نہیں۔ میرے خیال میں وہ ہم میں سے کوئی نہیں ہوسکتا۔ وہ رہا اُس طرف نیچے جانے کا راستہ۔ کیا ہم چل کر دیکھیں کہ وہ کون ہے؟" میگ ایک طرف اشارہ کرکے بولا۔

"ضروری ہے۔ ہم اُسے نظر انداز نہیں کرسکتے۔" جیکسن بولا۔

"لیکن تمام لوگوں کا وہاں جانا مناسب نہیں ہے۔ ہم میں سے صرف دو افراد چلے جائیں، باقی لوگ یہاں رکیں۔" میں نے کہا۔ میگ سے پوری سچویشن معلوم کرکے ہم دونوں، یعنی میں اور مائیکل اس اُترائی کی طرف چل پڑے جو ٹیلے کے دامن میں تھی۔ ٹیلے کی بلندی پچاس سے ساٹھ فٹ کے درمیان تھی۔ ہمیں نیچے اُترنے میں بھی کافی وقت لگا۔ بہرحال ہم اس ٹیلے کے دامن میں پہنچ گئے۔ برف کی سفید سطح پر ہمیں وہ دھبہ نظر آگیا جس کی جستجو میں ہم یہاں تک آئے تھے۔

وہ مرچکا تھا۔ برف کی پتلی تہہ کے نیچے نوکیلے پتھروں پر گرنے سے اس کا بھیجہ پاش پاش ہوگیا تھا وہ بالکل وہی لباس پہنے ہوئے تھا جو پہلے آدمی کے بدن پر تھا۔ یعنی وہ شخص جس نے ہم پر گولیاں برسائی تھیں اور پھر میری چلائی ہوئی گولی سے ہلاک ہوگیا تھا۔

مائیکل نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "اُن ہی میں سے ایک، جنھیں ہم اپنا دشمن گردان رہے تھے۔"

"سو فیصد۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن مسٹر علی، یہ لوگ.... کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کیا ان کی تعداد بہت کم ہے؟ اگر کم بھی ہے تو انھیں جگہ جگہ منتشر نہیں ہونا چاہیے۔ اگر یہ اجتماعی طور پر ہمارے اس پورے قافلے پر حملہ آور ہوتے تو میرا خیال ہے انھیں خاطر خواہ کامیابی نصیب ہوسکتی تھی۔ بعد ان کی زندگی خطرے میں بھی نہ پڑتی۔ وہ شخص جس نے ہم پر گولیاں برسائی تھیں، اسی لیے زندگی کھو بیٹھا کہ تنہا تھا اور یہ اُس کی حماقت تھی۔ ایسے موقعے پر اُسے خاموشی سے ہمارے راستے سے ہٹ جانا چاہیے تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا یہ لوگ کیا چاہتے ہیں! اور ایسی احمقانہ حرکتیں کیوں کر رہے ہیں۔"

میں نے مائیکل کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے برف پر پڑے ہوئے اُس شخص کی لاش کو دیکھتا رہا جس کے سر سے خون بہہ بہہ کر برف کی سفیدی کو داغدار کر رہا تھا۔ پھر اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ چند فٹ کے فاصلے پر اُس کی رائفل پڑی ہوئی تھی۔ گردن میں کارتوسوں کی پیٹی لٹکی ہوئی تھی۔ دونوں چیزیں ہمارے لیے نہایت کارآمد تھیں۔ میں نے جھک کر اُس کی جیبوں کی تلاشی لینا شروع کردی۔ عمدہ قسم کا ایک شکاری چاقو، کچھ کرنسی نوٹ، ایک جیبی ٹارچ کے علاوہ اور کچھ اُس کے پاس سے برآمد نہیں ہوا۔ یہ تمام چیزیں میں نے اپنے قبضے میں لیں اور لاش کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ پھر کارتوسوں کی پیٹی اُس کے بدن سے اتار کر قبضے میں لے لی۔ مائیکل نے آگے بڑھ کر رائفل اُٹھالی اور اسے چیک کرنے لگا کہ بلندی سے گرنے سے رائفل کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا تو اُس نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلائی اور بولا "نہیں، رائفل بالکل ٹھیک ہے مسٹر علی۔"

"ویری گڈ! کم از کم یہ شخص مرتے ہوئے ایک عمدہ تحفے سے نواز گیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن مسٹر علی، یہ لوگ میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آئے۔" مائیکل نے کہا۔

"ہاں، ان کا سمجھ میں آنا مشکل ہے مائیکل۔ میرا خیال ہے ہمیں واپس چلنا چاہیے ورنہ بڑھتی ہوئی تاریکی راستے کو نگاہوں سے اوجھل کردے گی۔ ہمیں اپنے ساتھیوں تک پہنچنے میں مشکلات بھی پیش آسکتی ہیں۔"

"اس کے علاوہ سردی بھی بہت شدید ہوتی جا رہی ہے۔ میرا خیال ہے، یہاں اُوپر کی بہ نسبت زیادہ سردی ہے۔" مائیکل نے کہا۔

"مجھے بھی یہی احساس ہو رہا ہے۔ ممکن ہے یہ سردی تیز ہواؤں کی وجہ سے ہو۔ تمھیں ہواؤں کی تیزی کا احساس ہو گیا ہوگا۔"

"آیئے واپس چلیں۔" مائیکل بولا۔ اور ہم دونوں لاش کو وہیں چھوڑ کر اُوپر کیبنوں کی جانب چل پڑے۔ شدید سردی کے باوجود متجسس لوگ کیبنوں سے نکل کر وہاں آ کھڑے ہوئے تھے جہاں میگ اور ایڈلر موجود تھے۔ ان دونوں سے انھیں صورت حال معلوم ہوچکی تھی اور وہ اس بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ البتہ ان میں سے کسی نے بھی نیچے آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چند لمحوں کے بعد ہم اُن کے قریب پہنچ گئے۔ مختصراً انھیں اس شخص کے بارے میں بتانا پڑا جو ہمارا نگراں تھا اور اندازے کی کسی غلطی سے ٹیلے کی بلندیوں سے نیچے پھسل پڑا تھا۔ ممکن ہے کہ شدید سردی نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کا بدن سُن کر دیا ہو اور وہ اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا ہو یا اُسے نیند کا جھونکا آگیا ہو۔

میں نے گہری سانس لے کر ایڈلر سے کہا "مسٹر ایڈلر! آپ کی ڈیوٹی کا ابتدائی مرحلہ بڑا سنسنی خیز رہا لیکن براہِ کرم ڈیوٹی کے دوران یہ سنسنی خیز کیفیت جاری نہ رکھیں۔"

مسٹر ایڈلر نے میری بات پر کسی ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا! انداز سے اب بھی ایک تنفر آمیز کیفیت عیاں تھی۔ جب ہم واپسی کے لیے مڑے تو وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مسٹر علی، براہِ کرم میری ایک بات سُن لیں۔"

میں رک کر اُسے دیکھنے لگا۔ "جی فرمایئے؟"

"مسٹر علی، میں ان حالات میں تنہا پہرہ نہیں دے سکتا۔"

"کیوں؟ پہلے جس شخص کی ڈیوٹی تھی، وہ تنہا ہی پہرہ دے رہا تھا۔" میں نے کہا۔

"اُس وقت حالات اور تھے۔ آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔ کیا فائدہ ہوگا اس بات سے کہ میں کسی برف کے کنگورے کے نیچے پناہ لے لوں۔ آرام کی نیند سو جاؤں۔ اس وقت جاگوں جب دو گھنٹے کے بعد کوئی اور میری جگہ لینے آئے۔ میں پہلی بار آپ سے ایک مخلصانہ بات کر رہا ہوں مسٹر علی اور مشورہ دیتا ہوں کہ دو، دو آدمیوں کو پہرے کے لیے متعین کریں، تاکہ دونوں آپس میں باتیں بھی کرتے رہیں اور چوکنا بھی رہیں۔"

میں نے سوالیہ نگاہوں سے مائیکل کی طرف دیکھا۔ وہ بھی ایڈلر کی بات سے متاثر نظر آرہا تھا۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں مجھ سے کہا۔ "کوئی ہرج نہیں ہے مسٹر علی، بلکہ میرا خیال ہے اس کمبخت کی یہ تجویز بہتر ہے، مان لی جائے۔ یوں بھی ہمارے پاس کافی آدمی ہیں۔ دو، دو گھنٹے کی ڈیوٹی دو، دو آدمی باآسانی انجام دے سکتے ہیں۔"

"جیسی تمہاری مرضی مائیکل۔ لیکن ایڈلر کے ساتھ کس کی ڈیوٹی لگاؤ گے؟"

"اس کے لیے میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں جناب۔" فریڈ نے آگے بڑھ کر کہا۔ میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم؟" مائیکل سوالیہ انداز میں بولا۔

"ہاں، مسٹر ایڈلر کی باتیں مجھے بہت پسند ہیں۔ انھیں دیکھ کر مجھے اپنی ایک نک چڑھی محبوبہ یاد آجاتی ہے جو سیدھی بات بھی اُلٹے انداز میں کرتی ہے۔ آپ لوگ یقین کریں جب بھی میں نے مسٹر ایڈلر کی طرف توجہ دی، مجھے اپنی [illegible] یاد آگئی۔ میرا خیال ہے میں مسٹر ایڈلر کے ساتھ بہتر طور پر ڈیوٹی سرانجام دے سکوں گا۔"

فریڈ نے آگے بڑھ کر ایڈلر کا بازو پکڑ لیا۔

ایڈلر نے کسی شریف النفس لڑکی کی مانند فریڈ کے ہاتھ سے اپنا بازو چھڑا لیا اور ہونٹ بھینچ کر بولا۔ "مسٹر فریڈ! ممکن ہے آپ بہت پُرمزاح فطرت کے مالک ہوں لیکن میں آپ سب لوگوں سے کہہ چکا ہوں کہ میں نے دل سے آپ کی حکمرانی قبول نہیں کی ہے۔ اس دوران میں ہر لمحہ یہ محسوس کرتا رہا ہوں کہ میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ آپ لوگوں نے مجھ سے ہاتھا پائی بھی کی ہے اور یہ سب ایک طرح سے مجھ پر قرض ہے۔ اگر مجھے موقع ملا تو میں آپ لوگوں سے ضرور نمٹوں گا۔"

فریڈ نے آگے بڑھ کر اس کی کمر پر ہاتھ رکھا اور اُسے دھکیلتے ہوئے بولا۔ "ضرور، ضرور۔ جس وقت بھی آپ کو موقع ملے مسٹر ایڈلر، آپ ہم سب کو گولی سے اُڑا دیں لیکن فی الوقت آپ کو اسی خوش گوار ماحول میں رہنا ہوگا جس میں رہتے ہوئے ہم زندگی کی جدوجہد کر سکتے ہیں۔ آیئے اب بے کار باتوں سے کیا فائدہ، اپنی ڈیوٹی انجام دیں۔" فریڈ، ایڈلر کو تقریباً دھکیلتا ہوا اُس جگہ لے گیا جہاں سے ہم اُس سڑک پر نگاہ رکھ سکتے تھے جو خطرات کا باعث تھی۔

وہاں سے واپس پلٹتے ہوئے میں نے مائیکل سے کہا۔ "ڈیئر مائیکل، اس تازہ واقعے کے بعد ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان لوگوں نے اپنے آدمی کہاں کہاں لگا رکھے ہیں۔ اب تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے ہر چٹان کے پیچھے دو آنکھیں ہماری نگراں ہوں۔ البتہ مجھے اس بات پر شدید حیرت ہے کہ دو آدمیوں کی زندگی قربان کرنے کے باوجود وہ اب تک خاموش کیوں ہیں۔ انھوں نے ہم پر کوئی بڑا حملہ کیوں نہیں کیا؟"

"خدا جانے۔" مائیکل نے شانے جھٹکتے ہوئے کہا اور ہم دونوں کیبن کے دروازے سے اندر داخل ہوگئے۔ اندر کی فضا بھی سہمی سہمی سی تھی۔

ہوسٹس اور مونا دروازے پر نگاہیں جمائے شاید کسی خوف ناک خبر کو سننے کی منتظر تھیں۔ انھوں نے نگاہوں سے ہمارے چہرے ٹٹولے۔ مونا نے بے چینی سے سوال کیا۔ "کس کی چیخ تھی وہ؟ کیا...... مسٹر میگ یا وہ شخص میرا مطلب ہے ایڈلر خیریت سے ہیں؟"

"ہاں مس مونا۔ سب ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن... لیکن... اوہ! یہ رائفل کہاں سے آئی؟"

رائفل کے نام پر مسٹر ہائیکر نے بھی نیم غنودگی سے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ لاتعلقی کے سے انداز میں ہماری طرف دیکھنے لگے۔ اتفاق سے میری نگاہ اُن کی جانب اُٹھ گئی۔

مسٹر ہائیکر جو جہاز کے حادثے کے بعد سے اب تک خود کو نیم بے ہوش یا نیم پاگل ظاہر کرتے رہے تھے، اس وقت میری نگاہوں سے محفوظ نہ رہ سکے۔ رائفل کے نام پر چونک کر دیکھنا کیا معنی رکھتا ہے! کیا وہ ذہنی طور پر متوازن ہیں اور صرف خاموش رہنے کے لیے خود کو نیم دیوانہ ظاہر کرتے رہے ہیں؟ اگر یہ بات تھی تو میرے ذہن میں اس کے علاوہ اور کوئی شبہ نہیں آسکتا تھا کہ مسٹر ہائیکر وہی شخصیت ہیں ـــــ جس کی نگرانی پر مجھے مامور کیا گیا تھا۔ برف کے اس ہولناک ماحول میں جب کہ قدم قدم پر دشمن کی موجودگی کا خوف تھا، اگر مسٹر ہائیکر مجھ سے متعارف ہونے میں اجتناب برت رہے تھے تو میرے خیال میں یہ دانش مندانہ بات نہیں تھی۔ مجھے اگر اندازہ ہو جاتا کہ میری زیرِ نگرانی کون سی شخصیت ہے تو میں یقینی طور پر دلجمعی سے ہر وہ کوشش کر سکتا تھا جو میرے امکان میں ہوتی۔

اُسی رات کے تقریباً آخری پہر میں نے مسٹر ہائیکر کو جاگتا ہوا محسوس کیا تو بے دھڑک اُن سے کہہ ڈالا۔ "مسٹر ہائیکر! آپ علی یار سے واقف ہیں یا نہیں، یہ میں نہیں جانتا لیکن تنظیم نے مجھے آپ کے تحفظ کی ذمے داری سونپی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے رازدار بنا کر فائدے حاصل کر سکتے ہیں۔"

مسٹر ہائیکر نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے یہ نگاہیں میرے ذہن کی گہرائیوں میں اُتر رہی ہوں۔ میری اصلیت، میرے دل کا حال جان لینا چاہتی ہوں۔ لیکن دوسرے لمحے وہ لاتعلق سے ہوگئے اور کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کرنے لگے۔ میں ایک طویل سانس لے کر دوسری جانب گھوم گیا۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ میری نگاہ ریکسن پر جا پڑی۔

وہی زخمی شخص جو اتفاقیہ بلکہ معجزانہ طور پر طیارے سے زندہ نکلنے والا آخری آدمی تھا اور جس نے شدید زخمی ہونے کے باوجود نہایت بہادری سے سارے معاملات میں حصہ لیا تھا۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ ہماری نگاہیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں تو سر کے خفیف سے اشارے سے اُس نے مجھے اپنے نزدیک آنے کے لیے کہا۔ میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا اور اُس کے پاس پہنچ گیا۔

"ہیلو علی، نیند نہیں آئی تمھیں؟" اُس نے مسکرا کر پوچھا۔

"اس خوف ناک ماحول میں جو لوگ اطمینان سے سو گئے ہیں، میں اُنھیں اُن کی نیند پر مبارک باد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔" میں نے کہا۔

"بے شک۔ لیکن میرے خیال میں یہ ہیٹر جن سے کیبن گرم ہو گئے ہیں، ان کی نیند کا باعث ہیں۔ ورنہ وہ اتنے سکون سے نہیں سو سکتے تھے۔" ریکسن نے جواب دیا۔

"یقیناً یقیناً اور میرے خیال میں ان لوگوں کا سو جانا ہی بہتر ہوا۔ کم از کم سکون کے چند گھنٹے کی نیند ان کی تھکن دور کر دے گی اور وہ صبح کو سفر کے قابل ہو جائیں گے۔" میں نے پُرزور لہجے میں کہا۔ میری نگاہیں ریکسن کے چہرے کو ٹٹول رہی تھیں اور میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کیا ریکسن نے میرے وہ الفاظ سُن لیے ہیں جو میں نے مسٹر ہائیکر سے کہے تھے؟ کیا وہ میری غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہے؟ میری نظر میں یہ دوسرا شخص تھا جس پر میں اپنی مطلوبہ شخصیت ہونے کا شبہ کر سکتا تھا۔

چند لمحے خاموشی طاری رہی۔ پھر ریکسن نے کہا۔ "مسٹر ہائیکر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"میں اس شخص کی پرسنالٹی سے بہت متاثر ہوں۔ وہ بے چاری لڑکی اس کے لیے کس قدر پریشان ہے۔ کیا وہ مسٹر ہائیکر کی بیٹی ہے؟"

"ہاں۔ وہ مسٹر ہائیکر کو ڈیڈی کہتی ہے۔"

"آپ سے بہت متاثر لگتی ہے، بلکہ میرا خیال تو کچھ اور ہی ہے۔" ریکسن معنی خیز انداز میں بولا۔

مشہور ماہرِ نفسیات ڈاکٹر جی ایم ناز کی شہرۂ آفاق تصنیف
قیمت: ۳۰ روپے
ڈاک خرچ: ۱۰ روپے
ازدواجی نفسیات
یہ کتاب ڈاکٹر ناز نے کئی سال کی محنت سے ان تمام خطوط کی روشنی میں لکھی ہے جو کہ ہزاروں عورتوں نے اپنے مسائل پر مشوروں کے لیے ان کو لکھے تھے۔
اس کتاب میں خواتین کے ان تمام مسائل پر بحث کی گئی ہے جو اِن کی ازدواجی زندگی کو گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں۔
کتاب کے چند عنوانات
○ زندگی کے ساتھی کا آئیڈیل ○ تصوراتی محبوب کی تلاش ○ لڑکیوں کا تصوراتی محبوب ○ منگنی اور آئیڈیل ○ بچپن کی منگنی کے نقصانات ○ لڑکی کی طرف سے منگنی توڑنے کے اسباب ○ ازدواجی ہم آہنگی ○ بے حس لوگ۔
○ رومان پسند جوڑے ○ ازدواجی ہم آہنگی کے چند حقائق ○ اقتصادی ترقی اور اخلاق پستی ○ لڑکیوں کی باپ سے وابستگی یا نفرت ○ دوسری جنسیت ○ ہم جنس پسندی ○ مذہبی احساس اور ناپاکی کا تصور ○ تیش پرستی کے انداز کا خوف ○ پاکستانی لڑکیاں کیا چاہتی ہیں؟
یہ کتاب ہر شادی شدہ مرد کے لیے پڑھنا ضروری ہے
کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مزید کچھ کہنا چاہتے ہیں مسٹر ریکین؟"

"اوہ! معافی چاہتا ہوں علی! میں نے سوچا اس تھکے ہوئے ماحول میں کچھ چٹ پٹی باتیں ہو جائیں۔ ویری سوری۔" اس کے بعد ریکین نے کوئی بات نہیں کی۔ میں بھی آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔

صبح کو تمام کیبنوں کے مسافر باہر نکل آئے اور کوچ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ سورج کا دور دور تک نام و نشان نہیں تھا۔ آسمان پر بادلوں کے غول مارچ کر رہے تھے۔ یوں بھی ابھی پوری طرح صبح کا اُجالا نہیں پھیلا تھا لیکن اس سے زیادہ یہاں رکنے کا ارادہ کسی کا بھی نہیں تھا۔ ضرورت کی ہلکی پھلکی چیزوں کا انتخاب کیا گیا۔ خوراک کے علاوہ چند سٹو، مٹی کا تیل، گرم کپڑے اور کمبل وغیرہ لے لیے گئے۔ مائیکل نے کئی چھوٹی چھوٹی چیزیں اپنے کوٹ کی جیب میں ٹھونس لیں۔ زخمیوں کا جائزہ لیا گیا۔ چند چلنے پھرنے کے قابل ہو چکے تھے [illegible] پہاڑوں میں کوئی بھی زیادہ دیر تک کسی کا ہمدرد نہیں رہ سکتا چنانچہ اس سے قبل کہ ہمدردی کرنے والے موسم کی سختی اور تھکن سے جھنجلا کر انہیں کسی کھڈ میں اچھال دینے پر غور کریں، خود میں اتنی ہمت پیدا کر لی جائے کہ زندگی کی تلاش کے سفر میں وہ اپنے قدموں سے آگے بڑھ سکیں۔ چنانچہ چند اور اسٹریچر خالی ہو گئے۔

صبح کے تقریباً چھ بجے تھے جب ہم نے دوبارہ سفر کا آغاز کیا۔ رفتار کا اندازہ لگا لیا گیا تھا کہ زخمیوں اور اسٹریچر لے کر چلنے والوں کو بھی تکلیف نہ ہو اور فاصلہ بھی مناسب طے ہو جائے۔ مسٹر ہائیکر بھی سست رفتاری سے دوسروں کا ساتھ دے رہے تھے لیکن اُن کی خاموشی بدستور تھی۔

ویسے رات کے آرام کا اثر سب پر پڑا تھا۔ پیٹ بھی بھرے ہوئے تھے اور بدن پر گرم کپڑے بھی تھے چنانچہ گزشتہ سفر کے برعکس اسوقت سب بہت خوش گوار موڈ میں تھے۔ مائیکل کے قیاس کے مطابق ہم زیادہ سے زیادہ چار یا پانچ میل دور رہ ہی جا سکتے تھے۔ ڈھلان کا سفر بے شک اتنا دشوار گزار نہیں ہوتا جتنا چڑھائی کا لیکن پھر بھی بل کھاتی ہوئی تنگ سڑک پر چلنا آسان نہیں ہوتا۔ اگر ہم ایک دن میں دس میل کا سفر بھی طے کر لیتے تب بھی ہمیں بالکل نیچے تک پہنچنے کے لیے طویل وقت درکار تھا اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ پہاڑوں کی ان بلندیوں سے نیچے پہنچنے کے بعد ہمیں کوئی مناسب راستہ بھی مل سکے گا یا نہیں۔ جگہ کے بارے میں اندازہ کسی کو نہیں تھا۔ یہاں تک کہ مسٹر مائیکل کو بھی نہیں۔ یہ راستہ عام ہوائی راستوں سے ہٹ کر تھا اور مائیکل کبھی ان راستوں سے نہیں گزرا تھا۔ البتہ بلندیوں سے نیچے پہنچنے کے بعد کوئی ایک سمت اختیار کرنے کے بارے میں سوچا جا سکتا تھا۔ کم از کم اس کی ابتدا تو ہو۔

جوں جوں ہم نیچے اُترتے گئے، منظر بدلتا گیا۔ برفانی علاقے بے شک تا حدِ نگاہ پھیلے ہوئے تھے لیکن اب کہیں کہیں اُن میں درخت وغیرہ بھی نظر آ جاتے تھے۔ فضا کثیف ہوتی چلی گئی اور سانس لینے میں اب کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ مسلسل سفر کرنے کے باوجود کوئی خاص تھکن محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

سڑک لحظہ بہ لحظہ پیچ دار ہوتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ ایک مقام پر ہمیں رکنا پڑا۔ ہماری نگاہ بائیں سمت گہرائیوں میں اُلجھ گئی تھی۔ ان گہرائیوں میں ہمیں ایک دریا نظر آ رہا تھا جو ہمارے راستے میں حائل تھا، یعنی نیچے ایک مخصوص فاصلہ طے کرنے کے بعد یہ دریا عبور کرنا ضروری تھا۔ لیکن دریا پر ایک پُل بھی نظر آ رہا تھا۔ گو یہاں سے دریا اور پُل کا فاصلہ کافی تھا لیکن ہم بلندی پر تھے، اس لیے یہ منظر دیکھ سکتے تھے۔ البتہ ہماری نگاہ اتنی تیز نہیں تھی کہ ہم اس کے قرب و جوار کے مناظر کا بھی اندازہ لگا لیتے۔

"سمندر کی سطح سے اس کی بلندی کتنی ہو گی؟" مائیکل نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے؟ میرا خیال ہے تین ساڑھے تین ہزار میٹر سے کسی طور کم نہیں ہو گی۔" میگ بولا۔ مائیکل اس کے جواب پہ خاموش ہو گیا تھا۔

تقریباً چھ گھنٹے تک مسلسل سفر کرنے کے بعد ہم نے ایک جگہ سستانے، کھانے پینے اور تھکن دور کرنے کا فیصلہ کیا۔ میگ نے رائے دی کہ دریا اب چوں کہ قریب ہے اس لیے کیوں نہ دریا پار کر کے ہی ڈیرے ڈالے جائیں۔ مائیکل نے اس بارے میں رائے جاننے کے لیے میری جانب دیکھا اور میں نے سر ہلا دیا۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ چنانچہ ہم لوگوں نے رفتار تیز کر دی۔

جیکسن نے مسرت سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "اس دریا کو دیکھ کر مجھے بڑی مسرت ہو رہی ہے۔ پانی خواہ کتنا ہی ٹھنڈا ہو، میں اس میں دو چار غوطے ضرور لگاؤں گا۔" اس نے ایڈلر کی طرف دیکھا جو بُری طرح ہانپ رہا تھا اور مسکرا کر بولا۔ "مسٹر ایڈلر، آپ بھی میرے ساتھ نہائیں گے؟ یقین کریں ساری تھکن دور ہو جائے گی۔"

"بکواس مت کرو۔ میں اس ٹھنڈے پانی کے قریب کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔" ایڈلر خوف زدہ انداز میں جیکسن سے کئی قدم پیچھے ہٹ گیا اور سب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ مونا اور دوسری لڑکیاں بھی بے اختیار ہنس رہی تھیں۔ کچھ دیر کے لیے فضا بالکل بدل گئی تھی۔

"سوال یہ ہے کہ اس دریا کو عبور کرنے کے بعد کیا ہمیں کوئی مناسب جگہ مل سکے گی؟" آسٹن نے کہا۔

"مسٹر آسٹن، ہم اُمید کے سہارے چل رہے ہیں۔ ممکن ہے ہمیں کوئی پہاڑی آبادی مل جائے۔ اگر ہمیں کوئی آبادی مل گئی تو تمام مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔" مائیکل نے جواب دیا۔

سفر جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہم دریا کے قریب کی وادی میں داخل ہو گئے۔ کھردری اور ناہموار زمین پر چٹانیں اُبھری ہوئی تھیں اور چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ یہاں برف بھی کچھ کم تھی بلکہ بعض جگہوں پر تو بھوری زمین بھی نظر آ رہی تھی۔ ہم سیدھے اور ہموار راستے تلاش کرتے ہوئے دریا کی جانب بڑھتے رہے۔ مونا میرے بالکل پیچھے تھی۔ اس موسم کے باوجود اس کے چہرے پر تمتماہٹ تھی۔ یقیناً وہ تھک چکی تھی کیوں کہ وہ لڑکی تھی لیکن اس نے ایک بار بھی اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ پھر سڑک ایک طرف مڑی۔ دریا شاید بالکل قریب آ گیا تھا۔ مرطوب ہوا کے جھونکے آ رہے تھے۔ ہم سب کی رفتار ایک دم تیز ہو گئی۔ سب ہی دریا کے قریب پہنچنے کے خواہش مند تھے۔ ایک اونچی جگہ پہنچ کر ہم نے دریا پر پہلی نظر ڈالی اور . . . . دم بخود رہ گئے۔ لوبو کے حلق سے عجیب سی آواز نکل گئی۔ ہم پھرتی سے نیچے بیٹھ گئے۔ لوبو دوسرے لوگوں کو اس بلند جگہ آنے سے روک رہا تھا۔ سامنے کا منظر واقعی ہمارے لیے حیران کن تھا۔ بلندیوں سے جب ہم نے پہلی بار دریا دیکھا تھا تو کچھ محسوس نہیں ہوا تھا اور پھر گھومتی ہوئی سڑک سے نیچے اُترے تھے، اس لیے دریا نظروں کے سامنے نہیں رہا تھا اور حقیقت نگاہوں سے اوجھل رہی تھی۔

ناہموار پہاڑی راستوں نے اب تک اس خوف ناک حقیقت کا علم نہیں ہونے دیا تھا کہ دریا کے اُوپر بنا ہوا پُل درمیان سے ٹوٹا ہوا تھا اور اس کے دوسرے کنارے پر دریا کی لہروں کے شور میں بہت سی انسانی آوازیں بھی شامل ہیں۔ یہ آوازیں ہمیں یہاں سنائی نہیں دے رہی تھیں لیکن ہم بہت سے آدمیوں کو بھاگ دوڑ کرتے تو دیکھ سکتے تھے۔ دوسرے کنارے پر ایک بڑا سا ٹرک بھی نظر آ رہا تھا جو فوجی قسم کا تھا۔ اُس طرف موجود لوگوں نے شاید ابھی ہمیں نہیں دیکھا تھا۔ اسے بھی خوش بختی ہی کہا جا سکتا تھا۔ وہ ہم سے لاعلم تھے لیکن جس جگہ ہم تھے، وہ دور تک بلندی پر تھی۔ مکمل طور پر اُن کی نگاہوں سے بچنے کے لیے ہمیں کافی پیچھے جانا پڑتا جو ایک لمحے میں ممکن نہیں تھا لیکن یہ ضروری تھا، چنانچہ میں نے لوبو کو اشارہ کیا اور وہ تیزی سے پلٹ پڑا مگر اتنی دیر میں کام بگڑ گیا۔ اُنھوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔

ایک لمحے کے لیے تو وہ بھی ساکت رہے لیکن دوسرے لمحے وہ سنبھل کر ٹرک کی طرف لپکے۔

"لوبو۔ پھُرتی سے ان لوگوں کو....." میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ ایک فائر ہوا اور گولی سنسناتی ہوئی میرے سر سے صرف چند انچ کے فاصلے سے گزر گئی۔

"اوہ... چیف! تم.... تم خیریت سے تو ہو نا؟" لوبو بے اختیار میری طرف لپکا۔

"ان لوگوں کو لوبو.... ان لوگوں کو -----"

"تم پیچھے کھسکو چیف ---- یہ بلندی خطرناک ہے۔ جلدی سے پیچھے ہٹ جاؤ۔" لوبو نے کہا۔

• "دو تین گولیاں اور چلیں۔ وہ لوگ بھی بدحواسی میں فائر کر رہے تھے۔ ورنہ اُن کی کوئی نہ کوئی گولی ہمیں ضرور چھو لیتی۔

"زمین سے چپک جاؤ چیف! جس قدر جلد ممکن ہو زمین سے چپک جاؤ۔" لوبو پھر بولا اور میں نے اُس کی ہدایت پر عمل کیا۔ گولیاں سنسناتی ہوئی ہمارے سروں پر سے گزرنے لگیں۔ اُن کی تعداد اور تیزی میں اضافہ ہوتا گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے اب بہت سے لوگوں نے ہتھیار سنبھال لیے ہوں۔

ہم دونوں اُلٹے پاؤں رینگنے لگے۔ گولیاں طوفانی رفتار سے ہمارے دائیں بائیں زمین پر لگ رہی تھیں اور پتھریلی زمین اُدھڑ رہی تھی۔ پتھروں کی باریک کرچیاں ہمارے بدن کے کھلے ہوئے حصوں پر خوب زور سے لگ رہی تھیں۔ یہی شکر تھا کہ وہ لوگ صحیح نشانہ نہیں لے پا رہے تھے، ورنہ اس کھلے علاقے میں ہمیں نشانہ بنا لینا اس قدر مشکل بھی نہیں تھا۔

گولیوں سے کسی قدر محفوظ ہو کر ہم ایک لمحے کے لیے رُکے۔ میں نے گردن موڑ کر دیکھا۔ قافلے والوں کو صورت حال کا اندازہ ہو گیا تھا اور اُنھوں نے ایک بڑی چٹان کی آڑ میں پناہ لے لی تھی۔ مائیکل کچھوے کی طرح رینگتا ہوا ہماری طرف آ رہا تھا۔

"کون ---- کون ہیں وہ ----؟" اُس نے ہمارے قریب پہنچ کر ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"وہی ہوں گے جن کے بارے میں ڈائر نے پیش گوئی کی تھی اور جن کے دو آدمی ہمارا نشانہ بن چکے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کتنے ہیں؟ اور کیا وہ گولیاں برساتے ہوئے ہماری طرف بڑھ رہے ہیں؟" مائیکل نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے وہ آگے نہیں بڑھ رہے ہیں۔ اگر وہ دریا پار کر کے آگے آنے میں کامیاب ہو گئے ہوتے تو ہمیں نشانہ بنانے میں اُنھیں کوئی دقت نہ ہوتی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ان کی تعداد کا کوئی اندازہ ہے؟"

"نہیں۔ ہمیں فوراً ہی دیکھ لیا گیا تھا اور فائرنگ کرنے میں بھی نہایت عجلت سے کام لیا گیا۔ اس لیے ہم ان کی تعداد اور پوزیشن کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکے۔" میں نے جواب دیا۔

مائیکل خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا، پھر بولا۔ "یہ اندازہ لگانے کی کوشش تو کی جائے! میرا خیال ہے قافلے کو وہیں رکنا چاہیے۔ میں نے میگ کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ ان لوگوں کو کنٹرول میں رکھے۔ ویسے بھی گولیوں کی اس بوچھاڑ میں کوئی اس چٹان کی آڑ سے نکلنے کی کوشش نہیں کرے گا۔" اس نے قافلے والوں کو وہیں رُکنے کا اشارہ کیا اور بے چین نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے ہمیں اس درّے کی طرف چلنا چاہیے۔ وہاں سے ہم محفوظ رہ کر دریا کا کنارہ دیکھ سکتے ہیں۔"

میں نے اُس کی بات سے اتفاق کیا تھا اور ہم تینوں رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ تنگ اور اونچے درّے سے دوسری طرف نکلتے ہی دریا نظر آیا۔ اس کا تیز بہاؤ بے حد تیز تھا۔ جھاگ اُڑاتا ہوا پانی کان پھاڑ دینے والے شور کے ساتھ بہہ رہا تھا جب وہ درّے کی سنگلاخ دیواروں سے ٹکراتا تو کئی کئی فٹ بلند دیوار سی بن جاتی اور پانی کی اس دیوار میں سے سورج کی کرنیں پار ہوتیں تو کئی رنگ نگاہوں میں کوند جاتے۔ یہاں بھی ہم دُشمن کی نگاہ سے پوشیدہ نہ رہ سکے۔ فائرنگ کا رُخ اُسی طرف ہو گیا تھا اور جن پتھروں کی آڑ میں ہم پوشیدہ تھے، گولیاں ان کے چیتھڑے اڑانے لگیں تھیں۔ پتھروں کے ریزے چھرّوں کی طرح ہمارے بدن پر لگ رہے تھے۔

مائیکل پھیکے انداز میں مسکرایا۔ "یوں لگتا ہے ان کی تعداد کافی ہے اور ایمونیشن کی کمی بھی نہیں ہے۔ ان کے مقابلے میں ہمارے پاس ایک پستول ہے جس میں اب صرف چار گولیاں ہیں اور ایک رائفل ——— مسٹر علی! کیا ہم ان ہتھیاروں سے ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟"

"حالات کا اندازہ لگائے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔" میں گہری سانس لے کر بولا۔

"حالات؟ گویا اب بھی حالات کا اندازہ لگانے کی گنجائش ہے۔" مائیکل نے آہستہ سے کہا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"تمہارے منہ سے یہ الفاظ حیرت انگیز لگتے ہیں مائیکل! کیا تم بزدل ہوتے جا رہے ہو؟"

"ایں ...؟" مائیکل جیسے چونک پڑا۔ "اوہ، نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ سوری علی! بس نہ جانے کیوں ...؟"

"حوصلہ ہی ہماری زندگی ہے مائیکل! اگر ہم حوصلہ ہار گئے تو پھر کچھ نہ کر سکیں گے۔"

"میں اپنے الفاظ پر شرمندہ ہوں مسٹر علی، انتہائی شرمندہ۔" اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور ایک بلند چٹان تاک لی۔ اُس کے بعد وہ آہستہ آہستہ سرکتا ہوا پیچھے ہٹا اور دوسرے لمحے اُس نے جھک کر دوڑ لگا دی۔ چٹان کے قریب پہنچ کر وہ اُچھلا اور اُوپر چڑھ گیا۔ گولیوں کی بوچھاڑ اس کے سر پر سے گزر گئی۔ وہ چٹان سے چپک گیا تھا اور بہتر پوزیشن میں تھا۔ میں اور لوبو بھی رینگتے ہوئے اسی چٹان کے پیچھے پہنچ گئے۔

"یہاں سے ان لوگوں کو اچھی طرح نہیں دیکھا جا سکتا علی لیکن تھوڑا بہت اندازہ ہو رہا ہے۔" مائیکل بولا۔

"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔

"کنارے پر تین ٹرک کھڑے ہوئے ہیں اور ان کے اطراف تقریباً پچاس ساٹھ آدمی ہیں وہ سب مسلح ہیں لیکن افراتفری کے شکار نظر آتے ہیں۔"

مائیکل کی بتائی ہوئی اس تفصیل نے میرے دل میں بھی اشتیاق پیدا کر دیا۔ میں خود اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھنا چاہتا تھا۔ اس چٹان پر چڑھنا خطرناک تھا جہاں مائیکل تھا کیونکہ گولیاں اب بھی اس کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔ اس سے چند گز کے فاصلے پر میں نے ایک بلند جگہ منتخب کر لی اور لوبو کو اپنے ارادے سے آگاہ کر دیا۔

"او کے چیف، میں بھی چلوں؟" لوبو کی نگاہوں میں جیسے اس سارے ہنگامے کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ایسے بے جگرے لوگ کم ہی نگاہوں سے گزرتے ہیں۔

"نہیں لوبو۔ نہایت ہوشیاری سے یہاں رکو۔ نہ جانے تمہاری کیا ضرورت پیش آ جائے؟" میں نے اُسے سمجھایا۔

"او کے ماسٹر۔" لوبو نے جواب دیا۔ میں اپنا بدن تولنے لگا اور پھر اس چٹان کی طرف دوڑ لگا دی۔ ان کم بختوں کی پھرتی اور مہارت قابلِ داد تھی۔ جوں ہی اُنھوں نے مجھے دوڑتے دیکھا، اس طرف فائر کھول دیا لیکن میں نے پلک جھپکتے میں پوزیشن لے لی اور گولیوں سے محفوظ ہو گیا۔ اس بلند چٹان سے دریا پار کا منظر بخوبی نظر آ رہا تھا۔ بیس پچیس آدمی ایک ٹرک سے لکڑی کے تختے اُتار رہے تھے اور موٹے موٹے رسّوں کے ٹکڑے ایک خاص ناپ سے کاٹے جا رہے تھے۔ پُل درمیان سے ٹوٹا نظر آ رہا تھا اور اس ٹوٹے ہوئے حصّے کے عین نیچے ایک ٹرک پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔

تو یہ تھی وہ غیبی امداد جس نے اب تک ہمیں بچائے رکھا تھا: وہ دونوں آدمی جو ہمارا شکار ہو گئے تھے، غالباً نگرانی پر مقرر تھے۔ باقی لوگوں نے وقتِ مقررہ پر اس جگہ پہنچنے کی کوشش کی ہوگی جہاں ڈائر طیارے کو اُتار کر لایا تھا لیکن تختوں کا پُل ٹرک کا وزن برداشت نہیں کر سکا تھا یہ لوگ یہاں پھنس گئے۔ اگر یہ پُل نہ ٹوٹتا تو شاید صورتِ حال بدل چکی ہوتی۔ درحقیقت اتنے آدمیوں سے اس بے سروسامانی کے عالم میں مقابلہ مشکل تھا۔ اس وقت صرف ایک ہی ترکیب تھی۔ کسی طرح انھیں پُل کی مرمت سے روکا جائے۔ میں اس معاملے پر غور کرنے لگا۔ میری نگاہیں ان لوگوں کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔ ان میں سے چند لوگ جگہ جگہ چھپے ہوئے گولیاں برسا رہے تھے۔ باقی تندہی سے پُل کی مرمت میں مصروف تھے۔

تقریباً پندرہ آدمی تختوں کی ایک بڑی تعداد کو رسّوں کی مدد سے پل کے ٹوٹے ہوئے حصّے کی طرف کھسکا رہے تھے۔ وہ نہایت احتیاط سے خود کو سنبھالے ہوئے ایک ایک انچ آگے بڑھ رہے تھے۔ اُن کی ہر جنبش اس بات کا مظہر تھی کہ وہ خوف زدہ ہیں اور نہایت سراسیمگی کے عالم میں یہ کام کر رہے ہیں۔ کاش ہمارے پاس اسلحہ ہوتا! اگر ہم بھی کسی طرح مسلح ہوتے تو پھر ان لوگوں کا ٹکنا مشکل تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سازش کس کے خلاف تھی اور یہ لوگ کیا چاہتے تھے؟ پُل اگر تعمیر ہو گیا اور یہ اُس کی مرمت میں کامیاب ہو گئے تو تباہ شدہ جہاز کے نیم مُردہ مسافروں کی زندگی کے لالے پڑ جائیں گے اس لیے کسی طرح انھیں دریا کے دوسرے کنارے پر ہی روکنا تھا۔

میں نے اشارے سے لوبو کو پاس بلایا۔ لوبو جیسے اس کا منتظر ہی تھا۔ یہ سیاہ فام زمین پر رینگنے کے سلسلے میں ہم دونوں سے زیادہ تیز نکلا۔ وہ کسی تیز رفتار چھپکلی کی مانند زمین پر رینگتا ہوا چٹان تک آیا اور پھر اُسی طرح اُوپر بھی چڑھ آیا۔

"بلایا تھا چیف؟"

"ہاں لوبو۔ وہ دیکھو۔" میں نے کہا۔

لوبو خاموشی سے اُدھر دیکھتا رہا، پھر بولا۔ "پُل کی مرمت کر رہے ہیں۔"

"ہاں نشانہ کیسا ہے لوبو؟"

"تسلی بخش ہوگا ماسٹر۔"

"مائیکل کے پاس پہنچ سکتے ہو؟"

"دریا کے دوسری طرف بھی جا سکتا ہوں۔ جاؤں؟"

"اوہ، نہیں! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، غور سے سنو اور پھر پھرتی سے اس چٹان پر پہنچنے کی کوشش کرو جہاں مائیکل ہے اس کے پاس پستول ہے۔ ان لوگوں کو گولیاں چلانے دو اور اپنا ایک بھی کارتوس مت ضائع کرو۔ اُنھیں نگاہ میں رکھو جو تختے اور رسّے لے کر آ رہے ہیں۔ جوں ہی وہ سفید نشان تک پہنچیں، فوراً ان پر کم از کم دو فائر کرو اور اُن میں سے دو کو ہلاک کر دو۔ وہی ہونا چاہیے جو میں کہہ رہا ہوں۔"

"سمجھ گیا چیف۔"

"سفید نشان کے بارے میں سمجھ گئے؟ وہ جو ٹوٹے ہوئے حصّے

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول

عمران سیریز
عجیب ہنگامے
ایک جلد میں
پانچواں کالم
صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۲۵ روپے

پرمود سیریز
ریکارڈ کی چوری
ایک جلد میں
موت کا راستہ
صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۲۵ روپے

ڈاک خرچ فی ناول ۵ روپے ——— دونوں ناول ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے پاس ہے ؛ غالباً اُنھوں نے نشانی کے لیے کوئی سفید کپڑا باندھا ہے۔"

"سمجھ گیا چیف۔" لوبو نے کہا اور چٹان سے نیچے چھلانگ لگا دی۔

لوبو کی غیر معمولی صلاحیتوں کا مجھے اب بخوبی اندازہ ہو چکا تھا۔ درحقیقت اس شخص کی دریافت پر فخر کیا جا سکتا تھا۔ ذہنی طور پر وہ جو کچھ بھی ہو لیکن جسمانی طور پر بے نظیر تھا۔ حد درجہ دلیر تھا اور کسی قسم کے خطرات کی پروا نہیں کرتا تھا، اسی لیے اُس کی کارکردگی بے مثال تھی۔ آن کی آن میں وہ اُس چٹان پر پہنچ گیا جہاں مائیکل موجود تھا۔ میں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ مائیکل نے ریوالور اُسے دے دیا تھا۔

ہم انتظار کرتے رہے۔ تختے لانے والے اب پُل کے ٹوٹے ہوئے حصّے کے بالکل نزدیک آ گئے تھے۔ میں نے رائفل سیدھی کر لی اور اُن کے سفید نشان تک پہنچ جانے کا انتظار کرنے لگا۔ پھر پہلی بار ہماری طرف سے چار فائر ہوئے اور کیا ہی عمدہ نتیجہ برآمد ہوا تھا ان فائروں کا! ہم ان چار گولیوں کو سیکڑوں گولیوں پر بھاری کہہ سکتے تھے۔ پُل پر موجود لوگوں میں سے چار آدمی نیچے آ گرے لیکن اس کے بعد باقی جو بچے، وہ ان لمبے اور وزنی شہتیروں کی زد میں آ گئے جنھیں وہ سنبھالے ہوئے تھے۔ شہتیروں میں اُلجھے ہوئے وہ ٹوٹے ہوئے پل سے نیچے گرے اور آن کی آن میں پانی کے تیز دھارے کے ساتھ بہتے ہوئے دور نکل گئے۔ اُن کی دل خراش چیخوں نے کلیجے دہلا دیے تھے۔ دریا کے دوسری طرف بھگدڑ مچ گئی تھی۔ وہ لوگ بُری طرح بدحواس ہو کر دوڑ پڑے تھے۔ دریا کے دوسرے کنارے پر جو ساز و سامان اور ٹرک وغیرہ تھے، سب کے سب جوں کے توں رہ گئے تھے۔

یہ لمحات ہمارے لیے افسوس ناک تھے۔ کاش کسی طرح ہم دریا کے دوسری طرف پہنچ سکتے اور اس سامان پر قبضہ کر سکتے! خاص طور سے ٹرک جو ہمارے ہر دکھ کا مداوا بن سکتے تھے۔ اتنی تعداد میں ہونے کے باوجود اُن کی یہ بدحواسی تعجب خیز تھی۔ اس سے صرف ایک ہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ برفانی ویرانوں کی اس زندگی نے اُن کے اعصاب کو متاثر کیا تھا اور اب اُن میں ذرا بھی قوتِ مدافعت باقی نہیں رہی تھی۔ ان کے دل کمزور ہو چکے تھے۔

بہرکیف دوسری طرف کی اندھا دھند فائرنگ بند ہو گئی۔ وہ کنارے سے کافی دور بھاگ گئے۔ اس طرح ہمیں اپنے علاقے میں نقل و حرکت کی آزادی مل گئی، نہ صرف یہ ہوا بلکہ تختے وغیرہ پانی میں بہہ جانے سے پُل کی مرمت بھی کچھ دیر کے لیے رک گئی جبکہ فریڈ اور میگ وغیرہ نے نہ جانے کس طرح صورتِ حال کا اندازہ کر لیا۔ وہ دوڑتے ہوئے ہمارے پاس آ گئے۔ دوسری طرف سے مائیکل اور لوبو بھی وہیں آ گئے۔

"ہمیں اس طرح بے فکر نہیں ہونا چاہیے دوستو! یہاں ہم اُن کی گولیوں کی زد پر ہیں۔" میں نے کہا۔

"کیا صورتِ حال ہے؟ فائرنگ اور چیخیں... میرا خیال ہے ہماری طرف سے بھی فائر ہوئے ہیں۔" میگ نے کہا۔

"یہ جو علی ہے نا میگ، یہ عام انسان نہیں ہے۔ اب تک جو کچھ ہوا ہے اس پر غور کرو تو بخوبی اندازہ ہو جائے گا تمھیں۔" مائیکل نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ان لوگوں کو تفصیل بتانے لگا۔ میگ نے چٹان پر چڑھ کر دوسری طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ "تمام سامان جوں کا توں موجود ہے۔ قرب و جوار میں کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔" وہ چٹان سے نیچے اتر آیا۔

"آپ مجھے اجازت دیں ماسٹر۔ میں دوسرے کنارے پر جا کر اسلحہ حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ اگر یہ نہ کر سکا تو کم از کم اتنا ضرور کروں گا کہ اُن کی پُل کو مرمت کرنے کی ساری تدبیریں ناکام بنا دوں گا۔ یہ سارے ٹرک بھی تباہ کر دوں گا۔ اس کے بعد وہ بالکل ہی حواس کھو بیٹھیں گے۔" لوبو نے کہا۔

"لیکن تم دریا کیسے عبور کرو گے لوبو؟" میں نے پوچھا۔

"ایک تدبیر ہے میرے ذہن میں۔"

"وہ کیا؟"

"میں یہاں سے دریا کی مخالف سمت میں دور تک نکل جاتا ہوں۔ وہاں سے دریا میں اُتر جاؤں گا اور پھر تیرتا ہوا دوسرے کنارے پر جانے کی کوشش کروں گا۔"

"اوہ، نہیں لوبو! جان بوجھ کر میں تمھاری زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

دوسرے لوگ بھی لوبو کی اس قربانی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔ آخر میں یہی فیصلہ کیا گیا کہ فی الحال پوری توجہ اس بات پر صرف ہونی چاہیے کہ وہ لوگ پُل کی مرمت نہ کرنے پائیں۔ اس دوران میں کوئی اچھی ترکیب سوچ لی جائے چنانچہ لوبو اور فریڈ کو وہاں تعینات کر دیا گیا۔ طے یہ کیا گیا کہ یہ لوگ جب بھی اُنھیں پل کے قریب دیکھیں تو اُن کی پُل کو مرمت کرنے کی کوشش ناکام بنا دیں۔ اس کے بعد ہم دوسرے لوگوں کی طرف واپس چل پڑے۔ سہمے ہوئے لوگ، زندگی سے مایوس، موت کے منتظر، آنکھوں میں خوف و ہراس کی کیفیات لیے بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے مایوس نگاہوں سے ہماری طرف دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے اُنھیں دیکھ کر دل کو تکلیف ہوئی لیکن پھر میں نے خود کو سنبھال لیا۔ اُنھیں کوئی تسلی بھی نہیں دی جا سکتی تھی۔ بس خاموشی ہی بہتر تھی۔ چند لوگ ایسے بھی تھے جن کے چہروں پر بے فکری تھی۔ ان میں ایڈلر کو سرِفہرست رکھا جا سکتا تھا۔

ریکسن نے میرے نزدیک آ کر کہا۔ "اُمید کی کوئی صورت نظر آتی ہے؟"

"مایوسی گناہ ہے مسٹر ریکسن۔"

"افسوس، میں تو اپنی خراب حالت کے باعث آپ لوگوں کی کوئی مدد بھی نہیں کر سکتا جب کہ میری دلی خواہش تھی کہ آپ کے شانہ بشانہ رہوں۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر ریکسن! آپ ان لوگوں کو سنبھالیں۔ زبانی تسلی دے کر بھی آپ اُنھیں پُرسکون رکھ سکتے ہیں۔"

"مجھے احساس ہے کہ صرف انسانی ہمدردی کے تحت آپ لوگوں نے اتنی ذمّے داریاں قبول کر لی ہیں، حالاں کہ یہاں کچھ لوگ ......"

"کچھ لوگ کیا ...؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"بس، کچھ لوگوں کی زبانیں صرف زہر اُگلتی ہیں لیکن اُن کی یہ زہر افشانی کسی پر اثر انداز نہیں ہوتی۔"

"مثلاً؟ کیا خیالات ہیں لوگوں کے؟"

"آپ اپنے ذہن کو تکدّر کا شکار نہ کریں مسٹر علی! کیا فائدہ؟"

"کیا ایڈلر کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ہمارے مخالف ہیں؟" میں نے مسکرا کر پوچھا اور ریکسن بھی مسکرانے لگا۔

"سربراہ ایڈلر ہی ہے۔ پریشان حال لوگ اُس کی بھی سنتے ہیں۔ دراصل وہ ان گھٹیا قسم کے لوگوں میں سے ہے جو کچھ نہیں ہوتے لیکن بدترین حالات میں بھی لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ ایڈلر نے اس خاموشی سے اُکتا کر ایک کہانی تراشی ہے۔"

"بہت خوب! کیا کہانی ہے؟"

"کہتا ہے، یہ بہت بڑی سازش ہے جس میں اس جہاز کا عملہ بھی کچھ اور لوگوں کے ساتھ ملوّث ہے۔ طیارے کو اس مقصد کے تحت اس ویرانے میں اتارا گیا ہے کہ مسافروں کو بلیک میل کیا جائے۔ ان کے ورثا سے بڑی بڑی رقمیں وصول کی جائیں — وغیرہ وغیرہ۔ اس نے بہت سی دلیلیں بھی گھڑ لی ہیں اور چند لوگ اس کی باتوں پر سنجیدہ ہو گئے ہیں لیکن صرف چند لوگ۔"

"ہر شخص کو اظہارِ رائے کی آزادی ہے مسٹر ریکسن۔ بظاہر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بھی طیارے کا ایک مسافر ہوں۔ ایک ایسے مشن پر نکلا تھا جس کی تکمیل کے لیے صرف دو ماہ کا وقت ہے۔ میرا قیمتی وقت ان پہاڑوں میں ضائع ہو رہا ہے۔ یہ لمحہ میرے لیے بے چینی کا باعث ہے لیکن ....." میں نے ادھورا چھوڑ کر ریکسن کی شکل دیکھی اور پھر گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ کم بخت کا چہرہ سپاٹ تھا۔ اس پر کوئی تاثر نہیں اُبھرا تھا۔ اس وقت کبھی مجھے مایوسی ہوئی۔

یہاں سے ہٹ کر میں دوسرے لوگوں کے پاس گیا۔ مورنا، مسٹر ہائیکر کے پاس تھی۔ مسٹر ہائیکر کی حالت بہتر نظر آ رہی تھی لیکن وہ اب بھی خاموش تھے۔ مجھے نزدیک دیکھ کر مورنا نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن پھر خاموش ہو گئی۔ اس نے سوچا ہو گا کہ میں خواہ مخواہ اس سے بددل ہو جاؤں گا۔ اس کی تسلی کسی بھی طور میری ذمّے داری تو نہیں ہے۔ بس ایک رواداری کا معاملہ ہے۔ ویسے بھی اس نے محسوس کر لیا ہو گا کہ میں اس کے حسن و جمال سے متاثر نہیں ہوں اور اس طرح بھی اس کے جال میں نہیں پھنس سکتا۔ بہرحال وہ خاموش رہی۔ ابتدا میں میری اس سے دلچسپی کی وجہ دوسری رہی تھی لیکن اب میں اس خیال کو ذہن سے کھرچ کر پھینکنا چاہتا تھا۔ کسی اور طرف ذہن اُلجھانے کے بجائے اگر موجودہ معاملات میں پوری دلچسپی لی جائے تو بہتر ہے۔ خوف زدہ اور ہراساں مسافروں کی بے بس نگاہیں ہمارا جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ ہمارے چہروں سے اپنا مستقبل پڑھنا چاہتے تھے۔

میں نے مسکراتے ہوئے ان سب کو مخاطب کیا۔ "میں آپ لوگوں کے چہروں پر پریشانی اور خوف کے آثار دیکھ رہا ہوں، ایسا کیوں ہے؟"

"کیا ہم ان برف پوش پہاڑوں سے زندہ بچ کر نکل سکیں گے؟" ایک آواز اُبھری۔

"کیا آپ طیارے کے اس خوف ناک حادثے سے زندہ بچ سکتے تھے؟ آپ نے دیکھا کہ آپ کے باہر نکلتے ہی طیارہ کس طرح گہرائیوں میں جا گرا تھا! کیا اس خوف ناک حادثے سے بچنا ممکن تھا؟"

"میں سمجھا نہیں۔" کانپتا ہوا خوف زدہ شخص بولا۔

"جن لوگوں کو طیارے کے اس حادثے میں ہم سے بچھڑنا تھا، وہ بچھڑ گئے۔ جو زندہ بچ گئے ہیں، وہ زندگی کی شدید ترین صعوبتوں سے گزرتے ہوئے یہاں تک آ پہنچے ہیں۔ راستے میں اُنھیں غیبی امداد ملی ہے۔ غذا، تیل اور دوسری چیزیں۔ آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں؟"

"نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تو پھر اس حقیقت کو بھی ذہن میں رکھیں کہ جب تک زندگی ہے، آپ لاکھوں صعوبتوں کے بعد بھی زندہ رہیں گے اور جب موت آئے گی تو آپ کی ایئرکنڈیشنڈ خواب گاہ بھی اُسے نہیں روک سکے گی۔"

"تمہارا کہنا درست ہے۔"

"تو پھر برف کے ان ویرانوں میں زندہ دلی سے قہقہے لگائیں۔ موت کے خوف سے زندگی کو عذاب بنانے سے کیا فائدہ؟"

میرے ان الفاظ سے بہت سے چہرے پُرسکون ہوگئے، ایڈلر کے چہرے پر البتہ طنز کے آثار تھے۔ میری نگاہ اس پر پڑی تو میں نے مسکراتے ہوئے کہا "بعض لوگ اپنی بے جا خواہشات کے حصول میں ناکامی کے بعد حالات کو مزید پیچیدہ بنانے کے خواہاں ہوتے ہیں، اُن کی یہ کوشش مثبت نہیں ہوتی۔ آپ کو خوف و دہشت میں مبتلا کرنے والے آپ کے دوست نہیں ہوسکتے، اُن کی باتوں پر توجہ نہ دیں۔"

ایڈلر نفرت سے منہ بنا کر وہاں سے ہٹ گیا۔

پُل کے دوسری طرف پُراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اُن کی تمام سرگرمیاں یکلخت تھم گئی تھیں اور یقیناً ان پر بھی دہشت طاری تھی۔ نہ جانے کیوں وہ اس قدر خوف زدہ ہوگئے تھے۔ میں تو اسے بھی غیبی امداد ہی سمجھتا تھا۔ پل کا ٹوٹ جانا بھی ہماری... زندگیوں کی حفاظت کا ضامن تھا اور اگر غور کیا جاتا تو یہ بھی خدائی امداد تھی۔ پل کی مرمت کا کام رک گیا تھا۔

یہ صورت حال زیادہ دیر نہیں رہی۔ دفعتاً دوسری طرف سے بے تحاشا فائرنگ شروع ہوگئی۔ اس فائرنگ کی شدت سے ہمارے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ لوگ کس قدر خوف زدہ اور کھسیانے ہوگئے ہیں۔ اُن کی اس فائرنگ سے چٹانوں کے ذرے اور چھوٹے بڑے پتھر ٹوٹ کر فضا میں اُڑ رہے تھے۔ وہ کوئی نشانہ لے کر فائر نہیں کر رہے تھے۔ بس اندھا دھند گولیاں ضائع کر رہے تھے۔ میں نے اس موقعے پر لوبو اور فریڈ سے دور رہنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس خوفناک فائرنگ کے دوران میں اگر اُنھوں نے جنبش بھی کی تو اُن کے جسموں میں لاتعداد سوراخ ہوجائیں گے۔ اور کوئی بھی ایسی احمقانہ کوشش کرسکتا تھا۔ میں پیٹ کے بل رینگتا ہوا اُن دونوں کے پاس پہنچ گیا۔ لوبو اور فریڈ مطمئن تھے۔

"اگر تم لوگ تھک گئے ہو تو ڈیوٹی بدل دی جائے۔" میں نے کہا اور فریڈ ہنسنے لگا۔

"لوبو جیسے دلچسپ آدمی کو اگر آپ میرے ساتھ رہنے دیں مسٹر علی، تو میں کم از کم چوبیس گھنٹے بغیر تھکے یہ ڈیوٹی انجام دے سکتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"کیا واقعی؟"

"خود مسٹر فریڈ بے حد زندہ دل انسان ہیں۔" لوبو نے کہا۔

"آپ مطمئن رہیں مسٹر علی۔ اوّل تو ہمیں یہاں ڈیوٹی ہی کتنی ہوتی ہے اور پھر یہ سب کچھ اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔ ویسے ہمارے لیے اور کوئی ہدایت ہو تو...."

"نہیں۔ فی الحال اسی میں ہماری بقا ہے کہ ہم اُنھیں پُل کی مرمت سے روکیں۔ اگر وہ دوبارہ پُل کی طرف بڑھیں تو تم جانتے ہو کہ تمھیں کیا کرنا ہے۔ صرف ایک فائر۔ ایک کامیاب فائر۔ بدحواس دشمن کے لیے فی الحال ایک ہی فائر کافی ہے۔ اس کا ذہنی توازن بگاڑ دینا ضروری ہے اور اسی میں ہماری کامیابی پوشیدہ ہے۔ دُشمن کو زیر کرنے کا سب سے زبردست طریقہ یہی ہے کہ اس کے اعصاب کمزور کردو۔"

"او کے چیف! ہمارے پاس بھی ایمونیشن کی کمی نہیں ہے بشرطیکہ وہ لمبی قربانی دینے پر آمادہ نہ ہوجائیں۔" لوبو نے کہا۔

"اس وقت تک ہم کوئی مناسب بندوبست کرچکے ہوں گے۔" میں نے کہا اور ایک بار پھر میں پیٹ ہی کے بل کھسکتا ہوا اپنی جگہ واپس آگیا۔ سب ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ دوسری طرف سے فائرنگ رُک گئی تھی۔ غالباً اُنھیں اپنی حماقت کا احساس ہوگیا تھا۔ شام ہونے لگی تھی۔ فضا پر مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

مائیکل نے کہا۔ "میرے خیال میں خاصا وقت گزر چکا ہے۔ ان لوگوں کی طویل خاموشی کے بارے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

"صرف یہ کہ دُشمن کو سوچنے کا موقع مل گیا ہے۔ اُس نے اپنے خوف اور اپنی بوکھلاہٹوں پر قابو پالیا ہے۔ ایمونیشن ضائع کرنے کے بجائے اب وہ ہمارے بارے میں غور کر رہا ہے۔" آسٹن نے کہا۔

"اور یہ بات ہمارے حق میں بہتر نہیں ہے۔ اگر اُس نے ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ کرلیا تو نقصان ہمارا ہے۔ کیونکہ ہم نہتے ہیں۔" جیکسن بولا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ میں رات کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ رات کو وہ لوگ یقیناً پل کی مرمت کرنے کی کوشش کریں گے۔ کیوں کہ اُن کی تمام تر کامیابی اسی پر منحصر ہے کہ وہ پل کی مرمت کرلیں۔ ابھی تک ہمارے نزدیک پہنچنے میں یہ پل ہی مانع رہا ہے۔" میگ بولا۔

"تمہارا خیال ہے وہ رات کو پُل کی مرمت کرنے کی کوشش کریں گے؟"

"اسی کا امکان ہے۔"

"لیکن کیا رات کی تاریکی اس کام میں مانع نہیں ہوگی؟"

"ممکن ہے اُنھوں نے اس بارے میں کچھ سوچ لیا ہو۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کسی بھی کام میں اگر وقت مل جائے تو پھر اُس کی خامیاں دور کرلی جاتی ہیں، جب کہ اس دوران میں ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اُنھوں نے زخمی ہوکر ضرور سوچا ہوگا۔ ہم کامیابی کے نشے میں چور ہیں۔"

"میں تم سے متفق ہوں میگ۔" میں نے کہا۔

"رات ہونے سے قبل ہمیں بھی کچھ ضرور سوچنا چاہیے۔ ورنہ ہم نقصان اٹھا جائیں گے۔"

"مثلاً ہم کیا کرسکتے ہیں؟"

"ہم یہاں سے دور بھی نکل سکتے ہیں۔ ہم اپنی اس پناہ گاہ میں ایسی روشنی کردیں جس سے دُشمن کو اطمینان ہوجائے کہ ہم یہاں موجود ہیں، چنانچہ وہ اپنی کوششوں میں مصروف رہے اور اس دوران میں ہم یہاں سے دور نکل جائیں اور بعد میں وہ ہمیں نہ پاسکے۔" آسٹن بولا۔

"نہیں مسٹر آسٹن۔ اوّل تو رات کی تاریکی میں ان اجنبی برفانی راستوں پر ہمارا سفر موت کا سفر ہوگا۔ صبح تک ہم میں سے کچھ لوگ زندہ نہیں بچ سکیں گے۔ دوسری بات یہ کہ ہمیں راستے کا علم بھی نہیں ہے۔ دریا کے دوسری طرف پہنچنے کا اگر اور کوئی راستہ ہوتا تو وہ لوگ ہم سے قبل اُس طرف چلے جاتے اور ہمارے سروں پر پہنچنے میں کامیاب ہوجاتے۔ ایسی شکل میں ہم کہاں جاسکتے ہیں؟" مائیکل نے کہا اور پھر تائید طلب نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔ بات آسٹن کی سمجھ میں بھی آگئی تھی۔ وہ ٹھوڑی کھجانے لگا۔

"پھر اس بارے میں کوئی آخری فیصلہ ضروری ہے۔" اس نے کہا۔

"مسٹر آسٹن، یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمارے کچھ دُشمنوں نے ہمارے خلاف سازش کی، ایک پائلٹ کو اُنھوں نے اپنے جال میں پھانس کر طیارہ اس برفانی علاقے میں اتارنے پر مجبور کردیا۔ اس کے بعد جو حالات ہوئے، آپ سب کے علم میں ہیں۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کس کی وجہ سے یہ آفت ہم سب پر نازل ہوئی۔ ممکن ہے وہ شخصیت طیارے کے حادثے میں مرچکی ہو اور اب ہمارے درمیان بھی موجود نہ ہو لیکن دشمن ابھی تک اُس کی تلاش میں ہے۔ بہرحال کچھ بھی ہے، ہماری زندگیاں خطرے میں ہیں اور اگر وہ پل عبور کرچکے ہوتے تو اب تک ہمارا وجود نہ ہوتا۔ ہماری تمام تر کوشش اس بات پر صرف ہونی چاہیے کہ وہ ٹوٹے ہوئے پل کی مرمت نہ کرسکیں۔ اگر ہم یہاں سے آگے بڑھ کر دوسرے راستے تلاش کرنے کی کوشش کریں تو کون کہہ سکتا ہے کہ کہاں پہنچیں۔ اس دوران میں دُشمن پُل کی مرمت کرکے بالآخر دریا عبور کرے اور پھر اچانک ہی عقب سے ہم پر آ پڑے۔ کیا خیال ہے آپ لوگوں کا؟"

"ہم جیسے احمقوں کو بھی کچھ بولنے کی اجازت ہے؟" ایڈلر کی زہریلی آواز اُبھری اور سب کی گردنیں اُسکی طرف گھوم گئیں۔

"فرمائیے۔" میگ ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"میری رائے ہے کہ ان لوگوں کو پُل تعمیر کرنے کا پورا پورا موقع دیا جائے۔"

"بہت خوب! کیا آپ کی یہ رائے ہوش مندانہ ہے؟" مائیکل نے سوال کیا۔

"سو فیصد۔"

"بھلا وہ کس طرح؟"

"آپ کے یا مسٹر جیکسن کے کہنے کے مطابق وہ ہم سب کے دُشمن نہیں ہیں بلکہ کوئی ایک شخصیت زندہ یا مُردہ ایسی ہے جس کی اُنھیں تلاش ہے۔ پھر ہمیں ان سے دُشمنی مول لینے کی کیا ضرورت تھی یا ہے؟ زیادہ سے زیادہ وہ اپنی مطلوبہ شخصیت کو گرفتار یا ہلاک کرلیتے، ہم سب کی تو مصیبت نہ آتی۔"

"اس سے زیادہ مکروہ فعل اور کوئی نہ ہوتا مسٹر ایڈلر اور اس سے زیادہ ذلیل بات اور کوئی نہیں ہے جو آپ نے کی ہے جو لوگ زندہ ہیں، وہ سب ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ دوسروں کو معاف کردیتے، اُنھوں نے کسی ایک شخصیت کے لیے ایک پورا طیارہ تباہ کرکے اپنی پست ذہنیت کا ثبوت دے دیا تھا اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر وہ پل عبور کرکے اس طرف آگئے تو ہم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" مائیکل پُرجوش لہجے میں بولا۔

"بہتر یہ ہے مسٹر ایڈلر، کہ آپ اپنی زبان بند رکھیں۔ ورنہ آپ کے سلسلے میں جو رائے قائم کرلی گئی ہے، اس پر عمل کرلیا جائے گا۔" جیکسن نے آنکھیں نکال کر کہا۔

ایڈلر نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔ اس کے بعد اس نے کچھ کہنے کی کوشش نہیں کی۔

"ہاں تو بات رات کی تاریکی کی ہو رہی تھی۔ ممکن ہے وہ کسی طرح اس تاریکی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں، اس لیے ہمیں بھی رات کے لیے کوئی معقول فیصلہ کرنا ہوگا۔" جیکسن نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مثلاً ؟" مائیکل نے پوچھا۔

"میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔" میں نے ان کی گفتگو میں دخل دیتے ہوئے کہا۔ میں اسی سلسلے میں غور کرتا رہا تھا۔ سب کے رُخ میری طرف ہو گئے۔ "پل کا خطرہ ہی دور کر دیا جائے۔ کیوں نہ ہم بچے کھچے پل کو آگ لگا دیں۔"

"بھلا وہ کس طرح ؟" بہت سی آوازیں اُبھریں۔

"مجھے اس مہم کا انچارج بنا دیا جائے۔ میں یہ کام انجام دے لوں گا۔ فی الحال بس یہ غور کر لیا جائے کہ یہ کوشش کسی طور مؤثر رہے گی یا نہیں ؟"

"نہ صرف مؤثر، بلکہ انتہائی کارآمد ہو گی۔" مائیکل نے کہا۔

"تو پھر متفقہ طور پر مسٹر علی کو انچارج بنا دو۔" آسٹمن نے کہا۔

"ہمیں منظور ہے اور ہماری تمام تر خدمات مسٹر علی کے لیے حاضر ہیں۔"

اسی وقت پُل کے نگراں مورچے سے لوبو کی سیٹی سنائی دی۔ کوئی خاص ہی بات تھی۔ یہ سیٹی اشارہ تھی، چنانچہ میں، مائیکل اور جیکسن سینے اور گھٹنوں کے بل اُدھر چلے جس کی ہمیں اب خوب مشق ہو گئی تھی۔

سورج آہستہ آہستہ مغربی چٹانوں کے پیچھے جھک رہا تھا اور مشرقی پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایک مسحور کن نظارہ جنم لے رہا تھا۔ برفانی چوٹیاں ڈھلتی ہوئی دھوپ میں پگھلے ہوئے سونے کی کٹھالیاں بن گئی تھیں اور اُن کے اطراف میں سنہرا شعاعی ہالہ بن گیا تھا۔

ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں لوبو وغیرہ پوشیدہ تھے۔ لوبو نے سرگوشی کے عالم میں کہا۔ "ہمارے دوست پھر جاگ رہے ہیں۔"

"اوہ....." میں نے گردن ذرا اوپر اٹھا کر پُل کی طرف دیکھا۔ وہ لوگ واقعی پُل کی مرمت کے لیے شدید بے چین تھے۔ اتنی دیر خاموش رہ کر اُنھوں نے نہ جانے کیا اندازہ لگایا تھا بہرحال اب وہ پھر مصروفِ عمل ہو رہے تھے۔ کئی آدمی ہاتھوں میں لمبے لمبے تختے اور رسّے سنبھالے پیٹ کے بل رینگتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ ٹوٹے ہوئے پُل سے اُن کا فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔

میں نے لوبو کے ہاتھ سے رائفل لے لی۔ دوسری طرف فریڈ بھی سنبھل گیا تھا۔ میں نے اُسے ٹوک دیا۔ "نہیں مسٹر فریڈ! ابھی پستول کی گولیاں محفوظ رکھیں۔"

"گڈ۔ بات درست ہے۔" فریڈ نے مجھ سے اتفاق کیا۔

میں نے نشانہ لے کر پہلا فائر کیا۔ رینگتے ہوئے آدمی رُک گئے۔ اُنھوں نے فائر کا شکار ہونے والے کو خاک و خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے وہ تختے وہیں پھینک کر ہاتھوں اور پیروں کے بل بھاگے۔ دوسرا فائر بھی ضروری تھا تاکہ ہر بار دو افراد کی تعداد کم ہونے کا احساس باقی رہے اور وہ پل کی طرف بڑھتے ہوئے کم از کم دو آدمیوں کی زندگی سے مایوس رہیں۔ یہ نفسیاتی حربہ تھا کیوں کہ اس طرح ان میں کوئی آگے بڑھ کر پُل کی مرمت کے لیے خود کو پیش نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ بھاگتے ہوئے لوگوں میں سے ایک پر میں نے دوسرا فائر کیا۔ گولی نے اس شخص کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی اور وہ گیند کی طرح اُچھل کر گرا۔ اس دوسرے فائر نے مزید کھلبلی مچا دی تھی۔ ایک دو جو زیادہ دور نہیں گئے تھے اور وہیں زمین سے چمٹے ہوئے تھے، وہ بھی اُٹھ کر بھاگے اور پُل خالی ہو گیا۔

"بڑا صحیح نشانہ ہے۔" جیکسن نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں اب یہ کئی گھنٹے تک پُل کا رُخ نہیں کریں گے۔" مائیکل نے مطمئن لہجے میں کہا۔

سورج غروب ہو گیا تھا اور اُس کے ساتھ ہی سردی بڑھنے لگی تھی۔ اندھیرا تیزی سے چاروں طرف پھیل رہا تھا۔ ذرا کی دیر میں یہ حالت ہو گئی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ آسمان پر گہری دھند چھائی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے برف باری ہو گی۔ میں نے اپنے کام کے لیے لوبو، جیکسن اور میگ کو ساتھ لے لیا تھا۔ مائیکل اور فریڈ بدستور اسی چٹان پر جمے ہوئے پُل کی نگرانی کر رہے تھے۔ ہم لوگ بھی چٹان سے کچھ زیادہ فاصلے پر نہیں تھے۔ لوبو ذہنی طور پر مجھ سے زیادہ قریب تھا۔ اس لیے میں نے اُسے چٹان سے ہٹا کر اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ ذرا سی دیر میں ہم نے ایک اور ڈیڑھ کلو وزنی پتھروں کا بڑا ذخیرہ جمع کر لیا اور پھر میں نے پروگرام کے دوسرے مرحلے کا آغاز کر دیا۔ اس کے لیے پرانے کپڑے اور تقریباً تین تین فٹ لمبی رسیوں کا بندوبست بھی کیا گیا تھا۔ چیتھڑے بڑی مضبوطی سے ان پتھروں پر لپیٹے گئے اور پھر اُن پر رسیاں باندھ لی گئیں۔ اسٹوو جلانے کا تیل کے برتن ہمارے پاس موجود تھے، میں نے انھیں اسی جگہ منگوا لیا۔

دفعتاً میگ کی سرگوشی اُبھری۔ "علی! میں تمھارا پروگرام سمجھ گیا ہوں۔ کیا تم نے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ گے ؟"

"کیا مطلب ؟" میں نے کہا۔

"شروع ہی سے میرا اور مائیکل کا خیال ہے کہ تم عام انسان نہیں ہو۔" اس نے خفیف سی مسکراہٹ سے کہا۔

مجھے ہنسی آ گئی۔ "یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔" یہ بتاؤ میری یہ ترکیب کارگر ہو سکتی ہے یا نہیں ؟"

"ضرور ہونی چاہیے۔ ان لوگوں کو ....." میگ کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ دفعتاً فضا میں عجیب سی آواز پھیل گئی۔ ہم چونک پڑے۔ چند لمحے کے لیے تو سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ یہ کیسی آواز تھی۔ میں نے فریڈ کو آواز دی۔

"یس مسٹر علی !"

"یہ آواز کیسی ہے فریڈ ؟"

"کچھ پتا نہیں چلتا مسٹر علی۔ غالباً وہ فرار ہو رہے ہیں۔ انھوں نے ٹرکوں کے انجن اسٹارٹ کیے ہیں۔" فریڈ بولا۔

پھر سب کچھ سمجھ میں آ گیا۔ پل کے دوسری طرف سے روشنیوں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ یہ ٹرکوں اور جیپوں کی روشنیاں تھیں جو پُل کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔ غالباً اُنھیں بھی پُل کے بارے میں خدشہ تھا اور اُن کا یہ خدشہ بے سبب نہیں تھا۔ وہی ہونے والا تھا جو اُنھوں نے سوچا تھا لیکن میرے ذہن میں جو تھا، اُس کا ابھی میرے قریبی ساتھیوں کو بھی علم نہیں تھا۔

فریڈ کی آواز دوبارہ میرے کانوں میں اُبھری۔ وہ مجھے پکار رہا تھا۔ "مسٹر علی ! مسٹر علی !"

"کیا بات ہے فریڈ ڈیر ؟" میں نے کہا۔ ہمیں باتیں کرنے میں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ہماری آواز کسی قیمت پر اُن کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

"ٹرکوں کی روشنی میں وہ کوئی اور سرگرمی دکھلانے والے ہیں۔ خاصی بھاگ دوڑ ہو رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ کسی اور منصوبے پر عمل کر رہے ہیں۔"

"ایک منٹ فریڈ۔" میں نے کہا اور بندروں جیسی پھرتی کے ساتھ چٹان پر پہنچ گیا۔ درحقیقت وہ لوگ نئے عزم اور نئے حوصلے کے ساتھ آگے آئے تھے۔ روشنی میں پُل کے دونوں سرے صاف نظر آ رہے تھے اور وہ لوگ تیزی سے اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے صاف دکھائی دیتے تھے۔

"واقعی یہ لوگ بڑی سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ مقصد پُل کی مرمت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو گا۔" میں نے کہا۔

"لیکن یہ بے خوفی اور بے جگری تعجب خیز ہے۔ روشنی میں وہ صاف نظر آ رہے ہیں اور ہم بہ آسانی اُن کا نشانہ لے سکتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ خاموشی سے کچھ کرنے کی کوشش کرتے، اس طرح علی الاعلان کام کرنا کیا معنی رکھتا ہے ؟"

"ممکن ہے اُنھوں نے سکون سے بیٹھ کر اس بارے میں سوچا ہو۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا مطلب ؟"

"بھئی صاف ظاہر ہے۔ عقل سے کام لیتے تو پہلے ہی اندازہ کر سکتے تھے۔ ہوائی جہازوں کے سفر مسلح ہو کر نہیں کیے جا سکتے۔ اس ایک آدمی ڈاٹر کے علاوہ کسی کے پاس پستول نہیں تھا۔ اُنھوں نے آخر کار اندازہ لگا لیا ہو گا کہ ہمارے پاس زیادہ اسلحہ نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ وہ پستول یا پھر اُن کے ہلاک شدہ ساتھیوں کی رائفلیں۔"

"گڈ۔ یقیناً ایسی ہی بات ہے لیکن ...." فریڈ بولا۔

"اوہ، وہ دیکھو۔" میں نے اشارہ کیا اور فریڈ اُس طرف دیکھنے لگا۔ دو آدمی ہاتھوں میں تختہ اٹھائے پُل کی طرف بڑھتے نظر آئے۔ پُل کے قریب آ کر وہ اوندھے لیٹ گئے اور آہستہ آہستہ آگے سرکنے لگے۔

فریڈ بے چین ہونے لگا۔ "فائر نہیں کریں گے مسٹر علی ؟"

"اوہ، نہیں فریڈ..... ابھی نہیں۔ تم ان کے ارادوں کو بھانپ رہے ہو یا نہیں ؟"

"نہیں۔ میں نہیں سمجھ سکا۔"

"اُنھیں واقعی عقل آ گئی ہے۔ پہلے وہ پُل کی باقاعدہ مرمت کے چکر میں لگے ہوئے تھے لیکن اب اُنھوں نے سوچا ہے کہ صرف چند تختے جوڑ کر وہ بہ آسانی خلا کو پھلانگ سکتے ہیں۔ اُن کی تعداد بھی کافی ہے اور پھر وہ پوری طرح مسلح ہیں جب کہ ہم نہتے۔ اس طرح وہ ہم پر آسانی سے قابو پا سکتے ہیں۔"

"خدا کی پناہ ـــ بالکل ٹھیک اندازہ ہے۔" فریڈ نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اگر یہ عقل اُنھیں دن میں ہی آ جاتی تو شاید اب تک کھیل ختم ہو چکا ہوتا۔" میں نے کہا۔

"گولی نہیں چلائیں گے مسٹر علی ؟" فریڈ پھر بولا۔

"نہیں فریڈ ـــ پلیز، جلد بازی سے کام نہ لینا۔" میں نے کہا اور چٹان سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ نیچے تمام تیاریاں مکمل تھیں۔ گول پتھروں پر چیتھڑے بندھے ہوئے تھے اور ساتھ ہی ساڑھے چار چار فٹ لمبی رسیاں تھیں۔ وہ اچھی طرح تیل میں ڈبوئے گئے تھے۔ طے شدہ پروگرام کے تحت ایک اسٹوو جلا لیا گیا اور پھر میں نے ایک گولے کی رسّی پکڑ کر چیتھڑوں کو آگ دکھا دی۔ اس کے بعد اُسے گھمانے لگا۔ فضا میں آگ کا ایک دائرہ گردش کرنے لگا۔ اچھی طرح گھمانے کے بعد میں نے رسّی چھوڑ دی اور زور سے چیخا۔ "مائیکل! نشانہ دیکھنا۔"

فریڈ اور مائیکل کے حلق سے زوردار آوازیں نکلیں۔ "گولا ٹھیک پُل پر گرا ہے، ٹوٹے ہوئے حصے کے اِس طرف۔ واہ ! وہ لوگ اس حصے کی آگ بھی نہیں بجھا سکتے۔ درمیان میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

خلا ہے۔"

"ہوشیاری سے دوستو! بے اختیار اٹھنے کی کوشش مت کرنا وہ لوگ کھسیانے ہو کر گولیوں کی بارش کریں گے۔" میں نے کہا اور پھر دوسرا گولا اٹھالیا۔ گولوں کی تعداد سو کے قریب تھی۔ لولو نے بھی اس بار میری تقلید کی تھی۔

"نشانہ صرف اندازے سے لیا جا سکتا ہے لولو! لیکن ان میں سے ایک بھی گولا ضائع نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ ہمارے پاس آخری ہتھیار ہے۔"

"فکر مت کرو ماسٹر۔" لولو نے کہا۔ دو اور گولے پل کے اسی حصے پر پڑے۔ پھر جیکسن بھی ہمارے ساتھ شامل ہو گیا۔ مائیکل کو یہ کھیل اتنا دلچسپ لگا کہ وہ بھی اپنی جگہ سے نیچے کود آیا اور جلتے ہوئے گولوں کا کھیل کھیلنے لگا جس نے دشمن کو دہلا دیا تھا۔ ان کے پاس پل کے اس دوسرے حصے میں آکر آگ بجھانے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور صورت حال خطرناک سے خطرناک تر ہوتی جا رہی تھی۔

میں نے جب دیکھا کہ میرے ساتھی اب اس کھیل میں مشاق ہو گئے ہیں اور کامیابی سے اپنا کام کر رہے ہیں تو میں رائفل سنبھال کر چٹان پر آگیا۔ پھر ایک دلچسپ منظر آنکھوں کے سامنے آگیا۔ مائیکل چٹان سے نیچے اترتے ہی اس کھیل میں شریک تو ہو گیا تھا لیکن اس کا اندازہ ذرا سا غلط ہو گیا۔ اس کے پھینکے ہوئے تمام گولے پل کے دوسرے حصے پر گر رہے تھے یہی نہیں، مائیکل کچھ اور پُرجوش ہوا تو کئی گولے دوسری طرف کھڑے ہوئے ٹرکوں پر جاکر گرے اور ٹرکوں پر لگے ہوئے کینوس نے آگ پکڑ لی۔ ان کے پاس کھڑے ہوئے آدمیوں کے کپڑوں میں بھی آگ لگ گئی تھی اور جلتے ہوئے بدن، اچھلتے نظر آرہے تھے۔

ان کے پاس آگ بجھانے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ ٹرکوں کی آگ بڑھتی جا رہی تھی اور وہ دیوانوں کی طرح بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ دفعتاً کسی ٹرک کے پٹرول ٹینک نے آگ پکڑ لی اور وہ پھٹ گیا۔ شعلوں کے سائے میں ایک شخص کوئی بیس پچیس فٹ فضا میں بلند ہوا اور پھر زمین پر آگیا۔ ہولناک دھماکے سے ارد گرد کی چٹانیں لرز گئیں۔ آگ اور دھوئیں کا مہیب شعلہ آسمان کی طرف لپکا اور جلتا ہوا ایندھن دور تک بکھر گیا۔

... دس منٹ سے اچھل رہا تھا لیکن یہاں ان کے جوابی اقدام سے بھی غافل نہیں تھا۔ وہی ہوا، انھوں نے بے پناہ فائرنگ شروع کر دی۔ گولیاں بارش کی طرح برسنے لگیں۔ میں نے زور سے آواز لگائی اور فریڈ سے چٹان سے نیچے اتر آنے کو کہا۔ فریڈ نے فوراً ہی میری ہدایت پر عمل کیا گویا کہ اس خوفناک بارش میں ہم کسی بھی لمحے موت کا شکار ہو سکتے تھے۔ پل جل رہا تھا اور شعلوں سے مزید روشنی پھیل گئی تھی۔ ٹرکوں کے انجنوں کی آواز کچھ تیز محسوس ہوئی۔ میں گولیوں کی اس بارش کے باوجود اپنا تجسس نہ روک سکا۔ ایک بار پھر میں نے چٹان پر چڑھنے کی ہمت کی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ وہ لوگ بچے کھچے ٹرکوں، جیپوں اور سامانوں کو لے کر پیچھے ہٹ رہے تھے۔ اس قدر شدید نقصان اٹھانے کے بعد اب ان میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ وہاں رکتے۔ گولیاں چلنا بھی بند ہو گئیں۔ پل دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔

مائیکل، میگ، جیکسن اور فریڈ نے خوشی سے نعرے لگائے۔ سب کے سب مجھ پر آلدے تھے۔ ایک کونے میں ایڈلر کھڑا ہوا تھا لیکن اس کے تاثرات زیادہ خوش گوار نہیں تھے۔ جو لوگ اس دوران میں ایڈلر کی بکواس کا شکار ہو رہے تھے۔ وہ بھی اب ہماری کارکردگی سے متاثر ہو گئے تھے۔ ان میں سے بیشتر نے آگے آکر مجھے مبارک باد دی تھی۔ خاموش طبع جیکسن بھی آگے بڑھ کر گرم جوشی سے مجھ سے گلے ملا۔

"تمھاری اتنی عمر نہیں ہے علی، جتنا تجربہ ہے۔ میری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔" اس نے خلوص سے کہا۔

"شکریہ۔"

"دوستو۔ ایڈلر کو تو ہمیشہ مطعون ہی کرو گے تم لوگ لیکن کچھ میں اس وقت کہہ رہا ہوں، اس پر یقین نہ کرو تو انتہائی افسوس کی بات ہو گی۔" ایڈلر کی زہریلی آواز پھر ابھری۔ تمام لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

مائیکل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بڑی دیر کے بعد آپ کی زبان کھلی ہے مسٹر ایڈلر۔ فرمائیے! اس وقت آپ کیا نکتہ بیان کر رہے ہیں؟"

"اب تک یہ سوچا جاتا رہا ہے کہ وہ کون سی شخصیت ہے جس کے دشمنوں نے باقی تمام لوگوں کو بھی موت و زیست کی کشمکش میں ڈال دیا ہے۔"

ہاں، یہ سوچا جاتا رہا ہے مسٹر ایڈلر۔ پھر؟" مائیکل نے کہا۔ "اب بھی تم اس شخصیت کو نہیں پہچان سکے؟"

"اوہ، اس کا انکشاف آپ ہی کریں مسٹر ایڈلر۔"

مسٹر علی کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟ اگر ایسی بات نہیں ہے تو پھر ذرا معلوم کر کے بتائیں کہ مسٹر علی کون ہیں؟"

"ویری گڈ! آپ کی یہ بات قابل غور ہے۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ آپ نے نہایت ذہانت کی بات کی ہے لیکن اگر ایسا ہے بھی تو کیا آپ اس بات کو نہیں سراہتے کہ علی نے اپنے لاتعداد دشمنوں کو نیچا دکھا دیا ہے؟"

"اور ہم جو مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔"

"ہاں۔ اس کی سزا مسٹر علی کو دی جا سکتی ہے۔ کیا آپ ان کے لیے سزا تجویز کریں گے؟" مائیکل بولا۔

"تم مجھ پر طنز کر رہے ہو، میرا مذاق اڑا رہے ہو؟"

"ہاں مسٹر ایڈلر۔ آپ کا یہ اندازہ بھی بالکل درست ہے کیوں کہ بقول آپ کے ہم تو ہیں ہی ایک دوسرے کے شریک کار۔" مائیکل مسخرے پن سے بولا اور تمام لوگ ہنس پڑے۔

ایڈلر کی ان باتوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا گیا تھا۔ طیارے کے مسافر چٹانوں سے کافی پیچھے ہٹ کر آرام کرنے لیٹ گئے۔ ہم چند آدمی بھی ایک گروپ کی شکل میں ایک جگہ بیٹھ گئے تھے۔ نیند کسی کی آنکھوں میں نہیں تھی۔ جلتے ہوئے پل اور ٹرکوں کی روشنی ابھی تک پھیلی ہوئی تھی۔

میگ نے کہا۔ "میرا خیال ہے اب پل کی مرمت تو ان کے بس کی بات نہیں رہی ہے۔"

"ہاں۔ فی الحال تو اس کا امکان نہیں ہے۔" جیکسن نے کہا۔

"فی الحال؟" میگ نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

"ہاں میگ، فی الحال ہی کہا جا سکتا ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا آپ کے خیال میں وہ لوگ کچھ نئی کوششیں کر سکتے ہیں؟"

"یقیناً اس کا امکان ہے۔"

"لیکن اس کے ذرائع کیا ہوں گے؟"

"کچھ نہ کچھ تو ضرور ہوں گے۔"

"میرا مطلب ہے برف کے ان ویرانوں میں وہ از سر نو کیا کر سکتے ہیں؟"

"آپ اس بات کو کیوں بھول رہے ہیں مسٹر میگ کہ بہرحال وہ اس سازو سامان کے ساتھ یہاں پہنچے ہی تھے۔ انھیں جہاز کے ...... نیچے مسافروں کی طرف سے اس شدید مزاحمت کی امید نہیں ہو گی لیکن جو کچھ ہوا ہے اس کے بعد وہ نئے سرے سے کوشش ضرور کریں گے۔"

"ایک بات اب بھی ذہن میں اٹکی رہ جاتی ہے مسٹر علی۔" جیکسن نے کہا۔

"کیا؟"

"آخر وہ کون ہے جس کی وجہ سے یہ سارا ہنگامہ ہو رہا ہے؟ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے؟ اگر زندہ ہے تو کون ہے؟ جہاز کے مسافروں میں اسے کیسے تلاش کیا جا سکتا ہے؟"

"یہ ڈیوٹی مسٹر ایڈلر کے سپرد کر دی جائے تو بہتر ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"اوہ۔ وہ ڈفر ہے۔" مائیکل بولا۔ "میں اس شخص کے سخت خلاف ہوں۔ میرے خیال میں مسٹر علی، اس کے بارے میں کچھ سوچنا بے حد ضروری ہے۔ وہ خدا واسطے کا بیر رکھنے والوں میں سے ہے۔"

"مثلاً کیا سوچو گے؟"

"اب دیکھیے نا، وہ ذلیل شخص ....." مائیکل غصے سے بولا۔

"کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "نہ جانے کس کے ذہن میں کیا کیا ہے۔ کون جانے، ہمیں کوئی منزل مل ہی جائے اس کے بعد کون کہاں ہو گا، کسے پتا! صرف اس وقت تک کی بات ہے۔ میرے خیال میں اسے نظر انداز کر دو۔"

"مگر اب کیا ہو گا؟" میگ نے پوچھا۔

"ہاں یہ سوال سب سے اہم ہے۔ میرے خیال میں وقتی طور پر تو ان کا خطرہ ٹل گیا ہے لیکن ہم اسے مستقل چھٹکارا نہیں کہہ سکتے جس طرح وہ لوگ اس پل کے بغیر دریا عبور نہیں کر سکے اسی طرح ہمارے لیے بھی یہ ممکن نہیں ہو گا۔ اب یہی بہتر ہے کہ ہم یہاں سے آگے بڑھیں۔ زندہ رہنے کا ذریعہ تلاش کریں کم از کم کوئی فوری خطرہ تو نہیں ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کیا بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"تو پھر صبح کو ....؟" جیکسن نے پوچھا۔

"ہم تو اسی وقت سفر کر سکتے ہیں لیکن دوسرے لوگوں کو اس کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔"

"بات کچھ عجیب سی ہے مسٹر علی۔" فریڈ اس دوران میں پہلی مرتبہ بولا۔

"کیا؟"

"ہم میں سے کوئی کسی کا کچھ نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہم اپنی زندگیاں بچانے کے بجائے ایک دوسرے کی مدد کے لیے کوشاں ہیں جب کہ ہم میں سے کوئی بھی اس مصیبت کا ذمے دار نہیں ہے۔"

"یہی تو زندگی ہے فریڈ۔ ورنہ بستیاں آباد نہ ہوتیں۔ کوئی کسی کی ضرورت محسوس نہ کرتا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔ ان لوگوں کو مایوس نہیں چھوڑا جا سکتا۔ سب اکٹھے جئیں گے، اکٹھے مریں گے۔ تو پھر صبح کو روانگی طے پائی؟" مائیکل

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے پوچھا۔

"یقیناً، بلکہ علی الصباح۔"

یہ طے کرکے ہم سب لوگ بھی آرام کرنے لیٹ گئے۔ شاید سب کے ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ جانتے تھے کہ یہ موت کا سفر ہے، انھیں طوفانی ہواؤں برف پوش چوٹیوں اور انجانے راستوں پر سفر کرنا تھا جو انھیں کہاں لے جائیں گے، اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔

صبح کو سفر کا آغاز ہوگیا۔ ہمارے سامنے کوئی منزل نہیں تھی، بس ایک جذبہ تھا، شاہراہِ حیات تلاش کرنے کا۔ تعلیم یافتہ اور سمجھ دار لوگ تھے اور حقیقت سے پوری طرح واقف تھے اور کچھ کیا بھی تو نہیں جاسکتا تھا، اس لیے گھسٹ رہے تھے جو زخمی تھے اُن کی اُمنگیں بھی یہی تھیں کہ دوا دارو کے بغیر اپنے پیروں پر چل سکیں۔ صرف چند لوگ ایسے تھے جو دوسروں کے رحم و کرم پر تھے لیکن خدا ترس انسان انھیں بھی سنبھالے ہوئے تھے۔

صبح کو جب ہم روانہ ہوئے تو آسمان صاف اور موسم خوش گوار تھا لیکن دن کو دس بجے کے قریب بادل چھا گئے اور موسم میں یکایک تبدیلی پیدا ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد برف باری شروع ہوگئی لیکن ہم چلتے رہے۔ جگہ جگہ پہاڑی ڈھلوان آئے۔ ان پر چلنا خاصا دشوار رہا لیکن کسی نہ کسی طرح ہم راستہ عبور کرتے رہے۔ دوپہر کے بعد ایک حادثہ ہوگیا۔ ایک خطرناک ڈھلوان سے اترتے ہوئے ایک زخمی اسٹریچر سے گر کر ہلاک ہوگیا۔ اُسے برف میں ہی دفن کر دیا گیا اور پھر ہم آگے بڑھ گئے۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ سفر کبھی ختم نہ ہوگا اور ہم مہذب دنیا سے دور ان برف پوش پہاڑوں میں مر کھپ جائیں گے۔ پھر ایک دشوار بلندی طے کرکے ہم چوٹی پر پہنچ گئے۔ آگے ذراسی ڈھلوان تھی اور اُس کے بعد۔ ایک لمحے کے لیے ہمارے ذہن شدید مایوسی کا شکار ہوگئے۔ تقریباً پچیس فٹ بلند گلیشیر راستہ روکے کھڑا تھا۔

مائیکل نے گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "چلتے رہنا ہے مائیکل! ہم راستہ کاٹ کر چلیں گے۔"

"سوری مسٹر علی۔ آئیے۔" اس نے کہا اور ہم پھر چلنے لگے۔ گلیشیر کے ساتھ ساتھ جگہ کاٹتے ہوئے ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ ایک طرف گلیشیر تھا، دوسری طرف گہری عمودی ڈھلوان۔ ذراسی لغزش ہمیں ہزاروں فٹ کی گہرائی میں پہنچا سکتی تھی۔ تقریباً چار گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد ہم دوبارہ اپنے راستے پر آئے اور سیدھے آگے بڑھنے لگے۔ زندگی بڑی عجیب محسوس ہورہی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ سفر کب تک جاری رہے گا۔

بالآخر رات ہوگئی۔ کھلے آسمان کے نیچے برف باری میں بسر ہونے والی یہ رات بے حد خوف ناک تھی۔ برفانی تودے جا بہ جا نگاہ بکھرے ہوئے تھے۔ کوئی جائے پناہ نہیں تھی۔ یہ رات ہمارے موجودہ شب و روز کی سب سے خوف ناک رات رہی۔ تین اور زخمی چل بسے تھے۔ صبح کوئی ایسا زخمی نہیں رہا تھا جس کے لیے اسٹریچر کی ضرورت رہتی۔ جو زندہ تھے رات بھر میں وہ بھی ادھ موئے ہوگئے تھے۔ بدن سُن محسوس ہوتے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ہاتھ پاؤں سوج کر من من بھر کے ہوگئے ہوں۔ برفیلی مہیب ہواؤں کے جھکڑ بھی چل رہے تھے اور برف کے ذرے جسم میں گویا سوراخ کر رہے تھے۔ ہر چند کہ ہم نے خود کو کمبلوں وغیرہ سے ڈھکا ہوا تھا مگر یہ سب کچھ ان ہواؤں کے سامنے بیکار تھا۔

"کیا ان حالات میں آگے سفر کیا جاسکتا ہے؟" مائیکل نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ سفر جاری رکھا جائے گا۔" میں نے عزم سے جواب دیا۔

"چل سکیں گے یہ لوگ؟"

"چلنا ہوگا انھیں۔"

میری آواز دوسرے لوگوں نے بھی سن لی تھی۔ ایڈلر نے حلق پھاڑ کر کہا۔ "میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ میرا جسم ناکارہ ہوچکا ہے۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے مسٹر ایڈلر۔ جو لوگ آپ کے ساتھ یہاں رکنا چاہیں ان کے ساتھ کوئی زبردستی نہیں ہے۔ میں نہیں سمجھتا آپ نے خود کو کسی کا محکوم کیوں سمجھا ہے۔ آپ جس طرح مناسب محسوس کریں، سفر کریں۔ ہم چلتے ہیں۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"گویا میں ... گویا میں تنہا رہ جاؤں گا؟" ایڈلر بولا۔

"بس ہے۔" اس نے پریشانی سے کہا۔

"اگر میرے ساتھ کوئی بھی چلنا پسند نہ کرے تب بھی میں آگے بڑھ جاؤں گا۔"

"اب کیا خیال ہے مسٹر ایڈلر۔" مائیکل نے مسکرا کر کہا۔ وہ گردن جھٹک کر رہ گیا۔

دن بھر ہم وقفے وقفے سے چلتے رہے۔ رفتار بے حد سست تھی۔ موسم دوپہر تک سخت خراب تھا لیکن دوپہر کے بعد صورت حال کچھ بہتر ہوگئی اور اُس وقت ہم ایک بلندی کو طے کرکے ڈھلوان تک پہنچے تھے کہ دفعتاً وادی میں کچھ فاصلے پر ہمیں چھتوں والے چند کیبن نظر آئے۔ ہم سب کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔ جسم میں خود بخود تیزی آگئی۔ ہماری خوشی میں ... ہمیں معلوم تھا کہ یہ کیبن کیسے ہیں لیکن پچھلے رفتار تیز ہوگئی۔ ہمیں معلوم تھا ... تجربات مہمیز کا کام کررہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہم کیبنوں کے پاس پہنچ گئے۔ چند گز کے فاصلے سے ہم نے دوڑنا شروع کردیا۔ اُن کی تعداد چھ تھی۔ سب بے تحاشا ان میں گھسنے لگے لیکن چند لمحوں بعد سنسنی پھیل گئی۔ گولیاں چلنے کی آوازیں آئیں اور اس کے ساتھ ہی کچھ چیخیں سنائی دیں۔ عورتیں چیخنے لگیں۔ میرے ساتھ تو لو، مائیکل اور جیکسن تھے۔ ہم تینوں ایک کیبن کے باہر ہی رک گئے۔ پھر میگ اس کیبن سے برآمد ہوا۔ اُس کے شانے سے خون بہہ رہا تھا۔ اُس کے پیچھے فریڈ اور ریچسن نکلے اور اُنھوں نے میگ کو سنبھالا۔

"ارے! یہ کیا ہوا؟" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"زیادہ زخم نہیں آیا۔ گولی صرف شانے کو چھوتی ہوئی گزری ہے۔ دیکھنا کہیں اور لوگ زیادہ زخمی نہ ہوگئے ہوں۔" میگ نے حوصلے سے کہا۔

میں رائفل لیے قریب کے کیبن کی طرف دوڑا۔ وہ ضرورت کے سامان سے بھرا ہوا تھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ دوسرے کیبنوں کی بھی تلاشی لی گئی۔ وہ بھی خالی تھے۔ البتہ اُن کے عقب میں برف پر ٹائروں کے نشانات موجود تھے۔ مکمل صورت حال سمجھ میں آگئی۔ مائیکل نے میگ کے زخم کو کس کر باندھ دیا تھا اس طرح خون بہنا بند ہوگیا تھا۔

جس کیبن میں میگ فریڈ اور ریچسن داخل ہوئے تھے اس میں دو آدمی تھے۔ ہمارے ساتھیوں نے انھیں نہیں دیکھا تھا۔ یہ تو اس وقت پتا چلا جب اُن دونوں نے پستول سے فائرنگ کر دی۔ خوش قسمتی تھی کہ صرف ایک گولی میگ کے شانے کو چھوتی ہوئی گزر گئی اور فریڈ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر پستول سے دو گولیاں چلا کر انھیں ٹھنڈا کردیا۔ ورنہ اس مختصر سے کیبن میں داخل ہونے والوں کی زندگی بچنا محال تھا۔

"کاش ان میں سے ایک ہمیں زندہ مل جاتا۔ اس سے کم از کم ان لوگوں کے بارے میں کچھ تو معلوم ہوسکتا تھا۔ لیکن ان کی کیبن میں موجودگی تعجب خیز ہے۔" مائیکل بولا۔

"اوہ مسٹر علی ... وہ یہاں واپس نہ در آسکتے ہیں۔" میگ بولا۔ اس نے اب خود کو پوری طرح سنبھال لیا تھا۔

"ہاں یہ عین ممکن ہے۔ انھیں ضرور اندازہ ہوگا کہ ہم ... کے سے چل پڑے ہیں۔" جیکسن نے کہا۔

"ان کیبنوں میں رُکنا خطرناک ہے۔ ضرورت کا سامان لے کر انھیں تباہ کردیا جائے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ یہاں سے ہمیں اسلحہ بھی ملے گا۔ کیروسین آئل ہمارے پاس ختم ہوچکا تھا۔ اب یہاں سے ہم نیا ذخیرہ حاصل کرسکیں گے۔" یہ فریڈی کی رائے تھی۔

"اب دیر نہ کی جائے۔ کہیں ہم منصوبہ بندی میں ہی مصروف رہیں اور وہ پہنچ جائیں۔" جیکسن نے اُس کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"تمام لوگوں کو لوٹ مار کی دعوت عام دے دی جائے تاکہ سب بہ حسب استطاعت وزن لا سکیں۔" مائیکل بولا۔

اس کے بعد تو قزاقی شروع ہوگئی۔ دو پستولیں، دو رائفلیں اور بہت سے کارتوس ہاتھ آگئے۔ اس کے علاوہ ضرورت کا بہت سا سامان مل گیا۔ ساری چیزوں کے حصول کے بعد ہم نے پروگرام کے دوسرے حصے پر عمل کیا یعنی کیبنوں پر تیل ڈال کر انھیں آگ لگادی تاکہ دشمن اب ان سے کوئی فائدہ حاصل نہ کرسکے۔ جب کیبنوں سے اُٹھنے والے شعلے پوری طرح بلند ہوگئے تو ہم وہاں سے تیز رفتاری سے چل پڑے۔

زخمیوں کا مسئلہ نہیں رہا تھا۔ اس لیے سفر کی رفتار بھی تیز ہوگئی۔ شائیں شائیں کرتی ہوئی ہوا چنگھاڑتی پھر رہی تھی۔ آگے چڑھائی تھی۔ جلد ہی سانس پھولنے لگی لیکن بلندی پر غار نظر آرہے تھے۔ ان غاروں تک پہنچنے کے لیے ایک درّے سے گزرنا تھا۔ میں سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ میں نے مائیکل کی طرف دیکھا تو جیسے اُس نے میرے چہرے کے تاثرات پڑھ لیے۔

"میں بھی وہی سوچ رہا ہوں علی، جو آپ ..." وہ بول پڑا۔

"میرے خیال میں یہ پناہ گاہ بہتر رہے گی۔" میں نے اپنے دل کی بات کہی۔

"سو فی صد۔ تھکے ہارے نیم جان لوگوں کو تھوڑا سا سکون مل جائے تو ان میں زندگی کی لہر دوڑ جائے گی۔ یوں بھی مسلسل سفر ممکن نہیں ہے۔ تھوڑی دور چل کر وہ اس قابل نہیں رہیں گے کہ مزید سفر جاری رکھ سکیں۔" مائیکل بولا۔

"تو پھر آؤ، اسی طرف چلیں۔" میں بولا۔

... ہواؤں کے تھپیڑوں سے بچنے کی خواہش ہر دل میں تھی۔ اس وقت ان غاروں کی قدر و قیمت ہمارے دل ہی جانتے تھے۔ تین غار منتخب کرلیے گئے اور بے چارے مصیبت زدہ ان میں سما گئے لیکن ہم نے شدید تھکن کے باوجود

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اپنی ذمے داریاں مدِنظر رکھی تھیں اور ان حالات میں بھی پہرے کا انتظام کرایا گیا تھا۔ پہلا شخص لوبو تھا جس نے دانت نکالتے ہوئے کہا، "سب لوگ آرام سے سو رہو جس وقت تھکن دور ہو جائے کوئی ایک آ کر میری جگہ سنبھال لے۔"

"تم بھی تو تھکے ہوئے ہو لوبو۔" مائیکل نے کہا۔

"اوہ نہیں، میں اس لفظ تھکن کے معنی سے واقف نہیں ہوں، اس لیے کبھی اس کے بارے میں نہیں سوچتا۔" لوبو نے کہا اور مائیکل میری طرف دیکھنے لگا۔

"لوبو ٹھیک کہتا ہے۔ اسے رائفل اور کارتوس دے دو۔" میں نے کہا۔

لوبو پہرے پر تعینات ہو گیا۔ مونا اور دوسری عورتیں الٹا سیدھا کھانا تیار کرنے لگیں۔ پھر سب لوگ کھانے کے بعد لیٹے لیٹ گئے۔ میرا خیال ہے، میرے علاوہ سب ہی سو گئے تھے۔ مجھے نیند نہیں آئی۔ تھوڑی دیر آرام کرنے سے طبیعت کچھ بحال ہو گئی تھی۔ میں باہر نکل آیا۔ لوبو اپنی جگہ ڈٹا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا۔

"اتنی جلدی ماسٹر!"

"تم بھی تھوڑی دیر آرام کر لو لوبو۔"

"یقین کرو میں ضرورت نہیں محسوس کرتا۔"

"تھکن نہیں ہوئی تمھیں؟"

"تمھارے سامنے اس سے انکار نہیں کروں گا ماسٹر۔"

"تو پھر آرام کیوں نہیں کر رہے؟"

"میں یہاں اس چٹان پر کمبل میں لپٹا آرام ہی کر رہا تھا بس آرام کافی ہے، اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی اور خود بھی اسی چٹان پر لیٹ گیا جس پر لوبو تھا۔ میں نے کمبل اپنے گرد لپیٹ لیا تھا۔ کچھ دیر کے لیے خاموشی طاری ہو گئی۔ پھر لوبو نے اس خاموشی کو توڑا۔

"نیند آ رہی ہے نا ماسٹر! میں جانتا ہوں تم صرف میری وجہ سے باہر آ گئے ہو۔ میری مانو، جاؤ سو جاؤ تھوڑی دیر پھر بےشک تم میری جگہ سنبھال لینا۔"

"نہیں لوبو۔ یقین کرو نیند کا شائبہ بھی نہیں ہے۔"

"پھر خاموش کیوں ہو؟"

"سوچ رہا ہوں۔"

"کیا ماسٹر؟" لوبو دلچسپی سے بولا۔

"تمھارے بارے میں۔ دل میں کیا کہتے ہو گے تم بھی! تمھاری زندگی میری وجہ سے . . . . !"

"میری زندگی۔ سچ سچ کہو ماسٹر کیا وہ میری زندگی تھی جو یہ موجود ہے۔ یہ تمھارا قرض نہیں ہے؟ جو مارے گئے وہ زندہ ہو سکتے ہیں؟ جو تھا سے ساتھ ساتھ ہے وہ لوبو نہیں ماسٹر تمھارا سایہ ہے۔ اس بات کو لکھ لینا باس، اگر تم مجھ سے پہلے مرے تو یہ سایہ بھی ایک لمحے میں ختم ہو جائے گا۔" لوبو کی آواز بھرا گئی۔ میں اس کے الفاظ سے شدید متاثر ہو گیا تھا۔ میں نے اس کی کلائی پر ہاتھ رکھ دیا۔

کافی دیر کے بعد میں نے بھی گلوگیر آواز میں کہا۔ "دوستوں کے معاملے میں میں بہت خوش نصیب ہوں لوبو۔"

"یقیناً ہو گے ماسٹر۔ مجھے اپنے دوستوں کے بارے میں بتاؤ۔"

"میری ابتدائی زندگی دکھوں سے عبارت ہے۔ تمھاری طرح میں بھی غریب الوطن ہوں۔ طویل عرصہ قبل اپنے وطن سے دور امریکہ میں زیرِ تعلیم تھا لیکن وطن کی محبت کبھی دل سے نہیں نکلی۔ میرا دیس ہر لمحہ میرے سینے میں زندہ رہتا ہے۔ مجھے اس کے تصور سے پیار ہے۔ وطن سے دور سان فرانسسکو میں مجھے ایک دوست ملا۔ ایک قابل اعتماد اور قابلِ فخر دوست جو میرا ہم مذہب بھی نہیں تھا۔ اس کا نام ہربنس تھا۔ وہ مجھے یاد ہے اور ہمیشہ یاد رہے گا۔ میری ایک اور دوست لوئی شی تھی۔ ایک چینی لڑکی جس نے میرے لیے جان کی بازی لگائی اور پھر فادر جوشو۔ ان لوگوں کو زندگی کی آخری سانس تک نہ بھول سکوں گا لوبو۔ انھوں نے بے لوث میری مدد کی تھی۔ یہ دیکھو کہ انھوں نے آج مجھے یہاں تک پہنچانے میں میری مدد کی ہے ورنہ شاید میرے لیے یہ سب ممکن نہ ہوتا۔"

"ویری گڈ۔ ویسے تمھارے بارے میں بار بار ایک تجسس ذہن میں ابھرتا ہے۔ میں نے سوچا کسی مناسب وقت میں تم سے اس بارے میں پوچھ لوں گا۔"

"کیا تجسس ابھرتا ہے لوبو؟"

"بس یہی کہ تم کون ہو۔ جن لوگوں کے لیے تم کام کر رہے ہو ان کا تم سے کیا تعلق ہے، تمھارے بارے میں میری ایک رائے ہے ماسٹر اور میں اس پر مکمل یقین رکھتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"تم ان لوگوں سے کوئی معاوضہ لے کر کام تو نہیں کر سکتے۔ معاوضے پر کام کرنے والے ذرا مختلف لوگ ہوتے ہیں۔ کیا میں غلط سوچ رہا ہوں؟"

"نہیں لوبو۔ تمھارا خیال درست ہے۔ ہم لوگ ایک مشن سے تعلق رکھتے ہیں اور تمھیں اس دوران میں تنظیم کے مشن کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے۔ میں اس مشن کی سچائی کے لیے کام کر رہا ہوں اور یہ صرف جذبہ ہے جس نے مجھے دوسری تمام باتوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔"

"میں آنکھیں بند کر کے تسلیم کرتا ہوں ماسٹر۔ درحقیقت جذبے ہی یہ دلیری پیدا کرتے ہیں۔" لوبو نے گہری سانس لے کر کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بار پھر ہم خاموش ہو گئے۔

سونے والے ایسے سوئے کہ کسی نے کروٹ بھی نہ بدلی حالانکہ اصولاً وہ اپنی ڈیوٹی سنبھالنے کے پابند تھے لیکن میں نے یا لوبو نے اس سلسلے میں کسی سے کچھ نہ کہا۔

سورج گہرے بادلوں کی اوٹ میں چلا گیا، روشنی معدوم ہو گئی۔ تاریکی گہری ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ شام پوری طرح جھک آئی۔ گھڑیوں کے مطابق ابھی شام ہی تھی لیکن تاریکی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ رات سی لگتی تھی۔ تاحدِ نگاہ مناظر دھندلا گئے تھے اور اسی دھندلکے میں، میں نے ایک رینگتے ہوئے دھبے کو دیکھا۔ میں چونک گیا۔

"لوبو"، میں نے سرگوشی کی۔

"جیپ ہے ماسٹر، اسی طرف آ رہی ہے"، میری سرگوشی کے جواب میں لوبو نے کہا۔

ہم دونوں خاموشی سے ذرے کی چٹان پر لیٹے، جیپ کو دیکھتے رہے۔ گہرے سناٹے میں جیپ کے انجن کی آواز مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند ابھر رہی تھی۔ پھر انھوں نے تاریکی کے پیشِ نظر ہیڈ لائٹس روشن کریں، وہ یقیناً اندازے کی بنا پر آگے بڑھ رہے تھے۔ جیپ تھوڑے فاصلے پر رک گئی اور چار سائے نیچے اتر آئے۔ انھوں نے آپس میں کچھ گفتگو کی اور ان میں سے تین سائے منتشر ہو گئے۔ ایک سایہ جیپ کے پاس ہی کھڑا رہا۔ غالباً جیپ کی حفاظت کے لیے۔

"لوبو۔ جیپ کے پاس کھڑے ہوئے شخص کو سنبھالو۔ میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں"، میں نے لوبو کے کان میں کہا۔

"اوکے ماسٹر"، لوبو نے کہا۔

میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور تاریکی میں آنکھیں پھاڑتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ وہ لوگ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے، نجانے کہاں گم ہو گئے تھے تینوں۔ پھر ایک لڑھکتے ہوئے پتھر نے میری مدد کی اور مجھے ان کی سمت معلوم ہو گئی۔ وہ اسی غار کے قریب موجود تھے جس میں ہمارے ساتھی چھپے ہوئے تھے۔ میرا دل دھک سے رہ گیا۔ کیا انھیں ان لوگوں کی موجودگی کا علم ہو گیا؟

میں نے رائفل سیدھی کی اور برق رفتاری سے ان کی طرف بڑھنے لگا، اچانک ایک پتھر میرے پاؤں کے نیچے آ کر لڑھک گیا اور وہ اچھل کر بھاگے۔ غالباً وہ پوزیشن لینے کے چکر میں تھے۔ خدا جانے انھیں کچھ غار کے بارے میں معلوم ہوا تھا یا نہیں لیکن میری سمت کا اندازہ وہ بخوبی لگا چکے تھے۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ میں غیر محسوس طور پر انھیں تلاش کرتا ہوا ایک غار تک آ گیا تھا۔ اسی وقت غار میں کسی [illegible] تھی اور غار کے دہانے پر کچھ آوازیں سنائی دیں۔

بس غضب ہو گیا۔ اسٹین گنوں سے گولیاں برسنے لگیں۔ غار کے دہانے سے کئی کربناک چیخیں بلند ہوئیں۔ نجانے کون نشانہ بنا تھا۔ میں نے سب کی زندگی کا ٹھیکہ تو نہیں لے رکھا تھا۔ ہوش و حواس قائم رکھنے چاہییں تھے ان لوگوں کو بھی۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں فائرنگ کر کے ان لوگوں کی توجہ غار سے ہٹا دوں۔ اگر انھیں اندازہ ہو گیا ہوتا کہ غار میں نہتے لوگ بھرے ہوئے ہیں تو وہ اندر داخل ہو کر ایک ایک کو بھون ڈالتے۔ چنانچہ اس بار میں نے دو بیکار فائر کیے اور جلدی سے اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری پوزیشن سنبھال لی۔ اسٹین گن کا رخ اس سمت ہو گیا تھا جہاں سے میں نے گولیاں برسائی تھیں لیکن میں نے بھی اس جگہ کا اندازہ لگا لیا تھا جہاں وہ لوگ موجود تھے۔ اس بار میری رائفل نے دو کامیاب فائر کیے۔ دو چیخیں بلند ہوئیں اور اسٹین گنیں خاموش ہو گئیں۔ میں نے پھر اپنی جگہ چھوڑ دی اور ایک ابھری ہوئی چٹان کی اوٹ میں پہنچ گیا۔ دفعتاً میں نے چند اور روشنیاں دیکھیں اور پھر بڑے انجنوں کی آوازیں ابھریں۔ وہ ٹرک تھے جو کہیں قریب موجود تھے اور جیپ صورتحال کا جائزہ لینے یا ہمیں تلاش کرنے اس طرف آئی تھی۔ اب فائرنگ کی آواز پر ٹرک بھی حرکت میں آ گئے تھے۔

حالات بگڑ گئے تھے۔ لگتا تھا جیسے اس بار انھوں نے ہوشیاری سے ہمیں گھیر لیا تھا۔ تاریکی کی وجہ سے کوئی مؤثر قدم بھی نہیں اٹھایا جا سکتا تھا۔ ٹرک چڑھائی پر آ رہے تھے اور ان کی رفتار کافی تیز تھی۔ پھر ان سے فائرنگ ہونے لگی۔ یہ مشین گن کی فائرنگ تھی۔ چٹانیں تڑخنے لگیں، سنگریزے فضا میں اڑنے لگے۔ پھر نجانے کہاں سے اسٹین گن کی فائرنگ کی آواز آئی اور دونوں ٹرکوں کی روشنیاں بجھ گئیں۔ شیشے ٹوٹنے کی آوازیں فضا میں گونج اٹھی تھیں۔ ایک ٹرک کا رخ بدل گیا اور وہ اپنی جگہ چھوڑ کر گہرائیوں کی طرف چل پڑا۔ پھر وہ شعلے بکھیرتا ہوا ہزاروں فٹ کی گہرائی میں گرنے لگا۔

میں سوچ رہا تھا، یہ فائرنگ کس نے کی! اسٹین گن سے دو برسٹ فائر ہوا اور اس بار کئی چیخیں بلند ہو گئیں۔ اسی وقت ایک سایہ میرے سامنے سے گزرا۔ ایک لمحے میں، میں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کوئی بھی ہو، اسے قابو میں کرنا ضروری ہے اور پینترہ بدل کر رائفل کے بٹ سے اس پر حملہ کر دیا۔ سائے کے حلق سے کریہہ چیخ نکلی۔ اس کے گرتے ہی میں نے اسے چھاپ لیا۔ میرے ہاتھ خون میں لتھڑ گئے۔ رائفل کی ضرب کچھ سخت تھی۔ البتہ جو کارآمد چیز میرے ہاتھ لگی، وہ اسٹین گن تھی جو یقیناً اس سائے کے ہاتھ سے گری تھی۔ میں نے رائفل پھینک کر اسٹین گن سنبھال لی۔

ابھی اس سے فارغ بھی نہیں ہوا تھا کہ دفعتاً کسی چٹان کے عقب سے پھر فائرنگ ہوئی اور میں بال بال بچا۔ سنبھل کر میں نے بھی اس طرف فائر جھونک دیے۔

کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا؟ کون کہاں ہے؟ کون کیا کر رہا ہے؟ غار والوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ ہر سو سکوت چھا گیا تھا۔ جب یہ خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے ایک زوردار آواز لگائی "لوبو!" میری آواز پہاڑوں میں گونجنے لگی۔

"سب ٹھیک ہے ماسٹر۔ میں روشنی دکھا رہا ہوں، اس سمت آ جاؤ"، لوبو کی آواز سنائی دی اور ایک ٹارچ روشن ہو گئی۔

"مسٹر علی، میں بھی آ رہا ہوں، کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟" مائیکل کی آواز سنائی دی تھی۔

"نہیں مسٹر مائیکل! جہاں ہیں وہیں رہیں"، میں نے چلا کر کہا اور پھر لوبو کی دکھائی ہوئی روشنی کی سمت میں بڑھنے لگا۔ راستہ اجنبی تھا اور جگہ پُرخطر بھی تھی لیکن میں کسی نہ کسی طرح لوبو کے پاس پہنچ گیا۔ لوبو کے ہاتھ میں اسٹین گن دبی ہوئی تھی۔ فالتو میگزین کا ایک کارتوس بھی اس کے پاس نظر آ رہا تھا۔

میں نے گرم جوشی سے اس کے شانے کو دباتے ہوئے کہا "تم ٹھیک تو ہو لوبو؟"

"بالکل ٹھیک ہوں ماسٹر۔ تم نے جو کام میرے سپرد کیا تھا، میں اس سے کچھ زیادہ ہی انجام دے چکا ہوں۔ تم وہ دونوں ٹرک میرے نام میں درج کر دو جو گہرائیوں میں گر کر تباہ ہو چکے ہیں"، لوبو نے مسکرا کر کہا۔ اس کے سیاہ چہرے پر دانتوں کی سفید قطار جھلک رہی تھی۔

میں نے دلچسپی سے کہا "لیکن تم نے یہ سب کیسے کر ڈالا لوبو؟"

"بس ماسٹر، تم نے مجھ سے کہا تھا کہ جیپ کے قریب پہرہ دینے والے کو سنبھال لوں۔ سو میں نے اُسے سنبھال لیا۔ اس کی اسٹین گن، یہ ٹارچ، پائپ اور تمباکو پاؤچ، کچھ کرنسی اور ایک خوبصورت لڑکی کی تصویر اب میرے قبضے میں ہے۔ ویسے کام کا آدمی تھا ماسٹر۔ اگر یہ اسٹین گن میرے ہاتھ نہ لگتی تو ٹرک ہمیں شدید نقصان پہنچا سکتے تھے۔ مگر اسٹین گن تو میں تمھارے ہاتھ میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ یہ کہاں سے آئی؟" لوبو تعجب سے بولا۔

"بس لوبو، اس وقت صورتِ حال کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ انھوں نے غار میں بھی فائرنگ کی تھی۔ پتا نہیں وہاں کون کون کام آیا!"

"اوہ، چلیں ماسٹر"، لوبو نے تشویش سے کہا۔

"ہاں آؤ"، میں نے لوبو کا ہاتھ پکڑ کر کہا اور ہم بلندیوں کی جانب بڑھنے لگے۔ راستے میں کئی بار ٹارچ روشن کرنی پڑی تھی۔ مجھے خطرہ تھا کہ کوئی بچا کھچا دشمن ٹارچ کی روشنی پر فائرنگ نہ کر دے لیکن ایسا نہ ہوا اور ہم غاروں کے قریب پہنچ گئے۔ ٹارچ کی روشنی دیکھ کر مائیکل، میگ، جیکسن اور دوسرے افراد ہمارے پاس آ گئے۔

میں نے بے صبری سے پوچھا "فائرنگ سے کون کون زخمی ہوا ہے؟"

"افسوس مسٹر علی، ہمارے تین ساتھی ہلاک ہو گئے لیکن اس احمقانہ کوتاہی کے لیے ہم خود کو کبھی معاف نہ کر سکیں گے۔ ہمیں اتنی گہری نیند نہیں سونا چاہیے تھا"، مائیکل افسردگی سے بولا۔

"ہلاک ہونے والے کون ہیں؟"

"مسٹر ڈونالڈ، ایک بوڑھی خاتون اور مسٹر فراسٹ۔ یہ تینوں غار کے دہانے پر نکل آئے تھے"، مائیکل نے کہا۔ میں ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ پھر مائیکل نے پوچھا "اب کیا پوزیشن ہے؟"

"میرا خیال ہے بالکل ٹھیک ہے۔"

"میرے اندازے کے مطابق کافی خوں ریزی ہوئی ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں لیکن میں اس بارے میں کوئی صحیح بات نہیں بتا سکتا۔ آؤ، غار میں چلو۔ مسٹر میگ، آپ کسی کے ساتھ مل کر یہ دونوں اسٹین گنیں سنبھالیں اور قرب و جوار پر نگاہ رکھیں۔"

غار میں لوگ بُری طرح سہمے نظر آ رہے تھے۔ میں نے انھیں تسلی دی اور آرام کرنے لیٹ گیا۔ مائیکل وغیرہ بھی میرے نزدیک بیٹھ گئے اور مجھ سے تفصیلات معلوم کرنے لگے۔

یوں رات گزر گئی۔ نیند تو اس کے بعد کسی کو نہیں آئی تھی۔ صبح کی روشنی میں ہم نے قرب و جوار میں دیکھا، بہت سی لاشیں برف پر پڑی ہوئی تھیں۔ نیچے گہرائیوں میں تباہ شدہ ٹرکوں کے ڈھانچوں سے اب بھی دھواں اٹھ رہا تھا۔ گہرائیوں سے دھواں فضا میں بلند ہوتا عجیب سا لگ رہا تھا۔ ہم دیر تک لاشوں اور دھویں کو دیکھتے رہے۔ پھر مائیکل گہری سانس لے کر بولا "اب تو اس زندگی سے اکتاہٹ محسوس ہونے لگی ہے مسٹر علی۔"

"اکتاہٹ موت کو کہتے ہیں اور میرے خیال میں ابھی تم موت کے آرزومند نہیں ہو۔"

"آپ جیسا حوصلہ کہاں سے لاؤں!"

"سب کچھ ہماری ذات میں موجود ہے۔ ان عورتوں کو دیکھو جن کا سہارا صرف ہم ہیں اور وہ ہمارے تحفظ میں زندگی تلاش کر رہی ہیں"، میں نے کہا اور مائیکل خاموش ہو گیا۔

زندگی کے متلاشی پھر زندگی کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے۔ ہم نے سفر کا آغاز کر دیا لیکن نہ جانے کیوں آج طبیعت پر کچھ اداسی چھائی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ کوئی بھی بشاش نہیں تھا۔ یا پھر یہ اداسی میرے اندر تھی کہ سب اداس لگ رہے تھے لیکن کیوں۔۔۔؟ آخر کیوں؟ میں نے تو مائیکل کو دلاسہ دیا تھا۔ کیا میں نفسیاتی طور پر اس کی بات سے متاثر ہو گیا تھا؟

اس وقت دن کے تقریباً گیارہ بجے تھے جب فضا میں مکھیوں کی بھنبھناہٹ سنائی دی۔ میری نگاہیں آسمان کی جانب اٹھ گئیں۔ آسمان صاف تھا لیکن صرف بائیں سمت کا۔ داہنی سمت ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پہاڑی سلسلہ تھا جس کے دوسری طرف کی فضا ہماری نگاہ سے اوجھل تھی اور مکھیوں جیسی یہ بھنبھناہٹ اسی طرف سے محسوس ہوئی تھی۔

ہم لوگ ایک دشوار گزار راستے سے گزر رہے تھے۔ ہمارے داہنے ہاتھ پر پہاڑی بلندیاں تھیں اور بائیں ہاتھ پر پستیاں جو بہت گہری تو نہیں تھیں لیکن اس طرح کی تھیں کہ ان کے ڈھلانوں پر اترنا ممکن نہیں تھا اور یہ آواز... میں نے اپنے ذہن میں شدید سنسنی محسوس کی۔ پھر میری آواز ابھری "مائیکل!"

کچھ فاصلے پر کسی خیال میں ڈوبا، قدم بڑھاتا ہوا مائیکل ٹھٹک ... نے مجھے آواز دی مسٹر علی؟"

... سے بولا۔

... کیا بات ہے؟"

... کس خیال میں ڈوبے ہوئے ہو؟"

"وہ ... یونہی۔ کوئی خاص بات نہیں۔"

"تم نے یہ آواز بھی نہیں سنی ہوگی؟"

"آواز...؟"

"غور کرو۔" میں نے کہا اور مائیکل ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ آواز کچھ مدھم ہو گئی تھی لیکن معدوم نہیں تھی۔

مائیکل ... حت کان لگائے رہا پھر بولا "افسوس ...

... جواب نہیں دیا۔ البتہ میرا دل اب بھی اندیشے سے بھر ہوا تھا۔ میں اسے صرف سماعت کا واہمہ نہیں قرار دے سکتا تھا۔ آہستہ آہستہ آواز پھر تیز ہو گئی۔

"... مائیکل؟" میں جلدی سے بولا۔

"وہ ... ہاں یہ آواز... اوہ مسٹر علی یہ تو... یہ تو شاید ... ہیلی کاپٹر... کیا ہماری تلاش شروع ہو گئی یا پھر ... دشمن..." اس کا جملہ پورا نہیں ہو پایا تھا کہ پہاڑوں کے ... سے ایک ہیلی کاپٹر نمودار ہوا اور سب چونک پڑے۔

... امدادی پارٹی!" چند لوگوں نے خوشی کے نعرے لگائے اور ... پرجوش شخص نے قمیص اتار کر زور زور سے ہلانی شروع کر دی۔ سب لوگ چلتے چلتے رک گئے تھے۔

"کیا خیال ہے ماسٹر؟" لوبو نے سرگوشی کی۔

"... امدادی پارٹی نہیں ہو سکتی لوبو!"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" لوبو جلدی سے بولا۔

ہیلی کاپٹر آہستہ آہستہ ہمارے قریب آنے لگا لیکن اتنا ... نیچے نہیں ... میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھ سکتے۔ پھر وہ ... پہاڑ کے عقب میں چلا گیا۔

میں تشویش ... نگاہوں سے فضا میں دیکھ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر چلانے والوں نے ہمیں ضرور دیکھ لیا ہوگا۔ یہ ناممکن ہے کہ ان کی ... نظر ہم پر نہ پڑی ہو۔ اگر وہ ہمارے ہمدرد ہوتے تو فوری طور پر ہماری ... کچھ نہ کر پاتے تب بھی دلاسہ دینے کی کوشش ضرور کرتے۔ اس خاموشی سے جائزہ لے کر چلے جانے کا مطلب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ ہمارے دشمن ہیں۔

مائیکل میرے قریب کھسک آیا۔ "کیا خیال ہے ان لوگوں کے بارے میں؟"

"اس بار صورتِ حال سخت تشویشناک ہو گئی ہے۔" میں نے کھل کر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"یہاں کچھ احمق سمجھ رہے ہیں کہ ان کا تعلق امدادی پارٹی سے ہے لیکن ان کی طرف سے اس بات کا اشارہ نہیں ہوا۔"

"ہاں یہ خام خیالی ہے۔" میں نے کہا۔ معاً کچھ زیادہ ہی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور میں نے مائیکل کی توجہ اس طرف دلائی "اس بار آوازیں کچھ زیادہ ... ہیں؟"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جواب دینے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی۔ اس بار تین ہیلی کاپٹر تھے۔ تینوں نہایت تیز رفتاری سے ہمارے سروں پر سے گزرے اور..... ہمارے اردگرد پتھروں کی کرچیاں اڑنے لگیں۔ ہیلی کاپٹروں سے مشین گنوں نے گولیاں برسائی تھیں۔ افراتفری مچ گئی۔ انتہائی خطرناک جگہ تھی۔ کچھ لوگوں نے گولیوں سے بچنے کے لیے چھلانگیں لگائیں اور بدحواسی میں گہرائیوں میں جا گرے۔ ان کی دلخراش چیخیں کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی مانند اتریں۔ میں یہ بھی نہ دیکھ سکا کہ موت کا شکار ہونے والے کون کون تھے۔ البتہ یہ اندازہ ضرور لگا لیا تھا کہ ہیلی کاپٹروں سے چلائی گئی گولیاں ہمیں شکار کرنے کے لیے نہیں چلائی گئی تھیں بلکہ یقینی طور پر یہ وارننگ تھی۔ یہ لوگ تو خواہ مخواہ افراتفری کا شکار ہو گئے اور اپنی جانیں گنوا بیٹھے۔

مورنا پہلی بار حواس کھو بیٹھی تھی۔ اس کی ہذیانی چیخیں کانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ دل تو چاہا کہ اسے تسلی دوں لیکن یہاں سب ہی اس کے مستحق تھے۔ کس کو سنبھالتا، کسے نہ سنبھالتا۔ لوگ اب بھی ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ پھر کسی نے ہیلی کاپٹروں کی ... اسٹین گن سے فائرنگ شروع کر دی۔

"نہیں، نہیں فائرنگ مت کرو۔" میں وحشیانہ انداز میں چیخا اور ہیلی کاپٹروں کی فائرنگ سے بچنے کے لیے پہاڑ کے دامن میں چھلانگ لگا دی۔ گولیاں اس بار بھی مسافروں کو نشانہ بنانے کے لیے نہیں چلائی گئی تھیں بلکہ یہ صرف وارننگ تھی اور یہی بہتر تھا ... اس وقت جس کے ہاتھ میں بھی اسٹین گن تھی اس نے دوبارہ ... پر فائرنگ نہیں کی تھی، ورنہ صورتِ حال بدل جاتی۔ ایک اسٹین گن میرے پاس بھی تھی لیکن میں نے اسے استعمال کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ عقب سے آنے والے ہیلی کاپٹر نے پھر فائرنگ کی۔ اور وہ ہمارے اوپر فضا میں معلق ہو گیا۔ اس کے بعد میگا فون پر ایک آواز ابھری۔

"گدھے کے بچو! اپنی جگہ ساکت کھڑے ہو جاؤ! تم کیا سمجھتے ہو یہ گولیاں تم پر چلائی گئی تھیں؟ اگر گولیاں تم پر چلائی گئی ہوتیں تو تم سب کی لاشیں خاک و خون میں تڑپ رہی ہوتیں۔ یہ تمھیں صرف اشارہ ہے۔ آگے بڑھو، جس شخص کے پاس جو ہتھیار ہے، وہ اسے اپنی جگہ پھینک دے۔ کسی نے اگر ہیلی کاپٹروں کی جانب رخ کر کے پتھر بھی پھینکنے کی کوشش کی تو اس کا پورا جسم چھلنی کر دیا جائے گا!"

ہیلی کاپٹر آگے بڑھ گیا، میں نے اپنی جگہ سے گردن اٹھا کر ان لوگوں کو دیکھا جو ہیلی کاپٹر سے آنے والی آوازوں کو سن کر ساکت و جامد ہو گئے تھے اور پھر میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اسٹین گن ہاتھوں میں بلند کر کے گہرائیوں میں اچھال دی۔ دوسری اسٹین گن شاید فریڈ کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے بھی میری تقلید کی۔ ہمیں اندازہ ہو چکا تھا کہ اب ہم اس مصیبت سے بہ آسانی نہیں نکل سکتے اور اس وقت کوئی بھی حرکت موت کے مترادف ہوگی۔ بہت سے چہرے نگاہوں کے سامنے سے غائب تھے لیکن انھیں ادھر ادھر تلاش کرنے کی مہلت نہیں تھی۔ لوبو بھی نظر نہیں آ رہا تھا، میرا دل دھڑک اٹھا۔ کیا لوبو بھی گہرائیوں میں جا پڑنے والوں میں شامل ہے؟ میں نے دکھ بھرے انداز میں سوچا۔

ہیلی کاپٹر پھر واپس آ رہے تھے اس بار تینوں ایک ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ ان سے پھر گولیاں چلائی گئیں اور ایک ہیلی کاپٹر قدرے نیچے آ گیا۔

"تم نے ہماری بات سن لی یا نہیں؟ جو لوگ سامنے ہیں، وہ اپنے ہاتھ بلند کر دیں۔"

ہم سب نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ ہیلی کاپٹروں سے اس کا جائزہ لے لیا گیا۔ پھر دوبارہ آواز سنائی دی۔

"آگے بڑھتے رہو۔ اس بڑی چٹان سے گھومنے کے بعد تمھیں ایک میدان نظر آئے گا میدان کے بیچوں بیچ ٹھہر جاؤ۔" ایک ہیلی کاپٹر سے کہا گیا اور وہ آگے بڑھ گیا۔ دو ہیلی کاپٹر مختلف سمتوں میں گھوم کر پھر ہمارے عقب میں آنے لگے۔

ہماری رفتار تیز ہو گئی تھی۔ مائیکل، جیکسن، فریڈ اور ریکسن میرے بالکل قریب آ گئے تھے۔ کچھ لوگ گھٹ بھی گئے تھے۔

"مائیکل! بہت سے لوگ نظر نہیں آ رہے ہیں۔"

"ہاں مسٹر علی!"

"کون کون؟ کچھ اندازہ ہے؟" میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"کوئی اندازہ نہیں ہے مسٹر علی، آپ صورتِ حال دیکھ رہے ہیں!"

"ہاں۔" میں نے بے جان لہجے میں کہا۔

"اگر ہم نے رکنے کی کوشش کی مسٹر علی تو یقیناً اس بار وہ ہم پر فائرنگ شروع کر دیں گے۔" مائیکل کے لہجے میں خوف کی لرزش تھی۔ ظاہر ہے، وہ جنگجو آدمی نہیں تھا، صرف ایک پائلٹ تھا۔ ایک طیارے کا پائلٹ۔ اب تک وہ جس جواں مردی اور دلیری سے ہمارے ساتھ مل کر کام کرتا چلا آیا تھا، وہ اس کی فطری صلاحیتیں تھیں۔ ورنہ ظاہر ہے، لڑائی سے دور رہنے والے لوگ ایسے موقعوں پر بری طرح نروس ہو جاتے ہیں۔ طیارے کا تباہ ہو جانا شاید اس کے لیے نئی بات نہ ہو، کیونکہ دورانِ تربیت اسے اس قسم کے مراحل سے گزرنے کا سبق دیا جاتا رہا ہوگا لیکن اگر خطرناک دشمنوں کی ایک بڑی تعداد ویرانوں میں تعاقب کر رہی ہو تو پھر تو اچھے اچھے حواس چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ مائیکل کی آواز کی لرزش کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔

میں نے دوسرے لوگوں کے چہرے بھی دیکھے۔ ان کے رنگ بھی توقع کے مطابق اڑے ہوئے تھے لیکن مجھے میرا دوست لوبو نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں اس کے بارے میں معلوم کیے بغیر نہ رہ سکا۔

"آپ میں سے کسی نے لوبو کو دیکھا ہے؟"

"میں نے دیکھا ہے۔" ریکسن نے دردناک لہجے میں کہا اور میں چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟"

"ہاں، میں نے دیکھا ہے۔"

"کہاں؟" میں نے بڑے اضطراب سے پوچھا۔

"وہ..... وہ ان لوگوں میں شامل تھا جو گہرائیوں کی جانب دوڑ پڑے تھے۔ میں نے اس کی چیخ بھی سنی تھی۔" ریکسن نے بتایا۔

"اوہ، اوہ..!" میں کرب سے صرف اتنا کہہ سکا۔ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ کلیجہ پھٹ گیا تھا۔ آنکھوں میں نمی آ گئی تھی۔ اس کے بعد میں کوئی بات نہ کر سکا۔ ہم لوگ آگے بڑھتے رہے۔ مائیکل اور دوسرے لوگوں کو میری اس خاموشی کا احساس ہو گیا تھا۔

چلتے چلتے مائیکل نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "زندگی کے سفر میں ہم نجانے کس کس سے بچھڑ جاتے ہیں!"

"میں ٹھیک ہوں مائیکل! تمھارا شکریہ۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "بڑا نفیس انسان تھا وہ لیکن طیارے کے حادثے میں جو لوگ ہلاک ہو چکے ہیں، وہ بھی نہ جانے کیسے کیسے ہوں گے۔"

مائیکل میرا بازو تھپتھپانے لگا۔ پھر بولا "ہمیں آخر ...

WWW.PAKSOCIETY.COM

تک خود کو مستعد رکھنا ہوگا، ویسے اب تک جو کچھ ہوا ہے اس سے یہ سچویشن بھاری ہے۔ ہمیں اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ یہ لوگ ہیلی کاپٹروں سے یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اوّل تو یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی مسٹر علی کہ یہ کمبخت ہیں کون لوگ؟ کیا چاہتے ہیں بعض اوقات تو میرا دل چاہتا ہے کہ جلد از جلد خود کو ان کے حوالے کردوں اور ان سے یہ معلوم کروں کہ آخر ان کا مقصد کیا ہے؟ ان کی قومیت کیا ہے؟ کون ہیں وہ؟ اور کیوں ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں؟"

میں خاموش رہا، سنتا رہا۔ مجھے خاموش پا کر وہ پھر بولا۔ "آپ نے اس سلسلے میں اپنی کوئی رائے نہیں دی مسٹر علی!"

"کیا رائے دوں؟ میں بھی تمہاری طرح اس مسئلے میں بے بس ہوں۔"

"دریا پار والوں کو ہم نے جو زک پہنچائی ہے اس کی اطلاع ان لوگوں کو ضرور مل گئی ہوگی جو ہیلی کاپٹر میں ہیں۔"

"ہاں یقیناً۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ان کے سینے میں انتقام کی آگ سلگ رہی ہوگی اور رات کو بھی ہم نے ان کے کافی افراد ہلاک کیے ہیں۔ میرا خیال ہے مسٹر علی کہ ہمیں قابو میں کرنے کے بعد یہ لوگ ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے!" میں گہری سانس لے کر بولا۔

سب کے چہرے اترے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ دیر تک ہم اسی طرح چلتے رہے۔ آہستہ آہستہ ہم اس چٹان تک پہنچ گئے جو دوسری جانب گھوم گئی تھی۔ ہیلی کاپٹر سے جو کچھ کہا گیا تھا اس کے مطابق چٹان کے دوسری جانب وہ میدان ہونا چاہیے تھا جہاں ہم لوگوں کو ان کے حکم کے مطابق قیام کرنا تھا۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد جیکسن نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "نجانے کیوں آپ ہی کو مخاطب کرنے کو دل چاہتا ہے مسٹر علی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ نے ہم لوگوں کے ذہنوں کو کنٹرول کر لیا ہے۔ آپ نے اعلیٰ کارکردگی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ آپ بے پناہ ذہنی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔"

"کیا بات ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ ہر چند کہ یہ مسکراہٹ پھیکی تھی۔

اس ماحول میں اور اس حادثے سے میں خوفزدہ نہیں تھا لیکن لوبو کی موت نے میرے ذہن کے تار جھنجوڑ کر رکھ دیے تھے۔ وہ کسی طرح میرے ذہن سے نہیں اتر رہا تھا۔ اس وقت میرے ذہن پر اس کی موت کا شدید اثر تھا۔ تب ہی جیکسن کی آواز ابھری۔ "میں یہ کہہ رہا تھا کہ کیا ان کی کوئی آبادی کوئی ایسا اڈا جہاں یہ لوگ بہ آسانی نقل و حمل کر سکتے ہوں قریب ہی موجود ہے؟ اگر ایسا نہ ہوتا تو اتنی جلدی ہیلی کاپٹروں کا آ جانا بھی ممکن نہیں تھا۔ یقیناً ہیلی کاپٹروں سے رابطہ قائم کر کے ان سے امداد طلب کی گئی ہوگی۔ انھیں بتا دیا گیا ہوگا کہ دریا کے کنارے پُل عبور کرنے کی کوشش ناکام بنا دی گئی ہے۔"

"ہاں اس بات کے امکانات ہیں ورنہ یہ لوگ اتنے ساز و سامان کے ساتھ کسی اور ذریعے سے برف کے ان ویرانوں تک نہیں پہنچ پاتے۔" میں نے تائید کی۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

ہم اس چٹان کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے جس کے دوسری جانب ہمیں رکنے کے لیے کہا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر چکر لگا لگا کر ہمارے عقب میں آتے اور ہمیں آگے بڑھنے کے لیے آمادہ کرتے۔ اب اس بات کی گنجائش کہاں تھی کہ ہم میں سے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کرتا۔ جس جگہ کو میدان کہا گیا تھا وہ دراصل میدان نہیں تھا۔ البتہ اس چکر دار سڑک پر اتنی کشادہ جگہ تھی کہ اسے میدان کا نام دیا جا سکتا تھا۔ پتھریلی زمین پر ہلکی ہلکی برف کی تہہ جمی ہوئی تھی جسے اگر جوتے کی ٹھوکر سے کریدا جاتا تو زمین نظر آ جاتی تھی گویا یہاں برف بہت کم تھی۔ میدان کو عبور کرنے کے بعد پھر وہی پتلی سڑک شروع ہو جاتی تھی جس کے دونوں جانب کھائیاں تھیں۔ یہاں سے یہ پہاڑی سلسلہ ایک دوسری جانب چلا گیا تھا اور سڑک دوسری سمت گئی تھی۔ وہ سڑک زیادہ خطرناک تھی اس پر سے کسی ٹریفک کا گزرنا ممکن نہیں تھا۔ اسے دیکھ کر خاصا خوف محسوس ہوتا تھا کیونکہ اس کے دونوں جانب گہرائیاں تھیں اور وہ اتنی چوڑی نہیں تھی کہ بہت سے آدمی ایک ساتھ اس پر سے گزر سکیں۔ احتیاط رکھ کے ہی اس پر سفر کیا جا سکتا تھا۔

میں یہ سوچنے لگا کہ اگر ہم ہیلی کاپٹر کی نگاہوں میں آئے بغیر یہاں تک پہنچ بھی جاتے تو اس سڑک کو عبور کرنا خاصا مشکل مرحلہ تھا جو تقریباً دو اڑھائی میل لمبی تھی اور جس کے بعد پھر پہاڑی سلسلے نظر آتے تھے۔ اس لمبی سڑک کو اس طرح عبور کرنا میرے خیال میں کسی طرح ممکن نہیں تھا، خاص طور سے اس لیے بھی کہ ہمارے ساتھ خواتین بھی تھیں۔

مائیکل، فریڈ، جیکسن اور دوسرے لوگوں کے ذہنوں میں بھی یقیناً یہ سوال تھا۔ مسٹر ریکسن خاصے پریشان نظر آ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر الجھن کے نمایاں آثار تھے۔ بار بار ان کی نگاہیں فضا میں اٹھ جاتیں۔ بالآخر انھوں نے سرد لہجے میں کہا۔ "زندگی کو اگر ایسے حادثات سے دوچار ہونا ہو تو پھر انسان کے لیے اس کے گھر کی چار دیواری بہتر ہے۔ ہم لوگ کتنے بے بس ہیں! کس قدر بے بس!"

"حوصلہ رکھیے مسٹر ریکسن، آپ کو اندازہ ہے کہ آپ کن حالات میں زندگی کی جانب آئے تھے؟"

"ہاں مجھے اندازہ ہے۔"

"میرا خیال ہے مسٹر ریکسن آپ کی زندگی ایک سبق ہے، ہم سب کے لیے۔ اس وقت جب جہاز میں رہ جانے والے تمام لوگوں کی موت کا یقین کر لیا گیا تھا اور کسی بھی زندہ شخص کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا، آپ جہاز کے اس ڈھانچے سے برآمد ہوئے جو چند لمحوں کے بعد گہرائیوں میں چلا گیا تھا۔"

"بے شک۔" ریکسن نے جواب دیا۔

"تو پھر ان حالات میں ہم زندگی کو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ وقت اور ماحول اپنا سفر کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔" ریکسن نے میری اس فلسفیانہ بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم لوگ میدان میں بیچوں بیچ کھڑے ہو گئے تھے۔ تب ہم نے تینوں ہیلی کاپٹروں کو نیچے اترتے ہوئے دیکھا اور چند لمحوں کے بعد ان کے انجن بند ہو گئے۔

ہیلی کاپٹروں سے دو دو آدمی نیچے کودے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ جسم پر نیلے رنگ کی مخصوص وردی تھی جس پر کوئی نشان نہیں تھا۔ ان کے چہرے خاصے خوفناک نظر آ رہے تھے۔ یورپین نسل ہی کے لوگ تھے۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ انھوں نے ہمیں اسٹین گنوں کی زد میں لے لیا۔ ہم نے ہاتھ پہلے ہی بلند کر رکھے تھے، اس لیے انھیں ہم سے کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ پھر ان میں سے دو آدمیوں نے اپنی اسٹین گنیں کندھوں.... پر لٹکا لیں اور وہ رسیاں سامنے کر لیں جنھیں وہ ہیلی کاپٹروں سے اتار کر لائے تھے۔ وہ نائلون کی مضبوط سفید رسیاں تھیں۔ ہمیں ہاتھ پشت پر کرنے کے لیے کہا گیا اور ایک ایک کر کے تمام افراد کو کس لیا گیا۔ ہم گرفتار ہو چکے تھے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے ہمیں ہیلی کاپٹروں کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ چار چار افراد دو ہیلی کاپٹروں میں بٹھا دیے گئے اور باقی لوگوں کو انتظار کرنے کے لیے کہا گیا۔

جیکسن، فریڈ، ریکسن اور ریگ ایک ہیلی کاپٹر میں روانہ ہو چکے تھے۔ دونوں ایئر ہوسٹسوں، مسٹر مائیکرا اور مورنا کو دوسرے ہیلی کاپٹر میں لے جایا گیا تھا۔ باقی دو آدمی ایک ہیلی کاپٹر کے ساتھ ہماری نگرانی پر مامور رہے۔ اس دوران میں کسی نے کوئی بات چیت نہیں کی۔ وہ لوگ بھی خاموشی سے ہم پر نگاہیں جمائے، اسٹین گنیں سیدھی کیے کھڑے رہے۔ ویسے شکلوں سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ یورپی باشندے تھے لیکن ممکن تھا یہودی ہوں۔ میرے ذہن میں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ میں متجسس تھا اور معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ سارا کھیل کیا ہے؟

ہیلی کاپٹر تقریباً بیس منٹ کے بعد واپس آئے۔ اس بار باقی تمام لوگوں کو تینوں ہیلی کاپٹروں میں بٹھا لیا گیا۔ اب کوئی قیدی باقی نہیں رہا تھا۔ ہم سب لوگ اس نامعلوم منزل کی جانب چل پڑے تھے جہاں ہمارے بعض ساتھی پہنچ چکے تھے اور یہ نامعلوم منزل برفیلے پہاڑوں کے اس طویل و عریض سلسلے کے دوسری جانب ایک سرسبز و شاداب وادی میں تھی جس کا اس برفانی علاقے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لہلاتی ہوئی وادی میں ایک بڑی سی جھیل نظر آ رہی تھی اور اس کے اطراف بے شمار خیمے لگے ہوئے تھے۔ یقیناً یہ کوئی عارضی چھاؤنی تھی لیکن یہ سب کون لوگ تھے اور یہ جگہ کون سی تھی، اس کا تعین ابھی تک نہیں کیا جا سکا تھا۔

سفید خیموں کے دوسری جانب لکڑی کے مخصوص قسم کے بیرکس بنے ہوئے تھے۔ اسی انداز کے جن میں فوجیوں یا پھر قیدیوں کو رکھا جاتا ہے۔ میں نے ان کے بارے میں یہی اندازہ لگایا کہ یہ سب دوسری جنگِ عظیم کے بعد کے نشانات ہیں جو اتحادی یا نازی ان ویرانوں میں چھوڑ گئے تھے۔ کچھ لوگوں نے ان تمام چیزوں کو انتہائی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ وہ چھوٹا سا رن وے جس پر اس طیارے کو اتارنے کی کوشش کی گئی تھی، اس کے بعد کیبنوں کا وہ سلسلہ جو بلندیوں اور اس کے بعد ڈھلوانوں پر تھا اور پھر سرسبز و شاداب وادی میں یہ بیرکس۔ ممکن ہے ۱۹۳۹ء سے لے کر ۱۹۴۵ء

توجہ کیجیے

اُن کے لیے جو دستِ شناسی کے فن کی تہہ میں اُترنا چاہتے ہیں

فرسودہ اور پُرانی کتابوں سے بالکل مختلف
ماضی حال اور مستقبل کی اسرار کشا
دنیا کے عظیم پامسٹوں کی تازہ ریسرچ کا نچوڑ

دستِ شناسی کی لغت

جس کے ذریعے کوئی بھی اپنے ہاتھ کو فوراً پڑھ سکتا ہے

قیمت:- ۲۰ روپے ڈاک خرچ: ۱۲/=

مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تک یہ بیرکیں آباد رہی ہوں۔ ممکن ہے یہاں جنگی قیدی رکھے جاتے رہے ہوں اور یہاں کی خونی داستانیں نجانے کہاں کہاں پھیلی ہوئی ہوں! کون کون ان ویرانوں میں موت کا شکار ہوا ہو اور اب یہ ویرانے نجانے کس بھیانک مقصد کے تحت استعمال کیے جا رہے ہوں؟

ہیلی کاپٹر ایک مسطح جگہ پر اتر گئے اور بہت سے آدمی ہماری جانب دوڑ پڑے۔ یہ سب بھی نیلی وردیوں میں ملبوس تھے۔ ان وردیوں کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی تھی۔ بس عام سی وردیاں تھیں اور ان پر کوئی ایسا نشان نہیں تھا جو ان لوگوں کی شناخت بن سکتا۔ ان لوگوں کی تعداد کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا کہ کم از کم تیس پینتیس سے کم نہ ہوں گے۔ چھ وہ تھے جو ہمیں یہاں لائے تھے۔ گویا چالیس کے قریب ہو گئے۔ پتا نہیں وہ لوگ پہنچے تھے یا نہیں جو دریا پار پل کی مرمت کر رہے تھے۔ اگر وہ بھی ان میں شامل ہو جائیں گے تو صورتِ حال بہت خراب ہو جائے گی کیونکہ وہ تو خونی ہو رہے ہوں گے اور ہماری شکلیں دیکھ کر جنون طاری ہونے لگے گا۔

ہمارے قریب آنے والوں میں ایک طویل القامت اور مضبوط جسم کا جوان آدمی بھی تھا شکل و صورت سے امریکن لگتا تھا۔ لہجہ بھی امریکیوں کا سا تھا۔ ان لوگوں میں وہ کسی ممتاز حیثیت کا لگتا تھا۔

”سب گرفتار ہو گئے؟“ اس نے پوچھا۔

”ہاں مسٹر گریفن، سب ہو گئے۔ میرا مطلب ہے جو تھے“، ہمیں گرفتار کر کے لانے والوں میں سے ایک نے کہا

”فائرنگ کی تھی ان پر؟“

”جی ہاں۔ ان کے پاس اسٹین گنیں تھیں جن سے انھوں نے ہیلی کاپٹروں پر فائر کیے تھے۔“

”اسٹین گنیں؟“ وہ حیرت سے بولا: ”وہ کہاں سے آگئیں۔“

”ہمارے آدمیوں کو ہلاک کر کے حاصل کی تھیں انھوں نے۔“ اسی شخص نے جواب دیا۔

”ہوں!“ اس شخص نے ہمیں باری باری گھورتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں سے خون جھلک رہا تھا۔ سخت غصہ ور اور خطرناک آدمی لگتا تھا۔ پھر اس نے غراتی ہوئی آواز میں پوچھا ”تم میں لیڈر کون ہے؟“ کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ ایک قدم آگے بڑھ آیا اور ”لیڈر کون ہے تم میں؟“

”مسٹر گریفن! ہمارا کوئی گروہ نہیں ہے۔ ہم سب ایک تباہ شدہ جہاز کے مظلوم مسافر ہیں جو زندگی بچانے کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ لیڈر شپ تو وہاں ہوتی ہے جہاں گروپ ہو.....“ ریکسن نے آگے بڑھ کر کہا۔ اس شخص نے ریکسن کا گریبان پکڑ لیا اور بے پناہ قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے ایک ہاتھ پر جھٹکا لیا۔ ریکسن خود بھی خاصا بھاری بھر کم انسان تھا لیکن طویل القامت گریفن کے چوڑے پنجے اور طاقتور کلائی میں وہ کسی کھلونے کی مانند لٹک گیا تھا۔

”کون ہے لیڈر؟“ اس نے چلا کر پوچھا۔

”میں ہوں۔ میں ہی ہوں۔“ ریکسن نے جواب دیا اور گریفن نے اسے زمین پر اچھال دیا۔ ریکسن نیچے گر پڑا اور پھر خود کو سنبھالتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ ”تم جو کوئی بھی ہو، تمھیں ہمارے ساتھ یہ سلوک نہیں کرنا چاہیے۔ ہم تمھارے قیدی ہیں اور ہمارے ہاتھ بھی پشت پر بندھے ہوئے ہیں۔ اس لیے تمھارا یہ سلوک ہمارے ساتھ غیر انسانی ہے۔ تمھیں یہ نہیں کرنا چاہیے۔“

”ہونہہ! غیر انسانی! آؤ میں تمھیں انسان بنا دوں۔ اسے لے آؤ۔“ اس نے پلٹتے ہوئے کہا اور چند آدمی ریکسن کو کالر سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے آگے لے گئے۔

میں ششدر رہ گیا۔ ریکسن کی یہ حرکت میرے لیے سخت تعجب خیز تھی۔ اس نے ایسے موقع پر اپنے آپ کو لیڈر ظاہر کر کے ساری ذمے داریاں اپنے سر لے لی تھیں جب کہ ہم ان لوگوں کے ہاتھ آ چکے تھے، کوئی بھی لمحہ ہمارے لیے موت کا آخری لمحہ ثابت ہو سکتا تھا۔ ریکسن کی اس قربانی نے ہم سب پر بہت اثر کیا تھا۔ ہم اس کے اس جذبے کو محسوس کر چکے تھے جو اس وقت اس کے سینے میں موجزن تھا۔ ظاہر ہے، جہاز کے تمام مسافر ہی خطرناک قرار نہیں دیے جا سکتے تھے۔ خود کو لیڈر ظاہر کر کے ریکسن نے وہ تمام کسر پوری کر دی تھی جو اب تک باقی رہ گئی تھی۔ اس نے دورانِ سفر ہم لوگوں کے لیے کوئی کارہائے نمایاں انجام نہیں دیے تھے لیکن اس وقت اس نے اپنی جان کی بازی لگا کر ہم سب کی زندگیاں بچانے کی کوشش کی تھی۔ میں، مائیکل، فریڈ، جیکسن ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ تمام مسافر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہے تھے۔

ایک دوسرے شخص نے ہمیں ان بیرکوں کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا جو کچھ فاصلے پر تھیں۔ وہاں لے جاتے ہوئے ہمارے ہاتھ نہیں کھولے گئے تھے۔ لکڑی کی یہ بوسیدہ بیرکیں جن پر کھپریل کی چھت پڑی ہوئی تھی، بدبودار تھیں۔ اندر گندگی اور غلاظت کے ڈھیر تھے۔ عورتوں کی حالت خراب ہونے لگی۔ مورنا کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ اندر داخل ہوتے ہی وہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔ مسٹر ہائیکر بت کی مانند ساکت و جامد اسے دیکھ رہے تھے۔ ان کی کیفیت میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ کسی نے مورنا کو خاموش کرانے کی کوشش نہیں کی۔ دلاسہ بھی دیا جاتا تو کن الفاظ میں؟ وہ روتی رہی۔

بیرک کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ اندر کی سخت بدبو دماغ خراب کیے دے رہی تھی لیکن مجبوری تھی۔ کوئی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

کافی دیر تک تو بولنے کی ہمت بھی نہ ہو سکی۔ منہ کھولنا سخت وحشتناک لگ رہا تھا لیکن آہستہ آہستہ انسان ہر ماحول کا عادی ہو جاتا ہے۔ مائیکل نے نجانے کب سے رکی ہوئی سانس حلق سے خارج کی اور میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”کب تک بات نہیں کریں گے علی؟“

”کہو مائیکل!“

”آپ بھی اداس ہیں علی؟“

”ہرگز نہیں، یقین کرو۔“ میں نے سخت لہجے میں کہا۔

”صورتِ حال تو بے حد پریشان کن ہے۔“

”ہاں لیکن پریشانی ہمیں کچھ نہیں دے سکے گی۔ صورتِ حال ہماری توقع کے برعکس نہیں تھی۔ جب تک ان لوگوں کے ہاتھوں سے بچتے رہے، بچتے رہے اور اب ان کے شکنجے میں آ پھنسے ہیں تو پھر یوں سمجھ لو کہ جس طرح ہم نے ان کے آدمیوں کو ہلاک کیا ہے، وہ بھی ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔“

”اوہ مسٹر علی! براہِ کرم ان لوگوں کے سامنے یہ بات نہ کہیں۔“ مائیکل خوفزدہ انداز میں بولا۔ جیکسن اور فریڈ ہنسنے لگے۔

”نہیں مسٹر مائیکل! اب ہم لوگ بھی اتنے بزدل نہیں ہیں۔“ فریڈ نے کہا۔

”میں تمھاری بات نہیں کر رہا ہوں فریڈ، بلاشبہ تم لوگوں کے ساتھ جو وقت گزرا ہے، اگر زندہ رہے تو ساری عمر یاد رہے گا۔ میں نہیں جانتا کہ مرنے کے بعد کیا کچھ ہوتا ہے۔ آج تک صرف سوچتا ہی آیا تھا کہ موت کیا چیز ہے اور انسان کس طرح زندگی کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے لیکن موت کو اتنے قریب دیکھ کر یہ احساس ہونے لگا ہے کہ زندگی بے حد حسین ہوتی ہے۔“ مائیکل نے کہا۔

”بہرحال فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے اس شخص نے اس وقت ہم سب پر سبقت حاصل کر لی ہے۔“ میں نے کہا۔

”کس نے؟“ فریڈ بولا۔

”میں ریکسن کی بات کر رہا ہوں۔ یہ خاموش طبع شخص شروع ہی سے نرم طبیعت کا ہے۔ اس نے ہمارے ساتھ ہمیشہ تعاون کیا، ہر چند کہ اس نے از خود آگے بڑھ کر کوئی قدم نہیں اٹھایا لیکن شاید تم لوگوں کو اس بات کا احساس ہو کہ وہ کبھی بھی ہم سے پیچھے نہیں رہا، یعنی جو کام بھی ہم نے اس کے سپرد کیا وہ اس نے پورا کیا۔ اس وقت اس نے اتنی بڑی قربانی دے کر بلاشبہ اپنے لیے ایک اہم مقام بنا لیا۔“

”ہاں، اس میں کوئی شک نہیں۔ نجانے وہ ظالم اس کے ساتھ کیا سلوک کریں؟“

”مگر یہ لوگ ہیں کون؟ کچھ اندازہ ہوا مسٹر علی؟“

”میں اب بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ میں نے جواب دیا۔

”میری ایک رائے ہے ان کے بارے میں۔“ مائیکل بولا۔

”کیا؟“

”کم از کم وہ شخص جو ان کا لیڈر نظر آتا ہے، امریکی لگتا ہے۔ ویسے ابھی اس بات کے امکانات ہیں مسٹر علی کہ وہ لوگ صرف اپنے دشمن کو تلاش کریں اور باقی لوگوں کے ساتھ سنگ دلانہ سلوک نہ کریں۔“

”ہاں، اس میں کوئی شک نہیں۔ ممکن ہے کچھ لوگوں کے ساتھ رعایت ہو جائے لیکن معاملہ وہی ہے۔ وہ ہم سب ہی کو قتل و غارتگری میں ملوث کرنے کی کوشش کرے گا۔“

”لیڈر کی بات کر رہے ہیں؟“

”ہاں۔“

”خدا جانے کیا ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے اب تک تو ریکسن کو قتل بھی کر دیا گیا ہو گا۔“ مائیکل نے کہا اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

مورنا کی سسکیاں اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔ دونوں ایئرہوسٹس اس کے پاس پہنچ گئی تھیں اور آہستہ آہستہ اس سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ مائیکل نے آواز لگائی ”مس مورنا! براہِ کرم ہمت سے کام لیں۔ کچھ آپ کو اندازہ ہے کہ آپ کی یہ سسکیاں دوسرے لوگوں کے حوصلے بالکل پست کر دیں گی؟ ہم جس طرح اب تک حالات کا مقابلہ کرتے چلے آئے ہیں، ہمیں آئندہ بھی اسی طرح حوصلہ بلند رکھنا ہو گا۔“

”میں، میں... مرنا نہیں چاہتی۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔“ مورنا بے اختیار بلک پڑی۔

”ہم میں سے کوئی بھی مرنا نہیں چاہتا مس مورنا، لیکن موت کسی کو نہیں چھوڑتی ہے۔ آج نہ سہی دس سال بعد، بیس سال بعد یا پھر پچاس سال بعد ہمیں موت کا شکار ہونا پڑے گا۔ جب ایک ایسی چیز جو کسی نہ کسی وقت ہم تک پہنچنے والی ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ اس کے وقت کا تعین نہیں کیا جا سکتا، وہ ہمارے سامنے موجود ہے تو پھر اس سے خوفزدہ کیوں ہوا جائے؟ جب بھی اس کے قدم ہم تک پہنچ جائیں، ہمیں استقبال کے لیے تیار رہنا چاہیے۔“

مائیکل کی ان باتوں سے مورنا کی کسی قدر تسلی ہوئی۔ اس کی سسکیاں آہستہ آہستہ رک گئیں۔ نجانے کیا وقت ہو گیا تھا۔ شام بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ بیرک میں اندھیرا بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اس میں کوئی روشن دان بھی نہیں تھا جس سے باہر دیکھا جا سکتا۔ انتہائی منحوس جگہ تھی۔ اگر اس میں وہ جھریاں بھی نہ ہوتیں جو تختوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے سوکھ کر مڑ جانے سے پیدا ہو گئی تھیں تو شاید ہوا کا کوئی جھونکا بھی اندر نہ آتا۔ قیدی گھٹن کا شکار ہو کر دم توڑ چکے ہوتے۔

پھر شاید رات ہو گئی۔ نجانے کون سا پہر تھا، ہم سب بیرک کے فرش پر اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکبارگی روشنی کا طوفان اندر گھس آیا۔ یہ بڑی بڑی سرچ لائٹیں تھیں جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں تھیں۔

دھندلکے میں کچھ افراد نظر آرہے تھے۔ یہ سب کے سب اسٹین گنوں سے مسلح تھے اور لمبے لمبے کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ باہر سردی اچھی خاصی تھی جو بیرک کے اندر معلوم نہیں ہوتی تھی۔ بس کبھی کبھی سرد ہوا کے جھونکے اندر آجاتے تھے تو جسموں میں کپکپی دوڑ جاتی تھی لیکن آنے والے جب دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو سردی کا ریلا بھی اندر آگیا تھا۔ ہمارے جسم کپکپانے لگے لیکن سردی سے زیادہ ہم پر ان کی دہشت طاری تھی۔

ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا "کھڑے ہو جاؤ! سب کھڑے ہو جاؤ!" ہم سب لرزتے کانپتے کسی نہ کسی طرح کھڑے ہو گئے۔ "چلو ایک ایک کر کے باہر نکلو اور اس بات کو سن لو کہ تمھارے دونوں طرف اسٹین گنیں لگی ہوئی ہیں۔ اگر کسی نے اِدھر اُدھر جنبش کرنے کی کوشش تو بے دریغ موت کا شکار ہو جائے گا۔ ایک ایک کر کے آؤ، ایک ایک کر کے۔"

سب سے پہلے میگ باہر نکلا اس کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی۔ چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے چند قدم چل کر ہی جان دے دے گا۔ اس کے پیچھے مونا، مسٹر ہائیکر کو سنبھالے ہوئے باہر نکلی اور پھر ہم سب ایک ایک کر کے باہر نکل آئے۔ باہر تقریباً پندرہ افراد تھے جو سب مسلح تھے۔ ہماری ایک قطار بنا دی گئی اور ہم ان کے ساتھ خیموں کی جانب بڑھنے لگے۔ یہ خیمے جھیل کے کنارے لگے ہوئے تھے۔ جھیل کی طرف سے آنیوالی یخ بستہ ہوائیں اور بدن کو ٹھٹھرائے دے رہی تھیں۔ ایک بہت بڑے خیمے میں جہاں تیز روشنی ہو رہی تھی اور باہر غالباً بانسوں پر سرچ لائیٹ باندھ کر جنریٹر سے انھیں روشن کر دیا گیا تھا، ہمیں لے جایا گیا۔ سامنے ہی جو منظر نظر آیا اسے دیکھ کر کم از کم میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئی تھیں۔

دو آدمی ایک بڑی سی میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں نے سردی سے بچاؤ کا مناسب بندوبست کر رکھا تھا۔ بڑے بڑے بالوں والی لمبی ٹوپیاں ان کے سروں پر تھیں جن سے ان کے کان بھی ڈھکے ہوئے تھے۔ چہرے صاف نظر نہیں آرہے تھے۔ گریفن نامی شخص جس نے ریکسن کو گریبان سے پکڑ کر زمین سے اٹھا لیا تھا۔ غالباً اب اس کی حیثیت پہلے سے گھٹ گئی تھی، کیونکہ وہ بھی کچھ ... سا نظر آرہا تھا۔ حیرت کی بات یہ نظر آئی کہ ریکسن بھی ان دونوں آدمیوں کے ساتھ میز کے گرد بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی شخصیت بھی ذرا بدلی ہوئی تھی، یعنی وہ سمور کے لمبے کوٹ میں تھا۔

"یہ ریکسن ہی ہے نا، دیکھیں آپ؟" مائیکل نے سرگوشی کی۔

"ہاں دیکھ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

ہم سب ایک قطار میں کھڑے کر دیے گئے۔ پھر بیٹھے ہوئے دونوں آدمیوں میں سے ایک کھڑا ہو گیا۔ یہ بھی خاصا قد آور تھا۔ بڑے بالوں والی ٹوپی اتار کر اس نے ہاتھ میں لے لی اور روشنی میں اس کی شکل نمایاں ہو گئی۔ اس پر نظر پڑتے ہی میرے بدن میں برقی لہریں دوڑ گئیں۔ میں اس شخص کو کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ اسے یہاں دیکھ کر مجھے جتنا شدید ذہنی جھٹکا لگا تھا، وہ ناقابلِ بیان ہے۔ یہ اولیو ہاورڈ تھا۔ امریکی سی آئی اے کا وہ خطرناک آدمی جس نے امریکہ سے لندن تک پھر لندن سے بیروت اور بیروت سے یہاں تک میرا پیچھا کیا تھا لیکن یہ یہاں مل جائے گا، یہ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا۔

صرف ایک لمحے کے لیے میری کیفیت متزلزل رہی پھر میں نے اپنے اندر کی اس شخصیت کو آواز دی جو اپنی زندگی کو داؤ پر لگا چکی تھی۔ اولیو ہاورڈ ہو یا کوئی اور، مجھے اس سے خائف ہونے کی کیا ضرورت تھی! اگر یہ شخص میری ہی تاک میں یہاں تک آیا ہے تو اچھا ہے۔ ممکن ہے یہی فیصلے کی جگہ ہو۔ اب اس بات میں شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ طیارے کے ساتھ جو سلوک ہوا تھا، وہ ہماری وجہ سے تھا۔ یقینی طور پر ان لوگوں کو اس شخصیت کے بارے میں بھی معلوم ہوگا جس کی حفاظت کی ذمے داری مجھے سونپی گئی تھی لیکن میں جس سے اب تک ناواقف تھا۔ اب یہ تو ہوگا کہ راز کھل جائے گا، وہ کون ہے؟ زندہ ہے یا نہیں۔ ممکن ہے.... میں ابھی اتنا ہی سوچ پایا تھا کہ اولیو ہاورڈ دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا میرے نزدیک آگیا۔

"مسٹر علی یار خان! پہچانا مجھے؟" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں نہیں مسٹر ہاورڈ؟ میرا آپ کا تو بہت پرانا ساتھ ہے! بھلا میں آپ کو نہیں پہچان سکوں گا!"

"حیرت نہیں ہوئی مجھے یہاں دیکھ کر؟"

"ہوئی ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کروں گا۔"

"اس پر غور نہیں کیا تھا علی کہ میں آخری وقت تک تمھارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا؟"

"کیا تھا مسٹر ہاورڈ اور آپ کو اتنا حقیر بھی نہیں سمجھا تھا۔ آپ نے غور نہیں کیا کہ میں نے اس جگہ آپ سے کیا سلوک کیا تھا؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ وہاں میں قادر تھا۔ میں اگر چاہتا تو آپ کو ... سی جگہ ہلاک کر دیتا لیکن میں نے یہ نہیں کیا۔ آپ دراصل زندگی سے ... لطف حاصل نہیں کر رہے ہیں مسٹر ہاورڈ جو آپ کو کرنا چاہیے۔"

"... س بکواس کا کیا مقصد ہے؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان کی زندگی میں ایک دشمن ... ایک ... دشمن نہ ہو تو زندگی بے مزہ ہوتی ہے۔ دوستوں کی تعداد تو ... حساب ہوتی ہے، ہر شخص ہنس کر خوشی سے ملتا ہے لیکن ایک دشمن ... نہایت ضروری ہوتا ہے، کسی اچھے دوست کی مانند۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" ہاورڈ بولا۔

"کچھ نہیں۔ کوئی خاص بات نہیں۔"

"زندگی بچانا چاہتے ہو اپنی؟"

"ہرگز نہیں۔ میری زندگی سے آپ کا کیا تعلق، کیا آپ یہ سوچ رہے ہیں مسٹر ہاورڈ کہ مجھے قبضے میں کرنے کے بعد آپ میری زندگی چھین لیں گے۔"

ہاورڈ نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا "اس کا فیصلہ ابھی نہیں کیا جا سکتا۔ تم سے اہم ایک اور شخصیت ہے یہاں جس کی تلاش میں میں یہاں تک پہنچا ہوں۔"

"وہ کون ہے؟"

"تم اسے اچھی طرح جانتے ہو علی اور اس وقت میں تمھیں ہلاک کرنے کے بجائے تم سے اسی کے بارے میں سوال کروں گا۔"

"کس کے بارے میں؟"

"اُسی شخصیت کے بارے میں۔"

"یوں لگتا ہے مسٹر ہاورڈ، جیسے سردی نے آپ کے حواس مختل کر دیے ہوں۔ کون سی شخصیت؟ کہاں ہے؟ کیا آپ مجھے اس کے بارے میں کوئی تفصیل بتائے بغیر مجھ سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں گے؟"

ہاورڈ کی آنکھوں کی نرمی غائب ہوتی گئی۔ اب اس کے چہرے پر خونخواری نمودار ہوتی جا رہی تھی۔

"مسٹر علی، بے شک تم بہت چالاک ہو اور میں ہمیشہ سے یہی کہتا چلا آیا ہوں کہ قانون کا ایک طالب علم اتفاق سے جرائم کے راستے پر نکل آیا ہے لیکن یوں لگتا ہے جیسے وہ جرم سے بخوبی واقف ہے۔ میں نہیں جانتا تمھارے تربیت کنندگان کون کون تھے؟ یا اس سے قبل تمھاری زندگی کیسے گزرتی رہی ہے؟ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں تمھارے اس پہلو سے ابھی ناواقف ہوں۔ بہرحال یہ کوئی خاص بات نہیں، نہ مجھے اس بارے میں کوئی تشویش ہے۔" ہاورڈ چند لمحے خاموش رہ کر پھر کہنے لگا "ویسے ہمارے اس پروگرام کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟"

خوف، پریشانی اور فکر کا کوئی احساس میرے ذہن کے کسی گوشے میں باقی نہیں رہا تھا۔ اب تک ایک ذمے داری کا احساس کسی قدر الجھائے رہا تھا۔ میری دلی خواہش تھی کہ طیارے کے لوگ زندہ سلامت کسی منزل تک پہنچ جائیں لیکن اب یہ بھی احساس

بدنام ترین مُجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل

قیمت ۲۰ روپے

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں رہا تھا۔ ظاہر ہے یہاں پہنچ کر میری ذمے داری ختم ہو گئی تھی چنانچہ بھلا اب مجھ سے زیادہ بے خوف انسان اور کون ہو سکتا تھا؟

"تم بہت گھٹیا انسان ہو ہاورڈ۔ میری سطح سے واقف ہونے کے بعد بھی میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو!" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

ہاورڈ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ہوا بولا "کیا غلطی ہوئی ہے مجھ سے؟"

"میرے سامنے دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور میں کھڑا ہوں۔"

"کرسی لاؤ۔" اس نے اپنے لوگوں سے کہا اور اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ میں اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہاں مسٹر ہاورڈ، کیا پوچھا تھا تم نے؟"

"ہمارا یہ پروگرام کیسا رہا؟"

"افسوس میں تمہارے اس پروگرام کے بارے میں نہیں جانتا۔"

غلط کہہ رہے ہو علی۔"

"ٹھیک کہہ رہا ہوں ہاورڈ۔ تمہارا کیا خیال ہے، اگر مجھے کسی قسم کا شک و شبہ ہوتا تو میں اتنی آسانی سے تمہارے جال میں پھنس جاتا؟"

"ہاں، مجھے اس بات پر حیرت ہے۔ تم حال ہی میں ان لوگوں کے لیے جو کچھ کر چکے ہو، اسکے پیش نظر مجھے اتنی آسانی کی امید نہیں تھی لیکن کیا تم وینس میں ہونے والی کانفرنس کے انتظامات کے لیے نہیں جا رہے تھے؟"

وینس! کانفرنس؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"اس کا مطلب ہے جھوٹ بول رہے ہو۔ کیا تمھیں وینس میں ہونے والی کانفرنس کا علم نہیں ہے؟"

"اگر ہے بھی تو میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا، دل چاہے تو اس بات پر یقین کر لو کہ نہ تو میں وینس جا رہا تھا، نہ کسی کانفرنس میں مجھے شرکت کرنی تھی۔"

"اوہ! تو تمہارا کوئی اور مشن تھا!"

"ممکن ہے۔"

"تو پھر تفصیل کچھ یوں ہے مسٹر علی کہ وینس میں ہونے والی ایک خاص کانفرنس میں مشرقی جرمنی کی ایک تنظیم کچھ خاص مذاکرات کرنا چاہتی ہے۔ یہ مذاکرات ایک خاص نکتۂ نگاہ سے ہمارے نظریات کے خلاف ہیں اور ہم اس کانفرنس کی کامیابی کے حق میں نہیں ہیں۔ ایک ایسی شخصیت اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے استعمال کی گئی ہے جو درمیانی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر وہ شخصیت اس تنظیم کے سامنے اپنی حمایت کا اعلان کر دے تو تحریک کو بے شمار فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ میں اس کانفرنس کو ناکام بنانے کے لیے کام کر رہا ہوں۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ یہ شخصیت بیروت سے سفر کرے گی۔ چنانچہ ہم مصروف ہو گئے۔ ہم نے انتہائی جانفشانی سے ایک پلان تیار کیا اور طیارے کو اغوا کرنے کے لیے اسی کے ایک فرد کو استعمال کیا لیکن جن لوگوں کے سپرد میں نے یہ کام کیا تھا، وہ میری توقع کے مطابق اسے انجام نہیں دے سکے۔ حالانکہ سمجھ دار لوگ تھے لیکن میرے گروہ کے نہیں تھے۔ میں نے کچھ اور لوگوں کی پیشکش قبول کر لی تھی اور اپنے ساتھیوں کو نہیں بلایا تھا۔ اگر ان کی جگہ وہ ہوتے تو صورتِ حال دوسری ہوتی۔ بہر حال ہمیں کامیابی ہوئی ہے لیکن..." اولیو ہاورڈ چند لمحوں کے لیے خاموش ہوا پھر عجیب سے انداز میں مسکرا کر بولا "میں نے تو خلوصِ دل سے سب کچھ بتا دیا ہے علی۔ تم بھی تو کچھ بولو!"

"میں کیا بولوں ہاورڈ، اس وقت ماسٹر آف سچویشن تم ہو!"

"تو تمہارا بالآخر... تنظیم آزادیٔ فلسطین سے گٹھ جوڑ ہو ہی گیا!"

"الحمدللہ۔ میری دلی آرزو پوری ہوئی ہے۔"

"کیا ملا تمھیں اس سے؟"

"بہت کچھ۔ جس کا اظہار تمہارے سامنے ضروری نہیں ہے۔"

"ویسے تنظیم کے لیے تم بڑے زبردست کارنامہ انجام دے چکے ہو۔ تم نے ہینڈرک اور مارگسیا کیسگارڈ جیسے اہم لوگوں کو موت کی وادی میں اتار دیا۔ بڑا فائدہ ہوا ہے اس تنظیم کو تمہاری شمولیت سے۔"

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی ہاورڈ۔"

"کیا؟"

"اس جگہ، اس مقام پر، اس ناخوشگوار ماحول میں تم اتنی... تفصیلات کیوں بتا رہے ہو؟ اس میں تمہاری سبکی بھی ہے۔ تفصیل میں گئے تو لوگ یہ بھی جان لیں گے کہ ابھی چند روز قبل تمہاری زندگی میرے رحم و کرم پر تھی اور میں نے تمہاری جاں بخشی کر دی تھی۔"

"ہاں۔ میرے دوست تم سے واقف ہونا چاہتے تھے۔ میں تم سے ان کا تعارف نہیں کراؤں گا لیکن یقین کرو تمہارے بارے میں معلوم ہوا تو خود مجھے سخت حیرت ہوئی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ ہمارے لوگوں کی ناکامی اور تباہی کی وجہ سمجھ میں آ گئی۔ اس پر ان لوگوں نے، خاص کر میرے عزیز مسٹر ریکسن نے جن کا اصل نام پاپ اینڈ آرگس ہے، شدید حیرت کا اظہار کیا۔ انھوں نے تمہارے بارے میں تفصیلات پوچھیں۔ میں نے جب انھیں تمہارے بارے میں بتایا تو یہ حیران رہ گئے اور انھوں نے تم سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ ہاں، یہ حقیقت ہے میرے دوستو! کہ کچھ عرصہ قبل ایسی سچویشن آ گئی تھی کہ میری زندگی مسٹر علی کے ہاتھ میں تھی۔ یہ اگر چاہتے تو مجھے قتل کر سکتے تھے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور مسٹر علی، اس کے جواب میں، میں بھی تمھیں قتل نہیں کروں گا۔ البتہ گرفتار کر کے امریکی یہودیوں کے سامنے پیش کرنا میری ڈیوٹی ہے اور میں اپنی ڈیوٹی سے انحراف نہیں کر سکتا۔"

"ضرور، لیکن بہت سی باتیں میرے ذہن میں بھی تشنہ رہ گئی ہیں مسٹر ہاورڈ۔" میں نے کہا۔

"ہاں ہاں، ہم لوگ تفصیلی گفتگو کرنے کے موڈ میں ہیں۔ میں زیادہ وقت تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا علی، تمھیں دیکھنے کے شوق میں چلا بھی آیا اور پھر یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ اب تک ان لوگوں کی ناکامی کی وجہ کیا ہے۔ بہر کیف تم پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔"

"یہ سب کچھ کیا ہے، کیوں ہے، مسٹر ہاورڈ؟"

کیا مطلب؟"

"میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ اس مشن سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے میں ایک دوسرے مقصد سے یہ سفر کر رہا تھا اور ظاہر ہے اس کے بارے میں تمھیں نہیں بتاؤں گا۔ یہ سب کچھ ہنگامہ جو درمیان میں پیش آیا، میری توقع کے خلاف ہے۔"

"میں یقین تو نہیں کر سکتا مسٹر علی، تاہم تم مُصر ہو تو اتنا کہہ دوں کہ تمھیں اس کانفرنس کے بارے میں تو بتا ہی چکا ہوں، وہ کانفرنس کامیاب نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اس سے تنظیم کو جو فائدہ حاصل ہوگا وہ ہمارے دوستوں کے حق میں نہیں [illegible] دوستوں کے حقوق کا تحفظ کر رہے ہیں۔ میں تمھیں اس شخصیت [illegible] بھی بتا چکا ہوں جو اگر اس کانفرنس میں شریک ہو گئی تو [illegible] کے مقاصد کی کامیابی کے امکانات روشن ہیں، چنانچہ ہم نے [illegible] میں اس شخصیت کو اغوا کر کے قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا لیکن بدقسمتی یہ تھی کہ ہمیں اس کے بارے میں تفصیلات مہیا نہیں [illegible] تھیں۔ جہاں سے ہمیں اس کی نشاندہی ہوئی تھی، وہاں بھی [illegible] کے بارے میں مکمل طور پر معلومات حاصل نہیں تھیں۔ لہٰذا [illegible] قدر معلومات ہمیں حاصل تھیں، ان کی بنا پر یہ اندازہ قائم کر لیا کہ وہ شخصیت اس فلائیٹ سے سفر کرے گی۔ اس جہاز کے پائلٹ کو ہم نے ساتھ ملا لیا۔ ہمارے کچھ آدمیوں نے اس طیارے سے سفر بھی کیا۔ ان میں سرِفہرست تم مسٹر ریکسن کو کہہ سکتے ہو۔ ریکسن ہمارے محکمۂ خاص کے ایک اہم رکن ہیں۔ ان کے ساتھ دو افراد اور بھی تھے جو طیارے کے حادثے کا شکار ہو گئے۔ مسٹر ریکسن کا کہنا ہے کہ وہ خود بھی اتفاقیہ طور پر زندہ بچ گئے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنا کام باقاعدگی سے شروع کر دیا۔ مقصد اس مطلوبہ شخصیت کی تلاش تھی۔ مسٹر ریکسن نے طیارے میں ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ شخصیت کون ہے۔ وہ زندہ سلامت طیارے سے باہر نکلے تو انھیں یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ وہ شخصیت بھی زندہ ہے مسٹر علی! تم نے جو کچھ کہا ہے، مسٹر ریکسن کے بیان کے مطابق اس کی تردید بھی ہو جاتی ہے۔"

"مثلاً؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ اس انکشاف سے مجھ پر ایک سنسنی سی طاری تھی کہ وہ شخصیت ریکسن کی نگاہ میں ہے۔ مجھے یہ بھی احساس ہو رہا تھا کہ میں ریکسن کو اس سلسلے میں ہلکے ہلکے ٹچ دے چکا ہوں۔ کچھ گزری ہوئی باتیں مجھے یاد آنے لگیں اور اسی وجہ سے میرے بدن میں سنسنی دوڑتی رہی۔

"مثلاً مسٹر علی، میرا خیال ہے بلکہ جو باتیں مسٹر ریکسن نے مجھے بتائی ہیں، ان کے مطابق یوں لگتا ہے جیسے تم خود بھی اس شخصیت سے ناواقف تھے اور اس کا کھوج لگا رہے تھے۔ شاید تمھیں مسٹر ریکسن پر بھی یہ شبہ ہوا تھا کہ ممکن ہے مسٹر ریکسن ہی وہ شخصیت ہوں۔"

میں نے ریکسن کی جانب دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے درمیان میں دخل دیتے ہوئے کہا "لیکن مسٹر ہاورڈ، بعد میں مسٹر علی کا یہ شبہ دور ہو گیا تھا۔ میں نے خود بھی اس سلسلے میں مسٹر علی کو الجھائے رکھا تھا لیکن ایک رات کو میں نے دیکھا کہ مسٹر علی، مسٹر ہائیکر پر خصوصی توجہ دے رہے ہیں اور مسٹر ہائیکر کی سیکریٹری مس مورنا سے ان کے خاصے مراسم بڑھ چکے ہیں۔" ریکسن کے ان الفاظ پر ایک بار پھر میرا دل دھڑک اٹھا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ میرا خیال درست تھا یعنی مسٹر ہائیکر ہی وہ شخصیت تھی۔

میں خاموش رہا تو اولیو ہاورڈ نے مسکرا کر میری جانب دیکھا اور بولا "اس وقت مسٹر ریکسن صبر نہ کر سکے اور مسٹر ہائیکر کا نام لے دیا تو مسٹر علی، تمھیں یہ معلوم ہے کہ مسٹر ہائیکر ہی وہ شخصیت ہے جو تمہاری تنظیم کے مفاد کے لیے وینس تک کا سفر کر رہی ہے۔"

میرے چہرے پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل سی لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا اور کہا "مسٹر ہاورڈ تم جیسے ذہین آدمی سے میں اس بات کی توقع نہیں رکھتا۔ کیا تمھیں خود بھی احساس ہے کہ تمہارے الفاظ کس قدر بودے ہیں؟ ایک طرف تم کہتے ہو کہ میں اس شخصیت کے ساتھ سفر کر رہا تھا اور وینس میں ہونے والی کانفرنس سے کسی طرح میرا بھی واسطہ تھا۔ سب سے پہلے تو میں تم سے یہ سوال کروں گا مسٹر ہاورڈ کہ تم نے یہ کیسے یقین کر لیا کہ میرا تعلق کسی طرح تنظیم سے ہے۔ کیا تم مجھے اس بات کا جواب دو گے؟"

"ہاں، کیوں نہیں! طیارے کے اغوا کے وقت بلکہ اس کے بعد بھی تم جس طرح تنظیم کے افراد کے ساتھ گھل مل رہے تھے اس سے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا تھا کہ تم ان ہی میں سے ایک ہو۔"

"تم امریکہ سے میرے پیچھے لگے ہوئے ہو مسٹر ہاورڈ، کیا لندن سے روانگی کے وقت کوئی ایسی صورتِ حال تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ میرا تعلق کسی طور تنظیم سے قائم ہو چکا ہے؟"

"نہیں۔ میں اس کے بارے میں معلومات حاصل نہیں کر سکا۔" ہاورڈ نے اعتراف کیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم تو مجھے لندن میں تلاش کر رہے تھے، لندن پولیس کے ساتھ مل کر میری کھوج میں تھے!"

"ہاں اور میرے علم میں یہ بات بھی آچکی تھی کہ لندن کی زیرزمین خفیہ تنظیموں سے بھی تمہارا تعلق قائم ہوچکا ہے۔"

"تو پھر تم نے یہ کیسے تصور کرلیا کہ میرا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے بھی ہوگیا ہے؟"

"میری معلومات کو تم چیلنج نہیں کرسکتے مسٹر علی!" ہاورڈ نے جواب دیا۔

"چلو میں یہ بھی مان لوں کہ میرا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے ہوگیا ہے تو مسٹر ہارورڈ، اب اس بات پر آجاؤ۔ کیا کسی ایسی شخصیت کے ساتھ سفر کرتے ہوئے میں اس سے اتنا ہی ناواقف رہتا جس کے تحفظ کی ذمّے داری میرے اوپر ہوتی؟ میں تنظیم کے لیے کام کررہا ہوں اور وہ شخصیت بھی تنظیم کے مفاد کے لیے کام کررہی ہے میری اس سے اس قدر عدم واقفیت کیا عقل تسلیم کرتی ہے؟"

ہاورڈ اپنا گال کھجانے لگا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آرہے تھے۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"درحقیقت یہ ایک الجھا ہوا سوال ہے جس کا جواب میں ابھی نہیں دے سکتا۔ بہرحال اس بات کا امکان بھی ہے کہ مسٹر ریکسن کو غلط فہمی ہوئی ہو اور تمھیں واقعی اس بارے میں معلومات نہ ہوں لیکن پھر تمھیں یہ بتانا ہوگا کہ تمہارا مشن کیا تھا؟"

"کیا یہ کسی طرح ممکن ہے مسٹر ہاورڈ؟" میں نے پوچھا اور ہاورڈ کے چہرے پر ایک بار پھر غصّے کے آثار نظر آنے لگے۔

"میں اسے ممکن بنالوں گا مسٹر علی۔" اس نے جواب دیا۔

"میں انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

ہاورڈ غصّے سے ہونٹ کاٹنے لگا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ غصّے کو دبانے کی انتہائی جدوجہد کررہا ہو۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اوکے مسٹر علی، میں تمہارے اس اعتماد کو پاش پاش کردوں گا۔ یہ میرا عہد ہے۔ فی الحال مجھے کچھ دوسرے کام کرنے ہیں۔" پھر اس نے سامنے موجود لوگوں سے کہا۔ "علی کو بیرک نمبر آٹھ میں بند کردو۔ دوسرے لوگوں کو ان کے ٹھکانے پر پہنچادو اور مسٹر ہائیکر اور ان کی سیکریٹری کو یہیں رہنے دو۔"

مورنا کا چہرہ دھلے ہوئے کپڑے کی طرح سفید نظر آرہا تھا۔ مائیکل اور دوسرے تمام لوگ واپسی میں میرے چہرے کو عجیب انداز میں دیکھ رہے تھے۔ یہی غنیمت تھا کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ بند کرنے کے بجائے ایک اور بیرک میں بند کیا گیا تھا جہاں میرے سوا کوئی نہیں تھا، ورنہ وہ لوگ سوالات کرکے میری ناک میں دم کردیتے۔

یہ بیرک بھی اس پہلی بیرک کی مانند غلیظ تھی۔ طویل و عریض جگہ اور میں تنہا تھا۔ سردی اب بھی شباب پر تھی۔ بیرک کے تختوں کی جھریوں سے سرد ہوائیں اندر آرہی تھیں اور میرے بدن میں کپکپی دوڑ رہی تھی۔ کافی دیر تک میں ایک دیوار سے کمر ٹکائے بیٹھا رہا۔ میرے [illegible] میں بھنور پڑ رہے تھے۔ بیروت سے چلنے کے بعد سے اب تک کے واقعات میرے ذہن میں گردش کررہے تھے۔ آخر میں مجھے لولو یاد [illegible] اور میرے دل میں کسک سی پیدا ہوگئی۔ لولو، میرا دوست، ایک قابلِ اعتماد ساتھی جس کی نگاہوں میں زندگی کی کوئی وقعت نہیں [illegible] حلق بند سا ہونے لگا تھا۔ کافی دیر تک میں لولو کو یاد کرتا رہا۔ اس کی موت کا یقین نہیں آرہا تھا لیکن آنکھوں دیکھی کون جھٹلا سکتا [illegible] جب ہیلی کاپٹر سے مشین گن نے فائرنگ کی تھی تو کچھ افراد گہرائیوں [illegible] لڑھک گئے تھے۔ ان میں لولو بھی تھا اور ایڈلر بھی۔ وہ شخص [illegible] بلاوجہ دوسروں سے نفرت کرتا تھا اور دوسروں کی نفرت کا نشانہ [illegible] نجانے میرا ذہن کیسے کیسے خیالات کی آماجگاہ بنا رہا۔ پھر میں اپنی جگہ لیٹ گیا۔ بدن ٹوٹا ٹوٹا سا تھا اور عجیب سی کیفیت ہورہی تھی۔

دفعتاً رات کے سنّاٹے میں فائرنگ کی آواز گونجی۔ میں اچھل پڑا۔ صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے میں بیرک کے دروازے پر آیا اور اسے پیٹنے لگا۔

دوسری طرف سے ایک کرخت آواز ابھری۔ "کیا بات ہے؟"

"یہ فائرنگ کیسی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"بہت اچھی تھی۔ تم آرام کرو۔ ابھی تمھاری باری نہیں ہے۔" جواب ملا۔

ان لوگوں کے انداز میں تمسخر تھا۔ اس بات کا اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس فائرنگ سے پریشان نہیں ہیں۔ اس کا مقصد [illegible] کہ شاید انھوں نے مسٹر ہائیکر اور مورنا کو گولی ماردی۔ یقیناً، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جاسکتا تھا۔

میں دروازے کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ تنظیم نے جو ذمّے داری مجھے سونپی تھی، اس بار وہ پوری نہیں ہوسکی تھی۔ مسٹر ہائیکر انسانیت کی بھلائی کا ساتھ دیتے ہوئے مارے گئے تھے۔ مورنا کا تصور کرکے میرا دل بیٹھنے لگا۔ اچھی لڑکی تھی۔

نجانے کتنی دیر تک میں اس طرح بیٹھا رہا۔ کچھ غنودگی سی طاری ہوگئی تھی۔ اچانک بیرک کے فرش کے ایک حصّے سے ایک آواز [illegible] اور میں چونک پڑا۔

میری متجسس نگاہیں چاروں طرف [illegible] لگیں، آواز کہاں سے آئی ہے؟ میں انتظار کررہا تھا کہ دوسری بار آواز سُنائی دے تو میں اس کی سمت کا اندازہ لگاؤں لیکن اس کے بعد کافی دیر تک کوئی آواز سُنائی نہیں دی۔ میں سوچ رہا تھا شاید یہ سماعت کا واہمہ ہے۔ ذہن سخت منتشر تھا۔

کامیابی یا ناکامی تو تقدیر کے کھیل ہوتے ہیں، تاہم آج تک جو کچھ کرتا رہا اس میں خاطر خواہ کامیابیاں حاصل کیں۔ اولیو ہاورڈ نے بھی تو میرے لیے کافی پاپڑ بیلے ہیں۔ اب اگر اس کا دور آیا ہے تو تردد اور تاسف کس بات کا! بہتر یہ ہے کہ خود کو تقدیر کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں۔ وہی ان لوگوں کے چنگل سے نکلنے کا کوئی راستہ فراہم کردے گی۔

ماضی پر نظر ڈالتا تو صاف نظر آتا کہ میرے دُشمن بھی کم نہیں تھے۔ اولیو ہاورڈ صرف پیشہ ورانہ طور پر نہیں بلکہ اپنے وقار کی بقا کے لیے میرا تعاقب کررہا تھا۔ اس نے میرے خلاف بھرپور کوششیں کی تھیں۔ اب وہ ہمیشہ تو ناکام نہیں رہ سکتا تھا۔ طیارے کے ساتھیوں کے کردار یاد آتے تو بے کیفی سی طاری ہوجاتی۔ سارے کردار میری توقع سے بالکل مختلف نکلے اور بلاشبہ ان میں سے بعض کی پرکھ میں میں نے دھوکا کھایا لیکن اب یہ ساری باتیں بیکار تھیں۔ اب تو زندگی کے اس نئے سفر کے بارے میں سوچنا تھا۔ کافی غور و خوض کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اولیو ہاورڈ کو یہاں بھی خوش نہیں ہونے دوں گا۔ اگر میری گرفتاری کے بعد وہ میرے چہرے پر مایوسی اور میرے انداز میں پژمردگی دیکھنا چاہتا ہے تو ان شاءاللہ اس کے دل کی مُراد پوری نہیں ہوگی۔ اگر مجھے تختۂ دار پر بھی لے جایا گیا تو میں قہقہے لگاتا ہوا پھانسی کا پھندا قبول کروں گا۔ ٹھیک ہے مسٹر ہاورڈ، تم مجھے اپنے یہودی دوستوں کے سامنے پیش کرکے سرخروئی حاصل کرنے کی کوشش کرو، میں انھیں اپنا رنگ دکھاؤں گا۔

ان احساسات نے مجھے سکون بخشا۔ سو اطمینان سے لیٹ کر میں نے آنکھیں بند کرلیں اور طائرِ خیال کو آزاد چھوڑ دیا۔ خیال کی پرواز جذبوں کی معیّت میں ایک حسین سرزمین پر پہنچ گئی اور ایک جانی پہچانی خوشبو سے ذہن معطّر ہوگیا۔

لہلہاتے کھیتوں کی شادابی، الھڑ مٹیاروں کی اٹکھیلیاں، بیلوں کے گلے میں بندھی گھنٹیوں کی موسیقی، بانسری کی نے میں ہیر کی تان، یہ میرا وطن تھا۔

وطنِ عزیز! میں تجھے کچھ نہ دے سکا۔ اگر تقدیر میں یہ سب کچھ نہ ہوتا تو تعلیم مکمل کرکے تیری آغوش میں چلا آتا۔ تیری پاک مٹی میں خود کو سمو دیتا اور تیرے لیے اپنا رواں رواں وقف کردیتا لیکن میرے پاکستان! دیارِ غیر میں تیرا ایک بیٹا تیرے نام کی سربلندی اور اسلام کی خاطر جان دے دے گا۔ جس وقت مجھے موت کی سزا دی جائے گی میں فخر سے گردن تان کر کہوں گا "میرے دُشمنو! اسلام کے دُشمنو! میں ایک پاکستانی، ایک مسلمان، کسی ذاتی مفاد کی بنا پر کسی کے خلاف صف آرا نہیں ہوا تھا۔ میں اپنے وطن کی طرف سے اپنے بھائیوں کے لیے ایک حقیر سا تحفہ تھا۔ میں اپنے سوہنے شہر قصور کی طرف سے اپنی زندگی کا ناچیز نذرانہ پیش کررہا ہوں۔ میرے دوستو! میرے ارضِ پاک کا یہ نذرانہ قبول کرو اور اطمینان رکھو، میرا مقدّس وطن ہر اُس جگہ جہاں مسلمان بس رہے ہیں، مجھ جیسے لوگوں کے نذرانے پیش کرتا رہے گا۔ میرے وطن کی زمین کی مٹی سے جنم لینے والے عزم و استقلال کے پیکر ہیں اور یہودیوں کے ناپاک عزائم کو ان فولادی انسانوں سے جگہ جگہ شکست کھانا ہوگی۔"

خیال کی آنکھ دمکتے چہرے دیکھ رہی تھی کہ آواز پھر اُبھری۔ یہ آواز پہلی آوازوں سے مختلف نہیں تھی۔ میں پھر چونکا۔ بیرک کی دیواروں کی مانند اس کا فرش بھی لکڑی کا تھا۔ آواز فرش سے ہی آئی تھی۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ فرش کو تھپ تھپانے کی آواز تھی۔ کوئی آہستہ آہستہ فرش کو تھپتھپا رہا تھا۔ مجھے اس جگہ کا اندازہ لگانے میں دقت نہیں ہوئی، جہاں سے آواز آرہی تھی۔ میں جلدی سے اُٹھ کر وہاں پہنچا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ جواباً میں نے بھی فرش کو تھپ تھپایا تو رخنوں سے ایک آواز اُبھری۔ "اگر تم جاگ رہے ہو تو بات کرو۔" زبان انگریزی تھی۔

"ہاں، میں جاگ رہا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"دوست!"

"کہاں ہو؟"

"قبر کی گہرائیوں میں۔ تمھیں یقیناً سردی لگ رہی ہوگی۔ کیا میں تمھیں سردی دُور کرنے کا ایک بہترین نسخہ بتاؤں؟"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اپنے اس قیدخانے کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ کہاں ہے، کیا نام ہے اس جگہ کا؟ کس قسم کا ہے؟ دوسرے کتنے قیدی ہیں یہاں اور ان کا تعلق کس ملک یا خطّے سے ہے؟ یہ ضروری نہیں تھا کہ اس دُور دراز مقام پر جتنے قیدی ہیں، وہ سب فلسطین سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ پھر معاملہ خالصتاً اسرائیل کا بھی نہیں تھا۔ اولیو ہاورڈ امریکی تھا۔ امریکا کے اثر و رسوخ کے بارے میں کسی شک و شبہے کی گنجائش سرے سے نہیں ہے، ہرچند کہ بہت سے ممالک پر اس کی گرفت کمزور ہے۔ تاہم جہاں تک اُس کے ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں، وہاں وہ مکمل حاوی ہے۔ اتنا تو میں جانتا تھا کہ میں امریکا میں نہیں ہوں لیکن اولیو ہاورڈ جس طرح یہاں بااثر نظر آرہا تھا، اس سے یہ اندازہ بخوبی ہوجاتا تھا کہ یہ جو کوئی بھی جگہ ہے، یہاں اس کا مکمل کنٹرول ہے۔ اس کے ساتھ یہ اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں تھا کہ یہ ایک باقاعدہ قیدخانہ تھا۔ پتا نہیں اطراف میں کوئی شہر موجود تھا یا نہیں۔ جن حالات میں میں ٹھہر گیا تھا وہ بے حد تکلیف دہ تھے۔ خاص طور سے اس لیے کہ مجھے اس جگہ کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔

اولیو ہاورڈ نے جو داستان سُنائی تھی اس پر غور کرتا تو بڑی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سنسنی سی محسوس ہونے لگتی تھی میں اپنی چال چل رہا تھا اور وہ اپنی۔ اندازہ یہ ہوتا تھا کہ اس بار وہ کامیاب ہوگیا ہے۔ تنظیم کا مشن تو ادھورا ہی رہ گیا تھا اور میں اس کانفرنس کے لیے اس شخصیت کی حفاظت نہیں کرسکا تھا جو تنظیم کے حق میں تھی۔ اس سلسلے میں پہلے بھی غور کرچکا تھا اور اب بھی میرا خیال یہی تھا کہ اگر مجھ پر بھروسہ کیا جاتا اور اس شخصیت کے بارے میں تفصیلات بتادی جاتیں تو شاید صورتِ حال مختلف ہوتی۔ ممکن تھا کہ کوئی اور منصوبہ میرے ذہن میں آجاتا، یا برف کے ویرانے میں اس سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد میں اپنی راہیں دوسرے لوگوں سے مختلف کرلیتا اور خود کو صرف اپنے مشن کی تکمیل تک کے لیے محدود رکھتا۔ ہوسکتا تھا کہ اس طرح میں، مسٹر ہائیکر اور مورنا کو بچالے جاتا۔ بہرحال، اب یہ تمام احساسات بعد از وقت تھے مجھے یہ اعتراف کرلینے میں عار نہیں کہ اولیو ہاورڈ اب مکمل طور پر مجھ پر حاوی ہوگیا تھا۔

خیالات کی رَو میں بہہ کر میں چند لمحوں کے لیے اس آواز کو فراموش کر بیٹھا تھا، وہ پھر سنائی دی ”کیا سردی نے تم سے قوتِ گویائی چھین لی ہے دوست؟“

”نہیں، میں تمہارے بارے میں سوچ رہا تھا۔“

”اتنی طویل سوچ! کیا ایسے مقامات پر طویل سوچیں کارآمد ہوتی ہیں؟“

”تم کیا ہو، کون ہو؟ کچھ معلوم تو ہو!“

”کوئی بھی بات معلوم کرنے کے لیے جدّوجہد کرنا ہوتی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا میں تمہیں سردی دُور کرنے کا ایک نسخہ بتاؤں؟“

”بتاؤ۔“ میں نے اب پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوکر کہا۔

”تو لو، اسے سنبھالو۔“ آواز اُبھری اور فرش کے ایک کُھلے ہوئے جوڑ میں سے کوئی چیز باہر نکلنے لگی میں نے بغور دیکھا، چھُوا تو معلوم ہُوا کہ فولاد کی ایک تار نما آری تھی۔ وہ آہستہ آہستہ اُبھر کر اوپر آگئی۔ تقریباً ایک فٹ لمبی تھی لیکن نفیس قسم کی اور لچکدار تھی میں نے اسے ہاتھ میں لے لیا۔

آواز پھر آئی ”اب تم اس آری سے فرش کا ایک چوکور تختہ اس طرح کاٹو کہ ایک آدمی اس میں سے آسانی سے آجا سکے لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ تختہ تھوڑا سا ترچھا رکھ کر کاٹا جائے، تاکہ اسے فرش میں پھنسائے رکھنے میں دقت نہ ہو اور ہم جب چاہیں اسے نیچے سے اوپر اٹھادیں یا اوپر ہی سے اُٹھا کر نیچے نکل سکیں۔“

میں دلچسپی سے آری کو ہاتھ میں لیے دیکھ رہا تھا اور وہ اجنبی آواز سُنائی دیتی رہی ”اور یہ کام بہتر ہوگا کہ آج ہی رات میں مکمل ہوجائے تختہ کاٹنے کے بعد تم اسے چھپانے کا بھی معقول بندوبست کرسکتے ہو۔ کل کا دن اگر اس بیرک میں گزر جائے تو رات ہمارے لیے بے حد کارآمد ہوگی۔“

”تم مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟“

”کیا فائدہ! میری شکل تمہارے سامنے نہیں ہے۔ اپنی اس مشقت سے فارغ ہوجاؤ، اس کے بعد کل رات ہم ملاقات کریں گے۔“

بات سمجھ میں آنے کی تھی میں خاموش ہوگیا تب نیچے سے آواز اُبھری ”اچھا، خدا حافظ! میں چلتا ہوں۔“

”سنو! ایک بات سنو! کیا میں تمہارا نام بھی نہیں پوچھ سکتا؟“

”فی الحال تم مجھے قیدوالا کہہ سکتے ہو میں کہہ چکا ہوں کہ ہم جو بھی گفت گو کریں گے آمنے سامنے بیٹھ کر کریں گے۔ سامنے آئے بغیر کسی قسم کی بات چیت حماقت ہی ہوگی۔ ویسے تمہیں اتنا بتادوں کہ میں بھی ایک قیدی ہوں اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے فرار کی منصوبہ بندی کررہا ہوں۔ تمہیں اپنے ساتھ شامل کرنے کا ایک اہم مقصد ہے، جو تمہیں براہِ راست ہی بتایا جاسکتا ہے۔ بس اب میں چلتا ہوں، اس سے زیادہ رُکنا میرے لیے بھی مُضر ہوگا۔ جس جگہ میں ہوں، وہاں کی سردی کے بارے میں تم اندازہ نہیں لگا سکتے۔“

کچھ سرسراہٹ سی محسوس ہوئی جیسے چھوٹے چھوٹے پتھر کھسکنے کی آواز تھی اور اس کے بعد خاموشی چھاگئی۔ میں آری ہاتھ میں لیے اس جگہ کو بغور دیکھ رہا تھا اور میرے ذہن میں متعدد خیالات آرہے تھے۔

اولیو ہاورڈ نے ہائیکر اور مورنا کو گولی مار کر ہلاک کردیا ہے پتا نہیں باقی لوگوں کے ساتھ اس نے کیا سلوک کیا۔ وہ درندہ صفت انسان جس قسم کی فطرت کا مالک تھا اس کا تجزیہ میں کرچکا تھا۔ یہ جگہ اس کے لیے جو کچھ بھی ہو لیکن وہ یہاں زیادہ لوگوں کو پالنا پسند نہیں کرے گا۔ اس کا نشانہ صرف میں ہوں چنانچہ باقی لوگوں کو اس نے گھاس کی طرح کاٹ کر پھینک دیا ہوگا۔ صرف مجھے اپنے قبضے میں رکھنے کے لیے اپنی قوت استعمال کرے گا میری طرف سے اسے اطمینان تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اپنے اس نادیدہ دوست کی ہدایت پر عمل کروں، ہر چند کہ یہ کام آسان نہیں تھا۔

بیرک کے فرش کے تختے ذرا بھی لچک نہیں رکھتے تھے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کی موٹائی بھی خاصی ہے۔ دیواروں کی لکڑیاں شاید کچھ ہلکی ہوں لیکن فرش پوری مضبوطی سے بنایا گیا تھا اور رخنوں میں آری پھنسا کر ایک چوکور ٹکڑا کاٹنا آسان کام نہیں تھا۔ یہ ہم سچ تھا کہ جب میں نے آری کا استعمال شروع کیا تو رفتہ رفتہ سردی کا احساس کم ہونے لگا۔ آری رخنے میں بار بار گھمانے سے میری انگلیاں زخمی ہوگئیں لیکن میں ایک چھوٹا سا گول دائرہ بنانے میں کامیاب

WWW.PAKSOCIETY.COM

گیا تھا اور آری جب اس دائرے سے گھوم کر سیدھی ہوئی تو آسانی سے کام کرنے لگی۔ شاندار چیز تھی لیکن اس کی کارکردگی بہت سُست تھی۔ میں نے اس تختے کی موٹائی کا اندازہ لگایا تو پتا چلا کہ وہ تقریباً ساڑھے چار انچ موٹا ہے۔ ساڑھے چار انچ موٹے تختے کو تقریباً دو فٹ لمبا کاٹنا آسان کام نہیں تھا تاہم اپنے آپ کو معروف رکھنے کا بہترین ذریعہ تھا چنانچہ میں مصروف رہا۔ وقت کا اندازہ لگانا میں نے چھوڑ دیا تھا، اس بات کا بھی خیال رکھا تھا کہ لکڑی کاٹنے کی آواز سے زیادہ سرسراہٹ نہ پیدا ہو۔ یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ بیرک کے باہر مسلح پہرے دار کتنے فاصلے پر ہوں۔

دو فٹ لمبا تختہ کاٹنے کے لیے مجھے تقریباً تین گھنٹے شدید محنت کرنا پڑی تھی لیکن ابھی مزید چھ گھنٹے کی مشقت باقی تھی اگر اسی رفتار سے تختہ کٹتا تو شاید میں آج رات اس میں کامیاب نہ ہوسکوں البتہ سردی کا احساس بالکل زائل ہوگیا تھا۔ تختے کافی چوڑے چوڑے تھے اور دوسرے رخنے تک پہنچنے کے لیے تقریباً چار فٹ مزید کٹائی باقی تھی میں آری کو وہیں دو فٹ کے دائرے میں گھمانے کی کوشش کرتا رہا۔ بڑا مشکل کام تھا ذرا بھی اگر ہاتھ غلط پڑ جاتا تو آری ٹوٹ سکتی تھی۔ تیز دھار ہونے کے باوجود بہت ہی نازک اور پتلی تھی۔

جب دو فٹ کے قطر کا تختہ اپنی جگہ سے الگ ہُوا تو صبح کی روشنی دیواروں کے رخنوں سے پھُوٹ کر اندر آرہی تھی۔ تھوڑا سا کام باقی رہ گیا تھا تختہ اب برائے نام فرش سے جُڑا ہُوا تھا۔ باہر قدموں کی آوازیں سُنائی دینے لگیں کبھی کبھی بولنے کی آوازیں بھی آتیں اور میں اپنا کام روک دیتا۔ میرا نادیدہ دوست، دوسری رات مجھ سے ملنے کا وعدہ کرکے گیا تھا۔ میں نے بڑی احتیاط سے تختے کے خلا کو برابر کیا۔ آری ایک محفوظ جگہ چھپادی اور وہیں لیٹ گیا۔

ساری رات کی سخت جاں کوشی سے بدن کا جوڑ جوڑ دُکھ رہا تھا۔ نیند چونکہ ایک لمحے کو بھی نہیں لی گئی تھی، اس لیے آنکھوں میں جلن ہورہی تھی۔ بہرصُورت، میں لیٹا رہا اور اُس وقت چونکا جب بیرک کا دروازہ کھُلنے کی آواز سُنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی اندر روشنی کی یلغار ہوئی تیز روشنی نے میری آنکھیں بند کردی تھیں۔ غالباً یہ میرے لیے ناشتا لانے والے تھے کئی آدمی تھے۔ ایک نے آگے بڑھ کر کرخت لہجے میں کہا ”اٹھ جاؤ! بہت دیر ہوئی صبح ہوچکی ہے۔“ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھا۔ اس نے ایک ٹرے میرے سامنے رکھ دی تھی۔ اس میں چند توس اور چائے کا ایک مگ رکھا ہُوا تھا۔

”ناشتا کرلو۔“ اس شخص نے اُسی کرخت لہجے میں کہا اور واپسی کے لیے مُڑ گیا۔ دروازہ پھر بند ہوگیا۔

گا..... ہلکی ہلکی بھاپ مگ سے اُٹھ رہی تھی۔ رات کی شدید سردی سے گزرنے کے بعد چائے کا مگ ایسا نہیں تھا جسے ایک لمحے کے لیے بھی نظرانداز کیا جاسکتا۔ چنانچہ میں بھُوکے عقاب کی طرح اس پر جھپٹا اور تیز گرم چائے حلق میں اُتارنے لگا۔ اس چائے نے میرے بدن میں گھُسی ہوئی سردی کو کافی حد تک زائل کردیا۔ توس میں نے نہیں چھُوئے کیونکہ کوئی خاص بھُوک بھی نہیں لگ رہی تھی۔

چائے سے فارغ ہونے کے بعد میں بیٹھا آنے والے وقت کا انتظار کرنے لگا۔ کوئی خاص بات ذہن میں نہیں آرہی تھی مختلف موہوم سے خیالات منڈلا رہے تھے۔ اس طرح دوپہر ہوگئی۔ اس وقت جو کھانا میرے لیے آیا، وہ قدرے بہتر تھا اور پھر بھُوک بھی لگ رہی تھی میں نے پیٹ بھر کر کھایا۔

دن بھر غنودگی طاری رہی۔ شام ہوئی اور پھر رات آئی۔ کھانا لانے والوں کے علاوہ پورا دن کسی اور سے سامنا نہیں ہُوا مجھے کچھ علم نہیں تھا کہ اولیو ہاورڈ کیا چکر چلا رہا ہے یا میرے ساتھیوں کا کیا حشر ہُوا۔ اس شخص کے بارے میں تجسّس تھا جو پچھلی رات کو عجیب و غریب انداز میں مجھ سے ہمکلام ہُوا تھا اور جس کی تحریک پر میں رات بھر کام کرتا رہا تھا کسی حد تک کامیابی ہوئی تھی۔ اس سے میرا حوصلہ بڑھا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اس رات بھی اتنی ہی محنت کرنا پڑی تو شاید مجھے اس میں کوئی خاص دقت نہیں ہوگی۔

اندازے کے مطابق رات کا نصف پہر گزر رہا ہوگا سردی حسبِ معمول شباب پر تھی اور بیرک کے رخنوں سے یخ بستہ ہَوا حملہ آور ہورہی تھی کہ پھر اسی طرح فرش کے نیچے سے کھٹ کھٹ کی آواز آئی۔ میں جلدی سے اٹھ کر بیرک کے دروازے پر گیا اور کان لگادیے، باہر مکمّل خاموشی تھی۔ سنّاٹے کا راج تھا۔ قدموں کی چاپ یا باتیں کرنے کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ پہرے دار آرام کررہے تھے۔ البتہ رخنوں سے جھانکنے پر اندازہ ہُوا کہ یہاں سرچ لائٹ لگائی گئی تھی جو کسی بلند ٹاور پر گھُوم رہی تھی۔

اس طرف سے مطمئن ہوکر وہاں پہنچا جہاں تختہ کٹا ہُوا تھا اور جُھک کر کہا ”میں اپنا کام مکمّل کرچکا ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ غالباً تم دروازے کی طرف جاکر باہر کی آہٹیں لے رہے تھے؟“ نیچے سے آواز آئی۔

”ہاں۔“

”میں نے تمہارے قدموں کی چاپ سے یہ بات محسوس کر

مُطالعہ کرنے امتحان دینے اور یادداشت بڑھانے کیلئے ایک بے حد کارآمد نفسیاتی کتاب
قیمت ۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی نمبر ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لی تھی۔“ جواب ملا۔

اس کے بعد کٹے ہوئے تختے کی نچلی طرف زور لگایا جانے لگا۔ وہ ٹکڑا تھوڑی سی دقت کے بعد اوپر نکل آیا پھر اس میں سے ایک شخص کا سر برآمد ہُوا اور آہستہ آہستہ سر اوپر اُبھرتا گیا پھر دو ہاتھ خلا کے کناروں پر جم گئے اور چند ثانیے بعد ایک دُبلا پتلا شخص باہر نکل آیا۔ اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے جھاڑ جھنکاڑ سے اس کی عمر کا صحیح اندازہ لگانا مشکل تھا۔ گول گول سُرخ آنکھیں، بِتلے بھنچے ہوئے ہونٹ، بے تحاشا بڑھی ہوئی داڑھی مونچھ، دیکھنے میں تو وہ کوئی عجیب الخلقت لگتا تھا۔ پیشانی اور ہونٹوں کی بناوٹ سے پتا چلتا تھا کہ بڑا سنگدل ہے۔ جسم چھریرا تھا لیکن پھرتیلا نظر آتا تھا۔

وہ مسکرا کر میری طرف ہاتھ بڑھاتا ہُوا بولا ”قبر دالا!“

مَیں نے بھی مسکرا کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور آہستہ سے کہا ”یہ تمھارا نام تو نہ ہُوا، نا؟“

”ہاں، یہ میرا نام نہیں ہے۔ لیکن بہتر ہو گا کہ نام کے چکر میں نہ پڑو۔“ اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمھارے بارے میں پورے چوبیس گھنٹے سوچ کر گزارے ہیں۔“

”قدرتی بات ہے۔“

”تم نے کہا تھا کہ ملاقات ہونے پر تم اپنے بارے میں بتاؤ گے؟“

”مَیں صرف تمھیں تمھارے بارے میں بتا سکتا ہُوں، مسٹر علی یار خان!“ اُس نے آہستہ سے کہا۔

”خوب! میرے بارے میں جس قدر مجھے معلوم ہے اس کے علاوہ کچھ بتاؤ گے تم؟“ مَیں نے سوال کیا۔

”نہیں، ظاہر ہے اس سے زیادہ تو کوئی بھی نہیں جانتا ہو گا۔ مَیں بھی تفصیل سے تمھارے بارے میں نہیں جانتا لیکن میرے سپرد یہ ذمےداری میرے ایک ایسے دوست نے کی ہے جس کے احسانات سے میرا رُواں رُواں بندھا ہُوا ہے۔“

”کمال ہے، کون ہے وہ؟“ مَیں نے پوچھا۔

”مسٹر ایڈلر۔“ اس نے جواب دیا اور مَیں اُچھل پڑا۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد مَیں نے کہا ”کیا ایڈلر نے تمھاری ڈیوٹی یہ لگائی ہے کہ تم اس بیرک میں داخل ہو کر مجھے قتل کر دو؟“

”نہیں، میرے دوست! مسٹر ایڈلر تو یوں سمجھو کہ محبت کا سمندر ہیں۔“

”ہاں، مَیں بھی اس سمندر میں غوطے لگا چکا ہُوں۔“ مَیں نے کسی قدر تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

”مَیں تمھارے لہجے اور الفاظ پر غور کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہُوں۔ یہ صرف اتفاق تھا کہ مسٹر ایڈلر نے مجھے دیکھا اور مَیں نے بھی انھیں دیکھ لیا۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا اور ہمیں باتیں کرنے کا موقع مل گیا۔ جانتے ہو، مسٹر ایڈلر نے مجھ سے کیا کہا؟ انھوں نے کہا کہ اس بیرک میں ایک ایسا شخص قید ہے، جو اُن کے لیے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ مَیں ان کا ایک زبانی پیغام اس شخص تک پہنچا دوں اور جس طرح بھی ممکن ہو سکے اس کی مدد کر دوں۔ انھوں نے مجھے تمھارا نام علی یار خان ہی بتایا تھا۔ بتاؤ، کیا انھوں نے غلط کہا تھا؟“

”نہیں۔“ مَیں نے بے اختیار کہا۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ مَیں چکرا سا گیا تھا۔

وہ کہنے لگا ”مسٹر ایڈلر نے مجھے زیادہ تفصیلات نہیں بتائیں کیونکہ آرگومائن کے قید خانے میں کوئی غیر متعلق شخص اتنی دیر گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا انھوں نے صرف اتنا کہا کہ اس بیرک میں موجود ایک قیدی ان کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ تو کچھ دیر کے بعد یہاں سے چلے جائیں گے لیکن اُس قیدی کے لیے وہ سخت پریشان ہیں۔ تب مَیں نے انھیں بتایا کہ اگر وہ اس قیدی کی آزادی چاہتے ہیں تو مَیں اس سلسلے میں اس کی مدد کر سکتا ہُوں۔ انھوں نے نہایت مختصر الفاظ میں میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اگر مَیں یہ کام کر سکوں تو وہ ہمیشہ میرے احسان مند رہیں گے۔ حالانکہ بات ایسی نہیں ہے مسٹر علی یار خان۔ زندگی بھر تو مَیں ان کا احسان مند ہوں۔ کچھ ایسے ہی معاملات تھے جن کی تفصیل تمھیں بتانا ضروری نہیں ہے۔“

”تو مسٹر ایڈلر نے کوئی پیغام دیا ہے میرے لیے؟“ مَیں نے اس پُراسرار شخص کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں، پیغام نوٹ کر لو۔ مسٹر ایڈلر نے جو الفاظ تمھارے لیے میرے پاس بطورِ امانت رکھوائے تھے، وہ کچھ یوں ہیں۔

’ڈیئر مسٹر علی! دورانِ سفر ہماری ملاقات بہت دلچسپ رہی۔ بدقسمتی یہ رہی کہ ہم آپس میں اس حیثیت میں براہِ راست نہیں مل سکے جس میں ہمیں ملاقات کرنا تھی۔ تمھیں یہ سُن کر یقیناً خوشی ہو گی کہ جس مشن کی تکمیل کے لیے تم اس جہاز میں سفر کر رہے تھے، وہ بخیر و خوبی انجام پائے گا۔ حالات نے ہم دونوں کی مدد کی ہے۔ میرے کچھ دُشمن یا وہ لوگ جنھیں مَیں نے اس سفر کے دوران میں اور اس حادثے کے بعد اپنا دُشمن بنا لیا تھا، میرے بہترین معاون ثابت ہوئے۔ جب اولیو ہاورڈ نے اپنے نائب ریکس سے تمام لوگوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں تو کسی کو یہ گمان بھی نہیں ہو سکا کہ وہ شخص جس نے ابتدا ہی سے قابلِ نفرت کردار ادا کیا ہے، کسی طور بھی علی یار خان کا دوست ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے، تم میرے بارے میں کوئی اندازہ لگانے میں کامیاب ہو چکے ہو اور اگر نہیں تو سُنو! مَیں ہی وہ شخص ہُوں جو اس کانفرنس کی کامیابی کے لیے اس طیارے سے سفر کر رہا تھا۔ مَیں نے انتہائی کوشش کر کے اپنی پوزیشن محفوظ رکھی۔ سُنا گیا ہے کہ جو لوگ ان معاملات سے غیر متعلق ہیں، انھیں اسپین پہنچا دیا جائے

گا اور وہاں انھیں مراعات دی جائیں گی کہ وہ جہاں روانہ ہونا چاہتے ہوں، چلے جائیں چنانچہ تمھاری کاوشیں بارآور ہوئیں اور مَیں ابھی تک زندہ ہُوں۔ مَیں نے محسوس کیا کہ کسی کی نگاہوں میں میری کوئی اہمیت نہیں، اس لیے مجھے ایک عام سا آدمی سمجھ کر چھوڑ دیا جائے گا اور مَیں اپنی منزل پر پہنچ جاؤں گا۔ مجھے انتہائی دُکھ ہے کہ تم سے میری دُشمنی تمھاری راہ میں رکاوٹ بنی لیکن میرے عزیز، ان حالات میں مَیں خود کو بےبس پاتا ہُوں اور نہایت دُکھ سے کہتا ہُوں کہ مَیں اس موقع پر تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ ہاں، جب مَیں میٹنگ میں شریک ہُوں گا تو سب سے پہلے تمھارے بارے میں تفصیلات بتاؤں گا اور بھرپور کوشش کروں گا کہ کسی طرح تمھیں اس قید سے نجات دلائی جا سکے۔ خدا کرے تم اس وقت تک زندہ رہو۔ میری نیک تمنائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ تمھارا دوست، ایڈلر!‘

جھاڑ جھنکاڑ جیسا چہرہ رکھنے والے شخص نے یہ الفاظ اُسی طرح دُہرائے جیسے وہ کوئی تحریر پڑھ رہا ہو۔ بہترین یادداشت کا مالک تھا لیکن اس کے یہ الفاظ میرے لیے بارُود کی دھماکے کی مانند تھے اور میرا ذہن ہر لفظ پر.... شدید سنسنی محسوس کر رہا تھا۔ ہوش و حواس کچھ دیر کے لیے ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ یقین نہیں آتا تھا کہ جو کچھ کہا گیا ہے، سچ ہے۔ ایڈلر تو ایک متنازع شخصیت کا مالک تھا۔ ابتدا ہی سے اس نے اپنے بارے میں ایسے غلط تاثرات ظاہر کیے تھے کہ مَیں اس کی بھلائی کی طرف متوجہ ہی نہیں ہو سکا تھا۔ بلکہ حقیقت یہ تھی کہ مَیں نے اُسے اس کی فطرت کی وجہ سے طرح طرح سے زِک پہنچانے کی کوشش کی تھی البتہ یہ جان کر میری مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا تھا کہ مسٹر ہائیکرا اور مورنا وہ لوگ نہیں تھے جن کے بارے میں اولیو ہاورڈ کو یہ یقین تھا کہ یہ وہی ہیں جنھیں مَیں حفاظت سے منزل تک پہنچانا چاہتا ہُوں۔ دونوں بےچارے ٹھیک ٹھاک لوگ تھے اور اگر میرے اندازے کے مطابق انھیں ہلاک کر دیا گیا تھا تو وہ بےگناہ ہی موت کا شکار ہو گئے۔ پُراسرار شخص غور سے میری شکل دیکھ رہا تھا لیکن اس کے انداز میں تشویش کی کوئی بات نہیں تھی جیسا کہ اس نے کہا تھا کہ وہ صرف اتفاقیہ طور پہ ہی میرے لیے پیغام رساں بن گیا تھا، تو اس لحاظ سے اس شخص کو میری کیفیت کا بھی کوئی اندازہ نہ ہُوا ہو گا۔

بہرکیف مَیں نے خود کو سنبھالا اور ممنون نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”دوست! تم نے مجھے اپنا نام نہیں بتایا حالانکہ مَیں تمھارے لیے بالکل بےضرر ہُوں، تاہم مَیں تمھیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔ تمھارے اس پیغام پہنچانے پر مَیں تمھارا بےحد شکرگزار ہُوں اور اب جو سوالات میرے ذہن میں چبھ رہے ہیں اگر تم ان کی وضاحت کر دو تو مَیں تمھارا مزید شکرگزار ہُوں گا۔“

”ہاں، ہاں کیوں نہیں۔ کہو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟“

”یہ علاقہ کون سا ہے؟“

”آرگومائن کہلاتا ہے۔ اسپین کا ایک نواحی علاقہ ہے۔ یہ قید خانہ اسپین کی حکومت کا ہے۔“

”اوہ! تو اس کا مطلب ہے کہ ہم لوگ اسپین میں ہیں؟“

”ہاں۔“

”تم یہاں کس سلسلے میں قید ہو؟“

”بےشمار سلسلے ہیں۔ اس بات کو جانے دو۔ تم یہ بتاؤ کہ مَیں تمھارے لیے اور کیا کر سکتا ہُوں؟ اگر تم سگریٹ کے عادی ہو تو مَیں سگریٹ لایا ہُوں۔“

”نہیں، شکریہ! مَیں سگریٹ نہیں پیتا۔ پینا مناسب بھی نہ ہو گا۔ سگریٹ کا پیکٹ میرے پاس سے برآمد ہونے سے وہ لوگ میری طرف سے مشکوک ہو جائیں گے۔ اب تم میرے دوسرے سوال کا جواب دو۔ اس بیرک کے نیچے کیا ہے؟“

”خلا... بالکل خلا۔ بیرک کا یہ فرش زمین سے تقریباً چار فٹ اونچا ہے اور اس کے نیچے نہایت ناہموار پتھروں اور جھاڑیوں سے پُر زمین ہے۔“

”تم یہاں تک کیسے پہنچے؟ کیا اس قید خانے کے اطراف میں پہرا سخت نہیں ہے؟“

”آرگومائن کے قید خانے میں خطرناک ترین قیدی رکھے جاتے ہیں۔ وہ، جو سیاسی ہوتے ہیں یا وہ، جن سے ڈر رہتا ہے کہ وہ کسی بھی لمحے کوئی خطرناک حرکت کر سکتے ہیں، اس لیے یہاں پہرا شدید ہے۔“

”تو پھر تم یہاں کیسے پہنچے؟“

”میری بات نہ کرو دوست۔ میں سانپ ہُوں، سمجھے! مَیں سانپ ہُوں، زمینوں کا مسافر، زمین کی گہرائیاں مجھے راستہ دیتی ہیں چنانچہ ان گہرائیوں سے گزر کر ہی مَیں تم تک آیا ہُوں۔“

”سُرنگ!“ مَیں نے معنی خیز نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں، مَیں نے اور میرے چند ساتھیوں نے بنائی ہے۔ ہم ان ہی سُرنگوں کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ تم سے پہلے اس بیرک میں ہمارا ایک ساتھی قید تھا اور یہ سُرنگ ہم نے یہاں تک اسی لیے کھودی تھی کہ اس ساتھی سے رابطہ قائم کر سکیں لیکن وہ جلدبازی میں ان لوگوں کے ہاتھوں مارا گیا اور یہ بیرک خالی ہو گئی۔ یہ صرف اتفاق ہے کہ تمھیں یہاں لا کر بند کیا گیا اور یہ بھی محض اتفاق تھا کہ مسٹر ایڈلر نے تمھارے سلسلے میں مجھ سے رابطہ قائم کیا۔ اب تمھیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ مَیں یہاں کیسے پہنچ گیا۔“

”لیکن یہ سُرنگ تم لوگوں نے صرف آپس میں رابطہ قائم کرنے کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیے بنائی ہے یا فرار کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"زمین کا سفر اس وقت کیا جاتا ہے جب اوپر کا سفر ممکن نہیں ہوتا۔ ہم لوگوں نے پہلے ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھنے کے لیے یہ سب کچھ کیا تھا اور اس کے بعد ہماری مشترکہ کوششیں یہی رہیں کہ اس سرنگ کو دُور تک لے جائیں اور یہاں سے نکلنے کا راستہ بنا لیں۔"

"تمہارا یہ کام ابھی نامکمل ہے؟"

"ہاں، ابھی اس میں تقریباً دو یا تین ہفتے مزید لگیں گے۔ ہم لوگ ایک جامع منصوبے کے تحت یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں، کیونکہ تم اس قید خانے کی نوعیت سے واقف نہیں ہو۔ یہاں اطراف میں ہمیں کہیں پناہ نہیں مل سکتی اور ایسے ذرائع نہیں حاصل ہو سکتے جو اندھادُھند قید خانے سے بھاگنے کی صُورت میں ہمارے لیے کارآمد ہوں۔ زندگی بچانے کے لیے جدّوجہد اگر کرنی ہے تو پھر وہ اتنی مکمل اور مضبوط ہونی چاہیے کہ اس میں جس حد تک ممکن ہو ناکامی کی گنجائش نہ رہے۔ ہم اس کے لیے طویل پروگرام کے تحت کام کر رہے ہیں۔ کیا تم ہمارے ساتھ فرار ہونے کے خواہش مند ہو؟"

"مَیں نہیں جانتا کہ مجھے کب تک اس بیرک میں رکھا جائے گا اور کب تک مَیں زندہ رہوں گا، تاہم اگر تم مجھے اجازت دو اور کچھ تفصیلات بتاؤ تو مَیں تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے رابطہ قائم رکھوں۔"

"ابھی نہیں۔ ابھی تم اس بیرک میں نئے ہو۔ اگر مسٹر ایڈلر کی ہدایت نہ ہوتی تو مَیں کسی بھی قیمت پر کسی نئے آدمی کو اپنے بارے میں نہ بتاتا۔ مَیں نے تو اپنے دوسرے ساتھیوں تک کو تمہارے بارے میں تفصیل نہیں بتائی ہے۔ ورنہ وہ ناراض ہو جاتے، کیونکہ ان میں سے کسی کو تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"مَیں جانتا ہُوں۔ سمجھ رہا ہُوں لیکن تم مجھے بھی اپنے ساتھیوں میں شامل کر لو۔ ان لوگوں کو تم جس طرح مطمئن کر سکتے ہو کرو، مَیں ہر طرح تمہارے ساتھ تعاون کے لیے تیار ہُوں۔"

"تو اس کا پہلا مرحلہ یہی ہے کہ کوشش کر کے خود کو اس بیرک میں رکھو۔ ایسا کوئی کام نہ کرو جس سے انھیں یہ ضرورت محسوس ہو کہ تمہیں اس بیرک سے ہٹا دیا جائے۔ اس شگاف کی مکمل حفاظت کرو۔ اس کی موجودگی ان لوگوں کو ہوشیار کر سکتی ہے۔"

"مجھے سُرنگ کی نوعیت بتاؤ۔ کیا اس شگاف سے گزرنے کے بعد بہ آسانی سُرنگ میں داخل ہُوا جا سکتا ہے؟"

"نہیں، ہم اتنے احمق نہیں ہیں۔ شگاف کے نیچے زمین ہموار ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کی وہ تھی، ویسی ہی ہے۔ بس ایک خاص ذریعے سے ایک ڈھکن کھول لیا جاتا ہے لیکن ابھی تمہیں اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مَیں نے اپنی زندگی داؤ پر لگا کر مسٹر ایڈلر کے اس احسان کا بدلہ چکانے کی کوشش کی ہے، جو انھوں نے مجھ پر کیا تھا اور جس نے میرے دل و دماغ کو بہت زیادہ متاثر کر دیا تھا لیکن تمہاری کوئی جلدبازی ہمارا پروگرام فیل کر سکتی ہے اور ہم سب کی زندگیاں خطرے میں ڈال سکتی ہے۔"

"مَیں وعدہ کرتا ہُوں کہ تمہارے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کروں گا۔"

"یہی ہم سب کے حق میں بہتر ہوگا۔ اب مجھے اجازت دو۔ زیادہ دیر رُکنا مناسب نہیں ہے۔"

"بہت بہت شکریہ میرے دوست!" مَیں نے جواب دیا۔

وہ تیزی سے خلا میں غائب ہو گیا۔ مَیں سنسنی خیز نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا پھر اس نے نیچے سے فرش کھٹ کھٹا کر کہا۔ "ڈھکن بند کر لو اور اس کی پوری حفاظت کرو۔"

مَیں نے تختہ اس کی جگہ پر رکھ کر شگاف کو بند کر دیا اور جب ہر آواز معدوم ہو گئی تو لمبا لمبا فرش پر لیٹ گیا۔ ایڈلر کے بارے میں انکشاف بڑا اعصاب شکن ثابت ہُوا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ مسرت آمیز بھی تھا۔ مَیں تو اس شخص کی حفاظت نہیں کر سکا تھا لیکن اُس نے خود ہی اپنی حفاظت کا بندوبست کیا۔ کتنی انوکھی شخصیت کا مالک تھا وہ! شروع سے آخر تک چڑچڑی طبیعت کا مالک اور بددماغ بن کر ہمارے سامنے رہا تھا۔ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ کوئی اتنی اہم شخصیت ہو گی۔ بلاشبہ وہ غیر معمولی ذہانت کا مالک تھا اگر نہ ہوتا تو شبہے سے بالاتر نہ ہوتا۔ بہرحال یہ خیال بھی سکون بخش تھا کہ جب وہ میٹنگ میں شریک ہوگا تو تنظیم کو مجھ پر پڑنے والی بپتا معلوم ہو جائے گی۔ ممکن ہے، وہ لوگ میری رہائی کا کوئی بندوبست کریں۔ مجھے حوصلہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ ان ہی خیالوں میں نیند نے مجھے آلیا۔

بقیہ رات پہلی رات کی بہ نسبت پُرسکون گزری۔ مَیں گہری نیند سویا اور دوسرے دن کافی دن چڑھے اُٹھا۔ شاید کچھ دیر اور سوتا لیکن بیرک کا دروازہ کھلنے اور بہت سی آوازوں کے شور نے مجھے جگا دیا۔ دروازہ کھُلا تو تیز روشنی اندر آ گئی اور مَیں نے آنکھیں کھول دیں۔ سب سے پہلے اولیو ہارڈ پر نظر پڑی۔ وہ ایک لمبے اوورکوٹ میں ملبوس سر پر چوڑے چھجے والا فلِٹ ہیٹ لگائے مسکراتا ہُوا میری طرف

"اوہو! مسٹر علی آرام فرما رہے ہیں! مسٹر علی، مَیں آپ سے ملنے آیا تھا۔ کیسے کیسے مزاج ہیں آپ کے؟" مَیں اُٹھ کر بیٹھ گیا اور نہایت نرم، خلیق انداز میں اس کی اس مزاج پُرسی کا شکریہ ادا کیا۔

وہ کہنے لگا "بات یہ ہے مسٹر علی! کہ عارضی طور پر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ آپ کو ابھی کچھ عرصہ یہیں رکھا جائے۔ دراصل آپ کے لیے مَیں اب تک کوئی صحیح اور حتمی فیصلہ نہیں کر پایا۔ کیونکہ آپ کے ساتھ میرے حساب کتاب کی فہرست بہت طویل ہے۔ مَیں بلاشبہ یہ بات تسلیم کرتا ہُوں کہ میری اس پیشہ ورانہ زندگی میں بہت سے ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی ہے جو اعلیٰ کارکردگی کے مالک تھے اور جنھوں نے مجھے میرے فرائض کی انجام دہی میں کافی پریشان کیا لیکن مسٹر علی، امریکا سے آپ جس طرح

لندن پہنچے اور جس طرح آپ نے اپنی کارروائیوں کا دوبارہ آغاز کیا اس کے لیے مَیں سچائی سے کہہ سکتا ہُوں کہ مَیں نے بے شمار راتیں آپ کے لیے جاگ کر کاٹی ہیں۔ ان راتوں میں، مَیں نے ضرورت سے زیادہ سگار پھونکے ہیں، شراب کے گلاس خالی کیے ہیں گویا مَیں آپ کی وجہ سے غیر معمولی پریشان رہا۔ بات صرف میرے فرائض کی بجا آوری کی نہیں تھی بلکہ میری آن اور میرے وقار کا مسئلہ تھا۔ مَیں نے تہیہ کر لیا تھا کہ چاہے آپ دُنیا کے کسی بھی گوشے میں ہوں، مَیں آپ کو ڈھونڈ نکالوں گا۔ مجھے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن مَیں آپ پر قابو پانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اب آسان تر طریقہ تو یہی ہے کہ مَیں آپ کو امریکا یا اسرائیل کی حکومتوں کے حوالے کر دوں اور سُرخروئی کا تمغہ اپنے سینے پر سجا کر واپس اپنے کاموں میں مصروف ہو جاؤں لیکن مَیں ذرا مختلف قسم کا آدمی ہُوں۔ ایسے خطرناک لوگوں سے جو مجھے چیلنج کر چکے ہوں اور مجھے ذہنی کوفت بھی پہنچا چکے ہوں، پہلے اپنا حساب صاف کرتا ہُوں، اس کے بعد دوسروں کی فکر کرتا ہُوں۔ چنانچہ مَیں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو ابھی نہ تو اپنی حکومت کے حوالے کروں گا، نہ یہودی حکومت کے۔ انھیں آپ کی ذات سے بے پناہ نقصان پہنچے ہیں اور وہ آپ کو پاتے ہی موت کے گھاٹ اُتار دیں گے۔ مَیں آپ کے ساتھ چُوہے بلّی کا کھیل کھیلنا چاہتا ہُوں۔ دیکھنا چاہتا ہُوں کہ میری گرفت میں آنے کے بعد آپ کی صلاحیتیں کہاں تک آپ کے کام آتی ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کچھ عرصہ آپ یہیں آرام کریں۔ مَیں اپنا ایک کام ختم کر کے واپس آؤں گا تو اس کے بعد ہم ایک دلچسپ کھیل کھیلیں گے۔ اس کا تھوڑا سا خاکہ بتا دوں، مَیں آپ کو فرار ہونے کا موقع دوں گا۔ آپ کو اس طرح کی آسانیاں فراہم کروں گا کہ آپ اگر تھوڑی سی کوشش کریں تو یہاں سے نکل جائیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کے راستے بھی بند کروں گا۔ اپنی صلاحیتوں کو آزماؤں گا۔ اگر آپ میرے متعین کردہ علاقے سے نکل گئے مسٹر علی، تو ہمارا اور آپ کا حساب ختم۔ اس کے بعد اگر دوبارہ آپ کی گرفتاری کے احکامات مجھے ملے تو مَیں نئے انداز سے کام کروں گا اور اگر تم ملے تو آپ آزاد ہوں گے۔ کیا خیال ہے، کیسا کھیل رہے گا یہ؟ ویسے مَیں آپ کو بتا دوں مسٹر علی، کہ مَیں جو کہتا ہُوں وہی کرتا ہُوں۔ مقابلہ صرف میرے اور آپ کے درمیان ہوگا۔ مَیں بیرونی وسائل سے کام نہیں لوں گا۔ اس طرح دراصل مَیں خود اپنا امتحان لوں گا۔ اگر مَیں آپ کو فرار ہونے سے باز رکھنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو سمجھوں گا کہ ابھی میری صلاحیتیں نامکمل ہیں۔ مَیں اپنے آپ کو مزید تربیت کے لیے پیش کر دوں گا۔ سمجھے آپ؟ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"

اولیو ہارڈ ٹہل ٹہل کر بڑے مطمئن انداز میں یہ لمبی چوڑی تقریر کر رہا تھا۔ اس کے چہرے سے بھرپور طمانیت عیاں تھی۔ آنکھوں میں وہی شیطانی چمک ناچ رہی تھی جسے دیکھ کر مَیں نے محسوس کیا تھا کہ وہ دُنیا کا مانا ہُوا خبیث ہے۔ اس وقت میرا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ فرش کے کٹے ہوئے تختے کے آس پاس ٹہل رہا تھا۔ کئی بار اس کا پاؤں اس تختے پر پڑتے پڑتے بچا تھا۔ تاہم مَیں نے اپنے چہرے سے کسی قسم کا اضطراب ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا "اس سارے پروگرام کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے مسٹر علی؟"

مَیں نے پہلی بار ہونٹ ہلائے اور مسکرا کر بولا "مسٹر ہارڈ! مَیں نے کبھی آپ کو کمتر نہیں سمجھا۔ مَیں جانتا ہُوں کہ آپ حکومتِ امریکا کے ایک خاص محکمے میں ایک اہم عہدے پر فائز ہیں۔ ظاہر ہے ایک ایسا شخص معمولی حیثیت کا حامل تو نہیں ہو سکتا۔ اس سے پہلے مَیں جو کچھ کرتا رہا ہُوں، اس میں مجھے کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ اب اگر کامیابی آپ کو نصیب ہو جائے تو تقدیر کے لکھے کو کیسے مٹا سکتا ہُوں۔"

"جانے سے قبل آپ سے کچھ اور سوالات کرنا چاہتا تھا مسٹر علی! کیا آپ مخلصانہ طور پر مجھے اُن کا جواب دیں گے؟"

"یہ تو سوالات کی نوعیت پر منحصر ہے۔" مَیں نے جواب دیا۔

"امریکا میں آپ کے مددگار کون تھے؟ وہ کون لوگ تھے جنھوں نے انتہائی جانفشانی سے کام لیتے ہوئے سان فرانسسکو، ہالی وُوڈ، لاس اینجلس میں آپ کو امداد بہم پہنچائی؟ آپ صرف قانون کے طالب علم تھے، مَیں نے آپ کے بارے میں پوری معلومات حاصل کی ہیں مسٹر علی۔ یوں سمجھیں کہ اپنے بچپن سے لے کر جوانی تک کے واقعات آپ کے ذہن سے نکل چکے ہوں گے لیکن میرے پاس ان کی پوری رپورٹ موجود ہے۔ مَیں اس رپورٹ پر متحیر بھی ہُوا ہُوں کیونکہ اس میں کہیں بھی مجھے آپ کی مجرمانہ تربیت کا نشان نہیں ملتا، یعنی جرائم آپ کی زندگی میں کبھی داخل نہیں ہوئے پھر یہ ممکن ہُوا کہ قانون کا ایک ذہین طالب علم جو اپنا شاندار تعلیمی ریکارڈ رکھتا ہے، جرائم کی دُنیا میں اس قدر کامیاب ہُوا! آخر اس کی کیا وجہ ہے؟"

"مسٹر ہارڈ، جسے آپ نے جرائم کی دُنیا کہا ہے وہ صرف ایک مقصد کا حصول تھا جس نے مجھے عمل کی جانب راغب کیا۔ جب آپ کو میرے بارے میں تمام تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں تو آپ کو یہ بھی علم ہوگا کہ میرا تعلق ایک ایسے مسلمان گھرانے سے ہے، جہاں دین و مذہب کو تمام دُنیاوی چیزوں پر مقدّم سمجھا جاتا ہے۔ آپ کو یہ بھی ضرور معلوم ہو گیا ہوگا مسٹر ہارڈ، کہ جب بھی ہم پر کوئی بیرونی قوّت مسلط ہوتی تو ہم نے زندگی کو بالکل نظرانداز کر دیا اور اپنی ہر سانس کو ایک مقصد بنا لیا۔ انسان جب اپنے وجود کو کسی مقصد، کسی مشن کے سپرد کر دے تو اس کی ذات میں وہ تمام صلاحیتیں خودبخود پیدا ہو جاتی ہیں، جو اسے کٹھن سے کٹھن حالات میں عمل پذیر رکھتی ہیں۔ مَیں اپنے بارے میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہُوں۔"

"چلو ٹھیک ہے" مَیں نے مان لیا اور دل سے مان لیا، کیونکہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ماضی اس بات کی گواہی دیتا ہے لیکن تم نے میرا وہ سوال گول کر دیا۔ وہ کون لوگ تھے جنھوں نے امریکا میں تمھاری مدد کی؟"

"مسٹر ہارورڈ، ظاہر ہے یہ بات آپ کے علم میں آچکی ہے کہ مَیں قانون کا ایک بے بس طالب علم تھا۔ ایسرن ہال میں جو کچھ کہا جا رہا تھا وہ غلط تھا اور مَیں نے اُسے تسلیم نہیں کیا اور حقیقتِ حال کھل کر بیان کر دی۔ اس کے بعد میری ملّی غیرت کو للکارا گیا۔ یہودی نوجوانوں نے شرمناک طور پر میری ایک ہم وطن لڑکی کو قتل کر دیا۔ اس قتل کا انتقام لینے کے لیے مَیں نے جو کچھ کیا، وہ صرف ایک جذبہ تھا۔ اس جذبے کی تکمیل کے دوران مجھے کچھ لوگوں سے مدد بھی لینی پڑی لیکن وہ لوگ قابلِ ذکر نہیں ہیں۔"

ہارورڈ کے ماتھے پر بَل پڑ گئے۔ بولا "غلط کہہ رہے ہو دوست، غلط کہہ رہے ہو۔ ادلیو ہارورڈ کے پنجے سے کسی کا نکل جانا آسان بات نہیں۔ مَیں جانتا ہوں کہ کون لوگ تمھارے پُشت پناہ تھے لیکن افسوس، مَیں ان کے بارے میں ٹھوس ثبوت نہیں حاصل کر سکا۔ تم اگر ان کا نام نہیں لینا چاہتے تو نہ لو لیکن میرا دعویٰ ہے کہ جب مَیں تمھیں تمھارے کھیل میں ناکام بنا کر موت کے گھاٹ اُتار دوں گا، تو تمھارے دوست تمھارے ہمسفر ہوں گے۔ میرے اس عہد کو یاد رکھنا۔"

ہارورڈ کی آنکھوں میں خون کی سُرخی لہرانے لگی۔ کوشش کے باوجود وہ اپنے جوش کو نہیں دبا سکا تھا۔ اس کی مُٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں اور قدموں میں دھمک پیدا ہو گئی تھی۔ دفعتاً میرا دل اُچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس کا پاؤں تختے کے کٹے ہوئے حصّے پر پڑ گیا۔ تختہ ایک طرف سے نیچے جھک گیا اور وہ ساکت کھڑا رہ گیا۔ اس کے چہرے کے تاثرات ایک دم بدل گئے۔ اس نے خونی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر فرش پر بیٹھ کر تختے کو دیکھنے لگا۔

"او مائی گاڈ! فرار! اتنی جلدی! اتنی تیزی سے یہ سب کچھ!" وہ گلا پھاڑ کر چلّایا اور اپنے آدمیوں کو پاس بُلا لیا۔ چند لمحوں میں چوکور شگاف پر سے تختہ ہٹا لیا گیا۔ ہارورڈ نے اس خلا میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن اپنے چوڑے چکلے بدن کی وجہ سے وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ تب اس نے چیخ کر اپنے آدمیوں سے کہا۔ "اس میں اُتر جاؤ اور باہر نکلنے کی جگہ تلاش کرو۔" چند دُبلے پتلے آدمی یکے بعد دیگرے شگاف میں نیچے اُتر گئے۔

میرے اعصاب پتھرا گئے تھے۔ اپنے آپ کو تو مَیں ہر طرح کے حالات کے لیے تیار کر چکا تھا لیکن مجھے دوسروں کی فکر تھی۔ وہ بیچارے میری وجہ سے پھنس گئے تھے جو نہ جانے کب سے یہاں سے فرار کی کوششوں میں مصروف تھے۔ ہارورڈ شدید غصّے سے کپکپا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں مجھ پر انگارے برسا رہی تھیں۔ پھر اس نے غرّا کر اپنے آدمیوں سے کہا۔ "اس تختے کو کاٹنے کی آری تلاش کرو۔" سب لوگ اس کام میں لگ گئے۔ یہ میری اور میرے مددگار دونوں کی غلطی تھی کہ ہم نے کام ختم ہونے کے بعد آری کہیں پھینک نہیں دی تھی۔ وہ اتنی چھوٹی سی چیز بھی نہیں تھی کہ اسے تلاش نہ کیا جاتا۔ چند منٹوں میں آری ہارورڈ کو پیش کر دی گئی۔

"خاص طور سے بنائی گئی ہے۔" اس نے آری کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر میری طرف رُخ کر کے بولا "یہ تمھارے پاس کیسے پہنچی مسٹر علی؟"

"اس سوال کو بھی اپنے حساب کے کھاتے میں ڈال لو۔ اکٹھے ہی حساب کتاب ہو جائے گا۔" مَیں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کون لوگ ہیں جو یہاں تمھارے مددگار بنے؟" ہارورڈ بولا۔

"ایک سیارے سے آئے تھے۔" مَیں نے کہا اور ہنس پڑا۔

ہارورڈ نے میرے تمسخر کا فوری جواب نہیں دیا اور شگاف میں جھانک کر چلّایا "کیا تم لوگ فنا ہو گئے؟ نیچے کیا ہے؟"

"زمین اور جھاڑیوں کے سوا کچھ نہیں ہے سر۔" نیچے سے جواب ملا۔

ہارورڈ کی پیشانی پر شکنیں اُبھر آئیں۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا "ناممکن ہے، قطعی ناممکن ہے۔ تم جیسا ذہین انسان اتنی کچی کوشش نہیں کر سکتا۔ بیرک کے فرش سے نکل کر بھی تم قید خانے کے احاطے تک محدود رہتے۔ بہت سے قیدی کھلے پھرتے ہیں۔ کوئی یہاں سے نہیں نکل سکتا۔ پھر تمھارا پلان کیا تھا؟ آخر آری کہاں سے آئی؟ اور وہ بھی مقامی!" وہ اپنے ماتحتوں کی طرف مُڑا "تو جاؤ پال گردش اور گریفن کو بلاؤ۔"

کچھ آدمی باہر دوڑ گئے۔ زیادہ دیر نہیں لگی۔ قید خانے کا انچارج اپنے نائب کے ساتھ آ گیا۔

"یہ آری... یہ شگاف... کیا کہتے ہو اس بارے میں؟" ہارورڈ نے اُن سے پوچھا۔

دونوں ششدر رہ گئے۔ پھر پال گردش خلا میں اُتر گیا۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد وہ اوپر آیا اور بولا "کوئی اندازہ نہیں ہوتا سر!" اُس کے لہجے میں پریشانی جھلک رہی تھی۔

"قیدیوں میں چینی باشندوں کو تلاش کرو۔ انھیں یہاں سے منتقل کر دو بلکہ بہتر ہو گا کہ آئی دوش کے حوالے کر دو۔ یاد رکھو، یہ میری امانت ہے جو تمھیں میرے حوالے کرنی ہے۔"

"یس سر!" پال گردش نے جواب دیا۔

ہارورڈ ایک جھٹکے سے مُڑ کر دروازے کی طرف چل پڑا۔ دروازے کے قریب وہ ایک لمحے کے لیے رُکا اور گرج دار آواز میں بولا "کوئی تشدد نہیں ہو گا، صرف حفاظت کی جائے۔" پھر باہر نکل گیا۔

مَیں نے اطمینان کا سانس لیا۔ سُرنگ دریافت نہیں ہو سکی تھی۔ میرے دل سے یہی دُعا نکل رہی تھی کہ سُرنگ کا پتا نہ چل سکے ورنہ وہ بےچارے مارے جائیں گے۔ رویّہ بدل گیا۔ پال گردش ہارورڈ کے ساتھ ہی باہر نکل گیا تھا لیکن اس کا نائب گریفن وہیں موجود تھا۔ اُس نے میرا گریبان پکڑ کر کہا "آری کہاں سے حاصل کی تم نے؟"

"آسمان سے ٹپکی تھی، آسمان سمجھتے ہو؟" مَیں نے چھت کی طرف اُنگلی اُٹھاتے ہوئے کہا۔

گریفن کے جبڑے بھنچ گئے تھے۔ اُس نے مجھے ایک زوردار جھٹکا دے کر گریبان چھوڑ دیا اور اپنے آدمیوں سے بولا۔

"اس کے ہاتھوں اور پیروں میں زنجیریں ڈال دو۔ اتنی وزنی زنجیریں کہ یہ ہل بھی نہ سکے اور پھر اسے گیارہ میں منتقل کر دو۔"

اُس کے حکم کی تعمیل ہوئی۔ زنجیریں واقعی بہت وزنی تھیں اور اسی حالت میں مجھے بیرک نمبر گیارہ میں لایا گیا جو سرچ ٹاور اور قید خانے کے دروازے کے قریب تھی۔ گویا وہ مجھے خطرناک سمجھ کر اپنے سے قریب تر رکھنا چاہتے تھے۔ میرے حیرت انگیز محسن ایڈلر نے میرے ہاتھوں گوناگوں تکلیفیں اُٹھانے کے باوجود میرے لیے آسانیاں فراہم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن بس یہ تو تقدیر کے کھیل ہوتے ہیں۔ تقدیر کو یہ گوارا نہیں تھا۔ ہارورڈ کے بارے میں نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ یہیں ہے یا چلا گیا لیکن خیال تھا کہ کمبخت جب تک مجھ سے دُور رہے گا، میرے بارے میں تشویش میں مبتلا رہے گا اور سوچتا رہے گا کہ کہیں مَیں فرار تو نہیں ہو گیا۔ یہ تازیانے اس کے لیے کافی تکلیف دہ ہوں گے۔

سارا دن گزر گیا۔ آج مجھے کھانے پینے کے لیے بھی نہیں دیا گیا تھا۔ کوئی اور بات بھی نہیں معلوم ہو سکی۔ میرے کان آوازوں کی طرف متوجّہ رہے تھے۔ بس یہی خیال تھا کہ کہیں وہ سُرنگ نہ دریافت ہو جائے۔ یقیناً سُرنگ بڑی محنت سے بنائی گئی ہو گی۔ زمین کی سطح میں شگاف ڈالنے کے باوجود اسے اصل حالت میں رہنے دیا گیا ہو گا، ورنہ اس کے بارے میں فوری اندازہ ہو جاتا۔ جاتے جاتے ہارورڈ مجھ پر ایک احسان بھی کر گیا تھا، یعنی تشدد نہ کرنے کی ہدایت، ورنہ مَیں جانتا تھا کہ اس قسم کے قید خانوں میں کیا کیا ہوتا ہے۔

رات ہو گئی۔ جھینگروں کا مسلسل شور اُبھرنے لگا۔ کہیں دُور سے کُتّوں کے بھونکنے کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ مَیں تھکن سے نڈھال ہو کر فرش پر لیٹ گیا۔ خیالات کا ہجوم ذہن پر یلغار کرنے لگا۔ یہ خیال تنہائیوں کے بہترین ساتھی ہوتے ہیں۔ اگر کسی تنہا انسان کے پاس خیالات کا سرمایہ بھی نہ ہو تو واقعی سانس لینا دوبھر ہو جائے۔ نہ جانے کتنی دیر اسی طرح گزر گئی۔ دفعتاً باہر سے بھاری قدموں کی آواز سُنائی دی اور بیرک کا دروازہ دھڑام سے کھُلا۔ چار پانچ باوردی آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان کی وردیاں سفید تھیں۔ سب کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔ میرے اندازے کے مطابق ان کا تعلق اس قید خانے سے نہیں تھا۔ پھر ان کے عقب سے ایک لمبا تڑنگا آدمی نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ریوالور کی نال میری کنپٹی پر رکھ دی "اُٹھو!"

"مجھے اُٹھنے کے لیے سہارا درکار ہو گا۔ تم یہ وزنی زنجیریں دیکھ رہے ہو!" مَیں نے کہا۔

وہ پیچھے سر گھُما کر بولا "زنجیریں کھولو!"

گریفن آگے آیا اور اُس نے مجھے ان وزنی زنجیروں سے نجات دلائی۔ مَیں اس دوران میں اس لمبے تڑنگے نووارد کا جائزہ لیتا رہا۔ میرے ذہن میں ہارورڈ کے الفاظ گونج رہے تھے "اسے آئی دوش کے حوالے کر دو۔"

یہ آئی دوش کیا بَلا ہے، یہ نہیں معلوم تھا لیکن اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ شخص اسی سارے سلسلے کی کوئی کڑی ہے۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر میرے ہاتھوں میں نئی ہتھکڑی ڈال دی۔

"سُنو! مَیں مختلف آدمی ہوں۔ اگر تم نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو تمھاری دونوں ٹانگوں میں گولیاں مار کر تمھیں ہمیشہ کے لیے اپاہج بنا دوں گا۔"

"نئے دوست کی ہدایت سر آنکھوں پر۔" مَیں نے مسکرا کر گردن خم کر دی۔

"چلو!" اُس نے اپنے آدمیوں سے کہا اور غیر مہذّب لوگ مجھے دھکّے دیتے ہوئے بیرک سے باہر نکال لائے۔ بیرک کے بالکل قریب کھڑی ہوئی ایک وین دیکھ کر مَیں نے اندازہ لگایا کہ اب یہ مجھے یہاں سے کہیں اور لے جا رہے ہیں۔ بہرحال، ان کے اشارے پر مَیں خاموشی سے وین میں بیٹھ گیا۔ وین میں دو کھڑکیاں دونوں طرف بنی ہوئی تھیں جن میں مضبوط فولادی جالیاں نصب تھیں۔ مَیں ان کھڑکیوں سے باہر کے مناظر دیکھ سکتا تھا۔ بیرکیں خاموش تھیں۔ سرچ ٹاور کی روشنیاں گردش کر رہی تھیں اور مسلح پہرے داروں کی ٹولیاں گشت کرتی نظر آ رہی تھیں۔ رائفل بردار میرے اردگرد سیٹوں پر آ بیٹھے۔ پھر وین اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔

قید خانے کے بڑے پھاٹک سے نکلنے کے بعد اس کی رفتار کافی تیز ہو گئی۔ کھڑکیوں کے دوسری طرف ہولناک سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔ تاریکی کی وجہ سے باہر کے مناظر نگاہوں سے روپوش تھے۔ کُہر کی دُھندسی چھائی محسوس ہوتی تھی چونکہ ان جالیوں پر شیشے نہیں لگے ہوئے تھے اس لیے سرد ہواؤں کے تھپیڑے بدن کو لرزا رہے تھے۔ اطراف میں بیٹھے ہوئے آدمی بھی ٹھٹھرن کا شکار تھے۔

وین اسی رفتار سے مسلسل ایک گھنٹے تک سفر کرتی رہی پھر کچھ روشنیاں نظر آئیں۔ غالباً آبادی آ گئی تھی۔ وین اسی رفتار سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دوڑتی ہوئی آبادی میں داخل ہوگئی۔ یہاں زندگی کا وجود ملتا تھا۔ ہرچند کہ بازار ویران تھے، سڑکیں سنسان تھیں لیکن کہیں کہیں ریستوران کھلے نظر آرہے تھے اور ان میں بجتے آرکسٹرا کی آوازیں کانوں کو چھوتی ہوئی گزر جاتی تھیں۔ اس تمام سفر کے دوران کسی نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی پھر سفر کا اختتام ہوگیا۔ گاڑی ایک بڑے سے لکڑی کے پھاٹک سے اندر داخل ہوکر عمارت کے احاطے میں رُک گئی۔ میرے نزدیک بیٹھے لوگ نیچے اُتر گئے پھر انھوں نے مجھے نیچے آنے کی دعوت دی۔

ہاتھ پاؤں سردی کی وجہ سے بے جان ہو رہے تھے لیکن کوشش کرکے میں نیچے اُتر آیا۔ وہ لوگ مجھے لیے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہوگئے جو باہر کی نسبت خاصا گرم تھا۔ یہاں بلب روشن تھا۔ ایک بوسیدہ سی میز اور چار پانچ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ دیواروں پر چند تصویریں آویزاں تھیں جو میری سمجھ سے باہر تھیں۔ میز کے پیچھے ایک سیاہ فام شخص بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے اندر لے جانے والوں نے ایڑیاں بجائیں اور وہ شخص مجھے گھورنے لگا پھر اُس نے مقامی زبان میں مجھے لانے والوں سے کچھ پوچھا جس کے جواب میں وہ جلدی جلدی اسے میرے بارے میں بتانے لگے۔ وہ شخص ان کی باتیں سُنتا رہا پھر میری طرف متوجہ ہوا۔

”تمھارا نام علی یار خان ہے؟“ اُس نے انگریزی میں پوچھا۔

”ہاں۔“

”اسپینش زبان جانتے ہو؟“

”نہیں۔“

”ہمارے بارے میں کچھ معلومات رکھتے ہو؟“

”نہیں۔“

”یہ آئی دوش ڈیپارٹمنٹ ہے۔ مجرموں اور خطرناک لوگوں کو سُدھارنے کے لیے ہمارے پاس کچھ ایسے ذرائع ہیں، جو دوسرے لوگوں کے پاس نہیں ہیں۔ عموماً وہ مجرم ہمارے سُپرد کیے جاتے ہیں جن کے بارے میں خدشہ ہوتا ہے کہ وہ فرار ہونے کی کوشش کریں گے یا کوئی اور حرکت، ہم ایسی حرکتوں کو ناکام بنانے کے ماہر ہیں۔ تمھارے بارے میں جو مختصر رپورٹ میرے پاس ہے اس کے تحت یہی اندازہ ہوتا ہے کہ تم ایک خطرناک انسان ہو۔ میں تمھیں ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔“

”فرمائیے جناب۔“

”ہمارے پاس جو لوگ آتے ہیں، اُن سے ہماری ذاتی دُشمنی ہرگز نہیں ہوتی۔ دُشمنی کا آغاز اُن کے رویّے سے ہوتا ہے اور اس کے بعد ہم دُشمنی نبھانا جانتے ہیں۔ جب تک ہمارے مہمان ہو، خیال رکھنا کہ اپنے لیے خوشگوار ماحول پیدا کرنا تمھارا کام ہے۔“

”میں کوشش کروں گا کہ آپ کو مجھ سے شکایت نہ ہو۔“

”شکریہ۔ نام سے ایشیائی معلوم ہوتے ہو۔“

”ہاں، ایشیائی ہوں۔“

”تمھیں یہاں اور بھی ایشیائی ملیں گے۔ ان سے تمھاری دوستی ہوسکتی ہے۔ اس میں رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی لیکن خبردار، کوئی منصوبہ بندی کرنے نہ بیٹھ جانا۔ نتیجے سے تمھیں آگاہ کردیا گیا ہے پھر نہ کہنا کہ بے خبری میں مارے گئے۔ چلو، اس کی ہتھکڑیاں کھول دو اور اسے سات نمبر پہنچا دو۔“

دوسرے لمحے میری ہتھکڑیاں کھول دی گئیں۔ وہ شخص دوبارہ نظر نہیں آیا تھا جو مجھے قید خانے سے ساتھ لایا تھا۔ یہ کوئی باقاعدہ جیل تھی۔ بیرکوں میں قیدی خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ مسلح گارڈز اپنی ڈیوٹیوں پر مستعد تھے۔ انھوں نے رُک رُک کر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ مجھے ایک لمبی بیرک کے قریب لے جایا گیا۔ اس کے باہر دو محافظ موجود تھے۔ انھوں نے مجھے لے جانے والوں سے مقامی زبان میں میرے بارے میں چند سوالات کیے اور پھر اُن میں سے ایک نے بیرک کا تالا کھول کر مجھے اندر دھکیل دیا۔

کافی لمبی بیرک میں صرف دو آدمی فرش پر سو رہے تھے۔ کونے میں ایک اسٹول پر لالٹین جل رہی تھی۔ اندر کا جائزہ لینے کے بعد میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور اُس کونے کی طرف بڑھ گیا جہاں بوسیدہ اور پُرانے کمبلوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ میں نے ان میں سے تین کمبل نکالے اور اُن دونوں آدمیوں سے تھوڑے فاصلے پر دو کمبل فرش پر بچھائے اور ایک اوپر لے کر اس میں دبک گیا۔

طویل عرصے تک آزاد اور شاندار زندگی گزاری تھی اور اب اس نئی زندگی کے بھی رنگ نگاہ میں آرہے تھے۔ کمبل میں گھس کر کافی حرارت ملی اور بگڑی ہوئی حالت سنبھلنے لگی۔ سوچوں کے دہانے کھُل گئے لیکن میں نے قوتِ ارادی سے کام لے کر کوئی ایسی سوچ ذہن پر طاری نہیں ہونے دی، جو پریشان کُن ہوتی۔ ہاں، میں اس نئی جگہ کے بارے میں ضرور سوچ رہا تھا۔ آئی دوش کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ یقیناً یہ کوئی ایسی جگہ ہوگی جسے سابقہ قید خانے سے میرے لیے زیادہ محفوظ سمجھا گیا یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اندازہ کرلیا گیا کہ وہاں میرے کچھ ہمدرد موجود ہیں۔ آری کا معاملہ ضرور ان کے ذہنوں میں اُٹکا ہوا ہوگا۔

حالات سے پوری طرح واقف ہوئے بغیر کوئی قدم اُٹھانا نادانی ہی تھی۔ بھوک پریشان کر رہی تھی لیکن اس وقت اسے بہلانے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا چنانچہ گھٹنوں میں سر دے کر سونے کی کوشش کرنے لگا اور نہ جانے کب اس میں کامیابی نصیب ہوئی۔ دوسری صبح اس وقت جاگا جب ایک پُرکیف خوشبو میرے نتھنوں سے ٹکرائی۔ میں نے چونک کر آنکھیں کھولیں تو گرم گرم چائے کا ایک کپ میری ناک سے چھوگیا۔ اس کی تپش سے ناک کے سرے جلن سی ہوئی۔

یہ کپ ایک اچھے تن و توش کے سفید فام کے ہاتھ میں تھا۔ اُس نے دوسرا ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا ”مجھے اُمید ہے، تم مجھے معاف کرو گے لیکن چائے ٹھنڈی ہو کر بے مزہ ہو جاتی اور یہ کمینے اسے دوبارہ ہرگز گرم نہ کرتے۔“

میں نے آنکھیں کھول کر۔۔۔۔ اسے پہچاننے کی کوشش کی۔ پھر یکایک مجھے یاد آگیا۔ یہ ان دو آدمیوں میں سے ایک تھا جنھیں رات کو میں نے کمبل اوڑھے سوتا پایا تھا۔

میں نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ لے لیا۔ ”شکریہ! چائے واقعی ٹھنڈی ہو کر بے مزہ ہو جاتی لیکن خالی چائے؟“

”یہ فلورٹی ہے، ناشتا دس بجے ملے گا۔“ اس نے مسکراہٹ کو چھپاتے ہوئے کہا۔

”فلورٹی؟“ میں نے خوش ذائقہ چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

”بیڈ ٹی اسے اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ ہم بیڈ پر نہیں ہیں۔“ اُس نے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔

”گڈ! ویری گڈ! اب تم بھی قریب آجاؤ۔ یہ ہنس رہا ہے اور کوئی خطرہ نہیں ہے۔“ اُس نے دوسرے آدمی سے کہا۔ وہ بھی اُٹھ کر ہمارے پاس آگیا۔ یہ سو فیصدی مشرقی تھا۔ شاید میرے ہی وطن کا باشندہ ہو۔

”اس جیل خانے کے باورچی بہت سلیقہ مند ہیں، ورنہ اتنی عمدہ چائے تو بعض ہوٹلوں میں بھی نہیں ملتی۔“ سفید فام نے کہا۔

”میرا نام علی یار خان ہے۔“ میں نے چائے کا خالی کپ زمین پر رکھتے ہوئے کہا۔

”میرا نام رچرڈ ریمنگٹن ہے لیکن چونکہ میں تمھیں صرف خان کہوں گا اس لیے تم اگر چاہو تو مجھے رچرڈ کہہ سکتے ہو۔ یہ بھی طویل معلوم ہو تو صرف رچی کہہ لو۔ یہ واسدیو بھی مجھے رچی کہتا ہے۔ ارے ہاں مسٹر واسی، تم بھی تو مسٹر خان سے اپنا تعارف کراؤ۔“

”میرا نام واسدیو ہے مسٹر علی یار خان۔ تعلق ہندوستان سے ہے۔ پٹنہ کا رہنے والا ہوں۔ کیا آپ بھی۔۔۔؟“

”میں پاکستانی ہوں۔ قصور کا رہنے والا۔“

”ہم دونوں آنکھ کھلتے ہی تم پر یہ ریسرچ کرنے لگے تھے۔ میں نے تمھیں ایک نگاہ دیکھتے ہی کہہ دیا تھا کہ تم اپنے ہی علاقے کے ہو۔“ واسدیو نے کہا۔

”ہاں، رات کو تم دونوں سو رہے تھے۔“

”تم کس وقت آئے تھے؟“

”غالباً ڈیڑھ یا دو بجے کا وقت ہوگا۔“

”اوہ! اس وقت تو میں، مَیری سنگلٹن کے ساتھ رقص کی محفل میں شریک تھا اور مسٹر سارتر سے ہم دونوں کو دیکھ کر شدتِ غضب سے پاگل ہوئے جا رہے تھے۔“ رچرڈ نے کہا۔

”یہ مَیری سنگلٹن کون ہے؟ میں نے تو نہیں دیکھا؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے آٹھ سال سے نہیں دیکھا تو تم کہاں سے دیکھ لیتے! آٹھ سال پہلے وہ پیرس میں تھی۔“ رچرڈ نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

”پھر بھی تم اس کے ساتھ رقص کر رہے تھے؟“

”اس سے مجھے کون روک سکتا ہے؟ میرے خواب صرف مَیری سنگلٹن سے منسوب ہوتے ہیں۔“

”تم بھی خواب دیکھتے ہو؟“ میں نے واسدیو سے پوچھا۔

”کبھی کبھی لیکن میں رقص نہیں کرتا جب بھی خواب دیکھتا ہوں، ہفتوں افسردہ رہتا ہوں۔“ واسدیو نے جواب دیا۔

”اب یہ تمھیں پٹنہ کی کہانی سنائے گا۔ اپنی سوتیلی ماں کے بارے میں بتائے گا جس نے اسے گھر سے نکلوا دیا اور بُرے راستوں پر آنے کے لیے چھوڑ دیا۔“ رچرڈ نے انگلی اُٹھا کر کہا۔

”نہیں رچرڈ، میں کوئی کہانی نہیں سناؤں گا۔ یہ کہانیاں میری آنکھوں میں خواب جگا دیتی ہیں۔“

”تم دونوں سے مل کر مجھے خوشی ہوئی ہے بلکہ میں اُن لوگوں کا شکرگزار ہوں جنھوں نے مجھے قید کرنے کے لیے یہ جگہ منتخب کی۔“

”کیا تمھارا سفر بھی آئی دوش جا کر ختم ہوگا؟“ رچرڈ نے سوال کیا۔

”آئی دوش؟“

”ہاں۔“

”شاید! لیکن بدقسمتی سے میں آئی دوش کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“

”ہم نے اس کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل کی ہیں۔ ہمیں وہیں بھیجا جائے گا جبھی تو ہم لوگ یہاں عیش کر رہے ہیں، ورنہ دوسرے قیدیوں کی طرح صبح سویرے اُٹھ کر کام سے لگ جانا پڑتا۔“

”کمال ہے! میں اسی جگہ کو آئی دوش سمجھا تھا۔ اس کے علاوہ میرے ساتھ کچھ اس قسم کی گفتگو کی گئی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ لوگ مجھے یہیں رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔“

”مثلاً یہ کہ یہاں سے فرار ہونے کی منصوبہ بندی نہ کرنا، ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے اور جب تک ہمارے مہمان ہو سکون سے رہنا۔“ رچرڈ نے کہا۔

”بالکل یہی۔“

”تب مبارکباد۔ دل کرو کہ تم بھی آئی دوش ہی بھیجے جاؤ گے۔ جن لوگوں کو یہیں رکھا جاتا ہے اُن کے ساتھ ان کا رویّہ مختلف ہوتا ہے۔“ رچرڈ نے گہری سانس لے کر کہا۔

میرے ذہن میں رچرڈ کے الفاظ گونج رہے تھے۔ وہ حالات گردش کر رہے تھے جن کے تحت مجھے پہلے قید خانے سے یہاں منتقل کیا گیا تھا۔ بہرحال اب ان باتوں میں سر کھپانے سے کوئی فائدہ نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا دو دلچسپ ساتھی مل گئے تھے جن کی وجہ سے وقت عمدہ طور پر کٹ سکتا تھا۔ ہم تینوں ہی بیک وقت خاموش ہو گئے تھے۔ شاید سلسلۂ گفتگو شروع کرنے کے لیے شاید ہم مناسب الفاظ تلاش کر رہے تھے۔

معاً رچرڈ نے کہا، ”قید خانوں کے چند اصول ہوتے ہیں مسٹر خان! مثلاً جب نئے قیدی ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو تعارف کے دو طریقے ہوتے ہیں۔ اگر وہ چڑچڑے اور بدمزاج ہوتے ہیں تو ابتدا لڑائی جھگڑے سے ہوتی ہے۔ گھونسے بازی ہوتی ہے، اُٹھا پٹخ ہوتی ہے اور اس کے بعد ہار جانے والا قیدی یا تو کینہ دل میں لے کر خاموش رہتا ہے یا پھر دوسرے قیدی کی برتری تسلیم کر لیتا ہے اور اس کی خدمت پر مامور ہو جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر مزاجاً سب اچھے ہوں تو پھر ایک دوسرے کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہماری خوش بختی ہے کہ ہم تینوں ہی خوش مزاج ہیں چنانچہ ایک دوسرے کو اچھی طرح جاننے، سمجھنے کی ابتدا ہو جانی چاہیے۔ میں اس سلسلے میں پہل کرتا ہوں۔ یہ تو میں نے بتا دیا ہے کہ میرا نام رچرڈ ریمنگٹن ہے۔ نسلاً فرانسیسی ہوں۔ حالات نے تعلیم مکمل نہیں کرنے دی۔ کچھ اور بننا چاہتا تھا لیکن ضرورت نے غلط راستے پر ڈال دیا۔ ابتدا چوری چکاری سے کی پھر چند بینک لوٹے اور اس کے بعد میرے ہاتھ سے دو قتل ہو گئے۔ قتل کرنے کے بعد انسانی زندگی بے وقعت سی محسوس ہونے لگی اور اس کے بعد میں نے اپنا کام ذرا زیادہ ڈھٹائی سے کرنا شروع کر دیا۔ نتیجتاً میرے ہاتھوں سے قتل ہونے والوں کی تعداد سات ہو گئی۔ میری سنگلٹن اگر درمیان میں نہ آتی تو شاید یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہتا۔ مسٹر سارترے صاحبِ اختیار آدمی تھے اور میری کے پرستاروں میں سے تھے۔ انھوں نے اسے میری جانب مائل دیکھا تو میرا کانٹا نکالنے کی ٹھانی اور اپنے ایک سرکاری عہدے دار بہنوئی کے ذریعے میرے بارے میں تحقیقات کرانا شروع کر دیں۔ مقصد ان کا صرف یہ تھا کہ کسی طرح میری کو مجھ سے بدظن کر دیا جائے لیکن جب ان کے بہنوئی نے میرے بارے میں معلومات مکمل کر لیں تو وہ اپنے سالے مسٹر سارترے کا ساتھ چھوڑ کر میری جانب متوجہ ہو گئے کیونکہ میں ان کے عہدے کی ترقی کے لیے ایک کارآمد مُہرا بن سکتا تھا۔ اس لیے مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ میرے بارے میں ثبوت مہیا کر لیے گئے اور سات انسانوں کے قتل کے سلسلے میں مجھ پر مقدمہ چلا۔ بینک ڈکیتیاں ثابت ہو چکی تھیں لیکن یہ قتل ثابت نہیں ہو سکے تھے اور مجھ سے پوچھ گچھ کی جا رہی تھی کہ ایک اور [illegible] میرے ہاتھوں ہلاک ہو گیا اور اس کے نتیجے میں مجھے خطرناک [illegible] دے دیا گیا۔ بس پھر یوں سمجھیے کہ مختلف مراحل سے ہوتا ہوا یہاں تک پہنچ گیا۔

اسپین کے اس علاقے میں بھی کچھ ہنگامہ خیزیاں ہوئیں جن کے باعث مجھے آئی دوش کا قیدی قرار دے دیا گیا۔ آئی دوش کے بارے میں کچھ عجیب و غریب داستانیں مشہور ہیں۔ سنا گیا ہے کہ یہ لوگ مہذب بھیڑیے ہیں اور آئی دوش کا یہ مخصوص قید خانہ جہاں خطرناک قیدی رکھے جاتے ہیں موت کا گھر کہلاتا ہے۔ یہ بھی سُنا گیا ہے کہ یہاں کے محافظوں نے قیدیوں کو قبضے میں رکھنے کے جدید ترین طریقے اختیار کر رکھے ہیں اور کبھی کوئی قیدی یہاں سے فرار ہو کر نہیں جا سکا، اسی لیے مجھے یہاں رکھا گیا ہے۔ مجھے یہاں آئے ہوئے تقریباً اڑھائی ماہ ہوتے ہیں۔ یہ ہے میری کہانی اور میرا خیال ہے مسٹر واسدیلو کی کہانی بھی مجھ سے مختلف نہیں ہے، تاہم میں ان کی کہانی سنانے کی کوشش نہیں کروں گا کیوں مسٹر واسدیلو تم اپنی کہانی خود ہی سناؤ گے نا؟“

واسدیلو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے مدھم لہجے میں آغازِ کلام کیا۔ ”میری مختصر کہانی تم مسٹر علی کو بتا ہی چکے ہو مسٹر علی! میں بھی زمانے کا ستایا ہوا ہوں۔ اچھے خاصے معقول گھرانے کا آدمی تھا۔ ماں مر چکی تھی، باپ نے دوسری شادی کر لی اور سوتیلی ماں، جو ایک لمبا چوڑا خاندان رکھتی تھی، مجھے برداشت نہ کر سکی۔ باپ، ماں کے دباؤ میں تھا چنانچہ وہ بھی میری خبرگیری نہ کر سکا اور میرے ذہن میں انتقامی جذبے پیدا ہو گئے۔ میں نے گھر چھوڑ دیا اور گھر چھوڑنے کے بعد صحیح راستوں کو پانا تقدیر والوں کا ہی کام ہوتا ہے۔ بُرے بُرے لوگوں کے درمیان گھرتا گیا۔ کئی خطرناک جرائم سرزد ہوئے۔ ملک سے باہر نکل آیا۔ انگلینڈ پہنچا، یوگوسلاویہ گیا۔ ڈنمارک، ناروے، مشرقی جرمنی، سوئیڈن اور جانے کہاں کہاں ہوتا ہوا اسپین پہنچا۔ یہاں ہیروں کی اسمگلنگ کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ البتہ گرفتاری کے وقت میں نے کئی اسپینی سپاہیوں کو شدید زخمی کر دیا تھا جن میں سے دو ہلاک ہو گئے اور نتیجے میں مجھے اسپین ہی میں قیدی بن جانا پڑا۔

چونکہ میرا کوئی پُرسانِ حال نہیں تھا، میں کسی ملک کا شہری نہیں تھا۔ بے شمار ممالک کے پاسپورٹ اور شہریت میرے پاس موجود تھی چنانچہ اسپین کے حکام فیصلہ نہ کر سکے کہ مجھے کس ملک کا شہری قرار دے کر مقدمہ چلایا جائے۔ اس لیے انھوں نے یہیں سارے فیصلے کر لیے اور میں یہاں اس قید خانے میں پہنچ گیا۔“ واسدیلو کی کہانی ختم ہو گئی تو اب مجھ پر بھی فرض عائد ہو گیا کہ میں بھی اپنی کہانی سناؤں۔

میں نے مسکراتے ہوئے آغازِ کلام کیا۔ ”دوستو! میرے جرائم کی کہانی امریکا سے شروع ہوتی ہے۔ میں سان فرانسسکو میں قانون کا طالب علم تھا۔ نسلاً پاکستانی ہوں۔ کچھ کچھ حالات میرے بھی واسدیلو سے ملتے جلتے ہیں۔ سوتیلی ماں کا ہی شکار میں بھی تھا لیکن اُس نے مجھ پر مظالم نہیں کیے تھے۔ بس وہ مجھے ناپسند کرتی تھی جس کے نتیجے میں میرے باپ نے مجھے غیر ممالک بھیج دیا۔ مقصد یہی تھا کہ تعلیم بھی مکمل ہو جائے اور کوئی ذہنی طور پر کسی نفسیاتی اُلجھن کا شکار نہ بنوں لیکن میرا دینی اور ملی جذبہ جاگ اُٹھا۔ سان فرانسسکو کے ایبرن ہال میں چند یہودی اسکالروں کی ہرزہ سرائی سُن کر میں خود پر قابو نہ رکھ سکا اور میں نے وہیں کھڑے ہو کر ان کی بکواس کا مُنہ توڑ جواب دے دیا۔ اس سے امریکی یہودی میری جان کے دشمن ہو گئے اور پھر میرے اور ان کے درمیان باقاعدہ چل پڑی۔ بمشکل تمام میں امریکا سے نکل کر لندن پہنچا لیکن امریکی یہودی میرے سخت مخالف تھے اس لیے کہ میں نے ان کے چند پالتو غنڈوں کو قتل کر دیا تھا۔ ڈیوہارڈی نامی ایک امریکی سے میرے خوب دو دو ہاتھ ہوئے۔ بالآخر مختلف مراحل سے گزرتا ہوا میں اس کے ہاتھوں قید ہو گیا۔ پچھلے دنوں میں ایک قید خانے میں قید تھا کہ کچھ دلچسپ حالات پیش آئے۔ مجھے یہ احساس ہوا کہ قید خانے میں چند لوگ میرے مددگار بن گئے ہیں چنانچہ انھوں نے مجھے آئی دوش میں منتقل کر دیا۔ آئی دوش کے بارے میں جیسا کہ میں تم لوگوں کو بتا چکا ہوں، مجھے معلومات نہیں ہیں۔ بہرحال، اب میں یہاں موجود ہوں۔“

”واہ! تمھاری کہانی تو بہت شاندار ہے۔ ہم تو جرائم پیشہ لوگوں کی حیثیت سے یہاں آئے ہیں لیکن تم ایک ایسے جرم کی پاداش میں یہ سزا بھگت رہے ہو جو درحقیقت جرم نہیں ہے۔ تمھاری حیثیت ہم سے برتر ہوئی مسٹر خان۔“ رچرڈ نے کہا۔

”حیثیت کی کیا بات ہے رچرڈ؟ ہر صورت میں، میں ایک قیدی ہوں۔“ میں نے کہا۔

”نہیں دوست ہم تمھارا احترام کرتے ہیں۔“ رچرڈ نے جواب دیا۔

اس گفتگو کے بعد ہم لوگ خاموش ہو گئے۔ واسدیلو کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ جب یہ خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے کہا۔ ”تم لوگ بس اس بیرک میں قید رہتے ہو یا باہر کے حالات کا بھی کوئی اندازہ رہتا ہے؟“

”نہیں کوئی خاص نہیں۔ ساڑھے تین، پونے چار بجے کے قریب ہمیں باہر نکالا جاتا ہے اور جیل کے صحن میں چہل قدمی کرنے کی اجازت دی جاتی ہے پھر سورج غروب ہونے تک ہم باہر رہ سکتے ہیں البتہ دوسرے قیدیوں سے بات چیت یا رابطہ قائم کرنے کی سختی سے ممانعت ہے۔ ویسے بھی ہم نے یعنی میں نے اور واسدیلو نے کبھی ان قیدیوں سے تعلقات بڑھانے کی کوشش نہیں کی چونکہ ان میں زیادہ تر خطرناک لوگ ہیں، چور اُچکے، ڈاکو، پیشہ ور قاتل جن کے بارے میں عجیب عجیب کہانیاں، پہرے داروں کی زبانی سُننے میں آتی ہیں۔ کسی نے ایک درجن قتل کیے تو کسی نے دو درجن۔ بہت سے خطرناک مجرموں کو تہ خانوں میں رکھا جاتا ہے۔ سُنا گیا ہے کہ وہ تہ خانے اتنے بھیانک ہیں کہ وہاں سے کوئی شخص زندہ باہر نہیں نکلتا۔“

”آئی دوش کے قید خانے میں، جیسا کہ تم نے بتایا ہے، کیا اسی قسم کی آسانیاں فراہم کی گئی ہیں کہ وہاں خوشی سے جانا پسند کیا جائے؟“

”نہیں، ہرگز نہیں۔ وہ قید خانہ بقول اُن کے اتنا مضبوط ہے کہ وہاں سے نکلنا آسان کام نہیں۔ وہاں ہزاروں قیدی بیک وقت اپنی سزائیں کاٹ رہے ہیں لیکن یہ بھی سُنا گیا ہے کہ نگرانی کے انتظامات میں تھوڑی بہت گنجائش نکل آتی ہے۔ پولیس افسروں اور نگرانوں کو رشوت دے کر فرار ہونے کی کوشش کی جا سکتی ہے لیکن اس کے لیے شرط یہی ہے کہ کوئی مقامی آدمی ساتھ دے کیونکہ اسپینی زبان جاننا بے حد ضروری ہے۔ اس کے علاوہ راستوں سے واقفیت کے لیے بھی مقامی آدمی کارآمد ہو سکتا ہے، ورنہ دوسرے لوگ تو فوراً نگاہوں میں آ کر دوبارہ مصیبت میں پھنس سکتے ہیں۔ میں نے اور واسدیلو نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ آئی دوش کے قید خانے میں اگر رشوت دے کر ہمیں نکلنے کا موقع مل جائے تو ہم کوشش ضرور کریں گے۔“

”ہوں، تو تم فرار ہونے کا ارادہ رکھتے ہو؟“

”ظاہر ہے ڈیئر خان! کوئی شخص بھی خوشی سے زندگی کی دلچسپیوں سے دُور رہ کر زندگی گزارنے کا تصور نہیں رکھتا۔ ہم دونوں بظاہر خوش مزاجی سے اپنا وقت کاٹ رہے ہیں، اب تک فرار کی کوشش کر بھی چکے ہوتے لیکن ہم نے اپنے آپ کو اس خیال سے باز رکھا ہے اور یہی ٹھانی ہے کہ اس برانچ سے آئی دوش کے قید خانے میں پہنچنے کے بعد ہم وہاں سے نکلنے کی کوئی کوشش کریں گے۔ باقی تو سارے کھیل تقدیر کے ہیں۔ ہاں، اگر تم جیسا ذہین ساتھی اس دوران میں ہمیں مل جائے تو ہم اپنی تعداد دو اور تین سے زیادہ بھی بڑھا سکتے ہیں۔“

میں خاموش رہا۔ قید خانے میں زندگی گزارنے کا تصور تو میرے لیے بھی اذیت بخش تھا۔ موت کو کسی بھی لمحے گلے لگانے کے لیے تیار تھا، کیونکہ زندگی جس مقصد کے لیے وقف ہو چکی تھی اس میں جان دینا تو ایک لازمی اَمر تھا۔ تاہم خواہش یہی تھی کہ جان دینے سے پہلے اتنا کچھ کر جاؤں کہ دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے چنانچہ چند روزہ زندگی کے طویل لمحات قیدیوں کی حیثیت سے گزارنا مجھے بھی پسند نہیں تھا۔ جس طرح حالات پیش آئے تھے اُن میں ابھی تک اتنی گنجائش نہیں نکل سکی تھی کہ میں فرار کا کوئی منصوبہ بنا سکتا بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ابھی مجھے قید ہوئے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے تھے۔ ابھی تو صرف قید خانوں کے دیدار ہی کر رہا تھا۔ بھاگنے کا موقع اتنی جلدی تو شاید ہی کسی کو نصیب ہوتا ہو۔ اس قید خانے میں جہاں میں پہلے تھا، حیرت انگیز طور پر وہ شخص مجھ تک پہنچ گیا تھا اور اس نے بھی فرار ہی کا منصوبہ پیش کیا تھا۔ حالات ساتھ نہیں دے سکے تھے اور میں جو فرار ہونے کی کوشش کے بارے میں مکمل منصوبہ بندی بھی نہیں کر سکا تھا، اس سے پہلے ہی عتاب کا شکار ہو گیا تھا۔

رچرڈ اور واسدیلو کے ساتھ باقی سارا وقت بڑا پُرسکون گزرا۔ ان دونوں نے ایک لمحہ بھی مجھے دل گرفتہ نہیں ہونے دیا۔ وہ طرح

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

طرح کے لطیفے سناتے رہے، اپنے تجربات بیان کرتے رہے اور یوں شام ہو گئی۔ ہمیں کھانے پینے کے لیے مناسب چیزیں دی گئیں۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس قید خانے میں باقی معاملات خواہ کچھ بھی ہوں لیکن یہاں قیدیوں کے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہیں کیا جاتا۔ جس کے باعث انھیں کوئی شکایت نہیں ہوتی ــــ رات کے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے کہ بیرک کا دروازہ کھُلا اور تین چار مسلح آدمی اندر گھُس آئے ان میں سے ایک نے ہم تینوں کو دیکھتے ہوئے کہا "مسٹر علی یار خان!"

"مَیں ہوں، کیا بات ہے؟" مَیں نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ہمارے ساتھ آؤ۔" دوسرے آدمی نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا۔

واسدیو اور رچرڈ کے چہروں پر حیرانی کے سائے رینگ گئے۔

واسدیو نے جلدی سے اُردو میں کہا "علی، جس طرح بھی ممکن ہو سکے حالات کو کنٹرول میں رکھنا۔ ہمیں وقت کا انتظار کرنا ہے۔ اس سے پہلے اگر کوئی جذباتی لغزش ہو گئی تو نقصان اُٹھا سکتے ہو۔" مَیں نے آنکھیں بند کر لیں اور ان لوگوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

بیرکوں کے علاقے سے نکلنے کے بعد مَیں اس جگہ پہنچا دیا گیا جہاں جیل کے حکام کے دفاتر بنے ہوئے تھے۔ یہ دفاتر پکی اینٹوں کے تھے اور یہاں روشنی کا بھی معقول انتظام تھا لیکن ان کی ساخت بیرکوں جیسی ہی تھی۔ دفاتر کے آگے ایک احاطہ تھا جس میں جگہ جگہ دروازے تھے۔ مجھے بالکل درمیانی حصّے میں لے جایا گیا تھا۔ احاطے سے گزرنے کے بعد تین سیڑھیاں چڑھنا پڑیں اور پھر ایک لمبی راہداری آ گئی۔ اسی راہداری کے دوسرے حصّے پر دفاتر کے دروازے تھے۔ ان میں عموماً روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ ایک کمرے کے دروازے کے پاس لے جا کر مجھے اندر داخل کر دیا گیا۔ لانے والے باہر ہی رُک گئے تھے۔ اندر موجود شخص اسپینی معلوم نہیں ہوتا تھا لیکن اس کے جسم پر مقامی افسران ہی کی سی وردی تھی۔

چوڑے جبڑے والا یہ شخص چہرے اور آنکھوں سے کینہ توز معلوم ہوتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے شدید نفرت کی لہر نظر آ رہی تھی۔ ہونٹوں پر تنفّر آمیز مسکراہٹ رقصاں تھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے رُول کو میز پر دو بار بجایا۔ اس کی وجہ فوری طور پر میری سمجھ میں نہ آ سکی لیکن چند لمحوں بعد مَیں نے کمرے کا دروازہ باہر سے بند ہونے کی آواز سُنی اور رُول میز پر بجانے کا مقصد سمجھ میں آ گیا۔ میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ مجھے یہاں بُلانے کا مقصد نیک نہیں ہے اور ممکن ہے، یہ صُورتِ حال میرے لیے سازگار نہ ہو۔ تاہم مَیں خاموشی سے اس کی میز کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ میری صُورت دیکھتا رہا۔ میز کے سامنے کُرسیاں پڑی ہوئی تھیں لیکن اس مغرور انسان نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش نہیں کی۔

کچھ دیر مجھے اسی طرح گھُورتے رہنے کے بعد اُس کے ہونٹ کھُلے "تو تمھارا نام علی یار خان ہے؟"

"ہاں۔ یقیناً آپ کو میرے بارے میں علم ہو گا۔" مَیں نے مدھم شُستہ لہجے میں کہا۔

"اور تمھارا تعلق تنظیمِ آزادیٔ فلسطین سے ہے؟" اُس نے سوال کیا۔

ایک لمحے کے لیے مَیں اُلجھن میں پڑ گیا۔ یہ شخص یقیناً اسپینی تھا پھر اس کا تعلق کہاں سے تھا، اس کا مجھے کوئی اندازہ نہ ہو سکا تاہم اس کے لہجے اور آنکھوں سے ٹپکتی ہوئی نفرت مجھے احساس دلا رہی تھی کہ یہ جو کوئی بھی ہے تنظیمِ آزادیٔ فلسطین کا دشمن ہے پھر اُس نے کسی قدر تمسخرانہ انداز میں کہا "تم تنظیم کے لیے کیا کیا کارنامے انجام دے چکے ہو؟"

میرے لیے خود پر قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا، تاہم مَیں نے جس حد تک بھی ممکن ہو سکا پُرسکون لہجے میں کہا "مَیں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کر سکتا۔"

"نوجوان! تم جانتے ہو کہ تم قیدی ہو۔ میرے علم میں یہ بات ہے کہ تم کس جُرم کی پاداش میں یہاں تک لائے گئے ہو لیکن آؤ متعارف ہو جائیں۔ میرا نام کوہن واش ہے اور مَیں نسلاً یہودی ہوں۔ مجھے جب علم ہوا کہ ایک ایسا نوجوان اس قید خانے میں لایا گیا ہے جس کا تعلق تنظیمِ آزادیٔ فلسطین سے ہے تو مجھے تم سے ملنے کا فوراً اشتیاق پیدا ہو گیا۔ مَیں تنظیم میں تمھارے کارناموں کے بارے میں اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ حیرت کی بات ہے کہ تمھارا ریکارڈ آئی کو نہیں دیا گیا۔"

"تو یہ بات ہے۔ تم یہودی ہو۔ تنظیمِ آزادیٔ فلسطین کے میں ہر یہودی اچھی طرح جانتا ہے۔ ہم لوگ ان غاصب کُتوں کو مسلمانوں کی سرزمین سے ہٹانے کے لیے سرگرم ہیں جو اپنے نہیں بلکہ اپنے امریکی آقاؤں بلکہ یورپ والوں کی سازش سے ہمارے سینوں پر سانپ بن کر بیٹھ گئے ہیں اور ہم میں سے ہر شخص جو کچھ کر رہا ہے فلسطین کی آزادی کے لیے کر رہا ہے۔"

میری اس بات پر کوہن واش تحقیر آمیز انداز میں منہ بولا "جو لوگ اپنے گھروں کی حفاظت کرنا نہیں جانتے انھیں گھروں میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ اسرائیل، عظیم تر اسرائیل تمھارے سینوں پر نمودار ہُوا ہے۔ ہم نے اپنی طاقت سے اپنا غصب کردہ حق حاصل کیا ہے۔"

"اپنی طاقت سے نہیں، کسی اور کی طاقت سے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔"

"تاریخ جھُوٹ بولتی ہے۔ یہ تاریخ تم لوگوں کی بنائی ہوئی

اور اب تم صرف لکیر پیٹ رہے ہو۔ اسرائیل وجود میں آ چکا ہے۔ اس کا نام و نشان مٹانا ناممکن ہے۔ ہم تمھارے سروں پر حکومت کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور کرتے رہیں گے۔"

"یہ تو آنے والا وقت ہی بتلائے گا۔" مَیں نے بھی نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"فلسطینی نوجوان! تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ ہمارے دوسرے فرائض کے علاوہ ایک مذہبی فرض ہم پر یہ بھی عائد ہوتا ہے کہ ہم جس طرح بھی ممکن ہو سکے، فلسطینی بے وقوفوں کو ان کی احمقانہ حرکتوں کی سزا دیں۔ مَیں نے سُنا تھا کہ تم آئی دوش کے قید خانے کی اس برانچ میں عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہو۔ بھلا یہ مجھے کیسے گوارا ہو سکتا ہے! چنانچہ مَیں اپنے اختیارات سے کام لے کر تمھارے لیے کچھ مخصوص ذمّے داریاں تلاش کر چکا ہوں۔ ایک فلسطینی جیالے سے آئی دوش کی اس برانچ کے لیٹرین صاف کرانا ایک دلچسپ مشغلہ ہو گا اور اس سے میری رُوح کو تسکین ملے گی۔"

"یہودی کُتّے! تُو مجھ سے یہ بات کہہ رہا ہے۔ میری شخصیت کو جانے بغیر؟ مَیں تیرے مُنہ پر تھُوکتا ہُوں۔ تُو قیامت تک اپنے اختیارات سے یہ ناجائز فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔" مَیں نے آگے بڑھ کر اس کے مُنہ پر تھُوک دیا۔

میری قوتِ برداشت ختم ہو گئی تھی۔ میری اس حرکت کا شاید وہ تصوّر بھی نہ کر سکتا تھا۔ غالباً آئی دوش کے قید خانے میں ان افسروں کو بہت زیادہ اختیارات حاصل تھے لیکن وہ اس کا تصوّر بھی نہ کر سکتے تھے کہ کوئی قیدی خواہ وہ کتنی ہی اہمیت کا حامل ہو ان کے ساتھ اس طرح پیش آ سکتا ہے یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ اس شیطان نے مجھے طیش دلانے کے لیے اپنے طور پر یہ طریقۂ کار اختیار کیا ہو تاکہ اس قید خانے کے شب و روز میرے لیے پُرسکون نہ رہ سکیں۔ اس کے چہرے پر تھُوک دینے سے ایک لمحے کے لیے اس کا رنگ بدل گیا۔ وہ اپنی کُرسی پر ہکّا بکّا بیٹھے کا بیٹھا رہ گیا۔ پلکیں تک جھپکانا بھُول گیا۔ دوسرے لمحے اُس نے شیشے کا بھاری لیمپ اُٹھا کر میرے سر پر دے مارا۔ مَیں اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ضرب اتنی شدید تھی کہ میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ خون کی ایک دھار پیشانی سے بہہ کر میرا چہرہ تر کرتی ہوئی فرش پر گری۔ اپنا خون یوں بہتا دیکھ کر مَیں ہوش و حواس کھو بیٹھا اور اچانک مَیں نے اس کی میز اُلٹ دی۔ کُرسیاں، کاغذ، فائلیں غرض کہ جو چیز میرے ہاتھ پڑی مَیں نے توڑ پھوڑ کر رکھ دی۔

توڑ پھوڑ کا یہ سلسلہ کوہن واش کے چہرے اور جسم پر بھی جاری تھا۔ اس کی وردی جگہ جگہ سے پھٹ گئی اور ناک سے خون کی تلّیاں بہنے لگیں۔ مجھے تعجب تھا کہ وہ زندہ کیسے بچ گیا! مَیں نے اس کا رُول اُٹھا کر اس کے جبڑے پر اتنی زور سے مارا تھا کہ یقیناً اُس کے جبڑے کی ہڈّی ہی ٹوٹ گئی ہو گی۔ ایک گہرا زخم اس کی پیشانی پر بھی نظر آ رہا تھا۔ دھماکوں اور اس کی چیخوں کی آوازیں میرے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں لیکن مَیں جوشِ غضب میں دیوانہ ہو گیا تھا۔ مجھے یہ احساس بھی نہیں تھا کہ توڑ پھوڑ اور مار دھاڑ کی ان آوازوں میں بیرونی دروازے پر دستک کی آواز بھی شامل تھی۔ یہ دستک زوردار ضرب میں تبدیل ہو گئی۔ اندر کوہن واش کے دہاڑنے کی آوازیں تھیں اور باہر دروازے پر دھڑا دھڑ۔ دروازہ کھول لیا گیا۔

مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اندر آنے والے کتنے آدمی تھے لیکن دوسرے لمحے انھوں نے مجھے لاتوں اور گھونسوں پر رکھ لیا۔ مَیں ان کے درمیان ایک فٹ بال کی طرح اُچھل رہا تھا۔ وہ وحشی درندوں کی طرح مجھ پر پِل پڑے تھے اور مار مار کر میرا حلیہ بگاڑ دیا۔ شاید ہی میرے بدن کا کوئی حصّہ ان کی مار پیٹ سے محفوظ رہا ہو۔ پھر ایک قوی ہیکل سپاہی کا گھونسا میری گُدّی پر پڑا اور مَیں دھڑام سے فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ چند لمحوں تک یہ محسوس ہوتا رہا کہ مَیں گہرائیوں میں ڈوبتا جا رہا ہُوں، پھر یہ احساس بھی گم ہو گیا۔ اب میرے چاروں طرف اندھیرا تھا۔ بے پایاں اندھیرا جس کا مجھے احساس بھی نہ رہا تھا۔

نہ جانے کب ہوش آیا۔ تاریکی اسی طرح میرے اطراف میں پھیلی ہوئی تھی۔ بدن کا کوئی بھی جوڑ ایسا نہیں تھا، جو دُکھ نہ رہا ہو۔ بڑی مشکل سے ہاتھ اُٹھا کر بدن کے مختلف حصّوں پر پھیر کر دیکھا اور اپنی چوٹوں کا اندازہ لگانے لگا۔ یہ پتا نہ چلتا تھا کہ کس جگہ چوٹیں نہیں ہیں۔ پورا جسم پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ سر چکرا رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مَیں بلندی سے نیچے گرتا جا رہا ہُوں۔ ضبط کی کوشش کے باوجود حلق سے بلند ہونے والی چیخیں نہ روک سکا اور ان چیخوں کے جواب میں کچھ فاصلے پر دبی دبی ہنسی اور قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں۔ شاید وہ قید خانے کے سپاہی تھے جنھوں نے میری مرمّت کے فرائض ادا کرنے میں بھرپور حصّہ لیا تھا۔

بہت جلد یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ مجھے تاریک اور بھیانک تہہ خانوں میں سے کسی ایک میں پھینک دیا گیا ہے، جن کا ذکر میں سُن چکا تھا اور یہ کردہ آوازیں ان مجرموں کی تھیں جو یہاں بند کیے گئے تھے۔ ان ہی سنگدل لوگوں کے قہقہے ہتھوڑے بن کر میرے ذہن پر دیر تک برستے رہے، چکراتے ہوئے ذہن کو بمشکل سنبھال کر مَیں نے گزرے ہوئے واقعات کا تجزیہ کیا اور مجھے کوہن واش یاد آیا جس نے مجھے غصّہ دلا کر [illegible] تک پہنچا دیا تھا۔ میرے کچلے ہوئے دل و دماغ میں مسرّت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اگر اس شخص نے سازش کے طور پر ایک فلسطینی کو آئی دوش کے قید خانے میں پا کر اسے اذیّت دینے کا پلان بنایا تھا تو اس کے نتیجے میں خود اسے بھی اپنی زندگی کے بدترین لمحات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس ملاقات

WWW.PAKSOCIETY.COM

کو وہ عرصہ دراز تک فراموش نہیں کر سکے گا، بلکہ شاید زندگی بھر فراموش نہ کر سکے۔ میرے چھوڑے ہوئے کچھ نقوش اس کے لیے دائمی بن گئے تھے، اب اس کے نتیجے میں مجھے کسی بھی کیفیت سے گزرنا پڑے، یہ بعد کی بات تھی۔

کافی دیر بعد آنکھیں اندھیرے میں کچھ دیکھنے کے قابل ہوئیں تو اندازہ ہُوا کہ مَیں لوہے کے ایک ایسے پنجرے میں پڑا ہُوا ہُوں جس کی لمبائی چوڑائی اور بلندی اتنی ہی ہے جتنی چڑیا گھر میں قید کسی درندے کے پنجرے کی ہوتی ہے۔ ہاتھوں سے چھُو کر سلاخوں کی موٹائی اور مضبوطی کا بھی اندازہ لگایا، ہر سلاخ تقریباً ایک انچ کے قطر میں تھی۔ تھوڑی دیر بعد احساس ہُوا کہ فرش بھی گیلا ہے۔ دائیں بائیں غور کیا تو معلوم ہُوا کہ حشرات الارض بھی رینگ رہے ہیں۔ ایسے کیڑے مکوڑے جو ٹھہرے ہوئے گندے پانی میں اکثر پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان میں لال بیگ بڑی تعداد میں تھے جو نہ جانے کب سے میرے بدن پر رینگ رہے تھے۔ ایک گوشے سے بُو کے بھبکے بھی اُٹھ رہے تھے گویا یہ حوائج ضروریہ کا علاقہ تھا۔ دوسری جانب ٹین کے ایک کنستر میں پانی بھرا ہُوا رکھا تھا۔ اس کے قریب ہی المونیم کا مگ تھا۔ یہ پانی شاید پینے کے مصرف میں آتا ہوگا۔ میری طبیعت متلانے لگی۔ پتا نہیں کب سے اس کنستر میں پانی تھا اور بدبودار ہو چکا تھا۔

گرد و پیش کا جائزہ لینا بھی ضروری تھا کیونکہ یہ میری نئی رہائش گاہ تھی۔ نظروں کے عین سامنے کوئی دس فٹ کے فاصلے پہ پانچ چھ فٹ کی بلندی پر ایک ننھا سا انگارا سُلگتا ہُوا دکھائی دیا۔ یہ انگارہ تاریکی میں کبھی تیز سُرخ ہو کر دہکنے لگتا اور دوسرے لمحے مدھم پڑ جاتا۔ کافی دیر تک سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا چیز ہے پھر نتھنوں میں تمباکو کی بُو محسوس ہوئی کوئی سگریٹ پی رہا تھا اور آگ کا وہ انگارا سگریٹ کا وہ سرا تھا جو سامنے والے پنجرے میں بند کسی قیدی کے ہونٹوں میں دبا ہُوا تھا۔ تاریکی کی وجہ سے وہ قیدی نظر نہیں آ رہا تھا مجھے یقین ہو گیا کہ مجھ پر ہنسنے اور قہقہہ لگانے والے یہی لوگ تھے۔ پتا نہیں کیوں ذہن جھنجلا گیا۔ اس جگہ کے ماحول نے طبیعت مکدّر کر دی تھی اور سوچ رہا تھا کہ یہاں سانسیں کیسے لوں گا۔ یہ قید تو پھانسی کے پھندے سے بھی بدتر تھی۔ ہر لمحہ اذیت کا حامل تھا۔

دفعتاً سامنے والی سمت سے آواز سنائی دی "اے سُورما! سگریٹ پیئو گے؟"

"نہیں" مَیں نے غرّاتی ہوئی آواز میں جواب دیا اور مجھے پھر ہنسی کی آواز سُنائی دی۔

"کُتّے کے بچّے! تم کھی کھی کیوں کر رہے ہو؟" مَیں نے جھلّا کر اسے گالی دی۔ اس مرتبہ بہت سے گونج دار قہقہے بلند ہوئے۔ یہ گالی شاید آس پاس کے پنجروں میں قید دوسرے لوگوں نے بھی سُن لی تھی پھر کسی نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان میں کہا "واہ! واہ! جی بھر کر دل کی بھڑاس نکال لو یہاں ناراض ہونے والا کون ہے! ہم لوگ ٹھنڈے پڑ چکے ہیں۔ تم ابھی نئے ہو جسم میں خون گرم ہے جب تم بھی ٹھنڈے پڑ جاؤ گے تو ہماری زبان کے جوہر بھی دیکھ لینا۔ ہا ہا ہا!" اس آواز کے ساتھ ہی قہقہوں کا ایک تانتا سا بندھا اور بے ہنگم سیٹیوں کی آوازیں تہہ خانے میں گونجنے لگیں۔ مَیں نے سوچا چُپ ہو جانا ٹھیک نہیں ہوگا۔ اس میں خطرات بڑھ جائیں گے اور ظاہر ہے یہ جگہ شریف لوگوں کی نہیں ہے۔ گر ان کے درمیان شرافت اور خاموشی اختیار کرنے کی کوشش کی تو زندگی صبر آزما ہو جائے گی چنانچہ مَیں انھیں بُرا بھلا کہنے لگا۔ میری مغلظات کے باوجود چاروں طرف سے قہقہے بلند ہو رہے تھے۔

اس شور و غوغا میں آواز آئی "اے، بس! تعارف کا یہ سلسلہ ختم کرو۔ یہ بتاؤ کہاں سے نازل ہوئے ہو؟ کس جُرم میں پکڑے گئے ہو؟ کتنی سزا بھگتو گے؟ یہیں مرنے کا ارادہ ہے یا باہر بھی نکلو گے؟ کوئی یار دوست ہے یہاں؟ کوئی ضمانت دینے والا بھی ہے؟ کچھ خبر ہے کہ یہاں کے قواعد کیا ہیں؟" مَیں نے جہاں تک ممکن ہو سکا تحمّل سے دو ایک سوالوں کا جواب دیا۔ درمیان میں کوئی بول پڑا تو فوراً دوسری جانب سے کسی کرخت آواز میں قطع کلامی کرنے والے کو موٹی سی گالی دے کر خاموش رہنے کا حکم دیا۔

"تم ہو کون؟ اپنے بارے میں تو تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا" مَیں نے اندھیرے کے دوستوں سے سوال کیا۔ کسی کی شکل میری نگاہوں میں نہیں تھی۔ تاریکی ہی میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔

بڑی عجیب بات تھی، اگر ایک لمحہ بھی غور کرنے کو مل جاتا تو ان لوگوں سے نفرت کے بجائے ہمدردی محسوس ہوتی۔ یہ سب موت کو اپنا مقدر سمجھ چکے تھے اور اس کیفیت سے گزر رہے تھے کہ جہاں ہر کا احساس بھی بے بس ہو جاتا ہے۔ انسان بالآخر اسے بھولنے پہ مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ اسپتال میں پڑے ہوئے ان لبِ گور مریضوں کی طرح تھے جنھیں اپنی موت کا یقین ہو لیکن وہ زبردستی خوشی کے چند لمحے حاصل کر لینا چاہتے ہوں۔ البتہ فطرتاً یہ لوگ ذرا مختلف تھے اگر ان سے انہی کی زبان میں بات نہ کی جاتی تو یہ متوجہ نہ ہوتے یا پھر صرف مذاق اُڑاتے رہتے۔ چنانچہ مَیں نے بھی ان ہی کی زبان استعمال کی۔ وہ شخص جس سے مَیں نے اس کے بارے میں معلوم کیا تھا، پتا چلا کہ یہاں کا سردار ہے یعنی سب قیدیوں کو اس کے حکم پر چلنا پڑتا ہے۔ اس نے مجھے بھی اپنے رعب میں لینے کی کوشش کی لیکن مَیں نے اس کی یہ برتری قبول نہیں کی تھی۔ ان لوگوں کی دُنیا کے بھی آداب تھے۔ یہاں جو ذرا ہچکا پڑ گیا، بس گیا اپنی جان سے۔ جس نے دلیری کا مظاہرہ کیا، جم گیا۔ اپنا تعارف کرانے کا یہ طریقہ اس دُنیا میں بے حد کارآمد سمجھا جاتا تھا اور حریفوں پر اس کا اثر بھی پڑتا تھا۔ مَیں نے سلاخوں کے ساتھ لگ کر جہاں تک نظر جاتی تھی، دیکھا کہ سب ہی اپنے پنجروں سے لگے مجھے دیکھنے کا شوق پورا کر رہے تھے۔ آنکھیں اب اندھیرے سے مانوس ہو چکی تھیں۔ ایک آواز سُنائی دی "آدمی جاندار معلوم ہوتا ہے۔" دوسرے نے تائید کی۔ تیسرے نے تبصرہ کیا کہ کسی کو قتل کر کے آیا ہے۔ چوتھے نے ہانک لگائی "اپنے بارے میں پوری بات بتا، چھُپاتا کیوں ہے؟"

"نئی دُنیا کے نئے دوستو! کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ صرف یہ سمجھ لو کہ آئی دوش کے افسرِ اعلیٰ کی ٹھکائی کرنے کی پاداش میں یہاں پہنچایا گیا ہُوں۔ اس سے پہلے آرگو ماتن کا قیدی تھا۔ وہاں دو چار پہرے داروں کو جہنم رسید کر چکا ہُوں، اب آئی دوش لایا گیا ہُوں۔"

اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ سب دم بخود رہ گئے تھے پھر وہ آپس میں میرے ان کارناموں پر تبصرہ کرنے لگے۔ میرے سامنے والے پنجرے میں بند اس قیدی نے جو سگریٹ پی رہا تھا، خوشی کا نعرہ لگایا اور مجھے شاباش دینے لگا کہ مَیں نے آئی دوش کے کسی افسر کی مرمّت کرنے کی ہمت کی تھی۔ اب بھلا مَیں اس بے چارے کو کیا بتاتا کہ خود میرا جو حال ہُوا ہے اسے مَیں بیان نہیں کر سکتا، جو مرمّت میری ہوئی ہے اس کے اثرات میرے بدن پر کیسے کیسے گُل بوٹے چھوڑ گئے ہیں۔ ٹٹولنے ہی سے ناک سُوجی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ چہرے پہ جگہ جگہ خون لگا ہُوا تھا۔ بدن پر خراشیں اور چوٹیں الگ تکلیف دہ تھیں۔ بہرحال دل بہلانے کا اچھا ذریعہ ہاتھ آیا تھا۔ خاص طور سے اندرونی بدبو سے چھٹکارا پانے کے لیے ضروری تھا کہ مَیں اپنے ذہن کو مصروف رکھتا۔ آہستہ آہستہ خود بخود اس بدبو کا عادی ہو جاتا۔ چنانچہ مَیں نے کہا "اب تم لوگ بھی تو بھونکو! یہاں کب سے پڑے سڑ رہے ہو؟"

"مجھے پورے دو مہینے ہو گئے" سامنے والے نے جواب دیا۔

"دوسرے لوگوں کا بھی قریب قریب یہی معاملہ ہے۔ ویسے اس تہہ خانے میں کوئی شخص تین چار ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہتا۔ کوشش کرو میرے بھائی کہ یہاں سے نکل جاؤ۔ یہ قید خانہ نہیں، صحیح معنوں میں جہنّم کی برانچ ہے۔ یقین نہ آئے تو کسی اور سے پوچھ لو۔"

"یہ سچ کہہ رہا ہے" دائیں جانب سے آواز آئی "صرف ایک شخص ایسا تھا جو یہاں آٹھ ماہ قید رہا اور زندہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا لیکن آخر میں اس کا حال بھی یہ ہو گیا تھا کہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے سے قاصر تھا۔ سپاہی اُسے کندھوں پر اُٹھا کر لے گئے۔ سُنا ہے کہ وہ یہاں سے جاتے ہی کچھ عرصے کے بعد مر گیا تھا۔"

"تم لوگ سزا یافتہ ہو یا ابھی تم لوگوں پر مقدمے چل رہے ہیں؟" مَیں نے پوچھا۔

"مقدمے!" وہ سب ہنس پڑے پھر وہ شخص بولا "مقدمے تو پتا نہیں کب چلے تھے! اب تو ہم عمر قید کی سزا کاٹ رہے ہیں جو زیادہ سے زیادہ بیس سال کی ہوتی ہے۔ یہاں کے اصول ذرا مختلف ہیں۔ یہاں گلوٹین نہیں ہوتے جن سے قاتلوں کے سر اُتارے جاتے ہیں، نہ پھانسی کے پھندے ہوتے ہیں اور نہ کال کوٹھری۔ یہاں جلّاد نہیں ہوتے جو تلوار کے ایک ہی وار سے مُجرم کی گردن کھٹ سے اُڑا دیتے ہیں۔ یہ بیس سال کی عمر قید اگر ایسے تہہ خانوں اور پنجروں میں کاٹنی پڑے تو زیادہ سے زیادہ تین ماہ کی مدت میں قیدی باقی قید سے نجات پا جاتا ہے۔ یعنی بیس سال صرف تین ماہ میں پورے ہو جاتے ہیں۔" بتانے والا ہنس پڑا۔ دوسرے لوگ بھی دبی دبی ہنسی ہنس رہے تھے لیکن اس ہنسی میں جو کراہیں شامل تھیں وہ میرے دل سے ٹکرا رہی تھیں۔

"مَیں تم سے اختلاف رکھتا ہُوں دوستو! آخر یہاں مر جانے کی وجہ کیا ہے؟ مان لیا کہ یہ تہہ خانہ بدبودار ہے۔ یہاں تازہ ہَوا نہیں آتی مگر آدمی چاہے تو اپنے آپ کو بہلاتے ہوئے ان چیزوں کا عادی بنا سکتا ہے اور زیادہ عرصہ زندہ رہ سکتا ہے۔ کیا یہاں کھانے پینے کو ڈھنگ سے کچھ نہیں ملتا؟"

"نہیں بھائی، بھُوک پیاس کوئی چیز نہیں ہوتی۔ یہاں گوشت خور چوہے کثرت سے موجود ہیں جو رات کو نمودار ہوتے ہیں اور جو قیدی خوابِ غفلت میں فرش پر پڑا مل جائے، اُسے نوچ نوچ کر چٹ کر جاتے ہیں۔ سُنو، یہاں کے ضروری اصولوں کو سمجھ لو۔ خبردار فرش پر کبھی نہ سونا۔ پچھلی دیوار میں لکڑی کا ایک لمبا تختہ ٹھُکا ہُوا ہے، ہمیشہ اس پر آرام کرنا۔ دوسری بات یہ کہ اگر کوئی چوہا تمھیں کاٹے تو اُسے مارنا مت ورنہ وہ مشتعل ہو جائے گا اور پھر تمھیں سکون نہیں لینے دے گا۔ بس اسے جُوتے یا کپڑے کے ذریعے بھگا دینا۔"

"اوہو! تم لوگ مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" مَیں نے کہا "وہ چُوہا ہوتا ہے یا آدم خور شیر؟" اس بات پر مَیں نے قہقہہ لگایا۔ مَیں نے سامنے والے سے پوچھا کہ اس نے کیا جُرم کیا ہے تو جواب ملا کہ اب تک تین قتل کیے ہیں۔ اس کے پڑوسی نے بتایا کہ اس نے ایک پولیس مین کو گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ ایک اور شخص نے اپنا کارنامہ بتایا کہ وہ بینک لُوٹنے گیا تھا، وہاں چوکیدار نے مزاحمت کی، مجبوراً اُسے دوسری دُنیا کی طرف روانہ کرنا پڑا۔ غرضیکہ سب ہی نے ایسی داستانیں سُنائیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ آئی دوش کا یہ قید خانہ قاتلوں کا قید خانہ تھا اور یہاں موجود کوئی بھی شخص ایسا نہیں تھا جس کے ہاتھ خون سے رنگے نہ ہُوں۔ تعارف کا یہ ہنگامہ کافی دیر میں ختم ہُوا اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ غالباً وہ لوگ اپنے نئے ساتھی کی طرف سے مطمئن ہو گئے تھے کہ آدمی غلط نہیں ہے اور اس کے ساتھ اچھی نبھ جائے گی۔ مَیں نے چند منٹ وہیں کھڑے کھڑے گزارے۔ تمام لوگوں کو جیسے سانپ سُونگھ گیا تھا۔ ان کے رویّے میں بھی تبدیلیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ نہ جانے کب سے بے چارے قید و بند کی یہ صعوبتیں بھگت رہے تھے اور اب ان کے نزدیک آداب و اخلاق

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی ضرورتیں کوئی معنی نہیں رکھتی تھیں۔ دل چاہا تو بات کرلی۔ سب جمع ہوگئے۔ جب دل چاہا خاموش ہوگئے۔ کسی کو معذرت کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اب کسی طرف سے کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

میں وہیں کھڑا خیالات کے گرداب میں غوطے کھا رہا تھا کہ دفعتاً پاؤں پر نمی سی محسوس ہوئی۔ میں نے پاؤں ہلائے۔ خدا کی پناہ! یہ پانی کہاں سے آرہا تھا۔ چند لمحوں کے اندر اندر پانی ٹخنوں سے بھی اوپر آگیا اور میں چیخ پڑا۔ جواب میں سامنے والے نے بھی چیخ کر خبردار کیا کہ سلاخوں پر چڑھ کر پناہ لو یا لکڑی کے تختے پر جا بیٹھو۔ سمندر میں جوار بھاٹا آرہا ہے اور ان زیرِ زمین تہہ خانوں میں پانی بعض اوقات قیدیوں کے سینے تک چڑھ آتا ہے۔ یہ تہہ خانے سمندری رُخ پر نشیب کی طرف واقع ہیں۔ جب سمندر میں مدّوجزر پیدا ہوتا ہے تو پانی لازماً آتا ہے اور دو اڑھائی گھنٹے تک یہی کیفیت رہتی ہے پھر پانی اُترنے لگتا ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے۔ اب میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ اس ہولناک تاریک قید خانے میں قیدی تین ماہ سے زیادہ زندہ کیوں نہیں رہتے۔ سمندر کا نمکین پانی ان کے جسموں کو گلا دیتا ہوگا اور اس سے ایسے امراض پیدا ہوجاتے ہوں گے کہ قیدی اگر زندہ بھی رہتے تو مُردوں سے بدتر حالت ہوجاتی ہوگی۔

پانی اب میرے گھٹنوں کو چھو رہا تھا۔ میں سلاخوں پر چڑھ گیا۔ دونوں پیر اوپر کی ایک گرل میں پھنسائے اور ہمت کرکے دھڑ زمین سے اُٹھا لیا۔ یکایک کسی جانور نے میری بائیں پنڈلی میں بڑی زور سے کاٹا۔ میں نے درد سے بے قرار ہوکر اس جانور کو زور سے لات ماری۔ کوئی شے پانی میں غڑاپ سے گری تھی پھر وہ اُچھل کر باہر آگئی تو میں نے غور سے دیکھا۔ دو ننھی سی زرد آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ دہشت سے خون خشک ہونے لگا۔ یہ ایک موٹا تازہ چوہا تھا۔ بلی سے کچھ ہی چھوٹا ہوگا۔ اس نے مُنہ کھول کر چھوٹے چھوٹے دانت مجھے دکھائے پھر مجھے کاٹنے کے لیے اُچھلا۔ میں نے ایک اور لات اس کے مُنہ پر ماری اور وہ چیختا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

جیسا کہ میں نے بعد میں سُنا، دوسرے پنجروں میں بھی ایسی ہی اُچھل کود رہتی تھی۔ سمندر کے پانی کے ساتھ ہی نہ صرف یہ مردم خور چوہے نکل آتے بلکہ اور بھی بہت سی بلائیں ان کے ہمراہ نازل ہوجاتی تھیں۔ ایسی بلائیں، جو انسانی گوشت اور لہو کی پیاسی ہوتیں۔ ان میں ننھے ننھے دکھائی نہ دینے والے اَن گنت ایسے کیڑے بھی ہوتے تھے جو قیدیوں کے برہنہ جسموں پر جونکوں کی طرح چمٹ جاتے اور خون چُوسنے لگتے۔ بڑے بڑے مینڈک اور عجیب قسم کی چھپکلیاں بھی نمودار ہوجاتیں اور جُوں جُوں پانی اُترنے لگتا، ان جانوروں میں چھینا جھپٹی ہونے لگتی۔ چوہے مینڈکوں پر لپکتے اور مینڈک بُری طرح ٹرّاتے۔ چھپکلیاں آناً فاناً لکڑی کے تختے پر چڑھ آتیں یا کوٹھڑی میں داخل ہوجاتیں۔ پینے کے پانی کا کنستر بھی ظاہر ہے، ان حشرات الارض سے محفوظ نہ رہتا ہوگا۔ بعد میں اَن گنت لال بیگ، چھوٹے چھوٹے مینڈک اور چھپکلیاں اس کے اندر سے نکلتی تھیں۔ یہ ایسی مصیبت تھی جس سے نجات پانا ناممکن تھا۔ قیدی گھنٹوں اپنے بدن کا بوجھ کم کرنے کے لیے سلاخوں پر لٹکے رہتے تھے۔ پہلی ہی رات مجھے بھی دو مرتبہ سلاخوں اور تختے پر پناہ لینا پڑی۔

آخری مرتبہ سخت نیند آرہی تھی کہ پانی چڑھ آیا۔ اس مرتبہ چوہے زیادہ تعداد میں آئے۔ ان سے بدبو کے ایسے بھپکے اُٹھ رہے تھے کہ دماغ پھٹا گیا۔ نہ جانے کتنی دیر تک یہ ہنگامہ شیزکی اور غل غپاڑا جاری رہا۔ گالیاں گونجتی رہیں۔ پانی اُترنے کے بعد دو دو انچ موٹی کیچڑ کی ناگوار تہہ فرش پر جم گئی جسے صاف کرکے پنجرے سے باہر پھینکنا بھی قیدیوں کے فرائض میں شامل تھا۔ مدّوجزر کی یہ صورت چاندنی راتوں میں زیادہ بڑھ جاتی ہوگی۔ کیونکہ چاندنی راتیں سمندر کے لیے جوار کی راتیں ہوتی ہیں اور سمندر کی یہ جولانی نہ جانے اس ہولناک قید خانے میں پھنسے ہوئے کتنے قیدیوں کے لیے موت کا پیغام بن جاتی ہوگی لیکن میں نے ایک خاص بات اور محسوس کی تھی کہ یہاں موجود تمام ان تکلیف دہ صورتوں کے عادی ہوچکے تھے۔

اندازے کے مطابق مجھے تین دن اور تین راتیں گزر چکی تھیں لیکن یوں لگتا تھا جیسے میں روزِ ازل سے یہیں قید ہوں۔ اس دوران میں دو مرتبہ قیدیوں کو کھانا ملا اور پینے کا پانی بدلا گیا۔ دو سپاہی رائفلیں سنبھالے اپنی ناکوں پر سفید رُومال باندھے ایک دن نمودار ہوئے۔ اُن کے ساتھ گھٹیا درجے کے چار آدمی اور بھی تھے جنھوں نے قیدی کے پنجرے کی صفائی کی۔ اس میں سے جو غلاظت نکلی، اسے انھوں نے ایک بڑے ڈرم میں اُلٹ دی اور صفائی کے بہانے گندگی پھیلا کر چلے گئے۔ ظاہر ہے اس گندی اور زہریلی فضا میں زیادہ دن زندہ رہنے کے امکانات بالکل نہیں تھے۔ جو تھے روز کھانا بانٹنے سپاہیوں کے پہرے میں آئے۔ اُن میں سے ایک نے بڑی ہوشیاری سے ایک چھوٹا سا پیکٹ مجھے تھما دیا۔ میں نے حیرت سے یہ پیکٹ وصول کیا اور تختے کے نیچے چھپا دیا۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے کھول کر دیکھا۔ اس میں کھانے پینے کی کچھ صاف ستھری چیزیں۔ ایک کاغذ کا پُرزہ بھی نکلا۔ میں نے کاغذ کے پُرزے کو آنکھوں کے بالکل قریب کرکے اس پر نگاہ ڈالی۔ رچرڈ کی تحریر تھی۔

"مائی ڈیئر مسٹر خان!

تمھارے بارے میں ہمیں علم ہوچکا ہے کہ تم پنجرے میں پہنچا دیے گئے ہو اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ بھی پتا چل چکا ہے ہمیں کہ تم نے آئی دوش کے کسی افسر کی زبردست مرمت کر ڈالی ہے، وہ افسر اسپتال میں ہے اور دوسرے حکام کو علم ہو گیا ہے کہ اس نے تم سے بدسلوکی کی تھی جس کے نتیجے میں تم نے اس کا یہ حشر کیا۔ اس بدسلوکی کی تفصیل تو ہمیں نہیں معلوم ہو سکی۔ بہرحال ہم اپنے مخصوص ذرائع سے یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ تمھیں اس پنجرے میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ آئی دوش کے قید خانے میں پہنچا دیا جائے گا اور ممکن ہے، بہت جلد ہمیں بھی آئی دوش کا سفر کرنا پڑے۔ عزیز دوست، ڈٹے رہنا۔ وہاں کے حالات سے خوف زدہ نہ ہونا اور یہ مت سوچ بیٹھنا کہ اب تمھاری زندگی کی شام قریب آ گئی ہے فی الحال ہماری طرف سے بے شمار دعائیں قبول کرو۔ یہ تھوڑی سی چیزیں ہم نے اپنی خوراک میں سے جمع کی ہیں، کیونکہ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ تہ خانے میں جو خوراک دی جاتی ہے وہ کھانے کے قابل نہیں ہوتی۔ ممکن ہے ہم کل بھی تمھیں خوراک روانہ کریں۔ اس سے اپنا کام چلاؤ۔

تمھارے مخلص۔ رچرڈ، واسدیو"

میرے دل میں ان لوگوں کے لیے بڑا احترام پیدا ہو گیا تھا۔ بے چاروں نے مصیبت میں گرفتار ہونے کے باوجود نہ جانے کس طرح میرے لیے یہ ایثار کیا تھا۔ میں کافی دیر تک اس پرچے کو پڑھتا رہا۔ بار بار پڑھا اور اس کے بعد اسے پھاڑ کر ایک جگہ ڈال دیا۔ یہاں سے اس کے صحیح سالم کسی کے ہاتھ لگ جانے کا خطرہ نہیں تھا۔ اس لیے میں مطمئن تھا۔

اس شام میں نے کھانا نہیں کھایا لیکن رات کو جب مجھے بھوک لگی تو میں نے وہ پیکٹ کھول کر اپنے دوستوں کے بھیجے ہوئے تحفے کو برضا و رغبت کھا لیا۔ دوسرے قیدیوں کو اس بارے میں ہوا بھی نہ لگنے دی تھی۔ رات کو تختے پر لیٹ کر ماضی کے جھروکوں میں جھانکنے لگا۔ ایسے لمحات میں ماضی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہوتا ہے اور خیالات کی آزادی انسان کو زندہ رہنے کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ چنانچہ میں پھر اپنے ماضی میں کھو گیا۔

زندگی کے خوشگوار دنوں کو چن چن کر تلاش کیا اور اپنے ذہن کو سکون فراہم کرنے لگا۔ اڈیوہارڈ کا خیال آیا، اپنے ساتھیوں کا خیال آیا۔ اب ان ساتھیوں کے لیے تو سوچنا بھی حماقت تھا۔ مورنا اور ہابیکر مارے گئے تھے۔ مسٹر ایڈلر جیسا کہ انھوں نے کہا تھا، وہاں سے نکال دیے گئے ہوں گے۔ خدا کرے وہ میٹنگ کامیاب ہو جائے مسٹر ایڈلر کے ذریعے کم از کم یہ بات تو سب کو معلوم ہو جائے گی کہ میں نے اپنی مہم کی انجام دہی کے سلسلے میں کافی کاوشیں کی تھیں لیکن تقدیر ساتھ نہ دے سکی۔ اڈیوہارڈ کا خیال آیا تو ذہن میں بہت سے دوسرے خیالات بھی پیدا ہو گئے۔ وہ شخص میرے سلسلے میں بہت پُرجوش تھا لیکن مجھے گرفتار کرنے کے بعد وہ اس قدر ٹھنڈا کیوں پڑ گیا؟ اپنے انتقام کی آگ کو سرد کرنے کے لیے تو... اصولاً اسے یہ چاہیے تھا کہ مجھے فوری طور پر اپنے ساتھ امریکہ لے جاتا اور اگر حکومت کے حوالے نہ کرتا تو کم از کم ان اسرائیلیوں کے حوالے ہی کر دیتا، جو میری موت کے خواہاں تھے اور مجھے پانے کے بعد خوشی سے پھولے نہ سماتے لیکن اڈیوہارڈ کوئی لمبا ہی کھیل کھیلنا چاہتا تھا جیسا کہ اس نے کہا تھا، اس قید خانے میں میری جان بھی جا سکتی تھی۔ ممکن ہے، اس نے اسی طرح مجھ سے انتقام لینے کا فیصلہ کیا ہو۔ میں اس وقت بھی ہلاک ہو سکتا تھا جب جیل کے افسر کو بچانے والے میری مرمت کر رہے تھے لیکن اس صورت میں اڈیوہارڈ کو اپنے مشن میں ناکامی ہو جاتی۔ بہرکیف ان تمام باتوں کو سوچ کر دماغ کو پریشان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

دوسرے دن پھر مجھے اپنے ساتھیوں کی جانب سے ایک پیکٹ ملا۔ اس میں سے ویسی ہی کھانے پینے کی چیزیں برآمد ہوئیں۔ اس کے علاوہ کاغذ اور پنسل بھی۔ ایک چھوٹا سا پرزہ رچرڈ کے ہاتھ کا لکھا ہوا بھی پیکٹ میں تھا۔

"ہمیں تمھارے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی ہیں خان! سنا ہے تم ڈٹے ہوئے ہو اور مردوں کی طرح زندگی گزار رہے ہو، زندہ باد! ہم سب تمھاری بہادری سے خوش ہیں۔ بہادر انسان ہر جگہ قابلِ قدر ہوتے ہیں۔ ہم سب تمھاری تعریفیں کرتے رہتے ہیں۔ بہرحال، اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو لکھ کر بھیج دو، ہم تمھاری ضرورت پوری کرنے کی کوشش کریں گے!

تمھارے دوست۔ رچرڈ، وا[illegible]"

یہ پرچا بھی میں نے اسی طرح ضائع کر دیا اور اپنے دوستوں کے بھیجے ہوئے تحفے سے لطف اندوز ہونے لگا۔ وقت گزرتا رہا تھا۔ میں خاموشی سے اپنے آپ کو یہاں کی زندگی کا عادی بنا رہا تھا۔ کبھی کبھی تو یوں محسوس ہوتا جیسے رچرڈ اور واسدیو کا خیال نہ ہوتا تو میری زندگی کی شام ان ہی قید خانوں میں متعین ہو چکی ہے، ابتدا میں تو کئی دن تک رچرڈ اور واسدیو کے پیغام باقاعدگی سے ملتے رہے پھر ان کا سلسلہ رک گیا۔ جو لوگ پیغام لاتے اور لے جاتے تھے وہ غائب ہو چکے تھے۔ میں نے سوچا کہ شاید جیل کے حکام کو علم ہو گیا ہو گا۔ خدا جانے ان بے چاروں پر کیا بیتی۔ ممکن ہے انھیں کہیں اور منتقل کر دیا گیا ہو یا پھر وہ آئی دوش کے قید خانے میں جا چکے ہوں۔ کئی دن تک میں ان کے لیے پریشان رہا پھر آہستہ آہستہ میں نے اپنے آپ کو ان خیالات سے آزاد کر لیا۔ رہائی کی کوئی امید نظر نہیں آتی تھی۔

ایک رات اپنے تختے پر چت لیٹا ان ہی خیالات میں گم تھا کہ باہر روشنی کی کرنیں پھوٹیں پھر بھاری قدموں کی آوازیں آئیں۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ معمولات میں نیا پن کیسے ہے۔ دفعتاً میں نے دیکھا کہ آنے والے میرے ہی پنجرے کے سامنے رکے ہیں۔ کئی افراد تھے جو سب کے سب مسلح تھے۔ سب کی پیٹیوں میں ریوالور لٹکے ہوئے تھے۔ ایک گارڈ نے کنجیوں کے گچھے میں سے ایک چابی منتخب کی اور تالا کھول کر مجھے باہر آنے کا اشارہ کیا۔

میں تختے سے نیچے اتر آیا۔ دوسرے لمحے مجھے آنے والوں نے بازوؤں سے پکڑ لیا اور ایک طرف لے جانے لگے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس منحوس قید خانے سے نکلتے ہوئے میرے قدموں میں لغزش تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں چلنا پھرنا بھول گیا ہوں۔ اس ماحول میں مجھے بہت ہی اذیتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ میرے ساتھی غل غپاڑہ مچانے لگے۔ پتا نہیں وہ یہ غل غپاڑہ کس لیے مچا رہے تھے شاید میرے یہاں سے زندہ واپس جانے کی خوشی میں، کیونکہ میں نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک روا رکھا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم جیل کے صحن میں پہنچ گئے۔ یہاں دو تین بلب کہر میں روشنی پھیلانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ آنکھیں چندھیائی جا رہی تھیں۔ میں نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ آدھی رات کا وقت ہو گا۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ قیدی اپنی اپنی بیرکوں میں خراٹے لے رہے تھے۔ جیل کے پھاٹک پر نگاہ گئی تو وہاں ایک وین کھڑی نظر آئی۔ وہ لوگ مجھے وین کی جانب ہی لے جا رہے تھے پھر ایک وردی پوش گارڈ نے وین کا پچھلا مقفل دروازہ کھولا اور مجھے اٹھا کر اندر پھینک دیا گیا۔ میرا جسم کسی انسانی جسم سے ٹکرایا تھا۔ اسی وقت وین کا دروازہ بند ہو گیا اور گارڈز اگلی نشستوں پر جا بیٹھے۔ ڈرائیور نے انجن اسٹارٹ کیا۔ وین کے اندر لگا ہوا سرخ بلب روشن ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ سامنے کی نشست پر میرے دونوں دوست یعنی رچرڈ اور واسدیو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنے بیٹھے تھے۔ انھوں نے بھی مجھے دیکھ لیا اور ان کی آنکھوں میں خوشی کی چمک ابھر آئی۔ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے باوجود وہ آگے بڑھے اور انھوں نے مجھے سہارا دے کر اپنے بالکل نزدیک بٹھا لیا۔ ان دونوں کے اچانک مل جانے سے مجھے جس قدر مسرت ہوئی اسے بیان نہیں کر سکتا۔ واسدیو تو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے باوجود مجھ سے لپٹ گیا تھا۔

میں نے اپنا دوسرا ہاتھ رچرڈ کی گردن میں حمائل کر دیا اور رچرڈ آہستہ سے بولا "تم یقین کرو، یہاں سے جاتے ہوئے ہمارے دل خون کے آنسو رو رہے تھے ہمیں امید نہیں تھی کہ تمھیں بھی اس وین میں لے جایا جائے گا۔ بس ہم نے یہاں سے نکلتے ہوئے یہی سوچا تھا کہ اب تم سے کبھی ملاقات نہیں ہو گی۔ حالانکہ ان لوگوں نے جو بے چارے ہمارے کام آئے تھے، ہمیں یہی بتایا تھا کہ شاید تمھیں بھی ہمارے ساتھ آئی دوش بھیجا جائے۔"

"ان لوگوں نے آنا کیوں بند کر دیا تھا؟"

"ان کی ڈیوٹی کہیں اور لگا دی گئی تھی"۔ رچرڈ نے بتایا۔

"میں نے سوچا کہ شاید کسی کو ہماری پیغام رسانی کا علم ہو گیا ہے"۔

"اگر ہو بھی جاتا تو ان باتوں پر یہاں زیادہ توجہ نہیں دی جاتی ہے۔ بس کام کرانے کے لیے رشوت درکار ہوتی ہے"۔ رچرڈ نے جواب دیا۔

"تو اب ہم آئی دوش جا رہے ہیں؟"

"سو فیصد... اور یقین کرو میرے دوست کہ مجھے بے انتہا خوشی ہے کہ ہم تینوں ساتھ ہیں۔ آئی دوش پہنچ کر ہم اپنی زندگی کا ایک نیا دور شروع کریں گے"۔

رچرڈ کی بات پر میں خاموش ہو گیا۔ ویسے بھی ہم لوگ زور سے گفتگو نہیں کر سکتے تھے چونکہ اگلے حصے میں بیٹھے ہوئے گارڈز تک ہماری آواز بخوبی جا رہی تھی۔ درمیان میں ایک جالی لگی ہوئی تھی جس پر شیشہ نہیں تھا اور یہاں کی آوازیں ادھر بخوبی سنی جا سکتی تھیں۔

سردی کافی تھی اور باہر تیز ہوائیں چل رہی تھیں جن کا اثر اندر گاڑی میں پہنچ رہا تھا چنانچہ ہم لوگ سکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ کچھ اور بھی قیدی تھے جن سے ہمارا تعارف نہیں تھا ویسے بھی وہ کچھ بیزار سی طبیعت کے مالک تھے اس لیے کسی نے بھی ہماری طرف توجہ نہیں دی اور یہ سفر جاری رہا۔

ساری رات ہم سفر کرتے رہے۔ رات کے آخری حصے میں ہم اونگھنے بھی لگے اور پھر اس وقت چونکے جب سورج نکل آیا تھا اور چاروں طرف روشنی پھیل گئی تھی۔ ہماری گاڑی اب غالباً کسی آبادی میں داخل ہو چکی تھی۔ کچے پکے مکانات اطراف میں بکھرے نظر آ رہے تھے جس سے اندازہ ہوا کہ آئی دوش کا قید خانہ کسی آبادی کے قریب ہی ہے یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آبادی راستے میں ہو لیکن ہمارا پہلا ہی خیال درست نکلا کیونکہ آبادی سے گزرنے کے بعد گاڑی زیادہ دور نہیں گئی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک وسیع و عریض احاطے میں داخل ہو گئی۔

یہ قید خانہ تھا یا کوئی قلعہ... بلند و بالا دیواریں، ہزاروں قیدی اور ہزاروں ہی مسلح گارڈز، باہر کی خبر کسی طور اندر نہ آنے پائے اور اندر کی چیخ باہر نہ سنائی دے، اس کے بہترین انتظامات کیے گئے تھے۔

جیل کے اعلیٰ حکام نے ہمیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اندر چار احاطے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دو ایک طرف اور دو دوسری طرف۔ ان کے درمیان میں ایک گرجا گھر واقع تھا جس کی بلندی پر لگی ہوئی صلیب اس بات کی نشاندہی کرتی تھی کہ وہ عبادت گاہ ہے۔ یہ عبادت گاہ یقیناً قیدیوں کے لیے تھی۔ ہمیں سب سے خطرناک حصّے میں پہنچا دیا گیا۔ ہماری کوٹھری یارڈ کے درمیان میں واقع تھی۔ یہ کوٹھری نہیں بلکہ ایک پنجرہ تھا کنکریٹ کی چھت مضبوط آہنی سلاخوں کے سہارے کھڑی تھی۔ دوسرے قیدی عام کوٹھریوں میں بند تھے نگران کی دیواروں میں اس غرض سے سوراخ بنا دیے گئے تھے کہ یہاں محبوس لوگوں کا نظارہ آرام سے کیا جا سکے۔ ہماری ایک ایک حرکت سب کے سامنے تھی، اگر ہم کسی سلاخ کے نزدیک بھی پھٹکتے تو محافظوں کی شعلہ بار آنکھیں ہمیں کسی حرکت کی اجازت نہیں دیتی تھیں۔ یہ خوش بختی تھی کہ واسدیو اور رچرڈ میرے ساتھ ہی تھے۔ ہم لوگ اپنے پنجرے میں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرنے لگے۔ وہ دونوں مجھ سے اس بھیانک قید خانے کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے تھے جہاں میں اپنی زندگی کا بدترین وقت گزار آیا تھا۔

رچرڈ نے کہا ”یہاں گرجا گھر موجود ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ کم از کم ہفتے میں ایک بار قیدیوں کو عبادت کی اجازت بھی دی جاتی ہوگی۔ ویسے میرا خیال ہے، یہاں کے حالات ذرا پُرسکون ہوں گے، کم از کم اس وقت تک، جب تک ہماری طرف سے کوئی حرکت نہ ہو۔ ویسے بھی یہاں کے بارے میں میں نے جو کہانیاں سُن رکھی ہیں، وہ کافی دلچسپ ہیں بلکہ شاید میں تمھیں بتا بھی چکا ہوں خان کہ یہاں سے نکلنے کی کوششیں بھی کی جاسکتی ہیں۔“ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بس خاموشی سے سُنتا رہا۔

دو دن نہایت سکون سے گزر گئے۔ تیسرا دن اتوار کا تھا۔ اس روز صبح ہی صبح قیدیوں میں اعلان کیا گیا کہ جو گرجا میں عبادت کے لیے جانا چاہے، وہ نہانے دھونے کا بندوبست کر لے۔ ان دو دنوں میں ہمیں ہمارے پنجرے سے نہیں نکالا گیا تھا اور نہ ہی کوئی کام وغیرہ ہمارے سپرد کیا گیا تھا۔ کوئی ملنے بھی نہیں آیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ہمارے فائل ان لوگوں کے پاس پہنچا دیے گئے تھے۔ ویسے بھی یہاں قیدیوں کو بہت زیادہ پابندیوں میں نہیں رکھا جاتا تھا۔ کم از کم جیل کے احاطے میں انھیں گھومنے پھرنے کی آزادی تھی۔

رچرڈ نے کفِ افسوس ملتے ہوئے واسدیو سے کہا ”آہ! کاش یہاں تم لوگوں کی کوئی عبادت گاہ بھی ہوتی۔ کم از کم اتوار کا دن سکون سے گزر جاتا، یا پھر... یا پھر...؟“

”بس، بس، اس سے آگے کچھ مت کہنا۔“ واسدیو نے مسکراتے ہوئے کہا اور رچرڈ ہنستا ہوا باہر چلا گیا۔ وہ عبادت کا موقع ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ جس پنجرے میں ہم لوگ قید تھے، وہاں ہمارے علاوہ سات قیدی اور بھی تھے، وہ ساتوں کے ساتوں یقیناً عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ وہ لوگ بھی گرجا گھر میں [عبادت] کے لیے چلے گئے تھے اور اب اس وسیع و عریض پنجرے میں [ہم] دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

واسدیو خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کے چہرے [پر] دُکھ کے آثار نظر آ رہے تھے۔ قیدیوں کی قطاریں کی قطاریں [صاف] ستھرے لباسوں میں گرجا کی طرف جا رہی تھیں اور ہم دونوں [پنجرے] سے ان لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔ دفعتاً تین چار مسلح سپاہی ایک [افسر] کی نگرانی میں اس طرف آتے ہوئے نظر آئے اور واسدیو چونک [کر] انھیں دیکھنے لگا۔

”پتا نہیں کیا بات ہے؟“ اس نے آہستہ سے کہا۔

اس دوران میں افسر کے اشارے پر سپاہی ہمارے پنجرے کا دروازہ کھولنے لگے تھے پھر افسر نے سپاہیوں کو باہر ہی ٹھہ[رنے] کا اشارہ کیا اور خود اندر داخل ہوگیا۔ اس نے باری باری ہم دو[نوں] کو گھورتے ہوئے کہا ”تم میں سے علی یار خان کون ہے؟“

”میں ہوں۔“ میں نے جواب دیا۔

افسر خاصے اچھے تن و توش کا مالک تھا۔ اس نے نگاہیں گ[اڑ] کر مجھے دیکھا اور دوسرے لمحے میرا گریبان پکڑ لیا۔

”سُنا ہے تم بہت بدمعاش ہو اور جیل میں اچھی خاصی ہنگا[مہ] آرائی کرتے رہے ہو؟“ اس نے مجھے جھٹکے دیتے ہوئے کہا۔ میں بھ[لا] اس کی تاب کہاں لا سکتا تھا! یوں بھی جیل خانوں میں رہنے کا طر[یقہ] میں نے دریافت کر لیا تھا۔ یہاں قوت آزمائی ہی زندگی کی ضامن [تھی] تھی چنانچہ میں نے نیچے سے ایک ہاتھ اُس کے ہاتھوں پر مارا اور [ایک] میرا زوردار گھونسا اس کے جبڑے پر پڑا۔ افسر اپنی جگہ سے تقریباً [دو] فٹ اُچھل کر سلاخوں سے ٹکرایا۔ اس کا جبڑا ٹیڑھا ہوگیا تھا۔ میں [اس] سے آگے بڑھا اور اسے گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ چاروں محا[فظ] اندر گھس آئے۔ انھوں نے مجھے پکڑنے کی کوشش کی لیکن افسر [نے کہا] ”نہیں، یہ میرا معاملہ ہے۔ تم لوگ جاؤ اور اپنی ڈیوٹی پوری کرو۔“ وہ واسدیو کی طرف دیکھ کر بولا ”اور تم کون ہو؟“

”میرا نام واسدیو ہے۔“

”چلو باہر جاؤ۔“ اس نے کہا اور واسدیو کو گریبان سے پک[ڑ کر] کھلے ہوئے دروازے سے باہر دھکا دے دیا۔ اسے دھکا دینے [کے] بعد اس نے چیخ کر اپنے آدمیوں سے کہا ”اسے باہر سنبھالے رکھو، ذرا اس سے نمٹ لوں۔“

وہ آہستہ آہستہ پھر میری طرف بڑھنے لگا لیکن اب میں [مو]رچہ لے کر کھڑا ہوگیا تھا۔ ظاہر ہے میں اس افسر کے ہاتھوں مار کھانے [سے] تو رہا! ہاں، اگر اس قید خانے میں بھی میرے لیے ویسے ہی تہہ خا[نے] موجود ہیں اور میری تقدیر میں لکھے گئے ہیں تو پھر میں تقدیر کی [بات] کو کبھی نہیں روک سکتا تھا۔

اس نے میرے نزدیک آکر ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا ”سنو میرے دوست! مجھ سے سخت لہجے میں گفتگو کرو لیکن براہِ کرم اپنے ان ہتھوڑوں کا استعمال مت کرو جنھوں نے میرا جبڑا اُلٹا کر رکھ دیا ہے۔“ اس کے لہجے کی نرمی اور انداز کو دیکھ کر میں چونک پڑا۔

”نہیں، نہیں چونکنے کی کوشش بھی مت کرو۔ تمھیں نہایت احتیاط سے کام لینا ہے۔ میرا نام گراہم ہے اور میں یہاں سیکنڈ افسر ہوں۔ جتنا وقت بھی یہاں گزارو، سکون سے گزارو۔ کسی قسم کی کوئی حرکت کرنے کی کوشش مت کرنا۔ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے دل کا راز دوسروں کو مت بتانا خواہ وہ تمھارے کتنے ہی قریب کیوں نہ ہوں۔ بعض اوقات جب کھال اُدھڑی جاتی ہے تو اچھے اچھے زبان کھول دیتے ہیں۔ میں یہاں تمھارے لیے وقتی طور پر یہی کر سکتا ہوں کہ بہتر انتظامات کر دوں اور تمھیں تکلیف نہ پہنچنے دوں۔ اس کے بعد تمھارے ذہن میں جو بھی منصوبہ ہوگا، اس کی تکمیل کے لیے تمھیں مناسب وقت بتا دوں گا۔“

میں کوشش کے باوجود اپنی حیرت کو نہیں روک پا رہا تھا۔ میں نے گراہم سے کہا ”مسٹر گراہم ٹھیک ہے لیکن میرا اور آپ کا تعارف بڑے عجیب انداز میں ہوا۔“

”یہ ضروری تھا۔ کم از کم ان چاروں گارڈز کو یہ بتانا مقصود تھا کہ میں تم سے پرخاش رکھتا ہوں۔ آئندہ بھی جب تمھارے پاس آؤں گا، اسی انداز میں آؤں گا اور تمھارے ساتھ سخت سلوک کروں گا لیکن میں اس پورے قید خانے میں تمھارا واحد ہمدرد ہوں۔“

”اس کی وجہ جان سکتا ہوں مسٹر گراہم؟“

”ہاں، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمھارے بارے میں یہ حکم ایک ایسی شخصیت نے دیا ہے جو میرے لیے بہت محترم ہے۔“

”اس کا نام پوچھ سکتا ہوں؟“

”ابھی نہیں۔ براہِ کرم نہیں۔ بس حالات کا انتظار کرو۔ میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ تمھیں جس قسم کی سہولتیں بھی درکار ہوں، مجھے بتا دینا۔ جو چیز بھی تمھیں درکار ہو، وہ میں تمھیں فراہم کر دوں گا۔ بدقسمتی یہ ہے کہ تم عیسائی نہیں ہو ورنہ گرجا گھر میں ہماری، تمھاری بہتر طور پر ملاقات ہو سکتی تھی۔ تاہم میں ایسا بندوبست کر دوں گا کہ تمھیں اکثر میرے پاس لایا جاتا رہے۔ جب بھی کوئی تم سے یہ کہے کہ مسٹر گراہم نے تمھیں طلب کیا ہے تو سمجھ لینا کہ میں نے بُلایا ہے۔“

”بہت بہت شکریہ! مگر تم میرے لیے اُلجھنیں چھوڑے جا رہے ہو۔ آخر اس قید خانے میں میرا کون ہمدرد ہو سکتا ہے جو میری امداد کرنا چاہتا ہے۔“

”ان چکروں میں ابھی نہ پڑو، میں تمھیں بتا دیتا لیکن مجھے اس کے

خوف، تحیر، اسرار اور سراغ رسانی پر مبنی ایک دلچسپ سلسلہ

دیوانہ

◉ ایک ایسے عامل کی کہانی جس نے ماورائی علوم کی مدد سے قتل اور غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا۔
◉ ایک طاقتور دیوانہ جو قاتل ہونے کے باوجود انتہائی معصوم تھا۔
◉ ٹیلی پیتھی کی ماہر ایک خوبصورت عورت جو کوئی بھی قتل ہونے سے پہلے ہی اس واقعے کو دیکھ لیتی تھی۔ لیکن تمام جزئیات دیکھنے کے باوجود قاتل کا چہرہ دیکھنے سے معذور تھی۔

ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم اور دوسرے ماورائی علوم پر مشتمل ایک سنسنی خیز کہانی
ماہنامہ نفسیات کے ہر شمارے میں قسط وار پڑھیے۔

ماہنامہ نفسیات میں دلچسپ کہانیوں کے علاوہ زندگی بنانے، خوشیاں حاصل کرنے، کامیابیاں اپنانے اور دیگر اہم نفسیاتی موضوعات پر انتہائی علمی مضامین شائع ہوتے ہیں۔

قیمت فی پرچا: ۱۲ روپے = رجسٹری فیس: ۶ روپے
زرِ سالانہ (بذریعہ رجسٹری) ۲۰۰ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیے منع کر دیا گیا ہے۔ ویسے جیل میں تمہیں جس چیز کی بھی ضرورت پڑے، ہم چشم زدن میں اُسے مہیا کر دیں گے مگر خدا کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی ہنگامہ مت کرنا۔" اس نے مجھے زور سے دھکا دیا اور مَیں جان بُوجھ کر نیچے گر پڑا۔ وہیں پڑا پڑا اُسے دیکھتا رہا اور وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کے نکلنے کے فوراً بعد واسدیو کو اندر دھکیل دیا گیا تھا۔ واسدیو تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا اور مَیں حیرت سے اس آدمی کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا جس نے مجھ سے باتیں کی تھیں اور جس نے اپنا نام گراہم بتایا تھا۔

واسدیو نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "قصّہ کیا تھا؟ یہ شخص تم سے کیا پرخاش رکھتا ہے؟" مَیں نے گردن گھما کر واسدیو کی شکل دیکھی۔ معصوم صورت، یہ آدمی اپنے قید خانے سے میرے لیے پیغامات بھیجتا رہا تھا۔ کھانے پینے کی چیزیں بھیجتا رہا تھا۔ حالات کچھ بھی ہوں، یہ قابلِ اعتماد تھا اور مَیں اس کے اعتماد کو دھوکا نہیں دینا چاہتا تھا۔ کوئی غلط سلط بات کہنے کو میرا جی نہ چاہا تو مَیں نے آہستہ سے اس سے کہا۔ "یہ میرا دُشمن نہیں، دوست تھا۔"

"کیا مطلب؟ کیا یہ گھونسے مار مار کر دوستی نبھا رہا تھا؟"

"ہاں، اس نے دوسرے لوگوں کو دکھانے کے لیے میرے ساتھ بدسلوکی کی تھی لیکن درحقیقت وہ کچھ اور ہی کہہ رہا تھا۔"

"کیا؟" واسدیو نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"اس نے کہا تھا کہ مجھے یہاں تمام سہولتیں فراہم کرنے کی کوششیں کی جائیں گی اور اس دوران میں فرار کا کوئی منصوبہ نہ بناؤں۔"

"یہ باتیں اس نے کہی تھیں؟"

"ہاں، اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ فرار کے لیے مناسب موقع وہ خود تلاش کرے گا اور مجھے اس کے بارے میں بتائے گا۔"

واسدیو کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہو گئے۔ اُس نے آہستہ سے کہا "جب تم فرار ہونا علی، تو مجھے نہ بھول جانا۔ مَیں اس زندگی کو صرف اس لیے کاٹ رہا ہوں کہ فرار کا کوئی موقع مل جائے۔"

"نہ صرف تمہیں بلکہ رچرڈ کو بھی نہیں بھولوں گا واسدیو! اس کے علاوہ جو کوئی بھی ہماری وجہ سے یہاں سے نکل سکا، ہمیں خوشی ہو گی۔"

"مگر یہ تمہارا دوست کیسے بن گیا؟"

"اب یہ بات خدا ہی جانے۔" مَیں نے آہستہ سے کہا۔

خود میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا کہ اس قید خانے میں میرا ہمدرد کون پیدا ہو گیا یا کس نے اس شخص کو میری ہمدردی پر مجبور کیا۔ اگر وہ میرا نام لے کر نہ پکارتا تو مَیں سمجھتا کہ شاید کسی غلط فہمی کا شکار ہے لیکن... لیکن کیا تنظیم آزادیٔ فلسطین کے با اثر ارکان کو میری گرفتاری اور یہاں قید کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی ہیں؟ اس بات کے امکانات تو تھے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ مسٹر ایڈلر نے اپنی زبان بند نہیں رکھی ہو گی اور میرے بارے میں مفصّل تفصیلات فراہم کر دی ہوں گی لیکن یہاں اسپین کے ان علاقوں میں بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے آدمی اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے میرے لیے آسانیاں فراہم کرتے پھر یہ کیا قصّہ تھا؟ لیکن دماغ کھپانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ظاہر ہے مجھے اس کا جواب نہیں مل سکتا تھا۔

میری آس پاس تقریباً سب قیدیوں سے سلام دُعا ہو چکی تھی۔ ویسے دلچسپ بات یہ تھی کہ یہ علاقہ خطرناک ہونے کے باوجود اس قدر خطرناک نہیں ثابت ہُوا تھا کیونکہ یہاں موجود قیدی کسی قدر مہذب تھے۔ مَیں جانتا تھا کہ یہ لوگ یوں ہی شوقیہ جیل کی ہوا کھانے نہیں چلے آئے ہوں گے۔ ان میں چور، نقب زن، اُچکے، قاتل اور بدنام اسمگلر بھی ہوں گے لیکن مزے کی بات یہ تھی کہ ہر نسل، رنگ کے ہونے کے باوجود ان میں بڑی یگانگت تھی۔ ان میں سے اکثر فرار کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ یہاں یا تو وہ کوئی سزا کاٹ رہے تھے یا سزا پانے کے انتظار میں گل سڑ رہے تھے لیکن ان کے ذہنوں میں یہی خیال تھا کہ کسی نہ کسی دن یہاں سے نکل جائیں۔

جیل کی چار دیواری پر رات کے وقت طاقتور بلب روشن رہتے تھے۔ ہر کونے میں ٹاور پر ایک سنتری چوکس کھڑا ہوتا اور گرجا کے دروازے کے قریب یارڈ میں دوسرے اور سنتری بھی متعین ہوتے تھے جو غیر مسلّح ہوتے۔ قیدیوں کے کھانے کے لیے یہاں جو چیزیں بھیجی جاتیں، وہ اچھی خاصی عمدہ ہوتی تھیں لیکن اس کے علاوہ بھی باہر سے کچھ لوگ یہاں کھانے پینے کی چیزیں فروخت کرنے لیے آتے رہتے تھے۔ ان میں کافی، جُوس، سنترے، اننّاس وغیرہ شامل تھے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی سامان فروخت کرنے والا کسی نہ کسی قیدی کا نشانہ بن جاتا۔ اس سے پہلے کہ اس غریب کو کچھ علم ہوتا، اس کے مُنہ پر کس کے رُومال باندھ دیا جاتا اور پھر اس کے چیخنے چلّانے سے پہلے اس کی گردن میں چاقو پیوست کر دیا جاتا۔ اِدھر اس کی شہ رگ سے خون کا فوّارہ اُبلتا اور اُدھر اس کا سامان لُٹ چکا ہوتا۔ اس کا نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو، اکثر قیدیوں کو مَیں نے جیل کے احاطے ہی کوڑے کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ اس وقت تک پٹتے رہتے جب تک کہ بے ہوش ہو کر گر نہ جاتے۔ ان کی کھالیں بدل سے ہو جاتی تھیں لیکن ہمارے ان پنجروں کی جانب ایسی کوئی بات ہوئی تھی۔

کافی دن گزر گئے۔ مَیں نے اپنی کہانی واسدیو اور رچرڈ کو سُنا دی تھی اور انھیں ہدایت کر دی تھی کہ یہ کہانی عام نہ پائے ورنہ ہمارا ہمدرد ہمیں وہ سہولتیں فراہم نہیں کر سکے گا نے کر دی تھیں یہ حقیقت تھی کہ ہمارے لیے جو کھانا آتا تھا، کھانوں سے مختلف ہوتا تھا۔ ضرورت کی تقریباً تمام چیزیں ہمیں مہیا کر دی جاتی تھیں۔ ہمارے پنجرے میں جو افراد تھے انھیں بھی یہ تمام چیزیں دی جاتی تھیں کہ وہ ہمارے اور اپنے درمیان کوئی فرق نہ محسوس کریں۔ ظاہر ہے یہ کام گراہم ہی کر رہا تھا البتہ اس دوران میں اس نے مجھ سے ملاقات کی کوئی کوشش نہیں کی تھی لیکن ایک دن یہ کام بھی ہو گیا۔ شام کے تقریباً چھ بجے تھے۔ تین چار سپاہی آئے۔ انھوں نے پنجرے کا دروازہ کھول کر مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ قریب پہنچا تو اُن میں سے ایک نے کہا "تمہیں مسٹر گراہم... بُلاتے ہیں۔"

مَیں کان دبا کر ان کے ساتھ ہو لیا۔ ظاہر ہے کوئی گڑبڑ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مجھے گرجا سے ملحق ایک عمارت میں پہنچا دیا گیا جس کے ایک بڑے سے کمرے میں گراہم موجود تھا۔ وہ ایک میز کے گرد پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھا تھا۔ سامنے دو کرسیاں اور بھی پڑی تھیں۔

اُس نے اِدھر اُدھر دیکھ کر مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "مسٹر علی، اتفاق کی بات ہے کہ مَیں تقریباً پندرہ دن کے لیے باہر جا رہا ہُوں، تمہارے بارے میں اب تک جو کچھ مَیں نے سوچا تھا، میرے اس اچانک پروگرام نے وہ سب گڑبڑ کر دیا ہے۔ تاہم مَیں تم سے درخواست کرتا ہُوں کہ کوئی ایسی حرکت مت کرنا، جو میرے راستے میں رکاوٹ بن جائے۔ مَیں تمہارے یہاں سے فرار کے لیے منصوبہ بندی کر رہا ہُوں اور کوئی بہتر موقع ملتے ہی تمہیں یہاں سے نکال دوں گا۔"

"کیا آپ مجھے اب بھی یہ نہیں بتائیں گے مسٹر گراہم کہ آپ کو مجھ سے ہمدردی کرنے پر کس نے آمادہ کیا ہے؟"

"وہ نام جان کر تمہیں کوئی خاص فائدہ نہیں ہو گا۔ ویسے اگر تم بضد ہو تو مَیں تمہیں بتائے دیتا ہُوں۔ مسٹر ایڈلر ہمارے سرپرست ہیں اور انھوں نے ہی خصوصی ذرائع سے کام لے کر تمہارے لیے آسانیاں فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔"

گراہم کی زبانی ایڈلر کا نام سُن کر مَیں ششدر رہ گیا۔ گویا اس شخص کو یہ بھی علم ہو چکا تھا کہ مَیں آئی دوش کے قید خانے میں بھیج دیا گیا ہُوں۔ پتا نہیں اس کی اصلیت کیا تھی اور اس کی معلومات کے ذرائع کیا تھے۔ وہ میرے لیے مسلسل کوششوں میں مصروف تھا۔ بہرحال، اس بات سے مجھے ذرا سا اطمینان ہو گیا تھا کہ جب ایڈلر کو یہاں تک میرے بارے میں معلومات حاصل تھیں تو پھر تنظیم آزادیٔ فلسطین کے ارکان کو بھی اس بات کا علم ہو گا کہ مَیں کہاں قید ہُوں۔ ممکن ہے میری رہائی کے لیے وہ ایسی کوئی منصوبہ بندی کر رہے ہوں جس کے تحت میرا یہاں رہنا ضروری ہو۔ ممکن ہے مسٹر ایڈلر نے اس میٹنگ میں شرکت کر لی ہو اور وہیں پر میرے سلسلے میں بھی ضروری معاملات طے ہو گئے ہوں۔ ہر چند کہ ابھی اتنا وقت نہیں گزرا تھا کہ یہ تمام کارروائیاں اتنی برق رفتاری سے ہو جاتیں۔ تاہم مسٹر ایڈلر کا ہدایت نامہ یہاں کسی بھی ذریعے سے پہنچ گیا تھا۔ یہی کیا کم بات تھی۔ اس سے مَیں یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ میرے ساتھی میری طرف سے غافل نہیں ہیں۔ مسٹر ایڈلر خواہ کسی ملک سے تعلق رکھتے ہوں، تنظیم آزادیٔ فلسطین کے ہمدردوں میں سے تھے اور اس میٹنگ کو کامیاب بنانے کے لیے اپنی خدمات وقف کر چکے تھے۔ وہ مکمل طور پر قابلِ بھروسہ تھے اور اگر انھوں نے گراہم کو میرے لیے مخصوص کیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ مجھے بھی اس سے مکمل طور پر تعاون کرنا چاہیے۔

چنانچہ مَیں صبر و سکون سے گراہم کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ ویسے تو میرے ذہن میں فرار کے لیے کوئی خاص منصوبہ نہیں تھا لیکن دوسرے قیدی جو میرے اطراف میں بکھرے ہوئے تھے، سب ہی دن رات اس چکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح یہاں سے فرار ہونے کا موقع مل جائے، ورنہ طرح طرح کی سازشیں سُننے میں آتی تھیں۔ ہر چند کہ ان سازشوں کی تفصیلات محافظوں کے کانوں تک نہیں پہنچتی تھیں بلکہ قیدی بڑی احتیاط کے ساتھ اور نہایت مخلصانہ طور پر ایک دوسرے کے راز کو راز رکھتے تھے۔ قیدیوں کی پارٹیاں بنی ہوئی تھیں اور ان پارٹیوں کا ایک ایک سربراہ چُن لیا گیا تھا۔ یہ تمام پارٹیاں اپنے اپنے طور پر فرار کے متعدد منصوبے بناتی رہتی تھیں۔ ہمیں پوری طرح نگاہوں میں رکھا جاتا تھا چونکہ ہم خطرناک قیدیوں والے حصّے میں تھے۔ اس کے باوجود مَیں نے محسوس کیا تھا کہ صرف ضمنی کارروائیوں کے طور پر ہم پر اتنی گہری نگاہ رکھی جاتی ہے۔ ہاں، ہم اپنے احاطے سے اگر چوری چھپے باہر نکلنے کی کوشش کرتے تو ظاہری بات ہے کہ اس کے بعد وہ لوگ ہمیں نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ عام حالات میں کوئی خاص کڑی نگاہ نہیں رکھی جاتی تھی بلکہ یہ کہنے میں مجھے کوئی عار نہیں کہ یہاں کا ماحول آئی دوش کی اس برانچ سے کہیں بہتر تھا جس میں کچھ عرصہ قبل مجھے رکھا گیا تھا۔ ہاں، یہ ممکن ہے کہ خطرناک ترین لوگوں کے لیے جو یہاں موجود محافظوں کو نقصانات پہنچاتے ہیں یا پھر جن کے بارے میں انھیں یہ یقین ہو گا کہ یہ کتّے کی دُم کی طرح کبھی سیدھے نہیں ہوں گے، ممکن ہے، یہاں بھی کوئی ایسی جگہ مخصوص کر دی گئی ہو جیسی برانچ کے تہہ خانوں میں تھی لیکن ہمیں اس کے بارے میں ابھی تک کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی تھی۔

ایک شام رچرڈ نے مجھ سے کہا "یہاں ایک شخص ہے جس کا نام کینگرو ہے۔ کینگرو ایک پیشہ ور قاتل تھا اور اسے یاد بھی نہیں کہ اس نے اپنی زندگی میں کتنے قتل کیے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جی دار آدمی ہے۔ وہ فرار کا ایک منصوبہ بنا رہا ہے..."

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور اس کے لیے اس نے طے کیا ہے کہ جتنے زیادہ سے زیادہ افراد اس کے ساتھ ہوں بہتر رہے گا۔"

"منصوبہ کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ابھی اس کی تفصیلات تو معلوم نہیں ہوئیں لیکن کینگرو کا کہنا ہے کہ اس نے اچھا خاصا اسلحہ جمع کر لیا ہے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو وہ یہاں سے نکال لے جانے کی فکر میں سرگرداں ہے۔ وہ اپنے ساتھ شامل ہونے والوں میں اسلحہ تقسیم کرے گا اور پھر جیل میں ایک رات باقاعدہ فرار کی کارروائی ہوگی اور جتنے بھی محافظ موت کا نشانہ بن سکیں گے انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔"

"اوہو! گویا کھُلم کھُلا!" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔" رچرڈ نے جواب دیا۔

"تو تم اس منصوبے سے متاثر ہو، رچرڈ؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں، متاثر نہیں ہوں لیکن سوچ رہا ہوں کہ یہاں آئے ہوئے ہمیں کافی دن گزر چکے ہیں، کوئی نہ کوئی ڈھنگ کا کام ہونا ہی چاہیے۔" رچرڈ بولا۔

میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔

لیکن میں کینگرو نامی اس شخص کے منصوبے سے قطعی متاثر نہیں تھا۔ میں نے رچرڈ سے کہا۔ "دیکھو رچرڈ، میں تمھیں اس منصوبے میں شریک ہونے سے نہیں روکوں گا کیونکہ خود میرے اپنے ذہن میں کوئی جامع منصوبہ نہیں ہے لیکن میں اس میں شریک نہیں ہوسکوں گا۔"

"کیوں؟" رچرڈ نے تعجب سے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں کسی کا انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

رچرڈ چند لمحے خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر گردن ہلا کر بولا۔ "ٹھیک ہے، اگر تم اس منصوبے میں شریک نہیں ہو سکتے تو پھر ہمارے لیے بھی ضروری نہیں ہے کہ ہم کینگرو کا ساتھ دیں۔ کچھ دن اور سہی یہاں سے نکلنا تو ہوگا۔"

"ہاں، ظاہر ہے میں بھی خوشی سے اس جگہ زندگی گزارنے کا قائل نہیں ہوں لیکن دراصل کچھ ایسی باتیں ہیں جن کی وجہ سے مجھے یہاں رکنے پر مجبور ہونا پڑ رہا ہے۔ کچھ لوگ میرے لیے کوششیں کر رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنی غلط منصوبہ بندی یا کسی اندھے اقدام سے نہ صرف یہ کہ خود ناکام رہوں بلکہ ان لوگوں کو بھی خطرے میں ڈالوں۔"

"ٹھیک ہے، میں کینگرو کے منصوبے میں حصہ نہیں لوں گا لیکن دیکھیں گے کہ وہ کہاں تک کامیاب ہوتا ہے۔"

میں خاموش رہا۔ رچرڈ نے اس کے بعد کینگرو کے منصوبے کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی لیکن پتا نہیں کیوں کینگرو نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ نہیں پہنایا۔ ہاں ایک شام کچھ ہنگامہ آرائیاں ضرور ہوئیں۔ تھوڑی سی گرفتاریاں ہوئیں، کینگرو کو وہاں سے گھسیٹ کر لے جایا گیا اور اس کے بعد ہمیں پتا نہیں چل سکا کہ کینگرو کو کہاں قید کیا گیا۔ یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ کینگرو کا منصوبہ مقامی حکام کے علم میں آگیا اور منصوبے کی ابتدا سے پہلے ہی اس کا اختتام کر دیا گیا تھا۔ یقیناً اگر ہم بھی اس منصوبے میں شریک ہوتے تو گرفتار ہونے والوں میں ہمارا نام بھی شامل ہوتا۔ اس سے کم از کم میں نے یہ اندازہ لگایا کہ محافظ جتنے بے پروا نظر آتے ہیں، درحقیقت اتنے ہیں نہیں بلکہ اپنے طور پر انھوں نے بھی شاید انتظامات کر رکھے ہوں اور قیدیوں کے فرار کے منصوبوں سے واقف ہوتے رہتے ہوں۔ اس احساس کے تحت ہمیں محتاط ہو جانا پڑا۔ اس کا مطلب تھا کہ ہمارے درمیان کچھ ایسے اہم افراد بھی موجود ہیں جو بظاہر قیدیوں کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں لیکن درحقیقت لوگوں کے مخبر ہیں۔

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں تھی لیکن ایسے لوگوں کی تلاش ذرا مشکل کام تھا کیونکہ وہ باقاعدہ تربیت یافتہ ہوں گے۔ تاہم میں اور دونوں ساتھیوں نے فیصلہ کیا کہ ہم ایسے لوگوں کی تلاش کی بھرپور کوشش کریں گے اور بہتر یہ ہے کہ آئندہ کسی اور شخص کے ساتھ مل کر فرار کی منصوبہ بندی میں کوئی دلچسپی نہ لی جائے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہاں آئے ہوئے ہمیں تقریباً بیس دن گزر گئے۔ اکیسویں دن میں بُری طرح بیزار ہو چکا تھا کیونکہ اب قید کی یہ زندگی سخت ناگوار گزر رہی تھی۔ میں صرف گراہم کی وجہ سے خاموش بیٹھا رہا تھا، ورنہ یہ تصور ہی میرے لیے سوہانِ روح تھا کہ ایک قیدی کی حیثیت سے بقیہ زندگی کسی قید خانے میں گزاروں۔ اس سے بدرجہا بہتر فرار کی کوشش میں مر جانا تھا۔ اکیسویں دن جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا تو میں نے گراہم کو دیکھا۔ وہ خاص طور سے شاید ہمارے پنجرے کے سامنے سے گزرا تھا لیکن اس نے ہماری طرف نگاہ ڈالی نہ کوئی اشارہ وغیرہ کیا۔ بس سامنے سے گزر گیا۔ صبح مجھے اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ چار سپاہی بڑی بے دردی سے مجھے دھکے دیتے ہوئے اس کے دفتر میں لے گئے۔ چونکہ انھوں نے گراہم کا نام لے دیا تھا اس لیے میں نے کوئی تعرض نہیں کیا، ورنہ میں قطعی اس موڈ میں نہیں تھا کہ کسی کی کوئی بالادستی تسلیم کروں۔ میں تو اتنا عاجز آچکا تھا ان لوگوں سے کہ میرے سامنے اگر دس بیس آدمی بھی آجاتے اور میری مرضی کے خلاف مجبور کرنے کی کوشش کرتے تو ان میں سے جتنوں کو بھی ہلاک کر سکتا تھا، کر دیتا اور اس کے بعد خوشی سے جان دے دیتا۔

گراہم نے خشمگیں نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر کرخت لہجے میں بولا۔ "میں تمھاری موجودہ مصروفیات کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چلو تم لوگ باہر جاؤ۔" اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا اور وہ سب گردن جھکا کر باہر چلے گئے تب گراہم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔ "اپنے اس لہجے پر تم سے معافی کا خواستگار ہوں علی یار خان! تم تو بہت گریٹ آدمی ہو۔ مجھے تمھارے بارے میں تمام تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں۔"

"آپ کہاں گئے تھے مسٹر گراہم؟" میں نے سوال کیا۔

"یوں تو میں اپنے ہی کام سے گیا تھا لیکن اس میں مسٹر ایڈلر سے ملاقات بھی شامل تھی۔ وہ اس وقت بلجیم میں ہیں، مجھ سے نہیں مل سکے لیکن میری ان سے ٹیلی فون پر بات چیت ہو چکی ہے۔"

"خوب! کیا انھوں نے کچھ تفصیلات بتائیں ہیں میرے بارے میں؟"

"ہاں، مختصر سی گفتگو تھی اور ظاہر ہے ہم ٹیلی فون پر دیر تک گفتگو نہیں کر سکتے تھے اور وہ بھی مخدوش گفتگو! تاہم انھوں نے مختصر الفاظ میں مجھے بتایا کہ تم بہت بلند انسان ہو۔ مسٹر علی میں ابھی تمھارے لیے کوئی بہتر منصوبہ بندی نہیں کر سکا ہوں البتہ ایک چھوٹا سا پلان میرے ذہن میں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم فرار کی ایک کوشش کرو کیونکہ مسٹر ایڈلر کسی اہم مسئلے میں اُلجھ گئے ہیں اور فی الحال کچھ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اس لیے انھوں نے مجھ سے ہی درخواست کی ہے کہ میں کسی بہتر ذریعے سے تمھیں یہاں سے نکالنے کی کوشش کروں۔ بات دراصل یہ ہے مسٹر علی یار خان کہ میری اپنی پوزیشن بھی یہاں بہت زیادہ بڑی نہیں ہے اور پھر آئی دوش کے قید خانے کو ایک ناقابلِ تسخیر دیوار سمجھا جاتا ہے۔ یہاں فرار کے منصوبوں کی صرف منصوبہ بندی ہوتی ہے۔ آج تک چند ہی بار کوئی قدم اُٹھایا گیا لیکن ہم نے ان لوگوں کو ناکام کر دیا۔ یہ پہلا موقع ہوگا کہ جیل خانے کا ایک محافظ کسی کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کرے۔ بہتر یہ ہوگا کہ تم اپنے ساتھ چند ایسے لوگوں کو ملا لو جن پر تمھیں یقین ہو کہ وہ تمھارے لیے کارآمد رہیں گے۔ زیادہ بھیڑ بھاڑ تمھارے لیے خطرناک ہوگی۔ فرار کے اس چھوٹے سے منصوبے کی تفصیلات میں تمھیں بتائے دیتا ہوں۔ اس پر غور کر لینا اور اپنے ساتھ جن لوگوں کو ملانا چاہو، ان کی تفصیل مجھے بتا دینا۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس منصوبے کی کامیابی کا مجھے خود بھی یقین نہیں ہے لیکن بطور تجربہ ایسا کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ بعد میں حالات میں سنبھال لوں گا چونکہ اگلے ایک مہینے کے لیے مجھے اس علاقے کا چارج مل رہا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر تم فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تو مجھے معطل کر دیا جائے گا لیکن مسٹر ایڈلر سے میری یہ بات بھی ہو چکی ہے۔ تفصیل میں جانا بے کار ہے۔ میں تمھیں صرف منصوبے کی تفصیل بتاتا ہوں۔"

تقریباً دس منٹ تک مختصر ترین الفاظ میں گراہم مجھے اس منصوبے کی تفصیل بتاتا رہا۔ میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی چونکہ آئی دوش کا ایک محافظ خود مجھے یہ مشورہ دے رہا تھا، اس لیے میں اسے دوسری تمام ترکیبوں سے زیادہ اہم سمجھتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اپنی طرف سے انتہائی کوشش کروں گا اور ممکن ہے کہ اس کارروائی پر بہت تیزی سے عمل کر ڈالوں۔

"لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے ان افراد کی فہرست دینا مت بھولنا جنھیں تم اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو۔"

"میرے ساتھ صرف دو آدمی ہیں، تیسرے آدمی کی گنجائش ذرا مشکل ہی سے نکل سکتی ہے۔ تاہم اگر کوئی مل سکا تو میں اسے ضرور تلاش کر لوں گا۔"

"وہ دو آدمی کون ہیں؟"

"ان میں سے ایک کا نام رچرڈ اور دوسرے کا داسد بو ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ یہ وہی لوگ ہیں نا، جو تمھارے ساتھ ہی برانچ سے یہاں لائے گئے تھے؟"

"ہاں، وہی ہیں۔"

"ٹھیک ہے، لیکن میرے اس منصوبے میں چار آدمی فٹ آتے ہیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ ایک آدمی اور تم تلاش کر لو۔ ویسے تمھیں اس تبدیلی پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔ میرا مطلب ہے کہ تمھارے جذبات تو مجروح نہیں ہوں گے؟"

"نہیں، یہ صرف ضرورت کے تحت ہوگی، اس لیے میں اوپری دل سے وقتی طور پر اسے مان لوں گا۔ ظاہر ہے مجھے اپنے دین اور مذہب سے اتنا لگاؤ ہے کہ میں اسے تبدیل کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"یہ تو ایک چھوٹا سا پروگرام ہے، اس میں مذہب کی تبدیلی کا کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ اچھا میں سپاہیوں کو بُلا رہا ہوں۔ میرے پاس زیادہ دیر رُکنا مناسب نہیں ہے اور بہتر ہے کہ اپنے چہرے پر ایک آدھ نشان بنا لو تاکہ یہ اندازہ ہو کہ میں نے تم پر تشدد بھی

مشہور ماہرینِ نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب
اسباب
تدارک
علاج

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
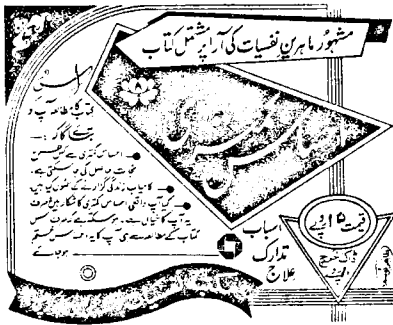
کیا ہے۔" میں نے اس کی ہدایت کے مطابق اپنے چہرے پر دو چار طمانچے لگائے، چیخنے، دہاڑنے کی آوازیں منہ سے نکالیں اور پھر گراہم کی دہاڑ ابھری۔ اس نے اپنے آدمیوں کو آواز دی۔

"اسے لے جاؤ اور بند کر دو۔" اس نے غصّے سے ہانپتے ہوئے کہا۔ یہ صرف اداکاری تھی۔ ان چاروں نے مجھے پکڑ لیا اور پھر اسی طرح گھسیٹتے ہوئے پنجرے میں لے گئے۔ دروازہ کھول کر انھوں نے مجھے اندر دھکا دے دیا۔ رچرڈ اور واسدیو اضطراب میں کھڑے ہو گئے اور میرے نزدیک آکر چہرے پر بنے ہوئے نشانات دیکھنے لگے اور ان کی آنکھوں میں کرب کے آثار نظر آنے لگے۔

"تو تمھارے ...... ساتھ بد سلوکی کی گئی ہے؟" رچرڈ نے بھاری لہجے میں کہا لیکن میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر وہ کسی قدر حیران ہو گیا۔

"تم مسکرا رہے ہو؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"مطمئن رہو رچرڈ! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمھیں تفصیل بتا دوں گا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ دن کے بقیہ حصّے میں انھیں میں نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ رات کو جب ہم تمام معمولات سے فارغ ہونے کے بعد قریب قریب لیٹ گئے تو میں نے رچرڈ کو ساری بات تفصیل سے بتا دی۔

"تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے تھے، میرے لیے ایسی کوئی بات نہیں ہے میرے دوست! میں مختصراً تمھیں بتا چکا ہوں کہ یہاں ایک شخص میرا ہمدرد بن گیا ہے۔ اس کا نام گراہم ہے اور وہ یہاں آفیسر انچارج نمبر دو ہے لیکن یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس قید خانے کے معاملات کے نگران بہت سے لوگ ہیں اور کسی ایک خاص آدمی کو یہاں مکمل اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ مقصد کہنے کا یہ ہے کہ ہر شخص ایک دوسرے کو جواب دہ ہے۔ مسٹر گراہم کو میرے کچھ ایسے ہمدردوں نے میرے ساتھ رعایت کرنے پر آمادہ کر لیا ہے جن کا تعلق طویل عرصے تک مجھ سے رہا ہے۔ ان کے بارے میں تفصیل بتانا بے کار ہے، رچرڈ، بس میں تمھیں اتنا ہی بتا دوں کہ وہ لوگ میری رہائی چاہتے ہیں اور اس کے لیے انھوں نے مسٹر گراہم کو پتا نہیں کس طرح تیار کر لیا ہے۔ اب ذرا سوچو کہ اگر قید خانے کا کوئی محافظ خود ہمارے فرار کے منصوبے بنائے تو ہمیں کتنی آسانیاں مل سکتی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ وثوق سے یہ بات نہیں کہتا ہے کہ ہم اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں صرف ایک آدمی کی بادشاہت نہیں ہے، خواہ وہ یہاں کا انچارج ہی کیوں نہ ہو۔ میں اس کے طلب کرنے پر اس کے پاس گیا تھا، باقی جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ سب اداکاری ہے۔ اگر تمھیں میرے چہرے پر کچھ نشانات نظر آرہے ہیں تو یہ جان لو کہ یہ نشانات میں نے اپنے ہاتھوں ہی سے بنائے ہیں، صرف اس کی پوزیشن محفوظ رکھنے کے لیے۔"

"اوہ!" رچرڈ اور واسدیو کی ہلکی ہلکی آوازیں ابھریں پھر واسدیو نے کہا۔ "کیا منصوبہ پیش کیا ہے اس نے؟"

"ڈیئر واسدیو، اس منصوبے کے لیے خاص طور سے تمھیں اور مجھے تھوڑا سا ذہنی طور پر متاثر ہونا پڑے گا یعنی ہمیں یہ تاثر دینا پڑے گا کہ ہم عیسائیت کی طرف راغب ہو رہے ہیں اور یہ مسٹر رچرڈ دینی مبلغ کا کام بھی انجام دے رہے ہیں۔ اس رغبت کے بعد ہمیں گرجا گھر بھی جانا ہوگا۔ دو تین بار ہم گرجا گھر کے چکر لگائیں گے اور اس کے بعد اپنے منصوبے کی تکمیل کریں گے۔" میں نے آہستہ آہستہ رچرڈ اور واسدیو کو تمام تفصیلات سمجھا دیں۔

واسدیو خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ "اس کا مطلب ہے منصوبہ خاصا طویل ہے؟"

"جلد بازی تو ویسے بھی مناسب نہیں ہوتی۔ کیا خیال ہے، تم اس کے لیے تیار ہو؟"

"ذہنی طور پر تو میں کبھی تیار نہیں ہو سکتا لیکن اگر یہ صرف وقتی ضرورت ہے تو کوئی ہرج نہیں ہے۔"

"حالانکہ اس پر مجھے اعتراض ہونا چاہیے۔" رچرڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے معاف کرنا میرے دوست! اگر مجھے تم پر اعتماد نہ ہوتا تو میں تمھیں یہ منصوبہ بتاتا ہی نہیں۔" میں نے کہا۔

"ارے، ارے، یہ کیسی باتیں کر رہے ہو! میں نے تو یہ بات صرف مذاق میں کہی ہے۔ تو پھر پرسوں تم ہمارے ساتھ گرجا گھر چل رہے ہو؟" رچرڈ نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

اتوار کے دن دوسرے تمام لوگوں کے ساتھ میں اور واسدیو بھی گرجا گھر پہنچ گئے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ کسی نے اس بات پر توجہ بھی نہیں دی تھی کہ ہم تھوڑے دن پہلے تو عیسائیت سے تعلق نہیں رکھتے تھے، اب اچانک اس کی طرف کیوں راغب ہو گئے۔ چنانچہ ہمیں اس کام میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ میں اور واسدیو عبادت میں شریک نہیں ہوتے تھے بلکہ ہم وہاں کے معاملات کا جائزہ لے رہے تھے تاکہ ایکشن کے لیے تفصیلات طے کریں۔ ہماری عقابی نگاہیں عبادت کے دوران وہاں موجود ایک ایک فرد کا جائزہ لے رہی تھیں اور ہم نے محسوس کیا تھا کہ اگر پوری توجہ، کوشش سے ہم اپنا کام انجام دیں تو شاید نکل جانے میں کامیابی نصیب ہو ہی جائے۔ باقی سب تقدیر کا کھیل ہے اگر تقدیر ہی یاوری نہ کرے تو دوسری بات ہے۔ زندگی اور موت کے اس کھیل میں حصّہ لینے کے لیے ہم خود کو تیار کر چکے تھے۔

پادری

پادری کے وعظ اور نیک چلنی کی ہدایتوں کے بعد عبادت ختم ہو گئی اور ہم سب شریف انسانوں کی مانند وہاں سے واپس ہوئے، اپنے قید خانے میں آئے اور سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ طے پایا کہ گرجے میں عبادت کے لیے باقاعدگی سے جاتے رہیں گے۔ گرجا مثلث شکل کا تھا۔ دونوں جانب ایک ایک دروازہ یارڈ کی طرف کھلتا تھا اور مرکزی دروازہ گارڈ روم کے سامنے۔ یہاں صرف سلاخیں ہمارا راستہ روک سکتی تھیں۔ سلاخوں کے دوسری طرف جیل کے وارڈر رہائش پذیر تھے۔ ان کے کوارٹروں میں سے ایک دروازہ باہر گلی میں کھلتا تھا۔ چونکہ عبادت کے وقت گرجا بھر جاتا تھا اس لیے گارڈ روم کا سلاخوں والا دروازہ کھول دیا جاتا تھا اور وارڈر وہاں نگرانی کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ہمارا منصوبہ یہ تھا کہ جب وعظ کی گھنٹی بجتی، ہم اکٹھے حملہ کر دیتے۔ مجھے گراہم کی گردن پر چاقو رکھ کر اسے یہ حکم دینا تھا کہ ہمیں یہاں سے نکلنے کی اجازت دو، ورنہ تمھاری شہ رگ کاٹ دی جائے گی۔ رچرڈ کو یہ ڈراما پادری کے ساتھ کرنا تھا اور واسدیو کے سپرد یہ ذمہ داری تھی کہ وہ وہاں موجود لوگوں کو رائفل کی نال پر رکھ لے اور وارڈر کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کرے تو اسے ہلاک کر دے۔ یہ کام صرف تین آدمیوں کے بس کا نہیں تھا لیکن زیادہ لوگوں کو اپنا ہمنوا اس لیے نہیں بنایا جا سکتا تھا کہ کہیں بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔ اس کے لیے مجھے مسٹر گراہم نے خاص طور سے ہدایت کر دی تھی۔

مسٹر گراہم نے ہتھیار ایک خاص ذریعے سے فراہم کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ہمیں مسٹر گراہم اور پادری کو ساتھ لیے ہوئے گرجا کے دروازے سے نکلنا تھا اور وہاں سے گارڈ روم میں آنا تھا۔ پھر سلاخوں والا دروازہ بند کر کے لکڑی کا بڑا دروازہ کھول کر باہر نکلنا تھا۔ باہر ہمارے لیے سواری کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ بظاہر یہ منصوبہ خاصا اطمینان بخش تھا کیونکہ اس کے بعد کے معاملات بھی مسٹر گراہم نے مجھے بتا دیے تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ وہ گاڑی جو ہمیں لے کر جائے گی آناً فاناً میں ہمیں ایک ایسی جگہ پہنچا دے گی جہاں ہمیں کچھ دیر چھپنا ہوگا اور اس کے بعد ہمیں سمندری راستے یہاں سے نکال دیا جائے گا۔ میں نے دو ہفتے گرجا میں جا کر تمام صورتِ حال کا اچھی طرح جائزہ لے لیا اور پھر ایک دن غالباً بدھ تھا وہ، جب مسٹر گراہم نے مجھ سے اپنے مخصوص انداز میں ملاقات کی۔ ان کا چہرہ پُرجوش تھا۔ تنہائی ملتے ہی انھوں نے مجھ سے نرم لہجے میں پوچھا۔

"کیا آپ فرار کے منصوبے کا اچھی طرح جائزہ لے چکے ہیں مسٹر علی؟"

"ہاں۔"

"کیا آپ اس منصوبے کو مکمل پاتے ہیں؟"

"بظاہر اس میں کوئی خامی نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ گرجا سے نکلنے کے بعد ہمیں کوئی مناسب سواری مل جائے اور وہ ہمیں کسی ایسی جگہ پہنچا دے جہاں ہم وقتِ مقررہ تک روپوش ہو سکیں۔"

"میں پچھلے کچھ دنوں سے اس پر غور کر رہا ہوں اور میں نے محسوس کیا ہے کہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے صرف تین آدمی کافی نہیں ہوں گے۔ اگر کچھ اور لوگ بھی اس میں شریک ہو جائیں تو ان محافظوں کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے جو وہاں موجود رہتے ہیں اور مسلح ہوتے ہیں۔ اگر کچھ محافظ جان پر کھیلنے کے لیے تیار ہو گئے تو پھر مشکلات پیش آجائیں گی۔ ہر چند کہ میں انھیں حکم دوں گا کہ وہ ہتھیاروں کا استعمال نہ کریں لیکن اگر کسی نے یہ کام کر ہی ڈالا تو پھر کیا ہوگا؟"

"آپ اس سلسلے میں جیسا مناسب سمجھتے ہیں مسٹر گراہم! میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

"افسوس تو یہی ہے کہ نامناسب آدمی کی اس پروگرام میں شرکت سب کے لیے نقصان دہ ہو جائے گی، تاہم بہتر یہی ہے کہ تم اپنے ساتھیوں میں اضافہ نہ کرو۔"

"جیسا آپ پسند کریں۔"

قیمت ۱۵ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

زندگی بنانے اور سنوارنے کے سلسلے کی ایک کڑی

تمباکو نوشی اور دیگر بری عادات سے چھٹکارا حاصل کیجیے

سگریٹ پینا چھوڑیے

جینا شروع کیجیے

ذاتی کوششوں کے ذریعے پورے اعتماد کے ساتھ تمباکو نوشی سے نجات حاصل کریں۔ صرف چند دنوں میں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تو پھر آج بدھ ہے' اتوار کو تم اپنے اس منصوبے کی تکمیل کر رہے ہو۔ میں اس میں زیادہ وقت بھی نہیں لینا چاہتا۔ چونکہ یہ کام میں اسی عرصے میں مکمل کر لینا چاہتا ہوں۔ جب تک میرے اختیارات دوسرے لوگ نہ سنبھال لیں۔ اگر تمھارا یہ منصوبہ کامیاب نہ بھی ہو سکا تب بھی میں تمھیں ایسا کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا جس سے تمھیں کوئی جسمانی تکلیف ہو۔ میں نے اس کے لیے انتظامات تقریباً مکمل کر لیے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' میں اتوار کو اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"بہتر یہ ہوگا کہ اپنے ساتھیوں سے بھی مشورہ کر لو۔" گراہم نے کہا۔

"نہیں' اس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ مجھ سے کسی طور بھی اختلاف نہیں کریں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"بس' تو ٹھیک ہے۔ تمھیں ایک مخصوص ذریعے سے اسلحہ فراہم کر دیا جائے گا اور تم اُسے صحیح طور پر پوشیدہ کر لینا۔" میں نے گردن ہلا دی۔ پھر مجھے واپس میرے پنجرے میں پہنچا دیا گیا۔ اسی رات کو میں نے رچرڈ اور واسدیو کو اپنا منصوبہ بتا دیا۔ دونوں اب تک فرار کی کوششوں کے لیے بڑے پرجوش نظر آتے تھے لیکن اس منصوبے کو سن کر ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

رچرڈ نے آہستہ سے کہا۔ "کیا یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے گا؟"

"میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ اگر نہ بھی پہنچ سکا تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ ہم نئی کوشش کریں گے۔"

"کیا واقعی ہم اس قابل رہ جائیں گے کہ فرار کی نئی کوششیں کر سکیں؟" واسدیو بولا۔

"بھئی' تم دونوں کی یہ گفتگو میرے لیے ذرا تکلیف دہ ہے۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ تم خوشی سے اچھل پڑو گے اور اتوار کے دن کا انتظار بمشکل تمام کرو گے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ بس یوں سمجھو' ذرا عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔ البتہ اگر تم لوگ پسند کرو تو ایک کام ضرور کر لو۔" رچرڈ نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"پادری پر تشدد کرنے کے لیے میرا انتخاب نہ کرو۔ ہر چند کہ میں مذہبی آدمی نہیں ہوں' یہ خوف میرے دل میں رہے گا کہ کہیں پادری کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں مجھے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے' یہ کام واسدیو کر لے گا۔"

"ہاں' ٹھیک ہے۔ میں یہ کام بہ آسانی کر لوں گا۔" واسدیو نے کہا۔ اور رچرڈ مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

"مجھے اس گناہ کا بھی احساس ہو رہا ہے کہ یہ بات میرے علم میں ہو گی لیکن میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

"ارے اے مسٹر رچرڈ! اب تم بہت زیادہ مذہبی بننے کی کوشش مت کرو۔ جان بچانی ہے تو تمھیں اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے ہمارا ساتھ دینا ہوگا۔"

"ارے تو اس سے انکار کیوں کر رہا ہے؟" رچرڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔

مسٹر گراہم نے اس سلسلے میں جو انتظامات کیے تھے وہ واقعی دلچسپ تھے۔ جمعرات کے دن پھل اور دیگر چیزیں فروخت کرنے والا ایک شخص ایک بڑا سا خوانچہ لیے ہوئے ہمارے پنجرے کے نزدیک پہنچ گیا اور وہیں گھوم پھر کر چیزیں فروخت کرنے لگا۔ اس کے بعد نگاہ بچا کر اُس نے اپنے سامان میں سے ایک جدید ترین ساخت کی رائفل نکالی اور ہمارے پنجرے میں ڈال دی۔ میں نے رائفل دیکھتے ہی حیرت زدہ ہوئے بغیر اُس پر اپنا کمبل ڈال دیا تھا اور پھر دوسروں کی نگاہ بچا کر وہ رائفل سنبھال لی۔ رچرڈ اور واسدیو میری یہ حرکت دیکھ رہے تھے۔ باقی لوگ اس طرف متوجہ نہیں تھے۔ آج ہمیں صرف ایک ہی رائفل ملی تھی جب کہ ہمیں تین رائفلوں کی ضرورت تھی۔ رائفل بھری ہوئی تھی اور اس میں باقاعدہ میگزین استعمال ہوتا تھا۔ بہرطور اب اس کی حفاظت کی ذمے داری بھی ہم پر عائد ہو گئی تھی۔ اور اس کے لیے طے یہ پایا تھا کہ ہم کوئی بھی کام کریں' ہم میں سے ایک شخص اس رائفل پر دھرنا جمائے بیٹھا رہے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ باری باری ہماری ڈیوٹی لگتی رہی۔ دوسرے دن ہمیں دو رائفلیں ملیں اور اس کے ساتھ ہی فالتو ایمونیشن بھی ملا۔ رائفلیں سپلائی کرنے والے نے یہ خیال رکھا تھا کہ وہ ایسے وقت ہمیں یہ رائفل دے جب کوئی دوسرا اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ شخص وہی تھا جس نے پہلے دن ہمیں رائفل مہیا کی تھی۔ اس لیے میں اسے فوراً پہچان گیا تھا۔ بہرطور ان تینوں رائفلوں کی حفاظت شدید جانفشانی سے کی گئی اور ہم ایک ایک لمحہ انتظار کرتے رہے۔ ہم لوگ اپنی اس تکنیک پر عمل کر رہے تھے' یعنی ایک آدمی اس کمبل پر سر رکھے ہمیشہ لیٹا رہتا تھا جس کے نیچے رائفلیں پوشیدہ تھیں۔ کسی کو بھی ہم نے اس بات کا شبہ نہیں ہونے دیا تھا۔ ویسے رائفلوں کو اپنے لباس میں چھپا کر گرجا گھر لے جانا بھی ایک مسئلہ تھا لیکن فرار ہونا کوئی آسان کام تو تھا نہیں کہ اس کو بغیر کسی دقت کے انجام دیا جا سکتا۔ یہاں تک کہ وہ دن آ گیا جب ہمیں اپنے منصوبے کی تکمیل کرنا تھی' یعنی اتوار۔۔۔

صبح ہی سے میں' واسدیو اور رچرڈ پوری طرح تیاری کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ہم نے ڈھیلے ہوئے صاف لباس پہنے جو عبادت کے لیے جیل ہی سے مہیا کیے جاتے تھے۔ ڈھیلے ڈھالے لباسوں میں رائفلوں کو چھپا لینا بہت زیادہ مشکل کام ثابت نہ ہوا سوائے اس کے کہ ہمیں ان کے لیے احتیاط رکھنا تھی۔ اس کے بعد ہم دھڑکتے دلوں کے ساتھ گرجا گھر کی جانب چل پڑے۔

گرجا گھر کے اندر پادری کی آواز اُبھر رہی تھی۔۔۔۔

"نیکیوں اور سچائیوں کے راستے سے بھٹک جانے والو! خداوند خدا کا مقدس کلام سنو۔ آؤ اور انسان کی اوقات پہچانو۔ آؤ کہ خدا تمھیں کبھی تشدد کی اجازت نہیں دیتا۔ آؤ اور سنو کہ انسان کے انسان کے لیے کیا حقوق متعین کیے گئے ہیں۔"

رچرڈ کے لیے خود پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ واسدیو کی آنکھوں میں چمک تھی۔ میں نے بڑے سکون سے اپنی جگہ سنبھال لی۔ میں نے دیکھا کہ گراہم سادہ لباس میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ مجھے اسی کو سنبھالنا تھا چنانچہ میں اپنے لیے جگہ نکال کر دیوار کے سہارے کھڑا ہو گیا۔ رچرڈ میرے دائیں جانب تھا اور واسدیو پادری کے اتنے قریب تھا کہ جب ہم ایکشن میں آتے تو واسدیو کو پادری کو قبضے میں کرنے میں زیادہ دقت پیش نہ آتی۔ اس نے اپنی پوزیشن بہتر طور پر سنبھالی ہوئی تھی۔ ہم نے عبادت کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس سے ہمیں یہ فائدہ بھی تھا کہ جیل سے نکلنے کے بعد ہم عام لوگوں میں گھل مل سکتے تھے اور بہ آسانی پہچانے نہیں جا سکتے تھے۔ رائفل میرے لباس میں چھپی ہوئی تھی اور اس پوزیشن میں تھی کہ ایک لمحے میں اسے نکال لینے میں کوئی دقت نہ ہو۔ ہم سب ایک دوسرے سے نگاہیں ملائے ہوئے تھے اور ہماری آنکھیں گوشے گوشے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

گھنٹی بجانے والا لڑکا اپنے فرض کی ادائیگی کے لیے پہنچ چکا تھا۔ پہلی گھنٹی بجی اور میں نے لمبا سانس لیا۔ پھر دوسری گھنٹی بجی اور یہی وقت عمل کا تھا چنانچہ میں نے پھرتی سے رائفل نکالی اور چھلانگ لگا کر گراہم کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے رائفل کی نال اس کی گردن پر لگا دی۔ اس اثنا میں واسدیو نے پادری کو نرغے میں لے لیا۔ پادری بُری طرح چونک پڑا تھا۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے واسدیو کو دیکھا اور پھر ڈرے ڈرے انداز میں بولا۔ "رحم کرو۔ مجھ پر رحم کرو۔ میری جان مت لو۔ میں تو۔۔۔ میں تو خدا کا ایک گناہ گار بندہ ہوں۔"

رچرڈ نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ اس نے ایک دم پیچھے ہٹ کر رائفل کی نال اُن وارڈرز کے سامنے کر دی' جو ہتھیار سنبھالے کھڑے ہوئے تھے۔ اُس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم میں سے ہر شخص ہتھیار ڈال دے' ورنہ میں قتل عام شروع کر دوں گا۔"

ابھی تک کا کام منصوبے کے مطابق ہو رہا تھا۔ کامیابی کی منزل قریب آ رہی تھی۔ آزاد فضاؤں کی خوشبو کا احساس سرور انگیز تھا۔ میں نے بے رحمی سے گراہم کو کالر سے پکڑ کر سیدھا کیا اور رائفل کی نال اس کی پیشانی سے لگا کر بولا۔ "اپنے اُن تمام آدمیوں کو حکم دو کہ وہ ہتھیار پھینک دیں' ورنہ دو سیکنڈ کے اندر تمھارے بھیجے میں درجنوں سوراخ ہو جائیں گے۔"

گراہم نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ڈرے ڈرے لہجے میں بولا۔ "کوئی شخص حرکت نہ کرے۔ اپنے اپنے ہتھیار پھینک دو۔ خبردار! کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش نہ کرے۔"

گراہم کی آواز اتنی بلند تھی کہ وارڈروں نے سن لی۔ اندر بے شمار چیخیں اُبھریں۔ اس دوران ہم لوگ گراہم اور پادری کو دھکیلتے ہوئے کافی پیچھے لے گئے تھے۔ گراہم کی آواز نے وارڈرز کو ہوشیار کر دیا تھا لیکن گراہم کو اس طرح میرے نرغے میں دیکھ کر اُن کی ہمت نہ ہوئی کہ ہم پر گولیوں کی بوچھار کر سکیں۔ ہم تینوں کامیابی کے نشے میں چُور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہے تھے۔ کہ دفعتاً کسی طرف سے دو رائفلیں گرجیں۔ واسدیو کے سینے اور کولھے میں دو گولیاں لگی تھیں۔ پادری اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ فائرنگ سے عبادت کرنیوالوں میں سے دو افراد زخمی ہو گئے تھے۔ گولیاں چلتے ہی زبردست بھگدڑ مچ گئی۔ بہت سے آدمیوں کا ایک ریلا مجھ سے ٹکرایا اور گراہم پر میری گرفت کمزور ہو گئی۔ گراہم اُن لوگوں سے بچنے کے لیے بمشکل تمام اپنے آپ کو سنبھال سکا تھا۔ اسی وقت وارڈرز کا ایک گروہ رائفلیں تانے ہماری طرف لپکا۔ میں اور رچرڈ اب اس پوزیشن میں قطعی نہیں تھے کہ اپنا بچاؤ کر سکتے۔ ہم چاہتے تو اندھا دھند گولیاں برسا سکتے تھے لیکن اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

طرح ہماری زندگیاں بچنا مشکل ہو جاتیں۔ جب تک ہماری رائفلوں میں ایمونیشن تھا، ہم ان لوگوں کو ہلاک کر سکتے تھے۔ اور ہلاک ہونے والوں میں وہ قیدی بھی شامل ہوتے جن سے ہمیں کوئی پرخاش نہیں تھی اور جو صرف عبادت کرنے کے لیے آئے تھے۔ وارڈرز کا گروہ ہمارے قریب سے قریب تر آ رہا تھا اور اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم خودکشی کر لیں یا اپنے آپ کو اُن کے حوالے کر دیں۔ اس بھیڑ میں بے چارہ گراہم بھی ہماری نگاہوں سے رُوپوش ہو چکا تھا جس نے ہمارے لیے اپنا وقار، اپنی ملازمت بلکہ اپنی زندگی ہی داؤ پر لگا دی تھی۔

لاتیں، ٹھوکریں، گھونسے اور پھر بے ہوشی، یہ تھا آتی دوش سے فرار کی اس شاندار جدوجہد کا انجام۔ پھر ہوش اور اس کے بعد سرد ہواؤں کی بدن کی چوٹوں سے اٹھکیلیاں۔ زندگی نئے رموز سے آشنا ہو رہی تھی۔ اب تک کی زندگی میں مشقّت ضرور تھی۔ ذہنی بھی جسمانی بھی۔ لیکن یہ مارپیٹ کی مشقّت ذرا اجنبی تھی۔

آنکھ کسی ہسپتال میں نہیں کھلی تھی جس کی دیواریں سفید ہوں۔ جسم کے نیچے آرام دہ بستر ہو۔ نزدیک ہی تیماردار نرسیں ہوں اور نرم لہجے سے مسیحائی کرنے والے ڈاکٹر ہوں۔ ایسے حالات میں کم از کم ذہنی حالت ہی درست ہوتی ہے لیکن یہاں صورتِ حال مختلف تھی۔ کھردری یخ بستہ زمین، ویران اور تاریک ماحول اور سرد ہوائیں۔۔۔ قریب ہی کسی کی کراہ سنائی دی اور ذہن جاگ اٹھا۔ آواز شناسا تھی۔ میں نے ہاتھوں کو جنبش دی... تو آواز الفاظ کی شکل اختیار کر گئی۔

"کون؟" رچرڈ کی آواز کی شناخت میں کوئی دقّت نہیں ہوئی تھی۔

"میں ہوں رچرڈ۔"

"خدا کا شکر ہے تم زندہ ہو۔"

"کیا تم بھی زندہ ہو؟" میں تکلیف کے باوجود شگفتگی نہیں کھو سکا تھا۔

"ہاں۔ لگتا تو ایسا ہی ہے۔"

"اور واسدیو؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔" رچرڈ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا واقعی؟ مگر کیسے؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"اس جلد باز نے اپنا منصوبہ بدل دیا تھا۔ قید خانے سے فرار ہونے میں ناکام رہ کر وہ اس دنیا ہی کو چھوڑ بھاگا۔" رچرڈ کی آواز میں تاسف تھا۔ میں اس کے الفاظ پر سسکتے ہی رہ گیا۔ رچرڈ کے الفاظ کا مفہوم سمجھنے میں مجھے کوئی دقّت نہیں ہوئی۔ جب کہ اس کے پہلے الفاظ پر مجھے حیرت تھی کیونکہ میں نے واسدیو کے خود گولیاں لگتے ہوئے دیکھی تھیں۔ اگر جمع اس طرح بے قابو نہ ہو جاتا اور گراہم میری گرفت میں نہ ہوتا تو محافظ ہم دونوں کو بھی زندہ نہ چھوڑتے۔ بس ہم بچ ہی گئے تھے۔

واسدیو کی موت نے دل کو شدید دھچکا پہنچایا تھا۔ کئی منٹ تک میں کچھ نہ بول سکا تو رچرڈ کی آواز ابھری۔ "کیا تم واسدیو کا سوگ منا رہے ہو؟"

"تمھیں اس کا غم نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"تعجب ہے۔ حالاں کہ وہ۔۔۔۔"

"ہم زندہ کب ہیں ڈیئر خان؟ زندگی تو ہم سے مذاق کر رہی ہے۔ کیا زندگی اسے کہتے ہیں جو ہم گزار رہے ہیں؟ ہم تو بے بدن رُوحیں ہیں جو جسموں کے خول کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اس لیے کسی کا سوگ نہیں منایا جا سکتا۔ اس کی گنجائش نہیں ہے۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔" میں گہری سانس لے کر بولا۔ پھر میں نے چونک کر کہا۔ "کیا رات کا وقت ہے رچرڈ؟"

"ہاں۔ کیوں؟"

"گہری تاریکی چھائی ہوئی ہے۔"

"بہت گہری۔ مگر تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟"

"بس ایسے ہی۔ میں نے سوچا کہ کہیں میں بینائی سے محروم تو نہیں ہو گیا۔ بدن کی چوٹوں کا شمار نہیں ہے۔"

"کوئی ٹوٹ پھوٹ تو نہیں ہوئی؟"

"لگتا تو یوں ہے جیسے بدن کا کوئی حصہ سلامت نہ ہو۔ ویسے چیک کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر ہاتھ پاؤں ہلا کر دیکھنے لگا، لیکن خدا کا شکر، کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی تھی۔ تب میں نے کہا۔

"میں ٹھیک ہوں اور تم؟"

"بے چاروں نے بڑی احتیاط سے مارا ہے۔ میں بھی صحیح سالم ہوں۔" رچرڈ نے کہا اور ہنس پڑا۔ اس کے بعد ہم تھکے تھکے انداز میں خاموش ہو گئے۔ میں اپنے ذہن کو چوٹوں کی تکلیف سے آزاد رکھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن خاموش ہونے سے اندازہ ہوا کہ اس طرح چوٹوں کی تکلیف بڑھ جاتی ہے، تب میں نے رچرڈ سے کہا۔ "ہمارے دوست گراہم نے ہمارے لیے مرہم پٹی وغیرہ کا بندوبست بھی نہیں کیا اور اس طرح یہاں پھنکوا دیا۔ کیا یہ تعجب خیز بات نہیں ہے؟"

رچرڈ چند لمحے کچھ نہ بولا۔ غالباً سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔ "مجھے تو پہلے بھی یہ یقین نہیں تھا کہ یہاں کا کوئی آدمی بے غرض ہماری امداد کرے گا لیکن اندازہ یہ ہوا کہ مسٹر گراہم نے جو کچھ کیا وہ اس میں مخلص تھے ورنہ ہمیں اتنا موقع بھی نہ ملتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ کوئی بھی مسٹر گراہم پر شبہ کر سکتا ہے۔ وہ جس قدر ہمارے لیے کام کر سکتے تھے، اس سے زیادہ خود ان کے لیے بھی ممکن نہیں تھا۔"

میں نے رچرڈ کی بات سے اتفاق کیا پھر میں نے کہا۔ "رچرڈ، یہ بات تم کیسے کہہ رہے ہو کہ واسدیو مر گیا۔ ظاہر ہے، میرے ساتھ ساتھ ہی تمھاری بھی پٹائی شروع ہو گئی تھی۔ کیا تم بے ہوش نہیں ہوئے تھے؟"

"ہوا تھا، لیکن بے ہوش ہونے سے پہلے واسدیو کا حشر دیکھ چکا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ چاہتا تو یہی تھا کہ اسے کچلے جانے سے بچاؤں، چونکہ وہ زخمی تھا لیکن میں نے جب اس کے قریب پہنچ کر اُسے دیکھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ سینے پر لگنے والی گولی دل کو چھیدتی ہوئی نکل گئی تھی اور واسدیو اس دنیا میں نہیں تھا چنانچہ میں اپنے بچاؤ کی فکر میں مصروف ہو گیا اور اس کے بعد بے ہوش ہو گیا۔" رچرڈ نے جواب دیا۔

رات کی تاریکی آہستہ آہستہ چھٹنے لگی۔ صبح نمودار ہو رہی تھی پھر دن کی روشنی کے ساتھ ساتھ جب سورج نکلا اور ہمارے پنجروں میں دھوپ داخل ہوئی تو ہمیں کافی سکون محسوس ہوا۔ دن کی روشنی میں پتا چلا کہ یہ وہ پنجرہ نہیں ہے، جس میں عموماً ہمیں قید رکھا جاتا تھا بلکہ ایک اور ہی جگہ ہے تاہم یہ بھی پنجرے ہی کی شکل میں بنی ہوئی تھی۔ ہمیں زیادہ آرام کا موقع نہیں ملا۔ تھوڑی دیر بعد چار پانچ مسلح محافظ آئے۔ ان کے چہروں پر نفرت کے آثار تھے۔ انھوں نے ہمیں بڑی بے دردی سے گھسیٹ کر اس پنجرے سے نکالا اور اسی طرح لیے ہوئے چل پڑے۔ اندازہ درست ہی تھا۔ ہمیں مسٹر گراہم کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ گراہم کے چہرے پر خشونت کے آثار تھے۔ اس نے سرسری انداز میں ہمارے بارے میں تفصیلات سُنیں۔ یہ صرف سرکاری کارروائی تھی، ورنہ وہ خود بھی ان تمام معاملات میں برابر کا شریک تھا بلکہ اس کی زندگی بھی اتفاقیہ طور پر بچ ہی گئی تھی۔ البتہ دوسرے لوگوں کے سامنے اس نے ہم سے چند سوالات ضرور کیے، مثلاً یہ کہ رائفلیں ہمیں کہاں سے حاصل ہوئیں، لیکن جواب میں خاموشی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا! محافظوں نے دو چار ہاتھ بھی رسید کیے لیکن اس کے لیے ہم پہلے سے تیار تھے چنانچہ ہم دونوں ہی ان کے یہ ہاتھ کھا کر اس طرح زمین پر گر کر تڑپنے لگے جیسے بس جاں کنی کا عالم ہو۔ گراہم نے انھیں حکم دیا کہ مارپیٹ نہ کی جائے چونکہ بدن پہلے ہی چوٹوں سے کافی مضروب ہیں۔ اگر یہ مر گئے تو جواب دہی کرنا مشکل ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے ہمیں سزا بھی سُنا دی۔ یعنی تین دن ہمیں زیرِ علاج رکھنے کے بعد بلیک ہول پہنچا دیا جائے۔

یہ علاج بہت معمولی نوعیت کا تھا اور پھر چونکہ کوئی گہرا زخم بھی نہیں تھا، صرف بدن کے حصّے مضروب تھے جن پر براؤن رنگ کا ایک لوشن لگا کر مالش کی گئی اور پٹیاں باندھ دی گئیں۔ اس کے بعد ہمیں قیدِ تنہائی میں ڈال دیا گیا لیکن گراہم کی کارگزاریاں یہاں بھی جاری تھیں۔ بے چارے رچرڈ کے بارے میں تو مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس نے یہ وقت کیسے گزارا لیکن اس قیدِ تنہائی میں بھی میرے لیے جس قدر آسانیاں مہیا ہو سکتی تھیں، فراہم کی گئیں اور کھانے پینے کی دوسری چیزیں بھی، جب کہ بلیک ہول کا مطلب یہ تھا کہ زندگی جتنی بدترین گزر سکے، بہتر ہے۔ آٹھ دن کے بعد اس تاریکی سے مجھے باہر لایا گیا تو اندازہ ہوا کہ آنکھیں بصارت کھونے لگی ہیں۔ میں روشنی میں چل پھر نہیں سکتا تھا۔ اتنے تاریک ماحول میں وقت گزارا تھا کہ بس کلیجہ مُنہ کے راستے باہر آنے کو تیار رہتا تھا۔

ایک بار پھر مجھے مسٹر گراہم کے سامنے پیش کیا گیا اور مسٹر گراہم نے مجھے نصیحتیں کرتے ہوئے کہا۔

"آتی دوش کا یہ قید خانہ تم جیسے قیدیوں کے لیے قبرستان ہی ثابت ہوا ہے آج تک، لیکن ہمارا اصول ہے کہ قیدیوں کو تین بار موقع دیتے ہیں۔ اگر تم پہلی کوشش میں ناکامی کے بعد سنبھل نہ سکے تو اس بار تمھیں چھ ماہ کے لیے بلیک ہول میں بند کر دیا جائے گا اور چھ ماہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زندہ بچنا ناممکن۔ چنانچہ مجھے یقین ہے کہ تم سکون سے زندگی گزارنے کی کوشش کرو گے۔" میں خاموش رہا۔

پھر مجھے نصیحتیں کرتے کرتے اچانک گراہم کو کوئی کام یاد آ گیا۔ اس نے اپنے سامنے موجود لوگوں کو اس کام سے باہر بھیج دیا اور جب ہمیں تنہائی ملی تو وہ آہستہ سے بولا۔ "میں تمھیں فرار کا کوئی دوسرا موقع فراہم کروں گا لیکن کچھ وقت ذرا سکون سے گزار لینا۔ اس پہلی کوشش میں کامیابی کی تو مجھے بھی امید نہیں تھی۔ لیکن یہ ایک تجرباتی مرحلہ تھا اور تم اس میں ناکام رہے۔"

"میری ناکامی کی وجہ پر روشنی ڈال سکتے ہیں مسٹر گراہم؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ۔۔۔ یہ صرف اتفاقیہ طور پر ہی ہوا ہے۔ دوسرے یارڈ کا ایک قیدی جسے تمھارے منصوبے کا کچھ پتا نہیں تھا، گرجا سے باہر کھڑا عبادت کے مناظر دیکھ رہا تھا، جوں ہی اس نے تمھیں ایکشن میں آتے دیکھا، چہار دیواری پر متعیّن پہرے داروں کو خبردار کر دیا کہ کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔ سنتریوں نے بلند دیوار سے چھلانگیں لگائیں اور گرجا کے پہلو والے دروازے کی سلاخوں سے فائرنگ شروع کر دی اور اس فائرنگ کا نشانہ تمھارا ایک آدمی بن گیا۔ اس کے بعد کے حالات کا تمھیں علم ہے کہ کیا ہوا۔"

"میرے ساتھی کی کیا پوزیشن ہے مسٹر گراہم؟"

"اس کے چکر میں نہ پڑو۔ چونکہ میرے اقتدار کا وقت ختم ہو رہا ہے اور اب ہمارے دوسرے افسران آ کر مجھ سے چارج لے لیں گے، اس لیے میں نے خصوصی رعایت سے کام لے کر تمھیں بلیک ہول سے نکال کر دوبارہ انھی پنجروں میں پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔" اس وقت گراہم کے بھیجے ہوئے آدمی واپس آ گئے اور اس نے اپنا رویّہ تبدیل کر لیا۔

اس شخص نے جو احسانات میرے ساتھ کیے تھے، ان کا صلہ واقعی میں اُسے نہیں دے سکتا تھا۔ رچرڈ کو بھی اس پنجرے میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

پہنچا دیا گیا جہاں میں موجود تھا۔ اور آٹھ دن کی شدید قید تنہائی کے بعد ہم دونوں ملے تو ہمارے دل بہت مسرور ہو گئے تھے۔

اس کے بعد پھر وہی قید و بند کے شب و روز شروع ہو گئے۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ ہمیں چھوٹے موٹے کام بھی دیے جانے لگے تھے جن میں لکڑیاں کاٹنا، پتھروں کو تراش تراش کر ایک مخصوص شکل میں لانا شامل تھا۔ دس دن اور پھر پندرہ دن گزر گئے۔ چوٹیں اب ٹھیک ہو چکی تھیں۔ بے چارے گراہم کی کاوشوں سے ہمیں یہ فائدہ ضرور ہوا تھا کہ لوگ ہماری کارروائیاں بھول گئے تھے۔ ویسے بھی اس طویل و عریض قید خانے میں اکثر اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہوں گے اس لیے لوگ کسی ایک واقعے کو زیادہ دیر یاد نہیں رکھتے تھے۔

گراہم کے بارے میں کوئی اندازہ نہ تھا کہ اسے یہاں سے تبدیل کر دیا گیا تھا یا پھر وہ بہت محدود ہو کر رہ گیا تھا کیونکہ اس دوران میں وہ ہمیں نظر نہیں آیا تھا۔

جب تقریباً ایک ماہ گزر گیا تو رچرڈ کچھ بے چین ہونے لگا، اس نے مجھ سے کہا: "تمہارا دوست بالکل خاموش ہو کر بیٹھ گیا ہے، یوں لگتا ہے جیسے اسے اپنی یہ کارروائی مہنگی پڑی ہو اور اب وہ تمہارے لیے کچھ کرنے کی ہمت نہ پا رہا ہو۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے!"

"ہاں۔ کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ مقصد یہ ہے میرا کہ کسی اور پر بھروسہ کرنے سے کیا حاصل! یہاں کچھ قیدی فرار کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ ان میں سے چند سے میری شناسائی بھی ہو گئی ہے۔ اگر تم چاہو تو میں اس منصوبے کو آگے بڑھانے میں ان کا ساتھی بن جاؤں۔"

"منصوبہ کیا ہے؟"

"وہ لوگ اپنے طور پر تمام کارروائیاں تقریباً مکمل کر چکے ہیں۔ انھوں نے فیصلہ کیا ہے کہ رات کے وقت جیل میں نقب لگا کر یہاں سے فرار ہو جانے کی کوشش کریں گے۔ اس سلسلے میں انھوں نے چند لوگوں کو رشوت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے جن میں ایک الیکٹریشن ہے جو جیل کے باہر لگے ہوئے ٹرانسفارمر کی بجلی بند کر دے گا۔ میرے ذمے وہ یہ کام لگانا چاہتے ہیں کہ گرجا کے سامنے متعین سنتری کو خرید لوں۔ ہر چند کہ یہ مشکل کام ہے لیکن میرا خیال ہے اس میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔ بہرحال اگر تم چاہو تو میں اس سلسلے میں کارروائی کروں؟"

"اور اگر میں تمہاری اس کارروائی میں شریک نہ ہونا چاہوں رچرڈ تو؟"

"تو پھر میں بھی تمہارے ساتھ خاموش بیٹھا رہوں گا۔" رچرڈ نے جواب دیا۔

"میرے دوست واسدیو ہمارے اور تمہارے درمیان سے چلا گیا۔ میں یا تم اسے جانے سے نہ روک سکے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہو گا رچرڈ کہ تم اپنے طور پر اس مرتبہ فرار کی کوشش کر لو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو؟"

"دیکھو خان! میرا تم سے کوئی رشتہ نہیں ہے، میرے ہم مذہب بھی نہیں ہو تم۔ لیکن ہم لوگ بہت چھوٹے دل کے، تنگ ہوتے ہیں۔ زندگی ہم نے کسی انداز میں گزاری ہو، ظاہر ہے ہماری برائیوں کی سزا ہمیں مل رہی ہے لیکن جب ایسے حالات میں ہم دوست بن جاتے ہیں تو پھر دل میں یہی خواہش ہوتی ہے کہ کم از کم یہ دوستی تو نباہ دی جائے۔ اگر تم اس سلسلے میں تیار نہیں ہو گے تو میں بھی تمہارے ساتھ اسی جیل میں سڑتا رہوں گا۔ اس وقت تک جب تک موت نہ آ جائے۔" میں رچرڈ کی باتوں سے بہت متاثر ہوا۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر وہ اس کارروائی میں حصہ لینا چاہتا ہے تو میں تیار ہوں۔

چنانچہ رچرڈ نے اپنے دوستوں سے ہم دونوں کے نام بھی اس فرار کی کوشش میں شامل کر لینے کی بات کر لی۔ اس منصوبے کی ابتدائی تیاریوں ہی میں کافی دن لگ گئے تھے۔ رچرڈ اور دوسرے تمام لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ رچرڈ نے گرجا کے قریب متعین سپاہی سے رسم و راہ پیدا کر لی تھی اور اس سے کچھ چیزیں بھی حاصل کر لی تھیں۔ ابتدائی تیاریوں کے طور پر ہم نے ایک چھوٹی سی آری کی مدد سے اپنے پنجرے کی سلاخیں کاٹنا شروع کر دیں۔ دوسرے تک اس آواز کو جانے سے روکنے کے لیے ہمارا ایک ساتھی پاگل بن گیا تھا اور عموماً جنون کے عالم میں وہ خالی ڈبے وغیرہ بجاتا رہتا تھا۔ یہ ڈبے اس لیے بجائے جاتے تھے کہ آوازیں باہر نہ جا سکیں۔ قیدیوں اور جیل کے عملے نے اسے روکنے کی بہت کوششیں کی تھیں مگر وہ اپنی ہٹ سے باز نہ آیا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب ہمیں اپنی تیاریاں مکمل کر کے فرار کے منصوبے پر عمل کرنا تھا۔

رات گہری تاریک تھی لیکن سرچ ٹاوروں پر لگی ہوئی روشنیاں اپنے کام میں مصروف تھیں۔ ہمارے لیے متبادل انتظامات ہو چکے تھے۔ قیدیوں کا ایک پورا جتھا فرار کے لیے تیار تھا۔ جس سنتری کا یہاں پہرا تھا۔ اسے رشوت دے کر اس بات کے لیے تیار کر لیا گیا تھا کہ وہ ہم سے چشم پوشی کرے گا لیکن سنتری نے کہا تھا کہ تین آدمی فرار ہونے کی کوشش کریں کیونکہ بیک وقت اگر بہت سارے آدمی باہر نکلے تو دوسرے علاقے پر متعین سنتریوں کو اس کی اطلاع ہو جائے گی۔ چنانچہ سب سے پہلے میں، رچرڈ اور یوگوسلاویہ کا ایک شہری جان ماتھرو فرار کے لیے تیار ہو گئے۔ مقررہ رات کو ٹھیک وقت

الیکٹریشن نے اپنا کام دکھایا اور جیل کی بتیاں گل ہو گئیں۔ ہم نے سلاخیں پہلے ہی کاٹ کر تیار رکھی تھیں اور اس انداز میں انھیں اپنی جگہ رہنے دیا تھا کہ باہر سے یہ اندازہ نہ ہو کہ سلاخیں کٹی ہوئی ہیں۔ چنانچہ چند ہی لمحوں کے اندر اندر ہم نے اپنے پنجرے کی سلاخیں باہر کی سمت موڑیں اور ایک ایک کر کے باہر نکل آئے۔

جان ماتھرو نے رسہ چھت پر پھینکا اور اس کی مدد سے اوپر چڑھنے لگا۔ پھر وہ اچھل کر چار دیواری پر پہنچ گیا۔ اس کے بعد میرا نمبر تھا۔ چار دیواری پر پہنچ کر میں رچرڈ کا انتظار کرنے لگا۔ ہر طرف گھپ اندھیرا تھا۔ دفعتاً مجھے محسوس ہوا کہ ایک ہاتھ میری طرف بڑھ رہا ہے۔ پھر کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔ خطرے کی بو سونگھتے ہی میں نے تھوڑا سا آگے جھک کر وہ ہاتھ تھام لیا۔ یوں لگا جیسے رچرڈ خاردار تاروں میں الجھ گیا ہے۔ میں نے اسے جس قدر اپنی طرف کھینچا، وہ بے چارہ اسی قدر کلبلانے لگا۔ کانٹے اس کے جسم کو لہولہان کر رہے تھے۔ ہم دونوں نے انتہائی کوشش کر کے اسے اوپر کھینچ لیا لیکن رچرڈ کے اوپر پہنچتے ہی شاید دوسرے سرچ ٹاوروں پر متعین سنتریوں کو شبہ ہو گیا۔ چنانچہ انھوں نے ہم پر فائر کھول دیا۔ روشنی نہ ہونے کی وجہ سے انہیں نشانہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہم وقتی طور پر محفوظ تھے۔

نیچے بھی شدید تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ جس مقام سے ہم کودنے والے ہیں اس کی بلندی کتنی ہے۔ فائرنگ کا رخ اس طرف بھی ہو سکتا تھا۔ اس لیے اس سے بچنے کے لیے ہم نے چھلانگیں لگائیں۔ نتیجہ ظاہر ہو گیا۔ ہمارے ساتھی ماتھرو کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ میں بھی اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو سکا۔ ٹخنوں میں شدید چوٹ آئی تھی اور رچرڈ کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ اس کی کیا کیفیت تھی لیکن وہ بھی کوشش کے باوجود اپنی کراہیں نہیں روک سکا تھا۔

میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو اندازہ ہوا کہ دونوں ٹخنے میرا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یا تو ان کی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں، یا پھر وہ اس طرح مڑ گئے تھے کہ اب میرا اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ممکن نہیں تھا۔

میرے نزدیک ہی جان ماتھرو بے ہوش پڑا تھا۔ اور رچرڈ اپنے بدن کو گھسیٹ گھسیٹ کر مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کوشش میں اسے کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ ہم اپنی ٹانگیں اور گھٹنے تڑوائے جیل کی چار دیواری کے باہر سڑک پر پڑے کراہ رہے تھے اور رائفل کی آواز گونج رہی تھی۔ محافظ چاروں طرف بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ بالآخر چند افراد ہمارے سر پر بھی آ پہنچے۔ اگر وہ اس قدر پھرتی نہ بھی دکھاتے تب بھی ہم بچ کر کہاں جاتے! اٹھنے کی تو سکت بھی نہ تھی۔ رہ رہ کر درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ محسوس ہوتا تھا کہ روح جسم سے کھنچ رہی ہے۔ رائفلوں کی سنگینیں ہمارے بدن پر آ ٹکیں اور الیکٹرک ٹارچ کی روشنی نے پورے ماحول کو بقعۂ نور بنا دیا۔

میں ساکت و جامد آنکھیں بند کیے پڑا ہوا تھا مگر جیل کے محافظ بھاگنے والوں کو بے ہوشی کے عالم میں بھی معاف نہیں کر سکتے تھے۔ ایک کوڑا میری پیٹھ پر پڑا اور میں درد کی شدت سے بلبلا اٹھا۔ میں نے پھرتی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن کراہوں کے علاوہ حلق سے کوئی آواز نہیں نکلی تھی۔ رچرڈ بھی اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو پا رہا تھا۔ تب جیل کے محافظوں نے ہمیں بازوؤں سے پکڑ کر ٹانگ لیا۔ وہ رائفلوں کے بٹ ہمارے جسم کے مختلف حصوں پر مار رہے تھے۔ میرے سر سے خون بہنے لگا تھا۔ فائرنگ کا شور اب بھی گونج رہا تھا لیکن روشنی نہیں رہی تھی۔ پھر شاید کچھ لوگ ٹرانسفارمر کے قریب پہنچ گئے اور اس کی خرابی دور کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ الیکٹرک ٹارچوں کی روشنیوں نے ٹرانسفارمر کی اس خرابی کو دریافت کر ہی لیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں روشنی ہو گئی۔

یہ روشنی ہماری تقدیر پر سیاہی کے مترادف تھی، پہلے تو ہمیں رات بھر ایک بیرک میں بند رکھا گیا۔ میں اور رچرڈ ہی اس بیرک میں تھے اور شدتِ تکلیف سے رات بھر جاگتے اور کراہتے رہے تھے۔ یوگوسلاوی قیدی جان ماتھرو کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا، کیونکہ وہ شدید زخمی ہو گیا تھا اور غالباً اس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں۔ اس لیے یقیناً اسے اسپتال لے جایا گیا ہو گا یا پھر کسی ایسی جگہ جہاں اسے مرنے میں آسانی ہو۔ ہم سے کوئی بازپرس نہیں کی گئی۔ دوسری صبح بھی ہم کچی اینٹوں کے بنے ہوئے اس نئے قید خانے میں وقت گزارتے رہے کسی نے ہمارے زخموں کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ پیروں کے بارے میں یہ اندازہ نہیں تھا کہ ان کی کیا حالت ہو گئی ہے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں لیکن اس بات کی کسی نے پروا نہیں کی اور ایک بار پھر ہمیں بلیک ہول پہنچا دیا گیا۔ دس دن روٹی اور پانی کے بغیر ہمیں بلیک ہول میں بند رکھا گیا۔ اس دوران میں بھی کسی نے ہمارے زخموں کی طرف توجہ نہیں دی۔ ہماری حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی لیکن وقت سب سے بڑا مرہم ہے اور سب سے بڑا علاج بھی۔ اس کا اندازہ بلیک ہول میں رہ کر ہوا۔

ٹانگوں کی تکلیف تیسرے چوتھے روز سے کم ہونے لگی اور اس کے بعد ہم آہستہ آہستہ اٹھنے بیٹھنے کے قابل ہوتے گئے۔ رچرڈ کو بھی میرے ساتھ اسی جگہ رکھا گیا تھا، اس لیے باتیں کرتے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئے ہم وقت گزار لیتے تھے لیکن بھوک اور پیاس نے چند ہی روز کے اندر اندر ہمارا حال بُرا کر دیا تھا۔ پھر تقریباً گیارھویں دن ہمیں وہاں سے نکالا گیا اور کھانے پینے کے لیے دیا گیا۔ اس سے ذرا سی بدن میں جان آئی لیکن حالت پھر بھی نہ سُدھری۔ چنانچہ مزید دو دن آرام کرنے کی مہلت دینے کے بعد ہمیں جیل کی عدالت میں پیش کر دیا گیا۔ جہاں گراہم کا نام و نشان نہیں تھا۔

گراہم کی غیر موجودگی اس بات کا احساس دلاتی تھی کہ ہماری تقدیر اس بار ہم پر مہربان نہیں ہے۔ جو لوگ ہمارے مقدمے کی سماعت کرنے کے لیے بیٹھے تھے، وہ انتہائی خونخوار چہروں کے مالک تھے۔ چند افراد نے ہمارے فرار کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور ہمیں یہ سُن کر تعجب ہوا کہ صرف ہم تینوں ہی فرار کے مجرم تسلیم کیے گئے تھے۔ دوسرے جن لوگوں نے ہمارے بعد فرار کا منصوبہ بنایا تھا وہ اپنی جگہ سے نکل ہی نہیں پائے تھے۔ اس طرح وہ محفوظ رہے تھے اور ان کے اوپر یہ فردِ جرم عائد نہ ہو سکی کہ وہ بھی فرار ہونے والوں میں شامل تھے۔ جان ماتھرو اس مقدمے میں شریک نہیں تھا۔ پتا نہیں بے چارہ زندہ تھا یا مر گیا۔ ویسے اگر زندہ ہوتا تو یقینی طور پر ہمارے ساتھ ہی اس عدالت میں پیش کیا جاتا۔ اُس کے بارے میں کوئی تفصیل سامنے نہیں آئی تھی، سوائے اس کے کہ فرار ہونے والوں میں تین آدمیوں کا ذکر کیا گیا تھا اور یہ تیسرا آدمی کمرۂ عدالت میں موجود نہیں تھا۔

ایک خونخوار شکل کے خطرناک سے آدمی نے تمام تفصیلات سُننے کے بعد کہا "گویا یہ دونوں دو بار بھاگنے کی کوشش کر چکے ہیں اور دونوں بار ان کا ایک ایک آدمی مارا گیا ہے۔" یہ الفاظ جان ماتھرو کی موت کی تصدیق کر رہے تھے۔ مَیں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ مجھ سے اس سلسلے میں بے شمار سوالات کیے گئے اور مَیں نے ان کے مناسب جواب دیے۔ تب ہمارے بارے میں فیصلہ کیا گیا کہ ہمیں گریوائل کے سیکشن نمبر آٹھ میں تبدیل کیا جائے۔ گریوائل اور سیکشن نمبر آٹھ، دونوں میرے اور رچرڈ کے لیے اجنبی نام تھے۔ اس سے پہلے ہم نے اس کے بارے میں کچھ نہیں سُنا تھا۔ لیکن یقینی طور پر یہ کوئی ایسی جگہ ہوگی، جو آئی ووش کے اس قید خانے سے زیادہ خطرناک ہو، کیونکہ ہمیں فرار کے جرم کی سزا کے طور پر وہاں بھیجا جا رہا تھا۔ عدالتی کارروائی ختم ہو گئی اور اس بار ہمیں ایک دوسرے پنجرے میں پہنچا دیا گیا۔

اس پنجرے میں ہمارے وہ ساتھی نہیں تھے جو ہمارے ساتھ فر[ار] کا منصوبہ بنا چکے تھے۔ ویسے یہ ان بے چاروں کے حق میں بہتر ہی ہُوا، ورنہ ممکن تھا کہ ہماری وجہ سے اُن کی کارروائی بھی جیل کے حکام کے علم میں آ جاتی۔ میرے اپنے ذہن میں ابھی تک اس قسم کے خیالات برقرار تھے، جب کہ مَیں نے محسوس کیا تھا کہ یہاں قید خانے میں موجود قیدی کسی بھی شخص کے لیے بہت زیادہ سنجیدہ نہیں ہوتے، زندگیاں لینا اور زندگیاں دینا ان لوگوں کے لیے بڑے معمولی کام تھے، جن کا مظاہرہ اکثر ہوتا رہتا تھا۔ مَیں پہلے بھی اس کا تذکرہ کر چکا ہُوں کہ یہاں موجود قیدی ہر قسم کے انسانی جذبات سے عاری تھے۔ سامان فروخت کرنے والوں کو جب بھی موقع ملتا، پکڑ کر قابو میں کرتے اور اُنھیں ہلاک کر کے ان کا سامان لُوٹ لیا کرتے تھے۔ ایسے واقعات یہاں عام ہوتے تھے اور ان واقعات کے نتیجے میں جو سزائیں دی جاتی تھیں، وہ بھی غالباً جیل کے حکام کے لیے کوئی اہم حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ اُن میں بہت زیادہ نفرت یا غصّے کا جذبہ بیدار نہیں ہوتا تھا، کیونکہ ان قیدیوں سے اس کے علاوہ وہ کسی اور چیز کی توقع کہاں رکھتے تھے!

مجھے اگر کبھی حیرت ہوتی تھی تو ادیوہارڈ کے رویّے پر، وہ مجھے ان لوگوں کے حوالے کر کے اس طرح لاتعلق ہو گیا تھا کہ یقین نہیں آتا تھا، جب کہ وہ میری گرفتاری کے سلسلے میں بہت زیادہ مضطرب تھا اور اُس نے میرا پیچھا لندن اور اُس کے بعد یہاں تک نہیں چھوڑا تھا۔ ان حالات میں یہ بات قابلِ حیرت ضرور تھی کہ آخر اس نے مجھے نظر انداز کیوں کر دیا۔ یا پھر ممکن ہے، اس نے سوچا ہو کہ مَیں ان ہی قید خانوں میں مر کھپ جاؤں گا۔ مگر اس طرح اس کے ان الفاظ کی تردید بھی ہوتی تھی جو اُس نے مجھ سے کہے تھے۔ وہ یہ کہ امریکی یہودیوں کے سامنے مجھے پیش کر کے وہ اپنے وقار میں اضافہ کرے گا۔ بہر طور اس کا رویّہ سمجھ میں آنے والا نہیں تھا۔ ممکن ہے، ایسی کسی مصروفیت میں پڑ گیا ہو کہ میری طرف توجہ نہ دے سکا ہو۔ لیکن آئی ووش کے ان قید خانوں میں کسی ایک آدمی کی زندگی کو [محفوظ] رکھنا ایک ناممکن عمل تھا اور اگر وہ میری ذات سے کوئی ایسا فائدہ اُٹھانے کا خواہاں تھا جو اُس کے وقار کو بلند کرے تو اُسے مجھے یہاں چھوڑ کر نہیں جانا چاہیے تھا۔ بہرحال، یہ اس کا مسئلہ تھا اور مَیں اس کے ذہن کو پڑھ نہیں سکتا تھا۔ اس کے بارے میں کچھ جان بھی نہیں سکتا تھا، اس لیے خاموشی اختیار کرنا پڑی۔

بقیہ دو دن ہم نے وہاں موجود لوگوں سے اس نئے قید خانے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں صرف کر دیے۔ گریوائل اور سیکشن نمبر آٹھ، یہ دونوں نام ہمارے لیے بڑے تعجب خیز تھے اور حیرت کی بات یہ تھی کہ دوسرے لوگ بھی ان کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتے تھے۔ میری آنکھیں ہر وقت گراہم کو تلاش کرتی رہتی تھیں لیکن اب مجھے [یقین] ہو گیا تھا کہ گراہم اس قید خانے میں موجود نہیں تھا۔ اسے یا تو کسی دوسری جگہ تبدیل کر دیا گیا تھا یا پھر وہ لمبی چھٹی پر چلا گیا تھا۔

تیسرے دن بالآخر ہمیں گریوائل کے سیکشن نمبر آٹھ کی طرف [روانہ] کر دیا گیا۔ ہم ذہنوں میں بڑا تجسس لیے ہوئے اسٹیمر کے ذریعے سفر [کر] رہے تھے۔ ایک چھوٹا سا اسٹیمر تھا اور ہمیں اس تک لانے کے لیے بند گاڑی میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک سفر کرایا گیا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق ہم نے تقریباً ساٹھ ستر میل کا سفر کیا تھا۔ اسٹیمر کا سفر بھی تقریباً [ایک] دن یا اس سے کچھ زیادہ جاری رہا اور اس کے بعد ہمیں ایک جزیرے پر اُتار دیا گیا۔

چھوٹا سا جزیرہ بظاہر سرسبز نظر آ رہا تھا۔ یہ انتہائی شمال میں ہواؤں اور لہروں کی سیدھ میں واقع تھا۔ کنارا سطحِ سمندر کے برابر تھا اور کچھ دُور آگے جا کر زمین بتدریج بلند ہوتی گئی تھی۔ سب سے پہلے محافظوں کا بلاک تھا، پھر ایک بلاک قیدیوں کے لیے مخصوص تھا۔ یہاں کس قسم کے قیدی رکھے جاتے تھے، اس کے بارے میں ہمیں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ لیکن جب ہم نے ان کی شکلیں دیکھیں تو یہ اندازہ لگانے میں دِقّت پیش نہیں آئی کہ وہ سب انسان نُما درندے یا درندے نُما انسان تھے۔ چہرے جھاڑ جھنکاڑ، کرخت، آنکھیں لال انگارا، کوئی بھی چہرہ ایسا نہیں تھا جس پر نرمی کی جھلک ہوتی۔

رچرڈ نے انھیں دیکھ کر جھرجھری لیتے ہوئے کہا "یہ تو سب قاتل بھیڑیے نظر آتے ہیں۔ میرا خیال ہے، یہاں ذرا محتاط رہنا ہوگا۔ دراصل ان لوگوں نے ہمیں ذرا بڑی سطح کا قیدی سمجھ لیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ ہم ان لوگوں کے درمیان بہ آسانی زندگی گزار سکیں گے۔"

"میں بھی یہ محسوس کر رہا ہُوں، ویسے تم نے سنتریوں کو دیکھا؟ ان کے چہرے بھی کم خونخوار نہیں ہیں۔ ظاہر ہے درندوں کے نگراں درندے ہی ہو سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اپنے کام سے کام رکھیں اور دیکھیں، ہمارا یہ نیا قید خانہ ہمارے لیے کیا چیز ثابت ہوتا ہے۔" مَیں نے جواب دیا اور رچرڈ گردن ہلانے لگا۔

تھوڑی دیر تک ہم دونوں خاموش رہے، پھر مَیں نے ہی کہا "رچرڈ، کیا تم اس زندگی سے عاجز نہیں آ گئے! کیا تمھارے ذہن میں یہ تصوّر پیدا نہیں ہوتا کہ موت یا فرار...؟"

"پیدا ہوتا ہے خان اور اب مَیں اس پر عمل کرنے کے لیے بھی تیار ہُوں۔ دراصل شاید ہم ابتدا ہی سے غلط راستوں پر پڑ گئے۔ مَیں نے آئی ووش کے اس قید خانے کے بارے میں بڑی تفصیلات سُنی تھیں اور مجھے پتا چلا تھا کہ وہاں اگر ہوشیاری سے کام کیا جائے تو فرار ہونے کے مواقع مل جاتے ہیں، اس کے لیے بہتر یہ تھا کہ ہم وہاں کچھ عرصے نہایت سکون سے وقت گزارتے اور اپنے پاس پیسے جمع کرتے۔ تم نے دیکھا ہوگا وہاں رشوت سے کر ہر طرح کام ہو جاتا ہے، اس طرح ہمیں چاہیے تھا کہ ایک بڑی رقم فرار کے لیے حاصل کرتے اور پھر کسی ایسے آدمی کو اس منصوبے کا شریکِ کار بناتے جو وہاں کے محافظوں میں سے ہوتا۔ میرے خیال میں مسٹر گراہم نے ہمارے لیے مخلصانہ کوشش تو ضرور کی تھی لیکن وہ خود ان حالات سے اچھی طرح واقف نہیں تھے، اس لیے ہم بھی ناکام رہے اور وہ بھی۔"

"ہاں، ٹھیک ہے۔ بہرکیف جو ہونا تھا، وہ ہو چکا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں کیا کیا جائے؟"

"فوری طور پر تو کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ابھی تو ہمیں یہاں کے قواعد بھی نہیں معلوم۔"

"تمام قید خانوں کے قواعد یکساں ہوتے ہیں میرے دوست! ان میں بھلا کیا تبدیلی ہو سکتی ہے!"

"پھر بھی یہ جگہ ہمارے لیے اجنبی ہے۔" رچرڈ بولا۔

"ہاں، فوری طور پر تو کچھ سوچنا بھی حماقت ہے۔ اس اجنبی جگہ اور اجنبی لوگوں سے پوری طرح واقفیت حاصل کرنی ہوگی۔ اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔" مَیں نے گہری سانس لے کر کہا۔ رچرڈ خاموش ہو گیا۔

سورج نکل آیا تھا۔ بلاک میں چہل پہل شروع ہو گئی تھی۔ ہماری بیرک کا دروازہ کھُلا ہُوا تھا۔ غالباً کوئی آ کر ہمیں دیکھ گیا تھا۔ ویسے بھی اس دروازے کو اندر سے بند کرنے کے کوئی انتظامات نہیں تھے۔ بس وہ لوگ باہر ہی سے دروازے میں تالا ڈال دیا کرتے تھے یا شاید نہ ڈالتے ہوں۔ انھیں اطمینان تھا کہ اگر بیرک کے دروازے بند نہ بھی کیے جائیں تب بھی قیدیوں کے بھاگنے کے لیے راستے نہیں ہیں۔ یہ حقیقت تھی بھی۔ جزیرے کے ساحلوں تک پہنچے بغیر قیدیوں کے فرار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ سامنے بلکہ چاروں طرف بے کراں سمندر تھا جس کی خوفناک لہروں کا شور بلاک میں بنی ہوئی بیرکوں میں گونجتا رہتا تھا۔ کون تھا جو اُن لہروں کے ذریعے اپنی زندگی موت کے حوالے کرنے کو تیار ہو جاتا! چنانچہ محافظ کم از کم اس سلسلے میں مطمئن ہوں گے کہ خطرناک ترین قیدی بھی زبردست تیاریوں کے بغیر یہاں سے فرار نہیں ہو سکتے۔

مَیں اور رچرڈ چند لمحوں تک باہر کی سُن گُن لیتے رہے پھر رچرڈ نے کہا "آؤ ذرا باہر کے مناظر دیکھیں، یقیناً ہمیں خطرناک ترین قیدی سمجھ کر آئی ووش سے یہاں بھیجا گیا ہے تو یہاں موجود لوگ بھی معمولی نہیں ہوں گے۔"

مَیں کوئی جواب دیے بغیر اُٹھا اور رچرڈ کے ساتھ باہر نکل آیا۔ لیکن ہم نے دروازے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ ٹھٹک گئے۔ پانچ آدمی ہماری اس بیرک کے عین سامنے کھڑے ہوئے تھے اور یہ مقامی محافظ ہی تھے۔ ان میں ایک بہت ہی طویل القامت شخص تھا جس کا سر گُھٹا ہُوا تھا اور مونچھیں راجپوتوں کی طرح بڑی بڑی اور نوکیلی تھیں۔ اس شخص کے بدن پر مخصوص قسم کا کَسا ہُوا لباس تھا۔ کمر میں ایک چوڑے چمڑے کی بیلٹ بندھی ہوئی تھی۔ وہ پانچوں شاید ابھی آ کر بیرک کے سامنے کھڑے ہوئے ہی تھے اور ہماری بیرک ہی کی جانب متوجہ تھے۔

مَیں نے ایک طائرانہ نگاہ اطراف پر ڈالی۔ قیدی اپنی اپنی بیرکوں سے نکل کر باہر آ بیٹھے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چائے کے مگ تھے اور وہ آپس میں گفت و شنید کر رہے تھے۔ مَیں ایک نگاہ احاطے پر ڈالنے کے بعد پھر ان پانچوں محافظوں کی طرف دیکھنے لگا۔ طویل القامت آدمی اپنے باقی چار ساتھیوں سے چند قدم آگے بڑھ آیا تھا۔ پھر اس نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا "اے سُور ماؤ، نیچے آؤ!" اس کی آواز میں درشتی اور کرختگی تھی۔ مَیں اور رچرڈ اپنے فیصلے کے تحت خاموشی سے نیچے اُتر آئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

جب ہم اس طویل القامت شخص سے چند قدم کے فاصلے پر رہ گئے تو اُس نے آگے بڑھ کر رچرڈ کا گریبان اپنے چوڑے ہاتھ سے پکڑ لیا اور اس کے بعد اپنی بھرپور قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے زمین سے تقریباً آٹھ انچ اوپر اُٹھا لیا۔

"یہاں آنے والے پہلے اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرتے ہیں کہ وہ یہاں رہنے کے قابل ہیں یا نہیں"، اُس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر وہ اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں ثابت کر سکتے تو پھر یہاں ان کے لیے ہم نے ایک چوڑا گڑھا تیار کر رکھا ہے جس کی گہرائی تقریباً بیس فٹ ہے اور جس کی تہ سمندر سے جا ملتی ہے۔ ہم ان لوگوں کو اُٹھا کر اس گڑھے میں ڈال دیتے ہیں۔ سمندر کے نیچے مستقل رہنے والی مچھلیاں انھیں قید کے عذاب سے نجات دلا دیتی ہیں اور ہمیں ان کی پرورش کے عذاب سے، سمجھے؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں صبح اُٹھنے کا وقت وہ ہے جب سورج سر اُبھارتا ہے۔ یہ تمھاری ماں کا گھر نہیں ہے کہ اطمینان سے نیند پوری کر کے جاگو۔ صبح اس وقت جاگنا ہوگا جب سورج پوری طرح نکل نہیں پاتا اور اس کے بعد احاطے میں بیٹھ کر حاضری لگوانی ہوتی ہے۔ پھر جو کچھ بھی کھانے پینے کو ملے اسے کھا کر کام پر روانہ ہو جانا پڑتا ہے۔ بولو، کیا تم گڑھے میں جانا پسند کرتے ہو؟"

رچرڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہاتھ پاؤں بھی نہیں مارے اس نے... جب وہ بالکل ساکت و جامد رہا تو اُس شخص نے آہستہ سے اسے زمین پر کھڑا کیا اور پھر اس طرح گھوما کہ رچرڈ کو اس کے گھومنے کی وجہ کا اندازہ بھی نہیں ہو سکا۔ اسے اس وقت پتا چلا جب گھوم کر اس نے اپنا لمبا ہاتھ رچرڈ کے جبڑے پر جما دیا۔ وہ ایک دیو پیکر انسان تھا۔ رچرڈ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اگر میں آگے بڑھ کر اسے نہ سنبھال لیتا تو وہ زمین پر کئی قلابازیاں کھا جاتا۔ امن و امان کے بہت سے منصوبے ہم نے رات کو بنائے تھے اور سوچا تھا کہ فرار کے لیے اپنی تمام قوتیں محفوظ رکھیں گے لیکن اب اس صورتِ حال کو برداشت کرنا بھی ناممکن تھا۔ وہ طویل القامت شخص اپنی اس کامیابی پر مسکراتا ہوا میری جانب متوجہ ہوا۔ میں نے رچرڈ کو آہستہ سے الگ کر دیا تھا۔ اس بیچارے نے اپنا دکھتا ہوا جبڑا پکڑ رکھا تھا۔ طویل القامت شخص میرے نزدیک پہنچ گیا اور میں خود کو تیار کرنے لگا۔ اس نے اسی طرح ہاتھ بڑھا کر میرا گریبان بھی پکڑا اور اس کے بازو کی مچھلیاں تڑپنے لگیں۔ وہ مجھے بھی رچرڈ کی طرح زمین سے اٹھانے کی فکر میں تھا لیکن اگر میں زمین سے اُٹھ جاتا تو پھر یہاں مجھے سر اُٹھا کر چلنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ اس نے گھٹنوں کو تھوڑا سا خم کیا اور قوت لگا کر مجھے اٹھانے کی کوشش کی لیکن کئی بار کی کوششوں کے باوجود وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔

تب میں نے اپنا ہاتھ اس کی کلائی پر رکھا اور آہستہ سے کہا۔ "چھوڑ دو، تم اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکو گے۔" میری آواز دوسرے لوگوں نے بھی سُنی تھی۔ احاطے میں بیرکوں کے کنارے بیٹھے ہوئے خونخوار لوگ دلچسپی سے ہمارا تماشا دیکھ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں تھمے ہوئے چائے کے مگ ہونٹوں سے نیچے ہی رُک گئے تھے۔ اُس نے میرا گریبان چھوڑ دیا۔

میں نے بھاری لہجے میں کہا۔ "ہم صبح کو اس وقت جاگ جائیں گے جب سورج نہیں نکلا ہوگا اور ہم یہاں کے اصولوں کے مطابق تمام کام کریں گے، بس! اس کے علاوہ اگر تمھاری کوئی اور خواہش ہو تو وہ بھی بتا دو۔"

میرا لہجہ نرم اور دھیما تھا لیکن طویل القامت شخص کو اس بات پر شدید غصہ تھا کہ میں زمین سے اونچا کیوں نہیں ہوا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹا اور اُس نے دہاڑ سی حلق سے نکال کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ بے مقصد اور بلاوجہ تھا۔ ہم دونوں نے کوئی جُرم نہیں کیا تھا لیکن وہ کہہ چکا تھا کہ یہاں رہنے والوں کو اس کا اہل ثابت کرنا ہوتا ہے۔ رچرڈ اس کی ٹکر کا نہیں تھا لیکن میں اپنے آپ کو یہاں رہنے کا اہل ثابت کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس حملے کو میں نے اپنے ہاتھ کٹہرے کر کے روکا اور دوسرے لمحے اسے پیچھے دھکیل دیا۔ اُس نے مضبوطی سے زمین پر قدم جما دیے تھے۔ اس کے بعد وہ سنبھل کر پھر دو قدم پیچھے ہٹا اور اس بار اُس نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر میری کمر کو گرفت میں لینے کی کوشش کی لیکن اس طرح جھکنا اس کے لیے ہی خطرناک ثابت ہوا۔ جوں ہی وہ میرے قریب پہنچا، میں نے اپنا گھٹنا پوری قوت سے اس کی ٹھوڑی پر مارا اور وہ اُلٹ کر نیچے جا گرا۔

لیکن وہ جاندار آدمی تھا۔ نیچے گرتے ہی وہ پلٹا اور اُلٹی قلابازی کھا کر کھڑا ہو گیا۔ قیدیوں نے جلدی جلدی اپنی چائے کے مگ خالی کر لیے اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شاید بہت دن کے بعد انھیں کوئی تفریح دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ میں نے بھی سوچ لیا تھا کہ اب اگر یہ صورتِ حال پیش آ ہی گئی ہے تو مار نہیں کھاؤں گا، نتیجہ خواہ کچھ بھی ہو۔ چنانچہ اب میں پوری طرح تیار ہو گیا تھا۔ وہ اب نئے پینترے بدل رہا تھا۔ اس نے دو تین بار مجھے جھکائی دی اور ایک بار پھر اَرنے بھینسے کی طرح مجھ پر پِل پڑا۔ لڑنے کا انداز فنکارانہ نہیں تھا بلکہ وہ اپنے چوڑے چکلے بدن اور اپنی طاقت کے زعم میں ہر شخص کو نیچا دکھانے کا خواہش مند لگتا تھا۔ چنانچہ اس بار بھی وہ اپنے سر کی ٹکر سے مجھے رگید دینا چاہتا تھا۔ میں نے پھرتی سے دونوں ہاتھ ایک دوسرے میں پیوست کیے اور جوں ہی اس کی جھکی ہوئی گردن میرے پیٹ کے قریب پہنچی، میں نے اُس کی گدّی پر دونوں ہاتھ دے مارے۔ وہ پیٹ سے نیچے گر پڑا۔ میں اس کی زد سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے نیچے گرتے ہی میں پھرتی سے آگے بڑھا اور ایک ٹھوکر اس کے جبڑوں پر رسید کر دی۔ وہ دو پلٹیاں کھا گیا اور اس کے بعد دونوں ہاتھ ٹیک کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس کی آنکھوں میں گویا خون اُتر آیا تھا۔ دوسرے لمحے اُس نے اپنی چوڑی بیلٹ کھولی اور اس کا وہ سِرا ہاتھ میں لے لیا جس میں بکل نہیں لگا ہوا تھا۔ وہ بیلٹ کو ایک مخصوص انداز میں گھما رہا تھا۔ رچرڈ ہکا بکا کھڑا تھا۔ میں نے اُس کے چاروں ساتھیوں کو دیکھا، بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اس لڑائی میں شرکت کا ارادہ نہیں رکھتے حالانکہ وہ مسلح تھے۔ انھوں نے اپنے ہتھیار بھی سنبھالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پتا نہیں کیا چکر تھا۔ ممکن ہے، یہ تفریح یہاں کے اُصولوں میں شامل ہو۔ ویسے بھی وہ جانتے تھے کہ میں خالی ہاتھ ہوں اور صرف ہاتھ پیروں ہی سے جنگ کر سکتا ہوں۔

چوڑی بیلٹ شائیں شائیں کی آواز کے ساتھ گھوم رہی تھی اور وہ دیوہیکل خونخوار انداز میں مجھے دیکھتا ہوا جگہ بدلتا جا رہا تھا۔ میں بھی اُس کی زد سے بچنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ پھر بیلٹ پھنکارتے ہوئے سانپ کی طرح لپکی اور میں نے اس کا نشانہ خالی دے کر اس مردود کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا۔ وہ میرے شانے پر سے ہوتا ہُوا چاروں شانے چت زمین پر آ گرا۔ میں نے نہ صرف اس کی بیلٹ کا وار ناکام کیا تھا بلکہ اسے دھوبی پاٹ بھی مار دیا تھا لیکن کمبخت اُٹھنے میں بڑی پھرتی دکھاتا تھا۔ یہ اس کی خوبی تھی۔

نیچے گرتے ہی ایک بار پھر وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی اُس نے بیلٹ گھما دی۔ اس بار بیلٹ میرے شانے کو چھو گئی تھی لیکن اپنے سامنے کے سرے کے وزن کے زور میں وہ میری بغل میں آ لپٹی اور اس کے بعد بھلا کیسے ممکن تھا کہ میں آسانی سے اسے اس کے ہاتھ میں رہنے دیتا۔ اُس احمق کو چاہیے تھا کہ پہلے بیلٹ کے سرے کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ لیتا لیکن اُس نے سوچا ہوگا کہ اس کے چوڑے ہاتھ کی گرفت اتنی مضبوط ہے کہ کوئی شخص بیلٹ کو اس کی گرفت سے نکال نہیں سکتا۔ بیلٹ میری بغل میں آ پھنسی تھی اور اس کے بعد اُسے اس کے ہاتھ سے نکالنے کے لیے ایک جھٹکا کافی تھا۔ بیلٹ اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔

اب میں پھرتی سے پیچھے ہٹا۔ میں نے اُس جیسی حماقت کا ثبوت نہیں دیا بلکہ اس کا سِرا اپنے ہاتھ پر لپیٹ لیا۔ جوں ہی وہ آگے بڑھا، بیلٹ پوری قوت سے اس کے مُنہ پر پڑی۔ مزے دار وار تھا۔ میں نے اس کے جبڑے ٹیڑھے ہوتے ہوئے دیکھے۔ ویسے بھی بیلٹ کا سِرا خاصا وزنی تھا اور یقیناً یہ اسی لیے وزنی تھا کہ خطرناک قیدیوں کو راہِ راست پر لا سکے لیکن آج پہلی بار اس شخص کو اپنی اس حماقت کا احساس ہُوا تھا کہ اس نے بیلٹ کے اس سرے کو ایک پاؤ تانبہ خرچ کر کے کیوں بنوایا تھا! وہ ایک لمحے کے لیے تو چکرایا پھر اس کے حلق سے خونخوار دہاڑ نکلی اور وہ پاگلوں کی طرح مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ بیلٹ نے اس بار اس کے گنجے سر پر وار کیا تھا اور سر سے خون نکلنے لگا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اگر میں چار چھ وار اور اسی طرح کر دوں تو پھر وہ اس قابل نہیں رہے گا کہ دوسرے لوگوں کو تنگ کر سکے۔

ابتدا اس نے کی تھی اور اب مجھے کسی رعایت سے کام نہیں لینا چاہیے تھا۔ چنانچہ میں پینترے بدل بدل کر اس کی ٹانگوں، کمر، شانوں پر ضربیں لگاتا رہا۔ جیسے کو میں نے چھوڑ دیا تھا چونکہ اس طرح اس کے مر جانے کا اندیشہ بھی ہو سکتا تھا۔ اب اس کا انداز مدافعتی تھا اور میں آگے بڑھ بڑھ کر اس پر وار کر رہا تھا۔ چند ہی منٹوں کے بعد وہ گر گیا۔ اس کے بدن میں کافی ٹوٹ پھوٹ پیدا ہو گئی تھی۔ اب صورتِ حال یہ پیدا ہو گئی تھی کہ میں اگر چاہتا تو بیلٹ مار مار کر اس کا حلیہ بگاڑ دیتا لیکن اس کے چاروں ساتھی اس سے زیادہ انتظار نہیں کر سکتے تھے۔ دوسرے لمحے وہ شور مچاتے ہوئے آگے بڑھے اور انھوں نے مجھے رائفلوں کی نال پر رکھ لیا۔ میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔ طویل القامت شخص نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن چوٹیں اتنی جاندار تھیں کہ وہ آسانی سے اُٹھنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

میں نے رائفلوں کی نالوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "ابتدا میں نے نہیں کی تھی۔ میں خود کو یہاں رہنے کا اہل ثابت کرنا چاہتا تھا۔"

"بیلٹ چھوڑ دو۔" ان میں سے ایک آدمی نے کہا اور میں نے بڑی شرافت سے بیلٹ اپنے ہاتھ سے کھول کر اس کے حوالے کر دی۔

میری اس شرافت کا خاطر خواہ ردِّ عمل ہُوا۔ انھوں نے رائفلیں پیچھے ہٹا لی تھیں اور پھر ان میں سے دو آدمی طویل القامت شخص کی طرف متوجہ ہو گئے جو کئی بار اُٹھنے کی کوشش کے بعد ناکام ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گیا تھا اور اُس نے گردن ایک طرف ڈال دی تھی۔ قیدیوں نے دفعتاً غل غپاڑہ مچانا شروع کر دیا تھا۔ وہ مگ ہاتھ میں لیے لیے ناچ رہے تھے، قہقہے لگا رہے تھے، شور مچا رہے تھے۔ یہ تفریح ان کے لیے بہت دلچسپ تھی اور شاید وہ اس طویل القامت شخص کی اس بُری طرح پٹائی سے بہت ہی خوش ہوئے تھے۔ محافظوں نے ان میں سے کسی کو کچھ نہ کہا۔ وہ صورتِ حال کو اچھی طرح جانتے تھے۔ پھر ایک محافظ نے کہا۔ "اس کے باوجود تم یہاں حرام کی روٹی نہیں کھا سکتے۔ تمھیں دوسروں کے ساتھ ناریل توڑنے کے لیے جانا ہوگا۔"

"میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ مجھے جو کچھ کہا جائے گا، اس پر عمل کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

دو آدمی طویل القامت شخص کو اُٹھائے ہوئے ایک طرف چلے گئے تھے، اس کے بعد باقی دونوں آدمی بھی وہاں سے چل پڑے۔ میں رچرڈ کی طرف متوجہ ہُوا اور اس کا جبڑا دیکھنے لگا۔ ان قیدیوں نے جو خوشی کے نعرے لگا رہے تھے، میرے قریب آنے کی کوشش نہیں کی تھی اور وہ سب پھر اپنی اپنی جگہ جا بیٹھے تھے۔ تب میں، رچرڈ کو سنبھالے ہوئے بیرک کے نزدیک پہنچا۔

"تمھیں زیادہ چوٹ تو نہیں آئی، رچرڈ؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو یار! آج تو تم نے مجھے خوش کر دیا۔ مجھے تمھاری شخصیت کے اس پہلو کا قطعی علم نہیں تھا۔ کمال کر دیا تم نے! میں تو اپنے اندر اس قید و بند کی صعوبتوں کے بعد یہ سکت بھی نہیں پاتا کہ کسی کے دو چار ہاتھ ہی کھا سکوں لیکن تم نے اس دیو کو اس بُری طرح لٹا دیا کہ اب شاید وہ مہینوں اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں، اس کی ہڈیاں اب ہفتوں سوجی رہیں گی۔" میں نے کہا۔ ہم دونوں بیرک کے سہارے اس طرح بیٹھ گئے جیسے باقی قیدی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان قیدیوں کی فطرت پر مجھے تعجب ہو رہا تھا، کہاں وہ خوشی سے ناچ رہے تھے اور کہاں اب میری طرف سے بالکل لاتعلق ہو کر بیٹھ گئے تھے، پتا نہیں کیوں؟ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دو آدمی آگے آئے اور انھوں نے چائے کے مگ اور انتہائی خشک اور بھدی شکل و صورت کی ڈبل روٹی ہمارے ہاتھ میں تھما دی۔ یہ غالباً صبح کا ناشتا تھا جسے ہم نے بخوشی قبول کر لیا۔

میں نے مسکراتے ہوئے رچرڈ سے کہا "خوش قسمتی ہے رچرڈ کہ ہم نے خود کو یہاں رہنے کا اہل ثابت کر دیا۔"

"کمال ہے یار! یہ تو پاگل خانہ معلوم ہوتا ہے۔" رچرڈ بولا۔

"اب دیکھنا یہ ہے کہ اس پٹائی کا ردِ عمل کیا ہوتا ہے؟"

"جو کچھ دیکھنا ہے، وہ تو دیکھنا ہی پڑے گا۔" رچرڈ نے چائے کے دو تین گھونٹ لیتے ہوئے کہا اور پھر منہ بنا کر بولا "خدا غارت کرے ان کمبختوں کو، یہ چائے ہے یا گرم پانی؟"

"ڈبل روٹی کے ساتھ کھاؤ رچرڈ، یہ ضروری ہے۔ ویسے انھوں نے اگر ہمیں ناریل توڑنے کے لیے بھیجا تو پھر ناریل ہماری غذائی ضرورت پوری کریں گے۔"

رچرڈ نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم دونوں خاموشی سے صبح کا یہ ناشتا زہر مار کرنے لگے۔ ویسے رچرڈ کے چہرے پر پریشانی کے مسلسل آثار نظر آ رہے تھے۔ میں نے یہ محسوس کر کے اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا "تم نے بلاشبہ اپنی نئی شخصیت سے روشناس کرایا ہے مجھے، لیکن میں خوفزدہ ہوں کہ کہیں وہ کوئی انتقامی کارروائی نہ کریں۔"

"یار رچرڈ، تم سمجھدار آدمی ہو، میں تم سے ان بچوں جیسی باتوں کی توقع نہیں رکھتا۔ اگر وہ انتقامی کارروائی کریں گے تو ظاہر ہے ہم انھیں کیسے روک سکتے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ بھی نہ ہوتا اور وہ ہمارے خلاف کچھ کرنا ہی چاہتے تو ہم کیا کر سکتے تھے؟ اب ان باتوں کو ذہن سے نکال دو۔ بس وہی سب کچھ ہوگا جو تقدیر میں لکھا ہے۔"

رچرڈ خاموش ہو گیا پھر آدھا گھنٹہ مزید گزرا تھا کہ دفعتاً کسی طرف سے گھنٹی بجنے کی آوازیں سنائی دیں اور تمام قیدی اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔ کچھ محافظ ان کے درمیان کوئی چیز تقسیم کر رہے تھے۔ جب وہ ہمارے قریب آئے تو ہم نے دیکھا کہ یہ جوٹ کے بنے ہوئے تھیلے تھے۔ ایک ایک تھیلا وہ سب کے ہاتھ میں تھما رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ایک مخصوص قسم کی کلہاڑی بھی تھی جسے دیکھ کر میں نے اندازہ لگایا کہ یہ ناریل کاٹنے کی کلہاڑی ہے۔ دو محافظ ہمارے نزدیک پہنچے اور انھوں نے ایک ایک تھیلا ہمارے ہاتھ میں بھی تھما دیا اور اس کے ساتھ ہی یہ کلہاڑی بھی۔

ایک محافظ نے کہا "جگہ کا تعین کرنا تمھارا اپنا کام ہے۔ ناریل کے تھیلے جب بھر جائیں تو ان کے منہ بند کر کے انھیں پیچھے رکھ دینا۔ ہم موقعے پر ہی دوسرے تھیلے فراہم کر دیے جائیں گے۔ تین تین تھیلے تم دونوں کو شام تک بھرنے ہیں۔" میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی اور مسکرا کر رچرڈ کی طرف دیکھنے لگا۔ یہ الفاظ بڑے تسلی بخش تھے کہ انھوں نے ہمارے لیے کسی جگہ کا انتخاب نہیں کیا تھا۔ گویا پورے جزیرے میں گھومنے پھرنے کی آزادی تھی اور یہ آزادی بے مقصد نہیں ہوگی۔ بہرحال ہم اس احاطے سے باہر نکل آئے۔ قیدیوں نے اب بھی ہم سے کوئی گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ احاطے کے باہر ناہموار راستے پھیلے ہوئے تھے۔ ناریلوں کے اور دوسری چیزوں کے درخت یہاں بکثرت نظر آ رہے تھے اور احاطے کے اس حصے کو شاید خاص طور سے صاف کر کے خالی کیا گیا تھا، ورنہ درختوں کی بہتات تو پورے جزیرے پر تھی اور ان میں کوئی ترتیب نہیں تھی۔ بس یوں لگتا تھا جیسے وہ خود رو ہوں۔ ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ ضروری نہیں تھا کہ ہم احاطے کے پاس ہی اپنے کام میں مصروف ہو جاتے۔ کم از کم اس طرح جزیرہ دیکھنے کا موقع تو ملے۔

ناریل کے درختوں کی تلاش کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ احاطے سے تھوڑے فاصلے پر ہی ان کی بہتات تھی لیکن اس جزیرے کو دیکھنے کے شوق میں ہم کافی دور نکل گئے۔ جزیرہ زیادہ طویل و عریض نہیں تھا۔ احاطے سے تقریباً ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر کچھ اور بیرکیں نظر آئیں لیکن یہ زیرِ تعمیر تھیں اور کچھ قیدی یہاں کام کر رہے تھے۔

"کچھ خاص باتیں محسوس کی ہیں تم نے رچرڈ؟"

"مثلاً؟"

"ان قیدیوں کا رویّہ؟"

"مجھے کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔"

"ان میں سے کسی نے ہم سے متعارف ہونے کی کوشش نہیں کی ہے حالانکہ اس محافظ کی پٹائی پر وہ بہت زیادہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔"

"ہاں، یہ بات تو ہے۔"

"اس کی وجہ؟"

"خدا جانے۔ میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔"

"آہستہ آہستہ سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"عجیب سا ماحول نہیں ہے؟"

"کس لحاظ سے؟"

"یہاں خطرناک ترین قیدی رکھے گئے ہیں لیکن ان کی کوئی خاص نگرانی نہیں کی جاتی۔"

"اس کی کوئی وجہ ضرور ہوگی۔"

"صرف ایک۔" میں نے کہا۔

"کیا؟"

"یہاں سے نکل جانا ناممکن سمجھا جاتا ہوگا۔"

"یقیناً ایسی ہی بات ہے۔ لیکن یہ اطمینان تعجب خیز بھی ہے۔ زندگی سے اکتائے ہوئے لوگ جان کی بازی لگا کر یہاں سے نکلنے کی کوشش ضرور کرتے ہوں گے، جیسے ہم۔ کیا تمھارے ذہن میں بھاگ جانے کا خیال نہیں ہے؟"

"کیوں نہیں؟"

"اس طرح تھوڑی بہت حفاظت تو ضروری ہے۔ یہ قیدی ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ بھی سکتے ہیں۔ ایک دوسرے سے دشمنی ہو جانے پر خون خرابہ بھی کر سکتے ہیں۔ اسے روکنے کا کوئی انتظام بظاہر نظر نہیں آتا۔"

"چلو کام کریں۔ ابتدا غلط نہیں ہونی چاہیے۔" میں نے کہا۔

رچرڈ گردن ہلانے لگا پھر بولا "تمھیں درخت پر چڑھنا آتا ہے؟"

"ہاں۔ میں چڑھ سکتا ہوں۔"

"چڑھ تو میں بھی سکتا ہوں لیکن مجھے زیادہ مشق نہیں ہے۔ تم اوپر چڑھ جاؤ۔ میں نیچے رہ کر ناریل جمع کر دوں گا۔" رچرڈ بولا۔

میں جوتے اتار کر درخت پر چڑھنے لگا۔ انوکھا تجربہ تھا۔ تاہم اس کوشش میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ درخت ناریل سے لدے ہوئے تھے۔ ہم دونوں خاموشی سے کام کرتے رہے اور دونوں تھیلے بھر گئے۔ اس دوران میں نے دو محافظوں کو اس طرف آتے دیکھا تھا۔ وہ نیچے رچرڈ کے پاس رک کے اس سے باتیں کرتے رہے اور پھر آگے بڑھ گئے۔

جب وہ دور نکل گئے تو میں نے رچرڈ سے پوچھا "کیا کہہ رہے تھے وہ؟"

"ناریل سے تھیلے بھر جائیں تو ہمیں انھیں کمر پر لاد کر کیمپ تک پہنچانا ہوگا۔" رچرڈ نے جواب دیا۔

"اور وہاں سے دوسرے تھیلے حاصل کرنے ہوں گے؟"

"ہاں۔"

"اب اس کی وجہ سمجھ میں آگئی کہ قیدی زیادہ دور آ کر کام کیوں نہیں کرتے۔ ان اطراف میں دوسرے لوگ نہیں ہیں۔"

"ظاہر ہے وزن لاد کر اتنا فاصلہ طے کرنا آسان کام نہیں۔"

کام جاری رہا۔ دونوں تھیلے بھر گئے تو میں نیچے اتر آیا۔ پھر ہم دونوں گدھوں کا کام کرنے لگے۔ کافی دور تک تو تھیلے گھسیٹ کر لے گئے اور جب کیمپ قریب آ گیا تو ہم نے انھیں کمر پر لاد لیا۔ بہت سے قیدی راستے میں کام کرتے ہوئے ملے۔ وہ ہم لوگوں کو دیکھ کر ہنسنے لگتے تھے۔ غالباً ہماری اس حماقت پر ہنس رہے تھے کہ ہم اتنی دور کیوں نکل گئے۔

احاطے میں ناریل کے تھیلوں کے انبار لگے ہوئے تھے اور قیدی محافظ ان پر ٹیگ باندھ رہے تھے۔ ہمارے تھیلے وصول کر کے ہمیں نئے تھیلے دے دیے گئے لیکن اس بار بھی ہم نے قریب کی جگہ منتخب نہیں کی تھی بلکہ ایک نئی سمت نکل آئے تھے جو ساحل سے قریب تھی۔ کوئی روک ٹوک نہیں ہوئی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر وحشی ہوائیں چنگھاڑ رہی تھیں اور جھاگ اڑاتی موجیں ساحل کی نوکیلی چٹانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ ہم نے خاموشی سے دوبارہ اپنا کام شروع کر دیا۔ اس دوران ہم نے کئی ناریل توڑ کر کھا لیے تھے۔ خوراک وغیرہ کا کوئی ذکر درمیان میں نہیں آیا تھا۔ غالباً وہ لوگ بھی جانتے تھے کہ کام کے دوران قیدی خود ہی اپنا پیٹ بھر لیں گے۔ بڑی ہولناک زندگی تھی یہاں کی۔ اگر دل میں یہاں سے نکل جانے کی امنگ نہ ہو تو ایک لمحے جینا مشکل تھا۔

رچرڈ نے درخت پر چڑھنے کی کوشش کی لیکن اس میں ناکام رہا۔ اس نے کہا "ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

"کیا؟"

"اگر تم بھی درخت پر چڑھنا نہ جانتے تو کیا ہوتا؟"

"غالباً ہماری جوڑی تبدیل کر دی جاتی۔" میں نے جواب دیا۔

"ان لوگوں نے ہم سے پوچھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔"

"اتنے مہذب نہیں ہیں وہ۔"

آخری تھیلے بھر کر ہم واپس پہنچے تو شام ہو گئی تھی۔ جو قیدی اپنا کام ختم نہیں کر پائے تھے، وہ ابھی واپس نہیں پہنچے تھے۔ جو کام ختم کر چکے تھے وہ احاطے میں اینڈ رہے تھے۔ فضا خاموش تھی۔ ہم دونوں بھی اپنی بیرک کے پاس جا بیٹھے۔ دفعتاً ایک قیدی اپنی جگہ سے اٹھ کر ہماری طرف بڑھا اور ہم اسے دیکھنے لگے۔

"میرا نام ہیگا ہے۔ ڈان ہیگا۔ پرتگال کا باشندہ ہوں۔" اس نے قریب آ کر کہا۔

"بیٹھو۔ یہ رچرڈ ہے اور میں خان ہوں۔" میں نے کہا۔ اور وہ بیٹھ گیا۔

"تم مانتھو کی پٹائی کر کے ہم سب کی نگاہوں میں ایک خاص مقام حاصل کر گئے ہو۔"

"لیکن کسی نے ہم سے تعارف حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"یہاں لوگ مہذب دنیا کی رسموں سے نفرت کرتے ہیں۔ آہستہ آہستہ سب بے تکلف ہو جائیں گے تم سے لیکن خصوصی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

طور پر کوئی تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ بس یوں ہی چلتے پھرتے۔"
"اوہ، یہ بات ہے!"
"ہاں۔ کہاں سے آئے ہو؟"
"آئی ڈویژن سے؟"
"کونسی برانچ سے؟"
"کیا آئی ڈویژن کی کئی برانچیں ہیں؟ پہلے ہم اس کی ایک برانچ میں تھے۔ اس کے بعد ہیڈ کوارٹر پہنچا دیے گئے پھر وہاں سے یہاں۔"
"تو یوں کہو ہیڈ کوارٹر سے آئے ہو۔"
"ہاں۔"
"بیوقوف معلوم ہوتے ہو۔ فرار ہونے کے لیے اُس سے عمدہ جگہ کوئی نہیں ہے۔ تم نے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟"
"ناکام رہے۔"
"غلطی کی۔ بہتر منصوبہ بندی نہیں کی ہوگی۔ اب غلط جگہ آ گئے ہو۔ ویسے گریوائل سے نکلنا ناممکن ہے۔"
"گریوائل اس جزیرے کا نام ہے؟"
"ہاں۔ یہ اس کا آٹھواں سیکشن ہے۔ یہ بھی آئی ڈویژن کی برانچ ہے۔ دوسرے سات سیکشن بھی ایسے ہی جزیروں پر ہوں گے۔ مجھے سیکشن پانچ سے یہاں بھیجا گیا تھا۔"
"کیا تم ہیڈ کوارٹر میں نہیں رہے مسٹر ہیگا؟"
"رہا تھا۔ وہاں جھگڑا ہو گیا۔ پانچ میں بھیج دیا گیا۔ وہاں بھی جھگڑا ہو گیا تو آٹھ میں آ گیا یہاں۔ تک آتے ہوئے بھی آٹھ قتل ہو چکے ہیں میرے ہاتھوں۔"
"تم نے وہاں سے بھاگنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"
"اُس وقت تجربہ نہیں تھا۔"
"اور یہاں سے؟"
"یہاں سے؟" ہیگا ہنس پڑا۔ "یہاں سے بھاگنا ممکن نہیں ہے۔"
"لوگوں نے کوشش نہیں کی؟"
"کرتے رہتے ہیں، کامیاب کوئی نہیں ہوتا۔"
"وجہ؟"
"کوشش کر لینا۔ سمجھ میں آ جائے گی۔" اس نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔ اس قاتل کی شخصیت میں کوئی خوبی نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ ہمیں اس سے یہاں کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئیں۔ ساڑھے سات بجے اُبلے ہوئے چاول اور خشک آلو دیے گئے۔ جنھیں ہم نے رغبت سے کھایا اور پھر بیرک میں بند ہو گئے۔ رات کو تمام قیدیوں کو بند کر دیا جاتا تھا۔
ایک ہفتے کے اندر ہم پورا جزیرہ دیکھ چکے تھے گو اس کے لیے ہمیں دور دور سے ناریل لانے پڑتے تھے۔ لیکن بہرحال یہ کوشش ناگوار نہیں گزرتی تھی۔ جزیرہ دیکھنے کے بعد ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ لوگ یہاں سے فرار کو کیوں ناممکن سمجھتے ہیں۔ کام کے سلسلے میں یہاں باقاعدگی تھی۔ اپنا کام جتنی دیر میں چاہو، ختم کر دو اس کے بعد چھٹی ہوتی تھی۔ چنانچہ عموماً ہم دونوں اپنا کام ختم کر کے گھنٹوں بیٹھے سمندر کا نظارہ کرتے رہتے تھے۔ اس طرح ہمیں لہروں کے ایک ایک بل اور اتار چڑھاؤ کا اندازہ ہو رہا تھا۔ بہت سے اندازے لگائے تھے ہم نے۔ ایک نشیبی جگہ مجھے خاص طور سے پسند آئی تھی۔ یہاں سمندری موجیں طوفانی جوش سے آتیں لیکن انھیں پھیلنے کے لیے جگہ نہ ملتی تو وہ اسی قوت سے واپس پلٹ جاتی تھیں۔
میں نے رچرڈ سے کہا۔ "رچرڈ! یہ جگہ ہمارے لیے کارآمد ہو سکتی ہے۔"
"خدا کی پناہ! کیا خودکشی کے لیے؟"
"نہیں۔ فرار ہونے کے لیے۔"
"وہ کیسے؟"
"اگر ناریلوں کے تھیلے بغل میں دبا کر ہم ان لہروں میں کود پڑیں تو یہ ہمیں آن کی آن میں جزیرے سے میلوں دور پہنچا سکتی ہیں۔"
"اس کے نتائج خوفناک بھی نکل سکتے ہیں۔"
"ایک بار تجربہ ضرور کروں گا۔"
"وہ کیسے؟"
"بتا دوں گا۔" میں نے کہا۔
رچرڈ خوفزدہ نگاہوں سے بپھرے ہوئے سمندر کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔ "میرا خیال اس سے مختلف ہے۔"
"کیا؟"
"فرار کے لیے دوسری جگہوں سے بھی کوشش کی جا سکتی ہے لیکن یہ جگہ سب سے خطرناک ہے۔"
"اسی لیے کارآمد بھی ہے لیکن فکر مت کرو۔ تجربہ کیے بغیر کوئی اندھا قدم نہیں اٹھایا جائے گا۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔
اس کے بعد میں اس تجربے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ یہ تیاریاں کوئی خاص نہیں تھیں۔ بس چالاکی سے ناریل کے چار تھیلے چرانے پڑے تھے اور یہ کام مشکل ثابت نہ ہوا۔ ہم دو بھر کے تھیلوں میں چار مزید تھیلے چھپا لائے تھے۔ پھر میں نے ان تھیلوں میں ناریل بھرے اور ایک تھیلا سمندر میں پھینک دیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ تھیلا لہروں کے ساتھ واپس تو نہیں آ جاتا۔
میں اور رچرڈ سانس روکے تھیلے کو دیکھتے رہے۔ بارہ فٹ اونچی لہر سمندر میں واپس چلی گئی۔ تھیلا یوں بہا جا رہا تھا جیسے اسے کسی نے پکڑ رکھا ہو۔ اچانک گڑگڑاہٹ ہوئی اور ایک بہت بڑی موج ساحل سے آ ٹکرائی۔ تھیلا بہت دھماکے سے چٹانوں سے ٹکرایا اور ناریل پاش پاش ہو گئے۔
"خدا کی پناہ! دیکھ لیا نتیجہ؟" رچرڈ نے ...
میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے ناکامی کے اس احساس سے کوفت ہوئی تھی۔ لیکن میں نے ہمت نہ ہاری۔ نہ جانے کیوں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں کوئی نہ کوئی حل نکال ہی لوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد میرا روز کا مشغلہ یہ ہو گیا۔ میں برق رفتاری سے اپنا کام ختم کر کے یہاں آ بیٹھتا تھا اور لہروں کا یہ کھیل دیکھتا رہتا تھا اور باریک بینی سے اس کا جائزہ لیتا تھا۔ ایک دن لہروں کے اعداد و شمار میں میں نے ایک خاص بات دریافت کر ہی لی۔ میں نے محسوس کیا کہ تین لہروں کے بعد چوتھی لہر ساحل کی طرف واپس آتی ہے۔ باقی تین لہریں آرام سے واپس چلی جاتی ہیں۔ میں نے رچرڈ سے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا اور دوسرے دن تھیلے میں دوبارہ ناریل بھر کر اس تجربے کے لیے تیار ہو گیا۔
"کیوں آج کوئی خاص بات ہے؟" رچرڈ نے سوال کیا۔
"ہاں۔ آج ایک نیا تجربہ کر رہا ہوں۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آج مجھے اس میں کامیابی حاصل ہو جائے گی۔"
رچرڈ نے میری بات سے اتفاق نہیں کیا لیکن جب میں نے اسے لہروں کے اعداد و شمار بتلائے اور ان کے دوران ... کا تجزیہ کیا تو وہ بھی حیران رہ گیا۔
"اوہ میرے خدا! تمہارا خیال درست ہے۔" وہ سنسنی خیز لہجے میں بولا۔
پھر اس دن ہم نے ناریلوں کے بقیہ تھیلے لہروں میں پھینک کر تجربہ کیا۔ چوتھی لہر کے گزرنے کے بعد پہلی لہر میں جو تھیلا پھینکا وہ بہتا چلا گیا اور آن کی آن میں نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ اس تجربے کی کامیابی سے میں بہت خوش تھا لیکن رچرڈ کے چہرے پر پریشانی اور تشویش کے آثار تھے۔ وہ فرار کے اس طریقے سے مطمئن نہیں تھا۔ دوسری شام ہم نے خاص طور سے ہیگا سے ملاقات کی۔
"تمھیں لوگ سنکی سمجھتے ہیں۔" ہیگا نے کہا۔
"کیوں؟"
"اس لیے کہ تم ناریل لینے ہمیشہ دور دراز کے علاقوں میں جاتے ہو اور وہاں سے ناریل لاد کر لاتے ہو۔"
"تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟"
"میں اصلیت جانتا ہوں۔"
"کیا؟"
"یہی کہ تم فرار کی راہیں تلاش کر رہے ہو۔" ہیگا نے مسکرا کر کہا۔ میں بھی مسکرانے لگا تھا۔
"ملی کوئی جگہ؟" اس نے پوچھا۔
"نہیں۔ تمہارا ہی خیال درست ہے۔" میں نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔
"تمھیں خود ہی سوچ لینا چاہیے تھا۔ کون ہے جو یہاں سے بھاگ جانا نہیں چاہتا؟ لیکن اگر ایک بھی شخص آج تک اس میں کامیاب ہوا ہوتا تو بات تھی۔ وہ لوگ احمق تو نہیں ہیں۔"
"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔"
"کیا؟"
"ناریلوں کے یہ تھیلے یہاں سے کس طرح جاتے ہیں؟"
"ڈیک پر دو بڑی کشتیاں موجود ہیں جو انھیں سیکشن چار تک پہنچاتی ہیں۔ ایک کشتی صبح اور دوسری شام کو جاتی ہے۔ سیکشن چار سے یہ تھیلے بڑے جہازوں میں لاد دیے جاتے ہیں۔"
"یہ سیکشن چار کہاں ہے؟"
"یہاں سے تقریباً پچیس میل کے فاصلے پر۔"
"قیدیوں نے مشترکہ طور پر ان کشتیوں پر قبضہ کر کے فرار ہونے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"
"اس لیے کہ دن اور رات کے کسی حصے میں کوئی اس طرف نکل جائے تو اس سے کوئی سوال کیے بغیر اسے بھون دیا... جاتا ہے۔"
"لیکن نئے لوگوں کو اس کی اطلاع تو نہیں دی جاتی۔ مثلاً ہمیں۔"
"اطلاع راستے میں دے دی جاتی ہے بشرطیکہ کوئی اس طرف جانے کی کوشش کرے۔ راستے میں دو چوکیاں پڑتی ہیں۔"
"اوہ، یہ معاملہ ہے!"
"میرے آنے سے پہلے ایک بار یہ کوشش کی جا چکی ہے۔ قیدیوں نے یہاں موجود محافظوں کا اسلحہ قبضے میں کر کے انھیں ساتھ لے کر وہاں جانے کی کوشش کی تھی۔ بیس قیدی مارے گئے لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی۔"
"ہوں۔ عام حالات میں یہاں قیدیوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی جاتی؟"
"صرف عام حالات میں۔ اور اتفاق ہے کہ تمہاری موجودگی میں ابھی تک خاص حالات نہیں پیش آئے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جو محافظ میرے ہاتھوں زخمی ہوا تھا وہ کبھی دکھائی نہیں دیا۔"

"کون، مائتھو؟ وہ زندہ ہوتا تو ضرور دکھائی دیتا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"وہ تم سے جھگڑے کے تیسرے دن مر گیا تھا۔ اس کی لاش بھجوا دی گئی تھی۔" ہیگل نے کہا۔ میں اس خبر کو سن کر ساکت رہ گیا۔ میں نے اس پر شدید ضربیں لگائی تھیں۔ لیکن یہ امید نہیں تھی کہ وہ مر جائے گا۔ رچرڈ بھی ششدر رہ گیا۔

"اس کے باوجود میرے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں ہوئی۔"

"کبھی نہیں ہوگی۔ کھلے میدان میں فیصلہ ہوا تھا۔ کوئی سازش نہیں ہوئی تھی۔ یہاں موجود آدمی چوہے نہیں ہیں اور پھر سب کا معاملہ ہے۔ یہ لوگ بھی احتیاط رکھتے ہیں۔ مائتھو کو قوت آزمانے کا شوق تھا۔ اپنے شوق کا شکار ہو گیا اگر تمہارے خلاف کوئی کارروائی ہوتی تو سب قیدی بگڑ جاتے۔" ہیگل نے جواب دیا۔

یہ رات کچھ بے سکون گزری۔ کئی بار مائتھو کی موت کا افسوس ہوا لیکن اگر میں کامیاب نہ ہوتا تو اس کے ہاتھوں میرا یہی انجام ہوتا۔ مجبوری تھی۔ سیکشن چار کا پھر خیال آیا۔ پتا نہیں کیسی جگہ ہے؟ اس کے بارے میں کچھ اور معلومات حاصل ہو جائیں تو اچھا تھا۔ ممکن ہے آئی دوسٹ کی وہ برانچ بھی کوئی قید خانہ ہو۔ چنانچہ وہاں جانے یا ادھر کا رخ کرنے کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ ایک قید خانے سے نکل کر دوسرے قید خانے میں پناہ لے لی جائے۔ پھر کیا کرنا چاہیے؟ کچھ اور فیصلے کرنے ہوں گے۔ زندگی کی بازی لگا کر دور تک سمندر میں نکل جانے کی کوشش ہی بہتر رہے گی۔ اگر زندگی بچ گئی تو ٹھیک ہے ورنہ اس کوشش میں موت کو گلے لگانا بھی برا نہ لگے گا۔

اپنے ذہن میں، میں نے مکمل فیصلہ کر لیا تھا لیکن رچرڈ کو بھی اس صورتِ حال سے آگاہ کر دینا ضروری تھا۔ اس مقصد کے لیے میں نے دوسرا دن منتخب کیا اور جب میں اور رچرڈ اپنی متعین کردہ جگہ ناریل کے خالی تھیلے لے کر پہنچ گئے تو میں نے تھیلا ایک طرف رکھتے ہوئے رچرڈ سے کہا۔ "درخت پر چڑھنے سے پہلے میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں رچرڈ۔"

رچرڈ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میرے چہرے کی سنجیدگی نے اسے مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا یا شاید پھر وہ میرے دل کا حال جان گیا تھا۔

"ڈیئر رچرڈ! ہم تینوں اتفاقیہ طور پر یکجا ہوئے تھے اور پھر حالات نے ہم سے ہمارا ایک ساتھی چھین لیا۔ ہمارے تمہارے درمیان کہیں بھی کوئی رشتہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود کچھ ایسی ذہنی قربت ہو گئی ہے ہم دونوں میں کہ ہم دوسرے سے علیحدہ رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ لیکن دوست سارے رشتے ناتے یا محبتیں زندگی کے ساتھ ہوتی ہیں۔ میں بارہا تم سے اس موضوع پر گفتگو کر چکا ہوں اور ہر بار تم نے اپنا ساتھ دینے میں ثابت قدم پایا ہے۔ لیکن آخری بار تم سے یہ الفاظ کہہ کر اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتا ہوں۔"

"کہو مسٹر خان! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"دیکھو رچرڈ، میں کسی قیمت پر اب یہاں قید نہیں رہ سکتا۔ میں نے اپنی زندگی ایک خاص مقصد کے لیے وقف کی تھی۔ اپنا بہت کچھ کھو کر اس مقصد کے لیے کام کی ابتدا کر ڈالی۔ میں اگر اس مشن کے لیے کچھ کرتا رہوں اور کسی بھی لمحے موت مجھے گلے لگا لے تو مجھے کوئی تردد نہیں ہوگا۔ لیکن ان قید خانوں میں معطل زندگی گزارنا مجھے پسند نہیں ہے۔ میں مرنا چاہتا ہوں۔"

"تو ٹھیک ہے۔ چلو مر جاتے ہیں۔" رچرڈ نے جواب دیا۔

"میں جس قدر معلومات اس سلسلے میں حاصل کر چکا ہوں ان میں سے کوئی بھی بات تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کیا ان حالات میں تم میرے ساتھ اندھا قدم اٹھانے کے لیے تیار ہو؟"

"ہاں تیار ہوں۔"

"ایک بار پھر سوچ لو رچرڈ!"

"تم مجھے بزدل کیوں سمجھتے ہو خان ہمیں مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو تم؟ یہ کیوں سوچتے ہو کہ جو تم کر سکتے ہو میں نہیں کر سکتا؟"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن...."

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔ اگر تم خود مجھے اپنے ساتھ رکھنے میں کچھ الجھن محسوس کر رہے ہو تو میں تمہارے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ ہر شخص کی اپنی زندگی ہوتی ہے۔ بعض اوقات کوئی کسی سے انتہائی ذہنی قربت رکھنے کے باوجود اسے اپنے آپ پر مسلط رکھنا پسند نہیں کرتا۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ تم اپنے طور پر جو کچھ کرنا چاہو کرو۔ میں جو کچھ مناسب سمجھوں گا، وہ کروں گا۔"

"رچرڈ! براہِ کرم میرے ان الفاظ کا برا نہ مانو۔"

"یار کیسے برا نہ مانوں؟ کتنی بار تم سے کہہ چکا ہوں کہ ہر قدم پر تمہارے ساتھ ہوں۔ غلط ہو یا صحیح، جو تم کرو گے میں بھی کر سکتا ہوں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کا تم اظہار کرو۔"

"تو ٹھیک ہے۔ اس کے بعد میں اس موضوع پر گفتگو نہیں کروں گا۔ میں نے اپنے طور پر ایک منصوبہ بنایا ہے اور اس پر مکمل طور پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا منصوبہ ہے؟" رچرڈ نے پوچھا۔

"میں آج ہی سے ناریل کے کھوکھلے تنوں کی کشتی بنانا شروع کروں گا۔ ایک ایسی کشتی جو صرف ہمیں اس جزیرے سے [illegible] جائے۔"

"کشتی!" رچرڈ نے تعجب سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس کا نقشہ یوں سمجھ لو۔" میں نے اسے زمین پر کشتی کا نقشہ بنا کر دکھایا۔ ناریل کے درختوں کے علاوہ یہاں چوڑے تنوں والے بے شمار درخت بھی بکھرے ہوئے تھے۔ یہ درخت خودرو تھے اور یہاں ان کا کوئی مصرف نہیں تھا۔ میں نے رچرڈ سے کہا کہ میں ایک درخت منتخب کر کے اس کے تنے کو درمیان سے کاٹ لوں گا اور پھر اس میں ایک ایسا خول بناؤں گا جس میں ہم بہ آسانی لیٹ سکیں۔ اس خول کے اوپر لکڑی کے دو ایسے ہک لگائے جائیں گے جو ہمارے جسموں کو سمندر میں گرنے سے محفوظ رکھ سکیں اور اس کے بعد ہم ان تنوں کے ذریعے سمندر میں اتر جائیں گے۔"

رچرڈ نے میری بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ "مگر اس میں معمولی محنت درکار نہیں ہوگی۔"

"میرا خیال ہے بہت زیادہ محنت کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم کسی بڑے اور تناور درخت کو نہیں کاٹیں گے بلکہ تم نے دیکھا ہوگا کہ یہاں کچھ کٹے ہوئے درخت بھی موجود ہیں۔ انھیں بے ترتیبی سے کاٹ دیا گیا ہے اور ان کے تنے زمین میں رہ گئے ہیں۔ اگر ہم ایسے ہی کسی درخت کا انتخاب کر لیں جس میں سے دو کشتیاں نکل سکیں تو کیا حرج ہے! اتنے چوڑے تنے کا کوئی درخت نہیں ہے کہ اس کی ایک کشتی بنائی جا سکے۔ اگر ہم درختوں کے تنوں کو باقاعدہ تراش خراش کر کشتی بنانے کی کوشش کریں تو اس میں ہمیں اس لیے کامیابی نہیں ہوگی کہ ہمارے پاس اوزار نہیں ہیں۔ ناریل کاٹنے کی یہ چھوٹی چھوٹی کلہاڑیاں ہمارا اتنا ساتھ نہیں دے سکتیں جتنا بے شمار چیزیں درکار ہوتی ہیں کشتی بنانے کے لیے۔ لیکن اگر ہم ان تنوں کو کھوکھلا کر کے ان کے اندر صرف اپنے جسموں کو چھپانے کا بندوبست کر لیں تو میرا خیال ہے کہ یہ ہمیں یہاں سے دور لے جانے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔"

رچرڈ نے آنکھیں بند کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے تمہاری اس تجویز سے اتفاق ہے۔ واقعی اس سے زیادہ ہم اس سلسلے میں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ نہ سہی ایک کشتی، دو کشتیاں سہی ہم دونوں ان ہی کشتیوں سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔"

"ہاں۔ اس کے علاوہ ایک لمبی کشتی ان چٹانوں میں خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔ جبکہ دو چھوٹی کشتیاں کم جگہ گھیرنے کی وجہ سے موزوں رہیں گی۔ اس سلسلے میں آج ہی سے کام شروع کر دینا چاہیے۔"

"پہلے ناریلوں کے تھیلے بھر لیں۔ اس کے بعد اس کام کا آغاز کر دیں گے۔" رچرڈ نے کہا۔

میں پوری مستعدی سے اپنے منتخب کردہ ایک درخت پر چڑھ گیا۔ آج ہم نے تیزی سے کام کیا تھا اور ذرا سی دیر میں ناریلوں کے تھیلے بھر لیے گئے۔ اس کے بعد آدھے گھنٹے تک ہم اپنے مطلوبہ تنوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے۔ بالآخر ہم نے ایک خشک اور مضبوط تنے کا انتخاب کر لیا۔ پھر ایک گھنٹے تک ہم اسی تنے پر کلہاڑیاں چلاتے رہے اور اسے کافی حد تک کاٹ لیا لیکن اتنا نہیں کہ وہ نیچے گر پڑے۔ اب ہمیں تھیلے واپس پہنچانے تھے۔ نئے تھیلے لانے کے بعد ہم نے پھر بڑی جانفشانی سے تھیلے بھر لیے اور اتنے وقت میں بھر لیے کہ اس کے بعد ہمیں تقریباً دو گھنٹے مل جائیں۔ ان دو گھنٹوں میں ہم نے درخت کے اس تنے کو اپنی ضرورت کے مطابق علیحدہ کر لیا تھا اور پھر اسے جھاڑیوں میں چھپانے میں ہمیں زیادہ دقت پیش نہیں آئی۔ تیسری اور آخری بار جب ہم ناریلوں کے تھیلے

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے
ناکام ہونا چھوڑیے ___ کامیاب ہونا سیکھیے
زندگی کے عام مثبت اصولوں پر مبنی کتاب
کامیابی
کا مطالعہ آپ پر کامیابی کی نئی راہیں کھول دے گا
___ کوئی آپ کے لیے کچھ نہیں کر سکتا، جب تک آپ اپنے لیے خود کچھ نہ کریں۔
___ یہ کتاب آپ کے لیے بہت کچھ کر سکتی ہے بشرطیکہ آپ اپنے لیے خود کچھ کرنا چاہتے ہوں۔
___ اپنے لیے کچھ کریں۔
___ اس کتاب کا مطالعہ کریں، یہ کتاب آپ کے لیے رہنما ثابت ہوگی۔
___ آپ ایک مکمل اور کامیاب آدمی بن جائیں گے ___ کیا آپ اپنے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں؟
قیمت ۱۵ روپے
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۲۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

لے کر واپس چلے تو درخت کے تنے کے دو اتنے بڑے ٹکڑے ہو چکے تھے کہ ان کے درمیان خلا پیدا کر کے کشتی بنا سکیں۔ آج کا کام واقعی بڑی محنت اور تن دہی سے کیا گیا تھا۔ ہمارے جسم تھکن سے چور ہو گئے تھے۔ بہر طور آخری تھیلے پہنچانے کے بعد ہم آرام کرنے بیٹھ گئے۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ معمولات ہمیشہ کی مانند تھے۔ رات کو لیٹے تو فوراً نیند آ گئی چونکہ جسم ضرورت سے زیادہ تھک چکے تھے۔ ایک پُر سکون نیند سونے کے بعد صبح کو طبیعت بشاش تھی۔ خاص طور سے اس تصور کے ساتھ کہ اب ہم نے فرار کے عمل کا آغاز کر دیا ہے۔

دوسرا دن بھی حسب معمول ایسا ہی رہا۔ ہم نے اسی پھرتی اور محنت سے کام کیا اور درخت کے تنے پر کلہاڑیاں چلاتے رہے۔ شام ہوتے ہوتے ہم درخت کے ایک تنے کو اپنی مرضی کے مطابق ہموار کر چکے تھے۔ اب ہمارے پاس باقاعدہ اوزار تو موجود نہیں تھے کہ اسے بالکل سپاٹ اور صاف شفاف کیا جا سکتا، چنانچہ جس حد تک بھی ممکن ہو سکا ہم نے اس خول کو گہرا کر کے اس میں لیٹ کر دیکھ لیا۔ لیٹنے کے بعد درخت کا تنا تقریباً آٹھ آٹھ انچ اونچا رہتا تھا۔ چار انچ کے فاصلے پر ہم نے دونوں سمت سوراخ کیے۔ ایک اور لکڑی کو ہموار کاٹ کر ان سوراخوں میں پھنسا دیا۔ اب ان لکڑیوں کے نیچے اگر ہم لیٹ جاتے تو سمندر میں گرنے سے محفوظ رہ سکتے تھے اور یہ لکڑیاں ہمارے بدن پر بندش کا کام دیتیں۔ رچرڈ نے ایک اور تجویز پیش کی۔ اس نے کہا کہ درخت کے سرہانے کے حصے کو تھوڑا سا اندر کی جانب کھو کھلا کر لیا جائے اور اس میں ضرورت کی یعنی کھانے پینے کی چیزیں محفوظ کرنے کی جگہ بنالی جائے۔ میں نے اس تجویز کو پسند کیا۔

چنانچہ ہم ایک دن میں ایک کشتی تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر کشتی کو اسی طرح جھاڑیوں میں چھپانے کے بعد ہم دوسری رات گزارنے کے بعد اپنے بلاک میں واپس پہنچ گئے۔ کسی کو اس سلسلے میں ہم نے کوئی بھنک نہیں لگنے دی تھی۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جو کچھ کرنا تھا خود ہی کرنا تھا۔ دوسروں کے کانوں تک پہنچانے کا مطلب یہ تھا کہ اپنا راز فاش کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے اسی دن سے ایک اور کام شروع کر دیا، یعنی اپنی خوراک میں سے ایسی چیزوں کی بچت جو زیادہ دیر تک محفوظ رہ سکتی تھیں۔ تھوڑا کھا کر ہم کچھ دنوں میں اتنی کھانے پینے کی چیزیں بچا لینا چاہتے تھے کہ ہمارے سفر میں کام آئیں۔ باقی اس سلسلے میں اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کیونکہ آگے تقدیر کا کھیل شروع ہونا تھا۔

ہمارے اس پروگرام میں کونسی چیز رخنہ انداز ہوگی اس بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ بہر طور کام تقریباً ڈیڑھ ہفتے تک جاری رہا۔ کشتیاں تو ہم ابتدا دنوں میں ہی تیار کر چکے تھے اور ان میں اپنی ضرورت کا سامان حسب توفیق مہیا کر چکے تھے۔ ناریل کے پتوں سے ایسی رسّی بٹ لی گئی تھی جو کسی ضرورت پر ہمارے کام آ سکے۔ یہ رسّی تنوں کے اس خلا میں محفوظ کر دی گئی تھی جو کھانے پینے کی چیزیں رکھنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ ڈیڑھ ہفتے کی مکمل کاوشوں کے بعد بالآخر ہم اس بات کے لیے تیار ہو گئے کہ اب اپنے فرار کے عمل کا آغاز کر دیں۔

رات کے وقت تو بلاک سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، البتہ اس کے لیے ہم نے عمدگی سے ایک منصوبہ ترتیب دے لیا تھا۔ عموماً یہ ہوتا تھا کہ ناریلوں کے آخری تھیلے لانے والے بعض اوقات کافی لیٹ ہو جاتے تھے اور جھٹپٹے تک واپس بلاک میں پہنچا کرتے تھے۔ اس بات پر کسی تشویش کا اظہار نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اسی روز ہم نے اپنے دونوں تھیلے شام کو ساڑھے چار بجے تک بلاک میں پہنچائے اور آخری دو تھیلے لے کر وہاں سے آ گئے۔ کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا۔ ہم آرام سے چلتے ہوئے اپنی جگہ پہنچ گئے۔ اس کے بعد ضروری نہیں تھا کہ ہم ان تھیلوں کو بھی ناریلوں سے بھرتے۔ اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا۔ ہماری منتخب کردہ جگہ وہی تھی۔ آدھے گھنٹے تک ہم وہاں کھڑے اس کا جائزہ لیتے رہے اور پھر ہم نے آہستہ آہستہ اپنا کام شروع کر دیا۔

وزنی تنے وہاں تک لانا آسان بات نہیں تھی لیکن ہم دونوں کسی نہ کسی طرح ان تنوں کو گھسیٹتے ہوئے اس جگہ لے آئے جہاں سے ہم انھیں سمندر میں گرا سکتے تھے۔ کھانے پینے کا سامان ہم نہایت ہوشیاری سے ان ہی تھیلوں میں رکھ کر لے آئے تھے جنھیں ہم آخری بار لے کر آئے تھے۔ ان تھیلوں کو بھی اپنے ساتھ رکھ لینا ہم نے مناسب سمجھا تھا اور انھیں تنے میں محفوظ کر لیا تھا۔

دوسرے تنے کو وہاں تک لاتے لاتے شام سیاہی پھیل گئی تھی۔ یہ دونوں تنے ہم نے چٹانوں پر جگہ رکھ لیے تھے جہاں ان میں لیٹنے کے بعد ہم اپنے بدن کی ذراسی جنبش سے انھیں نیچے گرا سکتے تھے۔ کھانے پینے کا سامان بھی محفوظ کر لیا گیا اور اس کے بعد ہم ایک دوسرے کو خدا حافظ کہہ کر درختوں کے تنوں میں لیٹ گئے۔ ہم نے لکڑیاں اپنے جسموں کے اوپر فٹ کر لیں۔

تمام چیزیں معمول کے مطابق تھیں۔ اب صرف تنوں کو احتیاط کے ساتھ نیچے گرانا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں رچرڈ سے طے کر لیا تھا اور منصوبے کے مطابق ہمیں تھوڑی دیر تک لہروں کا جائزہ لینے کے بعد اپنے جسموں کے وزن سے ان تنوں کو نیچے گرا دینا تھا۔ باقی سارے کھیل تقدیر کے تھے۔ تنے صحیح انداز میں گرتے ہیں یا نہیں۔ لہریں ان وزنی تنوں کو اپنے ساتھ لے کر جا سکتی ہیں یا نہیں، یہ سب بعد کی باتیں تھیں۔ اگر تنے اس انداز میں گرے کہ ان کے کھلے ہوئے رخ نیچے چٹانوں کی سمت ہو گئے تو چٹانیں ہمیں پیس کر رکھ دیتیں اور اس کے بعد سارا کھیل یہیں کنارے پر ہی ختم ہو جاتا۔ اگر تقدیر یاوری کرے اور ہم صحیح انداز میں نیچے پہنچ جائیں تو پھر اس بات کے امکانات تھے کہ ہماری یہ کشتیاں ہمیں لے کر دور نکل جائیں گی۔ ہم لہروں کا تجزیہ کرتے رہے۔ ایک، دو، تین، چار۔ یہ چوتھی لہر خطرناک لہر تھی اور یہ یقینی طور پر واپس آتی تھی۔ جب یہ واپس آ کر گزر گئی اور پہلی لہر آئی تو ہم نے خدا کا نام لے کر اپنے جسموں کو نیچے کی جانب لڑھکایا اور تنے، جو ایسی جگہ رکھے ہوئے تھے جہاں ذرا سی جنبش سے نیچے جا سکیں، ایک ہولناک آواز کے ساتھ نیچے کی سمت چلے۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

اس وقت رچرڈ کا تصور کرنا بھی حماقت کی بات تھی۔

میرے ذہن میں صرف خدا کا تصور تھا۔ کشتی نیچے پانی میں گری اور میرے بدن کو خاصی زوردار چوٹ لگی۔ لیکن یہ سب کچھ برداشت کرنا تھا۔ ایک لمحے کے لیے دماغ جیسے مفلوج ہو گیا تھا۔ کشتی لہروں کی گود میں بری طرح چکرا رہی تھی اور دماغ گھوم کر رہ گیا تھا۔ آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔

نہ جانے کب تک یہ گہرائی اور بلندی کا کھیل جاری رہا۔ اس کے بعد کسی حد تک سکون محسوس ہوا تھا۔ کشتی کا رخ سیدھا ہی تھا گو میرے اطراف میں چاروں طرف پانی بھرا ہوا تھا۔ کشتی کے خلا میں جہاں جہاں جگہ خالی تھی وہ پانی نے پُر کر دی تھی اور اس پانی کو نکالنا کسی طرح ممکن نہیں تھا۔ رچرڈ کے بارے میں بھی کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے؟ کہاں گیا؟ وہ بھی میری طرح زندہ بچ گیا ہے یا زمین سمندری چٹانیں اسے نگل چکی ہیں؟

آسمان پر چاند طلوع ہو چکا تھا۔ سمندر کی سطح چمک رہی تھی۔ چھوٹی بڑی موجیں کشتی کو ہچکولے دے رہی تھیں، اور کشتی موجوں کے دوش پر، پُر سکون انداز میں رواں دواں تھی۔ کوئی خاص جھٹکے بھی محسوس نہیں ہو رہے تھے۔ میں نے گردن اٹھا کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکا، چونکہ اوپر لگی ہوئی مضبوط لکڑیاں میرے بدن کے گرد تھیں۔ تھوڑی دیر تک میں اسی طرح لیٹا رہا۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں اٹھنے کی کوشش کشتی کو ڈگمگا نہ دے۔ اسی لیے بہتر تھا کہ جس طرح پڑا ہوں، پڑا رہوں۔ کسی جھگڑے میں پڑنے سے کچھ حاصل نہ تھا۔ یہ چھوٹی چھوٹی کشتیاں جنھیں ڈونگیاں کہنا زیادہ مناسب ہوگا، طویل ترین سمندری سفر کے لیے نہایت مضحکہ خیز چیزیں تھیں اور شاید دنیا کی تاریخ میں کسی خطرناک ترین مہم جو نے بھی ایسا مضحکہ خیز کارنامہ انجام دینے کی کوشش نہ کی ہو۔

لیکن یہ جس طرح ہماری معاون ثابت ہوئی تھیں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ابتدائی ہولناک لمحات سے گزرنے کے بعد جب سکون کے لمحات میسر ہوئے تو سب سے پہلی کوشش میں نے اپنے یار وفادار رچرڈ کو دیکھنے کے لیے کی اور یہ دیکھ کر میری مسرت کی انتہا نہ رہی کہ رچرڈ کی ڈونگی میری ڈونگی سے زیادہ دور نہیں تھی اور وہ بھی میری مانند پُر سکون تھا۔ میں نے چیخ چیخ کر رچرڈ کو آوازیں دینے کی کوشش کی لیکن لہروں کے شور میں یہ ناممکن تھا کہ رچرڈ میری آواز سن لے۔ چنانچہ تھوڑی دیر حلق پھاڑنے کے بعد میں خاموش ہو گیا۔ ممکن ہے میری طرح رچرڈ بھی یہ کوشش کر کے خاموش ہو چکا ہو۔

رات بھر یہ سفر خوش اسلوبی سے جاری رہا۔ صبح چھ بجے سورج افق پر نمودار ہوا۔ ہم اگرچہ ساحل تو نہ دیکھ سکتے تھے لیکن ہمیں یقین تھا کہ ہم اس خونی جزیرے سے بہت دور نکل آئے ہیں۔ اس ابتدائی کامیابی کے احساس نے رواں رواں خوش کر دیا تھا۔

رات بھر ایک ہی انداز میں لیٹے لیٹے کمر تختہ ہو کر رہ گئی تھی۔ اس لیے سوچا کہ کیوں نہ اٹھ کر بیٹھ جاؤں۔ بھوک بھی لگ رہی تھی۔ لہروں کی الٹ پلٹ نے معدے کے کام کرنے کی رفتار تیز کر دی تھی۔ اس لیے جو کچھ پیٹ میں تھا، ہضم ہو چکا تھا۔ میں نے بدن سنبھال کر قریب کی رکاوٹ ہٹائی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ دو تین بار پھر چیخ کر رچرڈ کو آواز دی۔ میں اسے مشورہ دینا چاہتا تھا کہ وہ بھی میری طرح اٹھ کر بیٹھ جائے۔ لیکن اس نے اب بھی میری آواز نہیں سنی تھی۔ ٹھیک ہے اسے خود ہی عقل آئے گی تو کچھ کرے گا۔

میں نے خوراک کے پیکٹ سے بہت تھوڑی سی خوراک نکالی اور پیکٹ پوری احتیاط سے اس کی جگہ رکھ دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کھانا شروع کیا تو معدے کا بھونچال ختم ہونے لگا۔ ساتھ ساتھ میری نگاہ رچرڈ کی ڈونگی کی طرف بھی اٹھ جاتی تھی۔ میں نے سوچا کہ کسی طرح اگر ناریل کے پتوں سے بنا ہوا رسہ پھینک کر دونوں کشتیاں ایک دوسرے سے باندھ لی جائیں تو ہم بات چیت بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ کوشش بھی آسان نہیں تھی۔ دفعتاً میں نے محسوس کیا جیسے عقب سے کوئی سایہ سا ابھرا ہو۔ میں نے پھرتی سے گردن گھمائی تو ایک لمحہ تو کچھ سمجھ میں ہی نہ آیا۔ لیکن جب بات سمجھ میں آئی تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ یہ میری ڈونگی کا پچھلا حصہ تھا جو میرے اٹھ کر بیٹھنے سے بلند ہو گیا تھا اور اس سے قبل کہ میں توازن برابر کرنے کی کوشش کرتا، ڈونگی پیچھے سے بلند ہو کر الٹ گئی۔

میرے حلق سے چیخ نکل گئی لیکن یہ چیخ میری کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ ڈونگی الٹ چکی تھی۔ چونکہ دوسری لکڑی ابھی میرے نچلے بدن پر تھی اس لیے میں الٹا ہونے کے باوجود سمندر میں نہیں گرا تھا اور ڈونگی میں الٹا لٹکا ہوا تھا۔ اس طرح الٹا لٹکے لٹکے میں کچھ نہ ... تا۔ پانی میری ناک اور منہ میں بھر رہا تھا۔ میں بے اختیار ... پنے ہاتھوں کو چلانے لگا لیکن اس جدوجہد میں کوئی کامیابی نہیں ... ئی۔ پھر ایک ترکیب ذہن میں آئی کہ کسی طرح یہ دوسری لکڑی بھی نکال لوں اور پھر پانی میں داخل ہو کر کشتی کو سیدھا کرنے کی کوشش کروں۔

بڑی مشکل سے بدن کو اٹھا کر لکڑی کو نکالا اور پانی میں اتر گیا۔ پہلے نکالی ہوئی لکڑی کشتی سے گر چکی تھی۔ خوراک بھی اگر محفوظ خانے میں نہ ہوتی تو میں اس سے بھی محروم ہو گیا ہوتا۔ پھر شانوں کی پوری قوت صرف کر کے کشتی کو سیدھا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ شدید جدوجہد کے بعد اس میں کامیاب ہو سکا۔ کئی بار کشتی کے کنارے میرے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچے تھے۔ پانی کے ایک بلبلے نے میری مدد کی ورنہ شاید میں صرف اپنے بدن کی قوت سے یہ کام انجام نہ دے سکتا۔ غلطی میری تھی۔ میں ایک طرف بیٹھ کر کشتی کے دوسرے ... کو بھول گیا تھا۔

میں دوبارہ کشتی پر چڑھ آیا۔ اور پیروں والی لکڑی دوبارہ لگائی۔ دوسری لکڑی میرے ہاتھ سے چھوٹ کر دور نکل گئی تھی اور اب اسے پکڑنا ممکن نہیں تھا۔

اس خوفناک حادثے نے محتاط کر دیا۔ یہ سفر اتنا آسان نہیں ہے جتنا تصور کر لیا گیا ہے۔ ایک ایک لمحہ احتیاط کرنی ہوگی۔ کشتی میں لیٹ کر گہری گہری سانسیں لیتا رہا پھر میں نے گردن اٹھا کر رچرڈ کو دیکھا۔ وہ مجھ سے زیادہ عقلمند تھا۔ اس نے کشتی میں اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی جبکہ تھوڑا سا سرک کر گردن کنارے پر رکھ دی تھی اور اب وہ کچھ کھا رہا تھا۔ میں نے بھی اس کی طرح گردن اٹھالی۔ اب ہم دونوں ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ رہے تھے۔ اس نے ہاتھ بلند کر کے ہلایا اور بچ نکلنے پر خوشی کا اظہار کرنے لگا۔ میں نے بھی اس کا جواب دیا تھا۔ وہ ہاتھ سے چپوؤں کا کام لے کر اپنی کشتی کو میری کشتی کے قریب لے آیا۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہیلو رچرڈ! گریٹ ... فرار مبارک ہو۔"

"تمہیں بھی مبارک ہو دوست۔" اس نے کہا۔

"میں نے تمہیں بہت آوازیں دی تھیں۔"

"کب؟"

"تھوڑی دیر پہلے کی بات ہے۔"

"میں تو مزے کی نیند سوتا رہا ہوں۔"

"کیا واقعی؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ تم نہیں سوئے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مجھے تعجب ہے کہ نیند کیسے آگئی۔"

"خوف سے۔" اس نے جواب دیا۔

"خوف سے نیند بھی آسکتی ہے؟"

"ہاں لہروں کا عجیب شور میرے حواس گم کر رہا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور نہ جانے کس طرح سو گیا۔" رچرڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

پانی کی ایک لہر نے ہمیں ایک دوسرے سے دور کر دیا اور ہماری گفتگو کا یہ سلسلہ منقطع ہو گیا لیکن جب لہر پرسکون ہوئی تو ہم نے لیٹے لیٹے ہاتھوں کے چپوؤں سے کوشش دوبارہ شروع کر دی اور تھوڑی سی جدوجہد کے بعد پھر قریب آگئے۔ میں نے رچرڈ کو تھوڑی دیر پہلے والی صورت حال سے آگاہ کیا۔

وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔ "اوہ، خدا ... میں بال ... "

"کیوں؟"

"ابھی چند لمحات قبل میں سوچ رہا تھا کہ لیٹے لیٹے تھک گیا ہوں کیوں نہ اٹھ کر بیٹھ جاؤں۔" رچرڈ نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"تم نے کچھ کھایا ہے؟"

"ہاں۔ بھوک بہت لگ رہی تھی اور تم نے ... "

"ماہدولت ناشتا ہی تو کر رہے تھے جب ... آیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور رچرڈ بھی ہنسنے ...

سورج افق کو چھونے لگا اور تھوڑی دیر بعد سمندر میں غروب ہو گیا۔ رات کی تاریکی برق رفتاری سے ماحول کو نگل رہی تھی۔ اب تک سفر میں اس چھوٹے سے لیکن جان لیوا حادثے کے علاوہ اور کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ رچرڈ اس وقت بھی میرے قریب ہی تھا۔ میں نے اسے آواز دی۔

"رچرڈ! رات ہو رہی ہے۔"

"کیا تمہیں خوف محسوس ہو رہا ہے؟"

"تم اسے خوف نہیں کہہ سکتے لیکن ہم ایک ہی کشتی میں ہوتے تو زیادہ بہتر تھا۔"

"تکنیکی لحاظ سے یہ بہتر نہ ہوتا۔ اگر کشتی لمبے درخت کے ایک ہی ٹکڑے سے بنائی گئی ہوتی تو ہم اس کو گراتے وقت متوازن نہیں رکھ سکتے تھے۔ اسی مجبوری کی بنا پر ... "

"ہاں۔" میں نے گہری سانس لے کر خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور منہ بنا کر رہ گیا۔ سمندری نمک ہونٹوں سے بری طرح چپک رہا تھا۔ ہوا تیز ہونے لگی۔ مغربی سمت سے سیاہ بادل امڈ رہے تھے۔ یہ تاریکی کے بادل تھے اور آن کی آن میں سمندر پر مکمل تاریکی چھا گئی۔ گھور تاریکی، جس میں لہروں کے سفید جھاگ ضرور چمک رہے تھے اور بس۔

میں نے کشتی میں لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ لباس اوّل تو بھیگا ہوا تھا اور پھر نمی کی وجہ سے ہواؤں کے جھونکے بھی اسے خشک نہیں کر سکے تھے۔ دن خاصا گرم رہا تھا لیکن رات کو ہوائیں سرد ہونے لگی تھیں۔ لیکن ان ہواؤں سے بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا، سوائے اس کے کہ قوت ارادی سے کام لے کر انہیں خود پر مسلط نہ ہونے دیا جائے۔ پانی کے چھینٹے اڑ اڑ کر بدن کو مسلسل بھگوئے جا رہے تھے، اوپر سے سرد ہوائیں لگتیں تو لطف ہی آجاتا تھا لیکن قید خانوں میں زندگی کب صحیح راستوں پر جا رہی تھی۔ ان تکالیف کو تو برداشت کرنا ہی تھا۔ انہیں ٹالنے کا کوئی امکان نہیں تھا چنانچہ خود کو بے حس کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

وقت گزرتا رہا۔ اور پھر آسمان سے ہلکی ہلکی روشنی پھوٹنے لگی۔ آسمان پر چھوٹے چھوٹے کروڑوں ستارے ابھر آئے تھے۔ آہستہ آہستہ سمندر سے چاند ابھرا۔ اس کی روشنی میں رچرڈ ایک ہیولے کی مانند دکھائی دیا۔ وہ ہواؤں کے رحم و کرم پر تھا اور مجھ سے آگے کچھ فاصلے پر نکل چکا تھا۔ جوں جوں چاند ابھرتا رہا، تاریکی کم ہونے لگی۔ لہریں چاندی کی مانند چمک رہی تھیں۔ میری آنکھیں زیادہ دیر تک یہ چمک برداشت نہ کر سکیں، پچھلی رات بھی نہیں سویا تھا۔ اس لیے نیند کا بھی غلبہ تھا۔ میں نے دل سے دعا مانگی کہ گہری نیند آجائے، بالکل اسی طرح جیسے رچرڈ خوف سے سو گیا تھا۔

میں آنکھیں بند کیے نیند کا انتظار کرنے لگا۔ لمحے بھر غنودگی طاری رہتی لیکن پھر ایک دم ہوش آجاتا۔ اندر سے ایک آواز ابھر رہی تھی۔ ہوش میں آؤ، نیند مہنگی پڑے گی۔ یہ کتنا آسان تھا لیکن اس پر عمل مشکل۔ غنودگی بار بار طاری ہوتی اور میں چند لمحے کے لیے غافل ہو جاتا۔ سر میں درد ہونے لگا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی زور زور سے ہتھوڑے برسا رہا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں، اگر گہری نیند سو جاؤں تو کہیں کوئی حادثہ نہ پیش آ جائے اور جاگتا رہوں تو یہ سر اور بدن کی ٹھنڈک۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ٹانگیں بری طرح اکڑ رہی تھیں اور بدن بھی سر کی طرح درد کرنے لگا تھا۔ میری نگاہ ایک بار پھر رچرڈ کی کشتی کی جانب اٹھ گئی۔ وہ اب کچھ اور دور ہو گیا تھا۔ میں نے زور سے سیٹی بجائی تاکہ وہ بھی اس کا جواب دے لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ پھر میں نے زور زور سے رچرڈ کو پکارنا شروع کر دیا۔ میری آواز سمندر سے ٹکرائی لیکن کوئی جواب نہ مل سکا، تھک ہار کر میں خاموشی سے لیٹ گیا اور وقت آہستہ آہستہ گزرنے لگا۔

اب تک کے اس سفر کو ہم مشکل سفر نہیں کہہ سکتے تھے لیکن جوں جوں سورج بلند ہو رہا تھا ایک عجیب سا احساس ذہن پر چھاتا جا رہا تھا۔ سورج کی کرنیں رات بھر کے اکڑے ہوئے بدن کو درست کرنے کے بعد اس پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔ رات بھر سخت سردی میں گزارا گیا تھا اور دن کی روشنی شدید گرمی کا احساس دلا رہی تھی۔ بدن چونکہ بھاری نمکین پانی سے بھیگا ہوا تھا۔ اس لیے دھوپ کی کرنیں اس میں شدید جلن پیدا کر رہی تھیں۔ ہونٹ پھٹ رہے تھے۔ آنکھیں جل رہی تھیں۔ زبان خشک چمڑا معلوم ہوتی تھی اور نمکین سمندری پانی جب پھٹے ہوئے بدن کے حصوں پر لگتا تھا تو یوں محسوس ہوتا جیسے بدن میں زخم پڑ گئے ہوں۔

یہ تکلیفیں شدید سے ...... شدید تر ہوتی گئیں لیکن ان تمام تکلیفوں کے باوجود دل آزادی کے احساس سے معمور تھا۔ مجھے یقین تھا کہ کہیں نہ کہیں ضرور جا نکلوں گا اور اس طرح مصیبتوں کا یہ دور ختم ہو جائے گا۔ یہ احساس خود کو تسلی دینے کے لیے کافی تھا لیکن سورج کی تمازت اب ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں اس کشتی میں بھن کر رہ جاؤں گا۔ ہوا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھی گرم ہو گئی اور میرا سانس دھونکنی کی مانند چلنے لگا۔
کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ میری آنکھیں پریشانی کے انداز میں چاروں طرف بھٹکنے لگیں اور دفعتاً مجھے رچرڈ کا خیال آیا۔ میں اُسے فراموش کر بیٹھا تھا لیکن جب وہ مجھے یاد آیا تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سمندر میں چاروں طرف دیکھا لیکن رچرڈ کی کشتی کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے بوجھل دل سے سوچا کہ شاید رچرڈ کسی حادثے کا شکار ہو گیا۔ سمندر کے اس ہولناک سفر میں ہر لمحہ موت کی قربت کا حامل تھا اور کسی بھی لمحے زندگی موت سے ہمکنار ہو سکتی تھی۔

میرا دل ڈوبنے لگا۔ اگر رچرڈ سمندر میں ڈوب گیا ہے تو درحقیقت یہ ایک بہت ہی المناک حادثہ ہوگا۔ یوں تو زندگی کے بارے میں، میں بھی وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا لیکن اگر ہم دونوں کسی طرح ساتھ ہی مرتے، تو بہتر تھا۔

میرا دل الٹتا رہا۔ کوشش کر کے میں نے گردن کشتی کے کنارے پر رکھ لی تھی، تاکہ رچرڈ کی کشتی کہیں نہ کہیں تلاش کر ہی لوں۔ آخر ایک بڑی سی موج آئی اور میں اس کے ساتھ بیسیوں فٹ اوپر اچھل گیا۔ اوپر گیا تو مجھے تقریباً سو گز کے فاصلے پر رچرڈ کی کشتی نظر آئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ بھی آنکھوں پر ہاتھ رکھے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ میں سمندر کی لہر کے ساتھ ایک بار پھر ابھرا اور کوشش کر کے زور سے سیٹی بجائی۔ رچرڈ نے اپنی کشتی پر میری طرف منہ کر لیا۔ اس نے ہاتھ ہلا کر اپنی مسرت کا اظہار کیا اور ایک جانب اشارہ کرنے لگا۔ میں چند لمحے تک تو اس اشارے کو سمجھ نہیں سکا تھا لیکن جب میں نے محسوس کیا کہ وہ کسی سمت اشارہ کر رہا ہے تو میری نگاہیں بھی اس طرف اٹھ گئیں۔ ایک نظارے نے میری ساری تکلیفیں بھلا دی تھیں۔ میری روح کھنچ کر آنکھوں میں آ گئی تھی۔ بہت دور مجھے بلند و بالا درختوں کی چوٹیاں نظر آ رہی تھیں، ہوا ابھی تک تیز تھی اور کشتی کی رفتار بھی اسی کی مناسبت سے کافی تیز ہو گئی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ کشتی ساحل کی جانب جا رہی ہے۔

میں نے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ میں اتنی جلدی کسی ایسی منزل پر پہنچ جاؤں گا، جہاں زندگی کی امید ہو سکتی ہے۔ یہ کونسی جگہ ہے؟ یہ کونسی جگہ ہے؟ میں سوچنے لگا۔ وفورِ جذبات سے میری آنکھوں میں آنسو آتے جا رہے تھے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو درختوں کا وہ علاقہ چھ سات میل سے زیادہ دور نہیں

تھا۔ وسیع و عریض سمندر، بے رحم موجوں اور بے کراں خلا... میں گھرے ہوئے انسان کو اپنا وجود ذرے سے بھی زیادہ حقیر نظر آتا ہے۔

وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ میں نے گرمی سے اپنے بدن کو بچانے کے لیے پانی چلوؤں میں بھر بھر کر اپنے بدن پر ڈال لیا۔ ساحل نزدیک سے نزدیک تر آتا جا رہا ... لہریں تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ اب جنگل ... بھی نمایاں ہو گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم ساحل سے زیادہ سے زیادہ دو تین میل دور رہ گئے تھے۔ کشتی کے گرد ڈولفن مچھلیوں نے گھیرا ڈال دیا تھا۔ سر پر پرندے منڈلا رہے تھے لیکن خدا کا شکر تھا کہ کسی چیز نے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔

رچرڈ مجھے برابر نظر آتا رہا تھا۔ اب لہریں زیادہ بلند نہیں اٹھ رہی تھیں اور اندازے کے مطابق ہم ساحل سے صرف آدھے میل دور تھے۔ اس سرسبز و شاداب جگہ کے بارے میں، میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ میرا ذہن رات کی سرد ہواؤں اور دن کی سخت گرمی سے قدرے مضمحل ہو گیا تھا کہ سوچنے سمجھنے کی قوتیں کسی قدر سلب ہو کر رہ گئی تھیں۔ لمبی لمبی ٹانگوں والے پرندے دلدل میں ... مارتے دکھائی دے رہے تھے۔ یہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ جب کوئی لہر آتی تو یہ صرف پانچ یا چھ فٹ اوپر پرواز کرتے۔ درختوں کے تنوں پر پانی کے نشانات ابھرے ہوئے تھے۔ میری کشتی چھپ چھپ کرتی آگے بڑھتی رہی اور پھر ایک جھٹکا کھا کر رک گئی۔ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کہاں رکی ہے۔ پانی تھوڑا تھوڑا یہاں بھی موجود تھا۔

اس وقت غالباً دوپہر کے ڈیڑھ یا دو بجے ہوں گے۔ ہمیں اپنے قید خانے سے روانہ ہوئے چالیس گھنٹے سے زیادہ ہو چکے تھے۔ سمندر میں ہوائیں تیز تھیں۔ میرے اندازے کے مطابق تین چار بجے پھر پانی کی سطح بلند ہونے والی تھی۔ اگر اس سے پہلے ہم جنگل کے اندرونی حصوں میں پہنچ جاتے تو اپنے بچاؤ کا بندوبست کر سکتے تھے۔ رچرڈ مجھ سے ... گز داہنی طرف تھا۔ اس نے میری طرف دیکھ کر زور زور سے ہاتھ ہلائے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہو لیکن اس کی آواز مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ غالباً اس کا گلا خشک ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اس کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ خود میری بھی یہی کیفیت تھی، میں ہاتھ ہلا ہلا کر اسے اس بات کا اشارہ کرتا رہا کہ ذرا وقت گزر جائے تو ہم یہاں کے ماحول کا جائزہ لگائیں اور یہ سوچیں کہ ہمارا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے لیکن

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مَیں نے رچرڈ کو کشتی سے اترتے دیکھا۔

وہ جلد بازی کر رہا ہے، میرے ذہن میں یہ بات ابھری۔ فوراً ہی نیچے اتر جانا مناسب نہیں ہے۔ کشتی جس انداز میں یہاں پھنس گئی ہے اس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ یہاں کی زمین دلدلی ہے۔ مَیں نے اسے خبردار کرنا چاہا لیکن آواز میرے حلق سے بھی نہ نکل سکی۔ بولنے کی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی۔ میری نگاہیں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ دفعتاً وہ مجھے کچھ اشارے کرنے لگا۔ مَیں ان اشاروں کو سمجھ نہیں پایا تھا۔ میں نے غصّے سے ہاتھ ہلا ہلا کر اس سے کہنا چاہا کہ کشتی سے زیادہ دور مت جاؤ۔ پہلے ہم اس جگہ کا اندازہ لگالیں، اس کے بعد نیچے اتریں گے۔ لیکن وہ میری بات نہ سمجھ پایا۔ وہ کشتی کے دوسری جانب کھڑا تھا۔ اس لیے مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ کتنی دور جا چکا ہے۔ میں نے ہاتھوں سے اپنی چھوٹی سی ڈونگی کے کنارے پکڑ کر پاؤں نیچے رکھا اور اسے دبا کر دیکھنے لگا۔ میرا یہ اندازہ درست نکلا کہ یہاں دلدل ہے۔ دوسرے لمحے میرے دل میں خوفناک خیالات گردش کرنے لگے۔

کیا رچرڈ نیچے اُتر کر صحیح جگہ پر کھڑا ہوا ہے یا وہ بھی دلدل...... ؟ اسی لمحے مجھے احساس ہوا کہ رچرڈ کی بلندی کم ہوتی جا رہی ہے۔ آہ، وہ دلدل میں دھنس رہا تھا۔ مَیں بے بسی سے اپنی جگہ کھڑا رہا۔ کشتی میں اپنی جگہ محفوظ۔ لیکن رچرڈ کو بچانے کے لیے اس کی جانب دوڑ نہیں سکتا تھا۔ میری کیفیت اس جنگلی جانور کی سی تھی جس کے بچّے خطرے میں مبتلا ہوں لیکن وہ ان کی کوئی مدد نہ کر سکے۔

ہماری نظریں ایک دوسرے پر جمی ہوئی تھیں۔ میں اپنے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے لیکن مجھے یقین ہو گیا تھا کہ رچرڈ دلدل میں پھنس چکا ہے۔ میں نے ایک بار پھر کوشش کی اور دونوں ہاتھوں کی مدد سے کشتی کے کنارے پکڑ کر پاؤں نیچے رکھے اور انھیں دبا کر دیکھا۔ دلدل اتنی سخت تھی کہ میرے پاؤں فوراً ہی اس میں دھنس نہیں سکتے تھے۔ مَیں نے سوچا کہ کسی بھی طرح رچرڈ کی مدد کرنا ضروری ہے، اس لیے میں نے ایک ایسا عمل کیا جو خطرناک تو تھا لیکن اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ میں کشتی سے نکل کر دلدل پر لیٹ گیا اور پھر لڑھکتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ دو سو گز کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ کیونکہ کسی بھی جگہ اگر دلدل نرم ہوتی تو میں رچرڈ سے پہلے اس کا شکار ہو سکتا تھا۔ تاہم میں زندگی کی بازی لگا کر دلدل میں لڑھکتا رہا اور رفتہ رفتہ ... تقریباً ایک گھنٹے میں طے کر سکا۔ جب رچرڈ سے ... کم ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ کندھوں تک نیچے دھنس گیا ... بدنصیب شخص منزل پر پہنچنے کے بعد زندگی کھو بیٹھا ... میں اس کے قریب پہنچنے کے لیے جان توڑ کوشش ... لگا۔ ہماری نظریں ایک دوسرے پر جمی ہوئی تھیں ... نظروں ہی نظروں میں کہہ رہا تھا کہ اب کوئی کوشش ... نہیں بچا سکتی۔

عین اسی لمحے ایک لہر آئی اور جب یہ درختوں ... ٹکرا کر واپس پلٹی تو رچرڈ کا کہیں نام و نشان نہیں تھا ... کا ہاتھ تک پانی سے باہر نہیں تھا جو مجھے الوداع کہہ ... سکتا۔ میرا دل غم و اندوہ سے ڈوبنے لگا۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ دل چاہا کہ چیخ چیخ کر روؤں۔ میرا ... میرا ساتھی جواب تک ہر مشکل میں میرا ساتھ دیتا رہا تھا ... ساتھ چھوڑ گیا تھا۔ آنسو بے اختیار میرے چہرے کو تر کر رہے تھے اور میں دلدل پر لیٹا ہوا سوچ رہا تھا کہ اب میں تنہا رہ گیا ہوں۔ صحیح معنوں میں مجھے اب پتا چلے گا کہ زندگی کا تنہا سفر کتنا بھیانک ہوتا ہے! قیدِ تنہائی تو درحقیقت ملی تھی۔ ورنہ آج تک رچرڈ میرا ساتھی رہا تھا۔ اس سے پہلے داسدیو چلا گیا تھا اور اب رچرڈ۔ دکھ کی بات یہ تھی ... منزل پر آنے کے بعد وہ منزل سے دور ہو گیا تھا۔ کاش رچرڈ جلد بازی سے کام نہ لیتا تو ہم صورتِ حال کا صحیح اندازہ لگانے کے بعد کوئی ایسی کوشش کرتے کہ اس دلدلی علاقے سے باہر نکلا جا سکتا۔

لہریں وقفے وقفے سے ڈوبتی ابھرتی رہیں۔ آہستہ آہستہ پانی اوپر چڑھنے لگا اور میں پانی کے بہاؤ کے ساتھ جنگل کی جانب بڑھنے لگا لیکن اسی طرح لیٹے لیٹے ... میں نے دلدل پر کھڑے ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میری کشتی کافی فاصلے پر دلدل میں دھنسی ہوئی ... اور درختوں کے تنے اب مجھ سے صرف بیس گز زیادہ ... تھے۔ عام حالات میں انسان یہ فاصلہ چند لمحوں میں طے کر لیتا ہے لیکن میں لہروں کے زور پر ایک ایک انچ آگے بڑھ رہا تھا۔ ہر بار مجھے دوسری لہر کے آنے کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کانوں کے پردے پھاڑ دینے والا شور بلند ہوا۔ ایک بہت بڑی موج اچھلتی ہوئی ... اوپر سے گزر گئی اور میں چند لمحات بعد ایک درخت ... لٹکا ہوا تھا۔ ہاتھوں اور پیروں کی جان اس طرح نکل ... تھی کہ میں اپنی مرضی سے انھیں ہلا بھی نہیں سکتا تھا۔ اگر سمندر کی لہر مجھے درخت کے تنے تک نہ پہنچا دیتی تو میں اپنی تمام تر کوشش کے باوجود اس جگہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک میں اسی طرح بے سدھ پڑا رہا۔ حالانکہ جس انداز میں پڑا تھا، وہ بہتر نہیں تھا۔ میری کمر میں کوئی چیز چبھ رہی تھی۔ یہ درخت کی ٹوٹی ہوئی شاخ تھی۔ لیکن اس وقت یہ ہمت بھی نہیں ہو رہی تھی کہ یہاں سے ہٹ کر اپنے لیے کوئی مناسب جگہ ہی تلاش کر لوں۔

ایک ڈیڑھ گھنٹہ اسی طرح گزر گیا۔ سورج غروب ہونے میں کچھ دیر باقی تھی۔ مَیں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرے حلق سے بے اختیار کراہیں نکلنے لگی تھیں۔ مَیں نے سوچا کہ اب اس درخت پر لٹکے رہنا تو مناسب نہیں ہے، آگے بڑھوں۔ زندگی کی تلاش میں قدم بڑھاؤں۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ نیچے اتر آیا۔

پانی چڑھتا جا رہا تھا اور اب درختوں کے تنے پانی میں بھیگ گئے تھے۔ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ آگے کیسے۔ لہریں آتیں تو دور تک اپنے پیچھے پانی چھوڑ جاتیں۔ میں کبھی پیدل چلتا اور کبھی تیرنے لگتا۔ دلدل پوری طرح ختم نہیں ہوئی تھی۔ کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے ندی نالوں کی صورت میں بھی پانی موجود تھا۔ میں حتی الامکان تیز رفتاری سے سفر کر رہا تھا لیکن ایک ایک قدم سوچ سوچ کر اٹھا رہا تھا کہ میں نرم دلدل میں نہ دھنس جاؤں اور بے چارے رچرڈ کی طرح جان دے دوں۔

ساتھ لائی ہوئی چیزیں کشتی میں ہی رہ گئی تھیں۔ بھوک بھی لگ رہی تھی اور پیاس بھی لیکن اس وقت کسی چیز کی طرف توجہ دینا ممکن نہیں تھا۔ ہاں، اگر خشکی پر پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں تو پھر اس سلسلے میں بھی بہتر طور پر سوچ سکوں گا لیکن یہ سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ اس وقت سورج غروب ہو گیا تھا جب میں خشکی پر پہنچا۔ تاہم شفق کی روشنی میں، مَیں نے مزید تھوڑی دیر اپنا سفر جاری رکھا اور پھر ایک بہت بڑے گرے ہوئے درخت کے تنے پر رات بسر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ انواع و اقسام کے بے شمار کیڑے رات بھر میرے بدن پر رینگتے رہے لیکن میں تھکن سے اس قدر چُور تھا کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر سو گیا۔ صبح پرندوں کی چہچہاہٹ نے مجھے جگایا اور میں آنکھیں کھول کر اطراف کے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔

چاروں طرف سڑاند پھیلی ہوئی تھی۔ چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں جو شاید لہروں کے ساتھ بہہ کر یہاں تک آ گئی تھیں، بکھری ہوئی پڑی تھیں۔ کہیں کہیں گڑھے بھی نظر آ رہے تھے جن میں پانی موجود تھا۔ مٹی اور ریت کے ذرات اس پانی میں نیچے بیٹھ گئے تھے اور پانی کی سطح شفاف تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ایسے ہی گڑھے کے پاس پہنچ گیا۔ چلوؤں میں پانی بھر کر میں نے ہونٹوں سے لگایا۔ پہلے ہونٹوں کا نمک دور کیا اور اس کے بعد دو تین گھونٹ پانی پی لیا۔ اس پانی میں تعفن نہیں تھا لیکن اطراف میں سڑاند ہی سڑاند پھیلی ہوئی تھی۔ پھر میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

مَیں نے ایک پگڈنڈی منتخب کر لی جس پر چلتے ہوئے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ راستہ استعمال ہوتا رہا ہو۔ میرے ذہن میں مختلف خیالات آ رہے تھے لیکن کسی بھی بات پر زیادہ سوچتا تو دماغ چکرانے لگتا تھا۔ ابھی تک شدید تھکاوٹ طاری تھی۔ ویسے موسم کسی حد تک معتدل تھا، یہ بات تھوڑی سی تقویت کا باعث تھی چنانچہ میں نے خاصا سفر طے کر لیا۔

تقریباً چار چار فٹ اونچے درختوں کے جھنڈ پھیلے ہوئے تھے اور ان میں لیموں جیسی کوئی چیز نظر آ رہی تھی۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا لیکن اس پھل کو دیکھ کر میری طبیعت للچا گئی اور میں نے سوچا کہ کیوں نہ اس کا تجزیہ کر کے دیکھوں کہ یہ کھانے کے قابل ہے یا نہیں۔ مَیں نے کانٹوں دار جھاڑیوں میں سے ایک لیموں توڑا اور اسے اپنے دانتوں سے کُتر لیا۔ لیموں کے اندر سے ہلکا سا تُرش رس نکلا۔ اس رس کے ساتھ ساتھ اس میں گودا بھی موجود تھا۔ میں یہ تو نہیں سمجھ پایا کہ یہ کیا چیز ہے لیکن شدید بھوک میں یہ پھل اتنا بدمزہ نہیں معلوم ہوا تھا۔ چنانچہ میں اسے چھلکے سمیت چٹ کر گیا۔ اس کے بعد میں نے بہت سارے پھل توڑے اور انھیں جانوروں کی طرح چبانے لگا۔ اس وقت اگر اپنی حالت پر غور کرتا تو یقین نہ آتا کہ میں وہی علی یار خان ہوں جس کی نفاست کے چرچے تھے اور جسے برکلے یونیورسٹی میں ایک نہایت مہذب انسان سمجھا جاتا تھا لیکن اب تو یہ سب کچھ سوچنا بھی میرے لیے سوہانِ روح تھا اور میں ذہن کو اس طرف نہیں لے جانا چاہتا تھا۔

پھلوں کے کھانے سے مجھے اپنے معدے میں تقویت محسوس ہوئی۔ اس لیے میں نے سوچا کہ آگے کے لیے زادِ راہ اکٹھا کر لوں چنانچہ میں پھل توڑ توڑ کر اپنی جیبوں میں بھرنے لگا۔

میرا یہ سفر جاری رہا اور اب اس سفر میں مجھے کسی خاص دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑ رہا تھا۔ کھانے کے لیے پھل میرے پاس خاصی تعداد میں موجود تھے اور یوں لگتا تھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جیسے یہ سارا جنگل اسی قسم کے درختوں سے بھرا پڑا ہے۔ کہیں کہیں دوسرے درخت بھی نظر آتے تھے لیکن زیادہ تعداد ان ہی چھوٹے چھوٹے درختوں کی تھی جن کا نام میرے ذہن میں نہیں رہا۔

یہ پہلی رات تھی جب مجھے سکون کی نیند آئی۔ میں ایک درخت پر چڑھ کر اس کی شاخوں کے درمیان آرام کی نیند سو گیا۔ پیٹ کا مسئلہ بھی چونکہ حل ہو چکا تھا اس لیے کوئی پریشانی نہیں تھی۔ پھر دوسری صبح میں اندازے سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ درختوں کے درمیانی حصّے میں سفر کروں گا تاکہ اگر آبادی ہو بھی تو مجھے دیکھا نہ جا سکے۔ ویسے سوچنے سمجھنے کی قوتیں بیدار ہونے لگی تھیں اور میں نے کافی غور و خوض کیا تھا پھر مجھے ہیگ کے الفاظ یاد آئے جس نے مجھے بتایا تھا کہ یہاں سے پچیس میل کے فاصلے پر سیکشن چار ہے کہیں یہ وہی جزیرہ تو نہیں ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ میں بھاڑ میں سے نکل کر چولھے میں آ پڑا ہوں اور میرا یہ سفر کسی ایسی آبادی پر ختم ہو جہاں اسپین کے مسلح محافظ موجود ہوں؟ مجھے یقین تھا کہ میرے فرار کی خبر عام ہو چکی ہو گی اور ممکن ہے گرلوائل کے سیکشن نمبر چار کو بھی اس سلسلے میں خبردار کر دیا گیا ہو۔ میرا حلیہ بھی انھیں بتا دیا ہو گا اور میں کسی بھی لمحے دوبارہ ان کی گرفت میں آ جاؤں یہ تو مناسب نہیں ہو گا۔ میں اب اپنے آپ کو ان قید خانوں میں زندہ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے ان لوگوں کے ہاتھ نہیں لگوں گا۔

ایک دن میں جھاڑیوں میں چلا جا رہا تھا کہ دفعتاً مجھے اپنے بائیں سمت کچھ ہلکی ہلکی سرسراہٹیں سنائی دیں۔ میں اپنی جگہ دبک گیا اور بڑی احتیاط سے چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ بائیں سمت کی جھاڑیاں ہل رہی تھیں۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ان میں سے ایک شخص برآمد ہوا اچھے خاصے تن و توش کا مالک تھا۔ کاندھے پر ایک وزنی تھیلا باندھے اور ہاتھ میں لکڑی لیے ہوئے سفر کر رہا تھا مجھے یقین تھا کہ اس نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ اگر وہ مجھے دیکھ لیتا تو اس کے انداز میں اتنی بے پروائی نہ ہوتی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر اس کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا میں احتیاط سے جھاڑیوں کے درمیان کھڑا ہو گیا۔ جب وہ میرے قریب سے گزرا تو دفعتاً میں نے اس پر چھلانگ لگا دی اور اُسے اپنی گرفت میں لیے ہوئے زمین پر آ رہا۔ پھر میں نے اسے رگڑ کر رکھ دیا۔ اس نے اپنی قوت کو آزمانے کی کوشش کی لیکن میری قوت کا مقابلہ نہ کر سکا۔ جوں ہی میری گرفت میں وہ بے بس ہوا، گڑ

گڑانے لگا۔ اُس نے دردبھرے لہجے میں کہا "مت مارو، مجھ پر رحم کرو۔ میں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے۔ میں تمھارا دشمن نہیں ہوں۔ مجھ پر رحم کرو۔ چھوڑ دو مجھے۔"

"کون ہو تم؟ مجھے اپنے بارے میں بتاؤ، ورنہ اسی جگہ قتل کر کے تمھاری لاش جھاڑیوں میں پھینک دوں گا۔"

"نہیں، نہیں، مجھے قتل کرنے سے تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا میں... میں کسی طرح بھی تم سے انحراف نہیں کروں گا۔ مجھے بتاؤ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"جو کچھ میں چاہتا ہوں، وہ تم شرافت سے بتا دو گے؟"

"ہاں۔ تم جو کچھ مجھ سے پوچھو گے، وہ میں تمھیں بتا دوں گا۔ بھلا مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ اپنی جان سے ہاتھ دھوؤں!"

"ہوں۔ تم کون ہو؟"

"میرا نام گریگو ہے اور میں یہیں اسی بستی میں رہتا ہوں۔"

"اس بستی کا کیا نام ہے؟"

"اس کا کوئی نام نہیں ہے۔ یہ گرلوائل سیکشن چار کہلاتی ہے۔" اس نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلائی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ سچ کہہ رہا تھا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ "تم کون ہو؟ کیا تم کوئی مفرور قیدی ہو؟"

"ممکن ہے ایسا ہو، پھر؟"

"کچھ نہیں۔ مجھ سے جو چاہتے ہو وہ مجھے بتا دو، میرے پاس جو کچھ ہے وہ لے لو، مگر مجھے قتل نہ کرو۔"

"مجھے گرلوائل سیکشن چار کے بارے میں کچھ اور بتاؤ۔ تم کہاں جا رہے تھے؟"

"میں اپنے کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر جا رہا تھا یہاں سے تھوڑے فاصلے پر میرا گھر ہے۔"

"گرلوائل سیکشن چار کی کیا پوزیشن ہے؟"

"کیا مطلب؟ میں سمجھا نہیں! پوزیشن سے تمھاری مراد کیا ہے؟"

"میرا مطلب ہے اس قید خانے میں کتنے قیدی موجود ہیں؟"

"یہاں۔ یہاں کوئی قید خانہ نہیں ہے۔ گرلوائل سیکشن چار ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے، جہاں بیرونی دنیا کے جہاز آ کر لگتے ہیں اور گرلوائل سیکشن ایک، دو، تین، چھ، سات آٹھ سے مال آتا ہے اور اُسے یہاں جہازوں میں لاد کر روانہ کر دیا جاتا ہے۔"

"یہاں قید خانہ نہیں ہے؟"

"نہیں۔ یہاں کوئی قید خانہ نہیں ہے۔ لیکن یہاں ان قیدیوں کی ایک بستی آباد کر دی گئی ہے جو طویل عرصے سے یہیں رہ رہے ہیں اور ان کے بھاگ جانے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں بھی ان ہی میں سے ایک ہوں۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں اسی جزیرے میں پیدا ہوا تھا اور اب تک یہیں کام کر رہا ہوں لیکن میری حیثیت قیدی کی سی ہے۔"

"اوہ، تم یہاں پیدا ہوئے تھے؟ تو پھر تم قیدی کیسے ہو گئے؟"

"ایک قیدی کی اولاد قیدی ہی ہوتی ہے۔"

"اوہ! یہاں نسل در نسل قید چلتی ہے؟"

"ہاں، کچھ ایسا ہی ہے۔"

"جس جگہ تم رہتے ہو وہاں اور کون کون رہتا ہے؟"

"سارے ہی قیدی ہیں۔ سب قیدی کہلاتے ہیں اور انھیں یہاں سے بھاگ جانے کی ممانعت ہے۔ اوّل تو ان میں سے کوئی بھاگنے کی سوچتا ہی نہیں اور اگر کوئی سوچتا ہے تو اس میں کامیاب نہیں ہو پاتا۔ ہمارے پاس فرار کا ذریعہ ہی کیا ہے سوائے بندرگاہ کے؟ اور بندرگاہ کی کڑی نگرانی کی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے یہاں سے نکلنے کی کوشش بھی کی تو اسے سخت سزا دی جاتی ہے۔ اس لیے اب تو لوگ یہاں سے نکلنے کا تصوّر بھی نہیں کرتے۔"

اس کی باتیں سن کر میں سوچ میں ڈوب گیا۔ ممکن تھا کہ یہ شخص میرے کسی کام آ جاتا۔ دفعتاً میں نے اس سے سوال کیا "تم نے مجھ سے یہ کیوں پوچھا تھا کہ میں کوئی مفرور قیدی ہوں؟"

"ابھی کل ہی کی بات ہے کہ کیمپ میں دو آدمیوں کے فرار ہونے کی اطلاع موصول ہوئی ہے اور یہاں کے آدمی بندرگاہ کے راستوں کی کڑی نگرانی کر رہے ہیں۔ میرے ذہن میں تمھیں دیکھ کر یہی خیال آیا تھا کہ ممکن ہے تم ان دو میں سے ایک ہو۔"

"اگر میں ان میں سے ایک ہوا تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"کچھ نہیں۔ میں خود بھی قیدی ہوں اس لیے کسی سے دشمنی نہیں کر سکتا۔ براہِ کرم تم میرے سینے پر سے ہٹ جاؤ۔ اگر تم پسند کرو تو میرے ساتھ دوستی کا سلوک کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

میں نے ایک لمحے سوچا اور اس کے سینے پر سے ہٹ گیا۔ ٹھیک ہے اس جزیرے پر اگر کوئی ہمدرد مل جاتا ہے تو میں کچھ نہ کچھ منصوبہ بندی کر سکتا ہوں۔ بہرحال گریگو پر بھروسہ کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار میرے پاس تھا بھی نہیں۔ اگر یہ دشمن واقعی مخلص بن جائے تو پھر مجھے آسانیاں فراہم ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔

"میرے دوست، اگر تم ان حالات سے گزرے ہوتے جن سے میں گزرا ہوں، تو تم مجھ سے زیادہ جنونی اور وحشی ہوتے۔ بہرحال مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم جیسی شخصیت کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ میں تم سے اور کچھ نہیں کہتا، سوائے اس کے کہ اگر تمھارے دل میں میرے لیے کوئی دشمنی نہیں ہے، تو کچھ وقت کے لیے میری مدد کرو اور مجھے روپوش ہونے کا موقع دو۔"

"ہاں، میں تمھاری مدد کروں گا۔ اس وقت بستی کے تمام لوگ کام پر گئے ہوئے ہیں۔ اگر تم چاہو تو میرے ساتھ آؤ۔ میں تمھیں اپنے گھر لے جاؤں گا۔ وہاں میں تنہا رہتا ہوں۔ تمھیں وہاں کوئی دقت نہیں ہو گی اور میں کامیابی سے تمھیں کچھ عرصے پوشیدہ رکھ سکوں گا۔"

اس کے انداز سے سچائی جھلک رہی تھی۔ میں بھی خدا کے بھروسے پر اس کے ساتھ چل پڑا اور ایک طویل راستہ طے کرنے کے بعد اس چھوٹی سی بستی کے پاس پہنچ گیا جہاں گھاس پھونس کی جھونپڑیاں تھیں۔

اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر اس نے کہا "میں تمھیں کس نام سے پکاروں دوست؟"

بچوں کے لیے دلچسپ تحفہ
شکیل انجم کی کرنل پرویز اور قابوط سیریز کے چار ناول شائع ہوئے ہیں:
کرنل پرویز سیریز نمبر ۱۵ — چاند کا غنڈا
کرنل پرویز سیریز نمبر ۱۶ — شیشے کے انسان
قابوط سیریز نمبر ۲ — آنکھ کی چوری
قابوط سیریز نمبر ۳
کتابیات پبلیکیشنز ★ پوسٹ بکس ۲۳ ★ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

”تم مجھے کوئی بھی نام دے سکتے ہو۔ میں تمھیں اپنا اصل نام ابھی نہیں بتاؤں گا۔“

”چلو خیر، ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمھیں اپنے پسندیدہ کسی بھی نام سے مخاطب کرلوں گا اور آخری بار کہتا ہوں کہ میری طرف سے بے فکر رہو، میں تمھیں دھوکا نہیں دوں گا۔“

گریگو کا کہنا درست تھا۔ جھونپڑیوں کا علاقہ خالی پڑا ہوا تھا۔ بس صرف چند جھونپڑیوں میں عورتیں اور بچے نظر آرہے تھے جو اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ وہ سب کی نظر سے بچا کر مجھے اپنی جھونپڑی میں لے گیا۔ اچھی خاصی کشادہ جگہ تھی جس کے گرد تقریباً پانچ پانچ فٹ چوڑا کچی مٹی کا احاطہ بنا ہوا تھا۔ اندر پیال کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے اور ضرورت کا چھوٹا موٹا سامان موجود تھا۔ کھانا پکانے کے لیے احاطے کے اندر ایک جگہ بنالی گئی تھی۔

اندر لاکر گریگو نے مجھ سے کہا۔ ”اگر تم چاہو تو پیال کے ان ڈھیروں میں خود کو چھپا کر آرام کی نیند سو سکتے ہو۔ ویسے بستر بھی موجود ہے لیکن تمھارا بستر پر رہنا مناسب نہیں ہوگا کیونکہ بعض اوقات بچے گھومتے پھرتے یہاں آگھستے ہیں۔“

”ٹھیک ہے گریگو۔ تمھارا کیا پروگرام ہے؟“

”میں ذرا ابھی تھوڑی دیر مصروف رہوں گا۔ تم مجھ پر اعتبار کرو۔ بس اس کے علاوہ میں تم سے کچھ اور نہیں کہہ سکتا۔“ گریگو نے جواب دیا۔ ”ٹھیرو، پہلے میں تمھارے لیے کچھ کھانے پینے کا بندوبست کردوں۔“

”تمھاری مہربانی ہوگی۔“ میں نے جواب دیا۔

گریگو چلا گیا۔ میں اب تن بہ تقدیر ہوچکا تھا۔ اس شخص پر بھروسہ کرنے کے علاوہ اب کوئی چارۂ کار نہیں تھا کیونکہ اس کے بغیر میں یہاں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ گریگو تقریباً تیس منٹ بعد واپس آیا تو اس کے پاس بھنی ہوئی مچھلی اور کچھ تازہ پھل تھے۔ اس نے یہ چیزیں میرے سامنے رکھ دیں۔

”اس وقت ان سے کام چلالو۔ رات کو تمھارے لیے اچھا کھانا تیار کردوں گا۔ یہ کھا کر آرام سے سوجاؤ اور ہاں دیکھو، پانی تمھارے سامنے برتن میں موجود ہے۔ اب میں جا رہا ہوں۔ تم کھا پی کر آرام سے پیال کے ڈھیر میں سو جانا۔“

میں نے گردن ہلادی اور کھانے میں مشغول ہوگیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے صدیوں کے بعد یہ کھانا نصیب ہوا ہو۔ ذرا سی دیر میں ساری چیزیں چٹ کرگیا۔ پانی پیا اور پیال کے ڈھیر میں جا گھسا۔ میں نے موٹے موٹے گھاس کے ڈھیر اپنے اوپر بھی رکھ لیے۔ تھوڑی ہی دیر کے اندر اندر دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔ میں گہری نیند سو گیا۔

آنکھ کھلی تو پتا نہیں کیا بجا تھا۔ چاروں طرف ہُو کا عالم طاری تھا۔ کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ البتہ سمندر کی لہروں کا ہلکا ہلکا شور اٹھ رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ سمندر یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ میں نیند بھر کے سو چکا تھا اس لیے میں نے پیال کے ڈھیر میں سے گردن نکال اور باہر جھانکا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر پلنگ پر گریگو سو رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا، خاصی رات ہوگئی۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اب میں کیا کروں۔ بہرحال رات کی اس تاریکی میں یہاں سے باہر نکلنا بھی مناسب نہیں تھا۔ پتا نہیں جزیرے کے محافظوں نے ان قیدی کارکنوں کی نگرانی کے لیے کیسے انتظامات کر رکھے ہوں۔ کوئی خطرہ مول لینا مناسب نہیں تھا۔ گریگو نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھے رات کا کھانا کھلائے گا لیکن پتا نہیں کیوں اس نے یہ کوشش نہیں کی تھی۔ شاید اس نے مجھے جگانا مناسب نہ سمجھا ہو۔ بہرحال اس وقت یہاں سے باہر نکلنا یا کوئی جدوجہد کرنا بے کار ہی تھا۔ چنانچہ میں پھر سونے کی کوشش کرنے لگا اور تقریباً آدھے گھنٹے کی کوشش کے بعد مجھے نیند آگئی۔ دوسری بار اس وقت جاگا تھا جب گریگو مجھے جھنجوڑ رہا تھا۔

”اب کب تک سوتے رہوگے؟ اٹھو، صبح ہونے میں کچھ ہی دیر باقی رہ گئی ہے۔“ میں اٹھ گیا اور مسکراتی ہوئی نگاہوں سے گریگو کو دیکھا۔ وہ بھی مسکرا رہا تھا۔

”اوہ گریگو! تمھارا بہت بہت شکریہ۔ تمھیں میری وجہ سے بہت تکلیف ہوئی ہے۔“

”اب ان باتوں کو جانے دو۔ میں نے رات کو تمھیں کافی جھنجوڑ کر جگایا تھا لیکن تم اتنی گہری نیند سو رہے تھے کہ پھر میرا دل نہ چاہا کہ تمھیں اس نیند سے جگا دوں۔ نجانے کب سے مصیبت کا شکار رہے ہوگے۔“

”ہاں گریگو، اس میں کوئی شک نہیں کہ میں طویل عرصے سے زندگی کی تمام دلچسپیوں سے محروم ہوچکا ہوں۔“

”رات کا کھانا رکھا ہوا ہے۔ کہو تو کچھ اور تیار کردوں ورنہ چائے میں نے بنالی ہے۔“

”بس، بس، تمھارا شکریہ۔ مجھے وہی دے دو اور اس کے ساتھ گرم گرم چائے۔“ میں نے جواب دیا۔

گریگو نے بہت ساری چیزیں لاکر میرے سامنے رکھ دیں۔ وہ خود بھی میرے ساتھ ہی چائے لے کر آبیٹھا اور ہم ناشتا کرنے لگے۔

”تم اتنی صبح جاگ جاتے ہو؟“

”نہیں۔ اتنی صبح میں صرف تمھاری وجہ سے جاگا ہوں۔“ گریگو نے جواب دیا۔ میرے اندر احساسِ ممنونیت پیدا ہونے لگا تھا۔ اگر یہ شخص میرے خلاف کوئی سازش کرنا چاہتا تو اس کے پاس کافی مواقع تھے۔ اس نے مجھے جگانے کی کوشش کی تھی لیکن میں نہیں جاگا تھا تو اس دوران میں اگر وہ چاہتا تو محافظوں کو بہ آسانی یہاں لاکر مجھے ان کے حوالے کرسکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی بات میں سچا ہے اور کسی سچے آدمی پر شبہے کا اظہار کرنا سراسر حماقت کی بات تھی۔

”گریگو! بار بار تمھارا شکریہ ادا کرنا کچھ اچھا نہیں لگتا، لیکن آخری بار تم سے کہہ رہا ہوں کہ میں واقعی تمھارا احسان مند ہوں۔“

”اب بار بار یہ الفاظ کہہ کر مجھے کیوں شرمندہ کر رہے ہو۔ میں اگر تمھاری کچھ خدمت کرسکا تو مجھے خوشی ہوگی۔ ویسے کیا اب بھی تم مجھے اپنے بارے میں تفصیل سے نہیں بتاؤگے؟“

”میں گریلوال کے سیکشن آٹھ سے فرار ہوکر یہاں تک پہنچا ہوں۔“

”تو تم ان ہی قیدیوں میں سے ایک ہو جو وہاں سے فرار ہوئے ہیں؟“ اس نے کہا۔

”ہاں۔“

”کیا فرار ہونے والے صرف دو افراد تھے؟“

”ہاں، صرف دو افراد تھے۔“

”دوسرا آدمی کہاں ہے؟“

”وہ دلدل میں غرق ہوگیا۔“

”اوہ۔ اب میں سمجھا۔ تو کیا تم دلدل کے راستے یہاں پہنچے ہو؟“ وہ افسردہ لہجے میں بولا۔

”ہاں۔“

”بڑا جان جوکھوں کا کام ہے۔ بہت سے لوگ ان دلدلوں میں غرق ہوچکے ہیں۔ اسی لیے فرار کی کوششیں ناکام ہوتی ہیں۔ دراصل جزیرے کے تین اطراف خوفناک دلدل پھیلی ہوئی ہے اور باقی ایک سمت انھوں نے دلدل سے پاک کرلی ہے اور وہاں بندرگاہ بنائی ہے۔ وہ اس لیے بھی مطمئن رہتے ہیں کہ ان دلدلوں سے فرار ہونے والے کبھی زندہ سلامت سمندر تک نہیں جاسکتے۔“

”ہاں، میرا ایک پیارا ساتھی ان دلدلوں میں روپوش ہوچکا ہے۔“

”ہونا ہی تھا۔ تمھاری تقدیر تھی کہ تم انھیں پار کرکے یہاں تک پہنچ گئے۔ ویسے نام مجھے ابھی تک نہیں معلوم ہوسکا۔“

”تم تو مجھے اپنے پسندیدہ نام سے پکارنے والے تھے۔“

”ہاں، مگر اس میں ایک اجنبیت سی محسوس ہوتی، میں ہمیشہ یہی سوچتا رہتا کہ یہ نام میں نے تمھیں دیا ہے۔“

”تم مجھے خان کہہ سکتے ہو۔ میرا مرنے والا دوست مجھے خان ہی کہا کرتا تھا۔“ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کسی کو مخاطب کرنے کے لیے کوئی نام تو ہونا چاہیے۔ میں صرف ایک نام چاہتا تھا، جس سے تمھیں مخاطب کرسکوں۔ تو مسٹر خان! اب تمھارے کیا ارادے ہیں؟“

”میں یہاں سے فرار ہونا چاہتا ہوں۔“

”یہ جاننے کے باوجود کہ یہاں سے فرار ہونا قطعی ناممکن ہے؟“

”جس جگہ سے میں فرار ہوکر یہاں تک آیا ہوں وہاں سے بھی فرار کو ناممکن ہی سمجھا جاتا تھا لیکن میری کوششیں مجھے یہاں تک لے آئیں۔“

”اگر یہ بات ہے تو پھر اگر تم پسند کرو تو میں تمھاری ملاقات اوڈے سے کراؤں۔“

”کس سے؟“ میں نے پوچھا۔

”اوڈے سے۔ اوڈے ایک نوجوان آدمی ہے۔ بہت ہی خطرناک فطرت کا مالک ہے۔ ہمیشہ اس کے ذہن میں باغیانہ خیالات پروان چڑھتے رہتے ہیں۔ وہ خود بھی یہاں سے فرار ہونا چاہتا ہے اور اس کے لیے اس نے دو آدمیوں کو اپنا ہمنوا بھی بنالیا ہے۔ یہ لوگ بھی اس کی طرح سرپھرے ہیں۔ گویا کل تین آدمی ہیں جو یہاں سے فرار ہونے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ اگر تم چاہو تو ان سے مل کر اپنا یہ کام انجام دے سکتے ہو۔“

”تمھارے دل میں فرار کی خواہش نہیں ہے گریگو؟“

”نہیں بھائی، میں یہاں مطمئن ہوں۔ دراصل میں نے آنکھ کھلتے ہی یہ ماحول دیکھا ہے۔ ہرچند کہ محافظوں کی بدسلوکی بعض اوقات مجھے بددل کردیتی ہے لیکن میں یہ سوچتا ہوں کہ جب میں بیرونی دنیا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، تو یہاں سے فرار ہوکے کیا کروں گا اور پھر مجھے کوئی تکلیف بھی نہیں ہے۔ بس ٹھیک ہے، جیسی گزر رہی ہے گزرتی رہے گی۔“

”ہوں۔ تو پھر تم اوڈے سے مجھے کس طرح ملاؤگے؟“

”یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ میں پہلے اس سے تمھارے سلسلے میں بات کروں گا۔ وہ اگر تیار ہوگیا تو پھر میں تمھاری اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے ملاقات کرا دوں گا۔"

"لیکن کیا اس میں خطرہ نہیں ہے گریگو؟"

"کیسا خطرہ؟"

"اوڈے میرے بارے میں معلوم ہونے کے بعد کیا محافظوں کو کچھ بتا نہیں دے گا؟"

"نہیں، ہرگز نہیں، اوڈے کو اگر دنیا میں کسی چیز سے نفرت ہے تو وہ صرف یہ محافظ ہیں۔ یہاں سے فرار ہونے والے قیدیوں یا ان محافظوں کو نقصان پہنچانے والوں سے وہ دلی محبت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمھارے بارے میں سن کر وہ خوش ہو جائے گا۔ اسے بھی اس بات کا علم ہے کہ سیکشن آٹھ سے دو قیدی فرار ہوئے ہیں۔ وہ اکثر اپنے دوستوں سے ان قیدیوں کے بارے میں بات چیت کرتا رہتا ہے۔"

"اگر تم اس بات کو مناسب سمجھتے ہو تو اوڈے سے میرا تذکرہ کر دینا اور پھر کسی مناسب وقت پر اسے میرے پاس پہنچا دینا۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے تم میری ذمّے داری پر چھوڑ دو میں یہ کام کر لوں گا۔ اب تم کھا پی کر آرام سے یہیں لیٹ جاؤ اور تھکن اتارنے کی مزید کوشش کرو۔ میرا خیال ہے تم پر سالوں کی تھکن ہے۔ اسے اتارنے میں تمھیں وقت تو لگے گا ہی۔"

"اس کے علاوہ اور میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔"

"کچھ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے دوست۔ یہاں اگر محفوظ رہنا ہے تو بڑی احتیاط رکھنا ہو گی تمھیں۔ کیونکہ بعض اوقات عورتیں اور بچے بھی محافظوں کی پوچھ گچھ کا نشانہ بن کر سب کچھ سچ سچ اگل دیتے ہیں۔"

"میں خیال رکھوں گا۔" میں نے جواب دیا۔ گریگو تقریباً دن کے ساڑھے آٹھ بجے وہاں سے چلا گیا اور اب میں اس کی جھونپڑی میں تنہا رہ گیا تھا۔ پورا دن یونہی گزر گیا کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ شام کے جھٹپٹے میں گریگو واپس آ گیا۔ اس نے آتے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔ "دیکھو، میں تمھارے لیے عمدہ قسم کا گوشت لے کر آیا ہوں۔ اسے کھاؤ، تمھاری طبیعت خوش ہو جائے گی۔"

"کیسا گوشت ہے یہ؟"

"ایک خاص قسم کے سمندری پرندے کا ہے جو کبھی کبھی ہی ہاتھ لگتا ہے۔ شکاریں کچھ لوگوں کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ میں نے اسے تمھارے لیے حاصل کر لیا۔"

"تمھارا شکریہ گریگو۔ کام کی بات بتاؤ۔"

"کام کی بات یہ کہ اوڈے سے میری گفتگو ہو چکی ہے۔ میں خاص طور سے آج تمھارے لیے مصروف رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اوڈے سے رابطہ قائم کر لو اس کے بعد [illegible] ذمّے داری ختم ہو جائے گی۔"

"تم اپنی ذمّے داریوں سے اکتا رہے ہو دوست؟"

"نہیں، ہرگز نہیں۔ کسی مہمان کو اپنے ہاں خوش آمدید کہہ کر مجھے بڑی مسرّت ہوتی ہے لیکن ہم لوگوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ مہمان ہمارے لیے عذابِ جان بھی بن جاتے ہیں یعنی اگر محافظوں کو یہ پتا چل جائے کہ ہم نے کسی مفرور کو پناہ دی ہے تو پھر ہمارے لیے کہیں پناہ نہیں ہو گی۔"

"اوڈے سے تم نے میرے بارے میں مکمل بات چیت کر لی ہے؟"

"ہاں۔ وہ سخت حیران ہے اور اتنا متجسّس ہو گیا تمھارے بارے میں کہ فوراً تم سے ملنا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے رات کی تاریکی کا انتخاب کیا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ رات گہری ہو جائے تو وہ خاموشی سے میری جھونپڑی پر چلا آئے۔"

"اوہ! تو کیا وہ آنے والا ہے؟"

"ہاں۔"

"کس وقت آئے گا؟"

"بس تھوڑی ہی دیر میں۔"

اس کے بعد ہم آزادی سے بیٹھ کر مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ جزیرے کی زندگی محدود تھی۔ یہاں بس جہازوں پر مال لادنے کا کام ہوتا تھا اور جہاز جب چلے جاتے تھے تو کچھ دن کے لیے فرصت ہی فرصت ہو جایا کرتی تھی۔ محافظ قیدیوں کے ساتھ ہر وقت بُرا سلوک نہیں کرتے تھے چونکہ وہ قیدیوں میں گھُل مِل گئے تھے لیکن ان پر کڑی نگاہ رکھنا ان کے فرائض میں شامل تھا۔ اس کے علاوہ یہ محافظ تبدیل ہوتے رہتے تھے یا ان کے انچارج تبدیل ہوتے رہتے تھے تاکہ کوئی بھی قیدی اُن سے ساز باز نہ کر سکے۔

رات کے تقریباً گیارہ بجے ہوں گے، جھونپڑی کے [illegible] دستک سنائی دی اور گریگو نے دروازہ کھول دیا۔ اندر [illegible] والا ایک قوی ہیکل شخص تھا جس کے چہرے پر داڑھی [illegible] طرح اُگی ہوئی تھی جس طرح جنگلی جھاڑیاں خود بخود اُگ [illegible] ہیں۔ چہرے مُہرے اور جسامت سے کافی خطرناک آدمی [illegible] ہوتا تھا۔ اس نے اپنا چوڑا پنجہ میری طرف بڑھاتے ہوئے [illegible] چمک دار آنکھوں سے مجھے دیکھا اور اس کے سفید [illegible] دانت باہر نکل آئے۔

"واقعی حلیے سے تم کوئی شاندار قیدی ہی معلوم ہو۔ گریوال کے سیکشن آٹھ سے فرار ہونا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ میں خود بھی وہاں کی سیر کر چکا ہوں اور وہاں سے مجھے یہاں بھیجا گیا تھا۔"

"اوہو! تب تو مجھے مزید خوشی ہوئی تم سے مل کر۔" میں نے کہا۔

"مگر دوست، تم وہاں سے فرار کس طرح ہوئے؟ یہ کوئی آسان کام تو نہیں تھا۔"

"ہاں، آسان کام نہیں تھا لیکن میں جان کی بازی لگا کر یہاں تک پہنچا ہوں۔"

"لیکن تم نے یہیں آنا کیوں پسند کیا؟ کہیں اور بھی جا سکتے تھے۔"

"نہیں، میں نے کچھ پسند نہیں کیا۔ دراصل مجھے اطراف کے بارے میں کچھ معلومات بھی نہیں تھیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ سمندر میں مجھے کہاں تک جانا ہے۔ بس، یونہی میں اور میرا ایک ساتھی ہمت کر کے نکل پڑے تھے کہ کہیں نہ کہیں تو پہنچیں گے یا پھر موت کو گلے لگا لیں گے۔ اب تقدیر نے ہمیں اس جزیرے پر پہنچا دیا ہے۔"

"تمھارا دوسرا ساتھی مر چکا ہے؟"

"ہاں، وہ دلدل میں غرق ہو گیا۔"

"آہ۔ تم ان خونی دلدلوں کے بارے میں نہیں جانتے۔ یہاں سے نکلنا واقعی موت کے مترادف ہے۔ یہ صرف میں ہوں جس نے ان دلدلوں پر سفر کرنے کا ایک ایسا طریقہ دریافت کیا ہے جو عام لوگوں کے علم میں نہیں ہے۔ اس طریقے کو دریافت کرنے میں مجھے کتنی بار زندگی کی بازی لگانی پڑی، یہ میں ہی جانتا ہوں۔"

"کیا واقعی تم ان دلدلوں پر سفر کرنا سیکھ گئے ہو؟"

"ہاں۔" اوڈے نے جواب دیا۔ گریگو نے ہم دونوں کو چائے پیش کر دی تھی۔ اوڈے بولا۔ "مجھے دلیر لوگوں سے ہمیشہ اُلفت رہی ہے۔ میں ہمیشہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہوں جو زندگی کی بازی [illegible] اپنا مقصد پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تم کس جرم [illegible] میں گرفتار کیے گئے یا تم نے کیا [illegible] مجھے اس [illegible] کوئی غرض نہیں ہے۔ بس میں تو یہ جانتا ہوں کہ [illegible] درندوں کو تم نے شکست دی ہے اور وہ تمھاری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ یہاں بھی تمھارے بارے میں اطلاع پہنچ چکی ہے اور محافظ ساحلوں پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔"

"[illegible] اوڈے! ہم یہاں سے کیسے فرار ہو سکیں گے؟"

"تمھاری خوش بختی ہے میرے دوست، کہ تم عین اس وقت یہاں پہنچے جب اوڈے اپنی کارروائیاں مکمل کر چکا ہے اور یہاں سے نکلنے کے لیے تیار ہے۔" اس نے کہا اور پھر گریگو کو مخاطب کیا۔ "گریگو، کیا تم اپنے مہمان کو میرے حوالے نہیں [illegible]"

"[illegible] اوڈے بخوشی۔" گریگو نے جواب دیا اور میں [illegible] بغیر [illegible]

اوڈے نے البتہ اس کے اس انداز پر کوئی توجہ نہ [illegible] اس نے کہا۔ "تم میرے ساتھ چلو۔ میں تمھارے پوشیدہ [illegible] لیے ایک ایسی جگہ منتخب کر دوں گا جہاں تمھیں کوئی [illegible] نہیں ہو گی۔ میں نے وہ جگہ خاص طور سے دریافت کی ہے [illegible] ہے کسی محافظ کی کہ وہ وہاں تک پہنچ سکے لیکن [illegible] یہ سفر دن کی روشنی میں کرنا ہو گا۔"

"دن کی روشنی میں؟" گریگو چونک کر بولا۔

"ہاں، بے وقوف آدمی! رات کی تاریکی میں اس [illegible] کرنے کا تصور بھی موت کہلاتا ہے۔" اوڈے نے [illegible]

"مگر دن کی روشنی میں تم اسے کیسے یہاں سے نکال لے جاؤ گے؟" گریگو بولا۔

"اسے یہاں سے نکالنے کے لیے دن کی روشنی کی ضرورت [illegible] ہے۔ میں یہیں رہوں گا اور صبح ہونے سے تھوڑی دیر پہلے ہم دونوں یہاں سے نکل کر ایسی جگہ پہنچ جائیں گے جہاں سے مجھے اپنے سفر کا آغاز کرنا ہو گا۔ کیوں دوست تم تیار ہو؟"

"میں ہر اس کام کے لیے تیار ہوں اوڈے، جو یہاں سے نکلنے کے لیے میرا معاون بن سکے۔"

"آہ! مجھے بھی اس علاقے سے شدید نفرت ہے۔ [illegible] ممکن ہے میرے دو اور ساتھی میرا ساتھ دیں اور اگر [illegible] بھی نہ دے سکا تو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں تنہا ہی یہ سفر کروں گا۔"

"مگر سمندری راستے سے سفر کرنے کے لیے تم نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟"

"بتا دوں گا۔ تمھیں سب کچھ بتا دوں گا، پہلے یہاں سے نکل تو چلو۔" اوڈے نے کہا۔

اس رات وہ اسی جھونپڑی میں رہا۔ ہم لوگ رات کو تقریباً تین ساڑھے تین بجے تک گفتگو کرتے رہے، اس کے بعد تھوڑی دیر... سونے کے لیے لیٹ گئے۔ گریگو ہم سے پہلے ہی لیٹ چکا تھا۔ اوڈے نے اس سے کہا تھا کہ جب رات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ختم ہونے میں تھوڑا وقت باقی رہے، ہمیں جگا دیا جائے تاکہ ہم یہاں سے کوچ کر سکیں اور گریگو جو سحر خیزی کا عادی تھا، اس ڈیوٹی پر مستعد رہا۔ اس نے ہم دونوں کو جگا دیا اور ہم تیاریاں کرنے کے بعد وہاں سے چل پڑے۔ گریگو نے بڑے پُرجوش انداز میں ہمیں رخصت کیا۔

بستی کے درمیان ہم نہایت احتیاط سے سفر کرتے ہوئے بالآخر وہاں سے باہر نکل آئے۔ اوڈے نے ایک ساحلی سمت کا رُخ کیا تھا۔ اس وقت سورج نکل آیا تھا جب ہم دلدل کے بہت بڑے تالاب کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ چوڑے چوڑے سبز پتوں والے پودے اس کی سطح پر تیر رہے تھے۔ ہم بڑی احتیاط سے اس کے کنارے کنارے سفر کر رہے تھے۔

اوڈے نے کہا۔ ”احتیاط سے کام لینا۔ ذرا سی لغزش تمھیں اس دلدل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ڈبو دے گی۔ میرے بالکل پیچھے رہو اور جو حرکت میں کروں، تم بھی وہی حرکت کرتے ہوئے چلتے آؤ۔“

میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے اوڈے کو رکتے ہوئے دیکھا۔ اس نے تقریباً تین فٹ لمبی چھلانگ لگائی تھی اور آگے جا کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ جس جگہ سے اس نے چھلانگ لگائی تھی، وہاں دلدل نرم تھی اور اگر انسان کا پاؤں اس پر پڑ جائے تو پھر اس کے لیے دوسرا قدم اٹھانا ناممکن ہوگا۔ میں لرزنے لگا۔ رچرڈ کا انجام میرے سامنے تھا۔ بہرحال میں اوڈے کی طرح ہی اچھل اچھل کر آگے بڑھتا رہا۔ وہ ان دلدلوں پر سفر کرنے کا ماہر نظر آتا تھا لیکن مجھے مشکل پیش آ رہی تھی۔ پندرہ منٹ کا یہ فاصلہ صدیوں پر محیط نظر آتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اوڈے متوازن انداز میں چلنے لگا۔

وہ مسکرا کر میری طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”اب یہ جگہ بہتر ہے۔ بتاؤ کوئی محافظ ہمارا پیچھا کر سکتا ہے؟ میں تو دعوے سے کہتا ہوں کہ محافظوں کو بھی اس طرح سفر کرنے کا طریقہ نہیں معلوم۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اب ایسی جگہ آ گئی تھی جہاں دلدل نہیں تھی اور میرا یہ اندازہ درست تھا۔ یہاں جھاڑیوں کے جھنڈ کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر یہ جھاڑیاں آدمی کے قد سے بھی بلند اُگی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان اس قسم کے خلا سے بنے ہوئے تھے کہ اگر کوئی ان میں پوشیدہ رہنا چاہے تو اسے دقت نہ ہو۔ اوڈے مجھے لیے ہوئے ایک ایسے ہی جھاڑی نما گھر میں پہنچ گیا۔ میں نے صاف محسوس کر لیا تھا کہ یہ گھر انسانی تراش خراش کا نتیجہ ہے۔ ان جھاڑیوں کو سامنے کی سمت سے محفوظ رہنے دیا گیا تھا اور اندر سے انھیں ایک خول کی شکل میں تراش لیا گیا تھا۔ یہاں بھی پیال بچھی ہوئی تھی۔

اوڈے نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولا۔ ”کیسا مکان ہے یہ تمھارے لیے؟“

”بہت عمدہ۔“ میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”لیکن یہاں تک کا سفر آسان کام نہیں ہے۔ تم اگر یہاں سے واپس جانا چاہو تو کبھی زندہ بستی میں واپس نہیں پہنچ سکتے۔“

”ہاں، مجھے اس بات کا اندازہ ہے۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ اوڈے میرے ساتھ ہی پیال کے ڈھیر پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے سوال کیا۔ ”تمھیں اور کوئی کام نہیں ہے اوڈے؟ میرا مطلب ہے تمھاری غیر موجودگی سے کسی کو تم پر کوئی شبہ تو نہیں ہوگا؟“

”شبہ ہوتا، لیکن ان دنوں کوئی جہاز بندرگاہ پر موجود نہیں ہے۔ اس لیے بہت سے ایسے لوگ جو صرف جہازوں ہی کا کام کرتے ہیں، آزاد پھر رہے ہیں اور میں بھی ان ہی میں سے ایک ہوں۔ اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر میں نے اپنے کام کی رفتار تیز کر دی ہے۔“

”کام کی رفتار؟“

”ہاں۔ یہاں سے فرار کے کام کی رفتار۔ تم شاید اس بات کا یقین نہ کرو کہ میں اٹھارہ سال سے ان شیطانی جزیروں کا قیدی ہوں۔“ اس نے انکشاف کیا۔

”اٹھارہ سال سے؟“

”ہاں۔ اس وقت میں بالکل نوجوان تھا اور قیدی بنا کر یہاں لایا گیا تھا۔ اس کے بعد سے میں مسلسل مختلف قید خانوں کی صعوبتوں سے دوچار رہا ہوں۔“

”اس جزیرے میں آئے ہوئے تمھیں کتنا عرصہ ہوا؟ میرا مطلب ہے سیکشن چار میں؟“

”تقریباً آٹھ سال۔ میں آٹھ سال سے یہیں رہ رہا ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔ میں گہری نگاہوں سے اس پُراسرار شخص کا جائزہ لینے لگا۔ واقعی وہ انوکھی شخصیت کا مالک تھا۔ اوڈے کی شخصیت نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ اس شخص نے اٹھارہ سال قید کی صعوبتوں میں بسر کیے تھے اور اس کے بعد بھی اس میں زندگی جوں کی توں موجود تھی۔ اس کا تن و توش قابلِ دید تھا۔ چار چھ افراد بھی اس کے مقابلے پر آتے تو وہ خالی ہاتھوں ہی ان کی چٹنی بنا کر رکھ دیتا۔ درحقیقت اس قسم کے لوگوں کے دو ہی ہوتے ہیں۔ قید کی صعوبتیں یا تو انھیں زندہ درگور کر دیتی ہیں اور وہ صرف موت کے انتظار میں جیتے ہیں یا پھر وہ ان صعوبتوں کو زندگی کا کھیل سمجھ لیتے ہیں اور سب کچھ ان کے لیے ایک کھیل ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ ان سخت چٹانوں کی مانند ہو جاتے ہیں جو ساحل پر کھڑی سمندر کی بے بسی پر ہنستی رہتی ہیں اور لاکھ سر پٹخنے کے باوجود سمندر انھیں اپنی جگہ سے جنبش نہیں دے سکتا۔

میں متاثر کن نگاہوں سے اوڈے کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ ”فرار کا منصوبہ کب سے تمھارے ذہن میں ہے اوڈے؟“

وہ خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا جیسے میرا سوال اس کی سمجھ میں نہ آیا ہو۔ اس سے قبل کہ میں اپنا سوال دُہراتا، وہ مسکرایا اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔ ”اس وقت سے جب میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی تھیں۔“

”اس سے قبل بھی کوشش کر چکے ہو؟“

”کوشش نہ کہو، اسے عشق کہو۔ مجھے نہیں معلوم کہ گریوائلز کے بارے میں تمھاری معلومات کہاں تک ہیں لیکن اگر یہاں آ کر تم یہ سوچ رہے ہو کہ فرار کی پہلی منزل طے کر چکے تو ذہن سے یہ غلط فہمی نکال دو۔ ابھی ہماری راہ میں اس قدر کٹھن منزلیں ہیں کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ راستے میں ہمارا مقابلہ محافظوں سے ہوگا۔ سمندر میں ایسے آٹھ سیکشن بنائے گئے ہیں جہاں محافظ فرار ہونے والوں کے استقبال کے لیے تیار رہتے ہیں اور ان مراکز میں جدید ترین انتظامات کیے گئے ہیں۔ ہمیں ان سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنے منصوبے کی تکمیل کرنی ہے۔ دراصل میرے دوست جو لوگ ان باتوں سے واقف ہو جاتے ہیں وہ بقیہ زندگی سر جھکا کر انھیں جزیروں میں گزار لینا بہتر تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ فرار کا تصور بہت ساری حقیقتوں کے ساتھ موت سے زیادہ ہولناک ہوتا ہے۔ یوں سمجھو میں نے قید کی آدھی زندگی معلومات حاصل کرتے گزار دی ہے۔“

”ان معلومات کے لیے ذرائع کیا تھے اوڈے؟“

”مختلف۔ شراب کے نشے میں ڈوبے ہوئے محافظ افسر یا وہ جو فرار کی صعوبتوں کی لذت چکھ کر لوٹ آئے اور دوسروں کو تلقین کرتے پھرے کہ موت فرار کی کوششوں سے بہتر ہے۔“

اوڈے کے الفاظ بہت حوصلہ شکن تھے لیکن میں بھی شاید اسی کی طبیعت کا انسان تھا۔ میں نے خود کو خ[illegible] نہیں ہونے دیا تھا۔ میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔ ”گریوائلز کے قید خانوں کے بارے میں میری معلومات واقعی محدود ہیں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مقامی حکومت ان کی حفاظت کے لیے اس قدر مستعد کیوں ہے اور اس کام پر اتنی دولت کیوں خرچ کرتی ہے؟“

”مقامی حکومت! میرے معصوم دوست کونسی مقامی حکومت کی بات کرتے ہو۔ گریوائلز جزائر ایک مشترکہ معاہدے کے تحت ہیں اور یہاں یورپ اور دوسرے ممالک کا سرمایہ خرچ ہوتا ہے۔ خطرناک بین الاقوامی مجرم یورپ کے کسی بھی ملک سے یہاں بھیجے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح یہاں معاہدے کے شریک ملکوں کے محافظ بھی ہوتے ہیں۔“

”اوہ، یہ معاملہ ہے؟“ میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

اوڈے نے کوئی جواب نہیں دیا تھا پھر تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اوڈے خود ہی بولا۔ ”ہم تنہا اپنی ذاتی کوششوں سے قیامت تک یہاں سے نہیں نکل سکتے۔ اسی لیے تو فرار کے لیے ایک پوری چین بنائی ہے۔“

”وہ کیسے؟“ میں نے سوال کیا اور اوڈے مسکرانے لگا۔

”ساری باتیں پوچھ لوگے۔ اگر کامیاب نہ ہوئے اور محافظوں کے ہاتھ لگ گئے تو میرے لیے ہی نہیں ان سب کیلئے بھی مصیبت بن جاؤ گے جو مجھ سے آس لگائے بیٹھے ہیں۔“

”اگر یہ خیال ہے تمھارے ذہن میں تو اب کچھ نہیں پوچھوں گا۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

اوڈے تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا۔ ”بہت سے مجھ سے پہلے میری مدد سے روانہ ہو چکے ہیں اور مختلف علاقوں میں آگے کے لیے انتظامات کر رہے ہیں۔ ہم سب کی ایک ہی منزل ہے۔ اس کے بغیر فرار ناممکن تھا۔ جن لوگوں نے انفرادی طور پر کوششیں کیں، وہ یا تو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے یا پھر اس حالت میں واپس گریوائل کے جزیروں پر پہنچا دیے گئے کہ وہ موت کے آرزومند ہوتے اور موت اُن سے دور بھاگتی۔ یہ شیطانی نظام تمھارے تصور سے بھی بہت دور کی چیز ہے دوست! ان لوگوں نے مل جل کر اس مشترکہ معاہدے کے تحت خطرناک قیدیوں کے لیے ایسے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ تصور سے باہر ہیں۔ میں اس کے باوجود فرار کی کوششوں میں مصروف رہا ہوں۔ بظاہر خود میں نے اپنے آپ پر ایسا کوئی تجربہ نہیں کیا جو مجھے ان کوششوں کے قابل نہ چھوڑتا لیکن وقفے وقفے سے میں ایسے دلیر لوگوں کو روانہ کرتا رہا ہوں جو میرے لیے معلومات کا ذریعہ بنے ہیں۔ ان میں سے جو کامیاب ہو گئے وہ بھی ابھی ابھی منزل کو نہیں پا سکے، بلکہ راستے میں ہمارے منتظر ہیں، انھوں نے اپنی پوزیشن مستحکم کر لی ہے اور وقت کے منتظر ہیں، ہمارے اجتماعی فرار کی یہ کوششیں سالہا سال سے جاری ہیں، میرے انتہائی قابلِ اعتماد ساتھی ان جگہوں پر متعین ہو گئے ہیں، جہاں سے ہمیں فرار کے لیے مدد مل سکتی ہے۔ چنانچہ یہ صرف اتفاق ہے کہ وہ وقت آ چکا ہے جب میں یہاں سے روانہ ہونے کے لیے تیار ہوں، میرے ساتھ دو اور آدمی اس سلسلے میں ہمت کر رہے ہیں، یہ تمھاری ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

طرح ان معاملات سے اجنبی لوگ ہیں لیکن ہیں دلیر۔ میں نے انھیں ابھی کوئی تفصیل نہیں بتائی ہے۔ بس وہ بھی معصومانہ انداز میں یہاں سے فرار ہونے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ انھیں اپنے ساتھ لوں یا نہ لوں یہ بھی سوچتا تھا کہ اگر تنہا سفر کروں گا تو بہت سے معاملات میں دشواریاں پیش آئیں گی، چنانچہ ابھی میں نے اُن کے بارے میں فیصلہ نہیں کیا ہے۔"

میں خاموشی سے اوڈے کی گفتگو سنتا رہا۔ درحقیقت گریوائل جزائر کے بارے میں میں نے کوئی خاص معلومات نہیں حاصل کی تھیں۔ میں یہی سوچتا رہا تھا کہ اگر سمندر کے راستے فرار کا موقع مل جائے تو ممکن ہے کسی ایسی جگہ جا نکلوں، جہاں سے زندگی بچانے کے مناسب انتظامات ہو سکیں لیکن یہ کہانی سننے کے بعد میں دل ہی دل میں خود پر ہنسنے لگا تھا۔

اوڈے میری شکل دیکھ رہا تھا، وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "کس سوچ میں ڈوب گئے؟"

"کوئی خاص بات نہیں مسٹر اوڈے! سوچ رہا تھا کہ آپ نے جتنی محنت سے یہ پورا کام کیا ہے، اس میں میرا تو کوئی تعاون شامل ہی نہیں رہا۔ پھر میں اس بات کا حقدار کہاں سے ہو گیا کہ آپ کے ساتھ فرار ہو سکوں؟"

اوڈے میری شکل دیکھتا رہا، اس کی وحشتناک آنکھوں کی سرخی کسی حد تک کم ہو گئی۔ اس سے پہلے وہ جس غیر انسانی شکل میں نظر آ رہا تھا، وہ تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔ اور پھر اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی نمی پیدا ہو گئی۔ اس نے کہنیوں کے بل لیٹتے ہوئے کہا۔ "بے شک! جانوروں کی طرح زندگی گزارتے گزارتے میں جانوروں سے بدتر فطرت کا مالک بن گیا ہوں لیکن گوشت پوست کے اس بدن میں انسانی جذبہ شاید کبھی فنا نہیں ہوتا۔ وحشت و بربریت کے ماحول میں بھی سینے میں دھڑکنے والا دل کبھی کبھی کچھ کہانیاں سنا دیتا ہے۔ میں تم سے تمھاری کہانی نہیں پوچھوں گا لیکن مختصراً اپنی داستان ضرور سناؤں گا۔ جرم کی زندگی میرا اپنا انتخاب نہیں تھی۔ میں ایک پیاری سی ننھی چھوٹی سی بیٹی کا باپ تھا اور ایک خوبصورت بیوی کا شوہر۔ سکون کی زندگی گزارنا چاہتا تھا لیکن بے سکون کر دیا گیا اور اس کے بعد کچھ ایسی جھنجلاہٹ ذہن پر طاری ہوئی کہ کچھ افراد کو قتل کر بیٹھا، گرفتاری سے بچنے کے لیے فرار ہوتا رہا اور کچھ ایسے لوگوں کے جال میں پھنس گیا جو مجھ جیسے ستم رسیدہ افراد کے ذریعے اپنا اُلّو سیدھا کرتے تھے، انھوں نے ایک سیاسی قتل پر مجھے مامور کر دیا، شرط میری زندگی کی تھی اور میری بیوی اور بچی کی حفاظت کا وعدہ۔ میں جو کچھ کر چکا تھا اسی پر پشیمان تھا اور جانتا تھا کہ ہمیشہ کے لیے بچی کی محبت سے محروم ہو گیا ہوں اور بیوی سے دور ہو چکا ہوں۔ لیکن ان ساری چیزوں کے ساتھ ساتھ انھیں بھی تو کچھ نہیں ملا تھا، سو کچھ دینے کا تصور تمام خواہشات پر غالب آ گیا اور میں نے یہ سیاسی قتل کر ڈالا۔ نتیجے میں گرفتار ہوا اور گریوائلز کے جزائر میں بھیج دیا گیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نوجوان تھا اور میں نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے کس حد تک اپنا وعدہ وفا کیا۔ میری بچی اور بیوی کا کیا حشر ہوا۔ دل میں ایک آرزو مسلسل روشن رہی ہے کہ ایک بار ان دونوں کو دیکھ لوں، یہ جان لوں کہ میرے جن دوستوں نے مجھے اتنا وحشی مجرم بنا دیا، انھوں نے اپنا وعدہ بھی پورا کیا یا نہیں۔ اگر انھوں نے یہاں بھی مجھے دھوکا دیا ہے تو میں چند قتل اور کروں گا اور اس کے بعد موت کی آغوش میں جا سوؤں گا۔ اس سے پہلے میں نہیں مرنا چاہتا۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں موجود لوگوں کی کہانیاں مجھ سے زیادہ مختلف نہیں ہوں گی۔ بس کبھی کبھی کسی کسی کے لیے دل میں پیار جاگ اٹھتا ہے اور میں سوچتا ہوں کہ میری کوششوں میں اگر کوئی اور بھی شامل ہو جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ ہاں زیادہ افراد کو اپنے ساتھ شامل نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح منصوبہ ناکام بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے میں نے بہت زیادہ بھیڑ بھاڑ اپنے گرد نہیں لگائی۔ بس یوں سمجھو کہ تمھارے لیے دل نے چاہا ہے اور تمھیں اپنا ساتھی بنانے پر تیار ہو گیا ہوں۔"

اوڈے کے لہجے کی نرمی اور اس میں چھپی ہوئی ایک عجیب سی کیفیت نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں تمھارے لیے صرف دعا کر سکتا ہوں اوڈے کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ اور میری دعائیں تمھاری بیوی اور تمھاری بچی کے ساتھ بھی ہیں کہ خدا نے انھیں محفوظ رکھا ہو، اپنی امان میں رکھا ہو اور وہ ٹھیک ٹھاک ہوں۔"

اوڈے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے بدن میں ایک لمحے کے لیے تھرتھری سی دوڑ گئی تھی، پھر اس نے گرمجوشی سے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "تمھاری یہ پُرخلوص دعا وہ تمام قرض ادا کر دیتی ہے جو تم پر واجب تھا۔ اچھا اب مجھے اجازت دو۔ تمھیں یہاں رہنا ہو گا۔ میرا خیال ہے میں ان دونوں کو بھی محروم نہ رکھوں، اس طرح ہم کم از کم چار افراد ہو جائیں گے۔"

"سفر کے لیے تم نے کیا بندوبست کیا ہے اوڈے؟"

"ابھی نہیں، ابھی نہیں.... وقت سے پہلے تمام معلومات حاصل کرنے کی کوشش مت کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ کتنا وقت لگ جائے گا ہمیں؟"

"یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے بہت مختصر وقت رہ گیا ہو اور ممکن ہے حالات سازگار نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں مزید انتظار کرنا پڑے لیکن یہ جگہ تمھارے لیے محفوظ ہے۔ تم نے دیکھ لیا کہ یہاں تک آنے کے لیے قدم قدم پر زندگی کی بازی لگانا پڑتی ہے اور ہاں، بہتر یہ ہے کہ گھاس کے اس میدان کو تم اپنی محفوظ ترین پناہ گاہ سمجھو اور یہاں سے نہ اُکتاؤ، کیونکہ باہر کے بارے میں تمھیں کچھ نہیں معلوم۔ یہاں سے اُکتا کر باہر نکلنے کی کوشش کی تو ممکن ہے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو۔"

اس قسم کی کچھ اور ہدایتیں دینے کے بعد اوڈے واپس چلا گیا۔ اوڈے کی واپسی کے لیے وقت کا کوئی تعین نہیں تھا میرا زیادہ تر وقت اس کی کہی ہوئی باتوں کا تجزیہ کرنے میں گزرتا رہا۔ میں نے خود کو اس دوران پُرسکون رکھنے کے لیے مختلف ذہنی مشاغل میں مصروف رکھا پھر ایک دن اوڈے واپس آ گیا۔ دن کے تقریباً گیارہ بجے تھے۔ اوڈے کے چہرے پر شدید تھکن کے آثار نمایاں تھے۔ میری کمین گاہ میں داخل ہو کر اس نے مجھے آہستہ سے آواز دی اور میں جلدی سے اس کے سامنے پہنچ گیا۔

اوڈے کے چہرے پر وہی خوفناک وحشت چھائی ہوئی تھی، اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "روانگی کا وقت قریب آ گیا ہے مسٹر خان! باہر ہمارے کچھ ساتھی تمھارے منتظر ہیں۔"

میں متجسس نگاہوں سے اوڈے کی شکل دیکھنے لگا۔ اس وقت مجھے اوڈے کے چہرے میں ایک عجیب سی سفاکی محسوس ہوئی۔ اس کی شخصیت میں، میں نے صرف ان لمحات میں نرمی اور لچک پائی تھی، جب اس نے اپنی بیوی اور بیٹی کا ذکر کیا تھا لیکن وہ آ کر گزر گیا اور اب اوڈے کی شخصیت جوں کی توں تھی۔ بہرحال میں نے اس پر غور کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس سے کہا۔ "اب ہمیں کیا کرنا ہے مسٹر اوڈے؟"

"میرے ساتھ باہر آؤ۔" اوڈے نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد اوڈے ایک ایسی جگہ مجھے لے کر پہنچ گیا جہاں میں نے چند افراد کو دیکھا۔ دو قوی ہیکل آدمی جو اوڈے ہی کی طرح کا لباس پہنے ہوئے تھے، وہاں موجود تھے۔ ان میں سے ایک شخص بوڑھا اور خستہ حال نظر آ رہا تھا۔ اس کی شیو بڑھتے بڑھتے سفید داڑھی بن گئی تھی۔ اس نے ڈھیلا ڈھالا لباس پہن رکھا تھا لیکن تن و توش سے لیکن محسوس ہوتا تھا جیسے اب بھی وہ اچھی خاصی قوت کا مالک ہو۔ دوسرا شخص البتہ اس کی نسبت چاق و چوبند اور زیادہ توانا تھا۔ نزدیک ہی تین ایسے آدمی پڑے ہوئے تھے جن کے ہاتھ اور پاؤں، پشت کی جانب رسیوں سے کس دیے گئے تھے اور وہ شاید بے ہوش تھے۔ ایک بڑا سا براؤن رنگ کا تھیلا نزدیک رکھا ہوا تھا۔ بے ہوش پڑے ہوئے آدمیوں میں سے ایک شخص نہایت قوی ہیکل اور خوفناک شکل کا نظر آ رہا تھا۔ اس کے بدن پر ملاحوں کی سی وردی تھی۔ باقی دو آدمی البتہ عام سے لباس میں تھے لیکن ان کے سروں پر جو ٹوپیاں منڈھی ہوئی تھیں ان پر کیپٹن لکھا ہوا تھا جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ خلاصی ہیں۔

میں دلچسپی سے ان تینوں کو دیکھتا رہا تب اوڈے نے کہا۔ "انتہائی کوشش کے باوجود ہمیں یہ صرف تین افراد دستیاب ہو سکے، میرے یہ دو دوست ان تینوں کو یہاں لانے میں میرے معاون رہے ہیں اور سچی بات تو یہ ہے مسٹر خان کہ ابھی تک اس سلسلے میں تمھارا کردار نمایاں نہیں رہا ہے۔ تاہم میں ایک تجویز پیش کر سکتا ہوں۔"

میں نے سوالیہ انداز میں اوڈے کی شکل دیکھی۔ اس کے الفاظ کچھ مشکوک سے تھے اور ان کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں نے بھاری لہجے میں کہا۔ "میں تمھاری باتیں سمجھ نہیں سکا مسٹر اوڈے!"

"یہ قیدی تین ہیں ــ اور ہم میں سے تین آدمیوں کو ان کی شکلیں اختیار کر کے اس جہاز سے سفر کرنا ہے جو گریوائل کے اس جزیرے سے روانہ ہونے والا ہے۔ اس تھیلے میں میک اپ کا سامان ہے اور میں چہروں کو تبدیل کرنے میں مہارت رکھتا ہوں۔ یہ چوڑا چکلا شخص جو تن و توش میں سب سے زیادہ ہے میرا ہم جسامت ہے چنانچہ میرے بارے میں تو یہ طے ہو گیا کہ میں اس کا حلیہ اختیار کر کے یہ سفر کر سکتا ہوں۔ باقی رہے یہ دو آدمی جو اس جہاز کے خلاصی ہیں جس میں ہمیں سفر کرنا ہے۔ چوتھا آدمی کوشش کے باوجود ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تین افراد ہیں اور ہم چار۔ ہم اپنے آپ میں سے کسے کم کریں کہ ہمارے سفر کا آغاز ہو سکے؟"

اوڈے کے لہجے میں جو معنی خیزی تھی اس نے میرے بدن میں جھرجھری سی پیدا کر دی۔

میں چند لمحے اس کی شکل دیکھتا رہا، اس کا مفہوم سمجھتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "مسٹر اوڈے! یہ لوگ تمھارے ساتھ روانہ ہونے کا زیادہ حق رکھتے ہیں، مجھے یہ بات تسلیم ہے کہ میں تو اس معاملے میں بالکل جونیئر ہوں اور یہ سچ ہے کہ میں نے فرار کے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے ابھی تک تمھارے ساتھ مل کر کوئی عملی قدم نہیں اُٹھایا۔ بلکہ تم پر بوجھ ہی بنا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے یہاں پر چھوڑنا چاہو تو یقین کرو مجھے کوئی افسوس نہیں ہو گا بات اصول کی ہے۔"

"ہاں بات اصول کی ہے لیکن اگر میں تمھیں تمھاری رضاکارانہ پیشکش کو قبول کرتے ہوئے یہاں چھوڑ دوں تو راستے بھر، جب تک میں سفر کرتا رہوں گا، میرا دل خدشات سے پُر رہے گا۔ انسان ہو، وہ سب کچھ جان چکے ہو جو یہاں سے فرار کے سلسلے میں میں نے تمھیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بتایا ہے۔ ہم خوف و ہراس کی فضا میں سفر نہیں کر سکتے۔ اگر ایسی ہی رضا کارانہ فطرت رکھتے ہو تو خود کشی کر لو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا لیکن ..... تمھیں زندہ چھوڑنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔"

اوڈے کا چہرہ اتنا سرد، اتنا سپاٹ اور اتنا سفاک تھا کہ میں اس کی شکل دیکھتا رہ گیا۔ اس کے الفاظ پر غور کرتا رہا۔ یہ تو کسی طور ممکن نہیں تھا کہ میں صرف ایک احمقانہ حرکت کے لیے جان دے دوں۔ اوڈے جانا چاہتا ہے تو جائے، میں اُس کا احسان نہیں لینا چاہتا تھا لیکن یہ بھی کسی طور ممکن نہیں تھا کہ اس کی فرمائش پر میں خود کشی کر لوں۔

اوڈے نے گردن ہلاتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولا۔

"اگر تم اس بات کو پسند نہیں کرتے تو میرے پاس اس کا ایک دوسرا حل بھی ہے، وہ دوسری شکل یہ ہے کہ یہ دونوں موجود ہیں، ان میں سے کسی سے جنگ کرو اور اس جنگ کے نتیجے میں تم دونوں میں سے ایک کو ہلاک ہو جانا ہے۔ اس طرح دوسرا اپنے آپ کو اس سفر کے لیے حق دار ثابت کر دے گا۔ ایک کی موت دوسرے کو زندگی بخش دے گی۔"

"اوڈے! میں خوشی سے یہ بات کہہ چکا ہوں کہ میں خود رکنے کے لیے تیار ہوں۔ تمھارے کہنے سے میں خود کشی نہیں کر سکتا اور ان دونوں سے جنگ کرنے کا میرے پاس کوئی جواز نہیں ہے۔"

"لیکن اگر تم نے خود کشی نہیں کی تو ہم تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" اس دوسرے شخص نے جو قوی ہیکل بدن کا مالک تھا، مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر شیطنت اور خباثت رقصاں تھی، پھر اُس نے کہا۔ "بہتر یہ ہوگا کہ تم مسٹر اوڈے کی بات تسلیم کر لو، وہ فیصلہ قدرتی ہوگا جو جنگ کے بعد خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔"

میں نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں تمھارا نام نہیں جانتا دوست! لیکن اگر تم میرے ہاتھوں قتل ہو گئے تو مجھے دکھ ہوگا کہ میں نے ایک بے گناہ کو مار دیا۔"

"یہ ساری باتیں احمقانہ ہیں۔ ہم لوگ جن حالات سے گزر رہے ہیں، ان میں رحم دلی اور اخلاق و اقدار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مار دیا مر جاؤ! یہ زندگی کا اصول ہے۔ خاص طور سے ان جزائر میں۔ چنانچہ مسٹر اوڈے آپ مجھے حکم دیجیے کہ میں اس شخص کو قتل کر دوں۔" اُس نے اس بار اوڈے کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

اوڈے نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور بولا۔ "یہ تو تمنا ہی ہے۔ اگر تم ابتدا کرنا چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

اوڈے کے ان الفاظ کے ساتھ ہی اس شخص نے آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس نے اپنے سر کی ٹکر میرے سینے پر مارنے کی کوشش کی تھی لیکن میں پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ بڑی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی، دل نہیں چاہ رہا تھا کہ اس سے جنگ کروں اور اپنی جان بچانے کے لیے ایک ایسے بے گناہ شخص کو ہلاک کر دوں جس کے دل میں نجانے کیا کیا آرزوئیں اور امنگیں ہوں گی لیکن صورتحال ایسی ہو گئی تھی کہ جو ہے کی موت مرنا بھی مجھے پسند نہیں تھا۔

اوڈے نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "نہیں، اس طرح نہیں. آؤ میں تمھارے لیے میدانِ جنگ کا انتخاب کر دوں۔ تم میں سے کسی کے پاس ہتھیار نہیں ہے، یہ ہاتھوں کی جنگ ہے اور اس میں فتح کے لیے خاصی جدوجہد کرنا پڑے گی۔"

دوسرا شخص اس بات کے لیے تیار ہو گیا۔ میں بھی اب اپنے ذہن کو تمام خدشات سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ زندگی اگر یہی سب کچھ چاہتی ہے تو پھر اس سے فرار کس طرح ممکن تھا۔ اوڈے نے جو جگہ ہماری جنگ کے لیے منتخب کی تھی وہ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ہی تھی۔ لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ اس نے اس جگہ کا انتخاب کیوں کیا ہے۔

میرا مدِ مقابل جس کا نام مجھے ابھی تک معلوم نہیں ہوا تھا، بہت بے صبرا تھا۔ اس نے مجھے غور کرنے کا موقع نہیں دیا اور ایک بار پھر کسی ارنے بھینسے کی مانند مجھ پر پل پڑا۔ میں نے اس کا وار خالی دینے کے بعد پلٹ کر ایک ٹانگ اس کے پیٹ میں ماری اور دوسری بار اس کی ٹانگوں پر ایک وار کیا۔ میرے دونوں ہی وار نہایت بے پروائی سے ہوئے تھے لیکن ان کے نتائج سامنے تھے۔ میرا مدِ مقابل چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اگر میں چاہتا تو اس جنگ کا فیصلہ چند لمحے ہی میں کر دیتا لیکن میرا ضمیر مجھے مسلسل ملامت کر رہا تھا۔ ایسی مجبوری آ پڑی تھی کہ میرے بس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ وحشی انسان جس کا نام اوڈے تھا اپنی زندگی کی بقا کے لیے صرف ایک ہی بات پر آمادہ ہو رہا تھا، وہ یہ کہ ہم دونوں میں سے بس ایک زندہ رہے اگر میں اس کی بات ماننے سے انکار کروں یا میرا مدِ مقابل مجھ سے لڑنے پر آمادہ نہ ہو تو پھر ہم میں سے ایک کو خود کشی کرنا پڑے گی یا یہ لوگ کسی ایک کو قتل کر دیں گے۔

میں خاموشی سے کھڑا اپنے حریف کو دیکھ رہا تھا جو چند لمحے چت پڑا پلکیں جھپکاتا رہا اور اس کے بعد اسے احساس ہو گیا وہ کاہلی برت کر اپنے لیے خطرات کو جنم دے رہا ہے چنانچہ اس نے سیدھا کھڑا ہونے کے بجائے اُلٹی قلابازی کھائی۔ اس کے ذہن میں یہی خیال ہوگا کہ میں اس کے سیدھا کھڑا ہونے کا انتظار کر رہا ہوں اس لیے اپنی دانست میں اس نے یہ چالاکی کی تھی۔

اوڈے اور دوسرا شخص خاموشی سے کھڑے اس جنگ کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ میرا حریف ایک بار پھر ہاتھ پھیلا کر میرے سامنے آ گیا اور میں نے آہستہ سے اس سے کہا۔ "میرے دوست یقین کرو میرے دل میں تم سے لڑنے کی ذرا بھی خواہش نہیں

اگر اوڈے اس بات پر تیار ہو جائے کہ مجھے یہاں چھوڑ جائے اور تم دونوں کو لے کر نکل جائے تو مجھے ذرا بھی اعتراض نہیں ہوگا۔"

اس شخص نے ایک لمحے کے لیے مجھے گھورا اور دوسری بار پھر مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس بار اس نے میرے سینے پر فلائنگ کِک مارنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اس کی یہ کوشش بھی ناکام بنا دی اور جونہی وہ میرے نزدیک پہنچا، میں جھک گیا، البتہ میں نے اسے دوسری طرف گرنے نہیں دیا تھا بلکہ جیسے ہی وہ زمین پر گرنے لگا، میں نے جھک کر اسے اپنی کمر پر سہارا دیا اور پھر پلٹ کر اسی جگہ ڈال دیا جہاں سے اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ تھوڑی بہت لڑائی بھڑائی سے تو ضرور واقف ہے لیکن جنگ کا ماہر نہیں ہے اور میرے مقابلے پر وہ چند منٹ بھی نہ ٹھہر سکے گا۔ میری اس نرم دلی پر اسے غالباً جھنجلاہٹ آ گئی تھی چنانچہ اس بار وہ مجھ پر پل ہی پڑا۔ میں جدھر بھی ہٹ کر بچنے کی کوشش کرتا، وہ اسی سمت لپکتا، آخر اس نے میرا گریبان پکڑ لیا پھر اس نے دو تین گھونسے میرے جبڑوں پر مارے اور اس کے بعد مجھے اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اب یہ تو ممکن نہیں تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ اس کے دونوں کانوں پر مارے اور وہ ایک ہلکی سی کراہ کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا۔ ابھی تک میں نے اس پر کوئی جارحانہ وار نہیں کیا تھا لیکن وہ مسلسل اپنی جدوجہد میں مصروف رہا، میں اس سے بچتا رہا تقریباً دس منٹ اسی طرح گزر گئے، اس دوران میں نے ایک بار بھی اس پر حملہ نہیں کیا تھا۔ اسے شدید جھنجلاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ دفعتاً اس نے حلق سے ایک تیز آواز نکالی اور اس بار میں حیران رہ گیا، وہ مجھ پر حملہ آور ہونے کے بجائے ایک سمت دوڑ گیا تھا اور پھر اس نے ایک لمبی چھلانگ لگا دی۔ اوڈے اور اس کے ساتھی کے حلق سے ایک وحشت زدہ سی آواز نکلی۔ میں اس چھلانگ کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا لیکن جو کچھ میں نے دیکھا، وہ میرے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ جس جگہ اس نے چھلانگ لگائی تھی وہ ایک خوفناک قاتل دلدل تھی جس میں گرنے کے بعد کسی طور زندگی بچنا ممکن نہیں تھی۔ اب اوڈے کی یہ چال میری سمجھ میں آ گئی تھی، وہ مجھے اس جگہ اسی لیے لے کر آیا تھا کہ جنگ کا فیصلہ بہ آسانی ہو جائے اور ہم میں سے کوئی بھی کسی کو اس دلدل میں پھینکنے میں کامیاب ہو جائے تو فیصلے میں دقت نہیں ہوگی لیکن ایک لمحے کے لیے اپنے حریف کی یہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ البتہ جب اس نے دلدل میں غروب ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ ہلائے اور اس کی مدھم سی آواز میرے کانوں تک پہنچی تو میرا دل خون کے آنسو رو دیا۔ اس نے کہا تھا۔

"تم زندہ رہو۔ نوجوان! تم زندہ رہو۔ تم زندہ رہنے کے قابل

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

ابجدِ موسیقی

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے

سُر، لَے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور
موسیقی کے دیگر اسرار و رموز
آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب

برِصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

قیمت: ۶۰/- روپے ○ ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سعید منشن بلیمویا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو، خدا حافظ۔"

میرے پورے وجود میں ایک لمحے کے لیے تھرتھری سی دوڑ گئی تھی۔ میں اب سمجھ گیا تھا کہ اس نے مجھ سے متاثر ہو کر اپنی زندگی موت کے حوالے کر دی ہے۔ یقیناً وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ میرے مقابلے پر کچھ نہیں ہے لیکن اس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ میں نے ایک بار بھی اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا جبکہ وہ بار ہا موقع ملتے ہی مجھ پر اپنے ہنر آزما چکا تھا۔ بالآخر وہ انسان تھا، احساس جاگا اور اس احساس نے اسے موت کی جانب دھکیل دیا۔ میں ساکت و جامد کھڑا اسے دلدل میں غروب ہوتے دیکھتا رہا۔ اس کی کوئی مدد نہیں کی جا سکتی تھی۔

اوڈے تھکے تھکے انداز میں آگے بڑھا اور میرے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "یہ ضروری تھا خان! بے حد ضروری تھا۔ تم میری مجبوری سمجھتے ہو۔"

میں نے اداس نگاہوں سے اوڈے کی طرف دیکھا اور بولا۔ "زندگی بچانے کا یہ طریقہ مجھے بالکل پسند نہیں آیا اوڈے۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے یہ ایک بدترین طریقہ تھا لیکن اگر اوڈے کی حالت پر غور کرو گے تو اسے بے قصور پاؤ گے۔ میں نے سالہا سال محنت کی ہے، میں اپنی اس جدوجہد میں کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔" میں نے اوڈے سے کچھ نہیں کہا بڑا اضمحلال سا طاری ہو گیا تھا طبیعت پر۔ تب اوڈے نے اپنے دوسرے ساتھی کی طرف رخ کر کے کہا۔ "میگن، تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

"کچھ نہیں۔ میرا خاموش رہنا بہتر ہے۔" میگن نے جواب دیا۔

اوڈے اسے چند لمحات سپاٹ نگاہوں سے دیکھتا رہا اور پھر اس نے جھرجھری لے کر کہا۔ "ہم جذباتی ہو گئے ہیں۔ کیا جانوروں کی اس دنیا میں ہم انسان بنتے جا رہے ہیں؟ یاد رکھو، انسان بن کر کسی کو کچھ نہیں ملے گا، چلو اپنا کام کرو۔" وہ آگے بڑھ گیا اور ہم اس راستے سے ہوتے ہوئے ان بے ہوش افراد کے پاس پہنچ گئے جو اب بھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ اوڈے نے براؤن رنگ کا وہ تھیلا کھولا اور پھر اس میں رکھا ہوا سامان نکال کر بیٹھ گیا۔

میک اپ کا یہ سامان پتا نہیں کہاں سے اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس شخص کی موت نے مجھے واقعی بڑا مضمحل کر دیا تھا۔ اوڈے نے پہلے اپنے چہرے میں تبدیلیاں پیدا کیں، آئینہ سامنے رکھ کر وہ اپنے چہرے کی مرمت کرتا رہا۔ بلاشبہ وہ میک اپ کا ماہر تھا۔ پتا نہیں کیا چیز تھا وہ شخص اور پتا نہیں کیا کچھ کرتا رہا تھا اس دوران۔ اس کے بعد میری باری آئی، مجھے اس نے ایک خلاصی کا روپ دیا اور پھر بوڑھے میگن کے چہرے کی مرمت کرنے لگا۔

تقریباً تین گھنٹے اس کام میں صرف ہو گئے تھے پھر اس نے قوی ہیکل شخص کا لباس اتار کر خود پہن لیا اور ہم دونوں کو بھی ہدایت کی کہ ان کی جیبوں سے تمام چیزیں نکال کر اپنے قبضے میں لے لیں۔ ہم دونوں نے یہی سب کچھ کیا اور اس کے بعد اوڈے کی ایک اور درندگی ہمارے علم میں آئی۔ اس نے بے ہوش آدمیوں میں سے ایک کو کاندھے پر لادا اور ایک طرف بڑھنے لگا۔ میں اس کا مقصد سمجھ گیا تھا۔ وہ اس شخص کو بھی دلدل ہی میں پھینکنا چاہتا تھا لیکن کیا کیا جا سکتا تھا، یہاں تو وحشت و درندگی کے علاوہ کچھ تھا ہی نہیں۔ میں نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اوڈے نے یکے بعد دیگرے ان تینوں کو دلدل میں اچھال دیا اور وہ بے چارے ہوش میں آئے بغیر ہی موت کی آغوش میں جا سوئے اور اب یہی بہتر تھا میرے لیے کہ اپنے آپ کو ان احساسات سے آزاد کر لوں ورنہ خواہ مخواہ اوڈے کے اور میرے درمیان تلخی پیدا ہو سکتی تھی۔ ان تینوں کو موت کے گھاٹ سلانے کے بعد اوڈے نے اس طرح ہاتھ جھاڑے جیسے دھول صاف کر دی ہو اور اس کے بعد مسکرا کر میری طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "جتنے دلیر اور جتنے بہادر تم ہو، اسی بہادری کا ثبوت دو۔ جذبات بے شک انسانی زندگی کے ساتھ ہیں لیکن موت ان ساری چیزوں سے زیادہ ہولناک ہے۔" اس نے دوسرے آدمی کو مخاطب کر کے کہا۔ "کیوں میگن! کیا میں نے غلط کہا؟" میگن نے ایک جھرجھری سی لے کر نفی میں گردن ہلا دی۔

اس کے بعد ہم واپس جھاڑیوں کے درمیان بنے ہوئے اسی مکان میں آ گئے۔

اوڈے نے ایک جگہ پاؤں پھیلا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "رات کی تاریکی میں ہمیں یہاں سے نکلنا ہو گا۔ یہ سارا سامان یہیں دلدل میں پھینک دیں گے تاکہ کوئی نشان باقی نہ رہے اور سنو میرا نام ڈیہ ہے، تم جرکن ہو۔" اس نے میگن کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ "اور تم..." آخری اشارہ اس نے میری جانب کیا تھا۔ "اپنے نام ذہن نشین کر لو۔ تم دونوں اس ٹوٹے پھوٹے جنگی جہاز کے خلاصی ہو اور میں سیکنڈ آفیسر۔ ہمیں اسی حیثیت سے اس جہاز میں سفر کرنا ہے۔ جن لوگوں کے درمیان میں تمہیں لے جاؤں گا وہاں اجنبیت کا اظہار مت کرنا۔ وحشت و دیوانگی کے مظاہرے ان سب کی عادت ہے۔ زیادہ خاموش رہنا اور اگر کبھی کوئی ضرورت پیش آ جائے تو سوائے ہلڑ بازی کے تمہیں اور کچھ نہیں کرنا۔"

ہم شام ہونے کا انتظار کرتے رہے اور جب شفق کی شام کی دھند لاہٹوں میں ڈوب گئی تو ہم اوڈے کی رہنمائی میں چل پڑے۔ موت کے ان راستوں پر سفر کرنا آسان کام نہیں تھا، وہ بھی بڑھتے ہوئے اندھیرے میں۔ ایک ایک قدم اوڈے کے نقشِ قدم پر رکھا جا رہا تھا جس کی اس نے ہدایت کر دی تھی۔ خدا خدا کر کے اس ہولناک سفر کا اختتام ہوا اور ہم آبادی میں داخل ہو گئے لیکن اوڈے رکا نہیں تھا۔

"ہم بندرگاہ پر اس جگہ جا رہے ہیں جہاں جہاز کا عملہ رہتا ہے۔" آبادی سے گزرتے ہوئے اوڈے نے کہا۔ "رات کے مشترکہ کھانے میں تم دونوں بھی شریک ہو گے۔ میرے آس پاس رہنے کی کوشش مت کرنا لیکن تمام سفر کے دوران ہمیں ایک دوسرے پر نگاہ رکھنا ہو گی تاکہ کوئی ایک کسی حماقت کا مرتکب ہو رہا ہو تو دوسرا اسے سنبھال لے۔"

"تم مطمئن رہو مسٹر اوڈے! کیا مسٹر میگن بہت خاموش طبع انسان ہیں؟"

"خاموشی تمام بلاؤں کو ٹالتی ہے لیکن تم اب اسے میگن نہیں، جرکن کہو گے۔ یہ غلطی دوبارہ نہیں ہونی چاہیے۔"

"او کے چیف! ویسے مسٹر جرکن کچھ بیمار معلوم ہوتے ہیں؟"

"کام کے وقت یہ خوب چاق و چوبند ہو جائے گا۔ اس شخص کے بارے میں بس یہ بتا دینا کافی ہے کہ یہ تین ملکوں کا مجرم ہے۔ لوہے کی ایک کان اس نے صرف اس لیے دھماکے سے اڑا دی تھی کہ ایک سپروائزر سے اس کی دشمنی ہو گئی تھی۔ کان کے دھماکے میں اسی مزدور ہلاک ہو گئے، انھیں میں وہ سپروائزر بھی تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ایک مجمعِ عام میں گھس کر آٹھ باڈی گارڈز کی موجودگی میں ایک ملک کے وزیرِ دفاع کو قتل کیا تھا۔ بہت سے کارنامے ہیں اس کے۔" اوڈے ہنسنے لگا۔

میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مضمحل میگن کو دیکھا جو ہماری گفتگو سے بے نیاز ہمارے ساتھ چل رہا تھا۔

لکڑی کی چھت کے نیچے بڑی بڑی بتیاں لگا کر جہازیوں کی رہائش گاہ بنائی گئی تھی۔ ایک طرف ان کے بستر پڑے ہوئے تھے اور دوسری طرف بھدی اور کاہی لگی میزیں ڈائننگ ہال کی ضرورت پوری کر رہی تھیں۔ سارے ماحول پر وحشت کی حکمرانی تھی۔ کھانے کا وقت ہو چکا تھا چند افراد ان میزوں پر کھانا کھا رہے تھے۔ بڑی بڑی مونچھوں والے ایک شخص نے اوڈے کو آواز دی اور وہ اس طرف چلا گیا۔ میگن مجھ سے کافی دور بیٹھا تھا۔ پھر ایک آدمی نے پیتل کے ایک گھنٹے کو لکڑی کی ہتھوڑی سے بجانا شروع کر دیا اور لوگ اپنی جگہوں سے اٹھنے لگے، یہ کھانے کے لیے اطلاع تھی۔ میزوں کے گرد ہجوم ہو گیا، لوگ بڑی بڑی پلیٹوں میں ایک خاص قسم کا ساگ، گوشت کے ٹکڑے اور لمبی لمبی ڈبل روٹیاں لے کر پیچھے ہٹ جاتے۔ میں نے بھی ان کی پیروی کی۔ مجھے ان لوگوں میں ضم ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔

اس کے بعد کچھ لوگ اپنے اپنے بستروں میں جا گھسے، کچھ تاش لے کر بیٹھ گئے۔ مجھے اپنے بستر کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ میگن مجھ سے کچھ دور ایک بلی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ میں نے بھی یہی کیا تھا۔ جگہ جگہ قہقہے ابل رہے تھے۔ اس وحشت خیز ماحول میں زندگی سے بھرپور یہ قہقہے بڑے عجیب لگ رہے تھے لیکن سب کی کیفیت مجھ جیسی تو نہیں تھی۔ یہ خلاصی بے فکرے تھے اور انھیں زندگی کی ان الجھنوں سے واسطہ نہیں پڑا تھا جن کا ہم لوگ شکار تھے۔ کافی دیر گزر گئی۔ ایک جگہ کچھ ہنگامہ بھی ہوا، جوتم پیزار اور مار پیٹ بھی ہوئی لیکن خود ہی ختم بھی ہو گئی۔ ان لوگوں کو روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ ایک بار پھر پیتل کا گھنٹہ بجایا گیا اور سب کو سانپ سونگھ گیا۔ روشنیاں گل کر دی گئیں اور خلاصی جگہ جگہ دراز ہو گئے۔ غالباً کسی کے لیے کسی جگہ کی قید نہیں تھی۔ یہ آرام دہ خوابگاہیں تو تھیں نہیں کہ لوگ اپنے اپنے بستروں کا خصوصی طور پر انتخاب کرتے، میں بھی اس وحشت زدہ ماحول میں ایک جگہ لیٹ گیا۔ یوں تو خاصا وقت انھی حالات میں گزار چکا تھا اور گزار رہا تھا لیکن آج کی رات کچھ خاص خصوصیات کی حامل تھی۔ چاروں طرف سے خراٹے ابھرنے لگے لیکن میں ان بے فکروں کی مانند گہری نیند نہیں سو سکا تھا حالات

علمِ روحانیت پر ایک بے حد کارآمد کتاب
ٹیلی پیتھی اور مستقبل بینی
اپنا پیغام دوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور ان کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ
قیمت ۲۰ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
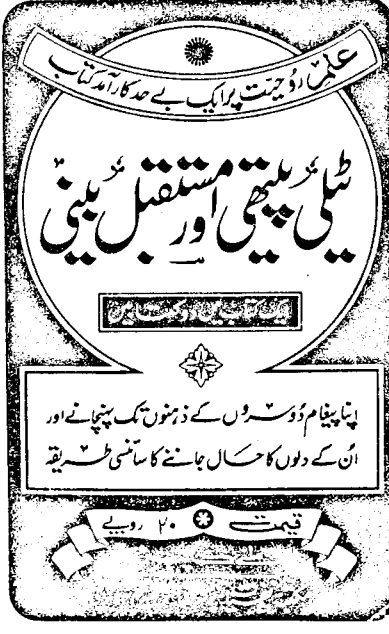
تھے کہ ذہن پر یلغار کیے ہوئے تھے اور میں انھیں جھٹک کر سونے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ دوسری صبح مستعدی سے اپنا کام انجام دے سکوں۔

کئی بار آنکھ لگی اور کئی بار جاگا لیکن اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی تھی، یہاں تک کہ سپیدۂ سحر نمودار ہو گیا۔ سات بجے گھنٹی بجی اور تمام لوگ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ہلکا پھلکا ناشتا کرنے کے بعد سب کے سب بندرگاہ کی طرف بڑھ گئے جو یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی لہروں کا شور ساری رات ہی سنائی دیتا رہا تھا۔ میں بھی انھی لوگوں میں شامل ہو گیا۔

میگن یا نئے نام کے ساتھ جرکن اب مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا لیکن اوڈے نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ رات ہی سے غائب تھا اور کئی بار میری نگاہیں اسے تلاش کر چکی تھیں۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جرکن میرے بالکل نزدیک آ گیا تو میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر ہی کہا: ”اوڈے ہمیں نظر نہیں آیا۔“ جرکن نے ایسی نگاہوں سے مجھے دیکھا جن سے ناخوشگوار سی کیفیت کا اظہار ہوتا تھا پھر وہ آہستہ سے بولا ”اس کا نام ڈیک ہے۔“ میں نے دل ہی دل میں شرمندگی محسوس کی اور خاموشی سے قدم آگے بڑھاتا رہا تب جرکن نے کہا: ”وہ جہاز پر موجود ہے۔“

میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد بندرگاہ تک پہنچ گیا جہاں ایک قدیم طرز کا جہاز جس کے سامنے کے حصے پر ”کیپر من“ لکھا ہوا تھا، پانی میں جھول رہا تھا۔ عارضی قسم کی مخصوص سیڑھی جہاز تک جاتی تھی جس کے چوڑے تختے اتنے وسیع تھے کہ اس پر سے آٹھ آٹھ دس دس مزدور بہ آسانی گزر سکتے تھے۔ کنارے پر لکڑی کی پیٹیاں پڑی ہوئی تھیں جن کا حجم زیادہ نہیں تھا یعنی اتنا بڑا تھا کہ ایک آدمی اس پیٹی کو اپنی پشت پر بہ آسانی لاد سکتا تھا۔ دوسرے خلاصیوں کی طرح میں نے بھی پیٹی اپنے شانوں پر اٹھائی اور سیڑھی کی جانب بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں جہاز کے عرشے پر پہنچ گیا، یہاں پیٹیوں کو بار کیا جا رہا تھا۔ اوپر پہنچنے والے خلاصیوں کے لیے یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ فوراً ہی واپس لوٹ آئیں۔ جہاز پر مختلف کام ہو رہے تھے کوئی جہاز کے تختے جوڑنے میں مصروف تھا، کوئی اس کی صفائی کر رہا تھا، کوئی پھٹے ہوئے بادبان رفو کر رہا تھا۔ میں ایک لمحہ سوچتا رہا، اس ماحول کو میں نے بہ نظرِ غائر دیکھا اور ایک بار پھر نیچے اتر آیا۔ فوری طور پر جہاز کے بارے میں سب کچھ جان لینا مناسب نہیں تھا۔

دوپہر تک ہم لوگ یہ پیٹیاں چڑھاتے رہے۔ ان کی تعداد ختم ہوتی جا رہی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ ان پیٹیوں کی آخری کھیپ ہو کیونکہ کسی طرف سے نئی پیٹیاں یہاں نہیں لائی جا رہی تھیں۔ ایک بجے کام ختم ہو گیا اسی وقت کھانے کی گھنٹی بھی بجی تھی۔

تقریباً تیس پیٹیاں میں نے اوپر پہنچائی تھیں۔ اتنے چکر لگانے کے بعد بھوک خوب چمک اٹھی تھی چنانچہ میس میں پہنچ کر میں نے بھی اتنی ہی پھرتی سے اپنے لیے کھانا نکال لیا جتنی پھرتی دوسرے خلاصیوں نے دکھائی تھی لیکن کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہمیں دوبارہ بندرگاہ پر نہیں جانا پڑا تھا۔ اعلان کیا گیا تھا کہ جہاز آج رات کو دس بجے روانہ ہو جائے گا، خلاصی اپنی اپنی ضروریات سے فارغ ہو جائیں۔ اسی وقت میں نے اوڈے کو دیکھا جو مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ میرے قریب آیا، اس کی چال میں بڑی خود اعتمادی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا ”ہیلو پال! کوئی الجھن یا پریشانی تو نہیں؟“

”نہیں مسٹر ڈیک! میں ٹھیک ہوں۔“

”مجھے معاف کرنا، کچھ وقت میں تم سے دور رہا لیکن سیکنڈ آفیسر ہونے کی حیثیت سے جہاز کے کچھ انتظامی امور میرے سپرد کر دیے گئے تھے — تم نے سن لیا ہوگا کہ ہم روانہ ہونے والے ہیں۔ تمھارا دوست تو ٹھیک ہے نا؟“

”بالکل ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا اور اوڈے گردن ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

ہم لوگ نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے پہلے مرحلے سے گزر چکے تھے اور کسی کو ہم پر شبہے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اگر ماحول میں یہ وحشت خیزی نہ ہوتی اور خلاصی ایک دوسرے کے شناسا ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے اس قدر غیر متعلق نہ ہوتے تو شاید ہمیں یہاں کافی مشکلات پیش آتیں۔ کچھ لوگ بلاوجہ کے دوست بن جاتے اور انھیں شبہ ہو جاتا لیکن یہ سب کچھ نہیں تھا، یہ گویا سر پھروں کا غول تھا جنھیں ایک دوسرے سے کوئی غرض نہیں تھی۔ شاید کوئی کسی کو دوست نہیں بناتا تھا، بس جو کسی کے ساتھ جتنی دیر بیٹھ گیا، بیٹھ گیا — اور جو الگ تھلگ رہا، اسے کسی نے گھاس نہ ڈالی۔ یہ معمول ہمارے لیے نہایت فائدہ بخش تھا۔ رات کو دس بجے خصوصی روشنیاں کی گئیں تاکہ خلاصی اپنا کام کر لیں پھر خلاصیوں کے نگراں انھیں اوپر پہنچنے کی ہدایت کرنے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد تقریباً تمام خلاصی جن میں میں اور جرکن بھی شامل تھے، جہاز پر پہنچ گئے اور اپنی اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ سیڑھیاں ہٹا لی گئی تھیں، وقتِ مقررہ پر جہاز نے لنگر اٹھا دیے اور آہستہ آہستہ گہرے سمندر کی جانب بہنے لگا۔ خلاصی اپنے اپنے کام میں مصروف تھے

لیکن ہونے کی رات نہیں تھی۔ بیس خلاصیوں کے ایک گروہ کی یہ رات ... کمان کر رہا تھا اور ان کے لیے احکامات صادر کر رہا تھا۔ اوڈے ... وہ سب اس کے احکامات کی تعمیل کر رہے تھے۔

جرکن اس وقت میرے قریب ہی موجود تھا۔ وہ آہستہ سے بولا ”یوں لگتا ہے جیسے اب ہم بہتر حالت میں ہیں۔“ میں نے گہری نگاہوں سے جرکن کو دیکھا اور بولا: ”کمال ہے! تم گفتگو کر رہے ہو؟“

”میں اتنا بداخلاق نہیں ہوں میرے دوست لیکن فرار کا تصور اور اپنے لوگوں سے جا ملنے کے احساس نے مجھے اتنا منتشر کر ڈالا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ابھی تو ہم ابتدائی مراحل ہی میں ہیں، کیا کہا جا سکتا ہے کہ آنے والے لمحات کیسے ہوں، تاہم اگر تم نے میری بے رخی کو محسوس کیا ہو تو میں اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔“

”نہیں مسٹر جرکن! ایسی کوئی بات نہیں ہے، خاموش رہتے رہتے زبان اینٹھ کر رہ گئی ہے۔“

”میرا خیال ہے اب اگر ہم دونوں ساتھ بھی رہیں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔“

”نہیں، جیسا کہ ہمارے چیف نے کہا، ہمیں ہر طور ایک دوسرے سے لاتعلق رہنا ہوگا تاکہ... لوگوں کی نگاہوں میں ہم خصوصیت نہ اختیار کر سکیں۔“

”ٹھیک کہتے ہو۔“ جرکن نے سر ہلاتے ہوئے کہا پھر بولا — ”سیکنڈ آفیسر تو یوں لگتا ہے جیسے ساری زندگی جہاز پر خلاصیوں کی کمان کرنے میں گزار چکا ہے۔ دیکھو، کہیں بھی اس کے انداز میں کوئی لچک نہیں پائی جاتی۔“ میں نے جواب نہیں دیا تو جرکن آگے بڑھ گیا۔ میں خود بھی اوڈے کو دیکھ رہا تھا، واقعی وہ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے جہاز کے تمام معاملات سے بخوبی واقف ہو۔

رات کو تین بجے تک یہ مصروفیات جاری رہیں اور جب جہاز اطمینان بخش انداز میں آگے بڑھنے لگا تو خلاصیوں کو آرام کرنے کی ہدایت کر دی گئی۔

بیس افراد کے اس گروپ میں آٹھ آدمیوں کی ڈیوٹی رات کو تھی، باقی کی ڈیوٹی صبح کو لگائی جانے والی تھی چنانچہ رات کے اس آخری حصے میں مجھے بھی سونے کا موقع مل گیا اور دوسری صبح پھر مجھے جگانے والا اوڈے ہی تھا۔

”تمھاری ڈیوٹی کا وقت شروع ہو گیا ہے، اپنا کام انجام دو۔“ اس نے سرد اور سپاٹ لہجے میں کہا۔

میں نے ہلکا سا ناشتا کیا جو جہاز کے ایک حصے میں تمام خلاصیوں کے لیے رکھ دیا گیا تھا تاکہ اپنی مرضی سے اٹھائیں اور اپنا پیٹ بھر لیں۔ جہاز کا یہ سفر تقریباً چھ دن تک جاری رہا اور کسی حادثے کا شکار ہوئے بغیر ہم لوگ ایک بندرگاہ پر پہنچ گئے، یہاں چاروں طرف ویرانی اور آسیب زدہ خاموشی ماحول پر مسلط تھی۔ جہاز ایک عارضی ڈیک کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ لیکن یہاں کوئی چیز اتاری نہیں گئی البتہ چار گھنٹے کے بعد کچھ ٹرک ساحل پر پہنچے اور عارضی ڈیک سے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہو گئے، ٹرکوں پر شراب کے بیرل لدے ہوئے تھے جنھیں جہاز پر چڑھانا خلاصیوں ہی کا کام تھا۔ میں خود بھی اس کام میں مصروف رہا اور کافی دیر تک باربرداری کرتا رہا۔

شام ہوئی تو چائے تقسیم کی گئی۔ چائے کا ایک بڑا مگ ہاتھ میں لیے ہوئے اوڈے میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے چائے کا ایک لمبا گھونٹ لے کر اسے معدے میں اتارتے ہوئے کہا: ”جہاز یہاں سے بھی رات ہی کو روانہ ہوگا۔ رات تک ہم لوگ حسبِ معمول اپنا کام انجام دیتے رہیں گے لیکن جب جہاز کی سیڑھی ہٹالی جائے تو اس وقت ہمیں سمندر میں اتر جانا ہوگا۔ تم یقیناً پانی میں اپنا کام انجام دے سکو گے۔“

میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے اوڈے کو دیکھا اور بولا — ”کیوں نہیں، میں بہ آسانی تیر سکتا ہوں۔“

”بات اس وقت تیرنے کی نہیں بلکہ جہاز کے ڈھانچے سے تھوڑی دور جا کر سمندر میں چھپ جانے کی ہے۔“

”مطمئن رہو، مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔“

”بائیں سمت کی وہ جھاڑیاں دیکھ رہے ہو، وہ اس طرف جو جھاڑیوں کے جھنڈ ہیں؟“

”ہاں کیوں نہیں۔“

”ہماری منزل وہی ہوگی۔ جہاز کے روانہ ہونے تک ہم اس طرح اپنا کام انجام دیتے رہیں گے جیسے مصروف کارکن ہوں لیکن وقتِ مقررہ پر ہم تینوں کو جہاز سے اتر کر سمندر میں روپوش ہونا ہوگا۔ اس کے بعد ان جھاڑیوں میں پناہ لینی ہوگی۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ بے شمار سوالات میرے ذہن میں مچل اٹھے تھے لیکن اس وقت کسی بحث کی گنجائش نہیں تھی۔ اوڈے نے جو کچھ کہا تھا اس پر عمل کرنے کے لیے ایک نگاہ تمام حالات کا جائزہ لینا ضروری تھا۔ ویسے اوڈے کی یہ کوشش خاصی سنسنی خیز تھی۔ ٹھیک ہے جہاز یہاں سے چل دے گا، ساری رات سفر کرتا رہے گا، ممکن ہے ساری رات لوگوں کو ہم تینوں کا خیال نہ آئے لیکن صبح کی روشنی میں کسی نہ کسی کو ضرور یہ اندازہ ہو جائے گا کہ تین آدمی جہاز سے غائب ہیں۔ اس گمشدگی کو وہ کیا حیثیت دیں گے؟ کیا ان کے پاس اس قسم کے ذرائع نہیں ہوں گے کہ وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس جزیرے کو ان تین آدمیوں کے بارے میں اطلاع دے دیں۔ ممکن ہے کچھ اور وقت بھی گزر جائے یعنی دن کا وقت بھی اور کسی کو اندازہ نہ ہو سکے لیکن بالآخر کسی نہ کسی کو یہ معلوم ضرور ہو جائے گا ۔۔۔ اب اس سلسلے میں سوال کس سے کیا جاتا ؟

میں ان جھاڑیوں کا جائزہ لیتا رہا، باقی وقت کوئی خاص مصروفیت نہیں تھی۔ بیرل جہاز پر چڑھائے جا چکے تھے۔ کوئی خاص تبدیلی معمولات میں نمودار نہیں ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب جہاز کی روانگی کے انتظامات ہونے لگے۔ ہم لوگوں کو اپنا اپنا کام خود ہی انجام دینا تھا۔

سیڑھیاں ہٹ چکی تھیں اور اب سمندر میں پہنچنا ہماری اپنی ذمہ داری تھی۔ کسی کو یہ اندازہ لگانے کی فرصت نہ تھی کہ کون کیا کر رہا ہے۔ میں نے اس بات کو پہلے ہی ذہن میں رکھا تھا اور ایک ایسی رسّی اپنے لیے منتخب کر لی تھی جو مجھے سمندر تک پہنچا سکتی تھی۔ اس رسّی کو میں نے انتہائی احتیاط سے جہاز کے ایک ایسے حصّے سے باندھ دیا تھا جہاں دوسروں کی نگاہیں کم ہی پہنچ سکتی تھیں۔ البتہ اس رسّی کا پھندا میں نے اس طرح سے لگایا تھا کہ نیچے پہنچنے کے بعد اگر میں کوشش کروں تو وہ پھندا بہ آسانی نکل سکے۔ یہ ایک مخصوص انداز کی گرہ تھی جسے ذرا سی ڈھیل کے بعد جھٹکا دے کر اگر کھولا جائے تو وہ کھل جاتی۔ البتہ اس سرے کو میں نے بھیگنے سے محفوظ رکھا تھا۔ تاکہ جھٹکا دینے سے اس کے کھلنے میں کوئی دِقّت نہ ہو۔ جہاز کا آخری بھونپو بجا اور اس کے بعد لنگر اٹھا دیے گئے۔ پرشے پرشور شرابے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ خلاصی جہاز کو ساحل سے ہٹا لے جانے کے لیے کاموں میں مصروف تھے۔ میرے سپرد بھی یہی ذمہ داری تھی اور میں اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا تھا لیکن آہستہ آہستہ میں اس سمت بڑھتا جا رہا تھا جہاں سے مجھے نیچے اترنا تھا۔ جرگن اور ڈیک کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ انھوں نے نیچے اترنے کے لیے کیا انتظامات کیے ہیں۔ یہ وسوسے بھی دل میں نمودار ہو رہے تھے کہ اگر وہ دونوں کسی طرح اپنی کوشش میں ناکام ہو گئے تو میں تنہا اس جزیرے پر کیا کروں گا۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے اور یہاں کے معاملات کیا ہیں ؟

ساحل ویران تھا اور میں نے کسی اور چیز کو نہیں دیکھا تھا۔ بہرحال میں آہستہ آہستہ اس رسّی کے قریب پہنچ گیا۔ جہاز اب رینگنے لگا تھا میں اس کے ذریعے نیچے لٹک گیا اور پھر جہاز کی فولادی دیوار کے ساتھ ساتھ نیچے اترنے لگا۔ اس کا پہاڑ جیسا وجود میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ پنکھے چل رہے تھے میرا بدن کمان بن گیا اور میں چاروں ہاتھ پیروں کی مدد سے آہستہ آہستہ نیچے اُترنے لگا۔

نیچے بپھری ہوئی موجیں جہاز کے فولادی ڈھانچے سے ٹکرا کر لوٹ رہی تھیں۔ جہاز کے پنکھے پانی کو کاٹ رہے تھے اور وہ کسی مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا بہت ہی خوفناک صورتِ حال تھی لیکن بہرطور میں پانی کے اس دھارے میں اتر گیا جو جہاز کی کاٹ سے بنتا چلا جا رہا تھا۔ دھارے نے مجھے فوراً ہی اُچھال دیا اور جہاز سے تھوڑے فاصلے پر پھینک دیا۔ اگر رسّی ہاتھ میں نہ ہوتی تو شاید مجھے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا لیکن آخری کوشش بھی کرنا ضروری تھی جو میں نے نہیں کی بلکہ بپھری ہوئی موجوں نے کی۔

رسّی کو خود بخود جھٹکا لگا اور وہ کھل کر نیچے آ پڑی۔ میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ نہ جانے کس خیال کے تحت میں نے اس رسّی کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور اسے مضبوطی سے پکڑے پکڑے نیچے بیٹھتا چلا گیا۔

تقریباً تیس سیکنڈ تک میں پانی میں غوطہ لگائے رہا اور اس کے بعد میں نے ذرا سا سر ابھارا، جہاز نے ابھی بہت ہی کم فاصلہ طے کیا تھا چنانچہ بہتر یہی تھا کہ میں اس کے مخالف سمت تیرنا شروع کر دوں یہی غنیمت تھا کہ سمندر کی جانب روشنیوں کا رخ نہیں رکھا گیا تھا۔ میں اپنی دانست میں مخصوص سمت کی جانب تیرتا رہا جہاں پہنچ کر مجھے ساحل کی جانب بڑھنا تھا اور پھر اپنے آپ کو جھاڑیوں میں روپوش کر لینا تھا آہستہ آہستہ میں رسّی بھی سمیٹتا جا رہا تھا اور اس کا گچھا سا میرے ہاتھوں میں بنتا جا رہا تھا۔ جہاز کے اطراف میں پانی کا جو دباؤ تھا اس سے نکلنے کے بعد مجھے اپنے کام میں بہت زیادہ دشواری پیش نہیں آ رہی تھی چنانچہ میں پوری احتیاط سے کنارے کی طرف تیرتا رہا اور پھر ساحل کی نرم ریت پر پہنچ گیا۔ رسّی کا گچھا میں نے احتیاطاً ساتھ رکھا تھا۔ بعض اوقات کوئی معمولی سی شے بھی کام آ جاتی ہے۔ ساحلی ریت شفاف اور چمکیلی تھی۔ یہاں رکنا ایک نئی مصیبت کو دعوت دینا تھا۔ بہت دور سے بھی اس چمکیلی ریت پر کسی سیاہ دھبے کو دیکھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ فوری طور پر مجھے اپنے آپ کو ان جھاڑیوں میں پوشیدہ کر لینا چاہیے تھا۔ شدید تھکن کے باوجود میں نے بھیگی ہوئی وزنی رسّی کو کاندھے پر ڈال کر جھاڑیوں کی سمت دوڑ لگا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں لمبی لمبی گھاس میں داخل ہو گیا۔ میرا سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔

جھاڑیاں دور تک پھیلی ہوئی تھیں لیکن ان کے پھیلاؤ کا صحیح اندازہ لگانا مشکل تھا۔ تاہم مجھے اُن کے پھیلاؤ سے غرض نہیں تھی۔ مجھے اب اپنے ساتھیوں کا انتظار تھا۔ حالت قدرے سنبھلی تو میں نے ان کی تلاش میں نگاہ دوڑائی بھوری ریت کے ٹیلے تاحدِ نگاہ بکھرے ہوئے تھے اور اُن کے درمیان جھاڑیوں کے یہ جھنڈ بڑے غیر فطری سے معلوم ہوتے تھے۔ یہ جھنڈ صرف اسی ایک سمت تھے، باقی دوسری طرف کی ریت بالکل صاف اور سپاٹ تھی۔ میں گھاس میں گھس تو آیا تھا لیکن اب مجھے یہ خطرہ پیدا ہونے لگا تھا کہ یہاں حشرات الارض پوشیدہ نہ ہوں جگہ جگہ سوراخ نظر آ رہے تھے اور یہ سوراخ قدرتی نہیں تھے یقیناً ریت میں رہنے والے حشرات الارض نے کیے تھے۔ تاہم اس وقت ان تمام باتوں سے بے نیاز ہو کر صرف گزرنے والے وقت کا انتظار کرنا تھا میرے کان ہر آہٹ پر لگے ہوئے تھے اور جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا میری وحشت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ابھی تک اوڈے یا میگن کے قدموں کی چاپ نہیں سنائی دی تھی۔ اگر وہ جھاڑیوں میں ہوتے تو یقینی طور پر اتنی دیر انتظار نہ کرتے۔

جہاز کی روشنیاں اب بھی نظر آ رہی تھیں لیکن وہ کافی دُور پہنچ چکا تھا۔ ساحل سے روانگی کے وقت اس کی رفتار بہت تیز رکھی گئی تھی، نجانے کیوں......؟

آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ فضا پر تاریکیاں مسلط تھیں لیکن اس کے باوجود میری آنکھیں رات کی تاریکی سے مانوس ہو چکی تھیں اور میں دُور تک دیکھ سکتا تھا۔ میں اپنی تمام ذہنی قوتوں سے آہٹیں سنتا رہا لیکن چاروں طرف ویرانی اور سناٹے کا راج تھا۔ میرا دل دھڑکنے لگا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ دونوں نیچے اترنے میں کامیاب نہیں ہوئے یا اگر ہو بھی گئے ہیں تو سمندر کی لہروں کے ساتھ بہہ گئے۔

تقریباً دو گھنٹے گزر گئے اب میری مایوسی انتہا کو پہنچ چکی تھی کہ دفعتاً میں نے جھاڑیوں سے تھوڑی فاصلے پر دو سائے دیکھے۔ دونوں اچانک ہی نمودار ہوئے اور پھر اُن کا رُخ انہی جھاڑیوں کی جانب ہو گیا۔ میرا دل خوشی سے اچھل پڑا تھا۔ اب یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں تھی کہ وہ دونوں اوڈے اور میگن ہی تھے لیکن انھیں اتنی دیر کیسے لگ گئی ؟ میں سوچنے لگا۔ جھاڑیوں سے نکلنا نقصان دہ بھی ہو سکتا تھا چنانچہ میں وہیں اُن کا انتظار کرتا رہا۔

وہ دونوں آہستہ آہستہ جھاڑیوں کے نزدیک پہنچ گئے اور پھر اوڈے کی آواز ابھری: "ہیے! کیا تم یہاں موجود ہو ؟"

میں نے اسے فوراً ہی جواب دیا۔ "ہاں مسٹر اوڈے! میں یہاں موجود ہوں۔"

"باہر نکل آؤ۔" اوڈے نے کہا اور میں باہر نکل آیا۔

وہ ڈیک جہاں سے بیرل چڑھائے گئے تھے اس جگہ سے بہت فاصلے پر تھا لیکن ویسے بھی وہ سنسان نظر آ رہا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے اب وہاں کوئی موجود نہ ہو۔ اس لیے اوڈے نے کوئی خطرہ نہ محسوس کر کے مجھے پکار لینے میں ہرج نہیں سمجھا تھا۔ وہ تھکے تھکے سے انداز میں جھاڑیوں سے تھوڑے فاصلے پر ریت میں بیٹھ گئے تھے اور اُن کی آواز میں تھکن کا سا انداز تھا۔ میں باہر نکل کر اُن کے نزدیک پہنچ گیا۔

"آپ لوگوں نے بہت دیر کر دی ؟"

"ہاں ہماری تقدیر یہی تھی کہ ہم یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ دراصل ہم نے جس راستے سے اُترنے کا فیصلہ کیا تھا وہاں پر بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے اور کوئی دوسری جگہ ایسی نہیں تھی کہ ہم چلتے جہاز سے سمندر میں چھلانگ لگا دیتے۔ تقریباً چالیس منٹ کے سفر کے بعد ہمیں اس کا موقع مل سکا کہ ہم اپنی مطلوبہ جگہ سے سمندر میں اُتر جائیں میرے علاوہ مسٹر میگن کے ساتھ بھی یہی مشکل تھی۔ چالیس منٹ کا سفر طے ہو چکا تھا جو کم نہیں تھا اور اس کے بعد ہی ہمیں اس کا موقع مل سکا کہ ہم سمندر میں اُتریں لیکن اسی دَوران ہم سمندر میں کافی دُور جا چکے تھے۔ تم خود اندازہ کرو کہ جہاز نے چالیس منٹ میں کتنا فاصلہ طے کر لیا ہو گا اور جس جگہ ہم لوگ سمندر میں اُترے تھے وہاں طوفانی موجیں تھیں۔ ان موجوں کو چیر کر ساحل تک پہنچنا جتنا مشکل کام ہو سکتا ہے اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بس یوں سمجھو یہ صرف اتفاق ہے کہ ہم تم دوبارہ یکجا ہو گئے۔" اوڈے نے کہا اور فرش پر لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

میگن آہستہ سے بولا۔ "مسٹر خان! اس معاملے میں تم ہم سے زیادہ خوش نصیب ثابت ہوئے یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم نے ہماری نسبت زیادہ ذہانت سے کام لیا ہو اور ایسی جگہ نیچے اترنے کے لیے منتخب کی ہو جہاں انھیں کوئی دِقت پیش نہ آئے۔"

اوڈے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس وہ خاموشی سے پڑا آسمان کو گھورتا رہا تھا۔ کافی دیر کے بعد اس کی کیفیت بحال ہو سکی تھی اور پھر وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی تب اس نے کہا۔ "بہرحال اس قسم کے حادثات کا ہمیں منتظر رہنا چاہیے اور مکمل فہم و فراست سے اُن پر قابو پانے کے لیے خود کو تیار رکھنا ضروری ہے۔"

میں نے یا میگن نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پتا نہیں میگن کی معلومات اس سلسلے میں کیا تھیں لیکن میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب اس جگہ ہمیں کتنا وقت صرف کرنا ہو گا اور یہاں سے آگے بڑھنے کیلئے کیا انتظامات کرنا ہوں گے!

اوڈے نے ہمیں اس سلسلے میں زیادہ تجسّس کا شکار نہ ہونے دیا، وہ بولا۔ "جن لوگوں نے بیرل جہاز پر چڑھائے تھے اُن میں میرا ایک آدمی شامل تھا اور میں اسے اپنے یہاں پہنچ جانے کے سلسلے میں اطلاع دے چکا تھا۔ یہ بات میں تمہیں اس لیے بتا رہا ہوں کہ تمھارے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ذہنوں میں یقیناً تجسس ہوگا کہ اب کیا ہوگا؟" اوڈے نے مسکرا کر میری اور میگن کی شکل دیکھی پھر بولا "میں کوئی کام احمقانہ انداز میں نہیں کرتا۔ آؤ، اب ہمیں تھوڑا سا سفر کرنا ہوگا۔"

ہم دونوں خاموشی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ بادلوں کے ٹکڑے آہستہ آہستہ تیرتے ہوئے ایک جانب بڑھتے جا رہے تھے اور ستارے نکل آئے تھے۔ ستاروں کی مدھم چھاؤں میں ہم تینوں آگے بڑھنے لگے۔ اوڈے یہاں بھی ہمارا راہنما تھا۔ اس کا رخ اس ڈوبک سے جو سمندر کے کنارے عارضی طور پر بنا دی گئی تھی جنوبی سمت میں تھا۔ غالباً اسے اس بارے میں کچھ ہدایات دے دی گئی ہوں گی۔

تقریباً دو فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہمیں تاریکی میں ایک ٹوٹی پھوٹی کھنڈر نما عمارت نظر آئی۔ میں نے فوراً ہی اندازہ لگا لیا کہ اوڈے کا رخ اسی عمارت کی جانب ہے۔ عمارت کو دیکھنے کے بعد اس نے سفر کی رفتار کچھ تیز کر دی تھی اور تھوڑی دور چلنے کے بعد وہ بولا "ممکن ہے ہمارے دوست وہاں پہنچ گئے ہوں اور ہمیں دیر ہو گئی ہو۔ جہاز سے اترنے کے بعد جو گڑبڑ ہوئی، وہ میرے لیے بالکل غیر متوقع تھی۔" یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد وہ خاموش ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اس کھنڈر نما عمارت تک پہنچ گئے۔

عمارت کے بارے میں رات کی تاریکی میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کیسی تھی لیکن اس کی بوسیدہ دیواریں اور ٹوٹے ہوئے در دیکھ کر یہ بات کم از کم صاف محسوس ہو جاتی تھی کہ وہ صرف ایک کھنڈر ہے اور اس کا کوئی مصرف نہیں ہے۔

ہم عمارت کے سامنے والے حصے میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ اوڈے جھک جھک کر زمین پر کچھ تلاش کرنے لگا تھا۔ چند لمحے کے بعد وہ سیدھا کھڑا ہو گیا اور ابھی ہمیں زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہم نے کسی انجن کی آواز سنی۔ اوڈے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے آہستہ سے کہا "شکر ہے ہم صحیح وقت پر پہنچ گئے۔ ویسے بھی اگر ہم نہ پہنچتے تو وہ ہمارا انتظار روشنی ہونے سے پہلے تک کرتے۔"

"مگر مسٹر اوڈے! ہمیں اس گاڑی میں کہاں تک کا سفر کرنا ہے؟"

"خاموش رہو میرے دوست! یہ سوالات ابھی تمھارے لیے اور خود میرے لیے بے مقصد ہیں۔" اوڈے نے جواب دیا۔

آخر کار ہمیں وہ گاڑی نظر آ گئی جس کی ہیڈ لائٹس بجھی ہوئی تھیں۔ یہ ایک بڑا سا ٹرک تھا جو کسی نامعلوم جگہ سے نمودار ہوا تھا۔ ٹرک میں گندم کی بوریاں لدی ہوئی تھیں۔ ڈرائیونگ سیٹ سے ایک آدمی نیچے اترا، اس نے اوڈے سے مصافحہ کیا لیکن منہ سے اس نے ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ اوڈے نے ہمیں اشارہ کیا اور ہم تینوں ایک ایک کر کے اوپر پہنچ گئے۔

بوریوں کے درمیانی حصے میں خاصی جگہ رکھی گئی تھی اور یہ جگہ ایسی تھی کہ صرف ایک آدمی اس میں سما سکے۔ بوریوں کو مخصوص انداز سے اس ٹرک میں چنا گیا تھا۔ بہرحال چند لمحات کے بعد ٹرک چل پڑا۔ اب وہ ہچکولے کھاتا ہوا کسی نامعلوم منزل کی جانب جا رہا تھا۔ تقریباً بیس پچیس منٹ یہ سفر جاری رہا اور اس کے بعد ٹرک ایک جگہ رک گیا۔ کسی نے آگے بڑھ کر ڈرائیور سے سوال کیا "ان بوریوں میں اسلحہ تو موجود نہیں ہے؟"

"نہیں جناب! آپ اپنے اطمینان کے لیے کسی بھی بوری کو یا سب بوریوں کو کھول کر دیکھ سکتے ہیں۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"کھانے کا غذات؟" سوال کیا گیا اور ٹرک ڈرائیور نے شاید کاغذات دکھا دیے۔ "ٹھیک ہے جاؤ۔" جواب ملا اور ہم لوگ جو سانس روکے سنسنی کی سی کیفیت میں پڑے ہوئے تھے گہری گہری سانسیں لینے لگے۔

ٹرک کا سفر پھر سے جاری ہو گیا تھا۔ کافی دور پہنچنے کے بعد وہ ایک جگہ رک گیا۔ ٹرک ڈرائیور نے انجن بند کیا اور اتر کر پیچھے آ گیا۔ "ٹھیک ہے، آ جاؤ۔" اس نے کہا اور ہم پھنستے پھنساتے ان بوریوں کے درمیان سے نکل آئے۔

ٹرک ڈرائیور ہم تینوں کو ساتھ لیے ہوئے ایک طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔ یہ کوئی عمارت تھی لیکن یہ عمارت بھی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔

عمارت کے اندر پہنچنے کے بعد ٹرک ڈرائیور نے کہا "ہم آپ کے لیے نیک خواہشات رکھتے ہیں جناب۔ خدا حافظ۔"

اوڈے خاموشی سے عمارت کے اندر پہنچ گیا تھا۔ عمارت میں اس کی ملاقات دو افراد سے ہوئی۔ یہ دونوں بھی عجیب و غریب لباس میں ملبوس تھے۔ جھاڑ جھنکاڑ سے چہرے والے ان دونوں افراد نے آگے بڑھ کے اوڈے کو گلے لگا لیا تھا۔ ان میں ایک درمیانی عمر کا برطانوی تھا، لارنس تھا اور دوسرا ایک اور خونخوار سا آدمی فرینک۔ لارنس اور فرینک سے میرا اور میگن کا تعارف کرایا گیا اور پھر اوڈے نے کہا "یہاں سے ہماری تعداد پانچ ہو جاتی ہے۔" میں سمجھ گیا کہ یہ دونوں افراد وہ ہیں جو یہاں پر اوڈے کے مفادات کی نگرانی کر رہے تھے۔ غور کرنے پر اندازہ ہوا کہ ان میں سے ایک شخص کو میں نے اس وقت بھی دیکھا تھا جب شراب کے بیرل ٹرکوں پر لاد کر ڈیک پر لائے گئے تھے۔ اوڈے ان سے گفتگو کرتا رہا۔ وہ یہاں کے حالات کے بارے میں سوالات کر رہا تھا۔

لارنس نے جواب دیا "اپنی دانست میں تو ہم نے تمام کارروائیاں مکمل کر لی ہیں لیکن تقدیر کے لیے گنجائش ہمیشہ چھوڑ دینی چاہیے۔ کیا ہوگا اس کے بارے میں کب کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ ویسے کیا خیال ہے کب تک کام ہو جائے گا؟"

"زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ آگے کے انتظامات نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے دیے گئے ہیں۔ ہر ساتویں دن موٹر بوٹ یہاں پہنچتی ہے اور ہم سے آپ کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے۔"

"گڈ! آخری بار موٹر بوٹ کب آئی تھی؟"

"پانچواں دن ہو چکا ہے، گویا اب صرف دو دن باقی ہیں۔" لارنس نے جواب دیا۔

یہ پراسرار گفتگو میری سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن سمجھنا ضروری بھی نہیں تھا۔ اب تک اوڈے کے انتظامات کے تحت عمل کرتا رہا تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ آگے کے حالات کیا ہوتے ہیں البتہ ان کی آوازیں میرے کانوں میں پہنچ رہی تھیں۔

"موٹر بوٹ میں ہمارے کتنے آدمی ہوتے ہیں؟"

"جس بوٹ کی یہاں ڈیوٹی ہے اس میں صرف ایک آدمی ہمارا ہے۔"

"کیا ڈینی اور ولسن اس علاقے میں نہیں آتے؟" اوڈے نے پوچھا۔

"آپ کو ان دونوں کے بارے میں نہیں معلوم؟"

"نہیں دوست! ہمیں اپنے بارے میں نہیں معلوم ہو نا تھا، تم دوسروں کی بات کر رہے ہو۔"

"ولسن کی شکل یاد ہے آپ کو؟"

"کیوں نہیں۔ دبلا پتلا معصوم سی شکل والا۔ میں اس سے کہتا تھا کہ بلاوجہ مرد بن گیا۔ لڑکی ہوتا تو کم از کم اتنا بھیانک جرم نہ کرتا اور کبھی اسے گریو ائلز نہ آنا پڑتا۔"

"واہ مسٹر اوڈے! وہ درحقیقت لڑکی تھی۔" لارنس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا!" اوڈے اچھل پڑا۔

"ہاں مسٹر اوڈے! نشے میں دھت چند محافظوں نے اس سے بیہودہ مذاق کیا اور ولسن برداشت نہیں کر سکا۔ اس نے ان کا چھرا چھین کر چار محافظوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ عتاب کا شکار ہو گیا۔ تب انکشاف ہوا کہ وہ لڑکی ہے۔ آپ کو ڈینی اور ولسن کی دوستی یاد ہو گی؟"

"مثالی دوست تھے وہ دونوں۔" اوڈے افسردگی سے بولا۔

"محافظ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ وہ لڑکی ہے کچھ اور ہی منصوبے بنانے لگے اور ڈینی پر جنون سوار ہو گیا۔ ہم لوگ بھی وہیں تھے۔ ڈینی اسٹین گن چھین کر اس عمارت میں جا گھسا، جہاں محافظ ولسن کو لے گئے تھے۔ اندر جو محافظ موجود تھے وہ تو ڈینی کا شکار بن گئے لیکن اس کے بعد وہ دروازے پر جما تھا۔ اندر سے اسٹین گن کا فالتو ایمونیشن مل گیا تھا جس سے وہ چوبیس گھنٹے تک بیرونی محافظوں کو بھونتا رہا۔ اس نے اٹھارہ محافظ ہلاک کیے تھے پھر جب وہ خاموش ہوا تو محافظ اندر داخل ہو گئے۔ اندر ڈینی اور ولسن کی لاشیں ہی مل سکی تھیں، انھوں نے خودکشی کر لی تھی۔ اس داستان کا المناک پہلو یہ ہے کہ وہ دونوں آپس میں میاں بیوی تھے اور ولسن نے ڈینی کو سزا ملنے کے بعد اس بھیانک جرم کا ارتکاب کیا تھا صرف اس لیے کہ اس جرم کی سزا میں وہ ڈینی کے پاس پہنچ جائے۔" لارنس اور فرینک اطمینان سے اوڈے سے گفتگو کرتے رہے اور پھر لارنس نے کہا "تم مطمئن رہو اب تک تو سب کچھ ٹھیک ہو رہا ہے، مجھے یقین ہے کہ آگے کے معاملات بھی ٹھیک ہوں گے۔ ہمیں اجازت دو۔ ہمارا رابطہ رہے گا تم سے تمھاری ضروریات کی ساری چیزیں پہنچا دی جائیں گی۔"

"او کے! میں جانتا ہوں۔" اوڈے نے جواب دیا۔ وہ خود ان دونوں کو باہر چھوڑنے گیا تھا۔ واپس آ کر اس نے کہا "تم لوگ اندازہ لگا چکے ہو گے کہ سارے معاملات ٹھیک ہیں اور ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو ہمارے لیے تشویش کا باعث ہو، چنانچہ آرام سے سو جاؤ۔ دن رات آرام کرو تاکہ تمھاری توانائی بحال رہے۔ سوالات کو ذہن میں جگہ نہ دو، نیند عمدہ آتی ہے۔" ہم دونوں نے کچھ نہ کہا اور آرام کرنے لیٹ گئے۔

اوڈے کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ بہت پراسرار آدمی ہے اور بہت گہرا بھی لیکن جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بارے میں بہتر یہی تھا کہ کان دبا کر خاموش رہا جائے۔ خود اس وقت تک کچھ کرنے کی ضرورت نہیں تھی جب تک حالات بے قابو نہ ہو جائیں۔

☆☆☆

یہ دوسری رات کی بات ہے ہم سو چکے تھے لیکن اوڈے نے ہمیں جگا دیا "سوری فرینڈز، یہ رات سونے کی رات نہیں ہے۔ لانچ آ چکی ہے۔"

باہر لارنس اور فرینک موجود تھے۔ ہمارے باہر نکلتے ہی انھوں نے ساحل کی جانب سفر شروع کر دیا۔ رات کی خاموش تاریکی میں سفر کرتے ہوئے ہم ساحل پر پہنچ گئے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر قدیم طرز کی ایک لانچ لہروں پر ہچکولے کھا رہی تھی۔ لارنس نے جیب سے لائٹر نکالا اور اسے دو مرتبہ جلایا۔ جواب میں لانچ پر بھی ویسا ہی شعلہ دو بار نظر آیا اور لارنس بولا "آؤ کام ہو چکا ہے۔"

اس کے بعد ہمیں پانی میں دوڑ لگانا پڑی تھی کچھ پانی گہرا ہو گیا تو ہم تیرتے ہوئے لانچ تک پہنچے۔ ایک آدمی یہاں ہمارے استقبال کے لیے موجود تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہیلو چرن سنگھ!" لارنس نے آواز دی۔

"ہیلو جی ہیلو۔" مجھے اس نام اور لہجے میں ایشیا کی خوشبو محسوس ہوئی اور میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ اس کا نام چرن سنگھ لیا گیا تھا۔ اس شخص کے خدوخال تو بہتر طور پر نظر نہیں آئے تھے لیکن لہجے اور نام نے کوئی شبہ نہیں رہنے دیا تھا۔ تاہم میں نے خود پر قابو رکھا۔

"کیا پوزیشن ہے؟" لارنس نے پوچھا۔

"پوزیشن تو بالکل ٹھیک ہے بادشاہو!" چرن سنگھ انگلش میں بھی اپنی زبان کے پیوند لگا رہا تھا۔ پتا نہیں اس کے ان جناتی جملوں کو یہ کیا معنی دیتے تھے۔

"مہمان آ گئے ہیں۔"

"ویل کم جی' ویل کم۔" چرن سنگھ بولا۔ اور پھر ہم سب لوگ لانچ پر چڑھ گئے۔ لانچ پر روشنی تھی اور اس مدھم روشنی میں یہاں کا ماحول دیکھا جا سکتا تھا۔ لانچ بہت بڑی نہیں تھی لیکن اس پر ضرورت کا سارا سامان موجود تھا۔

"وہ لوگ کہاں ہیں؟" لارنس نے پوچھا۔

"آرام کر رہے ہیں، آؤ! دکھاؤں۔" چرن سنگھ بولا۔ لانچ کی روشنی میں میں نے چرن سنگھ کی شکل دیکھی ... لی میں کڑا پڑا ہوا تھا۔ اس نے البتہ مجھ پر توجہ نہیں دی تھی۔

لانچ کے اکلوتے کیبن میں پانچ آدمی بے ہوش پڑے ہوئے تھے اور منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا۔

"کوئی تشویش کی بات تو نہیں ہے چرن سنگھ؟"

"نہیں جی۔ لانچ کو وہاں سے چلے ہوئے تین گھنٹے گزر چکے ہیں۔ مال دینا تھا' دے دیا۔ خبر مل گئی تھی' اس لیے کانجی لگا دی ان سالواں کو۔"

"کیا لگا دی؟"

"او کانجی جی کانجی۔" چرن سنگھ نے کہا اور لارنس سے انگلش میں بولا۔ "تم نہیں سمجھو گے صاب۔ کانجی اپنے دیس کی بوٹی ہے۔ وہاں ملتی ہے جہاں کوئی اسے نہیں جانتا۔ اس سے عرق نکلتا ہے۔ ایک قطرہ نچوڑ دو ایک پیگ میں' چار گھنٹے کے لیے الٹا کر دیتا ہے۔"

"چلو لانچ آگے بڑھاؤ۔" لارنس نے کہا۔ چرن سنگھ سے شاید صرف لارنس کی شناسائی تھی۔ کسی اور نے اس سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جانے کیوں میں ایک لمحے کے لیے جذباتی ہو گیا تھا۔ چرن سنگھ کی شخصیت میں ہنسی کی جھلکیاں تھیں۔ وہ بھی اتنا ہی خوش مزاج تھا جس زندگی کی آخری سانس تک اپنے اس عزیز دوست کو نہیں بھول سکتا تھا۔

لارنس اس کے ساتھ انجن کی طرف چلا گیا اور چند لمحات کے بعد میں نے انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ پھر میگن نے کہا۔ "ان بے ہوش لوگوں کا کیا کرو گے مسٹر اوڈے؟"

"اپنی جان کا صدقہ اتاریں گے۔ سمندر کو ان کی قربانی دیں گے۔" اوڈے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا انھیں سمندر میں پھینک دیں؟" اس بار فرینا نے کہا تھا۔

"ایسی حماقت کے بارے میں سوچنا بھی نہیں۔ انھیں کم از کم اتنی دور پھینکیں گے کہ یہ کبھی ساحل تک نہ آ سکیں۔"

"یہ کبھی ساحل پر نہیں آ سکیں گے مسٹر اوڈے!" میگن نے سفاکی سے کہا۔

"بھلا کیسے؟"

"گردنیں دبانی ہیں ان کی۔"

"اور ان کی لاشوں کو ریموٹ سے کنٹرول کرو گے' کیوں؟ بے وقوف آدمی! کسی ایک کی لاش بھی ساحل تک آ گئی تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔" اوڈے نے دانت پیستے ہوئے کہا اور میگن دانتوں تلے زبان دبا کر خاموش ہو گیا۔ تب اوڈے نے اپنا منصوبہ بتایا۔ "کھلے سمندر میں شارک مچھلیوں کے قبیلے سفر کرتے ہیں۔ خون کی بو انھیں پاگل کر دیتی ہے' یہ ان کے لیے بہترین تحفہ ہوں گے۔" اوڈے کے لہجے میں بے پناہ درندگی تھی۔ میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ اوڈے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر ایک طرف بڑھ گیا تھا۔ "آؤ! ذرا اس لانچ کا جائزہ لے لیں۔"

میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ اوڈے ایک ایک شے کا جائزہ لے رہا تھا۔ پرانے کمبلوں کے ڈھیر' کھانے پینے کا سامان' پانی کے ڈرم۔ ان سے تھوڑے فاصلے پر مٹی کے تیل کے گیلن' آئل ہنڈولا اور ایسی ہی دیگر چیزیں یہاں موجود تھیں۔

"ضرورت کا کافی سامان موجود ہے۔" اس نے جیسے خود سے کہا۔ میں خاموش ہی رہا تھا۔ "یہ لانچ گریوانلز کے جزیروں کے درمیان سفر کرتی ہے اور ہر سیکشن کی ضرورتیں پوری کرتی ہے۔ لارنس اور فرینک بھی سیکشن آٹھ سے فرار ہوئے تھے۔ لارنس فوجی بھگوڑا ہے مگر جی دار آدمی ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں لڑ چکا ہے۔ بڑی ہوشیاری سے اس نے یہاں پہنچ کر حالات کنٹرول کیے تھے۔"

"اور چرن سنگھ؟" میں نے بے اختیار پوچھ لیا۔

"ہندوستانی ہے۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے' اس سے زیادہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" اوڈے نے جواب دیا۔

"لانچ کے سفر کا کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا اور اوڈے قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"اس سے ہم دنیا کے گرد ایک چکر لگائیں گے۔" اس کی بات پر

غصہ تو بہت آیا تھا لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا۔ یہ شخص بھی بے قصور ہے۔ وہ صرف یہ جانتا ہے کہ میں گریوانلز سے فرار ہونا چاہتا تھا۔ یاد رکھنا ہے اور کیا معلوم تھا لیکن پھر وہ خود ہی بول پڑا۔ "دیکھو تو حالات اتنے غیر یقینی ہیں کہ ہم کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتے۔ ہم اس کشتی کے ذریعے کسی ایسے مقام پر پہنچنے کی کوشش کریں گے جہاں جان بچا سکیں اور پھر وہاں سے آگے۔ کائنات وسیع ہے۔ کیا تمھیں اس احساس سے خوشی نہیں ہوتی کہ اب تم قیدی نہیں ہو؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"جب تک ہم گریوانلز کے علاقے میں ہیں خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ یہ کشتی اس لحاظ سے ہماری معاون ضرور ہے کہ یہی کشتیاں اس علاقے میں نظر آتی رہتی ہیں لیکن اس وقت تک جب تک محافظوں کو کوئی شبہ نہ ہو جائے۔"

دفعتاً کشتی کا انجن بند ہو گیا اور ہم دونوں چونک پڑے لیکن پھر ہم نے چرن سنگھ اور فرینک کو بادبان چڑھاتے ہوئے دیکھا اور اوڈے مسکرا دیا۔ "یہ شخص سمندر سے واقفیت رکھتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"اب کشتی ہواؤں کے سہارے چلے گی اور یہی بہتر ہے۔ سفر کی مدت نامعلوم ہے۔ ڈیزل بچانا ضروری ہے' ویسے تم چاہو تو آرام کر سکتے ہو۔"

"کیوں نہ میں چرن سنگھ کے ساتھ کام کروں؟" میں نے کہا۔

"نیند نہیں آ رہی تو ضرور جاؤ۔ میں تو اب سوتا ہوں۔" اوڈے نے کہا اور کیبن کی طرف چل دیا لیکن چند منٹ کے بعد ہی بڑبڑاتا ہوا باہر نکل آیا۔

"ہے! خان!" اس نے مجھے آواز دی اور میں اس کے پاس پہنچ گیا۔

"یہ سؤر کے جنے یہاں کیوں گھسے ہوئے ہیں؟ آؤ انھیں باہر نکالو اور ان پر ترپال ڈال دو۔" میں اوڈے کے ساتھ کیبن میں داخل ہو گیا۔ وہ سب بے سدھ پڑے ہوئے تھے۔ اوڈے ایک لمحے کے لیے رکا' پھر بولا۔ "ان کے لباس اتار لو۔ یہ ہمارے کام آئیں گے۔" اور پھر وہ خود جھک کر ان کے لباس بڑی درندگی سے ان کے بدن سے کھینچنے لگا۔ میں نے بھی اس کی مدد کی تھی۔ پانچوں کو بے لباس کرنے کے بعد باہر نکالا گیا اور پھر لانچ کے ایک حصے میں ڈال دیا گیا' اوپر سے ایک ترپال ان پر ڈال دی گئی تھی۔ لارنس اور فرینک بھی اس وقت ہمارے پاس آ گئے تھے اور انھوں نے اس سلسلے میں ہماری مدد بھی کی تھی میگن البتہ چرن سنگھ کے ساتھ تھا۔ اوڈے کیبن میں گھس گیا ... دو باقی لوگ بھی ... گئے تھے۔ میں آہستہ آہستہ چرن سنگھ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سامنے نگاہ جمائے بیٹھا تھا۔

"ہیلو چرن سنگھ!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"آؤ صاب بیٹھو۔ سونا چاہو تو سو جاؤ۔ چرن سنگھ جاگ رہا ہے۔" چرن سنگھ نے انگلش میں کہا۔

"پنجاب کے کون سے شہر کے ہو چرن سنگھ؟" میں نے پنجابی زبان میں پوچھا اور چرن سنگھ اس طرح اچھل پڑا کہ گرتے گرتے بچا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا تھا۔

"واہ جی واہ!" اس کے منہ سے سرگوشی سی نکلی۔ "پنجابی بول رہے ہو؟"

"ہاں چرن سنگھ! اور تم سے مل کر ..." ابھی میں اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ چرن سنگھ مجھ سے لپٹ گیا۔ میں نے اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے دیکھے تھے۔ میں اس کی پشت تھپتھپانے لگا۔

"لگتا ہے کوئی ماں جایا مل گیا۔" چرن سنگھ کا لہجہ گلوگیر تھا۔

"تمھاری انگریزی سن کر مجھے بھی ایسا ہی لگا تھا۔"

"میں تو امرتسر کا ہوں بھائی۔ تسی؟"

"میں پاکستانی ہوں۔ سرزمین قصور کا رہنے والا۔"

"او جیوندا رہ۔ واہگرو دی سوں' کانوں میں امرت ٹپک رہا ہے' بڑے دنوں کے بعد کوئی اپنا ملا ہے۔ بلھے شاہ دا قصور... مگر یہاں کب سے ہو؟ ناں کی اے تہاڈا؟"

"علی یار خان۔" میں نے جواب دیا۔

"اسی چرن سنگھ ہیگے آں۔"

"ہاں تمھارا نام میں سن چکا ہوں۔"

"کب سے ہو یہاں؟"

"زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔"

"او جی اے پنجاب دے شیراں نوں قابو وچ نہیں رکھ سکدے۔ واہگرو دی سوں' اب مزہ آئے گا۔ پہلے صرف اپنی جان بچانے کی بات تھی' پر اب...."

"تمھیں کتنا عرصہ ہو گیا چرن سنگھ؟"

"گیارہ سال ہو گئے جی۔ نو سال سے گریوانلز میں ہوں۔ بڑی گردن جھکائی ہے جی' تب جا کر ان سالوں کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہوا ہوں۔"

"اس لانچ پر تمھاری ڈیوٹی تھی؟"

"چار سال سے یہ لانچ چلا رہا ہوں۔"

"نکلنے کی کوشش نہیں کی؟"

"او ناں جی۔ اکیلا چنا کہاں بھاڑ پھوڑ سکتا ہے۔ مل کر ہی کام ہو سکتا ہے۔ سات مہینے سے یہ پروگرام چل رہا تھا۔ اوڈے کا انتظار تھا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا تم بھی سیکشن فور سے آئے تھے؟"

"نہیں جی۔ لارنس سے اوڈے کے بارے میں معلوم ہوا تھا۔"

"یہ اوڈے کیا چیز ہے؟"

"یہ تو ہمیں بھی نہیں معلوم۔ پر اس کے مُہرے پکتے ہیں۔"

"کس جرم میں آئے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"یاد کرنا پڑے گا بادشاہو۔" چرن سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر یاد کرنے سے دُکھی ہو جاؤ تو مت بتاؤ، کوئی بات نہیں۔"

"نہیں جی، ایسی کوئی بات نہیں۔ یہی کوئی دس پانچ قتل کر دیے تھے حالات خراب ہو گئے تھے اسمگلنگ کرنے لگا تھا بس ایک کے بعد دوسرا پھڈا ہوتا گیا اور بات یہاں تک پہنچ گئی۔"

"کون سی حکومت کے مجرم ہو؟"

"اسپین کی حکومت ہی نے سزا سنائی تھی۔ جج کو مار دیا کیونکہ سزا اس جرم کی نہیں ملی تھی جو ہم نے کیا تھا۔ ہم نے سمجھایا اُسے، نہ مانا تو......"

"عدالت میں قتل کر دیا تھا تم نے جج کو؟"

"بس جی غصہ چڑھ گیا تھا۔ چار اور مارے گئے تھے اس کے ساتھ۔" چرن سنگھ نے سادگی سے جواب دیا۔

"سزائے موت سے کس طرح بچ گئے؟" میں نے ایک اور سوال کر دیا۔

"پاگل بن گئے تھے۔ ایسے پاگل کو کون ٹھیک کر سکتا ہے جو خود ہی پاگل ہُوا ہو۔ پھر کچھ سفارش بھی چل گئی تھی۔"

"اس کے بعد تو تم پر نگاہ نہیں رکھی گئی؟"

"او نہیں جی، گر یوائلز جہنم سے بھی بُری جگہ ہے، اِدھر کون دیکھتا ہے۔"

"ہوں۔ دوسرے لوگوں کے سامنے ہمیں احتیاط رکھنی ہو گی ڈیئر چرن سنگھ۔ یہ لوگ بہت متعصب ہوتے ہیں۔"

"فکر ہی نہ کرو جی، سب مٹھی میں ہیں۔ ذرا سی صفائی دکھا دُوں انجن پر تو ساری زندگی سمندر ہی میں گزر جائے گی۔ تمھارا کیا چکر تھا؟"

"بس یہی دو تین قتل ہو گئے تھے۔" میں نے جواب دیا۔ اور چرن سنگھ حلق پھاڑ کر ہنس پڑا۔ میں بوکھلا کر کیبن کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ آدھی رات گزر چکی تھی کہ فرینک ڈیوٹی پر آ گیا۔ سب آرام کا وقت تھا کشتی بادبانوں کے سہارے سمندر پر خراماں خراماں چل رہی تھی۔

صبح کو سب جاگ گئے۔ ہم نے ان لوگوں کے لباس پہن لیے جو کشتی کے ملاح تھے۔ ترپال کے نیچے ابھی کُود ہو رہی تھی۔ اوڈے نے اُن پر کوئی توجہ نہیں دی۔ ناشتے کے بعد وہ لانچ کے عرشے پر آ کھڑا ہوا۔ پھر دفعتاً اس کی آواز اُبھری۔ "چلو بھئی نیکیوں کا وقت آ گیا۔"

ہم میں سے کوئی اس کی بات نہیں سمجھا تھا لیکن اسی وقت چرن سنگھ کی آواز اُبھری۔ "شارک شاب ہماری نظر سمندر کی جانب اُٹھ گئی۔ سمندر میں سیاہ سیاہ کوہان اُبھر اور ڈوب رہے تھے۔ پانی میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ چرن سنگھ نے جلدی سے لانچ کا انجن اسٹارٹ کر دیا تھا۔ اس نے دوسروں سے کہا۔ "بادبان لپیٹ دو۔"

"کیوں چرن سنگھ، اس کی کیا ضرورت ہے؟" اوڈے نے پوچھا۔

"جلدی کرو۔ کشتی کی رفتار تیز کرنی ہے۔ اسے ہمارے کنٹرول میں ہونا چاہیے۔"

"مگر کیوں؟" اوڈے پھر بولا۔

"صاب، وہ شارک مچھلیاں ہیں۔ پورا غول ہے۔ اگر کشتی کی طرف متوجہ ہو گئیں تو بچنا مشکل ہو جائے گا۔ زیادہ تعداد میں ہوں تو باقاعدہ حملہ کر دیتی ہیں۔ لانچ ایسے وقت کنٹرول میں ہونی چاہیے تاکہ اس کا رُخ بدلا جا سکے۔"

"مگر ہم ان کی دعوت کریں گے۔"

"کیسے جی؟" چرن سنگھ نے بھولپن سے پوچھا۔

"بتاتا ہوں۔" اوڈے بولا۔ اور پھر اُس نے آگے بڑھ کر ترپال کے نیچے سے لانچ کے ایک ملاح کو گھسیٹ لیا۔ اس نے کسی مُردہ کُتے کی مانند ملاح کو گھسیٹ کر کنارے پر ڈالا اور پھر نہ جانے کہاں سے ایک لمبا شکاری چاقو نکال لیا۔ اس سے قبل کہ کوئی کچھ کہتا، اوڈے نے چاقو ملاح کے پیٹ میں اتار دیا۔ پھر اسے اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ خون کی سُرخی سطح پر پھیل گئی اور میں نے ایک خوفناک منظر دیکھا۔ آری جیسے دانتوں والی شارک مچھلیاں اس برق رفتاری سے اس طرف لپکی تھیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔

"کیا کر رہے ہیں مسٹر اوڈے! اب وہ لانچ کا پیچھا کریں گی۔" چرن سنگھ چیخا۔

"آنے دو، آنے دو۔ ابھی ہمارے پاس اُن کے پیٹوں کے لیے بہت کچھ ہے۔" اوڈے نے وحشیانہ قہقہے کے ساتھ کہا۔ چرن سنگھ کا کہنا درست تھا۔ مچھلیاں اپنا شکار تقسیم کر کے اس بار لانچ کی طرف لپکی تھیں لیکن اس دوران اوڈے نے دوسرے ملاح کو کھینچ لیا اور اسے بھی اُس نے اسی بے دردی سے زخمی کر کے سمندر میں اچھال دیا۔ اور خونخوار مچھلیوں کا غول رُک گیا۔

"آپ ایک خطرناک کھیل کھیل رہے ہیں مسٹر اوڈے!" چرن سنگھ نے کہا۔ اس نے لانچ کا رُخ تبدیل کر دیا تھا لیکن اوڈے پر جنون سوار تھا۔ مچھلیوں کی چھینا جھپٹی سے وہ بہت خوش ہو رہا تھا۔ ایک ایک کر کے پانچوں ملاحوں کو اُس نے اسی طرح سمندر بُرد کر دیا۔ چرن سنگھ کو بار بار لانچ کا رُخ بدلنا پڑ رہا تھا۔ آخری آدمی کو ختم کرنے کے بعد اوڈے نے ہاتھ جھاڑے اُس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ انسانی جان اس کی نگاہ میں کس قدر بے وقعت تھی اس کا اندازہ ان لمحات میں ہوا تھا۔ میگن، فرینک اور لارنس وغیرہ بھی اس خطرناک واقعے سے متاثر نظر آتے تھے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ لانچ کے پانچوں ملاح اب ہوش میں آ چکے تھے اور اگر ہم انھیں زندہ رہنے دیتے تو وہ ہمارے لیے مصیبت کا باعث بن جاتے۔ اُن کے لباس اب ہمارے جسموں پر تھے اور اپنے لباس ہم نے بنڈل بنا کر بے کار وزنی چیزوں سے باندھ کر سمندر میں غرق کر دیے تھے۔

مچھلیوں کا غول اپنے آخری شکار سے نمٹنے کے بعد ایک بار پھر لانچ کی طرف بڑھا تھا اور چرن سنگھ بڑی چابکدستی کے ساتھ لانچ کو رُخ بدل بدل کر اُن کے حملے سے بچاتا رہا تھا۔ لانچ کی رفتار اس دوران کافی تیز رکھی گئی تھی تاکہ مچھلیوں کے قبیلے سے دُور نکلا جا سکے۔ سمندر میں شارک مچھلیوں کے قبائل اپنے علاقوں ہی میں رہتے ہیں۔ اُن کی باقاعدہ سرحدیں مقرر ہوتی ہیں اور ان سرحدوں سے آگے وہ نہیں نکلتے۔ چنانچہ خوش بختی سے ہم ان کی سرحد کو عبور کر گئے تھے کیونکہ رفتہ رفتہ وہ کوہان ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

جب شارک مچھلیوں کا زور ٹوٹ گیا تو ہم سب نے گہری گہری سانسیں لیں اور لانچ میں دراز ہو گئے۔ چرن سنگھ نے موقع کی مناسبت سے ایک بار پھر انجن بند کر دیا تاکہ ڈیزل بچایا جا سکے۔ اس نے میگن اور فرینک کی مدد سے بادبان پھر کھول دیے تھے اور کشتی کے تیرنے کی رفتار میں توازن پیدا ہو گیا۔

ہم پر غنودگی سی طاری ہونے لگی تھی لیکن بہت جلد ہماری آنکھیں پُوری طرح کُھل گئیں۔ آسمان پر بہت دور ایک دھبا نظر آ رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی انجن...... کی آواز بھی تھی۔ یہ ایک ہوائی جہاز تھا جو یقیناً مقامی تھا اور لانچ کی جانب ہی آ رہا تھا۔ ہم سب ہوشیار ہو گئے۔ ہوائی جہاز نیچا ہوتا چلا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بہت نیچی پرواز کرتا ہوا لانچ پر سے گزر گیا پھر اس نے گھوم کر دو چکر مزید لگائے اور اس کے بعد جس سمت سے آیا تھا اسی سمت چلا گیا۔

اس واقعے سے ہم بہت محتاط ہو گئے تھے لیکن بات یہیں ختم نہیں ہُوئی۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد ایک بار پھر ایک اور جہاز نمودار ہوا۔ اس نے غوطہ مارا اور نیچی پرواز کرتا ہوا لانچ سے تھوڑی بلندی سے نکل گیا۔ لمحہ بھر کے لیے ہم سب کی سانسیں رُک گئی تھیں اور ہم نے سوچا کہ جہاز والوں کو یقیناً شبہ ہو گیا ہے ورنہ وہ اتنی نیچی پرواز کر کے لانچ کو دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ہم خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھتے رہے۔ ہمیں شبہ تھا کہ اب کے یہ جہاز گھوم کر آئے گا، تو یقیناً لانچ پر بم گرائے گا یا اسٹین گنوں سے اس پر برسٹ مارے جائیں گے۔ بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں تھا لیکن ایسا نہ ہُوا۔ جہاز نے تین چار چکر کاٹے اور آخری بار وہ اتنی کم بلندی سے گزرا کہ ہم نے دُوربین لگا کر اپنا جائزہ لینے والوں کو بھی دیکھ لیا۔

ہم سب ساکت رہ گئے تھے لیکن اوڈے نے دفعتاً ہاتھ بلند کر کے ہلایا۔ اُدھر سے بھی شاید کوئی ایسا ہی جواب ملا تھا جسے ہم بخوبی نہیں دیکھ سکے لیکن پھر جہاز لوٹ کر نہیں آیا۔ یہ صورتِ حال خاصی تشویشناک تھی۔ ہر چند کہ ہم نے مقامی ملاحوں کی وردی پہن رکھی تھی لیکن پھر بھی کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی تھی۔ اوڈے خود بھی فکرمند نظر آتا تھا۔

شام جھکتی چلی آ رہی تھی اور اس وقت غالباً ساڑھے پانچ یا پونے چھ بجے تھے جب محافظوں کی ایک بہت بڑی لانچ ہمارے پاس سے گزری۔ اس لانچ کو بھی دُور سے دیکھ لیا گیا تھا اور ہم سب صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے پُوری طرح تیار ہو گئے تھے۔ گو یہ تیاری کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ ہتھیار وغیرہ تو ہمارے پاس تھے نہیں البتہ کسی خاص واقعے پر سمندر میں کُودنے کے لیے ہم نے تیاریاں کر لی تھیں۔ لانچ کے عرشے پر کھڑے ہوئے چند محافظ افسران نے دُوربین سے ہماری کشتی کا جائزہ لیا اور یہ اندازہ لگا لیا کہ یہ کشتی گر یوائلز کے درمیان رابطے کی کشتی ہے۔ چنانچہ انھوں نے کسی خاص ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا۔ ہم نے اُن کے پیچھے دوسرے محافظوں کو مشین گنیں سنبھالے ہُوئے دیکھ لیا تھا۔ دفعتاً اوڈے نے شراب کی ایک خالی بوتل ہاتھ میں اُٹھائی اور اُسے مُنہ سے لگا لیا۔ وہ نشے میں ہونے کی اداکاری کر رہا تھا۔ باقی لوگوں کو بھی اس نے ہدایت کر دی تھی کہ خاص طور سے جہاز کی طرف متوجہ نہ ہوں اور اپنے اپنے مشاغل میں مصروف رہیں۔ چنانچہ سب ہی کچھ نہ کچھ کرنے لگے تھے۔ میگن اور فرینک لانچ کا تختہ بجا بجا کر بے سُری آواز میں گانے میں مصروف ہو گئے۔ ہماری ان حرکات نے محافظوں کو شبہے کا موقع نہیں دیا تھا اور لانچ کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ لانچ ہمارے اتنے قریب سے گزری تھی کہ اس کی رفتار کی وجہ سے پانی کے چھینٹے ہم پر پڑے تھے۔ اوڈے نے اسپینش زبان میں گالیاں بکیں اور وہ لوگ ہنستے ہُوئے وہاں سے گزر گئے۔

لانچ جب نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو اوڈے نے جھلّاتے ہُوئے انداز میں [illegible] خالی بوتل سمندر میں پھینک دی اور بولا۔

"لعنت ہے۔ [illegible] چرن سنگھ! کیا تم اسلحے کا انتظام نہیں کر سکتے تھے؟"

"وہ صاب۔ لانچ پر اسلحہ نہیں رکھا جا سکتا۔ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سلسلے میں خصوصی ممانعت ہے۔"

"خصوصی احکام کی خلاف ورزی بھی تو کی جا سکتی تھی؟"

"ہاں جی، جیسے اسلحہ خانے کا انچارج میں ہی تو تھا۔" چرن سنگھ نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا اور اوڈے خونی نگاہوں سے اسے گھورنے لگا۔

لانچ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی لیکن اس وقت میں سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا جب میں نے اسی لانچ کو واپس آتے ہوئے دیکھا۔ میری چھٹی حس خطرے کی خبر دینے لگی تھی۔ لانچ غیر معمولی رفتار سے ہماری سمت بڑھ رہی تھی۔ اوڈے بھی اٹھ کر اسے دیکھنے لگا اور کچھ آہستہ سے بولا "مسٹر خان! یوں معلوم ہوتا ہے جیسے انھیں ہم پر شک ہو گیا ہے لیکن ہم ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ ہم نہتے ہیں، کیا ارادہ ہے؟"

"ہم دوبارہ گرفتار ہونا پسند نہیں کریں گے۔" میگن نے کہا۔

"ہاں، ہم دوبارہ ان کے ہاتھ نہیں لگیں گے۔ اگر ایسی کوئی صورتِ حال ہوئی تو ہم انھیں بھی ماریں گے اور خود بھی مر جائیں گے۔" لانس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ ہوشیار رہو۔" اوڈے نے کہا اور ایک بار پھر وہ اطراف میں خالی بوتل تلاش کرنے لگا۔ بوتل تو اسے نہیں ملی تھی البتہ وہ انجن کے ساتھ والے اوپری حصے پر اس طرح بیٹھ گیا جیسے شراب میں غرق ہو گیا ہو۔ کشتی لہروں پر ڈولنے سے وہ یوں لڑکھڑا رہا تھا جیسے توازن قائم رکھنا اس کے بس کی بات نہیں۔ میگن نے اپنے گھٹنوں پر ایک خالی ڈبا رکھ کر بجانا شروع کر دیا تھا اور لانس اور فرینک گانے میں مصروف ہو گئے تھے۔ چند لمحات کے بعد لانچ کشتی کے بالکل نزدیک پہنچ گئی اور پھر اس کا انجن بند ہو گیا۔ ایک سپینش افسر اور اس کے ساتھ چند سپاہی کود کر کشتی میں آ گئے۔ سپاہیوں نے مشین گنوں کا رخ ہم لوگوں کی طرف کیا ہوا تھا۔

اسپینش آفیسر نے چرن سنگھ کو مخاطب کر کے کہا "تمھاری کشتی کا رخ کس طرف ہے؟ کہاں جا رہے ہو تم سب؟"

چرن سنگھ کسی قدر خوفزدہ لہجے میں اپنی مخصوص انگریزی میں بولا "وہ صاب جی! ہم گریوائل نور اور تھری کے درمیان سفر کرتے ہیں، سامان آتار کر آ رہے ہیں۔"

"تمھارے پاس آمد و رفت کا اجازت نامہ موجود ہے؟"

"ہاں جی، کیوں نہیں۔" چرن سنگھ نے کہا اور اپنی جیب ٹٹولنے کے بعد ایک کاغذ نکال کر آفیسر کی طرف بڑھا دیا۔ آفیسر نے اجازت نامہ دیکھا اور دفعتاً چونک پڑا۔

"لیکن تم اپنی لائن پر نہیں ہو۔ تمھارے پاس جو اجازت نامہ ہے وہ کئی دن پہلے کا ہے اور اس وقت تمھیں کسی اسٹیشن پر ہونا چاہیے تھا۔"

"اسٹیشن..... ریلوے اسٹیشن۔" اوڈے نے نشے میں لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا اور اس طرح اٹھ کر کھڑا ہوا جیسے اس کے پیروں میں کھڑا ہونے کی سکت نہ ہو۔ وہ لانچ کے قریب لڑکھڑایا اور دوسرے ہی لمحے ایک محافظ پر جا پڑا جس کے ہاتھ میں سب مشین گن دبی ہوئی تھی۔ اوڈے شاید اندازہ لگا چکا تھا کہ صورتِ حال مناسب نہیں ہے یا پھر یہ اس کی جلد بازی تھی۔ مشین گن قبضے میں کرتے ہی اس نے دفعتاً فائرنگ شروع کر دی۔ عین اسی وقت میگن نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور ٹانگوں کی لپیٹ میں اس نے ایک اور محافظ کو لے لیا۔ جونہی محافظ گرا میگن اس کے سینے پر سوار ہو کر اس کی مشین گن بھی چھین لی اور اس کے بعد جو محافظ لانچ پر بیٹھے تھے وہ بچ نہ سکے اور چیخیں مار کر پانی میں گر پڑے۔ دونوں آفیسر بھی کام آ گئے تھے لیکن اسی لانچ پر موجود دوسرے لوگوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ لانچ پر شاید زیادہ افراد نہیں تھے اور وہ صحیح صورتِ حال کا اندازہ بھی نہیں لگا پائے تھے۔ اس لیے کوئی مؤثر کارروائی نہ کر سکے۔ اُدھر سب جو اوڈے کی جلد بازی کا شکار ہو گئے تھے، ابھی اپنی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔

ہم نے محافظوں ہی کی مشین گنوں سے لانچ پر موجود لوگوں کو بھون دیا۔ لانچ پر خاموشی چھا گئی تھی لیکن اوڈے اب تک اس جگہ کو نشانہ بنا رہا تھا جس کے پیچھے کسی کے چھپے ہونے کا امکان ہو سکتا تھا۔ اس کی یہ کوشش ناکام نہ رہی اور کئی چیخیں اس کے بعد بھی سنائی دی تھیں۔ بلاشبہ اوڈے کو انسان نما درندہ کہا جا سکتا تھا۔ ورنہ باقی لوگ اتنے سفاک نہ تھے۔ وہ صرف اپنی جان بچانے کی فکر میں اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ چرن سنگھ کا چہرہ بھی سنجیدہ تھا لیکن اوڈے ان تمام باتوں سے بے نیاز معلوم ہو رہا تھا۔ سب مشین گن ہاتھ میں سنبھالے ہوئے اس نے کشتی سے لانچ پر چھلانگ لگا دی اور بڑی احتیاط سے آگے بڑھتا ہوا ایک ایک کونے کھدرے کا جائزہ لینے لگا۔ چند لمحوں کے بعد وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

ہم سب پریشان نگاہوں سے لانچ کو دیکھ رہے تھے۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک عجیب سی بو فضا میں پھیل گئی۔ پھر چند لمحات کے بعد اوڈے ایک سمت سے نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک کارٹن تھا جس پر شراب کا مونوگرام نظر آ رہا تھا۔ کارٹن اس نے فرینک کو تھمایا اور پھر سب مشین گن سنبھالے کشتی پر آ گیا۔

"دوستو!" اس نے اس طرح کہا جیسے کوئی بہت ہی اہم کام انجام دے کر آیا ہو۔ چرن سنگھ نے بادبان کھلے ہونے کے باوجود لانچ کا انجن اسٹارٹ کر دیا لیکن رخ اسی جانب رکھا تھا جدھر ہوائیں کشتی کو کھینچ کر لے جا رہی تھیں۔ اوڈے ایک بلند جگہ کھڑا ہو گیا۔ جب کشتی لانچ سے تقریباً تیس پینتیس گز دور نکل آئی تو اوڈے نے دفعتاً لانچ کی طرف سب مشین گن کا رخ کر کے فائرنگ شروع کر دی۔ ایک لمحے کے لیے ہم سب چونک پڑے تھے لیکن پھر اوڈے کی فائرنگ کا مقصد سمجھ میں آ گیا۔ لانچ سے دفعتاً شعلے بلند ہونے لگے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد پوری لانچ نے آگ پکڑ لی۔ اوڈے نے لانچ پر کہیں سے پٹرول دریافت کر لیا تھا اور پوری لانچ کو پٹرول میں بھگو دیا تھا۔ ہماری کشتی میں بھی انسانی لاشیں پڑی ہوئی تھیں لیکن لانچ کا اس طرح تباہ ہونا ہم لوگوں کے لیے خاصا تکلیف دہ تھا۔

اوڈے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "واہ! سمندر میں ایک مشعل روشن ہے اور رات کی تاریکیاں اس روشنی کو جلا بخش رہی ہیں۔"

"اور یہ روشنی اگر کسی پرواز کرتے ہوئے جہاز نے دیکھ لی تو یقیناً وہ ہمارے اس کارنامے کی داد دینے ضرور آئے گا۔" لانس بے اختیار بول اٹھا۔

اوڈے نے اس کے لہجے کے طنز کو محسوس نہیں کیا تھا۔ اس نے لانس کے شانے پر ہاتھ مار کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "واقعی، واقعی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ایک اور شعلہ آسمان سے زمین کی جانب لپکتا ہوا نظر آئے گا۔ زمین سے میری مراد سمندر ہے کیونکہ اب ہمارے پاس سب مشین گنیں ہیں۔ غوطہ مارنے والے ہوائی جہاز کو ہم بہ آسانی نشانہ بنا سکتے ہیں۔ یعنی واہ! اسے کہتے ہیں امدادِ غیبی۔ دیکھو یہ شراب کا کارٹن جس کا انتظام اس بے وقوف ایشیائی نے نہیں کیا تھا کیونکہ یہ شراب کی اہمیت سے ناواقف ہے اور یہ ہتھیار۔ بھئی چرن سنگھ! سچی بات تو یہ ہے کہ تم ایک کامیاب مفرور نہیں ہو اور اپنی ناقص منصوبہ بندی کے تحت تم ضرور کبھی نہ کبھی کسی چکر میں پھنس سکتے تھے۔" چرن سنگھ نے برا سا منہ بنا کر اوڈے کی طرف دیکھا اور اوڈے فرینک سے بولا۔ "بھئی، یہ کارٹن تو کھولو ذرا، دیکھو تو سہی بوتلوں کے اندر زندگی جگمگا رہی ہے۔ سمندر کے سینے پر رواں دواں زندگی اور سامنے جلتی ہوئی شعلہ زن لانچ غرق ہو رہی ہے۔ میں نے واقعی اپنی زندگی کا ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس لانچ کو اگر سمندر کے سینے پر بے یار و مددگار چھوڑ دیا جاتا تو ہمارے لیے زیادہ مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔ ارے تم نے ابھی تک کارٹن نہیں کھولا فرینک! عجیب انسان ہو، کارٹن کھولو۔"

فرینک نے بے دلی کے انداز میں شراب کے کارٹن پر لگا ہوا ٹیپ پھاڑنے لگا۔ پھر اس نے کارٹن میں سے ایک بوتل نکال کر اوڈے کو تھما دی۔

"بکواس۔ کم بخت محافظ افسران اس شراب کو پیتے تھے اور میری تشنگی بڑھاتے تھے۔ سنا ہے بہت عمدہ ہے۔" اس نے سب مشین گن بغل میں دبا کر بوتل کا کارک اڑایا اور بوتل منہ سے لگا لی۔ پھر بوتل سے چند گھونٹ لینے کے بعد بولا "چند لمحات قبل مجھے اداکاری کرنا پڑ رہی تھی لیکن دیکھو خواب حقیقت کیسے بنتا ہے۔" چند گھونٹ اور معدے میں اتارنے کے بعد اس نے بوتل کا کارک لگایا اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے بولا "اس میں سے ایک قطرہ بھی تمھیں نہیں دوں گا۔ کارٹن موجود ہے، احتیاط کے ساتھ اپنا اپنا حصہ لو اور عیش کرو۔ مگر ٹھہرو، یہ کم بخت محافظ پڑے پڑے ہمیں منہ چڑا رہے ہیں۔ انھیں پھینکو اٹھا کر سمندر میں۔ ہماری کشتی میں ان کا وزن بار محسوس ہو رہا ہے۔" اس نے بوتل کو جیب میں رکھا اور نزدیک پڑے ہوئے محافظ افسر کی لاش دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر سمندر میں پھینک دی۔

دفعتاً سب ہی چونک پڑے۔ جو لاشیں کشتی پر پڑی ہوئی تھیں انھیں پھینک دینا ضروری تھا۔ چنانچہ یہ ناخوشگوار فریضہ میں نے بھی انجام دیا۔ کچھ عجیب سی ذہنی کیفیت ہو گئی تھی۔ یہ حقیقت تھی کہ ملاحوں کو زندہ نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ لانچ سے کشتی پر آ جانے والے افسر ہمارے لیے مصیبت بن سکتے تھے۔ لیکن انسانوں کا اس طرح بے دریغ قتلِ عام دل کو نہیں بھایا تھا۔

اوڈے بدستور مستیوں میں مصروف تھا۔ شراب جوں جوں اس کے معدے میں اترتی جا رہی تھی، اس کی ترنگ بڑھتی جا رہی تھی۔ چرن سنگھ نے مجھ سے کہا "خان جی! میرا خیال ہے کہ اس کشتی پر سے خون کے دھبے اور صاف کرا دو۔ ہمارا ذہن اس وقت تک خراب رہے گا جب تک کشتی پر خون پڑا سڑتا رہے گا۔" میں نے میگن سے اس سلسلے میں بات کی تو وہ تیار ہو گیا۔

چنانچہ چند کپڑے پھاڑ پھاڑ کر انھیں سمندر کے پانی میں بھگویا گیا اور خون صاف کیا جانے لگا۔ اوڈے اب انجن کے سامنے والی ابھری ہوئی جگہ پر بیٹھ کر شراب کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا تھا۔ سب مشین گن اس نے اپنی گود میں رکھ لی تھی اور اپنے آپ کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ وہ قہقہے بھی لگاتا جا رہا تھا۔ اب وہ بہت خوش معلوم ہوتا تھا۔

کشتی کی صفائی میں خاصا وقت لگ گیا۔ کسی اور نے شراب کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا لیکن اوڈے نے اب شراب کی دوسری بوتل نکال لی تھی۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں چرن سنگھ کے پاس آ کھڑا ہوا۔ چرن سنگھ نے پنجابی زبان میں کہا "ان افسروں کو مطمئن کیا جا سکتا تھا۔"

"ہاں چرن سنگھ! لیکن فی الحال ہمیں یہ سب کچھ برداشت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنا ہے۔" میں نے اسے ٹھنڈا کرنے کے لیے کہا۔

"اتنا پاگل پن اچھا نہیں ہوتا۔" چرن سنگھ بدستور سرگوشی کے انداز میں بولا۔

"خود کو کنٹرول میں رکھو چرن سنگھ! اس وقت یہ شخص ہمارا رہنما ہے۔" چرن سنگھ خاموش ہو گیا۔ لارنس شراب کی ایک بوتل لیے میرے نزدیک پہنچ گیا تھا۔

"اگر تم لوگ بھی صرف چند گھونٹ اپنا ذہنی توازن درست کرنے کے لیے پی لو تو کوئی ہرج نہیں ہے۔"

"نہیں شکریہ! میں نہیں پیتا۔" میں نے جواب دیا۔ البتہ چرن سنگھ نے لارنس کے ہاتھ سے بوتل لے لی تھی۔

"معاف کرنا خان! صرف چند گھونٹ۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ چرن سنگھ نے بوتل سے چند گھونٹ لے کر بوتل اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لی تھی۔

رات پوری طرح نمودار ہو چکی تھی اور سمندر تاحدِ نگاہ تاریک ہو گیا تھا۔ اوڈے شراب کے نشے میں مدہوش وہیں دراز ہو گیا۔ سب مشین گن اس کے پاس رکھی ہوئی تھی۔ میں نے اسے ہلا جلا کر دیکھا لیکن وہ ہوش و حواس سے بے گانہ ہو چکا تھا۔ فرینک نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں نکالیں اور انہیں دوسرے لوگوں میں تقسیم کرنے لگا۔ اس نے اوڈے کی حالت دیکھتے ہوئے اس کی طرف جانا مناسب نہ سمجھا۔

بسکٹ چباتے ہوئے میں نے چرن سنگھ سے کہا۔ "دوست! ہماری منزل کون سی ہے؟"

"جس راستے پر ہم چل رہے ہیں اس کے مطابق ہمیں گریو آئلز کے ایک ذیلی اسٹیشن پر پہنچ جانا چاہیے۔ یہ ذیلی اسٹیشن میرے اپنے اندازے کے مطابق تقریباً سولہ گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ ہم جن راستوں پر سفر کرتے رہے ہیں وہ گریو آئلز چار اور تین کے درمیانی راستے نہیں ہیں۔ لانچ والوں کا کہنا درست تھا کہ اگر ہم گریو آئلز چار اور تین کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہیں تو پھر ہم نے یہ نیا رخ کیوں اختیار کیا لیکن ہمیں تو بہرطور اس ذیلی اسٹیشن تک جانا تھا۔ یہاں سے اس کم بخت اوڈے نے کچھ اور انتظامات کیے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ یہاں ہمارے مددگار کون ہیں اور ہمارے یہاں سے نکلنے کے کیا ذرائع ہیں۔ البتہ یہ بات [illegible] میں شامل تھی۔"

"گویا یہ سب کچھ اسی اوڈے کے ہاتھ میں ہے۔"

"ہاں! مسٹر لارنس نے مجھے یہی بتایا تھا کہ اوڈے اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کرے گا۔"

"اوہو۔ گویا اس نے تمام منصوبہ اپنے ذہن ہی میں رکھا ہے اور دوسروں کو اس سے آگاہ نہیں کیا۔"

"یہی بات ہے۔ اس چالاک آدمی نے ہم سب کو اپنا آلۂ کار بنا کر رکھا ہوا ہے اور صرف اسے ہی پتا ہے کہ معاملات کس مرحلے پر کیا ہوں گے۔ اب جیسے میرا رابطہ مسٹر لارنس سے ہے اور میری ذمہ داری یہ تھی کہ میں لانچ لے کر اس ذیلی اسٹیشن تک سب کو پہنچا دوں۔"

"ہوں! تب تو اس کم بخت کی حفاظت کرتے رہنا ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"نہایت ہی خوفناک انسان ہے۔ بالکل جانوروں کی سی فطرت رکھتا ہے۔" چرن سنگھ نے نفرت بھرے انداز میں کہا۔

"چرن سنگھ! تم سے میرا اب خصوصی تعلق ہے اور اس تعلق کی بنیاد صرف یہی نہیں ہے کہ تم بھی ایشیائی ہو بلکہ تمہارا ہم نام ایک اور شخص میرا اتنا پیارا دوست تھا کہ مجھے اس کی قوم سے ہی الفت ہو گئی ہے۔" چرن سنگھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے مجھ سے اس دوست کے بارے میں پوچھا تھا، وہ خاموشی سے سامنے نگاہیں جمائے اپنی جگہ مستعد رہا۔ ذیلی اسٹیشن کے بارے میں میں نے اس سے معلومات حاصل کیں تو اس نے بتایا کہ وہ ایک بار اس جگہ جا چکا ہے۔

"وہاں باقاعدہ اسپیشل محافظوں کی چھاؤنی ہے اور وہیں سے گریو آئلز کے تمام اسٹیشنوں کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں یوں سمجھ لو کہ وہ گریو آئلز کا ہیڈ کوارٹر ہے۔"

"کیا وہاں کوئی قید خانہ بھی ہے؟"

"مجھے اس کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ جس دن میں لانچ لے کر وہاں گیا تھا، شدید بارش ہو رہی تھی۔ میں نے سنا ہے کہ اس علاقے میں تقریباً مسلسل ہی بارش ہوتی رہتی ہے۔ ایک مخصوص جگہ میں نے ایک رات قیام کیا تھا اور دوسری صبح وہاں سے چل پڑا تھا۔"

چرن سنگھ کی بات سن کر میں خاموش ہو گیا۔ البتہ میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اوڈے سے اس بارے میں ضرور معلومات حاصل کروں گا۔ اگر یہ سفر معمول کے مطابق طے ہوتا تو سولہ گھنٹے کے بعد ہمارے اس معمول میں تبدیلی پیدا ہوتی۔ سفر کے آخری حصے میں فرینک اور لارنس نے لانچ کے معاملات سنبھال لیے تھے۔ میں نے سوچا کہ میں بھی کمر سیدھی کر لوں۔ چنانچہ میں کچھ دیر کے لیے لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے نیند آ گئی۔

صبح تک کسی نے مجھے نہیں جگایا تھا۔ جب صبح کی روشنی پھوٹی تو میری آنکھ خود بخود کھل گئی۔ آسمان پر پرندوں کی ڈاریں سفر کر رہی تھیں۔ انہیں دیکھ کر میں چونک پڑا۔ میں نے دیکھا کہ سب ہی لوگ ان پرندوں کو دیکھ رہے ہیں۔ اوڈے اس وقت ہوش میں تھا۔ میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔ "اب ہمیں سمندر کا سفر ترک کر دینا ہوگا مسٹر خان! اڑتے پرندوں کی یہ ڈاریں ہمیں بتا رہی ہیں کہ ہم زمین کے قریب ہی موجود ہیں۔"

"کیا آپ ناشتا کر چکے ہیں مسٹر اوڈے!" میں نے پوچھا۔

"نہیں، ابھی کہاں۔ ویسے بھی زیادہ وقت نہیں ہوا ہے ابھی۔" اوڈے اس وقت اپنی فطرت کے خلاف کچھ انسان نظر آ رہا تھا۔

"مسٹر اوڈے! یہ آپ نے کیسے کہا کہ ہم سمندری سفر ترک کر دیں گے؟"

"اور تمہارا کیا خیال ہے کیا سمندر ہی میں زندگی گزار دو گے؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جس جگہ ہم لوگ پہنچ رہے ہیں کیا وہ اتنی ہی اطمینان بخش ہے کہ وہاں ہم اپنے پاؤں بآسانی جما سکیں گے؟"

"وہاں میرے چار آدمی موجود ہیں اور ان میں سے ایک نے بڑی کامیابی کے ساتھ وہاں اپنی پوزیشن سنبھالی ہوئی ہے اور میرا انتظار کر رہا ہے۔"

"کیا آپ کو اس کے بارے میں کوئی تازہ ترین اطلاع موصول ہوئی ہے مسٹر اوڈے؟" میں نے سوال کیا۔ اوڈے کا یہ اعتماد میرے لیے بڑا تعجب خیز تھا۔ میرے اس سوال پر اوڈے مسکرا دیا۔

"ٹیلی پیتھی کے بارے میں کچھ جانتے ہو خان؟"

"ٹیلی پیتھی کا یہاں کیا ذکر ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"میں ٹیلی پیتھ ہوں اور میرا ذہنی رابطہ اس شخص سے قائم ہے اسی لیے میں مطمئن ہوں۔"

"خوب! تمہارے ذہن نے اس سے یہاں کے ماحول کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں؟"

"ہاں۔" اوڈے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں اس شخص کی بکواس سے قطعی مطمئن نہیں تھا۔ ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کا شکار یہ جنگلی انسان کسی بھی وقت مصیبت میں پھنسا سکتا تھا لیکن میں نے بھی سوچ لیا تھا جب تک صورت حال قابو میں ہے اس کے ساتھ چلتا رہوں گا، جہاں دیکھوں گا کہ وہ حماقت کر رہا ہے، راستہ بدل لوں گا۔ یہ خیال خود غرضی کا نہیں تھا، بس اوڈے کی خود سری گراں گزرتی تھی۔ وہ خود کو سب کا نجات دہندہ سمجھ رہا تھا۔ اگر اسے کسی سلسلے میں سمجھانے کی کوشش کی جاتی تو کسی ناخوشگوار واقعے کے علاوہ اور کچھ حاصل نہ ہوتا۔

"کس سوچ میں ڈوب گئے خان؟"

"کوئی خاص بات نہیں مسٹر اوڈے! بس یہی سوچ رہا تھا کہ دیکھیے یہاں سے کب نکلنا ہوتا ہے۔" میں نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

"ہم یہاں سے ضرور نکل جائیں گے۔" اوڈے نے کہا۔

"ہاں یقیناً۔" میں نے آہستہ سے کہا اور اُٹھ کر کشتی کے ایک گوشے میں پہنچ گیا۔ میری نگاہیں سمندر کی لہروں پر جمی ہوئی تھیں اور پھر میں خیال کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ بہت سے لوگ یاد آئے۔ آخری شکل صدف العیش کی تھی۔ نہ جانے اس کے تصور نے جلتے ہوئے ذہن کو کیوں سکون سا بخشا۔ صدف العیش بہت اچھی لڑکی تھی لیکن میری زندگی سے اب یہ سارے احساسات نکل چکے تھے۔ بھلا اس زندگی میں حسن و عشق کا کوئی تصور ہو سکتا تھا!

میگن نے عقب سے آواز دی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے سنبھل کر کہا۔ "کہیے مسٹر میگن!"

"ناشتا نہیں کرو گے؟" میگن بڑی اپنائیت سے بولا۔

"اوہ! ہاں ضرور۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں لے آیا ہوں۔" اس نے مجھے آمادہ دیکھ کر کہا اور ناشتے کا سامان میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے شکریہ ادا کر کے وہ سامان قبول کر لیا۔ پانی میں بھیگی ہوئی خشک ڈبل روٹی چباتے ہوئے میگن نے کہا۔ "میں جانتا ہوں تم کیا سوچ رہے ہو۔ اوڈے سے تمہاری گفتگو سن چکا ہوں میں، لیکن میرا مشورہ ہے پرسکون رہو۔" میں میگن کی طرف دیکھ کر رہ گیا تھا۔ اس کے الفاظ پر کوئی تبصرہ غیر مناسب تھا۔

دن کے گیارہ بجے کا وقت تھا لیکن ماحول پر گہری دھند چھائی ہوئی تھی۔ سیاہ بادلوں سے آسمان ڈھکا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بارش شروع ہو گئی تھی۔ اوڈے بہت مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس شخص نے اگر گریو آئل سے نکالنے میں میری مدد نہ کی ہوتی تو شاید میں جھنجلا کر اسے قتل ہی کر ڈالتا۔ اس نے فرار کے لیے جال پھیلایا تھا لیکن کم بخت کسی کو کوئی صحیح بات ہی نہیں بتاتا تھا۔ میری طرح دوسرے لوگ بھی تذبذب کا شکار تھے۔

پھر اوڈے نے چرن سنگھ کو مخاطب کیا۔ "جزیرے کی پہلی عمارت نظر آئے تو کشتی کا رخ شمال کی طرف کر دینا۔ شمالی ساحل سنسان رہتا ہے، خیال رکھنا۔"

"بادلوں کی اس دھند میں عمارت کا نظر آنا ممکن نہیں ہے مسٹر اوڈے!" چرن سنگھ بولا۔

"اگر مجھے اس علاقے کی جغرافیائی پوزیشن نہ معلوم ہوتی تو میں تم سے کہتا کہ ایک دن سمندر میں اور گزارو اور رات ہونے کا انتظار کرو لیکن یہ دھند ہی تو ہماری مددگار ہے۔ تم چلتے رہو۔ عمارت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے بارے میں میں تمہیں بتاؤں گا۔" اوڈے نے کہا۔ چرن سنگھ نے پھر کوئی بات نہیں کی۔

سب ہی دھند میں جھانک رہے تھے۔ بڑی سنسنی سی پھیلی ہوئی تھی۔ کافی دیر گزر گئی، بارش مسلسل ہو رہی تھی اور کشتی میں پانی جمع ہوتا جا رہا تھا۔

دفعتاً اوڈے نے کہا "بس رُخ بدل دو۔" اور چرن سنگھ نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ صورت حال کچھ بھی ہو، لیکن اوڈے واقعی زبردست حسیات کا مالک تھا۔ دھند کے باوجود ہم نے ساحل دیکھ لیا تھا۔ کشتی اب ساحل کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ اوڈے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا اور چرن سنگھ کو ہدایات دیتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "بس کشتی روک دو۔"

سنسان ساحل نگاہوں سے دور نہیں تھا۔ کافی فاصلے پر دھند میں لپٹی عمارتیں نظر آ رہی تھیں لیکن اطراف میں کوئی انسانی وجود نہیں نظر آ رہا تھا۔ اوڈے نے مزید ہدایت دی "یہ سب مشین گنیں بارش سے بچا کر رکھو، ممکن ہے ہمیں ان کی ضرورت پڑ جائے۔"

جس کے ہاتھ جو کچھ لگا اس سے مشین گنیں چھپالی گئیں۔ لیکن میں نے پستول پر قناعت کی تھی جسے میں آسانی سے چھپا سکتا تھا۔ چرن سنگھ نے البتہ ایک ذہانت کا کام کیا۔ کشتی سے اترنے والا وہ آخری آدمی تھا۔ اس نے بادبانوں کا رُخ تبدیل کر کے کشتی کو سمندر میں چھوڑ دیا۔

اوڈے نے اس کی اس کارروائی پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا "ہاں یہ ضروری تھا۔ خالی کشتی اُن کی نظروں میں آ جائے گی لیکن فوراً نہیں۔ اور پھر وہ اس جگہ کا اندازہ بھی آسانی سے نہیں لگا سکیں گے جہاں کشتی رُکی تھی۔ آؤ۔" اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ہم سب اس کے ساتھ چل پڑے تھے۔

"مسٹر اوڈے! کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ہم سب منتشر ہو کر آگے بڑھیں تاکہ اگر کوئی غیر متوقع واقعہ پیش آ جائے تو سب ایک ساتھ نہ پھنسیں۔" لارنس نے کہا۔

"نہیں، تم سب کا میری نگاہوں میں رہنا ضروری ہے، بڑھتے رہو۔ بارش کی شدت بھی ہمارے لیے سازگار ہے۔" اوڈے نے سختی سے کہا۔

ساحل سے تقریباً ڈیڑھ فرلانگ چلنے کے بعد دھان کے کھیت شروع ہو گئے۔ زمین پانی میں بھیگی ہوئی تھی اور مٹی جوتوں میں چپک جانے والی تھی۔ گیلی مٹی کے تودے ہمارے پیروں پر چڑھ گئے تھے اور قدم اُٹھانے میں دقت ہو رہی تھی۔ دھان کے پودے چھدرے اور زیادہ سے زیادہ دو فٹ اُونچے تھے جس کی وجہ سے وہ ہمیں چھپانے سے قاصر تھے۔ اوڈے اس مٹی سے طرح جھنجلا گیا تھا لیکن اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی نہ تھا۔ خدا خدا کر کے یہ طویل راستہ طے ہوا اور کھیت ختم ہو گئے۔ اب یہاں پتھروں سے بنی ہوئی مخصوص طرز کی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ جن میں سے بعض کے احاطے وسیع تھے اور بعض چھوٹی تھیں۔ اوڈے نے انگلی سے ایک عمارت کی طرف اشارہ کیا اور کہا "اس طرف۔" ہم نے رُخ بدل لیا۔ عمارت کے وسیع احاطے میں ایک تالاب بھی تھا جس میں بطخیں تیر رہی تھیں۔ سبز گھاس کا وسیع لان بنا ہوا تھا۔ اوڈے کی رفتار بہت تیز تھی، وہ دوڑنے کے سے انداز میں عمارت کی طرف جا رہا تھا پھر وہ دروازے کے قریب رُک گیا۔ آن کی آن میں ہم لوگ بھی اس کے قریب پہنچ گئے تھے۔ اوڈے چاروں طرف دیکھ رہا تھا پھر اس نے فرینک اور چرن سنگھ سے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "تم دونوں اس جگہ چلے جاؤ۔ یہاں سے تم گیٹ سے آنے والوں پر نگاہ رکھو گے۔ فرینک تم جانتے ہو تمہیں کیا کرنا ہے۔ آنے والے اجنبی کو بڑی احتیاط سے قابو میں کرنا ہے۔"

میں اوڈے کے اس اقدام سے سخت اختلاف رکھتا تھا۔ اگر یہ عمارت اس کے کسی شناسا کی نہیں تھی تو پھر اس میں گھسنے کا کیا فائدہ؟ کوئی نہ کوئی تو ضرور یہاں رہتا ہوگا۔ اوڈے اُن کے ساتھ درندگی کا مظاہرہ کرے گا اور اگر بات بگڑ گئی تو سارا کیا دھرا مٹی میں مل جائے گا۔ تاہم مجھے اوڈے کے ساتھ اندر داخل ہونا پڑا تھا۔ اوڈے نے اب سب مشین گن سنبھال لی تھی اور نہایت پھرتیلے، چوکنا انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ ہم ایک ہال میں داخل ہوئے جہاں چند افراد موجود تھے۔ ادھیڑ عمر کا ایک مرد، ایک عورت جو اس کی بیوی ہو سکتی تھی اور دو چھوٹے چھوٹے بچے۔ دو ملازم قسم کے آدمی بھی تھے۔ ہمیں دیکھ کر ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے اور اسلحہ دیکھ کر ... اوڈے دانت نکالے آگے بڑھ گیا تھا۔ اس کی شیطانی آنکھیں مکاری سے چمک رہی تھیں۔ اس نے لارنس سے کہا "تم پھرتی سے عمارت کی تلاشی لے ڈالو اور تم دروازے پر جم جاؤ۔" اس نے مجھ سے کہا۔ عورت نے دونوں بچوں کو جلدی سے سمیٹ لیا تھا۔ ملازموں میں سے ایک نے بڑی پھرتی سے اوڈے کی ٹانگوں میں ٹانگیں پھنسا کر اُسے گرانے کی کوشش کی تو اوڈے نے سب مشین گن اس کی طرف کر کے اسے چھلنی کر دیا۔ عورت کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اس نے چیخ کر دہشت زدہ آواز میں کہا "نہیں جوزف! تم کوئی حرکت نہ کرنا۔ جوزف پلیز!" اس کا مخاطب دوسرا ملازم تھا لیکن دوسرے ملازم کے حرکت کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ وہ اپنے مردہ ساتھی سے لپٹ گیا تھا اور اس میں زندگی تلاش کر رہا تھا۔ بے بسی اس کے حلق سے آواز نکلی۔

"جم... میرے بھائی!" اور وہ بلک بلک کر رونے لگا۔ اس دوران اوڈے مرد کے پاس پہنچ گیا۔ میگن درمیان میں کھڑا تھا۔ اور اس کے چہرے سے اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ اس کی کیا کیفیت ہے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" اوڈے نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"ہیلسی براڈنسی۔ یہ میری بیوی کیلس ہے اور یہ میرے دونوں نواسے ہیں۔" اس نے اپنی وحشت پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"اور کون ہے یہاں؟" اوڈے نے پوچھا۔

"بس یہ دو ملازم اور میری بیٹی نینسی جو دماغی مریضہ ہے۔" براڈنسی نے جواب دیا۔

"تم کیا کرتے ہو؟"

"ریٹائرڈ فوجی ہوں، اب کچھ نہیں کرتا۔ چھوٹا سا کاروبار ہے جسے میرا بیٹا سنبھالتا ہے۔"

"تمہارا بیٹا کہاں ہے؟"

"وہ اس جزیرے میں نہیں ہے۔"

"ہوں۔ ان میں سے کس کس کی زندگی تمہیں عزیز ہے اور کس کی موت چاہتے ہو؟" اوڈے نے پوچھا۔

"کسی کی نہیں۔" ادھیڑ عمر شخص نے تڑپ کر التجا آمیز لہجے میں کہا۔

"اس کی ایک ہی شکل ہے۔ ہماری ہدایات پر عمل کرو۔"

"اطمینان رکھو۔ تمہاری مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہوگا۔"

"فون ہے یہاں؟"

"ہاں، دوسرے کمرے میں ہے۔" مسٹر براڈنسی نے کہا۔ اسی وقت لارنس ایک نوجوان عورت کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ وہ حسین اور پُروقار شخصیت کی مالک تھی۔ لارنس نے شاید اس کے بال پکڑ کے کھینچے تھے کیونکہ وہ بری طرح منتشر تھے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"ڈیڈی! یہ درندے...!" اس نے کہا۔

"اوہ نینسی! خود کو قابو میں رکھو۔ ہم بہتر پوزیشن میں نہیں ہیں۔" براڈنسی نے جلدی سے کہا۔

اس دوران ملازم اپنے ساتھی کی لاش سے لپٹا روتا رہا تھا۔ نینسی نے پورے ماحول پر ایک گہری نظر ڈالی۔ "آہ۔ یہ دیوانے کون ہیں؟"

"نینسی پلیز! خود کو قابو میں رکھو۔" براڈنسی نے چیخ کر کہا۔

"خون بہا چکے ہیں یہ... زندگی لے چکے ہیں۔ ہمیں پھر بھی خاموش رہنا پڑے گا، ہم اب بھی خاموش رہیں ڈیڈی! ٹھیک ہے خاموشی زندگی کی ضمانت ہوتی ہے لیکن میں اس فلسفے سے مطمئن نہیں ہوں۔"

"ہم تمہیں اطمینان دلائیں گے بے بی! جاؤ ان کے پاس بیٹھ جاؤ۔" اوڈے نے کہا اور نینسی نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے زندگی سے اتنا پیار نہیں ہے لیکن... ٹھیک ہے۔" وہ مسٹر براڈنسی کے پاس جا بیٹھی۔

"ہمیں اپنی جسامت کے مطابق لباس درکار ہیں مسٹر براڈنسی! آپ ہماری مدد کر سکتے ہیں؟" اوڈے نے کہا۔

"ہاں بے شمار لباس یہاں موجود ہیں نکال لو۔ ان میں سے کچھ تمہارے بدن پر فٹ ہوں گے، باقی کے لیے مجھے بتاؤ کیا کروں؟"

"ہم خود دیکھ لیتے ہیں۔ لارنس! تم اور میگن رکو، میں ذرا مکان کی تلاشی لے لوں لیکن خیال رکھنا۔" لارنس نے گردن ہلا دی۔

اوڈے نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور ساتھ آنے کا اشارہ کر کے باہر نکل گیا۔ میں اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔ ہم نے پوری عمارت کی تلاشی لے ڈالی۔ مسٹر براڈنسی اچھی حیثیت کے مالک تھے۔ عمارت قیمتی سازوسامان سے بھری ہوئی تھی۔ ایک سیف میں مقامی کرنسی بھی کافی تعداد میں موجود تھی۔ اوڈے نے اسے قبضے میں لے لیا اور پھر اس نے سب کے لیے لباس منتخب کیے۔ ہم لوگوں میں وہی سب سے بڑی جسامت رکھتا تھا اس لیے کوئی لباس اس کے بدن پر فٹ نہ آیا جب کہ جو لباس میں نے پہنا تھا وہ اس طرح میرے بدن پر فٹ تھا جیسے میرے لیے ہی سِلا ہو۔

"دوسرے لوگوں کو بھی لباس تبدیل کرا دو۔ میں کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔" اوڈے نے کہا اور میں لباس لے کر باہر نکل گیا۔

چرن سنگھ اور فرینک اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھے۔ مجھے ... چرن سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا "کہو خان جی، اندر کے معاملات کیسے ہیں، میرا خیال ہے دو چار بندے ٹھکانے لگ گئے ہیں۔ میں نے فائرنگ کی آواز سنی تھی۔"

"یہ لباس تبدیل کر لو چرن سنگھ! اور اپنے لباسوں کے بنڈل بنا کر کسی محفوظ جگہ چھپا دو۔" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"او جیو بادشاہو، سچی بات تو یہ ہے کہ ان کپڑوں میں زندگی بڑی بُری لگ رہی تھی۔ پر کہیں نہانے کا بندوبست بھی ہو سکتا ہے۔"

"ابھی نہیں۔ اوڈے کا حکم نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور چرن سنگھ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلائی اور لباس میرے ہاتھ سے لے لیا۔ میں واپس اسی ہال کی طرف چل پڑا تھا۔ یہاں آ کر میں عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔ اس گھرانے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن اوڈے کی ذات سے مجھے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔

جب میں ہال کے دروازے پر پہنچا تو میں نے خون میں بھیگے ہوئے کپڑوں والے ملازم اور معمر عورت کو جس کا نام کیلس تھا، باہر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نکلتے ہوئے دیکھا۔ اوڈے ان کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ میں نے اوڈے پر نگاہ ڈالی وہ پُرسکون نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرانے لگا تھا۔ پھر اس نے کسی قدر دھیمے لہجے میں کہا۔ ”تم اندر جاؤ۔ میں ان دونوں سے کچن میں کھانا تیار کرا رہا ہوں۔“ اوڈے آگے بڑھ گیا تو میں ہال میں داخل ہوا۔ معمر آدمی صوفے پر دراز تھا۔ دونوں بچے سہمے ہوئے نینسی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ لارنس اور میگن سب مشین گنیں لیے ہوئے دو کرسیوں پر موجود تھے۔ لارنس نے مجھے دیکھا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

”میں ذرا باتھ روم جا رہا ہوں تم دونوں خیال رکھنا۔“ یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔ میگن سپاٹ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ تب نینسی کی آواز ابھری، وہ میری جانب ہی دیکھ رہی تھی۔

”انسان یکساں ہوتے ہیں لیکن ذہنوں کا یہ تضاد کہاں پیدا ہوتا ہے۔ تم دونوں میں سے کوئی مجھے اس سوال کا جواب دینا پسند کرے گا؟“

میں چونک کر نینسی کی جانب دیکھنے لگا تھا۔ دفعتاً نینسی کے پاس سے ایک بچہ اٹھا اور میرے نزدیک پہنچ گیا۔ ”ایسی ہی مشین گن میرے پاس بھی ہے۔ کیا میں تمہاری یہ گن دیکھ سکتا ہوں؟“ اس نے میرے ہاتھ میں دبی ہوئی مشین گن پر اپنا ننھا سا سفید ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ براؤنسی دہشت زدہ انداز میں میری طرف دوڑ پڑا تھا۔

اس نے بچے کو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ ”سوری، سوری! اسے معاف کر دو۔ آئی ایم ویری سوری۔“ اس کا چہرہ دہشت سے سفید ہو رہا تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

براؤنسی بچے کو کھینچتے ہوئے لے گیا تو نینسی بولی۔ ”جو خون بہانے کے شوقین ہوتے ہیں وہ بچوں اور بڑوں میں تمیز نہیں کرتے۔ جانے کیوں تم نے اسے ہلاک نہیں کیا۔“

”نینسی خاموش ہو جاؤ۔ خدا کے لیے خاموش رہو۔“ براؤنسی نے کہا۔ میگن نے اچانک ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن زمین پر پٹخ دی۔ ”مجھ سے نہیں ہو گا یہ سب کچھ۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔ میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا۔ سمجھے؟“ وہ دہاڑ کر بولا۔

اسی وقت لارنس اندر داخل ہو گیا۔ ”کیا بات ہے میگن! کیا ہو گیا؟“ اس نے اپنی مشین گن میرے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا، جسے وہ باتھ روم جاتے وقت میرے پاس چھوڑ گیا تھا۔ میں نے تو مشین گن لی ہی نہیں تھی، ہاں پستول میرے پاس موجود تھا۔

”اوڈے سے کہو، یہ دیوانگی میں نہیں برداشت کر سکتا۔ یہ معصوم آخر کب تک خوف و ہراس کا شکار رہیں گے۔“

اسی وقت اوڈے اندر داخل ہوا۔ اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے میگن کو گھورتے ہوئے کہا۔ ”کیا چاہتے ہو؟“

”یہاں سے نکل چلو اوڈے! مجھ سے ان بے گناہ لوگوں کا ہراس نہیں دیکھا جاتا۔ آخر ان کا کیا قصور ہے؟“

”بہت بڑا قصور ہے۔ یہ آزاد زندگی گزارتے رہے ہیں۔ ہم زندگی کے بہترین سال کھو چکے ہیں۔ ہمیں ہمارے پچاس سال کون واپس کرے گا؟“

”نہیں اوڈے! یہاں سے نکل چلو۔ تم آخر بتاتے کیوں نہیں، آئندہ منصوبہ کیا ہے؟“

”میگن! میں اپنے آئندہ منصوبے کے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ جس طرح اب تک کام ہوتا رہا ہے اسی طرح جاری رہے گا۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں اس میں کسی کی مداخلت مجھے پسند نہیں۔“

”نہیں مسٹر اوڈے! میں ساری باتیں مان سکتا ہوں لیکن تم دیکھو ان چھوٹے چھوٹے خوبصورت بچوں کو دیکھو۔ ان کی آنکھوں میں خوف و ہراس کی پرچھائیاں مجھ سے برداشت نہیں ہو رہیں۔ ان لوگوں کو آزاد کر دو، یہاں سے نکل چلو۔ ہم ان سے معاہدہ کیے لیتے ہیں کہ یہ ہمارے بارے میں کسی کو نہیں بتائیں گے۔“ میگن نے کہا۔

اوڈے نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی پھر لارنس کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”کیوں لارنس! کیا خیال ہے تمہارا؟ اور تم بتاؤ خان! کیا ہمیں میگن کی بات مان لینی چاہیے؟“ لارنس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں بھی خاموشی سے اوڈے کو گھورتا رہا تھا۔ اوڈے نے سب مشین گن ایک طرف رکھ دی اور پھر میگن کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ ”میگن! جذبات آدمی کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ تم میرے سب سے پرانے ساتھی ہو۔ میری فطرت، میری عادت جانتے ہو۔ بہتر یہ ہے کہ خاموشی اختیار کرو۔ تھوڑا وقت اور گزر جانے دو، ہم ان شریف لوگوں کو چھوڑ دیں گے۔ میں خود بھی انہیں زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہتا۔“

”ٹھیک ہے لیکن انہیں اس طرح سختی میں نہ رکھا جائے۔ میں یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنا ماضی یاد آ رہا ہے... [illegible] ... بھی تھے۔ نہیں اوڈے! اب تم ان میں سے کسی کو بھی نقصان نہیں...“ ابھی میگن کے منہ سے اتنے ہی الفاظ نکلے تھے کہ دفعتاً اوڈے کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور میگن کے پہلو میں ایک شگاف بن گیا۔ اوڈے نے سب مشین گن اس لیے رکھ دی تھی کہ میگن اس کے ارادے سے واقف نہ ہو سکے لیکن آستین میں چھپے ہوئے خنجر کو اس نے بڑی مہارت سے استعمال کر لیا تھا اور خنجر کا دوسرا وار اس نے فوراً ہی میگن کی گردن پر کیا تھا اور وار اتنا بھرپور اور طاقتور تھا کہ میگن کی گردن ایک طرف لٹک گئی تھی۔ میرے پورے بدن میں سنسنی دوڑ گئی لیکن مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ حالات کو یہاں تک پہنچنے کے بعد بگڑنے نہ دوں۔ جو کچھ ہو چکا تھا اسے واپس نہیں لایا جا سکتا۔ میگن کی لاش فرش پر پھڑک رہی تھی۔ دونوں بچے سہم کر نینسی سے لپٹ گئے تھے اور مسٹر براؤنسی پتھر کے بت کی مانند آنکھیں پھاڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

اوڈے نے خون آلود خنجر میگن کے لباس سے صاف کرتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ ”میں اس مہم کا انچارج ہوں۔ جو کچھ کر رہا ہوں وہ سب کی بہتری کے لیے ہے۔ تنہا میں جان بچا کر نہیں نکلنا چاہتا لیکن اپنی مخالفت ایک لمحے کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ تم دونوں سن لو اور ان دو گدھوں کو بھی یہ بات بتا دو جو باہر پہرا دے رہے ہیں۔ میں بھی کبھی جذباتی تھا۔ اگر جذباتی نہ ہوتا تو اپنے خاندان کو برباد نہ ہونے دیتا۔ لیکن زندگی کے اس شدید اور بدترین دور سے گزرنے کے بعد رحم کے جذبات کی میرے سینے میں کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔ اس لیے میں کسی پر بھی رحم نہیں کر سکتا۔ میں لٹ چکا ہوں تو پوری دنیا کو تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہوں۔ سمجھے! میرے ان الفاظ پر غور کر لینا۔“ اس نے جھک کر میگن کی ٹانگ پکڑی اور اسے گھسیٹ کر اسی جگہ لے آیا جہاں ملازم کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ پھر اس نے نفرت بھرے انداز میں میگن کی لاش کو ملازم کی لاش پر ڈال دیا۔ بہتے ہوئے خون کی ایک لکیر سی وہاں تک کھنچتی چلی گئی تھی۔

میری نگاہیں اس خون پر جمی ہوئی تھیں اور دل میں اوڈے کے لیے نفرت کا لاوا کھول رہا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ ”اوڈے تیری زندگی بے شمار انسانوں کے لیے مصیبت کا باعث بنے گی، اس لیے مجھ پر لازم ہے کہ تجھے زندہ نہ چھوڑوں۔ تو واقعی اس قابل نہیں ہے کہ اپنوں میں واپس جائے۔ اگر تجھے وہ نہ ملے، تو ان کے بدلے میں نجانے کتنے انسان موت کے گھاٹ اتر جائیں گے لیکن اس وقت، ہاں اس وقت مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ میں خاموشی اختیار کروں۔“

کیلس، ملازمہ کے ساتھ کھانے کی ٹرالی ڈھکیلتی ہوئی اندر آ گئی۔ اس نے جلدی جلدی کچھ چیزیں تیار کر لی تھیں جن میں انڈوں کا آملیٹ، ڈبل روٹیاں، پنیر اور ایسی ہی کچھ چیزیں شامل تھیں۔ ان کے ساتھ ہی اسپینش کافی کی خوشبو ایک بڑی کیتلی سے فضا میں پھیل رہی تھی۔ اوڈے نے ہاتھ صاف کیے اور ٹرالی پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے مجھے اور لارنس کو بس دعوت دی تھی۔ کیلس اور ملازمہ اپنی جگہ جا کر بیٹھ گئے تھے۔ غالباً اوڈے انہیں کچن میں دھمکی دے کر آیا تھا کہ اگر انھوں نے کوئی حرکت کی تو اندر موجود لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ چند لمحات کے بعد اس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ ”ڈیئر خان! کھانے کا کچھ سامان باہر بھی پہنچا دو۔ اور ہاں مسٹر براؤنسی، کیا تمہارے ملنے جلنے والے یہاں نہیں آتے؟“

”میرا خیال ہے یہاں کوئی نہیں آئے گا اور اگر کوئی آیا بھی تو میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے اس کے پاس پہنچا دینا۔ میں کسی کو یہاں کی کیفیت نہیں بتاؤں گا۔ تمہیں مجھ پر اعتماد کر لینا چاہیے۔“

”اگر ایسی کوئی صورت حال پیش آئی تو ہم تم پر اعتبار کر لیں گے، بے فکر رہو۔ کیا تم کافی پینا پسند کرو گے؟“ اوڈے نے پوچھا۔

”نہیں شکریہ۔“ براؤنسی نے جواب دیا تھا۔

میں کچھ سامان پلیٹوں میں رکھ کر باہر نکل آیا تھا۔ یہ میں نے فرینک اور چرن سنگھ کو پیش کر دیا۔ چرن سنگھ کسی قدر پریشان نظر آ رہا تھا۔ اپنی پلیٹ لے کر وہ میرے نزدیک آ بیٹھا اور آہستہ سے بولا۔ ”یہ سب کیا ہو رہا ہے؟“

”اندر دو قتل ہو چکے ہیں۔ اوڈے نے میگن کو بھی قتل کر دیا ہے۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔

”ارے کیوں؟“ کھانے کی پلیٹ چرن سنگھ کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچی اور میں آہستہ لہجے میں اندر پیش آنے والے واقعات کے بارے میں بتانے لگا۔

چرن سنگھ سے اس کے بعد کچھ نہیں کھایا گیا تھا۔ کافی کی پیالی اس کے نزدیک ہی رکھی ہوئی تھی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

”چرن سنگھ! خود کو قابو میں رکھو۔ صورت حال ابھی ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔ اوڈے نے جس درندگی کا ثبوت دیا ہے، تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟“

”قابل نفرت ہے وہ۔ میں اس سے نفرت کرتا ہوں۔ ایسے آدمی کو میں ایک لمحے کے لیے برداشت نہیں کر سکتا۔ بے شک ہم نے طویل زندگی قید جھیلتے گزاری ہے لیکن انسانیت بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔ وہ جانور ہے، جانوروں سے بھی بدتر۔ اس کا انتظام کرنا پڑے گا، میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔“

”نہیں چرن سنگھ! ہوشیار رہو۔ ابھی ہمیں احتیاط رکھنی ہے۔“ میں نے کہا۔ فرینک ہم دونوں سے بے تعلق کھانے میں مصروف تھا۔ چرن سنگھ نے اسے دیکھا اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے پلیٹ اس کی طرف بڑھا کر کہا۔ ”لو کھاؤ۔ ہمیں آئندہ پیش آنے والے واقعات کا انتظار کرنا چاہیے۔“

”آخر وہ ہمیں کیوں نہیں بتاتا کہ یہاں آنے کے بعد وہ کیا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔“ چرن سنگھ بولا۔

”لانچ پر اس سے میری گفتگو ہوئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ یہاں اس کے چار آدمی موجود ہیں جن میں سے ایک یہاں کسی خاص انتظامی عہدے پر ہے۔ پتا نہیں کس طرح اس نے اپنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ورنیشن سنبھالی ہوئی ہے۔ غالباً یہاں رک کر اوڈے اس سے
بطہ قائم کرنا چاہتا ہے اور اس کے بعد وہ یہاں سے نکلنے کے
نظامات کرے گا۔"

"مگر اس معصوم گھرانے کو ختم کرنے سے کیا فائدہ؟"

"ہاں چرن سنگھ! یہ درندگی میں بھی کسی قیمت پر برداشت
ہیں کر سکتا۔ اگر اوڈے نے ایسی کوئی حرکت کی تو پھر حالات
یں نمایاں تبدیلی ہوگی۔ ہم اس انداز میں فرار ہونے پر موت
ترجیح دیتے ہیں۔ اندر دو معصوم بچے بھی ہیں خرگوشوں کی مانند
فید سفید اور نہایت ہی خوبصورت۔ ایک نوجوان عورت ہے،
ب بوڑھا مرد۔ ایک بوڑھی عورت اور ایک ملازم۔ دوسرے
زم کو اس نے قتل کر دیا ہے اور جو ملازم زندہ بچا ہے، وہ
ندہ درگور ہے۔"

"ٹھیک ہے یہ لوگ انسانیت سے عاری ہیں مسٹر خان! مگر
م تو پاگل نہیں ہوتے ہیں۔ ہم اپنی جان بچانے کے لیے یہ درندگی
قبول نہیں کریں گے۔" چرن سنگھ آہستہ سے بولا اور میرے کہنے
ر اپنی پلیٹ اٹھا کر اس میں رکھی چیزیں کھانے لگا۔ اس کے
چہرے پر غم و غصے کے سائے رقصاں تھے۔ پھر اس نے ایک نگاہ
فرینک پر ڈالی اور بولا "یہ شخص بھی ناقابل بھروسہ ہے، اوڈے
کے ہر کام سے اتفاق رکھنے والا۔"

"تمھاری اس سے گفتگو ہوئی ہے؟"

"مختصر۔ یہ اوڈے سے عقیدت رکھتا ہے۔"

"تب اس سے ہوشیار رہو۔ اپنی ذہنی کیفیت اس پر ظاہر
نہ ہونے دو۔"

"خیال رکھوں گا۔" چرن سنگھ نے بھاری آواز میں کہا۔

ہم دونوں کچھ دیر تک خاموش بیٹھے رہے پھر میں نے اٹھتے
ہوئے کہا "ہم دہری کیفیت کا شکار ہو گئے ہیں چرن سنگھ!
ایک طرف اپنی جان بچانے کا مسئلہ بھی درپیش ہے اور دوسری
طرف اس معصوم خاندان کے تحفظ کی ذمہ داری بھی ہم پر آپڑی ہے۔
اس وقت ذہن کوئی فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ اس کے باوجود
بیرونی لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ کوئی آئے تو
اسے بڑی ہوشیاری سے سنبھالنا۔"

"یہاں کی فکر مت کرو بھائی جی! لیکن اندر کی ذمہ داری تم
پر ہے۔ کوئی گڑبڑ ہو تو دل کی بات مان لینا، دماغ سے مت سوچنا۔"

"ایسا ہی ہوگا چرن سنگھ! فکر مت کرو۔" میں نے برتن سنبھالے
اور اندر چل پڑا۔ لارنس دروازے پر تھا اور اوڈے اطمینان سے
مسٹر براؤنسی کے نزدیک بیٹھا ان سے اس علاقے کی جغرافیائی
پوزیشن، یہاں کی آبادی اور آمد و رفت کے ذرائع کے بارے میں

معلومات حاصل کر رہا تھا۔ دونوں عورتیں ان بچوں کو بہلا رہی تھیں
جو باہر جا کر کھیلنے کی ضد کر رہے تھے۔

مجھے دیکھ کر اوڈے اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا "خان! ان
لاشوں میں بدبو پیدا ہونے لگی ہے۔ تم اور لارنس انھیں کسی اور
کمرے میں لے جاؤ اور کمرہ بند کر آؤ۔ میں تمھارا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

لارنس نے خاموشی سے آگے بڑھ کر میگن کی لاش اٹھالی۔
میں نے ملازم کی لاش اٹھالی تھی۔ کمرہ تلاش کرنے میں ہمیں کوئی
دقت نہیں ہوئی۔ پوری عمارت خالی تھی۔ اسی کمرے سے ملحق
غسل خانے میں ہم نے منہ ہاتھ دھوئے۔ واپسی میں میں نے لارنس کا
عندیہ لینے کے لیے پوچھا "مسٹر اوڈے کا آئندہ پروگرام کیا ہے
لارنس؟"

"وہ کسی کو نہیں بتا رہا۔ اور میرا خیال ہے پوچھنا مناسب
بھی نہیں ہے، ہمیں اس پر اعتماد کرنا چاہیے۔ وہ یہ ساری کوششیں
تنہا اپنی ذات کے لیے بھی کر سکتا تھا۔ اگر وہ ہمارے لیے اتنا کچھ
کر رہا ہے تو ہمیں کم از کم اس کے احکامات کی تعمیل تو کرنا چاہیے۔
میگن حماقتوں کا شکار ہو گیا تھا۔ ان حالات میں کسی کے لیے جذباتی
ہونا کہاں کی عقلمندی ہے۔" لارنس نے کہا "تمھارا کیا خیال
ہے خان؟"

"بالکل ٹھیک۔ جب ہم گریوائلز میں زندگی اور موت کی
کشمکش کا شکار ہوئے تھے تو ہمارے لیے کون جذباتی ہوا تھا۔"
میں نے سنبھل کے کہا۔ مجھے لارنس کے بارے میں اندازہ ہو گیا تھا
کہ ہر طرح اوڈے کے ساتھ رہے گا۔ فرینک بھی اسی کا ساتھی تھا۔

***

رات کو میری اور لارنس کی ڈیوٹی باہر لگائی گئی۔ اندر کا انتظام
اوڈے نے یوں کیا کہ ان سب کو رسیوں سے کس دیا۔ بدبخت نے بچوں
کو بھی نہ چھوڑا جو اس صورت حال سے سخت خوفزدہ ہو گئے تھے اور عجیب
سی کیفیت کا شکار تھے۔

رات گیارہ بجے کے قریب اوڈے باہر نکل آیا اور میرے قریب
پہنچ کر بولا "یہ شریف لوگ سو گئے ہیں، یہاں صرف لارنس کی ڈیوٹی
رہنے دو اور تم جنرل چارج لے لو۔ ابھی تک اتفاق سے ہمیں کوئی مشکل
پیش نہیں آئی ہے لیکن یہ سمجھنا بھی مناسب نہیں کہ مسٹر براؤنسی کا
کوئی ملاقاتی ہی نہ آئے۔ اس سے قبل کہ ہمیں کسی خطرناک صورت حال
کا سامنا ہو، یہاں سے نکل جانا بہتر ہوگا۔"

"آپ کا کیا پروگرام ہے مسٹر اوڈے؟" میں نے دل پر جبر
کر کے پھر وہی سوال کیا۔

"میں ہوائسن کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ یہ وہی شخص ہے جو یلد
میرا معاون ہے۔ رات کے انتظار میں، میں نے یہ وقت گزارا ہے

افسوس! یہ کام میرے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔ ورنہ میں تم میں سے
کسی کو روانہ کر دیتا۔ بہرحال مسٹر خان! مجھے امید ہے کہ تم نہایت ہوشیاری
سے ان لوگوں کی نگرانی کرو گے۔ بوڑھا گدھا ریٹائرڈ فوجی ہے، احمق
نہ ہوگا۔ اس کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھنا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر اوڈے! اطمینان رکھو۔" یہ تمام گفتگو لارنس
کی موجودگی میں ہوئی تھی۔ اوڈے چلا گیا تو لارنس نے فکرمندانہ
انداز میں کہا۔

"مسٹر اوڈے کی کامیاب واپسی پر ہی ہمارے مستقبل کا دارو
مدار ہے۔" میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

جب اوڈے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو میں نے لارنس سے
کہا "ہوشیار رہنا مسٹر لارنس! اوڈے کا کہنا ٹھیک ہے۔ ان لوگوں
سے ہوشیار رہنا ضروری ہے۔"

"اس طرف کی قطعی فکر نہ کرو۔" لارنس بولا۔ اور میں سست رفتاری
سے اندر کی طرف چل پڑا۔ لیکن جونہی لارنس کی نگاہوں سے اوجھل
ہوا، میں نے رفتار تیز کر دی۔ اوڈے ہال کا دروازہ باہر سے بند کر
گیا تھا۔ میں اسے کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

وہ سب بے چارے اوندھے سیدھے پڑے ہوئے تھے، چرن سنگھ
اور فرینک نہ جانے کہاں سو گئے تھے۔ میں نے ہال کا دروازہ اندر سے
بند کیا اور ان لوگوں کو دیکھنے لگا پھر میں نے سب مشین گن ایک
طرف رکھی اور مسٹر براؤنسی کے قریب پہنچ کر بولا "میں جانتا ہوں
آپ میں سے کوئی نہیں سویا مسٹر براؤنسی! ان حالات میں نیند آنے
کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ براہ کرم جلدی جلدی ان بچوں کے لیے
خوراک کا بندوبست کیجیے، وہ باہر چلا گیا ہے۔" میں نے جھک کر
براؤنسی کے ہاتھ کھولتے ہوئے کہا۔ تمام گردنیں میری طرف گھوم
گئی تھیں۔ براؤنسی کے پاؤں بھی کھل گئے تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم میں کسی قدر انسانیت باقی ہے۔"

"ہاں مجھے زندگی سے دیوانگی کی حد تک پیار نہیں ہے۔" اس
بار میں نینسی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا "میڈم نینسی! بچے بھوکے ہیں،
ان کے لیے جلدی سے کچھ لے آئیے۔"

"انکل! ہمارے ہاتھ بھی کھول دیجیے۔" ایک بچے کی معصوم
آواز ابھری اور میرا دل لرز کر رہ گیا۔ میں نے ایک ایک کر کے
سب کے ہاتھ کھول دیے۔ نینسی میری طرف دیکھ رہی تھی۔

"افسوس، میں تم سب کو باہر جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔
اس میں تمھاری زندگی کو خطرہ لاحق ہو جائے گا کیونکہ تم جانتے ہو،
میں یہاں تنہا نہیں ہوں۔"

"اگر تم اجازت دو تو میں کیلس کو ساتھ لے جاؤں۔" مسٹر براؤنسی
نے کہا۔

"ضرور لے جاؤ لیکن خدا کے لیے جو کچھ کرو احتیاط سے کرو۔
دوسرے متوجہ نہ ہو جائیں۔" میں نے کہا۔ اور مسز براؤنسی کیلس کے
ساتھ باہر نکل گئیں۔

"انکل آپ ڈاکو ہیں؟" ایک بچے نے پوچھا۔

"ڈاکوؤں سے بھی بدتر بیٹے۔" میں نے کرب زدہ لہجے میں کہا۔

"تو آپ لوٹ مار کر کے یہاں سے چلے کیوں نہیں جاتے؟"

"خاموش رہو تم، بیکار باتیں نہیں کرتے۔" نینسی نے بچے کو
ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"ممی میں تو انکل سے ان کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔"

"نہیں، خاموش رہو۔" نینسی نے کہا اور پھر بھاری لہجے میں بولی۔
"بچہ ہے جناب! براہ کرم اسے معاف کر دیجیے۔" میں خاموشی سے
نینسی کی شکل دیکھتا رہا۔ نوجوان تھی، دلکش بھی تھی لیکن چہرے پر
ایک عجیب سی اداسی کھنڈی ہوئی تھی۔ مسٹر براؤنسی نے کہا تھا کہ
وہ خبط الحواس ہے لیکن بظاہر ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد مسٹر براؤنسی اور کیلس واپس آ گئے۔ وہ
بچوں کے لیے دودھ اور بسکٹ وغیرہ لائے تھے۔ کچھ چیزیں وہ اپنے
لیے بھی لائے تھے۔ "تمھارا شکریہ۔ کچھ لینا پسند کرو گے؟" معمر
عورت نے کہا۔

"نہیں شکریہ۔ آپ براہ کرم اپنا پیٹ بھر لیں۔"

"اس میں کوئی غلط چیز نہیں ہے اگر تم پسند کرو تو کچھ لے لو۔"
براؤنسی نے کہا۔

"نہیں مسٹر براؤنسی! آپ یہ سب کچھ جلد کر لیں اور براہ کرم
کوئی نشان نہ چھوڑیں۔"

"تم اس سے خوف زدہ ہو۔ وہ تمھارا لیڈر ہے؟"

"یہی سمجھ لیں۔"

"کیا تم نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کر کے حماقت نہیں کی ہے؟"

شاطر
قیمت فی حصہ ۷۰ روپے
دو حصے مکمل
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
شاطر کو مشہور انعام یافتہ مصنف شکیل انجم نے اپنے خاص انداز میں تحریر کیا ہے
آج ہی طلب فرمائیے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مسٹر براؤنسی نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے پوچھا۔

"میں فوراً انتظامیہ کو خبر کر سکتا تھا۔"

"کیا آپ نے خبر نہیں کی؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔"

"کیا یہ حماقت نہیں ہے؟ آپ اگر ایسا کر سکتے تھے تو آپ کو کرنا چاہیے تھا کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے یہ حماقت کیوں کی؟"

"میں کم ہمت انسان ہوں، اس کی جرأت نہیں کر سکا۔"

"میں بھی کم ہمت انسان ہوں، ان بچوں کو بھوکا نہیں دیکھ سکا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم لوگ شاید گریوائلز سے بھاگے ہوئے قیدی ہو؟" مسٹر براؤنسی نے چند لمحات کے بعد کہا اور میں چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"آپ نے یہ اندازہ کیسے لگایا؟"

"بہت غور کیا ہے میں نے اس پر۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

"اس سے قبل بھی کیا یہاں ایسے قیدی پہنچے ہیں؟"

"میری زندگی میں دو بار۔ لیکن وہ احمق تھے کہ ادھر آ گئے کہیں اور نکل جاتے تو شاید بچ جاتے۔ یہاں سے نکلنا ممکن نہیں ہوتا۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ جگہ گریوائلز کی پہلی منزل ہے؟"

"آپ لوگ جلدی فارغ ہو جائیں تاکہ میں آپ کو پھر باندھ سکوں۔ اگر وہ واپس آ گیا تو آپ کے لیے پہلے اور میرے لیے بعد میں پریشانی پیدا ہو جائے گی۔ میڈم نینسی! براہ کرم آپ میری مدد کریں۔ مسٹر براؤنسی اگر آپ نے کسی طرح انتظامیہ کو اطلاع بھی کر دی ہے تو براہ کرم جو میں کہہ رہا ہوں وہ ضرور کریں۔ آپ کے مددگار اس سے قبل واپس آ گئے تو ظاہر ہے وہ آپ کو آزاد کرا لیں گے لیکن اگر وہ آ گیا تو آپ کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"نینسی! اس کی ہدایت پر عمل کرو۔" مسٹر براؤنسی نے کہا۔

اور نینسی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے رسیوں کے وہ ٹکڑے لے کر ایک ایک کر کے سب کے ہاتھ کس دیئے تھے۔ پھر وہ میری طرف دیکھنے لگی۔ یہ آخری کام میں نے انجام دیا تھا۔

ان سب کو پہلے کی سی پوزیشن میں لانے کے بعد میں نے مشین گن سنبھالی، دروازے کے باہر آ کر ماحول کا جائزہ لیا اور یہ اندازہ لگا لیا کہ ماحول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ میں پھر واپس اندر آ گیا۔ مسٹر براؤنسی دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد وہ بولے "تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

"جانے دیجیے مسٹر براؤنسی کیا فائدہ ان باتوں سے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"شرافت کی ایک رمق بھی کسی کے اندر باقی رہتی ہے تو ناقابل توجہ نہیں ہوتا۔ میں تمہارے ان الفاظ سے اور کردار سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ تم نے ابھی مجھ سے یہ کہا تھا کہ میں نے اگر انتظامیہ کو اطلاع بھی کر دی ہے تو میں اپنے ہاتھ بندھوا لوں کیونکہ اس سے پہلے اگر وہ آ گیا تو میرے لیے خطرہ پیدا ہو سکتا ہے گویا تم اس بات کی بھی توقع کر رہے ہو کہ میں نے انتظامیہ کو اطلاع کر دی ہو گی اور وہ لوگ یہاں پہنچنے والے ہوں گے۔"

میں نے مسٹر براؤنسی کی طرف عجیب سی نگاہوں سے دیکھا اور آہستہ سے گردن ہلا دی۔ "ہاں آپ کا خیال درست ہے۔ میں اس کی توقع رکھتا ہوں۔"

"کیا انتظامیہ کے آنے پر تم بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ گرفتار نہیں ہو جاؤ گے؟" مسٹر براؤنسی نے کہا۔

"ظاہر ہے ایسا ہی ہو گا۔" میں نے مضمحل لہجے میں کہا۔

"اس کے باوجود تم نے یہ خطرہ مول لیا؟"

"آپ مجھ سے کیا کہلوانا چاہتے ہیں مسٹر براؤنسی! میں بے وقوف ہوں۔ احمق ہوں۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں بس میں آپ لوگوں پر ہونے والی اس زیادتی سے خوش نہیں ہوں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ کا ہمارے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"کیا میرا یہ اندازہ درست ہے کہ تم لوگ گریوائلز سے نکلے ہوئے قیدی ہو؟" براؤنسی نے ایک بار پھر یہ سوال دہرایا۔

"ٹھیک ہے آپ کا اندازہ درست ہے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے کہا۔

"نہیں نہیں فرق کی بات نہیں ہے کیا وہ شخص تمہارا ساتھی ہے؟" مسٹر براؤنسی نے سوال کیا۔

"ہاں۔" میں نے اثبات میں جواب دیا۔

"وہ کہاں گیا ہے؟"

"جہاں بھی گیا ہے اس کے بارے میں میں آپ کو بتانا مناسب نہیں سمجھتا۔"

مسٹر براؤنسی خاموش ہو گئے۔ کافی دیر تک وہ خاموش رہے پھر وہ آہستہ سے بولے "مجھے اپنا نام تم نے نہیں بتایا لیکن ایک بات اور بتا دو۔ اگر وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا تو یقیناً اس کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ یہاں سے نکلنے کے انتظامات کرنے کے لیے گیا ہو گا تو کیا واپس آنے کے بعد وہ تم لوگ کو زندہ چھوڑ دے گا؟"

مسٹر براؤنسی کے اس سوال پر میں بری طرح چونک پڑا۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں بھی یہ خیال جاگا کہ واقعی اوڈے سے کچھ بھی بعید نہیں ہے لیکن کیا ان بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتر جانا چاہیے؟ کیا ان معصوم بچوں کو ان کی بے گناہی کی سزا ملنی چاہیے؟ میں ابھی کوئی جواب بھی نہیں دے پایا تھا کہ دفعتاً باہر سے دروازے پر دستک سنائی دی اور میں سنبھل گیا۔ میں نے دروازہ کھولا تو فرینک اندر آ گیا۔

"دروازہ کیوں بند کر لیا تھا؟" اس نے متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی خاص وجہ نہیں ہے فرینک۔"

"ہمارے دوست سو رہے ہیں؟" فرینک نے سوال کیا۔

"کیا خیال ہے، ان حالات میں انہیں نیند آ سکتی ہے؟"

"ہاں واقعی ان حالات میں انہیں نیند کہاں آ سکتی ہے۔" فرینک نے ہنستے ہوئے کہا۔ کچھ دیر ہال میں خاموشی رہی پھر فرینک مجھ سے بولا "اگر تم چاہو تو آرام کر سکتے ہو۔ میں نے سونے کی بہت کوشش کی لیکن نیند نہیں آئی۔ وہ جبرن سنگھ گہری نیند سو گیا ہے۔ کم بخت سوتے میں خراٹے بھی لیتا ہے اور یہ بہت بری عادت ہے۔ پتا نہیں اسے نیند کیسے آ گئی۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ فرینک میرے نزدیک ہی مشین گن سنبھال کر بیٹھ گیا تھا۔ "پتا نہیں اوڈے کب تک واپس آئے گا۔" فرینک دوبارہ بولا۔ میں پھر بھی خاموش رہا تو فرینک نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہیں نیند آ رہی ہے تو میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ سو جاؤ۔"

"نہیں یار! میں نے کہا نا کہ مجھے نیند نہیں آ رہی۔" میں نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا اور فرینک خاموش ہو گیا۔ اس نے مجھ سے الجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

پتا نہیں کیا وقت تھا جب اچانک اوڈے پہنچ گیا۔ اس کے انداز سے دہشت ٹپک رہی تھی۔ چہرہ آگ کی طرح سرخ تھا۔ ہم دونوں اس کی یہ کیفیت دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

"خیریت مسٹر اوڈے؟" فرینک نے پوچھا۔

"گڑبڑ ہو گئی، بڑی زبردست گڑبڑ ہو گئی۔" اوڈے نے پریشان لہجے میں کہا۔

"کیا ہوا؟" میں نے بھی سوال کیا۔

"کم بخت ڈاؤسن گرفتار ہو چکا ہے۔ وہ اپنے آپ کو سنبھال کر نہیں رہ سکا۔ اس کی گرفتاری کو بھی تقریباً ایک ماہ گزر چکا ہے۔ پتا نہیں گریوائلز کے کون سے علاقے میں بھیج دیا گیا ہے۔ اپنے ساتھ وہ ان چاروں کو بھی لے ڈوبا ہے جنہیں میں نے بڑی مشکل سے یہاں بھجوایا تھا۔ گویا اب یہاں ہمارے فرار کے لیے کوئی معقول بندوبست نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے اب ہمیں خود ہی کوشش کرنا ہو گی۔"

اوڈے کے لہجے میں پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ وہ ایک طرف بیٹھ گیا۔ اور پریشانی سے اپنی پیشانی سہلانے لگا۔

"کیا آپ کے خیال میں یہاں موجود لوگوں کو ہمارے بارے میں اطلاع ہو چکی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ایسے آثار مجھے ابھی تک نظر نہیں آئے۔ اگر ایسا ہوتا تو میرا خیال ہے ہمارے لیے مزید مصیبتیں پیدا ہو سکتی تھیں۔"

"تو پھر اب کیا کیا جائے مسٹر اوڈے؟"

"پہلے ہمیں یہاں اپنی روپوشی کے انتظامات کرنا ہیں اور اس کے لیے ان سب لوگوں کو قتل کرنا ہو گا۔"

اوڈے نے وہی الفاظ کہے تھے جن کا خدشہ مسٹر براؤنسی کو تھا۔ میں نے چونک کر اوڈے کو دیکھا اور بولا "مسٹر اوڈے! ہم لوگ وہ وقت نہیں گزار سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں ان لوگوں کو یرغمال بنانا ہو گا۔ اس سلسلے میں مسٹر براؤنسی اور ان کے اہل خاندان کو ہم سے تعاون کرنا ہو گا۔"

"نہیں مسٹر خان! میں خطرات مول لینے کا عادی نہیں ہوں۔ یہاں رہنا ہمارے لیے قطعی سود مند نہیں ہے اور ان سب کو مارنا بے حد ضروری ہے۔" اس نے کہا اور میرے ہاتھ سے مشین گن لے لی۔ اسی وقت لارنس بھی اندر آ گیا۔ یہ ایک اور مصیبت تھی۔ کم بخت لارنس بھی اوڈے کا ہمنوا تھا۔ اس سے قبل کہ اوڈے ان سب کو نشانہ بناتا، میں نے جھپٹ کر اوڈے کی مشین گن کا رخ اوپر کی سمت کر دیا۔

"ایک منٹ مسٹر اوڈے! ایک منٹ۔ اتنی جلد بازی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ آپ کو اپنے ساتھیوں سے اس بارے میں مشورہ کر لینا چاہیے، کیوں مسٹر لارنس! کیا تم اس بات پر آمادہ ہو کہ ان لوگوں کو ختم کر دیا جائے؟" میں نے کہا۔

"خان! کیا تم نے ایک احمقانہ حرکت نہیں کی ہے کیا تمہیں میرا احترام نہیں کرنا چاہیے؟"

"میں آپ کا احترام کرتا ہوں مسٹر اوڈے لیکن کسی بھی کام میں جلد بازی ہمارے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔ ان بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم پہلے سکون سے بیٹھیں اور اس موضوع پر گفتگو کرنے کے بعد کوئی مناسب فیصلہ کر لیں۔"

"اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں کسی کا مشورہ قبول نہیں کرتا۔" اوڈے نے غراتے ہوئے کہا۔

"یہ صرف آپ کا معاملہ نہیں ہے مسٹر اوڈے! ہم لوگ بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس میں براہِ راست ملوث ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ابھی جلد بازی نہ کریں۔ ممکن ہے ان لوگوں کے ذریعے ہمارا کوئی مسئلہ حل ہو سکے۔"

"بکواس بند کرو! انھیں ختم کر دینا بے حد ضروری ہے۔" اوڈے نے کہا اور سب مشین گن کا رُخ پھر ان کی طرف کر دیا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں پستول نکال لوں۔

میں نے پھرتی سے پستول نکالا اور اس کی نال اوڈے کی کنپٹی پر رکھتا ہوا بولا۔ "یہ نہیں ہو سکتا مسٹر اوڈے! مشین گن پھینک دو اور تم دونوں بھی سامنے کھڑے ہو جاؤ۔" میرے لہجے کی اس غراہٹ کو پہلی بار ان لوگوں نے سنا تھا۔ ایک لمحے کے لیے وہ سب ششدر رہ گئے لیکن دوسرے ہی لمحے اوڈے کی کھوپڑی گھوم گئی۔ اس نے سب مشین گن کو بڑے زور سے جھٹکا دیا۔ وہ میرے سر پر مارنے کی کوشش کی لیکن میں اس کے لیے تیار تھا۔ میں تھوڑا سا جھکا اور میری ٹانگ گھوم کر اوڈے کی کلائی پر پڑی۔ مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑی تھی لیکن اسی وقت لارنس نے اپنی مشین گن کی نال میری پشت پر لگا دی۔

"تم نے جو احمقانہ حرکت کی ہے مسٹر خان! اس کی تمھیں بھرپور سزا ملے گی۔" وہ غرّایا۔

"او نہیں جی۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے!" عقب سے چرن سنگھ کی آواز سنائی دی۔ وہ سب مشین گن لیے کھڑا تھا اور اس کا رُخ ان تینوں کی طرف تھا۔ "بادشاہو! اگر ایسا ہوا تو تم سب کی لاشیں بھی یہیں تڑپتی نظر آئیں گی۔" چرن سنگھ نے 'بادشاہو' تو پنجابی میں کہا تھا لیکن باقی الفاظ انگریزی میں ادا کیے تھے۔ اوڈے، فرینک اور لارنس خونی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے۔

"تو بھی! بے وقوف گدھے تو بھی!" اوڈے دہاڑا۔

"او جی۔ میں خود کو بے وقوف مانتا ہوں، گدھا مانتا ہوں۔ مگر اپنے خان جی کے ساتھ کوئی بدتمیزی کی تو پھر میں دولتی جھاڑ ہی دوں گا۔" چرن سنگھ نے ہنستے ہوئے کہا اور اوڈے غصے سے دانت پیسنے لگا۔

"یہ پاگل ہو گیا ہے۔ بکواس کر رہا ہے۔ تم خود بتاؤ کیا ان لوگوں کو زندہ چھوڑنا ہمارے حق میں بہتر ہوگا؟ اگر ہم ان لوگوں کو زندہ چھوڑ کر یہاں سے نکل بھی گئے تو یہ فوراً ہمارے بارے میں مقامی حکام کو اطلاع دے دیں گے اور پھر مقامی حکام ہمیں تلاش کرتے پھریں گے۔ یہ جگہ ہمارے لیے اجنبی ہے۔ ہم صحیح طور پر اس کے بارے میں نہیں جانتے۔ وہ ہمیں تلاش کر لیں گے اور اس کے بعد، اس کے بعد ایک بار پھر تم لوگ گریوانکل کی صعوبتوں میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ چرن سنگھ! میں نے تیرے اوپر احسانات کیے ہیں اور اس کا صلہ تو یہ دے رہا ہے۔ اس بے وقوف انسان کی موت تو اب اس کا مقدر بن چکی ہے تو بھی حماقت کا ثبوت دے رہا ہے۔" اوڈے نے چرن سنگھ سے کہا۔ اس وقت لارنس نے چالاکی دکھانے کی کوشش کی تھی لیکن چرن سنگھ کے ہاتھ میں دبی ہوئی مشین گن سے گولیاں نکلیں اور لارنس کے بدن میں پیوست ہو گئیں۔ اوڈے کا چہرہ اب غصے سے سُرخ ہو گیا تھا۔ اس نے میرے پستول کی پرواہ کیے بغیر سب مشین گن پوری قوت سے میرے پیٹ پر دے ماری۔ میں اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ پیٹ میں بڑے زور کی تکلیف ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اوڈے مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں باقاعدہ اوڈے سے جنگ کروں۔ اس دوران چرن سنگھ فرینک تک پہنچ چکا تھا اور فرینک کا بھی وہی حشر ہوا جو لارنس کا ہوا تھا۔ چونکہ اس نے بھی مشین گن کا رُخ چرن سنگھ کی طرف کر کے کچھ فائر کیے تھے لیکن چرن سنگھ نے خود کو بچا کر فرینک کے بدن میں گولیاں ہی گولیاں اتار دیں۔

اوڈے مجھ سے کچھ اس طرح گتھا ہوا تھا کہ نہ میں پستول استعمال کر سکتا تھا اور نہ وہ مشین گن۔ اس صورتِ حال کی وجہ سے چرن سنگھ بھی بے بس ہو گیا تھا، اب وہ اس موقعے پر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن جلد ہی میں نے اوڈے کو سنبھال لیا۔ بلاشبہ وہ کسی گینڈے کی طرح طاقتور تھا لیکن میں نے اب تک جو کچھ سیکھا تھا، اس کے استعمال کا بہترین موقع یہی تھا۔ میں نے اوڈے کو دونوں ٹانگوں پر اچھال کر دیوار پر دے مارا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی سب مشین گن ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی لیکن میرا پستول بھی میرے ہاتھ میں نہیں رہ سکا تھا۔ میں نے اُسے اٹھنے کا موقع نہیں دیا اور اس کے قریب پہنچ کے لگاتار ٹھوکریں اس کے سر اور پسلیوں پر لگانا شروع کر دیں۔ اوڈے نے میری ٹانگ پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا لیکن میں اُلٹی قلابازی کھا گیا اور اوڈے کے نزدیک جا کھڑا ہوا۔ اوڈے اس دوران سنبھل گیا۔ وہ ایک بار پھر میری طرف جھپٹا لیکن اب چرن سنگھ کو موقع مل گیا تھا۔ اس نے ایک برسٹ مارا اور اوڈے کے بدن میں کئی گولیاں داخل ہو گئیں۔ اس کے جسم سے خون بہنے لگا اور وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر دیوار سے جا چپکا۔ پھر آہستہ آہستہ خون کی لکیر دیوار پر چھوڑتا، نیچے آ رہا۔ اس دوران لارنس اور فرینک مر چکے تھے۔ میں نے اوڈے کو دیکھا اور نفرت سے اس کے منہ پر تھوک دیا۔

"یہ شخص انسانیت کو بھول بیٹھا تھا۔ بے شک اس کی زندگی میں کچھ المناک واقعے رونما ہوئے تھے لیکن اس کا انتقام کچھ لوگوں سے تو نہیں لیا جا سکتا تھا۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی یہ قابلِ نفرت شخص ہم پر اس طرح حکومت کر رہا تھا جیسے ہم اس کے غلام ہوں۔ ان بے گناہ لوگوں کے لیے میرا دل بھی کُڑھ رہا تھا بھائی جی! مگر میں مجبور تھا۔ اپنی زندگی بھی بچانا تھی۔" اس دوران وہ سب دہشت زدہ نگاہوں سے اس خونی منظر کو دیکھ رہے تھے۔ براؤنسی، کیلس اور نینسی کے بدن تھر تھر کانپ رہے تھے۔ یہ لمحات ان کے لیے زندگی اور موت کے لمحات تھے۔ ذرا سی لغزش انھیں موت سے ہمکنار کر سکتی تھی لیکن خدا کا شکر تھا کہ میں ان بے گناہ لوگوں کی زندگی بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

فضا پر ایک لمحے کے لیے گہرا سناٹا مسلط ہو گیا۔ ہم سب خاموشی سے ان لاشوں کو دیکھ رہے تھے، اوڈے کو دیکھ رہے تھے جس نے اب تک بہت کچھ کیا تھا۔ بلاشبہ وہ ایک عجیب و غریب انسان تھا۔ میں کم از کم اس بات کو نہیں بھول سکتا تھا کہ اس نے میری رہائی کے لیے کام کیا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی غیر انسانی فطرت کا مالک بھی تھا وہ شخص۔ راستے بھر جس طرح وہ قتلِ عام کرتا آیا تھا وہ ہم میں سے کسی کو بھی گوارا نہیں تھا۔ وہ لوگ جو ہمارے ہاتھوں مارے گئے تھے، بے شک ہمارے بدترین دشمن تھے اور اگر وہ نہ مارے جاتے تو ہمیں موت کا شکار ہونا پڑتا لیکن اس کے باوجود وہ انسان تھے اور انسانوں کا اس طرح خون بہانا معمولی بات نہیں ہے۔ اوڈے کی نگاہوں میں اس خون کی کوئی وقعت نہیں تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد مسٹر براؤنسی نے یہ سکوت توڑا۔ "میرے ہاتھ کھول دو۔" وہ آہستہ سے بولے اور چرن سنگھ ان کی طرف دیکھنے لگا۔

"واہ جی واہ! میں سردار ہوں مگر یہ میرا بھائی تو سردار نہیں ہے۔" اس نے مضحکہ خیز انداز میں کہا اور مجھے اس ماحول کے باوجود ہنسی آ گئی۔

"نہیں چرن سنگھ! ہاتھ کھول دو مسٹر براؤنسی کے۔ اب بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ بھی نہیں چاہتا۔ مگر گرفتار بھی نہیں ہونا چاہتا۔ ابھی میں ان کے ہاتھ کھول دوں گا تو یہ یہاں سے جائیں گے اور سیدھے ٹیلی فون کے نزدیک پہنچیں گے۔" چرن سنگھ نے کہا۔

"نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ اوّل تو تمھاری اجازت کے بغیر میں جا نہیں سکتا اور اگر نکل بھی گیا یہاں سے تو کم از کم تم لوگوں کو پھنسانے کی کوشش نہیں کروں گا جنھوں نے میرے بے گناہ خاندان کو بچایا ہے۔" مسٹر براؤنسی نے کہا۔

"چرن سنگھ! ہاتھ کھول دو ان سب کے، پلیز!" میں نے کہا۔ اور چرن سنگھ نے دونوں شانے ہلا کر سب مشین گن ایک طرف رکھ دی۔

"جیسی تمھاری مرضی جی! ویسے بھی اب کون سا پھنسنا ہے ہمیں۔ چلو، اپنی زندگی میں ایک اچھا کام ہی کرتے جائیں۔" چرن سنگھ نے آگے بڑھ کر مسٹر براؤنسی کے ہاتھ کھول دیے۔ مسٹر براؤنسی نے کیلس کے اور کیلس نے نینسی کے۔ اس کے بعد دونوں بچوں کو بھی کھول دیا گیا۔

وہ سب خوف زدہ نظر آ رہے تھے۔ اب یہاں پانچ لاشیں اکھٹی ہو گئی تھیں۔ میں اور چرن سنگھ رہ گئے تھے یا پھر یہاں کے رہنے والے۔ بڑی عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اس وقت۔

تب مسٹر براؤنسی نے کہا۔ "دیکھو دوست! ایثار پسندی اور کارِ خیر کے لیے تم تنہا نہیں ہو۔ بے شک یہ میرا فرض ہے کہ میں گریوانکل سے فرار ہونے والوں کو فوری طور پر مقامی انتظامیہ کے سپرد کر دوں، خاص طور سے اس لیے بھی کہ میں ایک فوجی ہوں لیکن بعض اوقات اپنے تمام فرائض کو بھول کر صرف انسانیت کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں تم ہی ایک انسان نہیں ہو۔ میں تمھاری مدد کروں گا۔ ہاں، میں تم دونوں کو مقامی انتظامیہ کے ہاتھ نہیں لگنے دوں گا، یہ میرا عہد ہے۔" مسٹر براؤنسی کے الفاظ کی بازگشت فضا میں گونج رہی تھی اور ہم سب متحیرانہ انداز میں اُن کی شکل دیکھ رہے تھے۔

کالی کہانیاں
☆ جرائم
☆ جادو
☆ ارواح
☆ شیطان ازم
☆ ذہانت
☆ فطانت
☆ اسرار
☆ طنز و مزاح
★ ایک افسانوی کردار جو زندہ ہو گیا تھا۔
★ ایک حیرت انگیز قبیلہ جو اپنی ہیئت بدل سکتا تھا۔
★ ایک مجہول سا آدمی جس کے پاس پچاس ملین ڈالر کا نقشہ تھا۔
★ وہ شخص جس نے حیاتِ ابدی کا راز پالیا تھا۔
★ ایک پُراسرار پرندہ جس کے پاس ماورائی طاقتیں تھیں۔
★ ایک قلم جس کے اندر ایک جن بند تھا۔
★ وہ اشتہاری مجرم جس نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔
قیمت:- ۲۰ روپے
عجیب کہانیاں ● فطین کہانیاں
مکتبۂ نفسیات ● پوسٹ بکس نمبر ۱۲۲۰۹ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اوڈے

فرینک، لارنس اور میگن کی لاشیں مقتول ملازم کی لاش کے ساتھ جواب بُری طرح سڑ رہی تھی مسٹر براؤنسی کی رہائش گاہ کے عقبی احاطے میں ایک گڑھا کھود کر دفن کر دی گئیں۔ مسٹر براؤنسی ہر طرح ہم دونوں سے تعاون پر آمادہ نظر آرہے تھے۔ انھوں نے کہا تھا۔

"ایک ریٹائرڈ فوجی اور اپنی حکومت کا وفادار ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ اگر میں تم دونوں کے جنگل سے بچ جاؤں تو سب سے پہلا کام یہی کروں کہ تمھارے بارے میں انتظامیہ کو اطلاع دے دوں لیکن یہاں انسانی رشتوں کا کھیل شروع ہو گیا ہے۔ تم نے انسانیت کے رشتوں کو زندہ رکھنے کے لیے اپنے ان ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جن کی مدد سے تمھاری زندگی بچ سکتی تھی اور تم یہاں سے فرار کی کوشش کر سکتے تھے۔ کامیابی یا ناکامی تمھارا ذاتی مسئلہ تھی ممکن ہے جس طرح گریوائلز کی خوفناک بندشیں توڑ کر تم یہاں تک پہنچے اسی طرح یہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو جاتے لیکن تم نے اپنی آزادی بلکہ اپنی زندگی خطرے میں ڈال کر ہماری زندگیاں بچالی ہیں۔ میں کس طرح اس درندگی کا ثبوت دے سکتا ہوں کہ تمھیں گرفتار کرا دوں۔ میں خود کو پوری زندگی اپنی قوم اور اپنی حکومت کا مجرم سمجھ کر شرمندہ ہو سکتا ہوں لیکن انسانیت کے خلاف یہ جرم میں نہیں کر سکوں گا۔ آؤ ہم پہلے یہ لاشیں ٹھکانے لگا دیں، اس کے بعد کوئی اور کام کریں گے۔ آجاؤ دوستو! براؤنسی سچے دل سے یہ باتیں کر رہا تھا۔ نینی میری بچی اور کیٹس تم جانتی ہو کہ تمھیں کس طرح یہ راز راز رکھنا ہے۔"

اس کے بعد ہی ایک گڑھا کھود کر لاشیں دفن کر دی گئی تھیں۔

اس دوپہر جو لنچ ہم نے کیا وہ یادگار حیثیت کا حامل تھا۔ مجھے تو یہی محسوس ہوا جیسے صدیوں بعد میں دوبارہ انسانوں کی آبادی میں پہنچا ہوں۔ چرن سنگھ نے کھانا کھاتے ہوئے کہا "بھائی جی! اتنا عمدہ کھانا کھلا کر اگر کوئی مجھ سے کہے کہ اپنے ہاتھوں سے پھانسی لگا کر مر جاؤ، تو میں اس کی بات مان لوں گا۔"

"کیا میں اس بات پر شک کروں کہ تم گریوائل سے بھاگے ہوئے قیدی ہو؟" مسٹر براؤنسی نے کہا۔

"نہیں مسٹر براؤنسی! یہ حقیقت ہے۔"

"تم جس جرم کی پاداش میں وہاں پہنچائے گئے تھے وہ اب تمھارے اور خدا کے درمیان معاملہ ہے۔ وہاں رہ کر اور یہاں پہنچنے تک تم جن مصائب کا شکار ہوئے، شاید وہ سزا تمھارے جرائم کے لیے کافی ہو۔ اب مجھے یہ بتاؤ میں تمھارے لیے کیا کروں؟"

"ہم اس سے زیادہ تمھیں تکلیف بھی نہیں دے سکتے — مسٹر براؤنسی! یہاں تک تو پہنچ گئے ہیں، اگر زندگی باقی ہے تو یہاں سے بھی نکل جائیں گے۔" میں نے کہا۔

"میں تمھارا مطلب نہیں سمجھا؟" مسٹر براؤنسی نے کہا۔

"ہمیں ایک بار اور ایسا ہی کھانا کھلا دیں، اس کے بعد ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔" چرن سنگھ نے کہا۔

"نہیں، میں تمھیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ مجھے سوچنے دو کہ میں تمھاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔" پھر چند لمحے کی خاموشی کے بعد وہ بولے "تم یہاں سے کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"کسی بھی ایسی جگہ جہاں خود کو آزاد محسوس کر سکیں، اس کے بعد کوئی نہ کوئی ٹھکانا بن ہی جائے گا۔"

"اس جگہ کے بارے میں تفصیل جانتے ہو؟"

"نہیں۔"

"یہ گریوائلز کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ یہاں کی آبادی تقریباً ڈیڑھ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے جس میں سے تقریباً ڈیڑھ لاکھ نفوس گریوائلز کی انتظامیہ سے متعلق ہیں۔ ان میں مختلف ممالک کے باشندے ہیں جو اپنے اپنے ملکوں کے قیدیوں کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ مفرور قیدیوں کی تلاش اور ان کے خلاف کارروائیوں کے لیے بیس بیس افراد پر مشتمل دستے ہیں جو ہر طرح کے ساز و سامان سے لیس ہیں اور اکثر مفرور قیدیوں کو گرفتار کر کے لاتے ہیں جن کا رابطہ گریوائلز سے رہتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ تمھارے فرار کی اطلاع ان تک پہنچ چکی ہوگی۔ یہ جزیرہ نہیں، بلکہ جزیرہ نما ہے لیکن ٹانڈوز نے تقریباً دو سال سے خشکی کا راستہ ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ ٹانڈوز کا مسئلہ خالص اسپینی حکومت کا مسئلہ ہے اس لیے ہیڈ کوارٹر کی انتظامیہ اس میں مداخلت نہیں کرتی۔ یہاں آنے والے اور یہاں سے جانے والے صرف سمندری راستے استعمال کرتے ہیں اور اس کے لیے حکومت کے بحری جنگی جہاز استعمال ہوتے ہیں۔ غیر سرکاری باشندے بھی انھی جنگی جہازوں میں سفر کرتے ہیں اور انھیں جانچ پڑتال کے سخت مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان حالات میں کسی اجنبی شخص کا ان جہازوں کے ذریعے یہاں سے نکل جانا تو ناممکنات میں سے ہے۔ میں تمھیں کسی قیمت پر اس بات کی اجازت نہیں دوں گا کہ تم اس طرح یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو، یہ ممکن ہی نہیں ہے۔" مسٹر براؤنسی نے عجیب سے انداز میں کہا اور میں اس میں انکی اپنائیت کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکا۔ اچانک وہ سوال مجھ سے پہلے چرن سنگھ پوچھ بیٹھا جو میرے ذہن میں آیا تھا۔ "یہ ٹانڈوز کیا چیز ہے جی؟" اس نے اپنی انگریزی میں پنجابی شامل کرتے ہوئے کہا اور مسٹر براؤنسی اسے دیکھنے لگے۔

"ٹانڈوز آج کل اس علاقے کا سب سے بڑا مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔ دراصل یہ لوگ گریوائلز علاقوں کے وہ قدیم قیدی ہیں جو صدیوں سے یہاں آباد ہیں، اس وقت بھی جب اسپینش حکومت نے بین الاقوامی معاہدے کے تحت مشترکہ قید خانے قائم نہیں کیے تھے یعنی زمانہ قدیم میں، گریوائلز کے ان جزیروں کو قیدیوں کے لیے مناسب ترین سمجھا گیا تھا اور یہاں وہ تمام قیدی لا کر رکھے جاتے تھے جو شہنشاہوں کے مخالف ہوتے تھے اور پھر جب قید کی میعاد ختم ہو جاتی تھی تو وہ اپنی دنیا سے اس قدر اجنبی ہو چکے ہوتے تھے کہ کسی قیمت پر وہاں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایسے قیدیوں کو جن میں چوروں، ڈاکوؤں، قاتلوں اور ہر قسم کے جرائم پیشہ افراد کی بہتات تھی، اسپین کے شہروں میں تو آباد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اسپین کی حکومت نے فیصلہ کیا تھا کہ ان قیدیوں کو پہاڑوں میں آباد کر دیا جائے اور انہیں زندگی کی عام سہولتیں فراہم کر دی جائیں۔ چنانچہ ٹانڈوز کی یہ بستیاں قائم ہو گئیں۔ کچی بستیاں تھیں جہاں زندگی کی سہولتیں صرف اس قدر تھیں کہ وہ لوگ زندہ رہ سکیں لیکن اس وقت کی حکومت نے مستقبل میں پیش آنے والی صورتِ حال پر غور نہیں کیا تھا۔ ٹانڈوز وہیں آباد ہو گئے اور ان کے معمولاتِ زندگی جاری ہو گئے۔ یہ لوگ کھیتی باڑی کرتے تھے اور کبھی کبھی کشتیوں میں بیٹھ کر جہازوں میں لوٹ مار بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن کوئی بڑی بحری قزاقی انہوں نے نہیں کی تھی۔ حکومت ان کی طرف سے اندیشوں کا شکار ضرور تھی لیکن اس معاملے میں کوئی مؤثر کارروائی عمل میں نہیں آسکی اور یہ منظم ہوتے چلے گئے۔ پچھلے چند سالوں سے انہوں نے بغاوت کا اعلان کر دیا اور اپنے لیے اپنے ہی علاقے میں خود مختاری کا مطالبہ کرنے لگے۔ اس سلسلے میں انہوں نے پہلے تو قانونی کارروائیاں کیں لیکن حکومت نے جب ان کی سرکوبی کے لیے چھوٹے چھوٹے فوجی دستے روانہ کیے تو چند ہی گھنٹوں کے بعد ان فوجی دستوں کو تہس نہس کر دیا گیا۔ صرف چند ہی افراد زندہ واپس آسکے تھے۔ اس کے بعد سے چھوٹی موٹی کارروائیاں جاری رہیں لیکن ان لوگوں نے جنگلوں اور پہاڑوں میں اس طرح اپنے مورچے بنا رکھے ہیں کہ چھوٹی موٹی جنگی کارروائیاں بالکل بے اثر ثابت ہوتی ہیں۔ ٹانڈوز کے خلاف چھوٹی موٹی کارروائیاں اب بھی جاری رہتی ہیں۔ اس علاقے کی سرحدی بستی فیزی کول ہے۔ فیزی کول بھی تقریباً ساٹھ ہزار افراد کی آبادی ہے لیکن اب زیادہ تر یہاں ٹانڈوز کے خلاف کارروائی کرنے والے رضاکار دستے متعین ہیں۔ ٹانڈوز مختلف راستوں سے یہاں بھی پہنچ گئے ہیں اور ان کی وحشت خیز کارروائیاں اس جگہ بھی جاری رہتی ہیں۔ اکثر و بیشتر المناک حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ انھوں نے اس جزیرہ نما کا خشکی کا راستہ بند کر دیا ہے اور فیزی کول کے بعد ان کا اپنا علاقہ شروع ہو جاتا ہے چنانچہ اس طرف سے کوئی آمد و رفت ممکن نہیں ہے۔" مسٹر براؤنسی نے مکمل تفصیلات بتاتے ہوئے کہا اور میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

چند لمحات کے بعد میں نے گردن اٹھائی اور مسٹر براؤنسی سے کہا "مسٹر براؤنسی! ان معلومات کے لیے میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں، آپ نے چونکہ ہم پر اتنی توجہ دی ہے اور ہماری وجہ سے شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہونے کے باوجود آپ نے ہمیں معاف کر دیا ہے اس لیے مجھے جرأت ہوئی ہے کہ میں آپ سے مزید اس سلسلے میں معلومات حاصل کر دوں۔"

مسٹر براؤنسی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر وہ بولے۔ "تم کس جرم کی پاداش میں گریوائل لائے گئے تھے؟"

"کیوں؟ یہ سوال آپ نے اتنی دیر کے بعد کیوں کیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہ کرتا، جیسا کہ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں لیکن گریوائلز میں لائے جانے والے وہ قیدی ہوتے ہیں جو اخلاق و آداب اور انسانیت کی حدود سے گزر چکے ہوتے ہیں جیسا کہ تمھارا وہ ساتھی جس کا نام تم اوڈے لیتے تھے اور جیسا کہ اس کے دوسرے ساتھی تھے، سوائے اس شخص میگن کے جسے بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ ایسے لوگ تو گریوائلز سے بھاگے ہوئے لوگوں میں شمار کیے جا سکتے ہیں لیکن وہ جو احسان کرنے کے بعد بھی اپنا احسان تسلیم نہیں کرتے، ایسے خطرناک قیدی نہیں ہو سکتے جنہیں گریوائل جیسی بھیانک جگہ لایا جائے۔"

"بعض لوگ گردشِ وقت کے قیدی بھی ہوتے ہیں مسٹر براؤنسی!" میں نے آہستہ سے کہا اور مسٹر براؤنسی ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بیشتر بے گناہ لوگ ایسے ایسے عذاب کا شکار ہو جاتے ہیں کہ انسانیت اس پر چیخ اٹھتی ہے۔ خیر تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"پوچھنا نہیں، بلکہ مشورہ لینا چاہتا ہوں۔"

"مطمئن رہو، میں تمھیں مشورہ دوں گا تم نے میری اور میرے خاندان کی زندگی بچائی ہے، اسے تحفظ فراہم کیا ہے تو یہ بات میرے فرائض میں بھی شامل ہے کہ میں تمھارے ساتھ وہ ہر ممکن تعاون کروں جو کر سکتا ہوں۔"

"شکریہ مسٹر براؤنسی! کیا کوئی صورت ایسی بھی ہو سکتی ہے کہ ہم دونوں ان جہازوں میں یہاں سے باہر نکل سکیں؟"

"میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ سمندر کے راستے سفر کرنے والے ایک ایک شخص پر اتنی کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے کہ کسی اجنبی کا یہاں داخل ہونا یا یہاں سے نکل جانا ناممکنات میں سے ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"وہ رضاکار جو بین الاقوامی حیثیت رکھتے ہیں، میرا مطلب ہے گریوانلز کے قیدیوں کے نگراں، کیا یہاں سے باہر نہیں آتے جاتے رہتے؟"

"ان کی ایک میعاد ہوتی ہے، اس میعاد سے پہلے وہ یہاں سے نہیں جاتے اور جب کوئی گروہ یہاں اپنی تقرری کا وقت پورا کر کے واپس جاتا ہے تو بے شمار مراحل سے گزر کر اسے یہاں سے نکلنا نصیب ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اس بین الاقوامی معاہدے کے تحت شرائط کے طور پر طے شدہ ہے تاکہ گریوانلز کا کوئی مفرور قیدی یہاں سے نہ نکل سکے۔"

"گویا ہر راستہ مسدود ہے ہمارے لیے؟"

"ہاں، اس سلسلے میں کوئی بھی کوشش بظاہر کارگر نہیں ہو سکتی۔ تاہم اگر تم چاہتے ہو تو حالات کا جائزہ لے لو۔ ممکن ہے تم اس سلسلے میں کوئی بہتر تدبیر کر سکو۔" مسٹر براؤننی نے جواب دیا۔

"دوسری صورت خشکی کے اس راستے سے نکلنے کی ہے جو تانڈورز کے علاقوں سے گزرتا ہے۔ کیا اس طرف سے سفر نہیں کیا جا سکتا؟ بے شک اس میں مشکلات ضرور پیش آئیں گی لیکن میرا خیال ہے اگر ہم تانڈورز کے علاقوں سے ہو کر نکلنے کی کوشش کریں تو ممکن ہے کامیابی نصیب ہو جائے۔" مسٹر براؤننی نے میری بات ختم ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا لیا تھا لیکن کچھ بولے نہیں تھے۔ جونہی میں خاموش ہوا، وہ بول پڑے۔

"ناممکن ہے، ناممکن ہے، زندگی کھو بیٹھو گے۔ وہ اجنبیوں کی بو سونگھ لیتے ہیں۔ اور ہر اجنبی کو حکومت کا نمائندہ سمجھتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ تم کس طرح اپنے آپ کو ان میں ضم کر سکو گے، وہ سفّاک اور وحشی، قاتل اور لیٹرے ہیں، وہ انسانیت سے اس قدر ناآشنا ہو چکے ہیں کہ اگر تم ان کی کارروائیوں کے نمونے دیکھو تو برداشت نہ کر سکو۔ دیوانے ہیں سب کے سب، ان کی کارروائیاں یہاں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اگر تم شہر کی سیر کے لیے نکل جاؤ تو تمھیں ایسے آثار ضرور نظر آئیں گے جو تانڈورز دہشت پسندوں کی کارروائیوں کی یادگار رہیں گے۔"

"تو پھر بھائی جی، بہتر یہی ہے کہ ہم یہیں شادی وادی کر لیں، بچے پیدا کریں اور آرام سے رہیں۔" چرن سنگھ نے پنجابی زبان میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔

مسٹر براؤننی بھی مسکرائے اور بولے "کیا کہتا ہے تمھارا یہ دوست؟"

"کچھ نہیں، کہہ رہا ہے کہ ہم یہیں رہائش اختیار کر لیں۔ بہتر یہی ہے۔"

مسٹر براؤننی اس بات پر مسکرائے نہیں بلکہ سنجیدہ سے ہو گئے تھے۔ انھوں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "کاش یہ ممکن ہوتا لیکن تم نے گریوانلز سے فرار کا منصوبہ اسی لیے تو نہ بنایا ہوگا کہ وہاں سے ہٹ کر یہاں آباد ہو جاؤ۔ تم یقیناً اُن لوگوں کے درمیان جانا چاہتے ہو گے جو تمھارے اپنے ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر براؤننی، بڑا دل تڑپتا ہے ان لوگوں کے لیے لیکن بہرطور ہم کچھ نہ کچھ سوچیں گے، کوئی حل نکالیں گے۔"

"ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں میں تم سے۔" مسٹر براؤننی نے کہا۔ "اس وقت تک، جب تک کوئی مکمل صورت حال ذہن میں نہ آ جائے، مناسب ہوگا کہ تم اسی جگہ قیام کرو۔ تم دونوں مجھ پر اور میرے اہل خاندان پر کسی طرح بار نہیں ہو گے، میں تمھاری بہتر حفاظت کر سکوں گا اور یہ کام کر کے مجھے خوشی بھی ہوگی۔"

میں نے شکر گزار نگاہوں سے مسٹر براؤننی کو دیکھا اور گردن ہلا کر بولا "مسٹر براؤننی اس دیار غیر میں آپ کا یہ تعاون ہماری زندگی کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ حالانکہ ہمارے ہاتھوں آپ کو نقصان ہی پہنچا ہے۔"

مسٹر براؤننی پھر اپنے مخصوص انداز میں ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "بہتر ہے کہ ہم تکلفات میں وقت ضائع نہ کریں۔ کیا تم میری یہ پیش کش قبول کرتے ہو؟ میں جانتا ہوں کہ گریوانلز سے نکل آنے والے اس قدر کم ہمت اور عام سے لوگ نہیں ہوں گے جو مجھ جیسے کمزور بوڑھے کا سہارا قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں لیکن وقت کا تقاضا یہی ہے کہ تمھارے معاملات میں مداخلت کروں۔ یہ بحث تو اب ختم کہ تم یہاں نہیں رہو گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں یہ پیش کش کرتا ہوں کہ میں اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کام لے کر تمھیں یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔ فوجی زندگی سے ریٹائر ہونے کے بعد میں نے یہ پُرسکون گوشہ اپنا لیا تھا، اس لیے بھی کہ میرے ساتھ بھی کچھ المناک واقعات پیش آ چکے ہیں لیکن میرے تعلقات مختلف لوگوں سے ہیں، دنیا سے کنارہ کشی کا یہ دور زیادہ طویل نہیں ہے، میں اپنے تعلقات پھر بحال کر دوں گا اور تمھارے لیے یہاں سے نکلنے کے راستے تلاش کروں گا یہ میری مخلصانہ پیش کش ہے، چنانچہ کچھ وقت اطمینان سے گزارو۔ ہاں، اپنے طور پر تم پلاننگ کر سکتے ہو اور مجھ سے مشورہ بھی دو۔ میں ہیڈکوارٹر کی تازہ صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد تمھیں یہ بھی بتاؤں گا کہ کچھ نئے قیدیوں کے فرار کی خبریں یہاں تک پہنچی ہیں یا نہیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر میں تمھیں موقع دوں گا کہ یہاں کی سیر بھی کر لو۔"

ہم نے مسٹر براؤننی کی یہ پیش کش قبول کر لی تھی چنانچہ یہاں ہماری حیثیت مہمانوں کی سی ہو گئی لیکن ایسے مہمانوں کی سی جو عام لوگوں کی نگاہوں میں نہیں آ سکتے تھے۔ مسٹر براؤننی نے اپنے اہل خاندان کو خصوصی طور پر یہ ہدایت کر دی تھی کہ ہمارے بارے میں کوئی خبر باہر نہ جانے پائے۔ بچّوں کو انھوں نے خاص طور سے ہدایت کی تھی، انھی سے خطرہ تھا، ورنہ باقی لوگ تو سنجیدہ تھے۔

دوسری رات ہی مسٹر براؤننی سے نینسی کے بارے میں بھی بات ہوئی اور مسٹر براؤننی نے غمناک لہجے میں بتایا۔

"ایشر، نینسی کا شوہر تھا اور ان بچّوں کا باپ۔ بہت ہی خوبصورت جوان تھا۔ تم نے ڈرائنگ روم میں اس کی تصویریں لگی ہوئی دیکھی ہوں گی اور یہ لباس جو تمھارے بدن پر موجود ہے، ایشر ہی کی یادگار ہے۔ وہ ایک ہوائی حادثے کا شکار ہو گیا۔ نینسی اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔ اس کے بعد نینسی غموں کے انبار تلے دب گئی۔ اس کا ذہنی توازن بھی کسی قدر خراب ہو گیا ہے۔ کبھی اس پر دورہ بھی پڑ جاتا ہے، ویسے عام طور سے وہ خاموش رہتی ہے میرا خیال ہے ایشر کی موت سے آج تک کسی نے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں دیکھی۔ یہ بچے باپ سے محروم ہو گئے ہیں، میرا بیٹا باہر کاروبار کرتا ہے اور کبھی کبھی یہاں آتا ہے، میں شاید یہ علاقہ چھوڑ دیتا لیکن نینسی یہاں سے نہیں جانا چاہتی اور یہی کیفیت کیلس کی ہے، ان دونوں کی وجہ سے میں اپنے اس آبائی علاقے کو نہیں چھوڑ سکتا۔" نینسی کی اس بے چارگی پر ہم دونوں کو ہی دُکھ ہوا۔ بہرحال یہاں رہ کر ہم ان کے لیے کسی طور بار نہیں بننا چاہتے تھے لیکن مجبوریاں بھی کوئی حیثیت رکھتی تھیں۔

مسٹر براؤننی نے ہمارے لیے واقعی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ اب وہ دن بھر گھر سے غائب رہتے، ان کی غیر موجودگی مِز کیلس اور نینسی... یہاں کے معمولات سنبھالے رہتی تھیں مسٹر براؤننی کا حلقۂ احباب بہت ہی محدود تھا۔ صرف چند ہی افراد کبھی کبھار وہاں آ جاتے تھے جن سے مسٹر براؤننی ڈرائنگ روم میں ہی ملاقات کرتے اور وہیں سے رُخصت کر دیتے۔ اس دوران صرف دو بار ایسا ہوا تھا، جب ان کے ملاقاتی آئے تھے۔ یہ بھی بوڑھے اور ریٹائرڈ فوجی تھے۔

ہم مطمئن تھے کسی طرح کی کوئی پریشانی فوری طور پر نہیں تھی۔ عمدہ سے عمدہ کھانا فراہم کیا جا رہا تھا۔ ہلکی پھلکی ورزشیں بھی ہم نے جاری رکھی تھیں۔ خاص طور سے دونوں بچے ہر وقت ہمارے ساتھ لگے رہتے تھے لیکن ہم ان بچّوں کو خود سے زیادہ مانوس نہیں کرنا چاہتے تھے ورنہ ہماری روانگی کے بعد ان کے لیے بھی دُکھ پیدا ہو جاتے۔

چند روز بعد مسٹر براؤننی نے بتایا کہ یہاں نئے مفرور قیدیوں کے پہنچنے کی کوئی اطلاع بظاہر نہیں ہے، چند پولیس افسران سے ان کی دوستی ہے، ان کے درمیان بھی وہ عام طور سے اٹھتے بیٹھتے رہتے ہیں، ہر موضوع پر بات چیت ہوتی ہے لیکن ایسی کوئی اطلاع ان کے کانوں تک نہیں پہنچی اور اس وجہ سے اگر ہم لوگ چاہیں تو تھوڑی بہت آوارہ گردی بھی کر سکتے ہیں لیکن مسٹر براؤننی کے ساتھ۔ انھوں نے تنہا ہمیں باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

مسٹر براؤننی کبھی کبھی بہت اداس ہو جاتے تھے، ایک بار انھوں نے کہا۔ "اب تو جی یہ چاہتا ہے کہ یا تو خود بھی تم لوگوں کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤں یا پھر تم لوگوں کو ہی یہاں رہنے پر مجبور کر دوں۔ کچھ ایسی ہی اُنسیت ہو گئی ہے تم سے۔ سوچتا ہوں، تم چلے جاؤ گے تو ایک بار پھر اُداسیاں میری زندگی میں لوٹ آئیں گی۔"

"آپ اپنے بیٹے کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے مسٹر براؤننی؟"

"یہ دونوں خواتین... کاش یہ اس بات پر تیار ہو جائیں۔ میں واقعی اب بہت تھکن محسوس کرنے لگا ہوں۔ بہرحال ایک منصوبہ میرے ذہن میں آیا ہے جو مخلصانہ طور پر میں تمھارے کانوں تک پہنچا دیتا ہوں۔"

"جی جی، فرمائیے۔"

"اگر تم پولیس افسران کے طور پر فیری کول تک پہنچ جاؤ اور وہاں اپنے لیے کوئی جگہ بنا لو تو میرا خیال ہے کچھ عرصہ وہاں گزارنے کے بعد واپس آ کر تم یہاں سے باہر جانے کا مطالبہ کر سکتے ہو۔ تم دونوں ذہین ہو، میں تمھارا تجزیہ کرتا رہا ہوں۔ اگر یہ کوشش کر لو اور دہشت پسندوں کے خلاف تھوڑی بہت کارروائی کر لو تو تمھیں ایک خاص مقام حاصل ہو جائے گا اور اس کے بعد تم یہاں سے باہر نکلنے کا مطالبہ کر سکتے ہو۔ یہ منصوبہ دیر طلب ضرور ہے لیکن میرا خیال ہے اس علاقے سے نکلنے کا اس سے مؤثر ذریعہ اور کوئی نہیں ہے۔" مسٹر براؤننی کے اس منصوبے پر ہم دونوں غور کرنے لگے تھے۔ اس دوران اس علاقے کی جتنی سیر و سیاحت کی تھی اور جو کچھ یہاں دیکھا تھا اس سے مسٹر براؤننی کی باتوں کی تصدیق ہوتی تھی کہ یہاں سے نکلنا آسان کام نہیں ہے بلکہ ایک طرح سے ناممکن ہے۔ یہاں ان لوگوں نے اس قدر سخت انتظام کر رکھا تھا کہ کسی کا نکل جانا یا داخل ہو جانا ناممکنات میں سے تھا۔ چنانچہ تھوڑے وقت کا زیاں اور سہی۔ اس اُمید پر کہ شاید کوئی بہتر صورت پیدا ہو جائے۔

چرن سنگھ تو فوراً تیار ہو گیا تھا لیکن میں نے کچھ سوچنے کا وقت طلب کیا اور اسی رات میں نے چرن سنگھ سے اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سلسلے میں گفتگو کی۔

"مسٹر براؤنسی کا منصوبہ نہایت ہی پیچیدہ ہے۔ ہم یہاں سے فیری کول چلے جاتے ہیں اور وہاں پر تانڈورز کے خلاف کارروائیوں میں حصہ لیتے ہیں تو کیا یہ آسان کام ہوگا؟" میں نے کہا۔

"بھائی جی، تانڈورز کے خلاف کارروائیاں کرے گا ہی کون! بس دس بیس گولیاں چلالیں گے، تھوڑا سا غل غپاڑہ مچالیں گے اور اس کے بعد واپس آجائیں گے۔ ہمیں کیا پڑی ہے کہ ان لوگوں کے خلاف کارروائی کریں اور پھر سچی بات تو یہ ہے کہ وہ قیدی بھی ہمارے ہی جیسے ہوں گے، ہم ان کے خلاف کارروائی کیوں کریں۔ لیکن جہاں تک یہاں سے نکل جانے کی بات ہے، اس سلسلے میں میرے خیال میں یہ طریقہ مفید ہوسکتا ہے۔"

"ہاں چرن سنگھ! میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ واقعی اس سے بہتر منصوبہ.... اور کوئی نہیں ہوسکتا، اگر ہمیں یہاں مقامی لوگوں کی سی حیثیت حاصل ہوجائے۔"

"مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے بھائی جی کہ ہمیں یہ حیثیت کیسے ملے گی؟ آخر کوئی نام تو ہوگا ہمارا؟ کوئی اتا پتا تو ہوگا، لوگ پوچھیں گے بھی، ایسی شکل میں ہم کیا کریں گے؟"

"میرا خیال ہے کچھ اس قسم کے معاملات ضرور ہوں گے جن کی وجہ سے مسٹر براؤنسی نے ہمارے بارے میں یہ بات سوچی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے بھائی جی۔ یہاں رہ کر وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ ہمیں اس بات پر عمل کر ڈالنا چاہیے، ورنہ یہاں پڑے پڑے تو ہم کاہل ہوجائیں گے اور اگر ان لوگوں سے زیادہ محبت ہوگئی تو پھر اپنی دنیا میں واپس جانا ہمارے لیے مشکل ہوجائے گا۔" چرن سنگھ کی آنکھوں میں امید کے چراغ روشن ہوگئے تھے۔

میں نے اس کا چہرہ دیکھا اور دل میں کہا: "ٹھیک ہے چرن سنگھ، میں تم سے ذرا مختلف ہوں، بے شک میرے کچھ ہمدرد مجھ سے کچھ محبت کرنے والے ہیں اور پھر ایک مشن میرے سامنے ہے، ایک ایسا مشن جسے میں نے خود اپنے لیے قبول کیا ہے اور وہ نیک جذبوں کے تحت میرے سینے میں روشنی بن کر سماگیا ہے لیکن اس کے باوجود میرا اس دنیا میں ایسا کوئی ہمدرد، کوئی ساتھی نہیں جس کے لیے میرے دل میں ہوک اٹھتی ہو، تاہم میں تمہارے لیے یہ سب کچھ ضرور کروں گا۔"

ہم نے مسٹر براؤنسی سے آمادگی کا اظہار کیا تو وہ کچھ افسردہ سے ہوگئے۔ غالباً یہ ہماری روانگی کے احساس کا نتیجہ تھا۔ پھر انھوں نے کہا: "ٹھیک ہے، میں تمہارے لیے اس سلسلے میں انتظام کردوں گا۔ پہلے تو میں تمہارے لیے کچھ ایسے کاغذات حاصل کرتا ہوں جن کی رُو سے تم یہاں کے شہری ثابت ہوجاؤ اور اس کے بعد میں پولیس کے ایسے کاغذات حاصل کرتا ہوں یا انتظامیہ کے جن کی رُو سے تمھیں پولیس آفیسر تسلیم کرلیا جائے لیکن یہ کام مقامی طور پر نہیں ہوسکتا اس لیے میں تمھیں فیری کول بھیج رہا ہوں۔ یہاں کی انتظامیہ کے افراد ایک دوسرے کو بخوبی جانتے ہیں جبکہ فیری کول کا علاقہ ایسا ہے کہ وہاں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو یہاں کے لیے اجنبی ہوں، تم یہاں سے یہاں کے رہنے والوں کی حیثیت سے جاؤ گے اور وہاں سے وہاں کے رہنے والوں کی حیثیت سے یہاں آؤ گے۔ تمھیں ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔ اس لیے کہ تم تانڈورز کے خلاف براہِ راست کارروائیوں میں حصہ لے چکے ہوگے۔ چنانچہ تمہاری حیثیت معزز لوگوں کی سی ہوگی۔ اگر یہیں سے کوئی اس قسم کا معاملہ بن سکتا تو میں تمھیں کبھی فیری کول نہ روانہ کرتا۔"

"ہم آپ کو بہت تکلیفیں دے رہے ہیں، اس کا احساس ہمیں ہمیشہ رہے گا۔"

مسٹر براؤنسی کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو قطرے لڑھک گئے تھے جنھیں انھوں نے پھرتی سے صاف کیا اور پھر بولے: "ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں ہے۔ تم نے بھی تو میرے بچوں کو بچایا ہے۔" یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔

تقریباً ایک ہفتہ مسٹر براؤنسی نے ہمارے لیے کاغذات کے حصول کی کوششوں میں صرف کیا اور ایک شام انھوں نے ہمارے سامنے کچھ کاغذات رکھ دیے۔

"اب تم مقامی شہری ہو اور رضاکارانہ دستوں کے ساتھ فیری کول جاسکتے ہو۔ ان کاغذات کی رُو سے مسٹر چرن سنگھ، تمہارا نام بڈی مارگینو ہے اور تم ہاریس کوانٹ ہو۔ تم دونوں پولیس افسر ہو، یہاں سے خاموشی کے ساتھ تمھیں اس ریلوے اسٹیشن تک پہنچنا ہے جہاں سے ایک ٹرین تانڈورز کے خلاف حصہ لینے والے رضاکار دستوں کو لے کر فیری کول جاتی ہے۔ اس ٹرین سے سفر کرنے والوں کی کوئی جانچ پڑتال نہیں ہوتی کیونکہ اس کا سفر صرف فیری کول تک ہوتا ہے اور وہاں پہنچنے والوں کی نیت پر کبھی شبہ نہیں کیا جاتا، چنانچہ تم پولیس افسر کی وردی میں ریلوے اسٹیشن تک خاموشی سے پہنچا دیے جاؤ گے اور اس کے بعد ہر قسم کی مشتبہ نگاہوں سے محفوظ ہوگے۔ فیری کول پہنچنے کے بعد تمھیں کہیں بھی کسی بھی اسٹیشن سے رابطہ قائم کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ اگر اتفاق سے کبھی تمہارے کاغذات طلب کرلیے جائیں تو تم بڑے شوق سے یہ کاغذات دکھاتے

تم پر کوئی شبہ نہیں کیا جائے گا۔ البتہ وہاں کے افسران کی نگاہوں میں آنے کی کوشش کرتے رہنا اور جو کچھ کرو اس انداز میں کرنا کہ لوگوں کو تمہارے بارے میں علم ہوتا رہے۔ پھر جب تم وہاں سے آؤ گے تو تمھیں کسی ایسے افسر سے مل کر واپس آنا ہوگا جو وہاں نمایاں حیثیت رکھتا ہو۔ وہی افسر تمھیں باہر کی دنیا میں جانے کا اجازت نامہ مہیا کرے گا اور اس کے بعد تمہارے لیے کوئی مشکل نہیں رہے گی۔ میں بڈی مارگینو اور ہاریس کوانٹ کو زندگی کے آخری لمحات تک نہیں بھولوں گا، چنانچہ جب یہاں سے واپس جاؤ میرے بچو! تو مجھ سے مل کر ضرور جانا۔"

مسٹر براؤنسی اس وقت اپنی آواز پر قابو نہ رکھ سکے اور ان کے حلق سے سسکیاں سی نکل گئیں۔ انسانی محبت کے اس احساس کو ہم بھی نظر انداز نہیں کرسکتے تھے، ہم انھیں تسلیاں دیتے رہے۔ مسٹر براؤنسی نے ہمارے لیے پولیس آفیسرز کی وردیاں اور ایسا کچھ سامان بھی فراہم کردیا تھا جو ہمارے کام آسکتا تھا۔ دو سوٹ کیس ہمیں فراہم کیے گئے تھے جن میں ہمارے لیے لباس وغیرہ تھے۔

جس صبح ہم روانہ ہونے والے تھے اس سے ایک دن پہلے، شام کو نینسی دفعتاً اس کمرے میں آگئی جس میں صرف میں موجود تھا، چرن سنگھ کہیں گیا ہوا تھا۔ اُس کی آنکھیں گہری سُرخ اور متورم ہورہی تھیں۔ وہ میرے سامنے آکھڑی ہوئی اور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"ہیلو نینسی! آؤ۔" میں نے کہا۔ لیکن وہ پتھر کے بت کی مانند وہیں کھڑی رہی۔ اس کی آنکھوں سے ایک عجیب سی کیفیت نمایاں تھی۔ نینسی کی آنکھوں میں پوشیدہ پیغام پڑھ لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ وہ اپنی زندگی میں ایک بار پھر بہاریں واپس لانا چاہتی تھی۔ لیکن میں بہاروں کی دنیا کا انسان نہیں تھا، میں تو خزاں کا نمائندہ تھا۔ میں بھلا اس بے چاری کو کیا دے سکتا تھا۔ وہ زندگی میں بہت کچھ کھونے کے بعد اب جو کچھ پانے کی آرزو کررہی تھی اس کے لیے اس نے غلط شخص کا انتخاب کیا تھا۔ میں اس کی نگاہوں کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دے سکا اور نینسی مجھے دیکھتی رہی۔

میں نے ایک بار پھر آگے بڑھ کر کہا: "نینسی! آؤ بیٹھو۔ کوئی کام ہے مجھ سے؟" لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس اس کی نگاہیں سوال کرتی رہیں اور جب میری طرف سے اس نے کوئی جواب نہیں پایا تو خاموشی سے مُڑی اور تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

اس سے زیادہ پاکیزہ طریقہ اظہارِ حال کا اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا، اس سے زیادہ مؤثر انداز میں جذبات کی عکاسی کسی اور طرح نہیں کی جاسکتی تھی لیکن میری بدقسمتی کہ میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی نہ جاننے والوں میں سے تھا۔ اس کے بعد نینسی میرے سامنے نہیں آئی۔ مجھے اس کے دُکھ کا اندازہ تھا۔

پھر کیلس نے ہمیں رخصت کیا۔ نینسی اپنے بچوں کے ساتھ تھی۔ بچوں کو وہ لوگ ہماری روانگی کے بارے میں بتانا نہیں چاہتے تھے۔ وہ ہم سے کافی مانوس ہوگئے تھے۔

مسٹر براؤنسی ہم دونوں کو ایک گاڑی میں لے کر چل پڑے اور اچھا خاصا سفر طے کرنے کے بعد ہم اس ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے جہاں روانہ ہونے والوں کا ہجوم تھا۔ مخصوص قسم کی انتظامیہ کی وردی میں ملبوس جوان اِدھر سے اُدھر جارہے تھے۔ یہاں سے تقریباً روزانہ ہی پُرانے طرز کی ٹرین فیری کول تک جاتی تھی اور وہاں سے واپس آتی تھی۔ ٹرین روانہ ہونے میں تقریباً چار گھنٹے باقی تھے۔ یہ چار گھنٹے مسٹر براؤنسی نے ہمارے ساتھ ہی گزارے اور پھر جب اسٹیشن پر ٹرین کی روانگی کا اعلان ہوا تو دوسرے لوگوں کے ساتھ ہم بھی ایک کمپارٹمنٹ میں آکر بیٹھ گئے۔ مسٹر براؤنسی ٹرین کی روانگی تک ہمارے ساتھ موجود رہے تھے اور اس کے بعد وہ نمناک نگاہوں سے ہمیں دیکھتے ہوئے رخصت ہوگئے۔ ٹرین آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئی تھی۔

چرن سنگھ کی ذہنی کیفیت کا تو مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن مجھے زندگی کے ان انوکھے ہنگاموں پر ہنسی آرہی تھی۔ کمپارٹمنٹ میں ہماری طرح کے بے شمار افراد موجود تھے چونکہ ٹرین ابھی ابھی روانہ ہوئی تھی اس لیے وہ سب اپنے اپنے طور پر مصروف تھے کوئی اپنا سامان سنبھال کر رکھ رہا تھا تو کوئی اپنی رائفل کو اس طرح محفوظ کرکے رکھ رہا تھا کہ اس میں کوئی خرابی نہ پیدا ہوجائے۔

مسٹر براؤنسی نے ہمیں وردیاں تو فراہم کردی تھیں لیکن ان کے ساتھ اسلحہ فراہم نہیں کیا تھا۔ البتہ میرے پاس ایک پستول موجود تھا، میں نے اسے چھپا کر رکھا تھا۔ سب مشین گنیں ہم نے مسٹر براؤنسی کے پاس چھوڑ دی تھیں جن کے بارے میں انہوں نے کہا تھا کہ وہ انھیں زمین میں دفن کردیں گے تاکہ کسی کی نگاہوں میں نہ آسکیں۔ یہ سب مشین گنیں محافظوں کی تھیں اور انھیں پہچانا جاسکتا تھا۔ پستول میں نے صرف اس لیے محفوظ کرلیا تھا کہ اگر کوئی اہم ضرورت پیش آگئی تو استعمال کیا جاسکے۔

میں باہر کے مناظر دیکھنے لگا۔ بہت ہی سرسبز و شاداب علاقہ تھا جس میں ٹرین اس وقت سفر کررہی تھی۔ یہ علاقہ نواحی تھا اور تقریباً پچاس یا ساٹھ منٹ تک ٹرین ایسے راستے سے گزرتی رہی جس کے ارد گرد باغات اور کھیتوں کا سلسلہ تا حدِ نگاہ پھیلا ہوا تھا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ بنجر زمین کی ابتدا ہوگئی اور جوں جوں ٹرین آگے بڑھتی گئی، موسم خشک اور شدید ہوتا چلا گیا۔ اب ہمارے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چاروں طرف بے آب دگیاہ پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں ٹرین کبھی کسی درّے سے اور کبھی بلندی سے گزرتی، بلندی پر چڑھتے ہوتے اس کی رفتار سست ہو جاتی اور جب وہ ڈھلوان میں اترتی تو طوفانی رفتار کا مظاہرہ کرنے لگتی۔

تھوڑی دیر بعد میں نے کمپارٹمنٹ میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر نگاہ ڈالی. میں ایسے لوگوں کا انتخاب کر رہا تھا جن سے کوئی شناسائی پیدا کی جا سکے۔ البتہ جرن سنگھ نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور افیونیوں کی طرح اونگھ رہا تھا. میرے سامنے کی سیٹ پر ایک تنومند نوجوان بیٹھا ہوا تھا جس کی پیشانی سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ خوش مزاج طبیعت کا مالک ہے. میری اس سے نگاہیں ملیں تو وہ مسکرا دیا. میں نے بھی فوراً جوابی مسکراہٹ سے اس کا استقبال کیا۔

"تانڈوز کے خلاف جدوجہد میں حصہ لینے جا رہے ہیں آپ؟" اس نے میری مسکراہٹ کے جواب میں کہا۔

"ہاں۔ یہ مسئلہ قومی حیثیت رکھتا ہے، تانڈوز کو ختم ہونا ہی چاہیے۔" میں نے پُرعزم لہجے میں کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان کی درندگی انتہا کو پہنچ چکی ہے لیکن میں پُرزور الفاظ میں یہ بات کہتا ہوں کہ یہ ہماری حکومت کی نااہلی ہے۔ اتنے بڑے خطرے کی کیوں پرورش کی گئی۔ اگر ان لوگوں کی فطرت سے واقف تھے تو پھر انہیں گرے وائلز کے جزائر میں ہی رہنے دیا جاتا یا انہیں کم از کم ایسی جگہ آباد کیا جاتا جہاں یہ اس طرح منظم نہ ہو پاتے. پھر خواہ انھیں تمام سہولتیں مہیا کر دی جاتیں۔ اس کام کے لیے گرے وائلز کا ایک جزیرہ ان کے لیے مخصوص کیا جا سکتا تھا۔ انھیں آخر ایسے مقام پر کیوں لا کر رکھا گیا جہاں وہ خودمختاری کی طرف قدم اٹھانے کے قابل ہو گئے. غلطی بہت پرانی ہے لیکن نئے لوگوں کو ملک وقوم کے دوسرے مسائل کے ساتھ اس مسئلے پر بھی توجہ دینی چاہیے تھی۔"

"جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا ہے، اب تانڈوز کی سرگرمیوں کو روکنے کا مسئلہ ہے. کیا ان کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا؟"

"بہت بڑی تعداد نہیں ہے ان کی لیکن ہر طرح کے مجرم ان میں شامل رہے ہیں. مجرموں کی اولاد بھی مجرمانہ ذہنیت رکھتی ہے اور انہوں نے اس طرح ان کی تربیت کی ہے کہ وہ ان سے زیادہ خطرناک مجرم بن گئے ہیں۔"

"لیکن انہیں اسلحہ کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟"

"خدا جانے۔ ویسے ہمارا تو یہ خیال ہے کہ یہ اسلحہ بھی وہ خود ہی تیار کرتے ہیں۔"

"ہوں۔" میں خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد تعارفی سلسلہ شروع ہوا۔ اس شخص کا نام گریتھر آٹرن تھا۔ میں نے اسے اپنا اور اپنے ساتھی کا نام بتایا اور اس طرح ہم نے گریتھر آٹرن کو اپنا دوست بنا لیا۔ یہ شخص اس سے پہلے بھی فیری کول میں اپنی خدمات انجام دے چکا تھا اور ایک بڑے پولیس آفیسر کی حیثیت رکھتا تھا۔ جب میں نے اُسے اپنے اور اپنے دوست کے بارے میں بتایا کہ میں رضاکارانہ طور پر بھرتی ہو کر تانڈوز کے خلاف جنگ کرنے جا رہا ہوں تو اس نے میرے جذبے کو بے حد سراہا۔ اس نے ہمارے بارے میں ذاتی نوعیت کا کوئی سوال نہیں کیا تھا اور اس بات سے مجھے بڑی خوشی ہوئی تھی۔ گریتھر آٹرن جیسے شخص کا مل جانا، میرے خیال میں ایک نیک فال تھا۔ کیونکہ وہ خاصی اچھی پوزیشن کا مالک تھا، نوجوان آدمی تھا اور تانڈوز کے خلاف دل میں بے پناہ نفرت رکھتا تھا۔ اس نے کہا۔ "ایک پورا اسٹیشن میرے تحت ہے اور میں وہاں تانڈوز کی خطرناک کارروائیوں پر نگاہ رکھتا ہوں۔ ان لوگوں نے فیری کول میں بھی اپنے ٹھکانے بنا لیے ہیں اور اس قسم کی وحشیانہ کارروائیاں کرتے رہتے ہیں کہ انسانیت کانپ اٹھتی ہے۔ اکثر وہ فیری کول میں داخل ہو کر قتل عام کرتے ہیں۔ فیری کول کے نواح میں چھوٹے چھوٹے قصبوں اور دیہاتوں میں بھی ان کی کارروائیاں جاری رہتی ہیں اور ہمیں فوری طور پر ان کی سرکوبی کے لیے روانہ ہونا پڑتا ہے ویسے ہمارے بہت سے آدمی ان کے درمیان شامل ہو گئے ہیں اور ان کے بارے میں ہمیں خبریں فراہم کیا کرتے ہیں۔" پھر اُس نے پوچھا۔ "آپ لوگ کہاں قیام کریں گے؟"

"یہ جو جذبات لے کر ہم فیری کول جا رہے ہیں ان کی موجودگی میں قیام وطعام کی پریشانی کی ضرورت نہیں ہے اگر ہمیں کسی پہاڑی ٹیلے پر بھی گنجائش مل سکی تو ہم وہاں بھی رہیں گے اور اپنی خدمات انجام دیں گے۔" میں نے کہا۔

"واقعی ان لوگوں کے خلاف اسی جذبے کی ضرورت ہے لیکن خوش قسمتی ہے میری... اور آپ کی بھی مسٹر ہاریس کہ ہماری ملاقات ہو گئی۔ اب بھلا اس بات کی کیا گنجائش ہے کہ آپ کو وہاں کوئی تکلیف ہو۔ آخر آپ کا دوست آٹرن کس کام آئے گا؟" میں نے دل ہی دل میں مسرت کی لہریں اٹھتی ہوئی محسوس کیں۔ یہاں بھی میری غیبی امداد ہوئی تھی اور میں دل ہی دل میں اپنے رب کا شکر ادا کر رہا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آٹرن کا مل جانا ہمارے لیے نیک فال تھا۔ تمام سفر کے دوران ہم گریتھر آٹرن سے گفتگو کرتے رہے۔ جرن سنگھ کو صورتِ حال تو معلوم نہیں تھی لیکن مجھے اس کی طرف متوجہ دیکھ کر اور میرے تعارف کرانے پر وہ بھی گریتھر آٹرن سے بڑی گرمجوشی سے گفتگو کرنے لگا تھا جس کے نتیجے میں فیری کول میں داخل ہونے کے بعد ہمیں ایک چھوٹی سی پناہ گاہ مل گئی جو بیرک کی شکل میں تھی۔ ان بیرکوں میں تمام رضاکار رہا کرتے تھے۔ بیرک کا ایک کمرہ ہم لوگوں کو الاٹ کر دیا گیا۔ یہاں رضاکاروں کو خاصی مراعات فراہم کر دی گئی تھیں جن میں مفت کھانے پینے کا سامان، مفت رہائش اور اسلحہ کی سپلائی بھی شامل تھی۔

ایک بڑا مسئلہ حل ہو گیا تھا جس کا ہم اس انداز میں تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے بعد ہم نے فیری کول اور اس کے نواح کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ ہمیں ضرورت کے لیے ایک فوجی ٹائپ کی جیپ بھی مل گئی تھی۔ ان تمام چیزوں کا حصول بڑا غنیمت تھا۔ گریتھر آٹرن نے اپنے اسٹیشن کا چارج لے لیا تھا اور اب اکثر اس سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔

اس بیرک میں ہمارے علاوہ بے شمار افراد موجود تھے جن سے آہستہ آہستہ ہم نے شناسائی پیدا کر لی. مقصد یہی تھا کہ ہماری ذات کسی کی نگاہوں میں مشکوک نہ ہو سکے۔ اب ہم اپنی جیپ میں بیٹھ کر نواحی علاقوں کی سیر کو نکل جاتے، وہ علاقے ہم نے بخوبی دیکھ لیے تھے جہاں تانڈوز اپنی کارروائیاں کرتے تھے۔ تانڈوز کا طریقہ کار آہستہ آہستہ ہمارے علم میں آتا جا رہا تھا اور یہ اندازہ ہونے لگا تھا کہ وہ مظلوم نہیں ہیں بلکہ اپنی مجرمانہ خودمختاری کے حصول کے لیے انہوں نے انسانیت سوز مظالم شروع کر رکھے ہیں۔ ایک دن ہم اپنی بیرک میں اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے کہ اٹینڈنٹ نے مجھے گریتھر آٹرن کے ٹیلی فون کی اطلاع دی۔ ایک مشترکہ ٹیلی فون ہر بیرک میں موجود ہوتا تھا اور وہاں ایک اٹینڈنٹ بیٹھا رہتا تھا۔ گریتھر آٹرن نے ہاریس کو طلب کیا تھا۔ میں نے ٹیلی فون ریسیو کیا تو آٹرن کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو ہاریس، نواحی قصبے میں ایک بھیانک قتل ہوا ہے، کیا تم اس سلسلے میں کچھ دلچسپی لو گے؟"

"کیوں نہیں مسٹر آٹرن! کیا میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں؟ کون قتل ہوا ہے؟"

"یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی بالٹرن ہے جس میں ہمارا ایک آدمی آئی مین رہتا تھا. کسی نے آئی مین، اس کی بیوی اور بیٹی کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بستی والے قاتل کو جانتے ہیں لیکن ان کی زبانیں خوف سے گنگ ہیں۔ تم اس سلسلے میں دلچسپی لینا چاہو تو میرے پاس پہنچ جاؤ۔"

"میں مارگینو کے ساتھ آ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"او کے! میں انتظار کر رہا ہوں۔" گریتھر آٹرن کی آواز سنائی دی اور اس نے فون بند کر دیا۔ میں واپس آ کر جرن سنگھ کو اس سلسلے میں تفصیل بتانے لگا. جرن سنگھ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"بھائی جی! ہم تو واقعی ایک مصروف ترین آدمی بن گئے ہیں۔"

"معاملات واقعی دلچسپ ہیں جرن سنگھ اور ان میں اپنے فرار کے لیے راہیں ہموار کرنے کے علاوہ انسانی ہمدردی کے تحت بھی دلچسپی لی جا سکتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

ہم دونوں جلدی جلدی اپنی وردیاں پہننے لگے. جرن سنگھ یہ وردی پہننے کے بعد ہمیشہ مسکرانے لگتا تھا اور کہتا تھا، بھائی جی زندگی میں کبھی کسی ایسے کام میں حصہ نہیں لیا تھا اور اب یہاں..... زبردستی پولیس والا بننا پڑ گیا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس پولیس اسٹیشن پر پہنچ گئے جہاں کا انچارج گریتھر آٹرن تھا۔ یہ عارضی پولیس اسٹیشن سیمنٹ کے ستونوں اور لکڑی کے تختوں سے بنا ہوا تھا. چھوٹا سا کمرہ تھا اور اس کے آگے اتنا ہی بڑا برآمدہ۔ سامنے خشک گھاس پھیلی ہوئی تھی اور اطراف کے تمام درخت کاٹ دیے گئے تھے اور اس ویرانے میں یہ چھوٹا سا پولیس اسٹیشن نہایت پُراسرار نظر آتا تھا۔ ہم دونوں برآمدے سے ہوتے ہوئے اس کمرے میں پہنچ گئے جو انچارج کا کمرہ تھا۔ باہر کچھ اور لوگ بھی موجود تھے جنھوں نے ہمیں ایڑیاں بجا کر سلام کیا تھا۔

آٹرن میز پر جھکا ہوا نقشوں کی مدد سے اس ہولناک قتل کی کڑیاں ملانے میں مصروف تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی اور کسی تمہید کے بغیر میز پر بچھے ہوئے ایک نقشے پر انگلی رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "مسٹر ہاریس۔ یہ دیکھو یہ وہ علاقہ ہے جہاں ماں، باپ اور بیٹی کو قتل کیا گیا ہے۔ اس جگہ سے تین میل مغرب کی طرف وہ بستی آباد ہے۔ اس بستی میں تقریباً اسی افراد رہتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں کو سخت اذیتیں دینے کے بعد گولی کا نشانہ بنایا گیا ہے لیکن بستی کا ہر شخص یہی کہتا ہے کہ اس نے کوئی آواز نہیں سنی۔ قاتل جس راستے سے آئے اور واپس گئے وہ اس بستی کے بالکل قریب سے گزرتا ہے۔ باقی تین اطراف میں گہری جھیلیں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ قاتل اپنے ساتھ کشتی اٹھا کر لائے ہوں اور جرم کرنے کے بعد اس میں بیٹھ کر فرار ہو گئے ہوں۔ جھیل کے اس پار میں نے تین تین چار چار میل تک جنگل کا کونا کونا چھان مارا ہے مگر قاتلوں کا کوئی سراغ نہیں ملا۔"

"اوہو! اس کا مقصد ہے کہ تم اس سلسلے میں اپنے طور پر کام کر چکے ہو؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ بس نجانے کیوں مجھے تمہارا خیال آ گیا ورنہ کام تو میں پہلے ہی سے شروع کر چکا تھا. میں نے سوچا کہ کیوں نہ تمہیں بھی ان معاملات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

…ں شریک کرلوں۔ آخر تم بھی تو کسی کام کا آغاز کرو جو مقصد لے کر یہاں تک آئے ہو اس کی ابتدا تو کرو۔ میں نے یہ بات صرف تمہارے مخلصانہ جذبات کو سامنے رکھ کر سوچی تھی۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں آٹرن! درحقیقت میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کے لیے نہیں آیا۔ میرا دوست بڑی مارگینو بھی یہی کہتا ہے کہ اسے ابھی تک کوئی کام کرنے کا موقع نہیں مل سکا ہے۔"

"تو اب تمھیں موقع مل رہا ہے۔" آٹرن نے سیاہ لکیروں پر کہیں سُرخ اور کہیں نیلی پنسل سے نشان زدہ نقشے کی طرف اشارا کرتے ہوئے کہا اور میری نگاہیں ان نشانات پر جم گئیں۔ تھوڑی دیر تک میں ان نشانات کو دیکھتا رہا پھر میں نے سر اٹھا کر کمرے کا جائزہ لیا، دیواروں پر تانڈوز کے بہت سے ارکان کی تصویریں آویزاں تھیں۔ ان میں درجن بھر کے قریب مختلف سائز کی تصویریں تھیں۔ میں نقشے کو چھوڑ کر ان تصویروں کے نزدیک پہنچ گیا۔ ان ساری تصویروں میں جو چہرے نظر آ رہے تھے وہ انتہائی خطرناک شکل و صورت کے لوگ تھے اور دلچسپ بات یہ تھی کہ یہ لوگ کسی ایک قوم کے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ چند منٹ ان تصویروں کو دیکھنے کے بعد میں نے آٹرن سے پوچھا۔

"کیا ان دہشت پسند افراد کے کچھ سربراہ بھی ہیں یا کوئی ایک شخص جو ان لوگوں کو کنٹرول کر رہا ہو؟"

"ہاں۔ اس سلسلے میں صرف گورین ڈیگالن کا نام سُنا گیا ہے، گورین ڈیگالن پرتگال کا باشندہ ہے اس کا دادا قید ہو کر ان جزائر میں پہنچا تھا اور اپنی قید کی زندگی گزارنے کے بعد اس علاقے میں آباد کر دیا گیا تھا۔ گورین ڈیگالن بحری قزاق کی حیثیت سے بھی مشہور ہے اور اس کے بعد جب خود مختاری کا طوفان اُٹھا تو اس نے نمایاں کردار انجام دیا۔ اس کی تلاش میں فوج اور پولیس اطراف کے گھنے جنگلوں میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہے لیکن اس کا کہیں پتا نہیں چلتا اور ادھر کیفیت یہ ہے کہ آئے دن اس کے نام سے دہشت گردی ہوتی رہتی ہے۔ قرب و جوار میں لوگوں کا جینا مشکل ہو گیا ہے۔"

"تو تمہارے خیال میں یہ قتل تانڈوز ہی کی کارروائی کا نتیجہ ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آئی مین کو اس کے کسی اور دشمن نے قتل کیا ہو اور تمہاری توجہ ڈیگالن کی جانب چلی گئی ہو؟"

"ہاں، اس بات کے امکانات پر بھی غور کر لیا گیا ہے لیکن ایک وجہ اور بھی ہے۔ آئی مین نے کچھ عرصہ قبل ان دہشت پسندوں کی سرگرمیوں کے متعلق کچھ معلومات پولیس کو مہیا کی تھیں چنانچہ خیال یہی ہے کہ اسے اس جرم کی پاداش میں سزا دی گئی اور اس کا پورا خاندان تباہ و برباد کر دیا گیا۔"

"پھر اب کیا خیال ہے، کیا ہم لوگوں کو قصبے میں چلنا ہے؟"

"ہاں۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ ایک بار اور تمہارے ساتھ وہاں کا جائزہ لے لوں۔ ممکن ہے تمہارا ذہن اس سلسلے میں بہتر کام کر سکے۔"

ہم تیار ہو گئے۔ پھر ہم نے اپنی گاڑی وہیں چھوڑ دی اور آٹرن کی گاڑی میں سوار ہو کر اس بستی کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہمارے پیچھے پولیس کی ایک اور گاڑی بھی آ رہی تھی جس میں پولیس والے سوار تھے۔ پولیس اسٹیشن سے بستی کا فاصلہ تقریباً تین میل تھا۔ ہماری گاڑی کچی سڑک پر دوڑ رہی تھی اور یہ سڑک گھنے درختوں میں سے گزر رہی تھی۔ سڑک کا یہ راستہ انتہائی پُرپیچ اور نشیب و فراز سے پُر تھا۔ بعض موڑ اتنے خطرناک تھے کہ گاڑی اُلٹ جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی خوف تھا کہ کہیں ہم دہشت پسندوں کی گولیوں کا نشانہ نہ بن جائیں۔ تاہم نہایت احتیاط سے ہم سب آگے بڑھ رہے تھے اور کسی بھی لمحے کسی خوفناک واقعے کے لیے تیار تھے۔ ہماری گاڑیاں بالآخر بستی کے قریب پہنچ گئیں۔ یہاں سے جھیل شروع ہوتی تھی۔ لیکن جونہی ہم جھیل کے نزدیک پہنچے دفعتاً ایک خوفناک دھماکا ہوا اور آناً فاناً میں ہماری گاڑی اور پیچھے آنے والی گاڑی کے درمیان دھوئیں کا ایک بادل حائل ہو گیا۔ غیر شعوری طور پر میرا ہاتھ رائفل پر پہنچ گیا جو خاص طور سے آٹرن نے مجھے مہیا کی تھی۔ آٹرن نے اپنا پستول نکال لیا تھا اور حملہ آوروں پر گولیاں چلانے کے لیے تیار تھا لیکن دھوئیں کا بادل اتنا گہرا تھا اور چاروں طرف اس طرح پھیل گیا تھا کہ کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ ہم نے آگے بڑھنے کے بجائے گاڑی وہیں روکی اور اپنے پیچھے آنے والی پولیس کار کا انتظار کرنے لگے لیکن ابھی چند ہی سیکنڈ گزرے تھے کہ دفعتاً بےشمار گولیاں سنسناتی ہوئی ہمارے سروں پر سے گزر گئیں اور ہم بےاختیار گاڑی سے باہر چھلانگیں لگا کر زمین پر لیٹ گئے تھے۔ گولیوں کی تڑتڑ سے علاقہ بُری طرح گونج اُٹھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گولیاں چاروں طرف سے آ رہی ہیں۔ ہم آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے پھر گاڑی تک پہنچ گئے۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ ہم گاڑی کی آڑ میں پناہ لیں۔ لیکن یہ آڑ کس سمت سے لی جائے؟ اس کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ مجبوراً طے کیا کہ دوبارہ گاڑی میں داخل ہو جائیں۔ تقریباً تین منٹ تک یہ گولیاں برستی رہیں اور اس کے بعد بند ہو گئیں۔

دھوئیں کا وہ بادل جو آہستہ آہستہ اپنا حجم بڑھاتا جا رہا تھا اب فضاؤں میں گم ہونے لگا تھا۔ یقیناً یہ دستی بم سے اُٹھنے والے دھوئیں کا بادل تھا۔ ہم نے چند لمحے انتظار کیا اور اس کے

بعد کار سے سر باہر نکال کے جھانکا۔ ہمارے پیچھے آنے والی پولیس گاڑی اُلٹی پڑی تھی اور اس میں بیٹھے ہوئے تمام سپاہی خون میں لت پت زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ انتہائی ہولناک منظر تھا۔ ایک لمحے کے لیے ہم ساکت رہ گئے۔

آٹرن کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ اس کے چہرے پر خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔ وہ غرّاتی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا، تانڈوز کے علاوہ یہ کسی اور کی کارروائی نہیں ہو سکتی۔ آؤ ہم انھیں تلاش کریں۔"

لیکن ہم تین آدمی بھلا تانڈوز کو کہاں تلاش کر سکتے تھے۔ ہم جنگل میں اِدھر اُدھر بھٹکتے رہے۔ رائفلیں ہمارے ہاتھوں میں تھیں۔ مجھے یقین تھا جو تانڈوز دہشت پسند ہم پر حملہ آور ہوئے تھے ان کی تعداد کم نہیں ہو گی۔ بھلا ہم تین آدمی ان بےشمار انسانوں کی تلاش میں کیا کر سکتے تھے۔ چنانچہ تھوڑی دیر جنگل میں گھومنے کے بعد اور کوئی نشان نہ پا کر ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔ بےچارہ آٹرن اپنے ساتھیوں کی موت سے بہت دل برداشتہ ہو گیا تھا، میں نے دھیمی آواز میں اس سے پوچھا۔ "ان لاشوں کا کیا کرو گے مسٹر گریتھر؟"

"انھیں اپنی گاڑی میں لاد لیا جائے کیونکہ دوسری گاڑی مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہے۔ ہم بائرن بستی ہی میں ان کی تدفین کا انتظام کر دیں گے۔" چنانچہ چھ خون آلود لاشوں کو ہم نے اپنی گاڑی میں لاد لیا اور خود ہم تینوں اگلی سیٹ پر آ بیٹھے۔ آٹرن بالکل خاموش تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد گاڑی بائرن بستی میں داخل ہو گئی۔

آٹرن اپنے ساتھیوں کی موت سے بہت غمگین تھا۔ اس کے سینے میں انتقامی جذبہ بہت شدت سے جاگ اٹھا تھا اور بار بار وہ تانڈوز کے خلاف نفرت کا اظہار کرتا تھا۔ بستی میں داخل ہونے کے بعد اس نے بستی والوں کو اکٹھا کیا اور اپنے ساتھیوں کی لاشیں دفنانے کا کام ان کے سپرد کر دیا۔ بستی کے لوگوں میں خوف و ہراس کی سی فضا پھیلی ہوئی تھی، یہ سیدھے سادے مقامی دیہاتی تھے جن کی اپنی کوئی سیاست نہیں تھی۔ وہ تانڈوز کے لیے کام کرنے پر آمادہ تھے نہ ان کے خلاف۔ آٹرن نے مجھے بتایا کہ بستی والوں کا تعاون حاصل کرنے کے لیے ہر کوشش کر لی گئی ہے مگر وہ تانڈوز کے خلاف کچھ بتانے پر آمادہ نہیں ہیں اور اس سلسلے میں یہی کہتے ہیں کہ حکومت پہلے ہماری حفاظت کا بندوبست کرے۔ انہوں نے آئی مین کی موت پر بھی یہی تبصرہ کیا ہے کہ جس طرح آئی مین کو اس کے خاندان سمیت تباہ کر دیا گیا، اسی طرح ایک نہ ایک دن وہ بھی تانڈوز کے ہاتھوں مارے جائیں گے اور ان سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ نہ تو وہ تانڈوز کے خلاف کچھ کہیں اور نہ ہی ان کے ساتھ تعاون کریں۔

اس وقت پولیس کے لیے تدفین کا کام کرنے سے انھوں نے انکار نہیں کیا تھا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد آٹرن نے مجھ سے کہا۔ "آؤ ان لاشوں کا جائزہ لے لیں جو آئی مین کے مکان میں پڑی ہوئی ہیں۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا وہ لاشیں دفنائی نہیں گئی ہیں مسٹر آٹرن؟"

"نہیں۔"

"لیکن کیوں؟"

"کوئی خاص بات نہیں، صرف اس لیے کہ ہم اپنی تفتیش مکمل کر لیں۔ میں نے اس سلسلے میں کوئی خاص کارروائی نہیں کی ہے۔ بس قاتلوں کی تلاش میں دُور دُور تک مارا مارا پھرتا رہا ہوں اور اس کے بعد واپس فیری کول پہنچ گیا تھا تاکہ ضروری امور نمٹانے کے بعد اس سلسلے میں کارروائی کروں۔"

ہم بستی کے کچھ لوگوں کے ساتھ آئی مین کے مکان میں داخل ہو گئے۔ مکان سے بدبو اور تعفن کے بھبکے اُٹھ رہے تھے۔ جس جگہ یہ تینوں لاشیں پڑی ہوئی تھیں، وہاں سانس تک نہیں لی جا سکتی تھی۔ ہم کسی نہ کسی طرح آگے بڑھ کر اس جگہ پہنچ گئے جہاں یہ تینوں لاشیں بےگور و کفن پڑی ہوئی تھیں۔ مکھیوں نے ان لاشوں کو پوری طرح ڈھک رکھا تھا، ان کی بھنبھناہٹ سے وہاں ایک عجیب سی گونج پیدا ہو رہی تھی۔ آٹرن نے ایک پرانا کپڑا اٹھا کر مکھیوں کو اڑایا تو میری آنکھوں نے ایک دلگداز منظر دیکھا۔ زمین سے کچھ بلند ایک چبوترہ تھا جس پر آئی مین کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اس کا آدھا بدن نیچے زمین پر تھا۔ سر چبوترے کے اوپر تھا۔ آنکھیں کُھلی ہوئی تھیں اور سر سے نکلنے والا خون پتلیوں پر بھی جم گیا تھا۔ اس کی آنکھیں بھیانک انداز میں گہری براؤن لگ رہی تھیں گولی اس کی کنپٹی پر لگی تھی۔ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر اس کی نوجوان بیوی خون میں لت پت پڑی ہوئی تھی۔

ایک کونے میں آٹھ نو سال کی لڑکی اوندھے منہ پڑی ہوئی تھی، اس کا دایاں ہاتھ سر کے نیچے اور بایاں ہاتھ دل پر تھا۔ گولی اس کے دل سے پار نکل گئی تھی۔ بچی کے نزدیک ہی اس کی گڑیا، شیشے کا ایک خوبصورت کھلونا اور مٹی کا بندر رکھا ہوا تھا۔ ایک کمرے میں برتن بکھرے پڑے تھے۔ ایک جانب مٹی کے تیل کا لیمپ پڑا تھا۔ ان تمام چیزوں کو دیکھ کر ذہن پر بڑا خوفناک تاثر قائم ہوتا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ بات یقینی تھی کہ قاتل ایک سے زیادہ تھے ورنہ ایک چھوٹے سے کمرے میں تین انسانوں کو اس طرح موت کے گھاٹ نہیں اتارا جاسکتا تھا۔ آئی مین نے آئرن کو تانڈوزکے بارے میں جو معلومات مہیا کی تھیں، وہ انتہائی کارآمد تھیں اور ان کے نتیجے میں آئرن ایک مخصوص حصّے تک پہنچ سکتا تھا جہاں تانڈوز کا ایک بڑا اڈا تھا۔ یہ بات آئرن نے مجھے اس مکان کا جائزہ لیتے ہوئے بتائی تھی۔ اس کے دانت بھینچے ہوئے تھے اور وہ بہت زیادہ غصّے میں تھا۔

"میں آئی مین کا انتقام لوں گا اور اس کے نتیجے میں تانڈوز کو ناقابلِ برداشت نقصان اٹھانا پڑے گا۔" آئرن کی آواز میں غیر معمولی گھن گرج تھی۔

"جلد بازی یا جذباتیت اس سلسلے میں کارآمد نہیں ہوسکتی دوست، بہتر یہ ہے کہ ہمیں کسی نتیجے پر پہنچنے کے بعد اپنے کام کا آغاز کرنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"نتیجہ، نتیجہ، نتیجہ۔ آخر کیا نتیجہ نکلے گا ہماری سوچ بچار کا؟ ڈیگالن کم بخت اس دہشت گردی میں مصروف ہے۔ اس نے ان تمام بستی والوں کو دہشت زدہ کر رکھا ہے، میں دعوے سے کہتا ہوں کہ بستی والے اس سلسلے میں یقیناً معلومات رکھتے ہوں گے، وہ جانتے ہوں گے کہ ان جنگلوں میں کس کس جگہ تانڈوز دہشت پسند چھپے ہوئے ہیں۔ آخر وہ راکٹوں پر سوار ہوکر تو ان بستیوں تک نہیں پہنچتے ہوں گے، قرب و جوار میں ان کے ٹھکانے ضرور موجود ہوتے ہوں گے۔"

"افسوس یہ ہے کہ ان کے بارے میں مکمل تفصیلات ہمارے علم میں نہیں ہیں۔" میں نے کہا اور شاید میں نے یہ الفاظ منہ سے نکال کر غلطی کی تھی۔

آئرن نے غصیلی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارا تعلق پولیس سے ہے اور تم نہیں جانتے کہ وہ کم بخت کیا کچھ کر رہے ہیں۔ ہماری بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی سرکوبی میں مصروف ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ حکومت نے گریوانز سے فرار ہونے والے قیدیوں کی نگرانی کے لیے تو ایک بڑا اڈا قائم کر رکھا ہے لیکن یہ کم بخت جو آس پاس کی بستیوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں ان کے لیے کوئی مؤثر بندوبست نہیں ہے۔ ابھی پچھلے دنوں تھوڑی سی فوجی کارروائی ہوئی ہے اور کرنل کیرانو فوج اور ضروری اسلحے کے ساتھ یہاں سے مغربی علاقے میں آکر فروکش ہوئے ہیں لیکن میرا خیال ہے کرنل کیرانو کوئی بہت زیادہ باعمل آدمی نہیں ہیں، کیونکہ ابھی تک ان کی طرف سے کسی کارنامے کی اطلاع نہیں ملی۔"

"کرنل کیرانو اس بستی سے کتنے فاصلے پر ہیں؟ میرا مطلب ہے بائرن سے؟"

"مجھے اس کی صحیح سمت کا اندازہ نہیں ہے لیکن میرا خیال ہے یہاں سے جنوبی علاقے میں جو پہاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں، کیرانو نے وہاں پر مورچا سنبھالا ہوا ہے۔"

"تو پھر کیوں نہ ہم کرنل کیرانو سے ملاقات کر کے اس صورتِ حال کا کوئی حل تلاش کریں؟"

"ناممکن، قطعی ناممکن۔"

"کیوں؟"

"تم ان لوگوں کی کارروائیوں کے بارے میں نہیں جانتے اطراف کے گھنے جنگل ان کی پناہ گاہ ہیں اور یہ اس پورے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کا طریقۂ کار بہت خطرناک ہے یہ پندرہ بیس بیس کی ٹولیوں میں اِدھر اُدھر بکھر جاتے ہیں پھر خوراک اور اسلحے کے ذخیرے پر حملہ کرتے ہیں۔ جس بستی پر حملہ کرتے ہیں، وہاں سے خوراک طلب کرتے ہیں اور خوراک نہ ملنے پر اندھا دھند گولیاں چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ بڑے بڑے تاجروں کے بچے اور بعض اوقات ان کی نوجوان بیویاں اور لڑکیاں اٹھا کرلے جاتے ہیں اور جب تک انھیں مطلوبہ چیزیں نہیں ملتیں، انھیں آزاد نہیں کرتے، خواہ کوئی کچھ بھی کرلے ان کے سارے گھر کا صفایا کر دیتے ہیں۔ بستی والوں کا یہ خوف بے جا نہیں ہے۔ یوں سمجھو، اس علاقے میں حکومت کا نظام د[illegible] برہم ہوچکا ہے اور کوئی قانون یہاں رائج نہیں ہے۔ تم دیکھو یہ بستی والے ہم سے کس طرح منہ موڑے بیٹھے ہیں۔ ہم اگر ان پر تشدّد کریں تو یہ ہمارے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے لیکن تانڈوز کے بارے میں کوئی کچھ نہیں بتائے گا۔"

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے، اگر وہ ہمیں تانڈوز کے کسی ٹھکانے کے بارے میں بتا سکیں تو میرا خیال ہے اس سلسلے میں ہمیں کافی قیمتی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔" میں نے اصرار کیا۔

"ناممکن ہے، تم اگر کوشش کرنا چاہو تو کرلو۔"

"پہلے ان لاشوں کا بندوبست کرلیا جائے ان سے بُری طرح تعفّن اُٹھ رہا ہے۔" میں نے کہا اور آئرن چرن سنگھ کی طرف گھوم گیا۔

"مسٹر بڈی! آپ اس سلسلے میں بستی والوں کی مدد حاصل[illegible]

چرن سنگھ خاموشی سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد چند بستی والے آگئے۔ میری نگاہیں ان سب کا جائزہ لے رہی[illegible] بستی والوں کے چہرے پر غم کے آثار ضرور تھے لیکن وہ با[illegible]

خاموش تھے اور یقینی طور پر انھوں نے دل میں تہیّہ کرلیا تھا کہ وہ پولیس کو کچھ نہیں بتائیں گے۔ میں نے ان بستی والوں میں سے ایک ایسے معمّر شخص کا انتخاب کیا جو میرے خیال میں کچھ پڑھا لکھا اور کسی حد تک سمجھدار تھا۔ بستی کے لوگ ان لاشوں کی تدفین میں مصروف ہوگئے۔ میں نے اس معمّر شخص کو اپنے پاس روک لیا۔ چرن سنگھ بھی لاشیں ان کے حوالے کرکے واپس آگیا تھا۔ اُس شخص سے اس کا نام پوچھا گیا تو اُس نے اپنا نام بتا دیا۔ اس کے بعد ہم نے اس سے تانڈوز کے بارے میں سوال کیا۔

"ہم جانتے ہیں مسٹر ویرینو کہ آپ بھی بستی کے دوسرے لوگوں کی مانند تانڈوز سے خوفزدہ ہیں لیکن سوچیے، غور کیجیے، آپ کا اپنا گھر لُٹ جائے، آپ کے اپنے اہلِ خاندان تباہ و برباد کر دیے جائیں، تب بھی کیا آپ خاموش رہیں گے؟"

"نہیں، میں خاموش نہیں رہوں گا لیکن اپنے خاندان کو تباہ کرنے والوں سے کہوں گا کہ وہ مجھے بھی ہلاک کر دیں اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو میں..... میں خودکشی کرلوں گا۔"

"لیکن اس کے علاوہ بھی تو آپ کچھ کر سکتے ہیں؟"

"مثلاً؟" اس نے طنزیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تانڈوز کے ٹھکانوں کی طرف رہنمائی کر دیں۔"

"انتہائی احمقانہ بات ہوگی۔ کیا آپ لوگ ابھی تھوڑی دیر قبل ایسی ہی رہنمائی کرنے والے اور اس کے اہلِ خانہ کی تدفین نہیں کرچکے ہیں؟"

"گویا آپ لوگ ہم سے تعاون کرنے پر قطعی طور آمادہ نہیں ہیں؟"

"تعاون ان سے کیا جاتا ہے جو کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔" اُس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور واپس چلا گیا۔

آئرن شدید غصّے کے عالم میں دانت پیس رہا تھا۔ بوڑھے کے جانے کے بعد بولا۔ "دیکھا تم نے دیکھا، یہ لوگ کس طرح پیش آتے ہیں۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ قصور ان کا بھی نہیں ہے، حکومت صحیح انداز میں کام ہی نہیں کر رہی۔ حالانکہ تانڈوز کے بارے میں بہت سی اطلاعات پہنچائی جاچکی ہیں۔ اب یہ کرنل کیرانو..... کرنل کیرانو....." وہ خاموش ہوگیا۔

میں غور کرنے لگا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ پھر میں نے آئرن سے کہا۔ "مسٹر آئرن! بدقسمتی سے اب ہم صرف تین افراد یہاں رہ گئے ہیں۔ کیا ہم اپنے طور پر کوئی کارروائی کر سکتے ہیں؟"

"نہیں کرسکتے۔ لیکن اگر میں، پولیس کے دس بیس جوانوں کو یہاں بلا بھی لوں تو فائدہ کیا ہوگا؟ ہمارے سامنے کوئی منزل تو ہو، کوئی راستہ تو ہو، کم از کم ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ان علاقوں میں تانڈوز کہاں کہاں موجود ہیں؟ ان کم بختوں میں سے اگر کوئی زبان کھول..... لیکن میں پھر یہی بات کہوں گا کہ قصور ان کا بھی نہیں ہے۔"

"میرے ذہن میں ایک اور ترکیب ہے۔"

"وہ کیا؟"

"کیوں نہ ہم کرنل کیرانو سے ملاقات کریں اور ان کے ساتھ مل کر انھی اطراف میں کچھ کارروائیاں کریں۔ دیکھیں تو سہی کہ آخر ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں۔"

میری اس تجویز پہ آئرن سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے، میرا خیال ہے میں کرنل کیرانو کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتا ہوں۔ تم لوگ ٹھہرو، میں تم لوگوں کے قیام کا بندوبست کر دوں، اس کے بعد میں کرنل کیرانو کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے نکلوں گا۔"

ایک چھوٹے سے مکان میں ہماری رہائش کا انتظام کر دیا گیا، مکان کے آس پاس کوئی موجود نہیں تھا اور لوگوں نے کسی طرح کا تعاون ہم سے نہیں کیا تھا۔ یہاں کھانے پینے کا مسئلہ پیچیدہ ضرور تھا، چھوٹی سی بستی تھی، معمولی نوعیت کی اشیا ہی دستیاب ہوسکتی تھیں۔ چنانچہ ہم نے اُن پر ہی گزارا کیا۔ آئرن چلا گیا تھا۔

چرن سنگھ نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بھائی جی، یہ کس چکر میں پھنس گئے ہم لوگ۔ یہاں تو واقعی بڑی گندگی پھیلی ہوئی ہے۔ کہیں یوں نہ ہو کہ تانڈوز کو ہلاک کرنے یا گرفتار کرنے کے چکر میں ہماری اپنی زندگیاں ہی چلی جائیں۔ اگر اس طرح مر گئے تو واقعی بڑی بے وقوفی کی موت ہوگی یہ۔"

میں ہنس پڑا۔ پھر میں نے کہا۔ "چرن سنگھ، ہمیں وہ سب کچھ تو کرنا ہی ہے جو کم از کم ہمیں اس قابل تو بنا دے کہ ہم یہاں سے روانہ ہوسکیں۔ اس کے علاوہ میں اس بچّی کو نہیں بھول سکتا جس نے ایک ہاتھ سے اپنا دل پکڑا ہوا تھا اور اس کے اطراف میں اس کے کھلونے بکھرے ہوئے تھے۔"

"بھائی جی، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کوئی بھی سینہ جذبات سے خالی نہیں ہوتا، مجھے بھی دُکھ ہوا ہے لیکن کیا یہاں صورتِ حال عجیب نہیں ہے۔ اتنے بڑے بڑے واقعات ہو رہے ہیں اور یہاں کی حکومت نے اب تک کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا۔"

"میں اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

ابھی ہم لوگ یہی باتیں کر رہے تھے کہ دفعتاً اس مکان کا دروازہ زور زور سے دھڑ دھڑانے کی آواز سنائی دی جس میں ہم رہ رہے تھے۔ دروازہ بجانے کی آواز ایسی تھی کہ ہمیں سنبھلنا پڑا۔ تاہم ہم تیار ہوکے دروازے پر پہنچ گئے۔ اندر آنے والی ایک ستائیس یا اٹھائیس سال کی لڑکی تھی۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ سانس بُری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

طرح پھولا ہوا تھا، آنکھوں سے وحشت نمایاں تھی، بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ بُری طرح رونے لگی۔

"بالآخر وہی ہوا جس کا مجھے خطرہ تھا، بالآخر وہی ہوا" اُس نے روتے ہوئے تکرار کی۔

"کیا ہوا؟ کون ہو تم؟" میں نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"لے گئے، وہ اُسے بھی لے گئے۔ سمجھے تم؟ وہ اُسے بھی لے گئے"

"کسے؟ آؤ اندر آؤ، ذرا تفصیل سے بتاؤ، کیا بات ہے؟"

"کیا فائدہ تفصیل بتانے سے۔ تم لوگ کیا کر سکو گے، بتاؤ؟ تم میرے محبوب کے لیے کیا کر سکو گے؟ میں نے بچپن سے اُسے پیار کیا ہے اور اب وہ ..... وہ ان کا شکار ہو گیا۔ پاگل تھا، سینے میں وطن سے محبت کا جذبہ رکھتا تھا، تانڈوز کے خلاف اپنے وطن کی مدد کرنا چاہتا تھا اور اب ..... اب اس کی لاش کہیں نہ کہیں مل ہی جائے گی" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور زمین پر بیٹھ گئی۔ ہم اسے دلاسہ دینے میں مصروف ہو گئے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں؟ آخر کار جب اس کا رونا دھونا کسی قدر کم ہوا تو میں نے اس سے پوچھا۔

"براہِ کرم پوری تفصیل تو بتا دو، اب جبکہ تم یہاں آئی ہو تو اس کا کوئی نہ کوئی مقصد تو ہو گا؟"

"ہاں۔ وہ تانڈوز کے لیے دل میں نفرت رکھتا تھا، اسے آئی مین کی موت کا بھی بہت افسوس تھا۔ اس نے عہد کیا تھا کہ وہ تانڈوز کے بارے میں معلومات اکٹھا کر کے حکومت کے حوالے کر دے گا اور نتیجے میں وہ لوگ اسے پکڑ کر لے گئے"

"کتنے تھے وہ لوگ، تعداد میں کتنے تھے؟" میں نے تشویش زدہ لہجے میں سوال کیا۔

"پچاس ساٹھ کے قریب ہوں گے"۔ وہ شدتِ جذبات سے اپنے ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ اس کی مُٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔

"کیا تم بتا سکتی ہو کہ وہ کس سمت گئے ہیں اور کس طرح انھوں نے تمھارے محبوب کو قبضے میں کیا؟" میں نے پوچھا اور وہ ہمیں تفصیل بتانے لگی۔

اسی دوران آئرن بھی وہاں پہنچ گیا۔ لڑکی کو دیکھ کر اس نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔ میں نے لڑکی کے بارے میں اسے تفصیل بتائی اور وہ ہمدردی سے لڑکی کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے پوچھا "تمھارا نام کیا ہے؟"

"میں گیلش ہوں"، لڑکی نے جواب دیا۔

"ڈیئر گیلش! وہ تمھارے محبوب کو پکڑ کر لے گئے ہیں، ہم تمھاری مدد کرنا چاہتے ہیں لیکن تمھاری بستی کے لوگ کسی طور ہم سے تعاون کرنے پر آمادہ نہیں ہیں"

"میں آمادہ ہوں، میں تمھیں ان کا راستہ بتاؤں گی، میں تمھیں ان کے بارے میں مکمل تفصیلات بتاؤں گی۔ سمجھے! میں تمھیں ان کے بارے میں بتاؤں گی"

"براہِ کرم صبر کرو، صبر اور ہمت سے کام لو، اگر تم ہمارے ساتھ تعاون کرو گی تو یقین کرو، ہم تمھارے محبوب کو چھڑانے کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے" آئرن نے کہا۔

"ہاں، میں اسے آزاد کرانا چاہتی ہوں۔ یا پھر خود ان کے ہاتھوں مرجانا چاہتی ہوں مجھے بتاؤ، میں تمھارے لیے کیا کروں؟"

"تمھارے اہلِ خاندان میں اور کون کون ہے؟"

"میرا کوئی خاندان نہیں ہے، میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے، سوائے اس کے میرا کوئی نہیں ہے۔ جلدی کرو، دیر نہ کرو!" وہ جذباتی لہجے میں بولی اور آئرن میری طرف دیکھنے لگا۔

میں خود بھی ذرا پریشان سا تھا۔ اگر ہم اس لڑکی کی مدد پر آمادہ ہو بھی جاتے تو کیا کر سکتے تھے، ہم صرف تین افراد تھے۔

"میں کرنل کیرانو کے بارے میں معلومات حاصل کر کے آیا ہوں" آئرن بولا۔ کرنل کی چھاؤنی یہاں سے تقریباً چھ میل کے فاصلے پر ہے اور چھ میل کا یہ فاصلہ طے کرنے میں ہمیں کوئی خاص دقت نہیں ہوگی۔ لڑکی کو ہم اپنے ساتھ لے لیتے ہیں، کیوں گیلش! تم ہمارے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟"

"تم مسلسل فضول باتیں کیے جا رہے ہو، میں نے کب انکار کیا ہے" وہ بولی اور ہم اسی وقت تیار ہو گئے۔

کرنل کیرانو کے بارے میں مجھے کچھ زیادہ معلوم نہیں تھا لیکن اس کی ضرورت بھی نہیں تھی، ہم تو دوسرے ہی مقصد سے یہاں پہنچے تھے، تاہم دل میں یہ خواہش ضرور پیدا ہو رہی تھی کہ کم از کم تانڈوز کی زیارت تو کر لی جائے، دیکھ تو لیا جائے کہ ان کا چیف کیا اغراض و مقاصد رکھتا ہے اور اس کا طریقۂ کار کیا ہے؟

ہم سب پولیس جیپ میں بیٹھ کر چل پڑے۔ آئرن نے اسلحے کا معقول بندوبست کر لیا تھا اور ہم دونوں کو چوکنا رہنے کی ہدایت کی تھی۔ وہ خود سرکاری جیپ چلا رہا تھا۔ ایک ایک لمحہ چوکنا رہ کر ہم یہ چھ میل کا فاصلہ طے کرنے میں کامیاب ہو گئے، ہر لمحہ یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ ابھی کسی طرف سے گولیوں کی بوچھار ہو گی اور ہمارے بدن خاک و خون میں لپٹے ہوئے نظر آئیں گے۔ یہ صورتِ حال اس قدر خوفناک ہو گی، اس کا اندازہ ہمیں نہیں تھا لیکن اب تو آ ہی پھنسے تھے اور ان معاملات میں ملوث بھی ہو گئے تھے، اس لیے جو کچھ ہونا ہے، وہ تو ہو گا ہی۔

کرنل کیرانو تک پہنچنے میں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی ۔۔۔ وہ درمیانی عمر کا ایک اچھا خاصا چست و چالاک آدمی تھا۔ اس نے پُرجوش انداز میں ہم تینوں سے مصافحہ کیا اور پھر لڑکی کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ خاتون کون ہیں؟"

"گیلش ہے ان کا نام اور کہتی ہیں کہ یہ تانڈوز کی سمت بتانے پر آمادہ ہیں"

"اوہ! واقعی یہ تو بڑی دلچسپ بات ہے۔ میں تو کوشش کر کر کے ہار گیا لیکن اطراف کے لوگوں پر ایسی برف جمی ہوئی ہے کہ پگھلتی ہی نہیں، ان میں سے کوئی زبان کھولنے پر آمادہ نہیں ہے۔ بعض لوگوں پر میں تشدد کر کے بھی دیکھ چکا ہوں۔ وہ مرجانا پسند کرتے ہیں لیکن تانڈوز کے خلاف زبان کھولنے پر آمادہ نہیں ہیں"

"کرنل! کیا میں آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں؟" میں نے اسے مخاطب کیا اور کرنل کیرانو چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"ہمارا مشن ایک ہی ہے دوست! ہم زندگی کی بازی لگا کر یہاں پہنچے ہیں۔ چنانچہ کچھ بھی پوچھنے میں تکلف کی ضرورت نہیں ہے" وہ خوش اخلاقی سے بولا۔

"شکریہ کرنل، کیا آپ نے اس بات کا اندازہ لگایا کہ کہیں یہ لوگ ذہنی طور پر تانڈوز کے مشن سے تو متفق نہیں ہیں؟"

"میں تمھاری بات سمجھ رہا ہوں۔ میں نے اس کا اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے لیکن میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ لوگ قطعی طور پر تانڈوز سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے۔ قاتلوں، ڈاکوؤں اور جرائم پیشہ لوگوں سے کون ہمدردی رکھ سکتا ہے؟" کرنل نے کہا۔

"گویا آپ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ تانڈوز سے ہمدردی تو نہیں رکھتے، البتہ ان سے خوف زدہ ہیں؟"

"ہاں، سو فیصد ۔ یہی بات ہے"

"تو پھر کرنل، کیا پروگرام ہے آپ کا؟"

"ہم اس لڑکی کی رہنمائی میں اس سمت سفر کریں گے۔ جہاں وہ تانڈوز چھپے ہوئے ہیں۔ میں یوں کرتا ہوں کہ تقریباً ڈیڑھ سو افراد ساتھ لے لیتا ہوں، ہم اپنے ساتھ چند ٹینک بھی لائے ہیں۔ تاکہ کسی موقع پر زیادہ مؤثر کارروائی بھی کر سکیں۔ میرا خیال ہے۔ ہم دو ٹینک ساتھ لے لیتے ہیں" کرنل نے کہا۔ آئرن نے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ کرنل نے پہلے ہمیں اپنے ہاں ٹھہرایا۔ لڑکی کے لیے بھی اس نے مناسب بندوبست کر دیا تھا لیکن وہ بے حال معلوم ہوتی تھی، بار بار ہم لوگوں کے پاس پہنچ جاتی اور یہی کہتی کہ ہم لوگ وقت ضائع کر رہے ہیں اور وقت کا یہ زیاں اس کے محبوب کے لیے نقصان دہ ہو گا، پتا نہیں تانڈوز کب اسے قتل کر کے کہاں پھینک دیں۔ بہرحال دلاسہ دینے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا ہمارے پاس۔ کرنل کیرانو نے جلدی جلدی انتظامات کیے اور شام کا جھٹپٹا ہونے سے پہلے ہم وہاں سے چل پڑے۔ لڑکی نے ہمیں وہ سمت بتائی تھی جدھر اس نے تانڈوز کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ ہر چند کہ یہ ایک مبہم سی کوشش تھی اور اس سلسلے میں کوئی امید افزا بات نہیں کہی جا سکتی تھی۔ پھر بھی ضروری نہیں تھا کہ لڑکی نے جو کچھ بتایا ہے، وہ درست ہی ہو گا لیکن اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

کرنل کیرانو نے کہا کہ وہ رات بھر سفر جاری رکھے گا اور اس وقت تک واپسی کا ارادہ نہیں کرے گا جب تک کہ تانڈوز کے کسی گروہ سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے۔ وہ خود بھی پُرجوش انسان تھا اور بہت کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ راستے میں اس نے کہا "میں نے یہاں کے بارے میں حکومت کو رپورٹ بھیجی ہے اور مجھے یقین ہے کہ بہت جلد حکومت اس طرف متوجہ ہو جائے گی۔ جلد ہی کوئی بڑی فوج بھیجی جائے گی جو یہاں آ کر سارا انتظام سنبھال لے گی۔ فوری طور پر میں تین سو جوانوں کے ساتھ آیا تھا۔ میرے دو ساتھی میجر بھی یہاں کام کر رہے ہیں اور میں نے اپنے طور پر تانڈوز کے خلاف کچھ اقدام کیے ہیں، جن کا ابھی کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا لیکن ہم مایوس بہرحال نہیں ہیں" کرنل کیرانو اور بھی بہت سی باتیں کرتا رہا اور ہمارا سفر طے ہوتا رہا۔ چار ٹرکوں میں فوجی جوان سفر کر رہے تھے۔ دو ٹینک تیز رفتاری سے آ رہے تھے۔

رات ہو گئی، رات کی گہری خاموشی میں ٹرکوں کے انجنوں کی آواز اور ٹینکوں کی گڑگڑاہٹ دور دور تک گونج رہی تھی، مجھے یقین تھا کہ تانڈوز ہماری آمد سے بے خبر نہیں ہوں گے۔ وہ یقیناً یہ بات جانتے ہوں گے کہ ان کے خلاف ایک فوجی دستہ حرکت میں آ چکا ہے۔ ان حالات میں اس لڑکی کے محبوب کا بچنا مشکل ہی تھا لیکن اس راہ میں یہ ہماری رہنما تھی، اس لیے اسے ساتھ لے لیا گیا تھا۔

رات کی تاریکی میں سفر جاری رہا تھا، ہم نے پلک بھی نہیں جھپکی تھی اور اس وقت سپیدۂ سحر نمودار ہو رہا تھا جب ہم گہرائیوں میں اُترنے لگے۔ تقریباً ایک میل کے فاصلے تک یہ سڑک گہرائی میں اتر گئی تھی اور پھر ایک خطرناک موڑ مڑنے کے بعد یہ بلندی کی جانب چل جاتی تھی۔ اب تک ہماری مڈبھیڑ تانڈوز سے نہیں ہوئی تھی اور نہ ان کے نشانات ہی ملے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنل کیرالو کسی قدر مضطرب نظر آ رہا تھا۔ اس نے گرتھیر آئرن سے اس خدشے کا اظہار بھی کیا تھا کہ کہیں لڑکی راستہ نہ بھول گئی ہو، کیا ضروری تھا کہ تانڈوز اسی سمت میں ہوں گے لیکن آئرن نے جواب دیا تھا کہ چونکہ ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے، اس لیے کم از کم ایک مخصوص علاقے تک اس جگہ کو دیکھ لیا جائے۔

گاڑیاں وہ فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک ایسی جگہ تک پہنچ گئیں جہاں دونوں طرف گھنا جنگل پھیلا ہوا تھا۔ جونہی یہ فوجی کارواں اس موڑ پر پہنچا، دفعتاً ہم پر چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھار شروع ہوگئی۔ گولیاں اچانک ہی چلنا شروع ہوگئی تھیں۔

ٹینک تیار کر لیے گئے اور جواب میں تین انچ کے دہانوں والی توپوں سے گولہ باری کی جانے لگی۔ فوجیوں کی اسٹین گنیں حرکت میں آگئیں لیکن دشمن نگاہوں سے اوجھل تھا۔ ہم دعوے سے نہیں کہہ سکتے تھے کہ جو گولیاں ہم چلا رہے ہیں، وہ دشمن کو نقصان پہنچا رہی ہیں یا نہیں۔ فوجی مورچے بنا رہے تھے اور بے شمار فوجی ٹرکوں میں ہی تانڈوز کا شکار ہو گئے تھے، حملہ چونکہ اچانک ہوا۔ اس لیے خود کو سنبھالے رکھنا مشکل ہو گیا تھا۔

چرن سنگھ بھی اسٹین گن لے کر نیچے اتر گیا تھا اور ایک پتھر کی آڑ سے گولیاں برسا رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ "واہ بھائی جی! اس سے بہتر تو یہ تھا کہ میں ہندوستانی فوج میں بھرتی ہو جاتا اور تم پاکستانی فوج میں۔ یہی سب کچھ کرنا تھا تو پھر اتنی آوارہ گردی کی کیا ضرورت تھی۔" جواباً میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔

ہم اپنی اسٹین گنوں کو استعمال کر رہے تھے۔ اس وقت جان بچانے کا مسئلہ بھی درپیش تھا۔ اگر تانڈوز ہم پر حاوی ہو گئے تو کوئی یہ نہیں سوچے گا کہ ہم اصل میں کون ہیں اور چند گولیاں ہمارے جسموں میں بھی اتار دی جائیں گی۔ اس لیے ہم بھی دوسروں کی مانند اندھا دھند گولیاں برسا رہے تھے۔ البتہ ہم نے اس کا خیال رکھا تھا کہ ہم بالکل ہی نہتے نہ ہو جائیں۔ تانڈوز کی طرف سے جو کارروائی ہو رہی تھی، وہ اتنی مؤثر اور خطرناک تھی۔ کہ مجھے یہ احساس ہو چلا تھا کہ شاید یہ فوج مکمل طور پر اپنا دفاع نہ کر سکے جس کی تعداد صرف ڈیڑھ سو کے قریب ہے۔

کرنل کیرالو دستی بم پھینک رہا تھا لیکن ان دھماکوں کا بھی کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ پھر دوسری طرف سے بھی دستی بموں کا استعمال شروع ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ہم سے زیادہ دور نہیں تھے۔ صورتِ حال اور بھیانک ہو گئی تھی، اب ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہم کیا کریں۔ تانڈوز کی طرف سے جو کارروائی ہو رہی تھی، اس کے نتیجے میں فوجی جوان دھڑا دھڑ مر رہے تھے۔ چونکہ ان کی تعداد بھی کم تھی اور پھر وہ ایسے علاقے میں تھے جہاں ان کے لیے پوزیشن بہتر نہیں تھی۔ گولیوں سے تو وہ بچ گئے تھے لیکن دستی بم تاک تاک کر ایسے ہی نشانوں پر پھینکے جا رہے تھے جہاں وہ موجود تھے اور یہ بم زیادہ کارآمد ہو رہے تھے۔ صورتِ حال تیزی سے تبدیل ہو رہی تھی فوجی کارروائی تقریباً ناکام ہو چکی تھی اور ہم شکست سے دوچار تھے۔ اب اپنی جان بچانے کا مسئلہ سنگین سے سنگین تر ہوتا جا رہا تھا۔

چنانچہ ہم نے وہ جگہ چھوڑ دی اور آہستہ آہستہ پیچھے کھسکنے لگے۔ ہمارے عقب میں درختوں کے جھنڈ پھیلے ہوئے تھے۔ میں نے بہتر یہی سمجھا کہ درختوں میں پناہ لی جائے۔ چنانچہ میں اور چرن سنگھ پیچھے ہٹتے ہوئے بالآخر درختوں کے قریب پہنچ گئے۔ یہ بھی خدشہ تھا کہ ممکن ہے گوریلے بھی اس جنگل میں موجود ہوں لیکن خطرہ مول لیے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔ ہمارا اندازہ کسی حد تک درست نکلا، ہم ابھی درختوں کے جھنڈ میں گھسے ہی تھے کہ دفعتاً اسٹین گن کا ایک برسٹ ہم پر پڑا۔ بس تقدیر ہی تھی کہ بچ گئے، ورنہ ہماری پشت گولیوں سے چھلنی ہو گئی ہوتی۔

چرن سنگھ نے ایک لوٹ لگائی۔ غالباً وہ اسٹین گن سے فائر کرنے والوں کے رُخ کا اندازہ لگا چکا تھا۔ لوٹ لگاتے ہی وہ سیدھا ہوا اور اس نے ایک درخت کی چوٹی کی طرف رخ کر کے زبردست فائرنگ شروع کر دی۔ چار آدمی پکے ہوئے پھلوں کی طرح نیچے آگرے تھے، یہ تانڈوز تھے۔ میں ایک درخت کے تنے سے پشت لگا کر اطراف کا جائزہ لینے لگا لیکن اس کے بعد خاموشی چھا گئی تھی۔

اندازہ یہ ہوا کہ یہاں ان چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ہم نے جلدی سے اپنی جگہ چھوڑ دی اور پھر درختوں کے جھنڈ میں گھستے ہوئے بالآخر گھاس کے ایک ایسے جھنڈ کے نزدیک پہنچ گئے جس میں داخل ہونے کے بعد ہمیں باہر سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ اس جھنڈ کے آس پاس درخت بکھرے ہوئے تھے جن کی وجہ سے یہ جھنڈ اور بھی محفوظ ہو گیا تھا۔ فی الحال چھپنے کے لیے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نظر نہیں آئی تھی۔ گوریلا کارروائیاں اب رک گئی تھیں۔ غالباً تمام ہی فوجی کام آگئے تھے۔

چرن سنگھ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "دھت تیرے کی۔ اس کا مقصد ہے کہ کرنل کیرالو بھی کام آگیا اور غالباً تمہارا یار میرا مطلب ہے آئرن بھی۔" میں تشویش زدہ انداز میں اس مسئلے پر غور کر رہا تھا۔ اگر وہ دونوں کام آگئے تو ہمارے لیے واقعی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

چاروں طرف سکوت پھیل گیا تھا کبھی کبھی اس سکوت میں زخمیوں کے کراہنے کی آوازیں رخنہ انداز ہو جاتی تھیں اور اس کے بعد مکمل خاموشی چھا جاتی تھی۔ سورج بلند ہو چکا تھا۔ اس وقت دن کے تقریباً گیارہ بجے ہوں گے جب اس خاموشی سے اکتا کر ہم دونوں نے باہر نکلنے کا فیصلہ کیا اور آہستہ آہستہ باہر نکل آئے۔ ہمارا رخ اسی جانب تھا، جدھر فوجی جوانوں پر قیامت ٹوٹی تھی۔ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ ٹرکوں وغیرہ کی کیا پوزیشن ہے اور کیا ہمارا یہاں سے جانا ممکن ہے؟

میں آہستہ آہستہ پوزیشن لیتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ چرن سنگھ مجھ سے پشت ملائے دوسری سمتوں پر نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں پہنچ گئے جہاں ٹرک وغیرہ کھڑے تھے۔ چاروں طرف خون ہی خون بکھرا ہوا تھا۔ فوجی جوانوں کی لاشیں دیکھ دیکھ کر سر چکرائے جا رہے تھے۔ تقریباً تمام ہی جوان کام آگئے تھے۔ ان کی لاشیں خاک و خون میں لتھڑی ہوئی زمین پر اوندھی سیدھی پڑی تھیں۔ آسمان پر چیلیں اور گدھ منڈلانا شروع ہو گئے تھے۔ غالباً انھوں نے مُردوں کی بُو محسوس کر لی تھی۔

سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جائے۔ میں ان لاشوں میں کرنل کیرالو اور آئرن کی لاشیں تلاش کر رہا تھا۔ میری نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ اسی طرح آگے بڑھتا ہوا میں اس ٹرک کی آڑ میں پہنچ گیا جس کے دوسری طرف ٹینک کھڑا ہوا تھا۔ ابھی میں مڑنے ہی والا تھا کہ دفعتاً میں نے محسوس کیا، ٹینک کا ڈھکنا اٹھ رہا ہے۔ میں ایک دم سے اپنی جگہ رک گیا۔ ٹینک کے ڈھکنے میں سے ایک چہرہ ابھرا۔ میں نے غور سے دیکھا، یہ گیلش تھی جس کی رہنمائی میں ہم یہاں تک پہنچے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ گیلش ٹینک میں گھسی کیا کر رہی ہے۔ ممکن ہے وہ جان بچانے کے لیے اس میں آچھپی ہو چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر گیلش کو آواز دی۔ دوسرے ہی لمحے ڈھکنا بند ہو گیا اور وہ اندر دبک گئی۔ اس کے دبکنے کی وجہ ایک لمحے کو تو میری سمجھ میں نہیں آئی لیکن بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ اس خوں ریزی سے خوفزدہ ہو گئی ہے اور یقیناً خوفزدہ ہو کر ہی اندر چھپ گئی ہو گی۔

میں اپنی اسٹین گن سنبھالے ہوئے آگے بڑھا لیکن جونہی میں ٹینک کے قریب پہنچا، دفعتاً ڈھکنا دوبارہ اٹھا اور رائفل کا شعلہ میرے دائیں کان کی لو کو چھوتا ہوا گزر گیا۔ میں فوراً اوندھے منہ زمین پر گر پڑا اور پھر مجھے یہ اندازہ لگانے میں دقت نہیں ہوئی کہ گیلش قطعی طور پر بدحواس نہیں ہے بلکہ یقینی طور پر کوئی اور ہی معاملہ ہے۔

چرن سنگھ نے مجھے دیکھا، وہ گھوم کر دوسری جانب سے ٹینک کی سمت آ رہا تھا۔ اس طرح ہم دونوں پیٹ کے بل رینگتے ہوئے ٹینک کے نزدیک پہنچ گئے۔ مجھے ایک بڑی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔ گیلش کے بارے میں میری رائے بدل چکی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ عورت دراصل وہ نہیں ہے جو اس نے ظاہر کیا تھا۔ یقیناً اس طرح وہ ہم لوگوں کو گھیر گھار کر یہاں تک لے آئی تھی اور اس کے بعد... اس کے بعد... تازہ صورتِ حال مزید الجھن کا باعث بن گئی تھی۔ ایک دشمن عورت ٹینک میں چھپی ہوئی تھی اور مسلح تھی۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن تھا کہ اطراف میں تانڈوز دہشت پسند بھی موجود ہوں۔ اس طرح ہم کھلی فضا میں ان کے نشانے کی زد پر تھے۔

عین اسی لمحے پتوں پر کسی کے چلنے کی آہٹ ہوئی اور ہمیں احساس ہو گیا کہ اب بُرا وقت بالکل قریب آگیا ہے، ذرا سی غفلت ہمارا خاتمہ کر سکتی تھی۔ میری پشت کی جانب ابھرنے والی آہٹ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ دفعتاً ٹینک کا ڈھکنا ایک بار پھر کھلا اور گولیاں برسنے لگیں۔ یہ گولیاں اس آہٹ کی سمت برسائی گئی تھیں، پھر مکمل خاموشی چھا گئی۔ غالباً دوسری طرف جو کوئی بھی تھا، وہ ان گولیوں کا شکار ہو گیا تھا یا اگر نہیں ہوا تھا تو چھپ گیا تھا لیکن کیا گیلش سے غلطی ہوئی ہے؟ کیا اس نے ہمارے دھوکے میں ان پر گولیاں برسائی ہیں؟ کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ آہستہ آہستہ میں ٹینک کے قریب پہنچ کر ذرا سا اٹھا اور پھر ایک چھلانگ لگا کر اس کے ڈھکن کے قریب پہنچ گیا۔ اب سوال یہ تھا کہ گیلش کو ٹینک سے باہر کس طرح نکالا جائے۔ میں ابھی اس سلسلے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ ڈھکنا پھر اُٹھا اور جونہی گیلش کا چہرہ فضا میں بلند ہوا، میں نے پوری قوت سے اس کی گردن کو عقب سے اپنے بازو کی گرفت میں جکڑ لیا اور اس سے پہلے کہ اس کے حلق سے ایک چیخ بھی نکلتی، میں ٹینک کے اندر کُود گیا۔ اب وہ میرے رحم و کرم پر تھی۔ میں نے اس کی رائفل اٹھائی اور باہر پھینک دی پھر اسے بالوں سے پکڑ کر دھکیلا اور نیچے دھکا دے دیا۔ جہاں اسے سنبھالنے کے لیے چرن سنگھ موجود تھا۔

گیلش کے بارے میں اب یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ تانڈوز سے ملی ہوئی ہے اور ہمارے خلاف ان کی مدد کر رہی ہے۔ گیلش کو نکال لینے کے بعد جونہی ہم باہر پہنچے اور ہم نے اس کے ہاتھ پاؤں کسے، دفعتاً عقب سے ہمیں ایک آواز سنائی دی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"گولی مت چلانا ہارلیس! یہ ہم لوگ ہیں۔" آواز کرنل کیرالو کی تھی اور اس کے ساتھ گریتھر آٹرن بھی موجود تھا۔ ان دونوں کو دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ دونوں آہستہ آہستہ ہمارے قریب پہنچ گئے۔ کیرالو کی آنکھوں سے خون چھلک رہا تھا۔ وہ شدید غصے کے عالم میں تھا۔ یہی کیفیت آٹرن کی بھی تھی۔

"ہوں۔ تو تمھارا محبوب اغوا کر لیا گیا تھا اور تم ہماری رہنمائی کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی تھیں؟" کرنل کیرالو نے کہا۔ گیلش نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ سمجھ گئی تھی کہ صورتِ حال بگڑ گئی ہے لیکن اب اس کے چہرے پر پتھروں کی سی سختی ابھر آئی تھی۔ کیرالو آگے بڑھا اور اس نے گیلش کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے ہوئے کہا۔ "ذلیل عورت! تم نے جو کچھ کیا ہے، کیا تم سمجھتی ہو تمھیں اس کے لیے معاف کر دیا جائے گا؟" گیلش نے نفرت بھری نظروں سے کیرالو کو دیکھا اور پھر زمین پر تھوک دیا۔

"ٹھیک ہے، اسے ٹرک میں ڈال لو اور لے چلو۔" کیرالو نے یہ حکم ہم لوگوں کو دیا تھا چنانچہ گیلش کو باندھ کر ٹرک میں ڈال لیا گیا۔ ٹرک محفوظ تھے اور انھیں کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا تھا کیونکہ فوجی جوان ٹرکوں سے نیچے اتر آئے تھے لیکن بدقسمتی سے ایک بھی فوجی جوان زندہ نہیں بچا تھا۔ ہمارے چاروں طرف ان کی لاشیں ہی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ ٹرک میں سوار ہونے سے قبل کیرالو نے ان پر نگاہ ڈالی اور پھر اس کے حلق سے غراہٹ نکلی۔

"تم میں سے ایک ایک کا انتقام لیا جائے گا میرے بہادر جوانو! تم میں سے ایک ایک کا انتقام لیا جائے گا۔" یہ کہنے کے بعد وہ ٹرک میں سوار ہو گیا اور پھر اس نے ٹرک اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی آٹرن نے مجھے اور چرن سنگھ کو حکم دیا تھا کہ ہم ٹرک کے عقبی حصّے میں جا کر اسٹین گنیں سنبھال لیں۔ ممکن ہے راستے میں ہماری مڈبھیڑ دوبارہ تانڈوز سے ہو جائے۔

اطراف میں جس طرح خاموشی پھیلی ہوئی تھی، اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ تانڈوز اپنا کام انجام دینے کے بعد واپس جا چکے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آٹرن بھی ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔

"ڈیڑھ سو جوان خاک و خون میں مل گئے۔ بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ اتنا بڑا کہ حکومت ہل کر رہ جائے گی۔" تھوڑی دیر کے بعد اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"کیا [illegible] لوگوں نے تانڈوز کی لاشیں تلاش کرنے کی کوشش کی؟"

"ہاں۔ [illegible] اطراف میں ان کی تقریباً ستّر لاشیں موجود ہیں۔" آٹرن نے جواب دیا۔

"کیا اس بات کا خطرہ موجود ہے کہ راستے میں ان سے دوبارہ مڈبھیڑ ہو جائے؟"

"ہاں، اس خطرے کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس بات کے امکانات ہیں کہ وہ ان راستوں پر پہنچ گئے ہوں جہاں سے ہم واپس گزرنے والے ہیں۔ انھیں یہ اندازہ تو ہو گا کہ ہم واپسی میں اسی راستے سے گزریں گے۔"

"آپ لوگوں کو کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟"

"نہیں، ہم محفوظ ہیں لیکن ہمارے دل شدید زخمی ہیں۔ کیونکہ ہم اپنے ڈیڑھ سو جوانوں کو کھو کر جا رہے ہیں۔" آٹرن نے گلوگیر لہجے میں جواب دیا۔

ہم راستے بھر اس بات کے منتظر رہے کہ کسی طرف سے حملہ ہو تو اس کا جواب دیں لیکن معلوم ہوتا تھا کہ تانڈوز اس علاقے میں اب موجود ہی نہیں تھے۔ آٹرن بار بار خونخوار نگاہوں سے گیلش کو گھورنے لگتا تھا جو بندھی ہوئی پڑی تھی۔ اس کے چہرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہے۔ بالآخر کرنل کیرالو شکست خوردہ اپنے کیمپ میں واپس پہنچ گیا جہاں دوسرے جوانوں نے اس کا استقبال کیا لیکن صرف ایک ٹرک کو آتے دیکھ کر اور اس ٹرک میں بھی صرف چند افراد کو دیکھ کر وہ سب حیران رہ گئے تھے۔

کرنل کیرالو نے مختصراً تفصیلات بتائیں اور ان کے چہروں سے غم و اندوہ کے تاثرات جھلکنے لگے۔ کرنل کیرالو گیلش کو لے کر اپنی خصوصی قیام گاہ میں پہنچ گیا۔ پھر اس نے گیلش کو ایک درخت کے کٹے ہوئے تنے سے باندھ دیا۔ آٹرن اور کرنل کیرالو اب اس کی زبان کھلوانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ لوہے کی سلاخیں گرم کی گئیں اور نہ جانے کون کون سی تیاریاں کی گئیں۔ لڑکی نے بتایا کہ اس کا نام گیلش ہی ہے لیکن اس کا تعلق تانڈوز سے ہے۔ وہ اس بستی میں تقریباً چھ ماہ سے رہتی تھی اور تانڈوز کے لیے کام کرتی تھی۔ تانڈوز نے اس کے ذمّے یہ کام لگا رکھا تھا کہ وہ اس علاقے میں ہونے والی کارروائیوں کی اطلاع دیتی رہے۔ اسے یقین تھا کہ ہم لوگ کرنل کیرالو سے ضرور ملاقات کریں گے چنانچہ اس نے ہم تک پہنچ کر یہ چکر چلایا اور ہمیں گھیر گھار کر وہاں تک لے گئی۔

"اب تم ڈیگالن کے بارے میں بتاؤ، وہ کہاں پوشیدہ ہے اور اس کے ساتھ کتنے افراد کام کر رہے ہیں؟"

"بے وقوف ہو تم لوگ، میری زبان کسی چیز سے پکڑ کر باہر کھینچ لو اور اسے ہتھیلی پر رکھ دو، تب بھی ڈیگالن کے بارے میں تمھیں ایک لفظ نہیں بتایا جائے گا۔" اس کی آواز میں کچھ ایسی پتھریلی کیفیت تھی کہ کم از کم میں نے یہی محسوس کیا کہ وہ زبان نہیں کھولے گی اور میرا اندازہ درست تھا۔ کرنل کیرالو اور آٹرن نے سو سو جتن کیے لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی، لالچ اور خوف کا ہر حربہ استعمال کیا گیا مگر اس نے کسی چیز کا اثر قبول نہ کیا۔ وہ ایک مضبوط چٹان کی طرح ہر سختی کو برداشت کرتی رہی۔ آخر جب کرنل کیرالو نے یہ محسوس کیا کہ اس سے کچھ اور نہیں معلوم کیا جا سکتا تو اسے گولی سے اڑا دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس سے آخری بار یہ کہا گیا کہ اگر وہ اپنے ساتھیوں کے متعلق معلومات فراہم کر دے اور سارے راز بتا دے تو اس کی جاں بخشی ہو سکتی ہے لیکن اس نے اپنے خوبصورت بالوں کو جھٹکا دیا اور حقارت کے ساتھ نفی میں گردن ہلا دی۔

"تو پھر یہ تو ہو سکتا ہے۔" آٹرن نے اپنا پستول نکال کر کہا اور اس کے دل کا نشانہ لے کر چھ کی چھ گولیاں اس پر داغ دیں۔ اس کے حلق سے ایک ہلکی سی چیخ نکلی تھی، خون کا فوارہ اس کے بدن سے پھوٹا اور وہ ٹھنڈی ہو گئی۔ کرنل کیرالو نے اس کے قتل کے بعد بھی اطمینان کا اظہار نہیں کیا تھا۔ البتہ وہ بالکل خاموش تھا۔ گریتھر آٹرن نے اس سے اجازت طلب کی اور کہا کہ وہ اپنے ہیڈکوارٹر واپس جانا چاہتا ہے۔

کرنل کیرالو نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ "کیا آپ لوگ بھی مسٹر گریتھر کے ساتھ واپس جانا چاہتے ہیں؟"

"کرنل! دراصل ہم لوگ صرف اپنے قومی جذبے کی تسکین کے لیے اس مہم پر کمربستہ ہوئے تھے کہ تانڈوز باغیوں کے . . . خلاف کارروائیوں میں حصّہ لیں۔ ہمارے لیے کسی جگہ یا کسی منزل کا کوئی تعین ضروری نہیں ہے بس جہاں بھی ہماری ضرورت ہو۔"

"بلاشبہ، لیکن اس کے باوجود میری خواہش ہے کہ میں اپنے دوستوں کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ دراصل ذہنی طور پر میں بھی اتنا الجھا ہوا ہوں کہ تنہا سفر کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ اگر آپ حکم دیں گے تو میں ان دونوں کو بہت جلد آپ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا۔" آٹرن نے کرنل سے کہا۔

"یہ حقیقت ہے کہ میں ان لوگوں کی دلیری سے بہت متاثر ہوا ہوں، بس انھیں کچھ عرصہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا لیکن خیر کوئی بات نہیں، میں بھی ابھی مصروف رہوں گا کیونکہ اس سلسلے میں مجھے مزید اقدام کرنا ہیں ـــــ چنانچہ اگر تم انھیں ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔" ہم تینوں کے ساتھ دس جوان بھیجے گئے تھے، جن کی ذمے داری یہ تھی کہ ہمیں بحفاظت واپس پہنچا دیا جائے۔

ہم واپس فری کول آ گئے۔ یہاں گریتھر آٹرن کو اپنے ساتھیوں کی موت کے بارے میں اطلاع دینا تھی۔ صورتِ حال

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصوں میں

تاریک برِ اعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور سفلی کے مقابلے برملا ہوتے تھے ـ وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت ـــــ ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی ـــــ جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا ـــــ شگون کی خاطر معصوم اور شیرخوار بچوں کو نیزوں پر اُچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا ـــــ نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حُسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا ـــــ خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ـــــ

[illegible]

قیمت فی حصہ ۲۰/- روپے، علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خاصی سنگین ہوگئی تھی لیکن ہم ان خطرات کے باوجود ابھی یہاں سے واپس نہیں جا سکتے تھے۔ بہتر یہ تھا کہ جس مقصد کے لیے ہم یہاں آئے تھے، اسے انجام دینے کے بعد ہی یہاں سے واپس جانے کے بارے میں سوچیں۔

اس واقعے کے بعد ہمیں تمام صورتِ حال کی اطلاع ملتی رہی تھی۔ ان ڈیڑھ سو جوانوں کی موت کی اطلاع جب اسپینی حکومت کو ملی تو وہاں کہرام مچ گیا اور چند ہی روز کے بعد بے شمار فوجی، مزدوروں کے ساتھ یہاں بھیج دیے گئے۔ مزدوروں کو ہدایت تھی کہ اس جنگل کو دور دور تک صاف کر دیں اور فوری طور پر کام ہونے لگا تھا۔ اونچے اونچے درخت گرا دیے گئے۔ فوج جنگل میں چاروں طرف پھیل گئی۔ چند ہیلی کاپٹر بھی بھیج دیے گئے تھے جو دن بھر پرواز کرتے رہتے تاکہ تانڈوز کی کارروائیوں کی نگرانی کی جا سکے۔ مزدور تمام دن درختوں کو کاٹ کاٹ کر ڈھیر کرتے رہتے اور رات کو فوج کی نگرانی میں ایک جگہ سو جاتے۔

تقریباً ڈیڑھ ماہ تک مسلسل کام ہوتا رہا۔ اس دوران وہ راستہ صاف کر دیا گیا تھا جو فیری کول سے کرنل کیرالو کے کیمپ تک جاتا تھا اور یہاں آنے جانے کی سہولت ہوگئی۔

ہم کئی بار وہاں پہنچے تھے اور کئی بار واپس آئے تھے۔ ایسے ہی ایک دن کی بات ہے، ہم اپنی جیپ میں کیرالو کے کیمپ سے واپسی کا سفر کر رہے تھے، آئرن بھی ہمارے ساتھ تھا کہ راستے میں سڑک پر ایک شخص ہاتھ اٹھائے کھڑا نظر آیا۔ آئرن نے فوراً اسٹین گن سنبھال لی تھی اور اس کا رخ اس شخص کی طرف کیے ہوئے تھا۔ جیپ اس وقت چرن سنگھ ڈرائیور کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس شخص کے نزدیک پہنچ گیا۔

ہاتھ اٹھائے ہوئے شخص نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"میرا نام بوتھان ہے اور میں ڈیگالن کے اہم ترین ساتھیوں میں سے ایک ہوں۔" اس کے منہ سے یہ الفاظ سن کر ہم ششدر رہ گئے تھے۔ دراز قامت شخص ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنے ہمارے سامنے کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ کھردرا اور ہاتھ پاؤں بہت سخت تھے۔ اس کے بدن پر اور چہرے پر زخموں کے نشان بھی صاف نظر آ رہے تھے۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو یا میں اسے مذاق تصور کروں؟" آئرن نے درشت لہجے میں کہا۔

"نہیں جناب! براہِ کرم مجھے گرفتار کر کے لے چلیے اور کسی ایسی جگہ لے چلیے، جہاں میں اس وقت تک زندہ رہ سکوں جب تک کہ آپ کو اپنے بارے میں تفصیل نہ بتا دوں۔" آئرن کے اشارے پر میں نے نیچے اتر کر اس شخص کی مکمل طور پر تلاشی لی لیکن اس کے پاس سے کسی قسم کا اسلحہ برآمد نہیں ہوا۔ اس نے اپنے آپ کو ڈیگالن کا ایک خاص ساتھی بتایا تھا۔ چنانچہ وہ ہمارے لیے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ انتہائی رازداری اور حفاظت کے ساتھ ہم اسے اپنی کمین گاہ تک لائے۔ آئرن نے اس کے لیے بہت سے انتظامات کیے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ بتانے سے پہلے ہی اسے گولی کا نشانہ بنا دیا جائے اور اس کے بعد آئرن نے ہماری موجودگی میں اس سے سوالات کرنے شروع کر دیے۔

"تم کتنے عرصے سے ڈیگالن کے ساتھی ہو؟"

"شروع سے جناب، میرا تعلق انھی تانڈوز سے ہے جو آج کل بغاوت پر آمادہ ہیں۔"

"لیکن تمھارے دل میں تانڈوز کے خلاف کام کرنے کا خیال کیوں کر آیا، تم ڈیگالن کے مخالف کیوں بن گئے؟"

"میرا ضمیر مجھے اپنی ایک حرکت پر اس طرح ملامت کر رہا ہے کہ میں موت چاہتا ہوں۔ میں بغاوت کے شوق میں انسانیت سے دور ہو گیا تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میرے ہاتھوں کچھ ایسے قتل ہوئے ہیں جنھوں نے میرے ضمیر کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے اور اب میں اپنے اس گناہ کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہوں۔ تم آئی مین کے قتل کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"جی ہاں، کیوں نہیں۔" اس نے جواب دیا اور ہم چونک پڑے۔

"تو پھر بتاؤ۔ آئی مین، اس کی بیوی اور بچی کو کس نے قتل کیا تھا؟"

"میں نے۔" بوتھان نے جواب دیا اور ہم سب ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گئے۔

آئرن نے غراتے ہوئے کہا۔ "تم نے؟"

"ہاں، میں نے۔ اس نے ہماری تحریک میں شامل ہونے کا عہد کیا تھا لیکن پھر ہم سے غداری کی اور ہمارے کئی راز اگل دیے۔ چنانچہ اسے سزا دینے کے لیے ڈیگالن نے میرا انتخاب کیا۔"

"لیکن تمھارا دشمن تو آئی مین تھا، اس کی بیوی اور بچی سے تمھاری کیا دشمنی تھی؟" گریتھر آئرن بمشکل تمام خود پر قابو پائے ہوئے تھا۔ اس کا اظہار اس کے بدن کے تشنج سے ہو رہا تھا۔

"آئی مین کی بیوی بھی ڈیگالن کی کارکن تھی اور تانڈوز کے لیے وفاداری کا حلف اٹھا چکی تھی۔ اسی عورت نے ہمیں یہ اطلاع دی تھی کہ آئی مین مقامی حکومت کا مخبر بن گیا ہے لیکن اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اس کے شوہر کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ وہ اسے راہِ راست پر لے آئے گی۔"

"پھر اسے کیوں قتل کیا گیا؟"

"یہ تانڈوز کا بنیادی اصول ہے کہ وہ مخبر کو کبھی معاف نہیں کرتے۔ مجھے یقین تھا کہ آئی مین کی بیوی اپنے شوہر کے قتل میں مزاحمت نہیں کرے گی چونکہ وہ تانڈوز تحریک کی وفادار تھی لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا، میں جب عقبی دیوار سے اندر داخل ہوا تو سب سے پہلے اسی عورت نے میرے راستے میں رکاوٹ بننے کی کوشش کی، نتیجے میں مجھے اسے قتل کرنا پڑا۔"

"اور اس کی معصوم بچی؟" گریتھر آئرن نے غضبناک لہجے میں پوچھا۔

اس کی چیخ و پکار نے میرے بدن میں ایک جھرجھری پیدا کر دی تھی اور تم یقین کرو کہ وہ صرف غیر ارادی طور پر میرے ہاتھوں ماری گئی۔ گولی اس کے دل کو چیرتی ہوئی نکل گئی اور ... اور انسپکٹر آئرن وہی دن تھا جب میرا ضمیر جاگا، یہی وہ قتل تھا جو مجھے مجبور کرتا رہا کہ میں ڈیگالن کے اصولوں سے منہ پھیر لوں۔ میں اس کی ان سرگرمیوں سے نفرت کرنے لگا ہوں، اس قتل کے بعد مجھے اپنے آپ سے نفرت ہو گئی ہے، مجھے اپنے مشن سے نفرت ہو گئی ہے۔ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ مجھ پر گراں گزرتا ہے۔ اس بچی کی دردناک چیخیں دن رات میرے کانوں میں گونجتی رہتی ہیں اور میں... اور میں طویل عرصے سے سو نہیں سکا ہوں۔" بوتھان کی آواز بھرا گئی۔ اس کی پلکوں پر آنسوؤں کے قطرے چمکنے لگے۔

"تو پھر اب تم کیا چاہتے ہو؟ بولو، تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

"جو دل چاہے کرو، میں مرنے کے لیے تیار ہوں بلکہ میں مرنے ہی کے لیے یہاں آیا ہوں لیکن.. لیکن میں تمھیں صرف ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔ میں اب تانڈوز کے خلاف ہوں اور تم چاہو تو اس موقعے سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔"

یہ بات گریتھر آئرن کے لیے بہت زیادہ دلچسپی کا باعث تھی۔ چنانچہ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے لیکن یہ بھی سوچ لو کہ اگر تم نے کوئی بڑی چال چلتے ہوئے ہمارے خلاف کچھ کرنے کی کوشش کی تو تمھاری زندگی نہیں بچ سکے گی۔"

"یہاں زندگی بچانا ہی کون چاہتا ہے! اگر تم مجھ پر اعتبار کرنے کو تیار نہیں ہو تو پھر بہتر ہے کہ مجھے ختم ہی کر دو۔" ہم نے بوتھان کے لہجے میں سچائی محسوس کی تھی۔ چنانچہ آپس میں مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ بوتھان کو کرنل کیرالو کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ کرنل کیرالو کی بوتھان سے ملاقات ہوئی اور وہ مختلف قسم کے سوالات بوتھان سے کرنے لگا۔

ان دنوں فوجی کارروائی کچھ اور تیز ہو گئی تھی اور مزید فوجی اس علاقے میں بھیج دیے گئے تھے جن کی کمان کرنل کیرالو ہی کے سپرد تھی۔ بے شمار مزدوروں کو حکم دیا گیا تھا کہ جنگل کی صفائی زیادہ سے زیادہ دور تک کر دی جائے۔ تاکہ گوریلے فوجیوں کی نگاہوں میں آ جائیں۔ ہیلی کاپٹروں کی تعداد بھی بڑھا دی گئی تھی اور اس طرح مؤثر انداز میں کام شروع کر دیا گیا تھا۔ اب نواحی بستیاں کسی حد تک ان تانڈوز سے محفوظ ہو گئی تھیں اور کافی عرصے سے وہاں کسی گوریلا حملے کی اطلاع نہیں ملی تھی۔

ہمیں یہاں آئے ہوئے تقریباً ڈھائی ماہ ہو چکے تھے اور یہ عرصہ بڑا صبر آزما تھا۔ ہم اپنے حقیقی مشن سے بہت دور نکل آئے تھے جب بھی کبھی ہم تنہا ہوتے تو آپس میں بیٹھ کر احمقانہ انداز میں ایک دوسرے کو دیکھتے اور ایک دوسرے سے یہی سوال کرتے کہ یہ ہم کس چکر میں آ پھنسے؟ یہاں سے کبھی نکلنا نصیب ہوگا یا نہیں؟

مشرقی جنگل میں مہم کا آغاز کر دیا گیا تھا اور بوتھان کو اس سلسلے میں رہنما بنایا گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ڈیگالن کون کون سے علاقوں میں ملتا ہے اور کہاں کہاں اس کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔ اس کی تجویز بھی یہی تھی اگر جنگلوں کی صفائی کر کے آگے بڑھتے رہا جائے تو یقیناً وہ ڈیگالن کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچ سکیں گے۔ کام بڑی تیز رفتاری سے جاری تھا۔ طریقہ یہ تھا کہ فوج جنگل کے نو دس میل کے علاقے کو چھانتی اور ہر مشتبہ جگہ پر تانڈوز کو تلاش کرتی۔ اس کے بعد ہزاروں مزدور جنگل کاٹنا شروع کر دیتے اور جس وقت یہ جنگل صاف ہو جاتا مزدور مزید آگے بڑھ جاتے۔

دن کی روشنی میں فوجی دستے دور دور تک کا جائزہ لیتے، کئی بار ہمیں بھی ان کے ساتھ جنگلوں میں داخل ہونا پڑا۔ ایسے ہی ایک دن کی بات ہے کہ ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ ہماری رہنمائی بوتھان ہی کر رہا تھا۔ بوتھان کے بارے میں اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ اس جنگل کے پیچ و خم اور خفیہ راستوں سے پوری طرح واقف ہے۔ چنانچہ وہ بڑے اطمینان سے ہماری رہنمائی کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ دشوار گزار راستوں پر گاڑیاں لے جانے سے بڑی مشکلات پیدا ہو جاتی تھیں۔ بعض جگہوں پر پیدل ہی سفر کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ اس دن بھی ہم پیدل ہی سفر کر رہے تھے۔ ہماری اسٹین گنیں تیار تھیں۔ تقریباً آدھا دن گزر چکا تھا اور ہمیں اب تک کسی بھی تانڈو سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔

دوپہر کے بعد جب سورج نے ڈھلان کا سفر طے کرنا شروع کیا تو ایک ایسی جگہ نظر آئی جہاں دلدل پھیلی ہوئی تھی۔ اس میں کہیں کہیں تھوڑا تھوڑا پانی کھڑا ہوا تھا۔ بوتھان نے ہماری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

طرف دیکھا اور ہمیں آگے آنے کا اشارہ کیا لیکن تھوڑی دور چلنے کے بعد چرن سنگھ نے کہا "میرا خیال ہے یہاں زیادہ آگے بڑھنا مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے دلدل آگے چل کر گہری ہو جائے۔ ہماری واپسی اتنی آسان نہیں ہوگی۔" ابھی چرن سنگھ نے یہ الفاظ ادا ہی کیے تھے کہ دفعتاً دلدل کے دوسری جانب سے ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور بوتھان کے حلق کو چیرتی ہوئی ایک طرف نکل گئی۔ بوتھان چیخ مار کر ایک طرف گر پڑا۔ کافی دیر تک اس کا بدن پھڑکتا رہا اور اس کے بعد ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ سانحہ ایسا تھا کہ ہم سب ساکت ہو کر رہ گئے تھے۔

بوتھان کی موت نے ہمارے آگے بڑھنے کا راستہ منقطع کر دیا تھا۔ وہی ان علاقوں میں ہمارا رہنما تھا۔ ڈیگالن کے آدمیوں نے اسے قتل کرنے کے بعد ہمیں دہری مصیبت کا شکار کر دیا تھا لیکن اسی وقت میں نے کرنل کیرالنو کو شدید غصے کے عالم میں آگے بڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ بوتھان کی موت سے سخت مشتعل ہو گیا تھا اور دلدل عبور کر کے اس کے دوسرے کنارے پر پہنچنا چاہتا تھا۔ تاکہ بوتھان کو قتل کرنے والے تانڈوز کو تلاش کر کے ٹھکانے لگا دے۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی تیزی سے آگے بڑھنے لگے، مجبوراً ہمیں بھی ان لوگوں کے پیچھے پیچھے چلنا پڑا تھا۔ ہمارے پاؤں دلدل میں دھنسنے لگے اور قدم اتنے بوجھل ہو گئے کہ پاؤں اٹھانا دوبھر محسوس ہونے لگا۔ میں نے فوراً ہی یہ محسوس کر لیا تھا کہ کرنل کیرالنو نے اس طرح جوش میں آگے بڑھ کر حماقت کا ثبوت دیا ہے۔

دوسری طرف مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔ تانڈوز نے انتہائی ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے گولی چلا کر ایک طرف اپنے راستے سے تجربے کار بوتھان کو ہٹا دیا تھا اور دوسری طرف ہمیں اشتعال دلا دیا تھا۔ تاکہ ہم اپنی موت آپ مر جائیں۔ بوتھان زندہ ہوتا تو وہ ہمیں ان دلدلی راستوں سے بہ آسانی گزار دیتا۔ اب خیریت اسی میں تھی کہ ہم واپس آ جائیں لیکن کرنل کیرالنو جوشِ غضب میں پاگل ہو رہا تھا، وہ آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔

دلدل میں انتہائی خوفناک جونکیں رینگ رہی تھیں جنھوں نے فوراً ہی ہمارے جسم کے کھلے ہوئے حصوں پر قبضہ کر لیا اور جسم کے ساتھ چپک کر خون چوسنے لگیں۔ میں اور چرن سنگھ اس آفت سے بری طرح بوکھلا گئے تھے۔ بڑی مشکل سے ہم نے ایک جونک کو ٹانگ پر سے نوچا، وہ خون پی پی کر بری طرح پھول گئی تھی۔ تمام ہی لوگ سخت عذاب میں مبتلا تھے۔ دلدل سے فوراً باہر نکلنا آسان کام نہیں تھا۔ یہاں تک کہ میں نے کرنل کیرالنو کو گلے گلے تک دلدل میں پھنستے ہوئے دیکھا۔ اس کے حلق سے چیخیں نکل رہی تھیں۔ اس وقت کرنل کیرالنو کی موت کا مطلب یہ تھا کہ ہم سب یہیں فنا ہو جائیں، اس لیے میں اور چرن سنگھ پھرتی سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے لیکن وہ جگہ بھی ایسی تھی کہ ہم لوگ بھی تیزی سے دلدل میں دھنستے جا رہے تھے۔

کرنل کیرالنو اب تقریباً آدھے چہرے تک دلدل میں دھنس گیا تھا۔ اس کی آنکھیں باقی رہ گئی تھیں اور اب ان آنکھوں میں خوف اور حسرت تھی۔ میں نے اس کے بال پکڑ لیے، میرے عقب میں چرن سنگھ تھا۔ اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ دیکھا دیکھی کچھ اور لوگ بھی آگے بڑھ آئے اور اس طرح ایک قطار سی بنتی چلی گئی۔ سب نے ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا اور ہم کرنل کیرالنو کو باہر کھینچنے لگے۔ کرنل کیرالنو جو اب تک موت کا منتظر تھا، آہستہ آہستہ باہر نکلنے لگا۔ اس کے حواس بے شک بحال تھے اور وہ خود بھی باہر نکلنے کی جدوجہد کر رہا تھا۔

بڑی مشکل سے ہم اسے باہر کھینچنے میں کامیاب ہوئے لیکن اس کا بدن مفلوج سا ہو گیا تھا۔ ہمارے بے شمار آدمی اس دلدلی موت کا شکار ہو گئے اور جو باقی بچے وہ بمشکل تمام پیچھے آنے میں کامیاب ہو سکے۔ ہمارے تمام جسم سے جونکیں لپٹی ہوئی تھیں۔ ان جونکوں سے جان چھڑانا انتہائی مشکل کام تھا۔ کم بخت اس طرح چمٹ گئی تھیں کہ فوری طور پر کوئی ذریعہ ایسا نظر نہیں آتا تھا کہ انھیں علیحدہ کیا جا سکے۔ خدا خدا کر کے ہم واپس اسی جگہ تک پہنچے، جہاں سے دلدل شروع ہوتی تھی، یہاں پہنچنے کے بعد لوگوں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ آگ روشن کی اور سلگتی ہوئی چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کے سرے جونکوں کے جسموں سے لگا کر انھیں بدن سے جدا کیا گیا لیکن اس دوران وہ کم بخت اتنا خون چوس چکی تھیں کہ فوجیوں کے جسم میں نقاہت پیدا ہو گئی تھی۔ ہمارے لیے اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ ہم پیچھے ہٹ جائیں، وہ راستہ ہمارے لیے مسدود ہو چکا تھا۔

ہم اس افتاد سے نجات پا کر چند لمحے ہی سکون کا سانس لے سکے تھے کہ ایک بار پھر ہم پر گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ بچے کھچے سپاہیوں نے بھی اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ کرنل کیرالنو کے حواس اب بھی بہتر نہیں تھے۔ نئی زندگی پانے کی خوشی نے اسے نڈھال سا کر دیا تھا۔ ہمیں یہ احساس جلد ہی ہو گیا کہ اگر ہم نے مزید کچھ وقت اور ادھر گزار لیا تو پھر ہماری زندگیوں کا بچنا محال ہو گا۔ ہم سب نے کرنل کیرالنو کے حواس بحال کرنے کی کوشش کی اور بے چارہ کرنل جلد ہی حواس میں آ گیا۔

چنانچہ اس نے پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد ہم لوگ مسلسل پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ یہ شکست تسلیم کرنے کا معاملہ نہیں تھا بلکہ کرنل کیرالنو اپنے حواس مجتمع کر کے کوئی اور قدم اٹھانا چاہتا تھا۔ اس واقعے کے تقریباً بیس دن کے بعد کرنل کیرالنو نے ایک انتہائی خوفناک کارروائی کی۔ اس نے جنگل کو چاروں طرف سے آگ لگا دی اور اس کے بعد یہ آگ پھیلتی چلی گئی۔ جنگل جلتا رہا اور اس کے اطراف میں فوج نے گھیرا ڈال دیا لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ تانڈوز نے جلتے ہوئے اس جنگل سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اکثر ان کی چیخیں آگ کے شعلوں کے درمیان سنائی دیتی تھیں، ان کے نکلنے کے لیے کوئی راستہ نہیں چھوڑا گیا تھا اگر کبھی آگ کے شعلوں میں جھلستے ہوئے کچھ بدن نظر آ جاتے تو ان پر گولیوں کی بارش شروع کر دی جاتی۔ کرنل کیرالنو اس سے زیادہ بھیانک انتقام ان گوریلوں سے نہیں لے سکتا تھا۔

جنگل نجانے کتنے عرصے تک جلتا رہا۔ کرنل کیرالنو نے فوج کو ہدایات دیں اور واپس اپنے ہیڈ کوارٹر آ گیا تھا۔ میں اور چرن سنگھ بھی اس کے ساتھ تھے اور اب ہمیں کرنل کیرالنو اور مقامی پولیس آفیسر گریتھر آٹرن کی مکمل توجہ اور حمایت حاصل ہو گئی تھی۔ کیونکہ ہم نے اس کارروائی میں ان کا مکمل اور بھرپور ساتھ دیا تھا، اب کرنل اکثر ہمیں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ چرن سنگھ اور میں ایک خونی دور سے گزر چکے تھے، ہم پر بے پناہ گوریلوں کی موت کا اثر اب تک طاری تھا۔ وہ خونریز ہنگامے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے جن میں فوج کے جوان بھی بے تحاشا مارے گئے تھے اور اس کے بعد جنگل میں گوریلوں کو زندہ جلا دیا گیا تھا۔

چرن سنگھ نے ایک رات مجھ سے کہا "بھائی جی، اب کتنا عرصہ یہاں اور گزارو گے؟ مجھے تو یہی لگتا ہے جیسے ہم واپس زولانز کے کسی جزیرے پر پہنچ گئے ہوں!"

"میں غور کر رہا ہوں چرن سنگھ اور اب یہاں سے واپسی کی ایک ہی ترکیب میری سمجھ آئی ہے!"

"وہ کیا بھائی جی؟" چرن سنگھ نے پوچھا اور میں چرن سنگھ کو اپنے پروگرام کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا۔ چرن سنگھ نے پوری تفصیل سننے کے بعد مجھ سے اتفاق کیا تھا۔ ہمیں اپنا یہ کام بڑی احتیاط سے انجام دینا تھا۔ چنانچہ ایک دوپہر ہم جیپ لے کر نکل پڑے۔ آسمان شفاف تھا اور ہم جیپ ناہموار راستوں پر دوڑاتے پھرے۔ پھر ایک ایسی جگہ منتخب کرنے کے بعد جہاں فوجی جوانوں کی آمد و رفت زیادہ رہتی تھی، ہم نے جیپ کو ایک بڑے پتھر پر چڑھا کر الٹ دیا اور خود بڑی احتیاط سے اس کے نیچے دب گئے۔ ہم نے اپنے بدن اس طرح جیپ کے ایک حصے تلے دبائے تھے کہ یہ حادثہ حقیقی محسوس ہو لیکن درحقیقت درمیان میں اتنا خلا موجود تھا کہ جیپ کا وزن ہمارے جسموں پر نہ پڑ سکے۔ اس حادثے کی اطلاع ان لوگوں کو ہو جانا زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ تقریباً پینتالیس منٹ تک ہمیں اسی طرح پڑے رہنا پڑا اور اس کے بعد الٹی ہوئی جیپ دیکھ لی گئی۔ فوراً ہی کرنل کیرالنو کو اس حادثے کی اطلاع دی گئی۔ اس دوران فوجی جوانوں نے زور لگا کر جیپ ہٹا دی تھی اور اب ہمیں بے ہوش رہنے کی اداکاری کرنا تھی۔ لہٰذا ہم بے ہوش رہے اور سب کی آوازیں سنتے رہے۔

کرنل کیرالنو اطلاع ملتے ہی وہاں پہنچ گیا تھا اور اب موقع واردات کا جائزہ لے رہا تھا۔ صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ جیپ پتھر پر چڑھ کر الٹ گئی ہے، کسی کو ہمارے اوپر شبہ بھی نہیں ہو سکا۔ کرنل کیرالنو نے فوراً ہی گریتھر آٹرن کو طلب کر لیا اور گریتھر آٹرن جو ہمارا گہرا دوست بن گیا تھا، وہاں پہنچ گیا۔ ہمیں بے ہوشی کی حالت میں ابتدائی طبی امداد دی گئی۔ ہم ان لوگوں کی گفتگو سنتے رہے، آخر گریتھر آٹرن نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ اس نے کہا کہ ہم دونوں کو فوراً ہیڈ کوارٹر واپس بھیج دیا جائے، تاکہ بہتر طریقے سے اسپتال میں ہمارا علاج ہو سکے۔

بے چارہ گریتھر آٹرن خود ہی ہمیں لے کر فیری کول سے واپس آیا اور ہم ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔ ہیڈ کوارٹر کے چھوٹے سے اسپتال میں ہمیں داخل کر دیا گیا۔ یہ عارضی طور پر قائم کیا گیا ایک معمولی اسپتال تھا۔ اس کے ایک کمرے میں ہم دونوں کو برابر برابر بستروں پر لٹا دیا گیا، جہاں ہم لوگوں کو ہوش تو آنا ہی تھا۔ گریتھر آٹرن ہمارا ہمدرد اور غمگسار بنا ہوا تھا۔ اس نے ہماری خیریت پوچھی اور ہم اسے جیپ الٹنے کی تفصیلات بتلانے لگے لیکن اس کے بعد ہم نے فوراً ہی اپنے نچلے بدن کے مفلوج ہو جانے کا اظہار بھی کر دیا اور اس بات پر ہم دونوں انتہائی آزردہ ہو گئے۔ گریتھر آٹرن پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی موجودگی میں ڈاکٹروں کو طلب کیا اور ڈاکٹروں کی توجہ ہم پر مرتکز ہو گئی۔

گریتھر آٹرن چونکہ پولیس کا ایک اعلیٰ افسر تھا۔ اس لیے اس کی ہدایت پر ہماری سخت نگہداشت کی گئی۔ علاج معالجے کے سلسلے میں ہمیں مختلف مراحل سے گزارا گیا تھا لیکن یہاں ہمارے مرض کے علاج کا معقول بندوبست نہیں تھا۔ چنانچہ کرنل کیرالنو اور گریتھر آٹرن نے بہتر علاج کے لیے ہمیں باہر بھیجنے کی سفارش کی۔

ہماری دلی مراد بر آئی تھی، یہاں رہ کر مسٹر براڈنسی بھی کئی بار یاد آئے تھے۔ دل چاہتا تھا کہ ان سے ملاقات کی جائے لیکن یہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

صورت حال ہمارے لیے انتہائی خوفناک ثابت ہوسکتی تھی، کسی کو ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا تو اس کے بعد کے حالات کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

سفارشات جا چکی تھیں اور اب جہاز کے آنے کا انتظار تھا۔ اسپتال میں ہماری حتی المقدور دیکھ بھال ہوتی رہی۔ ڈاکٹرز اس بات پر حیرانی کا اظہار کر رہے تھے کہ نچلے بدن پر تو کوئی چوٹ نہیں ہے پھر بدن کیوں مفلوج ہو گیا ہے جبکہ بظاہر اس پر فالج کے بھی آثار نظر نہیں آتے لیکن بظاہر ہمارا یہ کہنا بھی اہمیت رکھتا تھا کہ ہم مفلوج ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں جو اداکاری کرنا پڑی، وہ کم از کم مجھے تو ہمیشہ یاد رہے گی۔ بدن کو ایک مخصوص انداز میں ساکت رکھنا بے حد مشکل کام تھا لیکن زندگی بچانے کے لیے ہر طرح کے معاملات سے گزرنا پڑتا ہے۔

ہیڈ کوارٹر کے اسپتال میں ہم نے اسی حالت میں سولہ دن گزارے۔ سترھویں دن ہمیں اسٹریچروں پر ڈال کر جہاز میں پہنچا دیا گیا۔ یہ ایک جدید قسم کا جہاز تھا۔ جو کچھ قیدیوں کو لے کر آیا تھا، دوسرے کچھ لوگوں کو لے کر واپس جانے والا تھا۔ اس جدید ترین جہاز کے ایک خوب صورت کیبن میں مجھے اور چرن سنگھ کو منتقل کر دیا گیا۔ یقین نہیں آتا تھا کہ گریوائلز سے فرار ہونے کے بعد ہمیں واقعی آزادی کی زندگی نصیب ہونے والی ہے۔ ایک طویل عرصہ ہم نے اس علاقے میں گزارا تھا۔

جہاز نے جب گریوائلز کے ہیڈ کوارٹر کا ساحل چھوڑا تو ہماری آنکھیں نم ہو گئیں۔ چرن سنگھ خاص طور سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا "بھائی جی...... بھائی جی، کیا یہ حقیقت ہے؟ مجھے یقین نہیں آتا تم یقین کرو، مجھے یقین نہیں آتا۔"

"چرن سنگھ! خود کو قابو میں رکھو، ابھی ہمیں مزید کچھ مراحل سے گزرنا ہے۔"

چرن سنگھ خاموش ہو گیا، جہاز کا سفر جاری رہا۔ تقریباً ڈھائی گھنٹے کا سفر تھا یہ۔ ڈھائی گھنٹے کے بعد ہم بالآخر ایک بندرگاہ پر پہنچ گئے۔ بندرگاہ سے اسپتال تک کا سفر اتنا عجیب لگ رہا تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ بلند و بالا عمارتیں، سڑکوں پر چلتے ہوئے لوگ، دوڑتی ہوئی کاریں۔ یہ دنیا اجنبی سی لگ رہی تھی۔ گریوائلز میں جو بھی وقت گزار چکا تھا، وہ شاید آخری سانس تک اسے نہیں بھول سکتا تھا۔

راستے میں چرن سنگھ نے مجھ سے کہا "بھائی جی، یہ لوگ ہمیں اسپتال لیے جا رہے ہیں، ممکن ہے کچھ ایسے حالات پیش آجائیں جن کی بنا پر ہم یکجا نہ رہ سکیں، ایسی صورت میں تمہارا کیا پروگرام رہے گا؟"

"چرن سنگھ! اوّل تو میں کوشش یہی کروں گا کہ ہم دونوں ساتھ ساتھ رہیں لیکن بالفرض اگر ایسا ہو بھی گیا تو بہتر یہی ہوگا کہ موقع پا کر تم نکلنے کی کوشش کرنا، میں اپنے طور پر یہ کوشش کروں گا۔ اگر ہمارا ساتھ رہا تو ٹھیک ہے۔ ورنہ بہتر یہی ہے کہ ہم یہیں سے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہہ لیں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا بھائی جی! تم سے اتنی محبت ہو گئی ہے کہ اب تمہارے بغیر تو مرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔" چرن سنگھ بھاری لہجے میں بولا۔

"نہیں چرن سنگھ! میری منزل کچھ اور ہے، تم میرا ساتھ نہیں دے سکو گے۔ میں ایک بار پھر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ جذباتی ہونے کی کوشش مت کرنا، اگر زندگی باقی رہی تو ممکن ہے کسی اور موڑ پر ہماری ملاقات ہو جائے۔" میں نے کہا اور چرن سنگھ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہ گیا تھا۔

بالآخر ہم اسپتال پہنچ گئے۔ یہ اسپین کے ایک بہت بڑے شہر کا بہت بڑا اسپتال تھا، انتہائی شاندار۔ چرن سنگھ کا خدشہ درست نکلا، ہم دونوں چونکہ تمام کاغذات اپنے ساتھ لائے تھے جن کی رو سے ہمیں حکومت کا ایک اہم کارندہ ہونے کا شرف حاصل تھا، چنانچہ ہماری دیکھ بھال کے لیے بھی معقول ترین بندوبست کیا گیا تھا۔ البتہ ہمیں الگ الگ کمروں میں رکھا گیا تھا۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا کہ چرن سنگھ کا کمرہ میرے کمرے سے کتنی دور ہے۔ جس کمرے میں مجھے منتقل کیا گیا تھا، وہ خاصا کشادہ اور صاف ستھرا تھا۔ دو نرسیں میری خدمت پر مامور ہو گئیں، ڈاکٹروں نے میرا جائزہ لیا اور اسی دن مجھے چند مشینی مراحل سے گزرنا پڑا۔ وہ لوگ میرے مفلوج بدن کا جائزہ لے رہے تھے۔ تمام رپورٹ ان کے پاس موجود تھی۔ اس دن میرے تین ٹیسٹ لیے گئے اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ مزید چند ٹیسٹ لے کر علاج شروع کیا جائے گا۔ چونکہ ابتدائی ٹیسٹ جو لیے گئے تھے، ان سے کسی بات کا پتا نہیں چلتا تھا اور ڈاکٹرز یہ معلوم کرنے میں ناکام رہے تھے کہ مفلوج ہونے کی وجہ کیا ہے۔ یہاں بھی مجھے اپنے آپ کو اسی انداز میں رکھنا پڑا تھا لیکن جب بھی موقع ملتا، میں اپنے اعضا کو جھٹک جھٹک کر دوران خون بحال کرنے کی کوشش کر لیتا تھا لیکن نہایت احتیاط کے ساتھ، تاکہ ان لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو سکے۔

چرن سنگھ کی طرف سے طبیعت پریشان رہتی تھی، پتا نہیں بے چارہ کس حال میں تھا؟ یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوا تھا یا نہیں، ویسے ایک احساس اور بھی تھا، اگر چرن سنگھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھ سے پہلے نکلنے میں کامیاب ہوگیا یا مجھے اس سے پہلے نکل جانے کا موقع مل گیا تو کہیں دوسرا نہ پھنس جائے یعنی اگر چرن سنگھ فرار ہو جائے تو میری شخصیت مشکوک ہوسکتی تھی اور میرا فرار ہونا چرن سنگھ کو مشکوک بنا سکتا تھا لیکن ایک خیال اور بھی تھا میرے ذہن میں، فوری طور پر تو ڈاکٹر یہ فیصلہ نہیں کر پائیں گے کہ مریض خود اٹھ کر باہر کیسے نکل گیا۔ غالباً مجھے اس اسپتال میں منتقل ہوئے یہ چوتھا دن تھا اور اب میں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ تمام خدشات کو بالائے طاق رکھ کر یہاں سے نکل جاؤں گا۔ حالانکہ یہ بھی ایک مشکل معاملہ تھا۔ فرار کے بعد ایک بار پھر مجھے چھپنا پڑے گا لیکن اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ جیسا بھی تھا، یہ موقع غنیمت تھا۔

میں انھی خیالات میں غلطاں تھا کہ شام کو چار بجے کچھ افراد میرے پاس آئے۔ میں نے یہی سوچا کہ وہ ڈاکٹر ہوں گے لیکن جب آنے والوں میں سے ایک کے چہرے پر نگاہ پڑی تو میرے پورے بدن پر چیونٹیاں سی رینگنے لگیں، میری آنکھوں میں چند لمحے کے لیے وحشت ابھر آئی تھی۔ ایک مکروہ اور خوفناک شکل میرے سامنے موجود تھی اور میں اس شخص کو پہچاننے میں غلطی نہیں کرسکتا تھا، یہ اولیو ہارورڈ تھا۔ ہاں، یہ اولیو ہاورڈ ہی تھا۔ میرا بدترین دشمن۔ جس نے میری زندگی کا بہترین حصہ گریوائلز کے جزیرے میں ضائع کروادیا تھا اور جس کی اس وقت آمد نے میری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا چند لمحے تک میں شدید سنسنی کا شکار رہا، میری ذہنی کیفیت اعتدال پر نہیں رہی تھی لیکن پھر میں نے خود کو سنبھالا۔ علی یار خان! زندگی کا ایک اور نازک موڑ آگیا ہے۔ یہ بدبخت شیطان یہاں پہنچ گیا ہے۔ بڑی ہمت، بڑی جرأت سے کام لینا ہوگا، ورنہ صورتِ حال بگڑ جائے گی اور پھر میں نے ایک فیصلہ کرلیا۔ کہ جس حد تک بھی ممکن ہو، میں خود کو اولیو ہاورڈ سے لاتعلق رکھوں اور چہرے پر ایسے آثار نہ پیدا ہونے دوں کہ میں اُسے پہچان گیا ہوں۔

اولیو ہاورڈ مسکراتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔ "ہیلو، کیسے مزاج ہیں تمھارے؟"

"ٹھیک ہوں۔" میں نے کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہا۔

"مجھے پہچانتے ہو؟" اولیو ہاورڈ مشفق لہجے میں بولا۔ بالکل یہی معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے وہ میرا کوئی پرانا دوست ہو۔ اور میرے لیے دل میں بڑی ہمدردی کے جذبات رکھتا ہو۔

"تمھیں... تم... میرا مطلب ہے تم ڈاکٹر ہو؟" میں نے بڑی سادگی سے سوال کیا۔

"نہیں، میں تمھارا دیرینہ دوست ہوں،" اولیو ہاورڈ نے میری کلائی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اس کا بھدا اور کھُردرا ہاتھ میری کلائی سے ٹکرایا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سارے بدن میں انگارے بھر گئے ہوں۔

"افسوس، میں نے یہ نام اس سے پہلے کبھی نہیں سنا۔"

"ڈاکٹر! میرا دوست مجھے پہچان نہیں سکا۔ جبکہ اس کی شکل دن رات میری آنکھوں میں گھومتی رہتی تھی۔ مجھے افسوس ہے اپنے دوست کی اس حالت پر اور ڈاکٹر میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر ہاورڈ! ہم آپ کے سامنے انکار نہیں کرسکتے آپ جس حیثیت کے مالک ہیں اس کے تحت بھلا کسی سلسلے میں آپ سے انکار کیسے کیا جاسکتا ہے لیکن انھیں یہاں سے روانہ کرنے کے لیے ہمیں کچھ ضروری کارروائیاں کرنا ہوں گی۔"

"تو آپ کرلیجیے، میں یہاں موجود ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے کہا اور اُن میں سے ایک ڈاکٹر واپس چلا گیا۔ میرے بدن کا لہو خشک ہوا جا رہا تھا، اولیو ہاورڈ نے اس وقت مجھ پر قابو پایا تھا جب میں آزادی سے قریب تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ اٹھوں اس پر حملہ کروں اور اسے اسی جگہ فنا کرکے رکھ دوں لیکن خود کو سنبھالنا تھا۔ میں دیارِ غیر میں تھا، دشمنوں کے نرغے میں تھا تنہا تھا، اس وقت میری ہر کوشش خطرناک ہوسکتی تھی۔ مجھے یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں میرے ساتھ ساتھ ہی چرن سنگھ کی شامت بھی نہ آجائے لیکن میں کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا۔

ڈاکٹر تھوڑی دیر کے بعد میڈیکل آفیسر کے ساتھ واپس آیا۔ میڈیکل آفیسر نے اولیو ہاورڈ سے کچھ معذرتی الفاظ کہے۔ جن میں اس نے کہا تھا کہ دراصل میرے کچھ ٹیسٹ اور بھی کرنے ہیں اور اس کے بعد علاج شروع کیا جانا ہے لیکن اولیو ہاورڈ نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔

"میں اس سلسلے میں آپ کو وزارتِ داخلہ سے براہِ راست احکامات دلوا سکتا ہوں، بہتر یہی ہے کہ اسے میرے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں، اس کے بارے میں میں مکمل ذمے داری قبول کرتا ہوں۔ تمام تر علاج میں اپنی ذمے داری پر کراؤں گا۔"

"میں آپ کے بارے میں بتا دیا گیا ہے مسٹر ہاورڈ! ہم آپ سے تعاون کرنے میں دریغ نہیں کرتے، یہ صرف ایک ڈاکٹر کے طور پر میں نے آپ سے درخواست کی تھی۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں اپنے دوست کو اپنے ساتھ رکھوں گا۔"

"نہیں، میں اس کے ساتھ نہیں جانا چاہتا۔" میں نے ہذیانی انداز میں چیخ کر کہا

"فکر نہ کرو ڈیئر! فکر نہ کرو، سب ٹھیک ہوجائے گا۔" ہاورڈ نے کہا اور پھر اس نے باہر کی سمت رخ کرکے کسی کو آواز دی "تم لوگ اندر آجاؤ۔" میں جانتا تھا، وہ تنہا نہیں آیا ہوگا۔ اسی وقت چھ افراد اندر آگئے، سب کے سب مسلح تھے یقیناً مقامی سیکیورٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے آنے کے بعد ڈاکٹروں کے لیے کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہ رہی، چنانچہ مجھے اپنی جگہ سے اٹھا کر اسٹریچر پر ڈالا گیا۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت کوئی فوری جدوجہد کام نہیں آسکے گی۔ اس لیے میں نے اپنے آپ کو حالات کے سہارے پر چھوڑ دیا تھا۔

اسٹریچر ایک بند گاڑی میں رکھ دیا گیا۔ اولیو ہاورڈ میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر فتح مندی کی مسکراہٹ تھی اور میرا کلیجہ خون ہوا جا رہا تھا۔ بند گاڑی چل پڑی۔ میں جانتا تھا کہ وہ شدید ترین حفاظت میں ہوگی۔ اولیو ہاورڈ میری طرف سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ جب بھی مجھ پر نگاہ ڈالتا اس کی آنکھوں میں ایسی شفقت، ایسی ہمدردی رچی ہوتی کہ مجھے اپنے آپ پر جنون آنے لگتا۔ کم بخت کے اس انداز میں جو بے پناہ طنز تھا، اسے میں اچھی طرح محسوس کر رہا تھا لیکن بے بسی کے یہ لمحات میری تقدیر تھے۔ اس سے پہلے میں نے اپنے آپ کو کبھی اتنا بے بس نہیں محسوس کیا تھا۔ مجھے زندگی سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا۔ بس یہ چاہتا تھا کہ جب تک زندہ رہوں فلسطینی مفادات کے لیے کام کرتا رہوں اور اس کوشش میں اگر جان بھی دینا پڑے تو اس سے قطعاً دریغ نہ کروں لیکن اس طرح اس موذی دشمن کے ہاتھوں فنا ہونا مجھے پسند نہیں تھا۔ اولیو ہاورڈ کی پوزیشن یہاں خاصی مضبوط تھی، اس کا اندازہ اسپتال ہی میں ہوگیا تھا۔ چنانچہ یہ تصور بھی احمقانہ ہوتا کہ میں قانونی ذرائع حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ اس کے علاوہ اسپین میں فلسطینی تنظیم کا کوئی ہیڈکوارٹر میرے علم میں نہیں تھا یعنی ان سے رابطہ بھی ممکن نہ تھا۔ جو کچھ کرنا تھا، خود ہی کرنا تھا۔ وین کے سفر کے دوران میں نے فیصلہ کیا کہ اولیو ہاورڈ کے سامنے بھی مجھے مفلوج ہی رہنا چاہیے۔ تاکہ کم از کم وہ میرے فرار ہونے کے امکانات پر غور نہ کرسکے اور مجھے بے بس سمجھ کر ایسے اقدام سے باز رہے جو میرے لیے اس کے چنگل سے نکلنے کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں۔

وین کا سفر مختلف سمتوں میں جاری رہا پھر وہ رک گئی۔ غالباً وہ جگہ آگئی تھی جہاں اولیو ہاورڈ مجھے لانا چاہتا تھا۔ اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور بولا "ہوں، تو مسٹر علی یار خان! کیا تم اپنے پیروں سے چلنا پسند کروگے؟ دراصل تمھارے بارے میں میری معلومات اس قدر زیادہ ہیں کہ شاید اپنے کسی بہت قریبی رشتے دار یا دوست کے بارے میں بھی نہ ہوں گی۔" میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے ہاورڈ کی طرف دیکھا، اپنی آنکھوں میں، میں نے ایسی شدید بے بسی کے آثار پیدا کرلیے تھے کہ یقیناً ہاورڈ ان سے متاثر ہوگیا ہوگا۔ یہاں مجھے اپنی بے پناہ صلاحیتوں سے کام لینا تھا۔ گریوائلز کی زندگی اور وہاں سے فرار کی کوششیں ذرا مختلف تھیں۔ وہاں زیادہ تر جسمانی طاقت سے کام لینا پڑا تھا لیکن اولیو ہاورڈ کے سامنے ذہن و جسم دونوں کا استعمال لازمی تھا۔ چنانچہ میں نے زبان سے کچھ بھی نہ کہا۔

اولیو ہاورڈ ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا پھر آہستہ سے بولا "بہرحال، میں تم سے مکمل تعاون کروں گا۔"

اس نے اپنے آدمیوں کو بلایا اور وہ لوگ میرا اسٹریچر لے کر چل پڑے۔ اولیو ہاورڈ اسٹریچر کے ساتھ ساتھ اس کمرے تک آیا تھا جس میں مجھے لایا گیا تھا۔ ایک آرام دہ خواب گاہ تھی جس میں تقدیری بستر لگا ہوا تھا اور بلکا پھلکا ڈیکوریشن کا سامان موجود تھا۔ اسٹریچر سے مجھے بستر پر منتقل کردیا گیا۔ اولیو ہاورڈ نے اپنے ساتھیوں کو جانے کا اشارہ کیا اور پھر خود دروازہ بند کرکے میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"کیا واقعی، تمھارے جسم کو شدید نقصان پہنچا ہے؟ اگر ایسا ہوا ہے علی یار خان تو مجھے شدید افسوس ہے۔ مجھے تو وہی باعمل وہی برق رفتار دشمن چاہیے جس کے لیے میرے دل میں یہ حسرت رہی کہ کاش میں اسے اپنے ہاتھوں سے بے دست و پا بنا سکوں۔ اگر تم مجھے مفلوج حالت میں ملے ہو تو یہ میرے لیے انتہائی دکھ کی بات ہے لیکن فکر مت کرو بعض اوقات بدترین دشمن بہترین دوست ثابت ہوتا ہے۔ مجھے اس وقت تک تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے جب تک کہ تم میرے سامنے اپنے پیروں پر تن کر نہ کھڑے ہوجاؤ۔ اس لیے علی یار خان! ابھی اپنے دل سے تمام خدشات نکال دو۔ میں تمھیں بے بسی کے عالم میں قتل نہیں کروں گا۔ بلکہ بہترین ڈاکٹروں سے تمھارا علاج کراؤں گا۔" اس کے لہجے میں ایک عجیب سا تاثر تھا، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اس کے بارے میں کیا سوچوں؟ لیکن ایسی گفتگو سے متاثر ہوکر اپنے دل میں نرمی پیدا کرلینا بھی حماقت کی بات تھی۔ اولیو ہاورڈ سے کسی بھلائی کی توقع رکھنا ایسا ہی تھا جیسے زہریلے سانپ پر اعتماد کرنا۔

وہ میرے بدن کے نچلے حصے کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھنے لگا۔ جگہ جگہ اس نے میری پنڈلیوں اور میری رانوں میں ایسی چٹکیاں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیں کہ میری جان ہی نکل گئی لیکن اداکاری میں حقیقت کا رنگ بھرنا تھا، سب کچھ برداشت کرنا پڑا۔ اولیو ہاورڈ گہری نگاہوں سے میری ٹانگوں اور میرے نچلے دھڑ کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا: "تعجب کی بات ہے، دورانِ خون محسوس ہوتا ہے لیکن بدن کی بے حسی میرے لیے تعجب خیز ہے۔"

اس نے اپنی جیب سے لائٹر نکالا اور اسے روشن کر کے میرے گھٹنے کے قریب لے گیا۔ میں نے آنکھیں بھی نہیں بند کی تھیں۔ البتہ دل میں، میں نے سوچا تھا کہ ٹھیک ہے اولیو ہاورڈ، تمھاری درندگی اور چالاکی کو اس وقت ناکام نہ بنایا تو میں بھی پاکستان کا بیٹا نہیں۔ لائٹر نے میرے گھٹنے کی کھال جلا دی لیکن کیا مجال جو میرے پاؤں میں کسمساہٹ بھی پیدا ہوئی ہو۔ جلن شدید ہو گئی تھی لیکن میں آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس دوران اولیو ہاورڈ کی نگاہیں میرے چہرے پر جمی رہی تھیں پھر اس نے لائٹر بند کر کے پیچھے ہٹا لیا۔

"ہوں، بہرحال میرے دوست! آرام کرو، میں تمھارے لیے ڈاکٹرز کا بندوبست کرتا ہوں۔" وہ کمرے سے باہر نکل گیا — میری آنکھوں میں نمی پیدا ہو چلی تھی۔ تکلیف شدید تھی۔ پورا جسم قوتِ برداشت کے اس مظاہرے کے بعد مائل بہ فریاد تھا۔ اولیو ہاورڈ نے دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا، میرے چاروں طرف سناٹا ساطاری تھا۔ ذہن میں شدید سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے دور سے طوفانِ بادوباراں کا شور آہستہ آہستہ ابھر رہا ہو اور یہ آواز میرے وجود میں شدید ہیجان پیدا کر رہی تھی۔ اپنے آپ کو اس ہیجان سے بچانے کے لیے میں نے اپنی سوچ کا رخ بدلا اور تھوڑی دیر کے بعد آوازیں معدوم ہو گئیں۔

اولیو ہاورڈ جس طرح مجھ تک پہنچ گیا تھا، اس سے اس کی دسترس کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ پتا نہیں کس طرح اسے میری یہاں آمد کی خبر ہو گئی۔ ذہن اس سلسلے میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر پایا تھا، زیادہ دماغ کھپانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں تو اب یہ سوچ رہا تھا کہ اولیو ہاورڈ کے اور میرے تنازعات اب کیا رخ اختیار کریں گے، وہ جس جگہ مجھے لے آیا تھا، وہ اتنی غیر محفوظ بھی نہیں ہو گی کہ مجھے یہاں سے بہ آسانی نکلنے میں کامیابی حاصل ہو جائے۔ میں جانتا تھا کہ وہ میرے قتل کے درپے نہیں ہے کیونکہ وہ مجھے یہودی رہنماؤں کے سپرد کرنے کا عہد کر چکا تھا۔ ممکن ہے اب وہ مجھے یہاں سے تل ابیب پہنچانے کے انتظامات شروع کر دے۔ کم از کم میں تل ابیب نہیں جانا چاہتا تھا خواہ اس کے لیے مجھے موت ہی کیوں نہ قبول کرنا پڑتی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ مزید کچھ وقت گزار لوں اور اس کے بعد یہاں سے فرار کی بھرپور کوشش کروں اور اگر اس کوشش میں ناکام ہو جاؤں تو موت کو بہ خوشی گلے لگا لوں۔

اولیو ہاورڈ کچھ بھی کر لے، میں تل ابیب نہیں جاؤں گا۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہ قبول کروں۔ بے ہوشی کے عالم میں وہ مجھے جہاں چاہے لے جا سکتا تھا۔

نیا مرحلہ سخت اور صبر آزما تھا۔ پورا دن گزر گیا، بغیر کچھ کھائے پیے۔ اس دوران دو نرسیں یکے بعد دیگرے میرے پاس دو، دو گھنٹے ڈیوٹی دے چکی تھیں۔ ان کا رویّہ بھی میرے ساتھ بہت اچھا تھا۔ ویسے یہ مقامی لڑکیاں تھیں۔ اس لیے میں جانتا تھا کہ ان سے کوئی سوال کرنا حماقت ہو گی۔ انھوں نے مجھے کھلانے پلانے کی کوشش بھی کی لیکن میں نے ان سے معذرت کر لی۔ میں نے کہا کہ مجھے بھوک نہیں ہے۔ شام کو تقریباً ساڑھے پانچ بجے اولیو ہاورڈ کچھ ڈاکٹروں کے ساتھ میرے پاس آیا۔ ان کی تعداد چار تھی اور ان میں دو امریکن معلوم ہوتے تھے۔ ڈاکٹرز مجھے دیکھتے رہے، انھوں نے مخصوص طریقوں سے میرے بدن کے اس حصے کو ٹھوک بجا کر دیکھا۔ ایک ڈاکٹر نے میرے پاؤں کی نس میں سوئی چبھو کر تھوڑا سا خون بھی حاصل کیا اور اس کے بعد وہ اولیو ہاورڈ سے گفتگو کرنے لگے۔ یہ گفتگو میری سمجھ میں تو نہیں آسکی تھی، کیونکہ سرگوشیانہ انداز میں ہو رہی تھی لیکن اولیو ہاورڈ کے ہونٹوں کی مسکراہٹ دیکھ کر میں اندازہ لگا چکا تھا کہ ڈاکٹروں نے میرے لیے کیا کہا ہے لیکن اب خواہ کچھ بھی ہو، میں خاموشی سے ان کی یہ حرکات دیکھتا رہا پھر اولیو ہاورڈ خاموشی سے ڈاکٹروں کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔

وقت اسی طرح گزرتا رہا۔ رات کو پھر مجھے کھانے کی پیشکش کی گئی لیکن میں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس سلسلے میں کسی نے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ تقریباً پونے بارہ یا بارہ کا وقت ہو گا کہ دفعتاً مجھے کوئی تپش سی محسوس ہوئی۔ میں نے متحیرانہ انداز میں گردن گھما کر دیکھا تو عقبی کھڑکی کا بڑا پردہ دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ اس کے نزدیک ہی دیوار پر دوسرا پردہ بھی جل اٹھا تھا اور لکڑی کا ایسا آرائشی سامان جو دیواروں پر نصب تھا، آگ پکڑتا جا رہا تھا۔

یہ آگ کیسے لگی؟ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ اس وقت اس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ چنانچہ آگ آسانی سے نہیں بجھائی جا سکتی تھی۔ آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے اور پورے کمرے میں دھواں بھرنے لگا تھا۔ میں نے پریشانی کے انداز میں ایک لمحے کے لیے سوچا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے ذہن کو پُرسکون کر لیا۔ اصل صورت حال میری سمجھ میں آنے لگی تھی۔ یہ آگ یقیناً اولیو ہاورڈ نے لگوائی تھی۔ ڈاکٹروں نے میرے بدن کے صحیح ہونے کی اطلاع اسے دی ہو گی اور اس نے اپنے طور پر یہ احمقانہ کوشش کی تھی لیکن یہ فرسودہ اور پرانی حرکتیں تھیں — جن سے کم از کم اولیو ہاورڈ جیسے شخص کو گریز کرنا چاہیے تھا۔ میں نے اولیو ہاورڈ کی اس گھٹیا چال کو ناکام بنانے کیلیے دل میں کچھ فیصلے کیے اور پھر میں نے بے تحاشا چیخنا شروع کر دیا۔ آگ کی لپٹیں اب میرے بستر تک پہنچ رہی تھیں، یہاں تک کہ میرے بستر کی چادر نے بھی آگ پکڑ لی۔ میں نے اپنے آپ کو تیزی سے جنبش دینا شروع کر دی لیکن اس طرح کہ صرف میرا اوپری بدن حرکت کر رہا تھا۔ میں آگ کو بجھانے کی کوششوں میں مصروف تھا جس کے نتیجے میں میری کلائیوں پر موجود گھنے بال بُری طرح جل گئے لیکن اس کے باوجود میں بستر سے نیچے نہیں اترا تھا اور وہیں مسلسل آگ بجھانے کی جدوجہد میں مصروف رہا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازہ پوری قوت سے کھلا اور آٹھ دس آدمی اندر گھس آئے، انھوں نے پھرتی سے آگ بجھانے کی کوشش شروع کر دی تھی، انھیں دیکھ کر میرے ہونٹوں پر ایک لمحے کے لیے مسکراہٹ آئی، اولیو ہاورڈ کتنا ہی چالاک سہی یہ حماقت ہر شخص سے ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ آگ بجھانے والی گیس کے سلنڈر لے کر آئے تھے۔ گویا یہ سب اس کے لیے پہلے سے تیار تھے۔

ذرا سی دیر میں ان سب نے مل کر آگ بجھا دی اور مجھے وہاں سے اٹھا لیا گیا پھر ایک اسٹریچر پر ڈال کر مجھے..... باہر کے برآمدے میں لایا گیا جہاں نرسیں موجود تھیں۔ میرا بدن زیادہ نہیں جلا تھا۔ اس کا خیال رکھا گیا تھا کہ جب خطرے کی حدود تک پہنچ جاؤں تو وہ فوراً حالات پر قابو پا لیں۔

ایک دوا میرے ہاتھوں اور میرے جلے ہوئے حصوں پر اسپرے کر دی گئی جس نے ایک لمحے میں میرے بدن کی جلن ختم کر دی۔ گھٹنے پر جو لائٹر کا نشان لگایا گیا تھا وہ البتہ ابھی تک تکلیف دے رہا تھا لیکن میں نے اس طرف سے ذہن کو بالکل ہی ہٹا لیا تھا۔ پتا نہیں اس قسم کی اذیتیں ابھی برداشت کرنا پڑیں۔ میرے بدن پر اسپرے کرنے کے بعد مجھے اسی اسٹریچر پر ایک اور ہال نما کمرے میں پہنچا دیا گیا جو پہلے کمرے سے کہیں کشادہ اور آرام دہ تھا۔ یہاں ایک بستر میرے لیے غالباً خصوصی طور پر لگایا گیا تھا۔ نرسوں نے مجھے اس پر منتقل کر دیا گیا۔ میں ابھی ہال کا جائزہ لے رہا تھا اور زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ..... اولیو ہاورڈ ایک خوبصورت سوٹ میں ملبوس اندر داخل ہوا۔ اس کے ہونٹوں پر وہی مکروہ مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"مسٹر علی یار خان! ڈاکٹروں کی متفقہ رائے یہ ہے کہ تمھارے جسمانی نظام میں ذرّہ برابر کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی ہے لیکن تم نے جس قوتِ برداشت کا مظاہرہ کیا، وہ قابلِ تحسین ہے اور اس نے مجھے اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ میں تمھارے مفلوج بدن کو بھول جاؤں یعنی اگر وہ مفلوج ہے بھی تو مجھے اس سے کوئی سروکار نہ ہو۔"

"کیا مطلب! میں کچھ سمجھا نہیں؟" میں نے جواب دیا۔

"تم میری باتوں کا ایک ایک لفظ سمجھ رہے ہو، مجھ سے اس اجنبیت کا اظہار مت کرو علی یار خان! ہم لوگ ذہنی سطح پر اتنے کچے نہیں ہیں کہ ایک دوسرے کی باتیں نہ سمجھ سکیں۔ میں تمھیں آج سے نہیں جانتا، میں نے بارہا اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ تم بلاشبہ ذہنی طور پر بہت قوی ہو اور تمھارا ہر عمل قابلِ داد ہے۔ میں امریکہ میں اور خاص طور سے سان فرانسسکو میں تمھارے ان دوستوں کو تلاش کرتا رہا ہوں جنھوں نے امریکہ سے نکلنے میں تمھاری مدد کی تھی۔ سارا پلان میری سمجھ میں آ چکا ہے کہ کس طرح تم امریکہ سے باہر نکلے لیکن مجھے صرف ایک بات کا افسوس ہے کہ میں تمھارے دوستوں تک نہیں پہنچ سکا۔ مجھے ان کے بارے میں کسی صحیح بات کا علم نہیں ہو سکا۔ میں جانتا ہوں کہ اس بات سے تمھیں بے پناہ خوشی ہو گی لیکن میں تنگ دل انسان نہیں ہوں۔ اگر کسی مسئلے میں ناکام رہا ہوں تو اس کا اعتراف بھی کر رہا ہوں۔ البتہ تمھاری طرف سے میری ایک آنکھ کبھی بند نہیں ہوئی۔ تمھیں گرے والز بھجوانے کے لیے میں نے جس ابتدائی جگہ سے اس کام کا آغاز کیا تھا وہاں سے تمھاری کوششوں پر نگاہ رکھتا رہا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ کتنے لوگ تمھارے معاون رہے اور کس کس طرح تم نے انھیں ہینڈل کیا۔ یہاں تک کہ تم گرے والز سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ تمھارا فرار بلاشبہ گرے والز کی تاریخ کا سب سے شاندار کارنامہ تھا اور میں اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہاں تم مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گئے تھے جس طریقہ کار کو تم نے فرار کے لیے اپنایا، مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔ انسانی سینے میں دھڑکنے والا دل قوت کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے لیکن آج تک کسی دل کے بارے میں حتمی طور پر یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ اس میں خوف کا احساس نہ ہو۔ دلیری اور بہادری کی بے انتہا مثالیں ہمیں تاریخ میں ملتی رہی ہیں اور ایسے ایسے کارنامے ہمارے علم میں آتے رہے ہیں کہ ان پر یقین نہ کیا جا سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمھاری یہ کوشش بھی [illegible] ہی جیالے [illegible] کے کارناموں میں سے ایک ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تم جس طرح وہاں سے فرار ہوئے اور جس طرح یہاں تک پہنچے، مجھے اسے ایک کارنامہ قرار دینے میں کوئی عار نہیں کہ میں اس کی تفصیل سے لاعلم ہوں۔ البتہ یہ بات میرے ذہن میں ضرور تھی کہ اگر تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تو کسی ایسی جگہ نہیں پہنچ سکتے جو اسپین میں نہ ہو۔ تم ان علاقوں میں کہیں بھی جا نکلتے، بالآخر تمھیں اسی شہر میں آنا ہوتا۔ چنانچہ میں نے یہاں تمھارا انتظار کیا۔ ایک طویل ترین انتظار اور بالآخر میں اس میں کامیاب رہا اور میں نے تمھیں پالیا۔ تم جس طرح بھی یہاں پہنچے، مجھے اس کہانی سے دلچسپی ضرور ہے لیکن کبھی تفصیل سے یہ کہانی سنوں گا۔ فوری طور پر میں تمھیں یہ بتا دوں کہ اب میرا کیا کرنے کا ارادہ ہے۔ کیا تم اس سلسلے میں مجھ سے گفتگو کرنا پسند کرو گے علی یار خان؟ ایک بار پھر میں تمھیں دعوت دیتا ہوں کہ گفتگو عظیم انسانوں کی مانند کی جائے۔ تم جانتے ہو کہ میں بھی ذہنی طور پر کمتر نہیں ہوں اور میں اس بات کا اعتراف کر چکا ہوں کہ میں تمھیں بھی اپنا ہم پلہ سمجھتا ہوں۔ بچگانہ گفتگو ہمیں زیب نہیں دے گی۔"

میں خاموشی سے اولیو ہاورڈ کی شکل دیکھتا رہا۔ اس کی باتیں ایک ٹھوس حیثیت رکھتی تھیں اور اب مجھے اس سلسلے میں حماقت نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اگر وہ جوش کے عالم میں واقعی اپنا پروگرام مجھے بتانے پر آمادہ ہے تو یہ ایک اچھی بات تھی۔ چنانچہ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "مسٹر اولیو ہاورڈ! آپ نے ایک مذموم کوشش کی ہے۔ اگر آپ میرے بارے میں تفصیلات معلوم کر لیتے تو آپ کو کوئی شک نہ رہتا کہ میں اپنی جسمانی صلاحیتوں سے محروم ہو چکا ہوں۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں مکمل طور پر تحقیق کر لیں اور جیسا کہ آپ نے کہا ہے کہ اگر میں مفلوج ہو چکا ہوں تو آپ میرا علاج کرانے کے بعد مجھے اپنا مدِمقابل بنا کر لطف محسوس کریں گے، سو میری بھی یہی خواہش ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان ذہنی و جسمانی جنگ ہو لیکن اس بے بسی کے عالم میں نہیں۔ اگر آپ کا ذہن اسے قبول نہیں کرتا تو پھر میرے خیال میں ہمارے درمیان ہونے والی یہ گفتگو بے معنی ہے۔"

"نہیں نہیں، مسٹر علی یار خان! میں واقعی سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں کہ میں تمھیں اس طرح نہیں ماروں گا اور مجھے اس کا حق بھی نہیں ہے چونکہ تمھارے سلسلے میں تو میں نے بہت بلند و بانگ دعوے کیے ہیں بلکہ یوں سمجھ لو کہ میں نے اپنی ساری شخصیت ہی داؤ پر لگا دی ہے۔"

"تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں مسٹر ہاورڈ؟"

"میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہم وقت ضائع کریں گے یا تم اس بات کو تسلیم کر لو گے کہ تم جسمانی طور پر مفلوج نہیں ہو؟"

"مجھے اس بات کا علم نہیں تھا مسٹر ہاورڈ! کہ آپ سے میری ملاقات اس طرح ہو جائے گی۔ چنانچہ کم از کم آپ کے لیے میں نے یہ ڈھونگ نہیں رچایا۔"

اولیو ہاورڈ میرے الفاظ کی گہرائی پر غور کر رہا تھا۔ پھر اس نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔ "تو پھر آپ کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ آپ کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی، کم از کم اس وقت تک جب تک کہ آپ تندرست نہ ہو جائیں۔ چنانچہ اطمینان سے کھائیں پئیں۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ نے کھانے پینے کی کوئی چیز قبول نہیں کی۔ اس طرزِ عمل سے صرف ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ آپ کو اس بات کا شبہ ہو گا کہ کھانے میں کوئی خواب آور چیز دے دی جائے گی۔" میں خاموشی سے ہاورڈ کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر ہاورڈ شانے ہلا کر اٹھتا ہوا بولا۔ "بس اس سے زیادہ میں آپ سے اور کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی آپ کو اطمینان دلانے کے لیے میرے پاس مزید الفاظ موجود ہیں۔ البتہ آخری بار میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ خود کو تندرست رکھیے، زندگی میں یہ سارے معاملات تو چلتے ہی رہتے ہیں۔ ہم ایک بار پھر دو طاقتور حریفوں کی طرح سامنے آئیں گے۔ میں آپ کو پورا پورا موقع دوں گا کہ آپ اپنی ذہنی و جسمانی صلاحیتوں کو آزمائیں اور میں ان کا توڑ کروں۔"

وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔ پھر میں نے دروازہ باہر سے بند ہونے کی آواز سنی اور مسکراتی نگاہوں سے دروازے کو دیکھتا رہا۔ مجھے اب بھی شبہ تھا کہ جس نئی جگہ مجھے لایا گیا ہے۔ یہاں میری نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لیے یقیناً ایسے کیمرے موجود ہوں گے جو میری حرکات و سکنات کا جائزہ لیتے ہوں گے لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں۔ زیادہ عرصے تک تو اپنے بدن کو اس طرح ساکت نہیں رکھ سکتا تھا، برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ کچھ کرنا چاہیے، کچھ کر ڈالنا چاہیے۔

اولیو ہاورڈ کے جانے کے بعد میں کافی دیر تک غور کرتا رہا۔ دوسری صبح جاگا تو نرس نے میرا چہرہ وغیرہ صاف کیا اور پھر ایک ٹرالی میں میرے لیے ناشتا آ گیا۔ نرس کے ساتھ ہی اولیو ہاورڈ بھی آیا تھا۔ اس نے میرے بستر کے نزدیک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ناشتا کیجیے مسٹر علی یار خان! البتہ کیا آپ میرے ایک سوال کا جواب دینا پسند کریں گے؟" میں نے سوالیہ انداز میں ہاورڈ کو دیکھا۔ اولیو ہاورڈ رات کی نسبت اس وقت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "وہ شخص کون تھا جو آپ کے ساتھ مفلوج کیفیت میں یہاں تک پہنچا تھا اور اسی اسپتال میں زیرِ علاج تھا؟" میں خاموشی سے اولیو ہاورڈ کی شکل دیکھتا رہا۔ تب وہ میرے جواب کا انتظار کیے بغیر بولا۔ "مجھے آپ لوگوں کی پلاننگ کا کسی حد تک اندازہ ہو چکا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کیا چاہتے تھے۔ اگر وہ شخص مفلوج نہیں تھا تو آپ بھی مفلوج نہیں ہیں مسٹر علی یار خان۔ کیونکہ وہ اسپتال کے اس کمرے سے نکل بھاگا ہے اور بھاگتے ہوئے اس نے دو ڈاکٹروں کو شدید زخمی کر دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بھی گریوالز سے بھاگا ہوا کوئی قیدی ہی تھا لیکن وہ کون ہے، یہ آپ کو بتانا ہو گا، یہ بہت ضروری ہے۔" اولیو ہاورڈ کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔

میرے بدن میں ایک لمحے کے لیے مسرت کی لہر دوڑ گئی تھی۔ مجھے چرن سنگھ کے فرار کی اطلاع سن کر خوشی ہوئی تھی۔ کم از کم بے چارہ چرن سنگھ تو نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔ "کیا گریوالز سے بھاگنے والے تمام قیدیوں کے بارے میں مجھے معلوم ہونا ضروری ہے مسٹر ہاورڈ؟"

"وہ کون تھا؟ کیا نام تھا اس کا؟ یہاں سے وہ کہاں جائے گا، تم سے اس کا کیا تعلق تھا؟" اولیو ہاورڈ کرخت لہجے میں بولا۔

"بڑے اہم سوالات ہیں مسٹر ہاورڈ! آپ کے اختیارات لامحدود ہیں۔ آپ وہاں، میرا مطلب ہے گریوالز میں ہر طرح کی چھان بین کر سکتے ہیں۔ یہ سوال مجھ سے کرنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟ لیکن خیر، اس شخص کا نام اوڈے تھا۔ وہ بہت خطرناک فطرت کا مالک تھا۔ فرار کی پوری اسکیم اسی نے بنائی تھی اور ہمارے ساتھ کچھ افراد اور بھی تھے۔ وہ راستے میں ہلاک ہو گئے۔ صرف میں اور وہ یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکے۔" میں نے اطمینان سے کہا، جانتا تھا کہ بالآخر، ہاورڈ، گریوالز سے تفصیلات معلوم کر لے گا لیکن اسے یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ دوسرا بچ جانے والا چرن سنگھ تھا۔ کرنل کیرالو اور پولیس گریتھر آئرن بھی اس بارے میں اسے کچھ نہیں بتا سکیں گے۔ جب تک چرن سنگھ کو ان کے سامنے شناخت کے لیے پیش نہ کیا جائے۔

"او۔ ڈے۔" اولیو ہاورڈ نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر اس پر نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔ پھر کسی قدر مطمئن ہو کر بولا۔ "یہ شخص یہاں سے فرار ہو کر کہاں جائے گا؟"

"سیدھا امریکہ۔ اس کا خیال ہے کہ یہاں اسے مسٹر ہاورڈ کی جگہ مل جائے گی، کیونکہ بوڑھا اور ذہنی طور پر علیل اولیو ہاورڈ اب اپنے منصب کے لیے موزوں نہیں رہا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ میرے الفاظ پر اولیو ہاورڈ کی آنکھیں سُرخ ہو گئی تھیں۔

چند لمحے وہ مجھے گھورتا رہا پھر بولا۔ "اوکے مسٹر علی یار خان! اس بات کا تمھیں معقول جواب دیا جائے گا۔" وہ اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ میری گفتگو نے اسے مشتعل کر دیا تھا لیکن وہ ابھی میرے خلاف کوئی سخت کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس نئی جگہ میں نے تقریباً اڑتالیس گھنٹے گزار لیے تھے جس وقت تک برداشت کر سکتا تھا، بھوکا رہا اور جب محسوس کیا کہ اب بھوک حواس چھین لے گی تو جو کچھ ملا، کھا لیا، تمام خدشات سے بے نیاز ہو کر۔ لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی جس کے خدشے سے ابھی تک کھانا پینا چھوڑا ہوا تھا۔ البتہ اب بدن کو مسلسل مفلوج رکھنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ کہیں اعضا کام کرنا ہی نہ چھوڑ دیں اور سچ مچ اپاہج ہو جاؤں۔ فی الحال یہی اندازہ ہو رہا تھا کہ ہاورڈ کے چنگل سے نہیں نکل سکوں گا۔ اس کی گرفت کمزور نہیں تھی۔ اب حالات کے رخ پر بہنا ہو گا۔ اگر موقع مل گیا تو ٹھیک ورنہ جو بھی تقدیر میں لکھا ہو۔ خود ہاورڈ نے بھی میرے مفلوج ہونے پر یقین نہیں کیا تھا۔ کوئی علاج نہیں ہوا تھا اس دن سے۔

غالباً پانچواں دن تھا، شام کے پونے چھ بجے تھے۔ جب ہاورڈ میرے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری تھی۔

"گریوالز سے تمام رپورٹ موصول ہو گئی ہے اور آج رات تمھارے دوست کرنل کیرالو اور گریتھر آئرن بھی یہاں آ رہے ہیں۔ واقعی تانڈوز کے خلاف مہم میں حصہ لے کر تم نے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں اور نتیجے میں ان کی ہمدردیاں حاصل کر کے یہاں تک پہنچ جانا بھی ایک کارنامہ ہے۔ ان سارے کارناموں کے انعامات وصول کرنے کے لیے ....."

ہاورڈ نے اتنا ہی کہا تھا کہ عمارت ایک خوفناک دھماکے سے ہل گئی۔ تقریباً ساری عمارت کے دروازے کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے ہوں گے۔ ہاورڈ نے گرنے سے بچنے کے لیے میری مسہری کا سہارا لیا تھا اور میں بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ہاورڈ نے مجھے دیکھا اور . . . .

ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی تھی، غلطی ہو گئی۔ کمبخت ہاورڈ اس بار اپنی چال میں کامیاب ہو گیا، دھماکا اتنا اعصاب شکن تھا اور اس نے مجھے اپنی باتوں کے جال میں اس طرح جکڑ لیا تھا کہ میں خود پر قابو نہیں پا سکا اور اس کے سامنے اٹھ کھڑا ہوا لیکن اب جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ مطمئنہ ہاورڈ اس دھماکے سے متاثر ہوا تھا یا میرے اس طرح کھڑے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوجانے سے، ایک لمحے کے لیے وہ بھی معطل ہوگیا تھا۔ میں نے جونہی یہ بات محسوس کی تو عمل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ بڑی نپی تلی چھلانگ لگائی تھی میں نے اس پر اور پوری طرح گرفت قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے ہم دونوں زمین پر آرہے۔ ہاورڈ کی جسمانی قوت کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ حکومتوں میں ردوبدل کرنے کی سازشیں کرنے والا اور ایک عظیم ترین ادارے کا اہم رکن معمولی تربیت یافتہ ہوگا اور اپنے مدمقابل سے نمٹنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہوگا لیکن اس وقت وہ میرا شکار بن گیا تھا۔ میں خاصے طویل عرصے سے اپنی جسمانی قوت کا استعمال ترک کیے ہوئے تھا۔ اصولاً تو میرے اعضا کو مضمحل اور ناکارہ ہونا چاہیے تھا لیکن صورتِ حال اس کے برعکس رہی اور میں اولیو ہاورڈ کو بری طرح زمین پر رگیدتا ہوا دروازے کی طرف کھسکنے لگا۔ اولیو ہاورڈ کو سنبھلنے میں دیر لگ گئی۔ جب اس نے خود کو سنبھال کر مجھ سے مقابلہ کرنے کے قابل بنایا تو میں اس پر آخری وار کرنے کی پوزیشن میں آگیا تھا۔ یہ آخری وار اس کی گردن کی ہڈی توڑنے کے لیے تھا۔ عین اسی وقت دروازے پر زوردار ٹھوکر پڑی اور میرا وار کارگر نہ رہا۔ اعصاب میں کشیدگی پیدا ہونے کی وجہ سے ہاتھ کی پوزیشن بدل گئی تاہم ہاورڈ کی بائیں کنپٹی کی ہڈی کڑکڑا گئی تھی۔ اس کے حلق سے کریہہ آواز نکل گئی۔ دوسرے وار کا موقع نہیں تھا کیونکہ دروازہ کھل گیا تھا، آنے والے دو افراد تھے۔ اس سے قبل کہ وہ صورتِ حال کا جائزہ لے کر میری کوششوں کو ناکام بناتے میں ہاورڈ کے بدن سے اڑتا ہوا ان پر جا گرا۔ انھوں نے میری زد سے بچنے کی کوشش کی لیکن میرے کھلے ہوئے بازوؤں نے انھیں لپیٹ لیا اور پھر داہنے ہاتھ کی گرفت میں آئے ہوئے شخص کو میں نے پوری قوت سے نزدیکی دیوار پر دے مارا۔ بایاں بازو البتہ اتنا طاقتور نہیں تھا کہ یہی عمل کرتا۔ چنانچہ دوسرے شکار کو میں نے تھوڑا سا جھک کر کندھے پر لادا اور تھوڑا سا آگے بڑھ کر ہاورڈ کا نشانہ لے کر پٹخ دیا۔ اس کے بعد اس بات کی گنجائش نہیں تھی کہ میں رک کر اپنے ماہرانہ داؤ پیچ کے نتائج کا جائزہ لے سکوں۔ میں نے کھلے ہوئے دروازے سے باہر چھلانگ لگا دی۔

سامنے طویل راہداری تھی۔ آگے جا کر یہ راہداری بائیں سمت گھوم گئی تھی اور اس طرف چند افراد نظر آرہے تھے۔ دھماکا اسی سمت کیا گیا تھا اور یہ کوئی اتفاقی معاملہ نہیں تھا۔ ہاورڈ نے یہ دھماکا خود کرایا تھا۔ غالباً میرے سلسلے میں یہ اس کی آخری کوشش تھی۔ اس کے بعد وہ میرے مفلوج ہونے کا یقین کرہی لیتا۔ لیکن اس کوشش کے ایسے خوفناک نتائج کی اسے امید نہیں تھی۔ دھماکا اس کے لیے غیر متوقع نہیں تھا لیکن میرے اس طرح کھڑے ہوجانے سے وہ بھونچکا رہ گیا تھا اور اسی لمحاتی حیرت نے اسے مات دے دی تھی۔

راہداری کے اس سرے پر گھومنے کے بجائے میں نے اس کی تین فٹ اونچی دیوار کود کر بغلی احاطے میں جانا مناسب سمجھا۔ حالانکہ دوسری طرف کی زمین اس دیوار کی بلندی سے بھی پانچ فٹ مزید نیچی تھی، گویا مجھے آٹھ فٹ کی گہرائی میں کودنا پڑا تھا۔ پیروں میں چوٹ لگی تھی لیکن ناقابلِ برداشت نہیں تھی۔ سامنے تقریباً بیس فٹ کے فاصلے پر احاطے کی دیوار نظر آرہی تھی۔ میں برق رفتاری سے دوڑتا ہوا اس دیوار تک پہنچا اور ہائی جمپ کے ماہر کی طرح پھرتی سے چھلانگ لگا دی۔ دیوار کو چھوئے بغیر عبور کرنے کی جرأت تو نہیں ہوئی تھی لیکن بس میں نے اسے پیروں سے چھوا اور دوسرے ہی لمحے میں عمارت سے باہر تھا۔

انسانوں کی سرگزشت میں بعض اتفاقات بڑی دلچسپ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اب مجھ جیسے بے یار و مددگار شخص کو جس کے پیروں میں جوتے بھی نہیں تھے، اگر وہ دونوں احمق نہ مل جاتے جو یقیناً اس دھماکے سے متاثر ہوکر کار سمیت احاطے کی دیوار کے قریب پہنچ گئے تھے تو اس دیارِ غیر میں میرے لیے کس قدر مشکل ہوجاتی، کس طرح یہاں سے جاتا اور ہاورڈ کے جنگل سے نکلتا۔ ان کا اس طرف آنا ضروری تھا اور یہ بھی ضروری تھا کہ دونوں گاڑی سے نیچے اتر کر احمقوں کی طرح احاطے کی دیوار کے قریب پہنچ کر دیوار کے دوسری طرف جھانکنے کی کوشش کرتے۔ دونوں جوان تھے مگر مجھے دیکھ کر بری طرح اچھل پڑے تھے اور پھر دوسری بار بھی ان کا اچھلنا ضروری تھا کیونکہ میں نے نیچے قدم جماتے ہی ان پر حملہ کردیا تھا۔ ایک ایک مضبوط ہاتھ ان کے لیے کافی ثابت ہوا اور وہ اپنے تجسس کا شکار ہوگئے۔

اس قدرتی امداد سے فائدہ نہ اٹھانا حماقت تھی۔ وقت نہیں ضائع کیا جاسکتا تھا کیونکہ اندر موجود لوگوں کے لیے میرے فرار کی سمت کا اندازہ لگا لینا مشکل نہ ہوتا اور یہ ممکن تھا وہ اس طرف دوڑ بھی پڑے ہوں۔ اس لیے صرف ایک کام کرنا تھا جو میں نے فوراً کیا۔ میرے نپے تلے اندازے درست نکلے اور میں نے ان کے پرس اپنے قبضے میں کرلیے۔ ان میں کیا ہے، یہ دیکھنا اس وقت ممکن نہیں تھا، چنانچہ میں کار کی طرف لپکا۔ چابی اگنیشن میں لگی ہوئی تھی، کار اسٹارٹ کرکے ریورس کی اور پتلی سی ذیلی سڑک پر اسے پوری قوت سے آگے بڑھا دیا۔ اس وقت واقعی کمال ہوگیا تھا۔ غالباً یہ دونوں کار میں ادھر سے گزر رہے تھے، دھماکے سے اسٹیئرنگ بہک گیا لیکن کار دیوار سے ٹکرانے سے بچ گئی تھی اور پھر وہ دھماکے کا سبب معلوم کرنے کے لیے دیوار کے قریب پہنچ گئے اور یوں میرا کام بن گیا۔

ذیلی سڑک ایک چوڑی شاہراہ سے جا ملی، علاقے کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن آگے جا کر ایک بازار نظر آگیا۔ لباس تو جو کچھ بھی تھا ٹھیک ہی تھا لیکن ننگے پاؤں سب سے زیادہ پریشان کن تھے۔ کار سے اتر کر ننگے پاؤں سڑک پر نکلتا تو بہت سی نگاہوں کا مرکز بن جاتا۔ اس لیے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں؟ اس کار کو بھی زیادہ دیر تک پاس رکھنا خطرناک تھا۔ آخر ایک مناسب جگہ کار روکی اور جیب سے ایک پرس نکال کر جائزہ لیا، جی خوش ہوگیا۔ پہلے ہی پرس میں کافی رقم تھی۔ اطراف میں نگاہیں دوڑائیں اور کوئی شوز اسٹور نہ پاکر کار آگے بڑھا دی۔ یہ کڑوی گولی نگلنا تھی۔ زیادہ سفر نہ کرنا پڑا اور ایک دکان نظر آگئی۔ مقامی طرز کے جوتوں کی ایک چھوٹی سی دکان تھی جو اس وقت میرے لیے موزوں ترین تھی لیکن سیلزمین نے حیرت سے میرے ننگے پاؤں دیکھے تھے۔ "میرے جوتے ایک حادثے کا شکار ہوگئے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سیلزمین بھی اخلاقاً مسکرا دیا۔ میں نے جوتے پسند کرکے قیمت ادا کی اور فوراً دکان سے باہر نکل آیا۔ اب کم از کم میں لوگوں کی نظروں میں نہ آتا۔ کار پر اسی جگہ لعنت بھیجی اور ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گیا۔ لباس وغیرہ کا معاملہ تھا لیکن اس میں مشکل پیش نہیں آئی۔ ایک اور اسٹور سے میں نے چند ضروری لباس خریدے اور ایک سوٹ کیس میں رکھ کر چل پڑا۔ اس کے بعد مجھے ایک ٹیکسی نے ہوٹل "فرانزے" پہنچا دیا۔ تین منزلہ عمارت قدیم اسپینی عمارتوں کے طرز کی بنی ہوئی تھی۔ نرم قالین سے آراستہ ہال میں بالکل رش نہیں تھا۔ ہوٹل کے بوڑھے منیجر نے کمرہ نمبر اٹھارہ الاٹ کردیا اور میں اپنا سوٹ کیس اٹھائے اس کمرے میں داخل ہوگیا۔ جو ویٹر میری رہنمائی کے لیے یہاں تک آیا تھا اس سے میں نے کافی کے لیے کہہ دیا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

گزرے ہوئے واقعات پر نگاہ دوڑانا اور صورتِ حال کا جائزہ لے کر یہ اندازہ قائم کرنا ضروری تھا کہ اب اولیو ہاورڈ کے اقدامات کیا ہوں گے اور کس طرح وہ میری راہ پر لگ سکتا ہے۔ دونوں بے ہوش آدمی اس کے ہاتھ لگ سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ وہ اپنی کار کا حوالہ دیں گے۔ پرس کی گمشدگی کے بارے میں بتائیں گے اور ہاورڈ سمجھ جائے گا کہ عارضی طور پر میں رقم کے لیے پریشان نہیں ہوں گا۔ اس کے بعد اصولاً میرا قیام کسی ہوٹل میں ہی ہونا چاہیے۔ گویا ہوٹل خطرناک ہے۔

ویٹر کافی لے آیا اور نہایت لذیذ کافی نے بہت فرحت بخشی۔ اس دوران سوچ کے دائرے پھیلتے رہے تھے۔ میری ذہنی سطح سے واقف ہے، ضرور یہ اندازہ لگا لے گا کہ میں کسی ہوٹل میں قیام کرکے خطرات مول نہیں لوں گا لیکن اس کے باوجود وہ اس امکان کو نظر انداز نہیں کرے گا، جو کچھ کرنا ہے، فوری طور پر کرلینا چاہیے... لیکن کیا؟

کافی ختم ہوگئی۔ رات ہوگئی تھی۔ اس شہر کے نواح کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ پہلے معلومات حاصل کی جائیں، اس کے بعد کوئی فیصلہ کرنا مناسب ہوگا۔

لباس تبدیل کرکے دونوں پرس کی رقم یکجا کی اور پھر اسے اندرونی جیب میں رکھ کر پرس کھڑکی سے باہر اچھال دیے۔ حلیہ کسی قدر درست ہوگیا تھا، چنانچہ ہوٹل کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ ہال سے گزرنا ضروری نہیں تھا، اس کے برابر سے بھی ایک راستہ باہر جاتا تھا۔ میں اس راستے سے گزر کر سڑک پر آگیا۔ پرانی آبادی تھی، پرانے طرز کے لوگوں سے بھری ہوئی۔ سڑکیں بارونق تھیں، دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ خاص قسم کی چائے کے ہوٹل بکھرے ہوئے تھے جن میں لوگ نظر آرہے تھے۔ میں اطراف سے چوکنا ہوکر آگے بڑھتا رہا۔ فرانزے کے راستے کو ذہن میں رکھا تھا کہ واپسی میں کسی سے پوچھنا نہ پڑے، بہت دور نکل آیا تھا لیکن چہل قدمی میں کافی لطف آرہا تھا۔

مجھے اس علاقے میں کوئی بک اسٹال وغیرہ نظر نہیں آسکا تھا جہاں سے شہر کا نقشہ دستیاب ہوسکتا۔ آخر فیصلہ کیا کہ جس طرح ممکن ہوسکے، رات گزاری جائے اور علی الصبح یہ ہوٹل چھوڑ کر کوئی ایسی جگہ تلاش کی جائے جہاں فوری طور پر ہاورڈ کا خیال نہ پہنچ سکے۔ اتنی جلدی ہاورڈ میرے بارے میں پتا نہیں چلا سکے گا۔ واپس ہوٹل پہنچا اور ڈائننگ ہال کا رخ کیا۔ ڈائننگ ہال اس وقت مقامی لوگوں سے آباد تھا۔ ایک بھی غیر ملکی یہاں نہیں نظر آیا تھا اور میں اس جگہ بالکل اجنبی ہوگیا تھا۔ بہرحال رات گزارنی تھی، ایک میز پر بیٹھ گیا۔ تب ایک اور انکشاف ہوا۔ مردوں کے علاوہ یہاں لڑکیاں بھی ویٹروں کے لباس میں سروس کر رہی تھیں۔ یہ کوئی خاص بات نہیں تھی، بس اس سے قبل میں نے اس پر توجہ نہیں دی تھی۔ اس کا موقع بھی نہیں ملا تھا کیونکہ میں نے ہوٹل کو ٹھیک سے دیکھا ہی کب تھا۔

ایک ویٹریس ہی میرے پاس آئی تھی اور اس نے مینو میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے اسے مختصر سا آرڈر دے دیا اور وہ چلی گئی۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے رات کو میں ہال سے اٹھا تھا۔ اس وقت بھی ایک رقاصہ پورے ہال میں تھرکتی پھر رہی تھی اور مقامی لوگ گھٹیا قسم کی شراب کے نشے میں بدمست

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو جاتے رہے تھے لیکن میں بدذوق انسان تھا۔ اس پُرلطف محفل سے لطف اندوز نہیں ہو سکا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ لباس تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ سستے قسم کا لباس تھا، پہن کر پھینک دینے والا یہاں کون سنبھال کر رکھتا اس لیے بس جوتے اتار دیے تھے۔ ابھی بستر پر دراز بھی نہیں ہوا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور میں چونک پڑا۔

"کون ہے؟" میں نے سنبھل کر پوچھا۔

"ویٹریس سر!" جواب ملا لیکن اس جواب نے ایک لمحے کے لیے ذہن پر ڈنک مارا تھا۔ آواز میں کچھ کرختگی تھی جو کسی ہوٹل کی ویٹریس کے لہجے میں نہیں ہو سکتی تھی۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کروں۔ بہرحال دروازے کے پاس پہنچا اور پوچھا "کیا بات ہے؟"

"بستر تبدیل کرنا ہے سر!" دوسری بار آواز سنائی دی اور میں نے دروازہ کھول دیا۔ عورت کی عمر تیس سال سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ چادروں اور تکیے کے غلافوں کا ایک انبار بازو پر ڈالے شگفتہ چہرہ بنائے کھڑی تھی۔ میں راستے سے ہٹ گیا۔ اس وقت باہر جھانکنا کچھ مناسب نہیں تھا۔ اس لیے میں نے اس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر لیا۔ وہ سیدھی بستر کے پاس پہنچ گئی۔ میں دروازے سے تھوڑا سا ہٹ کر اسے کام کرتے دیکھنے لگا تھا۔ اس نے بازو پر پڑی چادریں پلنگ پر رکھیں اور پھر دفعتاً وہ بل کھا کر پلٹی۔ صرف ایک لمحہ .... صرف ایک لمحہ میں نے چادروں کے نیچے سے کوئی سیاہ شے برآمد ہوتے دیکھی اور اس وقت جو کچھ ہوا وہ شعور سے زیادہ غیر شعوری قوتوں کا رہینِ منت تھا۔ میں بے اختیار جھک گیا تھا اور اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کی گولی میرے سر سے گزرتی ہوئی دیوار میں پیوست ہو گئی۔ ریوالور میں سائیلنسر لگا ہوا تھا جس کی وجہ سے کوئی آواز نہیں ہوئی تھی۔ میں بے اختیار جھکا تھا، میرے ہاتھ سینٹر ٹیبل سے ٹکرائے اور میں نے پھرتی سے میز اٹھا لی۔ یہ بھی کسی غیبی قوت کا کرشمہ تھا کیونکہ یکے بعد دیگرے دو گولیاں میز سے ٹکرائی تھیں۔ عورت کے اور میرے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ اس کے دوسرے وار سے بچنے کے بعد میں نے ایک لمحے کی تاخیر نہیں کی اور میز ہاتھوں میں تول کر اس پر دے ماری۔ وہ پوری طرح میز کی زد میں آ گئی تھی۔ چونکہ بستر کے قریب تھی اس لیے توازن بگڑتے ہی بستر پر گر پڑی۔ اس کے حلق سے کراہ نکل گئی تھی۔ بس مجھے اتنا ہی وقفہ درکار تھا۔ میں خود بھی اُچھل کر اس پر جا گرا۔ پہلی گرفت میں نے ریوالور پر قائم کی تھی اور دوسرے ہاتھ سے میں نے اس کے بال مٹھی میں جکڑ لیے لیکن دفعتاً اس کے بالوں نے سر چھوڑ دیا۔ نقلی بالوں کی وِگ میرے ہاتھ میں آ گئی تھی اور

چونکہ اپنی دانست میں، میں نے بالوں کے ذریعے اسے قابو میں کر لیا تھا اس لیے میری توجہ اسی طرف تھی۔

وہ فوراً ہی مچھلی کی طرح تڑپی اور میری گرفت سے پھسل گئی۔ معمولی چیز نہیں تھی۔ جس طرح وہ نکلی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ لڑائی بھڑائی کی ماہر ہے۔ اُلٹی قلابازی کھا کر وہ مسہری سے نیچے اتری لیکن زمین سے قدم لگتے ہی اس نے پھر قلابازی کھائی۔ کمبخت نے نہ جانے کہاں سے خنجر نکال لیا تھا اور دوسری قلابازی اسے پھر مسہری پر لے آئی لیکن اب میں اس سفاک عورت کو سمجھ چکا تھا۔ خنجر عین اس جگہ گدے میں پیوست ہو گیا جہاں خود ایک سیکنڈ پہلے میں موجود تھا۔ اس نے وار ناکام ہوتے دیکھ کر پینترا بدلا لیکن میں نے بستر پر لیٹے لیٹے ہی اپنا پاؤں اس کی پیشانی پر ٹکا کر زور سے اسے دھکا دیا اور وہ اچھل کر مسہری سے دور جا گری۔

"کھیل ختم! اس پستول کی باقی گولیاں اب تمھارے بدن میں اتر جائیں گی۔ خبردار! اب اگر تم نے جنبش بھی کی تو۔" میں نے اس کے پستول کو جنبش دے کر کہا جو اب میرے ہاتھ میں تھا اور وہ جیسے چونک پڑی۔ یوں محسوس ہوا جیسے اسے ہوش آ گیا ہو۔ خنجر اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ "خنجر پھینک دو۔" اس نے خاموشی سے خنجر ایک طرف اچھال دیا۔ "کون ہو تم؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا اور وہ کسی قدر نروس ہو گئی۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔ "کتنے لوگ ہیں تمھارے ساتھ؟ جواب نہ ملا تو یہ آخری سوال ہو گا۔"

"کوئی نہیں ہے۔"

"جھوٹ بکتی ہو؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" اس کے انداز میں اب بے پروائی سی پیدا ہو گئی تھی۔

"کس نے بھیجا ہے؟"

"نام نہیں جانتی۔ معاوضہ ایڈوانس لے چکی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"نازتھا ہے میرا نام۔ معاوضہ لے کر ہر طرح کے جرائم کرتی ہوں۔ کینٹھر کے علاقے میں سب سے زیادہ مشہور ہوں۔ بیٹھ جاؤں؟"

"کھڑی رہو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ پہلو بدل کر کھڑی رہی۔ "قتل بھی کر لیتی ہو؟"

"خوش نصیب ہو کہ بچ گئے۔ یہ میرا انیسواں کام تھا۔ پہلی بار ناکام ہوئی ہوں۔"

"گویا اٹھارہ قتل کر چکی ہو؟"

"ہاں، پورے اٹھارہ۔" وہ فخریہ بولی۔

"میرا پتا کیسے معلوم ہوا؟" میں نے پوچھا اور اس نے اطمینان

سے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا۔ پستول کے دستے پر میری انگلیوں کی گرفت سخت ہو گئی تھی لیکن اس نے جیب سے ایک تصویر نکال کر میرے سامنے کر دی۔

"یہ تمھاری تصویر ہے۔ کہا گیا تھا اسے تلاش کرو اور قتل کر دو۔"

"خوب، ناکامی کی شکل میں؟"

"ان کی بات کر رہے ہو یا اپنی؟"

"دونوں کی۔"

"مارنا چاہتے ہو تو مار دو۔ کوئی اور سودا کرنا ہے تو دوسری بات ہے۔ ان کا دیا ہوا معاوضہ تو واپس کرنا ہی پڑے گا۔"

"کیا سودا کر سکتی ہو؟"

"اب [illegible] کہ تم سے مات کھا چکی ہوں۔"

"تم پہ [illegible]"

"جس طرح مناسب [illegible] ہے۔" وہ بے پروائی سے بولی، پھر میری آنکھوں میں [illegible] اگر یقین ہو تو نازتھا کی دوستی قبول کر لو۔ فائدے میں رہو گے [illegible] دوسری بات ہے۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تم چال چل رہی ہو؟"

"ہاں ہو سکتا ہے۔ آگے کے معاملات کا فیصلہ تمھیں خود کرنا ہے۔ اب میں کھڑی نہیں رہ سکتی، بیٹھنا چاہتی ہوں، مجھے اجازت دو۔" بظاہر میں پُرسکون تھا لیکن شدید ہیجان کا شکار تھا۔ اس وقت یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ لڑکی کی اندرونی کیفیت کیا ہے۔ آیا واقعی وہ کرائے کی قاتل ہے یا ہاورڈ کی ماتحت۔ ہاورڈ ایک ایسی تنظیم کا رکن تھا جس کے ارکان پوری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس لیے یہ لڑکی بھی اس کی رکن ہو سکتی تھی اور میرے ہاتھوں بے بس ہونے کے بعد ممکن ہے اس نے یہ چال چلی ہو۔ وہ مسہری پر بیٹھ گئی تھی۔

"نازتھا ہے تمھارا نام؟" میں نے سرسری انداز میں اسے مخاطب کیا۔

"ہاں۔" اس نے سر کو جنبش دیتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"مگر تمھاری یہ دشمنی اچانک دوستی میں کیسے بدل گئی؟ ان لوگوں سے تو تمھیں معاوضہ ملا ہے۔ میں تمھیں کیا دوں گا؟"

"فضول باتوں میں اُلجھے رہو، میرا کیا نقصان ہے۔ دل چاہے تو میری بات مان لو، ورنہ تمھاری مرضی۔"

"میں صرف ایک بات سوچ رہا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "تم غالباً مجھے باتوں میں اُلجھا کر اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہی ہو؟"

"تو پھر تم بزدلی کیوں دکھا رہے ہو، پستول چلانا نہیں جانتے کیا؟" اس نے تنک مزاجی سے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے پستول رکھتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے نازتھا، تم مجھے قتل کرنے آئی تھیں اور ناکام ہو گئیں لیکن میں تم پر بھروسہ کرتا ہوں، مجھے تمھارا ساتھ درکار ہے۔ ایک وعدہ میں بھی کرتا ہوں تم سے، ابھی نہیں لیکن بہت جلد بشرطِ زندگی میں تمھارا نقصان پورا کر دوں گا اور جتنا معاوضہ انھوں نے تمھیں ادا کیا تھا اس سے کئی گنا زیادہ معاوضہ میں تمھیں دوں گا۔"

"میں فقیر نہیں ہوں۔ کمانا جانتی ہوں۔" نازتھا نے نخوت سے کہا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"میرے ساتھ نکل چلو۔ ان لوگوں نے مجھے ہی نہیں، دوسرے بہت سے کرائے کے قاتلوں کو تمھارے لیے مقرر کیا ہے۔ وہ سب ہوٹلوں میں تمھیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ کوئی اور بھی یہاں پہنچ سکتا ہے۔"

"تب آؤ ایک ڈراما کریں۔ تمھارے پاس پستول کی اور گولیاں بھی ہوں گی؟"

"ہاں ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کوئی یہ جانتا ہے کہ تم نے مجھے یہاں پا لیا ہے؟"

"کوئی نہیں جانتا۔"

"لیکن اب دوسروں کو جان لینا چاہیے کہ میں یہاں موجود تھا۔ تمھارے پاس گاڑی ہے؟"

"ہاں ہے۔"

"کہاں ہے؟"

"ہوٹل کے سامنے والے فٹ پاتھ کے ساتھ کھڑی ہوئی ہے۔ نیلے رنگ کی پیکارڈ ہے کھلی چھت کی۔"

"تب مجھے چابی کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں چلتا ہوں۔ لو یہ پستول لو، سائلنسر نکال لو اس کا اور پھر اس کمرے پر گولیاں برساؤ، دروازے وغیرہ میں سوراخ کر دو، دو چار چیخیں مارو اور پھر ہوشیاری سے نکل آؤ۔ میں تمھیں تمھاری گاڑی میں ملوں گا۔"

"جیتے رہو۔ جاؤ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔ پستول میں نے اس کے حوالے کر دیا تھا۔ بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا میں نے لیکن بعض اوقات اس طرح میں اپنی موت سے پنجہ کشی کرتا تھا۔ اس وقت بھی یہی جذبہ میرے دل میں اُبھر آیا تھا۔

خیال یہ تھا کہ میرے باہر نکلتے ہی عقب سے گولیاں برسنا شروع ہو جائیں گی لیکن ایسا نہیں ہوا اور میں فراز سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے باہر نکل آیا۔ نیلے رنگ کی پیکارڈ نظر آگئی تھی۔ میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر اللہ کا نام لے کر میں پیکارڈ کی سیٹوں کے درمیان چھپ گیا۔ چند لمحات کے بعد ہی مجھے علم ہو گیا تھا کہ نازتھا نے میری اسکیم پر عمل کر ڈالا ہے۔ ہوٹل صرف تین منزلہ تھا اور اس میں پھیل جانے والی افراتفری کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ کچھ لوگ دوڑتے ہوتے باہر بھی نکل آئے تھے۔ پھر مجھے نازتھا نظر آئی۔ وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح دوڑتی ہوئی نکلی تھی اور اس نے پیکارڈ کی طرف رُخ کیا تھا۔ وہ بھی دروازہ کھولے بغیر اُچک کر گاڑی میں آبیٹھی تھی۔ دوسرے لمحے اس نے گاڑی اسٹارٹ کر لی تھی۔

"تم موجود ہو یا نہیں؟" گاڑی گیئر میں ڈال کر اس نے پوچھا۔

"ہاں موجود ہوں، تمھارے ہاتھوں مر جانا چاہتا ہوں"۔ میں نے کہا اور اس نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر گاڑی آگے بڑھا دی۔

میں دیر تک سیٹوں کے درمیان بیٹھا رہا تھا۔ اس نے دوبارہ مجھ سے بات نہ کی اور گاڑی تقریباً بیس منٹ تک دوڑتی رہی۔ پھر وہ رفتار سست کر کے بولی "کینفتر پہنچ چکی ہوں۔ یہ جرائم پیشہ افراد کا علاقہ ہے۔ گاڑی روک رہی ہوں، جو کچھ کہہ رہی ہوں غور سے سُنو"۔

"سُن رہا ہوں"۔

"اُٹھ جاؤ۔ میں اندازہ لگا چکی ہوں کہ کسی نے اس گاڑی کا تعاقب نہیں کیا ہے۔ اٹھو جلدی"۔ وہ بولی اور میں سیٹوں کے درمیان اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ تب اس نے ایک سمت اشارہ کر کے کہا "اس عمارت کی دوسری منزل پر میرا فلیٹ ہے، نمبر دس۔ پچھلے دروازے سے کسی شرابی کے سے انداز میں اندر داخل ہونا اور فلیٹ نمبر دس پر آجانا۔ دروازہ کھلا ہو گا، اطراف میں غور کر لینا"۔

"اور تم.....؟"

"میں سامنے والے دروازے سے جاؤں گی تاکہ اگر کوئی ہو تو شک نہ کر سکے"۔

"او کے"۔ میں پھرتی سے باہر کود گیا اور تاریکی کی سمت رینگ گیا۔ ذہن میں اب بھی شدید وسوسے اُبھر رہے تھے اور سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ نازتھا کار لے کر یہاں سے چلی گئی تھی۔ اسے گھوم کر اس عمارت کے سامنے جانا تھا جہاں پہنچنے میں مجھے زیادہ دیر نہیں لگتی۔ اب کیا کروں، اس کے فلیٹ پر جاؤں یا نہ جاؤں۔ فرار تو میں اس وقت بھی ہو سکتا تھا جب فرانزے سے نکل کر اس کی کار میں آچھپا تھا اور اس وقت بھی ضروری نہیں تھا کہ میں اس کی ہدایت کے مطابق فلیٹ پر جاتا۔ یہاں سے کہیں اور بھی نکل سکتا تھا۔

دل نے نازتھا کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس وقت وہی میرا تنہا [illegible] تھا اور کس سے اس بارے میں مشورہ لیتا۔ اب جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ چنانچہ پندرہ منٹ کے بعد میں اس بلڈنگ میں داخل ہو گیا۔ دوسری منزل تک پہنچتے ہوتے کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔ فلیٹ نمبر دس کا دروازہ اس کے کہنے کے مطابق کھلا ہوا تھا۔ میں اس کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوا تو نازتھا کی آواز سنائی دی۔

"دروازہ بند کر دو"۔ اور میں نے دروازہ بند کر دیا۔ "میرے پیچھے آجاؤ"۔ دوبارہ کہا گیا اور میں نے نازتھا کو دیکھ لیا۔ وہ مجھے ایک کمرے میں لے گئی تھی۔

"آرام سے بیٹھو، تم یہاں اپنے دشمنوں سے محفوظ ہو۔ میں تمھیں یقین دلاتی ہوں کہ اس فلیٹ میں تمھارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کی جائے گی۔ کیا پلاؤں تمھیں؟"

"کیا تم عجیب نہیں ہو نازتھا؟"

"کبھی غور نہیں کیا خود پر۔ کیوں کہہ رہے ہو؟"

"تم مجھے قتل کرنے گئی تھیں اور اب میری دوست ہو"۔

"قتل نہیں کر سکتی تھی تمھیں۔ اٹھارہ قتل کیے ہیں میں نے، ایک بار بھی ناکام نہیں ہوئی۔ تم سے ہار گئی۔ عہد تھا میرا کہ جس سے ہار جاؤں گی، اس کی غلام بن جاؤں گی"۔

"قتل و غارت گری کی زندگی ترک کر دو گی؟" میں نے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ بعد میں ہو گا"۔ وہ مسکرا کر بولی۔ اس جملے کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آسکا تھا۔

"بہر حال تمھارا شکر گزار ہوں"۔

"کافی بناؤں تمھارے لیے؟ کچھ کھاؤ گے؟"

"کافی پلا دو"۔

"ذہنی انتشار کا شکار ہو تو شراب مہیا کر دوں؟"

"نہیں، میں شراب نہیں پیتا"۔

"کبھی نہیں پی؟"

"کبھی نہیں"۔

"خطرناک آدمی ہو۔ لوگ کسی نہ کسی طور پیتے ہیں اور پھر اتنے عادی ہو جاتے ہیں کہ پیے بغیر دو قدم چلنا ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے، میں ایسے لوگوں کو کم ظرف کہتی ہوں اور وہ میرے لیے قابلِ اعتماد نہیں ہوتے۔ ہاں، ان کی بات مختلف ہے جو نہیں پیتے۔ یقیناً وہ زندگی میں عمل کرنے کی ہمت رکھتے ہیں اور انہیں [illegible] اپنا سہارا پسند ہوتا ہے"۔

میں خاموشی سے نازتھا کی شکل دیکھتا رہا اور پھر گہری سانس لے کر بولا "شکریہ نازتھا، مجھے صرف کافی پلا دو، وہ بھی اگر تمھارے لیے دقت کی بات نہ ہو تو"۔

"کیسی باتیں کرتے ہو! میں ابھی کافی بنا کر لاتی ہوں"۔

عمدہ کافی کی دو پیالیاں پینے کے بعد نازتھا نے برتن اٹھائے اور مجھے خدا حافظ کہہ کر باہر چلی گئی جو جگہ اس نے میرے آرام کے لیے منتخب کی تھی، بلاشبہ وہ بہترین تھی۔ آرام دہ بستر پر لیٹ کر میں حالات پر غور کرنے لگا۔ بعض اوقات ایسے سہارے بھی قبول کرنا پڑتے ہیں جو عام حالات میں انتہائی مضحکہ خیز ہوتے ہیں۔ یہ لڑکی میرے دشمن کی حیثیت سے میرے پاس آئی تھی اور اب میں اس کا مہمان تھا۔ بڑی ڈرامائی سی کیفیت تھی لیکن حقیقتوں سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

دوسری صبح نازتھا میرے سامنے تھی، اس نے ناشتے کا بندوبست کر لیا تھا۔ جب میں غسل سے فارغ ہوا تو اس نے مجھے اطلاع دی کہ ناشتا لگ گیا ہے، میں نے کسی قدر شرمندگی سی محسوس کی تھی لیکن نازتھا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"مہمانوں کو میزبانوں سے تھوڑا سا کھل جانا چاہیے اور پھر تم جیسے مہمان تو باعثِ فخر ہوتے ہیں۔ میں اپنے ان کرم فرماؤں کی شکر گزار ہوں جنھوں نے مجھے تمھارے راستے پر لگایا تھا"۔

"اوہ نازتھا! بات تمھارے خلوص کی ہے اور میں تم جیسی عجیب لڑکی سے ملاقات کر کے حیران بھی ہوں اور خوش بھی"۔

"ناشتا کر لو"۔ نازتھا نے کہا اور میں ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد وہ بولی "گریوائل سے تمھارے ساتھ کتنے لوگ آئے ہیں! بڑی خطرناک جگہ ہے وہ تو۔ میں نے تو صرف اس کی کہانیاں سُنی ہیں اور بارہا یہ بات سوچی ہے کہ اگر میری مجرمانہ زندگی مجھے گریوائلز تک لے گئی تو پھر تو شاید میری موت بھی انھی جزائر میں ہو"۔ یہ سُن کر ایک لمحے کے لیے میرا ہاتھ رُک گیا تھا۔ تب نازتھا نے مسکراتے ہوئے کہا "نہیں ڈیئر، میں تمھارے بارے میں چھان بین نہیں کرتی پھری ہوں، بس صبح کے اخبارات نے تمھاری کہانی سنائی ہے، تمھارا نام علی یار خان ہے؟" میں گہری سانس لے کر اُسے دیکھنے لگا اور وہ مسکرانے لگی۔ پھر بولی "ناشتا تو کرو، ناشتے سے ہاتھ کیوں روک لیا۔ نازتھا سے مخلص دوست تمھیں کہیں اور نہ مل سکتا۔ اس سلسلے میں اگر تم چاہو تو مجھے پاگل کہہ سکتے ہو۔ کرائے کی دشمن تھی، کوئی دلی دشمنی نہیں تھی تم سے۔ اب یہ دشمنی دوستی میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اس لیے مجھ سے زیادہ سچا دوست بھی تمھیں ملنا مشکل ہے"۔

"اخبارات میں کیا تفصیل ہے؟"

"ناشتا کر لو، اس کے بعد ہم اخبارات دیکھیں گے اور تبصرہ کریں گے"۔ نازتھا نے کہا۔

ناشتے کے بعد ہم لوگ ایک اور کمرے میں آبیٹھے۔ نازتھا نے دو اخبار میرے سامنے رکھ دیے تھے جن میں ایک مقامی زبان کا تھا اور دوسرا انگریزی کا۔

"ممکن ہے تم مقامی زبان نہ جانتے ہو لیکن انگریزی اخبار کے جو مضامین ہیں وہ اس سے مختلف نہیں ہیں"۔

"دیکھوں تو سہی، کیا لکھا ہے میرے بارے میں؟" میں نے کہا اور اخبار اپنے سامنے رکھ لیا۔ ہاورڈ ہی کی کارروائی معلوم ہوتی تھی، لکھا تھا۔

"گریوائلز سے خطرناک قیدیوں کا ایک گروہ فرار ہو کر یہاں تک پہنچ چکا ہے۔ چوروں، قاتلوں اور خونیوں کے اس گروہ نے گریوائل سے یہاں تک کا فاصلہ بے شمار انسانی جانوں کو ضائع کر کے طے کیا ہے۔ وہ بڑی کامیابی سے مقامی حکام کو دھوکا دیتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ چنانچہ عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ ان قاتلوں سے ہوشیار رہیں۔ قاتلوں کا سرغنہ ایک ایشیائی شخص علی یار خان ہے جس نے لاتعداد قتل کیے ہیں اور وہ ایک چالاک مجرم ہے"۔ اس کے ساتھ ہی ہاورڈ نے توڑ مروڑ کر ایک کہانی میرے بارے میں گھڑی تھی جو حقائق کو چھوتی ہوئی آگے بڑھتی تھی لیکن اس میں امریکی سی آئی اے یا اسرائیلی تنظیموں کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ ہاورڈ نے اپنے طور پر یہ اعلان بھی کرایا تھا کہ ان قاتلوں کی گرفتاری کے سلسلے میں حکومت بہترین انعامات بھی دے سکتی ہے۔ چنانچہ ہر شخص مکمل طور پر ان کی گرفتاری کے سلسلے میں تعاون کرے۔ وہ جگہیں بھی بتا دی گئی تھیں جہاں اس قاتل کے بارے میں اطلاع دی جا سکتی تھی۔

پوری خبر پڑھنے کے بعد میں نے مسکراتی نگاہوں سے نازتھا کی طرف دیکھا، وہ بھی مسکرا رہی تھی۔ پھر اُس نے کہا "اب بتاؤ تم ایسے شاندار آدمی کو میں نے اپنے گھر مہمان بنا کر حماقت کی ہے؟"

"کیا کہہ سکتا ہوں نازتھا! ہاں، یہ تو بتاؤ ان لوگوں نے تم سے رابطہ قائم کیا؟"

"ہاں۔ انھوں نے نہیں بلکہ میں نے خود ٹیلی فون پر انہیں اپنی تمام کارروائی کے بارے میں اطلاع دی تھی"۔

"اوہ گڈ! کیا کہا تھا تم نے؟"

"فرانزے کا حوالہ دیا تھا اور کہا تھا کہ میں اُسے تلاش کرتی ہوئی وہاں تک پہنچ چکی تھی لیکن میری ناقص منصوبہ بندی نے مجھے ناکام کر دیا اور وہ وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوگیا۔"

"توپھر؟ اس کے بعد اُن کا ردِ عمل کیا ہوگا؟"

"میں جانتی ہوں کہ انھوں نے اس سلسلے میں تحقیقات شروع کی ہوں گی اور فرانزے سے انہیں اطلاعات مل گئی ہوں گی۔ تمھاری وہ ترکیب واقعی شاندار تھی۔ بہرحال مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں بددل نہ ہوں اور چونکہ میں سب سے پہلے اس تک پہنچی ہوں، اس لیے میری حیثیت دوسروں سے ممتاز ہوگئی ہے۔ میں اپنی اس مہم کو جاری رکھوں، معاوضہ دُگنا بھی کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ میں نے انہیں ایڈوانس کی واپسی کی پیش کش بھی کی تھی۔"

"ویری گڈ! یہ عمدہ بات ہے کہ انہیں تمھاری ذات پر کوئی شبہ نہیں ہوسکا۔"

"ہاں، واقعی مجھے خود بھی حیرت ہے لیکن اس کی وجہ بھی جانتی ہوں۔"

"وہ کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"یہی کہ وہ تصور بھی نہ کر پائے ہوں گے کہ میں اچانک تمھاری دوست بن گئی ہوں کیونکہ وہ میری شخصیت سے واقف ہیں، فطرت سے نہیں۔" نازتھا نے کہا اور میں عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

اسپینش خدوخال کی یہ لڑکی عمر کی اس منزل میں نہیں تھی جو نوخیزی اور جذباتیت کی منزل ہوتی ہے، پختگی اور کافی حد تک سفاکی تھی اُس کے چہرے پر۔ اس کے باوجود اس کے خدوخال میں ایک انوکھا حُسن چھپا ہوا تھا۔ اگر وہ اپنی اس شکل کے ساتھ ایک عام لڑکی کی حیثیت اختیار کرلیتی تو اسے کسی بھی طرح نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں نے اس حسین آنکھوں والی لڑکی کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت پائی تھی، وہی کیفیت جو انسان کو اس کی منزل سے بہت دُور لے جاتی ہے لیکن میں اس کیفیت سے اجنبی رہنا چاہتا تھا، کیونکہ نہ تو میں ان تکلفات کا متحمل ہوسکتا تھا اور نہ ہی میری زندگی میں اس کی گنجائش تھی۔

نازتھا چند لمحے مجھے دیکھتی رہی پھر جیسے اس نے خود کو سنبھال لیا، بولی۔ "یہ بات تو سچ ہے نا کہ تم گریوائل ہی سے فرار ہوئے تھے؟"

"ہاں۔" میں نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"گریوائل بہت خطرناک جگہ ہے، تم سے اس کا تذکرہ کرنا فضول ہے۔ میں نے اس سے وابستہ کہانیاں سُنی ہیں اور کہا یہی جاتا ہے کہ انسان کو اگر خدا عقل دے تو وہ موت قبول کرلے، گریوائلز تک جانا قبول نہ کرے۔ تمھیں وہاں سے فرار ہونے کے لیے معلوم نہیں کیسی کیسی مشکلات سے گزرنا پڑا ہوگا۔ کس جرم کی پاداش میں وہاں گئے تھے؟"

"لمبی کہانی ہے نازتھا! یوں سمجھ لو، زندگی میں ایک مقدس مشن اپنایا تھا اور خود کو اسی کے لیے وقف کردیا تھا، سو میں نے جن لوگوں کے خلاف محاذ بنایا تھا، وہ ظاہر ہے بدلہ لینا چاہیے تھے۔ چنانچہ مجھے گریوائلز بھجوا دیا گیا...... اس کے بعد جب میں فرار ہوا تو انہیں اپنی حماقت کا احساس ہوا اور وہ سوچنے لگے کہ انہیں سب سے پہلے میری موت کا بندوبست کرنا چاہیے تھا۔ پھر قدم قدم پر میرے ہاتھوں زک اٹھانے والے لوگ یہاں تک میرا تعاقب کرتے ہوئے چلے آئے اور بالآخر انھیں ایک اور شکست اٹھانا پڑی۔"

"شکست انھیں اٹھانا ہی تھی، تم ایسے ہی ہو۔ گریوائلز کے جزائر تمھیں نہ روک سکے تو بھلا وہ لوگ تمھارا کیا بگاڑ سکتے تھے۔" نازتھا نے اپنی زندگی میں جو کچھ بھی کیا، اس میں ہمیشہ کامیابی حاصل کی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اس بار وہ ایک ایسے شخص سے ٹکرانے جارہی ہے جو تمام کامیابیوں کو ناکامیوں کی گود میں دھکیلنے کا ماہر ہے۔

"نہیں نازتھا! تم اپنے بارے میں یہ سب کچھ مت کہو۔ میں تو سوچتا ہوں کہ تمھاری خدمات صرف اسی لیے میرے خلاف حاصل کی گئی تھیں کہ میری تم سے ملاقات ہوجائے۔"

"تو مجھ سے ملاقات کرکے خوش ہو علی یار خان؟" اس نے پہلی بار مجھے میرے اصل نام سے مخاطب کیا۔

"اچھے دوست کس کی طلب نہیں ہوتے نازتھا اور تم تو میری محسن بھی ہو۔ وہ وقتی چیز تھی کہ ہوٹل کے اُس کمرے میں تھوڑی دیر کے لیے میں تم پر حاوی ہوگیا تھا لیکن اس کے بعد تم جہاں اور جس جگہ چاہتیں مجھے ختم کرسکتی تھیں۔ لیکن تم نے مجھ پر نوازشوں اور عنایتوں کی بارش کردی ہے جس کا جواب میں محسوس کرتا ہوں کہ تمھیں کبھی نہیں دے سکوں گا۔"

نازتھا نے ان الفاظ پر کوئی تبصرہ نہیں کیا، بس مسکراتی رہی اور اس کی مسکراہٹ مجھے بہت دلکش لگی۔ کیونکہ اس میں ایک سچا خلوص جھلک رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔ "تم اب کیا چاہتے ہو؟"

"میں یہاں سے نکلنے کا خواہش مند ہوں نازتھا! میں ان لوگوں سے خوفزدہ نہیں ہوں میں ساری زندگی سفر کرسکتا ہوں، ان سے آنکھ مچولی کھیل سکتا ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ اب میں اپنی منزل تک پہنچوں۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ حالات کیا رُخ اختیار کرچکے ہیں۔ اس کے بعد نئے سرے سے اپنے کام کی ابتدا کروں گا۔ میرے ساتھی مجھے مردہ تسلیم کرچکے ہوں گے۔"

"میں تم سے تمھارے مشن کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گی۔ ظاہر ہے ہر شخص کی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ مقصد ایسی اہمیت اختیار کرجاتا ہے کہ اس کے سامنے زندگی ہیچ ہوجاتی ہے۔ تمھارے ساتھی کہاں رہتے ہیں اور تم کہاں جانے کے خواہشمند ہو؟"

"مجھے بیروت جانا ہوگا۔" میں نے جواب دیا اور نازتھا میری شکل دیکھنے لگی۔ دفعتاً میں نے اس کے چہرے پر ایک نمایاں تبدیلی محسوس کی، وہ چونک سی پڑی تھی اور پھر کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ میں اس کے خدوخال کا جائزہ لیتا رہا، چونکنے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ بیروت کا نام اس کے لیے کیا حیثیت رکھتا تھا اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ آہستہ سے بولی۔

"بیروت؟"

"ہاں نازتھا۔" میں نے کہا لیکن یہ سوال اُس نے مجھ سے نہیں کیا تھا بلکہ شاید اپنے خیالات کی رَو میں یہ لفظ اس کے منہ سے نکل گیا تھا۔ میرے لہجے اور الفاظ پر وہ چونک پڑی۔ اس نے کھوئی کھوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر جیسے ہوش و حواس میں واپس آگئی۔

"تم بیروت جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے ایک بار پھر اقرار کیا۔

"اچھا، ایک بات بتاؤ۔ تمھارے یہ دشمن جو تمھاری تاک میں ہیں، کیا حیثیت رکھتے ہیں؟"

"میں نہیں سمجھا؟" میں نے محتاط رہتے ہوئے کہا۔

"کیا وہ بہت خوفناک لوگ ہیں؟ کیا وہ مقامی ہیں یا اُن کا تعلق کہیں اور سے ہے؟"

"نازتھا! امریکی سی آئی اے کا ایک خطرناک رُکن اولیو ہاورڈ میرا دشمن ہے اور کئی بار میرے ہاتھوں بدترین شکست اٹھانے کے بعد پاگل ہوگیا ہے۔ میں کچھ عرصے قبل اس کے قبضے میں تھا اور وہ مجھ پر حاوی تھا لیکن چاروں طرف سے اپنے دشمنوں میں گھرے رہنے کے باوجود میں نے جرأت اور ذہانت سے کام لیا اور ایک بار پھر اس کے منہ پر طمانچہ مار کر باہر نکل آیا۔ اور اب وہ کسی زخمی سانپ کی طرح تلملا رہا ہوگا۔ میں جانتا ہوں نازتھا کہ وہ کسی قیمت پر مجھے یہاں سے نکلنے نہیں دے گا۔ گریوائلز میں وہ میرے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلتا رہا ہے اور اس کی یہی کوشش رہی ہے کہ میں زندگی سے اتنا عاجز ہوجاؤں کہ خود کو اس کے قدموں ڈال دوں۔"

"اوہو! اتنے بڑے آدمی سے تمھاری دشمنی چل رہی ہے؟"

"ہاں۔ یوں سمجھو کہ اُس کے گھر میں رہ کر میں نے اس کے منہ پر اتنے طمانچے لگائے ہیں کہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا ہے۔ بدترین میک اپ... میرا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے ہے مارتھا۔ ہرچند کہ میں فلسطینی باشندہ نہیں اور نہ ہی عرب دنیا سے میرا کوئی تعلق ہے۔ اگر تم روحانی تعلق کو تسلیم کرسکتی ہو تو یوں سمجھ لو کہ میرا ان سے ایک روحانی رشتہ ہے۔ سان فرانسسکو میں میری امریکی یہودیوں سے دشمنی چل گئی تھی، وہاں سے فرار ہوکر انگلینڈ پہنچا اور پھر اپنے مشن کی باقاعدہ تکمیل کے لیے تنظیم میں شامل ہوگیا۔ اب اولیو ہاورڈ جو نسلاً یہودی ہے، نہ صرف اپنی ملازمت کی ذمہ داریاں پوری کررہا ہے بلکہ اپنے قومی جذبے کے تحت بھی میرا دشمن خاص بن گیا ہے۔"

"یہودی!" نازتھا کا چہرہ بگڑ گیا۔ "انتہائی قابلِ نفرت قوم ہے یہ۔ میں بھی ان سے بے پناہ نفرت کرتی ہوں علی یار خان! میں اب سمجھ گئی لیکن بیروت کے نام پر تم نے مجھے چونکتے دیکھا ہوگا، اچانک ہی ایک خیال میرے ذہن میں آگیا تھا۔"

"کیا؟ مناسب سمجھو تو اس کا اظہار کردو۔"

• "آج غالباً بیس مئی ہے۔ یہ تین مئی کی بات ہے، ریکٹ کارنر کے ویران علاقے میں ایک زخمی شخص البرٹ ماہم مجھے ملا تھا۔ اس کے بدن میں تین گولیاں پیوست تھیں لیکن مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ اس نے مجھے دشمن سمجھ کر مجھ پر گولی چلائی تھی اور میں اس سے نبردآزما ہوگئی، اسے مزید زخمی کردیا اور جب اسے علم ہوا کہ میں وہ نہیں ہوں جس کے دھوکے میں اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا تو اس نے شرمندگی کا اظہار کیا۔ اس نے مختصراً مجھے اپنی کہانی سُنائی اور مجھ سے ایک درخواست کی کہ میں اس کا تھوڑا سا کام کردوں۔ اُس نے مجھے ایک ڈائری بھی دی تھی اور اپنی تصویر اور کچھ کرنسی بھی لیکن میں فضولیات میں نہیں پڑسکتی تھی۔ اُس دم توڑتے ہوئے آدمی سے میں نے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ وہ مرگیا۔ میں اس کا سامان لے کر واپس آگئی پھر فرصت کے وقت میں نے اس کی ڈائری پڑھی۔ وہ دراصل میڈوین گوریلوں کے خلاف کام کررہا تھا جو وینزوکراتن میں اپنی گوریلا کارروائیوں میں مصروف ہیں اور تم نے شاید سُنا ہوگا کہ انہوں نے اس علاقے میں بہت خوفناک تباہی مچا رکھی ہے۔ ان گوریلوں نے کوئی ایسی کارروائی کی تھی جس کی اطلاع یہ شخص بیروت میں اپنی کسی کمپنی کو دینا چاہتا تھا ___ ڈائری میں اس کے بارے میں تمام تفصیلات درج ہیں اور اس کی اپنی ساری کارگزاری کا تذکرہ بھی ہے۔ یہاں وہ گاگن اسپتال کی ایک نرس ویلی سے ملنا چاہتا تھا۔ ویلی کے ذریعے وہ بیروت پہنچنے کا خواہشمند تھا کہ راستے میں اس کی گوریلوں سے مڈبھیڑ ہوگئی اور وہ شدید زخمی ہونے کے بعد اس طرف

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوگیا"۔ ن اس شخص کے بارے میں تفصیل۔ میں نے ڈائری پڑھ کر ایک طرف ڈال دی تھی، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی چنانچہ میں نے نہ تو گاگن اسپتال کی نرس ویلی سے ملنے کی کوشش کی اور نہ ہی اس سلسلے میں کوئی اور قدم اٹھایا۔ اب تم نے جب بیروت کا نام لیا تو میرے ذہن میں وہ شخص آ گیا۔"

"اوہ!" بے ساختہ میری زبان سے نکلا اور میں نازتھا کی آنکھوں میں دیکھنے لگا پھر میں نے آہستہ سے کہا "میں تمھارا مطلب نہیں سمجھ سکا نازتھا؟"

"اگر تم خطرات مول لینے پر تیار ہو اور یہ محسوس کرتے ہو کہ اسپین سے نکلنے کے لیے تمھیں کوئی اور بہتر راستہ نہیں مل سکے گا تو پھر تمھیں اپنی زندگی کو مزید کچھ ہنگاموں سے دوچار کرنا ہوگا۔ میڈونین گوریلوں کے خلاف کام کرتے ہوئے اپنی شخصیت کو تبدیل کر کے یہاں سے نکل جاؤ اور بیروت پہنچ جاؤ۔ اندازہ لگا لو کہ وہ نرس اس سلسلے میں تمھاری کیا مدد کر سکتی ہے۔ اگر حالات کچھ موافقت میں نظر آئیں تو ایک بالکل ہی اجنبی شکل میں یہاں سے نکل جاؤ۔ ظاہر ہے اولیو ہاورڈ یہ نہیں سوچ سکتا کہ تم اتنے ہنگاموں میں پڑ کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو گے۔ اس نے یقینی طور پر ایسی جگہوں پر اپنا جال پھیلایا ہوگا جہاں سے وہ کسی تم جیسے قیدی کے نکلنے کا تصور کر سکتا ہے۔ نرس ویلی ممکن ہے تمھاری کسی بہتر راستے کی جانب رہنمائی کر سکے۔ کیونکہ تمھیں بیروت میں البرٹ ماہم کی کمپنی کو وہ اطلاعات فراہم کرنا ہوں گی۔"

"ہوں" میں سوچ میں ڈوب گیا۔ بڑی عجیب سی کیفیت تھی۔ اس سے قبل بھی صرف یہاں پہنچنے کے لیے ایک ایسے مسئلے میں الجھ گیا تھا جو مجھ سے تعلق نہیں رکھتا تھا اور اس میں کافی وقت ضائع کرنا پڑا تھا لیکن بہرحال اس طرح یہاں تک آ گیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اولیو ہاورڈ نے میرے راستے میں دیواریں چن دی تھیں۔ ورنہ شاید اب تک یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہوتا۔ ایک بار پھر ایسی ہی الجھنیں مجھے آواز دے رہی تھیں لیکن اپنی زندگی کو ان الجھنوں میں ڈالے بغیر میرے لیے بیروت پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ یہ کوشش بھی کر کے دیکھ لی جائے۔

میں نے اس سلسلے میں دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے نازتھا سے وہ ڈائری اور تصویر وغیرہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک سیف سے میلے کور کی ڈائری اور کچھ دوسری چیزیں لا کر میرے سامنے ڈال دیں۔ اور میں ڈائری کو پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔

میں نے اس ڈائری میں البرٹ ماہم کی زندگی کے مفصل واقعات پڑھے۔ ڈائری میں اس قدر تفصیلی واقعات تھے کہ میں اس کی زندگی سے مکمل طور پر واقف ہو گیا۔ مجھے علم ہو گیا کہ البرٹ کی حیثیت سے بیروت میں مجھے کس سے ملاقات کرنی ہے اور مقامی طور پر مجھے کیا مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اولیو ہاورڈ جیسا ذہین اور ایک اعلیٰ عہدے کا مالک شخص یہاں بے پناہ اثر و رسوخ رکھتا ہوگا۔ اس کی کوششوں کو ایک بار پھر میں نے ناکامی سے دوچار کر دیا تھا اور ایک ایسی کاری ضرب لگا کر نکل بھاگا تھا کہ ہاورڈ کی تلملاہٹ قابلِ دید ہو گی۔ ایسی شکل میں اس نے کیا کچھ نہیں کیا ہوگا۔ یہاں سے نکلنے کے لیے اگر میں کوئی عام راستہ اختیار کر دوں تو یقینی طور پر اس کے شکنجے میں پھنس جاؤں گا اور اس کے بعد یہ ممکن نہیں ہے کہ ہاورڈ کوئی دوسرا خطرہ مول لے۔

تمام تر تفصیلات پڑھنے کے بعد میں نے البرٹ ماہم کی تصویر دیکھی اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ اس کے چہرے کی بناوٹ کی بنیاد پر مجھے اس کا روپ اختیار کرنے میں زیادہ دقت نہیں ہوگی۔ یہ معاملہ کچھ قابلِ توجہ نظر آ رہا تھا چنانچہ میں نے نازتھا سے کہا۔ "ڈیئر نازتھا! اب میں تمھارے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کروں گا۔ یہ بات شکریے کی حدود سے بہت آگے نکل گئی ہے، تاہم میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی تمھیں مزید میری مدد کرنا ہوگی۔"

"میں حاضر ہوں۔" نازتھا نے کہا۔

"اس نرس ویلی کے بارے میں ذرا سی معلومات درکار ہیں، تم یہ کام کر دو پھر میں ویلی سے مل لیتا ہوں۔ نازتھا چند لمحے مجھے دیکھتی رہی، عجیب سا انداز تھا اس کے دیکھنے کا۔

"میں آج رات تک تمھیں یہ معلومات مہیا کر دوں گی۔" خاموشی کے ایک مختصر سے وقفے کے بعد اس نے کہا۔

عورتوں کے بارے میں کچھ زیادہ تجربہ تو نہیں تھا لیکن جو تھوڑی بہت معلومات بھی مجھے حاصل تھیں ان کا دارومدار ان لوگوں پر تھا جن کے درمیان میری زندگی گزری تھی۔ ابھی تک نازتھا نے شبے کا کوئی موقع نہیں دیا تھا اور اس پر اعتبار کرنا میرے لیے ناگزیر ہو چکا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں، میں نے جو کچھ پڑھا تھا وہ میرے لیے تردد کا باعث بھی تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس مجرم عورت یا لڑکی کی زندگی ایسے کون سے حادثات سے دوچار ہوئی کہ وہ ایک خطرناک حیثیت اختیار کر گئی اور اس طرح کام کرنے پر مجبور ہوئی کہ نسوانیت کا تصور ہی ختم ہو گیا۔ سفاک اور درندہ صفت انسانوں کی زندگی میں بھی کبھی کوئی موڑ ایسا ضرور آتا ہے جب ان کے قدم ایک لمحے کو ہی سہی مگر لڑکھڑا جاتے ہیں۔ نازتھا کی آنکھوں میں، میں نے محبت کے تاثرات محسوس کیے تھے۔ وہ اچانک ہی مجھ سے متاثر ہو گئی تھی اور مجھ پر کیے جانے والے احسانات بے مقصد نہیں تھے۔ اس کا دل اسے مجبور کر رہا تھا اور وہ اپنا کوئی مقصد حل کرنے کے بجائے میرے لیے کچھ کرنے کی خواہاں ہو گئی تھی۔ بعض اوقات ایسے کردار بھی سامنے آتے ہیں تاہم اس کی توجہ سے فائدہ نہ اٹھانا حماقت تھی۔ البتہ میں نے اپنے سینے میں اس کی طرح احساسات کو جگہ نہیں دی تھی۔ ہاں، میں اسے کوئی نقصان پہنچانے کا تصور نہیں کر سکتا تھا۔

اس کے جانے کے بعد میں ایک بار پھر اس ڈائری میں کھو گیا تھا مجھے البرٹ ماہم کی زندگی کے بارے میں وہ تمام تفصیلات ذہن نشین کر لینا چاہیے تھیں جو میرے کام آ سکتی تھیں اور ذہنی طور پر میں نے خود کو اس کے لیے مکمل طور پر تیار کر لیا تھا کہ ایک بار پھر تانڈور جیسی مہم میں حصہ لوں اور راستے کی رکاوٹوں کو دور کرتا ہوا بالآخر بیروت پہنچ جاؤں۔ انسان کی زندگی میں کبھی کبھی ایسے ٹیڑھے راستے آ جاتے ہیں جب اسے منزل تک پہنچنے کے لیے لمبے چکر لگانے پڑتے ہیں اور میرے ساتھ اس طویل عرصے میں یہی سب کچھ ہوا تھا۔ مجھے تو یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ اب تنظیم کے لوگوں کو میری زندگی کی امید ہوگی یا نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ممکن ہے وہ مجھے مردہ تصور کر کے صبر کر چکے ہوں اور بھول چکے ہوں کہ علی یار خان نامی کوئی شخص ان کا مددگار و معاون رہا ہے۔ دراصل ان کی زندگی ایک خاص مقصد کے لیے وقف تھی۔ اور وہ اپنی جدوجہد میں مصروف تھے۔ میں تو صرف اپنے نیک جذبوں کو بروئے کار لا کر ان کے لیے کام کر رہا تھا اور جانتا تھا کہ کسی ایک تنظیم یا ایک مقصد کے لیے نہیں بلکہ اپنے ان جذبات کے لیے میں یہ سب کچھ کر رہا ہوں جو میرے سینے میں پیدا ہوتے ہیں۔

نازتھا شام کو تقریباً ساڑھے چار بجے واپس آئی، بہت سی چیزیں لائی تھی میرے لیے۔ اس نے دیر سے آنے کی معذرت کرتے ہوئے کہا کہ معاملات اتنے ہی الجھے ہوئے تھے کہ اسے دیر ہو گئی اور وہ میرے لیے دوپہر کے کھانے کا بندوبست بھی نہ کر سکی۔

"نہیں نازتھا! میں نے تکلف نہیں کیا، تمھارے کچن میں جو کچھ ملا، میں نے کھا لیا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! مجھے خوشی ہوئی اس بات سے۔ یہ تمھارے لیے میک اپ کا سامان ہے، میں تمھارے چہرے پر بہترین میک اپ کر سکتی ہوں۔ کیونکہ میں نے ایک میک اپ کے ماہرین سے باقاعدہ تربیت لی ہے۔"

"گڈ! ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ مجھے البرٹ ماہم بننے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، بالکل نہیں ہو گی۔ اس کے علاوہ اس نرس کے بارے میں، میں نے گاگن اسپتال سے معلوم کر لیا ہے۔ وہ دن کی ڈیوٹی میں ہوتی ہے۔ یعنی اس وقت وہ اسپتال میں ہی ہو گی اور اب سے تھوڑی دیر بعد اس کی ڈیوٹی ختم ہونے والی ہے۔ وہ پنک اسکوائر کے فلیٹ نمبر سات میں رہتی ہے، تنہا ہے اور پنک اسکوائر پورے طور پر آباد عمارت نہیں ہے۔ گویا تمھیں اس سے ملنے میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

"بہت بہت شکریہ! مجھے یہ بتاؤ نازتھا کہ میں تمھارے ان احسانات کے صلے میں تمھیں کیا دوں؟"

وہ چند لمحے خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر ہونٹ بھینچ کر مسکرا دی "کچھ نہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد نازتھا میرے چہرے پر میک اپ کرنے بیٹھ گئی یہ کام میں خود بھی کر سکتا تھا لیکن میں نے اس کی مہارت کو آزمانے کا فیصلہ کیا۔ میک اپ کا بہترین سامان تھا جو ایک پختہ میک اپ کرنے میں مددگار و معاون ثابت ہو سکتا تھا۔ وہ جو کچھ کر رہی تھی، اس سے میں مکمل طور پر مطمئن تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھے البرٹ ماہم بنا دیا۔ میری شکل ہو بہو اس تصویر کے مطابق ہو گئی، میں قد و قامت میں بھی لگ بھگ اتنا ہی تھا۔ البتہ بدن میں فرق تھا۔ البرٹ ماہم کسی قدر دبلا پتلا انسان تھا لیکن یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ آدمی کسی وقت بھی بھاری یا ہلکا ہو سکتا ہے۔

جب میں مکمل طور پر تیار ہو گیا تو نازتھا نے کچھ رقم دیتے ہوئے کہا "یہ میری طرف سے تحفتاً رکھ لو۔"

"نازتھا! اگر میں بیروت پہنچ گیا تو تمھیں اپنے بارے میں اطلاع دوں گا اور یہ وعدہ کرتا ہوں تم سے کہ زندگی میں اگر تھوڑا سا سکون ملا تو تمھارے پاس ضرور آؤں گا۔"

"میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ اس کی آواز میں، میں نے لرزش سی محسوس کی، پھر نازتھا نے مجھے اسی عقبی دروازے سے باہر نکال دیا۔

پنک اسکوائر کا پتا اس نے مجھے ذہن نشین کرا دیا تھا۔ میں نہایت پُراعتماد انداز میں چلتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی لے کر پنک اسکوائر چل پڑا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پنک اسکوائر کا فلیٹ نمبر سات تلاش کرنے میں دقت نہیں ہوئی۔ میں نے بیل بجائی تو دروازہ کھل گیا۔ اس لڑکی کو میں نہیں جانتا تھا جس کی عمر تئیس یا چوبیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ کسی قدر مقامی خدوخال کی مالک تھی لیکن مجھے دیکھ کر وہ بُری طرح چونک پڑی تھی پھر اُس نے بڑی پھرتی سے میرے کوٹ کی آستین پکڑی اور مجھے اندر کھینچ لیا۔

"اوہ میرے خدا! البرٹ، یہ تم ہو؟ کیا واقعی یہ تم ہو؟"

اس کے لہجے میں بے پناہ اضطراب تھا۔

"ہاں ویلی، میں ہوں۔" میں نے تھکے تھکے سے انداز میں کہا۔

وہ جلدی سے دروازہ بند کرنے کے لیے مُڑ گئی۔

اور دروازہ بند کرنے کے بعد آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ "اندر آؤ، اندر آؤ۔ اگر تم ایک دو دن اور نہ ملتے تو ہمیں بڑی مشکلات سے گزرنا پڑتا۔ تمھیں یہ جان کر دکھ ہوگا کہ جیکسن کو شدید زخمی کر دیا گیا ہے۔ وہ میرے ہی اسپتال میں.... میرا مطلب ہے گاگن اسپتال میں زیرِ علاج تھا اور میں اس کی بہترین نگرانی کر رہی تھی لیکن اسے اسپتال سے اغوا کر لیا گیا۔ ان لوگوں نے.. میرا مطلب ہے گوریلوں نے آٹھ آدمیوں کو قتل کر دیا جس میں دو ڈاکٹر تھے۔ اور پھر وہ جیکسن کو اٹھا کر لے گئے۔"

"اوہ میرے خدا!" میں نے آہستہ سے کہا۔ انداز ایسا تھا جیسے جیکسن کی گمشدگی میرے لیے بڑی ہی پریشان کن ہو۔ ویلی مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔

اس نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم کہاں گم ہو گئے تھے۔ تمھارے بارے میں، میں نے سُنا تھا کہ تم خطرات میں گھر گئے ہو اور خدانخواستہ ...."

"ہاں ویلی! میں انتہائی خطرات میں گھر گیا تھا۔ یوں سمجھ لو، جان بچانے کے لیے مجھے اس طرح چھپنا پڑا جیسے شکاری کتوں سے کوئی خرگوش چھپتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ان کی دہشت گردیاں بے حد بڑھ گئی ہیں۔ گاگن اسپتال میں، میں خود بھی محفوظ نہیں ہوں۔ یہ میری آخری ڈیوٹی تھی اس کے بعد میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اسپتال چھوڑ کر یہاں سے کہیں اور روانہ ہو جاؤں گی۔ اب تم اتفاقیہ طور پر اس انداز میں پہنچ گئے ہو تو ہمیں چاہیے کہ ہم فوراً وینزوکراٹن چل پڑیں۔"

"وہاں... میرا مطلب ہے....؟"

"ہاں۔ کچھ ایسی ہی تبدیلیاں عمل میں آئی ہیں کہ ہمارا وینزوکراٹن جانا ضروری ہے۔ دہشت گردیاں جس انتہا کو پہنچ چکی ہیں اس کا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ یہ سترہ دن تم نے کس طرح گزارے، میں اس کے بارے میں نہیں جانتی لیکن تم یقین کرو کہ میں نے یہ سترہ دن سُولی پر گزارے ہیں۔ اگر تمھارا انتظار نہ ہوتا تو میں کبھی کی یہاں سے فرار ہو چکی ہوتی۔"

"ٹھیک ہے، ہم وینزوکراٹن چلیں گے۔ کیا تم نے اس کے لیے انتظامات کر لیے ہیں؟"

"انتظام ہی کیا کرنا ہے۔ دہشت گردیاں اس قدر بڑھ چکی ہیں کہ اب قدم قدم پر ہمیں زندگی اور موت کا کھیل کھیلنا پڑ رہا ہے۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لیں یا اپنے آپ پر بھی لعنت بھیجی اور موت کے اس کھیل پر بھی جس نے میری جان نہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن کرنا وہی تھا جو یہ لڑکی کہہ رہی تھی کیونکہ اسی میں میری بقا تھی اور اڈیو ہاورڈ کو مکمل طور پر دھوکا دینے کے لیے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اڈیو ہاورڈ کی پوری زندگی خطرناک لوگوں کے درمیان گزری تھی۔ اس کا تجربہ مجھ سے کہیں زیادہ تھا لیکن وہ بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی پاکستانی نوجوان سے واسطہ پڑا ہے۔ میں نے قدم قدم پر اسے اس طرح چکر دیے تھے کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آ گیا ہوگا۔ اسے انتہائی افسوس ہوگا کہ اس نے مجھے گریوائل کیوں بھیجا لیکن یہ حد سے بڑھی ہوئی خوداعتمادی تھی۔ وہ مجھے زچ کرنا چاہتا تھا مگر حالات ایک دم تبدیل ہو گئے تھے۔ یہاں بھی اس نے جس قدر انتظامات کیے ہوں گے ان کا مجھے بخوبی اندازہ تھا۔

میں نے ویلی سے کہا۔ "وینزوکراٹن پہنچنے کے لیے ہمیں جن راستوں کا انتخاب کرنا ہے ویلی! کیا وہ تمھارے خیال میں محفوظ ہیں؟"

"تمھارا سوال واقعی اہم ہے۔ درحقیقت وینزوکراٹن کے راستے موت کے راستے بن چکے ہیں لیکن ہم ایسے الجھے ہوئے راستے اختیار کریں گے کہ جن پر سفر کرتے ہوئے ہمیں دقت نہ ہو۔" ویلی نے کہا۔

میرے دل میں شدید خواہش تھی کہ وینزوکراٹن کے بارے میں مزید تفصیلات کسی طرح معلوم ہو جائیں لیکن ظاہر ہے یہ تفصیلات ویلی سے نہیں مل سکتی تھیں۔ یہ لڑکی سادہ اور سپاٹ چہرے کی مالک تھی، دلکشی سے عاری اور وہ قطعی طور پر اس قابل نہیں تھی کہ اس کی جانب کوئی خصوصی توجہ دی جائے یا اس کی معیت کو بہترین محسوس کیا جائے۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد اس نے کہا۔ "ہمیں فان ہیروے پاس چلنا ہوگا، وہ بھی خوف کا شکار ہے۔ تمھارے بارے میں شدید تشویش میں مبتلا تھا اور کہتا تھا کہ اگر مسٹر البرٹ ماہم کسی حادثے کا شکار ہو گئے تو یہ ایک بدترین نقصان ہوگا، ایسا نقصان جس کی تلافی ممکن نہیں ہے اور دہشت پسندوں کی خوش بختی ہی یہ کام کر سکتی ہے۔ بہرحال مسٹر ماہم! رات کو ہم اس سلسلے میں اپنے کام کا آغاز کر دیں گے۔"

میں نے اس کی بات پر گردن ہلا دی تھی۔ تقدیر کے اس نئے کھیل میں خود کو میں نے حالات کے حوالے کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ کرنا میرے بس میں نہیں تھا۔ زندگی میں یہ پیچ و خم آ ہی گئے تھے تو اب ان سے بچنا کیا معنی، حالانکہ مجھے ان واقعات کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم نہیں تھی لیکن بس حالات کے دھارے پر بہنا تھا اور جو کچھ بھی سامنے آ جائے اس سے اپنی واقفیت کا اس طرح اظہار کرنا تھا جیسے میں ہر چیز سے آشنا ہوں۔

ویلی نے میرے تھکے تھکے سے انداز کو محسوس کر لیا اور بولی۔ "میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم فوری طور پر سفر کے قابل نہیں ہو لیکن ہمارے لیے یہ ضروری ہے مسٹر ماہم! کیونکہ حالات سنگین سے سنگین تر ہو چکے ہیں۔"

"تم میری پروا نہ کرو، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بیروت پہنچنے کے لیے میں جن مشکلات سے گزر کر یہاں آیا ہوں، وہ بے حد تکلیف دہ تھیں لیکن اس کے باوجود میں خود کو مستعد پاتا ہوں۔ وینزوکراٹن کا سفر چونکہ تمھارے خیال میں بہت ضروری ہے اس لیے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم جو کچھ کرنا چاہتی ہو بلا تردد کر ڈالو، میں ہر قدم پر تمھارے ساتھ ہوں۔" ویلی میری بات سُن کر گردن ہلانے لگی۔

رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے کے قریب ہم فلیٹ سے نکل آئے۔ ویلی کے پاس کار موجود تھی۔ اس نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور ایک لمبے سفر کے لیے چل پڑی۔ میں نے موقع غنیمت جان کر راستے میں ویلی سے اس انداز میں گفتگو شروع کر دی کہ حالات سے کسی حد تک واقفیت ہو جائے اور میں اپنی اس کوشش میں خاصی حد تک کامیاب بھی رہا۔ گفتگو بے شک مبہم انداز میں تھی کیونکہ ویلی کو یہ شبہ نہیں تھا کہ میں وینزوکراٹن کے حالات سے ناواقف ہوں لیکن میں نے اس سے اپنے مقصد کی باتیں معلوم کر لی تھیں۔ وینزوکراٹن کے کس حد تک حالات تو مجھے پہلے ہی معلوم ہو چکے تھے۔ میڈونین گوریلوں کے بارے میں تفصیلات کا علم بھی ہو گیا تھا۔

یہ ایک بالکل نیا ہی معاملہ تھا جو اسپین کے نواحی علاقے میں پیدا ہو گیا تھا اور یہاں اس سلسلے میں خاصی ہنگامہ خیزیاں چل رہی تھیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ ایک جانب ٹانڈونا اپنی کارروائیوں میں مصروف تھے۔ دوسری طرف میڈونین گوریلے اپنا کام کر رہے تھے اور ان کا معاملہ بھی خاصا خطرناک ہو رہا تھا۔

فان ہیرو، وینزوکراٹن کا ایک اہم آدمی تھا اور میرے سلسلے میں یعنی البرٹ ماہم کے سلسلے میں اس کے سپرد بہت سی ذمہ داریاں کی گئی تھیں۔ میری گمشدگی سے وہ سب پریشان تھے۔

کار برق رفتاری سے تاریک راستوں پر آگے بڑھ رہی تھی۔ بلندیوں سے ساحلی پستیوں کی جانب بڑھتے ہوئے گرمی اور گھٹن میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ بہت دور پہاڑوں پر کہیں کہیں بادلوں کی گرج کے ساتھ بجلی بھی چمک رہی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آگے بارش ہو رہی ہو۔ یہ سفر جتنی برق رفتاری سے طے کیا جا رہا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ویلی ان علاقوں سے بخوبی واقف ہے اور پہلے بھی یہاں کار دوڑاتی رہی ہے۔

وہ طویل ترین سفر مختصر وقفے میں طے کرنا چاہتی تھی اور میں اس کی ڈرائیونگ پر حیران تھا۔ بعض اوقات موڑ کاٹتے ہوئے مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کار اب کسی گہرائی میں پہنچ جائے گی لیکن ویلی اس قدر اطمینان سے اُسے سنبھالے ہوئے تھی کہ مجھے اس لڑکی کی مہارت کا اعتراف کرنا پڑا۔ البتہ میں نے کسی بھی جگہ کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

بالآخر ایک طویل سفر طے کرنے کے بعد ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں کسی قدیم دور کا ایک قلعہ نظر آ رہا تھا۔ ہمیں اس قلعے کے درمیانی راستے سے گزر کر آگے بڑھنا تھا۔ قلعہ سنسان پڑا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہاں روحوں کا بسیرا ہو، انسان کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا تھا۔ قلعے کے آخری سرے پر پہنچنے کے بعد ویلی نے کار کی رفتار سست کر دی اور پھر اُسے سڑک سے نیچے اتار کر کھڑا کر دیا۔

"کیوں خیریت؟" میں نے سوال کیا۔

"ہمیں یہاں سے آگے کا سفر پیدل طے کرنا ہوگا کیونکہ اس علاقے میں کاروں کا سفر مشکوک نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ رات کے وقت خاص طور سے یہاں کار کا سفر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کاریں ان کی نگاہوں میں آ جاتی ہیں اور گوریلے یہاں قدم قدم پر موجود ہیں۔" میں نے گردن ہلائی اور کار سے اتر آیا۔ تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے ہم ایک آبادی میں داخل ہو گئے۔ اس آبادی میں افلاس و غربت کے دردناک مناظر بکھرے ہوئے تھے۔ اکا دکا دکانیں کھلی ہوئی تھیں جن میں مٹی کے تیل کی لالٹینیں روشن تھیں۔ اطراف میں بے شمار ندی نالے تھے جن پر تختے جوڑ کر پل اور راستے تعمیر کیے گئے تھے۔ چھوٹی چھوٹی کشتیوں، بجروں اور ہاؤس بوٹوں سے پٹی ہوئی ایک نہر کے تختوں والے پُل سے گزرنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں صدیوں پرانے کسی شہر میں آ گیا ہوں۔ مکانوں کا انداز اور آبادیاں بھی اسی قسم کی تھیں۔ گو رات خاصی ہو چکی تھی لیکن لوگ سڑکوں، گلیوں اور بازاروں میں چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ ایک جگہ رُک کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ویلی نے ایک نوجوان سے فان بیرو کے مکان کا پتا پوچھا تو نوجوان نے چونک کر ہم دونوں کو بغور دیکھا اور پھر ایک جانب اشارہ کر دیا۔ ہم اس سمت بڑھ گئے۔ ایک اور پُل عبور کر کے ہم مکانات کے ایک ایسے علاقے میں پہنچے جہاں سے ساحل نظر آ رہا تھا۔

میں نے ساحل پر نگاہ دوڑائی اور اسی وقت ویلی میرے بازو پر ہاتھ رکھ کر بولی "ہمیں اس طرف چلنا ہے"۔ اس کی آواز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ میں اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگا تو وہ پھر بولی "میرا خیال ہے اس نوجوان سے راستہ پوچھ کر میں نے اچھا نہیں کیا۔"

"کیوں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"مجھے تعاقب کا شبہ ہو رہا ہے۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا لیکن قرب و جوار میں چلنے پھرنے والے لوگوں میں سے کسی کے بارے میں بھی یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ تعاقب کر رہا ہے۔ ویلی کی بات کو میں نے نظرانداز کر دیا اور اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ویلی نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا "نوجوان نے جو پتا بتایا تھا اس کے مطابق فان بیرو کا مکان وہی ہونا چاہیے۔"

"پہلے تم نے کبھی یہ مکان نہیں دیکھا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، فان بیرو کو یہاں آئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا وہ دراصل تمھاری وجہ سے یہاں رُکا ہوا ہے۔ ورنہ یقیناً تمھارے ساتھ اب تک بیروت پہنچ گیا ہوتا۔"

"ہوں۔ چلو دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اگر یہی فان بیرو کا مکان ہے تو... یہاں پر تو غیر معمولی سناٹا طاری ہے۔"

"آؤ آؤ، آگے آؤ۔" میں نے کہا اور ویلی کے ساتھ بانسوں کے بنے ہوئے ایک بڑے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ تختوں کا بنا ہوا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ویلی رُک گئی اور پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگی پھر وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی "میں دعوے سے کہتی ہوں کہ وہ لوگ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں، ہم خطرات میں گھر گئے ہیں اور واپسی ہمارے لیے بہت مشکل ہے۔"

میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا "اگر ہم سامنے کے رُخ سے یہ چھوٹی سی دیوار پھلانگ جائیں تو نہر کے کنارے پر پہنچ سکتے ہیں اور وہاں سے ہمیں تیر کر نکلنے کا موقع مل سکتا ہے۔"

"ہاں میرا خیال ہے اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی۔ بہرحال یہ بعد کی باتیں ہیں، یہ شخص فان بیرو آخر کہاں گیا؟ کیا وہ اپنے مکان میں موجود نہیں ہے۔"

ہم مکان میں داخل ہو کر کمروں کی تلاشی لینے لگے ایک کمرے سے گزرتے وقت میں نے ایک ریڈیو ٹرانسمیٹر دیکھا وہاں سے آگے بڑھ کر ایک اور کمرے میں داخل ہوتے ہی ہم ٹھٹک کر رُک گئے۔ سامنے ہی ہمیں ایک لاش پڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ کمرے کی حالت سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ مرنے والے نے دشمنوں سے بچنے کے لیے زبردست جدوجہد کی ہے۔ ہر چیز اُلٹی پلٹی ہوئی تھی اور لاش کا چہرہ انتہائی خوفناک نظر آ رہا تھا۔

ویلی نے سراسیمہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ میں اس لاش کا جائزہ لے رہا تھا "اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ ہم پر پوری نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ فان بیرو کو انھوں نے ختم کر دیا۔ اب کیا ہوگا؟" ویلی پُرتشویش لہجے میں بولی۔

دفعتاً دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔ تعاقب کرنے والے بالآخر یہاں پہنچ گئے تھے اور ہمارے اوپر انھیں کوئی شبہ نہیں تھا کیونکہ ہم ایک ایسے مکان میں داخل ہوئے تھے جہاں ایک لاش موجود تھی، ایک ایسے شخص کی لاش جسے انھوں نے بڑی جدوجہد کے بعد قتل کیا تھا۔

معاً میرے وجود میں ایک لہر سی اُٹھی۔ میں بد دل کیوں ہوں؟ بیشک یہ میرا مشن نہیں ہے لیکن اپنی زندگی بچا کر بیروت پہنچنا تو میرا مقصد ہے۔ گریوا ٹلز سے یہاں تک آنے کے لیے بھی تو میں نے شدید جدوجہد کی ہے۔ وہاں سے یہاں تک آنے کے لیے طویل عرصے تک میں ایسے کاموں میں اُلجھا رہا ہوں جن کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن تجزیہ کیا جاتا تو یہ بات ثابت ہو جاتی کہ موجودہ صورتِ حال کچھ بھی ہو ایسی ہی اُلجھنوں میں گرفتار ہوتا ہوا میں اس حد تک کامیابی حاصل کر سکا تھا۔ بلند مقاصد کے لیے راہیں سیدھی اور ہموار نہیں ہوتیں۔ راستے کے پیچ و خم ہی تو سفر میں دلچسپی کا باعث ہوتے ہیں۔ چنانچہ بددلی کا یہ احساس ذہن سے نکال کر کام کرنا چاہیے ورنہ کوئی بھی لمحہ زندگی سے نجات دلا سکتا ہے۔

ویلی کی سہمی ہوئی نگاہیں میری طرف اٹھیں اور میں نے اُسے جوتے اتارنے کا اشارہ کیا۔ دوسری دستک ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ہم نے باہر کی سمت چھلانگ لگا دی۔ ویلی ہر طرح میرا ساتھ دے رہی تھی پھر ہم نے ندی میں چھلانگ لگا دی تھی۔ تب میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں ہم نے صاف سنی تھیں جن سے اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمارے دشمن اس کوشش سے لاعلم نہیں ہیں۔ ندی کا بہاؤ ایسا نہیں تھا کہ تیرنے میں کوئی دقت ہوتی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ پلٹ کر نگاہ دوڑائی تو ویلی نظر

نہیں آئی لیکن چند سائے اسی جانب تیر رہے تھے۔ اب اس تکلف کی گنجائش نہیں تھی کہ رُک کر اس کا انتظار کیا جائے چنانچہ میں پھرتی سے آگے بڑھ گیا اور کسی ایسی جگہ کا جائزہ لینے لگا جہاں سے ان لوگوں پر نگاہ رکھی جائے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر لکڑی کے تختوں کی دیوار نظر آئی جو پانچ ساڑھے پانچ فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔ میں نے دیوار کے اوپر ہاتھ رکھے اور دوسری طرف کود گیا۔ ذرا سا اُچک کر دیکھنے سے وہ دونوں نظر آ گئے جو اسپینی باشندے ہی تھے اور ان کے لباس بھی میرے لباس کی طرح بھیگے ہوئے تھے۔ دونوں برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے آگے نکل گئے۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ نہ جانے ویلی.... اتنا ہی سوچا تھا کہ دفعتاً میری نگاہ عقب میں اٹھ گئی۔ رسّی کی الگنی پر کپڑے لٹکے ہوئے تھے جو خشک کرنے کے لیے ڈالے گئے تھے۔ کپڑوں کو ٹٹولا تو فیکٹریوں اور کارخانوں میں کام کرنے والی جیکٹ اور پتلون نظر آ گئی۔ بھیگے اور بدن سے چمٹے ہوئے اس لباس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس لباس سے حُلیہ بھی بدل گیا تھا۔ پرانا لباس اسی طرح الگنی پر لٹکا دیا جس طرح یہ لباس لٹکا ہوا تھا۔ البتہ جیبوں میں جو رقم وغیرہ تھی، وہ اس نئے لباس میں منتقل ہو گئی تھی پھر میں وہاں سے نکل آیا تھا۔

شہر کا یہ حصہ سنسان تھا لیکن کہیں دُور سے میوزک کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں آواز کے سہارے آگے بڑھا۔ ایک ڈھلوان راستہ عبور کیا تو بلندی کی طرف ایک روشن عمارت نظر آئی جس پر "کول فین" کے روشن الفاظ نظر آ رہے تھے۔

کول فین بھدی سی عمارت میں بنا ہوا ایک کلب تھا جس کے کاؤنٹر پر ایک افریقی نژاد حسینہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے لمبے دانتوں کی نمائش کی اور میں جلدی سے اندر داخل ہو گیا۔ یہ افریقی حُسن مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا تھا۔ ذہن بار بار ویلی کی طرف جا رہا تھا لیکن اس کی تلاش کی ہمت نہیں تھی۔

کول فین بہت بڑا جوا خانہ تھا۔ میزوں پر جُوا ہو رہا تھا جو کھیل نہیں رہے تھے، وہ بانسوں کے بنے ہوئے کیبنوں میں بیٹھے مختلف مشروبات سے شغل کر رہے تھے۔ جُوئے میں بیٹھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا، اس لیے میں خالی کیبن کی تلاش میں نگاہ دوڑانے لگا۔ دفعتاً عقب سے ایک آواز سنائی دی۔

"تنہائی زندگی کا سب سے بڑا عذاب ہے۔" میں نے پلٹ کر دیکھا ایک مقامی لڑکی سر پر سفید پھولوں کا گجرا باندھے مسکرا رہی تھی۔ "میرا نام سوترنیا ہے، کول فین میں تمھاری ساتھی بننا چاہتی ہوں۔"

"ہم کس کیبن میں بیٹھیں گے؟"

"آؤ۔" اس نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ کول فین کے کئی حصے تھے، خاصی بڑی جگہ تھی۔ ایک پتلی سی راہداری سے گزر کر ہم دوسرے ہال میں آ گئے۔ یہاں سُرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی اور ماحول بے حد خوابناک تھا۔ لاتعداد خوبرو لڑکیاں مقامی اور غیر مقامی لوگوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔ میری ہمراہی یہاں بھی نہ رُکی اور ایک طرف بنی ہوئی سیڑھیوں کی طرف چل دی۔

"کہاں جاؤ گی؟"

"جنت میں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور سیڑھیوں کو عبور کر کے ایک راہداری میں پہنچ گئی جس کے دونوں طرف دروازے بنے ہوئے تھے۔ اس نے ایک دروازہ کھولا اور مجھے راستہ دینے کے لیے ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

میں ایک گہری سانس لے کر اندر داخل ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے میری کھوپڑی بھک سے اُڑ گئی کیونکہ لڑکی نے پھرتی سے دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا، پھر اندر سے ایک آواز اُبھری۔ "گھبراؤ نہیں۔ تم یہاں تنہا نہیں ہو۔" میں چونک کر پلٹا، سامنے ہی تین آدمی نظر آ رہے تھے۔ تینوں جوڈو کے لباس میں ملبوس تھے اور ان کی کمر سے کالی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

"ہیلو!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ طبیعت میں ایک جولانی سی پیدا ہو گئی تھی انہیں دیکھ کر۔

"اس طرف۔" انھوں نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"ضرور، ضرور۔" میرا لہجہ بدستور خوشگوار تھا اور میں ان کے بتلائے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے پلٹ کر یہ بھی نہیں دیکھا کہ وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں یا نہیں۔ دوسری طرف خوب تیز روشنی ہو رہی تھی۔ چھت میں ایک عظیم الشان فانوس لٹکا ہوا تھا اور اس کے عین نیچے ایک سفید رُو شخص بیٹھا ہوا تھا جو کسی طور مقامی نہیں تھا۔ اس کے پیچھے ایک لڑکی کھڑی ہوئی تھی میں نے پہلی ہی نظر میں اُسے پہچان لیا۔ یہ وہی سیاہ فام لڑکی تھی جسے میں نے کاؤنٹر پر دیکھا تھا۔

"یہی ہے؟" اس نے لڑکی سے پوچھا۔

"جنابِ عالی!" لڑکی نے گردن خم کر کے کہا۔

"تشریف لائیے مسٹر البرٹ ماہم۔ آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے۔"

"شکریہ! میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں؟" میں نے ترکی بہ ترکی کہا۔

"ایڈلر کہتے ہیں مجھے۔" اس نے کہا اور پھر لڑکی سے بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم جاؤ۔ کوئی مداخلت ممنوع ہے۔"

لڑکی نے پھر اسی طرح گردن خم کی اور باہر نکل گئی۔

"تمہاری زندگی میرے لیے حیران کن ہے، اس کے باوجود نئی زندگی کی مبارکباد قبول کرو۔"

"ایک بار پھر شکریہ!"

"غیر مقامی لوگ اگر ہمارے راستوں میں مزاحم ہوتے ہیں تو ہمیں زیادہ افسوس ہوتا ہے۔ ہم لوگ اپنا درد جانتے ہیں۔ تم کرائے کے لوگ، دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنے والے، زیادہ قابلِ نفرت ہو۔ ہمیں تم سے بے پناہ نفرت ہے اور تم جانتے ہو کہ ہماری نفرت صرف موت لاتی ہے۔ صرف موت.... اور موت کے لیے ...."

اس نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور اسی وقت کوئی شے سنناتی ہوئی میرے کان کو چھوتی نکل گئی۔ ایک خنجر جس کے دستے پر سُرخ پَر لگا ہوا تھا، سامنے رکھی ہوئی لکڑی کی مورتی میں پیوست ہو گیا۔ مجھے اس برق رفتار عمل کی توقع نہیں تھی۔ لیکن اس کا جواب بھی اسی برق رفتاری سے دینا تھا چنانچہ میں نے تیزی سے چھلانگ لگائی اور ایڈلر پر جا گرا۔ ایڈلر کرسی سمیت اُلٹ گیا تھا لیکن افسوس کہ اس کی گردن میری گرفت میں نہ آسکی اور میں نے نیچے گرتے ہی دولتی چلا دی۔ اسی وقت دفعتاً اندھیرا پھیل گیا۔ ایک اور خنجر میرے قریب سے نکل گیا تھا۔ میں نے تاریکی میں ایڈلر کو دبوچنے کی کوشش کی لیکن وہ کسی چکنی مچھلی کی طرح میری گرفت سے نکل کر دہاڑا۔ "روشنی کرو، تاریکی کس کے حکم سے کی گئی ہے؟"

میں نے اس آواز سے فائدہ اٹھایا اور اس کی سمت چھلانگ لگا دی۔ لیکن ایڈلر شاید اُلّو کی نسل سے تھا یا پھر اسے احساس ہو گیا تھا کہ میں اس کی آواز پر چھلانگ ضرور لگاؤں گا۔ چنانچہ اس چھلانگ سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا اور میں اپنی جھونک میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ گرنے سے بچنے کے لیے میں نے جس دیوار کا سہارا لیا، وہ پیچھے ہٹتی چلی گئی۔ وہ غالباً دروازہ تھا جو باہر کھلتا تھا۔

دفعتاً مجھے اپنے کان میں سرگوشی سُنائی دی۔ "مسٹر ماہم! براہِ کرم مجھ پر حملہ نہ کیجیے، میں دوست ہوں۔" میرا ہاتھ پکڑ لیجیے، میں آپ کی مدد کروں گی۔" سرگوشی تھی اس لیے آواز نہیں پہچان سکا۔ البتہ ایک نرم و نازک ہاتھ میرے ہاتھ میں آگیا تھا۔ میں اس کے سہارے آگے بڑھتا چلا گیا۔ پستول کے دو دھماکے ہوئے تھے لیکن گولیوں کا رُخ اس طرف نہیں تھا۔ "اس طرف براہِ کرم، اس طرف نیچے سیڑھیاں ہیں سنبھل کر۔" سرگوشی پھر اُبھری اور میرے پاؤں سیڑھیوں پر پڑے۔ میں خود کو سنبھال کر سیڑھیاں اُترتا چلا گیا۔

گولیاں پھر چلنے لگیں۔ اس کے ساتھ ہی اوپر بھاگ دوڑ کی تیز آوازیں اُبھرنے لگیں۔ غالباً میں کسی تہہ خانے میں تھا جس کے اوپر لکڑی کی چھت تھی۔

"بس یہاں رُک جائیے۔" میری رہبر نے کہا۔ "نیچے پانی ہے۔ آپ کو پانی میں اُترنا ہوگا۔"

"کیا یہاں تم میری رہنمائی نہ کرو گی؟"

"کیوں نہیں، میں آپ کے ساتھ ہوں۔" اس نے کہا اور میں نے پانی میں چھلانگ لگا دی اور پھر وہ بھی میرے ساتھ ہی پانی میں کُود گئی تھی۔ "میرے پیروں کو چھوتے ہوئے آگے بڑھتے رہیں۔" لڑکی نے پانی میں تیرتے ہوئے کہا اور میں اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم کُھلی جگہ میں آگئے جہاں تاروں کی مدھم روشنی کے علاوہ متعدد عمارتوں میں روشن بلبوں کی چمک بھی نظر آرہی تھی۔

"تیرتے رہیں۔ ہمیں مشرقی سمت اختیار کرنا ہے۔" لڑکی نے کہا۔ میں نے پانی سے سر اُبھار لیا تھا اور میری طرح وہ بھی اب سطح پر سر اُبھار چکی تھی۔ میں اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ یہ وہی لڑکی تھی جو کاؤنٹر پر نظر آئی تھی اور جس نے ایڈلر کے سامنے میری شناخت کی تھی لیکن یہ بے رُخی ....؟

دفعتاً عقب سے کچھ چھپاکوں کی آوازیں سُنائی دیں اور چند چھوٹی کشتیاں پانی میں حرکت کرتی نظر آئیں۔

"تیزی سے آگے بڑھو۔ وہ لکڑی کے مکان جو پانی پر نظر آرہے ہیں، ہماری پناہ گاہ بن سکتے ہیں۔" لڑکی بولی اور ہم دونوں پوری قوت سے آگے بڑھنے لگے۔

سیاہ فام افریقی لڑکی میری رہنمائی کر رہی تھی اور ہم تیزی سے ان مکانوں کی سمت جا رہے تھے۔ عقب سے شور کی آوازیں بدستور اُبھر رہی تھی۔ پھر دھماکے سنائی دینے لگے ۔۔۔ غالباً ہمیں دیکھ لیا گیا تھا اور ہم پر گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ ہم لکڑی کے بنے ہوئے پہلے مکان کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں ہم پانی سے اُبھرے ہی تھے کہ دفعتاً کئی گولیاں بیک وقت چلیں اور میری ساتھی لڑکی چیخ پڑی۔

"آہ .... مجھے تین گولیاں لگی ہیں۔ پلیز مسٹر ماہم! پلیز اپنی جان بچاؤ۔"

"اوہ! تم ... تم ...۔" میرے منہ سے یہی الفاظ نکل سکے اور لڑکی بالکل میرے قریب آگئی۔

"جلدی .... کرو .... جلدی .... اوع ...." غالباً اُس نے خون اُگلا تھا۔

ایک لمحے کے لیے میں ساکت رہ گیا۔ میری اس ہمدرد نے تو اپنا تعارف بھی نہیں کرایا تھا۔ بیشک اس وقت اس نے میرے لیے اپنی جان کی قربانی دے دی تھی۔ اس نے دو بار جُنبش کی اور پھر سرد ہو گئی۔ مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں اسے پانی ہی میں چھوڑ دوں چنانچہ میں اسے چھوڑ کر برق رفتاری سے اوپر پہنچ گیا لیکن اسی وقت کوئی چیز میرے سر کی پشت پر اس زور سے لگی کہ میرے حواس گُم ہو گئے۔ سنبھلنے کی کوشش کی لیکن نہ سنبھل سکا اور چکرا کر گر پڑا۔

نہ معلوم کتنی دیر تک بے ہوشی طاری رہی پھر آہستہ آہستہ ہوش آگیا۔ بدن بُری طرح جل رہا تھا اور سر میں شدید ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ طبیعت متلا رہی تھی۔ آنکھیں کھولیں تو تیز دھوپ کی وجہ سے دوبارہ بند کرلینی پڑیں۔ آسمان پر سورج چمک رہا تھا۔ میں نے کراہ کر کروٹ بدلی تو کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہمدردی سے کہا۔ "کیسی طبیعت ہے؟"

میں نے آنکھیں کھول دیں۔ نسوانی آواز تھی اور جانی پہچانی تھی۔ میں نے ویلی کو پہچانا اور اُچھل پڑا۔

"لیٹے رہو، لیٹے رہو۔" اس نے میرے سینے پر ہاتھ کا دباؤ ڈال کر کہا۔

"تم! یہ تم ہی ہو ویلی؟"

"ہاں ڈیئر! زخم کیسا ہے؟"

"بہت عمدہ ہے، لطف آرہا ہے۔ تم تو خیریت سے ہو؟"

"ہاں، بالکل۔ ہم ایک بادبانی کشتی میں سوار ہیں اور سمندر میں سفر کر رہے ہیں۔" ویلی نے بتایا۔

"اوہ! تم نے میری مشکل حل کر دی ورنہ میں سوچ رہا تھا کہ شاید میرا سر چکرا رہا ہے۔ سر کا زخم دیکھا تم نے؟"

"زیادہ گہرا نہیں ہے، مرہم پٹی کر دی گئی ہے۔"

"کشتی کس کی ہے اور تم ....؟" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔

"ہم دوستوں میں ہیں۔ ذرا سنبھل جاؤ تو میں تمہیں مسٹر ڈنکرک سے ملواؤں۔ اے سُنو! جاؤ دودھ لے آؤ۔" ویلی نے ایک لڑکی کو آواز دی۔

"کافی نہیں مل سکتی؟" میں نے پوچھا۔

"سب کچھ مل جائے گا، لیکن اس وقت تمہارے لیے دودھ مفید رہے گا۔" ویلی نے جواب دیا۔ ایک اور لڑکی دودھ کا مگ لے آئی جسے پی کر مجھے تقویت ملی تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہ پرانے طرز کی بادبانی کشتی تھی لیکن کافی بڑی تھی۔ اس میں کوئی کیبن وغیرہ نہیں تھا۔ دھوپ سے بچنے کے لیے شامیانہ باندھ لیا گیا تھا۔ تقریباً دس آدمی اس پر موجود تھے۔ ایک طویل القامت شخص بادبان کے پاس کھڑا تھا اور سمندر کی وسعتوں کے نظارے میں محو تھا۔

"تم کول فین میں کیوں جا گُھسے تھے؟" ویلی نے کہا۔

"تعاقب کرنے والوں سے بچنے کے لیے۔"

"ہم تو تمہاری زندگی سے ہی مایوس ہو چکے تھے۔ عین وقت پر یعنی اس وقت جب وہ تمہارے سر پر ضرب لگا کر تمہیں قابو میں کر چکے تھے، ہم نے تمہیں دیکھا اور زبردست خونریزی کے بعد تمہیں ان لوگوں کے چنگل سے بچایا ورنہ وہ تمہیں یقیناً ہلاک کر دیتے۔ کول فین دہشت پسندوں کی سرگرمیوں کا سب سے بڑا مرکز ہے۔"

دل چاہا کہ ان دہشت پسندوں کے بارے میں کچھ پوچھوں لیکن اس کے نتائج جانتا تھا چنانچہ خاموشی اختیار کر لی۔ طویل القامت شخص ملاحوں کو ہدایات جاری کر رہا تھا۔ اس کی شکل پرتگالیوں جیسی تھی۔ بڑے بڑے گُلچھے چہرے کو ڈھکے ہوئے تھے۔ میں نے کئی بار اس کا دور سے جائزہ لیا۔ پھر میں نے ویلی سے کہا۔ "ایک سیاہ فام لڑکی نے وہاں سے فرار ہونے میں میری مدد کی تھی۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا؟"

"کیا وہ کول فین کی ریسپشنسٹ تو نہیں تھی؟"

"وہی تھی۔"

"اس کا نام لاجی ہے۔ ہمیں اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم لیکن پتا چل جائے گا۔"

میں خاموش ہو گیا۔ جو کچھ میرے ساتھ ہوا تھا اس کے پیشِ نظر اس لڑکی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ممکن ہے وہ وہیں ماری گئی ہو۔ پھر طویل القامت ملاح خود ہی ہمارے پاس آگیا۔

"ہیلو ویلی! کیسے مزاج ہیں تمہارے دوست کے؟"

"ٹھیک ہے مسٹر ڈنکرک! آپ ...."

"میں سخت مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ بیروت پہنچ جاؤ تو کمپنی کو اس سلسلے میں اطلاع ضرور دے دینا کہ شی گاؤ کے سب سے بڑے اسلحہ خانے سے خطرناک ہتھیار گوریلوں کے قبضے میں پہنچ گئے ہیں اور اگر وہ واپس نہ مل سکے تو وینزو کرائن کی بقا خطرے میں پڑ جائے گی۔ انھوں نے یہ اسلحہ ایک چھوٹے جہاز پر لاد کر کسی نامعلوم سمت کا رُخ کیا ہے اور ہم ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ ان کا رُخ کس جانب ہے، ویسے چھوٹی چھوٹی لانچیں اور چند چھوٹے چھوٹے جہاز ان کی تلاش میں چل پڑے ہیں۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ انھوں نے کس سمت کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رُخ کیا ہے، ہماری پریشانیاں برقرار رہیں گی۔" ڈنکرک کے لہجے سے شدید پریشانی کا اظہار ہو رہا تھا پھر میرے نزدیک بیٹھ کر بولا "مسٹر البرٹ ماہم! اگر تمھارے ساتھ یہ حادثہ پیش نہ آیا ہوتا تو میں تم سے یہی کہتا کہ فی الحال ہمارے ساتھ قیام کرو اور بیروت جانے کا خیال چھوڑ دو۔ تمھاری ذہانت اور کارکردگی ہمارے لیے مثالی حیثیت رکھتی ہے اور اس سلسلے میں جس طرح تم ہماری مدد کر سکتے ہو اور کوئی نہیں کر سکتا۔"

"میں اب بھی حاضر ہوں مسٹر ڈنکرک! میرے لائق جو بھی خدمت ہو، آپ اس میں تکلف نہ کریں۔"

"نہیں۔ تمھارے بارے میں ویلی کا یہی خیال ہے کہ تمھیں بیروت بھجوانے کے لیے فوری انتظامات کر دیے جائیں، حالانکہ ہمیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ اس کمبخت کو تمھارے فرار کا علم ہو گیا ہے اور یقیناً وہ جانتا ہے کہ تم کون ہو؟"

"کس کمبخت کی بات کر رہے ہیں آپ؟" میرے بجائے ویلی نے پوچھا۔

"اسی ایڈلر کی۔ تم جانتی ہو کہ ایڈلر کیا چیز ہے، ان اطراف میں ایڈلر کی بے تاج حکومت قائم ہے اور سچی بات یہ ہے کہ باغیوں کو اگر ایڈلر کا سہارا نہ ہوتا تو وہ اتنی دلجمعی سے کام نہ کر سکتے بلکہ بعض اوقات تو یہ گمان گزرتا ہے کہ ایڈلر ہی ان باغیوں کا پشت پناہ ہے اور اسی کے ایما پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔" ڈنکرک خاموش ہو کر اپنے گُل گلچھے کھجانے لگا جن میں شاید خُوبٹیں پڑ گئی تھیں۔

میں ابھی تک ان معاملات میں اُلجھا ہوا تھا۔ کوئی بات واضح طور پر ذہن میں نہیں آئی تھی۔ وینزو کرائن کے گوریلے، میڈونیا کا خونی انقلاب، یہ سب نام تو میرے سامنے آئے تھے لیکن حقیقت ابھی تک میرے علم سے باہر تھی۔ دل چاہا کہ اس سلسلے میں مزید معلومات حاصل کی جائیں لیکن میرے لیے یہ سب غیر ضروری تھا۔ میرا مقصد بیروت پہنچنا تھا اور ابھی تک مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ ان لوگوں نے مجھے بیروت بھیجنے کا کیا بندوبست کیا ہے۔

مسٹر ڈنکرک کافی دیر میرے پاس بیٹھے رہے اور جب وہ چلے گئے تو میں نے آہستہ سے ویلی سے کہا "بڑی دلچسپ شخصیت کا مالک ہے یہ شخص۔"

"مسٹر ڈنکرک کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں، مسٹر ڈنکرک کے بارے میں ہی کہہ رہا ہوں۔"

"اوہ ڈیئر! یہ ہمارے لیے بہت بڑی اہمیت کا مالک ہے۔ سمندری معاملات میں اس سے بڑا آدمی آج تک کوئی اور نہیں دیکھا گیا اور حکومت اس پر بے حد اعتماد کرتی ہے۔"

"مگر مسٹر ڈنکرک نے جو خبر سنائی ہے وہ واقعی بڑی پریشان کُن ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد اپنی خدمات سے سبکدوش ہو جاؤں اور پھر واپس آ کر تم لوگوں کے ساتھ مل کر کام کروں۔"

"بیروت سے تمھاری واپسی جلد نہ ہو سکے گی، کمپنی کو اس بارے میں تمام اطلاعات فراہم کرنے کے بعد ممکن ہے تمھیں کوئی اور مشن سونپ دیا جائے۔ ویسے میں تم سے ملاقات کر کے بے حد مسرت محسوس کر رہی ہوں، کیونکہ تمھارے ساتھ کام کرنے والوں کو بھی ایک نمایاں مقام حاصل ہو جاتا ہے۔"

میں نے ویلی کا بازو تھپتھپاتے ہوئے کہا "اوہ ویلی! اب ایسی بات بھی نہیں ہے۔" دل ہی دل میں مجھے ہنسی آ رہی تھی جس شخص کی حیثیت سے میری تعریف و توصیف کی جا رہی تھی، میں اس کے فرشتوں کو بھی نہیں جانتا تھا۔ بس اگر اس کی ڈائری میرے ہاتھ نہ لگ جاتی تو شاید مجھے یہ اندازہ بھی نہ ہوتا کہ وہ تھا کیا چیز اور میں یہاں تک پہنچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بے چاری نازتھا میری بے لوث ہمدرد جسے مجھ سے کسی فائدے کی توقع نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں میں جھلکتی ہوئی پیار کی پیاس، میری نگاہوں سے اوجھل نہیں تھی لیکن اس کے جواب میں میرے پاس اسے دینے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ بے لوث محبت کا ایک عظیم ثبوت تھا جو نازتھا نے دیا تھا۔

ویلی کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی، تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد میں نے اس سے پوچھا "لیکن ویلی تم نے مجھے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ فان ہیرو کے مکان سے نکل کر ندی میں کودنے کے بعد تم پر کیا بیتی؟"

"کچھ نہیں۔ میں تیرتی ہوئی ساحل سے جا لگی تھی۔ وہ لوگ جو ہمارا تعاقب کر رہے تھے، صرف تمھارے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ مجھے انھوں نے نہ معلوم کیوں نظر انداز کر دیا تھا۔ وہیں پر میری ملاقات مسٹر ڈنکرک سے ہو گئی اور میں نے انھیں ساری تفصیلات سُنا دیں، چنانچہ مسٹر ڈنکرک نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ مجھے تلاش کریں اور میں اس وقت جب وہ لوگ تم تک پہنچ چکے تھے اور تمھارے اوپر حملہ آور ہو گئے تھے، مسٹر ڈنکرک کے آدمیوں نے انھیں جا لیا —— اس کے بعد وہ تمھیں یہاں اٹھا لائے اور ان لوگوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ بس اس وقت سے میں تمھاری تیمارداری کر رہی ہوں۔"

"تو پھر اب ہمیں کہاں جانا ہو گا؟"

"تمھارے مشن کے بارے میں مسٹر ڈنکرک کو علم ہے، چنانچہ مسٹر ڈنکرک نے فیصلہ کیا ہے کہ تمھیں کورین ہیل پر چھوڑ دیا جائے۔ اور کورین ہیل سے تم شہری آبادی میں چلے جاؤ۔

وہاں سے تمھیں بیروت بھیجنے کے مناسب انتظامات ہو جائیں گے۔"

"کورین ہیل؟ مگر یہ جگہ میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہاں ہمارے آدمی موجود ہیں، وہ تمھیں ریسیو کر کے شہری آبادی تک پہنچا دیں گے اور وہاں سے حکومت خود تمھارے لیے بندوبست کر دے گی۔"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ سب کچھ میری سمجھ سے باہر تھا۔

کورین ہیل! شہری آبادی! حکومت! کیا اس طرح بیروت پہنچنا میرے لیے آسان ہو گا؟ میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ بڑے غیر یقینی حالات سے گزرنا پڑ رہا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ یہ کورین ہیل کیا چیز ہے۔ بہت سے سوالات کا جواب ڈنکرک سے مل سکتا تھا لیکن اس سے گفتگو کرنا خود کو خطرے میں ڈالنا تھا۔ کیونکہ مجھے ان تمام حالات کے بارے میں مکمل معلومات حاصل نہیں تھیں۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ طبیعت کی خرابی کا بہانہ کرتے ہوئے خاموشی اختیار کیے رہوں۔ خاص طور سے یوں بھی کہ وہ لوگ مجھے ایک ذہین آدمی سمجھتے تھے اور میری اعلیٰ کارکردگی کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اگر اس حیثیت میں رہتے ہوئے اُن سے موجودہ حالات کے بارے میں کچھ پتا کیا گیا تو پھر ساری پول کھل جائے گی۔ اس کے لیے مجھے صرف ایک ہی ترکیب کرنی تھی اور وہ یہ کہ خود پہ نقاہت طاری کیے رہوں اور اس طرح بیمار بنا رہوں کہ مجھ سے زیادہ گفتگو کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہ کشتی بھی میرے لیے عجیب تھی، ایک اتنا بڑا مشن اور اتنی خطرناک صورتِ حال میں اتنی معمولی سی کشتی استعمال کی جا رہی تھی، اس کی وجہ میری سمجھ سے باہر تھی۔

کشتی نیلے پانی کو چیرتی ہوئی تیزی سے رواں دواں تھی اور تیز سمندری ہوائیں بادبانوں سے ٹکرا کر اسے برق رفتاری سے آگے بڑھا رہی تھیں۔ سورج کی کرنیں سوئیوں کی طرح چبھتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔ کبھی کبھی فضا میں طیارے اِدھر سے اُدھر گزرتے ہوئے نظر آ جاتے تھے، اس کے بعد خاموشی چھا جاتی تھی۔ لہروں کے شور کے علاوہ اور کوئی شور سنائی نہیں دیتا تھا۔ ویلی بھی کافی دیر سے خاموش تھی اور سمندر میں یہ طویل خاموشی عجیب سی لگنے لگی تھی۔ تھوڑے فاصلے پر ڈنکرک موجود تھا جو خلاؤں میں کچھ گھور رہا تھا۔ اس کی گھنی سرخ بھوؤں کے نیچے زرد آنکھیں غبار آلود ہو رہی تھیں اور اس کی تیز نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں، غالباً اس چھوٹے جہاز کی تلاش میں جو کسی مشی گاڈ نامی جگہ سے اسلحہ لے کر فرار ہو گیا تھا۔

ویلی نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "ماہم! کیا طبیعت کچھ خراب ہو رہی ہے؟"

"ہاں ویلی، میں شدید نقاہت محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے

"کچھ پیش کروں تمھیں؟"

"نہیں، شکریہ۔ ویسے تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے کافی بھی پلا دو گی۔ البتہ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی... کیا یہ چھوٹی سی کشتی ہمارے لیے کارآمد ہو سکتی ہے؟"

"اس کشتی کا استعمال جان بوجھ کر کیا گیا ہے، اکثر مچھلیاں پکڑنے والی کشتیاں سمندر میں گشت کرتی رہتی ہیں۔ گوریلوں کے لیے اب سمندر بھی اجنبی نہیں رہا ہے۔ وہ یہاں بھی کسی کارروائی سے چوکنے والے نہیں ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ قسم کی لانچ کا استعمال انھیں ہوشیار کر سکتا ہے۔ مسٹر ڈنکرک اس کشتی کے ذریعے ہی کورین ہیل تک کا سفر کریں گے۔ اگر وہ چاہتے تو کوئی تیز رفتار لانچ یا کوئی اور ذریعہ بھی اختیار کر سکتے تھے لیکن انھوں نے دُہرا کام کیا ہے یعنی تمھیں کورین ہیل تک پہنچانا اور سمندر میں اس جہاز کو تلاش کرنا۔"

"تعجب کی بات ہے۔ اگر انھوں نے اس جہاز کو تلاش کر بھی لیا تو اس سے کیا فائدہ ہو گا؟"

"تم نے یہ طیارے فضا میں دیکھے ہیں نا، ان سے ہمارا رابطہ قائم ہو سکتا ہے، کشتی پر اس کا انتظام ہے۔ اگر وہ جہاز کسی نے دیکھ لیا تو پھر اسے گھیر لیا جائے گا۔"

"اوہو! تو یہ طیارے جو اِدھر سے اُدھر سفر کر رہے ہیں اسی جہاز کی تلاش میں ہیں۔"

"یہ تو میں نہیں کہہ سکتی لیکن امکانات اسی بات کے ہیں۔" ویلی نے جواب دیا اور میں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

تھوڑی دیر تک ویلی وہیں بیٹھی رہی پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر چلی گئی اور جب واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں کافی کے برتن تھے۔ اس نے کافی کی ایک پیالی مجھے پیش کی اور دوسری پیالی بنا کر مسٹر ڈنکرک کے پاس پہنچ گئی جسے مسٹر ڈنکرک نے شکریے کے ساتھ قبول کر لیا اور تیسری پیالی لے کر ویلی میرے پاس آ گئی۔

میں نے کافی کا ایک چھوٹا سا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "کورین ہیل میں میرا تعارف کن لوگوں سے کرایا جائے گا؟"

"تفصیل مجھے نہیں معلوم لیکن کورین ہیل میں ہمارے ایسے آدمی موجود ہیں جو سمندر پر بھرپور نگاہ رکھتے ہیں۔ میرا خیال ہے، لائٹ ہاؤس کے عملے کو جو ہمارے ایجنٹوں پر مشتمل ہے، اس کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ تمھیں انھی لوگوں کے حوالے کر دیا جائے گا اور وہ تمھیں وہاں سے شہری آبادی میں لے جائیں گے۔ پھر تمھارا بیروت پہنچنا مشکل نہیں ہو گا کیونکہ وہاں پر تمھارے لیے مناسب انتظام کر دیا جائے گا۔" ویلی نے جواب دیا۔

میں کافی کے گھونٹ لیتا رہا۔ پھر میں نے پوچھا "اندازاً کورین ہیل کا فاصلہ کتنا ہو گا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"افسوس میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ اگر تم کہو تو مسٹر ڈنکرک سے معلوم کر کے بتاؤں؟" ویلی نے جواب دیا۔

"نہیں ویلی، اب ایسی جلدی بھی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور کافی کا آخری گھونٹ لے کر پیالی ویلی کو واپس کر دی۔ اس کے بعد میں کشتی کے ایک حصّے سے ٹِک کر بیٹھ گیا اور میری نگاہیں سمندر کا جائزہ لینے لگیں۔

یہ سفر تقریباً دس گھنٹے تک جاری رہا تھا۔ اس کے بعد کشتی پر کچھ بھاگ دوڑ شروع ہو گئی۔ میں بھی سنبھل گیا۔ ویلی اس وقت میرے پاس موجود نہیں تھی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سر کا زخم تکلیف دہ ضرور تھا لیکن ایسا بھی نہیں کہ مجھے بے بس کر دے۔ البتہ میں نقاہت کا اظہار ضرورت سے زیادہ کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ویلی میرے پاس آ گئی۔ اس نے کہا: "ہم کورین ہیل پہنچ گئے ہیں لیکن ساحلِ سمندر تک نہیں جا سکتے۔ وہ سامنے تمھیں لائٹ ہاؤس نظر آ رہا ہے۔ وہاں ہمارے آدمی موجود ہیں۔ مسٹر ڈنکرک کا کہنا ہے کہ ہمیں ہوشیار رہنا ہو گا۔ ان اطراف میں بھی گوریلوں کا خاصا زور ہے۔"

"تو پھر ہمیں کیا کرنا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ یہاں سے ہم غوطہ خوری کے لباس میں چلیں گے اور پانی کے نیچے تیرتے ہوئے کنارے تک پہنچیں گے۔ تاکہ ہمیں دیکھا نہ جا سکے۔"

میں نے پُرخیال انداز میں سر ہلایا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ اگر یہاں کی صورتِ حال ایسی ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے شہری آبادی تک پہنچنے کا مناسب بندوبست ہو سکے لیکن اس وقت خاموشی ہی مناسب تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد مجھے غوطہ خوری کا لباس دیا گیا اور ویلی، ڈنکرک اور چند دوسرے لوگوں نے بھی یہی لباس پہن لیے۔ پھر ہم کشتی سے پانی میں اتر گئے اور آہستہ آہستہ ہاتھ مارتے ہوئے ساحل کی جانب بڑھنے لگے۔ مختلف رنگوں کی سمندری مخلوق اور چھوٹی چھوٹی مچھلیاں خوف زدہ ہو کر اِدھر اُدھر منتشر ہو رہی تھیں۔ کنارے پر پہنچ کر جب ہم پانی کی سطح پر اُبھرے تو میں نے کورین ہیل کا ساحلی [illegible] دیکھا۔ ڈنکرک ہم سب سے آگے تھا اور کنارے پر پہنچ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم سب کنارے پر پہنچ گئے۔ ڈنکرک نے [illegible] لباس سے ہلکی مشین گن نکال لی تھی۔ اس کے دوسرے ساتھیوں [illegible] پاس بھی اسٹین گنیں موجود تھیں۔ مجھے اور ویلی کو اسلحہ [illegible] نہیں دی گئی تھی۔ ہمارا رخ لائٹ ہاؤس کی جانب تھا جو یہاں سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ کشتی سمندر میں کافی دور نظر آ رہی تھی اور سمندر کی لہروں پر آہستہ آہستہ متحرک تھی۔ میں ڈنکرک کی طرف دیکھنے لگا۔

ڈنکرک نے چند لمحے اِدھر اُدھر کا جائزہ لیا اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد وہ ایک طرف اشارہ کر کے بولا: "میرا خیال ہے ہمیں درختوں کی اوٹ میں ہو جانا چاہیے۔ وہاں سے ہم لائٹ ہاؤس کی طرف بڑھیں گے تاکہ اطراف سے ہمیں دیکھا نہ جا سکے۔"

اس کی خواہش کے مطابق ہم درختوں کی جانب چل پڑے جو ساحل سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھے۔ درخت پام اور ناریل کے تھے، خاصے گھنے اور ایک دوسرے سے نزدیک۔ یہاں دور دور تک کسی انسان کا نام و نشان نہیں تھا۔ البتہ درختوں کے قریب پہنچنے سے پہلے ہم نے کسی گاڑی کے ٹائروں کے نشانات واضح دیکھے تھے۔ ہم وہاں سے مزید آگے بڑھ گئے اور بالآخر اس لائٹ ہاؤس تک جا پہنچے جس میں بقول ویلی کے ہمارے آدمی موجود تھے۔

دفعتاً ڈنکرک کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی۔ یہ آواز کسی بھیڑیے کی غراہٹ سے ملتی جلتی تھی لیکن اس کا مفہوم جاننے کی کوشش کسی نے نہیں کی کیونکہ جو کچھ ڈنکرک نے دیکھا تھا، وہ ہماری نگاہوں کے سامنے بھی تھا۔

تین افراد یہاں اوندھے پڑے ہوئے تھے اور ان کے اطراف میں بکھرا ہوا خون صاف نظر آ رہا تھا جو جم کر خشک ہو گیا تھا۔ ڈنکرک بے اختیار ان لاشوں کی طرف دوڑا اور اس کے پیچھے ہی ہم سب بھی دوڑ پڑے تھے۔

ڈنکرک نے جلدی سے انھیں سیدھا کر کے دیکھا، ان سب کے سینے گولیوں سے چھلنی تھے پھر ڈنکرک کی نگاہیں لائٹ ہاؤس کے اوپری حصّے کی جانب اٹھ گئیں اور وہ غرّاتے ہوئے لہجے میں بولا: "نہیں نہیں، یہ سب نہیں ہو سکتا، یہ سب کیسے ہو سکتا ہے! آگے آؤ، آگے آؤ۔" وہ دوڑتا ہوا لائٹ ہاؤس کی عمارت کے احاطے میں داخل ہو گیا۔

عمارت کا احاطہ خالی پڑا ہوا تھا، یہاں گاڑیوں کے ٹائروں کے نشانات تو تھے لیکن کوئی گاڑی موجود نہیں تھی۔

"اس کا مقصد ہے کہ وہ یہاں تک پہنچ گئے۔ ہمیں ملنے والی اطلاعات درست تھیں۔ سنا گیا تھا کہ گوریلوں سے کورین ہیل کا علاقہ بھی محفوظ نہیں رہا لیکن اتنی دلیری، مجھے اس کی توقع نہیں تھی کیونکہ یہاں ہمارے گشتی دستے پھرتے رہتے ہیں۔ بہر حال بہت بُرا ہوا، یہ بہت بُرا ہوا۔" دفعتاً وہ چونک پڑا، اس نے سمندر کی جانب نگاہ اٹھائی۔ سورج کی کرنوں کی مدد سے آئینے کے ذریعے خطرے کا سگنل دیا جا رہا تھا۔ ڈنکرک نے ہتھیلی پر گھونسا مارا اور برہم لہجے میں بولا: "وہ لوگ بھی خطرے میں ہیں۔ میں اس سگنل کو سمجھ رہا ہوں۔ وہ لوگ... ہماری کشتی... اوہو، وہ واپسی کا سفر کرنے پر مجبور ہیں۔ شاید ساحل پر انھوں نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھ لیا ہے جو کشتی کو نقصان پہنچانے کی غرض سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ہم سب پھنس گئے ہیں۔" اس نے اپنے لباس سے دو پستول نکالے، ایک مجھے اور ایک ویلی کو دیتا ہوا بولا: "اپنی مدد آپ کرنے کی کوشش کرنا۔ ویسے ہم انتہائی کوشش کریں گے کہ تم لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے، آؤ۔"

وہ احاطے سے باہر نکل آیا اور کسی ایسی بلند جگہ کی تلاش میں نظریں دوڑانے لگا جہاں سے اطراف کے مناظر دیکھ سکے لیکن پھر گاڑیوں کے انجنوں کی آوازیں اُبھریں اور ڈنکرک کے اشارے پر ہم ایک طرف دوڑ پڑے۔ ڈنکرک کی تیز نگاہیں کوئی پناہ گاہ تلاش کر رہی تھیں۔

ایک جگہ گھنی جھاڑیوں کا جُھنڈ نظر آیا تو ہم سب اس میں گھس گئے۔ ڈنکرک ان لوگوں کے بارے میں جانے بغیر ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے موڈ میں نہیں تھا اور یہ محتاط ہونے کی دلیل تھی۔ ابھی یہ اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ ان کی تعداد کتنی ہے۔

ڈنکرک اس وقت میرے بالکل قریب تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا: "اگر یہ گوریلے نہیں ہیں تو پھر ہمارے آدمی بھی ہو سکتے ہیں۔" میں اس وقت بھی کچھ نہیں بول سکتا تھا۔ بڑی بے بسی کی کیفیت تھی۔ دل چاہتا تھا، بہت سے سوالات کرنے کے لیے لیکن میرا کوئی بھی سوال ان لوگوں کو مشکوک کر سکتا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ ان اطراف میں آبادی نہیں ہے۔ دور دور تک ساحل ویران پڑا ہوا تھا۔ شہری آبادی یقیناً وہاں سے اتنے فاصلے پر ہو گی کہ اس تک پہنچنے کے لیے گاڑی کا استعمال ضروری ہو گا۔ ڈنکرک کے خیال کے مطابق اس بات کے امکانات تھے کہ گوریلوں نے سمندری راستے پر سفر کر کے یہاں اپنا کنٹرول قائم کر لیا ہو گا اور ان لوگوں کو ہلاک کر کے وہ یہاں سے تمام سلسلے منقطع کرنا چاہتے ہوں گے۔

ہم دم سادھے انتظار کرتے رہے۔ گاڑیوں کی آوازیں جنگل کے قریب ہی آ کر رکی تھیں اور پھر انسانی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی خشک پتّوں کی چرچراہٹ اور جھاڑیوں کے ہلنے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

ڈنکرک سرگوشی کے انداز میں بولا: "ہر شخص ہوشیار رہے، وہ غالباً اب میں ہمیں تلاش کرنے کے لیے گھس پڑے ہیں۔" ہم سب مستعد ہو گئے۔ میں بھی اس صورتِ حال سے کس قدر متاثر تھا اور میں نے سوچ لیا تھا کہ میں بھی ان لوگوں کا ساتھ دینے میں پیچھے نہیں رہوں گا۔

تھوڑی دیر تک جھاڑیوں اور پتّوں کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔ وہ لوگ ہمارے بالکل قریب آ چکے تھے اور ہم دم سادھے بیٹھے ہوئے تھے۔

"ممکن ہے یہاں کوئی اُترا ہی نہ ہو۔" ایک آواز سنائی دی۔

"ہاں، اس کے امکانات بھی ہیں کہ وہ لوگ یہاں اُترنے کی تیاریاں کر رہے ہوں۔" دوسری آواز اُبھری۔ "لیکن وہ بادبانی کشتی تھی۔ کیا اسے فوجی کشتی کہا جا سکتا ہے؟"

"ممکن ہے وہ ماہی گیر ہوں جو اِدھر آ گئے ہوں۔" کسی اور نے کہا۔

"تو پھر کیا فائدہ یہاں رکنے سے، چلو واپس چلتے ہیں۔"

"آؤ، بے کار وقت ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، کشتی بہت دور جا چکی ہے۔" دوسری آواز پھر سنائی دی اور اس کے بعد جھاڑیوں میں واپس جاتے ہوئے قدموں کی آوازیں اُبھرنے لگیں۔

ڈنکرک گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور خاموشی سے ان لوگوں کے دور چلے جانے کا انتظار کر رہا تھا۔

کافی وقت گزر گیا، اس کے بعد گاڑیاں اسٹارٹ ہوئیں پھر ان کے انجنوں کی آوازیں دور جاتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

ڈنکرک بدستور خاموش تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جھاڑیوں کے اس جُھنڈ سے باہر نکل گیا۔ اس نے باقی لوگوں کو وہیں رکنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر زور سے چیخا۔ "نکل آؤ۔ اب ان میں سے کوئی یہاں موجود نہیں ہے۔"

ہم سب جھاڑیوں سے نکل کر اس کے پاس پہنچ گئے۔

ڈنکرک اپنی جگہ کھڑا ہوا پُرخیال انداز میں اپنے گلمچھے کھجا رہا تھا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا: "ہمارے لیے بڑی مشکلات پیدا ہو گئیں ہیں۔ کشتی یقیناً واپس جا چکی ہو گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ واپسی کا سفر طے کرنے کے بعد وہ حکام کو ہمارے یہاں پہنچ جانے کی اطلاع دے اور... اور... لیکن... اوہ... ایک مسئلہ اور بھی ہے۔ وہ لوگ یہ نہیں بتا سکیں گے کہ لائٹ ہاؤس کے محافظ موت کا شکار ہو گئے ہیں۔ بڑی الجھن پیدا ہو گئی ہے۔ کیوں مسٹر البرٹ ماہم! اب اس سلسلے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

"میں اس علاقے سے مکمل طور پر واقف نہیں ہوں مسٹر ڈنکرک! کبھی اس طرف آنے کا اتفاق نہیں ہوا۔" البرٹ ماہم کی ڈائری کا مطالعہ میرے کام آ رہا تھا۔

"ہاں ہاں میں جانتا ہوں مسٹر البرٹ! آپ کا اس علاقے سے بھلا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ صورتِ حال یہ ہے کہ یہ تین آدمی جو یہاں لائٹ ہاؤس پر متعین تھے، انھیں ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ہم پیدل سفر کر کے شہری آبادی تک پہنچنے کی کوشش کریں اور اس طرح آپ کو وہاں پہنچا دیا جائے پھر وہیں سے ہم لوگ اپنی واپسی کا بندوبست بھی کر سکتے ہیں اور کوئی صورت بظاہر نظر نہیں آتی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"واقعیٔ اس کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا ہے"۔

"یہ اندازہ بھی نہیں ہے کہ وہ لوگ کتنی دور جاچکے ہیں اور اس علاقے میں گوریلوں کی کتنی تعداد موجود ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کمبختوں نے یہاں مکمل طور پر اپنا قبضہ جما رکھا ہے کیونکہ گاڑیوں کا ان علاقوں میں آزادانہ استعمال انتہائی تعجب خیز ہے۔ وہ بڑی آزادی سے یہاں نقل و حرکت کر رہے ہیں"۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اب ہم درختوں کے بجائے میدانی راستے پر سفر کر رہے تھے۔ تقریباً ایک میل چلنے کے بعد جنگل کے درمیان سے گزرتی ایک ٹوٹی پھوٹی سڑک نظر آئی جس پر ہم کسی قدر مناسب رفتار سے چلنے لگے۔ آگے گھاس بہت لمبی تھی اور گھنا جنگل شروع ہوگیا تھا۔ سڑک کے اطراف بھی گھاس اُبھری ہوئی تھی کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ بھی نظر آجاتے تھے۔ ہم اس ٹوٹی پھوٹی سڑک پر سفر کرتے رہے جو آگے جاکر ایک طرف مُڑ گئی تھی۔ بائیں ہاتھ پر ہمیں چٹائیوں کی ایک ہٹ سی بنی ہوئی نظر آئی جس پر ساگوان کے بلند درخت سایہ کیے ہوئے تھے۔

جس سخت مشقت اور خراب ماحول سے گزر کر ہم یہاں تک پہنچے تھے، اس کے تحت یہ ضروری تھا کہ ہماری توجہ اس ہٹ کی جانب مبذول ہو جاتی اور ہم اس ہٹ تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔ ڈنکرک نے کچھ کہنے سے پہلے ہی سب کے چہروں پر یہ بات محسوس کرلی تھی چنانچہ اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور پھر ہمارا رُخ ہٹ کی جانب ہو گیا۔ ہم تیز رفتاری سے اس ہٹ کی جانب چل پڑے۔

خوش قسمتی سے ہٹ میں کوئی موجود نہیں تھا۔ بانس کی بنی ہوئی سیڑھی کے ذریعے ہم سب ہٹ کے اندرونی حصے میں پہنچ گئے اور چاروں طرف پھیل کر اس کی تلاشی لینے لگے۔ ہٹ کی یہاں موجودگی کا کوئی جواز بظاہر نہیں تھا۔ مسٹر ڈنکرک یا کوئی بھی اس کے بارے میں صحیح طور پر فیصلہ نہ کرسکا کہ یہ ہٹ یہاں کس نے اور کس لیے بنائی ہے۔ پورے ہٹ کی تلاشی لینے کے باوجود کوئی ایسی چیز نہیں ملی جسے ہم اپنے مفاد کے لیے استعمال کرسکتے چنانچہ یہی طے کیا گیا کہ یہاں تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد آگے کا سفر طے کیا جائے گا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر کچھ بلندی پر ایک چھجا سا بنا ہوا تھا جہاں گھاس پھونس کا ایک ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ ویلی اور میں ٹہلتے ہوئے اس طرف آنکلے۔ ویلی بانس کی سیڑھی سے اس چھجے کے اوپر چڑھنے لگی اور مجھ سے بولی "آؤ، یہاں سے ہم دور تک نگاہ رکھ سکتے ہیں۔ ان لوگوں کو بھی تھوڑی دیر آرام کرلینے دیا جائے۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ مسٹر ڈنکرک کچھ تھکے تھکے سے ہیں"۔

میں نے ویلی کی ہدایت پر عمل کیا اور بانس کی سیڑھی کے ذریعے اس چھجے پر پہنچ گیا جہاں گھاس کے ڈھیر میں بہ آسانی چھپ کر بیٹھا جاسکتا تھا۔ ہم دونوں گھاس کے ڈھیر پر دراز ہوگئے۔

"کتنی عجیب بات ہے، ہم یہاں آئے اور کسی مقصد کے تحت تھے لیکن ہو کیا گیا"۔

"یوں لگتا ہے جیسے گوریلوں کا زور بہت بڑھتا جارہا ہے"۔ میں نے کہا۔

"بات دراصل یہ ہے مسٹر ماہم کہ کچھ ایسے لوگ بھی اس دہشت گردی میں شامل ہوگئے ہیں جن کے بارے میں یہ امید نہیں کی جاسکتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ گوریلوں کو بھرپور مدد مل گئی ہے جیسے مسٹر ایڈلر۔ مسٹر ایڈلر تو خیر ایک اہم حیثیت رکھتے ہیں لیکن دوسرے بے شمار افراد ان اطراف میں گوریلوں کے ہم نوا بن چکے ہیں۔ یہ کمبخت دہشت گرد حکومت کو درہم برہم کرنا چاہتے ہیں اور ان کی کارروائیاں بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی تشکیل چاہتے ہیں اور اس کے لیے ہر وہ شخص جو اپنے علاقے میں کوئی بڑی حیثیت رکھتا ہے سرگرداں ہے۔ بہت سے لوگوں کو گرفتار کرلیا گیا ہے لیکن اب بھی یہ ہنگامہ خیزی کسی طور کم نہیں ہو رہی ہے بلکہ بڑھتی ہی چلی جارہی ہے"۔

"تو پھر اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟"

"کیا کہا جاسکتا ہے"۔ ہماری بقا کا دارومدار اب ان پولیٹکل ایجنسیوں پر رہ گیا ہے جو بیرونی ممالک میں ہمارے لیے کام کر رہی ہیں۔ تمہارے سپرد بھی تو یہی ذمہ داری ہے"۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں لیکن میں بہت زیادہ پرامید نہیں ہوں"۔ میں نے جواب دیا۔

"تاہم ہمیں اپنے فرائض پورے کرنے ہیں، ہم اس وقت ایک ایسی کشتی میں سوار ہیں جس کا کوئی ملاح موجود نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ سمندر کی لہریں اس کشتی کو متحرک رکھے ہوئے ہیں"۔

دفعتاً وہ چونک پڑی "اوہو... اوہو... وہ دیکھو، وہ دیکھو اس طرف، اطلاع دو فوراً، اطلاع دو"۔ میں نے ویلی کے اشارے کی سمت دیکھا تو مجھے دو ٹرک اور ایک جیپ گاڑی اس ہٹ کی طرف آتے ہوئے نظر آئے۔

ہم دونوں انتہائی تیزی سے بانس کی سیڑھی سے نیچے اُترے اور اس جگہ پہنچ گئے جہاں ڈنکرک اور اس کے ساتھی آرام کر رہے تھے۔ ہمیں اس طرح دوڑتے دیکھ کر ہی وہ سمجھ گئے تھے کہ کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہے جو یقیناً خطرناک ہے۔ وہ سب پھرتی سے کھڑے ہوگئے۔ ڈنکرک نے اپنے قریب رکھی ہوئی ہلکی مشین گن سنبھال لی تھی۔

"کیا بات ہے؟" ڈنکرک نے پوچھا۔

"دو ٹرک اور ایک جیپ اس طرف آرہے ہیں"۔

"گویا وہ کمبخت اب یہاں بھی ہمیں آرام سے نہیں بیٹھنے دیں گے"۔ ڈنکرک بولا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

میں اور ویلی ایک جگہ رک گئے تھے۔ میں نے اس وقت اس موقعے کو انتہائی خطرناک محسوس کیا تھا کیونکہ جس انداز میں وہ لوگ آرہے تھے اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اگر کم افراد ہوتے تو تین گاڑیوں میں نہ آتے۔ اب یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ہم ان کا بھرپور مقابلہ کرسکیں گے۔ ابھی ہم یہی سوچ رہے تھے کہ باہر فائرنگ شروع ہوگئی۔ ڈنکرک نے مشین گن سے فائرنگ شروع کردی تھی۔ جواب میں دوسری طرف سے بھی بہت سی گولیاں چلیں اور گھاس کی جھونپڑی میں پیوست ہوگئیں۔ ایک تیز چیخ سنائی دی گویا اس طرف سے کی گئی فائرنگ مؤثر تھی اور اس کے نتائج کا اندازہ کیا جاسکتا تھا۔ پھر تو چاروں طرف سے گولیاں برسنے لگیں اور ہمارے لیے محفوظ پناہ گاہ کی تلاش تقریباً ناممکن ہوگئی۔ ڈنکرک اور اس کے ساتھی بھرپور مقابلہ کر رہے تھے۔ وہ اپنی بقاء کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا، ویلی کا ہاتھ پکڑا اور جھونپڑے کے عقبی حصے میں پہنچ گیا۔ یہاں سے نیچے ڈھلوان شروع ہوتی تھی۔ سامنے کی سمت سے جھونپڑے تک آتے ہوئے یہ مقام کسی بلند جگہ پر نہیں محسوس ہوتا تھا لیکن پیچھے کی طرف ایک گہری کھائی نظر آرہی تھی جس جگہ ہم پہنچے تھے وہاں سے ایک چھوٹی سی دراڑ نیچے چلی گئی تھی۔

یہ دراڑ گویا ہمارے لیے ہی بنائی گئی تھی، اس وقت یہی احساس ہوا۔ میں نے انتہائی سرعت کے ساتھ ویلی کا ہاتھ پکڑا اور دراڑ میں اُتر گیا۔

"کیا... کیا ان لوگوں کو چھوڑ دیا جائے گا؟"

"ہاں ویلی! اس وقت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جاسکتا"۔ میں نے جواب دیا اور ویلی بادلِ ناخواستہ میرے ساتھ نیچے اترنے لگی۔ اس کا سانس پھول رہا تھا اور وہ بدحواس نظر آرہی تھی۔

دوسری طرف سے گولیوں کی آوازیں تیز ہوگئیں تھیں۔ اگر ہم اس دراڑ میں نہ اتر جاتے تو خدا جانے ہمارا حشر کیا ہوتا لیکن دراڑ میں اترنے کے بعد ہم نے مزید نیچے اترنے کا عمل جاری نہیں رکھا تھا بلکہ ایک ایسی جگہ رک گئے تھے جہاں ہمیں خود کو چھپانے کا موقع مل گیا تھا۔ خوش قسمتی تھی ہماری کہ دراڑ نیچے جاکر ذرا سی چوڑی ہوگئی تھی اور چٹان کا ایک حصہ اس طرح آگے بڑھ آیا تھا کہ ہم اس کے پیچھے چھپ سکتے تھے۔

یہاں رک کر میں نے پستول ہاتھ میں لے لیا۔ ویلی بھی اپنا پستول نکال چکی تھی۔ میں نے پستول کا چیمبر چیک کیا، پوری گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ کم از کم چند لوگوں کے لیے تو کافی تھیں۔ اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

گوریلے اب ٹرک سے اتر کر جھونپڑی کے اطراف میں پہنچ گئے تھے اور بُری طرح اس پر فائرنگ کر رہے تھے۔ دفعتاً کسی نے پٹرول کا ایک بم جھونپڑی پر پھینک دیا جو بانس کی سیڑھی کے قریب گرا۔ خشک گھاس نے چشم زدن میں آگ پکڑ لی تھی شعلے اُٹھنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد گولیاں چلنے کی رفتار کم ہوگئی۔ غالباً ڈنکرک اور اس کے آدمی یا تو شدید زخمی ہوگئے تھے یا ہلاک ہوگئے تھے یا پھر انھوں نے اپنے آپ کو گوریلوں کے حوالے کردیا تھا۔

پھر مزید چند گولیاں چلیں، چیخوں کی آوازیں سنائی دیں اور اس کے بعد ایک طوفانِ بدتمیزی، شور، قہقہے اور ہذیانی چیخوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ گوریلوں کے اِدھر اُدھر دوڑنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

ویلی نے میرے شانے پر سر ٹکا دیا تھا "یوں محسوس ہوتا ہے مسٹر البرٹ کہ ڈنکرک اور اُن کے ساتھی کام آگئے"۔ وہ نڈھال لہجے میں بولی۔

میں نے ویلی کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا "حواس کو قابو میں رکھنا ویلی ورنہ نقصان اٹھاؤ گی"۔

"میں ٹھیک ہوں"۔ وہ آہستہ سے بولی۔ ہم وہیں انتظار کرتے رہے۔ آگ کی تپش ہم تک پہنچ رہی تھی لیکن شکر تھا کہ جھونپڑی کا ملبہ اس طرف نہیں گرا تھا۔ اگر وہ پیچھے کی سمت گرتا تو یقیناً جلتے ہوئے گھاس پھونس کے ڈھیر اس دراڑ میں بھر جاتے اور ہم بھی وہیں کباب [illegible] کر رہ [illegible] تے اور یہ بھی ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہوا کا رخ دوسری جانب تھا [illegible] نپڑی کی ٹوٹی ہوئی دیواریں اُسی طرف گر رہی تھیں۔ کافی دیر تک یہ ہنگامہ جاری رہا اور اس کے بعد گوریلوں کی واپسی کی آوازیں سنائی دیں۔ غالباً انھوں نے یہ یقین کر [illegible] ہو گا کہ جو لوگ یہاں تک پہنچے تھے وہ ان کا شکار ہوگئے۔ آگ کی تپش اور دھوئیں کی وجہ سے ویلی کو کھانسی اُٹھ رہی تھی اور وہ بمشکل تمام اپنی کھانسی پر قابو پائے ہوئے تھی۔ اس کی سرخ آنکھوں سے پانی نکل رہا تھا۔

گوریلوں کی واپسی کے بعد میں نے ویلی کا ہاتھ پکڑا اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دراڑ میں نیچے کی طرف اترنے لگا۔ یہ اترائی دس فٹ سے زیادہ نہیں تھی اور اس کے بعد ناہموار میدان نظر آرہا تھا۔ ہمارے لیے اس کھلے میدان میں سفر کرنا اس وقت انتہائی غیر موزوں تھا مگر اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ ممکن ہے کچھ گوریلے اطراف ہی میں بھٹک رہے ہوں۔ کسی بھی جگہ ان سے مڈبھیڑ کا خطرہ تھا۔ ڈنکرک اور ان کے ساتھیوں کی موت بھی میرے لیے پریشان کن تھی۔ وہ کم از کم یہ لوگ مجھے اس شہری آبادی تک پہنچا سکتے تھے جہاں سے میرے بیروت جانے کے امکانات پیدا ہو سکتے تھے۔

ہم تھوڑی دور چلے تھے کہ دفعتاً ویلی نے ایک جھنڈ کی جانب اشارہ کیا اور بولی۔ "میرا خیال ہے ہمیں وہاں کچھ دیر آرام کرنا چاہیے۔ درخت کے نیچے جو لمبی لمبی گھاس اگی ہوئی ہے وہ ہمیں چھپا سکتی ہے۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور ہم تقریباً دوڑتے ہوئے اس جگہ تک پہنچے۔

گھاس کے جھنڈ میں پہنچ کر ویلی فوراً لیٹ گئی۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ آنسو بہہ رہے تھے۔ دھوپ میں نے بھی محسوس کی تھی، اس کا اثر مجھ پر بھی ہوا تھا لیکن اتنا شدید نہیں تھا کہ میں بے حال ہو جاتا۔ تاہم میں بھی اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکا کہ درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

وقت آہستہ آہستہ گزرتا جا رہا تھا۔ سورج مشرق کی طرف جھک رہا تھا۔ ویلی کافی دیر تک اسی طرح آنکھیں بند کیے لیٹی رہی تھی۔ پھر میں نے اس کے شانے پر تھپکی دے کر کہا۔ "کیا تم سو رہی ہو؟"

"نہیں۔ میں شدید تھکن محسوس کر رہی ہوں۔ آہ، مسٹر ڈنکرک کام آ گئے۔ اگر کوئی زندہ ہوتا تو اس کی نقل و حرکت یقیناً محسوس ہونا چاہیے تھی۔"

"اگر ہمت ہو تو آؤ جھونپڑی کے پاس چل کر دیکھیں۔"

"نہیں ڈیئر، مجھ میں ہمت نہیں ہے۔" ویلی نے کہا۔

"تو پھر تم یہاں آرام کرو، میں جاتا ہوں۔"

"پلیز! نہیں۔ پلیز مسٹر البرٹ نہیں۔ جو کچھ ہوا ہے اسے اسی طرح رہنے دو۔"

"تو پھر آگے کے لیے کیا کرنا ہے ویلی؟"

"ہم آبادی کی جانب سفر کریں گے۔"

"مگر کیا تمہیں راستوں کے بارے میں تفصیلات معلوم ہیں؟"

"تفصیلات تو نہیں معلوم لیکن لائٹ ہاؤس کے عقبی حصے سے جو راستہ جاتا ہے وہ ہمیں آبادی کی جانب لے جائے گا اور آبادی بہت زیادہ دور نہیں ہے۔"

"گڈ! اگر ایسی بات ہے تو پھر تمہاری مرضی۔" میں نے کہا۔

ڈنکرک اور دوسرے لوگوں کی موجودگی ہمیشہ مجھے ہراساں کیے رہتی تھی کہ کہیں پول نہ کھل جائے۔ ڈنکرک گھاگ آدمی تھا لیکن خوش قسمتی تھی کہ ابھی تک میں انتہائی کامیابی سے اپنا بھرم قائم رکھے ہوئے تھا اور کسی کو شبے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ یہاں تک کہ یہ خطرہ مستقل دور ہو گیا تھا۔

جب شام کے سائے پھیل گئے تو ہم نے آبادی کی جانب سفر شروع کر دیا اور اس وقت رات زیادہ نہیں بھیگی تھی جب ہم ایسی آبادی کے قریب پہنچ گئے جہاں خاصے مکانات اور جھونپڑے بکھرے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ روشنیاں نظر آرہی تھیں۔

"بہتر ہے کہ ہم کچھ دیر کے بعد اس آبادی میں داخل ہوں تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ ہم کہیں باہر سے آئے ہیں۔" ویلی نے کہا۔ میں نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ ہم آبادی کے سرے پر ایک جگہ رک گئے۔ ہمیں ایک کھنڈر نما عمارت میں پناہ مل گئی تھی۔

رات کی تاریکی کچھ اور گہری ہو گئی تو ہم دونوں باہر نکل آئے۔ بڑے چھوٹے چھوٹے ہوٹل اور قہوہ خانے کھلے ہوئے تھے۔ مجھے شدید بھوک لگ رہی تھی۔ ظاہر ہے ویلی کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔

"مزید کچھ دیر گزر گئی تو یہ چھوٹے چھوٹے ہوٹل بھی بند ہو جائیں گے۔" ویلی نے کہا۔

"ہاں۔" ویلی بے اختیار بولی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یقیناً تمہیں بھی بھوک لگ رہی ہوگی؟"

"ہم دونوں ایک ہی بات سوچ رہے تھے۔"

"تو پھر آؤ، ہمیں ہمت کرنا ہوگی۔ اس وقت پیٹ کی آگ بجھانے کا اس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

جس ہوٹل میں ہم داخل ہوئے تھے اس میں تقریباً بیس میزیں تھیں جن میں سے صرف چار میزوں پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ دو ملازم مہمانوں کو نمٹا رہے تھے۔ ہم اندر داخل ہوئے تو گہرا سکوت طاری ہو گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے ہم کسی قبرستان میں آ گئے ہوں۔ تمام نگاہیں ہماری طرف اٹھ گئی تھیں۔ حالانکہ ہم نے بستی میں داخل ہونے کے لیے رات کے گہرا ہونے کا انتظار اس لیے کیا تھا کہ لوگوں کی نگاہوں میں نہ آئیں لیکن ہوٹل نے سارے خدشات ختم کر دیے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ شاید ہم پر خصوصی توجہ نہ دی جائے لیکن یوں لگتا تھا جیسے یہاں کے تمام لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں اور اجنبیوں سے خوفزدہ ہو جاتے ہوں۔ سامان اٹھاتے ہوئے بیرے کے قدم بھی رک گئے تھے۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر ایک لمحے

میرے قدم ٹھٹکے اور پھر میں آگے بڑھ کر کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ کاؤنٹر مین ایک توانا آدمی تھا لیکن بے حد خوفزدہ نظر آرہا تھا۔ میں نے جیب سے بھیگی ہوئی کرنسی نکالی جو نازتھا کا تحفہ تھی اور پھر کچھ رقم کاؤنٹر مین کے سامنے رکھ دی۔ "ہمارے لیے کھانا مہیا کرو۔" میں نے کہا۔

کاؤنٹر مین اچھل پڑا۔ اس کا ہاتھ پاس لگی گھنٹی پر جا پڑا اور اس نے گھنٹی بجا دی۔ دونوں ملازم حرکت میں آ گئے۔ اس نے مقامی زبان میں ان کو کھانا لانے کا حکم دیا اور وہ دونوں ایک دروازے میں غائب ہو گئے۔ میں ویلی کے ساتھ ایک میز پر آ بیٹھا تھا۔

"کتنی پُراسرار خاموشی ہے۔" ویلی نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ میری چھٹی حس خطرے کا اعلان کر رہی ہے۔"

"تعجب ہے! ہر جگہ ایک ہی فضا ہے۔"

"اس ماحول میں دہشت گردوں کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا بھی تو مشکل ہوتا ہے کہ وہ کون سے ہیں۔ عجیب کھچڑی سی پک گئی ہے۔ ایک ہی گھر کے دو افراد میں سے ایک دہشت گردی کے خلاف ہے اور دوسرا اس کا حامی۔ اس لیے مزید پریشانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔"

ایک ملازم نے ہمارے سامنے کھانا لگا دیا اور ہم کھانے میں مصروف ہو گئے۔ بار بار ہماری نگاہیں اطراف میں بھٹکنے لگتی تھیں۔ دفعتاً ویلی نے کھاتے کھاتے ہاتھ روک لیا۔ انداز چونکنے کا سا تھا۔

"کیا بات ہے ویلی؟" میں نے فوراً پوچھا۔

"دوسرا ویٹر کہاں گیا؟" ویلی نے آہستہ سے کہا۔ معمولی سی بات تھی لیکن قابلِ توجہ تھی۔

میں نے ایک لمحے سوچا اور پھر کہا۔ "پھرتی سے کھانا کھاؤ۔"

"میں کھا چکی ہوں۔"

"تب پھر اٹھو۔" میں نے کہا اور ہم دونوں اچانک کھڑے ہو گئے۔ کاؤنٹر مین نے سر جھکا لیا تھا۔ دوسرے لوگ اب بھی ساکت تھے۔ کسی نے یہاں سے اٹھ کر جانے کی ہمت نہیں کی تھی۔ ہم باہر نکل آئے اور میں نے اپنا پستول سنبھال لیا۔

ویلی کی چھٹی حس نے واقعی اسے صحیح احساس دلایا تھا۔ ایک جیپ عین دروازے پر آ کر رکی تھی اور اس میں سے دو افراد نیچے اترے تھے جن میں سے ایک ہوٹل کا ملازم تھا اور دوسرا ایک قوی الجثہ شخص تھا۔ دونوں نے ہمیں دیکھا اور ٹھٹک گئے لیکن دیر کرنا اس وقت بدترین غلطی تھی۔ میں نے چیتے کی طرح جست کی اور قوی ہیکل آدمی کو پیٹ میں لیتا ہوا نیچے جا گرا۔ ملازم نے ہوٹل کے اندرونی

دروازے کی طرف دوڑ لگائی تھی لیکن ویلی مستعد تھی اور چونکہ وہ عام قسم کی عورت نہیں تھی، اس لیے کسی نہ کسی حد تک لڑائی بھڑائی کے معاملات سے بھی واقف تھی، اس کا پاؤں ملازم کے پیروں میں جا پھنسا اور ملازم اس بری طرح گرا کہ اس کا سر شدید زخمی ہو گیا۔ اس نے دو تین بار ہاتھ پاؤں مارے لیکن ویلی نے اپنے کام کو پختہ کرنے کے لیے اپنے جوتے کی ٹھوکر اس کی پیشانی پر رسید کی اور ملازم چت ہو گیا۔ ویلی نے یہی سب کچھ نہیں کیا تھا، بلکہ ملازم کو گھسیٹ کر ایک ایسے گوشے میں ڈال دیا جہاں سے وہ ہوٹل سے باہر نکلنے والوں کو نظر نہ آسکے۔

اس دوران میں قوی الجثہ شخص سے بھڑا ہوا تھا۔ میرے اس اچانک حملے نے اسے بوکھلا دیا تھا لیکن چند ہی لمحے بعد اس نے پلٹی کھائی اور اپنے موزے سے ایک لمبی چھری نکال لی اور نہایت پھرتی سے چھری کا وار مجھ پر کیا لیکن میں غافل نہیں تھا، میں نے اس شخص کو گردن سے پکڑ لیا اور اس طرح اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا کہ چھری اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اگلے لمحے میرا گھونسا اس کے جبڑے پر پڑا اور اس کی چیخ دم توڑ گئی۔ وہ گھٹنوں کے بل نیچے گر پڑا تھا۔

ویلی یہ سب دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار تھے۔ تب میں نے کہا۔ "میں اسی چھری سے تمہارے بدن کے اتنے ٹکڑے کر دوں گا کہ لوگ گن نہیں سکیں گے۔" میری آواز میں سفاکی تھی لیکن وہ میری اس دھمکی سے متاثر نہیں ہوا اور نہایت پھرتی سے اٹھتے ہوئے کاندھا میرے پیٹ پر پوری قوت سے مارا۔ مجھے اس کا گمان بھی نہیں تھا، میں ایک دم پیچھے جا گرا اور وہ حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ ایک طرف دوڑنے لگا۔ لیکن صرف ایک لمحہ۔ دوسرے لمحے میں نے پھر اٹھ کر اس پر چھلانگ لگا دی تھی، اس بار میں اسے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ ویلی بھی اپنا پستول اس کی طرف تان چکی تھی۔ دوڑتے ہوئے اس کا فاصلہ ہوٹل سے کچھ زیادہ ہی ہو گیا تھا، اس لیے مجھے اس کی مرمت کرنے میں یہ خوف نہ ہوا کہ ہوٹل سے نکل آنے والے اس کی مدد کرنے لگیں گے۔ میں نے اسے گھونسوں پر رکھ لیا اور چند ہی لمحے میں اس کا حلیہ بگڑ گیا تھا۔ پھر میں نے وہی چھری جسے میں اپنے ساتھ اٹھا لایا تھا، اس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا۔ "مرنا چاہتے ہو یا زبان کھولو گے؟"

"تت... تم... تم غلطی کر رہے ہو۔"

"ہاں مجھے احساس ہے کہ میں تمہیں زندگی کے یہ چند لمحے دے کر غلطی کر رہا ہوں۔"

اس دوران ویلی ہمارے پاس پہنچ گئی تھی۔ اس نے اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

شخص کو گھورتے ہوئے کہا "کیا نام ہے تمہارا؟"

"سام گناچی" اس نے جواب دیا۔

"گوریلا کارروائی میں تمہارا کتنا ہاتھ ہے؟"

وہ ایک لمحے خاموشی سے ہماری شکلیں دیکھتا رہا پھر تعجب سے بولا "کیا بکواس کر رہی ہو تم!"

"اے! جو کچھ جواب دو گے، تمیز سے دو گے ورنہ تمہاری زندگی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"میں سرکاری آدمی ہوں، سمجھے تم۔ گوریلوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔" اس نے کسی قدر اکڑتے ہوئے کہا۔

"بکواس کر رہے ہو تم، سرکاری آدمیوں سے تمہارا کیا تعلق؟"

"سنو سنو، جو کچھ ہوا ہے، شاید غلط فہمی کی بنیاد پر ہوا ہے۔ میں درحقیقت سرکاری آدمی ہوں اور یہاں گوریلوں کے خلاف کام کرنے والے دستوں کے ساتھ ہوں، تم لوگ کون ہو؟"

"خوب، یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ ہماری ملاقات ایک سرکاری آدمی سے ہو گئی۔ ہم بھی سرکاری آدمی ہی ہیں ڈیئر، چلو ایسا کرتے ہیں کہ کہیں اور چل کر گفتگو کرتے ہیں، تم اپنی جیپ میں چلو۔" ویلی نے کہا اور میں ویلی کی اس تجویز سے متفق ہو گیا۔ میں نے اسے جیپ کی جانب دھکیلا اور اسی طرح دھکا دیتا ہوا جیپ کے قریب لے آیا۔ جب میں نے اسے اسٹیئرنگ پر بٹھایا تو ویلی نے ایک اور کام کیا یعنی اس نے جھک کر اس کی دونوں نچلی جیبیں اور بغلی ہولسٹر تلاش کیا، پستول اُس کے پاس تھا ہی نہیں ورنہ وہ اُسے نکالنے میں دیر نہ کرتا۔

"گاڑی اسٹارٹ کرو جانِ من۔ جلدی، ہری اپ، ہری اپ۔" میں نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"سنو! میں تمہیں ایک محفوظ جگہ لے جا سکتا ہوں، اگر تم بھی سرکاری آدمی ہو تو پھر ہمارے درمیان یہ جھگڑا کیسا؟"

"محفوظ جگہ بھی چلیں گے جانِ من۔ تم پہلے گاڑی تو اسٹارٹ کرو اور سنو! اگر تم نے راستے میں کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو اس بار تمہاری زندگی کی خیر نہیں ہے، ہم تو موت و زندگی کا کھیل کھیل ہی رہے ہیں، اس کھیل میں دو چار آدمیوں کو ہلاک کر دینا ہمارے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔" میں نے کہا اور اپنا پستول نکال کر اس کی گدی پر رکھ دیا۔

اس نے جیپ اسٹارٹ کی اور آگے بڑھنے لگا۔ اسی لمحے بادل اس زور سے گرجا جیسے کئی بم اچانک پھٹ پڑے ہوں۔ سام گناچی نے بادلوں سے بھرے ہوئے آسمان پر نظر ڈالی اور تشویشناک لہجے میں بولا "طوفان آ رہا ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں میرے پاس پناہ لے لینی چاہیے۔"

"چلتے رہو، چلتے رہو۔ ہم کسی مناسب جگہ اس طوفان سے بچاؤ کا بندوبست بھی کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ہم اب اس بستی میں نہیں رکنا چاہتے تھے۔ گاڑی اس مخصوص سڑک کی طرف چل پڑی جس کے بارے میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ وہ اس بستی سے آگے چلی جاتی ہوگی۔

ویلی نے چند لمحات کے بعد پوچھا "ہاں تو ڈیئر سام گناچی، تمہارا گوریلوں سے کوئی تعلق نہیں ہے؟ یہ ہوٹل کا ملازم تمہارے پاس کیوں پہنچا تھا؟"

"اس نے یہی بتایا تھا کہ دو پُراسرار آدمی ہوٹل میں آئے ہیں اور کہیں دور سے آئے ہیں۔ ان کا تعلق گوریلوں سے بھی ہو سکتا ہے۔"

"اور تم ہمیں گرفتار کرنے چلے آئے۔ میں نے سنا ہے کہ کورین ہیل میں گوریلا کارروائیاں زور پکڑ چکی ہیں، جبکہ اس سے پہلے تو یہ سب کچھ نہیں تھا۔ لائٹ ہاؤس پر متعین تینوں آدمی ہلاک کر دیے گئے اور تم لوگوں کو ابھی تک اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ ویسے ڈیئر کیا تم اپنا کوڈ بتا سکتے ہو؟"

"کوڈ...؟" اس نے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں، ہر سرکاری آدمی مخصوص قسم کے کوڈ رکھتا ہے اور یہی اس کی شناخت ہے۔ تم اپنا کوڈ بتاؤ تاکہ ہمیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ تمہارا تعلق گوریلوں سے نہیں ہے۔"

"یہ غلط فہمی ہے تمہاری، مجھے کوئی ایسا کوڈ نہیں بتایا گیا جسے میں تمہارے سامنے دہراؤں۔" اس نے کہا اور ویلی آہستہ سے ہنس پڑی۔

"اس کے باوجود تم خود کو سرکاری آدمی کہتے ہو؟ خیر کوئی بات نہیں، چلتے رہو۔ اگر تم سرکاری آدمی نہیں بھی ہو تو ہم تمہیں سرکاری بنالیں گے۔" ویلی کی حسِ مزاح پھڑک اٹھی تھی۔ ان حالات میں بھی وہ خود کو پُرسکون رکھنا جانتی تھی۔

نیم شکستہ سڑک جنگل میں سے گزرتے ہوئے پکی سڑک میں تبدیل ہو گئی تھی۔ ساحل کی آبادی میں بتیاں جل رہی تھیں، ایک ریڈیو ٹاور کی سرخ بتی پلکیں جھپکا رہی تھی جنگل خاصا گھنا تھا اور اس میں بلندی سے آتی ہوئی کسی ندی کا شور سنائی دے رہا تھا۔

دفعتاً سام گناچی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "دیکھو تم جس راستے پر سفر کر رہے ہو وہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہماری مڈبھیڑ کسی بھی گوریلا گروہ سے ہو سکتی ہے۔"

"چلتے رہو، موت آنی ہے تو وہ ہر جگہ آ سکتی ہے اور پھر سرکاری آدمیوں کو تو ہر وقت گوریلوں سے مڈبھیڑ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ جھنجلا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئے یہ راستہ بے حد طویل ہو جاتا ہے لیکن خوش بختی سے ہم ایسے لوگوں سے ملاقات کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جو اس علاقے کے بارے میں بہت زیادہ معلومات رکھتے ہیں اور ان کے بہترین تعاون سے ہمارا وہ مقصد حل ہو گیا جس کے لیے ہم سرگرداں تھے۔ البتہ میں نے ان اطراف میں جو کچھ دیکھا ہے اس کی مجھے توقع نہیں تھی۔ کورین ہیل کا علاقہ محفوظ ترین تصور کیا جاتا تھا لیکن اب تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہاں کی ساری آبادی ہی گوریلوں سے جا ملی ہے۔ چنانچہ فوری طور پر اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ کمپنی کو اس سلسلے میں مکمل اطلاعات فراہم کی جائیں اور یہ کام آپ ہی کو کرنا ہے مسٹر البرٹ۔ اب بہتر یہی ہو گا کہ ہم اپنی پہلی کوشش یہی کریں کہ آپ کو شہری آبادی تک پہنچا کر آپ کی روانگی کا بندوبست کر دیا جائے۔"

بڑی خوبصورت گفتگو کر رہا تھا ڈنکرک۔ میرا مقصد اس کے علاوہ اور کیا تھا، مجھے تو اس بات کا بھی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کمپنی ہے کیا چیز جس کے بارے میں یہ لوگ اتنے پُرامید ہیں حالانکہ دل یہ چاہتا تھا کہ ان احسان کرنے والوں کے کام آؤں اور کمپنی کے بارے میں مفصّل معلومات حاصل کروں لیکن اگر اتنا مخلص ہو گیا تو یہیں سے میرا زوال شروع ہو جائے گا۔ ان لوگوں کو یہ سوال بہت عجیب لگے گا اور وہ یہ سوچیں گے کہ میں کون ہوں جسے کمپنی کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں ہیں جبکہ میرا مشن یہی تھا اسی احساس نے مجھے خاموش رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

رات آہستہ آہستہ اپنے آخری مراحل میں داخل ہو رہی تھی، آسمان تاریک تھا اور ہوائیں خاصی تیز ہو گئی تھیں۔ ڈنکرک اس دوران مسلسل گفتگو کرتا رہا تھا۔ وہ ہمارے دوبارہ مل جانے پر بہت خوش تھا لیکن دفعتاً اسے خاموش ہونا پڑا کیونکہ ہواؤں کے جھونکے شدّت اختیار کر گئے تھے۔ ایک تیز و تند طوفان آ گیا تھا۔

ڈنکرک خاموشی سے خلاؤں میں گھورنے لگا، طوفان تیز سے تیز تر ہوتا جا رہا تھا۔ ٹین کی چادریں اپنی جگہ چھوڑنے لگی تھیں۔ مختلف سمتوں میں خوفناک آوازیں ابھر رہی تھیں ہر طرف ریت اور گرد و غبار کی چادر سی تن گئی تھی اور سمندری لہروں میں مدّوجزر کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

بارش شروع ہو گئی جس کی وجہ سے ہواؤں کی تندی میں کچھ کمی ہو گئی لیکن اس کے باوجود ہواؤں کے تیز تھپیڑے سائبان کے نیچے سے گزر رہے تھے۔ سمندر کی طوفانی لہریں اٹھ اٹھ کر کنارے کی جانب دوڑ رہی تھیں ہر چند کہ سائبان ساحل سے بہت نزدیک نہیں تھے لیکن یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر شدید طوفانی جھونکے اور تیز بارش اسی طرح جاری رہی تو پھر ہم اس سائبان کے نیچے نہ رہ سکیں گے اور ہمیں کھلے علاقے میں جانا پڑے گا جو بے حد خطرناک ثابت ہو گا۔

ہم انتظار کرتے رہے البتہ تمام آدمی ڈنکرک کے کہنے پر اب ایک [illegible] تھے کہ اجتماعی [illegible] ان سے بچاؤ کا بندوبست کیا جا سکے لیکن خدا کا شکر تھا کہ آہستہ آہستہ طوفانی تھپیڑوں میں کمی ہوتی چلی گئی اور اس وقت جب صبح کی روشنی نمودار ہوئی یہ تھپیڑے ختم ہو گئے تھے اور سمندر کسی حد تک پُرسکون نظر آنے لگا۔

رات کی تباہ کاری کے آثار ہر شخص کے چہرے سے جھلک رہے تھے جتنے لوگ موجود تھے، ان کے بدن گرد و غبار سے اٹے ہوئے تھے، شکلیں ہی تبدیل ہو گئی تھیں۔ صبح کو آگے بڑھنے کی تیاریاں کر لی گئیں ڈنکرک نے اپنے آدمیوں سے کہا: "بہتر یہ ہو گا کہ تم لوگ ٹولیوں کی شکل میں سفر کرتے ہوئے شہری آبادی کی جانب چلو، ہر اطراف سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے۔ کسی بھی لمحے گوریلے یہاں آ سکتے ہیں۔" اس کی اس حکمتِ عملی کو میں نے بھی پسند کیا اور ہم ٹولیوں میں بٹ گئے لیکن ڈنکرک ہمارے ساتھ ہی تھا۔

ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے ہمیں پورا دن گزر گیا اور اس وقت جب شام کی تاریکیاں پھیلیں تو بہت دور روشنیاں ٹمٹماتی ہوئی نظر آئیں۔

ڈنکرک نے میرے بازو پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا "گڈ، ویری گڈ! ہم آبادی تک پہنچ گئے ہیں۔ یہ سفر ختم نہیں کیا جائے گا بلکہ بہتر یہ ہو گا کہ آبادی میں داخل ہونے کے بعد ہی ہم لوگ آرام کریں۔" چنانچہ سفر جاری رہا اور رات کو تقریباً ایک بجے ہم آبادی میں داخل ہوئے بھوت نما انسانوں کا آبادی میں گزر اگر دن کی روشنی میں ہوتا تو لوگ حیرت سے چونک پڑتے لیکن چونکہ رات کا وقت تھا، سڑکیں اور گلیاں سنسان ہو چکی تھیں، اس لیے ہمیں عام لوگوں سے واسطہ نہیں پڑا لیکن گشتی پولیس کے اسکواڈ نے ہمیں گھیر لیا اور جب ڈنکرک نے انھیں تفصیلات بتائیں تو وہ ہمیں بڑے احترام سے ساتھ لے کر ایک ایسی عمارت میں پہنچ گئے جو پولیس اسٹیشن کی عمارت تھی۔

مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میری مشکلات کا خاتمہ ہوا چاہتا ہے۔ رات ہم نے پولیس اسٹیشن کی عمارت میں گزاری باقی رات نہانے دھونے اور آرام کرنے میں صرف ہو گئی۔ وہاں ہمارے لیے انتہائی معقول بندوبست کر دیا گیا تھا۔

دوسری صبح بہترین ناشتا دیا گیا۔ ڈنکرک تھوڑی دیر کے لیے ہم سے رخصت ہو کر چلا گیا، اس کے آدمی منتشر ہو گئے صرف ویلی میرے پاس تھی جو پولیس اسٹیشن کے ایک کمرے میں میرے ساتھ موجود تھی۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ڈنکرک واپس آیا اور اس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ میں نے ویلی سے

[رخصت] ہوتے ہوئے کہا "ڈیئر ویلی! اگر زندگی رہی تو دوبارہ کبھی [ملاقات] ہو گی یا ممکن ہے میں تم سے نہ مل سکوں۔" ویلی نے نمناک [آنکھوں] سے مجھے رخصت کیا تھا۔ ڈنکرک مجھے لے کر ایک عمارت [میں پہن]چا جہاں سرکاری دفاتر پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں حکومت کے [ایک] عہدیدار سے میری ملاقات ہوئی اور اس نے میرا پُرجوش استقبال [کیا۔ ا]س نے مجھے بتایا کہ صرف ایک دن مجھے یہاں قیام کرنا پڑے [گا۔ مع]املات اس قدر اہم ہیں کہ مجھے بیروت روانہ کرنے کے سلسلے [میں ک]وئی کوتاہی نہیں کی جائے گی۔

اور اس شخص نے اپنا یہ قول نبھا دیا۔ دوسری ہی رات تقریباً [...] بجے مجھے اطلاع موصول ہوئی کہ میرے لیے سارا بندوبست [ہو] گیا ہے اور صبح ساڑھے تین بجے میں بیروت کے لیے روانہ [ہو ج]اؤں گا۔ یقین نہیں آتا تھا کہ یہ سارے کام اس آسانی سے ہو گئے [...] گوریلوں کی خوفناک زندگی، ایک ایسے قیدی کی حیثیت سے [...] قیام جس کے لیے عرصۂ حیات میں کبھی باہر نکلنے کے امکانات [...]ں اور ان حالات سے گزرنے کے بعد ایک بار پھر میں ان [لوگو]ں کے درمیان پہنچنے والا تھا جن کا میری زندگی سے گہرا تعلق تھا۔

جہاز میں سفر کرتے ہوئے بھی اس بات کا یقین نہیں آ رہا تھا [کہ کو]ئی حادثہ نہیں ہو گا۔ دل میں طرح طرح کے خیالات جاگزیں تھے۔ [یہاں] تک کہ طویل سفر طے ہوا اور بیروت ایئرپورٹ کی روشنیاں [نظر] آنے لگیں۔ بیروت ایئرپورٹ پر قدم رکھا، جانی پہچانی جگہ اترا [لیکن] دل اس بات کو تسلیم نہیں کر رہا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے پورا وجود [ہو]اؤں میں اڑا جا رہا ہو، قدم بہک رہے تھے۔

کسٹم ہاؤس سے فراغت حاصل کرنے میں کوئی دقّت نہیں [ہو]ئی۔ کوئی ایسی چیز ہی نہیں تھی جو الجھن کا باعث ہوتی میں جانتا [تھ]ا کہ کسی کو میری واپسی کی اطلاع نہیں ہو گی۔

ایئرپورٹ سے باہر نکلا اور ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے [لگ]ا۔ فوراً ہی ایک ٹیکسی میرے قریب آ کر رک گئی اور میں دروازہ [ک]ھول کر اندر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور ایک بھاری بھرکم شخص تھا اس نے [میٹ]ر ڈاؤن کیا اور ٹیکسی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں نے [اس]ے ایک پتا بتا دیا تھا۔

ٹیکسی تھوڑی ہی دور چلی تھی کہ دفعتاً میرے اور ڈرائیور [کے] درمیان ایک دیوار حائل ہو گئی کار کی چھت سے کوئی چیز نکلی [ت]ھی اور نیچے تک پہنچ گئی تھی۔ میں خیالات میں ڈوبا ہوا تھا، یہ [سرس]راہٹ سی محسوس کر کے اچھل پڑا۔ سامنے دیکھا تو سپاٹ دیوار [ک]ے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آیا دل ایک لمحے کے لیے دھڑکنا بھول [گی]ا تھا۔ کھڑکی کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو محسوس ہوا کہ ہینڈل جام ہے۔ شیشوں پر بھی ویسی ہی شیلڈ آ پڑی تھی۔

میں چیخنے لگا، دروازے پر گھونسے مارے، پوری قوت سے اپنے بدن کا دباؤ ان دروازوں پر ڈالا لیکن دروازے ٹس سے مس نہ ہوئے۔ عجیب سی گاڑی تھی۔ میں نے ایسی کسی صورتِ حال کے بارے میں سوچا تک نہ تھا۔ حالانکہ سوچنا چاہیے تھا۔ ٹیکسیاں اس طرح سامنے آ کر نہیں رک جاتیں، انھیں اشارہ تو کیا جاتا ہے لیکن یہاں یہ تصور بھی تو نہ تھا کہ کوئی اس طرح میرے استقبال کو تیار ہو گا۔

میں جس مصیبت میں گرفتار ہو گیا تھا، اس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی تھی۔ منزل پر پہنچنے کے بعد یہ سب کچھ ناقابلِ برداشت تھا۔ اتنا نڈھال محسوس کر رہا تھا اپنے آپ کو کہ اب چیخنے میں بھی دقّت محسوس ہو رہی تھی۔ پورے بدن میں کپکپاہٹ سی تھی۔ میں پچھلی سیٹ سے ٹک گیا۔ کون ہے یہ، کون ہے جس نے یہاں بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔

بے بسی کا یہ سفر زیادہ دیر جاری نہ رہا۔ کار کئی موڑ مڑی اور پھر رک گئی۔ کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی، کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دن کا وقت تھا لیکن میرے چاروں سمت تاریکیاں بکھری ہوئی تھیں۔ پھر یہ تاریکیاں چھٹ گئیں۔ درمیانی دیوار ہٹ گئی، دروازے بھی نظر آنے لگے لیکن دروازوں کے دوسری طرف مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں اور ان کی تعداد دس کے قریب تھی۔

"نیچے آؤ۔" ان میں سے ایک نے دروازہ کھول کر کہا اور میں نیچے اتر آیا۔ "چلو آگے بڑھو۔" وہی شخص بولا۔ تعمیل کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ میں آگے بڑھتا ہوا ایک دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ وہ سب جلوس کی شکل میں میرے ساتھ چل رہے تھے اور پوری طرح مستعد تھے۔ مجھے ایک راہداری سے گزرنا پڑا جس کا اختتام ایک بند دروازے پر ہوا تھا۔ آگے چلنے والے نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر داخل ہونے کی ہدایت کی۔

دوسری طرف تیز روشنیاں [...] رہی تھیں۔ دن کا وقت تھا لیکن ہال نما کمرے میں بہت سی روشنیاں جگمگا رہی تھیں اور کمرے کے عین درمیان، بالکل بیچ میں گرے سوٹ میں ملبوس ایک شخص نظر آ رہا تھا۔ ایک مکروہ چہرہ، ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مکروہ مسکراہٹ کے ساتھ میرے استقبال کے لیے موجود تھا۔

"خوش آمدید میرے دوست! خوش آمدید علی یار خان۔" ہاورڈ کی آواز ابھری۔ میرے سارے وجود میں سنسناہٹ دوڑ رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہاورڈ کی پیشانی اور بائیں رخسار پر ٹیپ چپکے ہوئے تھے۔ یہ زخم میرے لگائے ہوئے تھے۔ ہاورڈ اس وقت ایسا زخمی شیر تھا جو خونخوار ہو جاتا ہے۔ اس کی مسکراہٹ میں چھپی ہوئی درندگی کو میرے علاوہ اور کوئی نہیں محسوس کر سکتا تھا۔ حالات کا یہ نیا رخ میرے لیے بے حد سنسنی خیز تھا۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے۔ اب مجھے ہر احساس پر قابو پانے کا فن آچکا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی سنبھلنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور میں بھی جواب میں مسکرا دیا۔

"بعض اوقات بدترین دشمن بہترین دوستوں کی مانند ہو جاتے ہیں مسٹر ہاورڈ! اور پھر ہمارے ستاروں میں بھی موافقت ہے زیادہ عرصہ ہم ایک دوسرے سے دور نہیں رہتے۔"

"ہاں یہ حقیقت ہے۔ آئیے اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔ آئیے، پلیز!" ہاورڈ بولا اور ہال کے ایک گوشے میں پہنچ گیا جہاں ایک شاندار صوفہ سیٹ پڑا ہوا تھا۔ اس کے عقب میں ایک خوبصورت دروازہ نظر آرہا تھا۔ میں باوقار انداز میں اس کے ساتھ آگے بڑھا اور ہم دونوں صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"آپ کو یہ ملاقات دلچسپ نہیں لگی مسٹر علی؟" ہاورڈ نے کہا۔

"بے حد دلچسپ! بے حد سنسنی خیز! ظاہر ہے میں اپنی دانست میں منزل پہ پہنچ گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں بھی تمھیں اسی دلچسپ تجربے سے روشناس کرانا چاہتا تھا۔ اور میں نے تمھارے استقبال کے لیے بیروت کا انتخاب کیا تھا۔ اسے ذہانت کہتے ہیں مسٹر علی!"

"آپ ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں مسٹر ہاورڈ! اس کی کوئی بنیاد تو ہو گی۔"

"شکریہ مسٹر علی! بہت بہت شکریہ!"

"اس بار ہماری ملاقات کچھ مختلف ماحول میں ہوئی ہے چنانچہ کچھ تبادلۂ خیال کیوں نہ ہو جائے۔"

"کیا پئیں گے آپ؟" ہاورڈ نے پوچھا۔

"آپ جانتے ہیں میں شراب نہیں پیتا، اس لیے کافی۔" میں نے جواب دیا اور ہاورڈ نے صوفے سے ہاتھ بڑھا کر دیوار پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ اندرونی دروازے سے ایک لڑکی اندر داخل ہوئی، اس نے سوالیہ نگاہوں سے ہاورڈ کو دیکھا۔

"اوہ مس ڈرالی! میکر کہاں ہے؟"

"فرمائیے جناب، وہ باہر گیا ہے۔"

"معزز مہمان کے لیے کافی اور میرے لیے وھسکی بھجوا دیں۔" لڑکی واپس چلی گئی اور ہاورڈ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر کہنے لگا۔ "آپ کو قتل کرنے کے تیس مواقع میں نے گنوائے ہیں مسٹر علی! تیس بار ایسے حالات پیش آئے جب آپ کو قتل کیا جا سکتا تھا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔"

"یہ آپ کی شرافت ہے مسٹر ہاورڈ!" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ بس رگِ شرارت پھڑک اٹھی تھی۔

"میں جانتا ہوں خود کو مطمئن ظاہر کرنے کے لیے آپ کو بڑی محنت کرنی پڑ رہی ہے۔ بہرحال آپ مجھ سے تبادلۂ خیال چاہتے ہیں۔"

"ہاں بیگر پوائلز کے قید خانے میری سمجھ میں نہیں آئے۔ آپ نے مجھے وہاں کی سیر کیوں کرائی تھی؟"

"کچھ عرصے کے لیے آپ کو ہنگاموں کی زندگی سے دور رکھنا چاہتا تھا اور مجھے ایک وقفہ درکار تھا۔"

"وہ کس سلسلے میں؟"

"ایبرن ہال میں ایک پاکستانی نے دلیری کا مظاہرہ کر کے ہمارے مقاصد کے خلاف بکواس کی تھی۔ سزا کا مستحق وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کی پوری قوم تھی۔ چند جذباتی نوجوانوں نے ایک پاکستانی لڑکی کو قتل کر کے جذباتیت کا ثبوت دیا اور اس کے جواب میں تم نے بھی وہی انداز اختیار کیا۔ بات میرے معیار کی نہیں تھی لیکن اس کے بعد چند ایسی کارروائیاں ہوئیں کہ مجھے ان پر نگاہ ڈالنی پڑی علی یار خاں۔ تم نے ہمارے ایک رہنما کو قتل کر دیا تھا اور کچھ پُراسرار لوگوں کی مدد سے امریکا سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ میں حکومت امریکا کا وفادار ہوں، میں نے اس کے مفادات کی نگرانی کے لیے بہت کچھ کیا ہے لیکن... میں نسلاً یہودی ہوں اور اپنی قوم کو دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ میں تمھیں تیس بار چھوڑ چکا ہوں مسٹر علی یار خاں! جانتے ہو کیوں؟ صرف تمھاری موت میرے لیے کوئی وقعت نہیں رکھتی، میں تمھارے ملک سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔ میں تمھارے جرم کی سزا تمھارے پورے ملک کو دینے کا خواہش مند ہوں۔ اس کے لیے میں کوئی بہترین موقع تلاش کر رہا ہوں۔ میں اب بھی تمھیں قتل نہیں کروں گا۔ بڑے مفاد حاصل کرنے کے لیے چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔ تمھارے ذریعے میں تمھارے پورے ملک کے خلاف سازش کروں گا، ایک ایسی سازش جس کا کوئی توڑ دریافت نہیں ہو سکے گا۔ میں نے اسرائیل سے، اپنی قوم سے وعدہ کیا ہے۔ تمھارا ملک اسرائیل سے دور ہے لیکن ہمارے لیے ایک مستقل خطرہ بنا ہوا ہے۔ پورے اسرائیل کی خواہش ہے کہ اس کے دشمن نمبر ایک پاکستان کو کسی ایسی بدترین مشکل میں پھنسایا جائے کہ وہ فنا ہو کر رہ جائے۔ بیشمار صیہونی ڈیپارٹمنٹ اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں لیکن میرا نام ہاورڈ ہے۔ میرے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میں اپنے وطن کی بقا کے لیے ایک ایسا کام کر دوں گا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملے گی میرے عزیز دشمن! اس کا ذریعہ تم بنو گے، صرف تم۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہاورڈ خاموش ہو گیا۔ میری ریڑھ کی ہڈی میں سرسراہٹیں دوڑ رہی تھیں۔ میں سیاسی آدمی نہیں تھا لیکن جاہل بھی نہیں تھا۔ جانتا تھا کہ یہودی اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ آج سے کیا، چودہ سو سال سے وہ عالمِ اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں لیکن ہاورڈ کی یاوہ گوئی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکی۔ اور میری آنکھیں سُرخ ہو گئیں تاہم میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"ہاں، میں صیہونی سازشوں کے خلاف تھوڑا بہت جانتا ہوں ہاورڈ! مجھے علم ہے کہ اسرائیل کا قیام ہی سازشوں کی بنیاد پر ہے۔ تم کوئی نیا کام نہیں کر رہے ہو لیکن کسی پاکستانی سے شاید یہ تمھارا پہلا واسطہ ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"پاکستان کے خلاف سازش کرنے کے لیے تم نے ایک پاکستانی کا انتخاب کیا ہے۔ اپنی قوم سے اپنی بدترین ناکامی کا اعتراف کر لو ہاورڈ۔ سرزمینِ پاک کو ایک بار اپنی آنکھوں سے تو دیکھو۔ اگر ایک بھی غدار ڈھونڈ نکال لاؤ تو اپنا گلا کاٹ کر تمھارے سامنے رکھ دوں گا۔ پاکستان کی سرزمین پر بسنے والے، اس کے ایک ایک چپے کے لیے ہزاروں زندگیاں قربان کرنے کو تیار ملیں گے، ایک علی یار خاں کیا چیز ہے۔ احمق ہاورڈ! انسان ناشناس ہو، مجھے تمھاری اس نادانی پر افسوس ہے۔ اگر میں نے محسوس کیا کہ مجھے میرے وطن کے خلاف سازش کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے تو دو چار کو قتل کر کے موت کو گلے لگا لوں گا۔ مجھے اس کام میں کوئی دقت نہ ہو گی۔"

"زندگی بہت قیمتی ہوتی ہے علی یار خاں! تم نے اس کے لیے موت کے سمندر عبور کیے ہیں۔"

"پاکستان کے نام پر علی یار خاں سے زندگی مانگو، تمھیں مایوسی نہیں ہو گی۔ موت کے سمندروں سے گزر کر بچائی ہوئی یہ زندگی صدقہ کر دی جائے گی۔" میں نے کہا۔

اسی وقت لڑکی کافی کے برتن اور شراب کا سامان ٹرالی پر سجائے اندر داخل ہو گئی۔ اس نے اندر داخل ہو کر ٹرالی ایک جگہ روک دی۔ ہاورڈ اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے ہاورڈ کے ساتھ ساتھ میں بھی چونک پڑا۔

لڑکی کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا ایک ریوالور نظر آرہا تھا جو اس نے ٹرالی سے اٹھایا تھا۔ پھر ریوالور کا رُخ ہاورڈ کی طرف ہو گیا اور اس کی سرد آواز اُبھری۔ "ہاتھ بلند کر لو ہاورڈ! اس کے چیمبر بھرا ہوا ہے۔ پورا ریوالور تم پر خالی کر دوں گی۔"

"کیا بکواس کر رہی ہے کُتیا! تجھے کیا ہو گیا؟"

"باہر موجود لوگوں کو میں بے ہوش کر چکی ہوں۔ وہ اس نوجوان کے راستے میں مزاحم نہ ہو سکیں گے۔ جاؤ علی یار خاں! فوراً باہر نکل جاؤ۔ باہر کار موجود ہے جس کے اگنیشن میں چابی لگی ہوئی ہے۔"

"ڈرالی!" ہاورڈ گرجا۔

"جنبش بھی مت کرو مسٹر ہاورڈ! اور یہ بھی جان لو کہ میرا نام ڈرالی نہیں ناز تھا ہے۔ تمھاری سکریٹری میرے ہاتھوں ماری جا چکی ہے۔" اس نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔

"ناز تھا تم!" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"تفصیل بہت طویل ہے دوست! میں نے تمھارے بجائے تمھارے دشمنوں پر نگاہ رکھی تھی۔ اور ان کے منصوبے معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ ساری زندگی میں ایک ہی اچھا کام کرنے کا موقع ملا تھا تو فائدہ کیوں نہ اٹھاتی۔ جاؤ ہماری تفصیلی ملاقات پھر کسی وقت ہو گی۔"

"ریوالور مجھے دے دو ناز تھا، آؤ میرے ساتھ۔" میں نے کہا لیکن ناز تھا چیخ پڑی۔

"تم جاؤ علی! جاؤ۔ میری محنت اکارت نہ کرو۔ میں تنہا نہیں ہوں، نکل آؤں گی۔ جاؤ ورنہ میں خودکشی کر لوں گی۔" اس نے ایسے لہجے میں کہا کہ میں چونک پڑا۔

"مجھ سے ملے بغیر واپس نہ جانا ناز تھا۔" میں نے کہا اور دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اس کے بعد میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا لیکن جب باہر پہنچ کر میں نے کار اسٹارٹ کی تو مجھے تین فائروں کی آوازیں سُنائی دی تھیں۔ میں دل مسوس کر رہ گیا۔ ناز تھا کو اس طرح چھوڑ آنا سخت خودغرضی تھی۔ نہ جانے کس نے کس پر فائر کیے؟ نہ جانے....؟

فوّاد سے سب سے پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر دیر تک آنکھیں ملتا رہا اور جب اُسے یقین ہو گیا کہ یہ میں ہی ہوں تو پاگلوں کی طرح مجھ سے لپٹ گیا۔

"تم واقعی زندہ ہو! مجھے اب بھی یقین نہیں آرہا۔"

"میں تمھیں یقین دلانے کا کوئی مؤثر نسخہ نہیں رکھتا، مجبوری ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمھاری موت کی اطلاع تمھارے اہلِ وطن کو بھجوا دی گئی ہے۔ جگہ جگہ تمھاری نمازِ جنازہ ادا ہوئی اور ایصالِ ثواب کے لیے کئی بار قرآن خوانی بھی ہو چکی ہے۔"

"یہ میری خوش بختی ہے کہ میری زندگی میں ہی یہ سب کچھ ہو گیا۔ باقی رہی میرے خاندان اور اہلِ وطن کی بات

WWW.PAKSOCIETY.COM

تواب اپنے وطن سے میرا صرف یادوں کا رشتہ رہ گیا ہے۔"

"دوسرے لوگوں کو تمھاری زندگی کے بارے میں معلوم ہو گیا؟"

"دوسرے لوگوں سے تمھاری کیا مُراد ہے؟"

"تنظیم کے دوسرے ارکان۔"

"نہیں، سیدھا تمھارے پاس آیا ہوں۔"

"تب میں تنہا اس خوشخبری کو ہضم نہیں کر سکتا۔" فواد فون کی طرف دوڑا اور اس نے دوسرے لوگوں کو اطلاع دے دی۔ پھر خوب ہنگامہ آرائی ہوئی تنظیم کے بڑوں کی میٹنگیں ہوئیں اور مجھے خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ میری داستان سنی گئی اور میں نے اولیو ہاورڈ کے بارے میں پوری تفصیل اور اس کے مقاصد کے بارے میں بتایا۔

احسان فرِدغی نے کہا۔"اولیو ہاورڈ کے بارے میں تصدیق کرنی ہوگی۔ ناز تھا اسے ٹریپ کرنے میں کامیاب ہوئی یا نہیں۔"

"خدا جانے۔ میں اس عمارت کو شناخت کر سکتا ہوں جہاں یہ واقعات پیش آئے۔" احسان فرِدغی کے کہنے پر میں نے اس کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

تنظیم کے ایک اور رکن نے کہا۔"اسلام دوستی کے لیے آپ نے جو قربانیاں دی ہیں مسٹر علی! انھیں فراموش نہیں کیا جا سکتا لیکن اب ہماری کچھ اور خواہش ہے۔"

[illegible]

"آپ پاکستان چلے جائیں۔ اپنے عزیزوں اور دوستوں سے ملیں، حکومتِ پاکستان کو اپنے ان کارناموں کے بارے میں بتائیں اور اس سازش کے بارے میں بھی جس کا اشارہ ہاورڈ کر چکا ہے۔"

"میرے لیے اب یہ ممکن نہیں ہے جناب۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں؟"

"میرے لیے جو راستے منتخب کیے گئے تھے وہ اب ہمیشہ کے لیے گم ہو چکے ہیں۔ میں ایک تھکے ماندے گم کردہ راہ کی مانند اپنے وطن نہیں جاؤں گا۔ صیہونیت کے عذاب میں گرفتار فلسطینیوں کو ابھی میری ضرورت ہے۔ میرے دل میں تو صرف ایک ہی جذبہ ہے، فلسطینیوں کو اپنے گھروں میں واپس جاتے ہوئے دیکھوں یا پھر اس جدوجہد کے شہیدوں میں خود بھی شامل ہو جاؤں۔" میرے اس جواب پر بہت سی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔

وہ لوگ مجھے میرے ارادوں سے نہ ہٹا سکے۔ صرف العیش ان دنوں بیروت میں نہیں تھی۔ نائمہ برق البتہ زیادہ وقت میرے ساتھ گزارتی تھی۔ میں بارہا اپنے لیے کسی مہم کا تقاضا کر چکا تھا۔ ایک ہفتے کے اندر اندر مجھے اولیو ہاورڈ کے بارے میں رپورٹ مہیا کر دی گئی۔ اس عمارت سے ایک نوجوان عورت کی لاش برآمد ہوئی تھی اور ہاورڈ ان دنوں پیرس میں تھا۔ گویا ناز تھا نے میرے لیے جان قربان کر دی تھی۔ کئی دن تک ناز تھا کی موت کا غم رہا۔ ایک شام مجھے ایک اہم میٹنگ میں طلب کر لیا گیا۔"یوں تو ہر فدائی ہر طرح کی مہم کے لیے خود کو پیش کر دیتا ہے لیکن مسٹر علی! ہم ایک ایسے تجربے کار شخص کی تلاش میں سرگرداں ہیں جو بہترین ذہنی صلاحیت کے ساتھ ساتھ مہم جوئی کا شائق بھی ہو۔ گریوالمز جیسی بھیانک جگہ سے فرار آسان کام نہیں تھا۔ لہٰذا یہ اہم مہم ہم آپ کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔"

"اس توقیر کے لیے میں شکریے کے الفاظ نہیں پاتا۔"

"عاقل توارد، اسرائیلی ایٹمی منصوبہ بندی کے سب سے بڑے پروجیکٹ میں ایک غیر ملکی انجینئر کے [illegible] میں کام کر رہے تھے۔ انھوں نے ہمیں بہت سی معلومات فراہم کیں اور آخر میں اسرائیل کے اہم ترین ایٹمی رازوں کی تفصیل لے کر وہاں سے چل پڑے لیکن وقت سے پہلے ان کے بارے میں معلوم ہو گیا۔ اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ ان کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے۔ عاقل توارد ان کے درمیان گھر کر رہ گئے ہیں اور انھیں فوری امداد درکار ہے۔ بظاہر ہمارے پاس کوئی ایسا عمدہ منصوبہ نہیں ہے جس کے تحت ہم ان کی مدد کریں۔ اُن کی جائے پناہ کے بارے میں بھی ہمیں کوئی علم نہیں ہے۔ پلاننگ ڈیپارٹمنٹ نے ایک منصوبہ پیش کیا ہے جو عملی طور پر بہت مشکل ہے۔ لیکن اس طرح ہم عاقل توارد کی تلاش میں سرگرداں لوگوں کو الجھا سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں ایک باصلاحیت مہم جو کی ضرورت ہے۔"

"اگر مجھے اس قابل سمجھا جائے تو میں حاضر ہوں۔"

"آپ کو عاقل توارد کے میک اپ میں ایک مخصوص مقام پر پہنچا دیا جائے گا وہاں سے آپ انھیں اپنے پیچھے لگا لیں گے اور اس طرح ان کی توجہ دو اطراف میں بٹ جائے گی، عاقل توارد اس سے فائدہ اٹھا کر نکلنے کی کوشش کریں گے۔"

"مجھے اسرائیلی علاقے میں بھیجا جائے گا؟"

"ہاں۔ اگر آپ تیار ہوں تو۔"

"میں انتہائی خوشی سے اس کے لیے تیار ہوں۔"

"آپ کو ایک بار پھر گریوالمز جیسی مشکلات کا شکار ہونا پڑے گا۔"

"میں انتہائی مسرت کے ساتھ اس اعزاز کو قبول کرتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کے لیے سات دن کی تربیت ہو گی جس میں آپ کو نقشوں کی مدد سے اسرائیلی علاقوں سے روشناس کرایا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی پیش آنے والے ممکنہ خطرات و حالات کو مدِنظر رکھ کر ہدایات دی جائیں گی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک مہم میرے سپرد کر دی گئی تھی اور میٹنگ کے دوسرے ہی دن سے میں نے اپنی تربیت کا آغاز کر دیا تھا۔ اسرائیل کے چپّے چپّے سے مجھے روشناس کرایا گیا۔ تمام سرحدوں کی جغرافیائی کیفیت اور ان کے دوسرے کوائف بتائے گئے۔ میں نے اس مہم پر تنہا جانا ہی مناسب سمجھا تھا۔ مجھے وہ جگہ بتا دی گئی جہاں سے کام کا آغاز ہونا تھا۔ پھر ایک تاریک رات میں لاتعداد دعاؤں کے ساتھ وہاں سے تمام ضروری سامان سے لیس ہو کر چل پڑا۔ میرے چہرے پر اعلیٰ درجے کا میک اپ کر دیا گیا تھا۔

اس سے زیادہ عجیب اور بے سروپا مہم کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ آنکھ مچولی کا ایک کھیل مجھے اسرائیل کے بہترین تربیت یافتہ ایجنٹوں اور سپاہیوں کے ساتھ کھیلنا تھا۔ صاف چھپنا تھا نہ سامنے آنا تھا۔ بس چکراتے پھرنا تھا جس کا کوئی اختتام نہیں تھا تاوقتیکہ عاقل توارد کے بارے میں یہ اطلاع نہ مل جائے کہ وہ کسی محفوظ جگہ پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ جہاں سے میں نے اپنی مہم کا آغاز کیا، وہیں سے میرے لیے یہ ضروری تھا کہ اسرائیلی فوجیوں کو اپنی جانب متوجہ کر لوں۔

❖

میں کسی سہمے ہوئے خرگوش کی طرح گھنی جھاڑیوں میں دبکا بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اردگرد گہرا اندھیرا اور اعصاب شکن سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ چند لمحے کان لگائے میں اطراف کی آوازیں سُننے کی کوشش کرتا رہا۔ جس جگہ مجھے پہنچایا گیا تھا وہاں کے بارے میں مجھے تفصیلات بتا دی گئی تھیں اور ان تفصیلات کے تحت یہاں چاروں طرف اسرائیلی فوجی بکھرے ہوئے تھے۔ میں جس راستے سے گزر کر یہاں تک آیا تھا، وہاں ایک حد تک میرے ساتھی میرا ساتھ دے چکے تھے اور اب اس کے بعد یہ دشوار گزار خطہ مجھے تنہا ہی عبور کرنا پڑا تھا اور اس خطے کو عبور کرتے ہوئے موت میرے ساتھ ساتھ سفر کرتی رہی تھی۔ گھنی جھاڑیوں اور کانٹے دار پودوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے میرا بدن جگہ جگہ سے زخمی ہوا تھا لیکن مجھے بتا دیا گیا تھا کہ انھی آفات سے گزرنے کے بعد میں اپنی منزل تک پہنچ سکتا ہوں۔

میں نے بخوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ اس علاقے میں موجود فوجی کسی پُراسرار شخصیت کی نقل و حرکت سے باخبر ہو چکے ہیں اور وہ اسرائیل سے باہر جانے والے راستوں کی کڑی نگرانی کر رہے ہیں۔ یہ احساس میرے لیے خوشگوار تھا۔ میں یہی تو چاہتا تھا اور یہی میری یہاں موجودگی کا مقصد تھا۔ مجھے ان لوگوں کو ساتھ ساتھ لگائے ادھر سے اُدھر گھومتے پھرنا تھا۔

اس جگہ کے بارے میں تفصیلی واقفیت تو نہیں ہو سکتی تھی تاوقتیکہ میں دن کی روشنی میں اسے اچھی طرح دیکھ [illegible]

یہ احساس میرے لیے بہت ہی عجیب تھا کہ میں اسرائیلی علاقے میں ہوں، یعنی اس جگہ جہاں موجودگی کا تصور ہی میرے لیے موت کے مترادف تھا۔ قابض اور غالب اسرائیلیوں نے یہاں اپنی قوت کو مجتمع کر لیا تھا اور مجھے اب صرف یہ کام کرنا تھا کہ کسی قیمت پر اُن کے ہاتھ نہ آؤں اور اس کے لیے ایک ایک لمحہ احتیاط سے گزارنا تھا۔

میری آنکھیں اندھیرے سے کسی حد تک مانوس ہو چکی تھیں۔ دُور تک خاردار جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں، جنگل کے ہیبتناک سناٹے میں کسی جانور کی آواز بھی سُنائی نہیں دے رہی تھی۔ یہاں تک کہ درختوں پر آرام کرتے ہوئے پرندے بھی خاموش تھے۔ میں اپنی جگہ چھپا ہوا اپنے بچاؤ کی تدبیروں پر غور کرتا رہا۔ میرے پاس ضرورت کی جو اشیا موجود تھیں اُن میں ایک شاندار ریوالور بھی تھا۔ میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا، گھڑی کی سوئیاں سُست روی سے اپنا سفر طے کر رہی تھیں، صبح ہونے میں تقریباً ڈھائی گھنٹے باقی تھے۔ ان ڈھائی گھنٹوں میں، مَیں ان لوگوں کی نگاہوں سے بچ کر کتنی دُور نکل سکتا ہوں؟ میں نے سوچا اور آگے کا سفر شروع کر دیا اور جھاڑیوں سے نکل کر کھُلی جگہ پر پہنچ گیا۔ یہاں سے مجھے اپنے لیے کوئی راستہ منتخب کرنا تھا۔

ابھی میں چند گز سے زیادہ نہیں چلا تھا کہ دفعتاً ایک آہٹ سی محسوس ہوئی۔ اور مجھے یوں لگا جیسے کوئی [illegible] آہستہ آہستہ کت کر رہا ہو۔ میرے قدم جہاں تھے وہیں رُک گئے اور میں ٹکٹکی باندھے سامنے کی طرف دیکھنے لگا۔ کسی جانور کا ہیولا جھاڑیوں میں متحرک تھا۔ میں نے اُسے دیکھ لیا۔ معلوم نہیں کونسا جانور تھا جو میرے سامنے سے دوڑتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ وقت تیزی سے گزرتا جا رہا تھا، میں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھ رہا تھا۔ اگر پہلے ہی مرحلے پر دشمنوں کے ہاتھ آ جاتا تو پھر کیسے بات بن سکتی تھی۔ میرا تو کام یہی تھا کہ نہایت مستعدی سے اپنا بچاؤ بھی کرتا رہوں اور ان لوگوں کے لیے ایسے نشانات بھی چھوڑتا جاؤں جس سے وہ یہ اندازہ لگائیں کہ اس جگہ جو شخص چھپا ہوا تھا وہ عاقل توارد تھا اور اس طرح ان کی پوری توجہ اپنی جانب مرکوز کر کے عاقل توارد کو اسرائیل سے نکل جانے کا موقع دوں۔ جس جگہ میں چھپا ہوا تھا، وہاں میں نے کچھ ایسی چیزیں چھوڑ دیں جو مجھے مہیا کی گئی تھیں اور عاقل توارد کی نشاندہی کرتی تھیں۔

مضبوط جوتوں سے پیروں کی حفاظت تو خوب ہو رہی تھی مگر چلنے میں تھوڑی سی آواز پیدا ہوتی تھی۔ غنیمت یہ تھا کہ نیچے کی زمین نرم تھی اس لیے جوتوں کی آواز زیادہ نمایاں نہیں تھی۔ اس جگہ سے تقریباً ایک ڈیڑھ فرلانگ چلنے کے بعد ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک پگڈنڈی میری نگاہ میں آگئی۔ یہ پگڈنڈی جنوب کی جانب جا رہی تھی۔ میں نے یہی رُخ اختیار کیا اور تھوڑی دُور چلنے کے بعد باقاعدہ دوڑنے لگا۔ تاکہ دن کی روشنی میں جب ان لوگوں کو میری یہاں موجودگی کا علم ہو تو وہ مجھے تلاش نہ کر سکیں۔ میں چند ساعت سانس لینے کے لیے رُکتا اور پھر آگے بڑھنے لگتا۔

صبح ہونے میں ابھی کچھ دیر تھی، دن کی روشنی میں ان کی نگاہوں سے بچ رہنا بہت دشوار تھا۔ ظاہر ہے جنگل بالکل ویران نہیں ہو سکتا تھا۔ یہاں انہوں نے بہترین مورچے بنا رکھے ہوں گے۔ ایسی پناہ گاہیں ہوں گی جہاں لوگ پوشیدہ ہوں گے۔ سرحد کے اطراف میں فلسطینی گوریلوں کی کارروائیاں جاری رہتی تھیں اور انھیں ان لوگوں سے نمٹنے کے لیے بڑی مستعدی سے کام کرنا پڑتا ہوگا۔

میں مسلسل بھاگتا رہا۔ پگڈنڈی سانپ کی مانند لہراتی، بل کھاتی میرے قدموں تلے کھلی جا رہی تھی۔ اپنے اندازے کے مطابق میں اب تک پانچ میل کا فاصلہ طے کر چکا تھا لیکن یہ کم بخت جنگل تھا کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ اور ختم ہونے کے بجائے پہلے سے بھی گھنا اور زیادہ دشوار گزار ہوتا جا رہا تھا۔ پہلے زمین ہموار تھی لیکن اب راستہ اونچا نیچا، گھاس اور جھاڑیوں سے پٹا ہوا تھا۔ مسلسل بھاگنے سے البتہ مجھے یہ فائدہ ضرور ہوا تھا کہ میرا بدن خوب گرم ہو گیا تھا اور میں خود کو چاق و چوبند محسوس کر رہا تھا۔

صبح کاذب کا اُجالا دھیرے دھیرے صبح صادق میں بدل گیا۔ جنگل کی سوئی ہوئی زندگی بیدار ہو گئی تھی اور وہ اعصاب شکن سناٹا اب پرندوں اور حشرات الارض کے شور میں ڈھلتا جا رہا تھا۔ مزید کچھ دُور چلنے کے بعد میں ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے پہنچ گیا۔ ندی کے اُوپر لکڑی کا ایک نازک سا پل بنا ہوا تھا۔ ندی دیکھ کر بے اختیار دل چاہا کہ خوب اچھی طرح منہ ہاتھ دھوؤں۔ رات بھر کی تھکن اتارنے کا یہ بہترین ذریعہ تھا۔ چنانچہ میں اپنی اس خواہش کو دبا نہ سکا۔ پھر کچھ دیر ستانے کے لیے لیٹ گیا۔

روشنی اب کافی ہو چکی تھی اور سورج نکلنے میں زیادہ دیر نہیں تھی۔ اب مجھے چھپنے کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کر لینی چاہیے تھی۔ چونکہ جو نشانات میں ان کے لیے چھوڑ آیا تھا۔ اگر وہ ان تک پہنچ گئے ہوں گے تو میرے کام کا پہلا مرحلہ مکمل ہو گیا ہوگا اور ان نشانات کی چھان بین کی جا رہی ہوگی۔ اگر انھیں ساتھی تو اردو کے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی تو اب تک کافی سنسنی پھیل چکی ہوگی۔ میری دلی خواہش بھی یہی تھی کہ جس کام کے لیے میں یہاں آیا ہوں اس کی ابتدا جلد از جلد ہو جائے۔

پل کے اس طرف کوئی ایسی جگہ موجود نہیں تھی جہاں میں چند گھنٹے آرام کے لیے منتخب کر سکتا چنانچہ میں نے لکڑی کا یہ پل پار کیا اور دوسری طرف پہنچ گیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر کھیت بکھرے ہوئے تھے۔ روشنی اتنی پھیل چکی تھی کہ اب دُور دُور تک بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔ کھیت سنسان پڑے ہوئے تھے۔ کچھ اور آگے بڑھا تو دفعتاً ٹھٹک جانا پڑا۔ تھوڑے فاصلے پر مجھے کچھ دکھائی دیا تھا۔ کوئی متحرک شے۔ غور سے دیکھا تو دو آدمی نظر آئے جو آپس میں گفتگو کرتے ہوئے اسی طرف آ رہے تھے۔

ایک لمحے کے لیے میں ذرا بدحواس سا ہو گیا۔ کیونکہ اطراف میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں چھپ سکتا۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا تھا کہ میں زمین پر لیٹ جاؤں، چنانچہ میں پھرتی سے زمین پر لیٹا اور رینگتا ہوا لمبی گھاس میں جا چھپا۔ میں نے سانس تک روک لیا۔

وہ لوگ میرے بالکل قریب سے گزرے اور باتیں کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ جب وہ دُور نکل گئے تو میں نے اسی سمت کا رُخ کیا جدھر سے وہ لوگ آ رہے تھے۔ کھیتوں کے کنارے بنی ہوئی تقریباً تین فٹ چوڑی کچی پگڈنڈی دُور تک چلی گئی تھی۔ میں اس پگڈنڈی پر آگے بڑھتا رہا اور پھر ایک ایسی جگہ پر آ گیا جہاں بھوسے کے اونچے اونچے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ یہ جگہ آرام کرنے کے لیے بہت بہتر تھی۔

سورج اب آسمان پر پوری طرح ابھر آیا تھا اور چاروں طرف روشنی پھیل گئی تھی۔ زیادہ دُور جانے میں خطرہ تھا۔ چنانچہ میں نے طے کیا کہ انہی بھوسے کے ڈھیروں میں سے کسی میں چھپ جاؤں اور سورج غروب ہونے کے بعد دوبارہ آبادی کی تلاش میں چل پڑوں۔ چنانچہ میں نے بھوسے کے نم خوردہ ڈھیر میں سوراخ کرنا شروع کر دیا۔ بھوسے کے یہ ڈھیر غالباً بہت دن سے یہاں موجود تھے اور رات بھر شبنم اور دن بھر دھوپ میں رہنے کے سبب ان کے تنکے اور برادہ آپس میں چپک گئے تھے۔ تھوڑی سی محنت کے بعد میں بھوسے کے اس تودے میں ایک کھوہ بنا چکا تھا۔ باہر نکلنے والا بھوسہ میں نے اس طرح تودے کے چاروں طرف پھیلا دیا کہ دیکھنے والے شک نہ کر سکیں۔ پھر میں اندر رینگ گیا اور اس سرنگ کا منہ بھوسے سے بند کر دیا۔ صرف ایک سوراخ ہوا کے لیے بنانا میں نے ضروری سمجھا۔

رات بھر کی بھاگ دوڑ کے بعد تھکن سے بُرا حال ہو رہا تھا۔ بھوسے کے اندر داخل ہوتے ہی میں نے سکون کی سانس لی۔ کمر سے تھیلا کھول کر ایک طرف رکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔ بھوک کا احساس ہو رہا تھا۔ تھیلے میں نمکین بسکٹوں کا ڈبا دیگر اشیاء کے ساتھ موجود تھا چنانچہ میں نے وہیں لیٹے لیٹے چند بسکٹ کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی اور اس کے بعد آنکھیں بند کر لیں۔

ذہن میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے۔ میرے اہلِ خاندان کو میری موت کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ سان فرانسسکو سے آنے کے بعد ان سے میرا کوئی رابطہ نہیں رہا تھا۔ مجھے وطنِ عزیز سے بے پناہ محبت تھی لیکن وہاں میرا کوئی چاہنے والا، والد صاحب کے سوا نہ تھا۔ میں نے گردن جھٹکی اور سونے کی کوشش کرنے لگا اور پھر خیال کے بھنور مجھے نیند کے گہرے سمندر کی تہ میں لے گئے۔

پُرسکون اور مہربان نیند نے میری جسمانی تھکن دُور کر دی تھی، جاگا تو پورا بدن بھوسے سے اَٹا ہوا تھا۔ باہر سے کسی کے گفتگو کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے خون خشک ہو کر رہ گیا۔

'یہ کون لوگ ہیں' میں نے سوچا۔ آوازیں اتنے قریب سے آ رہی تھیں کہ اگر میرے بدن میں ذرا سی جنبش ہوتی اور بھوسہ اپنی جگہ سے کھسک جاتا تو یقیناً کسی کو میری وہاں موجودگی کا علم ہو جاتا۔ وہ لوگ کسی ایسی زبان میں گفتگو کر رہے تھے جو میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ظاہر ہے مقامی زبان ہی ہوگی۔ میں صبر و سکون سے انتظار کرتا رہا۔ گفتگو کرنے والے خاموش ہو گئے پھر ان کے قدموں کی آوازیں سنائی دیں، وہ واپس جا رہے تھے۔

میں کچھ دیر اور اسی طرح پڑا رہا اور پھر جب گہری تاریکی چاروں طرف پھیل گئی تو میں وہاں سے نکل آیا۔ ویسے بھی اب یہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ چنانچہ میں تیز رفتاری سے جس طرف منہ اٹھا چل پڑا۔

تھوڑا ہی فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک پختہ سڑک نظر آئی جس کے دوسری جانب جنگل ہی جنگل پھیلا ہوا تھا۔ میں خاصی کش مکش کا شکار تھا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب کیا کروں۔ بالآخر سڑک کے کنارے کنارے سفر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

بہت دیر تک سڑک کے ساتھ ساتھ چلتا رہا پھر میں نے ایک ٹرک کو گزرتے ہوئے دیکھا اور ایک جگہ چھپ گیا۔ جب ٹرک کی روشنیاں تاریکی میں گم ہو گئیں تو میں پھر اپنی جگہ سے نکل آیا اور اسی سڑک کے ساتھ چل پڑا۔ میں نے سوچا کہ اب اگر کوئی ٹرک نظر آیا تو اس پر سوار ہونے کی کوشش کروں گا۔

میری یہ خواہش جلد ہی پوری ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے ایک اور ٹرک کو اس طرف آتے دیکھا — میں سڑک کے کنارے ایک درخت کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے سوچا تھا کہ ٹرک کو روکنے کی کوشش کروں گا لیکن ٹرک جونہی قریب پہنچا، میرے ہوش اُڑ گئے کیونکہ اس پر فوجی سوار تھے۔ شکر ہے کسی نے مجھے دیکھا نہیں تھا۔ ٹرک برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا اور میں دیکھتا رہ گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں سڑک پر نکل کر ٹرک کو روکنے کی کوشش کرتا تو اس کے بعد کیا صورتِ حال ہوتی؟

وسیع و عریض جنگل ایک بار پھر میری نگاہوں کے سامنے تھا اور رات کی تاریکی میں یہاں میرے سوا کوئی انسانی وجود نہیں تھا۔ میں تیز رفتاری سے اپنا سفر طے کرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد جنگل کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب میرے سامنے سنگلاخ چٹانیں بکھری ہوئی تھیں کوئی آبادی نظر آتی تو میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا کہ میری اب تک کی کاوشوں کا کیا نتیجہ نکلا ہے، کچھ ہوا ہے یا نہیں؟ ابھی میں یہ سوچ رہا تھا کہ دفعتاً مجھے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں اور میری نگاہیں جو اب رات کی تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں، اپنے سامنے نظر آنے والی ایک پہاڑی کی جانب اُٹھ گئیں۔ جہاں میں نے دو فوجی جوان دیکھے، جن میں سے ایک کے ہاتھ میں کتے کی زنجیر تھی۔ کتا پہاڑی کی طرف منہ اٹھا کر بھونک رہا تھا۔

ایک بار پھر میرے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ میں نے اپنا ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا۔ ہر چند کہ یہاں تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور آسانی سے مجھے دیکھا نہیں جا سکتا تھا لیکن کتے کی موجودگی بے حد خطرناک تھی۔ وہ بار بار بے چینی سے اپنی زنجیر پکڑنے والے کو گھسیٹتا ہوا اِدھر سے اُدھر پھر رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا رُخ میری جانب ہو گیا۔ اب مجھے فوری طور پر فیصلہ کر لینا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میرے سامنے دو ہی راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ ان فوجیوں کو قتل کر دوں اور ان کے ساتھ ہی کتے کو بھی ہلاک کر دوں اور دوسرا یہ کہ تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی طرف نکل جاؤں لیکن کتا آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میں جدھر بھی جاتا، وہ سمت کا اندازہ کر ہی لیتا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد دوسرا فوجی پہلے کے قریب پہنچ کر اس سے کچھ گفتگو کرنے لگا۔ غالباً وہ کتے کے اس مسلسل اضطراب کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس دوسرے فوجی نے کتے کی زنجیر اپنے ہاتھ میں لے لی ہے اور کتے کے پیچھے پیچھے میری طرف بڑھ رہا ہے۔ جوں جوں وہ نزدیک آتا گیا کتے کے اچھلنے اور کودنے کی رفتار بڑھتی گئی۔ میں اپنی جگہ بے حس و حرکت کھڑا ہوا تھا اور اب ان سے میرا فاصلہ بمشکل چالیس فٹ تھا۔ اب تصادم کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ یہ دونوں فوجی اگر تنہا تھے تو کسی بڑی مشکل کے پیش آنے کا اندیشہ نہیں تھا لیکن اگر ان کے ساتھی بھی اطراف میں بکھرے ہوئے موجود ہوتے تو پھر صورتحال خراب ہو جاتی۔

میں نے کتے کی زنجیر پکڑ کر آنے والے فوجی کی کھوپڑی کا نشانہ لیا اور ریوالور کا ٹرائیگر دبا دیا۔ ریوالور کی نال سے شعلہ نکلا اور آگے آنے والا فوجی قلابازی کھا کر نیچے گر پڑا۔ اس کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی تھی۔ میں نے وقت ضائع کیے بغیر دوسرے فوجی کا نشانہ لیا اور ایک بار پھر ٹرائیگر دبا دیا۔ گولی دوسرے فوجی کے سینے پر لگی تھی۔ وہ بھی بُری طرح گرا۔ کتا غیظ و غضب میں اُچھل رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اب وہ میری [illegible] آئے گا لیکن ایسا نہ ہوا [illegible] تیسرا فائر کرنے پر ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گیا تھا لیکن وہ کم بخت بچ گیا اور غراتا ہوا ایک ٹیلے کی آڑ میں دبک گیا۔ اب میرے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں اسے بھی تلاش کر کے ہلاک کر دوں۔ ریوالور میرے پاس موجود تھا، مجھے یقین تھا کہ وہ سپاہی جس کی پیشانی کا نشانہ میں نے لیا تھا، اب یقیناً مر چکا ہوگا۔ دوسرے کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ گولی نے اسے کتنا نقصان پہنچایا مگر مجھے ان دونوں سے زیادہ اس کم بخت کتے کی فکر تھی، اسے کسی بھی طرح بچ کر نہیں جانا چاہیے تھا۔ ورنہ دوسرے فوجیوں کو یقیناً خبر ہو جائے گی۔ وہ ٹیلے کی آڑ میں دبکا مسلسل غرا رہا تھا۔ مجھے صرف اس بات پر حیرت تھی کہ وہ اب تک فرار کیوں نہیں ہوا۔

پستول کو سنبھالتے ہوئے میں آگے بڑھا اور ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے میں کتے پر نگاہ ڈال سکتا تھا اور اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ کتا اب تک فرار کیوں نہیں ہوا تھا۔ اس کی زنجیر مردہ فوجی کی کمر میں بندھی ہوئی پیٹی سے منسلک تھی، گویا اب اس بات کا خطرہ نہیں تھا کہ وہ اچانک ہی مجھ پر حملہ آور ہو جائے گا۔ میں کتے کے سامنے اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے میں اس کا نشانہ لے سکتا تھا اور میرے پستول کی بقیہ گولیاں کتے کے بدن میں اتر گئیں۔ وہ خون میں لت پت دو تین بار اچھلا اور اس کے بعد ساکت ہو گیا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے دوسرے فوجی کا جائزہ لیا۔ گولی اس کے سینے پر دل کے کچھ اوپر لگی تھی اور اس میں ابھی زندگی باقی تھی۔

میں نے بغیر کسی تکلف کے اس فوجی کا پستول اٹھایا جو ہلاک ہو چکا تھا اور اس زخمی فوجی کا نشانہ لے کر تین گولیاں اس کے دل کے مقام پر اتار دیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے اور یہ خوش بختی تھی میری کہ میرا مقابلہ صرف ان دو افراد اور ایک کتے سے ہوا تھا۔ اگر یہاں زیادہ فوجی ہوتے تو پھر میرا بچ نکلنا مشکل ہوتا۔ اب یہ جگہ چھوڑ دینا ہی بہتر تھا۔ یہ دونوں فوجی یہاں پکنک منانے تو نہیں آئے ہوں گے۔ چنانچہ میں نے ایک سمت کا انتخاب کیا اور چل پڑا۔

کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے بہت دور روشنیاں نظر آئیں۔ شاید میں کسی آبادی کے قریب تھا۔ روشنیوں کا پھیلاؤ اس بات کا اظہار کرتا تھا کہ آبادی خاصے وسیع و عریض علاقے پر محیط ہے۔ ممکن ہے یہ کوئی اسرائیلی شہر ہی ہو لیکن اس شہر میں داخل ہونے سے پہلے بہت کچھ سوچنا ضروری تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری پہلی کوشش کسی قدر بار آور ہوئی ہے یا نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ اب میں اپنی شناخت کے لیے یہاں مزید نشانات چھوڑنے کا خواہشمند تھا جو اس بات کو ظاہر کر دیں کہ عاقل توارد انہی علاقوں میں پوشیدہ ہے اور اس کے لیے مجھے بہت کچھ مہیا کر دیا گیا تھا۔

کچھ وقت یہاں گزارنے کے بعد میں آگے بڑھ گیا۔ میرا رُخ انہی روشنیوں کی جانب تھا جو رات کی تاریکی میں دور کہیں ٹمٹما رہی تھیں — فوری طور پر میں بستی میں داخل ہونا نہیں چاہتا تھا۔ البتہ بستی سے کچھ فاصلے پر کسی ایسی جگہ کا انتخاب کر کے قیام کرنے کا خواہشمند تھا جو میرے لیے محفوظ ہو۔

ایک چڑھائی عبور کرنے کے بعد مجھے ایک باغ نظر آیا جس میں مختلف اقسام کے پھلوں کے درخت لگے ہوئے تھے۔ میں باغ میں داخل ہو گیا اور پھر ایک گھنا درخت منتخب کر کے اس کے تنے کے پاس ہموار زمین پر لیٹ گیا۔

آسمان پر ستاروں کا سفر جاری تھا، میں نے آنکھیں بند کر لیں اور دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ جو کچھ بیت چکی تھی، اس کے بارے میں سوچنا بے مقصد تھا، بہتر تھا کہ نیند آ جائے تاکہ دوسرے دن جب جاگوں تو کوئی ذہنی انتشار باقی نہ رہے۔ اس کوشش میں مجھے خاطر خواہ کامیابی نصیب ہوئی اور میں گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح اس وقت جاگا جب سورج کافی بلند ہو گیا تھا۔ گھڑی میں وقت دیکھا تو نو بج کر دس منٹ ہوئے تھے خوراک یا صبح کے ناشتے کے لیے پشت پر بندھے ہوئے تھیلے میں بہت کچھ تھا لیکن تھوڑے ہی فاصلے پر لٹکے ہوئے خوش رنگ سیب دعوت دے رہے تھے۔ چنانچہ میں نے باغ کے مالک کا غائبانہ شکریہ ادا کر کے کچھ سیب توڑے اور انہیں چبانے لگا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے فیصلہ کیا کہ اب اس باغ سے نکل جانا چاہیے کیونکہ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ اس باغ کے رکھوالے آس پاس موجود نہ ہوں، کسی کی نگاہ میں آئے بغیر میں آبادی میں داخل ہونے کا خواہشمند تھا۔

باغ سے بائیں سمت ہٹ کر تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ پانی بہنے کی آواز سنائی دی۔ غالباً یہ اس ندی کی ہی کوئی شاخ تھی جس کے پل سے گزر کر میں اس طرف آیا تھا۔ دل چاہا کہ اگر تنہائی ہو تو نہا لوں اور اس خواہش کے تحت میں بہتی ہوئی ندی کی جانب بڑھ گیا۔

جونہی میں ایک بڑے ٹیلے کی آڑ سے ندی کے سامنے پہنچا، مجھے ٹھٹک کر رک جانا پڑا۔ دس بارہ لڑکے اور لڑکیاں اس طرف چلے آ رہے تھے اور میرے اتنے قریب پہنچ چکے تھے کہ اب میں ان کی نگاہوں سے اوجھل نہیں رہ سکتا تھا۔ میں ساکت رہ گیا۔ ان لوگوں کے ہاتھوں میں مختلف چیزیں تھیں اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ پکنک منانے اس طرف آئے ہوں ساتھوں نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا اور اب ان سے چھپنا بے مقصد تھا۔ چنانچہ میں بے پروائی سے ندی کے

کنارے کی جانب چل پڑا اور پشت سے تھیلا کھول کر نیچے رکھ دیا۔ ابھی میں ندی میں نہیں اترنا چاہتا تھا، اس سے پہلے ان لوگوں کا ردِ عمل دیکھنا ضروری تھا۔ میں نے کنارے پر پانی میں پاؤں لٹکائے اور ایک جگہ بیٹھ گیا۔ وہ سب میرے نزدیک ہی پہنچ گئے تھے۔

ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ہیلو۔"

"ہیلو۔" میں نے بھی نرم انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔

"آپ . . . آپ کون ہیں؟ غالباً سیر و سیاحت کے رسیا یا کوئی مہم جو قسم کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کا ظاہری حلیہ بتاتا ہے کہ آپ دشوار مراحل سے گزر کر یہاں تک آئے ہیں۔" وہ انگریزی زبان استعمال کر رہا تھا۔

"آپ کا خیال درست ہے۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

"ہم آپ کی کچھ مدد کر سکتے ہیں؟"

"نہیں — میں کسی مدد کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔"

"تب آپ ہمارے ساتھ چائے ضرور پئیں۔" انھوں نے مجھے دعوت دی۔ چائے پیتے ہوئے میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے غیر محسوس انداز میں وہ ڈائری نکال لی جس میں اشارتی زبان میں بہت سے پیغامات لکھے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا کہ ان لوگوں کے ذریعے بھی عاقل توارد کی موجودگی کی خبر پولیس یا فوج تک ضرور پہنچنی چاہیے اور یہ ڈائری اس سلسلے میں بہت کار آمد ثابت ہو سکتی تھی۔ اس پر عاقل توارد کا نام صاف دیکھا جا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر تک میں لڑکیوں اور لڑکوں کے ساتھ رہا، ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی پھر انھوں نے ٹیپ ریکارڈر نکال کر اس پر ایک کیسٹ لگا دیا اور رقص کرنے لگے۔ میں ان سے معذرت کر کے وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا اور اب مجھے اس سواری کی تلاش تھی جس پر سوار ہو کر یہ لوگ یہاں پہنچے تھے۔ اس جگہ تک جہاں وہ موجود تھے، راستہ اس قدر ناہموار تھا کہ کوئی بھی گاڑی نہیں لائی جا سکتی تھی۔ اس لیے مجھے یقین تھا کہ انھوں نے اپنی گاڑی آگے کہیں چھوڑی ہوگی جہاں زمین ہموار ہوگی۔ اگر میں ان کی گاڑی لے کر فرار ہو جاؤں تو وہ لوگ مجھے کسی طور نظر انداز نہیں کر سکیں گے اور میرے بارے میں یقیناً کھوج میں لگ جائیں گے اور پھر وہ چھوٹی سی ڈائری انہیں مل جائے گی جسے میں وہیں چھوڑ آیا تھا۔ اس کے ذریعے بات پولیس تک پہنچے گی اور پھر ان لوگوں تک، جن تک میں وہ ڈائری پہنچانا چاہتا تھا۔

بالآخر مجھے چٹانوں کی اوٹ میں نیلے رنگ کی ایک کوسٹر نظر آ گئی جس کے درمیانی حصے پر ایک سفید دھاری پڑی ہوئی تھی اور اس پر گاڑیاں کرائے پر دینے والی کمپنی کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔ یہ پکنک پارٹی اسی کوسٹر پر آئی تھی۔ میں نے ادھر اُدھر دیکھا، کوسٹر کا ڈرائیور کوسٹر کے اندر موجود تھا اور اس کی فرنٹ سیٹ پر آرام سے بیٹھا ہوا سگریٹ پی رہا تھا۔ غالباً اسے میری آمد کا اندازہ نہیں ہوا تھا۔

قریب پہنچ کر میں نے آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا اور ڈرائیور گردن نکال کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔ "نیچے آؤ بھائی۔"

ڈرائیور سگریٹ کا آخری کش لینے کے بعد اسے انگلی سے اچھالتا ہوا نیچے اتر آیا لیکن میں اس کے استقبال کے لیے تیار تھا۔ جونہی اس نے نیچے قدم رکھا، میرا بایاں ہاتھ اس کی گردن پر پڑا اور داہنے ہاتھ کا گھونسا کنپٹی پر۔ جچا ہوا ہاتھ تھا، ایک ہی کافی رہا۔ ڈرائیور نیچے گرنے لگا تو میں نے اسے سنبھال لیا اور پھر اسے گھسیٹتا ہوا اس ٹیلے کی آڑ میں لے گیا جو تھوڑے فاصلے پر تھا۔ ٹیلے کی آڑ میں ڈرائیور کو لٹانے کے بعد میں نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ بہت معمولی سی کرنسی اور سگریٹ کا ایک پیکٹ برآمد ہوا۔ کوسٹر کی چابی یقیناً اگنیشن ہی میں لگی ہوئی تھی، نہ لگی ہوتی تو ڈرائیور کے پاس ہوتی۔ چنانچہ میں

عصرِ حاضر کی الف لیلہ۔ اُردو زبان کی طویل ترین داستان

ایک ایسے انسان کی داستان، جو سوچ کی انگلیوں سے دوسروں کے دماغ ٹٹولتا اور لوگوں کو اپنی سوچ کے اشاروں پر نچاتا ہے

ٹیلی پیتھی کے ماہر فرہاد علی تیمور کی داستانِ حیات

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ، جو پچھلے کئی برسوں سے چھپ رہا ہے اور آج بھی مقبولیت میں پہلے نمبر پر ہے۔

دیوتا نے اپنی طوالت کی بنا پر دنیا کی طویل ترین کہانیوں کے ریکارڈ توڑ دیے ہیں۔ ڈائجسٹ میں اب تک اس کے ... صفحات شائع ہو چکے ہیں۔ جبکہ عام کتاب کے ... صفحات ہوتے ہیں۔

قیمت فی حصہ ۲۰ روپے۔ ڈاک خرچ فی حصہ ۵ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیا تھا لیکن جیسے کوسٹر کے پاس پہنچا، میرا اندازہ درست تھا۔ اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر میں نے تیزی سے کوسٹر کو اسٹارٹ کیا اور اسے برق رفتاری سے واپس موڑ لیا۔

میرا رخ آبادی کی جانب تھا لیکن اب اس آبادی میں رکنا بھی خطرناک تھا۔ یہاں سے نکل جانا ہی میرے لیے مناسب تھا۔ چنانچہ میں اطمینان سے کوسٹر دوڑاتا رہا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک پختہ سڑک نظر آئی اور میں نے کوسٹر اس سڑک پر ڈال دی۔

یہ پختہ سڑک اس بستی کے قریب سے گزرتی تھی جو میں نے دور سے دیکھی تھی۔ بستی کیا اچھا خاصا شہر تھا۔ میں اس کے نزدیک سے گزر رہا تھا، اس لیے اس طرف چھوٹے چھوٹے کارخانے اور معمولی رہائشی مکانات نظر آ رہے تھے۔ میں نے انہیں نظر انداز کر دیا اور برق رفتاری سے کوسٹر کو اس پکی سڑک پر دوڑاتا رہا۔ راستے میں اکا دکا گاڑیاں نظر آ جاتی تھیں۔ کبھی سامان سے لدی ہوئی اور کبھی ایسی ہی تفریحی گاڑیاں لیکن کسی نے میری جانب توجہ نہیں دی تھی اور میں پرسکون انداز میں اپنا سفر طے کرتا رہا۔ ارادہ یہی تھا کہ کوسٹر کو کسی مناسب جگہ چھوڑ دوں گا لیکن یہ سفر زیادہ طویل ثابت نہ ہو سکا، کوسٹر کے فیول نے ساتھ چھوڑ دیا تھا، پٹرول کی مقدار بتانے والی سوئی صفر پر آ چکی تھی اور سرخ بتی بار بار اسپارک کر رہی تھی پھر کوسٹر کو جھٹکے لگے اور اس کا انجن بند ہو گیا۔ گویا اب یہ سواری میرا ساتھ چھوڑ گئی تھی۔

میں اطمینان سے نیچے اترا اور ان کھیتوں کی جانب چل پڑا جو سڑک سے تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہے تھے۔ کوئی منزل تو تھی نہیں، بس ایسے ہی نشانات چھوڑتے ہوئے آوارہ گردی کرنا تھی۔ ہاں، اگر عاقل نواز کسی طرح ان کے ہاتھ لگ گیا تو میری ساری محنت اکارت جائے گی۔ راستے میں مجھے لوگ ملتے رہے، ارد گرد کے کھیتوں میں کسان کام کرتے نظر آ رہے تھے، کبھی کبھی کوئی فوجی جیپ یا ٹرک بھی گزرتا ہوا نظر آ جاتا لیکن کسی نے میری جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ البتہ ایسا ایک دو بار ضرور ہوا کہ میں کہیں منہ [illegible] پانی وغیرہ پینے کو رکا تو دیہاتیوں نے میرے حلیے کو شک و شبہ کی نگاہوں سے دیکھا لیکن کسی نے کوئی بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ میرے پیروں نے تھک ہار کر آگے بڑھنے سے معذوری کا اظہار کر دیا اور میں نے تھکن دور کرنے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش شروع کر دی۔

ایک کھلے میدان میں مجھے کچھ خندقیں سی کھدی ہوئی نظر آئیں لیکن قریب پہنچ کر دیکھا تو ان میں غلاظت بھری ہوئی تھی۔ جب جسم تھکن سے چور چور ہو جائے تو دماغ بھی جواب دے جاتا ہے۔ میں نے اپنا ذہن ماؤف ہوتا ہوا محسوس کیا۔ ٹانگیں شل ہو گئی تھیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق میں اب تک بارہ پندرہ میل کا فاصلہ پیدل طے کر چکا تھا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ابھی مزید کتنی دور پیدل چلنا پڑے، میں لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک چھوٹی سی آبادی نظر آئی۔ آبادی کے نزدیک سے گزرتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ لوگ مجھے مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ تب میں نے راستہ بدل دیا اور ایک لمبا چکر کاٹ کر درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف چل پڑا۔

یہ جگہ نہایت خوبصورت تھی۔ ایک درخت کے نیچے میں لیٹ گیا اور لیٹتے ہی بے خبر سو گیا۔ بقیہ وقت نیند کے عالم میں ہی گزرا تھا۔ نہ معلوم کب تک اسی طرح سوتا رہا اور پھر جب آنکھ کھلی تو شام کا اندھیرا تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا۔ میں نے اٹھ کر اپنے تھیلے میں سے کھانے پینے کی چیزیں نکالیں۔ بسکٹوں کے چند ٹکڑے اور بالکل ٹھنڈی کافی کا تھرماس، جسے اب کافی کہنا حماقت تھی لیکن ان چیزوں نے میرے اندر نئی روح پھونک دی تھی۔ میں نے سوچا کہ مجھے اپنا سفر جاری رکھنا چاہیے تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد بدن کی تھکن بھی دور ہو گئی تھی۔

میں نے دوبارہ اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ رات کا تاریک سناٹا اطراف میں پھیلا ہوا تھا اور میں اس سناٹے میں احتیاط سے زمین پر نگاہیں جمائے آگے بڑھ رہا تھا۔ تقریباً چار پانچ میل چلنے کے بعد ایک بار پھر میری ہمت جواب دے گئی۔ بسکٹوں کے ٹکڑے بھلا میری بھوک کیا مٹا سکتے تھے۔ آنتیں فریاد کر رہی تھیں لیکن اس ویرانے میں کھانے کی چیزیں کہاں سے آتیں، بہر طور ایک بار پھر نڈھال ہو کر میں ایک جھاڑی کے نزدیک لمبا لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

رات گہری ہو گئی تھی۔ پرہول سناٹے میں عجیب سے احساسات ذہن پر مسلط ہو رہے تھے۔ میرے کپڑے دھول اور مٹی سے اٹ گئے تھے۔ چہرے کی کیفیت بھی نجانے کیا ہو گئی تھی۔ لیکن یہ سب کچھ تو برداشت کرنا ہی تھا۔

دوسری صبح ایک بار پھر میں چل پڑا لیکن اب میں اس بات کی ضرورت محسوس کر رہا تھا کہ کسی آبادی میں قیام کر دوں۔ تھوڑی سی مقامی کرنسی مجھے اس ڈرائیور کی جیب سے مل چکی تھی جسے میں نے زخمی کر کے ٹیلے کے پیچھے ڈال دیا تھا۔ کم از کم

[illegible] بتا [illegible] تو خریدا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکوں۔ دو گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد مجھے ایک دریا کا کنارا نظر آیا اور میں اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ اس بار میں نے اپنی رفتار ذرا تیز کر دی تھی۔ دریا عبور کرنا ضروری تھا۔ چونکہ اس کے دوسری طرف آبادی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ کچھ اور دور چلا تو ایک آہنی پل پر نگاہ پڑی جو یہاں سے ایک چھوٹے سے کھلو [illegible] نظر آ رہا تھا میں پل کی جانب بڑھنے لگا اور پھر اس سے ایک فرلانگ دور ہی رک گیا۔

پل کے دونوں سروں پر مسلح فوجی تعینات تھے اور ہر آنے جانے والے کی نہ صرف تلاشی لے رہے تھے بلکہ شاید شناختی کاغذات بھی چیک کر رہے تھے۔ میں نے دور سے سپاہیوں کی تعداد کو گنا۔ وہ تعداد میں بارہ تیرہ کے قریب تھے۔ چار پل کے مشرقی سرے پر، چار مغربی سرے پر اور بقیہ ادھر سے ادھر گشت کر رہے تھے۔ ان کے کاندھوں سے رائفلیں لٹک رہی تھیں اور ہر سپاہی نے سر پر لوہے کی ٹوپی اوڑھ رکھی تھی۔ ان کے جسموں پر سردی سے بچاؤ کے لباس تھے حالانکہ سردی شدید نہیں تھی۔

میں کافی دیر تک ایک طرف بیٹھ کر آنے جانے والوں اور ان سپاہیوں کو دیکھتا رہا۔ دریا پار کرنے کا واحد ذریعہ یہی پل تھا [illegible] میرے لیے پل پر سے گزرنا مشکل تھا۔ [illegible] پاس کاغذات موجود تھے لیکن اگر ان کاغذات پر انہیں شبہ ہو جاتا تو میں گرفتار ہو سکتا تھا۔ مگر کچھ نہ کچھ ترکیب تو [illegible] دور سے پل کا جائزہ لیتا رہا۔ پل کی لمبائی ڈیڑھ سو گز کے لگ بھگ ہو گی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ رات کی تاریکی میں دریا کے اندر اتر کر لوہے کی ... سیڑھی کے ذریعے ستون پر چڑھ کر [illegible] اندر ہوتا ہوا دوسری سمت پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ [illegible] یہ سیڑھی پل کے نیچے بنے اٹھارہ ستونوں میں سے پہلے ستون کے نزدیک لگائی گئی تھی۔ اب یہ مسئلہ بھی تھا کہ دن کس طرح گزارا جائے، یہاں بیٹھے رہنا تو کسی کے لیے بھی شک و شبے کا باعث بن سکتا ہے۔

آخر میں نے ایک ایسی جگہ تلاش کر لی، جہاں دوسروں کی نگاہوں سے چھپ کر بیٹھ سکتا تھا۔ شام ہونے سے پہلے [illegible] ڈیوٹی دینے والے سپاہیوں کی جگہ مسلح پہریداروں کی [illegible] آ گئی۔ ان کے پاس میں نے طاقتور سرچ لائٹوں کا [illegible] یہ سرچ لائٹیں وہ اپنے ساتھ لائے تھے اور انہوں نے [illegible] تینوں حصوں میں نصب کر دیں اور ان کی آزمائش بھی کی۔

جونہی تمام روشنیاں بیک وقت جلیں نصف میل دور تک دریا کے دونوں کنارے روشنی میں نہا گئے۔ یہ [illegible] یقینی طور پر فلسطینی گوریلوں کی وجہ سے کیے جاتے ہوں گے۔ میں نے یہ طے کر لیا تھا کہ آدھی رات کے لگ بھگ اپنی کمین گاہ سے نکلوں گا اور دریا میں اتر کر لوہے کی سیڑھی پر چڑھ جاؤں گا۔ اس کے بعد پل کے اندرونی حصے میں سرک سرک کر ایک ستون سے دوسرے ستون تک جانا زیادہ مشکل کام نہیں ہو گا۔ مجھے اپنی کامیابی کا پورا پورا یقین تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اس بستی میں داخل ہونے کے بعد میں سب سے پہلے پیٹ بھرنے کا انتظام کروں گا کیونکہ بھوک سے بری حالت تھی۔ دفعتاً میں نے [illegible] اطراف میں کچھ آہٹ محسوس کی اور چونک کر سیدھا ہو گیا۔ میں نے اپنا پستول ہاتھ میں لے لیا تھا۔ چند لمحے بعد آدمیوں کے بولنے چالنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس کے ساتھ ہی بھاری بوٹوں کی آوازیں بھی نمایاں ہو گئیں۔ یقیناً یہ فوجی تھے لیکن ان کا اس طرف آنا کیا معنی رکھتا ہے؟

میں سانس روک کر جھاڑیوں [illegible] سے چپک گیا۔ بوٹوں کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں [illegible] کر رہے تھے لیکن ان کی گفتگو میری سمجھ میں نہیں آئی۔ پھر وہ میرے بالکل ہی قریب سے گزرے تھے۔ تیز رفتاری [illegible] وہ [illegible] بڑھتے جا رہے تھے جس سے مجھے [illegible] ہو رہا تھا کہ وہ کسی کی تلاش میں ہیں۔ لیکن... لیکن کیا انہیں میری ہی تلاش ہے؟ یہ قصہ کیا ہے؟ میں محسوس کر رہا تھا کہ میرا پورا بدن پسینے میں شرابور ہو چکا ہے۔ آخر انہیں یہ شبہ کیسے ہوا کہ یہاں کوئی چھپا ہوا ہے۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اپنے ارادے

سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے
سفرور — طاغوت — صندل کا بیٹا
کتابی شکل میں تیار
آج ہی خط لکھ کر طلب کریں یا اپنے قریبی بک سٹال سے
کتابیات پبلی کیشنز — پوسٹ بکس نمبر [illegible]

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
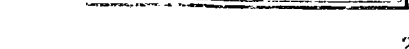
پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

میں اس پُل کی جانب رینگنے لگا۔ کھلے آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں کی روشنی میں مجھے دریا کا پانی نظر آ رہا تھا۔ کچھ فاصلے پر ہی آہنی پُل تھا۔ پہریداروں کی ٹولیاں گشت کر رہی تھیں۔ پُل کے دونوں سروں پر دن کی طرح اس وقت بھی مسلح سپاہی موجود تھے البتہ لوگوں کی آمد و رفت بند ہو گئی تھی۔

میں نے پُل کی جانب جانے والی سڑک پار کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ پُل پر لگی ہوئی سرچ لائٹیں یک لخت روشن ہو گئیں۔ اور گرد و پیش کا علاقہ روشنی میں نہا گیا۔ گھومتی ہوئی لائٹ کا ایک جھپاکا میری آنکھوں پر پڑا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں اندھا ہو گیا ہوں۔ میں پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ اور بے اختیار اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں دبا لیں۔ چند منٹ کے بعد آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اور.... دوبارہ اس ٹریک پر پہنچ گیا جسے سڑک کہنا مناسب نہیں تھا بس ایک کچی سی پگڈنڈی تھی جس پر سے گزر کر میں پُل تک پہنچ سکتا تھا۔ لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے پُل پر کوئی غیر معمولی نقل و حرکت ہو رہی ہے معلوم نہیں قصہ کیا تھا اور وہ کسے تلاش کر رہے تھے۔ پھر میں پُل کے بالکل قریب پہنچ گیا، اور اب مجھے اس سیڑھی تک پہنچنا تھا جس سے گزر کر مجھے یہ پُل عبور کرنا تھا۔

لیکن تقدیر کچھ اور ہی گُل کھلانے پر آمادہ تھی۔ میں کھڑا ہی ہوا تھا کہ ایک بار پھر روشنی میں نہا گیا، اور اس بار یہ روشنی سامنے سے نہیں بلکہ عقب سے آئی تھی۔ یہ یقیناً پُل کے اطراف میں گشت کرنے والے سپاہی تھے جنھوں نے مجھے دیکھ لیا تھا۔

فوراً ہی دو آدمی میرے سامنے پہنچ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں انھوں نے اسٹین گنوں کا رخ میری طرف کر کے کرخت لہجے میں کچھ کہا تھا۔ اُن کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے لیکن میں اندازہ کر سکتا تھا کہ اُن کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ میرے دونوں ہاتھ مشینی انداز میں اوپر اٹھ گئے۔ اسرائیلی سپاہی آہستہ آہستہ میرے نزدیک پہنچ گئے اور ایک نے اسٹین گن میرے بدن سے لگا دی پھر ایک آدمی نے میرے بدن کی تلاشی لینا شروع کر دی اور پستول میرے ہاتھ سے لے لیا۔ پستول چھیننے کے بعد وہ لوگ زور سے چیخے۔ اور تین چار آدمی وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے مجھے چاروں طرف سے جکڑ لیا اور پھر گھسیٹتے ہوئے پُل کی طرف لے چلے۔

پُل پر پہنچنے کے بعد انھوں نے مجھے فوجیوں کی ایک اور ٹولی کے حوالے کر دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ لوگ کچھ ہراساں اور خوفزدہ سے ہیں۔ انھوں نے آپس میں کچھ گفتگو کی جو پہلے کی مانند میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ نتیجے میں دوسرے آدمی نے میرے کاغذات نکال کر اس فوجی کے سامنے پیش کر دیے اور وہ ٹارچ کی روشنی میں انھیں دیکھنے لگا لیکن وہ کاغذات شاید اس کی سمجھ میں نہیں آئے تھے۔

میرے دونوں ہاتھ پشت پر کس کر باندھ دیے گئے۔ بے شمار فوجی یہاں جمع ہو گئے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں اور وہ سب باری باری مجھے بغور دیکھ رہے تھے اور ایک دوسرے کو اشارے کر رہے تھے۔ پھر ایک بار اور میری تلاشی لی گئی، اور وہ لوگ مجھے لے کر آگے بڑھ گئے۔

تقریباً ایک فرلانگ تک لہلہاتے ہوئے کھیتوں میں چلنا پڑا تھا۔ اس کے بعد ایک عمارت سامنے آئی جس کے سامنے بنے ہوئے احاطے میں گاڑیاں کھڑی تھیں۔ عمارت کے نزدیک پہنچ کر اسرائیلی سپاہیوں نے ایڑیاں بجا کر کسی کو سلیوٹ کیا اور ایک آرمی آفیسر نے آگے بڑھ کر اُن سے میرے بارے میں کچھ گفتگو کی پھر مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔

میں اب نتائج سے کسی قدر بے پروا ہو گیا تھا۔ اگر بھوک سے نڈھال نہ ہوتا تو یقیناً کچھ کرنے کے بارے میں سوچتا لیکن اب کچھ سوچنا بے سود تھا۔ البتہ دل کی دھڑکنوں کا عجب ہی عالم تھا۔ آرمی آفیسر چست و چالاک نوجوان آدمی تھا۔ اس کا چہرہ سُرخ و سفید اور مونچھیں بھورے رنگ کی تھیں۔ اس نے اسرائیلی زبان میں کچھ کہا لیکن میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ آرمی آفیسر نے چند لمحے میرا جائزہ لیا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔ اس نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور ایک تقریباً بارہ بائی بارہ فٹ کمرے میں مجھے لے کر پہنچ گیا۔ کمرے کے دو دروازے تھے اور ایک طرف بڑی سی کھڑکی بھی نظر آ رہی تھی جس پر لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں اور نیلے رنگ کا ایک بوسیدہ سا پردہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ کمرے میں کچھ کرسیاں، دو میزیں اور ایک صوفہ سیٹ پڑا ہوا تھا۔ آرمی آفیسر نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ دفعتاً اس نے کسی کو آواز دی اور میرے ہاتھ کھولنے کے لیے کہا۔ اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب میرے ہاتھ کھول دیے گئے پھر آرمی آفیسر نے کہا۔

"میرا نام میتھ آرگون ہے کیا میں تمھارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

یہ سوال شستہ انگریزی میں کیا گیا تھا جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ اسرائیلی آفیسر انگریزی زبان سے بخوبی واقف ہے۔

میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"میرا نام عاقل ہے۔"

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مسٹر عاقل، کیا یہ بھی معلوم

WWW.PAKSOCIETY.COM

رکھتا ہوں کہ اِن اطراف میں کیوں گھوم رہے تھے؟"

"بس یہاں میں اجنبی تھا، آپ کے آدمیوں کو مجھ پر شبہ ہو گیا۔" میں نے جواب دیا۔

"تعلق فلسطین سے ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیے۔" اس نے نرمی سے کہا اور میں حیران رہ گیا۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔ "میں بھوکا ہوں۔"

"اوہ! میں آپ کے لیے کھانے پینے کی چیزیں منگواتا ہوں۔" اس نے کہا اور ایک بار پھر اپنے آدمی کو طلب کر کے اسے اپنی زبان میں کچھ ہدایات دیں۔

تھوڑی دیر بعد میرے لیے سینڈوچز کی ایک پلیٹ اور چائے آ گئی تھی۔ میں نے کچھ سوچے سمجھے بغیر یہ دونوں چیزیں اپنی جانب کھسکائیں اور کھانے لگا۔

آرگون دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے پیڈ پر کچھ لکھنا شروع کر دیا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ بولا۔ "جب آپ کھانے پینے سے فارغ ہو جائیں گے تو ہمیں کچھ ضمنی سی کارروائیاں کرنی پڑیں گی۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ درحقیقت اس طرف کیوں آئے ہیں، دیکھیے جناب! میں صرف فرض شناسی کا قائل ہوں اور اپنا کام پورا کرنے کے بعد آپ کو اُن لوگوں کے سپرد کر دینا چاہتا ہوں جو ایسے معاملات کے لیے مقرر ہیں، اس لیے میری خواہش ہو گی کہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں اور مجھے اپنے بارے میں تمام تفصیلات بتا دیں تاکہ مجھے اپنا کام کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔"

بڑا اچھا انسان معلوم ہوتا تھا یہ شخص۔ ہر قسم کے لوگ ہر قوم میں موجود ہوتے ہیں حالانکہ یہودیوں میں مجھے کسی ایسے آدمی سے ملنے کی توقع نہیں تھی۔ اس کا رویّہ میرے ساتھ عجیب تھا۔ خاص طور سے اس صورت میں جب کہ وہ یہ جان چکا تھا کہ میں فلسطینی ہوں۔ میں سینڈوچ اور چائے ذرا سی دیر میں صاف کر گیا تھا۔ چند لمحے بعد اس نے ایک بار پھر اپنے آدمی کو آواز دی اور وہ برتن اٹھا کر لے گیا۔

"ہاں مسٹر عاقل تو اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ یہاں آپ کس مقصد سے گھوم رہے تھے؟"

"میں نے کہا تھا ناکہ میں یہاں اجنبی ہوں۔ اس پُل کو عبور کر کے دوسری طرف جانا چاہتا تھا لیکن میرے کاغذات درست نہیں تھے۔"

"[illegible]ل۔ آپ کے کاغذات دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ کہیں بھی چیک نہیں ہوئے ورنہ ان پر نشانات ہوتے اور چیکنگ کے بغیر اس علاقے سے گزرنا بہت مشکل کام ہے بلکہ یوں سمجھیں آپ کہ کوئی اس کی جرأت ہی نہیں کرتا۔ دراصل ہمیں آپ کے بھائیوں پر نظر رکھنا ہوتی ہے؟" اس کے لہجے میں کسی قدر طنز سا پیدا ہو گیا تھا۔

میں نے اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہو گا مسٹر آرگون کہ اس چھوٹے سے احسان کے ساتھ آپ ایک اور احسان بھی مجھ پر کر ڈالیں؟"

"ہاں ہاں فرمائیے۔ کیا چاہتے ہیں آپ؟"

"میں تقریباً اڑتالیس گھنٹے سے بھوکا تھا۔ کھانے کے بعد میرے ہاتھوں پیروں میں سنسناہٹ سی پیدا ہو گئی ہے اور میرا ذہن ماؤف سا ہو گیا ہے، اگر آپ مجھے چند گھنٹے آرام کرنے کے لیے دے دیں تو میں آپ کا بے حد شکرگزار ہوں گا۔"

میرے اس سوال پر وہ چند لمحے غور کرتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "میں نے کہا نا میں آپ سے بہتر تعاون کی توقع رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس کی وجہ سے مجھے اپنے اخلاقی اصول توڑنا پڑیں۔ میں آپ کو ایک موقع دیتا ہوں۔ کل صبح آپ اپنے بارے میں مکمل تفصیلات بتا دیجیے۔"

میرے لیے یہ حیرت انگیز بات تھی۔ اس نے میری یہ درخواست بھی منظور کر لی تھی۔ آرام کے لیے اس نے مجھے اوپری حصے میں جانے کے لیے کہا اور دو آدمیوں کو میرے ساتھ بھیج دیا اُن نے انھیں ہدایت کر دی تھی کہ مجھے آرام کا پورا موقع دیا جائے۔ وہ دونوں مجھے لے کر ایک کمرے میں پہنچ گئے اور اندر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا۔ شاید اس یہودی افسر کو میری صحیح حیثیت کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

جس کمرے میں مجھے بند کیا گیا تھا، وہ اسٹور روم تھا۔ شراب کی خالی بوتلیں اور لکڑی کے ڈبے یہاں خاصی تعداد میں رکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف ایسی جگہ تھی جہاں میں آرام کر سکتا تھا لیکن سب سے دلچسپ بات وہ کھڑکی تھی جو اس عمارت کی عقبی دیوار میں موجود تھی۔ اس کی سلاخیں اتنی پتلی اور زنگ خوردہ تھیں کہ اگر انھیں اکھاڑنے کی کوشش کی جاتی تو اس میں کوئی دقت نہ ہوتی۔

میں کچھ دیر تک سوچتا رہا اور پھر میں سلاخوں کے نزدیک پہنچ گیا۔ کھڑکی کی سلاخوں کے پاس کھڑے ہو کر میں نے ان کا جائزہ لیا تو میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ میں اگر چاہتا تو تھوڑی سی قوت صرف کر کے ان سلاخوں کو نکال سکتا تھا۔ سب سے پہلا کام پھر میں نے یہی کیا کہ ایک سلاخ نکال کر تجربہ کر لیا۔ اور اب مجھے رات گہری ہونے کا انتظار تھا۔ اس کام کے لیے میں نے یہ بھی ضروری سمجھا تھا کہ میں خود بھی اپنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرے بارے میں بتایا اور میں نے مرد کے چہرے پر شدید اضطراب کے آثار محسوس کیے۔ اس نے آگے بڑھ کے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرا نام میکلوڈ ہے اور میں۔۔۔"

"اسکول ماسٹر ہیں آپ۔" میں نے اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے کہا۔

"ہاں۔۔۔ایک غریب عیسائی ہوں میں۔ کسی نے آپ کو یہاں آتے ہوئے تو نہیں دیکھا؟" اس کے لہجے سے تشویش نمایاں تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے میں نے خیال رکھا تھا۔"

"ہم بڑی کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں جناب! یہاں اس آبادی میں عیسائیوں کے بیس مکانات ہیں، پہلے تئیس تھے۔ لیکن فلسطینیوں کو پناہ دینے کے نتیجے میں دو خاندانوں کو گولیوں سے اڑایا جا چکا ہے اور ایک گھرانے کے تمام افراد گرفتار کر لیے گئے جن کا اب تک پتا نہیں چل سکا ہے۔"

"میں اس تکلیف دہی پر شرمندہ ہوں مسٹر میکلوڈ!"

"بدقسمتی ہے ہماری کہ ہم انسان، انسانوں کی مدد نہیں کر سکتے مگر کیا کیا جائے۔ فلسطینی گوریلوں کی ٹولیاں اکثر یہودی فوجی قافلوں پر حملے کرتی رہتی ہیں اور کبھی کبھی ان میں سے کوئی مفرور گاؤں کا رخ بھی کر لیتا ہے لیکن اب بستی کے عیسائی بھی محتاط ہو گئے ہیں۔ اور کسی گوریلے کو پناہ نہیں دیتے۔ اگر کسی کو شک بھی ہو گیا تو ہمارا پورا خاندان۔۔۔" ماسٹر خشک گلے کو تر کرنے لگا۔

"میں ابھی یہاں سے چلا جاؤں گا۔ میں آپ کے اس چھوٹے سے خاندان کو۔۔۔۔"

"میکلوڈ!" عورت نے بات درمیان سے کاٹ دی۔ "تمھیں مہمان سے ایسی گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ ہم اسے پناہ دیں گے خواہ کچھ بھی ہو جائے۔"

"میرا یہ مطلب نہیں ڈارلنگ! میں تو یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کسی نے انھیں دیکھا تو نہیں ہے، تمھیں تو علم ہے کہ یہودیوں کی تو بات ہی دوسری ہے۔ ہمارے دوسرے ہم مذہب یہاں تک کہ بعض مسلمان کسان بھی ان کے خوف سے گوریلوں کو پناہ نہیں دیتے۔ یہودی فوجی کسی بھی لمحے معمولی سے شک پر بستی کے ایک ایک مکان کی تلاشی لے ڈالتے ہیں اور اس کے بعد۔۔۔ آہ! بڑی درندگی ہوتی ہے۔"

"دن کی بات ہے، رات کو یہ یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے، تم اس کمرے میں آرام کرو مسٹر! اگر کوئی خطرہ ہوا تو ہم باہر موجود ہیں، تمھیں اشارہ کر دیں گے۔"

میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔ اندر ایک بوسیدہ مسہری موجود تھی جو اس وقت مجھے بہت آرام دہ محسوس ہوئی اور اس پر لیٹ کر نیند بھی ایسی آئی کہ بار بار سویا، بار بار جاگا لیکن اٹھنے کو جی نہیں چاہا۔ اور پھر شاید رات ہو گئی۔ باہر ایک عجیب سا شور ابھر رہا تھا جو سمجھ میں نہیں آیا۔ اٹھ کر دروازے تک آیا تو باہر روشنی ہو رہی تھی۔ اور اس روشنی میں دونوں میاں بیوی برآمدے میں متفکر بیٹھے نظر آئے۔ دل کڑھ کر رہ گیا، بے چارے بلاوجہ کے عذاب کا شکار ہو گئے تھے۔ مجھے دروازے میں دیکھ کر دونوں اچھل پڑے۔

"مسٹر عاقل توارد! آپ خوب نیند بھر کر سوئے۔ کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی آپ کو؟"

میں حیران رہ گیا تھا۔ میں نے انھیں اپنا نام نہیں بتایا تھا۔ اس کے باوجود انھوں نے مجھے پورے نام سے پکارا تھا۔

"منہ ہاتھ دھو لیں اور اپنا لباس پہن لیں۔ میں نے دھو کر استری کر دیا ہے۔ کھانا بھی گرم رکھا ہے آپ کے لیے۔" میکفرسیا اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ میں نے اپنے نام کے بارے میں ان سے کوئی سوال نہیں کیا۔ عورت کچن میں چلی گئی تھی۔ منہ ہاتھ دھو کر میں برآمدے میں آ بیٹھا۔ ہلکے ہلکے شور کا راز حل ہو گیا تھا۔ صحن بارش سے جل تھل ہو رہا تھا۔

اسکول ماسٹر نے کہا۔ "اسرائیلی فوجی مفرور کے بارے میں پوچھتے ہوئے بستی میں آئے تھے۔ مجھ سے انھوں نے براہ راست ملاقات کی اور تمھارے بارے میں پوچھا مسٹر عاقل توارد، یہی نام ہے نا تمھارا؟"

"ہاں یہی نام ہے۔"

"عام یہودی افسروں سے بالکل مختلف تھا وہ شخص، جو ان لوگوں کی کمان کر رہا تھا۔ اس نے مجھے ایک معزز پیشے سے منسلک دیکھ کر یقین کر لیا تھا کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔"

"آرگون تو نام نہیں تھا اس کا؟"

"بھلا یہ پوچھنے کی جرأت کس میں تھی۔" اسکول ماسٹر نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔ اسی وقت میکفرسیا کھانا لے کر آ گئی۔ وہ دونوں کھا چکے تھے۔ لڑکیاں سو گئی تھیں۔

کھانے کے بعد گرم قہوے کی دو پیالیاں پینے کے بعد میں نے کہا۔ "اب مجھے اجازت دو معزز دوستو! میں تمھارے اس احسان کو کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"کاش ہم تمھیں کچھ دن مہمان رہنے کی دعوت دیتے۔" میکفرسیا نے آہستہ سے کہا۔ میں نے شکر گزار نگاہوں سے دونوں میاں بیوی کو دیکھا اور پھر دروازے کی طرف چل پڑا۔

میکلوڈ مجھے باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔ دروازے سے باہر نکل کر اس نے کہا۔ "ہماری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔ لیکن اگر تم ان کے ہاتھ آ جاؤ تو ہمارا نام نہ لینا۔"

"زندگی کی قیمت پر بھی نہیں۔" میں نے اس کا شانہ دباتے ہوئے کہا اور خود کو موسلا دھار بارش اور تاریک رات کے حوالے کر دیا۔

بادل گرج رہے تھے۔ بجلی کوندتی تو دور دور تک علاقہ روشن ہو جاتا۔ کھیتوں میں پانی بھر گیا تھا۔ جگہ جگہ پھسلن ہو رہی تھی۔ میں کسی نہ کسی طرح پکی سڑک پر پہنچ گیا اور پھر تن بہ تقدیر آگے بڑھ گیا۔ کپڑے تو باہر قدم رکھتے ہی شرابور ہو گئے تھے۔ میں آگے بڑھتا گیا۔ تاریکی کا یہ سفر بڑا تکلیف دہ تھا۔ میں خود کو بھول گیا تھا اور آوارہ روح کی مانند آگے بڑھ رہا تھا۔ بارش کی رفتار میں اب بھی کوئی کمی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ بوندیں موٹی موٹی تھیں اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے چاروں طرف سے سنگ باری ہو رہی ہو۔ لیکن میں اس سفر کو ملتوی نہیں کر سکتا تھا۔ چلتا رہا کسی نامعلوم منزل کی طرف۔ پھر مجھے یہ اندازہ بھی نہ رہا کہ میں کتنی دور نکل آیا ہوں۔ چونکا اس وقت، جب ایک تیز چمک کا احساس ہوا۔ جو آسمان پر نہیں زمین پر نمودار ہوئی تھی۔ سفید تیز روشنیاں جو بارش کے پانی کی چادر کو چیرتی ہوئی میرے پورے وجود کو لپیٹ میں لے چکی تھیں، چاروں طرف پھیل گئیں۔ اور پھر کچھ آوازیں، اس کے بعد کچھ نہیں، سوائے مہیب اور تاریک سناٹے کے جو میرے ذہن پر محیط ہو چکا تھا۔ ہوش گم ہو چکے تھے۔

دوبارہ شعور کی دنیا میں واپسی ہوئی تو دیکھا اطراف میں لکڑی کی بنی ہوئی دیواریں تھیں اور بدن کے نیچے صاف ستھرا بستر۔ پھر دیواریں آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے سرکنے لگیں اور کمرہ گھومتا ہوا محسوس ہوا۔ آنکھیں بند کیں تو کسی قدر سکون ہو گیا۔ کمرہ نہیں گھوم رہا تھا بلکہ میرا سر چکرا رہا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا اور خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کی تو دماغ میں ٹیسیں سی اٹھنے لگیں۔ معلوم نہیں اس کی وجوہات کیا تھیں۔

آخر آہستہ آہستہ ذہن صاف ہونے لگا۔ اس کیفیت میں کچھ اعتدال سا پیدا ہوا اور ایک بار پھر آنکھیں کھول کر اطراف کا جائزہ لینے کی کوشش کی۔ تب ہی نگاہ ان کونوں پر پڑی جنھیں گردن گھما کر ہی دیکھا جا سکتا تھا۔ کونوں میں دو آدمی اسٹین گن تانے، پتھر کے بتوں کی مانند کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے جسموں پر موجود وردی دیکھ کر ذہن میں فوراً اسرائیلی سپاہیوں کا نام گونجا، اور یہ اندازہ لگانے میں مشکل نہ ہوئی کہ میں اسرائیلی فوجیوں کے قبضے میں ہوں۔ دل چاہا کہ آنکھیں بند کر کے سب کچھ بھول جاؤں۔

گرفتاری کا احساس بہت جان لیوا تھا۔ میرا مشن تو یہی تھا کہ عاقل توارد کے نام سے اپنے نشانات چھوڑتا چلا جاؤں اور ان لوگوں کو اس طرح چکرا دوں کہ وہ اصل عاقل توارد کے بارے میں چھان بین نہ کر سکیں۔ میری گرفتاری اس پروگرام میں شامل نہیں تھی۔ لیکن جن لوگوں کو احمق بنانے کے لیے میں یہاں داخل ہوا تھا، وہ بھی انسان ہی تھے، اور میں کسی بھی طرح ان پر فوقیت نہیں رکھتا تھا۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی پھر کچھ آہٹیں سنائی دیں۔ ان میں دروازہ کھلنے کی آواز بھی شامل تھی۔ اور پھر چند افراد میرے نزدیک پہنچ گئے۔ انھوں نے جھک کر مجھے دیکھا۔ میں نے آنکھیں بند نہیں کی تھیں۔ ایک چوڑا چکلا اور کسی قدر درشت چہرے کا مالک شخص میرے بالکل نزدیک تھا۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ دباؤ انتہائی سخت اور غیر دوستانہ تھا پھر اس کی آواز ابھری۔

"بالآخر تم ہمارے چنگل میں پھنس گئے عاقل توارد۔" اس نے کہا۔ اور میں نے انتہائی کوشش کر کے اپنے آپ کو قابو میں رکھا۔ دل ہی دل میں مسرت کے کنول کھل گئے تھے۔ گویا میں انھیں یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا ہوں کہ میں عاقل توارد ہی ہوں۔ اس کے علاوہ کم از کم یہ شخص اس بات سے واقف نہیں ہے کہ عاقل توارد دوسری شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس بات سے یہ بھی ثابت ہوتا تھا، کہ وہ گرفتار نہیں ہوا۔ چند لمحات کے بعد اس نے پھر کہا۔ "تم شاید سمجھتے تھے آسانی سے ہمیں دھوکا دے کر اسرائیلی سرحدوں سے نکل بھاگو گے، لیکن یہ کیسے ممکن تھا؟" اس کے لہجے میں بے پناہ طنز تھا۔ پھر اس نے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے مسلح سپاہیوں کو اپنی زبان میں کچھ حکم دیا اور ان میں سے ایک سپاہی سلیوٹ کر کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

دوسرا سپاہی البتہ بدستور مجھ پر اسٹین گن تانے اپنی جگہ کھڑا رہا تھا۔ میں خاموشی سے آنے والے لمحات کا انتظار کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ عاقل توارد کی حیثیت سے اب مجھ پر کیا بیتے گی۔ ظاہر ہے، وہ لوگ اس کے بدترین دشمن تھے۔ وہ ان کے ایٹمی راز چرا کر فرار ہو رہا تھا۔

تقریباً پانچ یا سات منٹ گزر گئے اور اس کے بعد دو اسرائیلی سپاہی اندر آ گئے۔ انھوں نے اپنے آفیسر کے اشارے پر مجھے بازوؤں سے پکڑ کر نیچے کھڑا کر دیا اور پھر آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ اسٹین گن بردار سپاہی میرے پیچھے چل رہے تھے۔ باہر لا کر مجھے ایک گاڑی میں بٹھایا گیا اور گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ گاڑی میں میرے ساتھ وہی آفیسر اور دو مسلح سپاہی موجود تھے۔ باقی گاڑی کے اگلے حصے میں تھے۔ عقبی کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور اس کے پیچھے موٹر سائیکلوں پر اسرائیلی سپاہی آتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اندازے کے مطابق تقریباً تین میل کا سفر طے کیا گیا اور پھر مجھے ایک ایسے علاقے میں لایا گیا جہاں تاحد نگاہ بیرکیں بکھری ہوئی تھیں۔ لکڑی کی بنی ہوئی مخصوص ساخت کی بیرکیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گاڑی سے اتار کر مجھے ایک بیرک میں لے جایا گیا اور یہاں بھی میرے لیے ایک بستر مہیا کر دیا گیا۔ وہی دونوں محافظ یہاں بھی میرے اوپر مسلط تھے۔ آفیسر چلا گیا تھا۔ پھر ایک ڈاکٹر اس آفیسر کے ساتھ اندر آیا اور اس نے میرا معائنہ شروع کر دیا۔ اس نے میرے بدن کی ہڈیاں بجا بجا کر مجھے دیکھا، نبض دیکھی، دل کی حرکت دیکھی اور اسکے بعد آفیسر سے آہستہ سے کچھ کہا جس پر اُس کی آنکھوں میں خونخوار سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اس نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کر کے اسے واپس بھیج دیا۔

پھر وہ میری طرف دیکھ کر بولا "ہاں تو مسٹر عاقل نوازد!... یہی نام ہے نا تمھارا؟ یا تم اس سے انکار کرتے ہو؟" میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کی چنگاریاں نظر آ رہی تھیں ۔ "تم سمجھتے تھے کہ ہمارے سینوں میں چھرا گھونپ کر آسانی سے یہاں سے نکل جاؤ گے۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ تمھاری تقدیر میں کتنی بدترین موت لکھی ہوئی ہے۔ کاش مجھے اس کی اجازت ہوتی۔" پھر اس نے باہر کی جانب رخ کر کے اسرائیلی زبان میں کسی سے کچھ کہا اور اس کے بعد میری آؤ بھگت شروع ہو گئی۔ گھونسے، لاتیں اور تھپڑ۔ یہی ان لوگوں کے پاس میرے سواگت کے لیے تھا۔ مار پیٹ کے بعد انھوں نے مجھے ایک تنگ سی کوٹھری میں بند کر دیا جس کی چھت بہت نیچی تھی۔

مجھے خوشی تھی کہ میں [illegible] کی حیثیت سے گرفتار ہوا ہوں۔ کاش میرا مقصد پورا ہو جائے اور عاقل نوازد کو یہاں [illegible] کا موقع مل جائے۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور کوٹھری کے ایک کونے میں زمین پر بیٹھ گیا۔ مجھے کوٹھری کی دیواروں پر مختلف نام لکھے نظر آ رہے تھے۔ یقیناً وہ لوگ تھے جو اس کوٹھری میں [illegible] رہے تھے۔ ان ناموں سے مجھے دلچسپی [illegible] اور میں نے [illegible] ان دیواروں پر پڑھے [illegible] [illegible] انگلیاں پھیریں اور دیواروں [illegible] لگا [illegible] لکڑی کی تھیں اور سال خوردہ [illegible] کہ وہ توڑی نہ جا سکیں [illegible] میں ...... یہاں سے نکل [illegible]

کم بخت بھوک [illegible] سے کلنے اکھڑ رہے تھے [illegible] پہنچ کر زور زور سے [illegible] بھاری جوتوں کی آواز [illegible] دیو قامت سپاہی [illegible] [illegible] تھیں۔

"کیا مصیبت نازل ہو گئی؟ [illegible]"

انگریزی زبان میں پوچھا۔

"مصیبت کے بچے! مجھے شدید پیاس لگی ہے۔ پانی پلاؤ مجھے۔" میں نے کرخت لہجے میں کہا اور سپاہی نے دو قدم پیچھے ہٹ کر ایک لات میرے زور سے ماری اور میں اُلٹ کر کوٹھری کے درمیانی حصے میں جا گرا۔ خون کی ایک پتلی سی دھار میرے ہونٹوں سے نکل پڑی۔ سپاہی اپنی زبان میں گالیاں بک رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نہایت سفاکی تھی۔ پھر اس نے جھلاتے ہوئے انداز میں زور سے دروازہ بند کیا اور تالا لگا کر چلا گیا۔ کافی دیر تک میرے منہ سے خون بہتا رہا۔ نچلا ہونٹ دانتوں کے درمیان آ کے کچل گیا تھا اور اُس میں کافی تکلیف ہو رہی تھی۔

وقت گزرتا رہا۔ میں کوٹھری کے اندر بھوکا پیاسا پڑا رہا۔ کسی نے میری خبر گیری نہیں کی تھی۔ رات گہری ہوئی تو سردی کا احساس ہوا۔ غالباً بارش کی وجہ سے ان علاقوں میں سردی بڑھ گئی تھی اور آہستہ آہستہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ مجھے اپنے بدن میں کپکپی کا احساس ہونے لگا۔ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے میں نے وہی طریقہ اختیار کیا جو انتہائی قدیم تھا۔ یعنی کوٹھری میں کسی وحشی چیتے کی مانند ٹہلنا اور دوڑنا شروع کر دیا۔ ہر چند کہ یہ دوڑ صرف چند قدم ہی کی ہوتی تھی لیکن بالآخر میرا بدن گرم ہونے لگا۔ بھوک اور تھکاوٹ اور بڑھ گئی تھی۔ اُس وقت میرا دل چاہ رہا تھا زور زور سے چیخوں، کراہوں لیکن اس سے کوئی فائدہ نہ ہوتا سوائے اپنی کمزوری کے اظہار کے۔ رات [illegible] دن سے پہر تک یہ کیفیت رہی۔ طویل رات کم بخت ختم ہونے کو ہی نہیں آتی تھی۔ ختم ہو بھی جاتی تو فائدہ کیا ہوتا۔ [illegible] قید و بند کی صعوبتوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ [illegible] کروٹ بیٹھتا ہے۔

[illegible] کے صبح ہوئی۔ ذہنی کیفیت اعتدال پر نہیں رہی تھی۔ [illegible] قریب سورج نکل آیا تو بیرک کا دروازہ کھلا اور [illegible] اندر گھس آئے۔ انھوں نے ٹھوکریں مار مار کر مجھے باہر نکالا اور بیرک کے بالکل نزدیک کھڑی گاڑی میں بٹھا دیا۔ گاڑی چل پڑی۔ کم بختوں نے اس چیز کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی تھی کہ کھانے پینے کے لیے بھی کچھ دے دیں۔ فلسطینیوں کے ساتھ ان لوگوں کا یہی سلوک ہوتا تھا اور وہ انھیں انسان سمجھنے کے قائل ہی نہیں تھے۔ گاڑی کا سفر طویل اور جان لیوا تھا۔ کئی بار بھوک سے غشی طاری ہوئی اور پھر ہوش آ گیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ طویل رات کی مانند یہ سفر بھی ختم ہی نہیں ہو گا۔ بار بار جی چاہتا کہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑوں لیکن گاڑی میں بٹھاتے ہی انھوں نے میرے ہاتھ پاؤں بُری طرح کس دیے تھے اور میں گاڑی کی سیٹوں کے بجائے درمیان میں فرش پر پڑا ہوا تھا۔ کبھی کوئی زوردار ہچکولا لگتی یا جھٹکا لگتا تو میرا سر یا بدن کے دوسرے حصے سیٹوں سے ٹکراتے لیکن کسی کو اس کی پروا نہیں تھی بلکہ ایک کم بخت سپاہی نے تو اور بھی ظلم کیا۔ اس نے اطمینان سے اپنے بھاری بوٹ میرے پیٹ پر رکھ دیے۔

توہین، جھنجلاہٹ اور بے بسی کے احساس نے میری آنکھوں میں نمی سی پیدا کر دی تھی لیکن ایک فائدہ بھی ہوا تھا۔ پیٹ دبنے سے بھوک کا احساس تھوڑی دیر کے لیے ختم ہو گیا تھا۔

بالآخر یہ جان لیوا سفر ختم ہوا اور اس بار جب مجھے گاڑی سے باہر نکالا گیا تو میں نے اپنے آپ کو ایک فوجی عمارت کے احاطے میں پایا۔ اندر لے جا کر مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا گیا لیکن یہاں بستر وغیرہ بھی موجود تھا۔ تقریباً آدھا گھنٹا میں بند رہا اور اس کے بعد ایک بار پھر مجھے یہاں سے نکال کر ایک بڑے ہال میں پہنچا دیا گیا۔ ہال میں ایک گول میز بچھی ہوئی تھی اور اس کے اطراف کئی اسرائیلی آفیسر بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے یکے بعد دیگرے میرا جائزہ لیا۔ اُن کے چہرے سنجیدہ اور سپاٹ تھے۔ درمیان میں بیٹھے ہوئے آفیسر کے شانوں پر لگے ہوئے نشانات اور سینوں پر آویزاں تمغوں کی قطار سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ جنرل کا عہدہ رکھتا ہے۔ اس کے سامنے ایک فائل کھلی ہوئی تھی اور وہ اس کی ورق گردانی میں مصروف تھا۔

کمرے میں موت جیسی بھیانک اور اعصاب شکن خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ مجھے ایک کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ میں بے حس و حرکت تھا اور میرے حلق سے آہستہ آہستہ کراہیں سی نکل رہی تھیں۔ بالآخر جنرل نے میز پر ہاتھ رکھا اور میرے چہرے کی طرف نگاہیں جما دیں۔

"کیا تم میرے سوالات کا جواب دینے کے لیے تیار ہو؟"

"جنرل! اگر میرے حلق سے آوازیں کھینچ سکتے ہو تو ضرور کھینچ لو، مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ بھوک کی شدت اور نقاہت کی بنا پر میں خود کچھ بولنے سے قاصر ہوں۔"

ایک لمحے کو اس کے چہرے پر تغیر کے آثار پیدا ہوئے لیکن اُن میں ہمدردی کا کوئی عنصر نہیں تھا۔ پھر اس نے ایک طرف بیٹھے ہوئے ایک اور آفیسر سے پوچھا "کیا اسے بھوکا پیاسا رکھا گیا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم سر!"

"حماقت ہے۔ یہ اس حالت میں ہمیں کیا بتا پائے گا۔ پہلے اس کی حالت درست کرو۔" جنرل کے چہرے پر شدید ناگواری کے آثار پیدا ہوئے اور کمرے میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔

پُوچھ گچھ سے پہلے [illegible] ہو گئی تھی۔ مجھے [illegible] کمرے میں لایا گیا اور اس بار میرے لیے کافی اہتمام کیا گیا۔ کھانے کو زیادہ چیزیں نہیں دی گئی تھیں بلکہ بہت ہلکی اور نفیس غذائیں تھیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک ڈاکٹر نے مجھے دو انجکشن بھی دیے جو غالباً طاقت کے تھے۔ اس سے میری کیفیت بحال ہو گئی اور تقریباً چوبیس گھنٹے کے بعد ایک بار پھر مجھے اسی عدالت میں پیش کر دیا گیا جو میرے بارے میں پوچھ گچھ کر کے میری تقدیر کا فیصلہ کرنے والی تھی۔

"وہی جنرل میرے سامنے تھا۔ مجھے بہتر حالت میں دیکھ کر وہ مسکرایا اور کہنے لگا "کہو اب کیسی کیفیت ہے تمھاری؟"

"شکریہ جنرل! تمھاری مہربانی سے اب میں ٹھیک ہوں۔"

"تمھارا نام عاقل نوازد ہے؟"

"میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"فلسطین کے باشندے ہو؟"

"نہیں۔ بیروت میں پیدا ہوا اور وہیں زندگی گزاری ہے۔"

"ایٹمی معاملات کی کس حد تک معلومات رکھتے ہو؟"

"زیادہ نہیں جنرل، بس تھوڑی سی۔" میں نے جواب دیا۔

"کسی ایٹمی ادارے سے باقاعدہ منسلک رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں نے ایک اٹامک انرجی ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں کچھ عرصے کام کیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ کاغذات کہاں ہیں جو تم نے ہمارے اٹامک ڈپارٹمنٹ سے اُڑائے تھے؟"

"میرے پاس محفوظ تھے لیکن اب نہیں ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کس شکل میں تھے وہ؟"

"میں نے اُن کی مائیکرو فلمیں بنائی تھیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تمھارے پاس مائیکرو فلمیں بنانے کا سامان کہاں سے آیا؟"

"میں یہ سامان لے کر انسٹیٹیوٹ میں داخل ہوا تھا۔" میں نے کہا۔

"تم اس سلسلے میں اپنے ڈپارٹمنٹ کو کس حد تک اطلاعات دے چکے ہو؟"

"زیادہ نہیں۔ صرف تمھاری ایٹمی تیاریوں کے بارے میں۔ ابتدا میں مَیں نے کچھ مائیکرو ڈاٹس وغیرہ ان کے لیے بیروت بھیجے تھے۔"

"مزید ہدایات کیا ملی تھیں اس بارے میں؟"

"کچھ نہیں۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں اپنا کام جاری رکھوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور وہ تمام اطلاعات اور ایٹمی راز جو مجھے معلوم ہو سکتے ہیں، مائیکرو فلموں اور مائیکرو ڈاٹس کی شکل میں تبدیل کر کے محفوظ کر لوں تاکہ کسی موقع پر مجھے بیروت پہنچایا جا سکے۔“

”تو پھر تم بیروت کیوں نہیں پہنچ سکے؟“

”اس لیے کہ میرے باہر نکلتے ہی میرے بارے میں علم ہو گیا تھا اور تمہارے ایجنٹ میرے پیچھے لگ گئے تھے۔“ میں آہستہ سے بولا۔

”اس دوران تم کہاں کہاں چھپتے پھرے تھے؟“

”میں نے جنگلوں کے راستے اختیار کیے تھے۔ شہری آبادیوں سے دور رہا تھا۔“

”کسی فلسطینی ایجنٹ سے اس دوران تمہارا رابطہ قائم نہیں ہو سکا؟“

”اگر رابطہ قائم ہوا ہوتا تو میں اسرائیل میں نہ ہوتا۔“ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”تمہارا یہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ کیا تھا؟“

”مجھے کسی نہ کسی طرح حیفہ پہنچنا تھا اور اس کے بعد سارے معاملات فلسطینی ایجنٹوں کو ہی دیکھنے تھے۔“ میں نے جواب دیا۔

”وہ مائیکرو فلمیں اور مائیکرو ڈاٹس ہمیں نہیں مل سکے جو تم نے بنا رکھے تھے، ان کی صحیح نشاندہی کرو۔ وہ کہاں ہو سکتے ہیں؟“

”گرفتار ہونے سے کچھ دیر پہلے تک وہ میرے پاس موجود تھے۔ آپ نے انھیں اس جگہ نہیں دیکھا جہاں سے مجھے گرفتار کیا گیا تھا؟“

”تمہارا سامان مختلف جگہوں سے ملا ہے۔ اس میں سے کسی سامان میں یہ چیزیں موجود نہیں تھیں۔“

”میں اس سلسلے میں مزید کچھ نہیں جانتا۔“

”ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے لیکن تم یہ سوچ لو کہ اس جرم کے سلسلے میں تمہیں کیا سزا دی جا سکتی ہے؟“ جنرل نے دھمکایا۔

”میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا۔ میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا۔“ میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

”مگر میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اس بھیانک جرم کا نتیجہ صرف موت ہے۔ تم تحریری طور پر اس بات کا اقرار کر لو کہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کی جانب سے تم ہمارے اٹامک ڈپارٹمنٹ میں تخریبی کارروائیاں کر رہے تھے، ممکن ہے اس طرح تمہارے لیے کہیں سے کچھ سفارشات حاصل ہو سکیں۔“ جنرل کے یہ الفاظ محض بہلاوا تھے جن کی حقیقت میں اچھی طرح جانتا تھا۔

”میں تمہیں کوئی تحریر نہیں دے سکتا۔“

”گویا تم ہماری دی ہوئی مراعات سے فائدہ اٹھانے کے خواہش مند نہیں ہو۔ کوئی بات نہیں، تم جیسے لوگوں کی موت یا زندگی ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ تمہارے بارے میں آخری فیصلہ کر لیا جائے گا۔“ اور پھر اپنے آدمیوں کو آواز دی۔ ”اسے اس وقت تک کے لیے لے جاؤ جب تک میں اس سلسلے میں دوسری ہدایت نہیں دیتا۔“ اس نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے سلسلے میں آخری فیصلہ کیا کیا گیا جائے گا لیکن بہرطور قید و بند کے علاوہ اور کچھ میرے مقدر میں نہیں تھا۔ مجھے عمارت کے اسی کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا جہاں سے نکال کر ان لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ آئندہ میرے لیے وہ سہولتیں نہ رہیں گی جو اب تک مجھے فراہم کی گئی ہیں۔ جنرل کو مجھ سے جو کچھ معلوم کرنا تھا معلوم کر چکا تھا اور اب مجھے اس تحریری بیان کے لیے مجبور کیا جائے گا جس کے تحت میں اپنے جرائم کا اعتراف کروں گا۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ صورتِ حال میرے لیے خطرناک ہو جائے گی۔ عاقل تو اردن لوگوں کے ہاں جس انداز میں کام کر چکا تھا اس کے تحت یقیناً ان کے پاس اس کی کوئی تحریر موجود ہوگی اور جب یہ تحریر میری تحریر سے نہیں ملے گی تو میرا راز فاش ہو جائے گا لیکن مجھے اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔ تنظیم نے جو کام میرے سپرد کیا تھا میں اسے بحسن و خوبی انجام دینے کا خواہش مند تھا۔ اور کم از کم اس بات سے یک گونہ سکون محسوس ہوتا تھا کہ وہ لوگ مجھے عاقل تو اردن سمجھ بیٹھے ہیں۔

رات کو میں اسی نرم بستر پر سویا تھا جو اس کمرے میں موجود تھا اور جس پر بہتر طور پر نیند آجاتی تھی لیکن جب میں جاگا تو مجھے محسوس ہوا کہ میں اپنے بستر پر نہیں ہوں۔ نجانے کیا ہوا تھا! میں نے گھبرا کر اپنے اطراف اندھیرے میں ہاتھوں سے ٹٹولا اور دفعتاً میری ریڑھ کی ہڈی میں سرد سی لہر دوڑ گئی۔ مجھ پر انکشاف ہوا کہ جس جگہ میں قید ہوں وہاں زمین گیلی ہے اور ٹھنڈک بھی ضرورت سے زیادہ ہے۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے بدن پر ہاتھ پھیر کر دیکھا تو مزید خوف کا شکار ہو گیا۔ میرے بدن پر لباس نہیں تھا۔ صرف زیریں حصے میں ایک چھوٹا سا لباس موجود تھا لیکن یہ سب کچھ کس طرح ہوا؟ یقیناً مجھے بے ہوش کرنے کے بعد انھوں نے یہ کارروائی کی ہوگی لیکن مقصد......؟ میرے ذہن میں سوال ابھرا اور پھر میرے ذہن نے خود ہی اس کا جواب بھی دے دیا۔

وہ لوگ مجھے سزا دے رہے تھے۔ ممکن ہے میرے بارے میں آخری فیصلہ یہی کیا گیا ہو کہ میں اس جگہ دم توڑ دوں ــــ لیکن یہ جگہ ہے کیا؟“

تاریکی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اطراف میں ایک عجیب سی نمی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے ٹٹول کر دیکھا تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہاں پانی ہے پھر ایک اور احساس بھی ہوا۔ کمر کے نیچے پانی کی مقدار بڑھتی جا رہی تھی۔ پانی جو برف کی مانند سرد تھا۔ میں پھرتی سے اٹھ بیٹھا۔ معلوم نہیں کہاں سے یہ ٹھنڈا پانی اس جگہ آ رہا تھا۔ میرے بدن میں تھرتھری سی دوڑ گئی۔ چند لمحوں کے بعد میں نے پانی کی سطح مزید اونچی ہوتی ہوئی محسوس کی اور میں بے اختیار پاگلوں کی طرح اٹھ کھڑا ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔ آنکھوں کے آگے چنگاریاں سی اڑنے لگیں۔ میرا سر بری طرح سے کوٹھری کی چھت سے ٹکرایا تھا۔ اس کا مقصد تھا کہ چھت نیچی ہے۔ میں نے آگے بڑھنا چاہا مگر زمین پر پھسلن بے پناہ تھی، بری طرح گرا اور سر دیوار سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ آہ! مجھے کسی قبر میں دفن کر دیا گیا تھا۔ غالباً یہ تاریک قبر میری آخری آرام گاہ ہے۔ میں نے سوچا۔

پانی آہستہ آہستہ بڑھتا ہی جا رہا تھا اور اب میں ایک ہولناک موت کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔ اگر یہ پوری قبر پانی سے بھر گئی تو اس کے بعد کیا ہوگا؟ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں، سوائے اس کے کہ دیواریں ٹٹول کر اس قبر کا دروازہ تلاش کروں۔ میں بے اختیار ادھر ادھر ہاتھ پیر مارنے لگا اور پھر دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھ کے دباؤ سے کوئی چیز اپنی جگہ سے کھسکی ہو۔ میں نے اس جگہ کو مزید دبانا شروع کر دیا۔ اور اس طرح ایک خلا سا نمودار ہو گیا جس کے دوسری جانب پھیکی، میلی اور زرد سی روشنی نظر آ رہی تھی۔ لیکن اس تاریک قبر میں کسی خلا کا نمودار ہو جانا میرے لیے بہت ہی نیک فال تھا۔ میں یہ جانے بوجھے بغیر کہ دوسری جانب کیا ہے اس طرف لپکا۔

ایک پتلی سی سرنگ تھی یہ جس میں دوڑا نہیں جا سکتا تھا، بلکہ صرف رینگا ہی جا سکتا تھا کیونکہ آگے چل کر وہ مزید تنگ ہوتی چلی گئی تھی۔ اور جب میں اس کے دوسرے سوراخ پر پہنچا تب مجھے محسوس ہوا کہ یہ قبر نما کوٹھری میں ہوا کے لیے راستہ بنایا گیا ہے۔ نیچے گہرائی تھی جس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ کتنی ہے۔ عجیب و غریب جگہ تھی اور اس کی تخلیق کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی تھی سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا تھا کہ یہ ان لوگوں کا کوئی اذیت خانہ تھا لیکن وہاں سے نکلنے کے انتظامات بھی رکھے گئے تھے! غالباً وہ مجھے یہ احساس دلانا چاہتے تھے کہ موت کتنی بھیانک اور اذیت ناک ہوتی ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ میں ان کی ہدایات پر عمل کر دوں۔

لیکن جنرل نے فیصلہ کن لہجے میں کہا تھا کہ میرے جرائم کی سزا موت اور صرف موت ہے۔ وقت کا کوئی تعین نہیں کیا گیا تھا ــــ یہ سب سوچ کر میرے اعصاب جواب دیتے جا رہے تھے لیکن ایسا تو بارہا ہوا تھا۔ بہرحال اس مقام سے نیچے کودنا ضروری تھا۔ میں واپس اس قبر میں نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کیں اور نیچے چھلانگ لگا دی۔

لیکن میرا اندازہ غلط تھا۔ وہ جگہ زیادہ بلندی پر نہیں تھی۔ زیادہ سے زیادہ دس یا گیارہ فٹ نیچے کودنا پڑا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرے ٹخنوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں۔

نیچے گر کر میں تھوڑی دیر تک ہانپتا رہا۔ آنکھیں خود بخود بند ہو گئی تھیں لیکن بالآخر بدن میں تحریک پیدا ہو گئی۔ ٹانگوں میں شدید اینٹھن ہو رہی تھی۔ اور دونوں پسلیوں میں جیسے سوئیاں سی چبھ رہی تھیں۔ یہاں بھی اندھیرا تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ آہستہ آہستہ میری آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئیں۔ سردی کا وہ احساس جو ٹھنڈے یخ پانی سے پیدا ہو گیا تھا، زائل ہونے لگا تھا۔ یہ بھی کوئی ہال نما کمرہ تھا اور وہ سرنگ اس کمرے ہی میں ختم ہوتی تھی۔ میں اس کمرے کا دروازہ تلاش کرنے لگا پھر میری نظر دروازے پر پڑی اور میں اس طرف بڑھ گیا۔ قریب پہنچا ہی تھا کہ دروازہ کسی نے دھکا دے کر کھول دیا۔

دن کا وقت تھا۔ میری آنکھیں چونکہ اس وقت تاریکی سے مانوس تھیں، اس لیے دروازہ کھولنے سے جو روشنی اندر آئی اس نے میری آنکھیں بند کر دیں اور میں تھوڑی دیر کے لیے اندھا ہو گیا۔ میں نے پھرتی سے آنکھوں پر دونوں ہتھیلیاں رکھ لی تھیں۔ اس طرح کچھ سکون محسوس ہوا لیکن اسی دوران میرے دونوں بازو پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا گیا۔ البتہ آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹانے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ میں اندھوں کی طرح ان کے ساتھ گھسٹتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے مجھے زمین پر دھکا دے دیا۔ زمین پر گرنے کے بعد میں کسی زخمی کتے کی طرح ہانپنے لگا تھا لیکن آنکھیں کھولنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ بہرطور میں نے یہ کوشش کی اور آنکھیں کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔

میرے عین سامنے ایک یہودی افسر کھڑا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ سنجیدہ تھا اور آنکھوں میں میرے لیے سوائے نفرت و حقارت کے کچھ نہیں تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور وہ میرا لباس میری جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔ ”لو اپنا لباس پہن لو۔“

میں نے خاموشی سے اس سے اپنا لباس لیا اور اپنے بھیگے ہوئے بدن پر پہن لیا۔ اس کے بعد اس شخص نے کسی کو آواز دی اور دو آدمی میرے نزدیک آ گئے۔ انھوں نے پستول میری کمر پر رکھ کر مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور چند لمحے بعد مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

کمرہ خالی تھا۔ مجھے ایک بنچ پر بیٹھنے کے لیے کہا گیا جو فوم کی گدیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جب میں بنچ پر بیٹھ گیا تو تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی اندر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک ٹرے تھی جس میں چند سلائس اور دودھ کا ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔

دل تو نہیں چاہتا تھا کہ ان حالات میں کچھ کھاؤں پیوں،

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیکن زندہ رہنے کی آرزو کے نہیں ہوتی۔ چنانچہ میں نے صبر شکر کے ساتھ دودھ کا یہ گلاس حلق میں انڈیل لیا البتہ سلائس کو میں نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ شدید بھوک کے باوجود کچھ کھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔

دودھ کا گلاس اور سلائس لانے والا خالی برتن اٹھا کر باہر نکل گیا۔ اور دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ میں خاموشی سے ایک کونے میں جا پڑا۔ اب دل میں کوئی احساس نہیں تھا۔ معلوم نہیں آنے والے وقت میں میرے ساتھ کیا سلوک ہونے والا تھا۔ ظاہر ہے یہ لوگ مجھے زندگی نہیں دیں گے۔ موت بھی آئے گی تو اپنے نام سے نہیں بلکہ ایک دوسرے نام سے اُسے اپنانا ہوگا۔ لیکن کچھ بھی تھا میرے ذہن میں جو مقصد تھا میں ان حالات میں بھی اس کیلیے مخلص تھا۔ جان جا رہی ہے تو کم از کم اس ایک مقصد کے لیے کام کرتے ہوئے جس کے لیے میں نے اپنا مستقبل تاریک کر لیا تھا۔ تنہائی کے لمحات گزرنے لگے۔ سوچوں کے دائرے کبھی وسیع ہوتے کبھی سکڑ جاتے۔ نیند مہربان ماں کی طرح تھی جو منتشر ذہن کو پُرسکون کر دیتی تھی اور اس وقت بھی نیند نے مجھے زیادہ دیر ذہنی انتشار کا شکار نہیں ہونے دیا۔

بیدار ہوا تو تاریک رات تھی اور ماحول سائیں سائیں کر رہا تھا اور پھر بقیہ وقت جاگتے ہوئے ہی گزارا۔ یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہو گئی۔

صبح کی روشنی میں مجھے اُسی افسر سے ملاقات کرنا پڑی جو پہلے بھی مجھ سے مل چکا تھا۔ اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"خوش نصیب ہو کہ موت کے جبڑوں سے واپس نکل آئے ہو۔"

"وہ کس طرح آفیسر! مجھے میری خوش نصیبی کی تفصیل تو بتا دی جائے!"

"جنرل نے تمھارے لیے موت کا حکم دیا تھا لیکن تل ابیب سے ہدایت ملی ہیں کہ تمھیں یہاں سے براڈو کیمپ پہنچا دیا جائے۔ کچھ اور کارروائیاں کرنی ہیں تمھارے سلسلے میں۔ شاید تمھیں ہلاک نہیں کیا جائے گا بلکہ تمھارے عوض کوئی ایسا شخص آزاد کرایا جائے گا جو تمھاری ہی حیثیت کا حامل ہو۔"

افسر نے یہ خوشخبری سنا کر مجھے ذہنی طور پر بڑا سکون پہنچایا تھا لیکن ان کے رویّے میں پھر بھی کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ گزرنے والے شب و روز ہمیشہ کی مانند اذیت ناک تھے۔ غالباً ساتویں یا آٹھویں دن مجھے اس جگہ سے نکالا گیا اور ایک بند ٹرک میں بٹھا کر تقریباً چار گھنٹے کے سفر کے بعد ایک جگہ اتار دیا گیا۔ یہ بھی ایک فوجی عمارت تھی جس کی راہداری کا فرش صاف ستھرا تھا۔ ہر کمرے کے باہر فوجی وردی پہنے، ہاتھ میں گنیں سنبھالے ایک ایک آدمی کھڑا ہوا تھا۔ کسی نے میری جانب توجہ نہیں دی۔ ایک کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے میرے قدم ٹھٹکے۔ اندر سے کسی کے گفتگو کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ لیکن پیچھے آنے والے قوی ہیکل فوجی آفیسر نے میری کمر پر ایک لات رسید کی اور میرے حلق سے کراہ نکل گئی۔ میں اوندھے منہ زمین پر گرا ہوا ایک دروازے سے ٹکرایا تھا۔ ابھی اُٹھ کر سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ دوسری ٹھوکر میری بائیں پسلی پر پڑی۔ اور میں تکلیف سے دوہرا ہو کر تڑپنے لگا۔ میں نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی اور کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

آفیسر نے آگے بڑھ کر میرے بال اپنی مٹھی میں جکڑ لیے اور غرّاتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "کوئی ایسا کام مت کرو، جو تمھیں زندگی سے دور کر دے۔" میں خاموش ہی رہا۔

وہ مجھے لیے ہوئے عمارت کے آخری حصے میں پہنچے اور پھر انھوں نے مجھے ایک کمرے میں دھکیل دیا۔ شاید یہی براڈو کیمپ تھا جہاں مجھے لایا گیا تھا۔ وہاں کونے میں ایک ٹین کا کنستر اور مٹی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا۔ دوسرے کونے میں فرش پر دو کمبل رکھے ہوئے تھے۔ جگہ خاصی کشادہ تھی لیکن غلیظ تھی حالانکہ باقی عمارت صاف ستھری محسوس ہوئی تھی۔ وہ کمبل جو یہاں رکھے ہوئے تھے ان سے نہ صرف بدبو اٹھ رہی تھی بلکہ ان پر بے شمار کھٹمل بھی رینگ رہے تھے۔

میں نے چھت کی طرف منہ اٹھایا اور حلق سے عاجزانہ آواز نکلی۔

"میرے معبود! مجھے استقامت عطا فرما۔ میں نے ایک نیک مقصد کے لیے اپنی زندگی وقف کی ہے۔ بے شک میرے دل میں آج بھی یہ خواہش ہے کہ میں فلسطینیوں کو ان کے گھر واپس دلانے کے لیے مزید جدّوجہد کروں۔ لیکن اگر موت میرا مقدّر بن چکی ہے تو کم از کم مجھے ایسی اذیت ناک موت نہ دے۔" آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے۔ دل پر ایک رقّت سی طاری تھی۔ معلوم نہیں کیوں میں ایسی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔ عذابِ مسلسل سے کچھ اکتاہٹ سی پیدا ہونے لگی تھی۔ کوئی فیصلہ تو ہونا چاہیے۔ خواہ وہ موت ہی کیوں نہ ہو۔ نجانے کب تک اسی عالم میں پڑا رہا اور پھر جیسے دل کو قرار سا آ گیا تھا۔ میں پُرسکون ہو گیا اور صبر سے وقت گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس قید خانے کی رات بلاشبہ بڑی کٹھن رات تھی۔ کھٹمل بدن پر رینگ رہے تھے اور کاٹ رہے تھے۔ بدن پر جگہ جگہ دَدوڑے پڑ گئے تھے لیکن صبح کو یہ کھٹمل پیٹ بھرنے کے بعد مختلف کونوں کھدروں میں جا گھسے۔ کوئی کام تو مجھے بھی نہیں تھا۔ چنانچہ فیصلہ کیا کہ اس کوٹھری کو کھٹملوں ہی سے پاک کر دوں۔ میں نے تلاش کر کر کے انھیں مارنا شروع کر دیا۔ ایک مشغلہ ہاتھ آ گیا تھا۔ پھر میرے لیے ناشتہ آ گیا۔

اس کوٹھری میں میں نے کئی دن رات گزارے۔ خوراک مجھے باقاعدگی سے اور معقول مل رہی تھی۔ اس دوران اور کوئی قابلِ ذکر بات نہیں ہوئی۔ آٹھویں یا نویں دن صبح [illegible] دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور یہودی سپاہیوں نے ایک دراز قامت شخص کو کمرے میں دھکیل دیا۔ اس کا چہرہ خون سے لت پت تھا اور لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا نظر آ رہا تھا۔ میں نے حیرت سے اس زخمی شخص کو دیکھا جس کی ایک آنکھ بری طرح سوجی ہوئی تھی۔ سخت اذیت دی گئی تھی اسے۔ وہ زمین پر گر کر نیم بے ہوشی کے انداز میں اپنے بدن کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔

اسرائیلی سپاہی دروازہ بند کر کے چلے گئے تو میں بے اختیار اس کی طرف دوڑا اور اسے سہارا دے کر اٹھانے کی کوشش کی لیکن دفعتاً اس شخص کے حلق سے خونخوار غرّاہٹ نکلی اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں بُری طرح اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ لیکن پچھلے چند دنوں سے چونکہ غذا باقاعدگی سے مل رہی تھی اس لیے جسمانی قوتیں اس حد تک ناکارہ نہیں ہوئی تھیں کہ میں اس شخص کو سنبھال نہ سکتا۔ تھوڑی دیر تک تو میں اس سے مغلوب رہا لیکن اس کے بعد میں نے ایک زوردار گھونسا اس کی گدّی پر مارا اور وہ دیوار سے جا ٹکرایا۔ دیوار سے ٹکرانے کے بعد وہ سیدھا ہوا اور اس کی خوفناک آنکھیں مجھ پر گڑ گئیں۔ لیکن میں نے اس کے انداز میں ایک تبدیلی سی محسوس کی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے جنبش کرنے کے بجائے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے۔ میں اپنا بکھرا ہوا ذہن درست کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بے شک غذا ملنے کی وجہ سے جسمانی قوتیں بحال ہو گئی تھیں لیکن اندرونی طور پر میں [illegible] کمزوری محسوس کر رہا تھا اور اس شخص سے [illegible] مجھے خاصی مشکلات سے گزرنا پڑا تھا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا پھر آہستہ سے اپنی جگہ سے اُٹھا اور بند دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔ دروازے سے وہ کافی دیر تک کان لگائے کھڑا رہا تھا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے بھی ہٹ آیا اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"میں اب تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔ تم... تم کون ہو؟ یہ [illegible] کیسے؟ نہیں! یہ ناممکن ہے۔"

"دوست! میں بھی تمھاری طرح ایک قیدی ہوں۔ کیا تمھارا تعلق فلسطین سے ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

آہ! میری ہی مانند بولتے بھی ہو۔ میرا چہرہ دیکھو، ذرا غور کرو میرے چہرے پر۔ اگر تمھیں ٹوٹ پھوٹ نظر آئے تو اسے نظرانداز کر دینا اور میرے خدوخال [illegible] ذہن میں لانے کی کوشش کرو۔"

میں نے اس کی بات پر متعجب ہو کر بغور اس کی شکل دیکھی [illegible] مجھ پر ایک عجیب انکشاف ہوا۔ میں حیرت سے اچھل پڑا اور میرے منہ سے بے اختیار ایک آواز نکل گئی۔ "عاقل توارد!" ہاں! اس شخص کے چہرے کا ڈیزائن بگڑا ہوا [illegible] تو شاید میں [illegible] ہی لگاہ میں پہچان لیتا۔ یہ یقیناً عاقل توارد ہی تھا۔ سو فیصد یہ عاقل توارد ہی تھا۔ میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے بھونچال سا آ گیا اور میں پاگلوں کی طرح اس کی شکل دیکھتا رہ گیا۔ تشدد نے اُس کا حلیہ بگاڑ دیا تھا لیکن غور سے دیکھنے پر اُس کے خدوخال کا اندازہ ہو جاتا تھا۔

"افسوس میں کھڑا نہیں رہ سکتا۔ کیا تم مجھے بیٹھنے کی اجازت دو گے؟" اس نے کہا اور پھر وہ دیوار کے سہارے زمین پر بیٹھ گیا۔

"کیا تم عاقل توارد ہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن تم کون ہو؟ اور میرے ہم شکل کیسے ہو؟" اس نے کہا۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ [illegible] عاقل توارد بھی گرفتار ہو گیا [illegible]۔ ان لوگوں کی جانب خاموشی کا راز سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ خود الجھ گئے ہوں گے لیکن کچھ اور بھی تو ہو سکتا ہے۔ یہ شخص... [illegible] کوئی چال تو نہیں ہے؟ میں نے بے اختیار [illegible] شناسائی کا اظہار کر دیا تھا۔ جو تیر کمان سے نکل گیا تھا اسے واپس تو نہیں لا سکتا تھا لیکن مزید [illegible] مناسب نہیں تھی۔ پہلے یہ یقین کر لیا جائے کہ [illegible] عاقل توارد ہی ہے یا کوئی یہودی [illegible]۔

[illegible] تم؟ کیا تمھارے [illegible] چہرے [illegible] پڑا۔ اس کی [illegible] اپنی جگہ سے اٹھا [illegible] کی انداز [illegible] [illegible] عود [illegible]

[illegible] کون [illegible]

[illegible] انھوں نے [illegible] بتانے کے لیے زندہ نہیں [illegible] تو پاگل ہو چکا ہوں ہاہاہا۔ ہاہاہا۔" اس نے وحشیانہ انداز میں قہقہہ لگایا اور ایک بار پھر دیوانوں کی طرح [illegible]۔

میں چند لمحات کے لیے [illegible] واقعات بھول گیا۔ اس عجیب اور پیچیدہ صورتِ حال کو سلجھانا تھا۔ اگر وہ عاقل توارد ہے تو اسے میرے [illegible] نقصان [illegible] پہنچنا چاہیے چنانچہ میں نے اس کے وحشیانہ حملے سے [illegible] دیوار سے ٹکرا کر زخمی ہونے سے بچایا۔ اب وہ پوری طرح میری گرفت میں تھا۔

"اگر تم عاقل توارد ہو تو ہوش میں آؤ۔ میں خود بھی تمھارے بارے میں وہی سوچ رہا ہوں جو تم سوچ رہے ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"خوب، خوب۔ کون ہو تم؟ ذرا بتاؤ تو مجھے؟" وہ میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

"تھوڑی دیر کے لیے انسان بنو۔ ممکن ہے ہم دونوں اپنی جگہ درست ہوں میرا نام علی یار خان ہے۔ اگر تم تنظیم سے تعلق رکھتے ہو تو اس کے مخصوص کوڈ بتا دو میں تمھیں اُن کا جواب دُوں گا۔" میرے ان الفاظ پر اس کی جدوجہد میں کچھ کمی ہوئی تھی۔

"کیا نام بتایا ہے تم نے؟"

"علی یار خان۔"

"مسلمان ہو؟"

"خدا کے فضل سے۔"

"کلمہ پڑھو۔" اس نے کہا اور میں نے اُسے کلمہ شریف سُنایا۔ جواب میں اُس نے بھی کلمہ پڑھا اور اس کے بعد کسی کوڈ کی ضرورت نہیں رہی۔ اس نے ندامت آمیز لہجے میں کہا۔

"یہ سب کچھ فطری عمل تھا۔ تاہم میں شرمندہ ہوں۔"

"بھول جاؤ ان باتوں کو۔ یہ بتاؤ تم کب گرفتار ہوئے؟"

"چوتھا دن ہے آج۔ لیکن تم میرے ہم شکل کیوں ہو؟"

"میک اَپ ہے میرے چہرے پر۔"

"کیا خاص طور سے میرا میک اَپ کیا ہے یا یہ صرف اتفاق ہے؟" اُس نے سوال کیا۔

"مجھے ایک مشن پر یہاں بھیجا گیا تھا۔ تم نے غالباً اطلاع دی تھی کہ تم ان لوگوں کے درمیان گھِر گئے ہو اور انھوں نے تمھارے راستے مسدود کر دیے ہیں اور تم وہ راز لے کر بیروت نہیں پہنچ سکتے۔"

"آہ! کیا میرا یہ پیغام ہیڈ کوارٹر کو مِل گیا تھا؟" عاقل توارد نے کہا۔

"ہاں۔ تمھارے لیے کافی تشویش پائی جاتی ہے۔ ہائی کمان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ تم کہاں موجود ہو۔ میرے سپرد یہ ذمہ داری کی گئی کہ میں تمھارے ہم شکل کی حیثیت سے اسرائیلیوں کو اپنی طرف متوجہ کروں اور انھیں پریشان کرتا رہوں۔ تاکہ تمھیں نکل جانے کا موقع مِل جائے۔ میں اب تک یہی کرتا رہا ہوں لیکن کچھ عرصہ بعد میں بھی پھنس گیا تھا۔"

عاقل توارد عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے دُکھ بھرے لہجے میں کہا۔ "میں بہت شرمندہ ہوں علی!"

"کیوں بھائی؟"

"میں نے تمھارے ساتھ بہت بدسلوکی کی ہے۔"

"اس خیال کو بھی ذہن میں جگہ نہ دو۔ میں خود تمھارے اُوپر شبہ کرنے لگا تھا [illegible] اتفاقی حادثہ تھا۔"

"میں ان لوگوں کے چنگل میں [illegible] پھنستا۔ کافی مشکل میں پھنسا دیا تھا میں نے ان لوگوں کو۔ لیکن....."

"ہاں، تم گرفتار کیسے ہو گئے؟"

"میں..." وہ ایک لمحے کے لیے رُکا، پھر بولا۔ "میں ایک منحوس بیماری کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"کیسی بیماری؟"

"مجھے مرگی کے شدید دورے پڑنے لگے ہیں۔ اسی دورے کے عالم میں انھوں نے مجھے گرفتار کیا ہے ورنہ شاید میں ان کے ہاتھ نہ آتا۔" عاقل توارد نے بتایا۔ میں اس کے لیے افسردہ ہو گیا تھا۔ چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "دورہ ختم ہونے کے بعد مجھے احساس ہُوا کہ میں گرفتار ہو گیا ہُوں۔ اس کے بعد میں نے پاگل پن کا ڈھونگ رچایا اور ان پر حملے کرتا رہا۔ کئی اسرائیلی سپاہیوں کو میں زخمی کر چکا ہوں اور محض پاگل بنا ہوا ہوں۔ وہ لوگ ابھی تک مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں معلوم کر سکے۔"

"اوہ!" میں نے آہستہ سے کہا۔

عاقل توارد کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر مُسکراتے ہوئے کہا۔ "ان لوگوں نے ایک دلچسپ حرکت کی ہے۔"

"کیا؟"

"جب انھیں میں دستیاب ہوا ہوں گا تو وہ بہت پریشان ہوئے ہوں گے کیونکہ وہ تمھیں میری حیثیت سے گرفتار کر چکے تھے۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ انھوں نے ہماری صحیح شناخت کے لیے ہی ہمیں یکجا کیا ہو۔"

"اوہ! کیا تم یہاں کئی دن سے قید ہو؟ میرا مطلب ہے اس کمرے میں؟"

"ہاں کیوں؟"

"انھوں نے ہماری گفتگو سننے کا کوئی انتظام تو نہیں کیا؟" عاقل توارد نے خطرہ ظاہر کیا اور میں بھی چونک پڑا۔

ہم نے جس حد تک ممکن ہو سکا اپنے اس قید خانے کا کونا کونا چھان مارا لیکن کوئی ایسی شے دستیاب نہیں ہوئی تھی جس سے ظاہر ہوتا کہ ہماری گفتگو کہیں سُنی جا رہی ہو گی۔

عاقل توارد کسی سوچ میں گم ہو گیا پھر اس نے کہا۔ "مسٹر علی. میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے۔"

"کیا؟"

"اسرائیلی ایٹمی پروگراموں کی تفصیل میں نے معلوم کی ہے وہ صرف اپنے ذہن میں محفوظ رکھا ہے۔ ایک ایسی شکل میں میں نے اسے ترتیب دیا ہے جو آسانی سے ذہن نشین ہو سکتی ہے۔ تحریری شکل میں وہ کسی بھی وقت ضائع ہو سکتی تھی۔"

"خوب!" میں نے پُرخیال نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمھاری یادداشت کیسی ہے؟"

"کام چلایا جا سکتا ہے۔" میں نے چونک کر کہا۔ عاقل توارد کا پروگرام میری سمجھ میں آ رہا تھا۔

"آئندہ صورت حالات کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ممکن ہے ہم دونوں کو قتل کر دیا جائے، ممکن ہے قید کر دیا جائے یا وہ لوگ ہم دونوں کو علیحدہ کر دیں۔ یہ بھی امید کی جا سکتی ہے کہ مجھے یا تمھیں نکلنے کا موقع مِل جائے۔ اگر میرے مخصوص طریقے سے ترتیب دیے ہوئے پروگرام کو تم بھی ذہن نشین کر لو تو ہمیں فائدہ ہو سکتا ہے۔ ہم میں سے کوئی زندہ بچ نکلا تو کم از کم تنظیم کو ان کے ایٹمی پروگرام سے آگاہ کیا جا سکتا ہے۔"

"اگر تم اس بات کو بہتر سمجھتے ہو عاقل توارد تو مجھے ایسے انداز میں یہ تفصیلات بتاؤ کہ میں ذہن نشین کر سکوں۔" عاقل توارد کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس کی آواز اُبھری۔

"اسرائیل کے ایٹمی پروگرام ہمارے لیے مستقل خطرہ بنے رہے ہیں، مصری وزیر خارجہ "اسمٰعیل فہمی" نے "الاہرام" کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ اگر اسرائیل نے کوئی ایٹمی ہتھیار استعمال کیا تو اس کے سنگین نتائج ہوں گے۔ اسرائیل نے تردید کی تھی اور کہا تھا کہ اسرائیل ایٹمی طاقت نہیں ہے اور ہم روایتی ہتھیاروں پر انحصار کرتے ہیں۔ اسرائیلی اخبار "معارف" نے اس قیاس آرائی کو گپ بازی قرار دیا تھا لیکن حقیقت یہی تھی کہ اسرائیل نے جنم لیتے ہی ۱۹۴۸ء میں ایٹمی پروگرام بنا لیا تھا۔ اسرائیل کے پہلے صدر "ویزمان" کی براہِ راست نگرانی میں اسرائیل کے ایٹمی ماہرین نے فاسفیٹ سے نچلے درجے کا یورینیم بنانا شروع کر دیا تھا۔ بھاری پانی تیار کرنے کی تیکنیک بھی ان لوگوں نے تلاش کر لی تھی اور ۱۹۵۳ء میں فرانس نے ان ترکیبوں کے معاوضے میں اسرائیلی سائنسدانوں کو اپنے ایٹمی پروگراموں کا مطالعہ کرنے کی اجازت دے دی تھی پھر جب فرانس نے مقبوضہ الجزائر کے صحرا میں پہلا ایٹمی تجربہ کیا تو اسرائیلی مبصرین وہاں موجود تھے۔ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۰ء کے اوائل تک سب سے زیادہ ہتھیار فرانس نے اسرائیل کو دیے اور ۱۹۵۷ء میں اس نے اسرائیل کو اپنا پہلا ایٹمی ری ایکٹر دے دیا جسے........ "ڈی مونا" کے مقام پر نصب کیا گیا تھا۔ اس کے بعد اسرائیل نے ایٹمی تیاریاں زبردست پیمانے پر شروع کر دیں اور اس طرح وہ اپنے حریف امریکا کو بھی بے وقوف بناتا رہا۔ اس نے کئی چھوٹے ری ایکٹر بھی لگائے جن سے پلاٹینم حاصل کیا جاتا رہا۔ یہ ری ایکٹر سال بھر میں نو کلوگرام پلاٹینم تیار کرنے کے قابل ہیں، بیس کلوٹن کا ایٹم تیار کرنے کے لیے نو کلو پلاٹینم کافی ہوتا ہے۔ بہرطور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ۱۹۷۳ء میں جب جنگ چھڑی تو اس وقت اسرائیلیوں کے پاس ایٹم بموں کا ایک چھوٹا سا ذخیرہ موجود تھا۔ ڈی مونا کی فضا اور گرد و پیش کے علاقے کی زبردست حفاظت کی جاتی تھی۔

چونکہ وہاں ایٹم بموں کا وہ ذخیرہ موجود تھا۔ شاید تمھیں یاد ہو کہ ۱۹۷۳ء میں لیبیا کا ایک مسافر بردار طیارہ بھٹک کر ڈی مونا کی طرف جا نکلا تھا، جسے اسرائیلیوں نے مار گرایا اور ایک سو آٹھ مسافر ہلاک کر دیے۔ ایک بار ایک امریکی جاسوس طیارے کو بھی انھوں نے مار گرانے کی کوشش کی تھی۔ اسرائیلیوں نے ایٹمی ہتھیار بنانے میں باہر سے کوئی مدد نہیں لی، انھوں نے خود ہی یہ سب کچھ کیا، کیونکہ ۱۹۶۷ء کے بعد فرانسیسی امداد بالکل ختم ہو گئی تھی، اور اسرائیلی اس سلسلے میں امریکا سے مدد نہیں لینا چاہتے تھے۔ میں کچھ اعداد و شمار رکھتا ہوں اور ان جگہوں کے بارے میں معلومات حاصل کر چکا ہوں جہاں اسرائیل کے ایٹمی پروگرام جاری ہیں۔ اب تم ان شہروں اور جگہوں کو ذہن نشین کر لو، جہاں اسرائیل کے ایٹمی ذخائر موجود ہیں اور جہاں جہاں وہ اپنی ان کارروائیوں میں شدت کے ساتھ مصروف ہے۔ مثلاً اگر میں تمھیں "ویکونا فائیو" کے بارے میں بتاتا ہوں تو اس کا مقصد اسرائیلی قصبہ شاہراہ ہے۔" عاقل توارد.... مخصوص مثالوں کے ذریعے مجھے ان جگہوں اور وہاں پر موجود ایٹم بموں اور ہتھیار تیار کرنے والی اشیاء کی تفصیل بتلانے لگا۔ میں بڑی دلچسپی اور حیرت سے یہ تفصیل سن رہا تھا۔ ان اعداد و شمار کی ترتیب واقعی تعجب خیز تھی کیونکہ اسے... ذہن نشین کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔

ہماری یہ مصروفیت گھنٹوں جاری رہی اور ہم نے اس سلسلے میں خدا کا شکر ادا کیا کہ اس دوران ہمارے اس کام کوئی مداخلت نہیں ہوئی تھی۔ عاقل توارد نے کئی بار مجھ سے اپنی بتائی ہوئی تفصیلات کے بارے میں سوالات کیے۔ پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "بلاشبہ تمھاری یادداشت قابلِ رشک ہے اور اب مجھے یہ امید ہو چلی ہے کہ کم از کم وہ کام جو میں نے طویل محنت سے انجام دیا ہے، پورا ہو جائے گا۔ ہمارے یہ اعداد و شمار تنظیم کی بڑی مدد کریں گے اور تنظیم اس سلسلے میں بڑی میٹنگ میں تفصیلی گفتگو کر سکے گی۔"

میں عاقل توارد کی گفتگو سن رہا تھا۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بے شک عاقل توارد! انشاءاللہ میں تمھارے بتائے ہوئے ان اعداد و شمار کو ذہن میں [illegible]۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ان لوگوں نے ہم دونوں کو کیوں یکجا کیا ہے۔ لیکن اندازہ یہی ہے کہ ابھی تک ہمارے سلسلے میں کوئی خاص منصوبہ اُن کے ذہن میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہم میں سے اصل عاقل توارد کون ہے۔"

عاقل توارد جو کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا، دفعتاً اس نے گردن اٹھا کر میری طرف دیکھا، پھر سرگوشی کے سے انداز میں کہا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

... ڈاکٹروں اور نرسوں ... کے احکامات ... تیار تھا۔ ان لوگوں نے بھی میرے ساتھ کوئی سخت سلوک نہیں کیا۔ اپنی دانست میں وہ میری ذہنی کیفیت بحال کر رہے تھے۔

تقریباً پندرہ دن کے بعد اسپتال کے اس کمرے سے مجھے بالکل بہتر حالت میں نکالا گیا اور تھوڑا سا سفر کر لینے کے بعد ایک جگہ پہنچا دیا گیا جہاں مجھے اسرائیلی افسران کے سامنے پیش ہونا پڑا۔ ایک بلند و بالا قد کے آفیسر نے آگے بڑھ کر میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا "مسٹر عاقل توارد! اب آپ بالکل ٹھیک ہیں۔ آپ اپنے طور پر کیا محسوس کرتے ہیں؟"

"چپاؤں" میں نے جواب دیا اور اسرائیلی فوجی افسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بدقسمتی ہے آپ کی مسٹر عاقل توارد! کہ آپ وہ نہیں ہیں جو خود کو ظاہر کر رہے ہیں۔ ہم نے اس دوران آپ کو بہت اچھی طرح چیک کیا ہے اور آج آپ کو آپ کی اصلی شکل بھی دکھا دی جائے گی۔"

میں نے ہال پر نگاہ دوڑائی، ایک بڑی سی مشین اسٹینڈ پر رکھی ہوئی تھی اور دو آدمی اس کے قریب مستعد تھے۔ ٹرالی نما اسٹینڈ پر رکھی ہوئی مشین کو گھسیٹ کر میرے قریب لایا گیا، اور مجھے ایک کرسی پر بٹھا کر میرے ہاتھ تسموں سے جکڑ دیے گئے۔

"یہ آپ کی ذہنی تصویر ہے، جو آپ کو بالکل صحیح الدماغ ثابت کرتی ہے۔ آپ یقیناً خود بھی اس کا معائنہ کرنا پسند کریں گے۔" اسرائیلی افسر نے ڈرامائی انداز میں کہا اور مشین آپریٹ کی جانے لگی۔

تیز روشنی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی اور اس کے سامنے آنکھیں کھولے رکھنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ خود بخود میری آنکھیں بند ہو گئیں اور میں اپنے ذہن کا وہ عکس بھی نہ دیکھ سکا جو یہ لوگ دیکھ رہے تھے۔ اسرائیلی افسر نے کہا "افسوس آپ نے اپنی اصل شکل دیکھنا پسند نہ کی لیکن ہم آپ کی ساری کیفیت سے واقف ہو گئے ہیں۔ اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ آپ عاقل توارد نہیں ہیں تو کیا آپ ہمیں اپنا اصل نام اور مقصد بتانا پسند کریں گے؟" میں خاموش رہا۔ چند لمحے انتظار کے بعد اسرائیلی آفیسر پھر بولا "یقیناً آپ اتنی آسانی سے ہمیں یہ سب کچھ نہیں بتائیں گے لیکن اس کے لیے بھی انتظامات کر لیے گئے ہیں۔ کچھ احمق اور نااہل لوگوں نے آپ دونوں کے چہروں کو شناخت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ یہ کام نہایت آسان تھا کہ آپ کے چہرے پر میک اپ تلاش کر لیا جائے۔ ایسے کیس بہت کم ہوتے ہیں کہ دو انسانوں کی شکلیں اس طرح مل جائیں کہ دونوں کی الگ الگ شناخت نہ ہو سکے لیکن میک اپ کے ذریعے ایک چہرہ دوسرے کے مطابق بنایا جا سکتا ہے۔ اب میں آپ کو آپ کی اصل شکل بھی دکھا دوں۔" افسر نے کہا اور ایک شخص کو اشارہ کیا۔

وہ شخص ایک سائن لگی ہوئی بوتل لے کر میرے نزدیک پہنچ گیا۔ میرے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اس لیے میں کوئی کوشش بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ... کی پھواریں میرے چہرے پر ماری جانے لگیں اور اس کے بعد اس بات کا امکان باقی نہ رہا کہ میرے چہرے پر میک اپ باقی رہے۔ پلاسٹک کے ٹکڑے اکھڑنا شروع ہو گئے اور میری اصل شکل نمایاں ہو گئی۔

فوجی افسر نے ایک آئینہ میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ ہے آپ کی اصل شکل۔ کیا اب بھی آپ ہم سے تعاون کرنا پسند نہیں کریں گے؟ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ نے پاگل پن کا ڈھونگ کیوں رچایا؟"

"میرے لیے اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا تھا کہ یہ احمقانہ کیفیت ختم کر دوں۔ یوں بھی کافی عرصہ گزر چکا تھا اس قسم کی حماقتیں کرتے ہوئے۔ کم از کم عاقل توارد کے بارے میں تفصیلات تو معلوم ہو ہی سکیں گی۔ چنانچہ میں نے مسکراتے ہوئے کہا "کمال ہے آفیسر! جو کچھ آپ نے سوچا وہ دوسرے نہیں سوچ سکتے تھے۔"

"ہوتا ہے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ گویا آپ نے اپنے آپ کو اس دوسری حیثیت میں تسلیم کر لیا اور یہی آپ کے حق میں بہتر تھا۔ پاگل بنے رہنے سے آپ کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا چونکہ درجنوں شواہد مل گئے تھے اس بات کے کہ آپ عاقل توارد نہیں ہیں مثلاً اسپتال میں آپ پر ایک بار بھی مرگی کا دورہ نہیں پڑا جب کہ آپ کا ساتھی، میرا مطلب ہے عاقل توارد دورہ پڑنے کے دوران انتقال کر گیا۔"

ایک لمحے کے لیے میرے دل پر گھونسا سا پڑا تھا۔ عاقل توارد مر گیا! میری آنکھوں میں نمی سی آ گئی اور میں خاموشی سے گردن جھکائے سوچتا رہا۔

"بہت ہی سخت جان آدمی تھا۔ ہم نے ہر ممکن کوشش کر لی زبان کھلوانے کی لیکن ناکام رہے اور اب آپ بتائیں گے کہ اس نے آپ کو اس سلسلے میں کیا بتایا؟"

"کس سلسلے میں؟" میں نے غمزدہ لہجے میں پوچھا۔

"آپ جانتے ہیں مسٹر! آپ جانتے ہیں۔ عاقل توارد کے میک اپ میں یہاں کیوں وارد ہوئے تھے اور آپ نے ہم لوگوں کو کیوں یہ باور کرانے کی کوشش کی آپ عاقل توارد ہیں۔ اگر آپ چاہتے تو ہماری نگاہوں سے چھپ بھی سکتے تھے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں ... آپ نے جو کچھ کیا، کیا ہم اتنے ہی احمق ہیں کہ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے بے وقوف بنتے رہتے۔ وہ ڈائری جو آپ نے کچھ لوگوں کے درمیان چھوڑی تھی اور جس میں عاقل توارد کے بارے میں شواہد ملتے تھے، کیا جان بوجھ کر نہیں چھوڑی گئی تھی؟ ایسی ڈائریاں عموماً محفوظ نہیں رکھی جاتیں بلکہ انھیں فوراً ضائع کر دیا جاتا ہے اور اس طرح اپنے آپ کو نمایاں نہیں کیا جاتا۔ صاف ظاہر ہے آپ جگہ جگہ ہم لوگوں کو بھٹکا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ آپ عاقل توارد ہیں اور اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ آپ عاقل توارد کو محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ بات کسی حد تک سمجھ میں آ چکی ہے یعنی آپ ہم لوگوں کو اُلجھا کر عاقل توارد کو یہاں سے نکلنے کا موقع دینا چاہتے تھے لیکن بدقسمتی سے کام نہیں ہو سکا۔ عاقل توارد مر گیا لیکن آپ زندہ ہیں اور ہم کسی ایسے مخمصے میں نہیں پڑنا چاہتے جو ہمارے لیے باعثِ تکلیف ہو۔ البتہ ہماری یہ خواہش ہے کہ آپ کی اصلیت ہمیں معلوم ہو جائے۔"

"اس سے بھی آپ کو کچھ حاصل نہیں ہوگا آفیسر! بہتر ہے کہ مجھے بھی قتل کر دیا جائے۔"

"نہیں میرے دوست، نہیں۔ آپ ہمارے لیے ایک چیلنج بن چکے ہیں۔ ہم آپ ہی کی زبان سے آپ کے بارے میں تفصیلات سنیں گے۔" آفیسر نے کہا اور پھر اپنے ایک ساتھی کی طرف رُخ کر کے بولا "محترم اور معزز مہمان کی تصاویر بنالی جائیں۔ کیا یہ کام ہمارے لیے مشکل ہوگا کہ ان تصویروں کے ذریعے ہم اپنے اس مہمان کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔"

دوسرے آدمی نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ ایک کیمرا لے کر میرے سامنے آ گیا اور پھر میری درجنوں تصاویر اُتاری گئیں۔

"اگر آپ زبان کھولنے پر آمادہ ہوں تو ہم آپ کو ایک قیدی کی حیثیت سے ضرور رکھیں گے۔ اگر آپ اس قابل ہوئے کہ آپ کے عوض ہم کوئی اسرائیلی فوجی، فلسطینیوں کے ہاتھوں سے آزاد کرا سکے تو آپ کا تبادلہ کر دیا جائے گا ورنہ آپ کی موت انھی قیدخانوں میں ہوگی لیکن صرف اسی شکل میں کہ آپ اپنی زبان کھول دیں۔"

"میں کوشش کروں گا آفیسر کہ اپنی زبان بند رکھوں اور آپ کے مظالم برداشت کروں۔ جب اس سلسلے میں ناکام ہو گیا تو آپ کو اپنے بارے میں تفصیلات بتا دوں گا۔" میں نے جواب دیا اور آفیسر نے مسکرا کر شانے ہلا دیے۔

"آپ کی مرضی ہے، ہم آپ کو پورا پورا موقع دیں گے۔"

بدقسمتی اور مصائب کا ایک نیا دور شروع ہو گیا ہے اور یقیناً یہ دور گزرے ہوئے دور سے کہیں زیادہ خوفناک ہوگا میں نے سوچا۔ عاقل توارد کی موت نے میرے دل میں غم و اندوہ کی کیفیت پیدا کر دی تھی لیکن بہرطور اس بے چارے کو مرنا ہی تھا مجھے وہاں سے ہٹا کر ایک گاڑی میں بٹھایا گیا اور اب میرے لیے نہ جانے کون سی جگہ منتخب کر دی گئی تھی۔

میرا نیا قیدخانہ پہاڑیوں کے درمیان واقع تھا۔ اونچے اونچے پہاڑی ٹیلے کیمپ کے گرد خاردار تاروں کے اس پار صاف دیکھے جا سکتے تھے۔ یہاں تقریباً بیس بیرک بنے ہوئے تھے اور ان بیرکوں میں فلسطینی قیدی موجود تھے۔ کیمپ کا احاطہ عموماً سنسان پڑا رہتا تھا۔ گرمی اور دھوپ شدید تھی۔ بیرکیں دن میں ہی نہیں، رات میں بھی تپتی رہتی تھیں۔ پورے بدن پر گرمی دانے نکل آئے تھے۔ پینے کے لیے دن بھر میں پانی کی دو بوتلیں ملتی تھیں۔ نہانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں منتظر تھا کہ اب مجھ پر عتاب شروع ہو جائے گا لیکن یہاں قید ہوئے سات دن گزر گئے اور کسی نے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ نہ ہی مجھے اس بیرک سے باہر نکالا گیا۔ پندرہ سولہ دن مزید اسی طرح گزر گئے، اس کے بعد پھر دنوں کا حساب بھی یاد نہ رہا۔

جس دن مجھے اس دوزخ سے نکالا گیا، اس دن آسمان ابر آلود تھا۔ باہر کا ماحول اجنبی اجنبی سا لگا۔ مجھے دوسرے بیرک میں پہنچایا گیا جہاں میری ملاقات ایک چست و چالاک افسر سے ہوئی۔ یہ شخص یہاں متعین افسروں میں سے نہیں تھا ورنہ اس طرح سرخ و سفید ہونے کے بجائے جھلسے ہوئے چہرے کا مالک ہوتا۔

"ہیلو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بیٹھو دوست! مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ تم سے بات چیت کروں۔ کیا تم مجھے میرے سوالات کا جواب دینا پسند کرو گے؟"

"کیا سوالات ہیں؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"عاقل توارد نے تمھیں ایٹمی رازوں کے بارے میں کیا بتایا تھا؟"

"کیا وہ کچھ بتانے کے قابل تھا؟"

"وہ بیمار ضرور تھا لیکن ذہنی مریض نہیں تھا۔ ہم اس کی تصدیق کر چکے ہیں۔"

"اگر وہ پاگل نہیں تھا تو تم ضرور پاگل ہو۔ اس دیوانے شخص نے مجھے مار مار کر ادھ مرا کر دیا تھا۔"

"اس کے بعد تم پاگل ہو گئے؟" وہ مضحکہ اُڑانے والے انداز میں بولا اور میں اسے گھورنے لگا۔

"ہاں، میرا ذہنی توازن درست نہ رہا تھا۔"

"فضول بات ہے یہ۔ تم بہت کچھ جانتے ہو۔ زبان کھول دو دوست، ورنہ زندگی عذاب بنا دی جائے گی تم پر۔ تمھارے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

زندگی ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اگر تم نے اس موقع سے فائدہ نہ اُٹھایا تو تمھیں تل ابیب بھیج دیا جائے گا اور وہاں... وہاں تم جو کچھ دیکھو گے، وہ تمھیں ہمیشہ کے لیے ذہنی طور پر مفلوج کر دے گا۔"

ایک لمحے کے لیے میں سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ تو ایک عمدہ اطلاع تھی۔ مجھے اندازہ تو ہو گا کہ میں تل ابیب میں ہوں۔ وہاں کچھ کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے جب کہ اس علاقے کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ میں نے فوراً کہا "ٹھیک ہے۔ میرے اور تمھارے درمیان یہ جنگ جاری رہے گی۔ میں دیکھوں گا کہ تم میری زبان کس طرح کھلواتے ہو۔"

"او کے! مجھے یہی ہدایت ہے۔ تم تیار ہو جاؤ۔" پھر تھوڑی دیر سوچ میں ڈوبے رہنے کے بعد اس نے کہا "میری ذمّے داری صرف یہی تھی کہ میں تمھیں زبان کھولنے پر آمادہ کر دوں۔ اس سے زیادہ میں کچھ اور نہیں کروں گا۔ اپنا حلیہ درست کر لو۔ میں ہدایات دیے دیتا ہوں۔"

آفیسر کی ہدایت کے مطابق مجھے شیو بنانے اور نہانے کا سامان دیا گیا اور پھر نیا لباس بھی، جسے میں نے بلا تعرض قبول کر لیا۔ بہت دن کے بعد انسانوں کے حلیے میں آیا تھا لیکن آگے کیا حالات ہوں گے، ان کا اندازہ نہیں تھا ـــــ یہ دن میری خوش بختی کا دن تھا ـــــ انھوں نے مجھے چائے بھی دی اور عمدہ خوراک بھی۔ اس رات گہری نیند آئی لیکن دیر تک سونے کی حسرت دل میں ہی رہ گئی۔ سورج نکلا بھی نہیں تھا کہ مجھے جگا دیا گیا۔ دو سپاہی ہاتھوں میں اسٹین گنیں سنبھالے کھڑے تھے۔ [illegible] ہی آفیسر کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"سوری دوست! ناشتا کرنے کا وقت نہیں ہے تاہم میں تمھیں ٹرین میں یہ سہولت فراہم کر دوں گا۔" اس نے کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم باہر نکل آئے۔ ایک بند گاڑی ہمیں لے کر چل پڑی۔ چاروں طرف ہمارا اسٹین گن بردار بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے ہتھکڑیاں نہیں پہنائی گئی تھیں۔ یا تو یہ یہودی آفیسر شریف آدمی تھا یا پھر ممکن ہے اس نے مجھے بے ضرر سمجھا ہو اور اپنے انتظامات سے مطمئن ہو۔ گاڑی کا سفر چالیس منٹ سے زیادہ کا نہیں تھا۔ جس جگہ ہم پہنچے، اسے اس لیے ریلوے اسٹیشن کہا جا سکتا تھا کہ یہاں پٹریاں چمکتی نظر آ رہی تھیں لیکن مسافروں کا نام و نشان نہیں تھا۔ دو کیبن بنے ہوئے تھے جہاں فوجی نظر آ رہے تھے۔ کوئی پلیٹ فارم بھی نہیں تھا۔

حسبِ وعدہ یہاں مجھے ناشتا فراہم کر دیا گیا۔ خود آفیسر نے بھی وہیں پر ناشتا کیا تھا۔ پھر ٹرین آ گئی اور ہم سب تیار ہو گئے۔

آفیسر نے مجھے ایک کمپارٹمنٹ میں چڑھا دیا۔ دو سپاہی پہلے اوپر پہنچ گئے تھے اور بقیہ لوگ بعد میں اوپر آ گئے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ٹرین میں بالکل رش نہیں تھا اور پورا ڈبا خالی پڑا ہوا تھا۔

سیٹ پر میرے سامنے بیٹھے ہوئے یہودی آفیسر نے مجھ سے کہا "ایک درخواست ہے دوست! چلتی ٹرین سے فرار نسبتاً آسان سمجھا جاتا ہے لیکن تم یہ کوشش مت کرنا۔ میں تمھیں زندہ سلامت تل ابیب پہنچانے کا خواہش مند ہوں۔ البتہ مجھے اپنے انتظامات پر بھروسا ہے اور اگر تم نے ایسی کوئی کوشش کی تو تمھیں بے دریغ گولی مار دی جائے گی۔"

"کوشش کروں گا کہ یہ خیال میرے ذہن میں نہ آنے پائے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن آفیسر کی اس ہدایت پر میرے ذہن میں تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔ اگر یہ کوشش واقعی کر لی جائے تو... ممکن ہے تقدیر ساتھ دے جائے۔

گاڑی سبک روی سے سفر طے کر رہی تھی۔ موسم بہتر تھا، بادل چھائے ہونے کی وجہ سے ہوا بھی ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ میرے نگراں چاق و چوبند بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ میری ہر جنبش سے خبردار ہیں، لیکن کوئی ترکیب، کوئی کوشش ضرور ہونا چاہیے تھی۔

تقریباً دو گھنٹے گزرے تھے کہ ٹرین کی رفتار سست ہونے لگی اور پھر وہ کسی اسٹیشن پر رک گئی۔ آفیسر نے چائے طلب کی، جو خوبصورت برتنوں میں آ گئی۔ میری نگاہیں باہر بھٹک رہی تھیں۔ دفعتاً میں نے ایک نوجوان لڑکی کو تین افراد کے ساتھ اسی کمپارٹمنٹ کی طرف آتے دیکھا۔ اس کے ساتھی مردوں نے بے چین نگاہوں سے اندر موجود فوجیوں کو دیکھا تھا۔ پھر ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا "آپ لوگ غلط کمپارٹمنٹ میں بیٹھے ہیں جناب! یہ ڈبا مادام مورلینا کے لیے ریزرو ہے۔"

"لیکن ہم نے کوئی ریزرویشن چِٹ نہیں دیکھی۔"

"اس میں ہمارا قصور نہیں ہے، ایک منٹ۔" نوجوان نے کہا اور دروازے میں بندھی چِٹ توڑ کر آفیسر کے سامنے کر دی، جس پر پہلے نگاہ نہیں پڑی تھی۔

اسی وقت ٹرین نے وِسل دی اور وہ لوگ جلدی جلدی لڑکی کا سامان اندر رکھنے لگے۔ آفیسر نے پریشان لہجے میں کہا۔ "ہم آگے والے اسٹیشن پر کمپارٹمنٹ تبدیل کر لیں گے۔ براہِ کرم صرف تھوڑی دیر کی اجازت دے دیں۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے مدتھ۔ آؤ اندر آ جاؤ۔" لڑکی نے کہا اور کمپارٹمنٹ میں چڑھ آئی۔ ٹرین رینگنے لگی تھی۔ اس کے تینوں ساتھی بھی اندر آ گئے تھے۔

نے گہری نگاہوں سے لڑکی کا جائزہ لیا۔ بعد
میں ـــــ دلکش، بے حد حسین تھی۔ ایک مغرور قوم کی نمائندہ ہونے کے باوجود اس کے چہرے پر نرمی تھی اور وہ بے بلکی بھی نہیں تھی جو جدید یہودی قوم کی خاصیت ہے۔ یقیناً کسی بڑے گھرانے سے تعلق تھا ورنہ یہ کرّ و فر نہ ہوتے۔ افسر اس کے ایک ساتھی سے گفتگو کر کے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس نے کئی بار ان لوگوں سے اور ایک بار پھر لڑکی سے معذرت کی تھی۔ لڑکی نے بھی خوش اخلاقی سے یہودی افسر سے گفتگو کی۔ چونکہ وہ لوگ اپنی زبان میں گفتگو کر رہے تھے، اس لیے میں کچھ نہیں سمجھ پا رہا تھا لیکن یہودی افسر لڑکی سے بہت مرعوب نظر آنے لگا تھا۔ پھر لڑکی نے میری طرف اشارہ کر کے کچھ کہا اور یہودی افسر غالباً اسے میرے بارے میں بتانے لگا۔ پھر افسر نے انگریزی زبان میں مجھ سے کہا۔

"میڈم مورلینا تل ابیب کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔"

"ہیلو!" لڑکی میرے نزدیک آ بیٹھی۔

"ہیلو مس مورلینا!"

"تمھارا کیا نام ہے؟"

"عاقل توارد۔"

"فلسطینی ایجنٹ ہو؟"

"اس وقت وہی ہوں۔"

"سیاست سے میرے سر میں درد ہوتا ہے۔ میں اس حوالے سے کوئی گفتگو نہیں کروں گی اور تم سے بھی یہی درخواست کروں گی۔ ویسے مجھے تم سے ہمدردی ہے۔"

"شکریہ۔"

"اگر میرے ذریعے اپنے کسی عزیز و اقارب کو کوئی پیغام بھجوانا چاہو تو مجھے بتا دو، میں وعدہ کرتی ہوں کہ..."

"آپ کا شکریہ مادام! میں آپ کی اس ہمدردی کو یاد رکھوں گا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

لڑکی خاموشی سے میری شکل دیکھتی رہی پھر بولی "میں خلوصِ دل سے کہہ رہی ہوں، اگر میں تمھارا کوئی کام کر سکی تو مجھے خوشی ہو گی۔ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر میں یہ کام کرنا چاہتی ہوں۔ تمھارے عزیز و اقارب کہاں ہیں؟"

"خوش قسمتی سے ایسا کوئی سلسلہ نہیں ہے۔ میں اس کائنات میں تنہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"آفیسر! آپ کو میری اس گفتگو پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔ میں بہت نرم دل واقع ہوئی ہوں کسی کو تکلیف نہیں دیکھ سکتی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں مادام، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" آفیسر نے جواب دیا۔ لڑکی نے شکریہ ادا کر کے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور اس نے سامان میں سے باسکٹ نکال کر اس میں سے پھل نکالے پھر میرے سامنے رکھ دیے۔

"نہیں مادام... شکریہ۔ اس کی ضرورت نہیں۔"

"مجھے خوشی ہو گی۔" لڑکی نے اصرار کیا۔ اس نرم دل لڑکی کی اس خواہش کو میں ٹھکرا نہ سکا۔ پھل اور کافی سے اس نے میری تواضع کی۔ آفیسر کو بھی کافی پیش کی گئی۔ اس دوران وہ آفیسر سے بھی مسلسل باتیں کرتی رہی تھی۔

وقت گزرتا رہا۔ راستے میں ٹرین دو تین چھوٹے چھوٹے اسٹیشنوں پر رکی مگر اب کمپارٹمنٹ تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ لڑکی نے آفیسر کو اسی کمپارٹمنٹ میں سفر جاری رکھنے کی اجازت دے دی تھی۔ ماحول کچھ ایسا ہو گیا تھا کہ میری طرف سے وہ لوگ کسی حد تک مطمئن ہو گئے تھے۔ پہلے مسلح فوجی مجھ پر نگاہ جمائے بیٹھے رہے تھے لیکن اب ان پر کسلمندی طاری ہو گئی تھی اور وہ اونگھنے لگے تھے لیکن آفیسر پوری طرح چوکس تھا۔ لڑکی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وہ منکسر المزاجی کی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ میں نے بھی آنکھیں بند کر لی تھیں لیکن ذہن خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اچانک ٹرین کی رفتار کچھ سست ہوئی اور آخر میں وہ جھٹکا لے کر رک گئی۔

میں نے آنکھیں کھول کر اس اسٹیشن کو دیکھا جہاں ٹرین رکی تھی لیکن یہ اسٹیشن نہیں تھا۔ دونوں طرف بنجر میدان پھیلا ہوا تھا اور ذرا دور اونچے نیچے ٹیلے کثرت سے نظر آ رہے تھے۔ آفیسر گردن نکال کر باہر جھانکنے لگا اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے سپاہی بھی رخ بدل بدل کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے، ٹرین کیوں رکی ہوئی ہے لیکن اس وقت جو کچھ ہوا، اس کا میں تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا۔

لڑکی بجلی کی سی تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور اس نے آفیسر پر حملہ کر دیا۔ اس کا کھڑا ہاتھ آفیسر کی گدّی پر پڑا اور آفیسر کے حلق سے ایک چیخ نکل گئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا مگر لڑکی کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا دستہ ایک بار پھر اس کی کھوپڑی پر پڑا اور وہ عجیب سی آواز نکال کر دونوں ہاتھ پھیلائے کھڑا ہونے کی کوشش کرنے لگا۔

لڑکی کے تینوں ساتھی ان فوجیوں پر ٹوٹ پڑے تھے جو ابھی اپنے آفیسر کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوئے تھے۔ تینوں نے فوجی جوان [illegible] گیا۔ [illegible] کے رخ [illegible]

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی طرف کر دیے۔

فوجی جوان متحیر رہ گئے تھے۔ لڑکی نے پھرتی سے میرا بازو پکڑ کر اٹھتے ہوئے کہا "مسٹر علی! سوچ کیا رہے ہو، ہری اپ، ہری اپ۔"

میرے اعصاب جو ایک لمحے کے لیے کشیدہ ہو گئے تھے، ایک دم جھنجھنا اٹھے۔ یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا۔ لڑکی کون ہے اور اس نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ بس ٹرین رکی ہوئی ہے، سامنے ویران میدان بکھرا ہوا ہے اور وہ میری مدد پر آمادہ ہے، اس سے زیادہ کچھ اور سوچنا حماقت تھی۔ البتہ ایک کام میں نے بھی بہت پھرتی سے کیا کہ ایک فوجی کی اسٹین گن اپنے قبضے میں لے لی۔ اس دوران وہ تینوں افراد جو لڑکی کے ساتھ ہی ٹرین میں سوار ہوئے تھے، دوسرے فوجی جوانوں سے بھی ہتھیار رکھوا چکے تھے۔ پھر انھوں نے ان اسٹین گنوں کو خالی کر کے ٹرین سے باہر پھینک دیا۔

لوگ گردنیں نکال نکال کر باہر جھانک رہے تھے۔ ہم پھرتی سے نیچے اتر گئے۔ لڑکی کے دو ساتھی ٹرین کی طرف رخ کیے ہوئے گرج رہے تھے "اگر کسی نے نیچے اترنے کی کوشش کی یا کوئی اور حرکت کی تو ٹرین میں بیٹھے ہوئے ایک ایک مسافر کو بھون دیا جائے گا۔" پھر ان میں سے ایک نے ایک دستی بم ٹرین کی جانب اچھال دیا۔ جو کمپارٹمنٹ سے تھوڑے فاصلے پر ایک دھماکے کے ساتھ پھٹا اور ٹرین میں سے چیخوں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ لوگوں نے خوفزدہ ہو کر کھڑکیوں کے شٹر گرا دیے تھے۔

"بھاگو" لڑکی نے کہا اور ہم سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگے۔ میں ابھی تک ہوش میں نہیں تھا۔ بس ایک مشینی عمل تھا جو جاری تھا اور میں دوڑ رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ٹیلوں سے گزر کر ایک درے میں پہنچ گئے جو آگے جا کر ایک طرف گھوم جاتا تھا۔ جونہی ہم وہ موڑ گھومے، مجھے ایک بھورے رنگ کی جیپ نظر آئی جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر صرف ایک آدمی بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی اس نے سگریٹ پھینک دی اور پھرتی سے جیپ اسٹارٹ کر لی۔ لڑکی، میں اور اس کے تمام ساتھی دوڑ کر جیپ میں سوار ہو گئے تھے اور جیپ اچھلتی ہوئی ایک جانب دوڑنے لگی تھی۔

یہ کارروائی حواس باختہ کر دینے والی تھی اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے اور کیونکر ہوا۔ اسٹین گنیں سنبھالے لڑکی اور اس کے ساتھی جیپ کے مختلف حصوں میں تعینات تھے اور ان کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ وہ برق رفتاری کے ساتھ زیادہ سے زیادہ فاصلے طے کر لینا چاہتے تھے۔ اس دوران ہم نے کوئی بات چیت نہیں کی تھی۔ میں اب اپنے آپ کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لڑکی نے مجھ سے نگاہیں نہیں ملائی تھیں اور نہ ہی اس کے ساتھیوں سے میری کوئی بات چیت ہوئی تھی۔

جیپ تقریباً پون گھنٹا دوڑتی رہی اور پھر آٹھ یا دس میل چلنے کے بعد ہم ایک آبادی میں داخل ہو رہے تھے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے لڑکی کی جانب دیکھا۔ وہ اب کافی حد تک مطمئن نظر آ رہی تھی۔ میری آنکھوں سے آنکھیں ملیں تو وہ مسکرا دی۔

"اس بستی کا نام تناب ہے اور یہاں ہماری پناہ گاہ موجود ہے۔" اس نے مجھے بتایا۔

جیپ آبادی میں داخل ہو گئی تھی۔ کچے پکے مکان چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ شدید دھوپ اور گرمی کی وجہ سے مکانات کے سامنے کے حصے سنسان نظر آ رہے تھے۔ جیپ کئی پگڈنڈیوں سے گزرتی ہوئی بالآخر ایک سال خوردہ عمارت کے پاس پہنچ گئی جو کافی عرصے پہلے تعمیر کی گئی ہو گی اور پھر وہ عمارت کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ اندر چاروں طرف درخت لگے ہوئے تھے۔ ایک درخت کے سائے میں جیپ کھڑی کر دی گئی۔ وہ سب نیچے اتر آئے۔

"آئیے مسٹر علی" لڑکی نے کہا اور میں خاموشی سے نیچے اتر گیا۔ اسٹین گن اب بھی میرے ہاتھ میں تھی۔ ہم اندر داخل ہو کر ایک کمرے میں پہنچ گئے جو بہت ٹھنڈا محسوس ہو رہا تھا یا پھر یہ باہر کی گرمی اور تپش تھی جس کی وجہ سے یہ جگہ پُرسکون لگ رہی تھی۔ کمرے میں معمولی سا فرنیچر سجا ہوا تھا۔ لڑکی نے میری طرف دیکھ کر کہا "یہاں ہم پوری طرح محفوظ ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ اگر ہمارے خلاف کوئی کارروائی ہوئی تو اس کی اطلاع بہت پہلے ہمیں مل جائے گی۔ وہ غسل خانہ ہے، غسل کرنا چاہیں تو غسل کر لیں۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسٹین گن ایک طرف رکھی اور غسل خانے میں داخل ہو گیا۔

میں نے غسل کیا اور تازہ دم ہو کر باہر نکل آیا۔ اس کمرے میں اب کوئی موجود نہیں تھا۔ میں ایک آرام دہ کرسی پر دراز ہو گیا۔ واقعات اس قدر تیزی سے پیش آئے تھے کہ میرا ذہن ابھی تک اس سب صورت حال کا کوئی جواز تلاش نہ کر سکا تھا اور میں شدید حیرت کا شکار تھا۔ یہ لڑکی تو آفیسر کے بیان کے مطابق کسی معزز یہودی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ پھر یہ سب کچھ کیونکر ممکن ہوا؟

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ لڑکی اندر آئی اور میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہنے لگی "آئیے کھانا کھا لیا جائے، کھانا تیار ہے۔" میں مسکرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور لڑکی کے ساتھ اس کمرے سے باہر نکل کر ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گیا جہاں ایک میز پر برتن سجے ہوئے تھے۔ کوئی اور وہاں موجود نہیں تھا۔ لڑکی نے ایک کرسی خود کھسکائی اور دوسری میرے لیے، اس کے بعد وہ بیٹھ گئی۔

"دوسرے لوگ...؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ سب مصروف ہیں، آپ شروع کیجیے۔" وہ بولی اور میں نے بے تکلفی سے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھا دیے۔ لڑکی بھی میرے ساتھ شریک ہو گئی تھی۔ کھانے کے دوران اس نے کہا "مجھے انتہائی افسوس ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود میں آپ کا سراغ نہ پا سکی اور عرصۂ دراز تک آپ کو ان مشکلات کا شکار ہونا پڑا۔"

"اگر آپ مناسب سمجھیں تو کھانے کے دوران ہی میری حیرت دور کر دیں اور اپنے بارے میں کچھ بتائیں۔"

"میرا نام شہناز مرزوقہ ہے اور خدا کے فضل سے میں فلسطینی ہوں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"اور آپ کے ساتھی؟"

"سب کے سب فلسطینی ہیں۔ ہم لوگ بھیس بدل کر آپ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ مجھے مخصوص ذرائع سے آپ کے بارے میں اطلاعات ملی تھیں۔ دراصل آپ کو ہم اس وقت پا سکے جب آپ گرفتار ہو چکے تھے اور اس کے بعد سے ہم لوگ مسلسل اس تاک میں لگے ہوئے تھے کہ کب کوئی ایسا موقع ہاتھ آئے کہ آپ کو رہا کرایا جائے۔ یہی ہماری ذمے داری تھی۔"

"بڑی حیرتناک بات ہے، فوجی افسر نے آپ کو مس مورلینا کی حیثیت سے کیسے تسلیم کر لیا؟"

"اس لیے کہ وہ صرف اس خاندان کے بارے میں جانتا تھا۔ اس نے خاندان کے افراد کو دیکھا نہیں تھا جبکہ ہمیں اس خاندان کے بارے میں مکمل معلومات حاصل تھیں۔"

"کیا آپ کے چہرے پر میک اپ ہے؟"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔ ضرورت ہوتی تو یہ بھی کر لیا جاتا۔"

"ٹرین کا وہ کمپارٹمنٹ آپ نے ریزرو کرایا تھا؟"

"ہاں۔ ساری کارروائیاں ہنگامی تھیں۔ بہرصورت آپ کو رہا کرانا تھا۔"

"میں انتہائی شکر گزار ہوں آپ کا۔ آپ نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ میرے تو تصور میں بھی نہیں تھا کہ آپ ہم میں سے ایک ہو سکتی ہیں۔"

"شکریہ" لڑکی نے آہستہ سے کہا۔ اس دوران ہم کھانے میں مصروف رہے تھے۔ کھانے کے بعد ہم نے کافی پی اور اس کے بعد اٹھ کر اس کمرے میں آ گئے جہاں ہم لوگ پہلے پہنچے تھے۔ اس نے مجھے آرام کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا "اگر آپ سونا چاہیں تو اطمینان سے سو جائیے۔ اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اگر ہماری تلاش شروع کی گئی ہو گی تو وہ دوسری ہی علاقوں میں ہو گی۔ اس طرف کا دھیان انھیں نہیں ہو گا۔"

"یہاں آپ کسی گوریلا تنظیم سے وابستہ ہیں؟"

"ہاں، یہی سمجھ لیجیے۔"

"ٹرین کیسے رکی تھی؟"

"ریلوے لائن پر درختوں کے تنے ڈال دیے گئے تھے، اس لیے ڈرائیور کو ٹرین روکنا پڑی۔"

"یہ کام کس نے کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"جیپ کے اس ڈرائیور نے جو وہاں ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ وہ جگہ ہم نے پہلے سے مقرر کر لی تھی۔ چونکہ وہاں سے خاصی دور تک کوئی اسٹیشن نہیں ہے۔"

"کیا آپ کو یہ بات بتا دی گئی تھی کہ میں کہاں مل سکوں گا یا میرا مشن کیا ہے؟"

"ہم اس بات پر توجہ نہیں دیتے کہ کون کیا کام کر رہا ہے، ہمارے لیے بس اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ ہمیں ہیڈ کوارٹر سے حکم مل جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ کس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ آپ کی نشاندہی کر دی گئی تھی اور یہ ذمے داری سپرد کر دی گئی تھی کہ ہم آپ کو اسرائیلیوں کے پنجے سے رہا کرائیں۔ ہمارا گروپ تقریباً تیس افراد پر مشتمل ہے مگر یہ کام صرف ہم پانچ افراد کے سپرد کیا گیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ ہم اسے انجام دینے میں کامیاب ہو گئے۔"

"اس کے بعد کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس بستی میں رک کر ہم دانش رمزی کا انتظار کریں گے۔ وہ بیروت سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہے۔ نیا پروگرام وہی بتائے گا۔"

"اسے کس طرح معلوم ہو گا کہ آپ اس مرحلے میں کامیاب ہو گئی ہیں؟"

شہناز مرزوقہ مسکرا دی۔ پھر بولی "ہم لوگ ایک دوسرے پر مکمل اعتماد کرتے ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ میں ناکام نہیں رہوں گی۔"

"جس قدر جلد ممکن ہو، مجھے بیروت پہنچا دو۔ میں ایک اہم مقصد سے یہاں آیا تھا اور اس کے بارے میں ہیڈ کوارٹر کو پیغام دینا چاہتا ہوں۔"

"ہ[illegible] یہی کوشش ہے لیکن [illegible] اتنے بااختیار نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہ فوری طور پر جو چاہیں کر گزریں۔ اسرائیل میں آپ ہماری مجبوریوں کو سمجھ سکتے ہیں۔"

بستی کے اس مکان میں تین دن گزر گئے تھے۔ کوئی تکلیف نہیں تھی، ہر چیز موجود تھی، عمدہ کھانا اور آرام۔ ان تین دنوں میں میں نے ساری تھکن اتار لی تھی۔ شہناز بہت دلچسپ شخصیت کی مالک اور ایک سرگرم فلسطینی تھی۔ اس نے مجھ سے میرے بارے میں مزید تفصیل نہیں پوچھی تھی۔

ایک شام چائے کے دوران میں نے اس سے یہ سوال کیا تو وہ سنجیدہ ہو کر بولی۔ "ہمیں اصولی طور پر ایک دوسرے کے بارے میں کھوج نہیں کرنی چاہیے۔ یوں بھی، ہم سب کچھ تو جانتے ہیں۔"

"سب کچھ... !"

"ہاں! تم میرے بارے میں یہ بات نہیں جانتے کہ ہم اپنے وطن کے حصول کے لیے کوشاں ہیں اور سروں پر کفن باندھ کر میدان میں آگئے ہیں۔" اس نے رنجیدہ لہجے میں کہا۔

"سوری شہناز! آپ کی بات درست ہے۔"

"یہی میں تمھارے بارے میں جانتی ہوں علی! اور بس اتنا جاننا ہی بہت ہے۔" اس کے بعد میں نے اس سے اس موضوع پر بات نہیں کی۔

پانچویں دن ہمارے درمیان ایک گھٹے ہوئے چہرے والے دراز قامت شخص کا اضافہ ہوگیا۔ سپاٹ چہرے اور زرد آنکھوں والے اس شخص میں کوئی کشش نہیں تھی اور اس سے گفتگو کرنا بھی ناگوارِ خاطر تھا۔ یہ دانش رمزی تھا۔

"آپ سے مل کر مسرت ہوئی مسٹر علی!" اس کا لہجہ بھی اس کے بے تاثر چہرے کی مانند تھا۔

"ہم بے چینی سے آپ کے منتظر تھے۔" میں نے کہا۔

"میں نے وقت سے پہلے آنا مناسب نہ سمجھا۔"

"آپ کو یقین تھا کہ ہم بعافیت یہاں پہنچ چکے ہوں گے؟" میں نے سوال کیا۔

"شہناز مرزوقہ نے شاید اپنا مکمل تعارف آپ سے نہیں کرایا۔ وہ اے گریڈ کی خاتون ہیں اور جو کام ان کے سپرد ہوتا ہے، اس کی تکمیل کا ہمیں یقین ہوتا ہے۔"

"خوب! بڑی مسرت کی بات ہے کہ آپ لوگ ایک دوسرے پر اس قدر اعتماد کرتے ہیں، میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ اب مجھے آئندہ کا پروگرام بتائیے؟"

"صورتِ حال جس قدر خطرناک ہوگئی ہے، آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے مسٹر علی! ہم لوگ ایک دوسرے کے مشاغل کی کھوج میں نہیں رہتے لیکن آپ کے بارے میں پروگرام ترتیب دیتے ہوئے خاصی تفصیلات معلوم ہوگئیں۔ مسٹر عاقل تولردان کی قید میں ہلاک ہو چکے ہیں۔ مارشل کیہان کا خیال ہے کہ آپ کے پاس اسرائیل کے ایٹمی منصوبے کی تفصیلات موجود ہیں اور وہ کسی قیمت پر آپ کو اسرائیل سے باہر نہیں جانے دینا چاہتا۔ اس مقصد کے لیے اس نے جو کچھ کیا ہے، وہ قابلِ تعریف بھی ہے اور ہمارے لیے لمحۂ فکریہ بھی۔"

"مارشل کیہان کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اسرائیلی سیکرٹ سروس کا ایک شیطانی ذہن۔ اس نے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ چیونٹی بھی نظر میں آئے بغیر اسرائیلی سرحدوں کو عبور نہ کر سکے۔ فدائین کے بہت سے منصوبے اسی وجہ سے متاثر ہوئے ہیں۔"

"گویا میرا ابھی یہاں سے نکلنا مشکل ہے؟"

"یہ کام اگر دس گھنٹے کے اندر نہ ہو سکا تو پھر ناممکن ہو جائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ کو دس گھنٹے کے اندر یہاں سے نکل جانا ہے لیکن آپ کی منزل شام، لبنان یا اردن نہیں بلکہ مغربی جرمنی ہوگی، آپ کو بون جانا ہوگا۔"

"وہ کیوں؟"

"لوئیس ہاربن نامی ایک شخص کو میں نے اغوا کیا ہے اور اس وقت وہ میری قید میں ہے۔ اس کے سارے کاغذات بھی میرے پاس ہیں۔ اس کی یہاں آمد بہت پُراسرار انداز میں ہوئی ہے اور ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے اور یہاں کیوں آیا ہے۔ لیکن دس گھنٹے کے بعد اسے آئی ایل کے ایک طیارے سے بون کے لیے پرواز کرنا ہے۔ اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے۔ آپ کے لیے مارشل کیہان زبردست انتظامات کر رہا ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ بہت جلد وہ اتنے مضبوط جال پھیلا دے گا کہ اس چھوٹے سے ملک اسرائیل سے آپ کا نکلنا ناممکن ہو جائے گا۔ اسرائیلی ایجنٹ کسی قیمت پر بھی یہ بات برداشت نہیں کریں گے کہ ان کے ایٹمی راز فلسطینیوں کے ہاتھ لگ جائیں۔"

میں متفکر انداز میں دانش رمزی کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن تم کہتے ہو دانش کہ لوئیس ہاربن کے بارے میں تم بھی کچھ نہیں جانتے؟"

"ہاں، ہمیں فوری طور پر کسی ایسے کردار کی ضرورت تھی جو ہمارے کسی کام آسکے اور یہی شخص ایسا نظر آیا جس کے روپ میں آپ کو اسرائیل سے باہر نکال دیا جائے۔"

"فرض کرو، میں بون پہنچ گیا تو مجھے وہاں جا کر کیا کرنا ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں۔ بون میں آپ اپنے لیے جگہ بنائیں گے۔ آپ کو وہاں کی کرنسی مہیا کر دی جائے گی۔ کم از کم اس حد تک کہ آپ اپنے ابتدائی کام چلا سکیں اور اس کے بعد مسٹر علی یار خان، ہم کوشش کریں گے کہ ہم بھی وہاں پہنچ جائیں۔ اس وقت تک آپ جس طرح بھی ممکن ہو، وقت گزاریں۔ اس کے علاوہ اگر کچھ ایسے واقعات آپ کے ساتھ پیش آجائیں جو آپ کے خیال میں مشکوک ہوں تو آپ اپنا یہ میک اپ تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔ بہرطور، بون میں آپ کو صرف اتنا وقت گزارنا ہے کہ ہم وہاں تک پہنچ جائیں۔"

"تم لوگوں کے بارے میں مجھے کس طرح معلوم ہوگا کہ تم وہاں آچکے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے لیے ہم کوئی طریقۂ کار متعین کر لیتے ہیں۔ فرض کیجیے میں اخبار میں یعنی بون کے کسی بھی انگریزی اخبار میں یہ اشتہار دے دیتا ہوں کہ ہارسن بلوشر، میکائیل سے فلاں جگہ ملاقات کر لے تو مجھے یقین ہے کہ آپ کو ہمیں تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے لیکن تمھارا وہاں پہنچنا کب تک متوقع ہوگا؟"

"اس کے لیے کم از کم دس سے پندرہ دن کا تعین کر لیا جائے۔"

"کیا اتنی کرنسی میرے حوالے کی جائے گی کہ میں پندرہ دن آرام سے وہاں گزار سکوں؟"

"اس سلسلے میں ہم معذرت خواہ ہیں۔ اگر زیادہ کرنسی مہیا بھی کر دیں تو آپ اسے لے کر نہیں جا سکیں گے اور خواہ مخواہ مشکوک ہو جائیں گے۔ مزید کرنسی آپ کو وہیں کسی طرح حاصل کرنا ہوگی۔ کیا یہ کام آپ کے لیے مشکل ہوگا؟"

"یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میں نے صرف معلوم کیا تھا تم سے۔ اب باقی کام میں خود کر لوں گا۔ تو اب کیا پروگرام ہے؟"

"بس اب سے تھوڑی دیر کے بعد آپ کو یہاں سے نکال کر خفیہ طور پر تل ابیب لے جایا جائے گا۔ اس دوران میں آپ کا میک اپ کیے دیتا ہوں۔"

"کیا تم میک اپ کا سامان لے کر آئے ہو؟"

"نہ صرف میک اپ کا سامان بلکہ لوئیس ہاربن کی مختلف اندازکی [illegible] بھی۔"

"اور اس کی آواز کے بارے میں کیا کیا جائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"اس کی آواز کا ریکارڈ میرے پاس موجود ہے، اگر آپ آوازوں کی نقل کر سکتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ ورنہ بون میں [illegible] آپ کو کسی سے ملنا تو ہے نہیں۔" دانش رمزی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

مجھے اس صورتِ حال پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ان لوگوں نے اگر تمام معاملات سنبھال لیے تھے اور اس طرح میری جان بچا کر مجھے یہاں تک لے آئے تھے تو پھر میرا ابھی فرض تھا کہ میں ان پر بھروسا کروں۔ دانش رمزی ایک ماہر میک اپ مین تھا۔ اس نے میرے چہرے کی مرمت شروع کر دی۔ آدھے گھنٹے کے بعد اپنے کام سے فارغ ہو کر اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ اس دوران شہناز بھی میرے سامنے ہی بیٹھی رہی تھی اور دلچسپی سے میرا چہرہ دیکھتی رہی تھی۔ اس حسین لڑکی کی کارکردگی کو دیکھتے ہوئے میں اس کی عزت کرنے لگا تھا اور پھر اس مختصر عرصے میں اس کے اور میرے درمیان خاصی یگانگت بھی پیدا ہوگئی تھی۔

پھر اسی رات ہم نے وہاں سے سفر شروع کر دیا۔ رمزی اپنے ساتھ ایک عمدہ قسم کی کار لے کر آیا تھا جس میں بیٹھ کر ہم چل پڑے۔ شہناز مرزوقہ ہمارے ساتھ نہیں آئی تھی۔ کھلی چھت کی کار میں بڑے سکون سے سفر جاری رہا۔ راستے میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی صرف تل ابیب میں داخل ہو کر ہمیں کچھ لوگوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن چالاک دانش رمزی نے تمام باتوں کا خیال رکھا تھا۔ اس نے اپنے اور میرے کاغذات ان لوگوں کو دکھائے اور ہمیں وہاں سے گزرنے کی اجازت دے دی گئی۔ ہم نے ایئرپورٹ کے نزدیک ہی ایک کنٹین میں وقت گزارا تھا۔ دس گھنٹوں میں سے تقریباً ساڑھے چھ گھنٹے گزر چکے تھے اور اب ساڑھے تین گھنٹے کا مسئلہ تھا۔ دانش رمزی وہیں کنٹین میں بیٹھا تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک مجھے مختلف باتیں سمجھاتا رہا اور اس کے بعد وہ کچھ مزید انتظامات کرنے چلا گیا۔ میں کنٹین ہی میں بیٹھا رہا۔

میں ان کے منصوبے سے متاثر ہو کر بون روانہ ہونے کے لیے تیار تو ہوگیا تھا لیکن اب سوچ رہا تھا کہ بون میں میری زندگی کس انداز میں گزرے گی؟ جس حیثیت سے میں وہاں جا رہا تھا، اس کا کیا ہوگا؟ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ وہاں پہنچ کر میں اپنا میک اپ اتار دوں اور لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاؤں یا پھر یہی معلوم کرنے کی کوشش کروں کہ لوئیس ہاربن ہے کیا چیز۔ اس سے پہلے بھی میں اینڈریو کے میک اپ میں امریکا سے لندن پہنچ چکا تھا لیکن وہ تجربہ بعد میں میرے لیے خاصا تلخ ثابت ہوا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ پھر اینڈریو میرا دوست بن گیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا اور مجھے بہت سی مشکلات سے نکالنے کا باعث بھی بنا تھا۔ اب ایک بار پھر وہی تجربہ دُہرایا جا رہا تھا اور میں اس کے لیے مکمل طور پر تیار بھی تھا۔

بالآخر وہ وقت آ گیا جب مجھے دانش رمزی نے خدا حافظ کہا اور میں اس سے پُرجوش مصافحہ کرنے کے بعد امیگریشن ہال میں داخل ہو گیا۔ یہاں سے فارغ ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ اس کے بعد ایک خوب صورت ایئر ہوسٹس نے مجھے آئی ایل کے دیوہیکل طیارے میں پہنچا دیا۔

طیارے میں پہنچنے کے بعد میں نے اپنی سیٹ سنبھال لی۔ میرا ہمسفر ایک ادھیڑ عمر، فربہ جسم شخص تھا۔ اس کے بدن کا پھیلاؤ میری سیٹ تک تھا۔ اس نے مجھے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی، اونگھتا ہی رہا اور یہی بہتر بھی تھا۔

میں سوچ رہا تھا کہ بون پہنچنے کے بعد مجھے کس طرح وہاں وقت گزارنا چاہیے۔ غور کیا تو اندازہ ہوا کہ واقعی دانش رمزی اور شہناز مرزوقہ کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ مجھے کسی ایسی فلائیٹ سے تل ابیب سے نکالیں جس پر ان لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو سکے۔ اگر یہ فلائیٹ بیروت یا کسی ایسے ملک جاتی جہاں پی ایل او کے کارکن موجود ہوتے تو یقینی طور پر اس فلائیٹ سے سفر کرنے والے ایک ایک شخص پر نگاہ رکھی جاتی ویسے میں نے ایئر پورٹ پر ایسی کوئی خاص ہنگامی صورت نہیں دیکھی تھی جس سے دانش رمزی کی بات کی تصدیق ہوتی۔ ہاں، اگر بہت خفیہ انتظامات رہے ہوں تو بات دیگر تھی۔

سفر جاری رہا۔ اس دوران کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا۔ پھر طیارہ بون پہنچ گیا۔ پائلٹ روم سے بون کے موسم کے بارے میں بتایا جا رہا تھا جہاں اس وقت بارش ہو رہی تھی۔ طیارہ رن وے پر اتر گیا۔ سیڑھی لگ گئی اور مسافروں کو کسٹم ہاؤس تک لے جانے کے لیے خصوصی گاڑیوں کا بندوبست کر دیا گیا۔

کسٹم ہاؤس کے بڑے گیٹ سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک جوان لڑکی جس نے سنجیدہ سا لباس پہنا ہوا تھا اور آنکھوں پر چشمہ لگائے ہوئے تھی، حیرت زدہ سا چہرہ بنائے میرے پاس پہنچ گئی۔

"اوہ میرے خدا! تم لوئیس! یہ تم ہی ہو یا میری آنکھیں دھوکا کھا رہی ہیں۔"

میں نے چونک کر لڑکی کو دیکھا اور پھر میرے ہونٹوں پر خواہ مخواہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اگر میں کہوں، تمھاری آنکھیں دھوکا کھا رہی ہیں تو۔۔۔؟"

"نہیں، ناممکن۔" لڑکی نے گردن جھٹک کر کہا اور پھر اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "مجھے یقین نہیں آتا کہ تم اتنی جلدی واپس آ گئے۔۔۔ میں۔۔۔ میں کیسے یقین کروں؟"

"اس میں یقین نہ کرنے کی کیا بات ہے؟"

"لوئیس، لوئیس! تم آؤ تو سہی۔ یہاں کیوں کھڑے ہو؟ شاید تمھیں اس بات پر تعجب ہو کہ میں مسٹر گریس کو ابھی تھوڑی دیر قبل ایئر پورٹ پر چھوڑنے کے لیے آئی تھی۔ وہ ساؤتھ افریقہ روانہ ہو گئے ہیں۔"

"خوب، اگر تم مجھے لوئیس بنانے پر ہی تلی ہوئی ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"ناممکن ہے، دیکھو مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو، کیا تم لوئیس ہاربن نہیں ہو؟"

"کمال ہے! اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں لوئیس ہاربن بن جاؤں، تو مجھے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔"

"تو پھر آؤ، کہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔" اس نے کہا۔ میں ایک لمحے کے لیے ٹپٹا سا گیا تھا۔ لڑکی نے مجھے اسی نام سے پکارا تھا جس کے میک اپ میں میں یہاں آیا تھا لیکن یہ کون ہے اور کیا ہے؟ اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہونا ضروری تھا۔ شہناز یا دانش خود بھی لوئیس ہاربن کو نہیں جانتے تھے یہ ذرا سی الجھن کی بات تھی۔ بہرحال میں لڑکی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ سوچا، دیکھوں گا اب جو کچھ بھی حالات پیش آئیں۔

وہ مجھے لیے ہوئے ایک خوب صورت سے ریستوران میں داخل ہو گئی جو ایئر پورٹ سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔ موسم کے لحاظ سے ریستوران میں موسیقی کا اہتمام تھا۔ مدھم روشنیاں ماحول کو پُراسرار بنائے ہوئے تھیں۔ ایک پُرسکون گوشے میں ہم دونوں بیٹھ گئے۔ لڑکی نے ٹٹولنے والی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ویٹر کو بلا کر کافی طلب کر لی۔

"تمھاری واپسی میرے لیے انتہائی حیرت ناک ہے، میں تو تمھارے بارے میں کچھ اور ہی سوچ رہی تھی لوئیس!"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"مثلاً یہ کہ اب تم بون کبھی واپس نہیں آؤ گے۔ کیرٹ آج بھی تمھیں یاد کرتا ہے تو اس کی آنکھوں میں نمی آ جاتی ہے۔ اس نے البتہ ایک بار ضرور کہا تھا کہ تم کہیں بھی چلے جاؤ لیکن واپس بون ہی آؤ گے۔"

"ہوں۔ اب میں اس سلسلے میں مزید کیا کہوں ڈیئر۔ اب میں تم سے یہ کہوں کہ میں تمھارا نام بھی نہیں جانتا۔۔۔ تو یقیناً تمھیں افسوس ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں ہاں، کہتے رہو، کہتے رہو۔ میں تمھاری باتوں پر یقین ہی کب کرتی ہوں، سدا کے شریر ہو۔"

"اس کے ساتھ ساتھ ہی اگر اپنا نام بھی بتا دو تو میرے لیے مسرت کا باعث ہوگا۔" میں نے جواب دیا اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔

"لوئیس! آخر مجھ سے کیوں چھپ رہے ہو؟ میں ڈینی ہوں۔۔۔۔ ڈینی براؤنسن۔"

"بہت بہت شکریہ۔ بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر، مس ڈینی براؤنسن ــــــ" میں نے کہا اور وہ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگی، پھر آہستہ سے ہنس پڑی۔ اسی وقت کافی آ گئی تھی، بہترین کافی نے اس وقت بہت لطف دیا تھا۔

کافی پینے کے بعد ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ ڈینی کہنے لگی۔ "اگر تم کیرٹ سے ملنا چاہو تو ہم لوگ سیدھے یہاں سے وہیں چلتے ہیں، وہ تمھیں دیکھ کر بے پناہ خوش ہوگا۔"

"ڈینی، میں تمھاری غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ ممکن ہے میری شکل کسی لوئیس ہاربن سے ملتی ہو لیکن درحقیقت میں لوئیس ہاربن نہیں ہوں۔"

"میں اس بارے میں سب کچھ جانتی ہوں، میں جانتی ہوں تم خود کو لوئیس ہاربن کیوں نہیں تسلیم کر رہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم یہاں سے کیوں فرار ہوئے تھے اور کیرٹ تمھاری واپسی کے بارے میں مشکوک کیوں ہے لیکن کوئی بات نہیں، ساری غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ آؤ۔"

میں بلاتعرض اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ لڑکی کے بارے میں کوئی فیصلہ کرتے ہوئے ذرا دقت ہو رہی تھی۔ اگر وہ مجھے لوئیس ہاربن کے نام سے نہ پکارتی تو شاید میں اسے نظر انداز کر کے نکل جاتا لیکن اب یہ میرے لیے ذرا مشکل تھا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ کر چل پڑا۔ وہ خاصی تیز ڈرائیونگ کر رہی تھی۔

ایئر پورٹ سے آگے بڑھ کر وہ ایک چوراہے سے بائیں سمت مڑ گئی۔ اس طرف تقریباً سنسان علاقہ تھا، غالباً اس نے شہر جانے والا راستہ چھوڑ دیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کسی نئی مصیبت کا شکار نہ ہو جاؤں لیکن پھر خیال آیا کہ اگر ایسی کوئی بات ہے بھی تو جو ہوگا دیکھا جائے گا، یہ پندرہ دن تو کسی نہ کسی طرح گزارنے ہی ہیں، لوئیس ہاربن کے بارے میں بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا چیز ہے۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔

یہ سنسان سڑک خاصی طویل تھی اور آگے چل کر بائیں سمت گھوم گئی تھی لیکن جب ہم ایک موڑ پر گھومے تو دفعتاً میری نگاہ عقب نما آئینے کی طرف اٹھ گئی۔ میں نے اس شوخ رنگ کی کار کو ایئر پورٹ پر بھی دیکھا تھا۔ غالباً اس کے رنگ کی شوخی ہی نگاہوں میں رہ گئی تھی، اس کے بعد ایک بار اور اس کی جھلک نظر آئی تھی اور اب وہ ہماری کار کے پیچھے پیچھے ہی یہ موڑ مڑی تھی۔

میں نے لڑکی کو مخاطب کیا۔ "ڈینی! عقب نما آئینے میں اس کار کو دیکھو، کیا یہ ہمارے ساتھیوں میں سے ہو سکتے ہیں؟"

ایک لمحے کے لیے اس کا ہاتھ اسٹیئرنگ پر بہکا لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا اور پیچھے دیکھتے ہوئے بولی۔ "نہیں، یہ کار میرے لیے اجنبی ہے۔"

"یہ ایئر پورٹ سے ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔"

"اوہ، کیا واقعی! تمھیں یقین ہے؟"

"ہاں۔"

"تو پھر۔۔۔ تو پھر کیا کروں میں؟"

"کار ایک سائڈ کر کے روک دو۔" میں نے کہا اور ڈینی کا پاؤں بے اختیار بریک پر جا پڑا۔ وہ آہستہ آہستہ رفتار کم کر رہی تھی اور پھر اس نے کار سڑک سے اتار کر بریک لگا دیے۔

"انجن بند کر دو۔" میں نے کہا اور اس نے میری اس تیسری ہدایت پر بھی بے چون و چرا عمل کیا۔

شوخ رنگ کی کار والے کافی دلیر معلوم ہوتے تھے۔ وہ ہمارے نزدیک ہی آ کر رک گئے تھے اور پھر کار میں سے تین آدمی پھرتی سے نیچے اُتر آئے۔ یہ سب کے سب برساتیوں میں ملبوس تھے اور اچھے خاصے تن و توش کے مالک نظر آتے تھے۔ دوسرے ہی لمحے وہ ہماری کار کی جانب دوڑے، ان کے ہاتھوں میں دبے ہوئے پستول صاف دیکھے جا سکتے تھے۔ ان میں سے ایک نے کار کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے کھولتے ہوئے کہا۔ "نیچے آ جاؤ۔" لہجے میں سفاکی تھی اور پستول کی نال میری پیشانی کی جانب اٹھی ہوئی تھی۔

"کیا چاہتے ہو تم۔۔۔ کیا بات ہے؟" میں نے سوال کیا اور طویل القامت نے میرے گریبان پر ہاتھ ڈال کر مجھے نیچے گھسیٹ لیا لیکن اب اس طرح تو میں ان کے قبضے میں نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے اپنے بدن کو یوں ڈھیلا چھوڑ دیا کہ مجھے گھسیٹنے کی کوشش اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئی اور میں اس پر جا گرا۔ اس کے سینے سے ٹکراتے ہی میں نے اپنا سر پوری قوت سے اس کی ناک پر دے مارا اور اس کے ساتھ ہی دوسرا ہاتھ اس کے پستول پر ڈال دیا۔ اس نے پستول مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ میں نے پھرتی سے پستول کا رخ بدلا اور اس کے ہاتھ کی انگلی پر دباؤ ڈالتے ہوئے ٹریگر دبا دیا۔

ایک فائر ہوا اور نزدیک کھڑا ہوا شخص پیٹ پکڑ کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

زمین کی جانب جھک گیا۔ دوسرے آدمی نے ایک ہولناک دہاڑ کے ساتھ ہم دونوں پر ہی چھلانگ لگا دی تھی لیکن میرے لیے اب یہ مشکل نہیں تھا کہ میں اس شخص کو چھوڑ کر ہٹ جاؤں۔ وہ اپنے ساتھی پر گرا اور پھر بری طرح دونوں کار سے ٹکرا گئے۔

ڈینی ابھی تک اسٹیرنگ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کار سے ٹکرانے والے اپنے آپ کو سنبھال کر پھر مجھ پر حملہ آور ہوئے لیکن میں انھیں اس کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ وہ مجھ پر قابو پالیں۔ چنانچہ جونہی وہ مجھ تک پہنچے' میں نیچے بیٹھ گیا اور وہ اپنی جھونک میں مجھ سے ٹکرا کر میرے پیچھے الٹ گئے۔ اب ڈینی بھی نیچے اتر آئی اور پھرتی سے دوڑتی ہوئی اس طرف آگئی جہاں ہم لوگ لڑ رہے تھے۔ اس نے گرے ہوئے آدمی کی پیشانی پر بے اختیار ٹھوکر ماری اور ایک خوفناک واقعہ پیش آگیا۔ اس کے جوتے کی سخت نوک اس کی آنکھ میں گھس گئی تھی۔ اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور دوسرا آدمی جو سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا' بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے اپنے ساتھی کو دیکھا اور پھر اندھا دھند کار کی جانب بھاگا۔ کار کا انجن اسٹارٹ چھوڑ دیا گیا تھا' وہ پھرتی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور اپنے دونوں ساتھیوں کو چھوڑ کر فرار ہوگیا۔

زخمی شخص بری طرح تڑپ رہا تھا۔ آنکھ سے نکلنے والا خون اس کے چہرے پر پھیل گیا تھا۔ ڈینی بھی بری طرح کانپ رہی تھی۔ میں اسے سنبھالے ہوئے کار کے نزدیک آگیا۔ ان دونوں کے بارے میں اس وقت کوئی تفتیش مناسب نہیں تھی۔ میں نے ڈینی کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود گھوم کر اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ کار اسٹارٹ کر کے میں نے اسی طرف بڑھا دی جس طرف وہ شوخ رنگ کی کار گئی تھی۔ ڈینی نے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھے ہوئے تھے اور اس کے بدن میں اب بھی تھرتھراہٹ تھی۔

"اے ڈینی! یہ کیا بزدلی ہے' تم کانپ کیوں رہی ہو؟"

"اوہ میرے خدا! میرا یہ مقصد تو نہیں تھا۔" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"دیکھو' میں دروازے کا ہینڈل کھولوں گا اور تمھیں باہر اچھال دوں گا۔ ورنہ اپنے آپ کو سنبھالو۔"

ڈینی نے جلدی سے اپنے چہرے پر سے دونوں ہاتھ ہٹا لیے تھے' وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر آہستہ سے بولی۔ "میرا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا۔"

"میں جانتا ہوں' میں جانتا ہوں لیکن کیا کیا جائے مجبوری تھی' ہمیں اپنی حفاظت کے لیے یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ ویسے یہ کون ہوسکتے ہیں؟"

"خدا جانے' مجھے گیرٹ کو ان کے بارے میں اطلاع دینا ہوگی۔ اوہ! ہم نے ان کی کار کا نمبر بھی نہیں دیکھا لیکن کیسے دیکھتی میں! آہ' مجھ سے جو کچھ ہوگیا' شاید گیرٹ بھی اسے پسند نہ کرے۔ کیا وہ مر جائے گا؟ کیا وہ مر جائے گا لوئیس؟"

"اگر مر نہیں جائے گا تو کانا ضرور ہو جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم مسکرا رہے ہو لوئیس! تم ایسی صورت میں بھی مسکرا سکتے ہو۔"

"میں ہر حال میں مسکرا سکتا ہوں ڈینی۔" میں نے آہستہ سے کہا اور وہ پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگی۔

"وہ دونوں اسی جگہ پڑے ہیں۔" وہ بولی۔ "ان میں سے ایک کو گولی لگی ہے' کیا وہ بھی مر جائے گا؟"

"ممکن ہے' وہ دونوں ہی مر جائیں۔ اب تم ان کا خیال ذہن سے نکال دو۔ آگے جلنے والی کار تو اس طرح گئی ہے کہ اب اس کا نام ونشان بھی نظر نہیں آ رہا۔" میں نے کہا اور ڈینی سیٹ کی پشت سے ٹک کر گہری گہری سانسیں لینے لگی' اس کے خوب صورت چہرے پر خوف کے آثار نمایاں تھے۔ "کیا تم بیہوش ہونے کی کوشش کر رہی ہو ڈینی! اگر ایسا ہو تو مجھے بتاؤ' مجھے کس طرف چلتے رہنا چاہیے۔" میں نے کہا اور وہ چونک کر سیدھی ہوگئی۔

"تمھارا مذاق ابھی تک جاری ہے۔"

"مذاق؟"

"ہاں مذاق۔ تم نہیں جانتے کہ ہمیں کہاں جانا ہے؟"

"اوہ ڈینی ڈیئر! شاید میرا ذہنی توازن کچھ بگڑ گیا ہے' تم بتا ہی دو تو اچھا ہے۔"

"میں تمھیں اپنے فلیٹ پر لے جا رہی ہوں۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن تمھارا فلیٹ ہے کہاں؟"

"ساؤتھ ان میں۔ کیا تم یہ تمام باتیں فراموش کر بیٹھے ہو؟"

"ہاں۔ ساؤتھ ان کا راستہ بتاؤ؟"

"سیدھے چلتے رہو۔" ڈینی نے غصیلے لہجے میں کہا اور میں کار دوڑاتا رہا۔ کافی دور چلنے کے بعد مجھے عمارتوں کا سلسلہ نظر آنے لگا۔

عمارتوں کے نزدیک پہنچنے کے بعد ایک بار پھر میں نے کار کی رفتار سست کر دی۔ ڈینی چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"کیوں کیا ہوا؟ کار کی رفتار اتنی کم کیوں کر دی؟" وہ بولی۔

"آؤ اب تم اسٹیرنگ سنبھالو۔ میں تھک گیا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ' میں ابھی اعصابی طور پر پُرسکون نہیں ہوں۔"

"خود کو پُرسکون کرو ڈینی! آؤ' آجاؤ۔" میں نے کہا اور کار کو روک کر اس کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ وہ الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔ پھر اس نے اسٹیرنگ دوبارہ سنبھال لیا اور میں اس کے برابر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد کار پیچ در پیچ گلیوں اور سڑکوں سے گزر کر ایک عمارت کے سامنے رک گئی۔ عمارت کے نیچے گیراج بنے ہوئے تھے' اس نے کار ایک گیراج میں کھڑی کر دی اور میرے ساتھ عمارت کے صدر دروازے کی جانب چل پڑی۔

پہلی منزل کے ایک فلیٹ پر رک کر اس نے فلیٹ کا تالا کھولا اور مجھے اندر آنے کا اشارہ کرتی ہوئی اندر داخل ہوگئی۔

چھوٹا سا لیکن خوبصورت فلیٹ تھا' وہ مجھے لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئی۔ ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے میں نے اس سے کہا۔ "ڈینی! کیا تمھیں مجھ پر شبہ نہیں ہے؟"

"کیسا شبہ؟"

"میں تمھارے کہنے پر تمھارے ساتھ یہاں آتو گیا ہوں لیکن ایک بات میں پھر تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں لوئیس ہاربن نہیں ہوں۔"

"لوئیس! میں بہت زیادہ مضبوط دل کی لڑکی نہیں ہوں اور خاص طور سے تمھارے سلسلے میں۔ اگر تم مذاق کر رہے ہو تو خدا کے لیے اسے بند کر دو... میں... میں تمھیں پہچاننے میں غلطی تو نہیں کر سکتی۔ نہیں لوئیس' یہ ممکن نہیں ہے۔" اس نے کہا اور میں نے بھی اب خاموش رہنا مناسب نہیں سمجھا۔

"میرا نام مارٹن اوبرائے ہے ڈینی! میں اگر چاہتا تو تمھاری اس غلط فہمی سے بے شمار فائدے حاصل کر سکتا تھا۔ تم سے یہ معلوم کر سکتا تھا کہ گیرٹ کون ہے اور اس کے علاوہ بھی تم خود سمجھ سکتی ہو لیکن میں اس قسم کا آدمی نہیں ہوں۔" میں نے اسے بتایا۔

"لوئیس' لوئیس! کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" ڈینی کی آواز روہانسی ہوگئی' اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک پہنچ کر اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔ "براہ کرم اس طرف آؤ' ادھر آؤ پلیز! ایک منٹ کے لیے۔" میں اس کے ساتھ ساتھ کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔ وہ مجھے ڈرائنگ روم سے ملحق ایک دوسرے کمرے میں لے گئی۔ وہاں مینٹل پیس پر ایک تصویر موجود تھی جو یقینی طور پر لوئیس ہاربن ہی کی تھی۔ ایک خوبصورت سوٹ میں ملبوس لوئیس ہاربن اس تصویر میں بے حد دلکش نظر آ رہا تھا۔

مجھے دکھ ہونے لگا' میں اس شخص کے میک اپ میں یہاں تک آیا تھا۔ معلوم نہیں دانش رمزی اور شہنا... (واقعہ) اس کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ اگر کہیں انھوں نے اسے ختم کر دیا۔ صرف اس خیال کے تحت کہ میرا راز فاش نہ ہو جائے تو یہ اس لڑکی پر ظلم ہوگا مگر یہ معاملہ ایسا تھا جس میں میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے تصویر کو دیکھا اور پھر میری شکل دیکھنے لگی۔

"بتاؤ' کیا اب بھی تم اس بات سے انکار کرو گے کہ تم لوئیس ہاربن نہیں ہو؟"

"اگر تم میرے ہاتھوں کچھ نقصانات اٹھانا چاہتی ہو تو میں خاموش ہو جاؤں گا۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ پژمردہ سی نظر آنے لگی۔

"تو تم کون ہو؟" اس نے پوچھا۔

"میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میرا نام مارٹن اوبرائے ہے۔"

"بون میں اجنبی ہو؟"

"ہاں' یہی سمجھ لو۔"

"تو پھر... تو پھر... تم نے ان لوگوں کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟"

"کس کی بات کر رہی ہو؟"

"وہی جو اس کار میں تھے اور جن میں سے ایک کی آنکھ میری وجہ سے چلی گئی۔ اوہ میرے خدا! میں اس دلدوز واقعے کو کبھی نہیں بھول سکتی۔"

"وہ لوگ کسی اچھے ارادے سے وہاں نہیں رکے تھے' پتا نہیں مجھے اور تمھیں کیا نقصان پہنچاتے' ممکن ہے اغوا کر کے کہیں لے جاتے۔ آخر کوئی نہ کوئی مقصد تو ہوگا ان کا۔ اپنی اور تمھاری حفاظت کر کے میں نے اپنا فرض پورا کیا ہے۔ اس میں تم جانتی ہو ڈینی! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"مگر... مگر..." ڈینی کا لہجہ اندرونی ہیجان سے سرخ ہو گیا تھا' وہ بے بسی کی تصویر بن گئی تھی۔

میں نے اس سے آہستہ سے کہا۔ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' تم اس بات پر یقین کرو کہ لوئیس ہاربن جہاں بھی گیا ہے' اس فلائیٹ سے واپس نہیں آیا۔ اب تم مجھے اجازت دو۔" میں نے اپنا مختصر سا سامان اٹھایا جسے وہ اپنے ساتھ ہی لے آئی تھی۔ ڈینی نے کچھ نہ کہا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے بدن میں جان ہی نہ رہ گئی ہو۔

میں اس کے فلیٹ سے نکل آیا۔ نیچے آنے کے بعد تھوڑی دور تک پیدل چلتا رہا۔ پھر ایک ٹیکسی روک کر اس میں بیٹھ گیا۔ ڈرائیور سے میں نے کسی عمدہ ہوٹل تک چلنے کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیے کہا تھا۔ ٹیکسی چل پڑی۔ میری نگاہوں میں ڈینی براؤنسن کا حیران چہرہ گھوم رہا تھا۔ اس لڑکی کے انداز سے سب کچھ معلوم ہوگیا تھا۔ لوئیس ہاربن اس کے محبوب کی حیثیت رکھتا تھا اور میں کسی طور اس کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا تھا۔ جلد یا بہ دیر یہ راز کھلنا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس کے سامنے شرمندہ ہونے سے بہتر تھا کہ میں اس کی غلط فہمی ابھی دور کردوں۔

ڈرائیور نے مجھے ہوٹل کیرانو پر چھوڑ دیا تھا۔ باہر ہی سے اس عمارت کے شاندار ہونے کا اندازہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ ڈرائیور کو کرایہ دے کر میں کیرانو میں داخل ہوگیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں کیرانو کے ایک خوبصورت کمرے میں تھا۔ ابتدائی ضروریات سے فارغ ہوکر میں آرام سے ایک کرسی پر دراز ہوگیا۔ اب آئندہ پروگرام پر غور کرنا تھا۔ لوئیس ہاربن بھی یقینی طور پر اینڈریو کی طرح ایک پُراسرار کردار تھا۔ مجھے اس کی شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ دانش رمزی بھی اس سلسلے میں بے قصور تھا۔ اس نے بھی مجبوری کے عالم میں ایک ایسے شخص کا انتخاب کر لیا تھا جو تل ابیب سے مغربی جرمنی جانا چاہتا تھا۔ وہ کون ہے کیا ہے؟ اسے یہ سب معلوم کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ اس وقت میں بڑی خطرناک صورتِ حال سے دوچار تھا اور کسی عام شکل میں میرا تل ابیب سے نکل آنا ممکن نہیں تھا لیکن اب کیا کرنا چاہیے۔ آخر میں نے فیصلہ کیا کہ جب تک دانش رمزی یہاں نہیں پہنچ جاتا، مجھے لوئیس ہاربن کی حیثیت سے وقت گزارنا چاہیے۔ بصورتِ دیگر میں خود کو بالکل اجنبی محسوس کروں گا۔ لوئیس ہاربن کا معاملہ مجھے کافی دلچسپ محسوس ہو رہا تھا۔

شام کو میں ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں آگیا۔ ہال میں بہت کم میزیں خالی تھیں، میں اپنی میز پر جا بیٹھا۔ مسحور کردینے والی دھنیں فضا میں تیر رہی تھیں اور رنگینیاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ طرح طرح کے تماشے وہاں موجود تھے۔ میں دلچسپی سے ان ہنگاموں کو دیکھتا رہا۔ اس دوران کئی لڑکیوں سے معذرت کرنا پڑی تھی۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی اور پھر مجھے چونکنا پڑا۔

وہ تین آدمی تھے، خاصے پُررعب چہرے کے مالک تھے۔ ابھی تھوڑی دیر قبل ہال میں داخل ہوئے تھے لیکن میرے ان کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ چور نگاہوں سے بار بار مجھے دیکھ رہے تھے اور آپس میں کچھ اشارے بھی کرتے جا رہے تھے۔ اسی وقت ایک لڑکی میرے نزدیک آگئی، دراز قامت تھی اور چہرے سے آوارہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔

"میں یہاں بیٹھنا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا اور جواب میں میں نے بارہا کہے ہوئے جملے دہرائے یعنی یہ کہ مجھے اپنی دوست کا انتظار ہے۔ لہٰذا میں کسی اور کو اپنی میز پر جگہ نہیں دے سکتا۔

"میں تمھاری دوست کی جگہ پُر کرنے نہیں آئی بلکہ تم سے کچھ کام ہے مجھے۔" اس نے ... اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا تم مجھے جانتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ یہی سمجھ لو۔"

"کیا نام ہے میرا؟" میں نے سوال کیا۔

"اس تمام گفتگو کی ضرورت نہیں، آپ کا انتظار کیا جا رہا ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"کیا مطلب! کون انتظار کر رہا ہے میرا؟" میں نے سوال کیا۔

"چونک کر دیکھنے کی ضرورت نہیں، وہ تین حضرات، یقیناً آپ انھیں نہیں پہچانتے ہیں مسٹر ہاربن۔" لڑکی نے کہا اور انھی تینوں آدمیوں کی طرف اشارہ کردیا جو میری نگاہوں میں مشکوک ہوگئے تھے۔

"وہ کون ہیں اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"معلوم ہوجائے گا۔ آپ ان کی میز پر تشریف لے جائیے یا پھر اگر آپ پسند کریں تو وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ میں صرف ایک پیغام رساں ہوں۔"

لڑکی نے مجھے میرے موجودہ نام سے پکارا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں ان سے مل لیتا ہوں۔" اور میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

چند لمحے بعد میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے گردنیں خم کرکے میرا استقبال کیا تھا اور پھر مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔

"ہیلو مسٹر ہاربن! کیسے مزاج ہیں آپ کے؟" بھاری جسم والے شخص نے کھردرے لہجے میں کہا۔

"میں آپ کو نہیں پہچانتا مسٹر... ؟"

"مگر ہم آپ کو پہچانتے ہیں اور ہماری درخواست ہے کہ آپ ہم سے دوستانہ انداز میں پیش آئیں۔ ہم کسی بھی طور آپ کے لیے ضرر رساں نہیں ہیں بلکہ ان قدر دانوں میں سے ہیں جن کی اہمیت آپ سمجھتے ہیں۔"

"تعجب کی بات ہے، میں کچھ قدر دان بھی رکھتا ہوں! مجھے یہ معلوم نہیں تھا۔"

"مسٹر ہاربن! ہم آپ سے عاجزانہ درخواست کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لیے ہمیں بھی اپنے شناساؤں میں شمار کریں، ممکن ہے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو تسلی بخش ہو۔"

"میں اس میں کوئی ہرج نہیں سمجھتا۔ فرمائیے، کیا خدمت کرسکتا ہوں آپ کی؟"

"یہاں یہ گفتگو مناسب نہیں ہوگی۔ دراصل آپ کی آمد قطعی غیر متوقع ہے۔ میں پہلے آپ سے اپنا تعارف کرادوں۔ میرا نام ٹروڈی دانتے ہے اور میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جو آپ کی ذات سے دلچسپی رکھتے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ کی ملاقات اپنے چیف مسٹر اسمتھ سے کرادوں، وہ آپ سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔"

"پہلا سوال میں آپ سے یہ کروں گا مسٹر دانتے! کہ آپ کو میری واپسی کے بارے میں اطلاع کیسے ملی؟"

"دراصل آپ کی وجہ سے جو ہنگامے ہو رہے ہیں اور جتنے لوگ آپ کی جانب متوجہ ہیں، آپ کو اس صورتِ حال کا علم نہیں ہے۔ آپ کے بارے میں پل پل کی خبریں رکھی جا رہی ہیں۔ آپ کی آمد بالکل غیر متوقع تھی، یہاں کے چپے چپے پر آپ کو تلاش کیا جا رہا ہے اور آپ کے ان تمام دوستوں کو ٹٹولا جا رہا ہے جو آپ کے بارے میں ذرا سی بھی معلومات رکھتے ہیں۔ قدر دانوں کا ایک پورا گروہ آپ کے پیچھے لگ گیا ہے مسٹر ہاربن اور وہ ہر قیمت پر آپ سے سودا کر لینا چاہتا ہے۔ ہم بھی انھی میں سے ایک ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان بات بن جائے۔ میرے چیف مسٹر اسمتھ، تقریباً دو ماہ سے یہاں مقیم ہیں اور آپ کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ ہمارے ذرائع معلومات کے مطابق آپ کو ایئرپورٹ پر دیکھا گیا تھا اور شاید ڈینی براؤنسن آپ کے ساتھ تھی۔ اس کے بعد ہم نے شد و مد سے آپ کی تلاش شروع کردی اور بالآخر یہاں پہنچ گئے۔"

"تو اب آپ کیا چاہتے ہیں؟" میں نے گہری سانس لے کر سوال کیا۔

"اگر ناگوارِ خاطر نہ ہو تو آپ ہمارے چیف مسٹر اسمتھ سے ملاقات کرلیں۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے، ملاقات کی جاسکتی ہے۔" میں نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔ تو پھر اس کے لیے یہی وقت کیوں نہ مناسب سمجھا جائے۔ بات جس قدر جلد ہوجائے بہتر ہے۔"

"جیسا آپ پسند کریں۔" میں نے جواب دیا اور وہ لوگ بے پناہ مسرور نظر آنے لگے۔

"تب بہتر ہوگا کہ ہم یہاں وقت ضائع نہ کریں۔"

میں نے کہا "جیسا آپ مناسب سمجھیں۔ مجھے اعتراض نہیں ہے۔" وہ تینوں اٹھ گئے اور ان کے ساتھ میں بھی باہر نکل آیا۔

یہ سلسلہ خطرناک بھی ہوسکتا تھا لیکن میرے پاس ایک کارڈ موجود تھا جس کے ذریعے میں اپنی پوزیشن صاف کرسکتا تھا اور پھر یہ ہنگامے تو اب میری زندگی کا جزو بن گئے تھے۔

ان کی کار بے حد خوبصورت تھی۔ انھوں نے مجھے بڑے اہتمام سے جگہ دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک خوبصورت کوٹھی میں داخل ہوگئے۔ میرا بے حد احترام کیا جا رہا تھا۔ وہ لوگ مجھے لیے ہوئے ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے اور مجھ سے بیٹھنے کی درخواست کی گئی۔ دانتے میرے سامنے بیٹھ گیا۔ باقی لوگ باہر چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک ملازمہ شراب کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آئی۔ اس نے ٹرالی ہمارے نزدیک کھڑی کی اور واپس چلی گئی۔

چند لمحے بعد دو خوب صورت لڑکیاں اور ایک معمر آدمی اندر داخل ہوئے معمر آدمی نے بھوری فرنچ کٹ داڑھی رکھی ہوئی تھی جس میں کہیں کہیں سفید بال نظر آرہے تھے۔ یہی مسٹر اسمتھ تھا۔ دونوں لڑکیاں کچھ فاصلے سے صوفوں پر بیٹھ گئیں۔ دانتے نے مسٹر اسمتھ سے میرا تعارف کرایا اور مسٹر اسمتھ نے اپنا لمبا چوڑا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر نہایت دوستانہ انداز میں کہا "مسٹر لوئیس ہاربن! آپ یقین کیجیے ہمارے درمیان سودا ہو یا نہ ہو لیکن آپ کی اس عزت افزائی کو میں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور خوش ہوں کہ آپ نے بلا کسی تردد کے یہاں آنا پسند کیا۔" میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔ اس کے بعد مسٹر اسمتھ نے میرا دونوں لڑکیوں سے تعارف کرایا۔ دراز قامت لڑکی کا نام سولیتا تھا اور دوسری لڑکی جو کسی قدر خشک طبیعت کی مالک نظر آتی تھی، کیری تھی۔ سولیتا نے بڑے دل آویز انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا تھا۔ اس کے بعد اپنی جگہ جا بیٹھی تھی۔ اسمتھ دوسری لڑکی کی طرف متوجہ ہوکر بولا "کیری! معزز مہمان کو شراب پیش کرو۔"

کیری اپنی جگہ سے اُٹھ گئی لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "معاف کیجیے گا مسٹر اسمتھ! میں شراب نہیں پیتا۔"

"کیا مطلب؟" اسمتھ نے چونک کر میری شکل دیکھی۔

"یہ میری بدقسمتی ہے، ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق شراب کا ایک قطرہ بھی میرے حلق سے نیچے نہیں اُترنا چاہیے۔"

"اوہ... اچھا تو پھر میں آپ کے لیے کچھ اور مشروب منگاتا ہوں۔" اُس نے ایک بار پھر کیری کی طرف دیکھا، اور کیری جلدی سے باہر نکل گئی۔

میں اس دوران ... سے گفتگو کے لیے الفاظ منتخب ... چکا تھا، چنانچہ میں نے کہا "مسٹر اسمتھ! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کا پُرخلوص رویہ مجھے متاثر کرتا ہے لیکن کچھ سوالات بے حد ضروری ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ہم آپ کے ہر سوال کا جواب دینے کی کوشش کریں گے۔"

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ میرے بارے میں کیا جانتے ہیں اور کس لیے میری طرف متوجہ ہوئے ہیں؟"

"کیا اس کے لیے آپ کا لوئیس ہاربن ہونا کافی نہیں ہے۔"

"بیشک کافی ہے لیکن میرے شناسا بہت ہیں اور سب ہی مجھے اس نام سے جانتے ہیں۔"

"لیکن پولینڈ کے ڈاکٹر مائیٹو میرین کے نائب خاص لوئیس ہاربن کو صرف وہی لوگ جانتے ہیں جو مائیٹو میرین کے منصوبے سے آگاہ تھے اور مائیٹو میرین اگر دنیا کی نگاہوں سے روپوش نہ ہو جاتا تو یقیناً اُسے اغوا کر کے کسی ایسی جگہ پہنچا دیا جاتا جہاں وہ بقیہ زندگی قید ہی میں گزارتا کیونکہ اس کا فارمولا بے شمار افراد کے لیے باعثِ دلچسپی تھا۔ مائیٹو میرین حادثے کا شکار ہو گیا۔ اس کے بعد صرف لوئیس ہاربن ہی ہے۔ جو مائیٹو میرین کے اس فارمولے سے آگاہ ہے جو وہ تیار کر رہا تھا اور مائیٹو میرین کے اس فارمولے کے قدردان بے شمار ممالک ہیں، وہ بھی جو کُھلم کھلا ایٹمی کارروائیاں کر رہے ہیں اور وہ بھی جنھوں نے ابھی تک اپنے آپ کو نمایاں نہیں کیا ہے۔ ہمیں تعجب ہے مسٹر لوئیس ہاربن کہ آپ ابھی تک محفوظ کیوں ہیں۔ مائیٹو میرین کی تحریروں کے ذریعے یہ انکشاف ہونے کے بعد کہ اس کے نائبِ خاص لوئیس ہاربن کے علاوہ اور کوئی اس کے فارمولے سے واقف نہیں ہے، آپ کی حیثیت مائیٹو میرین ہی کی طرح ہو جاتی ہے لیکن ... لیکن آپ خوش نصیب بھی ہیں کہ ابھی تک کوئی ایسا ہاتھ آپ تک نہیں پہنچا جو آپ کی مجبوری بن جاتا۔"

ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ کیا لوئیس ہاربن کوئی ایسی ہی اہم شخصیت تھی، اس کا مقصد ہے کہ میں کسی بہت بڑے جنجال میں پھنس گیا ہوں۔ پھر میرے ذہن میں ایک بجلی سی چمکی۔ لوئیس ہاربن کا تل ابیب جانا کیا معنی رکھتا تھا؟ سوائے اس کے اب کیا کہا جا سکتا تھا کہ لوئیس ہاربن اسرائیل کے ہاتھ اپنا تباہ کن فارمولا بیچنا چاہتا تھا اور یہ صرف اتفاق ہے کہ وہ ان لوگوں کے ہاتھ لگ گیا جو اسرائیل دشمنی میں سب سے آگے تھے۔ خدا کی پناہ! اگر ایسی کوئی بات ہے تو پھر میرا یہ میک اپ میرے لیے بے انتہا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک لمحے کے لیے میں سوچ میں ڈوبا رہا، لیکن پھر میں نے اپنے ذہن کو اس کشمکش سے آزاد کرا لیا۔

ابھی ان لوگوں کا رویہ ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ وہ مجھے کسی بات پر مجبور کر دیں گے۔ بات کر لی جائے، کیا ہرج ہے۔

تھوڑا سا وقت دلچسپ انداز میں گزرے گا۔ ہر چند کہ یہ دلچسپی بڑی خطرناک نوعیت کی تھی لیکن ان معاملات سے میں بالکل چشم پوشی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ ایک نیا سلسلہ میرے سامنے آ گیا تھا جو ایک طرح سے عاقل توارد کے مشن سے تعلق رکھتا تھا ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ میں فوری طور پر کسی نہ کسی طرح اپنے دوستوں کو اس بات سے آگاہ کروں کہ لوئیس ہاربن نامی شخص جسے انہوں نے گرفتار کر لیا ہے، بے حد خطرناک ہے، اُسے فوراً ہلاک کر دیا جائے تا کہ وہ خوفناک فارمولا اسرائیل کے ہاتھ نہ لگ جائے لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں تھا جب تک وہ دونوں یعنی دانش رمزی اور شہناز مرزو تہ یہاں نہ پہنچ جائیں۔ اس وقت تک ان معاملات سے قطعی لاتعلق بھی نہیں رہا جا سکتا تھا۔ ان سے منسلک رہ کر ہی میں زیادہ معلومات حاصل کر سکتا تھا۔ — وہ لڑکی ڈینی براؤنسن اور وہ شخص جس کا نام اس نے کیرٹ لیا تھا، یقیناً اسی چکر میں تھے اور ان لوگوں کی گفتگو کی روشنی میں یہ اندازہ بھی ہوتا تھا کہ اور بھی دوسرے گروہ میری تاک میں ہیں۔ لڑکی سے میں یہ کہہ کر جان چھڑا چکا تھا کہ میں لوئیس ہاربن نہیں ہوں، لیکن اب اگر تازہ معاملات کی روشنی میں اس سے بھی رابطہ رکھا جائے تو کوئی ہرج نہیں تھا۔ اب کم از کم میں بالکل اندھیرے میں تو نہیں تھا۔

میں نے مسٹر اسمتھ سے مسکرا کر کہا۔ "شکریہ مسٹر اسمتھ! لیکن کچھ ایسی باتیں بھی ہیں، جن کا علم ابھی تک آپ لوگوں کو نہیں ہوا ہے۔"

"مثلاً۔"

"اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ اس فارمولے کے سلسلے میں بذاتِ خود میں ہی سب کچھ نہیں ہوں بلکہ چند لوگ اور بھی ہیں جو اس سلسلے میں اہم حیثیت رکھتے ہیں تو شاید آپ اس بات پر یقین نہیں کریں گے۔"

"ہاں بلاشبہ، یہ بات ہمارے لیے ناقابلِ یقین ہو گی اور ہم یہی تصور کریں گے کہ آپ ہمیں ٹالنا چاہتے ہیں۔"

"نہیں مسٹر اسمتھ! ایسی بات نہیں ہے۔ مسٹر مائیٹو میرین کی شخصیت چونکہ عام لوگوں سے الگ تھلگ رہی ہے، اس لیے لوگ ان کی ذاتی زندگی سے ناواقف ہیں۔ میں آپ کو مختصراً اس بارے میں بتا دوں۔ میں ان کے نائبین میں ایک نمایاں حیثیت ضرور رکھتا تھا لیکن انھوں نے کبھی مجھے اپنے منصوبوں کے بارے میں حتمی طور پر آگاہ نہیں کیا۔ البتہ میڈم ڈرانیکا ان کے نزدیک بڑی حیثیت رکھتی تھیں۔ کیا آپ اس نام سے واقف ہیں؟"

"نہیں۔" اسمتھ نے جواب دیا۔

"میں اپنے باس کی ذاتی زندگی کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں کہوں گا، بس یوں سمجھ لیں، ڈرانیکا، مائیٹو کی زندگی کا ایک حصہ تھی حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ خوبصورت لڑکی ایک اور نوجوان کو چاہتی ہے۔ ڈاکٹر مائیٹو کا سارا ریکارڈ اسی کے پاس رہتا تھا۔"

"مگر مائیٹو کی وہ ڈائری جو ان کی موت کے بعد ہاتھ لگی ہے، اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ان کی زندگی میں لوئیس ہاربن کے علاوہ کوئی اور شخصیت نہیں تھی۔"

"آپ نے خود وہ ڈائری دیکھی ہے؟" میں نے اچانک ایک سوال کیا۔

"نہیں۔ وہ جرمنی کی حکومت کے پاس ہے۔" اسمتھ نے وضاحت کی۔

"ممکن ہے اس کے کچھ مخصوص حصوں کو راز میں رکھا گیا ہو یہیں نے اس معاملے کو مشکوک بنانے کی کوشش کی۔

"کیا آپ درست کہہ رہے ہیں مسٹر ہاربن؟" اسمتھ کے انداز سے پریشانی جھلک رہی تھی۔ میری بات نے اُسے کسی قدر الجھا دیا تھا۔

"اس کی تصدیق کرنا آپ کا کام ہے۔"

"وہ لڑکی کہاں مل سکتی ہے؟" اسمتھ نے پوچھا۔

"وہ ان دنوں بون میں موجود نہیں ہے۔"

"کیا اس سے آپ کا رابطہ ہے؟"

"ایک ہفتے کے اندر اندر وہ مجھ سے ملاقات کرنے والے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر فارمولے سے کوئی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے تو میرے تعاون سے۔" میں نے ایک اور شگوفہ چھوڑ دیا۔

اسمتھ کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی۔ اس نے پُرجوش انداز میں ہتھیلی پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔ "گویا آپ ... آپ کی حیثیت بہرصورت نمایاں ہے اور ہم آپ سے رابطہ قائم کر کے خسارے میں نہیں رہے۔"

"یہ ابھی سے کیسے کہہ سکتے ہیں آپ، مسٹر اسمتھ! ابھی تو ہماری گفتگو محض رسمیات تک ہی محدود ہے۔"

"دیکھو دوست! تم ہمیں اپنا بہترین رفیق پاؤ گے۔ ہم تمھیں ہر طرح کا تحفظ بھی فراہم کریں گے اور اگر تم چاہو گے تو اس لڑکی اور اس کے ساتھی کو بھی قابو میں کیا جا سکتا ہے لیکن تم یہ اہم راز صرف ہمارے ہاتھ فروخت کرو گے اور صرف ہمارے لیے کام کرو گے۔" مسٹر اسمتھ نے بالآخر کُھل کر اپنے عزائم کا اظہار کر دیا۔

"میں آپ کی دوستی قبول کرتا ہوں مسٹر اسمتھ۔" میں نے کہا۔

اسمتھ نے گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا، پھر بولا۔ "بس یوں سمجھ لو، ہمارے اور تمھارے درمیان یہ معاملہ طے ہے۔ تمھیں اس راز کی منہ مانگی قیمت ادا کی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی تم [illegible] کے جس خطے میں رہنا پسند کرو گے، ہم تمھارے لیے انتظامات کریں گے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"سولیتا! تمھاری خدمات مسٹر لوئیس کے لیے مخصوص کی جاتی ہیں اور مسٹر لوئیس! ہوٹل میں آپ کا قیام آپ کے لیے بے حد خطرناک ہے۔ ہم آپ کے لیے ایک بہترین رہائش گاہ کا بندوبست بھی کر دیں گے۔"

میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ میں اسمتھ کا مقصد سمجھ رہا تھا۔ کچھ دن بون میں گزارنے تھے، یوں ہی سہی۔ کرنسی کے حصول اور اخراجات کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے یہ پیشکش قبول کر لی۔

ان لوگوں سے رخصت ہوا تو سولیتا مجھ پر مسلط تھی۔ میں اسے برداشت کرنے کے لیے تیار تھا کیونکہ ماضی میں جو وقت گزارا تھا، اس نے ذہنی طور پر بھی مجھے نڈھال کر دیا تھا۔ سولیتا کے ساتھ وقت خوشگوار طور پر گزر سکتا تھا۔

میری نئی قیام گاہ بہت خوبصورت تھی۔ سولیتا ایک بہترین نگران تھی لیکن اس کی معیت میرے لیے کوئی دوسری حیثیت اختیار نہیں کر سکتی تھی۔ زندگی گزارنے کا میرا ایک اپنا معیار تھا اور اس معیار سے میں کبھی نیچے نہیں گرا تھا۔ سولیتا ایک ساتھی کی حیثیت سے ٹھیک تھی، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ تاہم وہ میرے قریب آنے کی کوشش میں مصروف تھی۔

"آپ بے حد خوش نصیب انسان ہیں مسٹر ہاربن!" اس نے کہا۔

"کیوں مس سولیتا؟"

"بیشمار ممالک آپ سے قربت کے خواہاں ہیں اور آپ پر خزانوں کے منہ کھول دینا چاہتے ہیں۔"

"ہاں، لیکن صرف غلط فہمی کی بنیاد پر۔ میں اس معاملے میں تنہا نہیں ہوں، اصل لوگ دوسرے ہیں۔"

"ایک سوال کروں؟"

"ہاں کہو۔"

"ڈرانیکا کا آپ کی زندگی میں کوئی دخل ہے؟"

"میں بتا چکا ہوں کہ وہ میرے باس کی منظورِ نظر تھی اور خود کسی اور کو چاہتی تھی۔"

"اوہ ہاں۔ ایسی حالت میں وہ آپ سے تعاون کرے گی؟"

"فارمولے کے سلسلے میں وہ مجھ سے تعاون کرنے پر مجبور ہے۔"

"کیا وہ کسی اور طریقے سے اس فارمولے کا وہ حصہ نہیں حاصل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرسکتی جو آپ کے پاس محفوظ ہے؟"

"وہ صرف فارمولے کے اعداد و شمار اپنے پاس رکھتی ہے، اس کا عملی طریقہ میں جانتا ہوں اور جب وہ فارمولا فروخت ہوگا تو میری ضرورت ناگزیر ہوگی۔"

"یقیناً، آپ ان دونوں سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔" اس نے پُرمسرت لہجے میں کہا، پھر کسی قدر تذبذب کے بعد بولی۔ "جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں، وہ کہہ نہیں پا رہی ... خوف کا شکار ہوں۔"

"اگر خوف کا تعلق مجھ سے ہے تو میں تم سے پورے خلوص سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ مجھ سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے بغور اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر کوئی ایسا راز میں تمھیں بتا دوں مسٹر ہاربن، جس کے افشا ہو جانے پر میری زندگی خطرے میں پڑ جائے لیکن جو تمھارے لیے کار آمد ہو تو کیا تم میرے ساتھ تعاون کرو گے؟"

"یہ تو راز کی نوعیت پر منحصر ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ پریشان نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا خطرہ مول لے رہی ہوں، صرف اس اُمید پر کہ تم اسے غلط رنگ نہیں دو گے اور میری باتوں پر سنجیدگی سے غور کرو گے۔"

"مسئلہ کیا ہے سولیتا، مجھے اس کی نوعیت بھی تو معلوم ہو۔" وہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی، پھر آہستہ سے بولی۔ "یہ لوگ تم سے مخلص نہیں ہیں۔"

"کون؟ کیا تمھاری مراد مسٹر اسمتھ اور اُن کے ساتھیوں سے ہے؟"

"ہاں۔ انھی کی بات کر رہی ہوں۔" سولیتا نے جواب دیا اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ تب وہ پُرجوش انداز میں بولی۔ "ہاں۔ تم نہیں جانتے مسٹر ہاربن کہ یہ اسمتھ کتنا گہرا اور کتنا خطرناک آدمی ہے۔ میں بے شک اس کی ایک ادنیٰ خادمہ کی حیثیت سے اس کے ساتھ کام کرتی رہی ہوں لیکن وہ جس نوعیت کا انسان ہے، اس کے بارے میں زندگی کی بازی لگا کر تمھیں بتا دینا چاہتی ہوں۔ کام ہو جانے پر وہ صرف تمھیں قتل کرنے کی منصوبہ بندی کرے گا۔ اگر تم یہ سوچتے ہو کہ وہ تمھیں تمھاری منہ مانگی قیمت ادا کر دے گا تو یقین کرو، یہ ناممکنات میں سے ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے تمھیں اپنی قید میں رکھا ہے۔ اس رہائش گاہ کو تم ایک قید خانہ ہی تصور کر سکتے ہو، کیونکہ اس نے اسے ایک مضبوط خول کی حیثیت دے دی ہے اگر تم نے کسی غلط نظریے سے یہاں سے ایک قدم بھی باہر نکالا تو بے شمار گولیاں تمھارے بدن میں پیوست ہو جائیں گی۔ وہ تم سے نہیں، صرف اس راز اور اس فارمولے سے مخلص ہیں، جو تمھارے ذہن میں محفوظ ہے۔"

"اور تم سولیتا ... تم ان میں سے نہیں ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"میں انھی میں سے ہوں لیکن اپنی زندگی کی بہتری کی خواہاں ہوں۔ بہت عرصے سے میں ایسے حالات سے گزر رہی ہوں ہاربن جنھیں میرا ذہن، میرا دل قبول نہیں کرتا میں موجودہ حالات ہی سے پریشان نہیں ہوں بلکہ کچھ ایسی مجبوریاں بھی میرے پاؤں کی زنجیر ہیں جو مجھے تنہا ایک قدم بھی نہیں چلنے دیتیں۔ میں کسی ایسے ساتھی کی تلاش میں ہوں جو مجھے اپنی زندگی میں شامل کر لے۔ میرا محافظ، میرا نگران بن جائے۔ میری تمام ضرورتوں کو پورا کرے، مجھ سے محبت کرے۔ میں آج تک حقیقی محبت سے محروم رہی ہوں۔" سولیتا جذباتی لہجے میں بولی اور میں کھو پڑی کھجانے لگا۔

دلچسپ اور نئی بات تھی میرے لیے۔ یہ میڈم سولیتا اب کون سا نیا کھیل کھیلنا چاہتی ہے؟ بہرحال میں جو کھیل کھیل رہا تھا اُس میں بھی ایسی دلچسپیاں ہونا ہی تھیں۔ چنانچہ میں نے ہمدردی کے آثار چہرے پر پیدا کر کے کہا۔ "سولیتا! جیسا کہ تم جانتی ہو میں نہ تو کوئی جرائم پیشہ آدمی ہوں اور نہ ہی میرے ذہن پر یہ بھوت سوار ہوا ہے کہ میں فارمولا فروخت کر کے دولت مند آدمی بن جاؤں، بس وہ لوگ جو میرے ذریعے اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتے ہیں، مجھے اس موڑ پر لے آئے ہیں ورنہ شاید میں تو یہ ہمت کبھی بھی نہ کر سکتا۔ ڈرانیکا اپنے طور پر جو کچھ کر رہی ہے، میں اس سے بھی غافل نہیں ہوں۔ اور اب سے قبل میں نے یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ ڈرانیکا کو دھوکا دے کر اپنا اُلّو سیدھا کروں لیکن ایسی صورت میں جب ہر طرف لوگ اپنے ہی مفاد کو پیشِ نظر رکھ کر سوچ رہے ہوں میرے دل میں بھی یہ خواہش ہے کہ اپنے طور اپنی زندگی کے لیے کچھ کروں۔ اس کا کوئی ذریعہ اب تک میرے ہاتھ نہیں آیا تھا لیکن اب ... یہ صورتِ حال پیدا ہو گئی ہے تو میں بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا خواہش مند ہوں اور اسی لیے میں نے مسٹر اسمتھ کی پیشکش قبول کی تھی۔"

"لیکن اگر اسمتھ تمھارے لیے نقصان دہ ثابت ہوا تو؟"

"یہ بات تو تم نے بتائی ہے۔ میں تو تمھیں بتا چکا ہوں کہ میں جرائم پیشہ لوگوں کی شناخت نہیں رکھتا بلکہ تمھاری اس بات نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔"

"اوہ ڈیئر ... ڈیئر ہاربن، میں اپنی زندگی کا ایک آخری جوا کھیلنا چاہتی ہوں۔ مجھے صرف اس بات کا یقین دلا دو کہ اگر ہم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو کیا تم مجھے اپنے قدموں میں جگہ دے سکو گے؟"

"سچ بات تو یہ ہے مس سولیتا کہ میں نے اس بارے میں کبھی نہیں سوچا، ایک اور لڑکی ہے جو اپنے طور پر مجھے چاہتی ہے لیکن میں کبھی اُس کی پذیرائی نہیں کر سکا کیونکہ وہ میرے دل کے دروازوں کو نہیں کھول سکی تھی۔"

"ڈینی براؤنسن کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں۔ کیا تم اُسے جانتی ہو؟"

"تمھارے بارے میں جو چھان بین کی گئی ہے، اس میں ڈینی براؤنسن کا نام بھی آتا ہے لیکن شاید تمھارے علم میں یہ بات نہ ہو کہ ڈینی براؤنسن ایک خطرناک آدمی کیرٹ کے ساتھ مل کر دہی کھیل کھیل رہی ہے جو دوسرے کھیل رہے ہیں۔ کیرٹ، ڈینی براؤنسن کے ذریعے تمھیں پھانسنا چاہتا ہے اور مسلسل تمھاری تلاش میں سرگرداں ہے۔ میرے خیال میں یہ شخص اپنے آپ کو تمھارے دوست کی حیثیت سے بھی متعارف کروا چکا ہے۔ بہرحال یہ سارا کھیل دولت کا ہے لیکن ہاربن، میں صرف دولت نہیں چاہتی بلکہ تمھاری زندگی کا تحفظ اور تمھارے ذریعے اپنی زندگی کو ایک مقصد بھی دینا چاہتی ہوں۔ اس راز کی جو قیمت تمھیں ملے گی، وہ اتنی ہوگی کہ تم اور تمھاری کئی نسلیں آرام سے زندگی بسر کر سکیں گی۔ اس زندگی میں ایک چھوٹا سا مقام مجھے بھی دے دینا۔ بس اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں چاہتی۔"

"مگر میں تمھارا مقصد نہیں سمجھ سکا سولیتا؟" میں نے کہا۔

سولیتا پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ اس کے چہرے سے کشمکش کا اظہار ہو رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "میں ان لوگوں سے خوش نہیں ہوں۔ ان کے ساتھ جو وقت گزار رہی ہوں، وہ مجبوری ہے اور یہ بات بھی میں جانتی ہوں کہ وہ بھی تمھیں دھوکا دے رہے ہیں۔ ہاں، اگر تم چاہو تو میں ایک ایسی شخصیت سے تمھارا تعارف کرا سکتی ہوں جو نہ صرف اس راز کے لیے مناسب ترین بلکہ راز کی قیمت اور اس کی ادائی کے لیے بھی بہترین ہے۔" سولیتا نے کہا۔ اور میں متجسس نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کی شخصیت اب میری سمجھ میں آ رہی تھی۔

میں نے آہستہ سے کہا۔ "وہ کون ہے؟"

"مسٹر ڈان وان ٹگ۔ ایک بڑے ملک کے ایجنٹ ہیں۔ میرا اُن سے رابطہ ہے اور میں تمھیں یقین دلاتی ہوں کہ ہمارے لیے ان سے بہتر آدمی اور کوئی نہیں ہوگا۔"

"لیکن یہ لوگ ...؟"

"ہم انھیں ڈبل کراس کریں گے۔ میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ یہ جگہ تمھارے لیے ایک قید خانہ ہے۔ اگر تم اتنی آسانی سے ان کی دوستی قبول نہ کر لیتے تو وہ مکان ہی تمھارے لیے عقوبت خانہ بن جاتا جہاں تم نے اسمتھ سے ملاقات کی تھی۔ اسمتھ ایک بھیڑ نما بھیڑیا ہے۔ ذرا سی دیر میں وہ بھیڑ کی کھال اتار کر سامنے آ جاتا اور تم حیران رہ جاتے لیکن تم شریف انسان ہو، تم ان لوگوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گئے اور اسے تمھاری طرف سے اطمینان ہو گیا۔ اس عمارت کے گرد اس کے آدمی بکھرے ہوئے ہیں۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں پوری طرح تمھیں اپنے جال میں پھانس کر رکھوں، خواہ اس کے لیے ......" سولیتا خاموش ہو گئی۔

"مسٹر ٹگ سے تمھارا رابطہ ہے سولیتا؟"

"ہاں، پوری طرح۔"

"تو پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"اگر تم آمادہ ہو تو میں مسٹر ٹگ کو اطلاع دے دوں اور انھیں تمام صورتِ حال بتا دوں۔ اس کے بعد وہ جو بھی فیصلہ کریں۔"

"کیا اُن سے رابطہ قائم کرنا آسان ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس کا مکمل انتظام ہے میرے پاس۔" سولیتا نے کہا اور پھر اس نے اپنے پرس سے لپ اسٹک نکالی اور اُس کا ڈھکن تین بار مخصوص انداز میں گھما کر اسے چہرے کے قریب کر لیا۔ "ہیلو ... ہیلو ... نائن نائن ایٹ ... ہیلو ..."

"نائن ایٹ۔" ایک باریک سی آواز اُبھری۔

"مسٹر ٹگ پلیز۔"

"ایک منٹ۔" آواز نے کہا اور چند لمحات کے بعد پھر آواز اُبھری۔ "ٹگ۔"

"سولیتا بول رہی ہے جناب۔"

"کہو سولیتا، کوئی اہم خبر ہے؟"

"مسٹر لوئیس ہاربن دستیاب ہو گئے ہیں اور اس وقت وہ میرے پاس موجود ہیں۔"

"کیا ..." آواز باریک ہونے کے باوجود اس میں چھپی ہوئی حیرت محسوس کی جا سکتی تھی۔

"جی ہاں! مسٹر اسمتھ نے ان سے کاروباری گفتگو کر لی ہے اور اب ہم ٹرنک اسکوائر کے بنگلا نمبر سات میں ہیں۔ تفصیلی گفتگو بالمشافہ ہی ہو سکتی ہے۔ اس عمارت کے گرد بے شمار مسلح افراد پھیلے ہوئے ہیں جو ہم لوگوں کی نگرانی پر مامور ہیں۔ یہاں سے ہمارا نکل آنا مناسب ہے، ورنہ حالات کوئی دوسرا رُخ بھی اختیار کر سکتے ہیں۔"

"ہوں۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ کیا مسٹر ہاربن ہم سے تعاون کے لیے تیار ہیں؟"

"جی ہاں۔ خوش بختی سے ہمیں یہ فوقیت حاصل ہو گئی ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تب انتظار کرو سولیتا، میں انتظامات کرتا ہوں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہمارے لیے کوئی ہدایت؟"

"تیار رہو۔ ہمارے کام کی ابتدا ہوتے ہی تمھیں یہاں سے نکلنا ہے۔"

"او کے سر۔" سولیتا نے کہا۔ اور دوسری طرف سے آواز بند ہوگئی۔

سولیتا لپ اسٹک اپنی جگہ رکھ کر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے متعجب لہجے میں کہا۔ "مسٹر اسمتھ کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم! تعجب ہے۔"

تقریباً دو گھنٹے انتظار کرنا پڑا اور اس کے بعد دفعتاً ہنگامہ شروع ہوگیا۔ پے در پے دھماکوں سے فضا گونج اٹھی تھی۔ سولیتا نے میرا ہاتھ پکڑا اور دروازے کی طرف دوڑی لیکن اسی وقت اسمتھ کے مسلح ساتھی اندر گھس آئے۔

"اوہ، مس سولیتا! چند مسلح افراد نے حملہ کیا ہے۔ ان کی تعداد کافی معلوم ہوتی ہے۔"

"تو یہاں کیا کر رہے ہو، مقابلہ کرو۔" سولیتا غرائی اور وہ بوکھلائے ہوئے باہر نکل گئے۔ سولیتا نے میری طرف دیکھا، اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر دوڑنے لگی۔ دفعتاً ہمارے قریب ہی دستی بم کا دھماکا ہوا اور اس کے ساتھ ہی سولیتا کی چیخ اُبھری۔ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا پھر چند گولیاں میرے بالکل نزدیک سے گزریں۔ اپنی جان بچانے کا مسئلہ پیدا ہوگیا تھا، اس لیے مجھے سولیتا کا ہاتھ چھوڑنا پڑا۔ اور میں بے تحاشا دوڑنے لگا۔ پانچ فٹ اونچی احاطے کی دیوار کو پھلانگنا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ میں اُسے عبور کر کے تاریکی میں دوڑتا چلا گیا۔ یہ ایک مختصر سا میدان تھا جس کے دوسرے سرے پر مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ میں برق رفتاری سے میدان عبور کر کے مکانوں کے سلسلے کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر ان مکانوں کی آڑ لیتا ہوا وہاں سے دور نکل آیا۔ کافی دور پہنچ کر ایک سڑک ملی اور میں نے ایک ٹیکسی کو اشارے سے روک لیا۔

صورتحال عجیب ہوگئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کروں۔ دفعتاً ایک خیال ذہن میں آیا اور میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو ایک پتا بتا دیا۔ یہ ڈینی براؤنسن کی رہائش گاہ کا پتا تھا، اور تھوڑی دیر کے بعد میں ڈینی کے فلیٹ کے دروازے کی بیل بجا رہا تھا۔

دروازہ ڈینی نے ہی کھولا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ سکتے میں رہ گئی۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ "کیا مجھے اندر آنے کی اجازت نہیں ہے ڈینی؟" میں نے کہا۔ اور وہ جلدی سے دروازے کے پاس سے ہٹ گئی۔ "کیا بات ہے ڈینی؟ کیا میری آمد غیر متوقع ہے؟"

"تم... تم کہاں سے آرہے ہو؟ چلے کیوں گئے تھے؟ جھوٹ کیوں بولا تھا مجھ سے؟ اپنے آپ کو تسلیم کیوں نہیں کر رہے تھے؟ تمھیں معلوم ہے مجھ پر کیا بیتی؟" وہ بڑے جذباتی انداز میں بول رہی تھی۔

میں رُک کر اُسے گھورنے لگا۔ میں نے حیرت زدہ ہونے کی اداکاری کی تھی۔ پھر میں نے کہا۔ "کیا ہوگیا تمھیں ڈینی! تمھاری ایک بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"تم لوئیس ہی ہو نا؟"

"ڈینی پلیز! مجھے تمھاری ذہنی حالت کچھ خراب محسوس ہو رہی ہے۔ کیا بات ہے؟" میں پُراعتماد قدموں سے ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑا۔ ڈینی کا فلیٹ میں نے دیکھا ہوا تھا۔

"تم کہاں سے آرہے ہو لوئیس! بتاؤ کہاں سے آرہے ہو؟"

"کیا یہ سوال مناسب ہے؟"

"اوہ، میرے خدا! اس کا مطلب ہے... اس کا مطلب ہے کہ وہ سچا تھا، میں آج تک پریشان ہوں، کچھ نہیں آیا میری سمجھ میں۔" پھر اس نے مجھے وہ کہانی سُنائی جس سے میں بخوبی واقف تھا۔ لیکن میں نے اس کی باتوں پر حیرت کا اظہار کیا۔

"کیرٹ کا کیا حال ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ٹھیک ہے، تمھاری واپسی کا انتظار کر رہا ہے۔"

"کیا تم نے اُسے یہ تفصیل بتائی ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا کہتا ہے؟"

"خاموشی اختیار کرلی ہے، کوئی جواب نہیں دیا۔"

"میں چاہتا ہوں ڈینی کہ اس سلسلے میں تم بھی خاموشی اختیار کرو۔ ابھی میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا۔ سکون سے کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔"

"میں تمھارے لیے کچھ تیار کروں؟"

"صرف کافی۔" میں نے جواب دیا اور ڈینی باہر نکل گئی۔ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ اچھا چکر چلا تھا یہ بھی۔ شہناز مرزوقہ اور دانش رمزی کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہوگا کہ وہ مجھے کس آتش فشاں کا روپ دے رہے ہیں۔ اگر میں ہوشیاری سے کام نہ لیتا تو بات ہی بگڑ جاتی۔

کافی پینے کے دوران ڈینی مجھ سے گفتگو کرتی رہی اور میں اس کی باتوں سے اندازے لگاتا رہا۔ یہ خیال یقین میں تبدیل ہو رہا تھا کہ لوئیس ہاربن فارمولے کے چکر میں ہی تل ابیب گیا تھا، لیکن

ضروری طور پر تنظیم کو اس بارے میں اطلاع دینے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا میرے پاس۔

دوسرے دن ڈینی دوپہر کو کسی کام سے چلی گئی۔ میں اس دوران کچھ نئے منصوبے ترتیب دے چکا تھا۔ ان حالات میں میرا شہر میں بھٹکنا میرے لیے خطرناک ہو سکتا تھا۔ اس لیے ڈینی کے جانے کے بعد میں نے ٹیلی فون ڈائرکٹری میں نمبر دیکھ کر ایک ہوٹل میں اپنے لیے ایک کمرہ بُک کرا لیا۔ میرا خیال تھا کہ خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں۔ کون جانے یہ مس ڈینی اندر سے کیا ہیں اور پھر سولیتا مجھے کیرٹ کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل بتا چکی تھی۔ پھر کچھ دیر کے بعد میں ڈینی کے فلیٹ سے باہر نکل آیا۔ سڑک پر کچھ دور پیدل چلتا رہا۔ پھر ٹیکسی کی تلاش میں نگاہ دوڑائی۔ کچھ دور ایک ٹیکسی رُکی تھی لیکن ایک اور آدمی اس ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

ٹیکسی میرے سامنے سے گزری تھی لیکن جو شخص اس میں بیٹھا ہوا تھا، اُسے دیکھ کر میرا دل دھک سے رہ گیا۔ میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتی تھیں۔ ہاں، وہ ہاربن ہی تھا۔ میں سکتے کی سی کیفیت میں کھڑا رہ گیا۔ ہاربن ان لوگوں کی قید سے آزاد ہوگیا! وہ واپس آگیا! یہ بڑی سنسنی خیز بات تھی۔ شہناز مرزوقہ اور دانش رمزی کا کیا ہوا؟

ایکدم ذہن پر بے پناہ بوجھ آپڑا تھا۔ کیا وہ لوگ کسی حادثے کا شکار ہوگئے؟ اگر ایسا ہوگیا ہے تو میرا بون سے نکلنا بھی دشوار ہو جائے گا۔ میری موجودگی یہاں غیر قانونی ہو جائے گی اور پولیس مجھے گرفتار بھی کر سکتی ہے۔ گویا یہاں بھی مصیبتوں کا آغاز ہوگیا۔ اگر لوئیس ہاربن ابھی تک ان لوگوں سے نہیں ملا ہے تو بہت جلد وہ ان سے ملاقات کرے گا۔ کم از کم ڈینی براؤنسن کے بارے میں میرا یہ اندازہ تھا کہ وہ لوئیس ہاربن سے بہت بے تکلف ہے۔ اور لوئیس ہاربن یہاں آنے کے بعد سب سے پہلے اس سے رابطہ قائم کرے گا۔ چنانچہ یہ بہتر ہی ہوا تھا کہ میں نے ڈینی براؤنسن کا فلیٹ چھوڑ دیا تھا۔ تھوڑی بہت دیر کے بعد لوئیس ہاربن کا معاملہ منظرِ عام پر آ ہی جاتا اور پھر ڈینی کے لیے یہ فیصلہ کرنا ضروری ہو جاتا کہ ہم دونوں میں سے اصل لوئیس ہاربن کون ہے ـــ اور ظاہر ہے میری شخصیت منظرِ عام پر آ جاتی۔

میں نے جو پروگرام بنایا تھا، اب اس پر عمل کرنے کا موقع نہیں رہا تھا۔ میرے لیے بہتر یہی تھا کہ کہیں روپوش ہو جاؤں اور اس کے بعد آئندہ کے لیے کوئی فیصلہ کروں۔ یہ نہایت عمدہ بات تھی کہ میں نے ہوٹل میں کمرہ بُک کرا لیا تھا اور ابھی تک ہوٹل نہیں پہنچا تھا۔ یہ کمرہ میں نے ایک فرضی نام سے بُک کرایا تھا اور ہوٹل والے نہیں جانتے تھے کہ کمرہ بُک کرانے والا شخص کون ہے

اگر میں ہوٹل پہنچ کر اپنا کمرہ طلب کرتا تو مجھے اس میں کوئی دقت نہ ہوتی۔ چنانچہ میں نے ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ قرب و جوار میں کوئی ٹیکسی نہیں تھی، اس لیے تھوڑا سا پیدل چلنے کے بعد مجھے ٹیکسی مل گئی۔ اور میں اس میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ سامان وغیرہ میرے پاس موجود نہیں تھا لیکن اس کا بندوبست بعد میں بھی ہو سکتا تھا، چنانچہ میں ہوٹل پہنچ گیا۔

ہوٹل نہایت خوبصورت تھا۔ بہت وسیع پارکنگ لاٹ اور اس کے بعد اُس کا صدر دروازہ شروع ہوتا تھا۔ میں صدر دروازے سے اندر داخل ہوا اور ایک بڑے ہال میں پہنچ گیا۔ جہاں، دونوں سائڈ ریسیپشن کاؤنٹر بنے ہوئے تھے، سامنے ہی چوڑی سیڑھیاں اُوپر تک چلی گئی تھیں اور اس کے بعد ہوٹل کا مین ہال تھا۔ سیڑھیوں سے اُوپر پہنچا ہی تھا کہ دفعتاً ٹھٹک کر رُک جانا پڑا۔

سولیتا چند لوگوں کے ساتھ اسی جانب آرہی تھی اور ان لوگوں میں میں نے مسٹر اسمتھ کو صاف پہچان لیا تھا۔ انھوں نے بھی مجھے دیکھ لیا اور ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ دوسرے ہی لمحے سولیتا تیر کی طرح میری طرف آئی۔ مسٹر اسمتھ بھی تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے میرے نزدیک پہنچ گئے تھے۔

"اوہ میرے خدا! میں تمھیں زندہ سلامت دیکھ کر کس قدر مسرور ہوں مسٹر ہاربن! تم... تم واقعی خیریت سے ہو۔" سولیتا اداکاری کرتے ہوئے بولی۔

"سوری ہاربن! تم پر جو کچھ بیتی، میرے لیے وہ بے حد شرمناک ہے لیکن تم دیکھو گے کہ میں اس کے ذمے دار لوگوں کو کس طرح سزا دیتا ہوں۔ بلکہ یوں سمجھو ان کا انجام تمھارے ہی ہاتھوں ہوگا۔ مجھے بے حد افسوس ہے۔" مسٹر اسمتھ نے کہا۔

"کیا آپ لوگ واپس جا رہے ہیں مسٹر اسمتھ؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، یہاں ایک ضروری کام سے آئے تھے، کسی سے ملاقات کرنا مقصود تھا۔ یہ خوش بختی ہے کہ تم یہاں مل گئے۔" مسٹر اسمتھ نے جواب دیا۔

"افسوس، میری اس سے زیادہ بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔" میں نے اُردو میں کہا اور وہ دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

"کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں... میرا مقصد یہ تھا کہ میں کچھ دیر بیٹھنا چاہتا ہوں۔"

"تو ٹھیک ہے۔ تمھارے ساتھ تھوڑا سا وقت ریفریشنگ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہال میں گزار لیتے ہیں۔ آؤ سولیتا، میرا خیال ہے مسٹر ہارن کو اب ہم لوگ اپنے ساتھ ہی رکھیں۔ ان کا الگ رہنا مناسب نہیں ہوگا۔"

میں بادلِ ناخواستہ ان کے ساتھ ہال میں آگیا۔ ایک میز پر بیٹھنے کے بعد مسٹر اسمتھ نے مشروبات کا آرڈر دے دیا۔ وہ جانتے تھے کہ میں شراب نہیں پیتا۔ سولیتا عجیب سی نگاہوں سے دو تین بار مجھے دیکھ چکی تھی اور آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے ہوشیار رہنے کا اشارہ کر چکی تھی۔ مشروبات کے برتن ہمارے سامنے آگئے اور میں خوش ذائقہ مشروب کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگا۔ میرا ذہن تیزی سے منصوبہ بندی میں مصروف تھا اور میں کوئی ایسا کام کرنا چاہتا تھا جس سے ان ٹھگوں سے فی الحال میری جان چھوٹ جائے۔

"سولیتا!" میں نے اُسے مخاطب کیا "ان لوگوں کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا، جو ہماری رہائش گاہ پر حملہ آور ہوئے تھے؟"

"افسوس! ان میں سے ایک بھی ہمارے ہاتھ نہ آسکا" سولیتا نے میرا مطلب سمجھ کر جواب دیا۔

"آپ کے خیال میں وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں مسٹر اسمتھ؟"

"انھی میں سے کوئی، جو تم سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اچکے قسم کے لوگ ہیں، ایسی حرکتوں کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں مگر مجھے تعجب ہے کہ ان لوگوں کو تمہاری اس رہائش گاہ کے بارے میں کیسے علم ہو گیا؟"

"خدا جانے" میں نے کرسی کی پشت سے ٹیک کر کہا۔ اس وقت ان کم بختوں سے جان بچا کر نکل جانے کی کوئی ترکیب ذہن میں نہیں آرہی تھی اور میں بڑی بے بسی محسوس کر رہا تھا۔

مشروب کا گلاس خالی ہو گیا لیکن میرے ذہن میں ایسی کوئی مؤثر ترکیب نہیں آئی، جس سے میں ان کم بختوں سے جان بچا سکتا اور مجبوراً یہی فیصلہ کرنا پڑا کہ تھوڑا سا وقت اس طرح اور گزار لیا جائے اور اس کے بعد میں ان کے جال سے نکلنے کی کوشش کروں چنانچہ میں نے اپنے رویّے میں تبدیلی پیدا کرلی اور گھل مل کر ان سے باتیں کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد مسٹر اسمتھ نے کہا "کیا خیال ہے، اب ہم چلیں؟"

"ہاں مسٹر اسمتھ! میرا خیال ہے کسی پبلک مقام پر ہمارا زیادہ دیر تک بیٹھے رہنا مناسب نہیں ہے۔ ویسے بھی میں بڑی ہمت کر کے یہاں تک پہنچا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں" میں نے جواب دیا اور مسٹر اسمتھ بل کی رقم میز پر رکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک قیدی کی طرح ان کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ سولیتا میرے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک دو بار میرے پہلو میں ٹھوکے بھی دیے تھے، مقصد یہی تھا کہ مجھے بہت زیادہ محتاط اور ہوشیار رہنا چاہیے۔ ایک بار پھر ہم اس عمارت میں پہنچ گئے، جس میں پہلی بار میری ملاقات مسٹر اسمتھ سے ہوئی تھی۔ مسٹر اسمتھ نے کہا "بہتر ہے مسٹر ہارن کہ اب آپ یہیں قیام کریں۔ آپ کے لیے یہ مناسب ترین جگہ ہے اور ویسے بھی آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ سولیتا آپ کا پورا پورا خیال رکھے گی۔"

سولیتا سے جب تنہائی میں میری ملاقات ہوئی تو اس نے ایک لمبی سانس لے کر کہا "مصیبت ہی بن گئی تھی، شکر ہے کہ تم دوبارہ مل گئے۔ میں تمہارے لیے اس قدر پریشان تھی کہ بیان نہیں کر سکتی۔"

"مگر تمہارے مسٹر ٹنگ کے آدمی ناکام کیوں ہو گئے سولیتا!"

"وہاں صورتِ حال ہی کچھ ایسی پیش آگئی تھی۔ میں بھی ٹھوکر کھا کر گر گئی تھی، پھر تم غائب ہو گئے۔"

"میں تمہارے بارے میں مسلسل تردّد کا شکار رہا۔ میرا خیال تھا، تم زخمی ہو گئی ہو لیکن اس وقت میرا وہاں سے نکل جانا ہی بہتر تھا کیونکہ صورتِ حال عجیب و غریب ہو گئی تھی۔"

"تم نے اچھا کیا، ویسے میں ٹھیک ہوں" سولیتا نے جواب دیا۔

"مگر اب کیا پروگرام ہوگا؟"

"کچھ وقت کان دبا کر یہاں رہنا ہوگا اور اس کے بعد موقع پا کر ہم نکل چلیں گے" سولیتا نے جواب دیا۔

"لیکن کیا اب ہماری نگرانی اور شدید نہیں ہو جائے گی، کیا یہاں مسٹر اسمتھ کے آدمی نہیں ہوں گے؟"

"ہوں گے ... لیکن ہم ان کا اعتماد قائم رکھیں گے۔ انہیں ابھی تک مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا ہے۔ ان حملہ آوروں کے بارے میں وہ تحقیقات کر رہے ہیں، جنھوں نے ہماری رہائش گاہ پر شدید قسم کی جنگ لڑی تھی۔ وہاں کئی آدمی زخمی ہو گئے تھے" سولیتا نے بتایا اور میں پُرتفکر انداز میں گردن ہلا کر رہ گیا۔

دوسرے دن تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ایک اور دلچسپ واقعہ پیش آگیا جس نے حالات میں زبردست تبدیلی پیدا کر دی۔ میں اور سولیتا اپنے کمرے میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ دفعتاً مسٹر اسمتھ کے دو آدمی ہمارے پاس پہنچ گئے۔

"آپ دونوں ذرا تشریف لائیے" ان میں سے ایک نے کہا اور سولیتا چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"مسٹر اسمتھ نے آپ کو طلب کیا ہے" وہی شخص بولا اور سولیتا میری طرف دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ تاہم سولیتا کے ساتھ اس بڑے ہال میں داخل ہو گیا جس کی طرف ہماری رہنمائی کی گئی تھی اور بڑے ہال میں پہنچنے کے بعد میں نے جو کچھ دیکھا، اس نے ایک لمحے کے لیے میرا خون رگوں میں منجمد کر دیا۔

لوئیس ہارن ہمارے سامنے موجود تھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، اس سے تھوڑے فاصلے پر مسٹر اسمتھ موجود تھے۔ اور مزید چند افراد لوئیس ہارن کو ریوالوروں سے کور کیے کھڑے تھے۔

مسٹر اسمتھ نے مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیجیے مسٹر ہارن! ملاحظہ فرمائیے۔ آپ ایک سے دو ہو گئے۔"

"یہ کون ہے؟" میں نے حیران ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

لوئیس ہارن میری طرف بغور دیکھ رہا تھا۔ پھر مسٹر اسمتھ ہی نے کہا "اس کا کہنا ہے کہ یہ لوئیس ہارن ہے۔"

"خوب خوب! اگر یہ لوئیس ہارن ہے تو پھر میں کون ہوں؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ میری حالت اندر سے بہتر نہیں تھی لیکن اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا ضروری تھا۔ اسی طرح میں سچویشن پر قابو پا سکتا تھا۔ میں نے چند قدم آگے بڑھ کر لوئیس ہارن کے سامنے پہنچتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈیئر لوئیس ہارن! میرا تو کوئی جڑواں بھائی بھی نہیں تھا، تم کہاں سے نازل ہو گئے؟"

لوئیس ہارن خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ مجھے اس کا یہ انداز عجیب لگا، اسے تو مجھ سے زیادہ نڈر ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے کہ وہ اصل تھا اور میں نقل ... لیکن مجھے یہ شخص خاصا خوفزدہ نظر آرہا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پھر کہا "کون ہو تم اور تم نے میرا یہ روپ کیوں اختیار کیا ہے؟"

"وہ میں ... میں ..." وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"جواب دو، ورنہ میں تمھیں گولی مار دوں گا" میں نے گرج کر کہا اور وہ شخص کانپنے لگا۔

"میں ایک معمولی سا آدمی ہوں جناب" اس نے بھرّائے ہوئے لہجے میں کہا "کچھ رقم کے عوض میں نے آپ کا روپ اختیار کر لیا تھا، ان لوگوں نے مجھے پانچ ہزار ڈالر معاوضے کے طور پر پیش کیے تھے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سوال کیا۔

"میں بے قصور ہوں جناب۔ اس سے زیادہ میرا اور کوئی قصور نہیں ہے کہ میں یہ شکل اختیار کر کے گھوم رہا ہوں، بس انھوں نے مجھے یہی ہدایت کی تھی۔"

مسٹر اسمتھ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا "ایمونیا کی بوتل لے کر آؤ۔" چند لمحے بعد ایمونیا کی بوتل وہاں پہنچ گئی جس پر سائفن لگا ہوا تھا۔ مسٹر اسمتھ نے اپنے ہاتھ سے سائفن کی پھواریں اس شخص کے چہرے پر ماریں اور پلاسٹک کے ٹکڑے اس کے چہرے سے اترنے لگے۔ میری حیرت دوچند ہوئی جا رہی تھی۔ یہ سب کچھ میرے لیے غیر متوقع تھا یعنی کوئی اور بھی تھا جو اس میک اپ میں گھوم رہا تھا۔ اگر سائفن کی چند پھواریں میرے چہرے پر بھی مار دی جائیں تو مسٹر اسمتھ کو پاگل ہونا پڑے گا۔ اس وقت میری ذہنی حالت بے حد عجیب تھی۔

اس شخص کا اصل چہرہ نمایاں ہو گیا تھا اور میں خود کو اب کسی حد تک پُرسکون محسوس کر رہا تھا۔ وہ خدشہ بھی دور ہو گیا تھا کہ شہناز مرزوقا اور دانش رمزی کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہیں۔ یہ کوئی اور ہی چکر تھا۔ اصل لوئیس ہارن یہ بھی نہیں تھا۔

مسٹر اسمتھ اور دوسرے لوگ لوئیس ہارن کے میک اپ میں موجود شخص سے مفصل معلومات حاصل کرتے رہے اور معلوم یہ ہوا کہ کسی نامعلوم شخصیت نے اُسے اس میک اپ میں گھومنے پھرنے کے پانچ ہزار ڈالر ادا کیے تھے۔ پھر مجھ سے گفتگو کے دوران مسٹر اسمتھ نے کہا "اس حرکت سے ان کا یہی مقصد ہو سکتا ہے کہ اس فارمولے کے حصول کے لیے کوشاں لوگوں کو منظرِ عام پر لائیں اور اس شخص کا پیچھا کر کے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں کہ کون کون لوگ لوئیس ہارن کی تلاش میں مصروف ہیں ..."

ابھی ہم یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ باہر دو خوف ناک دھماکے سنائی دیے۔ یقیناً یہ ہینڈ گرنیڈ کے دھماکے تھے۔

اسمتھ بے اختیار اُچھل پڑا۔ اس نے خونخوار نظروں سے اس شخص کو دیکھا اور پھر سولیتا کی طرف رُخ کر کے بولا "اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے اسی جگہ ڈال دو۔ میرا خیال ہے شدہ لوگ جو اس کے ذریعے، اس سے دلچسپی رکھنے والوں کی تلاش میں سرگرداں تھے، یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ مسٹر ہارن آپ براہِ کرم سولیتا کے ساتھ رہیے" اسمتھ یہ کہتا ہوا پھرتی سے باہر نکل گیا۔

سولیتا نے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی "آؤ، اس کے ہاتھ باندھ دیں۔"

میرے میک اپ میں موجود آدمی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے وہیں ڈال دیا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا خیال ہے، ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے؟" سولیتا نے معنی خیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس وقت یہ کیسے ممکن ہے! باہر گولیاں چل رہی ہیں۔ تم ذرا صورت حال کا جائزہ تو لو۔" میں نے کہا۔

سولیتا لمحہ بھر کچھ سوچتی رہی۔ پھر وہ باہر نکلتے ہوئے بولی "براہِ کرم تم اس کمرے سے باہر آنے کی کوشش مت کرنا۔"

میں نے اس کے جاتے ہی دروازہ پھرتی سے اندر سے بند کر لیا تھا۔ ایمونیا کی وہ بوتل میرے لیے باعثِ دلچسپی تھی جس سے اس شخص کا میک اپ اُتار اگیا تھا۔ اگر میں اپنے طور پر ایمونیا حاصل کرنے کی کوشش کرتا تو شاید کچھ دشواری پیش آتی، لیکن اس وقت میرا کام بن گیا تھا۔ میں نے ایمونیا کی بوتل اٹھا کر اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں چھپالی اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ باہر اچھی خاصی ہنگامہ آرائی ہو رہی تھی۔ میں ان سب سے بچتا بچاتا ایک ایسی سمت جا رہا تھا، جہاں سے اگر میں کوشش کرتا تو عمارت سے باہر نکل سکتا تھا اور اس کوشش میں مجھے ناکامی نہیں ہوئی۔ چند لمحات کے بعد میں ان آوازوں کو بہت پیچھے چھوڑ آیا تھا۔

میں برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔ دوڑتے دوڑتے مجھے ایک سڑک نظر آئی اور میں اس پر پہنچ گیا۔ وہاں سے ٹیکسی حاصل کر لینا مشکل نہیں تھا۔ مجھے ایک ٹیکسی مل گئی اور میں نے اس میں بیٹھ کر یونہی ایک پتا ڈرائیور کو بتا دیا۔ ڈرائیور نے مجھے میری مطلوبہ جگہ آتار دیا۔ وہاں سے پیدل چلتے ہوئے میں کسی ایسی جگہ کو تلاش کرنے لگا جہاں میں اپنا کام انجام دے سکوں۔ پھر ایک چھوٹا سا ریستوران مجھے نظر آگیا جو میرے کام کے لیے مناسب جگہ تھی۔

ریستوران کے باتھ روم میں داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ بند کر لیا تھا اور جب آدھے گھنٹے کے بعد میں وہاں سے برآمد ہوا تو میرا چہرہ اپنی اصلی حالت میں واپس آگیا تھا۔ ایمونیا کی بوتل میں نے باتھ روم میں ہی ایک جگہ چھوڑ دی تھی۔ باہر آکر میں اطمینان سے ایک میز کے گرد پڑی کرسی پر بیٹھ گیا اور میں نے اپنے لیے کافی طلب کر لی۔ مقصد یہی تھا کہ اپنے آپ کو پُرسکون کر لوں۔

کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے میں بار بار اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگتا تھا۔ اس میک اپ سے نجات پانے کے بعد میں خود کو بہت مطمئن محسوس کر رہا تھا۔ ان کمبختوں نے تو مجھے الجھا کر رکھ دیا تھا، میں بے دست و پا ہو کر رہ گیا تھا۔ اب کم از کم آزادی سے گھوم پھر تو سکوں گا۔ یہاں مجھے صرف دانش رمزی اور شہناز مرزوقہ کا انتظار ہی تو کرنا ہے۔ اس چکر میں پڑ کر تو میں کہیں کا نہ رہتا۔

کافی پینے کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک بار پھر اُس ہوٹل میں پہنچ گیا جہاں سے پکڑا گیا تھا لیکن اب اس ہوٹل میں میں ایک اور حیثیت سے داخل ہوا تھا۔ میں نے اپنا نام وغیرہ بتلاتے ہوئے اپنے کمرے کی چابی حاصل کر لی اور تھوڑی دیر کے بعد میں ہوٹل کے ایک کمرے میں مقیم ہو گیا۔

ان ہنگامہ آرائیوں میں کافی وقت گزر چکا تھا اور اصولاً اب شہناز مرزوقہ اور دانش رمزی کو یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔ میں بے چینی سے ان کا منتظر تھا۔ اخبارات دیکھنا اس دوران بھی میں نے نہیں چھوڑا تھا لیکن ابھی تک ان کی طرف سے کوئی پیغام میری نظر سے نہیں گزرا تھا۔

نئی قیام گاہ پر اپنی اصل شکل میں قیام کیے ہوئے مجھے تین دن گزر گئے۔ ان تین دنوں میں، میں نے اپنے آپ کو بہت محدود رکھا تھا اور ہوٹل کی تفریحات تک میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا مبادا کسی اُلجھن کا شکار ہو جاؤں۔ حالانکہ یہ قید بہت تکلیف دہ تھی میں اگر چاہتا تو ہوٹل میں اپنے لیے بہت ساری دلچسپیاں تلاش کر سکتا تھا لیکن اب دل میں ایک ہی خواہش تھی کہ اس مہم سے فراغت حاصل کر کے بیروت پہنچ جاؤں۔

اس قیام کے پانچویں دن آخر مجھے اخبار میں ایک چھوٹا سا اشتہار نظر آیا جو میری توقع کے عین مطابق تھا اور میں اس چھوٹے سے اشتہار کو دیکھ کر اتنا خوش ہوا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ اشتہار میں لکھا ہوا تھا کہ آرسن بلوشر ہوٹل میٹرو پیلس کے کمرہ نمبر بیس میں میکائل سے ملاقات کرے۔ ہوٹل میٹرو پیلس کے بارے میں تفصیلات ٹیلی فون ڈائرکٹری سے حاصل ہو سکتی تھیں۔ میں نے فوری طور پر چل پڑنے کے بجائے میٹرو پیلس کے کمرہ نمبر بیس سے رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور چند لمحات کے بعد ٹیلی فون پر میرا رابطہ دانش رمزی سے قائم ہو گیا۔

دانش رمزی اور شہناز مرزوقہ میرے منتظر ہی تھے۔ فون دانش رمزی ہی نے ریسیو کیا تھا، اس کی آواز سنتے ہی میں نے کہا "میں بلوشر بول رہا ہوں۔"

"اوہ مسٹر بلوشر! ہمارا پیغام آپ کو مل گیا؟"

"ہاں۔ کیا حکم ہے میرے لیے؟" میں نے سوال کیا۔

"اگر کوئی دقت نہ ہو تو فوراً میٹرو پیلس پہنچ جائیں۔" دوسری جانب سے کہا گیا۔

"میں آرہا ہوں۔"

"سنو! ابھی تک کسی قسم کا خطرہ تو پیش نہیں آیا تمھیں؟" دانش رمزی نے پوچھا۔

"قطعی نہیں۔ میں تو یہاں بڑے سکون سے زندگی بسر کر رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔ ہم تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔" جواب ملا اور میں نے فون بند کر دیا۔

اس کے بعد میں نے نہایت برق رفتاری سے تیاری کی اپنی اصلی شکل میں مجھے کسی بات کا خطرہ نہیں تھا اور فوراً ہی کوئی میری جانب متوجہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ ہوٹل سے باہر آکر میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں میٹرو پیلس کے کمرہ نمبر بیس میں داخل ہو رہا تھا۔ میرا استقبال کرنے کے لیے شہناز مرزوقہ اور دانش رمزی موجود تھے۔ دانش رمزی نے مجھ سے گرم جوشی سے مصافحہ کیا تھا۔ اس کا اُترا ہوا سپاٹ چہرہ اس وقت کسی قدر مختلف نظر آرہا تھا۔ شہناز مرزوقہ نے مجھ سے بیٹھنے کے لیے کہا اور میں صوفے پر بیٹھ کر مسکراتی نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھنے لگا۔

"بون کی دلچسپ زندگی تمھیں ضرور پسند آئی ہو گی علی یار خان۔" دانش رمزی نے کہا۔

"یقیناً۔ یہاں کی ہنگامہ پرور زندگی بے حد عجیب ہے اور پھر میں اس دوران جن حالات سے گزرا ہوں وہ تو ضرورت سے زیادہ ہی دلچسپ تھے۔"

"کیا مطلب! کیا تمھیں یہاں کچھ غیر معمولی واقعات پیش آئے ہیں؟" دانش رمزی نے چونک کر پوچھا۔

"ان کی تفصیل بتانا بے کار ہی ہے۔ یوں سمجھ لو کہ بے شمار افراد میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ دراصل مسٹر دانش رمزی! اگر میں آپ کو یہ بتا دوں کہ جس شخص کے میک اپ میں آپ نے مجھے یہاں بھیجا تھا، وہ کیا چیز ہے تو آپ کو مشکل ہی سے یقین آئے گا۔"

"براہِ کرم بتاؤ، کیا قصہ تھا؟" دانش رمزی نے دلچسپی سے کہا۔

"لوئیس ہاربن ایک ایسے شخص کا نائب تھا جو سائنس دان تھا، اور اس نے کوئی ایسا تباہ کن فارمولا ایجاد کیا تھا جو ہتھیاروں کی دوڑ میں حصہ لینے والوں کے لیے بے حد دلچسپی کا باعث تھا۔ اُس کی موت کے بعد صرف لوئیس ہاربن کو ہی اس فارمولے کے بارے میں تفصیلات معلوم تھیں اور بیشتر بڑے بڑے ممالک لوئیس ہاربن کی تاک میں لگے ہوئے تھے۔ وہ منہ مانگی قیمت پر لوئیس ہاربن سے یہ فارمولا حاصل کر لینا چاہتے تھے۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ انھوں نے لوئیس ہاربن کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا تھا لیکن میں نے اُس کا یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ وہ لوئیس ہاربن کی تنہا ذات سے مطمئن نہیں تھے۔ بلکہ یہ خیال بھی اُن کے ذہن میں تھا کہ لوئیس ہاربن سے کوئی اور بھی متعلق ہو سکتا ہے جو اس فارمولے کے بارے میں جانتا ہو، اسی لیے انھوں نے لوئیس ہاربن کو اغوا نہیں کیا تھا۔ میرا خیال ہے، مسٹر دانش رمزی کہ لوئیس ہاربن تل ابیب بلاوجہ نہیں گیا تھا۔"

دانش رمزی انتہائی دلچسپی سے میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے آہستہ سے کہا "آپ کا کیا خیال ہے، وہ تل ابیب کیوں گیا تھا؟"

"اسرائیلی حکومت سے اس فارمولے کا سودا کرنے کے لیے۔" میں نے جواب دیا۔

"کمال ہے۔" دانش ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "اس کا مقصد ہے کہ ہم نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا، تمھیں اس میک اپ میں یہاں بھیج کر۔ تمھیں تو یہاں خاصی مشکلات پیش آئی ہوں گی۔"

میں دانش رمزی اور شہناز مرزوقہ کو ان مشکلات کی تفصیل بتانے لگا اور اپنی کہانی اختتام پر پہنچانے کے بعد میں نے کہا "ان حالات میں میرے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ اپنی اصل شکل میں آجاؤں اور اس میک اپ سے پیچھا چھڑا لوں۔ بس اس کے بعد ہی یہ چند روز سکون سے گزرے ہیں، ورنہ یہاں آتے ہی ائیرپورٹ سے ہنگامے شروع ہو گئے تھے۔"

"مجھے بہت افسوس ہے لیکن اس وقت کچھ ایسی ہی صورتحال تھی کہ اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ تم نہیں جانتے مسٹر علی کہ تمھارے وہاں سے نکل آنے کے بعد کیا کیا ہنگامے ہوئے ہیں۔ اسرائیلی حکام کس طرح ایک ایک چپّے کی نگرانی کرتے رہے ہیں اور کس کس طرح انھوں نے وہاں ناکہ بندیاں کی ہیں۔ مجاہدین کی تمام کارروائیاں طویل عرصے کے لیے رُک گئی ہیں، کیونکہ اسرائیلی حکام اب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ تم وہیں موجود ہو۔"

"اب کیا پروگرام ہے مسٹر رمزی؟ براہِ کرم مجھے بیروت بھجوانے کا بندوبست کر دیجیے۔ میں فوری طور پر روانہ ہونا چاہتا ہوں کیونکہ مزید تاخیر نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"اس کا انتظام ہم کر کے آئے ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو کسی بھی پہلی فلائٹ سے بیروت کے لیے اپنی سیٹ کنفرم کرا سکتے ہیں۔" دانش رمزی نے جواب دیا اور اس کے ان الفاظ نے میری روح میں سُرور کی لہریں دوڑا دیں۔

"بلاشبہ یہ ایک خوشخبری ہے میرے لیے، حالاں کہ میں اگر چاہتا تو ابتدا ہی میں اپنی اصل شکل میں آکر ان ہنگاموں سے نجات پا سکتا تھا لیکن جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ لوئیس ہاربن درحقیقت کیا ہے تو میری دلچسپیاں بڑھ گئیں۔ میں آپ کو یہ اطلاع دے چکا ہوں اور بیروت جا کر اپنے اعلیٰ حکام کو بھی یہ اطلاع دوں گا کہ ایک تباہ کن فارمولا اسرائیلی حکومت حاصل کر رہی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس پر نگاہ رکھنا بھی ضروری ہے۔"

دانش رمزی نے بے تعلقی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں بہتر ہوگا کہ آپ یہ اطلاع پی ایل او کے سربراہان کو دے دیں لیکن اسرائیل میں تو ایسی بہت سی کارروائیاں کی جا رہی ہیں جو آگے چل کر فلسطینیوں کے لیے مصیبت کا باعث بن جائیں گی۔ نہ صرف فلسطینیوں کے لیے بلکہ بیشتر عرب ممالک اس کی لپیٹ میں آجائیں گے۔"

"اللہ مالک ہے۔ بہرحال آپ مجھے میرے کاغذات دے دیجیے تاکہ میں اپنی روانگی کا انتظام کرسکوں۔" دانش رمزی نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

دوسرے دن ساڑھے گیارہ بجے میں ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ فلائٹ کنفرم ہو چکی تھی اور میں بیروت روانہ ہونے کے لیے بالکل تیار تھا۔ دانش رمزی اور شہناز مرزوقہ مجھے چھوڑنے ایئرپورٹ تک آئے تھے اور میں بالآخر بیروت کے لیے چل پڑا۔

دورانِ سفر میرے ذہن میں متعدد خیالات آ رہے تھے۔ جو مشن میرے سپرد کیا گیا تھا' وہ مکمل طور پر تو پورا نہیں ہوسکا تھا عاقل نوارد کی موت کی اطلاع مجھے مل چکی تھی اور اگر تنظیم کے ارکان اس کی موت سے واقف نہیں ہوئے تھے تو یہ اطلاع انہیں میری ہی زبانی ملنا تھی لیکن جو کچھ عاقل نوارد نے مجھے بتایا تھا' وہ مجھے ازبر تھا اور میں اسے من و عن اُن کے سامنے دہرا سکتا تھا۔

بیروت کا تصور میرے لیے کچھ عجیب سا ہوگیا تھا وہاں جاتے ہوئے ایسا ہی محسوس ہوتا تھا، جیسے میں اپنے گھر جا رہا ہوں جذبے بعض اوقات اتنی شدت اختیار کر جاتے ہیں کہ انسان عام حالات میں اُن کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اب بیروت میرا اپنا گھر تھا جہاں پہنچ کر مجھے قلبی سکون حاصل ہوتا تھا۔

بیروت ایئرپورٹ پر اُترا تو موسم نہایت خوشگوار تھا۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی اور آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے ایک ٹیکسی کی اور اپنی اُس رہائش گاہ کی طرف چل پڑا جہاں میرا قیام تھا اور وہاں صرف فواد ہی میرے ساتھ رہتا تھا۔

اپنی رہائش گاہ میں داخل ہوا تو گھریلو ملازمہ عطائیہ سے ملاقات ہوئی۔ یہ ہمارا کھانا وغیرہ تیار کرتی تھی اور گھر کی صفائی کا انتظام بھی اسی کے سپرد تھا۔

عطائیہ نے پُرخلوص مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا اور میں نے اس سے فواد کے بارے میں پوچھا۔

"فواد تو کسی کام سے ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔" ملازمہ نے بتایا۔

"اوہو۔ اچھا ٹھیک ہے۔"

میں نے غسل وغیرہ کیا اور فارغ ہو کر احسان فروغی کی تلاش میں چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں احسان فروغی سے ملاقات ہوسکتی تھی۔ احسان فروغی اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے، مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے چونک پڑے ان کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی اور یہ کیفیت عام کیفیات سے مختلف تھی۔ ان کے چہرے پر میرے لیے وہ استقبالیہ جوش نظر نہیں آیا تھا جو اُن کی خاصیت تھی۔ کچھ سرد مہری سی محسوس کی تھی میں نے۔ بہرکیف آگے بڑھ کر میں نے اُن سے مصافحہ کیا اور انھوں نے مجھے اپنے سامنے کرسی پر بیٹھنے کی پیشکش کی۔

"کب پہنچے آپ مسٹر علی؟" اُنھوں نے سوال کیا۔

اس لہجے میں بھی کچھ اجنبیت سی تھی۔ میں متعجب ہوگیا۔ "بس ابھی تھوڑی دیر قبل۔"

"کہاں سے تشریف لائے ہیں؟" احسان فروغی نے پھر پوچھا اور اب میں اس سرد لہجے پر بوکھلا گیا۔ چونکہ اُن کا انداز کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا ان کے لہجے میں ایک خاص کیفیت نمایاں ہوتی تھی لیکن آج ہر چیز بدلی ہوئی تھی۔

"میں نہیں سمجھا مسٹر فروغی!"

"میرا مطلب ہے آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ تل ابیب سے تو آپ نہیں آئے اور نہ ہی اسرائیل کے کسی دوسرے شہر سے۔"

"میرے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے ہیں آپ؟"

"ہاں۔ خبریں تو ملتی ہی رہتی ہیں۔ کوئی نہ کوئی ذریعہ نکل ہی آتا ہے۔" احسان فروغی نے اپنے سامنے رکھے ہوئے کاغذات ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔

"تو کیا آپ کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ میں اس وقت کہاں سے آ رہا ہوں؟"

"میں نے کہا نا مسٹر علی... کہ خبریں کسی نہ کسی طور مل ہی جاتی ہیں۔"

"میں آپ کے اندر کچھ تبدیلی محسوس کر رہا ہوں مسٹر فروغی' اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

میرے اس سوال پر مسٹر فروغی نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر بولے "میں تم سے اس موضوع پر گفتگو ضرور کرتا علی یار خان لیکن مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے ہدایت ملی ہے کہ اگر تمھارے بارے میں کسی ذریعے سے کچھ معلومات حاصل ہوجائیں تو اس کی اطلاع ہیڈ کوارٹر کو دوں اور میں اس وقت یہی کہنے پر مجبور ہوں۔" احسان فروغی نے کہا۔ اور اپنے قریب رکھے ہوئے انٹرکام کا ایک بٹن آن کر کے بولے۔

"ہیلو۔ ہیڈ کوارٹر۔"

"یس۔ کیا بات ہے؟" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"علی یار خان ابھی ابھی اچانک میرے دفتر تشریف لائے ہیں، کیا حکم ہے ان کے لیے؟"

"علی یار خان!" دوسری طرف سے بولنے والے کے لہجے سے اندازہ ہوا کہ وہ چونک اٹھا ہے۔ میری حیرت اب انتہا کو پہنچ چکی تھی۔

"ہاں' وہ میرے سامنے موجود ہیں۔" مسٹر فروغی نے کہا۔

"تو براہِ کرم اُنھیں ہیڈ کوارٹر لانے کا بندوبست کیجیے، ہم فوری طور پر انتظامات کیے لیتے ہیں۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"بہتر ہے۔" احسان فروغی نے جواب دیا اور انٹرکام آف کر دیا۔

یہ تمام گفتگو میرے لیے جس قدر حیران کن تھی' میں بیان نہیں کرسکتا۔ دوسری طرف کے الفاظ بھی بہت ہی عجیب تھے۔

"مسٹر علی یار خان! میں اس بات کے لیے مجبور ہوں کہ آپ کو ہیڈ کوارٹر لے جاؤں۔" احسان فروغی نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا دماغ شدتِ کرب سے پھٹ جائے گا' میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ سرد مہری کس لیے اختیار کی جا رہی ہے۔ کیا بات ہے؟"

"میں نے کہا نا' اس کی تفصیل آپ کو ہیڈ کوارٹر چل کر ہی معلوم ہوگی۔"

"تو پھر انتظار کس بات کا ہے، چلیے، جلدی کیجیے تعجب ہے، مجھے تعجب ہے۔" میں نے کہا۔

انھوں نے گردن جھٹک کر کہا "چلیے۔"

مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے احسان فروغی مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہوں۔ ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سا تاثر تھا' اس تاثر میں ایک شکایت بھی تھی' ناراضگی بھی اور احتیاط بھی۔ ان کا چہرہ بھی اس بات کا آئینہ دار تھا۔ میں جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا' میری سمجھ میں یہ سب کچھ نہیں آ رہا تھا۔ میں تو بڑا تجسس لے کر آیا تھا ذہن میں۔ ایک بہت بڑا راز لے کر میں یہاں پہنچا تھا اور یہ لوگ مجھ سے اس طرح پیش آ رہے تھے! معلوم نہیں کیا بات تھی؟

باہر نکل کر میں نے دیکھا کہ کچھ خصوصی انتظامات کیے گئے ہیں۔ چند مسلح فلسطینی یہاں موجود تھے۔ معلوم نہیں کس قسم کی ہدایت انھیں ملی تھیں کیونکہ میں نے اُنھیں اپنی طرف سے خاص طور سے مستعد دیکھا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سب میری طرف سے چوکنا ہوں۔ بہرطور ان تمام چیزوں کو نظرانداز کرتا ہوا میں مسٹر احسان فروغی کے ساتھ اُن کی کار میں بیٹھ گیا۔ اس وقت ڈرائیونگ بھی ایک اور شخص کر رہا تھا۔ احسان فروغی میں وہ بات ہی نہیں تھی جو اس سے پہلے مجھے نظر آئی تھی۔ فواد بھی کمبخت موجود نہیں تھا ورنہ وہ میرے لیے ایک کارآمد انسان ثابت ہوتا تھا اور مجھے تمام تفصیلات بتا دیتا تھا۔

ہیڈ کوارٹر میں سب سے پہلی ملاقات نائمہ برق سے ہوئی۔ نائمہ برق مجھے دیکھ کر بُری طرح ٹھٹک گئی تھی۔ اس نے احسان فروغی کو دیکھا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا ہے اس کی آنکھوں میں شدید ہیجان کی کیفیت نظر آئی تھی اور وہ اپنی جگہ سکتے کے عالم میں کھڑی رہ گئی تھی۔

"ہیلو نائمہ!" میں نے آگے بڑھ کر کہا اور وہ بمشکل تمام حلق سے آواز نکال سکی۔

"ہیلو۔"

"کیا ہوگیا ہے تم لوگوں کو! سب کو کیا ہوگیا ہے؟" میں نے بے چینی سے کہا۔ نائمہ تیزی سے ایک طرف چل گئی تھی۔

"آئیے۔" احسان فروغی نے کہا اور مجھے لیے ہوئے ایک بڑے ہال میں پہنچ گئے۔ یہاں پہلے بھی میں کئی بار آچکا تھا' اور یہاں میری تعریف و توصیف کے پُل باندھے جاتے تھے۔ ہال میں پڑی ہوئی لمبی میز کے گرد اس وقت کوئی بھی نہیں تھا۔ احسان فروغی نے مجھ سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ اور پھر خود بھی میرے سامنے بیٹھ گئے۔

"مسٹر احسان فروغی! مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی غلط فہمی آپ لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہے۔ آپ کا یہ رویّہ میرے لیے انتہائی ناقابلِ برداشت ہے اور میں ذہنی طور پر بمشکل تمام اپنے آپ کو قابو میں رکھے ہوئے ہوں۔ اتنا حق تو میرا بنتا ہے کہ آپ بلاتردد مجھے بتادیں کہ آپ لوگوں کے اندر یہ سرد مہری کیوں پیدا ہوگئی ہے؟"

"اس کے بارے میں آپ سے گفتگو کرلی جائے گی' مسٹر علی یار خان۔" دروازے سے آواز آئی اور چند افراد اندر داخل ہوگئے۔ یہ سب میرے شناسا تھے۔ تنظیم کے بڑے بڑے ارکان تھے جن سے میں محبت کرتا تھا اور جن کے سامنے میں ہمیشہ مؤدب رہتا تھا۔ اس وقت بھی میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور وہ سب آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میز کے نزدیک پہنچ گئے۔ پھر انھوں نے اپنی اپنی کرسیاں سنبھالیں اور بیٹھ گئے۔ کسی نے بھی مجھ سے مصافحہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کوشش نہیں کی تھی۔ مجھ سے بھی بیٹھ جانے کے لیے کہا گیا اور میں آہستہ سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

مجھے مکمل طور پر یقین ہو چکا تھا کہ میرے خلاف کوئی سازش ہوئی ہے۔ کوئی ایسی بات ان لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہے جو میرے خلاف ہے۔ بہرطور میں نے میز پر دونوں کہنیاں رکھیں اور ان لوگوں کی جانب دیکھنے لگا۔

ثابت نظمی نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ "آپ کو ایک خصوصی مشن پر بھیجا گیا تھا علی یار خان! عاقل توارد کو اسرائیل سے نکالنے کی ذمے داری آپ کے سپرد تھی۔ آپ نے اپنے اس فرض کو کس حد تک انجام دیا؟"

"مجھ پر عاقل توارد کو اسرائیل سے نکالنے کی ذمے داری نہیں تھی جناب بلکہ اس کے میک اپ میں مجھے اسرائیلی فوجیوں کو اپنے پیچھے لگائے رکھنا تھا تاکہ وہ فریب کا شکار ہو سکیں اور اس طرح عاقل توارد کی طرف سے اُن کی توجہ ہٹ جائے۔" میں نے کہا۔

"ہاں، یہی ذمے داری سونپی گئی تھی۔ اس کی انجام دہی کے سلسلے میں آپ نے کیا کیا؟"

"ایک طویل کہانی ہے۔ میرا ذہن آپ لوگوں کے اس سرد رویے میں اُلجھا ہوا ہے۔ تاہم میں اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کر سکتا اور میں آپ کے سوالات کا جواب دینے کے لیے حاضر ہوں۔ میں نے حسبِ ہدایات اپنے کام کا آغاز کیا تھا اور ان لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے وہ تمام اقدام کیے تھے جو جان لیوا بھی تھے۔ مجھے بارہا مر مر کر جینا پڑا۔ شدید مشکلات سے گزر کر میں اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہوا اور بالآخر اُن کے ہاتھوں قید ہو گیا۔ اُنھوں نے عاقل توارد ہی کی حیثیت سے مجھے قید کیا تھا لیکن بدنصیبی سے عاقل توارد بھی ان کے ہاتھ لگ گئے اور اُنھوں نے صرف یہ جاننے کے لیے کہ میں کون ہوں اور میرا منصوبہ کیا ہے، انھیں میرے پاس بھیج دیا۔ ہم دونوں کو ساتھ رکھا گیا اور اس تنہائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عاقل توارد نے مجھے وہ تمام تفصیلات بتا دیں جو اُن کے ذہن میں محفوظ تھیں۔ اسرائیل کے ایٹمی راز مجھے مل چکے تھے۔ عاقل توارد نے مجھے اُن کے بارے میں ایک تفصیل بتا دی تھی۔ جو مجھے ازبر ہے اور میں اُسے آپ کے سامنے دہرانے کو تیار ہوں۔ اس کے بعد ہم دونوں کو علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ عاقل توارد بے چارے ایک موذی مرض کا شکار ہو گئے تھے۔ انھیں مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا لیکن بالآخر مجھے یہ اطلاع ملی کہ عاقل توارد ہلاک ہو گئے ہیں۔ کس طرح؟ اس کا مجھے کچھ علم نہیں ہے۔"

"جی! آگے فرمائیے۔" میرے خاموش ہونے پر ثابت نظمی نے کہا۔

"اس کے بعد میں اُن کی قید میں پھنسا رہا اور پھر دو افراد نے مجھے ان کی قید سے رہائی دلوائی۔"

"یہ دو افراد کون تھے؟"

"ان میں سے ایک کا نام شہناز مرزوقہ اور دوسرے مسٹر دانش رمزی تھے۔"

"آگے فرمائیے، آگے فرمائیے۔" نظمی کے لہجے میں طنز تھا۔

"ان دونوں نے مجھے ایک ایسے شخص کے میک اپ میں مغربی جرمنی بھجوا دیا جو اسرائیل میں موجود تھا اور تل ابیب کے حکام سے ایک اہم مسئلے پر گفتگو کرنے آیا تھا۔ اس شخص کا نام لوئیس ہاربن تھا......"

"یہاں سے ہم آپ کی گفتگو کا سلسلہ منقطع کرنے پر مجبور ہیں اور آپ کو ان حقائق کی طرف لے جاتے ہیں جو درحقیقت ہمارے لیے انتہائی کرب کا باعث بنے ہیں۔"

"ہاں ہاں، میں جاننا چاہتا ہوں، میں جاننا چاہتا ہوں۔ مجھے بتایا جائے۔" میں نے اضطراب کے عالم میں کہا۔

"بدقسمتی سے مسٹر علی یار خان، بعض اوقات ہم ایسے دوستوں سے محروم ہو جاتے ہیں جن پر ہمیں مکمل اعتماد ہوتا ہے اور جن پر ہم اپنے اعتماد کا محل تعمیر کر لیتے ہیں۔ آپ بھی اُنہی میں سے ایک ہیں۔ آپ جن نیک جذبات کے تحت تنظیم میں شامل ہوئے اور تنظیم کے لیے آپ نے جو کچھ کیا، ہم نے دل سے اس کی قدر کی اور ہمارے ان اخوت کے جذبوں کو جلا ملی جو ہم ہر مسلمان کے لیے دل میں رکھتے ہیں۔ ہمارے پاکستانی بھائی بیشتر معاملات میں ہمارے ہم رکاب رہے ہیں اور اُنھوں نے ہمارے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ بلاشبہ ہم اس بات کو فراموش نہیں کر سکتے لیکن انفرادی طور پر بعض اوقات اچھے سے اچھا انسان راستے سے بھٹک جاتا ہے اور معاف کیجیے گا علی یار خان، آپ بھی اسی ہوسِ زر کا شکار ہو گئے جو انسان کو انسانیت سے بہت دور کر دیتی ہے۔ اس کے تمام جذبوں کو موت کی نیند سُلا دیتی ہے۔ بے شک دولت کی چمک ایسی ہی چیز ہے اور ہمارا غم و غصہ برحق ہے چونکہ ہم آپ سے یہ اُمید نہیں رکھتے تھے، ہمیں آپ پر مکمل اعتماد تھا۔"

"کیا میں نے یہ اعتماد مجروح کیا ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"یہ سوال آپ کر رہے ہیں علی یار خان! ہر انسان کے وجود میں ضمیر نام کی کوئی شے ہوتی ہے۔ یہ سوال کرتے ہوئے آپ کا ضمیر نہیں کہتا ہے؟ کیا آپ کو سینے کی گہرائیوں میں کوئی چبھن نہیں محسوس ہوتی؟"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں آخر؟" میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"وہ جو کہتے ہوئے ہمیں شرم محسوس ہوتی ہے لیکن معاف کیجیے جسے سنتے ہوئے آپ کی آنکھ نہیں جھپکتی۔" احسان فروغی نے بیزاری سے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے احسان فروغی! آپ بھی میرے بارے میں یہی خیالات رکھتے ہیں؟"

"میں سب سے زیادہ شرمندہ ہوں علی! کیونکہ میں نے بہت بڑھ چڑھ کر تمہاری دوستی کے دعوے کیے تھے۔"

"اور اب؟"

"اب میں اس احساس سے ہی شرمندہ ہوں اور آنکھ اٹھانے کے قابل نہیں رہا ہوں۔"

"آپ مسلسل دفاع کر رہے ہیں علی، لیکن آپ کی ہر کوشش آپ کی پیشانی پر ایک بدنما داغ کا اضافہ کر دیتی ہے۔ ایک برائی سو اچھائیوں کو جنم دیتی ہے۔ آپ کا چہرہ معصومیت کی نقاب چڑھائے رکھنے میں ناکام ہے جس انداز میں آپ سوالات کر کے خود کو ان مکروہ واقعات سے لاعلم رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں، ہمارے نزدیک اس نے آپ کے کردار کو اور گندہ کر دیا ہے۔" ثابت نظمی نے کہا۔

کرب و اذیت کے دو دھاری خنجر میرے وجود کو زخمی کر رہے تھے۔ دل و دماغ میں آگ لگ گئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے ذہن تاریک ہو گیا تھا۔ ان لوگوں کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُنھیں دیکھ رہا تھا۔

احسان فروغی نے کہا۔ "جو ہم میں شامل ہیں، اپنے سینے صرف نیک جذبوں سے معمور رکھتے ہیں۔ زر و جواہر، دولت کے انبار اُنھیں متاثر نہیں کرتے۔ دنیا کی کوئی قوت اُنھیں اپنے مقصد سے نہیں ہٹا سکتی۔ ان کا صرف ایک ہی ٹارگٹ ہے، فلسطین کی آزادی، یہودی ریاست کا خاتمہ اور اس جذبے کو وہ کسی قیمت پر فروخت نہیں کرتے۔"

"خوب صورت اور جذباتی الفاظ کا یہ مقابلہ اگر ختم ہو گیا ہو تو میں بھی کچھ بولوں یا اگر آپ لوگ مزید الفاظ کی بازیگری دکھانا چاہتے ہوں تو میری طرف سے اجازت ہے۔" میں نے زہر آلود لہجے میں کہا۔

"مسئلہ ہمارا ہے علی یار خان! آپ نے جو کچھ کیا، ایک فلسطینی یہ نہیں کر سکتا تھا۔ سینہ ہمارا سلگ رہا ہے آپ کا نہیں۔ آپ ہمارے اس اظہار کو کوئی بھی نام دے سکتے ہیں۔"

"مجھے شبہ بھی نہیں تھا کہ کسی مرحلے پر آپ لوگ مجھے اپنے درمیان سے اس طرح نکال دیں گے۔ کیا زہر کے یہ خنجر استعمال کرنے سے قبل آپ مجھے میرے جرم سے آگاہ نہیں کر سکتے تھے۔ اگر آپ کی غلط فہمی رفع ہو گئی تو کیا میں ان الفاظ کو بھول سکتا ہوں۔"

"غلط فہمی ... شاید ....." ثابت نظمی کچھ کہتے کہتے رُکے اور پھر بولے۔ "آپ مغربی جرمنی کیوں گئے تھے؟"

"یہ سوال آپ شہناز مرزوقہ اور دانش رمزی سے کر سکتے ہیں؟"

"یہ نام آپ کی تخلیق ہیں۔ ہمارا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ وہاں موجود لوگوں میں سے کوئی اس نام کا شخص ہمارا ساتھی نہیں ہے۔"

"ناممکن... یہ کیسے ممکن ہے؟"

ثابت نظمی نے اپنے ایک ساتھی کو اشارہ کیا اور اس نے جیب سے دو تصویریں نکال کر میرے سامنے رکھ دیں۔

"ان میں سے کسی کو پہچانتے ہیں آپ؟" میں نے تصویریں دیکھیں اور اُچھل پڑا۔

"یہی دونوں ہیں۔ یہ شہناز مرزوقہ ہے اور یہ ...."

"دانش رمزی۔" ثابت نظمی نے کہا۔

"ہاں یہ دانش رمزی ہے۔"

"نہیں مسٹر علی! یہ شخص میکائیل دریان ہے۔ اسرائیلی دہشت پسند تنظیم ازروخ کا ایک سرگرم رُکن اور لڑکی تل ابیب کے ایک معزز خاندان کی رُکن مورلینا ہے۔ جو رضاکارانہ طور پر ازروخ میں شامل ہوئی ہے اور فلسطینیوں کو زبردست نقصانات پہنچا چکی ہے۔"

"ناممکن!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ان دونوں نے آپ سے ملاقات کر کے آپ کو منزل سے بھٹکایا ہے مسٹر علی! ہمیں یہی اطلاع ملی ہے۔"

"یہ دونوں مجھ سے فلسطینی مجاہدین کی حیثیت سے ملے تھے اور انھوں نے مجھے تل ابیب سے بون پہنچانے میں میری مدد کی تھی۔"

"ایک طے شدہ منصوبے کے تحت، ایک اہم معاہدے کے تحت اور وہ معاہدہ یہ تھا کہ آپ اسرائیل کے ایٹمی رازوں کا بازار سجائیں اور اپنی معلومات کسی بڑے ملک کے ہاتھوں فروخت کر دیں تاکہ وہ بڑا ملک امریکا یا اسرائیل کو اس سلسلے میں بلیک میل کر سکے۔"

"یہ بہتان ہے۔ خدا کے لیے یہ الزام مجھ پر نہ لگایا جائے۔"

"حقائق کو جھٹلایا تو جا سکتا ہے، غلط ثابت نہیں کیا جا سکتا۔" احسان فروغی نے غم و غصے کے ملے جلے جذبے سے کہا۔

"آپ بھی مسٹر فروغی ... آپ بھی!" میں نے بمشکل کہا۔

"ہاں علی! یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے دل ٹکڑے ٹکڑے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو گیا ہے لیکن مجبوری ہے۔"

"میری وکالت کرنے والا کوئی ہے بیروت میں یا اس اجنبی شہر میں، اس اجنبی ملک ایک پاکستانی تنہا ہے۔"

"پاکستان کا نام اس سلسلے میں نہ لیا جائے تو بہتر ہے۔ اندرخ کے وہ دونوں رُکن بھی محبِ وطن تھے۔ مورلینیا ایک کروڑپتی باپ کی بیٹی ہے پھر بھی دولت کے لیے بھٹک گئی۔ صرف بیس لاکھ ڈالر کے لیے اس نے اپنے وطن سے غداری کی اور تم مسٹر علی، تم پاکستانی ضرور ہو لیکن جو کچھ تم نے کیا وہ تمھارا ذاتی فعل ہے۔"

"اوہ! تو ان دونوں نے یہ سب کچھ اپنے وطن سے غداری کرتے ہوئے کیا ہے؟"

"ہاں۔ یہ ہے۔ دولت کے حصول کے لیے اچھے اچھے بھٹک جاتے ہیں۔ انھیں ایک موقع ملا، وہ نہیں چوکے اور آپ مسٹر علی، ... آپ بھی...."

"مجھ پر لگائے ہوئے اس الزام کے سلسلے میں کوئی اور عدالت بھی لگے گی یا صرف آپ لوگ میرے بارے میں فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں؟"

"جو لوگ یہاں موجود ہیں، وہ تمھارے بارے میں فیصلہ کرسکتے ہیں۔" ثابت نظمی نے کہا۔

"پہلے میں بیان دُہرا دوں، اس کے بعد آپ مجھ سے سوالات کرسکتے ہیں۔ خاقل توارد کے سلسلے میں میں نے شدید مشقت کی، اور جو حالات میں بتا چکا ہوں، ان سے گزر کر قید ہوگیا۔ وہ لوگ مجھے تل ابیب لے جا رہے تھے کہ راستے میں وہ لڑکی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ملی اور فلسطینی ایجنٹ کی حیثیت سے اس نے مجھے رہائی دلائی۔ ان کے بیان کے مطابق اس وقت میری شدید تلاش شروع ہوگئی اور تل ابیب سے احکامات جاری ہوئے کہ مجھے کسی قیمت پر اسرائیل سے نکلنے دیا جائے۔ ان حالات میں دانش رمزی نے میرے چہرے پر ایک شخص لوئیس ہابن کا میک اپ کرکے مجھے مغربی جرمنی بھجوا دیا کیونکہ اس کے خیال میں اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ میں نے جرمنی میں قیام کیا اور پھر ان دونوں نے وہاں پہنچ کر مجھے یہاں بھجوانے کے انتظامات کیے اور میں یہاں آگیا۔ ممکن ہے وہ لوگ غلط ہوں لیکن یہ بات کیسے ثابت ہوسکتی ہے کہ میں نے تنظیم سے غداری کی ہے؟"

"آپ کا بیان کافی حد تک درست ہے۔ خرابی اس وقت پیدا ہوئی جب آپ کا رابطہ ان دونوں سے قائم ہوا۔ انھوں نے ایک نیا منصوبہ آپ کے سامنے پیش کیا اور آپ اس پر تیار ہوکر بون پہنچ گئے۔ وہاں آپ نے اسرائیل کے ایٹمی رازوں کی فروخت کے لیے بات چیت شروع کردی۔ اس کا ثبوت چاہتے ہیں آپ؟"

"ہاں، یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔

ثابت نظمی نے اپنے ایک اور ساتھی کو اشارہ کیا اور وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر نکل گیا۔

میرے اندر اب ٹھہراؤ پیدا ہوگیا تھا۔ ہیجانی کیفیت ختم ہوگئی تھی اور تمام ذہنی قوتیں جاگ اٹھی تھیں۔ میں ان لوگوں کو بھی بے قصور سمجھتا تھا۔ یقیناً یہ کوئی گہری سازش تھی میرے خلاف۔

چند لمحے بعد وہ شخص واپس آگیا۔ اس نے ایک ٹیپ ریکارڈر میز پر رکھ دیا اور پھر کیسٹ ریوائنڈ کرکے آن کردیا۔ میں حیرانی سے اس کیسٹ کو دیکھ رہا تھا کہ اس میں کیا ہے؟ لیکن دوسرے ہی لمحے میں چونک پڑا۔ کیسٹ سے میری آواز اُبھر رہی تھی۔

"سولیتا! جیسا کہ تم جانتی ہو، میں نہ تو کوئی جرائم پیشہ آدمی ہوں اور نہ ہی میرے ذہن پر یہ بھوت سوار ہوا ہے کہ میں فارمولا فروخت کرکے دولت مند آدمی بن جاؤں، بس وہ لوگ جو میرے ذریعے اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہتے ہیں، مجھے اس موڑ پر لے آئے ہیں۔ ورنہ شاید میں تو یہ ہمت کبھی نہ کرسکتا۔ میرے دل میں بھی یہ خواہش ہے کہ اپنے طور پر اپنی زندگی کے لیے کچھ کروں اس کا کوئی ذریعہ اب تک میرے ہاتھ نہیں آیا تھا لیکن اب یہ صورتِ حال پیدا ہوگئی ہے تو میں بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا خواہش مند ہوں اور اسی لیے میں نے مسٹر اسمتھ کی پیشکش قبول کی ہے۔"

یہ میری ہی آواز تھی۔ یہ میرے ہی الفاظ تھے جو میں نے سولیتا سے کہے تھے اور یہ الفاظ مجھے مجرم قرار دیتے تھے لیکن یہ الفاظ ریکارڈ ہو رہے ہوں گے، مجھے گمان بھی نہیں تھا۔ سازشی مجھے انگلیوں پر نچا رہے تھے۔ بہت اعلیٰ پیمانے پر کام ہوا تھا میرے خلاف۔

ٹیپ ریکارڈر بند ہوگیا تھا۔ میں نے کہا "اس سے آگے پیچھے کی گفتگو بھی موجود ہے اس ٹیپ میں؟"

"کیا یہ کافی نہیں ہے؟"

"ہاں یہ کافی نہیں ہے۔ اس گفتگو کا ایک خاص پس منظر ہے۔" میں نے کہا۔

"اسمتھ کی آواز سُنیے مسٹر علی۔" ثابت نظمی نے کہا، اور ٹیپ ریکارڈر دوبارہ آن کردیا۔

"میں آپ کی دوستی قبول کرتا ہوں مسٹر اسمتھ۔" یہ میری آواز تھی۔

"بس یوں سمجھ لو، ہمارے اور تمھارے درمیان یہ معاملہ طے ہے۔ تمھیں اس راز کی منہ مانگی قیمت ادا کی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی تم دنیا کے جس بھی خطے میں رہنا پسند کروگے، ہم تمھارے لیے انتظامات کریں گے۔" اسمتھ کی آواز ابھری۔

"مجھے منظور ہے۔" یہ میری آواز تھی۔ ٹیپ ریکارڈر بند کردیا گیا — میں شکست خوردہ نگاہوں سے انھیں دیکھ رہا تھا۔

"اس سے آگے یا پیچھے کچھ نہیں ہے؟" میں نے پھر ایک مرتبہ اپنی بات دُہرائی۔

"مزید کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔"

"ضرورت ہے مسٹر نظمی۔ آواز میری ہے، میں تسلیم کرتا ہوں لیکن اس میں جو ایڈیٹنگ کی گئی ہے وہ...."

"ہمارا وقت بہت قیمتی ہے علی۔ اسے ضائع کرنے کی کوشش نہ کرو۔ یہ ایک آخری ثبوت اور تمھاری خدمت میں پیش ہے۔" ثابت نظمی نے کہا۔ اور اپنی جیب سے ایک بنک اسٹیٹمنٹ نکال کر میرے سامنے ڈال دیا۔ اس میں بیس لاکھ ڈالر کی رقم میرے نام جمع تھی اور یہ بیروت ہی کے ایک بنک کا اسٹیٹمنٹ تھا۔

"اوہ! یہ بہت بڑا فراڈ ہے۔ بہت عظیم سازش ہے میرے خلاف۔ اس کی تحقیقات کریں۔ وہ کون سی شخصیت ہے جس نے یہ چیزیں آپ کو بھیجی ہیں۔ اس سے میری ملاقات کرائیں۔ وہ تنظیم کی دُشمن ہے دوست نہیں۔ کون ہے وہ؟"

"آپ جیسے انسان کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا جاسکتا۔"

"یہ تو سوچیے۔ تنظیم کے خلاف یہ سب کچھ کرکے میں واپس بیروت ہی کیوں آتا۔ کہیں اور بھی نکل سکتا تھا میں۔"

"آپ نے سوچا ہوگا کہ تنظیم آپ پر اعتماد کرتی رہے گی۔ وہ راز جس کی آپ منہ مانگی قیمت وصول کرچکے ہیں، تنظیم کے سپرد کرکے آپ تنظیم کی نگاہوں میں بھی سُرخرو رہنا چاہتے تھے تاکہ آئندہ بھی آپ کو ایسے مواقع ملتے رہیں۔"

"میرا پرانا ریکارڈ فراموش کردیا جائے گا۔ آپ لوگوں کو علم ہے کہ میں ایک طالب علم تھا اور صرف مذہبی جذبہ مجھے میرے سُنہرے مستقبل سے گھسیٹ کر ان راستوں پر لے آیا تھا۔ میں نے امریکا کے سب سے بڑے یہودی مرکز میں حق گوئی کی تھی، اور مسلمانوں کی حمایت کی تھی۔ میں نے اپنا مستقبل تاریک کرلیا تھا اپنے جذبوں کے ہاتھوں — سب کچھ فراموش کردیا جائے گا؟"

"اس کے عوض آپ نے بیس لاکھ ڈالر کمائے ہیں جو معمولی رقم نہیں ہے۔" ثابت نظمی نے کہا۔

"ٹھیک ہے، بالکل ٹھیک ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ میں سب کچھ قبول کرتا ہوں۔ میں نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ تنظیم جلد میری موت کا فیصلہ صادر کرے۔ غدار صرف موت کے مستحق ہوتے ہیں۔"

"آپ کو حراست میں لیا جاتا ہے مسٹر علی! آپ کے بارے میں فیصلہ کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔"

"سب ٹھیک ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ اس وقت میری ذہنی حالت بہت ابتر ہو رہی تھی۔ دل کا عجب حال تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سینہ پھٹ جائے گا۔

ثابت نظمی نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر مجھے وہاں سے لے جایا گیا۔ پھر مجھے ایک قید خانے میں ڈال دیا گیا جہاں میرے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

قید خانے میں بھی میرے لیے آسائشوں کا خیال رکھا گیا تھا میرا دماغ ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ سوچوں کے دائرے پھیلتے تھے تو میں پاگل ہوجاتا تھا۔ بڑی مشقت کی تھی میں نے۔ زندگی کی ہر دلچسپی ترک کردی تھی۔ موت و زندگی کے ہزاروں کھیل کھیلے تھے، میرے جذبے صادق تھے۔ میں نے پورے خلوص سے اپنی زندگی قربان کرنے کا فیصلہ کیا تھا — لیکن.... تنظیم کے خلاف کوئی خیال میرے ذہن میں نہیں آیا تھا۔ صرف اس بات کا غصہ تھا کہ کسی سازش کے امکانات پر غور نہیں کیا گیا اور مجھے مجرم تسلیم کرلیا گیا۔ قید خانے میں میرے لیے کھانا لایا گیا تو میں نے خوشی سے قبول کرلیا۔ کافی نہ لانے پر غصّے کا اظہار کیا لیکن میری فرمائش پوری کردی گئی۔ ان لوگوں نے مجھے کوئی تکلیف نہیں دی تھی۔

قید بند کے چار دن گزر گئے۔ میں نے خود پر کوئی خاص کیفیت مسلط نہ ہونے دی تھی۔ اپنی تمام ذہنی قوتوں سے کام لے کر خود کو نارمل رکھا تھا۔ ورنہ یہ قید خانہ ہی میرے لیے پاگل خانہ بن جاتا۔ چوتھے دن کا [illegible] شام ہوگیا تھا۔ رات کو فواد مجھ سے ملنے آیا۔ وہ اچانک میرے [illegible] تھا۔ میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمھیں مجرم نہیں سمجھتا۔" اس نے کہا۔

"[illegible] ہو۔ میری ذہانت کو نہیں پہنچ پاؤ گے۔ احمق آدمی! میرا تم لوگوں سے کیا تعلق ہے، [illegible] فلسطین آزاد ہے یا غلام، مجھے اس سے کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔ میں کسی اونچے داؤ کی فکر میں تھا۔ بیس لاکھ ڈالر کا مالک ہوں میں اور یہ رقم میں نے شدید جدوجہد کے بعد حاصل کی ہے، سمجھے تم۔ جاؤ، میں معمولی لوگوں سے دوستی نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رکھنا چاہتا ہے۔" اسے دیکھ کر میں ایکدم جذباتی ہوگیا تھا۔

"ان لوگوں کو پچھتانا پڑے گا، مجھے یقین ہے۔" فواد نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

"کس کی بات کر رہے ہو احمق؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"جو تمھیں غدار سمجھتے ہیں۔"

"اس عظیم رقم میں سے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اس کوشش میں ناکام رہوگے۔" میں نے قہقہہ لگایا۔

"نہیں علی، تم غدار نہیں ہوسکتے۔ مجھے یقین ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ میں نے سب سے کہہ دیا ہے، میں نے انھیں بتا دیا ہے کہ علی غدار نہیں ہے، سب کو پچھتانا پڑے گا۔" وہ چلا گیا، میں اپنے دل میں غم و اندوہ محسوس کر رہا تھا۔

ساتویں دن مجھے پھر اس عدالت میں پیش کیا گیا۔ تمام لوگ موجود تھے۔ یہاں تک کہ ناظمہ برق بھی وہیں تھی۔ ثابت نظمی نے یہ کیس ڈیل کیا تھا، فیصلا نہیں ہی کرنا تھا۔ مجھے جس کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا تھا وہ درمیانی میز سے کچھ فاصلے پر تھی۔ ثابت نظمی نے کہا۔ "علی یار خان! آپ ہمارے ایک عظیم دوست ملک پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ سان فرانسسکو میں قانون کے طالب علم تھے۔ اور ایک ذہین ترین طالب علم کی حیثیت سے یونیورسٹی کے حلقوں میں پہچانے جاتے تھے۔ ایبرن ہال، سان فرانسسکو کی ایک تقریب میں اس وقت آپ مذہبی جوش اور جذبۂ اخوت سے سرشار ہوکر بے قابو ہوگئے، جب چند یہودی دروغ گو مسلمانوں اور اسلام پر کیچڑ اچھال رہے تھے۔ آپ نے وہاں حقائق پر مبنی ایک قابلِ تحسین تقریر کی جس کی بنیاد پر آپ بے شمار یہودیوں کی نگاہوں میں خار بن گئے۔ پھر آپ نے حالات کے ہاتھوں مجبور ہوکر اپنی تعلیم ادھوری چھوڑی اور یہودیوں سے برسرِ پیکار ہوگئے۔ تنظیم آپ کے اس عظیم دور کو ہمیشہ یاد رکھے گی اور ہم آپ کو... اس وقت کے علی یار خان کو خراجِ تحسین پیش کرنے پر مجبور ہیں۔ اس کے بعد بھی آپ نے تنظیم کے لیے زندگی کی بازی لگائے رکھی۔ لیکن .... نہایت غم و افسوس کے ساتھ ہمیں یہ بھی کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ انسانی جبلت کے ہاتھوں مجبور ہوکر بھٹک گئے۔ دولت کی سنہری چمک نے آپ کو اس عظیم مقصد سے دور کردیا جس کے تحت آپ تنظیم تک پہنچے تھے۔ چند یہودیوں نے آپ کو خرید لیا صرف بیس لاکھ ڈالر کی حقیر رقم کے عوض ...."

"حقیر رقم ....!" میں نے ہنس کر درمیان میں دخل دیا۔ "یہ رقم حقیر تو نہیں ہے مسٹر نظمی!"

بہت سے لوگوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔ پھر ثابت نظمی نے سلسلۂ کلام جاری رکھا۔

"تنظیم نے گہری چھان بین کی لیکن حقیقت وہی تھی جو ہمارے سامنے آئی تھی۔ ثبوت موجود ہیں جن سے آپ کو آگاہ کردیا گیا ہے اور ہم بڑے دکھ کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ آپ نے تنظیم کے مفادات کو نقصان پہنچایا ہے، اس کے اعتماد کو پارہ پارہ کردیا۔ آپ اعتماد کے قاتل قرار پاچکے ہیں، آپ مجرم قرار پاچکے ہیں۔"

"سزا کیا دی گئی ہے مجھے؟ اس کا اعلان تو کریں مسٹر نظمی۔" میں نے کہا۔

"تنظیم میں غداری کے جرم کا کبھی تصور ہی نہیں تھا۔ کوئی عرب کوئی فلسطینی سب کچھ ہوسکتا ہے، غدار نہیں ہوسکتا اور آپ نہ عرب ہیں نہ فلسطینی۔ آپ کسی انسان کے قاتل نہیں، انسانی قدروں کے قاتل ہیں۔ اس لیے ہمارا قانون آپ کو موت کی سزا نہیں دے سکتا۔"

"آپ بھول رہے ہیں مسٹر نظمی! عاقل توارد میرے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ میں نے اسے اس لیے قتل کردیا تھا کہ وہ کسی طور پر رہا ہوکر اسرائیل کے راز آپ کو نہ پہنچا دے۔" میں نے کہا۔

"عاقل توارد کی موت کی ابھی تک تصدیق نہیں ہوسکی۔ متفقہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ آپ کو تنظیم سے علیحدہ کردیا جائے۔ آپ کے لیے بہتر ہوگا کہ آپ بیروت چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ بیروت میں آپ پر نگاہ رکھی جائے گی اور اگر آپ کے ذریعے تنظیم کے مفادات کو نقصان پہنچا تو آپ کو موت کے گھاٹ اتارا جاسکتا ہے۔ تنظیم آپ کی پرانی خدمات کے عوض آپ کے ساتھ رعایت برت رہی ہے اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ پاکستانی ہیں۔ ہم کسی پاکستانی کو کوئی ایسی سزا نہیں دے سکتے جس سے ہمارے پاکستانی بھائیوں کو صدمہ پہنچے۔"

"میرے خیال میں آپ جانبداری سے کام لے رہے ہیں مسٹر نظمی، کوئی دباؤ ہے آپ پر۔ میرا دین، میرا مذہب سچائی کی تلقین کرتا ہے۔ ایک سچے مسلمان ہیں آپ تو کوئی دباؤ قبول نہ کریں۔"

"آئندہ آپ جنوبی علاقے میں نظر نہیں آئیں گے۔" ثابت نظمی نے کہا۔ اور اس کے بعد وہ وہاں سے چلے گئے۔

"کمال ہے۔ اتنی سی سزا کے لیے اتنا ہنگامہ کھڑا کیا گیا۔ بہ حال شکریہ دوستو۔ بیروت زندگی سے بھرپور ہے، یہاں کی رنگین زندگی، جاگتی ہوئی راتیں چھوڑ کر کون جائے گا اور پھر میں نے بیس لاکھ ڈالر کمائے ہیں۔ میں بیروت کے متمول ترین لوگوں میں سے ہوں کیا یہ رقم تنظیم ضبط کرلے گی؟"

"نہیں۔ یہ ہمارے لیے حرام ہے۔" جواب ملا اور میں ہنستا ہوا باہر نکل آیا۔ دل خون کے آنسو رو رہا تھا لیکن میں قہقہے لگا رہا تھا۔ عمارت سے باہر نکلا تو فواد ایک طرف کھڑا نظر آیا۔ وہ آگے بڑھ کر میرے نزدیک پہنچ گیا اور بولا۔ "میں تمھیں اب بھی بےگناہ سمجھتا ہوں۔"

"اس کے باوجود میں اپنی کمائی میں سے تمھیں ایک پیسہ بھی نہیں دے سکتا۔ تمھاری یہ کوشش بے سود ہے۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں دولت پر۔ تم مجھے سمجھتے کیا ہو؟" فواد بپھر کر بولا۔

"ان میں سے ایک جو انسانوں کی شناخت نہیں رکھتے اور سنو! میں خود تنظیم کے کسی فرد سے ملنا پسند نہیں کرتا۔ خدا حافظ۔" میں فواد کو اسی طرح چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔

اب میں اس علاقے میں نہیں رک سکتا تھا۔ سینہ اُبل رہا تھا، کنپٹیاں آگ اگل رہی تھیں، سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہوگئی تھیں۔ دل چاہ رہا تھا، کوئی ایسا کام کروں جو اب تک نہ کیا ہو۔ زندگی میں تبدیلی چاہتا تھا، کوئی ایسی تبدیلی جو دل کو سکون بخشے۔ بیروت اس معاملے میں قلاش نہیں تھا، ہر طرف رنگینیاں بکھری ہوئی تھیں۔ مجھے کسی پناہ گاہ کی تلاش تھی اور یہ پناہ گاہ گرین گولڈ تھی۔ گرین گولڈ زیادہ تر غیر ملکیوں سے بھرا رہتا تھا۔ اس وقت بھی وہاں خوب رش تھا۔

میں نے زندگی میں پہلی بار شراب چکھی۔ سینے کی جلن بے اندازہ تھی لیکن آگ کو آگ بجھا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد کوئی احساس نہ رہا۔ میں سب کچھ بھول گیا۔ اور جب یاد آیا تو ایک اجنبی جگہ نگاہوں کے سامنے تھی۔ اور وہ شہر حسین ماحول لیکن اس ماحول میں ایک اجنبیت تھی۔ پلاسٹر آف پیرس کے مجسمے بے شرمی و بے حیائی کے مظہر تھے۔ میں گھبرا کر اٹھ گیا۔ میری نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگیں اور پھر دروازے سے ایک حسین لڑکی اندر داخل ہوگئی۔ بال بکھرے ہوئے تھے، آنکھیں بے چین اور رنگ سانولا۔

"ہیلو۔" اس نے کہا۔ لیکن میرے چہرے پر سنجیدگی دیکھ کر وہ بھی سنجیدہ ہوگئی۔

"کون ہو تم؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ازیرہ ہوں میں، بھول گئے؟" وہ میرے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"میں یہاں کیسے آیا؟"

"گویا میرا اندازہ درست تھا۔" وہ بولی۔

"کیسا اندازہ؟"

"پہلی بار پی تھی تم نے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں پیشانی مسلنے لگا۔ کمرے کی کھڑکیوں سے دن کی روشنی جھانک رہی تھی۔ گزری ہوئی رات مجھے یاد نہیں تھی۔ غور کیا تو گرین گولڈ یاد آیا اور پھر شراب، ام الخبائث۔ میرے لیے یہی بہتر تھا۔ میں بھول جانا چاہتا تھا، سب کچھ بھول جانا چاہتا تھا۔

"تمھارا نام علی ہے؟" لڑکی بولی۔

"تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے چونک کر کہا۔

"تم نے خود بتایا تھا۔"

"ہماری ملاقات گرین گولڈ میں ہوئی تھی نا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔" وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"پھر کیا ہوا تھا؟"

"تم بہک رہے تھے، لوگ تم پر ہنس رہے تھے۔ میں تمھیں اپنے ساتھ لے آئی، یہاں آکر تم سو گئے۔" لڑکی نے بتایا۔

"تم کون ہو؟"

"میں نے تمھیں رات کو بھی اپنا نام بتایا تھا اور اب بھی بتایا تھا کہ میں ازیرہ ہوں۔" اس نے مجھے یاد دلایا۔

"یہ تمھارا مکان ہے؟"

"ہاں، میرا ہی سمجھ لو۔"

"اور کون رہتا ہے یہاں؟"

"صرف میں۔"

"میں بھی یہاں رہنا چاہتا ہوں۔ بےگھر انسان ہوں۔ تنہا نہیں رہ سکتا۔ تنہائی مجھے ہلاک کردے گی۔ کیا میں یہاں رہ سکتا ہوں؟"

"تم نے شراب کیوں پی تھی؟"

"سنو، میں بھوکا ہوں، کچھ کھلاؤ گی مجھے؟"

"ناشتا تیار ہے، ابھی لاتی ہوں۔" اس نے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گئی۔ دماغ ابھی تک سو رہا تھا۔ حرام شے نے سب کچھ چھین لیا تھا۔ میں نے سر کو دو تین جھٹکے دیے۔ تبھی نگاہ غسل خانے کے دروازے کی طرف اٹھ گئی۔ میں لڑکھڑاتے قدموں سے باتھ روم میں داخل ہوگیا۔ پھر خاصی دیر تک غسل کرنے کے بعد جب میں باہر نکلا تو ازیرہ ناشتا سجائے بیٹھی تھی۔

مشہور ماہرینِ نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب
اسباب
تدارک
علاج
ڈاک خرچ ۵ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آجاؤ جلدی، کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" اس نے کہا اور میں ناشتا کرنے لگا۔ میں نے اُسے نہیں پوچھا تھا لیکن وہ خود ہی میرے ساتھ شریک ہو گئی تھی۔ ناشتے کے دوران مکمل خاموشی رہی تھی اور میں اس خاموشی کے دوران پوری طرح حواس میں آگیا تھا۔ اس کے بارے میں کسی قدر اندازہ ہو رہا تھا۔

کافی کی دوسری پیالی پینے کے بعد میں نے کہا۔ "سوری ازیرہ! نہ جانے تمہیں میری وجہ سے کتنی تکلیف اٹھانا پڑی ہوگی۔"

"کیسی تکلیف!" وہ حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے بولی۔

"یہاں تک میں کیسے آیا؟ یقین کرو مجھے یاد نہیں۔"

"اپنے پیروں سے چل کر ٹیکسی تک آئے تھے۔ پھر ٹیکسی سے میرے فلیٹ تک بھی تم پیدل ہی آئے تھے، بھلا مجھے کیا تکلیف ہوتی؟ ویسا میرا سوال اُدھار ہے تم پر۔"

"کون سا سوال؟" میں چونکا۔

"پینے کے عادی تو نہیں ہو نا؟"

"نہیں۔"

"پھر کیوں پی تھی؟"

"پریشان تھا اور اب بھی ہوں۔" میں نے بے دلی سے کہا۔

"آئندہ مت پینا۔ تمہارا وجود مجھے بے داغ لگتا ہے۔"

"تم کون ہو ازیرہ؟"

"سوسائٹی گرل ہوں۔ گرین گولڈ جیسے ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں شکار ڈھونڈتی ہوں، تم تک بھی اسی لیے پہنچی تھی، لیکن خود شکار ہو گئی۔"

"اوہ! کیسے؟" میں نے چونک کر کہا۔

"تمہاری معصومیت کا، تمہاری شرافت کا شکار ہو گئی ہوں۔ تم شراب پینے کے باوجود بھیڑیے نہیں بنے، تم میں انسانیت ہے، معصومیت ہے۔ تمہارا نام علی ہی ہے نا؟"

"علی یار خان۔"

"میرا نام ازیرہ ناصری ہے۔ اُجڑے ہوئے فلسطین سے تعلق رکھتی ہوں۔ احمد ناصری میرا باپ دونوں ٹانگوں سے محروم ہو چکا ہے۔ دو جوان بھائی حصولِ وطن کی جدوجہد میں جان کا نذرانہ دے چکے ہیں۔ دو چھوٹے بھائی اور ماں ہے۔ ان کی پرورش کر رہی ہوں۔ دو مجاہدوں کی تربیت کر رہی ہوں کہ وہ وطن کو اپنا جوان خون پیش کریں۔ دو بے وطن بوڑھے انسانوں کی مدد کر رہی ہوں کہ اب ان کا میرے سوا کوئی نہیں۔" ازیرہ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئی تھیں۔ میرا پورا وجود سنسنا اٹھا تھا۔ ایک بار پھر خون کھول گیا تھا۔ دل و دماغ میں ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔

"تم واقعی عظیم ہو ازیرہ۔ کہاں ہیں تمہارے ماں باپ اور بھائی؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ملو گے ان کٹے ہوئے انسانوں سے؟" وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"ضرور ملوں گا۔ کہاں ہیں وہ؟"

"خیمہ بستی میں۔ وہ وہیں رہتے ہیں۔ یہ فلیٹ میں نے کرائے پر حاصل کیا ہوا ہے۔ میں ان لوگوں کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتی۔ چھ ماہ قبل ملی تھی ان سے۔ انھیں معلوم ہے کہ میں لبنان میں نہیں ہوں، یمن میں رہتی ہوں۔ وہاں ایک فرم میں ملازمت کرتی ہوں۔ ہر ماہ میں ایک مخصوص رقم یمن بھیجتی ہوں، وہاں سے ڈرافٹ بن کر یہاں آجاتا ہے اور انھیں مل جاتا ہے۔ وہ مطمئن ہیں۔"

میرے ذہن میں بھنور پڑ رہے تھے۔ نہ جانے کیا کیا خیالات آ رہے تھے میرے دل میں۔ میں نے ازیرہ سے کہا۔ "ایک بات بتاؤ ازیرہ، تمہارے جیسی اور لڑکیاں بھی تو اس عذاب کا شکار ہوں گی؟"

"بہت۔ دس بارہ کو تو میں جانتی ہوں۔"

"وہ بھی ایسے ہی حالات کا شکار ہیں؟"

"ہاں، تقریباً۔"

"اس فلیٹ میں میرے قیام سے تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوگی؟"

"مجھے نہیں تمہیں ہوگی، کیونکہ... کیونکہ یہاں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"ایک آخری بات اور بتا دو ازیرہ۔ ایک آخری سوال۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "شراب کے نشے میں، میں جانور تو نہیں بن گیا تھا؟"

"نہیں علی! تمہاری اسی انسانیت نے تو میرے دل میں تمہاری جگہ پیدا کی ہے۔ میں کہہ چکی ہوں کہ شراب نے بھی تمہیں بھیڑیا نہیں بنایا۔ تمہارے اندر معصوم انسان زندہ ہے۔"

"خدا کا احسان ہے ازیرہ، خدا کا احسان ہے مجھ پر اور ہاں میری بہن، اب اس فلیٹ میں کوئی غیر شخص نہیں آئے گا۔ یہاں ایک بھائی کی عزت رہتی ہے۔ خیمہ بستی میں پرورش پانے والے دو مجاہد اب بے سہارا نہیں ہیں۔ تمہارے دو بھائی شہید ہو گئے ازیرہ مگر میں زندہ ہوں میری بہن۔" میری آواز گلوگیر ہو گئی۔ ازیرہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات
تیسرے حصے میں
ملاحظہ فرمائیے جو کہ اس حصے کے ساتھ ہی شائع ہو چکا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجاهد

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

انسانی زندگی واقعات کا ایک عجائب خانہ ہے۔ جس طرح ایک چنگاری کبھی کبھی خرمن کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے اسی طرح کوئی معمولی سا واقعہ بھی کسی کی زندگی کا نقشہ تبدیل کر دیتا ہے، سوچ کے زاویے بدل دیتا ہے۔ یہ ایک ایسے آشفتہ مزاج، شوریدہ سر نوجوان کی سرگزشت ہے جس کی رگوں میں دوڑتا ہوا لہو دھکتا ہوا لاوا بن گیا تھا۔ اس کے ہر مسام جاں سے شرارے پھوٹنے لگے تھے۔ ایک بظاہر چھوٹے سے واقعے نے اس کے کاروانِ حیات کی راہیں بدل دی تھیں اس کی عقابی نگاہ ... میں کچھ اور ہی منزلیں آبسی تھیں۔ ہر جگہ، ہر کوچہ دھر میں فتنۂ یہود سے برسرپیکار رہنا ہی اس کا مقصدِ ... ٹھہرا۔

مجاہد

اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ پہلے وہ حیرت سے مجھے تکتی رہی پھر اس کی آنکھوں کے بند سوتے کھل گئے ان سے آنسوؤں کی دھاریں پھوٹ نکلیں، وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

"کہاں چلے گئے تھے بھائی، کہاں تھے اب تک، پہلے کیوں نہ آ گئے۔ میں نے تو بڑا انتظار کیا تھا تمہارا، بہت سوچا میں نے کہ کوئی میری آرزوؤں کو پامال نہ ہونے دے، کوئی مجھے سنبھال لے میں گرنا نہیں چاہتی تھی بھائی مگر کیا کرتی، پاؤں بے جان تھے، دور دور تک بے آب و گیاہ صحرا پھیلے ہوئے تھے۔ ماں بھائی بھوک سے لبِ گور تھے۔ تب میں نے خود کو دفن کیا، سب کو بھول گئی، سب کچھ بھول گئی۔ بہت دیر سے آئے بھائی، بہت دیر سے آئے۔"

میری آنکھیں بھی پگھلنے لگیں۔ ازیرہ میرے سینے سے لگی تھی۔ پاکستان یاد آ رہا تھا۔ اس لمس میں سچائی زندہ تھی۔ میں نے گلوگیر لہجے میں کہا "شرمندہ ہوں بہن، معاف کر دو۔"

رفتہ رفتہ ازیرہ کے دل کا غبار نکل گیا۔ میری آنکھیں بھی دھل گئی تھیں۔ آنسو دل پر کتنا بڑا بوجھ ہوتے ہیں۔ اس کا احساس شاید زندگی میں پہلی بار ہوا تھا۔

وہ سنبھل گئی۔ بڑی اپنائیت بڑا پیار نظر آ رہا تھا اس کی آنکھوں میں۔ وہ پُرسکون ہو گئی تھی پھر اس موضوع پر کچھ نہیں کہا اس نے۔ رونے دھونے سے ایک عجیب سا ذہنی سکون ملا تھا۔ میں نے ازیرہ سے اس کے بارے میں مزید تفصیلات پوچھیں۔ شتیلا کیمپ کے مغربی حصے میں اس کا خاندان آباد تھا۔ اس خاندان کی کہانی وہ سنا ہی چکی تھی۔

میں نے اپنے بارے میں کافی سوچا تھا۔ بڑی گہری چوٹ تھی سینے پر، عجیب عجیب خیالات دل میں ابھر رہے تھے۔ لعنت ہے یار، سوچا ہی کیوں تھا کہ ان جذبوں کو کوئی نام ملے۔ کیا ضرورت تھی بیروت آنے کی، جذبات کا مشن تو یہاں سے دور رہ کر بھی جاری رہ سکتا تھا۔ وہ بھی انسان تھے، بھٹک گئے ہوں گے۔ علی یاد نہ رہا انھیں۔ دشمنوں کی چال کارگر ہو گئی۔ ہاں، بے قصور تو وہ بھی تھے، اپنے گھر دل کو ترسے ہوئے لوگ۔ موت کے منہ میں ہاتھ ڈال دیا تھا انھوں نے۔ گھر یا موت، ایک ہی تصور تھا ان کے ذہنوں میں، سازش کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ بس ایک غلطی کی تھی انھوں نے۔ پہلے مکمل تحقیقات کرتے، حقیقت کھل جانا اتنا مشکل نہ ہوتا۔ یہ نہیں کیا تھا انھوں نے میرے لیے، اتنی سی شکایت تھی ان سے۔

ازیرہ نے اس کے بعد میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔ پہلے کچھ اور تھی وہ، اب احترام کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا اس کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دل میں۔ لباس تک معقول پہن لیا تھا اس نے، ایک بہن کے روپ میں نظر آرہی تھی۔

سارا دن اس کے ساتھ گزر گیا۔ رات کے کھانے تک میں پُرسکون ہوگیا تھا۔ ایک فیصلہ کر لیا تھا دل میں۔

"اب تم نے کیا سوچا ہے ازیرہ؟"

"کچھ نہیں بھائی" وہ آہستہ سے بولی۔

"مجھے ماں اور بابا کے پاس کب لے چلوگی؟"

"جب تم کہوگے"

"ان کے علم میں تو یہ ہے کہ تم یمن میں ہو"

"ہاں"

"اچانک ان کے سامنے پہنچوگی تو انھیں تعجب نہ ہوگا؟"

"نہیں۔ جب بھی ان سے ملنے جاتی ہوں، اچانک ہی جاتی ہوں"

"کل شام کو چلیں گے ہم۔ ٹھیک ہے"

"جی" اس نے کہا۔

"سنو ازیرہ! میرے پاس ایک بڑی رقم ہے۔ تقریباً بیس لاکھ ڈالر۔ کچھ رقم مجھے درکار ہوگی، بہت معمولی سی۔ باقی تم اپنے طور پر خرچ کروگی۔ اس رقم کا پچیّس فیصد تمھارا ہے۔ باقی رقم تم اپنے جیسے لوگوں پر خرچ کروگی۔ تم اس ماحول اور وہاں کے ضرورت مندوں کے بارے میں بہتر طور سے جانتی ہی ہو"

"ب... بیس لاکھ ڈالر!" ازیرہ نے حیرت سے کہا۔

"ہاں ازیرہ! ان میں سے پانچ لاکھ ڈالر تمھارے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تم دونوں مجاہدوں کی بہترین تربیت کروگی، اپنے والد کی ٹانگوں کا علاج کراؤگی۔ انھیں مصنوعی ٹانگیں لگوا دینا۔ اپنے لیے بہترین زندگی تلاش کرنا، بھول جانا ماضی کے اس ہولناک دور کو۔ تم ایک مجاہدہ ہو ازیرہ! اور اسی حیثیت میں تمھیں زندگی گزارنا ہے، تمھارے چہرے کا کوئی نقش میلا نہیں ہوا۔ بات جذبوں کی ہوتی ہے ازیرہ، بُرائی انسان کی ذات کے باہر ہوتی ہے، اندر نہیں۔"

"کاش، خدا یہ سب کچھ بھولنے میں میری مدد کرے۔ کاش..."

"ضرور کرے گا ازیرہ۔ تمھیں وعدہ کرنا ہوگا، اپنے داغدار ماضی کو بھول جاؤگی، یہ تمھارا نہیں، حالات کا قصور تھا" میں نے اسے دلاسا دیا، وہ خاموش بیٹھی رہی۔

*

دوسرے دن میں نے بینک سے اس رقم کا ایک بڑا حصہ نکال لیا۔ ازیرہ کو ساتھ لیا، اس کے اہل خاندان کے لیے خریداری کی، پھر دکھ بھری اس بستی میں پہنچ گیا جہاں انسان جانوروں کی مانند زندگی گزار رہے تھے۔ زندگی کی دلکشی سے محروم لوگ زندگی کا بوجھ گھسیٹ رہے تھے۔ ایک بیمار اور مدقوق ماحول میرے سامنے تھا۔ ایک بوڑھی عورت نے ازیرہ کو دیکھا اور مرجھائی آنکھوں کے چراغ جل اٹھے۔

"ارے، تو آگئی ازیرہ!"

"ہاں مادر۔ بھائی میرے ساتھ ہیں"

"کون عاقل؟ محمود؟" بوڑھی بے اختیار چیخی لیکن پھر خود ہی اپنی بدحواسی پر نادم ہوگئی۔ یہ دونوں تو شہید ہو چکے تھے۔

"کون ہیں یہ؟"

"تمھارا عاقل ہوں ماں، تمھارا محمود ہوں" میں نے کہا۔ اور بوڑھی مجھے دیکھتی رہی پھر آگے بڑھی اور مجھے اپنی کمزور بانہوں میں بھینچ لیا۔

"اس نام سے بھی منسوب ہو تو مجھے پیارے ہو" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ دل میرا بھی بھرا ہوا تھا، آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ بہر حال، یہ رقت انگیز مناظر تو جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے۔ ازیرہ کے باپ احمد ناصری اور دونوں بھائیوں سے بھی ملاقات ہوئی۔ اس بے سکون دنیا میں دل کو بڑا سکون ملا تھا۔

میں نے کئی دن وہاں گزارے۔ ماں سے ازیرہ کے بارے میں بات کی تو اس نے کہا "ہم جن حالات میں زندگی گزار رہے ہیں بیٹے! وہ صرف زندہ رہنے کی اجازت دیتے ہیں۔ مزید گنجائش کہاں ہے"

"زندگی کے کچھ تقاضے بھی ہوتے ہیں ماں۔ کیا ازیرہ ہمیشہ یونہی زندگی گزارتی رہے گی؟"

"اس کی گنجائش کہاں ہے، تم جانتے ہو علی! ازیرہ یمن میں رہتی ہے۔ اس مجبور و تباہ حال خاندان کا سارا بوجھ اسی کے شانوں پر ہے۔ میں بھی دوسرے انسانوں کی مانند خود غرض ہوں، زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ اس کی شادی کر دی تو ہم کیسے زندہ رہیں گے، کون ہے ہمارا سہارا؟"

"میں ہوں ماں۔ ازیرہ بہن ہے میری۔ بھائی اپنا فرض پورا کرنا چاہتا ہے" میں نے ماں کی آغوش میں نوٹوں کے انبار لگا دیے، وہ سکتے میں رہ گئی۔ اس مظلوم خاندان کو خوشیاں دے کر مجھے جو خوشی حاصل ہوئی تھی، وہ ناقابلِ بیان تھی۔

میں ایک ہفتے وہاں رہا۔ اپنی ضروریات کے لیے تھوڑی سی رقم رکھ کر باقی ساری خرچ کر دی۔ بہت سے خاندان خوشیوں سے ہمکنار ہوگئے۔

ازیرہ نے وہ فلیٹ چھوڑ دیا تھا، میں وہاں نہیں رہ سکتا تھا۔ واپس آکر ایک ہوٹل میں کمرہ حاصل کیا اور اس میں رہائش اختیار کرلی۔ فوری طور پر کرنے کو کوئی کام نہیں تھا، زیادہ تر وقت

چپ بیچارہ میں ہی گزرتا رہا۔ کیا کرنا چاہیے، کیا پاکستان واپس چلا جاؤں۔ مگر کیوں؟ یہ لوگ کون ہوتے ہیں مجھ سے میرے جذبے چھیننے والے۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں، وہ میرے دل کی آواز ہے۔ اپنا مستقبل داؤ پر لگایا ہے تو کیا اس لیے کہ سب کچھ رائیگاں جائے۔ میں جو کچھ کروں گا اپنے جذبوں کی تسکین کے لیے کروں گا، کسی کو خوش کرنے کے لیے نہیں۔ انھی سوچوں میں گم تھا کہ ہوٹل کے کمرے کے فون کی گھنٹی بجی اور میں چونک پڑا۔ ریسیور اٹھایا تو آپریٹر کی آواز ابھری۔ "علی یار خان!"

"ہاں، بول رہا ہوں"

"آپ کی کال پلیز" اور پھر دوسری آواز سنائی دی۔

"علی!"

"کون صاحب بول رہے ہیں؟"

"یہ بتانا ضروری نہیں ہے البتہ آپ کو ایک بات یاد دلائی جاتی ہے"

"کیا؟"

"آپ سے کہا گیا تھا کہ آپ بیروت چھوڑ دیں"

"اوہ... ہاں کہا گیا تھا"

"آپ ابھی تک یہاں موجود ہیں"

"میں نے بھی اس کا جواب دیا تھا، آپ لوگ بھول گئے"

"کیا جواب دیا تھا آپ نے؟"

"یہی کہ بیروت حسین ہے اور یہاں کی زندگی مجھے راس آگئی ہے۔ میں یہاں سے نہیں جاؤں گا"

"آپ تنظیم کے جذبات سے واقف ہیں مسٹر علی یار خان! غداروں کو ہمارے درمیان کوئی جگہ نہیں ملتی چونکہ تنظیم کے کچھ افراد آپ سے متاثر ہیں، اس لیے وہ آپ سے ملنے کی کوششیں کرتے رہیں گے اور ہم ہر لمحہ اس احساس کا شکار رہیں گے کہ آپ کے ذہن میں کوئی نئی سازش تو پروان نہیں چڑھ رہی۔ مسٹر علی یار خان! آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ آپ بیروت چھوڑ دیں۔ یہاں آپ کی زندگی کو خطرات بھی لاحق ہو سکتے ہیں، ہم اگر چاہتے تو آپ کو موت کی سزا بھی دے سکتے تھے لیکن آپ کو بتایا جا چکا ہے کہ ہم آپ کو موت کی سزا نہیں دینا چاہتے۔ تنظیم کا کوئی بھی فرد شدتِ جذبات سے بے قابو ہو کر آپ کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ اس لیے بیروت سے چلے جانا آپ کی بھلائی میں ہے۔ آپ کو جس قدر جلد ممکن ہو، بیروت چھوڑ دینا چاہیے۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور اس سے قبل کہ میں کچھ بولتا فون بند کر دیا گیا۔

میرے رگ و پے میں چنگاریاں سی بھڑک اٹھی تھیں۔ دھمکی دی گئی تھی مجھے موت کی اور کہا گیا تھا کہ تنظیم کا کوئی شخص مجھے شدتِ جذبات سے بے قابو ہو کر موت کے گھاٹ اتار دے گا، ان میں سے کوئی جن سے میں محبت کرتا تھا۔ میں نے دانت بھینچتے ہوئے کہا "مشکل ہوگا، یہ تم لوگوں کے لیے مشکل ہوگا۔ میرے اندر سلگتی آگ کو نہ بھڑکاؤ۔ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے" میں ٹیلی فون کا ریسیور دیر تک ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا۔ اگر دوسری طرف سے فون بند نہ ہو جاتا تو شاید یہ تلخ جواب میرے منہ سے فون پر بھی نکل جاتا۔ یہ بہتر ہی ہوا کہ میرے بولنے سے قبل فون رکھ دیا گیا۔

ایک گہری سانس لے کر میں نے ریسیور رکھ دیا۔

اسی شام تقریباً چار بجے پھر ٹیلی فون موصول ہوا، اس بار ایک نسوانی آواز نے کہا "علی یار خان! تمھارے حق میں یہی بہتر ہے کہ بیروت چھوڑ دو"

"اور تمھارے حق میں یہ بہتر ہے کہ مجھے غضب کی طرف مائل نہ کرو، ورنہ..."

"ورنہ کیا ہوگا؟"

"ورنہ وہ ہو جائے گا جو میں نے زندگی میں کبھی نہیں سوچا"

"ہم سرفروش ہیں، اپنی زندگی داؤ پر لگائے ہوئے ہیں۔ کوئی ایک آدمی خواہ وہ کسی بھی حیثیت کا مالک ہو، ہمارے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا علی۔ یہ صرف تمھارے ہی حق میں بہتر ہے"

فون پھر بند کر دیا گیا۔ میرا دماغ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ یہ واقعی میرے ساتھ شدید زیادتی کی جا رہی تھی۔ بہت کچھ سوچا، بہت کچھ غور کیا اور یہی فیصلہ کیا کہ اس طرح میں بیروت چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ ازیرہ کو اس کے گھر چھوڑ آیا تھا، میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس سے ملتا رہوں گا۔ اس گھر میں مجھے سکون کے جو لمحات میسر ہوئے تھے وہ بے بدل تھے لیکن وہاں زیادہ عرصے قیام کرنا اپنے احسان کی قیمت وصول کرنا تھا اور پھر جن خاندانوں کی میں نے مالی امداد کی تھی، ان کے ذریعے یہ بات دوسری طرف بھی پھیل گئی تھی۔ پریشان حال لوگ میرے پاس آتے تھے جو کچھ تھا انھیں دے دیا اور اب کچھ بھی نہیں رہا تھا میرے پاس، صرف اتنا تھا کہ چند روز سکون سے بسر کر سکوں۔ مستقبل کچھ بھی نہیں تھا میرا، ہاں اگر دولت حاصل کرنا چاہتا تو یہ حقیقت تھی کہ بیروت کے ہوٹلوں میں، نائٹ کلبوں میں اور بیروت کے پُررونق بازاروں میں میرے لیے دولت بکھری ہوئی تھی جو راستہ میں نے اپنے لیے منتخب کیا تھا، اس پر اب دوڑنے کا ماہر ہوگیا تھا۔ چنانچہ اپنی ذات کے لیے کچھ حاصل کر لینا اب مشکل کام نہیں تھا لیکن اس طرح... دولت کا حصول میری سرشت کے خلاف تھا۔ میں تو ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجاہد تھا جو جذبۂ جہاد کے شوق سے سرشار ہو کر زندگی کے ان راستوں پر نکل پڑا تھا جن میں کہیں برائی کا کوئی تصور نہیں تھا۔ جس میں صرف جاں فروشی تھی، سرفروشی تھی اور جذبوں کی ایک کائنات آباد تھی۔ میں اس کائنات کو اس انداز میں روندی کر غلاظت میں نہیں ڈبونا چاہتا تھا لیکن مستقبل، ایک بھیانک مستقبل۔ بہت کچھ سوچنے کو تھا ان دنوں، اپنے آپ کو بہلانا چاہتا تھا میں۔

اس رات میں ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ بیروت کے نائٹ کلبوں میں کیا کچھ نہیں ہوتا لیکن کیا زندگی اس طرح بہل سکتی ہے؟ ایک بار پھر جی چاہا کہ شراب پیوں، پہلی بار شراب پی تھی تو ازیرہ ملی تھی۔ گو اس کا ملنا ایک دلکش اور سکون بخش تجربہ ثابت ہوا تھا لیکن اب کسی ازیرہ کے لیے میرے پاس کچھ نہیں رہا تھا۔

بہرطور سڑکوں پر مارا مارا پھرتا رہا اور پھر ایک اوپن ایئر ریسٹورنٹ میں جا بیٹھا۔ یہاں بیٹھ کر کھانے پینے کے لیے کچھ چیزیں طلب کیں اور اداس سی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پرسکون اور شادماں لوگ اپنی اپنی میزوں پر زندگی کی دلچسپیوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ بیروت کے اس خوشنما ماحول میں میرے ساتھ صرف میری تنہائیاں تھیں۔ کھانا سامنے لگ گیا لیکن دل نہیں چاہ رہا تھا، حلق سے ایک لقمہ اتارنے کے لیے۔ ذہنی کیفیت عجیب سی ہو رہی تھی۔ دفعتاً میرے نزدیک کوئی آ کھڑا ہوا اور میری نگاہیں بلا اختیار اس کی جانب اٹھ گئیں۔ اسے دیکھ کر چونکنا فطری امر تھا۔ یہ صدف العیش تھی۔ وہ لڑکی جس نے زندگی میں مجھے تھوڑا بہت متاثر کیا تھا۔ اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرے چہرے پر پُرتپاک مسکراہٹ پھیل گئی لیکن پھر خیال آیا کہ یہ بھی تنظیم آزادیِ فلسطین کی نمائندہ ہے۔

"بیٹھنے کو بھی نہ کہو گے علی!"

"نہیں صدف! ایسی بات نہیں ہے، بیٹھو۔" میں نے کہا۔

اور وہ کرسی گھسیٹ کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔ "تمھارے لیے کیا منگواؤں؟"

"کچھ نہیں۔" وہ اداس لہجے میں بولی۔

"تم کچھ اداس ہو صدف؟" میں نے سوال کیا۔

"تم کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد بات چیت ہوگی۔"

"نہیں، بس احساس ہوا تھا کہ بھوک لگی ہے سو یہ کھانا منگوا لیا لیکن کھانے کو جی نہیں چاہتا۔"

صدف کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ "جو کچھ ہوا ہے علی، یہ نہ سوچنا کہ میں بھی اس سے متفق ہوں۔"

"اچھا! تعجب کی بات ہے، فواد بھی یہی کہہ رہا تھا لیکن صدف یقین نہیں آتا اب تم لوگوں پر۔" صدف رو پڑی، اس کی ہلکی ہلکی سسکیاں ابھرنے لگیں تو میں نے چونک کر اطراف کے ماحول کو دیکھا۔ یہاں سب اپنی اپنی دنیا میں گم تھے کسی کی توجہ ہماری طرف نہیں تھی۔ تاہم میں نے اس سے کہا۔ "خود کو سنبھالو صدف، یہ ایک پبلک مقام ہے، لوگ خواہ مخواہ ہماری طرف متوجہ ہو جائیں گے۔"

"علی! میں تم سے ان کے لیے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔"

"جانتی نہیں ہو شاید میرے بارے میں، پورے واقعات نہیں سنے۔" میں نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"سن چکی ہوں، سب کچھ سن چکی ہوں، کچھ لوگوں کی نگاہوں پر پردے پڑ گئے ہیں۔ یہ لوگ جذباتی اور جنونی ہیں۔ بس، ماضی میں نہیں جھانکتے۔"

"میں بھی اب ماضی میں نہیں جھانکنا چاہتا صدف العیش، براہ کرم مجھے میری تنہائیوں کے ساتھ زندہ رہنے دو۔"

"نہیں... نہیں علی، ہم میں سے کچھ لوگ باقاعدہ اس سلسلے میں ایک پروگرام ترتیب دے رہے ہیں۔"

"میں کسی کے بارے میں کچھ نہیں جاننا چاہتا۔ تم یہ بتاؤ کہ یہاں کیسے پہنچیں؟"

"تمھارا تعاقب کرتے ہوئے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں، تم کیا سمجھتے ہو، ہم لوگوں نے تمھیں چھوڑ دیا ہے۔" صدف العیش نے کہا۔

"چھوڑ دو تو بہتر ہے صدف، اب تمھیں اس اجڑی ہوئی بستی میں کچھ نہیں ملے گا۔"

"علی! ان کی ذہنی کیفیت پر بھی غور کرو، وہ اپنا سب کچھ کھوئے بیٹھے ہیں، جھنجلاہٹیں ان کے سینوں میں جاگزیں ہیں، وہ اپنی منزل پانے کے لیے سرگرداں ہیں۔ اپنے راستے میں غیروں کی رکاوٹیں تو برداشت کی جا سکتی ہیں لیکن اپنوں کے بارے میں یہ تصور بھی بڑا اذیت ناک ہوتا ہے کہ وہ مخالف ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک کہتی ہو صدف لیکن کیا کیا جائے، انسان کو دولت کی ضرورت ہوتی ہے اور دولت حاصل کرنا ہر شخص کا اولین فرض ہے۔" میں نے نہایت سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"نہیں علی! میں جانتی ہوں، تم نے ایسا نہیں کیا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو صدف العیش! میرے اکاؤنٹ میں بیس لاکھ ڈالر جمع ہیں، میں ایک دولتمند آدمی ہوں، بیروت کی زندگی میں بکھری ہوئی رنگینیوں میں سے اپنا حصہ وصول کر سکتا ہوں، بیس لاکھ ڈالر کا مالک۔ مجھ سے دوستی بہتوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگی۔"

"کچھ بھی کہتے رہو علی! میں یہ بات کبھی نہیں مان سکتی۔ تمھیں نہ جاننے والوں نے یہ فیصلہ کیا ہے لیکن جو تمھیں جانتے ہیں، وہ تمھارے لیے جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں، میں ان جگہوں کے نام نہیں بتاؤں گی تمھیں۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ ابھی اس بارے میں خاموش رہوں لیکن میں خود بھی ان میں شامل ہوں۔"

"اوہ صدف... نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ اگر تم لوگ اپنے طور پر کوئی فیصلہ کر لیتے ہو یا تنظیم آزادیِ فلسطین مجھے بے گناہ قرار دے دیتی ہے، تب بھی... تم کیا سمجھتی ہو، کیا اب میرے دل میں اتنی گنجائش ہے تمھارے لیے کہ میں پھر تمھارے ساتھ شریک ہو جاؤں۔ بعد میں جو ایک غیر ملکی ہوں، مسلم ضرور ہوں لیکن ہر مسلم کے سینے میں تمھارے لیے وہ تڑپ، وہ جذبہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تھا کہ مختصر ذرائع سے دولت کماؤں، سو میں نے اس کی ابتدا کر دی ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ وقت سے پہلے منظرِ عام پر آ گیا۔ یہ تو میری تقدیر ہے صدف، یہ تو میری تقدیر ہے۔"

"تمھیں ماننا ہوگا علی، تمھیں یہ بات ماننا ہوگی۔" صدف نے پُرزور لہجے میں کہا اور میں ہنس دیا۔

"چھوڑو ان باتوں کو صدف۔ یہ بتاؤ تمھارے لیے کیا منگاؤں؟"

"اگر میری بات مانو تو پھر زہر...!"

"نہیں صدف العیش، یہ میں کسی کے لیے نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر تمھیں میری بات مان لینی چاہیے۔"

"صدف، جو کچھ تم کر رہی ہو، وہ بے وزن ہے۔ اس میں کوئی جان نہیں ہے۔ مگر نہیں، میں کسی سے کچھ نہیں کہنا چاہتا، لوگ جو کچھ کر رہے ہیں، بہتر کر رہے ہیں۔ بہرحال ان لوگوں سے کہو جو میری حمایت پر کمربستہ ہیں کہ میں اب خود اپنی حمایت نہیں چاہتا اور پھر تنظیم نے مجھے کوئی سزا تو نہیں دی ہے۔ کتنا بڑا احسان کیا ہے انھوں نے میرے اوپر، میرے پاکستانی ہونے نے مجھے کتنا فائدہ پہنچایا۔ اگر فلسطینی ہوتا تو یقیناً اب تک میری گردن ایک فٹ لمبی ہو گئی ہوتی، مجھے پھانسی پر لٹکا دیا جاتا، میری گردن کاٹ دی جاتی یا الیکٹرک چیئر پر بٹھا دیا جاتا مجھے، یہی سزا ہونی چاہیے تھی لیکن واہ رے میرے وطن تو نے مجھے بچا لیا۔ ایک غیر ملکی ہونا بھی کس قدر سودمند ہے میرے لیے۔"

ویٹر نے میرے سامنے سے کھانے کے برتن ہٹا لیے۔ میں نے صدف کے لیے کافی طلب کر لی تھی، وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی اور کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتی رہی۔ چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔ "ہم لوگ کوئی مؤثر کارروائی کرنے کے بعد ہی تمھیں آگاہ کریں گے اور تمھیں اس وقت تک کے لیے ہم سے تعاون کرنا ہوگا۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر یہ سوچ لو کہ ہم میں سے ... سے اپنی جان دے دیں گے۔"

"مجھے جان دینے والوں سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"مجھ سے بھی نہیں؟" صدف نے عجیب سے لہجے میں سوال کیا اور میں الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

"نہیں صدف، تمھارے خلوص، تمھاری محبت، تمھارے پیار کا بے حد شکریہ لیکن تم یہ سوچو کہ جس شخص نے اپنا مستقبل ایک مقصد کے لیے قربان کر دیا اور اس مقصد کے لیے اس نے اپنی زندگی کی بازی لگا کر بہت کچھ کیا، اسے وہی لوگ مطعون قرار دے دیں جن کے لیے وہ دل میں پیار رکھتا ہے، تڑپ رکھتا ہے تو پھر اس کے سینے میں گنجائش کہاں سے ہوگی۔ سنو صدف! تمھاری زندگی کا ایک مقصد ہے، میں تم سے آج بھی کہتا ہوں کہ تنظیم آزادیِ فلسطین نے مجھے غدار قرار دے کر اپنے آپ سے الگ کر دیا ہے لیکن میرا دل تمھارے مقصد، تمھارے مشن سے الگ نہیں ہو سکا۔ میں تمھارے لیے نہیں، ان لاکھوں بے گھروں کے لیے اپنے دل میں وہی جذبات پاتا ہوں جو پہلے دن میرے سینے میں در آئے تھے۔ میں انھیں نہیں بھولوں گا صدف، زندگی کے جس موڑ پر، جس مرحلے پر مجھے ان کی خدمت کرنے کا موقع ملا، میں اس سے باز نہیں رہ سکوں گا لیکن اب میرا تم لوگوں کے درمیان رہنا ناممکن ہے۔"

صدف میرے ساتھ بہت دیر تک رہی اور مجھے تعاون پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر میں نے یہی مناسب سمجھا کہ وہاں سے اٹھ جاؤں۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس کے بعد بمشکل تمام میں نے صدف العیش کو ایک جگہ چھوڑا تھا۔ وہ مجھ سے میرا پتا معلوم کر رہی تھی لیکن میں نے اسے اپنے ہوٹل کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر وہ میرا تعاقب کرتی رہی ہے تو یقیناً اسے علم ہوگا کہ میں کہاں رہتا ہوں۔ اس پر اس نے کہا کہ اس نے مجھے وہاں سے آتے ہوئے نہیں دیکھا جہاں میں رہتا ہوں، بس راستے میں ہی مجھ پر نگاہ پڑ گئی تھی، چنانچہ وہ میرا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آ گئی تھی۔

"آئندہ ایسا نہ کرنا صدف، ورنہ تم سے بھی مجھے شکایت ہو جائے گی۔" میں نے اس سے کہا اور وہ رخصت ہو گئی۔ میں دل ہی دل میں حالات پر ہنستا ہوا واپس اپنے ہوٹل کی جانب چل پڑا۔

صدف العیش صرف دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر میرے لیے یہ بھاگ دوڑ کرتی پھر رہی تھی۔ پتا نہیں کون کون لوگ اس میں شامل ہوں گے۔ فواد کے لیے میرے دل میں برائی نہیں تھی، میں جانتا تھا کہ وہ ایک مخلص انسان ہے لیکن جو کچھ ہو گیا تھا اب اس کی تلافی میرے نزدیک تقریباً ناممکن تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوٹل واپس آنے کے بعد میں بہت دیر تک اُلجھے ہوئے انداز میں بیٹھا سوچتا رہا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ بہتر یہی تھا کہ بیروت چھوڑ دوں لیکن بیروت چھوڑ کر کہاں جاؤں؟ کون سی جگہ کو اپناؤں اور کس انداز میں اپنی نئی زندگی کا آغاز کروں؟

اس وقت رات کے ساڑھے بارہ بجے تھے جب ایک بار پھر ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور آپریٹر نے مجھے ٹیلی فون کال ریسیو کرنے کے لیے کہا۔ میں نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے وہی بھاری آواز سنائی دی جو مجھے سب سے پہلے سنائی دی تھی۔

"جو کچھ تم کرتے پھر رہے ہو علی، وہ تمہارے لیے شدید نقصان دہ ہے۔ کچھ بے وقوف لوگ اگر یہاں تمہارے ہمدرد ہیں تو اُن سے تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ آخری بار، صرف آخری بار تمھیں اطلاع دی جارہی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے، بیروت چھوڑ دو۔ اس کے بعد جو کچھ ہوگا وہ تمھاری اپنی ذمّے داری ہوگی۔" ٹیلی فون بند کر دیا گیا۔

میرے دل و دماغ میں شدید غصّے اور ہیجان کا طوفان برپا ہوگیا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ بیروت چھوڑ تو ضرور دوں گا لیکن تم لوگوں کی دھمکیوں سے مرعوب ہوکر نہیں۔ جو کچھ تم میرے خلاف کرنا چاہتے ہو، وہ کرلو اس کے بعد میں بیروت چھوڑنے پر بھی غور کرلوں گا۔

رات کو تین چار بجے تک جاگتا رہا، خدا خدا کرکے نیند آئی اور پھر دوسری صبح بارہ بجے تک بستر پر دراز رہا تھا۔ جاگنے کے بعد بھی بستر سے اٹھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ ٹیلی فون پر سنائی دینے والی آواز پھر کانوں میں چُبھنے لگی تھی۔ میں نے رات کو بھی یہی سوچا تھا کہ بیروت میں اب میرے لیے کچھ بھی نہیں ہے، یہاں رہا اور ان لوگوں کا یہی رویّہ دیکھا تو دل میں کوئی مُنتقمانہ جذبہ بھی پیدا ہوسکتا ہے، کوئی غلط قدم بھی اٹھ سکتا ہے۔ یہ سب کچھ نہیں ہونا چاہیے لیکن فوراً ہی چلا جانا بھی مناسب نہیں ہے، یہ تو بزدلی ہوگی۔

شدید ترین ذہنی بحران کا شکار تھا، دماغ کی کیفیت ایسی تھی کہ بس کچھ کہا نہیں جاسکتا تھا کہ کس وقت کیا ہوجائے۔ بیروت کی سڑکیں اور گلیاں میرے لیے اجنبی نہیں تھیں۔ چنانچہ یہ دن میرے لیے آوارہ گردی کا دن تھا۔ میں خواہ مخواہ سڑکوں پر مارا مارا پھرتا رہا۔ یہاں بے شمار شناسا موجود تھے لیکن وہ جو تنظیم سے تعلق نہیں رکھتے تھے، کبھی کے مجھ سے دور ہوچکے تھے اور جن کا تعلق تنظیم سے تھا، وہ اب میرے لیے اجنبی ہوگئے تھے۔ ان کے پاس جانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا، سوائے اس کے کہ وہ لوگ یہی سمجھیں کہ میں اپنے بارے میں کوئی سفارش چاہتا ہوں۔ تمام کے تمام لوگ جو میرے دست و بازو تھے اور میں جن کے لیے ایک انتہائی قابلِ احترام اور قابلِ محبت شخصیت تھا، اجنبی ہوکر رہ گئے تھے۔ ایسا بھی کبھی کبھی ہی کسی کسی کے ساتھ ہوتا ہے اور جن کے ساتھ ہوتا ہے، ان کی ذہنی کیفیت مجھ سے مختلف نہیں ہوتی ہوگی۔

جھٹپٹا ہوا تو واپس اپنے ہوٹل کا رخ کیا، اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ ان لوگوں نے اپنی دھمکی کو ابھی تک تو عملی جامہ نہیں پہنایا تھا۔ صدف العیش کی شکل بھی کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ بے وقوف لڑکی تنظیم کے فیصلوں کو بدلنے کی کوششوں میں مصروف ہے لیکن اب میں نہیں چاہتا تھا کہ تنظیم اپنا فیصلہ بدلے، کچھ بھی کرتے ہوئے میرے دل میں یہ احساس ضرور رہتا کہ انھوں نے صرف اپنی ذات کے لیے سوچا اور میری شخصیت کو نظر انداز کردیا۔

ہوٹل کے کمرے کے دروازے کو کھولا تو دفعتاً چھٹی حس نے احساس دلایا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ ایک لمحے کے لیے چونک کر سنبھلا تو ذہن پوری طرح تیار ہوگیا تھا، چنانچہ میں نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور دوسرے لمحے اندر داخل ہوگیا۔

کمرے میں موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میرے حسّاس کان کسی کے سانسوں کی آواز سن رہے تھے۔ یقیناً میرے علاوہ بھی کمرے میں کوئی موجود تھا۔ میں نے دیوار پر سوئچ بورڈ تلاش کرکے روشنی کردی اور اس روشنی میں . . . میں نے دیکھا کہ میرے سامنے ایک قوی الجثہ شخص کھڑا تھا اس کے پیچھے ایک اور شخص بھی موجود تھا، جس کے ہاتھ میں اعشاریہ دو پانچ کا ریوالور نظر آرہا تھا۔ میری اپنی انگلی بھی ٹرائیگر پر تھی اور میں کسی بھی لمحے فائر کرنے کی پوزیشن میں تھا۔

میرے سامنے کھڑے ہوئے قوی الجثہ شخص نے کسی قدر سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "یقیناً یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ہم یہاں ہنگامہ کریں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے دیکھتا رہا۔ قوی الجثہ شخص نے پاؤں کی ہلکی سی ٹھوکر سے دروازہ بند کیا اور میری طرف سے رُخ بدلے بغیر دروازے کو لاک بھی کر دیا۔ دوسرا آدمی اب میرے بالکل سامنے تھا جس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ دبلے پتلے بدن کا یہ شخص میرے لیے اجنبی تھا لیکن اس کے حلیے اور اس کی شخصیت سے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقّت نہیں ہوئی تھی کہ وہ تنظیم کا ہی آدمی تھا اور مقامی شہری بھی۔

"کیا چاہتے ہو تم لوگ؟" میں نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"تم سے جو کچھ کہا گیا تھا، تم نے اس پر توجہ نہیں دی۔ اس لیے بھیجا گیا ہے کہ ہم تمھیں ابتدائی سبق دیں۔"

"ہوں، ٹھیک ہے، تم مجھے سبق دو۔" میں نے کہا۔

ان دونوں نے ایک لمحے کے لیے ایک دوسرے کی شکل دیکھی، دفعتاً میں اپنی جگہ سے ہٹا اور میں نے پلٹ کر ایک بھرپور لات اپنے پیچھے کھڑے ہوئے قوی الجثہ شخص کے ماری کیونکہ میرا رخ سامنے کی طرف تھا اور قوی الجثہ شخص کو یہ توقع نہیں ہوسکتی تھی کہ میں سامنے حملہ کرنے کے بجائے یا ریوالور سے گولی چلانے کے بجائے پیچھے کی طرف حملہ کروں گا، چنانچہ میری بھرپور لات اس کے پیٹ کے نچلے حصّے پر پڑی اور اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل گئی لیکن اسی وقت سامنے کھڑے ہوئے شخص نے میرا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ میں بڑی پھرتی سے نیچے جھک گیا تھا، گولی نے قوی الجثہ شخص کی پیشانی کے چیتھڑے اڑا دیے لیکن اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں بھی اپنے بچاؤ کے لیے اس شخص پر فائر کردوں۔ میں نے پستول سیدھا کیا ہی تھا کہ دوسری گولی میرے بازو کو چھوتی ہوئی گزر گئی، وہ میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ گولی نے بیڈ کے قریب ڈریسنگ ٹیبل کا شیشہ بھی چکنا چور کر دیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ جو شخص دو فائر کرسکتا ہے، اسے تیسرا فائر کرنے میں بھی کوئی عار نہ ہوگا لیکن میں اب بھی اُسے قتل نہیں کرنا چاہتا تھا، کم از کم تنظیم کے کسی آدمی کو میں اپنے ہاتھ سے نہیں مارنا چاہتا تھا۔ البتہ اُسے سنبھالنے کے لیے میں نے ریوالور سیدھا کیا اور اس کے سر سے تقریباً دو انچ اونچا فائر کر دیا۔ گولی عقبی دیوار میں پیوست ہوگئی تھی۔ اس نے پھرتی سے ایک صوفے کی آڑ میں چھلانگ لگادی اور دروازے کی جانب سرکنے لگا۔

میں کوشش کر رہا تھا کہ اس پر دوسرا فائر کرنے کی نوبت نہ آئے لیکن وہ شخص اپنے بچاؤ کے لیے ہر طرح کی کارروائی کرلینا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے رک کر ایک بار پھر فائر کر دیا اور اس بار اس کی یہ کوشش کامیاب رہی تھی۔ گولی میرے ریوالور کو چھو گئی تھی، ریوالور میرے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔

اسے بھی اندازہ ہوگیا تھا کہ اب میں نہتا ہوچکا ہوں چنانچہ وہ صوفے کی آڑ سے نکل آیا۔ ریوالور کی نال بدستور میرے سینے کی طرف اُٹھی ہوئی تھی۔ وہ چند قدم آگے بڑھا اور اس نے میرے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی لیکن یہ اس کی زبردست حماقت تھی، اس طرح وہ پتا نہیں کیا چاہتا تھا۔ میں نے نہایت پھرتی سے بایاں ہاتھ اس کی ریوالور والی کلائی پر جمایا اور پوری قوت سے ریوالور کی نال چوبی فرش کی طرف گھما دی۔ وہ اس اچانک اُفتاد کے لیے تیار نہیں تھا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر نیچے گر گیا۔ میں نے پوری قوت سے اُسے دھکّا دے کر نیچے گرا دیا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے اٹھ کر میرے پیٹ پر اس زور کی ٹھوکر جمائی کہ مجھے بھی چھٹی کا دودھ یاد آگیا۔ اگر میں فوراً ہی نہ سنبھل جاتا تو دوسری ٹھوکر میرے منہ پر لگتی۔ وار خالی جانے سے وہ چکرا کر رہ گیا۔ وہ بھی اگرچہ نہتّا ہوچکا تھا لیکن اس کی پھرتی اور لڑنے کا انداز بتا رہا تھا کہ اس حالت میں بھی وہ میرے لیے کافی خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ اُس نے فلائنگ کِک لگانا چاہی لیکن میں بروقت اچھل کر اپنے آپ کو بچا گیا۔ دوسرے لمحے میں نے اس کے منہ پر ایک ہاتھ رسید کر دیا جس سے وہ بے اختیار کراہ اٹھا۔ مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ اس جیسا پھرتیلا آدمی آج تک میری نگاہوں سے نہیں گزرا تھا، کیونکہ مار کھانے کے باوجود اس نے دوسرے لمحے ہی اچھل کر ایک ایسی زوردار ٹھوکر میرے منہ پر رسید کی کہ مجھے اپنے جبڑے کی ہڈی چٹختی ہوئی محسوس ہوئی۔ میں لڑکھڑا کر رہ گیا اور میرے سنبھلنے سے پہلے ہی اس نے دروازے کی طرف چھلانگ دی۔ وہ اگر چاہتا تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھے ختم کرسکتا تھا لیکن اس وقت شاید اس نے فرار ہی میں بہتری سمجھی تھی۔ صرف ایک سیکنڈ کے وقفے سے جب میں باہر پہنچا تو راہداری سنسان پڑی تھی، مکمل سنّاٹا طاری تھا، کسی قسم کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی، میں اندازہ نہیں لگا سکا کہ اس نے کون سا رُخ اختیار کیا ہے۔ بہرطور میں اُسے تلاش کرنے کے لیے ادھر اُدھر دوڑنے لگا لیکن وہ غائب ہوچکا تھا۔ مجھے سخت حیرت تھی، میں چند لمحے الجھی ہوئی نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھتا رہا، مجھے شبہ تھا کہ وہ کہیں دور نہیں گیا ہے بلکہ اس نے آس پاس ہی کہیں چھپنے کی کوشش کی ہے لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کہاں چھپ گیا۔

میں اپنے کمرے میں واپس آکر اس لاش کو دیکھنے لگا جس کی پیشانی اُدھڑ گئی تھی۔ فائرنگ چونکہ سائیلنسر لگے ہوئے ریوالوروں سے ہوئی تھی، اس لیے باہر کے حالات پُرسکون تھے ورنہ اس بھرے پُرے ہوٹل میں فائرنگ سے زبردست ہنگامہ مچ جانا چاہیے تھا۔ میں نے سب سے پہلے اس لاش کو ٹھکانے لگانے کے بارے میں سوچا۔ کیونکہ میرے دشمن بہ آسانی مجھے اس حوالے سے پھنسا سکتے تھے۔ حالانکہ تنظیم کی طرف سے مجھے ایسی کسی کارروائی کی امید نہیں تھی، کیونکہ وہ بہرطور اپنے اندر انتشار نہیں ظاہر کرسکتے تھے۔ میں نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ راہداری اسی طرح سنسان پڑی تھی۔ میں پھرتی سے لاش کو اٹھا کر راہداری کی عقبی سمت کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد میں اس لاش کو ہوٹل کے ایک ایسے حصّے میں پہنچانے میں کامیاب ہوگیا جہاں فالتو چیزیں ڈالی جاتی تھیں۔ اس کے بعد واپس آکر میں ان تمام نشانات کو مٹانے کی کوشش میں مصروف ہوگیا جو اس ہنگامے کے نتیجے میں پیدا ہوگئے تھے۔ میں جانتا تھا کہ لاش کی موجودگی چھپی نہیں رہ سکے گی اور کل صبح یا کسی نہ کسی وقت لوگوں کو اس کے بارے میں معلومات ہوجائے گی۔ پھر پولیس آئے گی اور تفتیش ہوگی۔ پتا نہیں کوئی میری طرف متوجّہ ہوگا یا نہیں۔ کیا کرنا چاہیے، کیا یہاں سے فرار ہوکر کوئی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دوسری جگہ تلاش کروں، یہی میرے لیے بہتر تھا چنانچہ میں نے پھرتی سے اپنا سامان وغیرہ سمیٹا، ایک لمحے کے لیے خیال آیا تھا کہ کہیں اس طرح فرار ہونے میں شبہ میری طرف ہی منتقل نہ ہو جائے لیکن قتل کے نشانات صاف کرنے میں میں نے جو محنت کی تھی، اس سے مجھے کم از کم اس بات کا اطمینان ہو گیا تھا کہ کوئی بھی یہ شبہ نہیں کر سکے گا کہ قتل اس کمرے میں ہوا ہے۔ میں نے کوئی نشان نہیں چھوڑا تھا۔ چند لمحات تذبذب کا شکار رہا کہ کمرہ فوری طور پر چھوڑ دوں یا نہیں؟ اگر پولیس کو کوئی شبہ ہو گیا تو پھر میری بیروت میں موجودگی خطرناک ہو جائے گی اور نجانے کون کون سی مصیبتوں کا شکار ہو جاؤں گا۔ ایک لمحے تک صورتِ حالات پر غور کرتا رہا اور آخر یہی فیصلہ کیا کہ ابھی یہاں سے کہیں اور چلے جانا مناسب نہیں ہے۔ یہ ہمت کی بات تھی کہ ان واقعات سے گزرنے کے بعد بھی میں اسی کمرے میں مقیم رہتا۔ کم از کم اس طرح ان لوگوں کو یہ اندازہ تو ہو سکتا تھا کہ میرے حوصلے کس قدر بلند ہیں اور میں ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ چنانچہ فوری طور پر اپنا فیصلہ ملتوی کر کے میں نے سامان واپس رکھ دیا اور ایک بار پھر تیز روشنی میں گہری نگاہوں سے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

کوئی چیز بے ترتیب نہیں تھی۔ دروازے کے ہینڈلوں وغیرہ سے میں نے تمام نشانات صاف کیے اور اس کے بعد اپنے بستر پر پہنچ گیا۔

دوسری صبح کوئی خاص ردِ عمل ظاہر نہ ہو سکا۔ میں ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوا، اس کے بعد بھی میں تقریباً دس بجے تک انتظار کرتا رہا لیکن کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ لاش ابھی تک دریافت نہیں ہوئی تھی، اب میرے لیے کوئی خدشہ نہیں تھا کہ قتل کے سلسلے میں شبہ مجھ پر کیا جائے گا۔ چنانچہ میں خود کو پُرسکون رکھتے ہوئے لباس وغیرہ تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ رات کے واقعات نے اس بات کا اظہار کر دیا تھا کہ تنظیم اب میرے خلاف انتہائی نفرت انگیز سلوک کرنے پر اتر آئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں۔ تنظیم کے خلاف میں اب بھی اپنے دل میں بہت زیادہ برائی نہیں پاتا تھا۔ فرشتہ نہیں تھا لیکن چند ہی لوگ تو تھے جو مجھ سے برگشتہ تھے اور وہ بھی غلط فہمیوں کا شکار ہو کر، ان کے خلاف اگر کچھ کروں تو پوری تنظیم متاثر ہو گی۔

باہر نکل کر کافی دیر تک فٹ پاتھ پر چلتا رہا پھر ایک موڑ گھوم کر ایک ایسے علاقے کی طرف جا نکلا جہاں سڑکوں کے کنارے چھوٹے چھوٹے ریستوران بنے ہوئے تھے کہ دفعتاً ایک کار میرے نزدیک آ کر رک گئی۔ میں نے چونک کر ادھر دیکھا تو صدف العیش کا بیمار چہرہ نظر آیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ یہ لڑکی اب مجھے جھنجلاہٹ میں مبتلا کرنے لگی تھی۔ اس نے بڑے ملتجی انداز میں مجھ سے کار میں آنے کو کہا اور میں آگے بڑھ کر اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

صدف العیش نے کار آگے بڑھا دی۔ چند لمحے مکمل خاموشی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”کچھ بھی ہو جائے علی! میں تمہیں اپنے دل سے نہیں نکال سکتی۔“

”یہاں کیسے آ گئیں؟“

”بس یوں سمجھو، دل و دماغ کا ہیجان مجھے بے کل کیے ہوئے ہے۔ شاید میں اس واقعے سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والوں میں سے ہوں۔“

”صدف! حماقت کر رہی ہو۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لیے خود کو مصیبت میں نہ ڈالو۔“

”افسوس! میں اپنے دل سے مجبور ہوں۔“ پھر پوچھا۔ ”کسی خاص جگہ جا رہے تھے؟“

”نہیں، بس کچھ فیصلے کر رہا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔“

”آؤ پھر کہیں بیٹھ کر ایک پیالی قہوہ پئیں، میں تم سے آخری بار استدعا کروں گی کہ خود کو محدود کر کے ہمیں کام کرنے کا موقع دو۔“ میرے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں اسے بتانا چاہتا تھا کہ دوسرے لوگوں نے بھی کام شروع کر دیا ہے لیکن پھر میں خاموش ہی رہا ــ اس طرح اس کو پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔

ایک چھوٹے سے ریستوران کے سامنے اس نے کار روکی اور نیچے اتر آئی۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی آگے بڑھنے لگا تھا۔

دفعتاً اس کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی اور وہ لڑکھڑا کر آگے کو جھکنے لگی۔ اگر میں اسے فوراً ہی تھام نہ لیتا تو وہ یقیناً گر جاتی۔ میں نے حیرت زدہ انداز میں نیچے دیکھا کہ اسے کس چیز سے ٹھوکر لگی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اس کے شانے کے پاس ایک گول سا سوراخ دیکھا۔ جسے دیکھ کر میں بُری طرح چونک پڑا۔ اس سوراخ سے خون اُبل رہا تھا۔

”فائر“، میرے ذہن نے آواز لگائی۔ یقیناً سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور یا پستول سے فائر کیا گیا تھا۔ صدف نے میرے بازو کو بھینچ لیا اور آہستہ سے کچھ کہنا چاہا لیکن جملہ مکمل کیے بغیر بے ہوش ہو گئی۔ میں پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً میں نے اسے نیچے لٹایا اور سامنے والی عمارت کی چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ دھوپ میں دھات کی کوئی چیز چمکی اور دوسرے لمحے ایک گولی سنسناتی ہوئی میرے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں اس کم بخت کو دیکھوں جس نے مجھ پر فائر کر کے بے چاری صدف کو ہلاکت میں ڈال دیا تھا۔

آس پاس کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔ اس لیے مجھے امید تھی کہ صدف کی دیکھ بھال ہو جائے گی۔ یقیناً یہ فائر مجھ پر کیا گیا تھا اور صدف میرے آڑے آ گئی تھی لیکن میں حملہ آور کو فرار کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا چنانچہ میں برق رفتاری سے اس عمارت کی طرف دوڑا جس کی چھت سے فائرنگ کی گئی تھی۔ میں نے پھرتی سے فاصلہ طے کیا اور عمارت کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اگرچہ سیدھا دوڑنے میں خطرہ تھا لیکن یہ خطرہ مول لیے بغیر چارۂ کار بھی نہیں تھا۔ عمارت کے نزدیک پہنچتے ہی ایک اور فائر ہوا، گولی میرے قریب دیوار میں لگی لیکن اس چیز نے میری توجہ اس پائپ کی طرف مبذول کرا دی جس کے ذریعے چھت تک پہنچا جا سکتا تھا اور اس کے بعد میرے لیے اس چھت تک پہنچنا مشکل نہیں تھا۔ میں نے اس شخص کو دیکھا جو گولی چلانے کے بعد فرار ہو رہا تھا اور اس کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس نے بھاگتے ہوئے پھر فائر کیا اور گولی سنسناتی ہوئی صرف دو فٹ کے فاصلے پر بنی ہوئی چمنی میں پیوست ہو گئی۔ میں پھرتی سے نیچے بیٹھ گیا تھا اور اب میں جانوروں کی طرح چاروں ہاتھ پیروں کے بل آگے بڑھنے لگا۔

میں نے اس کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کس طرف جا رہا ہے چنانچہ اب اسے چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پستول میں نے ہاتھ میں لے لیا تھا پھر بھاگتے ہوئے اس کا نشانہ لیا اور دوسرے لمحے فائر جھونک دیا۔ فائر کی آواز کے ساتھ فضا میں ایک چیخ ابھری اور میرے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ پھیل گئی۔ گولی اس شخص کے لگ گئی تھی۔ اس نے پھر ایک جوابی فائر کیا لیکن میں محفوظ رہا۔ پتا نہیں گولی اس کے بدن کے کون سے حصے میں لگی تھی، وہ نیچے گرنے کے بعد پھر اٹھا اور دوڑنے لگا لیکن میں نے بھی اس پر مزید دو فائر اور کر دیے تھے۔ اب وہ ایک اور مکان کی چھت پر پہنچ گیا تھا۔ جب میں اس چھت کے کنارے پہنچا تو وہ غائب ہو چکا تھا۔ ان دونوں چھتوں کے درمیان تقریباً آٹھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ چند قدم پیچھے ہٹ کر میں نے دوڑتے ہوئے چھلانگ لگا دی۔ یہ اپنی زندگی داؤ پر لگانے والی بات تھی لیکن اپنی جان کی قیمت پر بھی میں اسے فرار ہونے کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔ میں زوردار دھماکے کے ساتھ دوسری چھت پر گرا اور پھر فوراً ہی سنبھل کر ٹین کے بنے ہوئے اس دروازے کی طرف دوڑا جس کے پیچھے حملہ آور غائب ہوا تھا۔

حملہ آور بھی بے وقوف نہیں تھا، چنانچہ اس نے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ میں چھت کے کنارے آ کر نیچے جھانکنے لگا۔ پوری گلی میری نظروں میں تھی اور سنسان تھی۔ حملہ آور کا کہیں کوئی نشان نہیں تھا۔ میں چھت کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر نیچے جھانکنے لگا۔ اس طرف عقبی گلی میں نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اب اس بات کا صرف ایک ہی مطلب تھا کہ حملہ آور عمارت کے اندر ہی کسی جگہ موجود ہے۔ چند لمحوں کے بعد دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے دروازے کو کھول کر دیکھا اور پھر محتاط انداز میں نیچے اترنے لگا۔ راستے میں جگہ جگہ خون کے دھبے میری رہنمائی کر رہے تھے۔ ایک جگہ کافی مقدار میں خون پڑا تھا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ حملہ آور کچھ دیر یہاں رُکا ہے جس انداز سے اس کا خون بہہ رہا تھا اس سے یہ اندازہ لگانا بھی دشوار نہیں تھا کہ ایسی حالت میں وہ زیادہ دور نہیں جا سکتا۔

تھوڑے فاصلے پر ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔ میں اس دروازے کو کھول کر آگے بڑھا تھا کہ کمرے میں مجھے ایک بوڑھی عورت نظر آئی جس نے موٹے شیشوں والی عینک لگا رکھی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر گھگیاتے ہوئے لہجے میں بولی۔ ”خدا کے لیے! خدا کے لیے مجھے نہ مارنا... خدا کے لیے مجھے نہ مارنا۔“

میں خاموشی سے اس کے سامنے کھڑا ہو کر اس کی شکل دیکھنے لگا، پھر میں نے اس سے پوچھا۔ ”کیا یہاں... کیا یہاں تمہیں کوئی نظر آیا تھا؟“

”وہ... وہ اس طرف... اس طرف۔“ اس نے کہا اور میں اس کے اشارے کی سمت دوڑ گیا لیکن اسے بدقسمتی ہی کہا جا سکتا تھا کہ جس طرف اس نے اشارہ کیا تھا، وہاں ایک کھلا ہوا دروازہ میرا منہ چڑا رہا تھا اور خون کے دھبے اس دروازے سے گزر گئے تھے۔

حملہ آور نکل گیا تھا، میں بھی مزید اس عمارت میں رکنا بے مقصد سمجھ کر باہر نکل آیا تھا اور پھر گھوم کر اس طرف پہنچ گیا جہاں صدف العیش زخمی ہو کر گری تھی لیکن اب وہ وہاں موجود نہیں تھی اور چند افراد متحیرانہ انداز میں ایک دوسرے سے اس بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ معلوم نہیں ان لوگوں میں سے کسی نے مجھے پہچانا تھا یا نہیں، بہرطور میں صدف کے بارے میں جاننا ضرور چاہتا تھا۔

صدف العیش کی کار اسی جگہ کھڑی تھی جہاں اس نے روکی تھی۔ قریب پہنچ کر میں لوگوں کی گفتگو سے صورت حال کا اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔ پتا چلا کہ چند افراد زخمی لڑکی کو لے کر اسپتال روانہ ہو گئے ہیں۔ کون سے اسپتال؟ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

نزدیک کھڑے ہوئے ایک شخص سے میں نے پوچھا۔ ”جو لوگ اس لڑکی کو اٹھا کر لے گئے ہیں، کیا ان کا تعلق پولیس سے تھا؟“

”نہیں، ایک گزرتی ہوئی کار میں کچھ شریف لوگ جا رہے تھے، انہوں نے اس زخمی لڑکی کو کار میں ڈالا اور اسپتال لے گئے۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کسی نے اس کار کا نمبر دیکھا؟"

"کیوں بھئی کسی نے دیکھا؟" لوگ ایک دوسرے سے سوالات کرنے لگے۔

"نہیں۔ بھلا اس کا خیال کسے تھا" ایک شخص نے کہا۔

"لیکن وہ شریف لوگ معلوم ہوتے تھے" ایک اور آواز ابھری۔

"کار کا رنگ کیسا تھا اور کون سی تھی؟" میں نے کہا۔

"نیلے رنگ کی اسپنسر" ایک شخص نے جواب دیا۔

غصے اور نفرت کا طوفان میرے رگ و پے میں موجزن تھا۔ صدف العیش میری وجہ سے اس حادثے کا شکار ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے اس بے گناہ کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ یہ کون سا گروپ تھا جو اس طرح تشدد پر اُتر آیا تھا۔ یہ کام تو کچھ ایسے لوگوں ہی کا ہو سکتا تھا جو بذاتِ خود بھی مجھ سے نفرت کرتے ہوں اور اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہوں۔ انسانوں کی مختلف اقسام ہوتی ہیں۔ سوچنے کا انداز کبھی کبھی ایسے غلط رُخ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ ممکن ہے کچھ لوگوں کو یا کسی گروپ کو تنظیم میں میری ہردلعزیزی ناگوار گزرتی ہو اور انھوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر دل کی بھڑاس نکالی ہو لیکن یہ سب کچھ . . . یہ بہتر تو نہیں ہے۔ میرے ہمدرد میرے لیے راستہ ہموار کرنے میں کوشاں ہیں اور میرے دشمن انھیں بھی نقصان پہنچانے سے گریز نہیں کر رہے۔ ان حالات میں میری انتہاپسندی دوسرے لوگوں کو نقصان پہنچانے کا باعث بن رہی تھی۔

آخر فیصلہ کیا کہ خود میں ہی تبدیلی پیدا کروں۔ ان لوگوں کے لیے عذاب بننے سے کیا فائدہ۔ صدف العیش بار بار ذہن میں چُبھ رہی تھی۔ گولی اس کے شانے میں لگی تھی۔ نہ جانے وہ لوگ اسے کون سے اسپتال لے گئے تھے، کس طرح معلوم کیا جائے؟ میں پریشانی کے عالم میں وہاں بہت دیر تک رکا لوگوں کا جائزہ لیتا رہا پھر واپسی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ دو پولیس والے وہاں پہنچ گئے اور میں نے انھیں صدف کی کار کے قریب جاتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے ایک نے کار کا دروازہ کھولا تو میں لپک کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا یہ سچ ہے کہ اس کار میں بیٹھی لڑکی کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور پولیس والے چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

"کیا آپ اس کے شناسا ہیں؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس کی کار کو دیکھ کر میں رک گیا تھا۔ لوگ بتا رہے ہیں کہ اسے کوئی حادثہ . . ."

"یہ حقیقت ہے مسٹر"

"علی . . . علی یار خان" میں نے کہا۔

"ہاں، اس پر کسی نے گولی چلائی ہے"

"گولی!" میں نے چونک پڑنے کی اداکاری کی۔

"براہِ کرم، آپ ہمارے ساتھ آئیے"

"وہ کہاں ہے؟"

"نیشنل اسپتال میں"

"چلیے پلیز۔ وہ میری دوست ہے" میں نے کہا۔

"کیا آپ کار ڈرائیو کر سکتے ہیں؟"

"جی ہاں، کیوں نہیں"

"یہ چابی سنبھالیے، ہم آپ کے ساتھ آ رہے ہیں" ایک پولیس مین نے کہا اور کار کی چابی مجھے دے دی۔ یقیناً یہ چابی اسے صدف کے پاس سے ملی ہوگی۔

ایک پولیس مین نے موٹر سائیکل سنبھالی، دوسرا کسی نئے فیصلے کے تحت میرے پاس آ بیٹھا تھا۔ میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"آپ کے مل جانے سے ہمارا کام آسان ہو گئے ہیں" پولیس مین نے راستے میں کہا۔

"گولی کہاں لگی ہے؟"

"اس کے شانے کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے"

"اوہ، کیا وہ خطرے میں ہے؟"

"نہیں۔ بینڈیج کر دی گئی ہے، گولی اندر نہیں تھی، اس لیے آپریشن نہیں کیا جائے گا"

"آپ لوگ . . .؟"

"ہماری ڈیوٹی اسپتال پر تھی۔ ان لوگوں کو روک لیا گیا ہے جو اسے لے کر آئے تھے۔ انھوں نے ہی اس جگہ کی نشاندہی کی ہے۔"

نیشنل اسپتال پہنچا تو صدف ہوش میں آ گئی تھی۔ اس سے ملاقات میں کچھ وقت لگا، پولیس اس کا بیان لے رہی تھی۔ اس نے پولیس کو بتایا کہ گولی کسی اور پر چلائی گئی تھی لیکن وہ لپیٹ میں آ گئی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ تنہا تھی۔ صدف جیسی ذہین لڑکی ایسا ہی بیان دے سکتی تھی پھر میں اس کے پاس پہنچ گیا۔

"تم محفوظ ہو علی؟"

"ہاں صدف"

"حملہ آور کون تھے؟"

"پتا نہیں صدف! خدا بہتر جانتا ہے"

"گولی تم پر چلائی گئی تھی علی؟"

"شاید" میں نے آہستہ سے کہا۔

"مجھ سے چھپا رہے ہو علی۔ وہ کون تھے، پلیز مجھے بتاؤ"

"صدف! اس سے پہلے بھی مجھ پر حملہ ہو چکا ہے۔ فون پر دھمکیاں مل رہی ہیں مجھے تنظیم کی طرف سے کہ میں بیروت چھوڑ دوں۔ خدا کی قسم صدف! ایسا کبھی نہ کرتا میں لیکن میرے دوستوں کی زندگی خطرے میں پڑ جائے، یہ مجھے گوارہ نہ ہوگا"

صدف خاموش ہو گئی تھی۔ پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں نے ضبط کیا تھا۔ صدف خطرے سے باہر تھی۔ اس نے کہا کہ اس کے اہلِ خاندان کو اس حادثے کی خبر دے دی جائے۔

اس کے عزیزوں کے آنے سے قبل ہی میں اس سے رخصت ہو کر چلا آیا۔ اب میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ بیروت چھوڑ دوں گا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتا تھا۔ اسپتال سے ٹیکسی کر کے میں ہوٹل آیا۔ یہاں حالات معمول پر تھے۔ پتا ہی نہ چلتا تھا کہ یہاں کوئی لاش وغیرہ ملی ہے، تجسس نے چین نہ لینے دیا۔ خود اس جگہ جا کر لاش دیکھی جہاں میں نے اسے ڈال دیا تھا لیکن وہاں لاش موجود نہ تھی اور صورتِ حال میری سمجھ میں آ گئی۔ کسی اور کے دیکھنے سے قبل ہی لاش وہاں سے ہٹا دی گئی تھی، بہت چالاکی سے کام کیا گیا تھا۔

واپس کمرے میں آیا تو ایک اور چیز دیکھی۔ سینٹر ٹیبل پر کچھ کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ حیرت زدہ انداز میں میں نے کاغذات اٹھا کر دیکھے تو ان میں میرا تازہ بنا ہوا پاسپورٹ اور ایک فلائٹ سے پیرس کا ٹکٹ تھا۔ یہ فلائٹ اسی روز رات آٹھ بجے جا رہی تھی۔ ابھی اس پر حیران ہی ہو رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میرے دانت بھنچ گئے۔ بہرحال میں نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔

"مسٹر علی یار خان! اس سے زیادہ کچھ اور چاہتے ہو تو وہ بھی سہی۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ رات کو آٹھ بجے یہاں سے پیرس چلے جاؤ اور اس کے بعد دل چاہے جہاں۔ تمھاری ایک ایک جنبشِ قدم ہماری نگاہ میں ہے"

میں نے کچھ کہے بغیر فون بند کر دیا۔ اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔ بہرصورت میں خود کو قابو میں رکھنا چاہتا تھا۔

اسی رات میں ضروری تیاریوں کے ساتھ ائیرپورٹ پہنچ گیا۔ امیگریشن کی کارروائیوں میں کوئی دقت نہ ہوئی، میرے لیے قیام کا انتخاب انھوں نے خود ہی کر دیا تھا، یہ بھی اچھا ہوا۔ طیارہ وقتِ مقررہ پر فضا میں بلند ہو گیا۔ میں گم صم بیٹھا ہوا تھا، دل و دماغ میں طوفان برپا تھا۔ تاریک مستقبل منہ کھولے کھڑا تھا۔ کوئی راستہ سامنے نہ تھا۔

"آپ بہت خاموش ہیں جناب!" برابر سے ایک نسوانی آواز ابھری اور میں نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ ایک انتہائی خوبصورت لڑکی میری ہمسفر تھی۔ اس کا چہرہ اتنا حسین تھا کہ نگاہ نہ ہٹے، میں اسے دیکھتا رہ گیا۔ اسکے چہرے پر مشرقیت اور مغربیت کا امتزاج بے حد حسین لگ رہا تھا۔ وہ مسکرائی اور بولی "سوری۔ نہ جانے کن خیالات میں ڈوبے ہوں گے آپ"

"کوئی بات نہیں ہے مس"

"ہمسفر لمحوں کے ساتھی ہوتے ہیں لیکن اگر وہ بور ہوں تو یہ لمحے بھی بہت ناخوشگوار تاثر چھوڑ جاتے ہیں"

"ہاں" میں نے مختصراً کہا۔

"آپ پریشان ہیں؟"

"نہیں"

"مزاج ہی ایسا ہے؟" وہ ہنس پڑی۔

"یہ بات بھی نہیں ہے"

"تو پھر باتیں کیجیے"

"میں خاموش تو نہیں ہوں"

"میرا نام تہذیب ہے۔ تہذیب اینڈریو مالکم ایکس" اس انوکھے نام پر میں نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"تہذیب تو کچھ اپنی طرف کا نام ہے لیکن یہ اینڈریو مالکم ایکس۔"

"میری ماں ہندوستانی تھی اور باپ فرانسیسی"

"آپ مشرق و مغرب کا امتزاج ہیں"

"اور معاف کیجیے گا آپ بھی عرب باشندے نہیں لگتے"

"ایسی ہی بات ہے" میں نے جواب دیا۔

"پیرس جا رہے ہیں آپ؟"

"ہاں"

"میرا خیال درست ہے نا، آپ مقامی باشندے نہیں ہیں؟"

"جی ہاں، آپ کا خیال درست ہے"

"کہاں سے تعلق ہے آپ کا؟"

"پاکستان سے" میں نے جواب دیا۔

"اوہ مائی گاڈ! مسلمان ہیں نا آپ؟"

"جی ہاں"

"نام نہیں بتائیں گے؟"

"علی کہہ سکتی ہیں آپ مجھے"

"سیاح ہیں؟ میرا مطلب ہے بیروت . . ."

"یہی سمجھ لیں"

لڑکی کافی باتونی معلوم ہوتی تھی۔ اس کا اندازِ گفتگو بھی بے حد دلکش تھا لیکن میری ذہنی حالت تباہ تھی، اس لیے اس کی زیادہ پذیرائی نہ کر سکا۔ وہ دیر تک مجھ سے گفتگو کرتی رہی اور پھر میری طرف سے زیادہ توجہ نہ پا کر ناراض ہو جانے کے سے انداز میں خاموش ہو گئی۔ بہت دیر تک میں الجھا رہا پھر میں نے ذہن

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

صاف کیا، تہذیب کی طرف دیکھا تو وہ آنکھیں بند کیے گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ طیارے کے تمام مسافر ہی نیند کے غلبے کا شکار نظر آ رہے تھے۔ میں نے بھی آنکھیں بند کر لیں۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ کوئی چیز میرے چہرے سے ٹکرا کر پھسلتی ہوئی میری گود میں آ گری اور میں چونک پڑا۔ میں نے گود میں پڑی شے کو دیکھا۔ ایک بند لفافہ تھا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں اسے اٹھایا۔ اندر ایک پرچا موجود تھا۔ پُرتجسس انداز میں مَیں نے پرچا لفافے سے نکال لیا۔ انگلش میں ایک تحریر گھسیٹی ہوئی تھی لیکن پہلے لفظ پر نظر پڑتے ہی میرے حواس جاگ گئے۔

" ہاورڈ کی طرف سے سلام ۔
علی یار خان اپنے دیرینہ دوست کو نہ بھولے ہوں گے۔ بھولنے کی چیز نہ تمہارے لیے میں ہوں اور نہ میرے لیے تم۔ ہمارے درمیان یہ کھیل، مجھے یقین ہے کہ طویل عرصے جاری رہے گا۔ ایک ذہین دشمن بھی بہت بڑا عطیۂ خداوندی ہوتا ہے۔ اس بار میرا پلّہ بھاری ہے۔ تم نے تنظیم آزادیٔ فلسطین کے لیے بیش بہا کارنامے انجام دیے لیکن آج تنظیم تمہاری دشمن ہے۔ میں نے تمہارے لیے انھیں نفرت کا عطیہ دیا ہے اور علی یار خان! میرا یہ نیا کارنامہ تمہیں یقیناً پسند آیا ہوگا، کیا خیال ہے ؟
تو ڈیئر علی! اب پیرس میں تم سے ملاقات ہوگی۔ فکر مت کرو، تمہیں قتل کرنے کا کوئی منصوبہ میرے ذہن میں نہیں ہے۔ تم تو میری دنیا کی سب سے قیمتی شے ہو۔ سنو علی! میں تمہیں پاکستان کے خلاف استعمال کروں گا، یہ میرا عہد ہے۔ فی الحال تمہیں میں نے بیروت سے نکال دیا ہے، کچھ عرصے پیرس کی سیر کرو، میں پھر تمہیں موقع دوں گا کہ تم اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر سکو۔
تمہارا مخلص اولیو ہاورڈ "

ذہن تاریک ہو گیا۔ شدتِ جوش سے مٹھیاں بھنچ گئیں۔ ہاورڈ... یہودی... تو یہ اس کی چال تھی! گویا... اوہ! واقعی بہت عمدہ کھیل تھا اس کا۔ بڑا شاندار منصوبہ بنایا تھا اس نے میرے لیے۔ وہ فون کال... وہ حملے تنظیم نے مجھ پر نہیں کرائے تھے بلکہ یہ سب ہاورڈ کی چال تھی۔ وہ مسلسل میرے پیچھے لگا ہوا تھا۔
ایک لمحے میں دل کو ایک گہرے سکون کا احساس ہوا۔ تنظیم کے لیے جو دھواں میرے دل میں بھر گیا تھا وہ چھٹنے لگا — غلطی ہو گئی۔ اگر عقل سے کام لیتا تو کسی سے رابطہ کر کے ان حالات کے بارے میں پوچھ سکتا تھا۔ یہ سب ہاورڈ کی چال تھی۔ وہ مجھے تنظیم سے بھڑانا چاہتا تھا۔ اس کی مجھ پر گہری نگاہ تھی۔ وہ ایک ایک لمحے کا حساب رکھ رہا تھا۔ یقیناً وہ چاہتا ہوگا کہ میں تنظیم کے خلاف اٹھ کھڑا ہوں اور وہ ہمارا تماشا دیکھے۔ میں اس کی چال میں آ گیا تھا لیکن خدا کا شکر ہے، میں نے یہ نہیں کیا تھا۔ وہ فون بھی تنظیم کی طرف سے نہیں تھے اور میری پیرس روانگی میں ان کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ بلکہ جب ہاورڈ نے دیکھا کہ میں بدستور ٹھنڈا چل رہا ہوں تو اس نے مجھے پیرس بھیجنے کا انتظام کر دیا۔

ہاورڈ! تو نے جو کچھ سوچا ہے، وہ نہیں ہو سکے گا۔ میری ایک ہی جان تو ہے کسی بھی وقت جانِ آفریں کے سپرد کر دوں گا۔ اپنی ذات کو کبھی اپنے وطن کا دُکھ نہ بننے دوں گا۔"

مَیں نے کاغذ لفافے میں رکھ لیا۔ دیر تک سوچتا رہا پھر مجھے خیال آیا کہ یہ لفافہ آیا کہاں سے؟ کس نے میری گود میں پھینکا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ اسی طیارے میں ہاورڈ یا اس کا کوئی کارکن بھی سفر کر رہا ہے۔ کون ہے؟ کہاں ہے؟ ایک لمحے کے لیے نگاہ اپنے نزدیک سوتی ہوئی لڑکی پر گئی۔ یہ لڑکی کہیں یہی ہاورڈ کی ساتھی نہ ہو۔ میں آنکھیں بند کر کے ان لمحات پر غور کرنے لگا جب لفافہ میری گود میں آ کر گرا تھا۔ لڑکی کسی بھی اینگل سے اُسے پھینکتی، وہ اس طرح نہیں آ سکتا تھا۔ لفافہ پھینکنے والا کوئی اور ہی تھا لیکن جہاز کے اتنے سارے مسافروں میں میرے لیے اُسے تلاش کرنا ممکن نہیں تھا۔ میری یہ کوشش تماشے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتی لیکن سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا۔
ہاورڈ مجھے فرانس لا رہا تھا۔ یہاں بھی وہ مجھ پر حاوی رہے گا اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنا شیطانی عمل بھی کرے گا۔ کیا میں اس کا آلۂ کار بنوں؟ اب یہ صورتِ حال علم میں آ گئی تھی تو کم از کم ایسا تو نہیں ہونا چاہیے۔
میں سوچتا رہا اور میرا خون کھولتا رہا۔ علی یار خاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اب تک تم ایک ناکارہ شخص ثابت ہوئے ہو، امریکا کے ابتدائی دنوں میں جوش و غضب کے عالم میں جو کچھ کیا تھا اس کے بعد سے اب تک، کوئی قابلِ فخر کارنامہ انجام نہیں دے سکے بلکہ ایک طرح سے ہاورڈ تم پر حاوی رہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم تنظیم کی انگلی پکڑ کر چلتے رہے۔ تنظیم سے وفاداری، اس کے مقاصد سے دلچسپی ایک الگ چیز ہے۔ یہ ضروری تو نہیں کہ تم اس سے مل کر ہی کام کر سکو۔ دنیا کے کسی بھی ملک، کسی بھی گوشے میں تنظیم کے حق میں کوئی بھی کارنامہ انجام دیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے لیے خود پر بھروسا ضروری ہے۔ ہاں آج سے کھیل بدلنا ہوگا، آج سے کھیل بدل جائے گا۔ تقی

تیار ہوتے رہیں گے جنھیں تنظیم کے ارکان فخریہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ علی یار خاں ایک بار زندہ ہو جاؤ۔
دماغ میں عجیب سی سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ وجود میں ایک نیا انسان اُبھر رہا تھا۔ اگر یہ نہ ہو سکے، اس میں ناکام ہو جاؤ تو پھر تمہیں حق نہیں ہے کہ مزید کچھ کرو۔ اس سے بہتر ہوگا کہ کسی گمنام گوشے کو اپنا کر خاموش بیٹھ جاؤ۔
محسوس یہی ہو رہا تھا کہ ایک نئے علی یار خاں نے جنم لیا ہے۔ بشرطیکہ یہ کیفیت برقرار رہے۔ تہذیب اینڈرو مالکم جاگ گئی۔ سرخ آنکھیں اتنی خوب صورت لگ رہی تھیں کہ میں دیکھتا رہ گیا۔
"ہیلو علی!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ہیلو!"
"بور ہوتے ہو گے؟ میں تو واقعی سو گئی تھی۔" وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔
"ہاں۔ خاموشی تو تھی۔" میں نے کہا۔
پیرس ایئرپورٹ پر طیارہ اترا تو گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ بارش ہو رہی تھی۔ کسٹمز ہاؤس تک پہنچانے کے لیے خصوصی بندوبست کیا گیا تھا۔ تہذیب میرے ساتھ چل رہی تھی۔ وہ اب کچھ سنجیدہ سی ہو گئی تھی۔ کسٹمز ہاؤس کے ماحول میں کوئی خاص بات نہیں تھی، سارے کام معمول کے مطابق ہو رہے تھے۔ اندر داخل ہوتے ہوئے تہذیب مجھ سے علیحدہ ہو گئی۔ کوئی رسمی، الوداعی الفاظ بھی ادا نہیں کیے گئے تھے۔ میں اس کے ایسے انداز کو محسوس کر رہا تھا اگر یہ "ہ ط" درمیان میں نہ آیا ہوتا اور اگر جہاز میں موجود لوگوں میں سے کسی کی شناخت ہو جاتی اور شبہ تہذیب پر نہ رہتا تو شاید میں اسے بڑے خلوص سے الوداع کہتا اور ممکن ہے یہ کوشش بھی کرتا کہ اس کا پتا معلوم کروں تاکہ پیرس کی زندگی میں اس کا حُسن بھی شامل ہو جائے۔
بدلے ہوئے علی یار خاں کو اب بہت سی چیزوں کی ضرورت تھی، کوئی بہتر منصوبہ تو ترتیب نہیں دے سکا تھا لیکن آنے والا وقت میرے لیے ایک ہنگامی زندگی کا آغاز کرنے والا تھا۔ وہ زندگی جس میں اولیو ہاورڈ کو ناکوں چنے چبوا دیے جائیں، ایسے مختلف انداز اختیار کیے جائیں کہ وہ سوچ بھی نہ سکے اور اس کے لیے کوئی بہترین منصوبہ بندی کر لینا مشکل کام نہیں تھا۔
کسٹمز ہاؤس میں سامان کی جانچ پڑتال کی جا رہی تھی کہ دفعتاً کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آ گیا، لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ میں کسٹمز کے ایک بہت بڑے ہال کے دوسرے کونے میں تھا، تہذیب نظر نہیں آ رہی تھی، دفعتاً چند فائر ہوئے اور ہنگامہ برپا ہو گیا۔ لوگ اِدھر اُدھر میزوں اور کرسیوں کی آڑ لینے کے لیے دوڑ پڑے۔ کسٹمز کے حکام بھی مستعدی سے اپنے فرائض کی انجام دہی [illegible] کر اس ہنگامے سے نمٹنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ کیا ہوا۔ ہال کے دروازے بند کر دیے گئے تھے لیکن باہر کچھ گڑبڑ اب بھی ہو رہی تھی۔ فائرنگ کی آوازیں باہر بھی گونجی تھیں۔ بہ طور یہ ہنگامہ دو منٹ سے

ذہانت، فطانت، چالاکی اور بہادری کی بے مثال کہانیاں
مشہور ترین چور نک ویلوٹ
جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چراتا ہے
نک ویلوٹ کی چوریاں ۲
قیمت ۲۵ روپے
پیشگی رقم بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف
نک ویلوٹ کی چوریاں ۱ بھی محدود تعداد میں دستیاب ہے
کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

زیادہ جاری نہیں رہا۔ میگافون پر اندر موجود مسافروں کو پُرسکون رہنے کی ہدایت دی جا رہی تھی۔

میری نگاہیں تہذیب کی تلاش میں بھٹکنے لگیں لیکن وہ مجھے نظر نہیں آئی۔ پورے ہال میں اس کا کہیں پتا نہیں تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرا ذہن اس میں کھو کر رہ گیا۔ تہذیب کہاں چلی گئی؟ ابھی تو مسافر کسٹمز کے ابتدائی مراحل سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے۔

مَیں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اس ہنگامے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا اور جو تفصیلات معلوم ہوئیں انھیں سن کر دنگ رہ گیا۔

تہذیب کو اغوا کر لیا گیا تھا۔ لوگوں کے بیانات کے مطابق وہ چار آدمی تھے جو کسٹمز ہال کے باہر موجود تھے۔ دفعتاً وہ اندر داخل ہوئے اور انھوں نے ایک خوب صورت لڑکی کو پکڑ لیا جو اس طیارے میں سفر کر کے یہاں تک پہنچی تھی ۔۔ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ وہ تو آپ کی ہی ہم سفر تھی۔ اور اس کے بعد کوئی شبہ نہ رہا کہ وہ تہذیب ہی تھی۔ ایک کسٹم آفیسر اور دو پولیس آفیسر لوگوں کی نشاندہی پر میرے پاس پہنچ گئے اور انھوں نے مجھ سے پوچھا۔

"مسٹر، براہِ کرم کیا آپ اپنے بارے میں بتانا پسند کریں گے؟"

"جی ہاں، ضرور۔ میرا نام علی یار خان ہے۔"

"آپ کے کاغذات؟" پولیس آفیسر نے مجھ سے کہا۔ اور مَیں نے اپنے کاغذات نکال کر ان کے سامنے کر دیے۔ میرے اردگرد ایک ہجوم جمع ہو گیا تھا۔ "معاف کیجیے گا آپ کے کاغذات درست ہیں، ہم اس لڑکی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"وہ میری ہم سفر تھی، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ مجھے تو اندازہ بھی نہیں ہو سکا تھا کہ یہ واقعہ اس کے ساتھ پیش آیا ہے۔ کسٹم ہاؤس میں داخل ہونے کے بعد ہم لوگ علیحدہ ہو گئے تھے۔"

"وہ کون تھی؟ کیا آپ اس کے بارے میں تفصیل بتا سکتے ہیں؟"

"جی ہاں۔ پیرس ہی کی باشندہ تھی، نام تہذیب تھا۔ کسی ایشیائی ملک سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کی تفصیل اس نے مجھے نہیں بتائی۔" کسٹم آفیسر اور پولیس کے ارکان نے بڑی نرمی اور پُراخلاق انداز میں مجھ سے معلومات حاصل کیں۔ میرے سامان کی مختصر تلاشی لی گئی اور اس کے بعد معذرت کے ساتھ مجھے جانے کی اجازت دے دی گئی۔

تہذیب کے اس طرح اغوا پر ذہن اُلجھ گیا تھا لیکن دوسرے انداز میں بھی سوچا جا سکتا تھا۔ پُراسرار لڑکی، ممکن ہے اپنی مرضی سے یہاں سے گئی ہو اور اس طرح اُسے کسٹمز کی چیکنگ سے بچانے کے انتظامات کیے گئے ہوں۔ اب یہ معلومات حاصل کرنا تو مشکل تھا کہ وہ اپنا سامان لے جانے میں کامیاب ہوئی ہے یا نہیں یا پھر اس کے اغوا کنندگان اس کا انتظار کر رہے تھے یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ اسے میری نگاہوں سے بچانے کے لیے اس طرح اغوا کر لیا گیا ہو۔ نجانے کیوں ذہن میں یہ خیال پختہ ہونے لگا کہ وہ ہاورڈ کی ساتھی ہی تھی اور ہاورڈ یہ جانتا تھا کہ مَیں اس پر شبہ ضرور کروں گا۔

مَیں باہر نکل آیا اور ایئرپورٹ کے اس حصے میں کھڑا ہو گیا جہاں سے باہر کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ سڑکیں بارش میں جل تھل ہو رہی تھیں لیکن ٹریفک کے رش میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ ظاہر ہے یہاں کے لوگ اس کے عادی ہوں گے۔ اندر کئی ہوٹلوں کے کاؤنٹر بنے ہوئے تھے اور ان کے نمائندے ان کے نزدیک موجود تھے۔ یہاں سے نکلنے اور ابتدائی قیام کے لیے یہ ضروری تھا کہ مَیں کسی ہوٹل سے رابطہ قائم کروں۔

چنانچہ جونہی میں ایک کاؤنٹر کی طرف متوجہ ہوا خوبصورت لباس میں ملبوس ایک نوجوان آدمی میرے پاس پہنچ گیا۔

"میرا نام ژاں روتر ہے اور مَیں ہوٹل کیٹرسن کا نمائندہ ہوں۔ کیٹرسن میں آپ کو بہتر سہولتیں مہیا ہو سکیں گی۔ اگر آپ پیرس میں اجنبی ہیں تو ایک بار کیٹرسن کو خدمت کا موقع ضرور دیجیے۔" مَیں نے گردن ہلائی اور اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ اس نے فوراً ہی میرا سوٹ کیس میرے ہاتھ سے لے لیا تھا۔ سوٹ کیس جونہی اس کے ہاتھ میں پہنچا کاؤنٹر کے پیچھے سے ایک اور آدمی باہر نکل آیا اور اس نے اس شخص کے ہاتھ سے سوٹ کیس لے کر مجھے اپنے ساتھ آنے کی دعوت دی۔ ایک شاندار ٹیکسی جس پر ہوٹل کا مونوگرام بنا ہوا تھا، بالکل نزدیک آ گئی اور مَیں اس میں بیٹھ گیا۔ اپنے اطراف سے مَیں پوری طرح باخبر تھا۔ وہ شخص جس نے ہوٹل کے نمائندے کی حیثیت سے مجھے خوش آمدید کہا تھا، ڈرائیور کے نزدیک ہی بیٹھ گیا اور کار چل پڑی۔

ہوٹل کیٹرسن تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آیا جو میرے لیے تشویشناک یا قابلِ ذکر ہوتا۔ کچھ ہی دیر کے بعد میں اس خوب صورت ہوٹل کی تیسری منزل کے ایک کمرے میں منتقل ہو گیا۔

بہت ہی خوب صورت اور کشادہ کمرہ تھا، باہر بارش جوں کی توں جاری تھی بلکہ پہلے سے بھی کچھ تیز ہو گئی تھی۔ مَیں ناقدانہ نگاہوں سے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اس بات کو مَیں نے مدّنظر رکھا کہ ممکن ہے یہاں میرا ایک ایک قدم ادلیو ہاورڈ کی

مرضی سے اٹھ رہا ہو۔ مجھے ایک ایک لمحہ محتاط رہنا تھا۔ جو سامان میں اپنے ساتھ لایا تھا، وہ نمایاں حیثیت کا حامل نہیں تھا۔ صرف چند ہی چیزیں تھیں جو قابلِ توجہ تھیں یعنی میرے کاغذات، ٹریولر چیک بُک وغیرہ۔ اس کے علاوہ اور کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کا تحفظ میرے لیے اہم ہوتا۔

لباس اتار کر دوسرا لباس پہننے کا خیال دل میں آیا۔ ادلیو ہاورڈ کی طرف سے فی الحال کوئی خطرہ نہیں تھا۔ چونکہ مَیں اس کی خواہش کے مطابق عمل پیرا تھا اور وہ میری طرف سے کسی بڑی تشویش کا شکار نہیں تھا۔ البتہ ایک خیال بار بار میرے ذہن میں آتا تھا کہ اگر ادلیو ہاورڈ وہ خط اس احمقانہ انداز میں میرے پاس نہ پہنچاتا تو کیا ہرج تھا۔ مَیں کچھ اور وقت اس سے لاعلم رہتا اور پیرس میں اپنی مصروفیات تلاش کر لیتا۔ اگر لائن سے بھٹکتا تو ادلیو ہاورڈ مجھ پر ظاہر ہو جاتا۔ اس نے وقت سے پہلے ظاہر ہو کر انسانی فطرت کا ثبوت دیا تھا جو عام لوگوں میں ہوتی ہے یعنی اپنی برتری کا اظہار کرنا۔ یہ معلوم ہوتے ہی کہ اب مَیں تنظیم سے کٹ کر چل پڑا ہوں، اس نے اپنی شاندار کارکردگی کا اظہار مجھ پر کر دیا تھا۔ میرے خیال میں یہ اس کی حماقت ہی تھی، اس میں دانشمندی کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا تھا۔

لباس میں موجود تمام چیزیں نکال کر مَیں نے میز پر ڈال دیں۔ ٹائی کی گرہ کھولی لیکن میز پر پڑی چیزوں پر جب نگاہ پڑی تو دفعتاً مَیں چونک پڑا۔

یہ سفید رنگ کے کاغذ میں لپٹا ہوا ایک عجیب سا پیکٹ تھا جو میرا نہیں تھا۔ پھر میرے لباس میں کہاں سے آیا؟ مَیں نے بے اختیار جھک کر پیکٹ اٹھا لیا۔ سفید کاغذ میں بہت عمدگی سے پیک کی ہوئی کوئی چیز تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے تاش کی کوئی گڈی ہو لیکن بہت ہلکی البتہ اس کی جسامت اور ٹٹولنے سے جو احساس ہوتا تھا وہ تاش کی گڈی ہی کی طرف اشارہ کرتا تھا۔

مَیں نے ریپر پھاڑا اور میری آنکھیں یہ دیکھ کر دلچسپی سے سکڑ گئیں کہ وہ تاش کی گڈی ہی تھی لیکن عام تاش سے بالکل مختلف بے حد ہلکی۔ مَیں بے اختیار اسے کھول کر دیکھنے لگا۔ اندر بہت ہی نفیس قسم کے کسی مخصوص چیز سے بنائے ہوئے کارڈز موجود تھے جن کی تعداد کا صحیح اندازہ تو نہیں ہو سکتا تھا، باون بھی ہو سکتے تھے اس سے کم یا زیادہ بھی لیکن ان تاشوں پر عجیب قسم کے نشانات بنے ہوئے تھے۔ ان میں الفاظ بھی لکھے ہوئے تھے اور ہندسے بھی۔ یہ تاش میری جیب میں کہاں سے آئے؟ بہت غور کیا لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھ سکا کہ یہ گڈی میری جیب میں ڈالی گئی ہے مگر یہ ہے کیا چیز؟ تھوڑی دیر تک مَیں اُسے دیکھتا رہا پھر دروازے کی طرف بڑھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا اور تاش کی گڈی کو ایک ایسی جگہ چھپا دیا جہاں سے اگر کوئی اسے تلاش کرنے کی کوشش کرے تو اُسے نہ مل سکے۔ اس کے بعد باتھ روم میں داخل ہو گیا لیکن ذہن اسی میں اُلجھا ہوا تھا۔

غسل کر کے باہر آیا تو کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ مَیں نے ایک بار پھر کمرے کا بغور جائزہ لیا۔ ایک ایک چیز کو بغور اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ اس تصور کے ساتھ کہ کوئی ڈکٹا فون یا ٹرانسمیٹر کا ریسیور تو یہاں موجود نہیں ہے یا پھر کوئی ایسا کیمرہ جس کی آنکھ مجھے دیکھ رہی ہو۔

بظاہر تو کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی چنانچہ کسی حد تک اطمینان کرنے کے بعد مَیں نے ایک بار پھر وہ گڈی نکالی اور کارڈز کو میز پر پھیلا کر بیٹھ گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک مغز خوری کرتا رہا لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ کارڈز اچھی طرح الٹ پلٹ کر دیکھ لیے تھے کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ یہ میرے پاس کہاں سے آئے؟ اس کا کوئی تجزیہ نہیں کر سکا۔ ایک بار پھر ذہن میں تہذیب آئی تھی۔ کیا یہ اسی کی حرکت ہے؟ صرف اسی کو اتنے مواقع میسر ہوئے تھے کہ وہ کوئی ایسی حرکت کر سکتی۔ گڈی بالکل ہلکی تھی اس لیے جیب میں اس کے وزن کا احساس بھی نہیں ہوا تھا۔ یہ معاملہ مجھے الجھانے کے لیے کافی تھا لیکن بہتر یہی تھا کہ ذہن کو الجھنوں سے پاک رکھوں البتہ ان کارڈز کی حفاظت بھی ضروری تھی۔

کیٹرسن ہوٹل کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ قائم کرنے کے بعد ہی مَیں اس سلسلے میں فیصلہ کر سکتا تھا کہ یہاں تک میری رسائی بھی ہاورڈ ہی کے توسط سے ہوئی ہے یا پھر اس میں ہاورڈ کا ہاتھ نہیں ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد مَیں نے روم سروس کو ٹیلیفون کر کے اپنے لیے کافی طلب کی اور اس کے ساتھ ہی کچھ اسنیکس بھی۔ اس کے بعد دروازہ کھول کر آرام سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ باوردی ویٹر نے فوراً ہی میری منگائی ہوئی چیزیں سَرو کر دی تھیں۔ مَیں کافی سے شغل کرتے ہوئے معاملات پر غور کرتا رہا۔ کارڈز کے مسئلے میں مجھے الجھانے کی کوشش کی گئی تھی۔ مَیں اب تک تو حماقتیں کرتا رہا تھا مگر اب اس موڈ میں نہیں تھا۔ اگر اس سلسلے میں کوئی خاص صورت سامنے آتی ہے تو دوسری بات ہے ورنہ اپنا کام جاری رکھوں گا۔

پیرس میں کیٹرسن ہوٹل میں میرا قیام زیادہ عرصے تک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مناسب نہیں تھا۔ مجھے کوئی ایسی جگہ اپنانی تھی جہاں میں اپنے طور پر پرسکوں اور اولیو ہاورڈ کو چکما دے دوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے اسلحے وغیرہ کی بھی ضرورت تھی۔ پیرس کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ ہونا کچھ مشکل کام نہیں تھا۔ نقشے اور اس شہر کے بارے میں لٹریچر آسانی سے مل سکتا تھا۔ اس کے انتظامات سیاحوں کے لیے جگہ جگہ کر دیے گئے تھے لیکن اس شدید بارش میں باہر نکلنا ممکن نہیں تھا۔ بارش تھمے تو اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ کر سکوں گا۔ اس سے قبل اگر اولیو ہاورڈ کی طرف سے کوئی ایسی کارروائی ہوئی تو میں ایسے موقع پر ایک تھکے ہوئے انسان کی طرح اپنی آمادگی کا اظہار کر دوں گا تاکہ الیو ہاورڈ کو مکمل یقین ہو جائے کہ میں اب اس کا مدِمقابل نہیں رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے ذہن میں اور بھی بہت سے منصوبے تھے اور اس شہر کی داستانیں میری سماعت کے لیے اجنبی نہیں تھیں۔ جہاں یہ شہر شہرِ بے مثال تھا اور یہاں کی خوبصورتی قابلِ دید تھی۔ وہیں یہاں کی زندگی میں ایسے عناصر بھی پائے جاتے تھے جو جرم و گناہ سے دلچسپی رکھتے تھے اور جن کی دنیا بہت وسیع تھی۔ اگر ان لوگوں میں شامل ہو کر میں اپنا حلیہ ہی بدل لوں تو اولیو ہاورڈ ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔ اس کے لیے مجھے کچھ سامان درکار تھا جس میں خاص چیز میک اپ کا سامان تھا۔ اس خیال کے ساتھ ہی دل میں ایک ہوک سی اٹھی، کاش شن یاد آیا جس نے مجھے ایک عجیب و غریب محلول دیا تھا۔ اس محلول کو دنیا کا سب سے شاندار میک اپ لوشن قرار دیا جا سکتا تھا۔ کاش ان لوگوں سے کسی طرح ایک بار پھر میری ملاقات ہو جائے اور میں پھر اتنا ہی بااختیار ہو جاؤں۔

میں بہت دیر تک سوچتا رہا، اس طرح کمرے میں بند ہو کر بیٹھے رہنے سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ تاش کی اس گڈی کے بارے میں بھی سوچا تھا جو اس وقت وہاں ایک ایسی جگہ پوشیدہ کر دی تھی جہاں کوئی بہت ہی باریک بین نگاہ ہی پہنچ سکتی تھی۔ ورنہ عام لوگوں کی رسائی وہاں تک ناممکن تھی۔

نجانے کتنی دیر اسی طرح گزر گئی۔ اس کے بعد کمرے سے باہر نکل کر تالا لگایا اور چوڑی راہداری سے گزر کر لفٹ تک پہنچ گیا۔ نہایت سبک رو اور سبک رفتار لفٹ تھی جس نے مجھے پہلی منزل تک پہنچا دیا۔ یہ پورا فلور ریفریشنگ ہال پر مشتمل تھا اور اس وقت بارش سے لطف اندوز ہونے والوں کی تعداد یہاں بہت زیادہ تھی۔ ہال میں خاص طرز کی جھلملیاں لگی ہوئی تھیں جن سے بارش کے مناظر سے لطف اندوز ہوا جا سکتا تھا۔ ذرا سا بٹن دبائیے تو بارش کی پھواریں اندر بھی آ جاتیں تھیں لیکن اس وقت جھلملیاں بند ہی رکھی گئی تھیں بس چند ہی خوش ذوق تھے جو باہر کا نظارہ کر رہے تھے۔

میں نے بھی ایک ایسی ہی میز منتخب کی جہاں سے میں سڑکوں کو دیکھ سکتا تھا۔ بھیگی سڑکوں پر زندگی رواں دواں تھی۔ بارش پیرس کے معمولات میں سے تھی، اس لیے وہاں کے لوگ زیادہ متاثر نظر نہیں آ رہے تھے۔ سوائے اس کے کہ بارش سے بچاؤ کا بندوبست کر لیں۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ عقب سے ایک آواز اُبھری۔

"تنہائی بھی زندگی کا سب سے بڑا عذاب ہے۔"

میں نے چونک کر دیکھا تو ایک دراز قامت خوبصورت لڑکی میرے شانے کے بالکل نزدیک کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا، دوسرے لمحے میرے ذہن میں وہی تصور جاگ اُٹھا، زندگی کے معمولات تبدیل کیے بغیر گزارا نہیں ہے۔ میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "آپ نے درست کہا اور پھر یہ موسم بھی تنہا رہنے کا نہیں ہے۔" میرا اتنا کہنا ہی کافی تھا۔ لڑکی کرسی گھسیٹ کر میرے نزدیک بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں سے دلچسپی کا تاثر جھانک رہا تھا۔

"میرا نام جینی ہے۔"

"اور میں علی یار خاں ہوں۔"

"ایشیائی؟" لڑکی نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"میں فرانس ہی کی باشندہ ہوں۔ دریائے سین کے پانی میں نہا کر جوان ہوئی ہوں۔"

"دریائے سین کا پانی واقعی حُسن بخش ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"شکریہ۔" وہ مسکرائی اور پھر آہستہ سے بولی "شمپین۔"

میں نے ویٹر کو اشارہ کیا اور پھر لڑکی کے لیے شمپین طلب کی۔

اُس نے چونک کر مجھے دیکھا "اور تم...؟"

"میں اگر مل سکا تو دریائے سین کا پانی پیوں گا، تاکہ اپنے آپ کو تمہارے قابل بنا لوں۔"

"اوہ!" وہ ہنس پڑی پھر آہستہ سے بولی۔ "ایشیا حسین ہے، حسین اور پُراسرار۔"

"شاید۔" میں نے گہری نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسی ہوٹل میں رہتے ہو؟"

"زمین و آسمان کے درمیان بڑی وسعت ہے، بس یوں سمجھ لو یہیں کہیں رہتا ہوں۔"

"سمجھی نہیں!" وہ استعجابیہ لہجے میں بولی۔

ہر بات سمجھنے کے لیے نہیں ہوتی۔" میں نے جواب دیا۔

اور وہ تعجب سے میری شکل دیکھنے لگی۔

"تمہاری باتیں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہیں۔ میری آمد سے ناخوش تو نہیں ہو؟"

"نہیں۔ اگر ناخوش ہوتا تو اپنے پاس جگہ کیوں دیتا۔"

"شکریہ۔" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ویٹر نے اس دوران شمپین سَرو کر دی تھی۔ میں نے اپنے لیے کچھ طلب نہ کیا۔ چونکہ تھوڑی دیر قبل ہی کافی پی چکا تھا اور اس وقت کچھ بھی پینے کا موڈ نہیں تھا۔ لڑکی نے اپنے لیے گلاس بنایا اور پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم کچھ نہیں پی رہے، مجھے تعجب ہے۔"

"ہر بات پر تعجب کا اظہار نہیں کیا جاتا۔" میں نے جواب دیا۔

"مشرقیوں کے بارے میں، میں نے بہت سی کہانیاں سُنی ہیں۔"

"ہاں ہر شخص کے بارے میں کوئی نہ کوئی کہانی گھڑ ہی لی جاتی ہے۔"

وہ ایک لمحے کے لیے ہکا بکی سی رہ گئی پھر آہستہ سے بولی۔ "لوگوں کے مزاج کو سمجھنا بھی مشکل کام ہے۔"

"تم کون ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"کہا نا، جینی ہوں میں اور تمہاری ساتھی بننے آئی ہوں۔"

"شکریہ جینی، احسان ہے مجھ پر۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ شمپین کی چسکیاں لیتی رہی۔

"پیرس کب آئے ہو؟" چند لمحے توقف کے بعد وہ بولی۔

"تمہیں دیکھ کر یاد آیا ہے کہ میں پیرس میں ہوں۔"

"کسی بھی بات کا جواب نہیں دیا تم نے۔" وہ کچھ جھنجلا کر بولی۔

"ہاں، ذرا اُلٹا آدمی ہوں۔"

"لیکن خوب صورت ہو۔"

"کسی لڑکی کی زبانی یہ الفاظ سُن کر اہلِ فرانس کیا کرتے ہیں، مجھے نہیں معلوم۔"

"کچھ بھی نہیں کرتے۔" وہ ہنس پڑی۔

میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اس لڑکی پر بھی شک کیا جا سکتا تھا۔ اب میں مزید حماقتیں نہیں کرنا چاہتا تھا، سمجھ رہا تھا کہ دشمنوں کی قید میں ہوں۔ ہاں، یہ قید تھی ذرا مختلف قسم کی۔ میں ان پُراسرار نگاہوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا جو ایک ایک لمحے میری نگراں تھیں۔ میں جانتا تھا کہ میری کوئی حرکت ان سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

جینی نے شمپین کی پوری بوتل خالی کر دی۔ آنکھوں کا رنگ ضرور بدل گیا تھا لیکن وہ نشے میں نہیں تھی اور ٹھیک گفتگو کر رہی تھی۔

رات ہو گئی، بارش رُکے بغیر برس رہی تھی لیکن تعیشات کے رسیا بارش کو خاطر میں نہیں لاتے۔ ہوٹل کی تفریحات جاری تھیں۔ موسیقی شروع ہو گئی۔ اور پھر رقص کا پہلا راؤنڈ شروع ہوا۔

"آؤ۔" جینی نے کہا اور میں اُس کے ساتھ اُٹھ گیا۔ چوبی فرش پر میں نے رقص کے تین راؤنڈز میں حصہ لیا۔ جینی اب نڈھال سی ہونے لگی تھی۔

"آؤ اب چلیں۔" اُس نے کہا۔

"کہاں جینی؟"

"جہاں دل چاہے لے چلو ڈارلنگ۔" وہ کسی قدر لڑکھڑاتی آواز میں بولی۔

"ہوں... آؤ۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

پانی کی تیز دھار جینی پر پڑی تو وہ چونک گئی۔ "آہ، میں تو بھیگ جاؤں گی۔"

"کوئی بات نہیں ڈیئر چلی آؤ۔" میں نے کہا اور اُسے لے کر پارکنگ لاٹ پر آ گیا۔ پھر میں کاروں میں جھانکتا رہا۔ ایک کار کے دروازے لاک نہیں تھے۔ میں نے دروازہ کھول کر اُسے پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا اور پھر اس طرح عقب سے گھوما، جیسے دوسری طرف آنا چاہتا ہوں لیکن پھر کاروں کے عقب میں ہوتا ہوا چھپتا ہوا واپس آ گیا۔ اس سے زیادہ دوستی ممکن نہیں تھی۔

کمرے میں آ کر دوبارہ لباس تبدیل کیا۔ دروازہ پہلے ہی بند کر دیا تھا۔ تاش کی گڈی نکالی اور میز پر کہنی ٹکا کر ایک پہلو کے بل دراز ہو گیا۔ تاش سامنے پھیلائے اور ان کا بغور جائزہ لینے لگا۔ پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں بڑبڑایا "خوب کھلونا دیا ہے بھئی۔"

دوسرے دن صبح کو بارش کا نشان بھی نہیں تھا۔ آسمان دھل کر صاف ہو گیا تھا اور بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔ ہوٹل چھوڑ دیا اور چل پڑا۔ ٹیکسیاں بدل بدل کر میں پیرس کی مختلف جگہوں کی سیر کرتا رہا اور یہ اندازہ بھی کرتا رہا تھا کہ کوئی میرے تعاقب میں ہے یا نہیں لیکن ہوٹل سے نکلنے کے بعد سے اس وقت تک ایسا کوئی احساس نہیں ہوا تھا، تعجب کی بات تھی۔

پھر میں [illegible] کے ایک ایسے اسٹور میں داخل ہو گیا جہاں سے میک اپ کا سامان مل سکتا تھا۔ میں نے اسٹور کا خوب اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میک اپ کے سلسلے کی ایسی چند چیزیں خریدی تھیں جنھیں ضرورت کے وقت فوری طور پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

استعمال کر کے شکل بدلی جا سکتی تھی۔ مخصوص قسم کے اسپرنگ، آنکھوں کے ٹپ بن، مونچھیں وغیرہ۔ یہ چیزیں جیبوں میں ٹھونس کر میں باہر نکل آیا۔ اب مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں شکل تبدیل کر سکوں۔

مارک سیلی کے علاقے میں مجھے جنجو سیلون کا سائن نظر آیا۔ یہاں ہر قسم کے باتھ وغیرہ کا انتظام تھا۔ میرے لیے اس سے عمدہ جگہ نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ میں اندر داخل ہو گیا۔ کلے باتھ، اسٹیم باتھ وغیرہ کے رسیا کافی تعداد میں موجود تھے۔ اٹینڈنٹ لڑکی نے میرا استقبال کیا اور مجھے تفصیل بتانے لگی۔ بہت کچھ تھا یہاں لیکن مجھے اِس میں سے کچھ درکار تھا اور اس کچھ کے حصول کے بعد میں اٹینڈنٹ کی رہنمائی میں حمام کی اس قطار کی جانب بڑھ گیا جس کی طرف میری رہنمائی کی گئی تھی۔ میری نگاہیں کلاک روم کے خانوں میں ٹنگے ہوئے ان لباسوں پر تھیں جن پر حمام کے نمبر کی پلیٹیں لگی ہوئی تھیں۔

اٹینڈنٹ مجھے چھوڑ کر چلی گئی اور میں لباس اتارنے لگا لیکن نہایت ہی ذہانت اور پھرتی سے میں نے ان خانوں پر نگاہ ڈال کر ایک ایسے لباس کا انتخاب کر لیا تھا جو میرے بدن پر بالکل فٹ آسکتا تھا۔ نگاہ بچا کر میں نے اپنا لباس اُس کی جگہ ٹانگ دیا اور وہ لباس اٹھا کر باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ اپنے لباس سے میں نے وہ تمام چیزیں نکال لی تھیں جنھیں میں نے بازار سے خریدا تھا اور ان کے علاوہ بھی جو کچھ موجود تھا، وہ بھی میں نے نکال لیا۔ ہاں اُس نئے لباس میں جو چیزیں موجود تھیں، وہ میں نے دیکھے بغیر اپنے لباس میں منتقل کر دیں۔ حمام میں جا کر غسل کرنے کے بجائے میں نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے چہرے پر باریک سی خوب صورت اسٹائل کی مونچھیں چپکائیں۔ ایک مسّا ٹھوڑی پر لگایا، پلکوں کے پپوٹوں پر جھلیاں چپکانے سے آنکھوں کی بناوٹ ہی تبدیل ہو گئی اور میں اس خوب صورت میک اپ کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر فلیٹ ہاتھوں میں لیا اور کوٹ بازو پر لٹکائے، باتھ روم سے باہر نکل آیا۔ اس دوران شاید اٹینڈنٹ وہاں آئی ہی نہیں تھی۔ میں باہر نکلا تو کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی، چونکہ یہاں ادائیگی وغیرہ پہلے ہی کر دی جاتی تھی اور لوگ اپنے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد ایک دوسرے راستے سے باہر نکل جاتے تھے۔ ان راستوں کی رہنمائی چھوٹے چھوٹے بورڈ کر رہے تھے۔

میں اطمینان سے باہر نکل آیا۔ تبدیل شدہ لباس کا انتخاب بلاشبہ بہترین تھا، کیونکہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ میرا لباس نہیں ہے، البتہ ایک بات کا خیال ضرور تھا اور وہ یہ کہ یہ لباس میرے لباس سے کہیں زیادہ قیمتی تھا اور لباس کے مالک کو تھوڑا سا خسارہ برداشت کرنا پڑا تھا۔ لیکن میں اپنی اس نئی ہیئت سے بالکل مطمئن تھا اگر یہاں تک مجھ پر نگاہ رکھی بھی گئی ہے تو مجھ پر نگاہ رکھنے والے اب اتنے ذہین بھی نہیں ہو سکتے کہ میری چال وغیرہ سے ہی مجھے پہچان لیں۔

کافی دور تک پیدل چلتا رہا، تقریباً ایک میل تک کا فاصلہ پیدل طے کیا، اس تصور کے تحت کہ اگر تعاقب کا شبہ ہو تو محتاط ہو جاؤں لیکن ابھی تک تعاقب کا کوئی احساس نہیں ہوا تھا، چنانچہ میں ایک بک اسٹال پر رک گیا، یہاں سے پیرس کے بارے میں تفصیلات کی کتاب خریدی، ہوٹلوں وغیرہ کے نام اور پتے بھی موجود تھے اس میں، اس کے بعد ایک چھوٹے سے پب کی جانب جا نکلا۔ پب میں بیٹھ کر میں نے اپنے لیے ایک مشروب طلب کیا اور کتاب کی ورق گردانی کرنے لگا۔ اس کے بعد میں نے ایک ہوٹل کا انتخاب کر لیا تھا۔

ایک ٹیکسی کر کے میں اس ہوٹل تک پہنچ گیا اور وہاں کیرون بل کے نام سے ایک کمرہ حاصل کرنے کے بعد اس میں فروکش ہو گیا۔ یہ کمرہ بھی خاصا عمدہ تھا، پیرس کے ہوٹل اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ نئے ہوٹل میں منتقل ہونے کے بعد مجھے بڑا سکون محسوس ہوا تھا، اب یہاں میں دُہری شخصیت اختیار کر گیا تھا۔ اگر تھوڑی سی ذہانت سے کام لیتا تو بلاشبہ اولیو ہاورڈ کی نگاہوں سے اوجھل ہو سکتا تھا۔ فی الوقت اپنے پرانے ہوٹل میں جانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہاں کوئی بھی چیز ایسی باقی نہیں تھی جو میرے لیے باعث ضرورت ہوتی، وہ تاش تک میں اپنے ساتھ لے آیا تھا، جنھیں پُراسرار طور پر میری جیب میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ اگر ہوٹل کی تلاشی بھی لی جاتی تو وہاں ان لوگوں کو کچھ دستیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے نہایت ذہانت سے یہ سب کچھ کیا تھا یہاں میں علی یار خان کی حیثیت سے تو محفوظ تھا لیکن دوسری حیثیت سے مقامی کاغذات میرے پاس موجود نہیں تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ذرا محتاط رہنا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی کئی شکلیں اختیار کروں گا اور بہت سے ہوٹلوں میں اپنے لیے کمرے بک کراؤں گا۔

بہرطور ابھی مجھے رقم وغیرہ کے سلسلے میں بھی کوئی پریشانی نہیں تھی اور اگر ہوئی بھی تو علی یار خان تو اپنی جون بدل ہی چکا ہے۔ رقم کے حصول کے لیے وہی مجرمانہ کارروائیاں کرنا پڑیں گی جو صورتِ حال کے مطابق ہوں گی۔

نئے ہوٹل میں، میں نے کافی وقت گزارا، کھانا وغیرہ کھایا اور پھر آرام کرنے لیٹ گیا۔ ذہن منصوبہ بندی میں مشغول تھا، اس کے ساتھ ساتھ پیرس سے متعلق وہ کتاب بھی زیرِ مطالعہ رہی تھی

جس میں تقریباً تمام جگہوں کی نشاندہی کر دی گئی تھی اور سیاحوں کے لیے یہ کتاب ایک اہم حیثیت رکھتی تھی۔ یہاں سے میں نے پیرس کے زیرِ زمین جرائم پیشہ اڈوں کے بارے میں بھی تھوڑی بہت معلومات حاصل کیں۔ حالانکہ مفصل انداز میں ان کی نشاندہی نہیں کی گئی تھی، لیکن سیاحوں کی سہولتوں کے خیال کے لیے ذرا دلچسپ انداز میں منشیات کے ان ٹھکانوں کی نشاندہی کی گئی تھی، جہاں ہر چیز مل سکتی تھی۔ انداز یوں تھا کہ سیاح اس طرف جا کر جرائم پیشہ افراد کے ہاتھوں پریشان نہ ہوں۔ میں اس دلچسپ تحریر پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا تھا، بہرطور اس نے میری رہنمائی کی تھی۔

شام ہوئی تو میں باہر نکل آیا اور اب مجھے آوارہ گردی کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا۔ دریائے سین کے کنارے کنارے رنگ رلیاں منانے والے عیاش طبع لوگ اپنی اپنی تفریحات میں مصروف تھے، میں وہاں سے ہوتا ہوا نائٹ کلبوں کے علاقے میں پہنچ گیا جہاں زندگی جاگ رہی تھی لیکن اس زندگی میں مجھے کوئی حصّہ لینا مقصود نہیں تھا بس سوچ رہا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اپنے لیے یہاں کوئی جگہ نکال ہی لوں گا۔

شاوُنس فلوریڈا نامی کلب کے سامنے رک کر میں نے وہ دلچسپ تحریریں پڑھیں۔

" انسان معصوم ہے۔ شیطان کا وجود کائنات کی تشخیص کے لیے ضروری تھا۔"

" پھول توڑنا منع ہے لیکن پھولوں کو مسلنا زندگی ہے۔"

اور پھر بہت سی احمقانہ اور بے سروپا تحریریں لکھ کر لوگوں کے تجسّس کو ابھارا گیا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ نشست حاصل کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی کیونکہ ہال میں تقریباً ایک ہزار مہمانوں کی گنجائش تھی۔ اندر موجود سپروائزر نے ٹکٹ کی [illegible] دیکھ کر میری سیٹ کی طرف رہنمائی کر دی۔ مدھم روشنی [illegible] میں نے اپنے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھا۔ ساٹھ سال سے زیادہ کی عمر کا ایک توانا اور سنجیدہ شکل بوڑھا تھا۔ خوب صورت لباس میں ملبوس۔ ہر طرح کے لوگ موجود تھے۔ ہال میں کچھ اور تاریکی پھیل گئی۔ آرکسٹرا کی دھنیں بدلنے لگی تھیں۔

قدیم پیرس کے مناظر پیش کیے گئے۔ اور پھر آہستہ آہستہ بدلنے لگے۔ قدیم و جدید کا فرق، یورپ کا گھناؤنا فلسفہ، شرمناک مناظر کی شکل میں پیش کیا جانے لگا۔ یہ جدّت تھی۔ گناہ کو گناہ ثابت کرنے کے بجائے اسے انسانی فطرت قرار دیا جا رہا تھا۔

بزرگ نے جھک کر کہا۔ "کیا یہ حقیقت ہے؟" میں نے چونک کر انھیں دیکھا اور برجستہ کہا۔

" آپ کا تجربہ کیا کہتا ہے؟"

" تھکے ہوئے ذہن خود کو ورغلاتے رہتے ہیں، سب خود کو بہلانے میں مصروف ہیں۔ سچ سے گریز کر رہے ہیں۔"

" اور آپ؟" میں نے پوچھا۔

" میں اس دور کے انسان کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" بڑے میاں نے سامنے رکھی ہوئی بوتل سے پیگ بھر لیا۔

" تمھیں یقیناً میری ضرورت ہے۔" خوشبو میں لپٹی ہوئی ایک دوشیزہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے میری طرف بڑھی۔

" نہیں۔ یہ صاحب تمھیں سمجھنا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا اور لڑکی کو بڑے میاں کی طرف بڑھا دیا۔

" آؤ آؤ، میں تمھیں جانتا ہوں میرے نزدیک بیٹھو۔ دُکھ کی کہانیاں سب کی سمجھ میں نہیں آتیں۔" بزرگ نے کہا اور اپنی پوتی کے برابر لڑکی کو اپنے قریب جگہ دے دی۔ پھر وہ اس کے دُکھ کی کہانیاں سمجھنے لگے اور اسے اپنا دکھ سمجھاتے رہے۔ نئی بوتل آگئی اور اُس نے ان دونوں کا دُکھ خود میں سمیٹ لیا۔ میں بے چین ہو گیا تھا۔ اس کے بعد وہاں سے اٹھ جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہا تھا۔

کلب کے باہر کی روشنیاں بند کر دی گئی تھیں۔ ہال کا پیٹ بھر گیا تھا اور اب اندر مزید لوگوں کی گنجائش نہیں تھی۔ میں ٹیکسی کی تلاش میں بھٹکنے لگا۔ قرب و جوار میں بے شمار کاریں کھڑی تھیں لیکن کوئی ٹیکسی نہیں نظر آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کچھ آگے بڑھ جاؤں۔ چنانچہ پیدل چل پڑا۔

دن کو آسمان صاف رہا تھا لیکن سرِشام پھر بادل امڈ آئے تھے اور اس وقت آسمان کی چھت بالکل سیاہ تھی۔ کافی فاصلے پر ایک ٹیکسی رُکی اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ ٹیکسی سے تھوڑے فاصلے پر ایک لڑکی اندھیرے میں کھڑی تھی۔ وہ بھی ٹیکسی کی طرف بڑھی لیکن اس سے قبل میں ٹیکسی کے پاس پہنچ گیا تھا۔ جونہی میں نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا، لڑکی میرے پاس آگئی۔

" پلیز! مجھے بھی ٹیکسی کی ضرورت ہے۔" اُس کی آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ لیکن یہ آواز میرے ذہن میں سنسنی پیدا کیے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔ میں نے آنکھیں پھاڑ کر اُسے دیکھا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔

وہ تہذیب ہی تھی لیکن بہت بُرے حال میں، شاید اس نے ضرورت سے زیادہ چڑھا رکھی تھی۔

" کوئی بات نہیں۔ ہم دونوں اپنی ضرورت پوری کر سکتے ہیں۔" میں نے کہا اور اُسے ٹیکسی میں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔

"اوہ جم! میرے خدا یہ تم ہو۔ خوب ملے۔ آؤ اندر آؤ۔" تہذیب نے کہا۔ اور میں اندر بیٹھ گیا۔ وہ نشے میں معدوم ہوتی [illegible]

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ڈرائیور نے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھادی۔

"کہاں چلوں؟" اُس نے پوچھا۔

"سان ترسے۔" تہذیب جلدی سے بول پڑی۔ میں خاموش رہا تھا۔

ٹیکسی برق رفتاری سے روشن اور تاریک سڑکیں طے کرتی رہی۔ اندر تاریکی تھی اس لیے تہذیب کی شکل نمایاں نہ ہوئی لیکن ایک بار جب ٹیکسی تیز روشنی کے درمیان سے گزری تو میں اس کی شکل دیکھنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ لیکن اب میں اُچھل پڑا تھا۔ تہذیب زخمی تھی، اس کی ناک سو۔جی ہوئی تھی، رخساروں پر نشان تھے، بال... بھی سینچے ہوئے تھے۔ لباس بھی کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ وہ نشے کے عالم میں نہیں تھی بلکہ زخمی تھی۔ ڈرائیور کی موجودگی میں کوئی سوال یا حرکت مناسب نہیں تھی، اس لیے میں خاموش رہا۔ لیکن اب اس پُراسرار لڑکی کے بارے میں ذہن میں شدید تجسس جاگ اٹھا تھا۔

بقیہ سفر خاموشی سے طے ہوا۔ ڈرائیور سان ترسے کے علاقے میں داخل ہوگیا تھا۔ اُس نے کہا "کس طرف میڈم؟"

"وہ سامنے، کیری پان کے سامنے روک دو۔" تہذیب بولی اور ڈرائیور نے ٹیکسی مطلوبہ جگہ روک دی۔ "آؤ جم!" تہذیب بولی اور میں نے نیچے اُتر کر بل ادا کردیا۔ ٹیکسی جب آگے بڑھ گئی تو تہذیب کی آواز اُبھری۔

"شریف آدمی کیا تم میری کچھ مدد کرسکتے ہو؟"

"ضرور، ضرور۔ کہو؟"

"مجھے سامنے والی بلڈنگ کے پاس پہنچا دو۔ میرا پاؤں زخمی ہے ورنہ میں تمھیں تکلیف نہ دیتی۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا۔ وہ لنگڑا کر چل رہی تھی۔ میں اسے سہارا دے کر آگے بڑھا رہا تھا۔ میں نے کہا "ٹیکسی اتنی دُور رکوانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اوہ... وہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ یہ ٹیکسی ڈرائیور بڑے کمینے ہوتے ہیں۔ اگر میں زخمی نہ ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی لیکن اس شکل میں ڈرائیور مجھے لوٹ بھی سکتا تھا۔"

"اسی لیے تم نے مجھے جم کے نام سے پکارا تھا؟"

"ہاں سوری۔ میں چاہتی تھی، وہ مجھے تنہا نہ سمجھے۔" تہذیب نے جواب دیا۔ میں اُسے سنبھالے ہوئے سامنے والی بلڈنگ کے پاس پہنچ گیا۔ عمدہ رہائشی فلیٹ تھے۔ ہال میں پہنچ کر اُس نے میرا شکریہ ادا کیا۔ "اب میں چلی جاؤں گی۔"

"کونسی منزل پہ جاؤ گی، میں چھوڑ دوں؟"

"نہیں بس شکریہ۔" اُس نے کہا اور لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر برق رفتاری سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر جانے لگا۔

لفٹ تیسری منزل پر رُکی تھی۔ میں جس وقت اوپر پہنچا، وہ اُسی طرح لنگڑاتے ہوئے راہداری میں آگے بڑھ رہی تھی۔ سخت تکلیف میں معلوم ہوتی تھی۔ میں ستونوں کی آڑ لے کر آگے بڑھتا رہا۔ پھر وہ ایک فلیٹ کے دروازے کے سامنے رُکی اور لباس سے چابی نکال کر تالا کھولنے لگی۔ "تنہا ہے!" میں نے گہری سانس لے کر سوچا اور برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا پھر جونہی وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی، میں بھی لپک کر اندر گھس گیا تھا۔

وہ بُری طرح گھبرا گئی تھی۔ پھر اُس نے حیرت سے کہا "تم!"

"ہاں ڈیئر! تمھیں اس طرح چھوڑنے کو جی نہیں چاہا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی روشنی کردی تھی۔ اور اب میں اس کی شکل دیکھ سکتا تھا۔ ایک لمحے میں، میں نے اس کی آنکھوں میں کئی رنگ دیکھے پھر وہ مسکرادی۔

"دروازہ بند کردو۔"

"او کے۔" میں نے دروازہ بند کر کے اس کی طرف دیکھا۔

"وہ سامنے ڈرائنگ روم ہے۔ مجھے سہارا دو۔" وہ بولی۔

میں اُسے لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوگیا۔ اُس کی سانسیں بوجھل ہو رہی تھی۔

"مدد کرنے آئے ہو تو کچھ تکلیفیں بھی اُٹھانا پڑیں گی۔"

"حاضر ہوں، کہو؟"

"میرا حلیہ دیکھ رہے ہو۔ میں سخت زخمی ہوں۔ اس دروازے کے برابر والے دروازے کو کھول کر اندر جاؤ۔ سامنے بار ہے، میرے لیے برانڈی، اپنے لیے جو دل چاہے لے آؤ اور ہاں... بلاؤن رنگ کی الماری میں فرسٹ ایڈ باکس ہے، وہ بھی لے آؤ۔ پلیز۔" اس کا لہجہ التجا آمیز تھا۔

میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا تھا اور پھر میں ڈرائنگ روم سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا اور مطلوبہ چیزیں لے کر واپس پہنچ گیا۔ برانڈی کی بوتل سے میں نے اس کے لیے برانڈی انڈیلی اور گلاس اسے پیش کردیا۔

"اپنے لیے کچھ نہیں لائے؟"

"کچھ نہیں... اپنے زخم دکھاؤ۔"

"یوں تو سارا جو کھٹا ہی بگڑا ہوا ہے لیکن پاؤں... میرا خیال ہے ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔" اُس نے بایاں پاؤں آگے بڑھا دیا اور میں فرش پر بیٹھ کر اس کا پاؤں دیکھنے لگا۔

"ہڈی نہیں ٹوٹی ٹخنا اُکھڑ گیا ہے۔ تھوڑی سی ہمت کروگی؟"

"کیا مطلب؟"

"میں ابھی ٹھیک کردوں گا۔"

"کردو۔" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے اس کے پاؤں کا انگوٹھا اور ایڑی پکڑ لی پھر ایک زوردار جھٹکا دیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ تڑپ اُٹھے گی لیکن اُس نے آواز بھی نہیں نکالی تھی۔ البتہ برانڈی کا پورا گلاس وہ خالی کرگئی تھی۔

"پاؤں زمین پر رکھ کر اس پر وزن ڈالو۔" میں نے کہا اور سہارے کے لیے اپنا کندھا پیش کردیا۔

وہ میرے کندھے کا سہارا لے کر کھڑی ہوگئی۔ اور پھر حیرت زدہ انداز میں مسکرا کر بولی "حیرت انگیز!"

"کیا کیفیت ہے؟"

"تکلیف ضرور ہے لیکن... لیکن حیرت انگیز طور پر ٹھیک ہوگئی ہوں۔" اُس نے جواب دیا۔

"دو چار قدم چلو۔" میں نے کہا اور وہ فرش پر آہستہ آہستہ آگے بڑھ گئی۔

"کمال ہے! مسیحا ہو تم میرے لیے۔" اس نے واپس آکر صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

میں اس کے چہرے کی جانب متوجہ ہوگیا تھا۔ اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال پیچھے کیے اور میں اس کے چہرے پر لگے ہوئے زخم دیکھنے لگا۔ پھر میں نے فرسٹ ایڈ باکس میں سے شیشیاں نکال نکال کر دیکھنا شروع کیں۔ ایک پلاستر بھی نظر آیا جو درد کھینچنے کے لیے تھا۔ میں نے پلاستر کی ایک چوڑی پٹی پھاڑ کر اُس کے پاؤں پر لگائی اور پھر اس کا چہرہ صاف کرنے لگا۔ ایک دو جگہ ٹیپ چپکائے اور ایک دو جگہ صرف لوشن لگایا۔ وہ خاموشی سے میری کارروائی دیکھ رہی تھی۔

جب میں اپنا کام ختم کر کے شیشیاں وغیرہ سمیٹ چکا تو وہ مسکراتے ہوئے مجھے دیکھنے لگی، پھر بولی "ڈاکٹر ہو؟"

"اس وقت بن گیا ہوں۔"

"نہیں، تمھاری معلومات اس سلسلے میں بہت وسیع ہیں۔ وہی چیزیں استعمال کی ہیں تم نے میرے ان زخموں پر جن کی ضرورت ہو سکتی تھی۔ اب یہ بتاؤ، میں تمھاری کیا خدمت کروں؟" اس نے پوچھا اور میں ایک صوفے پر بیٹھ کر گہری نگاہوں سے اُس کی شکل دیکھنے لگا۔

"تم خوب سمجھتی ہو ہنی۔"

وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہو کر میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی "سُنو! میں تمھیں دھوکا دے سکتی تھی لیکن کسی احسان کرنے والے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ میں زخمی تھی اور مجھے ٹیکسی کی شدید ضرورت تھی۔ میں چند قدم بھی نہیں چل سکتی تھی۔ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے اور اس احسان کے صلے... لیکن پہلے ایک بات بتادوں تمھیں اپنے بارے میں... کہ میں غلط لڑکی نہیں ہوں۔ کسی غلط بات کی توقع مت کرنا۔"

"او ہو ہو۔ پھر میری اتنی محنت کا مجھے کیا صلہ ملے گا؟"

"میں نے کہا نا، اگر تم برائی ہی چاہتے ہو تو بھلا اس کی کیا کمی ہے۔ میں ایک اچھے خاندان کی شریف لڑکی ہوں اس لیے ایسی کوئی حرکت مت کرنا جو تمھارے لیے نقصان دہ ہو۔" وہ بولی۔

"میرے لیے کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ پھر تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکو گے۔"

"ارے ارے! ابھی تو تم مجھے اپنا مسیحا کہہ رہی تھیں اور اب میرے لیے عزرائیل بن رہی ہو۔"

"سنجیدہ ہو جاؤ، پلیز سنجیدہ ہو جاؤ۔ بہتر یہ ہے کہ اب واپس چلے جاؤ۔ اگر کچھ دیر بیٹھنا چاہتے ہو تو اچھے انسانوں کی طرح بیٹھ کر بات چیت کرو۔ میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو اور اس جگہ کیا کر رہے تھے۔ یقینی طور پر رات کے شکاری ہو گے اور مجھے کوئی غلط لڑکی سمجھ کر میری مدد پر آمادہ ہو گئے ہو گے۔ حالانکہ عام طور پر اس شہر میں یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ تم نے میرے ساتھ جو دوستانہ سلوک کیا ہے اُسے اپنے دل میں لیے ہوئے واپس چلے جاؤ اور سوچنا کہ کوئی اچھا کام کیا۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات؟"

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے کہا "مگر... مگر میں تو یہی سمجھا تھا کہ تم..."

"ہاں، تمھارا سمجھنا ٹھیک تھا، میں اس وقت ایسی ہی حالت میں تھی لیکن ایسی بات تھی نہیں۔"

"اچھا چلو ٹھیک ہے، یہ خیال ذہن سے نکال دو لیکن کچھ دیر تم سے گفتگو تو کرسکتا ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ساری رات رہ سکتے ہو یہاں، تم نے میرے اوپر معمولی احسان نہیں کیا ہے۔" اس نے کہا اور پھر صوفے کے پیچھے سے ہاتھ لے جا کر آگے لائی تو اُس کے ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا۔

"اس پستول میں چھ گولیاں ہیں، ڈرائنگ روم میں ہی موجود تھا۔ میں نے اسے تمھارے لیے حاصل کیا ہے، تاکہ تمھیں راہِ راست پر لانے میں کوئی دِقت نہ ہو لیکن خدا کا شکر ہے کہ مجھے اس کا استعمال نہیں کرنا پڑے گا۔"

میں گہری نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ زیادہ ہی عجیب معلوم ہوتی تھی پھر میں نے گردن جھٹک کر سر ہلاتے ہوئے کہا "لیکن اس کے بارے میں تم نے مجھے بتا کر اچھا نہیں کیا۔ اب میں تم سے محتاط ہو جاؤں گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں۔ اس سے مجھے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور تم بھی کوئی فائدہ نہ اُٹھا سکو گے۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"بے کار ہے تمہارے لیے، تمہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔" وہ بولی۔

"ممکن ہے میں اس سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ اچھا خیر چھوڑو، یہ بتاؤ یہ سب ہوا کیا، یہ زخم کیسے لگے، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کچھ لوگوں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہو؟"

"ہاں ایسی ہی بات تھی۔"

"کون لوگ تھے وہ؟"

"کچھ جرائم پیشہ افراد جو مجھے دولت مند سمجھ کر لوٹنا چاہتے تھے۔"

"مجھے ان کے بارے میں بتاؤ، سب کو ٹھیک کر دوں گا۔"

"میں خود انھیں ٹھیک کر لوں گی۔ تم شراب تو لو۔ اپنے لیے کچھ نہیں لائے۔"

"جو کچھ میں پیتا ہوں، وہ اس وقت تم پلا نہیں سکتیں۔"

"وہ کیا؟" وہ چونک کر بولی۔

"کافی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یقین کرو، اب میں اُٹھ سکتی ہوں، تمہیں کافی ضرور پلاؤں گی۔" اس نے کہا اور میں بے اختیار بول اٹھا۔

"پلیز تہذیب! یقین کرو، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تو مذاق کیا تھا۔"

میں نے اُس کا نام لے کر اُسے پکارا تھا کیونکہ اس کا نام میرے ذہن میں تھا لیکن وہ سکتے میں رہ گئی تھی۔ اب وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے گھور رہی تھی۔ پھر اُس نے آہستہ سے کہا
"میں نے تمہیں اپنا نام تو نہیں بتایا تھا؟"

"بتایا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میں اتنی غائب دماغ نہیں ہوں۔" ایکبار پھر اس نے گود میں رکھا پستول اُٹھا لیا تھا۔ اب اس کی آنکھوں کی کیفیت بدل گئی تھی۔ میں نے اس طرح چہروں کے رنگ بدلتے نہیں دیکھے تھے۔ گرگٹ کے بارے میں سنا تھا لیکن اس میں بھی اس قدر جلد اتنی تبدیلی پیدا نہ ہوتی ہوگی جتنی اس لڑکی میں پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے حسین چہرے پر سفاکی دوڑ گئی تھی۔ پھر اس نے پستول سیدھا کرتے ہوئے کہا۔ "اپنے ہاتھ بدن سے دور رکھ کر پر نگاہ دوڑاؤ۔ یہ ساؤنڈ پروف ہے۔"

"اور میں بلٹ پروف ہوں۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم؟"

"نام پوچھ رہی ہو یا..."

"میرا نام کیسے جانتے ہو؟ کیا تم میرا تعاقب کر رہے تھے؟ کیا تمہارا تعلق "کے" سے ہے؟"

"نہیں۔ خادم "زیڈ" سے تعلق رکھتا ہے جس کے بعد کچھ بھی نہیں ہے۔" میں نے اُسے اور پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا اور چہرے سے میک اپ اتار دیا۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ جب میری اصلی شکل نمایاں ہوئی تو وہ دیوانہ وار کھڑی ہو گئی۔ پاؤں وغیرہ کی تکلیف وہ ایکدم فراموش کر بیٹھی تھی۔

"تم... علی! میرے خدا تم! مگر یہ میک اپ... اور... علی یہ تم ہی ہو؟"

"اتنی حیرت ہوئی ہے مجھے دیکھ کر؟"

"دماغ جھنجھنا کر رہ گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے علی کہ تم بھی کوئی خاص چیز ہو۔ اب تو تمہارے بارے میں کچھ اور بھی سوچنا پڑے گا۔ یقین کرو تمہیں دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی ہے کہ بیان نہیں کر سکتی!"

"عجیب و غریب لڑکی ہو۔ کسٹم ہال میں داخل ہوتے وقت تو تم نے مجھے اس طرح نظر انداز کر دیا تھا جیسے..."

"علی... مسلمان ہوں، خدا کی قسم سچ کہہ رہی ہوں کہ کسی طرح تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ہوں۔ لو یہ پستول سنبھالو۔ کوئی غلط بات کروں تو گولی مار دینا۔ بس میرے ایک سوال کا جواب دے دو۔" اُس نے اردو میں کہا۔

"ہوں... بولو۔"

"تمہارا سامان کہاں ہے؟ اور پرانا لباس؟" اُس نے کہا۔

میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر تاش کی گڈی نکال لی۔ پھر اُس کے سامنے اچھالتے ہوئے کہا۔ "میرے سامان میں تمہیں اس کے علاوہ کسی اور چیز سے دلچسپی نہیں ہو سکتی۔"

اُس نے جھپٹ کر گڈی مجھ سے لے لی۔ اُسے مخصوص انداز میں پھیلا کر دیکھا اور گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی۔ "تم نے میرے زخموں کا علاج ہی نہیں کیا، نئی زندگی بھی دی ہے مجھے۔" میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

"یہ گڈی تم نے میرے لباس میں رکھی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" وہ سر کو جنبش دیتے ہوئے بولی۔

"کیا ہے یہ؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک بہت بڑے آدمی کی امانت۔ اتنی بڑی چیز کہ... اس کے لیے درجنوں خون کیے جا سکتے ہیں۔"

"ایسی کیا بات ہے اس میں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم کون ہو علی! مجھے اپنے بارے میں تفصیل سے بتاؤ، دیکھو تم نے میرے اوپر اتنا بڑا احسان کیا ہے کہ میرا رُواں رُواں تمھارا شکرگزار ہے۔ میں تمھیں اس احسان کا بدلہ دوں گی علی! یقین کرو، پورے خلوص سے یہ سب کہہ رہی ہوں، اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔"

"غالباً تاش نما کارڈز کی یہ گڈی تم کسٹمز کے حکام سے چھپانا چاہتی تھیں؟"

"نہیں، ان لوگوں سے جنھوں نے بڑی دیدہ دلیری سے مجھے ایئرپورٹ سے اغوا کرلیا تھا اور اس کے بعد انھوں نے میری یہ درگت بنائی صرف اسی گڈی کے حصول کے لیے لیکن... چوک گئے کمبخت، میں نے ان چاروں کو کُتے کی موت ماردیا۔"

"قتل کردیا تم نے انھیں!" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، مجبوری تھی۔" وہ بے پروائی سے بولی۔ "میں انھیں قتل کرکے ہی فرار ہوئی تھی۔ یہ زخم انھوں نے ہی لگائے ہیں، اذیتیں دے رہے تھے مجھے اور پاؤں کی یہ چوٹ، بلندی سے کودنے کی وجہ سے ہے۔"

"اتنی خوب صورت! اتنی خطرناک!"

"تم میرے پیچھے کیوں پڑ رہے تھے؟"

"بعض اوقات تہذیب... انسان نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کرتا ہے جو اس کے لیے شدید نقصان دِہ ہوسکتا ہے۔ اب میرے ایک سوال کا جواب دو۔"

"ہوں ضرور، کہو۔"

"اولیو ہاورڈ کی نمائندہ ہو؟"

"کون ہاورڈ؟"

"تمھارے خلوص کی حد جاننا چاہتا ہوں تہذیب، سچ بولنا تمھارے لیے خطرناک ہے تو تمھاری مرضی، میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا۔"

"کون اولیو ہاورڈ؟" اُس نے پھر اپنا جملہ دُہرایا۔

"امریکن سی آئی اے کا ایک یہودی افسر۔" میں نے اُسے گھورتے ہوئے کہا اور تہذیب چونک پڑی۔ وہ چند لمحے خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

"اس سے تمھارا کیا تعلق ہے؟"

"یہی سوال میں نے تم سے کیا ہے تہذیب۔"

"تمھارا خیال ہے کہ میں سی آئی اے کی رکن ہوں؟"

"میرا خیال ہے کہ تم اولیو ہاورڈ کی نمائندہ ہو۔ اور اُسی کی طرف سے مجھ پر تعینات کی گئی ہو۔"

"سی آئی اے یا اولیو ہاورڈ سے تمھارا کوئی چکر چل رہا ہے؟ کیا وہ لوگ تمھارے پیچھے ہیں؟ ٹھہرو، پہلے ایک بات سُن لو علی! نہ تو میں سی آئی اے کی نمائندہ ہوں اور نہ اولیو ہاورڈ سے میرا کوئی تعلق ہے۔ ہاں، میں اس شیطان یہودی سے واقف ضرور ہوں بلکہ ٹانگانیکا میں ایک بار ہمارا اس سے سابقہ پڑ چکا ہے اور اس کی وجہ سے ہمیں زبردست نقصان پہنچا ہے۔ میں ذاتی طور پر اس کی دشمن ہوں۔ خدا کی قسم علی! مذہب کے رشتے سے میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہی اور تم میرے محسن بھی ہو۔ یوں سمجھ لو کہ اگر ہاورڈ سے تمھاری کوئی دشمنی ہے تو میں اس کے خلاف تمھاری بھرپور مدد کروں گی۔ تمھیں یقین کرلینا چاہیے میری بات پر۔"

"تب تم کون ہو؟"

میرے اس سوال پر تہذیب کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "ایک بین الاقوامی تنظیم کی رکن ہوں جو ساری دنیا میں کام کرتی ہے۔ تم نے گرین پول کا نام سُنا ہے؟"

"اتفاق سے نہیں۔"

"اینٹی مافیا تنظیم ہے۔ ہم لوگ مافیا کے راستے کاٹتے ہیں، اعلیٰ سطح پر کام کرتے ہیں۔ جہاں مافیا کے قدم ہوتے ہیں وہاں ہم پہنچ جاتے ہیں۔ یہ چکر بھی ایسا ہی ہے۔ میں نے تمھیں اپنی جو کہانی سنائی تھی، وہ سچ تھی علی۔ میرے والدین مافیا کا شکار ہوئے تھے۔ گرین پول نے میری پرورش کی اور مجھے تربیت دی۔ اب میں اسی کے لیے کام کرتی ہوں۔ موجودہ معاملہ بھی گرین پول کا ہی ہے۔ کارڈز کی یہ گڈی ایک بہت بڑے آدمی سے تعلق رکھتی ہے اور میرے لیے بےحد ضروری تھی۔ مجھے اطلاع مل چکی تھی کہ پیرس ایئرپورٹ پر ہمارے مخالف لوگ مجھ سے ٹکرائیں گے۔ کسٹمز کے حکّام کو دھوکا دینا کونسا مشکل کام تھا، اصل مسئلہ تو ان لوگوں کا تھا۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ اگر میں چاہتی تو وہ مجھے اغوا کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے تھے مگر میں نے صرف ان کا شبہ خود پر سے ہٹانے کے لیے انھیں کامیاب ہونے کا موقع دیا لیکن ایک چُوک ہوگئی تھی، میں یہ نہیں پوچھ سکی تھی تم سے کہ پیرس میں تمھارا قیام کہاں ہوگا۔ کچھ اُلجھی ہوئی تھی چنانچہ ان لوگوں کی تحویل میں، کر مجھے اپنی شدید غلطی کا احساس ہوا اور میں اسی خوف سے لرزتی رہی کہ اگر تم کہیں غائب ہوگئے اور مجھے نہ ملے تو کیا ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ میں ان سے مار کھا گئی۔ ان کم بختوں کو میرے بارے میں جو اطلاعات ملی تھیں وہ بھی انھی پہ جمے ہوئے تھے، چنانچہ انھوں نے کارڈز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے مجھ پر شدید تشدد کیا اور جب صورت حال ناقابلِ برداشت ہوگئی تو میں نے انھیں قتل کردیا۔"

میں متحیرانہ انداز میں تہذیب کی یہ گفتگو سن رہا تھا، یہ حسین لڑکی اس قدر خطرناک ہوگی، اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ بھی سچ تھا کہ میں نے گرین پول کا نام اس سے پہلے نہیں سنا تھا، اگر وہ سچ کہہ رہی ہے تو یہ تو میرے لیے انتہائی دل خوش کُن بات تھی جو تصوّر اور جو خیالات میرے ذہن میں موجود تھے، یہ لڑکی ان کے سلسلے میں میری بہترین معاون بن سکتی تھی۔ باقی رہا مسئلہ اولیو ہاورڈ کا تو اس نے خود کو مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھا تھا بلکہ اس خط کے ذریعے ان تمام باتوں کا اعتراف کرلیا تھا کہ تنظیم کو برگشتہ کرنے میں اس کا ہاتھ تھا اور اب وہ مجھے پیرس لاکر اپنی مرضی کے مطابق کام لینا چاہتا تھا۔ اگر مجھے یہ سنہری موقع مل جائے اور کسی طرح گرین پول سے میرا تعلق قائم ہوجائے تو میں سمجھتا تھا کہ یہ میری خوش قسمتی کی انتہا ہوگی۔ چنانچہ لڑکی کو اپنے بارے میں بتانے میں میں نے عار محسوس نہ کی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"تہذیب! میں تمھاری شخصیت سے بے حد متاثر ہوا ہوں اور مجھے مسرت ہے کہ میں اتفاقیہ طور پر دوبارہ تم سے ٹکرا گیا اور تمھارے کام آیا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"مگر علی! میرا سوال تشنہ رہ گیا۔ اولیو ہاورڈ سے تمھارا کیا چکر چل رہا ہے؟ دیکھو میں نے تمھیں اپنے بارے میں سب کچھ بتادیا، یہ میرے اعتماد کی نشانی ہے، تم بھی اپنے آپ کو مجھ سے مت چھپاؤ اور اطمینان رکھو، تمھیں میری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"نہیں تہذیب! میں خود کو تم سے چھپانا نہیں چاہتا، میری کہانی بلکہ میری مختصر کہانی یوں سمجھ لو کہ میں سان فرانسسکو میں برکلے یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتا تھا، قانون کا طالب علم تھا۔ ایک موقعے پر ایبرن ہال نامی جگہ پر جانکلا، جہاں یہودی اکابر لاف و گزاف میں مصروف تھے، تقریریں عربوں کے خلاف تھیں! اور اسی میں انھوں نے مذہب کو بھی شامل کرلیا تھا۔ جیسا کہ تمھیں بتا چکا ہوں، پاکستانی باشندہ ہوں، برائیوں کی دلدل میں پھنسا ہوا ایک گنہگار شخص، لیکن مذہب کے بارے میں اُلٹی سیدھی باتیں برداشت نہ کرسکا اور وہیں کھڑے ہوکر حقائق پر مبنی ایک تقریر کرڈالی جسے سن کر یہودی لابی میں کھلبلی مچ گئی اور بے شمار افراد میرے دشمن بن گئے۔ نتیجتاً تعلیم ادھوری چھوڑنا پڑی اور قتل و غارت گری کی دنیا میں اتر آیا۔ یہ شخص اولیو ہاورڈ یہودی ہونے کے ناتے خصوصاً میرے پیچھے لگا اور میں اسے چکمہ دے کر وہاں سے نکل آیا۔"

"اور اس کے بعد تم تنظیم آزادیٔ فلسطین میں شامل ہوگئے؟"

"ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی۔

"علی یار خان! تم وہی ہونا، جس نے سان فرانسسکو کے بیوک پر ایک نقشہ ترتیب دیا تھا اور اس میں دکھایا گیا تھا کہ فلسطین آزاد ہے اور اسرائیل خون میں ڈوبا ہوا ہے؟" تہذیب نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

"ہاں تہذیب، میں وہی علی یار خان ہوں۔"

"تم کیا سمجھتے ہو تمھارا یہ کارنامہ دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے؟ ہاں علی یار خان، نام سے میں تمھیں بے شک جانتی تھی بلکہ جس حلقے سے اس وقت میرا واسطہ ہے، وہ تمھارے اس کارنامے سے بے حد متاثر نظر آتا تھا اور کسی نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ تمھیں تلاش کرکے تمھاری مدد کی جائے۔ یقین کرو علی یار خان، اس وقت میں تمھارے بارے میں جان کر بے پناہ مسرور ہوئی ہوں، تم تنظیم آزادیٔ فلسطین کے رکن ہو، لیکن ہم تمھیں اس سے پہلے سے جانتے ہیں، ہم تمھارے بارے میں بہت کچھ گفتگو کرچکے ہیں۔"

تہذیب کے اس انکشاف سے مجھے بےحد خوشی ہوئی تھی، پھر تہذیب نے پوچھا۔

"لیکن اولیو ہاورڈ اسی وقت سے تمھارے پیچھے ہے تو تنظیم اس سلسلے میں تمھارے ساتھ کیوں نہیں۔ میرا مقصد ہے کہ تم ان کے ساتھ مل کر کام کیوں نہیں کررہے ہو؟"

"لمبی کہانی ہے تہذیب۔ یوں سمجھ لو اولیو ہاورڈ میری زندگی کو اپنے وقار کا سوال بنا چکا ہے۔ میرے تفصیلی حالات تمھارے علم میں نہیں ہیں۔ گریوائل کا نام سُنا ہوگا تم نے؟"

"ہاں کیوں نہیں، اسپین کا وہ وحشت ناک قید خانہ جس میں ساری دنیا کے مجرم رکھے جاتے ہیں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"ہاں اسی کی بات کر رہا تھا میں۔ میں نے ایک طویل عرصہ ہاورڈ کی وجہ سے اسی قید خانے میں گزارا ہے پھر میں وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔"

"علی! میں تمھیں کافی پلاؤں گی۔ یقین کرو اب میں خود کو کافی بہتر محسوس کررہی ہوں۔ خدا کی قسم علی! جی خوش ہوگیا ہے۔ کیا شاندار آدمی ملا ہے۔ بس میں ابھی آئی۔" تہذیب نے کہا۔ اور میرے منع کرنے کے باوجود وہ لنگڑاتے ہوئے باہر نکل گئی۔

خوشی مجھے بھی تھی لیکن دل میں ایک وسوسہ بھی تھا۔ اگر یہ بھی ہاورڈ ہی کا کوئی حسین دھوکا ہوا تو...

وہ کافی بنالائی اور بڑے احترام سے مجھے پیش کرکے خود بھی ایک پیالی لے کر بیٹھ گئی۔ "تم گریوائل کے مفرور ہو۔ کیا [illegible] بات ہے!! اچھا پھر کیا ہوا آگے کہو۔" اس نے کہا اور اس کے بعد میں نے اُسے بقیہ کہانی بھی سنادی۔ سب کچھ بتادیا [illegible]۔ اس خط کے بارے میں بھی جو مجھے طیارے میں سفر کے [illegible] ملا تھا۔

"اوہ میرے خدا! میں واقعی اس وقت سوگئی تھی۔ مر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہ سوئی ہوتی تو شاید اس شخص کو دیکھ لیتی۔"
"میں بھی کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ مجھے اس کی امید نہیں تھی۔"
"تم مجھے ہاورڈ کی نمائندہ سمجھ رہے تھے؟" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔
"ہاں، میرے ذہن میں یہ خیال تھا۔" میں نے صاف دل سے اعتراف کیا۔
"اب بھی ہے علی؟"
"کسی حد تک۔"
"نکال دو ذہن سے یہ خیال۔ ہاورڈ نے تمھیں پیرس بلایا ہے۔ یہاں وہ تمھیں کسی جال میں پھنسانا چاہتا ہے لیکن علی! اطمینان رکھو، وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔ میں تمھیں گرین پول میں شمولیت کی پیشکش کرتی ہوں۔ حالانکہ علی... گرین پول میں شامل ہونے کے لیے بیس شرائط پوری کرنا ہوتی ہیں، بیس مراحل سے گزرنا ہوتا ہے لیکن میں تمھیں براہِ راست اس ادارے کی رکنیت دلوا سکتی ہوں۔ بولو کیا تم ہم میں شامل ہونا پسند کرو گے؟"
"کم از کم اتنی جلدی تو فیصلہ نہ کرو تہذیب، ایک آدھ مرحلے میں تو آزما لو۔"
"آزما لوں گی۔ تم پہلے یہ بتاؤ ہمارے ساتھ شامل ہونا پسند کرو گے؟"
"تہذیب! اس وقت میں ایک کٹی پتنگ کی مانند ہوں۔ جب تک زندگی ہے، ہاورڈ کے راستے کاٹتا رہوں گا۔ تنظیم کی پوزیشن میری نگاہوں میں صاف ہو گئی ہے لیکن اب اس میں واپسی میرے لیے ممکن نہیں۔ ہاں، یہ میرا عہد ہے کہ میں اس کے مفادات کے لیے جہاں بھی موقع ملا ضرور کام کروں گا۔"
"تمھاری اس کوشش میں کوئی مداخلت نہیں ہو گی بلکہ تمھیں گرین پول کی طرف سے مدد بھی ملے گی۔ گرین پول میں مجھے "تھری" کی حیثیت حاصل ہے۔ گرین پول میں کوئی اکائی نہیں ہے۔ یعنی کوئی "ون" یا سربراہ نہیں ہے۔ بس حالات کو سنبھالنے والے "ٹو" ہوتے ہیں جو دنیا کے مختلف ممالک میں رہتے ہیں۔ یہ ٹو بارہ ہوتے ہیں اور تھری عمل پوری دنیا میں ایک لاکھ بارہ ہزار تھری ہیں۔ ان میں سے ایک میں بھی ہوں۔ ہمیں کام کے لوگوں کو خود میں شامل کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور عموماً تمام اہم معاملات ہم ہی ڈیل کرتے ہیں۔ اس کیس میں مجھے اوّلیت حاصل ہے۔ اس سلسلے میں، میں تمھیں ایک مشورہ دے سکتی ہوں۔"
"کیا؟"
"پیرس میں ہاورڈ تمھیں خود لایا ہے تو اس نے تم پر نگاہ بھی رکھی ہو گی۔"
"امکانات تو اسی بات کے ہیں۔"
"کیا یہاں تک تمھارا تعاقب کیا گیا ہو گا؟"
"نہیں۔ میں نے ایک ایک کر کے انھیں چکما دے دیا ہے۔"
میرے ہونٹوں پر اچانک مسکراہٹ پھیل گئی۔
"ہاں۔ بشرطیکہ میں ہاورڈ کی نمائندہ نہ ہوں۔" تہذیب نے ایک طنزیہ مسکراہٹ سے کہا۔
"مجھے معاف کر دینا تہذیب۔" میں نے کہا۔
"نہیں۔ یہ تمھارے محتاط ہونے کی دلیل ہے۔ تم احمقوں کی طرح ایک لمحے میں متاثر نہیں ہوتے، ایسا ہونا چاہیے۔ بہر حال وقت اس کی تصدیق یا تردید کرے گا۔ میں سمجھتی ہوں اگر تم ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ تو ہاورڈ کو اس مقابلے میں مزہ آ جائے گا۔ شاید وہ اپنی خود اعتمادی بھول جائے گا۔ ایسے احمق لوگ اسی طرح مار کھاتے ہیں۔ اس نے تمھیں اس لیے آزاد چھوڑ دیا ہے کہ اب تم تنہا ہو۔ اس کا خیال ہے کہ وہ تمھیں کہیں سے برآمد کر لے گا۔ اس کی خود اعتمادی اس کے منہ پر جوتا بن جائے گی۔ تم ایک نئی شکل اختیار کر جاؤ گے۔"
"میں خود بھی یہی چاہتا تھا تہذیب۔ اگر تقدیر واقعی مجھ پر مہربان ہے تو ٹھیک ہے۔ میں تم پر اعتبار کرتا ہوں۔"
"گویا میری بات تمھیں منظور ہے؟" وہ مسرور لہجے میں بولی۔
"اب خلوصِ دل سے۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔
"کون سے ہوٹل میں قیام ہے تمھارا۔"
"دو ہوٹلوں میں کمرے ہیں۔"
"لعنت بھیجو سب پر۔ ہر چیز مہیا ہو جائے گی۔ اب کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے فٹ ہونے میں دو تین دن لگیں گے۔ میرے پاس ایک ہفتے کا وقت ہے۔ اس کے بعد ہم کام شروع کریں گے۔"
"ایک ہفتے کا وقت کس سلسلے میں ہے؟"
"ایک بہت بڑی شخصیت نے گرین پول سے سودا کیا ہے۔ ہمیں اس کے لیے کام کرنا ہے۔ ایک ہفتے کے بعد وہ شخصیت یہاں پیرس میں مجھ سے ملاقات کرے گی اور ہمیں ہمارا کام سونپ دیا جائے گا۔"
"یہ کارڈز...؟" میں نے سوال کیا۔
"یہ اسی کے لیے حاصل کیے گئے ہیں۔ ان میں ایک منصوبہ چھپا ہوا ہے جو اس شخصیت کے خلاف بنایا گیا ہے۔ ہمیں اس سازش کے خلاف کام کرنا ہے۔"
"میں تم پر متحیر ہوں تہذیب!"
"اور میں تم پر علی۔ طیارے میں دو بڑے سفر کرتے تھے
اور کسی کو معلوم نہیں تھا۔" تہذیب ہنس پڑی۔
"بڑی تم ہو تہذیب۔ میں تو اس وقت ایک بے حیثیت انسان ہوں۔" میں نے کہا۔
"ہاں، اسی بے حیثیت انسان نے اس وقت گرین پول کی "تھری" کی عزت بچائی ہے۔ اگر یہ کارڈز مجھے نہ ملتے اور تم ذہانت سے کام لے کر انھیں محفوظ نہ رکھتے تو یقین کرو علی! مجھے منہ چھپا کر یہاں سے جانا پڑتا اور گرین پول کی کارکردگی پر ایک بدنما داغ لگ جاتا۔ اور پھر تم نے ذاتی طور پر بھی مجھ پر احسان کیا ہے۔"
"یہ فلیٹ...؟" میں نے سوال کیا۔
"میرا ہی ہے۔"
"کیا پیرس میں تمھاری مستقل رہائش ہے؟"
"ہاں۔ عمر کا بیشتر حصہ یہاں گزارا ہے لیکن اور بھی بہت سے ملکوں کی شہریت ہے میرے پاس۔"
"گڈ!" میں نے تحسین آمیز انداز میں کہا۔
"کیا خیال ہے، آرام کیا جائے؟"
"ہاں۔ میں تمھیں زیادہ تکلیف نہیں دے سکتا۔ پاؤں کی تکلیف کا کیا حال ہے؟"
"بتدریج بہتر ہو رہا ہے۔ ویسے ایک آدھ دن ضرور لگ جائے گا۔ تمھارا بیڈ روم دوسری طرف ہے۔ دروازہ بند کر لینا اور لباس کا انتظام فی الحال کچھ نہیں ہو سکتا، وہاں چادر مل جائے گی تمھیں۔ سمجھ گئے نا۔"
"ہاں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ اور پھر ہم دونوں باہر نکل آئے۔ میں نے تہذیب کو ایک بیڈ روم میں چھوڑا اور خود دوسرے کمرے میں آ گیا۔ خوب صورت اور آراستہ بیڈ روم تھا۔ جوتے اتارے اور بستر پر دراز ہو گیا۔ فوری طور پر نیند آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ واقعات اتنے تیز اور عقل کو چکرا دینے والے تھے کہ دماغ ان سے چھٹکارا نہیں حاصل کر سکتا تھا۔ تہذیب کو کیا سمجھوں؟ کیا اس نے جو کچھ کہا ہے، وہ سچائی پر مبنی ہے؟ کیا واقعی وہ ہاورڈ کی نمائندہ نہیں ہے؟ اگر وہ سچی ہے تو یہ میری تقدیر کی ایک سنہری کروٹ ہے۔ لطف آ جائے گا اور اگر ہاورڈ نے یہ کوئی لمبا جال بچھایا ہے تو...؟
تین بجے تک جاگتا رہا اور پھر نیند آ گئی۔ صبح کو نو بجے جاگا تھا۔ ملحقہ غسل خانے میں جا کر غسل کیا اور باہر نکلا ہی تھا کہ تہذیب پر نگاہ پڑی: "حضور! ناشتا تیار ہے۔"
"تم نے کیوں تکلیف کی تہذیب!"
"کیا مطلب؟" وہ آنکھیں پٹ پٹا کر بولی۔
"ضرورت پڑنے پر میں یہ کام بھی کر لیتا ہوں۔"
"اوہ، تو پھر شریف مردوں کی طرح دوپہر کا کھانا پکا لینا۔" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ میں عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔
"آؤ بھئی، میں بھوک برداشت نہیں کر سکتی، چلو ناشتا کریں۔"
میں اُس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ دفعتاً میں نے چونک کر کہا۔ "ارے تہذیب! میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا تم اندر کیسے آ گئیں؟"
"بس یہ بدتہذیبی ہو ہی گئی لیکن یہ جاننے کے بعد کہ تم باتھ روم میں ہو۔"
"مطلب یہ... مطلب یہ..."
"حضور! دروازے کھڑکیاں کھولنا تو اپنا پیشہ ہے اور پھر اس فلیٹ کا تو معاملہ ہی ذرا مختلف ہے۔ دروازے پر کھڑے ہو کر کہو، کھل جا سم سم۔ تو دروازے کھل جاتے ہیں۔" اس نے خوش دلی سے کہا۔ اس کی ہنسی نے واقعی مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ اتنی دلکش ہنسی تھی کہ انسان گم ہو کر رہ جائے۔ ہنسی کی اس دلکشی سے شاید وہ خود بھی ناواقف تھی، ورنہ احتیاط سے اُسے خرچ کرتی۔ بہرحال ہم دونوں ڈائننگ روم کی طرف چل پڑے۔
ناشتے کی میز پر اچھی خاصی چیزیں موجود تھیں۔ میں نے شکایتی نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کم از کم اس وقت تو تمھیں یہ تکلف نہیں کرنا چاہیے تھا۔"
"اس وقت سے آپ کی کیا مراد ہے محترم علی یار خان؟" وہ شوخی سے بولی۔
"بھئی تمھارے پاؤں کی تکلیف کا کیا حال ہے؟"
"بھول گئی ہوں، کچھ یاد نہیں رہا اور یہی میری عادت ہے۔"
"ظاہر ہے، معمولی شخصیت تو نہیں ہے تمھاری۔"
"لیکن تمھاری آنکھیں یہ بتا رہی ہیں کہ ہم ابھی تک اعتماد نہیں حاصل کر سکے۔" تہذیب نے کہا۔
"میں نہیں سمجھا۔"
"جاگتے رہے ہو رات کو دیر تک، یقیناً سوچتے رہے ہو گے۔ اور اس سوچ میں یہ سوچ بھی ضرور شامل رہی ہو گی کہ کہیں اولیو ہاورڈ نے میری شکل میں کوئی بلا تو تمھارے اوپر مسلط نہیں کر دی اور میں تمھیں دھوکا تو نہیں دے رہی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تہذیب! اس موضوع کو نہ چھیڑو۔"

"چلیے صاحب، نہیں چھیڑتے، جلنے کی کوشش نہ کریں ہمارے پاس سے۔ اگر حالات بہت ہی زیادہ خراب ہوجائیں۔۔۔ تو ایک آدھ گولی وغیرہ چلادیں، چکّر ختم ہوجائے گا۔" اس نے کہا اور گردن جھکا کر ناشتے میں مصروف ہوگئی۔ جو کچھ اس نے مجھے اپنے بارے میں بتایا تھا، وہ اگر صحیح تھا تو اس کی شخصیت معمولی نہیں تھی لیکن ایک اہم ترین شخصیت کی مالک لڑکی اتنی معمولی سی لگتی تھی کہ اس پر خواہ مخواہ شبہ سا ہونے لگتا تھا۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد ہم ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔

"اب یہ دو تین دن تو مکھیاں مارتے ہوئے ہی گزریں گے۔" اُس نے کہا۔

"ایک بات بتاؤ تہذیب؟"

"ہاں پوچھو۔"

"گرین پول کے دوسرے رکن یہاں پیرس میں موجود نہیں ہیں؟"

"ان کی تعداد سو سے اوپر ہی ہوگی۔ کیوں؟" تہذیب نے سوال کیا۔

"میرا مطلب ہے کہ تم نے اُن سے رابطہ کیوں قائم نہیں کیا؟"

"ابھی اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اگر کوئی ضرورت ہوئی تو انھیں طلب کیا جاسکتا ہے۔"

"ان لوگوں کو تمھاری آمد کی اطلاع نہیں تھی۔ مطلب یہ کہ تم ائیرپورٹ پہ ان کی مدد حاصل کرسکتی تھیں۔"

"نہیں علی! ہم انھیں صرف اہم ضرورتوں پر استعمال کرتے ہیں اور پھر تمھری منظرِ عام پر نہیں آتے، میں خود کو ان پہ ظاہر نہیں کرسکتی۔"

"اگر یہاں کسی کو طلب کرنا ہو تو؟"

"اس کے لیے چند لوگ مخصوص ہیں جو یہاں اس جگہ تک آسکتے ہیں۔"

"بڑا پیچیدہ نظام ہے۔"

"ہاں ہے تو!" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولی۔ "ابھی یہاں ایک لڑکی آئے گی، بازار کھل جانے کے بعد۔ میں نے تمھارے لیے کچھ چیزیں منگوائی ہیں۔"

"اوہو۔۔۔ وہ کیا؟"

"لباس وغیرہ۔"

"میرا سائز۔۔۔؟" میں نے کہا۔

"ہماری نگاہ میں تھا۔" تہذیب بولی۔ اور میں نے صوفے سے ٹیک کر آنکھیں بند کرلیں۔

ساڑھے بارہ بجے دن کو فلیٹ کی بیل بجی اور میں نے جاکر دروازہ کھول دیا۔ درمیانے بدن کی ایک خشک سی شکل والی لڑکی نے چند پیکٹ میرے ہاتھ میں تھمائے اور کچھ کہے بغیر واپس مڑ گئی۔ میں بھی دروازہ بند کرکے واپس آگیا۔ غور کرنے پر بہت سی باتیں ذہن میں اُلجھاوے پیدا کرتی تھیں لیکن ان کا حل ابھی ملنا مشکل تھا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد ہی صورتِ حال سمجھ میں آسکتی تھی۔

میں نے وہ پیکٹ تہذیب کے سامنے لاکر رکھ دیے۔

"میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے جناب! سب آپ کے لیے ہے۔"

"یہاں پیرس میں اتنی عمدہ اُردو سُن کر تعجب ہوتا ہے۔"

"میں دنیا کی تیرہ زبانیں جانتی ہوں۔ اس کے علاوہ بلیک بیلٹ تھرڈ ڈان ہوں۔ ان چار خطرناک آدمیوں کو میں نے صرف ہاتھوں سے ختم کیا تھا!"

"حسین قاتلہ! اردو زبان کی شاعری تم پر سو فیصدی صادق آتی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد ہم دونوں گفتگو کرتے رہے۔ وہ مجھ سے گریوائلز کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتی رہی تھی۔ اور پھر اُس نے اپنی مہمات کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ بڑا عمدہ وقت گزر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس پر میرا اعتماد قائم ہوتا جارہا تھا۔

یہ پانچواں دن تھا۔ اس کا پاؤں بالکل ٹھیک ہوگیا تھا اور اب وہ مسلسل ورزش کرکے خود کو فٹ کررہی تھی۔ عام حالات میں بالکل عام لڑکی لگتی تھی۔ اس کے بارے میں جتنا غور کرتا، اتنی ہی حیرت بڑھتی جارہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ لڑکی میرے ذہن میں ایک مقام حاصل کرتی جارہی ہے۔

دوپہر کو دو بجے کے قریب بیل بجی اور وہ چونک پڑی پھر اس نے خود جاکر دروازہ کھولا۔ اور چند منٹ کے بعد واپس آگئی۔ وہ اب سنجیدہ تھی۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا تو وہ بولی "علی! کام کا وقت آگیا ہے۔ وہ شخصیت یہاں پہنچ گئی ہے جس کا مجھے انتظار تھا۔ تم تیار ہو؟"

"سو فیصدی۔" میں نے مستعدی سے کہا۔

"آج رات کو ہم اس سے ملاقات کررہے ہیں۔" وہ بولی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔ "تم میرے ساتھ ہوگے علی۔ دو چیزیں کسی کو مرعوب کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ کھلی آنکھیں اور کھلے ہاتھ۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔ آؤ میں اپنے ساتھیوں کو ہدایات دے دوں۔"

پہلی بار میں نے وہ ٹرانسمیٹر دیکھا جس پر تہذیب اپنے آدمیوں کو ہدایات دے رہی تھی۔ یہ ہدایات فرنچ زبان میں تھیں جسے میں سمجھتا تھا۔ اُس نے کچھ مخصوص علاقوں پر ان لوگوں کو تعینات کیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ وہاں سے گزرنے والی چیونٹی پر بھی نگاہ رکھی جائے

بات گول مول تھی۔ پوری تفصیل مجھے نہیں معلوم تھی لیکن میں نے تہذیب کو اس کیلیے مجبور نہیں کیا تھا اور انتظار کیا تھا کہ اگر وہ خود ہی کچھ بتائے تو ٹھیک ہے لیکن نہ جانے کیوں تہذیب نے بھی یہ جراءت نہیں کی تھی۔

بہت زیادہ احتیاط بعض اوقات بہت بڑی حماقت بن جاتی ہے۔ ہر چند کہ ذہن کی گہرائیوں میں یہ احساس موجود تھا کہ ممکن ہے تہذیب بھی ہاورڈ کی کوئی چال ہو۔ لیکن فی الحال اس کی کوئی کسوٹی نہیں تھی۔ یہ بات یقینی تھی کہ تہذیب میری ہی ہم مذہب تھی اور کم از کم اس نے اس سلسلے میں جھوٹ نہیں بولا تھا۔ گرین پول کے بارے میں اس سے قبل کچھ نہیں سنا تھا لیکن میں ان حالات میں بہت زیادہ معلومات بھی تو نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا جائے۔ تنظیم کے لیے دل میں جو عناد تھا، دور ہوچکا تھا۔ کم از کم بعد میں جو کچھ ہوا اور جس نے دل کو بہت دُکھ پہنچایا اس کے بارے میں بات صاف ہوگئی کہ وہ تنظیم کی طرف سے نہیں تھا۔ اس سے قبل کے خطرناک حالات بھی ہاورڈ کے پیدا کردہ تھے اور تنظیم کے افراد بھی فرشتہ تو نہیں تھے کہ ان کھلے معاملات کے باوجود میری طرف سے بدظن نہ ہوتے۔ اور پھر اتنی بڑی رقم میرے اکاؤنٹ میں موجود تھی جس کے حصول کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ ان حالات کی روشنی میں کوئی بھی عدالت مجھے مجرم قرار دیتی۔ بس دل کو ایک احساس اب بھی تھا، وہ یہ کہ انھیں مزید تحقیقات کرنا چاہیے تھی۔ میں نے اپنا مستقبل تاریک کیا تھا۔ اس مقصد کے لیے جو کچھ [illegible] تھا اس کا کوئی معاوضہ نہیں چاہا تھا۔ اس طرح میرا حق تھا کہ [illegible] ہی مجرم قرار نہ دیا جائے۔ آخر بعد میں بھی ان لوگوں نے [illegible] کے بارے میں سوچا تھا۔

تنظیم میں دوبارہ [illegible] کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ضروری بھی نہیں تھا۔ جو فیصلہ کیا تھا اسی پر اٹل تھا یعنی تنظیم کے معاملات کے لیے جو کچھ بھی سامنے آئے کر ڈالا جائے۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر۔

تہذیب ضروری کارروائیوں میں مصروف رہی تھی۔ اور میں نے اسے تنہا چھوڑ دیا تھا۔ زیادہ ٹوہ میں رہنا بھی مناسب نہیں تھا۔ ممکن ہے شک لگ جائے۔ ممکن ہے اولیو ہاورڈ کی یہ چال ناکام بنانے کے سلسلے میں گرین پول معاون ثابت ہو۔ کم از کم یہ کام تو ہو جائے گا۔ بشرطیکہ تہذیب ہاورڈ کی نمائندہ نہ ہو۔

وہ خود ہی مجھے تلاش کرتی ہوئی آئی تھی۔ "علی، یہاں بیٹھے کیا کررہے ہو؟"

"کچھ نہیں تہذیب۔"

"کچھ سوچ رہے ہو؟"

"انکار نہیں کروں گا۔ ہر تنہا آدمی کچھ نہ کچھ ضرور سوچتا ہے۔"

"کیا سوچ رہے تھے محترم؟" وہ میرے سامنے بیٹھ کر بولی۔

"احمقانہ باتیں۔"

"مثلاً؟"

"حماقتیں دوسروں کو بتائی تو نہیں جاتیں۔ اور پھر ایسی شکل میں جب انسان خود ہی انھیں حماقتیں تسلیم کرتا ہو۔"

"گمبھیر لہجہ ہے۔ ضرور کوئی خاص بات ہے۔"

"تم فارغ ہوگئیں آج کے پروگرام کے انتظامات سے؟"

"ہاں تقریباً۔"

"کس وقت جانا ہوگا؟"

"گیارہ بجے۔ پونے گیارہ بجے گھر سے نکلیں گے۔ فائنل پروگرام دس بجے ملے گا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا اور تہذیب مسکرادی۔

"بتاؤں کیا سوچ رہے تھے؟" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور میں سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ اُس نے آنکھیں بند کیں اور اسی طرح مسکراتے ہوئے بولی۔ "دو باتیں۔ نمبر ایک۔ یہ خیال ضرور تمھارے ذہن میں ہوگا کہ میں نے صرف اپنے طور پر تمھیں گرین پول میں شامل کرلیا اور اتنے اہم مشن میں اطمینان سے تمھیں شریک کرلیا۔ اس کی وجہ؟ کیوں علی، سچ بتانا یہ خیال ہے تمھارے ذہن میں؟"

"ہاں ہے۔"

"جیتے رہو۔ دوسری بات۔ یہ بھی سوچ رہے ہوگے کہ میں نے تمھیں صرف ایک مہرے کی حیثیت دی ہے ورنہ تمھیں اس شخصیت کے بارے میں ضرور بتاتی جس سے ہماری ملاقات ہورہی ہے۔"

"ہاں۔ اس بارے میں بھی سوچا ہے میں نے۔" میں نے جواب دیا۔

تہذیب کے ہونٹوں پر بدستور مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک حسین چمک تھی اور یہ محسوس نہیں ہوپاتا تھا کہ وہ میرے سلسلے میں کسی الجھن کا شکار ہے۔ میں مسلسل اس کی آنکھوں میں دیکھے جارہا تھا اور یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ وہ کس حد تک مجھ سے فریب کررہی ہے لیکن ایسا کوئی احساس مجھے نہیں ہوسکا۔

وہ چند لمحات سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

"تمھارے دونوں سوال بلاشبہ فطری ہیں کوئی بھی شخص یہ باتیں سوچ سکتا ہے، خاص طور سے میں نے ایک بہت بڑی تنظیم کا ذکر کیا ہے۔ ایسی تنظیموں میں لوگوں کو سالہا سال پرکھنے کے بعد شامل کیا جاتا ہے اور اس بات کا یقین کرلیا جاتا ہے کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کوئی شخص اتنی بڑی تنظیم میں شمولیت کے قابل ہے بھی یا نہیں۔
لیکن ڈیئر! تمہارے دونوں سوالوں کا جواب دینا میرا فرض ہے۔
علی یار خان! میں نے تمہیں اس نقشے کا حوالہ دیا تھا جو تم نے سان فرانسسکو میں ترتیب دیا تھا اور اس کے بعد امریکی پولیس کی نگاہوں سے بچ کر امریکا سے باہر نکل آئے تھے۔ ذاتی طور پر اگر کسی بھی وقت تنظیم نے تمہارے سلسلے میں جواب طلب کیا تو میں بڑے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ میں نے جس شخص کو اپنے ساتھ شامل کیا ہے وہ مکمل طور پر قابل اعتماد ہے اور اس پر پورا پورا بھروسا کیا جا سکتا ہے اور پھر جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ اس تنظیم کی تشکیل عام قسم کی تنظیموں سے ہٹ کر ہوئی ہے اس میں کوئی بھی "ون" نہیں ہے۔ "ٹو" ہے "تھری" ہے اور اس کے بعد دوسرا اسٹاف ہے۔ تھری کو یہ حقوق حاصل ہوتے ہیں کہ وہ اپنے طور پر اپنے مددگاروں کا انتخاب کرلے، عارضی یا مستقل۔ سو میں نے اپنا یہ حق استعمال کیا ہے اور تمہارے سلسلے میں اب مکمل طور پر میں ہی جواب دہ ہوں۔ کیا تمہیں اس بات سے کوئی اطمینان ہوا؟"

"ہاں۔ تہذیب! میں نے اس بات کو اتنے گہرے انداز میں نہیں سوچا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"اب رہی دوسری بات یعنی اس شخصیت کے بارے میں تو یہ بات بھی تنظیم کے زریں اصولوں میں شامل ہے کہ ہر ڈیپارٹمنٹ اپنا اپنا کام کرتا ہے مثلاً رابطہ ڈیپارٹمنٹ نے اس کام کو وصول کر کے سیلز ڈیپارٹمنٹ کے حوالے کر دیا۔ سیلز ڈیپارٹمنٹ نے اس سلسلے میں گرین پول کی طرف سے کاروباری گفتگو کی اور اس کے بعد یہ کیس پریکٹیکل ڈیپارٹمنٹ میں پہنچ گیا۔ جیسا کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ ہر ڈیپارٹمنٹ کے لیے ٹو اور تھری موجود ہیں۔ پریکٹیکل ڈیپارٹمنٹ نے اس سلسلے میں منصوبہ بندی کی اور اس کے بعد یہ کیس ایکشن ڈیپارٹمنٹ کے سپرد کر دیا گیا۔ میں ایکشن ڈیپارٹمنٹ کی تھری ہوں۔ ایکشن ڈیپارٹمنٹ نے یہ کام میرے سپرد کر دیا لیکن ہمارے لیے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ہم وقت سے پہلے پوری تفصیل جان لیں۔

تاش کی یہ گڈی مجھے اسی پُراسرار شخصیت کے حوالے کرنی ہے اس میں غالباً وہ منصوبہ موجود ہے جو اس کام کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ منصوبہ اس شخصیت کو پیش کر کے اس سے منظور کرایا جائے گا اور اگر وہ اس کی منظوری دے دے گی تو ہم اس پر عمل کریں گے۔ وہ شخصیت ہی ہمیں یہ بتائے گی کہ اس نے یہ منصوبہ منظور کیا یا نہیں اور اس کے بعد وہ ہمیں اپنے کام کی تفصیلات بتائے گی۔ دلچسپ بات یہ ہے ڈیئر علی کہ مجھے اس شخصیت کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔ ایک جگہ کی نشاندہی کی گئی ہے بس۔
اس جگہ پہ پہنچنے کے بعد مکمل حالات کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ہے۔ شاید تم اس تمام پروگرام کی افادیت پر غور کر سکتے ہو۔ اگر میں کسی کے ہاتھ پڑ جاتی یا فرض کرو تاش کی گڈی تم تک نہیں پہنچتی اور کسی اور کو مل جاتی تو نہ تو میں اس کے بارے میں جانتی تھی نہ کوئی اور۔ وہ لوگ بھی اس سے کوئی بڑا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے تھے، یہ دوسری بات ہے کہ تھوڑی بہت کوشش کرنے کے بعد وہ ماہرین سے تاش کی گڈی کا منصوبہ حاصل کر لیتے میرے بدن کی بوٹی بوٹی بھی کاٹ دی جاتی تو بھی میں اس منصوبے سے ان لوگوں کو آگاہ نہیں کر سکتی تھی گویا منصوبہ محفوظ تھا۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ میری تسلی ہو گئی لیکن ایک آدھ سوال اور ذہن میں آ گیا ہے۔"

"ہاں، پوچھو۔ ابھی وقت ہے ہمارے پاس۔"

"وہ شخصیت تاش کے اس پیغام کو کیسے پڑھ لے گی۔"

"اسے اس سلسلے میں طریقہ بتا دیا گیا ہے۔" تہذیب نے جواب دیا اور میں مسکرا اٹھا۔

"واقعی۔ یہ دونوں باتیں ہی میرے ذہن میں چبھ رہی تھیں تہذیب۔ اب تم مطمئن رہو میں تمہاری طرف سے ہر طرح کا بھروسا کر چکا ہوں اور اس سلسلے میں مزید کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ علی ہم دونوں مل کر کام کریں گے اس کیس سے ہمیں بڑے فائدے حاصل ہو سکتے ہیں اور میری خواہش ہے کہ اب تم سب سے بڑھ کر مجھ پر یقین کرو۔ نقصان نہیں پہنچاؤں گی تمہیں کسی بھی قیمت پر۔ کوئی اور ثبوت نہیں ہے میرے پاس اپنی سچائی کا بس جو کچھ کہہ رہی ہوں اس پر یقین کرو۔"

"تہذیب۔ یقین کرو آج کے بعد سے میں مکمل طور پر تم پر بھروسا کر رہا ہوں۔" یہ بات میں نے سچے دل اور خلوص کے ساتھ کہی تھی اور تہذیب کو بھی میری اس بات کا یقین آ گیا تھا۔

وقت مقررہ پر تہذیب مکمل تیاریوں کے بعد ایک کار میں بیٹھ کر چل پڑی۔ پُررونق سڑکوں سے گزرتے ہوئے ہم کیفے فرانوہا کے پاس پہنچ گئے۔ فرانوہا ایک خوبصورت اوپن ایئر ریسٹورنٹ تھا جو ایک چھوٹی سی جھیل کے کنارے بنایا گیا تھا اور اپنے خصوصی پروگراموں کے لیے بے حد مشہور تھا۔ اس وقت بھی اس کے طویل و سرسبز لان پر تمام میزیں بھری ہوئی تھیں درمیان میں چبوترے نما اسٹیج پر نیگروز کا ایک طائفہ مصروف رقص تھا۔ آرکسٹرا حسین موسیقی بکھیر رہا تھا۔

جن لوگوں کو نشستوں پہ جگہ نہیں مل سکی تھی وہ اپنی اپنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کاروں میں بیٹھے مشروبات اور فرانوہا کی خصوصی ڈشز سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ کچھ ایسے تھے جنھوں نے کار کے بونٹ پر ڈیرہ جما رکھا تھا۔ کوئی ترتیب نہیں تھی، غالباً ان پروگراموں کو بہت دلچسپی سے دیکھا جاتا تھا اور اسی وجہ سے یہ زبردست بھیڑ بھاڑ تھی۔

تہذیب نے اپنی کار عام کاروں سے ذرا ہٹ کر کھڑی کی تھی۔ پیلے رنگ کی ایک عظیم الشان لیموزین جس کی چھت کنورٹیبل تھی، ایک اور جگہ سے اسٹارٹ ہو کر ریورس ہوئی اور پھر ہماری کار کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

اس سے سفید چست پتلون اور سرخ جرسی میں ملبوس ایک پہلوان نما نیگرو نیچے اترا اور اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا ہمارے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ایک چھوٹا سا سفید کارڈ تہذیب کی طرف بڑھایا جس پر کوئی تحریر نہیں تھی بالکل سادہ کارڈ تھا اور اس پر صرف چند رنگین لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ میں نے بھی اس کارڈ کو بغور دیکھا لیکن میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ البتہ تہذیب اگنیشن سے چابی نکال کر نیچے اتر آئی اس نے مجھے بھی نیچے اترنے کا اشارہ کیا تھا۔

اس کارڈ میں کیا بات تھی، اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا لیکن یہ محسوس ہو رہا تھا کہ تہذیب اس کے بارے میں بخوبی جانتی ہے۔

نیگرو نے ہمیں لیموزین میں بیٹھنے کی پیش کش کی اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ تھوڑی دیر کے بعد لیموزین ایک شاندار عمارت میں داخل ہو رہی تھی، جس علاقے میں فرانوہا تھا وہ پیرس کا نواحی علاقہ سمجھا جاتا تھا اور یہ جھیل اسی علاقے میں تھی یہیں سے وہ سیدھی سڑک جاتی تھی جس نے ہمیں اس عمارت تک پہنچایا تھا۔ یہاں تک کا راستہ پُرسکون تھا لیکن نیگرو کو ہم نے محتاط دیکھا تھا۔ عمارت کے صدر گیٹ پر دو قوی ہیکل سفید فاموں نے ہمارا استقبال کیا اور گردن خم کر کے ہمیں اندر چلنے کی پیش کش کی۔ وہ ہمیں ساتھ لیے ہوئے عمارت کی تین راہداریوں سے گزرے اور پھر ایک بڑے دروازے کے سامنے رک گئے۔ ان میں سے ایک نے دروازہ کھولا اور ہمیں اندر جانے کا اشارہ کیا۔ ہم اندر پہنچ گئے، خاصا بڑا اور وسیع کمرہ تھا جسے بڑے اہتمام سے آراستہ کیا گیا تھا۔ فرش پر قیمتی قالین، بڑے بڑے صوفے، دیواروں کے تین کونوں پر بڑے بڑے مصوروں کی تصویریں آویزاں تھیں۔ ماحول بے حد حسین اور خوابناک تھا۔

ایک لمحے کے لیے یہ ماحول ذہن پر اثر انداز ہوتا تھا۔ بہت بڑے سیاہ رنگ کے ایک صوفے پر ایک طویل القامت سیاہ فام خوب صورت سلک کے گاؤن میں ملبوس بیٹھا ہوا تھا۔ صوفے کے عقب میں تین خدمت گزار لڑکیاں موجود تھیں۔

سامنے ہی شراب کے برتن میز پر سجے ہوئے تھے۔ بائیں ایک تنومند شخص بیٹھا ہوا تھا۔ جس کے گالوں پر بڑے بڑے گل تھے۔ شکل و صورت سے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کون سے تعلق رکھتا ہے لیکن مضبوط اور گٹھے ہوئے بدن کا آدمی سے تھوڑے فاصلے پر ایک جوان العمر عورت موجود تھی۔ لیکن نگرو تھی۔ بال بڑے خوب صورت انداز میں بندھے ہوئے شکل و صورت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

جونہی ہم اندر داخل ہوئے گٹھے ہوئے بدن والے شخ اپنی جگہ چھوڑ دی اور ہمیں ایک صوفے کی سمت اشارہ کرنے اور تہذیب اس طرف بڑھ گئے تھے لیکن اچانک ہی میری اس شخص کی ایک حرکت کی طرف اُٹھ گئی۔ وہ خوب صورت میں ملبوس تھا گلے میں ٹائی لگی ہوئی تھی اور ٹائی میں ایک خوبص پن لگی ہوئی تھی جس کا اوپری حصہ مخصوص ساخت کا تھا۔ بس اتفاقی طور پر یہ بات دیکھ لی تھی کہ ہمیں اس صوفے کی اشارہ کرتے وقت اس شخص نے ٹائی کی پن پر لگے ہوئے ایا خوب صورت پھول کو ایک سمت ہٹایا تھا اور اس کے ب پھول خود بخود اپنی جگہ آ گیا تھا۔

جب تہذیب صوفے پر بیٹھ گئی تو وہ سیدھا ہوا بار پھر اس کا ہاتھ اس انداز میں پن کی طرف بڑھا جیسے سنبھال رہا ہو لیکن میں نے پھول کو اپنی جگہ سے سرکتے اور اسی جگہ پہنچتے دیکھ لیا تھا۔ یہ بات میرے ذہن میں گئی اور تو کچھ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا سوائے اس کسی قسم کا کیمرہ تھا جو ہماری تصویریں لے رہا تھا۔

میں نے یہ بھی سوچا کہ ممکن ہے، یہ کارروائی اس کی طرف سے ہو جو ہمارے سامنے موجود تھی۔ البتہ میں ایک احساس کے تحت صوفے پر نہیں بیٹھا تھا بلکہ تہذیب کے سمت اس طرح کھڑا ہو گیا تھا جیسے میں تہذیب کے ما حیثیت رکھتا ہوں۔

تہذیب نے نہایت ذہانت سے کام لیتے ہوئے پر کسی قسم کی حیرت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ تب اس شخص ہماری طرف دیکھ کر ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاس میز پر رکھ دیا ایک دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"گرین پول تھری، کیا میں آپ کے نام سے واقف ہو

"تہذیب مانکہ اکیس۔" تہذیب نے جواب دیا اور بولی "میرے ساتھی منظر یار کو۔" تہذیب نے خود ہی میرا کر لیا تھا۔

"ہم تمھیں خوش آمدید کہتے ہیں۔" طویل القامت شخص نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھا دیا لیکن یہ مصافحہ صرف تہذیب سے کیا گیا تھا۔ اس نے اپنا سر تعظیماً خم کرتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کی ممنون ہوں۔" پھر سیاہ فام عورت نے بھی تہذیب سے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد چند لمحات کے لیے خاموشی طاری ہو گئی۔

بڑے بڑے گل مچھوں والا مضبوط ہاتھ پاؤں کا آدمی مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ کھڑا ہو گیا تب تہذیب نے اپنے لباس سے تاش کی وہ گڈی نکالی اور اسے بڑے احترام سے اٹھ کر اس سیاہ فام شخص کے سپرد کر دیا۔ تاش کی گڈی دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"ہمیں آپ کی شناخت یہی بتائی گئی تھی مس تہذیب۔" اس نے تاش کی گڈی کھولی اور اپنے عقب میں کھڑی ہوئی ایک لڑکی کو چٹکی بجا کر اشارہ کیا، لڑکی نے پھرتی سے آگے بڑھ کر شراب کا گلاس اور دوسرا سامان سامنے رکھی ہوئی میز سے ہٹا دیا تھا۔

سیاہ فام نے تاش کی گڈی کو میز پر پھیلانا شروع کر دیا۔ وہ انھیں سامنے کی سمت سے میز پر پھیلا کر ترتیب دے رہا تھا یعنی پشت کا حصہ اس کے نیچے ہی رکھا تھا۔ میری تیز نگاہیں اس قوی ہیکل آدمی کا جائزہ لے رہی تھیں جو مضطربانہ انداز میں مسلسل اپنے ٹائی کے بٹن کو پکڑے ہوئے تھا اور اس کا پھول اِدھر سے اُدھر ہو رہا تھا۔

اب اس بات میں کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ وہ اس گڈی کے بچھے ہوئے تاشوں کی تصاویر لے رہا تھا۔ سیاہ فام آدمی مسلسل ان تاشوں کی ترتیب کر رہا تھا، ان کی جگہیں تبدیل کر رہا تھا اور اس شخص انھیں غور سے دیکھ رہا تھا۔

اس دوران کسی نے کچھ نہیں کہا تھا سیاہ فام عورت کبھی کبھی تہذیب کو اور کبھی اس شخص کو دیکھنے لگتی تھی جو اب سب کچھ بھول کر تاشوں کی اس گڈی میں کھو گیا تھا۔ کافی دیر کے بعد وہ اپنے اس کام سے فارغ ہوا اور اس نے لڑکی کو ہی اشارہ کیا جس نے تمام تاش سمیٹ کر یکجا کر دیے تھے۔ سیاہ فام شخص کے ہونٹوں پر بڑی عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے بایاں ہاتھ اٹھایا اور پیچھے کھڑی ہوئی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی تیزی سے آگے بڑھ آئی، اس نے سیاہ فام شخص کو شراب کا گلاس پیش کر دیا اور سیاہ فام خاموشی سے شراب کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔ اس کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے سر اٹھایا اور مسکرا کر تہذیب کی جانب دیکھنے لگا۔

"گرین پول نے جو منصوبہ پیش کیا ہے، بلاشبہ وہ قابلِ توجہ ہے اور ہم اس جیسی کسی آرگنائزیشن سے اسی کی توقع رکھتے تھے، بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں ہم نے بے شک یہ ایک جامع اور موثر منصوبہ ہے اور مس تہذیب، ہم اس سے پوری طرح اتفاق کرتے ہیں۔ ہمیں یہ ہدایت بھی دے دی گئی ہے کہ تمھیں اس سلسلے میں مکمل طور پر قابلِ اعتبار سمجھا جائے اور تم سے ہر طرح کی گفتگو کر لی جائے۔ یہ بھی بتا دیا گیا ہے مجھے کہ تمھارے علم میں ابھی کچھ نہیں ہے اور تمھیں اس لیے اس سے لاعلم رکھا گیا ہے کہ اگر کسی طرف سے کوئی خطرناک کارروائی ہو جائے تو اس منصوبے کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔ چنانچہ اب یہ ہماری ذمے داری ہے مس تہذیب کہ ہم آپ کو اس تمام تفصیل سے آگاہ کریں۔"

اس دوران میں نے مسلسل اس شخص پر نگاہ رکھی تھی جس کا کوئی تعارف وغیرہ بھی نہیں کروایا گیا تھا لیکن غالباً تہذیب بھی اسی انداز میں سوچ رہی تھی جس انداز میں میں۔ میں نے ایک اور بات بھی محسوس کی تھی کہ اس شخص کے ہاتھ پر جو گھڑی بندھی ہوئی تھی، وہ اس کی چابی کو ہر تیس سیکنڈ کے بعد گھمانے لگتا تھا۔ اس کی تمام کیفیات اضطراری تھیں۔

نہ جانے کیوں مجھے شبہ ہو گیا کہ یہ شخص اس سیاہ فام کے مخالفین میں سے ہے اور اس وقت اس کی یہاں موجودگی انتہائی خوفناک ہے۔ جو کچھ وہ کر چکا ہے وہ یقینی طور پر نقصان دہ ہے۔

تہذیب نے سیاہ فام شخص کی طرف دیکھا اور پھر اس شخص کی طرف۔ پھر اس کی نگاہ ان تینوں لڑکیوں کی طرف اٹھ گئی اور غالباً اس سیاہ فام شخص نے اس کا مفہوم سمجھ لیا۔

"اب مجھے اپنا تعارف کراتے ہوئے کوئی دِقت نہیں محسوس ہو گی مس تہذیب۔ پہلے میں اپنے بارے میں آپ سے سوال کروں، کیا آپ مجھے جانتی ہیں؟"

"آپ کو جو اطلاعات دی گئی ہیں، اس کے تحت آپ یقیناً جانتے ہوں گے کہ مجھے آپ سے قطعی لاعلم رکھا گیا ہے۔ مجھے صرف اس کیس کے بارے میں اتنا بتایا گیا ہے کہ یہ گرین پول کے اہم معاملات میں سے ایک ہے اور ایک اہم شخصیت مجھ سے اس موضوع پر بات کرے گی۔"

"یقیناً... یقیناً۔ میں بھی اس حقیقت سے واقف ہوں۔ تو ڈیئر تہذیب، میرا نام والنوموبائے ہے اور اس نام کو سننے کے بعد تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ میرا تعلق کس ملک سے ہے؟"

"اوہ۔" تہذیب کے ساتھ ساتھ میں بھی متحیر رہ گیا تھا۔ والنوموبائے ایک افریقی ریاست کا حکمراں تھا۔ ایک عظیم فوجی جس کے کارنامے ساری دنیا میں مشہور تھے، اتنی بڑی شخصیت اس طرح کسی سلسلے میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہم سے رابطہ قائم کرے گی اس کے بارے میں تو شاید تہذیب نے بھی نہیں سوچا تھا۔ ایک لمحے کے لیے وہ بھی ششدر رہ گئی، اسی وقت والٹو موبائے نے کہا۔

" اور یہ میری بہن کیتھی موبائے ہے اور یہ میرا سیکرٹری والٹر جون ہے۔ یہ تینوں لڑکیاں میری قابلِ اعتماد دوست ہیں۔ گویا یہاں کے ماحول میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو قابلِ تردد ہو۔"

" آپ کا خیال ٹھیک ہے مسٹر موبائے لیکن میری خواہش ہے کہ ہم لوگ تنہائی میں گفتگو کریں۔" تہذیب نے کہا۔

" میں نے کہا نا ڈیئر تہذیب، میری ذمے داری پر آپ اس جگہ کو قطعی محفوظ سمجھیں۔"

" نہیں مسٹر موبائے، گرین پیل کے نمائندے کھلی آنکھوں اور کھلے ہاتھوں سے کام کرتے ہیں۔ یہی ہمارا اصول ہے۔" اس بار میں نے گفتگو میں دخل دیا۔ میں اپنے لیے ایک دائرہ کار منتخب کر چکا تھا اور جو فیصلہ میں نے کیا تھا وہ جلد بازی کا ضرور تھا لیکن میں اس سے مطمئن تھا۔

تہذیب نے چونک کر میری طرف دیکھا لیکن اسی وقت میں نے صوفے کی عقب سے چھلانگ لگائی اور اس شخص کو رگیدتا ہوا نیچے زمین پر آ رہا جو گٹھے ہوئے بدن کا آدمی تھا اور جس پر مجھے مسلسل شبہ رہا تھا، وہ مجھ سے اس اقدام کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ سب حیرت سے اس اچانک رونما ہونے والے واقعے کی جانب متوجہ ہو گئے۔

وہ شخص بھی ایک لمحے کے لیے میری اس حرکت کو سمجھ نہیں پایا تھا لیکن میں نے بڑی پھرتی سے اس کا سر بالوں سے پکڑا اور اسے زمین پر دے مارا۔ ایک کریہہ چیخ کے ساتھ وہ زمین پر اُلٹ گیا۔ فرش پر اگر دبیز قالین نہ بچھا ہوتا تو یہ ٹکر اتنی زوردار تھی کہ اس کا بھیجہ ہی باہر نکل پڑا ہوتا لیکن میں نے اسے اتنی قوت سے اس لیے مارا تھا کہ معمولی ضرب اس قالین پر بے اثر تھی، البتہ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میری توقع کے بھی بالکل خلاف تھا۔ اس نے دفعتاً اپنا ہاتھ سیدھا کیا، ایک انگلی اٹھائی اور ایک حیرت انگیز منظر نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ اس کی انگلی کا اگلا حصہ ایک خول کی شکل میں تھا اور اس خول کے سوراخ میں سے لگاتار تین گولیاں نکلیں، اگر میں ایک لمحے میں اپنی جگہ نہ چھوڑ دیتا تو یہ گولیاں میری پیشانی، گردن اور سینے میں پیوست ہو گئی ہوتیں لیکن بدقسمتی سے ان کا نشانہ وہ خوب صورت لڑکی بن گئی جو والٹو موبائے کو شراب پلا رہی تھی۔ تین سوراخ اس کے بدن میں ہوئے تھے اور وہ ایک [illegible] کے ساتھ والٹو موبائے کے اوپر آ گری تھی لیکن میں اب بصورتِ حال سے نمٹنے کے لیے تیار تھا اور چونکہ میں اور وہ گتھم گتھا تھے اس لیے میں نے فوراً ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھٹنے کے نیچے دبا لیا۔ یہ سب کیا تھا اس کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں تھا اور یہ بات اگر مجھے ایک لمحے کے لیے بھی حیرت میں مبتلا کر دیتی تو یقیناً وہ گولیاں میرے بدن میں پیوست ہو سکتی تھیں جو اس نے مسلسل چلائی تھیں۔

قوی ہیکل آدمی اپنے آپ کو میری گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا اور ایک حد تک اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔ تہذیب اچھل کر صوفے پر کھڑی ہو گئی تھی اور میں اس جدوجہد میں مصروف تھا کہ اسے مزید گولیاں نہ چلانے دوں۔ یہاں تک کہ ایک بار میں نے اسے پھر کوٹ کے کالر سے پکڑ کر اٹھایا اور پوری قوت سے زمین پر دے مارا اور اس کے فوراً بعد میں نے اس کی بائیں ٹانگ پکڑ کر اس طرح قلابازی کھائی کہ میرا پورا بدن اس کے اوندھے پڑے ہوئے بدن پر آ گیا۔ کئی گولیاں پھر اس کے ہاتھ سے نکلیں لیکن ان کا نشانہ دیوار بنی تھی۔

یہ انوکھا ہاتھ شاید میری زندگی کا سب سے حیرت انگیز واقعہ تھا۔ میری مسلسل کوشش یہی تھی کہ اس کا رخ کسی اور جانب نہ ہونے پائے۔ اسی وقت تہذیب اپنی جگہ سے اٹھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی اور پھر اس نے اطمینان سے پستول نکالا اور اس کی نال اس شخص کی گردن پر رکھی اور ٹھس ٹھس ٹھس کی تین آوازوں کے ساتھ اس شخص کی تمام جدوجہد سرد پڑ گئی۔

والٹو موبائے نے مردہ لڑکی کا بدن اپنی گود سے دھکیل کر میز کے سامنے نیچے گرا دیا اور لبادے پر پڑے ہوئے خون کو چٹکیوں سے لبادہ پکڑ کر جھٹکنے لگا۔ سیاہ فام لڑکی اپنی جگہ کھڑی ہو گئی تھی، دونوں لڑکیاں خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھیں۔

جدوجہد کا خاتمہ ہو چکا تھا' تہذیب نے جو کچھ کیا تھا اُف انداز میں کیا تھا لیکن شاید اس کے لیے یہ بات کافی تھی کہ اس شخص نے ایک عجیب و غریب انداز میں گولیاں چلائی تھیں، وہ مر چکا تھا چنانچہ چند لمحات کے بعد ماحول میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ تہذیب گہرے گہرے سانس لے رہی تھی پھر اس نے والٹو موبائے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" کیا یہ واقعہ آپ کے لیے تعجب خیز ہے جناب؟"

" ناقابلِ یقین ہے۔ یہ شخص۔ یہ شخص، مجھے تعجب ہے میرا سیکرٹری تھا۔" موبائے بولا۔ تہذیب نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ " آپ کو اس شخص پر شبہ کیسے ہوا مسٹر بارکو؟"

" میڈم، میں آپ کا خصوصی ماتحت ہوں۔" میں نے اس شخص کے ہاتھ کو سیدھا کر کے اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ کلائی کے بعد اس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا' بقیہ ہاتھ مصنوعی تھا۔

ہاتھ فولاد کا بنا ہوا تھا۔ چند چوڑیاں کھولنے کے بعد وہ میرے ہاتھ میں آ گیا اور میں نے اس کی ساخت کا جائزہ لے کر اسے احترام سے تہذیب کے سامنے پیش کر دیا۔

" یہ آٹومیٹک پستول ہے بلکہ میگزین کے لحاظ سے آپ اسے مشین گن کہہ سکتی ہیں، غالباً یہ سو راؤنڈ چلا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ میڈم اس کے گلے میں جو ٹائی لگی ہوئی ہے' اس میں موجود ٹائی پن ایک چھوٹا سا مائیکرو فلم بنانے والا کیمرہ ہے۔ جس سے یہ مسلسل اس دوران کی تمام کارروائیوں کی تصاویر لیتا رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس نے یہ تاثر پوری طرح فلم بند کر لیے ہیں' اس کے ساتھ اس کی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کوئی ٹیپ ریکارڈر معلوم ہوتی ہے اور اس میں ہماری تمام آوازیں ریکارڈ ہوں گی۔ میں ابھی آپ کے سامنے اس کی حقیقت پیش کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

تہذیب ... کا چہرہ ایک لمحہ کے لیے سرخ ہو گیا تھا — میں نے بہت بڑا دعویٰ کیا تھا۔ میں نے کلائی کی گھڑی اتار کر اس کا ڈھکن کھولا' اندر جو مشینری لگی ہوئی تھی اس میں باریک باریک اسپول تھے' اوپری حصے پر ننھے ننھے سوراخ صاف دیکھے جا سکتے تھے اور اس سے میرے بیان کی تصدیق ہوتی تھی۔ چند لمحات کے اندر میں نے اس ٹیپ ریکارڈر کا پورا انتظام سمجھ لیا اور اسے ریوائنڈ کر کے پلے کر دیا اور پھر والٹو موبائے کے سامنے رکھ دیا۔ گھڑی نما ٹیپ ریکارڈر کے ننھے سے اسپیکر سے باریک باریک آوازیں اُبھر رہی تھیں، صاف اور واضح جنہیں باآسانی سُنا اور سمجھا جا سکتا تھا۔

میرے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی' اس کے بعد میں نے کیمرے کا جائزہ لینا شروع کر دیا اور پھر وہ ننھی سی باریک مائیکرو فلم نکال کر سیاہ فام کے سامنے رکھ دی۔ کیتھی موبائے بھی ہماری طرف جھک آئی تھی' باقی دونوں لڑکیاں اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھیں۔

سیاہ فام حکمراں متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور پھر اس کی آنکھوں میں تحسین کے جذبات اُبھر آئے۔ اس نے تہذیب کی طرف رخ کر کے کہا۔

" سوری... سوری مس تہذیب۔ آپ کو وقت سے پہلے ہم اپنے مشن کی انجام دہی کے لیے مصروف ہونا پڑا' یہ جانے بغیر کہ ہمارا مقصد کیا ہے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک شخص جو ہمارے اتنے قریب موجود تھا' ہمارے بالکل قریب' ہمارا دشمن تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں ہمارے بہت سے ارکان ملوث ہو سکتے ہیں۔ ہمارا معتمد خاص جنرل ٹیرس اس سلسلے میں کیا کر رہا ہے۔ ہم نے تو یہ سوچا تھا کہ جو لوگ ہمارے اطراف میں

خوف!
ایک ایسا مسئلہ جس سے ہر شخص دوچار ہے
خوف سے آدمی پریشان ہوتا ہے۔
خوف سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔
خوف سے زندگی ناکام ہو جاتی ہے۔
خوف سے ازدواجی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔
خوف سے آدمی خودکشی کر لیتا ہے۔
خوف دیمک کی طرح زندگی کو چاٹتا رہتا ہے۔
شرم بھی خوف ہی کا ایک پہلو ہے اور اتنا ہی خطرناک
اُردو کے جانے پہچانے منفرد نفسیاتی ادیب اسلام حسین کے قلم سے
خوف و شرم
اور اس کا سدِباب
کا مطالعہ کیجیے
اور ان کمزوریوں سے نجات حاصل کر کے
کامیاب اور خوش و خرم زندگی گزاریے
مکتبۂ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۲۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بکھرے ہوئے ہیں، وہ ہمارے لیے مضبوط ترین حصار بنا چکے ہیں لیکن ہمیں حیرت ہے! ہمیں حیرت ہے ان تمام لوگوں پر جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود اتنا اندازہ نہ لگا سکے کہ ایک دشمن ہمارے اتنے قریب موجود ہے اور ہماری کارروائیوں پر نگاہ رکھ رہا ہے۔ ہمیں واقعی حیرت ہے اپنے ان دوستوں پر جو ہماری مدد کرنا چاہتے ہیں اور بلکہ ہم تو یوں محسوس کرتے ہیں کہ اگر ہم گرین پول کو اس سلسلے میں ذاتی طور پر ملوث نہ کرتے تو شاید ہمارے دعوے داران بڑے بڑے ملکوں کے تنخواہ دار جو دنیا کی تقدیر بدلنے کا دعویٰ رکھتے ہیں، ہمارے پروگرام کے لیے کارآمد ثابت نہیں ہو سکتے ہیں۔ یہ شخص ہمیں بآسانی ہلاک کر سکتا تھا۔

"یہاں ان اطراف میں خاص طور پر یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ ہتھیار بند لوگ ہمارے قریب نہ پہنچنے پائیں لیکن جو کچھ ہوا، ہم اس سلسلے میں بات کریں گے۔" سیاہ فام لڑکی میری طرف رخ کر کے بولی۔ "مسٹر پارکو! میں آپ کو داد دیتی ہوں لیکن آپ کو اتنی مختصر مدت میں اس شخص پر شبہ کیسے ہوا؟"

"میڈم! اس کا جواب میری چیف تہذیب مالکم ایکس دیں گی۔"

تہذیب کی نگاہوں میں ایک لمحے کے لیے ممنونیت کے جذبات ابھرے تھے۔ میں جانتا تھا کہ وہ میری اس کارروائی سے کس قدر خوش ہے —— اس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "گرین پول کے سربراہ کا کہنا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص آنکھیں اور ہاتھ کھلے رکھے۔ میرے ساتھی نے جو کچھ کیا، وہ ہمارا امتیاز ہے۔"

"لیکن مجھے حیرت ہے اگر آپ کے ساتھی نے ان باتوں کو جانچنے کے بعد یہ عمل کیا ہے تو یہ بھی ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ شخص ہمارے ہی ایما پر یہ سب کچھ کر رہا ہوتا؟"

"میڈم! میں نے اس کا خیال رکھا تھا۔ مجھے اس شخص پر شبہ ہوا، ہماری تصاویر لی جا سکتی تھیں لیکن ہماری آوازیں ریکارڈ کرنے کا کیا جواز تھا اور پھر آپ یوں سمجھ لیجیے کہ ہماری نگاہیں، دوست اور دشمن میں تمیز کرنا جانتی ہیں۔"

"بس... بس میں اس موضوع پر زیادہ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا۔ صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں میں کہ گرین پول پر مکمل اعتماد کیا جا سکتا ہے اور اس کا ایک ایک فرد صورتِ حال سے واقفیت رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد تمام باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔" موباٹے نے کہا۔

"میں اس اعتماد پر بے حد ممنون ہوں۔" تہذیب نے ان دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ اور والٹو موباٹے نے کہا۔

"تم دونوں دوسرے کمرے میں چلو۔" دونوں لڑکیاں خاموشی سے وہاں سے نکل گئی تھیں۔ والٹو موباٹے ان کے جانے کے بعد بولا۔ "اس حادثے کے بعد ایک بے یقینی کی سی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ میں نہیں جانتا اور کتنے لوگ ایسے موجود ہیں۔"

"اس شخص کی لاش کے چہرے پر میک اپ تلاش کیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے اسے تبدیل کر دیا گیا ہو۔"

"ٹیرس اس کا جائزہ لے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے کیتھی، کیوں نہ ہم پورے اسٹاف کو تبدیل کر لیں۔"

"آپ کو یاد ہے مسٹر موباٹے کہ اس شخص کو آپ کے سیکریٹری کی حیثیت سے کس نے آپ کے پاس پہنچایا تھا۔" کیتھی نے کہا۔

"ہاں۔ ڈینس ہیلے نے۔ اوہ یہ امریکی۔ مگر اس میں ان کا مفاد بھی وابستہ ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ ٹیرس کو تمام صورتِ حال سے آگاہ کرنا ضروری ہے، وہ مناسب انتظامات کرے گا۔ ہمیں کسی پر مکمل بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔" طویل القامت موباٹے نے اجنبی سی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا جیسے اس کی ذہنی رو بھٹک گئی ہو لیکن پھر وہ ایک دم سنبھل گیا۔

"مس تہذیب کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ صورتِ حال سنبھال سکتی ہیں۔ بات معمولی نہیں ہے۔ پلان بہت بڑا ہے۔ شاید آپ یہ بات نہ جانتی ہوں کہ آپ کا ٹکراؤ مافیا سے ہوگا۔ آپ کو اس کے رکنِ خاص "کے" سے مقابلہ کرنا ہوگا۔"

"جنرل ٹیرس کہاں ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"کیوں؟" اچانک والٹو موباٹے چونک پڑا۔

"میں جاننا چاہتی ہوں گرین پول سے اس سلسلے میں کس نے رابطہ قائم کیا تھا؟"

"میں نے... بذاتِ خود۔"

"بدقسمتی یہ ہے کہ میں ابھی تک صورتِ حال سے ناواقف ہو[ں]"

"میرا خیال ہے مس تہذیب! اس واقعے نے میرے بھائی [کے] ذہن پر بڑا اثر ڈالا ہے۔ اور وہ چند لمحات کے لیے پریشان [ہو] گئے ہیں۔ میں آپ کو صورتِ حال بتاتی ہوں۔ ریاست گوٹے ہل میں پچھلے نو سال سے غیر یقینی حالات ہیں، وہاں کے عوام میں بے چینی پھیلائی گئی ہے۔ مسٹر موباٹے اس وقت سے کچھ لوگوں کی نفرت کا شکار ہو گئے ہیں جب ایک طیارے کے اغوا کا واقعہ ہوا تھا۔ ایک دہشت پسند تنظیم کے معاملات اس عمل سے مجروح ہوئے تھے، اس کے بعد سے وہ تنظیم مسٹر موباٹے کی دشمن ہو گئی۔ بذاتِ [خود] تو وہ گوٹے ہل میں کوئی بڑی کارروائی نہیں کر سکتی تھی لیکن ا[س] نے سازشیں شروع کر دیں اور ہماری فوجوں میں بے چینی پھیلا دی۔ ایک بڑا طبقہ مسٹر موباٹے کے خلاف ہو گیا اور در پردہ حکومت کا تختہ الٹنے کی سازشیں شروع کر دی گئیں۔ فوجوں میں ہمارے وفاداروں کی تعداد کم نہیں ہے، اس کے باوجود ہم آج تک حکومت کے دشمنوں کا پتا نہیں چلا سکے۔ لاتعداد لوگ مارے جا چکے ہیں، مسٹر موباٹے پر چار قاتلانہ حملے ہو چکے ہیں۔ یہ میرے بھائی کی خوش بختی ہے کہ وہ بچ گئے لیکن وہ اپنے دشمنوں سے پریشان ہیں، وہ انھیں منظرِ عام پر لانا چاہتے ہیں، اس سلسلے میں امریکی ایف بی آئی کے چیف ڈینس ہیلے ہمارے معاون کار ہیں۔ اور وہ بذاتِ خود ہمارے معاملات میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ لیکن... ابھی تک کچھ نہیں ہو سکا۔ ہمارے دشمنوں کا مافیا سے گہرا تعلق ہے۔ اور مافیا ہمارے خلاف سرگرمِ کار ہے۔ اس لیے گرین پول سے رابطہ قائم کیا گیا ہے کیونکہ مافیا کے مقابلے میں گرین پول ہی ایک ایسی تنظیم ہے جس پر بھروسا کیا جا سکتا ہے۔"

"میں نے اس کام کے لیے گرین پول کو ایک بڑے معاوضے کی پیشکش کی ہے اور میں اس رقم کو بڑھانے کے لیے تیار ہوں۔ جو منصوبہ گرین پول نے مجھے پیش کیا ہے، وہ مجھے بہت پسند آیا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ ایک موثر تدبیر ہو گی۔ لیکن اس پر عمل کے لیے میں پریشان ہوں۔" والٹو موباٹے بول پڑا۔

"اگر منصوبہ گرین پول نے پیش کیا ہے تو اس کے ہر پہلو پر غور کر لیا گیا ہوگا۔ اور گرین پول اس کی تمام ذمے داریاں بنا[ہنے] کی پابند ہو گی۔ ہم لوگ ہمیشہ خود پر بھروسا کرتے ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"گویا... گویا مجھے صرف گرین پول پر تکیہ کرنا ہوگا۔" موباٹے نے کہا۔

"یہ آپ پر منحصر ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"اس کے لیے مجھے وقت درکار ہے۔ میں ابھی اس بارے میں سوچنا چاہتا ہوں۔" والٹو موباٹے نے کہا۔ کیتھی موباٹے نے مضطربانہ انداز میں والٹو موباٹے کی شکل دیکھی اور بولی۔

"اتنا زیادہ اثر لینا مناسب نہیں ہے مسٹر موباٹے۔ گرین پول ہمارے لیے بہت کچھ کر سکتی ہے۔ جتنا وقت ضائع ہوگا ہمارے حق میں نہیں ہوگا۔"

"اس کے باوجود مسٹر موباٹے کے لیے سوچ لینا ضروری ہے۔" میں نے درمیان میں مداخلت کی۔ اور والٹو موباٹے مجھے گھورنے لگا۔

"میں بزدل نہیں ہوں۔ دراصل میں جنرل ٹیرس کے بارے میں سوچ رہا ہوں اگر اس سے کوتاہیاں ہونے لگیں تو پھر ہم کس پر بھروسا کر سکتے ہیں۔ ٹیرس اس واقعے کے بعد میرے لیے مشکوک ہو گیا ہے۔ ڈینس ہیلے کا معاملہ ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ لوگ اس معاملے میں کس حد تک دلچسپی لیں گے۔"

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب
ابجدِ موسیقی
سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے
سُر، لَے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور
موسیقی کے دیگر اسرار و رموز
آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب
برصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:
یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے
مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں
قیمت: ۶۰/- روپے ○ ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سعید مینشن بلیمویا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ان لوگوں کی دلچسپی سیاسی نوعیت کی ہے آپ جانتے ہیں موباٹے کہ وہ آپ سے سودے بازی کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اپنی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں دینا چاہتے ہیں تو ان لوگوں پر مکمل بھروسا کریں۔ ہماری پالیسی کچھ بھی ہو فی الحال یہ معاملات ذاتی نوعیت کے ہیں۔" کیتھی نے کہا۔

"ہاں میں سمجھتا ہوں۔ مس تہذیب اگر میں گرین پول سے آخری بات کرلوں تو آپ لوگ میرے سلسلے میں فوری کارروائی کریں گے؟"

"آپ کے سارے معاملات ہم اپنے ہاتھ میں لے لیں گے۔ اور اس کے بعد آپ ہمارے مشوروں پر عمل کریں گے۔"

"خواہ میں اُن سے اتفاق نہ کروں؟"

"نہیں مسٹر موباٹے۔ ہر تجزیہ پر تبادلۂ خیال کیا جائے گا۔"

"تو پھر سنو۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ میرے دشمن میرا تختہ الٹنا چاہتے ہیں۔ بحری بری اور ہوائی فوج کے سربراہ میرے ساتھی ہیں لیکن کچھ لوگ جو کسی خفیہ ذریعے سے قوت حاصل کر چکے ہیں ان لوگوں پر بھی فوقیت حاصل کر چکے ہیں۔ اور کسی بھی وقت وہ یہ عہدہ اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہیں۔ مافیا اس خفیہ گروہ کی معاونت کر رہی ہے۔ اور بہت گہرے انداز میں کام کر رہی ہے۔ گرین پول کا منصوبہ ہے کہ میں اپنے دشمنوں کو موقع دوں کہ وہ میرا تختہ الٹ دیں۔ اور خواہ یہ اعلان ہی کیوں نہ ہو جائے کہ میں قتل کر دیا گیا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی ہم درپردہ فوری طور پر تیاریاں کرلیں اور فوراً جوابی کارروائی کرلی جائے یوں ہمارے دشمن ختم ہو سکتے ہیں۔ میرا مطلب سمجھ رہی ہو کیتھی۔ گرین پول کا منصوبہ بہت شاندار ہے۔ طویل عرصے سے ہم ان کوششوں میں مصروف ہیں کہ ہمارے دشمن منظرِ عام پر آجائیں۔ اس کوشش میں لاتعداد زندگیاں ضائع ہو چکی ہیں لیکن ہم ان کی گرد بھی نہیں پا سکے ہیں۔ ہر کوشش ناکام رہی ہے۔ ہمارے خصوصی وفاداروں نے اور میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ ایف بی آئی نے انتہائی ذہانت سے اب تک مجھے میرے دشمنوں کی زد سے محفوظ رکھا ہے ورنہ یہ کام ہو چکا ہوتا۔ ہم محسوس کر رہے ہیں کہ ہمارے دشمن اپنی کمزوریوں پر قابو پاتے جا رہے ہیں اور اس کی مثال اس غدّار کی شکل میں موجود ہے۔ یہ ان کا آدمی تھا۔ مجھ سے اتنا قریب۔ ایسا کیوں ہوا۔ کاش ہم اس سے معلوم کر سکتے۔ کاش تھوڑی دیر کے لیے یہ زندہ بچ جاتا۔ ہاں کیتھی میں گرین پول کے منصوبے کی بات کر رہا تھا۔ بڑا موثر منصوبہ ہے لیکن بہت پیچیدہ۔ اس کی تکمیل کے لیے ہمیں بہت کچھ کرنا ہوگا۔ بس میں اسی الجھن میں ہوں۔ کیا یہ سب کچھ اس آسانی سے ہو سکتا ہے۔"

"گرین پول جو منصوبہ پیش کرتی ہے اس کے ہر پہلو پر غور کر لیتی ہے۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔" تہذیب کسی قدر اکتا سی گئی تھی۔

"اسی لیے صرف اسی لیے مجھے کچھ وقت درکار تھا۔ مجھے امید ہے کہ تم میری مجبوری پر غور کرو گی۔" والٹو موباٹے نے کہا میں بغور اس شخص کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی کیفیت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ اس کی بہن کیتھی بھی میری نگاہوں میں تھی۔

تہذیب نے یکایک مؤدب ہو کر کہا۔ "یقیناً جناب یہ کچھ آپ کی منظوری کے بعد شروع ہوتا ہے۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ یہ منصوبہ آپ تک پہنچانا میرا کام تھا، اس کے بعد فیصلہ آپ پر منحصر ہے۔"

"ٹھیک ہے مس تہذیب۔ لیکن ہمیں اس کے لیے صرف بیس گھنٹے درکار ہوں گے۔ اس عرصے میں آپ کو فیصلے سے آگاہ کر دیا جائے گا۔" کیتھی نے کہا اور تہذیب اجازت لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ کیتھی ہمیں باہر تک چھوڑنے آئی تھی۔ پارکنگ پر پہنچ کر اس نے کہا۔ "دشمن ہم میں اس حد تک اندر گھسے ہوئے ہیں کہ پہلے مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا لیکن مافیا کے لمبے ہاتھوں سے آپ لوگ بھی واقف ہیں۔ اپنی حفاظت ضرور کیجیے گا۔ رہی بات فیصلے کی تو اس کے لیے یوں سمجھ لیجیے کہ وہ ہو چکا ہے۔ ہمیں اس وقت ہمدردوں کی ضرورت ہے۔ اور میں گرین پول پر مکمل اعتماد رکھتی ہوں۔"

"مجھے علم ہے مس براؤن کہ آپ مسٹر موباٹے کے معاملات میں مکمل طور پر دخل رکھتی ہیں۔ اس لیے گرین پول آپ کے الفاظ کو پوری اہمیت دیتی ہے۔ میں یہ الفاظ آگے بڑھا دوں گی۔" تہذیب نے کہا۔

"آخری بات۔ مسٹر موباٹے ایک شدید ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ورنہ وہ خود گرین پول سے فوری رابطے کے لیے بے تاب ہو گئے تھے۔ سیکرٹری کی غداری نے انھیں زبردست ذہنی صدمے سے دوچار کیا ہے۔ یہ کشمکش صرف ہیجانی کیفیت کی ہے۔ آپ اس وقت کو بیس گھنٹے ہی نہ تصور کریں، میں صرف چند گھنٹوں کے اندر آپ سے دوبارہ رابطہ قائم کروں گی۔"

"ٹھیک۔" تہذیب نے کہا۔ اور ہم باہر نکل آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ پہنچ گئے۔ کیتھی نے خطرے کی نشاندہی کی تھی لیکن ہم پُرسکون رہے تھے اور کوئی خاص واقعہ نہیں پیش آیا تھا۔ البتہ اس دوران ہم نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔

فلیٹ میں اندر داخل ہو کر تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "احمق موباٹے نے ہماری کوئی مدارت بھی نہیں کی۔ میرا خیال ہے اس کی کسر میں پوری کر دوں۔"

"کافی۔" میں نے کہا۔ اور تہذیب مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر کچن چلی گئی۔ اب تک جو کچھ ہوا تھا بے سروپا سا لگا تھا مجھے یقین میں اس وقت کو کارزار سمجھتا تھا۔ کسی بھی جگہ مجھے ہاورڈ کے نشانات نہیں ملے تھے۔ یہاں لا کر وہ مجھے نگاہ میں رکھنا چاہتا تھا لیکن میں اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا اور اسے بھی میں بڑی کامیابی تصور کرتا تھا۔ گرین پول کے سہارے اگر اتنا سا کام بھی ہو جائے تو غنیمت ہے۔ بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

تہذیب کافی لے آئی۔ اس دوران اس نے لباس بھی تبدیل کر لیا تھا۔ اور اس وقت ایک خوب صورت لباس میں وہ پہلے سے زیادہ حسین اور شگفتہ نظر آ رہی تھی۔

"سر، کافی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ اور اپنا کپ لے کر میرے بالکل سامنے بیٹھ گئی۔

"شکریہ چیف۔" میں نے بھی "سر" کے جواب میں اُسے چیف کہہ کر مخاطب کیا اور وہ ہنس پڑی۔

"وہاں کی حد تک۔ ورنہ میں یہ جرأت نہیں کر سکتی۔ سمجھ میں نہیں آتا اپنے جذبات کا اظہار کیسے کروں؟"

"غور کرلو۔" میں نے کافی کے گھونٹ لے کر کہا۔

"غور کیا تھا شرم آ گئی۔" تہذیب نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں ایک چمک نظر آ رہی تھی۔ اور اس چمک کا مفہوم واضح تھا۔ میں کچھ سوچنے لگا ــ اس مفہوم کا جواب سوچے سمجھے بغیر نہیں دیا جا سکتا تھا۔ تہذیب کو وہ مقام دیا جا سکتا تھا جس کی طلب اس کی آنکھوں میں تھی۔ دل کے صفحے پر ایک نام لکھا جا سکتا تھا لیکن اس نام کی ذمے داریاں نبھانے کے لیے غور کرتا تھا۔ مغرب کی پروردہ یہ لڑکی نہیں جانتی تھی کہ پاکستان کی سرزمین کے بسنے والے کسی کو دل کی گہرائیوں میں جگہ دے کر اسے کیا دیکھنا چاہتے ہیں، یہ لڑکی ایک زمین دوز گروہ کی رکن جو کیسے ہی حالات میں یہاں تک پہنچی ہو اس مقام کی اہل نہیں تھی، اور میں دھوکے کا کھیل نہیں کھیل سکتا تھا۔ ہاں یہ دوسری بات تھی کہ وہ مجھے پسند تھی۔

"وہ بات جس پر شرم آ جائے، اسے دل کی گہرائیوں میں چھپا رہنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"مشرق بول رہا ہے۔"

"پاکستان بول رہا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں شاید۔" اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔ پھر جلدی سے بولی۔ "علی یار خاں تھا میرے ساتھ۔ وہ جس نے امریکا میں یہودیوں کی طاقت کو للکارا تھا۔"

"اب ایسا خاص کارنامہ بھی نہیں تھا وہ۔"

"گرین پول کی ناک اونچی کر دی ہے تم نے۔"

"شکریہ محترمہ اب آگے بھی تو بڑھیں۔"

"کیا واقعی؟" اس نے کافی کی پیالی رکھ کر پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا پھر ہم سنجیدہ ہو گئے۔ "خوب نگاہ رکھی تم نے اس پر۔ واقعی یہ صرف اس وقت ہی نہیں بلکہ آئندہ ہمارے پروگرام میں بھی خطرناک بات ہوتی۔ ویسے کیا اندازہ ہے ان تمام معاملات کے بارے میں؟"

"بہت غور طلب ہیں۔"

"میں تم سے اس بارے میں تبادلۂ خیالات کرنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور کرو۔"

"گوتے ہل کے بارے میں کچھ معلومات ہیں تمھیں؟"

"قطعی نہیں۔"

"میں بھی نہیں جانتی۔"

"جبکہ ہمارا جاننا ضروری ہے۔"

"اس کی فکر نہ کرو، گرین پول کا ریکارڈ سیکشن ہمیں اس بارے میں مکمل معلومات فراہم کرے گا۔ والٹو موباٹے کے بارے میں کیا رائے ہے؟"

"اچھا آدمی ہے لیکن حالات سے پریشان ہے۔"

"اس کی بہن کیتھی براؤن؟"

"اپنے بھائی سے زیادہ چالاک معلوم ہوتی ہے۔"

"میں تم سے متفق ہوں۔ معاملہ ایک حکومت کا ہے۔ خاصے دلچسپ حالات ہوں گے تمھارا کیا خیال ہے کیا وہ گرین پول کی خدمات حاصل کریں گے یا فرار حاصل کریں گے۔"

"نہیں۔ اب فرار کی کیا گنجائش ہے لیکن مجھے ان لوگوں سے زیادہ گرین پول کا اندازِ کارکردگی پُراسرار لگ رہا ہے۔"

"کیوں؟"

"بس اس کا طریقِ کار۔"

"یوں سمجھ لو علی کہ یہ گروہ کسی ایک شخص کی تشکیل نہیں ہے، بہت سے خطرناک اور تعلیم یافتہ لوگوں نے مل کر یہ گروہ بنایا ہے۔ میں تمھیں کچھ مزید تفصیل بتاؤں اس کے بارے میں۔ سنا گیا ہے آرگووائل نامی ایک شخص نے اس گروہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ یہ شخص چیکوسلواکیہ کا باشندہ تھا اور مافیا کے ہاتھوں اسے زبردست نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ ابتدا میں یہ گروہ صرف مافیا کے خلاف کام کرتا تھا۔ اور اس کے زیادہ تر اقدامات اسی کے خلاف ہوتے تھے، ہم لوگوں نے مافیا کے بہت سے مفادات کو نقصان پہنچایا اور اس طرح گروہ کچھ دوسری نگاہوں میں بھی آ گیا۔ اس کے ممبروں کی تعداد بڑھتی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گئی یہاں تک کہ ہم ایک بڑے ملک کی نگاہ میں آگئے۔ اس نے ہم سے چند کام ایسے جنھیں بخوبی انجام دیا گیا یوں گرین پول کی شہرت ہوگئی۔ میں تمھیں گرین پول کے اصولوں کی تفصیل بتا چکی ہوں، اس کے تحت جدید تربیتی بنیادوں پر کام کیا جاتا ہے۔ ہر "نفری" اپنی پسند کے لوگوں سے کام لے سکتا ہے۔ "ٹو" اسے معلومات دیتا ہے لیکن ٹو کی کسی غلط ہدایت پر نفری اُسے ٹوک سکتا ہے۔ جو کام ایکشن ڈیپارٹمنٹ کے نفری کے سپرد کیا جاتا ہے، وہ اس پر مکمل طور پہ حاوی ہوتا ہے اور اسے اپنے اقدامات کی آزادی ہوتی ہے۔ ہاں اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو پھر وہ ٹو کو اطلاع دیتا ہے اور ٹو اس غلطی کو سنبھالتا ہے یہاں سب کچھ باہمی اعتماد پر چلتا ہے۔

"گوٹے ہل کے بارے میں تمھیں معلوم نہیں تھا؟"

"قطعی نہیں۔"

"پھر اب کیا کرو گی؟"

"والٹوموبامے کی طرف سے "یس" ہونے کا انتظار۔ اس کے بعد ایکشن ڈیپارٹمنٹ سے مشورہ ہوگا اور پلاننگ ڈیپارٹمنٹ ساری تفصیل پیش کرے گا۔"

"دلچسپ معلومات ہیں۔"

"واقعی دلچسپ ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

کیتھی براؤن نے جو کچھ کہا تھا، درست کہا تھا۔ دو گھنٹے کے بعد ہی اس کا فون موصول ہوا۔

"سربراہ سے بات کرو۔" اس کی آواز ابھری۔ اور پھر دوسری آواز سنائی دی۔

"تم جانتی ہو میں کون ہوں؟"

"یقیناً جناب۔" تہذیب نے کہا۔

"میں نے ایگریمنٹ سائن کر لیا ہے۔ کام شروع کر دو۔"

"کل صبح گیارہ بجے میں آپ سے ملاقات کر رہی ہوں۔"

"ساڑھے تین بجے تمھیں جگہ بتا دی جائے گی۔" جواب ملا۔

"اوکے۔" تہذیب نے کہا اور فون بند کر دیا۔

یہ تمام گفتگو میری موجودگی میں ہی ہوئی تھی، اور میں اس وقت تہذیب کے اتنے نزدیک بیٹھا ہوا تھا کہ دوسری طرف کی آوازیں بھی مجھے صاف سنائی دے رہی تھیں۔ ٹیلی فون بند کرنے کے بعد تہذیب سنجیدہ ہوگئی۔ چند لمحات تک پُرخیال انداز میں گردن جھکائے بیٹھی رہی اور پھر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"آؤ علی، میرا خیال ہے ہمیں پلاننگ ڈیپارٹمنٹ سے رجوع کر لینا چاہیے، تاکہ ان لوگوں سے ملاقات سے قبل تفصیلی گفتگو کی جا سکے۔"

میں نے اس معاملے میں کوئی دخل نہیں دیا، اگر تہذیب مجھے اس وقت اپنے ساتھ اس کمرے میں نہ بھی لاتی، جہاں وہ ایک مخصوص طرز کے ٹرانسمیٹر پر گرین پول کے کسی شخص سے رابطہ قائم کرنا چاہتی تھی، تو شاید میں اس پہ اعتراض نہ کرتا، میرا تو اب بھی یہی خیال تھا کہ تہذیب نے اس طرح مجھ پہ اعتماد کر کے بہت زیادہ ذہین ہونے کا ثبوت نہیں دیا، میری شکل میں کوئی اور شخص بھی ہو سکتا تھا۔ جس سے اگر وہ اتنی متاثر ہو جاتی، تو ممکن ہے اُسے نقصان پہنچ جاتا۔ مافیا کے بارے میں میری معلومات بہت زیادہ تو نہیں تھیں، لیکن دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اس دہشت گرد تنظیم کے جال سے میں واقف تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے گرین پول اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہ ہو۔

ٹرانسمیٹر پر ہونے والی گفتگو نے مجھے اپنی جانب متوجہ کیا روشنیاں اس چھوٹی سی مشین میں تڑپ رہی تھیں۔ بہت ہی جدید قسم کا ٹرانسمیٹر تھا یہ، اسپیکرز سے آوازیں ابھر رہی تھیں چنانچہ میری تمام توجہ اس کی جانب متوجہ ہوگئی۔

تہذیب شاید گرین پول کے کوڈز دوہرا رہی تھی، پھر چند لمحات کے بعد دوسری طرف سے ایک آواز ابھری۔

"ایکشن ڈیپارٹمنٹ ٹو۔"

"تہذیب مالکم ایکس، سلام پیش کرتی ہے جناب۔"

"میں بے چینی سے تمھاری طرف سے ہونے والی کارروائی کا منتظر تھا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اس انتظار کی وجہ پارٹی کی طرف سے ہونے والی دیر تھی جناب تاہم میں اس سے ملاقات کر چکی ہوں۔ مسٹر والٹوموبامے آف گوٹے ہل۔"

"ہاں، بالکل ٹھیک، کیا کارڈز ان تک پہنچا دیے گئے"

"ہاں۔ اور انھوں نے گرین پول کے منصوبے پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔" تہذیب نے کہا اور پھر شروع سے آخر تک اس ملاقات کی کہانی سنا دی۔ دوسری طرف اس دوران بالا خاموشی طاری رہی تھی پھر تہذیب نے کہا۔

"اور اب سے چند لمحات قبل والٹوموبامے کی بہن کیتھی براؤن نے مجھے اطلاع دی تھی کہ مسٹر موبامے گرین پول کے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ کل گیارہ بجے میرے اور ان کے درمیان ملاقات طے پائی ہے۔"

"گڈ۔ لیکن تہذیب جو کچھ تم نے سنایا ہے وہ قابل تشویش ہے۔ اگر وہ لوگ اس حد تک والٹوموبامے میں گھسے ہوئے ہیں، تو پھر والٹوموبامے کے سلسلے میں کوئی بہت ہی اہم اقدام کرنا ہوگا، ورنہ ہماری اسکیم ناکام بھی ہو سکتی ہے۔ افریقی ریاستوں کا یہ فوجی حکمران ہے، ہر چند کہ اب تک گوٹے ہل کی حکومت بڑی عمدگی سے چلائی جاتی رہی ہے اور وہ اپنے بے شمار دشمنوں کو فنا کر چکا ہے، لیکن اس بار چونکہ مافیا اس کے دشمنوں کے پس پشت ہے اس لیے ذرا سی الجھنیں پیش آ رہی ہیں۔ پلاننگ ڈیپارٹمنٹ اس سلسلے میں ابھی تک کوئی مزید منصوبہ بندی نہیں کر سکا ہے کیا تم اس کی خواہش مند ہو کہ تمھیں اپنے آئندہ اقدامات کے لیے پلاننگ ڈیپارٹمنٹ سے نیا منصوبہ دیا جائے۔"

"نہیں جناب، میں تو ابھی اس قدیم منصوبے سے ہی آگاہ نہیں ہوں۔"

"وہ اصول کے مطابق صبح ساڑھے آٹھ بجے تمھارے پاس پہنچ جائے گا، اس سے قبل اگر تم چاہو تو میں اس کا بندوبست کر سکتا ہوں۔"

"نہیں، میرا خیال ہے ابھی فوری طور پر اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ان حالات کے تحت ممکن ہے میں بھی کچھ کر سکوں، تاہم مسٹر والٹوموبامے نے مختصراً مجھے گرین پول کے اس نئے منصوبے کے بارے میں بتایا ہے اور غالباً وہ یہی ہے کہ گوٹے ہل میں والٹوموبامے کے خلاف انقلاب برپا ہونے دیا جائے اور اس کے بعد والٹوموبامے اس سلسلے میں جوابی کارروائی کرے۔ یوں اس کے دشمن منظر عام پر آ جائیں گے اور وہ انھیں صحیح طور پر گرفتار کر سکے گا۔"

"ہاں یہی منصوبہ اسے پیش کیا گیا ہے۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"میرا خیال ہے جناب، میں اس سلسلے میں خود بھی پلاننگ کر سکتی ہوں۔"

"گرین پول تمھیں اس کا اہل سمجھتا ہے، تہذیب مالکم ایکس۔ اگر تم چاہو تو پلاننگ ڈیپارٹمنٹ سے اس سلسلے میں مزید امداد لے سکتی ہو ورنہ ہم تم پر مکمل اعتماد کرتے ہیں۔"

"ہماری تنظیم کے تمام افراد یہاں موجود ہیں جناب۔"

"ہاں۔ آخری آدمی کو بھی بھیج دیا گیا ہے تم اپنے پاس موجود پتوں پر ان سب کو ٹرائل کر سکتی ہو۔"

"میرے خیال میں کافی مناسب اقدامات ہیں، میں اپنے منصوبے کا آغاز کر رہی ہوں۔"

"ہماری نگاہیں تم پر مرکوز ہیں۔ گرین پول اگر اپنے اس منصوبے میں کامیاب ہو گئی، تو یوں سمجھ لو کہ افریقی ریاستوں کے سارے کھیل ہمارے ہاتھ میں آ جائیں گے اور ہمیں اس سے نہ صرف شہرت ملے گی، بلکہ عظیم مالی منافع بھی حاصل ہوگا۔"

"اوکے مسٹر ٹو، اجازت چاہتی ہوں۔" تہذیب نے ٹرانسمیٹر کے کچھ بٹن آف کیے اور آہستہ آہستہ روشنیاں معدوم ہوتی

زندگی کے نشیب و فراز
گُناہ و ثواب
اندھیروں اور اُجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام رُوحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظر عام پر آئی ہے ایک مجبور اور بے بس شخص کی المناک کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اُس کا سینہ فگار تھا۔ انتقام کے شعلے اُس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ــــ ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کر دی۔۔!!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈُوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت:۔ ۱۵ روپے

ملنے کا پتہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چلی گئیں۔ میں گہری نگاہوں سے تہذیب کا جائزہ لے رہا تھا، یہ سب کچھ مجھے بہت دلچسپ لگ رہا تھا اور اب جب کہ میں ذہنی طور پر آزاد تھا، اور کوئی ایسی مہم مجھے درپیش نہیں تھی جو تنظیم کی طرف سے میرے سپرد کی گئی ہو، تو میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ گرین پول کے اس دلچسپ کھیل میں مکمل طور پر حصّہ لوں۔ تنظیم کے سلسلے میں اب دل میں کوئی کد نہیں رہی تھی، اس لیے دماغ بھی تر و تازہ تھا، اور میں اپنی قوتوں سے کام لے سکتا تھا۔

تہذیب میری جانب متوجہ ہوئی اور پھر اس نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔

"کیا خیال ہے علی یار خاں، میں نے جو گفتگو کی، وہ غلط تو نہیں تھی۔"

"مجھے شرمندہ کرتی ہو تہذیب، بھلا اتنے ذہین لوگوں میں میری کیا گنجائش ہے، جو تم مجھ سے مشورہ لے رہی ہو۔"

"علی یار خاں، یہ بات کہتا ہے تو مجھے ہنسی آتی ہے۔ بس میں اس نام سے بے حد متاثر ہوں، اس لیے اسے اہمیت دیتی ہوں، آؤ ابھی نیند تو نہیں آ رہی۔ مزید کچھ دیر گفتگو کریں گے۔"

ہم دونوں پھر اپنی نشست کے کمرے میں آ گئے۔ میں نے تہذیب مالکم ایکس سے پوچھا۔

"وہاں تمہارے گروہ کے کتنے افراد ہیں؟"

"جو لوگ میرے علم میں ہیں، ان کی تعداد ساٹھ کے قریب پہنچتی ہے۔ ان میں بیس افراد ایسے ہیں جو یہاں بہترین پوزیشن کے حامل ہوں گے، یعنی اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش آ جائے جس کا تعلق براہِ راست پولیس یا حکومت سے ہو تو وہ اپنے اپنے طور پر ان معاملات کو سنبھال سکتے ہیں۔ تقریباً چالیس آدمی ایسے ہیں جو صرف عمل کرتے ہیں۔ ان میں جرائم پیشہ لوگ بھی ہیں اور عام زندگی گزارنے والے بھی۔ لیکن عام زندگی گزارنے والے وہ لوگ ہیں، جو گرین پول کے مستقل ممبر ہیں۔ جن جرائم پیشہ لوگوں کو ہم نے اپنے لیے مخصوص کیا ہے، وہ یہاں کی زیرِ زمین تنظیموں کے رکن ہیں، میرا مطلب ہے ایسے جرائم پیشہ افراد، جو رقم کے عوض ہر طرح کا کام کر لیتے ہیں۔ درجوں کے مطابق انھیں ان کے کاموں کے لیے مخصوص رکھا گیا ہے۔"

"گڈ۔ ایسی کچھ جگہیں ضرور تمہارے پاس ہوں گی تہذیب، جہاں اگر ہم کچھ خفیہ کارروائیاں کرنا چاہیں تو کر سکیں۔"

"کیوں نہیں۔ گل پارک میں ایک ایسی عمارت ہمارے پاس ہے، جس کا اوپری حصّہ کسی اہمیت کا حامل نہیں، اور وہاں ایک سادہ اور معصوم سی فیملی رہتی ہے، لیکن اس کے زیرِ زمین تہ خانے ہماری خفیہ سرگرمیوں کا مرکز ہیں۔"

"گڈ... گڈ... میں بھی یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

تہذیب میری صورت دیکھ رہی تھی، پھر اس نے کہا۔

"صورتِ حال کافی حد تک تمہارے علم میں آ چکی ہے علی یار خاں، کیا اس بارے میں تم مجھے کوئی مشورہ نہیں دوگے؟"

"دل تو چاہتا ہے تہذیب لیکن ڈرتا ہوں کہ مذاق نہ اڑاؤ۔"

"کیے جاؤ گے ایسی باتیں۔ میں نے بلاوجہ تو تمہیں اپنے ساتھ شامل نہیں کیا، مجھے بھی اپنی عزت برقرار رکھنی ہے۔"

تہذیب شکایتی انداز میں بولی اور میں ہنسنے لگا۔

"سچی بات تو یہی ہے تہذیب کہ میں ابھی تک تمہیں ہی نہیں سمجھ سکا، جہاز میں ہماری مختصر سی ملاقات ہوئی اور اس کے بعد ائرپورٹ پر تمہارے اغوا کی واردات ہو گئی۔ تم دوبارہ بھی مجھے بالکل ہی اتفاقیہ انداز میں ملیں، اب یہ دوسری بات ہے کہ تاش کے بارے میں، میں نے ذرا مختلف انداز میں سوچ لیا۔ فرض کرو اگر ہماری دوسری ملاقات نہ ہوتی تو؟ اس کے باوجود میں یہ بات مان لیتا ہوں کہ چلو تم مجھے تلاش کر لیتیں لیکن کیا ضروری تھا کہ تم مجھ پر اس حد تک اعتماد بھی کر لیتیں۔ یہ تمام چیزیں مجھے ابھی تک حیران کیے ہوئے ہیں اور اب تم مجھے ایک اتنی بڑی تنظیم کے ایک رکن کی حیثیت سے اس کے تمام معاملات سے آگاہ کر رہی ہو۔ تہذیب، میں تمہیں اپنے بارے میں حتمی طور پر یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ میری ذات تمہارے لیے کسی طرح نقصان دِہ نہیں ہوگی لیکن میری جگہ اگر کوئی اور چالاک آدمی تم تک پہنچتا تو کیا اس طرح تم دھوکا نہیں کھا سکتی تھیں۔"

میرے ان الفاظ پر تہذیب مسکرانے لگی، پھر اس نے کہا

"میں اپنے آپ کو بہت ذہین تو نہیں سمجھتی علی یار خاں لیکن کم از کم اتنا تو تسلیم کر لو کہ گرین پول نے مجھے تھری کی حیثیت بلاوجہ ہی نہیں دی، کوئی تو ایسی بات ہوگی کہ اس کا مجھے اہل سمجھا گیا، بس میرے اس جواب میں تمہارے تمام سوالات کی تفصیل پوشیدہ ہے۔"

"ہاں، میں تمہاری زیرک بینی کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بہرحال اگر تمہاری خواہش ہے تو میں بھی اپنے احمقانہ خیالات تمہارے سامنے پیش کیے دیتا ہوں، زیادہ سے زیادہ ہنس لینا ان پر، مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔"

"تو پھر جلدی ہنساؤ۔" تہذیب نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا

"نمبر ایک تہذیب، کیتھی براؤن، والٹو موبائے کی بہن ہے۔ ایک غیر شادی شدہ بہن جو اس کے معاملات میں کافی

حد تک دخیل ہے، ایک شخص جو والٹو موبائے کا سیکریٹری تھا، اس کے بہت قریب تھا اور اگر وہ ان تاشوں کی تصاویر لینے کی کوشش نہ کرتا اور صرف ہماری آوازیں ہی ریکارڈ کر لیتا، تو شاید منظرِ عام پر نہ آ سکتا، ایک حماقت ہوئی تھی اس سے اور میں نے فوری طور پر جو سوچا وہ کر ڈالا۔ حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ اس وقت یہ تمہارے حق میں ہوگا یا نہیں۔ تو ڈیئر تہذیب، جب حکومتوں کے خلاف سازش ہوتی ہے تو اتنے ہی اعلیٰ پیمانے کے لوگ یہ سازشیں کرتے ہیں جو سطحی انداز میں نہ سوچ سکیں، جن کی نگاہوں میں رشتے وغیرہ بے معنی ہو جائیں، ہم کیتھی براؤن کو بھی شبہے سے بالاتر قرار نہیں دے سکتے۔" میں نے کہا اور تہذیب کے چہرے پر ایک دم سنسنی سی پھیل گئی۔ وہ متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی اور پھر آہستہ سے بولی۔

"تو تمہارا مطلب ہے... تمہارا مطلب ہے۔"

"ہاں تہذیب، ہم کیتھی براؤن کو نظر انداز نہیں کریں گے۔"

"اگر یہ بات ہے علی تو... تو اس کا مقصد تو یہ ہوا کہ تاش میں پوشیدہ منصوبہ دشمن کے علم میں بھی آ گیا؟"

"جلد بازی نہیں کریں گے لیکن جب گرین پول اس سلسلے میں کام شروع کر چکی ہے تو پھر ہمیں وہ تمام اقدامات کرنے ہوں گے جو اس سلسلے میں موزوں ہو سکتے ہیں۔"

"مثلاً... مثلاً... تم نے تو میرے دماغ کی چولیں ہلا کر رکھ دیں، سچ کہتے ہو تم، ہم اسے بھی تو نظر انداز نہیں کر سکتے... یہ... یہ تو بڑی بھیانک بات ہوگی کہ ہمارا منصوبہ پہلے سے دشمنوں کی نگاہ میں آ جائے، کیا اس کے بعد آسانی سے یہ سب کچھ ہو جائے گا۔"

"نہیں ہو سکتا، بلکہ ایک طرح سے اسے ناممکن تصور کرو چنانچہ میں سب سے پہلی تجویز پیش کروں گا کہ کیتھی براؤن کو اغوا کر لیا جائے اور جس مکان کے بارے میں تم نے مجھے تفصیل بتائی ہے، اس کے تہ خانے میں پہنچا دیا جائے، ہم وہاں پر دوسرے طریقوں سے بھی اس سے معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔"

میرے ان الفاظ پر تہذیب کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا، وہ چمکدار آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"اچھا منصوبہ ہے اور والٹو موبائے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"

"والٹو موبائے کو بھی روپوش ہو جانا چاہیے اور اس کی جگہ اس کا ایک ہمشکل تمام معاملات کو کنٹرول کرے گا اور اگر تمہیں منظرِ عام پر رہ کر کارروائیاں کرنے کے سلسلے میں کوئی مجبوری ہو تو میں نہیں کہہ سکتا، لیکن میرا خیال ہے تمہاری جسامت کیتھی براؤن

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی

مشہور ماہرینِ نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب

احساسِ کمتری

اسباب — تدارک — علاج

اس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ

- احساسِ کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔
- کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
- کیا آپ واقعی احساسِ کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔
- ہو سکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے۔

مشہور نفسیاتی ادیب اسلم حسین

قیمت ۱۵ روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

SALIM-82

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے مختلف نہیں ہے۔ میں بے شک والٹو موباٹے کے مقابلے میں ہلکا ہوں لیکن اس کے باوجود میں والٹو موباٹے کی شخصیت قبول کرنے کو تیار ہوں۔"

"خدا کی پناہ!" تہذیب نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔ وہ بے پناہ ہیجان کا شکار ہو گئی تھی۔

کافی دیر تک وہ اسی طرح سر پکڑے بیٹھی رہی۔ اس دوران اس کے چہرے پر کئی رنگ تبدیل ہوئے تھے۔ میں اس کی کیفیات کا تجزیہ کر رہا تھا۔ غالباً میری تجویز سے وہ بہت متاثر ہو گئی تھی۔ چند لمحات کے بعد اس نے گردن اٹھائی اور کہنے لگی۔

"علی یار خاں! بہترین تجویز ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس طرح ہم اپنے منصوبے کو زیادہ بہترین انداز میں عملی جامہ پہنا سکتے ہیں۔ والٹو موباٹے کو اعتماد میں لینا ہوگا... لیکن کیتھی براؤن... کیتھی براؤن...؟"

"میں سمجھتا ہوں اس طرح ہم خطرات کم سے کم کر لیں گے۔ اگر کیتھی براؤن ہم لوگوں کے خیال کے مطابق ان لوگوں کی حامی نہ نکلی، تب بھی میرا خیال ہے تم اس کی حیثیت سے زیادہ موثر طور پر اپنا کام انجام دے سکتی ہو۔ اس کے لیے تھوڑی سی محنت تو کرنا ہوگی، لیکن یوں سمجھ لو کہ ہم دشمنوں کے بالکل نزدیک پہنچ جائیں گے۔"

"مگر کیتھی براؤن کا اغوا بھی تو آسان کام نہیں ہوگا، تم جانتے ہو کہ اس نے ہمیں دشمنوں سے ہوشیار رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ تو کیا اس نے اپنے لیے محفوظ انتظامات نہیں کر رکھے ہوں گے؟"

"میرا خیال ہے ہمیں انتہائی ڈرامائی انداز میں یہ کام انجام دینا ہوگا۔ اگر تم چاہو تو میں گرین پول کے اس نئے کیس کے سلسلے میں مکمل طور پر منصوبہ بندی کر کے اپنا پروگرام تمھیں پیش کر دوں۔"

"علی یار خان! اب تم گرین پول سے الگ نہیں ہو، ہم مکمل طور پر تم پر اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ تمھاری شہرت بھی اس قدر زیادہ ہے کہ اگر میں ٹوٹو کو پہنچا دوں تو بذاتِ خود تمھاری طرف متوجہ ہو جائے گا۔"

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی ڈیئر تہذیب! وہ یہ کہ ایف۔ بی۔ آئی اس سلسلے میں کیوں اس قدر دلچسپی لے رہی ہے؟"

"ایف۔ بی۔ آئی ظاہری بات ہے کہ اپنے ملک کے مفادات کے لیے کام کر رہی ہوگی۔ ذاتی طور پر تو والٹو موباٹے کا کوئی مسئلہ اس سے متعلق نظر نہیں آتا۔ ہمیں معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔"

"ہوں، بس میں یہی سوچ رہا تھا لیکن ہمیں ہر فرد سے محتاط رہنا ہوگا۔"

"ایک بات ذہن میں آ رہی ہے علی یار خاں۔"

"وہ کیا؟"

"اگر تم والٹو موباٹے کی حیثیت اختیار کر لیتے ہو تو تمھاری اپنی حیثیت ختم ہو کر رہ جائے گی اور تم ایک دائرے میں محدود ہو کر رہ جاؤ گے کیونکہ تم بے شمار نگاہوں کا نشانہ ہو گے۔ اس کے برعکس اگر تم کسی اور شخصیت میں والٹو موباٹے کے نزدیک رہتے ہو تو زیادہ موزوں رہے گا۔ جہاں تک والٹو موباٹے کے ہمشکل کی بات ہے، ہم اس کے سامنے یہ تجویز پیش کر دیں گے اور کسی اور کو اس کا ڈپلی کیٹ بنا دیں گے۔"

تہذیب کی بات کافی حد تک وزن دار تھی۔ میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا کر کہا۔ "ہاں، میں اس تجویز پر تم سے اتفاق کرتا ہوں۔ اچھا تہذیب! اب سب سے بڑا مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم اپنے ساتھیوں سے کب رابطہ قائم کرو گی؟"

"اوہ، اس کے لیے ایک منٹ کا وقفہ بھی درکار نہیں ہوگا۔ میں فوری طور پر ان سے رابطہ قائم کیے لیتی ہوں۔"

"تہذیب، یہاں آتے ہوئے تم نے ان لوگوں کو اپنی حفاظت پر مامور کیوں نہیں کیا؟" میں نے سوال کیا اور تہذیب مسکرانے لگی۔

"اس لیے کہ یہ ہمارے طریقۂ کار اور ہمارے اصولوں کے خلاف ہے۔ یہاں کے بارے میں مجھے خود اندازہ ہو گیا تھا کہ یہاں مجھے مافیا کے گروہ سے واسطہ پڑے گا۔ ذاتی طور پر بے تعلق رہ کر ہی میں اس گروہ کی مشکوک نگاہوں سے بچ سکتی تھی۔ میرے آدمی بھی اگر اس کی نگاہوں میں آ جاتے تو پھر ان کی پوزیشن خراب ہو جاتی اور یہ بات تو تم جانتے ہی ہو علی کہ ہر شخص بروقت اور صحیح فیصلے کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔"

"ہوں، تو پھر ٹھیک ہے، ان سے کہو کہ وہ تیاریاں کریں، میں انھیں کچھ خصوصی ہدایات جاری کرنا چاہتا ہوں۔"

"او کے۔" تہذیب نے کہا اور اس کے بعد ایک مخصوص دائرۂ عمل کے ٹرانسمیٹر پر جو اس ٹرانسمیٹر سے مختلف تھا، جس پر اس نے گرین پول کے "ٹو" سے بات چیت کی تھی، تہذیب نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کیا۔ کافی دیر تک وہ ان سے گفتگو کرتی رہی اور اس کے بعد میں نے انھیں مکمل ہدایات جاری کیں جس کے نتیجے میں دوسری صبح ساڑھے سات بجے چند افراد ہمارے اس فلیٹ پر پہنچ گئے۔ وہ اپنے ساتھ میرا طلب کردہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

سامان لائے تھے۔ اس میں میک اپ کا سامان بھی تھا اور ایسے دوسرے جدید ترین اور چھوٹے ہتھیار بھی جنھیں استعمال کر کے ہم آسانی سے اپنا بچاؤ کر سکتے تھے۔ دراصل سیکریٹری مجھے یاد تھا جس نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کی جگہ مصنوعی فولادی مشین لگا کر ایک ایسا بندوبست کیا تھا جو قابلِ حیرت اور قابلِ رشک تھا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک ننھا آدمی اچھے خاصے گروہ کو ختم کر سکتا ہے۔ کسی کو بھی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کے پاس کوئی آتشیں اسلحہ موجود ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ مافیا کے تعاون سے والٹو موباٹے کے دشمنوں نے خاصی مضبوط حیثیت اختیار کر لی تھی اور اب ان کے درمیان گھس کر ان کے منصوبے کو ناکام بنانا تھا۔ ہرچند کہ مجھے اس سلسلے میں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی لیکن ذہن بٹانے کے لیے اور ادلیو ہاورڈ کی منصوبہ بندی کو ناکام بنانے کے لیے گرین پول کے ساتھ شراکت ضروری تھی۔ حالانکہ اس بات کے امکانات بھی تھے کہ ایف۔ بی۔ آئی کے ذریعے ادلیو ہاورڈ کو میرے بارے میں معلومات حاصل ہو جاتیں، لیکن فی الحال یہ ممکن نہیں تھا۔ میں ان لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کے لیے بھی انتظامات کر چکا تھا۔ بعد کے دو گھنٹے صرف میک اپ میں گزارے اور تقریباً پونے دس بجے ہم سب تیار ہو گئے۔ ناشتا اس کے بعد کیا گیا تھا۔ میں نے فنی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تہذیب مالکم ایکس کو کیتھی براؤن بنا دیا تھا۔ وہ لوگ جو یہاں آئے تھے اور جو تہذیب کے خیال کے مطابق گرین پول کے انتہائی قابلِ اعتماد لوگوں میں شمار ہوتے تھے، میری مہارت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے۔

تہذیب مالکم ایکس نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر کہا۔ "علی یار خاں! تعجب کی بات ہے۔ تمھارے بارے میں، میں نے صرف یہی سنا تھا کہ تم برکلے یونیورسٹی سان فرانسسکو کے ایک ذہین طالب علم تھے وہاں قانون کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور یہ کہ تم صرف جذباتی بنیادوں پر یہودی ٹولے کے خلاف میدانِ عمل میں اتر آئے تھے۔ قتل و غارت گری بھی کرنا پڑی تھی تمھیں لیکن اب... اب تو یہ محسوس ہوتا ہے جیسے کسی جدید ترین ملک کا زبردست سیکرٹ ایجنٹ میرے سامنے موجود ہو۔ میک اپ کے فن میں تمھاری مہارت بھی قابلِ داد ہے۔ تمھارا جنگ و جدل کا انداز بھی [illegible] ہے اور تمھارا ذہن... اس کے بارے میں تو علی یار [illegible] ...س قدر تعریف کروں کم ہے، کتنی پھرتی اور برق رفتاری سے تم عمل کرتے ہو، کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ دوسرے لمحے تمھارا قدم کیا ہوگا۔"

جن لوگوں کو تہذیب مالکم ایکس نے مدعو کیا تھا، اُن میں سے ایک کا نام ڈریڈ ونسٹار تھا، دوسرا پارکر ماسک تھا اور تیسرا ایلن گارگو۔

ایلن گارگو، تہذیب مالکم ایکس کے مُنہ سے میرا نام سُن کر دنگ رہ گیا۔ اس نے متحیرانہ انداز میں کھڑے ہو کر کہا۔ "کیا یہ... یہ وہی علی یار خاں ہیں... میرا مطلب ہے... وہ... وہ جنھوں نے وہ نقشہ ترتیب دیا تھا؟"

"ہاں، وہی ہیں یہ۔"

"اوہ! بہت بڑی شخصیت ہیں یہ میڈم۔ تعجب کی بات ہے کہ یہ آپ کے ساتھ نظر آ رہے ہیں، آپ نے کیا سمجھا ہے انھیں؟"

"ہاں ہاں، بہت کچھ سمجھا ہے میں نے انھیں ـــ اور اب یہ ہمارے ساتھی ہیں۔"

"تب تو پھر یہ کہنا چاہیے کہ... کہ..." ایلن گارگو خاموش ہو گیا۔

میں نے چند لمحات کے بعد کہا۔ "ڈیئر فرینڈز! میرا منصوبہ آپ لوگوں کے علم میں آ چکا ہے۔ کیتھی براؤن کو بہت ہوشیاری سے اغوا کر کے اس جگہ لے جانا ہے جہاں اُسے تہ خانے میں رکھا جائے گا۔ آپ لوگوں کو ہمارے ساتھ ہی روانہ ہونا ہے۔ ہمارے ساتھیوں کی حیثیت سے آپ لوگ وہاں کے مختلف عہدوں پر تعینات ہو جائیں گے۔ کیتھی براؤن کے سلسلے میں ہم نے جو منصوبہ بندی کی ہے اس پر عمل درآمد میں آپ کی بہترین کارکردگی ہی ہماری معاون ثابت ہو سکتی ہے۔"

"آپ مطمئن رہیں جناب! ہم لوگ بھرپور کوشش کریں گے۔" ان سب نے بیک وقت کہا۔

وقتِ مقررہ پر ٹیلی فون موصول ہوا اور ہمیں بتایا گیا کہ ہمیں ٹاٹنی ٹوٹ نامی علاقے میں پہنچنا ہے۔ جہاں بنگلا نمبر ایک سو سات ہماری ملاقات کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔"

ٹاٹنی ٹوٹ مضافات میں واقعی ایک تفریحی جگہ تھی۔ وہاں بہت سے مکانات بنے ہوئے تھے۔ ایک خوب صورت اور وسیع جھیل وہاں موجود تھی جس کے اطراف کو اس علاقے کا حسین ترین خطہ کہا جاتا تھا اور وہاں کی تفریحات کی کہانیاں دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ایلن گارگو نے مسکراتے ہوئے کہا کہ وہ علاقہ اس کے کام کے لیے انتہائی موزوں رہے گا۔

ہم سب تیار ہو کر ٹاٹنی ٹوٹ کے علاقے کی جانب چل پڑے۔ شہر سے تقریباً بیس میل دور مضافات میں یہ علاقہ تھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیکن اُسے شہری آبادی سے دُور نہیں کہا جا سکتا تھا کیونکہ عمارات اور باغات کا سلسلہ یہاں سے وہاں تک اس طرح جڑا ہوا تھا کہ کہیں بھی کوئی رخنہ نظر نہیں آتا تھا۔

یہاں سے میرا اپنا کام شروع ہوتا تھا۔ جب ہم بنگلا نمبر ایک سو سات پر پہنچے تو احاطے میں ہمیں دو گاڑیاں نظر آئیں۔ گیٹ پر سادہ لباس میں ملبوس دو افراد موجود تھے جو چہروں ہی سے چست و چالاک نظر آتے تھے۔ لیکن ان کا تعلق کسی افریقی ریاست سے نہیں تھا۔

پروگرام کے مطابق صرف میں اور تہذیب ایک گاڑی میں اس بنگلے کے سامنے پہنچے تھے۔ ہمارے ساتھی ہمارے پیچھے پیچھے ہی آئے تھے لیکن ایسے انداز میں کہ کوئی ان پر شبہ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ ہمارے ساتھی ہو سکتے ہیں۔ تہذیب کو میں نے خاص طور سے اس انداز میں پوشیدہ کر دیا تھا کہ اس کی شکل نہ دیکھی جا سکے۔ فیشن ایبل قسم کا ایک خوب صورت نقاب اس کے چہرے پر پڑا ہوا تھا جس میں اس اصل شکل چھپی ہوئی تھی۔ گیٹ پر موجود لوگوں کو ہمارے بارے میں بتایا گیا تھا، اس لیے انھوں نے بڑے احترام سے ہمارا استقبال کیا اور پھر ان میں سے ایک نے متجسس نگاہوں سے مجھے اور نقاب میں چھپی ہوئی تہذیب کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگوں کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟"

"ابھی نہیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص آئے گا۔ اپنا نام ایلن گارگو بتائے گا، اُسے اندر ہمارے پاس بھیج دینا۔ اس عمارت کی حفاظت کا کیا بندوبست کیا گیا ہے؟"

"یہ کاریں ایک مقامی کمپنی کی ہیں اور یہ عمارت بھی اسی کمپنی کی ہے۔ ہم لوگ انتہائی خفیہ طور پر یہاں آئے ہیں۔ زیادہ بھیڑ اسی لیے نہیں رکھی گئی کہ کوئی اس طرف متوجہ نہ ہو سکے۔"

"گویا تم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے؟"

"صرف ایک خادمہ ہے جو اندر موجود ہے۔"

"ہمارے لیے کیا ہدایات دی گئی ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"کہا گیا ہے کہ آپ کو احترام سے اندر پہنچا دیا جائے اور کیتھی آ چکی ہیں۔"

"اور مسٹر موبائے؟"

"ان کے بارے میں مادام کیتھی آپ کو اطلاع دیں گی۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ اسی وقت اندر کی جانب سے ملازمہ آتی ہوئی نظر آئی۔ یہ ایک جوان العمر سیاہ فام لڑکی تھی۔

"میڈم آپ لوگوں کو طلب کرتی ہیں۔" اُس نے کہا۔ میں نے کار آگے لے جا کر پورچ میں روک دی اور اس کے بعد ہم نیچے اتر آئے۔ ملازمہ ہمیں لیے ہوئے .... ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی۔ یہاں کیتھی براؤن موجود تھی۔

"ہیلو مسٹر پارکو، ہیلو مس مالکم ایکس! کیسے حال ہیں تمھارے؟"

"بالکل ٹھیک میڈم۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ اتفاق ہے کہ آپ سے تنہائی میں ملاقات ہو گئی۔ ہم آپ سے تنہائی میں ملنا چاہتے تھے۔" میں نے کہا۔

"ضرور۔ تم جاؤ، مہمانوں کی تواضع اسی وقت ہو گی جب مسٹر موبائے آ جائیں گے۔" کیتھی نے ملازمہ سے کہا۔ اور ملازمہ ادب سے گردن جھکا کر باہر نکل گئی۔

"مسٹر موبائے کہاں ہیں؟"

"کچھ خاص مصروفیات ہیں، ابھی تھوڑی دیر میں واپس آ جائیں گے۔ میں تمھارے استقبال کے لیے موجود ہوں۔" کیتھی نے عجیب سی نگاہوں سے تہذیب کو دیکھتے ہوئے کہا جس نے ابھی تک نقاب نہیں اتاری تھی اور شاید یہ بات کیتھی براؤن کو اُلجھن میں مبتلا کر رہی تھی۔ اس سے نہ رہا گیا تو وہ بولی۔

"اطمینان سے بیٹھو مس مالکم ایکس۔ یہ نقاب کیوں ڈال رکھی ہے تم نے اپنے چہرے پر؟"

"ہمیں اسی کی وجہ سے تنہائی درکار تھی میڈم۔" تہذیب نے کہا اور میری طرف دیکھا۔ میں نے غیر محسوس انداز میں گردن ہلا دی تھی۔ چنانچہ تہذیب آگے بڑھ گئی۔ اُس نے کیتھی براؤن کے قریب جا کر چہرے سے نقاب ہٹا دی۔ اور کیتھی براؤن بُری طرح چونک پڑی۔

"ارے ... یہ کیا؟"

"کیا خیال ہے میڈم! کیسا میک اپ ہے؟" تہذیب نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"لیکن اس کی ضرورت ...؟" کیتھی تعجب سے بولی۔

"آپ اس سے مطمئن ہیں میڈم؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن اس کی وجہ؟"

"وہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور کیتھی کے نزدیک پہنچ کر میں نے جیب سے ایک بکس نکالا اور اُسے کھول کر کیتھی کے سامنے عین اس کے چہرے کے قریب کر دیا۔ بکس میں کلوروفارم میں ڈوبا ہوا رومال رکھا ہوا تھا۔ تیز بُو کمرے میں پھیل گئی۔ کیتھی نے تیزی سے گردن پیچھے کی لیکن اس وقت تک تہذیب اس کے عقب میں پہنچ چکی تھی۔

چند لمحات کے بعد کیتھی بے ہوش ہو چکی تھی۔ اس کے بعد میں دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ تاکہ ملازمہ اگر ادھر کا رُخ کرے تو اُسے سنبھالا جا سکے اور تہذیب مزید کارروائی مکمل کر لے۔

پھر یہ مرحلہ بھی بخیر و خوبی طے ہو گیا۔ اور تہذیب نے مجھے آواز دی۔ "ادھر کے علی، دیکھو کیا خیال ہے؟" میں نے پلٹ کر دیکھا۔ تہذیب کیتھی کے لباس میں کھڑی تھی اور کیتھی کے بدن پر تہذیب کا لباس تھا۔

"ویری گڈ... اب جلدی سے ایلن کو اطلاع دو۔ یہ آخری کام بھی اگر اسی اطمینان سے انجام پا جائے تو لطف آ جائے۔" میں نے کہا۔

تہذیب نے وائرلیس ٹرانسمیٹر پر ایلن گارگو کو اطلاع دی، چونکہ وہ منصوبے کے مطابق قریب ہی موجود تھا، اس لیے تھوڑی دیر کے اندر وہ پہنچ گیا۔ دروازے پر تعینات دونوں محافظوں میں سے ایک اس کے ساتھ آیا تھا۔ تہذیب نے کیتھی کی حیثیت سے اُسے حکم دیا۔ "ٹھیک ہے تم اپنی جگہ جاؤ۔" وہ ادب سے گردن خم کر کے واپس چلا گیا۔ اس کے بعد نہایت برق رفتاری سے کیتھی براؤن کو گارگو کی کار میں منتقل کر دیا گیا۔ یہ کار بھی خاص طور سے تیار کی گئی تھی۔ اس لیے پچھلی سیٹوں کا منظر باہر سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ تاہم احتیاطاً اب وہ نقاب بھی کیتھی کے چہرے پر آ گیا تھا جس کی وجہ سے اس کی شکل نہیں دیکھی جا سکتی تھی۔ اس اغوا کی منصوبہ بندی بے حد شاندار تھی۔ اگر اس عمارت میں پچاس افراد بھی موجود ہوتے تو کیتھی کو اغوا ہونے سے نہیں روک سکتے تھے۔ ہم نے اس کام کے لیے پانچ منصوبے بنائے تھے جو یہاں کے حالات کے مطابق تھے۔ ایک نہیں تو دوسرے منصوبے کے تحت اور دوسرے نہیں تو تیسرے کے ذریعہ کیتھی کو بالآخر ہمارے قبضے میں آنا ہی تھا۔ لیکن سب سے آسان ترکیب کارگر ہوئی تھی۔ اس کی وجہ موبائے کی عدم موجودگی اور یہاں آدمیوں کی کمی تھی۔ تمام پہلو سامنے رکھے گئے تھے، اگر موبائے موجود ہوتا اور کیتھی کے اغوا کا موقع نہ ملتا تو آخری شکل یہ تھی کہ تہذیب، کیتھی کی شکل میں موبائے کے سامنے آ جاتی اور اُسے اس سلسلے میں ایک کہانی سُنا دی جاتی جس کے تحت کیتھی کو ساتھ لیا جاتا اور پھر تہذیب اسی کی حیثیت سے واپس پہنچ جاتی۔ یہ آخری منصوبہ تھا جو صرف موبائے کے علم میں بحالتِ مجبوری لایا جاتا لیکن اصل وجہ اُسے بھی نہ بتائی جاتی۔ اب جو کام ہوا تھا، وہ اس سلسلے میں سب سے موثر تھا۔ اس طرح موبائے کو بھی حقیقت کا علم نہیں ہوا تھا اور تہذیب بہ آسانی کیتھی کی جگہ پہنچ گئی تھی۔

ایلن گارگو چلا گیا تو میں اور تہذیب اندر ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ اُسے رخصت کرتے ہوئے میں نے کہا تھا کہ اب صرف تھوڑا کام رہ گیا ہے دوست جو بہت کٹھن ہو گا اور اسی پر ہماری کامیابی کا انحصار ہے۔"

"اطمینان رکھو علی! یہ سب کچھ میرے لیے نیا نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا تھا پھر ہم نے زیادہ گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

والٹو موبائے کافی دیر میں آیا۔ وہ تنہا نہیں تھا، دو اجنبی حسین لڑکیاں اس کے ساتھ تھیں۔ چند اور افراد بھی تھے لیکن ڈرائنگ روم میں وہ تنہا ہی آیا تھا، خوشگوار موڈ میں تھا۔ ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر اُس نے چاروں طرف دیکھا۔

"مس مالکم ایکس کہاں ہے؟"

"وہ واپس چلی گئی۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"اوہ، کیوں؟"

"اس کا جانا ضروری تھا۔ میں نے اُس سے گفتگو کر لی تھی۔"

"تب پھر ضروری گفتگو...؟"

"مسٹر پارکو اس کے دستِ راست ہیں۔ اُس نے ان پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہے۔"

"میں خود بھی اس شخص سے بہت مطمئن ہوں، بیٹھو... پیٹرک کو بلاؤ۔" موبائے نے کہا اور تہذیب نے دیوار میں لگا ہوا ایک سوئچ دبا دیا۔ میں نے تعریفی نگاہ سے اُسے دیکھا تھا۔ اس دوران اس نے گہری نگاہ سے ایک ایک چیز کا جائزہ لے لیا تھا۔ ملازمہ اندر آ گئی۔

"پیٹرک کو بھیجو۔" تہذیب نے کیتھی کے لہجے کی بہترین نقل اتارتے ہوئے کہا اور ملازمہ باہر نکل گئی۔

چند لمحات کے بعد ایک سیاہ فام اندر آ گیا۔ اس کے پاس چمڑے کا ایک بریف کیس موجود تھا جسے اُس نے ایک میز پر رکھ دیا۔

"مکمل طور پر قابلِ اعتماد ہے پیٹرک، بچپن سے میرے پاس ہے۔ میں نے ان تمام لوگوں کو اپنے نزدیک سے ہٹا دیا ہے جو میرے پرانے شناسا نہیں ہیں۔" موبائے نے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر موبائے۔ ہماری اطلاع کے مطابق آپ گرین پول کے پروگرام سے متفق ہیں۔" میں نے کہا۔

"بیشک! میں نے اس منصوبے پر جتنا غور کیا ہے اتنا ہی میں اس سے متاثر ہوا ہوں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے علاوہ اپنے دشمنوں کو سامنے لانے کی اور کوئی ترکیب ہی نہیں ہے۔"

"تب مسٹر موبائے، ہمارے آپ کے درمیان آخری بات چیت ہو جانا چاہیے۔"

"میری بہن بھی اس بات سے پوری طرح متفق ہے۔ چنانچہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تم اس سلسلے میں جو کرنا چاہتے ہو کرو۔"

"ایگریمنٹ سائن ہو جائے تو ہم اپنے کام کا آغاز کریں۔" میں نے کہا اور کاغذات نکال کر موباٹے کے سامنے رکھ دیے تہذیب نے کیتھی براؤن کی حیثیت سے وہ کاغذات پڑھے۔ اور موباٹے کے سامنے رکھ دیے۔

"کیا خیال ہے کیتھی ؟"

"ہر طرح سے موزوں، ہمیں ان پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" کیتھی نے کہا پھر بولی "لیکن اس کے باوجود آپ ایک نگاہ انھیں دیکھ لیں۔"

"تم نے دیکھ لیا کافی ہے۔ خاص خاص باتیں مجھے بتا دو۔"

"گرین پول کو طے شدہ معاوضے کی آدھی رقم پیشگی ادا کرنا ہوگی۔"

"ہم پوری رقم ادا کر دیں گے اور ؟"

"چونکہ گرین پول اس منصوبے کو آپریٹ کرے گی اس لیے طے شدہ اصولوں کے تحت آپ کو ان کی ہر تجویز سے اتفاق کرنا پڑے گا۔ پروگراموں کے بارے میں کسی سے مشورہ کرنا خطرناک تصور کیا جائے گا۔ کیونکہ گرین پول کسی پر بھروسا نہیں کرے گی۔"

"یہ مشکل مرحلہ ہے۔" موباٹے نے کہا۔

"نہیں موباٹے" میں اس سے متفق ہوں۔ زیادہ سے زیادہ میں تمھاری مشیر رہ سکتی ہوں۔" تہذیب نے کہا

"اس پر تو گرین پول کو اعتراض نہیں ہوگا ؟"

"نہیں مسٹر موباٹے۔ اس لیے کہ میڈم کیتھی کو آپ ہی کی شخصیت کا ایک حصّہ تصوّر کیا جاتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"جنرل ٹیرس میرا اہم آدمی ہے۔ وہ میرے اہم ترین حالات کا رازدار ہے، اس کے ذریعے میں جوابی انقلاب برپا کروں گا۔ یہ سب کچھ اس سے بھی پوشیدہ رکھا جائے گا ؟"

"ہاں مسٹر موباٹے۔ اس وقت تک جب تک گرین پول اس کی طرف سے مطمئن نہ ہو جائے۔"

"بعد میں وہ اس بات کو محسوس کرے گا۔"

"اگر وہ آپ کی بہتری کا خواہاں ہے تو اسے محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ غلطی اس سے بھی ہوئی ہے، میرا اشارہ اس سیکریٹری کی طرف ہے۔" میں نے کہا اور موباٹے سوچ میں ڈوب گیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اتفاق کرتا ہوں۔" ایک لمحے کے تامّل کے بعد وہ بولا۔

"اب کچھ سوالات میں کرنا چاہتا ہوں مسٹر موباٹے۔" میں نے کہا۔ اور موباٹے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ "کیا آپ ایسے لوگوں کی نشاندہی کرسکتے ہیں جو آپ کے ہمدرد ہوں۔ اور ان کی بھی جنھیں آپ دشمن تصوّر کرتے ہوں ؟"

"ان لوگوں سے تمھیں آگاہ رکھنا ضروری تھا۔ اس لیے..."

والٹو موباٹے نے پیٹرک کی طرف دیکھا اور پیٹرک نے بریف کیس کھول کر سامنے رکھ دیا۔ پھر اس نے بریف کیس سے سرخ رنگ کے قیمتی فائل کور نکالے اور انھیں موباٹے کے سامنے رکھ دیا۔ "گوٹے ہل کی فوجوں کے تمام بڑے جرنیلز اور اہم عہدے داروں کے حالاتِ زندگی اور ان کی شخصیت مع میرے ریمارکس کے ان فائلوں میں موجود ہے تم انھیں دیکھ سکتے ہو۔"

"یہ میرے لیے کارآمد ہوں گے۔" میں نے فائل سمیٹ کر بریف کیس میں رکھتے ہوئے کہا۔

"اور کچھ ؟"

"جی ہاں۔ سب سے اہم... آپ کو خود اپنا ایک ڈپلی کیٹ فراہم کرنا ہوگا جو آپ کی جگہ کام کرے۔ خود آپ کا تحفظ گرین پول کرے گی اور آپ کو صورتِ حال سے آگاہ رکھا جائے گا۔"

"ہرگز نہیں۔ میں ان حالات میں عضوِ معطّل نہیں رہ سکتا، یہ میرے لیے ناممکن ہے۔"

"لیکن گرین پول آپ کو خطرات میں بھی نہیں رہنے دے گی مسٹر موباٹے۔ ہم یہی بہتر سمجھتے ہیں کہ آپ اپنا ڈپلی کیٹ منظرِ عام پر لے آئیں اور خود ان لوگوں سے دور رہیں۔"

"تم نہیں سمجھتے ڈیئر پارکو! اس طرح میری زندگی محال ہوگی۔ میں تو یہ سوچ کر ہی پاگل ہو جاؤں گا کہ نہ جانے اس سلسلے میں اب کیا ہو رہا ہے۔ آہ! یہ قطعی ناممکن ہے۔ میں ان لوگوں سے اپنا تحفظ کر سکتا ہوں۔ میں اپنے تحفظ کی ذمّے داری خود قبول کرتا ہوں۔ فوجی آدمی ہوں، اتنی آسانی سے دشمنوں کا شکار نہیں بنوں گا۔ اس سلسلے میں گرین پول پر کوئی ذمّے داری نہیں ہوگی۔"

"شکریہ، مسٹر پیٹرک! کیا آپ باہر تشریف لے جانا پسند کریں گے ؟" اس بار میں نے براہِ راست اس شخص سے کہا جو بریف کیس لے کر یہاں آیا تھا اور اس وقت سے وہیں موجود تھا۔

"ضرور جناب۔" اس نے گردن خم کر کے کہا۔ موباٹے منہ کھول کر رہ گیا تھا۔

پیٹرک کے باہر جانے کے بعد میں نے کہا۔ "آپ کو یہ عادت بھی ترک کرنا ہوگی مسٹر موباٹے۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اس دوران صرف وہ لوگ حقیقتِ حال سے باخبر رہیں گے جن پر گرین پول اعتماد کرے گی۔ آپ [illegible] کیا سکتے ہیں۔"

"لیکن پیٹرک بچپن سے میرے ساتھ ہے۔"

"سیکریٹری پر بھی آپ کو اعتماد تھا۔"

"اوہ۔ تو کیا میں... میں..."

"مسٹر پارکو ٹھیک کہتے ہیں موباٹے! اور پھر اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ آپ گرین پول کی شرائط قبول کر چکے ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"سب کچھ مانا جا سکتا ہے لیکن میں خود کو ان حالات سے دور نہیں رکھ سکتا۔" موباٹے نے کہا۔

"مسٹر موباٹے! بیشک ہم آپ کا احترام کرتے ہیں لیکن بدقسمتی سے ہمارے کام کرنے کا یہی انداز ہے، یہ سب کچھ اس پروگرام سے منسلک ہے جو آپ کو پیش کیا گیا تھا۔"

"اوہ!" موباٹے نے بے بسی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے گویا اب میں صرف ایک معطل شخص کی حیثیت سے زندگی گزاروں گا۔ اپنے معاملے میں خود کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

"زندگی نہیں، صرف وقت۔ اور آپ اطمینان رکھیں مسٹر موباٹے، میں کوئی ایسی ترکیب نکال لوں گا جس سے آپ کو اس طرح معطل بھی نہ رہنا پڑے۔ مثلاً اس آپریشن کے سلسلے میں اب میں بھی آپ سے یا آپ کے ڈپلی کیٹ سے زیادہ دور نہیں رہ سکتا۔ مجھے کسی نہ کسی حیثیت سے اس جگہ رہنا ہوگا تاکہ حالات پر نگاہ رکھوں۔ اگر ایسا ممکن ہو سکا کہ ایسی ہی کسی حیثیت سے آپ کے لیے بھی جگہ نکل آئے تو پھر آپ اپنے معاملات سے زیادہ دُور بھی نہیں رہ سکیں گے۔"

"ہاں۔ میں اس کے لیے تیار ہوں بلکہ یہ بے حد دلچسپ ہوگا میرے لیے۔" والٹو موباٹے نے کہا۔

اس شخص کے بارے میں، میں نے اندازہ لگایا تھا کہ یہ کسی حد تک احمق ہے، خود پر بہت زیادہ بھروسا کرنے والا لیکن کارکردگی میں صفر۔ بہرحال گوٹے ہل کی دولت کام کر رہی تھی اور میں اپنے استحکام میں مصروف تھا اور خود کو کافی مطمئن محسوس کر رہا تھا۔

"اب بات میرے ڈپلی کیٹ کی ہے تو اس کے لیے..." چند لمحوں کے توقف کے بعد موباٹے نے کہا۔

"نہیں موباٹے! اس کے لیے بھی ہمیں گرین پول سے درخواست کرنا ہوگی۔" کیتھی کی حیثیت سے تہذیب نے کہا۔

"کیا تم گرلین کو بھول گئیں، میرا اتھلیٹ دوست جو سان فرانسسکو میں حکومتِ امریکا کا مہمان رہ چکا ہے۔ کوئی نہیں سمجھ سکا کہ یہ میں نہیں ہوں جب تک کہ میں خود وہاں نہ پہنچ گیا۔" موباٹے ہنس پڑا۔ وہ غالباً یہ پورا واقعہ سنانا چاہتا تھا لیکن کیتھی نے اُسے روک دیا۔

"نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم خود یہ انتظام کر سکتے ہیں لیکن گرین پول کو مکمل اختیارات دینے کے بعد ہم خود کچھ نہیں کریں گے۔" موباٹے خاموش ہو گیا۔ تہذیب پھر بولی "مسٹر پارکو" میں بذاتِ خود آپ کے ساتھ چلوں گی تاکہ میرا بھائی زیادہ مطمئن رہ سکے۔ آپ کو اس پر تو اعتراض نہیں ہوگا۔"

"نہیں میڈم! اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"ہاں کیتھی! کم از کم تم مکمل حالات سے باخبر رہ کر مجھے ان کے بارے میں بتاتی رہو۔ بات یہ نہیں کہ میں گرین پول کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہوں بلکہ یوں سمجھ لو یہ میری کمزوری ہے۔"

والٹو موباٹے سے بہت سے معاملات طے ہوئے۔ گوٹے ہل روانگی کا پروگرام طے ہو گیا۔ اس سے قبل ہمیں کافی انتظامات کرنے تھے۔ واپسی میں کیتھی یا تہذیب میرے ساتھ تھی ——— والٹو موباٹے کے بارے میں طے ہو گیا تھا کہ اب وہ اسی عمارت میں قیام کرے گا۔ اس کے ڈپلی کیٹ کو ضروری انتظامات کے بعد اس کی اصل رہائش گاہ پہنچا دیا جائے گا۔ جب ہماری کار عمارت سے نکلی تو میں نے دو اور کاروں کو اپنے عقب میں دیکھا۔ وہ محتاط انداز سے ہمارا تعاقب کر رہی تھیں۔

تھوڑی دُور چل کر میں نے کیتھی کو اس طرف متوجّہ کیا۔

"گرین پول کے لوگ ہیں، کام شروع ہو گیا ہے۔" تہذیب نے کیتھی کی آواز میں کہا۔

"گڈ۔ ہماری حفاظت کے لیے ؟"

"سو فیصدی۔"

اپنی رہائش گاہ پر پہنچ کر میں نے کہا۔ "کیا سب کچھ تمھاری مرضی کے مطابق ہے۔"

"ہاں، بالکل۔ میرا خیال ہے ہم کامیاب جا رہے ہیں۔ تم نے محسوس کیا کہ میری ذمّے داری کتنی اہم ہیں ؟"

"ہاں، تمھارا کام مشکل ہے۔"

"بہت مشکل۔ کیونکہ میں قریب کے لوگوں سے اجنبی ہوں۔ لیکن کوئی بات نہیں، بالآخر میں سب کچھ اپنے کنٹرول میں کر لوں گی۔ تمھارے بارے میں ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا ہے علی۔"

"کیا ؟"

"کسی غیر اہم شخصیت کی حیثیت سے تمھیں موباٹے کے محل میں رہنا ہوگا۔ والٹو موباٹے کو بھی ہم زیادہ دُور نہیں رکھیں گے تاکہ وہ ہمیں گائڈ کرتا رہے۔"

"کسی غیر اہم شخصیت کا انتخاب کیا ہے تم نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں، جیسے پیٹرک۔ موباٹے کا خادم ہے۔"

"عمدہ خیال ہے، مجھے پسند آیا۔ ویسے موباٹے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کسی حد تک کھسکا ہوا ہے لیکن اپنی بہن کیتھی سے بہت متاثر معلوم ہوتا ہے، اس کی بات آخری ہوتی ہے۔"

"تمھیں اس طرح کافی آسانیاں فراہم ہوں گی۔"

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"اس کا فیصلہ تو تمھیں ہی کرنا ہے تہذیب۔"

"مجھے جانا ہوگا۔ فلیٹ کے اطراف کافی لوگ بکھرے ہوئے ہیں، ان لوگوں کے لباس میں گرین فیتہ کہیں نہ کہیں موجود ہے، ایک مخصوص شکل میں سب تم سے واقف ہیں، کسی بھی ضرورت پر ان سے کوئی بھی کام لے سکتے ہو۔"

"او کے۔ کیتھی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ارے ہاں، کیتھی سے مل لو۔ اس سے کوئی کام کی بات معلوم ہو سکے تو اچھا ہے۔"

"اس کے بارے میں تم نے کیا سوچا؟"

"گوٹے ہل لے چلیں گے اسے۔ فکر نہ کرو اب پورا گرین پول حرکت میں آجائے گا۔ ہم چند گھنٹوں کے اندر اندر گوٹے ہل میں پوزیشن سنبھال لیں گے۔ گرین پول کے لیے یہ مشکل نہیں ہے۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں واپس یہاں نہیں آؤں گی۔ لیکن ٹرانسمیٹر پر تم سے برابر رابطہ رہے گا۔ بہتر ہے کہ اب ہم زیادہ ملاقات نہ کریں۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" میں نے کہا اور تہذیب چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں تنہا رہ گیا تھا۔ دل میں بار بار عجیب سے احساسات جاگتے تھے۔ یہ سب کچھ مجھ سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ میرا ان حالات سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ ایک جرائم پیشہ گروہ دولت کے لیے ایک افریقی ملک کی پشت پناہی کر رہا تھا اور بس۔ بھلا اس سے مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی لیکن میں پوری طرح اس معاملے میں ملوث ہو گیا تھا... کیوں؟... آخر کیوں...؟ مجھے کیا پڑی ہے؟ ادلیو ہاورڈ کا معاملہ بھی نمٹانا تھا۔ ابھی تک اس سے دوسری مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی لیکن وہ اس حیثیت سے مجھ سے واقف تو نہیں ہے۔ کہیں یہ سب کچھ اس کی منشا کے مطابق تو نہیں ہے؟ لیکن تہذیب پر شک کرنے کو جی بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ جو کچھ بھی ہے، مجھ سے بہرحال مخلص ہے۔ اس بہانے کم از کم یہاں سے تو نکلا جائے، اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ فی الحال بہتر یہی ہے کہ ان معاملات سے پوری دلچسپی برقرار رکھی جائے۔

کیتھی براؤن تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ کار تہذیب سے لے لی گئی تھی لیکن جونہی میں فلیٹ سے باہر آیا ایک ٹیکسی میرے پاس آکر رک گئی۔ ڈرائیور کی کیپ پر ایک مخصوص طرز کی گرین پٹی لگی ہوئی تھی۔ اُس نے میرے لیے دروازہ کھول دیا۔

"وہ عمارت معلوم ہے جہاں کیتھی براؤن کو رکھا گیا ہے؟" میں نے اندر بیٹھنے کے بعد کہا۔

"کیوں نہیں جناب۔"

"چلو۔" میں نے کہا اور ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

"اطراف کے حالات کیا ہیں؟" میں نے راستے میں پوچھا۔

"پُرسکون۔"

"کوئی مشکوک شخصیت؟"

"نہیں، اب تک کسی کو نہیں دیکھا گیا۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

تہذیب نے اپنے ساتھیوں سے میرا مکمل تعارف کرایا تھا لیکن منزل پر پہنچ کر مجھے پارکوہی کے نام سے مخاطب کیا گیا اور پھر میں نے ایک کمرے میں جاکر اپنا میک اپ تبدیل کیا۔ کیتھی براؤن سے میں ایک نئی حیثیت سے ملنا چاہتا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس کی طرف سے مجھ پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ میں اپنے طور پر بھی سوچ کر فیصلے کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے فوری طور پر یہی فیصلہ کیا تھا کہ ابھی کیتھی براؤن کو حقائق سے لاعلم رکھا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ وہ اس اغوا کو کیا شکل دیتی ہے۔ میں نے یہاں موجود انچارج سے کیتھی براؤن کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو اس نے بتایا کہ ان لوگوں نے اُسے صرف کھانے پینے کی اشیاء فراہم کی ہیں اس کے علاوہ اور کوئی بات اُس سے نہیں کی ہے۔ حالانکہ وہ مسلسل اپنے اغوا کنندگان کے بارے میں پوچھتی رہی ہے، اس کی کیفیت عجیب سی ہے۔

بہرطور میں اس کی اس عجیب کیفیت کو اپنی نگاہوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں بدلی ہوئی شکل میں کیتھی براؤن کے سامنے پہنچ گیا۔

کیتھی براؤن ایک تہ خانے میں قید تھی اور اس کے تحفظ کے لیے نہایت معقول بندوبست کیا گیا تھا۔ اس وقت بھی وہ ایک آرام دہ مسہری پر دراز تھی۔ اس کا حلیہ کافی بگڑا ہوا تھا اور آنکھوں میں خوفناک چمک تھی۔ وہ کسی خونخوار شیرنی کی مانند نظر آرہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ بالکل خاموش رہی، بس اس کی خوفناک چمکیلی نگاہیں مجھ پر جمی رہی تھیں۔ حتیٰ کہ میں اس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو میڈم! کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"دیکھو، جو کچھ ہوا ہے اسے معاف کیا جا سکتا ہے۔ اگر تم نے کسی غلط فہمی کی بنیاد پر یہ بدتمیزی کی ہے تو میں اس کی وجہ جاننے کے بعد تمھیں معاف کر دوں گی۔ لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ پر قابو پائے رکھو گے تو یہ تمھاری حماقت ہے۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ تم کتنے بڑے خسارے سے دوچار ہو سکتے ہو۔"

"مادام کیتھی! یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ سب کچھ آپ کے تحفظ کے لیے کیا گیا ہو۔ آپ جن حالات سے گزر رہی ہیں، ان سے اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ کے اور مسٹر موباٹے کے دشمن آپ کی تاک میں لگے ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ نے نہایت مہارت سے یہاں تک اپنے آپ کو محفوظ رکھا ہے، لیکن کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ لوگ آپ کی تلاش میں نہیں ہوں گے اور کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ مافیا کے سرگرم کارکن آپ کی کھوج میں ناکام رہیں گے۔"

"میں تمھارے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"آپ مجھے اپنے ہمدردوں میں شمار کریں۔"

"اگر میرے ہمدرد ہو تو کم از کم مجھے ذہنی الجھن میں تو نہ رکھو، یہی بتا دو مجھے کہ تم کون ہو اور مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

"آپ کے خیال میں ہم کون ہو سکتے ہیں؟"

"میں اپنا کوئی خیال ظاہر نہیں کرنا چاہتی۔"

"اس کے بغیر تو کام نہیں چلے گا میڈم۔" میں نے کہا۔

"اوہ، اوہ۔ تم لوگ تو مجھے پاگل کر دو گے، تم مجھے پاگل کر دو گے۔"

"میڈم، کیا یہ ممکن نہیں ہوگا کہ آپ خود ہی اپنے شبہات کا اظہار کر دیں۔"

"نہیں، ہرگز نہیں۔ میں اپنی زبان سے کوئی نام نہیں لوں گی۔"

"نام تو ہم لیں گے میڈم! آپ بس یہ بتا دیں کہ آپ ہمارے بارے میں کیا سوچتی ہیں؟"

"نام لو، میں غور کروں گی۔"

"جنرل آئس کین۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

"میں نے یہ نام سُنا ہے لیکن آئس کین سے میں براہِ راست کوئی تعلق نہیں رکھتی۔"

"سُنا ہے کہ اس شخص کا شمار والٹو موباٹے کے دشمنوں میں کیا جاتا ہے۔"

"ہوگا... جو کوئی والٹو موباٹے کا دشمن ہے، وہ بالآخر سامنے آجائے گا۔"

"کس طرح میڈم؟ کیا منصوبہ بنایا ہے آپ نے اُس کے بارے میں؟" میں نے سوال کیا اور کیتھی براؤن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ ایک سفاک مسکراہٹ تھی۔

"احمق آدمی، تم شاید پوری طرح تربیت یافتہ نہیں ہو۔ کیتھی براؤن سے یہ سوال کر رہے ہو۔"

میں نے اس کے لہجے میں چھپے ہوئے طنز کو بخوبی محسوس کیا تھا۔ پھر میں نے کہا "ٹھیک ہے میڈم! میں جانتا ہوں کہ آپ ہشت پہلو شخصیت کی مالک ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ایک بات آپ بھی سن لیجیے، آپ جو کھیل کھیل رہی ہیں، وہ بالآخر سامنے آجائے گا۔"

کیتھی براؤن میرے ان الفاظ پر بُری طرح چونک پڑی تھی۔ اس نے تجسس آمیز نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کون سے کھیل کی بات کرتے ہو؟"

"آپ جانتی ہیں میڈم۔ آپ بخوبی جانتی ہیں۔"

"سنو! تم اگر اپنے بارے میں مجھے سب کچھ بتا دو تو شاید میں تمھارے لیے کوئی کام کی بات کر سکوں۔"

"آپ پہلے کام کی باتوں کا اشارہ دیں، ممکن ہے میں آپ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں۔"

"پہلی بات یہ بتاؤ جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا ہے، اُن میں تمھاری اپنی حیثیت کیا ہے؟"

"آپ اگر چاہیں تو انچارج تصور کر سکتی ہیں مجھے۔"

"نہیں، تم اس پائے کے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔"

"اب اس سلسلے میں، میں کیا عرض کر سکتا ہوں کہ میں کس پائے کا آدمی ہوں۔"

"بہرکیف یہ سن لو، اگر کوئی مالی منافع تمھارے پیشِ نظر ہے تو شاید مجھ سے زیادہ دولت اس روئے زمین پر تمھیں اور کوئی نہ دے سکے سمجھے! میں اتنا دے سکتی ہوں تمھیں کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔"

"مثلاً میڈم؟"

"مثلاً یہ کہ تم خود اس کا تعین کر لو لیکن شرط صرف میری رہائی نہیں ہے بلکہ تمھیں وہ کام بھی کرنا ہوں گے جو میں چاہوں گی۔"

"بات قابلِ غور ہے میڈم! لیکن کام کی نوعیت تو بتائی جائے۔"

"پھر چالاکی سے کام لے رہے ہو۔ بھلا میں اجنبی لوگوں کو اپنے کسی کام کے بارے میں کیسے بتا سکتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"ممکن ہے ہم آپ کے لیے اجنبی نہ ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

کیتھی براؤن ایک بار پھر خیالات میں ڈوب گئی۔ پھر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس نے آہستہ سے اپنا داہنا گال کھجاتے ہوئے کہا۔ "گرین پول..."
مگر یہ الفاظ اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر نہیں کہے تھے لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ تیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی ہے اور غالباً اپنے اس جملے کا تاثر میرے چہرے پر دیکھنا چاہتی ہے۔

"آپ نے کچھ کہا میڈم؟"

"نہیں، میں یہ سوچ رہی ہوں کہ تم سے بات کرنا بھی حماقت ہے۔ ٹھیک ہے، اگر تم مجھے قید رکھنا چاہتے ہو تو رکھو لیکن ایک وقت ایسا آئے گا جب تمہیں اپنی حماقت کا شدید احساس ہوگا۔"

"میڈم! آپ کو یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"لعنت بھیجو تکلیف پر۔ میں تم سے اب کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتی۔" ایکدم وہ ہتھے سے اکھڑ گئی۔

میں بدستور مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ وہ پھر مسہری پر نیم دراز ہو گئی تھی، دفعتاً میں نے کہا۔ "ڈینس ہیلے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"کیا؟" وہ بری طرح اچھل کر بیٹھ گئی۔

"ہاں، میرا خیال ہے یہ نام آپ کے لیے اجنبی نہیں ہے۔"

"کیا ڈینس ہیلے پاگل ہو گیا ہے۔ اس کے لیے مجھے اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ والٹو موباٹے کو میری کس قدر ضرورت ہے۔ کیا اسے نہیں معلوم کہ... کہ..."
وہ خاموش ہو گئی پھر آہستہ سے بولی۔ "ڈینس ہیلے کے آدمی ہو تم؟"

"ڈینس ہیلے کے بارے میں آپ کیا جانتی ہیں میڈم؟"

"ایف بی آئی ہماری موافقت میں کام کرنے والی جماعت ہے۔ کیا ڈینس ہیلے کوئی دہری چال چل رہا ہے؟ کیا چاہتا ہے وہ؟"

"یہ بات تو آپ ہی بتا سکتی ہیں میڈم کہ ڈینس ہیلے کیا چاہتا ہے۔"

"ارے کچھ تم بھی تو منہ سے بکو۔ کیا اسے یہ بات معلوم نہیں ہے کہ ایف بی آئی ہمارے مفادات کے لیے کام کر رہی ہے۔"

"میڈم! آپ کو یہ بات نہیں معلوم کہ ایف بی آئی آپ کے مفادات کے لیے کیوں کام کر رہی ہے؟"

"وہ جو کچھ بھی ہوگا، بعد میں دیکھا جائے گا۔ فی الحال ہمارا مسئلہ ہے۔ ایف بی آئی پہلے ہمارا کام کرائے گی اس کے بعد ہم اس کے مفادات کے لیے اس سے سودا کریں گے۔ ان حالات میں ایک ہی کام ہو سکتا ہے اور پھر ہم نے کب انکار کیا ہے کہ ہم ایف بی آئی کے مفادات سے روگردانی کریں گے۔"

"ہوں... آپ ٹھیک کہتی ہیں میڈم لیکن ہمارا تعلق ڈینس ہیلے سے نہیں ہے۔"

"کیا..." کیتھی براؤن ایک دم سے ساکت ہو گئی۔ اس کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا تھا۔ میرے الفاظ نے ایک بار پھر اسے ذہنی بحران کا شکار کر دیا تھا، دفعتاً اس نے عقب میں رکھا ہوا تکیہ اٹھا کر پوری قوت سے مجھ پر اچھال دیا۔ "تم... تم باہر نکل جاؤ۔ میں کہتی ہوں تم باہر نکل جاؤ، تم جو کوئی بھی ہو دفع ہو جاؤ۔ میں... میں کسی سے کوئی بات نہیں کروں گی۔ ایک لفظ نہیں کہوں گی میں اپنی زبان سے۔ میں کہتی ہوں تم دفع ہو جاؤ۔ نکل جاؤ... نکل جاؤ... ورنہ... ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گی۔ سمجھے، میں تمہیں قتل کر دوں گی۔" وہ مسہری سے نیچے اتر آئی۔

"اوہ، نہیں میڈم! میں آپ کے ہاتھوں قتل ہونا نہیں چاہتا، اس لیے جا رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔ کیتھی براؤن مجھے گالیاں دے رہی تھی لیکن شکر تھا کہ یہ گالیاں اس کی اپنی زبان میں تھیں۔ میں مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔ کیتھی براؤن سے اس طرح کچھ معلوم کرنا واقعی ممکن نہیں تھا۔ کافی چالاک عورت معلوم ہوتی تھی لیکن نجانے کیوں میرے ذہن میں اس کے لیے ایک شبہ سر ابھار رہا تھا اور اسی شبہے کی وجہ سے میں نے اسے قید کرایا تھا۔ والٹو موباٹے کے کیس میں کیتھی براؤن بڑی اہم حیثیت رکھتی تھی۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ والٹو موباٹے کے بہت زیادہ نزدیک تھی اور اس طرح اس پر دسترس رکھتی تھی گویا اسکی مرضی کے مطابق ہی یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور والٹو موباٹے اس کے کسی بھی حکم سے انحراف نہیں کر سکتا تھا۔ ایک طرح سے وہ والٹو موباٹے کی کنٹرولر تھی۔ عجیب تھا یہ سیاہ خام شخص بھی! ایک ملک کا حکمران ہے لیکن اپنی کوئی شخصیت نہیں رکھتا۔ معلوم نہیں کیا چکر چل رہا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ اس سلسلے میں دماغ کی چولیں ہل جائیں گی۔ گرین پول کی تہذیب مالکم ایکس اپنی ایک الگ حیثیت رکھتی تھی۔ وہ سارے کام اتنی آسانی سے کرتی جا رہی تھی کہ مجھے تعجب ہو رہا تھا، لیکن میں جانتا تھا کہ گرین پول کے اپنے وسائل بھی کم نہیں ہوں گے۔ "مسٹر ہارڈ یہ سب کچھ آپ کے لیے ہو رہا ہے،" میں نے دل میں کہا، "ذرا اپنے قدموں پر کھڑا ہو جاؤں، اس کے بعد اگر امریکا ہی میں آپ کو چیلنج نہ کیا تو میرا نام بھی علی یار خاں نہیں ہوگا۔ کیا ضروری ہے کہ تنظیم میں شامل ہو کر صرف اس کے مفادات کے لیے مجوزہ مہمات میں حصہ لیتا رہوں، جب یہ فیصلہ کر لیا ہے دل میں کہ جہاں کہیں بھی رہوں گا تنظیم کے مفادات کے لیے کام کروں گا تو پھر امریکا کونسی بری جگہ ہے! وہاں تو یہودی اس طرح چھائے ہوئے ہیں کہ انھوں نے پوری حکومت کو اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے کیا وہاں مجھے اپنا شکار تلاش کرنے میں دقت ہوگی؟ اور کچھ نہ سہی، یہی سہی کہ ان لوگوں کو چن چن کر ہلاک کروں جو عرب کاز کے دشمن ہیں اور اس کے خلاف دن رات کام کر رہے ہیں۔ واقعی یہ کس قدر دلچسپ مشغلہ ہوگا، لطف آ جائے گا۔ بلکہ شاید تنظیم میں شامل رہ کر بھی اتنا مزہ نہیں آئے گا جتنا اس کام میں آئے گا۔ اپنے آپ کو آزمانا ضروری تھا، جرائم کی دنیا میں نکل آیا ہوں، تو پھر یہ سب کچھ بھی کرنا ہوگا۔" ان خیالات سے دل کو ایک عجیب سی تقویت کا احساس ہوا لیکن اولیو ہاورڈ کی نگاہوں سے روپوش ہونے کے لیے فی الحال تہذیب مالکم ایکس کے ساتھ کام کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا بلکہ زیادہ بہتر تو یہی تھا کہ اس معاملے میں مکمل طور پر دلچسپی سے کام کروں تاکہ ذہن سے یہ اداسی اور تکدر کی کہر چھٹ جائے اور میں اپنے آپ کو ایک مصروف انسان تصور کروں۔

وہاں سے نکل کر ایکبار پھر فلیٹ پر پہنچ گیا۔ خیال یہ تھا کہ تہذیب جو کہ اب کیتھی براؤن ہے، مجھ سے کوئی بات نہ کرنا چاہیے گی، گوٹے ہل روانگی کے سلسلے میں اس نے کیا انتظامات کیے ہیں اور کب روانہ ہونا ہے، اس کا انتظار کرنا تھا لیکن تنہا رہ کر کیونکہ اب کیتھی براؤن کی حیثیت سے تہذیب مالکم ایکس وہیں والٹو موباٹے کے پاس رہے گی۔

کیتھی براؤن کے بارے میں، میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ آسانی سے زبان کھولنے والوں میں سے نہیں ہے لیکن وہ کسی اور طرح کام آئے یا نہ آئے، تہذیب کو اس کی جگہ مل گئی تھی اور اس طرح تہذیب، والٹو موباٹے کے بالکل قریب رہ کر اپنا کام کر سکتی تھی۔ میرے لیے بظاہر کوئی خاص ذمے داری نہیں رہ گئی تھی۔

☆

کیتھی براؤن یعنی تہذیب مالکم ایکس نے اس دوران تین بار مجھ سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر کے اپنی کامیابیوں کی اطلاع دی تھی۔ آخری اطلاع اس نے یہ دی تھی کہ والٹو موباٹے کو وہاں سے ہٹا دیا گیا ہے اور اس کے ڈپلی کیٹ نے اسکی جگہ لے لی ہے۔ اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنے پر تہذیب مالکم ایکس نے مجھے بتایا کہ وہ ایک انتہائی موزوں شخص ہے، افریقی نژاد ہے اور گرین پول کا ایک بنیادی کارکن ہے۔ اسے دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے کیونکہ اس کی شخصیت میں... والٹو موباٹے پوری طرح نظر آتا ہے۔ والٹو موباٹے کے بارے میں [illegible] نے بتایا تھا [illegible] اسے گوٹے ہل بھیج دیا گیا ہے اور گرین پول [illegible] مکمل طور پر پوزیشن سنبھال لی ہے۔

پھر چوتھی بار جب تہذیب مالکم ایکس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تو اس نے یہی بتایا کہ اب ہمارے گوٹے ہل روانہ ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور کسی بھی وقت روانگی کا اعلان کیا جا سکتا ہے۔

میں نے ابھی تک وہاں کے لیے کوئی حیثیت اختیار نہیں کی تھی لیکن اسکے بعد تہذیب مجھے فلیٹ پر ملی، اس نے میٹرک کے بجائے مجھے ایک اور شکل دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ یہ شخص جو نقلی والٹو موباٹے کے ساتھ سائے کی طرح چپکا رہے گا، دراصل والٹو موباٹے کا چچا زاد بھائی میکویائے ہے۔ میکویائے اسکاٹ لینڈ یارڈ کا تربیت یافتہ ہے اور تھوڑے ہی دن پہلے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے واپس آیا ہے تاکہ اپنے بھائی کا تحفظ کر سکے۔ والٹو موباٹے کے رشتے کے بھائی کی حیثیت سے اس نے بہت ساری ذمے داریاں سنبھالی ہوئی ہیں۔ اس کی جگہ لے لینا بہت ضروری ہے، چنانچہ اسے بھی گرین پول نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ گویا خاص خاص چہرے یعنی والٹو موباٹے، کیتھی براؤن اور میکویائے اب گرین پول کے قبضے میں تھے اور ایک طرح سے گوٹے ہل پر گرین پول کی حکومت قائم ہو گئی تھی۔

میں تہذیب مالکم ایکس سے اس بارے میں بہت سے سوالات کرتا رہا اور اس کے بعد میرے چہرے پر میکویائے کا میک اپ شروع کر دیا گیا۔ میری جسامت میکویائے سے ملتی جلتی تھی۔ انیس بیس کا فرق تھا اور میکویائے کے بارے میں مجھے ایک فلم بھی دکھائی گئی تھی جس سے مجھے اس کی حرکات و سکنات کی نقل کرنے میں آسانیاں فراہم ہو سکتی تھیں۔ اس نئی حیثیت میں آنے کے بعد میرے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ میں نئے والٹو موباٹے کے پاس پہنچ جاؤں اور تہذیب مالکم ایکس کی... ہدایت پر میں نے ایسا ہی کیا۔ یعنی اب ایک بار پھر ہم سب لوگ یکجا ہو گئے تھے۔ کچھ اور افراد بھی یہاں طلب کر لیے گئے تھے جو والٹو موباٹے کے گرد پھیلے ہوئے تھے۔

جس شخص کو والٹو موباٹے کا روپ دیا گیا تھا اسے دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ اتنا بہترین فنکار تھا وہ کہ میں اش اش کر اٹھا۔ اس کے ہر انداز میں والٹو موباٹے کی جھلکیاں ملتی تھیں۔ آنکھیں اٹھا کر دیکھنے کا خاص انداز، مسکراہٹ کے تین رخ یعنی اس نے والٹو موباٹے کی شخصیت کو اس طرح اپنایا تھا کہ شاید والٹو موباٹے بھی اسے دیکھ کر حیران رہ جاتا۔ موباٹے کے بارے میں یہ بات نہیں معلوم ہو سکی تھی کہ اسے کہاں رکھا گیا ہے۔ ظاہر ہے وہ گرین پول ہی کے قبضے میں ہوگا لیکن

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ شخص جو والٹوموباٹے کا روپ اختیار کیے ہوئے تھا، شدید خطرے میں تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بے چارہ ایک طرح سے قربانی کا بکرا ہے کیونکہ والٹوموباٹے کے دشمن اُسے ہلاک کرنے کی کوشش ضرور کرتے۔

ایک رات تہذیب مالکم ایکس نے روانگی کے پروگرام کا انکشاف کیا۔ یہ انکشاف ٹرانسمیٹر پر ہی ہوا تھا۔ حالانکہ میں اب والٹوموباٹے کی رہائش گاہ پر ہی تھا اور اس کے ڈپلی کیٹ کے عین نزدیک اور کیتھی براؤن کی حیثیت سے تہذیب بھی مجھ سے زیادہ دور نہ تھی لیکن اس نے ہدایات مجھے ٹرانسمیٹر پر ہی دی تھیں اور اس رات تین بجے ہم ایئرپورٹ پر پہنچ گئے۔

والٹوموباٹے میرے ساتھ تھا اور ہم بالکل عام آدمیوں کے انداز میں ٹیکسی میں بیٹھ کر ایئرپورٹ پہنچے تھے۔ میں جانتا تھا کہ میرے اردگرد بے شمار افراد پھیلے ہوئے ہیں جو والٹوموباٹے کی نگرانی کر رہے ہیں اور اس کے تحفظ کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

طیارہ چارٹر کیا گیا تھا، چنانچہ خاموشی کے ساتھ وہ فضا میں پرواز کر گیا اور اب ہمارا رخ گوٹے ہل کی جانب تھا۔

گوٹے ہل ایئرپورٹ پر پہنچنے کے بعد والٹوموباٹے ایک آرام دِہ کار میں بیٹھ کر اپنے محل کی جانب چل پڑا۔ اندر داخل ہونے کے لیے بھی خفیہ راستے اختیار کیے گئے تھے اور یہ شخص جسے والٹوموباٹے کا روپ دیا گیا تھا، شاید اُسے ان راستوں سے بھی اچھی طرح واقف کرایا گیا تھا کیونکہ میں نے اس کے انداز میں کہیں بھی کوئی اجنبیت نہیں پائی تھی۔

گوٹے ہل میں دوسری صبح ہماری ملاقات جنرل ٹیرس سے ہوئی۔ عام افریقیوں کی نسبت اس شخص کا رنگ ذرا کھلتا ہوا تھا اور آنکھوں سے وہ انتہائی ذہین نظر آتا تھا۔ والٹوموباٹے کا وہ بے حد احترام کرتا تھا۔ بہرحال اس نقلی والٹوموباٹے کے لیے یہ لمحات بڑے صبر آزما تھے۔ میں اس کے بالکل نزدیک موجود تھا اور ایک ایک لمحے جنرل ٹیرس کے چہرے کی کیفیات کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ جنرل ٹیرس کو والٹوموباٹے پر ذرا بھی شک نہیں ہو سکا ہے اور وہ پوری طرح اس سے مطمئن ہے۔ جنرل ٹیرس نے یہاں کے حالات بتاتے ہوئے کہا کہ غدّاروں کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں۔ پانچ افراد قتل کر دیے گئے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو والٹوموباٹے کے قریبی ہمدرد تھے اور اس کے مفادات کے لیے عوام میں راہیں ہموار کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کو سڑک پر بم مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا، دوسرے کو اس کے گھر کے غسل خانے میں اس وقت قتل کیا گیا جب وہ غسل کر رہا تھا۔ باقی تین افراد کو بھی مختلف طریقوں سے قتل کیا گیا تھا۔ والٹوموباٹے نے اس بات پر خاصی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے جنرل ٹیرس سے کہا کہ وہ سیکریٹری جو اس نے فراہم کیا تھا، غلط آدمی تھا اور اب وہ نہیں چاہتا کہ اس کے گرد ایسے غلط لوگ بکھرے رہیں جن پر ذرا بھی شبہ ہو سکے۔ جنرل ٹیرس اس بات پر افسوس کا اظہار کرتا رہا تھا۔

اس تمام گفتگو کے بعد جنرل ٹیرس نے تہذیب مالکم ایکس سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”میڈم! آپ سے مجھے بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ آپ کی موجودگی میں یہ سب کچھ کیسے ہوا؟“

”میں علمِ غیب تو نہیں رکھتی، بس وہ غدّار تھا۔ غدّاری ثابت ہوئی اور اسے ہلاک کر دیا گیا۔“

”میرا خیال ہے میڈم! اگر اسے زندہ گرفتار کیا جاتا تو ہمارے لیے زیادہ موزوں ہوتا۔“

”گرین پول کے کچھ افراد اس وقت وہاں موجود تھے، انھوں نے حفظِ ماتقدم کے طور پر اس وقت اسے قتل کر دینا ہی مناسب سمجھا۔“ کیتھی براؤن نے جواب دیا اور جنرل ٹیرس خاموش ہو گیا۔

میں اپنے فرائض مسلسل انجام دیتا رہا تھا۔ رات کو جب موقع ملا تو تہذیب مالکم ایکس میری رہائش گاہ پر پہنچ گئی۔ اس نے ایک مخصوص قسم کے آلے سے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ کمرے میں کوئی ایسی شے تو نہیں ہے جس سے ہماری گفتگو باہر سنی جا سکے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک دوسرا آلہ ایک میز پر رکھ دیا اور اس آلے سے ہلکی ہلکی آوازیں خارج ہونے لگیں۔

”یہ کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”یہ ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعے یہاں پیدا ہونے والی کوئی بھی آواز باہر نہیں جا سکتی۔“

”ٹھیک، تب فرمائیے میڈم، اس سلسلے میں کوئی ایسی خاص بات معلوم ہوئی جو قابلِ غور ہو؟“

”ابھی تک نہیں لیکن میں فراہم کردہ ناموں پر ایک ایک آدمی مسلط کر چکی ہوں اور ان کی لمحہ لمحہ کی رپورٹ مجھے موصول ہو رہی ہے۔ جن لوگوں پر والٹوموباٹے نے شبہ ظاہر کیا ہے، بلاشبہ وہ مشکوک ہیں اور ان کی خفیہ مصروفیات جاری ہیں۔ ان کی تصاویر حاصل کر لی گئی ہیں اور ان لوگوں کے بارے میں مکمل چھان بین کی جا رہی ہے۔ ویسے مسٹر میکویائے چند افراد آپ سے ملنے کے لیے خصوصی طور پر ایک طیارے سے یہاں پہنچ رہے ہیں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ آپ کو کس طرح ان سے محتاط رہنا ہے۔“

”ان لوگوں کے بارے میں مجھے کچھ تفصیلات مل سکتی ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہاں، میرا خیال ہے یہ تفصیلات کل صبح تک تمھیں فراہم کر دی جائیں گی۔ تمھارا اپنا معاملہ کیسا جا رہا ہے؟ کیا تم اپنی مصروفیات سے مطمئن ہو؟“

”ہاں۔ اور تمھیں ایک خاص بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”وہ کیا؟“ تہذیب نے سوال کیا۔

”اپنی تمام تر توجہ جنرل ٹیرس پر لگا دو۔ جنرل ٹیرس پر نگاہ رکھنا ضروری ہے۔“

”کیوں؟ تمھیں اس کے بارے میں کوئی شبہ ہے؟“ تہذیب نے حیرت زدہ انداز میں پوچھا۔

”کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن میرا اپنا یہ اندازہ ہے کہ جنرل ٹیرس ایک بہت ہی گہری شخصیت ہے اور اس پر نگاہ رکھنا بے حد ضروری ہے۔“

”اس کے علاوہ اور کچھ نہیں بتاؤ گے؟“

”میں نے کہا نا تہذیب! ابھی تک میں خود بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کر سکا۔“ میں نے جواب دیا اور تہذیب گردن ہلا کر رہ گئی۔

”ٹھیک ہے لیکن تمھارے اس انکشاف نے مجھے حیران کر دیا ہے کیونکہ جنرل ٹیرس، والٹوموباٹے کے انتہائی خاص لوگوں میں تصوّر کیا جاتا ہے۔“

”کیتھی براؤن کی کیا کیفیت ہے؟“

”وہ بالکل ٹھیک ہے اور پوری طرح ہمارے کنٹرول میں ہے۔“

”اور والٹوموباٹے۔ اس کی کیا حالت ہے؟“

”پاگل ہو رہا ہے وہ یہاں پہنچنے کے لیے، وہ چاہتا ہے کہ اُسے کسی نہ کسی حیثیت سے یہاں پہنچا دیا جائے۔“

”وہ نارمل آدمی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے اسے یہاں لانا خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس پر قابو رکھا جائے تو بہتر ہے۔“

”ٹھیک ہے یہی کوشش کی جا رہی ہے۔“ تہذیب مالکم ایکس نے جواب دیا اور اس کے بعد وہ وہاں سے چلی گئی۔

مجھے دوسرے دن ان لوگوں کے بارے میں تفصیلات بتا دی گئیں اور جب یہ تفصیلات میں نے سنیں تو حیران رہ گیا۔ ان میں ایک کیرن شی مے تھا اور دوسرا مائیکل یان، کیرن شی مے اور مائیکل یان کے بارے میں، میں تنظیم آزادیٔ فلسطین میں رہ کر بہت کچھ سن چکا تھا۔ کچھ اور افراد بھی اُن کے ساتھ آ رہے تھے لیکن یہ دونوں افراد تنظیم آزادیٔ فلسطین کی نگاہوں میں ایک خاص حیثیت رکھتے تھے۔ یہ دونوں ہی امریکی نژاد اور یہودی تھے۔ کیرن، ویت نام کی جنگ میں لڑ چکا تھا اور ویت نامیوں میں خاصا بدنام تھا۔ جبکہ مائیکل یان عربوں پر مظالم توڑنے کے لیے شاندار شہرت رکھتا تھا۔ مقبوضہ عرب علاقوں میں یہودیوں کی بستیاں بسانے کا کام اسی کو سونپا گیا تھا اور ان علاقوں میں بسنے والے دس لاکھ عربوں کی شدید ترین مزاحمت اور عالمی رائے عامّہ کے دباؤ کے باوجود وہ بڑی کامیابی سے اب تک نوآبادکار یہودیوں کی بے شمار غیر قانونی بستیاں آباد کر چکا تھا۔ اس طرح یہ شخص خاصی خطرناک شخصیت کا مالک قرار دیا گیا تھا۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے بے شمار ارکان اس شخص کے خلاف عمل پیرا تھے۔

دوسرے دن میری ان دونوں سے ملاقات کرائی گئی۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ ان معاملات میں ان جیسے لوگوں کی شمولیت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ بہرحال میں نے ان دونوں سے ملاقات کی۔

شی مے جوان العمر تھا اور بڑھ بڑھ کر بولنے والا۔ اس کی طوطے جیسی ناک ہونٹوں پر جھکی ہوئی تھی اور گول گول آنکھیں اُلو کی آنکھوں سے مشابہ تھیں۔ سر آدھا گنجا تھا۔ پچھلے حصّے پر تھوڑے سے بال نظر آتے تھے اور اس کی کھوپڑی میں ایک خوفناک دماغ چھپا ہوا تھا۔ اس کے برعکس مائیکل یان ایک خاموش طبع اور سرد مزاج آدمی تھا۔ وہ اپنے بھاری جبڑوں کی وجہ سے انتہائی سخت گیر لگتا تھا۔ بہرحال میری ان سے ملاقات ہوئی اور وہ مجھے اپنی آمد کا مقصد بتانے لگے۔

”مسٹر میکویائے! ایف بی آئی کے توسط سے ہم لوگوں کو یہاں پہنچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ مقصد یہی ہے کہ۔۔۔۔ والٹوموباٹے کے دشمنوں کو منظرِ عام پر لا کر ختم کر دیا جائے۔ سُنا یہی گیا ہے کہ اس سلسلے میں گرین پول نامی ایک خطرناک جماعت کا سہارا بھی لیا گیا ہے جبکہ اس کی ضرورت نہیں تھی ـــــ والٹوموباٹے کو قطعاً ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ چونکہ ایف بی آئی اسرائیلی مفادات کے لیے ایک خصوصی ٹیم قائم کر چکی ہے اور والٹوموباٹے نے جس طرح ہماری شرائط قبول کی ہیں، اس کے بعد ایف بی آئی اس سلسلے میں پوری طرح اپنی کارروائیاں تیز کر چکی ہے۔ اسرائیلی مفادات کے لیے گوٹے ہل میں جو خفیہ کام ہوا ہے، ان کی نگرانی کے لیے ہم چاہتے ہیں کہ ایک خصوصی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جماعت یہاں بھیج دی جائے۔ اس جماعت میں ایسے ارکان شامل ہوں گے جو والٹومو باٹے کا تحفظ بھی کریں گے اور اسرائیلی مفادات کے لیے کام بھی کریں گے۔ اگر مسٹر مو باٹے اس سلسلے میں اپنا آخری فیصلہ دے دیتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مزید کسی اور کی مداخلت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔"

میرے ذہن میں پھلجڑیاں سی چھوٹ رہی تھیں، ایک نئی بات میرے سامنے آئی تھی جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کیا گوٹے ہل میں والٹومو باٹے کے ذریعے اسرائیلی مفادات کے لیے کام ہو رہا ہے؟ فوری طور پر اس کی تفصیل معلوم کرنا مناسب نہیں تھا لیکن بڑی مہارت سے اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا بھی تھا۔

میں ان لوگوں سے بڑی ذہانت کے ساتھ اس سلسلے میں تفصیلات معلوم کرنے لگا۔ لیکن اس طرح کہ وہ مجھ پر کوئی شبہ نہ کر سکیں۔

"اسرائیلی مفادات کے لیے یہاں جو کچھ ہو رہا ہے، میرا خیال ہے اس وقت تک اسے معطل رکھا جائے جب تک ہم اپنے ایک مسئلے سے فارغ نہ ہو جائیں۔"

"یقیناً ایسا ہی کیا جائے گا۔ ظاہر ہے، والٹومو باٹے کی سلامتی ہمارے مقصد کی تکمیل کے لیے بے حد ضروری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ایک ایسا منصوبہ تیار کرنا چاہیے جس سے والٹومو باٹے کے دشمن منظرِ عام پر آ جائیں۔ اور اس کے لیے ہمیں ایف بی آئی نے کچھ خصوصی ہدایات دی ہیں مسٹر ڈینس پہلے نے سی آئی اے سے رابطہ قائم کر کے کوئی بہتر منصوبہ ترتیب دینے کے لیے درخواست کی ہے۔ مسٹر اولیو ہاورڈ جو سی آئی اے کے ایک اہم رکن ہیں اور نسلاً یہودی ہیں، ہمارے اس منصوبے میں کافی دلچسپی رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔"

"اوہ گڈ! مسٹر ہاورڈ اپنا یہ منصوبہ ہمیں کب تک پیش کریں گے؟"

"وہ ایک اور ذاتی کام میں مصروف تھے لیکن انھیں خاص طور سے واپس امریکا جانا پڑا ہے۔ کیونکہ والٹومو باٹے کا معاملہ حکومت کے لیے خاصی اہمیت رکھتا ہے اور حکومت پر ہم لوگوں نے بھی بہت دباؤ ڈالا ہے کہ اس مسئلے کو پہلے حل کر لیا جائے۔ چنانچہ ممکن ہے کہ نہ صرف ایف۔ بی۔ آئی بلکہ سی۔ آئی۔ اے بھی والٹومو باٹے کے دشمنوں کے خلاف کام کرنے پر رضامند ہو جائے اور اس طرح آپ سمجھتے ہیں کہ... ہمارے کام میں کتنی آسانی ہو سکتی ہے۔"

"ہم اپنے دشمنوں کو آزاد نہیں چھوڑ سکتے۔ اس سلسلے میں گرین پول کی مدد سے ایک منصوبہ تیار کر لیا گیا ہے جس پر عمل درآمد کر کے ہم یہ کام کر سکتے ہیں۔"

"اگر مناسب سمجھا جائے تو ہمیں بھی اس منصوبے کے بارے میں بتا دیا جائے کیونکہ ہمارا مقصد صرف والٹومو باٹے کا تحفظ ہے۔ اگر کوئی بہتر منصوبہ پہلے سے تیار ہو چکا ہے، تو ہم بھی اس میں معاون کی حیثیت سے کام کریں گے۔"

"اس سے قبل میں ایک بات سے آپ لوگوں کو آگاہ کر دوں۔" مائیکل یان نے درمیان میں دخل دیا۔ "جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں صرف تنظیم آزادیٔ فلسطین پر نگاہ رکھتا ہوں اور مسلسل اس کوشش میں مصروف رہتا ہوں کہ اس کے اغراض و مقاصد میرے علم میں آتے رہیں۔ مجھے علم ہوا ہے کہ ایک چھاپا مار فلسطینی لڑکی ہمارے خلاف زیرِ زمین سرگرمیوں میں مصروف ہے اور اس نے زبردست پیمانے پر والٹومو باٹے کی ہلاکت کے لیے کوششیں شروع کر دی ہیں۔ مجھے یہاں تک معلوم ہو چکا ہے کہ وہ لڑکی گوٹے ہل میں داخل ہو چکی ہے۔ اس کا نام فاخرہ یعقوبی ہے۔ فاخرہ یعقوبی کے بارے میں اس سے پہلے بھی کچھ رپورٹیں میرے پاس موجود ہیں، اور مجھے علم ہوا ہے کہ وہ نہایت خطرناک اور سفاک لڑکی ہے۔ اسرائیلی جنرل سیکورٹی طویل عرصے تک اس کے پیچھے پڑی رہی ہے لیکن اسے کوئی معمولی سا نقصان بھی پہنچایا نہیں جا سکا۔ آپ یہ سمجھ لیجیے کہ والٹومو باٹے کے مقامی دشمنوں سے زیادہ فاخرہ کا وجود اس کے لیے خطرناک ہے۔"

"کیا اس کے بارے میں مزید کچھ معلومات حاصل ہو سکی ہیں؟" اس بار کیرن شی مے نے سوال کیا۔

"یقیناً معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ میں ابھی مصروفِ عمل نہیں ہوا ہوں۔ یہاں گوٹے ہل میں وہ کیا کچھ کارروائیاں کر چکی ہے، اس کے لیے مجھے خصوصی انتظامات کرنا ہوں گے۔" مائیکل یان نے کہا۔

"میرا خیال ہے، اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں، آپ اس لڑکی کی ذمے داری مجھے سونپ دیجیے، میں اسے تلاش کر کے ہلاک کر دوں گا۔" کیرن شی مے بولا۔

"یہ کام اتنا آسان نہیں ہو گا کیرن۔ بہتر ہے کہ اس سلسلے میں مکمل سنجیدگی اور بہتر منصوبہ بندی کے ساتھ عمل کیا جائے۔" مائیکل یان نے کہا۔

"بہتر، میں آپ لوگوں سے کہیں بھی انحراف نہیں کروں گا لیکن مسٹر والٹومو باٹے سے اس سلسلے میں گفتگو ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ والٹومو باٹے کے بجائے آپ لوگ... کیتھی براؤن سے بات کریں۔ کیونکہ کیتھی براؤن کو والٹومو باٹے کی زبان سمجھا جاتا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں مسٹر میکو یاٹے۔ ہمیں یہی ہدایات ملی ہیں کہ کیتھی براؤن سے اس سلسلے میں آخری گفتگو کر کے وہ کاغذات مکمل کریں جن کے تحت ہمیں یہاں عمل کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔"

"تو پھر میں آپ سے، کیتھی براؤن کی ایک ملاقات کا بندوبست کرائے دیتا ہوں۔" میں نے میکو یاٹے کی حیثیت سے کہا اور وہ لوگ مطمئن ہو گئے۔

نشست برخاست ہو گئی لیکن میرے ذہن میں ہیجان کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ دفعتاً ہی ایک ایسی صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی جس نے میری دلچسپیوں کو بے حد بڑھا دیا تھا۔ اب تک تو میں صرف بددلی سے یہ سب کچھ کر رہا تھا، مقصد صرف یہی تھا کہ اولیو ہاورڈ کے چکر سے نکل جاؤں اور اپنے لیے کوئی ایسی راہ منتخب کروں جو مجھے وقت گزارنے میں سہارا دے سکے لیکن اتفاقیہ طور پر ایک ایسا کام نکل آیا تھا جس سے میری دلچسپیاں بہت زیادہ ہو گئی تھیں۔ فاخرہ یعقوبی کا نام اس سے پہلے میں نے نہیں سنا تھا۔ ممکن ہے وہ کوئی ایسی مجاہدہ ہو جو زیادہ تر ان لوگوں کے خلاف مصروفِ عمل رہتی ہو اور کبھی میری اس سے ملاقات نہ ہوئی ہو، لیکن اگر ایسی کوئی مجاہدہ یہاں موجود ہے تو پھر میرا فرض ہے کہ میں اس کے ساتھ بھرپور تعاون کروں۔ میری شخصیت کتنے حصوں میں بٹ گئی تھی، اس کا میں خود بھی تصور نہیں کر سکتا تھا لیکن اب ان معاملات سے مجھے دلی دلچسپی محسوس ہونے لگی تھی۔ تنظیم کے لیے میں پہلے ہی دل میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اس کے مفادات جہاں بھی مجھے نظر آئیں ان سے کنارہ کشی اختیار نہیں کروں گا اور انھیں انجام دینے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دوں گا۔ یہ موقع یہاں فراہم ہو گیا تھا لیکن اب صورتِ حال بالکل مختلف تھی۔ اس سے قبل میں گرین پول کے منصوبے کے تحت... والٹومو باٹے کے دشمنوں کو منظرِ عام پر لانا چاہتا تھا اور انھیں ہلاک کر دینے کا خواہشمند تھا لیکن... کچھ ایسی صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی کہ مجھے والٹومو باٹے کے خلاف ہی دل میں نفرت محسوس ہو رہی تھی اور اس کے دشمنوں سے ہمدردی کا احساس ہو رہا تھا۔ اگر اس کے دشمن اسرائیلی منصوبوں کے خلاف ہوتے تو پھر یہ لازمی بات تھی کہ میری تمام ہمدردیاں اور دلچسپیاں ان کے ساتھ ہوتیں، خواہ اس سلسلے میں مجھے تہذیب مالکم ایکس کو دھوکا دینا پڑے، خواہ گرین پول کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملانا پڑے۔ ہاں میں اس بات پر کسی بات کو ترجیح نہیں دے سکتا تھا جو میرے سامنے آئی تھی۔ میں نے جس مقصد کے لیے اپنا مستقبل تباہ کیا تھا، بھلا اس کے خلاف کام کس طرح کر سکتا تھا نہیں ہرگز نہیں اور اب میرے دل میں شدید خواہش تھی کہ مجھے کس طرح فاخرہ یعقوبی کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم ہوں اور اس سلسلے میں، میں مائیکل یان اور کیرن شی مے ہی کو استعمال کرنا چاہتا تھا۔ ڈبل کراس، یقیناً مجھے تہذیب مالکم ایکس سے بھی غداری کرنا پڑ رہی تھی۔ حالانکہ وہ اچھی لڑکی تھی لیکن اگر میں اسے تفصیل بتا بھی دوں تو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا مجھے۔ تہذیب مجھ سے کتنی ہی متاثر سہی لیکن یہ بات وہ بھی اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ سلسلہ گرین پول کے خلاف ہو گا اور وہ گرین پول کے مفادات سے غداری نہیں کر سکتی تھی۔ البتہ ایک بات اور میرے ذہن میں آئی تھی۔ یقینی طور پر تہذیب مالکم ایکس کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو گا، وہ نہیں جانتی ہو گی کہ ایف۔ بی۔ آئی کا منصوبہ کیا ہے اور امریکی نژاد یہودی اس سلسلے میں گوٹے ہل کو کس طرح استعمال کر رہے ہیں۔ اگر وہ یہ بات جانتی ہوتی تو کبھی مجھے منصوبے میں اس طرح شریک نہ کرتی کیونکہ اسے یہ معلوم تھا کہ علی یار خان تنظیم آزادیٔ فلسطین سے کتنی زیادہ دلچسپی رکھتا ہے اور فلسطینیوں کے مفاد پر دنیا کی ہر چیز کو قربان کر سکتا ہے۔

میں بہت الجھ گیا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس کو اس بارے میں بتانا کسی طرح سود مند نہیں ہو گا، بات ایک دم سے تبدیل ہو گئی تھی۔ مجھے افسوس تھا کہ اس پلان میں شامل ہو کر میں اسے نقصان پہنچانے پر آمادہ ہو گیا ہوں لیکن تنظیم کے لیے سب کچھ قبول کیا جا سکتا تھا تہذیب مالکم ایکس کو دھوکا بھی دیا جا سکتا تھا۔ میں اپنے آپ کو کسی قیمت پر اس سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔

ابھی کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ کیا کروں کہ میری مشکل کا ایک حل مجھے نظر آ گیا۔

تہذیب مالکم ایکس نے کیتھی براؤن کی حیثیت سے مجھ سے ملاقات کی۔ میں اس کی آنکھوں میں شدید تجسس اور سنسنی محسوس کر رہا تھا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات سے کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔

اس نے حسبِ سابق وہ آلہ نکال کر میز پر رکھ دیا جو عام آوازوں کو اپنے اندر جذب کر لیا کرتا تھا اور انھیں منتشر نہیں ہونے دیتا تھا۔ دروازہ مضبوطی سے بند کرنے کے بعد وہ میرے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔ "میکو یاٹے! حیرت انگیز طور پر ایک ایسا انکشاف ہوا ہے جس نے مجھے دنگ کر دیا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہ صرف یہ کہ میں اس انکشاف سے حیران ہوں بلکہ میں تمھاری زیرک نگاہی کی دل سے قائل ہوگئی ہوں۔ تم نے ایک ایسا کام اس وقت کیا تھا جب مجھے اس کا شبہ بھی نہیں تھا۔ میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں علی یار خاں کہ تمھارا ذہن دنیا کا بہترین دماغ ہے اور اگر تم باقاعدگی سے گرین پول میں شامل ہو جاؤ تو میرا خیال ہے تمھیں تھری کے بجائے ٹو کا درجہ حاصل ہو سکتا ہے۔"

"ایسی کون سی بات ہوگئی تہذیب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میں تمھیں یہی حیرت انگیز بات بتانے آئی ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ ان لوگوں کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے، جنھوں نے تم سے ملاقات کی ہے۔"

"وہ والٹوموباٹے کے مفادات پر کام کرنے آئے ہیں۔ گرین پول کے بارے میں انھیں اطلاع ہو چکی ہے اور وہ... گرین پول کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔"

"گڈ۔ اس دوران مافیا کی پُراسرار خاموشی میرے لیے حیرت انگیز ہے جبکہ مافیا، موباٹے کے دشمنوں کے مفاد میں کام کر رہی ہے۔ اس سے قبل تو کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مافیا کی کارکردگی اتنی سست رہی ہو۔"

"ہاں۔ یہ بات میرے لیے بھی سخت حیرت انگیز ہے حالانکہ مافیا سے کبھی بھی میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔"

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔ حیرت انگیز بات یہ ہے علی یار خان کہ... جنرل ٹیرس نے مجھ سے ملاقات کی ہے۔ میں تمھیں نہیں بتا سکتی کہ میں نے اپنی زندگی کا کتنا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے۔ یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ کیتھی براؤن جنرل ٹیرس کی محبوبہ ہے۔"

"کیا؟" میں چونک پڑا۔

"ہاں۔ نہ صرف محبوبہ ہے بلکہ یوں سمجھ لو کہ اس کی دستِ راست بھی ہے۔ جنرل ٹیرس اب تک مجھ سے بالکل غیر متعلق رہا ہے اور میرے اور اس کے درمیان اس طرح گفتگو ہوتی رہتی ہے جیسے صرف ایک اعلیٰ شخصیت اور ایک ماتحت کے درمیان ہوتی ہے لیکن اس کم بخت نے موقع ملتے ہی مجھ سے ملاقات کی... اور... اور مجھے کچھ ایسی صورتِ حال سے دوچار ہونا پڑا جس نے مجھے پریشان کر دیا تھا لیکن میں نے اس مشکل وقت کو ذہانت سے ٹال دیا۔ بعد میں مجھ پر انکشاف ہوا کہ کیتھی براؤن، جنرل ٹیرس کی محبوبہ ہے اور مستقبل میں وہ دونوں شادی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جنرل ٹیرس نے مجھ سے جو گفتگو کی، ہرچند کہ وہ غیر واضح تھی لیکن کیا تم اس بات پر یقین کرو گے

علی یار خاں کہ درحقیقت والٹوموباٹے کا دستِ راست، اُر کے مفادات کا سب سے بڑا نگران جنرل ٹیرس ہی اس بغاوت کا سربراہ ہے۔ وہی اپنے طور پر تمام تیاریاں کر رہا ہے اور کیتھی براؤن اس کی دستِ راست ہے۔ وہ خود بھی یہی چاہتی ہے کہ والٹوموباٹے کی ہلاکت کے بعد جنرل ٹیرس گوٹے ہل کا سربراہ بن جائے اور شاید تمھیں یہ بات معلوم نہ ہو کہ جنرل ٹیرس کے اپنے خیالات والٹوموباٹے سے بالکل مختلف ہیں۔ وہ گوٹے ہل میں ایک نئی اور آزاد حکومت چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ گوٹے ہل پر امریکی اثرات مرتب نہ ہوں۔ اس نے کسی دوسرے ملک سے دلچسپی کا اظہار نہیں کیا لیکن اس کی یہی خواہش ہے کہ وہ گوٹے ہل کو کسی دوسرے بڑے ملک کی تحویل میں نہ رہنے دے اور ایک آزاد مملکت کی حیثیت سے اس کی سیاست کو ترتیب دے۔ شاید تمھیں اس بات پر بھی یقین نہ آئے کہ وہ سیکریٹری، جو ہلاک ہوا تھا، ان لوگوں کے لیے بڑی اہمیت کا حامل تھا اور بڑی مشکلوں سے انھوں نے اسے وہاں تک پہنچایا تھا۔ یعنی کیتھی براؤن کو اس کی موت کا شدید صدمہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ جنرل ٹیرس نے مجھ سے باقاعدہ تعزیت کی تھی اور کہا تھا کہ اگر وہ احمق شخص ذرا سی غلطی نہ کر جاتا تو اس طرح ہلاک نہ ہوتا۔

تہذیب مالکم ایکس کے انکشافات میرے لیے انتہائی سنسنی کا باعث تھے لیکن تھوڑی سی خوشی بھی ہوئی تھی مجھے۔ اس طرح تہذیب مالکم ایکس نے کیتھی براؤن کی حیثیت سے کچھ معلوم کیا تھا، وہ میرے کام آ سکتا تھا۔ اگر جنرل ٹیرس واقعی اس سلسلے میں کام کر رہا ہے تو پھر میں اس کے ساتھ تھا اور اس طرح مجھے اپنے نئے منصوبے پر کام کرنے میں زیادہ آسانی ہو سکتی تھی۔ تاہم تہذیب مالکم ایکس سے میں نے اسی طرح حیرت کا اظہار کیا اور پھر اس سے اس کے نئے منصوبے کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔

"اب میں چاہتی ہوں کہ والٹوموباٹے واقعی محل میں واپس آ جائے۔ میں اس کے لیے ایک خاص جگہ بنا رہی ہوں اور اس طرح میں اُسے یہاں بھیج دوں گی۔ میرا خیال ہے جنرل ٹیرس مجھے آج سے تیسری رات اپنے منصوبے سے آگاہ کر دے گا۔ اس طرح والٹوموباٹے کے خلاف مہم کا آغاز ہو جائے گا۔ پتا یہ چلا ہے کہ ایف۔ بی۔ آئی کے آنے والے رکن والٹوموباٹے کے مفادات کے لیے کوئی اہم منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ اس سے قبل کہ وہ لوگ اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہو جائیں، ہم وہ سب کچھ کر لینا چاہتے ہیں۔"

"تو پھر پروگرام کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے جنرل ٹیرس کو کام کرنے کا پورا پورا موقع دیا جائے کہ وہ حکومت کا تختہ الٹ دے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے طور پر ان لوگوں کو تیار کر لینا چاہیے جو جوابی کارروائی کریں گے۔ والٹوموباٹے کی یہاں موجودگی اس لیے ضروری ہے کہ نقلی والٹوموباٹے کے قتل کے فوراً بعد وہ اپنے آپ کو منظرِ عام پر لے آئے اور تختہ الٹنے والی قوت کے خلاف جوابی کارروائی کی بذاتِ خود نگرانی کرے۔ ہم اُسے تمام تر صورتِ حال سے آگاہ کر دیں گے۔"

"والٹوموباٹے کو کس حیثیت سے یہاں لا رہی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"فی الحال ایک بالکل عام حیثیت سے، یعنی نقلی..... والٹوموباٹے کے محافظ دستے کے سربراہ کی حیثیت سے۔ اس سربراہ کو ہم اپنی تحویل میں لے لیں گے۔ اور اپنے مال خانے میں جمع کرا دیں گے۔" آخری الفاظ پر تہذیب مالکم ایکس مسکرا دی، چونکہ مال خانے سے اس کی مراد وہی جگہ تھی، جہاں کیتھی براؤن اور والٹوموباٹے قید تھے۔

میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا لیکن میرا ذہن شدید سنسنی کا شکار تھا۔ یہاں میں اپنے آپ کو بالکل تنہا محسوس کر رہا تھا۔ وقت بہت کم رہ گیا تھا۔ کاش کسی طرح میرا تعلق فاخرہ یعقوبی سے قائم ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو لطف ہی آ جائے گا اور اس کے لیے مجھے اب از سرِ نو منصوبہ بندی کرنا تھی۔

تہذیب مالکم ایکس مجھ پر مکمل اعتماد کرتی تھی۔ اس لیے اس نے یہ بات مجھ سے نہیں چھپائی تھی لیکن افسوس اب حالات اچانک تبدیل ہو گئے تھے۔ میرے فرض نے مجھے آواز دی تھی اور میں اب مکمل طور پر تہذیب کے مفادات کے خلاف سوچ رہا تھا۔ میں نے جو منصوبہ بنایا، اس پر مجھے خود حیرت تھی۔ بلاشبہ میں نے ایک اہم عہدے کے بارے میں سوچا تھا لیکن اس طرح تہذیب مصیبت میں گرفتار ہو جاتی بلکہ اس کی زندگی کو بھی خطرات لاحق ہو سکتے تھے۔ باقی منصوبہ بندی تو مکمل تھی، بس یہ فیصلہ نہیں ہو پایا تھا کہ تہذیب کو کس طرح بچاؤں۔ جنرل ٹیرس کے خیالات جاننا بھی ضروری تھے لیکن براہِ راست کوشش کسی طور کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ بالآخر اور کوئی بہتر تدبیر نہیں سوجھی تو میں نے اپنے پہلے منصوبے پر عمل کرنا ہی مناسب سمجھا۔ گرین پول کی گرین بیلٹ میرے پاس موجود تھی۔ میرا خیال تھا کہ گرین پول کے وہ کارکن جو اس عمارت پر تعینات تھے جہاں کیتھی براؤن کو رکھا گیا تھا مجھے نہ پہچانتے ہوں گے کیونکہ اب میں موباسے کی حیثیت سے تھا لیکن یہ بات تسلیم کرنا پڑی کہ تہذیب اپنے ایک ایک عمل میں مستعد تھی۔ گرین بیلٹ کا سہارا نہ لینا پڑا۔ وہاں میرا استقبال پارکو کی حیثیت سے ہی کیا گیا تھا۔ گویا وہ لوگ میری موجودہ حیثیت سے پوری طرح واقف تھے۔

انچارج نے میری درخواست پر مجھے کیتھی براؤن کے پاس پہنچا دیا اور وہ مجھے دیکھ کر چونک پڑی۔ "میکویاٹے۔"

"میں میکویاٹے نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"جس طرح میڈم! آپ یہاں قید ہیں اور ایک لڑکی موباٹے کے نزدیک آپ کی شکل میں موجود ہے اسی طرح میکویاٹے بھی قیدی ہے اور میں اس کی شکل میں یہاں موجود ہوں۔"

"کیا۔ میری شکل میں کوئی لڑکی موباٹے کے قریب موجود ہے؟"

"ہاں۔ آپ کے اغوا کے بعد اُس نے آپ کی جگہ سنبھال لی۔"

"مگر تم کون ہو؟"

"انہی ہنگامہ خیزیوں کی ایک کڑی۔"

"کس سے تعلق ہے؟" اس نے پوچھا۔

"یہ سن کر آپ کو زیادہ خوشی نہیں ہوگی۔" میں نے کہا۔

"اس کے باوجود میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"تو سنیے! میرا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے ہے۔ میڈم کیتھی براؤن آپ جانتی ہیں کہ گوٹے ہل میں والٹوموباٹے اسرائیلی نواز امریکیوں کا حامی بن گیا ہے اور تنظیم کے مفادات کے خلاف

قیمت
۲۵ روپے فی حصہ
ڈاک خرچ:
۱۰ روپے فی حصہ
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا ہم سے براہ راست منگوائیے۔
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳۔ کراچی ۱
marksman

WWW.PAKSOCIETY.COM

موباٹے کی سربراہی میں کام ہو رہا ہے۔ فلسطینی تنظیم اس کے دفاع میں کام کر رہی ہے۔ میں اسی ادارے کا ایک رکن ہوں۔"

"تت... تو کیا میں... تنظیم کی قیدی ہوں؟"

"نہیں آپ کو ان لوگوں نے قید کیا ہے جو آپ کو موباٹے کا دستِ راست سمجھتے ہیں اور اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ آپ موباٹے کے دشمنوں کو کامیاب نہ ہونے دیں گی۔"

"یہ خیال تو تنظیم کو بھی ہو سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں لیکن ہماری ابھی اتنی پہنچ نہیں ہے۔"

"مگر تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"چالاکی سے۔"

"یہ لوگ کون ہیں؟"

"شاید ان کا تعلق مافیا سے ہے۔"

"اوہ، نہیں یہ مافیا کے آدمی نہیں ہیں۔" کیتھی براؤن نے کہا۔ بڑا اعتماد تھا ان الفاظ میں اور یہ الفاظ تہذیب کے انکشاف کی تصدیق کرتے تھے۔

"ان کے بارے میں بعد میں معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ مجھے یہ بتائیے، میں آپ کے کس طرح کام آ سکتا ہوں؟"

"کیا مطلب؟"

"تنظیم آزادیٔ فلسطین آپ کی مدد کر کے آپ کا تعاون چاہتی ہے۔"

"میں بھلا اپنے بھائی کے مقاصد سے انحراف کیسے کر سکتی ہوں۔"

"خواہ ان لوگوں کی قید ہی میں کیوں نہ مر جائیں؟"

"مجبوری ہے۔"

"او کے۔ میں ایک پیشکش کرتا ہوں آپ کو۔ اگر آپ موباٹے کو اسرائیلی ایجنٹ بننے سے روک سکیں تو میں آپ کو ان کے پنجے سے نکال کر لے جا سکتا ہوں۔"

کیتھی کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی "کیا تم مجھے گوٹے ہل پہنچا سکتے ہو؟"

"گوٹے ہل؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ اگر تم یہ کام کر سکتے ہو تو تم سے تمہاری خواہش کے مطابق تعاون کیا جا سکتا ہے۔" اس نے کہا۔ میں سمجھ گیا کہ اسے یہ بات معلوم نہیں ہے کہ وہ گوٹے ہل ہی میں ہے۔

"گوٹے ہل میں کیا آپ موباٹے کے محل میں جائیں گی؟"

"نہیں، وہ جگہ مخدوش ہے۔ وہاں میں ایک اور جگہ قیام کروں گی۔ وہ میری ملکیت ہے۔"

"کون سی جگہ ہے وہ؟"

"گوٹے ہل جا سکتے ہو تو وہاں چلو۔ میں وعدہ کرتی ہوں تمہیں بہت سے فائدے حاصل ہوں گے۔"

"یہ جگہ گوٹے ہل ہی ہے۔ آپ اپنے دارالحکومت میں ہیں۔"

میرے اس انکشاف سے کیتھی براؤن ششدر رہ گئی تھی پھر وہ پُرجوش ہو گئی۔

"اگر یہ بات ہے تو فوراً مجھے یہاں سے نکال لو۔ باہر چل کر میں تمہیں بتاؤں گی کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"آپ کے پاس کوئی محفوظ جگہ موجود ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"آیئے۔" میں نے کہا اور وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ وہ سخت ہیجان کا شکار تھی۔ میں اسے ساتھ لے کر باہر نکل آیا۔ باہر پہریدار موجود تھے۔ میرے ساتھ کیتھی براؤن کو دیکھ کر وہ جز بز ہوئے لیکن میں نے فوراً کہا۔ ....

"میں نے انچارج سے اجازت لے لی ہے۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔" انچارج کی کیفیت بھی مختلف نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اسے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ "میڈم براؤن میرے ساتھ جا رہی ہیں۔ ہم دو گھنٹے میں واپس آئیں گے۔" اور پھر میں اسے پریشان چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ میں جانتا تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کی طرف سے اسے ہدایت ہے کہ وہ خود رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ وہ خود ہی ضرورت پڑنے پر رابطہ قائم کرتی رہے گی۔ اس کے علاوہ تہذیب نے اس سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ مجھے پورے اختیارات حاصل ہیں، گرین پول کی جانب سے اور میرے کسی کام میں مداخلت نہ کی جائے۔ چنانچہ میں اس کی طرف سے مطمئن تھا۔

باہر نکل کر کیتھی نے کہا۔ "اور تم کہتے ہو کہ میں تمہاری قیدی نہیں تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"ان لوگوں نے تمہارے ساتھ یہ تعاون کیوں کیا؟"

"اس لیے کہ میں میکویاٹے کے میک اپ میں ہوں۔"

"گویا ان کا تعلق میکویاٹے سے ہے؟"

"جو کچھ ہے مس کیتھی، سامنے آ جائے گا۔ آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟ آپ وہاں چلیں جہاں آپ جانا چاہتی ہیں۔ آپ کو علم نہیں، میں نے آپ کو رہا کر کے کتنا بڑا خطرہ مول لیا ہے۔"

کیتھی مجھے جس عمارت میں لائی تھی وہ ایک قدیم عمارت تھی۔ اس کے اطراف میں ایک خوب صورت باغ موجود تھا۔ عمارت میں ایک نیگرو بوڑھے اور دو جوان لڑکیوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ کیتھی کو دیکھ کر وہ مؤدب ہو گئے تھے۔ کیتھی کو یہاں آ کر بہت اطمینان ہوا تھا۔ ایک شاندار کمرے میں آ کر اس نے کہا۔ "اب مجھے اپنی اصلی شکل دکھا دو۔"

"کیا یہ ضروری ہے میڈم؟"

"مجھے اطمینان ہو جائے گا۔"

"آپ کو مجھ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کیا جانتا ہوں۔ اس کے باوجود آپ آزاد ہیں۔ میں آپ کو ان کے شکنجے سے نکال لایا ہوں۔ اگر آپ مجھ سے تعاون نہ کرنا چاہیں تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔"

وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر بولی "تمہارا شکریہ۔ اس بات کا میں تمہیں یقین دلاتی ہوں۔ میرے سلسلے میں تمہاری محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔"

"میں سمجھا نہیں مادام؟"

"ذاتی طور پر میں تنظیم آزادیٔ فلسطین کے خلاف نہیں ہوں۔ جبکہ والٹو موباٹے امریکی یہودیوں کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ امریکن ایف۔ بی۔ آئی انہی یہودیوں کی وجہ سے ساتھ دینے کے لیے کام کر رہی ہے۔ اسرائیلی ایجنٹ بھی اس کے لیے اپنی خدمات پیش کر چکے ہیں۔ بہت گہری چال چلی جا رہی ہے۔ اگر تم کسی خاص منصوبے کے تحت یہاں نہیں آئے، اور مجھے بے وقوف نہیں بنا رہے تو میرے ساتھ تعاون کرو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں تنظیم کی مدد کروں گی۔ اگر یہ کوئی چال ہے تو بہتر ہے مجھے بتا دو، میں ابھی تمہارے چنگل میں ہوں۔"

"کیا ہم ایک دوسرے پر بھروسا کر سکتے ہیں؟" میں نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"حالات نے یہی رخ اختیار کیا ہے۔ بعض اوقات یوں ہو جاتا ہے کہ دو اجنبی ایک دوسرے کے رازدار بن جاتے ہیں۔"

"کیا ہم ایک دوسرے سے سچ بول سکتے ہیں؟"

"آنکھیں بند کر کے۔"

"تو آنکھیں بند کر لو کیتھی براؤن اور اپنی سچائی کا ثبوت دو۔" میں نے کہا۔

"بولو کیا چاہتے ہو؟"

"موباٹے سے آپ کا کیا تعلق ہے؟"

"سو فیصد بھائی ہے وہ میرا، لیکن بالکل ناکارہ اور عیاش۔ وہ مجھ سے بے پناہ نفرت کرتا ہے لیکن ایک ایسا راز ہے میرے پاس کہ اگر افشا ہو جائے تو وہ کہیں کا نہ رہے گا۔"

"گویا تم اسے بلیک میل کرتی ہو؟"

"اسی طرح زندگی کو برقرار رکھے ہوئے ہوں۔"

"جنرل ٹیرس سے تمہارا کیا رابطہ ہے؟"

"وہ میرا محبوب ہے۔ میری زندگی کا مالک۔"

"کیا جنرل ٹیرس ہی موباٹے کا پوشیدہ دشمن نہیں ہے؟ کیا وہی اس کی حکومت کا تختہ نہیں الٹنا چاہتا؟"

کیتھی براؤن کی حالت خراب ہو گئی۔ اس کا بدن کانپنے لگا۔ اور پھر اس نے سخت ہیجان کے عالم میں کہا۔ "ہاں، ہم ہی... والٹو موباٹے کے خلاف سرگرم ہیں۔ میں جنرل ٹیرس کو برسرِ اقتدار لانا چاہتی ہوں۔ ہم سب اس کے لیے کام کر رہے ہیں۔ بس اور کچھ نہ پوچھنا۔ بس میں اور کچھ نہیں بتا سکتی۔ اس کے علاوہ اور کچھ... اور کچھ..." وہ نڈھال ہو گئی۔ جتنا سچ اس کے پاس تھا، اس نے بول دیا تھا۔ واقعی اب اور کچھ اس کے پاس نہیں رہ گیا تھا۔

"میڈم کیتھی براؤن! جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ میں تنظیم آزادیٔ فلسطین سے تعلق رکھتا ہوں تو حقیقت یہی ہے۔ آپ یہ بھی جانتی ہیں کہ موباٹے نے گرین پول سے امداد طلب کی ہے۔ گرین پول کے منصوبے سے بھی آپ واقف ہیں۔ میں آپ کو یہ بتا دوں کہ گرین پول بڑی کامیابی سے اپنا کام کر رہی ہے۔ آپ کی جگہ گرین پول کی ایک لڑکی موجود ہے۔ موباٹے کی جگہ اُس کا ڈپلی کیٹ موجود ہے۔ میکویاٹے کی جگہ میں کام کر رہا ہوں لیکن مس براؤن، اب کھیل بدل گیا ہے۔ آپ مطمئن رہیں گرین پول کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ آپ یہ بتائیے، آپ جنرل ٹیرس کو گرین پول کے منصوبے سے آگاہ کر سکیں یا نہیں۔"

"تم... تم یہ تو بتا دو... تم کون ہو؟"

"پارکو۔" میں نے جواب دیا۔ اور کیتھی براؤن ایک بار پھر ششدر رہ گئی۔

"لیکن تم تو... تم تو..."

"ہاں۔ میں گرین پول کے لیے کام کر رہا ہوں لیکن دراصل میں تنظیم کا نمائندہ ہوں۔"

"اوہ! دماغ پھٹ جائے گا میرا۔ پاگل ہو جاؤں گی میں۔ کیا کروں... میں کیا کروں؟" کیتھی نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"آپ یہاں آرام کریں۔ میں بہت جلد جنرل ٹیرس سے آپ کی ملاقات کا بندوبست کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے آپ اس وقت تک خود کو پُرسکون رکھیں اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جو ہم دونوں کے لیے نقصان دہ ہو۔"

"کیا تم... کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا واقعی تم ایسا ہی کرو گے؟"

"ہاں میڈم۔ اس وقت تک مجھ پر بھروسا کریں جب تک آپ کو مایوسی نہ ہو۔" میں نے جواب دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیتھی براؤن چوکڑی بھول گئی تھی۔ پے در پے ذہنی جھٹکوں نے اسے نڈھال کر دیا تھا، حالانکہ بڑے دل گردے کی لڑکی تھی اور خود کو بہت بے سے وجیہے رہتی تھی لیکن ان واقعات نے اسے بے حال کر کے رکھ دیا تھا۔ بار بار وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگتی تھی۔

"آپ کے لیے کچھ منگاؤں میڈم؟" میں نے پوچھا اور وہ چونک پڑی یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس ماحول سے روشناس ہونے کی کوشش کر رہی ہو پھر اسے یاد آ گیا کہ یہ عمارت اس کی اپنی ہے۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"براہِ کرم دیوار میں لگے اس سیاہ بٹن کو دبا دو۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بٹن دبا دیا تھا ـــ دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی اندر آ گئی تھی۔

"برانڈی۔" کیتھی نے کہا اور پھر میری طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"اگر کوئی دقت نہ ہو تو بلیک کافی۔" میں نے کہا۔

کیتھی نے چونک کر مجھ پر نگاہ ڈالی اور بولی۔ "یہاں تمہاری پسند کی ہر شراب مل جائے گی، تکلف نہ کرو۔"

"آسانی سے دستیاب ہو جائے تو صرف کافی، ورنہ کچھ نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے اپنی بات کا اعادہ کیا۔

"جاؤ جلدی کرو۔" کیتھی نے کہا اور لڑکی چلی گئی۔ کیتھی صوفے کی پشت سے ٹک گئی تھی۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد وہ بولی تب مجھے ان تمام باتوں پر یقین نہیں آتا پارکو۔ غور کرتی ہوں تو دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ تمہاری شخصیت بے حد حیرت انگیز ہے۔ بہت سے سوالات ہیں تمہارے بارے میں میرے ذہن میں، لیکن ہر سوال کے ساتھ ایک نیا سوال آ کھڑا ہوتا ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ پہلے کیا پوچھوں۔"

"آپ لوگ جس مشن پر کام کر رہے ہیں، وہ بچوں کا کھیل نہیں ہے میڈم! یہ کھیل بذاتِ خود اتنا الجھا ہوا ہے کہ اس کا کوئی سرا کہیں سے نہیں پکڑا جا سکتا۔ امریکی ادارے اس معاملے میں پوری طرح سرگرم ہیں، آپ نے خود مافیا کا سہارا لیا ہے۔ والٹوموبائے گرین پول کے چکر میں ہے۔ کیا کیا ہو رہا ہے اس کھیل میں۔ بہتر ہے آپ اپنے ذہن کو پُرسکون رکھیں۔ کوئی بھی غلط قدم سارا کھیل خراب کر دیگا۔"

"ایک بار، صرف ایک بار اپنی اصلی شکل دکھا دو، میں مطمئن ہو جاؤں گی۔"

"نہیں میڈم۔ میں اس میک اپ کو کسی طور خراب نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر بتاؤ اب میں کیا کروں؟"

"اگر یہ عمارت آپ کی نگاہ میں محفوظ ہے تو یہاں آرام کریں۔ باقی کام مجھے کرنے دیں۔ یہ سوچیں کہ ابھی آپ بدستور ان لوگوں کی قید ہی میں ہیں اور بے دست و پا ہیں۔"

کیتھی مجھے گھورتی رہی۔ خادمہ برانڈی لے آئی تھی۔ میں نے خود برانڈی گلاس میں ڈال کر اسے پیش کی۔ اور وہ اس کے بڑے بڑے گھونٹ لینے لگی، پھر اس نے کہا۔ "اب اگر میں گریز کا راستہ اختیار کروں یا تمہارے بارے میں شک و شبہ کروں تو بیکار ہے۔ میں اپنی زندگی کا سب سے اہم راز تمہیں دے چکی ہوں۔ تمہاری مرضی ہے پارکو جو دل چاہے کرو۔ اگر ہمارا یہ مشن فیل ہو جاتا تو موت کے علاوہ اور کیا ملتا۔ میں نے وہ موت قبول کر لی ہے۔" اس نے ساری برانڈی حلق میں اتار لی۔

"یہ عمارت آپ کے لیے محفوظ ہے؟"

"ہاں۔ ٹیرس کے علاوہ کوئی اس کی حقیقت نہیں جانتا۔"

"اس کا پتا؟"

"ساؤتھ پارک ہیون۔"

"ان تین افراد کے علاوہ یہاں کوئی نہیں ہے؟"

"نہیں۔"

"آپ یہاں [illegible] تحفظ کر سکتی ہیں؟"

"ڈیگی اور بروجی بلیک بیلٹ اور بہترین نشانہ باز ہیں۔"

"وہ دونوں لڑکیاں؟" میں نے پوچھا۔

"بے مثال ہیں وہ۔ دس دس مردوں کے برابر۔"

"یہ اچھی بات ہے۔ اور وہ بوڑھا؟"

"انتھی کا باپ ہے۔ بیس سال سے ہمارے خاندان کا وفادار ہے۔" کیتھی نے جواب دیا۔ اسی وقت لڑکی میرے لیے کافی لے آئی۔ کیتھی نے کہا۔ "یہ بروجی ہے۔ بلیک بیلٹ تھرڈ ڈان۔ ایک بہت بڑے مارشل آرٹس کے ادارے میں اس نے تربیت حاصل کی ہے اور اس کے نرم و نازک ہاتھ چار وزنی بلاک توڑ دیتے ہیں۔" لڑکی نے گردن خم کی اور مسکراتی ہوئی وہاں سے واپس چلی گئی۔

"میرا خیال ہے میڈم براؤن آپ صبر و سکون کے ساتھ یہاں قیام کریں، جنرل ٹیرس سے رابطہ قائم کرنا میرے لیے آسان کام نہیں ہوگا جس طرح آپ حیرتوں کا شکار ہوئی ہیں جنرل ٹیرس بھی اسی طرح حیرت زدہ رہ جائے گا لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی نہ کسی طرح اسے بھی اعتبار دلانے میں کامیاب ہو جاؤں گا کہ میں اس کے دشمنوں میں سے نہیں ہوں اور اس کے بعد جب وہ یہاں پہنچے میڈم براؤن تو پھر یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ اسے میری طرف سے مطمئن کریں تاکہ ہم باہمی اعتماد کے سہارے کام کر سکیں نیز یہ کہ میں نے آپ کو اپنے بارے میں بتا دیا ہے کہ میں تنظیم آزادیٔ فلسطین کا ایک رکن ہوں، کسی خاص منصوبے کے تحت یہاں نہیں آیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا بلکہ اتفاقیہ طور پر گرین پول سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ اس کی تفصیل طویل ہے اس لیے آپ کو نہیں بتاؤں گا۔ گرین پول کی نمائندہ لڑکی میری دوست بن گئی اور اس نے اپنے مقاصد مجھ سے بیان کر کے مجھے اپنے ساتھ شمولیت کی پیش کش کی جس وقت میں والٹو موباٹے سے ملا تھا اور میں نے اس کے سیکرٹری کو آپ کے سامنے بے نقاب کر دیا تھا اس وقت میرے ذہن میں۔۔۔ والٹو موباٹے سے وفاداری کے جذبات موجود تھے یعنی گرین پول کی جانب سے میں اس کا تحفظ چاہتا تھا لیکن بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ والٹو موباٹے کے مشن میں شریک نہیں ہیں بلکہ آپ کا مشن کچھ اور ہے۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا میڈم کیتھی براؤن کہ والٹو موباٹے جیسی شخصیت یہودی نژاد امریکیوں کی آلۂ کار ہے تو آپ خود سمجھتی ہیں کہ میں دیگر تمام مفادات کو نظر انداز کرنے پر مجبور ہو گیا اور میں نے آپ سے تعاون کا فیصلہ کر لیا لیکن یہ اس شرط پہ ہے کہ جنرل ٹیرس کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد یہاں یہودی مقاصد فنا کر دیے جائیں گے۔ اگر آپ نے میرے ساتھ تعاون کیا تو یقین کیجیے میں سر دھڑ کی بازی لگا دوں گا اور آپ کے مشن کو کامیاب بناؤں گا۔ دوسری شکل میں یقیناً آپ کا بدترین دشمن ثابت ہوں گا۔"

"نہیں نہیں، تمہیں اس کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ ٹیرس بذاتِ خود یہودیوں سے نفرت کرتا ہے اور اپنے وطن میں اسرائیلی مفادات کے لیے کوئی کارروائی نہیں ہونے دینا چاہتا۔"

"تو بس آپ اطمینان رکھیں میڈم براؤن کہ جنرل ٹیرس کو کامیابی سے ہمکنار کرنا میری بھی ذمے داری ہے اور میں اس کے لیے پوری طرح کام کروں گا۔"

"گرین پول کی وہ لڑکی جس کے ساتھ تم والٹو موباٹے سے ملنے کے لیے آئے تھے، مجھے بہت چالاک محسوس ہوتی ہے۔ وہ ایک خود مختار حیثیت میں گرین پول کے لیے کام کرتی ہے۔ کیا تمہارا اس سے ٹکراؤ نہیں ہو جائے گا؟"

"یہ میرے ذاتی معاملات ہیں، انھیں میں خود ہی دیکھوں گا۔ آپ یہاں صرف اپنا تحفظ کریں۔ اگر میرے پاس کچھ ایسے افراد ہوتے جو میرے لیے کام کرتے تو میں یقیناً یہاں کچھ لوگوں کو آپ کی نگرانی کے لیے مقرر کر دیتا۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم صرف اپنا کام کرو۔" کیتھی براؤن نے کہا اور کافی پینے کے بعد میں وہاں سے اٹھ گیا۔

"بس اب مجھے اجازت دیجیے میڈم! زیادہ دیر آپ کے پاس رکنا خطرناک ہو سکتا ہے۔"

کیتھی براؤن اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور چند قدم چل کر میرے نزدیک پہنچ گئی۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر میرے شانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "بعض اوقات انسان بہت کچھ ہونے کے باوجود کچھ نہیں رہ جاتا، میں بھی اس وقت ایسی ہی کیفیت کا شکار ہوں۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے پارکو، میں اپنا سب کچھ کھو چکی ہوں۔ ان دنوں میں اپنے آپ کو اتنا ہلکا محسوس کر رہی ہوں کہ اس سے پہلے کبھی نہیں محسوس کیا۔"

میں نے اُسے تسلی دی اور باہر نکلنے والے راستے کی جانب بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں واپس موباٹے ہاؤس کی جانب جا رہا تھا۔ جو کچھ کر چکا تھا، وہ میرے لیے بھی بہت خطرناک تھا۔ کہیں ایک قدم غلط اٹھا اور مصیبتوں کا شکار ہوا۔ چنانچہ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا تھا۔ تہذیب بلاشبہ ایک اچھی دوست بھی ساتھی ثابت ہوئی تھی۔ اس کی جانب سے اب یہ خدشہ مکمل طور پر ذہن سے نکل چکا تھا کہ کسی طور پر اس کا تعلق ادلیو ہاورڈ سے ہو گا۔ ہاورڈ کو میں نے ایکبار پھر بدترین شکست دی تھی، وہ بڑی گہری چال چل کے اور بڑی طویل منصوبہ بندی کے تحت مجھے تنظیم سے برگشتہ کر کے فرانس لایا تھا۔ یقیناً اس کے ذہن میں کوئی ایسا ہی منصوبہ ہو گا جو میری ذات کے لیے نہایت ہولناک ہو۔ اس بات کا مجھے بھی یقین تھا کہ ادلیو ہاورڈ اگر چاہتا تو میں اس کے ہاتھوں موت کا شکار بھی ہو سکتا تھا لیکن وہ مجھے قتل نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ اسرائیلی مفاد کے لیے وہ میری ذات کو اس طرح استعمال کرنے کا خواہش مند تھا کہ میرا ملک بھی اس میں ملوث ہو جائے۔

میں نے اس کے منصوبوں کے بارے میں بہت کچھ سوچا تھا لیکن کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی ——— فی الحال تو میں اس کے جال سے نکل چکا تھا اور اس موڑ پر اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ ہاں یہ دوسری بات تھی کہ وہ نہیں تو اب امریکن ایف بی آئی کا ڈینس ہیلے میرے آس پاس ہی موجود تھا اور کسی بھی لمحہ اس سے مڈبھیڑ ہو سکتی تھی۔ موباٹے کے محل میں حالات حسبِ معمول تھے۔ میں یہاں کی سنسنی خیز کیفیت کو ہر لمحہ محسوس کرتا تھا۔

تہذیب سے اس کے کمرے ہی میں ملاقات ہوئی۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ اسے کیتھی براؤن کی گمشدگی کا علم ہوا یا نہیں لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بے خبر ہے۔ وہ پُرسکون تھی، مجھے دیکھ کر مسکرائی اور کہنے لگی۔ "یہ دونوں افراد۔۔۔ میری مراد کیرن شی اور مائیکل یان سے ہے، بے پناہ شاطر معلوم ہوتے ہیں۔ میں ان کی طرف سے شدید ہراس کا شکار ہوں پارکو۔"

"میرے خیال میں ابھی تک انھیں تم پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا، ورنہ وہ اپنے منصوبے یوں ہمارے سامنے نہ لاتے۔"

"ہاں، یقیناً ایسی ہی بات ہے لیکن اس کے باوجود میرا خیال ہے ان دونوں کے لیے کچھ کرنا ضروری ہے۔ دراصل معاملات اب اس نہج تک پہنچ گئے ہیں کہ ہمیں میدان صاف رکھنا چاہیے۔ خواہ اس کے لیے تھوڑا بہت خطرہ ہی کیوں نہ مول لینا پڑے۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جنرل ٹیرس ان دونوں سے ملا تھا اور ان کے درمیان خاص گفتگو رہی تھی۔ غالباً جنرل ٹیرس اب اپنے منصوبے پر بلا تاخیر عمل کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں اس نے مجھ سے بھی ملاقات کی تھی لیکن یہ ملاقات ان دونوں سے گفتگو کرنے کے بعد ہوئی تھی۔ آج رات کو ساڑھے گیارہ بجے یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک مخصوص عمارت میں ان لوگوں نے ایک میٹنگ کا پروگرام رکھا ہے۔ جنرل ٹیرس مجھے اس میٹنگ میں شرکت کی دعوت دینے کے لیے میرے پاس پہنچا تھا اور اس نے عجیب سے انداز میں مجھ سے کہا تھا کہ اس میٹنگ میں شرکت بے حد ضروری ہے۔ جس انداز میں وہ مجھ سے گفتگو کرتا ہے اس سے تمہارے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے پارکو کہ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کے درمیان گہرا ربط و ضبط ہے۔ تاہم وہ بڑی احتیاط سے کام لے رہا ہے اور تنہائی میں بھی میرے مرتبے کو نظر انداز نہیں کرتا لیکن اس کی آنکھیں کچھ کہتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔"

"ہو سکتا ہے لیکن اس میٹنگ کے بارے میں ابھی تک مجھے کوئی اطلاع نہیں ہے۔"

"تم غالباً موجود نہیں تھے۔ جنرل ٹیرس نے مجھ سے ہی تمہارے بارے میں بھی کہا ہے کہ رات کو ساڑھے گیارہ بجے کی اس میٹنگ میں تمہیں شرکت کی دعوت دے دی جائے۔"

"یہ میٹنگ کہاں ہو رہی ہے؟"

"بیگی ہاؤس میں جو اس عمارت کے عقب میں بالکل قریب ہی ہے۔"

"یہاں محل میں یہ میٹنگ مناسب کیوں نہیں سمجھی گئی؟"

"جنرل ٹیرس کا کہنا ہے کہ محل میں جہاں تک ممکن ہو سکے، ایسی اہم کارروائیاں محدود رکھی جائیں کیونکہ دشمنوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ دراصل وہ سیکرٹری والے واقعے سے خاصا متاثر معلوم ہوتا ہے۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سیکرٹری کا تقرر ظاہر ہے جنرل ٹیرس ہی کے ایما پر ہوا تھا۔

اس میٹنگ کے بارے میں مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس میں کیا فیصلے ہونے والے ہیں لیکن میں اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کرنے لگا۔ کیتھی براؤن کے مسئلے کو ابھی کچھ دیر کے لیے مزید ٹالنا تھا۔

ساڑھے گیارہ بجے ایک ایک آدمی خفیہ طور پر بیگی ہاؤس پہنچ گیا۔ تہذیب مالکم ایکس میرے ساتھ ہی اس پُراسرار عمارت میں گئی تھی، عمارت خاصی مضبوط بنی ہوئی تھی۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے اطراف میں کوئی نہ ہو۔ میٹنگ ہال میں نقلی والٹو موباٹے، مائیکل یان اور جنرل ٹیرس پہلے سے موجود تھے۔ میں اور کیتھی براؤن یعنی تہذیب مالکم ایکس ساتھ ساتھ ہی اندر داخل ہوئے تھے۔ کیرن شی ہمارے درمیان موجود نہیں تھا۔ کسی نے اس کے بارے میں مائیکل یان سے سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ وہ ایک اور کام میں مصروف ہے، اس لیے اس میٹنگ میں شرکت نہیں کر سکتا۔ یہاں میں اس کی نمائندگی کر رہا ہوں۔

جنرل ٹیرس نے والٹو موباٹے اور کیتھی براؤن کو ادب سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میڈم! اب تک اس سلسلے میں مجھے جو علم ہو سکا ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ہم ابھی تک مضبوط اقدامات نہیں کر سکے ہیں۔ دشمن ہماری نگاہوں سے روپوش اپنی سازشوں میں مصروف ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم یہ سب کچھ کب تک برداشت کریں؟ کہیں یوں نہ ہو کہ ہماری قوتِ مدافعت کمزور پڑ جائے اور دشمن اس صورتِ حال سے فائدہ اٹھا جائے۔"

"تو آپ کے ذہن میں اس سلسلے میں کوئی موثر منصوبہ موجود ہے جنرل ٹیرس! اگر ایسی بات ہے تو براہِ کرم آپ ہمیں اس سے آگاہ کریں۔" کیتھی براؤن یا تہذیب مالکم ایکس نے پُروقار انداز میں کہا۔

"میڈم! بظاہر ہم کوئی ایسا منصوبہ پیش نہیں کر سکتے لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنی طرف سے کارروائی کا آغاز کر دیں۔"

"وہ کس طرح؟"

"ان تمام عہدیداروں کی فہرست میرے پاس موجود ہے جنھیں ہم اس سلسلے میں ملوث سمجھتے ہیں۔ اگر ہم اپنے منصوبے میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے اُسے یوں عمل میں لائیں کہ ان لوگوں کو گرفتار کر کے خفیہ طور پر قید کر دیا جائے تو پھر اس انقلاب کے امکانات ہی ختم ہو جاتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں، اس طرح ہمارے دشمن پس منظر میں رہیں گے اور ہم صرف اندھیرے میں تیر چلائیں گے۔ ممکن ہے جن لوگوں کو ہم گرفتار کریں، ان کے ذہن میں یہ منصوبہ نہ ہو۔" نقلی۔۔۔ والٹو موباٹے نے فوراً دخل دیا۔ تہذیب مالکم ایکس نے اس شخص کا انتخاب یونہی نہیں کیا تھا۔ یہ ذہین آدمی تھا اور اپنی پوزیشن کو پوری طرح سمجھ چکا تھا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے جناب لیکن آپ کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خیال میں کیا یہ طویل انتظار مناسب ہو گا؟"

"اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہے جنرل! میں آپ کو اس اقدام کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس طرح میرا تمام منصوبہ مٹی میں مل جائے گا۔" والٹو موبائے نے کہا اور اپنی بہن کیتھی براؤن کی طرف دیکھا۔

کیتھی براؤن نے فوراً اس کی تائید کرتے ہوئے کہا "ہاں جنرل! یہ اقدام نامناسب ہو گا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہماری قوتِ مدافعت کمزور کیوں ہو گی؟ ہمیں دشمن کے آخری حملے کا اسی شدّ و مد سے انتظار کرنا ہو گا جس طرح کرتے رہے ہیں اور جس وقت بھی یہ واقعہ ظہور پذیر ہو جائے، ہم اپنے عمل کا مؤثر انداز میں آغاز کر دیں گے۔ پروگرام کی تبدیلی یقینی طور پر غیر مؤثر ثابت ہو گی۔"

"یہ ایک تجویز تھی میرے ذہن میں اور اسی لیے میں نے سب کے سامنے پیش کی کہ سب کی رائے اس میں شامل ہو جائے" جنرل ٹیرس نے کہا۔ ابھی ہم یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ دفعتاً ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا اور ہم سب کی نگاہ دروازے کی جانب اٹھ گئی۔ منظر کچھ ایسا عجیب اور غیر متوقع تھا کہ سب ہی اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ دو مسلح محافظ ایک خوب صورت نوجوان کو بازوؤں سے پکڑے ہوئے اندر لائے تھے۔ تیسرے نے اس کے سر کے بالوں کو اس طرح مٹھی میں جکڑ لیا تھا کہ اس کا سر اوپر کی جانب بلند ہو گیا تھا۔ ان کے پیچھے ہم نے کیرن شی مے کو دیکھا جو مسکراتا ہوا اندر آیا تھا۔ کیرن شی مے کا چہرہ دیکھ کر ایک عجیب سا احساس ہوتا تھا۔ محافظ، نوجوان کو پکڑے ہوئے ایک دیوار کے نزدیک رک گئے۔ کمرے کی فضا میں یکلخت حیرت و دہشت کا ملا جلا تاثر پیدا ہو گیا تھا لیکن چند لمحات کے بعد کیرن شی مے کی آواز نے یہ ڈرامائی کیفیت ختم کر دی۔

"خواتین و حضرات! بڑا دلچسپ تحفہ لایا ہوں آپ لوگوں کے لیے۔ آپ سب نے یقیناً سوچا ہو گا کہ شی مے اس اہم میٹنگ کے دوران موجود نہیں ہے۔ میں نے معذرت بھی کی تھی اور ایک مصروفیت کا بہانہ کیا تھا لیکن درحقیقت مجھے کچھ ایسے آثار نظر آئے تھے جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس شاندار عمارت کو کچھ لوگ بڑی دلچسپی کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ اس دلچسپی کو محسوس کرنے کے بعد میرے لیے ضروری تھا کہ اس معاملے کی تحقیقات کروں۔ آپ لوگوں کو یہ سن کر یقیناً مسرت ہو گی کہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کی خونخوار بلی فاخرہ یعقوبی آپ لوگوں سے زیادہ دور نہیں ہے۔ مافیا گرین پول، ایف۔ بی۔ آئی، جنرل ٹیرس بذاتِ خود اور جو کوئی بھی یہاں اس کارروائی میں نہایت رازداری سے مصروف ہے، سب کے سب یہ بات نجانے کیوں نظر انداز کیے ہوئے ہیں کہ والٹو موبائے کچھ اور لوگوں کے لیے بھی باعث تکلیف ہے۔ جیسے ہمارے یہ دوست ان کا نام کیا ہے؟ کون ہیں یہ؟ اس کی تفصیل تو یہ خود ہی بتائیں گے۔ میں آپ لوگوں کو صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ یہ.... فاخرہ یعقوبی کے دستِ راست ہیں اور آپ کی اس عمارت میں ڈائنا مائیٹس کا ایک اعلیٰ درجے کا جال بچھا چکے ہیں۔ ان میں اور کیا کیا خوبیاں ہیں، یہ تو بعد ہی میں معلوم ہوں گی۔ لیکن ایک بات میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ بہترین ڈائنا مائیٹ انجینئر ہیں جس طرح انھوں نے اس عمارت کو بارود کا ڈھیر بنا دیا ہے، وہ انہی کا کارنامہ ہو سکتا ہے لیکن بدقسمتی یہ کہ ان کے ساتھی اپنے آپ کو میری نگاہوں سے نہ چھپا سکے اور مجھے ان کی سرگرمیوں کا اندازہ ہو گیا۔" جنرل ٹیرس اور دوسرے تمام لوگ حیرت زدہ انداز کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ ٹیرس کے منہ سے آہستہ سے نکلا: "ڈائنا مائیٹس۔"

"ڈائنا مائیٹ۔" تعذیب مائکم ایکس نے چیختے ہوئے کہا۔ لیکن میری نگاہیں نوجوان کا جائزہ لے رہی تھیں۔ بڑی خوبصورت شخصیت کا مالک تھا۔ بیضوی چہرہ، کشادہ پیشانی، سیاہ آنکھیں گھنگھریالے بال۔ بدن گو دبلا پتلا تھا لیکن اس کی بناوٹ سے اندازہ ہوتا تھا کہ بجلی کی طرح پھرتیلا نوجوان ہے۔

نقلی والٹو موبائے نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا "یہ اس محفوظ ترین عمارت سے کس طرح واقف ہوئے اور یہاں تک کیسے پہنچے۔ عمارت کے آس پاس تو اچھے خاصے لوگ پھیلے ہوئے ہیں؟"

میں ان لوگوں کی جانب متوجہ نہیں ہوا۔ میرے لیے تو یہی کافی تھا کہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کا ایک اہم رکن اور فاخرہ یعقوبی کا دستِ راست اس وقت مصیبت میں گرفتار ہے، میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا کہ مجھے اس نوجوان کی مدد کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ کوئی احمقانہ قدم اٹھانا کسی طور مناسب نہیں تھا۔ اس لیے کوئی لمبی چال ہی چلنا ہو گی۔ میں کسی بھی طرف متوجہ ہوئے بغیر سفاکی سے اس نوجوان کو گھور رہا تھا۔

دفعتاً مائیکل یان نے اپنا پستول نکال لیا۔ اس کی آنکھیں خون میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اس نوجوان کی طرف رخ کر کے چیختے ہوئے کہا۔ "اس کے بدن میں اتنی گولیاں اتار دی جائیں کہ اسے سانس لینے کی مہلت تک نہ مل سکے۔"

"رک جاؤ مائیکل یان!" میں نے ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں کہا۔ "ریوالور واپس اپنی جیب میں رکھ لو۔"

میرے لہجے کی کرختگی پر مائیکل یان کا منہ بگڑ گیا۔ اس نے پہلے ساتھی کیرن شی مے کی طرف دیکھا اور پھر ریوالور واپس جیب میں رکھ لیا۔ میں آہستہ آہستہ اس نوجوان کے قریب پہنچ گیا تھا۔ جس محافظ نے اس کے سر کے بال پکڑ رکھے تھے، اسے میں نے ہدایت کی کہ اس کے سر کے بال چھوڑ دے۔ محافظ نے فوری طور پر میری ہدایت پر عمل کیا تھا۔ فلسطینی نوجوان نے سر کو اِدھر اُدھر جھٹکا اور پھر اس کی تیز نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں۔ ان آنکھوں میں شدید نفرت بھری ہوئی تھی۔

میں نے اس کی نفرت کے اس انداز کو نظر انداز کر کے سرد لہجے میں کہا۔ "اب تم اپنی زبان کھول دو، کون ہو تم؟ اور کس کے ایما پر یہاں آئے ہو؟ اس عمارت کے بارے میں تمھیں کس طرح معلومات حاصل ہوئیں؟ اور کتنے آدمی اب اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں؟"

اس نے ایک ہلکی سی آواز منہ سے نکالی اور حقارت بھرے انداز میں رخ بدل لیا۔ جیسے ان سوالات کی اس کی نگاہ میں کوئی وقعت ہی نہ ہو۔ اور وہ ان کے جواب دینے کا کوئی ارادہ نہ رکھتا ہو۔ میں نے گہری نگاہوں سے نوجوان کے بگڑے ہوئے تیور دیکھے، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ہر قسم کا تشدد برداشت کرنے کے لیے تیار ہو۔ لیکن اس کی اس کیفیت کو کیرن شی مے قطعی برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ مائیکل یان کا چہرہ بھی سرخ ہو رہا تھا۔ وہ شاید میری مداخلت سے خاموش ہو گیا تھا ورنہ فوری طور پر نجانے اس نوجوان کے خلاف کیا کارروائی کر ڈالتا۔

جب دوسری بار بھی میری بات کا اس نے کوئی خاص جواب نہیں دیا تو مائیکل یان برداشت نہ کر سکا، وہ تیزی سے آگے بڑھ کر فلسطینی نوجوان کی طرف لپکا، اس کے منہ سے غصے بھری آوازیں نکل رہی تھیں۔ "تمھاری یہ مجال... میں تمھیں ایک منٹ میں سیدھا کر دوں گا۔" اس نے گھونسا بنا کر فلسطینی نوجوان کے چہرے پر مارا لیکن جونہی وہ اس کے قریب ہوا، فلسطینی نوجوان نے کمال مہارت سے اپنے دونوں پاؤں اوپر اٹھائے چونکہ دو محافظ اس کے بازوؤں کا زور سنبھالے ہوئے تھے اس لیے ایک لمحے میں وہ سب کچھ ہو گیا جس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

نوجوان کے دونوں پاؤں مائیکل یان کے منہ پر پڑے اور وہ بُری طرح دہاڑتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔ جو کچھ ہوا، وہ اچانک تھا، میں اور دوسرے لوگوں کی طرح دونوں محافظ بھی حیران رہ گئے۔

کیرن شی مے تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے مائیکل یان کو اٹھانے کی کوشش کی۔ وہ زمین پر چت پڑا ہوا تھا۔ خاصی شدید ضرب لگی تھی اس کے چہرے پر۔ اس کے سامنے والے دونوں دانت ٹوٹ گئے تھے، رخسار پر سیاہ نشان پڑ گیا تھا۔ بمشکل تمام اسے سہارا دے کر اٹھایا گیا تھا۔

میں نے اپنا رخ بدل لیا تھا اور پھر میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "میں تمھیں منع کر چکا تھا مائیکل یان اور پھر جب میں یہاں موجود ہوں تو تمھیں میری آواز سے اپنی آواز بلند نہیں کرنا چاہیے۔"

"اوہ مسٹر میکویائے! آپ اپنی کارروائی جاری رکھیں۔ یہ قدرا احمق قسم کا جذباتی آدمی ہے۔"

"بہتر یہی ہے کہ اسے یہاں سے باہر لے جاؤ۔" میں نے درشت لہجے میں کہا اور پھر واپس نوجوان کی طرف مڑ گیا۔ "تم اگر اپنے آپ کو بہت زیادہ مضبوط سمجھتے ہو اور یہ سوچتے ہو کہ تمھاری زبان بند رہ سکے گی تو اس غلط فہمی کو دل سے نکال دو۔ جو کچھ تم سے پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب دو۔ میں آخری بار تمھیں یہ وارننگ دے رہا ہوں۔"

نوجوان نے حقارت سے زمین پر تھوک دیا اور ویسے ہی نفرت بھرے لہجے میں بولا "تم لوگ... تم لوگ کتے ہو، میں تمھیں سڑکوں پر بھونکنے والے کتوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ اگر تم میرے بارے میں یہی جاننا چاہتے ہو کہ میں کون ہوں تو اس کا تمھیں اندازہ ہے۔ میرا تعلق عظیم فلسطین سے ہے اور میں اس کی بقا کے لیے جدوجہد کر رہا ہوں۔ والٹو موبائے جیسے بے ضمیر اور بے غیرت قسم کے لوگ اسرائیلیوں کو اپنے دامن میں پناہ دیتے ہیں۔ یہ اسرائیلی وحشی، فلسطین کی سرزمین پر تو جو کچھ کر رہے ہیں وہ ایک طرف لیکن ان کے گھناؤنے مقاصد آدھی دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ ہر جگہ اپنے لیے راستے ہموار کرتے ہیں۔ تم لوگ اس اٹامک پلانٹ کے بارے میں جانتے ہو جو والٹو موبائے کو کٹھ پتلی بنا کر یہاں اسرائیلی مفادات کے لیے کام کر رہا ہے! ذرا اس کی اہمیت پر غور کرو تو تمھیں اندازہ ہو جائے گا کہ یہ صرف فلسطینی عربوں ہی کے خلاف سازش نہیں ہو رہی بلکہ نجانے کون کون اس کی لپیٹ میں آئے گا۔ ہم اسرائیل کے قدم محدود کر دینا چاہتے ہیں۔ ہم اسے پھیلنے نہیں دینا چاہتے اور تم... تم سب لوگ جو مختلف قوموں اور مختلف ملکوں سے تعلق رکھتے ہو، کتوں کی طرح اپنے سامنے پھینکی جانے والی ہڈیوں کی طرف بلبلاتے چلے آتے ہو، یہ سوچے سمجھے بغیر کہ تمھاری ان کوششوں سے دوسروں کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ہاں، میں آزادیٔ فلسطین کا مجاہد ہوں، فلسطینی تنظیم سے میرا تعلق ہے اور میں تم سب کو ڈائنا مائیٹ سے اڑا دینا چاہتا تھا، یہی تھا میرا مقصد۔ تم لوگ مجھے قتل کر دو گے، صرف

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے، لیکن تمھیں اندازہ نہیں کہ میرے جیسے نجانے کتنے سرفروش تمھاری فکر میں سرگرداں ہیں اور والٹو موباٹے تو... تو ان بے ضمیر لوگوں کے ہاتھوں کٹھ پتلیوں کی طرح کھیل رہا ہے مگر یاد رکھ، ایک دن بہت بڑے نقصان سے دوچار ہوگا۔ یہ میری پیشن گوئی ہے۔ میرے لاکھوں ساتھی زندہ ہیں اور میں ان کے درمیان ہمیشہ زندہ رہوں گا۔ مجھے صرف یہ افسوس ہے کہ میں تم سب لوگوں کو موت کے گھاٹ نہیں اتار سکا۔ میں تم سب کو فنا نہیں کر سکا۔"

اس کے لہجے میں شیروں جیسی غراہٹ تھی۔ اس کی آنکھوں میں بے خوفی کی تیز چمک تھی۔ مجھے اس کا تمتماتا ہوا چہرہ اور دمکتی آنکھیں دیکھ کر ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ واقعی نڈر اور دلیر لڑکا تھا اور اس وقت ان لوگوں کے درمیان بری طرح گھر چکا تھا۔ میں جانتا تھا کہ کیرن شی مے اور مائیکل یان اس کی ایک لمحے کی زندگی بھی نہیں چاہتے ہوں گے اور میرا یہ اندازہ درست ہی نکلا۔ کیرن شی مے نے مائیکل یان کو سہارا دے کر اٹھایا تھا۔ اس کے منہ سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔ ابھی تک وہ کیرن شیمے کے ساتھ باہر نہیں گیا تھا۔ اس نے آستین سے ہونٹوں کا خون صاف کیا اور دفعتاً اچھل کر اس نوجوان کی طرف آیا۔ اب وہ غصے سے بے قابو ہو چکا تھا۔ اس نے ایک گھونسا نوجوان کی پیشانی پر جڑ دیا اور اس وقت محافظوں نے نوجوان کے بازو چھوڑ دیے۔ میں نے خونی نگاہوں سے مائیکل یان کو دیکھا۔ کیرن شیمے نے بھی فوراً آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تھا تاکہ مائیکل یان کو نوجوان سے دور ہٹا دے لیکن میں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے روک دیا۔ پھر میں نے کہا۔ "مائیکل یان نے میری وارننگ کے باوجود یہ حرکت کی ہے، میرا خیال ہے کہ اسے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع دو۔" فلسطینی نوجوان کا جوش، اس کا انداز اور اس کے تیور دیکھ کر میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ مائیکل یان کے لیے ایک خطرناک دشمن ثابت ہوگا۔ مائیکل یان کو اپنی اس حماقت کی سزا ضرور ملنی چاہیے تھی۔ دوسرا اشارہ میں نے محافظوں کو کیا تھا اور انھیں حکم دیا تھا کہ وہ پیچھے ہٹ جائیں۔ محافظوں سے آزادی ملتے ہی فلسطینی نوجوان نے اپنے دونوں بازو جھٹکے اور تن کر کھڑا ہو گیا۔

مائیکل یان اس کے مقابلے میں کافی مضبوط و توانا تھا۔ وہ خون تھوکتے ہوئے ٹکٹکی باندھے چند لمحوں تک اسے گھورتا رہا اور پھر دفعتاً اس نے چھلانگ لگائی۔ فلسطینی نوجوان نے انتہائی مہارت سے اپنے آپ کو بچایا، وہ قطعی خوف زدہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ باقی تمام لوگ ایک دم پیچھے ہٹ گئے۔ فلسطینی نوجوان مائیکل یان کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ کیرن شیمے نے اپنی قوم کی روایتی بزدلی اور شیطنت لیتے ہوئے عقب سے نوجوان پر حملہ کیا اور ایک زوردار اس کے جبڑے پر لگا دیا۔ نوجوان نے بچنے کی کوشش گھونسا اس کے کان پر پڑا تھا، چنانچہ اس کا کان پھٹ گیا خون تیزی سے بہنے لگا۔ اس نے اپنے آپ کو گرنے سے کے لیے دیوار کا سہارا لیا تھا۔ مائیکل یان نے جو کیرن مصروف عمل دیکھا تو وہ کسی خونخوار چیتے کی طرح نوجوان اور دوسرے لمحے اس نے ایک زوردار ٹکر نوجوان کے لگانے کی کوشش کی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جو واقعہ غیر متوقع اور حیرتناک تھا۔ نوجوان جو کان کی چوٹ سے گیا تھا اور بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دیوار سے کے بس کی بات نہ ہو، وہ دفعتاً اپنی جگہ سے ہٹا اور مائیکل یان قوت سے دیوار سے ٹکرایا۔ اس کا نتیجہ جو کچھ ہونا تھا مائیکل یان نے دیوار کو پکڑنے کی کوشش کی آہستہ اس کے ساتھ ساتھ نیچے آ رہا۔ نوجوان نے ایک رخ بدلا اور اس بار اس نے کیرن شیمے پر حملہ کر دیا سرکس کے بازیگر کی طرح اچھلا اور اس کی دونوں ٹانگیں کے سر پر پڑیں۔ کیرن شیمے ضرب لگتے ہی بری طرح اور سنبھلنے کی کوشش میں فرش پر آ گرا۔ فلسطینی نوجوان گر گیا تھا لیکن پھر وہ پھرتی سے اٹھا اور دوڑتا ہوا اور کے سر پر پہنچ گیا۔ وہ ایک بار پھر اچھلا اور اس نے کی ضرب کیرن شیمے کی پیشانی پر لگائی۔ کیرن کے منہ سے چیخ نکلی اور اس نے تلملا کر اپنے ہاتھوں سے اس کو لیکن نوجوان اس دوران پھر پیچھے ہٹ گیا۔ اس سے مسلسل خون بہہ رہا تھا لیکن وہ جوش انتقام میں فراموش کر چکا تھا۔

دوسرے لمحے اس نے جھک کر کیرن شیمے کی پکڑی اور اس کو دہرا کر کے اپنے بدن کا پورا دباؤ دیا۔ کیرن شیمے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ سے فحش گالیاں نکل رہی تھیں۔ محافظ پریشان نگاہ ایک کی شکل دیکھنے لگے۔ لیکن یہاں کون تھا جو دنیا بھر۔ جنرل ٹیرس کے بارے میں مجھے علم تھا کہ وہ موباٹے کے خلاف ہے اور اگر کیتھی براؤن نہیں ہے تو وہ فلسطینیوں کے خلاف بھی نہیں ہے۔ مالکم ایکس تھی جو کیتھی براؤن کی حیثیت سے موجود تھی۔

...کو سہارا دیے ہوئے تھی۔ والٹو موباٹے تو ذہنی طور پر تہذیب کا آدمی۔ چنانچہ وہ اس معاملے میں کیا دخل دیتا۔ باقی یہ دونوں رہ گئے تھے جنھیں ان کی حرکت کی سزا ملنا ہی چاہیے تھی۔ مائیکل یان کی تو حالت خراب تھی۔ معلوم نہیں اس کے سر کی چوٹ کتنی شدید تھی لیکن کیرن شی مے بھی مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ فلسطینی نوجوان نے کیرن شی مے کے سر کے بالوں کو مٹھی میں پکڑ کر اس کا سر پوری قوت سے زمین پر دے مارا۔ آوازیں خاصی نوجوان ناک تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے زمین پر پتھر گر رہے ہیں۔ نوجوان نے دزدیدہ نگاہوں سے جنرل ٹیرس کی طرف دیکھا۔ وہ بے حس و حرکت کھڑا تھا اور اس کے انداز سے یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ اس معاملے میں مداخلت کرنا چاہتا ہے یا نہیں۔ یہ ضربیں لگنے سے کیرن شی مے بھی نیم جاں ہو گیا۔ دفعتاً فلسطینی نوجوان نے حلق سے زوردار آواز نکالی۔ اس نے بھاری کیرن شی مے کو بالوں سے پکڑ کر اٹھایا اور اسے لے کر دوڑتا دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے وحشی درندوں کی طرح اسے دیوار سے دے مارا۔

کیرن شی مے کے حلق سے دردناک چیخیں نکلنے لگی تھیں۔ اب وہ فحش کلامی بھی بھول چکا تھا۔ چیختے چیختے اس نے کہا۔ "مدد... بچاؤ... بچاؤ۔" لیکن وہاں موجود افراد میں سے کسی نے اس کی مدد نہیں کی اور فلسطینی نے پوری قوت سے نیم جاں اور نڈھال کیرن شی مے کو گلا دبا دیا۔ چند لمحوں تک کمرے میں غرغراہٹ کی آوازیں ابھرتی رہیں۔ شی مے کا بدن متحرک تھا لیکن آہستہ آہستہ اس کی مزاحمت جواب دیتی گئی اور وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔

کمرے میں موجود محافظ متحیرانہ انداز میں منہ پھاڑے اس خونی کھیل کو دیکھ رہے تھے چونکہ میں نے انھیں مداخلت کے لیے منع کر دیا تھا، اس لیے وہ ساکت و جامد کھڑے ہوئے تھے۔ نوجوان نے انتہائی بے خوفی اور دلیری سے ہم میں سے ہر شخص کی شکل دیکھی اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا دیوار سے جا لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم لوگ میرے ساتھ جو سلوک کرنا چاہتے ہو اس کے لیے آزاد ہو۔ میں بزدلوں کی طرح اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر فرار کی کوشش نہیں کروں گا۔"

جنرل ٹیرس نے محافظوں کی طرف دیکھ کر سخت لہجے میں کہا۔ "اسے گرفتار کر لو۔" وہ تینوں محافظ نوجوان پر ٹوٹ پڑے تھے پھر انھوں نے نوجوان کو رسے کی طرح کس دیا۔

میں نے والٹو موباٹے اور کیتھی براؤن کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ "اس وقت مزید کوئی پروگرام جاری رکھنا ممکن نہیں ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ آپ مسٹر والٹو موباٹے کو واپس ان کی رہائش گاہ پر لے جائیں۔ میں ذرا جنرل ٹیرس کے ساتھ مصروف ہوں۔"

کیتھی براؤن نے گردن ہلا دی، جنرل ٹیرس نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور پھر بولا۔ "بہتر ہوگا مسٹر میکویائے کہ آپ خود مسٹر موباٹے کو ان کی رہائش گاہ تک پہنچا دیں۔ ان دونوں نے یہ بھی تو اشارہ کیا تھا کہ باہر اس کے اور ساتھی بھی دیکھے گئے ہیں۔ فوری طور پر کوئی اور حادثہ بھی پیش آسکتا ہے۔"

میں نے مسکراتی نگاہوں سے جنرل ٹیرس کو دیکھا اور پھر گردن ہلا کر بولا۔ "او کے جنرل! میں ان کے ساتھ جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ سے محل ہی میں ملاقات کروں گا۔"

"میں اس کے لیے کوئی معقول بندوبست کر کے ابھی واپس پہنچ جاؤں گا۔"

"فی الحال آپ اسے صرف قید کریں گے جنرل! مجھے اس سے بہت سی معلومات حاصل کرنا ہیں، بہتر یہ ہوگا کہ اس کا زخم بھی دیکھ لیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" جنرل ٹیرس نے جواب دیا اور میں نے کیتھی براؤن اور والٹو موباٹے کو اپنے ساتھ چلنے کی پیش کش کی اور بڑے احترام کے ساتھ انھیں واپس ان کے محل میں لے

یادداشت بڑھانے، مطالعہ کرنے اور امتحان دینے کے کارآمد نفسیاتی طریقے۔

ہر شخص کے لیے کارآمد۔ طالب علموں کے لیے بے بہا تحفہ

امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے

اگر آپ بھول جانے کے مرض میں مبتلا ہیں تو یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ یادداشت کس طرح بہتر بنائی جا سکتی ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ کر کے آپ بھول جانے کے مرض سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔

کتاب کے چند عنوانات

- کامیاب مطالعہ کے لیے چند نفسیاتی اصول۔
- کتابوں کے کیڑے نہ بنیے۔
- مطالعہ کے گیارہ اہم اصول۔
- تعلیم کا صحیح مصرف
- مطالعے سے کیا مراد ہے؟
- مطالعے میں یکسوئی پیدا کرنے کے طریقے۔
- ذہنی انتشار اور اس کا سدباب۔
- ہمارا ذہن اور قوت یادداشت۔
- آپ کی یادداشت بھی اچھی ہے۔
- ہم بھولتے کیوں ہیں؟
- خود اعتمادی کس طرح پیدا کی جا سکتی ہے؟

قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آیا۔ راستے میں کسی قسم کی کوئی مزاحمت یا ایسی صورتِ حال پیدا نہیں ہوئی تھی جو قابلِ توجہ ہوتی۔ ان دونوں کو اپنی جگہ پہنچانے کے بعد میں وہاں سے نکل آیا۔

میں ذہنی الجھنوں کا شکار تھا۔ پتا نہیں جنرل ٹیرس اس نوجوان کے ساتھ کیا سلوک کرے، اس سے فوری رابطہ قائم کرنا ضروری تھا۔ میں جنرل ٹیرس کا انتظار کرنے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد میری اس سے ملاقات ہوئی۔ جنرل خود ہی میری رہائش گاہ پہ پہنچا تھا۔

میں نے پُرتپاک انداز میں اس کا استقبال کیا اور اسے اندر لے آیا۔ پھر میں نے پوچھا۔ "فلسطینی نوجوان کو آپ نے کہاں قید کیا ہے جنرل؟"

"ایک مخصوص قید خانے میں۔ آپ مطمئن رہیں، وہ وہاں سے فرار نہیں ہو سکے گا اور نہ ہی فرار کرایا جا سکے گا۔" جنرل ٹیرس نے جواب دیا۔

"اس کے زخموں وغیرہ کی دیکھ بھال کے لیے آپ نے کوئی معقول بندوبست کیا ہے؟"

"ہاں، آپ اطمینان رکھیں مسٹر میکو یائے۔ وہ شدید زخمی نہیں ہے۔ میں نے اس کے زخموں کی مرہم پٹی کرا دی ہے۔" جنرل ٹیرس نے جواب دیا۔

"ان دونوں کی کیا پوزیشن ہے؟"

"دونوں کی لاشیں ٹھکانے لگا دی گئی ہیں۔" جنرل نے سکون سے جواب دیا اور میں اُچھل پڑا۔

"اوہ! تو کیا وہ دونوں..."

"ہاں۔ وہ اسی جگہ مر چکے تھے۔"

"لیکن جنرل! ان کی اس طرح موت ہمارے لیے بہت سی الجھنیں پیدا کرے گی۔ خاص طور پر وہ محافظ۔ ان کے ذریعے یہ بات منظرِ عام پر آ سکتی ہے۔"

"اس خفیہ میٹنگ کے لیے محافظوں کا بندوبست میں نے کیا تھا۔ کیرن شی مے کو شاید کہیں سے اس فلسطینی نوجوان کے بارے میں اشارہ ملا تھا۔ اس لیے وہ اس کے پیچھے لگ گیا۔ اس کی یہ کارروائی ۔۔۔ ہمارے حق میں تھی لیکن اس کے بعد اس نے جو کچھ کیا، وہ خالص ذاتی عناد کی بنیاد پہ تھا۔ محافظوں کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ اس واقعے کو بھول جائیں، اور وہ بھول جائیں گے۔"

"آپ مطمئن ہیں؟"

"انھیں ذہن سے نکال دیجیے مسٹر میکو یائے۔" جنرل نے کہا۔

"ویسے اس واقعے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جنرل؟"

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، فلسطینی [illegible] اسرائیلی ایٹمی پلانٹ کی فکر میں یہاں کافی عرصے سے کام کر [illegible] جو مسٹر والٹو موبائے کی نگرانی میں تکمیل پایا ہے۔"

"یہ ایٹمی پلانٹ کہاں واقع ہے جنرل؟" میں نے سوال [illegible]

"اس سلسلے میں تمام معلومات خفیہ رکھی گئی ہیں اور میرا کوئی تعلق براہِ راست ان باتوں سے نہیں تھا اس [illegible] نے اس میں دخل نہیں دیا۔"

"جنرل ٹیرس، کیا آپ اس بات سے انکار کرتے [illegible] موبائے... میرا خیال ہے سب سے زیادہ آپ پر اعتبار کر [illegible]

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسٹر موبائے خصوصی اہمیت دیتے ہیں۔"

"اس کے باوجود آپ یہ کہتے ہیں کہ ایٹمی پلانٹ کا [illegible] کا آپ کو علم نہیں ہے!"

"آپ کیا سمجھتے ہیں مسٹر میکو یائے، اگر مسٹر والٹو موبائے اعتماد کرتے ہیں تو میں کسی بھی شخص کو خواہ وہ کتنی ہی بڑی [illegible] کا مالک کیوں نہ ہو، ان کے کسی راز سے آگاہ کر سکتا ہوں [illegible] ٹیرس نے جواب دیا۔

"آپ ایک قابلِ فخر آدمی ہیں جنرل! میں آپ کی [illegible] کی دل سے قدر کرتا ہوں۔"

"میرے لیے اور کیا حکم ہے مسٹر میکو یائے؟" [illegible] کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

"آپ سے اسی سلسلے میں کچھ باتیں کرنا تھیں۔ فلسطینی [illegible] کے ہاتھوں ان دونوں کا قتل آپ کے خیال میں کیا حیثیت [illegible] ہے؟"

"مسٹر میکو یائے! آپ نے دیکھا کہ میں صرف ان [illegible] میں مداخلت کرتا ہوں، جن کی مجھے اجازت دی جا [illegible] والٹو موبائے وہاں موجود تھے۔ وہ اپنے طور پر کوئی [illegible] کر سکتے تھے۔ اور اگر وہ مجھے کوئی حکم دیتے تو پھر میں [illegible] میں مداخلت کرتا۔ ویسے میرا اپنا ایک اندازہ ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے دلچسپ نگاہوں سے جنرل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے ان دونوں کی موت میں خاصی دلچسپی [illegible] شاید آپ اندازہ کر چکے تھے کہ وہ فلسطینی نوجوان ان [illegible] بھاری پڑ جائے گا۔ حالانکہ یہ دونوں معمولی حیثیت [illegible] نہیں تھے۔ لیکن فلسطینی گوریلوں کو جس انداز میں تربیت [illegible] ہے، وہ انھیں فولاد بنا دیتی ہے۔ اور آپ نے اس فو[illegible] طرح سے جانچ لیا تھا۔" جنرل ٹیرس کی تیز اور چمکدار [illegible]

طرف نگراں تھیں۔ لیکن میرے ہونٹوں کی مسکراہٹ اسے پریشان کر رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے اس انکشاف پر میں پریشان ہو جاؤں گا لیکن میری آنکھوں میں یا میرے چہرے پر پریشانی کا کوئی شائبہ بھی نہیں تھا۔

"ہاں شاید آپ کا یہ خیال درست ہے جنرل۔"

"سوال کر سکتا ہوں مسٹر میکو یائے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

"جنرل، ہمارے درمیان بہت سارے معاملات محتاط انداز میں چل رہے ہیں۔ ظاہر ہے، میں اس بات کا جواب آپ کو نہیں دوں گا۔"

"ٹھیک ہے، میں اس بات پر اصرار بھی نہیں کروں گا۔ ویسے آپ اس فلسطینی نوجوان سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"یہ بھی میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال آپ کے لیے ایک پیغام ہے میرے پاس۔"

"پیغام! کس کا پیغام؟" جنرل ٹیرس نے سوال کیا۔

"جنرل، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اُسے غور سے سنیں! آپ کو ایک جگہ پہنچنا ہے، رات کے کسی بھی حصّے میں یا کل دن میں کسی بھی وقت۔"

"کہاں؟" جنرل ٹیرس کچھ چونکا ہوا سا تھا۔

"اس کا جگہ کا نام ساؤتھ پارک ہیون ہے۔" میں نے جواب دیا۔

جنرل کے بدن میں ایک لمحے کے لیے لرزش پیدا ہوئی تھی لیکن اس نے اپنے چہرے سے کسی قسم کے تردّد کا اظہار نہیں ہونے دیا اور پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجاتے ہوئے بولا۔ "ساؤتھ پارک ہیون۔ میرا خیال ہے میں اس علاقے اور اس عمارت کے بارے میں جانتا ہوں، لیکن وہاں سے یہ پیغام کس نے دیا ہے میرے لیے؟"

"میں نہیں جانتا، بس مجھ سے اس بارے میں درخواست کی گئی تھی اور میں نے وہ درخواست آپ تک پہنچا دی۔"

"آپ ہوا میں تیر چلا رہے ہیں مسٹر میکو یائے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ نے اس عمارت کا حوالہ مجھے کیوں دیا ہے۔" جنرل نے کہا۔ اس کی آواز میں کوئی خاص بات ضرور تھی جسے میں نے بخوبی محسوس کیا ۔۔۔ اور اُس کے بعد مجھے یوں لگنے لگا جیسے جنرل میری طرف سے محتاط ہو گیا ہے۔

"آپ کو وہاں ضرور جانا ہے جنرل! اگر ضرورت محسوس کریں تو ٹیلی فون پر وہاں موجود اس شخصیت سے بات چیت کر سکتے ہیں جس نے آپ کے لیے پیغام دیا تھا۔"

"خیر مسٹر میکو یائے۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کے ذہن میں کیا ہے۔ میں اب آپ سے اجازت چاہتا ہوں؟"

"اوکے جنرل۔ میری بات پر غور کر لینا۔" میں نے کہا، اور جنرل ٹیرس کوئی جواب دیے بغیر باہر نکل گیا تھا لیکن میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ جنرل کے ذہن میں میرے لیے کچھ شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر جنرل کسی بھی طرح کیتھی براؤن سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو پھر یقیناً اس کا ذہن صاف ہو سکتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے مجھے محتاط رہنا تھا۔ جنرل ٹیرس اس واقعے سے خود کو اس قدر بے تعلق نہیں رکھ سکتا تھا، اس نے والٹو موبائے کی خاموشی کے سہارے اپنی خاموشی کا جواز بھی پیدا کر لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ اپنے درمیان کیرن شی مے اور مائیکل یان کی موجودگی کو پسند نہیں کرتا تھا۔ ان دونوں شاطر آدمیوں سے خود اس کا منصوبہ بھی خطرے میں پڑ جاتا تھا ۔۔۔ اب وہ کیتھی براؤن سے ملاقات کرے گا۔ اور اس کے بعد اس کا رویّہ تبدیل ہو جائے گا لیکن میرے لیے ابھی بے شمار مسائل تھے۔ فلسطینی جوان، جنرل ٹیرس کی قید میں تھا اور میں ... اُسے حاصل کرنا چاہتا تھا، تاکہ اس کے ذریعے فاخرہ یعقوبی سے رابطہ قائم ہو سکے۔ تنظیمِ آزادیِ فلسطین کی یہ رکن یہاں اپنی ذہانت کا لوہا منوا چکی تھی اور اس کے تذکرے عام تھے۔ چنانچہ میں یہی سوچ رہا تھا کہ اگر مجھے اس کا سہارا مل جائے تو بے شمار مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس سے ملاقات کا مرحلہ ابھی دور تھا۔ سب سے پہلے تہذیب مالکم ایکس کو سنبھالنا

خوابوں کی تعبیر، ان کی حقیقت اور ان کی افادیت کے بارے میں ایک نادر کتاب

خوابوں کے اسرار

قیمت: ٥ روپے ڈاک خرچ: ١٠ روپے

خواب کیا ہوتے ہیں؟
ان کی تعبیر کیا ہوتی ہے؟
خواب کیوں نظر آتے ہیں؟

خوابوں کے بارے میں مکمل معلومات

کتاب کے چند عنوانات:

■ نیند ■ خوابی اصطلاحیں ■ تحلیلِ نفسی کے ذریعے
■ بچوں کے خواب ■ الہامی خواب ■ رویائے صادقہ
■ کثرت سے نظر آنے والے خواب ■ خواب اور الجھنیں ■ خواب اور آدمی
■ خواب اور یہودیت ■ خواب اور اسلام ■ خواب اور مستقبل
■ خوابوں کی مددی اہمیت ■ خوابوں کی لغت

خوابوں پر ایک مکمل اور مستند کتاب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا، اس کے لیے زبردست تیاریاں کرنا پڑی تھیں مجھے۔ ذہنی طور پر میں ایک ایک لمحہ مصروف رہا تھا۔ کچھ عملی اقدامات بھی اس دوران کر ڈالے تھے۔ مثلاً مجھے اندازہ تھا کہ جب تہذیب مالکم ایکس کو یہ بات معلوم ہوگی کہ کیتھی براؤن اس کی قید سے رہا ہو چکی ہے تو پھر اپنے آپ کو وہ شدید خطرے میں محسوس کرے گی اور فوری طور پر یہاں سے نکل بھاگنے کا پروگرام بنائے گی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ ان تمام حالات کے باوجود تہذیب مالکم ایکس، والٹو موباٹے کے محل سے دور ہو جائے اور میں خود بھی اس کے بعد میکویاٹے کی حیثیت سے نہیں رہ سکتا تھا۔ حالانکہ سب کچھ میرا ہی کیا دھرا تھا لیکن تہذیب مالکم ایکس گرین پول کی "ہتھری" تھی، مطلق العنان اور خود فیصلے کرنے والی۔ اگر میں اس کے جانے کے بعد خود میکویاٹے کی حیثیت سے محل میں رہتا تو اُسے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ میں اتنا مطمئن کیوں ہوں۔ جبکہ میکویاٹے ہی کی حیثیت سے کیتھی براؤن کو وہاں سے نکالا گیا تھا۔ چنانچہ فوری طور پر مجھے اپنی شخصیت تبدیل کرنا تھی۔ اور اس طرح اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں اپنے بہت سے اختیارات کھو بیٹھتا میکویاٹے کی حیثیت سے مجھے یہ اختیارات حاصل تھے کہ میں کسی بھی معاملے میں براہِ راست شریک رہوں اور میری اپنی آواز بھی دوسری آوازوں سے بلند ہو لیکن اس حیثیت کو برقرار رکھنا مشکل تھا۔ میں نے ان تمام باتوں پر بہت غور و فکر کیا تھا۔ اور اس سلسلے میں جو انتظامات کیے تھے، وہ یوں تھے۔

میں نے سوچا تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کو جب صورتِ حال کا علم ہوگا تو اسے مشورہ دوں گا کہ وہ اپنا میک اپ تبدیل کر لے اور یہیں رہے۔ مجھے خود بھی اپنا میک اپ تبدیل کرنا تھا اور اس کے لیے میں نے دو ایسے کرداروں کا انتخاب کر لیا تھا جن کی جگہ میں اور تہذیب مالکم ایکس لے سکتے تھے۔ ان میں سے ایک اس محل کا نگراں فلائیڈ پیٹرسن تھا اور دوسری ایک لڑکی جوزی مارسٹن جو سیاہ فام تھی اور محل کی نگرانی کے امور میں ایک مخصوص حیثیت رکھتی تھی۔ ہم دونوں، ان دونوں کی شکل میں بہ آسانی آ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ بظاہر اور کوئی کردار ایسا نظر نہیں آتا تھا جس کی شکل اختیار کر کے ہم اس محل میں آزادانہ کام کر سکتے، چنانچہ میں نے میک اپ کے سامان کا بھی انتظام کیا تھا جس کے ذریعے ہم ان دونوں کی شکلیں اختیار کر سکتے تھے لیکن یہ سب کچھ نہایت مہارت اور احتیاط سے کرنا تھا۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ حالات ہر وقت میرے تابع ہی ہوں۔ کسی وقت صورتِ حال بگڑ بھی سکتی تھی اور میں جانتا تھا کہ جہاں بھی میں نے چوٹ کھائی، وہیں سے میرے زوال کا آغاز ہو جائے گا اور یہاں میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔

فی الحال اپنے کمرے میں ہی رہنا مناسب تھا۔ یوں بھی رات خاصی گہری ہو چکی تھی۔ والٹو موباٹے اپنی آرام گاہ میں چلا گیا تھا اور تہذیب مالکم ایکس، کیتھی براؤن کی حیثیت سے اپنی آرام گاہ میں تھی۔ اس نے بمشکل تمام خود پر قابو پایا ہوگا۔ ورنہ ان حالات میں وہ مجھ سے رابطہ قائم کرنا ضروری سمجھتی۔ ہم دونوں محتاط انداز میں ہی ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے لیکن رات کے غالباً دو بجے تھے اس وقت اور میری پلکیں بوجھل ہو چکی تھیں، جب اچانک دروازے پر دستک سنائی دی۔

میں اُچھل پڑا۔ اس وقت دروازے پر دستک دینے والی دو ہی شخصیتیں ہو سکتی تھیں، جنرل ٹیرس یا تہذیب مالکم ایکس۔ تاہم میں نے پستول نکالا اور بڑی احتیاط کے ساتھ دروازہ اس انداز میں کھول دیا کہ اگر کوئی.... کارروائی بھی ہو تو میں اس کی فوری زد میں نہ آ سکوں۔

جنگلی جانور کی طرح اندر گھس آنے والی تہذیب مالکم ایکس ہی تھی۔ اس کی وحشت اور جلد بازی سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ کسی نہ کسی طرح انچارج سے اس کا رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ اس نے احمقوں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر مجھ پہ نگاہ پڑتے ہی آنکھیں بند کر لیں اور مدھم لہجے میں بولی "دروازہ بند کر دو علی! دروازہ بند کر دو۔" اس کی ذہنی کیفیت کا میں بخوبی اندازہ لگا رہا تھا۔ میں نے پھرتی سے دروازہ بند کر دیا۔ اور پھر تیز روشنی کے سوئچ کی جانب ہاتھ بڑھایا تو تہذیب نے پھرتی سے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑ لیا "نہیں رہنے دو، رہنے دو، بتی نہ جلاؤ۔"

"کیا بات ہے تم کافی پریشان نظر آ رہی ہو؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"اوہ... اوہ علی! جلدی سے مجھے ایک بات بتاؤ، پہلے جلدی سے مجھے ایک بات بتا دو۔" اس نے بے صبری کے انداز میں کہا۔

"خیریت! کیا بات ہے؟" میں نے متعجب ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تم نے... کیا تم نے کیتھی براؤن کو اس جگہ سے ہٹا دیا ہے؟"

"کیا مطلب؟ میں نہیں سمجھا تہذیب؟"

"یہ بتاؤ کیا تم ہیڈ کوارٹر پہنچے تھے؟ کیا تم نے انچارج سے کہا تھا کہ تم کیتھی براؤن سے ملنا چاہتے ہو؟ اور اس کے بعد تم... تم..."

"تہذیب! براہِ کرم اپنے حواس بحال کرو، تم جیسی شخصیت کے لیے اتنی بدحواسی موزوں نہیں ہے۔ بیٹھو، آرام سے بیٹھ جاؤ۔ کیا ہوا، مجھے تفصیل سے بتاؤ؟"

"تو تم نہیں گئے....! تو تم وہاں نہیں گئے۔" تہذیب نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور میں اسے سہارا دے کر مسہری تک لے آیا۔

"بیٹھو، پلیز بیٹھو... بیٹھ جاؤ... کیا لاؤں تمہارے لیے؟"

"کچھ نہیں... کچھ نہیں... میں واقعی کچھ زیادہ ہی بوکھلا گئی ہوں — پلیز محسوس مت کرنا۔" تہذیب گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی۔ میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا تھا۔ میں نے اپنے انداز میں پریشانی کا تاثر پیدا کر لیا تھا۔ تہذیب چند لمحات گہری گہری سانسیں لیتی رہی۔ پھر اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا "ایک شخص، یعنی تم... یعنی مسٹر میکویاٹے اس جگہ پہنچا جہاں ہم نے کیتھی براؤن کو قید کر رکھا تھا۔ اس نے کیتھی براؤن سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا چونکہ انچارج کو یہ بات معلوم تھی کہ تم گرین پول کے لیے ایک اہم کام انجام دے رہے ہو اور اس وقت تم میکویاٹے کے میک اپ میں ہو اس لیے اس نے کوئی تعرض نہ کیا اور تم کیتھی براؤن کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر تک وہاں رہ کر تم اسے ساتھ لے کر باہر آئے اور پھر کہیں چلے گئے۔ انچارج نے صرف اس لیے مداخلت نہیں کی کہ میں نے اُسے تمہارے بارے میں مکمل ہدایات دے دی تھیں۔ اس کے بعد سے کیتھی براؤن وہاں واپس نہیں پہنچی، سمجھے! وہ واپس نہیں پہنچی۔ انچارج بے حد پریشان تھا۔ میں نے اس سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا، اس لیے وہ بھی مجھے اس بارے میں اطلاع نہیں دے سکا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے بالکل ہی اتفاقیہ طور پر، میں خیالات کے ہجوم سے تنگ آ کر اس سے بات کرنے کے لیے ٹیلیفون پر پہنچی اور وہاں کی خیریت معلوم کرنے لگی تو انچارج نے مجھے بے چینی کے انداز میں یہ بات بتائی... یہ واقعہ ہے علی... میرا خیال ہے... میرا خیال ہے اگر تم نے یہ سب کچھ نہیں کیا تو ہم... تو ہم بے نقاب ہو گئے۔ ہمارا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا علی۔ ہم اپنی اس کوشش میں مکمل طور پر ناکام ہو گئے۔" تہذیب بہت زیادہ نروس نظر آ رہی تھی۔

میں بھی خاموش رہا۔ میرا انداز اس کے سامنے ایسا ہی تھا جیسے اس انکشاف پر میں سکتے میں رہ گیا ہوں۔ پھر میں نے آہستہ سے تہذیب کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ہمت نہ ہارو تہذیب! ہمت نہ ہارو، یہ سب کچھ کیسے ہو سکتا ہے، کس طرح ہو سکتا ہے... غور کرو اس پر۔"

"میرا ذہن ماؤف ہو رہا ہے، میں اعتراف کرتی ہوں علی کہ مجھے اتنا شدید ذہنی جھٹکا لگا ہے کہ میں سوچنے سمجھنے کی قوتیں کھو بیٹھی ہوں۔ اس وقت میں شاید تمہارے پاس نہ آتی، کیونکہ جس قدر احتیاط میں آج کل برت رہی ہوں اس کے تحت میرا اس وقت تمہارے پاس دوڑے چلے آنا غیر مناسب تھا۔ لیکن میں خود کو باز نہ رکھ سکی۔ مجھے بتاؤ... مجھے بتاؤ اس کا مقصد تو صرف یہ ہوا کہ میں بھی نگاہوں میں آ گئی اور تم بھی... گویا اب ہم دونوں کی پوزیشن یہاں خراب ہو گئی ہم خطرے میں ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے، اگر کوئی شخص میکویاٹے کی حیثیت سے وہاں پہنچا تھا تو اسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ وہ صرف میکویاٹے ہے جو وہاں تک جا سکتا ہے۔ یہ بات اُسے کیسے معلوم ہوئی؟ یقینی طور پر اس نے یہ بات بھی معلوم کی ہوگی کہ کیتھی براؤن کو بہت محتاط انداز میں اغوا کیا گیا ہے۔ اتنی گہرائی میں کون شخص جا سکتا ہے اور ان تمام باتوں کو جان سکتا ہے؟ آہ! تہذیب، واقعی بڑی خوفناک صورتِ حال ہے۔ ہمیں کوئی فوری اقدام کرنا ہوگا۔"

قیمت ۱۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
زندگی بنانے اور سنوارنے کے سلسلے کی ایک کڑی
تمباکو نوشی اور دیگر بری عادات سے چھٹکارا حاصل کیجیے
سگریٹ پینا چھوڑیے
جینا شروع کیجیے
ذاتی کوششوں کے ذریعے پورے اعتماد کے ساتھ تمباکو نوشی سے نجات حاصل کریں۔ صرف چند دنوں میں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں تو صرف ایک بات کہتی ہوں، خاموشی سے یہاں سے نکل چلو، ورنہ کوئی بھی لمحہ ہمارے لیے قیامت کا لمحہ ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ بات ہم بعد میں سوچیں گے کہ ہمیں محل کی صورت حال پر کس طرح نگاہ رکھنا چاہیے۔ میرا خیال ہے اب "تو" سے رابطہ قائم کرنا ہوگا۔ میں اپنی کوشش میں ناکام ہو چکی ہوں۔"

"ایک منٹ تہذیب، ایک منٹ... تم بہت زیادہ نروس ہوگئی ہو، یہ مناسب نہیں ہے۔ میرا خیال ہے تھوڑی سی برانڈی..."

"ارے نہیں نہیں، کیسی بات کرتے ہو علی! میں نے کبھی تمہارے سامنے..."

"ٹھیک ہے۔ لیکن اس وقت تمہاری کیفیت بہتر نہیں ہے۔ بہرحال میں چاہتا ہوں، اس سے پہلے کہ خطرہ ہمارے سروں پر پہنچے، ہم اگر کوئی بہترین قدم اٹھالیں تو کیا ہرج ہے۔"

"اگر تمہارا ذہن کام کر رہا ہے اس سلسلے میں تو ٹھیک ہے۔ مجھے بتاؤ کیا کیا جائے۔ میں خود تو اعتراف کر چکی ہوں کہ میرے ذہن میں کوئی بات نہیں آتی۔ اتنا زیادہ ہم منظرِ عام پر آگئے ہیں کہ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ تم بتاؤ، کیا اس سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ ہمارا تمام منصوبہ کسی کے علم میں آچکا ہے۔ خواہ وہ کوئی بھی ہے اور جو کوئی بھی ہے، وہ ہمیں انگلیوں پر نچا رہا ہے۔ اس نے ہمیں جو لمحات دیے ہیں، وہ صرف تمسخرانہ انداز میں دیے ہیں، ورنہ اس وقت تک ہم دونوں کو گرفتار ہو جانا چاہیے تھا۔ اگر اس معاملے میں پسِ پردہ جنرل ٹیرسن ہے تو... تو... اوہ! کیسی عجیب بات ہے، کتنی عجیب بات ہے۔" تہذیب نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ میں ایک کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ تہذیب بار بار چونک کر دروازے کی جانب دیکھنے لگتی تھی، اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کس قدر ہراساں ہے اور یہ صورت حال بہتر نہیں تھی۔

ویسے میرے ذہن میں منصوبہ مکمل تھا، لیکن میں اسے فوراً ہی تہذیب کے سامنے بیان کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے لیے تھوڑا سا وقت، تھوڑی سی سوچ مزید درکار تھی۔ تقریباً دس منٹ تک ہم دونوں بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ کمرے میں رنگین روشنی تھی، بہت مدھم، بہت ہلکی سی، اس لیے ہم دونوں ایک دوسرے کے خدوخال دیکھ سکتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔ "تہذیب! اگر ہم ان کی طرف سے کوئی کارروائی ہونے سے پہلے ہی یہاں اپنے بچاؤ کا بندوبست کر لیں تو..."

"کیا مطلب؟" تہذیب نے دونوں ہاتھ سر سے ہٹالیے۔

"مقصد یہ کہ ہمیں تھوڑی سی الجھنوں کا سامنا تو کرنا پڑے گا لیکن اس محل سے دور نہیں جانا ہوگا۔"

"وہ کیسے... آخر وہ کیسے؟"

"تم کیا سمجھتی ہو تہذیب کہ اس تمام وقت میں، میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہا ہوں، صرف ایک تماشائی کی حیثیت سے۔ نہیں... ایسا نہیں ہے۔ میں نے اپنے طور پر بھی کچھ سوچا ہے اور کچھ کیا ہے۔"

"مثلاً علی! مثلاً... جلدی سے بتاؤ۔ گفتگو کو طویل نہ کرو۔" تہذیب نے بے چینی سے کہا۔

"میں نے اس پوائنٹ پر بھی سوچا تھا تہذیب کہ کبھی اتفاقیہ طور پر اگر ہمارا راز کھل جائے تو ہمیں کیا کرنا ہوگا۔"

"تو پھر... تو پھر کیا فیصلہ کیا تم نے اس سلسلے میں؟" تہذیب نے بدستور بے چینی سے سوال کیا۔

"اس کے لیے میں نے یہاں دو کرداروں کا انتخاب کر لیا تھا۔ تمہارے لیے بھی اور اپنے لیے بھی۔ میں نے سوچا تھا کہ اگر ایسی کوئی صورت حال پیش آئی تو ہم فوراً اپنا چولا تبدیل کر لیں گے۔ فلائیڈ پیٹرسن یہاں کیئر ٹیکر کی حیثیت سے کام کرتا ہے، محل کے ہر گوشے تک اس کی رسائی ہے۔ ہر جگہ وہ بہ آسانی پہنچ سکتا ہے اور اپنی مرضی کے مطابق کارروائی کر سکتا ہے۔ میں نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لینے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ اگر کبھی ضرورت پیش آئی تو میرے لیے اس سے عمدہ شخصیت اور کوئی نہیں ہوگی اور میں اس کا حلیہ اختیار کر لوں گا۔ تمہارے لیے میں نے جس لڑکی کا انتخاب کیا تھا، اس کا نام جوزی مارسٹن ہے۔ جوزی مارسٹن بھی محل کے انتظامی امور میں ایک اہم حیثیت رکھتی ہے اور تم اس کی جسامت کے بالکل مطابق ہو۔ ان دونوں کا انتخاب میں نے حفظِ ماتقدم کے طور پر کیا تھا لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ واقعی اس کی ضرورت بھی پیش آجائے گی۔"

"ہاں، میں سمجھ رہی ہوں... میں سمجھ رہی ہوں۔ اس کا مقصد ہے کہ... کہ..."

"ہاں، میں نے تمام انتظامات مکمل کر کے رکھے تھے۔ ٹھہرو، میں تمہیں دکھاتا ہوں۔" میں نے کہا اور اپنی مخصوص الماری سے میک اپ کا وہ سامان نکال کر تہذیب مالکم ایکس کے سامنے رکھ دیا جس کے ذریعے ہم دونوں یہ شکلیں اختیار کر سکتے تھے۔

تہذیب کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے رونق آگئی۔ اس نے تحیرانہ انداز میں اس سامان کو اور پھر مجھے دیکھتے ہوئے کہا: "علی! بے شک، میں یہ اعتراف کرنے میں عار محسوس نہیں کرتی کہ مرد بہرحال مرد ہوتا ہے اور اگر وہ ذہین بھی ہو تو دنیا کی کوئی عورت ذہانت میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس طرح اس انداز میں، میں نے نہیں سوچا تھا علی... حالانکہ... حالانکہ..."

"جو کچھ تم بتا چکی ہو تہذیب، اس کے مطابق تو یوں سمجھو کہ ہم ہر لمحہ تلوار کی دھار پر ہیں۔ پتا نہیں یہ سب کچھ کرنے والوں نے ابھی تک ہم پر قابو پانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی... لیکن... لیکن وہ دونوں... میرا مطلب ہے..."

"دیر نہیں کرنا چاہیے تہذیب! آؤ میرے ساتھ، آؤ۔"

"باہر کی کیا پوزیشن ہے؟"

"حسبِ معمول ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ یہاں پہرہ دینے والے بہت محتاط رہتے ہیں۔ ہر چند کہ محل کے اندرونی حصوں میں پہرہ نہیں ہے لیکن ہماری ذرا سی لغزش باہر مستعد لوگوں کو ہماری جانب متوجہ کر سکتی ہے۔"

"آؤ کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو... پستول ہے تمہارے پاس؟"

"ہاں ہے۔" تہذیب نے اپنا آٹومیٹک پستول نکال کر مجھے دکھاتے ہوئے کہا جس کی نال پر سائیلنسر فٹ تھا۔

"گڈ، آؤ۔" میں نے کہا اور میں تہذیب کے ساتھ باہر نکل آیا۔

جوزی مارسٹن کا کمرہ محل کے آخری گوشے میں تھا۔ بیرونی علاقے میں فلائیڈ پیٹرسن رہتا تھا۔ جوزی مارسٹن پر تو آسانی سے قابو پایا جا سکتا تھا لیکن فلائیڈ پیٹرسن کے لیے ذرا محنت کرنا تھی۔ پہلے ہم نے جوزی ہی کا انتخاب کیا اور طے یہ کیا کہ اس کے بعد فلائیڈ پیٹرسن کے لیے کوئی مؤثر قدم اٹھایا جائے گا۔ جوزی کے دروازے پر کئی بار دستک دینا پڑی۔ پھر وہ آنکھیں ملتی ہوئی دروازے تک آئی اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ لیکن اس کے بعد اسے سانس لینے کی مہلت نہ ملی۔ میں نے اس پر قابو پالیا اور کنپٹیوں پر دباؤ ڈال کر چند لمحات میں اسے بیہوش کر دیا۔ اس کے بعد اس کے بیہوش جسم کو اپنے کمرے تک لانا زیادہ مشکل کام ثابت نہیں ہوا۔

اکثر کمروں میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ ایک دو کمرے روشن بھی تھے لیکن وہ اتنے فاصلے پر تھے کہ ہمارے قدموں کی چاپ وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ جوزی کو اپنے کمرے میں لانے کے بعد ہم نے اسے بستر پر لٹا دیا اور میں تہذیب مالکم ایکس کے چہرے پر میک اپ کرنے میں مصروف ہوگیا۔

تہذیب خاموش بیٹھی ہوئی تھی، اس کے بدن میں ہلکی ہلکی لرزش نمایاں تھیں۔ میں نے اسے اس کے لیے سرزنش کی تو اس نے پھیکے سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم جانتے ہو علی! میں اتنی کمزور طبیعت کی مالک نہیں ہوں، لیکن نجانے کیوں ان حالات میں مجھے ایک عجیب سا خوف محسوس ہو رہا ہے۔"

"کوئی بات نہیں تہذیب! خود کو سنبھالو، ہم تو اس سے بھی زیادہ خطرناک کام انجام دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں، بس میں اپنی اس کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہوں علی۔ شاید... شاید میرے اندر ایک اور جذبہ جاگ اٹھا ہے... شاید علی، میں اب بالکل ہی ناکارہ ہو جاؤں۔"

"کیوں؟" میں نے اس کا ذہن ہٹانے کے لیے سوال کیا۔ لیکن میرے ہاتھ بدستور اپنے کام میں مصروف تھے۔

"بس کیا کہوں، کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ یوں سمجھ لو بعض اوقات انسان میں کچھ ہوتے ہوئے بھی کسی کے سامنے کچھ نہیں رہتا۔ میں تم پر بھروسا کرنے کی عادی ہو گئی ہوں، بس یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہر غلط کام تم سنبھال لوگے۔" تہذیب نے کہا اور مجھے ایک عجیب سی شرمندگی کا احساس ہوا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ بلاشبہ تہذیب اب میرے لیے ہر شک و شبہے سے بالاتر ہو چکی تھی۔ پہلے میرے دل میں اس کے لیے جو شبہات تھے، اب ان کا کوئی شائبہ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ میں اس کے خلوص، اس کی سچائی پر پورا بھروسا کر چکا تھا لیکن بدنصیبی سے حالات کچھ اس قسم کے پیدا ہو گئے تھے کہ میں تہذیب کو بھی دھوکا دینے پر مجبور تھا۔ میں اپنے اس مشن کو کس طرح نظرانداز کر سکتا تھا جس کے لیے میں نے اپنا مستقبل تاریک کیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے کام سے فارغ ہوگیا۔ تہذیب

بدنام ترین مجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل
قیمت ۱ روپے
چارلس سوبھراج کی سرگزشت
میں ملاحظہ فرمائیں
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں
کتابیات پبلیکیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

مالکم ایکس کو جوزی مارسٹن کا روپ دے دیا گیا تھا۔ جوزی مارسٹن بے ہوش ہمارے سامنے پڑی ہوئی تھی۔ اب ہمارے لیے مسئلہ یہ درپیش تھا کہ جوزی کو کہاں لے جایا جائے۔ چند لمحات وہ خاموش کھڑی سوچتی رہی پھر بولی: "یہ بہت مشکل مرحلہ ہے۔ ہم عجلت کے عالم میں یہ سب کچھ کر تو بیٹھتے ہیں ملی بیکن میں نہیں سمجھتی کہ میں جوزی مارسٹن کا کردار کیسے نبھا سکوں گی۔ میں نے تو اس کی شخصیت کا تجزیہ بھی نہیں کیا ہے۔ اس کی آواز کی نقل میں اچھی طرح نہیں اتار سکتی۔"

"اس میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے تہذیب۔ آخر انسان بیمار بھی تو ہوتا ہے، کوئی بھی ایسی تکلیف ہو سکتی ہے اُسے جس کے ذریعے وہ اپنی شخصیت کو چھپا سکے۔"

"اوہ ہاں! لیکن کیا اس طرح ہم معطل نہیں ہو جائیں گے؟" تہذیب نے سوال کیا۔

"ہمیں فوراً ہی یہ شخصیت اختیار کر کے مصروف عمل ہو جانا ہے پہلے تو اس محل میں رہتے ہوئے ہمیں خود کو چھپانا ہوگا۔"

"تم فلائیڈ پیٹرسن کا کردار بہ آسانی نبھا لو گے؟"

"ہاں۔ میں تو انتہائی کوشش کروں گا لیکن سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت ہم اس جوزی کا کیا کریں؟"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔ ایک مناسب جگہ ہماری خفیہ پناہ گاہ بھی تھی جہاں کیتھی براؤن کو قید کیا گیا تھا لیکن کوئی شخص وہاں جا کر ہمارے خلاف کارروائی کر چکا ہے اور وہ جگہ اس کے علم میں آ چکی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ان دونوں کو فوری طور پر وہاں بھجوا دیا جائے جہاں والٹو موبائے کو رکھا گیا ہے۔ وہ جگہ کم از کم ابھی تک محفوظ ہے ورنہ والٹو موبائے کو بھی رہا کرانے کی کوشش کی جاتی۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا پھر میں نے کہا: "لیکن مسئلہ تو یہی ہے کہ اسے یہاں سے نکال کر کس طرح لے جایا جائے۔ خیر اس سلسلے میں بھی کچھ نہ کچھ کیا جائے گا۔ فی الحال اسے یہیں رہنے دیا جائے۔ ابھی ہمارے پاس رات باقی ہے۔ میں اب فلائیڈ پیٹرسن کی طرف جا رہا ہوں۔ تم یہاں میرا انتظار کرو۔"

"میرا خیال ہے میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔" تہذیب نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں بلکہ تم یہیں رہو، میں خود جا کر فلائیڈ پیٹرسن کو بلا کر یہاں لے آتی ہوں۔ اس سے کہوں گی کہ مسٹر میکویائے نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ انھیں کوئی ایسی ضرورت پیش آ گئی ہے کہ جس کے لیے وہ تم [illegible] چاہتے ہیں۔"

"تہذیب یہ کام تم آسانی سے کر لو گی؟"

"ہاں کوشش کروں گی۔" تہذیب نے مستعدی [illegible] میں نے اس کی بات کو تسلیم کر لیا تھا۔ یہ ایک بہتر ترکیب [illegible] چنانچہ وہ احتیاط سے باہر نکل گئی۔ میں یہ سوچتا رہا کہ دونوں بے ہوش جسموں کو یہاں سے نکالنے میں کیا دشواریاں پیش [illegible] ہیں اور کس طرح ہم اپنا یہ کام انجام دے سکتے ہیں۔ فلائیڈ [illegible] چونکہ کیئر ٹیکر تھا، اس لیے محل کے ہر گوشے میں اس کے [illegible] ڈیوٹی دیتے تھے اور اس کی حیثیت بڑی مستحکم تھی۔ ممکن [illegible] اس طرح ہمیں کچھ آسانی ہو جائے۔

انتظار کے یہ لمحات بڑے صبر آزما تھے۔ اس دوران میں مسلسل اپنے کام کے بارے میں سوچتا رہا تھا... بیہوش جوزی کو میں نے مسہری کے نیچے کھسکا دیا تھا۔ اس [illegible] منہ میں کپڑا ٹھونس کر ایک پٹی باندھ دی اور دونوں ہاتھ [illegible] پر کس دیے تاکہ اگر وہ ہوش میں آ جائے تو فلائیڈ پیٹرسن [illegible] میں کوئی گڑبڑ نہ کر سکے۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد مجھے [illegible] کی چاپ سنائی دی اور پھر تہذیب نے دروازہ کھول کر فلائیڈ پیٹرسن کو اندر چلنے کو کہا۔ وہ خود بھی اس کے پیچھے اندر آ گئی تھی۔

فلائیڈ پیٹرسن میرے سامنے مودب ہو گیا۔ اس [illegible] چہرے پر شدید تشویش کے آثار نظر آ رہے تھے ویسے بھی نیند [illegible] عالم سے اُٹھ کر آیا تھا اور لباس بھی اس نے شاید جلد بازی [illegible] پہنا تھا۔ "فرمائیے مسٹر میکویائے! خیریت تو ہے اس وقت۔" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے فلائیڈ! دراصل تم جانتے [illegible] محل کی صورت حال ان دنوں کیسی چل رہی ہے۔ کچھ لوگوں [illegible] سے ایک دوسری جگہ منتقل کرنا ہے لیکن اتنی خاموشی کے [illegible] کہ کسی کو اندازہ تک نہ ہو سکے۔ اس کے لیے تم سے بہتر مشورہ [illegible] اور کون ہو سکتا ہے۔ اس لیے میں نے تمھیں یہاں بلایا ہے۔"

"آپ مطمئن رہیے مسٹر میکویائے! میں آپ کی ہر [illegible] کے لیے حاضر ہوں۔" فلائیڈ نے جواب دیا۔

"لیکن فلائیڈ! میں یہ چاہتا ہوں کہ ہماری اس کارروائی [illegible] کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ گیٹ پر تمہارے آدمی موجود [illegible] کے لیے کیا کرو گے؟"

"آپ یہ چاہتے ہیں مسٹر میکویائے کہ میرے آدمیوں [illegible] اس بارے میں کوئی علم نہ ہو سکے؟"

"ہاں۔ بہت ہی خفیہ کام ہے فلائیڈ۔ اس کے [illegible] تمہارے علاوہ کسی اور پر بھروسا نہیں کر سکتا۔"

فلائیڈ کچھ سوچنے لگا پھر اس نے آہستہ سے کہا "تب پھر اس کے لیے ہم بغلی دروازہ استعمال کر سکتے ہیں جناب! میں اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دیتا ہوں کہ وہ فرنٹ پر پہنچ جائیں۔ اس دوران ہم بغلی دروازے پر انتظامات کیے لیتے ہیں، وہاں سے کام آسانی سے ہو سکتا ہے۔"

"لیکن فلائیڈ! یہ اتنا آسان تو نہیں ہوگا۔ بغلی دروازہ اتنا بڑا تو نہیں ہوگا کہ وہاں سے گاڑی گزاری جا سکے۔"

"گاڑی پہلے سے وہاں پہنچائی جا سکتی ہے جناب۔"

"وہ کس طرح؟"

"میں اس سلسلے میں بندوبست کر سکتا ہوں۔ خالی گاڑی لے کر یہاں سے نکل جاتا ہوں اسے بغلی دروازے پر کھڑا کر دوں گا اور اس کے بعد دروازہ کھول کر اندر آ جاؤں گا۔ اس کی چابی صرف میرے پاس رہتی ہے۔" فلائیڈ نے جواب دیا اور میں نے تہذیب مالکم ایکس کی جانب دیکھا۔ تہذیب نے آنکھ کے اشارے سے کہا کہ یہ صورت حال نہایت موزوں ہے۔ مقصد یہی تھا کہ فلائیڈ اگر خود جائے گا تو اس کے گارڈز اس پر کوئی شبہ نہیں کریں گے اور ہم اپنا کام اس وقت مناسب طور پر کر سکیں گے جب فلائیڈ گاڑی وہاں پہنچا کر واپس آئے گا اور جب وہ گیٹ سے باہر نکلے گا تو گارڈز کو کوئی شبہ نہیں ہو سکے گا اور جب ہم اپنا کام کر کے واپس آئیں گے تو گارڈ یہی سمجھیں گے کہ فلائیڈ جس کام سے گیا تھا اُس کو انجام دے کر واپس آیا ہے۔ چنانچہ یہ تجویز مجھے موزوں ترین معلوم ہوئی۔

میں نے فلائیڈ سے کہا: "شکریہ مسٹر فلائیڈ تم فوری طور پر اپنا یہ کام انجام دے لو بہتر یہ ہو گا کہ کوئی بند گاڑی ہو جس میں ہم بآسانی ان لوگوں کو لے جا سکیں۔"

"میرے پاس ایک لینڈ روور ہے جناب جو میرے اپنے استعمال میں رہتی ہے۔ آپ انتظار کیجیے، میں دس منٹ میں یہ کام انجام دے کر واپس آتا ہوں۔" فلائیڈ نے کہا اور مجھ سے اجازت لے کر باہر نکل گیا۔

وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو میں نے پلٹ کر تہذیب مالکم ایکس سے کہا: "خوش قسمتی سے یہ کام تو بڑی آسانی سے انجام پا گیا ہے اس سلسلے میں تمہارے ذہن میں مزید کوئی تجویز ہو تو بتاؤ؟"

"نہیں میں تو حیران ہوں کہ اتنی خوبی سے یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ فلائیڈ ہمارے لیے واقعی ایک کارآمد مہرہ ثابت ہو گا لیکن مسئلہ صرف اتنا سا ہے کہ ان دونوں کو بغلی دروازے سے باہر پہنچانے میں دقت پیش آئے گی۔"

"اب اتنا خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا تہذیب۔" میں نے کہا۔ پھر ہم لوگ فلائیڈ کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔

ہمارے درمیان یہ طے پا گیا تھا کہ اس معاملے سے نمٹ کر تہذیب، جوزی کی حیثیت سے اپنے کمرے میں پہنچ جائے گی اور وہاں جا کر بیمار پڑ جائے گی۔ میں فلائیڈ پیٹرسن کے کوارٹر میں جا کر آرام کروں گا اور اس کے بعد ہماری دوبارہ ملاقات اس وقت ہوگی جب صورت حال ہمارے قابو میں آ جائے گی۔ اور بھی بہت سی باتیں زیر بحث رہیں۔ مثلاً تہذیب نے کہا کہ کیتھی براؤن اور میکویائے کی اچانک گمشدگی کیا سب کے لیے پریشان کن نہیں ہوگی جس پر میں نے کہا کہ وہ اس شخص کو بھول رہی ہے جو میکویائے کی حیثیت سے وہاں پہنچا تھا اور کیتھی براؤن کو نکال لایا تھا۔ کیا وہ شخص یہاں رہنے والوں میں سے کوئی نہیں ہوگا۔ ممکن ہے جنرل پٹرس ہو یا ممکن ہے کوئی اور۔ اس لیے ہمیں تو صرف یہ دیکھنا ہوگا کہ بعد کے حالات کیا رہتے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم نے دور سے فلائیڈ کو آتے ہوئے دیکھا وہ محتاط انداز میں آ رہا تھا۔ واپس آ کر اس نے کہا "میں نے تمام گارڈز کی ڈیوٹی تبدیل کر دی ہے، اب بغلی راستے کی سمت جانے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ یہاں سے ہم ان لوگوں کو بآسانی نکال سکتے ہیں جناب، جنھیں آپ محل سے کہیں منتقل کرنا چاہتے ہیں۔"

"شکریہ! تمہارا یہ تعاون ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔"

"میں آپ کا خادم ہوں مسٹر میکویائے۔ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔" فلائیڈ نے کہا۔

"آؤ اندر آؤ۔ ابھی تم سے ایک اور کام بھی ہے۔" میں نے کہا اور فلائیڈ اندر داخل ہو گیا۔ وہ آگے بڑھا تو میں اس کے عقب میں تھا، میں نے اس کی گردن پر ایک زوردار مُکا جڑ دیا۔ یہ گھونسا اتنا طاقتور تھا کہ فلائیڈ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور فرش پر جا گرا۔ اس کے بعد اسے موقع دینا میرے لیے مناسب نہیں تھا۔ تہذیب نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا تھا۔ میں نے اس کی کنپٹیوں پر شدید دباؤ ڈالا اور چند لمحات کے بعد اس کا بدن ڈھیلا پڑ گیا، تب میں نے اسے پلٹ دیا۔ فلائیڈ کی آنکھیں بند تھیں، وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

اس کے فوراً بعد ہی میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا تھا۔ تہذیب اس سلسلے میں میری مدد کر رہی تھی۔ جس طرح بھی ممکن ہو سکا میں نے فلائیڈ کا میک اپ کیا۔ ظاہر ہے جلد بازی میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

کام صحیح طور پر نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اس کام میں تقریباً تیس منٹ صرف ہوئے اور پھر اس کا لباس وغیرہ پہننے کے بعد میں تیار ہو گیا۔ میں نے تہذیب مالکم ایکس کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو اس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلادی اور بولی: "استے اچھے میک اپ پر میں تمھیں مبارک باد دیے بغیر نہیں رہ سکتی علی! ایسے ہنگامی وقت میں اتنا عمدہ کام کر لینا آسان بات نہیں ہوتی۔ تم انتہائی فولادی اعصاب کے انسان ہو۔"

سارا کام مکمل ہو چکا تھا۔ یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی، اگر بیچاری تہذیب مالکم ایکس کو دھوکا دینا مقصود نہ ہوتا۔ لیکن اب اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ہر احساس کو دبا دینا ضروری تھا۔ فلائیڈ بیچارے نے ہمارے لیے واقعی آسانیاں پیدا کر دی تھیں۔ چنانچہ جوزی یعنی تہذیب مالکم ایکس جواب نئی حیثیت میں تھی، میرے ساتھ ساتھ بغلی دروازے تک گئی۔ میں نے پہلے فلائیڈ ہی کے بیہوش بدن کو اس لینڈ روور تک پہنچایا تھا جو فلائیڈ نے خود وہاں لاکر کھڑی کی تھی۔ اس کی چابی بھی فلائیڈ ہی کے پاس سے برآمد ہو گئی تھی۔ اس کا پورا لباس اب میرے بدن پر تھا اور اس لباس میں موجود ہر چیز میری ملکیت بن چکی تھی۔ فلائیڈ کے بعد جوزی کو وہاں تک پہنچایا گیا۔ فلائیڈ کے ایما پر اس طرف پہریداروں نے گشت ختم کر دیا تھا۔ اس سے مجھے یہ اندازہ بھی ہوا تھا کہ اگر محل میں کوئی بڑی سازش ہو تو فلائیڈ کو ساتھ شامل کیے بغیر اُسے انجام تک پہنچانا مشکل ہوگا۔ وہ بیرونی افراد کو محل میں لانے میں سب سے زیادہ معاون ثابت ہو سکتا تھا۔ معلوم نہیں جنرل ٹیرس نے فلائیڈ پر نگاہ کیوں نہیں رکھی یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ فلائیڈ درپردہ جنرل ٹیرس کا آلۂ کار ہو۔ اس کا فیصلہ بعد ہی میں ہو سکتا تھا۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے تہذیب سے کہا کہ اب وہ جوزی کے کمرے میں چلی جائے اور میرے کمرے کا رُخ نہ کرے۔ میں وہیں پر مناسب وقت میں اس سے ملاقات کروں گا۔ جوزی گردن ہلا کر واپس چلی گئی تھی۔ بغلی دروازہ اس نے اندر سے بند کر دیا تھا۔ میں لینڈ روور لے کر چل پڑا۔ احتیاطاً مجھے ان دونوں کو وہیں پہنچانا تھا جہاں والٹو موباٹے کو قید کیا گیا تھا۔ فلائیڈ پیٹرسن کی حیثیت سے اس جگہ میرا داخلہ ممکن نہیں تھا جہاں گرین پول کے افراد والٹو موباٹے کے محافظ و نگراں تھے لیکن اس کے لیے بھی میرے پاس بندوبست تھا۔ گرین پول کا مخصوص کارڈ میں نے احتیاطاً اپنے پاس رکھ لیا تھا تاکہ اس کے ذریعے مجھے اس کام میں دقت نہ ہو۔

پوری کارروائی میں تقریباً دو گھنٹے صرف ہو گئے اور جب میں لینڈ روور میں واپس محل پہنچا تو تقریباً پونے [illegible] بج رہے تھے۔ تھکن سے بُرا حال تھا، پہریداروں نے دروازہ [illegible] دیا اور میں نے لینڈ روور کو اس کی مخصوص جگہ کھڑا کر دیا جو پیٹرسن کی رہائش گاہ کے بالکل قریب تھی۔

اس کے بعد مجھے فلائیڈ کی رہائش گاہ پر ہی آرام کرنا تھا۔ میں جانتا تھا کہ سونا نصیب نہیں ہوگا کیونکہ کچھ دیر بعد فلائیڈ پیٹرسن کی ڈیوٹی شروع ہو جاتی تھی۔ ایک مسئلہ یہ تھا فلائیڈ پیٹرسن کی رہائش گاہ میں کتنے ممبر موجود ہیں، ان کے بار[ے] میں بھی اندازہ لگانا ضروری تھا لیکن جب میں وہاں داخل [ہوا] تو یہ دیکھ کر میری خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا کہ فلائیڈ پیٹرسن تنہا [illegible] تھا، اس کے اہل خاندان یہاں موجود نہیں تھے۔ غلطیاں ہو جاتی ہیں، اس سلسلے میں تہذیب سے بھی معلومات حاصل کر[illegible] تھا لیکن جو کچھ ہوا اتنی جلد بازی میں اور اس طرح ہوا کہ بعض جزئیات پر نظر نہیں گئی لیکن تقدیر ساتھ دے رہی تھی، اب تک جو کچھ ہوا تھا، وہ میری مرضی کے مطابق تھا۔ اب دیکھنا تھا کہ اس کے بعد کیا صورتِ حال رہتی ہے۔

کافی دیر تک بیٹھ کر وقت گزارا۔ سوچتا رہا تھا۔ فلا[ئیڈ] پیٹرسن کی شخصیت کے بارے میں بہت زیادہ معلومات نہیں تھیں، یہ تک نہیں جانتا تھا میں کہ وہ یہاں تنہا رہتا ہے۔ ان حالات میں صورتِ حال کو قابو میں رکھنا بےحد مشکل کام [illegible] لیکن خود کو تقدیر کے حوالے کر دیا تھا۔ اب جو کچھ بھی ہو۔

صبح کو اُٹھ کر گارڈز کی ڈیوٹیاں تبدیل کیں اور ضروری ا[illegible] نگرانی کرنے لگا تاکہ معمولات میں تبدیلی محسوس نہ ہو۔ اپنی دانست میں، میں اپنا کردار بخوبی نبھا رہا تھا۔ محل کے اندرونی گوشوں میں بھی گیا۔ بظاہر حالات پُرسکون تھے اور اب تک میکویا[illegible] یا کیتھی براؤن کی گمشدگی کے سلسلے میں کسی قسم کی تشویش کا اظہار نہیں ہو سکا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس بھی جوزی کی حیثیت سے اپنے معمولات میں مصروف تھی۔ میں جان بوجھ کر کئی بار اس [طرف] گیا تھا تاکہ اس کی پوزیشن کا جائزہ لوں لیکن یوں معلوم ہوتا [تھا] اس طرف بھی کسی کی توجہ نہیں گئی ہے۔ جن حالات سے والٹو دوچار تھا، اس کے پیشِ نظر محل کے انتظامات مناسب تھے، یقیناً جنرل ٹیرس ہی اس کا ذمہ دار ہوگا۔ اس کی کوشش رہی ہوگی کہ والٹو موباٹے اپنا بہتر تحفظ نہ کر سکے۔ اس دوران ابھی تک جنرل ٹیرس کی شکل نظر نہیں آئی تھی اور یہ بھی [illegible] نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کیتھی براؤن سے ملا ہے یا نہیں۔ بےچینی سے اس کی صورت دیکھنے کا منتظر تھا۔ دوپہر کو ایک بجے میں واپس اپنی رہائش گاہ میں آگیا۔ یہ لنچ کا [وقت] تھا اور فلائیڈ کی حیثیت سے میں لنچ کرنے کے لیے آیا تھا۔ دوپہر کا کھانا محل کے ملازموں نے میری رہائش گاہ ہی میں پہنچا دیا تھا۔ کھانا کھا کر تھوڑی دیر آرام کرنے لیٹ گیا۔ ساری رات جاگتے ہوئے گزر چکی تھی اس لیے ذہن بوجھل بوجھل سا تھا لیکن کچھ اس طرح کا اضطراب ذہن پر تھا کہ نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔ لیٹنے کے باوجود میری پلکیں نہیں جھپکیں۔

تھوڑی دیر بعد کسی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور میں نے بھاری آواز میں اس سے کہا۔ "آجاؤ۔" دُبلا پتلا ایک آدمی اندر داخل ہو گیا تھا۔ محل ہی کے ملازموں کا سا لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس نے محتاط نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ "سر، جنرل ٹیرس آپ کو اولڈ وِنگ میں طلب کر رہے ہیں۔" میں چونک کر اُٹھ بیٹھا۔

"ایک منٹ، میں تمھارے ساتھ ہی چلتا ہوں۔" میں نے کہا اور ملازم خاموشی سے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

میں نے فوراً جوتے وغیرہ پہنے اور پھر ملازم کے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔ اولڈ وِنگ محل کے دوسری سمت کے حصّے کو کہا جاتا تھا۔ یہ بات مجھے معلوم تھی لیکن جنرل ٹیرس وہاں کس جگہ موجود تھا، اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ اس لیے میں نے ملازم کو ساتھ ہی رکھا اور ملازم میرے ساتھ اولڈ وِنگ میں آ گیا۔ اس نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "جنرل وہاں موجود ہیں۔"

میں خاموشی سے اس سمت بڑھ گیا لیکن یہ تھوڑا سا فاصلہ میرے لیے بڑا ہی سنسنی خیز تھا۔ جنرل ٹیرس نے خاص طور سے فلائیڈ کو طلب کیا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ میرے شکوک و شبہات کسی حد تک درست تھے یعنی فلائیڈ، جنرل ٹیرس کے آدمیوں میں سے تھا۔ یہ بہت عمدہ بات تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ جنرل ٹیرس، کیتھی براؤن سے ملا ہے یا نہیں اور اگر ملا ہے تو اس کے تاثرات کیا ہیں۔ لیکن فلائیڈ کی حیثیت سے میں اس سے یہ بات نہیں معلوم کر سکتا تھا۔ تاہم میں نے کچھ فیصلے کیے اور بالآخر جنرل کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

جنرل نے اس جگہ اپنا باقاعدہ دفتر بنا رکھا تھا، بہت شاندار ڈیکوریشن کی گئی تھی اس دفتر کی۔ ایک بڑی سی شیشے کی میز کے پیچھے جنرل ٹیرس بیٹھا ہوا تھا۔

میں اندر داخل ہوا تو اس نے آہستہ سے کہا۔ "دروازہ بند کر دو فلائیڈ۔" میں نے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا اور جنرل کے سامنے پہنچ گیا۔

"کیا صورتِ حال ہے؟"

"حسبِ معمول جناب۔ کوئی تبدیلی نہیں ہے۔"

"یہ بتاؤ میکویلاٹے کی کیا پوزیشن ہے، وہ کہاں ہے؟"

"انھیں رات سے نہیں دیکھا گیا جناب۔" میں نے جواب دیا۔ جنرل کو میری آواز پر شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ اس کے چہرے پر خاصی اُلجھن نظر آ رہی تھی۔

"کیتھی براؤن بھی موجود نہیں ہے۔" وہ بولا۔

"میڈم کے بارے میں، میں نے کوئی اندازہ نہیں لگایا۔"

"فلائیڈ صورتِ حال بےحد خوفناک ہو گئی ہے، ہمیں فوری طور پر مسٹر میکویاٹے سے ملنا ہے۔ کسی طرح تم اس کے بارے میں کچھ پتا لگا سکتے ہو؟"

"آپ جو حکم دیں جناب۔" میں نے جواب دیا۔

"محل کے اندر کوئی ایسی نقل و حرکت تو نہیں دیکھی گئی جسے تم نے اجنبی اجنبی محسوس کیا ہو؟"

"بظاہر تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔" میں نے جواب دیا اور دفعتاً جنرل چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ شاید پہلی بار اُسے میری آواز پر کچھ شبہ ہوا تھا۔ وہ مجھے گھورتا رہا اور پھر اس کے انداز میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی۔

"اِدھر آؤ۔ میرے سامنے بیٹھو۔" اس نے کہا اور میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ میز کے سامنے پڑی ہوئی کرسی کو کھسکاتے ہوئے میں نے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا لیکن بیٹھ گیا۔ جنرل خاموشی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

اسکائینر کے پیچھے سے پوشیدہ ہاتھ بلند ہوا اور اس میں، میں نے اعشاریہ تین آٹھ کا پستول چمکتے ہوئے دیکھا۔ سیاہ رنگ کے پستول کی نال کا رُخ میری ہی جانب تھا۔ جنرل کی آنکھیں خوفناک ہوتی جا رہی تھیں۔ "کون ہو تم؟" اس کی پھنکارتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میں نہیں سمجھا جنرل۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"میں تمھیں صرف دس سیکنڈ کی مہلت دیتا ہوں، تم فلائیڈ نہیں ہو۔ فوراً بتاؤ کون ہو تم، ورنہ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی جسے دیکھ کر جنرل کا چہرہ ہونقوں جیسا ہو گیا۔ پھر اس کے چہرے پر سخت جنون کے آثار نظر آنے لگے۔ "ایک... دو... تین..." اس نے گننا شروع کیا اور میں نے دونوں ہاتھ بلند کر لیے۔

"پلیز جنرل، پلیز! پستول رکھ لیجیے۔ آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں آپ کی گہری نگاہ کی داد دیتا ہوں۔ کسی اور کو مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا لیکن بہرحال جنرل ٹیرس معمولی ذہانت کا آدمی نہیں ہے۔"

"کون ہو تم؟" جنرل غرّائی ہوئی آواز میں بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آپ کا دوست میکویاٹے۔" میں نے جواب دیا۔ تازہ صورتِ حال کے لیے میں پوری طرح تیار تھا۔ اگر جنرل میری اس حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا تو پھر مجھے بدترین خسارے سے دوچار ہونے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے تھا۔ ظاہر ہے میں اپنی شخصیت کو منظرِ عام پر نہیں لا سکتا تھا۔

"کک... کک... کیا مطلب؟" میرے اس اظہار نے جنرل کے ہاتھ میں ایک لمحے کے لیے لرزش پیدا کر دی۔

"میں میکویاٹے ہوں۔ جس نے آپ سے ملاقات کی تھی اور جس نے آپ کو یہ پیغام دیا تھا جنرل کہ ساؤتھ پارک ہیون میں کوئی آپ کا منتظر ہے۔"

"اوہ... اوہ ناقابلِ یقین، لاجواب۔" جنرل نے پستول میز پر رکھ دیا اور اپنی کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا۔ "مجھے یقین دلا دو کہ تم پارکو ہو۔ اس کے بعد ہی میں تم سے کھل کر گفتگو کر سکوں گا۔ تم نے واقعی مجھے چکرا کر رکھ دیا ہے۔"

"جنرل! اگر آپ حکم دیتے ہیں تو میں اپنا یہ میک اپ اتارے دیتا ہوں لیکن اس کے بعد مجھے دوبارہ میک اپ کرنا ہو گا۔"

"تم... تم... تعجب ہے! فلائیڈ کہاں گیا، یہ بتاؤ؟"

"جنرل، پہلے مجھے آپ سے کچھ سوالات کرنے ہیں، براہِ کرم اسے گستاخی نہ خیال کریں بلکہ ایک ضرورت سمجھیں۔"

"ہاں کہو۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میڈم براؤن سے آپ کی ملاقات ہو گئی؟"

"ہاں۔ اور جبھی میں نے کہا کہ اپنے پارکو ہونے کا یقین دلا دو۔"

"میڈم نے آپ کو یہ بھی بتا دیا ہو گا کہ کس طرح میں انھیں قید سے نکال کر لایا ہوں؟"

"ہاں، ہاں۔" جنرل ٹیرس کی مٹھیاں بار بار بھنچ رہی تھیں۔ وہ کڑی نگاہوں سے مجھے گھورے جا رہا تھا۔ غالباً اسے میرے اوپر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"اور یہ بھی بتا دیا ہو گا جنرل کہ میرے مقاصد کیا ہیں؟"

"ہاں ڈیئر ہاں۔" اس نے بالآخر ڈھیلا پڑتے ہوئے کہا۔

"جنرل، یہ جگہ ہماری گفتگو کے لیے محفوظ ہے؟"

"قطعی محفوظ ہے۔" جنرل ٹیرس نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ کو مختصر تفصیل بتائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ وہ لڑکی جو گرین پول کی نمائندہ ہے کیتھی براؤن کی حیثیت سے یہاں موجود تھی۔ گرین پول، والٹومو بائے کے لیے کام کر رہی ہے اور میں بھی اس وقت تک اس سے مخلص تھا جب تک یہ بات میرے علم میں نہیں آئی تھی کہ والٹومو بائے یہودیوں کا آلۂ کار ہے۔ میرا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے ہے جنرل اور میں اس کے لیے کام کرتا ہوں۔ پھر بھلا یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں والٹو کے حق میں کام کروں! یہاں سے میں ذہنی طور پر گرین پول سے الگ ہو گیا لیکن گرین پول کے لیے جو لڑکی کام کر رہی ہے اس کے ساتھ بھی کوئی بڑی زیادتی نہیں کر سکتا۔ کم از کم اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا ورنہ شاید میں اسے ختم کر دیتا۔ اسے مطمئن رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ میں میکویاٹے کی حیثیت ترک کر دوں اور اسے بھی اس کی حیثیت سے ہٹا دوں۔ غالباً آپ ان باریکیوں کو سمجھ رہے ہوں گے۔ میں نے فلائیڈ کی اختیار کر لی اور یہ صرف اتفاق ہے جنرل کہ فلائیڈ بھی آپ کا آدمی نکلا۔ میرا خیال ہے اس حد تک بتا دینا کافی ہے، اس کے بعد آپ خود ہی صورتِ حال کا اندازہ لگا لیں گے۔"

"ڈیئر پارکو، میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں، یہ کہ میں تمہارے ساتھ مکمل تعاون کے لیے تیار ہوں۔ اب مجھے اعتبار آ چکا ہے۔ تم جس طرح چاہو گے، میں تمہاری ضروریات کے مطابق عمل کروں گا۔ میرا خیال ہے ہمارے تمہارے درمیان گفتگو یہاں پر کافی ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم اب سے لے کر کس وقت تک کس وقت ساؤتھ پارک ہیون پہنچ سکتے ہو؟ وہاں پر تفصیلی گفتگو ہو گی۔"

"جو وقت آپ مجھے دیں جنرل۔"

"تو پھر رات کے ٹھیک ساڑھے دس بجے میں ساؤتھ پارک میں تمہارا انتظار کروں گا۔ بس اب تم جاؤ اور یہاں کے تمام پر نگاہ رکھو۔ ہماری باقی گفتگو بعد میں ہو گی۔" جنرل نے کہا اور اس کے سامنے سے اٹھ گیا۔ جنرل نے مجھ پر مکمل اعتماد کر لیا تھا۔ میں اسے سلام کر کے باہر نکل آیا۔

جنرل ٹیرس کو میں نے شیشے میں اتار لیا تھا۔ اب تک میں نے جو اقدامات کیے تھے، میری دانست میں تسلی بخش تھے۔ دل کو کوئی تکلیف دہ احساس ابھرتا تھا تو وہ تہذیب کے لیے تھا کہ گرین پول کی طرف سے وہ مکمل ذمے داری کے ساتھ کام کر رہی تھی — نہیں ناکامی اس کے لیے کیا عذاب لائے۔ ممکن ہے اسے زندگی سے ہاتھ دھونا پڑیں، گرین پول اسے اس ناکامی کے بدلے موت کے گھاٹ اتار دے۔ میری وجہ سے، صرف میری وجہ سے وہ ماری جائے گی۔ اگر وہ مجھ پر اس قدر اعتماد نہ کرتی تو شاید اس طرح نہ پھنستی۔ آخر اس سے قبل کام کرتی رہی تھی لیکن میں اس مشن کے لیے سب کچھ قربان کر سکتا تھا۔ میری نظر میں بے خانماں مفلوک الحال اور برباد انسانوں کی زندگی ہر چیز سے زیادہ تھی۔ اسرائیل کے قدم جہاں بھی کمزور کیے جا سکیں، بہتر ہے۔ اس کے لیے میں ہر احساس کو فنا کر سکتا تھا۔

میں جوزی کی تلاش میں چل پڑا۔ وہ اپنے کمرے میں موجود نہیں تھی، کئی جگہ اسے تلاش کیا لیکن وہ نہیں ملی۔ مجھے تشویش ہو گئی۔ وہ کسی مصیبت میں تو نہیں پھنس گئی؟

رات تک ذہن میں دھواں سا بھرا رہا اور پھر تقریباً ساڑھے آٹھ بجے مجھے تہذیب مالکم ایکس، جوزی کے روپ میں نظر آئی۔ وہ بے حد مطمئن نظر آ رہی تھی جیسے کوئی خاص بات نہ ہوئی ہو۔

میں نے فوراً اسے جا لیا۔ اس نے معذرت آمیز انداز میں کہا: "سوری ڈیئر! دراصل تمہیں اطلاع دیے بغیر جانا پڑا۔ گرین پول کی طرف سے ایک فوری میٹنگ بلائی گئی تھی اور میرے پاس زیادہ وقت بھی نہیں تھا۔ میں نے تمہیں تلاش بھی کیا، صرف اس لیے کہ تمہیں اس میٹنگ میں شرکت کی اطلاع دے دوں لیکن تم نہیں ملے تو میں چلی گئی۔ میٹنگ میں تمہیں لے جانا کسی طور مناسب نہیں تھا۔"

"کوئی حرج نہیں ہے تہذیب۔ میں صرف تمہاری عدم موجودگی سے [illegible] ہو گیا تھا اور یہ سوچنے لگا تھا کہ تم کسی مصیبت کا شکار نہ ہو گئی ہو۔" میں نے کہا۔

"نہیں علی، ایسی کوئی بات نہیں تھی۔" تہذیب نے کہا۔ پھر پیش کش کی۔ "آؤ باغ کی طرف چلتے ہیں۔"

یہاں کے حالات پر خصوصی نگاہ رکھی جاتی تھی خاص طور سے اُن لوگوں پر جو اس محل میں مستقل طور پر رہائش پذیر تھے اور یہاں کے تمام معاملات کے رازدار بھی تھے۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ فلائیڈ پیٹرسن کی حیثیت سے کسی کو مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا ہے۔ جنرل ٹیرس کی طرف سے ہی خدشات ہو سکتے تھے لیکن اس سے میرا معاملہ طے ہو چکا تھا۔

"پائیں باغ میں پہنچ کر جوزی نے کہا: "دراصل حالات ابھی تک کوئی ایسا رُخ نہیں اختیار کر سکے جنھیں اطمینان بخش کہا جا سکے، گرین پول کو والٹومو بائے کی طرف سے وہ تمام واجبات ادا کر دیے گئے ہیں جو اس سلسلے میں ہو سکتے تھے۔ اس لیے "لُو" کو فوری طور پر یہاں آنا پڑا۔ اور اسی نے مجھے طلب کیا تھا۔"

"میٹنگ ہو گئی؟"

"ہاں۔ لُو کا خیال ہے کہ معاملات بہت زیادہ الجھے ہوئے ہیں اور میں اپنی کوششوں میں کسی حد تک ناکام رہی ہوں۔ میں نے تمام صورتِ حال لُو کے سامنے پیش کر دی تھی۔ اس نے بھی کہا کہ میرے اقدامات پائیدار نہیں ہیں۔ کیتھی براؤن کی گمشدگی ہمارے پورے پلان کو فیل کر سکتی ہے۔ میں نے لُو کے سامنے جنرل ٹیرس کا معاملہ بھی پیش کیا اور لُو نے شدت سے اپنے اس خدشے کا اظہار کیا کہ اگر جنرل ٹیرس ہی ان معاملات میں پسِ پشت ہے تو پھر صورتِ حال انتہائی خطرناک ہو جائے گی۔ اس کی طرف سے مجھے کچھ ہدایات ملی ہیں جن پر عمل کرتے ہوئے تمام صورتِ حال کو سنبھالنا ہے۔"

"گویا اب یہ معاملہ لُو کے ہاتھ میں چلا گیا؟" میں نے تہذیب مالکم ایکس سے پوچھا۔

"ہاں۔ اور میرا خیال ہے علی، یہ برا نہیں ہوا۔ کم از کم اب مکمل طور پر میں ذمے دار نہیں رہی۔ کیتھی براؤن کی گمشدگی کے بعد صورتِ حال بے حد خوفناک ہو گئی ہے۔ جب تک وہ دوبارہ ہمارے ہاتھ نہیں آ جاتی، ہم پورے اعتماد کے ساتھ کوئی کام نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کیتھی کو وہاں سے لے جانے والا کون تھا اور وہ لوگ کس حد تک حالات سے واقف ہو گئے ہیں۔"

"ہوں، بات تو ٹھیک ہے پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"گرین پول کے خصوصی نمائندے کیتھی براؤن کی تلاش میں مصروف ہو گئے ہیں۔ یہاں کے تمام حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اور کیتھی کی پچھلی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد فوری طور پر کوئی کارروائی کی جائے گی۔ اس دوران گرین پول کے آدمی گوٹے ہل کی افواج میں شامل ہو جائیں گے اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ جنرل ٹیرس کے حامی کون کون سے ہیں اور والٹومو بائے کن پر بھروسا کرتا ہے۔ دیکھیں اب اس سلسلے میں مزید کیا انکشافات ہوتے ہیں۔"

"تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"مجھے جوزی کی حیثیت سے بدستور یہاں رہنا ہے اور اگر یہ حیثیت ختم ہو جائے تو پھر کوئی نئی شکل اختیار کرنا ہو گی۔ اب اس کے انتظامات ہو گئے ہیں۔ میرا خیال ہے بہت مختصر سے وقت میں والٹومو بائے کے محل میں گرین پول کے آدمی مختلف صورتوں میں داخل ہو جائیں گے۔"

"گویا تمہاری ذمے داریاں کافی حد تک ختم ہو گئی ہیں۔"

"[illegible]"

"اس سلسلے میں مزید کوئی کارروائی؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں، البتہ لُو نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ والٹومو بائے کو اس جگہ سے ہٹا لیا جائے، جو لوگ کیتھی براؤن تک پہنچ سکتے ہیں، وہ والٹومو بائے کو بھی تلاش کر سکتے ہیں۔"

"خوب، تو والٹومو بائے کی جگہ تبدیل کر دی گئی؟"

"تبدیل کر دی جائے گی۔"

"لیکن اس کے باوجود ہمیں اس کی رہائش گاہ سے آگاہ رہنا چاہیے، تاکہ کسی بھی لمحے ہم اسے اپنے قابو میں کر سکیں۔"

"اس کی تم فکر مت کرو، وہ ہر لمحہ ہماری دسترس میں رہے گا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں بہت جلد تمہیں اس کی نئی رہائش گاہ کے بارے میں تفصیلات فراہم کر دوں گی علی۔ ویسے تمہارے ذہن میں کوئی اور خاص بات آئی ہے؟"

"نہیں! ابھی تک حالات جوں کے توں چل رہے ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں اپنے اس نئے روپ میں ابھی تک کوئی پریشانی نہیں ہوئی، ابتدائی معاملات ہم نے سنبھال لیے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آئندہ بھی ہمیں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ ویسے میں تمھیں تمام صورتِ حال سے آگاہ کرتی رہوں گی۔" تہذیب نے کہا۔

"یقیناً، میں بھی یہی چاہوں گا کہ تم مجھے اپنے پروگرام سے آگاہ کرتی رہو۔ ورنہ میرا وجود بے مقصد ہو جائے گا۔ یوں سمجھو کہ اب میں اپنے ہاتھ پاؤں سمیٹنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ پہلے ہم جو کچھ کر رہے تھے، وہ اس بنیاد پر کر رہے تھے کہ سب کچھ ہمیں ہی کرنا ہے لیکن کہیں یوں نہ ہو کہ ہم کوئی قدم اٹھائیں اور گرین پول کے سرکردہ افراد اس کی مخالف سمت میں کام کریں۔ اس طرح ہماری کوششیں بے معنی ہو جاتی ہیں جبکہ ان میں جگہ جگہ زندگی کی بازی لگانا پڑتی ہے۔"

"تم اپنا کام جاری رکھو علی! میں وعدہ کرتی ہوں کہ دوسری سمت سے ہونے والی کسی بھی کارروائی سے فوراً تم کو باخبر کر دوں گی تاکہ تم اس کی روشنی میں اپنا کام جاری رکھو۔"

میں نے گردن ہلائی، تھوڑی دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے، اس کے بعد میں نے تہذیب سے واپس چلنے کے لیے کہا۔ اس کے بعد ہم جدا ہو گئے۔

وقتِ مقررہ پر میں جنرل ٹیرس سے ملاقات کے لیے چل پڑا۔ اس بات کو میں نے خصوصی طور پر مدِنظر رکھا تھا کہ گرین پول کے ایجنٹ محل کے اطراف میں پھیل گئے ہیں، وہ یقینی طور پر یہاں سے آنے اور جانے والوں پر گہری نگاہ رکھیں گے۔ ان کی نگاہوں سے بچنا ضروری تھا۔ میں اس خفیہ دروازے سے باہر نکلا تھا، جو فلائیڈ پیٹرسن نے ہمیں بتایا تھا۔ اس کے باوجود میں نے ایسے لمبے...... راستے اختیار کیے جہاں سے کسی تعاقب کرنے والے کے بارے میں بخوبی اندازہ لگایا جا سکے لیکن ایسی کوئی صورتِ حال نہیں تھی۔ خاصے گھماؤ پھراؤ کے بعد میں نے ساؤتھ پارک ہیون کا راستہ اختیار کیا تھا اور اب اس بات کا مجھے مکمل طور پر اطمینان ہو گیا تھا کہ کوئی میرے تعاقب میں نہیں ہے۔

ساڑھے دس سے کچھ زیادہ ہی وقت گزر گیا تھا جب میں ساؤتھ پارک ہیون میں داخل ہوا۔ دروازے پر وہی بوڑھا نیگرو موجود تھا۔ جب میں نے اسے اپنا نام بتایا تو اس نے میرے لیے راستہ چھوڑ دیا۔ اندر داخل ہوا تو وہ دونوں نیگرو لڑکیاں مل گئیں جو بظاہر ملازمائیں ہی تھیں لیکن کیتھی براؤن نے ان کے بارے میں بڑے انوکھے انکشافات کیے تھے۔ انہوں نے مجھے ایک اندرونی کمرے میں پہنچا دیا اور یہاں کیتھی براؤن کے ساتھ جنرل ٹیرس کو دیکھ کر میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ جنرل ٹیرس کے انداز میں اب نمایاں تبدیلی پیدا ہو چکی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے بڑے دوستانہ انداز میں مجھ سے ہاتھ ملایا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ کیتھی براؤن بھی اب بہت مطمئن نظر آ رہی تھی اس کے چہرے پر کوئی تردّد، کوئی خوف نہیں تھا۔

جنرل ٹیرس نے کہا "مسٹر پارکو، آپ نے میرے اوپر جو بڑا احسان کیا ہے، شاید میں اسے زندگی بھر نہ چکا سکوں کیتھی نے آپ کو اپنے اور میرے بارے میں بتا دیا ہے۔ یوں سمجھیے کہ آپ ہماری اس زندگی کے دوسرے رازدار بن گئے ہیں ورنہ ابھی تک کسی کے کانوں میں بھنک بھی نہیں پہنچی کہ میرا کیتھی سے کوئی رشتہ ہے۔ کام کی باتیں تو ہوتی ہی رہیں گی مسٹر پارکو کچھ ذاتی باتیں بھی ہو جائیں۔ آپ کو شاید اس بات کے بارے میں گمان بھی نہیں ہو گا کہ میں اور کیتھی بچپن ہی سے ایک دوسرے کو چاہتے ہیں لیکن ہمارے درمیان ایک فرق نمایاں رہا ہے، ہر جگہ کے کچھ عجیب سے معاملات ہوتے ہیں گوٹے ہل کی روایات میں بھی کچھ اس قسم کی چیزیں شامل ہیں جو دو محبت کرنے والوں کے لیے بڑی ہی تکلیف دہ ہوتی ہیں۔ میں ان کی تفصیلات میں نہیں جاؤں گا، بس یوں سمجھ لیجیے کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں، اس کے بغیر ہمارا یکجا ہونا بھی مشکل تھا۔ کیتھی ناسپاس نہیں ہے لیکن والٹوموبائے درحقیقت ایسی ہی شخصیت کا مالک ہے کہ اس پر کوئی بھی شخص مکمل طور پر بھروسا نہیں کر سکتا، وہ انتہائی غیر متوازن شخصیت کا مالک ہے اور کسی کے لیے اتنا اچھا ثابت نہیں ہوا کہ کوئی اس کی تعریف میں کچھ کہہ سکے۔ آپ اس کے لیے کچھ بھی کر لیجیے وہ دولت کے انبار آپ کے سامنے رکھ دے گا، لیکن اس کا خلوص آپ کو نہیں مل سکے گا۔ میں بھی مسٹر پارکو والٹوموبائے کا بہت ہمدرد اور سچا دوست تھا اس لیے کہ میرا خاندان ہمیشہ سے اس کی خدمت کرتا چلا آیا ہے۔ میں نے جنرل کا عہدہ کسی رعایت کے تحت نہیں حاصل کیا بلکہ اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر کے یہ عہدہ حاصل کیا ہے ورنہ والٹوموبائے اس سلسلے میں کوئی رعایت

نہ کرتا۔ بہرطور مختصر یہ کہ کیتھی کو حاصل کرنے کے لیے یہ منصب حاصل کرنا بھی ضروری تھا اور ہم دونوں نے اس سلسلے میں منصوبہ بندی کی ہے۔ حالات بڑا سنگین رُخ اختیار کر گئے تھے، اوّل تو امریکنوں...... کی مداخلت ہمارے لیے انتہائی تکلیف دہ تھی اور پھر گرین پول کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا۔ مجھے کیتھی نے بتایا ہے کہ آپ کا براہِ راست تعلق گرین پول سے نہیں تھا بلکہ جس طرح سے آپ نے کہا کہ آپ کی شخصیت دوسری ہی تھی لیکن میں آپ کو گرین پول کے بارے میں بتا دوں، انتہائی خطرناک ادارہ ہے اور اس کے ارکان دنیا کے بہت سے ممالک میں خوف ناک کارروائیاں کر چکے ہیں، ہم نے مافیا سے تعلق قائم کیا تھا لیکن مافیا کا مقامی سربراہ اتنا مؤثر آدمی نہیں ہے، وہ ابھی تک اس سلسلے میں ہمارے لیے کوئی ایسا کام نہیں کر سکا جسے ہم اطمینان بخش قرار دے سکیں چنانچہ اس کی طرف سے ہم بددل ہی ہو گئے تھے...... تو یہ تھی ہماری زندگی کی تفصیل مسٹر پارکو اور اس کے بعد پھر ایک بار ہم آپ کے بارے میں تفصیلات جاننا پسند کریں گے۔"

"میرے خیال میں صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے میرے لیے کہ میں تنظیم آزادیٔ فلسطین کا آدمی ہوں اور تنظیم کے مقاصد کے لیے کام کر رہا تھا کہ گرین پول سے ٹکرا گیا اور یہ سوچ کر اس لڑکی کی امداد پر آمادہ ہو گیا کہ ممکن ہے کہ یہاں ہمارے مفادات کے لیے کوئی کام ہو سکے۔"

"میں آپ سے خلوصِ دل سے کہہ رہا ہوں مسٹر پارکو کہ میں یہاں اسرائیلیوں کے قدم جمانے کا مخالف ہوں، درحقیقت میں فلسطینی مقاصد سے متاثر ہوں اور اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ براہِ راست میں نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا لیکن جس طرح والٹوموبائے یہودیوں کے زیرِ اثر آتا جا رہا تھا، میں اس کا دل سے مخالف تھا اور اگر یہ تمام خیالات میرے ذہن میں نہ ہوتے تو میں گوٹے ہل کی افواج کے جنرل کی حیثیت سے اس بات کی کھلم کھلا مخالفت کرتا لیکن ہمارا منصوبہ بدل گیا۔"

"یہیں سے ہماری پُرخلوص مفاہمت کا آغاز ہوتا ہے جنرل ٹیرس، تنظیمِ آزادیٔ فلسطین کے مقاصد کے لیے کام کرنا میرا ایمان ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں میری معاونت کریں۔"

"ڈیئر پارکو، جس طرح کہ تم نے کہا کہ گرین پول کی تمام کارروائیاں تمہارے علم میں آ چکی ہیں اور جس طرح تم نے میکویلئے کی حیثیت سے کیتھی براؤن کو گرین پول کی گرفت سے نکالا ہے اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ایک بیرونی آدمی ہونے کے باوجود تم نے گرین پول کی گردن میں اچھی طرح پنجے گاڑ رکھے ہیں، کیا یہ ممکن نہیں کہ تم اسی طرح اپنا کام جاری رکھو اور میرے مشن میں میری

معاونت کرو، ویسے تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے گرین پول کہاں تک یہ بات معلوم کر چکی ہے کہ والٹوموبائے کے دشمنوں میں کون کون افراد شامل ہیں؟"

"اس سلسلے میں جنرل ٹیرس! آپ کا نام سرِفہرست آتا ہے گرین پول نے جو منصوبہ میڈم براؤن کے سامنے والٹوموبائے پیش کیا تھا اس کی تفصیلات انھوں نے آپ کو بتا دی ہوں گی یہ تھا کہ والٹوموبائے کے دشمنوں کو ان کا تختہ الٹنے کا پورا پورا موقع دیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی فوری طور پر یہ کار[...] لی جائے کہ جونہی والٹوموبائے کا تختہ الٹنے کے بعد نیا حکمران پروگرام کا اعلان کرے، فوری طور پر جوابی کارروائی کر دی ج[...] اس طرح والٹوموبائے کے وہ دشمن سامنے آ جائیں گے اور ان[...] خلاف کارروائی کرنے میں آسانی ہو گی جبکہ دوسری شکل میں ف[...] کے اندر دشمنوں کو تلاش کرنا ایک مشکل کام تھا۔"

جنرل ٹیرس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے زردی سی [...] گئی۔ غالباً اس تفصیل نے اسے دہشت زدہ کر دیا تھا۔ چند لمحے خاموش بیٹھا رہا کیتھی براؤن نے اسے شراب کا گلاس پیش [...] جسے جنرل ٹیرس نے ایک ہی سانس میں خالی کر دیا اور گلاس [...] رکھ کر ہونٹ خشک کرتا ہوا بولا۔ "بلاشبہ یہ ایک خوفناک صو[رت] تھی جس کا انکشاف اگر نہ ہوتا اور اسی طرح عمل میں آ جاتی تو [...] سارا پلان فیل ہو سکتا تھا اور یہ بھی غلط ہوتا کیتھی براؤن ک[ی] تمھاری ہمشکل اس لڑکی سے یگانگت کا اظہار کرتا۔ اگر میں [...] کے ساتھ مل کر کوئی پلاننگ کرنے لگتا تو یقینی طور پر مجھے بد[...] شکست سے دوچار ہونا پڑتا۔ حیرت کی بات ہے کہ ان لوگوں [کی] توجہ فوراً ہی مجھ پر مبذول ہو گئی اور انھوں نے کیتھی کو بھی [...] ساتھ شریک محسوس کر لیا۔ لیکن ڈیئر پارکو، وہ لڑکی جو کیتھی [...] کا روپ اختیار کیے ہوئے تھی، اب کہاں ہے۔ میرا خیال ہے [...] اس پر ہاتھ ڈال دینا چاہیے۔ اس کی گرفتاری ضروری ہے کی[ونکہ] وہ حالات سے کافی حد تک باخبر ہو گئی ہے۔"

"نہیں جنرل، اس کی گرفتاری قطعی ضروری نہیں ہے کی[ونکہ] حالات اس سے کہیں آگے بڑھ گئے ہیں۔ آپ بہت چھوٹی چھ[وٹی] باتوں کو اہمیت دے رہے ہیں، اس لڑکی کا تصوّر بھی ذہن سے نک[ال] دیجیے۔ کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے کہ اس وقت والٹوموبائے بھی اصلی نہیں ہے۔ جس والٹوموبائے کے سامنے آپ مؤدب رہتے ہیں اور جس نے [...] میٹنگ میں شرکت کی تھی، وہ اصلی والٹو موبائے نہیں بلکہ گرین پول کا نمائندہ ہے۔"

جنرل ٹیرس بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اس کا چہرہ عجیب سا ہو گیا تھا۔ وہ احمقانہ انداز میں مجھے گھورتا رہا [...]

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دوبارہ اپنی جگہ بیٹھ گیا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم پارکو.... کیا کہہ رہے ہو؟"

"جو کچھ کہہ رہا ہوں، بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں جنرل ٹیرس! جس طرح آپ اس لڑکی پر شبہ نہیں کر سکے کہ وہ میڈم براؤن نہیں ہے اسی طرح آپ کی نگاہ والٹومو بائے پر بھی نہیں پہنچی۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کا جال معمولی نہیں ہے۔ آپ بہت سطحی انداز میں سوچ رہے ہیں۔"

"اوہ اوہ، میں پاگل ہو جاؤں گا.... شاید میں پاگل ہو جاؤں گا۔ اس گرین پول نے تو میرے سارے پروگرام کے بخیے اُدھیڑ کر رکھ دیے ہیں۔ کیا.... کیا وہ مجھے کامیاب نہیں ہونے دے گی، کیا یہ سب کچھ.... کیا یہ سب کچھ.... مسٹر پارکو مجھے بتاؤ.... کیتھی کیا خیال ہے تمھارا؟ ہمیں فوری طور پر اپنی کارروائی شروع نہیں کر دینا چاہیے؟"

"میرا خیال ہے مسٹر پارکو ایک فرشتے کی مانند ہمارے درمیان اُتر آئے ہیں۔ کیا ہم اس سلسلے میں ان سے مشورہ نہیں کر سکتے ہیں؟"

"ڈیئر پارکو! اس انکشاف نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ واقعی وہ والٹومو بائے نہیں ہے لیکن وہ شخص.... وہ شخص دنیا کا سب سے بڑا اداکار قرار دیا جا سکتا ہے۔ کم بخت کی ایک ایک جنبش والٹومو بائے سے ملتی جلتی ہے لیکن.... لیکن اصل موبائے کہاں ہے۔ کیا گرین پول کے قبضے میں؟"

"ہاں۔ وہ گرین پول کی تحویل میں ہے۔"

"اُفوہ، اس کا مقصد ہے کہ اگر ہم.... اگر ہم والٹومو بائے کے خلاف جدوجہد کرتے اور پہلی ہی کوشش میں اسے ہلاک کر کے اپنی حکومت کا اعلان کر دیتے تو اس کے بعد دوسرے جنرلوں کی سرکردگی میں جوابی انقلاب برپا ہوتا۔ اگر ہم والٹومو بائے کو ہلاک کر دیتے تو ہمارے ذہنوں میں یہی خیال ہوتا کہ یہ جوابی انقلاب ناکام قرار دیا جائے گا کیونکہ والٹومو بائے اس دنیا میں موجود نہیں ہے اور کوئی دوسرا جنرل اس کی جگہ نہیں لے سکتا۔ لیکن ہوتا یہ کہ والٹومو بائے منظر عام پر آ جاتا اور اس کے بعد ہمارے پلان کا جو حشر ہوتا وہ قابلِ دید ہوتا۔ آہ! یہ سب کچھ.... یہ سب کچھ بہت خوفناک ہے کیتھی.... یہ سب کچھ بہت خوفناک ہے۔"

کیتھی بھی نیم مُردہ انداز میں کرسی کی پشت سے گردن لگا کر بیٹھ گئی تھی۔

"پلیز پارکو.... پلیز! مجھے یہ بتاؤ اصل والٹومو بائے کہاں ہے؟ کیا تمھیں اس کی قیام گاہ کا علم ہے؟" جنرل ٹیرس نے پوچھا۔

"نہیں جنرل ٹیرس، ابھی تک میں اس کی قیام گاہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر کیا ہو گا.... پھر کیا ہو گا۔ اس کا مقصد ہے کہ اب تو ہمیں فوراً اپنے تمام پروگرام ملتوی کر دینے چاہئیں۔ اب ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے۔"

"آپ کو کچھ اور کہنا ہے جنرل اس موضوع پر؟" میں نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اگر آپ کہہ چکے ہوں تو پھر میں اپنی گفتگو کا آغاز کروں۔"

"ہاں پارکو، اب آپ مجھے بتائیں کہ اس منصوبے کے سلسلے میں میری کیا مدد کر سکتے ہیں؟"

"میں آپ کو کامیابی دلا سکتا ہوں جنرل ٹیرس۔ میں ایسے مواقع فراہم کر سکتا ہوں کہ آپ والٹومو بائے کی حکومت کا تختہ الٹ دیں اور خود حکمران بن جائیں۔"

"اب تو تقدیر نے مجھے تمھارے ساتھ لا کھڑا کیا ہے میری مدد کرو ڈیئر پارکو! بات صرف یہ نہیں ہے کہ میں اقتدار چاہتا ہوں بلکہ اس انقلاب پر میری پوری زندگی کا انحصار ہے، میں اپنی زندگی کے لیے یہی ضروری سمجھتا ہوں۔ پھر موت کا راستہ اپنانے کے علاوہ میرے پاس کوئی اور چارۂ کار نہیں رہے گا۔"

"ٹھیک ہے جنرل ٹیرس لیکن اس کے صِلے میں مجھے کیا ملے گا؟" میں نے سوال کیا۔

جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن میری صورت دیکھ رہے تھے۔ تب جنرل ٹیرس آہستہ سے بولا۔ "اس کا فیصلہ تمھیں ہی کرنا ہے۔ یوں سمجھ لو کہ دولت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ دولت کا جو تصوّر تمھارے ذہن میں آئے تم یقین کر لینا کہ وہ تمھیں ملے گی۔"

"نہیں جنرل ٹیرس! مجھے دولت سے دلچسپی نہیں ہے، میں اپنے اس کام کے سلسلے میں تم سے رقم طلب نہیں کروں گا البتہ تمھیں بھی میرے لیے وہی سب کچھ کرنا ہو گا جو میں تمھارے لیے کروں گا۔"

"مطلب! پلیز، کُھل کر مجھے بتاؤ۔"

"اسرائیلی ایٹمی پلانٹ جو یہاں والٹومو بائے کی سرکردگی میں قائم ہوا ہے، ہماری آنکھوں میں کھٹک رہا ہے۔ ہم اس کی مکمل تباہی چاہتے ہیں اور تمھارے برسرِ اقتدار آنے کے بعد تم سے یہ توقع رکھنا چاہتے ہیں کہ اس کے بعد گوتے ہل میں اسرائیلیوں کے قدم نہیں جمنے پائیں گے۔ کم از کم وہ یہاں کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

"بس؟" جنرل ٹیرس نے سوال کیا۔

"ہاں جنرل! بس یہی میری پہلی اور آخری خواہش ہے۔"

"تم بے شک بڑے آدمی ہو پارکو۔ معمولی انسان نہیں ہو تم۔ لیکن میں بھی تمھیں یہ بتا دوں کہ میں دل سے اسرائیلیوں کا مخالف ہوں۔ مجھے اسرائیل کے قیام سے ہی اختلاف ہے۔ میں اس ملک کی ریشہ دوانیوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ عربوں کے ساتھ یہ ناانصافی مختلف ملکوں اور مختلف قوموں نے مل کر کی ہے۔ جو کچھ تم چاہتے ہو، میں وہ سب ضرور کروں گا لیکن یہ تم پر کوئی احسان نہیں ہو گا۔"

"ٹھیک ہے جنرل! اس کے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

"تو پھر مجھے کیا کرنا ہے؟" جنرل ٹیرس نے سوال کیا۔

"آپ مجھے اس ایٹمی پلانٹ کا پتا بتا دیں جسے اسرائیلی مفاد کے لیے قائم کیا گیا ہے اور اسے تباہ کرنے کے سلسلے میں آپ کو میری مدد کرنا ہو گی۔"

"ضرور، میں تیار ہوں مسٹر پارکو، اور سنو! اگر تم اس اسرائیلی پلانٹ کی تباہی چاہتے ہو تو میں اپنے کام سے پہلے تمھارے کام کے لیے آمادہ ہوں۔ جو منصوبہ تمھارے ذہن میں آئے، مجھے اس کے بارے میں بتا دو۔ میں تمھارے ساتھ مکمل تعاون کروں گا۔" جنرل ٹیرس کے ایک ایک انداز سے اس بات کا اظہار ہوتا تھا کہ جو کچھ اس نے کہا ہے، وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا تھا۔ اور اس بات نے میرے رگ و پے میں مسرت کی لہریں دوڑا دی تھیں۔ بے شک میں کامیابی کی طرف تیزی سے گامزن تھا۔

تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد میں نے جنرل سے کہا۔ "اس نوجوان کو کہاں قید کیا گیا ہے جنرل جسے تم نے میٹنگ کے دوران گرفتار کیا تھا؟"

"فلسطینی نوجوان میری ذاتی قید میں ہے اور تم اطمینان رکھو پارکو، وہ ہماری دسترس میں ہے اور وہاں سے کہیں نہیں جا سکے گا۔"

"کیا کیرن شی مے اور مائیکل یان کی موت کی اطلاع اور لوگوں کو بھی ہو چکی ہے؟"

"قطعی نہیں! میں اس بارے میں تمھیں بتا چکا ہوں۔" جنرل ٹیرس نے جواب دیا۔

"گویا صرف چند افراد ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ کیرن شی مے اور مائیکل یان مر چکے ہیں۔"

"چند افراد بھی نہیں۔ میں، میرے محافظ، وہ لڑکی اور وہ نقلی والٹومو بائے۔ جو لوگ وہاں موجود تھے، ان کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ لوگ مر چکے ہیں۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابھی یہ اطلاع باہر نہیں نکلی اور شاید نکلے گی بھی نہیں۔" میں نے خود کلامی کے انداز میں آہستہ سے کہا۔ اور پھر جنرل کو مخاطب کیا۔ "میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ایک بار وہ جگہ دکھا دیں جہاں ایٹمی پلانٹ واقع ہے۔"

"وہ جگہ ہی نہیں، میں تمھیں اس ایٹمی پلانٹ کا معائنہ بھی کرا دوں گا۔"

"کس حیثیت سے جنرل؟" میں نے سوال کیا۔

"میں وہاں جا سکتا ہوں، میرے اختیارات میں کوئی کمی نہ[illegible] ہوئی ہے اور ابھی تک کسی کو مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے جنرل! میں ایک اور بات بھی سوچ رہا [illegible] آپ نے میرے میک اپ کا اندازہ کر لیا ہو گا۔ میں کیرن شی[illegible] مائیکل یان کی حیثیت سے آپ کے ساتھ ایٹمی پلانٹ تک جا[illegible] ہوں تاکہ وہاں کے سرکردہ لوگ کسی قسم کا شبہ نہ کر سکیں۔ م[illegible] امریکن ایف بی آئی کا بھی ہے، ڈینس ہیلے اس سلسلے میں [illegible] کی امداد کر رہا ہے اور ہمیں اس کی خطرناک شخصیت کو پیش[illegible] رکھنا ہو گا۔"

جنرل ٹیرس اچھل پڑا تھا، اس نے متحیرانہ انداز میں مجھے [illegible] ہوئے کہا۔ "کمال ہے! تمھاری سوچ کس قدر تیز ہے، تم کتنی [illegible] فیصلہ کر لیتے ہو پارکو!"

"تو آپ کو یہ بات منظور ہے جنرل؟"

"سو فیصدی۔ جب بھی تم چاہو، میرے ساتھ ایٹمی پلا[illegible] معائنہ کر سکتے ہو۔"

"کیا آپ مجھے کوئی ایسا موقع فراہم کر دیں گے جنرل، [illegible] میں اس فلسطینی نوجوان سے ملاقات کر سکوں؟"

"ساؤتھ پارک ہیون ایک محفوظ عمارت ہے۔ اس [illegible] میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہے اور اب تو میں اسے فولاد پلائی [illegible] دیواروں کی مانند بنا دوں گا کیونکہ کیتھی براؤن یہاں موجود [illegible] تم اس شخص سے ملاقات یہاں بھی کر سکتے ہو۔"

"تو پھر جنرل! کل اسی وقت میں اس فلسطینی نوجوا[illegible] اسی عمارت میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ یہاں پہنچ جائے گا۔" جنرل نے جواب دیا۔

"کل دن میں کسی وقت بھی میں آپ سے رابطہ قائم کر[illegible] نیا پروگرام آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ بہتر ہو گا کہ آپ [illegible] پورا پورا بھروسا کریں۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میرے زیر[illegible] کام کریں لیکن جو کچھ میں کہوں، اس پر غور ضرور کر لیں۔"

جنرل نے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں [illegible] ہوئے کہا۔ "نہیں پارکو! تمھاری خوبیوں کا میں بار بار اعتراف [illegible] ہوں، یوں سمجھ لو کہ میرا مشن اب تمھارے حوالے ہے اور یہ [illegible] بڑی بات ہے جو میں نے تم سے کہی ہے۔" میں نے پُرتپاک [illegible] میں جنرل کے ہاتھ کو دبایا اور اس کے بعد واپسی کی اجازت [illegible] جنرل اور کیتھی براؤن مجھے باہر چھوڑنے آئے تھے۔

واپس محل پہنچا تو حالات پُرسکون تھے۔ کوئی تبدیلی [illegible] آ رہی تھی، جوزی اپنی آرام گاہ میں موجود تھی چنانچہ میں بھی ا[illegible]

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

س چلا گیا اور رات کو نہانے کتنی دیر تک منصوبے بنا تا رہا۔ کیتھی براؤن
گمشدگی کا کوئی خاص چرچا نہیں تھا، ممکن ہے یہ اس کے معمولات
یں سے ہو۔ اگر اصل والٹو موبائے یہاں موجود ہوتا تو یقینی طور پر
یتھی کی تلاش کے سلسلے میں خصوصی توجہ دی جاتی یا کچھ ہنگامہ آرائیاں
وتیں۔ میکو یلائے کی غیر موجودگی کو بھی محسوس نہیں کیا گیا تھا۔ محل کے
حالات جوں کے توں چل رہے تھے۔

دوسری صبح جوزی یعنی تہذیب نے مجھ سے ملاقات کی اور
ہنے لگی: "ٹو کی طرف سے ایک نیا پیغام ملا ہے، مجھے اس سلسلے میں
م سے مشورہ کرنا ہے علی!"

"ہاں، کہو تہذیب؟"

"ٹو کا کہنا ہے کہ میں جوزی کی حیثیت ختم کر کے محل سے
کل جاؤں اور ان کے ساتھ مصروفِ عمل رہوں، یہاں کی تمام
ے داریاں وہ تمھیں سونپنا چاہتا ہے۔ اس نے مجھ سے مشورہ کیا تھا
ر تمھارے بارے میں میری رائے دریافت کی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ
اج تک جو کچھ میں کرتی رہی ہوں اس میں تمھارے مشورے شامل
ہے ہیں۔ اس بات پر اس نے بہت زیادہ اطمینان کا اظہار کیا اور
ھارے لیے یہ پیغام دیا ہے کہ گرین پول کی طرف سے تمھیں ایک
ستقل حیثیت دی جائے گی اور تمھاری ان کاوشوں کا تمھیں بھرپور
صلہ ملے گا۔ میں نے تمھارے سلسلے میں اس سے بات کر لی ہے لیکن
یں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اس سلسلے میں حتمی فیصلہ تم سے مشورے
کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر چند لمحے بعد میں نے کہا۔
"لیکن تہذیب! تم سے رابطہ منقطع ہو جانے کے بعد مجھے کافی پریشانیوں
کا شکار ہونا پڑے گا۔"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ ٹرانسمیٹر ہے جو خاص
طور سے گرین پول کے لیے تیار کرایا گیا ہے [illegible] فریکوئنسی کو دنیا
کے کسی بھی ٹرانسمیٹر پہ کیچ نہیں کیا جا سکتا۔ صرف اسی قسم کا ٹرانسمیٹر
س کے پیغامات وصول کر سکتا ہے۔ میرا تم سے مسلسل رابطہ رہے گا۔
س کے باوجود اگر تم محسوس کرو تو کسی بھی وقت مجھے طلب کر
سکتے ہو۔"

میں چند لمحے سوچتا رہا پھر میں نے کہا: "اور والٹو موبائے کے
سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے تمھارا جو آدمی یہاں موجود ہے اس کا
مجھ سے رابطہ رہے گا؟"

"سو فیصد رہے گا، اس سے بھی اس سلسلے میں بات کر لی
جائے گی۔"

اگر گرین پول اس بات کو مناسب سمجھتی ہے تو مجھے کیا اعتراض
ہو سکتا ہے لیکن یہ سمجھ لو تہذیب کہ اب میں اپنی کوئی رائے اس سلسلے
میں نہیں پیش کر سکوں گا البتہ تمھارے ساتھ تعاون کا جو وعدہ میں
نے کیا ہے وہ برقرار رہے گا۔"

تہذیب نے میرا بازو تھپکتے ہوئے کہا: "محسوس نہ کرنا،
دراصل حالات میں کچھ اس طرح کی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں کہ ٹو کو
مداخلت کرنا پڑی۔ میں نے یہ مداخلت قبول کر لی ہے اور اس کی
وجہ یہی ہے کہ یہاں کے حالات مجھے خاصے منتشر محسوس ہوئے
تھے علی! اس لیے......"

"نہیں نہیں مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے بس تو تمھارے
مقصد کی تکمیل چاہتا ہوں تہذیب۔" میں نے جواب دیا۔

"اس طرف سے فارغ ہونے کے بعد ہم ایک طویل عرصہ آرام
کریں گے اور اس دوران علی میں تم سے بہت سی باتیں کہوں گی۔
جو میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔"

میں دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ میں نے
سوچا کہ تہذیب اس کے بعد تو تمھیں میری صورت سے نفرت ہو
جائے گی، ہمارے درمیان اتنی گہری دشمنی کا بیج پڑ جائے گا کہ
شاید تم صرف میری جان ہی لینا پسند کرو۔ اس کا کیا سوال ہے کہ
میں اور تم کوئی ایسا لمحہ گزار سکیں جو دوستوں کی مانند ہو۔ یہ تمام
خیالات ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں آئے لیکن پھر میں
نے خود کو پُرسکون کر لیا۔

"تو پھر تم کب روانہ ہو رہی ہو تہذیب؟"

"میرا خیال ہے آج دن کے کسی حصے میں یہاں کے معاملات
کا اچھی طرح جائزہ لے لوں۔ ویسے میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ گرین پول
کے آدمی یہاں پھیلے ہوئے ہیں۔ تم اگر اپنی شکل و صورت میں کچھ
تبدیلی کرو تو اس سے مجھے آگاہ کر دینا [illegible] لوگوں کے [illegible]
بارے میں بتا دوں۔ فلائیڈ کی حیثیت سے تو وہ تمھیں پہچانتے
ہیں اور تمھارے تحفظ کے لیے مستعد ہیں۔"

"ٹھیک ہے تہذیب، اس کا مطلب ہے کہ اب تم سے دوبارہ
ملاقات نہیں ہوگی۔"

"ہاں۔ اگر یہاں زیادہ وقت لگا تو ممکن ہے دوبارہ بھی
ایک ملاقات ہو جائے لیکن تم اپنے معمولات جاری رکھو۔" تہذیب
نے کہا اور پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے وہاں سے
چلی گئی۔

میں کافی دیر تک کھڑا سوچتا رہا۔ تہذیب کی قربت سے ایک
گونہ سرور سا طاری ہوتا تھا، ممکن تھا کہ اگر ہم دوستوں کی مانند
ایک طویل عرصہ گزار لیتے تو میرے دل میں اس کے لیے محبت کے

جذبات بھی پیدا ہو جاتے۔ ان احساسات کی کونپلیں پھوٹ آتیں جو
زندگی کو حسین مرغزاروں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ میری خشک اور
بنجر زندگی میں تہذیب کا تصور بہت حسین تھا لیکن حالات نے
اس کی اجازت نہیں دی تھی اور ہمارے رُخ تبدیل ہو گئے تھے۔
تہذیب کے جانے کے بعد بہت دیر تک میں ایسے ہی خیالات
میں ڈوبا رہا مگر پھر گردن جھٹک کر ان سے نجات حاصل کر لی۔
یہ خیالات ان لوگوں کے لیے موزوں ہوتے ہیں جنھیں سکون نصیب
ہو۔ میری زندگی تو ایک ہنگامہ تھی صرف ایک ہنگامہ۔

کیئر ٹیکر کی حیثیت سے محل میں خاصی ذمے داریاں مجھ پر
تھیں، میں انھیں بخوبی پورا کر رہا تھا اور اس دوران مجھے یہ پتا
نہیں چل سکا کہ جوزی کب وہاں سے چلی گئی۔ شام کو تقریباً ساڑھے
تین بجے مجھے ٹرانسمیٹر پہ اشارہ موصول ہوا۔ میں اس وقت محل
کے پائیں باغ کی صفائی کرا رہا تھا۔ میرے ماتحت اپنی کارروائی
میں مصروف تھے۔ اشارہ ایک ہلکی سی سیٹی کی شکل میں موصول
ہوا تھا۔ تہذیب نے مجھے یہ ٹرانسمیٹر آپریٹ کرنے کا طریقہ بتا دیا
تھا۔ چنانچہ ایک گھنے درخت کی آڑ میں پہنچ کر میں نے ٹرانسمیٹر
نکالا اور اس کا بٹن دبا دیا۔ دوسری طرف سے تہذیب کی آواز
سنائی دی تھی۔

"ہیلو ڈیئر، کیا کر رہے ہو؟"

"مصروف ہوں، تم کب چلی گئیں؟"

"دوپہر کو مجھے طلب کر لیا گیا تھا۔"

"گویا تمھارا کام شروع ہو چکا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے تہذیب! یہاں بھی کوئی خاص بات نہیں ہے۔
ہاں، یہ تو بتاؤ فلائیڈ اور جوزی کہاں ہیں؟"

"ہم نے والٹو موبائے کے ساتھ ساتھ انھیں بھی یہاں
منتقل کر دیا ہے۔ ویسے آج رات کو ایک خصوصی میٹنگ کی جا رہی
ہے جس میں تو بھی شریک ہوگا۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کی تفصیل مجھے ابھی موصول نہیں ہو سکی، معلوم ہو گی تو
تمھیں فوراً بتا دوں گی۔ رات کو جس وقت بھی میٹنگ ختم ہوئی میں تم
سے رابطہ قائم کروں گی۔"

"سنو تہذیب! ہمیں یہ بھی خیال رکھنا ہوگا کہ کون سا وقت
ٹرانسمیٹر پر گفتگو کے لیے مناسب یا نامناسب ہے۔ کیا اس کا کوئی
ذریعہ نہیں ہو سکتا؟"

"ہاں، میں تمھیں بتانا بھول گئی تھی، جب بھی تمھیں ٹرانسمیٹر
پر اشارہ موصول ہو، سُرخ بٹن کے قریب لگا ہوا سفید بٹن دبا دینا،

اس سے ہمیں جوابی اطلاع مل جائے گی کہ گفتگو کے لیے موزوں وقت
نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے، ایسا ہی ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"اور مجھ سے دُور رہ کر کچھ عجیب عجیب سا نہیں محسوس
کر رہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"یہ تمام باتیں فرصت کے اوقات کے لیے اٹھا رکھو تہذیب!
ابھی ہمیں اس کی اجازت نہیں ہونا چاہیے۔" میں نے کہا اور
تہذیب ہنسنے لگی۔

"اچھا پھر خدا حافظ۔" اس نے کہا اور پھر میں نے بھی
خدا حافظ کہہ کر ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اب میرا ذہن اس میٹنگ میں
اُلجھ گیا تھا جو اصل والٹو موبائے کی موجودگی میں [illegible] نے والی تھی،
صورتِ حال کی یہ تبدیلی میرے لیے ذرا سی پریشان کُن تھی کیونکہ
میں جنرل ٹیرس سے اس کا منشا پورا کرنے کا وعدہ کر چکا تھا لیکن
یہ سوچ کر دل کو تسلی ہوتی تھی کہ تہذیب مالکم [illegible] آسانی سے
میرے جال سے نہیں نکل سکے گی۔ وہ جن راستوں پر چل پڑی
ہے ایسے راستے موت کے راستے ہوتے ہیں اور بدقسمتی سے اس کی یہ
موت غالباً میرے ہی ہاتھوں لکھی ہوئی تھی۔

وقتِ مقررہ پر میں ساؤتھ پارک ہیون پہنچ گیا۔ اس دوران
پہلے کی مانند یہ خیال رکھا تھا کہ کہیں میرا تعاقب نہ کیا جا رہا ہو۔ جنرل
ٹیرس کو دن میں محل میں نہیں دیکھا گیا تھا۔ یقیناً وہ اپنے کاموں
میں مصروف رہا ہوگا۔

جب میں وہاں پہنچا تو جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن نے
پُرمسرت انداز میں میرا استقبال کیا۔ ان کے چہرے کھلے ہوئے
تھے۔ غالباً یہاں یکجا ہو کر انھیں ذہنی سکون بھی ملا تھا۔ دونوں
پُرتپاک انداز میں مجھ سے ملے اور مجھے اندر لے گئے۔ جنرل ٹیرس
نے بیٹھتے ہوئے کہا: "کہو مسٹر پارکو! دن کیسا گزرا؟"

"حسبِ معمول، محل میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی ہے۔"

"میں باہر کے معاملات کا جائزہ لیتا رہا ہوں، درحقیقت والٹو
موبائے کو وقت سے پہلے اس سازش کا علم ہو جانے کا ذریعہ ایک
جنرل ہی بنا تھا جسے بعد میں میں نے ہلاک کرا دیا۔ والٹو موبائے اس
حقیقت سے آگاہ ہو گیا تھا کہ اس کا تختہ الٹنے کی کوشش کی جا
رہی ہے، اس کے بعد ہی سے اس نے موجودہ کارروائیوں کا [illegible]
کیا تھا۔ میں نے تمھاری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اس حسین نوجوان
کو یہاں بُلوا لیا ہے، پہلے اس سے ملاقات کرنا پسند کرو گے یا ہمارے
ساتھ ایک دَور چلے گا؟"

"سوری جنرل! میں شراب نہیں پیتا۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا! کیا واقعی؟ خوب، بہت خوب۔ تو پھر وہ کاک ٹیل،

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بے کار ہوگئی جو کیمیتی براؤن نے خصوصی طور پر تمہارے لیے منگوائی تھی، پھر اب یہ بتاؤ کہ ہم تمہاری خاطر کس طرح کریں؟"

"فلسطینی نوجوان سے ملاقات کرا کے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود کافی تو کم از کم پی ہی لو۔" جنرل نے کہا اور میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔

تقریباً آدھا گھنٹا اسی طرح گزر گیا۔ کافی پینے کے بعد جنرل نے مجھ سے چلنے کے لیے کہا۔ اس نے یہ پوچھ لیا تھا کہ میں تنہا ہی اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں یا جنرل کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ اس پر میں نے جنرل ٹیرس سے یہی کہا تھا کہ اگر اس کے دل میں کوئی تردد پیدا نہ ہو تو مجھے نوجوان سے تنہا ہی ملنے دے۔ جنرل نے بخوشی اس بات پر آمادگی ظاہر کر دی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ مجھے ایک ایسے دروازے کے پاس لے گیا جہاں دو خطرناک آدمی مسلح کھڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے جنرل کو دیکھ کر فوراً دروازہ کھول دیا اور میں اندر داخل ہوگیا۔ کمرہ آرام دہ تھا، ایک نفیس قسم کی مسہری پڑی تھی جس پر وہ نوجوان موجود تھا۔ میں نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور پھر آہستہ قدموں سے اس کی جانب بڑھ گیا۔ نوجوان مجھے دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں میں کینہ توزی کی جھلک تھی، چہرے پر خطرناک تاثرات تھے۔ میرے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ دیکھ کر شاید اسے اور بھی نفرت کا احساس ہوا ہو۔ میں اس بات کی پروا کیے بغیر اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔

"تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

نوجوان خاموشی سے مجھے گھورتا رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"فلسطین۔ میرا نام فلسطین ہے۔"

"خوب۔ خوشی ہوئی تم سے مل کر۔" میں نے کہا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ تھوڑے فاصلے پر پڑی ہوئی ایک کرسی گھسیٹ کر میں نے مسہری کے قریب کر لی اور اس پر بیٹھ گیا۔ "میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"بے کار ہے۔ میں کسی بھی احمقانہ بات کا کوئی جواب نہیں دوں گا۔"

"یہ فیصلہ تم نے کیسے کر لیا دوست کہ میں کوئی احمقانہ بات کرنے آیا ہوں؟"

"تم سب لوگ جو کچھ کہنا چاہتے ہو، مجھے اس کا پہلے ہی سے اندازہ ہے۔"

"ڈیئر! ابھی تک میں تمہارے نام سے واقف نہیں ہو سکا لیکن بہرحال نام سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میک اپ میں ہوں، اس سے پہلے جب تم گرفتار ہوئے تھے میں وہیں موجود تھا اور ایک اور شخص کی شکل میں تھا جس کو میکو بائے کہہ کر مخاطب

کیا جا رہا تھا۔ غالباً تم اس شخص کو نہیں بھولے
دونوں یہودیوں میں سے ایک کو اس وقت روکا تھا
نکال کر تم پر فائرنگ کرنا چاہتا تھا۔" میرے اس
نوجوان کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے تبدیلی کے
تھے لیکن وہ صرف ایک لمحے ہی کی بات تھی۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟ میرے اوپر احسان جتا

"نہیں، بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت
بچانے کے لیے میں نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا
شخصیت کو داؤ پر لگا دیا تھا۔ اگر ان لوگوں کو مجھ پر
میرا وہ سارا منصوبہ ناکام ہو سکتا تھا جس کی تکمیل
یہاں آیا تھا۔"

"میں تمہاری کوئی بات نہیں سمجھ سکا ہوں۔"

"اگر میں تم سے یہ کہوں دوست کہ میرا تعلق بھی
فلسطین سے ہے تو یہ بتاؤ تمہیں یقین دلانے کے
کرنا ہوگا؟"

نوجوان پھر چونکا تھا، وہ دیر تک میرے چہرے
جمائے رہا اور پھر اس نے کہا۔ "میں ایسے بھی تم لوگوں کا
ہی تصور کروں گا۔"

"مجھے اپنا میک اپ خراب کرنا پڑے گا ورنہ میں
اصل شکل بھی دکھا سکتا تھا۔"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے تم یہ بتاؤ
بتا کر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" نوجوان بولا۔

"تمہیں یہ یاد دلانا چاہتا ہوں مسٹر فلسطین
شریک ہوں اور فاخرہ یعقوبی کے مشن میں اس کا
ہوں۔ میں یہاں کسی اور مقصد کے تحت آیا تھا لیکن
کے بعد جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ والٹو موبائے یعنی گو
حکمران امریکی یہودیوں اور اسرائیلی ایجنٹوں کا ساتھی
اسرائیلی مفادات کے لیے خفیہ طور پر ایک ایٹمی پلا
ہے تو میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ میں اس کے خلاف
تم جانتے ہو کہ ہم لوگ دنیا کے کسی بھی خطے میں ہوں اگر
کے خلاف کام ہو رہا ہو تو اس کے خلاف مصروف عمل
اور اس کے لیے ہمیں ہیڈ کوارٹر سے ہدایات لینے کی
ہوتی۔ اتفاق سے فاخرہ یعقوبی کا نام میرے سامنے
یہودیوں کے خلاف مصروف ہے اور گوٹے ہل کے حکمران اس
سرگرداں ہیں، شاید تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے دو
والٹو موبائے کی حکومت کے خلاف سازش ہو رہی ہے؟
گروپ والٹو موبائے کا تختہ الٹ کر حکومت پر قابض

یہ گروپ ہمارے حق میں ہے، میں نے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے اس
کا سہارا حاصل کر لیا ہے۔ اس وقت دو مختلف سوچ رکھنے والے
لوگ وہاں موجود تھے جب تم اس عمارت کو ڈائنامائیٹ کے ذریعے
اڑانے کا پروگرام ترتیب دے رہے تھے، میں نے فوری طور پر تمہارے
بچاؤ کا بندوبست کیا۔ اگر تم ذہن پر زور ڈالو تو تمہیں اس بات
کا احساس ہو جائے گا کہ وہ دونوں یہودی جن میں ایک کا نام کیرن شی
ہے اور دوسرے کا مائیکل ہان تھا، انھیں تمہارے ہاتھوں قتل
کرا دیا گیا اور میں یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ تم جیسا پرجوش نوجوان
ان کے بس کی چیز نہیں ہے۔ میں نے ان دونوں کو بڑی ہوشیاری
سے بے بس کر دیا تھا اور اس کے بعد تمہیں موقع دیا کہ تم اپنا کام
مکمل کر لو۔ تمہیں اس کارروائی کے بعد بھی قتل کیا جا سکتا تھا لیکن
میں نے تمہارے تحفظ کا بندوبست کیا۔"

"میں تمہارا شکرگزار ہوں لیکن تم اپنے آپ کو جس رنگ میں پیش کر رہے ہو اس سے پرہیز کرو، ورنہ میں خود پر قابو نہ رکھ سکوں گا۔"

"اگر میں تمہیں بتا دوں کہ میں کون ہوں تو شاید تمہیں اپنے اس جملے پر شرمندگی ہوگی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں تنظیم آزادیِ فلسطین کے لیے کام کر چکا ہوں، ممکن ہے تم میرے نام سے واقف ہو۔"

"کون ہو تم؟ اپنا نام بتاؤ مجھے؟" نوجوان نے کہا۔ اب وہ کسی قدر متاثر نظر آ رہا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اب مجھے کیرن شی کا میک اپ اختیار کر کے اپنے مشن کا آغاز کرنا ہے اس لیے اگر فلائیڈ پیٹرسن کا میک اپ اتار بھی دوں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

میں نے اپنے چہرے سے میک اپ اتارنا شروع کر دیا، نوجوان دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر میرا چہرہ اس کے سامنے آ گیا۔ وہ عجیب سی کشمکش کا شکار ہو گیا تھا۔ دفعتاً اس کے بدن میں تھرتھری سی پڑ گئی۔ وہ اپنی جگہ سے کود کر کھڑا ہو گیا، پھرتی سے میرے قریب آیا اور اپنے ہاتھوں سے میرے چہرے کو ٹٹولنے لگا۔ اس نے ناخن سے کھرچ کھرچ کر میرے چہرے کو دیکھا، گردن کے قریب ٹٹولا۔ غالباً کسی نئی میک اپ ماسک کے بارے میں غور کر رہا تھا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اب میرا اصلی چہرہ اس کے سامنے ہے تو اس نے بے اختیار میرے دونوں بازو پکڑ لیے۔

"میرے خدا! یہ تم ہی ہو... کیا یہ تم ہی ہو علی یار خان؟" اس کی آنکھیں حیرت سے ابلی پڑ رہی تھیں، میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں، میں وہی خادم ہوں دوست جس نے اپنا مستقبل تاریک کر کے جہاد کے راستے اپنائے تھے۔ میں وہی پاکستانی نوجوان علی یار خان ہوں جس نے امریکہ کے ایبرن ہال میں یہودیوں کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اور اس کے بعد ایک نقشہ ترتیب دیا جس میں اسرائیل کے لیے فنا کی پیشنگوئی کی گئی تھی۔ اب بھی تم مجھے اپنا نام نہیں بتاؤ گے؟" نوجوان بے اختیار مجھ سے لپٹ گیا تھا۔

"معافی چاہتا ہوں علی، معافی چاہتا ہوں، اتنا شرمندہ ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا کہ تم... تم... علی... تم شاید یقین نہ کرو کہ یہ میری آرزو تھی، یہ میری خواہش تھی، بھلا کون ہے تنظیمِ آزادیٔ فلسطین میں جو تم سے واقف نہ ہو، جو تمہاری دل سے عزت نہ کرتا ہو، علی تم ہمارے درمیان ایک مقبول شخصیت ہو، ہم سب تم سے بے پناہ محبت کرتے ہیں، تمہارے بارے میں گفتگو کرتے رہتے ہیں، تم نے ہم سب کے دل موہ لیے ہیں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے اس کا شانہ تھپتھپایا اور بولا۔ "میں ابھی تک تمہارے نام سے ناواقف ہوں مسٹر فلسطین۔"

نوجوان مسکرا پڑا اور پھر نیازمندی سے بولا۔ "میرا نام طاہر بقا ہے، میں فاخرہ یعقوبی کے گروپ کا ایک رکن ہوں۔"

"تم سے مل کر مسرت ہوئی طاہر! تم جیسا پرجوش نوجوان قابلِ فخر ہے۔ ویسے قید کے دوران تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوا؟"

"ابتدائی کچھ وقت تو بس یوں ہی سا گزرا، کھانے پینے کے لیے بھی نہیں پوچھا گیا تھا لیکن اس کے بعد نجانے کیا ہوا کہ ان لوگوں نے میری طرف خصوصی توجہ دینا شروع کر دی۔ کھانے پینے کے لیے مجھے پسندیدہ چیزیں دی گئیں اور میرے علاج کے سلسلے میں خاصی مستعدی کا ثبوت دیا گیا۔"

"یہ اس وقت کی بات ہے طاہر جب میں نے جنرل ٹیرس کو شیشے میں اتار لیا تھا۔"

"درست ہے، جنرل ٹیرس نے ہی بعد میں میرے ساتھ خاصا بہتر سلوک کیا...، لیکن علی، آپ نے ان لوگوں پر کس طرح قابو پایا؟"

"تفصیل بہت طویل ہے طاہر، یوں سمجھ لو کہ میں فاخرہ یعقوبی کے مشن کے سلسلے میں ہی کام کو آگے بڑھا رہا ہوں اور خدا کی ذات سے امید ہے کہ میں کم از کم گوٹے ہل میں اسرائیلیوں کے قدم نہیں جمنے دوں گا۔ میں اس ایٹمی پلانٹ کو تباہی سے دوچار کر دوں گا اور اس کے لیے بہت مختصر وقت باقی رہ گیا ہے۔"

"کیا آپ اس ایٹمی پلانٹ کے محلِ وقوع سے واقف ہو گئے ہیں؟ فاخرہ یعقوبی تو طویل عرصے سے اس کوشش میں مصروف ہیں کہ اس کی جگہ کا پتا چلا لیں لیکن کمبختوں نے اتنا خفیہ رکھا ہے اس جگہ کو کہ کہیں سے اس کا سراغ بھی نہیں ملتا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم فکر مت کرو طاہر، یہ میری ذمّے داری ہے، بہت جلد میں فاخرہ یعقوبی کو اس ایٹمی پلانٹ کی تفصیل فراہم کر دوں گا۔"

"اگر ایسا ہو جائے تو ہم سُرخرو ہو کر واپس جائیں گے۔ اس مشن میں کامیابی کے لیے ہم نے بڑی محنت کی ہے اور اب ہم مایوسی کی حدود میں داخل ہو چکے تھے، ہمارا کافی وقت یہاں صرف ہو چکا ہے۔" طاہر بقا نے کہا۔

"یہ بتاؤ طاہر کہ اب تمھیں میرے بارے میں کسی قسم کا شبہ تو نہیں رہا ہے؟"

"نہیں علی! کیسی باتیں کرتے ہیں آپ!"

"میرا مقصد یہ نہیں ہے، بے شک تم علی یار خان پر اعتماد کر سکتے ہو لیکن تمھیں یہ یقین آ چکا ہے کہ میں ہی علی یار خان ہوں؟"

"ہاں۔ آپ کی تصویریں میں نے دیکھی ہیں اور آپ نے جو کچھ مجھے بتایا ہے اس کے بعد کوئی شبہ نہیں رہتا۔"

"تو پھر تمھیں مختصراً اپنے پروگرام کے بارے میں بتاتا ہوں طاہر! جنرل ٹیرس، والٹو موبائے کا وہ حریف ہے جو اس کی حکومت کا تختہ اُلٹ کر یہاں خود قابض ہونا چاہتا ہے اور یہی وہ شخص ہے جو گوٹے ہل میں اسرائیلیوں کی آمد کو پسند نہیں کرتا اور نہیں چاہتا کہ گوٹے ہل میں اسرائیلی ایٹمی پلانٹ کام کرے۔ والٹو موبائے البتہ اسرائیلیوں کے حق میں ہے اور پوری طرح امریکی یہودیوں کا آلۂ کار ہے۔ والٹو موبائے کی حکومت کو برقرار رکھنے کے لیے امریکن ایجنسی کام کر رہی ہے۔ ایک اور تخریبی ادارہ گرین پول، والٹو موبائے کے مفادات کے لیے مصروفِ کار ہے اور میں گرین پول ہی میں شمولیت اختیار کر کے یہاں تک پہنچا ہوں۔ ایک طرح سے میں والٹو موبائے ... کے لیے کام کر رہا ہوں لیکن جب مجھے جنرل ٹیرس کے بارے میں یہ معلومات حاصل ہوئیں کہ وہ اسرائیلی مفادات کا حامی نہیں ہے تو میں نے ایک دوسرے نام سے خود کو اس سے متعارف کرایا اور اسے پیشکش کی کہ اگر وہ اسرائیلی ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنے میں میری مدد کرے تو میں اس کے لیے کام کرتا ہوں اور اس کے لائے ہوئے انقلاب کو کامیاب بنانے کی ذمّے داری قبول کرتا ہوں۔ جنرل ٹیرس پوری طرح میرے ساتھ تعاون پر آمادہ ہو گیا اور اس کے نتیجے میں مَیں نے تمھیں یہاں بلوا لیا۔ غالباً اب صورتِ حال کسی حد تک تمھاری سمجھ میں آ گئی ہو گی۔ اب مجھے تم سے اس بارے میں مشورہ کرنا ہے۔"

"علی۔ میں آپ کو بھلا کیا مشورہ دے سکتا ہوں، آپ جو کچھ بھی فیصلہ کریں، مجھے اس کے لیے حکم دیں۔ ویسے کیا میرا یہاں قید رہنا ضروری ہے؟ میں جانتا ہوں کہ میری عدم موجودگی اور اس عمارت کو اڑانے کی ناکام کوشش نے فاخرہ یعقوبی کی کمر توڑ دی ہو گی۔ وہ ویسے ہی کافی بددل ہو چکی ہیں۔ انھیں میری اطلاع ملنا ضروری ہے۔"

"اس کی فکر مت کرو طاہر! بس یوں سمجھ لو کہ ... ہو۔ ہم کوئی مناسب فیصلہ کرنے کے بعد یہاں سے چل کر فاخرہ یعقوبی سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ ویسے کیا ان سے ... آسان ہو گی؟"

"ہاں۔ وہ یہیں گوٹے ہل میں موجود ہیں۔" طاہر ... کیا اور میرا دل مسرت سے دھڑکنے لگا، میرے مقصد کی ... قریب تھی۔ حالات میرے حق میں ہوتے جا رہے تھے ... سے الگ رہ کر بھی اس کی خدمت کرنے کا فخر حاصل کر ... جنرل ٹیرس تقریباً قابو میں آ چکا تھا۔ فاخرہ یعقوبی کی ... بھی علم ہو چکا تھا۔ اس طرح اسرائیلی ایٹمی پلانٹ کی تباہی ... آ گئی تھی۔ گرین پول میں آ کر بہت سے فائدے ہوئے ... ایلیوا وُڈ مجھے فرانس لا کر بہت خوش تھا لیکن بالآخر مُنہ دیکھ ... اس کے علاوہ تنظیم کے لیے ایک اہم کام کرنے کا موقع ملا تھا۔

طاہر بقا عقیدت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا: "تو پھر تم یہاں سے چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"میں تیار ہوں علی مگر تمھارا میک اپ؟"

"ہاں، مجھے اس سلسلے میں کچھ پریشانی ہو گی لیکن ... ہوں کہ کچھ کروں۔ تھوڑی دیر انتظار کرو، میں ابھی واپس ...۔" میں نے کہا۔ اصل شکل میں ان لوگوں کے سامنے جانا کسی ... باعث بھی بن سکتا تھا لیکن ٹیرس اور کیتھی براؤن اب ... میں تھے اس لیے زیادہ فکر کی بات بھی نہ تھی۔

باہر نکلا تو محافظ چونک پڑا۔ لیکن میں نے سر ... "دروازہ بند کر دو۔" محافظوں نے میری ہدایت پر فوری ... لیکن وہ دُور تک مجھے دیکھتے رہے تھے۔ جنرل ٹیرس، کیتھی ... کے کمرے میں موجود تھا۔ میں اندر داخل ہوا تو دونوں اچھ ... ٹیرس نے مُنہ سے کچھ نہیں کہا لیکن وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

"سوری جنرل! میں پارکو ہوں۔" میں نے کہا۔

"خدا کی پناہ! تم انسان ہو پارکو یا ....."

"ضرورت جنرل، اس کے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔"

"لیکن میک اپ کا سامان! وہ کہاں سے آیا تھا؟"

"میک اپ اتار دیا ہے میں نے، یہ میری اصلی ..."

"کیا واقعی!" کیتھی اچھل پڑی۔

"ہاں۔"

"اس کا مطلب ہے وہ لڑکی بھی تمھاری اصلی ... واقف نہیں تھی؟" کیتھی براؤن تعجب سے بولی۔

میں مسکراتا رہا، پھر میں نے کہا: "اصلی شکل ایک بے کار موضوع ہے میڈم براؤن۔ جنرل! مجھے میک اپ کا سامان درکار ہو گا۔ کیا آپ اس کا بندوبست کر سکتے ہیں؟"

"میں ان چیزوں سے ناواقف ہوں، جو کچھ تمھیں درکار ہو، لکھ کر دے دو، میں منگوا دوں گا۔" جنرل نے کہا۔

"میں اس نوجوان کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا جنرل، فاخرہ یعقوبی سے ... ملاقات کروں گا اور اسے تمام صورتِ حال بتا دوں گا۔ اس طرح ایٹمی پلانٹ کی تباہی کی ذمّے داری وہ سنبھال لے گی۔ یہ کام میں آپ کے لیے نہیں چھوڑوں گا کیونکہ گوٹے ہل کی حکومت سنبھالنے کے بعد آپ کو بہت سی الجھنوں میں گرفتار ہونا پڑے گا اور بے حد مصروف ہو جائیں گے۔ یہ کام اس سے قبل ہی ہو جائے تو بہتر ہے۔ ممکن ہے جب آپ کامیاب ہو جائیں تو یہ لوگ اس وقت کی صورتِ حال کے پیشِ نظر کوئی نئی چال چلنے کی کوشش کریں۔ ظاہر ہے امریکی اس معاملے میں ملوث ہیں۔ اس لیے ان معاملات کو ہم صرف فلسطینی مجاہدین پر چھوڑ دیتے ہیں۔ یوں آپ فوری طور پر ایٹمی پلانٹ کی تباہی کے ذمّے دار بھی قرار نہیں پائیں گے۔"

"جو تمھاری مرضی، ابھی میں کیتھی سے یہی کہہ رہا تھا اور ہاں، میک اپ کا سامان فوراً منگوانا ہے؟" جنرل نے پوچھا۔

"نہیں، اس میں کچھ دیر بھی لگ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ فی الحال میں اس عمارت کو اپنے لیے استعمال کروں گا۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" جنرل کے بجائے کیتھی نے جواب دیا۔

"پہلے میں فاخرہ یعقوبی سے ملاقات کر لوں۔ اس کے لیے میں اس نوجوان کو ساتھ لے جاؤں گا اور اس کے بعد جیسا بھی ممکن ہوا، میں واپس آ کر آپ کو اطلاع دوں گا۔"

"کیتھی براؤن سے رابطے کے لیے میں نے ایک خصوصی پروگرام ترتیب دے لیا ہے، جو زیادہ محفوظ ہو گا۔ تم بھی اسی ذریعے سے مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو، اس کا انتظام میں تھوڑی دیر کے بعد کروں گا۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"تو پھر فی الحال آپ میرے لیے ایک گاڑی کا بندوبست کر دیں، میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔"

جنرل ٹیرس نے اثبات میں گردن ہلائی، پھر بولا: "میں گاڑیاں دینے والی ایک پرائیویٹ کمپنی سے ایک کار منگوا لیتا ہوں تاکہ اس پر کسی کو شبہ نہ ہو سکے۔"

"یہ مناسب ہو گا۔" میں نے کہا اور جنرل ٹیرس فون پر کسی سے ... کرنے لگا۔

... گھنٹے کے بعد کار پہنچ گئی۔ ہم نے ڈرائیور کو واپس کر دیا تھا اور کار اپنی تحویل میں لے لی تھی۔ نوجوان طاہر بقا کو جب کمرے سے نکالا گیا تو اسے اس بات کا یقین نہیں آتا تھا کہ وہ رِہا ہو چکا ہے۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار تھے۔ ہمیں یہ سفر نہایت محتاط انداز میں کرنا تھا۔ جنرل نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے طاہر بقا سے بھی مصافحہ کیا اور پھر ہمیں پستول فراہم کر دیے گئے جو ہماری کسی بھی ضرورت پر کام آ سکتے تھے۔

طاہر بقا قربان ہوا جا رہا تھا۔ راستے میں بھی اس نے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "علی! یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ کی شخصیت مجسّم سحر ہے۔ ایسے ایسے لوگوں کو بھی رام کر لیتے ہیں آپ، جنھیں صرف ایک مُنہ زور گھوڑا ہی کہا جا سکتا ہے۔ اور ان کے بارے میں یہ سوچا جا سکتا ہے کہ وہ رام نہیں ہو سکتے۔"

میں مسکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔ چند لمحے کی خاموشی کے بعد میں نے سکوت توڑا: "تم محتاط انداز میں ڈرائیونگ کرو، بہتر یہ ہے کہ پہلے ہم کار کو مختلف علاقوں میں گھماتے رہیں، تاکہ یہ اندازہ ہو جائے کہ ہمارا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔"

"بہتر ہے۔" طاہر نے جواب دیا۔ ڈرائیونگ وہی کر رہا تھا اور پوری طرح عقب اور اطراف سے چوکنا تھا۔

پھر میں نے طاہر سے پوچھا: "فاخرہ یعقوبی کہاں قیام پذیر ہیں؟"

"گوٹے ہل کے مشرقی علاقے میں کینسن ہال نامی ایک عمارت ہے، یہ عمارت ایک عرب تاجر کی ہے جو گھوڑوں کا کاروبار کرتا ہے اور مقامی نسل کے گھوڑے مختلف ملکوں کو سپلائی کرتا ہے۔ فاخرہ یعقوبی نے اس سے رابطہ قائم کیا ہے، وہ شخص ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کر رہا ہے اور اس کے خفیہ تہ خانے میں ہم نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنا رکھا ہے۔"

کینسن ہال نامی عمارت قدیم طرزِ تعمیر کا نمونہ تھی۔ بڑے بڑے ستونوں پر تعمیر اس عمارت کے وسیع و عریض احاطے میں ہمیں کئی افراد نظر آئے۔ جب ہماری کار گیٹ پر پہنچی تو دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر اس میں جھانکا اور پوری طرح اس کی تلاشی لے ڈالی۔ شاید وہ طاہر بقا کو نہیں پہچانتے تھے۔ طاہر بقا نے جب کچھ مخصوص الفاظ دُہرائے تو انھوں نے اسے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ یہ تمام احتیاطی تدابیر صرف فلسطینیوں کی وجہ سے کی گئی تھیں ورنہ گھوڑوں کا عربی تاجر گوٹے ہل میں طویل عرصے سے ایک پُرسکون زندگی گزار رہا تھا۔

کار پورچ میں رُکنے کے بعد طاہر بقا میرے ساتھ نیچے اُتر آیا اور ہم دونوں عظیم الشان برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچ گئے۔ طاہر بقا بڑے اعتماد سے آگے بڑھ رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کینن ہال

نامی عمارت کے ایک عظیم الشان ہال میں پہنچ کر طاہر رک گیا۔ ہال میں ایک لمبی میز پڑی ہوئی تھی جس کے گرد بے شمار کرسیاں موجود تھیں۔ درمیان میں ایک چوکور ٹرانسمیشن مشین موجود تھی۔ حیرت ناک بات یہ تھی کہ طاہر نے عمارت کا جتنا سفر کیا تھا اس میں کسی سے ٹکراؤ نہیں ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے دروازے کے سنتریوں کے علاوہ یہاں اور کوئی موجود نہ ہو۔

میں اس خالی ہال کو بغور دیکھنے لگا۔ اسی وقت طاہر بول پڑا۔ "یہ سب کچھ آپ کے لیے دلچسپ ہوگا علی؟"

"حیرت انگیز کہو۔ صرف دلچسپ کافی نہیں ہے۔ کیا وہ شخص جو تم سے تعاون کر رہا ہے، یہاں نہیں رہتا؟"

"یہیں رہتا ہے اور اس وقت اپنی خواب گاہ میں گہری نیند سو رہا ہوگا۔ اس کے اہلِ خاندان بھی یہیں اس کے ساتھ موجود ہیں۔ اگر کوئی اس عمارت کی تلاشی لے تو خود شرمندہ ہو جائے گا۔ کیوں کہ اس پوری عمارت میں ایک تاجر گھرانے کے علاوہ اُسے اور کوئی نہیں ملے گا۔"

"ہاں تم نے بتایا تھا کہ یہاں تہ خانے بھی موجود ہیں۔" میں نے کہا۔

طاہر بقا نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی پھر بولا۔ "گھوڑوں کے تاجر نے کمال کی جگہ بنائی ہے۔ تہ خانے کا مین راستہ صرف ایک بار اوپر سے کھولا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کا سارا کنٹرول نیچے ہے، وہ نیچے ہی سے آپریٹ ہوتا ہے۔"

"بہت خوب، اوپر سے آنے والے کسی شخص کا رابطہ نیچے سے کیسے قائم ہو سکتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے لیے یہ موجود ہے۔" طاہر نے ٹرانسمیٹر کی طرف اشارہ کر کے جواب دیا۔

"لیکن تلاشی لینے والوں کے لیے کیا یہ مشین مشتبہ نہ ہوگی؟"

"ضرور ہوگی۔ آپ ذرا اسے چھو کر دیکھیں۔" طاہر نے کہا۔ اس کے انداز میں ایک بچگانہ سی خوشی تھی۔

میں نے اس کی خواہش کے مطابق اس مشین کے کچھ بٹن دبائے اور ایک دلکش موسیقی نشر ہونے لگی۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوا۔

طاہر مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "اس کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا اور اس پر شبہ کرنے والے مسکرانے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکیں گے۔" پھر اس نے بٹن نمبر سات پھر آٹھ پھر چھ دبا دیا۔ مشین پر ایک بار پھر موسیقی اُبھری اور پھر ایک سرخ روشنی نمودار ہوئی، اس کے بعد کھرکھراہٹ سنائی دی۔ پھر ایک بھاری آواز اُبھری۔

"ہاں کہو۔"

"طاہر بقا، کوڈ نمبر سات آٹھ چھ۔"

"آجاؤ۔" جواب ملا اور طاہر ہال سے باہر جانے والے راستے پر چل پڑا۔ میں اس کا ساتھ دے رہا تھا۔

"ایک بات بتاؤ طاہر۔ اگر کوئی ایمرجنسی ہو اور کوئی جلد از جلد تہ خانوں میں پہنچنا چاہتا ہو تو کیا یہ طریقہ طوالت کے سبب نامناسب نہیں ہوگا اور اس سے نقصان نہیں پہنچ سکتا؟"

"ایمرجنسی کے لیے ایک اور راستہ موجود ہے۔" طاہر نے [illegible]

"تم نے وہ راستہ کیوں نہیں استعمال کیا؟"

"عام حالات میں اُس کی اجازت نہیں ہے۔"

ایک کمرے میں پہنچ کر طاہر بقا نے دیوار پر لگے چند بٹن دبائے اور دیوار کا ایک حصہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ نیچے جانے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جن کا اختتام ایک ہال پر ہوتا تھا۔ ہال میں اسلحے کے انبار لگے ہوئے تھے، تمام جدید ترین اسلحہ موجود تھا۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ طاہر مجھے لیے ہوئے ہال سے ایک راہداری میں پہنچ گیا اور پھر ایک دروازے پر رک کر اس نے دستک دی۔

"آجاؤ۔" اندر سے جواب ملا اور طاہر مجھے اشارہ کر کے اندر داخل ہو گیا۔ درمیانے سائز کا کمرہ تھا جس کے درمیان ایک لمبی میز پڑی ہوئی تھی اور اس میز کے پیچھے خوب صورت سنہرے بالوں والی ایک لڑکی کچھ کاغذات پر جھکی ہوئی تھی۔ ہمارے قدموں کی آہٹ پر بھی اس نے گردن نہیں اٹھائی۔ طاہر بقا مجھے ساتھ لیے ہوئے اس کے قریب جا پہنچا۔

"اگر میں تنہا ہوتا تو یقیناً اس وقت تک انتظار کرتا جب تک آپ مصروف رہتیں لیکن اس وقت ایک ایسی ہستی کے ساتھ یہاں آیا ہوں جس کا نام آپ کے لیے بھی اہمیت کا حامل ہوگا۔" طاہر نے آہستہ سے کہا۔ اس کی آواز شاید فاخرہ یعقوبی کے لیے بہت تعجب خیز تھی کیوں کہ اس نے فوراً ہی گردن اٹھائی اور طاہر کو دیکھتے ہی اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"طاہر... طاہر تم زندہ ہو!" اس نے متحیرانہ لہجے میں [illegible] اور میز کے پیچھے سے [illegible] احساس [illegible] ابھی تک اس نے میری طرف نگاہ بھی نہیں ڈالی تھی۔ [illegible] نے میری طرف گردن [illegible] کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں فاخرہ! آپ [illegible] دعاؤں سے [illegible] آپ کی محبت کے طفیل خدا نے مجھے نئی [illegible] سے نوازا ہے۔"

[illegible] بارے میں تو بہت بری خبر ملی تھی۔ ہم سب تو تمہاری طرف سے مایوس ہو چکے تھے۔ طاہر! تمہیں زندہ دیکھ کر مجھے جس قدر مسرت ہوئی ہے، میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔"

"آپ نے ہمارے اجنبی دوست کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا؟" طاہر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تب فاخرہ یعقوبی میری طرف متوجہ ہوئی۔

میں اس کے قد و قامت، اس کے انداز اور اس کی شکل کو دیکھ رہا تھا۔ فلسطین کی ایک حسین بیٹی نرم و نازک خد و خال رکھنے والی، معصوم نقوش کی مالک، لیکن اپنی ظاہری کیفیت سے بالکل مختلف — کہ دشمن اس کا نام لیتے ہوئے کانپتے تھے۔ میں دلچسپ نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا۔ اس نے بھی بغور مجھے دیکھا اور پھر اس کی بھی وہی کیفیت ہوئی جو طاہر بقا کی ہوئی تھی۔ وہ حیرت کے عالم میں مجھے دیکھتی ہی رہ گئی تھی پھر اس نے طاہر بقا کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولی۔ "طاہر! ان کے خد و خال ہمارے علی یار سے کس قدر مشابہ ہیں۔"

'ہمارے علی یار' کے الفاظ جس طرح ادا کیے گئے تھے، انھوں نے مجھے وہ ذہنی سکون بخشا کہ بیان سے باہر ہے۔ طاہر بقا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"جناب! کیا آپ ہمیں اپنے بارے میں بتا سکتے ہیں؟" وہ بولی۔ "طاہر بقا آپ کو یہاں ساتھ لے کر آئے ہیں! اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ نہایت قابلِ اعتماد ہستی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کے اندر ایک اور ایسی خوبی ہے جو ہم سب کو آپ کی طرف کھینچ رہی ہے۔"

"فاخرہ! میں آپ کو زیادہ تجسس کا شکار نہیں رکھ سکتا، یہ علی یار خان ہی ہیں۔" طاہر نے کہا۔

"کیا واقعی! کیا یہ حقیقت ہے؟" فاخرہ کے منہ سے عجیب سے انداز میں نکلا۔

"ہاں، فلسطین کی عظیم بیٹی! میں تم لوگوں کا وہی خادم ہوں، میں ہی علی یار خان ہوں۔"

"علی..." فاخرہ یعقوبی نے کہا اور بے اختیار میرے قریب آ گئی۔ "یہ میری دیرینہ خواہش تھی علی... یہ میری دیرینہ خواہش تھی میرے بھائی۔ میں آپ سے جتنی عقیدت رکھتی ہوں، آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"یہ میری خوش بختی ہے فاخرہ، اس کے سوا میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"لیکن آپ یہاں؟" اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر [illegible] پھر بے اختیار میرا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ "آیئے آیئے۔ اب میں کوئی کام نہیں کر سکتی۔" وہ اس قدر جذباتی ہو رہی تھی کہ مجھے شرمندگی سی ہونے لگی اور میں عجیب سے انداز میں اس کے ساتھ آگے بڑھ کر ایک اور کمرے میں آ گیا جو نہایت عمدہ فرنیچر سے آراستہ تھا۔ اس نے بڑے احترام سے مجھے کرسی پیش کی۔

طاہر بقا بھی ہمارے ساتھ ساتھ ہی تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "فاخرہ! آپ تو بہت بے اختیار ہو گئیں۔ علی کے لیے سب کے دل میں ایسے ہی جذبات ہیں لیکن آپ ان سے اس قدر متاثر ہوں گی، یہ میں نے نہیں سوچا تھا۔"

"طاہر! علی سے ملاقات میری دیرینہ آرزو ہے، تم نہیں جانتے۔ ویسے تمہارے بارے میں معلوم کرنا اس سے پہلے ضروری ہے۔ مجھے معاف کرنا، تم بہت بڑی الجھن میں گرفتار ہو گئے تھے۔"

"ہاں، اب میرا خیال آیا ہے۔" طاہر بقا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں میرے بھائی، میں تمہارے لیے جس قدر افسردہ اور ملول تھی، تم خود اس کا اندازہ کر سکتے ہو۔ میں سمجھتی ہوں، دلی جذبات کو بیان کرنا بہت ضروری نہیں ہوتا۔ میں نے یہ سوچ کر صبر کر لیا تھا کہ ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ خدا جسے جس وقت طلب کرے، ہمیں اس کے دربار میں حاضری دینا ہوگی۔ مقصد کی تکمیل کی خاطر اگر موت آ جائے تو ہم اس پر افسوس نہیں کر سکتے۔ وہ موت ایک دائمی زندگی ہے۔"

"میں اپنی اس زندگی کے لیے علی کا احسان مند ہوں فاخرہ۔" طاہر نے کہا۔

"میں سمجھ گئی، ظاہر ہے یہ تم تک پہنچ گئے تھے تو اس کے بعد دشمنوں کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ تمھیں ختم کر دیتے۔"

"نہیں فاخرہ! اب تم بہت جذباتی ہو رہی ہو۔ مجھے وہ مقام نہ دو جس کے میں قابل نہیں۔ تمھاری بات سے شرک کا دروازہ کھل جاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں علی! سوری، میں شرمندہ ہوں۔" فاخرہ نے کہا۔ "اچھا یہ بتایئے میں آپ کی کیا خدمت کروں، کس طرح آپ کی خاطر کروں؟ پتا نہیں کیا کیا خیالات تھے دل میں کہ آپ کو دیکھوں گی تو یہ کروں گی، یہ کہوں گی مگر اب تو کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا۔"

"میں تمہارے پاس موجود ہوں۔ تم سے باتیں کر رہا ہوں۔ میرے لیے یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ کچھ ایسے لوگ جنہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا اور جنہوں نے مجھے کبھی نہیں دیکھا، اس طرح مجھے چاہتے ہیں۔ میرے لیے یہ چاہت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"علی! ہم تو آپ کے لیے نجانے کیا کیا سوچتے رہتے ہیں۔ نجانے کیا کیا احساسات رکھتے ہیں ہم آپ کے لیے۔ ہم جو اپنے وطن سے دور ایسے محاذوں پر اپنی زندگی گزار رہے ہیں، جہاں موت کسی بھی لمحے ہمارے سروں پر پہنچ سکتی ہے۔ ان لمحات میں بھی ہمارے دل کچھ ایسی شخصیتوں کے لیے دھڑکتے رہتے ہیں جو ہماری ہی مانند اپنا فرض پورا کر رہی ہیں لیکن ہم سے کہیں برتر و اعلیٰ ہیں۔"

"بہت بڑا مقام دے دیا ہے تم نے مجھے فائزہ! میں اس کے لیے شکریہ ادا کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ طاہر بقا اتفاقیہ طور پر میری نگاہوں میں آگیا تھا اور خدا کا احسان ہے کہ ایک بار پھر میں اسے تمہارے درمیان لانے میں کامیاب ہو گیا۔"

"مجھے پوری کہانی سناؤ۔" فائزہ نے کہا۔ اور میرے بجائے طاہر بقا نے اسے پوری تفصیل بتا دی۔ وہ تمام گفتگو بڑی توجہ سے سن رہی تھی اور میں اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ یہ وہ لڑکی ہے جس کا نام خوف و دہشت کی علامت بن گیا ہے مگر اس وقت وہ میرے سامنے کتنے معصومانہ انداز میں بیٹھی ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو اس کی حیثیت سے ناواقف ہیں، یہ صرف ایک نازک اندام حسین دوشیزہ ہے نہ جانے یہ کون سے جذبے ہیں جو انسان کی شخصیت کو ہی بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ تنظیم نے میرے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ میرے لیے ناقابل برداشت تھا اور میں عملی طور پر اس سے بالکل علیحدہ ہو گیا تھا لیکن صدف العیش، طاہر بقا اور فائزہ جیسے کردار جب سامنے آتے تھے تو دل کو بڑی طمانیت کا احساس ہوتا تھا۔ ویسے بھی اب میری سوچ میں کافی تبدیلیاں آچکی تھیں۔ میرا انداز فکر ذرا مختلف ہو گیا تھا۔ تنظیم کے کچھ ارکان سے مجھے شکایت پیدا ہوئی تھی لیکن تنظیم کے مقاصد میرے لیے اب بھی قابل احترام تھے۔ چنانچہ اگر گوٹے ہل میں تنظیم کے لیے میں کوئی کام کر رہا تھا تو یہ کسی پر احسان نہیں تھا۔

تمام کہانی سن کر فائزہ یعقوبی نے اپنی کرسی کی پشت سے سر ٹکا لیا اور چند لمحے آنکھیں بند کیے کچھ سوچتی رہی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ "ہاں یہ علی یار خان کا ہی کمال ہو سکتا تھا۔" پھر وہ میری جانب مڑی۔ "آپ یہاں آگئے ہیں علی — میں یہ سمجھتی ہوں کہ میرے شانوں سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہے۔ آپ کی موجودگی میں بھلا میں یہ جرأت کس طرح کر سکتی ہوں کہ اس مشن کی انچارج رہوں۔ ہم آپ کے معاون ہیں اور آپ کی ماتحتی میں کام کرنا فخر سمجھتے ہیں۔ باقی جو کچھ میں کر رہی تھی اب اس کے لیے بھی آپ میری رہنمائی کریں علی! میں اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتی کہ میں نے اب تک جو اقدامات کیے وہ بے فائدہ رہے۔ میں اس پلانٹ کے جائے وقوع کا اندازہ تک نہیں لگا سکی جس کی تباہی کے لیے مجھے یہاں بھیجا گیا ہے۔ اس دوران میں نے بڑی کوششیں کی ہیں۔ میں اپنے کئی آدمی اس سلسلے میں ضائع کر چکی ہوں اور یقین کریں علی! لمحہ بہ لمحہ خوف میرے دل میں بیٹھتا جا رہا ہے کہ شاید میں اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکوں۔ اب میں یہاں کے سیاسی الٹ پھیر کے لیے رہی تھی اور اس بات کی منتظر تھی کہ کوئی نمایاں شکل سامنے آجائے تو ممکن ہے میرے لیے راستے متعین ہو سکیں۔ علی یار خان! اب میں اپنی یہ ذمے داریاں آپ کو سونپتی ہوں۔ ممکن ہے آپ کو یہ سب کچھ اچھا نہیں لگے لیکن آپ یہ سمجھ لیجیے کہ آپ کے آنے سے ہمارے دلوں میں امید کی بجھتی ہوئی شمع ایک بار پھر جل اٹھی ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ میری رہنمائی کیجیے۔"

"فائزہ! تمہارا یہ انداز مجھے شرمندہ کر رہا ہے۔ میں فائزہ یعقوبی کا نام ان لوگوں کی زبان سے سن چکا ہوں جو خود بھی اہم حیثیت کے حامل ہیں لیکن فلسطین کی اس بیٹی سے خوف زدہ ہیں۔ بہرحال مجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے اس کے لیے میں حاضر ہوں۔ تم اس ایٹمی پلانٹ کے جائے وقوع کا پتا لگانے میں ناکام رہی ہو۔ میں ایک یا دو دن میں تمہیں اس سے آگاہ کر دوں گا۔ اس کے بعد کی ذمے داریاں تمہاری ہوں گی۔ میں نے امریکیوں کے دو اہم مہروں کو ختم کر دیا ہے اور فی الحال ان لوگوں کا رابطہ مقامی حکومت سے کٹا ہوا ہے۔ اس صورت حال سے تم پورا پورا فائدہ اٹھا سکتی ہو۔ اگر اور کوئی ذمے داری میرے لائق ہو تو مجھے اس کے بارے میں ضرور بتاؤ۔"

"نہیں، اس کے بعد کوئی قابل ذکر بات نہیں رہ جاتی۔ میں آپ کو اپنی تمام مصروفیات سے آگاہ کر دوں گی۔"

پھر کافی نوازی گئی۔ فائزہ یعقوبی یہاں کافی مطمئن تھی۔ اس کے خیال کے مطابق یہ ٹھکانہ مناسب اور محفوظ ترین تھا۔ میں نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ گھوڑوں کے تاجر کو اس نے کس طرح اس حد تک آمادہ کر لیا کہ وہ ان کے لیے یہ سب کچھ کرنے پر تیار ہو گیا۔

دوران گفتگو میں نے فائزہ یعقوبی سے یہ بھی کہا کہ مجھے بعض چیزوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ وہ اسے خفیہ طور پر مہیا کرنا ہوں گی۔ جواباً اس نے آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اسے بہترین تیاریوں کے بعد ہی یہاں بھیجا گیا ہے اور اس کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

علاوہ گھوڑوں کے تاجر نے اپنے خصوصی اختیارات سے کام لے کر اسے ضرورت کی مزید چیزیں مہیا کردی ہیں۔

میں نے تقریباً تین گھنٹے تک فاخرہ لیعقوبی سے اس موضوع پر گفتگو کی اور اس کے بعد ایک چھوٹا سا پاکٹ کیمرا حاصل کرلیا جو فاخرہ لیعقوبی کے پاس موجود تھا۔ یہ ننھا سا کیمرا بہت ہی آسانی سے آپریٹ کیا جاسکتا تھا اور اس سے عمدہ تصاویر اتاری جاسکتی تھیں۔ کیمرا حاصل کرنے کے بعد میں نے کیمرا طاہر بقا کے حوالے کردیا اور پھر فاخرہ سے واپسی کی اجازت مانگی۔

فاخرہ لیعقوبی نے بہت ہی تشکر آمیز جذبات کے ساتھ مجھے رخصت کیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنے ٹھکانے پر واپس پہنچ گئے تھے۔ طاہر بقا کو میں نے اپنا باقی منصوبہ سمجھا دیا تھا۔ اسے اس بات سے بھی آگاہ کردیا تھا کہ گرین پول کی طرف سے مجھے ایک بڑے مشن کا انچارج بنادیا گیا ہے اور اس مشن کی غرض و غایت کیا ہے۔

جنرل ٹیرس سے کیتھی براؤن کے ساتھ ہی ملاقات ہوئی، وہ پروگرام کے مطابق میرا انتظار کررہا تھا اور اس کے بعد میں نے اپنا کام شروع کردیا۔

میں نے مائیکل بان کا میک اپ اپنے چہرے پر کیا اور طاہر بقا کے چہرے پر کیرن شی مے کا میک اپ کردیا۔ جنرل ٹیرس میک اپ میں میری اس مہارت کو بغور دیکھ رہا تھا اور متحیر ہورہا تھا۔ اس کام سے فارغ ہوکر دوسرے ضروری انتظامات کی طرف توجہ دی گئی۔ ایٹمی پلانٹ پر جانے کے لیے جنرل ٹیرس نے ہیلی کاپٹر کا بندوبست کیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد چار افراد انتہائی خفیہ مشن پر روانہ ہوگئے۔ میں، طاہر بقا، جنرل ٹیرس اور چوتھا ہیلی کاپٹر کا پائلٹ تھا جو جنرل ٹیرس ہی کا آدمی تھا۔

ہیلی کاپٹر نے شہری آبادی سے ہٹنے کے بعد ان کھوری پہاڑیوں کی جانب رُخ کیا جو خشک اور بے آب و گیاہ تھیں اور جن کا رنگ تیز دھوپ کی وجہ سے سیاہی مائل ہوگیا تھا۔ پہاڑیوں کا یہ سلسلہ نجانے کہاں تک پھیلا ہوا تھا۔ تقریباً تیس منٹ تک یہ سفر جاری رہا اور اس کے بعد ہم ایک ایسے ویران اور بنجر علاقے میں پہنچ گئے جہاں نوکیلی چٹانیں سر اُٹھائے کھڑی تھیں۔ ان نوکیلی چٹانوں سے ذرا ہٹ کر..... ایک اتنا بڑا میدان تھا جہاں ہیلی کاپٹر کو اتارا جاسکتا تھا۔ اس میدان کے علاوہ دور دور تک اور کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں لینڈنگ کی جاسکتی۔ چنانچہ ہیلی کاپٹر کو وہیں اتار دیا گیا۔

چٹانوں کے درمیان کسی انسانی وجود کا کہیں پتا نہیں تھا۔ جب ہم ہیلی کاپٹر سے نیچے اُترے تو جنرل ٹیرس نے سے مجھ سے کہا۔ "یہ نہ سوچنا کہ ہم انسانی نگاہوں سے محفوظ ... اس وقت بھی اسرائیلیوں کی آنکھیں ہمیں گھور رہی ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے جنرل ٹیرس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو اسی جگہ ... دیا گیا تھا۔

چھوٹا سا پاکٹ کیمرا طاہر بقا کے پاس موجود تھا اور میں نے اس ہوشیار نوجوان کو ہدایت کردی تھی کہ ایٹمی پلانٹ میں ... ہونے کے بعد فوری طور پر فوٹو گرافی شروع کردے۔ ... پہنچتے ہی میں نے دیکھا کہ وہ مصروفِ عمل ہوگیا تھا۔ اس ... بار بار کھجانے کے سے انداز میں سینے کی طرف جاتا تھا۔ لباس ... اندر صرف ایک چھوٹا سا سوراخ تھا جس سے کیمرے کا لینز باہر جھانک رہا تھا۔ باقی کیمرا اس کے لباس کے اندر چھپا ... تھا۔ طاہر بقا ان چٹانوں کی فوٹو گرافی کررہا تھا۔ ممکن ہے ... نے ہیلی کاپٹر سے بھی علاقے کی تصاویر لی ہوں اور ہیلی کاپٹر اس جگہ اترنے کے بارے میں بھی ریکارڈ محفوظ رکھا ہو۔

چٹانوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں بظاہر کچھ نہیں تھا لیکن جنرل ٹیرس نے آگے بڑھ کر ایک چٹان کو آہستہ سے ایک چھوٹے سے پتھر سے کھٹکھٹایا اور دفعتاً ہم نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ چٹان کے اندر ایک کھڑکی سی کھلی اور ایک اسٹین گن کی نال باہر نکل آئی۔

"اپنے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔" اندر سے آواز آئی اور جنرل ٹیرس نے صرف اپنا نام دہرا دیا۔

اسٹین گن کی نال واپس ہوگئی اور اس کے فوراً بعد ہی ہمارے سامنے ایک گول خلا ... ہوگیا۔ طاہر بقا کا ہاتھ اس کے سینے پر تھا۔ اس خلا سے گزرنے کے بعد ہم ایک ایسی جگہ آگئے جو اوپر کی نسبت نہایت ٹھنڈی اور صاف شفاف تھی۔ چھوٹی چھوٹی روشنیاں دیواروں ... تھیں جو اس علاقے کو پوری طرح سے منور کررہی تھیں۔ ... تک تقریباً دس گز ... تھی اور اس کے بعد اس کا اختتام ایک چوکور سے کمرے پر ... تھا جس کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ انسانی ہاتھوں ہی کی تراش کا کارنامہ ہے۔

اس کمرے کے اندر ایک میز پڑی ہوئی تھی جس کے گرد چار آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ جنرل ٹیرس کو دیکھ کر وہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے پُرمسرت انداز میں جنرل ٹیرس سے مصافحہ کیا۔

"ابھی ہم آپ کے آنے کی اطلاع ہی سن رہے تھے جنرل اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ مسٹر مائیکل بان اور کیرن شی مے کے بارے میں بھی ابھی تھوڑی ہی دیر قبل ہمیں ہیڈ کوارٹر سے کچھ اطلاعات موصول ہوئی تھیں۔"

"وہ کیا مسٹر کالان؟" جنرل ٹیرس نے اس شخص سے پوچھا جو جنرل سے مخاطب تھا۔

"یہی کہ ان دونوں حضرات نے ابھی تک ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے۔"

"ہاں، یہ دونوں اپنی مصروفیات کے سبب ایسا نہ کرسکے تھے۔" جنرل ٹیرس نے جواب دیا۔

"فرمائیے کیسے زحمت کی؟"

"والٹو موبائے نے میرے سپرد یہ ذمے داری کی تھی کہ موجودہ حالات کے تحت ایٹمی پلانٹ کے ایک ایک گوشے کا جائزہ لے لیا جائے۔ کیرن شی مے اور مائیکل بان بھی والٹو موبائے سے متفق تھے۔ دراصل آپ کو معلوم ہے مسٹر کالان کہ آج کل گوٹے ہل میں کیا سیاست چل رہی ہے۔ والٹو موبائے کے دشمنوں کو ہر وقت نگاہوں میں رکھنا پڑتا ہے۔ والٹو موبائے اس وقت جن حالات سے گزر رہے ہیں، شاید ایسے حالات گوٹے ہل میں کبھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ ہم ایک ایک چیز کا بغور جائزہ لے رہے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ ہم کسی بھی چیز کو نظر انداز نہ کریں۔"

"یہ بہت مناسب بات ہے، حالانکہ یہاں کے بارے میں ہم آپ کو اطمینان دلا چکے تھے اور پھر یہ ذمے داریاں ہماری ہیں، آپ صرف بیرونی معاملات پر نگاہ رکھیں۔ بہرحال ہمارے درمیان تعاون ہی ہماری بقا کے لیے ضروری ہے۔ تشریف لائیے، آپ اچھی طرح جائزہ لے لیں اور جہاں بھی آپ کو شبہ ہو، مجھے اشارہ کردیں۔" مسٹر کالان نے کہا۔ یہ شخص یقیناً یہاں کوئی نمایاں حیثیت رکھتا تھا، دبلے پتلے بدن کا عام سا آدمی تھا۔ بظاہر اس کی شخصیت میں ایسی کوئی نمایاں خوبی نہیں تھی سوائے آنکھوں سے جھلکتی مکاری کے۔

ہم لوگ اندر چل پڑے۔ طاہر بقا کے بارے میں میں جانتا تھا کہ وہ اس وقت کیسے احساسات سے گزر رہا ہوگا۔ اس کا ہاتھ بار بار سینے تک پہنچتا تھا لیکن میں نے ایک بار بھی اس کے انداز میں یکسانیت نہیں پائی تھی۔ یعنی کسی کو آسانی سے شبہ نہیں ہوسکتا تھا کہ سینے پر ہاتھ کس وجہ سے رکھا جارہا ہے۔

ہم لوگوں نے اسرائیلی پلانٹ کا جائزہ لینا شروع کردیا۔ یہ سب کچھ انڈر گراؤنڈ ہی تھا۔ اوپر بڑی بڑی پہاڑیوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ کسی بیرونی طریقے سے اس پلانٹ کو تباہ کرنا کسی طور ممکن نہیں تھا اور مجھے یہ اندازہ ہوتا جارہا تھا کہ فاخرہ لیعقوبی کو اس کی تباہی کے لیے شدید ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میں اسے کوئی مؤثر منصوبہ پیش کرنے کے بارے میں غور کررہا تھا۔ اور اسی نقطۂ نگاہ سے میں اس پلانٹ کا جائزہ لے رہا تھا۔ بڑی بڑی بھاری مشینیں یہاں موجود تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو مقامی حکومت کا مکمل تعاون حاصل تھا، پھر بھلا انہیں کیا دشواری پیش آسکتی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹا بیس منٹ تک ہم اس پلانٹ کے مختلف شعبوں کا جائزہ لیتے رہے۔ بڑی زبردست کارروائی ہورہی تھی یہاں اور اسرائیلی بے پناہ مصروف تھے۔ میرے اندازے کے مطابق یہاں تقریباً ستر افراد کام کررہے تھے اور مشینوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں تھا۔ یقیناً یہ جگہ بڑی اہم تھی اور اس کی تباہی یقینی طور پر اسرائیل کے لیے نقصانِ عظیم ثابت ہوسکتی تھی۔ طاہر بقا نے تقریباً تمام ہی حصوں کی تصاویر لے لی تھیں۔ معائنے کے بعد جنرل ٹیرس نے اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ کالان نے اسے لنچ کی پیش کش کی چونکہ دوپہر کا وقت ہوگیا تھا۔ ہم لوگوں نے اپنے دشمنوں کے درمیان بیٹھ کر آرام سے کھانا کھایا اور پھر چند افراد ہمیں ہیلی کاپٹر تک چھوڑنے کے لیے آئے۔ پھر ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوگیا۔

جب وہ فضا میں سیدھا ہوگیا تو جنرل ٹیرس نے ایک گہری سانس لے کر مجھ سے کہا۔ "کہو، تمہارا کام مناسب انداز میں ہوگیا یا نہیں؟"

"بالکل مناسب اور قابلِ اطمینان۔" میں نے جواب دیا۔

"گویا میرے سپرد جو کام تھا وہ مکمل ہوگیا۔"

"ہاں جنرل ــــ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اگر ہمیں آپ کی ضرورت پیش آئی تو مجھے یقین ہے کہ آپ ہمارا ساتھ دیں گے۔"

"یہ کہنا تو بے کار ہی ہے ڈیئر پارکو! تم جانتے ہو کہ میں تم سے بہت متاثر ہوں اور اب میرے مشن کی تکمیل میں تم سے اہم کوئی شخص نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے اس پروگرام کے ساتھ ساتھ ہی تم میرے مسئلے کو بھی جلد از جلد حل کرنے کی کوشش کرو۔"

"جنرل، وہ صرف آپ ہی کا مسئلہ نہیں، میرا بھی مسئلہ بن چکا ہے۔" میں نے کہا۔ طاہر بقا اس دوران بالکل خاموش بیٹھا رہا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ میں اُس کے دلی جذبات کا بخوبی اندازہ کرسکتا تھا۔ اس لیے میں نے بھی اسے مخاطب نہیں کیا۔

ہم بخیر و عافیت اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ اس وقت دن کے تقریباً ڈھائی بجے تھے۔ ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا۔ جنرل ٹیرس، میں، طاہر بقا اور کیتھی براؤن ایک مخصوص کمرے میں آ بیٹھے۔

جنرل ٹیرس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا خیال ہے ڈیئر پارکو! تم نے ایٹمی پلانٹ کا جائزہ تو لے لیا ہے۔ کیا اُسے تباہ کرنے میں اپنے طور پر کامیابی حاصل کرسکتے ہو؟"

"ہاں، ہم اس کی ذمے داری آپ پر نہیں ڈالیں گے جنرل، بلکہ اپنے طور پر ہی یہ کام انجام دیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

طاہر بقا نے بھی پُرزور انداز میں گردن ہلائی۔ "بے شک جنرل! آپ نے جو ساتھ دیا ہے، ہم اس سے زیادہ آپ سے کسی چیز کے طالب نہیں ہوں گے۔"

"نہیں، اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ میرے لائق جو بھی خدمت ہو ضرور بتاؤ۔" جنرل نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ! اگر ایسی کوئی ضرورت پیش آئی تو ہم آپ کو یقیناً زحمت دیں گے۔" طاہر بقا بولا۔

میں نے طاہر بقا سے پوچھا۔ "اب تمہارا کیا پروگرام ہے میرے نوجوان دوست؟"

"کیا مجھے ... یہاں سے واپسی کی اجازت مل سکے گی؟" طاہر نے جھجکتے ہوئے اپنا مدعا ظاہر کیا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو! تم اب آزاد ہو، جہاں چاہو جاسکتے ہو۔" جنرل ٹیرس نے جواب دیا۔

طاہر بقا مشکور نگاہوں سے ہمیں دیکھتا ہوا اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اسے رخصت کرنے کے بعد ایک بار پھر ہمارے درمیان گفتگو کا آغاز ہوگیا۔

"صورتِ حال جس قدر اُلجھتی جارہی ہے مسٹر پارکو اتنے ہی میرے دل میں خدشات بڑھتے جارہے ہیں۔ گرین پول خاص طور سے میرے لیے دردِ سر ہے۔ اس کے علاوہ امریکیوں کے بارے میں بھی کوئی صحیح رپورٹ نہیں مل سکی کہ وہ لوگ والٹو موبائے کے لیے کیا کررہے ہیں اور خاص طور سے یہ جاننے کے بعد میں کچھ اور خوف زدہ ہوگیا ہوں کہ محل میں نقلی والٹو موبائے موجود ہے۔ اگر امریکیوں کا کوئی ذہین آدمی اس تک پہنچا اور اسے اس بات کا شبہ ہوگیا کہ والٹو موبائے اصلی نہیں ہے تو پھر یوں سمجھ لو کہ ہمارے لیے مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے ہوجائیں گے اور ہمارا یہ سارا منصوبہ تلپٹ ہوجائے گا۔ میں ایک بار پھر تمہیں یہ یقین دلانا چاہتا ہوں پارکو کہ میرا مقصد صرف اقتدار حا[illegible] کرنا نہیں ہے۔ میں اپنے آپ کو اس خواہش سے بالکل بھی نہیں قرار دوں گا لیکن صرف ایک یہی مقصد میرے [illegible] نگاہ نہیں ہے بلکہ بنیادی طور پر گوٹے ہل کو والٹو موبائے [illegible] عیاش فطرت کی وجہ سے جو نقصانات پہنچے ہیں اور جن کے [illegible] عوام پر پڑ رہے ہیں، میرے لیے وہ تکلیف دہ ہیں۔"

"مجھے یقین ہے جنرل ٹیرس کہ آپ اس سلسلے میں مخلص ہیں اور میں اب پوری طرح آپ کے ساتھ ہوں۔ اس سل[illegible] میں اگر میرے لیے کوئی ایسی بات آپ کے ذہن میں ہے [illegible] بہتر ہوسکتی ہے تو بے تکلفی سے فرمائیے، میں اس کی تکمیل [illegible] اپنی تمام صلاحیتیں صرف کردوں گا۔"

"اتفاقات نے ہمیں آپ کے ساتھ منسلک کردیا ہے پارکو اور ہم اب آپ کے بغیر کچھ نہیں کرسکتے۔ ہمیں آپ کے کاندھوں پر اس عظیم الشان بوجھ کا بھی احساس ہے جو پہلے فلسطین کی طرف سے اور اس کے بعد ہماری طرف سے آپ پر لاد دیا گیا ہے لیکن [illegible] یقین ہے کہ آپ ان ذمے داریوں سے نبرد آزما ہونے کی تمام صلاحیتیں رکھتے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ جنرل! اب ان باتوں کا موقع نہیں [illegible] مجھے اجازت دیجیے، میں انتہائی کوشش کروں گا کہ جس قدر جلد ممکن [illegible] اس معاملے کو نمٹا لیا جائے۔"

جنرل سے گفتگو کرنے کے بعد میں پھر اپنی جگہ پہنچ گیا لیکن حالات میرے قابو میں نہیں تھے۔ تہذیب مالکم ایکس اب یہاں روانہ ہوچکی تھی۔ وہ جب تک خود مجھ سے رابطہ قائم نہ کرتی، میری [illegible] سے کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں انتظار کرتا رہا۔

نقلی والٹو موبائے کو میں نے نگاہوں میں رکھا تھا اور [illegible] سلسلے میں خصوصی طور پر کوشش کی تھی کہ کوئی اہم شخصیت نقلی والٹو [illegible] تک نہ پہنچنے پائے بلکہ اپنے طور میں نے اس نقلی والٹو موبائے کو گر[illegible] پول کی طرف سے یہ ہدایات بھی دی تھیں کہ وہ خود کو بیمار ظاہر [illegible] وہ شخص جانتا تھا کہ میں گرین پول کا انچارج ہوں۔ چنانچہ اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ڈاکٹروں نے اسے چیک کیا۔ ظاہر [illegible] بیماری ایسی تھی کہ کوئی بھی ڈاکٹر حتمی طور پر یہ نہیں کہہ سکتا تھا [illegible] بہانہ کررہا ہے۔ دوائیں تجویز کردی گئیں اور کچھ خصوصی لوگوں [illegible] اس کی نگرانی پر مامور کردیا گیا۔ ان خصوصی لوگوں کے انتخاب میں [illegible] نے خاص طور سے دلچسپی لی تھی۔ مجھے علم تھا کہ گرین پول کے نمائندے اب محل میں پہنچ چکے ہیں لیکن ابھی تہذیب مالکم ایکس نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ کون کون لوگ کس شکل میں یہاں موجود ہیں۔

وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ تین دن گزر گئے۔ چوتھی [illegible] کو تہذیب مالکم ایکس کی طرف سے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ اس کا پیغام وصول کیا۔ تہذیب کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو مسٹر پارکو!"

"کیسے مزاج ہیں تہذیب؟"

"بالکل ٹھیک ہوں، دن رات مصروف ہوں، یوں سمجھ لو کہ ان تین دنوں میں جب سے تم سے رابطہ قائم نہیں ہوا، میں نے آرام کا ایک لمحہ بھی نہیں گزارا۔"

"کاش، میں تمہارے ساتھ ہوتا اور تمہارا ہاتھ بٹاتا۔"

"تمہیں میرا ہاتھ بٹانا ہوگا لیکن ابھی نہیں، البتہ تیار رہو اس کے لیے۔" تہذیب کی آواز میں شوخی تھی۔

"فی الحال یہ باتیں تو رہنے دو تہذیب، یہ بتاؤ کہ صورتِ حال کیا ہے؟"

"نہایت شاندار اور تسلی بخش۔ تمہارے لیے میں نے ایسی فضا پیدا کردی ہے کہ اب گرین پول کے خاص خاص لوگ بھی تمہاری باتیں کرنے لگے ہیں۔"

"اس کے لیے پیشگی شکریہ۔ پروگرام کس مرحلے میں داخل ہوچکا ہے؟"

"اگر کوئی اہم بات نہ ہوتی تو میں ابھی تم سے رابطہ قائم نہ کرتی۔" تہذیب بولی۔

"گڈ، تم وہ اہم بات مجھے بتاؤ۔"

"اس طرح نہیں، کل دن میں ایک بجے تمہیں ایک خاص جگہ پہنچنا ہے۔ وہاں کا پتا نوٹ کرلو، باقی گفتگو وہیں پر ہوگی۔"

"پتا بتاؤ۔" میں نے کہا اور تہذیب مالکم ایکس نے ایک پتا دُہرا دیا۔ میں نے یہ پتا نوٹ کرلیا تھا۔ اس کے بعد تہذیب سے تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور پھر ٹرانسمیٹر بند کردیا گیا۔ میرے ذہن میں کھلبلی سی مچ گئی تھی، اس جگہ پہنچنے کا سبب کیا تھا؟ تہذیب نے مجھے کیوں طلب کیا تھا؟

خدا خدا کرکے رات گزری، دوسری صبح کا آغاز ہوا۔ اس دن میں نے جان بوجھ کر جنرل ٹیرس سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا، خیال یہی تھا کہ کسی کو مجھ پر شبہ نہ ہوسکے۔ تہذیب مالکم ایکس کی گفتگو سے اندازہ ہوا تھا کہ آج کی یہ ملاقات کسی خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔

وقتِ مقررہ پر میں وہاں سے چل پڑا، ہر طرح کے تعاقب وغیرہ کا خیال رکھا تھا اور اس کے بعد تہذیب کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ گیا۔ بالکل نئی اور اجنبی عمارت تھی میرے لیے۔ گرین پول کے نمائندوں نے والٹو موبائے کے اس ملک میں اچھی خاصی مراعات حاصل کرلی تھیں اور یہاں اپنے قدم جما لیے تھے۔ بعض اوقات تو مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ مملکت کسی ایک آدمی سے منسوب نہ ہو بلکہ ہر شخص اپنے پنجے یہاں گاڑے ہوئے ہو۔ امریکیوں کے معاملات کے بارے میں البتہ مجھے یہ حیرت تھی کہ وہ پیش منظر میں رہ کر کام نہیں کررہے تھے یا پھر دوسری بات یہ ہوسکتی تھی کہ انھوں نے اپنے طور پر یہ تصور کرلیا تھا کہ والٹو موبائے کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہیں ہوسکتی اور وہ محفوظ رہے گا۔

ٹھیک ایک بجے میں اس عمارت میں داخل ہوگیا اور وہاں میرا پُرتپاک استقبال کیا گیا۔ آج کچھ نئی اور اجنبی شکلیں بھی سامنے تھیں، تہذیب مالکم ایکس اپنی اصل شکل میں موجود تھی۔ شاید میرا ہی انتظار تھا چونکہ اس کے فوراً بعد میٹنگ کا آغاز ہوگیا۔ میٹنگ میں سات افراد شریک تھے، پانچ باہر کے لوگ تھے، چھٹی تہذیب مالکم ایکس اور ساتواں میں۔ ہمارے سامنے فائل رکھے ہوئے تھے۔ تہذیب مالکم ایکس نے ایک دراز قامت شخص سے جسے مسٹر ہینسن کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا، میٹنگ کی کارروائی کا آغاز کرنے کی درخواست کی اور ہینسن نے اپنے سامنے رکھی ہوئی..... فائل کھول لی پھر وہ فائل پر لگے ہوئے کاغذ کو پڑھتے ہوئے بولا۔

"مسٹر پارکو! گرین پول کی جانب سے آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو مبارکباد پیش کی جاتی ہے اور اب آپ کی حیثیت ہمارے درمیان ایک مستقل نمائندے کی ہے۔ گرین پول کی جانب سے آپ کو تمام سہولتیں مہیا کردی جائیں گی۔ آپ کو آپ کی خواہش کے مطابق فی الحال "تھری" کا عہدہ دیا جارہا ہے اور اس کے بعد شاید ایک مختصر عرصے میں ہی آپ کی خدمات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ٹو کا عہدہ پیش کردیا جائے گا۔ آپ کے فرائض کی پہلی تکمیل کے سلسلے میں ٹو کی طرف سے جو ہدایات جاری ہوئی ہیں ان کی تفصیلات یہ ہیں۔ نمبر ایک، گوٹے ہل میں والٹو موبائے کے خلاف جو مہم چل رہی ہے اسے مکمل طور پر کچلنا آپ کا پہلا فرض قرار دیا گیا ہے اور جیسا کہ گرین پول کے علم میں ہے کہ آپ نے اپنے بہترین عملی اقدامات سے ایسے حالات پیدا کردیے ہیں کہ والٹو موبائے کی حکومت کو اس کے دشمنوں سے بچایا جاسکے، گرین پول کی ایک معزز رکن میڈم تہذیب مالکم ایکس بھی اس سلسلے میں قابلِ قدر خدمات انجام دے چکی ہیں۔ ہم نے اپنے طور پر اور ایف بی آئی کے تعاون سے فوج میں جن جنرلوں کا پتا لگایا ہے، ان کے نام اور دیگر کوائف یہ ہیں۔ جنرل ہیگو۔ یہ شخص بااثر ہے اور والٹو موبائے کے خلاف دل میں کینہ رکھتا ہے۔ خیال ہے کہ جنرل ہیگو، والٹو موبائے کا تختہ الٹنے کی مہم میں ایک نمایاں کردار ادا کررہا ہے۔ اس کی کچھ مشکوک کارروائیوں کی تفصیل آپ کو تحریری شکل میں پیش کی جاتی ہے جسے آپ اطمینان سے دیکھ کر اس کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جنرل ہیگو کی نگرانی کے لیے ہم نے اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے ایک ماتحت کرنل براؤمین کو منتخب کیا ہے۔ کرنل براؤمین ایک ذہین آدمی ہے اور امریکیوں کے تعاون سے ہم تک پہنچا ہے اور خلیفتہً انہی کا آدمی ہے چنانچہ کرنل براؤمین جنرل ہیگو کی ایک ایک لمحے کی خبریں آپ کو مہیا کرے گا۔ نمبر دو۔ بریگیڈیئر ایس بی تھامس۔ یہ شخص والٹوموبائے کے خلاف کافی عرصے سے زہرافشانی کر رہا ہے۔ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ تختہ الٹنے والوں میں یہ سرِفہرست ہوگا۔ ہم نے اس کے پیچھے میڈی براؤنسن کو لگایا ہے۔ میڈی براؤنسن ایک خاتون ہیں اور طویل عرصے سے گوئٹے ہل میں.... فوجی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ نمبر تین۔ جون پارکر...." وہ شخص مجھے تفصیل سے تمام معلومات سے آگاہ کرتا رہا۔ میرا ذہن روشن ہوتا جا رہا تھا۔ ان تمام لوگوں کے نام میرے علم میں آ رہے تھے جو والٹوموبائے کے خلاف مصروفِ عمل تھے۔ آخری نام جنرل ٹیرس کا لیا گیا تھا، اس نے کہا: "جنرل ٹیرس، والٹوموبائے کی ناک کا بال ہے لیکن اس کے بارے میں بھی کچھ شبہات پائے گئے ہیں کہ اس کا ان لوگوں سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔ ہم جنرل ٹیرس کو اپنے اس پروگرام میں صرف اس لیے شریک نہیں کر سکے کہ امریکیوں کی طرف سے اس کے بارے میں کچھ ایسی رپورٹیں موصول ہوئی تھیں جو ہمارے لیے تشویش کا باعث تھیں۔ چنانچہ جنرل ٹیرس کو بھی نگاہوں میں رکھ لیا گیا ہے اور اس کی مصروفیات پر نظر رکھی جا رہی ہے۔ یہ تمام معلومات آپ کو مہیا کر دی گئی ہیں مسٹر پارکر تاکہ آپ کو اپنی ذمے داریاں پوری کرنے میں آسانی ہو۔ احتیاط کے پیشِ نظر ہم نے اپنے آدمیوں کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ آپ سے رابطہ قائم کریں بلکہ آپ کا رابطہ مسلسل ہیڈکوارٹر سے رہے گا اور ایکشن کے وقت ہمارے آدمی اس کام کے لیے چوکس ہوں گے کہ باغیوں کے منظرِعام پہ آتے ہی انھیں گرفتار کر لیا جائے۔ اس سلسلے میں بھی تمام تفصیلات آپ کو تحریری طور پہ پیش کی جا رہی ہیں اور اب آپ اس مہم کو سرانجام دینے کے لیے خود کو تیار کیجیے تاکہ.... والٹوموبانے کے دشمن اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکیں۔"

ایک بجے سے لے کر ساڑھے تین بجے تک یہ میٹنگ جاری رہی اور مجھے وہ تمام باریک سے باریک نکتے سمجھا دیے گئے جو اس مہم کے سلسلے میں اہم ہو سکتے تھے پھر میٹنگ ختم ہو گئی۔ چائے کا دور چلا، اس کے بعد میں وہاں سے رخصت ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔ تہذیب مالکم ایکس میرے ساتھ آئی تھی، بقیہ لوگوں کو ہم نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔

"کوئی اور مصروفیت ہے علی؟" اس نے سوال کیا تھا۔

"نہیں۔"

"تو آؤ کچھ دیر بیٹھیں۔" اس نے پیشکش کی اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ میں خود بھی تہذیب مالکم ایکس کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا تاکہ اس سلسلے میں مزید اہم معلومات حاصل کی جائیں۔

نشست گاہ میں پہنچ کر میں نے کہا: "تہذیب، میرا خیال ہے تمام کام نہایت خوش اسلوبی سے چل رہے ہیں البتہ میں، کام کا آغاز تمھارے ساتھ شروع کیا تھا اسے تنہا انجام دیتے ہوئے عجیب سی کیفیات کا شکار ہو جاتا ہوں۔"

تہذیب نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی: "ہوشیاری سے کام کرو، میں تو صرف اس بات سے خوش ہوں کہ وہ حیثیت حاصل ہو گئی جو میری دلی خواہش تھی۔ اس کے بعد میں اور تم کبھی الگ نہیں ہوں گے۔"

"والٹوموبائے کس حال میں ہے، یقینی طور پہ اکتا گیا ہوگا؟"

"کیتھی براؤن کی گمشدگی کے بعد والٹوموبائے کا خاتمہ ہوتا جا رہا ہے۔ ہم نے ایک بالکل ہی نئے انداز میں سوچا ہے، والٹوموبائے کے تحفظ کے لیے منفرد طریقہ اختیار کیا ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"والٹوموبائے اب اپنی اصل شکل میں نہیں ہے۔ صورتِ حال کا صحیح طور پہ اندازہ ہے اور وہ اس وقت ایک اسپتال میں داخل ہے۔ یہ اسپتال بہت چھوٹا سا ہے اور کسی خاص شہرت کا حامل نہیں ہے۔ والٹوموبائے کے چہرے پر میک اپ کر دیا گیا ہے اور کچھ اہم لوگوں کو اس کی نگرانی پر مامور کر دیا گیا ہے۔"

"گڈ۔"

"گرین پول کے تمام افراد ہر شبہے سے بالاتر رہ کر کام کرنا چاہتے ہیں۔" تہذیب نے اپنی بات جاری رکھی۔ "اس بات کے امکانات ہم نے نظرانداز نہیں کیے کہ ان پہ بھی نگاہ رکھی جاتی ہو۔ اس لیے تمام معاملات اسپتال ہی کے سپرد کر دیے گئے ہیں۔ والٹوموبائے کیری مائن اسپتال کے کمرہ نمبر ایک سو بیس کا مریض ہے۔ وہ وہاں مطمئن ہے۔ بس اسے یہی تردد ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں کہیں دشمن حکومت پہ قابض نہ ہو جائیں۔ اس کے لیے اسے اطمینان دلا دیا گیا ہے۔"

والٹوموبائے کے بارے میں یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد اور کوئی ایسی بات نہیں رہی تھی جو میرے لیے قابلِ توجہ ہوتی چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں تہذیب مالکم ایکس سے اجازت لے کر چل پڑا۔ وہ تمام کاغذات میرے پاس موجود تھے جو میرے حوالے کیے گئے تھے اور اب مجھے نہایت ہوشیاری سے جنرل

ٹیرس کو اس مہم کے بارے میں اطلاع دینی تھی، ان تمام ثبوت اور شواہد کے ساتھ جو میرے پاس موجود تھے۔ گویا اس طرف سے میرا کام مکمل ہو گیا تھا اور اب جنرل ٹیرس کو اپنی کامیاب مہم کے لیے اپنے طور پر سب کچھ کرنا تھا۔ مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ کوئی غیر متوقع بات نہیں ہو سکتی۔ دونوں حریف میرے قبضے میں تھے۔ والٹوموبائے کی طرف سے گرین پول اور امریکی ادارے کام کر رہے تھے اور ان میں سے کم از کم گرین پول پر میرا پوری طرح اثر تھا۔ انقلاب کے حامی جنرل ٹیرس کے اشاروں پر ناچ رہے تھے اور میں نے جنرل ٹیرس کی شہ رگ پر بھی ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ میں انتہائی مہارت اور ذہانت سے اس وقت ماسٹر آف سچویشن بن گیا تھا اور ایک پورا ملک میری انگلیوں کے اشارے پر ناچ رہا تھا۔

تہذیب مالکم ایکس سے رخصت ہو کر ایک بار پھر میں محل میں واپس آ گیا۔ اب مجھے آئندہ کے لیے منصوبہ بندی کرنا تھی۔ میری ذرا سی لغزش سارا کھیل بگاڑ سکتی تھی، میری گردن موت کے پھندے میں جا سکتی تھی اور اس کے بعد میرے لیے گلوخلاصی کی کوئی صورت مشکل ہی سے نکل سکتی تھی۔ چنانچہ جو کچھ بھی کرنا تھا، مکمل احتیاط و ذہانت سے کرنا تھا۔

فاخرہ یعقوبی سے ملاقات کے بعد کم از کم اس بات کا مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اسرائیلی ایٹمی پلانٹ کی تباہی کا تمام کام مجھے نہیں کرنا ہوگا۔ ہاں، اگر فاخرہ اسرائیلی ایٹمی پلانٹ کی تباہی کے لیے کوئی مؤثر منصوبہ نہ بنا سکی تو ان معاملات سے فارغ ہونے کے بعد جنرل ٹیرس کی مدد سے میں یہ کام کر سکتا تھا لیکن اس میں بھی کوئی ہرج نہیں تھا کہ فاخرہ یعقوبی بھی اس دوران مصروفِ عمل رہے اور اگر کامیاب ہو جائے تو جنرل ٹیرس کو براہِ راست اس چکر میں نہ الجھنا پڑے، وہ اپنی نئی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے اچھا خاصا وقت حاصل کرے اور زیادہ دشمنیاں بھی نہ مول لے۔ اسرائیلی ایٹمی پلانٹ کی تباہی کے بعد اگر دوسرے لوگ اس سے رابطہ قائم کرتے ہیں اور دوبارہ اس پلانٹ کے قیام کے لیے کوشاں ہوتے ہیں تو ظاہر ہے جنرل ٹیرس ان لوگوں کو اس کی اجازت نہیں دے گا کیونکہ وہ خود فلسطینیوں کا حامی تھا۔ ہاں، اگر یہ پلانٹ قائم رہ جائے اور اسی طرح اپنا کام کرتا رہے تو شاید جنرل ٹیرس کو اسے ختم کرنے کے لیے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر فاخرہ یعقوبی اپنے اس پلان کو کامیاب نہ بنا سکی تو انقلاب کے بعد جنرل ٹیرس سے اس موضوع پہ گفتگو کروں گا اور اس سے امداد حاصل کرنے کے بعد خفیہ طور پر اس ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ فی الحال جنرل ٹیرس کو اس تمام صورتِ حال سے آگاہ کرنے کے بعد اسے عمل کے لیے تیار کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک مناسب وقت کا انتخاب کیا اور بالکل اچانک ہی کیتھی براؤن کے پاس پہنچ گیا۔

کیتھی براؤن میری آمد سے خوش ہوئی تھی، مجھے دیکھ کر کھل اٹھی، مسکراتے ہوئے بولی: "کمال ہے مسٹر پارکر! تمھارے بارے میں جب بھی کچھ سوچتی ہوں، تم میرے سامنے آ جاتے ہو۔"

"یہ کام تو شیطان کے سپرد تھا میڈم براؤن!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں نہیں، شیطان تو تمھیں کسی طور کہا ہی نہیں جا سکتا۔"

"یہ آپ کی محبت ہے، جو دل چاہے کہہ سکتی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے! بہت خوش ہو آج؟"

"یہ بتائیے جنرل کہاں ہیں؟"

"اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔"

"کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات؟"

"ہاں۔"

"تو پھر مجھے نہیں بتاؤ گے؟"

"جنرل کی موجودگی میں سب کچھ بتانا بہتر ہوگا۔"

"ایک بات بتاؤ پارکو.... بیٹھو تو سہی، کھڑے کھڑے کیوں باتیں کر رہے ہو۔ کیا جلدی واپس جانا ہے؟"

"نہیں میڈم، ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تمھارے بارے میں بہت کچھ جاننے کو جی چاہتا ہے۔"

"ابھی اس کا وقت نہیں ہے۔ میرا خیال ہے اگر آپ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئیں اور اس کے بعد ہمیں کچھ وقت ملا تو یہ گفتگو اس وقت کے لیے بہت بہتر رہے گی۔"

"خیر، میں نے تمھاری شخصیت میں کچھ خاص باتیں محسوس کی ہیں۔"

"وہ کیا؟"

"تم ناقابلِ تسخیر انسان معلوم ہوتے ہو، مضبوط قوتِ ارادی کے مالک، بروقت اور درست فیصلہ کرنے والے۔ تمھیں.... تمھیں تو کسی ملک کا حکمران ہونا چاہیے تھا۔"

"واہ میڈم براؤن، یوں سمجھیے آپ نے اپنے سلسلے میں کی جانے والی میری تمام کاوشوں کا صلہ ادا کر دیا۔"

"نہیں، میں مذاق نہیں کر رہی، سچ کہہ رہی ہوں۔" کیتھی براؤن نے کہا۔

"میڈم براؤن، اس سلسلے میں میرا نظریہ ذرا مختلف ہے۔ میں سمجھتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوں کہ ملکوں کی حکمرانی ناپائیدار ہوتی۔ اگر کوئی شخص کسی کی ذات پر حکمران ہو جائے تو میرے خیال میں ذات کی مملکت زیادہ بڑی ہوتی ہے۔"

"واہ کیا عمدہ بات کہی ہے، پھر سے کہو۔" کیتھی براؤن نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"میں عرض کر رہا ہوں کہ جو حکومت کسی کی ذات پر کی جائے وہ زمین پر کی جانے والی حکومت سے زیادہ پائیدار اور مستحکم ہوتی ہے۔"

کیتھی براؤن سوچ میں ڈوب گئی، کافی دیر تک خاموشی سے میری شکل دیکھتی رہی، پھر آہستہ سے بولی۔ "واقعی زمین کی تسخیر تو دنیا کرتی ہی چلی آئی ہے لیکن جن لوگوں نے دلوں کو تسخیر کیا ہے وہ زیادہ بلند اور عظیم ثابت ہوئے ہیں تم فلسفی بھی ہو۔"

"زندگی کے تمام فلسفے یکساں ہیں میڈم براؤن، بس سوچنے کے انداز میں تبدیلی ہوتی ہے۔"

"ہاں، ٹھیک کہا تم نے تم جیسی شخصیت قابلِ تسخیر نہیں ہوتی، یقین کرو جنرل ٹیرس کے بعد اگر کوئی شخص میرے دل کی گہرائیوں میں جگہ پاسکا ہے تو وہ تم ہو پارکو۔"

"اس کے لیے شکریہ کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہوسکتا پارکو کہ تم بقیہ زندگی گوٹے ہل میں ہی گزار دو؟"

"دلچسپ بات کہی ہے آپ نے لیکن کیا ممکن ہوسکتا ہے اور کیا ناممکن اس کا فیصلہ تو وقت ہی کرتا ہے۔"

"بات پھر گول کر گئے۔ میں سچ مچ یہی چاہتی ہوں، میری خواہش ہے کہ تم یہیں رہو۔"

"میں نے کہا نا اس کا فیصلہ تو ہم بعد میں کریں گے میڈم براؤن، ابھی جلدی کیا ہے۔"

"ہاں ٹھیک کہتے ہو۔ ویسے کیا تم کسی بھی شخصیت سے متاثر نہیں ہوئے، میرا مطلب ہے کوئی لڑکی؟"

"بے شمار لڑکیوں سے میں متاثر ہوا ہوں میڈم براؤن، ان میں آپ بھی ہیں۔ میں نے ہمیشہ آپ کی شخصیت کو اپنے ذہن کے گوشوں میں پایا ہے۔"

کیتھی براؤن ایک لمحے کے لیے خاموش ہو کر مجھے دیکھنے لگی، پھر آہستہ سے بولی۔ "تم بات گول کر جانے میں ماہر ہو۔"

"نہیں، آپ نے یہ کیوں محسوس کیا؟"

"بھئی میں چاہتی ہوں کہ تمھارے مافی الضمیر سے باخبر ہو جاؤں پھر میں بھی تو تمھیں تمھاری ان کاوشوں کے سلسلے میں کچھ دوں۔"

"اوہ، نہیں میڈم براؤن جس انداز میں آپ سوچ رہی ہیں، بدقسمتی سے میری زندگی ان مراحل سے کبھی نہیں گزری۔"

"گویا تم کبھی کسی لڑکی سے محبت نہیں کر سکے؟"

"دیکھیں، بات پھیر وہیں تک آرہی ہے، محبتیں تو میں نے بہت سی کی ہیں، لڑکی ہی اس سلسلے میں کوئی نمایاں حیثیت نہیں رکھتی، جس انداز میں آپ نے کہا اس انداز میں، میں آج تک کسی سے متاثر نہیں ہوسکا۔"

"میرا خیال تھا کہ وہ لڑکی جو پہلی بار تمھارے ساتھ [illegible] کی نمائندہ بن کر آئی تھی، ...... تمھارے ذہن کے قریب [illegible] لیکن تم اس سے انحراف کرتے ہو۔"

"ہاں میڈم! اس کا اندازہ تو آپ خود لگا سکتی ہیں، [illegible] اس حد تک ہوتی تو یقینی طور پر میں گرین پول کے مفاد کے [illegible] کام نہ کر رہا ہوتا۔"

"مگر تم بے حد ذہین انسان ہو۔ میں جب بھی تمھارے [illegible] میں غور کرتی ہوں، عجیب عجیب سے خیالات میں گھر جاتی ہوں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہوسکتا میڈم کہ آپ جنرل ٹیرس [illegible] رابطہ قائم کر کے انھیں یہاں بلالیں؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔ میں نے تو بس تم سے کچھ دیر گفتگو کے لیے جنرل سے رابطہ نہیں قائم کیا تھا۔" کیتھی براؤن نے کہا [illegible] ٹیلیفون کے نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ایک نمبر [illegible] کیا اور پھر ریسیور کان سے لگالیا۔ "ہاں، میں بول رہی ہوں، [illegible] میں کون ہوں؟ ... ہاں، اسے اطلاع دو کہ مجھے اس کی فوری [illegible] ہے.... بالکل۔ ہاں، میں اس کا انتظار کر رہی ہوں..... [illegible] کسی بھی کام میں مصروف ہو، اسے فوراً بھیج دو، ایسی ہی ضرورت [illegible]"

کیتھی براؤن نے ریسیور رکھ دیا، میں خاموشی سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے دیوار کو گھور رہا تھا۔

"جنرل ابھی تھوڑی دیر کے بعد آجائے گا۔"

"یہ آپ نے فون کس کو کیا تھا؟"

"اپنے خفیہ ڈیپارٹمنٹ کو۔ ہم گول مول انداز میں گفتگو [illegible] ہیں اور کسی کو اندازہ نہیں ہوسکتا کہ کون کس سے کیا کہہ رہا [illegible]"

"اچھا انداز ہے، بہت زیادہ پیچیدگی بھی بعض [illegible] نقصان دہ ہو جاتی ہے۔" میں نے کہا۔

"کچھ منگواؤں تمھارے لیے؟"

"کوئی خاص ضرورت تو محسوس نہیں کر رہا۔" میں نے [illegible]

"پھر بھی، کچھ تو...." وہ بولی اور پھر اس نے [illegible] لڑکیوں میں سے ایک کو طلب کر کے کوئی مشروب لانے کے [illegible] اور ہم دونوں کافی دیر تک ایک دوسرے کے سامنے خاموش [illegible] رہے۔ آخر کیتھی براؤن ہی نے سکوت توڑا۔ "تمھارا کیا خیال [illegible] ٹیرس اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جائے گا؟"

"[illegible] امکانات تو ہیں اس کے میڈم۔ ابھی جنرل ٹیرس کو میں جو کچھ بتانے والا ہوں، اس کے بعد ہمارے کام میں تیزی آجائے گی، بلکہ [illegible] لیے کوئی بڑی الجھن نہیں رہی۔ وہ اگر چاہیں تو اپنے کام کا آغاز کر سکتے ہیں۔"

"کیا واقعی؟" کیتھی براؤن سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"ہاں میڈم، حالات ایسا ہی رُخ اختیار کر چکے ہیں اور میرا خیال ہے ہمیں کام کرنے کے لیے بہترین مواقع حاصل ہو گئے ہیں۔"

"خوب! میں جنرل کی غیر موجودگی میں تم سے اس بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گی۔" وہ بولی۔ میں خود بھی اسے ابھی کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔ کافی دیر تک ہم لوگ رسمی باتیں کرتے رہے۔

تھوڑی دیر کے بعد جنرل ٹیرس کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ پُر جوش نظر آرہا تھا۔ آتے ہی اس نے پوچھا۔ "کیتھی، تم نے مجھے فون کیا تھا نا؟"

"ہاں جنرل، کیا تم نے مسٹر پارکو کو نہیں دیکھا؟"

"کیوں نہیں۔ پارکو ہی کے سلسلے میں کوئی بات تھی؟"

"ہاں، مسٹر پارکو ہی تم سے ملنا چاہتے تھے۔"

"مگر تم نے اس طرح سے کہا تھا کہ میں پریشان ہو گیا تھا، مجھے یہی اطلاع دی گئی تھی کہ تم فوراً ہی مجھ سے ملنا چاہتی ہو۔"

"مسٹر پارکو بڑی دیر سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں جنرل، یہ ضروری تھا کہ میں فوری طور پر آپ کو طلب کر لیتی۔"

"میں خود بھی تھوڑی دیر کے بعد یہاں آنے والا تھا۔" جنرل ٹیرس نے کہا اور پھر مجھ سے ہاتھ ملا کر میرے نزدیک ہی بیٹھ گیا، اس نے ایک موٹا سگار نکال کر ہونٹوں میں دبایا اور اسے سلگا کر گہرے گہرے کش لیتا ہوا بولا۔ "ہاں مسٹر پارکو! ایسی کیا اہم بات ہے جس کے لیے آپ کو فوری طور پر میری ضرورت پیش آگئی؟"

"جنرل ٹیرس! براہِ کرم آپ عمل کے میدان میں آجائیے۔ میرا خیال ہے میڈم براؤن، آپ جنرل کے لیے کاغذ اور قلم کا بندوبست کریں۔ کچھ ضروری باتیں ہیں، انھیں نوٹ کرانا چاہتا ہوں۔"

میری خواہش کے مطابق جنرل کے پاس فوراً ہی کاغذ اور قلم پہنچ گیا۔ جنرل نے قلم سنبھالتے ہوئے پُر تجسس انداز میں میری طرف دیکھ کر کہا۔ "کیا نوٹ کرنا ہے مجھے؟"

"جنرل! سب سے پہلی بات تو یہ کہ اب وہ وقت آگیا ہے جب آپ اپنے اس برسوں کے پلان کو عملی شکل دے سکیں۔"

"کیا مطلب!" جنرل کے ہاتھ سے قلم چھوٹ گیا، جسے اس نے جلدی سے فوراً ہی دوبارہ اٹھالیا۔

"ہاں، میرے خیال میں وہ وقت آچکا ہے، اب آپ کو فوری طور پر عملی کارروائی کرنے کے بعد اس انقلاب کا آغاز کر دینا چاہیے، اب مزید تاخیر مناسب نہ ہوگی بلکہ ہمارے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔"

"مگر کیا حالات ہمیں اس کی اجازت دیتے ہیں؟" جنرل ٹیرس نے پوچھا۔

"ہاں، ظاہر ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو میں آپ سے کیوں کہتا۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ، نئی صورتِ حال کیا ہے؟" جنرل ٹیرس کے انداز سے بے چینی مترشح تھی۔

میں ایک لمحے تک رُک کر مناسب الفاظ تلاش کرنے لگا اور پھر میں نے کہا۔ "جنرل! گرین پول نے اپنے طور پر اور امریکیوں کی مدد سے ان تمام فوجی جنرلز کی نگرانی شروع کرا دی ہے جن کے بارے میں انھیں شبہ ہے کہ وہ انقلاب لانے والوں کے مددگار ہوسکتے ہیں۔ ہر جنرل کے ساتھ ان کا کوئی خاص آدمی موجود ہے جو انھیں بدلتی ہوئی صورتِ حال سے باخبر رکھے گا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ایسے تمام افراد خود بھی فوجی ہیں اور ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہیں۔"

میرے اس انکشاف نے جنرل کا چہرہ فق کر دیا تھا۔ چند لمحے تو وہ کچھ بول بھی نہ سکا پھر اپنے حواس مجتمع کر کے آہستہ سے بولا۔ "یہ اطلاع تمھیں کہاں سے ملی مسٹر پارکو؟"

"جنرل ٹیرس! بڑی عجیب بات ہے، ہمیں ان تمام امکانات پر خود بھی نگاہ رکھنا چاہیے تھی۔ یہی سب کچھ ہوتا ہے ایسے معاملات میں!"

"ہاں، بے شک! انھیں یہی کرنا چاہیے تھا لیکن ہمیں یہ کیسے پتا لگے گا کہ انھوں نے کس کس جنرل کو انقلاب کے حامیوں میں تصور کیا ہے اور کسے ان کے پیچھے لگایا ہے؟"

"یہ کاغذ اور قلم جو آپ کے ہاتھ میں موجود ہے اسی لیے ہے کہ میں آپ کو ان کے نام نوٹ کرا دوں۔"

"کیا واقعی.... ! گڈ۔ لیکن تم نے یہ سب کچھ کیسے معلوم کر لیا؟"

"میں کام کر رہا ہوں جنرل۔ ظاہر ہے جو ذمے داری آپ نے مجھے سونپی ہے، اسے میں نے بطور مذاق قبول نہیں کیا ہے۔"

"شکریہ۔ بہت مہربانی پارکو۔" جنرل نے احسان مندی کے جذبات سے سانس لے کر کہا۔

"اس سلسلے میں پہلا نام جنرل ہیگو کا ہے۔ کیا یہ حقیقت ہے جنرل ٹیرس کہ جنرل ہیگو آپ کے خاص آدمیوں میں سے ہے اور اس انقلاب کے لیے کوششیں کر رہا ہے؟"

جنرل ٹیرس کا چہرہ قابلِ دید تھا۔ اس نے مشینی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ ہیگو میرا دستِ راست ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تو پھر یہ نوٹ کرلیجیے۔ ہیگو کی نگرانی کے لیے کرنل پراؤمین
تعین کیا گیا ہے۔ کرنل پراؤمین شاید ہیگو سے بہت قریب ہے،
ں کو یہ ذمے داریاں سونپی گئی ہیں کہ وہ ہیگو کی ایک ایک کارروائی
نگاہ رکھے۔"

"پراؤمین! اسے تو... اسے تو میں اپنا آدمی سمجھتا تھا۔"
ل ٹیرس نے کہا۔

"لیکن اب اسے آپ والٹوموباٹے کا آدمی سمجھیے، امریکیوں
دمی سمجھیے یا گرین پول کا۔ وہ اپنا کام بخوبی انجام دے رہا ہے۔"

"کیا جنرل ہیگو کو اس سلسلے میں اطلاع دے دی گئی ہے؟"

"بچگانہ گفتگو کررہے ہیں آپ! بھلا ہیگو سے ہمارا کیا واسطہ؟"

"ہاں ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ مجھے معاف کرنا۔ میں
ت زیادہ نروس ہوگیا ہوں۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"دوسرا نام ایس بی تھامس۔" میں نے کہا اور جنرل ٹیرس
چہرہ لٹک گیا تھا۔

اس نے قلم رکھ کر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ پھر وہ
ردہ سے لہجے میں بولا۔ "اس کا مطلب ہے کہ وہ تمام لوگ ان
نظریں آگئے جو میرے لیے کام کررہے ہیں۔ کیا ان کے
لاف کوئی مؤثر کارروائی ہونے والی ہے؟ کیا ان لوگوں کو...
یا ان لوگوں کو..." جنرل ٹیرس کی آواز ڈوبنے لگی تھی۔

"میڈم براؤن! آپ جنرل ٹیرس کو دلاسہ دیجیے۔ انقلاب
س طرح نہیں آتے، انقلاب لانے کے لیے پتا نہیں کیسے کیسے
شوار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ جنرل اتنے نروس ہوگئے ہیں!
وہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ جن لوگوں کے خلاف وہ سرگرم عمل
یں، وہ بھی اپنے کچھ وسائل رکھتے ہیں اور باصلاحیت لوگ ہیں۔
اں تو جنرل ٹیرس! ایس بی تھامس کے بارے میں جو رپورٹیں
صول ہوئی ہیں، وہ یہ ہیں کہ وہ والٹوموباٹے کے خلاف باغیوں
کے لیے پروپیگنڈہ سیکرٹری کی حیثیت سے کام کررہا ہے۔"

"یہ سچ ہے۔ ایس بی تھامس کے [illegible]۔"

"ایس بی تھامس کسی لڑکی میڈی براؤنسن کے زیر اثر ہے۔
یڈی براؤنسن اسے اچھی طرح واچ کررہی ہے اور یہ ذمے داری
ی کے سپرد ہے کہ وہ ایس بی تھامس پر نگاہ رکھے۔"

"اوہ! وہ کم بخت لڑکی۔ وہ تو اس کی محبوبہ ہے اور
نقریب وہ دونوں شادی کرنے والے ہیں۔"

"خیر، اب تیسرا نام نوٹ کیجیے۔" میں نے کہا۔

جنرل ٹیرس آہستہ آہستہ پُرسکون ہوتا جارہا تھا۔ حیرت
کے وہ پہاڑ جو اس پر ٹوٹ رہے تھے، اب اپنا وزن کھو بیٹھے
تھے اور اب وہ صبر و سکون کے ساتھ ان تمام ناموں کو نوٹ
کررہا تھا۔

ناموں کی تفصیل بتانے کے بعد میں نے کہا۔ "تو یہ تھے
وہ نام جنرل۔ پہلی بات مجھے یہ بتائیے کہ کیا اس میں ان لوگوں
سے اندازے کی کوئی غلطی ہوئی ہے؟"

"بدقسمتی سے ایک بھی نہیں۔ انھوں نے جس طرح انقلاب
لانے والوں کے بارے میں اپنی معلومات مکمل کی ہیں، میں اس
کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"ٹھیک ہے جنرل۔ اس کے علاوہ اور کوئی نام مجھے نہیں
مل سکا لیکن اگر ایسا ہوا تو میں آپ کو اس کی اطلاع دوں گا۔"

"مم مگر اب اس سلسلے میں، میں کیا کروں؟"

"آپ اپنے طور پر کوئی بھی کارروائی کرسکتے ہیں۔ آپ
ان تمام لوگوں کو اپنے ساتھ بٹھا کر ان سے مشورہ کرسکتے ہیں۔"
میں نے کہا۔

"ہاں، میں یہ سب کچھ کرلوں گا۔ دراصل میں ذہنی طور
پر تھوڑی دیر کے لیے مفلوج ہوکر رہ گیا ہوں۔"

"یہ آپ کا اپنا کام ہے جنرل، اگر آپ نے جرأت و ہمت
سے کام نہیں لیا تو پھر آپ کس طرح یہ سب کچھ کرسکتے ہیں۔"

جنرل چند لمحے خاموش رہا، پھر آہستہ آہستہ اس کے ہونٹوں
پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "بھئی پارکو! تم انسان ہو یا..."

"ابھی ابھی میڈم کیتھی براؤن مجھے شیطان سے تشبیہ دے
رہی تھیں۔"

"نہیں پارکو! میں نے تمھیں شیطان تو نہیں کہا تھا۔"
کیتھی براؤن شرمندہ لہجے میں بولی۔

"میں بھی مذاق ہی کررہا ہوں کیتھی براؤن۔" میں نے
جواباً کہا اور جنرل کی طرف متوجہ ہوگیا۔ "جنرل، میں جو کچھ بھی کررہا ہوں
وہ صرف آپ ہی کے لیے نہیں بلکہ اس سے میرا اپنا مفاد بھی
وابستہ ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں جنرل کہ آپ پوری دل جمعی سے
اپنی اس کارروائی کو عملی شکل دیں۔"

"لیکن اب مجھے کرنا کیا چاہیے؟ کچھ مشورہ تو دو۔ اب تو
میں صرف تمھارا سہارا تلاش کرتا ہوں، مجھے یقین ہوتا ہے کہ
جو کچھ مجھے تم بتاؤ گے، وہی درست ہوگا۔ یوں سمجھو کہ اس انقلاب
کے اصل رہنما تم ہو۔"

"میرے خیال میں جنرل، آپ ان تمام لوگوں کو اغوا کرلیں
اور ان کی جگہ ایسے لوگوں کو دیں، جو ان کے ہمشکل بھی ہوں اور
باصلاحیت بھی۔ مقصد یہ ہے کہ اگر ہمشکل نہ ہوں تو ان لوگوں
کو ان کے میک اپ میں رکھا جائے تاکہ ہمارے دشمن بھی
اس بات سے مطمئن رہیں کہ ان کا کام بخوبی انجام دیا جارہا ہے

اور ہمارے خلاف کوئی جاسوسی بھی نہ ہوسکے بلکہ اس تمام سلسلے
کی کارروائی میں آپ اپنے ساتھیوں کو شریک کریں۔ انھیں اصل
صورتِ حال بتادیں اور بتانے کے بعد کچھ اس طرح کا طریقۂ کار
اختیار کریں کہ ان کے نقلی نگرانوں کی معرفت انھیں غلط پیغامات
ملتے رہیں اور صحیح وقت کا کوئی اندازہ نہ ہوسکے۔ اس کے بعد
جنرل آپ جس قدر جلد ممکن ہو، انقلاب لانے کے لیے عملی قدم اٹھائیں
اور کوئی مناسب وقت اس کے لیے منتخب کرلیں۔"

"مگر اس صورتِ حال کا کیا ہوگا؟" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"کس صورت حال کا؟"

"والٹوموباٹے ہمارے قبضے میں کہاں ہے؟"

"وہ میرے قبضے میں ہے۔" میں نے جواب دیا اور
جنرل ٹیرس پر ایک بار پھر وہی کیفیت طاری ہوگئی۔

"کک... کیا تم نے اسے حاصل کرلیا ہے؟"

"نہیں، اُسے حاصل کرنا ہوگا جنرل ٹیرس۔ میرے ذہن میں
ایک منصوبہ ہے۔"

"وہ کیا؟"

"والٹوموباٹے ایک مقامی اسپتال میں داخل ہے۔ اسے
نگرانی کے پیشِ نظر اپنی جگہ سے ہٹا کر کیری ماٹن اسپتال میں رکھا
گیا ہے۔ روم نمبر ایک سو بیس کا مریض دراصل والٹوموباٹے ہے۔"

"کمال ہے! اس کا مطلب ہے کہ والٹوموباٹے ہماری
گرفت میں آسکتا ہے۔"

"آسکتا ہے، ہمیں فوری طور پر اسے اپنی گرفت میں
لانا ہے۔"

"لیکن اس کے بعد... اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"اصل والٹوموباٹے مجھ پر بھروسا کرتا ہے، وہ مجھے گرین پول
کے نمائندے کی حیثیت سے جانتا ہے۔ اگر کیری ماٹن اسپتال
سے اُسے اغوا کرنے کے بعد مجھ سے ملا دیا جائے تو میں اس کے
ذہن میں وہ تمام منصوبہ اتار سکتا ہوں جو درحقیقت ہمارے
حق میں ہوگا لیکن والٹوموباٹے یہ سمجھے گا کہ یہ منصوبہ گرین پول کے
لیے ترتیب دیا گیا ہے۔"

"وہ منصوبہ کیا ہوگا؟"

"نقلی والٹوموباٹے جو محل میں موجود ہے اور بڑی نفاست
سے اپنا کام کررہا ہے، گرین پول کا نمائندہ ہے۔ گرین پول کے
اس نمائندے کو کیری ماٹن اسپتال پہنچا دیا جائے اور اسے یہ
ہدایت کردی جائے کہ وہ وہاں خاموشی سے والٹوموباٹے کی
حیثیت سے اپنا کام انجام دیتا رہے۔ خواہ کوئی بھی شخص اس سے
رابطہ قائم کرے، کچھ بھی پوچھے، وہ اپنی شخصیت کو پوشیدہ رکھتے
ہوئے درپردہ وہی کام کرتا رہے جو اس سے کہا گیا ہے۔ اصل
والٹوموباٹے کو ہم اس کے محل میں پہنچا دیتے ہیں اور جب وہ
وہاں اپنی جگہ سنبھال لے تو فوراً انقلابی کارروائی کا آغاز کردیا جائے
اور انقلاب کے سلسلے میں آپ جانتے ہیں کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔" جنرل ٹیرس کا
چہرہ سرخ ہورہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے اس کی دلی کیفیت کا
اظہار ہوتا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا، میرے نزدیک پہنچا اور پھر
مجھے سینے سے لگالیا۔ یہ اس بات کا اظہار تھا کہ وہ میرا کس قدر
شکرگزار ہے، میرے اور اس کے درمیان خلوص کا رشتہ کتنا
مضبوط ہے۔ پھر اس نے کہا۔ "پارکو، وقت آنے دو، میں تمھیں
بتاؤں گا کہ جنرل ٹیرس اپنے محسنوں سے کیا سلوک کرتا ہے۔ تمھارا
یہ پاؤں ہمیشہ میری گردن پر رہے گا پارکو۔"

"جنرل! پہلے اپنا کام انجام دیں۔ دوستوں پر کچھ فرائض
عائد ہوتے ہیں اور ہم لوگ سچے دوست ہیں۔"

"تو پھر پہلا کام یہی ہونا چاہیے پارکو کہ ہم والٹوموباٹے کو
حاصل کرکے کسی محفوظ جگہ لے جائیں اور وہاں سے اُسے اس کی
اصل جگہ پر پہنچا دیں۔ نقلی والٹوموباٹے کو محل سے ہٹا کر اسپتال
پہنچا دیا جائے۔"

"یہ کام بڑی احتیاط کے ساتھ کرنا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ
اصل والٹوموباٹے کو اغوا کرنے کے فوراً بعد ہی نقلی والٹوموباٹے
کو اس کے بستر تک پہنچانا ضروری ہوگا۔ اس کے لیے جنرل ٹیرس میں
چاہتا ہوں کہ آپ کچھ ذہین آدمیوں کو کیری ماٹن اسپتال کے اطراف
میں پھیلا دیں۔ یہ لوگ صورت حال پر نظر رکھیں اور دیکھیں کہ کیری ماٹن اسپتال
کی نگرانی کرنے والے کون لوگ ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ گرین پول کو
یہ پتہ چلے کہ اصل والٹوموباٹے کو اس جگہ سے ہٹا دیا گیا ہے اور
نقل کو اس کی جگہ منتقل کردیا گیا ہے۔ اس کے لیے میں سب
سے پہلے نقلی والٹوموباٹے کو اس کام پر آمادہ کروں گا کہ وہ
ہماری تحویل میں آجائے، تاکہ اسے منتقل کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ بہت اچھا منصوبہ ہے۔ تم مطمئن رہو، میں
ایسے لوگوں کو وہاں پھیلا دیتا ہوں بلکہ اندر بھی داخل کردیتا ہوں
جو ہم لوگوں کو لمحے لمحے کی رپورٹ مہیا کرتے رہیں۔"

"میڈم کیتھی براؤن اس کیس کی انچارج ہوں گی، یہ تمام
رپورٹیں ان لوگوں سے وصول کریں گی جو کیری ماٹن اسپتال کے
اندر اور اردگرد بکھرے ہوئے ہوں گے۔"

"بالکل ٹھیک۔" جنرل ٹیرس نے پُرجوش انداز میں کہا اور
اس معاملے کی مزید تفصیلات پر بات چیت ہونے لگی۔ اس کے
بعد میں نے ان لوگوں سے اجازت مانگی۔ میں نے [illegible]

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کو اس سلسلے میں آخری کام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور میں اس فیصلے کو جلد بازی نہیں کہہ سکتا تھا۔

رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے مجھے کیتھی براؤن کی طرف سے اطلاع ملی کہ جو کچھ میں نے کہا تھا اس کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ وہاں کے حالات پُرسکون ہیں اور وہ شخص اپنے کام کی تکمیل آج رات ہی کر لے گا۔ سارا دن مصروف رہ کر اس نے وہ لوگ پیدا کیے ہیں، جو اصل لوگوں کو ہٹا کر ان کی جگہ سنبھال لیں گے۔

اطلاع ہر چند کہ بڑے خفیہ طریقے سے مجھ تک پہنچی تھی لیکن اس کے باوجود الفاظ گول مول رکھے گئے تھے اور اس کے لیے میں نے ہی ان لوگوں کو ہدایت کی تھی۔

نقلی والٹو موبائے اپنی آرام گاہ میں چلا گیا تھا۔ میرے لیے اس تک پہنچنا خاصا مشکل کام تھا۔ میں یہاں جس حیثیت میں تھا، وہ اتنی اہم نہیں تھی کہ میں آسانی سے اس تک پہنچ جاتا لیکن فوری طور پر اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اس لیے میں مطمئن تھا۔

دوسرے دن صبح میں نے بہت احتیاط کے ساتھ نقلی والٹو موبائے سے ملاقات کی۔ اس وقت وہ اپنی آرام گاہ میں تنہا تھا۔ وہ مجھے اس میک اَپ میں نہیں پہچانتا تھا۔ جب میں نے اندر پہنچ کر دروازہ بند کیا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔ گرین پول کا آدمی تھا اور یقیناً احمق نہیں ہوگا۔ اس کی کینہ توز نگاہوں سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ اگر اس کے ساتھ کوئی زبردستی کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے نتائج خطرناک بھی ہو سکتے ہیں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”میں پارکو ہوں۔“

”اوہ! مسٹر پارکو۔ میں آپ کی آواز پہچانتا ہوں۔“ نقلی والٹو موبائے نے کہا۔

”کوئی نیا پیغام موصول ہوا؟“ میں نے سوال کیا۔

”نہیں، مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ مجھ سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک جب تک کہ اس کی شدید ضرورت پیش نہ آئے اور خود مجھے بھی منع کر دیا گیا تھا کہ میں اپنی مصروفیات کو بالکل نارمل رکھوں۔“

”مسٹر موبائے!... میں آپ کو اسی نام سے مخاطب کروں گا، آج شام ساڑھے پانچ بجے آپ نہایت خاموشی سے دوسرے لوگوں کی نگاہوں میں آئے بغیر ایک مخصوص جگہ پہنچ جائیں گے۔ یہ مخصوص جگہ محل کا عقبی حصہ ہے۔ جہاں درختوں کے وسیع اور گھنے جھنڈ موجود ہیں — وہاں باہر جانے کے لیے ایک چھوٹا سا راستہ بھی موجود ہے۔ میں وہیں آپ سے ملاقات کروں گا۔ آج دن میں آپ ناسازیٔ طبع کا بہانہ کر دیجیے اور ہدایت کر دیجیے کہ آپ کسی سے نہیں ملیں گے۔ وہاں تک پہنچنے میں جتنی ہوشیاری کا ثبوت دینا ہے، وہ آپ کی اپنی کارکردگی پر منحصر ہے۔ میں آپ کو صرف یہی اطلاع دینے کے لیے یہاں تک پہنچا تھا۔ اس دوران ذرہ برابر کسی سے رابطہ نہیں رکھا جائے گا۔ اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جائے۔“

”میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا مسٹر پارکو۔“ اس نے کہا اور میں خاموشی سے باہر نکل آیا۔ اس پہلے مرحلے میں مجھے کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ میں نے شام کے ساڑھے پانچ بجے کے لیے پروگرام ترتیب دے لیا اور اس دوران میرا رابطہ جنرل ٹیرس سے بھی قائم ہو گیا۔ جنرل ٹیرس نے مجھے مسرور لہجے میں بتایا۔

”کام ہو گیا ہے ڈیئر۔ وہ سب کچھ ہو گیا ہے جو تم چاہتے تھے۔ اصلی مہرے میری بساط پر موجود ہیں اور اس طرف سے مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ ان لوگوں نے حقیقتِ حال اگل دی ہے۔ تمہارا کہنا درست تھا اور بھی بہت سے انکشاف ہوئے ہیں مجھ پر، جو تمہیں ملاقات ہونے پر بتاؤں گا۔“ اس نے کہا۔ وہ بہت خوش نظر آتا تھا۔

”آپ ٹھیک چھ بجے اپنی مخصوص جگہ میرا انتظار کریں، میں وہاں پہنچوں گا اور میرے ساتھ وہ بھی ہوگا جو ہمارا دوست ہے۔“

”ٹھیک ہے، لیکن کیا میں اس کے سامنے آؤں گا؟“

”نہیں جنرل، میں خود آپ سے ملاقات کروں گا۔“

”ٹھیک ہے جس طرح تم چاہو گے اسی طرح عمل کیا جائے گا۔“ جنرل ٹیرس نے کہا اور میں نے گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب تک جو کچھ ہوا تھا، اس میں تو کوئی بڑی الجھن پیش نہیں آئی تھی لیکن دیکھنا یہ تھا کہ اس کے بعد حالات کیا بنتے ہیں۔ اتنے لوگوں کو بے وقوف بنانا بہت ہی مشکل کام تھا مگر تقدیر ہی میرا ساتھ دے رہی تھی اور میرے لیے وہ تمام آسانیاں پیدا ہوتی جا رہی تھیں جو مجھے میرے مقصد میں کامیاب دلائیں۔ بقیہ وقت اپنے پروگرام کی پلاننگ کرتے گزرا اور پھر میں مقررہ وقت پر نہایت احتیاط سے باہر نکل آیا۔ ایک بند گاڑی حاصل کی اور لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کے لیے ایک راستہ اختیار کر کے بالآخر عقبی دیوار کے اس حصے تک پہنچ گیا جہاں وہ دروازہ کھلتا تھا جو اس وقت میرے لیے انتہائی کارآمد تھا۔ ساڑھے پانچ بجے میں اندر پہنچا تو درختوں کے جھنڈ میں نقلی والٹو موبائے کو موجود پایا۔ میری شکل دیکھتے ہی وہ باہر نکل آیا تھا۔ میں نے اسے اشارہ کیا اور وہ پھرتی سے میری گاڑی میں آ بیٹھا۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی۔ بند گاڑی میں رنگین شیشے لگے ہوئے تھے، اس لیے دیکھے جانے کا خطرہ نہیں تھا۔ راستے میں ہی والٹو موبائے کو وہ سب کچھ بتا دینا تھا جو اس سلسلے میں ضروری تھا۔ اس نے مجھ سے خود ہی اس سلسلے میں سوال کر لیا۔

”میرے لیے اور کیا حکم ہے مسٹر پارکو؟“

”تمہیں اب ایک نہایت اہم کردار ادا کرنا ہے۔ دراصل والٹو موبائے کی حیثیت سے تمہارے بارے میں یہاں کچھ شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لیے فوری طور پر تمہاری جگہ تبدیل کرنا ضروری سمجھا گیا۔“

”اوہ۔ یقیناً ایسی ہی بات ہوگی۔“

”یہاں ایک اسپتال ہے جو کیری مائن کے نام سے مشہور ہے۔ اصل والٹو موبائے، کیری مائن اسپتال کے کمرہ نمبر ایک سو بیس میں ایک مریض کی حیثیت سے داخل ہے۔ اسے وہاں سے ہٹا دیا جائے گا اور تمہیں اس کی جگہ لینی ہوگی۔“

”اس کے بعد؟“

”اس کے بعد تمہیں اپنی ذات کو بھی یقین دلانا ہوگا کہ تم ہی اصل والٹو موبائے ہو۔ بالکل اسی طرح جس طرح تم یہاں کام کرتے رہے ہو۔ کوئی بھی فرد تم سے کسی سلسلے میں کوئی سوال کرنے، تم والٹو موبائے کی حیثیت سے ہی اسے ٹریٹ کرو گے۔ یہ بے انتہا ضروری ہے اور اس پر ہماری کامیابی کا انحصار ہے۔“

”آپ مطمئن رہیں، بظاہر تو یہاں بھی مجھے کوئی ایسا جھول نظر نہیں آیا تھا اپنے کردار میں، کسی کو مجھ پر شبہ ہو سکتا لیکن آپ کی ہدایات کے مطابق مزید احتیاط کروں گا۔ اس وقت کیا مجھے کیری مائن اسپتال لے جایا جا رہا ہے؟“

”ہاں۔ درمیان میں کچھ اور انتظامات بھی کرنا ہیں جو ضرورت کے مطابق ہیں۔“ میں نے کہا اور والٹو موبائے کا ہم شکل خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں مجھے جنرل ٹیرس سے ملاقات کرنا تھی۔ میں نے اسے وین ہی میں بیٹھے رہنے کو کہا اور خود جنرل ٹیرس کے پاس پہنچ گیا۔

جنرل بے چینی سے میرا منتظر تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ ”ہمارا شکار آ گیا ہے جنرل، میں نے اسے ضروری ہدایات دے دی ہیں۔“

”گڈ۔ اسے کوئی شبہ تو نہیں ہو سکا؟“

”نہیں جنرل، مطمئن رہو۔ وہاں وہ اپنا کردار بخوبی انجام دے گا اور گرین پول کے لوگ بھی یہ نہیں جان سکیں گے کہ والٹو موبائے تبدیل ہو گیا ہے۔“

”گڈ۔ بہرطور تمہاری ہدایت کے مطابق میں نے کیری مائن اسپتال میں اس کا بندوبست کر لیا ہے کہ اصل والٹو موبائے کو کمرہ نمبر ایک سو بیس سے نکال لیا جائے۔ اس سلسلے میں جو پروگرام ترتیب دیا گیا ہے، وہ یوں ہے کہ میرے تین آدمی اندر موجود ہیں۔ والٹو موبائے کو بے ہوشی کا ایک انجکشن دے دیا جائے گا اور اس کے بعد وہ لوگ اسے اسٹریچر پر لے کر ایک چھوٹا سا سفر کریں گے اور وہیں سے دوسرے اسٹریچر پر نقلی والٹو موبائے کو اس کمرے میں پہنچا دیا جائے گا۔“

”یہ کام آپ نے بلاشبہ بہترین کیا ہے جنرل۔“ میں نے پُرمسرت انداز میں کہا اور اس کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ جنرل ٹیرس الگ سے آ رہا تھا۔ میں وین ہی میں نقلی والٹو موبائے کے ساتھ تھا اور اسے مزید تفصیل سمجھا دی تھی۔ وہ بے چارہ مطمئن ہو گیا تھا۔ میری جگہ کوئی اور شخصیت ہوتی تو گرین پول کے اس ذہین آدمی کو دھوکا دینا آسان کام نہیں تھا لیکن تہذیب مالکم ایکس نے میرے لیے ایسی فضا پیدا کر دی تھی کہ کہیں بھی مجھے اپنے کام میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ یقیناً اس لڑکی کے دل میں میرے لیے بہت خلوص موجود تھا لیکن افسوس! میں جو کچھ کر رہا تھا، وہ اس کی توقع کے برعکس تھا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ مٹاپا عمر کم کر دیتا ہے؟

آپ چاہتے ہیں کہ آپ ایک سڈول اور صحت مند جسم کے مالک ہوں؟

ان خواتین کیلئے بھی جو ایک شاداب اور متناسب جسم چاہتی ہیں!

ہزاروں ماہرین طب کی آراء کی روشنی میں مرتب کردہ کتاب

موٹاپا — چند حقائق

لوگ موٹے کیوں ہو جاتے ہیں

رنگین اشیاء اور موٹاپا

خوراک اور موٹاپا

تطہیری پروگرام

مضر اشیاء

گیارہ اہم ورزشیں

اور وہ سب کچھ جس پر عمل کر کے سڈول اور صحت مند جسم کا حصول ممکن ہے

تو کتاب مٹاپا اور اس کا سدِباب کا مطالعہ کریں

قیمت ۵ روپے ڈاک خرچ ۱ روپے

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۲ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیری ماٹن اسپتال میں ان دونوں کی تبدیلی کا کام اتنی آسانی سے ہوگیا کہ میں خود حیران رہ گیا۔ مجھے اس قدر آسانی کی امید نہیں تھی۔ اصل والٹوموبائے بے ہوشی کی حالت میں اس وین میں پہنچ گیا جس میں میں نقلی والٹوموبائے کو لایا تھا۔ البتہ نقلی والٹوموبائے کو تمام صورتِ حال سمجھا دی گئی تھی کہ اسے کس طرح اپنے کمرے تک پہنچنا ہے۔ چنانچہ اس کامیابی کی خوشی میں ہم بہت مسرور تھے۔

جنرل ٹیرس میرے پاس ہی آبیٹھا تھا اور اصل والٹوموبائے کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار تھے۔ پھر اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا "تم لوگوں نے... میرا مطلب ہے گرین پول نے مجھے تو گردن تک غرق کر ہی دیا تھا اگر تم وہ نہ نکلتے جو ہو تو میری تو نسلوں تک کو فنا کر دیا جاتا۔ میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکوں گا کہ تم نے نہ صرف مجھے میرے مقصد میں کامیابی دلائی ہے بلکہ میری نسلوں تک کی زندگی کو محفوظ کیا ہے۔"

"جنرل پلیز۔ اس وقت یہ ساری باتیں نہیں کی جاسکتیں۔"

"تو پھر اب اس والٹوموبائے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"ہم اسے نہایت خاموشی کے ساتھ محل ہی میں پہنچا دیتے ہیں اور کسی جگہ اس کا قیام مناسب نہیں ہے۔ اسے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں محل میں لے جانے کے بعد ہی اسے صورتِ حال سے آگاہ کروں گا۔"

"مگر دن کی روشنی میں کیا اسے محل میں لے جایا جاسکتا ہے؟"

"نہیں۔ اس کے لیے رات کا وقت ہی مناسب ہوگا۔ بدقسمتی یہ ہے کہ وہاں بھی گرین پول کے نمائندے موجود ہیں اور اطراف کی نگرانی کر رہے ہیں لیکن میں کسی نہ کسی طرح یہ کام کر لوں گا۔"

"تو یہ وقت کہاں گزارا جائے؟"

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ اسے مزید بے ہوش کرنے کے انتظامات کیے جائیں تاکہ یہ چند گھنٹے آرام سے گزر جائیں۔"

"ہاں، یہ ٹھیک ہے، میں اس کا انتظام کر دوں گا۔ ابھی تو یہ بے ہوش ہی ہے۔ کیوں نہ ہم اسے اپنے ٹھکانے پر لے چلیں۔"

"اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس رہائش گاہ پر پہنچ گئے جہاں کیتھی براؤن موجود تھی۔ والٹوموبائے کو بے ہوشی کی دوا کا ایک اور ہلکا سا ڈوز دے دیا گیا۔ کیتھی براؤن اس کی شکل دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے پھر وہ آہستہ سے بولی "یہ شخص اگر انتہا پسند نہ ہوتا تو شاید اسے یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔"

وقتِ مقررہ پر میں نے دوبارہ اپنے کام کا آغاز کیا۔ [illegible] اس وین میں لے کر چل پڑا۔ [illegible] کے پچھلے حصے میں کھڑی کی اور اس کے بعد والٹوموبائے کے بے ہوش بدن کو سنبھالے ہوئے ان جھاڑیوں میں آگیا جہاں بہ آسانی کسی کو پوشیدہ کیا جاسکتا تھا۔ یہاں اسے احتیاط سے لٹانے کے بعد میں نے دروازہ بند کیا اور وین کو لے کر اس کی اصل جگہ پر کھڑا کر دیا پھر صحیح راستے سے محل میں واپس آیا۔ محل کی صورتِ حال بالکل نارمل تھی، کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے، جن نمائندوں کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا، وہ اپنے اپنے ٹھکانوں پر تھے۔ میں نے سب سے پہلے انھی کے بارے میں معلومات حاصل کیں کہ ان لوگوں کی موجودہ پوزیشن کیا ہے اور مجھے بہت جلد اندازہ ہوگیا کہ حالات میرے لیے ناسازگار نہیں ہیں۔ والٹوموبائے کے خصوصی کمرے کے سلسلے میں بھی میں نے کچھ اہم پروگرام ترتیب دیے تھے۔ اسے وہاں سے یہاں تک اٹھا کر لانا خاصا مشکل کام تھا لیکن میں نے اس مشکل پر بھی قابو پالیا۔

جب میں نے بغیر کسی دقت کے والٹوموبائے کو اس کے بستر پر لٹا دیا تو مجھے سکون کا احساس ہوا۔ میں نے ایک اور اہم کام کر لیا تھا۔ اس کے بعد مجھے اس وقت تک رکنا تھا جب تک والٹوموبائے کو ہوش نہ آجائے۔

میں صبر و سکون کے ساتھ اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرتا رہا۔ رات کو تقریباً گیارہ بجے والٹوموبائے ہوش میں آیا۔ کچھ لمحے تک پڑا چھت کو گھورتا رہا اور پھر اس کے اندر تحریک پیدا ہوئی۔ دوسرے ہی لمحے وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ میں اس کے سامنے موجود تھا۔ اس نے مجھے دیکھ لیا اور مجھے گھورتا رہا۔ پھر اس کی بھرائی ہوئی آواز ابھری "تم یہاں کیا کر رہے ہو فلائیڈ؟"

میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ والٹوموبائے کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے۔ میں نے مسکرا کر کہا "سوری مسٹر موبائے میں فلائیڈ نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ مجھے پارکر کے نام سے مخاطب کر سکتے ہیں۔"

"اوہ پارکر... پارکر... یعنی... یعنی گرین پول..."

"جی ہاں، آپ نے صحیح سمجھا۔"

"[illegible] کی شکل میں کیوں نظر آرہے ہو؟"

"[illegible] مسٹر موبائے کہ ہمیں آپ کے مقام [illegible] تکمیل [illegible] مراحل سے گزرنا پڑ رہا ہے کیا آپ یہاں دیکھ کر حیران نہیں ہوئے ہو؟"

"تم حیرانی کی بات کر رہے ہو، میں پاگل ہو رہا ہوں!" [illegible] نے کہا۔

"نہیں مسٹر موبائے! اپنے آپ کو پُرسکون رکھیے۔ آپ کے لیے یہ ضروری سمجھا گیا کہ آپ محل میں آکر اپنی پوزیشن سنبھال لیں۔"

"کک... کیا مطلب!"

"جس شخص کو آپ کی جگہ یہاں رکھا گیا تھا اسے یہاں سے ہٹا کر وہاں پہنچا دیا گیا ہے جہاں اسے ہونا چاہیے تھا اور آپ یہاں واپس لے آئے گئے ہیں۔"

"لیکن بے ہوش کر کے کیوں؟"

"بس، حالات اس کے متقاضی تھے۔"

"تم لوگوں نے میری عقل چکرا کر رکھ دی ہے۔ یہ بتاؤ اب میں کب تک اس مصیبت میں گرفتار رہوں گا؟"

"بہت مختصر وقت ہے مسٹر والٹوموبائے! آپ کی تمام مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں... میں پاگل ہو رہا ہوں، میں جن حالات میں گھرا ہوا ہوں، تم نہیں جانتے میری ذہنی کیفیت کیا ہے۔ ہر لمحہ خوف کے زیرِ اثر گزرتا ہے۔ میں اب ان مصیبتوں سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"نجات مل جائے گی مسٹر موبائے! بس کچھ اور صبر کر لیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر مجھے تعجب ہے! کس طرح مجھے یہاں لے آیا گیا؟ مجھے ہوش کے عالم میں بھی یہاں لایا جاسکتا تھا۔"

"مسٹر موبائے پلیز! آپ اپنے ذہن کو زیادہ پریشان نہ کریں۔ آپ اپنے محل میں واپس آگئے ہیں، یہ آپ کی اپنی رہائش گاہ ہے اور پھر میں نے سنا ہے کہ آپ وہاں بہت بے زار بھی تھے۔"

"لعنت ہے اس ماحول پر، وہ کوئی جگہ تھی۔ مجھے زندگی کی کوئی سہولت میسر نہیں تھی۔ میں تندرست و توانا آدمی ہوں، ایک مریض کی طرح بستر پر پڑا تھا۔ اس سے پہلے میری حیثیت ایک قیدی سے مختلف نہیں تھی۔ ان لوگوں کی زیرِ نگرانی کام کرتا تھا۔ زندگی کی کوئی دلچسپی وہاں موجود نہیں تھی۔"

"آپ کی تمام دلچسپیاں یہاں موجود ہیں لیکن لوگوں پر کسی قسم کا اظہار نہ ہونے دیں۔"

"اور وہ نقلی والٹوموبائے؟ جو میری جگہ یہاں موجود تھا، ان سب کو بے وقوف بنا تا رہا ہوگا؟"

"نہیں، اسے سختی سے یہ ہدایات کر دی گئی تھیں کہ وہ آپ کے منصب سے کوئی ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔"

"ہوں۔" والٹوموبائے نے کہا۔ اب وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ "اب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"کچھ نہیں، معمول کے مطابق اپنے آپ کو سنبھالے رہیے۔ جو کچھ آپ کرتے رہتے ہیں، وہی کیجیے۔ اس میں کوئی تبدیلی ضروری نہیں ہے۔"

"لیکن... اس سب کا کیا ہو رہا ہے؟ میں کہتا ہوں تم لوگ ناکارہ ہونے کا ثبوت دے رہے ہیں۔ گرین پول کو میں نے اتنی بڑی رقم ادا کی ہے کہ اسے کسی اور کام میں اتنی دولت حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔ ابھی تک خاموشی طاری ہے۔ میں کہتا ہوں جتنا جلد ممکن ہو سکے اس مسئلے کو نمٹا دیا جائے۔ ورنہ... مجھے کچھ اور سوچنا پڑے گا۔ تم لوگ... تم سب لوگ میرے کام کے لیے موثر ثابت نہیں ہو سکے۔"

"میں نے آپ سے یہی عرض کیا ہے مسٹر موبائے کہ صرف تھوڑے سے انتظار کر لیجیے، ممکن ہے کام ہماری توقع سے بہت پہلے ہو جائے۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا اور آہستہ آہستہ والٹوموبائے اعتدال پر آگیا۔

"کیتھی کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہوسکیں، کیتھی کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"وہ محفوظ ہیں اور بہت جلد آپ سے ملاقات کریں گی۔"

میرے اس جواب پر والٹوموبائے خاموش ہوگیا، تب میں نے آہستہ سے کہا "مسٹر موبائے! یہ بات گرین پول کے حق میں ہے اور گرین پول آپ کے مفادات کے لیے کام کر رہی ہے۔ آپ کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس قدر ہوسکے خود کو محدود رکھیں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جو ہمارے لیے پریشانی کا باعث بن جائے۔"

"میں کون سا ایسا کام کر رہا ہوں! سب کچھ تمھاری مرضی کے مطابق ہی تو کر رہا ہوں۔"

"آپ اس دوران کسی سے رابطہ قائم نہیں کریں گے، کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے۔ اگر گرین پول کی طرف سے کوئی پیغام آپ کو دینا ہوا تو اس کے لیے واحد ذریعہ میں ہوں گا۔ باقی تمام لوگوں کو آپ جعلی تصور کریں گے، یہی ہمارے لیے ضروری ہے۔"

"مگر تم یہ بتاؤ کہ اب اس کام میں مزید کتنا وقت لگ جائے گا؟"

"میں نے عرض کیا تھا نا کہ اس کا کوئی صحیح اندازہ تو نہیں کیا جاسکتا لیکن بس صرف چند دن اور۔"

"اور اگر ان چند دنوں میں ان لوگوں نے کوئی کارروائی کی تو پھر میرا کیا بنے گا؟"

"کچھ نہیں۔ آپ محفوظ ہیں، ہر طرح سے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔" میں نے کہا اور موبائے کے چہرے پر اطمینان کے آثار نظر

WWW.PAKSOCIETY.COM

آنے لگے۔

"کیا میں اپنی تفریحات جاری رکھ سکتا ہوں؟"

"بصد شوق۔ آپ کو کسی بھی طرح اپنے آپ کو پریشان ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ ہم سب آپ کے گرد موجود ہیں، آپ کو سنبھالے رہیں گے۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

والدہ مہاپنے کو پوری طرح مطمئن کرنے کے بعد میں وہاں سے نکل آیا۔ میرا دل مسرت سے جھوم رہا تھا، جو کام میں نے کیا تھا وہ بہت مشکل تھا لیکن بہر حال ہو گیا تھا۔

اس کے بعد میں نے جنرل ٹیرس کو کوڈورڈز میں کامیابی کی اطلاع دی۔ ایک طرح سے اب میرا کام ختم ہو گیا تھا۔ باقی معاملات کی ذمے داری جنرل ٹیرس پر تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں اس کام کی نگرانی کرتا رہتا۔ جنرل ٹیرس نے مجھے صورتِ حال سے برابر باخبر رکھا تھا۔ وہ اب زیادہ شدت سے مصروفِ عمل ہو گیا تھا۔ تین دن تک اس سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ البتہ مجھے یہ پتا چلتا رہا تھا کہ جنرل ٹیرس نے بے شمار لوگوں کو اس کام پر لگا دیا ہے اور اب اس کی تیاریاں تقریباً مکمل ہو گئی ہیں۔

چوتھی شام عجیب سی سنسنی لیے ہوئے تھی حالانکہ مجھے جنرل ٹیرس کے صحیح پروگرام کا علم نہیں تھا لیکن پتا نہیں کیوں میرا دل عجیب سے احساسات کا شکار تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا، جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ جنرل ٹیرس سے رابطہ قائم کیا تو وہ... موجود نہیں تھا۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ کیپٹن براؤن سے بھی رابطہ قائم نہیں ہو سکا تھا۔ اس کی ملازم لڑکیوں نے بتایا کہ جنرل ٹیرس اور کیپٹن براؤن کسی کام سے گئے ہوئے ہیں۔ وہ تقریباً چار بجے اپنی رہائش گاہ سے نکلے ہیں۔ کیپٹن براؤن کا باہر نکلنا ابھی میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

میں انتظار کرتا رہا، اب جو کچھ بھی ہو رہا تھا اور مزید ہونا تھا، اس کا علم تو مجھے ہو ہی جائے گا۔ جنرل ٹیرس مجھے کسی بات سے ناواقف نہیں رکھے گا۔ اس شام موسم ابر آلود تھا اور ہلکی ہلکی بوندا باندی کئی بار ہو چکی تھی۔ اندازہ تھا کہ رات کے کسی حصے میں تیز بارش ضرور ہو گی۔ اس وقت رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے جب شور کی آوازیں سنائی دیں اور میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ یہ انسانی شور کی آوازیں تھیں لیکن اس کے ساتھ ہی گولیاں چلنے کی آوازیں بھی سنائی دیں اور میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ گویا آپریشن شروع ہو گیا ہے لیکن اچانک اس طرح آپریشن شروع ہو جانے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔ جنرل ٹیرس نے مجھے بھی صورتِ حال سے بے خبر رکھا تھا، آخر کیوں...؟

میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے لیکن یقین تھا کہ کچھ بھی ہو جائے، جنرل ٹیرس میرے ... نہیں کرے گا، اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اس کے باوجود اپنے تحفظ کا بندوبست کرنا ضروری تھا۔

میں اپنے کمرے سے نکل آیا۔ محل چھوڑ دینا اس وقت میرے لیے نہایت ضروری تھا۔ مجھے صرف اس وجہ سے کچھ تشویش ہو رہی تھی کہ جنرل ٹیرس نے اپنے پروگرام کی اطلاع مجھے نہیں دی تھی۔ عقبی راستہ اس وقت بھی میرے لیے کارآمد ثابت ہوا جو پہلے بھی میرا معاون رہ چکا تھا۔

محل کے اندر شور بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ میں محل سے نکل کر تیزی سے ایک سمت چل پڑا۔ اطراف میں لوگ جمع ہونے لگے تھے گو ان کا محل سے فاصلہ کافی تھا۔ دھماکے شدید ہو رہے تھے۔ کافی دور آنے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ کر اس طرف چل پڑا جہاں فاخرہ یعقوبی سے ملاقات ہوئی تھی۔

جب گھوڑوں کے سوداگر کے مکان پر پہنچا تو وہاں غیر معمولی سناٹا چھایا ہوا تھا۔ میں نے دربان کے پاس پہنچ کر وہ الفاظ ادا کیے جو طاہر بقا اپنے منہ سے ادا کر چکا تھا اور مجھے اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ یہاں کی صورتِ حال سے مجھے خاصی واقفیت حاصل تھی۔ اس لیے میں تھوڑی دیر کے بعد تہ خانے میں پہنچ گیا لیکن وہاں پہنچ کر مجھے ایک اور بات کا علم ہوا۔ فاخرہ یعقوبی آج اپنے ... کی تکمیل کے لیے گئی ہوئی تھی۔ حسن محمود نامی ایک شخص نے مجھے بتایا کہ فاخرہ نے اس دوران تمام انتظامات کر لیے تھے اور آج رات آپریشن کا پروگرام تھا۔ طاہر بقا نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں اس وقت ایک ... سی حیثیت اختیار کر کے رہ گیا تھا لیکن بہر طور یہ جگہ دوسری تمام جگہوں سے مناسب تھی۔ میں نے حسن محمود سے ریڈیو طلب کیا اور اس نے فوراً ہی ریڈیو میرے سامنے لا کر رکھ دیا۔ ریڈیو پر مقامی اسٹیشن لگانے کے بعد میں ایک آرام دہ مسہری پر لیٹ گیا۔ دل کی کیفیت عجیب تھی، ذہن انتہائی منتشر تھا اور میں ریڈیو پر کان لگائے بیٹھا تھا۔ آدھی رات تک کوئی خاص بات نہیں ... اور اس کے بعد ریڈیو بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ جو ہو گا، اس کا علم صبح کو ہو جائے گا لیکن نیند کا کوسوں پتا نہیں تھا۔ میں نے حسن محمود سے کہا کہ اگر کوئی خواب آور دوا ان کے پاس موجود ہو تو مجھے فراہم کر دی جائے۔ حسن محمود نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ اس وقت اس منتشر ذہن کو پرسکون کرنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ میں سو جاؤں چنانچہ حسن محمود کی دی ہوئی دوا کی تین گولیاں کھانے کے بعد میں تھوڑی دیر

بعد میں نیند کی آغوش میں پہنچ گیا اور دوسرے دن اس وقت جاگا تھا جب شاید کافی دقت ہو چکا تھا۔ تمام مجاہدین تہ خانے میں موجود تھے۔ مجھے باہر سے ان کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ خواب آور دوا کھانے کی وجہ سے منہ کا مزہ بے حد خراب ہو گیا تھا۔ چند لمحے اسی طرح بیٹھا رہا اور پھر بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تمام واقعات مجھے یاد آ گئے تھے۔ باہر نکلا تو تمام لوگوں کو اپنے اپنے کاموں میں مصروف دیکھا۔ وہ بے حد مسرور نظر آ رہے تھے، ہر چہرہ خوشی سے کھلا پڑ رہا تھا۔ میرے دل کو ایک عجیب سی ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ اصل مقصد تو یہی تھا میرا، وہ پورا ہو گیا تھا۔ میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ یہ لوگ کامیابی سے ہمکنار ہو کر واپس لوٹے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی ان میں سے چند افراد میری طرف متوجہ ہو گئے اور حسن محمود میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"مبارک ہو مسٹر علی! مبارک ہو۔ آپ کی رہنمائی میں ہم نے وہ کارنامہ انجام دیا ہے جو ابھی تک نہیں دے سکے تھے۔"

"کیا... کیا...؟"

"ہاں، ہم اسرائیل کے ایٹمی پلانٹ کو تباہ و برباد کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔"

"فاخرہ کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ابھی میں آپ کو ان کے بارے میں اطلاع دیتا ہوں۔ وہ صبح سے کئی مرتبہ یہ بات کہہ چکی ہیں کہ جوں ہی آپ جاگیں فوراً انھیں اطلاع دی جائے۔" ابھی حسن محمود یہ بات کہہ رہا تھا کہ فاخرہ ہال میں داخل ہوئی اور مجھے دیکھ کر بے اختیار میری طرف بڑھی۔

"مسٹر علی! خدا کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں کامیاب و کامران کیا۔"

"بے حد مبارک فاخرہ، بے حد مبارک۔ خدا کا احسان ہے۔ طاہر بقا کہاں ہے؟"

"زخمی ہو گیا ہے، ایک کمرے میں موجود ہے۔"

"اوہ، شدید زخم تو نہیں ہیں؟"

"نہیں۔ شدید نہیں ہیں لیکن بہر حال زخمی ہے۔ اس کی دیکھ بھال کی جا رہی ہے۔"

"چلو، اس کے پاس چلتے ہیں۔" میں نے کہا اور میں اسی طرح منہ دھوئے بغیر طاہر بقا کے پاس پہنچ گیا۔

طاہر بقا کا سر پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں

سب سے جدا، دو نرالی کہانیوں کے مصنف
الیاس سیتاپوری
کی دو نئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں

آشنا نا آشنا
قیمت: ۲۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے

رزم بزم
قیمت: ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ان کے علاوہ مصنف کی دیگر تصانیف بھی ہم سے مل سکتی ہیں

- راگ کا بدن ــــ ۲۵ روپے
- کشمیر کی کلی ــــ ۲۵ روپے
- شہزادی کا نیلام ــــ ۲۵ روپے
- داستان حور ــــ ۲۵ روپے
- بالاخانے کی دلہن ــــ ۲۵ روپے
- ڈاک خرچ فی کتاب ــــ ۱۰ روپے

ملنے کا پتہ
کتابیات پبلی کیشنز، پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور پھر وہاں [illegible] نم آئے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں سے مسرت کے آنسو بہہ نکلے اور میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"زیادہ زخمی تو نہیں [illegible]"

"[illegible] تے ہیں آپ بھی! یہ زخم تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ اگر میری زندگی بھی ختم ہو جاتی تو کوئی بات نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ ایٹمی پلانٹ کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی گئی ہیں۔ ہم نے اسے اس طرح تباہ و برباد کیا ہے کہ وہاں سے کوئی بھی فرد زندہ بچ کر نہیں نکل سکا ہے۔ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہیں مسٹر علی! کاش میں اٹھ کر آپ کے سینے سے لپٹ سکتا۔"

میں جھکا اور میں نے طاہر بقا کی پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے کہا "میری طرف سے اپنی اس شاندار کامیابی پر مبارک باد قبول کرو۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں خود تمہارے ساتھ اس مہم میں شریک نہ ہو سکا۔"

"آپ نے تو اس مہم کی تکمیل کی ہے علی یار خان! اگر آپ وہاں جانا بھی چاہتے تو ہم آپ کے لیے یہ خطرہ مول نہ لیتے۔ آپ ہمارا سرمایہ ہیں، شاید آپ اس کا کبھی اندازہ نہیں کر سکتے۔"

"ایک بات اور میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں۔ کیا آپ نے ریڈیو سن لیا؟" فاخرہ لعقوبی بولی اور ایک بار پھر مجھے چونکنا پڑا۔

"نہیں فاخرہ! لیکن ..... لیکن بتاؤ، مقامی صورتِ حال کیا ہے؟"

"بڑی حیرت انگیز! والٹو موبائے کو ختم کر دیا گیا ہے۔ بے شمار افراد اس کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے اور جنرل ٹیرس نے اپنی حکمرانی کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ وہی فوجی ہے جس کے بارے میں طاہر بقا نے ..."

"فاخرہ! شاید آپ کے لیے یہ بات بھی حیرت کا سبب ہو کہ جنرل ٹیرس کی کامیابی بھی علی یار خان ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔" طاہر بقا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جنرل ٹیرس نے ایٹمی پلانٹ کی نشاندہی کی تھی اور صرف اس لیے کہ علی یار خان نے اس سے انقلاب کی کامیابی کا وعدہ کیا تھا۔"

"علی یار خان! آپ کیا چیز ہیں، اس بارے میں حتمی طور پر کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں ایٹمی پلانٹ کی نشاندہی کے بعد تیاریوں میں مصروف ہو گئی تھی۔ ایک بار میں نے طاہر سے کہا بھی تھا کہ آپ سے رابطہ قائم کر کے رپورٹ پیش کی جائے لیکن طاہر نے مجھے [illegible] سے روکا اور کہا کہ یہ سب کچھ جو ہوا ہے، بلاوجہ ہی نہیں ہوا ہے، علی یار خان کی کچھ اور مصروفیات بھی ہیں جس کے لیے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ اگر طاہر یہ نہ کہتے تو میں یقیناً آپ کو تمام صورتِ حال سے باخبر رکھتی۔"

"مجھے صرف یہ مسرت ہے فاخرہ! کہ آپ نے بخیر و خوبی اپنا کام انجام دے دیا۔ درحقیقت اس انقلاب کی سرپرستی میں نے کی تھی اور جنرل ٹیرس میرے ہی بتلائے ہوئے راستے پر چل کر کامیابی تک پہنچا ہے اور یہ سب کچھ میں نے اس لیے کیا تھا کہ اسرائیلی ایٹمی پلانٹ کی تباہی کے سلسلے میں ہم اس کی [illegible] حاصل کر لیں۔ یہی نہیں فاخرہ! بلکہ جنرل ٹیرس ذاتی طور پر فلسطینیوں کا حامی ہے اور اس کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد یہاں اسرائیلی اثرات ختم ہو جائیں گے جب کہ والٹو موبائے پوری طرح امریکی یہودیوں کا پٹھو تھا اور ان کے اشارے پر ناچ رہا تھا۔ ویسے تم نے اس دشوار گزار علاقے میں اسرائیلیوں کا ایٹمی پلانٹ تباہ کر کے جو کارنامہ انجام دیا ہے، میں اسے کبھی نہیں بھول سکوں گا، یہ آسان کام نہیں تھا۔"

"میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اپنی زندگی وقف کر چکی تھی، خدا نے مجھے کامیابی سے ہمکنار کیا۔"

"انقلاب کے بارے میں اور کیا تفصیلات بتائی گئی ہیں؟"

"کوئی تفصیل نہیں بتائی گئی، سوائے اس کے کہ گوٹے ہل کی حکومت تبدیل ہو گئی ہے، والٹو موبائے کو ہلاک کر دیا گیا ہے، اور جنرل ٹیرس نے عنانِ حکومت سنبھال لی ہے۔ یقینی طور پر جنرل ٹیرس اب اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے میں مصروف ہو گا۔" میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی۔ میں اب یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کچھ وقت یہیں گزاروں اور جنرل ٹیرس کو اپنا کام خاموشی سے سرانجام دینے دوں یا اس سے ملاقات کروں؟ لیکن میں نے پہلی ہی بات مناسب سمجھی تھی۔ فوراً ہی اس کے معاملات میں دخل اندازی کرنا اچھا نہیں تھا اور اب میرا اس سے کوئی واسطہ بھی نہیں رہا تھا۔ میں اگر چاہتا تو [illegible] سے یہاں سے نکل جاتا۔ ظاہر ہے جنرل ٹیرس سے مجھے تحسین نہیں وصول کرنا تھی۔ میرا مقصد تو صرف یہی تھا کہ گوٹے ہل میں یہودیوں کا اثر ختم ہو جائے اور ایٹمی پلانٹ تباہ کر دیا جائے۔ میرا کام ختم ہو گیا تھا۔ اب مجھے جنرل ٹیرس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ہاں [illegible] بات ہے کہ جس وقت میں یہاں سے واپس جاؤں تو جنرل ٹیرس سے ملاقات کرتا ہوا جاؤں۔

فاخرہ یعقوبی نے فوراً ہی میرے لیے ناشتے کا بندوبست کر دیا اور [illegible] تھوڑی دیر کے لیے اجازت لے کر منہ ہاتھ دھونے چلا گیا۔ ہم نے ساتھ بیٹھ کر ناشتا کیا۔ طاہر بقا کے زخمی ہونے کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں اور کافی دیر تک اس کے ساتھ ہی بیٹھا رہا۔ پھر [illegible] نے [illegible] پوچھا "اب تمہارا کیا پروگرام ہے فاخرہ؟ کچھ عرصہ یہاں قیام کرو گی یا پھر فوراً ہی واپسی کا سفر کرنا ہے؟"

"اس سلسلے میں آپ سے کچھ گفتگو کرنی تھی علی۔" فاخرہ نے کہا۔

"ہاں، ہاں۔ کہو۔"

"ہم جس طرح یہاں پہنچے اور جس جس طرح ہم نے انتہائی دشوار گزار حالات [illegible] اپنے قدم جمائے ہیں [illegible] کا تصور کر کے ہی پسینہ آتا ہے۔ اگر جنرل ٹیرس ایٹمی پلانٹ کے سلسلے میں ہماری رہنمائی کر سکتا ہے تو کیا وہ ہمیں باعزت طریقے سے یہاں سے نکالنے میں ہماری مدد نہیں کرے گا۔؟"

"میں سمجھ گیا۔ تمہیں یہاں سے بہت جلد جانے کی ضرورت تو نہیں ہے۔؟"

"نہیں، اب ایسی کوئی بات نہیں ہے البتہ اس خیال کو ہم نے ذہن میں رکھا ہے کہ ممکن ہے اسرائیلی جاسوس یہاں موجود ہوں یا کچھ اور لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو ہماری تاک میں ہوں لیکن ان سے نمٹنے کے لیے ہم کافی ہیں۔ ویسے بھی اب ہم زیرِ زمین ہی رہیں گے، باہر نکل کر کسی ہنگامے کو دعوت دینے کی اب کوئی وجہ نہیں رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے، تمہیں جو بھی دشواری ہو مجھے بتانا۔ ہم اسے دور کرنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے کہا۔

"آپ کا اپنا کیا پروگرام ہے؟"

"ابھی کچھ وقت میں تمہارے ساتھ ہی گزارنا چاہتا ہوں جب تک صحیح صورتِ حال واضح نہ ہو جائے۔"

"باہر کی خبریں میں بہ آسانی حاصل کر سکتی ہوں۔ میں نے اس کے انتظامات کیے ہوئے ہیں۔" فاخرہ نے کہا۔

"مجھے باہر کے حالات سے پوری طرح باخبر رکھنا [illegible] بارے میں صحیح صورتِ حال سے آگاہی [illegible] نے کہا۔

فاخرہ [illegible] یہاں [illegible] ہم کے فیصلے سے [illegible] خوش [illegible] تھی۔ [illegible] نے قید خانے کے ایک کمرے میں میرے آرام کا بندوبست [illegible] زیادہ وقت طاہر بقا کے ساتھ [illegible] کا کہنا تھا کہ اسے اپنے زخم مبارک محسوس ہوتے [illegible] کی قربت میسر آگئی ہے۔ [illegible]

[illegible]

صورتِ حال سے آگاہ رکھا تھا، اخبارات وغیرہ باقاعدگی سے روزانہ مل جاتے تھے اور میں انقلاب کے بارے میں ساری باتیں بڑی دلچسپی سے پڑھتا تھا۔ بہت کچھ ہوا تھا اس عرصے میں۔ انقلاب کے تیسرے دن ایک اعلان کیا گیا تھا کہ والٹو موبائے زندہ ہے اور باغیوں کی سرکوبی کی تیاریاں کر رہا ہے لیکن دوسرے دن اس خبر کی تردید کر دی گئی۔ موبائے کی لاش شناخت کر لی گئی تھی اور ان لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا جو موبائے کے حامی تھے۔

ساتویں دن کے اخبارات میں جنرل ٹیرس کا ایک تفصیلی بیان چھپا تھا، اس میں اس نے انقلاب کی پوری تفصیل بتائی تھی اور یہ اس کی پالیسی کا اعلان بھی تھا لیکن یہ تفصیل مجھے اچھی نہیں لگی۔ ٹیرس نے اپنے بیان میں کہا تھا۔

"اس انقلاب کی بے شمار وجوہات ہیں اور میرے خیال میں یہ انقلاب ناگزیر تھا۔ موبائے آمرانہ ذہن کا انسان تھا اور جمہوریت کے اس دور میں شہنشاہیت تباہی کا دوسرا نام ہے۔ وہ عیاش طبع تھا اور اسے زیرِ اثر رکھنے کے لیے اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا جا رہا تھا۔ یہ وطن ہم سب کا ہے۔ ہم اسے ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں لانا چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ گوٹے ہل اپنے علاقے کی نمائندگی کرے اور ایک مثالی مملکت بن جائے، کسی قسم کا بیرونی دباؤ اس کی خود مختاری پر اثر انداز نہ ہو۔ ہم ایک آزاد قوم کی حیثیت سے ابھرنا چاہتے ہیں لیکن موبائے اپنی فطرت کی وجہ سے بہت سے ملکوں کے دباؤ میں آ چکا تھا۔ اس نے ہماری سرزمین پر ایسے لوگوں کو جگہ دی تھی جو دوسروں کے خلاف نبرد آزما تھے۔ گوٹے ہل کی زمین پر اسرائیل نے ایک ایٹمی پلانٹ قائم کیا تھا جو امریکی یہودیوں کے دباؤ کی وجہ سے قائم ہوا تھا۔ میں اور میرے جیسے لاتعداد محبِ وطن یہ بات برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ ہم کچھ ایسے لوگوں کے خلاف جارحیت کا ساتھ دیں جنھیں بے وطن کر دیا گیا ہے۔ میں نے والٹو موبائے سے کئی بار اس موضوع پر گفتگو کی لیکن موبائے یہودی سازش کا شکار تھا۔ امریکی حکومت نے اسرائیل کی حمایت کی تھی اور یہاں انھیں قدم جمانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ ذاتی طور پر میں کسی ملک کے خلاف نہیں ہوں، ہم کسی ملک کے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے لیکن میں یہ بھی پسند نہیں کرتا تھا کہ کچھ اور لوگوں کو ہم سے یہ شکایت پیدا ہو کہ ہماری زمین پر ان کے خلاف کام کیا جا رہا ہے چنانچہ والٹو موبائے سے میری اس سلسلے میں گفت و شنید ناکام ہو گئی۔ میں حکومتِ امریکا سے بھی گوٹے ہل کے تعلقات [illegible] پر رکھنا چاہتا ہوں لیکن کسی بھی ایسی شکل میں نہیں جس سے گوٹے ہل کی داخلی و خارجی پالیسی متاثر ہو۔ سب ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہمارے دوست ہیں، ہم اسرائیل سے سفارتی تعلقات رکھنا چاہتے ہیں لیکن صرف سفارتی آداب کے مطابق۔ ہم اس کے لیے کسی قسم کا کوئی کام نہیں کرنا چاہتے، خاص طور سے ایسا کوئی کام جو عربوں کے خلاف ہو، کیونکہ عربوں سے بھی ہماری دوستی ہے۔ میں نے اس انقلاب کے سلسلے میں جو تانے بانے بُنے تھے، ان میں اتنے سُقم تھے کہ میں خود اس انقلاب کی کامیابی سے مطمئن نہیں تھا۔ خاص طور پر مجھے امریکن ادارے اور والٹوموبائے کے دوستوں کی طرف سے تشویش تھی۔ ان میں گرین پول کی طرف سے متعین کیے ہوئے دہشت گرد سب سے بڑی رکاوٹ بن سکتے تھے لیکن ایک شخص نے پانسہ میرے حق میں پلٹ دیا، اپنی اس کامیابی کے ذیل میں مَیں اس کا نام لینے پر مجبور ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ اس بات کو پسند کرے گا یا نہیں۔ تاہم میں اپنی سپاس گزاری کا اظہار کرتے ہوئے علی یار خان کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، یہ شخص فلسطینی نظریات کا حامی ہے اور عجیب و غریب انداز میں مجھ تک پہنچا تھا اور میں اس بات کا اعتراف کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا کہ اس انقلاب کی کامیابی میں، میں اپنے آپ کو نمبر دو پر رکھتا ہوں۔ علی یار خان نے میری ذہنی تربیت کی اور اس کے عظیم دماغ نے مجھے وہ نکتے سمجھائے جن پر چل کر میں کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا لیکن جب میں دل کی گہرائیوں سے اپنی کامیابی کا اعلان کرتا ہوں تو میرے سینے میں موجود دل مجھے چین نہیں لینے دیتا اور مجبور کرتا ہے کہ میں علی یار خان کا نام لوں اور اس کے تعاون کا اعتراف کروں۔ اگر علی یار خان مجھے انقلاب کے بعد مل جاتا تو میں اس سے مشورہ کیے بغیر کبھی یہ بیان نہیں دیتا لیکن میری بدقسمتی ہے کہ وہ عظیم ہستی میری نگاہوں سے روپوش ہو چکی ہے۔ میں ایک بار پھر اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اگر علی یار خان کی اعلیٰ ذہانت میری معاون نہ ہوتی تو گوٹے ہل میں میری کامیابی تقریباً ناممکن تھی۔ گرین پول کے تعاون سے ایک ایسا منصوبہ تیار کر لیا گیا تھا جس کی بنا پر باغیوں کو چند گھنٹوں کے اندر اندر کچل دیا جاتا اور والٹوموبائے ایک بار پھر اپنی اصل حیثیت سے نمودار ہو جاتا۔ یہ کارنامہ والٹوموبائے کا نہیں تھا بلکہ ان کے ان حلیفوں کا تھا جو اس کے ذریعے گوٹے ہل میں اپنے مفادات حاصل کر رہے تھے۔ علی یار خان کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ایک بار پھر میں اپنے عوام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ کسی بھی شکل میں مل جائے تو اُسے مجھ تک پہنچا دیا جائے۔ میں اس کے لیے بے چین ہوں۔"

جنرل ٹیرس کا بیان کافی طویل تھا اور اس نے میرے لیے جو کچھ کہا تھا، وہ مجھے شرمندہ بھی کرتا تھا اور پریشان بھی۔ میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا، میں اپنی ذات کو اس میں باقاعدہ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن جو کچھ ہوا تھا، اب اُسے واپس نہیں لایا جا سکتا تھا۔ جنرل ٹیرس نے بہت کھُل کر امریکی ایجنسیوں اور گرین پول کا نام لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میرا ... کے ------ بعد تہذیب نام ... پر کیا گزرے ... لیا جا سکتا تھا، سب کچھ بے سود تھا۔ میں اپنے آپ کو ... قیمت پر منظرِ عام پر لانا نہیں چاہتا تھا۔ البتہ اب یہ سوچ رہا ... جنرل ٹیرس سے ایک ملاقات ضرور کر لی جائے تاکہ فاخرہ ... کو یہاں سے نکالنے کا بندوبست کیا جا سکے۔

جنرل ٹیرس نے اسرائیلی ایٹمی پلانٹ کے بارے میں بھی کھُل کر بات کی تھی لیکن اس کا کوئی تذکرہ کسی اخبار میں نہیں ... تھا کہ اسرائیلی ایٹمی پلانٹ تباہ کر دیا گیا ہے۔ اس کی ذمے داری گوٹے ہل پر بھی عائد ہو سکتی تھی اور اس طرح گوٹے ہل اسرائیل ... انتقام کا نشانہ بھی بن سکتا تھا لیکن یہ جنرل کے ذاتی معاملات تھے۔ فاخرہ یعقوبی اور دوسرے لوگ اس بیان کو پڑھ کر خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے۔ طاہر بقا نے مسکراتے ہوئے ... سے کہا تھا۔ "باقی ساری باتیں اپنی جگہ علی! لیکن جنرل کے اعتراف نے میرے دل میں اس کے لیے عقیدت پیدا کر دی ہے۔ یہ بڑی بات ہے کہ اتنے بڑے عہدے پر فائز ہوتے ہوئے اور انقلاب کا ... ہونے کے باوجود اس طرح کسی کی خدمات اور صلاحیتوں کا اعتراف کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اس پر حیران تھا۔"

"کس بات پر طاہر؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہی کہ اتنا بڑا منصوبہ اس شخص نے کیسے بنایا؟ جنرل ٹیرس نے بہت سوچ سمجھ کر اس انقلاب کے لیے تمام پوائنٹس مرتب کیے ہوں گے لیکن اس کے بعد وہ اس طرح تمہارے زیرِ اثر آ گیا کہ ایک ایک کام تم سے پوچھ کر کرتا رہا اور بالآخر تم نے اسے کامیابی سے ہمکنار کر دیا۔"

"ہاں، اور اس کے ساتھ ساتھ ہی لاتعداد دشمنیاں مول لے لیں۔ تمہیں علم نہیں طاہر بقا کہ میں کیسے کیسے حالات سے گزرا ہوں، کس کس طرح سی آئی اے سے بچتا رہا ہوں۔"

"میں تو تمہاری زندگی کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا خواہشمند ہوں علی! لیکن تمہیں مجبور کیسے کروں؟"

"بس اگر میری زندگی کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو بس اتنا سمجھ لو کہ میں نے اپنا ماضی، اپنا حال اور اپنا مستقبل ایک عظیم مقصد کے لیے وقف کر دیا ہے۔ یہ تو راستے کی کہانیاں ہیں جو درمیان میں آتی رہتی ہیں۔"

"بڑی بات ہے! اگر کبھی ہم فلسطین میں داخل ہوئے

اور وہاں پہنچ کر ہم نے اپنے گھروں کو دوبارہ تعمیر کیا اور اپنی الگ دنیا بسائی تو ہم بھی علی یار خان! اسی طرح اپنے جذبات کا اظہار کریں گے اور دنیا کو بتائیں گے کہ ہمارے ایک پاکستانی بھائی نے ہمارے لیے کیا کچھ کیا۔" طاہر بقا کی آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی آ گئی تھی۔ میں بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

اسی شام میں نے فاخرہ یعقوبی سے کہا۔ "فاخرہ! اب مناسب ہو گا کہ میں جنرل ٹیرس سے ملاقات کروں۔ اس بیان کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ جنرل اپنا اقتدار مستحکم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے اور کھُل کر منظرِ عام پر آ گیا ہے۔ اب تمہیں یہاں سے نکالنے میں اسے کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ جنرل سے پہلے تمہارا معاملہ طے کر لوں۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے علی! لیکن ایک سوال میں اور کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں، ہاں کہو۔"

"کیا آپ ہمارے ساتھ نہیں چلیں گے؟"

"نہیں فاخرہ! ابھی مجھے نئے جہانوں کی سیر کرنے دو۔"

"تھوڑے دنوں کے لیے ہی سہی، ہم ان خوشیوں میں ساتھ ساتھ شریک ہونا چاہتے ہیں۔"

"میں کسی بھی وقت تم سے آ کر مل سکتا ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ فاخرہ نے اس سلسلے میں ضد نہیں کی تھی۔

دوسرے دن میں نے جنرل ٹیرس سے ملنے کا پروگرام بنایا۔ گوٹے ہل میں کوئی خاص تبدیلی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جنرل ٹیرس کو نئے حکمران کی حیثیت سے خوشدلی سے قبول کر لیا گیا ہے۔

جنرل ٹیرس سے ملاقات کے لیے والٹوموبائے کے محل جانا پڑا۔ جب میں محل کے نزدیک پہنچا تو مجھے دُور دُور تک فوجی پہرہ نظر آیا۔ میں نے ایک فوجی افسر سے رابطہ قائم کیا اور جنرل ٹیرس کے بارے میں سوال کیا۔ فوجی افسر مجھے کڑی نگاہوں سے گھورنے لگا تھا۔

"آپ کون ہیں، جنرل ٹیرس سے آپ کا کیا واسطہ ہے، کیوں ملنا چاہتے ہیں آپ ان سے؟"

"میں جانتا ہوں کہ جنرل اس وقت شدید مصروفیات کا شکار ہوں گے لیکن اس کے باوجود وہ مجھ سے ملنا پسند کریں گے۔"

"میں معذرت خواہ ہوں۔ جنرل سے کسی قیمت پر آپ کی ملاقات نہیں ہو سکتی، البتہ آپ اپنا پیغام دے دیجیے۔" آفیسر نے میرے شریفانہ لہجے سے متاثر ہو کر خود بھی شرافت سے کہا۔

"بہتر ہے جس وقت بھی آپ کو موقع ملے، آپ جنرل سے کہہ دیجیے کہ علی یار خان آپ سے ملاقات کے لیے آیا تھا۔" آفیسر نے صبر و سکون سے یہ الفاظ سُنے لیکن دوسرے ہی لمحے وہ اس طرح اُچھل پڑا جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

"کیا نام بتایا آپ نے؟" اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"علی یار خان۔"

آفیسر ششدر رہ گیا تھا۔ پھر اس نے دو قدم آگے بڑھا کر کہا۔ "انتہائی معذرت خواہ ہوں، انتہائی شرمندہ ہوں۔ براہِ کرم تشریف لائیے۔" اور فوراً چٹکی بجا کر ایک طرف اشارہ کیا۔

تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی ایک جیپ اسٹارٹ ہو کر ہمارے پاس پہنچ گئی۔ آفیسر نے بڑے احترام سے مجھے جیپ کے پچھلے حصے میں بٹھایا اور خود ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میرا نام معلوم ہونے کے بعد وہ بڑی عقیدت اور احترام کا اظہار کر رہا تھا اور اس بات پر خوش بھی تھا کہ میں نے اس سے رابطہ قائم کیا اور وہ مجھے جنرل ٹیرس کے پاس لے جا رہا ہے۔

جیپ محل میں داخل ہوئی، یہاں پر بھی سخت پہرہ تھا۔ اور بڑے بڑے عہدیدار یہاں موجود تھے۔ جیپ کو روکا گیا، اور آفیسر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں میرے بارے میں ان لوگوں کو بتایا۔ خاصی دلچسپ صورتِ حال تھی۔ مجھے کسی بھی روک ٹوک کے بغیر جنرل ٹیرس کے پاس پہنچا دیا گیا جو والٹوموبائے کے محل میں ایک مخصوص ہال میں موجود تھا۔ جنرل کے پاس اس وقت کیتھی براؤن بھی موجود تھی اور چند اعلیٰ عہدیدار بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے لانے والے نے دروازے پر مجھے روکا نہیں تھا بلکہ صرف دستک دے کر اندر داخل ہو گیا تھا۔ یہ اس کی گھبراہٹ کا ثبوت تھا۔ اندر بیٹھے ہوئے لوگوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا اور پھر دوسرے ہی لمحے جنرل ٹیرس دیوانہ وار کھڑا ہو گیا۔

"آہ... میرے دوست علی یار! کہاں چلے گئے تھے تم! مت پریشان تھا میں تمہارے لیے۔" وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ میں نے بھی اس کا شانہ تھپتھپایا تھا۔ کیتھی براؤن بھی اُٹھ کر میرے نزدیک آ گئی۔

"تم نے ہمارے ساتھ ظلم کیا علی! ہمارے ساتھ ظلم کیا تم نے۔ ہماری ان خوشیوں میں ایک ایسی تکلیف دہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی جو تمہاری غیر موجودگی کی بنا پر تھی۔ ہم یہی سوچ رہے تھے کہ کہیں تم کسی حادثے کا شکار نہ ہو گئے ہو۔"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور بولا۔ "نہیں، ... میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جنرل ٹیرس نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا۔
پ لوگوں کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ آپ کے سامنے کون موجود ہے
راس وقت کے تمام پروگرام ملتوی۔ میں آج کا بقیہ دن اپنے
ت ... ے ساتھ گزاروں گا۔"

"ہم اپنے محترم دوست کے اعزاز میں جشن منائیں گے
ل! ہمیں اس کی اجازت دی جائے۔" ایک فوجی آفیسر نے کہا۔

"بالکل اجازت ہے لیکن ابھی نہیں، ابھی میں کچھ وقت ان ...
ے گفتگو میں گزاروں گا۔ میرا دوست مجھ تک پہنچ گیا ہے، میں اس
قیمتی مشورے حاصل کروں گا۔ آپ لوگ براہ کرم مجھے اس
ت تک ڈسٹرب نہ کریں جب تک میں خود آپ سے رابطہ قائم
وں۔ میں اپنا مکمل وقت اپنے دوست کو دینا چاہتا ہوں۔"

فوجی آفیسرز نے اپنی گردنیں خم کیں اور سب نے آگے بڑھ کر
ے ہاتھ ملائے اور اس کے بعد باہر نکل گئے۔ جنرل ٹیرس نے
ھے پورا پورا اعزاز دیا تھا۔ اس کے بعد وہ اس ہال نما کمرے میں رُکا نہیں
راس کمرے میں آ گیا جہاں والٹو موبائے کی پرائیویٹ نشست گاہ
ی۔ کیتھی جنرل ٹیرس کے ساتھ ساتھ ہی کمرے میں آئی تھی۔

جنرل ٹیرس نے مجھے بڑے احترام سے ایک صوفے پر بٹھاتے
ئے کہا۔ "سب سے پہلے یہ بتاؤ علی کہ تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"دوسری سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تم نے مجھے علی کی حیثیت
سے کیوں روشناس کرایا؟"

"اس لیے کہ میں علی یار خان کے بارے میں جانتا تھا اور
رکو کی حیثیت سے اس کا نام نہیں لینا چاہتا تھا۔"

"لیکن جنرل ...."

"قصور میرا نہیں ہے۔" جنرل ٹیرس نے مجھے جملہ پورا نہ
کرنے دیا۔ "اگر تم میرے پاس ہوتے تو شاید میں تمھاری ہدایات
کے مطابق تمھارا نام پوشیدہ رکھتا لیکن تم نہیں جانتے علی کہ میرے
ل میں کتنے وسوسے اور کتنا دُکھ تھا۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ
ہیں فاخرہ لعقوبی کے ساتھ تم ایٹمی پلانٹ کی تباہی کے سلسلے
ں کام نہ آ گئے ہو۔ ایٹمی پلانٹ کی تباہی کی اطلاع مجھے مل گئی تھی۔
یکن یہ پتا نہیں چل سکا تھا کہ اس سلسلے میں فلسطینی مجاہدین نے
کتنے شہید ہوئے۔ تم میری ذہنی کیفیت کا تجزیہ نہیں کر سکتے،
ا ید کیتھی تمھیں اس سلسلے میں بتا سکے۔"

"ہاں علی! تم یقین کرو ہمیں یوں محسوس ہو رہا تھا، جیسے
ہماری خوشیاں اُدھوری رہ گئی ہیں۔" کیتھی براؤن نے کہا۔

"میں تم لوگوں کی محبت سے سرشار ہوں۔"

"پہلے یہ بتاؤ علی کہ تمھارے نام کا اعلان کرنے سے تمھاری
سی ذاتی حیثیت کو تو نقصان نہیں پہنچا؟"

"نہیں، ایسے حالات میں میں نقصان پروف ہوں ...
میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا۔ خیر اس کے لیے اب تمھیں کو...
... نشن بھی نہیں کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔ اب دوسری بات بتاؤ۔ جو کچھ
ہوا اس میں کہیں کمی تو نہیں رہی؟"

"اب تم مجھے شرمندہ کر رہے ہو جنرل ٹیرس! تم اب اس
ملک کے حکمران ہو، میں بھلا یہ کیسے کہہ سکتا ہوں کہ تمھاری پالیسی
میں کہیں کوئی خرابی ہے یا کوئی کمی ہے۔"

"اس بات کو بھول جاؤ کہ میں کسی ملک کا حکمران ہوں بلکہ صرف
یہ یاد رکھو کہ اس وقت تمھاری حیثیت میری نگاہوں میں سب
سے برتر ہے۔"

"تمھارا شکریہ۔ تم خود اچھی فطرت کے مالک ہو۔ اس لیے
تم نے میرے اس چھوٹے سے کام کو اتنا بڑا درجہ دے دیا ہے۔"

"انکساری سے کام نہیں چلے گا۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا
کہ میں تمھارے لیے کیا کروں لیکن علی! اتنا سمجھ لو... اور ذہن نشین
کر لو کہ تمھارا پاؤں ہمیشہ میری گردن پر رہے گا۔ میں کبھی تمھارے
سامنے گردن نہیں اُٹھاؤں گا اور جو کچھ تم کہو گے اسے اپنا نصب العین
سمجھوں گا۔"

"میں اس کے لیے تمھارا شکر گزار ہوں جنرل! اور حقیقت
یہ ہے کہ مجھے اپنے ایسے عظیم دوستوں کے درمیان مسرت ہو رہی
ہے۔ میری طرف سے اپنی کامیابی کی دلی مبارک باد قبول کرو۔"

"یہ سب تمھاری کاوشوں کا نتیجہ ہے علی! کاش میں اپنے
دلی جذبات کا صحیح طور پر اظہار کر سکوں۔" جنرل ٹیرس بہت
زیادہ متاثر ہو گیا تھا۔

کیتھی براؤن مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر
اس نے کہا۔ "کچھ میری معروضات بھی ہیں مسٹر علی! سوال یہ پیدا
ہوتا ہے کہ کیا میں اس قابل نہیں تھی کہ آپ مجھے اپنی اصل شخصیت
سے آگاہ کر دیتے؟"

"میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں میڈم براؤن! آپ
اب گوٹے ہل کی خاتونِ اول ہیں۔" انھی باتوں میں خاصا وقت گزر
گیا اور آخر کار ہم پھر کام کی باتوں پر آ گئے۔ جنرل ٹیرس نے مجھے
انقلاب کے سلسلے میں تمام تفصیلات بتائیں۔ والٹو موبائے کی موت
کے بارے میں بھی بتایا اور اس کے بعد کچھ ایسے لوگوں کا ذکر کیا،
جو بعد میں منظرِ عام پر آئے تھے۔ پھر جنرل نے مجھ سے پوچھا کہ میں
اس دوران کہاں روپوش رہا ہوں؟ تو میں نے اسے فاخرہ لعقوبی
کے بارے میں بتایا اور یہ جان کر جنرل ٹیرس بہت خوش ہوا کہ
مجاہدین کو بہت زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ

فاخرہ لعقوبی سے اس کی ملاقات ضرور کرائی جائے تاکہ وہ اسے
خراجِ تحسین پیش کر سکے۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ اپنی پالیسی میں ایک
نمایاں فرق رکھے گا۔ اسرائیل سے اگر اس کے سفارتی تعلقات قائم
رہے تو ٹھیک ہے اور اگر اس کی جانب سے [illegible] کیا گیا
تو وہ اسے مسترد کر دے گا۔ وہ نہیں چاہتا کہ اسرائیلی اس سے کسی
قسم کا گٹھ جوڑ رکھیں۔

میں نے اس کے جواب میں کہا۔ "لیکن جنرل ٹیرس! تمھیں
اس کے جواب میں بھی ہوشیار رہنا پڑے گا کہ اس کے نتیجے میں...
اسرائیلی کوئی خطرناک قدم نہ اُٹھائیں۔ وہ انتقام پسند لوگ ہیں اور
اس سلسلے میں ان کے بہت سے کارنامے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔"

"اس کا بندوبست میں نے پہلے ہی کر لیا ہے مسٹر علی! ممکن
ہے اس میں کچھ خامیاں رہ گئی ہوں۔ پھر بھی آپ اطمینان رکھیں۔
کوشش تو میں یہی کروں گا کہ اسرائیلیوں کو اپنے ملک میں کسی قسم کی
سازش کا موقع نہ دوں لیکن اگر کچھ ہوا بھی تو میں اسے نہایت
خندہ پیشانی سے قبول کروں گا کیونکہ یہ میرے دوست کا معاملہ
ہے۔" کافی دیر تک ہم ان معاملات پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر
میں نے فاخرہ لعقوبی کے بارے میں بات کی۔

"میں چاہتا ہوں جنرل! کہ اُسے اعزاز و احترام کے
ساتھ بیروت بھجوا دیا جائے۔"

"میں ایک خصوصی طیارہ ان لوگوں کی روانگی کے لیے تیار
کرا دوں گا۔ وہ طیارہ ان تمام لوگوں کو لے کر بیروت چلا جائے گا۔"

"یہ مناسب نہیں ہو گا، اس طرح یہ طیارہ دوسروں کی
نگاہوں میں بھی آ سکتا ہے اور اس کو کوئی نقصان بھی پہنچ سکتا
ہے۔ ہم اسرائیلیوں کی طرف سے کسی بھی سازش کے ہر وقت
متوقع رہتے ہیں۔"

"تو پھر جس طرح آپ پسند کریں۔"

"بس عام لوگوں کی مانند میں انھیں یہاں سے نکال دینا
چاہتا ہوں۔"

"اس سلسلے میں حکومت گوٹے ہل کی مکمل خدمات حاضر ہیں۔"
جنرل ٹیرس نے کہا اور ہم اس موضوع پر دیر تک گفتگو کر کے
بالآخر ایک حل دریافت کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طرح
فاخرہ لعقوبی اپنے تمام ساتھیوں سمیت بہ آسانی بیروت پہنچ
سکتی تھی۔

جنرل ٹیرس نے والٹو موبائے کے محل ہی کے ایک حصے
میں میرے لیے رہائش کا بندوبست کیا اور اس کے بعد دوسرے
دن ایک خصوصی پروگرام ترتیب دیا گیا جس میں فوج کے اعلیٰ
عہدے داروں کو مدعو کیا گیا تھا اور یہ تقریب میرے اعزاز میں تھی۔

یہاں مجھے خصوصی طور پر خراجِ تحسین پیش کیا گیا اور بے شمار قیمتی
تحائف پیش کیے گئے جنھیں میں نے بعد میں جنرل ٹیرس کے حوالے
کرتے ہوئے کہا۔ "مجھ غریب الوطن کے لیے یہ تمام چیزیں بے معنی
ہیں جنرل! میرے لیے یہ سب ایک بوجھ کی حیثیت رکھتی ہیں۔
اس لیے مجھے یقین ہے کہ میرے دوست مجھے زیرِ بار نہیں کریں گے۔"

"تو پھر میں تمھیں کیا دوں علی یار خان؟ بہت کچھ دل چاہتا
ہے، بہت سے ارمان ہیں۔"

"بس جو کچھ مجھے مل گیا، وہ بہت کافی ہے۔ ہاں، ایک
بات بتاؤ، گرین پول کے سلسلے میں تم نے کیا کیا ہے؟"

"گرین پول کے نمائندوں کو تلاش کر لیا گیا ہے۔ اس میں
وہ لڑکی بھی موجود ہے جس کا نام تہذیب مالکم ایکس ہے۔ وہ
سب ہماری قید میں ہیں۔ ظاہر ہے ہم انھیں نہیں چھوڑ سکتے۔ ان
سے پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ وہ میرے دشمن تھے اور میں نے
اُن پر مقدمہ چلانے کی پوری طرح تیاریاں کر لی ہیں۔ انھیں انتہائی
احتیاط سے ایک جگہ قید کر دیا گیا ہے۔"

"کوئی زیادتی تو نہیں کی گئی ان کے ساتھ؟" میں نے
بے اختیار سوال کیا۔

جنرل ٹیرس چونک کر مجھے دیکھنے لگا، پھر آہستہ سے بولا۔
"صرف چند لوگوں پر تشدد کیا گیا تھا تاکہ وہ اپنا ٹھکانا بتا دیں۔"

"تہذیب مالکم ایکس تو ان میں نہیں تھی؟"

"نہیں۔" جنرل ٹیرس عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا
ہوا بولا۔

اس دوران کیتھی براؤن اُٹھ کر میرے پاس آ گئی تھی۔
اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "کیا کوئی ایسی
صورتِ حال ہے علی یار خان جو ..."

"نہیں میڈم براؤن! جس انداز میں آپ سوچ رہی ہیں،
وہ بات نہیں ہے لیکن وہ لڑکی میری محسن ہے، بڑے احسانات کیے
ہیں اس نے مجھ پر۔ کہانی طویل ہے ورنہ میں آپ کو ضرور سُناتا۔"

"نہیں مسٹر علی! اس لڑکی پر کوئی تشدد نہیں کیا گیا۔ وہ
ہماری قید میں ضرور ہے لیکن اس کے ساتھ کوئی ایسی بدسلوکی نہیں
کی جا رہی جو خلافِ انسانیت ہو۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"ان لوگوں تک تم پہنچے کس طرح جنرل؟"

"میرے آدمی ہر جگہ چوکس تھے، کیری مائن اسپتال پر بھی
نگاہ رکھی گئی تھی۔ جس وقت میں نے والٹو موبائے کے خلاف
عمل کیا اور یہ اطلاع کسی طرح باہر پہنچی تو فوراً ہی ان لوگوں نے
نقلی والٹو موبائے کو کیری مائن اسپتال سے لے جانے کی کوشش
کی اور اسی وقت وہ ہمارے شکنجے میں آ گئے۔ یہ چار افراد تھے،

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نھیں گرفتار کر کے ہم نے اپنی تحویل میں لے لیا اور پھر انھی کے ذریعے ہم نے گرین پول کے دوسرے نمائندوں کا سراغ لگایا اور ان پا مار کر انھیں بھی گرفتار کر لیا۔ وہ لڑکی تہذیب مالکم ایکس بھی انھی میں شامل تھی۔" جنرل ٹیرس نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔ میں خاموش رہا۔ وہ جنرل کو دیکھتا رہا۔ پھر جنرل نے پوچھا۔ "ان لوگوں کے بارے میں کیا ہدایت ہے علی؟"

"میں تم سے ان کے لیے کچھ رعایت طلب کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بذاتِ خود تمھارے مفادات کے خلاف نہیں تھے بلکہ ایک معقول رقم دے کر انھیں والٹوموبائے نے حاصل کیا تھا۔"

"مجھے علم ہے اس بات کا۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"تو جنرل ایسے لوگوں کے خلاف کوئی سخت کارروائی بہت زیادہ ضروری نہیں ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو میں کبھی تم سے رعایت حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتا۔"

"علی! تمھارے اور میرے درمیان یہ معاہدہ ہو گیا ہے کہ تم جو کچھ چاہو گے اس کے لیے مجھ سے کوئی تکلف نہیں برتو گے۔" جنرل ٹیرس نے کہا اور میں مسکرانے لگا۔

"ہاں جنرل! اس سلسلے میں میں کوئی تکلف نہیں برتنا چاہتا۔ میری خواہش ہے کہ تم ان تمام لوگوں کو عزت کے ساتھ اپنے ملک کی سرحدوں سے باہر نکال دو۔ اس کے علاوہ ان کے ساتھ کوئی کارروائی نہ کی جائے۔"

"ایسا ہی ہوگا علی! تم بالکل مطمئن رہو۔" جنرل ٹیرس نے کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

"یہ کام کب تک کر دو گے؟"

"فوراً۔ میں فوری طور پر ان کے لیے ہدایت جاری کیے دیتا ہوں۔" جنرل ٹیرس نے کہا اور میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ تہذیب مالکم ایکس کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا، وہ بہت تھا لیکن اس سے زیادہ میں اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ جنرل ٹیرس نے چونکہ مجھ سے اس کا وعدہ کر لیا تھا، اس لیے اب مجھے اطمینان تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کو مزید کوئی پریشانی نہیں ہوگی اور وہ بہ عافیت یہاں سے نکل جائے گی۔

دوسرے دن تقریباً شام کے ساڑھے چار بجے کی بات تھی۔ میں اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا کھڑکی سے باہر کے مناظر دیکھ رہا تھا کہ دفعتاً مجھے اس ٹرانسمیٹر پر ایک اشارہ موصول ہوا جو تہذیب نے مجھے دیا تھا اور اتفاق سے وہ اس وقت بھی میرے لباس میں موجود تھا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ ایک لمحے کے لیے میرے ہاتھ میں لرزش سی پیدا ہوئی تھی لیکن پھر میں نے سنبھل کر اسے آن کیا اور چہرے کے قریب کر لیا۔

"ہیلو،" میں نے آہستہ سے کہا۔ جواب میں چند لمحات خاموشی رہی۔ پھر تہذیب کی آواز سنائی دی۔

"علی! اس آواز میں ہزاروں سسکیاں چھپی ہوئی تھیں، ایک ایسی کیفیت تھی جس نے مجھے لرزا دیا۔ آواز پھر آئی "علی"،

"ہاں تہذیب! میں بول رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"زیادہ وقت نہیں لوں گی تمھارا علی! صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں، دل میں یہ حسرت تھی کہ مرنے سے پہلے تم سے کچھ باتیں کر لوں۔"

"کہو تہذیب۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"علی! خدا کی قسم زندگی میں لاکھوں بار جھوٹ بولنے کی ضرورت پیش آئی ہوگی اور میں نے جھوٹ بولا ہوگا لیکن اس وقت جو کچھ کہہ رہی ہوں، اپنے خدا کو حاضر و ناظر جان کر سچے دل سے کہہ رہی ہوں۔ جو کچھ ہوا ہے علی! اس سے یہ نہ سمجھنا کہ میرے دل میں تمھارے لیے کوئی شکایت پیدا ہوئی یا کوئی ایسا احساس جس میں تمھارے لیے نفرت یا کمتری کا کوئی جذبہ ہو بلکہ یہ نفرت تو مجھے اپنے وجود سے محسوس ہوئی، مجھے احساس ہوا کہ سب کچھ ہونے کے باوجود میں انتہائی بے وقوف ہوں اور مجھ میں دنیا داری کی صلاحیت نہیں ہے۔ میں انسانوں کو سمجھنے میں شدید غلطی کر سکتی ہوں علی! مجھے پہلے ہی سوچ لینا چاہیے تھا علی کہ تم کون ہو۔ وہ جو اپنی ذات، اپنا مستقبل، اپنی زندگی اپنے ایک مقصد کے لیے قربان کر سکتا ہے وہ بھلا اس موقعے کو اس طرح ہاتھ سے کیوں جانے دے گا۔ بے شک علی! تمھیں یہی کرنا چاہیے تھا جو تم نے کیا۔ ہاں علی، میں جانتی ہوں کہ والٹوموبائے دراصل اسرائیلیوں کے مفادات کا حامی تھا اور اس کی زندگی فلسطینیوں کے لیے نقصان دہ تھی۔ تم نے جو کچھ کیا، اپنے فرض کی تکمیل کے لیے کیا اور علی اس سے تمھارا مقام میرے دل میں اور بڑھ گیا ہے۔ میں تم سے یہ نہیں کہوں گی کہ تم مجھے اپنے دل کی بات بتا دیتے، کیونکہ میں اتنی فراخ دل ثابت نہ ہوتی۔ اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ میرے انکار سے یقیناً تمھارے لیے مسائل پیدا ہوتے اور تم وہ سب کچھ نہ کر سکتے جو تم نے کیا علی! میری طرف سے اپنی اس شاندار کامیابی پر مبارک باد قبول کرو۔ زندہ رہی اور حالات نے موقع دیا تو ایک بار خود تم سے مل کر تمھیں مبارک باد دوں گی۔ میں تمھاری شکر گزار بھی ہو گئی ہوں کیونکہ جانتی ہوں، ہم مجرموں کو یہاں سے عزت کے ساتھ کیوں واپس کیا جا رہا ہے۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ اور نہیں کہنا چاہتی۔" ٹرانسمیٹر پر یکلخت سلسلہ منقطع ہو گیا لیکن میرے دل پر ایک دم اداسیوں کے بادل چھا گئے تھے۔

اگر مجھ سے نفرت کا اظہار کرتی، بُرا بھلا کہتی اور تہذیب سے مستقبل میں انتقام لینے کی دھمکی دیتی تو شاید میرے دل پر کوئی بوجھ نہ رہتا لیکن اس کے لہجے اور الفاظ نے ایک عجیب سی کیفیت کا شکار کر دیا تھا۔ میں اس سے کچھ بھی نہیں کہہ سکا تھا۔ میرے دل میں بھی بہت کچھ تھا۔ میں اُس سے کہنا چاہتا تھا کہ تہذیب، جب تک معاملہ والٹوموبائے اور جنرل ٹیرس کا تھا، مجھے صرف تمھارے مشن سے دلچسپی تھی لیکن جب میرے سامنے وہ عظیم مقصد آ گیا جس کے لیے میں نے اپنی ذات کا تصور ہی ختم کر دیا ہے تو اس کے بعد دوسرے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ جنرل ٹیرس تنظیم کے لیے زیادہ مفید شخص ہے۔ میری ہمدردیاں اُسی کے ساتھ ہو سکتی تھیں۔ دل میں خیال پیدا ہوا کہ تہذیب سے اس سلسلے میں بات ضرور کی جائے۔ میں اسے بتاؤں کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ اس وقت جب میں اولیو ہاورڈ کی سازش کا شکار ہو کر فرانس پہنچا تھا اور اس کی نگاہوں سے روپوش ہو جانا چاہتا تھا، تہذیب نے میری مدد کی تھی اور درحقیقت اسی کی مدد سے میں نے ہاورڈ کے لگائے ہوئے پھندے کھولے تھے۔

میں نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر پر دوبارہ اس سے رابطے کی کوشش شروع کر دی لیکن اچانک ہی میں نے محسوس کیا کہ یہ ٹرانسمیٹر اب آرڈر میں نہیں ہے۔ اس کی فریکوئنسیز جام کر دی گئی تھیں۔ دیر تک سر کھپاتا رہا لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ پہلی کوشش اسی طرف سے ہوئی تھی۔ اب یقیناً خود تہذیب نے مجھ سے رابطے توڑ دیے تھے۔ افسوس ضرور تھا لیکن اس کی مرضی۔ میرے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں تھا۔ جو کچھ میں نے کیا تھا، اپنی ذات کے لیے نہیں کیا تھا۔ یہ تو میرا مسلک تھا۔

سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ جنرل ٹیرس نے اظہارِ عقیدت کے طور پر میرے نام کی تشہیر کی تھی لیکن اس کی یہ عقیدت میرے لیے مصیبت بن سکتی تھی۔ میری نشاندہی ہو گئی تھی اور اب میرے دشمنوں کو مجھ تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی۔ خاص طور سے اس شکل میں کہ امریکی نمائندے بھی یہاں موجود تھے۔ کیا ہاورڈ اب اس سے لاعلم ہوگا کہ اس کا شکار اس وقت گوٹے ہل میں موجود ہے۔ گویا ایک بار پھر مشکلات کا آغاز ہو گیا۔ میرے لیے اب ضروری تھا کہ اپنا بچاؤ کروں اور جنرل ٹیرس کے خلوص کی قیمت ادا کروں۔

میں اپنی جگہ سے اٹھا ہی تھا کہ کیتھی براؤن بے تکلفی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ وہ مجھ سے بہت اُنسیت کرنے لگی تھی۔ "ہیلو،" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مس براؤن۔"

"سیماب کو ساکت دیکھ رہی ہوں! کیا یہ انوکھی بات نہیں ہے؟"

"بس ایسے ہی۔" میں نے گہری سانس لی۔

"کہیں جا رہے تھے؟"

"نہیں، یہاں بیٹھے بیٹھے بور ہو گیا تھا۔"

"بیٹھے کیوں تھے؟"

"اب کوئی اور کام بھی تو نہیں ہے مجھے۔"

"وقتی طور پر۔ ٹیرس سے میری اس موضوع پر بات چیت ہوئی ہے۔"

"کس موضوع پر؟"

"یہی کہ تمھیں بور نہ ہونے دیا جائے۔"

"یعنی!"

"بہت زیادہ مخلص لوگ بعض اوقات اپنے خلوص کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھانے والے انھیں گھیرے رکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم گوٹے ہل میں کچھ اور ذمے داریاں تمھارے سپرد کریں۔"

"گویا مجھے یہاں کوئی عہدہ دیا جائے گا؟"

"ہاں، تمھاری پسند کا۔ ابھی ہمیں تمھاری ضرورت ہے علی۔" کیتھی براؤن نے کہا۔

"جنرل ٹیرس اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟"

"وہ تم سے بہت عقیدت رکھتا ہے۔ کہہ رہا تھا کہ وہ یہ جرأت نہیں کر سکتا، یہ تمھاری توہین ہوگی۔"

"آپ نے کیا کہا؟"

"یہی کہ یہ کام میں کروں گی۔ اس کی وجہ جانتے ہو علی؟"

"بتاؤ؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ویسے علی، میں تم سے بہت متاثر ہو گئی ہوں۔ یقین جانو میں یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتی کہ اگر بہت پہلے ٹیرس دل میں نہ سما گیا ہوتا، تو شاید وہ تم ہی ہوتے جسے میں چاہتی۔ تمھاری شخصیت نے مجھے اتنا متاثر کیا ہے کہ اکثر میں تمھارے لیے بے چین رہی ہوں اور سوچتی رہی ہوں کہ کیا میں ٹیرس سے مخلص رہ سکتی ہوں۔ بعد میں یہی فیصلہ کیا کہ تم میری دنیا کے انسان نہیں ہو۔ ہاں، اگر تمھاری طرف سے اس سلسلے میں کوئی اقدام ہوتا تو شاید میں سب کچھ بھول جاتی۔"

کیتھی براؤن کے ان الفاظ نے مجھے ششدر کر دیا تھا۔ اس قدر بے باکی سے اتنی بڑی بات کہہ دینا بڑا مشکل کام تھا۔ یہ بات کیتھی براؤن کے کردار کو داغدار کرتی تھی لیکن پھر میں نے سوچا کہ یہ سب کچھ میں اپنے انداز میں سوچ رہا ہوں۔ یہ دوسری دنیا ہے، یہاں دوسرے لوگ رہتے ہیں اور ان کے اپنے نظریات اپنا ضابطۂ اخلاق ہے۔ کیتھی براؤن اتنی بے باکی سے مجھ سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اظہارِ عشق کر سکتی ہے یا کم از کم یہ بات کہہ سکتی ہے کہ وہ اپنی وفائیں تبدیل بھی ... ہے تو مجھے اتعجب نہ ہونا چاہیے .... لیکن اگر جنرل ٹیرس کو یہ سب معلوم ہو جائے تو صورت حال خاصی بگڑ بھی سکتی تھی۔

کیتھی براؤن میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی، دفعتاً وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "تم پریشانی کا شکار ہو گئے علی۔ حالانکہ جو خیال میرے ذہن میں آیا تھا، میں نے خود ہی اپنے آپ کو اس کے لیے سمجھا لیا۔ ہاں جو جذبہ میرے سینے میں موجزن ہوا تھا، میں نے اُسے تم سے چھپانا ضروری نہیں سمجھا اور یقین جانو تمھیں یہاں روکنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ میں تم پر ڈورے ڈالوں! بس یوں سمجھ لو کہ ایک خواہش ہے میرے سینے میں، وہ یہ کہ تم میری نگاہوں کے سامنے رہو۔"

"کیا میری یہاں موجودگی سے آپ جنرل ٹیرس سے مخلص رہ سکتی ہیں مس براؤن؟"

"میں نے کہا نا، یہ حالات پر منحصر ہے۔ میں نہیں جانتی کہ آئندہ کے حالات کیا ہوں گے۔"

"اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ آپ اس احمقانہ خیال کو اپنے ذہن میں جگہ ہی نہ دیں اور اس کے لیے میرا یہاں سے چلے جانا بے حد ضروری ہے۔"

"مجھے معاف کرنا علی! جنرل ٹیرس کی نسبت میں ذرا زیادہ بے تکلف مزاج رکھتی ہوں۔ مجھے بھی تم سے اتنی ہی محبت اور اتنی ہی عقیدت ہے جتنی جنرل ٹیرس کو بلکہ یوں سمجھو کہ میں ٹیرس سے کچھ قدم آگے ہوں۔"

میں احمقانہ انداز میں کیتھی براؤن کی شکل دیکھتا رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ وہ عورت ہے جس نے اپنے سوتیلے بھائی کو دامِ فریب میں الجھا کر بالآخر موت کے گھاٹ اتروا دیا تھا۔ میرے لیے اب ایک نئی مصیبت کا آغاز ہو گیا تھا چنانچہ گوٹے ہل سے جس قدر جلد ممکن ہو نکل جانا بہتر تھا لیکن اس شکل میں نہیں کہ میں کچھ اور لوگوں کو اپنے خلاف سازشوں پر آمادہ کر لوں اور خود کو نئے مسائل میں الجھا لوں۔

دفعتاً کیتھی براؤن کی نگاہ میرے قریب رکھے ہوئے اس چھوٹے سے ٹرانسمیٹر پر پڑی جسے میں ابھی تھوڑی دیر قبل چیک کر رہا تھا اور جس پر میں تہذیب مالکم ایکس سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ وہ چونک کر میرے قریب آگئی اور ٹرانسمیٹر اٹھا کر بولی۔ "یہ کیا ہے؟"

"ٹرانسمیٹر، ایک ناکارہ ٹرانسمیٹر۔"

"کیا مطلب؟"

"تہذیب مالکم ایکس سے رابطہ قائم کرنے کے لیے یہ میں نے اپنے پاس رکھا تھا۔"

"گویا، گرین پول کی اس نمائندہ سے تمھاری گفتگو ہوتی ...؟"

"نہیں ہوتی تو میں اپنے مشن میں کامیاب کیسے ہوتا؟"

"ایک بات تو تم مجھے بتا چکے ہو علی کہ تم اس لڑکی کو ... نہیں کرتے تھے۔"

"ہاں، وہ صرف میری دوست تھی، اُس نے ایک ... کے وقت میں میری مدد کی تھی اور اسی کی بنیاد پر میں اس لڑکی ... گرین پول میں شامل ہو کر آپ کے پاس پہنچا تھا مس کیتھی۔"

"اور آتے ہی ہم پر تم نے ایسا رعب قائم کر لیا تھا ... طور سے میں تو حیران رہ گئی تھی۔"

"اس وقت میں تہذیب مالکم ایکس کے ساتھ پوری ... مخلص تھا اور اگر معاملہ اسرائیلیوں کا نہ نکل آتا تو میڈم براؤن ... کی موجودہ شکل کچھ اور ہوتی۔"

"شکل ہوتی ہی نہیں، مجھے اغوا کرنے کے بعد تم لوگ ... مجھے قتل کر دیتے۔"

"ہاں، شاید ایسا ہی ہوتا۔" میں نے سرد مہری سے ...

"تو پھر یہ ٹرانسمیٹر تمھارے پاس یادگار کے طور پر رہ گیا ... یا اب بھی تمھارا اس سے رابطہ ہے؟"

"نہیں، اب یہ ناکارہ ہو گیا ہے ظاہر ہے، میں نے ... کے خلاف کام کیا تھا اور اب ہمارے درمیان مفاہمت ... کی وہ فضا قائم نہیں رہ سکتی تھی۔"

"واپسی کے وقت اس سے بات ہوئی تھی؟" کیتھی ... نے پوچھا۔

"ہاں، اس نے مجھ سے کوئی شکایت نہیں کی بلکہ ... وہ درحقیقت یہ بات بھول گئی تھی کہ میں پہلے تنظیم آزادی ... سے ہمدردی اور عقیدت رکھتا ہوں، بعد میں دوسرے ..."

"چلو خیر، تم نے اس کی جاں بخشی تو کرا دی، کیا یہ تمھاری ... یا محبت کا اظہار نہیں تھا؟"

"میں آج بھی اس کی بے پناہ عزت کرتا ہوں ... جو کچھ اس کے خلاف کیا، اس پر مجھے شرمندگی بھی ہے ... اس مقصد کی تکمیل کے لیے یہ ضروری تھا۔ ہاں، ایک بات ... مس کیتھی براؤن، آپ سے پوچھنا بھول ہی گیا تھا۔ یہ مسٹر ... تھا؟"

"کیوں، تمھیں اس کے بارے میں کیا معلوم ہے ...؟" براؤن نے چونک کر پوچھا۔

"بس یہ نام بار بار سامنے آیا ہے لیکن اس کی ... شناخت نہ ہو سکی۔"

"کچھ بھی نہیں تھا وہ، فرانس کا ایک خطرناک آدمی تھا جسے میں نے اپنے مقصد کے لیے انگیج کیا تھا لیکن زیادہ عرصے تک اس سے رابطہ قائم نہیں رہ سکا۔ وہ جرائم پیشہ تھا اور اتنے بڑے معاملے میں کوئی خاص کام نہیں کر سکتا تھا بلکہ یوں سمجھو گرین پول کے لیے میں نے اُسے مخصوص کیا تھا لیکن وہ گرین پول کی نمائندہ لڑکی کو بھی چیک نہیں کر سکا اور وہ بالآخر گوٹے ہل پہنچ گئی۔"

"گویا آپ نے بھی اچھے خاصے لمبے جال بچھائے ہوئے تھے؟"

"جنرل ٹیرس کی مدد سے ہم جو کچھ کر سکتے تھے، کر رہے تھے لیکن تم نے آکر کایا ہی پلٹ دی اور ماسٹر آف سچویشن بن گئے۔" کیتھی براؤن نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ کر بولی۔ "یہی تو وجہ ہے کہ میں تمھاری پرستار ہو گئی ہوں۔"

کیتھی براؤن سے کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی، اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے اٹھ کر باہر نکل آئے۔

جنرل ٹیرس سے رات کو کھانے پر بات چیت ہوئی اور اس نے بتایا کہ فاخرہ یعقوبی کو آج اس کے تمام ساتھیوں کے ساتھ باعزت طریقے سے روانہ کر دیا گیا ہے۔ وہ تم سے ملاقات کرنا چاہتی تھی لیکن جو انتظامات میں نے کیے تھے، ان کے تحت اس کا موقع نہیں تھا، چنانچہ وہ تمھیں سلام کہہ کر چلی گئی ہے۔

"وہ مناسب اور محفوظ طریقے سے بیروت تو پہنچ جائے گی نا؟"

"ہاں، مطمئن رہو علی۔ تمھاری جتنی ذمے داریاں ہیں اب وہ میرے شانوں پر ہیں اور میری خواہش ہے کہ تم مجھ پر کچھ مزید ذمے داریاں ڈالو تاکہ میں اپنے جذبۂ عقیدت کو تسکین دے سکوں۔"

"شکریہ جنرل! بات صرف تمھاری نہیں تھی، میرا اپنا مفاد بھی اس تمام کام سے وابستہ تھا، ہمارے اور تمھارے درمیان اب حساب برابر ہے۔"

فاخرہ یعقوبی اپنے مشن میں کامیاب ہو کر یہاں سے بہ آسانی نکل گئی تھی، یہ بات بھی میرے لیے خوشی کا باعث تھی۔ میرا ضمیر مطمئن تھا کہ میں نے تنظیم کے لیے اس سے دور رہ کر بھی کام کیا تھا اور اپنے مشن کی تکمیل کی تھی لیکن ایک بات شدت سے میرے ذہن میں چبھ رہی تھی کہ اب میرا مستقبل کیا ہوگا؟ کیا کرنا چاہیے مجھے؟ یہ تو صرف اتفاقات تھے۔ اولیو ہاورڈ کے ہاتھ سے نکلنے کے لیے ایک کوشش کی تھی جو بعد میں اتفاق سے یہ شکل اختیار کر گئی اور میں نے اپنا ایک چھوٹا سا ... لیکن اب تنظیم سے الگ رہ کر میں اس کے مفادات کے لیے کام کرنے کا کیا طریقہ اختیار کروں؟ اس سلسلے میں کوئی مناسب فیصلہ کرنا تھا۔ یہ بات تو طے ہو گئی تھی کہ میں تنظیم کے مقاصد سے الگ نہیں رہ سکتا۔ ایک چھوٹی سی غلط فہمی جو میرے بارے میں ہو گئی تھی اور جس کی بنا پر مجھے کچھ ذہنی صدمے پہنچائے گئے تھے، بے شک ایک حیثیت رکھتی تھی لیکن اتنی بھی نہیں کہ میں اُسے دل میں لیے بیٹھا رہتا۔ کیا ضروری تھا کہ جو کچھ کیا جائے اس کے احسانات بھی جتائے جائیں۔ یہ تو صرف ایک جذبۂ شوق تھا، ایک جہاد تھا جو ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں کر رہا تھا۔ آخر وہ لوگ بھی تو تھے جو چند مسلمانوں پر مظالم کی داستان سن کر طویل و عریض سفر طے کر کے بالآخر وہاں تک پہنچ گئے تھے جہاں ظالم موجود تھے اور ظالموں کو ایسا سبق دیا تھا کہ دنیا حیران رہ گئی تھی۔ وہ لوگ اُمتِ مسلمہ کے لیے اپنے دل میں ایک دردِ خاص رکھتے تھے، ان کے سینے خلوص اور اپنائیت کے جذبات سے سرشار تھے اور کسی بات کی انھیں پروا نہ تھی۔ نہ ستائش کی تمنا، نہ صلے کی پروا۔ تو پھر میں کیوں نہ ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی منزل کی طرف بڑھوں۔ اپنی زندگی تو میں اس کارِ خیر کے لیے وقف کر ہی چکا ہوں اور جو کچھ میں نے اب تک کیا تھا، اسی جذبے کے تحت کیا تھا، کسی اور کے لیے یہ سب کچھ میں نہیں کر رہا تھا لیکن اب اس کام کو مزید آگے بڑھانے کے لیے کچھ ٹھوس بنیادوں کا ہونا ضروری تھا جو مجھے بھی کوئی مضبوط مقام دے سکیں۔ میں کسی ایسی حیثیت کا طالب نہیں تھا جس کے تحت دوسروں سے ممتاز نظر آؤں لیکن کوئی بھی طویل المیعاد اور مستقل سلسلہ کچھ تحفظات کا طالب تو لازمی ہوتا ہے۔

جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن وغیرہ سے رخصت ہو کر رات کو میں اپنے کمرے میں آگیا اور کافی دیر تک گزشتہ واقعات پر غور کرتا رہا۔ تہذیب مالکم ایکس چلی گئی تھی۔ فاخرہ یعقوبی بھی رخصت ہو گئی تھی اور اب میں یہاں ایک بے مقصد زندگی گزار رہا تھا۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن احمقانہ باتیں سوچ رہے تھے۔ بھلا گوٹے ہل سے مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی اور وہاں رہ کر ان لوگوں کی حکومت میں شامل ہو کر اعلیٰ عہدیداریں کر میں کیا حاصل کر سکتا تھا۔ اپنی ذات کے لیے تو مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے تھا۔ چنانچہ میں نے یہی فیصلہ کیا کہ خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں گا، زیادہ جلدی بھی نہیں تھی، دو چار دن اگر مزید لگ جائیں تو کوئی حرج بھی نہیں تھا۔

دوسرے دن صبح دس بجے مجھے اطلاع ملی کہ کچھ اخباری نمائندے مجھ سے خصوصی ملاقات کے لیے آئے ہیں۔ اس دوران کئی بار پریس کانفرنس میں مجھے جانا پڑا تھا گو میں اس سے خوش نہیں تھا لیکن جنرل ٹیرس کی خواہش پر مجبور ہونا پڑتا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اب تک میں اس کے ساتھ ہی ان اخباری نمائندوں کے درمیان گیا تھا اور انھوں نے مجھ سے جو بھی سوالات کیے تھے، میں نے ان کے تسلی بخش جوابات دے دیے تھے۔ کیونکہ میری حیثیت منظرِ عام پر آچکی تھی اس لیے اب اُن سے کچھ چھپانا بے سود تھا۔ میں نے اپنے بیانات میں صاف کہہ دیا تھا کہ ہاں، میں ایک پاکستانی مسلمان ہوں اور فلسطینیوں کا ہمدرد ہوں۔ ان کے مفادات سے ایسا ہی مخلص ہوں جیسا کوئی فلسطینی خود ہو سکتا ہے۔

اس بار جو نمائندے آئے تھے، وہ غیر ملکی تھے اور گولڈیل کی تازہ صورتِ حال کے بارے میں رپورٹنگ کرنے آئے تھے۔ جس وقت جنرل ٹیرس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اُن سے ملاقات کروں اس وقت میں اپنے مخصوص کمرے میں موجود تھا۔ میں نے جنرل ٹیرس سے کہا کہ وہ بھی میرے ساتھ آنا چاہے تو آسکتا ہے لیکن اس نے اپنی مصروفیت کا بہانہ کیا اور وہاں سے چلا گیا۔

میں اس کمرے میں داخل ہو گیا جو ملاقات کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ نمائندوں کو ایک دوسرے کمرے میں بٹھایا گیا تھا اور کچھ لوگ انھیں مجھ تک پہنچانے پر مامور تھے۔ چنانچہ جو پہلی شخصیت میرے پاس پہنچی، اسے میں نے پہلے سرسری نگاہ سے دیکھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ میں اس شخصیت کو بخوبی پہچانتا تھا۔ پریس رپورٹر کی حیثیت سے وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ گلے میں کیمرا پڑا ہوا تھا۔ آنکھوں پر سنہرے فریم کی عینک اور ہاتھ میں پنسل اور نوٹ بک تھی۔

وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی ہوئی میرے نزدیک آرہی تھی۔ میں اپنی کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور آہستہ سے بولا "نائمہ برق!"

نائمہ نے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر ٹکا کر اپنے لرزتے ہوئے بدن کو سہارا دینے کی کوشش کی اور اس کے بعد کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے گردن جھکا لی تھی پھر دوسرے ہی لمحے اس کی سسکیاں اُبھرنے لگیں، وہ رو رہی تھی۔

"نائمہ پلیز، یہ کیا کر رہی ہو تم!" میں نے بے چینی سے کہا اور میز کے پیچھے سے نکل کر اس کے قریب آگیا۔ میں نے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھے اور نائمہ کی سسکیاں تیز ہو گئیں۔

"یہ بدنصیبی ہے ہماری کہ ہمیں اس طرح تم تک پہنچنے پر مجبور ہونا پڑا۔" اس نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"نائمہ خود کو سنبھالو پلیز! تمھیں دیکھ کر میں شدید حیرت کا شکار ہو گیا ہوں، براہِ کرم خود کو سنبھالو۔"

نائمہ نے چشمہ اتار کر میز پر رکھا، اپنے پرس سے [illegible] اور آنسو خشک کرنے لگی۔

"تعجب کی بات ہے! تم کون سے پریس کی رپورٹر ہو؟" میں نے کہا اور واپس اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔

نائمہ میز کی سطح پر دونوں کہنیاں ٹکا کر مجھے دیکھ [illegible] تھی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت نظر آرہی [illegible] اس نے کہا۔ "علی! براہِ کرم مجھ پر کوئی طنز نہ کرنا، تم جا[illegible] میں اس معاملے میں بے قصور تھی۔"

"نہیں نائمہ پلیز، اس طرح سوچا بھی نہ کرو کہ [illegible] یا تنظیم کے لیے دل میں کوئی بغض یا کینہ رکھتا ہوں۔"

"علی، ظاہر ہے میرا تعلق کسی پریس سے نہیں [illegible] پریس کارڈ حاصل کر کے یہاں تک پہنچی ہوں، صرف [illegible] ملاقات کرنے کے لیے۔"

"تنہا آئی ہو؟"

"ہاں۔"

"مجھے تم سے مل کر خوشی ہوئی ہے نائمہ۔" میں نے [illegible]

"واپس چلو علی... میرے ساتھ واپس چلو۔"

"کہاں؟"

"بیروت۔"

"کیوں؟" اس بار میرے لہجے میں ذرا سی تلخی ہو گئی تھی۔

"ہم سب کو معاف کر دو علی، ہمیں بہت جلد [illegible] کا احساس ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ تم [illegible] خطیر رقم جو تم پر الزام کا سبب بنی تھی، خیمہ بستیوں پر خر[illegible] آہستہ آہستہ یہ تمام تفصیلات سب کے علم میں آگئیں اور [illegible] کے بعد کئی دن تک سب پر سوگ کی سی کیفیت طاری ر[illegible] سب بے حد شرمندہ ہیں۔ تم سے، تمہارے وطن [illegible] نے کہا اور میرے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ پھیل [illegible]

"یہ اچھی بات ہے نائمہ اور میرا ذہن صاف ہو [illegible] اس بات پر کہ ان لوگوں کی غلط فہمیاں دُور ہو گئیں۔ غلط [illegible] ہونا ہی نہیں چاہیے تھیں۔ حالات کچھ بھی ہوتے لیکن [illegible] باہر کا انسان تھا نا۔ اس لیے وہ لوگ یہ سوچنے پر مجبور [illegible] کہ فلسطین میرا وطن تو نہیں ہے، میں نے تو اپنا گھر نہیں [illegible] سوچا گیا تھا نائمہ۔ اگر میں فلسطینی ہوتا تو میرے جذبا[ت] [illegible] سمجھا جاتا لیکن ایک پاکستانی کے لیے یہ خیال کیا گ[یا] [illegible] مفاد کے لیے فلسطینی مقاصد سے غداری بھی کر سکتا [illegible] صرف یہ شکوہ ہے نائمہ کہ اگر میرے ماضی پر ایک [illegible]

لی جاتی تو یہ احساس خود بخود دُور ہو سکتا تھا۔ یہ سوچا جا سکتا تھا کہ جس شخص نے اپنا ماضی، اپنا حال اور اپنا مستقبل کسی ایک مقصد کے لیے وقف کر دیا ہے۔ وہ تھوڑی سی رقم کے عوض یہ سب کچھ نہیں کر سکتا۔ تمھارا کیا خیال ہے نائمہ؟ سان فرانسسکو میں اس وقت جب میں نے ایبرن ہال میں اپنے جذبۂ جہاد کا اعلان کیا تھا اور وہاں سے نکل کر یہودی ٹولے کی سازشوں کا شکار ہو گیا تھا تو کیا ان سازشوں کے جواب میں جو کچھ میں نے کیا، اسے نہ کر کے کچھ رقم نہیں حاصل کر سکتا تھا اور پھر یہی تو ہو سکتا تھا کہ وہیں سے میں یہودیوں کا آلۂ کار بن جاتا ــــ سب کچھ ہو سکتا تھا اور اس کے عوض مجھے امریکا میں ایک باعزت شہری کی زندگی ملتی لیکن میں نے تنظیم میں رہ کر جو کچھ تمام یہودیوں کے خلاف کیا، اگر اس کا دس فیصد بھی میں تنظیم کے خلاف کرتا تو کیا اس کے بدلے میں میرے سامنے دولت کے انبار نہ لگ جاتے لیکن یہ سب کچھ نہ سوچا گیا بلکہ مجھے تنظیم سے الگ کر دیا گیا۔ اب تم مجھے بیروت کیوں لے جانا چاہتی ہو؟ میرا بھی اپنا ایک وجود ہے، ایک ضمیر ہے، زندگی کا ایک مقصد رکھتا ہوں۔ میں سان فرانسسکو سے بیروت تک جن مراحل سے گزرا اور تم لوگوں تک پہنچا وہ بڑے صبر آزما اور حوصلہ شکن تھے لیکن میں اپنی اس جدوجہد پر کسی سے داد کا طالب نہیں تھا۔ میرا مقصد صرف جہاد تھا اور میں اسی جذبے کے ساتھ تم تک پہنچا تھا کہ تمھارے ساتھ شامل ہو کر ان ضروریات کو معلوم کروں جو میرے ذریعے پوری ہو سکتی ہیں۔ میں نے یہی کیا۔ انسان اپنے طور پر بھی کسی مشن کی تکمیل کر سکتا ہے لیکن میں نے مناسب سمجھا تھا کہ اُن لوگوں کے زیرِ سایہ رہوں، جو بہر حال اس شعبے میں مجھ سے زیادہ تجربہ کار اور سینئر تھے۔ بیروت کی خیمہ بستیوں میں سسکتے ہوئے بے گھر فلسطینیوں کی درد و کرب میں ڈوبی ہوئی چیخیں ہر ذی روح کو متاثر کر سکتی ہیں۔ ایک انسان کی حیثیت سے میں ان بے گھر لوگوں کے لیے جو کچھ کر سکتا تھا، کرتا رہا اور کرتا رہوں گا۔ اس کے لیے مجھے تم لوگوں کا سہارا، تمھارا تعاون نہیں چاہیے جب تک مجھ سے ممکن ہو سکا اور جب تک تم لوگوں نے چاہا، میں تمھارے درمیان رہا اور اب میں اپنے مقصد کی تکمیل دنیا کے ہر گوشے میں کر سکتا ہوں، مجھے اپنی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے نائمہ۔ شاید تمھیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ میں صدف العیش سے تھوڑا سا متاثر ہوا تھا۔ ایک لڑکی کی حیثیت سے اُس نے مجھے متاثر کیا تھا، میں اگر چاہتا تو زندگی میں کچھ دلکشی پیدا کرنے کے لیے خود کو اپنے مقرر کردہ راستوں سے تھوڑا سا ہٹا سکتا تھا مگر میں نے یہ نہیں کیا، میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے یہی سوچا کہ مقصد کی تکمیل کے لیے بہتر ہے کہ انسان ہر قسم کے بوجھ سے آزاد رہے مگر اب نفرتوں کا شکار ہونے کے بعد میں نے اپنی دنیا تم لوگوں سے الگ کرلی ہے۔ میں تمھارے لیے نہیں، کسی کے لیے نہیں، صرف اپنے بے گھر اور مظلوم بھائیوں کے لیے ایک جذبۂ جہاد کے ساتھ میدانِ عمل میں اترا تھا اور آج بھی وہیں ہوں، یہ سب کچھ جو میں نے کیا۔ مجھ پر فرض تھا اور آئندہ بھی جو کچھ کروں گا وہ بھی میرا فریضہ ہوگا۔ تم اپنا تسلط مجھ پر قائم کرنے کی کوشش نہ کرو، میں تمھارے بس کی چیز نہیں ہوں۔" میرے لہجے میں بے پناہ جوش و غضب پیدا ہوگیا تھا۔

نائمہ پتھر کے بت کی طرح ساکت مجھے دیکھ رہی تھی وہ میرے چہرے کے آثار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھی۔

"میں تم لوگوں سے ناراض نہیں ہوں۔ میں تمھاری ذہنی کمزوری کو محسوس کرتا ہوں کہ علی یار خان کو تم لوگ سمجھ نہیں سکے، تم لوگوں نے اسے نوٹوں کی گڈیوں کے ذریعے تولا اور سمجھا کہ وہ ان کا غذوں کا ہم وزن ہے۔ یہی تمھاری بھول تھی نائمہ اب میں ایسی معمولی سوچ رکھنے والوں کے ساتھ کس طرح رہ سکتا ہوں۔ تم خود ہی اس کا فیصلہ کرو۔ بہرحال، تم دیکھو گی کہ میں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اسی مقصد کے لیے وقف کردیا ہے، تمھیں جگہ جگہ سے خبریں ملیں گی کہ میں نے یہودی ٹولے کو نقصان پہنچانے کے لیے کیا کچھ کیا ہے۔ انتظار کرو نائمہ آنے والے وقت کا۔ ایک چھوٹا سا نمونہ تم دیکھ چکی ہو، میں دنیا کے ہر اس گوشے میں جہاں مسلمانوں کے خلاف یہودی مصروفِ کار ہیں، پہنچ جاؤں گا اور ان کے خلاف کارروائی کروں گا، یہ میرا قطعی اور آخری فیصلہ ہے۔ میں ان کچے ذہنوں کے درمیان نہیں جانا چاہتا جو مجھے سمجھنے کے قابل نہ ہوں۔" نائمہ اب بھی خاموش تھی، میں جتنا کچھ کہہ چکا تھا اس سے میرے دل کا غبار نکل گیا تھا۔ ایک طویل عرصہ میں نے جن شعلوں میں جلتے ہوئے گزارا تھا، آج وہ سرد ہوگئے تھے۔ میں نے اپنے الفاظ ان لوگوں تک پہنچا دیے تھے، ان پر اپنی برتری ثابت کر دی تھی۔ میرے جذبے سچے تھے لیکن جوش کے عالم میں، میں نے نائمہ سے جو کچھ کہا تھا، اس سے مستقبل کے لیے ایک راہ بھی نکل آئی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ میں دنیا کے ہر اس گوشے میں جہاں مسلمانوں کے خلاف کام ہو رہا ہے، یہودیوں سے برسرِ پیکار رہوں گا اور یہ خیال میرے ذہن میں ایک دم روشن ہوگیا تھا۔ کیا واقعی زندگی گزارنے کا اس سے خوب صورت طریقہ اور کوئی ہو سکتا ہے۔ مقصد کے لیے لڑتے رہو اور اس وقت تک لڑو جب تک کہ سینے میں سانس باقی ہے اور جب سانسوں کا سلسلہ ختم ہو جائے تو سکون کی آغوش میں جا سوؤ۔ چنانچہ یہ

احساس میرے سینے میں جاگزیں ہوگیا۔

نائمہ تھوڑی دیر تک بیٹھی رہی پھر اس نے آہستہ سے [...] "تمھاری ایک تصویر بنا لوں علی؟" اس کا لہجہ بڑا پژمردہ تھا۔

"نائمہ! میں تمھاری عزت کرتا ہوں، ہم لوگ کافی عرصہ تک ساتھ رہے ہیں، مجھ سے ایسے سوالات نہ کرو جن سے [...] دکھ ہو؟"

"تمھاری ایک تصویر بنا لوں علی؟" نائمہ نے اسی ا[نداز] میں پھر کہا۔

"کہا نا میں نے بنا لو۔"

نائمہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے کیمرے سے میری کئی تص[ویریں] اتاریں اور پھر آہستہ سے بولی "تم ٹھیک کہتے ہو، شاید کبھی [...] ہی ہاتھ آتے ہیں، نکل جائیں تو دوبارہ ان پر قابو پانا مشکل ہ[و جاتا] ہے۔ خدا حافظ۔" یہ کہہ کر وہ واپس مڑ گئی۔

میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ذہن [...] سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ اپنے الفاظ کی بازگشت میں سن رہا تھا [...] میرے اپنے کانوں میں میری آواز گونج رہی تھی اور اس [...] یہ آواز سن کر میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ میں نے جو کچھ کہا، کہ[اں] تک غلط تھا اور کہاں تک صحیح لیکن میرے دل پر [...] کی کوئی چوٹ نہ پڑی۔ یہ سچ ہی تو تھا ان لوگوں نے میرے جذ[بات] کا مذاق اڑایا تھا، جذبات جو شاید شیشے سے بھی نازک ہوتے [ہیں] شیشے ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو جاتے ہیں لیکن جذبات کے ریزے تلا[ش] کرنا بھی مشکل کام ہے جب جذبے ٹوٹتے ہیں تو اس طرح بکھر [جاتے] ہیں کہ انھیں سمیٹنا مشکل ہو جائے۔ میرے سینے میں ملک و قو[م] اور بے خانماں لوگوں کے لیے جو جگہ تھی وہ چند افراد کی بے اعتنا[ئی] چھین نہیں سکتی تھی لیکن ان بے اعتنا افراد سے علیحدگی میرا [حق] تھا۔ میں ان کا تنخواہ دار نہیں تھا اور نہ ہی میری ذات ان لو[گوں] کی رہینِ منت تھی۔ میں نے جو کچھ کیا تھا، اپنے جذبوں کے [تحت] اپنی مرضی سے کیا تھا اور اب بھی جو کچھ کروں گا، وہ اپنی مرضی [سے] کروں گا۔ دوسروں کا تسلط گرانی پیدا کر دیتا ہے۔ یہاں گوٹے [ہل] میں نے جو کچھ کیا تھا، وہ کسی کو دکھانے کے لیے نہیں کیا تھا [...] جنرل ٹیرس میرے نام کی تشہیر نہ کر دیتا تو میں کبھی یہ پسند نہ [کرتا کہ] کوئی میرے احسان کو دہرائے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس دو[ران] ناخرہ یعقوبی سے ملاقات ہوگئی تھی اور وہ ایک فلسطینی مج[اہدہ] تھی اگر وہ بیروت پہنچنے کے بعد میرا تذکرہ کرتی تو دوسری [بات] تھی ورنہ میں خود کبھی اپنا کارنامہ بیان کرتے کہیں نہ جاتا۔

[...] مذہب عالم ایکس کے سلسلے میں آج تک میں نے [...] نہیں سوچا تھا لیکن اب جب کہ وہ ایک مختصر سی [...]

گفتگو کرکے چلی گئی تھی تو میرے دل میں اس کا احساس ابھر رہا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس کے اسے سنگین نتائج بھی بھگتنے پڑ سکتے تھے، ممکن ہے گرین لیول کی طرف سے سزائیں دی جائیں اور آئندہ کے لیے معطل کر دیا جائے یا اگر اس جماعت میں بھی کچھ انتہاپسند ہوئے تو ممکن ہے کہ ان انتہاپسندوں کا جذبۂ جنون تہذیب کو زندہ نہ رہنے دے۔ بہرحال، وہ لڑکی میری ذات کی وجہ سے ماری گئی تھی اور اب میں کچھ نہیں کرسکتا تھا چنانچہ بہتر یہی تھا کہ اسے بھول جاؤں۔ اونیوہاورڈ کے سلسلے میں بھی مجھے خطرہ تھا۔ یقیناً اب جب اسے میرے بارے میں علم ہو جائے گا تو وہ گوٹے ہل تک پہنچنے کی کوشش کرے گا یا پھر کم از کم ایسے راستے ضرور منتخب کرے گا جن پر اسے میرے پہنچنے کی توقع ہو۔

خیالات کی رو شاید کچھ اور آگے بڑھتی مگر میرے لیے مخصوص کیے ہوئے خصوصی ملازم نے مجھے اطلاع دی کہ اخباری نمائندوں میں سے دو افراد مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔

"میں اب کسی سے نہیں ملوں گا۔" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"جو حکم جناب۔ وہ بہت دیر سے بیٹھے ہوئے ہیں اور میں ان سے وعدہ کرچکا ہوں، میرا مطلب ہے کہ آپ کے حکم کے مطابق۔" میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر ان دونوں کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ملازم سے کہہ دیا تھا کہ ان کے بعد اگر کوئی اور ہو تو اسے اندر نہ آنے دیا جائے بلکہ معذرت کرلی جائے۔ آنے والا ایک دراز قامت اور ورزشی بدن کا مالک سفید رو شخص تھا جس کے چہرے پر جھرّیاں سی پڑی ہوئی تھیں۔ دوسری ایک سڈول بدن کی خوب صورت سی لڑکی تھی۔ دونوں ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے میرے سامنے آئے، مجھ سے مصافحہ کیا اور کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"علی یار خان! آپ نے گوٹے ہل کے لیے جنرل ٹیرس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کس طرح کیا؟" مرد نے سوال کیا۔

"میں بے شمار اخباری نمائندوں کو بتا چکا ہوں کہ یہ فیصلہ صرف اتفاقیہ تھا اور جہاں تک فلسطین کا تعلق ہے تو میں یہ بتا دوں کہ ان معاملات سے فلسطین کا تعلق میری دلچسپیوں کو مزید بڑھانے کا سبب بنا۔" میں نے جواب دیا۔

"علی یار خان! آپ نے جنرل ٹیرس کے سلسلے میں جو پلاننگ کی تھی، کیا آپ کو یقین تھا کہ آپ والٹوموبائے کو کراس کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟" لڑکی نے پوچھا۔

"اس طرح کے معاملات میں کوئی بات آخری حد تک یقینی نہیں ہوتی۔ ویسے بھی یہاں صورتِ حال بہت پیچیدہ تھی۔ مجھے صرف اپنے کام سے دلچسپی تھی۔ میں یہی چاہتا تھا کہ اسرائیلی ایٹمی منصوبہ یہاں پروان نہ چڑھنے پائے۔"

"علی یار خان! آپ نے برکلے یونیورسٹی سان فرانسسکو میں قانون کی تعلیم سے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا..." مرد نے کہنا شروع کیا لیکن میں نے درمیان میں اس کی بات کاٹ دی۔

"نہیں، زندگی کا آغاز تو میں نے اس وقت کیا تھا جب اپنے پاک وطن کی سرسبز و شاداب لہلہاتی ہوئی زمینوں پر آنکھ کھولی تھی۔ زندگی کی ابتدا تو وہیں سے ہوئی تھی، بعد کے واقعات صرف گردشِ وقت کا نتیجہ تھے۔"

"کیا تنظیم آزادیٔ فلسطین میں شامل ہونے کے بعد آپ نے اپنے وطن کا رخ نہیں کیا؟"

"نہیں۔"

"اس کی وجہ پوچھ سکتی ہوں علی یار خان؟" لڑکی نے سوال کیا۔

"ہاں۔ میں نے یہی سوچا تھا کہ قانون کی تعلیم مکمل کرکے اپنے وطن واپس جاؤں گا اور وہاں اپنی ذمے داریاں سنبھال لوں گا لیکن گردشِ وقت نے جب میرے لیے ایک دوسرا راستہ منتخب کردیا تو میں اسی پر چل پڑا، نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ، ایک نئی منزل کی جانب۔ اب کسی اور طرف دیکھنا میرے لیے مناسب بات نہ تھی۔"

"اور اگر اس کوشش میں آپ موت کا شکار ہوگئے تو؟"

"تو یہ میری سب سے بڑی خوش نصیبی ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا آپ صرف مذہبی بنیادوں پر اس حد تک جذباتی ہوئے ہیں؟"

"زیرن ہال کے واقعات اگر آپ کے علم میں ہوں تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اگر یہودی انتہاپسند دیوانگی کا مظاہرہ نہ کرتے تو بات شاید وہیں ختم ہو جاتی لیکن انھوں نے خود ایک دشمن تخلیق کیا اور اب جو کچھ ہے آپ کے سامنے ہے۔"

"سنا ہے سی آئی اے کا ایک یہودی افسر اونیوہاورڈ آپ کے پیچھے طویل عرصے تک لگا رہا ہے۔" مرد نے کہا اور ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں سنسنی سی ابھری۔ اونیوہاورڈ کے معاملات [...] تھے۔ اس شخص کو اتنی تفصیلات کیسے معلوم ہو[ئیں ...] نے پر اس نے مسکرا کر کہا۔ "میں ڈیلی کرائم کا رپورٹر ہوں مسٹر علی یار خان اور آپ جانتے ہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہ ہمارے اخبار کی پہنچ کہاں تک ہے، دراصل میں ایک بار مسٹر اولیو ہاورڈ کا انٹرویو بھی کر چکا ہوں اور اسی انٹرویو کے دوران آپ کا تذکرہ بھی درمیان میں آیا تھا۔"

"خاصے چہرہ شناس معلوم ہوتے ہیں آپ۔" میں نے خفیف سی مسکراہٹ سے کہا۔

"اس کے ساتھ ساتھ میں آپ کا عقیدت مند بھی ہوں علی یار خان! اس لیے کہ آپ نے تن تنہا اتنے بڑے عفریت کو بچا کر رکھ دیا ہے۔" رپورٹر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اپنا کیمرا سیدھا کر کے کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "پلیز! چند تصاویر۔"

میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ فوٹوگرافر تھوڑا سا پیچھے ہٹا، وہ تصویر کے لیے مناسب اینگل بنا رہا تھا۔ دو تین جگہیں تبدیل کر کے وہ عین اس جگہ پہنچ گیا جہاں کمرے کا دروازہ تھا۔ میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا اور نجانے کیوں میری چھٹی حس نے مجھے یہ احساس دلایا کہ کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ تصویر بنانے کے لیے اتنا پیچھے ہٹ جانا کیا معنی رکھتا ہے لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ وہ بالکل دروازے کے قریب کھڑا ہوا تھا، پھر اس نے جھک کر مجھے کیمرے کے لینس میں فوکس کیا اور بٹن دبانے والا ہی تھا کہ دفعتاً دروازہ زور سے کھلا۔

چونکہ وہ دروازے کے بالکل قریب کھڑا ہوا تھا اس لیے کھلنے والے کواڑوں سے اسے زوردار دھکا لگا اور اسی وقت کمرا تیز سرخ روشنی میں نہا گیا۔ آج تک جو کیمرے تصاویر لینے کے لیے ایجاد ہوئے ہیں ان میں فلیش لائٹ سفید ہی ہوتی ہے لیکن یہ سرخ فلیش لائٹ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ وہ شخص خود کو سنبھالنے کی کوشش میں اوندھے منہ گرتے گرتے بچا تھا اور تصویر لیتے وقت اس کے کیمرے کا رخ بدل گیا تھا۔ میرے بالکل سامنے رکھی ہوئی میز اس روشنی کی زد میں آئی تھی اور دوسرے ہی لمحے میں نے میز سے دھواں اٹھتے دیکھا۔ میری چھٹی حس جو کچھ کہہ رہی تھی وہ میرے سامنے آ گیا تھا۔ میز اس انداز میں سلگ رہی تھی کہ بات سمجھ میں ہی نہ آتی تھی۔ اندر آنے والا وہی سیاہ فام ملازم تھا جو اخباری رپورٹر کو مجھ سے ملاقات کرانے کی ڈیوٹی پر متعین تھا۔ وہ کسی کام سے اندر آیا تھا لیکن اس کی اچانک آمد میرے لیے زندگی کا باعث بن گئی تھی۔

دوسرے ہی لمحے مرد اخبار نویس نے آنے والے ملازم کے جبڑے پر ایک زوردار گھونسا رسید کیا اور برق رفتاری سے باہر چھلانگ لگا دی۔ لڑکی بھی اس کے پیچھے ہی دوڑی تھی لیکن یہ بھی اب اتفاق تھا یا اس کی بدقسمتی کہ وہ گرے ہوئے ملازم کے پیروں میں الجھ کر اوندھے منہ دروازے کی چوکھٹ میں جا پڑی تھی۔ میں اب تمام صورت حال کو سمجھ چکا تھا۔ میں نے بجلی کی سی پھرتی سے چھلانگ لگائی اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ باہر کچھ آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ مگر باہر مجھے سفید فام مرد کہیں نظر نہیں آیا۔ میں واپس پلٹا تو لڑکی اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں اس وقت ان میں سے ایک پر ہاتھ ڈال دینا چاہتا تھا چنانچہ میں نے لڑکی کو ہی غنیمت سمجھا اور اس کے بال پکڑ کر اسے ایک زوردار جھٹکا دیا۔ لڑکی سانپ کی طرح پلٹ گئی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھ میں چمکتے ہوئے سیاہ پستول کو دیکھا جو پلٹنے کے دوران اس نے نکال لیا تھا اور میری زوردار ٹھوکر اس کی کلائی پر پڑی۔ ایک تیز چیخ کے ساتھ پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا تھا۔ میں نے بال پکڑے پکڑے اسے اٹھا کر سیدھا کر دیا اور ایک الٹا ہاتھ اس کے منہ پر مارا۔ لڑکی کمرے کے وسط میں آ گری تھی۔ اس دوران وہ سیاہ فام ملازم بھی کھڑا ہو گیا تھا جس کے جبڑے پر رپورٹر نے گھونسا مارا تھا۔ وہ خوفزدہ انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے بھی باہر چھلانگ لگا دی۔ کمرے میں اب لڑکی اور میں رہ گئے تھے۔ آس پاس اور کوئی موجود نہیں تھا۔ میری نگاہیں لڑکی پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے اس میز کو دیکھا جو شعلے دیے بغیر سلگ سلگ کر راکھ ہو گئی تھی اور پھر اس طرح زمین پر بکھر گئی کہ آنکھوں کو یقین نہ آئے۔ اس کی سفید راکھ ہلکی ہلکی ہوا سے منتشر ہو رہی تھی۔ لڑکی نے ایک بار پھر اپنے آپ کو سنبھالا اور دروازے کی طرف دیکھا۔ میں اس کا مقصد سمجھ گیا اور میں نے پیچھے ہٹ کر دروازہ بند کر دیا۔

"تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اب تم میرے شکنجے میں ہو۔ اٹھو اور اس کرسی پر جا کر بیٹھ جاؤ۔" میں نے جھک کر اس کے ہاتھ سے نکلا ہوا پستول اٹھایا اور اسے اپنی جیب میں ڈال لیا۔ لڑکی خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ اس کی حسین آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں دیکھی جا سکتی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر اس کرسی پر جا بیٹھی جس کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا۔ میں تیز نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔ چند ہی لمحے بعد باہر دستک ہوئی اور میں پیچھے ہٹتا ہوا دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ پھر میں نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا۔ سیاہ فام ملازم کے ساتھ دو تین گارڈ اور اندر آ گئے تھے۔

"کیا رہا؟ کیا وہ نکل گیا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جی ہاں... جی ہاں جناب۔ ہم سمجھ ہی نہیں سکے تھے کہ معاملہ کیا ہے۔ وہ پھرتی سے باہر نکلا اور ایک کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔ وہ تو ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔" ایک گارڈ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہے جاؤ آرام کرو۔" میں نے کہا اور گارڈ اس لڑکی کو دیکھتے ہوئے واپس پلٹ گئے۔ ملازم دروازے میں کھڑا رہ گیا تھا لیکن میں نے اس سے بھی باہر جانے کے لیے کہا اور وہ باہر نکل گیا۔ ایک بار پھر میں نے دروازہ بند کر لیا تھا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"میریا سلائر۔" اس نے جواب دیا۔

"تمہارے ساتھی کا کیا نام تھا؟"

"ڈک ہارین۔" وہ بولی

"تمہارا تعلق کون سے اخبار سے ہے؟"

"کک... کسی اخبار سے نہیں۔" لڑکی سچ بولنے پر آمادہ تھی۔ شاید اس کو صورتِ حال کی سنگینی کا اندازہ ہو گیا تھا۔

"کون سے ملک سے تعلق رکھتے ہو تم لوگ؟"

"ہم امریکن ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"امریکن یہودی؟"

"ہاں۔ ہارین میرا عزیز بھی ہے۔"

"تعلق کس ادارے سے ہے؟" میں نے سوال کیا۔

لڑکی خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ تم مجھے یہاں سے نکل جانے دو؟"

"ہاں، ممکن ہو سکتا ہے بشرطیکہ تم اسی طرح سچ بولتی رہو۔"

"تو پھر سنو! میرا تعلق ایف بی آئی سے ہے اور ہمیں ہمارے ڈیپارٹمنٹ سے یہ ہدایت ملی تھی کہ تمہیں ختم کر دیں۔"

"یہ کیمرا کیسا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"بظاہر ایک عام کیمرا تھا لیکن اس میں کچھ تبدیلیاں کی گئی ہیں، فلیش لائٹ کی حد تک۔ وہ روشنی ایک مخصوص قسم کی روشنی ہے جو اپنے فوکس میں آئی ہوئی ہر شے کو ٹھنڈی آگ میں جلا دیتی ہے۔"

"ٹھنڈی آگ!"

"ہاں، بہت ٹھنڈی لیکن آگ۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"تمہارا کام صرف یہی تھا کہ مجھے ختم کر دو؟"

"ہاں ہمیں یہی ہدایت ملی تھی۔"

"اور یہ ہدایت دینے والا ڈینس ہیلے ہے؟"

"ہاں۔ وہی یہاں ہماری کمان کر رہا ہے۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟"

"یقین کرو، کسی کو نہیں معلوم، کوئی نہیں جانتا۔ یہ ایک ہدایت تھی جس پر عمل کرنے کے لیے ہمیں یہاں بھیجا گیا تھا اور اس وقت یہی طریقہ ممکن ہو سکتا تھا کہ ہم اخباری نمائندوں کی حیثیت سے تم تک پہنچ جائیں۔"

"باہر تمہارے کچھ اور ساتھی بھی موجود تھے؟"

"نہیں۔ ہم دونوں نہایت اعتماد کے ساتھ یہاں آئے تھے، تنہا۔"

"ڈک ہارین اس وقت کہاں ملے گا؟"

"وہ روپوش ہو چکا ہوگا اور اب اسے پانا آسان نہیں۔"

"تم یہاں سے کہاں واپس جاؤ گی؟"

"بینگل کارنر کے فلیٹ نمبر ایک سو بارہ میں، جو ہم نے لیے کرائے پر حاصل کیا گیا ہے۔"

"تو پھر اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے میریا؟"

"کچھ نہیں، ظاہر ہے میں تمہارے قتل کی کوشش میں شریک ہوئی ہوں، تم جو دل چاہے کر سکتے ہو۔ ڈینس ہیلے اگر یہ کرنے پر آمادہ ہو گیا تو یقیناً اپنی سی کوشش کرے گا۔ میں بازی تو اب ہار چکی ہوں، چنانچہ اب میرا مزید کچھ بولنا بے کار نہیں ہے۔"

"تم اگر چاہتیں تو اپنی زبان بند بھی رکھ سکتی تھیں، اپنے بارے میں نہ بتاتیں اور اس وقت کا انتظار کرتیں جب ڈینس ہیلے تمہاری مدد کرتا۔"

"یقین نہیں ہے مجھے کہ ڈینس ہیلے اتنی بڑی کامیابی حاصل کر سکے گا اور میں فضول حماقتوں کی قائل نہیں ہوں۔ ظاہر ہے تمہاری زندگی بال بال بچی ہے اور تم مجھ سے ہر طرح انتقام لینے میں حق بجانب ہو۔ چنانچہ میری دفاع کی ہر کوشش حماقت ہی ہو سکتی ہے۔"

"تو تمہارا کیا خیال ہے، اب میں تمہیں اس صاف گوئی کے نتیجے میں معاف کر دوں گا؟" میں نے کہا۔

"نہیں... اصولاً یہ نہیں ہونا چاہیے۔ تم اگر مجھ سے کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو حاصل کرو، میں تمہاری ہدایت پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔" لڑکی نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے سرخ روشنی کے بارے میں اور کچھ بتاؤ۔ بڑی عجیب چیز تھی۔ یہ میز تو اس طرح یہاں سے غائب ہو گئی جیسے اس کا وجود ہی نہیں تھا۔"

"ہاں۔ روشنی کے بارے میں صرف اتنا ہی جانتی ہوں جتنا کہ بتا چکی ہوں۔ وہ اپنے دائرے میں آئی ہوئی ہر چیز کو خاکستر کر دیتی ہے اور آس پاس کی چیزوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"میریا سلائر، تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ میں کون ہوں۔ جہاں تک جنرل ٹیرس کا معاملہ ہے، میں نے صرف اس میں اسی بنیاد پر دلچسپی لی تھی کہ اسرائیلی ایٹمی منصوبے کو یہاں پایۂ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا جائے۔ اس کے علاوہ میرا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ ہاورڈ ہے میری دشمنی کی بنیاد جس وجہ سے پڑی تم لوگوں کو اس کا علم ہے، میرے اور ہاورڈ کے درمیان بہت سے معرکے ہو چکے ہیں۔ وہ اپنی تمام کوششوں میں ناکام ہوا ہے میرے معاملے میں۔ اور میں نے بذاتِ خود کبھی اس کی جان لینے کی کوشش نہیں کی کیونکہ میں دشمنوں کو زندہ رکھنے کا قائل ہوں۔ اسی طرح اپنی صلاحیتوں کو جلا دی جا سکتی ہے۔ میریا سلائر میں اگر چاہوں تو تمہاری بقیہ زندگی گوٹے ہل کی کسی جیل میں گزر سکتی ہے۔ میں اگر چاہوں تو خود پر قاتلانہ حملہ کرنے کے جرم میں تمہیں جنرل ٹیرس کے حوالے کر دوں اور جنرل ٹیرس تمہیں وہ سزا دے کہ تم جس کا تصور بھی نہ کر سکو لیکن نہیں میریا سلائر، ایک ناکام آدمی فرار ہو چکا ہے۔ وہ چونکہ صرف ایک نمائندہ تھا، اگر وہ میرے ہاتھ آ بھی جاتا اور یہ صورتِ حال میرے علم میں آتی تو شاید میں اسے بھی یہاں سے نکل جانے کی اجازت دے دیتا۔ ڈینس ہیلے ایف بی آئی کا آدمی ہے، وہ صرف اپنی ناکامی کی بنیاد پر میرا دشمن بنا ہوگا۔ میرا اصل مقابلہ تو اولیو ہاورڈ سے ہے اور میریا سلائر تمہیں خوشخبری دی جاتی ہے کہ تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی یہاں قید نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی سزا دی جائے گی۔ جاؤ تم آزاد ہو۔ ہاں اگر ہاورڈ سے ملاقات ہو تو اسے میرا یہ پیغام ضرور دے دینا کہ میری اس کی دشمنی تاحیات ہے۔ اس سے یہ بھی کہہ دینا میریا سلائر کہ میں اب اپنے راستے تبدیل کر رہا ہوں اور میرا ہر قدم اب اس ارادے کے ساتھ اٹھے گا کہ اولیو ہاورڈ اور اسرائیلی مفادات کو کیا کیا نقصانات پہنچائے جا سکتے ہیں۔ ہاورڈ سے کہنا کہ آج تک جو کچھ ہوتا رہا ہے، اس میں میں صرف دفاع کرتا رہا ہوں لیکن اب صورتِ حال تبدیل ہو گی اب میں جارحانہ اقدامات کروں گا اور ہاورڈ کو اپنا بچاؤ کرنا ہو گا۔ چلو میریا سلائر، میں تمہیں باعزت طریقے سے باہر چھوڑ دوں... آؤ... میں تم سے مذاق نہیں کر رہا۔" میریا سلائر کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ وہ بے یقینی کے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی لیکن میں مسکرا رہا تھا پھر میں نے بڑے دوستانہ انداز میں اس کا بازو پکڑا اور دروازے کی طرف چل پڑا۔ وہ مسلسل بے یقینی کے انداز میں آگے قدم بڑھا رہی تھی۔ باہر ملازم موجود تھا، تھوڑے فاصلے پر مسلح گارڈ بھی کھڑے ہوئے تھے۔ میں ان کے درمیان سے گزرتا ہوا بالآخر اس عمارت کے آخری دروازے پر آ پہنچا اور یہاں میں نے میریا سلائر کو رخصت کیا۔

"یہاں سے کوئی تمہارا تعاقب نہیں کرے گا، میں جانتا ہوں کہ تم اپنے فلیٹ پر جاؤ گی۔ بالکل صبر و سکون کے ساتھ واپس جاؤ، تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا لیکن بہتر یہ ہوگا میریا سلائر کہ اس کے فوراً بعد گوٹے ہل سے نکل جاؤ۔ کیونکہ جنرل ٹیرس یہ تمام تفصیلات جاننے کے بعد باز نہیں رہ سکے گا اور تم لوگوں سے انتقام لینے دوڑ پڑے گا۔ میرا مشورہ تم نے سن لیا ہے نا۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور واپس پلٹ پڑا۔

میریا سلائر متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی تھی اور پھر اس نے سہمے سہمے انداز میں قدم آگے بڑھا دیے تھے۔ میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ میں نے دیکھا کہ میرا خصوصی ملازم اور گارڈز کمرے میں بکھری ہوئی راکھ کو حیرت زدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

"اس کی صفائی کرا دو۔" میں نے کہا اور کمرے سے باہر نکل آیا، پھر میں والٹوموباٹے کے محل کے اس مخصوص کمرے میں پہنچ گیا جو میری رہائش کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ کیتھی براؤن آندھی طوفان کی طرح میرے کمرے میں داخل ہوئی اور سر سے پاؤں تک میرا جائزہ لینے لگی۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ "کیا بات ہے مس براؤن؟"

"تم پر... تم پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا! تمہیں ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور... اور تم نے اپنے دشمنوں کو نکل جانے دیا۔ یہ... یہ بہتر تو نہیں ہوا۔ کیا یہ واقعی درست ہے؟" وہ بے تکے انداز میں بولی اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"ہاں میڈم براؤن! میرے دشمنوں نے یہ کوشش کی تھی لیکن وہ اتنے معمولی لوگ تھے کہ میں انہیں کوئی سزا دینا پسند نہیں کرتا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ سزا بھی کم از کم ایسے... لوگوں کو دینی چاہیے، جو اس کے قابل ہوں، وہ تو صرف معمولی سے ہرکارے تھے، قطعی غیر اہم۔"

"مگر کون تھے وہ اور کیوں انہوں نے ایسا کیا تھا، کیا والٹوموباٹے کے حامی...؟"

"ہاں، ہم انہیں والٹوموباٹے کا حامی ہی کہیں گے۔ ان

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کا تعلق ڈینس ہیلے سے تھا۔"

"اوہ... یہ عجیب صورتِ حال ہے۔ عجیب سی بات ہے، ڈینس ہیلے..."

"نہیں میڈم براؤن، کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ ظاہر ہے جن لوگوں کو میری وجہ سے نقصانات پہنچے ہیں، انھیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

"مگر ہم نے تو تمھاری حفاظت کے لیے کوئی خاص بندوبست نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے کہ اب ہمیں محتاط ہونا پڑے گا۔"

"بیٹھیے میڈم براؤن، آپ بےحد پریشان نظر آرہی ہیں۔"

"میں نے جنرل ٹیرس کو اطلاع دی ہے اور وہ فوراً یہاں آرہے ہیں۔"

"آپ کو یہ اطلاع کس نے دی مس براؤن؟"

"آپ کے ملازم نے۔" کیتھی براؤن نے جواب دیا۔

"افسوس میں اسے منع کرنا بھول گیا۔ یہ تو اتنی معمولی سی بات تھی کہ اس کا تذکرہ بھی بےمقصد سا تھا۔"

"علی! میں تم سے ناراض ہو جاؤں گی اور مجھے اس کا حق حاصل ہو چکا ہے، سمجھے۔ اپنا تحفظ کرو، تم اپنی ذات سے اتنے غافل کیوں ہو؟"

"مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے مس براؤن اور اگر کبھی خطرہ ہوا تو میں آپ کو اس سے ضرور آگاہ کردوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر بعد جنرل ٹیرس بھی آگیا اور کافی دیر تک یہی لے دے ہوتی رہی۔ وہ بھی مجھ سے ناراض تھا، اس نے بھی یہی کہا کہ اگر لڑکی ہاتھ آگئی تھی تو اُسے چھوڑنا نہیں چاہیے تھا۔ کم از کم ڈینس ہیلے کے ٹھکانے کے بارے میں تو کچھ معلوم ہو سکتا تھا اور ہم اس کے خلاف کوئی کارروائی کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے میں یہ سب کچھ کرنے کی اجازت کسی کو نہیں دوں گا۔

بمشکل تمام میں نے جنرل ٹیرس کو سمجھایا بجھایا تھا لیکن اس کے بعد یہ احساس میرے ذہن میں کچھ اور شدت اختیار کر گیا تھا کہ یہ لوگ مجھے آسانی سے نہیں چھوڑیں گے اور اب یہاں زیادہ عرصہ رکنے کا کوئی جواز بھی نہیں تھا۔ میں نے ان لوگوں کے لیے جو کچھ بھی کیا تھا، اس کا صلہ وصول کرنے کے حق میں نہیں تھا اور مجھے یہ زیب بھی نہیں دیتا تھا لیکن اس طرح بیکار ان کے پاس پڑے رہنا بھی کچھ عجیب سا تھا۔ اب اگر میں یہاں سے اعلانیہ نکلتا ہوں تو ظاہر ہے جنرل ٹیرس اور مس براؤن کی نگاہوں سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ اس وقت جنرل ٹیرس کی انٹیلی جنس چپے چپے پر موجود تھی۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ میں خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں۔

گوٹے ہل صرف اس شہر تک ہی محدود نہیں تھا، اس کے علاوہ بھی یہ علاقہ بڑی وسعت رکھتا تھا اور اب مجھے اس کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ یہ مناظر سے بھرپور افریقہ کے سرسبز و شاداب علاقوں میں واقع ہونا سیاحوں کے لیے بھی باعثِ دلکشی تھی اور یہاں سے خفیہ طور پر کہیں نکل جانا ناممکن نہیں تھا۔ لہٰذا میں نے سوچا کہ کیوں نہ گوٹے ہل کو ایک سیاح کی حیثیت سے دیکھوں اور جب بھی موقع ملے یہاں سے نکل جاؤں۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ ان لوگوں کو گائیڈ کیا جائے تاکہ میرا تعاقب نہ کیا جا سکے۔

تقریباً تین دن تک میں اپنا پروگرام ترتیب دینے میں مصروف رہا۔ چوتھی رات کو میں نے انھیں ایک خط لکھا جس میں ان سے صرف یہی کہا گیا تھا کہ میں دوسری دنیا کا مسافر ہوں، کسی ایک جگہ رک کر زندگی گزار دینا میرے لیے ایک مشکل کام ہے۔ میں ان لوگوں کی محبتوں کو ساتھ لیے جا رہا ہوں، جب بھی کبھی دل میں ان سے ملاقات کی خواہش اُبھری یہاں سے ان کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک درخواست بھی کی تھی کہ مجھے تلاش کرنے یا میرا تعاقب کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ جہاں تک میرے دشمنوں کا تعلق ہے، میں ان سے محفوظ رہنے کے گُر جانتا ہوں اور اس کے بعد میں خاموشی سے وہاں سے نکل آیا۔

میں نے سفر کے لیے ایسے ذرائع اختیار کیے تھے جو ٹیرس وغیرہ کے ذہن میں نہ آسکیں، کیونکہ وہ لوگ اعلیٰ پیمانے پر ہی میرے سفر کے بارے میں سوچ سکتے تھے لیکن میں نے ریل سے سفر کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ریلوے اسٹیشن پر جو سب سے پہلی ٹرین مجھے نظر آئی، میں ٹکٹ خرید کر اسی میں بیٹھ گیا تھا۔

گوٹے ہل کے بارے میں میری معلومات بہت زیادہ نہیں تھیں لیکن میں ان لمحات کو غیر دلچسپ نہیں محسوس کر رہا تھا۔ اس طرح میں ایک سیاح کی حیثیت سے اس علاقے کو دیکھ سکتا تھا۔ کمپارٹمنٹ میں میرے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ میرے سامنے ایک بھاری بدن کا گول مٹول شخص بیٹھا ہوا تھا، وہ اعلیٰ قسم کے خوب صورت سوٹ میں ملبوس تھا، دولت مند آدمی معلوم ہوتا تھا کیونکہ انگلیوں میں ہیرے کی انگوٹھیاں نظر آرہی تھیں۔ اس وقت بھی تاریک شیشوں کی عینک لگائے ہوئے تھا۔ جسم کی طرح چہرہ بھی گول مٹول تھا، گال پھولے ہوئے تھے۔ شکل سے مقامی نظر آرہا تھا۔ اس سے کچھ ہٹ کر ایک سفید فام خاندان موجود تھا۔ جن میں ایک پُروقار مرد، ایک لڑکی اور ایک درمیانی عمر کا شخص تھا جو شکل سے احمق نظر آتا تھا۔ پھر کچھ دوسرے لوگ تھے۔

ابھی میں ان کا جائزہ لے رہا تھا کہ دفعتاً گول مٹول شخص اپنی جگہ سے اُٹھا اور میرے قریب آ بیٹھا۔ جگہ تبدیل کرنے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے باریک آواز میں کہا اور میں اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"ہیلو۔" میں نے بھی اخلاقاً کہا۔

"مجھے بابی بال ڈھوک کہتے ہیں۔ تم چاہو تو پروفیسر ڈھوک کہہ سکتے ہو۔"

"اور اگر میں کچھ نہ کہنا چاہوں تو...؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"تو ستاروں کی چال غلط ہو جائے گی۔"

"کیا مطلب؟" میں اس بےتکے جواب پر چونکا۔

"وہ تو میں بھی نہیں جانتا۔" اس نے اطمینان سے کہا۔

"اب تم دلچسپ بننے کی کوشش کر رہے ہو مسٹر ڈھوک۔"

"میں دلچسپ ہوں، تمھیں تسلیم کرنا پڑے گا۔" اس نے کہا اور میں اُسے دیکھنے لگا۔ "اپنا ہاتھ لاؤ... لاؤ میں چبا نہیں جاؤں گا۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا۔ آخر کار میں نے اُسے گھورتے ہوئے اپنا ہاتھ سامنے کر دیا۔ اس نے میرے ہاتھ کی لکیروں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ضدی، ہٹ کا پکا، جذبۂ حریت سے سرشار، مقصد کے لیے جان لڑا دینے والا۔ تعلیم غیر متوقع طور پر ادھوری۔ جفاکش، دلیر، اپنی ذات میں تنہا، کسی سے نہ متاثر ہونے والا۔ دولت کی آغوش میں آنکھ کھولی پھر اس سے محروم ہوگئے۔ وطن کے لیے تڑپتے ہو۔ دوستوں کے بہترین دوست، دشمنوں کے بدترین دشمن۔ اور کچھ بتاؤں؟" اس نے مسکرا کر کہا۔

میں سنبھل گیا تھا۔ اس نے میرے بارے میں سب کچھ درست بتایا تھا، کوئی خطرناک آدمی ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔ کون ہو سکتا ہے؟

"دیکھو دوست! اس وقت تمھارے ذہن سے میرا رابطہ ہے۔ کوئی غلط بات نہ سوچو میرے بارے میں۔"

"خوب! تو ٹیلی پیتھی بھی ہو تم؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں صرف پروفیسر ڈھوک ہوں۔" اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ "تم نے کہا تھا، کچھ اور بتاؤ گے میرے بارے میں۔"

"بہت کچھ بتا سکتا ہوں۔ بولو اور کیا بتاؤں؟" اس نے چشمہ اتار کر نیچے رکھ دیا۔ آنکھیں گول گول تھیں اور ان میں بچوں جیسی شوخی نظر آرہی تھی۔

"تمھارا تو میرے ذہن سے رابطہ ہے۔ بتاؤ میں اور کیا جاننا چاہتا ہوں؟" میں نے کہا اور پروفیسر ڈھوک نے گردن جھکا دی۔

"ہاں، میں نے اپنے علم سے تمھارے بارے میں سب کچھ صحیح بتایا ہے۔ لیکن میں نہ غلط ہوں نہ خطرناک، خاص طور سے دوستوں کے لیے۔" اس نے کہا اور میرے ذہن میں خیال آیا۔ ممکن ہے گرین پول یا ایف بی آئی کا نمائندہ ہو اور وہ فوراً بولا۔

"دونوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ کوئی ہے جو مجھے اپنے لیے استعمال کر سکے۔ خواہ وہ ایف بی آئی ہو، سی آئی اے ہو، گرین پول ہو یا کے جی بی۔"

اب میرے حواس ٹھنڈے ہو گئے تھے۔ میری ذہنی سوچ کو وہ الفاظ کی شکل دیتا جا رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ کچھ ہے۔

اس نے کہا۔ "ہاں، بہت کچھ ہوں، اندازہ ہو جائے گا۔"

"اندازہ ہو گیا پروفیسر۔ مان لیا میں نے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس نے چشمہ اُٹھا کر آنکھوں پر لگا لیا اور بولا۔ "کیا نام ہے تمھارا؟"

"علی یار خان۔"

"اپنا نام میں بتا چکا ہوں۔"

"تم واقعی دلچسپ لیکن خطرناک آدمی ہو۔ کہاں جا رہے ہو؟"

"تمھاری طرح کسی نامعلوم منزل کی طرف۔"

"مقامی باشندے ہو؟"

"نہیں، ایتھوپیا کا رہنے والا ہوں۔ سیر و سیاحت کا رسیا اور ایڈونچر پسند ہوں۔ تین ماہ سے انھی علاقوں میں ہوں۔"

"بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر۔ تمھیں یہ بھی علم ہے کہ میں کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہا ہوں۔"

"تفریح کی حد تک میں کسی کی ذاتیات کو ٹٹولتا ہوں۔ ورنہ مجھے صرف انسانوں سے دلچسپی ہے۔"

"تمھارا ساتھ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔"

"سچائی کے راستے بےخطر ہوتے ہیں۔ دل سے دل تک آؤ، کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"کیا میں تم سے دوستی کی درخواست کر سکتا ہوں؟"

"کر سکتے ہو۔" اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"سر! میں آپ سے دوستی چاہتا ہوں۔" میں نے پُرمذاق انداز میں کہا۔

"میں تمھیں خوشی سے دل کی سلطنت میں خوش آمدید کہتا ہوں۔" اس نے بھی ہنس کر کہا اور گرمجوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا پھر بولا۔ "تمھاری خوبیوں نے مجھے بھی متاثر کیا ہے۔ تم جیسے لوگ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پرکشش ہوتے ہیں۔ کیا مشن ہے تمھاری زندگی کا؟"

"دوستی ہوگئی ہے پروفیسر! جان لینا فرصت سے۔ کیا تمھاری اپنی زندگی کا بھی کوئی مشن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔"

"اصولاً مجھے بھی آئندہ پر انحصار کرنا چاہیے۔"

"نہیں، ابھی بتا سکتا ہوں۔ کھانا پینا عیش کرنا۔ زندگی کو اس طرح گزارنا جس طرح خواہش ہو۔"

"گزار رہے ہو؟"

"مکمل طور سے اور مطمئن ہوں۔" وہ بولا اور میں نے گہری سانس لی۔

"بہت خوش نصیب ہو۔ ویسے ذریعۂ آمدنی کیا ہے؟"

"ہر جگہ اپنے بینک موجود ہیں۔ تمھیں اس جملے پر تعجب نہیں ہونا چاہیے۔"

"سمجھ نہیں سکا۔"

"سمجھاتا ہوں۔" پروفیسر ڈھوک نے کہا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر اس کی نگاہ اس احمق شکل کے لمبے نوجوان پر ٹھہر گئی اور اس نے چشمہ اتار دیا۔ دفعتاً میں نے نوجوان کو ٹھٹکتے ہوئے دیکھا تھا۔ پھر اس کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آنے لگے اور دوسرے ہی لمحے وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ اس کے ساتھی معمر شخص نے چونک کر اسے دیکھا، نوجوان کانپ رہا تھا۔ پھر وہ سہمے ہوئے انداز میں معمر شخص سے کچھ کہنے لگا۔ جواب میں معمر شخص نے چونک کر ہماری طرف دیکھا۔ ڈھوک نے چشمہ لگا لیا تھا۔ معمر آدمی متعجب انداز میں نوجوان سے باتیں کر رہا تھا اور ہماری طرف دیکھتا جا رہا تھا۔ اس کی ساتھی لڑکی بھی پریشان ہوگئی تھی۔ پھر معمر شخص اپنی جگہ سے اٹھا اور ہمارے قریب آگیا۔

"مجھے ایمن ٹرووڈر کہتے ہیں جناب۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "مداخلت کے لیے شرمندہ ہوں۔ یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

"جی، ضرور۔" میں نے دلچسپی سے کہا اور وہ بیٹھ گیا۔

"کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟" اس نے نوجوان کی طرف اشارہ کرکے پوچھا اور ہماری نگاہیں بے اختیار اس کی طرف اٹھ گئیں۔ نوجوان اب بھی سہما ہوا بیٹھا تھا۔

"جی نہیں۔" ڈھوک نے جواب دیا۔

"لیکن وہ آپ سے خوفزدہ ہے۔"

"یہ اس کی شرافت ہے۔" پروفیسر ڈھوک نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا!" ایمن ٹرووڈر بولا۔

"وہ ہم سے کیوں خوفزدہ ہے؟" اس بار میں نے سوال کیا۔

"اس کا کہنا ہے کہ وہ آپ کا ایک لاکھ ڈالر کا مقروض ہے اور طویل عرصے سے آپ سے منہ چھپائے پھر رہا ہے۔ ضرور آپ اسے پکڑ لیں گے۔" ٹرووڈر نے کہا۔

"عجیب بات ہے۔ اگر وہ ایک لاکھ ڈالر ادا کر... تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اس میں خوفزدہ ہونے... نہیں ہے۔" ڈھوک نے سنجیدگی سے کہا۔

"بات مذاق کی ضرور ہے جناب لیکن مجھے حیرت... عام حالات میں وہ ایک سنجیدہ نوجوان ہے۔ آپ... کرنے کی معافی چاہتا ہوں۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا... پر جا بیٹھا۔

"کیا بات بنی مسٹر ڈھوک؟" میں نے تعجب...

"اب وہ تمام سفر کے دوران اس شریف شخص... کرتا رہے گا کہ اسے میرا قرض ادا کرنا ہے۔ اسی طرح کچھ... لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو میرا قرض ادا کر دینا پسند... کیا سمجھے! ایسے چلتے پھرتے بینک ہر جگہ موجود ہیں..."

"اوہ! تو تمھارا ذریعہ آمدنی یہ ہے۔" میں نے... لے کر کہا۔

"اور بھی بہت سے ہیں۔" پروفیسر ڈھوک نے کہا... خاموش ہوگیا۔ ڈھوک تھوڑی دیر تک میرے پاس... رہا اور پھر خاموشی سے واپس اپنی جگہ جا بیٹھا۔ میں اس... حیرت انگیز علم پر حیران تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک... گن احساس بھی دل میں تھا۔ اس کا میرے بارے میں... جان لینا بھی مناسب نہیں تھا۔ تاہم اپنی حد تک میں... کر سکتا تھا لیکن اس نوجوان کا کیا قصہ تھا۔

اس کے بعد کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہیں ہوا۔ ٹرین... سست تھی۔ غالباً جگہ جگہ چڑھائیاں تھیں اس لیے... سست ہو جاتی تھی۔

رات گہری ہوتی گئی اور ٹرین کے ہچکولوں سے... آگئی۔ پھر صبح ہی کو آنکھ کھلی تھی۔ کھڑکی سے باہر سورج... رہا تھا۔ آس پاس ایسے حسین مناظر بکھرے ہوئے تھے... روشن ہوگئیں۔

"یہ گرانسو ہے، ایک حسین قصبہ۔ اگر صرف گز... کرنی ہے تو اسے ضرور دیکھو۔" برابر سے ڈھوک کی آواز... میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ نہ جانے کب میرے... آ بیٹھا تھا۔

"تم یہیں اترو گے؟"

"ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر میں تمھارے ذہن... گزاروں تو تمھیں اس کی سیر کی پیشکش کرتا ہوں۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر گردن ہلا دی۔ باہر دوڑتے ہوئے مناظر آواز دیتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔

"ٹھیک ہے پروفیسر! میں آپ کے ساتھ کچھ وقت ضرور گزاروں گا۔" پروفیسر ڈھوک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

ٹرین کی رفتار آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی اور آخر کار وہ اس چھوٹے سے اسٹیشن پر رک گئی۔ پروفیسر ڈھوک اور میں اپنے کمپارٹمنٹ سے نیچے اتر آئے۔ کچھ اور لوگ بھی یہاں اترے تھے لیکن یہ زیادہ تر مقامی سیاح تھے۔

ٹرین چند لمحات کے بعد چل پڑی اور ہم بیرونی راستے کی طرف بڑھ گئے۔ سفید وردی میں ملبوس ریلوے کے عملے کے لوگ بہت عجیب نظر آرہے تھے۔ سفیدی اور سیاہی کی ہم آہنگی صبح کی روشنی میں بہت عجیب محسوس ہو رہی تھی۔ ریلوے گیٹ سے باہر نکلنے کے بعد ہم نے دوسری سمت کے مناظر دیکھے۔ قصبہ خاصا وسیع معلوم ہوتا تھا لیکن گوٹے ہل کی پسماندگی اس سے عیاں تھی۔ چھوٹی چھوٹی عمارتیں سبزے سے گھری ہوئی نظر آتی تھیں۔ بلکہ سبزہ اتنا تھا کہ تقریباً ہر عمارت اونچے نیچے درختوں کے جھنڈ میں چھپی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ جیسی بھی آبادی تھی لیکن جس قدرتی حسن سے مالا مال تھی اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اطراف میں بکھرے ہوئے پہاڑ اس آبادی کا حصار کیے ہوئے تھے اور ان پہاڑوں پر سبزے کے ڈھلان آنکھوں کو ایک ایسی روشنی بخشتے تھے جو فرحت و تازگی کی نمائندہ تھی۔

ایک گزرتے ہوئے شخص سے پروفیسر ڈھوک نے یہاں کسی قیامگاہ کے بارے میں سوال کیا تو اس نے مقامی زبان میں انگلی سے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ جگہ بتائی جہاں قیام کیا جا سکتا تھا۔ پروفیسر ڈھوک اگر گوٹے ہل کا باشندہ نہیں بھی تھا تو افریقی بہرحال تھا اور مقامی زبان بھی اچھی طرح جانتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مٹی اور چونے کی آمیزش سے بنی ہوئی ایک وسیع عمارت کے احاطے میں داخل ہوگیا جس کی دونوں سمت چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے اور ان کمروں پر کھپریل کی چھتیں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک مقامی شخص عمارت سے باہر برآمدے میں بیٹھا تھا۔ اس نے کھڑے ہوکر ہم دونوں کا استقبال کیا اور اپنی زبان میں ڈھوک سے کچھ سوالات کیے۔ اس کے بعد ہمیں اس عمارت میں ایک کمرا مل گیا۔ اصطبل نما عمارت کے یہ کمرے گھوڑوں ہی کی رہائش گاہ معلوم ہوتے تھے۔ بس تخصیص اس طرح ہوتی تھی کہ وہاں لکڑی کی ذرا مختلف قسم کی چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں جن پر گھاس کا بستر سا کر کے اوپر سے چادر ڈال دی گئی تھی۔

پروفیسر ڈھوک نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور بولا۔ "اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ شہری آبادیوں کے لوازمات انسانی ضرورت کے مطابق ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات ان سے اختلاف بھی بہت دلکش محسوس ہوتا ہے، یقیناً تم اس قیامگاہ سے اکتا رہے ہوگے۔"

"آپ تو دل کی باتیں جان لیتے ہیں پروفیسر ڈھوک! میرا خیال ہے آپ کو کسی بھی سلسلے میں کوئی سوال کرنے کی ضرورت نہیں پیش آنی چاہیے۔"

"نہیں نہیں مسٹر ایلی یار..... عجیب نام ہے تمھارا بہت لمبا... اگر میں تمھیں صرف مسٹر ایلی کہوں تو تمھیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"نہیں، ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو مسٹر ایلی! یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔ میں بیشک کچھ ایسے علوم پر قدرت حاصل کر چکا ہوں، جو عام انسانی ذہن کے لیے تعجب خیز ہوتے ہیں لیکن اب اتنا بھی نہیں کہ اپنا ہر لمحہ اس میں صرف کردوں۔ کسی بھی عمل کو اپنی ذات پر مسلط کرنے کے لیے دماغی اور بصری قوتوں کو کام میں لانا پڑتا ہے اور ان سے تھکن ہوتی ہے یوں سمجھ لو، ایک خزانہ ہے جو میرے ذہن میں محفوظ ہے اور جب میں اس خزانے کا منہ کھولتا ہوں تو مجھے اپنی تمام تر قوتوں کو بروئے کار لانا پڑتا ہے۔ اب اگر ہر سلسلے میں، میں اپنی ان قوتوں کو خرچ کرنا شروع کردوں تو ظاہر ہے یہ خزانہ بہت جلد ختم ہو جائے گا اور پھر جب دوست بنائے جاتے ہیں، تو ان پر رعب ڈالنے کے لیے ہر وقت ایسی حماقتیں نہیں کی جاتیں۔"

"مسٹر ڈھوک آپ ٹیلی پیتھ ہیں؟"

"ہاں، تم مجھے ٹیلی پیتھ کہہ سکتے ہو، ہپناٹسٹ بھی۔ میں نے ان کی مشق کی ہے لیکن ان ساری چیزوں کے حصول کے بعد مجھے احساس ہوا کہ اس راہ میں نقصانات زیادہ ہیں اور فائدے کم۔"

"ممکن ہے ایسا ہو، آپ کا تجربہ مجھ سے کافی وسیع ہے، میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ بتاؤ زندگی میں کیا کیا دلچسپیاں ہیں؟"

"پروفیسر! جتنا آپ نے جان لیا ہے اس سے زیادہ نہیں۔ زندگی ایک مقصد کے تحت بسر ہوتی رہی ہے اور یہی مقصد آج بھی سانسوں کے ساتھ ساتھ ہے اور اسی پر عمل پیرا رہنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن زندگی کی دوسری دلچسپیوں میں بھی تو حصہ لینا چاہیے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مثلاً؟"

"حسنِ کائنات، جس کی خواہش روزِ ازل کی گئی تھی۔" پروفیسر ڈھوک نے جواب دیا۔

"یعنی عورت؟"

"ہاں... تم ان مرغزاروں کو دیکھتے ہو، جو سرسبز و شاداب ہیں۔ اگر کسی تنہا مقام پر بیٹھے انھیں دیکھتے رہو، تو بہت جلد اکتا جاؤ گے لیکن ان کے درمیان ایک چھوٹے سے جھونپڑے میں ایک حسین وجود تمھارے سامنے ہو تو اکتاہٹ کا لفظ ہی ذہن سے نکل جائے گا۔"

"آپ اس سلسلے میں بہت زیادہ متاثر معلوم ہوتے ہیں پروفیسر ڈھوک۔"

"بس یوں سمجھو کہ میں تمھاری وجہ سے تکلف کر گیا تھا ورنہ وہ شخص... کیا نام بتایا تھا اس نے اپنا... غالباً ٹروڈر، اس طرح میرے ہاتھوں سے نکل کر نہ جاتا، اس کی بیٹی خاصی خوب صورت تھی۔"

"اوہ!" میں نے ہونٹ سکوڑ کر پروفیسر ڈھوک کی طرف دیکھا۔ شکل و صورت اور حلیہ انتہائی مضحکہ خیز تھا۔ قد و قامت بھی ایسا ہی تھا۔ پونے پانچ فٹ سے زیادہ قد نہیں ہوگا لیکن اس کی بہ نسبت پھیلاؤ کافی تھا، چہرے پر مضحکہ خیز تاثرات، اس شخص کی شخصیت میں سوائے مضحکہ خیزی کے اور کوئی ایسی بات نہیں تھی جو قابلِ توجہ ہوتی لیکن اس کے باوجود یہ لڑکیوں کا رسیا تھا مگر لڑکیاں اس کی طرف کیسے متوجہ ہوتی ہوں گی!

پروفیسر ڈھوک دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ میرے خیالات کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اس لیے اُسے اندازہ نہیں ہو سکا کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ اس شخص کے ساتھ کچھ وقت گزارا جا سکتا ہے۔ کم از کم وہ وقت جو تفریحی ہو اور ان دنوں میں ایسی ہی ذہنی کوفت کا شکار تھا کہ دل یہی چاہتا تھا کہ تمام ہنگامہ خیزیوں کو ترک کر کے کچھ وقت مکمل سکون سے گزارا جائے۔

پروفیسر ڈھوک تھوڑی دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا۔ اس کے بعد بولا۔ "کیا اس سفر سے تم کچھ تھکن محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں پروفیسر، میں رات کو سو گیا تھا۔"

"ہاں، مجھے علم ہے اور تم صبح تک سوتے رہے ہو۔ اس طرح کم از کم یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تم جسمانی تھکن کا شکار نہیں ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو آؤ، کیوں نہ باہر کی سیر کی جائے۔"

"یہاں کے موسم اور یہاں کی زندگی کے بارے میں آپ کو معلومات ہیں پروفیسر؟"

"کسی حد تک۔ میں نے تمھیں بتایا تھا نا کہ میں ... میں کافی گھومتا رہا ہوں۔ ہر چند کہ میں نے ٹرانسو نہیں ... یہاں سے گزرتے ہوئے اس قصبے کے حسن نے مجھے ... کیا ہے اور اکثر میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر موقع ملا تو کچھ ... یہاں ضرور گزاروں گا۔"

"آیئے پھر چلیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ... لمحات کے بعد ہم وہاں سے نکل آئے۔

اپنی رہائش گاہ سے تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر ... سی کچی پگڈنڈی نظر آئی اور ہم اس پر آگے بڑھنے لگے ... میں جھونپڑے اور مٹی کے مکانات کی قطاریں نظر آ رہی تھیں ... دُکا پکے مکانات بھی نظر آ جاتے تھے جن کی چمنیوں سے ... خارج ہو رہا تھا۔ دھوپ نکل آئی تھی لیکن بادلوں کی چھا... ڈری ڈری محسوس ہوتی تھی، آسمان پر سرمئی بادل ... اُن کے درمیان چمنیوں کا چکراتا ہوا دھواں عجیب سا ... ہو رہا تھا۔ قصبہ میرے خیال کے مطابق زیادہ چھوٹا نہیں ... اندر جا کر احساس ہوتا تھا کہ یہاں کی آبادی خاصی وسیع ... ہے۔ بازاروں میں خاصی رونق تھی۔ سیاہ فام عورتیں ... ہاتھوں میں مخصوص قسم کی بانس کی ٹوکریاں لیے خرید... لیے نکلی ہوئی تھیں اور مرد اپنے اپنے کاموں میں مصروف ...

"محنت کشوں کی اس زندگی کے بارے میں ... خیال ہے ایلی؟"

"کلاسیکل چیز ہے۔ یہ لوگ زندگی کی بے شمار ... محروم ہیں لیکن اس کے باوجود خوش نظر آتے ہیں۔"

"ہاں! کیونکہ ان کی ضرورتیں محدود ہیں، وہ ان ... کے طلب گار ہی نہیں جو ہماری زندگی کا جزو بن چکی ... کے مسائل بھی بہت مختصر ہیں۔ دن بھر شدید محنت ... بعد جو کچھ میسر ہو کھا کر جس سکون کی نیند یہ سوتے ہیں ... نصیب نہیں۔"

"یقیناً پروفیسر ڈھوک، ان کی زندگی قابلِ رشک ..."

"ہاں ایلی! افریقہ کے ہر ملک میں قدرتی وسائل بے پناہ ... ہیں لیکن افریقی ریاستوں نے اپنی پسماندگی کی وجہ ... نہ کسی کے تسلط کے سبب آزاد ہو کر بھی اپنی وہ حیثیت ... نہیں کی، جو وہ حاصل کر سکتے تھے۔"

"ہاں، آپ نے ٹھیک کہا۔" میں نے پروفیسر ... کی تائید کی۔

کافی دیر تک ہم گلیوں اور بازاروں میں ... رہے اور پھر جب تھک گئے تو واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گئے۔

پروفیسر ڈھوک نے اپنے بستر پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔ "ان اطراف کی سیر کے لیے ضروری ہے کہ ہم پیدل سفر کریں اور دور تک نکل جائیں۔ کیا خیال ہے، کل دن میں یہی پروگرام رکھا جائے؟"

"اس کے بعد کی تفریحات میں نے آپ پر چھوڑ دی ہیں پروفیسر، جس طرح آپ مناسب خیال کریں۔"

"بس تو ٹھیک ہے، کل ہم یہاں سے دور تک کا پیدل سفر کریں گے، جہاں بھی جا نکلیں اور پھر جب ہم اپنی دنیا میں جانا چاہیں گے تو ہمیں کوئی دقت بھی نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

دوسری صبح ہم آوارہ گردی کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ پروفیسر ڈھوک نے اپنا مختصر سا سامان اٹھا رکھا تھا، جب کہ پاس بھی صرف ایک بیگ تھا جس میں ایک دو جوڑی کپڑوں کے علاوہ کچھ مقامی کرنسی تھی جو میں نے ضرورتاً ساتھ لے لی تھی۔

ہم ایک چوڑی اور خوشنما سڑک پر آگے بڑھتے رہے، یہ سڑک اس قصبے کی حالت کے پیشِ نظر کافی جدید تھی۔ اس کے دونوں طرف کھیت پھیلے ہوئے تھے اور سیاہ فام مرد اور عورتیں ان کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔

پروفیسر ڈھوک کی آنکھیں دلچسپی سے ان سیاہ فام حسیناؤں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس نے ان پر بہت سے تبصرے بھی کیے تھے جو اس کی ذہنیت کے عکاس تھے۔ کافی دلچسپ آدمی تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر اس کی ذات میں کوئی گڑبڑ نہیں ہے تو اس جیسے شخص کے ساتھ تو کافی وقت گزارا جا سکتا ہے۔

ہم آگے بڑھتے رہے۔ اندازے کے مطابق قصبے کے باہر کے مناظر پہلے سے بھی زیادہ حسین ہوتے جا رہے تھے۔ کھیتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اور خودرو درخت اور ان کی جڑوں میں بچھی ہوئی سبز قالین نما تراشی ہوئی گھاس اتنی حسین لگ رہی تھی کہ نگاہیں بے اختیار اس پر نثار ہونے لگی تھیں۔ آسمان پر بھی بادلوں کے جھنڈ سفر کر رہے تھے۔ افریقی علاقوں کے بارے میں عام طور سے یہی تصور ہوتا ہے کہ وہاں صرف شدید گرمی اور تیز دھوپ پڑتی ہے لیکن یہ موسم یہاں کے لیے بڑا تعجب خیز تھا۔

بہت دور چلنے کے بعد دفعتاً ہم نے عقب سے کسی کار کے انجن کی آواز سنی اور پھر ہارن بھی بجا، چونکہ ہم سڑک کے درمیان چل رہے تھے لہٰذا ہماری گردنیں بے اختیار گھوم گئی تھیں تب ہم نے دیکھا کہ ایک انتہائی شاندار اور طویل لینڈ روور سڑک پر آ رہی ہے۔ ہم سڑک کے درمیان سے ہٹ کر کنارے ہو گئے اور لینڈ روور ہمارے قریب سے گزر کر آگے بڑھ گئی لیکن تھوڑی دور جا کر وہ رکی اور پھر ریورس ہو کر ہمارے قریب آ گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ سے کسی نے سر نکال کر پوچھا۔

"کیا تمھیں لفٹ چاہیے؟" آواز نسوانی تھی۔

پروفیسر ڈھوک نے ڈرائیونگ کرنے والی کا چہرہ دیکھا اور فوراً تیار ہو گیا۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ مادام۔" اس نے کہا اور ڈرائیونگ سیٹ سے اترنے والی لڑکی نے لینڈ روور کا دروازہ کھول دیا۔

لینڈ روور کی پچھلی سیٹ پر ایک عورت دراز تھی، طویل قامت، سیاہ فام عورت جس کی عمر تیس پینتیس سے کم نہ ہوگی۔ انتہائی جدید لباس میں ملبوس۔ میں نے ایک ہی نگاہ میں احساس کیا کہ سیاہ فام ہونے کے باوجود اس کے خدوخال میں دلکشی ہے۔ ہمیں دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ نرم لہجے میں بولی۔ "ہیلو شریف لوگو۔"

"ہیلو میڈم!" پروفیسر ڈھوک جس حد تک جھک سکتا تھا، جھک گیا۔ ڈرائیونگ کرنے والی لڑکی نے لینڈ روور کا دروازہ بند کیا اور پھر اپنی سیٹ پر جا بیٹھی، اس کے بعد اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ لینڈ روور ایئر کنڈیشنڈ تھی اور اندر سے اُسے قیمتی آرائشی اشیا سے آراستہ کیا گیا تھا، بہت ہی خوب صورت تفریحی گاڑی معلوم ہوتی تھی۔

ہم دونوں ایک سیٹ پر بیٹھ گئے۔ "کہاں سے آ رہے ہو تم اور کہاں جا رہے ہو؟" عورت نے پوچھا۔

"سیاح ہیں مادام! قصبہ ٹرانسو میں اترے تھے اور وہاں سے قدرتی مناظر دیکھنے کے لیے آگے بڑھ آئے تھے۔" پروفیسر ڈھوک نے شیریں لہجے میں کہا اور سیاہ فام عورت نے آنکھیں اٹھا کر اُسے دیکھا۔ دیکھتی رہی اور پھر نگاہیں جھکا لیں۔

"سیاحت اعلیٰ ذوق کی حامل ہوتی ہے، ویسے آپ لوگوں کی قومیتوں میں تضاد ہے۔ کیا نام ہیں آپ لوگوں کے، تعارف نہیں کرائیں گے؟"

"ہاں ہاں، کیوں نہیں... کیوں نہیں۔" پروفیسر ڈھوک جلدی سے بول اٹھا۔ "خادم کو پروفیسر ڈھوک کہتے ہیں اور یہ میرے دوست ایلی ہیں۔"

"گڈ! آپ لوگوں سے مل کر خوشی ہوئی۔ میرا نام تارینا ہارڈو ہے۔" طویل القامت عورت نے کہا۔

"کمال ہے! واقعی کمال ہے۔ یہ نام آپ کے پیدا ہونے سے پہلے رکھا گیا تھا یا پیدا ہونے کے بعد؟ یا پھر آپ کی مکمل تشکیل کے بعد۔" پروفیسر ڈھوک عجیب سے انداز میں ہنستا ہوا بولا۔

"میں نہیں سمجھی؟" وہ نرم مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"اگر آپ کا نام تارینا ہارڈو کے بجائے برگن یا نینسی ہوتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تو آپ یقین کریں کہ بڑا مضحکہ خیز لگتا۔ یہ نام آپ کی شخصیت سے اتنا ہم آہنگ ہے کہ ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جنھوں نے آپ کا یہ نام رکھا۔ ویسے میڈم! براعظم افریقہ یوں تو اپنے وحشت خیز حسن میں یکتا ہے لیکن یہاں رہنے والوں کے خدوخال حسین نہیں ہوتے، جیسے میں۔ یوں لگتا ہے کہ آپ یہاں کی باشندہ ہی نہیں بلکہ ایک بے پناہ حسین اور پُراسرار خطے کی ساری دلکشی اپنے چہرے میں سمیٹ لائی ہوں۔ میں نے ساری زندگی اتنے حسین چہرے کا تصور بھی نہیں کیا۔" پروفیسر ڈھوک نے اپنا کاروبار شروع کر دیا تھا۔

" لیکن مجھے اس پر حیرت ہے کہ افریقہ کے رہنے والے یورپین انداز میں اپنی پسندیدگی کا اظہار کب سے کرنے لگے ہیں؟"

" اوہ! ہاں ہاں، یقیناً۔ لیکن میں ذرا جدید افریقی ہوں۔ ذہن میں جو کچھ آتا ہے کہہ دینا چاہتا ہوں۔" پروفیسر ڈھوک نے ہنستے ہوئے کہا۔

خاصی دلچسپ گفتگو رہی تھی کچھ دیر پھر پروفیسر ڈھوک نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے تو اس نے کسی افریقی شہر کا نام لیا اور پروفیسر ڈھوک فوراً بول پڑا کہ یہ صرف اتفاق ہے کیونکہ وہ بھی وہیں جا رہا تھا۔ پھر اس نے میرے گھٹنے کو آہستہ سے دبایا تھا کہ میں اس کی تردید نہ کروں۔ اچھا خاصا عمر رسیدہ شخص ہونے کے باوجود وہ زندگی سے بھرپور انسان تھا۔ چند لمحے کی خاموشی کے بعد تارینا نے کہا۔" ویسے مسٹر ڈھوک! آپ افریقہ کی کون سی ریاست کے باشندے ہیں؟"

" ایتھوپیا سے ہے میرا تعلق۔" ڈھوک نے جواب دیا۔

" اور مسٹر ایلی آپ؟"

" میں مشرقی ہوں۔"

" ہاں، آپ کے چہرے سے مشرقیت نمایاں ہے۔ کیا آپ بہت کم گو ہیں؟"

" نہیں میڈم تارینا! میں آپ لوگوں کی گفتگو سے محظوظ ہو رہا ہوں۔"

" ہم لوگ اگر چاہیں تو مقامی زبان میں بات چیت کر سکتے ہیں لیکن میں نے صرف آپ کی وجہ سے یہ خیال رکھا ہے کہ ہم انگریزی میں بات چیت کریں۔" تارینا بولی۔

" اس کے لیے میں شکر گزار ہوں۔"

" ویسے آپ کے مشاغل کیا ہیں؟"

" صرف سیر و سیاحت۔" میں نے جواب دیا۔

" کسی ایشیائی نواب کے بیٹے ہوں گے۔ میں نے ایشیا کے متعلق خاصی تفصیلات پڑھی ہیں، خاص طور سے وہاں کے نوابین کے قصے جو بہت دولت مند ہوتے ہیں اور ان کی ... بہت عجیب و غریب ہوتی ہیں۔"

" بدقسمتی سے میں کسی نواب کا بیٹا نہیں ہوں۔ نوابی شان تو وضع قطع سے ظاہر ہوتی ہے مگر آپ دیکھ رہی ہیں کہ میں ... بے سروسامانی کے عالم میں ہوں۔"

" خیر، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ شخصیت پہلی چیز ہوتی ہے، ویسے آپ کالمو پہلی بار جا رہے ہیں؟"

" ہاں، اتفاق کی بات یہ ہے کہ ہمارا رُخ تو کالمو کی جانب تھا بھی نہیں، بس ہم پیدل نکل پڑے تھے اور یہ سوچ کر کہ تقدیر جہاں بھی لے جائے۔"

" اس کے لیے آپ کو مسٹر ڈھوک نے بھی منع نہیں کیا؟"

" کیا مطلب؟"

" کیا ان علاقوں میں پیدل سفر کیا جا سکتا ہے؟ لینڈ روور سے سفر بھی بعض جگہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ ہر چند کہ یہ سڑک مصروف رہتی ہے لیکن بعض اوقات اس کے بیچوں بیچ شیر آ بیٹھتے ہیں، کبھی کبھی ہاتھیوں کے غول بھی درمیان میں آ جاتے ہیں۔ ہر طرح کے جانور ان علاقوں میں ملتے ہیں اور کوئی احمق آدمی ہی یہاں پیدل سفر کرنا پسند نہیں کرتا۔"

" ہم ضرورت سے زیادہ ہی احمق ہیں شاید۔" میں نے سہمے ہوئے انداز میں کہا اور تارینا ہنس پڑی۔ ہنستے ہوئے اس کے رخساروں میں گڑھے پڑ جاتے تھے۔ عجیب و غریب افریقی عورت تھی۔ ڈھوک کا منہ بھی حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

" افسوس! یہ بات تو میں نے سوچی ہی نہیں تھی۔" ڈھوک نے کہا۔

" چلیں کوئی ہرج نہیں ہے، ویسے اگر آپ لوگ کچھ وقت میرے ساتھ گزارنا پسند کریں تو میں کالمو میں آپ کو شکار کے لیے لے چلوں گی۔"

" شکار؟" ڈھوک نے سوال کیا۔

" ہاں! ان دنوں وہاں لومڑیوں کا شکار خصوصاً ہوتا ہے۔ سفید بالوں والی لومڑیاں کالمو کی پہاڑیوں پر بکثرت پائی جاتی ہیں۔ یہ پہاڑیاں ان دنوں برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔"

" خوب، خوب! مجھے سفید لومڑیوں سے کافی دلچسپی ہے۔" ڈھوک نے کہا۔ میں خاموشی سے تارینا کی شکل دیکھ رہا تھا۔ کچھ عجیب سی شخصیت کی مالک تھی۔ اس کی شخصیت میں کوئی ایسی بات ضرور تھی جسے میں صرف محسوس کر رہا تھا، الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا تھا۔

" ویسے میرا تعلق کالمو ہی سے ہے۔ پہلے ہم شہر میں بہر... تھے، میرے آبا و اجداد نے کالمو بسایا اور یقیناً ان سے پہلے کے لوگ آدم خوری کرتے ہوں گے لیکن افسوس اب یہ شوق عام لوگوں میں ختم ہو گیا ہے۔" اس نے کہا اور میں نے ایک بار پھر اس کی شکل دیکھی، پتا نہیں اس نے یہ الفاظ کیوں کہے تھے۔

لینڈ روور کی رفتار کسی حد تک سست ہو گئی تھی۔ پروفیسر ڈھوک نے اس بار ڈرائیونگ کرنے والی لڑکی کا چہرہ دیکھنے کی بھرپور کوشش کر ڈالی۔ وہ جس سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اس کی پشت اور ڈرائیونگ سیٹ کی پشت ایک ہی تھی اور اپنے بھاری بھرکم وجود کی وجہ سے ڈھوک کو پلٹ کر دیکھنے میں خاصی دشواری کا سامنا تھا۔

" میڈم ڈرائیور! آپ گاڑی بڑی سست رفتاری سے چلا رہی ہیں، آخر اس کی وجہ؟"

لڑکی نے آہستہ سے گردن گھمائی اور پروفیسر ڈھوک کی خواہش پوری ہو گئی۔ وہ نرمی سے بولی۔" جی آگے راستہ زیادہ بہتر نہیں ہے۔"

" لیکن گاڑی بہت شاندار ہے۔ میرا خیال ہے آپ رفتار تھوڑی سی تیز کریں۔" میں جانتا تھا کہ پروفیسر کا مقصد صرف اس لڑکی سے گفتگو کرنا تھا، وہ کچھ اور نہیں چاہتا تھا۔ لڑکی نے اب رفتار تیز کر دی تھی۔ لینڈ روور کے شیشوں سے باہر کے مناظر نظر آ رہے تھے۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی تھی جس نے موسم کو اور خوشگوار بنا دیا تھا۔ تارینا چند لمحات باہر دیکھتی رہی پھر ایک گہری سانس لے کر ہماری طرف متوجہ ہو گئی۔

" گفتگو کرتے رہیے، مجھے خاموشی ناپسند ہے۔"

" مجھے بھی۔" ڈھوک نے جواب دیا اور وہ ڈھوک کو دیکھ کر ہنس پڑی۔

" آپ کو کون سی چیز ناپسند ہے، میں اس کے بارے میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر پائی۔"

" کسی خوبصورت خاتون کا عدم التفات۔" ڈھوک نے جواب دیا۔

" گویا آپ تمام خوب صورت خواتین کے التفات کے چکر میں سرگرداں رہتے ہیں۔" وہ بولی

" تمام نہیں، میرا ایک معیار ہے۔"

" اور آپ کا مسٹر ایلی؟" اس نے میری طرف رُخ کر کے کہا اور میں اس غیر متوقع سوال پر چونک پڑا۔

" بدقسمتی سے میں ان دلچسپیوں سے محروم ہوں۔"

" کیا مطلب؟"

" مطلب یہ کہ پروفیسر ڈھوک کی برابری میں بالکل نہیں کر سکتا۔"

" آپ خاصے محتاط انسان معلوم ہوتے ہیں۔"

" نہیں، آپ اسے احتیاط نہ کہیں میڈم تارینا، بس فطرتاً میں بہت زیادہ بولنے کا عادی نہیں ہوں۔"

" ویسے آپ کی شخصیت بے حد شاندار ہے، آپ کے بدن کی بناوٹ ظاہر کرتی ہے کہ آپ ورزشی انسان ہیں بلکہ میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ آپ کافی سخت جان اور محنت کش ہیں۔ پروفیسر ڈھوک کے بارے میں میں کچھ نہیں کہوں گی۔"

" جسموں کی بناوٹ سے آپ کو خاصی دلچسپی معلوم ہوتی ہے۔" پروفیسر نے کسی قدر ناگواری سے کہا۔

" ہاں۔ یہ میری ہابی ہے، میں نے کئی پہلوان ملازم رکھے ہیں، وہ جسمانی طور پر بہت شاندار ہیں۔ میں آپ کو دعوت دیتی ہوں کہ ایک دو دن کالمو میں میرے ساتھ قیام کریں، اگر چاہیں تو شکار سے بھی شوق فرمائیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا وقت بہت عمدہ گزرے گا۔"

" خوب، خوب! عجیب شوق ہیں آپ کے۔ میرا خیال ہے کہ افریقہ کی تمام دولت مند عورتیں ایسے شوق نہیں رکھتیں۔"

" ہاں، میں عام عورت نہیں ہوں۔" تارینا کے لہجے میں غرور پیدا ہو گیا۔ میں اس کی لمحہ بہ لمحہ بدلتی ہوئی شخصیت پر غور کرتا رہا تھا۔

کافی دیر کے بعد ہم کالمو میں داخل ہو گئے۔ گاڑی اب مختلف موڑ کاٹ رہی تھی اور کالمو کی آبادی نگاہوں کے سامنے آتی جا رہی تھی۔ قصبے کی نسبت یہ شہر خاصا جدید نظر آ رہا تھا اور اس کے مکانات کافی خوب صورت اور ایک مخصوص طرز کے بنے ہوئے تھے۔ تارینا ہمیں شہر کے بارے میں بتانے لگی۔ اس نے بتایا کہ یہاں افریقی موسم کے بالکل برعکس آب و ہوا بہت خوشگوار اور دلکش ہے کیونکہ اطراف کے علاقے سبزہ زار سے لدے ہوئے ہیں۔ دور دراز سے سیاح یہاں آتے رہتے ہیں۔ یہ موسم خاص طور سے سفید لومڑیوں کے شکار کا ہے۔ اس موسم میں شکاری اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ ہوٹلوں وغیرہ میں تل دھرنے کی جگہ نہیں رہتی۔ شہر کے مختلف حصوں میں رہنے والے اپنے مکانات کرائے پر اٹھا دیتے ہیں اور اس طرح انھیں بہت اچھی آمدنی ہو جاتی ہے۔ گو نئے ہل کی حکومت نے یہ صورتِ حال دیکھ کر یہاں سیاحوں کے لیے مزید سہولتیں مہیا کی ہیں۔ کالمو میں کئی چھوٹے چھوٹے ہوٹل قائم کیے گئے ہیں۔ کیونکہ یہاں عظیم الشان ہوٹلوں کی گنجائش نہیں ہے، زلزلے کی مخصوص پٹی پر کالمو واقع ہوا ہے اور کئی بار یہاں شدید زلزلے بھی آ چکے ہیں۔ سال کے نو مہینے شکار بند رہتا ہے اور صرف تین مہینے کے لیے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

شکار کے لیے لائسنس جاری کیے جاتے ہیں۔ اس طرح حکومت کو کافی زرِمبادلہ حاصل ہو جاتا ہے۔

لینڈ روور اونچی نیچی سڑکوں سے گزر کر ایک خوب صورت عمارت کے بڑے پھاٹک میں داخل ہو گئی جس کا احاطہ بے حد وسیع تھا۔ سامنے دو طرفہ لان تھا جس کی گھاس ترتیب سے لگائی گئی تھی۔ دیواروں کے کنارے کنارے گھنے اور قد آور درخت ایک دوسرے سے جڑے کھڑے تھے اور اتنے نزدیک نزدیک تھے کہ دیواریں چھپ گئی تھیں۔ ان کے اختتام پر ایک وسیع پورچ تھا جس میں کئی قیمتی کاریں کھڑی نظر آ رہی تھیں۔ اسی پورچ میں لینڈ روور رک گئی۔ فوراً ہی دونوں طرف سے ملازم لپکے۔ اس اثنا میں ڈرائیور لڑکی بھی دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی تھی۔ تارینا نے ملازموں سے کہا۔ "ان لوگوں کو دو آرام دہ کمروں میں ٹھہرا دو۔ میرے خاص مہمان ہیں، خیال رکھنا، انھیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔" ملازموں نے گردنیں خم کیں اور تارینا ہم سے مزید گفتگو کیے بغیر اندر چلی گئی۔

"یہ کیا بات ہوئی۔" پروفیسر ڈھوک نے میرے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں پروفیسر! تم نے اس کی میزبانی قبول کی تھی۔" میں نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

ہم ملازموں کے ساتھ عمارت کے بغلی حصے میں پہنچ گئے پھر ہمیں ایک دروازے سے گزار کر عمارت کے ایک وسیع و عریض کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ پورا کمرا نفیس فرنیچر سے آراستہ تھا، بستر لگے ہوئے تھے، باتھ روم بھی ملحق تھا اور آسائشوں کا پورا بندوبست کیا گیا تھا۔ ملازم نے کہا۔ "غسل خانہ موجود ہے جناب! اگر آپ سفر سے تھک گئے ہوں تو غسل کر لیجیے اور فرمائیے کہ میں آپ کے لیے مزید کیا کر سکتا ہوں؟"

"ابھی کچھ نہیں۔" میری طرف سے بھی ڈھوک نے جواب دیا اور ملازم گردن جھکا کر باہر نکل گئے۔ میں پُرخیال انداز میں پروفیسر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "کیا تم اب میرے دماغ کو پڑھنے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"نہیں پروفیسر ڈھوک۔ نہ مجھے اس کا کوئی شوق ہے اور نہ میں اس کے بارے میں کچھ جانتا ہوں لیکن کیا تم نے اس عورت کے دماغ کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی؟"

"افسوس! عورت اور پھر حسین۔ پروفیسر ڈھوک کا دماغ حسن کے سامنے سو جاتا ہے۔ میں نے غور ہی نہیں کیا کہ میں اس کے ذہن کی گہرائیوں میں بھی جھانک سکتا ہوں۔"

"کوشش کرنا پروفیسر کہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکو۔"

"تم دیکھتے رہو، میں تو اس کا پورا شجرۂ نسب اس کی کھوپڑی سے باہر نکال لوں گا۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

"اس کا اس انداز میں چلے جانا مجھے کھل رہا ہے۔ وہ ہمیں اصرار کر کے یہاں لائی تھی اور پھر اس طرح نظر انداز کر کے اندر چلی گئی! کچھ نہ کچھ تو اسے کہنا چاہیے تھا ہمارے بارے میں۔"

"ٹھیک ہے۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ عشوہ و ناز نہ دکھائے گی تو کیا کرے گی اور پھر پروفیسر ڈھوک کے سامنے عورتوں کو اپنے حسن کا کچھ زیادہ ہی احساس ہو جاتا ہے۔ بات یہ ہے ڈیئر کہ کسی بھی لڑکی کو اپنا دوست بنانا ہو تو سب سے پہلے اس کے حسن سے متاثر ہو جاؤ۔ خواہ اس کی ناک چپٹی ہو، آنکھیں بھینگی ہوں، کچھ بھی ہو لیکن اس طرح تم اس کی توجہ حاصل کر سکتے ہو۔" اس بات پر میں صرف مسکرا کر رہ گیا تھا۔ پروفیسر ڈھوک نے اپنی بات جاری رکھی۔ "لیکن اس سے قطع نظر وہ تو حسین و پُرکشش بھی ہے تمھارا کیا خیال ہے، کیا تم نے افریقی عورتوں میں، بلکہ ہر جگہ کی عورتوں میں ایسا حسن دیکھا ہے؟"

"نہیں، مجھے اس سلسلے میں تم سے اتفاق ہے۔"

"حیرت انگیز طور پر حسین ہے! اس کی شخصیت میں کوئی خاص بات ہے۔ ویسے اس کا طرزِ عمل بتاتا ہے کہ وہ کوئی معمولی حیثیت نہیں رکھتی۔ افریقہ میں اتنے دولتمند لوگ کم ہی ہوتے ہیں۔"

"اچھا! میں اس بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"ویسے میں نے سیاحوں کی جنت کالمو کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا، مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ اس راستے پر ہے۔ یہ اس ملک کا مہنگا ترین شہر ہے، یہاں اتنی بڑی عمارت کسی کروڑ پتی ہی کی ہو سکتی ہے اور اگر کرائے پر بھی لی گئی ہے تو کئی سو ڈالر ماہانہ کرایہ ہو گا اس کا۔ پوری عمارت شاندار فرنیچر اور نفیس چیزوں سے آراستہ ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے! ویسے وہ کہہ رہی تھی کہ اسی علاقے کی رہنے والی ہے۔ یقیناً ہماری پہنچ سے باہر کی عورت ہے۔ کیا خیال ہے تمھارا، کیا ہم یہاں وقت نہیں ضائع کریں گے؟"

"یہ فیصلہ تو تمھیں ہی کرنا ہے پروفیسر۔"

"میرا خیال ہے تھوڑے دن یہاں گزاریں اور اگر اس کے انداز میں بیزاری پائیں گے تو پھر یہاں سے چل پڑیں گے۔ دنیا بہت وسیع ہے۔" پروفیسر نے اس انداز میں کہا کہ مجھے ہنسی آ گئی تھی۔

شام کی چائے کے لیے ہمیں لان پر دعوت دی گئی تھی۔ تارینا اس وقت چائے پر ہمارے ساتھ شریک ہوئی تھی۔ اس نے پہلے کی مانند مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہیلو۔ مجھے یقین ہے کہ

خوش ہو گئے۔"

"ہم معترض نہیں لیکن معاف کیجیے گا میڈم تارینا! ہمیں یہاں آ کر زیادہ خوشی بھی نہیں ہوئی ہے۔" ڈھوک نے کہا۔

"کیوں! کوئی تکلیف پہنچی ہے آپ کو؟" وہ چونک کر بولی۔

"آپ نے ہمیں اس وقت قطعی نظر انداز کر دیا تھا جب ہم یہاں پہنچے تھے۔"

"اوہ...." وہ پُرخیال انداز میں ڈھوک کو دیکھتی رہی پھر ندامت آمیز لہجے میں بولی۔ "یہ میری کمزوری ہے۔ کسی الجھن میں پھنس جاؤں تو بالکل ہی حواس باختہ ہو جاتی ہوں۔ تمھاری شکایت درست ہے پروفیسر، میں تم سے معافی چاہتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"تمھاری پہلی مسکراہٹ پر ہی میں نے تمھیں معاف کر دیا تھا اور میرے دوست نے بھی۔" پروفیسر ڈھوک بولا۔

"تم اپنے دوست کی نمائندگی بار بار کیوں کرنے لگتے ہو! انھیں بھی تو بولنے کا موقع دو۔"

"وہ ذرا کم گو ہے۔"

"خیر! مجھے یقین ہے کہ تم کسی قسم کی کوئی کوفت نہیں محسوس کرو گے۔ میں چاہتی ہوں کہ کسی ہوٹل میں قیام کرنے کے بجائے تم زیادہ وقت میرے ساتھ گزارو۔ میں عموماً فارغ رہتی ہوں۔ بس کبھی کبھی مصروفیات بڑھ جاتی ہیں، ایسا ہو تو میری غیر موجودگی کو محسوس نہ کرنا۔ تم میرے مہمان بن کر آئے ہو، یہ عمارت تمھارے لیے ہے، آرام سے یہاں سیر و سیاحت کرو۔ پورچ میں تم نے کئی گاڑیاں دیکھی ہوں گی۔ باہر جانے کا خیال دل میں آئے تو کسی سے بھی کہہ دینا، وہ تمھیں یہاں کی سیر کرا دے گا۔"

"ہم آپ کو اتنی زحمت نہیں دینا چاہتے میڈم تارینا۔"

"ضرورت سے زیادہ خود پسندی بھی اچھی چیز نہیں ہوتی مسٹر ایلی۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی اور میں خاموش ہو گیا۔ کافی دیر تک ہم ساتھ رہے اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔

کمرے میں آ کر میں نے پروفیسر ڈھوک سے پوچھا۔ "کیا خیال ہے پروفیسر! تم نے اس کے ذہن میں جھانکنے کی کوشش کی ہے؟"

"نہیں ابھی نہیں۔ میری نگاہیں تو اس کے چہرے تک پہنچ کر ہی رک جاتی ہیں اور ہر بار وہ مجھے پہلے سے زیادہ دلکش محسوس ہوتی ہے۔"

"مارے جاؤ گے، اپنے آپ کو سنبھالو۔" میں نے کہا اور پروفیسر ہنس پڑا۔

"اسی طرح مارے جانے کے لیے تو پیدا ہوا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ ہم لوگ کافی دیر تک اس کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ پروفیسر ڈھوک دلچسپ آدمی ثابت ہوا تھا اور اب یہ احساس میرے ذہن سے نکلتا چلا جا رہا تھا کہ وہ کوئی غلط شخصیت ہے۔ مجھے اس کا ساتھ کافی پسند آیا۔ ویسے تارینا کے بارے میں میرا ذہن جب بھی سوچتا، مجھے محسوس ہوتا کہ وہ ایک پُراسرار عورت ہے۔ ہمیں صرف اتفاقیہ طور پر ہی ملی تھی اس لیے میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ میرے لیے کسی طور نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے یا میری تاک میں ہو گی۔ ہر شخص کے بارے میں یہ سوچ لینا حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا اور پھر میں بھی یہاں تفریح کرنا چاہتا تھا، اپنے ذہن کو تمام خدشات سے پاک کر کے۔ اگر کوئی غلط شخصیت اس دوران مجھ تک پہنچ بھی جائے تو دیکھا جائے گا۔ مجھے بھلا اس کی کیا پروا ہو سکتی تھی۔

رات تو انتہائی پُرتکلف ڈنر کا اہتمام کیا گیا تھا لیکن طویل میز پر تارینا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے ہم دونوں کا استقبال کیا۔ اس وقت اس کی شخصیت میں کافی جاذبیت نظر آ رہی تھی، سفید لباس میں وہ واقعی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ میں، پروفیسر ڈھوک کی اس بات سے متفق ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ افریقی عورتوں میں شاید ہی اس سے دلکش شخصیت کسی اور کی ہو گی۔ پروفیسر ڈھوک تو اسے دیکھ کر منہ پھاڑ کر رہ گیا تھا اور پھر بڑے محتاط انداز میں اس کے بالکل سامنے جا بیٹھا تھا۔

"ہیلو پروفیسر کیسے ہیں آپ؟"

"بہت خراب ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ.... کچھ نہیں۔" پروفیسر نے آہستہ سے کہا اور تارینا ہنسنے لگی۔ پھر میری طرف متوجہ ہو گئی۔

"مسٹر ایلی۔ آپ کے دوست خاصے دلچسپ آدمی ہیں۔"

"جی ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ ملازموں نے کھانا سرو کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ حیرت انگیز بات تھی کہ کھانا سرو کرنے والی تمام لڑکیاں ہی تھیں — میں نے گیٹ پر صرف ایک چوکیدار کو دیکھا تھا یا پھر وہ دو ملازم جو ہمیں یہاں تک چھوڑنے آئے تھے جبکہ ڈرائیونگ کرنے والی بھی لڑکی ہی تھی۔ تارینا کی شخصیت لمحہ بہ لمحہ میرے لیے پُراسرار ہوتی جا رہی تھی اور میں اس کے بارے میں جاننے کا خواہشمند تھا۔ ڈنر کے بعد بھی کافی دیر تک ہم لوگ ساتھ بیٹھے رہے۔ تارینا نے کہا کہ اگر موسم اتنا ہی خوشگوار رہا تو کل وہ سفید لومڑیوں کے شکار کے لیے چلے گی۔

"کیا آپ کو شکار سے دلچسپی ہے مسٹر ایلی؟" اس نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں میڈم تارینا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں آپ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جان لینا چاہتی ہوں لیکن میں محسوس کر رہی ہوں کہ آپ اپنے بارے میں بہت محتاط ہیں۔"

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں، جو کچھ آپ میرے بارے میں جاننا چاہیں، مجھ سے پوچھ لیا کریں۔"

"نہیں۔ اگر سوال کر کے کچھ جانا تو پھر جاننے کا لطف باقی نہیں رہتا۔" اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"اگر کوئی ایسی بات ذہن میں آئے جس کا جاننا آپ کے لیے ضروری ہو تو میں ضرور بتا دوں گا۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"دلچسپ بات کہی آپ نے۔ ذہن میں آئے تب نا۔۔ اور جب کچھ آئے ہی نہیں تب؟"

"آجائے گا آجائے گا جو آپ چاہیں گی، وہ ان کے ذہن میں آجائے گا۔" پروفیسر ڈھوک نے کہا اور تارینا چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"وہ کس طرح؟"

"اس کا جواب میں آپ کو ذرا دیر سے دوں گا۔" پروفیسر ڈھوک بولا اور اس کے بعد ہم لوگ ڈنر ٹیبل سے اٹھ گئے۔ راستے میں ڈھوک نے کہا۔ "جتنی بار دیکھتا ہوں، دل ڈوبتا ہی چلا جاتا ہے۔ میرا خیال ہے میں سنجیدگی سے اس پر عاشق ہو گیا ہوں۔ اپنی نسل کی عورتوں میں، میں نے اتنی حسین عورت نہیں دیکھی۔"

"ہوشیار رہو پروفیسر! وہ کافی خطرناک ہے۔"

"مجھے اندازہ ہے لیکن اس دل کو کیا کروں۔"

"سنبھالو پروفیسر! ویسے ہم اسے ٹرانس میں بھی تو لا سکتے ہیں۔"

"ہمت نہیں کر سکا۔ ایسی عورتیں زبردست قوت ارادی کی مالک ہوتی ہیں۔" اس نے کہا اور میں اس کے الفاظ میں کھو گیا۔ پروفیسر نے میرے بارے میں سب کچھ کس طرح معلوم کر لیا تھا جبکہ ایک بار بھی میں نے خود کو ہپناٹزم کے زیر اثر نہیں محسوس کیا تھا۔ بات ایک دم پھر مشکوک ہو گئی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ پروفیسر فراڈ ہے اور مجھ پر خواہ مخواہ اپنے ٹیلی پیتھ اور ہپناٹسٹ ہونے کا رعب ڈال کر میرے قریب آیا ہے۔ اسے پہلے سے میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہے اور یہ بات خطرناک تھی ورنہ پھر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ کون ہے؟

کمرے میں پہنچ کر میں نے کہا۔ "میں نے تمھیں ہوشیار کر دیا ہے پروفیسر! باقی تم بہتر جانتے ہو۔"

رات کو دیر تک میں اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ پروفیسر خراٹے بھرتا رہا تھا۔ صبح حسب معمول تھی البتہ رات کو میں نے سوچا تھا کہ کسی سے الجھے بغیر مجھے خاموشی سے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ اگر پروفیسر غلط بھی تھا تو اس وقت میں [illegible] موڈ میں نہیں تھا۔

ناشتے پر تارینا موجود نہیں تھی۔ اس کی ملازمہ نے [illegible] وہ کسی کام سے چلی گئی ہے۔ پروفیسر نے اسے گھورتے ہوئے [illegible] "تمھیں ہماری خدمت کے لیے کہہ گئی ہوں گی۔"

"جی ہاں سختی سے ہدایت کی ہے کہ آپ لوگوں کو کوئی تکلیف نہ ہونے دی جائے۔" ملازمہ مسکرا کر بولی۔

"مگر مجھے تکلیف ہے۔"

"فرمائیے! کیا خدمت کروں میں آپ کی؟"

"سوری ایلی! مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو۔" پروفیسر نے کہا اور میرے کچھ بولنے سے قبل ملازمہ کا ہاتھ [illegible] کر باہر نکل گیا۔

میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر اپنے کمرے کی طرف واپس آگیا لیکن یہاں آئے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ [illegible] واپس آئی جو پروفیسر کے ساتھ گئی تھی۔ اس نے اپنے لباس [illegible] ہاتھ ڈال کر ایک پرچا نکالا اور میری طرف بڑھا کر بولی۔ "[illegible] کے لیے ہے۔"

"کس نے دیا ہے؟"

"مادام جاتے وقت ہدایت کر گئی تھیں کہ آپ کو تنہائی [illegible] دیا جائے۔ میں پروفیسر کو باتوں میں مصروف رکھوں گی، [illegible] رکھیں۔"

اس کے جانے کے بعد میں نے پرچا کھولا۔ انگلش میں [illegible] تحریر گھسیٹی ہوئی تھی۔

"ایلی، کار لے کر اولڈ ریولنس آجاؤ۔ تنہائی میں تم سے [illegible] اہم بات کرنی ہے۔ اولڈ ریولنس کا نقشہ موجود ہے۔"

اس کے ساتھ ہی پرچے پر نقشہ بنا دیا گیا تھا۔ میں حیران رہ گیا۔ اس کا مطلب؟ میں نے خود سے سوال کیا لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ آخر فیصلہ کیا کہ اس سے ضرور ملوں گا۔ اس کے بعد یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ پروفیسر کسی بھی [illegible] واپس آسکتا تھا۔ میں تیار ہو کر باہر آیا تو مرد ملازموں میں سے ایک نے مجھے کار کی چابی دیتے ہوئے کہا۔ "وہ سرخ گاڑی جناب [illegible] پسند آئے گی۔" میں نے شکریہ ادا کر کے چابی لے لی اور [illegible] نکل آیا۔ میرا ذہن تجسس کا شکار تھا۔ تارینا مجھ سے کیا چاہتی ہے؟ وہ عورت۔۔۔۔ اس کے ہر انداز سے پتا چلتا [illegible] معمولی شخصیت نہیں ہے۔ نقشے کے مطابق سفر کرتا ہوا [illegible] سے باہر نکل آیا۔ علاقے کے حسن کے بارے میں کچھ کہنا [illegible] چراغ دکھانا تھا۔ بالآخر میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں کی نشان [illegible] کی گئی تھی۔ یہاں میں نے کار روک دی اور اسٹیئرنگ پر بیٹھے بیٹھے اطراف کے مناظر دیکھنے لگا۔ اونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں، دور دور تک کسی انسان کا وجود نہیں تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نیچے اتر آیا اور کار کی چابی انگلی میں گھماتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ایک کے بعد ایک حسین منظر مجھے اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ میں کافی دور نکل آیا۔ پھر مجھے تارینا کا خیال آیا۔ وہ کہاں ہے؟ کوئی دھوکا؟

اس تصور نے میرے قدم جما دیے تھے۔ میں نے پلٹ کر دیکھا اور دوسرے لمحے چونک پڑا۔ میرے عقب میں ایک طویل القامت سیاہ فام کھڑا تھا۔ بدن تانبے کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ سر پر روایتی افریقیوں کی مانند پروں کا تاج تھا۔ نچلے بدن پر چیتے کی کھال کا لباس۔ اوپری حصہ بے لباس تھا اور اس پر رنگین مٹی سے نقش بنے نظر آرہے تھے۔ اس کا چہرہ پتھر کی طرح سپاٹ اور بے جان نظر آرہا تھا۔ آنکھیں میری طرف نہیں دیکھ رہی تھیں بلکہ اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، پھر میں نے ہمت کر کے کہا۔ "کیا بات ہے، کون ہو تم؟"

"جیٹو ہے اس کا نام، تمھارے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتا کیونکہ قوت گویائی سے محروم ہے۔" ایک ٹیلے کے عقب سے آواز آئی اور میں چونک کر بے اختیار پلٹ پڑا۔ تارینا اس ٹیلے کے عقب سے نکل آئی تھی۔ اس کے بدن پر چست لباس تھا، کمر میں بیلٹ بندھی ہوئی تھی جس کے دونوں طرف پستول اٹکے ہوئے تھے، آنکھوں پر ایک خاص قسم کا چشمہ چڑھا ہوا تھا۔ پنڈلیوں پر چڑھے ہوئے جوتوں پر سنہری زرکاری تھی۔ بڑی ڈرامائی سی کیفیت تھی۔ اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ہنٹر تھا جو خاصا بڑا تھا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

میں عجیب سی نگاہوں سے اسے گھورنے لگا۔ اس کے خدوخال کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا اور میں اس وقت اس کی سوچ سے ناواقف تھا۔ "تم نے مجھے بلایا تھا تارینا؟" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ بس یوں سمجھ لو، تمھیں یہاں بلانے کا مقصد یہی تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"مطلب تمھیں سمجھ جانا چاہیے، تم میں سے ایک شکار ہے اور دوسرا شکاری، فیصلہ کرو کہ کون شکار ہو سکتا ہے اور کون شکار کر سکتا ہے؟"

"کیا حماقت ہے تارینا! کیا میرے اور تمھارے درمیان کوئی دشمنی ہے؟"

"دشمنی ہوتی تو میں تمھیں بڑے آرام سے اپنی رہائش گاہ میں ایک دوست کی حیثیت سے رکھتی، کھلاتی پلاتی اور تمھارا وزن اتنا بڑھا دیتی کہ اس کے بعد تم کسی قابل ہی نہ رہتے لیکن میری تم سے دوستی ہو گئی ہے اور جو لوگ میرے دوست ہوتے ہیں وہ پوری طرح مستعد اور چاق و چوبند رہتے ہیں تاکہ خود کو میری دوستی کا اہل ثابت کر سکیں۔"

"تم مجھے پاگل معلوم ہوتی ہو۔"

"یہاں ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے، تم مجھے جو چاہو کہہ سکتے ہو لیکن یہ شخص میری توہین برداشت نہیں کرتا۔ کیوں جیٹو! میں نے غلط تو نہیں کہا؟" اس نے سیاہ فام پہاڑ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور میری آنکھیں بھی ایک بار پھر اس کی جانب اٹھ گئیں۔ اس کی جسمانی ساخت میں پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ کم بخت کا بدن اتنا ٹھوس تھا کہ گوشت پوست کا معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ ایک ایک رگ پٹھا نمایاں تھا۔ قد بھی غیر معمولی حد تک لمبا تھا۔ وہ اب بھی خاموش کھڑا ہوا تھا لیکن تارینا کے سوال کے جواب میں اس کے سفید دانت ایک لمحے کے لیے جھلکے تھے اور پھر چھپ گئے تھے۔ نگاہیں آسمان کی جانب ہی ٹکی ہوئی تھیں۔ "جیٹو! فیصلہ ہونا ہے شکار اور شکاری کا۔ کیا تم تیار ہو؟"

اس بات کے جواب میں پہلی بار اس شخص نے گردن خم کی اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"تارینا! میں اس مذاق کا متحمل نہیں ہو سکتا۔" میں نے کہا۔

"تو پھر مر جاؤ۔ تم جیسے تندرست و توانا لوگوں کا بزدلوں کی حیثیت سے جینا مجھے پسند نہیں آئے گا۔"

"مگر میں۔۔۔۔ میں۔۔۔۔"

"میں تمھیں بتا چکی تھی کہ میری تفریحات اسی قسم کی ہیں۔ میں عام عورتوں سے مختلف ہوں۔ تم نے مجھے متاثر کیا ہے، چنانچہ میں تمھیں اس امتحان میں ڈالنا چاہتی ہوں اور اس کے بعد تم تارینا سے دوستی کے حقدار بن جاؤ گے۔"

"تم نے یہ کیوں سوچ لیا تارینا کہ میں تمھاری طرف دوستانہ قدم بڑھانا چاہتا ہوں۔"

"سوچ نہیں لیا بلکہ وہ لوگ مجھ تک آنے کے لیے مجبور ہو جاتے ہیں جو مجھے پسند آجائیں۔ جیٹو! تم کیا دیکھ رہے ہو، تمھیں اجازت ہے۔" تارینا ایک سمت ہٹ کر پتھر کی چٹان سے جا لگی۔ اسی وقت سیاہ فام جیٹو نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگا۔

"تمھیں اس کے نتائج بھگتنا ہوں گے تارینا!" میں نے غراتے ہوئے کہا۔ حالانکہ میرے ہوش و حواس گم ہوتے جا رہے تھے۔ یہاں تو کوئی میری مدد کو بھی نہیں آسکتا تھا اور یہ سیاہ فام جسمانی طور پر بہرحال مجھ سے برتر تھا۔ میں خواہ مخواہ اپنے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار نہیں تھا لیکن اب سر پر آپڑی تھی تو کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے اتنا ہی سوچا تھا کہ سیاہ فام نے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ میں پھرتی سے اچھل کر ایک طرف ہو گیا اور وہ جھونک میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

مجھے دماغ کو ٹھنڈا رکھ کر مقابلہ کرنا تھا چنانچہ میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ اس پر حملہ کرنا میرے لیے خاصا خطرناک ہوگا۔ البتہ صرف یہ کوشش کارگر ہو سکتی ہے کہ میں اسے تھکاتا رہوں اور جب بھی کمزور پاؤں کم بخت کا حساب کتاب کر دوں۔ اس کے لیے مجھے نہایت پھرتی سے کام لینا تھا۔ تارینا پر شدید غصہ آ رہا تھا لیکن اس وقت اسے نظر انداز کرنا ضروری تھا۔ ذہن گرم ہوتا تو مار کھا سکتا تھا۔ سیاہ فام جو جھونک میں آگے بڑھ گیا تھا، اپنے آپ کو سنبھال کر پھر پلٹا۔ اب اس کے دانت باہر نکل آئے تھے اور ایک وحشت خیز آواز اس کے منہ سے نکل رہی تھی۔ تارینا نے کہا تھا کہ وہ بول نہیں سکتا لیکن یہ آوازیں بہت خوفناک تھیں۔ تارینا اچھل کر چٹان کے اوپری حصے پر بیٹھ گئی۔ اس نے دونوں پاؤں نیچے لٹکا دیے تھے۔ میں سیاہ فام پر نظریں جمائے پینترا بدل رہا تھا۔ ایک بار پھر اس نے بڑی شدت سے مجھ پر حملہ کیا تھا لیکن میں نے اس کا اندازہ پورا نہیں ہونے دیا۔ اس بار میں اچھلنے کے بجائے بیٹھ گیا تھا اور جونہی وہ مجھ سے ٹکرایا، میں پوری قوت صرف کر کے اٹھ گیا۔ سیاہ فام میرے کندھے سے گزر کر دوسری طرف الٹ گیا تھا۔

تارینا نے ایک زوردار آواز منہ سے نکالی اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ "واہ جیٹو! یہ پہلا پوائنٹ ہے جو اس نے تمہارے خلاف حاصل کیا ہے۔" جیٹو نے جھنجلائے ہوئے انداز میں زمین پر دو تین پاؤں مارے اور اس کے بعد ہاتھوں کے ذریعے قلابازی کھائی۔ اس بار میں چھلانگ مار کر بالکل پیچھے ہٹ گیا تھا۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی تھی، چنانچہ جس طرف میں ہٹا تھا اسی طرف مسلسل پیچھے ہٹتا رہا اور جیٹو میرے نزدیک پہنچتا چلا گیا تھا۔ میں نے اس چٹان کے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا جو اب میری پشت پر تھی اور اس سے میں پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔

سیاہ فام جب میری طرف بڑھا تو میں نے اس قسم کا اظہار کیا جیسے میں اس سے خوفزدہ ہو گیا ہوں۔ وہ منہ سے کریہہ آوازیں نکالتا ہوا کسی گینڈے کی طرح مجھ پر حملہ آور ہوا تھا لیکن نتیجہ اس کے حق میں برا نکلا۔ وہ بری طرح چٹان سے ٹکرایا تھا اور اس کی پیشانی زخمی ہو گئی تھی۔ وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ میں نے پوری قوت سے دونوں ٹانگیں جوڑ کر اس کے سینے پر فلائنگ کک مار دی۔ اس بار وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ چٹان سے ٹکرایا تھا۔ دوبارہ اٹھا ہی تھا کہ میں نے اس کے قریب پہنچ کر دونوں ہاتھ اس کے سینے پر رکھے اور پوری قوت سے اسے ایک بار پھر چٹان سے ٹکرا دیا۔

یہ تیسری ضرب پہلے سے کہیں زیادہ خوفناک تھی۔ اس کے حلق سے ایک دردناک چیخ نکلی۔ پہلی بار چٹان سے ٹکرانے پر اس کی پیشانی پھٹ گئی تھی اور خون بہہ بہہ کر اس کی آنکھوں میں آنے لگا تھا جس کی وجہ سے اس کی بصارت متاثر ہوئی تھی لیکن اب اسے مہلت دینا زخمی شیر کو کھلا چھوڑ دینے کے مترادف تھا چنانچہ میں نے مسلسل اس کی پٹائی شروع کر دی۔ کوشش یہی کر رہا تھا کہ اس کے ہاتھوں کی زد میں نہ آؤں۔ ایک بار موقع ملا تو میں نے پھر اس کی گردن پکڑی اور اس کا چہرہ چٹان سے ٹکرایا۔ اس وقت میرا واحد ہتھیار یہی تھی اور اسے صحیح طور سے استعمال کرنے کے لیے میں چٹان کے پاس سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی سیاہ فام کو اس کا موقع دے رہا تھا۔ وہ کافی زخمی ہو گیا تھا اور اس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ سی محسوس ہو رہی تھی۔ میرے گھونسے مسلسل اس کے جسم کے نازک حصوں پر پڑ رہے تھے۔ جونہی وہ چٹان کے پاس سے ہٹنے کی کوشش کرتا میرا کوئی گھونسا اسے دوبارہ چٹان کی طرف لے جاتا۔ اس دوران میری ہر بار یہی کوشش رہی تھی کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس کے ہاتھوں کی گرفت میں نہ آ سکے۔ اس حالت میں بھی اگر وہ مجھے پکڑ لیتا تو اس وقت ہی چھوڑتا جب میرا دم نکل جاتا۔

تارینا چٹان سے نیچے اتر آئی تھی اور کچھ فاصلے پر کھڑی حیرت زدہ نگاہوں سے سیاہ فام کی پٹائی دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً میں نے ایک اور چال چلی۔ میں آہستہ آہستہ اس انداز میں پیچھے ہٹا، جیسے سیاہ فام پر حملہ کرنے کے لیے کوئی خاص منصوبہ بنا رہا ہوں لیکن اس طرح میں تارینا کے بہت زیادہ قریب پہنچ گیا تھا اور پھر اچانک میں نے پلٹ کر اس کے ہنٹر والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا اور دوسرے ہی لمحے ہنٹر میرے قابو میں آ گیا تھا۔ چنانچہ تارینا کے خلاف کچھ کرنے کے بجائے میں ہنٹر لے کر سیاہ فام پر پل پڑا۔ وہ پوری طرح نڈھال ہو چکا تھا ـــ میرا پہلا وار شائیں کی آواز کے ساتھ اس کے بدن پر پڑا تو وہ تڑپ گیا۔ دوسرے لمحے وہ نیچے گر پڑا تھا۔ میں نے ہنٹر مار مار کر اس کے بدن کی کھال جگہ جگہ سے ادھیڑ دی اور چند لمحوں کے بعد وہ ساکت ہو گیا۔

میں نے جھک کر اسے دیکھا، پھر ہنٹر ہاتھ میں لیے ہوئے تارینا کی طرف مڑا۔ تارینا کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے۔ اس نے اپنا چشمہ اتار کر ایک طرف پھینک دیا اور بے اختیار میری طرف بڑھی۔ اس کی آنکھوں میں شرابیوں کی سی کیفیت تھی۔ اس کی کیفیت کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی تب وہ بوجھل آواز میں بولی: "میرا اندازہ۔۔۔۔ میرا اندازہ تمہارے بارے میں غلط نہیں تھا تم۔۔۔۔ تم واقعی وہ ہو، جو میں نے سوچا تھا۔ تمہاری بناوٹ دیکھ کر ہی میں نے اس بات کی پیشینگوئی کر دی تھی کہ تم عام آدمی نہیں ہو۔" وہ میرے بالکل قریب پہنچ گئی اور اس وقت اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا جب میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے بال پکڑ لیے اور پھر ایک زوردار جھٹکا دے کر اسے زمین پر پھینک دیا۔

"ہاں، میں واقعی وہ نہیں ہوں جو تم نے سوچا تھا تارینا۔" میں نے غضب ناک لہجے میں کہا۔ "تمہاری اس حرکت کا تمہیں بھرپور انعام ملے گا۔" پھر میں نے ہنٹر کھولا اور دوسرے ہی لمحے ہنٹر تارینا کے بدن پر پوری قوت سے پڑا۔ اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی تھی۔ وہ فوراً ہاتھوں کے بل پیچھے کھسکنے لگی۔

"سنو تو ایلی! بات تو سنو! ام۔۔۔۔ میں۔۔۔۔" اس نے بہت اذیت زدہ لہجے میں کچھ کہنا چاہا لیکن دوسرا ہنٹر اس کی ٹانگوں پر پڑا تھا۔ وہ اچھل کر دور جا گری۔ میرا تیسرا وار اس کے شانے پر پڑا اور وہاں سے لباس پھٹ گیا، وہ کراہنے لگی تھی۔

"آہ پلیز۔۔۔۔ پلیز سنو۔ مجھے نہ مارو۔۔۔۔ نہ مارو۔ پلیز میری بات تو سن لو۔" وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر فریاد کرنے والے انداز میں بولی۔

"تمہیں اس کیفیت سے گزرنا ہوگا میڈم تارینا جس کیفیت میں تمہارا یہ غلام ہے۔" میں نے سیاہ فام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"نہ مارو، پلیز نہ مارو۔" وہ فریاد کرنے والے انداز میں بولی لیکن میرا غصہ عروج کو پہنچ گیا تھا، میں اسے مارتا رہا۔ "سنو۔۔ سنو! تمہیں وہ کچھ دیا جائے گا جو میں نے آج تک کسی کو نہیں دیا۔ مت مارو، پلیز مت مارو۔" اس نے کہا لیکن میرا غصہ کم نہیں ہوا تھا۔ میں نے لگاتار کئی ہنٹر اس کے بدن پر رسید کیے اور پھر بال پکڑ کر اسے اٹھا لیا۔ تارینا کی شکل بگڑ گئی تھی، تمام تفریح بھول گئی تھی وہ۔ بال پکڑ کر میں پھرتی سے دوڑا اور میں نے اس کا سر چٹان سے ٹکرا دیا۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے، چہرے پر دہشت نظر آئی اور اس کے بعد آہستہ آہستہ وہ پھسلتی ہوئی نیچے آ رہی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اسی سیاہ فام کے نزدیک بے ہوش پڑی تھی۔ میں نے ہنٹر اس کے اوپر پھینک دیا۔ اس کے بعد یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ میں کار لے کر واپس چل پڑا لیکن ابھی میں زیادہ دور نہیں پہنچا تھا کہ مجھے ایک اور کار نظر آئی جس سے پروفیسر ڈھوک نیچے اتر رہا تھا۔ ڈھوک کو دیکھ کر میں نے اپنی کار اس کے برابر لے جا کر کھڑی کر دی۔

"خیریت، خیریت! کوئی خاص بات؟" ڈھوک نے چشمہ اتار کر مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں مسٹر ڈھوک لیکن آپ اس طرف کیسے آ نکلے؟"

"بس تمہارے بارے میں اطلاع ملی تھی کہ تمہیں اس طرف بلایا گیا ہے۔ میں ذرا الجھن کا شکار ہو گیا۔ یہ جو میری چھٹی حس ہے نا، یہ بڑی کارآمد چیز ہے۔ نجانے کیوں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی خاص ہی بات ہے اور جب کوئی خاص بات ہوتی ہے تو پھر میں صرف پروفیسر ڈھوک ہوتا ہوں، باقی کچھ نہیں۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا پروفیسر ڈھوک کہ میں اس طرف آیا ہوں؟"

"وہی لڑکی۔۔۔۔ تم سمجھ رہے ہو نا، جس نے تمہیں پیغام دیا تھا۔ دراصل کوئی لڑکی کتنی ہی چالاک کیوں نہ ہو، جب اسے ڈھوک کی الفت کا یقین ہوتا ہے تو اس کی زبان کھل ہی جاتی ہے۔ پھر ایسا کیسے ہوتا کہ مجھے تمہارے بارے میں تفصیل نہ معلوم ہو جاتی۔ میں تمہارا پتہ لگاتا ہوا یہاں تک آ پہنچا لیکن بات کیا ہے، واپس جا رہے تھے کیا؟"

"ہاں اور میرا خیال ہے کہ اب یہ علاقہ ہمارے لیے خطرناک ہو گیا ہے۔"

"کیوں؟ ابھی سے!"

"ہاں۔"

"وجہ تو بتاؤ؟"

"وجہ یہ ہے کہ میڈم تارینا اس چٹان کے عقب میں بے ہوش پڑی ہیں، مع اپنے ایک سیاہ فام پہلوان کے جس کا اس نے تذکرہ کیا تھا۔"

"کیا وہ تمہیں قتل کرنا چاہتی تھی!"

"نہیں، صرف تفریح کر رہی تھی اپنے طور پر۔ بہتر یہ ہوگا مسٹر ڈھوک کہ یہاں سے راہِ فرار اختیار کریں ورنہ ہوش میں آنے کے بعد اس کی تفریح ذرا مختلف قسم کی ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے، چلو، ابھی چلتے ہیں۔"

"وہاں واپس نہیں جاؤ گے؟"

"میں نے کہا نا کہ تم ڈھوک کو معمولی درجے کا سمجھ رہے ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ بہت سے ایسے کام میں پہلے ہی کر لیتا ہوں جو بعد میں کرنے کے ہوتے ہیں۔"

"یعنی؟"

"مطلب یہ کہ ہمارا مختصر سامان کار میں موجود ہے۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ واقعی کام کے آدمی ہو مسٹر ڈھوک۔ اگر تم اس وقت یہاں نہ پہنچتے تو شاید اس کے بعد ہماری ملاقات کبھی نہ ہوتی۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں، مجھے اندازہ ہے کہ تم بے مروت قسم کے آدمی ہو اور میں تمہیں قطعی متاثر نہیں کر سکا۔ تاہم میں اس وقت تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ میں یہ محسوس نہ کر لوں کہ تم

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

یدھے راستے پر نہیں آ سکتے۔"
میں نے مسکرا کر ڈھوک کی بات ٹال دی تھی پھر ہم دونوں
یک ہی کار میں آ بیٹھے اور میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔
ی خاص سمت کا تعین نہیں کیا گیا تھا بس مقصد یہی تھا کہ یہ علاقہ
ھوڑ دیں۔
پروفیسر ڈھوک اگر اس وقت یہاں نہ پہنچ جاتا تو میرا اور
س کا ساتھ چھوٹ گیا تھا لیکن اس شخص کے بارے میں یہ اندازہ
رنے لگا تھا مجھے کہ یہ آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔
یسے مجموعی طور پہ کام کا آدمی تھا اور خاصی دلچسپ شخصیت کا
ک تھا۔ میری تنہائی کچھ دن کے لیے تو دُور ہو ہی سکتی تھی راستے
ی اس نے مجھ سے یہاں پیش آنے والے واقعات کے بارے
ں تفصیلات پوچھیں تو میں نے اسے ساری حقیقت بتا دی۔
فیسر ڈھوک یہ سن کر افسردہ ہو گیا تھا کہ میں نے تارینا کے بدن
ٹر کے نشانات بنا دیے تھے۔
"آہ.... تمھیں ہنٹر سے نہیں مارنا چاہیے تھا۔ اس کے چہرے
کوئی نشان نہیں پڑا؟" ڈھوک نے افسردہ لہجے میں کہا۔
"مسٹر ڈھوک! آپ میری دشمن سے ہمدردی کا اظہار کر رہے ہیں!"
"نہیں بھائی! عورت کبھی کسی کی دشمن نہیں ہو سکتی۔ بس اسے
ل کرنے کا فن آنا چاہیے۔"
"میرا خیال ہے پروفیسر ڈھوک کہ تم واپس چلے جاؤ، وہاں جا
س کی تیمارداری کرو، یقیناً وہ تم سے متاثر ہو جائے گی۔"
"اب آ گیا ہوں تو واپس نہیں جا سکتا۔" ڈھوک نے کہا اور پھر
ب پڑا۔ "لیکن یہ کار کہاں تک ہمارا ساتھ دے گی! کیا یہ ہمارے
طرناک ثابت نہیں ہو سکتی؟"
"کسی مناسب جگہ چھوڑ دیں گے۔"
"عزیزم! ایک بات میں بھی عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ
ں سب سے قیمتی چیز ہے، اگر زندگی ہی کو کوئی خطرہ لاحق ہو جائے
ر باقی تفریحات آدمی قبر میں تو نہیں کر سکتا۔"
"بجا ارشاد کیا آپ نے، اس میں کوئی شک نہیں۔"
"کار بہتر ہے کہ ابھی کسی مناسب جگہ چھوڑ دو اور یہ بھی اچھا
کہ ہم پھر اپنی اوقات پر آ جائیں۔"
"یعنی؟"
"ف... پیدل مارچ اور پھر یقیناً یہاں لفٹ دینے والے
جائیں گے۔"
"مگر چلو گے کہاں؟"
"اس کا تعین بعد میں کر لیں گے بلکہ ممکن ہے کہ کوئی اور ہی
راہنمائی کر دے۔" ڈھوک کی بات میں وزن تھا۔ میں جانتا تھا
کہ تارینا یہاں کی متمول شخصیت ہے اور کافی حد تک پُراسرار بھی۔
اس بات کے امکانات بھی موجود تھے کہ کسی طور اس کا تعلق میرے
دشمنوں سے بھی ہو، گو میں اس کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا خواہش
کے باوجود۔ صورتِ حال ایسی ہو گئی تھی کہ اب تارینا کی کھوج میں
رہ کر میں اپنی زندگی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا لیکن اس کے امکانات
تھے کہ وہ شدت سے ہمیں تلاش کرائے اور کار کی وجہ سے ہماری
نشاندہی ہو جائے، چنانچہ ایک بھری پُری بارونق سڑک پر کار چھوڑ
دی گئی اور اس کے بعد ہم لوگوں نے پھر ایک راہ اختیار کر لی جس کے
بارے میں ہمیں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کہاں جاتی ہے۔
پیدل سفر کرتے ہوئے کافی وقت گزر گیا تھا۔ اگر یہ ایک
باقاعدہ سڑک نہ ہوتی تو ہم یقیناً آگے نہیں بڑھ سکتے تھے کیونکہ
پھر ہمیں اپنے سفر کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ تارینا
نے بھی یہ کہہ کر ڈرا دیا تھا کہ سڑکوں پر درندے بھی مل جاتے ہیں۔
کافی دُور چلنے کے بعد پروفیسر ڈھوک نے اس سلسلے میں
تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا "مزید آگے جانا خطرناک ہے۔
اتفاق کی بات ہے کہ اس دوران یہاں سے کوئی گاڑی نہیں گزری،
کہیں یہ کوئی ویران اور ناقابلِ استعمال سڑک نہ ہو۔"
"سڑک کی حالت تو یہ نہیں بتاتی مسٹر ڈھوک!" میں نے کہا
اور جھک کر سڑک کو دیکھنے لگا۔ سڑک پر گاڑیوں کے ٹائروں کے
نشانات بنے ہوئے تھے اور زیادہ پُرانے نہیں تھے۔ اس کا مطلب
ہے کہ یہاں سے گاڑیاں گزرتی ضرور ہیں، اب یہ اتفاق ہے کہ اس
دوران کوئی گاڑی ہمیں نہیں ملی۔ ابھی ہم یہ سوچ ہی رہے تھے کہ
دفعتاً انجن کی آواز سنائی دی اور ہم چونک پڑے۔ پیچھے سے ایک
ٹرک آ رہا تھا، ہم سڑک کے بیچوں بیچ آ کھڑے ہوئے۔
ٹرک تھوڑی دیر کے بعد ہمارے نزدیک آ کر رُک گیا۔
ڈرائیونگ سیٹ پر ایک سیاہ فام آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ بوڑھا اور
مجہول سا آدمی جو شکل ہی سے نشے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ اس
نے گردن نکال کر ہمیں خونی نگاہوں سے دیکھا اور غراتی ہوئی
آواز میں بولا "کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم دونوں پر، یہ سڑک
کیوں بند کر رکھی ہے؟"
"ہم پریشان حال لوگ ہیں مسٹر! کیا تم ہمیں اپنے ٹرک پر
بٹھا کر وہاں تک نہیں چھوڑ دو گے جہاں تم جا رہے ہو؟"
"اور اگر تم لٹیرے نکلے تو؟"
"تو تم ہمیں گولی مار دینا۔"
"میرے پاس پستول موجود ہے، اس بات کا خیال رکھنا۔"
بوڑھے نے کہا۔
"یقیناً خیال رکھیں گے، تم فکر نہ کرو۔" پروفیسر ڈھوک نے کہا

اور بوڑھے کے برابر والے دروازے کی جانب بڑھا۔
بوڑھے نے پستول نکال لیا اور اس کا رُخ ہماری طرف کر
کے بولا "اے..... اے، یہاں بیٹھ کر تو تم بہ آسانی مجھ پر قابو پا
سکتے ہو، میرا پستول بھی چھین سکتے ہو۔ اگر سفر کرنا ہی ہے تو پیچھے
جاؤ، چلو۔"
"ٹھیک ہے، پیچھے چلے جاتے ہیں لیکن اس دوران تم ٹرک
چلا مت دینا۔" پروفیسر ڈھوک بولا اور چند لمحے بعد ہم ٹرک
کے پچھلے حصے میں پہنچ گئے۔
ٹرک کے پچھلے حصے میں سبزیاں، ترکاریاں اور ضروریاتِ زندگی
کا دوسرا سامان بھرا ہوا تھا جو یہ بوڑھا لے کر کہیں جا رہا تھا، چند
لمحات کے بعد ٹرک آگے بڑھ گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے پروفیسر
ڈھوک کی طرف دیکھا اور پھر بولا "ہم یہاں بیٹھ کر بھی بوڑھے پر
قابو پا سکتے ہیں، کیا خیال ہے؟"
"ارے ارے! اگر اس نے ہماری آواز سن لی تو بلاشبہ فائر
کر دے گا، ایسا ہی آدمی معلوم ہوتا ہے مجھے۔"
"لیکن اس کے ساتھ ساتھ شریف بھی ہے کیونکہ اس نے
ہماری درخواست مسترد نہیں کی۔"
"بس بہتر یہ ہے کہ خاموش بیٹھے رہو، ویسے اس سامان میں
کھانے پینے کی کافی چیزیں موجود ہیں۔"
"اے مسٹر ڈھوک! کسی قسم کی بے ایمانی نہیں چلے گی، ہم اس
شریف آدمی کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے جس نے ہماری مدد
کی ہے۔"
ہم ٹرک میں سفر کرتے رہے۔ سفر خاصا لمبا معلوم ہوتا تھا اور ہمیں
اس بات کی خوشی تھی کہ کم از کم ہم تارینا کے علاقے سے بہ حفاظت نکل
آئے ہیں۔ بوڑھے سے تو ہم کچھ پوچھ ہی نہیں سکتے تھے۔ بس اب تقدیر
جہاں لے جا رہی تھی، وہیں جا رہے تھے لیکن یہ زندگی مجھے پسند
آئی تھی۔ پچھلے دنوں جن ذہنی الجھنوں کا شکار رہا تھا، اب یہاں
آ کر یہ الجھنیں دُور ہو گئی تھیں۔ تارینا یا پروفیسر ڈھوک کے بارے
میں بھی میں اپنے ذہن کو مصروف نہیں رکھنا چاہتا تھا جو کچھ ہو گا،
دیکھا جائے گا اور جو کچھ ہو چکا ہے اس میں بھی میری مرضی کو
دخل نہیں تھا۔ گویا تقدیر خود راستے منتخب کرتی ہے اور یہ نیا
راستہ کس طرف جاتا ہے، اس کا اندازہ اس منزل پر پہنچنے کے بعد
ہی ہو گا جہاں ہمیں لے جایا جا رہا تھا۔ راستے کے بارے میں جو
کچھ تارینا نے کہا تھا وہ بھی درست ہی تھا۔ ہم نے کئی خطرناک
درندے راستے میں دیکھے۔ ویسے علاقے کا حسن تمام راستے اپنی
جگہ بدستور برقرار تھا۔ یہ علاقہ بلاشبہ قدرتی حسن سے مالا مال تھا۔
یہ طویل سفر شام کے دھندلکوں میں ختم ہوا اور ٹرک رُک
گیا۔ ہم لوگ پھرتی سے نیچے اُتر آئے تھے۔ بوڑھا بھی اسٹیئرنگ
سے نیچے اُتر آیا تھا اور اب وہ خاصا مستعد نظر آ رہا تھا۔ اس نے
ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا "تم لوگ واقعی شریف آدمی
نکلے، میں اپنے پچھلے الفاظ پر شرمندہ ہوں۔"
"آپ کا بہت بہت شکریہ مسٹر! ویسے اس جگہ کا نام کیا
ہے؟"
"کالموکیمپو۔ یہاں سے شکاری آگے کی پہاڑیوں پر سفید
لومڑیوں کا شکار کھیلنے جاتے ہیں، بہت خوب صورت علاقہ ہے،
سفید لومڑیاں یہاں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ویسے تم لوگ کیا
سیاح ہو؟"
"ہاں، سیاح ہیں ہم لوگ۔ کالموکیمپو آنے کے خواہشمند تھے
لیکن یہاں کا راستہ نہیں معلوم تھا۔ ویسے آپ....؟"
"میں یہاں سامان سپلائی کرتا ہوں۔ ہفتہ وار میرا ایک
چکر لگتا ہے۔" بوڑھے نے کہا اور پھر ہم سے ہاتھ ملا کر ایک طرف
بڑھ گیا۔ غالباً جن لوگوں کے لیے وہ سامان لایا تھا، انھیں اپنی
آمد کی اطلاع دینا چاہتا تھا۔ ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے
لگیں، قرب و جوار میں چھوٹے چھوٹے بازار نظر آ رہے تھے اس
طرح کہ چند دکانوں کے ایک مجموعے سے کچھ فاصلے پر ایسا ہی ایک
دوسرا مجموعہ واقع تھا۔ لوگ اپنی ضروریات کی چیزیں خرید رہے تھے،
جگہ جگہ پکی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ ان میں بعض عمارتیں تین چار منزلہ
بھی تھیں جنھیں خاصی خوبصورتی سے بنایا گیا تھا اور ان پر ہوٹلوں
کے بورڈ جگمگا رہے تھے۔ یہاں سے بہت دُور ایک خیموں کی بستی
نظر آ رہی تھی۔
"بڑی عمدہ جگہ ہے۔ اس سے پہلے میں کالموکیمپو نہیں آیا تھا۔
میرا خیال ہے کہ اگر ہم یہاں کچھ وقت سفید لومڑیوں کا شکار کرتے
ہوئے گزاریں تو کیا لطف نہیں آئے گا۔" پروفیسر ڈھوک نے کہا۔
"یقیناً آئے گا لیکن اس سے پہلے ہمیں قیام کے لیے کوئی
بندوبست کر لینا چاہیے۔"
"یہاں چھوٹے موٹے ہوٹل بھی موجود ہیں اور تم جانتے ہو
کہ ایسی جگہوں پر ہوٹل نہایت قیمتی اور مہنگے ہوتے ہیں۔"
"پروا نہ کرو، میرے پاس کرنسی موجود ہے۔"
"کتنی کرنسی ہو گی تمھارے پاس؟"
"اس کا میں نے اندازہ نہیں لگایا، دیکھتا ہوں۔" میں نے
کہا اور جیبوں میں کرنسی ٹٹولنے لگا۔
بہت زیادہ رقم نہیں تھی میرے پاس، تب پروفیسر ڈھوک
نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں، میرے
بینک جگہ جگہ کھلے ہوئے ہیں تو کیا خیال ہے تمھارا، میرے بینک

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہاں نہ ہوں گے۔"

"یقیناً پروفیسر! اب تو تمہارا ساتھ کافی دلچسپ محسوس ہو رہا ہے۔"

"تو آؤ۔ پہلے کسی ہوٹل میں ہم اپنا بندوبست کرلیں۔"

جس ہوٹل کو ہم نے اپنے لیے منتخب کیا تھا وہ نہایت خوبصورت تھا، کاؤنٹر پر ہمیں چابی مل گئی اور ہم اپنے کمرے میں پہنچ گئے۔ کشادہ اور خوبصورتی سے آراستہ کمرا ہمیں پسند آیا تھا۔ پروفیسر ڈھوک نے واجبات کی ادائیگی کر دی تھی۔ ایک خوبصورت سی افریقی لڑکی نے ہمارا سامان ہمارے کمرے میں سجا دیا۔

"ذرا سوچو مسٹر ایلی! اگر اس کائنات میں یہ حسین پھول نہ کھلے ہوتے تو اس کا رنگ کیا ہوتا۔" اس نے واپس جاتی ہوئی لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔

اس گول مٹول شخص کے بارے میں صحیح طور پر کوئی فیصلہ کرنا بڑا مشکل تھا۔ بظاہر تو وہ ٹھیک ہی نظر آتا تھا۔ اس کے بعد ہم مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے پھر ڈھوک نے اپنے سوٹ کیس سے ایک لباس نکالا اور اسے تبدیل کر کے کمرے سے نکل گیا۔

"میرا انتظار نہ کرنا۔" باہر جاتے ہوئے اس نے کہا۔ "جس وقت بھی واپس آجاؤں لیکن آؤں گا ضرور۔" میں جانتا تھا کہ وہ پھولوں کی اس وادی میں اپنے لیے کوئی پھول تلاش کرنے گیا تھا۔ کافی دیر تک میں آرام کرسی پر بیٹھا تارینا کے بارے میں سوچتا رہا۔ نجانے کیسی عورت تھی اور کس صورتِ حال کا شکار تھی۔ اس کے بعد مجھے یہاں وحشت ہونے لگی اور میں باہر نکل آیا۔

کالموکیمپو کے بازار ہر چند کہ بے ترتیب تھے لیکن ان میں جو اشیاء تھیں وہ نہایت اعلیٰ معیار کی تھیں، غالباً اسمگلنگ کا سامان یہاں آتا تھا۔ آزادانہ خرید و فروخت ہو رہی تھی۔ کافی فاصلے پر بنے ہوئے ایک چھوٹے سے اوپن ایئر ریسٹورنٹ میں پہنچ کر میرا دل کافی پینے کو چاہا۔ کچھ میزوں سے کافی کی خوشبو اٹھ رہی تھی، یقیناً نفیس قسم کی کافی تھی۔ میں سیٹ پر بیٹھ گیا اور اپنے لیے کافی طلب کرلی۔

کافی آنے کے بعد ابھی میں نے اس کے چند ہی گھونٹ لیے تھے کہ ایک سیاہ فام لڑکی میرے نزدیک پہنچ گئی اور مسکراتے ہوئے بولی۔ "تم یہاں ہو اور میں تمھیں کتنی دیر سے تلاش کر رہی ہوں۔" میں نے چونک کر اسے دیکھا، لڑکی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی تھی۔

"کہاں کہاں تلاش کیا آپ نے مجھے؟" میں نے سوال کیا۔

"کائنات کے ہر ذرّے میں، زمین و آسمان کے درمیان جتنی جگہیں ہو سکتی ہیں وہاں میں نے تمھیں ڈھونڈ لیا تھا۔" لڑکی مسکرا کر بولی، میں اس کا مقصد سمجھ گیا تھا، شکاری لڑکی تھی۔ تھوڑی دیر کی دلچسپی کی خاطر میں نے اس کا ساتھ قبول کرلیا اور اس سے پوچھا۔

"کیا منگواؤں تمھارے لیے؟"

"کافی ہی منگوالو۔" اس نے بے تکلفی سے جواب دیا اور میں نے ویٹر کو مزید کافی لانے کو کہا۔

"سیاح ہو؟" وہ کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولی۔

"ہاں۔" میں نے گردن کی جنبش کے ساتھ کہا۔

"یہاں کب پہنچے ہو.... میرا مطلب ہے کیمپو میں؟"

"زیادہ وقت نہیں ہوا۔"

"تنہا ہو؟"

"نہیں، میرے ہمراہ ایک ساتھی موجود ہے۔" میں نے جواب دیا۔

وہ کافی پیتے پیتے رُک گئی، میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔ "گویا میری گنجائش نہیں ہے؟"

"ہاں۔ یہی سمجھ لو۔" میں نے جواب دیا۔

"تب میں تمھیں پریشان نہیں کروں گی، کافی پی کر اٹھ جاؤں گی۔ اس کے لیے تمھارا شکریہ۔"

"نہیں تم چاہو تو تھوڑی دیر بیٹھ سکتی ہو۔" میں نے جواب دیا مگر لڑکی کافی پینے کے بعد نہیں بیٹھی، وہ اُٹھ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں وہیں بیٹھا رہا۔ لڑکی کے بارے میں کوئی خاص خیال ذہن میں نہیں آیا تھا پھر وہاں سے اُٹھ کر باہر نکل آیا اور کیمپو کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم کرنے لگا۔ خیموں کے شہر میں ہر طرح کے لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔ گوٹے ہل کے دارالحکومت کی نسبت یہاں یُوں محسوس ہوتا تھا جیسے انقلاب کا کوئی اثر نہ ہو۔ شکاری اور سیر و سیاحت کے رسیا اپنے اپنے گھروندے بنائے بیٹھے تھے، لڑکیاں تھیں، تنہا بھی اور وہ جو اپنے اپنے دوستوں یا ساتھیوں کے ساتھ آئی تھیں۔ میں ان کے درمیان بھٹکتا رہا۔ سفید لومڑیوں کے شکار کے لیے یہاں سرکاری دفاتر موجود تھے جہاں سے شکار کا لائسنس حاصل کیا جاتا تھا۔ گھوڑوں کا بندوبست بھی تھا اور شوٹنگ کے لیے رائفلیں بھی کرائے پر ملتی تھیں۔ گویا تفریحات کے لیے ہر سامان مہیا تھا۔ مجھے یہ جگہ بہت پسند آئی بشرطیکہ یہاں کوئی مداخلت نہ ہو اور پھر میں واپس ہوٹل آگیا۔

رات ہو چکی تھی، بھوک نہیں لگ رہی تھی۔ میں آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ پروفیسر ڈھوک کا کوئی پتا نہیں تھا۔ میں نے لیٹے لیٹے فیصلہ کیا کہ سفید لومڑیوں کے شکار کے لیے تھوڑا سا وقت ضرور نکالوں گا۔ ذرا سا ذہن پُرسکون ہو جائے گا اور اس کے بعد اپنی منزل کے لیے کوئی صحیح فیصلہ کروں گا۔ یہاں تفریحات میں بھی زیادہ وقت نہیں ضائع کر سکتا تھا جب ایک کام شروع کیا تھا تو اسے جاری رہنا چاہیے تھا۔ رُک جانے کا مقصد یہ ہوگا کہ کاہلی سوار ہو جائے اور میں یہ نہیں چاہتا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ بند نہیں کیا تھا۔ یقیناً پروفیسر ڈھوک ہو سکتا تھا یا پھر ہوٹل کا کوئی ملازم۔ چنانچہ میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ جو شخصیت اندر داخل ہوئی تھی اسے دیکھ کر ایک لمحے میں، میں نے پہچان لیا۔ یہ وہی لڑکی تھی جو اوپن ایئر ریسٹوران میں مجھے ملی تھی۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی، وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے قریب آگئی، میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو پریشان کیا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک درخواست بھی ہے کہ میرے بارے میں غلط نہ سوچنا۔"

"بیٹھو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

"میں نے تمھارے بارے میں غلط انداز میں تو نہیں سوچا۔"

"لیکن تمھاری ساتھی، میرا مطلب ہے وہ نہیں ہے جس کے بارے میں تم نے کہا تھا۔"

"میں نے یہ کب کہا تھا کہ وہ کوئی لڑکی ہے؟"

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔

"بات ساتھی کی ہوئی تھی، میرا ساتھی ایک مرد ہے۔"

"اوہ.... !تو.... تو....؟"

"نہیں بے بی! جس قسم کا ساتھی تمھارے تصوّر میں ہے، میں اس کا عادی نہیں ہوں۔"

"پلیز۔ میں خود تمھیں اس انداز میں متاثر نہیں کرنا چاہتی ہوں۔ کیا تم یقین کروگے کہ میں صرف اتفاقیہ طور پر ہی تمھارے پاس آگئی، وہاں سے رخصت ہونے کے بعد میں ڈی فلورین آئی تھی اور یہ وہ وقت تھا جب تم یہاں داخل ہو کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہے تھے، یوں میرے ذہن میں تجسّس جاگا اور میں نے تمھارا کمرا دیکھ لیا۔ پھر تمھارے بارے میں معلوم ہوا کہ تمھارے ساتھ کوئی لڑکی مقیم نہیں ہے۔"

"تو تم میری جاسوسی کرتی رہی ہو؟" میں نے کہا اور اس کی گردن کچھ اور جھک گئی۔

"اسے جاسوسی نہیں، مجبوری کہو۔ یقین کرو سارا دن کسی رہائش گاہ کی تلاش میں گھومتی رہی ہوں لیکن اپنے لیے کوئی ٹھکانا تلاش نہیں کر پائی۔ میرے پاس اتنی رقم بھی موجود نہیں ہے کہ اپنے طور پر کچھ کرلوں۔"

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ لڑکی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آرہے تھے، پھر میں نے پوچھا۔ "میں تمھاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"سنو! ضروری نہیں ہے کہ جو شخص جس کاروبار سے تعلق رکھتا ہو، ہمیشہ اس کے بارے میں سوچتا رہے۔ کیا تم انسانی ہمدردی کی بنیاد پر میری کچھ مدد نہیں کر سکتے؟"

"کچھ رقم چاہیے؟"

"رقم کے ساتھ ہی ٹھکانا بھی۔" اس نے جواب دیا۔

"اس کے لیے میں تم سے معذرت چاہتا ہوں، جہاں تک رقم کا تعلق ہے یہ تھوڑی سی مدد میں کر سکتا ہوں۔" میں نے کچھ کرنسی نوٹ نکال کر اسے دیے اور اس نے شکریہ کے ساتھ انھیں قبول کرلیا۔

"میں تمھیں یہ رقم کبھی واپس نہیں کر سکتی۔"

"میں نے یہ رقم واپس لینے کے لیے نہیں دی ہے اور کیا خدمت کر سکتا ہوں تمھاری؟" میں نے سوال کیا اور وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔

"نہیں، بس شکریہ! تاہم ایک دوست کی حیثیت سے میں تمھیں یاد رکھوں گی۔" میں نے اسے پُرخلوص انداز میں رخصت کیا، انسان کے مسائل نہ جانے کیا کیا ہوتے ہیں، اس چھوٹی سی رقم کا مجھے کوئی افسوس نہیں تھا۔

رات کو تقریباً ڈیڑھ بجے جب میں گہری نیند سو رہا تھا کہ پروفیسر ڈھوک نے دروازے پر دستک دی اور میں نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ ڈھوک شرمندہ نظر آرہا تھا، کہنے لگا۔ "معافی چاہتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ کل سے اتنی دیر نہیں ہوگی۔"

"خاموشی سے سو جائیے مسٹر ڈھوک! آپ نے مجھے نیند سے جگایا ہے۔" میں نے کسی قدر تلخ لہجے میں کہا اور ڈھوک کان دبائے ہوئے اپنے بستر کی طرف چل پڑا۔

دوسری صبح جب میں جاگا تو ڈھوک غائب ہو چکا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی، کمبخت عجیب انسان ہے، اپنی عمر کو بھولا

شاطر
قیمت فی حصہ ۴۰ روپے
دو حصے مکمل
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
شاطر کو مشہور انعام یافتہ مصنف شکیل انجم نے اپنے خاص انداز میں تحریر کیا ہے
ایک ایسی دلچسپ ہنگامہ آرا اور سسنی خیز داستان ہے جس میں قدم قدم سسپنس اور سطر سطر قیامت آمائی ہے
آج ہی طلب فرمائیے
واحد تقسیم کار

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
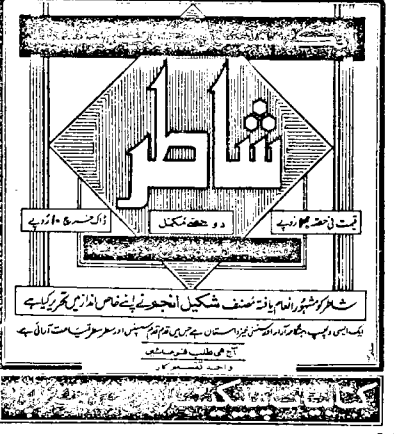
ہے، بہرطور جو کچھ بھی تھا میرے لیے دلچسپ تھا۔

میں پروگرام بنا چکا تھا کہ لومڑیوں کے شکار کو نکلوں گا چنانچہ تیار ہونے کے بعد اس جگہ پہنچ گیا جہاں شکاریوں کے کیمپ ہوئے تھے۔ یہیں وہ دفاتر بھی موجود تھے جو شکار کے لیے لائسنس کرتے تھے۔ میں ایک دفتر میں داخل ہوگیا اور وہاں سے میں عارضی لائسنس حاصل کیا۔ اس وقت میں نے اپنے عقب میں شاندار شخصیت کے مالک غیر ملکی کو دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ اور افراد بھی تھے جن میں دو تین لڑکیاں اور تین نوجوان بھی لڑکیاں خاصی خوش شکل اور اسمارٹ تھیں۔ شکاری لباس ہوئے تھیں۔ معمر شخص نے سرسری نگاہ مجھ پر ڈالی اور اپنے میں مصروف ہوگیا۔ میں نے اپنی پسند کی رائفل اور ایک ڑا حاصل کرلیا تھا، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں گھوڑے وار ہوکر چل پڑا۔ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ وہی معمر شخص ساتھیوں کی ٹولی کے ساتھ میرے قریب سے گزرا اور میری دیکھ کر مسکرایا۔

"ہیلو، بہت سست رفتاری سے سفر کر رہے ہو؟" وہ بولا۔

"ہاں، یہ میری عادت ہے مسٹر۔۔۔؟"

"البرٹ ہوگن۔ برطانوی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ "سست ی بد دلی کی علامت ہے اور ایک شکاری کو کبھی سست رفتار ہونا چاہیے۔ تم تنہا ہو؟"

"ہاں۔"

"اگر چاہو تو ہم تمھیں کمپنی دے سکتے ہیں۔ یہ سب میرے بچے ہم لوگ ہر سال اس موسم میں گوٹے ہل بلکہ یوں سمجھو کالموکیمپو یں ہیں۔"

"میں پہلی بار آیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، آؤ تمھیں شکار کھلاؤں۔" اس نے کہا اور میں نے ا آگے بڑھایا، لڑکیاں اور نوجوان بھی رُک گئے تھے۔ ہمیں بڑھتے دیکھ کر وہ بھی چل پڑے۔ راستے میں مسٹر ہوگن نے ن سے تعارف کرایا اور میں نے خوش اخلاقی سے گردن خم کی۔ ر کے بارے میں تمھارا کیا تجربہ ہے مسٹر ایلی!" اس نے پوچھا۔

"بالکل اناڑی ہوں۔ یوں سمجھ لیں کہ یہاں آیا تو اس تفریح ں حصہ لینے چل پڑا۔"

"خطرناک بات ہے، شکار اس قسم کی تفریح نہیں ہے جیسے دیکھ لیا، یہاں کی کچھ ٹکنیک بھی ہوتی ہے۔ تم اناڑی پن میں کسی ی کی گولی کا بھی شکار ہو سکتے ہو۔"

"اوہ! مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔" میں نے خوفزدہ ہونے کی ری کی۔

"شاید تمھاری زندگی باقی تھی جو اس طرح ہماری ملاقات ہوگئی۔ تعلق کہاں سے ہے؟"

"پاکستان کا باشندہ ہوں۔"

"اس کے باوجود شکاری نہیں ہو، برصغیر میں تو بڑے بڑے شکاری گزرے ہیں۔"

"ہر شخص ان جیسا نہیں ہوتا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"رائفل استعمال کرلیتے ہو؟"

"ہاں، کسی حد تک۔" میں نے جواب دیا اور ہوگن ہنسنے لگا۔ خوش مزاج انسان تھا۔ میں نے بھی سوچا کہ یہاں کے حالات کے بارے میں معلومات بھی حاصل ہو جائیں گی۔ ہمارے اطراف میں اور بھی شکاری ٹولیاں سفر کر رہی تھیں۔ برف سے ڈھکی ہوئی گھاٹیاں شروع ہوگئی تھیں۔ کافی طویل سفر کرنے کے بعد ہم شکار کی حدود میں داخل ہوگئے۔ یہاں شکاریوں کے لیے ہدایات کے بورڈ لگے ہوئے تھے۔ مسٹر ہوگن نے یہاں رک کر سب کو قریب بلایا اور پھر انھوں نے ان سب کو بے قابو نہ ہونے کی ہدایت کی اور اس کے بعد ہم لائسنس چیک کرا کر شکار کے علاقے میں داخل ہوگئے۔ یہاں سے راستہ خطرناک ہوگیا تھا۔ بڑے بڑے برفانی تودے اور ان کے دامن میں گہرے گڑھے پھیلے ہوئے تھے۔ ہم ان گڑھوں کو عبور کرکے آگے بڑھتے رہے، پھر ایک جگہ قیام کا فیصلہ کیا گیا۔

"شکار رات کو کیا جائے گا۔" مسٹر ہوگن نے اعلان کیا۔

میں نے محسوس کیا کہ اس فیصلے پر نوجوانوں کے منہ بن گئے ہیں۔ رات ہوئی تو سب نے تھکن کا اعلان کردیا۔ مجھے پہلے ہی اندازہ تھا اس لیے میں مسکرا کر رہ گیا۔ "کیا تم بھی میرا ساتھ نہیں دو گے؟" مسٹر ہوگن نے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔ میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔" میں نے مستعدی سے کہا۔ ہم دونوں گھوڑ[illegible] پر چل پڑے۔ چاند نکلا ہوا تھا اور سفید برف پر چاندنی منعکس ہوکر عجیب لگ رہی تھی۔ گہرے سناٹے میں کہیں اور سے رائفل کی آوازیں اُبھرتیں تو عجیب سا احساس ہوتا تھا۔ میں ماحول کے سحر سے آزاد نہ رہ سکا۔ اس طلسمی ماحول نے مجھے خود بھی الجھا دیا تھا۔

"ہوشیار! وہ دیکھو۔" دفعتاً مسٹر ہوگن نے ایک سمت اشارہ کیا۔ چار لومڑیاں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھیں، ہم نے گھوڑے روک لیے۔ مسٹر ہوگن نے کہا۔ "فائر میں کروں گا، ابتدا غلط نہیں ہونی چاہیے۔" میں نے خاموشی سے گردن ہلا دی تھی۔ مسٹر ہوگن نے کئی بار پوزیشن تبدیل کی اور پھر اچانک ان کی رائفل گرج اٹھی لیکن اس کے ساتھ ہی ایک دلدوز انسانی چیخ سنائی دی تھی اور ہم دونوں بُری طرح اچھل پڑے تھے۔

"یہ کیا ہوا؟" مسٹر ہوگن کی خوفزدہ آواز اُبھری۔

چیخ

سُن کر میں بھی ساکت رہ گیا تھا۔ ہم دونوں ہی کے دل میں یہ خیال اُبھرا تھا کہ ہماری رائفل کی گولی کسی انسان کے لگ گئی ہے۔ چند لمحے اسی طرح گزر گئے پھر بائیں سمت ایک برفانی تودے کے پاس ایک انسانی جسم نظر آیا۔ وہ بے تحاشا دوڑ رہا تھا۔

"آؤ۔" مسٹر ہوگن نے کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگادی۔ میں نے بھی اپنا گھوڑا اُن کے عقب میں ڈال دیا اور آن کی آن میں ہم اس کے قریب پہنچ گئے۔ دوڑتے ہوئے اس جسم نے ٹھوکر کھائی اور برف پر لڑھکتا ہوا دور تک چلا گیا۔ چاندنی میں اب اس نسوانی وجود کو صاف دیکھا جاسکتا تھا۔ ہم اس کے نزدیک پہنچ کر گھوڑوں سے اُتر گئے۔ مسٹر ہوگن جلدی سے اُس پر جھک گئے۔ میں بھی تشویش زدہ انداز میں اُن کے قریب پہنچ گیا تھا۔

"خون... خون تو نہیں ہے؟" مسٹر ہوگن کی آواز اُبھری اور اُنھوں نے بے سُدھ لڑکی کو آہستگی سے پلٹ دیا۔ میری نگاہ اس کے چہرے پر پڑی اور دوسرے ہی لمحے میرے سارے بدن کی جان آنکھوں میں سمٹ آئی۔ یہ چہرہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ یہ صورت اچھی طرح شناسا تھی۔ تہذیب مالکم ایکس تھی یہ۔ بے ہوش نہیں تھی، بے حواس نظر آرہی تھی۔ کھلی ہوئی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں، ان میں عجیب سی کیفیت نظر آرہی تھی۔

میں نے مضطربانہ انداز میں اُسے دیکھا لیکن خود پر قابو رکھا۔ کسی کو میں اس کے بارے میں نہیں بتانا چاہتا تھا۔

"نہیں، یہ ہماری چلائی ہوئی گولی سے زخمی نہیں ہوئی۔ ہمارا خیال غلط تھا۔ بدن پر خراشیں ضرور ہیں، گولی کا کوئی زخم نہیں ہے۔" مسٹر ہوگن کی آواز اُبھری۔

"اسے فوری امداد کی ضرورت ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں مگر یہ تنہا... ! بات سمجھ میں نہیں آئی۔" مسٹر ہوگن نے کہا۔

"پلیز مسٹر ہوگن! ہم اپنا شکار جاری نہیں رکھ سکیں گے، آئیے اسے لے چلیں۔" میں نے کہا اور مسٹر ہوگن تیار ہوگئے۔ ابھی ہم اسے اٹھا بھی نہ پائے تھے کہ عقب سے کچھ آہٹیں ابھریں اور پھر ایک آواز آئی۔

"گریشی، گریشی کہاں ہو تم... گریشی؟" ہماری گردنیں بے اختیار گھوم گئیں۔ وہ تین آدمی تھے، شکاریوں کے لباس میں تھے لیکن شکلوں سے خطرناک نظر آتے تھے۔

"وہ رہی۔" اُن میں سے ایک نے تہذیب کی طرف اشارہ کرکے کہا اور تینوں پھرتی سے اُس کے قریب پہنچ گئے۔

"اٹھاؤ، اسے اٹھاؤ، یہ زخمی ہوگئی ہے۔" ایک آواز سنائی دی۔

"کیا یہ تم لوگوں کے ساتھ تھی؟" مسٹر ہوگن نے انھیں گھورتے ہوئے کہا۔ وہ بھی شاید ان لوگوں کی طرف سے مشتبہ ہوگئے تھے۔

"بے وقوف لڑکی ہے۔ سفید لومڑیوں کے شکار کے شوق میں جنونی ہوگئی تھی۔ ہمیں پیچھے چھوڑ کر دوڑی چلی آئی اور اس کے گھوڑے نے اُسے پھینک دیا۔ اگر خالی گھوڑا ہمیں نظر نہ آجاتا تو ماری گئی تھی۔ تم لوگ منہ دیکھ رہے ہو، اٹھاؤ اسے۔"

دو آدمیوں نے تہذیب مالکم ایکس کو اٹھا لیا۔ میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ تہذیب کا اور میرا ساتھ مختصر نہیں تھا اور پھر میرے دل میں اس کے لیے ایک دُکھ بھی تھا، میں بھلا اس کی شکل بھول سکتا تھا۔ وہ لوگ اُسے گریشی کے نام سے پکار رہے تھے جب کہ وہ گریشی نہیں تھی۔ تہذیب ضرور خطرے میں ہے۔ وہ یقیناً جان بچانے کی کوشش میں مصروف تھی جب ہوگن نے لومڑیوں پر فائر کیا، اسی وقت وہ چیخی اور ہم اس کی طرف دوڑ پڑے۔ یہ لوگ اس وقت تہذیب سے دور نہیں تھے لیکن ہماری وجہ سے پوشیدہ ہوگئے اور جب اُنھوں نے ہماری گفتگو سُن لی تو ایک بہانہ سوچ کر آگئے۔ سو فی صدی یہی بات تھی۔ اگر میں تہذیب سے واقف نہ ہوتا تو اُن کی بات پر کوئی شبہ نہیں ہوسکتا تھا۔

میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ "آپ لوگوں کے پاس سواری نہیں ہے جناب! اگر آپ چاہیں تو میرا گھوڑا استعمال کرسکتے ہیں۔ کہاں لے جائیں گے آپ انہیں؟"

"شکریہ نوجوان دوست! ہمارے پاس گاڑی موجود ہے۔" اُسی شخص نے کہا جو اس گفتگو میں پیش پیش تھا۔

"گاڑی کہاں ہے؟"

"اس طرف... اس بڑے برفانی ٹیلے کی آڑ میں۔" اس نے تھوڑے فاصلے پر اشارہ کیا۔

"او کے، پلیز جلدی لے جائیے، میرا خیال ہے انھیں فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور پھر اسی جگہ رُک کر انھیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

جب وہ تھوڑی دور نکل گئے تو مسٹر ہوگن نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے کچھ دال میں کالا نظر آرہا ہے ڈیئر! آخر لڑکی چیختی ہوئی کیوں دوڑ رہی تھی — کوئی گھپلا ضرور معلوم ہوتا ہے۔"

میں نے مسٹر ہوگن کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "میں آپ سے متفق ہوں مسٹر ہوگن مگر اب کیا کیا جائے!"

"یہی میں بھی سوچ رہا ہوں، لڑکی خطرے میں معلوم ہوتی ہے۔ تم نے دیکھا نہیں، وہ لوگ شکل ہی سے خطرناک معلوم ہوتے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھے۔ شکاریوں کے لباس میں ضرور تھے لیکن شکاری نہیں معلوم ہوتے تھے، یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی مجرمانہ کارروائی کرنا چاہتے ہوں۔ ان کے چہروں کے تاثرات ان کے لہجوں سے ہم آہنگ نہیں تھے۔" مسٹر ہوگن نے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ، میرے ذہن میں ایک تجویز ہے مسٹر ہوگن۔"

"کچھ نہ کچھ کرو، وہ بچی مجھے خطرے میں معلوم ہوتی ہے۔ کیا تجویز ہے تمہارے ذہن میں؟"

"میں اُن کا تعاقب کرتا ہوں۔" میں نے ٹیلے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کے نزدیک وہ لوگ تہذیب مالکم ایکس کو لے کر پہنچ چکے تھے۔

"اس سے کیا ہوگا؟"

"پتا لگاؤں گا کہ وہ اسے کہاں لے جا رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔" مسٹر ہوگن نے کہا اور میں جلدی سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ مسٹر ہوگن نے بھی میری تقلید کی تھی لیکن یہ تعاقب آسان نہیں تھا، ہمیں اس مخدوش برفیلی زمین پر کسی گاڑی کا تعاقب کرنے میں کافی مشکلات پیش آسکتی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم نے کسی گاڑی کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی اور مسٹر ہوگن بول پڑے "وہ لوگ چل رہے ہیں۔"

"ہاں مسٹر ہوگن! جب کہ اس سے قبل ہم نے یہاں کسی گاڑی کے انجن کی آواز نہیں سُنی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ گاڑی کافی دیر سے یہاں موجود تھی۔"

ہم نے اپنے طور پر ایک راستے کا تعین کر لیا تھا۔ گاڑی ٹیلے کی آڑ سے نکل آئی تھی، یہ ایک طاقتور جیپ معلوم ہوتی تھی جو اپنی ساخت میں ذرا منفرد تھی اور عام جیپوں کی بہ نسبت کافی بڑی معلوم ہوتی تھی۔ اُوپر سے وہ کھلی ہوئی ہی تھی اور دور سے اس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھا جا سکتا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایک شخص ڈرائیونگ سیٹ پر تھا اور باقی دو شاید پچھلی سیٹ پر اُس کے پاس موجود تھے۔ جیپ کی روشن لکیریں ہماری رہنمائی کر رہی تھیں۔ فاصلہ اتنا رکھا گیا تھا کہ جیپ والوں کو گھوڑوں کے دوڑنے کا اندازہ نہ ہو سکے۔ اتنے فاصلے سے اس جیپ پر نگاہ رکھنا مشکل کام تھا کیونکہ بعض جگہ راستے میں ایسے برفانی ٹیلے بھی آ جاتے تھے جو جیپ کو چھپا لیتے تھے۔ ویسے مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس طرف آنے کے لیے کوئی باقاعدہ راستہ بھی موجود ہوگا۔ مسٹر ہوگن نے بھی اس بات پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔

"کسی جیپ کا ان برفانی گڑھوں کے علاقے میں نکل آنا بڑا تعجب خیز ہے۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کیمپو کے راستے نہیں جا رہے ہیں بلکہ ان کی منزل کہیں اور ہے۔ وہ دیکھو! انھوں نے جیپ کا رُخ بدل لیا ہے اور یہ راستہ کیمپو کی طرف نہیں جاتا۔"

میں نے بھی فوراً گھوڑے کا رُخ تبدیل کر لیا اور اس وقت جس راستے سے ہم گزر رہے تھے، وہ کافی خطرناک تھا۔ وقفے وقفے سے شکاریوں کی رائفلوں کی گرج سُنائی دیتی تھی اور بعض جگہ شعلے نکلتے ہوئے بھی نظر آتے تھے۔ یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ گولی کس طرف چلائی گئی ہے۔ کسی بھی وقت کوئی بھی گولی ہمارے جسموں کو چاٹ سکتی تھی۔

مسٹر ہوگن کو بھی اس خطرے کا شدید احساس تھا، انھوں نے چند لمحے بعد سہمی ہوئی آواز میں کہا "یہ صورتِ حال بہت خطرناک ہو گئی ہے، ہم جس علاقے میں ہیں، یہ شکاری علاقہ کہلاتا ہے، یعنی یہاں سفر کرنا مناسب نہیں ہوتا۔"

اس وقت ہم کسی قدر بلندی پر تھے اور جیپ نیچے خاصی پستی میں جا رہی تھی، تقریباً اس تعاقب کو دس منٹ گزر چکے تھے کہ دفعتاً ہم نے بلندی سے نیچے کچھ گڑبڑ دیکھی، جیپ رُک گئی تھی اور تہذیب مالکم ایکس اس میں سے کود کر دوڑ پڑی تھی۔ نیچے کے یہ مناظر صاف نظر آ رہے تھے پھر دفعتاً ایک فائر ہوا اور چیخ کی ہلکی سی آواز ہمارے کانوں تک پہنچ گئی لیکن یہ فائر تہذیب مالکم ایکس نے کیا تھا اور چیخ جیپ میں بیٹھے ہوئے ڈرائیور کی تھی جس نے جیپ اُس طرف دوڑا دی تھی جدھر تہذیب مالکم ایکس دوڑی تھی۔

چند ہی لمحے میں جیپ ایک برفانی ٹیلے سے ٹکرا کر اُلٹ گئی لیکن اس سے قبل بقیہ دونوں آدمی نیچے کود پڑے تھے اور اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم اُوپر سے تہذیب مالکم ایکس کی مدد کریں۔ اس نے پلٹ کر پھر ایک فائر ان دونوں کی طرف جھونک دیا جو اس کا تعاقب کر رہے تھے لیکن یہ فائر بے کار گیا تھا۔ دوسری طرف سے بھی ایک آدمی نے فائر کیا اور تہذیب مالکم ایکس ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ وہ لوگ طوفانی رفتار سے تہذیب کا تعاقب کر رہے تھے۔ تب میں نے رائفل سیدھی کی اور اسی وقت مسٹر ہوگن چیخ پڑے۔

"نہیں... نہیں، یہ مناسب نہیں ہوگا۔" میں نے اُن کی طرف دیکھا مگر دوسرے ہی لمحے میں نے ان میں سے ایک آدمی کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ میں نے اُس شخص کو اُچھل کر برف پر گرتے دیکھا تھا۔ دوسرے آدمی نے جلدی سے پوزیشن لے لی اور یہ اندازہ لگانے لگا کہ فائر کس طرف سے ہوا ہے۔ اُسی وقت تہذیب مالکم ایکس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر پھر دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ چھپے ہوئے آدمی نے تہذیب کی جانب فائر کیا اور اس کی رائفل سے نکلے ہوئے شعلے سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ کہاں موجود ہے۔ چنانچہ میں نے اندھا دُھند اس ٹیلے کی جانب فائرنگ شروع کر دی تاکہ تہذیب مالکم ایکس کو بھاگنے کا موقع مل جائے۔ اس میں مسٹر ہوگن نے بھی میری مدد کی تھی، اس طرح ہم نے ٹیلے کے پیچھے چُھپے ہوئے شخص کو فائرنگ کرنے کا موقع نہیں دیا پھر میں نے اس کے ساتھ ساتھ ہی نیچے کی طرف اترنا شروع کر دیا۔ گھوڑے کی لگام میں نے دانتوں میں دبا لی تھی۔ میں تہذیب مالکم ایکس کی ہر قیمت پر مدد کرنا چاہتا تھا۔

"سنبھل کر، سنبھل کر۔" عقب سے مسٹر ہوگن کی آواز اُبھری۔ وہ غالباً اس خوف ناک انداز میں اپنے گھوڑے کو ان ڈھلانوں پر نہیں دوڑانا چاہتے تھے، اس کے باوجود وہ سنبھل سنبھل کر گھوڑے کو آہستہ آہستہ نیچے اتار رہے تھے جب کہ میرے گھوڑے کے نیچے اُترنے کی رفتار کافی تیز تھی پھر میں نے اس آدمی کو ٹیلے کے عقب سے نکل کر مخالف سمت دوڑتے ہوئے دیکھا جو فائرنگ کر رہا تھا۔ غالباً اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ صورتِ حال اس کے حق میں خراب ہو گئی ہے اور اگر وہ وہاں چُھپا رہا تو یقینی طور پر میری گولیوں کا شکار ہو جائے گا۔

ابھی تک میں اتنی بلندی پر تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کی سمت کا اندازہ کر سکتا تھا۔ رائفل کو میں نے اسی طرح گھوڑا دوڑاتے ہوئے لوڈ کیا اور دو فائر احتیاطاً اس سمت کر دیے جدھر وہ شخص دوڑ رہا تھا۔ مقصد یہی تھا کہ اب وہ پلٹنے کی کوشش نہ کرے۔ اسی لیے میری چلائی ہوئی گولیاں برف میں لگی تھیں۔ تھوڑی دور پہنچنے کے بعد میں نے گھوڑے کا رُخ تبدیل کر دیا اور اس طرف چل پڑا جس طرف تہذیب مالکم ایکس جا رہی تھی۔ ایک بار پھر اس نے پلٹ کر فائر کیا اور یہ فائر میری طرف کیا گیا تھا۔ گویا وہ مجھے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ چکی تھی۔ تہذیب نے غالباً پستول سے یہ تیسرا فائر کیا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ یہ پستول پہلے اُس کے پاس موجود نہیں تھا بلکہ جیپ میں بے ہوشی کی اداکاری کرتے ہوئے اس نے اُنہی لوگوں میں سے کسی کا پستول نکال لیا تھا اور اُس کے بعد جیپ سے چھلانگ لگا دی تھی لیکن اگر اس وقت بھی تہذیب مالکم ایکس ہوش میں تھی جب ہم اُسے دیکھ رہے تھے، تو کیا اس نے مجھے نہیں پہچانا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو کم از کم وہ میری سمت فائر نہ کرتی لیکن میری یہ سوچ احمقانہ تھی، تہذیب پر جو کچھ بیت رہی تھی، اس کے تحت اس وقت صورتِ حال ایسی نہیں تھی کہ وہ سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کر پاتی۔ میں نے اس کی طرف دوڑنے کا سلسلہ جاری رکھا اور تہذیب مجھ پر مسلسل فائر کرتی رہی۔ البتہ اب میں بہت محتاط ہو گیا تھا اور گھوڑے کو اس طرح اِدھر اُدھر ہٹا کر دوڑا رہا تھا کہ میرا نشانہ نہ لیا جا سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں اُس کے پستول سے چلنے والی گولیوں کو بھی گنتا جا رہا تھا اور جب مجھے اندازہ ہو گیا کہ تہذیب کا پستول خالی ہو گیا ہوگا تو میں نے گھوڑا اس کی سیدھ میں ڈال دیا اور آن کی آن میں اس کے سر پر پہنچ گیا۔ تہذیب خوف زدہ انداز میں دوڑ رہی تھی۔ اُس نے رُک کر میری طرف پستول تانا اور پھر فائر کیا لیکن پستول سے ٹِخ ٹِخ کی آواز نکل کر رہ گئی تھی۔ تب میں نے اُسے آواز دی۔

"تہذیب... تہذیب مالکم ایکس! خوف زدہ مت ہو، مجھے پہچانو، میں کون ہوں؟"

پتا نہیں اس نے میرے الفاظ اور میری آواز پر غور کیا یا نہیں۔ لیکن ایک بار پھر وہ ٹھوکر کھا کر نیچے گری تھی، تب میں گھوڑے کی پشت سے کود کر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ "میں علی ہوں تہذیب! علی یار خان۔" میں نے کہا اور وہ بُری طرح متوحش ہو گئی۔ اس نے کہنیوں کا سہارا لیا اور اُٹھ کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر شناسائی کے آثار تھے پھر اس نے جلدی سے میرا گریبان پکڑ لیا۔ اس کے دانت بھنچے ہوئے تھے اور پھر بھنچے ہوئے منہ سے آہستہ سے آواز نکلی۔

"علی، علی، علی...." اور اُس کے بعد اس کی گردن ایک سمت ڈھلک گئی۔ میں نے اُسے گرنے سے بچانے کے لیے اپنے بازوؤں کا سہارا دیا تھا۔ تہذیب کی گردن میرے بازوؤں میں جھول رہی تھی۔

مسٹر ہوگن ابھی کافی دور تھے لیکن آہستہ آہستہ میرے قریب آتے جا رہے تھے۔ میں نے آہستگی سے تہذیب کو برف پر لٹا دیا اور اُن کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسٹر ہوگن میرے قریب پہنچ گئے اور انھوں نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا "کیا ہوا؟"

"یہ بے ہوش ہو گئی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نے اُس تنہا آدمی کو بھاگتے ہوئے دیکھا تھا اور وہ دونوں... باقی دونوں، میرا خیال ہے...؟"

"مسٹر ہوگن! میری مدد کیجیے، اسے میرے ساتھ گھوڑے پر سوار کرا دیجیے۔" میں نے کہا اور مسٹر ہوگن گھوڑے سے اُتر آئے۔ تب میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ میں نے تہذیب کو بغلوں میں ہاتھ دے کر اُوپر کھینچا، مسٹر ہوگن نے نیچے سے سہارا دیا اور [illegible]

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تمام میں نے اُسے اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھالیا۔ بے ہوشی کی حالت میں اُسے سنبھالے رکھنا کافی مشکل کام تھا۔ اس طرح گھوڑے کو تیز نہیں دوڑایا جاسکتا تھا لیکن مسٹر ہوگن نے میری ایک اور مدد کی۔ اُنھوں نے اپنی کمر سے چمڑے کی بیلٹ کھولی اور میرے نزدیک آکر اُسے تہذیب کے اور میری کمر کے درمیان کس دیا۔ پھر میں اسے اپنے ایک ہاتھ سے سنبھالے ہوئے دوسرے ہاتھ سے گھوڑے کی لگام پکڑ کر آگے بڑھنے لگا۔

اب ان ڈھلانوں کی طرف رُخ کرنا مناسب نہیں تھا کیونکہ اس طرح تہذیب کو سنبھالے رکھنا مشکل ہوجاتا چنانچہ ہم نیچے ہی نیچے سامنے کی سمت چل پڑے۔ مسٹر ہوگن میری رہنمائی کر رہے تھے۔ اُنھوں نے راستہ طے کرتے ہوئے کہا "گو اس طرف سے مجھے بھی راستہ نہیں معلوم لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ اگر ہم اسی سمت چلتے رہے تو کیمپ تک پہنچ جائیں گے، فاصلہ طویل ہوسکتا ہے اور شکاریوں کا خطرہ بھی بدستور رہے گا۔"

"اب جو کچھ بھی ہو مسٹر ہوگن! مجھے افسوس ہے کہ آپ کو پریشان ہونا پڑا۔"

"نہیں — میں تو صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ وہ لاشیں! وہ دونوں لاشیں مقامی پولیس کے لیے تشویش کا باعث بن جائیں گی، کہیں ہم کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔"

"آپ دیکھ چکے ہیں مسٹر ہوگن کہ لڑکی کی زندگی خطرے میں تھی، وہ اسے اغوا کررہے تھے، پتا نہیں بے چاری کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے ہیں۔ کیا ایک مظلوم لڑکی کی مدد کرنے کے لیے ان ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانا مناسب نہیں تھا؟"

"نہیں نہیں، مجھے تم سے اختلاف نہیں ہے مگر ان کی موت... کچھ اور کیا بھی تو نہیں جاسکتا تھا فوری طور پر۔ اگر ہم یہ سب کچھ نہ کرتے تو وہ لڑکی کو مار دیتے۔ ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، جو کچھ ہونا تھا ہوچکا، اس کے بارے میں سوچنا بے کار ہے۔"

وہ شریف النفس آدمی ان دونوں کی موت پر افسردہ تھا لیکن صورتِ حال کا احساس بھی اسے تھا پھر بھلا وہ کیا بول سکتا تھا۔ ہمیں کافی فاصلہ طے کرنا پڑا اور اس کے بعد ہم اُس جگہ پہنچ گئے جہاں مسٹر ہوگن نے اپنا بڑا اڈا ڈالا تھا اور جہاں سے ہم شکار کے لیے نکلے تھے۔ لڑکے اور لڑکیاں ابھی تک جاگ رہے تھے اور چاندنی رات کا جشن منایا جارہا تھا۔ رقص و موسیقی کی آوازیں آرہی تھیں۔

"او ہو ہو ہو! تم نے دیکھا، یہ وجہ تھی شکار پر نہ جانے کی، سب کے سب تھک گئے تھے۔" چونکہ ہم اچانک اور غیر متوقع طور پر وہاں پہنچے تھے، اس لیے سب کے سب بھونچکا رہ گئے اور پھر ہمارے ساتھ ایک تیسرا وجود دیکھ کر اُن کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آنے لگے۔ تب مسٹر ہوگن نے کہا "رہے ہو، لڑکی کو سہارا دے کر نیچے اتار دو۔"

چنانچہ سب دوڑ پڑے اور تہذیب مالکم ایکس کو ہاتھوں ہاتھ خیمے میں لے جایا گیا۔ سب کی آنکھوں میں دلچسپی کے تاثرات تھے۔

"سب سے پہلے تم اس کی چوٹوں کو دیکھو۔" مسٹر ہوگن نے مجھ سے کہا "میرے پاس فرسٹ ایڈ بکس ہے۔ پاسکل جلدی سے فرسٹ ایڈ بکس اٹھا لاؤ۔"

نوجوانوں نے بھاگ بھاگ کر ہوگن کے حکم کی تعمیل کی۔ ان میں ایک لڑکی شاید ڈاکٹر بھی تھی، مسٹر ہوگن نے یہ خدمات اس کے سپرد کردی تھیں۔ تہذیب مالکم ایکس کے بدن پر کوئی خاص چوٹ نہیں آئی تھی، بس گرنے سے جسم کے بعض حصے چھل گئے تھے جن سے خون رِس رہا تھا، چنانچہ وہاں بینڈیج کردی گئی اور اسے بستر پر لٹا کر سمور کے کمبل سے ڈھک دیا گیا۔

سب کے چہروں پر استفسار تھا، مسٹر ہوگن نے یہ کہہ کر سب کو مطمئن کردیا "یہ لڑکی ایک حادثے کا شکار ہوگئی تھی۔ بے چاری کچھ ایسی حالت میں تھی کہ ہمیں اس کے لیے اپنا پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔"

اس وضاحت کے بعد کسی نے کوئی سوال کرنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ میں تہذیب مالکم ایکس کے قریب بیٹھ گیا تھا۔ وہ بے ہوش تھی، میں جانتا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہوش میں آجائے گی، فی الحال اسے اسی طرح آرام کرنے دیا جائے۔

مسٹر ہوگن بھی کافی دیر تک میرے پاس بیٹھے رہے تھے۔ پھر میں نے اُن سے کہا "مسٹر ہوگن! آپ آرام کیجیے، میں اس کے پاس موجود ہوں۔"

"میرا خیال ہے تم بھی اگر آرام کرو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ویسے میں تم سے متاثر ہوا ہوں ڈیئر، کیونکہ انسانی ہمدردی کے لیے اپنی زندگی خطرے میں ڈال دینا عام لوگوں کا کام نہیں ہوتا۔ تم نے جس طرح شدید خطرہ مول لے کر اس لڑکی کی مدد کی ہے اس سے میرے دل میں تمھاری وقعت بڑھ گئی ہے۔"

"شکریہ مسٹر ہوگن! میں سمجھتا ہوں کہ میری جگہ آپ بھی ہوتے تو یہی کرتے۔"

"ہاں کرنا تو یہی چاہیے تھا لیکن بیٹے، عمروں کا فرق بھی ایک حیثیت رکھتا ہے۔ میں اتنی مستعدی سے وہ سب کچھ نہیں کرسکتا تھا جو تم نے کرلیا۔"

"ایک بار پھر شکریہ مسٹر ہوگن۔ براہِ کرم اب آپ

آرام کیجیے۔ میں ایک بات سوچ رہا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"اگر وہ لوگ لڑکی سے کوئی خاص ہی نسبت رکھتے ہیں تو کیا وہ ہمیں تلاش کرنے کی کوشش نہیں کریں گے، ان میں سے ایک شخص فرار بھی تو ہوگیا تھا؟"

"اس کا امکان تو ہے مسٹر ہوگن! لیکن ایک بات کا مجھے یقین ہے، وہ یہ کہ ان میں سے کوئی بھی ہمیں پہچان نہ سکا تھا۔ ظاہر ہے گھوڑوں کی بھی کوئی پہچان نہیں ہوتی کیونکہ اس قسم کے بے شمار گھوڑے ان میدانوں میں دوڑ رہے ہیں۔ اس لیے اس وقت تک جب تک کہ یہ لڑکی سامنے نہ آجائے ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہم اس کا خیال رکھیں گے۔"

"مگر اب کروگے کیا؟"

"کچھ نہیں، اس کے ہوش میں آجانے کا انتظار اور اس کے بعد جو بھی صورتِ حالات ہوگی، اسی کے مطابق کام کیا جائے گا۔ اگر یہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑی ہوئی ہے تو ہم اسے ان کے پاس پہنچادیں گے اور اگر کوئی اور کارروائی اس سلسلے میں ضروری ہوئی تو وہ بھی کی جائے گی۔ میرا خیال ہے تشویش کی فی الحال کوئی بات نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے، تم اس کے پاس رہو اور اس کا خیال رکھو۔ اگر یہ ہوش میں نہ آئے تو تم بھی یہیں سو جانا۔ بھئی شکاری زندگی میں تکالیف تو اٹھانا ہی پڑتی ہیں، تمھارے لیے کوئی بستر مہیا نہیں کیا جاسکتا۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر ہوگن! مجھے اس کی حاجت بھی نہیں ہے۔" میں نے کہا اور مسٹر ہوگن خیمے سے نکل گئے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میں اس شریف آدمی پر بار بنا ہوا ہوں لیکن اس وقت اس کی رفاقت میرے لیے ضروری تھی۔ تہذیب مالکم ایکس کو اس حال میں دیکھ کر میرے دل پر جو بیت رہی تھی، وہ میں ہی جانتا تھا۔ اس لڑکی سے مجھے عشق نہیں تھا، مجھے اس سے بہت زیادہ اُنسیت بھی نہیں تھی، بس اس کے ذریعے میری کچھ ضرورتیں پوری ہوئی تھیں۔ بہادر شاہ سے جان بچ گئی تھی، گو اس کام کے لیے مجھے ایک طویل وقت گڑے ہل میں گزارنا پڑا تھا اور نہ جانے کیسے کیسے ہنگامے میری زندگی میں آگئے تھے لیکن اس کے نتائج بھی میرے لیے ہی بہتر رہے تھے کیونکہ مجھے اپنے ان جذبوں کی تسکین کا موقع ملا تھا جو میرے سینے میں موجزن تھے۔ میرے وجود کا ایک ایک ذرہ اس مقصد کے لیے وقف تھا جس کے لیے میں نے اپنا مستقبل تباہ کرلیا تھا اور اس کے بعد نائمہ برق سے ملاقات اور باقی جو تمام واقعات پیش آئے تھے، وہ میرے لیے خاصی دلکشی کا باعث تھے لیکن ان سب کا سبب تہذیب مالکم ایکس ہی بنی تھی اور اب یہ بات میرے لیے بہرحال ایک خلش کا سبب تھی کہ میں نے اس اچھی لڑکی کو دھوکا دے کر اپنا مقصد پورا کیا۔ اب جب مجھے وہ اس حال میں ملی تھی تو میں کسی طور اسے نظرانداز نہیں کرسکتا تھا جب کہ میرے دل میں یہ خواہش بھی تھی کہ زندگی کے کسی بھی حصے میں، میں تہذیب مالکم ایکس کے اس نقصان کا ازالہ کروں گا جو اسے میرے ہاتھوں پہنچا تھا اور اتفاقات نے مجھے فوراً ہی یہ موقع فراہم کردیا تھا لیکن صورتِ حال خاصی اُلجھی ہوئی تھی۔ وہ کون لوگ تھے جو تہذیب مالکم ایکس کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے اور اس نقصان کی نوعیت کیا تھی؟ کیا وہ اُسے ہلاک کرنا چاہتے تھے یا صرف گرفتار کرنا چاہتے تھے اور گرفتار بھی کرنا چاہتے تھے تو کیوں؟ لیکن یہ سب کچھ تو تہذیب کے ہوش میں آنے کے بعد ہی معلوم ہوسکتا تھا۔

رات تقریباً گزر چکی تھی اور اب روشنی کی آمد آمد تھی۔ چاند چھپ گیا تھا اور سناٹا چاروں سمت پھیلا ہوا تھا۔ دفعتاً میں نے تہذیب کے حلق سے کراہ کی آواز سُنی اور چونک کر سیدھا ہوگیا۔ میری نگاہیں اس کے چہرے پر جم گئی تھیں۔ میں آہستہ آہستہ اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ خیمے میں ایک چھوٹا سا بیٹری لیمپ روشن تھا جو یہاں خاص طور سے روشن رکھا گیا تھا، ورنہ دوسرے خیموں کے لیمپ بجھ چکے تھے۔ اس لیمپ کی مدھم روشنی میں، میں نے تہذیب کو آنکھیں کھولتے ہوئے دیکھا اور اس کے بالکل نزدیک کھسک آیا۔ چند لمحے وہ بالکل خالی الذہنی کے عالم میں خیمے کی چھت کو گھورتی رہی پھر جیسے اُسے ہوش آگیا اور اس نے متوحش انداز میں اُٹھنے کی کوشش کی مگر میں نے نہایت نرمی سے اپنا ہاتھ اُس کے کاندھے پر رکھ دیا۔

"تہذیب! بالکل بے فکر رہو، مجھے پہچانو، میں علی یار خان ہوں۔ تم اس وقت خطرے میں نہیں ہو، میرے ساتھ ہو تم۔" اس نے مجھے دیکھا، دیکھتی رہی اور پھر آہستہ آہستہ آنکھیں بند کرلیں۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات اُبھر آئے تھے۔ "تہذیب! اگر ہوش میں آگئی ہو تو اب آنکھیں کھولو، مجھ سے باتیں کرو، مجھے پہچانو تو سہی، میں علی یار خان ہوں۔ کیا تمھارے ذہن میں میرا نام نہیں ہے تہذیب؟"

اس نے آنکھیں کھول دیں اور میں نے اس کی آنکھوں میں نمی دیکھی۔ دونوں کوروں سے آنسوؤں کے دو قطرے پھسلے اور اس کے دونوں سمت بہہ گئے۔ میں نے ان آنسوؤں کو دیکھ لیا تھا اور نجانے کیوں مجھے بے پناہ خجالت کا احساس ہوا۔ یہ آنسو بہت سی کہانیاں سنا رہے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا اور پھر میں نے افسردہ لہجے میں کہا۔ ”تہذیب پلیز! پلیز تہذیب! مجھ سے بات کرو۔ تمہارے آنسو میرے لیے بہت قیمتی ہیں، کیا میری یہ درخواست قبول کرلوگی تہذیب؟“

اُس نے آنکھیں کھولیں، مجھے دیکھتی رہی اور پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر آنسو خشک کرلیے پھر آہستہ سے بولی ”سوری علی! سوری! میری وجہ سے تمھیں پریشانی اٹھانا پڑ رہی ہے۔“

”نہیں تہذیب، مجھے ذلیل نہ کرو، ایسی کوئی بات نہ کرو، میری درخواست ہے تم سے۔“

وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی ”علی! تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟ میں تو خواب و خیال میں بھی کبھی یہ نہیں سوچ سکتی تھی کہ تم مجھے اس طرح، اتنی جلد دوبارہ مل جاؤ گے۔ منصوبے تو بہت سے تھے میرے ذہن میں، سوچا یہی تھا کہ ملوں گی ضرور تم سے خواہ کچھ بھی ہو جائے، تم سے ملاقات ضرور کروں گی لیکن اتنی جلد میری یہ خواہش پوری ہو جائے گی، اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔“

”تہذیب! اگر مجھ سے پوچھو تو درحقیقت یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خوش نصیبی ہے۔ میں نے ایک نازک مرحلے پر تمہیں مصیبت سے بچا کر یوں سمجھو، اپنے آپ پر احسان کیا ہے۔“

”میں اٹھ کر بیٹھ جاؤں؟ میرا خیال ہے میرے جسم پر کوئی گہرا زخم نہیں ہے۔ مجھے کسی تکلیف کا احساس نہیں ہو رہا۔“ تہذیب نے کہا۔

”ہاں اُٹھ جاؤ، میں تمہاری کوئی مدد کروں؟“

”نہیں پلیز، بالکل نہیں۔ یہ کیمپ تمہارا ہے؟“

”یہ کہانی ذرا تفصیل سے ہی سناؤں گا۔ تم اگر بولنے میں دقت محسوس کر رہی ہو تو آرام سے لیٹی رہو، کوئی جلدی نہیں ہے، بہت وقت ہے ہمارے پاس۔“ میں نے کہا۔

”نہیں میں ٹھیک ہوں علی، یقین کرو بالکل ٹھیک ہوں۔“ اس نے جواب دیا اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ عجیب سی حالت ہو رہی تھی اُس کی اور مجھے اپنا بھی احساس تھا۔ میں بھی یقیناً اس وقت عجیب سی کیفیات کا شکار تھا۔ دل کی گہرائیوں میں درحقیقت تہذیب مالکم ایکس کے لیے کوئی ایسا جذبہ موجود نہیں تھا جسے عشق کا نام دیا جاسکے لیکن اس کے باوجود مجھے اس سے بے پناہ اُنسیت محسوس ہو رہی تھی، دل چاہ رہا تھا کہ اس کے لیے وہ سب کچھ کردوں جو اپنے کسی عزیز، اپنے کسی پیارے کے لیے کیا جاسکتا تھا۔ بہت جذباتی سی کیفیت ہو رہی تھی میری، جس کا اظہار شاید میرے چہرے سے بھی ہو رہا تھا۔ تہذیب کئی بار نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھ چکی تھی اور پھر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”علی! تم... تم عجیب سے انداز میں مجھے دیکھ...“ اُس نے کہا۔

”ہاں تہذیب! بس میں کچھ عجیب سی کیفیات... تمہیں بتا نہیں سکتا۔“

”بتاؤ نا۔“ اس نے ناز بھرے انداز میں کہا۔

”یہ بتاؤ، معذرت کروں تم سے، معافی مانگ... یا پھر...؟“

”اگر تم نے ایسا کیا علی تو میں خود اپنی ہی نگاہوں... ہو جاؤں گی، میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ غلطی میری ہی تھی... کچھ نظر انداز کرچکی تھی، میں بھول چکی تھی کہ کیلی فورنیا یونیورسٹی کا طالب علم جو زمانۂ طالب علمی ہی میں اپنا ایک مقام رکھتا... آپ کو منوا چکا تھا، اگر وہ کسی مقصد کے لیے اپنا مستقبل... کردے تو پھر وہ اس مقصد سے کیسے ہٹ سکتا ہے... چاہیے تھا علی، غلطی تو میری ہی تھی۔ میں نے یہ بات کیوں... کردی تھی کہ تم فلسطینی مفادات کے لیے اپنی زندگی وقف... کسی ایسے سلسلے میں بھلا کسی کی مدد کیسے کرسکتے ہو جس میں فلسطین... کو خطرہ لاحق ہو۔ گوٹے ہل میں جو کچھ ہو رہا تھا وہ اسرائیلیوں... پہنچ جانا تھا، میں یہ بات بالکل بھول گئی تھی کہ میرا مشن جس میں... نے تمھیں شریک کیا تھا صرف والٹوموبائے کا مشن نہیں... اس کے پس پشت اسرائیلی مقاصد بھی کارفرما ہیں، جب تمھیں... کا علم ہوا کہ اس طرح اسرائیلیوں کو گوٹے ہل میں ایک... کا موقع مل رہا ہے تو تم اس سارے پروگرام کے مخالف ہو... اور تمہیں ہونا بھی چاہیے تھا۔ تمہاری یہ سوچ بھی درست... کہ میں تنہا تمام امور کی ذمے دار نہیں تھی اور وہ سب کچھ میرے... نہیں ہو رہا تھا، اس لیے تم مجھ پر اعتماد نہیں کرسکتے تھے... تم لے! میری باتوں کو جھوٹ نہ سمجھنا، مجھے آج بھی یہ اعتماد... اگر معاملہ صرف میری ذات کا ہوتا تو تم مجھ سے ضرور کہہ... کر والٹوموبائے کی امداد سے ہاتھ اٹھا لوں اور اس انقلاب... کامیاب ہونے دوں۔ اب اس موضوع پر مزید کچھ نہ کہ... تم... اور یہ بھی مت سوچنا کہ تمہاری ذات میرے لیے کرب... کا باعث بنی ہے۔ میں تو ان جذبوں کی بے پناہ قدر کرتی... تمہارے سینے میں موجزن ہیں۔ غلطی میری ہی تھی، تم نے مجھے... میں سب کچھ بتا دیا تھا لیکن میں اس نقطے پر غور نہ کرسکی اور... بات اور بھی سن لو علی! میں بھی کسی گھٹیا فطرت کی مالک... اگر مجھے اس بات کا احساس ہو جاتا تو یقیناً میں تمہارے... کو ٹھیس پہنچانے کی کوشش نہ کرتی۔ زیادہ سے زیادہ... کہ میں ذاتی طور پر اس مشن سے کنارہ کش ہو جاتی اور تمہ...

...بن جاتی۔ ہاں علی! میرے دل میں تمہاری ایسی ہی وقعت، ایسی ہی محبت ہے۔“

تہذیب مالکم ایکس نے مجھے پانی پانی کردیا تھا۔ دل کے کچھ حساس گوشوں میں ایک ہوک سی اُٹھی تھی، وہ احساسات جن سے میں ہمیشہ دور رہنا چاہتا تھا، آہستہ آہستہ اُبھرنے لگے تھے۔ زندگی میں کسی ایسی شے کا وجود نہیں تھا جسے میں اپنی زندگی کے مقصد پر فوقیت دوں، محبت نہیں ہوئی تھی کسی سے۔ ہاں، کچھ کردار سامنے آئے تھے جو مجھے متاثر کرگئے تھے اور صدف العیش ان میں سب سے نمایاں حیثیت رکھتی تھی لیکن وہ بھی میرے دل کے ان نازک گوشوں کو نہیں چھو سکی تھی جن میں محبت پرورش پاتی ہے۔ تہذیب مالکم ایکس کا یہ بے پناہ اعتماد اور اس کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ بڑی اہمیت رکھتے تھے اور نجانے کیوں یہ آواز میرے سینے کے خول میں داخل ہو کر دل کے ان نرم گوشوں تک پہنچ رہی تھی جو انتہائی حساس ہوتے ہیں۔

میرا ہاتھ بے اختیار اس کے بالوں پر پہنچ گیا، میں نے نرم لہجے میں کہا ”ہاں تہذیب! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں نے اپنی زندگی فلسطینی مقاصد کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ تم سب کچھ جانتی ہو تہذیب میرے بارے میں، بلاشبہ تم سب کچھ جانتی ہو۔ میں تمہارے سامنے ایک لفظ بھی غلط نہیں بولوں گا۔ درحقیقت اس وقت تک میں تم سے بالکل مخلص تھا جب تک مجھے یہ علم نہیں ہوا تھا کہ والٹوموبائے اسرائیلی مفادات کا حامی ہے۔ میرے ذہن میں تبدیلیاں اسی وقت رونما ہوئیں جب یہ بات میرے علم میں آگئی کہ ایک اسرائیلی منصوبہ گوٹے ہل میں بھی تکمیل پا رہا ہے اور والٹوموبائے اس کا سرپرست ہے۔ بس یہیں سے میری ذہنی رو بھٹک گئی اور تہذیب! تم خود سوچ سکتی ہو کہ جس مقصد کے لیے میں نے اپنا سب کچھ قربان کردیا اسے مجروح ہوتے ہوئے میں کبھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔“

”اس سلسلے میں مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم اب اس خیال کو ذہن سے بالکل نکال دو۔“

”بہت شکریہ تہذیب! بہت بڑی بات ہے یہ۔ اس سے تمہاری عظمت کا احساس ہوتا ہے اور اس کے بعد میرے ذہن میں جو سوالات پیدا ہوں گے میں اُنھیں تم سے ضرور پوچھوں گا اور مجھے یقین ہے کہ تم ان کا بالکل صحیح جواب دو گی۔“

”ہاں، کیوں نہیں۔“ تہذیب نے اسی اعتماد سے کہا۔

”یہ سب کیا تھا تہذیب؟ وہ کون لوگ تھے، تم اس طرف کیسے نکل آئیں؟ میں یہ سب کچھ جاننے کے لیے بے چین ہوں۔“

تہذیب کے ہونٹوں پر ایک اُداس سی مسکراہٹ پھیل گئی، پھر وہ بولی ”گرین پول، والٹوموبائے کی مدد کرنے میں ناکام ہوگئی اور اس کی تمام تر ذمے داری مجھ پر ڈالی گئی۔ حقیقت بھی یہی تھی علی کہ میری وجہ سے گرین پول کچھ نئی منصوبہ بندی نہ کرسکی۔ ان لوگوں کے اختیارات لامحدود ہیں اور وہ بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ اگر والٹوموبائے زندہ ہوتا اور کسی طرح اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوگیا ہوتا اور اس کے تمام وسائل ختم ہوگئے ہوتے تب بھی گرین پول اتنی طاقتور ہے کہ وہ جوابی کارروائی کے لیے کوئی زبردست منصوبہ بندی کرسکتی تھی۔ اس شکست اور اس ناکامی کے اسباب کا تجزیہ کیا گیا اور اسی وقت مجھے حراست میں لے لیا گیا جب ہمیں گوٹے ہل سے نکالا گیا تھا۔ ہم میں سے کچھ لوگ صرف دکھاوے کے لیے ملک بدر ہوگئے لیکن مجھے تحقیقات کے لیے یہیں رکھا گیا۔ البتہ گوٹے ہل کے دارالحکومت سے ہٹ کر ہم اس طرف آگئے تھے، یہاں مجھے زیرِ تفتیش رکھا گیا اور وہ تمام معلومات مجھ سے حاصل کی گئیں جو اس سلسلے میں کی جاسکتی تھیں اور اس کے بعد اُنھوں نے مجھے مجرم گردانا اور میرے تمام اختیارات چھین لیے گئے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے موت کی سزا بھی سنادی گئی۔ بس علی! مرنے کو جی نہیں چاہتا تھا، اس لیے کوشش کرکے ان کے درمیان سے بھاگ نکلی، اس کے بعد اُن سے چھپنے کا مسئلہ تھا جو سب سے زیادہ دشوار ثابت ہوا۔ وہ مستقل میرے تعاقب میں تھے، خاصی طویل آنکھ مچولی ہوتی رہی۔ آخر میں ان سے جان بچانے کے لیے ان برفانی علاقوں کی سمت نکل آئی لیکن یہاں بھی اُنھوں نے میرا پیچھا نہ چھوڑا۔ بس یہ مختصر سی کہانی ہے۔ مقصد یہی تھا کہ مجھے گرفتار کرکے گرین پول کے پروگرام کے مطابق سزائے موت دی جائے لیکن تم نے مجھے پھر بچالیا۔“ وہ آہستہ سے مسکرائی اور میرے چہرے پر کرب کے آثار ابھر آئے۔

”تہذیب! معافی نہیں مانگوں گا تم سے کیونکہ تم منع کرچکی ہو لیکن ایک بات کا اظہار ضرور کردینا چاہتا ہوں۔ تم تک پہنچنے سے پہلے اُنھیں مجھ تک پہنچنا ہوگا۔“ میرے لہجے میں بلا کی سختی اور اثر تھا، لہٰذا تہذیب کی جو کیفیت ہونا تھی، وہ کیوں نہ ہوتی۔ اس نے میرا بازو پکڑ کر اپنا رُخسار میرے بازو پر ٹکا دیا تھا۔

”میں نے تم سے کہا نا علی! کہ میں جینا چاہتی ہوں اور یہ بھی کہتی ہوں کہ ایک مضبوط سہارا مل گیا ہے۔ اب مجھے کسی بات کی کوئی فکر نہیں رہی۔ ہاں، اس کے باوجود اگر موت مقدر ہے تو یقین کرو، ہنس کر اسے گلے لگالوں گی۔“

”بس تہذیب! ہم یہ جذباتی گفتگو اب ختم کرتے ہیں۔ یوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سمجھ لو کہ میرے اور تمھارے راستے اب الگ الگ نہیں ہیں۔ بہت اچھا ہوا کہ گرین پول نے خود ہی تمھیں آزاد کر دیا ورنہ اگر تم مجھے کسی اور پوزیشن میں مل جاتیں تو دوسری درخواست میں تم سے یہی کرتا کہ گرین پول کو چھوڑ دو اور میرے ساتھ زندگی بسر کرو۔" میرے ان الفاظ نے تہذیب کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا کر دی تھی۔

"بہت بڑی بات کہی ہے تم نے علی! بہت بڑا سہارا دیا ہے مجھے۔ تمھارے ساتھ زندگی بسر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مجھے ہمیشہ کے لیے تمھارا اعتماد حاصل ہو گیا۔"

"ہاں تہذیب، ہم دو دوستوں کی مانند، دو ساتھیوں کی طرح وقت گزاریں گے اور تہذیب . . . مجھے اب تم سے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ تمھارے لیے میرے دل میں ایک خاص جگہ بن چکی ہے لیکن ہم اپنے ان تاثرات کو کوئی اور رنگ نہیں دے سکتے اس لیے تہذیب کہ میری زندگی کا مشن مختلف ہے، میں ابھی بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"علی! تم بھی سن لو، قربتوں کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ تمام فاصلے ختم ہو جائیں، پاکیزہ جذبات اپنی ایک الگ حیثیت رکھتے ہیں۔ بس تمھارا ساتھ ہی میرے لیے کافی ہے۔"

میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور آہستہ سے بولا۔ "ٹھیک ہے، ہمارے درمیان یہ ایک معاہدہ اس وقت تک کے لیے ہے تہذیب جب تک سانسیں ہمارے سینوں میں موجود ہیں اور اگر حالات نے اور وقت نے ہمیں موقع دیا تو ہم اس ساتھ کو دائمی بنا لیں گے۔" تہذیب کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو چمکنے لگے تھے، اس کا چہرہ گلاب کی طرح کھل اٹھا تھا۔

"بس اتنا کافی ہے علی! میں اپنی تقدیر پر پھولی نہیں سما رہی۔"

"چلو چھوڑو ان باتوں کو، اب میں تمھیں موجودہ صورت حال سے آگاہ کر دوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ گوٹے ہل میں جنرل ٹیرس کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد میری ملاقات ایک فلسطینی مجاہدہ سے ہوئی تھی۔ وہ مجھے واپس بیروت لے جانا چاہتی تھی لیکن میں نے انکار کر دیا۔ دراصل اب میں ان لوگوں سے علیحدہ رہ کر کام کرنا چاہتا ہوں، اپنی جداگانہ حیثیت میں تاکہ میرے اوپر پابندیاں نہ رہیں۔ وہ لوگ اس بات کے خواہش مند تھے کہ میں پہلے کی طرح ان میں شامل رہوں، میں نے اس بات کو تسلیم نہ کیا اور وہاں سے چلا آیا۔ میں سکون کی تلاش میں سرگرداں تھا، مختلف کردار راستے میں ملے، ان میں سے ایک مسٹر ڈھوک بھی ہیں جو ابھی تک میرے ہمراہ ہیں۔ پھر جب میں اس شکار گاہ کی طرف آیا تو میری ملاقات

مسٹر ہوگن نامی ایک شخص سے ہو گئی جو اپنے اہلِ خاندان کے ساتھ یہاں سفید لومڑیوں کے شکار کے لیے آیا ہوا ہے۔ یہ کیمپ انہی کا ہے۔ مسٹر ہوگن سے میرا کوئی گہرا رابطہ نہیں ہے بلکہ صرف شناسائی والی بات ہے۔ جب میں مسٹر ہوگن کے ساتھ سفید لومڑی کے شکار کی تلاش میں سرگرداں تھا تو ہم نے تمھاری چیخ سنی تھی، ہم اس تصور کے ساتھ آگے بڑھے تھے کہ کہیں کسی کو ہماری رائفل سے نکلی ہوئی گولی نہ لگ گئی ہو۔ اس کے بعد ان تینوں آدمیوں کا معاملہ درپیش آیا جن میں سے دو ہلاک ہو گئے۔ ایک تمھارے ہاتھ اور ایک میرے ہاتھوں، ایک فرار ہو گیا۔ میں جانتا ہوں تہذیب کہ گرین پول کے نمائندے ان اطراف میں تمھیں ضرور تلاش کریں گے لہٰذا اب ہمیں ایک خاص پروگرام کے تحت یہاں سے نکلنا ہوگا۔ صبح کی روشنی میں مسٹر ہوگن تمھاری خیریت معلوم کرنے آئیں گے، بہتر یہ ہوگا کہ تم ان کے سامنے ہی ہوش میں آؤ۔ میں ان سے یہی کہوں گا کہ تم رات بھر بے ہوش رہی ہو یا سوتی رہی ہو۔ صبح کو تم ہوش میں آؤ گی تو بہت خوف زدہ ہونے کا مظاہرہ کرو گی۔ تم یہی کہو گی کہ تم کسی کو کچھ بتانا نہیں چاہتیں، بس اتنا ہی بتا سکتی ہو کہ وہ خطرناک لوگ تمھیں اغوا کر کے کہیں لے جانا چاہتے تھے اور تم جان بچا کر نکل بھاگی تھیں۔ اس کے بعد تم یہ درخواست کرو گی کہ تمھیں کالموکیمپو پہنچا دیا جائے۔ وہاں سے تم اپنا راستہ خود منتخب کر لو گی اور پھر میں تم کو لے کر روانہ ہو جاؤں گا۔ یوں ہم کسی کو شبہے کا موقع دیے بغیر یہاں سے نکل جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے جواب دیا اور پھر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "اب تم بھی تھوڑی دیر آرام کر لو، بہت مشقت کی ہے تم نے۔"

"شکریہ میڈم، شکریہ! آپ بھی کروٹ بدل کر سو جائیے اور ہاں کوئی زخم تکلیف تو نہیں دے رہا؟"

"نہیں۔" اس نے کہا اور میرے کہنے کے مطابق کروٹ بدل لی۔ میں اس سے کچھ فاصلے پر ہٹ کر لیٹ گیا تھا لیکن ذہن و دل کی عجیب کیفیت تھی اور میں اس کیفیت کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھا۔ صبح ہو چکی تھی اور باہر آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر کسی نے خیمے کا پردہ اٹھا کر اندر جھانکا، میں جان بوجھ کر آنکھیں بند کر کے پڑا رہا تاکہ کچھ دیر اور سکون سے لیٹا رہوں۔ پھر اس وقت تقریباً آٹھ بجے تھے جب مسٹر ہوگن میرے خیمے کے اندر داخل ہو گئے۔ نیند کا کچھ غلبہ سا ہو گیا تھا اور مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں کب سو گیا۔ مسٹر ہوگن نے مجھے جھنجوڑا تو میں نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے بستر پر پڑی تہذیب مالکم ایکس کو دیکھا، وہ بھی شاید گہری نیند سو رہی تھی۔

"سوری ڈیئر! میں تمھیں جگانے پر مجبور تھا، آٹھ بج چکے ہیں۔"

"کوئی خاص بات تو نہیں مسٹر ہوگن؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ تمھارے نزدیک جو بات خاص ہو سکتی ہے، وہ نہیں ہے۔"

"شکریہ! آپ نے مجھے جگا دیا، اچھا کیا۔"

"یہ ابھی تک ہوش میں نہیں آئی! کیا اس کی یہ طویل بے ہوشی قابلِ تشویش نہیں ہے؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے، میں کافی دیر تک جاگتا رہا لیکن اس کے جسم میں جنبش نہیں ہوئی۔"

"ایک منٹ، میں ریٹا کو بلاتا ہوں۔" ریٹا وہی لڑکی تھی جو ڈاکٹر تھی اور جس نے رات کو تہذیب کی دیکھ بھال کی تھی۔ ریٹا کے ساتھ دوسرے تمام لوگ بھی اندر آ گئے تھے اور اس کے بعد ریٹا نے تہذیب کا جائزہ لینا شروع کیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تہذیب اس وقت سو رہی ہے یا صرف اداکاری کر رہی ہے لیکن چند ہی لمحات کے بعد ریٹا نے اعلان کیا کہ وہ بالکل نارمل ہے اور ابھی چند لمحات کے بعد جاگ اٹھے گی۔

چند لمحے بعد تہذیب نے ایسا ہی کیا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں پھر اسے جو کچھ کرنا چاہیے تھا اس نے وہی کیا، شدید حیرانی کا مظاہرہ کرنے کے بعد اس نے اپنی مختصر کہانی سنائی اور خوف زدہ لہجے میں بولی۔ "آپ لوگوں نے مجھ پر احسان کیا ہے، ایک آخری احسان اور کر دیں، مجھے کالموکیمپو پہنچا دیں، پلیز! میں فوراً وہاں جانا چاہتی ہوں۔"

"تمھاری خواہش پوری کی جائے گی بے بی! ہم لوگ اسی لیے تمھیں یہاں لائے تھے کہ ہوش میں آنے کے بعد تمھیں تمھاری منزل پر پہنچا دیا جائے لیکن ان لوگوں کے خلاف اگر کوئی کارروائی کرنا چاہتی ہو تو ہم سب تمھاری مدد کرنے کو تیار ہیں۔" مسٹر ہوگن نے کہا۔

"آپ کا بے حد شکریہ جناب! لیکن میرے لیے سب سے اوّلین بات یہی ہے کہ آپ مجھے فوراً کسی کے ہمراہ کالموکیمپو بھجوا دیں۔"

"کیا خیال ہے؟" مسٹر ہوگن نے مجھ سے پوچھا۔

"میں یہ فرض انجام دینے کے لیے تیار ہوں مسٹر ہوگن! مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

"تب پھر تم ان گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا لے جاؤ اور اسے کالموکیمپو پہنچا دو۔ اگر چاہو تو میں بھی تمھارا ساتھ دینے کو تیار ہوں۔"

"نہیں نہیں، زیادہ کھیڑ بھاڑ مناسب نہیں رہے گی اور میں آپ کو زیادہ تکلیف بھی نہیں دینا چاہتی۔" تہذیب نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے بے بی! ہمیں بے حد افسوس ہے، کاش تم اپنے بارے میں کچھ بتا سکتیں۔"

"پلیز، دیر نہ کیجیے، مجھے بہت جلد واپس پہنچ جانا چاہیے ورنہ میرے لیے خطرات بڑھ سکتے ہیں۔"

"کچھ ناشتا وغیرہ تو کر لو۔" مسٹر ہوگن نے پیش کش کی اور اسی وقت ہوگن کی ایک بیٹی ہاتھ میں کافی کا جگ لیے اندر آ گئی۔ بالآخر ہم دونوں نے ایک ایک کپ کافی پی لی۔ مسٹر ہوگن کا گھوڑا میں نے شکریے کے ساتھ قبول کر لیا تھا۔ اس طرح میں . . . . . . تہذیب مالکم ایکس کو لے کر واپس چل پڑا۔ میں نے رائفل لوڈ کی ہوئی تھی اور راستے کے ہر ممکنہ خطرے کے لیے تیار تھا لیکن دن کی روشنی میں شکاریوں کی زیادہ تعداد یہاں گردش کرتی ہوئی نظر آ رہی تھی اور کسی ایسے حادثے کی فی الحال توقع نہیں تھی جو ہمارے لیے پریشان کن ہو سکے۔

کالموکیمپو تک کا سفر طے کر لیا گیا اور اس کے بعد میں نے گھوڑے وغیرہ واپس کر دیے۔ کالموکیمپو آنے کے بعد میں نے برق رفتاری سے ہوٹل کا رخ کیا اور بغیر کسی خاص دقت کے ہوٹل پہنچ گیا۔

میرے ہوٹل کے کمرے میں پہنچنے کے بعد تہذیب مالکم ایکس نے سکون کی گہری گہری سانسیں لیں اور کہنے لگی۔ "یقین کرو! میں اس قدر خوف زدہ تھی کہ بیان نہیں کر سکتی۔ عجیب بات ہے، اس سے قبل میں نے اپنی زندگی میں اتنا خوف کبھی محسوس نہیں کیا تھا علی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تم سے بچھڑنے کے بعد سے میں مسلسل خوف زدہ رہی ہوں علی۔"

"شکریہ تہذیب! اس میں بھی میری ہی ستائش کا پہلو نکلتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر اس میں شکریے کی کیا بات ہے! شکریہ کہہ کر تم میرے الفاظ کے تاثر کو ہلکا کر رہے ہو۔" تہذیب نے بے تکلفی سے کہا۔ اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی اور میں سنبھل گیا۔

دروازہ کھولا تو مسٹر ڈھوک کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ تہذیب کو مختصراً ڈھوک کے بارے میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بتا چکا تھا لیکن اس وقت وہ یہ نہیں سمجھی کہ یہ کون ہے۔ ڈھوک اندر داخل ہوا، ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا اور دفعتاً اس کے حلق سے قہقہہ آزاد ہو گیا۔

"میں جانتا ہوں... میں جانتا ہوں کہ انسان کی فطری جبلت..."

"اس سے آگے ایک لفظ بھی نہ کہنا مسٹر ڈھوک! صورت حال کا صحیح طور پر تجزیہ کرنے سے پہلے فضول بکواس سے گریز کرنا چاہیے۔" میں نے اس کی بات درمیان سے کاٹ دی اور پھر تہذیب کی طرف رخ کر کے بولا۔ "یہ مسٹر ڈھوک ہیں جن کے بارے میں، میں تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"اوہو... اوہو سوری میڈم! اگر میرے دوست ایلی سے تمہارا کوئی رشتہ ہے تو واقعی میں نے اپنے تبصرے میں جلد بازی کر ڈالی تھی۔" تہذیب، ڈھوک کو سر سے پاؤں تک دیکھ کر میری طرف رخ کر کے مسکرانے لگی۔

"تو یہ مسٹر ڈھوک ہیں؟"

"ہاں تہذیب! میں تمھیں ان کے بارے میں بتا چکا ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تہذیب! اپنی کھوپڑی میں اس کا مطلب نہیں آیا۔ کیوں مس تہذیب! آپ خود ہی بتا سکتی ہیں؟" ڈھوک بولا۔

"نہیں مسٹر ڈھوک! میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتی، معذرت خواہ ہوں۔" تہذیب نے کہا۔

"اور میں بھی تم سے معذرت خواہ ہوں مسٹر ڈھوک کہ اب اس کمرے میں تمہارا گزارا نہیں ہوگا۔"

"دیکھو دیکھو! میں پھر کوئی ایسی بات کہہ دوں گا جس پر تم مجھے ٹوکنے لگو گے۔ اب دیکھیے نا آپ ہی میڈم اس سے پہلے یہ صرف میرا دوست تھا اور اب..."

"نہیں مسٹر ڈھوک، پلیز آپ محسوس نہ کریں، تشریف رکھیے۔" تہذیب نے کہا۔

"شکریہ شکریہ۔ کسی خوب صورت لڑکی کی پیش کش میں کبھی نہیں ٹھکرا سکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ میرے دل میں اس کے لیے صرف احترام ہو۔ چنانچہ مس تہذیب! آپ کا تعارف مجھ سے مکمل ہو یا نہ ہو، میں آپ کو ناشتے کی پیش کش ضرور کر سکتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ لوگوں نے ابھی تک ناشتا نہیں کیا ہوگا۔"

"کیوں؟ کیا یہ ناشتے کا وقت ہے؟"

"ہے تو نہیں۔ لیکن بس نجانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ ناشتا کیا جائے۔"

"اچھا دل ہے آپ کا! چلیے ناشتا منگوا لیجیے۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کمال کی بات ہے، اتنی خوش اخلاق اور شگفتہ مزاج ... نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ ابھی ناشتا منگوایا جا..." نے کہا اور اٹھ کر روم سروس کے لیے بیل بجا دی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ ناشتا کر رہے تھے۔

ناشتے کے دوران ڈھوک نے پوچھا۔ "بلاشبہ ... بے شمار رشتے ہوتے ہیں، انھیں کوئی بھی نام دیا جا سکتا... اس سے قبل ضروری ہے کہ دوستوں کے درمیان تعارف..."

"تہذیب میری بہت ہی قریبی عزیز ہیں۔ میرے لیے... بس اتنا ہی کافی ہے مسٹر ڈھوک!"

"ہاں۔ میرا خیال ہے اس سے زیادہ کی ضرورت بھی نہ... لیکن یہ اچانک آپ کو کہاں سے مل گئیں مسٹر ایلی؟" ڈھوک نے... انداز میں سوال کیا۔

"بس یونہی سر راہ ہماری ملاقات ہو گئی۔"

"اور آپ اپنے ساتھ لے آئے انھیں؟"

"ظاہر ہے۔"

"مگر کیا یہ تنہا نہیں؟" ڈھوک نے پوچھا۔

"ہاں اور اب میرے ساتھ رہیں گی۔ تمھیں کچھ پریشانی اٹھا... پڑے گی مسٹر ڈھوک۔"

"اوہ نہیں فرینڈز، میری فکر نہ کریں۔ اگر ہم یہیں قیام... کے موڈ میں ہوئے تو اس ہوٹل میں برابر والا کمرا خالی ہے۔ میں دیکھ چکا ہوں، میں فوراً ہی اسے اپنے لیے حاصل کیے لیتا ہوں۔"

"ناشتے کے بعد آپ کو یہ کام ضرور کرنا ہے مسٹر ڈھوک... کے بعد میں آپ کو کچھ تفصیلات بتاؤں گا۔" میں نے کہا۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد ڈھوک باہر نکل گیا۔ تہذ... مسکراتے ہوئے بولی۔ "اس آدمی کے بارے میں تم نے جو کچھ بتایا... علی! وہ بہت دلچسپ ہے۔ تم نے کہا ہے کہ یہ ذہن کی گہرائیوں... میں جھانک لیتا ہے، کچھ پراسرار قوتوں کا مالک ہے؟"

"ہاں تہذیب! اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"فطرتاً کیسا ہے؟"

"اپنی عمر کو بھول کر بہت پیچھے چلا گیا ہے اور وہاں سے آگے نہیں بڑھنا چاہتا۔"

"میں سمجھی نہیں؟" وہ حیرانی سے بولی۔

"یوں سمجھ لو کہ اس کی حرکتیں ناپسندیدہ ہیں، کم از کم خو... کی حد تک۔"

"اوہ! تعجب کی بات ہے۔"

"ہاں۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ فطرتاً برا بھی ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ٹھیک ہے، پروگرام کیا ہے، اب یہ بتاؤ؟" تہذیب نے سوال کیا۔

"ہم اس دوران کسی نہ کسی فیصلے پر پہنچ جائیں گے تہذیب! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

ڈھوک تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور اپنا سامان اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گیا۔ مختصر سا سامان تھا، میں اور تہذیب اُسے اس کے کمرے تک پہنچانے گئے تھے۔ ڈھوک نے بُرا سا منہ بنا کر کہا تھا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ کل میں بھی اپنے لیے کسی ساتھی کا انتخاب کروں گا سارے ہاں، تم لوگ مجھے کیا سمجھتے ہو! نکال دیا اپنے کمرے سے۔" ہم لوگ مسکراتے ہوئے باہر نکل آئے تھے۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر ہم آرام کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ تہذیب میری آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ "یقین نہیں آتا علی! تمھیں اپنے ساتھ دوبارہ دیکھ کر یقین نہیں آتا۔ ویسے تمھیں کھو کر مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں نے اپنی زندگی کی کوئی بہت ہی قیمتی شے کھو دی ہو۔ علی! کیا دو اجنبی اس طرح بھی ایک دوسرے کے لیے تڑپ سکتے ہیں۔"

"ان باتوں کو بھول جاؤ تہذیب! فی الحال ہمیں صرف اپنے مستقبل کے لیے پروگرام ترتیب دینا ہے۔"

"تو میں اس پروگرام سے الگ کب ہوں؟ یہ بات میں اچھی طرح جانتی ہوں علی کہ تم یہودیوں کے خلاف سرگرم عمل رہنے کا عہد کر چکے ہو لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم نے ان لوگوں کے ساتھ جانا کیوں نہ پسند کیا جو تمھیں لے جانا چاہتے تھے۔"

"بہت سی باتیں ایسی ہیں تہذیب جو میں تم سے نہیں چھپانا چاہتا۔ تقریباً سب کچھ ہی جانتی ہو تم میرے بارے میں۔ ایک مسئلے میں کچھ لوگوں سے میرا اختلاف ہو گیا تھا میرے کردار پر شبہ کیا گیا تھا۔ میں اس سلسلے کی تفصیل کسی مناسب وقت پر تمھیں بتا دوں گا۔ مختصراً یوں سمجھ لو کہ میرے دشمنوں نے میرے خلاف ایک سازش کی تھی کہ مجھے تنظیم کے ارکان سے برگشتہ کر دیا جائے اور تنظیم کو میرے خلاف بھڑکا دیا جائے اور وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے۔ میں نے تنظیم چھوڑ دی اور وہاں سے نکل آیا، یہ سوچ کر کہ میں تو صرف اپنے جذبوں کی تسکین کے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہوں، مجھے تنظیم میں شامل رہنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ امریکی سی۔ آئی۔ اے کا ایک خطرناک آدمی جس کا نام اولیو ہارڈے ہے، اس وقت سے میرے پیچھے لگا ہوا ہے جب میں نے سان فرانسسکو میں یہودیوں کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا تھا اور صرف ایک جذباتی لمحے نے مجھے ایک نئی راہ کی جانب گامزن کر دیا تھا۔ اولیو ہارڈ نسلاً یہودی ہے اور یہ کام وہ صرف امریکی مفادات کے لیے نہیں اسرائیلی مفادات کے لیے کر رہا ہے۔ میرے اور اس کے درمیان ایسے ایسے خوف ناک معرکے ہو چکے ہیں جن کی تفصیل میں بتاؤں تو تم دنگ رہ جاؤ۔ میں نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ..... اسپین کے ان قید خانوں میں گزارا ہے جہاں کا تصور کر کے ہی لوگوں کے دل دھڑکنا بھول جاتے ہیں۔ میں نے اولیو ہارڈ کو ایسی ایسی شکستیں دی ہیں کہ وہ آج تک اپنے زخم چاٹ رہا ہے لیکن میرے اور اس کے درمیان یہ خوف ناک چپقلش ابھی تک جاری ہے۔ ... سے نکلنے کے بعد میں نے اپنے آئندہ کے راستوں کا کوئی تعین ... کیا تھا اور بس یوں سمجھ لو کہ اولیو ہارڈ کے جال میں پھنس کر ... پہنچا تھا جہاں تم سے ملاقات ہو گئی۔ اولیو ہارڈ نے ایک ... کے تحت ہی مجھے فرانس پہنچنے پر مجبور کیا تھا لیکن تمھارے ... شامل ہو کر میں اسے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا اور پھر اگر ... پہنچ گئے لیکن یہاں اسرائیلی مفادات پر بھرپور ضرب لگانے کے لیے مجھے ایک موقع ملا اور میں نے اس موقعے کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ظاہر ہے مجھے تو صرف اس عظیم مقصد سے دلچسپی ہے کہ ... یا کوئی ادارہ میرے لیے باعث دلچسپی نہیں اور میں اب بھی ... چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے تہذیب کہ اولیو ہارڈ سے میرے ... اور معرکے ہوں۔ میری یہ بھی خواہش ہے کہ میں یہودیوں کے ... دنیا کے ہر حصے میں کارنامے انجام دیتا رہوں۔ مجھے اس کے صلے ... ضرورت نہیں ہے۔ اولیو ہارڈ امریکی یہودی ہے، میرے دل ... کچھ عرصہ قبل یہ خیال تھا کہ واپس امریکا پہنچ جاؤں اور اولیو ہارڈ ... چیلنج کروں۔ اس سے کہوں کہ وہ میرے مقابلے پر آئے۔ لیکن ... نے اپنے پروگرام میں کچھ تبدیلیاں بھی کیں۔ میں نے یہ سوچا کہ مجھے ... اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے کام نہیں کرنا چاہیے' اس کے ... اگر میں امریکا پہنچ بھی جاؤں تو یہی کوشش کروں کہ وہاں موجود ... یہودیوں کے گھناؤنے مقاصد کو ناکام بناتا رہوں۔ یہ بھی ... مشن ہی کا ایک حصہ تھا لیکن اب جو کچھ ہو گا، تمھارے ساتھ ... ہی طے ہو گا۔ میرا ایک وطن ہے تہذیب، جس کے بارے میں ... بتا چکا ہوں۔ بہت دل چاہتا ہے کہ وہاں جاؤں، ان لوگوں کو ... جن کا تعلق میری زندگی سے ہے لیکن اب تو میں بہت دور نکل ... ہوں، وہاں جا کر کیا کروں گا۔ ہاں، اگر تم چاہو تو میں بقیہ زندگی تمھارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔ ہاں تہذیب! میں ذہنی طور پر بھٹکا ... ہوں۔ میرے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ میری سب سے بڑی ... خواہش اب کیا ہے۔ میں تمھارے سامنے اعتراف کر چکا ہوں ... ذات میرے لیے بہت اہم ہو گئی ہے اور جب یہ اعتراف کر ... اب اپنے آپ کو شکست خوردہ تسلیم کرتا ہوں۔"

تہذیب کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "تم کیا سمجھتے ہو علی! کیا میں تم سے کم چاہتی ہوں تمھیں؟ میں رٹی رٹائی رومانی باتوں کو دہرا کر اپنی اور تمھاری شخصیت کو ہلکا نہیں کروں گی۔ صرف اتنا کہوں گی کہ اب تہذیب مالکم ایکس اور علی یار خان ایک ہی وجود کے دو نام ہیں، دونوں کی زندگی کا مقصد بھی ایک ہی ہے اور وہ ہے اسرائیلی مفادات پر شدید ضربیں لگانا، اس سفر میں میں تمھارے ہم رکاب رہوں گی، اب تم تنہا نہیں ہو اور یہ بات بھی تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کوئی گھریلو اور رومان پسند لڑکی نہیں ہوں، میں نے اپنی زندگی کا ایک طویل ترین حصہ خطرناک لوگوں کے درمیان گزارا ہے اور ان میں بھی میری ایک اپنی شناخت رہی ہے جو معمولی درجے کے لوگوں کی نہیں ہوتی اور یہ حیثیت مجھے تحفتاً نہیں پیش کی گئی تھی، بلکہ میں نے اس کے لیے اپنے آپ کو منوایا تھا۔ علی! تم اطمینان رکھو میں تمھاری بہترین دست راست ثابت ہوں گی۔" تہذیب مالکم ایکس کا لہجہ اتنا مستحکم تھا کہ میں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، میرے ہونٹوں پر ایک محبت بھری مسکراہٹ پھیل گئی ــ میں تہذیب کو دیکھتا رہا، درحقیقت گزرنے والا ہر لمحہ مجھے ذہنی طور پر اس سے قریب کرتا جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔ "تہذیب! ڈھوک کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

"کیا مطلب؟" اس نے سوال کیا۔

"یہ شخص کچھ خاص خوبیوں کا حامل ہے لیکن اس کے اندر ایک بچہ چھپا ہوا ہے جو عموماً نمایاں رہتا ہے۔ اس بچے کے دل میں لاتعداد خواہشات ہیں، پتا نہیں اس کی زندگی کیوں ناآسودہ رہ گئی لیکن اس کی پُراسرار قوتیں قابلِ رشک ہیں۔ میں نے یہی سوچا تھا تہذیب کہ اسے اپنے ساتھ رکھوں گا ــ تاکہ تنہائی کا احساس نہ ہو۔ ... اور پھر کارآمد آدمی بھی ہے۔ جہاں تک میں اس کی فطرت کا تجزیہ کر سکا ہوں، مجھے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک تنہا انسان ہے اور اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ کسی ایسے ساتھی کی تلاش کا خواہاں ہے جو اس پر مکمل بھروسہ کرے مگر کبھی کبھی یہ شخص انتہائی گھٹیا بھی ہو جاتا ہے۔ خاص طور سے خوب صورت لڑکیوں کے درمیان پہنچ کر۔ فیصلہ کر لو کہ اسے اپنے درمیان جگہ دینی ہے یا ہم اس سے معذرت کر لیں۔"

"علی! اگر زندگی میں چند قابلِ اعتماد لوگ مل جائیں تو اُن کی اتنی قدر کرو کہ یہ لفظ بے حقیقت ہو جائے۔ یہ دور اتنا نازک ہے علی کہ ہم اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی قابلِ بھروسا شخص زندگی میں آ جائے تو اُسے ٹھکرانا کفرانِ نعمت ہے۔ اس وقت تک اس شخص کو اپنے ساتھ رکھو جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ کسی طور ہمارے لیے تکلیف دہ ہے ــ چھوٹی موٹی خرابیاں دور بھی کی جا سکتی ہیں اور برداشت بھی بشرطیکہ سامنے والا مخلص ہو۔"

"تو گویا تمھارے خیال میں ہم پروفیسر ڈھوک کو اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں؟"

"ہاں.... جب تم نے ایک فیصلہ کر لیا تھا تو میری شمولیت سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیے بشرطیکہ اس شخص کو بھی اعتراض نہ ہو۔"

"او کے ــ اچھا، اس کے بعد کیا کرنا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"یہاں سے نکلیں گے علی! سب سے پہلے ہم یہ علاقہ چھوڑ دیں گے لیکن ایک بات کو ذہن میں رکھنا، گرین پول کے لوگ آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے، ہمیں ان سے بچنے کے لیے کوئی ٹھوس اقدام کرنا ہو گا ــ ورنہ ہمارا یہاں سے نکلنا آسان کام نہیں ہو گا۔"

"مجھے اندازہ ہے۔ حالانکہ اگر میں چاہوں تو یہاں سے دارالحکومت واپس جانے کی کوشش کر سکتا ہوں۔ جنرل ٹیریس اور کیتھی براؤن میرے ایسے دوست ہیں کہ وہ تمام تر قوتوں کے ساتھ مجھے یہاں سے نکال دیں گے اور ہمارا بال بیکا نہیں ہو گا لیکن اس کے ساتھ ہی کچھ قباحتیں بھی ہیں۔ ان لوگوں کی محبت دیکھ کر میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ آسانی سے مجھے یہاں سے جانے نہیں دیں گے اور کم از کم یہ کوشش ضرور کریں گے کہ میں کچھ عرصہ ان کے ساتھ گزاروں اور یہ موجودہ صورتِ حال کے پیش نظر کچھ مناسب بات نہیں ہے۔"

"اور اب میں بھی جنرل ٹیریس کے سامنے نہیں جانا چاہتی کیونکہ یہ بات اس کے علم میں آ چکی ہے کہ میرا تعلق گرین پول سے ہے اور میں نے اس کے مفادات کے خلاف کام کیا تھا۔ نہیں علی! یہ کسی طور مناسب نہیں رہے گا۔"

"میں نے کہا نا کہ میں خود بھی اس کے حق میں نہیں ہوں مگر ہمیں پریشان نہیں ہونا چاہیے تہذیب! یہاں رہ کر میں تمھاری حفاظت کی انتہائی کوشش کروں گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے اُمید ہے کہ میں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اب گرین پول کے نمائندے میری لاش پر سے گزر کر ہی تم تک پہنچ سکتے ہیں۔ البتہ ایک بات میں ضرور سوچ رہا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"پروفیسر ڈھوک کی شمولیت کے ساتھ ساتھ اسے تمہاری حیثیت سے بھی آگاہ کر دیا جائے۔"

"اگر تم اس بات کو غیر مناسب نہیں سمجھتے تو مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔" تہذیب نے کہا اور اس کے بعد ہم نے فیصلہ کر لیا کہ پروفیسر ڈھوک کو اپنا رازدار بنالینا مناسب ہے۔ حالانکہ وہ بعض معاملات میں ایک انتہائی غیر سنجیدہ آدمی ثابت ہوا تھا لیکن اس بات کے بھی امکانات تھے کہ اگر اس سلسلے میں وہ سنجیدہ ہوگیا تو کوئی کارآمد مشورہ دے سکتا ہے۔

اسی رات ہم نے اپنے کمرے میں اسے ڈنر پر مدعو کر لیا۔ ڈھوک اتفاقیہ طور پر موجود تھا اور اس رات اس کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ ہمارے کمرے میں پہنچا تو کسی قدر ناخوش گوار لہجے میں بولا۔

"دیکھو! میری زبان بندی کر دی گئی ہے۔" یہ کہہ کر کہ تمہارے درمیان احترام کے رشتے ہیں اور مجھے بھی اس کا احترام کرنا ہے لیکن میں یہ بات کہنے پر مجبور ہوں کہ مجھے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔"

"سوری ڈیئر ڈھوک! دراصل تم صورتِ حال سے واقف نہیں ہو۔ ہم نے اس وقت یہی فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں صورتِ حال سے آگاہ کر دیا جائے۔"

"نہ کرو، نہ کرو، مجھے اس کی کیا پروا ہوسکتی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں اس دوران اس بارے میں سوچتا نہیں رہا ہوں؟"

"کیا سوچتے رہے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ کسی ساتھی لڑکی کے مل جانے کے بعد تم نے بالکل مجھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا ہے۔"

"خیر مکھی اتنی بڑی نہیں ہوتی پروفیسر ڈھوک! اس لیے یہ تشبیہ بے کار ہے۔ اس کے علاوہ یہ شکایت تو میں بھی آپ سے کرسکتا ہوں، پچھلی رات آپ کہاں گئے تھے؟ مجھے ساتھ لیا تھا آپ نے؟"

"میں کیا کروں، تم اس دنیا کے آدمی ہی نہیں ہو جس میں رنگ بکھرتے ہیں۔ اب تم خود سوچو، موت کس وقت اور کس جگہ آجائے آدمی اس کے بارے میں کیا جانتا ہے۔ دنیا میں جو کچھ پیدا کیا گیا ہے انسان کے لیے ہی ہے نا؟ تمہارا مذہب بھی یہی کہتا ہے اور میرا مذہب بھی پھر انسان ان تفریحات سے اتنا دور کیوں رہے؟"

"ٹھیک ہے بھائی! تمہاری منطق تمہارے ساتھ، اصل معاملہ کچھ اور ہے۔"

"اور وہی میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کیا ہے اور وہ کون سی خاص بات ہے جس کی وجہ سے ایک اچھے دوست، ایک اچھے ساتھی کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔ دیکھیے میڈم! میں آپ سے یہ شکایت کیے بغیر نہیں رہوں گا۔ آپ نے مجھ سے میرے دوست کو چھین لیا ہے۔"

"نہیں مسٹر ڈھوک! آپ کا دوست صحیح سالم آپ کے پاس موجود ہے۔ آپ اسے حاصل کر لیجیے، میں تعرض نہیں کروں گی۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھی لڑکی ہو، اچھی بات کہی ہے۔ چلو ٹھیک ہے مگر یوں تو کہو کہ مجھے بھی اپنا گہرا دوست بنالو۔ تم کیا سمجھتی ہو، تم دونوں کیا سمجھتے ہو مجھے، کیا میں اتنا ہی گیا گزرا آدمی ہوں کہ مرغ کی ایک ہی ٹانگ ہاتھ میں پکڑے پھروں۔ محترمہ اور مجھ سا مخلص ساتھی ملنا مشکل ہے آپ لوگوں کو اس دور میں۔ زندگی میں چند ہی لوگوں کے ساتھ مخلص ہوا ہوں اور ان میں صرف تم ہی تنہا آدمی ہو سمجھے مسٹر ایلی! تم تنہا آدمی ہو۔ اگر میرے ساتھ بے اعتنائی کا یہی رویہ اختیار کیے رہے تم تو بالآخر میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا اور اس کے بعد... اس کے بعد یوں سمجھو، دنیا میں کسی کو اپنا دوست نہیں بناؤں گا۔"

"ارے نہیں نہیں مسٹر ڈھوک! چلیے کھانا آگیا، پہلے آپ کا غصہ نفیس کھانوں سے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے بعد آپ کو اصل بات بتادی جائے گی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

ڈھوک خاموشی سے کھانے میں مصروف رہا تھا۔ اس دوران اس نے ایک بار بھی نگاہ اٹھا کر میری یا تہذیب کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ کھانے سے فارغ ہوکر ہم نے کافی پی اور پھر میں ڈھوک کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"ڈیئر مسٹر ڈھوک! سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تم یوں سمجھ لو، میری زندگی میں ایک گہرے گھاؤ کی حیثیت رکھتی ہیں۔"

"رکھتی ہوں گی، مجھے کیا۔" ڈھوک نے کہا۔

"ارے! تم ابھی تک بگڑے ہوئے ہو۔ اگر میں یہ کہوں کہ ان کی زندگی شدید خطرے میں ہے تو کیا تم پھر بھی بے پروا رہو گے؟"

"کیا خطرہ ہے، خطرے کی نوعیت تو بتاؤ؟"

"کچھ بے انتہا خطرناک لوگ ان کی تاک میں ہیں، وہ انھیں ہلاک کر دینا چاہتے ہیں۔"

"وجہ؟" ڈھوک نے پوری توجہ ہماری طرف مبذول کر دی تھی۔

"ان سے دشمنی۔ یوں سمجھو، میڈم تہذیب مالکا کے گروہ سے منسلک تھیں۔ میری وجہ سے انھوں نے اس گروہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس کے بعد گروہ ان کے پیچھے پڑ گیا۔ میں نے بروقت موقعے پر پہنچ کر ان کی زندگی بچالی۔ ورنہ شاید وہ کم بخت انہیں ہلاک کرنے میں کامیاب ہوگئے ہوتے۔"

"او ہو! اس کا مطلب ہے کہ اب مجھے پوری توجہ دینا پڑے گی۔ سوری میڈم، سوری! اور سوری مسٹر ایلی! تم لوگوں کی گوشہ نشینی کی وجہ اب میری سمجھ میں آئی۔"

"بات مذاق میں اڑانے والی نہیں ہے ڈھوک! ہم لوگوں کو کسی نہ کسی طرح ان کے گھیرے سے نکل جانا ہے۔"

"کیا انھیں اس بات کا علم ہے کہ تم اس ہوٹل میں مقیم ہو؟"

"نہیں، قطعی نہیں۔"

"ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ فوراً ان کے یہاں پہنچنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"ہاں، اس کا امکان تو نہیں ہے لیکن ظاہر ہے کہ ایسی چھوٹی سی جگہ میں کسی کو تلاش کرنا ہو تو ہوٹلوں میں ہی تلاش کیا جاسکتا ہے اور یقیناً وہ اپنے اس فرض سے غافل نہیں ہوں گے۔"

"بات وزن دار ہے... تو پھر اب کیا خیال ہے؟ اس تشویش ناک صورتِ حال سے کس طرح نمٹو گے؟"

"اسی سلسلے میں آپ سے مشورہ کیا جارہا ہے پروفیسر ڈھوک۔"

"صورتِ حال یہ ہے کہ اگر ہم کالموکیمپو سے نکل کر کسی اور جگہ جانے کی کوشش کریں تو راستے میں دشواریاں پیش آسکتی ہیں۔"

"ہم گوٹے ہل سے ہی نکلنا چاہتے ہیں پروفیسر ڈھوک۔"

"کہاں جاؤ گے؟"

"اطراف کی کسی بھی ایسی ریاست میں جہاں سے ہم کسی لمبے سفر کا آغاز کرسکیں۔"

"ہوں اور ڈھوک کا کیا ہوگا؟"

"ڈھوک ہمارے ساتھ رہے گا۔"

"راستے میں چھوڑ کر تو نہیں بھاگ جاؤ گے؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اب تو ڈھوک بھی زندگی کا ایک حصہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈھوک کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یار! میں ایک تنہا آدمی ہوں، زندگی کی تفریحات میں اکیلے خود کو بہت زیادہ مصروف کر لیا ہے کہ تنہائی کا احساس نہ ہونے پائے۔ ہم جیسے لوگ کسی کے لیے نقصان دہ نہیں ہو سکتے۔ ہاں، یہ دوسری بات ہے کہ کوئی خود ہی ہمیں ضرر پہنچانے کی کوشش کرے۔ اگر تم لوگ واقعی ڈھوک کو اپنے ساتھ رکھنے کے خواہش مند ہو تو اس بات پر یقین کر لو کہ ڈھوک تمہارے لیے اپنی زندگی کی بازی لگا دے گا۔"

"اسی لیے تم سے یہ گفتگو کی جارہی ہے۔ ڈیئر ڈھوک! جہاں تک ساتھ رہنے کا معاملہ ہے تو یہ بات ہمارے درمیان طے ہے کہ جب تک بھی ممکن ہوسکا، ساتھ رہیں گے۔ یعنی اس وقت تک جب تک تم خود ہی ہم سے جدا ہونے کی کوشش نہ کرو۔"

"اچھا اچھا، چھوڑو یہ باتیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔" ڈھوک پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجانے لگا پھر اس نے ایک اور سگریٹ سلگائی اور اس کے گہرے گہرے کش لینے لگا پھر آہستہ سے بولا۔ "ایک ترکیب اور ہے۔"

"ہاں، کہو؟"

"کسی منشیات کے اسمگلر سے رابطہ قائم کیا جائے۔"

کالموکیمپو کے جنوبی حصے میں یعنی اس حصے کی مخالف سمت جہاں برفانی لومڑیوں کا شکار کیا جاتا ہے، پتا نہیں کتنا فاصلہ طے کرنے کے بعد سرحدی علاقہ شروع ہوتا ہے اور یہ سرحدی علاقہ کسی قدر دشوار گزار راستوں پر مشتمل ہے۔ چنانچہ یہاں عام آمد و رفت نہیں ہے۔ البتہ اسمگلروں کے لیے یہی علاقہ کارآمد ہوتا ہے اور وہ یہاں سے منشیات کی اسمگلنگ کرتے ہیں۔ یہ بات بس اتفاقیہ طور پر ہی مجھے معلوم ہوگئی اور اس لڑکی سے معلوم ہوئی جو پچھلی رات میری ساتھی تھی۔ وہ خود بھی اسمگلروں کے ایک ایسے ہی گروہ سے تعلق رکھتی تھی لیکن تفریح پسند لڑکی کو میری غیب دانی پسند آگئی تھی۔ اس لیے اس نے میرا ساتھ قبول کر لیا۔ میں نے اسے اس کے مستقبل کے بارے میں بہت سی باتیں بتائی تھیں اور

ٹیلی پیتھی اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے اور دوسروں کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ

آسان اردو زبان میں

ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات
قیمت ۲۰ روپے
* جس میں ٹیلی پیتھی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے
* تمام تازہ ترین تحقیقات اور مشقیں اس میں شامل ہیں
* شمع بینی کے بارے میں ایک مفصل باب مع سوال و جواب۔
* ... کے بارے میں بے شمار قارئین کے سوالوں کے جواب اس میں موجود ہیں۔

○ اردو زبان کی ٹیلی پیتھی پر سب سے پہلی کتاب
○ ٹیلی پیتھی کی مفصل معلومات
○ ٹیلی پیتھی کی ماہیت، اس کے فوائد
○ ٹیلی پیتھی کی عملی مشقیں، ان کے فوائد و نقصانات
قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ... روپے

مکتبہ نفسیات ◉ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس نے اپنے ماضی کے بارے میں بھی تفصیلات پوچھی تھیں پھر وہ مجھ سے اپنا راز چھپا نہ سکی، اس نے مجھے بتایا کہ یہاں اسمگلروں کے بہت سے گروہ کام کرتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے تعاون سے اسمگلنگ کا کاروبار کرتے ہیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو بڑے بڑے اسمگلروں کے آلۂ کار ہیں لیکن چھوٹے موٹے کام اپنے طور پر بھی کر لیا کرتے ہیں۔ ان چھوٹے موٹے کاموں میں یہ کام بھی شامل ہو سکتا ہے کہ کسی کو اسمگل کر کے سرحد پار پہنچا دیا جائے اور اس کے عوض کچھ معاوضہ وصول کر لیا جائے۔"

"تم جانتے ہو ڈیئر ڈھوک کہ ہمارے پاس معاوضے کے لیے کوئی بڑی رقم نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"ڈھوک تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ وہ چلتا پھرتا بینک ہے۔ پیسوں کی فکر مت کرو، یہ بتاؤ کیا یہ طریقہ کار مناسب رہے گا؟"

"بظاہر انتہائی مناسب۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نظر نہیں آتی۔"

"تو پھر تم تیار ہو، میں بات کروں کسی سے؟"

"کس سے بات کرو گے؟"

"سونیا سے۔ وہ ہمارا یہ کام بخوبی کر دے گی۔ آج رات بھی اس سے ملنے کا وعدہ تھا لیکن اچانک ہی تم لوگوں نے مجھے طلب کر لیا۔ وہ میرا انتظار کرے گی۔"

"کہاں؟"

"آٹرن سائنڈ نامی ایک کیفے میں۔"

"کس وقت؟" میں نے سوال کیا۔

"میں اب بھی اس کے پاس جا سکتا ہوں، اگر تم لوگ اجازت دو۔" مسٹر ڈھوک نے کہا۔

"اوہ ڈیئر ڈھوک! میرا خیال ہے تم سے انتہائی کارآمد گفتگو ہوئی ہے، سونیا سے گفتگو کر کے اس بات کے امکانات کا جائزہ لو کہ کیا ہم یہاں سے سرحد پار منتقل ہو سکتے ہیں۔ اگر مناسب سمجھو تو کچھ ایسے خطرناک لوگوں کا حوالہ بھی دے دینا جو ہماری تاک میں ہیں۔" میں نے کہا۔

"اب تو یہ سب کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ یہ خاتون جن کا نام اتفاق سے بہت ٹیڑھا ہے اور جسے زبان سے ادا کرتے ہوئے مجھے انتہائی دقتوں سے گزرنا پڑتا ہے، مجھے اپنا دوست بنا چکی ہیں۔ لڑکیوں سے میری دوستی ذرا مختلف قسم ہی کی ہوتی ہے۔ خاتون آپ یوں سمجھ لیں کہ آپ میری پہلی دوست ہیں جن کا مجھے احترام بھی کرنا پڑ رہا ہے۔ اچھا، اب میں زیادہ دیر آپ لوگوں کے ساتھ نہیں رکوں گا۔ مجھے اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں۔"

پروفیسر ڈھوک کے جانے کے بعد ہم کافی [دیر تک اس] کی شخصیت پر گفتگو کرتے رہے اور اس کے بعد آرام کے لیے لیٹ گئے۔ ڈھوک سے اب رات میں ملاقات ہو[نے کی] توقع نہیں تھی۔

دوسری صبح وہ اپنے کمرے میں موجود تھا اور ساڑھے آٹھ بجے اس نے ہمارے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اسے ویٹر سمجھ کر ہی اندر بلایا تھا۔ پروفیسر ڈھوک کو دیکھ کر ہم دونوں ہی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا لاؤں آپ کے لیے؟ ناشتا؟" اس نے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا اور تہذیب مالکم ایکس ہنس پڑی۔

"نہیں مسٹر ڈھوک! تشریف لائیے۔ دراصل اتنی جلد آپ کی آمد کی توقع نہیں تھی۔"

"اب اتنا گیا گزرا آدمی بھی نہیں ہوں میں۔ ناشتا منگوا لو۔" ڈھوک نے کہا۔

میں نے ویٹر کو طلب کر کے ناشتے کا آرڈر دے دیا۔

"سونیا سے میری بات چیت ہوئی ہے اس موضوع پر اور تم لوگوں کو یہ سن کر یقیناً مسرت ہوگی کہ اس نے اس کام کے ہو جانے کی خوشخبری سنائی ہے۔"

"گڈ! ویری گڈ! کیا سارا کام قابلِ اعتماد انداز میں ہو گا؟"

"ہاں، وہ لوگ ہر طرح کے کام کرتے ہیں۔ انسانوں کی اسمگلنگ بھی باقاعدگی سے کی جاتی ہے اور اس کے لیے انہوں نے کچھ ریٹ مقرر کر رکھے ہیں۔ آج کا دن انہی مصروفیات میں گزرے گا۔ رات کو سونیا سے پھر ملاقات ہو گی اور وہ مجھے چیف سے ملائے گی جو ہماری یہاں سے روانگی کا بندوبست کر سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ڈھوک! باقی معاملات کا کیا ہو گا؟" میں نے سوال کیا۔

"سب ہو جائے گا۔ اب ڈھوک جیسا بے وقوف دوست تمہارے ہاتھ لگ گیا ہے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ دوپہر کا کھانا اور شاید رات کا کھانا بھی تمہارے ساتھ نہ کھاؤں۔ ممکن ہے کل صبح ناشتے پر ہی ملاقات ہو۔"

ڈھوک تقریباً دس بجے تک ہمارے ساتھ رہا اور پھر وہاں سے چلا گیا۔ ہم نے یہ دن بھی اپنے کمرے میں گزارا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس کے لیے اب میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا اور پھر یہاں کچھ اس انداز میں بے دست و پا ہو گیا تھا کہ بظاہر کوئی بہتر صورت میرے سامنے نہیں تھی۔ ہاں، اگر ڈھوک کا سہارا نہ ہوتا تو پھر ہاتھ پہ ہاتھ رکھے نہیں بیٹھ سکتا تھا لیکن اب میں نے اس پر اعتبار کر لیا تھا اور دیکھنا یہ تھا کہ وہ اس سلسلے میں کیا انتظامات کرتا ہے۔

رات کو تقریباً گیارہ بجے ڈھوک واپس آ گیا، اس کے چہرے پر بڑا اطمینان تھا، ہم لوگوں کو اس سے مل کر حیرت ہوئی تھی۔

"کیسے مسٹر ڈھوک! آپ کو بہت جلد فرصت مل گئی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہاں۔ آج سونیا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔"

"بات چیت ہوئی اس سے؟"

"ہاں ہو گئی اور میں مسٹر گراہم سے مل بھی آیا ہوں۔"

"تم نے شاید اس کا نام سونیا گراہم ہی بتایا تھا؟" میں نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں۔ مسٹر گراہم اس کے والد بزرگوار ہی ہیں لیکن کسی معاملے میں رعایت کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ اپنے ریٹ سے کچھ زیادہ ہی طلب کر رہے تھے کیونکہ سونیا نے انہیں بتا دیا تھا کہ کچھ خطرناک لوگوں کی مداخلت کا خطرہ بھی ہے۔"

"تو پھر؟"

"پھر کیا، میں نے ادائیگی کر دی ہے۔ اب پروگرام ان کی طرف سے طے کیا جائے گا اور اس وقت تک ہمیں انتظار کرنا ہے۔"

"کیا وہ شخص قابلِ اعتبار ہے؟"

"ان لوگوں میں یہی خوبی پائی جاتی ہے کہ جو بات طے کر لیتے ہیں، اس پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔ بُرے لوگوں میں یہی تو ایک اچھائی ہوتی ہے۔"

"گویا ہمارے یہاں سے نکلنے کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔"

"امکانات سے کیا مطلب! سب کچھ مکمل ہو چکا ہے بس ان لوگوں کو اپنے انتظامات کرنے ہیں۔ اس سلسلے میں چوبیس سے اڑتالیس گھنٹے تک لگ سکتے ہیں۔"

"اور تم نے ادائیگی کر دی ہے مسٹر ڈھوک!"

"ہاں۔ بغیر پیسے لیے وہ کوئی بات بھی کرنا پسند نہیں کرتے۔ سونیا کی وجہ سے صرف اتنا ہو سکا ہے کہ ہمیں وہ تفصیلات نہیں بتانا پڑیں جن کا بتانا ضروری تھا۔ ہمیں مالم پوائنٹ تک پہنچا دیا جائے گا اور مالم پوائنٹ سے آگے تھوڑا سا حصہ عبور کرنا خود ہماری ذمے داری ہو گی البتہ کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی سرحدوں پر، اس کے لیے ہمارے پاس اجازت نامہ موجود ہو گا۔"

"اور اس کے بعد ہم کہاں پہنچ جائیں گے؟"

"ایک اور افریقی ریاست میں۔ وہاں داخل ہونے کے بعد ہمیں خود ہی اپنے لیے انتظامات کرنا ہوں گے۔ ہاں، اتنا ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ ہمیں وہاں قیام کرنے میں مدد دے سکیں لیکن اس کے لیے انہیں وہیں کی کرنسی میں ادائیگی کرنا ہو گی۔" ڈھوک نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

میں نے تہذیب مالکم ایکس کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا کر بولی۔

"زندگی میں یہ ایڈونچر بھی نہایت دلچسپ رہے گا۔ اس سے قبل ہم لوگ دوسروں کے لیے سب کچھ کرتے رہے ہیں اور اب اپنی زندگی بچانے کے لیے ہمیں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہو گا۔"

ڈھوک تقریباً آدھے گھنٹے تک ہمارے ساتھ رہا۔ اس نے بتایا کہ اتفاقیہ طور پر سونیا سے جلد ہی ملاقات ہو گئی۔ وہ صرف معذرت کرنے کے لیے آئی تھی اور جب میں نے اسے اپنا پروگرام بتایا تو وہ فوراً ہی مجھے مسٹر گراہم سے ملانے پر آمادہ ہو گئی۔ دراصل یہ بات اس نے چھپائی تھی کہ مسٹر گراہم بھی اسمگلروں کے ایک گروہ کے سرغنہ ہیں اور یہ کام کرتے ہیں لیکن کاروباری باپ کی کاروباری بیٹی نے کاروباری موقعے کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور اسی وقت مجھے لے کر اپنے باپ کے پاس پہنچ گئی۔

علم روحانیت پر ایک بے حد کارآمد کتاب

ٹیلی پیتھی اور مستقبل بینی

اپنا پیغام دوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور ان کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ

قیمت ۲۰/= روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ڈھوک کے جانے کے بعد میں اور تہذیب اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہے پھر تہذیب نے مجھ سے کہا "علی ہمیں اپنے لیے کچھ ہتھیاروں کا بندوبست کرلینا چاہیے اور اس کے لیے الگ سے ادائیگی کرنا ہوگی اور ہاں یہ مسٹر ڈھوک رقم کا بندوبست کس طرح کرتے ہیں؟"

"میں نے تمہیں بتایا نا' وہ ایک عجیب و غریب شخصیت کا مالک ہے۔ اپنی آنکھوں کی قوت سے کسی کو بھی مسحور کرلیتا ہے اور کسی کو مسحور کرکے اس سے کچھ حاصل کرلینا اس کے لیے مشکل نہیں ہے۔ جوا کھیلتا ہے لیکن صورتِ حال یہ ہوتی ہے کہ اس کے مدِمقابل کبھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ بے ایمانی کررہا ہے جبکہ وہ کھُلم کھُلا بے ایمانی کرتا ہے۔ یہ اس کا اپنا فن ہے اور اسی کی مدد سے وہ اپنی ضروریات کے لیے رقومات حاصل کرلیتا ہے۔ یقیناً آج کا دن اس نے خاصا ہنگامی گزارا ہوگا۔ ورنہ رقم کا اتنا بڑا انتظام کرنا آسان کام نہیں تھا۔"

"تب تو مخلص آدمی ہے کیونکہ یہ سب کچھ ہمارے لیے کررہا ہے۔ ورنہ ایسے آدمی بھلا کب کسی کو خاطر میں لاتے ہیں۔ اپنا ہی اُلّو سیدھا کرتے ہیں۔"

"ہاں تہذیب! میرا بھی یہی خیال ہے۔ میں نے کہا نا' بڑی انوکھی فطرت کا مالک ہے وہ اور یقیناً اس کا ساتھ ہمارے لیے ... رہے گا۔"

...یل ایک لمحہ اب بوجھ بن کر گزر رہا تھا۔ یہ بات بعید از قیاس نہیں تھی کہ وہ لوگ کالوکیمپو کے ایک ایک ہوٹل اور ایک ایک گوشے میں تہذیب کو تلاش کریں گے۔ ان کے دو آدمی ہلاک ہوگئے تھے اور گرین پول کے بارے میں تہذیب نے جو تفصیلات بتائی تھیں اس کے پیشِ نظر یہ ادارہ معمولی حیثیت نہیں رکھتا تھا اور تہذیب کو زندہ چھوڑ کر وہ اپنے لیے مشکلات نہیں پیدا کرنا چاہتے ہوں گے۔ لہٰذا اسے ختم کرنے کے لیے ہرممکن کوشش کی جائے گی۔ میرے لیے یہ مسئلہ خاص طور پر اہمیت کا حامل تھا۔ دوسری طرف اپنی حالت کا تجزیہ کرتا تو عجیب و غریب کیفیات ذہن و دل پر طاری ہوجاتیں۔ وہ سب کچھ جو میں نے کبھی نہیں کیا تھا' اچانک ہوگیا تھا۔ تہذیب کے لیے میرے دل میں پیدا ہونے والے جذبات بہت پرانے نہیں تھے۔ نجانے کیوں اس کے آنسوؤں نے مجھے متاثر کرکے ایک ایسے راستے پر ڈال دیا تھا جسے میں شاید زندگی کے آخری وقت تک منتخب نہ کرتا لیکن جو ہونا ہوتا ہے' وہ ہوجاتا ہے اور پھر اس سے مفر ممکن نہیں ہوتا۔

ڈھوک کا ساتھ اتفاقیہ طور پر اتنا پُراثر ثابت ہوا تھا کہ میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ یہ شخص مجموعی طور پر مجھے زیادہ پسند نہیں آیا تھا اور میں نے یہی سوچا تھا کہ جب تک ... ہے' گزارا کیا جائے۔ کسی بھی لمحے اس سے علیٰحدہ ہوا جا... احمق آدمی اتفاقیہ طور پر انتہائی مخلص نکل آیا تھا اور کسی ... کو نظرانداز کردینا مستحسن فعل نہیں ہوتا۔

دوسرے دن بھی وہ انتہائی مصروف رہا۔ شام کو پانچ بجے واپس آیا تو اس کے ساتھ سونیا بھی تھی۔ خو... خدوخال کی ایک پُرکشش لڑکی لیکن چہرے پر اس... سی محسوس ہوتی تھی۔ میں نے اس کی فطرت کا تجزیہ کرنے ... نہیں کی تھی' یقینی طور پر وہ انتہا پسند لڑکیوں میں سے ... ڈھوک جیسی شخصیت ہی اسے قابو میں لے آئی تھی۔ و... لوگوں کے بس کی چیز نہیں تھی۔ ہم لوگوں سے البتہ خلو... ملی۔ ڈھوک نے مجھے بتایا کہ سونیا کے ذریعے ہم لوگو... روانگی کے انتظامات ہوگئے ہیں۔

"ڈیڈی نے کہا ہے کہ آپ لوگ ساڑھے آ... تیار رہیں' یہیں سے آپ کو لے لیا جائے گا۔"

"شکریہ مس سونیا! ویسے میرے دوست نے اتنی تعریفیں کی ہیں کہ میں خود آپ سے ملنے کا مشتاق ہو... نے کہا۔ سونیا کے ہونٹوں پر کوئی مسکراہٹ نہیں آئی تھی۔

"لیکن آپ کا دوست حیرت انگیز شخصیت کا مالک... اس شخص کی صلاحیتوں نے مجھے دنگ کردیا ہے۔ ا... جدائی میرے لیے کافی تکلیف دہ ہوگی۔ کیا آپ ایسا ن... سکتے کہ اسے میرے ہاتھوں فروخت کردیں؟"

"یہ قابلِ فروخت شخصیت نہیں ہے مس سونیا! ... کی محبت مسٹر ڈھوک کو روک سکے تو ہمیں اس پر کوئی ا... ہوگا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ڈھوک نے عجیب سی نگاہوں سے سونیا کو دیکھ... اس کے بعد میری طرف رخ کرکے مسکرانے لگا تھا۔

سونیا تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد چلی گئی' تب میں... ڈھوک سے کہا "ڈھوک! ہمارے لیے اسلحے کا بندو... گیا یا نہیں؟"

"میرا خیال ہے' اس کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ مالم پ... تک تو یہ لوگ ہمارے ساتھ ہوں گے اور اس کے ب... خطرہ نہیں رہے گا۔ کیونکہ ہم دوسری ریاست کی سرحد می... ہوچکے ہوں گے۔"

"لیکن مالم پوائنٹ تک سفر کے دوران ہمیں بالک... کے رحم و کرم پر نہیں رہنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔ ہم ان سے...

کی فراہمی کے سلسلے میں بات چیت کرسکتے ہیں۔" ڈھوک نے جواب دیا۔

"یہ تمہاری ذمے داری ہے مسٹر ڈھوک۔"

"یقیناً تم فکر مت کرو۔ ویسے بھی سرحد پار کرتے ہوئے ہم ہتھیار ساتھ نہیں رکھ سکتے کیونکہ سرحدی محافظ اس کی اجازت نہیں دیں گے لیکن دورانِ سفر ہتھیاروں کی ضرورت پوری ہو جائے گی۔" ڈھوک نے کہا۔

اس کے بعد ڈھوک ہمارے ساتھ ہی رہا۔ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے سونیا ہمارے کمرے میں پہنچ گئی۔ اس نے کہا کہ نیچے گاڑیاں ہمارا انتظار کررہی ہیں اور ہمیں احتیاط سے پہنچانے کے تمام انتظامات کردیے گئے ہیں۔ ہم سونیا کے ساتھ باہر نکل آئے۔ ہوٹل کے بل وغیرہ کی ادائیگی ڈھوک نے کی اور اس کے بعد ہم باہر پہنچ گئے جہاں دو گاڑیاں ہمارا انتظار کررہی تھیں۔ ان میں تین تین آدمی موجود تھے۔

سونیا نے اسی جگہ ڈھوک سے آخری ملاقات کی اور اس کے بعد سیاہ رنگ کی ایک کار میں بیٹھ کر واپس چلی گئی۔ دونوں جیپیں آگے بڑھ گئی تھیں۔ ڈھوک نے ان گاڑیوں میں موجود لوگوں سے اسلحے کے بارے میں بات چیت کی اور فوراً ہی اسلحہ ہمارے سپرد کردیا گیا لیکن اس شرط پر کہ مالم پوائنٹ پہنچنے کے بعد یہ ریوالور ہم سے واپس لے لیے جائیں گے۔ راستے میں اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو ہم انھیں بہ آسانی استعمال کرسکتے ہیں۔ چھ افراد جو دو گاڑیوں میں موجود تھے' ہمارے ساتھ نہایت نرم روی سے پیش آرہے تھے اور انھیں یقینی طور پر یہ ہدایت کردی گئی تھی کہ ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ دونوں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی ہوئی تھوڑی دیر کے بعد ویران علاقے میں نکل آئیں۔ عام سڑک چھوڑ کر کچے راستے کا انتخاب کیا گیا تھا اور کچے راستے کا یہ سفر خاصا تکلیف دہ تھا لیکن ہم جانتے تھے کہ سرحد تک ایک خفیہ راستہ استعمال کرنے کے لیے' ہمیں یہ تکلیف برداشت کرنا ہی ہوگی۔ ہم ایک جیپ میں بیٹھے ہوئے تھے جو آگے جارہی تھی۔ ہمارے پیچھے ہماری نگرانی کے لیے ایک جیپ آرہی تھی جس میں بقیہ تین افراد سوار تھے۔ اطراف کا ماحول بالکل تاریک تھا۔ تاحدِ نگاہ سناٹے اور ویرانی کا راج تھا۔ جیپ کے انجنوں کی آوازوں کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ پروفیسر ڈھوک بھی اس وقت بالکل خاموش بیٹھا ہوا تھا' یقینی طور پر ماحول کے اثرات اس کے ذہن پر بھی طاری تھے۔ سفر کافی لمبا تھا اور جیپوں کی رفتار کچے راستوں کی وجہ سے بہت زیادہ تیز نہیں تھی پھر ایک مخصوص جگہ پہنچ کر جیپوں کی روشنیاں بند کردی گئیں۔ اچانک روشنیاں بند کی گئی تھیں' اسی لیے ہم چونک پڑے لیکن اس سے قبل کہ میں ڈرائیونگ کرنے والے سے کوئی سوال کروں' اس نے خود ہی جواب دیا۔

"اب اس سے آگے روشنیاں جلاکر سفر کرنا مناسب نہیں ہوگا جناب۔"

"ہُوں... لیکن کیا تم ان راستوں سے بخوبی واقف ہو۔ میرا مطلب ہے کہ تاریکی میں بھی سفر کرسکتے ہو؟"

"یقیناً جناب! ہم ان راستوں پر آتے جاتے رہتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں ایک جنگل سے گزرنا ہوگا۔ اس جنگل کو عبور کرنے کے بعد کوئی خاص خطرہ باقی نہیں رہے گا۔ اس کے علاوہ وہاں سے آگے کا سفر اس سفر کی نسبت آرام دہ ہوگا کیونکہ وہ چٹیل پہاڑی راستے ہیں جو ہموار ہیں۔" ڈرائیور نے بتایا اور میں خاموش ہوگیا۔ اس بات کا مجھے یقین تھا کہ اسمگلنگ کرنے والے یقینی طور پر ان راستوں سے بخوبی واقف ہوں گے۔

تقریباً پینتالیس منٹ گزر گئے تھے' ہمارے اس سفر کو اور جھٹکوں سے بُرا حال تھا لیکن خود کو سنبھالے ہوئے تھے پھر جنگل کا وہ حصہ آگیا جہاں سے ہمیں گزرنا تھا۔ یہاں روشنیاں جلالی گئی تھیں تاکہ اگر کوئی درندہ سامنے آئے تو روشنی دیکھ کر فرار ہوجائے۔ میں نے ایک بار پھر اپنے خدشات کا اظہار کیا کہ کھلی جیپوں میں درندوں کا خطرہ پیش آسکتا ہے کسی بھی اونچی جگہ سے کوئی چیتا وغیرہ چھلانگ لگاکر نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس پر

ٹیلی پیتھی دستِ مستقبل بینی اس موضوع پر اردو میں پہلی کتاب تھی۔ اب مشہور نفسیاتی ادیب اسلام حسین نے تقریباً ایک سال کی بے پناہ تحقیق اور محنت سے بے شمار جدید و قدیم کتابوں کی مدد سے ایک نئی کتاب ترتیب دی ہے۔
ٹیلی پیتھی جدید تحقیقات
قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے
جس میں ٹیلی پیتھی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
تمام تازہ ترین تحقیقات اور مشقیں اس میں شامل ہیں۔
شمع بینی کے بارے میں ایک مفصل باب مع سوال و جواب۔
ٹیلی پیتھی کے بارے میں بے شمار قارئین کے سوالوں کے جواب اس میں موجود ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ڈرائیور نے کہا کہ اس جنگل میں زیادہ سے زیادہ چرخ اور کبھی کبھی بھیڑیے نظر آجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی خوفناک جانور اب ان جنگلوں میں نہیں ہے۔ اگر کبھی تھے تو ان کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ یہ بات سن کر مجھے اطمینان ہوا تھا۔

تہذیب عالم ایکس میرے پاس بالکل خاموش بیٹھی تھی۔ اس دوران اس نے کوئی بات نہیں کی تھی، بس صورتِ حال کا جائزہ لیتی رہی تھی۔ ہم جنگلوں کے سلسلے کو عبور کرتے رہے اور پھر ڈرائیور کے کہنے کے مطابق وہ میدانی حصہ آگیا جو واقعی کسی سڑک کی طرح سپاٹ و شفاف تھا۔ یہاں پہنچ کر ہم نے سکون کی گہری سانس لی تھی۔ اب سفر زیادہ اطمینان بخش تھا، خاص طور سے پچھلے سفر کے مقابلے میں۔ ڈرائیور نے تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے میدان کے آخری حصے کی طرف اشارا کر کے کہا۔ ”دھند اور تاریکی کی وجہ سے آپ کو وہ پہاڑیاں نظر نہیں آسکیں گی جناب لیکن اس میدان کا سلسلہ جہاں ختم ہوتا ہے، وہیں عالم پوائنٹ ہے اور پہاڑیوں کے ایک درّے سے نکلنے کے بعد آپ اس ملک کی سرحدوں کو عبور . . .“ ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً ہم تیز روشنی میں نہا گئے۔ یہ روشنیاں اتنی اچانک اور غیر متوقع تھیں کہ ہم ایک لمحے کے لیے ساکت و جامد رہ گئے۔ ڈرائیور نے فوراً ہی بریک لگا دیا اور خوفزدہ انداز میں ان روشنیوں کے مخرج کی طرف دیکھنے لگا جس کے بارے میں یہ اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ وہ طاقتور ٹارچیں ہیں پھر غالباً میگا فون پر ایک آواز ابھری۔

”تم لوگوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے، اگر زندگی چاہتے ہو تو ہاتھ اٹھا کر نیچے اتر آؤ۔“

لیکن جواب میں پچھلی جیپ سے زبردست فائرنگ شروع کر دی گئی۔ یہ فائرنگ برین گن سے کی جارہی تھی۔ آن کی آن میں کئی روشنیاں بجھ گئیں لیکن اس کے باوجود چند روشنیاں اس طرح جلتی رہیں کہ ہم ان کی زد میں رہے۔ دوسری طرف سے بھی فائرنگ شروع ہوگئی تھی، ہم اندھادھند نیچے اتر کر جیپ کے نیچے گھس گئے۔ اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ نہیں تھا۔ فائرنگ چاروں طرف سے ہو رہی تھی اور انداز ایسا خوفناک تھا جیسے وہ ہم سب کو زندگی سے محروم کر دینا چاہتے ہوں۔

جیپ میں موجود ہمارے محافظ پوری شدّ و مد سے حملہ کر رہے تھے اور انھوں نے چند ہی لمحات میں باقی روشنیوں کو بھی بجھا دیا اور اس طرح تاریکی پھیل گئی پھر ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔ ”جیپوں کو واپس جنگل میں لے چلو۔“

”یہ ممکن نہیں ہے۔“ جواباً ایک آواز ابھری۔ ”کیونکہ اب کھلی جیپ میں بیٹھنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ہم جیپوں کو واپس نہیں لے جاسکتے۔ بہتر یہی ہے کہ رینگتے ہوئے خو ہی جنگل میں داخل ہوا جائے۔ ان کی تعداد کافی ہے۔“

میں خود بھی سوچ رہا تھا کہ اب صورتِ حال ان لوگوں کے قابو میں نہیں رہی ہے کیونکہ ہم کھلے میدان میں تھے۔ ہمارے دشمنوں نے اتنی بہترین جگہ کا انتخاب کیا تھا ہم پر حملہ کرنے کے لیے کہ ان کی ذہانت کی داد دینا پڑتی تھی۔ یقیناً وہ راستے بھر ہمارے نگران رہے تھے اور یہ اندازہ لگاتے ہوئے آرہے تھے کہ ہم کس طرح سفر کر رہے ہیں اور ہماری پوزیشن کیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جنگل کی سمت سے فائرنگ نہ ہوتی۔ گویا ہمارے پیچھے پیچھے آکر انھوں نے ہمارا یہ راستہ بھی بند کر دیا تھا اور اب چاروں طرف موت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اگر جیپ کے پٹرول ٹینک میں کوئی گولی آلگی تو پھر ہم اس آگ کے جہنم ہی میں دم توڑ دیں گے۔ میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑا اور آہستہ آہستہ ایک سمت رینگنے لگا۔

”کہاں؟“ اس نے اتنے پُرسکون لہجے میں پوچھا کہ میں حیران رہ گیا۔

”آگے بڑھتے ہیں تہذیب! شاید کوئی مناسب جگہ پناہ کے لیے مل جائے۔ ہر چند کہ یہاں چٹانیں نہیں ہیں لیکن ممکن ہے، زمین میں کوئی ایسی دراڑ یا گڑھا کہیں ہو جہاں ہم محفوظ رہ سکیں۔“

”کچھ بے کار سا ہی لگتا ہے علی! صورتِ حال کافی خراب ہوگئی ہے۔“ تہذیب کا لہجہ بدستور پُرسکون تھا۔

”تم خوفزدہ نہیں ہو تہذیب؟“ میں نے سوال کیا اور جواب میں تہذیب کا ہلکا سا قہقہہ گونج گیا۔

”خدا کی قسم بہت دلیر ہوں میں، مصائب سے کبھی نہیں گھبرائی لیکن بعض لمحات ایسے ضرور آئے جب میں نے خود کو خوف کا شکار محسوس کیا لیکن آج سے زیادہ نڈر میں پہلے کبھی نہیں رہی اور اس کی ایک خاص وجہ ہے۔“

”میں اس کی وجہ تم سے ضرور پوچھوں گا مگر اس وقت نہیں۔ آؤ پلیز آؤ۔“ میں نے کہا اور ڈھوک بھی ہمارے ساتھ آگے بڑھنے لگا لیکن ہمارا خیال خام ثابت ہوا، ہمیں کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکی جو ہمارے لیے عارضی پناہ گاہ ہی ثابت ہوسکتی۔ میری نگاہیں چاروں طرف کسی ایسی جگہ کی تلاش میں مصروف تھیں جو کم از کم تھوڑی سی ہی مہلت کا ذریعہ بن جائے اور دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ میں اس طرح کھسکتے کھسکتے اس جگہ سے کافی دور نکل آیا ہوں جہاں جیپ موجود تھی اور اس طرف سے اگر میں سیدھا سفر کرتا تو جنگل کا فاصلہ کم ہوسکتا تھا یعنی جنگل کے اختتامیہ درختوں کے قریب پہنچنے میں بس ذرا سی کوشش درکار تھی اور جس راستے سے ہم آئے تھے یقیناً ہمارا تعاقب کرنے والے اب

بھی اسی راستے پر موجود تھے۔ اُن سے ہٹ کر اس طرف کسی درخت کے نزدیک پہنچ جائے تو ہمیں سہارا مل سکتا تھا۔ پروفیسر ڈھوک نے بھی اچانک یہی تجویز پیش کر دی۔

”بہتر یہ ہے کہ ہم اس تناور درخت کی طرف کھسکیں جو سامنے نظر آرہا ہے، زیادہ فاصلے پر نہیں ہے وہ۔“

جنگل کے اس حصّے کے بارے میں ہمیں کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا جس راستے پر ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ وہاں سے ایک وسیع میدان شروع ضرور ہوتا تھا لیکن اس کے دائیں سمت ہمیں پناہ دینے کے لیے درخت موجود تھے بشرطیکہ ان تک پہنچا جاسکے۔ اسی وقت ایک خوفناک دھماکا ہوا اور وہ جیپ جس کے نیچے تھوڑی دیر پہلے ہم موجود تھے، آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آگئی۔ یقیناً اس کے پٹرول ٹینک میں گولیاں لگی تھیں اور اس نے آگ پکڑ لی تھی۔ ایک اور خوفناک دھماکا ہوا اور جیپ کے جلتے ہوئے ٹکڑے فضا میں اُڑنے لگے۔ اس روشنی میں ہم نے جنگل کے اس حصّے کا مشاہدہ کر لیا تھا جو ہماری پناہ گاہ ثابت ہوسکتا تھا اور اس کے بعد ہم چھپکلیوں کی طرح چاروں ہاتھوں پیروں کے بل رینگتے ہوئے بالآخر اس درخت تک پہنچ گئے جو سب سے پہلا درخت تھا لیکن اس درخت کے پاس رکنا نامناسب سمجھ کر ہم نے آگے کا سفر جاری رکھا اور بالآخر گھاس کے ایک ایسے جھنڈ میں پہنچ گئے جو ایک درخت کی جڑ میں اُگا ہوا تھا۔

دوسری جیپ ابھی تک صحیح و سالم تھی اور اب شاید ہمارے محافظ اسمگلر حملہ آوروں کے سامنے مغلوب ہوچکے تھے کیونکہ اب جو گولیاں چل رہی تھیں وہ یک طرفہ تھیں۔ میں اس خوف ناک صورتِ حال کا پوری طرح جائزہ لے رہا تھا۔ پستول ہمارے پاس موجود تھے اور میں نے احتیاطاً ابھی تک ایک بھی گولی ضائع نہیں کی تھی۔ کم از کم ہم عارضی طور پر اپنا بچاؤ کر سکتے تھے۔ محافظ اسمگلروں کے بارے میں تو اب یہ بات دعوے سے کہی جاسکتی تھی کہ شاید ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا ہو یا اگر زندہ بچا ہے تو یقینی طور پر گرفتار ہوگیا ہے یا ہو جائے گا۔ گولیاں چلنے کی رفتار آہستہ آہستہ سُست ہونے لگی اور بالآخر معدوم ہوگئی۔ غالباً حملہ آور اپنی کارکردگی کا جائزہ لے رہے تھے اور پھر یقیناً ان لوگوں پر قابو پانے یا ان کی لاشیں دیکھنے کے بعد ہماری تلاش شروع ہو جائے گی۔ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے ہم ذہنی طور پر تیار تھے۔ دفعتاً پروفیسر ڈھوک کی آواز ابھری۔ ”ہیلی کاپٹر!“

”کیا؟“ میں چونک اٹھا۔

”ہاں۔ ان لوگوں نے زبردست انتظام کیا ہے۔ وہ ہمیں چھوڑیں گے نہیں۔“ پروفیسر ڈھوک کی آواز میں بھی خوف کا عنصر نہیں تھا، بس ایک سادہ اور سپاٹ سی آواز تھی۔ میں کان لگا کر اس آواز کو سننے لگا جو ابھی ابھی نمایاں ہوئی تھی۔ یہ آواز بہت دور سے آرہی تھی پھر آہستہ آہستہ قریب آتی چلی گئی۔ یقیناً وہ ہیلی کاپٹر تھا اور اس میں بھی کسی شک کی گنجائش نہ تھی کہ و انھی حملہ آوروں کا ہوگا اور حملہ آوروں کے بارے میں بھی م خیال تھا کہ وہ گرین پول کے ایجنٹ ہوسکتے ہیں جنھوں نے ہم پر نگاہ رکھی اور ہمیں پالینے میں کامیاب ہوگئے۔ دفعت ہیلی کاپٹر کے نچلے حصّے سے ایک اتنی تیز روشنی پھوٹی جیسے سورج چمک اٹھا ہو، گو ہم درختوں کی چھاؤں میں تھے لیکن روشنی اتنی تیز تھی کہ اطراف کا ماحول پوری طرح روشن ہوگیا تھا اس روشن ماحول کا جب ہم نے جائزہ لیا تو بے شمار سائے اد اُدھر دوڑتے ہوئے نظر آئے۔ یہ سائے جلتی ہوئی جیپ او اس کے اطراف میں دوڑ رہے تھے۔ ان لوگوں کو اس طر بدحواس دیکھ کر ہم حیرانی کا شکار ہوگئے۔ اس کا مطلب تھا ک ہیلی کاپٹر ان لوگوں کا نہیں ہے پھر اچانک ہی ہیلی کاپٹر سے مشین گن گرج اٹھی اور نیچے سے چیخیں بلند ہونے لگیں۔ و لوگ بھی درختوں کی سمت بھاگ رہے تھے اور شاید انھی کی آڑ میں پناہ لینا چاہتے تھے لیکن یہ ہیلی کاپٹر . . . ؟ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی! ہم سب حیران نگاہوں سے اس کی کاردا دیکھ رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر کافی نیچے اتر آیا تھا اور تیز روشنی میں وہ ان لوگوں پر مشین گنوں سے گولیاں برسا رہا تھا جو اِدھر اُدھ دوڑ رہے تھے اور اپنے لیے پناہ گاہ تلاش کر رہے تھے۔ ا میں سے چند افراد ادھر بھی نکل آئے جدھر ہم لوگ پوشی تھے۔ وہ بری طرح خوفزدہ معلوم ہوتے تھے اور پناہ گاہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے لیکن اس کے بعد ہمارا خامو رہنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ ہم نے گولیاں چلا کر ان لوگوں کو وہیں ٹھنڈا کر دیا۔

ہیلی کاپٹر سے فائرنگ جاری رہی اور کچھ دیر بعد وہ زمین پر اتر آیا۔ ہم اس جگہ سے بہ آسانی اسے دیکھ رہے تھ کیونکہ سامنے کا راستہ صاف تھا۔ ہیلی کاپٹر کا انجن ابھی تک اسٹارٹ تھا اور وہ خاصی جدید ساخت کا معلوم ہوتا تھا۔ اب اس کے سامنے والے حصّے سے بہت تیز، چندھیا دینے والی روشنی پھوٹ رہی تھی اور جنگل میں گویا دن نکل آیا تھا کیونکہ روشنی ک رخ اسی جانب تھا۔

کافی دیر تک خاموشی رہی پھر روشنی بجھ گئی اور کوئی ہیلی کا سے نیچے اتر آیا۔ چند قدم آگے بڑھنے کے بعد اس سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سائے کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ ان جیپوں کی طرف جا رہا تھا جو اب بُری طرح تباہ و برباد ہو چکی تھیں۔ جیپوں کے آس پاس لاشیں پڑی ہوئی تھیں جو دھبوں کی شکل میں ہمیں یہاں سے نظر آ رہی تھیں۔ ہم دم سادھے خاموش بیٹھے رہے اور انتظار کرتے رہے کہ اب کیا ظہور میں آتا ہے۔

سایہ دور دور تک روشنی پھینک کر لاشوں کو دیکھتا رہا۔ ان میں یقیناً اسمگلروں کی لاشوں کے علاوہ گرین لول کے ان آدمیوں کی لاشیں بھی تھیں جنھوں نے ہمارا گھیراؤ کیا ہوا تھا۔ پتا نہیں وہ سب ہیلی کاپٹر سے ہونے والی فائرنگ کا شکار ہو گئے تھے یا ان میں سے کوئی فرار ہونے میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ وہاں اب اس سائے کے علاوہ اور کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔ سایہ خاصی دیر تک اِدھر اُدھر چکراتا رہا پھر اس کا رخ جنگل کی جانب ہو گیا۔

"کیا خیال ہے، ہیلی کاپٹر کے ذریعے آنے والے اندازاً کتنے افراد ہو سکتے ہیں؟" تہذیب مالکم ایکس نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"یقینی طور پر تو کچھ نہیں کہا جا سکتا مگر ہیلی کاپٹر میں اور لوگ بھی موجود ہوں گے جو اطراف کا جائزہ لے رہے ہوں گے۔ اگر اس سائے کو کوئی خطرہ پیش آیا تو وہ پھر مشین گنوں کے دہانے کھول دیں گے۔"

"ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" پروفیسر ڈھوک نے سوال کیا۔

"مسٹر ڈھوک! بہتر یہی ہے کہ ہم اس جھاڑیوں کے جھنڈ میں چھپے بیٹھے رہیں اور جب ہیلی کاپٹر والے ہماری تلاش سے مایوس ہو جائیں، تو ہم اس میدان کو عبور کر کے ان پہاڑیوں تک پہنچنے کی کوشش کریں، فی الحال اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔"

"مگر یہ ہیلی کاپٹر والے کون ہو سکتے ہیں؟"

"کوئی بھی ہوں، ہمیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔ ممکن ہے یہ لوگ گوٹے ہل کے سرحدی محافظ ہوں اور ہنگامہ آرائی کی آوازیں سُن کر اس طرف متوجہ ہو گئے ہوں۔ اس بات کے امکانات بہت زیادہ ہیں کہ یہ فوجی ہیلی کاپٹر ہو۔" میں نے کہا۔

"اوہ دیکھو! وہ... وہ اسی طرف آ رہا ہے۔" ڈھوک نے سائے کو دیکھتے ہوئے کہا جو ٹارچ روشن کیے اب ہماری جانب بڑھ رہا تھا۔

"جب تک خطرہ بالکل ہی سر پر نہ آ جائے، ہم میں سے کوئی گولی نہیں چلائے گا۔" میں نے کہا۔ فوجیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا مطلب موت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ لوگ تو آپس میں لڑ بھڑ کر ختم ہو گئے تھے یا بھاگ گئے تھے لیکن اگر ایک بھی فوجی کو ہمارے ہاتھوں نقصان پہنچا تو فوجی ہمیں کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میں نے دل میں سوچا۔ پروفیسر ڈھوک اور تہذیب مالکم ایکس نے دم سادھ لیا تھا، میں نے بھی اپنی سانس روک لی اور سایہ ہمارے بالکل قریب سے گزر گیا۔ اس نے ٹارچ کی روشنی گھاس کے اس جھنڈ پر بھی ڈالی لیکن جھنڈ اتنا گھنا تھا کہ ہمارا دیکھا جانا ممکن نہ ہو سکا۔

کافی دیر تک وہ اِدھر اُدھر روشنی ڈالتا رہا اور اس کے بعد واپس پلٹ پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہیلی کاپٹر کے نزدیک تھا اور چند لمحات کے بعد ہم نے ہیلی کاپٹر کو فضا میں بلند ہوتے دیکھا۔ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر ایک سمت کا رخ اختیار کر چکا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی روشنیاں بھی ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔

ہم اپنی جگہ خاموش بیٹھے حالات کی کسی نئی کروٹ کا انتظار کرتے رہے لیکن تقریباً بیس منٹ گزر گئے اور اطراف میں کسی سرسراہٹ کی آواز تک نہ سنائی دی۔ میں نے پروفیسر ڈھوک سے کہا۔ "کیا خیال ہے پروفیسر! آپ میری تجویز سے متفق ہیں یا نہیں؟"

"سو فیصدی ہیں بھائی! اب تو یہاں آگ اور خون کے سوا کچھ رہ ہی نہیں گیا۔ اس لیے مزید کچھ سوچنا حماقت ہے"

"تو پھر ہم ان پہاڑیوں کی جانب رخ کریں؟"

"ضرور، ضرور۔" پروفیسر ڈھوک نے کہا۔

"کیوں نہ ہم درختوں کے بائیں سمت کا یہ راستہ اپنائیں؟" تہذیب نے بائیں طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور میدان کے ساتھ ساتھ جہاں تک یہ جنگل پھیلا ہوا ہے آگے بڑھتے جائیں۔ جب جنگل ہمارا ساتھ چھوڑ دے تو پھر اس کھلے میدان میں باہر نکل کر پہاڑیوں کی طرف رخ کریں۔" تہذیب کی تجویز سے میں نے اتفاق کیا۔ چنانچہ ہم تقریباً جھکے جھکے درختوں کی آڑ لیتے ہوئے اس سمت بڑھنے لگے۔ یہ فاصلہ مزید بیس یا پچیس منٹ میں طے ہوا اور اس کے بعد ہمیں کھلے میدان میں نکلنا پڑا۔ چنانچہ ہم کافی تیز رفتاری سے ان پہاڑیوں کی جانب دوڑنے لگے۔

ہُو کا عالم طاری تھا، صرف ہمارے قدموں کی آوازیں ہی اس بیکراں سناٹے کو زخمی کر رہی تھیں اور کوئی آواز دور دور تک سُنائی نہیں دے رہی تھی۔ ہم کھلے میدان میں آ گئے تھے۔ پہاڑیوں کی طرف دیکھا تو اندازہ ہوا کہ وہ ابھی اتنے فاصلے پر ہیں کہ ان تک پہنچتے پہنچتے غالباً صبح ہو جائے گی۔ اس صورتِ حال کو ہم تینوں ہی نے بیک وقت محسوس کیا تھا

چنانچہ پھر ہماری رفتار میں وہ تیزی نہ رہی جو ابتدا میں تھی۔ تہذیب کہنے لگی۔ "ان پہاڑیوں تک بہت زیادہ فاصلہ ہے، جیپوں سے یہ فاصلہ طے کرنا دوسری بات تھی لیکن اگر ہم دوڑتے بھی رہے تو کب تک دوڑیں گے، آخر تھک جائیں گے۔ بہتر ہو گا کہ سست رفتاری سے سفر کریں اور کسی ایسی جگہ کی تلاش جاری رکھیں جہاں پوشیدہ رہ کر آرام بھی کر سکیں۔ اس طرح یہ سفر دن کی روشنی میں ملتوی کر دیا جائے گا اور رات کو پھر جاری ہو جائے گا۔ کیونکہ اندازہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ساری رات بھی سفر کرتے رہے تو ان پہاڑوں تک اتنی جلد پہنچنا آسان نہیں ہو گا۔"

"میرا بھی یہی اندازہ ہے تہذیب لیکن اس سپاٹ اور بے آب و گیاہ میدان میں جس کا تذکرہ ہمارے اسمگلر ساتھی بھی کر چکے تھے، ہمیں کوئی پناہ گاہ ملنا مشکل ہے۔"

"تاہم کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار بھی تو نہیں ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔

"ٹھیک ہے، چلتے رہو!"

پروفیسر ڈھوک بھی غیر متوقع طور پر خاموش نظر آ رہا تھا۔ اس کی بذلہ سنجی رخصت ہو چکی تھی، وہ بالکل چپ تھا لیکن ہمارا ساتھ مسلسل دے رہا تھا۔ تھوڑی سی دور چلنے کے بعد میں نے اسے مخاطب کیا اور وہ چونک کر رک گیا۔

"نہیں نہیں، چلتے رہو۔ بس میں تو تم سے یہ پوچھ رہا تھا کہ کیا تھک گئے ہو؟"

"نہیں بھائی! ایسی بات بھی نہیں ہے۔ تم لوگوں نے مجھے بوڑھا تصور کر لیا ہے حالانکہ میں اتنا بوڑھا نہیں ہوں۔"

"نہیں پروفیسر! آپ کو بوڑھا کون کہتا ہے؟" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بے بی! تمھارے لہجے میں چھپی ہوئی شوخی میں صاف محسوس کر رہا ہوں لیکن کچھ بولوں گا نہیں۔"

"ارے نہیں نہیں پروفیسر! پلیز، محسوس نہ کریں۔ میں یہ سوچ رہی تھی کہ آپ ہم دونوں کے درمیان پھنس کر بلاوجہ پریشان ہوئے ہیں۔"

"جی ہاں! آپ دونوں تو ساتھ ساتھ ہی پیدا ہوئے تھے نا اور پروفیسر آپ سے بہت دور کی چیز ہے۔" پروفیسر کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"نہیں پروفیسر! تمھاری محبت سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو شخص مصیبت میں بھی ساتھ دے اس پر ہمیشہ اعتماد کرنا چاہیے۔"

"سوچ لو، اگر بار بار مجھے یہ احساس دلاتے رہو گے کہ میں کوئی دور کی چیز ہوں تو میں بددل ہو جاؤں گا۔"

"سوری پروفیسر! واقعی میں نے غلط جملے استعمال کیے تھے۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔

"اگر احساس ہو گیا ہے تو مابدولت معاف کرتے ہیں لیکن آئندہ احتیاط رکھی جائے۔" پروفیسر کے لہجے میں خوشگوار کیفیت تھی۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ تہذیب یا پروفیسر اس پریشان کن صورتِ حال سے بددل نہیں ہوئے تھے اور یہ خوش آئند بات تھی۔ ہم لوگ اب اپنا سفر کچھ آہستہ روی سے طے کر رہے تھے جو تازہ صورتِ حال کا تقاضا تھا۔ بلاوجہ کا خوف ذہن پر طاری کر لینا مناسب نہیں تھا۔ جو ہونا ہو گا، وہ ہر قیمت پر ہو کر رہے گا۔

کافی دیر تک خاموشی طاری رہی پھر پروفیسر ڈھوک نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ ایک بار پھر ہمیں چونکنا پڑا، بہت دور مغربی افق کی جانب سے ایک روشنی ہمیں نظر آئی تھی اور اس کے ساتھ ہی رات کے سناٹے میں ہیلی کاپٹر کی مخصوص آواز مدھم مدھم ہمارے کانوں میں پہنچ رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر پھر اس طرف آ رہا تھا اور اس بار صورتِ حال خاصی مختلف تھی کیونکہ اس کھلے میدان میں ہمارا دیکھ لیا جانا بالکل یقینی تھا۔

ہم اپنی جگہ ساکت ہو گئے تھے۔ اس وقت کوئی بھی حرکت ہیلی کاپٹر والوں کو ہماری طرف متوجہ کر سکتی تھی۔ ہم نے اِدھر اُدھر دیکھا، یہاں تو کم بخت پہاڑی پتھر وغیرہ بھی نہیں پڑے ہوئے تھے۔ بس سپاٹ میدان تھا جو تا حدِ نگاہ پھیلا ہوا تھا۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ اپنی اپنی جگہ بیٹھ جائیں چنانچہ ہم نے یہی کیا، تہذیب نے ایک اور تجویز بھی پیش کی، اس نے کہا کہ ہم لوگوں کو اپنے درمیان فاصلہ بڑھا لینا چاہیے تاکہ ایک ہی جگہ تین دھبے شبہے کا باعث نہ بن سکیں۔ یہ تجویز بے حد مناسب تھی چنانچہ زیادہ نہیں صرف پچاس پچاس گز کا فاصلہ درمیان میں رکھا گیا اور ہم اس طرح زمین پر پڑ گئے جیسے سجدے کے عالم میں ہوں۔

ہیلی کاپٹر سیدھا اسی سمت آ رہا تھا جیسے اسے ہمارے سفر کی سمت کا اندازہ ہو گیا ہو اور یہ بڑی حیرت انگیز بات تھی۔ چند ہی لمحے بعد وہ ہمارے سروں پر پہنچ گیا اور دفعتاً اس سے ویسی ہی سفید روشنی پھوٹنے لگی جیسی میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ اس روشنی کو دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔ اگر ہیلی کاپٹر والے اندھے نہیں ہیں تو اس تیز روشنی میں انھیں یقیناً اندازہ ہو جائے گا کہ یہاں تین افراد سجدے میں پڑے ہوئے ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ ہمارے اوپر سے گزرتا ہوا تھوڑا سا آگے گیا اور پھر رفتہ رفتہ نیچے اترنے لگا۔ گویا ہمیں دیکھ لیا گیا تھا۔ اس کے باوجود میں نے چند لمحے بے حس و حرکت پڑے رہنا مناسب سمجھا۔ ہیلی کاپٹر کی روشنی بند ہو گئی، پھر اس کی مشین بھی بند ہو گئی۔ اس کے دروازے سے کوئی نیچے اترا اور میگا فون پر ایک آواز سنائی دی "پروفیسر ڈھوک! کوئی غلط حرکت مت کرنا، میں تارینا ہارڈو ہوں اور تم لوگوں کی مدد کرنے آئی ہوں۔ میں نے تمھیں دیکھ لیا ہے، تم تینوں کو دیکھ لیا ہے۔ پلیز! اپنی جگہ سے اٹھ جاؤ۔"

یہ آواز ہمارے لیے کسی خوفناک دھماکے کی مانند تھی۔ تہذیب مالکم ایکس تو اس آواز کو پہچانتی نہ تھی لیکن میرے اور پروفیسر کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ اب ہم کس مصیبت سے دوچار ہونے والے ہیں۔

اس کا مطلب تھا کہ پہلے جس شخصیت نے ہماری مدد کی تھی اور گرین پول کے ایجنٹوں کو اندھا دھند فائرنگ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، وہ بھی تارینا ہارڈو ہی تھی۔ اس نے ہماری جان بچائی پھر ہمیں تلاش کیا اور جب مایوس ہو گئی کہ ہم اس طرح ہاتھ نہیں آئیں گے تو چالاکی سے ہیلی کاپٹر لے کر واپس چلی گئی۔ شاید اس یقین کے ساتھ کہ ہم سکون ہو جانے کے بعد آگے کا سفر کریں گے اور وہ ہمیں کھلے میدان میں دوبارہ آ لے گی۔ یقیناً یہی بات تھی۔ پروفیسر ڈھوک اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میں نے بھی اٹھ کر کھڑے ہونے میں تکلف نہ کیا اور ہم دونوں کو اس طرح کھڑے ہوتے دیکھ کر تہذیب مالکم ایکس بھی کھڑی ہو گئی۔

"گڈ... اگر تم لوگ مسلح ہو تو اس وقت تک جب تک مجھ سے بات چیت نہ کر لو، فائرنگ مت کرنا۔ ورنہ صرف تمھی کو نقصان پہنچے گا، اس بات کو ذہن نشین کر لو۔"

"اوہو میڈم تارینا! آپ کی آمد ہمارے لیے باعث خوشی ہے، آپ پر فائر کرنے کا کیا سوال....!" پروفیسر ڈھوک نے چہکتے ہوئے کہا اور تارینا کی جانب بڑھ گیا۔

میں تہذیب مالکم ایکس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ وہ متحیرانہ لہجے میں بولی "یہ... یہ سب کیا ہے؟ کون ہے یہ تارینا؟" اس نے سوال کیا۔

"بتا دوں گا تہذیب! آؤ میرے ساتھ۔" میں نے کہا اور تہذیب کا ہاتھ پکڑ کر تارینا ہارڈو کی طرف چل پڑا۔ اس کی آمد اس وقت میرے لیے انتہائی حیرت کا باعث تھی اور میرا ذہن اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ پُراسرار عورت ایک شاندار لباس میں ملبوس ہمارے [illegible] کھڑی ہوئی تھی، اسے دیکھ کر ذہن پر رعب طاری ہو[illegible] یوں بھی شاندار قد و قامت کی مالک تھی اور اس وقت کے بدن پر موجود قیمتی لباس نے اس کی شخصیت میں چار [illegible] لگا دیے تھے، ہاتھ میں جدید ساخت کی برین گن موجود تھی۔

پروفیسر ڈھوک پہلے اس کے قریب پہنچ گیا تھا، اس کے پیچھے پیچھے ہم دونوں بھی۔ تارینا نے آہستہ سے [illegible] "آؤ! اگر صبح کی روشنی پھیل گئی تو تمھارے لیے زندگیاں بچانا [illegible] ہو جائے گا۔"

تہذیب مالکم ایکس عجیب سی نگاہوں سے تارینا کو [illegible] رہی تھی۔ میں اس کے جملے پر غور کرنے لگا اور پھر میں [illegible] پُرسکون لہجے میں پوچھا "کیا آپ اپنے جملے کی وضاحت [illegible] گی میڈم ہارڈو؟"

تارینا نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا اور پھر [illegible] لہجے میں بولی "سرحد پر تمھارے بارے میں اطلاع [illegible] دی گئی ہے، مالم پوائنٹ پر پہنچتے ہی تمھارے اوپر گولیوں کی بارش کر دی جائے گی اور تمھیں ہلاک کر دیا جائے گا۔ اگر میری بات پر یقین کر سکتے ہو تو کر لو، ورنہ تمھاری مرضی!"

میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ تارینا نے جس انداز میں یہ الفاظ کہے تھے، اس سے سچائی کا احساس ہوتا تھا۔ [illegible] میں نے کہا "آپ یہ بات کیسے کہہ سکتی ہیں میڈم! آپ کو اس سلسلے میں کیا معلومات ہیں؟"

"جن لوگوں سے تم نے رابطہ قائم کیا تھا، وہ تمھارے معاملے میں مخلص تھے لیکن تم نے دیکھا کہ تمھارے دشمن مسلسل تمھاری تاک میں لگے ہوئے تھے اور اگر میں بروقت [illegible] جاتی تو شاید تم ان کی نگاہوں سے محفوظ نہ رہ سکتے۔ تم اس بات پر یقین نہیں کر سکتے کہ میں نے سترہ آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور یہ سب کچھ میں نے صرف تمھاری زندگی کے لیے کیا ہے۔ ورنہ مجھے ان سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔"

"کیا آپ یہ بھی بتا سکتی ہیں میڈم تارینا! کہ وہ [illegible] جو ہمارے دشمن تھے اور ہمیں ہلاک کرنا چاہتے تھے کون تھے؟"

"تم میرا امتحان لے رہے ہو، تو سنو! ان کا تعلق [illegible] ادارے سے تھا جو یہاں والٹو موباٹے کی مدد کر[illegible] یعنی گرین پول۔۔۔ اور اگر اس کے علاوہ بھی اور کچھ معلوم [illegible] چاہتے ہو تو اس کے لیے اس جگہ کا انتخاب نہ کرو، یہاں سے جس قدر جلد نکل چلو بہتر ہے، کیونکہ سرحد کے آس پاس کی

ہیلی کاپٹر کی موجودگی ان لوگوں کو ہوشیار کر سکتی ہے اور یہ نہ سمجھو کہ وہ ہم سے بے خبر ہیں۔ یقیناً تمھارے محافظ اسمگلر اس راستے کو استعمال کرتے ہیں لیکن دوسرے مقاصد کے لیے۔ جو اطلاعات سرحد تک پہنچائی گئی ہیں وہ ایسی نہیں ہیں کہ سرحد کے رکھوالے تمھیں یہاں سے نکل جانے دیں۔ تمھاری شخصیت کو بالکل ایک نئے رخ سے ان کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور یہ کارروائی گرین پول کے ان آدمیوں نے کی ہے جو تمھیں یہاں سے زندہ نہیں جانے دینا چاہتے۔ مزید انتظامات یہ کیے گئے ہیں کہ اگر تم سرحد پار کرنے کی کوشش کرو اور خوش قسمتی سے بچ نکلو تو آگے تمھارا استقبال شاندار طریقے سے کیا جا سکے۔" آخری جملہ اس نے بڑے طنزیہ لہجے میں ادا کیا تھا۔

اب کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں رہ جاتی تھی، میں نے پُرسکون انداز میں تہذیب مالکم ایکس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور ہیلی کاپٹر کی جانب بڑھ گیا۔ تارینا بھی ہمیں آمادہ پا کر تیز قدم اٹھاتی ہوئی ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ گئی اور پھر اس نے ہمیں اندر بیٹھنے کی پیش کش کی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ پروفیسر ڈھوک تارینا کے پاس بیٹھ گیا تھا اور ہم دونوں پیچھے۔ ہیلی کاپٹر فضا میں سیدھا ہو کر ایک سمت پرواز کرنے لگا۔

ڈھوک چند لمحے تو خاموش رہا، پھر بولا "آپ سے دوبارہ مل کر واقعی مسرت ہوئی ہے میڈم تارینا۔ آپ نے تنہا ہی یہ مہم سرانجام دے ڈالی؟" تارینا نے کوئی جواب نہیں دیا اور یہ سفر خاموشی سے جاری رہا۔ خاصا طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد بالآخر ہمیں وہیں واپس پہنچنا پڑا، جہاں ہم تارینا کے ساتھ مختصر وقت گزار چکے تھے، یعنی اس عمارت میں جو تارینا کی اپنی رہائش گاہ تھی۔

عمارت کے احاطے سے باہر ایک سپاٹ میدان میں تارینا نے ہیلی کاپٹر اتار دیا اور فوراً ہی دو آدمی دوڑتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے۔ تارینا، ہیلی کاپٹر کی مشین بند کر کے نیچے اتر آئی تھی۔ ہم لوگ بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی نیچے اتر گئے، دوڑنے والے تارینا کے نزدیک پہنچ گئے تھے پھر اس نے انھیں حکم دیا "ہیلی کاپٹر لے جاؤ۔"

وہ دونوں ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گئے تھے۔ پھر جب ہم تارینا کی رہائش گاہ میں داخل ہوئے تو ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا نظر آیا۔ نجانے وہ کس طرف چل پڑا تھا۔

رہائش گاہ کا اندرونی ماحول پُرسکون تھا۔ میرا ذہن تحیر کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ تارینا کس طرح ہمارے راستے پر پڑ گئی اور اس نے ہماری مدد کیوں کی؟ یہ معمولی بات نہیں تھی۔ اتنے لوگوں کی ہلاکت ظاہر ہے منظرِ عام پر آ جائے گی اور اس کے بعد تحقیق و تفتیش بھی ہو گی۔ جیسا کہ تارینا نے کہا کہ سرحدی محافظ اس ہیلی کاپٹر کی یہاں آمد سے غافل نہیں ہوں گے، تو کیا تحقیقات کے نتیجے میں تارینا منظرِ عام پر نہیں آ سکتی؟ بہت سے خیالات تھے میرے ذہن میں۔

ہم لوگ اندر پہنچ گئے، تارینا ہمیں لیے ہوئے ایک ہال میں داخل ہو گئی۔ ہم پہلے بھی یہاں آ چکے تھے اور اس عمارت کو کافی حد تک دیکھ چکے تھے۔ اس نے اندر پہنچنے کے بعد کہا "اگر اجازت ہو تو میں لباس تبدیل کر آؤں۔ اس کے بعد ہم لوگ ایک ایک کپ کافی پئیں گے اور پھر تم آرام کرنا۔"

"میڈم تارینا! آپ کو یقیناً اندازہ ہو گا کہ ہمارا ذہن کس کیفیت کا شکار ہے؟" میں نے کہا اور [illegible] نا آہستہ سے مسکرائی اور کوئی جواب دیے بغیر باہر نکل گئی۔

پروفیسر ڈھوک نے کرسی کی پشت سے گردن ٹکا لی تھی۔ تارینا کے جانے کے بعد وہ آہستہ سے بولا "میں نے پہلے ہی کہا تھا، اسے نہ چھوڑو، کام کی عورت معلوم ہوتی ہے۔"

"آپ تو یہاں آ کر بہت خوش ہوں گے پروفیسر؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھئی! یہاں میری پوری فیملی آباد ہے۔"

"آپ کی؟" تہذیب مالکم ایکس نے تعجب کے انداز میں کہا اور پروفیسر ڈھوک مسکرانے لگا۔

"ہاں۔"

"میں اس عورت کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں، بڑی عجیب ہے اور اونچی چیز معلوم ہوتی ہے۔ کیا آپ لوگ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے؟"

"بہتر یہ ہے کہ تھوڑا سا انتظار کر لو، ہم غیر یقینی حالات کا شکار ہیں۔" میں نے جواب دیا اور تہذیب خاموش ہو گئی۔

تارینا واپس آئی تو اس کے پیچھے پیچھے ہی ایک ملازم

جن کی کہانیاں آنکھوں سے نہیں دلوں سے پڑھی جاتی ہیں ان کی بہترین کہانیوں کا دوسرا مجموعہ
شائع ہو گیا ہے
آگ کا دریا
محی الدین نواب کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ "ایمان کا سفر" بھی دستیاب ہے
قیمت ۴۰ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
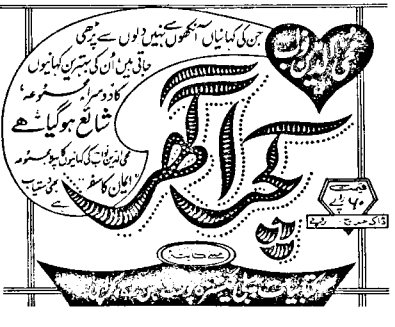
ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔ اس وقت وہ شب خوابی کے لباس میں تھی اور تھوڑی دیر پہلے سے بالکل مختلف نظر آرہی تھی۔ اس کا انداز بالکل دوستانہ تھا۔

"چائے کا یہ دور میں نے اس لیے رکھا ہے کہ تمھارے ذہنوں سے ابتدائی الجھنیں دور کر دوں۔ ورنہ اصولاً تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ میں تمھیں آرام کرنے دیتی۔"

"آپ کا شکریہ میڈم تارینا! بلاشبہ ہم شدید ذہنی ہیجان کا شکار ہیں۔ آخر آپ کو ہمارے بارے میں معلوم کیسے ہوا؟"

"کوئی خاص بات نہیں، اس وقت میں کالموکیمپو ہی میں موجود تھی جب مسٹر ڈھوک نے گراہم سے ملاقات کی تھی۔ اس کی بیٹی سونیا گراہم کو میں اچھی طرح جانتی ہوں، مسٹر ڈھوک کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی اور اس کے بعد میرے لیے یہ سب کچھ مشکل نہیں تھا کہ میں مسٹر ڈھوک کی گراہم سے ملاقات کے بارے میں معلومات حاصل کرلوں۔ مجھے علم ہوا کہ مسٹر ڈھوک گراہم سے اس لیے ملے ہیں کہ انھیں اور ان کے ساتھیوں کو سرحد پار کرا دی جائے اور اس کے لیے مسٹر ڈھوک نے مسٹر گراہم کو ایک معقول رقم پیش کی تھی۔ ایک ساتھی کے بارے میں تو مجھے اندازہ تھا کہ وہ آپ ہوں گے لیکن دوسرے ساتھی سے میں ناواقف تھی چونکہ میرا آپ لوگوں سے ربط رہ چکا ہے، اس لیے یہ تجسس لازمی تھا کہ آپ اس طرح سرحد پار کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں اور پھر اپنے لامحدود ذرائع سے مجھے وہ کہانی معلوم ہوگئی جو آپ لوگوں سے متعلق ہے۔ میرے علم میں گرین پول بھی آگئی اور یہ بھی پتا چل گیا مجھے کہ گرین پول کی ایک خاتون رکن تہذیب مالکم ایکس اس سے الگ ہو کر فرار چاہتی ہیں۔ میں نے گرین پول کے لوگوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں اور ان کی کارروائیوں کی تفصیل میرے علم میں آگئی۔ مجھے پتا چل گیا کہ وہ کیری کین جنگلات کے دوسری طرف والے میدان میں آپ لوگوں کا استقبال کریں گے اور اس کے بعد کے حالات آپ کے علم میں ہیں۔ میرے لیے یہ ضروری تھا کہ میں آپ لوگوں کی مدد کروں اور میں خوش ہوں کہ اپنے مقصد میں، مجھے کامیابی حاصل ہوئی۔"

ہمارے چہروں پر حیرت کے آثار تھے۔ تہذیب مالکم ایکس بھی ششدر رہ گئی تھی۔ گرین پول ایک اہم ادارہ تھا اور تہذیب اس کی ایک رکن ہونے کی حیثیت سے کم از کم یہ بات جانتی تھی کہ وہ احمقوں کا اکھاڑا نہیں ہے لیکن تارینا ہارڈو نے اتنی آسانی سے اس کے بارے میں یہ سب کچھ معلوم کر لیا تھا۔ میں اس لیے حیران تھا کہ میرے ہاتھوں تارینا ہارڈو کو شدید تکلیف پڑی تھیں، اس کے باوجود وہ میری مدد پر آمادہ ہوئی! باں پروفیسر ڈھوک کا مسئلہ کچھ مختلف تھا۔ وہ تو بہر خوب صورت عورت کے لیے بے ضرر انسان تھا۔ اگر میرا ساتھ نہ ہوتا اور طرح میں اسے اپنے ساتھ آجانے پر مجبور نہ کرتا تو یقیناً اب بھی تارینا ہارڈو کے قدموں میں پڑا ہوتا چونکہ تارینا ہارڈو کی اس رہائش گاہ میں موجود کئی لڑکیوں سے اس کی شناسائی ہو تھی اور غالباً اس نے انھی کو اپنی فیملی سے منسوب کیا تھا۔

چائے پی گئی اور اس کے بعد تارینا ہارڈو نے کہا۔ "میں جانتی ہوں میرے ان الفاظ نے آپ کو مکمل طور پر مطمئن نہ کیا ہوگا لیکن ایک آخری بات کہنے کے بعد میں آپ سے اجازت چاہوں گی۔ صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں رہ گئی۔ آپ لوگ اپنے اپنے بستروں پر آرام کریں اور اس اطمینان کے ساتھ کہ اب آپ انتہائی محفوظ جگہ پر ہیں اور آپ کو کسی بھی سمت سے کوئی نقصان پہنچنے کا احتمال نہیں ہے۔ وہ آخری بات یہ ہے کہ اتفاقات نے آپ لوگوں کو میرے لیے اہم بنا دیا ہے اور میں ایک ایسے سلسلے میں آپ کی مدد چاہتی ہوں جو صرف میرے ذاتی مفاد سے تعلق رکھتا ہے اور یہی وجہ آپ کی اس امداد کی بنیاد بنی ہے۔ اس سے زیادہ تفصیل اس وقت نہیں بتائی جاسکتی، شب بخیر!"

وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ تہذیب مالکم ایکس نے چونک کر پوچھا۔ "اور وہ ہمارے بستر کون سے ہیں جن پر ہمیں آرام کرنا ہے؟" ابھی اس نے یہ سوال مکمل بھی نہیں کیا تھا کہ ایک لڑکی اندر داخل ہوئی اور پروفیسر ڈھوک کی باچھیں کھل گئیں۔

"اوہ! تم... تم خیریت سے تو ہو نا؟"

"تشریف لائیے۔" لڑکی نے خشک لہجے میں کہا اور ہم تینوں اٹھ کر باہر نکل آئے۔

"کیا آپ تین الگ الگ کمروں میں قیام کرنا چاہیں گے یا...؟"

"میرے اور میری ساتھی کے لیے ایک ہی کمرا دے دیا جائے۔ ہاں، مسٹر ڈھوک الگ کمرے میں آرام کریں گے۔" میں نے کہا اور تہذیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ڈھوک غصیلی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تھا لیکن جو اس نے آگے بڑھتے ہوئے لڑکی سے کہا۔ "مجھے تم سے ضروری کام ہے، ان لوگوں کو ان کا کمرا بتا دو اور اس کے بعد مجھے میرے کمرے میں لے چلو۔" مخاطب لڑکی کو کیا گیا تھا جو ہماری رہنمائی کر رہی تھی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ میں نے ایک تیکھا پن محسوس کیا تھا۔ غالباً ڈھوک کی بات اسے ناگوار گزری تھی۔

مجھے اور تہذیب مالکم ایکس کو ایک کمرے تک پہنچا دیا گیا جس میں دو خوب صورت مسہریاں موجود تھیں۔ کمرا خاصا کشادہ اور خوب صورت فرنیچر سے آراستہ تھا۔ اس سے پہلے یہاں رہتے ہوئے میں نے یہ کمرا نہیں دیکھا تھا۔ پہلے مجھے جو کمرا دیا گیا تھا، وہ دوسرا تھا۔

اندر داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ بند کرلیا اور پھر تہذیب مالکم ایکس کی طرف مڑ کر بولا۔ "سوری تہذیب! مجھے بعد میں احساس ہوا کہ مجھ سے ایک غلطی سرزد ہوگئی ہے۔"

"کیا؟" تہذیب نے چونک کر پوچھا۔

"بڑے اعتماد سے میں نے یہ بات کہہ دی تھی کہ ہم دونوں کو ایک ہی کمرا دے دیا جائے، تم نے اسے محسوس تو نہیں کیا؟"

میرے اس سوال پر تہذیب کے چہرے پر ایک رنگ سا آگیا، وہ آگے بڑھ کر ایک آرام کرسی پر بیٹھ گئی اور پھر کرسی پر جھولتے ہوئے بولی۔ "اب اس بات پر افسوس کیوں ہو رہا ہے؟"

"صرف تمھارے خیال سے تہذیب کیونکہ بہرطور..."

"علی بیٹھو۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور میں آگے بڑھ کر اس کے سامنے جا بیٹھا۔ "یہ تمام باتیں بالکل بے کار ہیں، ہمیں حقیقتوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ جو باتیں ہمارے درمیان ہو چکی ہیں، ہم انھیں اس وقت تک نہیں دُہرائیں گے جب تک کہ اس کا موقع نہ آئے۔"

"بس یونہی تہذیب، میں نے سوچا، دوسروں کے سامنے..."

"نہیں۔ تم نے دوسروں کے سامنے یہ کہہ کر میری وقعت بڑھائی ہے۔" تہذیب نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔"

"اور سنو! آئندہ کبھی اس تکلّف کو درمیان میں نہ لانا۔"

"بہتر ہے، حکم کی تعمیل کی جائے گی۔" میں نے شوخی سے کہا۔

"اب جلدی سے یہ مسئلہ حل کر دو، میرا ذہن کسی پھوڑے کی مانند ٹپک رہا ہے۔ یہ تارینا ہارڈو کون ہے؟ اس عورت کے بارے میں یہ اندازہ تو میں لگا چکی ہوں کہ انتہائی پُراسرار اور بڑے اثر و رسوخ کی مالک ہے، عام عورتوں سے بے حد مختلف، ستره قتل کر ڈالے ہیں اس نے ہمارے لیے! یہ معمولی بات تو نہیں ہے۔ تم اسے کیسے جانتے ہو؟ بہت قدیم شناسائی ہے کیا؟ کچھ عجیب سی گفتگو کر رہی تھی وہ، جو میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اس کی پوری کہانی صرف اتنی سی ہے کہ جنرل ڈیرس اور کیتھی براؤن کا مسئلہ حل ہونے کے بعد میری تم سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو ہوئی تھی، تھوڑی سی تفصیل تمھیں بتا چکا ہوں۔ اولیو ہاورڈ کے بارے میں بھی اور یہ بھی بتا چکا ہوں کہ ڈینس ہیلے کی طرف سے مجھ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ ان تمام باتوں کے بعد میں نے یہ سوچا تھا کہ کچھ عرصہ کسی پُرسکون گوشے میں گزاروں اور دنیا کے ان ہنگاموں سے دور رہوں تاکہ خود کو آئندہ پروگرام کے لیے تیار کرسکوں۔ میرے ذہن میں جو آئندہ پروگرام ہے تہذیب، اس کی تفصیل بھی میں تمھیں بتائے دیتا ہوں۔ وہ مشن جسے میں اپنی زندگی کا مقصد قرار دے چکا ہوں، اس پر کام جاری رہنا چاہیے۔ کم از کم اس وقت تک جب تک کہ کوئی اور بہتر صورت میرے سامنے نہ آجائے یا میں یہ نہ سوچ لوں کہ اب مجھے آرام کرنا چاہیے چنانچہ میں اس طرف نکل آیا۔ راستے میں پروفیسر ڈھوک مل گیا۔ جو دلچسپ شخصیت کا مالک تھا، بس یوں سمجھو کہ بلاوجہ ہی یہ میرے ساتھ چپک گیا۔ دلچسپ آدمی ہے اور اس کی شخصیت میں کچھ ایسی انوکھی چیزیں ہیں جنھوں نے مجھے اس کی طرف متوجہ کر دیا۔ اور پھر ہم دونوں کو تارینا ہارڈو ملی۔" میں نے تہذیب مالکم ایکس کو تارینا ہارڈو سے ملاقات کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور پھر یہ بھی بتایا کہ وہ کس طرح ہمیں اپنی رہائش گاہ تک لے آئی تھی اور اس کے بعد میں نے اسے پہاڑیوں میں پیش آنے والا واقعہ اور تارینا ہارڈو کے ساتھ آخری لمحات کی تفصیل بھی بتائی۔ "میں اسے بے ہوش چھوڑ آیا تھا اور میرا خیال تھا کہ یہ خطرناک عورت یقیناً اپنی اس توہین کا انتقام مجھ سے لے گی۔ پھر میں کالموکیمپو کی طرف آنکلا اور وہاں وہ واقعہ پیش آیا جس نے مجھے تم سے دوبارہ ملا دیا۔ یہ تارینا ہارڈو سے ملاقات کی تفصیل ہے۔ اس کے بعد اس عورت نے کس طرح ہمارے

شہزاد (مکمل)
قیمت ۲۵ روپے
جال

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بارے میں معلومات حاصل کیں، خاص طور سے میں گرین پول کے سلسلے میں زیادہ حیران ہوں۔ میری شخصیت تو خیر کسی نہ کسی طرح اس کے علم میں آسکتی تھی لیکن اس نے گرین پول کے بارے میں جو تفصیلات معلوم کریں، وہ واقعی دلچسپ ہیں اور مجھے ان پر حیرت ہے۔"

تہذیب مالکم ایکس کچھ سوچتی رہی اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے دلآویز انداز میں کہا "کہیں تیرِ نظر اور دردِ جگر والا مسئلہ تو نہیں ہے؟"

"لگتا تو نہیں ہے، ٹائپ ذرا مختلف ہے اس عورت کا — اور میں نے اس دوران بھی کوئی خاص بات محسوس نہیں کی، تاہم اگر ایسی کوئی بات ہے بھی تہذیب، تو تم جانتی ہو کہ مابدولت اب مصروف ہو گئے ہیں۔" میں نے کسی قدر شوخی سے کہا اور تہذیب آہستہ سے ہنس پڑی۔

"لیکن بڑا پیچیدہ معاملہ ہے، آخر یہ ہم سے کیا چاہتی ہے؟ اور وہ ذاتی مفاد کیا ہے جس کا اس نے تذکرہ کیا ہے؟"

"اس کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔"

"ایک بات بتاؤ علی! کیا یہ کسی موقع پر غضبناک ہو کر خطرناک نہیں ہو جائے گی ہمارے لیے؟"

"جو وقت ہم گزار چکے ہیں تہذیب! اس کے بعد خطرات ہمارے لیے تقریباً بے معنی ہیں۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ کیا خیال ہے، اب کیوں نہ واقعی کچھ دیر آرام کر لیا جائے؟"

"بالکل۔ مجھے بھی نیند آرہی ہے۔" تہذیب نے کہا اور ہم دونوں جوتے اتار کر اپنے اپنے بستروں پر جا لیٹے۔ حلیے خراب ہو رہے تھے لیکن دل نہیں چاہ رہا تھا کہ اس وقت باتھ روم میں جاکر حلیہ درست کیا جائے۔ میں نجانے کتنی دیر تک بستر پر لیٹا تازہ صورتِ حال کے بارے میں سوچتا رہا۔ آخر کار نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

دوسرے دن تقریباً ساڑھے گیارہ بجے آنکھ کھلی تھی — دیوار گیر گھڑی یہی وقت بتا رہی تھی۔ تہذیب مجھ سے کچھ پہلے جاگ چکی تھی اور جب میں جاگا تو وہ باتھ روم سے باہر آرہی تھی۔ دھلی دھلا کر نکھر گئی تھی، میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ شرماتے ہوئے انداز میں بولی "باتھ روم سامنے ہے، تم بھی . . ." اور میں اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے اٹھ کر باتھ روم میں چلا گیا۔

واپس آیا تو تارنیا ہارڈو کی ایک ملازمہ تہذیب سے باتیں کر رہی تھی۔ تہذیب نے مجھے اطلاع دی کہ تارنیا ہارڈو ڈائننگ روم میں ہمارا انتظار کر رہی ہے۔

ہم دونوں ڈائننگ روم میں پہنچے تو تارنیا ہارڈو خوب صورت لباس میں ملبوس دروازے پر آنکھیں لگائے بیٹھی تھی۔ ہمارے اندر داخل ہوتے ہی اس نے ملازم کو احکامات دیے اور تھوڑی دیر کے بعد ہی ہمارے سامنے انواع و اقسام کی چیزیں آگئیں۔

تارنیا ہارڈو کہنے لگی "دراصل میں نے ناشتے اور دوپہر کے کھانے کا مشترکہ انتظام کر لیا ہے کیونکہ بھوک اتنی شدید ہے کہ صرف ناشتے سے کام نہیں چلتا۔"

"شکریہ میڈم! لیکن پروفیسر ڈھوک کہاں ہیں؟"

"اُسے لڑکیاں کھلا رہی ہیں۔" تارنیا ہارڈو نے کہا اور بے اختیار ہنس پڑی۔ میں سمجھ گیا تھا، تارنیا ہارڈو نے پروفیسر ڈھوک کو اپنی ملازماؤں کے ساتھ مصروف کر دیا تھا۔ "دراصل میں نہیں چاہتی کہ وہ غیر سنجیدہ شخص ہماری گفتگو میں شریک ہو۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں میڈم!" میں نے سادگی سے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس شاندار ناشتے سے فارغ ہو گئے اور تارنیا ہارڈو ہمیں لے کر ایک اور کمرے کی طرف چل پڑی۔ یہ کمرا ابھی میں نے پہلی ہی بار دیکھا تھا۔ یہ تارنیا ہارڈو کی خصوصی نشست گاہوں میں سے معلوم ہوتا تھا لیکن یہاں کچھ ایسی چیزیں بھی موجود تھیں جنھیں دیکھ کر میں نے اپنے ذہن میں کچھ عجیب سے احساسات محسوس کیے تھے۔

کمرے کے عین وسط میں ایک سفید سی مشین رکھی ہوئی تھی اور سامنے ہی ایک چھوٹا سا اسکرین جو اس مشین سے منسلک نہیں تھا بلکہ بالکل ہی غیر متعلق انداز میں رکھا ہوا تھا لیکن مشین کے سامنے لگے ہوئے لینس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کوئی جدید ساخت کا پروجیکٹر ہے۔

تارنیا ہارڈو نے دروازہ بند کیا اور پھر مشین کے پیچھے آبیٹھی، ہم دونوں کو اس نے دو الگ الگ نشستیں دے دی تھیں اور پھر اس کی آواز ابھری۔

"اس اسکرین کی طرف دیکھیے مسٹر علی! آپ کو کچھ دلچسپ چیزیں نظر آئیں گی۔ میری نگاہیں اسکرین کی طرف اٹھ گئیں۔ تارنیا ہارڈو نے سفید مشین کے کچھ بٹن دبائے تھے اور اسکرین پر بجلیاں سی تڑپنے لگی تھیں۔

میرے ذہن میں بڑا تجسس پیدا ہو گیا تھا۔ یہ عورت شروع ہی سے پُراسرار تھی اور اب اس کی یہ تازہ حرکات بھی مجھے انتہائی پُراسرار لگ رہی تھیں۔ میری نگاہیں اسکرین پر جم گئیں۔ تہذیب مالکم ایکس بھی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی، نجانے کیا نظر آنے والا تھا اس اسکرین پر۔

اسکرین

آہستہ آہستہ صاف ہو گیا پھر اس پر مجھے اپنی تصویر نظر آئی۔ پرانی تصویر تھی جو لباس اس تصویر میں پہنا ہوا تھا بہت عمدہ تھا اور میں نے اسے پہچان لیا یہ اس دور کی تصویر تھی جب میں امریکا میں قانون کا طالب علم تھا۔ چند لمحات تصویر اسکرین پر رہی پھر غائب ہو گئی، اس کے بعد ایک انگریزی تحریر ابھری۔

"نام علی یار خان۔ قومیت پاکستانی۔ قد چھ فٹ ڈیڑھ انچ، آنکھیں گہری سیاہ، بدن سڈول ورزشی، شگفتہ مزاج، ذہین اور خطرناک۔ سفاک، نڈر، بے باک، شدید منتقم المزاج۔ وقت پڑنے پر طوفانوں سے ٹکرا جانے والا۔" پھر تحریر بدل گئی۔

"فلسطینی مقاصد کے لیے سرگرم۔ شاندار کارنامے انجام دے چکا ہے۔ اس وقت کہاں ہے پتا نہیں چل سکا ہے۔ بیروت میں موجود نہیں ہے۔"

میری نگاہیں اسکرین پر جمی ہوئی تھیں اور ذہن بدستور حیرت کی آماجگاہ تھا۔ میرے بارے میں یہ مکمل معلومات تھیں لیکن تارنیا ہارڈو نے کہاں سے حاصل کیں؟ خاص طور سے میری تصویر۔ اس کے بعد تارینا نے مشین بند کر دی اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔ "یقیناً اس خاکے میں بہت سی چیزوں کی کمی ہو گی۔"

"آپ نے مجھ پر کافی محنت کی ہے میڈم ہارڈو!"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" اس نے سکون سے کہا۔

"وجہ؟"

"طویل داستان ہے، بور تو نہیں ہو گے؟"

"پہلے یہ بتائیں کہ یہ تفصیل آپ کو کہاں سے موصول ہوئی ہے، خاص طور سے یہ تصویر جو بہت پرانی ہے؟"

"سان فرانسسکو سے۔ تصویر یونیورسٹی کے ریکارڈ سے نکلوائی گئی ہے۔"

"آپ کا تعلق امریکا سے ہے؟"

"ہارڈو سے بالکل نہیں جو تمھارا دشمن ہے۔" تارینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے امریکی ہی ہیں؟"

"نہیں۔"

"مقامی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"سوری، مقامی بھی نہیں ہوں۔ یوں سمجھ لو ابھی اپنے ملک کا نام نہیں بتا سکتی۔ کچھ مصلحتیں ہیں لیکن اگر میرے اور تمھارے درمیان کوئی معاہدہ ہو گیا تو تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔"

"کوئی معاہدہ کرنا چاہتی ہیں آپ میڈم ہارڈو؟"

"ہاں علی۔ اتفاقات بعض اوقات بڑا دلچسپ کھیل کھیلتے ہیں۔ مجھے تمھاری تلاش تھی، تم مجھے ملے لیکن میں تمھیں نہیں پہچانتی تھی! اس کے بعد وہ ہوا جو شاید تمھارے لیے کوئی اہم بات ہو لیکن میرے لیے صرف اتنی اہمیت رکھتی ہے کہ تمھاری شخصیت پر ایک تجربہ ہو گیا۔"

"آپ کو میری تلاش کیوں تھی میڈم ہارڈو؟"

"اس سے قبل ایک سوال کرنا چاہتی ہوں علی۔ کیا مس مالکم ایکس کی موجودگی میں تم ایسی ذاتی گفتگو کرنا پسند کرو گے جو صرف تمھاری ذات سے متعلق ہو؟"

"ہاں مس ہارڈو۔ اپنی ذات سے متعلق ہر گفتگو میں مس تہذیب کی موجودگی میں کر سکتا ہوں۔"

"اور اگر بات تنظیم آزادیٔ فلسطین کے اغراض و مقاصد کی ہو تو؟"

"جو کچھ مجھ سے کہا جاسکتا ہے، اسے تہذیب سے چھپانا ضروری نہیں ہے۔"

"ایک اور سوال جو معاف کرنا بالکل ذاتی نوعیت کا ہے۔"

"جی، فرمائیے۔"

"مس مالکم ایکس کے اور تمھارے درمیان محبت کا رشتہ ہے یا صرف دوستی کا اور کیا یہ رشتہ اس وقت بھی قائم تھا جب آپ دونوں دو مختلف مقاصد کے تحت کام کر رہے تھے؟ میں اس سوال کے لیے معافی مانگ چکی ہوں۔ دراصل یہاں میری معلومات کچھ ناقص ثابت ہو رہی ہیں۔ میں ان کی تصدیق چاہتی ہوں۔ میں نے موبائے کیمپ کی ریڈنگ کی ہے۔ گرین پول اور الف آئی اے اس سلسلے میں سرگرمِ عمل تھیں اور ان دونوں اداروں کی کاوشوں کو مٹی میں روندنے والا علی یار خان تھا۔ کیا اس کوشش میں مس ایکس شریک تھیں؟"

"تہذیب سے میرا رشتہ نہایت غیر معمولی نوعیت کا ہے یوں سمجھ لیں ایک جان دو قالب والی بات ہے۔"

"مناسب جواب ہے، مجھے بے حد پسند آیا۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ میں مس مالکم ایکس کی شخصیت کا تعین چاہتی ہوں۔ ہر چند کہ میں ان معاملات کے بارے میں پوچھنے کا کوئی استحقاق نہیں رکھتی۔ میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ میں ابھی اپنے ملک کا نام نہیں بتاؤں گی، اس کی بھی کچھ وجوہات ہیں۔ امید ہے کہ تم اس بات کو زیادہ محسوس نہیں کرو گے۔"

"میڈم تارنیا ہارڈو! آپ یقین کریں، میرے ذہن میں آپ کی اس بات سے کوئی خاص احساس نہیں پیدا ہوا تھا کیونکہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ابھی تو ہم کسی ایسے معاملے پر نہ سوچ سکے ہیں، نہ متفق ہو سکے ہیں جو ہم دونوں کے درمیان مشترکہ حیثیت رکھتا ہو۔ ہاں آپ کا یہ احسان مجھ پر قرض ہے جو آپ نے مجھے ان لوگوں کے چنگل سے بچا کر کیا ہے اور اس احسان کے عوض میں فی الحال آپ کو کچھ ادا کرنے کے قابل بھی نہیں ہوں لیکن اپنا قرض چکا دینے کی نیت ضرور رکھتا ہوں۔"

"ناپ تول کر گفتگو کر رہے ہو علی! اس سے قبل بھی تو ہم تھوڑا سا وقت ساتھ گزار چکے ہیں۔ گو اس وقت کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن چلو اسی حوالے سے جو تم نے ابھی دیا ہے کم از کم اپنے لہجے میں دوستانہ انداز تو پیدا کر لو۔ مجھے تمہارا لہجہ خشک خشک محسوس ہو رہا ہے۔"

"سوری میڈم تارینا! میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں لیکن کیا ہم ابھی اپنے تعارف کے اسی مقام پر نہیں کھڑے ہوئے جہاں سے گفتگو کی ابتدا ہوئی تھی یعنی نہ ابھی آپ نے اپنے بارے میں کچھ بتایا نہ میں نے آپ کو اپنے بارے میں۔ آپ نے میرے بارے میں یہ معلومات کیوں حاصل کیں اور آپ کیا چاہتی ہیں؟"

"علی! میں ایک ایسے اہم سلسلے میں تمہارا تعاون اور تمہارا ساتھ چاہتی ہوں جو دو ملکوں کے مفاد میں ہے فلسطین کو میں ذاتی طور پر ایک ملک قرار دیتی ہوں جو عربوں کا ہے۔ قیام اسرائیل کے سلسلے میں دو ہزار سال سے جو کارروائیاں ہو رہی ہیں اور وہ جس نہج پر پہنچیں اور جس انداز میں پہنچیں، میرا ملک اور میں انہیں اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اور ایک ایسے ملک کی باشندہ ہونے کی حیثیت سے میری ہمدردیاں اور دلچسپیاں بھی عربوں ہی کے ساتھ ہیں اور چونکہ تم اتفاقیہ طور پر عرب نہیں بلکہ پاکستانی ہو یوں ہمارے درمیان ایک قدرِ مشترک ہو گئی یعنی۔ دو بالکل علیحدہ ممالک کے لوگ فلسطین سے وہی ہمدردی، وہی محبت اور وہی عقیدت رکھتے ہیں جو عربوں کے دل میں ہو سکتی ہے۔ تو علی! ایک ایسی مشترکہ صورتِ حال پیش آ گئی جس میں ہم دونوں کے درمیان صرف ایک چھوٹی سی بات مختلف ہے۔ یعنی میں جو کام کرنا چاہتی ہوں وہ صرف فلسطینی عربوں کے ہی نہیں بلکہ میرے ملک کے مفاد میں بھی ہے اگر میں تم سے یہ کہوں علی کہ ایک خوف ناک منصوبہ جو عربوں کے لیے مستقبل میں تباہ کن ہو سکتا ہے، میرے سامنے آیا ہے اور تمہارے ساتھ مل کر میں اس منصوبے کو ناکام بنانا چاہتی ہوں تو کیا میں اس بات کی توقع رکھوں کہ تم اس کام میں دلچسپی لو گے؟"

"میڈم ہارڈو! مجھے اس معاملے میں بولنے کی اجازت دی جائے!" میں نے اور تارینا ہارڈو دونوں نے ہی چونک کر تہذیب مالکم ایکس کو دیکھا، وہ کہہ رہی تھی۔ "علی کے بارے میں آپ سان فرانسسکو سے جو معلومات حاصل کر چکی ہیں ان کے تحت آپ نے اپنے طور پر یہ یقین کر لیا ہو گا کہ پاکستانی نوجوان اپنے جذبۂ اخوت سے سرشار ہو کر جو کچھ کرتا رہا ہے اگر اس کے سامنے ایسی کوئی بات آئے تو وہ انکار نہیں کر سکتا۔ علی آپ کے سامنے مجھے اپنے وجود کا آدھا حصہ کہہ چکے ہیں۔ چنانچہ بات دونوں حصوں میں سے کسی کی زبان سے نکلے اہمیت رکھتی ہے اگر مسئلہ فلسطینی مفاد کا ہے تو ہم آپ سے ہر طرح کے تعاون پر آمادہ ہیں۔"

جذبوں کی تخلیق عجیب انداز میں ہوتی ہے۔ تہذیب مالکم ایکس مجھے بہت پہلے ملی تھی لیکن نہ معلوم وہ کون سا لمحہ تھا جب اس طرح ملنے کے بعد تہذیب مالکم ایکس میرے وجود کی گہرائیوں میں اتر گئی تھی اور اس وقت وہ بولی تھی تو اتنا اعتماد تھا اس کے لہجے میں، اتنا یقین تھا اس کے لفظوں میں کہ تردید کا کوئی تصور ہی نہیں ابھرتا تھا۔

تارینا ہارڈو نے میری طرف دیکھا، غور کرتی رہی اور پھر تہذیب کی طرف رخ کر کے بولی۔ "میں یہ اعزاز حاصل کرنے پر تمہیں مبارک باد دیتی ہوں، بہت مشکل بات ہے اس معیار کا پیدا ہو جانا۔ تو مسٹر علی یار خان! بات ایسے ہی ایک مشترکہ مفاد کی ہے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں تمام صورتِ حال سے آگاہ کر دوں۔ ہاں اگر اس پیش کش کے سلسلے میں تم لوگ آپس میں کچھ مشورہ کرنا چاہو تو میں تمہیں وقت دے سکتی ہوں۔"

"ابھی تو پیش کش ہی ہمارے سامنے نہیں آئی میڈم ہارڈو۔" میں نے کہا۔

"سنو علی! میں گوٹے ہل کی باشندہ نہیں ہوں، امریکی بھی نہیں ہوں۔ جیسا کہ میں نے تم سے کہا کہ میرا ملک فلسطین اور اسرائیل کے معاملات میں غیر متعلق رہا ہے۔ ہم نے کبھی اسرائیل کی براہِ راست کوئی مدد نہیں کی بلکہ بعض مواقع پر ہم نے عربوں کے مفادات کے لیے ایسے کام کیے جن پر ہمیں بیرونی دباؤ کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ کچھ عرصہ قبل چند ملکوں کی ایک مشترکہ کانفرنس میں کیمیاوی ہتھیاروں کو محدود کرنے کا ایک منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ میرا ملک کیمیاوی ہتھیاروں کی تیاری میں پیش پیش تھا اور ہم نے اس سلسلے میں دنیا کے سامنے جو کچھ پیش کیا تھا وہ انتہائی خوف ناک اور تباہ کن تھا۔ تباہ کن ہتھیار جن جذبوں کے تحت تیار کیے جاتے ہیں وہ پسندیدہ نہیں ہوتے لیکن بعض ملکوں کی بقا کا انحصار اسی پر ہے۔ میں اپنے ملک کی سیاسی حیثیت تمہارے سامنے کبھی پیش نہیں کر سکتی کیونکہ مجھے جو کچھ معلوم ہے وہ میرے پاس اپنے وطن کی امانت ہے۔ مختصر یہ کہ اس

پروگرام کے سلسلے کی ایک ذمے داری میرے ملک نے قبول کی۔ ہم نے کیمیاوی ہتھیاروں کو اور ان کے فارمولوں کو مخلصانہ طور پر یکجا کیا اور انہیں ضائع کر دینے کا فیصلہ کیا۔ ہماری ایک آب دوز ان چیزوں کو لے کر سمندر میں پہنچ گئی اور اس مخصوص سمت بڑھنے لگی جہاں ہمیں یہ تمام چیزیں سمندر کی گہرائیوں میں دفن کر دینا تھیں۔ اس آب دوز کا سفر بخیر و خوبی جاری تھا کہ کچھ لوگوں نے مداخلت کی اور آب دوز کو اپنی منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی اغوا کر لیا۔ آب دوز کے عملے کو بے ہوش کر کے ایک ویران جزیرے پر ڈال دیا گیا تھا وہ لوگ اس جزیرے پر پڑے رہے ہمارا ملک آب دوز کی تلاش میں سرگرداں تھا ہم نے بہت سے ممالک سے اس سلسلے میں امداد بھی طلب کی تھی مگر یہ مشترکہ مہم مسلسل ناکامیوں سے دوچار رہی۔ ہاں آب دوز کے عملے کا سراغ ہم نے لگا لیا تھا۔ آب دوز پر جو کچھ تھا مسٹر علی، وہ بے حد خطرناک تھا اور وہ جس کے بھی ہاتھ لگا ہے وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے مگر اس کے بعد تمام الزام ہمارے ملک پر آئے گا کیونکہ کیمیاوی ہتھیاروں کو محدود کرنے والے ممالک کی مشترکہ کانفرنس میں جو فیصلے ہوئے تھے ان کے مطابق یہ ذمے داری ہمارے ملک کی تھی کہ وہ کیمیاوی ہتھیاروں اور ان کے فارمولوں کو اس مخصوص طریقے سے ضائع کر دے۔ ان ممالک نے شبہے کا اظہار کیا ہے کہ ہمارے ملک نے کسی بھاری معاوضے کے عوض یہ سب کچھ کسی کے حوالے کر دیا ہے۔ ہمارے پاس اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے کچھ نہیں تھا تاہم ہماری کوششیں مسلسل جاری تھیں۔ اس کے بعد ہائل جوشیو نے ہم سے رابطہ قائم کیا مسٹر علی! ممکن ہے آپ نے اس شخص کا نام سنا ہو۔ ہائل جوشیو ایک بین الاقوامی دہشت پسند ہے اس کا نام پچھلے چند سال سے یورپ کے مختلف حلقوں میں سنا جا رہا ہے چند بین الاقوامی سازشوں میں اسے ملوث سمجھا گیا ہے بعض ملکوں کے ایجنٹوں نے جو معلومات پیش کی ہیں ان کے تحت ہائل جوشیو کا تعلق کسی خاص ملک سے نہیں ہے بلکہ وہ معاوضہ لے کر دہشت پسندی کرتا ہے۔ ہائل جوشیو کی طرف سے ہمیں جو پیغام ملا وہ بے حد خوف ناک تھا اس نے ہم سے کہا کہ آب دوز میں موجود کیمیاوی ہتھیار، ان کے فارمولے اور نمونے اس کی تحویل میں ہیں، ہمارا ملک چاہے تو ان چیزوں کا سودا کر سکتا ہے بصورتِ دیگر ان چیزوں کو اسرائیل کے ہاتھوں فروخت کر دیا جائے گا کیونکہ اسرائیلی ایجنٹ بھی اس سلسلے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ یہ صورتِ حال میرے ملک کے لیے انتہائی تشویش ناک تھی۔ ہم نے اپنے طور پر ہر وہ کوشش کر ڈالی جو کر سکتے تھے اور تمام صورتِ حال ان پر واضح کر دی گئی۔ ڈیئر مسٹر علی! میں

اپنے ملک کے ایک خصوصی محکمے کی سربراہ ہوں اور یہ ذمے داری بہت پہلے میرے سپرد کر دی گئی تھی کہ میں کیمیاوی ہتھیاروں سے لیس اس گم شدہ آب دوز کے لیے کام کروں۔ میں نے اپنا کام جاری رکھا لیکن ہائل جوشیو کے بارے میں مجھے مکمل معلومات حاصل نہ ہو سکیں اور میں ابھی تک اس سلسلے میں کوئی نمایاں کام نہیں کر سکی ہوں، میرے آدمی مسلسل اس تگ و دو میں مصروف ضرور ہیں فلسطینی اس سلسلے میں دلچسپی تو پوری پوری لے رہے ہیں لیکن جن لوگوں کو انہوں نے ہمارے ملک میں بھیجا ہے وہ اس معیار کے لوگ نہیں ہیں کہ اتنا اہم کام انجام دے سکیں۔ میں نے اپنے ملک کے سرکردہ افراد سے کہا کہ مجھے انسانوں کا ایک جمِ غفیر نہیں بلکہ ایک ایسی اہم اور ٹھوس شخصیت درکار ہے جو بے شمار انسانوں کا بدل ثابت ہو۔ اس سلسلے میں چند افراد میں نے منتخب کیے تھے اسی دوران تمہارا نام بھی میرے سامنے آیا، مجھے تمہاری شخصیت میں دلچسپی محسوس ہوئی اور میں نے تمہارے بارے میں بیروت سے رپورٹ طلب کر لی۔ مجھے جو معلومات حاصل ہوئیں ان کی روشنی میں، میں نے سان فرانسسکو اور کیلی فورنیا سے تمہارے بارے میں مکمل تفصیلات طلب کر لیں پھر میرے علم میں والشو موبائے اور جنرل ٹیرس کی چپقلش آئی، گوٹے ہل کے انقلاب اور اسرائیلی ایٹمی پروجیکٹ کی تباہی کے سلسلے میں بھی تمہارا نام سامنے آیا۔ پھر بالکل اتفاقیہ طور پر تم مجھے مل بھی گئے لیکن جب تم مسٹر ڈھوک کے ساتھ مجھ تک پہنچے تھے اس وقت میں تمہیں پہچانتی نہیں تھی اور میں نے تمہیں ایک عام آدمی کی حیثیت سے خوش آمدید کہا تھا۔ میں نے شاید اس وقت بھی تمہیں بتایا تھا کہ انسان شناسی میرا محبوب مشغلہ ہے اور وہ کھیل جو پہاڑوں میں کھیلا گیا صرف ایک ذاتی سی بات تھی جو میری اپنی دلچسپیوں تک محدود تھی۔ ہاں جب تمہارے بارے میں مجھے سان فرانسسکو اور کیلی فورنیا سے رپورٹ موصول ہوئی اور تمہاری تصویر میرے سامنے آئی تو میری آنکھوں نے تمہیں پہچان لیا اس وقت یقین کرو، مجھے خود پر فخر محسوس ہوا کہ میں نے ایک شان دار شخصیت کو پا لیا تھا لیکن پھر تمہیں کھو دینا میرے لیے انتہائی رنج کا باعث تھا۔ میں نے لمحوں میں اپنے آدمیوں کو چاروں طرف پھیلا دیا اور اپنے اندازوں کو سامنے رکھتے ہوئے کالوکیمپو میں تمہاری تلاش خاص طور سے جاری رکھی اور نتیجتاً میں تم مجھے مل گئے ہو مسٹر علی! یہ ہے وہ کہانی جو ممکن ہے اس وقت تمہارے لیے حیرت انگیز ہو لیکن شاید آنے والے وقت میں ہمارے درمیان ایک بہترین تعاون کی فضا پیدا کر دے۔ تم چاہو تو تنظیم آزادیٔ فلسطین سے رابطہ قائم کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سکتا ہے، بیروت سے ان کے نمائندے یہاں طلب
کیے جا سکتے ہیں۔ تمہارے لیے تمہاری مرضی کے مطابق سے
کامات منگوائے جا سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میرا
ملک تمہارے ساتھ ہر وہ تعاون کر سکتا ہے جس کے تم خواہشمند
۔ اگر تم تنظیم آزادئ فلسطین کے لیے کام نہ کرنا چاہو تو میں
تی طور پر اپنے ملک سے اس کی درخواست کر سکتی ہوں کہ جو
ں قدر معاوضہ تم اس سلسلے میں طلب کرو وہ تمہیں دیا جائے۔
م ہائل جوشیو کی بلیک میلنگ کا شکار نہیں ہونا چاہتے کیونکہ
س طرح ہمارا ملکی وقار مجروح ہوتا ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ
ارے وہ فارمولے اور کیمیاوی ہتھیاروں کے نمونے ہمیں
جانے چاہییں۔ انہیں ہائل جوشیو کی گرفت سے نکال کر
ندر کی تہ میں دفن کر دینا ہمارے ملک کے لیے ضروری ہے
کہ ہم اپنے ملک کا وقار بحال کر سکیں۔

" میڈم مالکم ایکس! آپ نے بھی یہ تمام تفصیل سن لی ہوگی۔
را خیال ہے کہ اس میں کہیں آپ لوگوں کے لیے کوئی پریشان
ن پہلو نہیں نکلتا سوائے اس کے کہ ایک ہولناک مہم آپ کی
منتظر ہے۔ یہ وضاحت بھی کر دوں کہ گرین پول کے بارے میں
علومات مجھے بہت ہنگامی طور پر حاصل ہوئی تھیں اور والٹو موبائے
بس کی ریڈنگ کے بعد مجھے یہی اندازہ ہوا تھا کہ گرین پول
ب منتشر ہو گئی اور یہ کہ گوٹے بل میں اس کی ناکامی کی ذمے داری
رف تہذیب مالکم ایکس پر ہے۔ یہ اندازہ مجھے نہیں تھا کہ گرین پول
الے جو والٹو موبائے کے سلسلے میں ناکام رہنے کے بعد
ل ٹیرس کے ہاتھوں گرفتار ہو چکے تھے اور پھر شاید انہیں
یارخان کے ایما پر رہا کیا گیا تھا، تم سے انتقام لینے پر تل جائیں
گے۔ مجھے یہ سب کچھ ہنگامی طور پر معلوم ہوا اور میں خصوصی انتظام
کے ساتھ تم لوگوں کی امداد کے لیے پہنچی۔ اس میں میری ذاتی
ض بھی چھپی ہوئی تھی، میں اس سے انکار نہیں کروں گی۔ تو ڈیئر
ذیب مالکم ایکس! ابھی تم نے بڑے وثوق اور بڑے اعتماد سے
ا تھا کہ علی، تنظیم آزادئ فلسطین کی فلاح و بہبود کے لیے ہر کام
نے کو تیار ہیں۔ چنانچہ اب میرا خیال ہے کہ کل دن کے کسی بھی
حصے میں تم ضرور مجھے یہ خوش خبری سنا دو گی کہ علی میرے ساتھ تعاون
نے کو تیار ہیں۔" یہ کہہ کر تارینا ہارڈو آہستہ سے ہنسی پھر بولی "علی،
ئی ایم سوری! میں نے تمہاری دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔"

میں پھیکے سے انداز میں مسکرا کر رہ گیا تھا، اس بات کا
ئی جواب میں نے نہیں دیا تھا۔ چند لمحے کی خاموشی کے بعد تارینا
ڈو سنجیدہ لہجے میں بولی۔ "بات جس سطح کی ہے، علی! تم نے
س پر غور کر لیا ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ کچھ وقت اور سوچ لو۔ معاملہ

دونوں ہی کے مفاد کا ہے۔ میرا ملک پوری طرح میری خواہش
کا احترام کرتا ہے اور مجھے ہر طرح کے اختیارات دیے گئے
ہیں کہ اس مشن پر کام کرنے کے لیے جو کچھ کرنا چاہوں، کر سکتی
ہوں۔ یہ صرف ایک دوستانہ پیش کش ہے۔"

" ٹھیک ہے میڈم! بہتر یہی ہوگا کہ آپ کو کل جواب دیا
جائے۔" میں نے کہا۔

" میں چاہتی ہوں علی کہ اس دوران اگر تم محدود ہی رہو تو زیادہ
بہتر ہوگا اور ہاں، اس مسئلے میں پروفیسر ڈھوک کی کہیں گنجائش
نہیں نکلتی، یہ آدمی کسی قدر غیر سنجیدہ ہے۔ ممکن ہے تمہارا اس
کے ساتھ کوئی مخلصانہ رابطہ ہو لیکن جہاں تک میں اسے سمجھ
سکی ہوں، کچھ اچھی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ وہ ایک ڈفر ہے
اور کسی بھی لمحے تمہارے لیے نقصان کا باعث بن سکتا ہے چنانچہ
اپنے اس پروگرام میں اس کی شرکت پر غور نہ کرنا۔" میں نے
گردن ہلا دی تھی۔ اس کے بعد تارینا ہارڈو ہم سے رخصت ہو
گئی۔ اس نے کہا تھا کہ اب ڈنر پر ملاقات ہوگی لیکن اس موضوع پر
کوئی گفتگو آج نہ ہوگی۔

میں اور تہذیب مالکم ایکس اپنی آرام گاہ میں آ گئے۔ پروفیسر
ڈھوک کو تارینا ہارڈو نے واقعی اس کے پسندیدہ کام پر لگا دیا
تھا اور وہ اس میں مصروف تھا۔ ظاہر ہے ایسے اوقات میں اسے
اور کوئی یاد نہیں آتا تھا۔

تہذیب نے کمرے میں داخل ہو کر مسکراتی نگاہوں سے
مجھے دیکھا اور پھر بولی "جلد بازی تو نہیں کر ڈالی میں نے علی؟ کوئی
ایسی بات تو نہیں کہہ دی جو تمہارے مزاج کے خلاف ہو؟"

" نہیں تہذیب! ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

" ہم تنظیم آزادئ فلسطین کے لیے کام کریں گے، تم یہی
کرتے رہے ہو نا علی؟"

" ہاں تہذیب، فلسطینیوں سے، اپنے ان عرب بھائیوں
سے جو بے گھر، بے وطن ہو گئے ہیں، مجھے دلی ہمدردی ہے۔
پچھلے دنوں کچھ ایسے واقعات ہوئے تھے جن کی بنا پر تنظیم کے
اور میرے درمیان کچھ شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ میں نے احتجاجاً
بیروت چھوڑ دیا تھا۔ اولیو ہاورڈ کے بارے میں، میں تمہیں بتا
چکا ہوں کہ وہ امریکا سے میرے پیچھے لگا ہوا ہے اور اس نے
مجھے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے۔ یہودی ہونے کی وجہ سے وہ
سارے معاملات کو پس پشت ڈال کر عظیم تر اسرائیل کے لیے
کام کرتا ہے۔ امریکا میں یہودیوں کو جو مراعات حاصل ہیں ان کی
وجہ سے عربوں کو جتنا نقصان پہنچ رہا ہے کسی اور ذریعے سے نہیں
پہنچ رہا۔ میں ہرچند کہ تنظیم سے دور ہو گیا ہوں لیکن فلسطینیوں کے

معاملات کے لیے میرا رواں رواں وقف ہے۔ میں اس جذبے
کو سینے سے کبھی نہیں نکال سکتا جو اسلامی بھائی چارے کا جذبہ
ہے اور جس کے لیے میں نے اپنی زندگی تج دی ہے۔"

" میں جانتی ہوں علی، یہ سب کچھ ہونے کے باوجود جب
تمہیں اس بات کا علم ہوا کہ گوٹے بل میں اسرائیلی پروجیکٹ
کام کر رہا ہے تو تم نے باقی تمام معاملات پس پشت ڈال دیے
تھے۔ آج میں بے پناہ مسرور ہوں علی کہ تمہارے ساتھ شامل ہو
کر وہ سب کچھ کرنے جا رہی ہوں جو تم تنہا کرتے رہے ہو۔ میں
تمہیں تنہا اس لیے کہہ رہی ہوں کہ اگر فلسطینی مجاہدین ان کاموں میں
تمہارے ساتھ رہے ہوں تو رہے ہوں لیکن تہذیب مالکم ایکس
ان میں سے کوئی نہیں تھی، غلط تو نہیں کہہ رہی علی؟"

" ہاں تہذیب! یہ غلط نہیں ہے۔"

" تو یوں سمجھو کہ یہ نام میرے نام ہے، تہذیب علی یارخان
کے نام۔" تہذیب نے کہا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے دل کے
تپتے ہوئے صحرا میں بہار آ جائے۔ بڑی اپنائیت تھی ان الفاظ
میں، وہ اپنائیت جس سے میں برسوں سے محروم تھا۔ اب اندازہ
ہو رہا تھا کہ کیا شے ہے لذتِ آشنائی۔

چند لمحے خاموش رہ کر میں احساسات کے سمندر میں غوطہ
زن رہا پھر میں نے کہا۔ "گرین پول میں رہ کر تم نے کبھی ہائل جوشیو
کے بارے میں نہیں سنا تہذیب؟"

" کیوں نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہائل جوشیو
ایک انتہائی خطرناک انسان ہے بلکہ شاید تمہیں یہ سن کر حیرت ہو
کہ وہ اپنا گروہ رکھنے کے علاوہ مختلف ملکوں میں کام کرنے والے
مختلف اداروں سے بھی رابطہ قائم رکھتا ہے۔ خود گرین پول ایک
بار ہائل جوشیو کے لیے جنوبی افریقہ میں کام کر چکی ہے۔ گو میں اس
مہم میں شریک نہیں تھی لیکن ہمارے ریکارڈ میں یہ بات موجود
ہے۔ ہائل جوشیو کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات تو نہیں
ہیں لیکن اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے۔
دہشت پسندوں میں اس کا نام ایک بڑی حیثیت رکھتا ہے۔"

" اس مہم میں تم میرے ساتھ شریک رہو گی نا تہذیب؟"

" ہاں! اس سوال کی ضرورت کیوں پیش آئی تمہیں؟" تہذیب
نے کچھ حیران ہو کر پوچھا۔ "ظاہر ہے اب تم کسی بھی مسئلے میں تنہا
نہیں رہ سکتے۔"

" یہ بڑا دلچسپ اتفاق ہے تہذیب کہ تم جیسی شخصیت
اچانک اور نہ جانے کون سے راستے سے میری زندگی میں داخل
ہو گئی۔ میں تمہارے بارے میں سوچتا ہوں تو ایک ایسا احساس
ہوتا ہے جسے صحیح الفاظ نہیں دیے جا سکتے۔ بس میں یہ کہہ سکتا

ہوں کہ شاید میری تنہا زندگی تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ اب
میرے ذہن میں یہ خیال تو رہے گا کہ میرے سوا بھی ایک ہستی ایسی
ہے جس کا تحفظ مجھ پر مقدم ہے اور جس کے نزدیک میری ذات
اسی قدر اہم ہے جیسے خود میرے لیے ہو سکتی ہے۔"

" علی! بعض اوقات کچھ احساسات انسان کے وجود کو ہزار گنا زیادہ
طاقت ور کر دیتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہم تارینا ہارڈو کے مشن کو قبول کر
لیتے ہیں اور اس سلسلے میں کام کرنے کا اعلان کر دیں گے۔"

" ٹھیک ہے تہذیب! یہ فیصلہ تو ہم نے پہلے ہی کر
لیا تھا اور بھلا میری مجال تھی کہ میں اس سے انکار کر دیتا اور
اتفاقات ایسے ہیں تہذیب کہ معاملہ اسی انداز میں میرے
سامنے آیا ہے جس طرح کہ میں چاہتا تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ
میں تنظیم آزادئ فلسطین پر کوئی احسان کروں۔ ان لوگوں نے
گوٹے بل میں بھی انتہائی کوشش کی تھی کہ میں ان سے اپنا
اختلاف بھلا کر ان میں شامل ہو جاؤں لیکن میں نے اسے منظور
نہیں کیا، میں نے واپسی قبول نہیں کی۔"

" کیسے قبول کرتے علی! میں جو تمہارا راستہ روکے بیٹھی
تھی، تمہیں مجھ تک جو پہنچنا تھا۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے
کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

پھر ہم نے وقتی طور پر یہ موضوع ختم کر دیا۔ بہت سے
معاملات ابھی تشنہ تھے۔ سب سے پہلے تو یہ معلوم کرنا تھا کہ
تارینا ہارڈو کا تعلق کون سے ملک سے ہے۔ مجھے یقین تھا کہ تارینا
مجھے یہ تفصیل بتا دے گی۔ ایک لمحے کے لیے ذہن میں یہ خیال
بھی ابھرا تھا کہ کہیں یہ سب کچھ میرے خلاف اولیو ہاورڈ کی
سازش نہ ہو لیکن حالات بتاتے تھے کہ ایسا نہیں ہے۔
تارینا ہارڈو نے میرے لیے جو کچھ کیا تھا اس کے پس پشت
اولیو ہاورڈ نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر اولیو ہاورڈ ہوتا تو وہ مجھے
کسی اور انداز میں الجھانے کی کوشش کرتا۔

اس کے بعد ہم لوگ اپنے طور پر مختلف قسم کی گفتگو
کرتے رہے، پروفیسر ڈھوک بھی زیر بحث آیا اور یہاں میں
نے تارینا ہارڈو کی بات سے اتفاق کیا کہ پروفیسر ڈھوک
ایسے معاملات میں ایک موثر آدمی ثابت نہیں ہو سکتا اور ہمیں
اسے یہیں چھوڑ دینا ہوگا۔ اس سے میرا کوئی قلبی و ذہنی تعلق بھی
نہیں تھا۔ ہاں، ایک اچھا ساتھی ضرور تھا وہ لیکن ایسے معاملات
میں انتہائی غیر ذمے دار ثابت ہوتا اور ظاہر ہے ہم ایک غیر
ذمے دار شخص کو ساتھ لے کر اپنے سر کوئی عذاب نہیں مول لے
سکتے تھے۔

تارینا ہارڈو سے حسب پروگرام ڈنر پر ملاقات ہوئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پروفیسر ڈھوک بھی وہاں موجود تھا اور بہت چہک رہا تھا۔ یہاں اسے کھل کھیلنے کا موقع ملا تھا اور چونکہ تارینا ہارڈدا سے ہم سے الگ رکھنا چاہتی تھی اس لیے اس نے اپنی ملازماؤں کے سپرد یہ خدمت کردی ہوگی۔

پروفیسر ڈھوک کو اب ہمارا کوئی خیال نہیں رہا تھا۔ ہاں، ڈنر ٹیبل پر اس نے آنکھیں نچاتے ہوئے کہا۔ "یوں لگتا ہے جیسے آپ لوگوں کو ضرورت سے زیادہ اطمینان نصیب ہوگیا ہو۔ ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، انسان کو اپنے طور پر مطمئن ہونا ہی چاہیے۔"

"اپنی کہو پروفیسر! تم تو مجھے ضرورت سے زیادہ ہی مطمئن نظر آرہے ہو؟"

"بھائی! رات میں جس قسم کے خوف ناک حالات سے دوچار ہوچکا ہوں اس کے بعد یہ سکون مجھے خواب کی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ میڈم ہارڈو کے پاس سے فرار ہوکر ہم نے انسانیت کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ تاہم اب جب ہمیں اس کے ازالے کا موقع ملا ہے تو ہم کیوں اس سے گریز کریں۔" پروفیسر ڈھوک نے جواب دیا۔ تارینا ہارڈو اس دوران خاموش رہی۔

ڈنر کے بعد ہم تھوڑی دیر تک ساتھ رہے اور اس کے بعد پروفیسر ڈھوک نے کہا۔ "اگر آپ لوگ اجازت دیں تو۔۔؟"

"ہاں، ضرور،" تارینا نے کہا اور پروفیسر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ تارینا ہمیں دیکھ کر مسکرائی۔

"یہ شخص ایتھوپیا کا باشندہ ہے۔ میں اس کے بارے میں برے خیالات نہیں رکھتی لیکن یہ بہت عجیب ہے بہرحال ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں دنیا میں۔"

"میڈم! آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ بذاتِ خود کون ہیں، افریقہ کے کون سے خطے سے آپ کا تعلق ہے؟"

"ابھی نہیں اس انکشاف کے لیے مزید سولہ گھنٹے درکار ہوں گے۔" تارینا نے جواب دیا۔ وہ اپنے قول کی پابند تھی۔ ہم نے بھی مزید اصرار نہیں کیا کہ اس سے زیادہ اس موضوع پر کچھ گفتگو کی جائے اور اس کے بعد ہم اپنی جگہ سے اٹھ گئے تھے۔

دوسرے دن تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ناشتا کیا گیا۔ پروفیسر ڈھوک بھی ساتھ تھا اور پھر دس بجے تارینا ہارڈو نے ہمارے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ ہم نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ تارینا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ دروازہ بند کرکے وہ ہمارے سامنے آبیٹھی۔

"وقت پورا ہوچکا ہے علی! تمہیں ہاں یا نہیں میں جواب دینا ہے۔"

"میڈم تارینا! بات اتنی بڑی تو نہیں تھی، آپ نے چونکہ اس سلسلے میں خود ہی وقفے کا تعین کیا تھا اس لیے ہم نے تسلیم کرلیا۔ تہذیب نے اس بات کا اعلان کردیا تھا کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"گویا۔۔۔ گویا علی آپ لوگ؟"

"ہاں میڈم تارینا۔ البتہ ایک بات پر ہمیں حیرت ہے۔"

"کس بات پر؟"

"آپ نے ہم پر بہت زیادہ انحصار، بہت بڑا بھروسا کیا ہے۔ کیا آپ کا تمام تر تجربہ۔۔۔ معاف کیجیے گا، یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ نے خود کو ایک ایسے اہم محکمے سے متعلق بتایا ہے جو اس قسم کے معاملات میں یقیناً باعمل ہوگا تو آپ کا تجربہ کیا اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ میں اس اتنے بڑے مشن میں کامیابی حاصل کرسکوں گا؟"

"علی! دیکھو انسان کی اپنی ایک پہنچ ہوتی ہے، وہیں تک وہ سفر کرسکتا ہے۔ تمہاری زندگی سے متعلق جو معلومات میں نے حاصل کی ہیں ان کے تحت میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ اگر مکمل طور پر نہ بھی ہوسکا تب بھی تم اس سلسلے میں اتنا کچھ کرسکتے ہو جتنا کوئی عام آدمی نہیں کرسکتا۔ ہم کسی بہت بڑے گروہ کو لے کر اس مشن کے لیے کام کرسکتے ہیں لیکن اس طرح کچھ ایسی الجھنیں پیش آئیں گی جنھیں ہم سنبھال نہیں سکیں گے۔ اس کے برعکس اگر صرف چند افراد زیادہ ذہانت اور زیادہ برق رفتاری سے کام کریں تو میرا اندازہ ہے کہ ہم کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے مجھ پر اعتبار کرنا آپ کا کام ہے۔ ہاں، میں اس بات کا وعدہ کرسکتا ہوں کہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اس مشن کے لیے کام کروں گا۔"

"بس، اتنا کافی ہے علی۔ بعد کے معاملات تو تقدیر کے ہاتھ ہوتے ہیں۔ پہلے میں تمہیں اپنے ملک کا نام بتاتی ہوں مگر اس سے بھی پہلے بہتر یہ ہے کہ تم میری اصلی شکل دیکھ لو۔"

"اصلی!" میں نے اور تہذیب نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ یہ میری اصلی شکل نہیں ہے۔ گوٹے ہل میں قیام کے دوران مجھے یہ حلیہ اختیار کرنا پڑا۔" تارینا ہارڈو نے اپنی گردن کے پاس کچھ ٹٹول کر ایک میک اپ ماسک اپنے چہرے سے اتار دیا اور ہم نے ایک پُرتمکنت اور دل کش صورت اپنے سامنے پائی۔ خدوخال بالکل تبدیل ہوگئے تھے یہ اعلیٰ پائے کا ماسک تھا۔ اتنا نفیس میک اپ ماسک اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے میں نے نہیں دیکھا تھا۔ تارینا ہارڈو کی شخصیت ہی ایک نہیں ہوگئی تھی۔ وہ پُراسرار چہرہ اب بھی جوں کا توں تھا لیکن دل کشی میں اور اضافہ ہوگیا تھا۔ رنگ بھی انتہائی صاف تھا۔ میں نے تعریفی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کمال ہے میڈم ہارڈو! میں نے واقعی اتنا کچھ نہیں سوچا تھا۔"

"اب اجازت دو تو میں یہ ماسک اپنے چہرے پر لگالوں۔" اس نے کہا اور پھر آئینے کے سامنے جاکر اپنی پرانی شکل میں آگئی۔

تہذیب مالکم ایکس آہستہ سے بولی۔ "بہت دل کش ہے علی! واقعی اتنا ملیح چہرہ بہت کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔"

تارینا ہارڈو واپس آکر بیٹھ گئی تھی پھر اس نے اپنے ملک کا نام بتایا اور ہمیں حالات و شواہد کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات تسلیم کرلینا پڑی کہ اس کے بیان میں کہیں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ تارینا ہارڈو نے کہا۔ "تم جانتے ہو علی کہ امریکا میں مقیم یہودی بہت بڑی طاقت رکھتے ہیں۔ ان میں بڑے بڑے سرمایہ دار موجود ہیں اور یہ سب کے سب اسرائیل کی بقا کے لیے ہر طرح سب کچھ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ شاید تم اس بات پر تعجب کرو کہ ڈین کابوس نامی ایک شخص نے یہ پیش کش کی ہے کہ وہ اسرائیلی مفاد کے حق میں ہائل جوشیو کو وہ سب کچھ ادا کرنے کو تیار ہے جو وہ طلب کرتا ہے لیکن ڈین کابوس کی اس پیش کش کو دبا لیا گیا ہے اور اس کا پیغام ہائل جوشیو تک نہیں پہنچ سکا۔ البتہ اسرائیلی مشن امریکا پہنچ چکا ہے اور ڈین کابوس سے اس نے کئی خفیہ ملاقاتیں کی ہیں۔ مسئلہ جو کچھ ہے اب تمہارے سامنے ہے۔ ہمیں انتہائی پھرتی سے کام کرنا ہے تاکہ ان کے درمیان کوئی سودا ہونے سے قبل ہم اپنے طور پر کامیابی حاصل کرلیں۔ میں تمہیں ان تمام اقدامات کی تفصیل بتاؤں گی جو میں نے اب تک اس سلسلے میں کیے ہیں۔ تم یہ سمجھ لو کہ ہائل جوشیو کسی بھی وقت کوئی کارروائی کرسکتا ہے۔ اس لیے ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہوگا نہایت برق رفتاری سے کرنا ہوگا۔ اگر تم اس سلسلے میں مکمل طور پر اپنی آمادگی کا اظہار کرتے ہو تو پھر مجھے اجازت دو کہ میں اپنے ملک سے رابطہ قائم کرکے اس مہم کے لیے بقیہ انتظامات کرنے کی درخواست کروں۔"

"ٹھیک ہے، آپ نے خود ہی ہمیں یہ وقت دیا تھا میڈم تارینا ہارڈو ورنہ ہم پہلے ہی فیصلہ کرچکے تھے کہ آپ کے مقاصد کے لیے کام کریں گے۔ آپ اس سلسلے میں جو کچھ بھی کرسکتی ہیں۔"

"شکریہ علی! اب میں ایک لمحہ بھی تمہارے پاس صرف

نہیں کرسکتی۔ اپنے طور پر اپنی مصروفیات کو جاری رکھو اور ذہنی طور پر اس بات کے لیے تیار رہو کہ کسی بھی لمحے تمہیں یہاں سے روانہ ہوجانا ہے۔" وہ ہمارے پاس سے اٹھ گئی اور ہم دونوں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے۔ اپنے اس فیصلے پر ہم بالکل مطمئن تھے۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے کہا۔ "پلیز علی! پروفیسر ڈھوک سے اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہ کرنا اُسے نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے درمیان کوئی خاص معاملہ ہے تمہیں اس صورتِ حال کا بخوبی اندازہ ہے کسی بھی غیر متعلق شخص کو ہم ان حالات کی ہوا بھی نہیں لگنے دینا چاہتے۔"

"بالکل اطمینان رکھیں میڈم تارینا!" میں نے جواب دیا اور وہ ہمیں خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گئی۔ تہذیب مالکم ایکس ایک لمبی سانس لے کر مجھے دیکھنے لگی تھی۔

تارینا ہارڈو اس گفتگو کے بعد سے بالکل نارمل ہوگئی تھی، اس رات اس نے ڈنر پر ہمیں بتایا کہ اسے ایک ضروری کام درپیش ہے چنانچہ اس کی غیر حاضری ممکن ہے کچھ طویل ہوجائے۔ ہم لوگ اسے محسوس نہ کریں بلکہ اپنے طور پر تفریحات جاری رکھیں، اس نے کہا کہ یہ بات وہ اس لیے کہہ رہی ہے کہ اس سے قبل جب ہم پہلی بار یہاں آئے تھے تو پروفیسر ڈھوک نے اس سلسلے میں اعتراض کیا تھا۔

پروفیسر ڈھوک جلدی سے بولا۔ "نہیں میڈم! اس وقت کی بات اور تھی۔ اب تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم آپ کے خاندان میں ہی شامل ہیں۔ آپ اطمینان سے اپنا کام کیجیے۔" تارینا مسکرا کر رہ گئی تھی۔

دوسری صبح اس سے ناشتے کی میز پر ملاقات نہیں ہوئی، پتا چلا کہ وہ جاچکی ہے۔ پروفیسر ڈھوک سے بھی دن بھر ملاقات نہیں ہوئی پھر تارینا دوسرے دن بھی واپس نہیں آئی تھی لیکن تیسرے دن صبح وہ ناشتے کی میز پر موجود تھی۔

اس نے مسکراتے ہوئے ہم لوگوں سے دو دن کی غیر حاضری کی معذرت طلب کی اور ہم سے ہماری خیریت دریافت کرتی رہی۔

اسی دن دوپہر کو دو بجے پروفیسر ڈھوک لنچ سے فارغ ہوکر ہمارے ساتھ ساتھ ہی ہمارے کمرے میں آگیا اور لجاجت آمیز لہجے میں بولا۔ "دوستو! سوچ تو رہے ہوگے کہ میں کتنا غلط آدمی ہوں لیکن یہ بات نہیں ہے۔ عمر کا ایک بڑا حصہ حسینوں کی معیت میں گزارا ہے اور یہ جانتا ہوں کہ جب دو نوجوان دل یک جا۔۔۔ ہوتے ہیں تو کسی تیسرے کی مداخلت کس قدر

WWW.PAKSOCIETY.COM

پروفیسر ... دیر گزرتی ہے۔ اسی لیے ایک اچھے ساتھی کی حیثیت سے میں نے تم دونوں کے درمیان آنے کی کوشش نہیں کی اور میں اپنے اس عمل کو جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں تقریباً تین دن کے لیے تم لوگوں سے رخصت ہو رہا ہوں۔"

"ارے ارے پروفیسر ڈھوک! کہاں چل دیے آپ؟"

"وہ اصل میں جولی... جولی کو تو تم جانتے ہو نا، میڈم تارینا ہارڈ وانسانی حقوق کا خصوصی خیال رکھتی ہیں۔ ان کے ہاں کام کرنے والی خادمائیں مہینے میں تین دن اپنی مرضی سے گزارتی ہیں۔ انہیں چھٹی ہوتی ہے اور جولیا کو تین دن کی چھٹی ملی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ یہ تین دن وہ کالموکیمبو میں گزارے، شکار وغیرہ سے نہ اسے دل چسپی ہے نہ مجھے لیکن کالموکیمبو کے اطراف کے دل کش مناظر اسے بھی اچھے لگتے ہیں اور مجھے بھی پسند ہیں اور پھر ایسی جگہ جہاں جولی میرے ساتھ ہو..... میرا مطلب ہے آپ لوگ مجھے اجازت دیجیے۔"

"ٹھیک ہے پروفیسر آپ عیش کیجیے"، میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پروفیسر چلا گیا۔

"بڑے تعجب ہے! یہ شخص عمر کی جس منزل میں ہے وہاں لوگ ایسے تو نہیں ہوتے"، تہذیب نے کہا۔

"ممکن ہے اس کی جوانی کا کوئی حصہ گم ہو گیا ہو تہذیب اور یہ آج تک اس کی تلاش میں سرگرداں ہو"، میں نے جواب دیا۔ لیکن تقریباً ساڑھے تین بجے تارینا ہارڈ نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ وہ خود ہی ہمارے پاس آگئی تھی۔

"میں نے معلوم کیا تھا کہ تم لوگ دوپہر میں سونے کے عادی نہیں ہو اور درحقیقت سونے والے لوگ کارآمد نہیں ہوتے۔ چنانچہ یہی معلوم کر کے میں تمہارے پاس چلی آئی۔ دراصل علی! رات کو کچھ افراد میرے پاس پہنچ رہے ہیں یہ انتہائی اہم لوگ ہیں اور تمہارے ساتھ ایک میٹنگ کرنا چاہتے ہیں۔ پروفیسر ڈھوک کو میں نے جولیا کے ساتھ بھیج دیا ہے تاکہ اسے صورت حال کا کوئی اندازہ نہ ہو سکے۔ تقریباً تین دن تک ان کی واپسی کا امکان نہیں ہے، میں نے جولیا کو ہدایات دے دی ہیں۔"

"اوہ! تو یہ آپ کی کارروائی ہے!"

"ہاں یہ ضروری تھا بلکہ یوں سمجھ لو کہ اب اس عمارت کے گرد ... ت سے آدمی پھیل چکے ہیں اور ایک ایک چپے پر نگاہ رکھ رہے ہیں۔ میں کسی بھی خطرے کو یہاں سے دور رکھنا چاہتی ہوں، میرے ملک کی وزارت داخلہ کے فرسٹ سیکرٹری، وزارت خارجہ کے سیکرٹری اور کچھ اہم محکموں کے لوگ دیگر اہم لوگوں کے ساتھ آج رات کو گیارہ بجے یہاں پہنچ رہے ہیں۔ اس کے بعد ممکن ہے ہماری ساری رات میٹنگ میں ہی گزرے۔ میں تمہیں یہی اطلاع دینے آئی تھی۔"

"اوہ میڈم! اس کا مطلب ہے کہ ان دو دنوں کی غیر حاضری میں آپ نے خاصی بھاگ دوڑ کی ہے؟"

"ہاں! بالکل درست۔ جب ایک کام کا آغاز کرنا ہے تو اس میں دیر کیا معنی؟" تارینا ہارڈ نے کہا۔

"ٹھیک ہے آپ نے واقعی نہایت سمجھداری سے کام لیا"، میں نے جواب دیا۔

اسی رات گیارہ بجے تارینا کی رہائش گاہ کے سامنے اس جگہ جہاں ہیلی پیڈ نما ایک میدان نظر آتا تھا تین ہیلی کاپٹر اترے اور ان میں سے کئی افراد نکل آئے۔ مجھے حیرت تھی کہ گوٹے ہل کے اس علاقے میں تارینا کے اختیارات اس قدر کیوں ہیں اور اتنی آسانی سے یہ سب کچھ کیسے ہو جاتا ہے لیکن یہ اندازہ بھی تھا کہ وہ ایک خاصے بڑے ملک کی نمائندہ تھی جس کے اختیارات کو کہیں بھی چیلنج نہیں کیا جا سکتا تھا چنانچہ کوئی نہ کوئی بندوبست کیا ہو گا اس نے... ہم نے ان تمام لوگوں کا استقبال کیا۔ ان میں دو خواتین بھی تھیں۔

تارینا نے میرا اور تہذیب مالکم ایکس کا ان سے تعارف کرایا اور اس کے بعد ہم اس بڑے ہال میں آ گئے جسے میٹنگ ہال کی حیثیت سے منتخب کیا گیا تھا۔

کسی تمہید کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ تارینا نے اپنے حکام کو مخاطب کر کے کہا کہ مسٹر علی یار خان اس مشن کے لیے پوری طرح مستعد ہیں اور اب ان سے اس بارے میں تفصیلی گفتگو کی جا سکتی ہے۔ وزارت داخلہ کے سیکرٹری نے سب سے پہلے سوال کیا۔

"مسٹر علی یار خان! آپ کے بارے میں وہ تمام تفصیلات ہمیں مہیا ہو چکی ہیں جن سے آپ کی شخصیت روشنی میں آ جاتی ہے۔ یقیناً آپ قابل قدر کارکردگی کے مالک ہیں اور ہم اس سلسلے میں آپ پر بھروسا کر سکتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہماری ایک خواہش بھی ہے اور وہ یہ کہ اس مشن کی تکمیل کے لیے آپ کسی وقت کا تعین کریں۔ پندرہ دن، ایک ماہ یا زیادہ سے زیادہ پینتالیس دن آپ کو اس سلسلے میں دیے جا سکتے ہیں۔ اس وقفے میں اگر آپ کامیابی سے ہمکنار ہو گئے تو ٹھیک ہے، ورنہ چھیالیسویں دن سے ہم اس مشن پر از سر نو کام شروع کر دیں گے۔ اس دوران ہماری تیاریاں جاری رہیں گی۔ ہمیں یقین ہے کہ ہماری اس صاف گوئی کو آپ اپنی توہین نہ خیال کریں گے۔ ہماری مجبوریاں مدنظر رکھتے ہوئے اور جن لوگوں سے ہمارا سابقہ ہے ان کی حیثیت کو سامنے رکھ کر آپ اس بات کا یقین کر سکتے ہیں کہ ہم کس قدر پریشان ہیں۔ ظاہر ہے ہمیں اس معاملے کو کسی نہ کسی نوعیت سے نمٹانا ہے اس لیے آپ کو ہر پہلو سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات نہایت دانش مندانہ ہے۔ میں جو کچھ کروں گا اپنی محنت اور دیانت داری سے کروں گا لیکن اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ میں اپنے اس مشن میں کامیاب نہ ہو سکوں۔ لہٰذا یہ تو انتہائی ضروری ہے کہ آپ میرا متبادل بھی تیار رکھیں۔"

"شکریہ مسٹر علی! دوسرا سوال آپ سے یہ ہے کہ آپ کس حیثیت سے اس مشن کی تکمیل کریں گے؟"

"میں نہیں سمجھا؟"

"تنظیم آزادیٔ فلسطین کے نمائندے کی حیثیت سے یا اپنے کارکن کی حیثیت سے۔ معاف کیجیے گا، گفتگو ذرا کھل کر کی جا رہی ہے اور آپ کو یقیناً اس پر اعتراض نہیں ہو گا۔ کیا آپ ہم سے کوئی معاوضہ طلب کریں گے یا آپ تنظیم کی طرف سے یہ کارروائی کریں گے؟"

"جناب عالی! میرے بارے میں جاننے کے بعد یہ سوال غیر ضروری ہو جاتا ہے۔ علی یار خان کی اپنی ایک شناخت ہے، اپنا ایک منفرد کردار ہے۔ آپ اس بات سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ میرا تعلق سرزمین پاکستان سے ہے اور کوئی پاکستانی قابل فروخت نہیں ہوتا، خصوصاً جب ہم دین و ملت کے لیے سر پر کفن باندھ کر نکلتے ہیں، تو دنیا کے تمام زر و جواہر کے انبار ہمارے اس مقصد کے سامنے مٹی کے ڈھیر کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ میں نے اپنے مذہب کی ان روایتوں کو زندہ کیا ہے جن میں سرفروشی کی لاتعداد داستانیں چھپی ہوئی ہیں۔ وہ داستانیں جن میں محمد بن قاسم کا ذکر آتا ہے، جو اپنے چند مسلمان بھائیوں کی مدد کے لیے چھوٹی سی عمر میں طوفانی جذبے لے کر سرزمین سندھ میں داخل ہوا تھا اور وہاں کا نقشہ بدل کر واپس چلا گیا تھا۔ جناب عالی! ہم ... دکانوں کے شوکیسوں میں رکھی ہوئی قابل فروخت اشیاء ... ہوتے۔ ہم ایسے کام ایک مقدس فریضہ سمجھتے ہوئے ... بات پر فخر کروں گا کہ مجھے تنظیم آزادیٔ فلسطین کے ایک رکن کی حیثیت سے یہ ذمے داریاں سونپی جائیں ... کسی معاوضے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"... تاریخ جانتے ہیں علی یار خان"، وزارت ... کے سیکرٹری نے متاثر لہجے میں کہا۔ "بہرحال تمہارے لیے تمام راستے ہموار کیے جائیں گے۔ میرا خیال ہے اب اس گفتگو کے بعد ہم تمہارے جذبوں کی توہین نہیں کریں گے۔ اب میں تمہیں سب سے پہلے مسٹر ایلن کراؤنز سے متعارف کراؤں۔ ایلن کراؤنز اس آب دوز کے کمانڈر تھے جو کیمیاوی ہتھیاروں کے نمونے اور ان کے فارمولے لے کر سمندر کی گہرائیوں میں رواں دواں تھی۔ یہ دوسرے صاحب جو ان کے نزدیک بیٹھے ہوئے ہیں، ان کے دست راست تھے۔ باقی لوگوں کو میں نے لانا مناسب نہیں سمجھا چونکہ آپ کو تمام تفصیلات یہی دونوں بتا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ میڈم تارینا ہارڈ موجود ہیں، اس مشن کے سربراہ کی حیثیت سے وہ آپ کو تمام تفصیلات فراہم کر سکتی ہیں اور آپ کی وہ تمام مشکلات دور کر سکتی ہیں جو آپ کو اس مشن کے سلسلے میں درپیش ہوں گی۔ ہم آپ کے لیے وہ تمام آسانیاں مہیا کرنا چاہتے ہیں جو ہاک جونیو جیسے شخص کے مقابلے میں آپ کی ضرورت ہو سکتی ہیں، آپ کے اپنے ذہن میں اس سلسلے میں جو سوالات ابھریں، براہ کرم بے تکان ہم سے پوچھیے۔"

"مسٹر ایلن کراؤنز! میں آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں"، میں نے کہا۔

مشہور ماہر نفسیات ڈاکٹر جی ایم ناز کی شہرہ آفاق تصنیف

ازدواجی نفسیات

یہ کتاب ڈاکٹر ناز نے کئی سال کی محنت سے ان ... کی روشنی میں لکھی ہے
جو کہ ہزاروں عورتوں نے اپنے مسائل ... کے لیے ان کو لکھے تھے۔
اس کتاب میں خواتین کے ان تمام مسائل پر بحث کی گئی ہے
جو ان کی ازدواجی زندگی کو گھن کی طرح چاٹ رہے تھے۔

کتاب کے چند عنوانات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جی، میں حاضر ہوں۔"

"آپ کو یاد ہے کہ آپ نے جن راستوں پر سفر کا آغاز کیا تھا وہ کون سے تھے؟ کیا آپ ایک باقاعدہ نقشے کے تحت روانہ ہوئے تھے یا پھر آپ کا یہ خیال تھا کہ ویران سمندر کے جس حصے میں آپ چاہیں اس آب دوز کی اشیا کو ضائع کر دیں گے۔ کیا پروگرام تھا آپ کے ذہن میں؟"

"میں وہ نقشہ اپنے ساتھ لایا ہوں جس کے تحت میں نے سفر کیا تھا۔" ایلن کراوڑ نے اپنی فائل سے ایک بڑا سا کاغذ نکال کر میز پر پھیلا لیا اور پھر کھڑے ہو کر سرخ پنسل سے ان نشانات کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا جو نقشے پر لگائے گئے تھے۔ اس نے کہا۔ "میں سادے تھذ سی کے سیدھے راستے پر تقریباً دو ہزار میل کا سفر طے کر کے اینڈریوپاسلو پہنچا اور اینڈریوپاسلو سے میں نے بائیں سمت کا رخ اختیار کیا۔ بائیں سمت کا علاقہ ہینڈی بل کہلاتا ہے۔ ہینڈی بل آزاد سمندر ہے اور یہاں سامنے کی سمت میں چھوٹے چھوٹے جزیروں کا ایک وسیع سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ ان میں بے شمار جزیرے ایسے ہیں جن کا دنیا کے نقشے پر کوئی وجود نہیں ہے اور ایسے جزیرے مجرمانہ سرگرمیوں کا مرکز ہیں۔ اس علاقے کی خصوصیات یہ ہیں مسٹر علی کہ یہاں دنیا کا کوئی بھی ملک اپنی کسی بھی نوعیت کی مصروفیات بغیر کسی کی مداخلت کے جاری رکھ سکتا ہے۔ عموماً یہاں بحری تحقیقاتی مشن پہنچ جاتے ہیں جو سمندر میں مختلف تجربات کرتے ہیں۔ بعض جگہ یہاں زیرِ آب ایٹمی دھماکے بھی کیے جاتے ہیں۔ بعض جگہ معدنیات کی تلاش کی جاتی ہے۔ ان علاقوں میں اکثر ملکوں کے جہاز نظر آ جاتے ہیں اور بعض اوقات ان جہازوں کو خوف ناک حادثے بھی پیش آ جاتے ہیں جو ان جزیروں میں مصروف مجرموں کی سرگرمیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

"میں نے ہینڈی بل کے بائیں سمت تقریباً دو ہزار ایک سو میل کا سفر طے کیا تھا کہ مجھے وہ حادثہ پیش آ گیا جس کے لیے ہم قطعی طور پر تیار نہیں تھے۔ ہماری آب دوز سمندر کی گہرائیوں میں اپنا سفر طے کر رہی تھی۔ ہم نے اس راستے میں روسی آب دوزیں بھی دیکھی تھیں جن سے ہمیں پیغامات موصول ہوئے تھے، یہ پیغامات قطعی دوستانہ تھے اور ہمیں ان پر کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس کے بعد اچانک ہم نے محسوس کیا کہ سمندر میں کچھ برقی لہریں نمودار ہو رہی ہیں۔ ہمارے آلات ان برقی لہروں کی نشان دہی کر رہے تھے۔ لیکن پھر ہماری آب دوز کو جھٹکے لگے اور عملے کے افراد ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئے۔ ہمیں یوں لگا جیسے ہمارے ذہن خوابیدہ ہوتے جا رہے ہوں ہر ممکن کوشش کی گئی کہ ہم اپنے آپ کو اس انوکھے سحر سے آزاد کر لیں لیکن کامیاب نہ ہو سکے اور گہری نیند سو گئے۔ پھر جب ہماری آنکھ کھلی تو ہم ہینڈی بل کے ایک جزیرے پر موجود تھے۔ یہ جزیرہ عام جزائر کی پٹی سے ہٹ کر تھا اور یہاں ہماری زندگی کے لیے ضرورت کی کوئی چیز نہ تھی۔ آب دوز کا کہیں پتا نہیں تھا۔ کافی عرصہ ہم نے وہاں کسمپرسی کی حالت میں گزارا، کچھ حادثے بھی ہوئے اور عملے کے کچھ افراد ان کا شکار ہو گئے لیکن زندگی نے ہمارا ساتھ دیا اور بالآخر ہم وطن واپس پہنچ گئے۔

"ہینڈی بل کے جس علاقے تک ہماری آب دوز نے با ہوش و حواس کے عالم میں سفر کیا تھا، یہ آخری سرخ نشان اسی علاقے کی نشان دہی کرتا ہے۔ اس کے اطراف میں سب سے بڑا جزیرہ 'این کے' ہے۔ بائیں سمت تقریباً سو میل دور ایک اور جزیرہ "فوز کاز" کہلاتا ہے۔ باقی تین اور چھوٹے چھوٹے جزیرے نظر آتے ہیں جن کا کوئی نام ہمارے علم میں نہیں ہے۔ جزیرہ 'این کے' ایک آزاد جزیرے کی حیثیت رکھتا ہے، دنیا کے تمام جرائم پیشہ لوگ وہاں پلتے جاتے ہیں۔ ایک باقاعدہ نظام ہے اس جزیرے کا، جیسے کسی جدید ملک کا نظام کہا جا سکتا ہے۔ چونکہ یہ جزیرہ ایک ایسے سمندر میں واقع ہے جہاں تک پہنچنے کا کوئی عام ذریعہ نہیں ہے اس لیے ابھی تک مہذب دنیا کے تمام لوگ اس کے بارے میں جانتے بھی نہیں ہیں، صرف اطراف کے لوگ یا دہ بھولے بھٹکے جو کسی حادثے کا شکار ہو کر اس جگہ پہنچ جاتے ہیں، اس انوکھے دیس کی خبریں لاتے ہیں میرا خیال ہے کہ ہماری تحقیقات کے آغاز کے لیے یہی جزیرہ سب سے زیادہ کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ اس سلسلے میں مجھ سے کوئی اور سوال کرنا چاہتے ہیں مسٹر علی؟" ایلن کراوڑ سے نے کہا۔

"نہیں، شکریہ! تاہم اس نقشے کو میں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔"

"یہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔" ایلن کراوڑ نے کاغذ تہہ کر کے میری جانب بڑھا دیا۔

"مجھے وہاں پہنچانے کے لیے کیا انتظام ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"نہایت احتیاط سے وہاں آپ کو پہنچا دیا جائے گا۔ مس مالکم ایکس کے لیے بھی ایک خاص بندوبست کیا گیا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"این کے، کے ایک مقام پیلو سائن میں ایک دولت مند بوڑھی عورت کو سیکرٹری کی ضرورت ہے۔ اس عورت کا تعلق ہمارے ملک سے ہے۔ اس لیے مس ایکس اس کی

سیکرٹری کے لیے نہایت موزوں رہیں گی۔ مادام مارٹینا لنکن ہماری ہمدرد بھی ہیں۔ آپ دونوں کے درمیان فاصلہ تو ہو گا لیکن مس ایکس وہاں قدم جما کر زیادہ بہتر انداز میں اپنے کام کا آغاز کر سکتی ہیں۔"

"گڈ! بہت عمدہ۔ میں اس پروگرام سے مطمئن ہوں۔"

"بحری تحقیقاتی مشن کے سلسلے میں ایک سمندری جہاز مارشل جزیرے کے آس پاس موجود ہے۔ اس جہاز پر تمہاری حیثیت ریسرچ آفیسر کی ہو گی اور تمہیں یہاں ہر ممکن سہولت مہیا کی جائے گی۔ جہاز پر جو لوگ تمہارے خصوصی معاون ہوں گے، ان کی فہرست اور شناخت میڈم ہارڈ و تمہیں کرا دیں گی۔ کوئی اور سوال؟"

"میں مطمئن ہوں۔" میں نے لمبی سانس لے کر کہا۔

کافی دیر تک یہ میٹنگ جاری رہی، بے شمار معاملات زیرِ بحث آئے اور پھر تمام لوگ اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔ ہم انہیں باہر تک چھوڑنے آئے اور جب ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو ہم اندر واپس آ گئے۔

"شاید تم اسے میری خوشامد محسوس کرو علی،" تارینا ہارڈو نے کہا۔ "لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمہیں میرے ملک میں ایک ایسا اہم مقام ملا ہے جس کا کوئی اور تصور بھی نہیں کر سکتا۔ شاید کسی اتنے بڑے ملک کے لیے یہ پہلا موقع ہے کہ وہ کسی بھی مہم کے لیے ایک بیرونی شخص پر انحصار کرے۔ ہمارے ہاں بھی بہترین دماغ موجود ہیں لیکن تم پر جو ریسرچ ہوئی ہے اس سے یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ تم اس کام کے لیے موزوں ترین انسان ہو اور ان تمام لوگوں سے زیادہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتے ہو جنہیں اس سلسلے میں منتخب کیا جا سکتا تھا۔ میں تمہیں اس بات کا یقین دلاتی ہوں کہ اس مہم کی کامیابی کے بعد کم از کم میرے ملک میں تمہاری اتنی وقعت ہو گی جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میں نے ذاتی طور پر بھی اپنے ملک کے ان اہم ترین لوگوں سے گفتگو کی ہے اور ان کے ذہنوں میں تمہارے لیے نہایت نیک جذبات پائے ہیں۔ تم ایک پُروقار انسان ہو علی اور تم نے جس طرح بے غرضی سے صرف اپنے مشن کی تکمیل کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا اس چیز نے سب ہی کو متاثر کیا۔ یقین کرو علی! یہ خوشامد نہیں بلکہ ایک دوست کے جذبات ہیں۔"

"میڈم تارینا ہارڈو! آپ یہ سب کہہ کر مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ایسا ہی ہے اور مجھے انتہائی مسرت ہو گی اگر اس مشن کو کامیابی سے سرانجام دوں حالانکہ ابھی بہت سے معاملات میرے ذہن میں اُلجھے ہوئے ہیں اور میں آپ کو اس سلسلے میں تکلیف دوں گا۔"

"تکلیف نہ کہو، تم نے میرے سر کا ایک بڑا بوجھ ہلکا کر دیا۔ میں اپنا ایک ایک لمحہ تمہارے لیے وقف کرنے کو تیار ہوں، ذہن میں جو بھی آئے مجھ سے ضرور پوچھ لینا کیونکہ اس کے بعد ہمارے راستے مختلف ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے، ابھی ہمارے پاس وقت ہے، مجھے اس مشن پر زیادہ سے زیادہ کب تک روانہ ہو جانا چاہیے؟"

"تیاریاں مکمل ہو جائیں، اس کے فوراً بعد باقی کام ہو جائے گا۔ اس میں کوئی دقت نہیں پیش آئے گی ہمیں۔"

ہم لوگ واپس آ گئے اور پھر صرف رسمی گفتگو ہوتی رہی۔ باقی کام دوسرے دن کے لیے اٹھا دیا گیا تھا۔ تنہائی میں تہذیب مالکم ایکس نے مجھ سے کہا: "میں نے اپنی زندگی میں گرین پول کے لیے بہت کچھ کیا ہے علی لیکن محسوس کر رہی ہوں کہ یہ مہم میری زندگی کے ان تمام کارناموں سے زیادہ خطرناک ہے۔"

"میں اب بھی اس سلسلے میں کچھ الجھا ہوا ہوں تہذیب! سوچتا ہوں کہ میری وجہ سے تم خاصی مشکلات کا شکار ہو جاؤ گی۔"

"تمہاری وجہ سے میں زندگی بھر مشکلات کا شکار ہونے کے لیے تیار ہوں۔" تہذیب نے جواب دیا اور میں مسکرانے لگا۔ "لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے علی کہ ہمیں کرنا کیا ہو گا؟ میں نے اس تمام گفتگو میں کوئی دخل نہیں دیا۔ اس لیے کہ تم جو کچھ ان لوگوں سے پوچھ رہے تھے، وہ ضروری تھا البتہ یہ سوال میں نے تم سے تنہائی میں پوچھنے کا فیصلہ کیا تھا۔"

"میرا خیال ہے اس سلسلے میں ہمیں مکمل پلان تارینا ہارڈو سے موصول ہو گا۔"

"ٹھیک ہے میں جانتی ہوں جیسا کہ اس نے کہا ہے کہ وہ تمہیں ہر پہلو سے مطمئن کرنے کی کوشش کرے گی۔" تہذیب بولی۔

"تمہیں وہاں مجھ سے علیحدہ رہنا ہو گا تہذیب۔ یہ بات تمہارے ذہن میں چبھتی تو نہیں ہے؟"

"نہیں، کیونکہ میں جانتی ہوں کہ یہ ہماری ضرورت ہے اور پھر علی، ہمارے ذہن یک جا ہیں، یوں بھی ہمارے درمیان محبت کے وہ نہ ٹوٹنے والے رشتے قائم ہیں جن کے تار ایک دوسرے سے جُڑے ہوئے ہیں۔ ہم ذہنی طور پر ایک دوسرے کے قریب رہیں گے۔ میں صرف اس کام میں تمہاری کامیابی کی خواہاں ہوں۔"

"شکریہ تہذیب، تمہارے ان جذبات سے جو احساسات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرے دل میں پیدا ہوتے ہیں انہیں الفاظ کی شکل دینا ان کی توہین ہوگی۔"

"تو تم ان کی توہین نہ کرو۔" تہذیب مسکراتے ہوئے بولی اور ہم دونوں ہنسنے لگے۔

دوسرے دن ناشتے سے پہلے ہی تارینا ہارڈو ہمارے پاس پہنچ گئی۔ ہم دونوں جاگ گئے تھے اور کاہلوں کے سے انداز میں بستروں پر لیٹے آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ تارینا مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

"بھئی مداخلت کی معافی چاہتی ہوں لیکن بس یونہی دل چاہا کہ تمہارے پاس آجاؤں۔ ذہنی طور پر اتنی مصروف رہی ہوں کہ رات کو خواب میں بھی کام ہی کرتی رہی ہوں۔"

"آیئے میڈم ہارڈو! یہ بات جان لیجیے کہ آپ کے قرب سے ہمیں خوشی ہوتی ہے۔"

"پتا نہیں کیوں ہم اس طرح ایک دوسرے سے بہت زیادہ قریب آ گئے۔ زندہ رہے تو یہ دوستی تاحیات چلتی رہے گی۔"

"یقیناً، کیوں نہیں۔"

"میں نے رات کو تم لوگوں کے خواب گاہ میں آنے کے بعد کافی دیر تک کام کیا ہے اس کے باوجود ساڑھے چھ بجے صبح ہی آنکھ کھل گئی تھی۔ کیا خیال ہے، ایک غیر رسمی سی چائے پی جائے؟"

"یقیناً۔" میں نے کہا اور تارینا ہارڈو نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کسی ملازمہ کو آواز دی اور چائے کے لیے کہہ دیا۔ بڑا بے تکلف ماحول پیدا ہو گیا تھا، ہم لوگ دیر تک بیٹھے گفتگو کرتے رہے۔ میں نے تارینا سے پوچھا۔ "میرا خیال ہے آج کا دن آپ مجھے دیں گی میڈم۔ جو سوالات اس سلسلے میں میرے ذہن میں آئے ہیں وہ بھی آپ سے کرنے ہیں اور پھر وہ تمام ضروری اشیا بھی آپ مجھے مہیا کریں گی جو اس سلسلے میں درکار ہیں۔"

"یقیناً ان کو اس کی تیاریاں تو کرتی رہی ہوں۔" تارینا نے کہا۔

ہم لوگوں نے چائے پی پھر باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ وغیرہ دھویا اور لباس تبدیل کر کے تارینا کے ساتھ اس کی خصوصی نشست گاہ میں پہنچ گئے۔ نشست گاہ بھی ہم نے پہلی بار دیکھی تھی چونکہ یہ بالکل اندرونی حصے میں واقع تھی۔ یہاں ویسا ہی ایک سفید پردہ جیکٹر رکھا ہوا تھا جیسا تارینا ہمیں پہلی بار دکھا چکی تھی، پھر ممکن ہے اس پروجیکٹر کو یہاں لے آیا گیا ہو۔

تارینا نے فیصلہ کیا کہ ناشتا یہیں کیا جائے گا لیکن ابھی اس کی ضرورت نہیں محسوس ہو رہی تھی چنانچہ ہمارے کام کا آغاز ہو گیا۔

"سب سے پہلے میں تمہیں ان لوگوں سے روشناس کرا دوں علی جو ہمارے معاون ہوں گے۔" تارینا نے کہا اور پروجیکٹر کے پیچھے جا بیٹھی۔ ایک تصویر اسکرین پر نظر آئی، یہ ایک بوڑھی خاتون کی تھی جو بڑا نرم چہرہ رکھتی تھی۔ تارینا کی آواز ابھری۔ "یہ میڈم مارٹینا لنکن ہیں اور مس مالکم ایکس آپ کو انہی کی سیکرٹری کی حیثیت سے ان کے پاس پہنچنا ہے۔ این کے، جانے کے لیے ایک مخصوص فلائٹ موجود ہے جس کے ذریعے ہم جو افراد وہاں پہنچتے ہیں اور پھر واپس بھی آ سکتے ہیں یہ مخصوص فلائٹ ہوتی ہے جس کے لیے خصوصی اجازت نامے حاصل کرنے پڑتے ہیں۔ میڈم مارٹینا جیسا کہ آپ کو بتایا گیا ہے کہ ہماری ہی کارکن ہیں، ان کا تعلق میرے اپنے ہی ڈیپارٹمنٹ سے ہے، وہ آپ کو خوش آمدید کہیں گی اور موجودہ سلسلے میں جو بھی اقدامات آپ کرنا چاہیں گی، وہ آپ کی مکمل طور پر معاونت کریں گی۔ اگر آپ چاہیں تو ان کی تصویر بھی آپ کو فراہم کر سکتی ہوں۔"

"میرا خیال ہے اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"آپ کو بس محتاط انداز میں وہاں تک پہنچنا ہوگا۔ بہتر یہ ہوگا کہ آپ ایک طرح سے علی سے الگ رہیں اور کچھ اس قسم کا اظہار کرتی رہیں جیسے آپ علی کے خلاف کسی پُراسرار سازش سے منسلک ہوں۔ یہ انداز علی کے دشمنوں کو آپ کی طرف متوجہ نہیں ہونے دے گا بلکہ یہی سوچا جائے گا کہ ممکن ہے آپ کسی اور سلسلے میں کام کر رہی ہوں۔ ہاں علی! اس بات کے پورے پورے امکانات موجود ہیں کہ این کے، نوزکاز اور ان جزائر کے اطراف میں ہائل جوشیو کی طرف سے ایسے لوگوں کو متعین کر دیا گیا ہو جو وہاں پہنچنے والے اجنبیوں پر پوری پوری نگاہ رکھتے ہوں۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ وہاں تم دنیا کی نگاہوں سے محفوظ ہو بلکہ ہر لمحہ چوکس رہنے کی ضرورت ہوگی۔"

"ٹھیک، بالکل درست۔"

"اب میں تمہیں مارشل کے عملے کے ان افراد سے روشناس کرا دوں جو تمہارے معاون ہوں گے۔ میں نے ان لوگوں کو خاص طور سے وہاں بھیجا ہے اور اس کے لیے مجھے خاصی مشکلات اٹھانا پڑی ہیں۔ ان افراد میں بڑے بڑے اہم لوگ بھی ہیں جو مارشل پر معمولی خادموں کی حیثیت سے بھی کام کر رہے ہیں لیکن یہ تمام افراد میرین انجینئر ہیں، سب میرین انجینئر ہیں جو اپنے شعبے کے مکمل کوائف سے آگاہ ہیں۔ ضرورت پڑنے پر وہ آب دوز کو دنیا کے کسی بھی حصے میں لے جا سکتے ہیں۔ ان کی تصویریں ذہن نشین کر لیں۔"

تارینا ہارڈو نے ایک اور فلم پروجیکٹر پر چڑھائی اور پروجیکٹر چلنے لگا۔ ہر شخص کی تصویر اور اس کے بارے میں تفصیلی معلومات اسکرین پر نمودار ہونے لگیں اور بڑی وضاحت کے ساتھ تارینا ہارڈو مجھے ان کے بارے میں بتاتی رہی تیسری اور آخری فلم اس سب میرین کے بارے میں تھی جس کے لیے یہ سارا جھگڑا کھڑا ہوا تھا۔ مجھے سب میرین کی تصاویر مختلف پہلوؤں سے دکھائی گئیں۔ اس کی اندرونی اور بیرونی ساخت، ڈیزائن اور اس پر موجود نشانات کی مکمل تفصیل بتائی گئی پھر یہ مرحلہ بھی ختم ہو گیا۔ اس کے بعد تارینا ہارڈو نے پروجیکٹر بند کر دیا۔

"اب اس سلسلے میں تمہارے سوالات لیکن پہلے یہ بات بتاؤ کہ ان لوگوں کی تصاویر بھی کیا تمہیں درکار ہوں گی؟"

"نہیں میں نے ان تصویروں کو اپنے ذہن پر نقش کر لیا ہے۔ ایسی کوئی چیز میں اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا جو شبے کا باعث بن سکے۔"

"ٹھیک۔ البتہ میڈم مالکم ایکس سے رابطے کے لیے نہیں ایک خصوصی ٹرانسمیٹر دیا جائے گا تاکہ تم دونوں کے درمیان رابطہ قائم رہے۔"

"ہاں۔ یہ ضروری ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی اور سوال؟"

"یقیناً۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس آب دوز کے سلسلے میں اب تک اصل کارروائی کیا کر لی ہے؟"

"اس کی تلاش، تباہی یا پھر واپسی" تارینا ہارڈو نے جواب دیا۔ "واپسی کے لیے ظاہر ہے مجھے مارشل پر وہ لوگ مل جائیں گے جو سب میرین چلا سکتے ہیں۔"

"ہاں یقیناً تمہیں اس سلسلے میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ اصل مسئلہ اس کی تلاش کا ہے۔" تارینا نے جواب دیا۔

"آخری اور سب سے اہم سوال یہ ہے میڈم تارینا کہ آپ لوگوں نے یہ کیسے یقین کر لیا کہ گمشدہ آب دوز اس علاقے میں ہے، ممکن ہے اسے کہیں اور لے جایا گیا ہو اور ہم لوگ غلط فہمی کا شکار ہوں؟"

"نہیں علی! یہی تو ایک کام ہم نے اب تک کیا ہے۔ ہماری تمام تر قوت اس کوشش پر صرف رہی ہے کہ ہم اس جگہ کے بارے میں اندازہ لگالیں جہاں آب دوز رکھی گئی ہے۔ ہائل جوشیو بین الاقوامی مجرم ہے اور اس نے انہی نامعلوم جزائر میں سے کسی جزیرے پر اپنی رہائش کا بندوبست کیا ہے۔ یہ بات کئی ملکوں کی متفقہ رائے کے مطابق ہے پھر ہمیں اس کی جانب سے جو پیغامات موصول ہوئے ہیں، ہم نے ان کے راستوں پر بھی کافی محنت کی ہے اور اس کے بعد تمام تر نشان دہی اسی علاقے کی ہوتی ہے چنانچہ یہ بات متفقہ طور پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ ہائل جوشیو نے ہماری آب دوز کو اس علاقے میں محفوظ کیا ہوا ہے۔"

"اور کیا یہ ضروری ہے کہ وہ سمندر میں ہی ہو، ممکن ہے اسے خشکی پر اٹھا لیا گیا ہو جیسا کہ آپ نے بتایا کہ ہائل جوشیو بے پناہ وسائل کا مالک ہے۔"

"اس کے امکانات یقینی ہیں لیکن یہ تمہاری ذمہ داری ہوگی کہ تم اس کی صحیح جگہ کا سراغ لگاؤ۔" تارینا نے جواب دیا۔

"ایک اور سوال۔ کیا وہاں آپ سے رابطہ قائم کیا جا سکے گا؟"

"اس بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی علی۔ چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے اس میں لیکن چند خاص وجوہات کی بنا پر میرا وہاں جانا مناسب نہیں ہوگا۔ تاہم اگر کوئی بڑی ضرورت پیش آ گئی تو پھر اس بارے میں فیصلہ کروں گی۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

توجہ کیجیے
اُن کے لیے جو دستِ شناسی کے فن کی تہہ میں اُترنا چاہتے ہیں
دست شناسی کے
فرسودہ اور پُرانی کتابوں سے بالکل مختلف
ماضی حال اور مستقبل کی اسرار کشا
دنیا کے عظیم پامسٹوں کی تازہ ریسرچ کا نچوڑ
دست شناسی کی لغت
جس کے ذریعے کوئی بھی اپنے ہاتھ کو فوراً پڑھ سکتا ہے
قیمت:- ۲۰ روپے ڈاک خرچ: -/
مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ سوال تم نے کیوں کیا ہے علی؟"

"کوئی خاص مقصد نہیں ہے۔"

"سنو علی! اس سلسلے میں جتنے لوگوں سے تمہاری ملاقات ہوگی وہ تمہارے ماتحت ہوں گے۔ تم اس آپریشن کے بااختیار کمانڈر ہو گے۔ تمہیں تمام اختیارات حاصل ہوں گے اور کسی بھی صورتِ حال میں تم کسی بھی پروگرام میں تبدیلی کرنے کے مجاز ہو گے۔"

"او کے میڈم تارینا! میں مطمئن ہوں۔" میں نے کہا اور تارینا مسکرانے لگی۔

"تو مجھے اجازت؟" تارینا نے کہا اور ہم لوگ وہاں سے اُٹھ گئے۔

زندگی کے اس انوکھے رخ کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ وطن کی زمین پر بچپن کے حسین دور کے نقوش کندہ تھے۔ ایک سادہ سی پُرسکون وادی میں آنکھ کھولی، سادہ لوح لوگوں کے ساتھ دنیا کے رنگ دیکھے، جنوں اور پریوں کی کہانیاں سنیں اور خوابوں میں ان کے انوکھے دلیسوں کی سیر کی۔ اس کے بعد حواس کی دنیا میں قدم رکھا اور بہت سی نصیحتوں کا پلندہ لے کر امریکا آگیا۔ امریکا کی رنگین زندگی کو ہمیشہ اجنبی آنکھوں سے دیکھا، یہ سوچتے ہوئے کہ اپنے آپ کو اس کلچر کے سپرد نہیں کرنا۔ یہ احساس دل کے ہر گوشے میں جاگزیں رہا کہ میں ایک پُروقار قوم کا فرد ہوں جس کی روایات امانت کی شکل میں میرے پاس ہیں۔ دوستوں کی رنگین محفلوں میں اپنے کردار کے ستون جمائے رکھے اور تسلیم کرادیا کہ کردار کوئی چیز ہوتی ہے لیکن زندگی کی اس کروٹ کا گمان بھی نہیں تھا۔ اب تو پرانا علی بار ایک موہوم سے نقطے کی شکل میں رہ گیا تھا۔

تہذیب کو یہ مہم بے حد خطرناک لگ رہی تھی کیونکہ اس نے براہِ راست اور پوری ذمے داری کے ساتھ اس سے قبل کوئی ایسا کام نہیں کیا تھا لیکن میں نے زندگی کے ایک معمولی حصے کو چھوڑ کر بقیہ وقت موت کی ہمنشینی میں ہی گزارا تھا۔ موت کو اتنے قریب سے دیکھا تھا کہ دوسروں نے نہ دیکھا ہوگا۔ قیدخانوں میں زندگی سے مذاق، وہاں سے فرار ہوتے ہوئے موت کے مختلف روپ، کیا کیا نہیں دیکھا تھا میں نے۔ زندگی کتنی بے وقعت ہے، مجھ سے زیادہ کون جان سکتا تھا چنانچہ میرے ذہن میں اس نئی مہم کے بارے میں خوف کا کوئی احساس نہیں تھا۔

تارینا ہارڈو کے بارے میں اب یہ سوچنا بے کار تھا کہ اس کے وسائل کتنے ہیں۔ گوٹے بل میں وہ بہت بااختیار تھی

چنانچہ مقررہ پروگرام کے تحت ہم دونوں کو گوٹے بل سے نکال کر ایک اور ملک میں لایا گیا جہاں ایک رات ایک شاندار ہوٹل میں قیام کیا اور دوسرے دن شام کو پانچ بجے ایک چھوٹے سے ہوائی سفر کے بعد ہم جمیکا پہنچ گئے۔ یہاں سے تہذیب مجھ سے علیحدہ ہوگئی۔ اسی رات تقریباً ایک بجے ایک خصوصی ایئرپورٹ سے میں "این کے" جانے والے طیارے میں سوار ہوگیا۔ تہذیب کو ایکس کے لیے خصوصی طور پر میرے برابر کی سیٹ کا انتظام کیا گیا۔ وہ ایک حسین سبز کاہی اسکرٹ میں ملبوس وہ بہت شاندار نظر آرہی تھی۔ ہم دو اجنبیوں کی طرح بیٹھ گئے۔ اس تفریحی سفر کے مسافر عام لوگ نہیں تھے۔ برابر کی سیٹ پر ایک ساڑھے چھ فٹ کا نیگرو بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا آدھا چہرہ اتنا خوفناک تھا کہ اس پر نگاہ نہیں ڈالی جاسکتی تھی۔ یہ چہرہ بری طرح کچلا ہوا تھا۔ دو پرتگالی باشندے ہمارے بالکل آگے والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے گلچھے پورے چہرے کو ڈھکے ہوئے تھے۔ خواتین بھی تھیں۔ ایک سیٹ پر دو چھوکری سی لڑکیاں بیٹھی تھیں جو مسلسل آپس میں مذاق کیے جارہی تھیں۔

سفر جاری رہا۔ دورانِ سفر میں نے تہذیب سے باقاعدہ تعارف حاصل کیا اور اس نے بھی بالکل اجنبی انداز میں مجھے اپنے بارے میں بتایا۔ کھڑکی کے باہر شدید دھند پھیلی ہوئی تھی لیکن ہوشیار پائیلٹ کسی دقت کے بغیر طیارہ اڑا رہا تھا۔ یہ سفر پورے چار گھنٹے کا تھا۔ اس کے بعد مسافروں کو بیلٹ باندھنے کی ہدایت کی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد طیارہ رن وے پر اتر گیا۔ اب ہم لوگ مجرموں کے جزیرے پر تھے۔

ٹرمینل سے گزر کر ہم لوگ باہر نکل آئے۔ کسٹم وغیرہ کا ذکر ہی نہیں تھا۔ بڑا اجنبی اجنبی ماحول تھا۔ اس وقت تقریباً پونے چھ بجے تھے۔ تاریکی چھٹتی جارہی تھی۔

میں نے تہذیب کو پیشکش کی... "میڈم! اگر آپ پسند کریں تو میرے ساتھ ہی کسی ہوٹل میں قیام کریں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔ اسی وقت عقب سے ایک آواز ابھری۔

"ہوٹل گیلنٹ اجنبی دوستوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے جناب۔ اگر آپ اسے رونق بخشنا پسند کریں تو ہماری خوش بختی ہوگی۔"

ہماری گردنیں گھوم گئیں۔ چھوٹے سے قامت کی لڑکی خدوخال سے تھائی معلوم ہوتی تھی لیکن نہایت شگفتہ انگریزی بول رہی تھی۔

"اگر یہ بات ہے تو ہمیں تمہاری مہمان نوازی قبول ہے۔" میں نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

”تو پھر تشریف لائیے۔“ اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا اور ہم مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔

تھائی لڑکی نے ایک لمبی سی خوبصورت کار کا دروازہ کھولا اور ہمیں اندر بیٹھنے کی پیش کش کی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ہمارا سامان ہمارے ہاتھ سے لے کر کار کی ڈکی میں رکھ دیا تھا — وہ خود ہی ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھی پھر اس نے پوچھا۔

”آپ دونوں کو الگ الگ کمرے درکار ہوں گے یا ایک ہی کمرے کا بندوبست کردوں؟“

”نہیں پلیز، ہمیں الگ کمرے چاہئیں۔“ مجھ سے پہلے تہذیب مالکم ایکس بول پڑی اور میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔

”حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ دو ایسے دوست جو ایک دوسرے کو ذہنی طور پر قبول کر کے نزدیک آتے ہیں، ابتدا میں ساتھ ہی وقت گزارتے ہیں۔“ تھائی لڑکی نے کہا۔

”کیا یہ بھی تمہارے فرائض میں شامل ہے کہ تم گینٹ میں ٹھہرنے والوں کے لیے پروگرام منتخب کرو؟“ تہذیب نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

”نہیں میڈم! معافی چاہتی ہوں۔“ لڑکی جلدی سے بولی اور اس کے بعد اس نے ہماری گفتگو میں کوئی دخل نہیں دیا۔

’این کے‘ کے بارے میں جو کچھ بھی میں نے سنا تھا، وہ بہت دلچسپ تھا۔ کسی بھی ملک کے اثر سے آزاد یہ جزیرہ مجرموں کا جزیرہ کہلاتا تھا لیکن یہ حقیقت تھی کہ اسے بے حد حسین بنایا گیا تھا۔ سڑکیں، گلیاں اور بازار اس طرح صاف و شفاف نظر آرہے تھے کہ اسے ماڈرن سٹی کہا جاسکتا تھا۔

گینٹ کی عمارت چار منزلہ تھی اور ایک نفیس دائرے کی شکل میں پھیلی ہوئی تھی۔ سامنے کے حصے کو بہت خوبصورتی سے پارکنگ لاٹ کی حیثیت دی گئی تھی۔ ایک سمت بہت کشادہ لان مثلث کی شکل میں بنا ہوا تھا جس میں سوئمنگ پول بھی تھا۔ لان کے تین حصوں میں بڑی خوبصورتی سے کرسیاں جمائی گئی تھیں تاکہ شام کو کھلی ہوا میں بیٹھنے والے یہاں کی تفریحات سے لطف اندوز ہوسکیں۔ یہی نہیں بلکہ لان پر باقاعدہ تفریحات کا بندوبست کیا گیا تھا۔ ایک طرف آرکسٹرا کے لیے اسٹیج بنا ہوا تھا اور دوسری طرف ڈانسنگ فلور تھا۔

ہمیں تیسری منزل پر دو کمرے دے دیے گئے۔ تہذیب نے مجھے دیکھا اور سر ہلاتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ ہوٹل کی ابتدائی شکل ہم نے دیکھ لی تھی۔ کمرا بھی انتہائی خوبصورت تھا۔ بہر طور خاصی دیر ہم نے اپنے اپنے کمروں میں وقت گزارا اور اس کے بعد تہذیب میرے پاس پہنچ گئی۔ ہمارے درمیان یہ بات طے ہوچکی تھی کہ طیارے میں سوار ہونے کے بعد، ہم لوگ ذاتی گفتگو بالکل نہیں کریں گے اور اس طرح ایک دوسرے سے پیش نہیں آئیں گے جیسے دو شناسا ہوتے ہیں۔

تہذیب نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ ”سوری ڈیئر! مجھے کچھ دیر ہوگئی۔ بہتر ہے ہم کچھ وقت ساتھ گزار لیں چونکہ اس کے بعد میری مصروفیات کا آغاز ہوجائے گا۔“

”مجھے آپ کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات بہت عزیز ہیں۔“ میں نے کہا اور رسمی گفتگو ختم ہوگئی پھر بقیہ وقت ہم لوگ ساتھ ساتھ رہے۔ موسم بے حد خوشگوار تھا اور رات کے سفر کی تھکن نے ہم لوگوں کو متاثر نہیں کیا تھا۔ کافی دیر تک ہم اپنے کمرے میں گفتگو کرتے رہے، اس کے بعد باہر نکل آئے۔

ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں کافی رونق تھی اور یہاں بھانت بھانت کے لوگ نظر آرہے تھے لیکن میرا وہ نظریہ اب بھی قائم رہا کہ یہاں آنے والے شریف لوگ نہیں ہوتے۔ بہت کم لوگ ایسے تھے جو سیاحت کی غرض سے ادھر کا رخ کرلیتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ وہ جو ایڈونچر ہی کے شائق ہوں اور اس جزیرے کے بارے میں سن کر اسے دیکھنے کے لیے چلے آئیں۔

ڈائننگ ہال کی ایک میز پر بیٹھ کر ہم نے کچھ کھایا پیا اور اس کے بعد باہر کی سیر کے لیے نکل آئے۔ ابھی گینٹ سے باہر جانے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔ روش پر چہل قدمی کرتے ہوئے تہذیب آہستہ سے بولی۔ ”یہاں کا ماحول واقعی بڑا عجیب ہے۔“

”ہاں۔ یقیناً ایسا ہی ہے۔“ سوئمنگ پول پر لوگ خوش فعلیاں کررہے تھے۔ ہم اس کے کنارے جاکر کھڑے ہوگئے۔ ایک آزاد ماحول تھا جسے گہری نگاہ سے دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔

دوپہر کو ایک بجے کے قریب ہم اپنے اپنے کمروں میں واپس آگئے۔ واپسی میں میں نے تہذیب سے کہا تھا کہ ہمارا بہت زیادہ ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔ اس لیے اب صرف رات ہی کو ملاقات ہوگی۔ تہذیب اپنے کمرے میں چلی گئی اور میں اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا۔ کھانے کے بعد ہلکی سی کسلمندی محسوس ہونے لگی تھی۔

پروگرام کے مطابق ابھی ہمیں چوبیس گھنٹے اسی طرح گزارنے تھے پھر جب ہمارے آدمی ہمارے اردگرد کی صورتِ حال سے مطمئن ہوجاتے تو ہمیں اپنا کام شروع کرنا تھا۔

رات کو تہذیب ڈائننگ ہال میں آگئی اور اس کے بعد ہم نے وہاں کی تفریحات میں بھرپور حصہ لیا۔ ڈائننگ ہال سے ہم کھلے آسمان کے نیچے نکل آئے جہاں لان پہ بہترین [illegible]

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے اس [illegible]۔ ہم نے عام لوگوں کی مانند رقص میں بھی حصہ لیا۔ پھر رات کو تقریباً دو بجے اپنے اپنے کمرے میں واپس چلے گئے۔ اس وقت تک کوئی ایسی صورت پیش نہیں آئی جسے قابلِ ذکر کہا جاسکتا۔ کوئی خاص طور سے ہماری طرف متوجہ نہیں تھا، یہاں جتنے لوگ تھے سب اپنے اپنے طور پر تفریحات میں مشغول رہے تھے۔ بقیہ رات بھی پُرسکون گزری اور دوسرے دن صبح تمام ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد میں نے سوچا کہ ناشتا تہذیب کے ساتھ ہی کیا جائے۔ چنانچہ میں اپنے کمرے سے نکل کر تہذیب کے کمرے کی جانب چل پڑا لیکن کمرے کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔

’اتنی صبح تہذیب کہاں چلی گئی؟‘ میرے ذہن میں ایک دھماکا سا ہوا۔ ابھی میں دروازے کے سامنے کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً عقب سے ایک ویٹر تیز قدموں سے چلتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا۔

”جنابِ عالی! میڈم صبح ہی صبح چلی گئیں اور آپ کے لیے ایک پرچا دے گئی ہیں۔“ اس نے بتایا۔

”کہاں ہے پرچا؟“ میں نے سوال کیا اور ویٹر نے فوراً جیب سے ایک پرچا نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا، لکھا تھا۔

”معذرت چاہتی ہوں۔ دراصل ڈیوٹی ڈیوٹی ہوتی ہے۔ آج ہی میری مالکہ نے مجھے فوراً طلب کرلیا ہے۔ اس لیے جاتے ہوئے آپ سے ملاقات بھی نہ کرسکی۔ خدا حافظ۔“

میں نے پرچا پڑھ کر گہری سانس لی، اسے جیب میں رکھا اور ایک نوٹ نکال کر ویٹر کے ہاتھ میں تھما دیا۔ ویٹر ادب سے گردن خم کر کے واپس چلا گیا تھا۔ تہذیب چلی گئی۔ بہرحال پروگرام میں یہ تبدیلی کوئی ایسی قابلِ ذکر بات نہیں تھی چنانچہ مجھے اس کا خیال ذہن سے نکال کر اپنے معاملات کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ کمرے میں واپس آکر میں نے ناشتا طلب کیا اور ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر کافی دیر تک کاہلوں کے سے انداز میں ایک آرام کرسی میں دراز رہا۔

تنہائی خیالات کو جنم دیتی ہے اور خیالات بعض اوقات ذہن کو پراگندہ کردیتے ہیں۔ اس لیے میں اپنے ذہن کو صاف رکھنے کی غرض سے لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا اور کمرے کو تالا لگا کر ہوٹل کے نچلے حصے میں پہنچ گیا۔ چابی کاؤنٹر پر رکھ کر میں باہر نکل آیا اور میں نے فیصلہ کرلیا کہ این کے کی سیر کروں گا۔ *

جدید ترین شہر کی مانند یہاں ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان موجود تھا۔ خوبصورت ٹیکسیاں اِدھر سے اُدھر آجا رہی تھیں۔ دکانوں میں شوکیس بھرے ہوئے تھے۔ بھانت بھانت کے لوگ سڑکوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ جزیرے کے طول و عرض کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن کسی بلند جگہ کھڑے ہو کر دیکھا جاتا تو یہ جزیرہ کافی کشادہ محسوس ہوتا تھا۔

میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور ٹیکسی میرے قریب آکر رک گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص زرد رو تھا، غالباً کسی ایسے نشے کا عادی جو اُس کی صحت کو تباہ کررہا تھا لیکن اُس کے ہاتھ پاؤں چہرے کی نسبت مضبوط نظر آتے تھے، ملک کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ کون سے ملک سے تعلق رکھتا ہے۔ چمڑی سفید تھی لیکن اس پر زردی چھائی ہوئی تھی۔

میٹر ڈاؤن کرنے کے بعد اس نے مجھ سے میری منزل کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا۔ ”مجھے اس جزیرے کے دلچسپ مقامات کی سیر کراؤ۔“

”بہتر جناب۔“ اس نے شستہ انگریزی میں کہا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

مختلف سڑکوں اور بازاروں سے گزرتے ہوئے میں ایک پارک کے نزدیک پہنچ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے اس پارک کے بارے میں مجھے تفصیلات بتائیں۔ پھر وہ مجھے ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں کے علاقے کی جانب لے گیا۔ یہاں ان کی بہتات تھی، ظاہر ہے ایسی ہی تفریح گاہیں مجرموں کے اس جزیرے پر ہوسکتی تھیں۔ لاتعداد جوئے خانے پھیلے ہوئے تھے۔ مجھے تعجب تھا کہ یہ لوگ کون سے نظام کے تحت یہاں اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ خاص طور سے یہ سب کچھ جاننے کے بعد کہ یہاں کوئی کسی قانون کے تابع نہیں ہے۔ ٹیکسی ڈرائیور ایک بہترین گائیڈ ثابت ہورہا تھا۔ وہ مجھے ’این کے‘ کے بارے میں تمام تفصیلات بتا رہا تھا اور اس کے بعد ہم بازاروں وغیرہ سے گزر کر یہاں کے رہائشی علاقوں کی جانب چل پڑے۔

خوب صورت مکانات زیادہ تر فلیٹوں پر مشتمل تھے لیکن کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے بنگلے بھی نظر آرہے تھے۔ ہر مکان رنگین پھولوں سے لدا ہوا تھا۔ ہم کافی دور تک نکل آئے پھر ایک موڑ گھومنے کے بعد ایک چھوٹا سا پہاڑی علاقہ آگیا۔ یہاں چوڑی سڑک سیدھی چلی گئی تھی لیکن ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی کو ذیلی سڑک پر موڑ دیا اور میں اس سے سوال کر بیٹھا۔

”یہ سڑک کہاں جاتی ہے؟“ ذیلی سڑک پتلی اور کسی قدر ناہموار تھی۔

ڈرائیور نے ادب سے جواب دیا۔ ”جنابِ عالی، اس طرف

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک خوبصورت فارم ہاؤس ہے جہاں بہترین گھڑ سواری کے مظاہرے ہوتے ہیں۔ میں آپ کو ایک حسین علاقہ دکھانے کے لیے لے جا رہا ہوں۔“ میں خاموش ہو گیا۔ کھڑکی سے دونوں سمت کے مناظر دیکھتا جا رہا تھا۔ اس طرف آبادی بالکل نہیں تھی، بس بھوری برہنہ چٹانیں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔ کہیں کہیں سبزہ بھی نظر آ رہا تھا۔ آخر ہم ایک ایسے میدان میں پہنچ گئے جو کسی اسٹیڈیم سے مشابہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ وسیع و عریض میدان چاروں طرف سے چٹانوں سے گھرا ہوا تھا اور اس میں داخل ہونے کا یہی ایک راستہ تھا۔ بالکل ہموار لیکن کچا میدان تھا اور اس کے چاروں طرف چٹانوں کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی میدان کے عین درمیان میں جا کر روک دی۔

”کہاں ہے فارم ہاؤس؟“ میں نے سوال کیا۔

”جناب عالی! نیچے تشریف لے آئیے، میں آپ کو دکھاتا ہوں۔“ ڈرائیور نے کہا اور ایک پستول اپنی جیب سے نکال لیا۔

میرے چہرے کے عضلات تن گئے تھے۔ ڈرائیور کی آنکھوں میں مکاری کے آثار نظر آ رہے تھے۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ”کیا چاہتے ہو؟“

”مائی ڈیئر جو کچھ دے سکتے ہو، دے دو۔ میں جھگڑالو آدمی نہیں ہوں، بس چاہتا ہوں کہ ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر کام ہو جائے۔ تم یہاں اجنبی ہو اور سنو! اگر آئندہ کبھی باہر نکلو تو کسی ٹیکسی ڈرائیور سے یہ مت کہنا کہ وہ تمھیں جزیرے کی سیر کرا دے۔ سیر کا مقصد یہی ہوتا ہے جو میں اس وقت کر رہا ہوں۔ کسی بھی جگہ جاؤ، واقفیت کا اظہار کرو، بچے رہو گے۔ بس اب زیادہ وقت ضائع مت کرو۔ آہ! تمھاری کلائی پر بندھی گھڑی میں شاید یہ ننھے ننھے سے ہیرے جگمگا رہے ہیں۔ خاصی قیمتی ہو گی۔ جیبوں میں جو کچھ ہے نکالو اور میرے حوالے کر دو۔ بس میں تمھیں کچھ نہیں کہوں گا۔“

میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی اتاری، اپنی جیب سے پرس نکالا اور دوسری چیزیں ٹٹولنے لگا۔ اس دوران ایک بار بھی میں نے اس کی جانب نہیں دیکھا۔ پھر یہ تمام چیزیں میں نے اس کی طرف بڑھا دیں اور وہ ایک قدم آگے بڑھ آیا۔ اس نے اپنا ہاتھ یہ چیزیں لینے کے لیے آگے بڑھایا اور یہی لمحہ میری مستعدی کا لمحہ تھا۔ میری ٹانگ ایک مخصوص زاویے سے گھومی اور اس کی بغل کے پاس پڑی۔ نشانہ پستول والا ہاتھ تھا، چنانچہ ہاتھ خود بخود اوپر ہو گیا اور وہ بائیں طرف کو جھک گیا۔ دوسری لات اس کے سینے پر پڑی اور وہ چاروں شانے چت گر پڑا۔ میں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر اس کے پستول والے ہاتھ کی کلائی پر اپنا پاؤں رکھ دیا تھا۔ ڈرائیور بری طرح چیخا۔

”ارے ارے، ہڈی ٹوٹ جائے گی۔۔۔ ہڈی ٹوٹ جائے گی، پاؤں ہٹاؤ۔“ میں نے ایک ٹھوکر اس کی پسلی میں ماری، وہ بائیں طرف لڑھک کر مڑ گیا۔ پستول اب اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ میں نے جھک کر پھرتی سے اسے اٹھا لیا لیکن اس کا وزن دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ صرف ایک ٹوٹے پستول تھا جو اصلی کی مانند تھا۔ ڈرائیور نے کروٹ بدل کر کراہتے ہوئے کہا۔ ”نقلی ہے، نقلی ہے۔ کوئی اصلی کام تھوڑا ہی ہو رہا تھا یہ۔ بس میں تو تمھیں اس جزیرے کے قوانین سمجھا رہا تھا۔“

”اور اب میں تمھیں اپنا قانون سمجھاتا ہوں۔“ میں نے دوسرے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چیزیں جیب میں رکھتے ہوئے کہا اور جھک کر ڈرائیور کا گریبان پکڑ لیا۔

”ماسٹر۔۔۔ ماسٹر! ضروری تو نہیں ہے کہ تم اپنی تمام طاقت کا مظاہرہ مجھ پر ہی کر ڈالو۔ بس جو ہونا تھا۔۔۔ ہو گیا۔“

”ہاں، جو ہونا تھا، ہو گیا۔“ میں نے کہا اور اپنا کھڑا ہاتھ اس کی گردن کی ایک مخصوص رگ پر رسید کر دیا۔ ڈرائیور اوندھے منہ نیچے گر پڑا تھا۔ اس نے دو تین بار ہاتھ پاؤں مارے اور پھر ساکت ہو گیا۔ ہاتھ ایسا ہی تھا کہ اسکا بے ہوش ہونا لازمی امر تھا، جو کچھ ہوا تھا اس میں تھوڑا سا تفریح کا عنصر بھی تھا لیکن یہ کم بخت اس طرح لوگوں کو خوف زدہ کر کے انھیں لوٹ لیتا ہو گا۔ اگر کوئی طاقتور مل گیا تو پھر مزاح کا سہارا لے لیا ورنہ کام تو ہو ہی جاتا ہے۔ اس کے لیے تھوڑی سی سزا ضروری تھی۔ جتنا فاصلہ طے کر کے وہ مجھے یہاں لایا تھا، اب یہ فاصلہ اسے واپس پیدل طے کرنا ہو گا۔ میں نے سوچا اور اس پر ایک نگاہ ڈال کر واپس پلٹ پڑا۔ ٹیکسی کی چابی اگنیشن میں لگی ہوئی تھی، اسے اسٹارٹ کیا اور وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ خاصی سیر و سیاحت کر چکا تھا اور مجرموں کے اس جزیرے کا ایک نمونہ بھی دیکھ لیا تھا۔ اب ہوٹل واپسی ہی مناسب تھی۔ سڑکوں اور سمتوں کی مجھے کوئی خاص شناخت نہیں تھی پھر بھی میں نے ان بازاروں کو پہچان لیا جن سے گزر کر یہاں تک پہنچا تھا۔ ایک جگہ رکا اور ٹیکسی فٹ پاتھ کے سہارے کھڑی کر کے اسٹیئرنگ اور اگنیشن میں لگی ہوئی چابی سے اپنی انگلیوں کے نشانات مٹا دیے پھر وہاں سے پیدل آگے بڑھ گیا۔

تھوڑے فاصلے پر جا کر ایک ٹیکسی لی اور ڈرائیور سے ہوٹل گینٹ کے بارے میں کہہ کر بیٹھ گیا۔ ٹیکسی نے مجھے گینٹ پر اتار دیا تھا۔ گینٹ کی تفریحات زوروں پر تھیں اور خوب ہنگامے ہو رہے تھے۔ موسم کی خوشگوار کیفیات انسانوں پر اثر انداز تھیں۔ سوئمنگ پول کے گرد سب سے زیادہ مجمع لگا ہوا تھا۔

میں نے اس طرف کا رخ نہیں کیا اور دوسری سمت پڑی ہوئی میزوں میں سے ایک میز منتخب کر کے اس پر جا بیٹھا۔ پھر ویٹر کو بلا کر کافی منگائی اور اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔ ابھی کافی ختم نہیں ہوئی تھی کہ دبلے پتلے بدن کا ایک خوش رو نوجوان میز کے نزدیک پہنچ گیا۔ ”بیٹھنے کی اجازت چاہتا ہوں جناب۔“ میں نے چونک کر اسے دیکھا اور کافی کا آخری بڑا سا گھونٹ لے کر کرسی کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا تھا۔

”موسم بے حد حسین ہے مسٹر علی۔“ چند لمحات کے بعد اس نے کہا اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ”میری جیب میں ایک ییلو کارڈ ہے جس میں سرخ ستارے بنے ہوئے ہیں۔ کیا یہ جگہ کارڈ دکھانے کے لیے موزوں ہے؟“

”کیا چاہتے ہو؟“

”اگر کوئی قباحت نہ ہو تو یہ وقت سمندری سفر کے لیے نہایت موزوں ہے۔ ٹہلتے ہوئے چلیں گے، راستے میں ایک کار ہمیں پک کر لے گی۔“

”میرا سامان؟“

”مارشل پر آپ کو مل جائے گا۔“

”کافی ہو گئی؟“

”دیر ہو جائے گی، ویسے جو حکم۔“ اس نے کہا۔ میں نے ایک لمحے کیلیے سوچا اور پھر ویٹر کو بلا کر بل منگوا لیا۔ بل سائن کر کے میں اس کے ساتھ اٹھ گیا۔ ہم لوگ تھوڑی دیر سوئمنگ پول پر رکے اور پھر ٹہلنے کے انداز میں آگے بڑھ گئے۔ نوجوان نے کہا۔ ”میرا نام بل سائمن ہے مسٹر علی۔“

”چوبیس گھنٹے پورے نہیں ہوئے۔ تم بہت جلد آ گئے مسٹر سائمن۔“ میں نے اس کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اس کی ایک وجہ ہے۔“

”کیا؟“

”کل لوٹ مار کا دن ہے۔ ممکن ہے ایک اجنبی کی حیثیت سے آپ کو پریشانی اٹھانا پڑ جاتی۔“

”کیسا دن؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

”لوٹ مار کا دن۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اس میں کیا ہوتا ہے؟“

”یہ اس جزیرے کا واحد سالانہ تہوار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی تہوار یہاں نہیں منایا جاتا۔ کل کا دن لاکھوں کو کنگال کر دے گا اور لاکھوں کو دولت مند بنا دے گا۔ اس دن بے پناہ لوٹ مار ہوتی ہے۔ گروہ بن جاتے ہیں عارضی طور پر۔ خوب لوٹ کھسوٹ، خنجر زنی، چوریاں، ڈکیتیاں ہوتی ہیں۔ سال بھر پہلے سے پروگرام بنائے جاتے ہیں۔ کسی کو بھی زخمی کیا جا سکتا ہے لیکن قتل ایک بھی نہیں ہوتا اس پر پابندی ہوتی ہے۔ اگر کوئی کسی کو قتل یا شدید زخمی کر دے تو اسے سزائے موت دی جاتی ہے۔ ہاں لوٹ مار بہ آسانی کی جا سکتی ہے جو جس کو لوٹ سکے لوٹ لے۔“

”اور یہ تہوار ہوتا ہے!“ میں نے تعجب سے کہا۔

”مجرموں کے جزیرے پر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس دن کوئی جہاز ساحل پر نہیں ہوتا، سب کھلے سمندر میں نکل جاتے ہیں۔“

”بڑا انوکھا تہوار ہے۔“ میں نے دلچسپی سے کہا۔ ہم باتیں کرتے ہوئے کافی دور نکل آئے تھے پھر پیلے رنگ کی ایک لمبی کار ہمارے نزدیک آ کر رک گئی اور ڈرائیور نے عقبی دروازہ کھول دیا۔

”آیئے۔“ اس نے کہا اور اندر بیٹھ گیا۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ کار جلدی سے آگے بڑھ گئی۔ راستے میں ہم خاموش رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ساحل پر جا رکی۔ اطراف میں مچھلی کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ سامنے ہی لکڑی کے ایک عارضی پل کے ساتھ سفید رنگ کی بوٹ نظر آ رہی تھی جس پر دو آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ ایک شخص کے بال بالکل سفید تھے لیکن اس کے نیچے چہرہ صحت مند نظر آ رہا تھا۔ دوسرا بھاری بدن کا تنومند آدمی تھا جس نے جہازیوں جیسی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ اس کے منہ میں ایک موٹا سگار دبا ہوا تھا جسے وہ چیونگم کی طرح چبا رہا تھا۔

سفید بالوں والے نے میرا استقبال کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ ”بل نے آپ کو بتایا ہو گا مسٹر علی کہ ہم کل کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔“

”ہاں! انوکھی کہانی سنائی ہے مسٹر بل نے۔“ میں نے مسکرا کر کہا اور اس کا مصافحے کے لیے پھیلا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس کا نام کانن مور تھا اور وہ جہاز کا فرسٹ آفیسر تھا۔ بھاری بدن کا گینڈا نما آدمی شارٹو تھا۔ میں اور بل بوٹ پر پہنچ گئے اور شارٹو نے بوٹ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

”آپ کی آمد سے مجھے مسرت ہوئی ہے مسٹر علی! یقیناً مسٹر گینٹ کو بھی آپ سے مل کر خوشی ہو گی۔“ مور نے کہا۔

”شکریہ مسٹر مور۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔ میں جانتا تھا کہ گینٹ اس مشن کیلیے فرسٹ آفیسر کی حیثیت رکھتا تھا۔ جن تصویروں کی مجھے شناخت کرائی گئی تھی ان میں مور کی تصویر بھی تھی لیکن بل یا شارٹو ان میں موجود نہیں تھے۔ تاہم تارینا نے یہ بھی بتایا تھا کہ جن لوگوں کی مجھے شناخت کرائی گئی ہے یہ اہم لوگ ہیں۔ ذیلی لوگوں کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

بوٹ کا سفر دس منٹ سے زیادہ کا نہیں تھا۔ میں نے دور ہی سے مارشل کو دیکھ لیا، بہت بڑا جہاز تھا۔ بوٹ کے جہاز تک پہنچتے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے قبل ہی رسّی کی سیڑھی لٹکا دی گئی تھی اور پھر ایک ہُک بھی لٹکا دیا گیا جس کے ذریعے بوٹ جہاز سے منسلک ہو گئی۔ ایک ایک کر کے ہم سب جہاز پر پہنچ گئے۔ عرشے پر صرف ایک آدمی نظر آیا تھا جس نے یہ کاروائی کی تھی۔

بُل اور شارٹو وہیں رہ گئے اور مور مجھے لیے ہوئے نچلی منزل کے ایک کیبن کے سامنے پہنچ گیا۔ آس پاس دوسرے کیبن بھی نظر آ رہے تھے۔ جہاز بہت شاندار تھا اور کسی فائیو اسٹار ہوٹل کے کمرے کی طرح سجا ہوا تھا۔ باتھ رُوم اٹیچڈ تھا اور فرنیچر شاندار۔

"یہ آپ کی قیام گاہ ہے۔"

"شکریہ مسٹر مور۔" میں نے کہا اور مور مجھے ضروری معاملات سمجھانے لگا۔

"آپ آرام کریں۔ بُل نے ایک آدمی کو آپ کے سامان کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے اُسے پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی اور کوئی ضرورت....؟"

"میرا خیال ہے یہاں سب کچھ ہے۔"

"جینس آپ کو اسسٹ کرے گی، اِس وقت وہ جہاز پر موجود نہیں ہے۔ جونہی آئی، اُسے آپ کے پاس بھیج دیا جائے گا۔ میں اجازت چاہتا ہوں۔"

مور کے جانے کے بعد میں اطمینان سے ایک آرام کرسی میں دراز ہو گیا اور ان معاملات کے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ بڑی اعزاز کی بات تھی کہ ایک اتنے بڑے ملک نے اپنے ذہین ترین لوگوں کو نظر انداز کر کے مجھے اس کام کے لیے مخصوص کیا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ اب تک کی ناکامیوں کے پیشِ نظر انھوں نے کسی ایسے آدمی کو منتخب کرنے کا فیصلہ کیا ہو جو مجرموں کے لیے بالکل اجنبی ہو۔ کچھ بھی سہی، یہ کام بہرحال فلسطینی مفاد کے حق میں تھا، چنانچہ مجھے اپنا فرض انجام دینے میں کوئی عار نہیں تھا۔

کافی دیر گزر گئی، میں اپنے کیبن ہی میں موجود تھا پھر تجربے کے طور پر میں نے دیوار میں لگی ہوئی بیل بجائی اور چھوٹے سے قامت کا ایک نوجوان لڑکا فوراً ہی میرے پاس پہنچ گیا۔ اندر آ کر اس نے گردن خم کی تھی۔

"کافی چاہیے۔" میں نے کہا اور خاموشی سے وہ کسی روبوٹ کی مانند باہر نکل گیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میرے سامنے کافی کے برتن سجا دیے گئے جو نہایت نفیس تھے۔ میں کافی پی ہی رہا تھا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور میں نے دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ اندر داخل ہونے والی ایک خوبصورت سی ڈھلی ڈھلی سی شکل کی لڑکی تھی۔ سفید اسکرٹ اور سفید ہی بلاؤز میں ملبوس۔ گلے میں سفید موتیوں کی مالا پڑی ہوئی، بال

نہایت سلیقے سے بندھے ہوئے اور آنکھوں پر سنہرے فریم کا چشمہ لگی ہوئی تھی۔ اُسے دیکھ کر ذہن کو ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوتا تھا۔

"سر، میرا نام جینس ہے۔" اس نے کہا۔ "میں ذرا اپنے کام میں ... ہوئی تھی۔ مجھے علم ہوا تھا کہ آپ کل تشریف لا رہے ہیں اس لیے میں کچھ معاملات نمٹانے میں مصروف ہو گئی تھی۔ اگر آپ کو میری غیر موجودگی کی وجہ سے کوئی تکلیف اُٹھانا پڑی ہو تو میں اُس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔"

"اوہ نہیں جینس! پلیز، آئیے۔" میں نے کہا اور وہ میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"میرے فرائض میں ہے جناب کہ میں آپ کو اپنی تمام مصروفیات سے آگاہ کروں۔ یوں سمجھ لیں کہ میں آپ کی سیکرٹری ہوں اور آپ کے تمام معاملات کے لیے وقف ہوں۔"

"آپ کی شخصیت بے حد دلکش ہے مس جینس۔ مجھے آپ کے ساتھ کام کر کے خوشی ہوگی۔" میں نے کہا اور پھر چونک کر جینس کو دیکھنے لگا، اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ میرے اس جملے سے وہ کسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہو گئی۔ میں نے تو بڑے سادہ سے لہجے میں یہ سب کچھ کہا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"بے حد شکریہ مسٹر علی یار خان۔ فرمایئے مجھے کب سے اپنی ذمّے داریوں کا آغاز کرنا ہے؟"

"ابھی سے مس جینس۔ میں آپ سے تھوڑی سی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی، فرمایئے۔" اُس نے سادگی اور تمکنت سے کہا۔

"مجھے جہاز کے ماحول کے بارے میں بتایئے؟"

"یہ جہاز ایک ایسی کمپنی کا ہے جو دوسرے تمام معاملات کے ساتھ مختلف کاموں کے لیے جہاز کرائے پر بھی مہیا کر دیتی ہے۔ تعلق اٹلی سے ہے اور اٹلی میں ہی اس کا ہیڈ کوارٹر بھی ہے۔ جہاز کا کیپٹن اٹالین ہے، سخت گیر اور ڈسپلن کا پابند۔ اس کے اپنے عملے کے لوگ کبھی اپنے معمولات سے نہیں بھٹکتے، دوسروں کے معاملات میں دخل نہیں دیتا، اُسے بس جہاز پر نظم و ضبط سے دلچسپی ہے۔ جہاز کا فرسٹ آفیسر ہمارے اپنے آدمیوں میں سے ہے اور اسے نہایت ... کے ساتھ یہاں رکھا گیا ہے کیونکہ وہ ہمارے مفادات کا نگران ہے۔"

"کیا تمہارا تعلق بھی اسی ملک سے ہے مس جینس جس کا معاملہ ہائل جوشیو سے ہے؟"

"جی ہاں، میں وہیں سے تعلق رکھتی ہوں۔"

"تب تو آپ بہت زیادہ قابلِ اعتماد ہیں۔ یہاں کم از کم ... افراد ایسے ہیں جو آپ کے ملک سے متعلق ہیں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تقریباً نو افراد لیکن آپ نے لفظ متعلق استعمال کیا ہے اس لیے میں اُنھیں نکہہ رہی ہوں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو صرف ہمارے لیے کام کر رہے ہیں لیکن ان کا تعلق ہمارے ملک سے نہیں ہے۔" جینس نے جواب دیا۔

"کیا وہ لوگ کلیدی حیثیت رکھتے ہیں؟"

"جی نہیں، ثانوی حیثیت۔" اس نے جواب دیا۔

"مور کا تعلق....؟"

"ہمارے ملک سے ہے۔"

"اور مسٹر کینٹ؟"

"مسٹر کینٹ بھی ہمارے ہی آدمی ہیں۔ آہستہ آہستہ آپ کو ان تمام لوگوں کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے مس جینس، باقی معاملات وقت کے ساتھ ساتھ ہوتے رہیں گے۔ بدقسمتی سے اس وقت میرے پاس کافی کی ایک اور پیالی نہیں ہے ورنہ میں آپ کو کافی کی پیشکش کرتا۔"

"نہیں جناب، یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے، میں اس وقت کافی پینا بھی نہیں چاہتی۔" اس نے کہا۔ "اب آپ کی مصروفیات کیا رہیں گی؟ کیا آپ مجھے اس سلسلے میں تفصیل نوٹ کرائیں گے؟"

"ہاں۔ میں چاہتا ہوں، رات کو کام کے لوگوں کے ساتھ ایک میٹنگ ہو جائے اور اس میٹنگ میں ہم اپنے آئندہ پروگرام کا تعین کر لیں۔"

"بہتر، آپ کی ہدایت کے مطابق میں یہ میٹنگ ترتیب دیے لیتی ہوں اور تمام لوگوں کو اطلاعات فراہم کر دیتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے جینس، آپ یہ کام کر لیجیے۔ اس سے پہلے میں کچھ اور نہیں کرنا چاہتا۔" میں نے کہا۔

"اگر آپ چاہیں تو یہاں کیبن میں وقت گزارنے کے بجائے جہاز کی سیر کر لیں۔ میرا مقصد ہے یہاں کے ماحول کا تھوڑا بہت اندازہ آپ کو ہو جائے گا۔"

"اچھا مشورہ ہے لیکن کیا آپ اس دوران میرے ساتھ نہیں ہوں گی مس جینس؟"

"اگر آپ کا حکم ہو تو میں حاضر ہوں۔" اُس نے کہا۔

"نہیں، بہتر یہ ہوگا کہ آپ اپنا کام کر لیں۔" میں نے کہا در اصل میں اس تاثر کو کم کرنا چاہتا تھا جو میرے تعریفی الفاظ نے اس کے ذہن میں پیدا کر دیا ہوگا اور ممکن ہے وہ یہ سوچ رہی ہو کہ میں اس سے متاثر ہو کر میں زیادہ سے زیادہ وقت اس کے ساتھ گزارنے کا خواہش مند ہوں چنانچہ جینس چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک بیٹھا حالات پر غور کرتا رہا اور پھر باہر نکل آیا۔

میں نے جہاز کا جائزہ لیا۔ نچلی منزل دیکھی اور پھر عرشے پر آ گیا۔ لوگ معمول کے مطابق کاموں میں مصروف تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ کوئی کسی کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ سب کو اپنے معاملات سے غرض ہے۔ ویسے جہاز تک مختلف نشانات کی موٹر بوٹس آتی تھیں اور لوگ ان کے ذریعے آتے جاتے نظر آ رہے تھے۔ کئی ملکوں کے لوگوں کا اجتماع تھا اس جہاز پر۔ میں نے سوچا کہ آہستہ آہستہ یہاں کے حالات سے واقف ہونے کے بعد میں کچھ لوگوں سے رابطہ بھی بڑھاؤں گا، بشرطیکہ مجھے اس کا موقع ملا۔

رات کو تقریباً آٹھ بجے جینس نے مجھ سے میرے کیبن میں ملاقات کی اور کہنے لگی "یہ جناب عالی! ڈنر آپ انہی لوگوں کے ساتھ کریں گے اور ڈنر روم میں ہی یہ میٹنگ کر لی جائے گی۔ آپ یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں ہمیں محتاط رہنا ہوتا ہے۔"

"ہاں مس جینس، یہ ایک مشکل کام ہے۔" میں نے جواب دیا۔ جینس حسبِ معمول کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ میں نے اس سے کہا "جینس! یہاں کچھ ایسے لوگوں کی موجودگی کا بھی شبہ کیا جا سکتا ہے جن کا تعلق ہائل جوشیو سے ہو؟"

"ہائل جوشیو کے بارے میں اگر آپ کی معلومات محدود ہیں تو میں آپ کو اس کے بارے میں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔"

"ضرور ضرور مس جینس! آپ نہایت کام کی خاتون ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہائل جوشیو ایک نامعلوم شخصیت ہے۔ آج تک کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ ہائل جوشیو کو دیکھ چکا ہے۔ وہ صرف ایک نام کی حیثیت سے سامنے رہتا ہے اور اس کے نام پر بڑے بڑے جرائم ہوتے ہیں۔ بہت سے بین الاقوامی جرائم اس کے نام پر کیے جا چکے ہیں۔ کون ہے؟ کیا ہے؟ کس ملک سے تعلق رکھتا ہے؟ کیا شکل و صورت ہے؟ اس بارے میں کوئی صحیح بات ابھی تک منظرِ عام پر نہیں آ سکی۔ لوگ طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے ہیں لیکن کوئی بھی دعوے سے کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔ وہ اِن جزیروں کا بے تاج بادشاہ ہے۔ اِن کے پر بے شمار غیر ملکی مجرم آتے ہیں، مقامی مجرم بھی ہیں۔ ہاں، شاید آپ کو کل کے دن کے بارے میں نہ معلوم ہو، کل کے دن یہ لوگ ایک سالانہ تہوار مناتے ہیں، جسے لوٹ مار کا دن کہا جاتا ہے۔ آپ یقین کیجیے کہ جو لوگ اپنی آنکھوں سے یہاں آ کر لوٹ مار کا یہ دن دیکھ جاتے ہیں وہ سال بھر تک تیاریاں کرتے ہیں اور دور دراز ملکوں سے یہاں آتے ہیں تاکہ یہاں سے کما کر لے جائیں۔ بڑی بڑی کمپنیاں، بڑے بڑے اسٹورز، ملکیتیں تبدیل کر لیتے ہیں۔ یعنی جس کا...

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جس چیز پر قبضہ ہو جائے وہ اسی کی ملکیت ہو جاتی ہے۔ دُوسرے دن اُسے چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ آپ کی ایک دکان لوٹ لی جائے اور اس پر قبضہ کر لیا جائے اور آپ اسی دن رات تک، میرا مطلب ہے رات کے بارہ بجے تک واپس اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ کر اُس دکان کو دوبارہ حاصل کر لیں تو پھر وہ آپ کی ہو جائے گی۔ لیکن اگر بارہ بج کر ایک منٹ بھی ہو گیا تو پھر آپ کسی ملک کی فوج کو بھی کیوں نہ لے آئیں اس دکان کو دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے۔"

"عجیب سی بات ہے! اس کا مقصد ہے کہ یہاں ملکیتیں تبدیل ہوتی رہتی ہوں گی؟"

"ہر سال بڑی منفرد تبدیلیاں ہوتی ہیں اور بارہ بجے کے بعد یہاں کا انتظامی عملہ ان تمام نشانات کو مٹا دیتا ہے جو اس لوٹ مار سے پیدا ہوتے ہیں۔"

"دلچسپ، بہت دلچسپ، واقعی بہت دلچسپ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ نے اپنی آنکھوں سے کبھی یہ لوٹ مار دیکھی ہے؟"

"جی ہاں، پچھلے سال دیکھی تھی۔"

"سُنا ہے یہاں کوئی قتل نہیں ہوتا اس سلسلے میں۔"

"ہاں۔ مار پیٹ ہوتی ہے، زخمی کیا جاتا ہے لیکن اس امر کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے کہ کوئی مر نہ سکے۔"

"کیا کبھی کوئی مر بھی گیا ہے؟"

"عموماً ایسا ہو جاتا ہے لیکن جن لوگوں کے ہاتھوں یہ قتل ہوتا ہے وہ خود کو چھپا نہیں پاتے۔ عملے کے لوگ ان کی نگرانی کرتے رہتے ہیں اور انھیں گرفتار کر لیتے ہیں۔ پھر انھیں موت کی سزا دی جاتی ہے۔ کوئی مقدمہ نہیں چلتا، بس یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ ہلاکت انھی لوگوں کے ہاتھوں ہوئی ہے اور عملے کے افراد کا فیصلہ آخری ہوتا ہے۔"

"گڈ! عجیب بات ہے!"

"اور اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ انتظامی عملہ ہائل جوشیو کے آدمیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔"

"اوہ! کیا مطلب؟"

"اُسی کی زیرِ نگرانی ان جزیروں کے انتظامات ہوتے ہیں۔" جینس نے کہا اور میں حیران رہ گیا۔

ہائل جوشیو کی اصل اہمیت کا احساس مجھے اب ہوا تھا۔ یہ بات تو واقعی قابلِ تشویش تھی اور اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ میرے مقابل کوئی معمولی قوت نہیں ہے۔ کیا ایک ایسے آدمی سے میں ٹکرا سکوں گا؟ کیا میں اس طرح اپنا مقصد حاصل کر سکوں گا؟ یہ سوال میرے ذہن میں چکر لگانے لگا۔ تب میں نے جینس سے ...

حالات میں تو جینس ہمارے لیے کام کرنا بے حد مشکل ہو ...

ہائل جوشیو سے براہِ راست کھلی جنگ تو اس صورت میں ...

"ہمیں صرف اپنی ذہانت پر انحصار کرنا ہو گا مسٹر ... سے ہم جو کچھ کر سکتے ہیں وہ کریں گے۔ ورنہ دُوسری صورت ... سب کچھ بہت مشکل ہو جائے گا۔"

جینس کے الفاظ پر میں دیر تک غور کرتا رہا تھا ... نے کہا۔ "اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہائل جوشیو یہاں ہونے ... کارروائی پر نگاہ بھی رکھتا ہو گا۔"

"یقیناً۔ اس جہاز پر بھی، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کون آدمی ہے اور اس کے لیے کام کر رہا ہے۔" جینس نے کہا۔

صورتِ حال جیسے جیسے واضح ہو رہی تھی مجھے اس مہم کی ... کا احساس ہو رہا تھا۔ درحقیقت یہ ناکوں چنے چبانے والی بات ... اور اگر یہاں کامیابی نصیب ہو جائے تو اسے صرف اپنی خوش ... ہی کہا جا سکتا تھا لیکن میں بد دل یا مایوس نہیں تھا۔ اپنی ... تو کرنا ہی تھی۔ کامیابی یا ناکامی تو خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

جینس نے باقی وقت میرے ساتھ ہی گزارا۔ میں ... اس سے گفتگو میں محتاط ہو گیا تھا تاکہ اسے یہ احساس نہ ہو ... خصوصی طور پر اس سے اپنائیت کا اظہار کر رہا ہوں۔

وقتِ مقررہ پر ہم لنچ کے لیے چل پڑے اور جس جگہ ... ڈائننگ رُوم بنایا گیا تھا وہاں پہنچ گئے۔ اندر مور نے میرا استقبال کیا، کینٹ بھی موجود تھا۔ کینٹ بھاری تن و توش کا مالک اور ... خاصے قد و قامت کا آدمی تھا۔ چہرے پر فرنچ اسٹائل کی داڑھی ... اور سفید مونچھیں تھیں۔ عمر کا صحیح اندازہ نہیں ہو پاتا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے اپنا چوڑا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی ہے مسٹر علی اور خاص طور پر یہ جان کر کہ آپ کا تعلق فلسطینی تنظیم سے ہے۔ دراصل فلسطینی ... بقا کے لیے جو کچھ کر رہے ہیں ہم اس کے دل سے معترف ہیں ... ہماری دُعائیں مکمل طور پر آپ کے ساتھ ہیں۔ بہر طور جس مقصد کے لیے آپ یہاں تشریف لائے ہیں وہ ہمارا اور آپ کا مشترکہ مسئلہ ہے اور اس کے لیے ہم آپ سے ہر ممکن تعاون کرنے کو تیار ہیں۔"

"میں چاہتا ہوں مسٹر کینٹ کہ اس سلسلے میں زیادہ وقت ضائع نہ کیا جائے جو کچھ بھی کرنا ہے اس کا آغاز کر دینا زیادہ مناسب ہو گا۔"

"بالکل بالکل۔ کیا آپ آج ہی رات سے اپنے کام کا آغاز کرنا چاہتے ہیں؟" کینٹ نے کہا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا لیکن اس کے انداز میں طنز نہیں تھا۔ اس نے یہ جملہ سادگی سے کہا تھا۔

"رات کے وقت تو یہ سب کچھ ممکن یا مناسب نہیں ہو گا لیکن صبح ناشتے کے بعد میں اپنی اس مہم کا آغاز کر دوں گا۔" میں نے کہا۔

"میں اس سلسلے میں ہر تعاون کے لیے تیار ہوں، آئیے پہلے کھانا کھایا جائے اس کے بعد ہم اس موضوع پر مزید گفتگو کریں گے۔"

پُرتکلف کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس میں مور، کینٹ، ایک دراز قامت خوب صورت عورت جسے کینٹ کی بیوی کی حیثیت سے روشناس کرایا گیا تھا، اس کے علاوہ دو اور افراد تھے جن سے میرا تعارف ہو گیا تھا۔ یہ سب ان معاملات میں شریک تھے جینس یا شارٹو وغیرہ کو اس ڈنر میں مدعو نہیں کیا گیا تھا غالباً اس میں حیثیت کا خیال رکھنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن میں بھی ابھی اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی ان چیزوں کی گنجائش تھی۔

ڈنر کے بعد میں نے دوبارہ مسٹر کینٹ سے اس سلسلے میں رجوع کیا اور وہ بولا۔ "جیسا کہ آپ کے علم ہے مسٹر علی یار خان کہ متعلقہ آبدوز، ہائل جوشیو کے قبضے میں ہے اور وہ اس کے لیے سودے بازی کر رہا ہے۔ اسرائیلی بھی اس سلسلے میں معروفِ کار ہیں، وہ ہائل جوشیو کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ لیکن معاملات کہاں تک پہنچے ہیں اسکے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ آبدوز کی تلاش کے سلسلے میں ہم میں سے کئی افراد کوشش کر چکے ہیں لیکن ناکام رہے ہیں۔ ابھی تک یہی اندازہ نہیں ہو سکا ہے کہ ہائل جوشیو نے اُسے کس علاقے میں رکھا ہے۔ البتہ ایک ایسا ذریعہ ہمارے پاس موجود ہے جس کے سبب ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ آبدوز ہے انھی اطراف میں کہیں۔"

"وہ کیا ذریعہ ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک مخصوص آلہ جو آبدوز کے سگنل وصول کرتا ہے آبدوز میں یہ نظام ایک خاص مقصد کے لیے رکھا گیا تھا اور اتنا خفیہ کہ صرف آبدوز کے کمانڈر کو اس کے بارے میں معلوم تھا کہ ایک آلے کے ذریعے آبدوز دُوسری آبدوزوں سے رابطہ قائم کر سکتی ہے۔ وہ آلہ مجھے فراہم کیا گیا ہے۔ وہ یہ بتاتا ہے کہ آبدوز یہیں موجود ہے۔ یقیناً ہائل جوشیو کو اس کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہیں۔ ورنہ آبدوز میں موجود اس نظام کو ناکارہ کرنے کی کوشش ضرور کرتا۔ جب آبدوز کو قابو میں کیا گیا تھا تو کچھ ایسے ہتھکنڈے استعمال کیے گئے تھے کہ عملے کے لوگ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے اور ساکت و جامد ہو گئے تھے۔ اس وقت آبدوز کی تمام نشریات جام کر دی گئی تھیں لیکن اس کے بعد جب انھوں نے آبدوز اپنے قبضے میں کر لی تو یہ ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ اس کے تمام سسٹم بند کر دیے جائیں۔ اس کے علاوہ وہ نشریاتی آلہ جو پیغامات دیتا رہتا ہے بند نہیں ہوتا، نہ اسے آن کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بس وہ اپنا کام جاری رکھتا ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ ہمیں اس کے پیغامات موصول ہوتے رہتے ہیں۔"

"میں وہ آلہ دیکھنا چاہتا ہوں جو پیغامات ریسیو کرتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے، کیا آج ہی رات؟"

"ہاں، میں چاہتا ہوں کہ کل صبح سے اپنے کام کا آغاز کر دوں۔"

"مور پلیز۔" کینٹ نے مور سے کہا اور مور وہاں سے چلا گیا۔

"تھوڑی دیر کے بعد وہ تقریباً ۴ انچ کے حجم کا ایک چوکور بکس لے کر اندر آ گیا جس سے پانچ باریک باریک ...... ایریل باہر نکالے گئے تھے۔ اس کے دو بٹن آف کر دیے گئے۔ آلے کے ننھے سے سپیکر سے مخصوص قسم کی ہلکی ہلکی آوازیں اُبھرنے لگیں جو آہستہ آہستہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ اسکے ساتھ ساتھ ہی ایک ننھا سا سُرخ بلب بار بار جلنے اور بجھنے لگا۔ میں غور سے اُسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کینٹ سے پوچھا۔

"کیا یہی وہ آوازیں ہیں۔ میرا مطلب ہے سگنل؟"

"ہاں۔"

"تو زیرِ سمندر یہ آلہ کام کرتا ہے؟"

"بلاشبہ! یہ بنایا ہی اسی مقصد کے لیے گیا ہے۔"

"کیا یہ سمتوں کا تعین نہیں کرتا؟"

"نہیں، اگر ایسا ہوتا تو ہم اب تک آبدوز کے بارے میں معلومات حاصل کر چکے ہوتے۔"

"کیا ان آوازوں اور روشنی سے بھی سمتوں کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا؟ میرا مقصد ہے کسی خاص سمت میں بڑھنے سے یہ آوازیں یا روشنی تیز ہوتی ہو۔ اس طرح ہم آبدوز کی سمت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔"

"یہ تمام کوششیں کر لی گئی ہیں۔ ویسے بھی اس آلے میں یہ تمام چیزیں نہیں رکھی گئیں۔" کینٹ نے جواب دیا۔

"کیا یہ آلہ میں اپنے پاس رکھ سکتا ہوں؟"

"آپ ہر وہ چیز اپنے پاس رکھ سکتے ہیں مسٹر علی جو آج تک ہم استعمال کرتے آئے ہیں۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ آبدوز کی تلاش کے لیے ہمارے پاس کیا کیا انتظامات موجود ہیں۔"

"ہائی اسپیڈ بوٹس جو تمام ضروری چیزوں سے لیس ہیں، اس کے علاوہ غوطہ خوری کے لیے انتہائی مناسب انتظامات ہیں اور ایک ہیلی کاپٹر بھی آپ کو فراہم کیا جا سکتا ہے جو دراصل بحری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تحقیقاتی مہمات کے لیے ہم نے حاصل کیا ہے۔ اس کے ذریعے ہم دُور دُور تک کا جائزہ بھی لے سکتے ہیں۔"

"شکریہ مسٹر کینٹ! میرا خیال ہے کل صبح میں اپنا پہلا سفر ہائی اسپیڈ بوٹ سے کروں گا۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

"مجھے کچھ کہنے کی اجازت دی جائے۔" مور بولا۔

"ہاں ہاں، ضرور۔"

"کل ہائی اسپیڈ بوٹ کے ذریعے سفر کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں کل کے دن کی اہمیت کو ملحوظ رکھا جائے۔ سمندر میں بھی کافی لوٹ مار ہوتی ہے۔"

"اس کے باوجود میں بوٹ ہی استعمال کروں گا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور مور نے شانے ہلا دیے۔

"یقیناً یقیناً جیسا آپ پسند کریں۔ میں نے تو صرف ایک اشارہ دیا تھا۔" مور نے کہا۔

"اب یہ میٹنگ ملتوی کی جاتی ہے۔ میرا خیال ہے خاصا وقت ہو گیا، آپ بھی آرام کریں، کل صبح جس وقت آپ پسند کریں اپنے کام کا آغاز کر سکتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص آپ کی معاونت کیلیے مستعد ہو گا۔"

ڈنر ہال سے ہم باہر نکل آئے اور منتشر ہو گئے۔ میں واپس اپنے کیبن کی طرف جا رہا تھا کہ جینس کسی طرف سے نکل کر میرے پاس پہنچ گئی۔

"ہیلو! میٹنگ ختم ہو گئی؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔"

"کیا اب آپ آرام کرنا چاہتے ہیں؟" جینس نے پوچھا اور میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"میں۔۔۔ کچھ سمجھا نہیں مس جینس۔۔۔؟"

"اوہ سر! ام۔۔۔ معاف کیجیے گا۔۔۔ دراصل صرف ایک سوال سمجھیں اسے۔" وہ کسی قدر بوکھلا سی گئی۔

"نہیں مس جینس! میرے ذہن میں بھی کوئی خاص زاویہ نہیں تھا اس سلسلے میں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"وہ جناب! یہاں کلب وغیرہ بھی ہیں، تفریحات کے دُوسرے انتظامات بھی ہیں۔ میں تو صرف یہ پوچھنا چاہتی تھی کہ اگر آپ کوئی تفریح کرنا چاہیں تو میں آپ کی رہنمائی وہاں تک کر دُوں۔"

میرے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی، جینس کی بوکھلاہٹ خاصی دلچسپ تھی۔ چند لمحات سوچتے رہنے کے بعد میں نے کہا۔ "کم از کم آپ کے ساتھ ان جگہوں کو ضرور دیکھوں گا مس جینس، اس کے بعد آرام کروں گا۔ زیادہ وقت کسی ہوٹل یا تفریح کی جگہ گزارنا میرے لیے ممکن نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کل صُبح سے میں اپنے کام کا آغاز کر دُوں۔"

"تو پھر لباس وغیرہ تو نہیں تبدیل کرنا آپ کو؟"

"اگر آپ ضرورت محسوس کرتی ہیں تو بتا دیجیے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

جینس ایک بار پھر بوکھلا کر رہ گئی۔ پھر جلدی سے بولی۔

"میرا خیال ہے نہایت مناسب اور موزوں لباس ہے آپ کے بدن پر۔ تشریف لائیے۔" میں مُسکراتا ہوا اس کے ساتھ چل پڑا۔ لڑکی کی ان بوکھلاہٹوں میں شرافت نمایاں تھی اور مجھے یقین تھا کہ وہ ایسی ہی فطرت کی مالک ہے۔ چہرے بعض اوقات جھوٹ بولتے ہیں لیکن آنکھیں کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔ اس کی آنکھوں میں شرم کا تھوڑا سا عنصر باقی تھا جو کچھ کہتی تھی، بے تکان کہہ جاتی تھی۔ لیکن بعد میں یہ احساس اُسے ہو جاتا تھا کہ غلط بول گئی ہے۔ ایسی لڑکی میرے لیے قابلِ قبول تھی کیونکہ وہ کسی طور میرے لیے عذاب نہیں بن سکتی تھی۔ میں جینس کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور تھوڑی دیر بعد ہم کلب کے دروازے سے اندر داخل ہو رہے تھے۔

کلب میری توقعات کے مطابق تھا۔ اس شاندار جہاز پر موجود کلب اتنا ہی خوبصورت ہو سکتا تھا۔ وہاں کی فضا میں بڑا انتشار تھا۔ لوگ اپنے اپنے طور پر تفریحات میں مشغول تھے۔ مشروبات کی ٹرالیاں اِدھر سے اُدھر گردش کر رہی تھیں۔ ایک طرف آرکسٹرا موسیقی بکھیر رہا تھا۔ ڈانسنگ فلور بھی نظر آ رہا تھا، جہاں ابھی پروگرام کا آغاز نہیں ہُوا تھا۔ جینس مجھے لیے ہوئے ایک کونے کی میز کی جانب بڑھ گئی اور ہم دونوں بیٹھ گئے۔

"یُوں محسوس ہوتا ہے جیسے جہاز پر موجود تمام لوگ اس طرف نکل آئے ہوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں جناب۔ تمام لوگ نہیں، یہ تو کُل تعداد کا بیسواں حصّہ بھی نہیں ہے۔ آپ نے جائزہ لے لیا ہو گا، بہُت وسیع و عریض جہاز ہے۔ بے شمار لوگ یہاں موجود ہیں۔ آپ دیکھیے نا، ان میں جگہ جگہ کے لوگ نظر آتے ہیں۔"

"ہاں۔ اس کے علاوہ بھی کوئی اور تفریح گاہ ہے؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"جی ہاں، کیوں نہیں۔ عرشے پر بھی ایک اوپن ایئر ریستوران ہے اور وہیں ایک جوا خانہ بھی ہے، خاصے لوگ ہوں گے وہاں اس وقت۔ کیا آپ یہاں بیٹھنا مناسب نہیں خیال کر رہے؟"

"نہیں نہیں۔ فی الحال یہی جگہ مناسب ہے۔" میں نے کہا اور جینس نے گردن ہلا دی۔ ہم نے وہاں بیٹھ کر ایک مشروب پیا اور اس کے بعد وہاں سے اُٹھ گئے۔

جینس مجھے میرے کیبن تک چھوڑنے آئی تھی، اس نے دروازے پر کھڑے ہو کر پوچھا۔ "صبح کو کس وقت حاضر ہو جاؤں جناب؟"

"جینس، میں صبح کو بوٹ کے ذریعے تھوڑی سی سرگشت کے لیے جاؤں گا۔ بہتر یہ ہے کہ تم صبح مجھ سے نہ ملو۔ واپس آنے کے بعد ہی تم سے ملاقات ہو گی۔"

"جو حکم۔" اس نے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گئی۔ میں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔

دوسرے دن تقریباً ساڑھے پانچ بجے ہی آنکھ کھل گئی۔ وجہ کچھ نہیں تھی، میرے ذہن پر آج کی مہم سوار تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ اپنی مہم کا آغاز شاندار طریقے سے کروں۔

چھ بجے میں کیبن سے باہر نکل آیا، پوری طرح تیار تھا۔ ٹہلتا ہوا عرشے پر آیا اور سب سے پہلے شارلوٹ سے ملاقات ہو گئی۔ وہ ریلنگ پر ٹکا سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔ میرے قدموں کی چاپ پر اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر مسکرا کر بولا۔ "اوہ سر آپ! بہت جلدی اُٹھ گئے۔ کیا آپ سحر خیزی کے عادی ہیں؟"

"نہیں شارلوٹ! عام حالات میں دیر تک بھی سوتا رہتا ہوں لیکن تمھیں موجودہ صورتِ حال کی اہمیت کا اندازہ تو یقیناً ہو گا۔"

"اندازہ ہی نہیں جناب بلکہ میرے سپرد کچھ ذمے داریاں۔۔۔ بھی کی گئی ہیں۔"

"کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اسپیڈ بوٹ مجھے ہی ڈرائیو کرنی ہے۔ مسٹر کینٹ کا خیال ہے کہ میں سمندر میں سفر کا ماہر ہوں۔ انہوں نے میری ڈیوٹی لگائی تھی اور مجھ سے کہا تھا کہ میں جلد جاگ کر تیاریاں کر لوں تاکہ مسٹر علی کو جس وقت بھی ضرورت ہو، میں فوراً بوٹ پانی میں اتار سکوں۔"

"تو تم نے تیاریاں مکمل کر لیں؟" میں نے کہا۔

"بالکل جناب! فارغ ہوئے بھی ایک گھنٹا گزر گیا۔"

"کیا میں اس بوٹ کو دیکھ سکتا ہوں؟"

"ضرور ضرور، تشریف لائیے۔" اُس نے کہا اور مستعدی سے مجھے ساتھ لیے ہوئے جہاز کے ایک حصّے میں پہنچ گیا۔ یہاں ہُک سے لگی ایک بوٹ موجود تھی جو لائف بوٹ ہی کی طرح ہینگر میں پھنسی ہوئی تھی۔ ہم لوگ لوہے کی سیڑھیوں کو طے کر کے اُوپر پہنچ گئے۔ انتہائی مضبوطی سے بوٹ اس ہینگر میں پھنسائی گئی تھی چنانچہ کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں نے بوٹ کا جائزہ لیا، بہت ہی شاندار چیز تھی۔ شارلوٹ مجھے اُس کی خصوصیات بتانے لگا۔ ضرورت پڑنے پر اس بوٹ کو اُوپر سے بند کیا جا سکتا تھا اور سمندر میں تقریباً چھ فٹ نیچے اتارا جا سکتا تھا لیکن ایسا صرف چند لمحات کے لیے کیا جا سکتا تھا۔ اس کے بعد اسے سطح پر لانا ضروری تھا۔ یہ صرف اس کے انجن کی قوت تھی کہ وہ پانی کے نیچے بھی تھوڑی دیر تک چل سکتی تھی لیکن آکسیجن وغیرہ کا اس میں کوئی بندوبست نہیں تھا اور نہ ہی ایسے انتظامات تھے کہ وہ آبدوز کی شکل میں تبدیل ہو سکتی۔

شارلوٹ نے مجھے بتایا کہ وہ اس قسم کی بوٹ کنٹرول کرنے میں ماہر ہے، وہ کہنے لگا۔ "اس میں یہ خصوصیت اس لیے رکھی گئی ہے جناب کہ اگر کسی خاص موقع پر ضرورت محسوس ہو تو چند لمحات کے لیے غوطہ لگا کر ہم دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں۔ یہ خصوصاً مسٹر کینٹ نے منگوائی تھی۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ اور تم اسے اچھی طرح آپریٹ کر لیتے ہو؟"

"جی ہاں۔ میں نے اپنی ساری زندگی اسی قسم کی مصروفیات میں گزاری ہے۔" شارلوٹ نے جواب دیا۔

"شارلوٹ! بوٹ میں ہمارے پاس ہتھیاروں وغیرہ کا بھی بندوبست ہے؟"

"جی ہاں۔ یہ دیکھیے، یہ مخصوص بٹن لگے ہوئے ہیں۔ اس بٹن کو دبانے سے بوٹ کے سامنے کے حصّے میں دو نالیں نکل آتی ہیں جو اینٹی ایئر کرافٹ گن کی طرح فائرنگ کر سکتی ہیں اور اپنی زد میں آئی ہوئی کسی بھی موٹر بوٹ کو تباہ کر سکتی ہیں۔ ان کی قوت بس اتنی ہی ہے۔ اگر ہم انھیں کسی ٹینکر یا کروزر پر استعمال کرنا چاہیں تو یہ ناکام رہیں گی۔ ایسی ہی گنیں پیچھے کی سمت بھی لگی ہوئی ہیں۔ اسٹیرنگ کے ذریعے ان کے رُخ تبدیل کیے جا سکتے ہیں۔ آگے اور پیچھے لگی ہوئی یہ گنیں بخوبی چاروں جانب فائر کر سکتی ہیں۔ البتہ انہیں استعمال کرنے کے لیے اُوپر نکالنا پڑتا ہے۔"

"گڈ، ویری گڈ! اس کے علاوہ؟"

"کافی کے یہ تھرماس اور کھانے کے پیکٹوں کے یہ تین بنڈل جو چوبیس گھنٹوں کے لیے کار آمد ہو سکتے ہیں۔ پانی اور ایسی ہی ضرورت کی چند دوسری چیزیں۔ یہ کچھ مخصوص قسم کے پستول بھی ہیں جو خاص طور سے آپ کے لیے رکھوائے گئے ہیں۔ اور کچھ جناب؟"

"میرا خیال ہے ہمارا کام تو مکمل ہے۔ کیا اب مسٹر کینٹ سے ملنا ضروری ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ مجھے مسٹر کینٹ نے اجازت دے دی تھی کہ آپ کے حکم پر فوراً ہی روانہ ہو جاؤں۔"

"گڈ۔ ایک اور چیز کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے شارلوٹ۔"

"وہ کیا جناب؟"

"ایسا مخصوص کیمرا جس سے ضرورت کے وقت تصویریں اُتاری

WWW.PAKSOCIETY.COM

جاسکیں۔"

شارلٹو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے بوٹ کا ایک خانہ کھولا اور ایک چھوٹا سا واٹر پروف کیمرا نکال کر میرے حوالے کر دیا۔ "یہ لوڈ ہے جناب! آپ اس سے پانی کے نیچے بھی تصویریں کھینچ سکتے ہیں۔"

میں نے ایک گہری سانس لی اور پھر شارلٹو کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "انتہائی شاندار! میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں شارلٹو۔"

"شکریہ جناب۔ اب کیا پروگرام ہے؟ کیا ناشتے کے بعد ہم اپنی مہم پر روانہ ہوں گے؟"

"بھئی اگر مہم کے دوران ہی ناشتا کیا جائے تو کیا ہرج ہے؟"

"کوئی ہرج نہیں ہے۔" وہ بولا۔ "اب تو ہمیں نیچے اترنے کی بھی ضرورت نہیں، کیا خیال ہے؟"

"بالکل۔" میں نے کہا اور پھر شارلٹو کے ساتھ بوٹ میں آبیٹھا۔ صرف دو آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش تھی، باقی بوٹ میں مشینری وغیرہ پھیلی ہوئی تھی۔ شارلٹو نے ہینگر کے ہک کھولے اور اس کے بعد ایک کرین بوٹ کو نیچے اتارنے لگی۔ کرین نے پہلے بوٹ کو آگے بڑھا کر جہاز کے کنارے سے سمندر کی اُوپری سطح تک پہنچا دیا، اس کے بعد وہ اسے نیچے اتارنے لگی۔ تمام کام آٹومیٹک تھے۔ اُوپر سے کسی کو کنٹرول کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ نیچے پہنچنے کے بعد شارلٹو نے ہک نکال دیے اور آٹومیٹک کرین واپس اپنی جگہ پلٹ گئی۔ اب بوٹ سمندر میں تھی۔ شارلٹو نے اسے اسٹارٹ کیا اور پھر سُست رفتاری سے آگے بڑھا دیا۔

ہائی اسپیڈ بوٹ آہستہ آہستہ رفتار پکڑتی جا رہی تھی اور اب وہ صرف پانی کی سطح کو چھوتی ہوئی چل رہی تھی۔ شارلٹو نے ایک دُوربین نکال کر میری طرف بڑھا دی اور میں نے شکریہ کے ساتھ اُسے قبول کر لیا۔ اب تک سب کچھ میری منشا کے مطابق ہو رہا تھا لیکن اس کے باوجود بھی میں محتاط ہی تھا۔ جہاز پر میرے معاون جتنے لوگ تھے یقیناً تارینا ہارڈ و نے انھیں اچھی طرح چیک کر لیا ہوگا اور اُن میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو اس مشن کے لیے خطرناک ہو۔ اس کے باوجود ہائل جوشیو کی قوت کو بھی مدِ نگاہ رکھنا تھا۔ اتنا بااختیار شخص اپنے تحفظ کے لیے جس طرح بھی بندوبست کرنا چاہے کر سکتا تھا۔

شارلٹو نے جس رُخ پر کشتی کو موڑا تھا، میں نے اُس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ کافی دُور پہنچنے کے بعد شارلٹو ہی کو اس کا خیال آیا اور اُس نے میری طرف رُخ کر کے پوچھا۔ "مسٹر علی! آپ کسی خاص سمت جانا چاہتے ہوں تو مجھے گائیڈ کریں۔"

"چلتے رہو۔ میرا خیال ہے کہ تم صحیح سمت جا رہے ہو۔ کشتی کا رُخ اِنھی چھوٹے چھوٹے جزیروں کی طرف ہے نا جو اپنی گوناگوں خوبیوں کے سبب مشہور ہیں؟"

ہاں۔ وہ دیکھیے، جزائر کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔" شارلٹو نے کہا اور کشتی کی رفتار ہلکی کر دی۔ میں گہری نگاہوں سے جزیروں کے اس سلسلے کو دیکھنے لگا۔ ان پر درختوں کی بہتات نظر آ رہی تھی۔ بظاہر ان پر کوئی متنفس نظر نہیں آ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ ان سنسان اور غیر آباد جزیروں کو واقعی آسانی سے مجرمانہ کارروائیوں کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ یہ علاقہ دنیا کا عجیب ترین علاقہ کہا جا سکتا تھا۔ تمام جزیرے ویران اور غیر آباد تھے۔ صرف ایک آدھ جزیرے پر مجھے کچھ جھونپڑے نظر آئے اور میں نے شارلٹو سے اُن کے بارے میں سوال کیا۔

"سر، یہ ماہی گیروں کی بستیاں ہیں۔ کہیں کہیں ان جزیروں پر ماہی گیر رہتے ہیں۔ وہ مچھلیاں پکڑتے ہیں اور آباد جزیروں پر لے جا کر فروخت کر دیتے ہیں اور اس طرح اپنا پیٹ پال لیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، چلتے رہو۔"

"اگر آپ چاہیں تو کسی بھی جزیرے پر اُتر کر اِن ماہی گیروں سے ملاقات کر سکتے ہیں۔"

"ابھی نہیں شارلٹو، ابھی میں اطراف میں دُور دُور تک کا جائزہ لے لینا چاہتا ہوں۔"

"جیسا آپ پسند کریں۔" شارلٹو نے کہا اور اس کے بعد کشتی اس طرف سے واپس موڑ دی۔

پھر دُور سے اُس نے مجھے فورکا زبھی دکھایا جہاں آبادی معلوم ہو رہی تھی اور اس کے بعد وہاں سے بھی واپس پلٹ پڑا۔ پھر سمندر میں ایک جگہ اُس نے کشتی کے انجن بند کر دیے۔ اس وقت دن کا ایک بج چکا تھا۔ ہم نے نہ جانے کتنا سمندری سفر طے کر لیا تھا۔ ابھی تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا جسے قابلِ ذکر کہا جا سکتا۔

شارلٹو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "سر، اِن تمام مصروفیات کے ساتھ ساتھ جسم کی قوت بحال رکھنا بھی ضروری ہے۔ کیا خیال ہے، ایک بج چکا ہے؟"

"یقیناً شارلٹو۔ یُوں لگتا ہے جیسے سمندری ہوائیں نظامِ ہضم کے لیے کافی بہتر ثابت ہوئی ہیں۔ میں بھی شدید بھوک محسوس کر رہا ہوں۔"

"اور میں بھی۔" شارلٹو نے کہا، پھر ایک پیکٹ کھول لیا، اعلیٰ قسم کے سینڈوچز اس میں موجود تھے۔ اس کے ساتھ ہی کافی بھی نکالی گئی جو انتہائی گرم اور لذیذ تھی اور اس طرح محفوظ کی گئی تھی کہ بالکل تازہ رہے۔ کافی سمندر کی اس نمی میں مزہ دے گئی۔ ہم نے

بہ ایک ایک سینڈوچ کا کھا ڈالا اور کافی کے دو دو کپ پینے کے بعد چست و چالاک ہو گئے۔ شارلٹو مجھے سمندر میں واقع جزیروں کے بارے میں بتا رہا تھا۔

"مجھے بحری تحقیقاتی مہم کے سلسلے میں کوئی سرگرمی کہیں نظر نہیں آئی شارلٹو؟" میں نے کہا۔

"آپ بائیں جانب جو ایک جہاز کا ہیولا دیکھ رہے ہیں، وہ آج کل زیرِ سمندر تحقیقات میں مصروف ہے۔ ہم جس علاقے میں ہیں یہاں کچھ نہیں کیا جاتا، یہ علاقہ پہلے ہی چھان مارا گیا ہے۔ جہاں پر ہمارا جہاز لنگر انداز ہے وہاں اور اسی طرح این کے کے اطراف میں اتنے ہی فاصلوں پر کسی سمندری تحقیق کی اجازت نہیں ہے جو کچھ ہوتا ہے اس سے آگے ہوتا ہے۔"

سمندر کا ایک طویل چکر لگانے کے بعد ہم واپس پلٹ پڑے۔

دفعتاً ہی مجھے لُوٹ مار کا دن یاد آ گیا، میں نے مسکراتے ہوئے شارلٹو سے کہا۔ "این کے، کے عجیب تہوار کے بارے میں لوگوں نے مجھے بتایا تھا مگر میں نے تو اس کے آثار سمندر میں کہیں نہیں پائے؟"

"جو کچھ ہو رہا ہوگا اس کا آپ اندازہ بھی نہیں کر سکتے مسٹر علی۔ کاش میں آپ کو وہاں کی ہنگامی کیفیات دکھا سکتا۔"

"کیا ہم اس کے قریب سے بھی نہیں گزر سکتے؟"

"مناسب نہیں ہوگا، کسی بھی طرح یہ خطرہ مول لینا ٹھیک نہیں ہے ورنہ میں آپ کی یہ خواہش ضرور پوری کرتا۔"

"کاش میں ایک سال تک یہاں رہ سکتا۔ ان معاملات کی وجہ سے مجھے محتاط ہونا پڑا ہے ورنہ اس دلچسپ دن کو دیکھنے کی آرزو میرے دل میں بار بار اُبھر رہی ہے۔" شارلٹو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم لوگ بہت دیر تک اطراف میں گھومتے رہے اور اس کے بعد واپس اپنی جگہ پر آ گئے۔

دُوسرے لوگوں کو چونکہ اس بات کا علم تھا کہ ہم سمندر کی سیر کو نکلے ہوئے ہیں اس لیے وہاں سب ہی مستعد تھے۔ مور نے دُور ہی سے ہمیں دیکھ لیا اور ہاتھ ہلا کر اشارہ کیا کہ وہ کشتی کو اُوپر اُٹھانے کا بندوبست کر رہا ہے اور چند لمحات کے بعد اسی مخصوص کرین کے ذریعے ہائی اسپیڈ بوٹ اُوپر اُٹھا کر ہینگر میں فٹ کر دی گئی اور ہم لوگ لوہے کی سیڑھی سے نیچے اتر آئے۔ مور میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

"یہ سوال تو کرنا ہی حماقت ہے مسٹر علی کہ آپ کو کچھ کامیابی نصیب ہوئی۔" مور نے کہا۔

"ہاں، ابھی تو یہ سوال غیر مناسب ہے البتہ جیسے ہی کوئی نئی بات میرے علم میں آئی میں آپ کو ضرور اس کے بارے میں اطلاع دوں گا۔"

کیبن میں واپس آنے کے بعد لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر آرام کرنے لیٹ گیا۔ دن میں جو کچھ دیکھا تھا اس کا نقشہ ذہن میں گھوم رہا تھا۔ بار بار یہ احساس دل میں پیدا ہوتا تھا کہ یہ کام بہت مشکل ثابت ہوگا، صرف سمندر گردی کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اصل بات کسی خاص زاویے تک پہنچنے کی ہے، کوئی ایسا اہم زاویہ جس سے یہ اندازہ ہو کہ ہائل جوشیو نے آبدوز اب کہاں چھپا رکھی ہے اور اس کے لیے صرف جہاز تک محدود رہنا مناسب نہیں ہوگا۔ مین جگہ این کے تھی جسے نظر انداز کرنا بہتر نہیں تھا۔ میں نے یہ بات اچھی طرح محسوس کر لی تھی کہ جہاز پر موجود لوگ متضاد مزاجوں کے مالک ہیں۔ کینٹ اس سلسلے میں کام ضرور کر رہا ہے لیکن کسی قدر بد دلی سے، جو سرگرمی ہونا چاہیے تھی وہ نہیں تھی۔ تمام لوگ مجھ سے تعاون کرنے پر ضرور آمادہ تھے لیکن ان میں سے کسی کے بھی اندر وہ جذبہ نہیں پایا جاتا تھا جو درحقیقت کامیابیوں سے روشناس کراتا ہے۔ ایک آدھ بار یہ خیال بھی میرے ذہن میں آیا کہ ممکن ہے تارینا ہارڈ و نے جو کچھ کہا ہو اس میں صداقت نہ ہو، معاملہ مکمل طور پر ذاتی حیثیت رکھتا ہو اور فلیٹیو کو صرف اسرائیل کے نام پر اس میں ملوث کر لینا، کوئی سازش بھی ہو سکتی تھی لیکن یہ بات اس وقت سوچنے کی تھی جب اس مہم کا آغاز نہیں ہوا تھا، اب تو یہ سب کچھ سوچنا بے کار تھا۔ پھر ذہن میں تہذیب مالکم ایکس کا خیال آیا، پتا نہیں وہ کس حال میں ہو، ابھی تک ٹرانسمیٹر پر اس سے رابطہ قائم نہیں ہوا تھا۔ اس سے

شکیل انجم کی کرنل پرویز (اور) قالبوط سیریز کے چار ناول شائع ہو گئے ہیں:

کرنل پرویز سیریز نمبر ۱۵ — چاند چونک افق سے غائب ہو گیا اور پوری دنیا میں دہشت پھیل گئی تھی۔ ایک حیرت انگیز ناول۔ قیمت ۱۰ روپے

کرنل پرویز سیریز نمبر ۱۶ — اُس خلائی مخلوق کے جسم شیشے کی طرح صاف تھے۔ اس سیارے پر روبوٹ کی حکومت تھی۔ ایک سنسنی خیز ناول۔ قیمت ۱۰ روپے

قالبوط سیریز نمبر ۷ — آنکھ کی واپسی — ایک آنکھ جو ایک شخص کے چہرے سے چوری ہو گئی تھی اس آنکھ کو حاصل کرنے کے لیے کئی قتل ہوئے۔ ایک سنسنی خیز ناول۔ قیمت ۱۰ روپے

قالبوط سیریز نمبر ۸ — ایک مجسمہ جو کروڑوں روپے کے جواہرات چرا کر فرار ہو گیا تھا۔ کیا پتھر کا مجسمہ چور ہو سکتا ہے؟ ایک دلچسپ ناول۔ قیمت ۱۰ روپے

کتابیات پبلیکیشنز — کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جدا ہوتے ہوئے بھی اس سلسلے میں کوئی پروگرام ترتیب نہیں پایا تھا، وجہ یہی تھی کہ وہ اچانک چلی گئی تھی۔ میں نے سوچا کہ خود ہی کیوں نہ اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جائے چنانچہ وہ ننھا سا ٹرانسیمٹر جو تارینا ہارڈو نے مجھے دیا تھا نکال کر میں نے کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر اس کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔

چند لمحات کے بعد اپنی اس کوشش میں مجھے کامیابی نصیب ہو گئی پھر چند ہی سیکنڈ گزرے تھے کہ دوسری طرف سے تہذیب مالکم ایکس کی آواز سنائی دی "ہیلو۔ ۔ ۔ ہیلو۔۔ تہذیب مالکم ایکس۔"

"اور تم جانتی ہو کہ کون بول رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں، میں نہیں جانتی۔ نام بتاؤ۔" تہذیب نے کہا۔

"علی یار خان۔"

"گڈ، علی، میں رات ہونے کا انتظار کر رہی تھی اور اُلجھن یہی تھی کہ پتا نہیں تم کن مصروفیات کا شکار ہو، جلدی سے مجھے اپنی خیریت بتاؤ۔"

"کیا رات کو تم مجھ سے رابطہ قائم کرنے والی تھیں؟" میں نے کہا۔

"ہاں ۔ تم خیریت سے تو ہو نا؟" تہذیب کے لہجے میں بے چینی تھی۔

"ہاں! بالکل ٹھیک ہوں، کوئی ایسی بات نہیں جو قابلِ ذکر ہو۔"

"کام کا آغاز ہو گیا؟"

"ہاں۔"

"کہاں سے بول رہے ہو، این کے سے؟"

"نہیں، مارشل سے۔"

"اوہ! اچھا اچھا۔" تہذیب کی آواز سنائی دی۔

"تم سناؤ تہذیب، کس پوزیشن میں ہو؟"

"نہایت پُرسکون، بہت موزوں۔ وہ شخص وقت سے کچھ پہلے میرے پاس پہنچ گیا جو مجھے میڈم مارٹینا سے ملوانے والا تھا۔ اس وقت میں تم سے رابطہ نہیں قائم کر سکی چونکہ یہ اصول کے خلاف تھا۔ بہر حال میں انتہائی پُرسکون انداز میں میڈم مارٹینا کی رہائش گاہ پر پہنچ گئی ہوں۔ بڑی عمدہ جگہ ہے یہ، زندگی کی تمام سہولتیں مہیا ہیں۔ میڈم مارٹینا ایک پُرخلوص اور تعاون کرنے والی خاتون ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے علی کہ یہاں ایک ایسا ہائی فریکوئنسی نظام موجود ہے جس کے ذریعے ہم تارینا ہارڈو سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ میڈم نے اس کی تمام تفصیلات مجھے بتا دی ہیں۔ میڈم کی یہاں آمد اسی سلسلے میں ہوئی ہے اور انھوں نے نہایت مہارت سے یہاں اپنے لیے ایک مقام بنا لیا ہے۔ دراصل اس جگہ کو ہیڈ کوارٹر بنانے کے لیے میڈم ہارڈو نے یہ انتظامات کیے ہیں۔ میڈم مارٹینا بوڑھی اور بے ضرر خاتون ہیں اس لیے کوئی ان کی جانب توجہ نہیں دے سکتا کہ وہ کسی خاص معاملے میں ملوّث ہوں گی۔"

"تمام پوزیشن کا انھیں علم ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بالکل بالکل! وہ خوب جانتی ہیں کہ ہم لوگ کس مقصد سے کام کر رہے اور ان کا مکمل تعاون ہمیں حاصل رہے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمھاری طرف سے ذرا بے چین تھا تہذیب، یہ جان کر خوشی ہوئی کہ تم مطمئن ہو۔"

"ہاں۔ ایک باقاعدہ اسٹاف موجود ہے یہاں اور یہ لوگ ہمارے لیے کام کرنے کو تیار ہیں اور ہاں علی، مجھے تم سے یہ بھی کہنا تھا کہ کوئی ایسا کام جو تم اپنے طور پر نہ کر سکتے ہو اور اس میں تمھیں مشکلات پیش آئیں مجھے بتا سکتے ہو، میں اسے انجام دینے کی کوشش کروں گی۔ اس کے علاوہ اگر کوئی پیغام میڈم ہارڈو تک پہنچانا ہو تو وہ بھی تم مجھے ہی دے دو، میں ان تک پہنچا دوں گی۔"

"ٹھیک ہے تہذیب، اچھا اب میں رابطہ منقطع کرتا ہوں، زیادہ گفتگو کرنا مناسب نہیں ہوگا۔"

"او کے علی۔ اپنا پوری طرح خیال رکھنا، افسوس میں تم سے دُور ہوں۔"

"خدا حافظ۔" میں نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

تہذیب کی طرف سے اب سکون ہو گیا تھا، کم از کم وہ محفوظ جگہ تھی۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں باہر نکلا تو جینس نظر آ گئی۔ جینس کے بارے میں اب میں نے سوچنا چھوڑ دیا تھا۔ اس نے مجھ سے کسی ضرورت کے بارے میں پوچھا تو اور میں نے شکریہ کے ساتھ اس سے کہہ دیا کہ میں بالکل ٹھیک ہوں، فی الوقت کوئی ضرورت نہیں ہے۔

رات کے پروگراموں میں، میں نے اسے شامل کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ تقریباً ساڑھے سات، پونے آٹھ بجے میں باہر نکل آیا تھا۔ تھوڑی دیر تک عرشے کی سیر کرتا رہا اور اس کے بعد اس طرف بڑھ گیا جہاں اوپن ائیر ریستوران اور جوا خانہ تھا۔

ریستوران میں بچھی ہوئی کرسیوں پر لوگ بیٹھے مشروبات سے شغل کر رہے تھے۔ میں جوا خانے میں داخل ہو گیا اور اندر کا منظر دیکھ کر میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ یہ تو باقاعدہ ایک قمار خانہ معلوم ہوتا تھا۔ یہاں کافی لوگ میزوں پر جوا کھیل رہے تھے۔ میں ان میزوں کے درمیان چکرا تا رہا۔ ایک دو جگہ مجھے پیش کش بھی کی گئی لیکن میں نے مسکرا کر معذرت کر لی اور تھوڑی دیر بعد وہاں سے نکل کر کھلی جگہ میں آ بیٹھا۔

ایک ویٹر میرے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں نے اسے ایک

انکم گئی۔ نہ

مشروب کا آرڈر دے دیا اور وہ چلا گیا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً عقب سے ایک آواز سنائی دی۔ "شناسائی کے لیے طویل ملاقاتیں تو ضروری نہیں ہیں، بس ایک ہی ملاقات کافی ہوتی ہے مسٹر علی۔ اور تنہا بیٹھے ہوئے لوگ کچھ زیادہ مطمئن نہیں ہوتے۔"

گردن گھما کر دیکھا تو کینٹ کی بیوی کھڑی تھی۔ اس عورت سے میری ملاقات اسی میٹنگ میں ہوئی تھی، بس سرسری سا تعارف کرایا گیا تھا، اس کا نام بھی یاد نہیں تھا۔ تاہم میں نے شناسائی کے انداز میں مسکرا کر اسے خوش آمدید کہا اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"یقیناً آپ تنہائی محسوس کر رہے ہوں گے مسٹر علی۔" اس نے کہا، اس کی آنکھوں سے ایک عجیب سی کیفیت کا اظہار ہوتا تھا، پلکیں جھکی جا رہی تھیں۔ غالباً وہ پیے ہوئے تھی۔

"جی ہاں۔ تشریف رکھیے۔"

"میرا نام شیری ہے۔ آپ مجھے بھول تو نہیں گئے مسٹر علی؟"

"نہیں میڈم۔ آپ کو بھولنا کیا معنی رکھتا ہے۔" میں نے کہا اور پھر خود ہی اپنے الفاظ پر مجھے شرمندگی ہوئی، بلاوجہ ایسی بات کہہ گیا تھا۔ وہ میز پر کہنیاں ٹکا کر ہنسنے لگی۔

"کچھ لوگ بھول جانے کے عادی ہوتے ہیں، پتا نہیں کیوں؟"

"کیا منگواؤں آپ کے لیے؟"

"میں آپ کے سامنے رکھے ہوئے مشروب سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ زندگی کا حُسن اس میں نہیں ہے، آپ اس بدنما شے سے کیوں شغل کر رہے ہیں، کیا آپ کو حسین چیزوں سے دلچسپی نہیں ہے؟"

"کیوں نہیں لیکن اس کے لیے وقت کا انتخاب ضروری ہوتا ہے۔"

"میں زندگی میں وقت کے انتظار کی قائل نہیں ہوں۔ براہ کرم میرے لیے میری ہی ہم نام شے منگوا لیں۔"

"اوہ شیری!" میں نے ہنس کر کہا۔

"جی۔" وہ بولی اور میں نے ویٹر کو اشارہ کر کے اس کے لیے شیری طلب کر لی۔

اس عورت کی کیفیت کچھ عجیب سی نظر آ رہی تھی۔ میٹنگ میں جب پہلی بار میری اس سے ملاقات ہوئی تھی تو نہ میں نے اس پر توجہ دی تھی اور نہ وہی میری طرف خاص طور سے متوجہ ہوئی تھی لیکن اس وقت وہ انتہائی بے تکلفی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ شیری کی چسکیاں لیتے ہوئے اس نے کہا۔ "مسٹر علی! آپ بے حد خوبصورت آدمی ہیں۔ جسمانی طور پر فٹ، چاق و چوبند۔ آپ کی زندگی میں لڑکیوں کی تو بھرمار ہو گی؟"

"نہیں مسز کینٹ! بس یوں سمجھ لیجیے کہ میری مصروفیات لوگوں کو ۔ ۔ ۔ بڑا محتاط اور ایک دوسرے سے لاتعلق محسوس کرتا ہوں۔ ضروری ہے۔ مارشل صرف ہمارے ہی زیرِ تسلط نہیں ہے۔ بہت سے لوگ ہیں یہاں، کون کیا ہے، اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا، توجہ دی، لیے محتاط رہنا ضروری ہے۔"

"ظاہر ہے ۔ ۔ کی کھوج میں نہیں محسوس ہوتا۔" میں نے کہا۔ اس نے کہا۔ اب مجھے کچھ اُلجھن محسوس ہوتی ہے۔ کون کس کی کھوج ۔ ۔ ۔ چسکیاں لیتی رہی اور آخر اس نے اپنے سامنے رکھی ہوئی بوتل ہی ختم کر ڈالی۔ پھر مجھ سے گفتگو کرتے کرتے اس نے میز کی سطح پر سر رکھ دیا۔

اندھیرا اچھی طرح پھیل گیا تھا اور مدھم مدھم روشنیاں جل اُٹھی تھیں۔ یہاں خاص طور سے ان مدھم روشنیوں کا بندوبست کیا گیا تھا تاکہ ماحول رومانٹک ہو سکے۔ میں نے اسے ایک دو آوازیں دیں اور پھر اُلجھی ہوئی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، خواہ مخواہ مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔

دفعتاً اس نے سر اُٹھایا اور نشہ آلود لہجے میں بولی۔ "علی! مجھے میرے کیبن تک پہنچا دو۔"

"اوہ ضرور ضرور۔ آئیے مس شیری۔ پلیز، خود کو سنبھالیے۔" میں نے کہا اور بازو سے پکڑ کر اسے سہارا دیا۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے میرے ساتھ چل پڑی تھی۔ کینٹ کی بیوی نہ ہوتی تو میں ایک لات اس کی کمر پر جماتا اور اپنے کیبن کی طرف بڑھ جاتا۔ لیکن اب مجبوراً مجھے اس کی طرف توجہ دینا پڑی۔ میں اسے سہارا دیے ہوئے اس کے کیبن کی طرف لے آیا جس کی نشاندہی خود اس نے کی تھی۔ کینٹ اپنے کیبن میں موجود نہیں تھا۔ دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئی اور پھر اس نے میرے کوٹ کا کالر پکڑ کر مجھے بھی اندر گھسیٹ لیا۔ میں اس بے ہودہ عورت کی حالت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ جانتا تھا کہ اُمّ الخبائث مکمل طور پر اسے اپنے حصار میں لے چکی ہے۔

کیبن کے وسط میں کھڑے ہو کر عجیب سی نگاہوں سے اس نے مجھے دیکھا اور بولی۔ "جن لوگوں کو تم ٹھکراتے رہے ہو، میں ان میں سے نہیں ہوں علی۔ میں تمھیں اس کا موقع نہیں دوں گی۔ پلیز! بیٹھ جاؤ۔ پلیز۔ ۔ ۔"

"میڈم شیری! میں بہت مصروف انسان ہوں ۔ ۔ ۔!"

"یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ مصروفیت کا تعلق انسانی ضروریات سے ہے اور یہ ایک الگ بحث ہے کہ کب انسانی ضروریات کس نوعیت کی مصروفیت کی متقاضی ہیں۔"

"آپ مجھے کچھ دیر کے لیے موقع دیجیے، میں ابھی حاضر ہوتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں، سنو! پلیز! میں تم سے صرف باتیں کرنا چاہتی ہوں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جدا ہوتے ہوئے بھی اس سلسلے میں کوئی پروگرام ترتیب نہیں پایا تھا، وجہ یہی تھی کہ وہ اچانک چلی گئی تھی۔ میں نے سوچا کہ خود ہی کیوں نہ اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی پوری نہیں وہ ننھا سا ٹرانسمیٹر جو تاریبا ہارڈو نے مجھ... بولی۔

کیبن کا دروازہ اندر سے بند تھے کہ میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا کرنے بیگن بلا وجہ اپنی شخصیت مشکوک کرنا مجھے پسند نہیں تھا۔ لہٰذا اس کی التجا کی پروا کیے بغیر تیزی سے باہر نکل آیا۔ پیچھے سے اس کی دو تین آوازیں سنائی دیں، میں ان آوازوں کو نظر انداز کرکے برق رفتاری سے اپنے کیبن کی طرف چل پڑا۔

راستہ سنسان تھا، کیبن کے نزدیک پہنچ کر میں نے دروازہ کھولا، اندر تاریکی تھی، میں نے سوئچ بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور روشنی کر دی لیکن دوسرے ہی لمحے میری ٹھوڑی پر ایک گھونسا پڑا اور میں اچھل کر پیچھے جا پڑا۔

مجھ پر حملہ کرنے والے نے شاید اپنی شکل چھپانے کے لیے فوراً سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارا تھا۔ کیبن میں تاریکی پھیل گئی لیکن میں اس کا چہرہ دیکھ چکا تھا۔ ایک لمحے کے لیے مجھے اس کی شکل نظر آئی تھی، دوسرے لمحے وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ یہ وہی سیاہ فام تھا جسے میں نے جہاز میں اپنا ہمسفر دیکھا تھا اور جس کا آدھا چہرہ اس طرح کچلا ہوا تھا کہ اس کی طرف دیکھا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

بے شک یہ سب کچھ اچانک ہوا تھا اور اتنی جلدی کسی بھی انسان کا سنبھل جانا ممکن نہیں تھا لیکن میں دوسرے ہی لمحے اپنی جگہ سے اٹھا اور کیبن کے دروازے کی جانب دوڑ پڑا جسے کھول کر سیاہ فام باہر نکل گیا تھا۔ جب میں باہر نکلا تو راہداری کے آخری سرے پر وہ مجھے مڑتا ہوا نظر آیا اور میں نے پوری قوت سے اس کی جانب دوڑ لگا دی۔!

راہداری کے دوسری طرف پہنچا تو اسے عرشے کی سمت دوڑتے پایا لیکن میں نے بھی ہمت نہیں ہاری تھی، کہاں جائے گا۔ اس کے دوڑنے کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ عقب سے فائرنگ کی توقع رکھتا ہے، اس لیے اس طرح لہرا کر دوڑ رہا تھا کہ پستول سے اس کا صحیح نشانہ نہ لیا جا سکے لیکن میں ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ اول تو اس وقت پستول میرے پاس نہیں تھا، ہوتا بھی تو یہ جانے بغیر کہ اس نے میرے کیبن میں کیا کارروائی کی ہے، میں اس کی زندگی لینے کی کوشش نہیں کر سکتا تھا البتہ یہ خواہش ضرور تھی کہ وہ ہاتھ لگ جائے۔

لیکن وہ کمبخت چھلاوا تھا۔ پیروں میں پہیے لگے ہوئے تھے۔ عرشے پر نکل آیا۔ وہ شاید اپنا ایک باقاعدہ پروگرام رکھتا تھا۔ کیونکہ بوڑھا جگہ ریلنگ کے پاس پہنچتے ہی وہ اچھل کر ریلنگ پر چڑھ گیا۔ پھر اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ میں دوڑ کر اس جگہ گیا جہاں سے وہ نیچے کودا تھا۔ میری نگاہوں نے پانی کی سطح پر دور دور تک دیکھا لیکن کوئی سر، کوئی بدن یا کہیں کوئی ہلچل نظر آئی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ سمندر کی گہرائیوں میں گم ہو گیا ہو۔

کافی دیر تک میں اسی طرح کھڑا نیم تاریک سمندر کو گھورتا رہا لیکن اب یہاں کھڑے رہنا بے سود تھا۔ میں واپس چل پڑا۔ ذہن اس واقعے سے الجھ کر رہ گیا تھا۔ بدشکل نیگرو نے جہاز میں میرے ساتھ سفر کیا تھا۔ شکل ہی سے وہ ایک خطرناک مجرم نظر آتا تھا لیکن میرے کیبن میں وہ کیا تلاش کر رہا تھا؟ اسی جہاز پر تھا یا باہر کسی جگہ سے آیا تھا۔ ذہن نے فیصلہ کیا کہ وہ مارشل پر نہیں ہو سکتا ورنہ کہیں چھپنے کی کوشش کرتا اور کم از کم ایسا کوئی کام کرتے ہوئے اپنا چہرہ چھپائے رکھتا تاکہ پہچانا نہ جا سکے۔ ویسے تعجب کی بات تھی! سمندر میں وہ تیر کر کہاں تک جائے گا، کیا ابن کے تک؟ یہ بہت مشکل تھا۔ ممکن ہے کہیں آس پاس سمندر میں اس کے مددگار موجود ہوں۔

انھی خیالات میں الجھا ہوا کیبن میں آ گیا۔ روشنی کی اور کیبن کا جائزہ لینے لگا۔ ایک نگاہ میں ہی اندازہ ہو گیا کہ میرے سامان کی اچھی طرح تلاشی لی گئی ہے لیکن میں نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلی تھیں۔ ایسی کوئی چیز نہ تھی جو کسی کو شبہے کا موقع دیتی۔ منتشر سامان کو سنبھالا اور پھر بستر پر دراز ہو گیا۔ کوئی بات تعجب خیز نہیں تھی، سب کچھ ہو سکتا تھا اور مجھے خود کو سنبھالے رکھنا تھا لیکن ایک خیال جب بھی ذہن میں ابھرتا ایک عجیب سا احساس ہونے لگتا۔ میری یہ جدوجہد فلسطینی مفاد میں جاتی بھی ہے یا نہیں؟ کہیں میری جذباتی کیفیت سے فائدہ اٹھا کر تو مجھے آلۂ کار نہیں بنا لیا گیا؟ اس کا کوئی اطمینان بخش جواب نہیں تھا۔

دوسری صبح معمول کے مطابق تھی۔ ناشتے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ شارٹو آ گیا۔ یہ شخص آہستہ آہستہ میرے دل میں جگہ پانے لگا تھا۔ مستعد اور چوکس آدمی تھا۔ میں نے اسے خوش آمدید کہا۔

"آج کیا پروگرام ہے چیف؟"

"لنچ کے بعد چلیں گے شارٹو۔" میں نے نرمی سے کہا۔

"رخ کدھر ہو گا؟" اس نے پوچھا۔

"ناک کی سیدھ میں۔ ناک جدھر بھی اشارہ کرے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شارٹو بھی مسکرانے لگا۔

"گڈ! گویا کسی سمت کا تعین نہیں ہو گا؟"

"کیا ضرورت ہے شارٹو! سمت اسی وقت متعین کی جا سکتی ہے جب منزل کا کوئی سراغ ہاتھ میں ہو۔ ویسے تمھارا تجربہ کیا کہتا ہے؟"

"چیف! شارٹو بہت بے حیثیت انسان ہے۔ صرف

احکامات پر سر خم کرنے والا۔ اس سے نہ کبھی رائے مانگی گئی، نہ ...نے ان معاملات پر توجہ دی۔ میرا کام صرف تعاون ہے ... مختلف فطرت کا مالک ہوں۔ کوئی لفٹ دیتا ہے تو گھس بیٹھتا ہوں ورنہ اپنے کام سے سروکار رکھتا ہوں۔"

"ممکن ہے دوسرے لوگوں نے تمھیں اہمیت نہ دی ہو شارٹو۔ لیکن میں ذرا مختلف آدمی ہوں۔" میں نے کہا۔

"گویا تم مجھے کوئی اہمیت دیتے ہو؟" شارٹو جلدی سے بولا۔ اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی۔

"یقیناً، تم میرا دایاں بازو ہو۔"

"گڈ! کمال ہے! اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ یہ تو بالکل نئی بات ہے جو اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی۔" شارٹو کا یہ انداز خود کلامی کا سا تھا پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "حقیقت یہی ہے چیف، تم جسے جو حیثیت دو گے، وہ اسی کے مطابق سوچے گا۔ لوگ مجھ پر اعتبار کرتے ہیں کیونکہ میں کسی کتے کی طرح وفادار ہوں۔ جس کے ساتھ ہوتا ہوں، اس کا غلام ہوتا ہوں لیکن ایک کتے کے بھی کچھ اپنے احساسات ہوتے ہیں۔ بہرحال، اب مجھے سوچنا پڑے گا۔"

"صورت حال تمھارے علم میں ہے شارٹو؟"

"ہاں، مسٹر کینٹ مجھ پر اعتبار کرتے ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ میں کان استعمال کرتا ہوں تو زبان بند کر لیتا ہوں اور پھر زبان صرف اس کے سامنے کھلتی ہے جو میرا مالک ہو۔ چنانچہ مسٹر کینٹ نے بارہا میرے سامنے اس موضوع پر بات کی ہے البتہ براہ راست مجھے اس بارے میں نہ کچھ بتایا گیا نہ اس کی ضرورت پیش آئی۔"

"مگر میں تمھاری مدد چاہتا ہوں۔"

"شارٹو تمھاری ضرور خدمت کرے گا چیف۔ دوپہر کے بعد چلنا ہے نا؟"

"ہاں، آج دوپہر کے بعد نکلیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

شارٹو تھوڑی دیر مزید گفتگو کرتا رہا پھر چلا گیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ ایک آدمی تو کام کا مل گیا ہے اور یہ خوشی کی بات تھی۔ چند لمحے بعد جب میں کیبن سے باہر نکلا تو مور سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مسکرا کر مجھے ہیلو کہا اور پھر میرے ساتھ آگے بڑھتا ہوا بولا۔ "کہیے مسٹر علی! مارشل پر آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟"

"جیسا مارشل پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر مسکرا دیا۔

"بہت خوب! واقعی ایک بے معنی سوال کا اس سے بہتر جواب اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ تاہم آپ کسی سلسلے میں کوئی دقت محسوس کر رہے ہوں تو . . . ."

"نہیں، ابھی تک سب ٹھیک ہے۔ البتہ میں یہاں موجود لوگوں کو . . . بڑا محتاط اور ایک دوسرے سے لاتعلق محسوس کرتا ہوں۔"

"ضروری ہے۔ مارشل صرف ہمارے ہی زیر تسلط نہیں ہے۔ بہت سے لوگ ہیں یہاں، کون کیا ہے، اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس لیے محتاط رہنا ضروری ہے۔"

"بظاہر کوئی کسی کی کھوج میں نہیں محسوس ہوتا۔" میں نے کہا۔

"ہاں، دیکھنے والی آنکھ پوشیدہ ہوتی ہے۔ کون کس کی کھوج میں ہے، اگر یہ معلوم ہو جائے تو پھر بات ہی کیا رہی۔" پھر جلدی سے بولا۔ "او کے، میرا تعاون حاضر ہے کسی بھی وقت۔" اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ اس کا رخ ایک پستہ قامت اور بھاری بدن کے آدمی کی طرف تھا جو تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہا تھا۔ میں مور کو دیکھتا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

عرشے پر دھوپ پھیلی ہوئی تھی لیکن اس میں ... تیزی نہیں تھی بلکہ ایک خوشگوار کیفیت تھی۔ میں ریلنگ کے نزدیک کھڑا ہو گیا۔ سمندر میں دور دور تک آمد و رفت نظر آ رہی تھی۔ کشتیاں ادھر سے ادھر آ جا رہی تھیں۔

"ہیلو۔" عقب سے آواز آئی اور میں گردن گھما کر دیکھنے لگا۔ وہ شیری تھی۔

"ہیلو شیری۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور وہ مسکراتی ہوئی میرے نزدیک آ کھڑی ہوئی۔

چند لمحے خاموشی رہی پھر اس نے کہا۔ "کچھ بولو گے نہیں مسٹر علی؟"

"کیسے مزاج ہیں آپ کے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اچھے نہیں ہیں، رات سے پریشان ہوں۔"

"کیوں خیریت؟"

"لوگوں کا خیال ہے میں دُہری شخصیت کی مالک ہوں۔ کبھی کبھی مجھ پر ایک جنون کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اس کے بعد جب یہ جنون ختم ہو جاتا ہے تو . . . تو مسٹر علی میں خود اپنی نگاہ میں حقیر ہو جاتی ہوں۔"

میں نے بغور اسے دیکھا اور پھر سمندر کی طرف رخ کر لیا۔

"لیکن علی! دوسرے تم جیسے نہیں ہوتے۔" وہ بولی اور میں پھر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں کچھ سمجھا نہیں میڈم شیری؟" میں نے کہا۔

"گزری رات کی بات کر رہی ہوں۔"

"آپ نشے میں بہک گئی تھیں، میرا فرض تھا کہ میں آپ کو سنبھالوں۔" میں نے کہا۔

"آہ، میں نشے میں نہیں تھی۔ شراب مجھ پر کوئی اثر نہیں کرتی۔ لیکن . . . میں، یوں سمجھ لو ایک نفسیاتی مریضہ ہوں اور اس کی وجہ . . . میں تم سے یہ کہنا چاہتی تھی علی کہ مجھے غلط نہ سمجھنا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ شیری خاموش کھڑی سمندر کی طرف دیکھتی رہی پھر ایک جھٹکے سے مڑکر واپس چل دی۔ میں خاموش کھڑا رہا۔ فضول باتوں کی میری زندگی میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔

لنچ کے فوراً بعد شارٹو میرے پاس پہنچ گیا۔ میں بھی تیار تھا چنانچہ ہم دونوں پروگرام کے مطابق سمندر میں اُتر گئے اور ہماری بوٹ برق رفتاری سے سفر کرنے لگی۔ شارٹو نے مجھے بتایا کہ اُس نے جو رُخ اختیار کیا ہے ہم اسے شمال مغربی سمت کہہ سکتے ہیں۔ اس طرف بھی چند چھوٹے چھوٹے ٹاپو ہیں۔ جن پر درختوں کی بہتات ہے۔

"تم نے یہ علاقے بہت اچھی طرح دیکھے ہیں شارٹو؟"

"نہیں مسٹر علی! لیکن میری ساری زندگی سمندر میں گزری ہے۔ یہاں میں صرف اس حد تک گھوما پھرا ہوں جس حد تک دوسروں کو ضرورت محسوس ہوئی ہے۔"

"بحری تحقیقاتی مہم کے سلسلے میں بھی تم نے کام کیا ہوگا؟"

"ہاں، مسٹر فیرائل کا سارٹیفکیٹ بھی ہے میرے پاس اپنے ملک میں تیراکی کے شہنشاہ سمجھے جاتے تھے لیکن میری غوطہ خوری کے قائل ہو گئے۔" شارٹو نے جواب دیا۔ میں اس کی شخصیت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں کام کی باتیں بھی معلوم کر رہا تھا۔

"غوطہ خوری کا لباس ہے تمھارے پاس؟"

"ہاں، اس کی ضرورت پیش آسکتی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں، ابھی نہیں۔ مَیں نے ویسے ہی پوچھا تھا۔" مَیں نے جواب دیا اور سمندر پر نگاہ دوڑانے لگا۔ ہائی اسپیڈ بوٹ بہت دور نکل آئی تھی۔ کہیں کہیں بہت فاصلے پر جہازوں کے ہیولے نظر آرہے تھے ورنہ سمندر سنسان تھا۔ پھر بائیں سمت سمندر کے درمیان ایک سبز لکیر نظر آئی اور میں اُسے بغور دیکھنے لگا۔

"جزیرہ ہے۔" شارٹو بولا۔

"آؤ دیکھیں اسے۔" میں نے کہا اور اس نے شانے ہلا دیے۔ ہائی اسپیڈ بوٹ برق رفتاری سے اس طرف مڑ گئی۔

جزیرے کا رقبہ بہت کم تھا۔ ساحل کے قریب درخت بہت گھنے تھے۔ لیکن ان کے درمیان چٹانیں بھی اُبھری ہوئی تھیں، جو سبزے میں اس طرح چھپی ہوئی تھیں کہ جب تک غور سے نہ دیکھو پتا ہی نہیں چلتا تھا کہ چٹانیں ہیں۔ میں اور شارٹو آگے بڑھتے رہے اور جزیرے کے بیچوں بیچ پہنچ گئے۔ حشرات الارض کی بہتات تھی۔ جگہ جگہ سانپ اور دوسرے رینگنے والے کیڑے مکوڑے نظر آرہے تھے۔ ویسے ہم نے کسی ناگہانی افتاد سے بچنے کے لیے انتظامات کر لیے تھے۔

"پورا جزیرہ سنسان معلوم ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔ شارٹو نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور جواب دینے کی ضرورت بھی نہیں پیش آئی کیونکہ ہمیں فوراً ہی ایک آہٹ سنائی دی تھی۔ آنے والا قوی ہیکل بدن کا مالک ایک بوڑھا شخص تھا۔ بدن پر ڈھیلا ڈھالا لباس اور آنکھوں پر مخصوص قسم کی عینک تھی۔ وہ ایک چٹان پر کھڑے ہو کر ہمیں گھورنے لگا۔

شارٹو نے میری طرف دیکھا۔ اور مَیں نے بوڑھے کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ وہ چٹان سے اُتر کر ہمارے پاس آگیا تھا۔

"ہیلو۔" میں نے کہا۔

"کیسے آنا ہوا یہاں، کیا تکلیف ہے تم لوگوں کو؟" بوڑھے نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"کیا یہ جزیرہ تمھاری ملکیت ہے؟" شارٹو بھی خشک لہجے میں بولا۔

"ملکیت تو نہیں ہے لیکن تمھارا یہاں آنا کیا ضروری تھا۔ کہیں اور نہیں مر سکتے تھے۔ یہ ٹاپو اس علاقے کا سب سے گندا ٹاپو ہے۔ اور یہاں میں نے اسی لیے قدم جمائے تھے کہ کوئی اور اس طرف نہ آئے۔ اب کیا یہاں سے بھی چلا جاؤں؟"

"نہیں مسٹر! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم اتفاقیہ طور پر ہی ادھر نکل آئے ہیں ہمارا اس طرف آنے کا خصوصاً کوئی ارادہ نہیں تھا۔ آپ کو اگر کوئی زحمت ہوئی ہے تو ہم واپس چلے جائیں گے۔"

"فضول لوگوں کا یہاں آنا مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔ بہتر یہی ہوگا کہ تم واپس چلے جاؤ۔" بوڑھا بدستور ناخوشگوار لہجے میں بولا۔

"اے مسٹر! غلط باتیں مت کرو۔ چلو یہاں سے چلے جاؤ۔ میں اُلٹے دماغ کا آدمی ہوں۔" شارٹو کو بوڑھے کا لہجہ پسند نہیں آرہا تھا۔ بوڑھا نتھنے پھیلانے لگا۔ پھر اُس نے اپنے کوٹ کے بٹن کھولے اور کوٹ اتار کر ایک طرف اچھال دیا۔

"اس لہجے میں بات کرنے والوں کو مَیں ٹھیک کر دیتا ہوں سمجھے۔" وہ سخت لہجے میں بولا اور شارٹو بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ دفعتاً ایک نازک سی سُریلی سی چیخ سنائی دی اور پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز۔ بوڑھا چونک کر اس طرف دیکھنے لگا تھا۔

آنے والی ایک ایسی شکل تھی کہ شارٹو کا غصہ کافور ہو گیا۔ سُرخ اسکرٹ میں ملبوس۔ بھورے لمبے لمبے بال، جو ایک مخصوص انداز میں ترشے ہوئے تھے، چہرہ بہت ہی سُبک نقوش لیے ہوئے دوڑنے کی وجہ سے اس کا سانس پھول گیا تھا۔ آتے ہی اُس نے کہا۔ "یہ آپ نے کیا شروع کر دیا ڈیڈی! یہ سب کیا ہے؟ پلیز مسٹر! آپ ڈیڈی کی بات کا بُرا نہ مانیں پلیز۔" وہ ملتجی لہجے میں شارٹو سے بولی جس کے تیور اچھے نظر نہیں آرہے تھے۔ پھر اس نے بوڑھے کا کوٹ اٹھا

اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ڈیڈی پلیز! آپ اپنے دماغ ٹھنڈا کیجیے جائیے جا کر آرام کیجیے۔ جائیے پلیز۔"

"ہاں اور تم یہاں ان کے ساتھ بیٹھ کر گپیں ہانکو۔ کیوں؟" بوڑھا ناخوشگوار انداز میں بولا۔

"مَیں گپیں نہیں ہانکوں گی۔ آپ جائیے تو سہی۔"

"نہیں جاؤں گا۔" بوڑھا ضدی بچوں کے سے انداز میں بولا۔ مَیں گہری نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ بظاہر اس کے چہرے پر کوئی ایسی کیفیت نہیں تھی، جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ وہ خبط الحواس ہے بلکہ پہلے اس نے جس انداز میں گفتگو کی تھی، اس میں ذرا بھی کوئی عجیب بات نہیں تھی لیکن لڑکی کے آنے کے بعد وہ اپنے آپ کو کسی قدر خبط الحواس ظاہر کرنے لگا تھا۔

لڑکی دو قدم آگے بڑھ کر ہمارے نزدیک آگئی۔ "آپ نے دیکھ لیا... آپ نے دیکھ لیا۔ ڈیڈی ذرا...... پلیز! آپ لوگ محسوس نہ کریں۔"

"نہیں نہیں، کوئی بات نہیں۔ تم بھی اپنے آپ کو قابو میں رکھو شارٹو۔ ایسی کوئی بات نہیں، ٹھیک ہے مس! آپ بے فکر رہیں، ہم لوگ صرف اتفاقیہ طور پر اس طرف نکل آئے تھے۔ یہی بات ہم نے آپ کے ڈیڈی کو بتائی تھی۔ پتا نہیں کیوں وہ ناراض ہو گئے۔"

"ہاں، پتا نہیں کیوں میں ناراض ہو گیا۔ تم لوگ... تم لوگ یہاں بھی مجھے چین سے نہیں رہنے دو گے۔ میں جانتا ہوں کہ تم کیوں چکر لگا رہے ہو۔ دیکھ لیا ہوگا کہیں اِدھر سے گزرتے ہوئے ٹریسی کو، اس کا رنگین لباس نظر آگیا ہوگا۔ بس دوڑے چلے آئے۔" بوڑھے نے چڑچڑے لہجے میں کہا اور لڑکی کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر اُسے گھورنے لگی۔

"آپ واپس نہیں جائیں گے ڈیڈی؟"

"نہیں جاؤں گا۔ بس یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ نہیں جاؤں گا۔" بوڑھا چٹان پر بیٹھ گیا اور اس نے اس طرح رُخ تبدیل کر لیا جیسے اب وہ ہماری طرف متوجہ نہ ہونا چاہتا ہو۔

"آپ لوگ اس طرف کیسے نکل آئے؟"

"ہم بتا چکے ہیں کہ بس اتفاقیہ طور پر۔ ہم لوگوں نے یہ سبز پٹی دیکھی تو اسے قریب سے دیکھنے کا فیصلہ کر لیا۔"

"مَیں اپنے ڈیڈی کے ساتھ یہاں تقریباً بیس دن سے مقیم ہوں۔ ڈیڈی سمندری پودوں پر ریسرچ کر رہے ہیں۔ ہم نے کچھ سامان جمع کر کے یہیں چٹانوں کے درمیان اپنے لیے ایک جگہ بنالی ہے۔ یہاں ڈیڈی آبی پودوں کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کر چکے ہیں اور مزید کر رہے ہیں۔ ان اطراف میں کچھ ایسے پودے

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب
جسے
ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے
بالتصویر
ہپناٹزم کی جدید تحقیقات
قیمت/ ۲۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے
اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔
ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
جدید طریقے اور مشقیں
ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
بے شمار سوالات کے جواب
ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔
ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔
ملنے کا پتہ
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس [illegible] کراچی
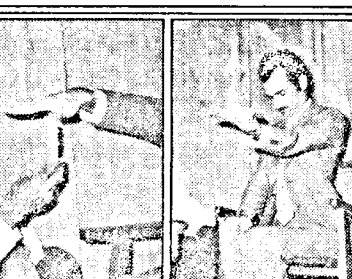
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
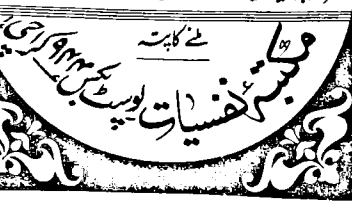
دریافت ہوئے تھے جو کئی مہلک بیماریوں کے لیے کار آمد ہیں۔ ڈیڈی کو دراصل اس دُنیا سے کچھ ایسی اُلجھن سی ہو گئی ہے کہ وہ تنہائی پسند ہو گئے ہیں، مَیں ان کی سیکرٹری کی حیثیت سے ان کا ہاتھ بٹاتی ہوں۔ ہمارا تعلق یونان سے ہے۔ ڈیڈی فارنوس کے نام سے وہاں کے حلقوں میں جانے جاتے ہیں اور میرا نام سولیتا ٹریسی ہے۔ اس سے زیادہ اگر آپ کچھ جاننا چاہتے ہیں تو میں حاضر ہوں۔"

"نہیں، شکریہ! ویسے کیا تمھیں یہاں زندگی گزارنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی مس سولیتا؟" مَیں نے سوال کیا۔

"یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں، ان کے بارے میں ہم کسی کو کچھ بتانا پسند نہیں کرتے۔ آپ اگر جزیرے کی سیر کرنا چاہتے ہیں تو ضرور کریں۔ مَیں ڈیڈی کو واپس لے جاتی ہوں۔ مَیں نے اس وقت صرف اس لیے مداخلت کی ہے کہ ان مسٹر کے اور ڈیڈی کے درمیان تلخ کلامی ہو رہی تھی۔" لڑکی نے کہا۔

صاف ظاہر تھا کہ اس کے بعد وہ نہ ہمیں اپنے سر پر مسلّط کرنا چاہتی تھی اور نہ ہمارے اوپر مسلّط ہونا چاہتی تھی۔ چنانچہ وہ واپس مڑی اور اپنے ڈیڈی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آیئے ڈیڈی! بس اتنی سی بات تھی جسے آپ خواہ مخواہ افسانہ بنائے ہوئے تھے۔"

بوڑھے نے گھور کر ہم دونوں کو دیکھا۔ شارٹو جیبوں میں ہاتھ ڈال کر آسمان کی سمت دیکھ رہا تھا۔ مَیں خاموشی سے لڑکی کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اصولاً اب اس کا تعاقب نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ ایک غیر شریفانہ حرکت ہوتی، لیکن دل میں یہ خواہش ضرور جاگ اٹھی تھی کہ از کم از کم اس کی رہائش گاہ دیکھ لیتا۔ مجھے شبہ تھا کہ بوڑھے شخص نے لڑکی کے آنے کے بعد اداکاری شروع کر دی تھی اور وہ درحقیقت وہ نہیں تھا جو نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس جزیرے پر اُس کی موجودگی بہر صورت پُراسرار تھی۔

میں نے شارٹو کو واپسی کا اشارہ کیا اور ہم دونوں ساحل پر پہنچ گئے۔

"کیا خیال ہے شارٹو، ان لوگوں کے بارے میں؟"

"فراڈ، سو فی صدی فراڈ۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولا۔

"ہماری مہم سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے ان کا؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا خیال ہے مسٹر علی! اس چکر میں اس طرح نہ پڑیں۔ یہ دیوانوں کی سرزمین ہے یہاں جگہ جگہ ایسے لوگ بکھرے ہوئے ہیں جو کسی نہ کسی اعتبار سے آپ کو مشکوک اور عجیب کردار کے مالک نظر آئیں گے۔ بہتر ہو گا کہ آپ صرف ٹھوس بنیادوں پر کام کریں۔ ایک ایک فرد کے پیچھے بھاگنے میں تو پوری زندگی ہی گزر جائے گی۔"

"واقعی شارٹو! تمھاری بات درست ہے، آؤ چلیں۔" ہم دونوں کشتی میں بیٹھے اور کشتی تیز رفتاری سے واپس چل پڑی۔

فارنوس اور سولیتا دونوں پُراسرار تھے۔ حشرات الارض سے بھرے ہوئے اس چھوٹے سے ٹاپو پر اُن لوگوں کی زندگی بڑی عجیب تھی۔ بقول سولیتا، خبط الحواس فارنوس آبی پودوں پر ریسرچ کر رہا تھا۔ ظاہر ہے یہ بات لڑکی نے صرف ہم لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے کہی تھی۔ میں اُس کی اِس وضاحت سے مطمئن نہیں تھا اور اس پر غور کر رہا تھا کہ یہ دو پُراسرار کردار اس جزیرے پر کیا کر رہے ہیں؟

سوالات تو بے شمار تھے ذہن میں، لیکن ان کا جواب بھلا کہاں سے مل سکتا تھا۔ میں نے شارٹو کو مارشل پر واپس چلنے کی ہدایت کر دی۔

واپسی کے سفر میں، میں نے خاص طور سے اسپیڈ بوٹ کی آپریٹنگ دیکھی اور یہ محسوس کیا کہ اگر تھوڑی سی کوشش کروں تو میں اسے تنہا لے کر بھی سمندر میں نکل سکتا ہوں، گو شارٹو جیسی مہارت تو حاصل نہیں ہو گی لیکن کام چلایا جا سکتا تھا۔

مارشل پر معمولات ہمیشہ کی طرح تھے۔ اپنے کیبن میں پہنچا تو جنیس میرے پاس آ گئی۔ اُس نے مجھ سے میری ضروریات کے بارے میں پوچھا تو میں نے شکریہ کہہ کر اُسے ٹال دیا۔

کینٹ، مور یا دوسرے کسی آدمی سے اس کے بعد ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ مجھے میرے معاملات میں بالکل آزاد چھوڑ دیا گیا تھا۔

شام کے ساڑھے چھ یا پونے سات بجے میں عرشے پر نکل آیا، موسم کہر آلود تھا۔ اس لیے جہاز پر روشنیاں کر دی گئی تھیں۔ اَین کے کے بارے میں کوئی رپورٹ نہیں ملی تھی کہ لوٹ مار کا تہوار وہاں کیسا گزرا۔ دل تو چاہتا تھا کہ اَین کے، جا کر کچھ وقت گزاروں۔ تہذیب مالکم ایکس سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرنے کا خیال بھی آیا پھر یہ سوچ کر ارادہ ملتوی کر دیا کہ ایسا کوئی کام کیوں کیا جائے جو خواہ مخواہ دوسروں کے لیے شبے کا باعث بنے۔ حالات ابھی مکمل طور پر میرے قابو میں نہیں تھے۔ ایک خاص بات مَیں نے یہ بھی محسوس کی تھی کہ اس مشن کی تمام ذمّے داریاں میرے سپرد کرنے کے بعد، مارشل پر موجود تارنیا بارڈو کے نمائندے بالکل بے پروا ہو گئے تھے۔ ممکن ہے ان لوگوں کو میری اس طرح شمولیت پسند نہ آئی ہو۔

میں نجانے کب تک ریلنگ کے سہارے کھڑا سمندر کی لہروں کو دیکھتا رہا۔ واپس پلٹا تو دیکھا کہ جنیس میری طرف بڑھ رہی تھی۔ میں اُسے دیکھ کر مُسکرا دیا۔

"آؤ جنیس! آؤ بیٹھ کر باتیں کریں گے کچھ دیر۔" میں نے کہا اور اوپن ایئر ریستوران کی جانب چل پڑا۔

راستے میں مجھے شیری کینٹ کا خیال آیا تو میں ٹھٹک کر رُک گیا۔

"کیوں؟" جنیس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"جنیس! ہم ریستوران میں نہیں بیٹھیں گے۔ کوئی پُرسکون گوشہ تلاش کر لیتے ہیں۔ ریستوران میں کچھ لوگ بلاوجہ پریشان کرتے ہیں خاص طور سے مسٹر کینٹ کی بیوی شیری۔"

جنیس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اتفاق سے اس وقت میری نظر اس کے چہرے پر ہی تھی۔ اس نے جھجک کر نگاہیں جھکا لیں۔ لیکن اس کے دیکھنے کے انداز میں کوئی ایسی ہی بات تھی کہ مجھے چونکنا پڑا۔

"کیوں جنیس! تم کچھ کہنا چاہتی تھیں؟" میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا اور عرشے پر ایک گوشے میں ریلنگ سے ٹک گیا۔

"نہیں مسٹر علی! کوئی بات نہیں، بس موسم کے بارے میں سوچ رہی تھی۔" جنیس نے جلدی سے کہا۔

"تم اگر بوریت محسوس کر رہی ہو جنیس تو میں تمھیں اپنے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کروں گا۔ کوئی خاص کام بھی نہیں ہے مجھے تم سے۔" مَیں نے کھُردرے لہجے میں کہا اور جنیس عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اپنا رُخ اُس کی طرف سے تبدیل کر لیا تھا۔

"آپ کچھ ناراض ہو گئے مسٹر علی۔"

"نہیں، اِسے ناراضگی نہ کہو، ہم لوگ اجنبی ہیں، ضرورت کے علاوہ اور کیا گفتگو کر سکتے ہیں۔"

"کسی کی ذاتیات کے بارے میں کچھ کہنا مناسب ہوتا ہے کیا؟"

"یہ فیصلہ خود ہی کیا جاتا ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ مسکرا دی۔ چند لمحے خاموشی سے مجھے دیکھتے ہوئے مسکراتی رہی پھر بولی۔

"وہ بُری عورت ہے۔ بول رہی ہوں تو اب کھُل کر ہی بولوں گی۔ بہت بُری عورت ہے وہ۔ بنسل گرین کا آج تک کوئی پتا نہیں چل سکا، وہ اسی کا شکار ہوا تھا۔ اُسے کسی ایسی جگہ ڈبو کر مارا گیا ہے جہاں سے اس کی ہڈیاں بھی دستیاب نہ ہو سکیں۔"

"کون تھا وہ؟"

"مسٹر کینٹ کا اسسٹنٹ اور ان کی بیوی کا منظورِ نظر۔"

"شیری کا؟"

"ہاں اور یہ بات سب جانتے ہیں۔"

"لیکن شیری نے اُسے کیوں قتل کر دیا؟"

"اس لیے کہ وہ اُسے پسند نہیں کرتا تھا۔" جنیس نے کہا اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

"یہ شبہ صرف تمھیں ہے یا دوسرے لوگوں کا بھی یہی خیال ہے؟"

"خود مسٹر کینٹ بھی اسی شبے کا شکار ہیں۔ میں نے اپنے کانوں سے اُن کی گفتگو سنی ہے۔ لیکن شیری اُن پر حاوی ہے۔ مسٹر کینٹ اُن لوگوں میں سے ہیں جو بیویوں سے ڈرنا ضروری سمجھتے ہیں۔"

"اس قتل کے سلسلے میں چھان بین نہیں ہوئی؟" میں نے سوال کیا۔

"ہوئی تھی لیکن قتل ثابت کہاں ہوا! وہ تو لاپتا تھا۔ مسٹر مور آ رہے ہیں۔" جنیس نے کہا اور گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ شیری کی شخصیت کا یہ نیا پہلو میرے علم میں آیا تھا، کچھ عجیب سی عورت تھی، ذہنی مریضہ معلوم ہوتی تھی لیکن یہ بھی کیا ضروری تھا کہ ان لوگوں کا اندازہ درست ہو۔

مور کسی خاص مقصد سے نہیں آیا تھا۔ تھوڑی دیر میرے پاس رک کر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا پھر آگے بڑھ گیا۔ میں بہت سے خیالات ذہن میں لیے ریلنگ سے ٹکا سوچتا رہا تھا۔ سولیتا اور فارنوس کا خیال کئی بار ذہن میں آیا، شارٹو کی ہدایت بھی یاد آئی پھر خیال آیا کہ اب کچھ ہونا چاہیے۔ اگر یونہی ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہا تو میری حالت بھی اُن لوگوں سے مختلف نہیں ہو گی جو آج تک ہائل جوشیو کے خلاف یہاں مصروفِ عمل رہے ہیں۔

میں واپس اپنے کیبن کی جانب چل پڑا۔ لیکن ابھی کیبن کے نزدیک پہنچا بھی نہیں تھا کہ دفعتاً چونکنا پڑا۔ یقیناً وہ شیری ہی تھی تیراکی کے مختصر سے لباس میں ملبوس۔ اُس نے دونوں ہاتھوں میں ربر کی ایک چھوٹی سی کشتی اٹھا رکھی تھی۔ جس میں پوری طرح ہوا بھری ہوئی تھی۔ وہ انجن روم کے اوپر سے گھوم کر دوسری طرف نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔

میرے ذہن میں اچانک ایک برق سی کوند گئی، دوسرے ہی لمحے میں اپنے کیبن کی طرف بھاگا۔ کیبن میں پہنچ کر نہایت افراتفری کے عالم میں جس قدر جلد ممکن ہو سکتا تھا مَیں نے سوئمنگ سوٹ پہنا اور ہر طرح سے تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ عرشے پر پہنچ کر مَیں نے تاریک بادلوں کی چھاؤں میں اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی تو شیری کی چھوٹی سی کشتی جہاز کے مخالف سمت تیرتی ہوئی نظر آ گئی۔ بس ایک ضد سی ذہن پر سوار ہو گئی تھی ورنہ اس کہر آلود رات میں سمندر میں اُترنا مناسب نہیں تھا۔ مَیں نہایت خاموشی سے پانی میں اُتر گیا اور تھوڑا فاصلہ رکھ کر اس کشتی کا تعاقب کرنے لگا۔

میں بہت محتاط اور چوکنّا ہو کر تیر رہا تھا۔ میں نے سُن رکھا تھا کہ اس علاقے میں آدم خور مچھلیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا کسی بھی لمحے مجھے کوئی خطرہ پیش آ سکتا تھا لیکن شیری کے بارے میں میرے ذہن میں جو شبہات پیدا ہو گئے تھے، ان کی وجہ سے مجھے یہ خطرہ مول

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لینا ہی پڑا۔

یہ تعاقب بہت زیادہ طویل نہیں ثابت ہوا۔ ربر کی کشتی ایک چھوٹے سے ٹاپو کی طرف بڑھ رہی تھی جس پر کچھ درختوں کے ہیولے نظر آ رہے تھے۔ ٹاپو کے نزدیک پہنچ کر شیری کشتی سے اُتر گئی۔ اور کشتی کو اٹھا کر ریت پر ڈال دیا۔

مَیں بھی نہایت احتیاط سے ساحل پر پہنچ گیا اور شیری پر نگاہ جمائے ہوئے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ شیری چند لمحے ریت پر کھڑی اِدھر اُدھر دیکھتی رہی۔ میں نے اس وقت اپنے آپ کو ایک جگہ ساکت کر لیا تھا، پھر وہ وہاں سے آگے بڑھ گئی۔

اس چھوٹے سے ٹاپو کو میں نے دن کی روشنی میں دیکھا تھا۔ یہ واحد ٹاپو تھا جو مارشل سے بہت زیادہ قریب تھا۔ شیری وہاں سے آگے بڑھی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک درخت کے نزدیک پہنچ گئی۔ چند لمحے درخت کی آڑ میں رہنے کے بعد جب وہ دوبارہ آگے بڑھی تو میں نے دیکھا کہ وہ اب ایک باقاعدہ لباس میں ملبوس ہو چکی تھی۔ یہ لباس وہ ساتھ لائی تھی یا یہیں سے اُس نے حاصل کیا تھا، یہ میں نہیں سمجھ سکا۔

شیری کا تعاقب پھر سے شروع ہو گیا۔ وہ درختوں کے اُس جھنڈ کی جانب جا رہی تھی جو ایک چھوٹی سی کھاڑی میں نظر آ رہا تھا کھاڑی کے کنارے درختوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ شیری وہاں ایک چٹان پر بیٹھ کر کچھ کرنے لگی۔ میں انتہائی محتاط انداز میں آگے بڑھ کر اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ تب مجھے شیری کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دی اور یہ اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی کہ وہ ٹرانسمیٹر پر کسی سے گفتگو کر رہی ہے۔

کھاڑی میں مجھے ایک چھوٹی سی سفید موٹر بوٹ ڈولتی نظر آ رہی تھی جو رسّے کے ذریعے ایک درخت کے تنے سے بندھی ہوئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں ایک نیا خیال آیا۔ مَیں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھرتی سے سیاہ اور بدشکل چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا کھاڑی کے نچلے حصّے میں اُترنے لگا۔ پھر مجھے پانی میں اُترنا پڑا تھا کیونکہ اس کے بغیر میں موٹر بوٹ تک نہیں پہنچ سکتا تھا موٹر بوٹ کے کنارے پکڑ کر صرف ایک لمحے کے لیے میں اوپر اُبھرا اور پھر موٹر بوٹ میں اُتر گیا۔ اب مجھے چھپنے کے لیے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں سے مجھے دیکھا نہ جا سکے اور یہ جگہ سوائے اس چھوٹے سے رسّیوں کے ڈھیر کے اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی جو ایک سمت پڑا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی نہ ہوتی تو رسّیوں کا یہ ڈھیر بھی مجھے چھپانے میں ناکام رہتا کیوں کہ اس کا حجم زیادہ نہیں تھا۔ مَیں رسّیوں کے ڈھیر کے ساتھ اس طرح سمٹ کر لیٹ گیا کہ بادی النظر میں مجھے نہ دیکھا جا سکے۔

رسّیوں کو میں نے لپیٹنے اوپر کسی حد تک پھیلا لیا تھا۔ امکان یہی تھا کہ شیری اس موٹر بوٹ پر ضرور آئے گی لیکن اگر وہ نہ آتی تو...؟ پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ تھوڑی دیر بعد ہی شیری سنبھل کر نیچے اُترتی ہوئی نظر آئی اور بالآخر موٹر بوٹ تک پہنچ گئی۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے اُسے پانی سے نہیں گزرنا پڑا تھا کیونکہ موٹر بوٹ ایک درخت کے سہارے بندھی ہوئی تھی۔ اس نے رسّی کھولی اور پھر انجن اسٹارٹ کر کے بوٹ آگے بڑھا دی۔

میں اپنے آپ کو اچھی طرح سے سنبھالے ہوئے تھا۔ اس وقت اس کا بھی موقع نہیں تھا کہ گردن اٹھا کر اطراف کا جائزہ لے سکوں۔ خاموش اُسی جگہ سانس روکے پڑا رہا۔

موٹر بوٹ کا سفر تھوڑی دیر کے بعد ختم ہو گیا۔ انجن بند ہو چکا تھا۔ پھر وہ ایک ہلکے سے جھٹکے سے رک گئی۔ شیری نیچے اُتری اور اُس نے زور لگا کر بوٹ کو ریت پر چڑھا دیا پھر وہ بوٹ سے آگے بڑھ گئی۔

میں چاہتا تھا کہ وہ کچھ دور نکل جائے تب باہر نکلوں۔ اس کے لیے چند لمحے مجھے انتظار کرنا پڑا، پھر میں بھی موٹر بوٹ سے باہر نکل آیا۔ اس جزیرے کو دیکھتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ جگہ میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ شارٹو کے ساتھ میں یہاں آ چکا تھا اور یہیں میری ملاقات فارنوس اور سولیتا سے ہوئی تھی۔

شیری میری نگاہ میں اور پُراسرار ہو گئی۔ وہ درختوں میں گم ہو گئی تھی۔ میں ایک سمت اختیار کر کے آگے بڑھ گیا اور اُسے تلاش کرتا ہوا کافی دُور نکل آیا۔ درختوں کے جھنڈ، اُن کے درمیان چٹانیں لیکن شیری کہیں نظر نہیں آئی۔ بوٹ سے اُتر کر نہ جانے اُس نے کون سی سمت اختیار کی تھی۔ اتنی دُور تک آنے کے باوجود اس کے نظر نہ آنے کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ میں نے صحیح سمت نہیں اختیار کی ہے۔ میں رک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ فضا خاصی کہر آلود تھی۔ اندھیری رات میں زیادہ دور تک دیکھنا ویسے بھی ممکن نہیں تھا۔ مَیں نے سمت بدلنے کا فیصلہ کر لیا۔

میرے لیے اب یہ معلوم کرنا بہت ضروری ہو گیا تھا کہ وہ یہاں کیا کرنے آئی ہے۔ فارنوس کے اس سے رابطے کا اندازہ تو اس کے یہاں آنے سے ہی ہو گیا تھا۔ میں ایک چٹان سے نیچے اترا ہی تھا کہ دفعتاً ایک ہلکی سی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی چٹان کی چند کرچیاں ٹوٹ کر بکھر گئیں۔ یہ ہلکی سی آواز کس قدر مہلک خطرے کا سبب تھی۔ اس کا اندازہ پہلے نہیں ہو سکا تھا لیکن اب میں اسے اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ دوسری آواز اُبھری اور گولی میرے پیروں کے بالکل قریب زمین سے ٹکرائی۔ میں نے بندروں کی طرح چھلانگ لگائی اور پھر جہاں گرا تھا، وہ جگہ بھی فوراً ہی چھوڑ دی ورنہ یقیناً دو گولیاں میرے جسم میں پیوست ہو چکی ہوتیں۔ اس کے بعد ہی ایک تیز سفید روشنی چمکی اور معدوم ہو گئی۔ اس بار پلک جھپکنے کی دیر کرتا تو یقیناً اس سائلینسر لگی رائفل کا نشانہ بن جاتا جو مسلسل مجھ پر گولیاں برسا رہی تھی۔ اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہ تھی کہ بس اپنی جان کی فکر کروں کیونکہ مجھے دیکھ لیا گیا تھا، یہاں رکنے کی کوشش کرتا تو گھیر لیا جاتا۔ چنانچہ بندروں کی طرح قلانچیں مارتا ہوا بوٹ کی طرف دوڑا اور اس کے نزدیک پہنچتے ہی اس میں کود گیا۔ تیز روشنی کئی بار چمکی اور میں ہر بار اس کی زد میں آیا لیکن رائفل کی گولیاں مجھے نشانہ نہ بنا سکیں۔

موٹر بوٹ پہلی کوشش میں اسٹارٹ ہو گئی اور مَیں نے اُسے پوری رفتار سے آگے بڑھا دیا۔ ممکن ہے تعاقب کیا گیا ہو۔ لیکن میں اس کا اندازہ نہیں کر سکا۔ میں سمندر میں دُور نکل آیا۔ سمندری راستوں کے بارے میں میری معلومات کچھ نہ تھیں! اور پھر یوں بھی رات تاریک اور کہر آلود تھی۔ یہ ہیے صحیح سمت نہیں تلاش کر سکتا تھا۔ بہر حال اپنے طور پر کوشش کر رہا تھا کہ صحیح سمت تلاش کر لوں لیکن اس میں سخت دشواری پیش آ رہی تھی۔

بالآخر کافی دیر کے بعد مارشل نظر آیا۔ اُسے اچھی طرح پہچانتے کے بعد میں نے بوٹ کا رُخ اس کی مخالف سمت کر لیا۔ اور پانی میں چھلانگ لگا دی۔ اب بوٹ کا کچھ بھی حشر ہو، میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں مارشل کی طرف تیرتا رہا اور پھر اوپر پہنچ گیا۔ مکمل خاموشی اور سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔

کیبن میں داخل ہو کر میں نے سکون کی گہری سانس لی پھر لباس تبدیل کیا اور بستر پر لیٹ گیا۔

شیری، پہلی مشتبہ شخصیت۔ لیکن وہ کینٹ کی بیوی ہے! کیا کینٹ بھی... میں نے سوچا۔ اگر ایسا ہے تو پھر میری کامیابی مشتبہ ہے۔ کینٹ کسی طرح مجھے اس مشن میں کامیاب نہ ہونے دے گا۔ اس طرح مارشل پر رہ کر کام کرنا تو وقت برباد کرنے کے مترادف ہو گا۔ اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟ بہت دیر تک سوچتا رہا پھر تہذیب کا خیال آیا اور بے اختیار دل چاہا کہ اس سے بات کروں۔ ٹرانسمیٹر ایسی محفوظ جگہ چھپایا تھا مَیں نے کہ اُسے تلاش کرنا کسی دوسرے کے لیے ناممکن تھا۔ اسے نکال کر میں نے آن کر دیا اور تہذیب کو کال کرنے لگا۔ دوسری طرف سے کافی دیر کے بعد تہذیب کی آواز سنائی دی تھی۔

"ہیلو... علی؟"

"ہاں تہذیب، مَیں ہی بول رہا ہوں۔ سوری، بے وقت تمھیں جگا دیا۔"

"افسوس تو مجھے ہے علی کہ میں سو گئی تھی۔ تم نے بہت اچھا کیا کہ مجھے مخاطب کر لیا۔ تم سے باتیں کرنے کو بہت جی چاہ رہا تھا۔"

"کوئی خاص بات تو نہیں ہے تہذیب؟" میں نے پوچھا۔

"تم سے باتیں کرنا خاص بات نہیں ہے کیا؟ ویسے دوسری کوئی خاص بات نہیں ہے۔ کوئی پیغام ہو تو بتاؤ؟"

"ابھی نہیں تہذیب، چند روز اور گزر جانے دو، اس کے بعد میں میڈم ہارڈو کو رپورٹ پیش کر دوں گا۔"

"کیسی گزر رہی ہے مارشل پر؟"

"بور۔ سمندر گردی کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے؟"

"کامیابی کی کوئی امید؟"

"ابھی تک نہیں... اب اتنا آسان بھی نہیں ہے۔"

"میڈم مارٹینا نے جوشیو کے بارے میں کچھ باتیں بتائی ہیں، میں تمھیں اُن سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں تہذیب کہو۔" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس کے بارے میں دعوے سے یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ وہ اس علاقے میں ہی رہتا ہے۔ این کے میں اکثر سودے اس کے نام سے ہوتے ہیں لیکن آج تک وہ کسی کی نگاہ میں نہیں آیا۔ دنیا کے بہت سے ممالک اس سے رابطہ رکھتے ہیں اور اکثر بہت بڑے بڑے لوگ اس سے ملاقات کرنے آتے ہیں۔"

"ایک منٹ تہذیب۔ اگر کوئی اس سے ملاقات کرنے یہاں آتا ہے تو کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ وہ اسی علاقے میں رہتا ہے؟"

تہذیب نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"ہیلو تہذیب؟"

"ہاں۔ میں اس بات پر غور کر رہی تھی۔ واقعی یہ تو دلچسپ بات ہے لیکن اس کا کوئی صورت آشنا آج تک نہیں مل سکا۔"

"یہ دوسری بات ہے۔ مادام مارٹینا ہمارے مشن کے بارے میں کیا کہتی ہیں؟"

"خود انھوں نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ البتّہ ہر تعاون کی پیش کش کی ہے۔"

"ابھی ایسی کوئی ضرورت تو نہیں پیش آئی، اگر ہوئی تو ضرور انھیں تکلیف دی جائے گی۔ ویسے ان کے ساتھ تمھاری کیسی گزر رہی ہے؟"

"ٹھیک ہوں بالکل، تمھاری کامیابی کے لیے دعاگو ہوں۔"

"او کے تہذیب، آرام کرو۔ خدا حافظ۔" میں نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اس کے بعد بھی دیر تک نیند نہیں آئی تھی۔ بے شمار خیالات ذہن کو پراگندہ کرتے رہے تھے۔

دوسرے دن صبح کو کافی دیر میں آنکھ کھلی تھی۔ جینس نے آکر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جلایا تھا۔ ڈیر تک سوتے رہنے کی وجہ سے اس نے پوچھا۔
"طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی مسٹر علی؟"
"ہاں جینس، بس آنکھ نہیں کھلی۔" میں نے جواب دیا۔
ضروریاتِ زندگی سے فارغ ہونے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ مور سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا۔ "میں تمہاری تلاش میں تھا علی۔ آؤ کینٹ تمہیں یاد کرتا ہے۔"
"خیریت؟"
"ہاں۔ کوئی خاص بات ہے شاید۔" مور نے جواب دیا۔
جہاز کا سیکنڈ آفیسر کینٹ اپنے منصبی لباس میں تھا اور ایک بڑے کیبن میں میز کے پیچھے بیٹھا کسی فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے کسی گرم جوشی کا مظاہرہ نہیں کیا، بس سرسری انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ مور بھی دوسری کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔
"ڈیپارٹمنٹ نے آپ کو مکمل اختیارات سونپ دیے ہیں مسٹر علی۔" وہ بولا۔ "اس لیے میں آپ سے آپ کی مصروفیات کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتا لیکن اس کے ساتھ ہی کچھ اور ذمے داریاں بھی مجھ پر عائد ہوتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے پروگرامز سے آگاہ کرتے رہیں تاکہ آپ کے تحفظ کا انتظام کیا جاتا رہے۔"
"ڈیپارٹمنٹ نے مجھے جو اختیارات دیے ہیں مسٹر کینٹ میں انھیں۔۔۔ ایک ثانوی حیثیت دیتا ہوں۔ درحقیقت میں آپ کے ذریعے ہی کام کرنے کا خواہش مند ہوں۔ آپ کو جب بھی موقع ملے آپ میری رہنمائی کریں۔"
"میرا خیال ہے آپ یہ بات پسند نہیں کریں گے۔" کینٹ کا انداز کچھ بدل گیا۔
"نہیں مسٹر کینٹ! ایسی بات نہیں ہے۔"
"تو مجھے بتائیے اس سلسلے میں آپ نے اب تک کیا کیا ہے؟"
"سمندر گردی کے علاوہ کچھ نہیں۔ میں ابھی یہاں کا جائزہ لے رہا ہوں۔ اس کے بعد کوئی فیصلہ کروں گا۔"
"گویا کوئی اندازہ نہیں لگا سکے آپ؟"
"ہاں۔ ابھی تک کچھ نہیں لیکن کوشش کر رہا ہوں، ممکن ہے جلد ہی کوئی کامیابی نصیب ہو جائے۔"
"امکانات پیدا ہوئے ہیں؟"
"فی الحال کوئی بات یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ آج رات کو بھی میری مہم جاری رہے گی۔"
"میری پیش کش ہے مسٹر علی کہ مجھ سے رابطہ رکھیں اور اس سلسلے میں جو بھی ضرورت پیش آئے اس میں تکلف نہ کریں۔"
"یقیناً مسٹر کینٹ۔"
"رات کا کیا پروگرام ہے؟"
"بس ابھی طے نہیں کیا ہے لیکن آج ساری رات مصروف رہوں گا۔" میں نے جواب دیا اور کینٹ پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ بعد کا ماحول بہت خوشگوار رہا۔
تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے چلا آیا۔ ذہن میں بہت سے خیالات تھے ان لوگوں کے بارے میں، شیری مشتبہ ہو چکی تھی۔ اس کے بعد یہ سوچنا کہ اس کا شوہر کینٹ اس سلسلے میں مخلص ہوگا حماقت کی بات تھی۔ تارینا ہارڈو نے اپنے مشن کے سلسلے میں جن لوگوں کا انتخاب کیا تھا، وہ قابلِ اعتماد نہیں تھے پھر کامیابی کس طرح ممکن ہوتی۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ بذاتِ خود تارینا ہارڈو کیسی ذہنی صلاحیتوں کی مالک ہے شخصیت کا شاندار ہونا صلاحیتوں کی نمائندگی تو نہیں کرتا۔ اگر یہ کیس مکمل طور پر کسی کے ذمے کر دیا گیا ہے تو پھر یہ بات کھل کر کہی جا سکتی تھی کہ تارینا ہارڈو اس کی اہل نہیں تھی۔ اتنی ناقص منصوبہ بندی کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں کر سکتی تھی۔ میرا مسئلہ یہ نہیں تھا کہ میں تارینا ہارڈو کے لیے کام کروں بلکہ میرے ذہن میں تو صرف وہی کچی اوہی غبار تھا۔ میں اپنی ذات میں ایک الگ دنیا بسائے ہوئے تھا۔ تنظیمِ آزادیٔ فلسطین، شتیلا کیمپ، بارود کے علاقوں میں بسنے والے فلسطین کے بے گھر افراد میری منزل کا نشان تھے اور میں جب بھی ان کی جانب نگاہ اٹھاتا، میرے وجود میں چنگاریاں سلگنے لگتیں۔ مجھے صیہونی عزائم کے بلند مینار نظر آتے، میں تو صرف ان میناروں کو گرانے والوں میں سے تھا کسی کی خوشنودی، کسی کی بھلائی کے لیے نہیں بلکہ اپنے سینے میں بھڑکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے۔ بلاشبہ اسرائیل کو بڑی بڑی طاقتوں کی پشت پناہی حاصل تھی اور اس کے مقابل فلسطینی عوام ہرچند بہت سی ہمدردیاں حاصل کر چکے تھے لیکن ان کے وسائل اب بھی اسرائیل کے مقابلے میں کچھ نہیں تھے۔ ایسے حالات میں اگر اس خطرناک ملک کو کچھ اور خطرناک فارمولے مل جائیں تو وہ یقیناً سب کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ یہ تمام صورتِ حال میری نگاہوں کے سامنے تھی اور اس کے بعد تارینا ہارڈو یا دوسری کوئی شخصیت بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتی تھی، ایک طرح سے یہ میرا ذاتی کام بن جاتا تھا۔ ہاں صرف اس بات کا ثبوت مل جائے کہ اسرائیلی براہِ راست اس معاملے میں ملوث ہیں یا نہیں۔
شام کو چھ بجے کے قریب شارلٹو مل گیا۔ وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر ریلنگ سے ٹکا کھڑا ہوا تھا۔ میں خود اس کی جانب بڑھ گیا اور وہ چونک کر مودب ہو گیا۔

"میں تھوڑی دیر کے بعد آپ کے پاس پہنچنے والا تھا۔
۔۔۔ پروگرام ہے آپ کا؟"
میں نے چونک کر شارلٹو کو دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "تمہیں کیسے ۔۔۔
۔۔۔ کچھ چیزوں کا علم ہو جاتا ہے۔" وہ مسکرایا۔
"کیا مسٹر کینٹ کی طرف سے کوئی اشارہ ملا ہے؟"
شارلٹو نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر میری طرف دیکھ کر ۔۔۔ ہوا بولا۔ "ہاں، یہ حقیقت ہے لیکن اس اشارے میں بہت ۔۔۔ دوسرے اشارے پنہاں ہیں۔"
"کیا مطلب!"
"مطلب یہ کہ میں آپ کے ساتھ جانے سے انکار کرتا ۔۔۔ آج کی مہم تنہا آپ کی ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ آپ ۔۔۔ میں جائیں گے اور آپ کو تنہا جانا بھی نہیں چاہیے اتنی ۔۔۔ ریں مجھ سے کہ میں مجبور ہو جاؤں۔ میرے بغیر آپ سمندر ۔۔۔ پاؤں نہ اتاریں۔" شارلٹو نے کہا اور میں متعجبانہ انداز میں ۔۔۔ دیکھنے لگا۔
"زیادہ دیر رکوں گا بھی نہیں آپ کے پاس۔ چلتا ہوں۔ ۔۔۔ میرے کیبن ہی میں ملاقات کیجیے پلیز۔" اس نے کہا اور ۔۔۔ سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے اس کی طرف سے رخ ہی بدل ۔۔۔ ۔ شارلٹو کے انداز میں کچھ ایسی بات تھی کہ مجھے فوراً ہی محتاط ۔۔۔ بنا پڑا تھا۔ اس صورتِ حال پر میں غور کرتا رہا۔ پھر تھوڑی دیر ۔۔۔ بعد میں اس کے کیبن کی طرف چل پڑا۔
شارلٹو اپنے کیبن میں ہی ملا، اس نے پُرتپاک انداز میں میرا ۔۔۔ قبال کیا تھا۔
"کیا پروگرام ہے مسٹر علی؟ آج آپ کہیں جانے کا ارادہ ۔۔۔ تے ہیں؟" میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو اس نے ۔۔۔ ایک آنکھ دبا دی۔
"ہاں شارلٹو! تمہیں میرے ساتھ ہی چلنا ہے۔" میں نے ۔۔۔ کا اشارہ سمجھتے ہوئے کہا۔
"کیا یہ ممکن نہیں ہوگا مسٹر علی کہ آج آپ تنہا ہی جائیں۔ ۔۔۔ میں اپنے آپ کو کچھ تھکا تھکا سا محسوس کر رہا ہوں۔"
"تم جانتے ہو شارلٹو! سمندر اور خاص طور سے ان اطراف ۔۔۔ سلسلے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مجھے کسی ۔۔۔ ماہر آدمی کی ضرورت ہے جو میری رہنمائی کر سکے۔"
"معلومات تو میری بھی خاصی محدود ہیں مسٹر علی، بس یوں ۔۔۔ سمجھیے کہ ایک اچھا بوٹ ڈرائیور ہوں۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔"
"اس کے باوجود تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔" میں نے کہا۔
"کیا یہ ممکن نہیں ہے۔۔۔؟"
"پلیز شارلٹو۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، ایک انچارج کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں۔ تمہیں خاموش ہو جانا چاہیے۔"
"بہت بہتر، جو آپ کا حکم۔" شارلٹو نے مردہ سے لہجے میں کہا۔ "کتنی دیر کے بعد یہاں سے چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"
"میرا خیال ہے آٹھ یا ساڑھے آٹھ بجے ہم سمندر میں اتر جائیں گے۔"
"میں آپ کو تیار ملوں گا۔ حالانکہ میں اپنے آپ کو بہتر محسوس نہیں کر رہا۔"
"بس جو کچھ میں کہہ چکا ہوں، تمہیں اس کی تعمیل کرنا ہوگی۔" میں نے کسی قدر سخت لہجہ اختیار کیا اور شارلٹو نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔
"جو حکم جناب۔"
میں الٹے قدموں کیبن سے باہر نکل آیا تھا۔ شارلٹو اپنے کیبن میں مجھے بلا کر اس سلسلے میں گفتگو کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کر رہا تھا، اس کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا تھا کہ اس کے کیبن میں ہونے والی گفتگو کہیں سنی جا رہی تھی۔ ذریعہ کیا ہوگا؟ غالباً ڈکٹا فون یا کوئی ایسی چیز جس سے دوسری جگہ گفتگو سنی جا سکے۔ 'یہ سب کچھ تو میرے کمرے میں بھی ہو سکتا ہے۔' میں نے سوچا اور اس کے بعد میں اپنے کیبن میں داخل ہو گیا۔ اس کا جائزہ لینا ضروری تھا کیونکہ تہذیب مالکم ایکس اس طرح روشنی میں آ سکتی تھی۔ کیبن میں داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ بند کر لیا۔ پھر اس سے ملحق باتھ روم میں جا کر نل کھول دیا تاکہ یہ محسوس ہو کہ میں غسل خانے میں ہوں۔ نل کھول کر میں باہر نکل آیا اور اس کے بعد میں نے کیبن کی تلاشی لینا شروع کر دی۔
جن لوگوں نے بھی یہ کام کیا تھا، وہ شاید بہت زیادہ ذہین نہیں تھے۔ کوئی ایسی جگہ تلاش نہیں کر سکے تھے جو میری نگاہوں سے محفوظ رہے۔ ایک خوب صورت سے ڈیکوریشن پیس کے نچلے حصے میں وہ چھوٹا سا سیاہ گول پلیٹ نما ٹکڑا چپکا ہوا تھا جسے ایک نگاہ دیکھنے سے ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ ڈکٹا فون ریسیور ہے۔ میرے ہونٹ بھنچ گئے، اس کا مطلب تھا کہ میرے خلاف باقاعدہ عمل شروع ہو چکا ہے لیکن میں بھی احمق نہیں تھا، ایسے حالات سے نمٹنا خوب جانتا تھا بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ابھی تک مجھے صحیح طور پر کھل کھیلنے کا موقع شاید اس لیے نہیں ملا تھا کہ میرے دشمن سامنے نہیں آئے تھے۔ وہ سیاہ تھدد شخص جس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرے کیبن کی تلاشی لی تھی اور جہاز سے اتر کر بھاگ گیا تھا، یقیناً یہ اس کی کارستانی رہی ہوگی۔ بہرحال اب جب کہ یہ کھیل شروع ہو چکا ہے تو پھر مجھے محتاط رہنا ہوگا۔ البتہ شارلٹو کے بارے میں میرا ذہن اب کچھ نئے فیصلے کر رہا تھا، ممکن ہے شارلٹو قابلِ اعتماد ہی ثابت ہو۔

ساڑھے آٹھ بجے میں کیبن سے باہر نکل آیا۔ شارلٹو بوٹ کے قریب میرا انتظار کر رہا تھا، چند لمحات کے بعد بوٹ پانی میں اتر گئی اور شارلٹو اسے اسٹارٹ کر کے چل پڑا۔ پھر اس نے کہا۔ ”میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹے سے بوٹ کے پاس موجود ہوں، صرف اس خیال سے کہ کہیں اس میں کوئی گڑبڑ نہ کی جائے۔“

”تم کچھ شکوک و شبہات محسوس کر رہے ہو شارلٹو؟“

”جو کچھ آج میں کہنے جا رہا ہوں، وہ میرے لیے شدید نقصان کا باعث بھی بن سکتا ہے مسٹر علی لیکن میں ذرا مختلف قسم کا آدمی ہوں، جب ایک کام اپنے ذمے لے لیتا ہوں تو پھر اس کی انجام دہی چاہتا ہوں۔ میرا اپنا ذہن سازشی نہیں ہے لیکن سازشیوں کے درمیان کام کرنے میں مجھے بہت لطف آتا ہے۔ دراصل مسٹر کینٹ نے مجھ سے اشارتاً کہا تھا کہ آج میں آپ کے ساتھ سمندر کا سفر نہ کروں۔ حالانکہ اس کہنے میں کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن میرا ذہن نجانے کیوں بھٹک گیا اور مجھے مسٹر کینٹ کے اس انداز پر کچھ شبہ سا ہوا۔ میرا خیال ہے مسٹر کینٹ اپنے مشن کے لیے مخلص نہیں ہیں مسٹر علی! آپ کو اس کا خیال رکھنا ہوگا۔“

”واقعی تم بہت بڑی بات کہہ رہے ہو شارلٹو۔ کیا تم مسٹر کینٹ کی طرف سے مطمئن نہیں ہو؟“

”اس کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ لوگ صرف اپنی ذات کے لیے کچھ کرتے ہیں۔ ہم جیسے نچلی سطح کے لوگوں کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ مسٹر مور کے بارے میں ابھی تک میں کوئی بات دعوے سے نہیں کہہ سکتا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ وہ کینٹ کے دستِ راست ہیں۔ میں نے کچھ انتظامات کر لیے ہیں مسٹر علی! آپ مطمئن رہیں۔ ہم کسی کے لیے نرم چارہ ثابت نہیں ہوں گے۔ مجھے مسٹر کینٹ پر مزید شبہ اس لیے ہوا کہ مسٹر کینٹ کی خصوصی ملازمہ نے پُراسرار طور پر میرے کیبن میں کچھ ایسی چیزیں پہنچائیں جو اس سے پہلے کبھی نہیں پہنچائی گئی تھیں اور پھر وہ واپس آ کر وہ چیزیں لے گئی۔ اس نے مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ غلطی سے وہ انھیں یہاں رکھ گئی تھی۔ درحقیقت اس دوران ایک چھوٹا سا ڈکٹافون میرے کیبن میں لگا دیا گیا تھا۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ میری جانب سے مشکوک ہیں۔ بس یہی بات مجھے مسٹر کینٹ سے برگشتگی کا باعث بن گئی اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں ہر طرح آپ کا ساتھ دوں گا۔ موٹر بوٹ میں میں نے کچھ ایسی چیزیں رکھ دی ہیں جو ہمیں خطرے کے وقت خطرناک حالات سے محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ آپ یقیناً سوئمنگ ڈریس نہیں لائے ہوں گے لیکن میں نے ایسے دو لباس مہیا کر لیے ہیں جن کے ساتھ آکسیجن سلنڈر موجود ہیں اور اس کے علاوہ پانی کی سطح کے اندر استعمال کی جانے والی خصوصی گنیں بھی میں نے رکھ لی ہیں۔ بہتر یہ ہو گا مسٹر علی کہ ہم دونوں یہ لباس پہن لیں۔ ہر لمحہ ہمیں خطرات کا خیال رکھنا ہوگا۔“ شارلٹو نے ایک سمت اشارہ کیا اور مجھے ایک پیکٹ نظر آ گیا۔

پیکٹ کھولا تو اس میں غوطہ خوری کے خصوصی لباس موجود تھے۔ آکسیجن سلنڈر الگ پیکٹ میں رکھے ہوئے تھے اور اس کے ساتھ ہی چھوٹی ساخت کے خصوصی پستول جو پانی کے اندر کام آتے تھے۔ میں نے دلچسپ نگاہوں سے ان تمام چیزوں کو دیکھتے ہوئے شارلٹو سے کہا۔ ”ان کے حصول میں تمھیں کوئی دشواری پیش نہیں آئی؟“

”نہیں۔ بحری تحقیقاتی مہم کے سلسلے میں یہ تمام چیزیں یہاں موجود ہوتی ہیں۔ البتہ یہ گنیں میں نے چرائی ہیں۔“

”کہاں سے؟“

”ایک اور کیبن سے۔ جو ہم سے متعلق نہیں ہے۔“

”اوہ گڈ شارلٹو۔ تم تو میرے بہترین معاون و مددگار ثابت ہو رہے ہو۔“

”کھل کر اعلان کر رہا ہوں مسٹر علی کہ میں آپ کے مشن میں آپ کے ساتھ ہوں، اگر بہتر سمجھیں تو مجھے اپنے شانہ بشانہ رکھیں۔“

”شارلٹو! آج سے اس مشن کے سلسلے میں میری شخصیت تنہا نہیں ہے۔ ہم دونوں اس کے اہم کارکنوں کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔“

شارلٹو نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا اور ہم دونوں نے گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد ہم غوطہ خوری کے لباس پہن کر پوری طرح تیار ہو گئے۔ اب ہم کسی بھی خطرناک مرحلے سے نمٹنے کے لیے مستعد تھے۔

شارلٹو نے سمت کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسی جزیرے پر چلنے کے لیے کہا، جہاں ہم نے فارنوس اور سولیتا کو دیکھا تھا۔ میں نے شارلٹو سے کہا۔ ”شارلٹو وہ دونوں

اسی نگاہ میں مشکوک ہیں اور اس پُراسرار جزیرے پر وہ دونوں پر ریسرچ نہیں کر رہے بلکہ وہاں ان کی موجودگی کا کوئی اور ہی مقصد ہے۔“

”تو کیوں نہ آج ہم پورے جزیرے کی تلاشی لے ڈالیں؟“ ... دلا۔

”ہاں، جزیرے کو دیکھنا ضروری ہے۔“

میں نے شارلٹو کو شیری کے بارے میں نہیں بتایا بلکہ ... لگا تھا کہ اسے اس سے آگاہ کروں یا نہیں۔ پھر میں ... ہی رہا۔ شارلٹو بھی سمت کا تعین کر کے جزیرے کی جانب ... تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم جزیرے پر پہنچ گئے۔ اس ... میں نے اطراف کے ماحول پر پوری طرح نگاہ رکھی تھی۔ ... اپنی جانب خصوصی طور پر متوجہ نہیں پایا تھا۔ سمندر تقریباً ... ہی تھا۔ آج موسم بھی صاف تھا اور آسمان پر آہستہ آہستہ ... ے ابھرتے آ رہے تھے۔

جزیرے کے ساحل پر کھڑے ہو کر ہم نے دور دور نگاہ دوڑائی، پُراسرار خاموشی اور سناٹے کے علاوہ اور کوئی ... نہیں تھی۔ درخت خاموش کھڑے تھے البتہ حشرات الارض ... سراہٹ سنائی دے جاتی تھی۔ سانپوں کے رینگنے کی لکیریں ... ے کی زمین پر جگہ جگہ نمایاں تھیں۔ ہم نے خصوصاً ایسے ... ے استعمال کیے تھے جن کی وجہ سے رینگنے والے جانوروں سے کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ تقریباً دو گھنٹے تک ہم جزیرے کے مختلف حصوں کا جائزہ لیتے رہے۔ کوئی ایسی خاص بات نظر نہ آئی جو قابلِ توجہ ہوتی۔ آج فارنوس اور سولیتا کا بھی یہاں کوئی ... ن نہیں تھا۔

بہت دیر تک ہم اندرونی حصوں میں رہے اور اس کے بعد عقبی ساحل پر پہنچ گئے۔ وہاں سے ہوتے ہوئے واپس ... سمت آنے لگے جدھر ہم نے موٹر بوٹ چھوڑی تھی۔ شارلٹو ... نے کہا۔ ”یوں لگتا ہے جیسے ان لوگوں نے یہ جگہ چھوڑ دی ہے۔“

”ہاں۔ ویسے بھی مجھے تعجب ہے کہ آخر ان لوگوں نے ... قیامگاہ کہاں بنائی تھی۔ یہاں تو کوئی ایسی جگہ بھی نہیں ہے ... قیامگاہ کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔ ہر لمحہ حشرات الارض ... خطرہ رہتا ہوگا۔ سانپ اور دوسرے کیڑے یہاں جس تعداد ... میں موجود ہیں، اس سے تم نے اندازہ لگا لیا ہوگا شارلٹو۔“

”ممکن ہے اس روز وہ کسی خاص مقصد کے تحت یہاں ... آ گئے ہوں اور فضول باتیں کر کے ہمیں بے وقوف بنا دیا ہو۔ ... ضروری نہیں ہے کہ ان کا قیام بھی یہیں ہو۔“

بوٹ اپنی جگہ موجود تھی۔ ساحل دور دور تک سنسان تھا۔ سوائے لہروں کے شور کے اور کوئی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ ہم یہاں سے واپس چل پڑے۔ میں نے شارلٹو سے کہا۔ ”شارلٹو! اس جزیرے سے بالکل قریب کون سا جزیرہ ہے؟“

”اس کا کوئی نام نہیں ہے۔ یہاں سے بائیں سمت تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک اور چھوٹا سا جزیرہ موجود ہے۔“ مجھے اندازہ ہوا کہ شاید شارلٹو اسی جزیرے کی بات کر رہا ہے جس پر میں نے شیری کو دیکھا تھا، جہاں سے وہ بوٹ لے کر اس سمت آئی تھی۔ میں نے کسی خیال کے تحت شارلٹو کو اسی سمت چلنے کے لیے کہا اور شارلٹو نے گردن ہلا دی۔

راستہ خاموشی سے طے ہوا۔ میں نے جزیرے کے آثار محسوس کر لیے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اسی جگہ پہنچ گئے۔ کافی فاصلے پر شارلٹو نے ہائی اسپیڈ بوٹ کا انجن بند کر دیا تھا لیکن ابھی ہم ساحل پر پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ دفعتاً کوئی چیز شائیں کی آواز کے ساتھ موٹر بوٹ کے اوپر سے گزر گئی۔ انجن بند تھا اس لیے گزرنے والی چیز کی آواز صاف سنائی دی تھی۔ شارلٹو نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ آواز اس نے بھی سنی تھی۔ پانی میں ایک بڑا زوردار چھپاکا سنائی دیا اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ ہم ابھی اندازہ بھی نہ کر پائے تھے کہ دفعتاً ایک ننھا سا سرخ شعلہ چمکا اور کوئی چیز پھر ہمیں بوٹ کی طرف آتی نظر آئی۔ رخ بالکل ہماری ہی سمت تھا اور اب ہمیں یہ اندازہ لگانے میں دشواری نہ ہوئی کہ کوئی مہلک ہتھیار ہمارے خلاف استعمال کیا جا رہا تھا۔

شارلٹو نے پھرتی سے انجن اسٹارٹ کر دیا اور بوٹ کو اتنی تیزی سے چکر دیا کہ مجھے اپنا توازن سنبھالنا بھی مشکل ہو گیا۔ سرخ شعلہ جو اپنی جگہ سے پرواز کرنے کے بعد بجھ گیا تھا، شائیں کی آواز کے ساتھ پھر ہمارے قریب سے گزرا اور پانی میں غائب ہو گیا۔ اس بار شاید انھوں نے ہمارا نشانہ درست کر لیا تھا۔ ویسے یہ شعلہ اس چھوٹے سے جزیرے کی جانب سے لپکا تھا جس کے قریب ہم جا رہے تھے اور خاصی بلندی پر نظر آیا تھا۔ یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کون سی جگہ سے ہم پر یہ مہلک چیز فائر کی جا رہی ہے۔ شارلٹو نے بوٹ کو ایک لمبا چکر دیا کیونکہ ہم تیسرا شعلہ دیکھ چکے تھے۔ میں نے پھرتی سے ایک طاقتور دوربین نکال کر آنکھوں سے لگائی تھی اور میرا رخ جزیرے ہی کی جانب تھا۔ شعلہ کافی بلندی سے چمکا تھا۔ میں نے فوراً ہی شارلٹو کو اطلاع دی اور شارلٹو نے ایک دم سے رخ بدل لیا۔ بلاشبہ وہ بوٹ ڈرائیو کرنے کا ماہر تھا۔ بوٹ اس وقت ایک سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی پانی کے سینے کو چیرتی ہوئی دوڑ رہی تھی۔ شائیں کی آواز اس بار ہم سے خاصے فاصلے پر نکل گئی تھی۔ شارلٹو ان

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لوگوں کو چکر دینے میں کامیاب ہوگیا تھا اور اس کے بعد مناسب یہی تھا کہ ہم اس جزیرے کا رخ نہ کریں۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ اس شعلے کی رینج کتنی ہے چنانچہ ہم جزیرے سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا چاہتے تھے لیکن دفعتاً شارلٹو کی ہلکی سی آواز ابھری اور اس نے ایک بار پھر بوٹ گھمادی۔

"کیوں کیا ہوا؟" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"ہمیں گھیر لیا گیا ہے۔" اس نے کہا اور میں تاریکی میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ پھر میں نے بھی ان چار پانچ ہیولوں کو دیکھ لیا جو سمندر کی سطح سے سر ابھارے ہمیں گھور رہے تھے یقیناً یہ کچھ خصوصی قسم کی بوٹس تھیں جو مختلف سمتوں سے ہماری جانب بڑھ رہی تھیں۔ ان کے عقب میں پانی کی سفید لکیریں پیدا ہوتی جارہی تھیں جن سے ان کی اسپیڈ کا اندازہ ہوتا تھا۔ شارلٹو نے ایک لمحے کے لیے مجھے دیکھا۔ پھر بولا "بہتر یہی ہے کہ اب ہم ان سے بچنے کی کوشش کریں۔ میں بوٹ کو پانی کے نیچے لے جارہا ہوں۔"

"گڈ۔" میں نے گردن ہلائی اور شارلٹو نے وہ بٹن دبادیا جس سے ہماری اس خصوصی بوٹ کی چھت ڈھک جاتی تھی۔ آن کی آن میں ہم شیشے کے خول میں قید ہوگئے۔ دوسرے ہی لمحے شارلٹو نے بوٹ کو پانی میں نیچے اتار دیا۔ نیچے اتارتے ہی اس نے انجن کی اسپیڈ فل کردی تھی۔ سمندر کے نیچے ہی نیچے وہ دور نکل جانا چاہتا تھا۔ بوٹ اتنی رفتار سے آگے بڑھی کہ دماغ چکرا کر رہ گیا۔ زیادہ دیر چونکہ ہم پانی میں نہیں رہ سکتے تھے اس لیے تھوڑی دور پہنچنے کے بعد شارلٹو کو بوٹ پانی کی سطح پر ابھارنا پڑی لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں ایک خوفناک صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا۔

جونہی بوٹ سطح پر ابھری، ہم نے صرف چند گز کے فاصلے پر دشمنوں کی ایک چھوٹی سی اسٹار بوٹ دیکھی جو ہمارے بالکل قریب تھی۔ اس پر سے ابھرنے والی آوازیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آئیں لیکن شاید اسٹین گنوں وغیرہ سے زبردست فائرنگ کردی گئی تھی کیونکہ چند ہی لمحے بعد ہمارے سروں پر لگا ہوا شیشے کا حصار ٹوٹتا محسوس ہوا۔ شیشہ کرچی کرچی ہوگیا تھا۔ اب ہم بوٹ کو نیچے پانی میں نہیں لے جاسکتے تھے۔ شارلٹو نے البتہ ایک بار پھر مہارت کا ثبوت دیا اور بوٹ کو اس اسٹار بوٹ سے دور لے جانے کی کوشش کی لیکن دفعتاً ایک شدید جھٹکا لگا۔ بوٹ کا پچھلا حصہ فائرنگ سے متاثر ہوگیا تھا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم پھرتی سے پانی میں کود پڑیں۔ شارلٹو نے مجھے یہی ہدایت کی اور ہم نے

فوراً ہی ماسک اپنے چہروں پر چڑھا لیے۔ اس کے بعد برق رفتاری سے اپنی اس بوٹ سے نیچے کود گئے۔

ہمارا نیچے کود جانا ہمارے حق میں انتہائی بہتر ثابت (ہوا) بصورتِ دیگر ہم بوٹ کی تباہی کی لپیٹ میں آجاتے۔ بوٹ (ہم) سے کچھ فاصلے پر جاکر تباہ ہوگئی تھی۔ اگر شارلٹو انتہائی برق (رفتاری) سے اُسے بالکل مخالف سمت میں نہ موڑ دیتا تو یہ بوٹ (ہمارے) سروں پر ہی تباہ ہوتی اور اس کے بعد ہمارا کیا ہوتا یہ خدا (ہی) جانتا تھا۔ ہم دونوں نے ایک بار پھر غوطہ لگایا اور پانی (کے) نیچے نیچے ایک سمت بڑھنے لگے۔ مقصد یہی تھا کہ ان لوگوں سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جائیں۔ آکسیجن سلنڈر کام کر رہے تھے اس لیے سطح پر اُبھرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ نجانے کتنی دیر ہم اسی طرح تیرتے رہے۔

شارلٹو میرے قریب قریب ہی تھا لیکن دفعتاً ہمنے کچھ فاصلے پر پانی میں کچھ ہلچل سی دیکھی اور اب جو نگاہ دوڑائی تو سامنے ہی کچھ غوطہ خور ہمیں تیرتے نظر آئے۔ یقیناً ہمارے بارے میں یہ اندازہ لگا لیا گیا تھا کہ ہم سمندر میں اتر چکے ہیں اور یہاں بھی ہماری تلاش شروع ہوگئی تھی۔

جس طرح ہم نے ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا اسی طرح چند لمحوں کے اندر وہ بھی ہمیں دیکھ لیں گے۔ شارلٹو نے میری جانب دیکھا اور پھر ایک اشارہ کیا۔ میں نے گردن ہلادی تھی۔ چنانچہ چند ہی لمحوں کے بعد میں اور شارلٹو دو مختلف سمتوں میں تیرنے لگے۔ ایک ہی جگہ رک کر ہم ایک ساتھ ان کا نشانہ نہیں بننا چاہتے تھے۔

زیرِ آب استعمال ہونے والے پستول ہمارے پاس موجود تھے۔ شارلٹو نے معقول انتظام کیا تھا۔ چند ہی لمحوں کے بعد مجھے پستول استعمال کرنے کی ضرورت پیش آگئی۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھے دیکھ لیا تھا اور اپنی جگہ رک گیا تھا لیکن دوسرے لمحے میں نے اس کی کھوپڑی کا نشانہ لیا اور فائر کردیا۔ میں نے پانی میں ہلچل سی دیکھی تھی اور اس کے بعد میں نے اس کو بے جان ہوکر گہرائیوں میں اترتے دیکھا۔

میں نے اپنا رخ بدل لیا تھا۔ اب شارلٹو کی طرف توجہ دینا ممکن نہیں رہا تھا کیونکہ دوسرے کچھ لوگ بھی میری طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ دو افراد تیزی سے میری جانب بڑھ رہے تھے اور میں انھیں کسی مناسب جگہ لے جاکر نشانہ بنانا چاہتا تھا۔ اگر انھوں نے بھی ہمیں ختم کرنے کی کارروائی شروع کردی تو ظاہر ہے ان سے مقابلہ مشکل ہوجاتا۔ کیونکہ ان کی تعداد کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا۔ ویسے یہ بات بھی یقینی تھی

کہ وہ لوگ مجھے قتل کردینا چاہتے تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو موٹر بوٹ کو اس طرح تباہ کرنے کی کوشش نہ کی جاتی۔ چنانچہ جان بچانے کے لیے اس وقت ہر کوشش ضروری تھی۔ میں نے تیرنے کی رفتار تیز کردی اور اچانک ہی میں سطح پر ابھر آیا۔ یہ ان لوگوں کو ڈاج دینے کی ایک کوشش تھی لیکن اس کا ایک اور فائدہ ہوا۔ مجھے جزیرہ نظر آگیا جو بہت قریب تھا۔ زیرِ سمندر ان لوگوں کی کارروائی جزیرے کی زمین کی نسبت زیادہ خطرناک ثابت ہوتی۔ اس لیے میں نے طوفانی رفتار سے جزیرے کی طرف تیرنا شروع کردیا اور آن کی آن میں ساحل پر آگیا۔ یہاں ایک لمحہ رک کر میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور ایک بار پھر موت زندگی کو چھوتی گزر گئی۔ گولی سائلنسر لگے پستول سے چلائی گئی تھی اور میرے قریب سے گزر گئی تھی۔ میں نے ایک سمت چھلانگ لگادی اور پھر دوڑتا ہوا درختوں کی آڑ میں چلا گیا۔ مجھے جو پہلا درخت نظر آیا اسی کی آڑ لے کر میں نے آس پاس کا جائزہ لیا۔ اصولاً بھاگنے والے کو اندر درختوں میں گھس جانا چاہیے تھا لیکن میں نے اس کے برعکس کیا اور وہیں رک کر جائزہ لینے لگا۔ ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور جس جگہ سے میں جنگل میں داخل ہوا تھا عین اسی جگہ سے تین افراد اندر آئے اور درختوں میں گھستے چلے گئے۔ میں نے سانس روک لیا تھا۔ وہ تینوں دور تک چلے گئے اور پھر نگاہوں سے اوجھل ہوگئے۔ شارلٹو کا نہ جانے کیا حشر ہوا تھا۔ ویسے وہ قابلِ اعتماد انسان تھا اور اب اس پر کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔

جو لوگ درختوں کے درمیان داخل ہوئے تھے، ان کی واپسی بھی ممکن تھی۔ اس دوران مجھے اپنے آئندہ اقدام کا فیصلہ کرنا تھا کہ آیا اس جگہ کو چھوڑ دوں اور کوئی نئی جگہ پکڑوں یا پھر یہیں رکوں؟ ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ ایک سرسراہٹ سنائی دی اور میں سانپ کی طرح پلٹا۔ اسی وقت ایک سرگوشی سی ابھری۔

"اس سمت آجاؤ... اِدھر پھرتی سے۔" ایک بہت ہی باریک روشنی ایک لمحے کے لیے چمکی۔ ذہن میں شارلٹو کا خیال آیا تھا لیکن روشنی؟ سوچنے کی گنجائش نہیں تھی۔ میں نے اس سمت دوڑ لگادی۔ "اس طرف۔" سرگوشی پھر ابھری لیکن اس مرتبہ مجھے احساس ہوگیا کہ وہ شارلٹو نہیں ہے۔ "آجاؤ مسٹر علی... پلیز کم آن۔" سرگوشی دوبارہ ابھری اور میں نے غوطہ خوری کے لباس میں ملبوس اس شخص کو دیکھ لیا جو اپنے تن و توش کے اعتبار سے بھی شارلٹو جیسا نہیں تھا لیکن اس بار اس نے مجھے نام لے کر پکارا تھا۔ ذہن صحیح فیصلہ نہ کر پایا کہ کیا کروں۔ ممکن ہے دھوکا کیا جارہا ہو۔

پھر ایک ہلکی سی سیٹی کی آواز ابھری جو بائیں سمت سے آئی تھی۔ جواب میں مجھے پکارنے والے نے بھی ویسی ہی آواز نکالی اور میرے بالکل قریب پہنچ گیا پھر اس نے میرا بازو پکڑا اور مجھے گھسیٹتا ہوا بولا "اب تمھارا دل چاہے تو مجھے گولی ماردو مگر خدا کے لیے ادھر تو آجاؤ۔" اس بار اس نے جھلائی ہوئی آواز میں کہا تھا لیکن... لیکن یہ آواز بھی میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

میں اس کے ساتھ کھنچتا چلا گیا۔ ایک تناور درخت کی آڑ میں بہت بڑی چٹان نظر آئی جس کے بالکل زیریں حصے میں تقریباً ڈھائی فٹ کے قطر کا ایک سوراخ موجود تھا۔ عام حالات میں اس کے نظر آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ جب تک کہ کسی کو اس کا پتا نہ ہو۔

"اس میں رینگ جاؤ... ٹھہرو پہلے میں اندر داخل ہوتا ہوں۔" اس نے کہا اور پھر لیٹ کر سوراخ میں داخل ہوگیا۔ میں نے بادلِ ناخواستہ اس کی تقلید کی تھی۔

اندر کا ماحول حیرتناک تھا۔ سوراخ میں داخل ہوکر آگے بڑھتے ہی کافی کشادگی محسوس ہوتی تھی۔ نیچے زمین کافی گہری تھی اور اوپری حصہ کسی گنبد کا نچلا حصہ محسوس ہوتا تھا۔

"کون ہو تم؟" میں نے سوال کیا۔ تاریکی کی وجہ سے مجھے اس کی شکل اور حیثیت کا اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔

"کینٹ۔" جواب ملا اور میرے ذہن کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ ذہن واقعی معطل تھا۔ کینٹ کی آواز سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن اب میں نے اسے پہچان لیا تھا۔

"سوری مسٹر کینٹ! میں آپ کو پہچان نہیں سکا تھا۔ آپ یہاں کیسے؟" میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"آپ کی کوششوں کو ناکام بنانا میری ڈیوٹی ہے۔" کینٹ نے بھاری لہجے میں کہا۔

میں خاموشی سے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔ یہ جملے بھی عجیب تھے۔

چند لمحات کے بعد وہ پھر بولا "اور میرا خیال ہے آپ بھی یہ بات اچھی طرح محسوس کرچکے ہیں مسٹر علی۔ بہرحال، ہم دونوں کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ مجھے ابھی اپنے ساتھیوں سے جاملنا ہے۔ آپ نے سیٹیوں کے تبادلے کی آوازیں سنی ہوں گی۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ اس طرف سکون ہے۔"

"تو کیا سمندر میں...؟" میں نے بمشکل کہا۔

"ہاں، وہ میرے ہی آدمی تھے جو آپ کو قتل کردینا چاہتے تھے۔ آپ ان کا شکار ہوجاتے تو مجھے کوئی فکر نہ ہوتی مسٹر علی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیکن نہ جانے کیوں میری چھٹی حس کچھ کہہ رہی ہے اور میری چھٹی حس کبھی غلط نہیں کہتی۔"

"کیا مطلب؟"

"ممکن ہے کبھی دوبارہ گفتگو کا موقع مل جائے۔ اس وقت آپ کو تفصیل بتاؤں گا۔ اس وقت صرف چند باتیں سن لیجیے۔ آپ پورے ڈیڑھ گھنٹے اسی جگہ رہیں۔ باہر نکلیں گے تو درخت کے پاس آپ کو ایک بنڈل ملے گا۔ یہ ربڑ کی کشتی ہوگی جس کے ذریعے آپ واپس مارشل پر پہنچ سکیں گے۔ مارشل پر آپ کو خاص طور سے میری بیوی شیری سے محفوظ رہنا چاہیے۔ وہ مائل جوشیو کی طرف سے مارشل پر انچارج ہے۔"

"آپ کی بیوی مسٹر کینٹ!" میں نے حیرت سے کہا۔

"حیرت کی کوئی بات نہیں، وہ میری بیوی نہیں ہے۔ میرے بیوی بچے ان کی قید میں ہیں اور وہ بدبخت میری زبردستی کی بیوی ہے۔ میں ان کے چنگل میں پھنسا ہوا ہوں اور ان کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہوں۔ بس اس وقت اتنا کافی ہے۔"

"مور کی کیا پوزیشن ہے مسٹر کینٹ؟"

"جو کچھ بھی ہے، میرے علم میں نہیں ہے۔ اچھا خدا حافظ، اس سے زیادہ خطرہ میں مول نہیں لے سکتا۔ ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اندر میں انھیں سمیٹ کر لے جاؤں گا۔ اس کے بعد... او کے۔" وہ باہر رینگ گیا اور میں احمقوں کی طرح آنکھیں پھاڑتا رہ گیا۔

ان واقعات نے ذہن کو چند لمحات کے لیے معطل کر دیا تھا۔ کینٹ خود میری نگاہ میں مشکوک تھا لیکن اصل صورتِ حال مختلف تھی۔ اسے سمجھنے کے لیے جو کچھ وہ کہہ گیا تھا، بہت تھا۔ مجھے ختم کرنے کے پروگرام کا وہ انچارج تھا لیکن اس کا اصل کردار دوسرا تھا۔ ذہنی رو شارلٹو کی طرف مڑ گئی۔ وہ کہاں ہے؟ بہترین ساتھی تھا۔ کہیں...؟

قدموں کی چاپ سنائی دی، تو میں اس طرف متوجہ ہو گیا۔ کئی آدمی تھے، دہانے کے بالکل پاس سے گزر رہے تھے، چاپ دور ہوتی چلی گئی۔ کینٹ نے کہا تھا کہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد یہاں کے حالات پُرسکون ہو جائیں گے اور اس کے بعد میں ربڑ کی کشتی کے ذریعے یہاں سے نکل سکوں گا لیکن... کیا مارشل پر جانا ضروری ہے۔ وہاں کی صورتِ حال تو بہت مخدوش ہے۔ کافی غور کیا، مارشل کے بجائے اگر این کے نکل جایا جائے؟ لیکن یہ مناسب نہیں تھا۔ ٹرانسمیٹر جہاز پر ہی تھا۔ اس کے علاوہ میرے دوسرے ذرائع بھی نہیں تھے جن کی مدد سے اپنا کام کر سکتا۔ اس لیے مارشل پر واپسی ہی ضروری تھی۔

ڈیڑھ گھنٹے کے بعد دہانے سے باہر نکلا۔ وہ بنڈل موجود تھا جس کے بارے میں کینٹ نے کہا تھا۔ کھول کر دیکھا کشتی ہی تھی چنانچہ وہیں بیٹھ کر اس میں ہوا بھری اور پھر اسے شانے پر رکھ کر ساحل کی طرف بڑھ گیا۔ غریب شارلٹو کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا لیکن اب اس کا انتظار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کشتی سمندر میں ڈال کر چل پڑا اور بالآخر اپنا سفر طے کر کے مارشل پر پہنچ گیا۔ ذہن میں شدید تجسس تھا۔ خاص طور سے شارلٹو کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ سمجھ میں نہ آیا کہ کس طرح اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ بالآخر کیبن میں آ گیا۔

دوسری صبح اندازہ ہو گیا کہ شارلٹو جہاز پر موجود نہیں ہے، وہ ہوتا تو مجھے ضرور ملتا۔ دوسرے معمولات میں بھی کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ میں نے کیبن کا جائزہ بھی لے لیا تھا۔ ٹرانسمیٹر اتنا محفوظ کر دیا تھا میں نے کہ کسی کو اس کا نشان بھی نہیں مل سکتا تھا۔

عرشے پر چہل قدمی کر رہا تھا کہ مور میری طرف بڑھتا ہوا نظر آیا۔ میرے ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ "ہیلو مور!" اس کے قریب آنے پر میں نے کہا۔

"ہیلو مسٹر علی!" وہ بھی گرمجوشی سے بولا۔

"کیسے مزاج ہیں، تم بہت مصروف رہتے ہو مور؟ تمھیں بہت کم ہی دیکھا جاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں مسٹر علی، بات یہ ہے کہ میں صرف ایک ہی کام میں مصروف نہیں ہوں، دوسری بہت سی ذمے داریاں بھی میرے سپرد ہیں۔ آپ سنائیے کیا ہو رہا ہے؟ سمندر گردی کا کوئی نتیجہ نکلا یا نہیں؟" مور نے سوال کیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نتیجہ بھی نکل ہی آئے گا مسٹر مور، لیکن جن معاملات میں آپ اتنے طویل عرصے تک کامیاب نہ ہو سکے، ان کے سلسلے میں، میں بھلا چند روز کے اندر کس طرح کامیاب ہو سکتا ہوں۔ میرے ذہن میں بہت سے شکوک و شبہات ہیں مسٹر مور، اس موضوع پر کسی سے بات کرنا چاہتا ہوں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ کس سے کروں۔"

"کیا مطلب! کسی قسم کی الجھن محسوس کر رہے ہیں آپ؟" مور نے تشویش زدہ لہجے میں سوال کیا۔

"ظاہر ہے مسٹر مور، جس مقصد کے لیے میں یہاں آیا ہوں اس میں کامیابی چاہتا ہوں لیکن کچھ عجیب سے احساسات کا شکار ہوتا جا رہا ہوں۔"

"مسٹر علی! بہتر ہو گا اگر آپ اپنی بات کی وضاحت کر دیں۔"

"میرا خیال ہے مسٹر مور کہ جس شخصیت نے مجھے یہاں

نے بڑے کام کے لیے بھیجا تھا، وہ شاید خود بھی یہاں کے لات سے پوری طرح باخبر نہیں تھی۔ میری مراد تارینا ہارڈو ہے۔ بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہاں موجود لوگ صرف زی تحقیقات سے ہی دلچسپی رکھتے ہیں اور اسی سلسلے میں کام رہے ہیں۔ تارنیا ہارڈو کے معاملات سے کسی کو کوئی غرض ہیں محسوس ہوتی۔"

مور نے چاروں طرف دیکھا پھر آہستہ سے بولا "کسی مدتک آپ کا کہنا درست ہے مسٹر علی۔ یہ سچ ہے کہ یہاں رف برائے نام کام ہو رہا ہے۔ یہ لوگ تنخواہیں وصول کرتے یں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ این کے اور اس کے اطراف کے تمام علاقے اس کی ملکیت ہیں، جس کا نام یقیناً آپ کے ذہن یں ہوگا۔ اگر کوئی اس کے مفادات سے ٹکراتا ہے تو نقصانات ٹھاتا ہے۔"

"میں تو کچھ اور بھی سوچ رہا ہوں مور۔"

"وہ کیا؟"

"کہیں ہمیں غلط راستوں پر نہ ڈال دیا گیا ہو، یہ کہہ کر کہ مائل جوشیو ان اطراف میں ہوتا ہے اور درحقیقت اس نے کسی اور جگہ اپنا اڈا بنایا ہو۔"

مور پُرخیال انداز میں چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا "اس کے باوجود میں یہ کہوں گا مسٹر علی کہ آبدوز ممکن ہے کہیں اور ہو لیکن مائل جوشیو کے مستقل ٹھکانے انھی اطراف میں ہیں۔ بس انھیں ہی تلاش کرنا اصل معاملہ ہے۔"

"جب کوئی بات دعوے سے نہیں کہی جا سکتی تو پھر یہ سمندر گردی بھی کس کام کی۔" میں نے کہا اور مور شانے ہلا کر خاموش ہو گیا۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے مزید کہا۔ "تاہم ابھی میں مایوس نہیں ہوا ہوں، صورتِ حالات کا مشاہدہ کر رہا ہوں، اگر کامیابی کی کوئی شکل نکلی تو ٹھیک ہے۔ ورنہ میرا خیال ہے یہاں وقت ضائع کرنا بے کار ہو گا۔ میڈم ہارڈو نے مجھ سے کہا تھا کہ یہاں موجود لوگ مکمل طور پر میرے ساتھ تعاون کریں گے لیکن مسٹر مور! میں تو یہ محسوس کر رہا ہوں کہ اگر میں کسی حد تک کامیابی کے قریب پہنچ بھی جاتا ہوں تو اس کے بعد اپنے آپ کو تنہا محسوس کروں گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ کامیاب لوگوں کے ساتھی ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ آپ اگر کامیابی کے نزدیک پہنچ گئے تو پھر دیکھیے، یہ سب آپ پر کس طرح جان نثار کرتے ہیں۔ فی الحال آپ کو صرف اپنی زندگی داؤ پر لگانا ہو گی۔" مور نے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

"ٹھیک کہتے ہو مور! ان حالات سے میں کسی قدر بددل ہو گیا ہوں۔"

"نہیں مسٹر علی! اس کی ضرورت نہیں ہے۔" مور نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر تک مور مجھ سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر اجازت لے کر چلا گیا۔ میں یونہی ٹہلتا ہوا عرشے کے دوسری سمت آ گیا۔ یہاں میں نے ایک چھوٹی سی کشتی دیکھی جو موٹر بوٹ تھی اور جس کا اسٹیئرنگ شیری سنبھالے ہوئے تھی۔ رخ اس جزیرے کی جانب نہیں تھا جہاں یہ سارا ہنگامہ ہوا تھا بلکہ شاید وہ این کے جا رہی تھی۔ میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے خیال ابھرا کہ میں خود بھی این کے جاؤں اور شیری کا تعاقب کروں لیکن ایک اور خیال اس خیال پر حاوی ہو گیا۔ وہ یہ تھا کہ شیری اس وقت موجود نہیں ہے تو کیوں نہ اس کے کیبن کی تلاشی لے ڈالی جائے۔ دن کی روشنی میں یہ بے شک ایک مشکل کام تھا۔ لیکن میں نے اس کا ارادہ کر لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں شیری کے کیبن کے اندر تھا۔ کیبن میں داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پورے کیبن کا جائزہ لینے لگا۔ پھر میں نے اس کے سامان کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ ایک چھوٹے سے اٹیچی کیس میں سب سے اوپر مجھے تصویروں کا ایک لفافہ ملا اور جب میں نے اس لفافے کو کھول کر تصویریں نکالیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ میری ہی تصویریں تھیں لیکن میری اصل شکل میں نہیں۔ اپنے آپ کو اور اپنے سوئمنگ کے لباس کو پہچاننے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی، یہ اس وقت کی تصویریں تھیں، جب شیری اس جزیرے پر گئی تھی جس پر میری ملاقات فارنوس اور سولیتا سے ہوئی تھی۔ روشنیوں کے وہ جھماکے مجھے اب تک یاد تھے، میں انھیں بھول نہیں سکتا تھا۔ گو میرے پورے بدن کی کوئی تصویر نہیں تھی لیکن اپنے آپ کو پہچاننا اتنا مشکل کام نہیں تھا۔ شیری کے بارے میں حیرت تو اس وقت ہوتی جب مجھے اس کا کچا چٹھا نہ معلوم ہو چکا ہوتا۔ کینٹ نے مجھے اس کے بارے میں تفصیل بتا دی تھی۔ سوچا یہ تھا کہ اب کیا کروں؟ مزید تلاشی لینے سے کوئی ایسی چیز دستیاب نہ ہو سکی جو کارآمد ہوتی، چنانچہ باہر نکل آیا اور اس کے بعد میں ایک موٹر لانچ کے ذریعے این کے چل پڑا۔

شارلٹو کے بارے میں ابھی تک جہاز پر کوئی تشویش نہیں پائی جاتی تھی اور نہ ہی کسی نے مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا تھا لیکن مجھے دلی دکھ تھا۔ اگر شارلٹو زندہ ہوتا تو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

واپس ضرور آچکا ہوتا۔

میں اطراف کے ماحول کو دیکھتا چلا جا رہا تھا۔ بے شمار چھوٹی کشتیاں، موٹر لانچیں اِدھر سے اُدھر آجا رہی تھیں۔ ماحول بہت پُرسکون تھا۔ لوٹ مار کا دن گزر چکا تھا۔ دل میں یہ خواہش تھی کہ میں اس کے بقیہ اثرات دیکھوں کہ بعد میں کیا صورتِ حال رہتی ہے۔ بالآخر این کے تک پہنچ گیا۔ اس بار میں ضرورت سے زیادہ پُراعتماد تھا۔ یہاں آتے ہوئے میں نے اپنے سامان میں سے صرف چند چیزیں لی تھیں۔ کرنسی، ہلکا اسلحہ اور وہ ٹرانسمیٹر جس پر تہذیب مالکم ایکس سے بات ہو سکتی تھی۔ یہ طے کر کے آیا تھا کہ اگر این کے پر کام کی کوئی مناسب راہ ملی تو ضروری نہیں کہ مارشل پر ہی واپس چلا جاؤں۔ مارشل سے مجھے اتنی زیادہ دلچسپی نہیں تھی بلکہ ایک طرح سے میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہاں پر رہ کر میں خاص نگاہوں میں رہتا ہوں اور میرے لیے کام کرنے میں زیادہ دشواریاں ہوتی ہیں جبکہ این کے پر رہنے کے بعد میں اگر اپنے آپ کو ان لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تو زیادہ موثر اور جامع انداز میں کام کر سکوں گا۔

این کے اپنی شاندار روایت کے ساتھ میرے سامنے تھا۔ پہلے میں یہاں ایک اجنبی کی حیثیت سے آیا تھا لیکن اب اس دوران مجھے اس کے بارے میں خاصی معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ یہ معلومات میں نے شارلٹو اور دوسرے لوگوں سے رواروی میں حاصل کی تھیں اور اس وقت یہ میرے لیے انتہائی کارآمد تھیں۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ این کے پر ایک پُراعتماد آدمی کے لیے تمام تر گنجائش موجود ہے۔ ہاں وہ جو شکل و صورت ہی سے بھٹکے بھٹکے نظر آتے ہیں انھیں این کے پر جینے کی اجازت نہیں ہوتی اور کہیں نہ کہیں ان کے لیے مصیبت تیار کھڑی ہوتی ہے۔ چنانچہ اب جب میں نے یہاں قدم رکھا تھا تو کوئی بھی یہ اعتراض نہیں کر سکتا تھا کہ میں اس علاقے سے پوری طرح واقف نہیں ہوں یا یہاں کی رسم و روایات کے بارے میں مجھے معلومات نہیں ہیں۔ خوب صورت عمارات اور پُررونق سڑکیں میری نگاہوں کے سامنے تھیں اگر عام انداز میں اس جزیرے کی آبادی کو دیکھا جاتا تو یہ کہنے میں کوئی عار نہیں تھا کہ یہ دنیا کے خوب صورت ترین جزائر میں سے ایک تھا۔ مجرموں کی سرزمین ہونے کے باوجود یہاں کا نظم و نسق قابلِ دید تھا۔

ایک تین منزلہ ریستوران کے سامنے پہنچ کر میں چند لمحات کے لیے رکا اور پھر اندر داخل ہو گیا۔ شیری یہاں کیوں آئی تھی اور کہاں گئی؟ اس بارے میں مجھے کوئی علم نہیں تھا۔ این کے میں اب اسے تلاش کرنا مشکل کام تھا۔ کافی کے سپ لیتے ہوئے سوچتا رہا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ شیری اگر این کے پر مل جائے تو ممکن ہے کچھ دلچسپ حالات پیدا ہو جائیں۔ قیام کے لیے میں نے کسی جگہ کا بندوبست نہیں کیا تھا، بس یہی سوچا تھا کہ ضرورت کے وقت دیکھا جائے گا یا پھر اگر کوئی واضح اور بہتر صورت نظر نہ آئی تو واپس مارشل پر پہنچ جاؤں گا۔

شاید تقدیر یاور تھی کہ اس رات ایک شبینہ نائٹ کلب کے سامنے شیری سے ملاقات ہو گئی۔ وہ انتہائی خوب صورت لباس میں ملبوس، انتہائی تیز میک اپ کیے ہوئے تھی اور کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر ٹھٹکی۔ میں نے بھی اسے دیکھ لیا تھا لیکن انداز ایسا رکھا تھا جیسے اسے دیکھ نہ پایا ہوں پھر شیری خود ہی میرے پاس پہنچ گئی اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "ہیلو!"

میں اس طرح چونک کر پلٹا جیسے کسی اجنبی کا اندازِ تخاطب مجھے پسند نہ آیا ہو لیکن شیری کو دیکھ کر میری آنکھوں میں پہلے حیرت اور پھر مسرت نظر آنے لگی۔

"ہیلو شیری۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تمھیں دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کب آئے یہاں؟"

"کافی دیر ہو گئی لیکن میری کیفیت بھی تم سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"کیفیات کو چھوڑو، بڑا اچھا ہوا جو تم مل گئے۔ میں بُری طرح تنہائی محسوس کر رہی تھی۔" شیری نے کہا اور میں مسکرا دیا۔ "آؤ پھر یہاں نہیں بیٹھیں گے، کہیں اور چلتے ہیں۔"

میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ شیری مجھے لیے ہوئے اپنی پسند کے ایک ریستوران میں پہنچ گئی۔ خاصی پُرسکون جگہ تھی۔

ایک میز کے گرد بیٹھنے کے بعد اس نے کہا۔ "زندگی بعض اوقات کچھ عجیب سی الجھنوں کا شکار ہو جاتی ہے، میں بھی ان دنوں ذہنی طور پر بے حد پریشان ہوں۔ کیا پیو گے؟ شاید تم شراب نہیں پیتے۔ میں نے اس دوران تمھیں ایک بار بھی شراب پیتے نہیں دیکھا۔"

"لیکن تمھیں منع نہیں کروں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ شیری سے میں نے بے تکلفی کا اظہار شروع کر دیا تھا۔

"نہیں، تم نہیں پیو گے تو میں بھی نہیں پیوں گی۔" وہ بھی اسی بے تکلفی سے بولی۔ اور پھر اس نے ایک مشروب کا آرڈر دے دیا۔

خوش رنگ مشروب ہمارے سامنے آگیا تو میں نے اپنا گلاس اٹھا کر اس کی چھوٹی چھوٹی چند چسکیاں لیں اور بولا۔ "مارشل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پر زندگی واقعی خشک ہے۔"

"چھوڑو، کن فضول باتوں کو لے بیٹھے۔ این کے کی زندگی کی بات کرو۔"

"کیا خیال ہے تمھارا یہاں کے بارے میں؟"

"بہت خوشگوار نہیں۔ اپنی دنیا ان تمام جگہوں سے کہیں زیادہ حسین ہے۔"

"تمھیں کتنا عرصہ ہوا یہاں شیری؟" میں نے سوال کیا۔

"چار سال۔"

"کیا مسٹر کینٹ بھی اتنے ہی عرصے سے یہاں موجود ہیں؟"

"ظاہر ہے، کینٹ کے ساتھ ہی [illegible] تک پہنچی ہوں ورنہ مجھے کیا پڑی تھی کہ اس ویران خطے میں آجاتی۔"

"این کے اتنا ویران تو نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"پھر اپنا دل ہی ویران ہو سکتا ہے۔ میں ماحول سے بہت زیادہ اکتائی ہوئی، بہت اُلجھی ہوئی ہوں مسٹر علی۔ میں کسی کے سامنے اس کا اظہار نہیں کرتی۔ بعض اوقات لوگ غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ تم کسی غلط فہمی میں نہ پڑنا، میں تمھاری ہمدردی یا تمھاری حمایت نہیں حاصل کرنا چاہتی۔ میں نے ایک بار پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ میں غلط نہیں ہوں لیکن تم نے یقین نہیں کیا۔ کیوں علی؟ یقین نہیں کیا تھا نا مجھ پہ؟" اس کی مسکراہٹ میں اُداسی نمایاں ہوگئی تھی۔

"نہیں، ایسی بات بھی نہیں۔" میں نے اپنے گلاس سے مشروب کی ایک چسکی لینے کے بعد کہا۔

"صرف اور صرف یہی بات تھی علی... خیر چھوڑو جس بات سے تم انکار کر رہے ہو، میں اس پہ اصرار نہیں کروں گی، ہم یہ معاملات اپنی زندگی سے نکال دیتے ہیں۔ تمھارا مشن کامیابی کی کونسی منزل میں ہے؟"

"کامیابی کا ابھی کوئی نشان نہیں ہے۔ راستے بند کیے جا رہے ہیں، جس طرف بڑھتا ہوں ایک دیوار کھڑی کر دی جاتی ہے۔ ان حالات میں کامیابی کچھ آسان تو نہیں ہے۔" میں نے کہا اور وہ مسکرا دی۔ اس چالاک عورت کو ہینڈل کرنا آسان کام نہیں تھا۔ میں اس کی شکل دیکھتا رہا۔ "تمھاری یہ مسکراہٹ میری سمجھ میں نہیں آئی شیری؟"

"میں کچھ اور سوچ رہی تھی۔"

"کیا؟"

"یقین کرو اس کا تعلق تم سے نہیں ہے۔" اس نے کہا اور میں خاموش ہوگیا۔ جلد بازی اچھی نہیں تھی لیکن اب میں نے طے کر لیا تھا کہ اس عورت پر قابو پانا بہت ضروری تھا۔ بڑے کام ہو سکتی تھی اور بالآخر میں نے تھوڑی سی کامیابی حاصل کر لی۔ اسے بڑی مشکل سے موم کیا اور پھر مطلب کی بات چھیڑ دی۔

"وہ کام جو بڑے بڑے لوگ نہیں کر سکتے، عورت بعض اوقات کر دکھاتی ہے۔ کیا تاریخ اس کی گواہ نہیں ہے؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو علی؟"

"تم اس سلسلے میں میری کچھ مدد نہیں کر سکتیں؟"

"ان سچائیوں کو داغدار نہ کرو علی جو اس وقت میرے اور تمھارے درمیان قائم ہوگئی ہیں۔ مجھے یہ احساس نہ دلاؤ کہ میں اپنی ذات میں کچھ نہیں ہوں اور تم صرف مجھ سے کچھ معلومات حاصل کرنے کے لیے میرے قریب آئے ہو۔" شیری نے کہا اور میں سنبھل گیا۔

"کیا مطلب شیری؟" میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"وہی جو تم سمجھے ہو۔" اس نے اعتماد سے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے میں کچھ نہیں سمجھا۔" میں نے بدستور اپنی حیرت برقرار رکھی۔

"اور میرا خیال ہے تم سب کچھ سمجھ چکے ہو۔ تم یہ بھی جانتے ہو علی کہ... کہ..." وہ کہتے کہتے رک گئی۔

"ہاں ہاں... کہو، میں کیا جانتا ہوں؟"

"ان لمحات کی قیمت چاہتے ہو مجھ سے؟ بہت بڑی قیمت ہوگی یہ میرے لیے۔ میں ادا کر سکتی ہوں لیکن ایک شرط پہ..." شیری کی کیفیت عجیب ہوگئی۔

"تم ان جملوں کی وضاحت نہیں کر سکتیں؟" میں نے کہا۔

"ہاں کر سکتی ہوں۔ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اسے سنو، یہ سب مذاق نہیں ہوگا۔ اس سے بڑی سچائی روئے زمین پر دوسری نہ ہوگی۔ سنو علی! تم ہائل جو شیو کو ہلاک کرنا چاہتے ہو، اس کے عزائم کو ناکام بنانا چاہتے ہو۔ یہی بات ہے نا؟"

"ہاں۔ پروگرام تو یہی ہے۔"

"میں تمھاری مدد کر سکتی ہوں لیکن اس کے صلے میں تمھیں مجھے بہت کچھ دینا ہوگا۔"

"کیا دینا ہوگا؟"

"وہ زندگی جو میرا خواب ہے، ایک ایسا خواب جس کے نقوش ابھی پوری طرح واضح نہیں ہیں، جو ایک ہیولے کی شکل میں میری آنکھوں میں ہے۔ ایک گھر اور بچے۔ ایک عورت کی زندگی درکار ہے مجھے۔ سمجھے علی، مجھے ایک مرد چاہیے۔ وہ مرد جو میرا شوہر ہو، جو میری عزت کرتا ہو، مجھ پر اعتماد کرتا ہو۔ میں اس کا گھر سنبھالوں، اس کے بچے سنبھالوں، اس کی خدمت کروں۔ علی! ایک ماں تھی میری، ایک پپا تھے۔ اکلوتی بیٹی تھی میں ان کی۔ قصور پپا کا تھا۔ عمدہ معیارِ زندگی حاصل کرنے کے لیے انھوں نے جائز طریقہ کار اختیار نہیں کیا۔ وہ میرے بہترین مستقبل کے خواہاں تھے لیکن جو کچھ کر رہے تھے وہ بہترین مستقبل کے لیے نہیں تھا۔ ایک اسمگلر کے ساتھ حشیش اسمگل کرتے تھے وہ۔ گرفتار ہوئے، سزا ہوگئی۔ اسمگلر کا کچھ نہ بگڑا، پھر وہ ہماری مدد کرنے لگا۔ وہ روز ہمارے گھر آتا اور ممی اس سے متاثر ہوگئیں۔ پپا جیل سے آئے تو انھوں نے اُسے قتل کر دیا۔ ممی کو شدید زخمی کر دیا۔ اور مجھے لے کر نکل بھاگے۔ زندگی کے اچھے راستے بھول گئے تھے وہ۔ نئی زندگی میں بھی وہ اپنے ماضی سے الگ نہ رہ سکے۔ میں نے ان سے تعاون کیا اور انھوں نے اپنے خیال میں مجھے بہترین مستقبل سے روشناس کرا دیا۔ میں بھی اسمگلنگ کرنے لگی۔ مختلف گروہوں کے لیے کام کرتی رہی اور پھر یہ بھول گئی کہ گھر بھی کوئی چیز ہوتا ہے... لیکن شاید میں یہ بھولی نہ تھی۔ مجھے گھر یاد تھا۔ اس کے دھندلے خواب میری آنکھوں میں آج بھی رقصاں رہتے ہیں۔ اور... اور شاید میں تصورات میں اس گھر کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہوں۔ ڈیڈی کو ایک روز مرنا تھا، وہ مر گئے۔ میں زندہ ہوں اور ہلاک ہو رہی ہوں اور نہ جانے کب تک ہلاک ہوتی رہوں گی۔ میں نے زندگی میں سازشیں کی ہیں، قتل کیے ہیں لیکن میرا گھر آج بھی میرا تعاقب کر رہا ہے۔ میں اس کی طرف قدم بڑھاتی ہوں تو وہ گم ہو جاتا ہے مگر اب میں اس کے لیے سودے بازی کرنا چاہتی ہوں، یہی تو موقع ہے۔ بولو علی! یہ سودا کرو گے؟ میں تمھاری مدد کروں گی، تم مجھے میرا گھر دے دو... دو گے؟ کرتے ہو یہ سودا؟" وہ جذباتی ہو رہی تھی، اس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔

میں شیری کی شکل دیکھتا رہا۔ جو کچھ وہ کہہ رہی تھی، بہت عجیب تھا۔ ایک ایک جملہ ذہن پر ہتھوڑا بن کر برس رہا تھا۔ آج تک کا تجربہ یہی تھا کہ برائیوں کی طرف جانے والے راستے مجبوریوں کے ساتھ طے ہوتے ہیں۔ کوئی بھی اپنی خوشی سے پستیوں کی طرف کا سفر نہیں کرتا۔ شیری نے اس وقت جو کچھ کہا تھا اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں تھی۔ کینٹ، شیری کے ہاتھوں مجبور تھا۔ شاید اسے بھی شیری کی زندگی کی کہانی معلوم نہ ہو اور اب شیری جذباتی ہو کر مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتا رہی تھی۔ اس نے اپنی شخصیت پر پڑا ہوا ایک پردہ نوچ کر دُور پھینک دیا تھا۔

وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی، پھر اسی جذباتی لہجے میں بولی۔ "بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہو گے علی، سوچنے کی بات بھی ہے۔ تم مغرب کے باشندے نہیں ہو، جن کی نگاہوں میں عورت ایک بے وقعت شے ہے۔ تمھارے ہاں عورت کی قدر و قیمت ہے، تم بھلا ایک ایسی عورت کو کس طرح قبول کر سکتے ہو جس کے بارے میں تمھیں یہ معلوم ہو کہ وہ جرائم پیشہ افراد کی ساتھی رہ چکی ہے۔ ہاں، میں بے وقعت ہوں۔ میں اگر کوئی سازش کروں تو کسی بھی معصوم انسان کو اپنے جال میں پھانس سکتی ہوں۔ وہ میرا شوہر بھی بن جائے گا اور میرا محکوم بھی رہے گا لیکن یہ نہیں چاہتی میں۔ ویسے غلام تو مجھے بہت ملتے ہیں لیکن مجھے غلام درکار نہیں۔ بولو علی! مجھے اپنی زندگی میں ایک پُروقار عورت کی حیثیت سے جگہ دینے کو تیار ہو گے یا نہیں؟ اس کے عوض میں تمھیں اپنی ساری معلومات دے دوں گی۔ جتنا کچھ جانتی ہوں، وہ سب دے دوں گی اور یہ شرط بھی عائد نہیں کروں گی تم پہ کہ میری حفاظت کرو۔ چاہو تو یہ جوا کھیل لو۔ اگر کسی طرح ہائل جو شیو کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں تمھارے لیے معلومات کا ذریعہ بنی ہوں تو پھر مجھے زمین کی گہرائیوں میں بھی زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ مر جاؤں اس کے ہاتھوں تو ذمے داری تم پر نہیں ہوگی اور تم اپنے وعدے سے آزاد ہو گے۔ زندہ بچ جاؤں تو مجھے میرا انعام دے دینا۔ یہ تمنا یہ بھی میں ہی مول لے رہی ہوں اور یہ بھی سُن لو کہ اس کے لیے میں جلد بازی نہیں کروں گی۔ پہلے تمھارا کام اور اس کے بعد میرا... بولو؟" اُس کی آواز لرز رہی تھی، آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

میں شدید الجھن کا شکار ہو گیا تھا پھر میں نے دل میں سوچا کہ علی یار خان! زندگی میں انسان کو ہر طرح کے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور پھر میری زندگی تو ویسے بھی ایک تند و تیز ندی کی مانند تھی جو اپنے راستے میں آنے والے نشیب و فراز کو روندتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اگر حالات ناسازگار بھی ہوئے تو پھر جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ تقدیر کے فیصلوں کو قبول کرنا ہوگا۔ اس وقت شیری میرے مشن کی تکمیل میں ایک بہت اہم ذریعہ بن سکتی ہے چنانچہ اُسے مایوس نہ کیا جائے۔ لہٰذا میں نے سودے بازوں کے سے انداز میں گفتگو نہیں کی۔ میں نے اپنا ہاتھ اس کے بازو پر رکھتے ہوئے کہا۔ "شیری! تم جذباتی ہو رہی ہو۔ اتنی بُری نہیں ہو تم، جتنا تم نے خود کو سمجھ لیا ہے، نہ ہی یہ مناسب ہوگا کہ تمھاری ذات کے لیے سودے بازی کی جائے۔ اچھے ساتھی اور اچھے دوست کی حیثیت سے مجھے یقین ہے کہ تم بے مثال بن سکتی ہو۔ یہ شرط عائد نہ کرو۔ میں تم سے کچھ نہیں معلوم کرنا چاہتا۔ میں اپنے طور پر مصروفِ عمل ہوں، کامیابی ہوگی تو ٹھیک ہے، ورنہ مجھے پروا نہیں ہوگی۔ اس معاملے کی مجھ پر بہت زیادہ ذمے داری نہیں ہے۔ لیکن میں تمھاری یہ تحقیر پسند نہیں کرتا، اپنے آپ کو جوئے کے ایک داؤ کی طرح میرے سامنے نہ لاؤ۔ میں تمھاری کہانی سننے کے بعد تمھاری عزت کرنے لگا ہوں۔ مجبوری انسان کی زندگی میں نجانے کیا کیا تبدیلیاں پیدا کر دیتی ہے۔ میں تمھیں اس حیثیت سے نہیں، بلکہ دوسری حیثیت سے اپنی زندگی میں شامل کروں گا۔ مجھے تمھاری یہ شرط

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ں میں منظور نہیں ہے۔ ہائل جوشیو کے بارے میں تم اپنی زبان بند رکھو گی۔ ہاں، میں تم سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اب تم ہائل جوشیو کا ساتھ چھوڑ دو۔ مجھے میرے مشن سے فارغ ہونے دو۔ وہی شکل میں تمھارے سامنے رکھتا ہوں جو تم نے تجویز کی تھی، اگر زندہ بچ گیا تو تمھیں اپنا لوں گا۔ اس وقت تک تم اپنی حفاظت کرو، یہاں سے کہیں چلی جاؤ، کسی ایسی جگہ جہاں تم جوشیو کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکو۔ میری امانت کے طور پر زندگی بسر کرو شیری۔"

شیری مجھے دیکھتی رہی۔ عورت آسمان کی بلندیوں پر کیوں نہ پرواز کرنے لگے، حالات اسے ایک بے حس و سخت پتھر ہی کیوں نہ بنا دیں لیکن مرد کی زبان سے نکلے ہوئے ہمدردی و اپنائیت کے الفاظ اسے موم کی طرح پگھلا کر رکھ دیتے ہیں۔ شیری کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی تھی۔

میں نے اس کے بازو پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔ "نہیں شیری، پلیز! یہ پبلک پلیس ہے، تمھیں رونا نہیں چاہیے۔"

اس نے جلدی سے ایک چھوٹے سے دستی رومال سے اپنے آنسو خشک کر لیے اور میری انگلیوں میں انگلیاں پھنسا کر بولی۔ "کاش! یہ جملے تم دل سے کہہ رہے ہو علی... کاش!"

"شیری! الفاظ کی سچائی کی پرکھ چند لمحوں میں نہیں ہوتی۔ بس اب ہمیں جذباتی نہیں ہونا چاہیے۔ آؤ، اٹھیں یہاں سے۔"

"کہاں؟... کہاں قیام کیا ہے تم نے؟"

"کہیں نہیں... ابھی تو بس یونہی..."

"تو پھر آؤ۔ ہم ہوٹل کینٹن چلتے ہیں۔ وہاں ایک کمرا میرے لیے ہمیشہ مخصوص رہتا ہے۔ وہیں رہو گے تم میرے ساتھ جب تک بھی اِن کے پر رہنا چاہو۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے شیری، اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ شیری کے لیے میرے دل میں ہمدردی جاگ اٹھی تھی۔ جو کچھ میں نے اس سے کہا تھا، وہ میرے لیے خوف کا باعث تھا۔ لیکن جب زندگی کی بازی لگی ہوئی تھی تو باقی خطرات کیا حیثیت رکھتے تھے۔

کینٹن کا وہ کمرا بے حد خوب صورت تھا اور شیری کو شاید یہاں اچھی طرح پہچانا جاتا تھا کیونکہ ویٹرز وغیرہ اس سے بڑے احترام سے پیش آ رہے تھے۔ شیری نے لباس تبدیل کیا اور پھر آرام کرسی پر میرے سامنے آ بیٹھی۔

"علی! تم بھی جذباتی ہو۔" اس نے کہا۔

"کیوں نہیں شیری! جذبات ہی تو زندگی کی علامت ہوتے ہیں، انسان جذباتی نہ ہو تو پھر کیا ہوتا ہے؟" میں نے کہا۔

"تم نے ایک گھاٹے کا سودا منظور کر لیا۔ میں ایک پست عورت ہوں، ابلائیوں کی پوٹ... خواہ مخواہ تم پہ مسلط ہو گئی ہوں۔ نہیں علی، پلیز! پاگل ہو گئی تھی میں اس وقت۔ ذہن پر بوجھ نہ رکھنا، میں تمھارے لیے کبھی عذاب نہیں بنوں گی۔ بھلا میں اس قابل کہاں ہوں! تم نے میری خوشی کے لیے بہت جرأت کا مظاہرہ کیا اور بہت بڑا کام کیا۔ مجھ سے کم از کم یہ تو کہا کہ تم مجھے بغیر کسی لالچ کے اپنانا چاہتے ہو۔ اس کے بعد مجھے شاید وہ سب کچھ مل گیا جس کی میں توقع نہیں رکھتی تھی اور اب میرا اپنا کام شروع ہوتا ہے!"

"تم پھر جذباتی ہو گئیں شیری۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے تم سے کچھ نہیں معلوم کرنا۔ میں مرد ہوں اور تم عورت۔ میں اپنے طور پر کام کروں گا۔ ہمارے ہاں، میرے وطن میں تمام بیرونی ذمے داریاں مرد پر ہوتی ہیں، وہ اپنی عورت کو کبھی میدانِ عمل میں بھیج کر خود سکون کے راستے نہیں اپناتا۔ میں اسی ملک کا باشندہ ہوں، اسی قوم سے میرا تعلق ہے۔"

"عورت تمھارے گھر کو تو سنبھالتی ہو گی، تمھارے بچوں کی پرورش تو کرتی ہو گی؟" اس نے کہا۔

"ہاں، یہی اس کا منصب ہے۔"

"تو پھر میں اپنے گھر کو سنبھال رہی ہوں علی! اس حیثیت سے علی جو تم نے مجھے اچانک دے دی ہے۔" شیری مسکرا کر بولی۔

"میں سمجھا نہیں!" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میں اس مشن کے بارے میں اپنی معلومات تم تک پہنچانا چاہتی ہوں جس کے لیے تم سرگرمِ عمل ہو۔" اس نے کہا۔

میں نے ایک گہری سانس لی، دروازے کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "ٹھہرو! میں ذرا باہر کا جائزہ لے لوں۔ ہمیں انتہائی محتاط رہنا چاہیے۔"

"ضرور۔" شیری بولی اور میں دروازے کے باہر آ گیا۔ ذہن میں عجیب سے خیالات چکرا رہے تھے۔ شیری جو کچھ بتائے گی، یقیناً کارآمد ہو گا۔ اپنا اطمینان کرنے کے بعد میں اس کے سامنے صوفے پر آ بیٹھا۔

شیری چند لمحے خاموشی سے سوچتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "علی! تم جس ملک کے نمائندے بن کر ہائل جوشیو کے سلسلے میں کام کر رہے ہو، اس میں تمھارے اپنے فوائد کیا کیا ہیں؟"

"میں نہیں سمجھا؟"

"مطلب یہ کہ تمھاری اپنی ذات اس معاملے میں کس حد تک ملوث ہے؟"

"تم جانتی ہو کہ مجھے اس مشن کا انچارج بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

"ہاں لیکن جن لوگوں کے درمیان تم آئے ہو، ان میں سے شاید کوئی بھی اس مشن سے مخلص نہیں ہے۔" شیری نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"مطلب یہ کہ یہاں جو لوگ موجود ہیں، وہ تقریباً تمام ہائل [جو]شیو کے زیرِ اثر ہیں اور اسی کی ہدایات کے تحت کام کرتے ہیں۔ [ہائ]ل جوشیو کی ہدایت یہ ہے کہ وہ اس کے خلاف مصروفِ عمل [رہ]یں، جگہ جگہ اسے نقصانات پہنچاتے رہیں لیکن جہاں وہ اشارہ کر [د]ے، وہیں تھم جائیں۔"

"کیا کینٹ بھی اس میں شریک ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کینٹ... علی! تم نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ جب میں اپنے [آپ] کو تمھاری زندگی میں شامل کرنے کی بات کر رہی تھی، میرے ذہن [میں] یہ بات کیوں نہیں تھی کہ کینٹ میرا شوہر ہے، میں شادی شدہ [ہو]ں؟"

"مجھے یہ سب سوچنے کی مہلت کہاں ملی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر سنو! کینٹ میرا شوہر نہیں ہے۔ میں اس کی فرضی بیوی [ہو]ں، اس کی نگراں، اسے کنٹرول کرنے والی۔ یوں سمجھ لو کہ مارشل پہ [می]ں ہائل جوشیو کی خاص نمائندہ ہوں۔ کینٹ بذاتِ خود بڑا آدمی [...]ہے۔ اس کے بیوی بچے ہائل جوشیو کے قبضے میں ہیں، اور اس [کے] بعد ہی مجھے کینٹ کی فرضی بیوی بنا کر مارشل پہ بھیجا گیا تھا تاکہ [و]ہاں کے معاملات کو بہ آسانی کنٹرول کر سکوں۔ کینٹ، مولر اور [...]کے تمام لوگ سب کے سب میری زیرِ نگرانی کام کرتے ہیں اور [و]ہی کرتے ہیں جو ہائل جوشیو چاہتا ہے۔ میں بحری تحقیقاتی مشن اور [...]نے والے ہر شخص کے بارے میں مفصل رپورٹ فراہم کرتی ہوں۔ [...]تمھیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اس رات بھی میں غافل نہیں تھی [...]ب تم نے تیر کر میرا تعاقب کیا تھا اور اس وقت بھی جب تم پہ [...]ئے ہوئے تھے۔ میں تمھاری مصروفیات کے بارے میں مفصل رپورٹیں [...]ل کر رہی تھی۔ یہ سب کچھ ہائل جوشیو کے لیے تھا۔"

"گڈ! تو تم نے میرے بارے میں جوشیو کو کیا رپورٹ فراہم کی؟" [میں] نے سوال کیا اور شیری مسکرا دی۔

"میں اتنی معمولی حیثیت کی مالک نہیں ہوں علی کہ فوراً ہی [...]شنا[...] کی رپورٹیں فراہم کرتی رہوں۔ مجھے یہ اختیارات حاصل ہیں کہ [ک]سی شخص کو ہائل جوشیو کے مقابل پاؤں تو اسے فنا کر دوں اور [...]ا سلسلے میں اپنے ہاتھوں سے میں چھ افراد کو قتل کر چکی ہوں۔ یہ [...]بہادر ہی تھے جو ہائل جوشیو کے خلاف موثر انداز میں کارروائی کر [سک]تے تھے۔ تمھارے بارے میں ابھی میں نے کوئی رپورٹ پیش نہیں کی۔"

"شیری، یہ بتاؤ، فارنوس اور سولیتا کون ہیں؟ کیا وہ ان معاملا[ت] [...]سے تعلق ہیں؟"

"نہیں۔ فارنوس اسرائیلی سیکرٹ سروس کا ایک رکن ہے اور [سو]لیتا اس کی اسسٹنٹ۔ یہ دونوں ایک خفیہ مشن پر یہاں آئے ہوئے ہیں جس کی تفصیل میرے علم میں نہیں ہے۔ مجھے صرف یہ ہدایات ملی تھیں کہ ان کی کسی ضرورت پر ان سے تعاون کروں لیکن انھوں نے ابھی تک مجھ سے کوئی خاص مدد نہیں مانگی۔"

"فارنوس، اسرائیلی سیکرٹ سروس کا آدمی ہے!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں علی! وہ میک اَپ میں ہے، جوان آدمی ہے اور خاصا چالاک معلوم ہوتا ہے۔ یہی کیفیت اس لڑکی کی ہے۔"

"کیا وہ دونوں اسی جزیرے پر ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، ابھی وہ وہیں مقیم ہیں۔ جزیرے میں چٹانوں کے درمیان انھوں نے اپنی رہائش گاہ بنائی ہوئی ہے۔ میں اس کی نشاندہی کر دوں گی۔ کیا تمھیں اس شخص سے دلچسپی ہے؟"

"ہاں، یقیناً۔ یہ جاننے کے بعد تو مجھے اس سے مزید دلچسپی ہو گئی ہے کہ وہ اسرائیلی ہے۔"

"اب اسرائیلی گروہ یہاں مسلسل مصروفِ عمل ہے اور اسے کچھ ایسی سہولتیں حاصل ہیں کہ وہ خاصی اچھی پوزیشن میں ہے۔ تم نے سمندر میں ڈمبر نامی ایک جہاز دیکھا ہو گا، وہ تمام لوگ اسی جہاز پر ہیں۔ ہائل جوشیو سے اس آبدوز کے بارے میں دنیا کے چار ملک سودے بازی کر رہے ہیں اور علی! ان میں سے تین ملک یہ کام اسرائیل کے لیے کر رہے ہیں۔ وہ آبدوز اور کیمیاوی ہتھیاروں کے فارمولے ہر قیمت پر اسرائیل کے حوالے کر دینا چاہتے ہیں۔"

"یہاں تک بتایا ہے شیری، تو یہ بھی بتا دو کہ کیا عربوں کی طرف سے... میرا مطلب ہے کہ کیا فلسطینی تنظیم نے بھی اس سلسلے میں ہائل جوشیو سے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"ہاں۔ اس ملک نے جس کی آبدوز کیمیاوی ہتھیار لے کر سمندر میں سفر کر رہی تھی، عربوں کو بھی اس بات سے آگاہ کر دیا تھا چنانچہ عربوں کی ایک مشترکہ کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس آبدوز کے حصول کے لیے وہ بھی کوشش کریں۔ بدقسمتی سے اس قوم کے ہمدردوں کی کمی ہے، اس کا پس منظر کچھ بھی ہو لیکن خلوص سے کوئی بھی غیر مسلم ان کے لیے کام نہیں کر رہا۔ اب وہ خود بھی اتنا سرمایہ فراہم کرنے کو تیار ہیں کہ ہائل جوشیو کی مانگ پوری کر دی جائے لیکن ان کے لیے معقول انداز میں کام نہیں کیا جا رہا۔ نو آدمیوں کا ایک وفد اِن کے پر اترا تھا لیکن چند گھنٹوں کے بعد اس کا پتا نہیں چلا کہ وہ لوگ کہاں گئے۔ اس طرح عربوں کی نمائندگی ختم کر دی گئی۔ اس کے بعد سے مزید اب تک کوئی وفد کام کرنے نہیں آیا۔ البتہ کچھ ذرائع سے ہائل جوشیو تک عربوں کی پیشکش پہنچ گئی ہے لیکن فیصلے کے لیے کون سے عوامل تاخیر کر رہے ہیں، اس کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

شیری سے حاصل ہونے والی معلومات [illegible] قیمتی تھیں۔ میرے دل سے وہ پھانس بھی نکل گئی تھی جس کی کھٹک مجھے بے چین کیے ہوئے تھی اور میں یہی سوچ رہا تھا کہ کہیں مجھے بے وقوف بنا کر میری جذباتی کیفیت سے فائدہ تو نہیں اٹھایا گیا لیکن یہ حقیقت تھی کہ ایک بار پھر میری تقدیر نے مجھے مسلمانوں کے لیے فلسطینیوں کے لیے ایک خدمت انجام دینے کا موقع فراہم کیا تھا اور اب میں نہایت دلجمعی سے اور ٹھوس انداز میں اس کام کے لیے اپنی جان کی بازی لگا سکتا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ مس شیری اب تو آپ میرے لیے دنیا کی سب سے قیمتی شے بن گئی ہیں۔ چند لمحے کی خاموشی کے بعد میں نے کہا۔ "شیری تم سوچ رہی ہوگی کہ انکار کرنے کے باوجود میں تم سے معلومات حاصل کر رہا ہوں۔ لیکن یقین کرو اس میں کوئی بد دیانتی نہیں ہے۔"

"اس کے لیے کچھ نہ کہنا علی اس بارے میں پلیز!" شیری نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"اچھا اب یہ بتاؤ کہ ہائل جوشیو کے مشن کے سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟" شیری اس سوال پر مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔

"پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اب تک اس سلسلے میں کیا کیا ہے؟ جزائر کے درمیان آمد و رفت سے تمہیں کچھ معلومات حاصل ہوئیں یا نہیں؟"

"تم جانتی ہو شیری، ابھی تک مجھے اس سلسلے میں کوئی کامیابی نہیں حاصل ہو سکی۔" میں نے جواب دیا۔

"سب سے پہلی بات میں تمہیں یہ بتا دوں علی کہ ہائل جوشیو بہت پُراسرار شخصیت کا مالک ہے۔ میں نے اب تک بے شمار افراد سے ملاقاتیں کی ہیں، وہ جو ہائل جوشیو کے لیے بڑے بڑے کام انجام دیتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایسا مجھے آج تک نہیں مل سکا جس نے یہ کہا ہو کہ وہ ہائل جوشیو سے واقف ہے۔ ہائل جوشیو آج تک کسی کے سامنے نہیں آیا۔ وہ صرف ایک نام ہے، ایک ایسا خوفناک نام جسے جس وقت بھی اور جہاں بھی لیا جائے وہاں وہ موجود ہوتا ہے۔ ہم اکثر اسے کسی بدروح کی حیثیت سے یاد کرتے ہیں البتہ میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ وہ اپنے ماحول سے واقف ایک ذہین اور چالاک انسان ہے جو اپنے ساتھیوں کو کنٹرول کرنا جانتا ہے۔ اس کی اپنی شخصیت بالکل عام سی ہوگی۔ وہ یقیناً لوگوں کے درمیان رہتا ہوگا اور لوگ یہ سوچ بھی نہیں پاتے ہوں گے کہ این کے اور اس کے اطراف میں بکھرے ہوئے جزیروں کا مالک وہ شخص ہے جسے وہ ایک انتہائی معمولی آدمی سمجھتے ہیں۔ یہ میرا تجزیہ ہے، نہ صرف میرا بلکہ دوسرے لوگ بھی میری اس بات سے متفق ہیں اور خود کبھی یہی نظریہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ علی، یہ سوچنا کہ ہائل جوشیو آسانی سے تمہارے ہاتھ لگ سکتا ہے، حماقت کی بات ہوگی۔ ہائل کے خلاف وسیع پیمانے پر تمہیں کوئی کام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ تمہارے لیے ممکن نہیں ہوگا۔ تم صرف جس مقصد کے تحت آئے ہو اور جو کچھ کرنا چاہتے ہو اسے کر کے خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤ۔ یہی زیادہ مناسب ہوگا اور میں تمہیں ایک دوست کی حیثیت سے یہی مشورہ دے سکتی ہوں۔ ہائل جوشیو کے چکر میں زیادہ گہرائیوں تک نہ پہنچ جانا، نقصان اٹھاؤ گے۔"

"میں اس مشورے کو خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں۔ درحقیقت ہائل جوشیو سے میری کوئی ذاتی پرخاش نہیں ہے کہ میں صرف اس کی موت کا خواہاں ہو جاؤں۔ میں تو اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"اور یہی عقل مندی کی بات ہے علی۔" شیری نے جواب دیا۔

"لیکن میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ابتدا کہاں سے کروں؟"

"جو کچھ میں کہہ رہی ہوں علی، تمہیں اس پر پورا اعتماد کرنا ہوگا۔ اس بات کو ذہن میں رکھنا۔"

"ظاہر ہے شیری۔ بھلا میں تمہیں کیسے رہا ہوں جس کے صلے میں تم مجھے یہ تمام تفصیلات فراہم کر رہی ہو۔ برائے مہربانی جو کچھ کہنا چاہتی ہو کھل کر کہو۔ مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے۔"

"تو پھر سنو۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ آبدوز کہاں چھپائی گئی ہے۔ یہ شعبہ ہمارا نہیں ہے، اس کے لیے تمہیں ایک شخص تک پہنچنا ہوگا اور وہ یقینی طور پر تمہارے لیے کارآمد ثابت ہوگا۔"

"کون؟" میں نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"آئی وان فیرو۔" شیری نے جواب دیا۔

"یہ کون بزرگ ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"یہ ایک اتنی بھیانک شخصیت ہے کہ شاید تم یقین نہ کر سکو۔"

"نہیں میں یقین کر لوں گا۔ آج تک جتنی بھی شخصیتیں مجھے ملی ہیں ساری کی ساری بہت ہی بھیانک تھیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور شیری بھی ہنسنے لگی۔

"یہ ان سب سے زیادہ خطرناک ہے۔"

"کہاں رہتا ہے؟"

"یہ تمہیں فورکاز میں ملے گا۔ فورکاز کا ساحلی علاقہ بالکل ویران ہے لیکن آگے بڑھنے کے بعد آبادی صاف دیکھی جا سکتی ہے۔ تمہارا وہاں تک پہنچنا خاصا مشکل مرحلہ ہوگا۔ اس کے لیے تم مجھ سے جو کچھ بھی چاہو، میں تمہارے لیے آسانیاں فراہم کروں گی۔"

"نہیں شیری۔ میں تمہیں ان کی نگاہوں میں مشکوک نہیں کرنا چاہتا۔ میں تمہیں محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ البتہ مارشل پر جو کچھ میں کروں اس کے سلسلے میں تم محتاط رہنا اور اپنے آپ کو الگ رکھنے کی کوشش کرنا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں۔" شیری مسکراتی ہوئی بولی اور پھر ہنس پڑی۔

"کیوں؟ تمہاری ہنسی بعض اوقات بڑی پُراسرار ہو جاتی ہے میرے لیے۔"

"نہیں... میں سوچ رہی ہوں کہ کس چکر میں پڑ گئے تم خواہ مخواہ، اب تمہیں میرے تحفظ کی فکر بھی ہو گئی۔ اور یہ اچھی بات نہیں ہے۔" شیری ہنستی رہی، میں بھی اس کے ساتھ مسکراتا رہا تھا۔ اس قدر قیمتی معلومات حاصل ہوئی تھیں مجھے شیری سے جو کسی اور ذریعہ سے نہیں ہو سکتی تھیں۔ میرے تمام راستے صاف ہو گئے تھے۔ گو شیری اس سلسلے کے بقیہ اقدامات میں میری معاون نہیں ہو سکتی تھی لیکن یہی کیا کم تھا کہ مجھے اس قدر معلومات فراہم ہو گئی تھیں۔

آئی وان فیرو کے بارے میں، میں نے جگہ جگہ معلومات حاصل کیں۔ کینٹ میں یہ میرا تیسرا دن تھا۔ یہ وقت شیری کے ساتھ ہی گزرا تھا۔ اس دوران میں نے اس کی دلجوئی کا خاص خیال رکھا تھا۔ البتہ جب شیری اپنے کسی کام سے این کے کسی دوسرے علاقے میں چلی جاتی اور میرا اس کے ساتھ ہونا مناسب نہ ہوتا تو میں اپنے طور پر باہر نکل آتا اور اپنے مقصد کے لیے کام شروع کر دیتا۔ آئی وان فیرو کے بارے میں مجھے خاصی معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔ وہ ایک بڑے تاجر کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا، این کے لیے اس نے کوئی ایسا نمایاں کام انجام نہیں دیا تھا جس کی وجہ سے لوگ اس کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے۔ تہذیب مالکم ایکس سے گفتگو کر کے میں آئی وان فیرو کے بارے میں میڈم مارٹینا کی وساطت سے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا چنانچہ رات کے ابتدائی حصے میں تہذیب سے رابطہ قائم ہو گیا۔ تہذیب نے میرا پیغام وصول کیا۔

"معاف کرنا تہذیب! تم سے بہت کم بات چیت ہو رہی ہے۔" رسمی گفتگو کے بعد میں نے کہا۔

"ہاں لیکن سب ٹھیک ہے علی۔ ہمارا مقصد پورا ہونا چاہیے۔"

"تہذیب ایک نام کے سلسلے میں تمہارے ذریعے معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا میڈم مارٹینا اس سلسلے میں ہماری مدد کر سکتی ہیں؟"

"کیا نام ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"آئی وان فیرو، سنا ہے کہ وہ فورکاز میں رہتا ہے۔ اس کی حیثیت کیا ہے؟ اس کے بارے میں مجھے کچھ تفصیلات مل سکیں گی؟"

"میڈم مارٹینا یہاں موجود ہیں، میں ابھی ان سے پوچھے لیتی ہوں۔" تہذیب نے کہا اور تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی... تقریباً دو منٹ کے بعد تہذیب نے مجھے پھر مخاطب کیا اور کہنے لگا۔ "ہاں علی، میڈم مارٹینا کہتی ہیں کہ انھوں نے اس شخص کا نام سنا ہے۔ یہ این کے کا بہت بڑا تاجر ہے اور خاصا بااثر سمجھا جاتا ہے اور یہاں بااثر کی تعریف یہ ہے کہ اس کی تحویل میں سو پچاس ڈاکے مزدور ہوتے ہیں جو اس کے لیے خون کی ندیاں بہا دیں، وہ فورکاز پر ہی رہتا ہے اور کوئی خاص بات اس کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔"

"بہت بہت شکریہ تہذیب۔" میں نے کہا۔ اس کے بعد رسمی گفتگو ہوئی اور پھر میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ شیری نے مجھے بتایا تھا کہ کل وہ مارشل پر پہنچ جائے گی، اس لیے ہم دونوں نے مل کر ایک پروگرام ترتیب دے لیا۔ میں بھی مارشل پر جانا چاہتا تھا چنانچہ این کے کے بازاروں سے تھوڑی سی خریداری کرنے کے بعد میں خاموشی سے مارشل پر واپس پہنچ گیا۔

کینٹ اور مور نے میرا استقبال کیا تھا۔ کینٹ نے مجھ سے میری غیر حاضری کے بارے میں سوال کیا تو میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا یہاں سے کہیں جانے کے لیے آپ کو اطلاع دینا بہت ضروری ہے مسٹر کینٹ؟"

"نہیں نہیں مسٹر علی! یہ مقصد نہیں تھا، بس ہم آپ کی حفاظت کے ذمے دار ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ جہاں کہیں بھی جائیں، کم از کم ہمیں آگاہ کر دیا کریں تاکہ آپ کے تحفظ کے لیے جو بھی مناسب اقدامات ہوں کر لیے جائیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ میں نے پہلے بھی آپ سے یہی کہا تھا کہ میں اپنا تحفظ خود کر سکتا ہوں اور اس کی تمام تر ذمے داری میری اپنی ذات پر ہے۔" میں نے خشک انداز میں کہا۔ مور عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ شام کو وہ مجھ سے میرے کیبن میں ملا اور کہنے لگا۔ "یہ مناسب نہیں ہے علی۔ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے رہنا چاہیے۔ کسی ایک شخص پر مکمل ذمے داری مناسب نہ ہوگی۔"

"میں جھنجلایا ہوا ہوں مور! اتنا وقت گزر گیا لیکن ابھی تک مجھے ہائل جوشیو کے بارے میں کہیں سے کوئی ایسی اطلاع حاصل نہیں ہو سکی جسے کارآمد کہہ سکوں۔ میں سوچتا ہوں کہ ان حالات میں اپنا کام کیسے چلا سکوں گا۔"

مور خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "علی! شاید تم نے یہاں کے حالات کا صحیح اندازہ نہیں لگایا ہے۔ درحقیقت یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھتے ہو۔ اس کے لیے ایک طویل جدوجہد کرنا ہوگی۔ میں تمہیں ایک دوست کی حیثیت سے مشورہ دے رہا ہوں کہ سب کچھ کرتے رہو لیکن اپنے تحفظ کا بھی معقول خیال رکھو۔"

"شکریہ مور، لیکن اب میں کچھ بددل ہوتا جا رہا ہوں۔"

"نہیں علی! یہ بددلی بھی مناسب نہیں ہے۔ یہ تو تمہیں کچھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھی نہ کرنے دے گی۔" بہت دیر تک وہ مجھے سمجھاتا رہا اور میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ اپنے دل میں جو فیصلہ میں نے کر لیا تھا، اس پر عمل کرنے کے لیے میں پوری طرح تیار تھا۔ اس کے بعد کا وقت میں نے اپنی تیاریوں میں گزارا۔

شارلو ایک ایسا قابلِ اعتماد ساتھی تھا جو میرے مقصد کی تکمیل کے لیے میرا بہترین معاون ثابت ہوتا لیکن اب اس بے چارے کا اس دنیا میں کوئی وجود نہیں تھا۔ کینٹ وغیرہ کو میں نے اس بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی کیونکہ کینٹ خود جانتا تھا۔ اپنی تیاریوں کے سلسلے میں، میں نے کینٹ سے کچھ چیزوں کی فراہمی کی درخواست کی تو اس نے خلوصِ دل سے وہ سب کچھ میرے حوالے کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اس وعدے کی دُہری نوعیت تھی۔ یعنی اس مشن کے سلسلے میں اُسے میرے ساتھ ظاہری تعاون بھی کرنا تھا لیکن باطنی طور پر بھی وہ مجھ سے تعاون کر رہا تھا۔ چنانچہ مشن کی تفصیلات پوچھے بغیر اس نے مجھے میری مطلوبہ چیزیں فراہم کر دیں۔ روانگی کے لیے میں نے ایک مخصوص وقت کا تعین کیا تھا۔ شیری نے این کے میں مجھے بتایا تھا کہ وہ دوسرے دن مارشل پر پہنچ جائے گی لیکن حسبِ وعدہ وہ واپس نہیں آئی تھی۔

میرے ذہن میں کچھ عجیب سے خیالات آنے لگے تھے۔ لیکن میں نے خود ہی ان خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا۔ شیری پر شبہ کرنا اب مناسب نہیں تھا، وہ نہایت خلوص سے تمام معلومات مجھے دے چکی تھی۔ ممکن ہے این کے پر کسی خاص کام میں مصروف ہو گئی ہو۔ پھر یہ رات بھی گزر گئی۔

•

دوسری صبح تقریباً نو ساڑھے نو بجے میں اپنی وہ مخصوص کشتی لے کر سمندر میں اتر گیا جو ضروری سازوسامان سے لیس تھی۔ یہ سب کچھ مجھے کینٹ نے خفیہ طور پر فراہم کیا تھا اور میرے لباس میں اس وقت کئی ایسی مہلک چیزیں پوشیدہ تھیں جو کسی بھی ہنگامی صورتِ حال میں میرے کام آ سکتی تھیں۔ کم از کم اپنے اس مشن کی طرف سے میں خاصا مطمئن تھا اور مجھے امید تھی کہ اور کچھ نہ ہو سکا تو کسی خطرناک مرحلے پر اپنی جان ضرور بچا سکتا ہوں۔

کشتی مناسب رفتار سے آگے بڑھنے لگی۔ میں سمندر میں ایک مخصوص وقت گزارنے کے بعد غروبِ آفتاب کے وقت فور کاز کے نزدیک پہنچنا چاہتا تھا اور اس کے لیے مجھے یہ دن سمندر ہی میں گزارنا تھا۔ میں نے سارا دن سمندر میں آوارہ گردی کرنے والے ایک تفریح پسند کی حیثیت سے گزارا۔ دوپہر کے وقت میں نے فور کاز کی طرف رُخ کیا اور اس جزیرے کو کافی فاصلے سے دیکھتا ہوا گزر گیا۔ پھر غروبِ آفتاب کے وقت میں نے فور کاز کی طرف رُخ کر لیا اور اب میں سیدھا اس کی جانب جا رہا تھا۔

میں نے دن کے وقت فور کاز کی چٹانوں میں وہ دہانہ دیکھ لیا تھا جس کی سمت مجھے بڑھنا تھا۔ جیسے جیسے فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا، میرے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی کیونکہ مجھے اس کے بارے میں بہت کچھ بتا دیا گیا تھا اور میں اس وقت اپنے آپ کو ہر قسم کی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گیا تھا کہ دفعتاً میں نے دہانے سے ایک لانچ کو نکلتے دیکھا جو تیزی سے میری طرف آ رہی تھی۔ دوسرے ہی لمحے میں محتاط ہو گیا۔ میں نے کشتی کا رُخ تھوڑا سا تبدیل کر دیا اور سیدھا آگے بڑھتا رہا۔

لیکن پھر مجھے محسوس ہوا کہ لانچ پر موجود لوگوں کے ارادے خطرناک ہیں۔ انھوں نے میرے اس بدلے ہوئے رُخ کو بھی نظرانداز کر دیا تھا اور لانچ سیدھی کشتی کی جانب چلی آ رہی تھی۔ چنانچہ میں نے فوراً ہی ایک چال چلی، کشتی کا کنٹرول راڈ باندھ دیا تاکہ وہ اپنے راستے پر آگے بڑھتی رہے اور خود پیٹ کے بل رینگتا ہوا ریلنگ کی طرف بڑھنے لگا۔ ریلنگ کا یہ حصہ یقیناً لانچ والوں کی نگاہوں سے اوجھل تھا۔ چند لمحے میں ریلنگ کے قریب لیٹا ان کی کارروائیوں کا جائزہ لیتا رہا اور پھر آہستگی سے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ میں کافی تیز رفتاری سے کشتی سے دور ہٹنے کی کوشش کرنے لگا۔ پیروں میں بندھے ہوئے فلیپر تیز رفتاری میں خاصے مددگار ثابت ہو رہے تھے۔ بدن پر بہترین غوطہ خوری کا لباس موجود تھا، جس کے نیچے ایک پورا اسلحہ خانہ پوشیدہ تھا۔

کشتی اور لانچ کا فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے آخری بار اُسے دیکھا اور اس کے بعد پانی میں غوطہ لگا دیا۔ میں نیچے ہی نیچے اُن سے کافی دور ہٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کئی منٹ تک میں نے اپنی یہ کوشش جاری رکھی اور اس کے بعد آہستہ آہستہ سطح پر ابھرا۔ یہ دیکھ کر مجھے کوئی تعجب نہ ہوا کہ میری کشتی تباہ ہو چکی تھی۔ پانی کی سطح پر شعلے رقص کر رہے تھے۔ غالباً کوئی مہلک ہتھیار استعمال کیا گیا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ بروقت سنبھل گیا ورنہ ان شعلوں میں میرا بدن بھی جل رہا ہوتا۔

میں نے پھرتی سے پانی میں غوطہ لگایا اور جزیرے کی سمت بڑھنے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ لانچ اس وقت تک یہاں رہے گی جب تک میری کشتی مکمل طور پر پانی میں غرق نہیں ہو جاتی۔ وہ لوگ لانچ سے گولیاں بھی برسا رہے تھے۔ پانی میں تیرتی ہوئی ہر شے پر گولیاں برسا کر وہ کسی ذی روح کی زندگی کا شبہ نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔ اس کے بعد ہی وہ واپس دہانے کی طرف جائیں گے۔ بہت دور جا کر میں نے پانی کی سطح پر سر ابھارا۔ اندھیرا پھیل گیا تھا اس لیے دور سے دیکھے جانے کا خطرہ نہیں تھا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں دہانے سے کس حد تک قریب ہوں لیکن اس کا اندازہ لگانے میں

مجھے بہت زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ وہ جگہ میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ شیری نے مجھے اس رُخ کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔ اور اپنے طور پر میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ جزیرے کی زمین پر دیکھے جانے کا خطرہ مول نہ لوں بلکہ صرف اس دہانے کا رُخ کروں جہاں سے گزر کر میں اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ سکتا تھا چنانچہ صحیح طور پر اندازہ لگانے کے بعد میں پانی کے اوپر اوپر تیرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

اب میرے اور جزیرے کے درمیان کا فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ لانچ ابھی تک واپس نہیں لوٹی تھی۔ ان لوگوں نے کوئی خطرہ مول نہیں لیا تھا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی کہ لانچ پر کون اس طرف آ رہا تھا۔ ممکن ہے کہ میں فور کاز کے دوسرے حصوں کی طرف رُخ کرتا تو شاید وہ یہ فوری اقدام نہ کرتے۔ یہ کوشش صرف اس لیے کی گئی تھی کہ میرا رُخ اس دہانے کی سمت تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے غار کے دہانے میں جھانکا۔ ترشی ہوئی چٹانوں کے درمیان یہ دہانہ خصوصاً بنایا گیا تھا۔ سامنے والے حصے سے ایک پختہ ڈھلوان پانی کی سمت پہنچ رہی تھی۔ اس چٹان کو درختوں اور اونچی جھاڑیوں نے چھپا رکھا تھا چنانچہ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ چٹان کے دوسری طرف بھی ایسا ہی راستہ ہوگا۔ جوں جوں میں آگے بڑھتا رہا، پانی کی گہرائی کم ہوتی گئی۔ قریب پہنچنے پر ایک اور سرنگ دکھائی دی جو چٹان کے اندر تک چلی گئی تھی۔ لیکن دفعتاً مجھے چونکنا پڑا۔ عقب سے میں نے لانچ کے انجن کی آواز سنی تھی۔ لانچ واپس آ رہی تھی۔ میں تیزی سے غوطہ لگا کر تیرتا ہوا دہانے سے کافی دور نکل گیا جب تھوڑی دور پہنچنے کے بعد میں نے پانی سے سر ابھارا تو لانچ سرنگ میں داخل ہو رہی تھی پھر وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی اور میں دوبارہ دہانے کی طرف بڑھنے لگا۔ سرنگ میں تین چار بڑے بڑے آہنی پائپ نظر آ رہے تھے۔ ان کے قریب پہنچ کر میں ان کے بارے میں اندازہ لگانے لگا۔ یہ تو نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ گٹر نما پائپ جزیرے کی آبادی کے گندے پانی کی نکاسی کے لیے بچھائے گئے ہوں گے۔ کیونکہ اس جزیرے پر کوئی باقاعدہ آبادی نہیں تھی۔ دہانے کے بائیں طرف پانی میں ایک مختصر سا کوہان بھی اُبھرا ہوا تھا۔

اس طرف پہنچا تو پانی کی لہریں مجھے خود بخود آگے دھکیلنے لگیں۔ میں جزیرے اور اس چھوٹے سے کوہان کے درمیان پہنچ گیا۔ ان دونوں کے درمیان یہ حصہ ایک راہداری کی طرح بن گیا تھا، چنانچہ میں پانی کی اس چھوٹی سی سڑک پر آگے بڑھتا رہا۔ دہانے کے قریب پہنچ کر میں نے غوطہ لگایا اور مسلسل تیرتا ہوا غار کے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں بے پناہ تاریکی چھائی ہوئی تھی اور یہ اندازہ لگانا بے حد مشکل کام تھا کہ آگے کیا ہوگا۔ میں اس عمارت کے بارے میں معلومات

ضرور رکھتا تھا جس میں شیری کے بیان کے مطابق آئی دان فیوریتا تھا۔ لیکن اس کے داخلی راستوں کے بارے میں مجھے کوئی۔۔۔ اندازہ نہیں تھا۔ اچانک عقب سے پانی کا دباؤ سا محسوس ہوا اور میں چونک کر ساکت ہو گیا۔ میں نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا اور یہ اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی کہ کوئی ہیولا میرا تعاقب کر رہا ہے۔ مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ ایک آدمی تھا یا ایک سے زیادہ۔

دفعتاً میں بجلی کی سی پھرتی سے دائیں طرف پانی کے نیچے جھکتا چلا گیا کیونکہ میں نے ایک ہلکی سی شعاع نکلتی ہوئی دیکھی تھی۔ یقیناً اسپیئر گن سے مجھ پر فائر کیا گیا تھا۔ میں اس نشانے کی زد سے نکل گیا اور شعاع میرے اوپر سے گزر گئی۔ یہ بہتر نہ ہوا تھا، یہاں مجھ سے حماقت ہو گئی تھی۔ مجھے ہر قیمت پر چھپے رہنا چاہیے تھا اور ان لوگوں کو میری زندگی کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کشتی کی تباہی کے بعد بھی اگر انھیں کسی کی زندگی کا شبہ رہ جائے تو خطرناک بات تھی۔

پہلے فائر سے محفوظ ہونے کے بعد میں سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ زیرِ آب پھر روشنی سی محسوس ہوئی اور میں اس روشنی سے ناواقف نہیں تھا۔ میں نے تڑپ کر جگہ تبدیل کر لی۔ اس بار دو فائر ہوئے تھے۔ تیز لکیریں میرے بالکل نزدیک سے گزر گئیں۔ صورتِ حال بے حد خوفناک ہو گئی تھی۔ ان کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں تھا اور میرے لیے ان سے مقابلہ کرنا سخت مشکل کام تھا۔ اس وقت اگر انھیں جھانسا دے کر ہی نکل جاؤں تو بہت بڑی بات تھی۔ ان زیرِ آب محافظوں کے بارے میں مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون کون سی سائنسی قوتوں سے آراستہ ہیں اور تاریکی میں دیکھنے کے آلات ان کے پاس موجود ہیں یا نہیں۔ مقابلہ کرنے کے لیے میرے پاس بھی بہت کچھ تھا لیکن یہ مقابلہ کسی طور میرے لیے سودمند نہیں تھا۔

میں نے آخری بار رک کر اس سمت کا اندازہ لگایا جہاں وہ اس وقت موجود تھے۔ اور پھر پانی کی گہرائی میں جتنا نیچے جا سکتا تھا چلا گیا۔ اس کے بعد رُکے بغیر چٹان کے دوسری سمت تیرنے لگا۔ یہ کوشش کارگر رہی اور میں اس آبی سرنگ کے دوسرے دہانے پر پہنچ گیا۔ اس کے بعد سرنگ میں رُکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ میں گیلی ریت پر دوڑنے لگا اور وہاں سے کافی دُور نکل گیا۔ جگہ کے بارے میں تو کوئی اندازہ نہیں ہو سکا، بس مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں رک کر میں اس آبی لباس سے چھٹکارا حاصل کر لوں جو دوڑنے میں بھی رکاوٹ بن رہا تھا۔ ایسی ایک جگہ مجھے مل گئی اور میں نے نہایت پھرتی سے یہ لباس اتار پھینکا۔ میرے پاس جو کچھ موجود تھا اس سے میں مطمئن تھا۔ کم از کم ان لوگوں سے میں ایک شاندار جنگ لڑ سکتا تھا۔ اس کے بعد جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ لیکن میری خواہش یہی تھی کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے یہاں کچھ وقت مل جائے۔ میں نے لباس کا بنڈل بنا کر ایک درخت کی بلند شاخ پر لٹکا دیا۔ یہیں رک کر میں نے تاریکی اور دھند میں لپٹے اس جزیرے کو دیکھا۔ دھند کی وجہ سے کوئی چیز واضح نہیں تھی۔ کچھ دیر میں درخت پر رکا اور پھر ایک سمت کا تعین کر کے نیچے اترا اور آگے بڑھ گیا۔ لیکن یہاں کچھ ایسا انتظام ضرور تھا کوئی ایسی چیز تھی جس کی وجہ سے ان لوگوں کو جزیرے پر آنے والے اجنبی لوگوں کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ کیونکہ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اطراف میں کچھ سرسراہٹیں ابھریں۔ اس کے ساتھ ہی ہلکی ہلکی ٹوں ٹوں کی آوازیں سنائی دیں۔ کوئی پیغام دیا جا رہا تھا۔ رات کے پُراسرار سناٹے میں یہ آوازیں مجھے صاف سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے فوراً ہی رُخ بدل دیا اور اونچی جھاڑیوں کے اس جھنڈ کی طرف دوڑنے لگا جو کچھ فاصلے پر نظر آیا۔ اسی وقت فضا کا سناٹا منتشر ہو گیا اور فائرنگ کی آواز ابھری۔ کئی گولیاں میرے آس پاس سے گزر گئیں۔ تاریکی کی وجہ سے وہ لوگ بھی میرے بارے میں صحیح اندازے نہیں لگا پا رہے تھے۔ اور اس کا انھیں بہت جلد احساس ہو گیا۔ تیز روشنیاں جل اٹھیں اور فضا منور ہو گئی لیکن میں فوراً زمین پر گر پڑا تاکہ انھیں فوراً ہی میری سمت کا اندازہ نہ ہو جائے۔

روشنی آنکھیں پھوڑے دے رہی تھی۔ گولیاں اندھا دھند چلنے لگیں اور میرے لیے ان سے بچنا مشکل ہو گیا۔ لیکن مجھے ان کی سمت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ سرنگ کے دہانے کے قریب تھے اور مجھ سے بلندی پر تھے جہاں سے مجھے نشانہ بنانا ان کے لیے مشکل نہیں تھا۔ اس وقت حالات میرے خلاف تھے اور اب اس کے سوا چارۂ کار نہیں تھا کہ اُن سے مقابلہ کروں۔ میں زمین پر رینگتا ہوا جھاڑیوں کے جھنڈ کی طرف بڑھا اور اس میں گھسنے میں کامیاب ہو گیا۔ تیز روشنیوں نے ایک ایک چیز روشن کر رکھی تھی۔ اس وقت مجھے بھی ان روشنیوں سے فائدہ ہو گیا۔ وہ لوگ ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور میں انھیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے جو ایک کارآمد چیز نظر آئی تھی وہ ایک ابھری ہوئی چٹان تھی جو مجھ سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر تھی۔ اس چٹان کی جڑ میں ایک سوراخ نظر آ رہا تھا جو یقیناً چٹان کے نیچے کسی غار کی نشاندہی کر سکتا تھا۔ اگر مجھے ان کی گولیوں سے بچنے کا موقع مل جائے تو پھر میں ان سے مؤثر مقابلہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے ذہن میں ایک فیصلہ کر لیا۔ چند افراد مجھے محتاط انداز میں جھاڑیوں کی طرف بڑھتے نظر آئے اور میں نے ایک مخصوص پستول نکال کر ان پر فائرنگ کر دی۔ بے آواز پستول کی مہلک فائرنگ نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا، اور وہ سب ریت پر ڈھیر ہو گئے۔ لیکن ان کی تعداد محدود نہیں تھی۔ انھیں ٹھکانے لگانے کے بعد میں نے جھاڑیوں سے گردن نکالی، اب میری یہ

کوشش تھی کہ میں کسی طرح اس چٹان کے قریب پہنچ جاؤں جس کے نیچے مجھے دہانہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے پھرتی سے اس طرف دوڑ لگائی لیکن جس پھرتی سے میں جھاڑیوں سے نکلا تھا اس سے زیادہ پھرتی سے واپس انھی میں آنا پڑا۔ گولیوں کا ایک برسٹ میرے قریب سے گزر گیا۔ کچھ اور لوگ بھی آس پاس موجود تھے اور اب میرے لیے وہ آسانیاں نہ رہیں جو تھوڑی دیر پہلے تھیں۔ انھوں نے جھاڑیوں کا نشانہ لے کر گولیوں کی بارش کر دی۔ جھاڑیاں ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں۔ اب ایک لمحے بھی ان کے پیچھے پناہ نہیں لی جا سکتی تھی۔ میں تیزی سے پیچھے ہٹنے لگا۔ پھر جھاڑیوں میں ایک دستی بم پھینکا گیا اور بےشمار جھاڑیاں گرد کے طوفان کے ساتھ فضا میں بلند ہو گئیں۔

بم کی تباہ کاری سے بچ جانا تقدیر تھی۔ میں نے اس گرد سے فائدہ اُٹھایا اور دوڑ کر چٹان کے دامن میں پہنچ گیا۔ دہانہ میرے سامنے تھا۔ میں نے اس میں داخل ہونے میں دیر نہیں کی تھی۔ اندر ایک لمبی سرنگ دُور تک چلی گئی تھی۔ اس وقت اس سرنگ کے بارے میں سوچنے کا موقع نہیں تھا۔ میں اس میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

کھڑے ہو کر چلنے کی جگہ نہیں تھی بس گھٹنوں کے بل آگے بڑھنا پڑا۔ تھوڑی دُور پہنچ کر راستہ کشادہ ہو گیا لیکن اب وہ گہرائی میں اتر رہا تھا۔

مجھے محتاط ہونا پڑا۔ یہ سب کچھ قدرتی نہیں تھا۔ بلکہ اب انسانی ہاتھوں کی تراش صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔ میں رک گیا۔ کیا اس سرنگ کے دوسرے سرے پر پہنچ جاؤں یا اسی جگہ رکوں، یہ فیصلہ کرنے میں چند لمحے صرف ہوئے، باہر موت میرا انتظار کر رہی تھی۔ اور اندر... اندر کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا، باہر نکلنے کی ہمت اب مجھ میں نہیں تھی۔ چنانچہ آگے بڑھ گیا۔

سرنگ کا دوسرا دہانہ تاریک تھا۔ میں اس سے گزر کر دوسری طرف پہنچ گیا۔ اندازہ ہی نہیں ہو پا رہا تھا کہ یہ کیسی جگہ ہے۔ سانسوں کی بازگشت گونج رہی تھی۔ ابھی کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ دفعتاً ایک عجیب سی آواز ابھری اور پھر مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک سُرخ روشنی جل اٹھی۔ آواز آہستہ آہستہ سمجھ میں آ رہی تھی۔ روشنی اچانک گھومنے لگی۔ اور دفعتاً میرے عقب میں ایک اور آواز ابھری۔ میں اچھل پڑا۔ ایک فولادی سِل سرنگ کے اس دہانے پر رینگ آئی جس سے میں اندر آیا تھا۔ دہانہ اب پوری طرح بند تھا۔ اس کا احساس سرخ روشنی کی وجہ سے ہوا تھا جو گھومتی ہوئی اس دہانے کے اوپر سے گزری تھی۔ میں وحشت زدہ نگاہوں سے اس روشنی کو دیکھنے لگا جو ایک ہی جگہ گھوم رہی تھی۔ پھر ایک مشینی آواز ابھری۔

"کین... کین ون... او ٹو فائیو تھری فور۔ او او... ٹو تھری فور فائیو کوڈ... او فائیو فور... تھری... ٹو ون... زیرو... اور اس کے

ساتھ ہی دفعتاً لاتعداد گولیاں چلیں۔ اس آواز کے رک رک کر بولنے سے مجھے کچھ شبہ ہوا تھا۔ اس کے زیرو کہنے سے قبل ہی میں اوندھا گر پڑا تھا، یہی مستعدی اور ذہانت مجھے بچا گئی ورنہ میرے بدن میں اتنے سوراخ ہوتے کہ گنے بھی نہ جا سکتے۔

پھر روشنی کے نیچے جو کچھ بھی تھا، آگے بڑھنے لگا۔ اب اس کے قدموں کی دھمک کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں تھی۔ اور یہ دھمک انسانی قدموں کی نہیں تھی۔ وہ لوہے کے پاؤں تھے۔

روبوٹ! میرے ذہن نے نعرہ لگایا۔ میں نے لیٹے لیٹے ہی رینگ کر وہ جگہ چھوڑ دی جہاں موجود تھا۔ یہ بھی بےساختیارانہ انداز میں ہوا تھا۔ لیکن اس بار بھی یہ میری جان بچانے کا باعث بن گیا۔ روبوٹ کسی خاص سسٹم پر کنٹرول ہو رہا تھا۔ اس بار اس نے زمین پر فائرنگ کی تھی۔ اس جگہ کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا۔ سرخ روشنی کی وجہ سے گھور تاریکی چھٹ گئی تھی ورنہ کچھ بھی نظر نہ آتا۔ میرے ذہن میں ایک ہی خیال آیا، اگر کسی طرح یہ روشنی تباہ کر دی جائے تو ممکن ہے روبوٹ ناکارہ ہو جائے۔ چنانچہ میں نے احتیاط سے روشنی کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ سرخ روشنی ایک دم بجھ گئی لیکن اس کے بعد بھونچال آ گیا۔ روبوٹ کی گنیں رُخ بدل بدل کر اندھا دھند فائرنگ کرنے لگیں۔ وہ غار کے ہر حصے کو نشانہ بنا رہی تھیں اور اب احساس ہو رہا تھا کہ یہ جگہ صرف غار نہیں ہے۔ شیشے کی چیزیں ٹوٹنے کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ روبوٹ رُکے بغیر گولیاں برسا رہا تھا پھر اچانک اس کے دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں اور ایک فولادی پہاڑ میرے نزدیک سے گزر گیا۔ اگر میں اس کی لپیٹ میں آ جاتا تو شاید بدن کی کوئی ہڈی بھی اپنی جگہ نہ رہتی۔ پھر بھی ہلکی سی جھپٹ لگی اور میں اچھل کر دیوار سے ٹکرایا۔ سر میں چوٹ لگی تھی اور آنکھوں کے سامنے چنگاریاں اُڑنے لگیں... پھر ایک دھماکا ہوا۔ روبوٹ دیوار سے ٹکرایا تھا اور بس اس کے بعد کوئی ہوش نہیں رہا۔

نہ جانے کب ہوش آیا۔ وقت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اطراف میں ہلکی نیلی روشنی بکھری ہوئی تھی۔ بدن کے نیچے اتنی نرماہٹیں تھیں کہ وجود بالکل ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔ احساسات جاگے تو گزرے ہوئے لمحات یاد آ گئے۔ اچھل کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن ہاتھ ٹکے جہاں زور دیا وہیں ہاتھ دھنستے چلے گئے۔ بمشکل تمام سنبھل کر بیٹھ گیا۔

بےحد کشادہ جگہ تھی۔ جس مسہری پر میں موجود تھا، وہ لاکھوں روپے کی مالیت کی ہو گی، نہ جانے یہ کیسا گدا تھا جو انتہائی نرم اور شاندار تھا۔ ہر چیز بیش قیمت تھی لیکن میری نگاہ اس دیوار پر جم گئی جو شیشے کی تھی اور جس کے دوسری طرف ننھی ننھی خوبصورت مچھلیاں نظر آ رہی تھیں۔ ہزاروں کی تعداد میں یہ مچھلیاں اس حسین

اکیوریم میں بند تھیں جو اس کمرے نما ہال یا ہال نما کمرے کی چھت سے زمین تک آیا تھا۔ اس میں بہت ہی دلکش نارنجی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

میں چند لمحے بیماروں کے سے انداز میں پاؤں لٹکائے بیٹھا رہا اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ مجھے اس اجنبی جگہ کے دروازے کی تلاش تھی۔ لیکن سپاٹ دیواروں میں مجھے کوئی دروازہ نہیں نظر آ رہا تھا۔ میں ہال کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک جائزہ لیتا چلا گیا اور پھر اکیوریم کے پاس آ کر رک گیا۔ خوب صورت مچھلیوں کو اب میں نے بہت قریب سے دیکھا تو اچانک میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ ان کے بدن بہت حسین تھے لیکن چہرے انتہائی بھیانک۔ مُنہ کا حصّہ سیاہ اور ہیبت ناک تھا۔ آنکھیں سامنے کے رُخ پر تھیں اور سب سے ہولناک چیز ان کے لمبے لمبے دو بدنما دانت تھے جو مُنہ سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ کوئی انوکھی قسم تھی یہ مچھلیوں کی۔

اس سے زیادہ خوفناک بات یہ تھی کہ میرے شیشے کے قریب پہنچتے ہی وہ چاروں طرف سے سمٹ کر میرے سامنے جمع ہو گئی تھیں، ان کی آنکھوں میں ایک خونی چمک تھی۔ وہ سب مجھے للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ ایک لمحے میں میرے ذہن میں خیال ابھرا۔ یہ مچھلیاں آدم خور ہیں۔ اور... اور میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

پھر عقب سے ایک آواز ابھری اور میں اچھل کر پلٹ پڑا۔ اکیوریم کی بالکل پچھلی دیوار میں ایک گول دروازہ نمودار ہو رہا تھا۔ میں دروازے کی طرف دیکھتا رہا، مجھے ان شدید خطرناک لمحات کا احساس تھا، اس وقت میری یہ جدوجہد کوئی ہولناک موڑ اختیار کرنے والی تھی۔ میں ان لوگوں کے چنگل میں آ چکا تھا اور اب...

گول دروازہ کسی میکنیزم کے تحت کشادہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے کشادہ ہونے کا عمل بہت عجیب تھا۔ پہلے وہ ایک چھوٹے سے سوراخ کی شکل میں نمودار ہوا تھا اور پھر یوں محسوس ہوا تھا جیسے تیز آریاں دیوار کو کاٹ رہی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی سوراخ بڑا ہوتا چلا گیا۔ پھر یہ عمل رُک گیا۔ دروازہ اتنا کشادہ ہو گیا کہ اس سے کئی افراد بیک وقت اندر آ سکیں۔ میں متجسس نگاہوں سے اُدھر دیکھ رہا تھا۔ پھر دوسری طرف سے ایک ہیولا نمودار ہوا جو بہت جلد روشنی میں آ گیا۔ معذوروں کی کرسی پر بیٹھے ہوئے اس شخص کو میں نے دلچسپی سے دیکھا تھا! بالکل معمولی جسامت تھی۔ خدوخال سے کسی ایگلو چائنا کا تصور اُبھرتا تھا۔ آنکھیں دو سیدھی لکیروں کی مانند تھیں، چہرہ سپاٹ، دہانہ بہت چھوٹا۔ اس کی یہ کرسی بھی اُسی کی طرح دلچسپ تھی۔ سامنے سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ڈھکی ہوئی کسی آٹو میکنیزم کے تحت چل رہی تھی جو اُس کے پیروں میں تھا کیونکہ دونوں ہاتھ سامنے رکھے نظر آرہے تھے۔

"ہیلو" ایک گونج دار آواز اُس کے چھوٹے سے منہ سے خارج ہوئی۔ یہ آواز اُس کے جسم سے میل نہیں کھاتی تھی۔ نہایت پاٹ دار انتہائی پُر رعب۔

"ہیلو" میں نے بھی اُسی متانت سے جواب دیا۔

"اس وقت تک جب تک ہمارے درمیان باقاعدہ دشمنی نہ ہو جائے۔ ہمیں نرم اور معتدل رہنا چاہیے۔" اس نے پیش کش کی۔

"میرا خیال ہے میرے اور آپ کے درمیان کوئی بے قاعدہ دشمنی بھی نہیں ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، لیکن آپ اپنے استقبال سے بددل ضرور ہوں گے۔"

"نہیں، میں آپ کی اجازت سے تو نہیں آیا تھا۔ اس طرح گھروں میں داخل ہونے والوں کو تو روکا ہی جاتا ہے۔"

"میرا اندازہ درست تھا۔" اُس نے مسکرا کر کہا۔

"کیسا اندازہ؟"

"آپ ہمارے لوگوں کی مزاحمت کے باوجود یہاں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی بات نے مجھے آپ کی طرف متوجہ کیا تھا۔ ورنہ میں عام لوگوں کے ساتھ وقت نہیں برباد کرتا۔ آپ کی گفتگو سے آپ کی سلجھی ہوئی طبیعت کا اندازہ ہوتا ہے اور پریشان کن ماحول میں پُرسکون رہنے والے خطرناک لوگ ہوتے ہیں۔"

"عام سی بات ہے۔"

"اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے؟"

"علی یار خان، پاکستانی۔"

"مجھے آئی وان فیرو کہتے ہیں۔ جہاں ہوں خود کو وہاں کا باشندہ سمجھتا ہوں۔" اُس نے کہا۔

میری نگاہیں اُس پر مرتکز تھیں۔ اس طرح کے لوگوں کا مجھے تجربہ تھا۔ میں جانتا تھا کہ اُس نے پہلے میرا شجرۂ نسب معلوم کیا ہو گا، اِس کے بعد مجھ تک پہنچا ہو گا۔ یوں بھی مارشل پر آنے کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہاں تارینا ہارڈو کے لیے کام کرنے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے برعکس ہائل جوشیو کے جاسوس چپے چپے پر موجود ہیں چنانچہ میری آمد کی اطلاع سب سے پہلے جوشیو کو ملی ہو گی، اِس کے بعد کوئی دوسرا مجھ سے واقف ہوا ہو گا۔

"آپ سے مل کر متاثر ہوا ہوں مسٹر فیرو!" میں نے کہا۔

"صحیح جملہ استعمال کیا۔ ظاہر ہے آپ خوش نہ ہوئے ہوں گے۔ آپ کے بارے میں میرے ذہن میں چند سوالات ہیں مسٹر علی!"

"میں اُن کا جواب دوں گا۔"

"آپ کا تعلق پاکستان سے ہے؟"

"جی۔"

"لیکن آپ ایک ایسے ملک کے لیے کام کر رہے ہیں جس کے مقصد سے آپ کا یا آپ کے ملک کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"اپنا وطن چھوڑے ہوئے مجھے طویل عرصہ گزر گیا۔ یوں سمجھ لیں بچپن سے اپنے وطن سے دور ہوں۔ اِس لیے میری یہ ڈیوٹی میرے وطن سے قطعی غیر متعلق ہے۔"

"مجھے اس کا اندازہ تھا۔ پھر یہ سب کچھ...؟" اُس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"صرف ذاتی مفادات سے تعلق رکھتا ہے؟"

"بہتر معاوضہ؟"

"کسی حد تک۔"

"گڈ۔ بہر حال میں آپ کو یہاں تک پہنچ جانے کی مبارکباد دیتا ہوں۔ عموماً لوگ اِس حد تک کامیاب نہیں ہوتے۔ فورکاز میری ملکیت ہے۔ یوں سمجھ لو میں اس چھوٹے سے جزیرے کا مطلق العنان فرماں روا ہوں۔ میں نے یہاں اپنی مضبوط حکومت قائم کی ہے۔ آپ کچھ پینا پسند کریں گے مسٹر علی؟"

"دورانِ گفتگو اگر کچھ پینا پلانا رہے تو لطف دوبالا ہو جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں شراب نہیں پیتا۔ آپ کے لیے کیا منگواؤں؟"

"شراب کے علاوہ کچھ بھی۔"

"کافی۔" فیرو نے کہا۔ مخاطب میں نہیں تھا، اِس لیے میں خاموش رہا۔ پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ "انسان فطرتاً بوالہوس ہے۔ میں اس کا مخالف ہوں جو کچھ کرو اپنے دائرہ اختیار میں کرو۔ شکل گرو بر کے بے وقوف بیٹے سے بھی میں یہی کہتا تھا۔ والٹ فیرٹل کا یہ دیہاتی میرا بچپن کا دوست تھا لیکن ہماری سوچ ایک دوسرے سے بہت مختلف تھی۔ میں اس سے بحث کرتا تھا تو یہی کہتا تھا کہ حکومت اگر صرف اپنے گھر کی چار دیواری تک بھی محدود ہو تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اتنی مضبوط ہو کر کوئی تمھاری بینائی کی پہنچ سے دور نہ رہے۔ لیکن وہ احمق کبھی مجھ سے متفق نہ ہوا۔ پولینڈ کی سڑکوں پر تصویریں بنا کر بھیک مانگتے مانگتے وہ جرمنی کا چانسلر بن گیا لیکن اُسے عقل نہ آئی اور بالآخر زندگی کھو بیٹھا۔ وہ فنا ہو گیا لیکن میں قائم ہوں چنانچہ دوست! اس کا اندازہ کر لو کہ میری اس مضبوط حکومت میں کچھ کرنا ممکن نہیں ہے۔"

"آپ ایڈولف ہٹلر کی بات کر رہے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، شکل گرو بر کے ناجائز بیٹے کی، میرا بچپن اس کے ساتھ

گزرا ہے۔" فیرو نے جواب دیا۔

"اِس کا مطلب ہے کہ آپ کا تعلق..."

"میرے والدین بوہیمین تھے۔" اُس نے جواب دیا۔

"آپ کی عمر...؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"زیریں آسٹریا کے کوہستان میں ہم دونوں ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے۔" اُس نے جواب دیا۔

"مجھے حیرت ہوئی!" میں نے کہا۔

"عموماً لوگوں کو ہوتی ہے۔ جس وقت جرمنی میں ہر ہٹلر کے نعرے لگائے جا رہے تھے، میں اپنی زندگی کے تجربات میں مصروف تھا اور وقت نے مجھے بہترین رہنمائی دی۔ اُس نے بتایا کہ زمین کے چند گز کے ٹکڑے پر حکومت کر و لیکن وہ ٹھوس اور مضبوط ہو۔ جانتے ہو مسٹر علی! دنیا میں بہترین استاد کون ہوتا ہے؟" وہ ایک لمحے کو رکا۔ اُسی وقت ایک آٹو ٹرالی خود بخود اندر داخل ہو گئی۔ اس پر کافی کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ اُس نے میری طرف اشارہ کیا اور ٹرالی کا رُخ بدل گیا۔ وہ میرے سامنے آرکی اور میں نے حیرت زدہ انداز میں اُس پر سے ایک کپ اٹھا لیا۔ ٹرالی ایک مؤدب ملازم کی مانند اس کے نزدیک جا رکی تھی۔

"میری تیار کی ہوئی کافی پیو۔" اُس نے کہا۔

"آپ کی تیار کی ہوئی...؟" میں نے اچنبھے سے کہا۔

"ہاں میرے دوست! میں تمھیں یہی بتا رہا تھا۔ میں پورے فورکاز میں رہتا ہوں، یہاں جو کچھ ہوتا ہے، میں خود کرتا ہوں۔ میں نے ہی سمندر میں تمھارے راستے روکے تھے۔ میں ہی تمھیں بے بس کر کے یہاں لایا تھا۔ جان لو گے آہستہ آہستہ میرے بارے میں۔ بہت کچھ جان لو گے۔ کافی پیو۔"

میں نے پیالی منہ سے لگائی۔ ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اُس کی شخصیت کے بارے میں مجھے اندازہ ہوتا جا رہا تھا۔ خود نمائی کا رسیا یہ شخص اسی خود نمائی کے جال میں پھنس سکتا تھا ورنہ اِس بھیانک شخصیت کو زیر کرنے کا اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔ میں نے اِس نکتے کو ذہن میں محفوظ کر لیا۔ وہ میرے چہرے پر حیرت دیکھنا چاہتا تھا، مجھے مرعوب کرنا چاہتا تھا چنانچہ اسے کنٹرول کرنا اب میرے لیے مشکل نہیں تھا۔

اُس نے کافی کے چند گھونٹ لیے۔ پھر بولا۔ "تمھیں اونچ نیچ اور تمھاری کمزوریوں سے روشناس کرانے والا صرف تمھارا دشمن ہوتا ہے۔ دوستوں سے تم صرف نقصانات اٹھاؤ گے۔ اگر زندگی میں کچھ سیکھنا چاہتے ہو تو دشمنوں کی تعداد بڑھا لو۔ یہ تمھیں مستعد رکھیں گے، تمھیں تمھاری کمزوریوں سے آگاہ کرتے رہیں گے۔ میں نے لاتعداد دشمن بنائے اور آج بھی مجھے دشمن پالنے کا شوق ہے۔ کیا تم یقین کرو گے کہ میرے دونوں پاؤں اسی تجربے کی نذر ہوئے ہیں۔"

"اوہ!" میں نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"یہاں موجود جاندار میرے بدترین دشمن ہیں۔ کسی ایک کو موقع مل جائے تو مجھے اپنے دانتوں سے بھنبھوڑ ڈالے، زندگی میں چاہے اُس نے ایک کتے کو بھی نقصان نہ پہنچایا ہو لیکن مجھے کچا کھا لے گا۔ میں انھی کے درمیان ایک پُر لطف زندگی گزارتا ہوں۔"

"آپ کے تجربات پُر لطف ہیں مسٹر فیرو!" میں نے متاثر لہجے میں کہا۔ اور وہ مسکرا دیا۔

"میں نے جو کچھ بنایا ہے اس سے بہت مطمئن ہوں۔ زندگی مختصر چیز ہے۔ انسان جتنی لمبی پلاننگ کرے، حماقت کرتا ہے۔ صرف وہ کرو جو تمھارے ہاتھ میں آجائے۔ جو کچھ میں کر سکتا تھا کر چکا ہوں اور اب میں اِس کے درمیان زندگی بسر کر رہا ہوں۔ ایک طویل دنیا میرے لیے بے مقصد ہے۔ میرے فلسفے پر غور کرو اور ایمانداری سے بتاؤ منافقت تمھیں کچھ نہ دے گی!"

"آپ کو میرے بارے میں کیا معلوم ہے مسٹر فیرو؟"

"بس اتنا کہ ہائل جوشیو کے راستے میں مزاحم ہونے آئے ہو، کچھ نئے پروگرام لائے ہو گے لیکن بے وقوفی ہے۔ ہائل جوشیو کے خلاف ملکی پیمانے پر جنگ کی جائے تو ممکن ہے اُسے کوئی نقصان پہنچ جائے۔ ایک عام کوشش اس کے خلاف کبھی مؤثر نہیں ہو گی جو لوگ اتنا نہ سمجھ پائیں، وہ اس کے خلاف کیا کر سکیں گے۔ تم غور کرو، یہاں اُس کی حکومت ہے یہاں کے سمندر میں اُس کے جال بچھے ہوئے ہیں۔ اس علاقے کے جتنے جزیرے ہیں ان پر اس کا قبضہ ہے کیا ایک ملک کو چند لوگ تباہ کر سکتے ہیں۔ یہ اُس کا کاروبار ہے، اس سے سودا کر و اور مقصد حاصل کر لو، یہ کارروائیاں لاحاصل ہیں۔"

"میں یہ کہنا چاہتا تھا مسٹر فیرو کہ آپ میرے بارے میں کیا معلومات رکھتے ہیں۔ ہائل جیسی قوت سے ٹکرانے کا تصور عام لوگ نہیں کر سکتے اور پھر وہ بھی معاوضہ لے کر۔ میں بھی اپنی کائنات کا شہنشاہ ہوں اور منافقت کی بات نہیں کر سکتا۔ آپ کے فلسفے نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ درحقیقت حکومت وہ ہوتی ہے جس پر اپنا مکمل اقتدار ہو۔ جو کچھ آپ نے بتایا ہے وہ میرے لیے اجنبی اور دلچسپ ہے۔ میں آپ سے بہت متاثر ہوا ہوں۔"

"شکریہ۔ اب یہ بتاؤ کہ یہاں کیا کرنے آئے تھے؟"

"آپ سن چکے ہیں۔ مجھے اس آبدوز کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔ اسی کے لیے کوشش کرتا پھر رہا ہوں۔"

"فورکاز کے بارے میں معلومات نہیں حاصل کی تھیں؟"

"میں سمجھا نہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ علم نہیں تھا تمھیں کہ یہ ہائل جوشیو کی نہیں میری ملکیت ہے؟"

"علم تھا لیکن یہ بھی پتا چلا تھا کہ ہائل جوشیو آپ کے کاندھوں پر سفر کرتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ان لفظوں میں مکاری کی بُو جھلکتی ہے۔ وہ میرے کاندھوں پر سفر نہیں کرتا بلکہ میں اس کے کچھ مفادات کا نگراں ہوں۔"

"مجھے اس پر حیرت ہے!" میں نے کہا۔

"کیوں؟"

"جو کچھ آپ نے اپنے . . . . بارے میں بتایا ہے اس سے میرے ذہن میں آپ کے لیے ایک خاص مقام پیدا ہو گیا تھا۔ اپنی چھوٹی سی مطلق العنان مملکت کا حکمراں دوسروں کا آلۂ کار کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہ تمھاری تنگ نظری ہے۔ دنیا کو جتنا جانتے ہو اتنی ہی بات کرتے ہو۔ قوت منتشر ہو کر آپس ہی میں برسرِ پیکار ہو جائے تو فنا ہو جاتی ہے ہاں قوت کو پرکھو اور اسے پہچان لو۔ میں تنہا اپنی اس حکومت کو نہیں چلا سکتا۔ این کے اور اس علاقے کے دوسرے جزائر دنیا کے بہترین جرائم پیشہ لوگوں کا مسکن ہیں۔ اور پھر دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں دوسرے بہت سے ممالک اپنے بحری بیڑوں کی مدد سے مختلف مشقیں بھی کرتے رہتے ہیں گویا کسی بھی وقت ہم کسی سازش کا شکار ہو سکتے ہیں۔ چھوٹی طاقتوں کو منتشر کرنے اور ناکام بنانے کے لیے بڑی طاقتوں کو یکجا ہونا پڑتا ہے اور اس طرح چند بڑوں نے آپس میں الحاق کر لیا ہے۔ ہائل میرے مفادات کا نگرانی کرتا ہے اور میں اس کے۔ وہ طاقت ہے اور خود کو منوا چکا ہے۔ میں اس سے تعاون کرتا ہوں اور بس۔"

"تو یہ بات ہے۔ بہرحال میں اس بارے میں نہیں جانتا تھا لیکن ہائل جوشیو کے ہاتھ بہت لمبے ہیں، اس کے برعکس . . ."

"ہاں، وہ اپنے لمبے ہاتھوں سے جو کچھ سمیٹتا ہے اس میں میرا حصہ بھی ہوتا ہے۔ میں گھر بیٹھے یہ کھیل کھیلتا ہوں۔" فیرد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گویا آبدوز کے سودے میں آپ کا حصہ بھی ہو گا؟"

"اس کے بغیر یہ سودا کیسے مکمل ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس آبدوز کے اس مصرف کی تجویز میں نے ہی پیش کی تھی اور ہائل نے میری ذہانت کو سراہا تھا۔ اس کے ذہن میں اس سودے کی اس حد تک کامیابی کا خیال نہیں تھا۔ تم سمجھ گئے ہو گے کہ ہمارے درمیان کیا تعلقات ہیں۔"

"مسٹر جوشیو کی شخصیت بھی اتنی ہی متاثر کن ہے مسٹر فیرد؟"

"جوشیو، شخصیت۔ سنو دوست! اگر جوشیو کسی شخصیت میں میرے سامنے آ جاتا تو آج اس کا وجود نہ ہوتا۔ سرزمین انسان میں کچھ خوبیاں ایسی ہوتی ہیں کہ انھیں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ ابتدا میں مجھے اس کی تلاش رہی کیوں کہ اس وقت یہاں میرا تسلط تھا۔ میں اسے یہاں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے ان علاقوں کو اس کے لیے جہنم بنا دیا لیکن وہ صبر و سکون کا مظاہرہ کرتا رہا اور صرف میری کوششوں کو ناکام بناتا رہا۔ پھر اس نے مجھ سے ایک بات کہی جس نے ہمارے درمیان مفاہمت پیدا کر دی۔"

"وہ کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

اس نے کہا "وہ صرف ایک نام رہے گا۔ جسم کی حیثیت سے کبھی سامنے نہیں آئے گا۔ علاقوں کا بدن میں رہوں گا۔ اس طرح دو دشمنوں کی حیثیت سے ہم کبھی ایک دوسرے کے سامنے نہیں آئیں گے۔ بات مان لینے والی تھی، مان لی گئی اور اس وقت سے ہم دوست ہیں۔"

"وہ آپ کا نادیدہ دوست ہے؟"

"ہاں، میرے سامنے آ جاتا تو زندہ نہ رہتا۔ یہی اس کی عقل مندی ہے۔"

"کیا یہ تعجب خیز بات نہیں ہے؟"

"وہ کیوں؟"

"آپ کے دل میں کبھی اس نادیدہ دوست کو دیکھنے کی خواہش پیدا نہیں ہوئی؟"

"اَسّی آدمی اس کوشش میں ہلاک ہو چکے ہیں۔ میں نے کہا نا انسان کی کچھ خوبیاں ہی اسے ممتاز کرتی ہیں۔ اس نے اپنا وعدہ نبھایا۔ ایک بار بھی میرے سامنے نہیں آیا۔ یہی نہیں، زمین کے کسی چپے میں کوئی بھی اس کی شناخت کر دے، میں اس کی پشتوں کو مالا مال کر دوں گا۔"

"انتہائی حیرت انگیز بات ہے۔ ناقابلِ یقین!" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب! میں جھوٹ بول رہا ہوں؟" اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ تو نہیں کہہ سکتا میں لیکن . . . شاید آپ نے صحیح لوگوں کو اس کی تلاش پر نہیں لگایا۔"

"جن لوگوں کو میں نے اس کام پر مامور کیا تھا وہ میرے نزدیک بہترین دماغ تھے۔"

"تب پھر آپ جوشیو کے معیار کا تعین نہ کر پائے ہوں گے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو!"

"دیکھو مسٹر فیرد! یہ بات تو آپ کو تسلیم کر لینا چاہیے، اس لیے کہ آپ اپنی ناکامی کا اعتراف کر رہے ہیں۔"

"کیا بات کہنا چاہتے ہو؟" اس نے جھنجلا کر کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ایک پیش کش ہے؟"

"کیا؟"

"میں جوشیو کی شخصیت کو آپ کے سامنے بے نقاب کروں گا۔ آپ جانتے ہیں مسٹر فیرد، کہ میں ایک غیر متعلق انسان ہوں اور صرف معاوضے پر اس ملک کے لیے کام کرنے پر تیار ہوا ہوں۔ آپ نے ابھی کہا ہے کہ زمین کے کسی چپے پر کوئی اس کی شناخت کر دے، میں اس کی پشتوں کو مالا مال کر دوں گا۔"

"گویا تم جوشیو کی شخصیت کو بے نقاب کر دو گے؟"

"اسی طرح جس طرح میں بالآخر آبدوز کے مسئلے کو حل کر لوں گا۔" میں نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

آئی وان فیرو مجھے گھورنے لگا، کافی دیر تک خاموشی سے اسی طرح گھورتا رہا پھر بولا "چالاک لومڑ، اپنی زندگی بچانا چاہتے ہو؟"

"ممکن ہے ایسا ہو۔ تم تو ان علاقوں کے بے تاج بادشاہ ہو۔ اگر میں ایسی کوشش کروں تو کسی بھی جگہ تم مجھے ختم کر سکتے ہو۔ یا پھر اس کا اعتراف کرو کہ دورانِ گفتگو تم بے اختیار ہو کر فضول گفتگو کرنے لگتے ہو۔ یہ انسانی زندگی کا ایک کمزور پہلو ہے۔"

آئی وان نے پہلو بدلا۔ اس کی آنکھوں میں بے چینی کی لہریں پیدا ہو گئی تھیں۔ دفعتاً اس نے ہاتھ اٹھا کر کرسی میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور میرے کانوں میں ایک ہولناک چیخ گونج اٹھی۔ آواز نسوانی تھی اور شاید اس کمرے میں لگے ہوئے نظر نہ آنے والے اسپیکر وں پر گونجی تھی۔

میری نگاہ بدرد مچھلیوں کے اکیوریم کی طرف اٹھ گئی، دوسرے لمحے میں نے ایک بے لباس انسانی بدن اکیوریم کی چھت سے نیچے آتے دیکھا۔ چھت کسی دروازے کے دو پٹوں کی مانند کھلی تھی اور انسانی بدن کو پانی میں گرانے کے بعد بند ہو گئی تھی۔ میں نے دہشت زدہ نگاہوں سے پانی میں گرنے والے نسوانی وجود کا چہرہ دیکھا اور دوسرے لمحے میرا منہ کھلا رہ گیا۔ وہ شیری تھی۔ اس کی آنکھوں میں دہشت کے آثار منجمد تھے۔ وہ دیوانہ وار چھت کی جانب تیرنے لگی اوپر سے جالگی لیکن نوکیلے دانتوں والی مچھلیاں بھی آہستہ آہستہ بلند ہوتی جا رہی تھیں پھر ایک مچھلی نے شیری کی پنڈلی میں منہ مارا اور گوشت کی ننھی سی بوٹی ادھیڑ لے گئی۔

شیری کی دہشتناک چیخ یہاں سنائی دی تھی۔ میں نے بے چین نگاہوں سے فیرد کو دیکھا۔ وہ پتھرائے ہوئے انداز میں پانی کا منظر دیکھ رہا تھا۔ ننھی مچھلیاں اب جوش و خروش کے عالم میں شیری کی طرف دوڑ رہی تھیں اور اس کے بدن کا گوشت نوچ نوچ کر لا رہی تھیں۔ شفاف پانی میں اس کے خون کے لہریے گردش کر رہے تھے۔ بڑا ہولناک منظر تھا لیکن میں جانتا تھا کہ میری کوئی کوشش اب شیری کو نہیں بچا سکتی تھی۔ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ سزا اُسے کس گناہ کی پاداش میں مل رہی ہے۔ مچھلیاں اب اس کے بدن سے گتھ گئی تھیں۔ ان کی تعداد اتنی تھی کہ انھوں نے شیری کو پوری طرح ڈھک لیا تھا۔ بس کبھی اس کا کوئی ہاتھ یا پاؤں مچھلیوں کو ہٹانے کی جدوجہد میں ہلتا نظر آتا تھا۔ دس . . . منٹ تک یہ کھیل جاری رہا اور اس کے بعد پانی میں ایک انسانی پنجر نظر آیا جس کی ہڈیوں پر گوشت کا ایک ذرّہ نہیں تھا۔ مچھلیاں اس کی ہڈیاں تک چاٹ گئی تھیں۔

پھر فیرد کے بدن میں جنبش ہوئی۔ اس نے گلا صاف کر کے کہا "یقیناً تم اسے پہچانتے ہو گے؟"

"ہاں، وہ شیری تھی۔"

"وہ جس نے تمھیں میری طرف متوجہ کیا تھا۔"

"شاید۔" میں نے مضمحل لہجے میں کہا۔

"مجھے تمھاری بات پر غصہ آ گیا تھا۔ یہ کیفیت تمھاری بھی ہو سکتی تھی، لیکن . . ." وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔

"لیکن کیا مسٹر فیرد؟"

"تمھاری بکواس نے مجھے الجھا دیا ہے۔ آؤ میرے پیچھے آ جاؤ، اور سنو! اپنی بات پوری کرنے کے لیے زندہ رہنا۔ یہاں ہر قدم پر موت ہے۔"

"میں کوشش کروں گا۔" میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔ شیری کی موت نے اعصاب کشیدہ کر دیے تھے لیکن یہ وقت خود کو سنبھالے رکھنے کا تھا۔ شیری کی مارشل پر غیر موجودگی اب سمجھ میں آئی تھی لیکن یہ ناگزیر تھا۔

عمارت زیرِ زمین تھی۔ اسے واقعی ایک عجائب گھر بنا دیا گیا تھا۔ در و دیوار سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ جگہ جگہ عجیب و غریب قسم کی مشینری کا جال پھیلا ہوا تھا جو سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ یہ میرا آخری فیصلہ تھا کہ آئی وان فیرو ایک خطرناک انسان ہے۔ ممکن ہے اس کی کہانی سرے سے فریب ہو ممکن ہے ہائل جوشیو وہ خود ہو۔

جس جگہ وہ مجھے لے کر آیا وہ ایک بڑے ہال کی شکل میں تھی جس میں صرف دو دروازے تھے۔ ایک وہ جس سے ہم گزر کر اندر آئے تھے، دوسرا ہال کے انتہائی سرے پر تھا۔

"جیگان!" فیرو کی آواز ابھری۔ اس نے بہت آہستہ سے یہ جملہ کہا تھا لیکن دوسرے لمحے ہال کے آخری دروازے سے ایک دیو قامت شخص نکل آیا جس کے نچلے بدن پر ایک قدیم طرز کا لباس تھا اوپری بدن برہنہ تھا اور وہ کسی سانچے میں ڈھلا فولادی مجسمہ محسوس ہوتا تھا۔ اس کا قد پونے سات فٹ سے کم نہ ہو گا۔

"تمھارا شکار جیگان!" فیرو کی آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔

"جوشیو کی آبدوز یہیں کہیں سمندر میں محفوظ ہے۔ ممکن ہے میں تمھیں اس کے بارے میں کچھ بتا سکوں لیکن اس وقت جب تم اسے بے نقاب کر دو گے۔ تمھارا خیال ہے کہ میں فضول گفتگو کر بیٹھا ہوں۔ یہ بات نہیں ہے میرے دوست! تمھاری بدقسمتی ہے میں احمق نہیں ہوں۔ جیگان کو قتل کر دو تمھیں زندگی کی ضمانت دی جائے گی۔ دوسری شکل میں اپنے انجام کو پہنچ جاؤ گے۔"

"اوہ!" میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"جیگان! آگے بڑھو اور کھیل شروع کر دو۔" فیرو کی آواز اُبھری اور جیگان نے دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔ درحقیقت میں اُس کی قوت کا عشرِ عشیر بھی نہیں تھا۔ اس وقت صرف خدا کی ذات مجھے بچا سکتی تھی۔ اللہ کا نام لے کر تیار ہو گیا۔ جیگان اطمینان سے میرے قریب آ گیا تھا۔

پہلا حملہ میں نے ہی کیا۔ میں نے اُچھل کر اُس کی پنڈلی پر ٹھوکر ماری تھی۔ اس ٹھوکر سے اُس کے پہاڑ جیسے بدن میں حرکت تو ہوئی تھی لیکن وہ گرا یا لڑکھڑایا نہیں تھا بلکہ نہایت پھرتی سے اُس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر مجھ پر مارے۔ یہ ضرب اگر گردن پر پڑی ہوتی تو ہڈی ٹوٹ گئی ہوتی۔ میں نے بچنے کی کوشش کی اور اُس کے ہاتھ میرے شانوں پر پڑے۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے دو ہتھوڑے میرے شانوں کی ہڈیوں پر پڑے ہوں۔ میں اس ضرب سے نیچے گر پڑا لیکن دیر کرتا تو مارا جاتا۔ میں نے گرتے گرتے بھی اپنے بدن کی پوری قوت سے ایک ٹھوکر اس کے گھٹنے پر رسید کی اور یہ ضرب کارگر رہی۔ وہ ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ نیچے گر پڑا لیکن میں نے پلٹ کر دوسری ٹھوکر اس کے منہ پر رسید کر دی۔ یہ اندازہ اُس کی جسامت کو دیکھ کر ہی ہو گیا تھا کہ اس پر فتح کوئی اتفاق ہی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا باقاعدہ جنگ کرنے کے بجائے صرف ایسی کوششیں کی جا سکتی ہیں جو اسے مفلوج کر دیں۔

وہ میری بائیں ٹانگ پر گرا تھا اور ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے ٹانگ کسی چٹان کے نیچے آ گئی ہو۔ میں نے کروٹ بدلی اور دوسری ٹانگ اُس کی پشت پر رکھ کر اسے دھکیل دیا۔ اس کے نیچے دبی ہوئی ٹانگ آزاد ہو گئی تھی۔ میں نے اُلٹی قلابازی کھائی اور دیوار کے نزدیک پہنچ گیا۔ جیگان سنبھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں خون کی سُرخی لہرا رہی تھی اور چہرے پر پتھروں کی سی سختی تھی۔ حالانکہ میری زوردار ضربوں نے اسے گرا دیا تھا لیکن یوں لگتا تھا جیسے ابھی تک کچھ بھی نہ ہوا ہو۔ پھر وہ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگا۔ میں پیچھے کھسک رہا تھا۔ پھر پشت پر دیوار محسوس کر کے میں رُک گیا۔

میرے دل میں ایک خواہش اُبھری تھی اور میری یہ آرزو فوراً ہی پوری ہو گئی۔ اُس وقت خدا سے جو مانگتا مل سکتا تھا۔ میں نے سوچا کہ کاش وہ دیوانگی کے عالم میں مجھ پر چھلانگ لگا دے۔ اس طرح میں اس پر ایک مؤثر ضرب لگانے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ دوسرے لمحے اُس نے فضا میں بلند ہو کر مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ میں بڑے اطمینان سے اس کے نشانے سے ہٹ گیا اور جیگان پوری قوت سے دیوار سے ٹکرایا۔ اُس کا سر پھٹ گیا۔ ناک شدید زخمی ہو گئی۔ دیوار سے ٹکرا کر وہ چت گرا۔ اس دوران میں دیوار کے پاس سے کافی دُور ہٹ گیا۔

جیگان کو اس بار اُٹھنے میں کچھ دقت ہوئی تھی لیکن اب وہ حواس کھو بیٹھا۔ اُس نے نچلے لباس کی پیٹی میں اڑسا ہوا خنجر نکال کر میری طرف پھینکا۔ اُس وقت بھی تقدیر ہی تھی کہ میں جھک گیا ورنہ خنجر میرے حلق میں پیوست ہوتا۔ وہ ہال کی دوسری دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرا۔ اس وقت مجھے کسی ہتھیار کی ضرورت بھی تھی چنانچہ میں بے اختیار خنجر کی طرف دوڑا۔ میں نے خنجر اٹھا لیا لیکن جیگان صورتِ حال محسوس کر کے مجھ پر چڑھ دوڑا۔ اسے روکنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہی حربہ استعمال کروں جو اُس نے کیا ہے۔ میں نے خنجر پھل کی طرف سے پکڑ کر فرنیربی کی طرح اُس کی طرف پھینکا اور خنجر اُس کے داہنے شانے میں دستے تک پیوست ہو گیا۔ جیگان کے چہرے پر تکلیف کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ اُس نے دستے کو پکڑ کر خنجر باہر کھینچ لیا اور اُسے دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ خنجر کے پھل سے اُس کا اپنا لہو ٹپک رہا تھا۔ اُس نے وحشیانہ انداز میں خنجر کے پھل کو زبان نکال کر چاٹا اور میری طرف بڑھنے لگا۔ یہ صورتِ حال خطرناک ہو گئی تھی۔

میں نے عقب میں نگاہ دوڑائی۔ دیوار زیادہ دُور نہیں تھی۔ ایک بار پھر میں پیچھے کھسکنے لگا۔ جیگان نے بھی اس بار جلدبازی نہیں کی تھی۔ وہ ہاتھ پھیلا کر میرے راستے بند کر دیتا تھا۔ اور درحقیقت اس کے لمبے ہاتھوں کے پھیلاؤ سے نکل جانا میرے لیے ممکن نہیں تھا تاہم میں بچاؤ کی تدبیر سوچ چکا تھا۔ اُس نے مجھ سے چند فٹ کے فاصلے پر رُک کر خنجر کو اُچھال کر دوسرے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی لیکن اس موقع کو گنوانا زندگی کی سب سے بڑی حماقت ہوتی۔ خنجر دوسرے ہاتھ میں پہنچ بھی نہ پایا تھا کہ میری لات گھومی اور اس خطرے سے بے نیاز ہو کر کہ اس کا نتیجہ کیا ہو گا میں نے خنجر پر ٹھوکر ماری۔ میرا نشانہ کامیاب رہا تھا۔ خنجر اُچھل کر زمین پر جا گرا لیکن جیگان مجھ پر پل پڑا۔ وہ مجھے اپنے چوڑے بدن سے رگیدتا ہوا دیوار تک لے گیا اور مجھے ایسا ہی محسوس ہوا جیسے میں دو چٹانوں کے درمیان پس گیا ہوں۔ میں نے شدید ہیجان کے عالم میں اُس کے جبڑے پر گھونسا مارا۔ ہاتھ جھنجھنا کر رہ گیا تھا لیکن وہ اُلٹ کر گر پڑا اور ایک دل خراش چیخ اس کے حلق سے نکل گئی۔ اب رُکنا بے سود تھا۔ میں اُس کے بدن پہ سوار ہو گیا اور اُس پر گھونسوں کی بارش کر دی لیکن اس کمبخت کے ہاتھوں کی لمبائی کام آئی۔ اُس نے میری گردن دبوچ لی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری گردن شکنجے میں جکڑ گئی ہو۔ چہرہ سُرخ ہو گیا۔ آنکھوں کی بینائی زائل ہونے لگی۔ گھٹتے ہوئے دم کے ساتھ میں نے گھونسا بنا کر زندگی بچانے کی آخری کوشش کے طور پر اس کی ناک پر مارا اور میری گردن اس کی گرفت سے نکل گئی۔ میں شرابیوں کی طرح جھومتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ٹانگیں بے جان ہو رہی تھیں۔ لیکن جیگان کو اٹھتے ہوئے دیکھ کر میں نے بدن کی قوت مجتمع کی اور ایک ٹکر اُس کے سینے پر ماری۔ وہ اُچھل کر نیچے گرا اور کرب سے ہاتھ پاؤں پٹخنے لگا۔ اُس کے مُنہ سے خون اُبل رہا تھا۔

میں نے دو تین بار گردن جھٹکی اور آنکھوں کے سامنے پھیلتے ہوئے تاریک لہریے دُور کیے۔ مجھے حیرت تھی کہ وہ اس آسانی سے کیسے مغلوب ہو گیا لیکن دم توڑتے ہوئے وہ اوندھا ہو گیا تھا۔ تب مجھے اس کی پشت میں عین دل کے پیچھے لمبا خنجر دستے تک پیوست نظر آیا۔ اب مجھے صورتِ حال کا اندازہ ہوا۔ جب میں نے اُس کے جبڑے پر گھونسا مارا تو وہ خنجر پر گرا تھا اور اُسی وقت خنجر اُس کی پشت میں پیوست ہو گیا تھا۔

جیگان ہلاک ہو گیا تھا لیکن حالت میری بھی دُرست نہیں تھی۔ دو چار قدم ہی چلا تھا کہ زور کا چکر آیا اور کوشش کے باوجود حواس نہ سنبھال سکا۔ ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

کتنی دیر کے بعد ہوش آیا! اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا لیکن جس جگہ ہوش آیا وہ کافی آرام دہ تھی۔ میں یہاں تنہا نہیں تھا۔ نگاہیں دوڑا کر چاروں طرف دیکھا۔ کچھ فاصلے پر آئی وان فیرو موجود تھا۔

"ہیلو!" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو مسٹر فیرو!"

"اپنی توانائیاں محسوس کرو، خود کو چاق و چوبند پاؤ گے۔" میں نے واقعی اپنے بدن کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آپ کا کہنا درست ہے مسٹر فیرو!"

"بے ہوشی کے عالم میں، تمھیں ہلاک کیا جا سکتا تھا یا پھر تم غلاموں کی بستی بھیجے جا سکتے تھے۔"

"غلاموں کی بستی؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"اس جگہ سے زیادہ دُور نہیں ہے۔ دیکھ لینا۔"

"یہ آپ کے غلام ہیں؟"

"وہ ہیں جو خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے۔ وہ ہیں جو مجھے فنا کرنا چاہتے تھے۔ شاید تم یقین نہ کرو، یہ دنیا کے مختلف خطوں کے لوگ ہیں۔ ان میں ایک سے ایک شاطر، ایک سے ایک خطرناک شخص موجود ہے۔ ایسے ایسے قاتل جنھوں نے انسانی زندگی کو حشرات الارض سے زیادہ نہ جانا۔ کیڑے مکوڑوں کی طرح انسانوں کو قتل کرتے رہے۔ آج وہ میرے قیدی ہیں اور کتوں سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔"

"مجھے کیوں زندہ رکھا گیا؟"

"جیگان کے قاتل کو بے بسی کی موت نہیں دی جا سکتی اور پھر تم نے جوشیو کو بے نقاب کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ کیا اپنا عہد پورا نہیں کرو گے؟"

"ضرور پورا کروں گا بشرطیکہ تم اس کا موقع دو۔"

"جیگان کو قتل کر کے تم نے وہ امتحان پاس کر لیا ہے جو تمھاری زندگی کو کچھ اور مہلت دیتا ہے۔"

"اس کے ساتھ ہی تم نے دو وعدے بھی کیے ہیں مسٹر فیرو!"

"کون سے؟"

"مجھے اتنی دولت دو گے کہ میری پشتیں عیش کریں گی اور اُس آبدوز کی طرف میری رہنمائی کرو گے۔"

"یہ ایک بڑے آدمی کا وعدہ ہے۔ ضرور پورا ہو گا۔ آؤ میں تمھیں غلاموں کی بستی دکھاؤں۔ اُٹھو میرا تعاقب کرو۔" اُس نے خودکار کُرسی کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں بستر سے اُتر آیا۔ کُرسی خودکار دروازے سے گزر کر ایک کمرے میں پہنچی اور میں بھی اُس کے ساتھ کمرے میں آ گیا۔ دفعتاً یوں محسوس ہوا، جیسے کمرا اوپر بلند ہو رہا ہو۔

"اس کُرسی کے بارے میں یہ بتا دوں کہ یہ تمھارے

اولیائے کرام جو [illegible] اور [illegible] تھے۔ [illegible]
نے جنھیں اپنے قلم کو [illegible] بنایا۔
اُن دلوں [illegible] خود غرضی،
[illegible] میں مبتلا تھا۔ [illegible] نے انسانیت کو [illegible]
[illegible] بھی انسانوں کی رہنمائی [illegible] کے کام آئے۔
اُن کے کارنامے
اور ان کی زندگی آج بھی ہماری رہنمائی کر رہی ہے [illegible] موجود
نہیں لیکن اپنے کام [illegible] موجود۔۔۔۔ [illegible] دنیا سائے کی طرح
[illegible] کے پیچھے بھاگو گے تو یہ ہمیشہ آگے ہی آگے [illegible]
آئے گی لیکن اگر [illegible] بھاگو تو یہ ہمارے پیچھے دوڑے گی۔ ایک ایسی چیز
جو سائے کی طرح ہے [illegible] کی حصولیابی سے [illegible]
• [illegible] بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا ہم سے طلب فرمائیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خیالات کے ساتھ سفر کرتی ہے۔" فیرو نے کہا "میں اس پر اس طرح محفوظ ہوں جیسے کسی آہنی خول میں۔ اگر اس طرف گولیاں بھی چلائی جائیں تو وہ اُسی نشانے پر واپس لوٹ جاتی ہیں جہاں سے چلائی گئی ہوں۔ کوئی ہتھیار اس پر کارگر نہیں ہو سکتا۔"

"ایک بڑے آدمی کو دوسرے بڑے آدمی سے اس کی توقع بھی نہیں رکھنا چاہیے۔ ہمارے درمیان مفاہمت کی فضا ہے۔" میں نے کہا۔

کمرا نما لفٹ رُک گئی۔ ایک دروازہ کھلا اور ہم باہر نکل آئے۔ یہ جگہ ایک ٹینس کورٹ کی مانند تھی، بے حد وسیع اور شفاف۔ اُس کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے جن کے دروازوں پر آہنی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ یہاں داخل ہوتے ہی لاتعداد انسانی آہیں اور کراہیں سنائی دینے لگیں تھیں۔ یہ ننگ دھڑنگ انسان تھے جو ان سلاخوں کے پیچھے بند تھے۔ اُن کی حالت دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا۔ بدن جگہ جگہ سے اُدھڑے اور زخمی ہوئے، بے پناہ تشدد کیا گیا تھا ان پر، جس کے آثار اُن کے وجود پر نمایاں تھے۔ اکثر لاغر اور نحیف تھے اور بعض کافی تنومند۔ بے شمار لنگڑے لولے بھی تھے۔ میرا بدن لرز گیا۔ انسانیت کی یہ تذلیل ایک انسان نے ہی کی تھی۔

"یہ سب . . . دنیا کے خطرناک ترین مجرم ہیں لیکن اپنی زندگی کا آخری جرم کر کے یہ یہاں تک آئے اور اب یہ کوئی جرم نہیں کر سکیں گے۔ اِن علاقوں کا انتظام نہایت سائنٹیفک طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ یہ میری اور ہائل جوشیو کی مشترکہ اسکیم تھی جس کے تحت یہ یہاں پہنچے۔ پہلے ہم اپنے کسی مخالف کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ وہ یا تو ہلاک کر دیا جاتا تھا یا پھر یہاں پہنچ جاتا تھا۔ لیکن کتنے گدھے پالتے ہم لوگ؟ ہم نے کچھ اور طریقے دریافت کیے۔ ایِن کے پر لوٹ مار کا تہوار منایا جاتا ہے، وہاں کسی کو قتل کرنا جرم ہے لیکن مجرم ذہن کہاں باز آتے ہیں، چنانچہ ایک دشمنیوں کا جزیرہ بھی فراہم کیا گیا جہاں ہر روز کچھ انسانی لاشوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اِس طرح اِس تہوار کے ذریعے خطرناک لوگوں کو آپس میں دشمن بنا کر انھیں لڑا دیا جاتا ہے اور وہ لوگ اپنا حساب خود کر لیتے ہیں۔ ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔"

ایک کمرے کے سامنے رُک کر فیرو نے دلچسپ نگاہوں سے اندر دیکھا۔ وہاں دس پندرہ افراد بند تھے۔ نہایت خستہ حالت تھی اُن کی، لیکن اُن کی آنکھوں میں سُلگتی نفرت کی چنگاریاں صاف دیکھی جا سکتی تھیں۔ اُن میں سے ایک نے کہا "آئی وان فیرو! آج تم ہمیں دیکھ لو، لیکن اُس دن کا انتظار کرو جب ہم سب مل کر تمھیں فنا کر دیں گے۔"

"آہستہ آہستہ یہ اپنا ذہنی توازن کھوتے جا رہے ہیں۔" فیرو نے اُن کی طرف توجہ دیے بغیر کہا۔ دفعتاً ایک ہلکی سی آواز فضا میں اُبھری اور فیرو چونک پڑا۔ "ایک پیغام ہے میرے لیے، ذرا دُور ہٹ کر سنوں گا۔" وہ خودکار کرسی کو ہال کے دوسرے سرے پر لے گیا۔

میں نے سلاخوں کے قریب کھڑے ہوئے شخص سے کہا۔ جس نے پیش گوئی کی تھی "مجھے دیکھ لو، مجھے پہچان لو۔ وہ دن میں تمھارے لیے لاؤں گا جب تم فیرو کو فنا کرو گے۔ خود کو اس کے لیے تیار کر لو۔ اپنے ساتھیوں کو یہ خوشخبری سنا دو۔ وہ وقت قریب آ گیا ہے۔"

"تم کون ہو؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"یہ تفصیلی گفتگو کا وقت نہیں ہے۔ شیطان ہماری آواز سُن لے گا لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے اسے پتھر کی لکیر سمجھو۔" میں اُس جگہ سے ہٹ آیا۔ ابھی فیرو کو مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ فیرو پیغام سُن چکا تھا۔ اُس نے ہاتھ سے مجھے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ اِس دوران میں ان جنگلوں کے دروازوں کا جائزہ لے چکا تھا۔ باہر نکلتے ہوئے میں نے یہاں تک کے راستے کو بھی ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔

فیرو نے کہا "ہائل جوشیو کی طرف سے ایک پیغام ملا ہے، مجھے کچھ اہم کام کرنے ہیں — تمھارے بارے میں، میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں۔ تمھیں تمھاری شرط پوری کرنے کا پورا موقع دیا جائے گا لیکن اِس کے لیے کچھ وقت لگے گا۔ محافظوں کو ہدایت کر دی جائے گی کہ تمھارا اُس وقت تک احترام کریں جب تک تمھاری طرف سے کوئی غلط اقدام نہ ہو۔ اِس لیے، پُرسکون رہنا ضروری ہے۔"

"اگر میری توہین کرتے رہنا ضروری ہے تو تمھیں اختیار ہے مسٹر فیرو۔" میں نے بیزار لہجے میں کہا۔

بھاری بدن والے ایک شخص کو میرے خدمت گار کے طور پر مقرر کر دیا گیا۔ یہ جلی جلی شکل والا ایک بدشکل آدمی تھا۔ اسی نے مجھے ایک آرام دہ کمرے میں پہنچایا اور مشینی انداز میں بولا "کوئی حکم ماسٹر؟"

"صدیوں سے کچھ کھایا پیا نہیں ہے، اِس لیے . . ."

"ابھی حاضر کرتا ہوں۔" اُس نے کہا اور واپسی کے لیے مُڑ گیا۔

"سنو! تمھارا نام کیا ہے؟"

"نام بتانے کا حکم نہیں دیا گیا مجھے۔" اُس نے ترش لہجے میں کہا اور باہر نکل گیا۔

میں سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا تھا۔

اِن ہنگامہ خیز حالات میں مجھے اب موقع ملا تھا کہ میں ان کے بارے میں کچھ سوچ سکوں۔ رحمتِ خداوندی تھی کہ اب تک زندگی بچی ہوئی تھی ورنہ موت تو بار بار قریب آ کر گزر جاتی تھی۔ قدرت ابھی زندہ رکھنا چاہتی تھی اور یقیناً اِس زندگی کا کوئی مصرف ضرور ہو گا ورنہ بے چاری بُری بدترین موت ماری گئی تھی لیکن اِس بے بسی کے عالم میں اس کے لیے کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

چڑچڑا خادم ناشتے کی ٹرے لے آیا۔ اس میں کافی کی پیالی بھی رکھی ہوئی تھی۔ واپس مُڑا تو میں نے کہا "تم کون سی چابی سے چلتے ہو دوست؟"

وہ رُک گیا اور سوئچ بورڈ کی طرف انگلی اٹھا کر بولا "میری ضرورت ہو تو وہ بٹن دبا دینا۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

ناشتا کرتے ہوئے میں موجودہ حالات کے بارے میں سوچتا رہا۔ ہائل جوشیو کو بے نقاب کرنے کی بات صرف ایک ڈھکوسلا تھی، میں نے آئی وان فیرو سے جان بچانے کے لیے یہ کھیل کھیلا تھا اور اتفاق سے میرا تیر نشانے پر بیٹھا تھا، ورنہ یہ حقیقت تھی کہ میں اُس کی گرد بھی نہیں پا سکتا تھا۔ ہائل جوشیو ایک عالم کے لیے مصیبت بنا ہوا تھا، میں کیا اور میری اوقات کیا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آئی وان فیرو کے چنگل سے نکلنا بھی مشکل کام تھا۔ یہاں موجود قیدیوں کے بارے میں بھی میرے دل میں احساس تھا۔ اُن کی زندگی کچھ بھی رہی ہو لیکن وہ جس حالت میں تھے وہ قابلِ نفرت تھی۔ انسانیت کی یہ تذلیل مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی تھی۔ میں پلاننگ کرتا رہا۔ کوئی ایسی ترکیب، کوئی ایسا کلیہ جس کی بنیاد پر فیرو کو متاثر کیا جا سکے۔ دل میں کچھ اور فیصلے بھی کیے۔ سوچا کہ تہذیب مائکم ایکس کے ذریعے اب تارنیا کو پیغام دے دیا جائے۔ اُس سے کہا جائے کہ یہاں کے حالات اُلجھے ہوئے ہیں اور جن لوگوں کو مخلص سمجھا جا رہا ہے وہ جوشیو کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ تنہا کوئی کام مشکل ہی نظر آتا ہے۔

وقت گزرتا رہا۔ دوسرے دن صبح کو ملازم ناشتے کی ٹرے لے کر آیا تو اس کا انداز بدلا ہوا تھا "خیریت، آج تمھارے چہرے میں کچھ تبدیلی نظر آ رہی ہے؟"

"کیسی تبدیلی؟" اُس نے مسکرا کر پوچھا۔

"یہی دیکھ لو۔ اِس وقت تم مسکرا رہے ہو۔"

"اس کی ایک وجہ ہے۔"

"کیا؟"

"وہ موجود نہیں ہے۔"

"کون؟"

"آئی وان کی بات کر رہا ہوں۔"

"اوہ! اِس کی موجودگی میں تمھارا موڈ بگڑا رہتا ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"پھر کیا بات ہے؟"

"اس کی ایک خفیہ رہائش گاہ ہے جہاں اس جزیرے کے ایک ایک چپے پر ہونے والی گفتگو سنی جاتی ہے۔ اُس نے ایسا نظام قائم کر رکھا ہے جس کی بنیاد پر وہ خود کو ہر بات سے باخبر رکھتا ہے اور بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسا نظام ہے۔ لوگ اسے اس کی حیرت انگیز قوتوں کا کرشمہ سمجھتے ہیں۔"

"تمھیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟"

"بس یہ میرا اپنا کام ہے۔"

"تمھیں یقین ہے کہ اِس وقت ہماری گفتگو نہیں سنی جا رہی؟"

"یقین ہے۔" اس نے پُراعتماد انداز میں کہا۔

"ممکن ہے اُس کی کوئی قائم مقام شخصیت اُس کی غیر موجودگی میں یہ کام انجام دے رہی ہو؟"

"یہی تو دلچسپ بات ہے۔ بعض اوقات انسان اپنی احتیاط کے جال میں پھنس جاتا ہے اور وہیں نقصان اٹھاتا ہے۔ وہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔ اِس لیے اُس نے اپنا یہ راز کسی کو نہیں دیا۔"

"اِس طرح تو تم بہت اہم آدمی ہوئے لیکن تمھیں اُس کی اُس خفیہ جگہ کا علم کیسے ہوا؟"

"چھوٹا سا آدمی ہوں، معمولی سا خادم۔ ذہنی طور پر صرف ایک غلام۔ ایسے لوگوں پر کون توجہ دیتا ہے۔"

"کام کے آدمی ہو دوست! اب تو اپنا نام بتا ہی دو۔"

"شارٹو۔" اُس نے کہا اور میں نے گردن ہلائی۔ لیکن پھر چونک پڑا۔

"شارٹو؟"

"آپ کا خادم مسٹر علی! جس کے بارے میں آپ کو یقین ہو گا کہ مر چکا ہے۔" اُس نے دبی ہوئی آواز میں کہا اور میں اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ شارٹو کی اصل آواز میں نے پہچان لی تھی۔ میرا چہرہ حیرت کا مرقع بن گیا تھا۔

"سمندر کی گہرائیاں مجھے نہ نگل سکیں چیف، اور میں ان لوگوں کو ڈاج دے کر یہاں تک آ گیا۔ بڑی مشکلات پیش آئی تھیں لیکن تقدیر میرا ساتھ دیتی رہی اور بالآخر میں نے یہ شکل اختیار کر لی۔"

"خدا کی پناہ! یہ تم ہو؟"

"ہاں چیف۔"

"شارٹو! تمھاری زندگی سے مجھے جتنی خوشی ہوئی ہے بیان نہیں کر سکتا لیکن یہ میک اپ؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں نے خود کیا ہے چیف۔"

"بہت شاندار ہے۔ تمھیں میک اپ کا سامان کہاں سے مل گیا ہے؟"

"دشمن کی کچھار سے۔ میں یہاں بڑے سکون سے کام کرتا رہا ہوں، لیکن تم یہاں تک آجاؤ گے چیف، مجھے اس کی اُمید نہیں تھی۔"

"شارٹو! تمھارے مل جانے سے مجھے بہت مسرت ہوئی ہے میں خود کو ہزار گنا زیادہ طاقتور محسوس کر رہا ہوں۔"

"اب یہ بتاؤ چیف، تمھاری یہاں کیا پوزیشن ہے؟"

"بے حد خطرناک۔ کوئی بھی لمحہ میرے لیے موت کا لمحہ بن سکتا ہے۔"

"مجھے تو تمھاری زندگی پر ہی حیرت ہے یقیناً فیرو کے ذہن میں کوئی لمبا منصوبہ ہوگا ورنہ وہ درندہ صفت وحشی اپنے کسی بھی دشمن کو ایک لمحے کے لیے بھی زندہ چھوڑنے کا عادی نہیں ہے۔"

"میں بھی ایک چکر میں پھنسا ہوا ہوں۔"

"وہ کیا چیف؟"

"میں نے اُسے چیلنج کیا ہے کہ میں ہائل جوشیو کو بے نقاب کروں گا اور اُس نے میرا یہ چیلنج منظور کیا ہے۔"

"اوہ۔ مگر چیف کیا تمھیں یقین ہے کہ ہائل جوشیو اس کے علاوہ کوئی اور ہے؟"

"کیا مطلب...؟" میں چونک پڑا۔

"دعوے سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن امکان یہی ہے کہ وہ خود ہی، ہائل جوشیو ہے۔ اس پورے علاقے میں ایک بھی انسان تمھیں ایسا نہیں ملے گا جو یہ کہہ سکے کہ وہ ہائل سے واقف ہے اس بات سے تم کیا اندازہ لگا سکتے ہو؟"

"تمھارا کیا خیال ہے؟"

"صرف ایک۔" شارٹو انگلی اٹھا کر بولا۔ "ہائل جوشیو صرف ایک نام ہے جس کی آڑ لی گئی ہے۔ دوسرا طاقتور آدمی فیرو ہے۔ اُس نے ہائل کا کھیل شروع کر کے خود کو دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے چیف۔"

میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ شارٹو کی بات میں وزن تھا۔ اس کے امکانات ہو سکتے تھے۔ ایک بے حد چالاک انسان یہ سب کچھ کر سکتا تھا۔ فیرو نے ہائل کا نام تخلیق کیا۔ اس کے نام سے کاروبار کیا اور خود کو دوسری بڑی پوزیشن دے دی۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے ہائل سے دشمنی کا کھیل بھی رچایا تاکہ جوشیو کے دشمن اس سے رابطہ رکھیں اور وہ اُن سے واقف ہوتا رہے۔ بڑا پیچیدہ کھیل تھا۔ ظاہر ہے میں قیامت تک کسی ہائل جوشیو کو برآمد نہیں کر سکتا تھا البتہ اس سلسلے میں جو کچھ عمل کیا جاتا وہ اس کا جائزہ لے سکتا تھا اور خود کو محفوظ کر سکتا تھا۔

"اس طرح تو صورتِ حال اور خراب ہو گئی شارٹو!"

"تمھارا کیا پروگرام ہے چیف؟"

"یہاں سے نکلنے کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے شارٹو؟"

"آج اور اسی وقت کچھ نہ کچھ کر لیا جائے، بعد کے بارے میں کوئی بات نہیں کی جا سکتی۔"

"اوہ لیکن مجھے سچویشن نہیں معلوم۔"

"مجھے معلوم ہے چیف، یہاں سخت انتظامات ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کوشش کی جا سکتی ہے۔ میرے پاس کافی سامان جمع ہے ایمونیشن، دستی بم وغیرہ۔ اس کے علاوہ ایک اور پروگرام بھی ہے۔"

"یہ چیزیں تمھارے پاس ہیں؟" میں نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا اور شارٹو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہمیشہ کی عادت ہے چیف! اسے کچھ بھی کہہ لو۔ جس وقت ہائی اسپیڈ بوٹ میں تم پہلی بار میرے ساتھ نکلے تھے تو تم نے یہی کہا تھا کہ کاش ایمونیشن کا انتظام ہوتا اور میں نے تمھارے سامنے کشتی کے اندر ہی ایک اسلحہ خانہ پیش کر دیا تھا۔" شارٹو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، مجھے یاد ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں کہہ رہا تھا، ہمیشہ کی عادت ہے۔ جہاں بھی ہوتا ہوں، خوراک کے ساتھ اسلحہ کو بھی ضروری سمجھتا ہوں اور اس کے انتظام میں مصروف ہو جاتا ہوں۔ ایک خدمتگار کی حیثیت سے یہاں ہر جگہ آنے جانے کی آزادی تھی۔ تھوڑا تھوڑا ایمونیشن چُراتا رہا اور اسے ایک ذخیرے کی شکل میں جمع کر لیا اور اب میں اس میں خود کفیل ہوں۔"

مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔

"عمدہ آدمی ہو شارٹو!"

"میں نے کہا تھا نا چیف، ایک اور پروگرام بھی میرے ذہن میں ہے۔"

"ہاں، وہ کیا پروگرام ہے؟"

"جزیرے پر محافظ کافی تعداد میں موجود ہیں۔ ہم دونوں ہر چند کہ اسلحے سے لیس ہیں لیکن ان سب سے مقابلہ ذرا مشکل ہے یہاں فیرو کے ذاتی دشمنوں کا ایک قید خانہ بھی ہے۔"

"ہاں، ہے۔" میں نے کہا۔

"قید خانے کی چابیاں اُن دو محافظوں کے پاس ہوتی ہیں جو وہاں پہرہ دیتے ہیں۔ سب سے پہلے انھیں ہلاک کر دیا جائے اور قیدیوں کو کھول دیا جائے۔ یہ قیدی ہماری مشکل آسان کر دیں گے۔"

"کمال ہے شارٹو! میں نے ان قیدیوں سے رہائی کا وعدہ

بھی کیا ہے۔ میں تمھاری تجویز سے سو فی صدی متفق ہوں مگر یہ کام...؟"

"آج ابھی۔" شارٹو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس جزیرے سے نکلنے کے لیے کیا بندوبست ہو سکتا ہے؟"

"ہمیں جنوبی ساحل پر چلنا ہوگا۔ وہاں کھاڑی میں چند کشتیاں موجود ہوتی ہیں۔ ان میں سے کوئی کشتی ہمارے کام آسکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے یقیناً تم اس دوران بہت کچھ کرتے رہے ہو۔"

"ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنا میری عادت ہی نہیں۔ میں جاؤں؟"

"تمھارا اسلحے کا ذخیرہ کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بس ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمھارے سامنے پیش کر دوں گا۔ اب جاؤں؟"

"خدا حافظ۔" میں نے کہا اور شارٹو باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں اس پروگرام کے بارے میں سوچنے لگا اگر اس کا آغاز کر کے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو اس کے بعد زندگی کا کوئی چانس نہیں ہوگا۔ قیدیوں کا معاملہ بھی بے حد خطرناک تھا وہ نیم دیوانے ہو چکے تھے۔ کہیں ہمارے لیے ہی خطرہ نہ بن جائیں۔ انھیں اس جزیرے سے نکال کر کسی محفوظ مقام تک پہنچانے کا تصور ہی بے کار تھا۔ ہمارے پاس اتنے وسائل نہ تھے۔ صرف انھیں اُن قید خانوں سے نکالا جا سکتا تھا، اُس کے بعد اُن کی تقدیر۔

شارٹو کا انتظار کرتا رہا۔ وہ تقریباً بیس منٹ کے بعد آیا لیکن بڑے دلچسپ انداز میں، ایک بڑی سی ٹرالی دھکیلتا ہوا لایا تھا جس پر برتن سجے ہوئے تھے۔ ایک ڈش میں دستی بم لڈوؤں کی طرح چُنے ہوئے تھے۔ ایک قاب میں الگ الگ ہو جانے والی خودکار رائفلوں کی نالیں۔ دوسری میں اُن کے کُندے اور تیسری میں درمیانی چیزیں تھیں۔ ٹرالی کے نچلے حصّے میں کارتوسوں کے پیکٹ جمے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ کینوس کے دو تھیلے بھی فولڈ کیے ہوئے موجود تھے۔ بالکل نچلے حصّے میں پنیر، مکھن اور ڈبل روٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ پوری ٹرالی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔

"میں نے میک اپ کے سامان کا پیکٹ بھی احتیاطاً رکھ لیا ہے، ممکن ہے کہیں کام آجائے۔ کیا خیال ہے چیف؟"

"تم نے کمال کیا ہے شارٹو! تعریف بعد میں کروں گا فی الحال ہمیں تیزی سے کام کرنا چاہیے۔"

"او کے چیف۔" شارٹو نے کہا۔ سب سے پہلے ہم نے رائفلیں اسمبل کیں، میگزین لگائے اور پھر ضروری سامان کے تھیلے بنا کر انھیں کندھوں سے کس لیا۔ اب تیاریاں مکمل تھیں۔

"اُن راستوں کے بارے میں جانتے ہو جہاں سے گزر کر قیدیوں کی کوٹھریوں تک پہنچا جا سکتا ہے؟"

"ہاں چیف! مجھے اس علاقے کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے اس دوران میں یہی کچھ تو کرتا رہا ہوں لیکن میں تمھیں اس سے آگاہ کر دوں کہ ان لوگوں کو کھولنے کے بعد ہمیں اپنی فکر کرنا ہوگی۔ نہ جانے کب سے وہ قید و بند کی زندگی گزار رہے ہیں۔ مجھے تین بار اس حصّے میں جانے کا موقع ملا ہے اور میں نے اُن کی آنکھوں میں نفرت کی جو مشعلیں روشن دیکھی ہیں، اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر انھیں رہائی ملی تو وہ کم از کم اس جزیرے پر ایک بھی ذی روح کو زندہ نہیں چھوڑیں گے ہو سکے ان کے علاوہ ہو۔ چنانچہ ہمیں بہت ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا۔"

"تو پھر کام شروع؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں چیف ہر چند کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا اور ایک شیطان جزیرے پر موجود تمام شیطانوں سے زیادہ خطرناک اور طاقتور ہے لیکن کیا کیا جا سکتا ہے۔ جو کچھ بھی ہاتھ آجائے۔"

"چلو۔" میں نے شارٹو سے کہا

"ایک منٹ چیف پہلے میں یہاں سے نکل جاؤں ہر چند کہ کوئی مجھ پر نگاہ نہیں رکھتا لیکن اس کے باوجود ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ راہداری کے آخری سرے پر میں تمھیں مل جاؤں گا۔"

شارٹو اپنا تھیلا اپنے شانوں سے باندھ کر باہر نکل گیا۔ میں بھی تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔ چنانچہ چند لمحوں بعد میں بھی کمرے سے باہر نکل آیا اور ہم مناسب انداز میں دوسروں کو شبہے کا موقع دیے بغیر آگے بڑھنے لگے۔ جس راستے سے آئی وان فیرو مجھے وہاں لے گیا تھا، شارٹو نے وہ راستہ نہیں اختیار کیا بلکہ وہ ایک پتلی سی سُرنگ سے گزر کر اس علاقے تک پہنچا جہاں وہ ٹینس کورٹ نما جگہ بنی ہوئی تھی۔ چند سیڑھیوں نے ہمیں اوپری حصّے تک پہنچایا اور پھر ہم اس ٹینس کورٹ کے دروازے کے سامنے تھے۔ دروازے پر دو مسلح محافظ موجود تھے۔ ہمیں دیکھ کر انھوں نے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی رائفلیں سیدھی کر لیں۔

"بے وقوف آدمی، مجھے نہیں پہچانتے۔ میں فیرو کے ساتھ یہاں آیا تھا اور اس وقت تم موجود تھے مجھے کچھ کام ہے۔" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ دونوں محافظوں کے ہاتھ جھک گئے۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ جونہی رائفلوں کی نالیں ہمارے سینوں کی سمت سے ہٹیں، میں نے اور شارٹو نے بیک وقت ان پر حملہ کر دیا اور پھر انھیں ٹینس کورٹ کے دروازے میں رگیدتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ ہم نے انھی کی رائفلیں لیں اور اُن کی نالیں اُن کی گردنوں پر رکھ کر پوری قوت سے دبانے لگے۔ دونوں نے ایک ہی حربہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اختیار کیا تھا۔

کٹہروں میں موجود قیدیوں کو جب آہٹیں محسوس ہوئیں تو وہ معمول کے مطابق جنگلے کے پاس آ کھڑے ہوئے اور انھوں نے اپنی آنکھوں سے یہ دلچسپ منظر دیکھا۔ بے شمار قہقہے اُبھرے، دبی دبی سسکیاں، آوازیں اور قہقہے، جیسے وہ اس منظر سے بہت لطف اندوز ہو رہے ہوں۔ ذرا سی دیر میں ہم نے اپنے دشمنوں کو ختم کر دیا۔ دونوں محافظوں کی زبانیں اور آنکھیں باہر نکل آئی تھیں۔ انتہائی پھرتی سے میں نے اپنے شکار کی جیبیں ٹٹولیں اور چابیوں کا ایک گچھا مجھے مل گیا۔ دوسرے محافظ کی جیب میں ظاہر ہے، چابیاں نہیں تھیں۔ میں نے چابیوں کا گچھا شارٹو کی جانب اُچھالا اور ان قیدیوں کی رائفلیں اُٹھا کر ایک سمت پھینک دیں۔ پھر اُن کی لاشیں بھی گھسیٹ کر ایک کونے میں ڈال دیں۔ شارٹو اُن دروازوں کی جانب بڑھ گیا تھا جن میں تالے لگے ہوئے تھے۔

خونخوار وحشیوں کی آنکھوں میں انتقام کی چمک تھی۔ میں نے کچھ چابیاں اس گچھے میں سے نکال لیں جنھیں شارٹو استعمال کر رہا تھا اور اس کے بعد ہم ایک ایک کٹہرے کا تالا کھولنے لگے۔ تالے کھولنے کے بعد ہم نے آہستہ آہستہ اُن کے دروازے کھولے اور آخری دروازہ کھولتے ہی ہم دونوں باہر کی طرف دوڑ پڑے۔

کٹہروں میں بند کسی قیدی نے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی، وہ جھجک رہے تھے لیکن پھر ایک دروازے میں سے دو آدمی باہر نکلے، اُن کا انداز اتنا محتاط تھا جیسے اُنھیں کسی دھوکے کا خدشہ ہو لیکن مطلع صاف پا کر وہ برق رفتاری سے باہر کی سمت دوڑنے لگے۔ بڑا ہی ہولناک منظر تھا۔ کچھ نیم دیوانے زمین پر رینگتے ہوئے باہر آنے کی کوشش کر رہے تھے اور کچھ دوڑ میں دوسروں سے آگے نکل جانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔

اُن کی چیخوں سے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے دروازے کے قریب پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لیے رُکے اور پھر برق رفتاری سے باہر نکل گئے۔

ہمیں ایک طرف سمٹ جانا پڑا تھا اور ہم ستونوں کی آڑ میں اپنے آپ کو چھپانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اُن لوگوں سے ہمیں بھی خوف تھا۔

پھر راہداری میں پہلا محافظ اُن کا شکار ہوا۔ اُس نے اپنی رائفل دیوار کے ساتھ ٹکا رکھی تھی۔ اِس سے پہلے کہ وہ ہنگامے سے آگاہ ہوتا، وحشی اُس پر ٹوٹ پڑے۔ محافظ نے انتہائی پھرتی سے رائفل اٹھا کر دو فائر کیے تھے لیکن اس کے بعد اس کے جسم کے مختلف ٹکڑے فضا میں اُڑتے ہوئے نظر آئے۔ اسے الارم کا سوئچ آن کرنے کا موقع بھی نہیں مل سکا تھا۔

ہم دونوں اب یہاں نہیں رُک سکتے تھے چنانچہ برق رفتاری سے بیرونی راستے کی جانب دوڑنے لگے۔ اس دوران تمام وحشی قیدی باہر نکل گئے تھے۔ جب ہم اس عمارت کے سامنے والے حصے میں آئے تو ہم نے خوفناک شور اور فائرنگ کی آوازیں عمارت میں اور پھر اس کے باہر سُنیں لیکن ہم جنوبی سمت میں دوڑنے لگے تھے۔

باہر موجود محافظ اب اس ہنگامے سے آگاہ ہو چکے تھے اور چیخ و پکار کے ساتھ فائرنگ کی آوازیں بھی مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ ہم دونوں درختوں کے جُھنڈ کی جانب پہنچ گئے۔ دفعتاً ہم نے ایک شخص کو دیکھا، وہ ایک محافظ تھا اور دیوانہ وار دوڑ رہا تھا اور چھ سات ننگ دھڑنگ قیدی اس کے تعاقب میں آ رہے تھے۔ وہ بھیڑیوں کی پوری قوت سے چیخ رہے تھے اور محافظ کو قابو کر لینا چاہتے تھے۔ یہاں سے بھاگنے کی فکر میں سرگرداں ہونے کے بجائے وہ یہاں موجود ایک ایک فرد کو اپنے انتقام کا نشانہ بنانے میں کوشاں تھے۔ اِن لوگوں کو اگر کنٹرول کر کے اس جزیرے سے نکالنے کی کوشش کی بھی جاتی تو وہ ناکام رہتی، کیوں کہ جوشِ انتقام نے ان کی رگوں میں خون کی جگہ آگ دوڑا دی تھی اور وہ اپنی زندگی سے زیادہ اپنے دشمنوں کی زندگی ختم کرنے کے درپے تھے۔

"اِدھر آ جاؤ چیف... اِدھر، پھرتی سے"، شارٹو کی آواز نے مجھے چونکا دیا اور میں اُس کی بتائی ہوئی سمت کی جانب دوڑنے لگا۔ وہ جنوبی سمت جا رہا تھا۔ اس محافظ کو وحشیوں نے پکڑ لیا اور اس طرح اُچھل اُچھل کر اُس پر گرنے لگے جیسے شیر شکار پر جھپٹتا ہے۔ تیز دانتوں سے انھوں نے محافظ کے بدن کو بُری طرح اُدھیڑ ڈالا۔ اُس کی دردناک چیخیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ قیدی اُس کے جسم کے مختلف حصّوں میں دانت گاڑ کر اُسے اُدھیڑ رہے تھے، اُن کی نفرت انتہا پر تھی۔ بس یہی منظر میں دیکھ سکا اور اس کے بعد ہم اُن لوگوں سے کافی دُور نکل آئے۔ ہمیں جس قدر جلد ممکن ہو سکتا تھا اُس جگہ پہنچ جانا تھا جہاں شارٹو کے بیان کے مطابق کشتیاں موجود تھیں۔

محافظ چونکہ قیدیوں سے اُلجھ گئے تھے اور چاروں طرف سے سمٹ کر اُنھی پر نگراں ہو گئے تھے اس لیے ہمیں اپنے سفر میں بہت زیادہ دقّت پیش نہیں آئی اور ہم نہایت برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے بالآخر اُس جنوبی کھاڑی تک پہنچ گئے جو سمندر سے جزیرے میں کافی دور تک آ گئی تھی۔ اس کے دونوں سمت ناہموار چٹانیں تھیں جن پر جگہ جگہ سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ سیڑھیاں کاہی سے اتنی خراب ہو گئی تھیں کہ ان پر اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہوتا لیکن ان لوگوں نے سیڑھیوں کے ساتھ ریلنگ لگائی تھی جسے پکڑ کر ہی سیڑھیوں پر قدم جمائے جا سکتے

تھے۔ شارٹو نے ایک ہائی اسپیڈ بوٹ کی جانب اشارہ کیا اور میں نے تائید میں گردن ہلا دی۔

بوٹ میں اُترنے کے بعد میں نے اِدھر اُدھر دیکھا، شارٹو اپنے کام میں مصروف تھا۔ اُس نے پھرتی سے بوٹ کا انجن اسٹارٹ کیا اور بولا۔ "چیف! اور بھی لوگ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں تین دستی بم استعمال کر لینے چاہئیں۔"

میں نے شارٹو کی بات سے اتفاق کیا۔ اسپیڈ بوٹ اسٹارٹ ہو کر تھوڑا سا آگے گئی اور کھاڑی کے آخری سرے پر پہنچنے کے بعد شارٹو نے دستی بم نکال کر ایک طرف کھڑی ہوئی تین بوٹوں کی طرف اُچھال دیے۔ دو دستی بم اُس طرف اور ایک بڑی کشتی کی طرف اُچھالنے کے بعد ہم نے رائفلوں سے اُن کے انجنوں کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا اور اس کے بعد شارٹو نے دوبارہ بوٹ اسٹارٹ کر کے برق رفتاری سے آگے بڑھا دی۔

شارٹو اپنے آپ کو سنبھالے سمندر میں اِدھر اُدھر نگاہ دوڑاتا ہوا اسپیڈ بوٹ کو تیزی سے ایک سمت لے جا رہا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ اُسے اُن خطرناک کشتیوں کی زد سے باہر نکل جانا چاہیے جو جزیرے کی مخصوص سُرنگوں میں پوشیدہ ہیں اور جو صرف دشمنوں کا شکار کرنے کے کام آتی ہیں۔ اگر ان کشتیوں نے اس بوٹ کو دیکھ لیا تو پھر وہ اِس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔ میں دل ہی دل میں دُعا مانگ رہا تھا کہ اس وقت مزید کسی جھگڑے میں پڑے بغیر ہم کسی محفوظ مقام تک پہنچ جائیں۔ اور شاید یہ مقبولیت کا ہی وقت تھا کہ کافی دُور تک نکل آنے کے باوجود ہمیں ایسی کوئی کشتی نظر نہیں آئی۔ یہاں تک کہ فور کاز ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

شارٹو نے اطمینان کی گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ "چیف تقدیر کچھ ساتھ ہی دے رہی ہے۔ دو ہی باتیں ہیں یا تو اُن کشتیوں کو کارروائی کا حکم خود آئی وان فیرو دیتا ہوگا یا پھر ان کشتیوں کے ملاح وغیرہ بھی جزیرے پر ہوں گے اور اِن وحشیوں کے ہنگامے میں اُلجھ گئے ہوں گے۔"

کچھ بھی تھا، ہمیں اس صورتِ حال سے فائدہ ہوا تھا۔ سمندر میں جگہ جگہ جہاز، ٹگ اور چھوٹی کشتیاں نظر آ رہی تھیں۔

"چیف، کیا خیال ہے، مارشل تک چلیں؟" شارٹو نے پوچھا۔

"میں بھی اتفاق سے یہی سوچ رہا تھا شارٹو۔" میں نے جواباً کہا۔

"اگر تم میرے ہی انداز میں سوچ رہے تھے چیف تو غور کرو، مارشل تک پہنچنے کے بعد ہم دونوں آئی وان فیرو یا ہاک جوشیو کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔"

"بالکل، میرا بھی یہی خیال تھا لیکن..."

"میرے ذہن میں ایک تجویز ہے چیف، اگر تم اُسے پسند کرو؟" شارٹو میرا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی بول پڑا۔

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہم ایک جزیرے پر گئے تھے، جہاں ہمارا واسطہ ایک خوب صورت لڑکی سے پڑا تھا۔ یاد ہے نا؟"

"اور اُس کا نام سولیتا تھا؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اور اس کے ساتھ بوڑھا فارنوس بھی تھا۔"

"جو آبی پودوں پر ریسرچ کر رہا تھا۔" میں نے کہا اور شارٹو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ظاہر ہے چیف، لڑکی کافی خوب صورت تھی اور ذرا مشکل ہی ہوتا ہے ایسے چہروں کو بھول جانا۔"

"شارٹو! وہ لوگ بہت خطرناک شخصیت کے مالک ہیں میں ان کے بارے میں معلوم کر چکا ہوں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے چیف۔ لیکن کیا خیال ہے، وہ کیسی جگہ ہے؟ جہاں سب سے زیادہ تحفظ مل سکتا ہے ہمیں اور پھر ان لوگوں نے اپنے طور پر بھی اپنی رہائش کا کچھ نہ کچھ بندوبست کر لیا ہوگا۔"

"مجھے اطلاع ملی تھی کہ وہ لوگ اب وہاں موجود نہیں ہیں۔"

"اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا چیف، اگر وہ وہاں موجود نہیں ہیں، تب بھی ہم اُن کی رہائش گاہ اپنے کام میں لا سکتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ ہم وقتی طور پر وہاں پناہ لے کر کوئی منصوبہ بندی کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، تو اسی سمت چلو۔" میں نے کہا اور شارٹو نے ہائی اسپیڈ بوٹ کو ایک لمبا چکر دیا اور اس کے بعد وہ سمندر کی سطح کو چھوتی ہوئی گویا فضا میں پرواز کرنے لگی۔ شارٹو نے اس کی رفتار انتہائی تیز کر دی تھی، اُسے خدشہ تھا کہ کہیں ہائی اسپیڈ بوٹ میں ایندھن ختم نہ ہو جائے۔

"چیف، فیول بتانے والی سوئی کام نہیں کر رہی ہے اور اپنی جگہ ساکت پڑی ہے اس لیے یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ بوٹ میں کتنا ایندھن موجود ہے۔"

"ٹھیک ہے، چلتے رہو۔ جو کچھ بھی ہوگا، دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا۔

زیادہ دیر نہ لگی کہ ہمیں وہ جزیرہ نظر آ گیا۔ درختوں اور سبز پتّوں سے ڈھکے اس خطۂ زمین تک پہنچنے میں مزید کچھ منٹ صرف ہوئے اور بوٹ کی رفتار نے اُسے کنارے پر چڑھا دیا۔ ہم دونوں نیچے اُتر آئے تھے۔ تھوڑے ہی فاصلے سے درختوں کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

سلسلہ شروع ہو جاتا تھا لیکن ابھی ہم پوری طرح سنبھل کر آگے قدم بھی نہ بڑھا پائے تھے کہ ایک رنگین سا سایہ ہمیں نظر آیا۔ غالباً وہ کوئی لڑکی ہی تھی اور ظاہر ہے سولیتا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔

میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا۔ اگر سولیتا ہمارے ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ فارنوس کو ہماری آمد کی اطلاع مل جائے گی۔ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ فارنوس اسرائیلی ایجنٹ ہے، مجھے اس کی طرف سے ہوشیار رہنا ضروری تھا چنانچہ میں نے برق رفتاری سے اُس طرف چھلانگ لگا دی، جدھر سولیتا کو دیکھا تھا۔ وہ غالباً کچھ دیر پہلے سمندر میں نہا رہی تھی اور اسپیڈ بوٹ کو اس طرف آتے دیکھ کر پانی سے نکل آئی تھی۔ میں جس وقت اُس کے نزدیک پہنچا، وہ اپنا لباس پہن چکی تھی۔ مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے سہم سی گئی لیکن دوسرے ہی لمحے اُس نے خود کو سنبھال لیا۔ اس معصوم سی لڑکی کی شکل و صورت دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کسی خطرناک کام میں ملوث ہوگی۔ اپنے آپ کو سنبھالنے میں اُس نے جس مہارت اور پھرتی کا ثبوت دیا تھا، اُس نے مجھے یہ بھی احساس دلا دیا کہ وہ بہت آگے کی چیز ہے۔

"ہیلو،" میں نے اُس کے قریب پہنچ کر کہا۔ وہ خوف زدہ نگاہوں سے میرے عقب میں دیکھ رہی تھی، شارٹو آہستہ آہستہ اسی سمت آ رہا تھا۔

"ہیلو۔ یہ غیر مناسب بات ہے، میں لباس پہن رہی تھی۔"

"میں نے تمھیں اس سے منع نہیں کیا ڈیئر!" میں نے جواب دیا۔

"کیوں آئے ہو یہاں پر؟"

"اوہ! یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ ننھا سا جزیرہ تمھاری ملکیت ہے!"

"مم... میرا مطلب ہے، تم شاید پہلے بھی یہاں آ چکے ہو؟"

"شاید کا لفظ اضافی ہے، تم مجھے پہچان چکی ہو۔"

"نہیں۔ میں غیر متعلق لوگوں کو یاد رکھنے کی عادی نہیں ہوں۔" اس نے اپنے بال جھٹکتے ہوئے کہا اور پھر اُنھیں اپنے دونوں ہاتھوں سے پیچھے کی سمت کر کے باندھ لیا۔

"اور جو متعلق ہوں اُن کے بارے میں آپ کیا کہتی ہیں مس سولیتا؟"

"تمھارے لہجے میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس کر رہی ہوں میں۔ کیا بات ہے، کیا چاہتے ہو؟" وہ سنبھل کر بولی۔

"گڈ، یہ ہوئی نا بات۔" میں نے کہا۔ اتنی دیر میں شارٹو بھی ہمارے نزدیک پہنچ گیا تھا ــــ "تم بھی تو اس دن ساتھ تھے نا؟" اُس نے شارٹو کو مخاطب کیا۔

"آپ کی یادداشت بہت شاندار ہے مس سولیتا!" شارٹو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم اجنبی لوگوں کو اپنے درمیان دیکھنا پسند نہیں کرتے، بہتر یہ ہوگا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ پروفیسر فارنوس مجھے کسی بھی اجنبی شخص کے ساتھ ایک لمحہ برداشت نہیں کر سکتا۔"

"اور تم اُسے مستقل برداشت کر رہی ہو ڈیئر سولیتا! چند روز پہلے بھی ہم تمھارے لیے آئے تھے، کہاں چلی گئی تھیں تم؟"

"میرے لیے کیوں آئے تھے؟"

"آہ، تم نے شاید اپنی اُن رہائش گاہوں میں آئینے نہیں لگا رکھے یا پھر تم اپنے حسن سے ناواقف ہو، تمھیں دیکھنے کے بعد کس کا بار بار آنے کو جی نہ چاہے گا۔" میں نے کہا اور شارٹو اُچھل پڑا۔

"واہ چیف! اس سے قبل میں نے تمھارے مُنہ سے اتنی خوب صورت بات کبھی نہیں سُنی تھی۔"

"تم... تم لوگ..." سولیتا نے کہا اور پھر جملہ ادھورا چھوڑ کر ایک جھٹکے سے واپس مُڑ گئی۔ میں نے اب کسی تکلف سے کام نہیں لیا تھا۔ وہ دو تین قدم ہی چلی تھی کہ میں نے پیچھے سے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیے اور اُسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ سولیتا کے حلق سے ایک چیخ سی نکل گئی۔

"نہیں ہنی، چیخنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ جس بے اعتنائی کا مظاہرہ تم کر رہی ہو، وہ میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔"

"میں کہتی ہوں، بدتمیزی مت کرو۔ تم... تم چھوڑ دو مجھے، کمینے آدمی، چھوڑ دو مجھے۔" وہ میرے دونوں ہاتھوں کی گرفت سے اپنے آپ کو آزاد کرانے کی کوشش کرنے لگی۔ تب شارٹو آگے بڑھا۔

"چیف، ایسے کام میں بخوبی انجام دیتا ہوں۔" اُس نے کہا۔

سولیتا نے ایک بار پھر چیخنے کی کوشش کی، لیکن اس بار میں نے اُس کا مُنہ دبا لیا تھا۔

"فارنوس کے علاوہ یہاں اور کون کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"جو کوئی بھی ہے، تم کوئی بدتمیزی کر کے یہاں سے زندہ نہیں واپس جا سکتے۔"

"دیکھو سولیتا! ہم تم سے کوئی بدسلوکی نہیں کرنا چاہتے، بہتر یہ ہے کہ ہمیں اس بارے میں تفصیل بتا دو۔"

"تفصیل! کیسی تفصیل؟ یہاں کوئی نہیں ہے، ہم دونوں کے علاوہ۔ اور تم جانتے ہو، پروفیسر فارنوس یہاں آبی پودوں پر ریسرچ کرنے آئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے معاملات میں کسی کی مداخلت پسند نہیں کرتے۔ پہلے بھی وہ اس سلسلے میں ناراض ہو رہے تھے۔"

"یہ جزیرہ اُن کے والد صاحب نے ورثے میں دیا ہے؟"

"نہیں، مگر نہیں تو پھر یہاں تو کوئی بھی آ سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

دفعتاً سولیتا نے ایک قلابازی سی کھائی اور دوسرے ہی لمحے اُس کے ہاتھ میں ایک ننھا سا پستول نظر آیا۔ نجانے یہ پستول اُس نے کہاں چھپا رکھا تھا۔ اس سے پہلے تو یہ مجھے نظر نہیں آیا تھا لیکن شارٹو کی پھرتی بھی قابلِ دید تھی۔ جونہی سولیتا کا پستول والا ہاتھ سیدھا ہوا، شارٹو نے اپنا بیگ اُس کے ہاتھ پر دے مارا۔ پستول سولیتا کے ہاتھ سے نکل گیا اور اس کے ساتھ ہی شارٹو نے کسی کرکٹر کی طرح جمپ لگائی اور پستول کو زمین پر گرنے سے پہلے لپک لیا۔

"گڈ گڈ۔" میں نے دلچسپ انداز میں کہا۔

سولیتا اب خاصی وحشت زدہ نظر آ رہی تھی۔ وہ ہمیں خوف زدہ نگاہوں سے دیکھتی رہی، پھر بولی۔ "تم آخر چاہتے کیا ہو؟"

"فارنوس کہاں ہے؟"

"ہماری رہائش گاہ میں۔"

"اور رہائش گاہ کہاں ہے؟"

"وہ... وہ درختوں کے درمیان اُس طرف۔" اُس نے ایک سمت اشارہ کیا۔

"تو پھر چلو، ہم تمھارے مہمان بننا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا۔

سولیتا مجھے گھورنے لگی۔ اُس کی آنکھوں میں ملی جُلی کیفیات تھیں، شدید غصہ، خوف و ہراس اور نہ جانے کیا کیا۔ پھر وہ گردن جھٹک کر بولی۔ "آؤ۔" اور میں اُس کے ساتھ آگے چل پڑا۔ شارٹو اُس کا پستول ہاتھ میں سنبھالے آگے بڑھ رہا تھا۔ اُس نے غالباً پستول کے چیمبر چیک کر لیے تھے۔ ننھا سا یہ پستول انتہائی جدید طرز کا معلوم ہوتا تھا اور اُسے بہ آسانی کسی بھی چھوٹی سی جگہ چھپایا جا سکتا تھا۔ بظاہر وہ ایک کھلونا لگتا تھا لیکن اس کھلونے میں جو خوبیاں تھیں اُس کا اندازہ شارٹو کو ہو گیا تھا۔

پھر کسی طرف سے ایک آہٹ سی سنائی دی اور دو آدمی ایک دم باہر نکل آئے۔ یہ دونوں چمڑے کی جیکٹیں اور چُست پتلونیں پہنے ہوئے تھے۔ دراز قامت اور گوری رنگت کے مالک تھے۔ ہمیں دیکھتے ہی انھوں نے اپنے پستول سیدھے کیے اور شارٹو کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہا کہ وہ اُن کی کسی کارروائی سے پہلے ہی اُن کا کام تمام کر دے۔ دونوں گولیاں اُن کی پیشانی پر پڑی تھیں لیکن سیدھے پستولوں سے دفعتاً دو فائر ہوئے، میں اور شارٹو تو بچ گئے مگر دونوں گولیاں سولیتا کے حلق اور سینے میں پیوست ہو گئی تھیں۔ اُن کے نشانے چُوک گئے تھے۔ سولیتا کے ہاتھ ایک لمحے کے لیے فضا میں پھیلے اور پھر وہ اُوندھے مُنہ زمین پر آ رہی۔ دوسری طرف شارٹو کی کارروائی بھی مکمل تھی چنانچہ وہ دونوں بھی زمین پر گر کے تڑپنے لگے۔

"یہ بُرا ہوا شارٹو!" میں نے کہا۔

"چیف، جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے۔ میں ذرا اِن لوگوں کو دیکھوں۔ تم اِس لڑکی کو سنبھالنے کی کوشش کرو، ممکن ہے بچ ہی جائے۔" شارٹو نے کہا اور اُن دونوں کی سمت دوڑ گیا۔ مجھے سولیتا کی موت کا افسوس تھا۔ وقت سے پہلے ہی مر گئی تھی بےچاری حالانکہ شیری کے بیان کے مطابق وہ اسرائیلی جاسوسہ تھی اور ممکن تھا کہ مجھے اُس سے کچھ معلومات حاصل ہو جاتیں۔

میں نے اُسے جلدی سے سیدھا کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ اب اُس کے بدن میں جان نہیں ہے۔ ایک گولی حلق میں نرخرے کے عین قریب پیوست ہوئی تھی اور دوسری دل کے مقام پر۔ میں نے اُسے چھوڑ کر ایک طویل سانس لی، دوسری طرف شارٹو مایوسی سے گردن ہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"چیف یہ دونوں بھی فضا میں پرواز کر گئے ہیں۔" اُس نے ان دونوں کے پستول اور فالتو ایمونیشن قبضے میں کیا اور پھر اُن کی لاشیں گھسیٹ کر ایک جگہ کر دیں۔ "کیا خیال ہے چیف، پہلے اِن لوگوں کی آخری رسومات ادا کریں یا اپنا مقصد حل کریں؟"

"انھیں چھپا دینا ضروری ہے تاکہ اگر یہاں اِن کے کچھ ساتھی اور ہوں تو فوراً ہی ہماری صورتِ حال سے آگاہ نہ ہو سکیں۔"

"میں ابھی اِن کا بندوبست کرتا ہوں۔" شارٹو نے کہا۔ پھر اُس نے ایک چٹان تلاش کی اور تمام لاشیں اس کے کنارے لگا دیں اور پھر لمبی لمبی جھاڑیوں سے انھیں ڈھک دیا۔ اب وہ کسی کی نگاہ میں نہیں آ سکتی تھیں۔ شارٹو پھرتی سے اِس کام سے فارغ ہو گیا اور پھر ہاتھ جھاڑتا ہوا میرے پاس آ کھڑا ہوا۔ سولیتا کا پستول خالی کر کے وہیں ڈال دیا گیا۔ یہاں ہم وقتی پناہ کے لیے آئے تھے لیکن آتے ہی گڑبڑ ہو گئی تھی۔ اب فارنوس پر قابو پانا بھی ضروری تھا ورنہ ان حالات میں وہ مصیبت بن سکتا تھا۔

"سولیتا نے اُس طرف اشارہ کیا تھا نا؟" میں نے شارٹو سے پوچھا۔

"ہاں چیف۔"

"آؤ، ہوشیاری سے فارنوس کو زندہ پکڑنا ہے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم اُن جھاڑیوں کی طرف سفر کرنے لگے جو سات سات فٹ بلند تھیں اور اس قدر گنجان تھیں کہ دوسری طرف دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ ایک جگہ سے ہم جھاڑیوں میں گھسے تو ایک چٹان نے راستہ روک لیا۔ چٹان دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ ہم اس کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ساتھ ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ خشک جھاڑیوں میں ہمارے قدموں سے سرسراہٹ پیدا ہو رہی تھی چنانچہ بار بار رُکنا پڑتا۔ پھر ایک جگہ چٹان ختم ہوگئی۔ یہاں جھاڑیاں اِس طرح کُچلی ہوئی تھیں جیسے یہاں سے اکثر آمد و رفت رہتی ہو۔ یہاں رُک کر ہم نے آہٹیں لیں اور پھر دبے قدموں دوسری طرف نکل آئے۔

دوسری طرف ایک گول احاطہ تھا جس کے کنارے کنارے درخت اُگے ہوئے تھے اور اِن درختوں کے ساتھ ساتھ ویسی ہی بُلند جھاڑیاں تھیں۔ اگر سولیتا اِس طرف اشارہ نہ کرتی تو شاید ہم سارا دن صرف کر کے بھی چٹانوں میں ترستے ہوئے اِس مکان کو تلاش نہ کر سکتے جو انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تھا۔ چوکور دروازے پر کواڑ نہیں تھے۔ دوسری طرف روشنی نظر آ رہی تھی۔ ہم پستول سنبھالتے ہوئے اندر داخل ہوگئے۔

چٹان اندر سے کھوکھلی کر لی گئی تھی اور اِس کے پورے طول و عرض میں ایک لمبا کمرا نظر آ رہا تھا۔ روشنی پیٹرومیکس لیمپ کی تھی۔ سرکنڈوں کے مونڈھے پر فارنوس نظر آ رہا تھا جو اِس روشنی میں کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ پھر اِس کے حسّاس کانوں نے ہماری آواز سُنی اور دوسرے لمحے وہ پلٹ پڑا۔ ہم دونوں نے اُس پر پستول تان لیے تھے۔

"کتاب رکھ کر ہاتھ بلند کر دو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور وہ سکتے کے سے عالم میں ہمیں گھورتا رہ گیا۔ شارٹو نے آگے بڑھ کر اُس کے ہاتھ سے کتاب لے لی اور پھر اُسے گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ شارٹو کو صورتِ حال کا علم نہیں تھا لیکن شیری مجھے بتا چکی تھی کہ وہ جوان آدمی ہے۔ دوسرے لمحے اُس نے شارٹو کو جُھکائی دی اور اُسے اپنی ڈھال بنا کر سامنے کر لیا۔ اُس نے ایک ہاتھ شارٹو کی گردن میں ڈال لیا تھا اور دوسرے سے اُس کے پستول والے ہاتھ کو قابو میں کر لیا تھا لیکن اُسے شارٹو کی قوّت کا اندازہ نہیں تھا۔ شارٹو تھوڑا سا جُھکا اور اُس نے فارنوس کو پُشت پر لاد کر سامنے پھینک دیا۔

"خبردار شارٹو ــــ مار نا مت۔" میں چیخا اور شارٹو رُک گیا ورنہ اُس نے پستول سے فارنوس کا نشانہ لے لیا تھا۔ پھر بھی اُس نے فارنوس کی کمر میں ایک لات رسید کر دی تھی۔ "چلو تم اُٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔" میں نے فارنوس کو حکم دیا اور وہ زمین پر ہاتھ ٹِکا کر اُٹھ گیا۔

"مجھ بوڑھے پر یہ ظلم کرتے ہوئے تمھیں شرم نہیں آتی ہے؟"

"تلاشی لو۔" میں نے کہا اور شارٹو بے دردی سے اُس کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ بغلی ہولسٹر سے ایک آٹومیٹک ریوالور برآمد ہوا تھا جسے شارٹو نے اپنے قبضے میں لے لیا۔

"پہلے تمھارا بڑھاپا دُور کر دیا جائے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ کر فارنوس کا چہرہ ٹٹولنے لگا۔ اِس کی گردن کے پاس کا کچھ حصّہ اُبھرا ہوا محسوس ہوا۔ فارنوس نے کسمسانے کی کوشش کی لیکن شارٹو نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول کا دستہ اُس کے شانے پر مارا۔ "اب جنبش کی تو پورے بدن کی کھال اتار کر ہاتھ میں دے دوں گا۔" وہ غرّاتی ہوئی آواز میں بولا۔

میں نے فارنوس کی ماسک اتار دی تھی۔ ماسک کے نیچے سے برآمد ہونے والا چہرہ ایک پینتیس چالیس سالہ شخص کا تھا۔ "تمھاری نگاہیں بھی بہت تیز ہیں چیف۔" شارٹو تعریفی لہجے میں بولا۔

"اب مسٹر فارنوس یہ بھی نہ کہہ سکیں گے کہ وہ آبی پودوں پر ریسرچ کر رہے تھے۔ کیوں فارنوس؟" میں نے کہا۔ فارنوس نے کوئی جواب نہ دیا۔ "شارٹو! پہلے مسٹر فارنوس کو باندھ دیا جائے۔ اِن کی کوئی حرکت ہمارے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ چلو یہ کام کرو۔ ہماری آسانی کے لیے مسٹر فارنوس نے رسّی کا بندوبست کر رکھا ہے۔ وہ رہی کونے میں۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا جہاں سفید نائیلون کی رسّی کا ایک گچھا نظر آ رہا تھا۔

شارٹو چونکہ فارنوس کے حملے کا شکار ہو چکا تھا اِس لیے ابھی تک غصّے میں تھا۔ اُس نے کسی جانور ہی کی طرح فارنوس کو زمین پر گرا کر کس لیا۔ اُس کے دونوں ہاتھ پُشت پر کر دیے گئے تھے۔ میں شارٹو کی کارکردگی سے مطمئن تھا چنانچہ پہلے میں نے اِس چٹانی مکان کی تلاشی لی۔ کھانے پینے کی خشک اشیاء کے انبار تھے۔ ایک آئل اسٹو اور برتن بھی موجود تھے۔ ایک سمت بُوا بھرا گدّا رکھا ہوا تھا جس پر بڑا سا کمبل تہہ کیا ہوا رکھا تھا۔ دو تکیے تھے۔ تکیوں کے پاس ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر سیٹ رکھا ہوا تھا جسے میں نے احتیاط سے دیکھ کر اُس کی جگہ رکھ دیا۔

"یہاں اِس جزیرے پر کتنے افراد موجود ہیں مسٹر فارنوس؟"

"اب تم مجھ سے معلومات حاصل کرو گے۔ کیوں؟" اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں، ارادہ تو یہی ہے۔ تم زبان بند رکھنے کی کوشش کرو گے۔ کوئی ہرج نہیں ہے۔ ٹرائی کر لو، یہ کھیل تو ضروری ہے۔"

"تم سوال کرو چیف، جواب میں لوں گا۔" شارٹو اُس کے پاس بیٹھ گیا۔

"یہاں کُل کتنے افراد ہیں فارنوس؟" میں نے سوال دُہرایا اور جواب میں فارنوس نے ایک گندی سی گالی بکی، لیکن اس کے آخری الفاظ ایک چیخ میں بدل گئے۔ شارٹو نے اُس کے ٹخنے کی ہڈی پر پستول کا دستہ بجایا تھا۔

"اُن دو آدمیوں کے علاوہ کوئی اور بھی ہے جو ہمارے ساتھ تھے..."

... ہو چکے ہیں؟" میں نے پھر کہا اور وہ اُچھل پڑا۔

"تم نے ... تم نے اُنھیں مار ڈالا ...؟" وہ وحشت زدہ ... میں بولا۔

"ہاں اور اُنھوں نے تمھاری محبوبہ کو۔ لڑکی اُنھی کے ہاتھوں ... ہے۔ کم از کم ہم اتنی حسین لڑکی کو ہلاک نہیں کر سکتے تھے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو ..." فارنوس نے پھر گالی بکی۔ وہ ... ہوگیا تھا۔

"لڑکی اس کی محبوبہ تھی چیف؟ یہاں اِس جزیرے پر یہ عیش ... رہے تھے۔ کیوں؟"

"ایک بستر، دو تکیے میری بات کی تصدیق کرتے ہیں شارٹو! ... نے غور نہیں کیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے ... کُتّو! تم نے جینی کو ہلاک کر دیا۔ تم نے ... کُتّو!" فارنوس بُری طرح تلملانے لگا۔

"اُس پر تمھارے دونوں ساتھیوں نے گولی چلائی تھی۔"

"بکواس کرتے ہو ... جھوٹ بولتے ہو تم ... وہ ... آہ! ... آہ ..." وہ درد بھرے لہجے میں بولا۔

"لڑکی کا نام جینی تھا۔ تمھارا اصل نام کیا ہے ڈیئر؟ ارے ... شارٹو بہتر ہے تم اِس مکان کے دروازے پر رکو۔ فکر مت کرو ... فارنوس سے میں گفتگو کر لوں گا۔ یہ اتنے بُرے آدمی نہیں معلوم ... تے۔" شارٹو اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ فارنوس سسکیاں لینے لگا تھا۔

"لڑکی کو ہم نے نہیں ہلاک کیا۔ اُن لوگوں نے دیکھے بھالے ... ہم پر گولی چلا دی تھی۔ لڑکی اُن کا شکار ہوگئی۔ بہرحال انسانی رشتے ... تحت مجھے تم سے ہمدردی ہے۔"

"مجھے بھی ہلاک کر دو۔ وہ میری محبوبہ نہیں، بیوی تھی۔ بچپن سے ... دونوں ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ میرے منع کرنے کے باوجود ... میری محبت میں میرے ساتھ اِس مہم پر چلی آئی تھی۔ تم خود ... تم بتاؤ، کیا یہ دیوانگی نہیں ہے۔ کیا تمھارے سینے میں ایک ... انسان کا دل نہیں ہے؟"

"انسانیت سے کہیں دُور تو تم لوگ چلے گئے ہو فارنوس! کیا ... فلسطینی انسان نہیں ہیں۔ کیا بیروت کی خیمہ بستیوں میں جانور ... ہیں جنھیں تم نے اپنی شکارگاہ بنا رکھا ہے۔ جواب دو، اس ... زندگی کے جواب میں تم انسانیت کے طلب گار ہو!"

فارنوس روتے روتے چونک پڑا۔ اُس نے بوکھلا کر کہا۔ ... اِن واقعات سے کیا تعلق ہے؟"

"یہودی فطرت سے باز نہیں آتے نا۔ ابھی تو تم اپنی محبوبہ کے ساتھ مر جانے کی بات کر رہے تھے۔"

"تم کون ہو؟"

"ایک مسلمان۔ ایک فلسطینی جسے ہر یہودی سے نفرت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اُس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے لجاجت سے کہا۔ "جینی کے بارے میں تم نے سچ کہا ہے یا پھر ... یا پھر ...؟"

"ایک آدھ سچ تم بھی بول دو دوست! ممکن ہے میں تم سے سچ کا سودا کر لوں۔" میں نے پینترہ بدل دیا۔

"جینی میری زندگی ہے۔ مجھ سے جو دل چاہے پوچھ لو۔ اگر وہ زندہ ہے تو میرے کسی سچ کے صلے میں اُسے میرے سپُرد کر دینا اور اگر وہ ... مر چکی ہے تو ... تو ..." وہ خاموش ہوگیا۔

"تم اسرائیلی ایجنٹ ہو؟"

"ہاں۔"

"اسرائیلی سیکیورٹی فورس سے تمھارا تعلق ہے؟"

"میں موساد کا سیکنڈ گریڈ آفیسر ہوں۔ میرا فرسٹ ڈین مارشے ہے۔"

"یہاں کس مقصد سے آئے تھے؟"

"ایک آبدوز کی سودے بازی کے لیے۔ سودا کرنے والے دوسرے لوگ ہیں۔ میں حفاظتی مشن پر آیا ہوں۔"

"یہ سودے بازی کس مرحلے میں ہے؟"

"سب کام مکمل ہو چکا ہے۔ کل سات بجے ادائیگی کی جانے والی ہے۔"

"کہاں ہوگی یہ رسم؟"

"ڈمبر نامی جہاز پر۔"

"کتنے افراد شریک ہیں اسرائیل کی طرف سے؟"

"کُل سات افراد لیکن ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے ستّر افراد یہاں بکھرے ہوئے ہیں اور وہ مختلف امور پر کام کر رہے ہیں۔" اُس نے جواب دیا۔ اُس کی حالت قابلِ رحم ہو رہی تھی۔ آنکھوں میں اُمید و بیم کی کیفیت تھی۔ پھر اُس نے لجاجت بھرے لہجے میں کہا۔ "میں نے تمھیں جو کچھ بتایا ہے اگر اِس میں ایک لفظ بھی جھوٹ نکلے تو تم جو سزا چاہو مجھے دے سکتے ہو لیکن جینی ..."

"ابھی میرے سوالات مکمل نہیں ہوئے۔" میں نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"پوچھو، پوچھو۔" وہ ہراساں لہجے میں بولا۔

"کل ڈمبر پر تمھاری ڈیوٹی کیا ہوگی؟"

"پچیس آدمیوں کا ڈیوٹی انچارج ہوں گا۔ بیس آدمی ڈمبر کے اطراف میں کشتیوں پر موجود ہوں گے۔ میں خود چار افراد کے ساتھ اُس جگہ موجود رہوں گا۔"

"تمھارے آدمی تمھیں کس نام سے جانتے ہیں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میرا نمبر کے نائن ہے، وہ لوگ مجھے اسی نام سے پکارتے ہیں، مجھے یہ تو بتادو کہ۔۔۔"

"وہ فلسطینی ایجنٹ کہاں ہیں جو یہاں ہائل جوشیو سے عربوں کی طرف سے سودے بازی کرنے آئے تھے؟"

"ہائل جوشیو کے پاس ہیں۔ ہائل نے پہلے ہی ہمارے حق میں فیصلہ کر دیا تھا۔ اِن عربوں کی طرف سے اُن کے ممالک کو جھوٹی اطلاعات فراہم کی جارہی ہیں جو اطلاع ہائل کی طرف سے اس مشن کے سربراہ نے عربوں کو دی ہے اُس کے تحت سودا اُن کے حق میں ہوگیا ہے اور بہت جلد کچھ لوگ مطلوبہ رقم ڈالر کی شکل میں لے کر یہاں پہنچنے والے ہیں۔ ہائل اس رقم کو حاصل کرنے کے لیے ایک منصوبہ بنا چکا ہے۔"

"گویا بے ایمانی۔"

"یہ صرف ہائل کا منصوبہ ہے۔"

"کل تم کس وقت اپنا یہ مشن سنبھالو گے؟"

"دن کو گیارہ بجے وہ لوگ یہاں پہنچیں گے، اس کے بعد مَیں اُن کے ساتھ ڈمبر کا کنٹرول سنبھال لوں گا۔"

"آخری سوال۔ اس وقت جزیرے پر کتنے آدمی موجود ہیں؟"

"وہی دو ہیں۔۔۔ اور ہم دو۔۔۔ تم نے کہا تھا یہ آخری سوال ہے۔"

"ہاں۔ یہ آخری سوال تھا۔" مَیں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"جینی کے بارے میں بتاؤ گے؟"

"تمھیں اُس کی لاش دکھائی جاسکتی ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا تھا غلط نہیں کہا تھا۔ اُسے تمھارے آدمیوں نے گولی مار کر ہلاک کیا ہے۔"

"نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ جینی۔۔۔ جینی۔ جینی۔۔۔ سی۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر دوڑ پڑا۔ دروازے پر کھڑے شارٹو کو اُس نے زور سے دھکا دیا اور شارٹو گرتے گرتے بچا لیکن سنبھلتے ہی اُس نے اسٹین گن کا فائر کھول دیا اور لاتعداد گولیاں فارنوس کے بدن میں اُتر گئیں۔ وہ اپنی جگہ کھڑا کچھ دیر جھولتا رہا اور پھر اوندھے منہ زمین پر آرہا۔ میں باہر نکل کر شارٹو کے پاس آکھڑا ہوا۔

شارٹو نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بھرآئی ہوئی آواز میں بولا۔ "سوری چیف۔ بس بے اختیار ہی یہ سب کچھ ہوگیا۔"

"اِس کا یہ انجام تو ہونا ہی تھا شارٹو!"

"وقت سے پہلے تو نہیں ہوگیا چیف! میرا مطلب ہے تم نے اِس سے اپنے کام کی باتیں معلوم کرلیں؟"

"کافی حد تک۔"

"تھینکس گاڈ۔ ورنہ میں یہ سمجھا کہ یہ کسی طرح تمھیں ڈاج دے کر نکل بھاگا ہے۔ بس بے اختیار ہی میں نے فائر کھول دیا تھا۔" مَیں نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر اُس کی لاش کے پاس پہنچ گیا۔

"سولیتا سے پیار کرتا تھا۔ پیار تو وہ لوگ بھی کرتے ہیں، جن پر اِن لوگوں نے عرصۂ حیات تنگ کر دیا ہے۔ اُس وقت اِن کے جذبات کہاں سو جاتے ہیں۔ غلط نہیں ہوا شارٹو، سب ٹھیک ہے۔"

"تم اِس کی موت سے کچھ افسردہ ہوگئے ہو چیف!"

"ہاں ایک غبار سا آیا تھا دل پر۔ لیکن اب سب ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اِس کی لاش کو ہم لوگ اندر اٹھا لائے۔ میرا ذہن گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ کچھ دیر کے بعد شارٹو کی آواز اُبھری۔

"اب کیا پروگرام ہے چیف؟"

"اِیں۔۔۔" میں چونک پڑا۔ شارٹو کو دیکھتا رہا۔ یہ قابلِ اعتماد شخص تھا۔ یہاں میرے پاس کوئی معاون نہیں تھا۔ بالکل تنہا رہ گیا تھا اِن حالات میں۔ کافی غور و خوض کے بعد مَیں نے کہا۔ "شارٹو! میرا ایک کام کرنا۔"

"کیا چیف؟"

"تمھیں اِس جزیرے تک آنے جانے میں کوئی دِقت تو نہیں ہوگی؟"

"کشتی ہو تو کیا دِقت ہو سکتی ہے۔"

"مَیں کچھ عجیب سی کیفیات کا شکار ہوگیا ہوں شارٹو! ایک بات بُری طرح محسوس ہوتی ہے۔"

"وہ کیا چیف؟"

"شارٹو، مارشل پر آبدوز کے حصول کے لیے کام کرنے والا پورا عملہ ہے لیکن کیا اِن میں سے کوئی قابلِ بھروسا ہے؟"

شارٹو خاموش ہوگیا۔ پھر اُس نے کہا۔ "تم نے تجزیہ کیا ہے چیف؟"

"اب اور کتنے تجزیے کروں گا۔ تمھیں یہ علم نہیں کہ مَیں کس طرح فور کاز تک پہنچا تھا۔"

"کئی بار دل چاہا چیف لیکن کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں پڑی۔ جہاں تک مارشل پر موجود لوگوں کا تعلق ہے، وہ بڑے بڑے لوگ ہیں چیف! شارٹو بہت چھوٹا آدمی ہے، بڑے لوگ بڑے جال میں پھنس جاتے ہیں، چھوٹے لوگ قابلِ توجہ ہی نہیں ہوتے کسی کے لیے، اور یہ اُن کی خوش قسمتی ہوتی ہے۔ مَیں بھی ان خوش قسمتوں میں سے ہوں، اِسی لیے اپنے وطن کا وفادار ہوں ورنہ اگر کسی قابل ہوتا تو ممکن ہے اپنے کسی مفاد کے لیے بِک جاتا۔"

"ٹھیک کہتے ہو شارٹو! اچھا یہ بتاؤ کہ اتنے دن تک

مارشل سے غائب رہنے کے بارے میں باز پُرس ہو سکتی ہے؟"

"مجھ سے چیف؟"

"ہاں۔"

"قطعی نہیں، مجھے وہاں کام ہی کیا ہے۔ اکثر اِن کے پر رہ جاتا ہوں۔ تنخواہ تو ملتی ہی ہے۔ باقی عیش ہیں جب بڑے کوئی کام نہیں کرتے تو چھوٹوں کے تو عیش ہی ہوتے ہیں۔"

"میری کینٹ سے گفتگو ہوئی تھی۔" مَیں نے اُسے بتایا۔

"کس موضوع پر؟"

"شیری اُس کی بیوی نہیں بلکہ اُس کی نگراں تھی۔ اُس کی بیوی اور بچے ہائل کی قید میں ہیں، اِسی بنا پر وہ ہائل کے قبضے میں ہے۔"

"اوہ!" شارٹو کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا۔ "مَیں اُس کے اس بیان کی تصدیق کرتا ہوں چیف!"

"وہ کیسے؟"

"کئی بار مَیں نے اُسے بچوں کی طرح روتے دیکھا ہے۔ مَیں یہی سمجھتا تھا کہ اوقات سے زیادہ پی گیا ہے۔"

"اُس نے مجھے یہ بات بتادی تھی، لیکن اب شیری مر چکی ہے۔"

"یہ بھی نیا انکشاف ہے میرے لیے۔"

"اُسے آئی وان فیرو نے میرے سامنے قتل کیا تھا اِس جرم کی پاداش میں کہ اُس نے مجھے فیرو کا پتا بتایا تھا۔"

"ساری باتیں اُلجھی ہوئی ہیں چیف، بہتر ہے میرے بھیجے کو خالی رہنے دو۔ مجھے صرف ایک مشین کی طرح استعمال کرو، مدبر نہ بناؤ۔"

"نہیں شارٹو! پوری کہانی سُن لو تاکہ اِس کے بعد جو کچھ کرو، حالات کی روشنی میں کرو۔"

"پہلے ایک بات بتاؤ چیف! کیا اس سے یہ معلوم ہو سکا کہ یہاں اِس کے کتنے آدمی اور موجود ہیں؟"

"بقول اِس کے یہاں صرف چار آدمی تھے۔ سولیتا، وہ خود اور دو وہ جو مر چکے ہیں۔"

"گویا فی الحال فرصت ہے تو پھر چیف کیوں نہ کافی بنائی جائے تاکہ دل و دماغ روشن ہوں اور اِن کی روشنی میں ہم بہتر اقدامات کرسکیں۔" شارٹو نے کہا اور میں نے اس کی تجویز سے اتفاق کرلیا۔ شارٹو نے یہاں سارا سامان دیکھ لیا تھا۔ اس نے کافی بنائی اور ہم بسکٹوں کے ڈبے کھول کر مصروف ہوگئے۔ میں نے شارٹو کو اُس جگہ کے بارے میں بتایا جہاں میرا ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ وہ ٹرانسمیٹر جس پر تہذیب مالکم ایکس سے گفتگو کی جاسکتی تھی۔ اس دوران وہ کئی بار یاد آئی تھی۔

"تم اُسے لے کر یہاں آجاؤ گے۔ یہ جگہ فی الحال ہمارا ہیڈ کوارٹر رہے گی اور ہم یہاں سے کارروائی کریں گے۔"

"میں یہ کام کرلوں گا چیف، اور کچھ؟ تم اِس دوران یہیں رہو گے؟"

"نہیں، میرا مشن کچھ اور ہے۔"

"اِس مشن میں میری ضرورت تو نہیں ہے؟"

"نہیں، دراصل مجھے جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ۔۔۔"

"ایک منٹ چیف، میری ایک درخواست قبول کرلو۔" اُس نے مجھے بات پوری نہ کرنے دی۔

"کہو، تم کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے صرف وہ باتیں بتا دیا کرو جن کی روشنی میں مجھے اپنا کام کرنا ہو۔ ضرورت سے زیادہ باتیں میرے دماغ میں آگھستی ہیں تو گڈمڈ ہو جاتی ہیں اور میں راستہ بھٹکنے لگتا ہوں۔ کچھ نہ بتاؤ مجھے، بس یہ کہو کہ شارٹو تمھاری یہ ڈیوٹی ہے۔"

"اوہ۔" میں مسکرایا۔ "ٹھیک ہے شارٹو، تمھیں بس یہ کام کرنا ہے۔ وہ ٹرانسمیٹر تمھیں حاصل کرکے یہاں لانا ہے۔ بظاہر ابھی یہ جگہ محفوظ ہے لیکن تمھیں میک اَپ تبدیل کرنا ہوگا۔"

"ہاں چیف، یہ ضروری ہے۔ فورکاز پر کیا تباہی پھیلی، اِس کی رپورٹ بھی مَیں تمھیں دوں گا لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا، فیرو پاگل کتوں کی طرح ہمیں تلاش کرے گا اور ہر امکانی جگہ کو چھان مارے گا۔"

"مَیں بھی اُسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"کافی کے بعد ہم اپنا میک اَپ تبدیل کریں گے۔ مَیں تمھارا انتظام بھی کردوں گا۔"

"میک اَپ کا سامان تو تمھارے پاس ہے؟"

"یہاں مَیں نے عقلمندی کی ہے چیف، احتیاطاً لے آیا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے۔" مَیں نے کہا۔ اِس کے بعد مَیں نے میک اَپ کے سامان کا جائزہ لیا۔ شارٹو ابھی تک تو نہایت قابلِ اعتماد ثابت ہوا تھا۔ مجھے اُمید تھی کہ کام کا آدمی ہی ثابت ہوگا۔ مَیں نے شارٹو سے چہرہ تبدیل کرنے کے لیے کہا اور وہ فخریہ انداز میں اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔

اُس نے مختصر سا میک اَپ کرکے اپنی شکل میں نمایاں تبدیلی پیدا کرلی تھی۔ پھر اُس نے کہا۔ "آؤ چیف، تمھارے چہرے کی بھی تھوڑی سی اوور ہالنگ کردوں۔"

"میں خود کوشش کروں شارٹو! کہیں غلطی ہو تو تم مجھے گائیڈ کردینا۔" میں نے کہا۔ اور شارٹو نے شانے ہلادیے۔ میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پلاسٹک کے ٹکڑے منتخب کر کے چہرے پر سلوشن لگانے لگا۔ میرے ہاتھ کام کر رہے تھے اور نقوش بدلتے جا رہے تھے۔ کافی دیر لگی اس کام میں اور پھر میں فارغ ہو گیا۔ شارٹو نے متاثر لہجے میں کہا۔

"سوری چیف، مَیں نے گستاخی کی تھی" اس پر شرمندہ ہوں۔ مجھے یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے تھی کہ تمھیں بلاوجہ ہی اس مشن پر نہ بھیج دیا گیا ہو گا۔"

"کوئی خامی شارٹو؟"

"چہرے میں تبدیلیاں کر لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن اپنے چہرے کو کسی دوسرے کے نقوش دینا، میک اپ میں زبردست مہارت رکھنے کی نشان دہی کرتا ہے۔ شاندار چیف اور اس کے ساتھ ہی میں تمھارا مقصد بھی سمجھ رہا ہوں۔ خوب سوچی ہے تم نے۔"

میں نے فارنوس کی ماسک اٹھائی اور اپنے چہرے پر لگا لی اس ڈبل میک اپ سے فارغ ہو کر میں فارنوس بن گیا تھا۔

"میرے خیال میں تمھاری سچویشن تو بالکل محفوظ ہو گئی ہے۔ کاش میں تمھاری محبوبہ کی شکل اختیار کر سکتا۔" وہ مزاحیہ انداز میں بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ اس کے بعد فارنوس کی لاش ٹھکانے لگانے کا مرحلہ آیا۔ ہم نے مل کر ایک چھوٹا گڑھا کھودا اور چاروں لاشوں کو اس میں دفن کر دیا تاکہ ہر نشان مٹ جائے۔ اس کام کی مشقت سے ہم بُری طرح تھک گئے تھے اس لیے آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ کھانا کر لیٹے تو دوسری صبح اُس وقت جاگے جب سورج نکلنے والا تھا۔ گہری اور طویل نیند نے بدن سے پوری تھکن نچوڑ لی تھی۔ ناشتا وغیرہ کیا گیا۔ مجھے گیارہ بجے کا پروگرام معلوم تھا اس لیے نو بجے کے قریب میں نے شارٹو کو چلے جانے کی ہدایت کی۔

"میری واپسی کب تک ہو جانا چاہیے چیف؟"

"تمھاری مرضی پر منحصر ہے۔"

"کشتی لے جاؤں گا لیکن اگر تمھیں ضرورت پیش آ گئی تو؟"

"فکر نہ کرو۔ اپنا کام کرو اور ہاں اگر میں رات کو یا دو چار دن بھی تمھیں یہاں نہ ملوں تو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کسی بھی وقت یہاں آ سکتا ہوں۔"

"اوہ! کوئی پروگرام ہے چیف؟"

"تم نے خود منع کیا تھا کہ تمھارے ذہن کو خراب نہ کروں۔"

"سوری چیف! اس سوال کو واپس لیتا ہوں۔" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اسے ساحل پر الوداع کہہ رہا تھا۔ شارٹو نگاہوں سے اوجھل ہوا... تو مجھ پر اپنا پروگرام سوار ہو گیا۔

کو بھی ذہن میں رکھنا تھا اور اس میں ایسی راہیں نکالنا تھیں جو میرے مشن کے لیے کار آمد ہوں۔

مَیں نے واپس آ کر لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر ساحل کے پاس آ گیا۔ گیارہ بجنے ہی والے تھے۔ ٹھیک دس بج کر پچپن منٹ پر ایک موٹر لانچ اس طرف بڑھتی نظر آئی اور میں ہوشیار ہو گیا۔ اس وقت ذہن کو حاضر رکھ کر کام کرنا تھا چنانچہ میں لانچ کے قریب آنے کا انتظار کرتا رہا۔

لانچ اُسی جگہ آ کر رک گئی جہاں میں کھڑا تھا۔ پھر اس میں سے چند افراد نیچے اُترے، دوسرے لوگوں کے اقدام کے انداز سے میں نے اس شخص کا اندازہ لگا لیا جو ڈین مارشے ہو سکتا تھا۔ کھرے کھرے نقوش کا مالک جوان آدمی تھا۔ کسرتی بدن اور بہترین تندرستی رکھتا تھا۔

"ہیلو ڈیئر! بہت بوڑھے ہو گئے ہو تم لیکن تمھارے کھڑے ہونے کے انداز میں جوانی ہے، اس جوان بوڑھے کو دیکھ کر بوڑھے لوگ شرمندہ ہو جائیں گے۔"

"ہیلو،" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔

"ہا... کیا موسم ہے۔ کیا خوب صورت جگہ ہے، میرے خیال میں تم نے اپنا ہنی مون بھی ایسی خوب صورت جگہ پر نہ منایا ہو گا۔ ایک ہم ہیں جو خود سے کہتے ہیں کہ ڈین مارشے تم بالکل احمق ہو، مستقبل سے غافل۔"

میں نے دل ہی دل میں اُس کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ مسٹر مارشے! تم نے اپنا نام لے کر میری کتنی بڑی مشکل حل کر دی۔

"سولیتا کہاں ہے؟"

"وہ خود کو واقعی کسی پکنک پر سمجھتی ہے۔ میرے آدمیوں کے ساتھ اِن کے پر گئی ہے۔ آج کے پروگرام کی وجہ سے میں نے بھی اُسے اجازت دے دی۔" میں نے جواب دیا۔

"اپنے آدمیوں کو اس کی سخت حفاظت کی ہدایت کر دی ہے، دراصل اِن کے کا ماحول کسی وحشی بستی سے مختلف نہیں ہے جہاں کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ سنا ہے فور کاز پر کوئی بڑی گڑبڑ ہوئی ہے۔"

"کیسی گڑبڑ؟" میں نے سوال کیا۔ اپنے تاثرات میں نے نہایت مہارت سے چھپا لیے تھے۔

"پتا نہیں چل سکا۔ اس وقت وہ خول میں بند کر لیا گیا ہے۔ کوئی اُس طرف نہیں جا سکتا۔ ساری رات وہاں سے فائرنگ کی آوازیں ابھرتی رہی ہیں۔" ڈین مارشے نے جواب دیا۔

"ہمارے پروگرام پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا؟"

"ہمیں اس سے کیا واسطہ۔ وہ اُن کا ذاتی معاملہ ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اب ہمیں یہاں زیادہ وقت نہ صرف کرنا پڑے حالات اب بہتر نہیں ہیں۔"

"میں جانتا ہوں جناب!"

"تم تیار ہو کے نائن! یہ میک اپ اتار دو۔ تمھیں اصل شکل میں اپنا کام سنبھالنا ہے۔ اپنی رہائش گاہ پر جاؤ گے یا یہیں سے چلو گے؟"

"میں بالکل تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"تب پھر آ جاؤ۔ گیارہ بجنے والے ہیں۔" وہ واپسی کے لیے مڑ گیا اور میں اُن کے ساتھ چل پڑا۔ خدا کا احسان تھا کہ اُسے کوئی شک نہیں ہو سکا تھا۔ لانچ واپس چل پڑی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے مارشے کے سامنے ہی فارنوس کا ماسک اتار دیا اور اُسے جیب میں رکھ لیا۔ مارشے مجھے اُن لوگوں کی تفصیل بتانے لگا جو میرے ساتھ کام کرنے کے لیے منتخب کیے گئے تھے۔

"مَیں ڈمبر کے اطراف میں مصروف رہوں گا۔ تم سب سے پہلے میٹنگ ہال کا جائزہ لو گے اور یہ اندازہ لگاؤ گے کہ وہاں کسی جگہ ہماری گفتگو سننے کے انتظامات تو نہیں کیے گئے۔"

"کیا ڈمبر پر کچھ مشکوک لوگوں کے پہنچ جانے کی توقع ہے؟"

"ابھی تک ایسا نہیں ہوا۔ لیکن دشمن کو کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔"

"بہتر ہے۔ میں جائزہ لوں گا۔"

"صرف میٹنگ ہال کو ہی نہیں، جہاز کے ایک ایک گوشے کو چیک کرو، ایک ایک فرد کا جائزہ لو، رات کو میٹنگ ہال بھی تمھیں ہی سنبھالنا ہے۔"

"کیا مجھے ہال میں موجود رہنا ہے؟"

"ہاں۔ میں یہ ڈیوٹی سنبھال لیتا لیکن مجھے تم پر اعتماد ہے۔ میں باہر کے معاملات کا جائزہ لینا ضروری سمجھتا ہوں۔"

"اوکے سر!" مَیں نے جواب دیا۔

ڈین مارشے نے میرے کان پر جھک کر کہا۔ "دراصل میری نئی محبوبہ رات کو مجھ سے مل رہی ہے۔ وہ ایک ایئر ہوسٹس ہے۔ کل دن میں وہ واپس چلی جائے گی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں حالات سے بے خبر رہوں۔ البتہ مَیں اُسے ڈمبر پر کسی طرح خوش آمدید نہیں کہہ سکتا۔"

"اوہ!" مَیں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور دل ہی دل میں مَیں نے اُس ایئر ہوسٹس کا شکریہ ادا کیا تھا جس نے میرے لیے بہت بڑا کام کیا تھا۔

ڈمبر نزدیک آ گیا اور چند لمحات کے بعد ہم اوپر پہنچ گئے۔ بحری ریسرچ کا جہاز تھا اور اسرائیل کے ایک حلیف ملک سے تعلق رکھتا تھا۔ اندر سے بے حد شاندار تھا۔ اُن پچیس افراد کا مجھ سے تعارف کرایا گیا جنھیں میرے چارج میں کام کرنا تھا۔ چائے کی ایک مختصر نشست ہوئی اور پھر ڈین مارشے نے کہا۔ "مجھے اُمید ہے کہ آپ لوگ پوری جانفشانی کے ساتھ اپنا کام انجام دیں گے۔ یہ ہماری مہم کا آخری مرحلہ ہے۔ اس کے بعد ہم اپنے ملک روانہ ہو جائیں گے، ایک شاندار کامیابی کے ساتھ، اور اب مجھے اجازت دیں۔"

میں نے مارشے کو عرشے پر آ کر خدا حافظ کہا تھا۔ پھر میں اُسی جگہ کھڑا اس کی دور جاتی ہوئی بوٹ کو دیکھتا رہا۔ اس کے بعد میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔

ہمارے پاس ریڈیو ایکٹو آلات کا سراغ لگانے والے آلات موجود تھے۔ پہلے میں نے اُس چیمبر کا رُخ کیا جہاں آج شام میٹنگ ہونے والی تھی۔ دیکھنے کے قابل جگہ تھی۔ سراغ رساں آلات کام کر رہے تھے۔ میں نے ایک ایک چپّے کا جائزہ لیا، کوئی مشتبہ چیز نہیں ملی تھی۔ پھر میں نے ایمونیا طلب کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ایمونیا کی بوتل سائفن کے ساتھ آ گئی۔ میں نے پانچ آدمیوں کا انتخاب کیا اور وہ حیران سے میرے سامنے آ گئے۔ پھر میں نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ ان پانچ افراد کے چہرے ایمونیا سے صاف کریں۔ ان پانچوں کی پریشانی دیکھنے کے قابل تھی۔ جب یہ اندازہ ہو گیا کہ کوئی میک اپ میں نہیں ہے تو میں نے اُن کے لباس کی تلاشی، اپنے ہاتھوں سے لی اور اُن کے پاس جو کچھ تھا نکال لیا۔

"سوری دوستو! اب کے بعد اُس وقت تک جب تک میٹنگ شروع نہ ہو جائے، تمھاری ڈیوٹی اسی ہال میں رہے گی۔ ہال کے دروازے باہر سے بند رہیں گے۔ تمھاری ضروریات کا سامان تمھیں اسی جگہ ملے گا تاکہ کوئی شبہ باقی نہ رہے۔"

میرے اس اقدام کو سراہا گیا تھا۔ ہال سے باہر نکل کر میں نے دوبارہ کام شروع کر دیا اور پھر شام تک میں بڑی ذہانت اور ہوشیاری کے مظاہرے کرتا رہا۔ جہاز کے کپتان بیدن گردش نے جو خود بھی اسرائیلی تھا، شام کی چائے کی پیش کش کی اور چائے کے دوران اُس نے کہا۔ "مسٹر کے نائن! میں نے آپ کی دن بھر کی کارروائی بطورِ خاص نوٹ کی ہے۔ آپ کے تمام اقدامات آپ کی بہترین صلاحیتوں کے مظہر ہیں۔ میٹنگ کی کامیابی کے بعد مَیں آپ کو دلی مبارک باد دوں گا۔"

"یہ میری ڈیوٹی ہی نہیں جناب، میرا مشن بھی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں سمجھتا ہوں۔ ہماری یہ مستعدی ہی ہمیں کامیابی دلا سکتی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔ ورنہ ہماری پوزیشن سب بے حد محدود ہیں ہے۔ تمھاری ایک کارروائی یہاں سب کو پسند آئی ہے۔ اس میں بے پناہ ذہانت ہے!"

"شکریہ جناب! مجھے اس سے آگاہ کریں گے؟"

"جن لوگوں کو تم نے میٹنگ ہال میں بند کر دیا ہے، وہ حیران بھی ہوں گے اور اپنی ڈیوٹی کو سمجھ بھی سکیں گے۔ میں نے اس کارروائی کو بہت سراہا ہے۔ ذمے داریاں اس شکل میں شاید ہی کسی کو سونپی گئی ہوں گی۔"

سات بجنے میں پانچ منٹ تھے جب ڈین مارشے جہاز پر آیا اور اس نے یہاں کی صورت حال مجھ سے معلوم کی۔ کپتان گردش اس کے ساتھ تھا۔

"ہیلو کے ناٹش! سنا ہے تم نے سب کچھ بڑی خوبی سے سنبھال رکھا ہے؟"

"سب ٹھیک ہے جناب!"

"اب تم ہال میں پہنچ جاؤ۔ مہمان ٹھیک سات بجے ہال میں داخل ہو جائیں گے۔"

"میں تیار ہوں جناب!"

"مجھے تمھاری بہترین کارکردگی کی رپورٹ مل گئی ہے۔ اس کے بعد میں کل دن میں کسی وقت تم سے مل سکوں گا۔ جہاز سے باہر کے معاملات کی طرف سے اطمینان رکھنا!"

"میں مستعد ہوں مسٹر مارشے!" میں نے کہا۔

"او کے۔ اجازت؟" مارشے چلا گیا۔ میں ہال کی طرف آ گیا تھا۔ سات بجنے میں ایک منٹ باقی تھا جب میں نے ہال کے قیدیوں کو رہا کیا اور وہ لوگ مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے۔ جن لوگوں کو میں نے یہاں مقرر کیا تھا اُن کی اچھی طرح تلاشی لے لی گئی تھی۔

سات بجے کچھ اہم لوگ مہمانوں کے استقبال کے لیے یہاں آ گئے۔ اور اس کے بعد مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی۔ یہ کون لوگ تھے اور کیا حیثیت رکھتے تھے، اس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں تھا۔ لیکن جب چار افراد کے ساتھ ایک مانوس شخصیت اندر داخل ہوئی تو میرے بدن کا سارا خون چہرے پر جمع ہو گیا۔ اس بدبخت کا یہاں کیا کام؟

یہ اولیو ہاورڈ تھا۔ اسے یہاں دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ اچانک میں لاکھوں خطرات میں گھر گیا ہوں۔ کسی اور کی مجھے کوئی پروا نہیں تھی لیکن ہاورڈ ایک عفریت تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ اب فضاؤں میں میری خوشبو سونگھ لیتا ہے، اس لیے اس سے محفوظ رہنا سب سے مشکل کام تھا۔

مہمان اپنی نشستوں پر فروکش ہو گئے۔ ایک شخص نے میٹنگ کی کارروائی کا آغاز کیا۔ ابتدائی رسمی گفتگو کے بعد اُس نے کہا۔ "ہم لوگ جس مشن کی تکمیل کے لیے طویل عرصے سے یہاں جمع تھے، آج وہ مکمل ہو رہا ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ بے شمار خطرات سے نمٹنے کے بعد بالآخر کامیابی نے ہمارے قدم چومے۔ کیمیاوی ہتھیاروں کے نمونے اور ان کے فارمولے ہمارے لیے جس قدر اہم ہیں، آپ سب جانتے ہیں۔ چند بڑے ملک تحفظِ انسانیت کا ایک ڈراما کھیل رہے تھے۔ آپ سب ان کے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ ترقی یافتہ ممالک ہیں۔ جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس اور ان کے یہ ڈرامے پبلسٹی حاصل کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ وہ انسانیت کے علمبرداروں میں اپنا نام دیکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ایسے چند فارمولے ضائع کر کے ان سے کہیں زیادہ خطرناک فارمولوں کی تیاری شروع ہو جاتی ہے اور یہ کھیل نئے سرے سے جاری ہو جاتا ہے۔ ہماری پالیسی کھلی ہوئی ہے۔ ہمیں ہر طرح کے ہتھیاروں کی ضرورت ہے تاکہ ہم ٹھوس بنیادوں پر زندہ رہ سکیں۔ اسی لیے ہم اس آبدوز میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ نام نہاد امن پسند ہمیں ناکام کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے وقت میں مسٹر ہائل جوشیو نے ہماری مدد کی ہے۔ بے شک دنیا کا ہر شخص کاروبار کرتا ہے۔ ہائل جوشیو ہم سے کاروبار کر رہے ہیں اور وہ اس میں حق بجانب ہیں۔ ہمارے جن دوستوں نے اس معاملے میں ہماری مدد کی ہے ان میں مسٹر اولیو ہاورڈ کا نام سرِفہرست ہے۔ درحقیقت مسٹر جوشیو کو ہمارے حق میں ہموار کرنا، انھی کا کام ہے۔ امریکی سی آئی اے کے اہم ترین نمائندے مسٹر ہاورڈ ہم میں سے ایک ہیں اور انھوں نے ہماری یہ مدد اپنے ملک کی طرف سے نہیں بلکہ خالص ذاتی بنیادوں پر کی ہے۔ ہم خصوصی طور پر ان کے شکر گزار ہیں۔"

"یہ میرا فرض تھا۔ صیہونیت کے فروغ کے لیے ہر یہودی کو خواہ وہ کہیں بھی ہو، کسی بھی حیثیت کا حامل ہو، مصروفِ عمل رہنا چاہیے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

آخری فرد کا انتظار تھا اور پھر یہ آخری فرد بھی اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک دُبلی پتلی بوڑھی عورت تھی۔ سفید بالوں والی یہ عورت شکل و صورت سے بے حد ذہین نظر آتی تھی۔ اس کی آنکھوں پر چشمہ لگا ہوا تھا۔

میں نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔ "میرا نام گیشی باٹرن ہے اور جوشیو نے مجھے مکمل اختیارات دے کر آپ کے درمیان بھیجا ہے۔ یہ اُس کا دستخط شدہ پیغام آپ سب کے لیے ہے۔" اس نے ایک کاغذ ایک یہودی افسر کے حوالے کر دیا۔

گیشی باٹرن کو مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے ایک نشست دی گئی۔ اور پھر جوشیو کا پیغام سنایا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"معزز دوستو! اپنی زمین، اپنے سمندروں میں جوشیو آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔ مادام گیشی میری عزیزہ اور میری دستِ راست ہیں۔ آپ لوگوں کی پیش کش میں نے منظور کرلی ہے اور آبدوز آپ کے حوالے کرنے پر تیار ہوچکا ہوں۔ مادام سے بقیہ امور طے کرلیں اور اس سودے کو مکمل کرلیں۔

ہائل جوشیو!"

"مادام! یہ آبدوز ہمیں کہاں سے حاصل کرنا ہوگی؟"

"جگہ ادائیگی کے بعد بتائی جائے گی۔" بوڑھی عورت نے جواب دیا۔

"ادائیگی آپ کس شکل میں پسند کریں گی؟"

"صرف سونے کی شکل میں۔ کسی ملک کی کرنسی قابلِ قبول نہ ہوگی۔"

"ہمیں اس کے لیے کتنا وقت دیا جائے گا؟"

"صرف دس دن۔ ہم اس سے زیادہ وقت نہیں دے سکتے۔"

"ادائیگی کے بعد ہمیں مزید کتنا انتظار کرنا ہوگا؟"

"یہ سوال شاطرانہ ہے، اس کا جواب نہیں دیا جائے گا۔"

"کیوں، مادام؟"

"کیوں کہ اس طرح آپ آبدوز کی رینج کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔" بوڑھی نے جواب دیا۔

"کیا آبدوز پوری طرح ورکنگ آرڈر میں ہے۔ ہم اسے بآسانی لے جا سکتے ہیں؟"

"اسے پہلے سے بہتر بنا دیا گیا ہے۔ اس کی کارکردگی شاندار ہے اور وہ کسی بھی لمبے سفر پر لے جائی جا سکتی ہے۔"

"ہم یہ ادائیگی دس دن کے اندر کردیں گے، کیا ہمیں اس بات کا اطمینان دلایا جا سکتا ہے کہ اب سودا ہمارے حق میں طے ہوچکا ہے اور کسی اور طرف سے سودے بازی کا کوئی خطرہ نہیں ہے؟"

"ہائل نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ میں ایک اور خوش خبری آپ کو سنانا چاہتی ہوں۔"

"فرمایئے؟" لوگوں نے اشتیاق سے پوچھا۔

"عربوں نے مشترکہ طور پر ہمیں آبدوز کی خریداری کے لیے ایک معقول پیش کش کی ہے۔ ہم یہ بدمعاملگی نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن مسٹر ہارڈ کی خصوصی درخواست پر ہم اس کے لیے مجبور ہوگئے۔ ہم نے اُن سے کہا ہے کہ وہ سونا لے کر آئیں، ہم آبدوز انھیں دے دیں گے۔ چنانچہ مقررہ دس دن کے بعد بھی اگر کچھ وقت ان کے آنے میں لگ جائے تو آپ ہمیں اس کی رعایت دے دیں گے۔ اس کے صلے میں ہم وہ نو فلسطینی آپ کے حوالے کردیں گے جو تنظیم آزادیِ فلسطین کے اہم رکن ہیں اور آبدوز کے سودے کے لیے ہمارے پاس آئے تھے۔ ان کے علاوہ وہ لوگ بھی آپ کی ملکیت ہوں گے جو مطلوبہ سونا لے کر آئیں گے۔ آپ لوگوں کو اس پر کوئی اعتراض ہے؟"

"یہ وقت زیادہ طویل تو نہ ہوگا مادام؟"

"اس کا امکان نہیں ہے۔"

"تب ہمیں اس پر اعتراض نہ ہوگا۔"

"اس کے بعد کوئی بات غور طلب نہیں رہ جاتی۔" بوڑھی عورت نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

میرے سینے میں آگ کا ایک سمندر موجزن ہوگیا تھا۔ عربوں کے خلاف اس گھناؤنی سازش میں اولیو ہارڈ پیش پیش تھا۔ دل ہی دل میں طیش کھاتے ہوئے میں نے کہا "ہارڈ! بڑا قرض ہے تجھ پر۔ وہ وقت زیادہ دُور نہیں ہے جب میں تجھ سے انتقام لوں گا، ایسا انتقام کہ تیری پوری قوم کانپ اُٹھے گی۔" لیکن اب ایک اور اہم ذمے داری مجھ پر آپڑی تھی۔ عربوں کو اس نئے خسارے سے بچانے کی۔

میٹنگ برخاست ہوگئی۔ مہمان ایک ایک کرکے واپس چلے گئے۔ رات کو گیارہ بجے میں نے وائرلیس پر اپنے چیف ڈین ملنے کو اطلاع دی۔

"میٹنگ ختم ہوگئی ہے مسٹر مارشے! تمام کارروائی بخیر و خوبی ہوگئی، مہمان واپس جا چکے ہیں۔"

"میری محبوبہ تمھیں سلام کہتی ہے۔ بڑے خوب صورت وقت میں تم نے مجھے یہ اطلاع دی ہے۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"ہنی مون۔ عیش۔ تمھاری بیوی یقیناً این کے سے واپس آگئی ہوگی۔ کپتان تمھیں تمھاری ضرورت کی ہر سہولت مہیا کرے گا۔"

"شکریہ مسٹر مارشے!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کپتان گردش نے مجھے ایک شاندار لانچ مہیا کردی اور میں اپنے جزیرے کی طرف چل پڑا۔ ایک طرف اپنی شاندار کامیابی پر مجھے خوشی تھی تو دوسری طرف میں سخت تردد کا شکار تھا۔ نو فلسطینیوں کے اُس وفد کی زندگی بچانے کی ذمے داری بھی مجھ پر تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی اُن لوگوں کے مشن کو ناکام بنانا تھا۔ یہ سب کچھ کسی ایک انسان کے لیے بے حد مشکل تھا لیکن اگر کامیابی نصیب ہو ہی جائے تو اس سے بڑی خوش بختی کیا ہوگی۔

جزیرہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ چاروں طرف ایک سہمی ہوئی سی خاموشی طاری تھی۔ میں پستول ہاتھ میں لیے ہوئے احتیاط سے پوشیدہ مکان کی طرف بڑھنے لگا۔ جھاڑیوں سے گزرنے کے بعد ہلکی سی روشنی دیکھ کر تجسس بھی ہوا اور اطمینان بھی۔ اطمینان اس بات پر کہ شارٹو واپس آگیا ہے۔ تجسس یہ تھا کہ وہی ہے یا کوئی اور؟ لیکن اندر شارٹو ہی تھا۔

"سخت نیند آرہی تھی چیف! لیکن اگر تم صبح بھی واپس آتے تو میں تمھیں جاگتا ہی ملتا۔"

"شکریہ شارٹو! اپنی کامیابی کی خبر سناؤ۔"

"معمولی سا کام تھا چیف، کونسے تیر مارنے تھے۔ تمھاری طلب کردہ چیز لے آیا ہوں۔" شارٹو نے کہا اور ٹرانسمیٹر میرے حوالے کردیا۔ اس ٹرانسمیٹر کو صحیح سالم وصول کرکے مجھے بے پناہ خوشی ہوئی تھی۔

"مارشل کے حالات؟"

"حسبِ معمول، کوئی اہم بات نہیں ہوئی۔"

"مور وغیرہ سے ملاقات ہوئی؟"

"مسٹر کنیٹ ملے تھے، مسٹر مور این کے گئے ہوئے تھے۔"

"تمھاری غیر موجودگی پر کسی کو کوئی تشویش؟"

"میں کہہ چکا ہوں چیف کہ میں ایک قطعی غیر اہم شخصیت ہوں بھلا میرے لیے کسی کو کیا پریشانی ہوسکتی ہے۔"

"میرے لیے تم اس وقت دنیا کے اہم ترین انسان ہو شارٹو! میرے تنہا ساتھی۔" میں نے کہا۔

"میں ان الفاظ کو اپنے ریکارڈ میں رکھوں گا چیف! اس سے پہلے کسی نے یہ الفاظ نہیں کہے اور اس کے بعد بھی شاید کوئی نہیں کہے گا۔"

"میں تھوڑی دیر کے لیے اجازت چاہوں گا شارٹو!"

"میں سو جاؤں چیف! سخت نیند آرہی ہے۔"

"بڑے اطمینان سے۔ شکریہ۔" میں نے کہا اور مکان سے باہر نکل آیا۔ پھر ایک سنسان جگہ جا کر میں نے بے چینی سے تہذیب کو کال کیا اور چند لمحات کے بعد اس سے رابطہ قائم ہوگیا۔

"تہذیب بول رہی ہے۔" اُس کی آواز اُبھری۔

"تنہا ہو؟"

"نہیں، میرے محبوب کا خیال میرے سینے سے لگا ہوا ہے۔"

"جواب میں کیا کہوں؟"

"خاموش ہوجاؤ۔ یہی جواب ہوگا۔"

"بے حد اہم اطلاعات ہیں۔"

"ارشاد۔" تہذیب نے کہا۔

"تارنیا ہارڈ سے کوئی رابطہ قائم ہوا؟"

"آج ہی اُن سے بات ہوئی ہے۔ میں نے انھیں بتایا کہ علی انتہائی ناموافق حالات میں کام کر رہے ہیں، ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت دور ہیں۔"

"اس وقت اُن سے رابطہ قائم کرسکتی ہو؟"

"ہاں، کیوں نہیں!"

"تارنیا کو میرا ایک خصوصی پیغام فوراً دے دو۔ اُن سے کہو کہ جس طرح بھی ممکن ہوسکے بیروت میں تنظیم سے رابطہ قائم کرکے علی یار خان کا ایک پیغام دے دیا جائے۔ یہ اشد ضروری ہے اور اس میں ایک لمحے کی تاخیر سخت خطرناک ہوگی۔"

"پیغام دُہراؤ علی! ہم باقی باتیں پھر کریں گے۔" تہذیب سنجیدہ ہوکر بولی۔

"نوٹ کرو۔ علی یار خان، تنظیم کا خادم اطلاع دیتا ہے اپنے دوستوں کو کہ اس کی حیات کا ہر لمحہ فلسطین کی آزادی کے لیے وقف ہے اور ہر وہ جگہ جو اس کی نگاہ میں آجائے کہ جہاں تنظیم کا مفاد ہو، اس کا عمل جاری ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ان دنوں میں اُس آبدوز کی فکر میں ہوں جو تنظیم کے لیے لمحۂ فکریہ بنی ہوئی ہے۔ ہائل جوشیو بدعہدی کر رہا ہے اور عرب دنیا کی طرف سے موصول شدہ پیش کش کو قبول کرکے دھوکا دہی کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جو دولت سونے کی شکل میں بھیجی جارہی ہے اُسے فوراً کسی مؤثر بہانے کے ساتھ روک دیا جائے۔ یہ دولت ہضم کرلی جائے گی، اور اسے لانے والوں کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ اُن نو افراد کی مانند جو اس کی قید میں ہیں اور جنھیں جبر و تشدد کے ذریعے اس گفت و شنید پر آمادہ کیا جارہا ہے۔ آبدوز کا سودا حکومتِ اسرائیل کے حق میں طے ہوگیا ہے اور ہفتے عشرے کے اندر وہ اُن کے حوالے کردی جائے گی لیکن خدا کے فضل سے وہ کبھی اسرائیل نہیں پہنچے گی اور میں آپ لوگوں کو اس کی تباہی کی اطلاع دوں گا۔

خادم: علی یار خاں"

"بس؟" تہذیب نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

"ہاں تہذیب، یہ پیغام جس قدر جلد بیروت پہنچ جائے اُتنا ہی بہتر ہے۔"

"میں ابھی تارنیا ہارڈ کو مخاطب کرکے اس سے استدعا کروں گی کہ یہ کام فوراً کردے۔ بس ایک بات بتا دو!"

"پوچھو تہذیب!"

"تم یہ سب کچھ کرتے ہوئے محفوظ ہو؟"

"ہاں، خدا کا شکر ہے۔"

"مجھ سے کب ملو گے؟"

"ملنا چاہتی ہو؟"

"ہاں، مجھے بھی کچھ اہم اطلاعات تمھیں دینا ہیں۔ میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"کب اور کہاں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مگر تمھاری مصروفیات ؟"

"چند روز میں فارغ ہوں ۔"

"تو علی، کل مجھ سے مل لو۔ یہیں مادام مارٹینا کی رہائش گاہ پر آسکو گے ؟"

"کسی لحاظ سے نقصان دہ تو نہ ہوگا ؟"

"جو کچھ میں تمھیں بتانا چاہتی ہوں' وہ ممکن ہے تمھارے لیے زیادہ مفید ثابت ہو۔ اس لیے یہ خطرہ مول لیا جاسکتا ہے ۔"

"کل کس وقت ؟"

"شام کو چھ بجے پہنچ جاؤ۔ مادام شام کے بعد اپنی خواب گاہ میں چلی جاتی ہیں۔ میں تمھیں پورے پتے سے آگاہ کیے دیتی ہوں' دقت نہ ہوگی۔ یہاں میری حیثیت ممتاز ہے۔ میں خود تمھارا استقبال کروں گی ۔"

"پتا بتاؤ ۔" میں نے کہا اور تہذیب مجھے پورے پتے سے آگاہ کرنے لگی۔

"میرا دل مسرّت سے لبریز ہے تہذیب! اس طرح دیدار کرانے کا شکریہ ۔" میں نے کہا۔

"اور میں اسی وقت سے کل شام کا انتظار کروں گی' خدا حافظ ۔"

میں نے بھی اسے خدا حافظ کہہ کر ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور پھر آنکھیں بند کر کے خیالات میں گم ہوگیا۔ تہذیب واقعی میرے دل و دماغ میں رچ بس گئی تھی۔ اس کا تصوّر میری زندگی تھا۔ وہ مجھے کیا بتانا چاہتی ہے؟ ایسی کون سی بات ہے جس کے لیے اس نے ساری احتیاط بالائے طاق رکھ دی ہے؟ وقت گزارنا واقعی ایک مشکل مسئلہ تھا لیکن اب انتظار کی روایتی لذّت کا مزہ بھی چکھنا تھا۔ صبح ہونے کو تھی جب اپنی جگہ سے اٹھا اور اس چٹانی مکان میں آگیا جہاں شارلٹو گہری نیند سو رہا تھا۔ آہٹ پیدا کیے بغیر میں ایک جگہ منتخب کر کے لیٹ گیا۔ ذہن بری طرح تھکا ہوا تھا۔ اس لیے نیند آنے میں دیر نہ لگی۔ پھر پیٹ میں گردش کرنے والے چوہوں نے جگایا اور ایک نگاہ میں اندازہ ہوگیا کہ دن کا کافی حصّہ گزر گیا ہے۔

شارلٹو موجود نہ تھا۔ انگڑائی لے کر گھڑی دیکھی' ایک بج رہا تھا۔ یہ بھی بہتر ہی ہوا تھا' آدھے دن کی تکلیف ختم ہوگئی تھی۔ ورنہ انتظار سوہانِ روح ہوتا۔ میرے قدموں کی آہٹ ہوئی تو شارلٹو اندر آگیا۔

"پانی تیار ہے' منہ ہاتھ دھو لو چیف تو بہترین کھانا پیش کروں گا اور اس کے بعد کافی ۔"

"دل خوش کر دیا شارلٹو! جلدی سے کھانا نکال لو' میں ابھی تیار ہوا ۔"

بھنا ہوا گوشت' پنیر اور باسی سلائس جنھیں مکھن میں تل کر نرم کر لیا گیا تھا' اس وقت دنیا کی سب سے لذیذ شے لگی۔ پھر گوشت پر چونک پڑا۔ شارلٹو نے بتایا کہ اس نے مرغابیاں شکار کی ہیں۔ میں نے اسے بھی اپنے ساتھ شریک کیا تھا۔ "اس دوران کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی ؟"

"قطعی نہیں چیف! امن رہا ۔"

"ہمیں این کے چلنا ہے شارلٹو !"

"ضرور چلنا ہے چیف! کیا رات کو رکو گے ؟"

"کیوں ؟"

"بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ بدقسمتی سے وہ دونوں میاں بیوی تھے۔ ورنہ یہاں شراب ضرور ہوتی ۔"

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ این کے کیوں چلنا ہے ؟"

"کیوں پوچھوں' چیف دماغ ہے اور شارلٹو بدن۔ بس اتنا ہی کافی ہے ۔" شارلٹو نے کہا۔

"تمھارے ملک میں تمھارا کیا عہدہ ہے شارلٹو ؟"

"پریکٹیکل ڈیپارٹمنٹ کا رکن ہوں ۔"

"میرے ساتھ آوارہ گردی پسند کرو گے۔ میرے لیے اپنا ڈیپارٹمنٹ چھوڑ سکو گے ؟"

"خوراک' شراب۔ صرف ان دو چیزوں سے رشتہ ہے اور کوئی نہیں ہے اپنا چیف۔ اب تمھاری محبت بھی شامل ہوگئی ہے۔ جو شخص کسی دوسرے کے لیے جان پر کھیل جائے' ذہین ہو' قدر کرنا جانتا ہو' اس کا ساتھ کون بدنصیب چھوڑنا چاہے گا۔ تم شارلٹو کو قبول کرو گے چیف تو کون انکار کرے گا ۔"

"بس شارلٹو' ابھی اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔ تیاریاں کرو ۔"

"او کے۔ بوٹ سے چلو گے یا لانچ سے ؟"

"بوٹ موجود ہے ابھی تک ؟"

"ہاں' میں وہی استعمال کرتا رہا ہوں لیکن وہ پوشیدہ ہے' تلاش کرنے پر ہی مل سکتی ہے۔ مجھے احساس ہے کہ وہ آئی دان فیرو کی ملکیت ہے اور اسے تلاش کیا جا رہا ہوگا ۔"

"اسے ضائع کر دو شارلٹو۔ یہ جزیرہ ہمارے لیے اہم ہے۔ اگر کسی نے اسے یہاں دیکھ لیا تو ہماری یہاں موجودگی سے واقف ہو جائے گا۔ ہماری زندگیاں بھی خطرے میں پڑ جائیں گی اور اگر ایسا نہ بھی ہوا تو ہم سے یہ ٹھکانہ چھن جائے گا ۔"

"کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے چیف لیکن اجازت ہو تو ایک سوال پوچھ لوں ؟"

"ہاں کہو ؟"

"یہ لانچ جس سے ہم سفر کریں گے' محفوظ ہے۔ مطلب یہ

دوسرے لوگ اس کی طرف متوجہ تو نہیں ہوں گے ؟"

"نہیں۔ میں نے اپنا کردار بخوبی نبھایا ہے۔ تم نے دیکھا' میں بوڑھے کی شکل میں نہیں ہوں ۔"

"او کے چیف' مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دو ۔" شارلٹو نے کہا اور چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں اپنے پروگرام کے بارے میں غور کرتا رہا۔ بہت سی چیزیں ذہن میں الجھی ہوئی تھیں لیکن ان کا کوئی حل نہیں تھا اور اس سلسلے میں بس ایک ہی طریقہ کافی تھا۔ سامنے ہے اسے دیکھو' جو اوجھل ہے اس کے لیے پریشان ہو ورنہ صلاحیتیں الجھ جاتی ہیں اور اصل کام بھی انجام نہیں دیا جا سکتا۔ چنانچہ الجھنوں کو ذہن سے دور کر دینا ہی بہتر ہے۔

شارلٹو تقریباً بیس منٹ کے بعد واپس آگیا۔ "کام ہوگیا باس۔ جس چیز کا حصول مشکل ہوتا ہے' اسے فنا کر دینا آسان ۔"

"آؤ چلیں ۔" میں نے کہا اور ہم دونوں ساحل کی طرف چل پڑے۔

این کے کی فضا معمول کے مطابق تھی۔ سڑکیں' بازار رواں تھے' ایک باقاعدہ شہر تھا اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہاں ایک دن دیوالوں کا دن ہوتا ہے۔ فیرو نے اس بارے میں بڑی عجیب کہانی سنائی تھی۔

پام اسپرنگ نامی ایک چھوٹے سے ہوٹل میں ایک کمرا حاصل کیا گیا اور ہم کمرے میں مقیم ہوگئے۔ "تم رات کو کسی وقت آنا چاہو تو آرام سے یہاں آسکتے ہو لیکن اس سے پہلے کچھ وقت مجھے دینا ہوگا ۔"

"حاضر چیف' یہ بھی کہنے کی بات ہے ۔"

"ایک پتا نوٹ کرو اور مجھے وہاں لے چلو ۔" میں نے کہا اور تہذیب کا بتایا ہوا پتا دہرا دیا۔

"اوہ! میں اس جگہ کے بارے میں جانتا ہوں۔ این کے کے دولت مندوں کا علاقہ ہے۔ اس طرف لوٹ مار بھی نہیں ہوتی کیونکہ وہاں زبردست رکھوالے ہوتے ہیں۔ ویسے یہ علاقہ این کے کا آخری سرا ہے' اس کے بعد سمندر ہے ۔"

"فاصلہ کتنا ہوگا ؟"

"یہاں سے اسّی میل دور ہے ۔"

"اوہ! کیا وہاں ہوٹل وغیرہ ہیں ؟"

"نہیں چیف' وہاں ہوٹلوں کا کیا کام۔ پارک وغیرہ بکھرے ہوئے ہیں۔ ساحل پر ایک خوبصورت تفریح گاہ ہے جہاں لاتعداد لوگ پڑے ہوتے ہیں۔ وہ خالص دولت مندوں کا علاقہ ہے ۔"

"تب یوں کرو شارلٹو' مجھے وہاں پہنچا دو اور اسی ٹیکسی میں واپس آجاؤ۔ میں بعد میں آجاؤں گا ۔"

"او کے چیف' کتنی دیر میں چلو گے ؟"

"میرے خیال میں اب وقت ضائع کرنا بے کار ہے ۔"

"تو تیار ہو جاؤ' چلتے ہیں ۔" شارلٹو نے کہا۔ میں نے میک اپ اتارا اور پھر ایک عمدہ سے سوٹ میں ملبوس ہو کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ شارلٹو کو میں نے کاؤنٹر پر چابی دینے بھیج دیا اور خود باہر نکل آیا۔ شارلٹو نے باہر آکر ایک ٹیکسی روکی اور ہم اس میں بیٹھ گئے۔

"گراس ہل ۔" شارلٹو بولا اور ڈرائیور چونک پڑا۔ "مرومت' واپس بھی آنا ہے ۔"

"او کے لارڈ ۔" ڈرائیور نے مطمئن ہو کر ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

"جو جگہ تم نے بتائی ہے چیف' وہ ساحل کے قریب ہو سکتی ہے۔ ہم سیدھے ساحل پر چلیں گے ۔" راستے میں شارلٹو نے کہا۔ میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

ٹیکسی سفر کرتی رہی۔ میں باہر کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ این کے ڈیولپمنٹ اتھارٹی کے دفاتر نظر آئے۔ مجرموں کے اس جزیرے پر بہترین انتظامات تھے لیکن حیرت انگیز بات تھی کہ یہ کسی ملک کے تحت نہیں تھا۔ سمندر میں کسی حادثے کا شکار ہو کر اگر کوئی اس طرف نکل آئے تو اسے گمان بھی نہ ہو کہ وہ کسی ایسی جگہ آگیا ہے جہاں سے مہذب دنیا میں واپسی کا سفر انتہائی مشکل ہو سکتا ہے۔ اسے تو یہی محسوس ہوگا جیسے وہ کسی باقاعدہ شہر تک پہنچ گیا ہے۔ این کے ایک حیرت انگیز جزیرہ تھا اور اس کی روایات طلسمی حیثیت رکھتی تھیں جو سننے والے کو مسحور کر دیں۔ میں بھی اگر اس کی کہانیاں سنتا تو میرے دل میں اسے دیکھنے کی خواہش جاگ اٹھتی۔

ٹیکسی کا سفر جاری رہا۔ عمارتوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ خوبصورت باغات اور ان کے درمیان خال خال مکانات پھیلے ہوئے تھے' کوئی حصّہ غیر آباد نہیں چھوڑا گیا تھا۔ ظاہر ہے' اس چھوٹے سے علاقے میں یہ عیاشی ممکن نہیں تھی۔ یہاں کوئی زرعی نظام نہیں تھا۔ تمام کی تمام چیزیں باہر سے آتی تھیں نہ ہی یہاں کوئی صنعت لگی ہوئی تھی۔ بس این کے ڈیولپمنٹ اتھارٹی کے دفاتر تھے یا پھر دکانیں' بازار اور ہوٹل۔

اسّی میل کا سفر تقریباً پچاسی منٹ میں طے ہوا۔ ٹیکسی مناسب رفتار سے سفر کر رہی تھی اور ہم اس سفر سے لطف اندوز ہو رہے تھے' یہاں تک کے ہم ساحل کے قریب پہنچ گئے۔

گراس ہل نامی علاقہ اسم بامسمّٰی تھا۔ چھوٹے چھوٹے پہاڑی سلسلے تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے تھے لیکن وہ سب گھاس سے لدے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئے تھے اور ان کی ڈھلوانوں پر چھوٹے چھوٹے چنار اور سرو کے درختوں کی بہتات تھی جو دور سے دیکھنے پر اتنے حسین نظر آتے تھے کہ نگاہ ان پر سے نہ ہٹے۔ جگہ جگہ پھولوں کی کاشت کی گئی تھی اور انھیں مختلف شکلوں میں تراش دیا گیا تھا۔ وہ پارک جن کے بارے میں مجھے شارلٹو نے بتایا تھا، اتنے جاذب نگاہ تھے کہ وہاں پہنچنے کے بعد وہاں سے جانے کو جی نہ چاہے۔ ایسے ہی ایک پارک کے سامنے شارلٹو نے ٹیکسی رکوادی اور نیچے اتر گیا۔

"تم چند منٹ انتظار کرو، میں ابھی آتا ہوں۔" شارلٹو نے ڈرائیور سے کہا اور اس نے گردن ہلادی تھی۔ شارلٹو میرے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"کیسی جگہ ہے چیف؟"

"کمال کی جگہ ہے شارلٹو۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ علاقہ اتنا ہی حسین ہوگا۔"

"ایں کے بہت خوب صورت جگہ ہے لیکن یہاں رہنا لوہے کے چنے چبانے کے مترادف ہے۔ جو لوگ یہاں کاروبار کرتے ہیں، ان کے دل سے پوچھو چیف کہ وہ یہاں کیسے زندگی گزارتے ہیں۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو گیارہ مہینے کام کرتے ہیں اور جب لوٹ مار کا تہوار آتا ہے تو اپنا بوریا بستر سنبھال کر یہاں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ عجیب زندگی ہے یہاں کی۔"

"تمھارے خیال میں وہ کوٹھی کون سی ہو سکتی ہے جس کا میں نے تمھیں پتا بتایا ہے؟" میں نے مطلب کی بات پر آتے ہوئے کہا۔

شارلٹو اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اس نے کئی کوٹھیوں کے نمبر دیکھے اور پھر ایک سمت رخ کر کے بولا۔ "چیف، وہ جو تمھیں ہلکے سبز رنگ کی ایک عمارت نظر آرہی ہے، میرے اندازے کے مطابق وہی تمھاری مطلوبہ جگہ ہے۔"

میں نے عمارت کی طرف دیکھا، ہلکے سبز رنگ کی عمارت کے سامنے ایک بہت بڑا وسیع لان پھیلا ہوا تھا جس پر سبزہ ہی سبزہ موجود تھا۔ درخت جھول رہے تھے اور ان درختوں میں مختلف پھل لٹکے ہوئے تھے۔ پس منظر میں ایک چھوٹی سی گھاس سے لدی ہوئی پہاڑی تھی اور داہنی سمت ساحل۔ گویا یہ کوٹھی ساحل سے ملی ہوئی تھی اور ممکن ہے اس کا کوئی حصہ سمندر سے جا ملا ہو۔

اس حسین ترین جگہ کو دیکھ کر میری آنکھیں تعجب و حیرت سے پھیل گئیں۔ تہذیب واقعی ایک خوب صورت جگہ مقیم ہے، میں نے سوچا اور پھر حفظِ ماتقدم کے طور پر ہم دونوں کوٹھی کے قریب سے گزرے جو نمبر تہذیب نے مجھے بتایا تھا، وہ کوٹھی پر پیتل کی پلیٹ کی شکل میں نظر آگیا تھا۔

"او کے شارلٹو، یہی میری مطلوبہ جگہ ہے۔"

"چیف، کسی بہت دولت مند آدمی کی رہائش گاہ معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال، تم بہتر جانتے ہو۔ ہاں، یہ تو بتاؤ، واپسی کے لیے تم کیا طریقہ اختیار کرو گے؟ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ یہاں ٹیکسی وغیرہ مل جائے کیونکہ یہاں رہنے والے ٹیکسیوں میں سفر نہیں کرتے۔"

"اس کی فکر نہ کرو شارلٹو۔ کچھ نہ کچھ کر ہی لیا جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر میں جاؤں؟" شارلٹو نے پوچھا۔

"ہاں یقیناً، تمھارا بہت بہت شکریہ، میں خود ہی پام اسپرنگ پہنچ جاؤں گا۔"

"تو پھر خدا حافظ۔ حالانکہ چیف تمھیں چھوڑتے ہوئے مجھے اچھا نہیں لگ رہا لیکن یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تم یقیناً کسی ضروری کام سے یہاں آئے ہو۔" شارلٹو نے کہا۔

"جس کام سے میں یہاں آیا ہوں، اس میں تمھاری ضرورت بھی نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا اور شارلٹو مجھے سلام کر کے چلا گیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا اس ٹیکسی کو جاتا دیکھتا رہا تھا، جس میں ہم لوگ آئے تھے۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو میں گہری سانس لے کر عمارت کی طرف متوجہ ہوگیا۔ میں نے عمارت کے اطراف کا ایک چکر لگایا اور اس کے بعد ساحل کی جانب چل پڑا۔

ساحل پر مختلف مناظر نظر آرہے تھے۔ سیر و تفریح کرنے والے لوگ یہاں بکثرت موجود تھے جیسا کہ شارلٹو نے مجھے بتایا تھا کہ یہاں ٹرالر بھی تھے لیکن یہ ٹرالر یہاں رہنے والوں کی ذاتی ملکیت تھے اور کرایہ وغیرہ پر ان کا حصول ناممکن تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کسی اجنبی کو یہاں کس نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن بہرطور میں ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ خوب صورت اور نوجوان لڑکیاں پانی میں خوش فعلیاں کر رہی تھیں۔ ان کے جسموں پر پیراکی کا لباس تھا۔ بے شمار لوگ چھتریاں لگائے بیٹھے ہوئے تھے حالانکہ دھوپ میں قطعی تیزی نہیں تھی اور موسم خاصا خنک تھا لیکن پانی میں نہانے والے موسم کی خنکی سے بے نیاز اپنے کام میں مشغول تھے اور قہقہے اُبل رہے تھے۔

میری طرف کسی نے بھی اجنبی نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ شاید لوگ یہاں ایک دوسرے سے اظہارِ واقفیت نہیں کرتے تھے۔ ویسے کئی جگہ اس قسم کے مواقع ملے کہ اگر میں چاہتا تو کچھ وقت کے لیے کسی کو اپنا ساتھی بنا سکتا تھا لیکن اس قسم کے ہنگاموں میں اس وقت پڑنا بالکل بے مقصد تھا اور پھر یوں بھی تہذیب مالکم ایکس سے ملاقات کے لیے زیادہ وقت نہیں رہ گیا تھا اور یہ وقت مجھے یہیں گزارنا تھا۔

تین لڑکیوں کی ایک ٹیم پانی سے نکلی اور اتفاق سے میں اس وقت ان کے سامنے ہی موجود تھا۔ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگیں لیکن ان کے چہروں پر شرارت کے آثار تھے۔ تب ان میں سے ایک آگے بڑھ کر بولی۔ "ہیلو۔"

"ہیلو۔" میں نے بھی پُرتپاک انداز میں کہا۔

"آپ تنہا محسوس ہوتے ہیں۔"

"صرف محسوس ہو رہا ہوں، ہوں نہیں۔"

"اوہ، اس سے پہلے ہم نے آپ کو یہاں نہیں دیکھا۔"

"میری بدقسمتی ہے کہ آپ کے سامنے نہیں آسکا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا آپ تھوڑی دیر کے لیے ہمارا ساتھی بننا پسند کریں گے؟"

"معذرت خواہ ہوں۔ ویسے آپ کہیں باہر کے علاقے سے آئی ہوئی معلوم ہوتی ہیں؟"

"ہاں۔ ہم تینوں ڈنمارک سے آئے ہیں۔ یہاں ہماری ایک دوست کا ٹرالر ہے۔ ویسے اس خوب صورت سی جگہ میں تنہائی بڑی عجیب لگتی ہے۔ سوچا تھا کہ آپ کو پارٹنر بنا لیں، لیکن آپ پہلے ہی . . ."

"ہاں مس، اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ ڈنمارک والیوں نے شانے ہلائے اور آگے بڑھ گئیں۔ گھڑی میں وقت دیکھ کر میں ساحل سے پلٹ آیا اور اب میرا رخ براہِ راست اس سبز عمارت کی طرف تھا جہاں تہذیب مالکم ایکس موجود تھی۔

جذبوں کو مناسب نام نہیں دیے جا سکتے۔ بس ایک احساس سینے میں جاگزیں ہوتا ہے۔ تہذیب نے اپنے دل میں میرا مقام بنا لیا تھا اور اپنی تمام تر احتیاط کے باوجود میں اپنے سینے میں اس کے لیے ہلچل پیدا ہونے سے نہیں روک سکا تھا۔ اس مکان کی جانب بڑھتے ہوئے قدم تہذیب کے تصور کے ساتھ ساتھ اُٹھ رہے تھے اور اس تصور میں صرف تجسس نہیں تھا بلکہ ایک دلچسپی، ایک اُمنگ اور ایک اشتیاق تھا جسے اگر محبت کا نام دیا جا سکتا ہے تو یہ اس کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔

جب میں مین گیٹ پر پہنچا، تو تہذیب مجھے گیٹ کے نزدیک کھڑی نظر آئی۔ ایک خوب صورت سے لباس میں ملبوس ہمیشہ سے کہیں زیادہ دلکش محسوس ہوئی یا پھر یہ صرف میری نگاہ تھی جس نے اسے محبت کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

اس کے نازک سے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ رقصاں تھی، آنکھوں میں ستارے سے چمک رہے تھے اور مشرق کی پروردہ نہ ہونے کے باوجود اس کے انداز میں وہ جھجک، وہ نسوانیت، وہ حیا موجود تھی جو صرف اور صرف مشرق کی دین ہے، اہلِ مغرب اس سے محروم ہیں۔

وہ چند قدم آگے بڑھی، یہی اظہارِ جذبات تھا۔ یہی اظہارِ اُلفت۔ میں بھی اس کے نزدیک جا کھڑا ہوا اور ہم دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے اور یہ خاموش احساسات، یہ خاموش جذبات ہزاروں الفاظ کا روپ رکھتے تھے۔ سب کچھ کہہ لیا ہم نے ایک دوسرے سے اور جب احساسات و جذبات کا طوفان ٹھہرا تو تہذیب آہستہ سے بولی۔ "آئیے۔" میں اس کے ساتھ آگے بڑھ کے اس حسین عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوگیا۔ دو رویہ سبز میدان پھیلا ہوا تھا۔ اس کے درمیان گہری سرخ روش بنائی گئی تھی جس پر باریک بجری بچھی ہوئی تھی۔ یہ روش آگے تک جاتی تھی اور پھر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ سامنے صدر دروازہ تھا جس تک پہنچنے کے لیے آٹھ سیڑھیاں طے کرنا ہوتی تھیں۔ میں نے مادام مارٹینا کی خیریت پوچھی تو تہذیب نے کہا کہ وہ ٹھیک ہیں۔

"لیکن اتنی جلدی وہ اپنی خواب گاہ میں چلی جاتی ہیں؟"

"ہاں۔ انھیں بے خوابی کی شکایت ہے، رات کے دوسرے حصے میں انھیں بالکل نیند نہیں آتی۔ اس لیے وہ شام کو جلد سو جانے کی عادی ہیں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"گویا ان سے ملاقات نہیں ہو سکے گی؟" میں نے کہا۔

تہذیب عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ "ہاں، اس وقت تو ممکن نہیں ہے۔"

"تم یہاں کیسے گزار رہی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"جس طرح ایک بڑے آدمی کی یا بڑی خاتون کی سیکرٹری گزار سکتی ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ ہم مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے بالآخر ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ زیادہ وسیع کمرا نہیں تھا لیکن انتہائی نفاست سے آراستہ تھا۔

میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "عمدہ۔ اچھی جگہ ہے، پسند آئی۔"

"بیٹھیے۔" تہذیب بولی۔

"یہ تمھارے انداز میں تکلف کب سے پیدا ہوگیا؟"

"یاد ہی نہیں رہا کس طرح مخاطب کرتی تھی تمھیں۔"

"اوہ . . . اوہ اتنی محویت!" میں نے جواب دیا۔

"ہم اسے محویت نہیں کہہ سکتے۔"

"پھر کیا کہیں گے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ بتایا نہیں جا سکتا۔" تہذیب نے ایک ادا سے کہا۔ میں اس کی اشارہ کی ہوئی نشست پر بیٹھ گیا تو تہذیب نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

"بڑی خاموشی ہے یہاں۔ ملازمین بھی زیادہ تعداد میں معلوم نہیں ہوتے۔"

"ہاں، میڈم مارٹینا ملازموں کی بھیڑ کو پسند نہیں کرتیں۔ اس کے باوجود یہاں کافی آدمی ہیں لیکن چونکہ شام کو مادام مارٹینا کی مصروفیات ختم ہو جاتی ہیں، اس لیے ملازمین بھی چھٹی کر لیتے ہیں۔ شام کے بعد یہاں کا ماحول بہت پُرسکون ہوتا ہے۔"

"کیا تمھیں اس پُرسکون ماحول سے وحشت نہیں ہوتی؟"

"میں جانتی ہوں، یہ سب کچھ عارضی ہے اس لیے برداشت تو کرنا ہی ہوتا ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"کیا میری آمد کے بارے میں مادام مارٹینا کو معلوم ہے؟"

"ہاں۔ کوئی خاص توجہ نہیں دی انھوں نے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ میرا ایک دوست مجھ سے ملنے آ رہا ہے۔ انھوں نے مجھ سے یہ بھی نہ پوچھا کہ میرا وہ دوست کون ہے؟ کہاں سے آ رہا ہے؟ کہیں باہر سے آیا ہے یا این کے پر ہی رہتا ہے؟"

"اچھی مالکہ ہیں۔ ویسے تمھارا کیا خیال ہے تہذیب، تارینا ہارڈو کے ملک کی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ان کا کیا مقام ہے؟"

"میں نہیں جانتی کہ یہاں مادام مارٹینا کو کس حیثیت سے مقیم کیا گیا ہے۔ ممکن ہے وہ باریک بین ہوں اور حالات پر گہری نگاہ رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔ میں اس بارے میں صحیح طور پر نہیں بتا سکتی۔"

"مادام مارٹینا کے آدمیوں سے تمھاری ملاقات ہوئی؟"

"نہیں۔ یہ تمام ذمّے داریاں مادام نے خود ہی سنبھالی ہوئی ہیں۔ میں آج تک نہ تو کسی سے مخاطب ہوئی ہوں اور نہ ہی مجھے یہ اندازہ ہو سکا ہے کہ مادام مارٹینا کے ماتحت کتنے افراد یہاں کیا کیا کام کرتے ہیں۔"

"ان کی سیکرٹری کی حیثیت سے بھی تمھیں اس بارے میں کچھ نہیں معلوم؟"

"بس اتنا معلوم ہے کہ مادام تارینا ہارڈو کے ملک کے مفادات کے لیے کام کر رہی ہیں اور انھیں ضروری باتیں پتا چلتی رہتی ہیں، وہ ان کا ایک باقاعدہ ریکارڈ رکھتی ہیں لیکن میرے ذریعے نہیں۔"

"تمھیں کیا کرنا ہوتا ہے؟"

"صرف ان کی نگہداشت ۔ ان کے آرام و آسائش کا خیال۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"عجیب بات نہیں ہے تہذیب؟"

"شاید ہے لیکن میں نے تمھیں اس سے بھی زیادہ عجیب باتیں بتانے کے لیے یہاں آنے کی زحمت دی ہے۔" تہذیب نے کہا اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اس کے بعد دروازے تک گئی۔ دروازہ کھول کر باہر جھانکا پھر دروازہ بند کر کے واپس آ کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

تہذیب کی یہ حرکات بتاتی تھیں کہ وہ کوئی بہت ہی اہم انکشاف کرنے والی ہے۔ میں متجسس نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔

چند لمحات کے بعد تہذیب نے کہا۔ "بات یہ ہے علی کہ ہم ایک بالکل ہی غیر متعلق ملک کے لیے یہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ میں یہ نہیں جانتی کہ تم نے یہاں آ کر تارینا ہارڈو کے مقاصد کے لیے کیا کچھ کیا ہے لیکن ایک بات کا اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ اس ملک نے یا تارنیا ہارڈو نے مستحکم بنیادوں پر اپنا کام نہیں کیا ہے۔ بلکہ وہ اس طرح یہاں مصروفِ عمل ہیں جیسے صرف اخلاقی کارروائی کر رہے ہوں۔ ورنہ اس سلسلے میں اگر وہ اتنے ہی محتاط ہیں تو پھر انھیں اتنے ہلکے انداز میں کام نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پُراشتیاق انداز میں پوچھا۔

"میں بہت سے سوالات اپنے ذہن میں رکھتی ہوں تمھارے بارے میں۔ تم نے ٹرانسمیٹر پر مجھ سے جو گفتگو کی تھی، اس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ تم حالات کو کافی حد تک اپنے کنٹرول میں کر چکے ہو۔ کس طرح؟ یہ صرف تم جانتے ہو گے۔ بہرطور میں تمھیں سب سے اہم بات بتانا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ میڈم مارٹینا، اصل میڈم مارٹینا نہیں ہیں۔"

تہذیب کی بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

"ہاں، اصل میڈم مارٹینا کو قید کر کے اسی عمارت کے ایک تہ خانے میں رکھا گیا ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"اوہ اور نقلی میڈم مارٹینا . . ."

"وہ . . . وہ اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے علی، تو وہ عورت ایک انتہائی خطرناک عورت ہے۔ شاید . . شاید ہائل جوشیو . . ."

تہذیب کے یہ الفاظ کسی خوفناک بم کی طرح میرے کانوں کے قریب پھٹے تھے۔ میرا دماغ سُن ہو گیا۔ ایک لمحے کے لیے مجھے اپنے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہوئے محسوس ہوئے یہ ناقابلِ قیاس بات تھی، ناقابلِ یقین۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تہذیب کو غلط فہمی ہوئی ہو۔

چند لمحات خاموش رہنے کے بعد تہذیب کہنے لگی۔

"ہاں تمھارا اندازہ درست ہے۔ ہو سکتا ہے مجھے غلط فہمی ہوئی ہو لیکن میں وہ باتیں کر رہی ہوں جو سن چکی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آبدوز کے سلسلے میں جو سودے بازی ہو رہی ہے، اس میں میڈم مارٹینا ایک مطلق العنان کی حیثیت سے گفتگو کر رہی ہیں اور ایک مخصوص ٹرانسمیٹر پر ہائل جوشیو کی حیثیت سے کچھ لوگوں کو ہدایات دیتی رہی ہیں۔ ان ہدایات میں وہ انتہائی بھاری مردانہ آواز میں اپنے آپ کو ہائل جوشیو کہہ کر دوسروں سے مخاطب ہوتی ہیں۔"

"تہذیب تم . . . تمھیں کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوئی؟"

"شاید تم یہ بھول رہے ہو علی کہ میں نے ایک جرائم پیشہ ادارے میں تربیت حاصل کی ہے۔ میں وہ نہیں ہوں جو نظر آ رہی ہوں یا بن چکی ہوں جب اس طرح کے معاملات میرے علم میں آتے ہیں تو میرے اندر وہ تمام صلاحیتیں اور حسیں بیدار ہو جاتی ہیں جنھوں نے مجھے گرین لول کا 'لُو' بنا دیا تھا۔ گرین لول اعلیٰ ترین لوگوں کو اپنے درمیان ایک عام حیثیت دیتی ہے لیکن وہ جو اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا چکے ہوتے ہیں، خواہ کسی بھی سطح کے لوگ ہوں، عہدوں کے قابل قرار پاتے ہیں۔ گرین لول پر تو میں لعنت بھیج چکی ہوں لیکن اس حیثیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے تمھیں میری بات پر یقین کر لینا چاہیے۔"

"تہذیب، یہ تو تم نے . . . یہ تو تم نے بڑی حیرت انگیز بات بتائی!"

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میں جو انکشاف کرنے والی ہوں، وہ تمھارے لیے ناقابلِ یقین ہو گا۔"

"تہذیب، اب تو میں میڈم مارٹینا سے ضرور ملنا چاہوں گا۔ لیکن ان حالات میں تم . . . کتنی حیرت کی بات ہے کہ تمھیں تارینا ہارڈو نے بڑے اعتماد کے ساتھ اس جگہ بھیجا تھا اور تمھیں یہاں رہ کر سب سے خطرناک کام انجام دینے تھے۔ تم پر یہ انکشاف کیسے ہوا؟"

"مجھے کچھ شبہات تو پہلے ہی ہو چکے تھے علی۔ میڈم مارٹینا اپاہج ہیں۔ وہ پہیّوں والی کرسی پر بیٹھ کر اپنے تمام کام کرتی ہیں لیکن ایک اپاہج کے اندر جو ویرانی اور مایوسی ہوتی ہے، وہ میں نے ان خاتون میں نہ پائی۔ ان کے انداز میں ایک ایسی چستی پھرتی اور مستعدی تھی کہ میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ شاید وہ اپاہج نہیں ہیں۔ میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ ہاں میڈم مارٹینا کے ذریعے تارینا ہارڈو کو جو پیغامات بھجوانے تھے، وہ بدستور بھجواتی رہی اور ان میں کسی قسم کا تکلف نہیں کیا۔ البتہ میں درپردہ ان کی کھوج میں لگی رہی اور بالآخر میں نے یہ راز پا لیا کہ وہ اپاہج نہیں ہیں۔ جب مجھ پر یہ انکشاف ہوا تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ تارنیا ہارڈو نے ایسا کیوں کیا یا میڈم مارٹینا کو ایک اپاہج کی حیثیت اختیار کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور اس سلسلے میں میں نے تارنیا ہارڈو سے سوال کر لیا، تو اس نے بتایا کہ میڈم مارٹینا مکمل طور پر اپاہج ہیں اور انھیں ان کے ادارے میں تقریباً تیس سال کام کرتے ہوئے ہو گئے ہیں۔ ان کی بے پناہ صلاحیتوں کی بنیاد پر انھیں یہ اہم عہدہ دیا گیا اور صرف اس لیے کہ وہ ٹانگوں سے معذور ہو گئی تھیں اور براہ راست کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی تھیں۔ یہ معلوم کر کے مجھے خیال ہوا کہ اگر میڈم مارٹینا اپاہج نہیں ہیں تو کم از کم یہ بات ان کے ادارے کو تو معلوم ہونا چاہیے تھی بس یہاں سے میرے ٹھوس شبہات کی ابتدا ہوئی اور میں نے درپردہ میڈم مارٹینا پر نگاہ رکھنا شروع کر دی اور اس کے بعد علی، مجھے یہ اندازہ ہوا کہ میڈم مارٹینا، ہائل جوشیو کی حیثیت سے کام کر رہی ہیں۔ میں نے اس کے بعد بھی کافی وقت صرف کیا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ اصل حقیقت کیا ہے؟ تب مجھے معلوم ہوا کہ جتنی گفتگو ہائل جوشیو کے نام پر کی جاتی ہے، وہ میڈم مارٹینا ہی کرتی ہیں۔ یہ انکشاف میرے لیے جس قدر حیرتناک ہو سکتا تھا، تم اس کا اندازہ کر سکتے ہو۔ میں نے یہ راز خود تک ہی محفوظ رکھا، تارنیا ہارڈو تک کو یہ بات نہیں بتائی لیکن میری ذہنی حالت درست نہیں رہی تھی۔ پھر میں ایسے موقعوں کی تلاش میں رہی جب میڈم مارٹینا یہاں موجود نہ ہوں۔ جب بھی مجھے ایسے مواقع ملے، میں نے اس عمارت کی تلاشی لی۔ ایک شام میڈم جب کسی کام سے گئی ہوئی تھیں، میں ایک ایسے کمرے میں جا نکلی جہاں ناکارہ فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ وہاں میں سامان کی تلاشی لے رہی تھی کہ ایک میز کی دراز کھولنے پر میری پشت کی دیوار میں آہٹ ہوئی اور ایک خلا نمودار ہو گیا۔ اس کے دوسری طرف روشنی تھی۔ میں حیرانی سے اندر داخل ہو گئی اور میں نے وہاں بوڑھی مارٹینا کو دیکھا۔ یہ اصل مارٹینا تھی جو ان میڈم کی قید میں تھی۔ میں نے اس سے گفتگو کی تو پتا چلا کہ وہ ایک طویل عرصے سے یہاں قیدی کی زندگی گزار رہی ہے۔ اپنے حیا. . . کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ میں نے اسے دلاسے دیے اور اپنی آمد کو راز رکھنے کے لیے کہہ کر وہاں سے نکل آئی۔ اس کے بعد میرا کام تیز ہو گیا۔ میں نے وہاں کے ایک ایک چپّے کی تلاشی لے ڈالی اور بہت کچھ جان لیا۔ میرا دعویٰ ہے علی کہ مارٹینا ثانی اصلی شکل میں نہیں ہے۔ وہ کوئی اور ہے اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہی ہائل جوشیو ہے۔"

"ایک بوڑھی عورت، ہائل جوشیو!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ممکن ہے وہ بوڑھی نہ ہو۔"

"تم نے تو سارا کھیل ہی بدل دیا تہذیب۔"

"تمھیں ان حالات سے آگاہ کرنا میرا فرض تھا۔"

"فرض۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں، نہیں ہے؟" تہذیب نے محبوبانہ انداز میں کہا۔

"ذراسی وضاحت کرو۔" میں شرارت آمیز لہجے میں بولا۔

"شریکِ زندگی کو نصفِ بہتر کہتے ہیں۔ میں نصف بدترین کر زندگی نہیں گزارنا چاہتی، ہر حالت میں تمھارا آدھا بوجھ بانٹ لوں گی۔" تہذیب نے جذباتی لہجے میں کہا۔ میں نے ان الفاظ سے ایک خوشگوار تاثر لیا تھا۔

"کاش میں ان الفاظ کے جواب میں ان کے ہموزن کچھ الفاظ کہہ سکتا تہذیب۔ بس یوں سمجھ لو تم نے ایک سرکش گھوڑے کو رام کر لیا ہے۔ تہذیب، اب میری زندگی کے دو راستے ہو گئے ہیں۔ میں نے اپنا مستقبل ایک مقصد کے لیے وقف کر دیا تھا اور اس کے علاوہ اپنی ذات میں کوئی اور تبدیلی نہیں چاہتا تھا لیکن اب صورتِ حال مختلف ہو گئی ہے۔"

"شکریہ علی! میں بھی پہلے نہ جانے کیا تھی لیکن اب یہ سب کچھ کرتے ہوئے مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں... جیسے میں تمھارا گھر سنوار رہی ہوں۔ تمھارے کام کر رہی ہوں اور یہ کرتے ہوئے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔"

"تہذیب، میں نے بھی اس سلسلے میں کافی کام کیا ہے۔ میرا خیال ہے، میں اس سلسلے میں عمل کی آخری منزل میں ہوں۔"

"مجھے کچھ بتاؤ گے؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔" میں نے کہا اور پھر میں نے تہذیب کو پوری داستان سنا دی۔

تہذیب حیرت و دلچسپی سے سب کچھ سن رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "تو اب کیا پروگرام ہے؟"

"کچھ وقت لگے گا فیصلہ کرنے میں۔ تم نے تارنیا ہارڈ کو پیغام تو دے دیا ہے؟"

"ہاں۔"

"ظاہر ہے، اب ان لوگوں کا انتظار کیا جائے گا اور وہ آئیں گے۔ اس کے بعد یہ لوگ آبدوز کی ڈیلیوری دے دیں گے۔ بس وہیں سے میرا کام شروع ہو گا۔ تارنیا کو اس سلسلے میں ہماری مدد کرنا ہو گی۔"

"وہ کیسے؟"

"آبدوز سمندر میں سفر کرے گی اور جب وہ ان علاقوں سے نکل جائے گی تو ہم اسے ناکارہ بنا دیں گے اور اس بڑے ملک کی آبدوزیں اس پر قبضہ کر لیں گی۔"

"کیا تم اس آبدوز میں سفر کرو گے؟"

"ہاں۔ ایک اسرائیلی ایجنٹ کی حیثیت سے۔"

"کیا یہ خطرناک نہ ہو گا؟" تہذیب خوفزدہ لہجے میں بولی اور میں مسکرا دیا۔

"یہ تہذیب مالکم ایکس آف گرین پول نہیں بول رہی۔ بلکہ وہ نصف بہتر والی بات یہاں کارفرما ہے۔"

"جو دل چاہے سمجھ لو۔ کیا کوئی ایسی ترکیب نہیں ہو سکتی کہ..."

تہذیب نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً ہم نے کچھ سرسراہٹیں سنیں۔ زمین کے نیچے سے ہمارے چاروں سمت فولادی دیواریں نکل رہی تھیں جس جگہ ہم بیٹھے ہوئے تھے وہاں ایک اور چھوٹا سا کمرا نمودار ہو گیا اور بقیہ کمرے سے ہمارا رابطہ کٹ گیا۔ ہم دونوں چونک کر کھڑے ہو گئے لیکن پھر ایک جھٹکا سا لگا اور ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پکڑ لیا، ہم گرتے گرتے بچے تھے۔

"یہ... یہ..." تہذیب کے منہ سے آواز نکلی لیکن ایک بار پھر اس نے مجھے زور سے پکڑ کر خود کو گرنے سے روکا تھا۔ ہمارا پنجرہ دفعتاً اوپر اٹھنا شروع ہو گیا تھا ایک مخصوص بلندی تک وہ فضا میں بلند ہوا پھر ایک سمت بڑھنے لگا۔ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ ہائل جوشیو جو کوئی بھی ہے، ہماری گفتگو سے واقف ہو چکا ہے۔ یہ میری ناسمجھی تھی یا تہذیب کی یا ہم دونوں کی کہ اس کے گھر میں بیٹھ کر ہی ہم اس کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، سازشیں کر رہے تھے۔ تہذیب کے اطمینان پر میں نے بھی یہ بات نظرانداز کر دی تھی لیکن میرا تو پہلے سے کوئی پروگرام بھی نہیں تھا اگر کوئی اشارہ مل جاتا تہذیب کی طرف سے تو شاید میں یہ نادانی نہ کرتا لیکن اس انکشاف میں ایسا کھو گیا تھا کہ تمام احتیاطی خیالات ذہن سے نکل گئے تھے۔

چند منٹ کے بعد ہم نے اس پنجرے کو نیچے اترتے محسوس کیا اور پھر جو دیواریں ہمارے گرد بلند ہوئی تھیں وہ اسی طرح زمین میں گم ہو گئیں جیسے بلند ہوئی تھیں۔ ہم نے اردگرد کا منظر دیکھا اور ہماری آنکھیں چندھیا گئیں۔ یہ ایک وسیع ہال تھا جس کی دیواروں کے ساتھ ساتھ بہت سی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ ان پر روشنیوں کے جھماکے ہو رہے تھے۔ تیز روشنیاں جو مختلف رنگوں کی تھیں پھر کسی سمت سے ایک وھیل چیئر آگے بڑھی اور روشنی میں آگئی۔ میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے کرسی پر بیٹھے ہوئے وجود کو دیکھا اور ایک ٹھنڈی سانس لی۔ یہ بوڑھی عورت میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔ ڈنبر پر اسی نے ہائل جوشیو کی نمائندہ کی حیثیت سے آبدوز کے بارے میں سودے بازی کی تھی۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی طاری تھی۔

"ہیلو۔" اس کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔ "تہذیب مالکم ایکس، علی۔ یہی نام ہیں تم دونوں کے؟"

میں نے کچھ بولنا چاہا لیکن آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔ تہذیب کا چہرہ بھی زرد تھا۔

چند لمحات وہ ہمارے بولنے کا انتظار کرتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "تم دونوں نے بڑی محنت کی ہے اس سلسلے میں۔ میں تمھاری پوری گفتگو سن چکی ہوں۔ میں تم سے مخاطب ہوں لڑکی۔ تمھاری کارکردگی میں سقم رہ گیا جس کی وجہ سے تم چوہے دان میں پھنس گئیں۔ یہ نہ سوچا تم نے کہ مجھ جیسی شخصیت جو اتنا بڑا آرگنائزیشن سنبھالے ہوئے ہے اس طرح دنیا سے کٹ کر گوشہ نشین نہ ہو گئی ہو گی۔ یہ عمارت اتنی معمولی نہ ہو گی جتنی تم نے سمجھی۔ اپنی جگہ سے اٹھو، آؤ میں تمھیں اپنی کائنات کی سیر کراؤں۔ آؤ میں تم سے خوش ہوں، تم نے پہلی بار میری شہ رگ پر ہاتھ رکھا ہے اور کوئی ہاتھ اس طرح مجھ تک نہیں پہنچ سکا۔ آؤ دیکھو کہ اس ناتواں عورت نے کس طرح دنیا کو اپنا مطیع کیا ہے۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور میں نے سہارا دے کر تہذیب کو اٹھایا۔ بوڑھی اطمینان سے وھیل چیئر دھکیلتی ہوئی ایک دیوار کے پاس پہنچ گئی۔

"یہ تمھاری دنیا کے وہ جدید اور ترقی یافتہ ممالک ہیں جو اپنی دانست میں اس دنیا کی تقدیر کے مالک ہیں۔ یہ امریکا ہے، یہاں میرے ساٹھ نمائندے میرے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں۔" اس نے ایک بٹن دبایا اور ایک مشین اسٹارٹ ہو گئی اور پھر اس پر سے تحریریں گزرنے لگیں۔ ان تحریروں میں امریکا کی تازہ ترین پالیسیاں، اس کے صنعتی و تجارتی اقدامات کی تفصیل تھی۔ "یہ روس ہے، یہ فرانس، یہ چین، یہ ہندوستان، یہ جاپان اور یہ برطانیہ۔"

بوڑھی ایک ایک کر کے دنیا کے جدید ترین ممالک کے بارے میں رپورٹیں دکھاتی رہی۔ پھر اس نے بٹن بند کر دیا۔

"اس طرح میں پوری دنیا سے باخبر رہتی ہوں تو یہ عمارت کیا چیز ہے! تم نے یہ نہ سوچا، میری اربوں روپے کی دولت دنیا کے ہزاروں بینکوں میں محفوظ ہے، اگر تم یقین کرو تو میں تمھیں بتاؤں کہ اس وقت میں اپنی دولت کے بل پر ایک نیا ملک بسا سکتی ہوں، ایک نئی دنیا آباد کر سکتی ہوں اور یہ میرا منصوبہ ہے۔ میں دنیا کے نقشے پر بہت جلد ایک نیا اور طاقتور ملک ابھاروں گی۔ زیادہ وقت نہیں لگے گا اس میں۔ ابتدائی انتظامات ہو رہے ہیں، میرے نمائندے مصروفِ عمل ہیں اور جب یہ ملک منظرِ عام پر آئے گا تو چند ملکوں کی اجارہ داری ختم ہو جائے گی۔ میں ایک دنیا کی تیاریاں کر رہی ہوں اور تم حقیر سے لوگ میرے خلاف سازشیں کر رہے ہو۔ کیا یہ ممکن ہے؟"

"ہمیں آپ کی عظمت کا احساس نہ تھا مادام۔" میں نے شرمندہ لہجے میں کہا۔ تہذیب چونک کر مجھے دیکھنے لگی تھی۔ "مگر یہ منصوبہ آپ کے ذہن میں کیسے آیا۔ آپ نے یہ کیوں سوچا؟" میں نے سوال کیا۔

"سنو گے اس کے بارے میں۔ بیٹھ جاؤ۔ میں تمھیں اپنے بارے میں سب کچھ بتاؤں گی۔ طویل عرصے کے بعد کوئی ایسا ملا ہے جس نے مجھ تک پہنچنے کی جرأت کی ہے۔" اس نے کہا اور میں بڑی سعادت مندی سے کرسی کی طرف بڑھ گیا۔ تہذیب نے بھی میری تقلید کی تھی۔

مٹی اور پانی کی تخلیق میں اگر کچھ خصوصیتیں یکساں نہ ہوتیں تو نظامِ کائنات میں بڑی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتیں۔ کوئی ایک دوسرے کو سمجھنے کا دعویٰ نہ کر سکتا، ہر سوچ میں اختلاف ہوتا، فطرتیں ایک دوسرے پر عیاں نہ ہوتیں، تاثرات کے رنگ مختلف ہوتے، تخریبی اور تعمیری مزاجوں کا اندازہ نہ ہو پاتا اور برائیوں کا سدِباب نہ کیا جا سکتا۔ انسان، انسانوں کی تخلیق نہیں اور دستِ قدرت کے کسی فعل میں سقم نہیں۔ اسی لیے نمرود، شداد، قارون اور فرعون کی داستانیں عبرت ناک ہوئیں اور رہتی دنیا تک رہیں گی۔

بوڑھی عورت جس کا ہائل جوشیو ہونا ثابت ہو چکا تھا، اس وقت ایک ایسی ہی انسانی کمزوری کا شکار تھی۔ وہ اپنی بے پناہ طاقت کے احساس سے سرشار تھی۔ اس کی زندگی میں صرف کامیابیاں تھیں۔ طاقت ور اس کے سامنے فنا ہوتے رہے تھے اور وہ اس فنا کے کھیل سے اکتائی ہوئی تھی۔ پانی سے گندھی ہوئی مٹی کے وجود میں خود نمائی کا جذبہ پیدا ہوا تھا۔ اپنا مخالف پا کر اصولاً اسے یہی چاہیے تھا کہ ہمیں قتل کر دے لیکن برتری کے اظہار کی شدید خواہش اس کے ذہن پر غالب آ چکی تھی۔ اس کے بوڑھے چہرے پر تکبر کی کرختگی نمایاں تھی، آنکھوں سے حقارت کا اظہار ہو رہا تھا کہ اس کی انا کی تسکین اسی طرح ممکن تھی لیکن احمق نہیں جانتی تھی کہ اسے روکا گیا ہے کھیل بدلنے کے لیے اور روکنے والی قوت وہی ہے جو شداد کو اس کی جنت میں داخل ہونے سے روک دیتی ہے۔

ہم دونوں کرسیوں پر بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔ میرے بدلے ہوئے لہجے سے تہذیب نے اندازہ لگا لیا تھا کہ میں بوڑھی کو کوئی جھکمہ دینا چاہتا ہوں۔

"اگر مہذب دنیا ہائل جوشیو کے نام کے بارے میں جاننے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی کوشش کرتی تو اسے معلوم ہوتا کہ زدمبالہ قبائل کے اس روحانی پیشوا کا نام ہائل جوشیو ہے جس نے زدمبالویوں کو تہذیب کی روشنی دی اور انھیں جدید دنیا میں رہنے کے طریقے سکھائے۔ افریقہ کے شمال میں یہ واحد قبیلہ تھا جس کا کوئی جوان مہذب دنیا میں غلاموں کی حیثیت سے نہیں لایا گیا۔ پرتگالیوں کے جہاز اپنی وحشیانہ طاقت کے ساتھ زدمبالہ کے ساحلوں پر لنگر انداز ہوتے تھے لیکن ان میں سے کوئی زدمبالہ سے واپس نہیں جا سکا۔ انھوں نے اسی کام کے بدلے زندگی پائی کہ وہ زدمبالہ کے جوانوں کو جدید دنیا کے تقاضوں کے مطابق تربیت دیں، انھیں وہاں کے تمام طور طریقوں سے روشناس کرائیں پھر یہ لوگ اسی زمین پر فنا ہو جاتے۔ زدمبالی جوان ان سے تہذیب کی روشنی لے کر انھی کے جہازوں پر مہذب دنیا میں آتے اور وہاں اپنی جگہ بناتے اور یہ سب ہائل جوشیو کی کاوشیں تھیں، ہر زدمبالی اس نام کو متبرک سمجھتا ہے اور آج تک اس کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے۔ میرا شوہر ولیم وائی کانٹ بھی زدمبالی تھا اور صدیوں پُرانے اس نام کا اسی طرح احترام کرتا تھا جس طرح دوسرے زدمبالی کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے مقدس مشن کے لیے یہی نام منتخب کیا۔" بوڑھی نے بتایا۔

"آپ کے شوہر مسٹر ولیم وائی کانٹ...؟" میں نے سوال کیا تو بوڑھی نے ہاتھ اُٹھا کر مجھے روک دیا۔

"صرف مجھے بولنے دو۔ ورنہ ماضی سے رشتہ ٹوٹ جائے گا میرا۔ میں نے سائنس میں اعلیٰ ترین تعلیم حاصل کی اور ورلڈ اسپیس ریسرچ میں ایک اعلیٰ عہدے پر کام کرنے لگی۔ یہیں میری ملاقات ولیم وائی کانٹ سے ہوئی۔ سیاہ بدن کے اندر ایک پُر نور دل تھا جو میری نگاہ میں آ گیا اور میں نے اس رنگ دار سے شادی کر لی۔ عصبیت کی آگ میں جلنے والوں کو اس سیاہ رُو کے لیے یہ اعزاز پسند نہ آیا اور ہمارے خلاف سازشیں شروع ہو گئیں۔ ہم دونوں ہوائی کے ایک خوبصورت علاقے میں رہتے تھے۔ ولیم ایک ذہین سائنسدان تھا اور ترقی کے راستے ہمارے سامنے کھلے پڑے تھے۔ ولیم کو کئی ملکوں کے متفقہ فیصلے کے تحت جیورل اسپیس سوسائٹی کا چیئرمین بنایا گیا اور اس اعزاز کے لیے اسے دعوت دی گئی۔ میں کیتھن ادران جو شادی کے بعد کیتھن وائی کانٹ کہلاتی تھی، اس کے ساتھ ہی روانہ ہوئی۔ اسپیس سوسائٹی کے ارکان نے اس دعوت کی آڑ میں ایک سازش تیار کی تھی۔ سوسائٹی کا فیصلہ اپنی جگہ تھا اور وائی کانٹ اس اعزاز کا جائز طور پر مستحق تھا لیکن عصبیت پسند اس بات کو برداشت نہیں کر پائے اور ہم دونوں کو اغوا کر لیا گیا۔ دل جلوں کے ارادے ولیم کے لیے بہت ہی خوف ناک قسم کے تھے۔ وہ ہولناک شام تھی جب اینگ بری کی فضا ہلکی برف باری سے بوجھل تھی۔ ہم لوگ اس برف باری کا لطف اُٹھانے کے لیے اینگ بری کی سب سے بلند چوٹی پر بنے ہوئے ریستوران میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمیں جیورل اسپیس سوسائٹی کے ایک اہم رُکن کا پیغام ملا کہ ہم ان کے پاس پہنچ جائیں۔ کھلی چھت کی لمبی شیورلیٹ میں ہم بلندیوں سے پھسلتے ہوئے جب نیچے پہنچے تو ہم پر گولیوں کی بارش ہو گئی۔ ہمارے وہ محافظ ساتھی جو ہمیں لینے آئے تھے، وہیں ہلاک ہو گئے۔ مجھے اور میرے شوہر کو اغوا کر لیا گیا لیکن جس جگہ ہمیں لے جایا گیا تھا، وہ ٹیکنیکل لیبارٹری ہی تھی اور یہاں جن نقاب پوشوں نے ہمارا استقبال کیا تھا، میں ان کی آوازیں پہچان گئی تھی، گو وہ خود کو چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔ انھوں نے ہمارے ساتھ انتہائی نفرت و حقارت کا سلوک کیا، مجھے ایک سیاہ رُو سے شادی کرنے کے طعنے دیے اور اپنی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ایک ذہین سائنسداں ہونے کے باوجود ایک انتہائی احمق عورت ہونے کا ثبوت دیا ہے جس کی سزا میرے لیے متعین کر دی گئی ہے۔ ان لوگوں نے مجھ سے ایسے کاغذات پر دستخط لیے جن کی رُو سے میں اپنے شوہر کی قاتل اور ایک عظیم سازش کی بانی قرار دی گئی۔ یہ سازش سیاہ فاموں کی طرف سے سفید فاموں کے لیے تھی۔ کچھ ایسی فضا پیدا کر دی گئی تھی میرے لیے کہ میرے ذہن میں خوف و ہراس کے سوا کچھ باقی نہ رہا تھا لیکن یہ نہ بتایا گیا تھا کہ اس کے بعد ان کا منصوبہ کیا ہے پھر میری نگاہوں کے سامنے ولیم وائی کانٹ کو تیزاب کے تالاب میں ڈال کر جلا دیا گیا۔ بس دھواں سا اُٹھا تھا اور وائی کانٹ کا بدن ایک لمحے میں خاکستر ہو گیا، یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں بھی اور جب تیزاب کے تالاب کی سطح ساکن ہوئی تو اس میں صرف چند دھبوں کے علاوہ اور کچھ نہیں رہ گیا تھا جو ولیم وائی کانٹ کی مظلومی کی داستان سنا رہے تھے۔ میری دلخراش چیخیں بند ہو گئیں تھیں اس لیے کہ مجھ میں چیخنے کی سکت نہیں تھی۔ میں نے ہر طرح سے ان لوگوں سے فریاد کی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ میں دنیا کے کسی گمنام ترین گوشے میں زندگی کے بقیہ لمحات گزار دوں گی۔ مجھے میرے شوہر کی زندگی دے دی جائے لیکن عناد تو اس کالی شکل والے ہی سے تھا۔ بھلا وہ میری بات کیسے مان سکتے تھے۔ ہاں! ان کے سینے میں اپنے قومی جذبے زندہ تھے وہ مجھ سفید رُو کو اور میری ذہانت کو فنا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ مجھے نہایت نرمی اور پیار سے سمجھایا گیا کہ اس واقعے کو بھول جاؤں اور ان لمحات کو اپنے ذہن سے فراموش کر دوں جو میں نے اس کالے انسان کی معیت میں گزارے ہیں۔ کیونکہ وہ میرے قابل نہیں تھا۔ ان میں سے سب ہی مجھ سے احترام سے پیش آئے۔ انھوں نے کہا کہ وہ میری ذہانت کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ زندگی کے جس مرحلے پر مجھے کوئی دقت یا الجھن پیش آئے، وہ سب میرے ساتھی ہیں اور پھر اس وقت میرے سینے میں ایک جذبے نے سر ابھارا، ظاہر ہے یہ جذبہ انتقام ہی ہو سکتا تھا۔ ان لوگوں نے مجھ سے جو دستخط لیے تھے، وہ صرف اس مقصد کے تحت تھے کہ اگر کبھی میں قانون کا سہارا لینے پر آمادہ ہو جاؤں تو یہ سب کچھ میرے خلاف کام آئے۔ لیکن میں جانتی تھی کہ اس دنیا کا قانون لنگڑا ہے، بے شک میری نشاندہی پر کچھ کارروائیاں ہوں گی، چند لوگوں کو گرفتار کیا جائے گا لیکن جو لوگ اس معاملے میں ملوث تھے، وہ بذاتِ خود اتنے اہم اور طاقت ور تھے کہ ان کے خلاف کوئی فیصلہ دینا، دنیا کے کسی بھی ملک کے لیے مشکل تھا چنانچہ یہ حماقت میں نے نہ کی بلکہ ان کے ساتھ تعاون کا وعدہ کیا۔ میری زندگی تو وہ ویسے بھی نہیں لینا چاہتے تھے۔ میں نے ولیم وائی کانٹ کی موت کے راز کو دنیا سے چھپا لیا لیکن میرے وجود میں وائی کانٹ زندہ تھا۔ اس کا بیٹا جسے میں نے چند ماہ کے بعد جنم دیا اور اس کا نام سوئن وائی کانٹ رکھا۔

"سوئن وائی کانٹ ننھے سے سیاہ کیڑے کی مانند میری آغوش میں کلبلا رہا تھا تو میں نے اس کی صورت دیکھ کر چند فیصلے کیے۔ میں نے سوچا کہ اس معصوم وجود کو کسی کے انتقام کا نشانہ نہیں بننے دوں گی، جب میں ان لوگوں کے خلاف میدانِ عمل میں آؤں گی تو ظاہر ہے، ان کے ہاتھ پاؤں بھی بندھے نہ ہوں گے۔ وہ میرے خلاف صف آرا ہو جائیں گے اور اس طرح سوئن کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی چنانچہ میں نے ولیم کی روح سے معذرت کی اور کہا کہ مجھے مزید کچھ عرصے کی مہلت دی جائے تاکہ میں اس کی پرورش پر توجہ دے سکوں۔ میرے لیے سوئن، ولیم ہی کی دوسری شکل تھا۔ تیرہ سال میں نے انتقام کی آگ میں جھلستے ہوئے کاٹے اور سوئن کی تعلیم و تربیت پر اپنی تمام تر توجہ صرف کر دی لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں نے ان لوگوں کو کبھی مایوس نہیں کیا تھا جو جیورل اسپیس سوسائٹی کے رکن کی حیثیت سے میری صلاحیتیں مانتے تھے۔ ان لوگوں سے علیحدہ رہنا میں نے یوں بھی مناسب نہ سمجھا کہ اس طرح یہ میری نگاہوں سے دور ہو جاتے اور میں انھیں دوبارہ تلاش کرنے کے لیے خاصی الجھنوں کا شکار ہو جاتی لیکن سوئن وائی کانٹ کا تیرھواں سال اس کی زندگی کا آخری سال ثابت ہوا اور اس کا قصور یہ تھا کہ اس کی شکل میں ولیم زندہ تھا۔

"سوئن ایک اعلیٰ قسم کے اسکول میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، ہماری زندگی پھر ایک معمول پر آ گئی تھی لیکن وہ لوگ مطمئن نہیں تھے جنھیں ولیم سے دلی نفرت تھی چنانچہ ایک دوپہر جب سوئن وائی کانٹ اپنے دوستوں کے ساتھ اسکول سے ملحق باغ میں کھیل رہا تھا کسی نے اُسے پکڑ لیا اور اس کے معصوم چہرے کو ایک پتھر سے کچل کر اس کے نقش و نگار ختم کر دیے گئے کہ یہ نقش و نگار ولیم وائی کانٹ کی نشاندہی کرتے تھے۔ سوئن کی لاش میرے پاس پہنچا دی گئی اور میرے لیے اب اس کائنات میں تاریکی کے سوا کچھ نہ رہ گیا پھر اس کے بعد اگر میں زندگی کے لیے کوئی دوسرا راستہ منتخب کرتی تو مجھ سے بدترین عورت اس روئے زمین پر اور کوئی نہ ہوتی۔ میں زندہ رہ گئی اور میں نے جیورل سوسائٹی اور دوسرے تمام اداروں سے قطع تعلق کر لیا۔ اب میری کوششیں یہ تھیں کہ میں اپنی زندگی کے اس عمل کا آغاز کروں جس کے لیے زندہ رہ گئی تھی۔ میرے وجود میں نفرت اور انتقام کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اس سلسلے میں میرا معاون جیف اینڈریو ثابت ہوا۔ شاید تم لوگوں نے اس بین الاقوامی دہشت گرد کے بارے میں سُنا ہو۔ میں نے اس کے سامنے اپنے آپ کو اس بات کا اہل ثابت کیا کہ اس کی دستِ راست کہلاؤں۔ جیف اینڈریو کے ذریعے میں نے ان تمام لوگوں سے رابطہ قائم کیا جو میرے شوہر اور بیٹے کے قاتل تھے پھر جب ان میں سے پہلا شخص گندھک کے تیزاب میں ڈالا گیا تو دوسرے لوگوں میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ میں نے ذرا طریقۂ کار مختلف رکھا تھا، صرف ایک غوطہ دیا تھا میں نے اُسے اور اس کی بے خدوخال لاش جیورل سوسائٹی کو اس پیغام کے ساتھ بھجوا دی تھی کہ جو کچھ ولیم وائی کانٹ کے ساتھ ہوا، یہ اس کے انتقام کا ہلکا سا نمونہ ہے۔

"جیف اینڈریو یہ تسلیم کر چکا تھا کہ میں دہشت گردی میں بے مثال ہوں۔ دنیا میں یوں تو میرے لاکھوں شناسا تھے۔ کچھ ایسے تھے جن سے مجھے کبھی پیار تھا لیکن میری زندگی کا واحد مالک، میری توجہ کا واحد مرکز میرا شوہر تھا اور اس کے بعد اس کا نعم البدل یعنی میرا بیٹا۔ جب یہ دونوں اس کائنات میں نہ رہے تو میں نے دنیا کے ہر انسان سے قطع تعلق کر لیا۔ میرے وجود میں نئی نئی تخریبی صلاحیتیں پیدا ہوتی رہیں اور میں سوچتی رہی کہ اس دنیا کو ایک بدترین اذیت گاہ کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ میرے دل میں ہر لمحہ ایک نئی تخریبی خواہش جنم لیتی تھی۔ دماغ میں اس منصوبے کی تشکیل ہوتی تھی اور پھر وہ منظرِ عام پر آ جاتا تھا۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہائل جوشیو کا نام بھی تھا جو میرے لیے اپنے شوہر کے حوالے سے عقیدت کا باعث تھا۔ میں نے اس مقدس نام کو اپنا لیا اور اس نئے نام کو اپنانے کے بعد میں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ جیف اینڈریو کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ کیونکہ یہ شخص میرا ہم پلہ ثابت ہو رہا تھا مگر اب میں اپنے آپ کو سب سے برتر دیکھنا چاہتی تھی چنانچہ یہ برتری میرے قدموں میں آ گئی۔ مسٹر علی اور مس تہذیب! میں نے مختلف روپ اپنائے اور ایک مخصوص طریقۂ کار میں نے اپنے لیے متعین کیا۔ میں ہمیشہ ایک ایسے روپ میں رہتی تھی جو دنیا سے کٹا ہوا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

محسوس ہو جس کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں کوئی تجسس نہ ہو۔ دنیاوی دلچسپیوں سے مجھے کوئی غرض نہیں تھی۔ میں نے کسی سے ایسی وابستگی بھی نہیں رکھی جو دوسروں کو میری طرف متوجہ کرے۔ وابستگی مجھے صرف ان دو ہی انسانوں سے تھی جو اس دنیا میں نہیں تھے اور میرا دل یہ چاہتا تھا کہ جب وہ دونوں اس دنیا میں نہیں ہیں تو کوئی بھی یہاں نہ رہے لیکن میں جانتی تھی کہ یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ آہستہ آہستہ میرے یہ زخم مندمل ہونے لگے لیکن میرے وجود میں جو وحشت ابھر آئی تھی وہ نئے نئے راستے چاہتی تھی میں اپنی روح کی تسکین کے لیے ایسے ایسے منصوبے سوچتی رہتی تھی جو مجھے اس دنیا کے لوگوں سے ممتاز کر دیں۔ چنانچہ ان علاقوں کو میں نے اپنا مستقر بنایا اور یہاں کی شہریت اپنالی۔

"این کے، فورکاز اور ان اطراف کے دوسرے جزائر اس وقت لوگوں میں اتنے مقبول نہیں تھے جب میں یہاں پہنچی تھی۔ مجھے یہ علاقے بہت پسند آئے اور یہاں میں نے اپنی جدّت طرازی سے کام لیا۔ تم کیا سمجھتے ہو، مہذب دنیا سے دور کسی ایسی جگہ کو عام لوگوں میں روشناس کرا دینا آسان کام تو نہیں ہوتا، یہاں کا سمندری سفر ابھی تک مشکل ترین سفر قرار دیا جاتا ہے لیکن میں نے دنیا کو اس طرف متوجہ کیا۔ یہ دراصل ایک تجربہ تھا، ایک ایسی مملکت کے قیام کا جہاں میری اپنی حکومت ہو۔ حکومت قائم کر کے میں ذاتی طور پر مادی فوائد کی خواہشمند نہیں ہوں بلکہ ایک ایسا ملک وجود میں لانا چاہتی ہوں جہاں طاقت ور لوگ موجود ہوں۔ دنیا کے بڑے بڑے سائنسدان جو کسی خاص شعبے میں نام کما لیتے ہیں بالآخر میرے مطیع ہو جاتے ہیں۔ میں انھیں اغوا کرا لیتی ہوں اور اگر ان میں سے کوئی مخلصانہ طور پر مجھے اپنی خدمات پیش کر دے تو پھر میں اُسے اتنی دولت دیتی ہوں کہ دولت کا تصور اس کے ذہن سے محو ہو جائے۔ وہ میرے لیے کام کرتے ہیں اور جب اپنے کام مکمل کر لیتے ہیں تو اس لیے ان کا وجود باقی نہیں رہتا کہ دنیا میں وہ اس جیسا دوسرا کام انجام نہ دے سکیں۔ میں نے مختلف پروجیکٹ بنا رکھے ہیں جن پر کام ہو رہا ہے۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں میرے لیے جرائم ہوتے ہیں اور وہاں سے میرے لیے دولت بھیجی جاتی ہے۔ دولت مجھے جہاں سے بھی حاصل ہوتی ہے میں اسے حاصل کرتی ہوں۔ اپنے اس ملک کی تعمیر کے لیے جس کا نام "سوئن" ہوگا۔" وہ چند لمحے خاموش رہی پھر بولی "ہاں۔ میرے اس بسائے ہوئے ملک کا نام سوئن ہوگا اور اس کی شکل میں مجھے اپنا بیٹا نظر آئے گا۔ سمجھے! میں اس ملک میں دنیا کے ایسے لوگوں کو منتخب کر کے رکھوں گی جو ذہنی طور پر سب سے زیادہ طاقت ور ہوں۔ میرے ملک میں پیدا ہونے والے بچے برتری کا اعزاز لیے پیدا ہوں گے اور اس کے لیے میرے سائنسدان کام کر رہے ہیں۔ میرے ملک میں بسنے والی قوم ہائل جوشیو کہلائے گی اور یہ میرے عظیم شوہر کو خراجِ عقیدت ہوگا۔ یہ نام دنیا کے آخری لمحات تک زندہ رہے گا۔ میں اسی فارمولے پر عمل کر رہی ہوں۔ اب تم خود سوچو، میرے منصوبوں پر غور کرو اور پھر اپنا جائزہ لو۔ کیا تم اپنی اس چھوٹی سی شخصیت سے میرے وجود کو فنا کر سکتے ہو، جواب دو؟ میں تو وہ سورج ہوں جس تک پہنچنے کا تصور ابھی تک ذہنوں میں نہیں آسکا یا پھر لوگوں نے سوچا تو یہ کہہ کر اپنے آپ کو باز رکھا کہ اس کی تمازت خاکستر کر دے گی۔ یہ ہے ہائل جوشیو میرے بچو! تم کس طرح مجھ تک پہنچ سکتے ہو۔" وہ خاموش ہو کر مسکرانے لگی۔

ہم دونوں حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھے۔ ایک انوکھی شخصیت ہمارے سامنے تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ہم اس کے سامنے بے حقیقت تھے اور یہ بھی درست تھا کہ کیتھن وائی کانٹ اپنے انتقامی جذبے میں حق بجانب تھی کسی انسان کو اس حد تک مجبور کیا جائے کہ انسانیت کا تصور ہی اس کے ذہن سے فنا ہو جائے تو پھر اس سے ہر بات کی توقع رکھی جا سکتی ہے۔ کیتھن وائی کانٹ جو کچھ کر رہی تھی وہ انسانی فطرت کے خلاف نہیں تھا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اگر اس کی مظلومیت سے متفق ہو کر اس کے لیے دل میں نرمی بھی پیدا کی جاتی تو بھلا اس سے فائدہ؟ اس نے یہ سب کچھ ہمیں اس لیے نہیں سنایا تھا کہ ہم سے رحم کی طالب تھی بلکہ یہ صرف اظہارِ برتری تھا جس کے بعد وہ ہماری تقدیر کا فیصلہ کرنے والی تھی۔ کسی غلط فہمی کا شکار رہنا حماقت تھی۔ ہائل جوشیو یا اب موجودہ الفاظ میں کیتھن وائی کانٹ، اس لیے ہمیں اپنی کہانی نہیں سنا رہی تھی کہ ہم اسے منظرِ عام پر لا کر دنیا سے اس کی مظلومیت کا اعتراف کرائیں بلکہ اُسے یقین تھا کہ یہ کہانی اب ہمارے ساتھ ہی دفن ہو جائے گی۔

میں نے تہذیب مالکم ایکس کی طرف دیکھا اور مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ تہذیب متردد نہیں تھی۔ مجھ سے نگاہیں ملیں تو بھی اس نے کسی تاثر کا اظہار نہ کیا بلکہ سادہ اور سپاٹ سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ جب ہم دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو کیتھن وائی کانٹ کی نگاہیں ہمارے چہروں پر مرکوز تھیں۔

چند لمحات کے بعد اس نے گہری سانس لے کر کہا "تو دوستو! یہ تھی میری کہانی اور اس کے بعد میں کچھ سوالات تم دونوں سے کروں گی۔"

"ہم حاضر ہیں۔" میں نے کسی قدر مضمحل لہجے میں کہا۔

"ہائل جوشیو کے بارے میں جاننے کے بعد تمھارے دل میں اس کے لیے کیا جذبات ہیں؟"

"اس کا اظہار بے کار ہے میڈم کیتھن وائی کانٹ۔ کیونکہ ہم اس وقت مغلوب پوزیشن میں ہیں۔ اگر ہم آپ سے ہمدردی کا اظہار کریں گے تو آپ کے ذہن میں اس کے علاوہ اور کوئی خیال نہیں پیدا ہو سکتا کہ ہم آپ سے کسی رعایت کے طالب ہیں۔ چنانچہ جو احساس ہمارے دلوں میں آپ کی اس کہانی کو سن کر پیدا ہوا ہے اُسے ہمارے ذہن ہی میں رہنے دیجیے۔ ہاں یہ حقیقت ہے اور آپ کو بھی اس کا علم ہے کہ ہم دونوں اس ملک سے متعلق نہیں ہیں جس کے مقصد کی تکمیل کے لیے یہاں تک پہنچے ہیں۔ ہم صرف معاوضے پر کام کرنے والوں میں سے ہیں۔"

"میں جانتی ہوں۔ تمھارا کیا خیال ہے، کیا میں اس بات سے ناواقف ہوں، کیا مجھے اس کا علم نہیں ہے علی کہ تم یہاں کی ایک خطرناک شخصیت کو جو بارہا خود کو میرے مقابلے پر لانے کی کوشش کر کے ناکام رہ چکی ہے، نقصان پہنچا کر مجھ تک آئے ہو۔ میں جانتی ہوں کہ کوئی بھی شخص جو اتنے بڑے کام کی تکمیل کے لیے نکلتا ہے، احمق نہیں ہوتا۔ تم بھی احمق نہیں ہو اور یقیناً اس کہانی کو جاننے کے بعد اگر تمھیں موقع ملا تو تم میرے خلاف کچھ نہ کچھ کرنے کی کوشش کرو گے۔ میں اپنی موجودہ شخصیت سے مطمئن ہوں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس ملک نے جس نے تمھیں یہاں ایک خاص مقصد کے لیے روانہ کیا ہے، مارٹینا کو بھی یہاں بھیجا تھا اور سچ بات یہ ہے کہ میں اس کی اصل شخصیت سے واقف نہیں تھی۔ نہ ہی میں مارینا ہارڈو کو جانتی تھی۔ میں نے مارٹینا کی شخصیت کو پسند اس لیے کیا کہ اس ہنگامہ خیز زندگی میں وہ ایک پُرسکون عورت کی مانند زندگی بسر کر رہی تھی اور کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ میں نے اس کی اس کامیاب شخصیت کو اپنا لیا۔ اب دلچسپ بات یہ ہے کہ تم لوگ بھی اسی سے متعلق نکلے۔ تمھارا خیال بالکل درست ہے علی۔ میں نے اپنی یہ کہانی تمھیں اس لیے نہیں سنائی کہ تمھیں اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دوں اور تم یہ بھی سمجھ لو کہ کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس وقت میں مارٹینا کے روپ میں یہاں موجود ہوں اور یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ ہائل جوشیو کی اصل شخصیت کیا ہے۔ ایک فرد ایسا نہیں ملے گا تمھیں جو میری کہانی سے واقف ہو۔ سو پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے میرے بچو کہ تم لوگ میری کہانی جاننے کے بعد زندہ رہو۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، میں اگر چاہوں تو تمھیں اپنے آدمیوں میں شامل کر کے تمھاری زندگی بخش سکتی ہوں، صرف اس تصور کے تحت کہ تم میری کہانی سے غمزدہ ہو لیکن حماقت کا وہ دور تیس سال پہلے کا تھا۔ ان تیس سالوں میں، میں حالات کی بھٹی میں اتنی تپ چکی ہوں کہ اب اگر کوئی میرے وجود میں جھانک کر دیکھے تو اس میں صرف بھڑکتی ہوئی آگ نظر آئے گی۔ نہ میرے سینے میں انسان کا دل ہے، نہ میرے وجود میں انسانیت کی کوئی رمق۔ تم نے مجھے پایا، میں نے تمھیں اپنے بارے میں بتا دیا اور اس کے بعد تمھارے لیے صرف موت ہے۔ مجھے معاف کرنا، دنیا نے جو کچھ مجھے دیا ہے، وہی میں دنیا کو دے سکتی ہوں۔ کسی کی ذات کی انفرادیت اب میرے لیے ایک ناممکن عمل بن گئی ہے۔ ہاں، یہ دوسری بات ہے کہ اگر تم مجھ سے کچھ وقت مانگو، زندہ رہنے کے لیے تو میں اس پر غور کر سکتی ہوں۔ مثلاً ایک ماہ۔ اگر تم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہو اور تمھارے دل میں یہ خواہش ہے کہ کاش تم دنیا کے ہنگاموں سے ہٹ کر کچھ وقت ایک دوسرے کی معیت میں گزارو تو میں یہ موقع مہیا کر سکتی ہوں۔ اس میں میرے جذبات کو کوئی دخل نہیں ہوگا بلکہ یہ صرف ایک رعایت ہوگی جو میں تمھیں نجانے کیوں دینا پسند کروں گی۔ اس سلسلے میں مجھ سے کوئی سوال مت کرنا بولو، کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں میڈم۔ ہم آپ سے کوئی رعایت نہیں طلب کر سکتے اور ہم لمحاتی کھیل کے قائل بھی نہیں ہیں یا تو فتح مند ہو کر یہاں سے جاتے یا پھر اگر موت مقدر ہے تو پھر موت سہی۔ ہاں مس تہذیب اگر اپنے بارے میں کسی تبدیلی کی خواہاں ہیں تو اس مرحلے پر ہر انسان کو اپنے طور پر فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ آپ کی اس کہانی سے بے پناہ متاثر ہونے کے باوجود اگر مجھے اس کا موقع مل جاتا کہ میں صرف اپنا مقصد حل کر کے یہاں سے واپس چلا جاؤں تو میں آپ کو کوئی نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہ کرتا۔ یہ سچائی ہے جسے مصلحتوں کے لبادے میں تو چھپایا جا سکتا ہے لیکن اس کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔"

"اچھی بات کہی تم نے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ اب میں دنیا میں کسی کے ساتھ رعایت نہیں کر سکتی۔ بے شک وہ لمحات جو میں تمھیں دینے کی خواہاں تھی۔ کسی بھی طور میرے حق میں بہتر نہ ہوتے لیکن تمھاری ان اچھائیوں کے صلے میں، میں تمھیں یہ لمحات دے کر اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتی کہ میں نے ان نامساعد حالات کے باوجود کچھ کیا۔ چنانچہ مجھے نہایت افسوس ہے کہ اس سے زیادہ میں تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔"

"البتہ ایک سوال میں آپ سے ضرور کروں گا، میڈم کیتھن وائی کانٹ۔"

"نہیں پلیز، مجھے ہائل جوشیو کہو، صرف ہائل جوشیو۔" اس نے کہا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ٹھیک ہے۔ ہائل جوشیو، تم نے ہمارے قتل کے لیے کیا طریقۂ کار سوچا ہے؟ ہم کوئی ایسی موت چاہتے ہیں جو ہماری آپس کی یگانگت میں معاون ثابت ہو۔ ہم دونوں میں سے کوئی بھی یہ پسند نہیں کرے گا کہ کسی ایک کی موت ایک لمحہ بھی پہلے ہو۔"

"خوب! میرے پاس ایسا انتظام موجود ہے۔ میں تم دونوں کو الیکٹرک چیمبر میں بھیج دوں گی۔ وہاں تم چند لمحے تنہا بھی گزارو گے اور پھر میں ایک بٹن پر انگلی رکھوں گی اور مخصوص قسم کی شعاعیں تمہارے دلوں کی حرکت بند کر دیں گی۔ صرف ایک لمحے میں یا یوں سمجھ لو پلک جھپکنے سے قبل تم دونوں موت کی آغوش میں چلے جاؤ گے۔"

"لیکن مسٹر علی نے کہا ہے میڈم کہ میں اگر چاہوں تو آپ کی اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتی ہوں۔ میرے ذہن میں یہ خواہش ابھرتی ہے کہ میں چند روز کی مزید زندگی پا لوں۔" تہذیب نے کہا۔

"اگر تمہارے ساتھی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے تو میں جو وعدہ کر چکی ہوں اسے پورا کر دوں گی لیکن یوں لگتا ہے جیسے تمہارا ذہن کوئی منصوبہ سوچ رہا ہے۔ بھولی لڑکی یوں سمجھ لو کہ اس مکان میں اس مختصر سی جگہ میں صرف وہ ہوتا ہے جو میں چاہتی ہوں۔ کسی بھی طور تم اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتیں۔"

"بدقسمتی یہ ہے ہائل جوشیو کہ میں احمق نہیں ہوں۔ آپ شاید اس بات پر یقین نہ کریں کہ میں اصل میڈم مارٹینا کو تہ خانے میں تلاش کر چکی ہوں اور مجھے آپ کے بارے میں یہ حقیقت بہت پہلے معلوم ہو چکی تھی۔"

"میں سن چکی ہوں اور اس بات پر میں نے تمہاری ذہانت کو دل ہی دل میں سراہا بھی تھا۔ یقیناً یہ جوڑا جو میرے سامنے موجود ہے اُن بے شمار افراد پر فوقیت لے جا چکا ہے جو میرے دشمن تھے اور میرے راستے میں آنے کی کوشش کرتے رہے لیکن اس میں ناکام رہے۔"

"شکریہ ہائل جوشیو۔ لیکن آپ نے یہ نہیں سوچا کہ اس کے باوجود میں آپ سے مسلسل رابطہ قائم کیے رہی اور کئی بار آپ کے ذریعے تارینا ہارڈو سے بھی رابطہ قائم کیا کم از کم اس حد تک مجھے اُمید نہیں تھی کہ آپ ہائل جوشیو نکلیں گی لیکن اتنا جانتی تھی کہ ہائل جوشیو سے آپ کا کوئی گہرا تعلق ہے اور آپ تارینا ہارڈو کے ملک کو دھوکا دے رہی ہیں۔ وہ لوگ آپ کی طرف سے غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔ اس صورت حالات کے باوجود بھی اگر میں آپ سے اس سلسلے میں کام لیتی رہی ہوں تو اس کا مطلب یہ تھا کہ میں اپنے طور پر آپ سے محفوظ رہنے کا بندوبست بھی کرتی رہی ہوں اور میں نے صرف اتنا پروگرام آپ کے ذریعے مکمل کیا ہے جو آپ کے علاوہ کسی اور کے ذریعے مکمل نہیں کیا جا سکتا تھا کسی ایسے ہی وقت کے لیے میں ہمیشہ تیار رہی ہوں۔ بہت مختصر سے عرصے میں میں نے یہ تیاریاں کر لی تھیں۔ بات انسانی قوت کی ہے ہائل جوشیو اور آپ نے کم از کم یہ نہیں کہا کہ آپ انسانی قوتوں سے برتر کوئی چیز ہیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"بہت معمولی سی بات ہے۔ یہ دیکھیے۔" دفعتاً تہذیب نے ہاتھ اُٹھایا، میری نگاہیں بھی تہذیب کی جانب اُٹھ گئی تھیں۔ تہذیب کے ہاتھ میں ایک ننھا سا تقریباً ڈیڑھ انچ کے سائز کا چوکور بکس تھا جس پر صرف ایک سفید بٹن لگا ہوا تھا۔ غالباً یہ ریموٹ کنٹرول ٹائپ کی کوئی چیز تھی۔ تہذیب نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ بٹن دبا دیا اور دفعتاً گیتھن والی کانٹ کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل گئی۔ اس نے بے اختیار اُٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کے بدن میں شاید اتنی سکت نہیں رہی تھی۔ ایک سفید سا شعلہ چمکا اور گیتھن والی کانٹ بے جان ہو گئی۔ اس کا چہرہ سفید ہو گیا تھا۔ بدن کے جتنے کھلے ہوئے حصے تھے، وہ سب کے سب سفید ہو گئے تھے لیکن لباس محفوظ تھا۔ لباس پر آنچ تک نہ آئی تھی۔ یہ سفیدی میری سمجھ سے باہر تھی لیکن گیتھن والی کانٹ کی آنکھوں میں اب زندگی کی چمک نظر نہیں آ رہی تھی۔ اُس کے خدوخال جوں کے توں تھے کھلی ہوئی آنکھیں میری جانب نگراں تھیں لیکن ان کی نیلی پتلیاں جل چکی تھیں۔ سفیدی البتہ جوں کی توں برقرار تھی اور پتلیاں جلنے کے بعد پوری آنکھوں کے ڈیلے سفید نظر آ رہے تھے۔ جس سے اُس کی شکل بے حد ہیبت ناک ہو گئی تھی۔

تہذیب مالکم ایکس نے چوکور آلہ اپنے لباس میں رکھا اور کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ "علی! یہ ختم ہو چکی ہے۔" وہ بولی۔

میرے تو بدن میں جان ہی نہ رہی تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اچانک کیا ہوا، کیسے ہوا؟ بالکل الف لیلوی انداز تھا۔ حقیقت کی دنیا سے اگر اس کا واقعی کوئی تعلق تھا تو تہذیب کو کیا کہوں! کیا سمجھوں! یقین کسی طور نہیں آ رہا تھا۔

تہذیب میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "علی! کھیل ختم ہو چکا ہے۔"

"مم... مگر کیسے!"

"یہ اٹامک الیکٹروڈ ہے اور اس بڑھیا کی اس وھیل چیئر میں ایٹمی شعاعوں کا جال پھیلا ہوا ہے۔ ایٹم کے ذریعے پیدا ہونے والی شعاعیں جو انسانی نگاہ میں نہیں آتیں، ان باریک باریک تاروں میں دوڑ رہی ہیں، اور یہ تار ایک ایسی خودکار بیٹری سے منسلک ہیں جو اس وھیل چیئر کے نچلے حصے میں پیروں کے پاس، چھپا دی گئی ہے۔ تار صرف وھیل چیئر کے ہتھوں پر ہیں چونکہ بدن کا کھلا ہوا حصہ صرف انہی ہتھوں سے ٹچ ہو سکتا ہے۔" تہذیب کہہ رہی تھی۔ "اس بات سے واقف ہونے کے بعد کہ وہ مارٹینا نہیں ہے، میرے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اُسے ہائل جوشیو کی کوئی خصوصی نمائندہ سمجھوں اور یہ بھی مجھے کرنا تھا کہ اپنے پروگرام سے آگاہ کرتی رہوں تاکہ اس کو یہ شبہ نہ ہونے پائے کہ میں اُس پر کسی قسم کا شک کرتی ہوں۔ اپنے وہ اہم ترین راز بھی میں نے اُسے دے دیے جو میں صرف اپنے سینے میں ہی رکھ سکتی تھی۔ اس طرح میں نے اس کا اعتماد حاصل کیا۔ کم از کم اس حد تک کہ وہ یہی سمجھتی رہے کہ میں بے وقوف لڑکی اس کی اصلیت سے ناآشنا ہوں۔ میں اس پوری کوٹھی میں بے کار نہیں بیٹھی رہی، اس کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد میں نے ہر وہ جگہ دیکھی، جہاں اس نے اپنے سائنسی شعبدے پھیلا رکھے تھے۔ یہ بھی مجھے اعتماد میں رکھنے کے لیے بہت کچھ بتاتی رہی۔ ان شعبدوں میں مجھے ایک ہی کارآمد چیز نظر آئی، یہ اٹامک الیکٹروڈ بیٹری۔ جس کے تار بال کی طرح باریک ہوتے ہیں اور عام حالات میں نظر نہیں آتے۔ اس کے بعد یہ میری ہنرمندی تھی کہ میں نے بیٹری وھیل چیئر میں اس وقت فٹ کی، جب یہ کسی کام سے باہر گئی ہوئی تھی اور اس کے تار اس چیئر کے ہتھوں میں چھپا دیے کہ اس کا کھلا ہوا بدن اس سے مس ہوتا رہے۔ یہ الیکٹرک اٹامک بیٹری ریموٹ سے بھی کنٹرول کی جا سکتی تھی اور یہی اس کا ریموٹ کنٹرول تھا جو میرے پاس موجود ہے۔ میں نے یہ انتظام ایسے ہی کسی وقت کے لیے کیا تھا کہ جب اسے یہ پتا چل جائے کہ میں اس کی حقیقت سے واقف ہو گئی ہوں اور یہ مجھ پر وار کرنے کی کوشش کرے لیکن علی، جس قدر مناسب وقت پر اس کا استعمال ہوا ہے، میں اس پر ہمیشہ فخر کرتی رہوں گی۔ خدا کا شکر ہے کہ تمھیں بچانے میں میری یہ کوششیں کامیاب ثابت ہوئیں۔"

میں تہذیب مالکم ایکس کو دیکھ رہا تھا اور میرے وجود میں فخر و غرور کا ایک عجیب سا احساس ابھر رہا تھا۔ ایک ایسی ذہین لڑکی! ایک ایسی عظیم شخصیت میری اپنی زندگی سے متعلق ہے! اس پر میں جتنا بھی ناز کرتا کم تھا۔

چند لمحے بعد جب مجھے اس کامیابی کا یقین آیا تو میں نے گرم جوشی سے تہذیب کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ وہ شرمائے ہوئے انداز میں مسکرا رہی تھی۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا تہذیب کہ اس وقت اپنی مسرت اور تم سے عقیدت کا اظہار کس طرح کر دوں۔" میں نے جوشِ جذبات سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کافی ہے کافی ہے۔" وہ ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی۔ "اب ہمیں اور بھی تو کام کرنے ہیں۔"

"کیا وھیل چیئر میں اٹامک شعاعیں ختم ہو گئیں؟" میں نے سوال کیا۔

"صرف ایک لمحے کا کھیل تھا، صرف ایک لمحے کا۔ میں نے یہ جائزہ لے لیا تھا کہ اس کے ہاتھ ان باریک تاروں پر رکھے ہوئے ہیں اور اُسی وقت میں نے یہ عمل کیا۔ مزید احتیاط کی خاطر میں نے اُسے اس قسم کی باتوں میں اُلجھایا کہ اُس کے جسم میں تشنج پیدا ہو جائے اور وہ اپنی انگلیاں پھیلا کر کرسی کے ہتھوں کو پوری طرح پکڑ لے۔ چنانچہ سب کچھ میری مرضی کے مطابق ہی ہوا۔"

"بے شک، بے شک۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "جس قدر تعریف ممکن تھی، وہ میں کر چکا۔ اب اس سے زیادہ تو کوئی بات اس وقت ممکن نہیں کہ آپ کے اس کارنامے پر خراجِ تحسین کا باعث بنے۔" میرے ان معنی خیز الفاظ نے تہذیب کے چہرے پر شرم کی وہی سرخی پیدا کر دی جس کی توقع کسی مشرقی خون سے ہی کی جا سکتی تھی۔

"خیر، چھوڑو ان باتوں کو۔ ہمیں یہاں پتا نہیں کیسی کیسی مصیبتوں سے نمٹنا ہے۔" وہ بولی۔ "سب سے پہلے اس کی لاش ٹھکانے لگاؤ اور اس کے بعد ہم اپنے دوسرے پروگرام پر عمل کریں گے۔"

"اس نے اس قسم کے تیزابی ٹینکوں کا ذکر کیا تھا جس میں وہ

دنیا کے حیرت انگیز فنِ تحریر شناسی کی مدد سے
دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں،
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر و رہنما کتاب
تحریر اور شخصیت
قیمت ۱۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
○ آپ کو بتائے گی کہ آپ کیا کچھ کر سکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دُور کی جا سکتی ہیں؟
ملنے کا پتہ: مکتبہ نفسیات ○ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اُن سائنس دانوں کو جلا دیتی تھی جو اُس کا کام مکمل کر دیتے تھے۔"

"ہاں، میں نے بھی وہ ہولناک جگہ دیکھی ہے۔"

"تو پھر میرے خیال میں اس سے بہتر ذریعہ اور کوئی نہیں ہے ہمارے پاس۔ اس کی لاش کو ٹھکانے لگانا ضروری ہے تاکہ یہ کسی کو دستیاب نہ ہو سکے۔"

"ٹھیک ہے۔ آؤ۔"

"تہذیب! یہ بتاؤ اس عمارت میں کہاں کہاں ہماری مڈبھیڑ ان لوگوں سے ہو سکتی ہے جو اس کے لیے کام کر رہے ہیں اور ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں؟"

"اس وقت کہیں پر بھی نہیں، عجیب و غریب نظام قائم کر رکھا ہے اس نے جو بار بار مجھے مخدوش بھی محسوس ہوا لیکن یہ معلوم کرنے کے بعد کہ یہ ہر جگہ سے پوری طرح باخبر رہتی ہے، میری وہ حیرت رفع ہو گئی۔ یقین کرو، بڑی عجیب و غریب عورت تھی یہ اور خدا کی قسم، میں سچ کہہ رہی ہوں کہ مجھے اس کی موت کا افسوس ہے۔ اگر کسی بھی طرح اس کی زندگی محفوظ رکھی جا سکتی تو میں ضرور رکھتی لیکن چونکہ یہ میرے علی کے لیے خوف ناک ہو گئی تھی، تو اس کے بعد میں کسی طرح بھی اس کا وجود برداشت نہیں کر سکتی تھی۔" تہذیب نے بے اختیار یہ الفاظ کہہ دیے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا چہرہ گلنار ہو گیا تھا۔

"تیزاب کے ٹینکوں کا کیا نظام ہے؟"

"ہمیں اس کی لاش وھیل چیئر پر ہی لانا ہو گی۔ پتا نہیں ایٹامک شعاعوں کے اثرات کیا ہوں۔ ممکن ہے اس کے بدن میں یہاں سے ہلنے کی سکت نہ ہو۔ ایک مخصوص جگہ تک اس وھیل چیئر کو لے جانا ہے اور اس کے بعد ہم اسے ایک ایسے راستے پر دھکیل دیں گے جس کا اختتام ہی تیزاب کے تالاب میں ہوتا ہے۔"

میں نے تہذیب کی ہدایت کے مطابق وھیل چیئر کو وہاں سے دھکیلا اور اس کے بعد دو پیچ در پیچ راہداریوں سے گزر کر ہم ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ اس کمرے میں مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ ایک بڑی سی مشین کے پاس وھیل چیئر کو اُلٹا کر دیا گیا، بوڑھی کی لاش جوں کی توں تھی، اس کے اعضاء منتشر نہیں ہوئے تھے۔ تہذیب نے ایک بٹن دبایا اور بوڑھی کی لاش پھسلتی ہوئی کسی نامعلوم جگہ چلی گئی، ایک ایسی عورت کا یہ انجام جس نے ایک نیا ملک بسانے کا، ایک نئی دنیا آباد کرنے کا منصوبہ تیار کر رکھا تھا، بڑا ہی عبرت ناک تھا لیکن بے شمار افراد کی بھلائی کے لیے، بے شمار لوگوں کی زندگی کے لیے، اس کی زندگی ختم کر دینا انتہائی ضروری تھا۔

تہذیب نے کہا۔ "علی! اب ہمارا کام نہایت سخت ہو جاتا ہے۔ میرے ذہن میں ایک فوری منصوبہ ہے، اگر تم اسے منظور کر لو۔"

"جی فرمایئے، مس تہذیب مالکم ایکس۔" میں نے کسی قدر خوشگوار انداز میں کہا۔ ذہن پر چھائی ہوئی حالات کی گرد کو صاف نہ کرنے کا مطلب یہی ہوتا کہ دماغ پر بوجھ رہے۔ اس وقت تھوڑی سی شگفتگی ضروری تھی۔

"میرا خیال ہے کہ میڈم مارٹینا کو ان کی جگہ سے نکال لایا جائے اور اُنھیں فوری طور پر اس کی جگہ دے دی جائے۔ میڈم مارٹینا ایک ذہین خاتون ہیں اور یقیناً ساری باتوں سے واقف ہونے کے بعد وہ اس کا کردار سنبھال سکتی ہیں۔ تمام لوگوں کو وہی کنٹرول کریں گی۔ اس کے لیے ایک طریقۂ کار متعین کر لیا جائے گا اور سنو علی! اب تمھیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ تھوڑی سی تبدیلیاں پیدا کر لو اپنے چہرے میں اور اس کے بعد یہیں رہو۔ ہم یہیں سے اپنی بقیہ کارروائیاں شروع کریں گے۔ تم نے جو تفصیلات سنائی ہیں ان کے تحت ہمیں بے شمار کام کرنے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے خداوندِ قدوس ہمیں یہاں کامیابی دلانا چاہتا ہے اور اس کے انتظامات بظاہر تو نظر آ رہے ہیں۔"

"ہاں تہذیب، واقعی ہمیں بے شمار کام کرنے ہیں لیکن ان کاموں کو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم میڈم مارٹینا کو اس کی جگہ دے دیں۔ اس طرح نہ صرف ہمارے ساتھ میڈم مارٹینا کی عقل بھی شامل ہو جائے گی۔ بلکہ ہمارا یہ حصہ بالکل محفوظ ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے، آؤ۔ میڈم مارٹینا کے پاس چلیں۔" تہذیب مجھے ساتھ لے کر چل پڑی۔

یہاں آنے کے بعد میں نے این کے، فور کاز اور اس بلام جزیرے پر جو کارروائیاں کی تھیں اور آئی وان فیرو جیسے خطرناک آدمی کو جس طرح میں نے شکست دی تھی اُسے میں اپنی کامیابی تصور کر سکتا تھا اور اگر اس کی رپورٹ باقاعدہ کسی کو پیش کی جاتی تو یقیناً اسے قابلِ ستائش سمجھا جاتا اور میری اس اعلیٰ کارکردگی کا اعتراف کیا جاتا لیکن میں نے دل ہی دل میں تہذیب مالکم ایکس کی اس عظیم الشان کامیابی کو سراہا تھا اور یہ تسلیم کیا تھا کہ تہذیب نے محدود رہ کر بھی اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے جس کے سامنے میری تمام تر کاوشیں ہیچ ہو جاتی ہیں۔ ہر چند کہ وہ یہ نہ سمجھ پائی تھی کہ بوڑھی کیتھن وائی کانٹ خود ہائل جوشیو ہے لیکن اس نے کیتھن وائی کانٹ کے لیے جس طرح بندوبست کیا تھا اس کی مثال ملنا ناممکن تھی اور یہ اُس کی ذہانت تھی کہ اُس نے ایک اتنے بڑے خطرے کو ٹال کر اس وقت اپنی اور میری دونوں کی زندگی بچالی تھی۔

میڈم مارٹینا کو جس قید خانے میں رکھا گیا تھا وہ انسانی ضروریاتِ زندگی سے آراستہ تھا۔ پتا نہیں کیوں کیتھن وائی کانٹ نے اُسے زندہ رکھا تھا۔ غالباً اس کے ذہن میں یہ خیال ہو گا کہ شاید کبھی اُسے اس کی اصل حیثیت کی ضرورت پیش آ جائے۔ بہرطور میڈم مارٹینا نے تہذیب مالکم ایکس کو دیکھا اور اس کے ساتھ مجھے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں سوالیہ تاثرات اُبھر آئے۔

تہذیب نے آگے بڑھ کر کہا۔ "میڈم یہ علی ہیں۔ .علی یار خان میں آپ کو تمام تفصیلات نہیں بتا سکتی لیکن میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں تارینا ہارڈو کے لیے کام کر رہی ہوں۔ ہر چند کہ میرا تعلق آپ کے وطن سے نہیں ہے لیکن میں اپنے فرائض کی بجا آوری کے سلسلے میں وہی جذبات رکھتی ہوں جو آپ کے سینے میں اپنے وطن کے لیے موجزن ہوں گے۔"

"ہاں تم نے کہا تھا۔ اور تم نے یہ بھی کہا تھا کہ میں محتاط رہوں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تمھارے علاوہ اور کوئی اس بات سے واقف نہیں ہو سکا کہ میری حیثیت کیا ہے؟" میڈم مارٹینا نے کہا۔

"میڈم اس وقت میں آپ کو کوئی تسلی نہیں دے سکی تھی، کچھ زیادہ تفصیل نہیں بتا سکی تھی، سوائے اس مختصر بات کے جو میں نے آپ کو بتائی تھی لیکن اب میں آپ کو خوش خبری دیتی ہوں کہ ہم نے اس عفریت کو ختم کر دیا ہے جس نے آپ کو قیدی بنا لیا تھا۔"

"کیا... ؟ ا یا سچ ماں" مارٹینا نے بے اختیار اپنی جگہ سے اُٹھنے کی کوشش کی اور ایک سمت لڑھک گئی۔

تہذیب نے آگے بڑھ کر اُسے سہارا دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں میڈم مارٹینا، ہم اسے ہلاک کر چکے ہیں۔"

"نہیں، خدا کے لیے... خدا کے لیے، اگر یہ کوئی مذاق ہے تو مجھ بوڑھی کے ساتھ یہ مذاق نہ کرو۔ میں... میں اپنی تمام شخصیت کھو بیٹھی ہوں، مجھ میں اب اتنی بھی سکت نہیں رہی کہ میں خوشی کی کوئی بات برداشت کر سکوں۔ میرے ساتھ مذاق..."

"نہیں میڈم، ہم آپ کی بے پناہ عزت کرتے ہیں۔ درحقیقت جو بات آپ سے کہی گئی ہے، وہ حرف بہ حرف درست ہے لیکن یہ بات نہ صرف آپ کے بلکہ ہمارے حق میں بھی انتہائی مہلک ثابت ہو گی کہ آپ اپنی وہ صلاحیتیں کھو بیٹھیں، جن کے تحت آپ معذور ہونے کے باوجود اپنے وطن کے لیے کام کر رہی تھیں۔ یوں سمجھ لیجیے کہ جو ذمے داریاں آپ کے سپرد کی گئی تھیں ان کے تحت کچھ ناگزیر حالات ضرور پیش آ گئے تھے آپ کو لیکن آپ کی ذمے داریاں جوں کی توں برقرار ہیں۔ آپ کو اپنے وطن کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کام لے کر وہی سب کچھ کرنا ہے جو آپ کا وطن آپ سے چاہتا ہے۔"

"میں کروں گی... لیکن بس مجھے یہ پتا چل جائے کہ حالات ہمارے کنٹرول میں ہیں۔"

"اس سلسلے میں تارینا ہارڈو سے آپ کی گفتگو کرائی جا سکتی ہے۔"

"نہیں، میں تم لوگوں کو مجبور نہیں کروں گی، جو کچھ تم کہہ رہے ہو میں اس پر یقین کر لوں گی لیکن کیا ان حالات میں بھی مجھے اس قید خانے میں زندگی گزارنا ہو گی؟" مارٹینا نے سوال کیا۔

"بالکل نہیں۔ آیئے، ہم آپ کو یہاں سے لے چلتے ہیں۔"

میں نے محسوس کر لیا تھا کہ میڈم مارٹینا اس قید خانے میں قید رہ کر ذہنی مریضہ بن چکی ہیں اور اگر اُنھیں فوری طور پر آزادی کی کھلی فضا نصیب ہو جائے تو ان کے اندر نمایاں تبدیلی رونما ہو گی۔

جب ہم اُنھیں لے کر ایک کمرے میں پہنچے تو میڈم مارٹینا نے کہا۔ "مجھے وھیل چیئر پر بٹھا کر کھلی فضا میں لے چلو، میں آسمان دیکھنا چاہتی ہوں۔ نہ جانے کتنا عرصہ ہو گیا مجھے آسمان دیکھے ہوئے۔"

میڈم مارٹینا کو اعتدال پر لانے کے لیے اس وقت ان کی ہر خواہش کی تکمیل ضروری تھی چنانچہ ہم اُنھیں باہر لے آئے۔ آسمان ابر آلود تھا۔ فضا میں گھر چھائی ہوئی تھی۔ میڈم مارٹینا وھیل چیئر پر بیٹھی گہری گہری سانسیں لیتی رہیں۔ ان کی آنکھوں میں عجیب سی قندیلیں جگمگا رہی تھیں۔ ہم دیر تک اُنھیں عمارت کے مختلف حصوں میں گھماتے رہے اور یہ یقین دلاتے رہے کہ جو کچھ ان کے سامنے ہے وہ خواب نہیں ہے۔

کافی دیر کے بعد میڈم مارٹینا نے کہا۔ "اب واپس چلو، مجھے خنکی کا احساس ہو رہا ہے۔" چنانچہ ان کی خواہش پر ہم اُنھیں اندر لے آئے اور اس کے بعد اُنھیں ہائل جوشیو کی وھیل چیئر دکھائی گئی جس پر کبھی کیتھن وائی کانٹ بیٹھتی تھی۔ کیتھن وائی کانٹ کی مختصر کہانی تہذیب نے میڈم مارٹینا کو سنائی تو وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گئیں۔ اس دوران تہذیب نے وھیل چیئر کے نیچے سے ایٹامک بیٹری نکال دی تھی اور وہ باریک باریک تار بھی کھول دیے تھے جو درحقیقت بال کی مانند لیکن بے پناہ مضبوط تھے۔

کئی گھنٹے کے بعد مارٹینا کی حالت اعتدال پر آ سکی۔ اس دوران ہم نے اُنھیں کھانے پینے کی اشیا بھی پیش کی تھیں۔ میں نے اس پوری کوٹھی میں گھومنے پھرنے کے بعد یہ دیکھ لیا تھا کہ اس وقت وہاں کوئی ملازم وغیرہ بھی نہیں تھا، ہاں ملازموں کی رہائش گاہیں ایک سمت نظر آ رہی تھیں اور ان میں مدھم روشنیاں اس بات کی مظہر تھیں کہ وہ سب گہری نیند سو رہے ہیں لیکن ہمارے لیے یہ سونے کا وقت نہیں تھا۔ میڈم مارٹینا کی حالت اعتدال پر آنے کے بعد تہذیب کے کہنے پر میں نے اُنھیں سب سے پہلے یہ بتایا کہ ہم لوگ درحقیقت کیا ہیں۔ وہ یہ سن کر حیران رہ گئیں کہ ہمارا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تعلق ان کے وطن سے نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ہم لوگ اتنی محنت سے یہ کام کر رہے ہیں۔

میں نے میڈم مارٹینا سے کہا۔ "بہت جلد ہمیں آپ کی بات تارنیا ہارڈو سے کرانا ہوگی اور اس وقت آپ انھیں یہ بتائیں گی کہ آپ کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے لیکن اس سے پہلے تمام صورتِ حال کو سمجھ لینا آپ کے لیے بہت ضروری ہے تاکہ اس کی روشنی میں آپ اپنا باقی کام کر سکیں۔"

میڈم مارٹینا اب پوری طرح سنبھل چکی تھیں، انھوں نے پُراعتماد انداز میں کہا۔ "میں اس تمام کارروائی کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"

تہذیب مالکم ایکس نے میڈم مارٹینا سے سب سے پہلا سوال یہی کیا کہ کیا آبدوز کے کیس کے سلسلے میں انھیں مکمل معلومات حاصل ہیں یا اس سے پہلے ہی وہ ہائل جوشیو کی قیدی بن گئی تھیں؟ اس پر میڈم مارٹینا نے بتایا کہ انھیں اس کیس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔

"تو پھر ضروری ہے میڈم کہ میں آپ کو اس کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کردوں۔"

تہذیب نے میری اجازت سے میڈم مارٹینا کو تمام صورتِ حال بتائی اور ان کی آنکھوں میں شدید تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔ انھوں نے متفکرانہ انداز میں کہا۔ "آہ! یہ معمولی بات نہیں ہے لیکن میری بدقسمتی کہ میں ان حالات سے پوری طرح واقف نہ ہو سکی اور اس سے پہلے ہی اس کے شکنجے میں آگئی۔"

"بہرطور میڈم مارٹینا! اب اس صورتِ حال کو آپ ہی سنبھال سکتی ہیں، جس طرح ہم نے یہاں آکر ہائل جوشیو پر قابو حاصل کیا ہے، آپ کو تقریباً اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ باقی معاملات کو آپ اسی ساری صورتِ حال کی روشنی میں کنٹرول کریں گی۔"

"میں انتہائی کوشش کروں گی لیکن تم دونوں میرے ساتھ ہی رہو گے نا، میں اپنے آپ کو اس وقت بہت ہی کمزور محسوس کر رہی ہوں۔ طویل قید نے میرے اعصاب بالکل مضمحل کر دیے ہیں اور میں اس بات کا اعتراف کرتی ہوں کہ میں اپنی صلاحیتیں کھو بیٹھی ہوں۔"

"آپ بالکل مطمئن رہیں، ہم ایک ایک پوائنٹ سے آپ کو آگاہ کر دیں گے۔"

تقریباً آدھی رات تک ہم میڈم مارٹینا کے ساتھ رہے۔ میں نے انھیں بتایا کہ کس طرح یہاں اسرائیلی ایجنٹ اور کچھ دوسرے لوگ مصروفِ عمل ہیں۔ آبدوز کے سلسلے میں معاملہ کیا صورت اختیار کر چکا ہے۔ باقی تمام تفصیلات بھی میں نے انھیں بتا دیں۔ تہذیب خود بھی دلچسپی سے اس تمام گفتگو میں حصہ لیتی رہی تھی۔ میڈم مارٹینا نے طے کیا کہ کل دن میں کسی بھی وقت اس سلسلے میں آخری پروگرام ترتیب دے لیا جائے گا تاکہ زیادہ وقت مصلحتاً میں نہ گزارا جا سکے۔ اس کے بعد ہم نے انھیں آرام کرنے کے لیے کہا۔ یہاں کے معمولات میں کوئی نمایاں تبدیلی دوسرے لوگوں کو شک میں ڈال سکتی تھی اور ابھی ہمیں اس کا اندازہ نہیں تھا کہ یہاں موجود لوگوں میں سے کون کون ہائل جوشیو کے خصوصی رازداروں میں سے ہے۔

تہذیب مجھے اپنی خواب گاہ میں لے آئی۔ اس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "گو رات کافی گزر چکی ہے اور اصولاً میرا فرض ہے کہ میں تمھیں سونے دوں لیکن کیا یہ واقعات ہمیں سونے دیں گے؟"

"نہیں تہذیب، میں دُہری کیفیت کا شکار ہوں۔"

"دُہری کیفیت؟"

"ظاہر ہے، تمھاری خواب گاہ اور ہم دونوں اور دوسری طرف یہ تمام واقعات۔"

"نہیں علی پلیز، ہم ابھی اسے اپنی خواب گاہ نہیں سمجھ سکتے۔ ایک بہت مخدوش جگہ ہیں ہم لوگ۔"

"یقیناً، یقیناً۔ تم کسی پریشانی کا شکار نہ ہو۔" میں نے کہا اور تہذیب دلآویز انداز میں مسکرا دی۔

"بس، اب اس سلسلے میں کوئی شرارت نہیں ہوگی، سمجھے آپ مسٹر علی!"

"بہت بہتر۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی۔

"یہ تمام کارروائی جس انداز میں ہوئی ہے علی، کیا تم نے اس انداز میں سوچا تھا؟"

"ہرگز نہیں، تصور میں بھی نہیں تھی یہ بات۔"

"جو کچھ ہوا، انتہائی تیز رفتاری سے اور ہنگامی طور پر ہوا ہے۔ تم نے جو کچھ کیا ہے علی، مجھے بتاؤ کیا یہاں تک پہنچے بغیر اس کی تکمیل آسان ہوتی؟"

"میں تمھارا مقصد سمجھ رہا ہوں تہذیب، بلاشبہ یہاں قدرت نے ہماری رہنمائی کی ہے۔"

"اس سے آگے کے بارے میں بھی ہمیں بہت گہرائی سے سوچنا ہے۔ یقیناً تمھارے ذہن میں کوئی منصوبہ ہوگا، جیسا کہ تم نے کہا کہ تم تقریباً اپنا کام ختم کر چکے ہو؟"

"ہاں تہذیب۔ تارنیا ہارڈو کی طرف سے جن لوگوں کو یہاں متعین کیا گیا تھا وہ سب کے سب ہائل جوشیو کے کنٹرول میں تھے اور ہم نہیں جانتے کہ بوڑھی کیتھن وائی کانٹ کس طرح اور کن کن لوگوں کے ذریعے اپنا یہ عمل جاری رکھے ہوئے تھی۔ یہ تو یقینی امر ہے کہ یہاں اس کے بے شمار ساتھی موجود ہوں گے۔ خدا کرے میڈم مارٹینا ان لوگوں کو کم از کم یہی یقین دلانے میں کامیاب ہو جائے کہ وہ۔۔۔ کیتھن وائی کانٹ ہی ہے۔ میرے خیال میں کل ہم انھیں یہ مشورہ دیں گے کہ وہ تھوڑی سی بیمار ہو جائیں اور بیماری کے عالم میں اپنی تمام سرگرمیاں ترک کر دیں اور ان لوگوں کو جو خصوصی ہدایت حاصل کرنے آئیں، وہ صرف مختصر ترین ہدایت جاری کریں اور ان میں نمایاں بات یہی ہو کہ آبدوز کو اسرائیلی ایجنٹوں کے حوالے کر دیا جائے۔"

"کیا۔۔۔؟" تہذیب متعجبانہ انداز میں بولی۔

"ہاں تہذیب۔ میں تمھیں ان لوگوں کے بارے میں بتا رہا تھا جو یہاں مارشل نامی جہاز پر مقیم ہیں۔ یہ سب بظاہر تارینا ہارڈو کے ملک کے لیے کام کرتے ہیں اور اس سے تنخواہیں وصول کرتے ہیں لیکن دراصل یہ ہائل جوشیو کے حاشیہ بردار ہیں۔ ان میں ایک جس کا نام شارٹو ہے اور جو معمولی حیثیت کا آدمی ہے، مجھے مخلص نظر آیا ہے اور درحقیقت میں اس پر ہر طرح سے بھروسا کرنے کے لیے مجبور ہو گیا ہوں۔ میرے ذہن میں یہی منصوبہ تھا کہ تمھارے ذریعے تارنیا ہارڈو کو ایک پیغام بھجواؤں گا۔ بات اسی شکل میں ہوتی جس طرح اب ہوگی لیکن اس وقت ہمیں یہ نہیں معلوم تھا، کم از کم مجھے کہ میڈم مارٹینا ہی اصل میں ہائل جوشیو ہے۔ میں تمھیں بتاؤں کہ ڈمبر نامی جہاز پر جہاں آبدوز کے سودے کی تکمیل ہوئی ہے، کیتھن وائی کانٹ ہی نے یہ سودا مکمل کیا اور ہائل جوشیو کے نمائندے کی حیثیت سے۔ میں نے یہاں اسے دوسری بار دیکھا ہے لیکن اس وقت میں یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ میڈم مارٹینا کی شکل میں ہے۔ اب میڈم مارٹینا کو کل اپنی بیماری کا بہانہ کر کے یہ ہدایات دینا ہوں گی کہ آبدوز کو جس طرح ممکن ہو سکے اسرائیلی ایجنٹوں کے قبضے میں دے دیا جائے۔ اب مسئلہ صرف ان نو افراد کا ہے جن کا تعلق فلسطین سے ہے۔" میں تہذیب مالکم ایکس کو ایک ایک پوائنٹ سمجھانے لگا اور ہم اس وقت تک گفتگو کرتے رہے جب تک کہ صبح کی روشنی نمودار نہ ہو گئی۔

تہذیب نے روشنی کی کرنوں کو کھڑکی سے جھانکتے ہوئے دیکھا تو تعجب سے بولی۔ "ارے، صبح ہو گئی!"

"ہاں۔"

"ٹھہرو، چائے پلاتی ہوں تمھیں۔ اس کے بعد مزید گفتگو ہوگی۔" تہذیب یہ کہتے ہوئے اُٹھ گئی اور میں بھی مسکرانے لگا۔

ناشتے کی میز پر میڈم مارٹینا سے ملاقات ہوئی۔ ہم دونوں ان کے سامنے مؤدب تھے کیونکہ دوسرے ملازمین بھی اپنے روزمرہ کے کاموں میں مشغول ہو گئے تھے۔ اس وقت میڈم مارٹینا کے چہرے پر وہی خشونت پائی جاتی تھی جو کسی مطلق العنان کے انداز میں ہو سکتی تھی۔ وہ اپاہج ضرور تھیں لیکن ذہنی طور پر نہایت مضبوط اور مکمل شخصیت کی مالک تھیں چنانچہ ناشتے کے دوران وہ مسلسل سنجیدہ اور بردبار رہیں۔ پھر انھوں نے تنہائی کے لیے حکم دیا اور ملازم وغیرہ وہاں سے چلے گئے۔ تب وہ کہنے لگیں۔

"رات کو ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سو سکی لیکن ذہن پر ذرا بھی تکدر نہیں ہے۔ بھلا یہ حالات کس طرح سونے دے سکتے تھے۔ میں نے تمام پوزیشن پر غور کیا ہے اور یہ نتیجہ اخذ کر سکی ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، ہمیں اپنا کام مکمل کر کے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ ڈیئر علی! میں تمھاری ذہنی برتری کی قائل ہو گئی ہوں، مجھے بتاؤ کہ آئندہ کیا پروگرام ہے؟"

"کسی نے آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش تو نہیں کی؟"

"نہیں۔ لیکن اگر کی جائے گی تو تم مطمئن رہو، حالات کو جاننے کے بعد میں اتنی احمق نہیں ہوں کہ انھیں ہینڈل نہ کر سکوں۔ تمھیں اس طرف سے بالکل مطمئن رہنا چاہیے۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ اب آپ چاہیں تو تارنیا ہارڈو سے رابطہ قائم کر سکتی ہیں۔ دراصل میں چاہتا ہوں کہ پہلے آپ کو ہم دونوں پر مکمل اعتماد ہو جائے تاکہ آپ پورے سکون سے کام کر سکیں۔"

"علی، مجھے تم پر اعتماد ہے۔ پلیز، اس خیال کو دل سے نکال دو کہ میں تم پر کسی قسم کا شک کرتی ہوں۔"

"شکریہ میڈم۔ اب آپ کو انتہائی ذہانت سے، محتاط رہ کر کام کرنا ہے کیونکہ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے اور صورتِ حال خاصی سنگین ہے۔ اس سے قبل کہ ہم لوگ کسی کی نظر میں مشکوک ہوں، ہمیں اپنا کام مکمل کر لینا چاہیے۔ ہائل جوشیو جیسی بڑی قوت جس آسانی سے ہمارا شکار ہو گئی، یہ صرف تقدیر کی خوبی ہے ورنہ آپ کیا سمجھتی ہیں، کیا بے شمار ملکوں کے بڑے بڑے ذہین افراد اس کی موت کے خواہاں نہ رہے ہوں گے۔"

"تم اپنا پروگرام بتاؤ، میں تمھارے ساتھ مکمل تعاون کرنے کو تیار ہوں۔"

"اب ہمیں سب سے پہلے اس عمارت کے بارے میں یہ تمام معلومات اکٹھی کر لینی چاہئیں کہ ہائل جوشیو نے یہاں کیا کیا انتظامات کر رکھے ہیں۔ تہذیب، میرا خیال ہے تم، میڈم مارٹینا اور میں، الگ الگ کام کریں اور یہاں موجود ایک ایک چیز کو اچھی طرح چیک کیا جائے۔ اس کے علاوہ میڈم! یہاں جو ملازم کام کر رہے ہیں، وہ یقیناً ہائل جوشیو کے مکمل طور پر رازدار اور اس کے صحیح معاون ہوں گے۔ آپ کو انھیں خاص طور سے ہینڈل کرنا ہے۔"

"میری طرف سے تم مکمل اطمینان رکھو۔ یوں سمجھ لو کہ میں اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وقت کیتھن وائی کانٹ ہوں۔" میڈم مارٹینا نے کہا۔

اس کے بعد ہم پوری توجہ کے ساتھ اس عمارت کی چیکنگ میں مصروف ہو گئے۔ تہذیب مالکم ایکس ایک الگ حصے کی سمت چل پڑی۔ میں الگ اور میڈم مارٹینا بالکل الگ۔ اس طرح ہم لوگوں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ سب سے زیادہ توجہ ایسی خفیہ جگہوں پر دی گئی تھی جو کسی میکنیزم کے تحت کام کرتی ہوں۔ ان پر کس طرح دوسروں سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے' ان کے بارے میں دیگر معلومات' یہاں موجود ایک ایک کاغذ کی چھان بین۔ ان تمام مصروفیات میں دوپہر کے دو بج گئے۔ سب نے اپنی اپنی معلومات نوٹ کر لی تھیں۔

کھانے کی میز پر ہمارے درمیان تبادلہ خیالات ہوا۔ تہذیب نے بتایا کہ کیریڈ بلوشر نامی ایک شخص میڈم مارٹینا یعنی ہائل جوشیو کے معاون کی حیثیت سے کام کرتا ہے اور دوسرے تمام معاملات کنٹرول کرتا ہے۔ تہذیب نے یہ بھی بتایا کہ وہ نو افراد جن کا تعلق فلسطین سے ہے آئی وان فیرو کے قیدی ہیں اور آئی وان فیرو' ہائل جوشیو کا کمیشن ایجنٹ ہے۔ وہ مکمل طور سے ہائل جوشیو کے معاون کی حیثیت سے کام کرتا ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ ہائل جوشیو کون ہے۔ اس کا رابطہ کیریڈ بلوشر سے ہے۔

چنانچہ ہم نے اس شخص پر خاص طور سے توجہ دی۔ کیریڈ کا ریکارڈ ایک فائل میں مل گیا تھا۔ اس میں اس کی تصویر بھی موجود تھی۔ چوڑے چکلے چہرے والا یہ شخص غالباً پرتگال کا باشندہ تھا یا ممکن ہے اس کا تعلق کہیں اور سے ہو۔ سانولی رنگت' ٹھوڑی میں گہرا خم' تنومند آدمی تھا۔ اس کے کارناموں کی پوری تفصیل اس فائل میں درج تھی۔ بڑی تفصیل سے تمام کام کیے گئے تھے اور انھیں دیکھ کر ہم شدید حیران ہو رہے تھے۔ نفرت و انتقام کے جذبے نے ایک کمزور ہستی کو کیا سے کیا بنا دیا تھا ورنہ کیتھن وائی کانٹ جیسی مجہول شخصیت اس عمر میں صرف آرام کے قابل تھی۔

دوپہر کو ان تمام چیزوں سے اخذ کیے ہوئے نتائج ایک دوسرے کے سامنے بیان کیے گئے اور ابھی ہم کھانے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ ایک ملازم نے کیریڈ بلوشر کے آنے کی اطلاع دی۔ چند الفاظ میں ہمارے درمیان یہ بات طے ہو گئی کہ میڈم مارٹینا کو کیریڈ بلوشر سے کیا گفتگو کرنی ہے۔ اس کے بعد میری وہاں غیر موجودگی ضروری ہو گئی۔

میڈم مارٹینا نے تہذیب کے ساتھ کیریڈ بلوشر سے ملاقات کی۔ اس شخص کو میں نے بھی ایک نگاہ دیکھنا ضروری سمجھا اور اس وقت میں اس جگہ سے زیادہ دور نہیں تھا جہاں میڈم مارٹینا اور تہذیب مالکم ایکس' کیریڈ بلوشر سے ملاقات کر رہی تھیں۔ کیریڈ کا انداز نہایت مؤدبانہ تھا۔ اس نے میڈم مارٹینا سے کہا۔ "میڈم' ڈمبر پر موجود اسرائیلی ایجنٹوں کے چیف نے آپ سے ایک درخواست کی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اب جبکہ فیصلہ ان کے حق میں ہو گیا ہے اور تمام معاملات طے پا چکے ہیں تو وہ یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ گزرنے والا ہر لمحہ ان کے لیے سنسنی خیز ہے۔ میڈم جس طرح بھی چاہیں عربوں سے معاملات طے کریں لیکن انھیں جانے کی اجازت دی جائے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کیریڈ کہ ہمیں فوری طور پر اس سلسلے میں ان کا کام کر دینا چاہیے۔ میں خود بھی تم سے رابطہ قائم کر کے تمھیں کچھ ہدایات دینا چاہتی تھی۔"

"میں حاضر ہوں میڈم۔"

"میرے خیال میں پرسوں تک یا اگر پرسوں ممکن نہ ہو سکے تو اس کے بعد انھیں سب میرین کی ڈیلیوری دے دو۔ وہ نو افراد جو آئی وان فیرو کے قیدی ہیں' میرے پاس پہنچا دیے جائیں تاکہ میں انھیں بھی ڈمبر والوں کے حوالے کر سکوں۔ ان نو افراد کی منتقلی کا کام آج یا کل صبح تک ہو جانا چاہیے۔ آبدوز کے پورے نظام کو ان لوگوں کے انجینئرز کو چیک کرا دیا جائے تاکہ وہ اسے ہینڈل کر سکیں۔"

"بہتر میڈم۔ میں یہ کام کر لوں گا اور کوئی خاص ہدایت؟" کیریڈ نے پوچھا۔

"نہیں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ وہ نو افراد یہاں پہنچ جانے چاہئیں اور انجینئرز کو کل صبح گیارہ بجے میرے پاس لے آؤ تاکہ ان کا کام کر دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے میڈم۔ مجھے اجازت؟"

"اوکے۔" میڈم مارٹینا نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ آواز بدل کر بول رہی تھی اور بار بار کھانسنے لگتی تھی تاکہ اس کی آواز پر شبہ نہ کیا جا سکے۔ میری نگاہیں کیریڈ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور میں نے محسوس کر لیا تھا کہ اس شخص کو مارٹینا پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا ہے۔ جب وہ چلا گیا تو میں اپنی جگہ سے باہر نکل آیا۔ مارٹینا نے میری طرف دیکھا اور بولی۔ "کیا تم میری گفتگو سے مطمئن ہو؟"

"سو فیصدی میڈم۔ لیکن اب تارنیا ہارڈو سے رابطہ فوری طور پر ضروری ہے۔ ان نو افراد کے قیام کا یہیں بندوبست کیا جائے۔ کل آپ نے جن انجینئرز کو طلب کیا ہے ان میں کسی طرح میری شمولیت بھی ضروری ہے۔"

"کیا مطلب؟" مارٹینا نے سوال کیا۔

"میں اس سب میرین کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔"

"اچھا' اس کے لیے گنجائش نکالنا ہو گی۔"

دفعتاً تہذیب بول اٹھی۔ "مسٹر علی' اگر آپ میڈم کی طرف سے وہاں جائیں گے تو کیا یہ شرکت مشکوک نہیں ہو جائے گی؟ میں آپ کو یہ یاد دلانا چاہتی ہوں کہ کسٹاٹن کی حیثیت سے ممکن ہے' وہ لوگ آپ کو بھی آبدوز کی چیکنگ کے لیے مامور کریں۔ اگر آپ ان کی طرف سے جائیں تو زیادہ مناسب ہو گا۔"

میں نے ایک بار پھر متحیرانہ انداز میں تہذیب کی طرف دیکھا۔ یہ لڑکی درحقیقت ذہنی طور پر بہت برتر تھی۔ میں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "تمھارا کہنا ٹھیک ہے تہذیب۔ میرا خیال ہے' مجھے اس سلسلے میں انھی سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔ اب تمھارا کام یہ ہے کہ تم یہاں آنے والوں کو صورت حال سے آگاہ کرو اور انھیں اطمینان دلا دو کہ اب وہ محفوظ ہیں اور انھیں ایک مخصوص انداز میں عمل کرنا ہے۔"

"یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو علی۔ میرا خیال ہے تم اپنا منصب سنبھال لو۔ یہاں فی الحال تمھاری ضرورت نہیں ہے۔"

"سب سے اہم مسئلہ تو ہمیں ابھی طے کرنا ہے۔ اس کے بعد ہی میں یہاں سے روانہ ہو سکوں گا۔"

"وہ کیا؟"

"ڈیلیوری دینے کے بعد ہمیں جو کام کرنا ہے اس کے لیے تو ابھی تک تم نے کچھ سوچا ہی نہیں۔" میں نے کہا اور تہذیب حیران رہ گئی۔

"ارے ہاں! واقعی کیسی عجیب بات ہے۔"

میڈم مارٹینا نے مجھ سے پوچھا کہ اس سلسلے میں' میں کیا کرنا چاہتا ہوں تو میں نے انھیں اپنے پروگرام کی تفصیل بتا دی۔ مارٹینا نے مجھ سے مکمل اتفاق کیا تھا اور اس کے بعد اس بڑے اور وسیع حیطہ عمل کے ٹرانسمیشن سسٹم پر ہم نے مشترکہ طور پر تارنیا ہارڈو سے رابطہ قائم کیا۔ رابطہ قائم کرنے میں تقریباً پندرہ منٹ صرف ہو گئے اور پھر تارنیا ہارڈو کی آواز ابھری۔

"ہیلو میڈم مارٹینا! کیسی ہیں آپ؟ پروگرام کی کیا پوزیشن ہے؟"

مارٹینا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

"ڈیئر تارنیا۔ پروگرام کی جو پوزیشن ہے اس کے بارے میں بھی میں تمھیں بتا دوں گی' سب سے پہلے تو میں اپنی پوزیشن تمھیں بتا دوں۔ طویل عرصے سے میں ہائل جوشیو کی قیدی تھی اور اس نے مجھے میری ہی عمارت کے ایک تہ خانے میں بند کر رکھا تھا۔"

دوسری طرف سے تارنیا ہارڈو کی آواز سنائی نہیں دی تھی جب مارٹینا نے اسے پکارا تو وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ میڈم مارٹینا! کیا..."

"ہاں ڈیئر' تفصیل تو سامنے بیٹھ کر ہی بتائی جا سکتی ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ تم نے جن لوگوں کو اس کام کے لیے مخصوص کیا تھا وہی ہماری اور ہمارے وطن کی خوش بختی کا باعث بن گئے ہیں۔ وہ لڑکی جسے میری سکریٹری کی حیثیت سے یہاں بھیجا گیا تھا اور اس کا ساتھی علی یار خان' ان دونوں کو بھیج کر تم نے گویا ایک پورا ڈیپارٹمنٹ یہاں منتقل کر دیا تھا۔ میں اس سے ان کی زیادہ تعریف و توصیف نہیں کروں گی کہ اس وقت وہ دونوں میرے سامنے موجود ہیں۔ بس یوں سمجھ لو' انھوں نے مل کر مجھے اب سے کچھ وقت قبل آزادی دلائی ہے اور شاید تمھیں یہ سن کر خوشی ہو کہ انھوں نے ہائل جوشیو کو بھی ختم کر دیا۔"

"اوہ میرے خدا... !اوہ میرے خدا!" تارنیا ہارڈو کی آواز ابھری۔

"مکمل تفصیلات تو تمھارے سامنے بیٹھ کر ہی بتائی جا سکتی ہیں۔ موجودہ پوزیشن یہ ہے کہ ہم نے حالات پر تقریباً مکمل کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔ میں نے ہائل جوشیو کی حیثیت سے چارج سنبھالا ہوا ہے اور اس وقت مکمل کنٹرول ہمارے پاس ہے لیکن صحیح معنوں میں اس وقت یہاں کام کرنے والے ہم تین ہی افراد ہیں۔ کوئی ایک شخص ایسا نہیں ہے جو ہائل جوشیو سے منحرف ہو اور ہمارے لیے کام کرے۔"

"ہمارے ایجنٹ بھی نہیں؟" تارنیا ہارڈو نے سوال کیا۔

"ایک بھی نہیں' سب ہائل جوشیو کے تنخواہ دار ہیں اور اس کے وفادار ہیں۔"

"خدا کی پناہ!" تارنیا ہارڈو حیران ہونے کے علاوہ اور کیا کر سکتی تھی پھر اس نے کہا۔ "لیکن میڈم! آپ کہہ رہی ہیں کہ سچویشن آپ کے کنٹرول میں ہے؟"

"ہاں۔ آبدوز کی ڈیلیوری دی جا رہی ہے۔ مجھے وہ کم سے کم وقت بتاؤ جب سمندر کے کسی حصے میں تم اس آبدوز پر اپنی آبدوزوں کے ذریعے کنٹرول حاصل کر سکو؟"

"ہمیں کتنا وقت مل سکتا ہے میڈم؟" تارنیا ہارڈو نے کہا۔

"چوبیس گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ چھتیس گھنٹے۔ ہم راستوں کا تعین کیے لیتے ہیں۔ تمھیں اتنا اندازہ تو ہو گا کہ سب میرین کو کن راستوں سے اسرائیل کی طرف لے جایا جا سکتا ہے۔ ان متعین شدہ راستوں کے آس پاس تمھیں مکمل انتظامات کے ساتھ موجود رہنا ہو گا اور اس وقت سب میرین پر کنٹرول حاصل کرنا ہو گا جب وہ یہاں کی حدود سے باہر نکل جائے۔"

"کیا اس کے لیے ہمیں جنگی کارروائیاں کرنا ہوں گی؟" تارنیا ہارڈو نے سوال کیا۔

"کوشش یہ ہونا چاہیے کہ اس آبدوز سے مقابلہ نہ کیا جائے۔ علی اور تہذیب اس سلسلے میں کوئی منصوبہ ترتیب دے چکے ہیں اور ان کی کوشش یہ ہو گی کہ اس آبدوز سے کوئی کارروائی نہ کی جا سکے لیکن اگر ایسا ہوا بھی تو تمھیں صرف اتنی کوشش کرنی ہے کہ آبدوز پر قابو پا لو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ٹھیک ہے میڈم اور کچھ؟"

"نہیں۔ اس کے بعد میں تم سے دارالحکومت ہی میں ملاقات کروں گی۔"

میڈم مارٹینلا نے میری ہدایت کے مطابق تارنیا ہارڈو سے گفتگو مکمل کرنے کے بعد اور یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ تارنیا اس مختصر عرصے میں اپنا کام انجام دے لے گی، رابطہ منقطع کر دیا اور ہماری طرف دیکھنے لگیں۔

"بہت مناسب۔ اب تارنیا ہارڈو کی طرف سے ہوشیاری سے کارروائی ہی ہماری کامیابی کی ضمانت ہے اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو پھر انجام بخیر نہ ہوگا۔" میں نے کہا۔

"یہ بتاؤ علی کہ تم اس سلسلے میں مزید کیا کچھ کر رہے ہو؟"

"میں اسرائیلی نمائندے کی حیثیت سے یہ کوشش کروں گا کہ خود بھی آبدوز پر ہی موجود رہوں اور وہیں اپنا کام انجام دوں ـــ تہذیب مالکم ایکس، آپ کے ساتھ ہی رہیں گی اور یہ آپ کی ذمّے داری ہے کہ انھیں دارالحکومت تک بحفاظت اپنے ساتھ لے جائیں میں وہیں ان سے ملاقات کروں گا۔"

"گویا میں تمھارے ساتھ نہیں رہوں گی علی؟" تہذیب نے پوچھا اور میں مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

"نہیں میڈم تہذیب! آپ کیسے رہیں گی ذرا مجھے خود ہی بتا دیجیے؟" میں نے بدستور شرارت آمیز نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا اور تہذیب نے گردن جھکا دی۔

میری دلی خواہش تھی کہ ان نو فلسطینی نمائندوں کی منتقلی کے بعد ہی یہاں سے جاؤں لیکن حالات اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ کام میں بے پناہ تیزی آ چکی تھی اور میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے کس وقت کس کام کے لیے تیار ہونا پڑے گا۔ تہذیب اور میڈم مارٹینلا سے گفتگو مکمل کر کے میں وہاں سے رخصت ہوا۔ اس ہوٹل میں آیا جہاں شارٹو کے ساتھ کمرہ حاصل کیا تھا۔ شارٹو کا انتظار کرنا پڑا اور جب وہ مجھے مل گیا تو میں اپنے اس جزیرے کی جانب چل پڑا۔

یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہاں مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوئی کوشش کی گئی تھی یا نہیں۔ ہر لمحہ زندگی کی بازی لگا کر خطرات مول لینے پڑ رہے تھے۔ مارٹینل پر جانے کا سوال ہی نہیں تھا تاوقتیکہ کوئی ایسی ہی ضرورت نہ پیش آ جائے اور ویسے بھی وہاں موجود لوگوں سے اس سلسلے میں کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا تھا۔ جزیرے پر پہنچ کر میں نے حالات کا جائزہ لیا۔ بظاہر کوئی نمایاں تبدیلی نظر نہیں آئی تھی۔ پھر وہ رات ہم نے وہیں گزاری۔ شارٹو کو میں اس سلسلے میں تھوڑی بہت تفصیلات بتا چکا تھا۔ راستے میں ہمارے درمیان گفتگو ہوتی رہی تھی چنانچہ وہ بھی مستعد ہو گیا تھا۔ یہ واحد شخص تھا جس پر بھروسا کر کے مجھے خوشی ہوئی تھی اور اس نے ابھی تک میرے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا تھا۔ میں نے شارٹو کو بتایا کہ اگر سب میرین تک ہماری رسائی ہو گئی تو پھر اُسے کیا کرنا ہے اور شارٹو نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا تھا۔

"چیف! بس شارٹو کو موقع ملنا چاہیے، کاش ایسا ہو سکے کہ جب انجینئرز آبدوز کا معائنہ کرنے جائیں تو میں بھی ان کے ساتھ ہی رہوں۔"

"میری بھی خواہش یہی ہے شارٹو، لیکن ہمیں اس کے لیے انتظار کرنا ہوگا۔"

میری خوش بختی اور خداوندِ عالم کی مہربانی نے میری یہ خواہش بھی پوری کر دی۔ ڈین مارشے کی طرف سے مجھے پیغام ملا اور مجھے این کے طلب کر لیا گیا۔ این کے کی ایک خوشنما عمارت میں ڈین مارشے نے مجھ سے ملاقات کی۔ وہ ابھی تک میری طرف سے مشکوک نہیں ہو سکا تھا جبکہ میرے دل میں لاکھوں وسوسے تھے۔

اس نے مجھ سے کہا "کے نائن! ہمیں ہائل جوشیو کی طرف سے ڈلیوری کی پیشکش ہو چکی ہے۔ ادائیگیاں کل تک کر دی جائیں گی اور اس کے بعد انجینئرز کی ایک ٹیم سب میرین کا جائزہ لے گی تمھیں اس جماعت کے ساتھ ہوشیاری سے سب میرین پر جانا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمھاری باریک بیں نگاہیں ہر قسم کے حالات پر مرکوز رہیں گی۔ کسی قسم کی کوئی بھی سازش متوقع ہو سکتی ہے۔ ہم اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تل ابیب نہ پہنچ جائیں۔"

میں نے مستعدی سے اپنی خدمات پیش کر دیں اور میری مسرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ کام ہو گیا تھا جس کا میں دلی طور پر خواہش مند تھا۔ شارٹو تو میرے ساتھ دُم کی طرح چپکا ہی ہوا تھا۔ دوسرے دن صبح دس بجے ہمیں ایک مخصوص جگہ پہنچنے کی ہدایت کی گئی۔ پانچ انجینئرز جن کا تعلق اسرائیل سے تھا، ہمارے منتظر تھے اور ہمیں سب میرین تک لے جانے والا کیریڈ بلوشر تھا۔ اس نے سب سے پہلے مجھ سے ہی رابطہ قائم کیا تھا۔ ساتھ جانے والے انجینئرز میں سے بھی کوئی میری طرف سے مشکوک نہیں تھا چنانچہ اس کے بعد ہم ایک اسٹیمر کے ذریعے کیریڈ بلوشر کی رہنمائی میں اس طرف روانہ ہو گئے جہاں آبدوز موجود تھی۔

میرے دماغ میں سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ جذبۂ شوق و تجسس لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا۔ ظاہر ہے میں ایک ایسی نادر و نایاب شے کو دیکھنے جا رہا تھا جس کی گمشدگی نے تہلکہ مچا دیا تھا۔ دنیا کے بہترین دماغ جس کی تلاش میں ناکام ہو چکے تھے اور یہ دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی کہ ہم فورکاز کے ساحل پر پہنچے تھے۔ فورکاز کے مشرقی علاقے میں بلند و بالا پہاڑیاں جن سے میں گزر چکا تھا، ہماری منتظر تھیں۔ اس طرف کوئی مداخلت نہیں کی گئی یہاں آئی وان فیرو کے محافظ بھی نہیں تھے۔ پہاڑیوں کے ایک حصّے میں اسٹیمر کو لنگرانداز

کر دیا گیا اور اس کے بعد کیریڈ بلوشر کی طرف سے ہم سب کو غوطہ خوری کے لباس پیش کیے گئے۔

انجینئروں کی جماعت غوطہ خوری کے لباس میں سمندر کی گہرائیوں میں اُترنے لگی۔ میں اور شارٹو بھی ان میں شامل تھے۔ ہم جزیرے کے بالکل نچلے حصّے میں ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں پہاڑیوں کے درمیان ایک عظیم الشان خلا نظر آ رہا تھا۔ اگر کوئی اس خلا کے نیچے سے گزرتا تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اوپر جو سیاہ چٹانیں نظر آ رہی ہیں، وہ قدرتی نہیں ہیں۔

بہت ہی شاندار طریقے سے یہاں ایک خول بنایا گیا تھا جو صرف پہاڑیوں کے ایک حصّے کو ڈھکنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ اس خول کے درمیانی حصّے کو ایک مخصوص ذریعے سے کھولا گیا تو دو دیوہیکل تختے کسی صندوق کے ڈھکنے کی طرح کُھل گئے اور ہمیں ان کے درمیان، اوپر اُبھرنا پڑا۔ نہایت حیرت انگیز جگہ بنائی گئی تھی۔ پتھر کا ایک قدرتی پلیٹ فارم یہاں موجود تھا اور اس پلیٹ فارم کے ذریعے ہم اس آبدوز تک پہنچ سکتے تھے جو یہاں خصوصی طور پر عظیم الشان ہینگروں میں لٹکا دی گئی تھی۔ اسے محفوظ کرنے کا یہ عجیب و غریب طریقہ ہائل جوشیو کی بے پناہ قوتوں کا مظہر تھا لیکن اس بات پر یقین نہیں آتا تھا کہ اتنی خاموشی سے مر جانے والی ایک بوڑھی عورت اس عجائب خانے کی روحِ رواں تھی۔

پلیٹ فارم کے ذریعے آبدوز میں داخل ہونے میں کوئی دقّت پیش نہیں آئی۔ کیریڈ بلوشر کو یہاں کا پورا نظام معلوم تھا۔ اس کے معاون اس کے ساتھ کام کر رہے تھے اور ہم اس عظیم الشان آبدوز میں اتر گئے جو لاتعداد تنازعے کا باعث بنی ہوئی تھی۔

آبدوز کے اندرونی نظام کو انجینئرز بڑی باریک بینی سے چیک کرنے لگے۔ ہائل جوشیو نے اس آبدوز کو مکمل طور پر تیار رکھا تھا اور اس میں کوئی بھی ایسی خرابی نہیں تھی جس پر نگاہ ڈالی جا سکے۔ میں اور شارٹو بھی ایک ایک چیز کو پوری طرح سمجھ رہے تھے ـــ تقریباً پانچ گھنٹے تک آبدوز کے اندرونی حصّے میں ہماری مصروفیات جاری رہیں اور آخر کار انجینئرز نے اطمینان کا اظہار کر دیا کہ آبدوز کو لمبے سفر پر لے جانے میں کوئی امرِ مانع نہیں ہو سکتا۔ اس اطمینان کے بعد ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔

میں نے این کے پہنچ کر ڈین مارشے کو رپورٹ دی ـــ ڈین مارشے نے کہا کہ اب میرا اس جزیرے پر جانا نامناسب ہے۔ مجھے یہیں این کے پر قیام کرنا چاہیے۔ بہتر ہے اس کے لیے کسی عمدہ جگہ کا انتخاب کر لوں کیونکہ کسی بھی وقت ہم یہاں سے روانہ ہو سکتے ہیں۔

یہ بات بھی میرے لیے نہایت حوصلہ افزا ثابت ہوئی تھی۔ کوئی بڑا خطرہ تو مول نہیں لے سکتا تھا لیکن یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ کوئی میری طرف نگراں نہیں ہے سب سے پہلے میں نے ٹرانسمیٹر پر تہذیب مالکم ایکس سے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے تہذیب نے میری کال ریسیو کی تھی۔

"ان لوگوں کی کیا پوزیشن ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"آ گئے ہیں اور میں نے انھیں صورتِ حال سے آگاہ کر دیا ہے، ان کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں ہے۔ خاصی تکلیف کے عالم میں رکھا گیا تھا انھیں لیکن اپنی کامیابی کے خیال سے وہ بہت مطمئن اور مسرور ہیں۔ کوئی یہ بات ماننے کو تیار ہی نہیں تھا کہ اب حالات بدل چکے ہیں لیکن علی یار خان کا نام سننے کے بعد ان سب پر سکتہ طاری ہو گیا اور انھوں نے خلوصِ دل سے میری ہر بات تسلیم کر لی۔ تمھارا نام ان کے لیے بڑے سکون کا باعث بنا ہے علی!"

"شکریہ تہذیب۔ تمام معاملات طے ہو گئے ہیں۔ ممکن ہے میری تم سے ملاقات نہ ہو اور مجھے کسی بھی وقت اپنی موجودہ حیثیت میں روانہ ہونا پڑے۔ زندگی رہی تو پہلی فرصت میں تم سے ملاقات کروں گا اور پھر ہم مستقبل کا پروگرام بنائیں گے۔ ورنہ ہمارا مستقبل تو ہمارے سامنے ہے۔ کسی بھی لمحے موت کی آغوش ہمارے لیے وا ہو سکتی ہے۔"

"اگر ہم مر گئے علی تو ہماری روحیں تو ایک دوسرے سے جدا نہ ہو سکیں گی۔ تم دلجمعی سے اپنا کام کرو۔" تہذیب کی پُرحوصلہ آواز سنائی دی اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کے بعد میں نے شارٹو سے اس موضوع پر گفتگو کی تو شارٹو پُرجوش لہجے میں بولا "چیف بس مجھے آزادی ملنی چاہیے۔ انجینئرز کو آبدوز کے بارے میں جو تفصیلات بتائی گئی ہیں میرا خیال ہے، ان سے زیادہ میں نے سمجھی ہیں اور میں نے ان تمام چھوٹی چھوٹی چیزوں کو نگاہ میں رکھا ہے جن کے ذریعے آبدوز کو کم از کم کسی جنگی کارروائی کے لیے ناکارہ بنایا جا سکتا ہے۔ میں نے اپنے کام کا راستہ متعین کر لیا ہے چیف۔ بس مجھے روانگی کے وقت آبدوز ہی میں ہونا چاہیے۔"

"یقیناً۔ امکان اسی بات کا ہے کہ میں بھی تمھارے ساتھ ہی رہوں گا۔ تمھیں اس سلسلے میں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟"

"جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ میرے لباس میں موجود ہیں۔ مثلاً یہ کٹر، پلاس اور ایسی ہی چند چھوٹی موٹی چیزیں۔" شارٹو نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا کٹر نکال کر دکھایا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ ذہن شدید انتشار کا شکار تھا۔ اب وہ لمحات آ گئے تھے جب یہ مہم تکمیل تک پہنچ جاتی مگر آنے والا وقت اس مہم کا سب سے کٹھن وقت تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

تہذیب کی طرف سے آخری پیغام دوسرے دن تمام پانچ بجے ملا۔ میں نے خود اس سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا بلکہ پہلی بار میرے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا تھا۔ "علی!" تہذیب کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو تہذیب! خیریت تو ہے؟ کوئی پریشانی؟" میں نے متوحش لہجے میں پوچھا۔

"نہیں علی! خدا کا شکر ہے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ میڈم مارٹینا بہت ہوشیاری سے اپنے فرائض انجام دے رہی ہیں مگر تمھیں مخاطب کرتے ہوئے مجھے بڑا خوف محسوس ہوتا رہا ہے۔ اس وقت تمھیں کوئی اُلجھن تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں! اتفاق سے میں تنہا ہوں۔"

"پیغام دینا ضروری تھا علی! میڈم مارٹینا نے تارنیا ہارڈو سے اپنی گفتگو مکمل کر لی ہے اور تارنیا ہارڈو فوری طور پر وہ تمام انتظامات مکمل کرنے میں کامیاب ہوگئی ہیں۔ چار برق رفتار ایٹمی آبدوزیں اس علاقے کی طرف روانہ ہوگئی ہیں اور تارنیا ہارڈو نے اس بات کا اطمینان دلایا ہے کہ ایک مخصوص پوائنٹ پر وہ اسرائیل کی جانب سفر کرنے والی آبدوز کو گھیرے میں لے کے اُسے قابو میں کرنے کی کوشش کریں گی۔ اس کے علاوہ ڈمبر کے لیے بھی فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ اسے غرق کر دیا جائے۔ یہ تمام انتظامات تارنیا ہارڈو نے مکمل کر لیے ہیں اور ہمیں اطلاع دی ہے کہ ہم بالکل مطمئن ہو جائیں۔"

"گڈ۔ بہت بڑی خوش خبری سنائی ہے تم نے تہذیب مالکم ایکس۔ تم لوگوں کی روانگی کا کیا پروگرام ہے؟"

"آبدوز کی ڈیلیوری کے چند گھنٹوں بعد مجھے یہاں سے روانہ کر دیا جائے گا۔ میڈم مارٹینا ابھی یہیں قیام کریں گی۔ میرے لیے انھوں نے نہایت مناسب انداز میں روانگی کی تیاریاں کر دی ہیں۔ میرا خیال ہے علی! مجھے اس میں کوئی دقت نہ ہوگی۔"

"اور میڈم مارٹینا تمھارے ساتھ نہیں جائیں گی؟"

"نہیں۔ انھوں نے اپنے پروگرام میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں اور یہ شاید ان کے ملک کی طرف سے انھیں ہدایت ہے۔ میڈم مارٹینا کے ذریعے وہ ابھی یہاں کچھ کام کریں گے اور شاید ہائل جوشیو سے متعلق وہ تمام نظام اپنے کنٹرول میں لے لیں گے جو ہائل جوشیو کا قائم کردہ ہے۔ کوئی لمبا پروگرام ترتیب دیا گیا ہے۔ مجھے صرف یہ بتایا گیا ہے کہ چند افراد فوری طور پر ان کے پہنچنے والے ہیں جو یہاں میڈم مارٹینا کے ساتھ مل کر صورتِ حالات کو کنٹرول کریں گے۔"

"ہونا بھی یہی چاہیے تھا۔ ہائل جوشیو کی حیثیت معمولی نہیں ہے۔ کون اس نعمتِ بے بہا کو چھوڑنے کی کوشش کرے گا۔ بہرحال، یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے لیکن تہذیب تمھیں اپنے تحفظ کے لیے پوری طرح مستعد رہنا ہے۔"

"خدا کی ذات پر بھروسا رکھو علی! میں انشاء اللہ خیریت کے ساتھ تم سے مل جاؤں گی۔"

"ممکن ہے ہماری یہ گفتگو آخری ثابت ہو تہذیب! اب میں ٹرانسمیٹر اپنے آپ سے جدا کر رہا ہوں، اس کی میرے پاس موجودگی میرے لیے پریشان کن بھی ہو سکتی ہے۔"

"خدا حافظ علی۔" تہذیب نے کہا اور اس کے بعد سلسلۂ گفتگو منقطع ہوگیا۔ میں نے ٹرانسمیٹر کو ضائع کر دیا۔ شارٹو اس وقت موجود نہیں تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد اسے طلب کرنا پڑا چونکہ سارا پروگرام حسبِ معمول تکمیل پا رہا تھا۔

ڈین مارشے کی طرف سے ڈمبر پر طلبی ہوگئی تھی اور مجھے تھوڑی ہی دیر کے بعد وہاں پہنچنا پڑا۔ ڈمبر کے بارے میں میں نے مکمل معلومات حاصل کر لی تھیں۔ یہ جہاز ایک اسرائیلی کمپنی کی ملکیت تھا لیکن ایک دوسرے ملک کے جہاز کی حیثیت سے یہاں موجود تھا۔ غالباً اس کے ذریعے اسلحے وغیرہ کا حصول ہوتا تھا۔ اس کا اسٹاف بہت زیادہ نہیں تھا جبکہ جہاز کافی وسیع و عریض تھا۔ ڈمبر پر ہونے والی میٹنگ میں ڈین مارشے نے مکمل کنٹرول اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے دوسرے لوگوں سے آبدوز کی روانگی کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی۔ میری ڈیوٹی اس نے آبدوز پر لگائی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ انجینئرز نے سب میرین اپنے کنٹرول میں لے لی ہے اور اس وقت وہ فورکاز کے مشرقی ساحل کے قریب موجود ہیں۔ اس نے اپنے لائق ماتحت کی حیثیت سے مجھے ہدایات دیں کہ میں آبدوز کے مکمل انچارج کی حیثیت سے اس کا چارج سنبھال لوں۔ نو فلسطینی ایجنٹ میری تحویل میں دیے جائیں گے کیونکہ ڈمبر کے کھلے سفر میں انھیں ساتھ لے جانا مناسب نہیں تھا۔ کسی بھی لمحے خطرات پیش آ سکتے تھے۔ میں بس دل ہی دل میں اپنے معبود کا شکر گزار تھا کہ وہ تمام آسانیاں مجھے فراہم ہوتی جا رہی تھیں جو درکار تھیں۔ ورنہ کوئی بھی پیچیدگی میرے لیے اُلجھن کا باعث بن جاتی۔

ڈین مارشے نے خود ڈمبر پر رہ کر بیرونی معاملات سنبھالنے کا اعلان کیا تھا اور اس کے بعد اس نے مجھے مکمل اختیارات دے کر آبدوز کی طرف روانہ کر دیا۔

فورکاز کے مشرقی ساحل پر مجھے ایک اسٹیمر کے ذریعے پہنچایا گیا اور یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت و دلچسپی سے مسکرا گئیں کہ آئی وان فیرو وہاں موجود تھا ــــ کیریڈ بوشر اور آئی وان فیرو نے وہ نو ایجنٹ میرے سپرد کیے اور مجھ سے کاغذات پر دستخط لیے۔ آئی وان فیرو نے پُرجوش انداز میں مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا کہ وہ اس سودے کی تکمیل پر بہت خوش ہے کیونکہ اس کے خصوصی دوست اولیو ہارڈو کی یہی خواہش تھی کہ یہ سودا اسرائیل کے حق میں ہو۔

فلسطینی اس وقت بہتر لباس میں تھے جس کا بندوبست یقیناً تہذیب مالکم ایکس نے کیا ہوگا لیکن ان کے چہروں سے زبوں حالی ٹپک رہی تھی۔ میں نے ان لوگوں کو مختصراً بتایا کہ انھیں اسرائیلی قیدیوں کی حیثیت سے لے جایا جا رہا ہے اور کم از کم اس وقت تک ان کے لیے کوئی پریشانی یا خطرہ نہیں ہے جب تک وہ خود کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہ کریں۔ میرا فرض صرف اتنا ہے کہ میں انھیں اسرائیل تک پہنچا دوں۔ اس کے بعد ان کی خواہش پر ان کے حکام سے بھی رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے اور کسی مناسب طریقے سے ان کا تبادلہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ آئی وان فیرو اور کیریڈ بوشر اس معاملے سے غیر متعلق نظر آ رہے تھے لیکن انھیں مطمئن رکھنے کے لیے مجھے یہ رسمی باتیں کرنا پڑ رہی تھیں۔

میں ان نو قیدیوں کے ہمراہ آبدوز میں داخل ہوگیا۔ چند افراد اور بھی میرے ساتھ تھے جو یہاں تک میرے ساتھ ہی آئے تھے۔ یہ سب اسرائیل کے سرکردہ لوگ تھے اور اس سودے کی تکمیل کے لیے یہاں پہنچے تھے۔

آبدوز کے عملے سے میرا تعارف آبدوز کے انچارج کی حیثیت سے کرایا گیا تھا۔ میں نے فوری طور پر انتظامات شروع کر دیے۔ سب میرین انجینئروں کو ان کی ڈیوٹیوں پر تعینات کر دیا گیا۔ قیدیوں کو آبدوز کے عقبی حصے میں پہنچایا گیا۔ شارٹو کے ساتھ مل کر میں نے قیدیوں کے لباسوں کی تلاشی لی۔ میرے ساتھی میرے اقدامات کا جائزہ لے رہے تھے اور بہت مطمئن نظر آ رہے تھے۔ میں نے شارٹو کو ان لوگوں کی نگرانی پر مامور کر دیا اور اسے ہدایت دی کہ وہ چوکنا رہے۔ اس کے بعد میں نے انجینئرز کو اشارہ کیا کہ آبدوز کو پانی کی گہرائی میں اتار دیا جائے۔ انجینئروں نے دروازے بند کر دیے۔ آئی وان فیرو اور کیریڈ بوشر نے ہاتھ ہلا کر ہمیں الوداع کہا تھا۔ آبدوز پانی میں اترنا شروع ہوگئی۔ تقریباً دس منٹ کے مختصر سفر کے بعد میں نے خصوصی نشریاتی نظام پر ڈمبر سے رابطہ قائم کیا اور ڈین مارشے نے فوراً میرا پیغام وصول کیا۔

"ہم سفر کی ابتدا کر چکے ہیں، تمام معاملات توقع کے مطابق ہیں۔ کیا آپ لوگ تیار ہوگئے ہیں؟"

"ڈمبر کے لنگر اُٹھا دیے گئے ہیں۔ ہمارے آلات تمھاری پوزیشن کا تعین کر رہے ہیں۔ مطمئن ہو کر اپنے راستے کی سمت سفر شروع کرو۔ ہم تمھارے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔" ڈین مارشے نے دوسرا پیغام تین گھنٹے کے سفر کے بعد ایک دوسرے کو دیا جائے گا۔" اس گفتگو کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور میں انجینئرز وغیرہ سے گفتگو کرنے لگا۔

عظیم الشان آبدوز کے خصوصی حصے میں کیمیکلز کے ڈرم، نقشے اور وہ تمام چیزیں محفوظ تھیں جو اس فساد کی جڑ تھیں۔ یہ ہولناک چیزیں بلاشبہ ایک خوف ناک خطرہ تھیں اور ان کے ساتھ سفر کرنا بھی انتہائی خوف ناک تھا۔ اب تک جو کچھ ہوا تھا اور ہو رہا تھا، ایک خواب کی مانند تھا۔ یقین نہیں آتا تھا کہ اتنے مشکل ترین حالات میں اور اتنے خوف ناک لوگوں کے درمیان ایک بے یار و مددگار انسان کی حیثیت سے مجھے یہ عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ کینٹ، مورا اور دوسرے وہ تمام لوگ جو تارنیا ہارڈو کے لیے کام کر رہے تھے، یہ نہیں جانتے تھے کہ اصل کام خفیہ ہی خفیہ ہوگیا ہے۔ ان کے گمان میں بھی نہ ہوگا کہ ان کے اوپر اب کیا مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ ظاہر ہے اس کام کی تکمیل کے بعد اس ملک کے حکام ان غداروں کو معاف نہیں کریں گے جو بڑی بڑی تنخواہیں وصول کرنے کے بعد بھی ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا رہے تھے۔ جو کام ان کے ذمے تھا وہ ایک غیر متعلق انسان نے کیا تھا اور وہ یہاں آ کر ہائل جوشیو کے حاشیہ بردار بن گئے تھے۔ میں نے البتہ یہ ضرور سوچا تھا کہ کینٹ کی پوزیشن کسی حد تک صاف کر کے اس کی سفارش کروں گا کہ اسے کوئی سزا نہ دی جائے، وہ حالات کے ہاتھوں مجبور ہوگیا تھا لیکن میں اس سلسلے میں صرف سفارش ہی کر سکتا تھا، ان لوگوں کو کسی بات پر آمادہ کر لینا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ تین گھنٹے کے بعد میرے اور ڈین مارشے کے درمیان پھر پیغامات کا تبادلہ ہوا۔ ڈین مارشے نے بتایا کہ حالات بالکل پُرسکون ہیں اور ہم کھلے سمندر میں ایک آرام دہ سفر کر رہے ہیں۔ کوئی اُلجھن یا پریشانی نہیں ہے۔ میں نے بھی آبدوز کے سفر کے بارے میں تفصیلات بتا دیں۔ اس کے بعد مزید تین گھنٹے کی مہلت طلب کر لی گئی۔ دماغ تھک کر چور ہو چکا تھا۔ ایک ایک لمحہ سنسنی خیز تھا، میرے اور شارٹو کے نزدیک اس آرام دہ اور کامیاب سفر میں اب کوئی رکاوٹ نہیں رہی تھی۔ پھر چھ گھنٹے گزر گئے۔ ڈین مارشے نے اس کے بعد پیغام کے لیے پانچ گھنٹے کی مہلت طلب کی تھی۔

تیسرے پیغام کو وصول کیے ہوئے مجھے تقریباً ایک گھنٹا گزرا تھا کہ دفعتاً سب میرین انجینئروں میں کھلبلی سی مچ گئی۔ انچارج کی حیثیت سے میں نے فوراً صورتِ حال معلوم کرنے کی کوشش کی۔

ایک سینئر انجینئر نے مجھے بتایا۔ "سر! ہماری آبدوز کچھ پُراسرار سگنل موصول کر رہی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے سمندر میں کچھ اور آبدوزیں ہمارے اردگرد سفر کر رہی ہیں۔ آپ کا کیا حکم ہے؟ کیا ہم

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

ان آبدوزوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں؟"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ خاموشی سے ان کی نقل وحرکت کا جائزہ لو، میں نہیں چاہتا کہ اُنھیں ہماری موجودگی کا علم ہو۔"

سفر میں سنسنی خیز لمحات شروع ہو گئے تھے۔ شارٹو غیر محسوس انداز میں میرے قریب پہنچا اور اس نے میرے کان میں سرگوشی کی "چیف! میں نے اپنا کام انجام دے لیا ہے۔ سب میرین میں جو تارپیڈو موجود تھے، میں نے ان کا سسٹم ناکارہ کر دیا ہے اور ان کے رابطے کی وائرنگ اس طرح کاٹ دی ہے کہ اگر انجینئرز اسے درست بھی کرنا چاہیں تو اس کام کے لیے گھنٹوں درکار ہوں گے۔ اس کے علاوہ میں نے ان قیدیوں سے صرف اتنا کہہ دیا ہے کہ وہ محفوظ ہیں اور تہذیب مالکم ایکس نے انھیں اگر کچھ بتایا ہے تو وہ اطمینان رکھیں کہ پروگرام اسی انداز میں تکمیل تک پہنچ رہا ہے چیف، زندگی ہی دوڑ گئی ان کے چہروں پر میرے ان الفاظ کے بعد ورنہ ایک ایک کو ہراساں نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ غالباً ان میں تمھیں تلاش کرنا چاہتے تھے۔"

"شکریہ شارٹو۔" میں نے کہا اور شارٹو اسی غیر محسوس انداز میں میرے پاس سے چلا گیا۔

سب میرین کا عملہ بُری طرح متوحش تھا۔ سگنل برابر موصول ہو رہے تھے۔ میں خود بھی ان کے نزدیک پہنچ گیا اور جائزہ لینے لگا کہ حالات کیا ہیں۔ میرین کے نظام کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا لیکن انجینئرز مجھے بتا رہے تھے کہ آبدوزوں کا فاصلہ کم سے کم ہوتا جا رہا ہے۔ انھوں نے مجھے چار روشن نقطے دکھائے جو چار مختلف سمتوں میں نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ ان روشن نقطوں نے ان کی آبدوز کو چار سمتوں سے کور کیا ہوا ہے اور ان کا انداز بہتر نہیں معلوم ہوتا۔

دفعتاً آبدوز میں ایک ہلکا سا ارتعاش ہوا اور انجینئرز بوکھلا گئے۔ انھوں نے فوراً ایک اسکرین روشن کیا اور اس پر کچھ لکیریں بکھری ہوئی نظر آنے لگیں۔ غالباً یہ جائزہ لیا جا رہا تھا کہ کیا آبدوز پر تارپیڈو تو فائر نہیں کیا گیا؟ لیکن اس کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ وہ مجھے ایک ایک لمحے کی صورتِ حال سے آگاہ کر رہے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ کچھ ہوا ضرور ہے لیکن آبدوز پر نہیں اور پھر اطراف کی چیزیں آہستہ آہستہ آبدوز کے ویژن اسکرین پر نمودار ہونے لگیں۔ دفعتاً ایک انجینئر کے حلق سے حیرت زدہ آواز نکل گئی۔ اسکرین پر ایک سیاہ خاکہ ابھر رہا تھا۔

"یہ..... یہ.....!" پھر دفعتاً دوسرے انجینئر نے ڈمبر سے رابطہ قائم کرنا شروع کر دیا اور چند لمحات کے بعد اس کی خوف زدہ آواز ابھری۔

"ڈمبر... ڈمبر سے کوئی جواب نہیں مل رہا۔ ڈمبر..." وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ آبدوز کو ایک اور شدید جھٹکا لگا اور وہ لرز کر رہ گئی۔

وہ سیاہ چیز جو اسکرین پر نمودار ہوئی تھی، واضح ہونے لگی اور میرین انجینئروں نے فوراً سب میرین کا راستہ بدلنے کی کوشش شروع کر دی پھر کسی نے خوف زدہ لہجے میں کہا "یہ ڈمبر ہے جو غرق ہو رہا۔"

میرے رگ وپے میں مسرّت کی لہریں دوڑنے لگیں۔ پہلے ڈمبر کو تباہ کر دیا گیا تھا اور یقیناً یہ کارروائی آبدوزوں سے ہی کی گئی تھی۔ وہ دھماکے جنھوں نے آبدوز میں ارتعاش پیدا کیا تھا، ڈمبر کو تباہ کرنے کے لیے کیے گئے تھے۔

سب میرین کا رُخ بدل دیا گیا۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ چار روشن نقطے منتشر ہو گئے تھے۔ دو ایک سمت سفر کر رہے تھے، ایک بہت دور چلا گیا تھا اور ایک عقب میں رہ گیا تھا۔ ڈمبر کی تباہی کا یقین کر لیا گیا۔ اس سے رابطے کی ہر ممکن کوشش کی گئی لیکن اس میں کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ میں نے ایک گہری اطمینان بخش سانس لی۔ بظاہر میں بھی پریشان نظر آ رہا تھا لیکن میری یہ پریشانی مصنوعی تھی۔ پھر آس پاس چند اور دھماکے ہوئے اور اس کے بعد سب میرین انجینئروں میں سے دو افراد نے مجھ سے کہا "سر! اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ان آبدوزوں کو نشانہ بنایا جائے، ہم ان سے جنگ کریں۔"

"ٹھیک ہے لیکن کیا ہم اس میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کوشش تو کی جا سکتی ہے سر! اس کے سوا دوسری کوئی صورت بھی تو نہیں ہے۔" یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ٹرانسمیشن مشین پر کچھ اشارے موصول ہوئے اور انجینئر نے میری ہدایت پر ان اشاروں کا پیغام وصول کیا۔ ایک باریک سی آواز آہستہ آہستہ ابھرنے لگی۔

"تمھیں پہلی وارننگ دی جا رہی ہے کہ سطح کی جانب بلند ہونا شروع کر دو تین منٹ کے بعد ہم تمھیں دوسری ہدایت دیں گے اور مزید تین منٹ کے بعد تمھاری آبدوز کو تارپیڈو کا نشانہ بنا دیا جائے گا۔"

"تم لوگ کون ہو؟ پہلے ہمیں یہ بتاؤ کہ کیا ہمارے ساتھ سفر کرنے والے جہاز کو تباہ کر دیا گیا؟" میرین انجینئرز انچارج نے پوچھا۔

"یہ بہت پہلے کی بات ہے۔ نیا پروگرام یہ ہے کہ ہم تمھاری آبدوز کا صحیح نشانہ لے رہے ہیں۔" جواب ملا۔ انجینئر نے سوئچ آف کر دیا اور سراسیمہ نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

"کیا حکم ہے سر؟"

"کچھ توقف کرو۔" میں نے کہا اور دوسرے انجینئر تارپیڈو کے نظام کو سیٹ کرنے لگے۔ دفعتاً ان میں سے ایک حلق پھاڑ کر چیخا۔

"کچھ ہوا ہے، اندرونی طور پر بھی کچھ ہوا ہے.... ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے سر۔ یہ تارپیڈو فائر کرنے والا نظام کام نہیں کر رہا۔ یقیناً ہائل جوشیو کی طرف سے دھوکا دہی کی گئی ہے۔" وہ ہیجانی انداز میں اِدھر سے اُدھر دوڑنے لگا۔ تارپیڈو فائر کرنے والے جتنے آلات تھے وہ سب ناکارہ نظر آ رہے تھے اور یہ کارروائی ایک معمولی سے آدمی، ایک معمولی سے ملّاح شارٹو کی تھی جس نے اپنی ذہانت اور چابکدستی کا عملی ثبوت پیش کر دیا تھا لیکن یہ لوگ اس کارروائی کو ہائل جوشیو سے منسوب کر رہے تھے، ان کے خیال میں آبدوز کا معائنہ کرانے کے بعد ہائل جوشیو نے ان سے بدعہدی کی تھی۔ وہ کچھ اور چاہتا تھا۔

تین منٹ گزرنے میں ذرا بھی دیر نہ لگی اور اس کے بعد دوبارہ ہمیں پیغام موصول ہونے لگا۔ میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا "اب جبکہ ہم تارپیڈو بھی فائر نہیں کر سکتے، ان سے کسی طرح مقابلہ بھی نہیں کر سکتے تو اس کے سوا اور کیا چارۂ کار ہے کہ ہم سطح پر آ جائیں۔ انھیں اطلاع دو کہ ہم سطح کی جانب بلند ہو رہے ہیں۔"

میرین انجینئر جانتے تھے کہ ان کی ہٹ دھرمی کا نتیجہ کیا ہوگا۔ موت صرف موت۔ چنانچہ وہ خود بھی بُری طرح بدحواس ہو گئے تھے۔ میری ہدایت کے مطابق جواب دیا گیا اور اس کے بعد اوپر جانے کی کارروائی ہونے لگی۔ سب کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔ وہ لوگ تو بالکل ہی گُنگ ہو کر رہ گئے تھے جو اسرائیلی خصوصی محکمے کے رکن تھے، صرف سیاسی سوجھ بوجھ رکھتے تھے اور اس تمام صورتِ حال میں کسی مداخلت کے قابل نہیں تھے۔ اپنی اس عظیم فتح کو شکست میں بدلتے دیکھ کر ان کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ ان میں سے ایک نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا "ہائل جوشیو ایک بدترین مجرم ہے۔ ہم اس کی طرف سے غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔ وہ عربوں سے بھی اس آبدوز کی قیمت وصول کرنا چاہتا تھا۔ ہم سے بھی، لیکن اصل سودا اس نے کسی اور سے کیا ہے۔"

"یہ کارروائی عربوں کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔" دوسرے نے کہا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

"ہمیں بے دست وپا کرنے والے مسٹر ہاورڈ ہیں۔ انھوں نے بڑی مدبرانہ رائے دی تھی کہ ہائل جوشیو کی فطرت سے وہ واقف ہیں اور وہ اسرائیل سے کوئی بدعہدی نہیں کرے گا۔"

"مسٹر ہاورڈ...!" چوتھے نے حقارت سے کہا "وہی مسٹر ہاورڈ نا جو ایک پاکستانی طالب علم کے پیچھے مارے مارے پھر رہے ہیں اور آج تک اس پر قابو نہیں پا سکے، اُنھی مسٹر ہاورڈ کی بات کر رہے ہو نا تم؟ حماقت ہماری بھی ہے، ضروری تو نہیں کہ ہمارا کوئی ہم نسل اپنے تمام تر خلوص کے باوجود ہمارے لیے معاون ہی ثابت ہو سکے۔"

وہ لوگ طرح طرح کی گفتگو کرتے رہے۔ آبدوز سطح کی جانب بلند ہو رہی تھی۔ ویسے ان کی گفتگو پر میرے کان کھڑے ہو گئے تھے اور میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ علی یار خان ان سب کے ذہنوں میں موجود ہے اور وہ لوگ آپس میں یہ باتیں کرتے ہیں کہ ہاورڈ، علی یار خان کے مقابلے پر ناکام رہا ہے۔ میرے لیے یہ اعزاز کم نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آبدوز سطح پر پہنچ گئی۔ انجینئروں کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ آبدوز کے عملے کے لوگ سمٹ کر یکجا ہو گئے تھے۔ سب ہی اس تجسّس کا شکار تھے کہ اس کے بعد ان کے ساتھ کیا ہوگا؟ ہم نئے پیغام کا انتظار کر رہے تھے اور نیا پیغام ملنے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"شریفانہ طور پر ہماری بات مان لینے کا شکریہ۔ ایک ایک کر کے آپ لوگ آبدوز کے دروازے سے باہر آئیں۔"

انچارج کی حیثیت سے سب سے پہلے اوپر آنے والا میں تھا میرے ساتھ وہ دوسرے افراد بھی اوپر آئے جو سیاسی حیثیت رکھتے تھے۔ اس آبدوز سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک اور آبدوز پانی سے سر ابھار رہی تھی۔ میں نے نگاہیں گھما کر چاروں طرف دیکھا۔ تاحدِ نگاہ نیلے سمندر کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ مزید تین آبدوزیں آہستہ آہستہ سطح پر ابھر آئیں اور جب ان کے اوپر سے پانی بہہ چکا تو ان کے اوپری دروازے کھل گئے۔

سب سے پہلے چند مسلح لوگ باہر نکلے جنھوں نے سب مشین گنیں اور اسٹین گنیں اس آبدوز کی طرف تان رکھی تھیں۔ ان میں سے ایک نے میگا فون پر کہا "آپ لوگوں کی اس آبدوز میں منتقلی کا کام ابھی چند لمحے بعد شروع ہوگا بہتر ہے کہ آپ میں سے کوئی خودکشی کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ہم اچھے ماحول میں بھی گفتگو کر سکتے ہیں۔"

سطح سمندر پر ابھرنے والی آبدوزوں پر کسی قسم کے نشانات نہیں تھے جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا کہ ان کا تعلق کس ملک سے ہے۔ یہ بات صرف میں ہی جانتا تھا۔

"اچانک میری عقبی آبدوز سے میگا فون پر ایک آواز ابھری جو تارینا بارڈو کی تھی "مسٹر علی! ابھی آپ کی سمت ایک چھوٹی اسپیڈ بوٹ بھیجی جا رہی ہے۔ براہِ کرم آپ یہاں تشریف لے آئیں۔" میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے چونک کر پیچھے دیکھا اور تارنیا ہارڈو کو پہچان لیا۔ جس آبدوز پر وہ موجود تھی اس کے شکم سے ایک ہائی اسپیڈ بوٹ برآمد ہوئی اور تیز رفتاری سے اس آبدوز کی جانب آنے لگی۔ میرے قریب کھڑے ہوئے لوگ یہ سمجھ بھی نہ پائے کہ مجھے کیا کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ ہائی اسپیڈ بوٹ جب آبدوز سے آ لگی تو میں بوٹ میں منتقل ہوگیا۔

تارنیا ہارڈو نے مجھے بڑے گرم جوش انداز میں خوش آمدید کہا تھا۔ بہت ہی جذباتی ہو رہی تھی وہ' اس نے جذبات میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ "شکریہ علی' بہت بہت شکریہ۔ تم نے مجھے ان حالات میں سرخرو کیا جب ہم تمام اُمیدیں کھو بیٹھے تھے۔"

"میں آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں میڈم ہارڈو کہ آپ کی کاوشیں کامیاب رہیں۔ یقیناً آپ نے اس سلسلے میں مکمل پلاننگ کرلی ہوگی۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان نو فلسطینی افراد کو میرے ایک خاص آدمی کے ساتھ اس آبدوز میں منتقل کیا جائے جس میں مجھے سفر کرنا ہوگا۔"

"میں ابھی اس کا بندوبست کر دیتی ہوں۔ تم میرے ہی ساتھ رہو گے جانِ من۔" تارنیا نے کہا اور پھر اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے لگی۔ ہائی اسپیڈ بوٹ دوبارہ اس طرف روانہ ہوگئی تھی اور اس میں تارنیا ہارڈو کے دو مسلح آدمی بھی تھے تاکہ اپنی نگرانی میں ان فلسطینی باشندوں کو اس آبدوز پر منتقل کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی تارنیا ہارڈو اس مشن کے انچارج کی حیثیت سے دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی ہدایت جاری کر رہی تھی ـــ ان لوگوں کو ان چاروں آبدوزوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ میں آبدوز کے اوپری حصے پر کھڑا ہوا اس تمام کارروائی کا جائزہ لے رہا تھا۔

یہ جدید ترین لڑاکا آبدوزیں تارنیا کے ملک کی تھیں اور اس میں ان تمام ضروریات کا خیال رکھا گیا تھا جو یہاں پیش آ سکتی تھیں۔ فلسطینیوں کی منتقلی کا کام شروع ہوگیا۔ سب سے پہلے تین افراد کو لایا گیا اور میں نے انھیں پُر جوش انداز میں خوش آمدید کہا۔ ان کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ "یہ سُن کر کہ علی یار خان ہمارے لیے کام کر رہا ہے' خدا کی قسم ہم نے یقین کر لیا تھا کہ ہماری بدبختی کا دور ختم ہوا اور یقیناً ہمیں آزادی نصیب ہوگی۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور اسے نیچے جانے کے لیے کہا۔

آخری جو دو افراد آئے تھے' ان میں شارٹو بھی موجود تھا۔ تارنیا ہارڈو کے سامنے اس نے اپنے وطن کا مخصوص سلام کیا اور میں نے تارنیا ہارڈو سے کہا۔ "جن لوگوں کو آپ نے اس مشن پر بھیجا تھا' ان میں یہ شخص ایک معمولی حیثیت کا فرد تھا' بالکل آخری درجے کا جس کی کوئی اوقات نہیں تھی لیکن اس شخص نے جس طرح میری معاونت کی ہے میں اسے سامنے رکھتے ہوئے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ اس آدھی فتح کا حقدار ہے۔"

"مائیکل شارٹو! تم یہ کیوں سمجھتے ہو کہ تم تیسرے درجے کے کارکن ہو۔ اتنے بڑے مشن کے لیے جن لوگوں کا انتخاب کیا گیا تھا' میں نے اپنی دانست میں انھیں اس کے قابل سمجھا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنوں میں غدار بھی نکل آتے ہیں اور تم دیکھو گے شارٹو کہ ان غداروں کے ساتھ کتنا بدترین سلوک کیا جائے گا اور تمھیں تمھاری ان کاوشوں کا پورا پورا صلہ ملے گا۔" شارٹو کی آنکھوں میں نمی آ گئی تھی۔ وہ خاموشی سے نیچے اتر گیا۔ صرف ڈیڑھ گھنٹے میں یہ ساری کارروائی مکمل کرلی گئی اور آبدوز انسانوں سے خالی ہوگئی۔

تارنیا ہارڈو تھوڑی دیر کے بعد میرے ساتھ نیچے اتر آئی۔ اس کا چہرہ مسرت سے سرخ ہو رہا تھا۔ فوراً ہی اس نے وائرلیس کا نظام سنبھال لیا اور آبدوزوں کو ہدایت جاری کرنے لگی۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہوئی تو میں نے اس سے مزید کارروائی کے بارے میں سوال کیا۔

"ہاں علی' میں بتانے ہی والی تھی تمھیں۔ ان لوگوں کو ہدایات دینا تھیں' سو دے دیں۔ اس آبدوز کو چیک کرنے کے بعد مجھے رپورٹ پیش کر دی گئی ہے۔ وہ تمام چیزیں اس میں موجود ہیں جنھیں ضائع کرنے کے لیے ہم نے اسے سمندری سفر پر روانہ کیا تھا۔ اس کام کی تکمیل کے بعد مجھے جو کچھ کرنا ہے اس سلسلے میں بھی ہدایات مل چکی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اپنی کوششوں میں تمھاری مدد سے کامیاب ہوگئے ہیں۔ اب آبدوز کے اندر موجود چیزوں کی ایک مائیکرو مووی بنائی جا رہی ہے۔ اس کے بعد اس آبدوز کو سطحِ سمندر پر ہی تارپیڈو مار کر تباہ کر دیا جائے گا اور یوں یہ کہانی خود بخود ختم ہو جائے گی۔ سمندر کا یہ حصہ مخدوش ضرور ہو جائے گا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ اس آبدوز کی تباہی کی مکمل فلم بنائی جائے گی جو مجھے اپنے وطن کو پیش کرنا ہوگی۔" میں نے اس کارروائی پر اطمینان کا اظہار کیا اور اس بات پر تارنیا ہارڈو سے متفق ہوگیا کہ اس خطرناک چیز کا تباہ کر دینا ہی ضروری ہے۔ میں نے اس سے درخواست کی تھی کہ اس مائیکرو فلم کی ایک کاپی مجھے بھی فراہم کر دی جائے تاکہ میں فلسطینی حکام کو اس بارے میں رپورٹ دے سکوں اور تارنیا ہارڈو نے اس بات کا وعدہ کر لیا کہ وہ میری اس خواہش کی تکمیل کرے گی۔ بعد کی کارروائیوں کو ہم نے اپنی آبدوز کے ویژن اسکرین پر دیکھا تھا۔

چاروں آبدوزوں سے اس آبدوز کا نشانہ لے کر تارپیڈو فائر کیے گئے اور آبدوز کے پرخچے اُڑ گئے۔ وہ آہستہ آہستہ ٹکڑوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی شکل میں سمندر کی گہرائیوں میں اتر رہی تھی۔ اس کے بعد تارنیا ہارڈو نے ان آبدوزوں کو واپسی کا حکم دیا اور ہماری آبدوز بھی اپنے سفر پر روانہ ہوگئی۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں ان فلسطینی باشندوں کے پاس پہنچ گیا۔ ان کا لیڈر ایک شخص جنید جلال تھا۔ وہ تمام لوگ میرے گرد جمع ہوگئے تھے۔ جنید جلال نے کہا۔ "ہم اس سفر کے دوران آپ کو نہیں پہچان سکے تھے علی لیکن آپ کے ساتھی شارٹو نے ہمیں یہ بتا دیا تھا کہ ہماری زندگی کا بدترین دور ختم ہوگیا ہے اور اب کمانڈ علی یار خان کے ہاتھ میں ہے۔ ایک بار ہم پھر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں آپ سے لیکن علی' یہ چہرہ آپ کا اپنا تو نہیں ہے؟"

"ہاں۔ میں نے ضرورت کے تحت اپنے چہرے پر میک اپ کیا ہوا ہے لیکن اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی۔" میں نے اپنا میک اپ اُتار کر پھینک دیا اور اپنی اصل شکل میں ان کے سامنے آ گیا۔

جنید جلال ایک بار پھر اٹھ کر میرے سینے سے لپٹ گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمان دنیا کے کسی بھی خطے میں ہو' اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف پر تڑپ اُٹھتا ہے۔ بے شمار واقعات اس بات کا ثبوت ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اخوت کے یہ جذبے رہتی دنیا تک قائم رہیں گے لیکن موجودہ دور میں قابلِ فخر ملک پاکستان کے ایک [illegible] علی یار خان نے فلسطین کے لیے جس جذبے کا اظہار کیا ہے' وہ بھی تاریخ میں سنہری حرفوں سے رقم کیا جائے گا۔ علی! تاریخ ہمارے سامنے تمھاری شکل میں زندہ ہوگئی ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنے جذباتِ عقیدت کو کس طرح پیش کریں۔"

"عقیدت کی ضرورت نہیں ہے میرے بھائی! یہ دل کا درد ہے' دلوں تک ہی رہنا چاہیے۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں اُن سے بیروت کے حالات کے بارے میں سوال کرنے لگا۔

جنید جلال نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ کہا۔ "ہم لوگ آلامنہ سے تعلق رکھتے ہیں اور زیادہ تر ہماری فیکٹریاں بیرونی ممالک ہی میں رہتی ہیں لیکن اس بار بیروت سے روانہ ہوتے ہوئے آپ کے بارے میں کچھ ایسی باتیں سنیں جو ناقابلِ یقین تھیں۔ ہم نے یہ سُنا کہ تنظیم سے آپ کے اختلافات ہو گئے ہیں اور آپ اس کے مفادات سے برگشتہ ہوگئے ہیں۔ بہ حقیقت کوئی بھی دل تسلیم نہیں کرتا تھا۔ پتا نہیں چل سکا تھا کہ ایسا کیوں ہوا لیکن یہاں آپ کی یہ کوششیں دیکھ کر دل کو بے پناہ مسرت کا احساس ہوتا ہے کہ وہ تمام باتیں افواہوں پر مشتمل تھیں۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میری ذات سے جو باتیں منسوب کر دی گئی تھیں ان میں کوئی صداقت نہیں تھی۔ غلط فہمیوں کا شکار ہونے والے' اسرائیلی سازشوں کا شکار ہوئے۔ میں شکوہ شکایت کا قائل نہیں ہوں جنید جلال' میرا اپنا جذبہ' جو ذاتی نوعیت رکھتا ہے' مجھے اپنی زندگی کی بازی لگا کر ان کاموں میں مصروف کر دیتا ہے۔ مجھے اس کے لیے کسی عقیدت اور کسی نام کی ضرورت نہیں۔ میں صرف کام کرنے کا شوقین ہوں۔ اس کا ثبوت خدا کے فضل سے جگہ جگہ تنظیم کو دیتا آ رہا ہوں۔ تنظیم میری طرف سے غلط فہمی کا شکار رہے' مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔ میرا یہ پیغام ان تک پہنچا دینا کہ علی اُن کے لیے نہیں' فتتیلا کیمپ اور بیروت کے دوسرے چھوٹے چھوٹے کیمپوں میں مقیم ان بے خانماں لوگوں کے لیے سرگرداں ہے جن سے ان کے گھروں کی چھت چھین لی گئی ہے اور وہ اپنی زندگی کا مشن ان کے لیے اس وقت تک جاری رکھے گا جب تک اس کے وجود میں سانس باقی ہے۔"

"علی' آپ ہمارے ساتھ بیروت چلیں گے۔" جنید جلال نے کہا۔

"یہ مشکل ہے جنید جلال اور ایک اچھے دوست کی حیثیت سے میں یہ توقع کروں گا کہ میری رائے جاننے کے بعد تم دوبارہ مجھ سے اس کے لیے نہ کہو گے۔"

جنید جلال کو میرے ٹھوس لہجے سے یقین ہوگیا کہ اب اس موضوع پر کچھ کہنا بے سود ہے چنانچہ اس نے اس سلسلے میں خاموشی اختیار کرلی۔ میں نے دوبارہ سلسلۂ گفتگو وہیں سے شروع کیا اور جنید جلال مجھے اپنی آمد کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔ اس نے کہا کہ اُسے ہدایت کی گئی تھی کہ ہائل جوشیم سے سودے بازی کرے اور کسی بھی مناسب رقم پر اس بات کے لیے اُسے آمادہ کرلے کہ وہ آبدوز کو سمندر میں ضائع کر دے تاکہ آبدوز اسرائیل کے ہاتھ نہ لگنے پائے۔ ہماری زندگی کے مختلف مشن ہیں علی۔ ایک طرف ہم اسرائیل سے سیاسی محاذ پر جنگ کر رہے ہیں' دوسری طرف ہماری تنظیمیں اس کی چیرہ دستیوں سے مظلوم فلسطینیوں کو محفوظ رکھنے میں مصروف ہیں۔ تیسری طرف ہم وطنِ مقدس کی عمارتوں اور وہاں کی زمین کے خلاف ہونے والی سازشوں کا سدِباب کر رہے ہیں۔ چوتھی طرف ہم دنیا بھر میں ہونے والی اسرائیلی سازشوں کے خلاف نبرد آزما ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ کوششیں بھی جاری ہیں کہ اسرائیلی عفریت اُن قوتوں کو نہ اپنا سکے جو عربوں کے خلاف استعمال ہوں لیکن ہائل جوشیم نے غداری کی' وہ ایک مجرم تھا' صرف دولت کا رسیا اور غیر مسلم بھی۔ تمام غیر مسلم خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطے میں ہوں' اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلام اپنے بنیادی اصولوں کی بنا پر دوسرے مذاہب سے ممتاز ہے اور اس کے افکار و خیالات ان کے لیے تشویش کا باعث رہے ہیں۔ وہ آپس میں ایک دوسرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے یہ سب کچھ کر سکتے ہیں، مسلمانوں کے لیے نہیں۔ اس مخدوش صورتِ حال میں مسلمانوں کو آپس میں یکجا ہو کر یہ سوچ لینا چاہیے کہ اُنھیں اپنے طور پر خود کو مضبوط کرنا ہے، اپنا دفاع خود کرنا ہے اور ان کا کسی بھی بیرونی مدد پر انحصار اُنھیں تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ دنیا سے ہمارا رابطہ ضرور رہنے۔ کچھ لوگ سیاسی بنیادوں پر ہمارے ہم نوا ہیں۔ ہمارے مقاصد سے دلچسپی رکھتے ہیں لیکن ہمارے ایسے دوست براہِ راست ہمارے معاملات میں ملوث نہیں ہو سکتے وہ صرف ہمیں سیاسی اور مالی امداد ہی دے سکتے ہیں۔ جو کچھ کرنا ہے، ہمیں خود کرنا ہے۔ اس آبدوز کو ہم اپنے طور پر حاصل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ ابھی ہمارے وسائل اتنے نہیں کہ ہم ان فارمولوں پر کام کریں۔ بس ہم اُنھیں اسرائیلیوں کے ہاتھ نہیں لگنے دینا چاہتے تھے۔ ہائل جوشیو سے ہماری گفتگو کی ابتدا بہت اچھی تھی۔ اس نے ہم سے تعاون کا وعدہ کیا تھا لیکن پھر اچانک اس کا رویہ تبدیل ہو گیا اور ہمیں اغوا کر کے قید کر دیا گیا۔ اس کے بعد کے حالات سے ہم تقریباً لاعلم رہے۔ سوائے اس وقت کے جب تہذیب مالکم ایکس نامی لڑکی نے ہمیں آئی وان فیرو سے حاصل کر کے اپنی کوٹھی میں منتقل کیا اور اس وقت اس نے ہمیں بتایا کہ ہمیں ہائل جوشیو کی قید سے نجات مل چکی ہے اور علی یار خان آبدوز کے حصول اور اس کی تباہی کے سلسلے میں کوشاں ہے اور ہماری یہ رہائی اسی کی کاوشوں کے بدلے عمل میں آئی ہے۔ ایک بار پھر اس بات کا اظہار کروں گا علی کہ اس وقت سے ہمارے سینوں میں اطمینان ہی اطمینان تھا اور یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

آبدوزوں کی واپسی کے سفر میں کوئی ناقابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا اور ہم اس ملک تک پہنچ گئے جس کا ان واقعات سے تعلق تھا۔ رات کا وقت تھا، تاحدِ نگاہ کہر کی دبیز چادر پھیلی ہوئی تھی۔ وہ ایک سنسان سی بندرگاہ تھی جہاں ہم آبدوزوں سے نکل کر خشکی پر پہنچے۔ بے شمار افراد ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے۔ انھوں نے بڑی گرم جوشی سے تارنیا ہارڈو اور اس کے اشارے پر میرا استقبال کیا۔ قیدیوں وغیرہ کے بارے میں ہمیں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا کہ اُنھیں اس وقت کہاں منتقل کیا گیا لیکن نو فلسطینی باشندے، میں اور شارٹو ان لوگوں کے ساتھ ایک شاندار مائیکرو بس میں بیٹھ کر چل پڑے۔

ہماری میزبانی چند افراد کے سپرد کر دی گئی تھی جو نہایت احترام سے ہمیں لیے ہوئے ایک خوبصورت عمارت میں پہنچے جس کے باہر فوجی پہرہ لگا ہوا تھا۔ عمارت ہر لحاظ سے بہترین تھی۔ ہمیں ایک بہترین اور آراستہ کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ میری خواہش پر شارٹو کو میرے ساتھ ہی رہنے دیا گیا تھا۔ جنید جلال اور اس کے ساتھیوں کو بھی میرے کمرے کے برابر ہی کمرے دیے گئے تھے۔

رات نو بجے ہم لوگوں کو مشترکہ ضیافت دی گئی۔ اس ضیافت میں ہمارے علاوہ صرف دو افراد شریک تھے۔ انھوں نے ہم سے درخواست کی کہ ہم اپنی کسی بھی ضرورت کو نظر انداز نہ کریں بلکہ فوری طور پر اس کے بارے میں بتا دیا جائے۔ کھانے کے بعد میں نے جنید جلال سے کہا کہ یہ رات پُرسکون گزارے اور اس کے بعد شارٹو کے ساتھ اپنے کمرے میں آ گیا۔

شارٹو اس وقت بھی میرے ساتھ ہی تھا۔ وہ بے حد مسرور تھا، اس نے کہا "چیف، ہرچند کہ میرا تعلق اس ملک سے ہے لیکن آج میں یہاں اپنے آپ کو جس بلندی اور جس منصب پر پا رہا ہوں، وہ تمھارے ہی طفیل ہے۔"

"نہیں شارٹو، یہ صرف تمھاری وطن پرستی اور تمھاری کارکردگی کا نتیجہ ہے۔ کیا تم اپنے وطن میں، اپنے لوگوں میں فوری طور پر جانے کے خواہش مند نہیں ہو؟"

"ابھی نہیں چیف! جلدی کیا ہے، ذرا یہاں سے اعزازات وصول کر لوں۔ تمھاری وجہ سے بات کچھ بنی رہے گی۔ اس کے بعد اطمینان سے ہی جاؤں گا۔" شارٹو نے کہا۔

چند لمحے کی خاموشی کے بعد شارٹو دوبارہ بولا۔ "بڑی پرانی خواہش تھی چیف کہ کسی دن ایک بڑے آدمی کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے آؤں لیکن ایسا کبھی نہ ہو سکا۔ صرف رات کو بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر کے بڑا آدمی بن جاتا تھا اور اپنی ان تمام خواہشات کی تکمیل کر لیتا تھا جو کھلی آنکھوں پوری نہیں ہو سکتی تھیں۔ بہت سی باتیں اس وقت ذہن میں آتی تھیں، ایسی مافوق الفطرت ہستی ان خوابوں کی تکمیل کرتی تھی جو دنیا کو نظر نہ آتی، صرف میں اسے دیکھتا تھا۔ آخر وہ ہستی تمھاری شکل میں مجھے مل گئی۔"

"سو جاؤ شارٹو، میں بھی سونا چاہتا ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجاھد

چوتھا حصہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

سماش

انسانی زندگی واقعات کا ایک عجائب خانہ ہے۔ جس طرح ایک چنگاری کبھی کبھی خرمن کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے، اسی طرح کوئی معمولی سا واقعہ بھی کسی کی زندگی کا نقشہ تبدیل کر دیتا ہے، سوچ کے زاویے بدل دیتا ہے۔

یہ ایک ایسے آشفتہ مزاج و شوریدہ سر نوجوان کی سرگزشت ہے جس کی رگوں میں دوڑتا ہوا لہو دھکتا ہوا لاوا بن گیا تھا۔ اُس کے ہر مسام جاں سے شرارے پھوٹنے لگے تھے۔ ایک بظاہر چھوٹے سے واقعے نے اُس کے کاروانِ حیات کی راہیں بدل دی تھیں اس کی عقابی نگاہوں میں کچھ اور ہی منزلیں آبسی تھیں۔ ہر جگہ، ہر کوچہ دہر میں، ہر قریہ، ہر شہر میں فتنۂ یہود سے برسرِ پیکار رہنا ہی اُس کا مقصدِ حیات ٹھہرا۔

دوسرے دن ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوئے تھے کہ تارنیا ہارڈو چند افراد کے ساتھ پہنچ گئی۔ اس نے ان سے میرا تعارف کرایا۔ یہ فوجی حکام تھے۔ مجھ سے سب ہی اچھی طرح پیش آئے۔ تارنیا ہارڈو نے جنید جلال اور اس کے ساتھیوں کے لیے بے شمار تحائف خریدے تھے، میرے لیے بھی بہت کچھ تھا لیکن میں نے شکریے کے ساتھ ان میں سے صرف چند چیزیں جو میری فوری ضرورت کے تحت کام آسکتی تھیں، قبول کر لیں اور باقی تارنیا ہارڈو کو واپس کر دیں۔

شارٹو کو تارنیا اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ چار بجے اُس نے مجھے اطلاع دی کہ رات کی ضیافت وزیرِ اعظم کی کوٹھی پر ہے۔ رات کو وہ خود مجھے لینے آئی اور میں جنید جلال اور دو فلسطینی نوجوانوں کے ساتھ اس ملک کے وزیرِ اعظم کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ وزیرِ خارجہ، وزیرِ داخلہ، وزیرِ دفاع اور دوسرے بڑے بڑے عہدیدار یہاں موجود تھے جنھوں نے میرا ایک تپاک خیر مقدم کیا۔ وزیرِ اعظم نے مجھے بتایا کہ میرا یہ استقبالیہ پریس کی نگاہوں سے الگ ہے اور اگر میں اس بات کی اجازت دوں کہ اس کارروائی کی اطلاع پریس کو دے دی جائے تو ان لوگوں کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ سب کچھ صرف میری وجہ سے کیا گیا ہے کہ پریس کو اس بارے میں کوئی خبر نہیں دی گئی۔

میں نے اس بات پر خصوصی طور پر وزیرِ اعظم کا شکریہ ادا کیا اور درخواست کی کہ میرا نام یا میری کارروائی کی کوئی بھی رپورٹ پریس کے کانوں تک نہیں پہنچنی چاہیے، مجھے اس سے نقصانات ہوں گے۔

اُس کے بعد وزیرِ داخلہ نے اپنی استقبالیہ تقریر میں میرا شکریہ ادا کیا اور میری تعریف و توصیف کرتے ہوئے دوسرے لوگوں کو بتایا کہ مجھے اس کام کے معاوضے کے طور پر اتنی بڑی رقم کی پیش کش کی گئی تھی جو کوئی بھی ذی عقل نہیں ٹھکرا سکتا لیکن تارنیا ہارڈو کے بیان کے مطابق میں نے یہ کہہ کر اس رقم کو نظر انداز کر دیا کہ میں یہ کام صرف فلسطین کے لیے کرنا چاہتا ہوں اور اس میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔

وزیرِ اعظم نے کہا کہ اس دور میں جبکہ ساری دنیا میں انفرادی طور پر اپنے مفادات کے تحفظ کا رجحان ہے، ایک ایسا شخص قابلِ حیرت ہے جو ذاتی مفاد پر اپنے فرض کو ترجیح دیتا ہے اور یہ بات انتہائی قابلِ تحسین ہے۔ اس تقریر کے بعد تالیاں بجا کر جذبۂ تحسین کا اظہار کیا گیا۔ پھر وزیرِ اعظم نے ایک اور اعلان کیا "ہمارا ایک بہت بڑا مقصد علی یار خان کے ذریعے پورا ہوا ہے۔ علی یار خان نے اس کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا حالانکہ اس کے عوض وہ ہم سے بہت کچھ مانگ سکتے تھے۔ چنانچہ اُن کی خدمات کو سراہتے ہوئے انھیں اس ملک کی شہریت پیش کی جاتی ہے اور نھیں ایک خفیہ اعزاز دیا جاتا ہے جس کے تحت وہ یہاں کے معزز شہری قرار پائیں گے۔ اس ملک کے جس حصے میں چاہیں، ان کے لیے رہائش کا بندوبست کیا جائے گا۔ وہ اپنی بقیہ زندگی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اگر چاہیں تو یہاں گزار سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک اور اعلان بھی میں کرنا چاہتا ہوں۔ اسرائیلی حکام نے اس آبدوز کے لیے جو رقم ہائل جوشیو کو پیش کی تھی وہ بہت زیادہ ہے۔ یہ عظیم الشان رقم بے شک اتنی بڑی ہے کہ اس پر کسی کی بھی نیّت خراب ہو جائے۔ وہ رقم اب ہماری خاص کارکن میڈم مارٹینا کے قبضے میں ہے اور ہمارے ضمیر کسی بھی طور یہ قبول نہیں کرتے کہ اس رقم کو اپنی تحویل میں رکھیں۔ ہمارا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ ہم اگر چاہیں تو یہ رقم اسرائیل کو واپس کر سکتے ہیں لیکن اس کے بعد اس معاملے میں ہمارے براہِ راست ملوث ہونے کا اندیشہ ہے اور خارجی طور پر اسرائیل سے ہمارے تعلقات خراب ہو سکتے ہیں۔ ہم اس بات کے خواہش مند ہیں کہ اس کارروائی کے سلسلے میں کبھی ہمارا نام نہ لیا جائے۔ یہ عظیم الشان رقم میرے اپنے خیال میں صرف علی یار خان کی ملکیت ہے۔ بے شک انھوں نے ہم سے کوئی معاوضہ قبول نہیں کیا لیکن انھیں یہ رقم قبول کرنا ہوگی۔"

اس اعلان کا بھی تالیاں بجا کر خیر مقدم کیا گیا تھا۔ میں نے جوابی تقریر میں وزیرِ اعظم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میں اس رقم کو قبول کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ میں شکریے کے ساتھ اس پیش کش کو قبول کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک اور درخواست بھی کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ یہ رقم بیروت کے بینکوں میں تنظیم آزادیٔ فلسطین کو ادا کر دی جائے اور فلسطینی تنظیمیں اس رقم کو شتیلا اور دوسرے کیمپوں میں مقیم پناہ گزینوں پر خرچ کریں۔

تمام لوگ ششدر رہ گئے تھے۔ جنید جلال نے آنکھیں بند کر کے گردن جھکا لی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"جنید جلال! یہ ذمّے داری تمھارے سپرد کی جاتی ہے۔ انشاء اللہ تم بیروت پہنچو گے۔ فلسطینی حکام کو میرا پیغامِ محبت دینا اور انھیں بتا دینا کہ ان کا ایک پاکستانی بھائی اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتوں اور قوتوں کے ساتھ ان کی فلاح کے لیے مصروفِ عمل ہے اور یہ حقیر سی رقم انھیں مظلوم پناہ گزینوں پر خرچ کرنا ہے۔"

جنید جلال کی گردن بدستور جھکی رہی تھی۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ رسمی کارروائیوں کے بعد ایک پُر تکلف ڈنر دیا گیا اور ہمیں ہماری رہائش گاہوں پر منتقل کر دیا گیا۔ میں اب تہذیب کا منتظر تھا جو ابھی یہاں نہیں پہنچی تھی۔

تارنیا ہارڈو سے مسلسل رابطہ جاری تھا۔ وہ زیادہ وقت میرے ساتھ ہی گزار رہی تھی۔ کئی جگہوں سے ضیافتوں کی پیش کش کی گئی تھی لیکن میں نے اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے تارنیا ہارڈو سے کہا کہ ان میں سے کوئی بھی کارروائی پریس کی نگاہوں میں آ سکتی ہے اور بات صرف اتنی سی نہیں ہے تارنیا ہارڈو بلکہ ایک اور مسئلہ بھی ہے۔ اونیو ہارورڈ امریکن سی آئی اے کا ایجنٹ ہے اور ان تمام کوششوں میں وہ ایک اسرائیلی نمائندے کی حیثیت سے پیش پیش رہا ہے۔ تمام صورتِ حال اب تک اس کے علم میں آ چکی ہوگی۔ اس لیے میں زیادہ منظرِ عام پر نہیں آنا چاہتا۔ ہاورڈ سے میری چپقلش کا سلسلہ جاری ہے اور امکان اس بات کا ہے کہ وہ خود بھی اب یہاں موجود ہو۔

تارنیا ہارڈو نے میری بات سے اتفاق کیا تھا۔ اس نے کہا کہ اچھا ہوا یہ بات اسے بتا دی گئی تاکہ وہ میرے تحفظ کا معقول بندوبست کر دے۔ بات یہاں ختم ہو گئی تھی۔ اپنی اس رہائش گاہ میں میں مطمئن اور مسرور تھا۔ پانچویں دن جنید جلال اور اس کے تمام ساتھیوں کو بیروت بھیجنے کے انتظامات کر دیے گئے — جنید جلال جب میرے پاس آیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

"علی! میرے پاس اب کچھ کہنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ صرف مجھے یہ بتاؤ، بیروت کب آؤ گے؟"

"جنید میں اپنے کاموں میں مصروف ہوں۔ میرے ذہن میں بہت سے منصوبے ہیں، ان کی تکمیل دنیا کے کسی بھی حصّے اور کسی بھی خطّے میں کی جائے گی۔ ہاں! اگر کبھی کسی کام سے بیروت آنا پڑا تو چند لوگوں سے ملاقات ضرور کروں گا لیکن اس سلسلے میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔"

جنید جلال خاموش ہو گیا تھا۔ میں خود تارنیا ہارڈو کے ساتھ ان لوگوں کو ایئر پورٹ تک چھوڑنے گیا اور انھیں بڑی محبت اور احترام کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ واپسی میں میں نے تارنیا ہارڈو سے ان اسرائیلی ایجنٹوں کے بارے میں پوچھا جنھیں آبدوز سے گرفتار کیا گیا تھا تو تارنیا ہارڈو نے بتایا کہ ان کے بارے میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکا۔ صورتِ حال خاصی الجھی ہوئی ہے۔ ڈمبر نامی جہاز کو آبدوزوں نے تباہ کیا تھا اور اس کی اطلاع اسرائیل تک پہنچنی چاہیے ورنہ سیاسی الجھنیں پیدا ہو جائیں گی چنانچہ حکام ان قیدیوں کے بارے میں ابھی غور و غوض کر رہے ہیں اور یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ اس کے بعد میں نے تارنیا ہارڈو سے اس موضوع پر کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ ان اسرائیلیوں کی تقدیر میں کیا لکھا جا چکا ہے۔

نویں دن اچانک ہی اس وقت جب میں اپنی رہائش گاہ کے لان پر بیٹھا ہوا کئی دن کے بعد نکلنے والی دھوپ سے لطف اندوز ہو رہا تھا، سیاہ رنگ کی ایک بند گاڑی رہائش گاہ کے پھاٹک سے اندر داخل ہوئی اور اس کا دروازہ کھول کر جو شخصیت نیچے اتری اسے دیکھ کر میری روح فرطِ مسرت سے

جھوم اٹھی۔

یہ تہذیب مالکم ایکس تھی۔ اور تارنیا ہارڈو ہی اسے میرے پاس پہنچانے آئی تھی۔ اس نے پُر مزاح انداز میں کہا "علی دیکھ لو تمھاری تہذیب میں کوئی کمی تو نہیں ہوئی ہے؟ ہم اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے تیار ہیں۔" تہذیب مسکراتی ہوئی میرے نزدیک آ کھڑی ہوئی تھی اور اس وقت میرے سینے میں مسرت کا وہ طوفان موجزن تھا جس کا اظہار الفاظ میں نہیں کیا جا سکتا۔

میں تہذیب کو لے کر اندر آ گیا۔ تارنیا نے ایک لمحہ بھی ہمارے درمیان مداخلت کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا، وہ ہم سے رخصت ہو کر چلی گئی تھی اور اس کے بعد ہمارے لیے پُر مسرت لمحات کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ نہ معلوم کیا کیا باتیں ہوئیں تہذیب سے۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے زندگی بھر کی پریشانیوں کا خاتمہ ہو گیا ہو۔ تہذیب میرے دل کے لیے باعثِ سکون تھی اور اس کی معیت ایسی ہی تھی کہ اس کے بعد کسی کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔

تہذیب نے مجھے شروع سے لے کر آخر تک کی کہانی سنائی۔ میڈم مارٹینا کا تذکرہ آیا تو تہذیب نے کہا کہ میڈم نے میرے لیے محبت کا پیغام دیا ہے اور اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ مخصوص حالات کی بنا پر وہ اپنے وطن میں مجھ سے نہیں مل سکیں گی اور وہ حالات یہ ہیں علی کہ ہائل جوشیو کے عظیم الشان اثاثے اتنی بڑی حیثیت رکھتے ہیں کہ اس ملک کے لوگوں کی نیّت ان پر خراب ہو گئی ہے۔ وہ ہائل جوشیو کی تخریبی قوتوں کو تو بروئے کار نہیں لانا چاہتے لیکن اس کا جو سرمایہ دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلا ہوا ہے اور جو وسائل اس کے ذریعے انھیں حاصل ہو سکتے ہیں، وہ انھیں مسلسل حاصل کرتے رہنے کے خواہاں ہیں اور اس کے لیے ان کا ایک الگ ڈیپارٹمنٹ تشکیل پا گیا ہے جس نے اپنا کام بھی شروع کر دیا ہے۔ بے چاری مارٹینا ابھی نہ معلوم کب تک ہائل جوشیو کی حیثیت سے وہاں مقیم رہیں گی۔ البتّہ انھوں نے ایک پیش کش ضرور کی ہے۔ وہ یہ کہ ہمیں جب بھی اور جہاں بھی ان کی مدد کی ضرورت پیش آئے، وہ ہائل جوشیو کے نمائندوں کے ذریعے ہماری مدد کرنے کے لیے تیار ہیں اور یہ صرف ذاتی بنیاد پر ہوگا۔ اس کا ان کے ملک سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تہذیب کی معیت میں مسرتیں ہی مسرتیں تھیں ہم لوگ دنیا کے ہر موضوع پر گفتگو کر چکے تھے۔ میں نے تہذیب کو بتایا کہ ہمیں اس ملک کی شہریت بھی پیش کر دی گئی ہے۔ اب وہ مشورہ دے کہ اپنا آئندہ پروگرام کیا ہو؟ جس جواب کی مجھے تہذیب سے توقع تھی اس نے وہی جواب دیا۔ کہنے لگی "ہم نے ان لوگوں کے لیے ایک ایسا کام کیا ہے علی جس سے انھیں زبردست مفادات حاصل ہوئے ہیں۔ یہ ہماری عزت کرتے ہیں، ہمارا احترام کرتے ہیں لیکن ہمارا ایک جذبہ بھی ان کے علم میں ہے جس کے تحت ہم نے ان سے اس کام کا کوئی معاوضہ نہیں لیا۔ اس سے لاکھ گنا زیادہ آسائشیں ہمیں حاصل ہو جائیں علی تب بھی ہم انھیں ٹھکرا دیں گے۔ ہم تو اپنے مشن کے لیے وقف ہیں، سکون کی زندگی کا کوئی تصور بھی گناہ ہے ہمارے لیے۔"

"لیکن تہذیب! میں تمھارے بارے میں سوچتا ہوں تو عجیب سا احساس ہوتا ہے۔"

"کیا؟" اس نے پوچھا۔

"گرین پول میں رہ کر تمھاری زندگی ہر لمحہ مصروف رہی ہے۔ اس سے علیحدہ ہوئیں تو میرے ساتھ مصروفِ کار ہو گئیں۔ تمھیں کچھ عرصہ تو سکون ملنا چاہیے۔"

"میں تمھارے وجود کا ایک حصّہ ہوں علی۔ تمھارے مقصد اور تمھارے عمل سے کس طرح دور رہ سکتی ہوں۔ سنو علی! میں جانتی ہوں کہ جس عظیم مقصد کے لیے تم نے اپنا مستقبل تاریک کیا ہے اسے تم خود سے کبھی دور نہ کرو گے اور میں بھی کبھی یہ نہ چاہوں گی کہ تمھاری خواہشات میں سے کوئی خواہش ناآسودہ رہ جائے۔ اس لیے ابھی کسی آرام و سکون کا تصور بھی نہ کرو۔ یہ بھی سمجھ لو اگر کبھی تم راستے میں رکے تو میں تمھیں وہاں سے آگے بڑھا لے جاؤں گی، یہی میری سچی محبت ہوگی۔"

"مجھے تمھاری ضرورت تھی تہذیب۔ میرا دل تمھارے ہی جیسے کسی ساتھی کی آرزو کرتا تھا۔ اور تہذیب! یقین کرو اب مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"

"شکریہ۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہم یہاں اس وقت تک ضرور رکنا چاہتے تھے جب تک آئندہ کے لیے کوئی پروگرام ترتیب نہ دے لیں۔ تارینا سے اکثر ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ ایک دن پروفیسر ڈھوک زیرِ بحث آ گیا اور میں نے چونک کر پوچھا "ہاں میڈم تارینا! ڈھوک تو میرے ذہن سے نکل ہی گیا تھا، اس کا کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔ تمھارے لیے بہت پریشان رہا۔ پھر اسے مجھ سے عشق ہو گیا۔ کافی دن تک وہیں پھرتا رہا اور پھر نیویارک چلا گیا۔" تارینا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نیویارک!"

"ہاں۔ اس کا خیال تھا کہ تم لوگ اسے دھوکا دے کر نیویارک چلے گئے۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ تمھیں امریکا میں تلاش کرے گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہوں۔ ویسے اس کا اندازہ غلط نہیں تھا"
"اس دوران تمھیں کسی طرح کا کوئی شبہ تو نہیں ہوا علی؟"
"کیسا شبہ میڈم تارینا؟"
"کچھ لوگوں کو تمھاری تلاش میں سرگرداں پایا گیا ہے۔ میں نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی ہے کہ ایسے کسی بھی شخص کو فوراً گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کر دیں۔"
"ان کی قومیت کے بارے میں کوئی اندازہ ہو سکا؟"
"ہمارے ہی وطن کے باشندے تھے، کوئی ہاتھ نہیں لگا میرے اپنے ڈیپارٹمنٹ کے ایک آدمی سے بھی رابطہ قائم کیا گیا تھا اور اس انداز میں کیا گیا تھا کہ وہ حقیقت کی تہ تک نہ پہنچ سکے لیکن اس غریب کو تمھاری رہائش گاہ کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔"
"میں جانتا تھا کہ یہ کوشش ہو گی۔ کوئی خاص بات نہیں ہے میڈم ہارڈو۔"
"ایک بات ذہن میں رکھنا علی، جس وقت اور جس طرح میری ضرورت محسوس کرو، مجھے نظر انداز نہ کرنا۔"
"ایسا ہی ہو گا میڈم تارینا، آپ مطمئن رہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اس گفتگو کے بعد میں نے محسوس کیا کہ تارینا ہارڈو نے ہمارے گرد انتظامات مزید سخت کر دیے ہیں۔ ہم لوگ اپنے طور پر بھی محتاط ہو گئے تھے۔

رات کے گیارہ بجے تھے میں اور تہذیب گفتگو کر رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا تھا۔
"ہیلو؟"
"کیا میں علی یار خان سے بات کر سکتی ہوں؟" ایک نسوانی آواز سنائی دی تھی۔
"علی یار خان ہی بول رہا ہوں۔ فرمائیے؟" میں اس آواز کو پہچان نہیں سکا تھا لیکن اچانک ہی ریسیور میں آواز بدل گئی۔
"ہیلو پاکستانی! میں اولیو ہاورڈ ہوں، پہچانتے میری آواز کو؟"
"دشمنوں کو اور دشمنی کو میں ہمیشہ یاد رکھتا ہوں مسٹر ہاورڈ لیکن یہ تسلیم کریں کہ اب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ صرف میرا نمبر معلوم کرنے کے لیے آپ کو اتنا وقت صرف کرنا پڑا۔ اس گھٹیا کارکردگی کے ساتھ آپ میرا مقابلہ کریں گے؟" میں نے جواب دیا۔ دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ میں اندازہ لگا سکتا تھا کہ ہاورڈ کی ذہنی کیفیت اس وقت کتنی خراب ہو گی۔
"نمبر معلوم کرنے سے تمھاری کیا مراد ہے مسٹر علی؟" اس نے بہ مشکل تمام خود پر قابو پا کر کہا۔
"مسٹر ہاورڈ! یقیناً اب آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں آپ کی کاوشوں کے بارے میں کیا جانتا ہوں۔ کہاں سے شروع کروں گوٹے ہل سے یا فرانس سے یا پھر بیروت سے جہاں آپ نے میرے اور تنظیم کے درمیان نفاق کے بیج بوئے تھے۔ میں نے مان لیا مسٹر ہاورڈ کہ ایک بہت بڑی رقم بینک میں میرے نام جمع کرا کے آپ نے تنظیم کو مجھ سے بدگمان کر دیا لیکن کتنی بڑی بدقسمتی ہے آپ کی کہ وہ رقم انھی فلسطینیوں پر خرچ ہوئی جن سے آپ کی دشمنی ہے۔ آپ نے مجھے فرانس لا کر تختۂ مشق بنانا چاہا لیکن آپ کی بدقسمتی نے مجھے گوٹے ہل پہنچا دیا جہاں میری وجہ سے ایک بڑا اسرائیلی پروجیکٹ تباہ ہو گیا اور اسرائیل کو ایک ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا اور مسٹر ہاورڈ، شاید آپ کے فرشتوں کو بھی یہ گمان نہ رہا ہو گا کہ علی یار خان اس آبدوز کے حصول کے لیے مصروفِ عمل ہو جائے گا لیکن آپ کی وجہ سے ایسا ہوا۔ ڈمبر نامی جہاز پر مسٹر ہاورڈ جب آپ ہائل جوشیو سے اسرائیلی مفاد کے لیے سودے بازی کر رہے تھے، میں آپ سے زیادہ دور نہیں تھا اور آپ کو دیکھ کر میرے کام کا لطف صحیح معنوں میں دوبالا ہو گیا۔ آپ کو بہت بعد میں یہ پتا چلا ہو گا مسٹر ہاورڈ کہ ہائل جوشیو کو احمق بنا کر آبدوز لے اڑنے والا علی یار خان ہے۔"
"تم روز بروز نکھرتے جا رہے ہو علی۔ تمھاری کارکردگی واقعی شاندار ہوتی جا رہی ہے۔ ہائل جوشیو جیسی خطرناک ہستی کو تم نے کس طرح شیشے میں اتارا، یہ میں نہیں جان سکا۔"
"میں نے غلط تو نہیں کہا تھا ہاورڈ کہ تم بوڑھے ہو گئے ہو" میں قہقہہ لگا کر بولا۔
"یہ اعتراف کر لوں تو تم میرے ساتھ کیا رعایت کر سکتے ہو"
"تمھارے بڑھاپے اور تمھاری بے چارگی پر ترس کھا کر
بس میں یہ مشورہ دے سکتا ہوں کہ تم اب اپنے فرائض سے سبک دوش ہو جاؤ، ریٹائرمنٹ لے لو اور بقیہ زندگی اپنے مذہب کی تبلیغ میں گزار دو۔ اپنے بڑھاپے پر ترس کھاؤ اور اس ہنگامہ خیز زندگی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ علی کے راستے بے حد وسیع ہیں۔ اسے بہت کچھ کرنا ہے تم کہاں کہاں اس کا تعاقب کرتے پھرو گے اولیو ہاورڈ" میں نے کہا اور اولیو ہاورڈ کی آواز ایک بار پھر بند ہو گئی۔ میں خوب جانتا تھا کہ اس وقت اولیو ہاورڈ کی کیا حالت ہو رہی ہو گی۔ تہذیب مالکم ایکس میری صورت دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک شوخ چمک تھی۔
تھوڑی دیر کے بعد اولیو ہاورڈ نے پھر کہا، "اور میں تمھیں اگر تمھاری کارکردگی کے بارے میں ساری تفصیلات اکٹھی کر کے یہ مشورہ دیتا ہوں علی یار خان کہ تم پاکستان کے لیے مصیبتوں کے پہاڑ نہ کھڑے کرو۔ امریکی حکومت سے تمھارے ملک کو جو امداد ملتی ہے وہ تمھارے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ کیا تم یہ چاہو گے کہ میں تل ابیب بھجوا دوں تو شاید تل ابیب والے امریکی حکومت سے تمھارے ملک کو جو اسے یہی درخواست کریں گے کہ تمھیں ان کے حوالے کر دیا جائے اور اس کے بعد وہ تم سے ان حماقتوں کا انتقام لیں گے۔ اگر تم یہی چاہتے ہو کہ میں اس میں رخنہ اندازی کروں۔ نہیں علی، تم یقیناً یہ نہیں پسند کرو گے۔ محبت واخوت کے جذبات اپنی جگہ لیکن ان کے بدلے اپنے وطن کے لیے تباہی مول لینا مناسب نہیں ہے۔ یہ ایک بزرگ کا مشورہ ہے۔"
"اے احمق بزرگ! کیا یہودیوں نے امریکی حکومت پر اس سلسلے میں دباؤ ڈالنے میں کسر چھوڑی ہے؟ کیا پاکستان کو ملنے والی امداد کے لیے یہودیوں کے کلیجے نہیں کٹتے؟ کیا تم لوگ یہ کوششیں کرتے کرتے تھک نہیں گئے ہو۔ کیسی باتیں کرتے ہو! تمھاری یہ احمقانہ سوچ ایک نہ ایک دن ضرور بدل جائے گی۔ میرا وطن، میری حکومت، میرے ملک کے رہنے والے اپنی آزادی کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ امداد تم یہودیوں کی وساطت سے نہیں بلکہ ہمارے ملک کی اپنی حیثیت سے ہمیں ملتی ہے۔ تم اس میں رخنہ اندازی کرنے سے کب باز رہے ہو؟ یہ دھمکی تم جانتے ہو کہ کتنی کھوکھلی ہے۔" میرے لہجے میں درشتگی آ گئی تھی۔ میں نے غرّاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تمھاری تو یہی کوششیں رہی ہیں اولیو ہاورڈ کہ کسی نہ کسی طرح ہمارے ملک کو کمزور کرو۔ لیکن خدا کو کیوں بھول جاتے ہو جس نے تمھیں ہمیشہ ناکام رکھا۔ ابرن ہال میں تمھارے سرپھرے علاوہ وہ گفتگو کر رہے تھے جو سراسر تاریخ اور حقائق کے خلاف تھی اور اس کے نتیجے میں تمھیں علی یار خان ملا جس نے تمھارے منصوبوں کو سالوں پیچھے پہنچا دیا۔ پاکستان کا نام لے کر تم ہزاروں علی یار خان پیدا کر سکتے ہو جو تمھارے تمام منصوبوں کو فنا کر دیں گے۔ اپنے بڑھاپے کو سنوارو اولیو ہاورڈ! ایک بزرگ کے طور پر تمھارا احترام کرتے ہوئے میں تمھارے ساتھ صرف یہی کر سکتا ہوں کہ جب کبھی تم میری زد میں آؤ، میں تمھیں زندگی دے دوں۔ ایک بوڑھے پر ہاتھ اٹھانا کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہے ورنہ تم جانتے ہو کہ تم بارہا میری زد میں آ چکے ہو۔"
"اور تمھارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟"
"نہیں اولیو ہاورڈ، یہ جھوٹ بول رہے ہو تم۔ گوٹے ہل میں کیا تم نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ کیا نتیجہ رہا؟ بیروت میں صورتِ حال ذرا سی مختلف ہو گئی تھی، میں سمجھ نہیں پایا تھا، اعتراف کرتا ہوں لیکن تمھیں بھی اس کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ مجھے بیروت سے نکال کر تمھیں کتنے عظیم الشان خساروں سے دوچار ہونا پڑا۔ ذرا حساب تو کرو اولیو ہاورڈ، چاہتے ہو تو مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تمھارے بارے میں تمھارے دوستوں کو تمام تفصیلات بتاؤں گا۔ اپنے اور تمھارے سارے حساب کتاب کھول کر ان کے سامنے رکھ دوں گا اور فیصلہ اُن پر چھوڑ دوں گا۔"
"زمین وسیع ہے علی یار خان، زمین وسیع ہے۔ کب تک بچو گے میرے ہاتھ سے، میری زندگی کا واحد مشن اب یہی رہ گیا ہے کہ میں تمھیں فنا کر دوں لیکن میری قسم بھی اپنی جگہ ہے۔ تنہا تمھیں مارنے میں واقعی کوئی دقت نہیں ہو گی علی۔ میرا تعلق جس تنظیم سے ہے اس کے بارے میں تم اچھی طرح جانتے ہو۔"
"جس تنظیم کی تم بات کر رہے ہو وہ اپنے ملک کی سیاست اور اپنے ملک کی فلاح کے لیے مصروفِ عمل ہے جس کی کارکردگی کچھ بھی ہو لیکن تمھارا یہ سلسلہ خالصتاً ذاتی ہے۔ تم امریکی حکومت سے تنخواہ وصول کر کے اسرائیلیوں کے لیے کام کر رہے ہو اور اپنی ان حرکات سے امریکی حکومت کو بدنام کر رہے ہو۔ سنو اولیو ہاورڈ! میں خود تم سے دور نہیں رہوں گا۔ تم سے دور رہنے میں لطف نہیں آتا۔ میں نے تمھارے لیے ایک بہترین منصوبہ بندی کی ہے۔ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے اولیو ہاورڈ جب ہم اور تم اتنے قریب ہوں گے کہ شاید ہمیں فون پر ایک دوسرے سے گفتگو کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ جب میں مصروفِ عمل ہوں گا تو تمھارے لیے ایسا دردِ سر بن جاؤں گا جس سے تمھیں کبھی نجات نہیں ملے گی اور تل ابیب کو یہ احساس ہو جائے گا کہ اس نے کیا مصیبت مول لے لی ہے۔"
"ٹھیک ہے علی، ٹھیک ہے۔ تم انتظار کرو... انتظار کرو تم۔"
"میں انتظار کر رہا ہوں اور مسلسل کر رہا ہوں اولیو ہاورڈ۔ کم از کم مجھے یہ یقین تو دلا دو کہ کب تم مجھ پر قابو پاؤ گے؟" میں نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا اور دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔ دو تین بار میں نے اسے مخاطب کرنے کی کوشش کی لیکن لائن بے جان ہو چکی تھی۔ میں نے بھی ریسیور رکھ دیا۔
تہذیب مالکم ایکس قربان ہو جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا "خدا تمھیں تمھارے ارادوں میں کامیاب کرے، تم پر ناز ہوتا ہے علی، یقین کرو تم پر ناز ہے مجھے۔"
"اور مجھے تم پر۔ بلکہ اپنے آپ پر کہ میری تقدیر نے مجھے تہذیب جیسی شخصیت سے ملا دیا۔" میں نے پُرمسرت انداز میں کہا۔ اولیو ہاورڈ سے ہونے والی گفتگو نے میرے ذہن کو کسی قدر خوشگوار تاثرات دیے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تہذیب تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔" یہ شخص غالباً اپنے بڑھاپے کا اعتراف کر کے تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم نے ہاٹل جوشیو کو کس طرح احمق بنایا؟"

"سو فیصد یہی بات تھی۔" میں نے تحسین آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔" تم فوراً بات کی تہ تک پہنچ جاتی ہو اور یہ خوبی کم لوگوں میں ہوتی ہے۔"

تہذیب کے چہرے پر سرخی پھیل گئی پھر اس نے کہا۔

"ان باتوں کو چھوڑو، ہمیں اور بھی بہت سی باتوں کو سوچنا ہے۔"

"میری نصف بہتر یہ سب کچھ سوچ سکتی ہے تو میں اپنا دماغ کیوں کھپاؤں۔"

"نصف بہتر!" تہذیب اس اصطلاح کو سمجھ نہیں سکی تھی، تب میں نے اس لفظ کی تشریح کی اور وہ شرمائے ہوئے انداز میں ہنس پڑی۔

"ویسے دلچسپ لفظ ہے مگر ہمیں سنجیدہ ہونا چاہیے یہاں رِنگ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ اس نے ہماری رہائش گاہ کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔ وہ ہمیں کبھی ٹیلی فون نہ کرتا، اگر اسے اس بات کا موقع مل سکتا کہ وہ یہاں پہنچ کر ہمیں موت کے گھاٹ اتار دے۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے اس سلسلے میں ہمیں محتاط ہونا پڑے گا نہ صرف محتاط بلکہ ایسے انتظامات بھی کرنا پڑیں گے کہ ہم اس سے محفوظ رہیں۔ بے شک تارینا ہارڈو نے ہمارے تحفظ کے لیے بہترین انتظامات کیے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ کسی طرح ناکام بھی رہ سکتی ہے۔"

"تو پھر ہم اپنے آپ کو ان کے رحم و کرم پر کیوں چھوڑ دیں، ہمیں اپنے طور پر تیاریاں کر لینا چاہئیں اور میرا خیال ہے اس میں زیادہ وقت ضائع کرنا حماقت ہوگی۔ دوسری تمام باتوں کے بجائے سب سے پہلے ہمیں یہی کام کرنا چاہیے۔"

میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔ میرے ذہن میں کھچڑی پکنے لگی۔ کیونکہ بات صرف میری ذات کی نہیں تھی بلکہ تہذیب مالکم ایکس بھی میرے ساتھ تھی۔ ہر چند کہ ہم لوگ اپنے طور پر محتاط رہ سکتے تھے لیکن کم از کم تہذیب کے لیے میں کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھا۔ کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا اور اس سلسلے میں میرا ذہن برق رفتاری سے کام کرنے لگا۔ پھر میں نے ایک بہت ہی آسان طریقۂ کار سوچا لیکن اس کے لیے تارینا ہارڈو سے گفتگو کرنا ضروری تھا۔ ٹیلی فون مشکوک ہو چکا تھا۔ اولیو ہارڈ مجھ تک تو نہیں پہنچ سکا تھا لیکن اس بات کا خدشہ ضرور تھا کہ وہ میرا ٹیلی فون کال نہ ٹیپ کر لے۔ چنانچہ اب تارینا ہارڈو کے خود یہاں آنے کا انتظار کرنا تھا اور اس وقت تک یہاں اپنی حفاظت کے لیے ہم نے وہ عام سی باتیں سوچ لیں جو اس موقع پر کی جا سکتی تھیں۔ یعنی ہم اپنی خواب گاہ میں نہیں رہے تھے بلکہ ایک ایسی جگہ ہم نے رات کو قیام کیا جہاں کسی کے موجود ہونے کا امکان نہیں ہو سکتا تھا اور اس بات سے اس عمارت کے ملازمین کو بھی لاعلم رکھا گیا تھا۔

صبح ہونے سے کچھ پہلے ہم اپنی خواب گاہ میں پہنچ گئے تھے تاکہ ملازمین کو کسی قسم کے شکوک و شبہات نہ ہوں۔ اتفاق کی بات یہ کہ اس دن صبح دس ساڑھے دس بجے ہی تارینا ہارڈو بھی حسبِ معمول مسکراتے ہوئے ہم سے ملی اور اس کے بعد اس نے فرمائش کی کہ اسے کافی پلوائی جائے۔

کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے اس نے کہا۔" علی، میرا خیال ہے یہاں ایک باقاعدہ گروہ تمہارے سلسلے میں مصروفِ عمل ہو گیا ہے۔ اب ہم اتنے احمق بھی نہیں ہیں کہ ان باتوں کا اندازہ نہ لگا سکیں۔ میں نے اعلیٰ حکام کو اس بارے میں اطلاع دے دی ہے اور انھوں نے مجھے یہ اجازت دی ہے کہ جس طرح بھی چاہوں تمہارے بہترین تحفظ کا بندوبست کروں۔"

"آپ کا خیال بالکل درست ہے مس تارینا ہارڈو۔ میرے کرم فرماؤں نے ٹیلی فون پر مجھ سے گفتگو کی ہے۔"

"کیا مطلب!"

"ہاں میڈم ہارڈو! ہر چند کہ ہماری موجودہ پوزیشن کچھ سیاسی سی ہو گئی ہے یعنی ہمارے اور آپ کے تعلقات میں وہ تکلفات پیدا ہو گئے ہیں جو حکومت کی بنیادوں پر ہوا کرتے ہیں لیکن کیا آپ اس بات کو نظر انداز کر دیں گی کہ ہماری ملاقات ذرا مختلف ہی ماحول میں ہوئی تھی۔"

"نہیں علی، میں بھلا وہ لمحات کیسے بھول سکتی ہوں۔"

تارینا ہارڈو جلدی سے بولی۔

"تو پھر اس بات کا حق پہنچتا ہے مجھے میڈم ہارڈو کہ سرکاری گفتگو کے ساتھ ساتھ کچھ غیر سرکاری گفتگو بھی ہو جائے۔"

"کیوں نہیں، کیوں نہیں۔ تم اگر خود تکلف کرو تو دوسری بات ہے، میں نے اپنی طرف سے تمھیں اس کا موقع نہیں دیا۔"

تارینا ہارڈو کہنے لگی۔

"درست ہے۔ دراصل میں آپ سے ذاتی طور پر کچھ ایسا تعاون چاہتا ہوں جو ہمارے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔"

"میں اس کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تمہارے ذہن میں کوئی بات آئی ہے علی تو بے تکلفی سے مجھ سے کہو۔"

تارینا ہارڈو نے جواب دیا۔

"اس ٹیلی فون کے بعد کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا کہ اولیو ہارڈ ہمارے راستے پر لگا ہوا ہے اور اس عمارت سے اچھی طرح واقف ہو گیا ہے۔"

"میں تمھیں ایک بات بتاؤں علی۔ اس عمارت سے تھوڑے فاصلے پر اینگل ٹاور نامی ایک عمارت موجود ہے۔ اس میں پرائیویٹ دفاتر ہیں جو لوگ تمہاری نگرانی کر رہے ہیں انھوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اینگل ٹاور کے دروازے پر کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا گیا ہے جو عجیب قسم کے ساز و سامان سے لیس وہاں پہنچے تھے۔ ان کی کیفیت بظاہر مشکوک نہیں تھی لیکن میرے آدمیوں کی باریک بین نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا ہے کہ وہ لوگ کسی خاص مقصد کے تحت وہاں پہنچے ہیں۔ اینگل ٹاور کی کسی بلند جگہ سے اس عمارت کو جس میں تم لوگ مقیم ہو لینس میں فوکس کیا جا سکتا ہے اور بے شمار ایسے طریقۂ کار اختیار کیے جا سکتے ہیں جن کی مدد سے تمھیں نقصان پہنچایا جا سکے چنانچہ میں اس عمارت کو جس میں تمہارا قیام ہے اب تمہارے لیے مشکوک سمجھتی ہوں۔" تارینا ہارڈو کے انکشاف نے ہمیں چند لمحات کے لیے خاموش کر دیا تھا۔

تہذیب کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار نظر آنے لگے تھے اور میں بھی سوچنے لگا تھا کہ درحقیقت ایسی کسی عمارت سے ہمیں بہ آسانی نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ اولیو ہارڈ یقیناً معمولی تیاریوں کے ساتھ یہاں نہ پہنچا ہوگا۔ یہ ایک لمحۂ فکریہ تھا۔ اپنی زندگی سے زیادہ مجھے تہذیب کی زندگی کی فکر تھی جس سے اب میری تمام زندگی وابستہ تھی۔ تارینا ہارڈو ہماری صورت دیکھ رہی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ کون سا ایسا طریقۂ کار ہو جس سے اولیو ہارڈ کو دھوکا دیا جا سکے۔ یہ دلچسپیاں تو اب زندگی کی ساتھی بن چکی تھیں اور میں اسی آنکھ مچولی میں زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ چنانچہ میرا ذہن کسی ایسی ترکیب کی تلاش میں تھا جس سے اولیو ہارڈ کو ایک بار پھر ایک عظیم دھوکا دیا جا سکے۔

تارینا ہارڈو پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ میں نے کہا۔" بات کسی فکر یا پریشانی کی نہیں ہے مس ہارڈو، خدا کے فضل سے میں اپنی حفاظت کر سکتا ہوں لیکن آپ کے ملک میں، میں ایک نمائندہ حیثیت رکھتا ہوں، ایک مہمان کی حیثیت اور کسی مہمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ میزبان کے لیے پریشانیاں کھڑی کرے۔ اس لیے میں کوئی ایسی...."

"نہیں علی! تمھیں یہ سب کہنے کی ضرورت نہیں ہے تمہارے بارے میں کون نہیں جانتا، تم ایک عفریتی طاقت کو فنا کر سکتے ہو تو پھر ان لوگوں سے نمٹنا تمہارے لیے کون سا مشکل ہے۔ ہم بھی تمہارے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں، مجال ہے کسی کی کہ تمھیں کوئی نقصان پہنچائے۔ میں تو بس یہ چاہتی تھی...."

"میرے ذہن میں ایک تجویز ہے تارینا۔"

"کیا علی؟"

"اینگل ٹاور سے صرف یہ جائزہ لیا جا رہا ہوگا کہ ہماری یہاں کی کیا مصروفیات ہیں، ممکن ہے ٹیلی اسکوپ رائفلوں کی مدد سے ہمیں یہاں ہلاک کرنے کی کوشش بھی کی جائے۔ ہم اس عمارت میں رہتے ہوئے اس خطرے سے اپنا تحفظ بھی کر سکتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اس عمارت میں رہا ہی کیوں جائے۔"

"میں یہی تو کہہ رہی تھی کہ...."

"ہمیں سرکاری تحفظ میں کہیں اور منتقل کر دو۔" میں نے دوبارہ اس کی بات درمیان سے کاٹ دی۔" لیکن تارینا، ہم کافی دن سرکاری مہمان رہ چکے۔ اب ہمیں کچھ عرصے یہاں اپنے طور پر رہنے کی اجازت دلوا دو۔"

"تم دونوں کو یہاں کی شہریت دی جا چکی ہے۔ یہاں تم کسی دوسرے ملک کے باشندے کی حیثیت سے نہیں بلکہ یہاں کے رہنے والوں کی حیثیت سے مقیم ہو پھر کسی طرح کی اجازت کیا معنی رکھتی ہے، میری حکومت تمھیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے تیار ہے۔"

"شکریہ تارینا، بس مجھے یہاں قیام کے لیے قانونی دستاویزات درکار ہیں اور اب میں اس عمارت سے باہر نکلنا چاہتا ہوں۔ میں تمہارے وطن کی سیاحت کروں گا لیکن سرکاری طور پر نہیں، ایک عام آدمی کی حیثیت سے۔ لہٰذا اس سلسلے میں انتظامات کر دو۔"

"ہر طرح حاضر ہوں علی۔" تارینا نے کہا اور میں اس کی آسان ترین ترکیب اسے بتانے لگا۔ تارینا نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔

"واقعی آسان نسخہ ہے۔ بلکہ تمہاری اس تجویز نے ایک اور ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے جو بہت دلچسپ ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہ تمھیں یہاں سے بیروت روانہ کر دیا جائے؟"

"بیروت کیوں؟"

"لیکن بیروت تم نہیں جاؤ گے بلکہ تمہارے اور تہذیب کے ہمشکل جائیں گے، تم یہیں رہو گے۔ اس طرح ہم تمہارے دشمنوں کو بیروت پارسل کر دیں گے، اس دوران تم اپنے آئندہ پروگراموں پر آزادی سے سوچ سکو گے۔"

میں نے تھوڑی دیر تک سوچا پھر کہا۔" آئیڈیا اچھا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تارینا۔ لیکن جن لوگوں کو تم ہمارے میک اپ میں بیروت بھیجو گی ان کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"تارینا بھی احمق نہیں ہے علی۔ میں ایسے لوگوں کا انتخاب کروں گی جو اس کے مستحق ہوں گے۔ مثلاً ایسے قیدی جو اسرائیلی ہیں، ان میں سے دو کا انتخاب کر لیا جائے، انھیں جیل سے فرار کرایا جائے۔ ان کے مددگار ان کا میک اپ کریں اور انھیں بیروت روانہ کر دیں، ان کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو کہ اس میک اپ میں ان پر کیا مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ اگر وہ ہاورڈ کے شکار ہو جائیں تو ان کی تقدیر اور اگر بچ کر نکل جائیں تو بھی ان کی تقدیر۔ اگر ہاورڈ انھیں گرفتار کر لیتا ہے تو اس کا جی خوش ہو جائے گا اور اس دوران تمھیں اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا موقع مل جائے گا۔" تارینا ہارڈو نے کہا۔ میں اسے اولیو ہاورڈ کے بارے میں تفصیلات بتا چکا تھا۔

تہذیب نے دلچسپی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "عمدہ پلان ہے علی، مجھے بے حد پسند آیا۔"

"آپ کو کافی محنت کرنا ہوگی تارینا۔"

"تم نے بھی تو ہمارے لیے کافی محنت کی ہے علی۔ بہرحال پہلے میں تمھارے پروگرام پر عمل کر لوں۔ ہاں، یہ بتاؤ تم کہاں رہنا پسند کرو گے؟ میں تمھاری پسند کے مطابق تمھارے لیے کسی پرائیوٹ رہائش گاہ کا بندوبست بھی کر سکتی ہوں اور اگر کسی ہوٹل میں چاہو تو ...؟"

"ہوٹل ہی بہتر رہے گا۔ پرائیویٹ رہائش گاہ میں بلا وجہ دوسروں سے رابطہ رکھنا پڑتا ہے بلکہ میرے خیال میں تو میڈم آپ کو اس سلسلے میں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ذرا ہم بھی تو باہر کی دنیا دیکھیں کیسی ہے۔" میں نے کہا اور تارینا ہارڈو مسکرانے لگی۔

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمھاری تفریحات میں مزاحم نہیں ہوں گی لیکن یہاں جس چیز کی ضرورت ہو، تم مجھے اس سے آگاہ کرتے رہو گے، اگر کوئی تکلف کیا گیا تو میں یہ سمجھوں گی کہ تمھیں ہمارے خلوص پر بھروسا نہیں ہے۔"

"اصل مسئلہ اخراجات کا ہے میڈم تارینا، ظاہر ہے ہم غریب الوطن لوگ کرنسی نہیں رکھتے۔"

"تم نے شاید اپنی خوابگاہ میں رکھی تجوری کا جائزہ نہیں لیا، اس میں تمھارے لیے بہت کچھ رکھ دیا گیا ہے۔ ویسے میں تمھارا اکاؤنٹ کس نام سے کھول دوں تا کہ تمھیں کسی جگہ کوئی دقت نہ ہو۔"

"یہ رقم بطور قرض ہوگی کسی بھی جگہ سے آپ کو روانہ کی جا سکتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے بھئی! جیسا تم مناسب سمجھو، میں تم سے کسی بھی سلسلے میں بحث نہیں کروں گی۔ اگر تم ہماری کسی کوشش کو اپنے اوپر احسان سمجھو تو جب دل چاہے یہ احسان اتار دینا۔ ہم اعتراض نہیں کریں گے۔ حالانکہ یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ تم اگر چاہتے تو نجانے کیا کچھ حاصل کر سکتے تھے۔ ایک بہت بڑی دولت جو کسی ایک خاندان کو مل جائے تو اس کی پشتیں عیش کر سکتی ہیں، تم نے ٹھکرا دی ہے لیکن میں تمھارے قومی جذبے کو سلام کرتی ہوں۔ ظاہر ہے وہ ایک بہت بڑا کام تھا لیکن علی تمھارا ابھی ہم پر بہت قرض ہے۔ ہائل جوشیو کے ذریعے جو کچھ حاصل کیا جا رہا ہے، وہ ہمارے لیے اتنا قیمتی ہے کہ تم تصور نہیں کر سکتے۔ اس میں سے ایک بڑا کمیشن تمھارا بھی بنتا ہے۔ ہم اگر تمھیں سالہا سال تک ادائیگی کرتے رہیں، تب بھی بہت بڑی رقم ہمارے اوپر واجب الادا رہے گی بھئی، جب حساب کتاب کرنے پر آئے ہو تو میں یہ باتیں کہہ رہی ہوں۔"

"یہ بتائیں میڈم تارینا کہ بے چاری مارٹینا کو تو اس سلسلے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ اولیو ہاورڈ نے یہ سراغ لگانے کی کوشش کیوں نہیں کی کہ ہائل جوشیو کس طرح میرے پھندے میں پھنس گیا۔"

"تم اگر منظرِ عام پر نہ ہوتے اور اولیو ہاورڈ صرف تمھارا دشمن نہ ہوتا تو وہ ہائل جوشیو ہی کے پیچھے پڑ جاتا اور میں نہیں کہہ سکتی کہ اس کے بعد ہم اپنا کام جاری رکھ سکتے یا نہیں۔ یقیناً اس طرح میڈم مارٹینا کو اپنی پوزیشن سنبھال رکھنا مشکل ہو جاتی اور اس صورت میں صرف اتنا بھی بہت خیال کیا جاتا کہ ہم آبدوز کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ تمھاری ہی ذات ہے جس سے ہمیں لاتعداد منافع حاصل ہوئے ہیں۔"

تارینا ہارڈو خاصی دیر تک ہم سے گفتگو کرتی رہی اور اس کے بعد وہاں سے چلی گئی۔ اینگل ٹاور نامی عمارت ہماری رہائش گاہ سے نظر آتی تھی۔ اس کے کچھ دفاتر کا رخ اس سمت بھی تھا اور ہم یقیناً ایک خطرناک صورت حال سے دوچار تھے۔ چنانچہ حفظِ ماتقدم کے طور پر ایسی اندرونی جگہوں کا انتخاب کر لیا گیا، جو سامنے سے نظر نہیں آ سکتی تھیں۔

تقریباً ساڑھے بارہ بجے میں نے پروگرام کے مطابق ٹیلی فون کی وائرنگ ایک دو جگہ سے خراب کر دی۔ یہ اس لیے کیا گیا تھا کہ اگر اولیو ہاورڈ فون کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ یہاں ہمارے مشاغل کیا ہیں تو اسے ناکامی ہو اور اس کے بعد ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کی گاڑی دیکھ کر وہ یہ نہ سوچ سکے کہ کوئی چال چلی جا رہی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد حسبِ پروگرام ایک شخص کو ہم نے روانہ کیا۔ یہ اس عمارت میں ملازم کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے ایک پبلک کال بوتھ سے جا کر ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کو یہاں کا ٹیلی فون خراب ہونے کی اطلاع دی اور ٹھیک بیس منٹ کے بعد ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کی ایک گاڑی عمارت میں داخل ہو گئی۔ اس دوران تارینا ہارڈو کا ایک خاص آدمی، ایک عام ملازم کی حیثیت سے ہمارے لیے میک اپ کا سامان لے آیا تھا اور اس کی آمد کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی جسے دوسرے لوگ خصوصاً محسوس کر سکیں۔

تہذیب مالکم ایکس اور میں اپنے چہروں پر میک اپ میں مصروف ہو گئے تھے، پھر جب ٹیلی فون کی گاڑی عمارت کے عقب میں پہنچی تو ہم دونوں اطمینان سے اس میں جا بیٹھے۔ ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کے لوگ پُرسکون انداز میں اپنا کام کر رہے تھے۔ ان کا انتخاب پہلے ہی کر لیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک نے باہر جا کر ٹیلی فون پول پر بھی کچھ تار وغیرہ درست کیے تھے تا کہ بیرونی طور پر دیکھنے والوں کو کوئی شبہ نہ ہو اور اس کے بعد انھوں نے ٹیلی فون کی لائن بحال کر دی اور باہر ہی سے یہاں ٹیلی فون کر کے اس ٹیلی فون کی درستگی کے بارے میں سوالات کیے۔ اس طرح اگر یہ ٹیلی فون ٹیپ ہو گیا تھا تو ٹیپ کرنے والوں کو یہ اطلاع مل سکتی تھی کہ اب ٹیلی فون درست ہو گیا ہے۔ پھر ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کی گاڑی اسٹارٹ ہو کر عمارت سے باہر نکلی اور ٹیلی فون ہاؤس کی جانب چل پڑی۔ عقبی حصے سے ہم دونوں اس بات کا جائزہ لے رہے تھے کہ اس گاڑی کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔ بات اگر اولیو ہاورڈ کی نہ ہوتی تو شاید اتنی احتیاط کی ضرورت نہ پیش آتی۔

ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کے ایک آدمی نے جو درحقیقت تارینا ہارڈو کے ڈیپارٹمنٹ کا آدمی تھا، ہمیں دو سوٹ کیس پیش کیے۔ کچھ تھوڑا سا سامان ہم خود ساتھ لے آئے تھے پھر اس نے کہا۔ "میڈم نے آپ لوگوں کے لیے ہوٹل کارسائنو کا انتخاب کیا ہے۔ یہ اطلاع اس لیے دی گئی ہے کہ اگر میڈم آپ سے رابطہ قائم کرنا چاہیں تو کوئی دقت نہ ہو۔ کارسائنو میں آپ کو کمروں کے حصول میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ ہم آپ کے لیے خود ہی وہاں روم ریزرو کرا دیتے لیکن یہ اس لیے نہیں کیا گیا کہ ممکن ہے آپ ہماری تجویز سے متفق نہ ہوں۔"

"شکریہ مسٹر! آپ ہمیں کسی ایسی جگہ اتار دیں جہاں سے سواری ملنے میں ہمیں کوئی دقت نہ ہو۔"

"دو منٹ کے بعد آپ گریپ وائن کے اسٹیشن پہنچ جائیں گے۔ یہاں سے آپ کو کہیں بھی جانے کے لیے ہر طرح کا کنوینس دستیاب ہو سکتا ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے آپ کسی بھی جگہ پہنچ جائیں گے۔"

میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی اور پھر گریپ وائن انڈر گراؤنڈ اسٹیشن کے داخلی گیٹ سے کچھ فاصلے پر ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کی گاڑی رک گئی اور ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ گاڑی فوراً ہی آگے بڑھ گئی تھی۔ ہم دونوں اطراف کا جائزہ لینے لگے۔

ٹیوب ٹرین اسٹیشن پر خاصی گہما گہمی تھی۔ لوگ آ جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی آ کر رکی۔ میں نے تارینا ہارڈو کی بات اس لیے مان لی کہ ابھی مجھے اس سے رابطہ قائم رکھنا تھا۔ چنانچہ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے کارسائنو چلنے کے لیے کہا۔

یہ اعلیٰ درجے کا ایک انتہائی خوب صورت ہوٹل تھا جسے دیکھ کر آنکھیں کھل جاتی تھیں۔ اس کی پانچویں منزل پر ہمیں ڈبل روم حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ پورٹر ہمارا سامان کمرے میں چھوڑ کر واپس چلا گیا تو تہذیب مالکم ایکس نے کمرے کی بغلی کھڑکی کھول کر باہر کا منظر دیکھا اور مجھے متوجہ کر کے بولی۔ "علی! ذرا ادھر آؤ، یہاں سے کتنا خوب صورت منظر نظر آ رہا ہے۔"

میں اس کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اوپر نیچے کئی سڑکیں نظر آ رہی تھیں جن پر دوڑتی ہوئی گاڑیاں آنکھوں کو بہت بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ لاتعداد بلڈنگیں تا حدِ نظر بکھری ہوئی تھیں۔ ایک عمارت میں سوئمنگ پول بھی نظر آتا تھا۔ شاید وہ کسی کلب کی عمارت تھی۔

ہم دونوں کافی دیر تک اس منظر میں گم رہے اور پھر میں تہذیب کے شانے پر ہاتھ رکھ کر واپس پلٹ پڑا۔ وہ کھڑکی کا پردہ کھینچ کر میرے سامنے آ بیٹھی۔ تھوڑی دیر تک میں اس کی شکل دیکھتا رہا۔ تہذیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ پھر میں نے کہا۔ "تہذیب! تم نے میرا وطن نہیں دیکھا۔ وہ اس سے کہیں زیادہ خوب صورت ہے۔"

"ہاں علی! میں نے تمھارا وطن نہیں دیکھا لیکن تمھارے وجود میں اس کی خوب صورتی کو محسوس ضرور کیا ہے۔"

"اگر وقت نے اجازت دی کبھی تو میں تمھیں اپنے وطن ضرور لے جاؤں گا اور پھر تم خود مشاہدہ کر لینا کہ ان بلند و بالا عمارتوں کے درمیان، اس جدید زندگی میں وہ سکون نہیں ہے جو میرے وطن کی سرزمین پر لہلاتے کھیتوں میں ہے۔"

تہذیب نے مجھے وطن کی داستان میں بھٹکنے نہ دیا۔ ورنہ ان داستانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے میں ہمیشہ اداس ہو جاتا تھا اور تہذیب اس وقت اداسی نہیں چاہتی تھی چنانچہ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے موضوع بدل دیا۔

"علی، یہ بات تو طے ہے کہ ہم یہاں زیادہ عرصے قیام نہیں کریں گے لیکن ہمارے ذہن میں اپنی آئندہ زندگی کے منصوبے ہونے کے باوجود نہیں ہیں اور ہم ابھی تک یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے آئندہ اقدامات کیا ہوں گے؟"

"یقیناً تہذیب۔ اس سلسلے میں بہت کچھ غور و خوض کرنا ہوگا۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے حکام کا دل میری جانب سے صاف ہو چکا ہے، اس کی طرف سے مجھے بیروت واپس بلانے کی کوششیں جاری رہیں گی۔ میرے دل میں بھی کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے تہذیب۔ لیکن میں سوچتا ہوں کہ وہ لوگ اپنے طور پر جو کچھ کر رہے ہیں، کرتے رہیں، میں اپنا فرض پورا کروں۔ ان کے ساتھ مل کر میں کوئی اتنا بڑا کام نہیں کر سکتا جو منفرد حیثیت رکھتا ہو۔ گو نئے ہل میں اسرائیلی منصوبوں کو ناکام بنا کر میرا خیال ہے، میں نے خاصا اہم کام کیا ہے اور اس کے بعد یہ ہائل جوشیو کا مسئلہ۔ اور اب تہذیب، اس کی عادت ہو گئی ہے اور تھوڑی سی مشق بھی۔ چنانچہ بیروت واپسی میرے لیے بالکل بے مقصد ہے۔ میرے ذہن میں مستقل یہ خیال گردش کر رہا ہے کہ واپس امریکا جا کر اپنی کارروائیوں کا نئے سرے سے آغاز کروں اور اہم ترین مقاصد کو ناکام بنانے کے لیے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہے کیونکہ وہاں پر دولت مند یہودیوں کا ایک بہت بڑا طبقہ موجود ہے جو دنیا بھر میں اور خصوصاً یورپی ممالک میں اسرائیلی مفادات کا نگران ہے اور نت نئے منصوبے وہاں جنم لیتے رہتے ہیں۔ میری خواہش ہے تہذیب کہ میں اپنے طور پر ایک ایسا گروہ بناؤں جو صرف اس مقصد کے لیے کام کرتا ہے اور بہر طور میں اس کی تکمیل کروں گا اگر زندگی رہی۔"

"انشاء اللہ! ہم دونوں مل کر اپنے اس عظیم مشن کو پورا کریں گے۔" تہذیب نے پُر اعتماد لہجے میں کہا۔

نئی شکل و صورت میں ہمیں سیر و تفریح میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ یہ شام بہت پُر لطف گزری۔ تیاریاں کر کے ہم باہر نکل آئے اور اس کے بعد اس حسین شہر کی پُر رونق سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے لگے۔

رات کا کھانا ایک خوب صورت سے ریستوران میں کھایا اور اس کے بعد خاصی رات تک وہاں کے پروگراموں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ تہذیب بہت مسرور نظر آ رہی تھی، جب رات بھیگ چلی تو ہم دونوں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل پہنچ گئے۔

دوسرا اور تیسرا دن بھی بالکل خاموشی سے گزر گیا۔ اس دوران نہ تو تارینا ہارڈو نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی میں نے اس کی ضرورت محسوس کی۔ چوتھے دن اس وقت جب ہم ناشتا کر رہے تھے، دروازے پر دستک ہوئی اور ہم نے یہ سمجھ کر کہ ویٹر کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے، دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دے دی لیکن اندر داخل ہونے والی تارینا ہارڈو تھی۔

میں نے ایک نگاہ میں محسوس کر لیا تھا کہ تارینا ہارڈو نے اپنے حلیے میں ایک خوب صورت تبدیلی پیدا کی ہے، صرف اتنی کہ اس نے اپنے چہرے کا رنگ پیازی مائل کر لیا تھا اور خدوخال میں ایک ہلکی سی تبدیلی پیدا کی تھی جس سے وہ اسپینش نسل کی کوئی لڑکی معلوم ہوتی تھی لیکن جاننے والے ایک نگاہ میں اسے پہچان سکتے تھے۔

"صحیح وقت پر پہنچی، یہی سوچا تھا کہ ناشتا تمہارے ہی ساتھ کروں گی۔" اس نے پلٹ کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی ویٹر سے آپ کے لیے ناشتا طلب کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ضرور ضرور... اور اس وقت تک مجھے کافی کا ایک کپ بنا کر دو، باہر خاصی سردی ہے۔"

تارینا ہارڈو کے انداز سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ پُرسکون ہے اور کوئی ایسی بات سنانے نہیں آئی جو ہمارے لیے باعثِ تشویش ہو۔ کافی پیتے ہوئے وہ خاموش رہی اور پھر ویٹر نے ہمارے نئے آرڈر کی تکمیل کر دی۔

ناشتے سے فارغ ہو کر ہم پُرسکون انداز میں بیٹھ گئے تب تارینا ہارڈو نے کہا۔ "میں نے اپنا کام پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے علی، اس سے قبل تمہارے پاس آنا یا فون پر تمہیں مخاطب کرنا میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا لیکن اب یہ دلخوش کن اطلاع تمہیں دینا ضروری تھی۔ اس لیے صبح ہی صبح تمہارے پاس دوڑی چلی آئی۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ گویا...!"

"ہاں۔ تفصیل اس کی کچھ اس طرح ہے۔ نمبر ایک، انگل ٹاور سے اس عمارت میں موجود کسی فرد کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ دو ہی وجوہات ہو سکتی ہیں اس کی۔ یا تو ان لوگوں کا پروگرام ہی نہیں تھا کہ تمہیں ہلاک کیا جائے یا پھر وہ اتنے مستعد اور مستحکم تھے کہ انھوں نے اصل صورتِ حال کا اندازہ لگا لیا تھا لیکن کوئی کم بخت ہمارے ہاتھ نہیں آ سکا۔ دوسرے پروگرام کے تحت ہم نے ایسے لوگوں کا انتخاب کر لیا تھا جنھیں یہاں سے فرار کرا کے تمہاری حیثیت دی جا سکے۔ مرد کرکوائل تھا جو اسرائیلی

باشندہ ہے اور اسمگلنگ کے سلسلے میں پانچ سال قید کی سزا بھگت رہا تھا۔ اس کی محبوبہ ایک جرمن نژاد لڑکی سونیا ہاربن تھی، جو صرف اس لیے یہاں وقت کاٹ رہی تھی کہ اس کا محبوب جیل سے رہا ہو جائے۔ ہمارا ایک ساتھی ایجنٹ اس لڑکی سے ملا اور معقول معاوضے کے تحت اس نے اُسے پیش کش کی کہ اگر وہ چاہے تو اس کے محبوب کو جیل سے رہا کرا کے یہاں سے نکالنے میں مدد دی جا سکتی ہے۔ لڑکی تیار ہو گئی اور اس نے ہمارے ایجنٹ سے درخواست کی کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ کارروائی کر لی جائے۔ ہمارے ایجنٹ نے اس کے سامنے ایک تجویز رکھ دی اور کہا کہ اس کی نگاہ میں دو ایسے افراد ہیں جو چند روز کے اندر اندر بیروت جانا چاہتے ہیں۔ وہ انھی کے کاغذات پر انھیں یہاں سے بیروت بھیج سکتا ہے۔ فی الحال اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ بیروت پہنچنے کے بعد وہ جہاں دل چاہے جا سکتے ہیں۔ لڑکی تیار ہو گئی اور پھر ایک خاص طریقۂ کار کے تحت اس نوجوان کو جیل سے رہا کرایا گیا جس سے کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔ اسے رہا کرا کے لڑکی کے پاس پہنچایا گیا۔ لڑکی کے پاس پورا منصوبہ پہلے سے ہی تیار تھا۔ اس نے یہی بتایا کہ اس طرح کے کاروبار کرنے والے گروہ کا ایک فرد اس کے ہاتھ لگا ہے اور وہ ان کی مدد کرنا چاہتا ہے جس کے لیے وہ اسے ایک معقول معاوضہ ادا کر چکی ہے۔ نوجوان ظاہر ہے، ان پیچیدگیوں کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ دونوں تیار ہو گئے اور ہم نے علی، ان کے چہروں پر تمہارا اور تہذیب کا میک اپ کرا دیا۔ اس کے بعد ایجنٹ کے لیے کاغذات تیار کرانا کون سا مشکل کام تھا۔ ان کاغذات کی تیاری کے سلسلے میں ہلکی سی تشہیر جاری رکھی گئی۔ تاکہ ضرورت مند لوگ اس طرف متوجہ ہو جائیں اور پھر جب ہم نے یہ محسوس کر لیا کہ ہمارے مطلب کے چند افراد ان دونوں کو اپنی نگاہوں کے دائرے میں لے چکے ہیں تو ہم نے ان کا پروگرام کچھ مخصوص کانوں تک پہنچا دیا، جن کے ذریعے یقیناً مسٹر ہاورڈ تک ان کے بیروت روانہ ہونے کی اطلاع پہنچ گئی اور ابھی اسی فلائیٹ سے چند افراد بیروت گئے ہیں جس سے ان دونوں کو روانہ کیا گیا تھا۔ سمجھ گئے ہو گے کہ لائن صاف کر دی گئی ہے۔"

میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے تارینا ہارڈو کو دیکھا اور پھر ممنون لہجے میں کہا۔ "میڈم ہارڈو! آپ نے ہمارے لیے جو کچھ کیا ہے اس کے لیے ہم آپ کے شکر گزار ہیں۔"

"بس علی، میں چاہتی ہوں کہ تم یہاں مکمل اعتماد کے ساتھ وقت گزارو۔ ہم ہر طرح سے تمہاری خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ میں اس وقت صرف یہی اطلاع دینے آئی تھی۔ ناشتا کر چکی ہوں، اب مجھے اجازت دو۔ فی الحال بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اگر چاہو تو اس شہر کے علاوہ دوسرے علاقوں کی سیر بھی کر سکتے ہو۔ ویسے مجھے اطلاع ملتی رہی ہے کہ تم لوگ بہت پُرسکون وقت گزار رہے ہو۔"

تارینا ہارڈو کے جانے کے بعد ہم بہت دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے، تہذیب مالکم ایکس بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ میں دیر تک اس احساس سے لطف اندوز ہوتا رہا، پھر میں نے کہا۔ "تہذیب! میری دلی خواہش ہے کہ میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے جلد از جلد دوبارہ کام شروع کر دوں۔ ایک مشورہ چاہتا ہوں تم سے۔"

"کہو۔" تہذیب نے پُرخلوص انداز میں کہا۔

"جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ میرے ذہن میں اس انداز میں کام کرنے کا منصوبہ ہے لیکن اس منصوبے کی تکمیل کے لیے ہمیں بڑی محنت سے کام کرنا ہوگا۔ اگر ہم اپنے درمیان کچھ ساتھی اکٹھے کر لیں اور وہ ایسے ہوں جن پر ہم مکمل اعتماد کر سکیں تو کیا اس کام کی ابتدا میں آسانی نہ ہو جائے گی؟"

"بالکل ہو جائے گی لیکن ایسے ساتھیوں کا انتخاب سب سے مشکل کام ہوگا علی۔"

"ہاں، میں جانتا ہوں اور اسی لیے کام کی ابتدا کرنے سے پہلے میں اس پر خوب غور و خوض کر لینا چاہتا ہوں۔ یہاں اس ملک میں رہ کر ہمیں جو مراعات حاصل ہوئی ہیں ان سے فائدہ نہ اٹھانا بھی حماقت ہے۔ دراصل تہذیب، میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ طویل عرصے کے بعد تمہاری معیت کے جو لمحات مجھے میسر ہوئے ہیں انھیں فوراً مصروفیت میں بدل دوں۔ لہٰذا ہم کوئی ایسا راستہ منتخب کریں گے جس سے آزادی کے یہ لمحات بھی متاثر نہ ہوں اور ہمارا مقصد بھی پورا ہو جائے۔"

"ایک بات کہوں علی! بُرا تو نہیں مانو گے؟" تہذیب بولی۔

"تمہاری کسی بات کا بُرا ماننا، میرے بس میں نہیں ہے تہذیب۔"

"تمہارے اندازِ فکر میں ایک تبدیلی محسوس ہوئی ہے مجھے۔ یوں لگتا ہے جیسے پہلے تم یہاں سے نکل جانے کے خواہاں تھے لیکن اب کسی وجہ سے اپنے اس مقصد میں تساہل برتنے کے خواہش مند ہو۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بات یہ ہے تہذیب کہ اب میری فطرت میں تھوڑی سی خود غرضی بھی پیدا ہو گئی ہے۔ میں اپنی ذات کے بارے میں بھی سوچنے لگا ہوں یا پھر اپنی ذات میں چھپے ہوئے تمہارے وجود کو دیکھ کر مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ میں ابھی کچھ وقت دنیا کے ہنگاموں سے دور رہ کر تمہاری معیت میں گزاروں اسے خواہ تم میری خود غرضی سمجھ لو یا محبت نام کی کوئی چیز۔"

تہذیب کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی لرزش نمودار ہوئی۔ میں نے اس کے وجود میں ایک کپکپاہٹ سی محسوس کی، میرے ان الفاظ پر شرمانے کے بجائے اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری ہو گئی۔ وہ لرزتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"علی، مجھے جذبات کی دنیا میں نہ بھٹکاؤ۔ میری کہانی بھی تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میری زندگی کا کوئی پہلو تمہاری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے۔ مجھ سے یہ اعتراف نہ کراؤ کہ میں اپنی زندگی کے اس پہلے دور کو بالکل بھول گئی ہوں۔ مجھے یہ محسوس ہوتا ہے جیسے مشرق میرے وجود میں سما گیا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ مشرق کی روایات میری زندگی کا سرمایہ بن جائیں۔ میں ایک چھوٹا سا گھر بناؤں اور اس میں تمہاری خدمت کرتی رہوں لیکن علی، میری محبت اس بات کی متقاضی ہے کہ میں تمہیں تمہارے مقصد سے نہ ہٹاؤں، مجھے آزمائش میں نہ ڈالو علی، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مجھ پر اعتماد کرنا چھوڑ دو۔" تہذیب کا بدن ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا اور میں نے بڑے اعتماد سے اس کا سر اپنے سینے پر ٹکا لیا۔

"نہیں تہذیب، تمہاری کیفیت کو سمجھنے کے لیے مجھے اپنے اندر جھانک لینا کافی ہے اور سنو! میں جذباتی ہو کر یہ بات نہیں کہہ رہا۔ اب تک کی زندگی آگ اور خون کے صحرا میں گزاری ہے، موت کی ہولناک چیخیں لمحہ بہ لمحہ کانوں کے قریب سے گزرتی رہی ہیں، گریوا ٹلز کے قید خانوں میں موت کے اتنے قریب سے گزرا ہوں کہ زندگی بے وقعت شے معلوم ہوتی ہے، میں نے زندگی سے حسین تصورات کو ہمیشہ کے لیے کھرچ کر پھینک دیا تھا، میری داستانِ حیات کا ایک ایک لمحہ خوف سے تحریر ہوتا رہا ہے اور اب جب اس ریگزار میں کچھ حسین پھول کھلے ہیں تو یہ سچ یہی ہے کہ میں ان کا نظارہ کرنا چاہتا ہوں۔ تہذیب، مجھے حق ہے کہ میں اپنی ذات کا بھی کچھ احساس کروں میں اپنا فرض پورا کر رہا ہوں، اس سے غفلت نہیں برتی ہے میں نے لیکن زندہ رہنے کے لیے تمہارا ساتھ اب بہت ضروری ہے اور شاید اسی طرح میں اپنے مقصد کی تکمیل آئندہ بھی کر سکتا ہوں ورنہ تم سے دور ہو کر میں ناکارہ ہو جاؤں گا۔ یہ ملک بہت حسین ہے، ہم کچھ عرصہ یہاں گزاریں گے، سیر و تفریح کریں گے اور زندگی کو ان رعنائیوں کے حصول میں صرف کریں گے جس کا ہر ذی روح طالب ہوتا ہے۔"

"ہاں علی، میں بھی یہی چاہتی ہوں۔" تہذیب بے اختیار ہو گئی اور اس کے بعد ہم دونوں دیر تک جذباتی گفتگو کرتے رہے۔ پھر تہذیب سنبھلی تو اس نے شرمگیں نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ سمجھ لو علی کہ یہ سب کچھ تمہارے ایما پر ہوا ہے، ورنہ خدا کی قسم میں اس وقت تک تمہیں مصروفِ کار دیکھنا چاہتی تھی جب تک تمہاری زندگی کا یہ مشن پورا نہ ہو جائے۔"

"مشن جاری رہے گا تہذیب اور ہم زندگی کی رعنائیوں سے منہ بھی نہیں موڑیں گے۔ ہاں، اگر تم نہ ملتیں تو میں زندگی کے اس رخ کے بارے میں سوچتا بھی نہیں۔"

اس نئے فیصلے سے ہم دونوں بے حد مطمئن ہو گئے تھے۔ اس وسیع و عریض ملک کے بارے میں معلومات حاصل کرنا زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ ہر جگہ کے نقشے کتابی شکل میں دستیاب ہو جایا کرتے تھے، چنانچہ ان نقشوں کی مدد سے ہم نے مختلف علاقوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں اور پھر ایک خوب صورت جزیرے کا انتخاب کیا گیا جو "سان اسٹیلو" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ہم نے طے کیا کہ اس جزیرے پر جا کر کچھ وقت گزاریں گے۔ تارینا ہارڈو کو اس بارے میں اطلاع دینا ضروری تھا۔ چنانچہ اس رات وہ ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئی۔ ہمارے اس فیصلے سے وہ بے حد خوش ہوئی تھی۔

"سان اسٹیلو جزیروں کی جنت کہلاتا ہے۔" اس نے کہا۔ "بلندیوں سے گرتے ہوئے آبشار اور ان کے دامن میں پھیلے ہوئے گھاس کے حسین میدانوں میں تمہیں تفریحی ٹرالروں کی بہت بڑی تعداد نظر آئے گی۔ اس علاقے میں بین الاقوامی آوارہ گردوں کے گروہ بہت زیادہ نظر آتے ہیں۔ ہر جگہ رقص و موسیقی ملے گی تمہیں۔ یقیناً میرے وطن کے اس حصے کو دیکھ کر تمہیں بہت خوشی ہو گی، اس کے علاوہ اگر تم چاہو تو میں اپنے طور پر تمہارے لیے وہاں آسائشوں کا بندوبست کر دوں چھوٹے چھوٹے کئی ہوٹل بھی وہاں موجود ہیں۔"

"نہیں میڈم ہارڈو! آپ ہمیں یہاں کے شہری کی حیثیت سے ہر جگہ گھومنے پھرنے کی آزادی عنایت فرما دیں، بس آپ کی یہی نوازش کافی ہو گی۔"

"وہ تو تمہیں حاصل ہے۔ میں بھلا اس سلسلے میں کیا کہہ سکتی ہوں یا کیا کر سکتی ہوں۔" تارینا ہارڈو نے کہا۔

دوسرے دن ہی ہم نے سان اسٹیلو جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ایک مخصوص بندرگاہ سے سان اسٹیلو اور دور دور تک کے جزیروں پر جانے کے لیے موٹر لانچیں دستیاب ہو جایا کرتی تھیں۔ ہم نے ایک پوری لانچ اپنے لیے حاصل کی۔ بھورے رنگ کی ٹوپی میں ملبوس پرتگالی ملاح ہمیں لے کر چل پڑا۔ لانچ بہت حسین اور وسیع تھی۔ ملاح کے ساتھ اس کے دو معاون اور تھے۔ نیلے سمندر کے سینے پر طرح طرح کی تفریحات میں مشغول لوگوں کو دیکھتے ہوئے ہم کافی دور نکل آئے۔ اب چھوٹی بڑی کشتیاں پیچھے رہ گئی تھیں۔ ہاں کچھ اسٹیمر ایسے تھے جو سان اسٹیلو کی جانب جا رہے تھے، بس وہ سمندری بلبلوں میں ڈوبتے اور ابھرتے نظر آ جاتے تھے۔ تقریباً ساڑھے تین گھنٹے کے سمندری سفر کے بعد سان اسٹیلو کا سرسبز ساحل نظر آیا جس پر درختوں کے جھنڈ دھوپ کی روشنی میں سبزی مائل رنگ گھول رہے تھے۔ ساحل پر چھوٹے چھوٹے لکڑی کے سفید کیبنوں کی قطار بنی ہوئی تھی جن کے درمیان اسٹیمر لنگر انداز کیے جا سکتے تھے۔ ہم ایسے ہی ایک کیبن کے نزدیک پہنچ گئے۔

کیبنوں کے سامنے سان اسٹیلو میں آنے والوں کے لیے "خوش آمدید" کا بورڈ آویزاں تھا۔ گھٹنوں سے اونچے اسکرٹ والی ایک گلابی سی لڑکی نے جس کا قد پانچ فٹ سے زیادہ نہ رہا ہو گا، آگے بڑھ کر ہماری پزیرائی کی اور ہمیں سیاح کی حیثیت سے سان اسٹیلو کی جنت میں پہنچنے کی مبارکباد پیش کی۔ پھر اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے اس نے شستہ انگریزی میں کہا۔ "اگر آپ پہلی بار سان اسٹیلو آئے ہیں تو میری خدمات آپ کے لیے بہت مفید ثابت ہوں گی۔ آپ گھاس کے میدانوں میں ٹرالروں میں قیام اختیار کریں گے یا پھر کسی تین منزلہ ہوٹل کی رہائش گاہ آپ کو پسند آئے گی؟"

"بہتر یہ ہو گا مس کہ آپ ہمیں کوئی ٹرالر دلوا دیں۔"

"میں گین ملر کمپنی کی نمائندہ ہوں۔ ہمارے پانچ ٹرالر اس وقت آپ کو خالی ملیں گے۔ ہر آسائش ان میں موجود ہے، آپ ان میں سے کوئی بھی پسند فرما لیجیے گا۔ میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔"

لڑکی نے تین رنگوں کی ایک ببل کار اسٹارٹ کی اور ہم دونوں اس کے ساتھ بیٹھ کر چل پڑے۔ پتلی پتلی سڑکیں بہت ہی خوب صورت انداز میں بنی ہوئی تھیں۔ یہ دو رویہ سڑکیں درمیان سے خالی تھیں اور نیچے خصوصی گہرائیاں نظر آ رہی تھیں۔ پہاڑیوں کے اوپر سے گزاری جانے والی یہ سڑکیں ہمیں اطراف کے حسین مناظر سے لطف اندوز کراتی ہوئی بالآخر ایک ایسے علاقے میں لے گئیں جہاں کافی بلندی سے ایک بہت چوڑا آبشار گر رہا تھا۔ خوشنما ٹرالر گھاس کے اس میدان میں سفید سفید کھلونوں کی مانند بکھرے نظر آ رہے تھے۔

ببل پتلی پتلی پگڈنڈیوں کے ذریعے گہرائی میں اترتی رہی اور پھر ایک جگہ جا کر رک گئی۔ بہت سے سیاح اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ پہلا ہی ٹرالر جو اس نے ہمیں دکھایا، کافی کشادہ اور ہماری پسند کے مطابق تھا۔ اس لیے ہم نے مزید ٹرالر دیکھنے کی فرمائش نہ کی اور اس پہلے ٹرالر کی ادائیگی ایک ماہ کے لیے کر دی۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے اس ننھی منی گڑیا جیسی لڑکی کو اچھی خاصی رقم ٹپ کے طور پر دی تھی۔ اس نے ہمیں اپنا فون نمبر دیا اور ایک سمت اشارہ کرتی ہوئی بولی۔ "ادھر ٹیلی فون بوتھ کی قطار ہے۔ کوئی بھی ضرورت ہو آپ کسی بھی ٹیلی فون بوتھ سے اس نمبر پر رنگ کر کے اپنی ضرورت بیان کر دیں۔ ہم آپ کو یہاں ہر قسم کی سہولت مہیا کرنے کے پابند ہیں۔"

لڑکی اپنی ننھی منی سی کار میں بیٹھ کر چلی گئی تو ہم ٹرالر میں آ گئے۔ تہذیب کے رخساروں سے مسرتوں کی شفق پھوٹ رہی تھی۔ وہ اس حسین دنیا میں آ کر بے پناہ خوش تھی۔ ہم نے علاقے کی مناسبت سے اپنی تفریحات کا پروگرام بنا لیا۔ رات ہوئی تو اس وسیع و عریض سبزہ زار میں روشنیوں کے کنول جگمگا اٹھے۔ جگہ جگہ سے موسیقی کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ حسین اور کھنکتے ہوئے قہقہے دور دور تک بکھرے ہوئے تھے۔ ہم اس پُرفضا منظر کی سیر کرنے کے لیے نکل آئے۔ خوش بختی سے آسمان شفاف تھا اور فضا بادلوں سے پاک تھی، جب چاند نکلا تو اس حسین منظر میں ہزاروں گنا اضافہ ہو گیا۔ پہاڑوں کی بلندیوں سے نقرئی چاندنی پانی میں گھل کر نیچے کی سمت آنے لگی اور ہم بے اختیار آبشار کی جانب چل پڑے، جہاں بے شمار جوڑے فطرت کے حسن سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ یہ جدید دنیا کا ایک جدید ترین مقام تھا۔ یہاں کی اقدار مشرق سے مختلف تھیں۔ چنانچہ چاروں طرف بکھرے ہوئے مناظر ہماری فطرت سے ہم آہنگ نہ ہو سکے اور ہم کسی تنہا اور پُرسکون گوشے کی تلاش میں آبشار کی دوسری جانب چل پڑے۔

آبشار سے گرتے ہوئے پانی سے بننے والی ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے پڑے ہوئے پتھروں پر بیٹھ کر ہم گنگناتی ہوئی ندی کی روانی سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ زبانیں خاموش تھیں لیکن احساسات ایک دوسرے کی کیفیات کے ترجمان تھے۔ آدھی رات تک ہم دونوں یہاں رہے اور اس کے بعد ٹرالر میں واپس آ گئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سان اسٹیلو کے تین دن اس طرح گزرے کہ احساس بھی نہ ہو سکا۔ اس جزیرے پر ترقی کی جدید لہر تو تھی ہی لیکن قدرت نے بھی اس جزیرے کو اتنا حسن دیا تھا کہ اس کی صحیح ترجمانی ناممکن تھی۔

چوتھے دن صبح دس بجے جب ہم سو کر اٹھے تو کوئی باہر ہمارا منتظر تھا۔ ننھی سی خوب صورت لڑکی نے اندر ہماری آہٹیں محسوس کر کے ایک چھوٹی سی کھڑکی باہر سے کھولی اور اندر جھانکتے ہوئے کہا۔ "ایکسکیوزمی جنٹلمین! آپ کی ایک مہمان باہر آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

ہم اس کی آواز سن کر چونک پڑے تھے۔ تہذیب نے جلدی سے آگے بڑھ کر ٹرالر کا دروازہ کھولا تو تارینا ہارڈو ایک خوب صورت لباس میں ملبوس سامنے کھڑی نظر آئی۔ اُسے دیکھ کر تہذیب نے خوشی کی آواز بلند کی اور پھر باہر نکل کر اس سے مصافحہ کیا اور اُسے اندر لے آئی۔

تارینا ہارڈو کی آمد پر میں بھی حیران رہ گیا تھا لیکن مزید حیرانی اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ہوئی جس پر کوئی خوشگوار کیفیت نہیں تھی۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کسی پریشانی کا شکار ہے۔ وہ پھیکے سے انداز میں مسکراتی ہوئی اندر آگئی۔

"میں جانتی ہوں سان اسٹیلو کی جنت میں مجھ جیسی کسی شخصیت کی مداخلت کتنی ناخوشگوار ہو سکتی ہے لیکن علی صورت حال کچھ ایسی ہی تھی کہ مجھے تمھاری ان تفریحات میں مداخلت کرنا پڑی۔"

اس کے سنجیدہ لہجے پر میں چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"کیا بات ہے میڈم تارینا! یقیناً کوئی ایسا ہی مسئلہ ہوگا جس کے لیے آپ اس قدر سنجیدہ ہو گئی ہیں؟"

"ہاں، بڑی ہی پریشان کن اطلاعات ہیں۔ ان اطلاعات نے مجھے بوکھلا کر رکھ دیا ہے علی۔" تارینا ہارڈو نے کہا۔

میں نے تہذیب کی طرف اور اس نے میری جانب دیکھا۔ تارینا ہارڈو کے انداز سے ہم دونوں ہی پریشان ہو گئے تھے۔ میرے ذہن میں بہت سے خدشات نے سر ابھارا تھا لیکن میں انتظار کرتا رہا کہ تارینا ہارڈو ہی اس سلسلے میں گفتگو کا آغاز کرے۔

"میڈم مارٹینا سے اچانک رابطہ منقطع ہو گیا ہے۔" تارینا ہارڈو نے کہنا شروع کیا۔ "اور وہاں مارشل پر جو چند نئے افراد اس علاقے کی نگرانی کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے، انھوں نے اطلاع دی ہے کہ میڈم مارٹینا اس عمارت سے لاپتا ہیں جہاں ان کا قیام تھا۔ دراصل اس دوران ہم اپنے طور پر بے شمار اقدامات کرتے رہے ہیں۔ مارشل سے کینٹ، مور اور دوسرے لوگوں کو واپس بلا لیا گیا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگوں کے لیے سزائیں تجویز کی گئیں تھیں۔ کینٹ کو اس لیے چھوڑ دیا گیا کہ اس کے بیوی بچے ہائل جوشیو کے قبضے میں جا چکے تھے اور اس بنیاد پر اسے بلیک میل کر کے ہائل جوشیو اپنے کام کے لیے مجبور کرتا رہا تھا۔ میڈم مارٹینا نے اس بات کی تصدیق کی اور کینٹ کی سزا معاف کر دی گئی۔ اس کے بعد جو نیا عملہ وہاں بھیجا گیا، وہ صورت حال سے باخبر تھا۔ ہرچند کہ وہ بحری تحقیقاتی مہم ہی کے سلسلے میں وہاں پہنچا تھا لیکن اسے اس بات سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ میڈم مارٹینا وہاں اس کی کنٹرولر ہیں۔ ذہین ترین لوگوں کو اس کام پر مامور کیا گیا تھا جو مارٹینا ہی کے سطح کے تھے، اب میڈم مارٹینا کی گمشدگی کے بارے میں ہمیں اطلاعات فراہم کی گئی ہیں اور اس بات کا خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ میڈم مارٹینا کسی حادثے کا شکار ہو گئی ہیں۔ ابھی ہم اس سلسلے میں الجھن کا شکار ہی تھے علی کہ دنیا کے تین ملکوں سے ہمارے ان خصوصی نمائندوں کی موت کی اطلاع ملی ہے جو ہائل جوشیو کے اثاثوں کی تحقیقات اور ان کے حصول کے لیے کوشاں تھے۔ کئی ممالک میں ہمارے نمائندے اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے تھے لیکن اس کے بعد اچانک اس کامیابی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ یوں لگتا ہے جیسے کسی بہت بڑی قوت نے اچانک ان معاملات کو کنٹرول کیا ہو۔ اس قوت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا کہ اس کا تعلق دنیا کے کس ملک سے ہے یا کون لوگ اس سلسلے میں عمل پیرا ہیں۔ ان تین نمائندوں کی موت انتہائی پُراسرار حالات میں ہوئی ہے۔ یہ بات بھی گوارا کر لی گئی لیکن اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ابھی دو دن قبل ہمارے وزیرِ داخلہ کے ایک خصوصی سکریٹری پر قاتلانہ حملہ ہوا اور یہ حملہ اس انداز میں کیا گیا کہ ہم سب حیران رہ گئے۔ وزارتِ داخلہ کی ایک اہم میٹنگ جاری تھی کہ اچانک فرسٹ سکریٹری کے پی اے نے اپنی جیب سے پستول نکال کر فرسٹ سکریٹری پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ خوش قسمتی تھی کہ یہ فائرنگ بدحواسی کے عالم میں کی گئی تھی۔ اس لیے فرسٹ سکریٹری زخمی تو ہو گئے لیکن ہلاک نہ ہو سکے اور اپنی اس کوشش میں ناکام ہو کر ان کے پی اے نے پستول کی نال اپنی کنپٹی پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا جس سے اس کی وہیں فوری طور پر موت واقع ہو گئی۔ اس سلسلے میں اب تک جس قدر تحقیقات ہوئی ہیں ان سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ پی اے ایک فرض شناس اور ذہین آدمی تھا۔ اس کی ساری زندگی کا ریکارڈ بے داغ ہے اور اس کی ذات پر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے خصوصی ڈیپارٹمنٹ کے چند افراد نے اس خدشے کا اظہار کیا ہے کہ ان واقعات کا تعلق آبدونز کے واقعے سے ہو سکتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

یعنی ردِعمل کے طور پر یہ تمام کارروائی عمل میں آئی ہے۔ بیرونی دنیا میں ہائل جوشیو کے ذریعے مفادات حاصل کرنے والے جن چند ایجنٹوں کو قتل کیا گیا ہے، وہ بہترین کارکردگی کے مالک، ذہین ترین افراد تھے۔ ان کی موت ہمارے وطن کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ چنانچہ فوری طور پر ان تمام کارروائیوں کو روک دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو اس سلسلے میں کی جا رہی تھیں۔ میڈم مارٹینا کی گمشدگی بھی بے حد پُراسرار ہے۔ گویا ہائل جوشیو کی حیثیت سے ہم نے جو کنٹرول حاصل کیا تھا وہ ناکام رہا اور اب اس سلسلے میں مزید کوئی کوشش کرنا اپنے آپ کو دلدل میں پھنسانے کے مترادف ہے۔ بات وہیں تک رہتی تو شاید اس قدر تشویش کا اظہار نہ کیا جاتا لیکن ہمارے اپنے ملک میں جو کچھ ہوا ہے وہ بھی قابلِ توجہ ہے اور اس سلسلے میں مجھے وزارتِ داخلہ کی طرف سے خصوصی ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ کو بھی محتاط کر دوں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتی علی کہ اس سلسلے میں آپ کو بھی ملوث کیا جا سکتا ہے لیکن اگر ان لوگوں کی معلومات بالکل مکمل ہیں اور ہمارے نقطۂ نگاہ کے مطابق یہ سب اسی کارروائی کا ردِعمل ہے تو پھر وہ آپ کی طرف سے بھی غافل نہ ہوں گے اور آپ کو محتاط رہنا پڑے گا۔"

"بڑی تشویشناک اطلاعات ہیں میڈم تارینا ہارڈو! کیا اس سلسلے میں محکمۂ داخلہ کی جانب سے میرے لیے کچھ خصوصی ہدایات ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"صرف اتنا کہ آپ اپنے طور پر بھی محتاط رہیں اور اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے تحفظ کے لیے کچھ لوگوں کا یہاں بھی بندوبست کر دیں۔"

"نہیں میڈم ہارڈو، میرا خیال ہے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم یہ ضروری تھا کہ آپ مجھے صورت حال سے آگاہ کر دیں۔ میں اپنے طور پر بھی اس سلسلے میں جو کچھ کر سکتا ہوں، یقیناً کروں گا۔"

"گویا آپ اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ آپ کے گرد کچھ لوگوں کو تعینات کر دیا جائے؟"

"ہرگز نہیں — یہ احتیاط نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے میرے لیے۔" میں نے کہا اور تارینا ہارڈو پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔

"میں آپ کی زندگی اور صحت کی خواہاں ہوں مسٹر علی، بس اسی لیے حاضر ہوئی تھی، مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کے ذہن کو تکدر کا شکار کیا لیکن یہ ضروری تھا اب میں اجازت چاہوں گی۔"

"اتنی جلدی!"

"ہاں۔ ہمیں اس سلسلے میں جو احکامات جاری کیے گئے ہیں، ان کے تحت میں اور میرا محکمہ سخت مصروف ہو گیا ہے اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ جلد از جلد صحیح صورت حال ہمارے علم میں آ جائے۔"

تارینا ہارڈو ہمارے اصرار کے باوجود ایک لمحہ بھی نہ رُکی اور ہم سے اجازت لے کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں اور تہذیب پُرخیال انداز میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

تہذیب نے کہا۔ "میرا تو خیال ہے کہ تارینا ہارڈو کا اس وقت یہاں آنا ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوا۔ اس جیسی ذہین عورت سے اس غلطی کی امید نہیں تھی۔ تم خود سوچو، اگر وہ لوگ ان کے راستے پر لگ چکے ہیں تو پھر تارینا کا تعاقب ضرور کر رہے ہوں گے۔ میرا خیال ہے علی، تارینا کے ذریعے ہماری نشاندہی ہو گئی ہے۔"

تہذیب مالکم ایکس کا یہ کہنا غلط نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ تارینا نے اس سلسلے میں یقیناً خیال رکھا ہوگا لیکن اس کے باوجود اس سے غلطی ہو سکتی تھی اور ان حالات میں، میرا محتاط ہونا ضروری تھا۔ میں پُرخیال انداز میں گردن ہلاتا رہا پھر میں نے کہا۔ "تہذیب! ہائل جوشیو کا کیس ختم ہو جانے کے بعد ہمارا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے اور نہ ہی یہ ہماری ذمے داری ہے کہ ہم تارینا ہارڈو کی اس سلسلے میں کوئی مدد کریں۔ یوں بھی ہمارا یہاں رہنے کا کوئی مستقل ارادہ نہیں ہے۔ میں یہ صرف اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میں اس نئے مسئلے میں نہیں پھنسنا چاہتا۔ ظاہر ہے، اگر یہ کوئی انتقامی کارروائی ہے تو اس کا تعلق براہِ راست فلسطین یا مجھ سے نہیں ہے۔ ان لوگوں کو خود اس معاملے کو نمٹانا چاہیے اور ہمارے لیے اب مناسب یہ ہوگا کہ ہم یہ ملک چھوڑ دیں۔ تم اس بات کا مقصد اچھی طرح سمجھ رہی ہوگی۔ ایک ایسے کام میں اپنی قوت ضائع کرنے کا کیا فائدہ، جس کا تعلق براہِ راست ہم سے نہیں ہے۔"

"میں تم سے متفق ہوں علی، میرا بھی یہی خیال ہے، ہمیں اب یہ جگہ چھوڑ دینا چاہیے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ تیاریاں کر لو۔ ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔" میں نے کہا اور تہذیب نے فوری طور پر اپنی جگہ سے اٹھ کر سامان سمیٹنا شروع کر دیا۔ وہ مجھ سے پوری طرح متفق تھی لیکن میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر تہذیب کا خدشہ درست ہے تو پھر اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ اس ٹرالر کے اطراف میں کچھ لوگ موجود ہوں۔ بہرحال صورتِ حال جو کچھ بھی ہو، کم از کم یہاں رہنا اب میرے لیے کسی طور سودمند

نہیں تھا۔ یہ سوچ کر دل ہی دل میں ہنسی بھی آئی کہ اس سے قبل خطرناک ترین حالات میں بھی میں نے پریشان ہونا نہیں سیکھا تھا لیکن اپنی زندگی کے ساتھ کسی اور کی زندگی وابستہ ہو جائے تو انسان میں کس قدر تبدیلیاں آجاتی ہیں۔ مجھے اپنی زندگی سے زیادہ تہذیب کے تحفظ کا خیال تھا اور میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچنے دینا چاہتا تھا۔ تہذیب کو سامان سمیٹتا چھوڑ کر میں ٹرالر سے باہر نکلا اور ٹیلی فون بوتھ کی اس قطار کی جانب چل پڑا جہاں سے اس ننھی منی سی لڑکی سے رابطہ قائم کیا جا سکتا تھا جس کی کمپنی کے زیرِ اہتمام ہم لوگ یہاں قیام کیے ہوئے تھے۔

ریسیور اتار کر میں نے اس کا نمبر ملایا اور دوسرے لمحے اس کی بچوں جیسی آواز سنائی دی۔ میں نے اسے بتایا کہ ہم لوگ فوراً واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ ہمارے ساحل تک پہنچنے کا بندوبست کر دے۔ لڑکی نے کہا کہ چند ہی لمحات کے بعد وہ حاضر ہو رہی ہے۔ جب میں ٹرالر میں واپس آیا تو تہذیب ٹرالر کے دروازے کے پاس میری منتظر تھی۔ میں نے اُسے اس وقت جانے کی وجہ بتائی اور تہذیب نے گردن ہلا دی۔ اس کی پیشانی پر تفکّرات کی لکیریں نظر آرہی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہی چھوٹی سی ببل کار ہمیں اپنی طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ لڑکی برق رفتاری سے اسے ڈرائیو کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی تھی۔ اس نے کاروباری انداز میں ہماری خیریت پوچھی اور پھر ہم اس کی ببل کار میں بیٹھ کر ساحل کی جانب چل پڑے جہاں سے دوسری طرف جانے کے لیے لانچیں حاصل کی جاتی تھیں۔ ایک سیاہ رو شخص ہماری جانب بڑھا اور اس نے گردن خم کر کے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ مقصد صرف دوسری سمت جانا تھا اس لیے ہمیں اس لانچ میں سفر کرنے میں کوئی عار نہ محسوس ہوا اور ہم دونوں اس لانچ پر سوار ہو گئے۔

سیاہ رو شخص نے لانچ اسٹارٹ کر دی۔ لانچ میں تین افراد اور موجود تھے جو اسی کی طرح کسی افریقی نسل کے باشندے معلوم ہوتے تھے۔ لانچ خاصی تیز رفتاری سے چل پڑی۔ میں ریلنگ کے نزدیک کھڑا سمندر دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً ایک لانچ انتہائی برق رفتاری سے نمودار ہوئی اور ہمارے قریب سے گزرتی چلی گئی۔ اس وقت تو میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن جب تھوڑے ہی فاصلے پر جا کر وہ واپس پلٹی تو میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ یوں لگتا تھا جیسے لانچ کسی خاص ارادے سے واپس پلٹی ہو۔ لانچ میں موجود لوگوں نے اس لانچ کو دیکھ کر ایک اور حرکت کی۔ انھوں نے کینوس کے ڈھیر سے ہلکی اسٹین گنیں نکال لیں اور اس کے بعد اندھا دھند اس دوسری لانچ پر فائرنگ شروع کر دی۔ میں اور تہذیب مالکم ایکس ششدر رہ گئے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ اچانک کیا ہو گیا ہے۔

دوسری لانچ نے ایک طویل چکر کاٹا اور اس لانچ سے دور چلی گئی لیکن اس کے بعد وہ پھر واپس پلٹی اور تیزی سے ہماری طرف بڑھتی چلی آئی۔ اس کے ساتھ ہی اس پر سے مارٹر گنوں سے گولے پھینکے جانے لگے تھے۔ میں اور تہذیب صرف ایک لمحے کے لیے سکتے میں رہ گئے تھے لیکن دوسرے لمحے ہمیں سنبھل جانا پڑا۔ جس طرح اس دوسری لانچ سے گولہ باری ہو رہی تھی، اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ چند ہی لمحات کے بعد ہماری لانچ کے پرخچے اُڑ جائیں گے۔ یقیناً کوئی غلطی ہو گئی تھی یا تو آنے والی لانچ میں ہمارے دشمن موجود تھے، انجانے اور ان دیکھے دشمن یا پھر ہم غلط لانچ میں آبیٹھے تھے۔ میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑ کر پلٹنے کی کوشش ہی کی تھی کہ دفعتاً ایک اسٹین گن کی نال میری پشت سے آلگی۔

"اسمارٹ بننے کی کوشش مت کرو۔ خاموش بیٹھے رہو۔" لیکن سیاہ رو نے یہ جملے ادا کیے ہی تھے کہ دفعتاً لانچ کو ایک شدید جھٹکا لگا، میں اور تہذیب دور تک لڑھکتے چلے گئے۔ اسٹین گن والا بھی اوندھے منہ قلابازی کھا گیا تھا۔ غالباً پچھلی لانچ والوں نے کوئی ایسی کارروائی کی تھی جس سے لانچ کو شدید نقصان پہنچا تھا۔ اوندھے منہ گرنے والے کے ہاتھ سے اسٹین گن چھوٹ کر لکڑی کے فرش پر دور تک پھسلتی چلی گئی اور اس کے بعد سمندر میں جا گری۔ یہ ایک لمحہ میرے لیے کافی تھا۔ اس کے سنبھلنے سے قبل میرے جوتے کی ٹھوکر اس کے پیٹ اور پھر منہ پر پڑی اور وہ دوسری قلابازی کھا کر لمبا لیٹ گیا۔ اس کے دوسرے ساتھی ان حالات سے بے خبر اس لانچ پر اسٹین گن سے فائرنگ کر رہے تھے جو لمبے لمبے چکر کھا کر اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اس لانچ پر گولا باری کر رہی تھی۔ دفعتاً لانچ کا اگلا حصّہ اُڑ گیا اور پانی برق رفتاری سے اس میں داخل ہونے لگا۔ اب اس کے علاوہ چارۂ کار نہیں تھا کہ ہم پانی میں چھلانگ لگا دیں۔ میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے ہی لمحے ریلنگ سے کُود کر پانی میں آپڑا۔ پانی برف کی طرح سرد تھا۔ ہم لوگ لانچ سے دور نکل جانے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ تہذیب بہترین تیراک تھی اور میرا مسلسل ساتھ دے رہی تھی۔ ویسے ہم نے پانی میں نیچے غوطہ لگانے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ سطح ہی پر تیر رہے تھے۔ مقصد صرف یہی تھا کہ اس لانچ سے دور نکل جائیں۔ اگر لانچ والوں کو اس دوسری لانچ سے چھٹکارا ملتا تو یقیناً پانی پر گولیاں برسا کر وہ ہمیں ختم کر سکتے تھے لیکن اب اس لانچ کا

خانہ خراب ہو گیا تھا۔ دو تین جگہ سے وہ بالکل ٹوٹ گئی تھی اور اس کا اگلا حصہ پانی میں جھک گیا تھا۔

اچانک مجھے پانی میں ایک عجیب سی سنسناہٹ محسوس ہوئی اور نجانے کس طرح اس لانچ کے پرخچے اُڑ گئے جس پر ہم سوار ہوئے تھے۔ لکڑی کے تختے اور آدمیوں کے ٹکڑے کئی کئی فٹ تک بلندی پر اچھلے اور پھر لہروں میں غائب ہو گئے۔ اسی وقت دوسری لانچ برق رفتاری سے ہماری سمت آئی تھی اور پھر اس میں سے ایک لمبا جال ہماری طرف پھینک دیا گیا۔ یہ جال پھینکنا بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اگر لانچ والے چاہتے تو ہمیں دوسرے طریقے سے بھی باہر نکال سکتے تھے لیکن ان کے انداز میں بھی جارحیت تھی۔ ہم لوگ جال میں جکڑ گئے اور جال فوری طور پر اوپر کھینچ لیا گیا۔ اس بے دردی سے اوپر گھسیٹتے ہوئے ہمارے جسموں کو ہلکی ہلکی چوٹیں بھی لگی تھیں۔ کپڑے پانی سے شرابور ہو رہے تھے۔ جونہی ہم لانچ پر پہنچے، چند افراد نے ہم پر قابو پا لیا۔ تہذیب کے ساتھ بھی بہتر سلوک نہیں کیا گیا تھا۔

میں نے تند نگاہوں سے اپنے ان گرفتار کرنے والوں کو دیکھا، بظاہر مہذّب لباس میں ملبوس مقامی آدمی تھے۔ میں نے کرخت لہجے میں ان سے پوچھا۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے اور یہ سب کچھ . . . ."

جس شخص سے میں نے سوال کیا تھا، اس نے اپنے عقب میں دیکھا اور سرد لہجے میں بولا۔ "انھیں کیبن میں لے جاؤ۔"

دوسرے لوگوں نے پستول نکال لیے اور ہمارے جسموں سے لگا دیے۔ اس کے سوا چارۂ کار نہیں تھا کہ ہم خاموشی سے ان کے احکامات کی تکمیل کریں۔ چنانچہ ہم ایک کیبن میں پہنچ گئے جو لانچ کا واحد کیبن تھا اور جسے باہر سے بند کیا جا سکتا تھا۔ ہمیں اندر داخل کرنے کے بعد کیبن کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔

لانچ برق رفتاری سے ایک سمت چل پڑی تھی۔ میں اور تہذیب حیران تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب گورکھ دھندا کیا ہے! وہ لانچ جسے تباہ کر دیا گیا تھا کس کی تھی اور یہ لوگ کون تھے؟

تقریباً پینتالیس منٹ تک یہ سفر جاری رہا۔ اس دوران سرد ہواؤں نے ہمارے جسموں کو سن کر دیا تھا۔ بھیگے ہوئے کپڑوں کی وجہ سے یہ ہوائیں زیادہ ہی سرد محسوس ہو رہی تھیں۔ لانچ رُکی تو کیبن کا دروازہ کھل گیا اور ہمیں ساحل پر اتار لیا گیا جہاں ایک سیاہ رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے ہمیں کار میں بٹھایا، دو آدمی ہمارے اِدھر اُدھر بیٹھے ہوئے تھے اور باقی دو آگے والی سیٹ پر۔

راستے میں بھی، میں نے ان سے سوال کیا تو آگے والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے پستول کی نال کا رخ میری پیشانی کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "خاموش بیٹھو۔ کیا فائدہ وقت سے پہلے موت کا شکار بن جاؤ۔" تہذیب نے میرے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ مقصد یہی تھا کہ خاموشی اس وقت بہتر ہے۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔

کار مختلف راستے طے کرتی ہوئی ایک چھوٹی سی عمارت میں داخل ہو گئی۔ جہاں لان پر کچھ لوگ کھڑے ہوئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ ہمیں سرسری نگاہوں سے دیکھا گیا۔ پھر لانے والوں نے پستول ہماری گردنوں پر رکھ کر ہمیں اندر پہنچا دیا اور ہم ایک کمرے میں قید کر دیے گئے۔ کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ اس طرح مجرمانہ کارروائی کرنے والے کون لوگ ہو سکتے ہیں؟ بظاہر تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے انھیں یہاں کسی قسم کا خوف نہ ہو اور اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا تھا کہ ان کا تعلق انتظامیہ سے ہے۔ عام لوگ اتنی دیدہ دلیری سے کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے جو ان لوگوں نے کیا تھا لیکن واقعی اگر ایسا ہی تھا تو یہ بھی خاصا تعجب خیز تھا۔

دوسری طرف ایک اور بات بھی قابلِ توجہ تھی جس لانچ پر ہم سفر کر رہے تھے اس پر موجود سیاہ فام اسٹین گنوں سے لیس تھے، انھوں نے باقاعدہ مقابلہ کیا تھا اور ہمیں بھی دھمکیاں دی تھیں۔ اگر لانچ کو جھٹکا نہ لگتا اور وہ شخص نیچے نہ گر پڑتا تو میری کسی کارروائی کے نتیجے میں وہ مجھے گولیوں کا نشانا بھی بنا سکتا تھا۔ بہر طور صورتِ حال خاصی الجھی ہوئی تھی۔ کوئی بات واضح طور پر سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ تہذیب بھی بالکل خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"یہ سب . . . یہ سب . . . کیا ہو سکتا ہے تہذیب! کیا خیال ہے تمہارا؟" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"وہ سیاہ فام لوگ بھی ہمارے لیے اجنبی تھے اور یہ بھی۔ لیکن یہ لوگ جس طرح کام کر رہے ہیں، اس سے اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ انھیں یہاں ہر کام کرنے کی آزادی ہے۔ کیا ان کا تعلق مقامی حکومت سے ہو سکتا ہے؟"

"یہ تم کس بنیاد پر کہہ سکتی ہو؟ یہاں کے لوگ ہمارے ساتھ یہ بدسلوکی کیوں کریں گے؟"

"اس دنیا کے بارے میں میرا تجربہ زیادہ اچھا نہیں ہے علی! سروں پر بٹھانے والے ذرا سی دیر میں سر جھٹک دیتے ہیں۔ یہی اس دور کی ریت ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مگر سر جھٹکنے کی کوئی وجہ تو ہوگی؟"

"کسی طرح کی غلط فہمی بھی ہوسکتی ہے۔ تارنیا ہارڈو کی گفتگو بھول گئے۔ ہائل جوشیو کے سلسلے میں کام کرنے والے رُک گئے، کچھ ہلاک ہوگئے۔ اگر غور کرو تو جو پروگرام ان لوگوں نے ترتیب دیا تھا اس کے تحت یہ زبردست مفادات حاصل کرسکتے تھے لیکن یہ نہ ہوسکا۔ پھر ہمارے دشمنوں کی تعداد بھی تو ماشاءاللہ خاصی بہتر ہے۔" تہذیب پھر مسکرائی۔

میں سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر میں نے گردن اٹھا کر کہا۔

"تہذیب! اگر ایسا ہوا بھی ہے تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، ہم تو خود یہاں رہنا نہیں چاہتے تھے۔ ان لوگوں نے شدید اصرار کرکے ہمیں یہاں روکا اور اب اگر کسی غلط فہمی کی بنا پر یہ ماضی کی ساری باتیں فراموش کر دینا چاہتے ہیں تو پھر ان سے زیادہ بُرے لوگ اور نہیں ہوسکتے اور اب ان کے لیے کچھ نہیں کیا جاسکتا۔"

"اپنے لیے تو کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا علی! ہم صرف دو افراد ہیں اور ہمارے مقابلے پر نجانے کون کون۔ ۔ ۔؟"

"ٹھیک کہتی ہو تہذیب، لیکن مجھے بڑی مایوسی ہوگی۔"

"نہیں علی، اس طرح نہ سوچو۔ بے غرض تو ہم بھی نہیں تھے، تم اپنے مقصد کے لیے گرداں ہو، دنیا میں ہر شخص یہی سب کچھ کر رہا ہے۔ اگر اسرائیل اور فلسطین کا معاملہ اس درمیان میں نہ ہوتا تو کیا خیال ہے، تم اتنی محنت سے ان کے لیے کام کرتے؟ اس انداز میں نہ سوچو علی بلکہ صرف یہ سوچو کہ تم نے جو کچھ کیا اپنے مقصد کے لیے کیا اور دنیا میں ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے صرف اپنے مفاد کے لیے کرتا ہے، جذبوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"خدا کرے کہ اس سلسلے میں ہمارے اندازے غلط ہوں۔ دوسری شکل میں خوامخواہ ہمیں ان کے خلاف کھڑا ہونا پڑے گا۔"

"دیکھا جائے گا۔ فی الحال ٹھنڈے دل سے صورتِ حال کا جائزہ لو۔" تہذیب نے کہا۔ ہم جو کچھ بھی گفتگو کرسکتے تھے اس سلسلے میں کرتے رہے۔

وسیع اور کشادہ کمرے میں بہت سا وقت گزر گیا۔ ہماری طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی تھی۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ تہذیب نے لائٹ آف کرکے مدّھم نیلی روشنی کا بلب جلا دیا اور پورا کمرہ پُرسکون نیلی روشنی سے بھر گیا۔ ہم لوگ بھوکے پیاسے تھے اور ہمیں یہاں لانے والوں نے اب تک ہماری اس ضرورت کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ لوگ اگر حکومت کے نمائندے ہیں تو واقعی ہمارے ساتھ سخت زیادتی کر رہے ہیں۔ کم از کم کھانے پینے کے لیے تو دشمنوں سے بھی پوچھ لیا جاتا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ تہذیب بستر پر لیٹ گئی۔ اسے غالباً تھکن اور نیند نے آگھیرا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے گہری گہری سانس لینا شروع کر دی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ سو گئی ہے۔ میں نے بھی اپنے لیے ایک جگہ منتخب کی، یہ ایک چوڑا صوفہ سیٹ تھا۔ میں اس پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کرلیں۔

ذہن میں خیالات آپس میں الجھ رہے تھے لیکن انھی الجھنوں کے درمیان نیند آگئی۔ رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب میری آنکھ کھلی۔ باہر ہلکی ہلکی موسیقی گونج رہی تھی۔ بستر پر نگاہ پڑی تو تہذیب بستر سے غائب نظر آئی۔ میں چونک کر اٹھ بیٹھا، میں نے باتھ روم کی طرف دیکھا لیکن اس میں بھی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ تب میں متحیرانہ انداز میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ دفعتاً مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے دروازے پر ہلکی سی آہٹ ہوئی ہو۔ میں اٹھ کر دروازے پر پہنچا، اُسے کھولنے کی کوشش کی اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دروازہ بہ آسانی کھل گیا تھا لیکن جونہی دروازہ کھلا، ایک زوردار گھونسا میری پیشانی پر پڑا اور میں کمرے کے فرش پر آگرا۔ چونکہ یہ سب کچھ غیر متوقع تھا اس لیے میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا تھا۔ پھر دوسرے لمحے جو شخصیت اندر داخل ہوئی، اسے دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، وہ تارنیا ہارڈو تھی۔ جسم پر ایک چست لباس پہنے وہ عجیب و غریب نظر آرہی تھی۔ اندر آتے ہی اس نے دوبارہ مجھ پر حملہ کر دیا اور اپنے مضبوط جوتے کی ٹھوکر میری پنڈلی پر لگائی۔ میں تڑپ کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ پھر میں نے پھرتی سے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو اس سے بچاؤ کے لیے تیار کرلیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تارنیا ہارڈو بھی میرے ساتھ یہ سلوک کر سکتی ہے۔ اس کی آنکھیں خونخوار انداز میں چمک رہی تھیں۔ مجھے اس کا کرخت چہرہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ وہ اس وقت بالکل مختلف نظر آرہی تھی۔ ایک بار پھر وہ غرا کر مجھ پر حملہ آور ہوئی۔

اس کے ہاتھوں میں چمکتا ہوا خنجر صاف نظر آرہا تھا۔ میں اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا اور خنجر کا چمکدار پھل مجھ سے چند انچ کے فاصلے سے گزر گیا۔

میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا، تارنیا ہارڈو کا یہ روپ میرے لیے سخت الجھن کا سبب تھا۔ میرے نزدیک وہ ایک شریف النفس اور بااخلاق شخصیت تھی لیکن اس وقت تو اس کی شخصیت ہی بالکل بدل گئی تھی۔ اس کی آنکھیں خلا میں کسی نامعلوم نقطے کو گھور رہی تھیں اور اس کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر تھا۔ مجھے ایک لمحے کے لیے احساس ہوا کہ وہ اپنے حواس میں نہیں ہے۔

میں نے اسے زور سے آواز دی لیکن اس نے اس کے جواب میں مجھ پر حملہ کر دیا۔ بمشکل۔ ۔ ۔ ۔ میں جھکائی دے کر بچ سکا تھا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں تارنیا ہارڈو سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے بھرپور مقابلہ کروں۔

تیسرے حملے میں جب اس کے ہاتھ میں دبا ہوا خنجر مجھ سے چند انچ کے فاصلے سے گزرا تو میں تیار تھا، میرا بایاں ہاتھ اس کی کلائی پر پڑا اور وہ لڑکھڑا گئی۔ اسی وقت میں نے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے ایک شدید ضرب اس کی گردن پر لگائی لیکن میرے ذہن میں اسے قتل کرنے کا کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ نیند سے جاگا تھا اور شدید چوٹ کھا چکا تھا اس لیے اپنی اس ضرب پر کنٹرول نہ رکھ سکا۔

ہڈی ٹوٹنے کی آواز صاف سنائی دی تھی۔ تارنیا ہارڈو کی گردن لٹک گئی۔ اس کے دونوں ہاتھ فضا میں جھولے اور منہ سے خون کی دھار باہر نکل آئی۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس نے میری طرف دیکھا اور پھر اوندھے منہ نیچے آرہی۔ تارنیا ہارڈو کی اس کیفیت سے ایک لمحے کے لیے میں ششدر رہ گیا تھا۔ مجھے خود بھی حیرت ہوئی کہ میرا ہاتھ اتنا زبردست کس طرح لگ گیا لیکن جو ہونا تھا، وہ ہو چکا تھا۔ تارنیا نے دو تین بار ہاتھ پاؤں مارے اور اس کے بعد دم توڑ دیا۔ میں نے متوحش نگاہوں سے کھلے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔ اس وقت میری پوزیشن انتہائی خطرناک ہوگئی تھی۔ تہذیب مالکم ایکس کی گمشدگی ہی میرے لیے کیا کم سوہانِ روح تھی کہ یہ دوسرا حادثہ بھی ہوگیا تھا۔ فوری طور پر دروازے سے باہر نکلنے کے بجائے میں نے عقل سے کام لینا ضروری سمجھا کیونکہ یہاں سے بھاگ جانے کا مطلب یہ تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کو چھوڑ دیا جائے۔ میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن اگر تارنیا ہارڈو کی موت کا راز وقت سے پہلے کھل گیا تو میرے لیے دقتیں پیش آسکتی تھیں۔

میں نے تارنیا کی لاش کو دھکیل کر بستر کے نیچے کر دیا اور پھر کمرے کے ماحول پر نگاہ ڈالی۔ تارنیا ہارڈو کے منہ سے بہنے والا خون فرش کے قالین میں جذب ہوگیا تھا لیکن خوش بختی یہ تھی کہ قالین کی نیلی زمین پر سرخ پھول بھی بنے ہوئے تھے اور تارنیا ہارڈو کا خون انھی پھولوں پر پڑا تھا۔ بغور دیکھے بغیر یہ نہیں پتا چلتا تھا کہ یہاں کسی کا خون گرا ہے۔ یہ سوال بھی مدِنظر تھا کہ کیا تارنیا ہارڈو کے ہمراہ اور کوئی نہیں آیا تھا؟ اس کا جائزہ لینے کے لیے کمرے سے باہر نکلنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

اور میرا خدشہ غلط نہیں تھا۔ باہر قدم رکھتے ہی مجھے دو افراد نظر آئے جن کے ہاتھوں میں دبے ہوئے پستولوں کا رخ میری ہی جانب تھا۔ ان میں ایک چھوٹے سے قد کا آدمی تھا جو غالباً تھائی لینڈ کا باشندہ تھا۔ اس کے خدوخال یہی بتاتے تھے۔ دوسرا دراز قامت یورپین تھا۔ دونوں نے مجھے دیکھا پھر میرے عقب میں نظر دوڑائیں جو یقیناً کسی کی متلاشی تھیں۔ پھر چھوٹے قد کا شخص صاف انگریزی میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

"کیا۔ ۔ کیا تم نے اسے قتل کر دیا۔ کیا وہ تمھارے ہاتھوں ماری گئی؟"

میں نے متحیرانہ نگاہوں سے انھیں دیکھا، پستول کی موجودگی میں فی الحال میں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ پھر لمبے قد والے آدمی نے کہا۔ "فوراً نکل چلو یہاں سے بے وقوف آدمی، ورنہ موت کا نشانہ بن جاؤ گے۔ بڑی غلطی کی ہے تم نے۔"

میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس شخص نے آگے بڑھ کر پستول کی نال میری کمر پر رکھتے ہوئے کہا۔ "چلتے رہو، چلتے رہو۔ کوئی حماقت کی تو اس کے نتائج بے حد خوفناک ہوں گے، تمھارے لیے بھی اور ہمارے لیے بھی۔ اس طرف سے آجاؤ۔" میں بے اختیار ان کے کہنے پر عمل کرنے لگا۔

وہ دونوں میرے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہوئے اس عمارت کے ایک بغلی حصے کی طرف نکل آئے۔ چھوٹے احاطے کی دیوار کودنے میں مجھے کوئی دقّت نہیں ہوئی۔ یہ عمل میں نے ان کے اشارے پر ہی کیا تھا لیکن میری عقل نے ساتھ دینا چھوڑ دیا تھا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں معلوم کروں لیکن صورتِ حال کچھ ایسی تھی کہ میں اپنے طور پر کچھ بھی نہ کرسکا تھا۔

احاطے کی دیوار کے دوسری جانب سیاہ رنگ کی ایک لمبی کار کھڑی ہوئی تھی۔ چھوٹے قد کے آدمی نے دوسرے کو اشارہ کیا اور اس نے کار کا دروازہ کھول دیا۔

"بیٹھو۔ جلدی بیٹھو۔ ہری اپ۔" وہ دبے دبے

مشہور چور نِک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے
نِک ویلوٹ کی چوریاں
ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں
وہ تمام کہانیاں جو آج تک لکھی گئی ہیں
قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لہجے میں غرایا اور میں دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

لمبے آدمی نے کار اسٹارٹ کرکے اپنے ساتھی سے کہا۔ "تم صورت حال کا جائزہ لے کر میرے پاس پہنچو گے میں انتظار کر رہا ہوں۔"

کار برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی۔ میں نے اپنے نیم غنودہ ذہن کو چند جھٹکے دیے۔ یہ جو کچھ ہوا تھا ابھی تک میری سمجھ سے باہر تھا۔ چند لمحات میں سوچتا رہا کہ اب میرا آئندہ اقدام کیا ہونا چاہیے؟ تارینا ہارڈو کے قتل سے پیدا ہونے والی صورتِ حال واقعی خوفناک ہوگی۔ اگر وہ انتظامیہ کے لوگ ہی تھے تو پھر اب میری ان سے دشمنی یقینی ہوگئی تھی اور دریا میں رہ کر مگر مچھ سے بیر نہیں کی جاسکتی تھی۔ تارینا ہارڈو جیسی کارکن کا قتل معمولی بات نہیں تھی۔ ویسے تارینا ہارڈو کی اس عمارت میں موجودگی اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح ان لوگوں کا تعلق مقامی انتظامیہ سے ضرور ہے جنھوں نے مجھے یہاں قید کیا تھا لیکن پھر یہ دونوں کون تھے جنھوں نے مجھے وہاں سے نکالنے کی کوشش کی ہے؟ بہت سے خیالات ذہن میں آرہے تھے اور دماغ پر دھند سی طاری ہوتی جارہی تھی۔ یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ رات کا کون سا پہر ہے اور یہ شخص مجھے کہاں لیے جارہا ہے؟ میں نے ڈوبتے ہوئے ذہن کو سنبھالنے کی آخری کوشش کی اور یہ فیصلہ کیا کہ حالات جو رخ اختیار کرچکے ہیں، مجھے ان کا تابع نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ ضروری ہے کہ میں اپنے طور پر آزادی حاصل کروں۔ چنانچہ میں نے دوڑتی ہوئی کار کی اسپیڈ کو دیکھا اور اس کے بعد بڑے اطمینان سے پچھلی سیٹ سے آگے بڑھ کر اس شخص کی گدی پر ایک گھونسا رسید کردیا۔ گھونسا زوردار تھا، اس کا سر بری طرح اسٹیئرنگ سے ٹکرایا اور کار تیز بریکوں کی چرچراہٹ کے ساتھ آگے بڑھ کر فٹ پاتھ پر چڑھ گئی۔

فٹ پاتھ کافی اونچا تھا، اس لیے کار شدید جھٹکے سے اس سے ٹکرائی تھی۔ میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی جو کوششیں کرسکتا تھا، وہ میں نے کرلی تھیں لیکن اس کے باوجود میں بری طرح سیٹوں سے ٹکرایا تھا جبکہ کار ڈرائیو کرنے والا اسٹیئرنگ میں گھس گیا۔ اس کا چہرہ لہولہان ہوگیا تھا اور گردن بری طرح اسٹیئرنگ وھیل میں پھنس گئی تھی۔ کار کا انجن جھٹکے لے کر بند ہوگیا تھا۔ میں نے پھرتی سے اپنے آپ کو سنبھالا اور دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ اطراف کے ماحول پر نگاہ دوڑائی، چھوٹی بڑی اونچی نیچی عمارتیں چاروں طرف بکھری ہوئی نظر آرہی تھیں لیکن سڑک بالکل سنسان پڑی ہوئی تھی۔ لیمپ پوسٹوں پر لگے ہوئے بلب روشنی بکھیر رہے تھے۔ میں ایک لمحے کھڑا چاروں طرف کا جائزہ لیتا رہا اور پھر میں نے اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش شروع کردی۔ چند لمحات کے بعد میں بالکل پرسکون تھا۔ خوش بختی سے اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا۔ غالباً یہ خالص کاروباری علاقہ تھا۔

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ یہاں سے تیز رفتاری سے دوڑ لگا دوں، لیکن پھر دوسرے ہی لمحے میں نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا۔ اتنی جلد بازی بھی کسی طور مناسب نہیں تھی۔ میں نے برق رفتاری سے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس شخص کی جیبوں کا جائزہ لیا پھر اس کی جیب سے پرس نکالا، کھول کر دیکھا تو اس میں نوٹوں کی کافی بڑی تعداد موجود تھی۔ اس کے علاوہ جو دوسری چیز میں نے اپنے قبضے میں لی تھی، وہ اس کا بھرا ہوا پستول تھا۔ ان دونوں چیزوں کو اپنے قابو میں کرنے کے بعد میں نے تیزی سے آگے قدم بڑھا دیے اور ایسی جگہوں کا انتخاب کرکے چلنے لگا جو نیم تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

کافی دور چلنے کے بعد مجھے بائیں سمت ایک پتلی سی گلی نظر آئی اور میں نے فوری طور پر اس سڑک کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ گلی میں میں نے اپنی رفتار خاصی تیز رکھی تھی۔ ہر لمحے مجھے یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اب عقب میں دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں گی یا پھر پولیس کی سیٹیاں لیکن ایسا نہ ہوا اور میں دوسری سڑک پر پہنچ گیا۔ دوسری سڑک پر پہنچتے ہی رات کے سناٹے میں مجھے پولیس کار کے سائرن کی آواز صاف سنائی دی تھی۔ اس کے بعد میں نے ایک سمت اختیار کرکے تیزی سے دوڑنا شروع کردیا۔ اِدھر بھی دکانیں اور شوروم وغیرہ نظر آرہے تھے۔ ایک شوروم کے سامنے سے گزرتے ہوئے مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ شیشے کے پیچھے کچھ لوگ کھڑے مجھے گھور رہے تھے لیکن میں نے بھنچے ہوئے دانتوں اور بگڑے ہوئے چہرے کے ساتھ جب انھیں دیکھا تو میرے دل کو ایک گونا سکون ہوا۔ یہ زندہ انسان نہیں بلکہ ماڈلز تھے جو مختلف چیزوں کی نمائش کر رہے تھے۔ وہاں سے گزر کر میں آگے بڑھ گیا۔ دور دور تک سڑک سنسان پڑی ہوئی تھی۔ میں تقریباً بیس منٹ تک چلتا رہا اور پھر ایک چوراہے پر پہنچ گیا۔ یہاں سے بائیں سمت کچھ روشنیاں متحرک نظر آرہی تھیں، غالباً ادھر زندگی تھی اور رات جاگ رہی تھی۔

پولیس کار کے سائرن کی آواز بند ہوچکی تھی اور اب مجھے اور کوئی آواز سنائی دے نہیں رہی تھی۔ میں ان روشنیوں کی جانب چل پڑا۔ ایک جگہ رک کر میں نے اپنے حلیے کا جائزہ لیا۔ حلیہ بگڑا ہوا تھا، بال بکھر گئے تھے، لباس بے ترتیب تھا۔ جس طرح بھی بن پڑا، میں نے اپنے آپ کو کسی حد تک درست کیا۔ سانسوں کو اعتدال پر لانے لگا۔ پھر میں ٹہلنے کے سے انداز میں

آگے بڑھ گیا۔ میرا حلیہ اب بھی مشکوک تھا۔ خاص طور سے اگر پولیس کی نگاہوں میں آجاتا تو وہ یقیناً مجھے نہ چھوڑتے۔ یہی سمجھتے کہ یا تو میں قاتل ہوں یا۔۔۔ ڈاکو اور پھر پستول کی موجودگی اس بات کی تصدیق کردیتی، اس لیے ضروری تھا کہ جہاں تک ہوسکے اپنے آپ کو کسی کی نگاہ میں آنے سے بچاؤں۔ اس صورتِ حال کے بارے میں مزید کچھ سوچنا بس حماقت ہی معلوم ہوتی تھی۔ کیا سوچا تھا اور کیا ہوگیا۔ تہذیب مالکم ایکس کے ساتھ گزرنے والے لمحات زندگی کے دلکش ترین لمحات تھے طویل مسافت کے بعد ایک ٹھنڈی چھاؤں ملی تھی لیکن تقدیر کو یہ منظور نہ تھا۔ میرا دل تو ان دنوں یہی چاہنے لگا تھا کہ فرصت کے ان لمحات کو طویل سے طویل تر کردوں۔ کچھ کاہلی سی طاری ہوگئی تھی اور تہذیب کی معیت ذہن پر ایک سرور بن کر چھا گئی تھی لیکن تقدیر مجھے متحرک رکھنے کی خواہش مند تھی۔

خیالات میں ڈوبا ہوا کافی دور نکل آیا۔ سامنے ہی بائیں سمت ایک ریستوران نظر آرہا تھا جس میں سے موسیقی کی ہلکی ہلکی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ غالباً رات بھر کھلنے والے ریستورانوں میں سے ایک تھا۔ ویسے بھی اس علاقے کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے، یہاں میں نے دیکھا ہی کیا تھا۔ بس پہلے وہاں قیام کیے رہا جہاں تارینا ہارڈو نے مجھے ٹھہرایا تھا اور پھر سان اسٹیلو پہنچ گیا تھا۔ بقیہ شہر سے نقشے کی حد تک واقفیت ضرور تھی لیکن ذاتی طور پر میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

پھر میں رینبو نامی ریستوران میں داخل ہوگیا۔ رات کا خاصا حصہ گزر گیا تھا۔ ریستوران کے ساتھ بار بھی تھا اور اس وقت یہاں بیٹھنے والے شراب کے علاوہ کسی اور چیز میں کیا دلچسپی لے سکتے تھے اور جن لوگوں نے شراب پی رکھی ہو انھیں اس بات سے کیا غرض ہوسکتی ہے کہ ریستوران میں کب کون داخل ہوا ہے، البتہ بارٹینڈر وغیرہ اور دوسرے سروس کرنے والے ویٹر مستعد اور مؤدب تھے لیکن میرے حلیے پر کسی نے کوئی خاص توجہ نہ دی۔

میں اب ذہنی طور پر پوری طرح بیدار ہوگیا تھا چنانچہ میں نے اس انداز میں اداکاری کی جیسے میں شراب پیے ہوئے ہوں اور نشے کے عالم میں میری یہ کیفیت ہوئی ہے۔ اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب استعمال نہیں کی جاسکتی تھی۔ چنانچہ لڑکھڑاتے قدموں سے میں ایک خالی میز کی جانب بڑھ گیا اور میز پر بیٹھنے کے بعد ڈھلکے ہوئے ہاتھ سے دو تین بار میز بجائی، ویٹر مسکراتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے وھسکی کا آرڈر دیا اور ویٹر گردن خم کرکے چلا گیا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھ کر یہ جائزہ لے لیا کہ سامنے آئی ہوئی وھسکی کی بوتل کو کس طرح خالی کیا جاسکتا ہے اور اس کے لیے میں نے محسوس کیا کہ مجھے کوئی خاص دقت نہ ہوگی۔ گلاس اور بوتل میرے سامنے آگئے۔ دوسری تمام چیزیں بھی سجادی گئی تھیں۔ جیب میں اس شخص کا پرس موجود تھا جس نے آخری وقت میں میری مدد کی تھی۔ اس لیے مجھے بل کی ادائیگی کی فکر نہیں تھی۔ میں نے گلاس میں تھوڑی سی شراب انڈیلی اور اسے سامنے رکھ کر اونگھنے لگا۔

ہال کے ماحول پر پہلے ہی ایک طائرانہ نگاہ ڈال لی تھی۔ جس قسم کا ماحول اس وقت ہونا چاہیے تھا وہی تھا۔ بدمست قہقہے ابھر رہے تھے اور انسانی جبلت کی وحشتیں اپنے عروج پر تھیں لیکن یہ یہاں کا عام ماحول تھا اس لیے کوئی اس پر توجہ نہیں دے رہا تھا۔ مجھے یہاں بیٹھ کر سکون محسوس ہوا۔ کم از کم سوچنے کو مہلت تو مل گئی تھی اور جب سوچنے کو مہلت ملی تو میں نے اپنے دماغ کو اعتدال پر لاکر پھر اس سلسلے میں تخیلی گھوڑے دوڑانے شروع کردیے۔

بات وہیں سے شروع ہوتی تھی یعنی اس وقت سے جب تارینا ہارڈو نے مجھے ان حالات کی اطلاع دی تھی۔ پھر بعد کے واقعات سے یوں محسوس ہوا جیسے دو گروہوں میں، جو ہم دونوں میں دلچسپی رکھتے تھے، آپس میں ٹھن گئی ہے۔ اُن میں سے ایک کے بارے میں ہمارا خیال تھا کہ اس کا تعلق انتظامیہ سے ہوسکتا ہے لیکن دوسرے گروہ کے لوگ کون تھے اور تارینا ہارڈو کے قتل کے بعد مجھے وہاں سے بچا کر لانے والوں کی کوشش کیا حیثیت رکھتی تھی؟ کیا واقعی وہ مجھے انتظامیہ سے بچانا چاہتے تھے لیکن اس میں ان کا کیا مقصد پوشیدہ تھا؟ کیا یہ وہی لوگ ہوسکتے تھے جنھوں نے ہائل جوشیو کے روپ میں موجود میڈم مارٹینا کے خلاف عمل کیا تھا لیکن پھر انھیں مجھ سے اور تہذیب مالکم ایکس سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی اور کیوں دلچسپی تھی؟ اس کی وجہ جاننا ضروری تھا۔

تارینا ہارڈو کی کیفیت بھی ذہن میں ایک معمّا بنی ہوئی تھی۔ اس وقت تو یقیناً وہ اپنے آپے میں نہیں تھی جب اس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ میرے لیے بچاؤ کا کوئی اور راستہ نہیں رہا تھا لیکن اس وقت میرے ذہن میں یہ خیال تک نہ تھا کہ تارینا ہارڈو میرے ہاتھ سے اس طرح ماری جائے گی اور کیا یہ لوگ اس بات کی توقع رکھتے تھے کہ میں تارینا ہارڈو کو قتل کردوں گا یا صرف یہ جانتے تھے کہ تارینا ہارڈو اس وقت میرے کمرے میں آئی ہے۔ لمبے قد کے آدمی کا میرے عقب میں دیکھنے کا انداز کچھ ایسا ہی تھا جیسے اسے توقع ہو کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرے پیچھے کوئی اور بھی باہر نکلے گا۔ گویا تارینا ہارڈو کے میرے کمرے میں داخلے کی خبر دوسرے لوگوں کو بھی تھی اور ان لوگوں کو بھی جو تارنیا ہارڈو کے مخالف تھے کسی بھی فیصلے پر پہنچنا اس وقت خاصا مشکل کام معلوم ہو رہا تھا۔ حالات نے ایک بار پھر اس طرح الجھا دیا تھا کہ کوئی بہتر صورت نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔ تہذیب کی گم شدگی کا معاملہ بھی تھا جو میرے نزدیک سب سے زیادہ اہم تھا۔ تہذیب کو تو میں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ تو اب میری زندگی کا ایک حصہ تھی اور اس کے بغیر زندہ رہنا محبت کے پاکیزہ جذبے کو بدنام کرنا تھا۔ وہ میرے کمرے سے کہاں چلی گئی تھی، خود گئی تھی یا اسے لے جایا گیا تھا؟ دفعتاً ذہن میں ایک اور دھماکا ہوا۔ میں نے دروازے پر ہونے والی آہٹیں سن کر دروازہ اندر سے خود ہی کھولا تھا۔ اگر تہذیب کو اغوا کر کے کہیں لے جایا گیا تھا تو پھر کمرے کا دروازہ اندر سے کیسے بند ہوا.... ! کیا تہذیب اس وقت کمرے ہی میں تھی؟ کیا میرے نیم خوابیدہ ذہن نے غلط سوچا تھا؟ غلط فیصلہ کیا تھا لیکن اگر وہ کمرے ہی میں تھی تو کہاں تھی اور اس تمام ہنگامے کے درمیان سامنے کیوں نہیں آئی؟ دماغ ایک بار پھر گھوم گیا تھا۔ ویٹر میرے نزدیک سے گزرا تو میں نے چونک کر آنکھیں پھاڑیں اور اس کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ میں نے ضروری سمجھا کہ گلاس کی شراب کو نیچے بہا کر ضائع کر دوں اور میں نے احتیاط سے ایسا ہی کیا اور بوتل میں سے مزید شراب انڈیل لی تاکہ ان لوگوں کو کوئی شک نہ ہو سکے۔

ذہن پھر تہذیب میں الجھ گیا۔ دروازے کے بند ہونے کا معمّا سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کیا تہذیب وہیں کہیں کسی گوشے میں بے ہوش پڑی ہوئی تھی؟ کیا اُسے کمرے سے باہر نہیں نکالا گیا تھا؟ اگر ایسا تھا تو واقعی مجھ سے شدید حماقت ہوئی لیکن کیا کرتا! جو کچھ ہوا وہ اس قدر اچانک اور غیر متوقع تھا کہ میں چکرا کر رہ گیا تھا۔

میں نے گلاس میں سے تھوڑی سی شراب اور نیچے گرا دی۔ اور اس وقت اپنے سامنے کسی کو کھڑا پا کر نگاہیں اٹھائیں، غور سے دیکھا تو تقریباً ستائیس اٹھائیس سال کی ایک اوباش لڑکی میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ میں نے لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں اس سے اس کی آمد کے بارے میں پوچھا تو وہ کرسی گھسیٹ کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"میں دیکھ رہی ہوں، تم بے حد اداس ہو۔"

"ہاں! میں اداس ہوں۔ تم میرے لیے کیا کر سکتی ہو؟" میں نے بدستور نشے میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمھاری اداسی دور کر سکتی ہوں، میرا نام ہلنزا ہے۔"

"ہاں، میں اپنی اداسی دور کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے ایک فوری فیصلے کے تحت جواب دیا۔

"تو پھر اٹھو، یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ اپنی بوتل ساتھ لے لو۔ میں تمھیں کمرے میں لے جا کر پلاؤں گی۔"

"کمرہ... کمرہ کہاں ہے؟" میں نے اسی مخصوص انداز میں کہا۔

"اس کے حصول میں کوئی دقّت پیش نہیں آئے گی۔ کیا تمھارے پاس کمرے کے کرائے کی ادائیگی کے لیے رقم موجود ہے؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر میں ابھی کمرہ حاصل کرتی ہوں۔" وہ بولی اور اٹھ کر چلی گئی۔ میں نے اس وقت رات کے بقیہ لمحات گزارنے کے لیے یہ ترکیب مناسب سمجھی تھی۔ کم از کم کوئی ٹھکانہ تو ملا۔

لڑکی کاؤنٹر پر گئی اور تھوڑی دیر بعد میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کے ہاتھ کی انگلی میں ایک چابی جھول رہی تھی۔ اس نے بازو سے پکڑ کر مجھے اٹھایا اور پھر خود ہی بوتل اٹھا کر میرے ہاتھ میں دے دی۔ غالباً وہ اسے ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں لڑکھڑاتے قدموں سے اس کے ساتھ چل پڑا۔ لفٹ شاید بند ہو گئی تھی۔ اس لیے ہمیں سیڑھیوں کے ذریعے ہی اوپر جانا پڑا۔

دوسری منزل کے ایک کمرے کے دروازے پر وہ رک گئی۔ یہاں سے پوری طرح واقف معلوم ہوتی تھی، اس لیے کمرے کا نمبر وغیرہ تلاش کرنے کے لیے وہ ایک لمحہ بھی نہیں رکی تھی۔ ایک خوبصورت اور سجا ہوا بیڈ روم میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ یہاں آنے کے بعد اب مجھے فوری طور پر یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اس بلا سے کیسے نجات حاصل کی جائے۔ اب تک تو وہ میرے لیے معاون ثابت ہوئی تھی، ورنہ میں اپنے طور پر شاید اس ہوٹل میں کمرے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور پھر اس طرح کمرہ حاصل کرنا مشکوک بھی ہو سکتا تھا۔ کم از کم لڑکی کے ذریعے یہ مرحلہ تو طے ہو گیا تھا۔ میں اس لڑکی کے ٹائپ کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا اور جانتا تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ چنانچہ بستر کی طرف بڑھنے کے بجائے میں نے ٹوائلٹ کا دروازہ دیکھا اور لڑکی کو ایک اشارہ کر کے ٹوائلٹ کی طرف بڑھ گیا۔ ٹوائلٹ میں پہنچ کر سب سے پہلے میں نے وہ پرس نکالا جس میں نوٹ بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس میں سے نوٹوں کی پچھتر فیصد مقدار باہر نکالی اور انھیں انتہائی احتیاط سے ایک ایسی جگہ چھپا دیا جہاں لڑکی کی پہنچ نہیں ہو سکتی تھی۔ بقیہ نوٹوں کو پرس ہی میں رکھ کر میں نے پرس واپس اپنی جیب میں رکھ لیا اور پھر جھومتا ہوا ٹوائلٹ سے باہر نکل آیا۔

میرے انداز میں اب بے پناہ لڑکھڑاہٹ تھی۔ بستر کے قریب پہنچ کر میں اوندھے منہ بستر پر گر پڑا اور بے سُدھ ہو گیا۔

لڑکی چند لمحے مجھے دیکھتی رہی، پھر اس نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور میرے نزدیک آگئی۔

"مسٹر... مسٹر! کیا اور نہیں پیو گے؟" اس نے مجھے جھنجوڑا لیکن میں نے اُسے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری آنکھیں بند تھیں۔

وہ چند لمحے اسی طرح کھڑی مجھے دیکھتی رہی، کچھ سوچتی رہی پھر اس نے جھک کر مجھے سیدھا کر دیا۔

"مسٹر جاگو تو سہی۔ سنو! تمھارا نام کیا ہے؟"

میں نے اس مرتبہ بھی کوئی جواب نہیں دیا تو وہ زمین پر پاؤں پٹخ کر غرائی۔

"گدھے کہیں کے۔" اس کے بعد وہ میری جیبیں ٹٹولنے لگی۔ میرا اندازہ بالکل درست تھا۔ پھر اس نے میری کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی بھی کھول لی اور اسے اپنے لباس میں رکھ لیا۔ پرس کھول کر وہ نوٹ گنتی رہی۔ میں اس کی آواز صاف سن رہا تھا، پھر اس نے آہستہ سے کہا "چلو ٹھیک ہے، میرا کام ہو گیا۔ البتہ ہوٹل کا کرایہ تمھارے پاس چھوڑ دینا میرا اخلاقی فرض ہے۔ کم از کم تم مجھے زیادہ گالیاں نہیں دو گے۔" اس نے چند نوٹ غالباً پرس ہی میں چھوڑ دیے تھے اور پھر پرس میری جیب میں ٹھونسنے کے بعد وہ مجھے ٹاٹا کہہ کر باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں نے سکون کی سانس لی۔ خدا کے فضل سے یہ عذاب بہت آسانی سے ٹل گیا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک اسی طرح پڑا دروازے کی سمت دیکھتا رہا۔ پھر اٹھ کر دروازہ میں نے اندر سے بند کر دیا۔ ہوٹل کے بارے میں، میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کس قسم کی جگہ ہے۔ صبح تک یا دوپہر تک مجھے کوئی ڈسٹرب کرنے والا نہیں تھا۔ اس کے بعد میرے لیے یہاں رہنے کی ضرورت بھی باقی نہیں تھی۔ جو رقم میں نے اس پرس میں سے نکالی تھی، وہ اتنی تھی کہ بہ آسانی میں ایک آدھ ہفتہ کسی شاندار قسم کے ہوٹل میں گزار سکتا تھا لیکن ان تمام باتوں سے ہٹ کر میرا ذہن پھر اسی سمت آ رہا تھا کہ یہ سب ہوا کیا ہے؟ کس سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں؟ تہذیب کہاں ہے؟ اگر میں اسے اسی کمرے میں چھوڑ آیا ہوں تو یہ میری زندگی کی سب سے بڑی حماقت تھی۔

صبح تک میں سوچتا رہا اور آخر یہی فیصلہ کیا کہ کسی مقتدر شخصیت سے رابطہ قائم کروں۔ کسی چھوٹی موٹی شخصیت سے ملنا بالکل حماقت ہے۔ وہ بڑی شخصیت جس سے میں ملنا چاہتا تھا، وزیر داخلہ کے علاوہ کس کی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ فوری طور پر وزیر داخلہ سے رابطہ قائم کر کے بات چیت کروں گا اور اس کے بعد بھی اگر حالات بہتر نہ ہوئے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہو گا۔ جس شخصیت سے میرا رابطہ قائم تھا اور جس کی وجہ سے میں ان معاملات میں ملوث ہوا تھا، وہ تو میرے ہی ہاتھوں ماری جا چکی تھی۔

روشنی پھوٹی تو میں باتھ روم میں جا گھسا اور پھر اتنی دیر تک ٹھنڈے پانی کے شاور کے نیچے بیٹھا رہا کہ ذہن کی تمام کسل مندی دھل کر بہہ گئی۔ لباس وہی تھا جو بدن پر موجود تھا۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک طرح سے بالکل ہی بے یار و مددگار ہو کر رہ گیا تھا۔

پونے نو بجے کے قریب ایک ویٹر میرے کمرے میں داخل ہو گیا۔

"جنابِ عالی کا قیام کتنی دیر ہے؟ ٹیکسی وغیرہ کی ضرورت تو نہیں ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"اگر میں اس کمرے میں مزید رکنا چاہوں تو کیا.....؟"

"نہیں جناب، یہ کمرے شام کو سات بجے کے بعد دیے جاتے ہیں اور صبح نو بجے سے پہلے خالی کرا لیے جاتے ہیں۔ دن میں یہاں کسی کے قیام کی گنجائش نہیں ہوتی۔" اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا اور میں اٹھ کر کھڑا ہوا۔

"شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور اسے تھوڑی سی ٹپ دے کر باہر نکل آیا۔ واجبات کی ادائیگی بھی میں نے ویٹر ہی کو کر دی تھی۔

باہر نکل کر میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اس وقت صورتِ حال میرے لیے انتہائی مخدوش تھی۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ دندناتا ہوا وزارتِ داخلہ کے دفتر پہنچ جاؤں لیکن عقل اس بات سے روکتی تھی۔ پھر اس حلیے میں تو کہیں بھی نہیں جا سکتا تھا مگر خطرہ مول لیے بغیر چارۂ کار بھی نہیں تھا۔ چنانچہ پیدل ایک سمت چل پڑا اور کافی دور نکلنے کے بعد ایک جنرل اسٹور میں داخل ہو گیا۔ یہاں ریڈی میڈ لباسوں کے ساتھ ساتھ دوسری تمام ضرورت کی چیزیں بھی موجود تھیں اور ان کی خریداری میں مجھے کوئی دقّت نہیں پیش آئی۔ یہ تمام چیزیں خرید کر میں نے ایک چھوٹے سے سوٹ کیس میں رکھوائیں، اسٹور کے ایک کیبن میں ایک لباس پہن کر دیکھا اور پھر اُسے بدن پر ہی رہنے دیا۔ اس طرح کم از کم حُلیہ تھوڑا سا بہتر ہو گیا تھا۔ حالانکہ شیو بڑھی ہوئی تھی لیکن یہ اتنی قابلِ توجہ چیز نہیں تھی۔ دل ہی دل میں اس بدبخت کو دعائیں دے رہا تھا جو میرے ہاتھوں مارا گیا تھا لیکن میرے لیے کچھ آسانیاں فراہم کر گیا تھا۔

سامان کا سوٹ کیس میرے ہاتھ میں تھا۔ سڑک پر آ کر میں نے ٹیکسی تلاش کی اور اب میں نے ایک درمیانے درجے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے ہوٹل کا انتخاب کیا تھا۔ اس ہوٹل میں کمرہ حاصل کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آئی۔

ٹیلی فون کے نزدیک رکھی ہوئی ٹیلی فون ڈائرکٹری میں، میں نے سب سے پہلے وزارتِ داخلہ کے نمبر تلاش کیے۔ خصوصی نمبروں میں ایک نمبر موجود تھا۔ پہلے آپریٹر سے رابطہ قائم کرنا پڑا، پھر پی اے سے اور اس کے بعد وزیرِ داخلہ سے ــــ اس تمام کارروائی میں تقریباً چھ منٹ صرف ہو گئے اور اس کے بعد میرا وزیرِ داخلہ سے براہِ راست رابطہ قائم ہو گیا ــــ

"سر، میں ایک غریب الوطن بول رہا ہوں جس کے ساتھ آپ کے وطن میں ناانصافی کی گئی ہے۔" میں نے کہا۔

"کون ہیں آپ؟" دوسری طرف سے وزیرِ داخلہ مسٹر آئین شلاٹر کی آواز سنائی دی۔

"علی یار ہے میرا نام . . . . اور اب سے کچھ گھنٹے قبل، شاید چوبیس گھنٹے قبل میں آپ کے لیے ایک اہم شخصیت تھا۔"

دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی پھر... وزیرِ داخلہ نے کہا "مسٹر علی یار خان! آپ مجھ سے ایک اور ٹیلی فون نمبر پر گفتگو کیجیے۔ میں آپ کو نمبر دے رہا ہوں۔" انھوں نے ایک نمبر دہرایا اور میں نے سلسلہ منقطع کر کے ان کے دیے ہوئے نمبر پر ڈائل کر لیا۔ چند لمحات انتظار کرنا پڑا اور اس کے بعد ریسیور اٹھا لیا گیا۔

"جی؟"

"علی یار خان۔"

"ہاں، میں سمجھ رہا ہوں۔"

"کیا آپ کو میرے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا علم ہے؟"

"زیادہ نہیں۔ کیا صورتِ حال ہے؟" انھوں نے سوال کیا اور میں نے اس دوران پیش آنے والے واقعات کی مختصر سی تفصیل بتا دی۔ سوائے اس کے کہ میں اس دوران دو قتل کر چکا ہوں۔

"مسٹر علی یار خان، ذاتی طور پر میں آپ کی تھوڑی بہت امداد کر سکتا ہوں۔ صورتِ حال کچھ ایسی پریشان کن ہے کہ ہم خود بھی اس سے عاجز ہیں اور ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا پائے کہ کیا ہو رہا ہے۔ آپ کو مجھ سے ملاقات کی زحمت کرنا ہو گی۔"

"تہذیب مالکم ایکس میری محبوب ہی نہیں، میری زندگی کا سرمایہ بھی ہے جنابِ عالی! میں اس کی خاطر ہر وہ کام کر سکتا ہوں جس کی مجھے ضرورت پیش آئے۔ شاید یہ بات آپ کے علم میں ہو کہ میں بہت پہلے یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا لیکن مجھے اس ملک کی شہریت دی گئی اور مجھ سے کہا گیا کہ اگر میں یہاں وقت گزاروں تو آپ لوگوں کے لیے خوشی کا باعث ہو گا۔ اس کے بعد میرے ساتھ یہ سلوک کیا مناسب ہے؟"

"میں سمجھ رہا ہوں علی یار خان کیا تارنیا ہارڈو نے آپ سے ملاقات نہیں کی؟"

"جی ہاں۔ سان اسٹیلو میں، میری ان سے ملاقات ہوئی تھی لیکن انھوں نے اس کا اشارہ بھی نہیں کیا تھا کہ میرے ساتھ کیا واقعات پیش آنے والے ہیں۔"

"آپ ایک کام کیجیے مسٹر علی یار خان۔ اس وقت آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟"

"ایک ہوٹل سے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آپ سے اس کا پتا نہیں پوچھوں گا کیونکہ ذاتی طور پر میں خود بھی الجھا ہوا ہوں۔ البتہ آپ ایک کام کیجیے۔ ڈھائی بجے آپ اپنے ہوٹل سے نکلیے، ایک ٹیکسی میں بیٹھیے اور یوکرائن نامی جگہ پہنچ جائیے۔ ٹیکسی ڈرائیور آپ کو اس جگہ پہنچا دے گا۔ یوکرائن میں ایک ایئر فیلڈ موجود ہے، آپ کو وہاں داخلے میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔ میں خفیہ طور پر ہدایت جاری کر دوں گا لیکن یہ سمجھ لیجیے کہ یہ صرف ایک ذاتی ملاقات ہے جو صرف آپ سے تعاون کی بنیاد پر ہو رہی ہے۔ اگر آپ مجھے مطمئن کر سکے مسٹر علی یار خان تو ہم آپ کے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر معذرت کر لیں گے لیکن دوسری شکل میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے ذریعے آپ کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

"میں اس کے لیے تیار ہوں لیکن صورتِ حال میرے علم میں تو آجائے۔ اس کے بعد مجھے آپ لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی آپ سے ذاتی طور پر تعاون کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ تمام واقعات میرے لیے بھی نہایت روح فرسا ہیں۔ آپ کو وہاں پہنچنے کے بعد ہیلی کاپٹر اے جے فورنائن زیرو ایف ایس کے نزدیک پہنچنا ہے جو آپ کا انتظار کرے گا۔ وہ ہیلی کاپٹر آپ کو لے کر میرے پاس پہنچ جائے گا۔ میں ایک خفیہ جگہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تاکہ دوسروں کے علم میں یہ بات نہ آسکے۔"

"میں مقررہ وقت پر وہاں پہنچ جاؤں گا۔ ملاقات ضروری ہے جنابِ عالی تاکہ میری بھی تشفی ہو سکے اور آپ کی بھی۔" میں نے کہا۔

"بس اس سے زیادہ گفتگو نہیں کی جا سکتی مسٹر علی یار خان۔ میں معذرت خواہ ہوں۔" وزیرِ داخلہ نے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔

اس گفتگو کے بعد مجھے ایک گونہ اطمینان ہوا تھا۔ کم از کم ایک شریف آدمی نے کسی حد تک شرافت سے گفتگو کی تھی۔ ویسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ان واقعات کے بارے میں وزیرِ داخلہ کو بھی معلوم تھا لیکن کیا غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے، اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا ابھی تک۔ شاید تارنیا ہارڈو کی موت کا انھیں ابھی تک علم نہیں ہوا تھا۔ ورنہ ان کا میرے ساتھ رویّہ اتنا بہتر نہ ہوتا۔ لیکن ان سے ملاقات کرنے کے بعد میرے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ میں انھیں تارنیا ہارڈو کے بارے میں بتا دوں۔ ویسے بھی یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کب اور کہاں مقامی پولیس کے افراد مجھے دبوچ بیٹھیں۔ اب تو یہ پورا شہر ہی دشمنوں کا شہر بن کر رہ گیا تھا اور دشمن بھی بے شمار اور نادیدہ۔

دوپہر کو بہت ہلکا سا کھانا کھایا۔ خود کو چاق و چوبند رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے بعد تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ رات بھر جاگنے کی وجہ سے آنکھیں جل رہی تھیں لیکن ذہن اس قدر پراگندہ اور پریشان تھا کہ نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ٹھیک دو بج کر پچیس منٹ پر کمرے سے باہر نکل آیا۔ چابی کاؤنٹر پر رکھ دی اور ایک ٹیکسی لے کر یوکرائن کی جانب چل پڑا۔

یوکرائن کا علاقہ شہر کے نواح میں تھا۔ خاردار تاروں کے ایک گیٹ سے گزرنے کے بعد میں نے ایئر فیلڈ دیکھا۔ اس دوران مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ کئی گاڑیاں اِدھر سے اُدھر آجا رہی تھیں۔ غالباً یہاں آنے والوں کے لیے زیادہ پابندیاں نہیں تھیں۔ ایئر فیلڈ پر ہیلی کاپٹر نمبر اے جے فورنائن زیرو ایف ایس ایک طرف کھڑا نظر آگیا۔ اس کے نزدیک ایک پائلٹ کھڑا ہوا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا تو پائلٹ نے گردن خم کر کے مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ شاید میرا ہی انتظار کر رہا تھا۔

میں اس کی ہدایت پر عمل کر کے ہیلی کاپٹر میں جا بیٹھا۔ پائلٹ نے اپنی سیٹ سنبھال لی اور چند ہی لمحے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔

ہم ساحل کے ساتھ ساتھ پرواز کرتے رہے۔ ایک طرف پانی تھا اور دوسری طرف زمین۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ میں نیچے دیکھتا جا رہا تھا۔ ساحل کے ساتھ ساتھ اب جزیرے شروع ہو گئے تھے۔ بلندی سے دیکھنے پر یہ جزیرے غیر آباد اور سنسان نظر آتے تھے لیکن ظاہر ہے شہری آبادی سے اتنی قربت کی بنا پر یہ سنسان اور غیر آباد نہیں ہوں گے۔ ممکن ہے یہ سب حکومت کے کنٹرول میں ہوں اور یہاں اس ملک کے لیے کچھ کام ہوتا ہو۔

ہیلی کاپٹر خاصی نیچی پرواز کر رہا تھا۔ سمندر کا پانی صاف نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک جزیرے کے بالکل قریب سے گزرے۔ یہاں سامنے کے رخ سے گزرنے کے بعد چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا ایک سلسلہ نظر آیا۔ ہیلی کاپٹر ان پہاڑیوں سے زیادہ اونچا نہیں تھا۔

دفعتاً ہی کچھ ہوا، ایک لمحے کے لیے تو میں سمجھ نہیں سکا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے احساس ہو گیا کہ کیا ہوا ہے۔ گولیوں کی ایک بوچھاڑ آئی تھی اور کھڑکیوں سے لے کر کاک پٹ تک کے شیشوں میں سوراخ کرتی چلی گئی تھی۔ نیچے چند افراد سب مشین گنیں اٹھائے فائر کر رہے تھے۔ گولیوں کی دوسری بوچھاڑ آئی مگر میں تیزی سے نیچے جھک گیا۔ ہیلی کاپٹر نے ایک جھٹکا لیا اور نیچے گرنے لگا۔ میں نے چیخ کر پائلٹ سے ہیلی کاپٹر سنبھالنے کے لیے کہا۔ وہ میری طرف مڑا اور میں اس کا وحشت زدہ چہرہ دیکھ کر ڈر گیا۔ اس کے پورے منہ پر خون ہی خون تھا اور اس کی گردن کے پاس ایک سوراخ تھا جس کے کنارے بارود سے سیاہ پڑ گئے تھے اور سرخ لہو گوشت کی گلابی رنگت پر سے بہتا ہوا باہر نکل رہا تھا۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر اس کے منہ سے صرف خون نکل سکا۔ وہ سیٹ سے نیچے گر گیا۔

ہیلی کاپٹر کے انجن میں آگ لگ گئی تھی اور وہ تیزی سے سمندر کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اپنا ریوالور نکال لیا اور چھلانگ لگا دی۔ ہیلی کاپٹر اور میں دونوں ساتھ ساتھ ہی سمندر میں گرے تھے۔ جب میں سطحِ آب پر ابھرا تو جزیرے کے اور میرے درمیان پانی کی سطح پر جلتا ہوا ہیلی کاپٹر تھا۔ میں نے فاصلے کا اندازہ لگایا اور غوطہ لگا کر نیچے ہی نیچے چل پڑا۔ اگلی دفعہ جب میں نے ہانپتے ہوئے سانس لینے کے لیے منہ پانی سے باہر نکالا تو جزیرے کا ساحل تھوڑی ہی دور رہ گیا تھا اور ہیلی کاپٹر کا فولادی ڈھانچہ پانی میں پائلٹ کی خون آلود لاش سمیت غرق ہو چکا تھا۔ میں برق رفتاری سے ہاتھ مارتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور پھر ساحل کی ایک چٹان کا سہارا لے کر اوپر چڑھ گیا۔

میری نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں، پستول تو پانی میں پہنچنے کے بعد ہی میں نے چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ پانی میں بھیگ کر وہ ناکارہ ہو چکا تھا اور اب میں نہتا تھا اور اس جزیرے پر میرے دشمن موجود تھے جو سب مشین گنوں سے مسلح تھے۔

میں ریت پر رینگتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ایک طویل میدان کے بعد چند پیڑ نظر آئے جو اس جزیرے پر اداس اور خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ دور تک کوئی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ میں ان درختوں کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر ان کی آڑ میں آگے بڑھنے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس وقت میں ایک ... درخت کی آڑ سے نکلا ہی تھا کہ اچانک ایک سرد نال میری پشت سے آ لگی اور اس کے ساتھ ہی ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی "ہاتھ اوپر اٹھا دو۔" میں نے بے اختیار ہاتھ اوپر اٹھا دیے تھے۔ کسی نے پیچھے سے میرے بدن کی تلاشی لی اور کچھ نہ پا کر مجھے اپنی طرف گھما دیا۔

چار آدمی میرے سامنے کھڑے تھے۔ یہ چاروں میرے لیے اجنبی تھے۔ ان کے چہروں سے میں یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ ان کا تعلق کس ملک سے ہے ممکن ہے مقامی ہی ہوں۔ انھوں نے مجھے آگے چلنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ میرے پیچھے پیچھے مجھ پر سب مشین گنیں تانے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

فاصلہ زیادہ طے نہیں کیا گیا، تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک کشادہ غار کے دہانے کے سامنے لے جایا گیا اور اندر داخل ہونے کی ہدایت کی گئی۔ غار تاریک تھا اور اس میں چلتے ہوئے یہ احساس ہوتا تھا کہ خاصا بلند بھی ہے۔ میں اندھوں کی طرح آگے بڑھتا رہا۔ میرے پیچھے ان لوگوں کے قدموں کی آوازیں مسلسل گونج رہی تھیں۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد غار بائیں طرف گھوم گیا۔ ادھر ہلکی سی روشنی نظر آئی۔ یہ روشنی ایک اور سوراخ سے آ رہی تھی جسے دوسرے غار میں داخل ہونے کا دروازہ کہا جا سکتا تھا۔ ان لوگوں کے اشارے پر میں اس سوراخ سے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں ایک شمعدان میں پانچ شمعیں جل رہی تھیں اور اندر ایک خاصا کشادہ غار موجود تھا جس میں مختلف قسم کا کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ غالباً کشتیوں کے بادبان، لمبی لمبی لکڑیاں، کچھ کرسیاں جو ٹوٹی ہوئی تھیں اور ایسی ہی دوسری چیزیں۔ ان لوگوں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر ان میں سے ایک نے رسی اٹھا کر میرے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیے۔ اس کے بعد انتہائی بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے ایک زوردار لات میری کمر پر رسید کر دی اور میں فرش پر گر گیا۔ گرنے کے بعد میرے پاؤں بھی باندھ دیے گئے اور وہ لوگ میرا مکمل جائزہ لینے کے بعد وہاں سے باہر چلے گئے۔ کسی نے ایک لفظ بھی منہ سے ادا نہیں کیا تھا۔

میں سیدھا ہونے کی کوشش کرنے لگا اور کہنی کے بل زور لگا کر سیدھا ہو گیا۔ دماغ تاریک ہوا جا رہا تھا۔ غالباً رات کو نہ سونے کی وجہ سے بھی اس کیفیت میں کچھ اضافہ ہو گیا تھا۔ لباس بری طرح بھیگا ہوا تھا اور میرے بدن سے چپک گیا تھا لیکن اس خستہ حالی کے باوجود میں اپنے ذہن کو پرسکون رکھنا چاہتا تھا۔ تاکہ اس سے کوئی بہتر کام لے سکوں۔

کافی دیر تک میں اسی طرح لیٹا رہا اور اس شمعدان کو دیکھتا رہا جس میں لگی ہوئی موم بتیاں آدھی سے زیادہ جل چکی تھیں لیکن اتنی موٹی تھیں وہ کہ ابھی ان کے کئی گھنٹے تک جلتے رہنے کا امکان تھا۔

باہر مکمل سناٹا چھا گیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں لانے والے یہاں چھوڑنے کے بعد مطمئن ہو کر چلے گئے ہوں۔ میری نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگیں۔ یہاں سے آزادی حاصل کرنا ضروری تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ کون لوگ تھے۔ میرے نامعلوم دشمن یا مقامی حکام کے ہرکارے؟ یا مسٹر آئمن شلائر نے میرے ساتھ بدعہدی کی ہے؟ لیکن اس کے لیے مجھے اتنی دور اس جزیرے تک لانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ کام تو مجھ سے گفتگو کے تھوڑی دیر بعد بھی ہو سکتا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ میرے وہ دشمن تھے جن کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔

دیر تک میں اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑاتا رہا۔ اس سامان کی طرف بھی نگاہیں اٹھیں جو ٹوٹا پھوٹا پڑا ہوا تھا۔ اس سامان کی تلاشی لینا بھی ممکن نہیں تھا، اس وقت تک جب تک کم از کم ہاتھ نہ کھل جائیں۔ ہاتھ کھولنے کے لیے کیا ترکیب ہونا چاہیے اور یہ ترکیب تھوڑی دیر کے بعد ہی میرے ذہن میں آ گئی۔ میں نے اس شمعدان کی طرف نگاہیں دوڑائیں جس پر پانچ شمعیں روشن تھیں اور پھر آہستہ آہستہ میں کھسکنے لگا۔

مجھے اندازہ تھا کہ پیر بندھے ہوئے ضرور ہیں لیکن اگر میں اٹھ کر بیٹھ جاؤں تو پھر پیروں کے بل دیوار کے سہارے کھڑے ہونے میں دقت نہیں ہوگی اور کھڑے ہونے کے بعد میرا چہرہ بہ آسانی شمعدان کے قریب پہنچ سکتا ہے۔

آہستہ آہستہ میں کھسکتا رہا اور اس میں مجھے بہت زیادہ دقت نہیں ہوئی تھی، سوائے اس کے کہ کہنیاں تھوڑی سی چھل گئی تھیں۔ بالآخر میں اس دیوار کے نزدیک پہنچ گیا جس پر شمعدان روشن تھا اور دیوار کا سہارا لے کر کھڑے ہونے میں مجھے بہت زیادہ دقت نہیں ہوئی، سوائے رانوں پر زور دینے کے۔

کھڑے ہونے کے بعد میں نے اپنا چہرہ شمعدان کی طرف بڑھایا اور دانتوں سے اس کے نچلے حصے کو پکڑ کر اتار لیا۔ اس کوشش میں پیشانی کا تھوڑا سا حصہ ایک شمع سے جل گیا تھا پھر میں نے شمعدان کو اس طرح سے نیچے گرا دیا کہ شمعیں بجھنے نہ پائیں۔ موم بتیاں شمعدان سے نکل کر نیچے گر گئی تھیں لیکن وہ روشن تھیں۔ میں نے احتیاط سے بیٹھ کر اپنا رخ تبدیل کیا اور ہاتھوں میں بندھی ہوئی رسیاں ان میں سے ایک جلتی ہوئی شمع کے شعلے پر رکھ دیں۔ میری کلائی دو تین جگہ سے جل گئی لیکن میں نے اس کی پروا نہیں کی تھی۔ ایک ہی جگہ ہاتھ کو ٹکائے رکھنا، وہ بھی دیکھے بغیر، بڑا مشکل کام تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے محسوس ہوا جیسے رسی جل رہی ہو۔ میں نے شمع کے شعلے سے اسے ہٹا کر تھوڑا سا زور لگایا لیکن رسی ابھی اتنی کمزور نہیں ہوئی تھی کہ ٹوٹ جاتی چنانچہ میں نے اسے پھر شمع کے شعلے پر رکھ دیا۔ تقریباً دس منٹ کی مسلسل کوششوں کے بعد میرے دونوں ہاتھ آزاد ہو گئے تھے۔ ہاتھ آزاد ہوئے تو پیروں کو آزاد ہونے میں بھلا کیا دقت پیش آ سکتی تھی اور اس کے بعد میں ان بندشوں سے چھٹکارا پانے میں کامیاب ہو گیا۔

میں نے غار کے دہانے کے قریب پہنچ کر باہر جھانکا۔ تاریکی اور سناٹے کے علاوہ یہاں کچھ نہیں تھا۔ میں پھر اس سامان کے پاس پہنچ گیا جو تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہا تھا۔ شمعیں میں نے پھر سے شمعدان میں لگا دی تھیں اور شمعدان کو اس کی جگہ رکھ دیا تھا۔ سامان میں مجھے ایک نوک دار سلاخ جیسی چیز مل گئی جو غالباً آتشدان کی آگ کریدنے کے لیے استعمال کی جاتی تھی یا پھر ممکن ہے یہ کسی اور کام کے لیے ہو لیکن یہ سلاخ میرے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہو سکتی تھی۔ سلاخ کو اپنے قبضے میں کرنے کے بعد میں غار کے دہانے سے باہر نکل گیا اور اس لمبی سرنگ میں چلتا رہا پھر اس بہت بڑے دہانے کے پاس پہنچ گیا جس سے مجھے گزار کر اندر لایا گیا تھا۔

دہانے کے پاس ایک لمحے کے لیے مجھے کسی شخص کا سایہ محسوس ہوا، لیکن میں اسے موقع نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے سلاخ دونوں ہاتھوں سے پکڑی اور پھر سیدھی اس شخص کے سینے میں گھونپ دی۔ اس شخص کے حلق سے ایک کریہہ چیخ نکلی، اس نے اپنا ریوالور نکالنے کی کوشش کی تھی لیکن سلاخ اپنا کام کر چکی تھی۔ میں نے سلاخ کو واپس کھینچ کر دوبارہ اس کے حلق میں پیوست کر دیا اور اس کے بعد بھلا اس کے جانبر ہونے کی کیا گنجائش تھی۔ میں نے ایک بار پھر سلاخ کھینچی اور خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔ میرے ہاتھ خون میں تر ہو گئے تھے۔ وہ شخص کچھ دیر تڑپنے کے بعد مر گیا۔

چند لمحے میں اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے اس کا ریوالور قبضے میں کیا، تھوڑی سی کرنسی اور کچھ دوسری چیزیں بھی دستیاب ہوئی تھیں۔ اس کے بعد میں باہر نکل آیا۔ اس کے ساتھیوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کب واپس آ جائیں۔ اس وقت یہاں سے فرار ضروری تھا تاکہ کوئی نئی مصیبت نہ کھڑی ہو جائے۔ غار سے میں کافی دور نکل آیا اور پھر جھاڑیوں کا ایک جھنڈ دیکھ کر اس کی طرف بڑھ گیا۔ ان لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کے لیے کوئی فوری پناہ گاہ ضروری تھی۔ قد آدم جھاڑیوں میں اپنے لیے جگہ بنا کر میں بیٹھ گیا۔

کافی دیر تک میں یہاں رکا رہا۔ دور دور تک خاموشی کا راج تھا۔ پتا نہیں باقی لوگ کہاں چلے گئے تھے۔ ممکن ہے وہ جزیرے سے ہی چلے گئے ہوں۔ مزید کچھ وقت گزارنے کے بعد میرے لیے ان جھاڑیوں میں رکے رہنا ناقابلِ برداشت ہو گیا، میں باہر نکل آیا اور محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگا۔

ساحل زیادہ دور نہیں تھا۔ پانی کی لہروں نے میری رہنمائی کی اور میں ان چٹانوں کی طرف بڑھ گیا جو ایک طرف کنارے سے لگی ہوئی تھیں۔ بہت سی چٹانیں اندر سے کھوکھلی تھیں لیکن ان کے اندر داخل ہونا ممکن نہیں تھا کیونکہ سالہا سال سے یہاں کیکڑوں کے خاندان آباد تھے اور کیکڑے بھی اتنے بڑے بڑے کہ جنھیں دیکھ کر خوف محسوس ہو۔ ایک بلند جگہ کو میں نے اپنے لیے منتخب کر لیا۔ اگر ہیلی کاپٹر ہی سے اس جگہ دیکھا جاتا تو میں نظر آ سکتا تھا ورنہ نیچے سے میرا دیکھا جانا ممکن نہیں تھا۔ یہاں بیٹھ کر میں دور دور تک سمندر کا جائزہ لینے لگا۔ بہت دور ایک جہاز لنگر انداز نظر آ رہا تھا لیکن اس کا فاصلہ اتنا تھا کہ تیر کر وہاں جانے کی کوشش کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ فوری طور پر جزیرے سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں انھی سوچوں میں غلطاں سمندر کا نظارہ کرتا رہا اور اس دوران مجھے وقت کے گزرنے کا بھی کوئی احساس نہ رہا۔

سورج چھپ گیا اور تاریکی برق رفتاری سے جزیرے پر پھیلنے لگی، یہاں سے سمندر میں بکھرے ہوئے جہازوں کی روشنیاں دیکھی جا سکتی تھیں لیکن ان میں سے کوئی جہاز ایسا نہیں تھا جس تک بغیر کسی وسیلے کے رسائی ممکن ہو سکتی، ابھی بیٹھا یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً چند روشنیاں ایک سیدھ میں جزیرے کی طرف آتی ہوئی محسوس ہوئیں اور میں محتاط ہو گیا۔ غالباً یہاں سے جانے والے واپس آ رہے تھے۔ میں چوکنا ہو کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اگر ان کی تعداد تین ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو مجھے قید کر کے یہاں سے چلے گئے تھے تو میں ان سے نمٹ سکتا تھا اور یہ کوشش کر سکتا تھا کہ انھیں ساحل پر ہی ہلاک کر کے لانچ حاصل کر لوں لیکن اگر ان کی تعداد زیادہ ہوئی تو پھر میری مشکلات میں اضافہ ہو جائے گا۔

میں نے لانچ کا رخ دیکھ کر اندازہ لگایا کہ وہ ساحل پر کس جگہ رکے گی اور پھر میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ چٹانوں کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

درمیان تاریکی میں احتیاط سے اترنا ضروری تھا، یہاں کائی اور پھسلن بھی بہت زیادہ تھی، گر پڑتا تو ہڈی پسلی ایک ہو جاتی۔ لانچ آہستہ آہستہ ساحل تک پہنچتی جا رہی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ساحل سے آلگی، میں اپنی جگہ ساکت ہو کر ان لوگوں کو دیکھنے لگا جو لانچ سے نیچے اتر رہے تھے۔ ان کی تعداد پانچ کے قریب معلوم ہوتی تھی۔

ابھی میں کوئی قدم اٹھانے کا فیصلہ ہی کر رہا تھا کہ دفعتاً میگا فون پر ایک آواز سنائی دی "علی یار خان! اگر یہاں موجود ہے تو ہمارے پاس آجائے۔ ہم اسے یہاں سے نکال لینے کے لیے آئے ہیں، کسی قسم کی کوئی احمقانہ کوشش ہمارے لیے بھی اور اس کے لیے بھی نقصان دہ ہوگی۔ ہمارا تعلق حکومت سے ہے۔" میں نے حیرت سے یہ آوازیں سنیں اور سوچنے لگا کہ اس میں کہاں تک صداقت ہو سکتی ہے۔ اس بات کا بھی امکان تھا کہ میرے دشمنوں کو پتا چل گیا ہو کہ میں ان کی قید سے فرار ہو گیا ہوں اور اس وقت مجھے جزیرے پر تلاش کرنے کے لیے یہ منظم کارروائی کی گئی ہو لیکن یہ بھی بعید از قیاس نہ تھا کہ وہ حکومت ہی کے آدمی ہوں اور واقعی میری بھلائی چاہتے ہوں۔ ذہن الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔ آخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دوں، اس جزیرے سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی صورت تو ہونا ہی چاہیے۔

ان لوگوں کی آواز فضا میں گونجتی رہی۔ وہ منتشر نہیں ہوئے تھے بلکہ آہستہ آہستہ قدم بہ قدم آگے بڑھ رہے تھے۔ تب میں نے اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول سے فائر کیا اور وہ سب بُری طرح اچھل پڑے۔ فائر کی وجہ سے وہ لوگ میری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ تیز ٹارچوں کی روشنیاں تاریکی میں لہرانے لگیں اور میں ان کے سامنے آگیا۔ ان میں سے میگا فون والے نے چیخ کر کہا۔ "اگر آپ علی یار خان ہیں تو براہِ کرم کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش نہ کریں، ہم آپ کو لینے کے لیے آئے ہیں، آپ کے مددگار ہیں۔"

میں آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھتا چلا گیا اور پھر ان کے قریب پہنچ گیا۔

"مسٹر علی یار خان، میرا تعلق وزارتِ داخلہ سے ہے۔ پستول استعمال کرنے کی کوشش نہ کریں، ہمارے پاس آپ کے لیے ایک اہم پیغام موجود ہے۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں اس جزیرے پر قید ہوں؟"

"اس کی تفصیل آپ کو بعد میں بتا دی جائے گی۔ مختصراً اتنا سمجھ لیجیے کہ ہیلی کاپٹر کی تباہی کو دیکھ لیا گیا تھا اور اس کے بعد مختلف تحقیقاتی مراحل سے گزر کر یہ فیصلہ کیا گیا کہ آپ کو یہاں تلاش کیا جائے۔ ابتدائی طور پر یہ خیال بھی تھا کہ ہیلی کاپٹر کے حادثے میں آپ بھی ہلاک ہو گئے ہیں۔"

"اب کیا چاہتے ہو؟"

"آیئے، ہمارے ساتھ چلیے۔ آپ کو وزیرِ داخلہ سے ملاقات کرنی ہے۔ آپ نے ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی نا؟" اور پھر نرم لہجے میں بولا۔ "اپنا پستول ہمارے حوالے کر دیجیے۔ یہ صرف احتیاط کے طور پر کیا جا رہا ہے، پلیز۔"

میں نے اپنا پستول اس کے ہاتھ میں تھما دیا لیکن ان لوگوں نے میری تلاشی لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے لانچ کی جانب بڑھ گئے۔ ان لوگوں سے اس بارے میں مزید کچھ پوچھنا فضول تھا۔ انھوں نے آئین شلائر کا حوالہ دیا تھا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ مجھے اس سے ملاقات کرنی ہے، اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا تعلق وزارتِ داخلہ ہی سے ہے۔

لانچ اسٹارٹ ہو کر واپس مڑ گئی، وہ سب خاموش بیٹھے تھے، میں نے محسوس کیا کہ لانچ کا رُخ ایک جہاز کی جانب ہے۔ یہ وہی جہاز تھا جسے میں نے چٹانوں پر سے لنگر انداز دیکھا تھا۔

بالآخر لانچ جہاز تک پہنچ گئی۔ جہاز پر پہلے سے ہی اس سلسلے میں انتظامات کر لیے گئے تھے۔ ایک مخصوص سیڑھی کے ذریعے ایک ایک کر کے تمام افراد اوپر پہنچ گئے۔ جہاز کے عرشے پر میرا استقبال کرنے والا، وزیرِ داخلہ آئین شلائر ہی تھا، میں کئی میٹنگوں میں اس سے ملاقات کر چکا تھا اور اُسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔ اس کو دیکھ کر میں نے سکون کی گہری سانس لی کہ کم از کم جو کچھ میں چاہتا تھا اس کی ابتدا تو ہوئی۔ آئین شلائر نے پُرتپاک انداز میں میرا خیر مقدم کیا اور پھر میرے ساتھ جہاز کے ایک کیبن کی جانب بڑھ گیا۔ راستے میں اس نے کہا "مسٹر علی یار خان! ہیلی کاپٹر آپ کو دراصل اسی جہاز پر لا رہا تھا، میں نے یہیں آپ سے ملاقات کا فیصلہ کیا تھا لیکن شاید کوئی غلط فہمی ہو گئی یا پائلٹ صورتِ حال کو سمجھ نہیں سکا۔ میں خود پریشان ہوں کہ یہ سب کیسے ہوا لیکن اس سے میں نے اتنا اندازہ لگا لیا کہ کچھ لوگ آپ کو ہم سے دور رکھنا چاہتے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان مفاہمت کی فضا نہیں پیدا ہونے دینا چاہتے۔ اس واقعے سے میرے اندازِ فکر میں خاصی تبدیلی آئی ہے۔ جبکہ چند روز پہلے ہم بُری طرح اُلجھ گئے تھے۔"

وہ ایک کیبن کے دروازے پر پہنچ گیا۔ کیبن کا دروازہ کھولا گیا اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

"اس گفتگو میں، اپنے اور تمھارے علاوہ میں نے کسی اور کو شریک نہیں کیا ہے تاکہ پورے سکون کے ساتھ بات چیت کی جا سکے۔ ویسے ڈیئر علی! میں تمھیں اس کا موقع دے سکتا ہوں کہ تم اپنا حلیہ درست کر لو، میرا خیال ہے خاصی الجھنوں اور پریشانیوں کا شکار رہے ہو۔ وہ سامنے باتھ روم موجود ہے۔ میں کھانے پینے کے لیے کچھ منگواتا ہوں۔"

وزیرِ داخلہ کا انداز انتہائی دوستانہ تھا۔ میں بھی بڑی کسمندی محسوس کر رہا تھا چنانچہ کیبن سے ملحقہ باتھ روم میں جا کر میں نے اچھی طرح منہ ہاتھ اور گردن دھوئی۔ پاؤں دھوتے اور اپنے لباس کے وہ حصے صاف کیے جو غلیظ ہو رہے تھے اور پھر دوبارہ کمرے میں داخل ہو گیا۔

مسٹر آئین شلائر ایک موٹے سگار کا کونا توڑ کر اسے سلگا رہے تھے، انھوں نے گردن کے اشارے سے مجھے بیٹھنے کی پیش کش کی اور پھر سگار کا ڈبا میرے سامنے کرتے ہوئے بولے "اگر تم تمباکو نوشی کرتے ہو تو...؟"

"نہیں، شکریہ مسٹر شلائر! البتہ کافی کا ایک کپ..."

"بس آرہی ہے، اس وقت تک ہم کوئی گفتگو نہیں کریں گے جب تک کہ تم بالکل مطمئن نہ ہو جاؤ۔ میں نے تمھارے لیے کافی وقت نکال لیا ہے۔"

"اس کے لیے میں شکر گزار ہوں۔ بدقسمتی سے اُس وقت میں آپ کے پاس نہ پہنچ سکا۔"

"ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس سے پہلے ہماری ہر کوشش بے مقصد ثابت ہوتی ہے۔"

کافی کے لیے شاید کہہ دیا گیا تھا کیونکہ تھوڑی دیر بعد ایک باوردی بیرا ادب سے ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر آیا جس پر خشک میوہ، بسکٹ اور کافی کے حسین برتن سجے ہوئے تھے۔ اس نے کافی بنا کر ہم دونوں کے سامنے رکھی اور پھر گردن خم کر کے چلا گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ کیبن کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا ہے۔

"پلیز!" وزیرِ داخلہ نے مجھے اشارہ کیا اور میں نے شکریے کے ساتھ بسکٹوں کی پلیٹ سے ایک بسکٹ اٹھا کر کھانا شروع کر دیا۔ وزیرِ داخلہ نے پُرخیال انداز میں کہا "علی یار خان، میں اسے اپنی بدقسمتی ہی قرار دے سکتا ہوں کہ حالات نے ایسا سنگین رُخ اختیار کر لیا جس کی وجہ سے تمھیں پریشانیاں اٹھانا پڑیں۔ واقعات ایسے عجیب اور ناقابلِ یقین تھے کہ تمام لوگ شدید الجھن کا شکار ہو گئے۔ میں نہیں جانتا تمھیں ان کے بارے میں کس حد تک واقفیت ہے لیکن میں تمھیں تفصیل بتاتا ہوں۔ اس کے بعد تم خود فیصلہ کر لینا۔ حالات کے تحت بلکہ یوں سمجھو کہ جو واقعات پیش آئے ہیں ان کے تحت صرف اور صرف یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ہمارے نقصانات کی بنیاد تم دونوں، یعنی تہذیب مالکم ایکس اور علی یار خان ہو۔ انسانی سوچ ذرا سی دیر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ہم تمھاری اس امداد کو کبھی نہیں بھول سکتے جو تم نے آبدوز کے حصول کے سلسلے میں کی تھی۔ ہمارے خیالات تمھاری طرف سے بہت اچھے تھے لیکن واقعات نے ایسا رُخ اختیار کیا کہ ہمارے ذہن بھٹک گئے۔ ہر چند کہ بعض شواہد اس بات کے ملے کہ ان معاملات میں تم لوگ براہِ راست ملوث ہو لیکن نجانے کیوں دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی ذہنی طور پر اس بات کو قبول نہ کر سکا علی یار خان! میں ایک ایسے شخص کی حیثیت سے تمھیں یہ واقعات بتا رہا ہوں جو اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ تم مکمل طور پر اس میں ملوث نہیں ہو۔ میڈم مارٹینا نہایت مستعدی سے ہائل جوشیو کے اثاثوں کے بارے میں ہمیں معلومات فراہم کر رہی تھیں اور ہم ان کے حصول کے لیے دنیا بھر میں اپنے جال بچھا چکے تھے کہ اچانک میڈم مارٹینا گم ہو گئیں اور ان کا کوئی نشان نہیں مل سکا۔ اس سلسلے میں ہمیں دنیا کے بیشتر ممالک میں جو مصیبتیں اور عذاب سہنا پڑے ان کے اعداد و شمار ابھی جمع کیے جا رہے ہیں۔ دنیا کے کئی ملکوں میں ہمارے وہ نمائندے قتل کر دیے گئے جو ہائل جوشیو کے اثاثوں کی چھان بین کر رہے تھے اور ان کے حصول کے لیے سرگرداں تھے۔ اس سلسلے میں ہمارے محکموں نے جو معلومات حاصل کیں، ان کے تحت بہت عجیب انکشافات ہوئے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ گرین پول نامی ایک ادارہ اس معاملے میں سرگرمِ عمل ہے۔"

کافی کی پیالی میرے ہاتھ سے گرتے گرتے بچی تھی۔ اس وقت مسٹر آئین شلائر میری ہی طرف دیکھ رہے تھے۔ میرے اس طرح متحیر رہ جانے کو انھوں نے گہری نگاہوں سے دیکھا۔ میں نے کافی کی پیالی نیچے رکھی اور تعجب خیز لہجے میں پوچھا "کیا بتایا... آپ نے کیا کہا؟"

"گرین... پول۔" آئین شلائر نے ٹھہرے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔" میں مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگا۔

آئین شلائر چند لمحے کی خاموشی کے بعد بولے "گرین پول کے بارے میں ابھی ہمیں زیادہ تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا۔ البتہ ہماری توجہ اس طرف مبذول کی گئی کہ آپ کی ساتھی تہذیب مالکم ایکس، گرین پول کی ایک اہم رکن رہ چکی ہے اور یہ بھی پتا چلا ہمیں مسٹر علی یار خان کہ میڈم تہذیب مالکم ایکس اپنے ادارے سے رابطہ قائم کر کے اس تمام صورتِ حال کا باعث بنی ہیں۔"

"یہ ناممکن ہے مسٹر آئین شلائر! یہ ناممکن ہے۔ آپ کو شاید علم نہیں کہ..." میں نے تیز لہجے میں کہا لیکن آئین شلائر نے ہاتھ اٹھا کر مجھے روک دیا۔

"نہیں۔ پلیز علی! میری درخواست ہے کہ پہلے اس بارے میں تمام تفصیلات سن لو، اس کے بعد جو کچھ تم کہو گے، میں اسے صبر و سکون سے سنوں گا۔" میں خاموش ہو کر آئین شلائر کی شکل دیکھنے لگا لیکن میرا ذہن شدید انتشار کا شکار ہو رہا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ وزیرِ داخلہ نے کہا۔ ”ہمیں اس سلسلے میں بہت ہی اہم ذرائع
نے معلومات فراہم کی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ذرائع ناقابلِ
تردید ہیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ تہذیب مالکم ایکس نے اپنی
زندگی کا ایک طویل عرصہ گرین پول میں گزارا ہے اور اس کے
بعد گوسٹے ہل میں تم اس کی زندگی میں شامل ہوئے، تم نے وہاں
گرین پول کے خلاف کام کیا اور تہذیب تمہاری وجہ سے اپنی
تنظیم سے علیحدہ ہو گئی۔ گرین پول نے تہذیب مالکم ایکس کے خلاف
انتقامی کارروائی کی لیکن تمہاری وجہ سے تہذیب کی جان بچ گئی۔
البتہ اسے یہ احساس رہا کہ گرین پول اس کا پیچھا نہیں چھوڑے
گی، اس کے بعد تم ہمارے معاملات میں ملوث ہوئے اور تم
نے ہمارے لیے کام کیا لیکن تہذیب مالکم ایکس کو جب یہ علم ہوا
کہ میڈم مارٹینا، ہائل جوشیو کی حیثیت سے ہائل جوشیو کے اثاثے
حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں تو اس نے ایک گہری چال چلی۔
اس نے گرین پول سے دوبارہ رابطہ استوار کرنے کے لیے
اسے ان معاملات کی تفصیلات بتا دیں۔ اس شرط پر ان کے
درمیان معاہدہ ہو گیا کہ ہائل جوشیو کے اثاثے گرین پول کے ہاتھ
لگ جاتے ہیں تو وہ تہذیب مالکم ایکس کو معاف کر دے گی اور اسے
اس کی مرضی سے زندگی گزارنے کی اجازت دے دی جائے گی۔“

”یہ غلط ہے مسٹر آئن شلائڑ... یہ غلط ہے مجھ سے زیادہ
اس بارے میں کون جان سکتا ہے کہ تہذیب ایسی کوئی کوشش
نہیں کر سکتی۔ میری اجازت اور میرے علم کے بغیر وہ ایک قدم
نہیں اٹھاتی۔ مسٹر آئن شلائڑ! یہ صرف ایک سازش ہے۔ اس
کے پس پشت کون ہے، اس کا اندازہ میں ابھی نہیں لگا سکتا
لیکن مسٹر آئن شلائڑ، تہذیب کی پوزیشن صاف کرنا میرا فرض
ہے۔ میں ان کے لیے کام کرنے کو تیار ہوں اور مجھے یقین
ہے کہ آپ ہماری سابقہ خدمات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں
یہ موقع ضرور دیں گے۔“

آئن شلائڑ کی پیشانی پر گہری شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس
نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”کیا تم پورے وثوق سے یہ کہہ سکتے
ہو علی یار خان کہ تہذیب تمہاری اجازت کے بغیر یہ سب کچھ
نہیں کر سکتی؟“

”اسی طرح جناب جس طرح اس وقت میں آپ کے
سامنے موجود ہوں۔“ میں نے پُرزور لہجے میں کہا۔

”ہوں۔ میں خلوص دل سے تمہیں یہ بات بتا رہا ہوں کہ
میں شروع ہی سے دوسرے لوگوں سے متفق نہیں ہوا جبکہ یہ
معلومات حاصل ہونے کے بعد بیشتر لوگوں کی یہ خواہش تھی کہ
تمہیں فوراً گرفتار کر لیا جائے اور سزا دی جاتے۔ ہاں، ذرا یہ
تو بتاؤ کہ تارینا ہارڈو کا قاتل کون ہے۔ واقعات تمہاری طرف
اشارہ کرتے ہیں علی، صرف تمہاری طرف۔“

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں سنسناہٹ پیدا ہو
گئی۔ میں نے سوچا، تارینا میرے ہاتھوں ماری گئی ہے۔ ان
لوگوں کے لیے وہ اہم حیثیت رکھتی تھی۔ اگر میں اس کے قتل
کا اعتراف کر لوں تو شاید وزیرِ داخلہ کی ہمدردیاں میرے ساتھ
نہ رہ سکیں۔ اس مرحلے پر یہ سچائی نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی۔ مجھے
ایک فائدہ یہ بھی حاصل تھا کہ اس قتل کا کوئی عینی شاہد موجود
نہیں تھا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”تارینا ہارڈو وہ خاتون
تھیں مسٹر شلائڑ جن کی وجہ سے میں ہائل جوشیو کے معاملے میں
ملوث ہوا اور اس کے بعد ہم دونوں قدم بہ قدم ایک دوسرے
کے معاون رہے۔ کیا آپ کے خیال میں ایک ایسی دوست
کو میں قتل کر سکتا ہوں؟ آپ کو شاید اس بات کا علم نہیں جناب
کہ سان انیسٹو میں میڈم تارینا نے ہی مجھے ان واقعات
کی اطلاع دی تھی اور انہی کے ایما پر میں وہاں سے واپس آیا
تھا کہ راستے میں لانچ کا حادثہ ہوا۔ آخر وہ کون لوگ تھے جو ہمیں
اغوا کر کے لے جانا چاہتے تھے؟ میڈم ہارڈو میرے پاس
عجیب و غریب حالات میں پہنچی تھیں۔ وہ کرب سے ہاتھ پاؤں
پٹخ رہی تھیں، دیکھتے ہی دیکھتے وہ زمین پر گر پڑیں اور انہوں
نے جان دے دی۔ میں ان سے ایک لفظ بھی نہیں معلوم کر
سکا تھا کہ ان کو اس حالت تک کس نے پہنچایا۔ ذہن میں ڈر
پریشانی کا شکار تھا کیونکہ تہذیب مالکم ایکس بھی میرے پاس سے
غائب تھی۔ ہاں، میں نے بدحواسی کے عالم میں انہیں مسہری
کے نیچے ضرور پہنچا دیا تھا اور اس کے بعد میں تہذیب کو تلاش کرتا
پھرا۔ اسے یہاں نہ پا کر میں نے وہ عمارت چھوڑ دی تھی۔“

”اس وقت تہذیب تمہارے پاس موجود نہیں تھی جب
تارینا وہاں پہنچی؟“

”نہیں۔“

”گرین پول جیسی خطرناک تنظیم کی ایک اہم عہدے دار
معمولی حیثیت تو نہ رکھتی ہوگی۔ وہ جوڈو کراٹے کی ماہر بھی ہوگی“
آئن شلائڑ نے کہا۔

”میں نہیں سمجھا جناب؟“

”تارینا بے حد جاندار عورت تھی لیکن کراٹے کا ہاتھ مار کر
کی گردن کی ہڈی توڑ دی گئی تھی۔“

”گویا آپ کے خیال میں تہذیب نے...!“

”سو فیصدی۔“

”یہ ناممکن ہے۔“ میں نے کہا

”اسے ناممکن ثابت کرنے کے لیے تمہارے پاس کوئی
نہیں ہے علی۔ کیا تہذیب سے تمہارا دوبارہ رابطہ نہیں قائم ہوا“

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں۔ اور میں اس کے لیے پریشان ہوں۔" میں نے کہا

"تم بہت کچھ ہونے کے باوجود ایک سادہ لوح نوجوان ہو علی۔ عورت بہت بے ضرر، بہت معصوم ہوتی ہے لیکن جب وہ روپ بدلتی ہے تو اس سے زیادہ خوفناک اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔"

"میں قیامت تک تہذیب کے لیے یہ بات نہیں مان سکتا۔" میں نے کہا۔

"تمھیں ان معاملات سے الگ قرار دیا جاسکتا ہے علی۔ بلکہ یوں سمجھ لو تم اس حد تک ان معاملات میں ملوث قرار دیے جاسکتے ہو کہ تہذیب سے تمہارا اگر تعلق ہے۔ میں تمھیں اس شک کی بنیاد پر مراعات فراہم کرسکتا ہوں کہ تمہارا تعلق براہِ راست ان واقعات سے نہیں ہے لیکن تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں یہ بات حتمی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ گرین پول کو اس راہ پر لگانے والی وہی ہے اور اس سلسلے میں انچارج کی حیثیت سے کام کررہی ہے تاکہ گرین پول اپنی ساکھ بحال کرسکے۔"

"یہ ناممکن ہے جناب! میں...!"

"علی! تمھارے یہ الفاظ تمھیں ایک مسلسل مصیبت میں گرفتار کردیں گے۔" وزیرِ داخلہ نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

مجھے اس بات پر سخت غصّہ آیا تھا۔ تہذیب کے بارے میں یہ سب کچھ میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا لیکن اس وقت جذباتیت یا جلدبازی کا مظاہرہ صرف نقصان ہی پہنچا سکتا تھا چنانچہ میں نے خود کو سنبھالا۔

"ایک کپ کافی اور لو پلیز، سوچنے میں مدد دے گی۔" وزیرِ داخلہ نے کہا اور میں اپنے لیے کافی بنانے لگا۔

دماغ میں سخت ہیجان تھا لیکن دوسری پیالی کے گھونٹ لیتے ہوئے میں نے کچھ فیصلے کیے۔ اس وقت شاطرانہ چالیں ضروری تھیں۔ حالات سو فیصدی ہم دونوں کے خلاف تھے۔ تمام صورتِ حال کا ذمّے دار تہذیب کو ٹھہرایا جارہا تھا۔ اور فوری طور پر اس کی صفائی پیش کرنا میرے لیے ممکن نہ تھا۔ مجھے اتنی مہلت بہرحال درکار تھی کہ میں اطمینان سے حالات کا جائزہ لے کر کوئی مناسب قدم اٹھا سکوں۔ اس کے لیے ہوم منسٹر کو قبضے میں لینا بہت ضروری تھا۔ یہی سب کچھ سوچ کر میں نے کہا۔ "کیا آپ حتمی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ تہذیب مالکم ایکس اس وقت آپ کے کسی خفیہ ادارے کی تحویل میں نہیں ہے؟"

"میرا تعلق ہوم منسٹری سے ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کی اطلاع سب سے پہلے مجھے ہوتی۔" وزیرِ داخلہ نے کہا۔

"میرے پاس وہ کون سے ذرائع ہوسکتے ہیں مسٹر منسٹر جن کے ذریعے میں آپ کو اپنے پُرخلوص تعاون کا یقین دلا سکوں؟"

"میں نہیں سمجھا؟"

"تہذیب سے میں محبت کرتا ہوں اور اس پر میں نے اسی طرح اعتماد کیا ہے جیسا کہ مجھے خود پر ہے۔ موجودہ صورتِ حال کے بارے میں جو کچھ آپ نے تہذیب کے بارے میں کہا، اس نے مجھے سخت الجھن اور اذیت میں مبتلا کردیا ہے۔ بہرحال میں آپ کے ساتھ مکمل تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن کچھ شرائط کے ساتھ۔ مجھے کام کرنے کی آزادی حاصل ہونا چاہیے آپ سے ہر طرح کی مدد ملنا چاہیے اور اگر تہذیب کا ان معاملات سے تعلق ثابت نہ ہو تو اسے وہی عزت وہی مقام دینا ہوگا جو اُسے حاصل تھا۔ دوسری صورت میں، میں خود اس کی گردن کاٹ کر آپ کے قدموں میں ڈال دوں گا۔ اس دوران یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے۔ ایسی صورت میں اسے گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی بلکہ مجھے موقع دیا جائے گا کہ میں اس کے ذریعے معاملے کی تہ تک پہنچ جاؤں اور اس کھیل کا پانسہ اسی کے ہاتھوں پلٹنے کی کوشش کروں۔"

"تمھیں یقین ہے کہ تم ایسا کرسکو گے؟"

"مجھے تو یقین ہے البتہ اپنے یقین کے لیے آپ کو اپنے مشاہدے پر بھروسہ ہونا چاہیے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے کروڑوں ڈالر کی پیش کش ٹھکرا کر صرف اصول کی بنیادوں پر آپ کے لیے کام کیا تھا اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسرائیل سے حاصل شدہ رقم میں نے آپ سے نہیں مانگی اور نہ میں نے اسے بعد میں قبول کیا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور وزیرِ داخلہ کی گردن جھک گئی۔

"مجھے اس کا اعتراف ہے مسٹر علی۔ بلاشبہ تم اعلیٰ کردار کے مالک نوجوان ہو۔ ذاتی طور پر میں تم پر مکمل اعتماد کرسکتا ہوں لیکن مجھے کچھ مہلت درکار ہے، چند لوگوں سے رسمی مشورہ ضروری ہے۔ اس کے بعد میں تمھیں اس سلسلے میں حتمی اجازت دے دوں گا۔ تاہم میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ صورتِ حال تمہاری مرضی کے مطابق ہوگی۔ فی الحال تم یہاں آرام کرو۔ کل تک تمھیں بہترین اختیارات حاصل ہوجائیں گے اور تم اپنے کام کا آغاز کرسکو گے۔ یہاں سکون سے قیام کرو، خود کو تازہ دم کرو، براہِ کرم کوئی جلدبازی نہ کرنا۔ میں پھر تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ..."

"شکریہ مسٹر منسٹر! مجھے آپ پر اعتماد ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اب مجھے اجازت دو، میں تمھارے آرام و آسائش کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔" وزیرِ داخلہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں انھیں ایک ہیلی کاپٹر کے قریب خداحافظ کہہ رہا تھا۔

وہ واپس چلے گئے لیکن میرے لیے تفکرات کی ایک دنیا چھوڑ گئے۔ تہذیب کو جتنا میں جانتا تھا، کوئی دوسرا اس سے اتنا واقف نہیں ہوسکتا تھا۔ مجھے مکمل یقین تھا کہ تہذیب کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ وہ دُہری شخصیت کی مالک نہیں تھی اور مجھے بتائے بغیر کوئی حرکت نہیں کرسکتی تھی۔ ہوم منسٹر میرے دلائل سے مطمئن نہیں ہوئے تھے لیکن مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ بے چارے تہذیب کو کیا سمجھتے! انھوں نے گرین پول کا نام لے کر میرے ذہن کے بہت سے خانے روشن کردیے تھے۔ کم از کم ایک سمت رہنمائی ہوگئی تھی۔ اس طرح یقیناً گرین پول والے دُہرے مفادات حاصل کرسکتے تھے۔

دفعتاً میرے ذہن میں ایک نیا خیال اُبھرا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ہاورڈ نے براہِ راست کچھ کرنے کے بجائے گرین پول کو اس طرف متوجہ کیا ہو کیوں کہ گرین پول کی ایک باغی رکن تہذیب مالکم ایکس بھی میرے ساتھ ہائل جوشیو کی مہم میں شریک تھی، اس نے یقیناً گرین پول کو معلومات فراہم کی ہوں گی اور ہمارے پیچھے لگایا ہوگا۔

آہستہ آہستہ گرہیں کھلتی جارہی تھیں۔ یقیناً یہ سب کیا دھرا اولیو ہاورڈ ہی کا تھا۔ یہ ملک امریکن گروپ میں شامل تھا۔ ہاورڈ یقیناً اپنے طور پر اسرائیلیوں کے لیے کام کررہا تھا اور اس معاملے کا حکومتِ امریکا سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ امریکی حکومت تو اس معاہدے میں شامل تھی جس کے تحت یہ کیمیاوی ہتھیار ضائع کیے جارہے تھے۔ البتہ امریکا کا یہودی گروپ ضرور یہ چاہتا ہوگا کہ وہ آبدوز اسرائیل کے ہاتھ لگ جائے اور اولیو ہاورڈ اس سلسلے میں اپنے طور پر مصروفِ کار رہا تھا۔

بہرحال اب جو بھی صورتِ حالات ہوگئی تھی اس کا سامنا تو کرنا ہی تھا۔ ہوم منسٹر سے جو گفتگو ہوئی تھی، اس کے نتائج کا انتظار کرنا بھی ضروری تھا کیوں کہ میں نے اس کے لیے ان سے وعدہ کرلیا تھا چنانچہ بقیہ وقت میں نے ہر قسم کی فکر سے بے نیاز ہوکر گزارا۔

ایک کیبن میرے لیے مخصوص کردیا گیا تھا۔ وزیرِ داخلہ نے میرے بارے میں جہاز پر موجود لوگوں کو شاید ہدایت کردی تھی۔ کیبن میں لیٹے ہوئے مجھے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سنہرے بالوں والی ایک دراز قامت لڑکی ایک خوبصورت لباس پہنے ہوئے میرے پاس آئی۔

"میرا نام شیلر ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی ضروریات کا خیال رکھوں اور آپ کو تنہائی محسوس نہ ہونے دوں۔"

میں نے گہری نگاہوں سے لڑکی کا جائزہ لیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "تو گویا دوسرے لفظوں میں آپ کو میرا نگراں مقرر کیا گیا ہے۔"

شیلر نے ایک لمحے کو چونک کر میری سمت دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے میرے سامنے بیٹھ گئی اور بولی۔ "یقیناً یہی بات ہے مسٹر علی یار! میرا تعلق ہوم ڈیپارٹمنٹ کے ایک مخصوص محکمے سے ہے جس کے سپرد اسی انداز کی ذمّے داریاں کی جاتی ہیں۔ میں اس بات کو حماقت سمجھتی ہوں کہ کسی سمجھ دار انسان کے سامنے اپنی شخصیت کو چھپانے کی کوشش کروں۔ ظاہر ہے، آپ کوئی معمولی شخصیت نہیں ہیں کہ آپ کو الٹی سیدھی باتیں کرکے مطمئن کیا جاسکے۔ انتظامیہ کی ایک رکن ہونے کی حیثیت سے تھوڑی بہت معلومات مجھے آپ کے بارے میں حاصل ہیں۔ مجھے یہی ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کے ساتھ رہوں اور آپ کی ہر ایسی کارروائی پر نگاہ رکھوں جو آپ کو یہاں سے فرار ہونے میں مدد دے سکے۔ میں نے پوری سچائی سے آپ کو اپنے بارے میں بتادیا ہے مسٹر علی! کیا آپ بھی ایک دوست کی حیثیت سے مجھ سے گفتگو کرنا پسند کریں گے؟"

"آپ جانتی ہیں مس شیلر کہ میں اس کے لیے مجبور ہوں۔ بہرحال، ایک سوال کا جواب دیجیے۔"

"جی جی، ضرور!"

"کیا آپ کو یہ بتادیا گیا ہے کہ آپ کے ملک کا دوست ہونے کے باوجود مجھ پر اچانک عتاب کیوں نازل کردیا... گیا ہے؟"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی اور میں یہ جاننے کی خواہش مند بھی نہیں ہوں، میں صرف اپنا فرض انجام دینا چاہتی ہوں۔"

شیلر کافی دیر تک میرے پاس رہی اور اس کے بعد چلی گئی۔

تقریباً تیس گھنٹے مجھے اس جہاز پر گزارنے پڑے اور اس وقت دن کے دس بجے تھے جب شیلر نے میرے پاس آکر کہا۔ "ایک ہیلی کاپٹر آپ کو لینے کے لیے ابھی ابھی جہاز پر اترا ہے۔ آپ نے یقیناً اس کی آواز سُن لی ہوگی چنانچہ تیار ہوجائیے۔"

"مجھے کہاں لے جایا جائے گا؟"

"وہاں جہاں ہمارے محکمے کے خصوصی لوگ آپ کے منتظر ہیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکل آیا۔ شیلر مجھے لیے ہوئے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہیلی کاپٹر تک آئی، یہاں تین آدمی میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے اپنے نگرانوں کو پوری طرح مسلح محسوس کیا تھا۔ یوں بھی چہرے سے وہ سخت گیر آدمی معلوم ہوتے تھے۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ بھی تنومند آدمی تھا۔ اور غالباً کسی خصوصی محکمے سے متعلق تھا۔ شیلر نے ہاتھ ہلاتے ہوئے مجھے رخصت کیا اور میں ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔

میرے تینوں ساتھی میرے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے تھے۔ پائلٹ نے مشین اسٹارٹ کی تو میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک سے کہا۔ "مسٹر! یہ بات تم بخوبی جانتے ہو گے کہ ہمارے دشمن پہلے بھی ہمارے خلاف کارروائی کر کے ایک ہیلی کاپٹر اور اس کے پائلٹ کو ختم کر چکے ہیں۔ کیا تمھیں یقین ہے کہ تم مجھے منزلِ مقصود تک لے جانے میں کامیاب ہو جاؤ گے؟"

"آپ اطمینان رکھیں جناب، اس کے لیے مناسب انتظامات کر لیے گئے ہیں۔" میرے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص نے نرمی سے کہا اور میں خاموشی سے باہر کا نظارہ کرنے لگا۔

ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے کے بعد ایک سمت روانہ ہو گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو کافی بلند کر لیا ہے تاکہ نیچے سے کی ہوئی کوئی تخریبی کوشش کارگر نہ ہو سکے۔ بیس منٹ کا سفر تھا۔ ہم تھوڑی ہی دیر کے بعد شہری علاقے پر پرواز کر رہے تھے اور پھر ہیلی کاپٹر نیچے اُترنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک وسیع عمارت کے ہیلی پیڈ میں رک گیا۔ بلندی سے میں نے عمارت کے گرد سخت پہرا دیکھا تھا۔

یہاں چند افراد نے ہمارا خیر مقدم کیا۔ میں ان میں سے کچھ کی شکلیں پہچانتا تھا۔ یہ اس وقت ہمارے ساتھ میٹنگ میں شریک تھے جب پہلی بار یہاں ہماری پذیرائی ہوئی تھی۔ اندر سے آنے والے ایک شخص کو میں نے بغور دیکھا، یہ مسٹر آئین شلائر تھے۔ انھوں نے آگے بڑھ کر پُرجوش انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "علی! تمھارے بارے میں ہماری رائے پہلے بھی غلط نہیں تھی لیکن تمھارے اس پُرسکون انداز نے ہمارے دلوں میں مزید اطمینان پیدا کیا ہے۔" میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد مجھے ایک بڑے ہال نما کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں ایک لمبی میز کے گرد کچھ افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے ساتھ آنے والے کچھ افراد بھی اس میٹنگ میں شامل ہو گئے اور مجھے ایک کرسی پیش کر دی گئی۔

وزیرِ داخلہ کے علاوہ اس میٹنگ میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو انہی کے ہم پلہ معلوم ہوتے تھے۔ ان تمام افراد کی تعداد اٹھارہ کے قریب تھی۔ شاید انیسواں فرد میں تھا۔ کچھ کرسیاں خالی بھی رہ گئی تھیں۔

ہال کا دروازہ بند کر دیا گیا، پھر وزیرِ داخلہ نے اس میٹنگ کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ "یہ میٹنگ تمھارے ہی سلسلے میں بلائی گئی ہے علی یار خان اور اس میں ہمیں تمھارے ہی بارے میں فیصلہ کرنا ہے۔ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ گرین پول کے نمائندوں نے میڈم مارٹینا کو اغوا کر لیا ہے، ہماری ایک خصوصی رکن تارینا ہارڈو قتل کر دی گئی ہے۔ کچھ اور ایسے ہی حادثات ہوئے ہیں جو ہمارے لیے انتہائی اذیت و پریشانی کا باعث ہیں۔ چونکہ گرین پول کا تعلق تہذیب مالکم ایکس سے تھا اور تہذیب مالکم ایکس کا تعلق تم سے، چنانچہ تمھیں بھی اس سلسلے میں ملوث سمجھا گیا۔ تارینا ہارڈو کے قتل کے بارے میں اب تک جو شواہد ہمیں ملے ہیں، ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ جب تارینا ہارڈو کو قتل کیا گیا تو وہاں تمھارے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ یہ بات بھی علم میں آچکی ہے کہ تہذیب مالکم ایکس اس وقت اس عمارت میں موجود نہیں تھی۔"

"جناب والا! درمیان میں مداخلت کرنا گو اچھی بات نہیں ہے لیکن یہاں میں آپ کی گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے آپ سے یہ سوال ضرور کروں گا کہ اس بات کا علم کس طرح ہوا کہ تہذیب مالکم ایکس اس وقت وہاں موجود نہیں تھی؟"

"کچھ شواہد ایسے بھی ملے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ کچھ لوگ اس عمارت [illegible] تھے۔ اور پُراسرار انداز میں تہذیب مالکم ایکس کے ساتھ واپس چلے گئے۔"

"جن لوگوں نے آپ کو یہ اطلاعات فراہم کی ہیں، کیا انھوں نے پہلے یہ بتانا مناسب نہیں سمجھا تھا؟"

"نہیں۔ وہ غیر متعلق لوگ تھے۔"

"تو کیا انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ تہذیب مالکم ایکس کس انداز میں ان لوگوں کے ساتھ گئی تھی؟"

"وہ زیادہ تفصیل سے اس واقعے کے بارے میں نہیں جانتے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تہذیب مالکم ایکس کو وہاں سے اغوا کیا گیا ہو اور وہ اپنے طور پر ان لوگوں کے ساتھ نہ گئی ہو؟" میں نے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔

"آپ کی بات ایک مفروضے کی حیثیت سے تو

[غ]ور ہے لیکن کوئی ثبوت نہ ہونے کے باعث اسے [تسلیم] کرنا ممکن نہیں۔ پھر یہ بھی تو سوچا جا سکتا ہے کہ تہذیب [مالکم ا]یکس نے ان لوگوں سے رابطہ قائم کر کے انھیں وہاں [طل]ب کیا ہو اور پھر وہ اُن کے ساتھ چلی گئی ہو۔"

"یہاں پھر میں ایک سوال کروں گا جناب عالی!" میں نے [...]بانہ انداز میں کہا۔ "اگر تہذیب مالکم ایکس نے ان لوگوں [کو وہا]ں طلب کیا تھا جہاں وہ خود بے بس اور قید تھی تو پھر [وہ ذ]ریعہ کون سا تھا جس کی مدد سے اس نے انھیں وہاں [اپنی م]وجودگی کی اطلاع دی اور طلب کیا؟ اگر وہ اس عمارت [میں ا]تنی ہی بااختیار تھی تو پھر باہر سے کسی کو بلانے کے بجائے [وہ و]ہاں سے نکل سکتی تھی۔ باہر سے آئے ہوئے افراد کا داخلہ [اس]ں بات کا ثبوت ہے کہ ان کے ارادے خطرناک تھے [اور ت]ہذیب ان کے ہمراہ رضامندی سے نہیں گئی بلکہ اسے اغوا [کیا گی]ا ہے۔"

وزیرِ داخلہ پوری سنجیدگی سے میری بات سُن رہے تھے [...] لمحے کے لیے ان کی پیشانی پر شکنیں اُبھر آئی تھیں پھر انھوں [نے] ایک بھاری بھر کم شخص کی طرف دیکھ کر کہا جس کے جبڑے [...]بل ڈاگ کی طرح نیچے لٹکے ہوئے تھے۔ "آپ اس پوائنٹ [کو نو]ٹ کریں۔" بھاری بھر کم شخص نے آنکھیں بند کر کے گردن [ہلائ]ی تھی۔

میں نے پُرزور لہجے میں کہا۔ "میں اپنے اس موقف [سے] شاید زندگی کے آخری لمحے تک دستبردار نہیں ہو سکتا جناب [کہ ته]ذیب مالکم ایکس نے کسی طور بھی گرین پول سے رابطہ قائم [نہیں] کیا۔ آپ حضرات یقیناً میری اور تہذیب کی گزشتہ زندگی کے [بار]ے میں معلومات رکھتے ہوں گے، اس کی روشنی میں میرے [کردا]ر کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"

"مسٹر علی یار خان! ہم آپ کے لیے دل میں نیک جذبے [رکھ]تے ہیں اور آپ کے سابقہ کردار کو نظر انداز نہیں کر سکتے، [...]اس بات کو کہ آپ نے ہماری بھرپور مدد کی ہے، اور [حق]یقت یہ آپ ہی کا تعاون تھا کہ ہم ایک بڑے عالمی بحران [س]ے بچ گئے۔ جہاں تک آپ کا تعلق ہے تو آپ کو برکلے یونیورسٹی [کیل]یفورنیا کی زندگی سے لے کر بیروت کی زندگی تک اور [و]ہاں سے نکل آنے کے بعد گوٹے ہل اور ہائل جوشیو کے [معام]لات تک نہایت مخلص اور دیانتدار پایا گیا ہے۔ آپ کے [بار]ے میں ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تنظیم آزادیٔ فلسطین سے [آپ] کسی قدر برگشتہ ہو گئے ہیں۔"

"جب آپ کو یہاں تک معلوم ہو چکا ہے مسٹر ہوم منسٹر تو شاید آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ تنظیم سے میری برگشتگی کی بنیاد کیا تھی؟"

"نہیں، یہ حقیقت ہے کہ ہم اس کی تفصیل سے لاعلم ہیں۔"

"کاش آپ کو یہ معلوم ہو جاتا تو مجھے اپنے بارے میں وضاحت کرنے میں بڑی آسانی ہو جاتی۔"

"آپ یہ تفصیل خود بھی ہمیں بتا سکتے ہیں۔" آئین شلائر نے کہا۔

"خود میں اپنے بارے میں اب جو کچھ بھی بتاؤں گا، آپ کے لیے وہ اتنا زیادہ اہم نہیں ہو گا جتنا خود اپنے ذرائع سے حاصل شدہ معلومات ہو سکتی ہیں۔"

"ہم یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے مسٹر علی یار خان کہ ان معاملات سے آپ کو لاتعلق قرار دیا جا سکتا ہے لیکن جہاں تک تہذیب مالکم ایکس کا تعلق ہے تو ہم اسے کسی صورت نظر انداز نہیں کر سکتے۔ تہذیب مالکم ایکس، گرین پول کی صرف نمائندہ ہی نہیں بلکہ ایک طرح سے اس کی سربراہ رہ چکی ہے، اس کا عہدہ گرین پول میں خاصا اہم تھا۔ اس نے گرین پول کے لیے بے شمار ملکوں میں مجرمانہ کارروائیاں کی ہیں۔ وہ جانتی ہے کہ جرم کیسے کیا جاتا ہے۔ گوٹے ہل میں وہ تم سے متاثر ہو گئی تھی لہٰذا اس نے خود کو تم سے وابستہ کر لیا اور ہائل جوشیو کی مہم میں اس نے پوری دیانت داری کے ساتھ کام کیا لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ تم ایک لاابالی نوجوان ہو اور مالی طور پر اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ کیوں کہ ایک عظیم الشان رقم جسے حاصل کر کے تم تہذیب مالکم ایکس کے ساتھ ایک بہترین زندگی کا آغاز کر سکتے تھے، تم نے فلسطینیوں کے حوالے کر دی۔ تہذیب مالکم ایکس تمھارے اس فیصلے پر نکتہ چیں نہیں ہوئی۔ لیکن اس نے اپنے طور پر گرین پول سے رابطہ قائم کر لیا اور ہائل جوشیو کی بے انتہا دولت سمیٹنے کے لیے اس کے شانہ بہ شانہ عمل کرنے پر تیار ہو گئی اور پھر اس کے اس منصوبے کے تحت یہ تمام واقعات ظہور پذیر ہوئے جو ہمارے لیے سخت پریشانی اور اذیت کا باعث بنے۔ لہٰذا تہذیب مالکم ایکس کو ہم کسی طور بھی بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے۔ تمھارے بارے میں ہمارے متعدد لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمھیں ان معاملات میں ملوث کرنا ناسپاسی ہے، چنانچہ تمھاری خدمات کو تسلیم کرتے ہوئے یہ طے کیا گیا ہے کہ ہم تمھیں اپنی نگرانی میں بیروت واپس پہنچا دیں، اور اس کے بعد تم سے درخواست کریں کہ تہذیب مالکم ایکس کے معاملے کو ہم لوگوں پر چھوڑ دیا جائے۔ اگر تم نے اس میں مداخلت کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کوشش کی علی یار خان، تو پھر تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ ہمارے پیش نظر ایک صورت یہ بھی رہی ہے کہ ممکن ہے گرین پول، تہذیب مالکم ایکس کی موجودہ پوزیشن سے واقف ہونے کے بعد اسے بلیک میل کرنے پر آمادہ ہوگئی ہو اور اس میں تہذیب مالکم ایکس کے سامنے تمہاری زندگی کا سوال بھی ہو۔ چنانچہ تہذیب اپنے ذہنی وقلبی رشتوں کی بنیاد پر گرین پول کا ساتھ دینے کے لیے مجبور ہوگئی ہو اور اس کا مالی مفاد وابستہ نہ ہو۔ لیکن ہم ایسے ذاتی معاملات کو اپنے ملکی مفاد پر ترجیح نہیں دے سکتے چنانچہ تہذیب مالکم ایکس ہماری نگاہوں میں مجرم ہے اور اب ہم اپنے طور پر اس معاملے کو نمٹائیں گے تم اس سنہری پیشکش سے فائدہ اٹھاؤ اور بیروت چلے جاؤ۔"

"یہ ناممکن ہے مسٹر منسٹر! تہذیب کو ساتھ لیے بغیر میں یہاں سے جانا پسند نہیں کروں گا۔ ہاں، ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس معاملے کو نمٹانے کے لیے میں آپ کو اپنی خدمات پیش کر دوں، جس طرح ہائل جوشیو کے خلاف میں نے آپ کا ساتھ دیا ہے، اسی طرح تہذیب مالکم ایکس کی پوزیشن صاف کرنے کے لیے مجھے کام کرنے کا موقع دیا جائے۔"

"نہیں۔ میں نے یہ سوال بھی اٹھایا تھا لیکن ہم یہ خطرہ مول نہیں لے سکتے چوں کہ کچھ شبہات آپ کے بارے میں بہرحال برقرار رہ جاتے ہیں۔"

"تو پھر کیا یہ ضروری ہے کہ مجھے بیروت ہی روانہ کیا جائے، کہیں اور بھی جا سکتا ہوں میں؟"

"تم اس کی درخواست کر سکتے ہو، اس پر غور کر لیا جائے گا لیکن تمہاری وہ بات درمیان میں رہ گئی، تم نے کہا تھا کہ تمہاری تنظیم آزادیٔ فلسطین سے برگشتگی کی وجہ معلوم کر لی جاتی تو شاید تمہاری پوزیشن کچھ بہتر ہو جاتی۔"

"ہاں، یہ مناسب ہوگا کہ اب میں آپ کو اس سازش کے بارے میں بتا دوں جو کی گئی ہے۔ حالاں کہ میں جانتا ہوں کہ موجودہ صورتِ حال میں میرے بیان کو زیادہ اہمیت نہیں دی جائے گی اور میں آپ لوگوں کے خیالات کو بدلنے میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا لیکن مجھے اب اس بات کی پروا بھی نہیں ہے، اس مرحلے پر میں صرف اظہارِ واقعی کو ضروری سمجھتا ہوں۔ جنابِ عالی! اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ آپ کے خلاف نہیں بلکہ اسرائیلی مفاد کے لیے ایک گہری سازش کی گئی ہے تو کیا آپ اس پر یقین کر لیں گے؟"

"یہ سازش کس نے کی ہے؟" وزیرِ داخلہ نے فوراً ہی سوال کیا۔

"ہم اس میں امریکی حکومت کو ملوث قرار دے... ہیں اور اگر اس سے چشم پوشی کی جائے تو کم از کم سی... کے اس نمائندے کو میں ضرور مجرم قرار دوں گا جس کا... ہارڈ ہے۔ امریکی یہودیوں کا پروردہ یہ شخص کیلی فو... گوٹے ہل تک اور وہاں سے ہائل جوشیو کے جزائر... اور اس سے پہلے نجانے کہاں کہاں میرا حریف رہا ہے... اس بنیاد پر کہ میں نے امریکا میں ایمرن ہال کے اجتما... یہودیوں کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا تھا۔ بہرحال وہ ایک... بات ہے مگر اس بات کو کسی قیمت پر نظر انداز نہیں کیا جا... ڈمبر نامی جہاز پر جسے آپ کی آبدوزوں نے تباہ کیا، ا... ہوئی تھی جس میں ہائل جوشیو سے آبدوز کے بارے م... کی تکمیل کی گئی تھی، میں اس میٹنگ میں ایک اسرائیلی... حیثیت سے ہی شریک تھا اور وہاں میں نے اولیو... کو بھی دیکھا تھا جو یہودی مفادات کی نگرانی کر رہا تھا... امریکی سازش اس لیے قرار دیتا ہوں کہ جو آبدوز سمند... کرنے کے لیے بھیجی گئی تھی اس کے حصول کے لیے... اپنی تمام قوت صرف کیے ہوئے تھے۔ امریکی حکام... کی مدد کرنے کے لیے یا پھر امریکی یہودیوں نے اس... کو اسرائیل تک پہنچانے کے لیے اولیو ہارڈ کا انت... اور ہائل جوشیو کو اس کے لیے مجبور کر دیا گیا کہ آ... کے حوالے کر دی جائے۔ اس طرح حکومتِ امریکا... کو کیمیاوی ہتھیاروں کی فراہمی اور ان کی تیاری کے لیے... امداد نہ دیتے ہوئے بھی اسے یہ امداد فراہم کر نا م... اگر یہ بات منظرِ عام پر آجاتی تو یہ کہہ کر دامن بچایا جا سک... یہ اسرائیل اور ہائل جوشیو کے درمیان ایک ذاتی م... جب وہ لوگ اس کوشش میں ناکام ہوگئے تو میرے... مالکم ایکس کے خلاف انتقامی کارروائی کی گئی۔ اولیو ہا... یہ کارروائی گرین پول کی مدد سے کی چونکہ تہذیب مالکم... گرین پول کی عتاب زدہ تھی۔ ہارڈ براہِ راست بھی... میں حصہ لے سکتا تھا لیکن اس طرح اس کی اور حکوم... کی پوزیشن مشکوک ہو جاتی اور ان سے یہ سوال کیا جا... کہ وہ ہمارے خلاف کیوں سرگرمِ عمل ہیں؟ مسٹر ہوم منس... آپ سے صاف الفاظ میں یہ بات کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ا... مالکم ایکس واضح طور پر مجرم ثابت ہو جائے اور جیسا... آپ سے عرض کیا تھا کہ میں اس صورت میں سزا... پر اس کی گردن کاٹ کر آپ کے سامنے پیش کر د... یا پھر میں اپنی کوششوں سے اسے بے گناہ ثا...

...س کی پوزیشن آپ کی نگاہوں میں صاف کرنے... سے یہاں سے باعزت طریقے سے لے کر چلا جاؤں... سے قبل میری یہاں سے واپسی ممکن نہیں ہے۔"

ایک دوسرے شخص نے آہستہ سے میز بجائی اور مضطربانہ... بولا "علی یار خان نے امریکی حکومت پر جو الزام لگایا ہے... قابلِ برداشت ہے، ہم اس الزام کو کسی طور تسلیم نہیں کر... ظاہر ہے، مسٹر علی یار خان کو اپنے دفاع کے لیے... کوئی کہانی تو گھڑنا ہی تھی۔ رہا تہذیب مالکم ایکس کا معاملہ... کسی صورت بھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ اس تمام... کا سبب وہی ہے، موجودہ صورتِ حال میں ہم یہ بھی ضروری... سمجھتے کہ اپنے اندرونی معاملات میں کسی بیرونی شخص کی امداد... کریں۔ جو کام مسٹر علی یار خان کرنا چاہتے ہیں، وہ ہم اپنے... بھی کر سکتے ہیں۔ ان کو اس بات کی اجازت کبھی نہیں دی جا... کہ وہ یہاں آزادانہ طور پر کوئی کارروائی کریں۔ اس طرح... ملک کی فضا خراب ہو سکتی ہے۔"

"محترم! کیا میں آپ کو وہ وقت یاد دلاؤں جب آپ ہی... ادارے کی ایک رکن مس تارینا ہارڈو نے مجھ سے ہائل... کے خلاف امداد طلب کی تھی اور جس کے نتیجے میں آج... یہاں تک پہنچا ہوں۔ یہ تو کھلی ہوئی خود غرضی ہے کہ... مجبوریوں کے تحت تو آپ مجھ سے تعاون کی درخواست... کرتے ہیں لیکن ایک مشترکہ مفاد کے معاملے میں میری... ان کی پیش کش کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، بلکہ اسے... اندرونی معاملہ قرار دے کر اپنی شان کے خلاف سمجھتے... بہر طور میں آپ پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ... مجھے یہاں سے نکال بھی دیا تو میں زیادہ عرصے تک... سے دور نہیں رہ سکوں گا۔ میں واپس آؤں گا اور تہذیب... سلسلے میں اپنی ذمے داری پوری کروں گا اور یہ بھی ذہن نشین... کیجیے آپ لوگ کہ اگر اسے کوئی نقصان پہنچ گیا تو بہترین جذبات... جب تک آپ کے لیے میرے دل میں موجود ہیں، فنا ہو جائیں... اور میں آپ سے انتقام لینے پر اتر آؤں گا۔"

وہ شخص جس نے اعتراض کیا تھا اور جس کے عہدے... پوزیشن کے بارے میں مجھے نہیں معلوم تھا لیکن جس کی... پر ہوم منسٹر خاموش ہوگئے تھے، تلملا کر اپنی جگہ پر کھڑا... "تب یہ معاملہ مجھے اپنے ہاتھ میں لینا ہوگا۔ آپ تمام... حضرات نے یہ بات سن لی ہے کہ علی یار خان، تہذیب کے... سے انتقام لینے کی بات کرتا ہے، ہم اس شخص کو اس... دشمن کو اپنے وطن میں کسی مجرمانہ کارروائی کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اس کے بیان کی بنیاد پر میں اسے اپنی حراست میں لیتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے علی یار خان کو سوچنے کے لیے کچھ مناسب وقت دیا جائے۔ ہم صرف اس صورت میں ان سے تعاون کر سکتے ہیں کہ یہ اپنی مرضی سے بیروت روانہ ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اگر یہ اس پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ہم انھیں آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیں گے۔" وزیرِ داخلہ نے کہا۔

"میں معذرت خواہ ہوں مسٹر آئن شلائر! آپ انھیں یہ مہلت ضرور دیجیے لیکن اس دوران یہ میری تحویل میں رہیں گے اور ان کو سخت نگرانی میں رکھا جائے گا۔"

"میں اس میں کچھ رعایت چاہتا ہوں۔" وزیرِ داخلہ نے کہا۔

"افسوس! اب رعایت کی گنجائش نہیں رہی۔" اس شخص نے کہا۔ بعد میں مجھے علم ہوا کہ وہ وزیرِ دفاع تھا۔ مسٹر آئن شلائر خاموش ہوگئے لیکن ان کے چہرے پر میں نے ناگواری کے اثرات صاف محسوس کیے تھے یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ مجھ سے متاثر تھے۔ جب کہ وزیرِ دفاع امریکا نواز معلوم ہوتا تھا اور یقیناً میرے لیے خطرات کا باعث تھا۔ میرے بارے میں فیصلہ ہوگیا اور اب اس فیصلے میں کسی قسم کی ترمیم کی گنجائش نہیں تھی چنانچہ مسلح افراد کو طلب کر لیا گیا جنھوں نے مجھے اپنی تحویل میں لے لیا اور اس طرح میں اس میٹنگ ہال سے باہر نکل آیا عمارت بہت وسیع تھی جس میں یہ میٹنگ منعقد کی گئی تھی، تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا اور دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔

یہ چھوٹا سا آرام دہ کمرہ تھا۔ میں ایک کوچ پر بیٹھ کر اپنے اس اقدام کے بارے میں سوچنے لگا۔ دل اندر سے گواہی دے رہا تھا کہ مصلحتاً بھی ان کی یہ پیش کش قبول نہیں کی جا سکتی تھی میں نے جو کچھ کیا تھا، صحیح کیا تھا۔ پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ مجھے اس کمرے سے بھی نکال لیا گیا۔ وہ لوگ مجھے اپنی تحویل میں لے کر عمارت کے کمپاؤنڈ میں کھڑی ہوئی ایک بند گاڑی کی طرف چل پڑے۔ مجھے کہیں اور منتقل کیا جا رہا تھا۔ میں خاموشی سے ان کے احکامات کی تعمیل کر رہا تھا فی الحال میرا ارادہ کوئی قدم اٹھانے کا نہیں تھا اور یہ مناسب وقت بھی نہ تھا۔ پھر فوری طور پر مجھے اپنے بارے میں کسی قسم کی کوئی فکر بھی نہیں تھی۔ ذہن میں یہ احساس ضرور تھا کہ ان لوگوں نے میرے احسان کے بدلے میں میرے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس کے بعد یہ بھی کسی بہتر سلوک کے مستحق نہیں تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بند گاڑی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی اور کمپاؤنڈ سے باہر نکل آئی۔ چاروں مسلح افراد پچھلے حصّے میں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اگلی سیٹ پر صرف ڈرائیور تھا۔ میرے اندازے کے مطابق گاڑی نے تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کیا تھا کہ دفعتاً ایک دھماکا ہوا اور گاڑی کا پچھلا حصہ زمین کی طرف جھک گیا۔ ٹائر برسٹ ہو گیا تھا۔ اندر بیٹھے ہوئے چاروں افراد چونک پڑے۔ ڈرائیور نے گاڑی کو سڑک پر ایک سائیڈ میں روک دیا۔ پیچھے بیٹھے ہوئے لوگ ڈرائیور سے اس صورت حال کے بارے میں معلوم کرنے لگے تو اس نے جواب دیا کہ پچھلا ٹائر پھٹ گیا ہے۔

"بے وقوفی"، پیچھے بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے کہا اور عقبی دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ باقی تین افراد اندر ہی بیٹھے رہے تھے۔ دفعتاً دو دھماکے مزید سنائی دیے اور دو چیخیں ابھریں۔ اندر بیٹھے ہوئے لوگ جو مجھ پر نگاہ جمائے ہوئے تھے بے اختیار ہو کر پچھلے دروازے سے باہر کود گئے لیکن ان کے نیچے کودتے ہی دو فائر ہوئے اور ان کی دلخراش چیخیں فضا میں لہرا گئیں۔ چوتھا آدمی جو اُن کے ساتھ ہی باہر کود رہا تھا، بدحواسی کے عالم میں واپس پلٹا لیکن اب میرا خاموش تماشائی بنے رہنا بھی مناسب نہیں تھا چنانچہ میری زوردار لات اس کے منہ پر پڑی اور وہ پلٹ کر نیچے جا گرا۔ میں نے فوراً ہی وین سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ڈرائیور اپنی جگہ ساکت و جامد تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے تھے۔ اس صورتِ حال سے وہ بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔

اچانک ہی ایک گاڑی اس بند وین کے عقبی دروازے کے قریب آ کر رک گئی۔ پھر اس میں سے تین نقاب پوش نیچے اُترے، ان کے چہرے سرخ نقابوں میں پوشیدہ تھے، ایک نے پیچھے آ کر کہا۔ "جلدی سے نیچے آؤ، تم کیا بیٹھے انتظار کر رہے ہو! ہری اَپ۔" میں ذہنی طور پر اُن سے تعاون کے لیے تیار ہو چکا تھا، یقیناً وہ میری رہائی کے لیے ہی آئے تھے چنانچہ میں پھرتی سے نیچے آ گیا اور اُن کی گاڑی میں سوار ہو گیا۔

وہ گاڑی ایک نشیب سے اُبھر کر اوپر آئی تھی، ایک گاڑی اور بھی سڑک کے نشیب ہی سے اوپر آ رہی تھی، یہ جیپ تھی۔ میرے ساتھ گاڑی میں دو نقاب پوش دائیں بائیں بیٹھ گئے، تیسرے نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں نے عقب میں دیکھا، وہ جیپ بھی ہمارے پیچھے چلی آ رہی تھی جو اس گاڑی کے بعد نشیب سے اوپر آئی تھی۔ اُس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔

تقریباً تین چار میل چلنے کے بعد دونوں گاڑیاں ایک عمارت کے قریب رک گئیں۔ مجھے نیچے اتارا گیا۔ عمارت کے دروازے پر ایک ٹرک کھڑا ہوا تھا جس کے بغلی حصّے پر کوئی مونوگرام بنا ہوا تھا۔ غالباً کسی کمپنی کا ٹرک تھا۔ مجھ سے فوراً ہی ٹرک کے عقبی حصّے میں چڑھ جانے کے لیے کہا گیا۔ میرے اندر بیٹھتے ہی ٹرک اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گیا۔ اس بار چھ آدمی میرے پاس آ گئے تھے۔ انھوں نے اطمینان سے اپنے چہروں سے نقابیں اتار کر رکھ دیں۔ سب کے سب مقامی ہوتے تھے اور ان کے چہرے میرے لیے قطعی اجنبی تھے۔

ٹرک جب کافی دور نکل آیا تو ان میں سے سب نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "اس تعاون کے لیے شکریہ علی یار خان۔"

"آپ لوگوں نے مجھے رہا کرایا ہے اس لیے شکریہ تو مجھے ادا کرنا چاہیے۔ کیا میں اپنے محسنوں سے متعارف ہو سکتا ہوں؟"

"ہمارے ہاں تعارف کا رواج نہیں ہے۔" اس شخص نے ایک تیکھی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"آپ کی مرضی، ویسے میں اِسے زیادتی تصوّر کرتا ہوں چونکہ آپ نے مجھے علی یار خان کہہ کر مخاطب کیا ہے اس کا مطلب ہے کہ آپ تو سب مجھے جانتے ہیں لیکن میں آپ میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا۔"

"بعض اوقات نہ جاننا بڑے فوائد کا حامل ہوتا ہے مسٹر علی یار خان۔" اس شخص نے کہا اور اس کے بعد خاموش ہو گیا۔

میرے ذہن میں اب ان کے بارے میں متضاد خیالات آنے لگے تھے۔ کون ہو سکتے ہیں یہ؟ ایک ہی نام بار بار ذہن میں گردش کر رہا تھا، گرین پول۔ یہ اسی تنظیم کے ممبر ہو سکتے تھے۔ ربّے مجھے حکومت کی تحویل سے چھڑا کر بھی انھوں نے میرے خلاف سازش ہی کی تھی۔ اس طرح مجھے بھی اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور مقامی حکومت کو بھی مجھ سے مزید بدظن کر دیا تھا۔

اس وقت مجھے حیرت ہوئی جب ٹرک ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد واپس شہر میں داخل ہو گیا۔ اب میں بھرے پُرے بازار اور پُررونق سڑکیں دیکھ سکتا تھا۔ ان لوگوں نے شاید یہ اندازہ کر لیا تھا کہ میں ان سے کسی قسم کا تعرض کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا اس لیے وہ میری طرف سے بہت زیادہ محتاط نہیں تھے۔ کئی دفعہ مجھے اس قسم کے مواقع میسر آئے تھے جن سے میں فائدہ اٹھا کر فرار کی کوشش کر سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا تھا۔ صرف ایک خیال نے مجھے اس حرکت سے باز رکھا تھا اور وہ خیال تہذیب کا تھا کہ شاید ان لوگوں کے ہمراہ چل کر تہذیب سے ملاقات ہو جائے۔

ٹرک ایک فیکٹری کے گیٹ میں داخل ہو گیا۔ یہ غالباً وہی فیکٹری تھی جس کا مونوگرام ٹرک کی بغلی سمت بنا ہوا تھا لیکن میں یہ نہ دیکھ سکا کہ اس فیکٹری کا نام کیا تھا۔ پھر ایک بہت بڑے گیراج میں داخل ہو کر ٹرک رُک گیا۔ یہاں اتنی گنجائش تھی کہ پندرہ بیس ٹرک ایک ساتھ کھڑے ہو سکیں۔ پانچ چھ ٹرک یہاں موجود بھی تھے جن پر ویسے ہی مونوگرام بنے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے مجھ سے نیچے اُترنے کی درخواست کی اور پھر مجھے اپنے ساتھ لیے ہوئے گیراج کے اگلے حصّے کی طرف چل پڑے، جہاں تین سیڑھیوں کو طے کرنے کے بعد شیشے کے بہت بڑے بڑے دروازے بنے ہوئے تھے۔ یہ خودکار دروازے تھے، ہمارے پہنچتے ہی کھل گئے اور ہم ایک بڑے ہال میں داخل ہو گئے۔ ہال میں کچھ میزیں لگی ہوئی تھیں اور کچھ لوگ بیٹھے ہوئے اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ میں ان کے ساتھ چلتا ہوا اس بڑے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں ایک میز کے پیچھے ایک آدمی بیٹھا ہوا سگار کے گہرے گہرے کش لے رہا تھا۔ اس کے گردن ہلانے پر مجھے لانے والے واپس چلے گئے۔

بیٹھا ہوا شخص گنجے سر کا مالک تھا۔ اس کی آنکھوں پر انتہائی قیمتی فریم کا چشمہ تھا جس کی کمانیاں سونے کی معلوم ہوتی تھیں۔ جسم پر بیش قیمت سوٹ تھا اور ہاتھوں کی موٹی موٹی انگلیوں میں قیمتی انگشتریاں جگمگا رہی تھیں۔ اس نے سگار منہ سے نکال کر سامنے رکھے ہوئے حسین اور قیمتی ہاتھی دانت کے بنے ہوئے ایش ٹرے پر رکھ دیا، اور دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھ کر گردن قدرے خم کرتے ہوئے بولا۔ "علی یار خان کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ تشریف رکھیے۔" اس نے سامنے پڑی ہوئی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا اور میں طویل سانس لے کر ان کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ "آپ کے لیے کچھ منگواؤں؟" اس نے سوال کیا۔

"آپ کو یقیناً اس بات کا علم ہو گا مسٹر... کہ میں کن حالات سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہوں اور اس وقت میری سب سے بڑی خواہش یہی ہو سکتی ہے کہ مجھے اپنی یہاں آمد کا مقصد معلوم ہو جائے۔ یہی میری مدارات کے لیے سب سے بہتر چیز ہو گی۔"

"یقیناً لیکن کیا فی الوقت اتنا کہہ دینا کافی نہ ہو گا کہ ہم آپ کے دوست ہیں، اُن تمام لوگوں سے بالکل مختلف جو اس ملک میں ناسپاسی کے مجرم ہیں اور جن کی وجہ سے آپ کو ذہنی اذیت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔"

"اور آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ ابھی میں بدگمانی کے کس دور میں ہوں؟"

"ہاں آپ کا یہ کہنا بھی کسی حد تک درست ہے۔ میں آپ کو مختصراً اتنا بتا سکتا ہوں کہ آپ ایک بے حد معزز اور صاحبِ اثر شخصیت کے مہمان ہیں اور اسی شخصیت نے ہمیں حکم دیا تھا کہ آپ کو یہاں لے آیا جائے اور آپ کے قیام کا بہتر بندوبست کر دیا جائے چنانچہ اسی مقصد کے تحت آپ کو یہاں لایا گیا ہے اور یوں سمجھ لیجیے کہ یہ جگہ آپ کے لیے امن و سکون کی جگہ ہے یعنی جو کچھ آپ کرنا چاہتے ہیں، ہم اس سلسلے میں آپ کے معاون ثابت ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمارے اپنے کچھ مقاصد بھی ہیں جن کی تکمیل کے لیے آپ کو ہمارے ساتھ تعاون کرنا ہو گا۔ یہ امدادِ باہمی والی بات ہے، ہم سے تعاون کے سلسلے میں آپ کو مکمل اختیار ہو گا کہ ہماری پیشکش پر اچھی طرح غور و فکر کرنے کے بعد کوئی بھی فیصلہ کریں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے اطمینان کے لیے میری اتنی وضاحت کافی ہے۔"

"میں آپ کو کس نام سے مخاطب کر سکتا ہوں مسٹر!" میں نے پوچھا۔

"سن مین۔ مجھے میرے شناسا سن مین کے نام سے جانتے ہیں، یہ میرا اصل نام نہیں ہے لیکن میں اپنا اصلی نام کسی کو نہیں بتاتا۔ ظاہر ہے آپ کو بھی نہیں بتاؤں گا۔ ہاں، رابطے کے لیے آپ بھی مجھے سن مین کہہ کر مخاطب کر سکتے ہیں۔"

"یقیناً، میرا کام اسی سے چل جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن کیا اس بڑی شخصیت کے بارے میں آپ مجھے کچھ نہیں بتائیں گے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ـــ یہ احکامات بھی مجھے اسی شخصیت سے ملے ہیں۔"

"ہوں، ٹھیک ہے، جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

"اب تو میں آپ سے آپ کی پسند کا کوئی مشروب پوچھ سکتا ہوں۔"

"ہاں۔ میں آپ کے ساتھ کافی پی سکتا ہوں۔"

اس نے میز میں لگا ہوا بٹن دبایا اور ایک آدمی کے اندر داخل ہونے پر کافی کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد کافی ہمارے سامنے سرو ہو گئی۔ میں خاموشی سے کافی کے گھونٹ لینے لگا۔ وہ بھی خاموش ہی رہا تھا، غالباً میرے بولنے سے پہلے کچھ نہیں بولنا چاہتا تھا۔ کافی ختم ہو گئی اور میں ہونٹ خشک کر کے اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"تو اَب میری ذمّے داریاں کیا ہیں مسٹر سَن مین؟"

"ہمارے اور آپ کے درمیان تعارف ہو گیا، آپ نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

ں رہنے کا وعدہ کیا ہے، چنانچہ آپ کے آرام کا اسی
کے ایک کمرے میں انتظام کر دیا جائے گا۔ اطمینان
اں قیام کیجیے، ضرورت کی ہر چیز آپ کو یہاں فراہم ہو
گی لیکن اس کے باوجود اگر آپ کو کسی شے کی طلب
تکلف سے کام نہ لیں۔"
"مجھے میرے کمرے میں پہنچا دیا جائے۔" میں نے کہا اور
کرسی سے اٹھ کر میز کے پیچھے سے باہر نکل آیا۔
"تشریف لائیے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل
ی ساز و سامان سے آراستہ ایک قیام گاہ میں پہنچنے کے
مین نے کہا "یہاں کوئی بھی ایسی بات نہیں ہوگی جو آپ
سند اور مرضی کے خلاف ہو لیکن حالات کا تقاضا یہی
آپ ہم سے مکمل طور پر تعاون کرتے رہیں۔ یہ ایک
ہے اور یہاں کچھ صنعتی کام ہوتے ہیں، یہ حصہ جہاں
جود ہیں، عام لوگوں کی پہنچ سے محفوظ ہے۔ یہاں ملازمین
جود ہیں جو آپ کی خدمت کے لیے حاضر رہیں گے۔
براہِ کرم اس وقت تک یہاں سے باہر نہ نکلیے گا، جب
م سے مشورہ نہ کر لیں۔"
"ٹھیک ہے مسٹر سن مین! آپ اطمینان رکھیں، میں آپ
ساتھ مکمل تعاون کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔
وہ باہر چلا گیا۔ میں نے گھوم پھر کر دیکھا۔ ہر طرح کی
ئے ضروریات یہاں موجود تھیں۔ ایک ریک میں کچھ کتابیں
ی تھیں۔ عام قسم کی کتابیں تھیں، جو فکشن اور پوئٹری سے
تھیں۔ میں وہاں سے ہٹ کر ایک کرسی پر آ بیٹھا اور
ت حالات پر غور کرنے لگا۔ ان لوگوں نے جن کا سربراہ
ین معلوم ہوتا تھا، مجھے حکومت کے شکنجے سے نکال لیا
سی بڑے آدمی کے ایما پر اور یہ بڑا آدمی کون تھا اور
جانب کیوں متوجہ تھا؟ اس کا مجھے کچھ علم نہیں تھا۔
یوں لگتا تھا جیسے میری کوئی حیثیت ہی نہ رہ گئی ہو، مختلف
وں میں ایک کھلونا بن کر رہ گیا تھا! پھر خیال آیا کہ شاید اس
بھی قدرت کو کوئی امتحان مقصود ہو؟ جذبوں کی صداقت
ں راہِ پُرخطر میں ثابت قدمی کا! ہاں ایسا ہو سکتا تھا کیوں کہ
ت دن بدن بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے، میں نے
لیے جن راستوں کا انتخاب کیا تھا، اُن میں خطرات کا اضافہ
تھا۔ جن لوگوں کے لیے عمل کی دنیا میں آیا تھا وہی برگشتہ
ئے تھے، انھوں نے ہی اعتبار کرنا چھوڑ دیا تھا۔ ایسی صورتوں
انسان کے قدم لڑکھڑا جاتے ہیں۔ وہ راہ سے بھٹک جاتا
۔ یقیناً اس موڑ پر میرے ایمانی جذبوں کا امتحان تھا، میں
امتحان میں پورا اُترتا ہوں یا نہیں، میں اپنے ان جذبوں کی

صداقت ثابت کر سکتا ہوں کہ نہیں، جن کے لیے میں نے اپنا مستقبل تاریک کر لیا تھا یہی امتحان مجھے دینا تھا۔

تہذیب مالکم ایکس مجھے مل گئی تھی۔ اگر میں چاہتا تو ابتدا ہی میں اس ملک کی پیش کش قبول کر کے یہاں سے باہر نکل جاتا اور اس کے بعد یہ ساری کارروائیاں — شاید ان لوگوں کے لیے بھی ممکن نہ ہوتیں اور وہ ہم تک پہنچ بھی نہ پاتے۔ لیکن تہذیب نے خود بھی میرے فیصلوں کو بدلنے کی کوشش نہیں کی تھی، ہاں اس کی یہ خواہش ضرور تھی کہ جب ہم کسی منزل پر پہنچ جائیں گے تو ایک دوسرے کو اپنی زندگی میں شامل کر لیں گے، چنانچہ اسے شک کی نظر سے دیکھنا فضول تھا اور اب میں تہذیب کو دوسروں کے رحم و کرم پر ہرگز نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ خواہ اس کی مجھے کتنی ہی بڑی قیمت کیوں نہ ادا کرنا پڑے۔

مجھے اس بہت بڑے آدمی کا انتظار تھا جو میری رہائی کا باعث بنا تھا اور یہ انتظار مجھے تقریباً بیس گھنٹے کرنا پڑا۔ بیس گھنٹے گزرنے کے بعد اس وقت صبح ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی جب سن مین نے مجھ سے ملاقات کی اور بڑے انکسار سے کہا کہ کوئی مجھ سے ملنا چاہتا ہے، میں اس کے ساتھ چلوں۔ ناشتے وغیرہ سے میں فارغ ہو چکا تھا، اس لیے سن مین کے ساتھ باہر نکل آیا۔ سن مین مجھے باہر لے جانے کے بجائے ایک اندرونی حصے میں لے گیا تھا۔ یہ غالباً فیکٹری کا بالکل عقبی حصہ تھا اور یہاں داخلے کے لیے شاید فیکٹری کا عقبی دروازہ بھی موجود تھا کیوں کہ جو شخص وہاں موجود تھا وہ لازماً اسی دروازے سے گزر کر اندر آیا ہوگا لیکن اس شخص کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میں ششدر رہ گیا تھا۔ درحقیقت میں نے اس کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ یہ مسٹر آئن شلائر تھے۔ خوبصورت لباس میں ملبوس اپنی مخصوص مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے انھوں نے بڑے پُرجوش انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا۔

"تم مجھے دیکھ کر یقیناً حیران ہو گئے ہو گے علی یار خان! کیا میں تم سے پوچھ سکتا ہوں کہ تمھیں میری اس وقت یہاں آمد کی امید تھی یا اس دوران تم نے میرے بارے میں ایک بار بھی سوچا تھا؟"

"میں اعتراف کرتا ہوں مسٹر آئن شلائر کہ میں نے آپ کے بارے میں بالکل نہیں سوچا تھا۔"

"ظاہر ہے تمھیں اس کی توقع نہیں ہوگی۔" مسٹر آئن شلائر نے کہا اور ہم ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ میرے اور ان کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ سن مین واپس جا چکا تھا۔ "تمھاری حیرت رفع کرنے کے لیے میں سب سے پہلے تمھیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ کچھ مقامی حکام کے مانند میں اسرائیل

نواز نہیں ہوں اور ان امریکی پالیسیوں سے سخت اختلاف رکھتا ہوں جو اسرائیل نواز ہیں۔ میں عربوں کے مقام کو اہمیت دیتا ہوں اور ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کو تسلیم کرتا ہوں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ذاتی طور پر میں نے کچھ اقدامات کیے تھے۔ اور صرف تمھیں یہ بات بتائی جا سکتی ہے کہ میرا خفیہ رابطہ چند عرب ممالک سے بھی رہا ہے۔ میں اس سلسلے میں کسی ملک کا نام لینا پسند نہیں کرتا، یہ مناسب نہیں ہوگا۔ حالاں کہ میں جانتا ہوں کہ عرب مفادات کے لیے کسی بھی ملک کا حوالہ دیا جائے تو تمھیں اس سے اختلاف نہیں ہوگا۔"

"ہاں مسٹر آئن شلائر، یہ حقیقت ہے، حالاں کہ میں بہ ذاتِ خود عرب نہیں ہوں بلکہ میرا تعلق پاکستان سے ہے لیکن ہم مذہب ہونے کی حیثیت سے میں اسرائیلی مقاصد کے خلاف ہوں اور عربوں کا حامی ہوں۔ اور یہ جان کر مجھے واقعی حیرت ہوئی ہے اور کافی حد تک خوشی بھی کہ آپ اپنے سینے میں عربوں کے لیے ہمدردی رکھتے ہیں۔ اس طرح میرے دل میں آپ کے لیے احترام کا جذبہ پیدا ہوا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ علی! بعض اوقات کسی ایک نیک مقصد یا اعلیٰ نظریے کے لیے کچھ ایسے کام بھی کرنا پڑتے ہیں جن سے خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم غداری کے مرتکب نہ قرار پائیں۔ اس لیے میں نہایت محتاط انداز میں اپنے خیالات کے مطابق عمل کرتا رہا ہوں جہاں بھی مجھ سے ممکن ہو سکا اور جہاں تک میں کر سکا، میں نے عربوں کے لیے کام کیا ہے۔ اور ایک عرب ملک سے بلکہ یوں سمجھو کہ اس ملک کے حکمران سے میرا خصوصی رابطہ رہا ہے جو میرا دوست بھی ہے اور ... کلاس فیلو بھی تھا، جس سے مجھے بے پناہ محبت ہے اور جس کے لیے میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ وہ انسان انسانیت کے ناتے مجھے بہت عزیز ہے اور میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ اپنی حد تک، جہاں تک ممکن ہو سکا میں اس کے لیے کام کروں گا۔ چنانچہ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ کچھ فلسطینی نمائندوں کو تم رہا کرا کر لا رہے ہو تو یہ صرف میری ہی تجویز تھی کہ انھیں فوری طور پر بیروت پہنچا دیا جائے جب کہ کچھ لوگوں نے اس کی شدید مخالفت کی اور کہا کہ اس طرح ہم اسرائیل کی مخاصمت مول لیں گے لیکن یہاں میں نے اپنی حیثیت اور اختیارات سے کام لے کر ان لوگوں کو واپس بیروت پہنچانے کا انتظام کیا اور اس بات کا بھی میں دل سے معترف ہوں کہ تم نے بڑے خلوص کے ساتھ ایک عظیم الشان رقم ان لوگوں کے لیے پیش کر دی جب کہ تم خود اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اب تک میرے اور تمھارے درمیان جو ملاقاتیں ہوئی تھیں اور جو گفتگو ہوئی تھی،

وہ سرکاری گفتگو تھی لیکن اس وقت میں بالکل ذاتی حیثیت سے تمھارے پاس آیا ہوں اور یہ سمجھو کہ اس وقت ایک ہوم منسٹر نہیں بلکہ عربوں کے مفادات کا حامی آئن شلائر تمھارے سامنے ہے اور تم اس سے گفتگو کر رہے ہو اور مجھے یقین ہے کہ تم، جہاں بھی مجھ سے اختلاف کرو یا میری باتوں پر یقین نہ کر سکو، مجھے ٹوک دو گے تاکہ میں تمھیں اپنی سچائی کا یقین دلانے کے لیے کوئی ثبوت پیش کر سکوں۔"

مسٹر آئن شلائر کی گفتگو سے ان کی سچائی کا اظہار ہوتا تھا۔ میں نے ان کی باتوں پر غور کیا، انھیں اپنے طور پر پرکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ مسٹر آئن شلائر جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے۔

آئن شلائر نے دوبارہ کہا "شاید تم نے محسوس نہ کیا ہو، میں نے شروع ہی سے اپنے رویے میں تمھارے لیے لچک رکھی ہے اور اس دوران مسلسل یہ کوشش کرتا رہا کہ تم.... براہِ راست ہماری زد میں نہ آ سکو۔ یہ کوشش بہت ہی محتاط قسم کی تھی۔ اگر تم بیروت جانے پر رضامندی کا اظہار کر دیتے تو میں نے کچھ اور باتیں سوچی تھیں۔"

"وہ کیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں کسی نہ کسی طرح تم تک ایک خفیہ پیغام پہنچا دیتا اور تمھیں بیروت جانے سے روک دیتا۔ یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ میرے کچھ افراد بیروت تک تمھارے ساتھ سفر کرتے اور وہاں پہنچ کر تمھیں میرا پیغام دیتے کہ تم فوری طور پر وہاں سے واپس پلٹ آؤ۔ یہ بہت لمبا پروگرام ہوتا۔ تم نے بیروت جانے پر رضامندی کا اظہار نہ کر کے میری تھوڑی سی مشکل آسان بھی کر دی تھی۔"

"جن لوگوں نے مجھے مقامی حکام کی گرفت سے نکال کر آپ تک پہنچایا، ان کے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے؟" میں نے پوچھا۔

"سن مین مقامی انڈر گراؤنڈ گروہ کا سربراہ ہے۔ یہ متین شکل آدمی جسے دیکھ کر تم نے اس کی شخصیت کے بارے میں شاید ہی صحیح رائے قائم کی ہو، بہت خطرناک شخصیت کا مالک ہے، یہاں زیرِ زمین دنیا میں اس کا سکہ چلتا ہے۔ اس نے اپنے گرد ایسا حصار قائم کر رکھا ہے کہ مقامی پولیس کے حکام اس کے بارے میں بہت کچھ جاننے کے باوجود اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور خوش قسمتی سے یہ شخص میرا اپنا آدمی ہے، اتنا قریبی آدمی کہ میں اس پر ہر طرح کا بھروسا کر سکتا ہوں۔ وہ چند لمحے جو میٹنگ کے اختتام کے بعد مجھے ملے، میں نے ان کا صحیح استعمال کیا اور سن مین کو ہدایت کی کہ ہر قیمت پر تمھیں راستے سے اُچک لے اور ایک لمحے کے لیے بھی جیل کی سلاخوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے پیچھے نہ جانے دے۔ مجھے یقین تھا کہ جو ہدایت میں نے اُسے دی ہے وہ اس پر عمل کرے گا اور اُس نے ایسا کیا بھی۔"

"مجھے افسوس ہے کہ اس کارروائی کے نتیجے میں آپ کے کچھ ہم وطنوں کو نقصان پہنچا۔"

"مجبوری تھی علی یار خان! ہر شخص اپنے مفادات کے لیے کچھ ایسے اقدامات کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو دوسروں کے لیے نقصان دہ بھی ہوتے ہیں، عظیم تر مفادات کے لیے بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اپنے ملک کی موجودہ.... سیاست اور اس کی موجودہ پالیسیوں کے بارے میں، میں تم سے وضاحت سے کچھ نہیں کہوں گا، میں اس ملک کا ایک وفادار شہری اور اہم عہدہ دار ہوں۔ صرف اتنا حوالہ دینا چاہتا ہوں کہ آئندہ پانچ سال کے اندر اندر اس ملک کی سیاست میں جو نمایاں تبدیلی ہونے والی ہے اس میں میرے مقاصد کے حامی لوگ منظرِ عام پر آئیں گے اور آئندہ حکومت انہی کی ہوگی۔ میں اپنے آپ کو آنے والی حکومت کے لیے اپنے عہدے کا اہل ثابت کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں ابھی سے کوشش کر رہا ہوں۔ بہر حال اب ان حالات میں جب کہ کم از کم میری دانست میں تم نے بھی مجھ پر بھروسا کر لیا ہے کیا تم یہ بات دعوے سے کہہ سکتے ہو کہ تہذیب مالکم ایکس گرین پول میں دوبارہ شمولیت نہیں اختیار کر سکتی اور ان کے مفادات کے لیے کام نہیں کر سکتی؟"

"مسٹر ہوم منسٹر! میں نے تہذیب کے بارے میں جو کچھ کہا تھا اُس کا ایک ایک لفظ درست ہے۔ وہ میری ہم مذہب ہے، اگر گوٹے ہل میں اس سے میں یہ کہہ دیتا کہ وہ گرین پول کو چھوڑ دے اور میرے لیے کام کرے تو آپ یقین کیجیے کہ وہ ایسا ہی کرتی۔ لیکن میں نے یہ سوچ کر اسے اپنے ساتھ شامل نہیں کیا تھا کہ وہ ایک الگ ادارے کی رکن تھی اور سچ بات یہ ہے کہ اس وقت اس کے لیے میرے دل میں وہ احساسات بھی نہیں تھے جو اب پیدا ہو چکے ہیں۔ کچھ لمحے ایسے بھی آئے تھے مسٹر ہوم منسٹر، جب وہ میری اصل حیثیت سے آگاہ ہو گئی تھی لیکن وہاں اس نے گرین پول کے مفادات بالکل نظر انداز کر دیے اور خاموشی اختیار کی۔ چنانچہ اب بھی دعوے سے میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس کے ذہن میں ایسا کوئی خیال آتا تو وہ مجھ سے کہے بغیر یہ سب کچھ نہ کرتی اور جو ثبوت میں نے آپ کو پیش کیے ہیں، ان سے بھی آپ کو یہ اندازہ لگا لینا چاہیے کہ وہ اپنی مرضی سے اس عمارت سے باہر نہیں گئی.... بلکہ اسے اغوا کیا گیا ہے۔"

"ہاں۔ یہ بات تو ہم لوگ بھی پوری سنجیدگی سے سوچ رہے ہیں۔ لیکن علی یار خان! تمہارا کیا خیال ہے، کیا گرین پول کو تمہارے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم ہوں گی، اچھی طرح جانتے ہوں گے وہ لوگ، کہ گوٹے ہل میں ان کے مفادات کو ناکام بنانے والے صرف تم ہو۔ ایسی شکل میں تہذیب مالکم ایکس کو اغوا کر کے اپنی تحویل میں لینے والے یہ بات بھی اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ تم ان تک پہنچو گے، وہ تمہاری تاک میں ہوں گے اور تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ میں تمہیں ایک پیشکش کرنا چاہتا ہوں علی یار خان، تم اسرائیل کے خلاف کارروائی کے لیے بے خوف و خطر اپنے آپ کو پیش کر دیتے ہو۔ اگر میں تم سے کہوں کہ میرے دوست یعنی اس مسلمان عرب حکمران کے ایک مسئلے کو حل کرنے کے لیے مجھے تمہاری ضرورت ہے تو کیا تم میری یہ درخواست قبول کر لو گے؟ یہ بھی وضاحت کر دوں کہ اس مسئلے کا تعلق کچھ اسرائیلی منصوبوں کو ناکام بنانے سے ہے۔"

"میں نہیں سمجھا مسٹر آئن شلاٹر!" میں نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"تفصیلات تو تمہیں بعد میں ہی معلوم ہوں گی، بس یہ سمجھو کہ میں تم سے ایک سودا کرنا چاہتا ہوں، تہذیب مالکم ایکس کو حاصل کرنے کی ذمے داری میں قبول کرتا ہوں اور تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ بہت ہی مختصر عرصے میں تہذیب مالکم ایکس کو گرین پول کے چنگل سے آزاد کرا لوں گا اور وہ تمہاری امانت کے طور پر میرے پاس رہے گی۔ اس کے بدلے میں جو کام تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں وہ نہ صرف یہ کہ عربوں کے لیے فائدہ مند ہے بلکہ آئندہ پانچ سالوں کے لیے نئی حکومت میں میری پوزیشن بھی بالکل محفوظ ہو جائے گی۔ گویا اس میں میرا مفاد بھی مکمل طور پر موجود ہے اور میرے دوست عرب حکمراں کا بھی۔ ہم دونوں مل کر تمہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کریں گے اور اس کام کے عوض ہم تمہیں تہذیب مالکم ایکس کی بازیابی اور تحفظ کا یقین دلاتے ہیں۔ میں یہ بات وثوق سے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر تم میری ذمے داری سنبھال لو گے تو میں اپنی تمام صلاحیتیں اور قوتیں گرین پول کے خلاف صرف کر دوں گا۔ گرین پول کو چونکہ اس سلسلے میں صرف علی یار خان کی تلاش ہوگی یا معمولی پیمانے پر ہماری کارروائیوں کا انتظار ہوگا، اس لیے وہ لوگ دھوکا کھا جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ہوم سکریٹ سروس کے لوگ تہذیب مالکم ایکس کو کہیں نہ کہیں سے برآمد کر لیں گے۔ تم دوسری سمت اپنی توجہ منتقل کر دو۔"

میں آئن شلاٹر کی بات پر غور کرنے لگا۔ اس نے

اپنے مفادات کو چھپایا نہیں تھا، صاف صاف بتا دیا تھا کہ وہ میرے لیے کام کرے گا اور میں اس کے لیے۔ تہذیب مالکم ایکس کی بازیابی کے لیے میرے پاس کوئی ایسا جامع منصوبہ نہیں تھا جس پر عمل کر کے میں کامیابیاں حاصل کر سکتا ہوں اور پھر صورتِ حال اس ملک میں کافی حد تک میرے خلاف ہو گئی تھی۔ آئن شلاٹر وہ واحد آدمی تھا جو مجھ سے تعاون کر رہا تھا چنانچہ اس تعاون سے فائدہ نہ اٹھانا حماقت تھی۔

تھوڑی دیر تک غور و فکر کرنے کے بعد میں نے مسٹر شلاٹر سے کہا۔ "مجھے آپ کی بات تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہے مسٹر آئن شلاٹر لیکن کام کی نوعیت کسی حد تک تو میرے علم میں آنا چاہیے۔"

"یقیناً۔ اگر تم میرے کام کی تکمیل کے لیے رضامندی کا اظہار کر دو تو دوسری ملاقات صرف چوبیس گھنٹے کے اندر اندر میں تم سے کر دوں گا اور اس وقت میں تمہیں اپنے تمام مقاصد سے اچھی طرح آگاہ کر دوں گا، بلکہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ہاٹ لائن پر اپنے اس دوست عرب حکمراں کا پیغام بھی سنوا دوں ــــ میں اسے تمہارا نام لے کر بتاؤں گا کہ اپنے کام کے لیے میں تمہاری خدمات حاصل کر رہا ہوں، میرا خیال ہے اس کے بعد تمہیں زیادہ مسرت ہوگی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے مسٹر آئن شلاٹر! آپ مجھے صرف کام کی نوعیت بتا دیں، میرا خیال ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ ویسے بھی آپ جانتے ہیں کہ یہ میرا عہد ہے کہ دنیا کے کسی بھی گوشے میں عربوں کے مفادات کے لیے کوئی ذمے داری میرے شانوں پر آ پڑے گی تو میں کسی سے ہدایات لیے بغیر اپنا وہ کام انجام دوں گا۔"

"بس تو پھر یونہی سمجھ لو کہ میرا مفاد اس سلسلے میں صرف بیس فیصد ہے اور اسّی فیصد معاملات عربوں کے مقاصد کے ہیں۔ اس معاملے کا تعلق براہِ راست تنظیم آزادیٔ فلسطین سے نہیں ہے بلکہ اس شخص کے کچھ ذاتی معاملات ہیں جو تنظیم کا حامی ہے اور وہ اپنے طور پر اپنے ملک کی سیاست کے ساتھ ساتھ اس مسئلے کو حل کرنا چاہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے، بات وہیں تک جا پہنچتی ہے مسٹر آئن شلاٹر! میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

"میں بڑے پُرمسرت جذبات کے ساتھ واپس جا رہا ہوں اور ایک بار پھر اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ تہذیب مالکم ایکس کا معاملہ میری ایسی ہی ذمے داری ہے جیسی میری اپنی زندگی کی۔ بہت بڑا دعویٰ کر رہا ہوں میں لیکن مجھے یقین ہے کہ جو جال میں گرین پول کے خلاف بچھاؤں گا اس میں وہ ضرور پھنس جائیں گے اور تہذیب مالکم ایکس کو ان کے قبضے سے نکالنا ممکن ہو جائے گا اس کے لیے میرے ذہن میں ایک خوبصورت منصوبہ موجود ہے۔"

میں نے مسٹر آئن شلاٹر کی طرف دیکھا، بظاہر یہ شخص مکار فطرت کا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ یہ بات بھی پیشِ نظر تھی کہ ایک اتنے بڑے ملک کا وزیرِ داخلہ اتنا بے وقعت نہ ہوگا کہ ایک ایسا کام نہ کر سکے جس کا وہ دعویٰ کر رہا ہے چنانچہ، مسٹر آئن شلاٹر پر یقین کر لینا ضروری تھا۔

بہت ہی دوستانہ گفتگو کے بعد مسٹر آئن شلاٹر چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد میں ان کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ بہت دیر تک میں تازہ صورتِ حالات پر غور کرتا رہا، پھر سن مین آ گیا۔ اس کے ساتھ ایک دُبلا پتلا آدمی بھی تھا جو خوبصورت تراش کا سوٹ پہنے ہوئے تھا اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس دبا ہوا تھا۔

سن مین نے مسکراتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔ "ہم نہیں چاہتے مسٹر علی یار خان کہ اس دوران آپ خود کو کسی قیدی کی طرح یہاں محدود رکھیں۔ یہ شخص آپ کے چہرے کے خدوخال بدلنے میں آپ کی مدد کرے گا۔ ایک ہلکا سا میک اَپ اپنے چہرے پر کرا لیجیے اور اس کے بعد آپ جہاں دل چاہے گھوم پھر سکتے ہیں۔ میں یہ کام صرف اس لیے کر رہا ہوں کہ آپ کو یہاں بوریت کا احساس نہ ہو۔ کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیں گے؟"

میں نے گردن ہلا دی۔ یہ بات میرے لیے فائدہ مند تھی۔

میری رضامندی کے بعد وہ شخص بریف کیس کھول کر میرے سامنے بیٹھ گیا اور پلاسٹر کے ٹکڑے مخصوص انداز میں میرے چہرے پر چپکانے لگا۔ وہ میک اَپ کا ماہر معلوم ہوتا تھا، تھوڑی دیر کے بعد اس نے میرے چہرے میں اتنی تبدیلی پیدا کر دی کہ کوئی مجھے غیر ملکی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اب میں ایک مقامی آدمی معلوم ہوتا تھا۔ سادہ سے خدوخال کا مالک۔ اس شخص نے مجھے ایک چشمہ بھی پیش کیا جو میرے چہرے پر نہایت موزوں معلوم ہوتا تھا۔

"یہ کار کی چابی موجود ہے۔" سن مین نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "سیاہ رنگ کی ایک بنٹلے آپ کے لیے باہر موجود ہے، اگر کہیں جانا چاہیں تو.... لیکن رات کو آپ یہیں واپس آ جائیے۔ یہ رہائش گاہ آپ کے لیے محفوظ ترین ہے۔" میں نے شکریے کے ساتھ چابی قبول کر لی اور سن مین کے ساتھ ہی باہر نکل آیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میری کار سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔

خوبصورت و بارونق سڑکیں میری نگاہوں کے سامنے تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں ان پر گاڑی دوڑاتا رہا، کوئی مقصد نہیں تھا، کوئی تصور نہیں تھا، اگر تھا تو صرف تہذیب مالکم ایکس کا خیال۔ نظریں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ شاید وہ کہیں نظر آ جائے۔ اور مجھے سکون میسّر ہو، دل کو قرار آ جائے۔ اس سے پہلے زندگی جس انداز میں گزری تھی، وہ آزادی اور بے فکری کا دور تھا۔ اپنی ذات کے سوا کسی کا خیال ذہن میں نہیں رہتا تھا۔ کسی شے کی طلب بھی بے چین و بے قرار نہیں کرتی تھی لیکن اب ایک ذات اور زندگی میں شریک ہو چکی تھی اور اس کی موجودگی کا احساس دیگر تمام احساسات پر حاوی تھا اس نے مجھے مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے رکھا تھا کبھی کبھی جھنجلاہٹ بھی ہونے لگتی تھی کہ خواہ مخواہ یہ روگ کیوں پال بیٹھا۔ کیا آزادی کی زندگی بہتر نہیں تھی، ذہن مشورہ دیتا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کہیں دور نکل جاؤں، تہذیب کو بھول جانے کی کوشش کروں لیکن سینے میں دھڑکتا ہوا یہ کم بخت دل کب دماغ کی بات مانتا ہے۔ کم از کم ان حالات میں، تہذیب کو میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا پھر یہ بھی حقیقت تھی کہ اس نے بھی اپنے آپ کو میرے لیے وقف کر دیا تھا۔ اگر وہ چاہتی تو گوٹے ہل میں مجھ سے بغاوت کر سکتی تھی۔ میرے بارے میں شبہات پیدا ہونے کے بعد گرین پول کو میری شخصیت سے آگاہ کر سکتی تھی، اس نے بھی خود کو میرے لیے برباد کر لیا تھا۔ ساری زندگی کے لیے میرا روگ پال لیا تھا پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ میں اُسے چھوڑ دیتا۔ انھی خیالات میں غلطاں و پیچاں آوارہ گردی کرتا رہا۔ پھر جب رات گہری تاریک ہو گئی تو میں واپس سن مین کی فیکٹری تک پہنچ گیا۔ سن مین سے تو ملاقات نہیں ہوئی تھی لیکن میرے لیے اس نے خصوصی ہدایات جاری کر دی تھیں، چنانچہ مجھے خوش آمدید کہنے والے بہت سے لوگ وہاں موجود تھے، جو میری ضروریات کے مطابق عمل کرتے رہے، یہاں تک کے کھانے کے بعد میں سونے کے لیے اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔

دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے مجھے سن مین کا فون موصول ہوا۔ اس نے کہا کہ میرے دوست ٹھیک دو بجے میرے پاس پہنچ جائیں گے۔ میں ان سے ملاقات کے لیے تیار رہوں اور... بوریت کا شکار ہو کر کہیں باہر نہ نکل جاؤں۔

ٹھیک دو بجے مسٹر آئن شلائر نے میری رہائش گاہ میں مجھ سے ملاقات کی۔ ان کے ساتھ ایک خوبصورت سی نوعمر لڑکی تھی جس کے سنہرے بال گچھوں کی شکل میں اس کی پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں عجیب سی گہرائی تھی اور ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ لیکن یہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر قدرتی محسوس ہوتی تھی، کیوں کہ اس کے بعد بھی اس کے ہونٹوں کا زاویہ ایسا ہی رہا۔ مسٹر آئن شلائر نے اس سے میرا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ یہ ان کی پرسنل سیکرٹری گرینی ہاورڈ ہے۔ گرینی ہاورڈ نے اپنے ہاتھ میں کچھ کاغذات سنبھالے ہوئے تھے جنھیں رسمی گفتگو کے بعد میز پر پھیلا لیا گیا اور اس کے بعد ہم تینوں ان کاغذات کا مطالعہ کرنے لگے۔ مسٹر آئن شلائر نے اپنی اسکیم مجھے بتائی اور پھر مجھے میری ذمے داریاں سمجھانے لگے۔ تمام رموز و نکات جاننے کے بعد میں نے اپنے آپ کو تہِ دل سے اس کام کے لیے آمادہ پایا۔ یہ کام میری زندگی کے مشن سے جُدا نہیں تھا اور درحقیقت اگر تہذیب مالکم ایکس کا روگ میرے دل کو نہ لگا ہوتا تو میں اس کام کو بلا کسی لالچ یا شرط کے قبول کرنا اپنی خوش قسمتی تصور کرتا۔ مسٹر آئن شلائر کافی دیر تک مجھ سے اس سلسلے میں گفتگو کرتے رہے اور پھر یہ کاغذات سمیٹ کر بند کر دیے گئے۔

"آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا، مسٹر علی یار خان کہ معاملات کیا ہیں؟"

"جی ہاں، کسی حد تک۔" میں نے جواب دیا۔

"اور اب میں آپ سے یہ پوچھنا اپنا حق سمجھتا ہوں کہ کیا آپ خلوصِ دل سے میرے لیے کام کرنے پر آمادہ ہیں؟"

"یقیناً مسٹر آئن شلائر بلکہ میں تو اب یہ سوچ رہا ہوں کہ ایک ایسا کام جو مجھے بغیر کسی دباؤ اور شرط کے انجام دینا چاہیے تھا، تہذیب کی بازیابی سے مشروط ہو گیا ہے۔ بہرحال میں آپ پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اب یہ مہم میرے لیے مشروط نہیں ہے۔ میں اس کام کی انجام دہی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

"یہ تمھاری عظمت ہے علی یار خان! میں اس سلسلے میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ جو وعدہ میں نے تم سے کیا ہے اُسے پورا کرنا میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد سمجھتا ہوں اور اگر اس میں ناکام رہا تو نہ صرف تم سے بلکہ اپنے آپ سے بھی زندگی بھر شرمندہ رہوں گا۔ اب یہ مسئلہ میری زندگی کا اہم ترین معاملہ بن چکا ہے۔ تمھارے بارے میں مجھے اطمینان ہے کہ تم اپنا کام خوش اسلوبی سے پایۂ تکمیل کو پہنچا دو گے اور میرے دوست عرب حکمراں کا مسئلہ اب یقیناً حل ہو جائے گا۔"

"نہیں، آپ اس قدر جذباتی نہ ہوں مسٹر آئن شلائر..."

"جذبات ہی تو زندگی ہیں میرے دوست۔ کیا تم اس حقیقت سے انکار کر دو گے کہ تمھیں بھی اس راستے پر لانے والے تمھارے جذبات ہی تھے؟ اور اب جب کہ تم پوری ریاضت اور لگن سے میرے مفادات کے لیے مصروفِ عمل ہونے کو آمادہ ہو تو میں تمھارے ایک اہم مسئلے کے سلسلے میں تساہل کیسے برت سکتا ہوں۔ میں تہذیب مالکم ایکس کی بازیابی کے لیے اسی طرح مصروف ہو جاؤں گا جس طرح اپنے کسی ذاتی کام کے لیے ہو سکتا تھا۔"

مجھے مسٹر آئن شلائر کی گفتگو نے بہت متاثر کیا تھا۔ میں نے ان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "شکریہ مسٹر آئن شلائر! میں بہرحال اب بھی یہی عرض کروں گا کہ میرے سپرد آپ نے جو ذمے داری کی ہے وہ تہذیب سے مشروط نہیں رہی۔"

آئن شلائر نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر گرمجوشی سے دبایا اور کہا۔ "اب اس سلسلے میں ساری گفتگو آپ سے گرینی ہاورڈ کرے گی۔ گرینی! تم مسٹر علی یار خان کو بتاؤ گی کہ انھیں کہاں سے اپنے کام کا آغاز کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمھیں اس میں کوئی الجھن نہیں ہو گی۔" گرینی ہاورڈ نے گردن ہلائی اور اس کے بالوں کے سنہرے گچھے ماتھے پر جھولنے لگے۔ تب مسٹر آئن شلائر نے مجھ سے اجازت مانگی اور میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ ان کے ہمراہ چلتا ہوا باہر آیا اور پھر ایک مخصوص حد تک انھیں پہنچانے کے بعد اُن سے مصافحہ کر کے واپس اپنی رہائش گاہ میں آ گیا۔

گرینی ہاورڈ اطمینان سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے آرام سے بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر سنبھل گئی اور مسکرا کر بولی۔ "پہلے ایک بات کی وضاحت کر دیجیے مسٹر علی یار خان! آپ کا احترام باس کے دوستوں کی حیثیت سے کرنا ہے یا پھر اپنے دوست کی حیثیت سے بے تکلفی سے پیش آ سکتی ہوں؟"

"مس گرینی! احترام بس اس حد تک ہونا چاہیے جس حد تک اس کی ضرورت انسانی فطرت کا تقاضا ہے، اس کے بعد احترام، احترام نہیں رہتا، بے جا تکلفات شروع ہو جاتے ہیں اور تکلف ایک عام مقولے کے تحت تکلیف کا باعث ہوتا ہے۔"

"گڈ، دراصل مجھے بے تکلفی کا ماحول ہی پسند ہے مگر کیا کروں کچھ لوگوں کے سامنے خواہ مخواہ خود کو پوز کرنا ہوتا ہے۔ حالاں کہ اُس وقت عجیب سا محسوس ہوتا ہے، بہرحال میں نہیں جانتی کہ اس وقت آپ کا کیا موڈ ہے کس قسم کی باتیں کرنا چاہتے ہیں آپ لیکن میری ذمے داری ہے کہ میں آپ کو وہ سب سمجھاؤں جو مسٹر آئن شلائر چاہتے ہیں۔"

"یقیناً میں بھی پسند کروں گا مس گرینی کہ اس وقت کام کی باتیں ہو جائیں تو بہتر ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔ تو سب سے پہلے یہ ایک تصویر آپ کے سامنے ہے، ذرا اسے ملاحظہ فرمائیے۔" گرینی نے ایک تصویر نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔

تصویر ایک وجیہہ اور اچھی خاصی شکل و صورت کے مالک شخص کی تھی۔ عمر تیس تینتیس سال سے زیادہ نہیں ہو گی۔ میں اسے بغور دیکھتا رہا پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے تصویر دیکھ لی، اب فرمائیے؟"

"یہ میجر الفانو ہے، گریٹ الفانو۔ لاأبالی طبیعت کا مالک۔ کچھ عرصہ پہلے فوجی حیثیت رکھتا تھا لیکن اس کی ٹانگ میں چوٹ لگی اور ہلکی سی لنگڑاہٹ پیدا ہو گئی۔ چنانچہ میجر الفانو کو فوجی زندگی ترک کرنا پڑی اور اب وہ ایک قصبے میں ایک پولٹری فارم کا مالک ہے، وہی اس کا ذریعۂ آمدنی ہے، آپ کو اسی کی حیثیت اختیار کرنا ہے اور اس کے ذریعے آپ کو ایک خاتون تک پہنچنا ہے۔ یہ خاتون جن کا نام میرینا میسن ہے، ایک خود مختار خاتون ہیں اور طویل عرصے سے میجر الفانو کی قربت کی خواہاں ہیں۔ آپ کو ان تک رسائی کے لیے صرف اپنی ہی کوششوں پر انحصار کرنا ہو گا اور ان تک رسائی حاصل کرنے کا مطلب ہے کہ آپ ایک اہم مقام تک پہنچ گئے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سوال کیا اور گرینی ہاورڈ مجھے تفصیل سے الفانو کے بارے میں بتانے لگی۔ میں اس کی گفتگو پوری توجہ سے سن رہا تھا۔ گرینی ہاورڈ مجھے ایک ایک نکتہ سمجھاتی رہی اور اس کام میں ہمارے دو گھنٹے صرف ہو گئے۔ جو بات میری سمجھ میں نہیں آتی تھی، میں بار بار اس سے پوچھتا تھا۔ بالآخر گفتگو کا یہ مرحلہ ختم ہو گیا۔

"آپ کے ذہن میں اور کوئی سوال ہو تو براہِ کرم.....؟"

ہپناٹزم "ہپناٹزم کے عملی طریقے" اور "ذاتی ہپناٹزم" کے بعد ایک اور نئی کتاب
ایک ماہرِ علم کے قلم سے
ہپناٹزم جدید تحقیقات
قیمت: ۲۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ۔
جدید طریقے اور مشقیں۔
ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحۂ عمل اور پورا پروگرام۔
بے شمار قارئین کے ہزاروں سوالوں کے جواب۔
ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں
مکتبۂ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴۰ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گرینی نے کہا۔

"نہیں مس گرینی۔ میرا خیال ہے اب میں سب کچھ سمجھ چکا ہوں لیکن کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ شخص الفانو مر چکا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی سامنے آ جائے؟"

"یہ مر نہیں چکا بلکہ ہماری قید میں ہے۔" گرینی ہاورڈ نے جواب دیا۔

"اس قید سے اس کے فرار یا کسی بھی طرح آزادی کا تو کوئی امکان نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس طرف سے آپ مطمئن رہیے، یہ عورت میرینا میسن اس شخصیت کا پتا بتا سکتی ہے جسے آپ کو ٹھکانے لگانا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ بات بھی میں آپ سے عرض کر دوں مسٹر علی یار خان کہ ممکن ہے اس کیس میں آپ کو اپنی نطرت کے خلاف بھی کچھ اقدام کرنے پڑیں۔"

"میں نہیں سمجھا!"

"اپنے راز کو راز رکھنے کے لیے کسی دوسرے کی زندگی لے لینا ضروری ہوتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ وہاں انسانی رشتوں کے جال میں پھنس جائیں اور ہمارا سارا منصوبہ چوپٹ ہو جائے۔"

گرینی ہاورڈ کی بات سن کر میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔ مسٹر آئن شلائٹر اور گرینی نے جو تفصیلات بتائی تھیں ان کے تحت مجھے ایک بڑی سازش کا قلع قمع کرنا تھا جو اسرائیلی ذہن کی پیداوار تھی اور اس سلسلے میں قتل و غارت گری سے میں نے کبھی پرہیز نہیں کیا تھا۔

"اگر کچھ لوگ ہمارے راستے میں مزاحم ہوتے ہیں تو اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ہمیں راستے تو صاف کرنا ہی ہوتے ہیں مس گرینی۔"

"بے شک۔ ویسے علی یار خان! آپ کی صورت دیکھ کر مجھے کچھ عجیب سا احساس ہوتا ہے۔"

"کیوں، احمق لگتا ہوں صورت سے میں؟"

"نہیں نہیں.... پلیز۔ دراصل آپ کے بارے میں جو کچھ مجھے بتایا گیا ہے، وہ حیرت انگیز ہے اور آپ کی ظاہری شخصیت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ مسٹر آئن شلائٹر ذاتی طور پر آپ سے بے حد متاثر ہیں، وہ آپ کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ کہ آپ جیسا شریف النفس نوجوان ان کی نگاہوں سے نہیں گزرا، آپ کی شخصیت عجیب و غریب ہے۔ ایک سمت تو آپ نرم خو اور ایثار کرنے والے انسان ہیں اور دوسری طرف اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ہر وہ کام کر ڈالتے ہیں جو عام لوگوں کے بس کا نہیں ہوتا، میرا مطلب ہے قتل و غارت گری۔"

"اس وقت مس گرینی! میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال ہوتا ہے اور وہ یہ کہ میں اپنے مقصد کی تکمیل کر لوں۔" میں نے کہا۔

"تو پھر اب یہ آپ پر منحصر ہے مسٹر علی یار خان کہ آپ جس قدر جلد اپنے کام کی ابتدا کر لیں۔ سن مین وہ تمام چیزیں فراہم کر دے گا جو آپ کو درکار ہوں گی۔ میں اب اجازت چاہتی ہوں۔"

تھوڑی دیر کے بعد میں نے گرینی کو بھی رخصت کر دیا اور جب وہ چلی گئی تو آنکھیں بند کر کے اس پروگرام پر غور کرنے لگا جو میرے سپرد کیا گیا تھا۔ ایک اور اہم ذمے داری میرے شانوں پر آ پڑی تھی لیکن اس کی انجام دہی کے بارے میں میرے ذہن پر اب کوئی بوجھ نہیں تھا۔

مسٹر آئن شلائٹر نے مجھ سے آخری ملاقات تیسرے دن صبح دس بجے کی اور ضروری امور طے کرنے کے بعد چلے گئے۔ انھوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ تہذیب مالکم ایکس کے سلسلے میں انھوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ میں نے اب یہ ان کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ اس معاملے کو کس طرح نمٹاتے ہیں۔ سن مین بھی مصروفِ عمل ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہی شخص جو اُن کے ہاں میک اپ کا ماہر تھا، میرے پاس پہنچ گیا اور اس دن اس نے کئی گھنٹے صرف کر کے میرے چہرے پر بہترین میک اپ کیا اور جب میں نے اپنی شکل آئینے میں دیکھی تو یہ اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ شخص میک اپ کا ماہر ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ معمولی قسم کا امونیا یا دوسری کسی چیز سے یہ میک اپ آسانی سے نہیں اتر سکتا۔ چنانچہ اس طرف سے مجھے مطمئن رہنا چاہیے۔

اس کے بعد میں نے اپنی چال میں وہ ہلکی سی لنگڑاہٹ پیدا کر کے انھیں دکھائی جو اس کردار کے لیے ضروری تھی اور سن مین نے اطمینان کا اظہار کر دیا۔ اس نے بتایا کہ میری روانگی کی تمام تیاریاں مکمل ہیں، چنانچہ شام کو ٹھیک ساڑھے تین بجے میں میجر الفانو کی کار میں بیٹھ کر اس سمت چل پڑا جہاں الفانو کا پولٹری فارم موجود تھا اور جہاں میری ملاقات میرینا میسن سے ہو سکتی تھی۔

گرینی ہاورڈ نے میرینا میسن کی فطرت کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا، وہ واقعی دلچسپ تھا۔ ان لوگوں کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق میرینا میسن دراصل ایک اسرائیلی ایجنٹ کی حیثیت رکھتی تھی اور ایک مخصوص سلسلے میں کام کر رہی تھی حالاں کہ وہ یہودن نہیں تھی بلکہ کسی اور نسل سے اس کا تعلق تھا۔ وہ کوئی تربیت یافتہ سیکرٹ ایجنٹ بھی نہیں تھی، البتہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

کچھ ایسے معاملات تھے جن کی بنیاد پر اسرائیل کو اس کی ضرورت پیش آئی اور انھوں نے اُسے خرید کر اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ وہ ملک جس کے حکمران سے مسٹر آئن شلائٹر کے دوستانہ تعلقات تھے، اسرائیل کا قریبی پڑوسی تھا۔ اسرائیل اس کے خلاف بھی ہر طرح کی کارروائیاں کرتا رہتا تھا اور کئی بار وہ اسرائیلی دہشت گردی کا شکار ہو چکا تھا۔ اپنے طور پر اس ملک نے کچھ خاص طیارے حاصل کیے تھے، جو ایک غیر جانب دار ملک سے خریدے گئے تھے لیکن اسرائیلیوں کو اس کی بھنک مل گئی اور انھوں نے فوراً ہی اس سلسلے میں سازش شروع کر دی۔ طیاروں کی ترسیل ہو چکی تھی۔ لہٰذا اس سلسلے میں تو وہ کچھ نہ کر سکے البتہ اُسی غیر جانب دار ملک کو ایک بڑی سازش کے ذریعے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ ان طیاروں کے مقابلے میں دوسرے طیارے اسرائیل کے حوالے کر دے۔ سودا انتہائی خفیہ ہوا تھا اور اس کے لیے اسرائیلیوں نے اپنے مخصوص طریقۂ کار سے کام لیا تھا۔ اب تازہ ترین اطلاع یہ تھی کہ طیاروں کی ڈلیوری انتہائی خفیہ طریقے سے دی جا رہی ہے۔ ان کے تمام پارٹس تیار ہو چکے ہیں اور اسرائیل روانہ کیے جانے والے ہیں، جہاں پہنچ کر انھیں اسمبل کیا جائے گا اور اسرائیلی فیکٹریوں کے نشانات لگا کر انھیں منظرِ عام پر لایا جائے گا۔ اس طرح اسرائیل اپنی ایک اور برتری کا اظہار کرے گا اور کہے گا کہ طیارے اس نے اپنے ہاں تیار کیے ہیں۔

اس سودے کے سلسلے میں تمام ضروری امور ایک خاص شخص کولن برٹ کی نگرانی میں طے ہو رہے تھے اور وہی اس معاملے میں آخری کردار ادا کرنے والا تھا، کولن برٹ کی زیرِ نگرانی معاہدے کے بعد ہی طیاروں کی ترسیل ہونے والی تھی۔ عرب ممالک اتنے وسائل نہیں رکھتے تھے کہ ان سمندری جہازوں کو جو طیاروں کے پارٹس لے کر اسرائیل روانہ ہونے والے تھے، راستے ہی میں تباہ کر سکتے لیکن اُن کی خواہش تھی کہ کولن برٹ کو راستے سے ہٹا دیا جائے تا کہ طیاروں کی ترسیل کچھ عرصے کے لیے رک جائے، اور اس دوران وہ ملک اپنے طور پر اس خفیہ سودے کی بات منظرِ عام پر لے آئے۔ لیکن یہ اسی شکل میں ممکن ہو سکتا تھا جب کولن برٹ کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔

آئن شلائٹر نے میرے سپرد صرف یہی ایک ذمے داری نہیں کی تھی کہ میں کولن برٹ کا سراغ لگا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دوں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور بھی ذمے داریاں اس نے میرے شانوں پر ڈالی تھیں جن کے لیے مجھے خاصی جدوجہد... کرنا تھی۔

الفانو کی کار بالآخر اس قصبے میں داخل ہو گئی جو یہاں سے تقریباً ستر میل دور تھا۔ ستر میل کا یہ سفر میں نے نہایت اعتماد سے طے کیا تھا اور اپنے کردار پر نہایت غور و خوض کرتا رہا تھا۔ چنانچہ جب میں اپنے چھوٹے سے خوب صورت مکان کے احاطے میں داخل ہوا تو میری پہلی ملاقات ایک پستہ قامت مشرقی باشندے گوند سے ہوئی، جسے میجر الفانو تبت سے لایا تھا۔ گوند نے آگے بڑھ کر میری کار کا دروازہ کھولا اور میں لنگڑاتا ہوا اُس سے خیریت معلوم کر کے اندر داخل ہو گیا۔ مجھے الفانو کے بارے میں مکمل تفصیلات بتا دی گئی تھیں۔ احاطے کے بائیں سمت سے میں نے اس چھوٹی سی حسین عمارت کو دیکھ لیا تھا جو ایک بلند ٹیلے پر مخصوص انداز میں بنائی گئی تھی۔ تھوڑی سی سیڑھیاں ٹیلے میں تراش کر اس عمارت تک آنے جانے کا راستہ ترتیب دیا گیا تھا۔ ٹیلے کے اردگرد ایک گول احاطہ بنا لیا گیا تھا جہاں.... پارکنگ وغیرہ کے لیے بندوبست تھا اور یہی عمارت میرینا میسن کی تھی جو اس قصبے کے بیشتر مکانات کی مالک تھی اور یہاں کی سب سے بڑی عورت تسلیم کی جاتی تھی۔ مجھے علم تھا کہ میرینا میسن، میجر الفانو کو چاہتی ہے اور بارہا اُسے شادی کی پیش کش کر چکی ہے۔ ان دونوں کے تعلقات کی تمام نوعیت میرے علم میں آ چکی تھی اور یہی چیز میرے لیے سب سے زیادہ پریشان کن تھی۔ اپنے اس نئے مکان میں آنے کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو سکا، میں نے یہاں کی ایک ایک شے کی تلاشی لے ڈالی تا کہ اس جگہ کی تمام چیزوں سے مکمل واقفیت ہو جائے۔ ملازمین میں ایک بوڑھی عورت اور گوند کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ میرے محدود وسائل اس کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ میں زیادہ ملازم رکھ سکوں۔

پولٹری فارم کو چلانے کے لیے تمام تر ذمے داریاں میری اپنی ہی تھیں اور میں اس سلسلے میں خاصی مہارت رکھتا تھا۔ اسی پولٹری فارم کی آمدنی میری کفالت کرتی تھی اور میں اس قصبے میں پُرسکون زندگی گزار رہا تھا۔ کبھی کبھی چند دنوں کے لیے میں دارالحکومت پہنچ جاتا تھا اور وہاں سے واپس اپنے قصبے میں۔

مجھے یہاں آئے ہوئے چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ گوند نے آ کر اطلاع دی کہ میرینا میسن تشریف لائی ہیں۔

میرینا میسن کا استقبال میں نے اپنے خوب صورت ڈرائنگ روم میں پُرجوش مسکراہٹ کے ساتھ کیا تھا۔ وہ لمبے قد و قامت اور خوب صورت خد و خال کی مالک تیس بتیس سالہ عورت تھی جس کی آنکھوں میں جھیل کی سی گہرائی

WWW.PAKSOCIETY.COM

پائی جاتی تھی۔

"اس بار تمہارے معمولات میں کچھ فرق آ گیا۔" وہ تیکھے لہجے میں بولی۔

"ہاں، اور اس کے لیے میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"مجھ سے!" اس کا لہجہ کسی قدر طنزیہ سا تھا۔

"ہاں، یہ بات میں نے بہت پہلے سوچی تھی کہ اب تم سے اس کا اعتراف کر لوں گا۔"

"کس کا؟" وہ پُراشتیاق لہجے میں بولی۔ اس نے میری آواز یا میرے انداز میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں کی تھی اور یہ بات میں نے اس کے چہرے پر پڑھ لی تھی جس سے مجھے بے حد تقویت پہنچی تھی۔

"یہی کہ اتنے عرصے تم سے جدا رہ کر میں نے محسوس کیا کہ ایک تمہاری ذات واحد ہے جو مجھے یاد آتی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کسی قسم کا تردّد نہیں تھا۔"

"اس بار شاید تم مجھے بے وقوف بنانے کا تہیّہ کر کے آئے ہو۔" وہ افسردہ سے انداز میں بولی۔

"کیوں ڈیئر! یہ بات تم نے کیوں سوچی؟"

"مجھ سے سوال کر رہے ہو الفانو! اپنے آپ سے پوچھو کتنی تنہا ہوں میں اور جب تم نہیں ہوتے تو میری زندگی میں یہ تنہائیاں اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ میں خودکشی کے بارے میں غور کرنے لگتی ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو میرینا! تمہارے پاس کیا کچھ نہیں ہے، زندگی کی تمام آسائشیں تمہیں حاصل ہیں۔ جائیداد ہے، نوکر چاکر ہیں، ایک پُرسکون زندگی ہے تمہارے پاس۔"

"ہاں، شاید تمہیں یہ زندگی پُرسکون محسوس ہوتی ہو لیکن میں اپنی ذات کی تنہائیوں سے اُکتا گئی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا الفانو کہ تمہیں مجھ میں کیا خرابی نظر آتی ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں شامل کیوں نہیں کر لیتے۔ کیا خامی ہے مجھ میں؟ جائیداد ہے۔ دولت ہے، تنہا زندگی ہے۔ کسی بچے کا بار بھی نہیں پڑے گا تم پر۔ پھر نجانے کیوں تم مجھ سے بھاگتے ہو!"

"میری زندگی میں تمہارے علاوہ اور ہے کیا میرینا! بس یہی سوچتا ہوں کہ تمہارے قابل ہوں یا نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم تک پہنچ جاؤں اور پھر تمہاری نظروں سے گر جاؤں۔ میں ایک لنگڑا آدمی ہوں، زندگی کی دوڑ میں تمہارا ساتھ کہاں تک دے سکتا ہوں۔"

"حماقت کی بات ہے۔ کیوں ایسا سوچتے ہو، مجھ پر یقین نہیں ہے؟"

اس کا جواب سُن کر میں خاموشی سے گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔ اداکاری تو کرنا ہی تھی۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے نزدیک آ گئی اور میرے شانے پر اپنے ہاتھ کا بوجھ ڈالتے ہوئے کہا۔ "اپنا سب کچھ مجھے دے دو الفانو اور میرے پاس جو کچھ ہے اسے اپنا لو۔ میں سمجھوں گی، مجھے زندگی کی ہر شے مل گئی۔ تمہاری ذات میں ایک ایسی کشش ہے میرے لیے کہ کوئی اور میری نگاہوں کو نہیں بھاتا۔ ورنہ تم جانتے ہو کہ بہت سی نگاہیں میری دولت کی طرف نگراں ہیں۔"

کافی دیر تک ہم اسی قسم کی احمقانہ گفتگو کرتے رہے۔ میری عمر بھی موجودہ شکل و صورت میں اس قابل نہیں تھی کہ میں، رومانی گفتگو کروں اور نہ ہی یہ گفتگو اس عورت پر سجتی تھی۔ ہم دو پختہ کار افراد تھے لیکن اپنی زندگی کے کئی سال پیچھے لوٹ گئے تھے۔ میرینا مجھ سے باتیں کرتی رہی، میری اس وقت کی گفتگو نے اُسے بڑا خوش کر دیا تھا اور اس نے بار بار اس بات کا اظہار کیا تھا کہ اس بار وہ میرے اندر نمایاں تبدیلیاں پا رہی ہے۔

کافی دیر تک ساتھ رہنے کے بعد اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں جا رہی ہوں۔ رات کا کھانا میرے ساتھ ہی کھاؤ گے اور سنو! رات میرے گھر ہی گزارو گے۔"

میں نے میرینا کی یہ پیش کش قبول کر لی تھی۔ وہ چلی گئی تو میں سر کھجانے لگا۔ رات اس کے گھر گزارنے کا تصوّر میرے لیے بہت پریشان کُن تھا۔ لیکن یہ رات میرے لیے کامیابی کی رات بھی ہو سکتی تھی اور میرے لیے بہتر یہی تھا کہ جلد از جلد اپنا کام انجام دے کر اپنی جان اس مصیبت سے چھڑا لوں اور اپنی پہلی ہی کوشش میں کامیابی کی منزلوں کو چھو لوں۔ اس سے عمدہ موقع شاید پھر نہ ملے ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ گزرتے والا وقت مجھے میرینا کی نگاہوں میں مشکوک کر دے۔

میرینا کے گھر جانے سے پہلے میں نے ایک خوبصورت لباس زیب تن کیا اور اس کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

میرینا نے اپنی حسین رہائش گاہ کے چھوٹے سے برآمدے میں میرا استقبال کیا۔ احاطے میں اس کی خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی، اور وہ اس وقت ایک حسین لباس میں ملبوس، اپنی عمر سے دس سال چھوٹی محسوس ہو رہی تھی۔ مجھے اس نے والہانہ انداز میں ریسیو کیا اور اندرونی حصّے میں لے گئی۔

"تمہارے پاس سے واپس آنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوتا رہا ہے جیسے میں کوئی انوکھا خواب دیکھ رہی ہوں۔ یقین کرو الفانو، اب سے تقریباً تیرہ سال پہلے میں نے اپنی زندگی میں جگن کو خوش آمدید کہا تھا۔ لیکن جگن صرف تین ماہ تک میرا ساتھ دے سکا اور اس کے بعد مجھے کائنات کی وسعتوں میں تنہا چھوڑ گیا۔ میں نے اس کے بعد سے کبھی کسی ایسی شخصیت کا تصوّر تک نہیں کیا جو میری زندگی میں جگن کی حیثیت سے داخل ہو لیکن جب میں نے تمہیں دیکھا تو نجانے کیوں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے تم جگن کا دوسرا روپ ہو بلکہ صحیح معنوں میں جگن صرف تمہارا تصوّر تھا اور تم حقیقت۔ پھر جب یہ حقیقت خود سے اتنی دور محسوس ہوتی تھی تو مجھے عجیب سی اداسیاں گھیر لیتی تھیں۔ تمہارے ان الفاظ نے گویا میری رگوں میں نئی زندگی دوڑا دی ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔

"آج میں نے اپنے تمام ملازمین کو چھٹی دے دی ہے۔ صرف اس لیے کہ تمہارے شایانِ شان استقبال کر سکوں۔ تنہائی اور محبت کرنے والا ساتھی ہو تو انسان کو زندگی میں کسی اور شے کی طلب نہیں رہتی۔"

میں نے طائرانہ نگاہوں سے اس کمرے کا جائزہ لیا جس میں، میں اس وقت موجود تھا، پھر میں نے پوچھا۔ "تو پھر میری خاطر مدارت کی ذمّے داریاں کون سنبھالے گا؟"

"میں خود۔ میں تو تمہارا ساری زندگی کا بوجھ بانٹ لینا چاہتی ہوں۔ چند لمحات کی بات کیا کرتے ہو۔" اس نے جواب دیا اور میں گہری سانس لے کر صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ ابھی بہت وقت تھا، ابھی اس کے ساتھ کچھ لمحات گزارے جا سکتے تھے۔ ہم رومانی گفتگو کرتے رہے، اس دوران میرینا کئی بار بے خود ہوئی اور مجھے اسے سنبھالنے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن میں نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ رات میری رہنمائی کر رہی ہے اور یقیناً میرے لیے ایک کارآمد رات ہے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ مجھے اپنی خواب گاہ میں لے آئی۔ بہت ہی عمدہ قسم کی سجی سجائی خواب گاہ تھی جو اس کی ذہنی فطرت کی عکاسی کرتی تھی۔ میں نے اس خواب گاہ کا بھی اچھی طرح جائزہ لیا تھا۔ میرے مقصد کے لیے بہترین جگہ تھی۔

رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ میرینا میسن کی آنکھوں سے خمار جھلک رہا تھا اور میں اس کی کیفیات کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ اب مناسب وقت تھا کہ میں اپنے کام کا آغاز کر دوں۔ قصبہ سکون کی نیند سو گیا تھا اور مجھے اپنے کام میں اب کوئی دقّت نہیں ہو سکتی تھی۔ میرینا مجھ سے کچھ فاصلے پر مسہری پر پاؤں لٹکائے، دونوں ہاتھ ٹھوڑی پر ٹکائے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"الفانو! میرے محبوب! میرا سب کچھ اب تمہاری ملکیت ہے لیکن نہ جانے کیوں میں اس خوف کا شکار رہوں کہ کہیں تم صرف جذبات میں مجھ سے وہ الفاظ نہ کہہ گئے ہو، کیا تم مجھے اس کا عملی ثبوت دینا پسند کرو گے؟"

میں نے میرینا کی بات سُنی اور میرے چہرے پر گہری سنجیدگی پھیل گئی۔

"میرینا! میں نے جو کچھ تم سے کہا ہے اس میں قطعی جذباتیت نہیں ہے لیکن زندگی کا ساتھی بنانے کے لیے ہر ذی ہوش انسان ایک ایسی شخصیت کا انتخاب کرنا چاہتا ہے جو اپنا ہر راز اسے سونپ دے۔ تم شاید اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں نے بارہا تمہارے بارے میں سوچا اور انتظار کرتا رہا کہ تم اپنی تمام تر حقیقتیں مجھ پر کھول دو تو میں تم سے اپنے دل کا راز کہوں، لیکن وہ بند کھڑکیاں ابھی تک نہیں کھلیں جن کے ذریعے میں تمہارا نظارہ کر سکوں۔"

"میں سمجھی نہیں!"

"تمہاری اصل شخصیت۔ جب میں نے تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا تھا، تو شاید تمہیں یہ بات سن کر اچھا نہ لگے کہ میں نے تمہارے بارے میں کافی چھان بین بھی کی تھی، مجھے معاف کرنا میرینا، تمہاری ذات سے کچھ ایسے واقعات منسلک تھے کہ میں الجھ گیا۔ میں انتظار کر رہا تھا کہ تم مجھے اپنی زندگی کے ہر راز میں شریک کر لو۔ شریکِ زندگی کے بارے میں کچھ ایسا ہی تصوّر تھا میرے ذہن میں۔ لیکن..."

"لیکن کیا؟" میرینا کی آنکھوں میں پریشانی کے تاثرات پیدا ہو گئے۔

"وہ پُراسرار لوگ کون ہیں جو رات کی تاریکیوں میں تم سے ملتے ہیں اور تم ان کے احکامات پر عمل کرتی ہو، تم نے مجھے اتنا بے خبر انسان کیوں سمجھا تھا؟"

میرینا کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ وہ اس طرح مجھے گھورنے لگی جیسے اس کی بینائی متاثر ہو گئی ہو، چند لمحے وہ اسی طرح مجھے دیکھتی رہی پھر کھوکھلے سے لہجے میں بولی۔ "تمہیں ان لوگوں کے بارے میں کیا معلوم؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا میری بیوی بن کر تمہیں میری ذات کے ہر پہلو سے دلچسپی نہ ہو گی؟"

"ان لوگوں کے بارے میں جاننے کی کوشش نہ کرو الفانو! یہ میرے حق میں بہتر نہ ہو گا۔"

"میں فوجی آدمی ہوں میرینا، تم جانتی ہو، شوہر بن کر تمہاری حفاظت میرا فرض ہو گی۔ کیا تمہارے بارے میں سب کچھ جان

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لینے کا حق نہیں ہے مجھے ؟"

"تمھیں میرے کردار پر شبہ ہے ؟"

"نہیں۔ لیکن تمھارے بارے میں سب کچھ جان لینے کے بعد ہی میں تمھیں اپنی زندگی میں شامل کرنا پسند کروں گا۔"

"ٹھیک ہے الفانو۔ اگر یہ بات ہے تو سنو! میں موساد کی تنخواہ دار ہوں۔ اسرائیلی خفیہ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے مجھے احکامات ملتے ہیں اور میں ان کے تحت عمل کرتی ہوں میں اس کے لیے مجبور رہوں اور شاید تم سے شادی کرنے کے بعد بھی میں ان کے لیے کام کرنے پر مجبور رہوں گی۔ اچھا ہوا یہ بات تمھیں معلوم ہوگئی۔"

"تمھاری کوئی مجبوری ہے ؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"مجھے اس پر اعتراض نہیں ہوگا ڈارلنگ۔ تم اگر چاہو تو مجھ سے شادی کے بعد اپنا کام جاری رکھ سکتی ہو میں تمھاری اس مجبوری کو بھی جاننے کی کوشش نہیں کروں گا لیکن موساد کی ایجنٹ ہونے کی حیثیت سے تم میرا ایک کام کر سکتی ہو۔"

"کیا ؟" اس نے بے اختیار سوال کیا۔

"میں ایک شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا تعلق بھی اسرائیلی مفادات سے ہے۔"

"کون ہے وہ ؟"

"کولن برٹ۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور میرینا کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے۔

"میرے خدا ! یہ بات تو شاید چند ہی لوگوں کو معلوم ہو کہ کولن برٹ اسرائیلی مفادات کا حامی ہے لوگ اسے اسرائیل کا دشمن سمجھتے ہیں اور اس کے لیے اس نے بہت سے ایسے کام کیے ہیں جن کی وجہ سے وہ اسرائیل دشمن مشہور ہو گیا ہے۔ تمھیں یہ اہم بات کیسے معلوم ہوئی ہے"

"میں جانتا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کولن برٹ ان دنوں اسرائیل کے لیے ایک اہم کام انجام دے رہا ہے۔"

"یعنی... ؟" اس نے فوراً پوچھا۔

"ان طیاروں کی ترسیل جو اسرائیل کے لیے بے حد کار آمد ہیں۔"

"خدا کے لیے آہستہ بولو۔ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ اگر یہ بات کسی اسرائیلی ایجنٹ کو معلوم ہو جائے کہ تم اس حد تک جانتے ہو تو وہ لوگ تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"کولن برٹ کے نئے پروگرام میں تم اس کی معاون ہو. مجھے بتاؤ کہ وہ کب اور کہاں اس کام کی تکمیل کے لیے ذمے دار ارکان سے آخری ملاقات کر رہا ہے۔ وہ کون سی جگہ ہے اور کس دن کس وقت یہ کام انجام دے رہا ہے ؟"

"نہیں، خدا کے لیے نہیں۔ مجھ سے یہ سب کچھ نہ پوچھو مجھے بتاؤ یہ سب کچھ تم کیسے جانتے ہو۔ تم .... تم الفانو ہو بھی یا نہیں ؟ کون ہو تم ؟ نہیں تم الفانو نہیں ہو، میں ابتدا سے تمھارے اندر کچھ تبدیلیاں محسوس کر رہی ہوں سب سے پہلے، مجھے یقین دلاؤ کہ تم الفانو ہو۔" مجھے یقین دلاؤ

اسرائیلی جاسوسہ بالآخر جذبات کے بھنور سے نکل آئی تھی اور میں اس کے لیے مکمل طور پر تیار تھا۔ میں جانتا تھا کہ کسی تیئیس سالہ عورت کو کسی نوجوان لڑکی کی مانند جذباتی مار نہیں ماری جا سکتی اور میرے استفسار پر اس کی وہ، صلاحیتیں ضرور جاگ اٹھیں گی جن کی وجہ سے اُسے اس کام کے لیے منتخب کیا گیا تھا تاہم میں ابھی کچھ اور اداکاری کرنا چاہتا تھا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پھر مدھم لہجے میں بولا۔ "تو یوں کہو کہ تمھیں اپنے روزگار سے دلچسپی ہے اور اس کے لیے تم اپنی محبت سے بھی دستبردار ہو سکتی ہو۔ ٹھیک ہے، اگر میں الفانو نہیں تو مجھے اجازت دو، میں خود بھی تمھارا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔"

"مگر.... مگر.... مجھے یہ بتا دو، صرف یہ بتا دو کہ اس قدر معلومات تمھیں کہاں سے حاصل ہوئیں اور تم اس حسین رات میں یہ کیسی گفتگو شروع کر بیٹھے ! تمھارا ان تمام معاملات سے کیا تعلق ؟"

"میں نے کہا نا تمھارے بارے میں سب کچھ جانے بغیر میں تمھیں اپنی زندگی میں کیسے داخل کر سکتا ہوں میرینا، بڑی احمقانہ بات ہے کسی ایسی شخصیت سے شادی کرنا جس کی زندگی کا ایک اہم رُخ ہونے والے شوہر سے پوشیدہ ہو۔"

میرینا سخت کشمکش کا شکار نظر آ رہی تھی پھر اس نے گمبھیر لہجے ~~گمبھیر لہجے میں کہا~~ میں کہا "اگر تم یہ جان بھی لو تو تمھیں اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ میں اعتراف کر تو چکی ہوں، میں نے تمھیں بتا دیا ہے کہ میں اسرائیلی مفادات کے لیے کچھ کام کرتی ہوں لیکن مجھے آزادی ہے اور میں اپنی مرضی سے زندگی گزار سکتی ہوں، یہ سب کچھ جو یہاں مجھے حاصل ہے، اسرائیلی مفادات کے لیے کام کرتے ہوئے نہیں حاصل ہوا ہے، بلکہ میں خود بھی ایک صاحب حیثیت شخصیت ہوں، بس کسی نہ کسی طرح ان لوگوں کے جال میں پھنس گئی، زندگی کے کسی مرحلے پر میں اس کے بارے میں بھی تفصیل بتا دوں گی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو میرینا ! تم مجھے اتنا تو بتا نہیں سکتیں کہ کولن برٹ اپنے مقصد کے لیے ان لوگوں سے کب اور کہاں ملاقات کر رہا ہے اور دعویٰ یہ کرتی ہو کہ مجھ سے مخلص ہو۔"

"یہ بات میں کبھی نہیں بتاؤں گی۔ یہ بات نہ صرف میری بلکہ تمھاری زندگی کے لیے بھی خطرہ بن جائے گی۔"

"تھینک یو میرینا۔ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے اور اب میں اجازت چاہتا ہوں۔"

"تم.... تم کتنے عجیب ہو الفانو ! ایک ایسی بات پر اپنے اور میرے درمیان تمام رشتے ختم کر رہے ہو جس سے تمھارا کوئی براہِ راست واسطہ بھی نہیں ہے۔"

"ممکن ہے واسطہ ہو میرینا !" میں نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر تم مجھے اس واسطے کے بارے میں بتا دو تو میں تمھیں کولن برٹ کے پروگرام کے بارے میں بھی بتا سکتی ہوں، ہم دونوں اپنی معلومات کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔"

"یہ سودے بازی کیا تمھاری شخصیت کو، تمھارے خلوص کو مزید مشکوک نہیں بنا رہی میرینا ؟"

میرینا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "مگر الفانو... اچھا ٹھیک ہے، تمھاری مرضی۔ سنو ! کولن برٹ آرک بیرونس ویل اسکوائر نامی عمارت میں اس ماہ کی ستائیس تاریخ کو ان حکام سے ملاقات کر رہا ہے جو طیاروں کی ترسیل کے لیے معاہدے پر آخری دستخط کریں گے اور اس کے بعد ضروری امور نمٹا کر یہ طیارے وہاں سے روانہ کر دیے جائیں گے۔"

"ان کی روانگی کا کیا انتظام ہے ؟" میں نے سوال کیا۔

"خلیج ہیگل سے انھیں سمندری جہازوں پر لادا جائے گا اور یہ جہاز ایک بالکل ہی مختلف راستے پر سفر کرنے کے بعد ایک مخصوص جگہ سے اسرائیل کی جانب مڑ جائیں گے، یہ تمام طیارے بڑے بڑے گوداموں میں پارسل کی شکل میں بند ہیں۔" میرینا نے جواب دیا اور میں نے یہ تمام معلومات ذہن نشین کر لیں تھیں، وہ جلتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا۔ "جانتے ہو، اگر ان لوگوں کو کسی طرح یہ شبہ ہو جائے کہ یہ معلومات کسی اجنبی شخصیت کے کانوں تک پہنچ چکی ہیں تو شاید وہ مجھے سانپوں سے ڈسوا دیں۔ ایسی اذیت ناک موت دیں مجھے کہ موت بھی لرز اُٹھے۔ وہ اتنے ہی درندہ صفت ہیں۔"

"یہ بات ان تک کیسے پہنچے گی میرینا کہ تم مجھے یہ سب کچھ بتا چکی ہو۔"

"اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمھیں ان سب معاملات سے کیا دلچسپی ہے ؟" اس نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ میں فلسطینی مفادات کا حامی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

میرینا پاگلوں کی طرح منہ پھاڑے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے ایک جھرجھری سی لی اور متوحش لہجے میں بولی "کیا.... کیا کہہ رہے ہو الفانو ! کیا کہہ رہے ہو تم ! اپنے الفاظ پر غور کیا ہے تم نے ! تم.... تم میرا مطلب ہے.... یہ کیسے ہو سکتا ہے !"

"ہاں، یہ واقعی مشکل مرحلہ ہے تمھارے لیے اب بتاؤ کیا فیصلہ کیا تم نے اس بارے میں...."

"مگر الفانو ! تم فلسطینیوں کے مفاد کے لیے کیوں سرگرداں ہو ؟ تمھارا ان سے کیا تعلق ؟"

"میری پوری زندگی ہی ان لوگوں کی خدمت میں بسر ہوئی ہے ڈیئر میرینا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میں الفانو نہیں ہوں، میرا نام علی یار خان ہے۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ میں جانتا تھا کہ مجھے اب کیا کرنا ہے۔

میرینا لڑکھڑا کر گرتے گرتے بچی تھی۔ اس کے ذہن پر خوف کا شدید دباؤ تھا، چہرہ زرد ہو گیا تھا اور آنکھیں خوف زدہ انداز میں پھیلتی جا رہی تھیں۔

"اور ڈیئر میرینا، چوں کہ یہ بات تم مجھے بتا چکی ہو کہ

ایک ایسی کتاب جو عورت کو اپنی حقیقتوں سے آشنا کرتی ہے اور مرد کو اسے سمجھنے کے قابل بناتی ہے

مشہور نفسیاتی مصنف سلام حسین کے قلم سے

عورتوں کی نفسیات

یہ ایک ایسی نفسیاتی تحقیق ہے جسے ماں اپنی بیٹی کو اس اعتماد کے ساتھ دے سکتی ہے کہ اس کا مطالعہ اُسے اپنی زندگی کی دشواریوں کو حل کرنے میں مدد دے گا۔ اس کتاب کا مطالعہ عورتوں کو ایک نئی دنیا سے آشنا کرتا ہے اور ان راہوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو انھیں اپنے جذباتی اور روحانی ارتقا میں مدد دیں گی۔ یہ کتاب عورتوں کو اپنی زندگی کے تقاضوں کو سمجھنے اور زندگی کی سچی مسرتوں، حقیقی کامیابیوں کو حاصل کرنے کے قابل بنا دے گی۔

محبت، دوستی، کام، نفسیاتی اور ازدواجی تعلقات، زچگی، طلاق اور زندگی کے دیگر مسائل پر ایک بے مثال نفسیاتی تحقیق۔

قیمت ۳۰/ روپے

ڈاک خرچ ۱۰/ روپے

ان خواتین کے لیے جو اپنے آپ کو سمجھنا چاہتی ہیں
اور ان مردوں کے لیے جو خواتین کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

یہ کتاب دُنیا کی ہر زبان میں شائع ہو چکی ہے اور اُردو میں پندرھویں بار شائع ہوئی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ لوگ اس انکشاف کے بعد تمھیں کوئی بدترین موت دیں گے، اس لیے میں نہیں چاہتا کہ تم اس بدترین موت کا شکار ہو۔ مجھے انتہائی افسوس ہے۔" میں آگے بڑھا اور بغیر لنگڑائے چلتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

میرینا نے خوف زدہ نگاہوں سے میرے پیروں کی طرف دیکھا اب میرا راز کھل چکا تھا۔ وہ دہشت زدہ لہجے میں بولی "تم ... تم دشمن کے جاسوس ہو، تم الفانو نہیں ہو!" اس کی آواز اونچی تھی۔ اس میں خوف کے ساتھ غصہ بھی شامل ہو گیا تھا۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ مضبوطی سے اس کے منہ پر جما دیا اور دوسرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے خنجر سے اس کے دل پر وار کیا پھر خنجر کو واپس کھینچا اور دوسرا وار کیا۔ اس کے منہ پر رکھے ہوئے ہاتھ کو میں نے اس طرح جما رکھا تھا کہ اس کے گلے سے نکلنے والی آوازیں بلند نہ ہو سکیں۔ میرینا کا بدن تڑپا اور بستر خون سے بھر گیا۔ فرش پر بھی خون گرنے لگا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر سے ہاتھ ہٹایا اور زور سے بستر پر دھکیل دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے اپنے لباس کا جائزہ لیا جس پر جگہ جگہ خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے، میں اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے پہلے ہی سے تیار ہو کر آیا تھا۔ چنانچہ میں وہاں سے ہٹ کر غسل خانے میں پہنچا، خون آلود لباس اتار کر میں نے نیا لباس پہنا جسے میں اپنے ساتھ لایا تھا، پھر ایک نظر کمرے پر ڈالی اور وہاں سے باہر نکل آیا۔

اطراف میں سناٹا تھا۔ قصبہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ مجھے میرے کام میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔

اپنی رہائش گاہ پر پہنچا تو گوند باہر بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا غالباً وہ بیٹھے بیٹھے ہی سونے کا عادی تھا۔ میرے قدموں کی چاپ پر اس نے چونک کر گردن اٹھائی اور پھر اٹینشن ہو گیا۔

"گوند! مجھے جانا ہے، گاڑی تیار کر دو۔"

"سر! اس وقت!" اس نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا۔

"میری ذمے داریاں ہی ایسی ہیں گوند۔ کل دن میں کسی وقت واپس آ جاؤں گا۔"

گوند نے جلدی سے گاڑی کا ونڈ اسکرین وغیرہ صاف کیا۔ میں نے کار میں بیٹھ کر اگنیشن میں چابی لگائی اور چند لمحے بعد کار سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ میرے ذہن میں میرینا کی فراہم کی ہوئی اطلاعات محفوظ تھیں۔ اس ماہ کی ستائیس تاریخ کو آرک بیریو نامی شہر میں ویل اسکوائر نامی عمارت میں کولن برٹ ان لوگوں سے ملاقات کرے گا۔ پروگرام کے مطابق یہ اطلاعات سن مین کو دینا تھیں اور سن مین اپنے ذرائع سے آئن شلائر سے گفتگو کر لے گا اور اس کے بعد میرے لیے جو بھی نئی ہدایات ہوں گی وہ مجھے مل جائیں گی۔

اپنی شاندار کار کو دوڑاتا ہوا بالآخر میں اس فیکٹری تک پہنچ گیا جہاں سن مین موجود تھا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر گئی تھی اور شہر میں داخل ہو کر مجھے پٹرولنگ کاروں سے بھی بچنا پڑا تھا۔

سن مین شاید اپنی کسی خفیہ کارروائی میں مصروف تھا۔ اس کے آدمیوں نے اسے میری کار کے داخلے کی اطلاع دے دی تھی چنانچہ وہ متحیرانہ انداز میں باہر نکل آیا اور اس نے اپنے مخصوص لہجے میں پوچھا "کیوں۔ کہو خیریت تو ہے نا؟ کیا پولیس وغیرہ تمھارے پیچھے لگی ہوئی ہے؟" میں مطمئن انداز میں کار سے اترا اور سست قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیسی احمقانہ باتیں کرتے ہو سن مین! کیا تم نے مجھے اس سطح کا انسان سمجھا ہے!"

سن مین کا موٹا سگار اس کی جیب سے نکل کر دانتوں میں جا دبا لیکن اس نے سگار سلگایا نہیں تھا۔ اس نے منہ ہی منہ میں اسے دباتے ہوئے کہا "نہیں، میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ آؤ، اندر آؤ۔" میں اس کے ساتھ اندر پہنچ گیا۔ "میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم واپس کیوں آ گئے؟" اس نے سوال کیا۔

"دوسری احمقانہ بات۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا، اور ایک صوفے پر جا بیٹھا۔

"گویا اس کا مطلب ہے کہ تم .... لیکن اتنی جلدی، کمال ہے! کیا واقعی؟" سن مین کا سگار منہ سے باہر نکل آیا۔

"ہاں، جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا وہ میں نے کر لیا ہے۔"

"میں اسے کمال کہوں گا، اس قدر جلد اتنا اہم کام انجام دینا معمولی بات نہیں ہے۔ ظاہر ہے تم کسی اسکول ٹیچر سے پوچھ گچھ کرنے نہیں گئے تھے بلکہ وہ اسرائیلی مقاصد کے لیے کام کرنے والی ایک پختہ کار عورت ہے۔ بہر حال، میں تمھیں اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔"

"شکریہ۔ اب میرے لیے کیا ہدایات ہیں؟"

"فی الوقت آرام کرو، ہاں اگر کوئی خاص ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ؟"

"نہیں۔ صبح کو میں تمھیں اس سلسلے میں تفصیلات بتا دوں گا یا اگر تم فوراً ہی کوئی کارروائی کرنے کے خواہش مند ہو تو پھر مختصر سی بات ہے، مجھ سے سن لو۔"

"ایک منٹ۔" اس نے کہا اور ایک پیڈ اور پنسل نکال کر سامنے رکھ لی۔

"کولن برٹ اس ماہ کی ستائیس تاریخ کو آرک بیریو میں ان لوگوں سے ملاقات کر رہا ہے۔ آرک بیریو کی ویل اسکوائر نامی عمارت میں اس معاہدے پر آخری دستخط ہوں گے۔"

"گڈ! ویری گڈ۔ آرک بیریو۔" سن مین نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا "لیکن طیاروں کی روانگی کہاں سے ہو گی؟"

"خلیج ہیگل سے۔"

اس نے یہ نام بھی نوٹ کر لیا اور پھر میری طرف دیکھتا ہوا بولا "اس کے علاوہ اور کچھ؟"

"نہیں — یہ مکمل معلومات ہیں۔"

"پورے وثوق اور یقین کے ساتھ کہہ رہے ہو کہ یہ معلومات بالکل درست ہیں؟"

"ہاں، تقریباً — اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔"

"او کے ڈیئر — اب تم آرام کرو۔ اپنی آرام گاہ میں چلے جاؤ۔ ویسے مجھے تمھاری اس قدر جلد واپسی کی امید نہیں تھی۔" اس نے کہا اور میں وہاں سے اٹھ گیا۔

آرک بیریو ساحلی شہر تھا، جہاز سے اترتے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ نہایت حسین جگہ ہے۔ میں اپنی زندگی میں پہلی بار اس شہر میں داخل ہوا تھا۔ سن مین نے چند افراد میری مدد کے لیے میرے ساتھ کر دیے تھے لیکن ان کا کام صرف دور دور سے میری نگرانی کرنا تھا۔ ہاں، اس شخص کو خصوصاً اس نے میرے ساتھ کیا تھا جو میک اپ کا ماہر تھا۔ میک اپ کرنے میں مجھے بھی خاصی مہارت حاصل تھی لیکن میں نے اس بات کا اظہار احتیاطاً ان لوگوں سے نہیں کیا تھا۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں خود تک محدود رکھنا ہی مناسب ہوتا ہے۔ حالات نہ جانے کون سے رخ اختیار کریں۔ جو افراد میرے ساتھ آئے تھے، وہ طیارے میں بھی مجھ سے اجنبی رہے تھے۔ سوائے اس شخص کے جس کا نام کرٹ وائل تھا اور جو میک اپ کرنے کے لیے میرے ساتھ تھا۔ کرٹ وائل میری برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور وقفے وقفے سے مجھ سے کچھ گفتگو بھی کرتا جا رہا تھا۔ انتہائی خشک مزاج اور بور شخص تھا جس کا زیادہ تر موضوعِ گفتگو عالمی سیاست ہوتی تھی اور اس سلسلے میں اس کے خیالات نہایت ہی گھٹیا اور معلومات سے خالی تھے۔

ائیر پورٹ سے ہم دونوں ساتھ ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر فیسٹن ہوٹل پہنچے۔ فیسٹن کے ایک کمرے میں ہمارے لیے رہائش کے انتظامات بذریعہ ٹیلی فون پہلے ہی ہو چکے تھے چنانچہ ہم اس میں مقیم ہو گئے۔ ہمارے بقیہ ساتھی بھی ہوٹل فیسٹن ہی میں تھے لیکن مختلف منزلوں پر اور ہم سے قطعاً بے تعلق۔ سن مین نے کہا تھا کہ آرک بیریو میں وہ میرے لیے اعلیٰ ترین انتظامات بھی کر سکتا ہے لیکن میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ بہت زیادہ آسائشیں انسان کی کارکردگی کو متاثر کرتی ہیں۔ تاہم جن اشیا کی ضرورت مجھے پیش آ سکتی تھی، ان کی فراہمی کی ذمے داری تو بہر حال سن مین ہی کی تھی۔

چوبیس تاریخ کو ہم یہاں پہنچے تھے اور ستائیس تاریخ جو ہمارا ہدف تھی، ابھی کافی دور تھی۔ اس دوران میرینا کے بارے میں سن مین کے ذریعے مجھے رپورٹ ملی تھی کہ میرینا کی لاش دریافت ہو چکی ہے اور الفانو ہی کو اس کے قتل کا ذمے دار ٹھہرایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں اخبارات نے مختلف کہانیاں لکھی ہیں لیکن ان کہانیوں میں شبہے کی کوئی بات نہیں ہے۔ الفانو اور میرینا کے درمیان دشمنی کی وجہ قصبے کی کچھ زمین تصور کر لی گئی تھی جس کے دعوے دار وہ دونوں ہی تھے۔ سن مین نے کہا تھا کہ اس صورت حال کا اندازہ ان لوگوں کو پہلے ہی تھا یعنی میرینا کے قتل کا شبہ الفانو ہی پر کیا جا سکتا تھا۔ جس کی لاش بھی کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس طرح مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ آرک بیریو کی سیر و سیاحت کے لیے مجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی گئیں لیکن اس بور آدمی کو میں نے اپنے ساتھ رکھنا مناسب نہیں سمجھا جس کا نام کرٹ وائل تھا۔ وہ خود بھی گوشہ نشین قسم کا آدمی معلوم ہوتا تھا چنانچہ ایک بار بھی اس نے مجھے آرک بیریو میں پارٹنر بننے کی پیشکش نہیں کی تھی۔ خوبصورت شہر کی خوبصورت تفریحات سے میں دو دن تک لطف اندوز ہوتا رہا۔ اس دوران ایک کام البتہ میں نے ضرور کیا تھا اور وہ یہ کہ ویل اسکوائر نامی عمارت اور اس کے اطراف کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا، نہ صرف جائزہ لیا تھا بلکہ اپنے کام کی تکمیل کے لیے میں نے پوری تیاریاں کر لی تھیں اور وہ جگہ منتخب کر لی تھی جہاں سے مجھے اپنی کارروائی کا آغاز کرنا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ جو ذمے داری میرے سپرد کی گئی ہے، اسے میں بخوبی انجام دوں گا۔ درحقیقت آرک بیریو میں کام کی ابتدا تو میرے لیے آسان ترین تھی البتہ اس کے بعد کے مراحل ذرا مشکل تھے۔ اس سلسلے میں چھبیس تاریخ کو میں نے آخری انتظامات کا جائزہ لیا۔ اس دن تین افراد

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی میٹنگ میرے کمرے میں تھی۔ ان میں ایک شخص بالکل اجنبی تھا اور یہ سن مین کا فراہم کردہ مقامی آدمی تھا جو مجھے اس سلسلے میں تمام تفصیلات بتانے والا تھا۔ سن مین کے اس ساتھی نے ایک نقشے کی مدد سے مجھے میرے مشن کی تمام تفصیلات بتائیں۔ خلیج ہیگل کے لیے سفر کا راستہ بھی اسی نے منتخب کیا۔ مجھے یہ سفر تنہا ہی کرنا تھا۔ آرک بیر لوپ میں اپنا کام نمٹانے کے بعد فوراً ہی خلیج ہیگل کے لیے روانہ ہو جانا تھا جس کا فاصلہ تو بہت زیادہ نہیں تھا لیکن راستے دشوار گزار تھے اور طریقۂ کار بھی کچھ ایسا ہی تھا کہ انسان الجھنوں کا شکار ہو سکتا تھا۔

نقشے کے ذریعے انھوں نے مجھے میرے کام کی تفصیل بتائی کہ کس طرح مجھے اپنے مشن کی تکمیل کے بعد کہاں پہنچنا ہے اور وہاں سے مزید خطرہ مول لیے بغیر فوری طور پر آگے کا سفر جاری کر دینا ہے۔ میں نے اپنے پروگرام کے تحت انھیں وہ جگہ بتائی جو میں نے منتخب کر لی تھی اور میری بات سے اتفاق کیا گیا۔ پھر ایک بار اُن تمام امکانات کا جائزہ لیا گیا جن کے تحت ہمارا منصوبہ ناکامی سے دوچار ہو سکتا تھا۔ میٹنگ میں شریک افراد کو میرے بارے میں کچھ معلومات تھیں یا نہیں لیکن وہ خاصے سنجیدہ تھے اور دیر تک ان امکانات پر غور کرتے رہے تھے جو میرے لیے مشکلات کا باعث ہو سکتے تھے۔ آخر میں نے ان سے کہا کہ وہ اس معاملے کو مجھ پر چھوڑ دیں۔

کولن برٹ کی شخصیت یقیناً مقامی حکام کے لیے بھی اہم حیثیت رکھتی تھی کیونکہ جب میں ایک مجہول اور بوڑھے شخص کی حیثیت سے جو سانس کا مریض معلوم ہوتا تھا اور جس کی آنکھوں سے مسلسل پانی بہتا رہتا تھا، مطلوبہ علاقے میں پہنچا تو میں نے وہاں خصوصی انتظامات دیکھے۔ مقامی پولیس کے افراد خاصے سرگرم اور چوکنا دکھائی دیتے تھے اور آنے جانے والے لوگوں پر خصوصی توجہ دے رہے تھے۔

اس وقت ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ میں اس طرح چلتے ہوئے آگے بڑھا جیسے صرف زندگی کے بوجھ کو گھسیٹ رہا ہوں اور بہت کمزور اور تھکا ہوا ہوں۔ پولیس کے کچھ سپاہیوں نے میری طرف دیکھا، ان میں سے ایک نے مجھ سے میری خیریت بھی دریافت کی اور میں نے بھرائے ہوئے لہجے میں اسے جواب دیا کہ یہ صرف بڑھاپا ہے لیکن موت کے قریب پہنچنے کے باوجود انسان موت کا خواہش مند نہیں ہوتا۔ میں اس حالت میں بھی زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ سپاہی نے ہلکے سے میرے شانے پر تھپکی دی اور مجھے آگے جانے کی اجازت دے دی۔ جب میں اس چوراہے پر پہنچا جہاں سے ویل اسکوائر کے لیے راستہ مڑتا تھا تو چند سپاہیوں نے پھر مجھے روک لیا۔ میں کراہتا رہا، انھوں نے مجھ سے چند سوالات کیے اور میں نے انھیں بتایا کہ میں کس عمارت میں جانا چاہتا ہوں۔ شکر ہے کہ اس عمارت کے حوالے سے انھوں نے مزید سوالات نہیں کیے جس میں میں جانے کا خواہش مند تھا۔

بالآخر میں اس عمارت تک پہنچ گیا، جہاں سے میں اپنا کام کر سکتا تھا۔ عمارت کے صدر دروازے پر ایک موٹی ادھیڑ عمر عورت سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ہانپتے ہوئے اس سے ایک گلاس پانی مانگا اور عورت گردن ہلا کر پانی لینے کے لیے عمارت میں داخل ہو گئی۔ میں نے ایک نظر اِدھر اُدھر ڈالی اور پھرتی سے عورت کے پیچھے پیچھے ہی دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ عورت مجھے دیکھتی رہ گئی تھی، چند لمحے تو وہ کچھ بول ہی نہ سکی، پھر اس نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا "پانی کے لیے تم باہر انتظار کر سکتے تھے، اندر آنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر اچانک ہی تمھاری حالت ...!" ابھی وہ اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ میں نے آگے بڑھ کر اس کی گردن دبوچ لی اور اس کی آنکھیں خوف و حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس عمارت کی چھت مجھے اپنے کام کے لیے استعمال کرنا تھی۔ اس لیے ایک ایسی عورت کو جو میری جانب سے شبہے میں مبتلا ہو گئی ہو، ہوش و حواس میں رہنے دینا مناسب نہیں تھا۔ گردن دبا کر میں نے اسے بے ہوش کر دیا اور وہ تیورا کر زمین پر گر پڑی۔ اس کے بعد میں نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ میں کپڑا ٹھونس دیا اور اسے ایک کمرے میں ڈال کر باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ اب میرے لیے زیادہ آسانی ہو گئی تھی۔

میں اوپر چڑھ کر عمارت کی چھت پر جا پہنچا، یہاں سے ویل اسکوائر بالکل سامنے نظر آتا تھا۔ چھت کے کنارے کنارے تقریباً چار فٹ اونچی دیوار بنی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے مجھے دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ عمارت ایسی جگہ بنی ہوئی تھی کہ ویل اسکوائر کے اوپری حصے سے بھی مجھے نہیں دیکھا جا سکتا تھا

میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ میرے ڈھیلے ڈھالے اور مجہول سے لباس میں مختلف سائز اور مختلف حجم کے چھوٹے بڑے ٹکڑے موجود تھے، جنھیں نکال کر میں نے جوڑنا شروع کر دیا اور تقریباً دس منٹ کی کوشش کے بعد میں ایک رائفل تیار کر چکا تھا جس کے ساتھ سائلنسر کے علاوہ ایک دوربین بھی لگی ہوئی تھی۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں میں نے وقت دیکھا، اس وقت ساڑھے دس بج چکے تھے۔ میں نے رائفل کی نال دیوار کی منڈیر پر رکھی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ویل اسکوائر کے بیرونی دروازے پر نگاہ جما دی۔ دروازے کے دوسری جانب چند افراد نظر آ رہے تھے، جو غالباً آنے والوں کے انتظار میں ٹہل رہے تھے۔ چند سپاہی بھی عمارت کے احاطے میں موجود تھے، اور مستعد نظر آ رہے تھے۔ ایک خیال یہ بھی آیا کہ ممکن ہے، ان لوگوں کو اس معاہدے کی تکمیل کے وقت کسی مداخلت کا خطرہ ہو۔ بہرحال جو کچھ بھی تھا، مجھے اس وقت اپنا کام انجام دینا تھا۔ بات صرف اتنی نہیں تھی کہ اس کے صلے میں مجھے تہذیب مالکم ایکس کے مل جانے کی توقع تھی بلکہ اب اس کا تعلق میرے مشن سے بھی تھا۔

تقریباً بارہ بجنے میں پانچ منٹ رہ گئے تھے جب مجھے سیٹیوں کی آوازیں سنائی دیں اور میں نے رائفل کو آخری بار چیک کیا۔ تین گاڑیاں تھیں جن میں لوگ موجود تھے۔ میں نے ویل اسکوائر کے صدر دروازے پر پانچ افراد کو دیکھا جو قطار کی شکل میں تھوڑے سے ترچھے کھڑے تھے۔ دوربین سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ کس طرح کولن برٹ گاڑی سے اترنے کے بعد سیڑھیاں طے کرے گا اور کس طرح اندر داخل ہو گا اور پھر وہاں موجود لوگ اسے خوش آمدید کہیں گے۔ یہ رسمی کارروائی اس وقت کولن برٹ کے لیے کتنی مہلک تھی، اس کا اندازہ وقت سے پہلے کیسے ہو سکتا تھا۔ بعض اوقات روایات بھی مصیبت کا باعث بن جاتی ہیں۔ تینوں گاڑیاں گیٹ سے اندر داخل ہو گئیں اور اس کے بعد میں نے کولن برٹ کو اس لمبی سیاہ گاڑی سے نیچے اترتے دیکھا جو سب سے آگے تھی۔ میں نے اسے دوربین کی رینج میں لے لیا اور دوربین کا دائرہ اسے مسلسل اپنا ہدف بنائے رہا۔ میری انگلی رائفل کی لبلبی پر تھی۔

کولن برٹ سیڑھیاں چڑھ کر ویل اسکوائر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے اپنا نشانہ درست کر لیا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ استقبال کرنے والا کوئی آدمی کولن برٹ کے اس قدر قریب ہو جائے کہ مجھے نشانہ لینے میں دقت ہو۔ ہلکی سی ٹھس کی آواز سنائی دی اور میں نے دوربین میں دیکھا کہ کولن برٹ کے دونوں ہاتھ فضا میں پھیل گئے۔ خون نہایت مناسب جگہ سے اُبل رہا تھا اور یقیناً میری گولی نے بغلی سمت سے اس کے دل کو نشانہ بنا لیا تھا۔ اب یہاں میرا کام ختم ہو جاتا تھا۔ مجھے بتا دیا گیا تھا کہ یہ رائفل اگر ان لوگوں کے ہاتھ لگ بھی جائے تو اس سے کوئی اندازہ لگانا آسان کام نہیں ہو گا اور میں واردات کے بعد اسے اسی جگہ چھوڑ سکتا ہوں۔ ہاتھوں پر چونکہ باریک ربڑ کے دستانے چڑھے ہوئے تھے، اس لیے رائفل کے بٹ پر یا اس کے کسی اور حصے پر انگلیوں کے نشانات ملنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ البتہ ایک کام مجھے ضرور کرنا تھا، میں نے اپنا پھٹا پرانا سا کوٹ اتار کر وہیں پھینک دیا۔ اس میں اور کوئی چیز موجود نہیں تھی جو میری نشاندہی کر سکتی۔ گردن کے قریب ٹٹول کر وہ جعلی کھینچ کر پھینک دی جو ماسک کی شکل میں میرے چہرے پر چڑھی ہوئی تھی۔ اندرونی لباس سے کنگھا نکال کر بال درست کیے اور پھر نچلے لباس کا پہلا حصہ بھی اتار کر وہیں پھینک دیا۔ بوڑھے کے میک اپ میں اگر کوئی میرے پیروں کا گہری نگاہ سے جائزہ لے لیتا تو اسے اس بات پر حیرت ضرور ہوتی کہ ایک مجہول و مفلوک الحال بوڑھا جوتے بہت عمدہ قسم کے استعمال کر رہا ہے۔

میں برق رفتاری سے نیچے اتر آیا اور پھر اس عمارت سے باہر آ گیا۔ ویل اسکوائر کے گیٹ پر باہر پھیلے ہوئے تمام پولیس والے جمع ہو گئے تھے اور اطراف میں چلتے پھرتے لوگوں کو گیٹ سے دور رہنے کا اشارہ کر رہے تھے جو صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے ویل اسکوائر کے پاس پہنچ جانا چاہتے تھے۔ میں نے اپنی چال میں توازن رکھا تھا اور کسی ایسی عجلت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا جو کسی کی نگاہ میں مشکوک ہو سکے۔

جب میں ویل اسکوائر کی پہلی گلی سے باہر نکلا تو ایک ٹیکسی خالی کھڑی نظر آئی۔ ڈرائیور نے میٹر اس طرح ڈاؤن کیا ہوا تھا جیسے کسی کا انتظار کر رہا ہو۔ میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے پھرتی سے ٹیکسی کا عقبی دروازہ کھول دیا اور اس کے بعد ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ سیٹ پر بیٹھے ڈرائیور نے نہ مجھ سے ایک لفظ کہا تھا اور نہ میں نے اس سے کوئی بات کی تھی۔

ٹیکسی کا سفر تقریباً چالیس منٹ کا تھا اور اس چالیس منٹ میں اس نے تقریباً ستر کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک چھوٹے سے قصبے بلو مائن میں پہنچ گئی۔ بلو مائن میں اس نے مجھے سمندر کے ایک ایسے کنارے پر اتار دیا جہاں چاروں طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ یہاں ایک خاص قسم کی کشتی موجود تھی جو ربڑ کی بنی ہوئی تھی۔ اس میں ضرورت کی چیزیں موجود تھیں۔ بارش سے بچاؤ کے لیے بانس لگا کر ترپال کی چھت لگانے اور سونے کا بھی انتظام تھا۔ اس پر کشتی کا وزن اس قدر کم تھا کہ اسے آسانی سے اٹھا کر کنارے پر لایا جا سکتا تھا۔ اس میں چپوؤں کی ضرورت بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں ہوئی تھی اور وہ خود ہی ہوا کے بہاؤ کے ساتھ بہہ سکتی تھی۔

ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے نیچے اتار دیا اور پھر پہلی بار مخاطب کیا "اور کوئی حکم جناب؟"

"تمھیں کوئی ہدایات دی گئی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں — آپ کی ضروریات کی تمام چیزیں یہاں پروگرام کے مطابق موجود ہیں۔ البتہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو صرف ایک سوال کا جواب مجھے دے دیں۔"

"ہاں، پوچھو۔"

"کام توقع کے مطابق مکمل ہوا ہے؟"

"ہاں بالکل۔" ٹیکسی ڈرائیور نے اس کے بعد کوئی رسمی گفتگو بھی نہ کی اور تیزی سے مڑ کر واپس چل پڑا۔ میں خاموشی سے اُسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا تھا پھر میں نے وہ کشتی پانی میں اتاری اور اس میں سوار ہوگیا۔

کشتی ہوا کے بہاؤ پر بہنے لگی تھی، میری زندگی کا ایک نیا سفر شروع ہوگیا تھا اور یہ سفر میرے لیے ہمیشہ کی مانند خاصا سنسنی خیز تھا۔ ہر چند کہ اس طرح کی لاتعداد مہمات میں حصہ لے چکا تھا لیکن انسان کی زندگی میں کوئی بھی نیا مرحلہ اس کے لیے باعثِ تجسس ہوتا ہے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ خلیج ہیگی تک پہنچنے کے لیے ایک طویل اور کٹھن سفر سے سابقہ پڑے گا۔ اس میں کئی دن بھی لگ سکتے ہیں اور اگر ہواؤں کی رفتار سست ہوجائے تو شاید ایک ڈیڑھ ہفتہ بھی۔ میرے لیے کشتی میں ایسی چیزوں کا بندوبست کر دیا گیا تھا جن کی مدد سے میں کوفت کا شکار ہونے سے بچ سکوں۔ ایک ریڈیو ٹرانسسٹر، کچھ کتابیں بھی یہاں موجود تھیں۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ٹرانسسٹر کا سوئچ آن کر دیا اور پروگرام سننے لگا لیکن کئی گھنٹے گزر جانے کے باوجود مجھے ریڈیو پر کولن برٹ کے بارے میں کوئی خبر سننے کو نہ ملی لیکن جو کچھ میں نے کیا تھا، وہ اطمینان بخش تھا اور مجھے اپنے کام پر اعتماد تھا۔ اس لیے اس خبر کے نشر نہ ہونے سے مجھے کوئی تشویش نہ ہوئی۔ کشتی کا سفر طویل اور صبر آزما تھا اور میں اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کر رہا تھا۔

کشتی رُکے بغیر کئی دنوں تک پانی کی سطح پر ہوا کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ سفر کرتی چلی گئی۔ چوتھے دن صبح سے بارش شروع ہوگئی اور میں نے ترپال تان لیا جس کی وجہ سے بارش سے مکمل بچاؤ ہوگیا۔ پھر تقریباً نو دن میں نے اس طرح گزارے کہ نہ کہیں زمین کے آثار نظر آئے اور نہ ہی کسی انسان کی شکل دکھائی دی۔ دسویں دن کی صبح میں نے ہیگل بے کے آثار پالیے تھے۔ خدا کے فضل سے ان دس دنوں میں کوئی ایسی الجھن پیش نہیں

... کی بوچھاڑ کی طرح سے پریشان یا منتشر کر دی۔

کنارے پر ایک سمت میں نے درختوں کے جھنڈ دیکھے اور پھر کشتی کو اس طرف موڑ دیا۔ کنارے تک پہنچ کر میں پانی میں نیچے اتر گیا اور سامان اٹھا اٹھا کر باہر پھینکا۔ کشتی بالکل خالی ہوگئی تو اسے دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھا کر کنارے کی طرف اچھال دیا، اس کے بعد خود بھی پانی سے نکل کر کنارے پر آگیا۔

سورج کی روشنی پوری طرح پھیل چکی تھی۔ میں برق رفتاری سے ایک سمت دوڑنے لگا۔ میری رفتار کافی تیز تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ اب کس سمت جانا ہے۔ آدھے گھنٹے کے بعد میں درختوں کے حصار سے باہر نکل آیا۔ سامنے ایک بہت وسیع عریض میدان نظر آرہا تھا۔ میں نے اس میدان کے اطراف خاردار تار لگے ہوئے دیکھے۔ اس طرح میدان کی حد بندی کر دی گئی تھی۔ ایک درخت کے سائے میں، میں کافی دیر تک رکا رہا اور اس کے بعد میں نے خاردار تاروں کی سمت رخ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ اطراف میں کوئی ذی روح نظر نہیں آرہا تھا۔ میں نے تار ہٹائے اور ان کے نیچے رینگ کر ممنوعہ علاقے میں داخل ہوگیا۔ میں آگے بڑھتا رہا، وسیع و عریض میدان میں جگہ جگہ میں نے لکڑی کے بڑے بڑے کیبن دیکھے۔ مجھے توقع تھی کہ ان کیبنوں میں کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہوگا لیکن جب طویل فاصلہ طے کر کے میں ایک کیبن کے پاس پہنچا تو مجھے احساس ہوا کہ کیبن میں کوئی دروازہ نہیں رکھا گیا تھا۔ بلکہ لکڑی کے تختوں کو جوڑ کر کیبن نما صندوق کھڑے کر دیے گئے تھے۔ گویا ان کیبنوں میں صرف کوئی چیز بند کر دی گئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک آہنی آلے کی مدد سے ایک کیبن کے تختے کو اس حد تک ٹیڑھا کرنے میں کامیاب ہوگیا کہ اس کی کیلیں مُڑ گئیں۔ تختے کو باہر کی طرف موڑنے کے بعد میں نے اندر جھانک کر دیکھا اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ بڑے بڑے جہازی پارٹس رکھے ہوئے تھے اور یقیناً یہ ان جہازوں کے حصے تھے جو اسرائیل کو سپلائی کیے جانے والے تھے۔ گویا میں بالکل صحیح جگہ پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ اپنا کام شروع کرنے میں، میں نے ذرا بھی تساہل کا مظاہرہ نہیں کیا اور سن مین کا فراہم کردہ کیمرہ نکال کر پورے علاقے کی تصویریں لیں۔ اس کے بعد تختے کو کچھ اور موڑ کر طاقتور روشنی والے کیمرے سے پارٹس کی تصاویر لینے لگا۔ اس کے بعد میں نے ان تمام گوداموں کی تصویریں بنائیں اور اپنے کام سے فارغ ہوگیا۔ ایک بار پھر میں نے اطراف میں نگاہ ڈالی، مجھے سخت تعجب ہوا کہ اتنی اہم جگہ اس طرح خالی پڑی ہوئی ہے۔ ان گوداموں کے رکھوالے آخر کہاں ہیں؟ بہر حال یہ میری خوش بختی تھی کہ کوئی وہاں موجود نہیں تھا اور مجھے اپنے اس کام میں کسی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد یہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ میں واپس کنارے کی طرف چل پڑا اور تیز رفتاری سے طے کرتا ہوا تاروں کی باڑھ کے پاس آگیا پھر باہر نکلنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ میں واپس درختوں کے جھنڈ کی جانب چل پڑا لیکن دفعتاً ہی صورتِ حال میں کچھ تبدیلی ہوئی۔ جیسے ہی میں جھنڈ کے قریب پہنچا، چند افراد میرے سامنے آگئے۔ وہ سب مسلح تھے اور ایک دراز قامت شخص میرے عین سامنے تھا۔

ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر بھونچکے رہ گئے۔ میں نے برق رفتاری سے پستول نکالنے کی کوشش کی لیکن میرے مدِمقابل بھی احمق نہ تھے۔ انھوں نے فوراً مجھ پر رائفلیں تان لیں — آگے والے کی آواز ابھری "خبردار! ذرا بھی جنبش کی تو پورے بدن میں سوراخ ہوجائیں گے۔" میرا ہاتھ اُٹھا رہ گیا۔ ان لوگوں نے میرے گرد گھیرا ڈال لیا تھا اور کچھ لوگ اتنے قریب آگئے تھے کہ ان کی رائفلوں کی نالیں میرے بدن کو چھونے لگی تھیں۔ اس کے سوا چارۂ کار نہیں تھا کہ ہاتھ بلند کر دوں لیکن میں ان لوگوں کے شکنجے میں آسانی سے نہیں آنا چاہتا تھا۔ میرے پاس اپنی صفائی میں کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ ابھی وہ لوگ کیمرے اور پستول وغیرہ پر قبضہ کرلیں گے۔ کشتی بھی انھیں مل جائے گی اور اس کے بعد یہ معلوم کرنے میں بھی انھیں کوئی دقت نہ ہوگی کہ کولن برٹ کا قاتل میں ہوں۔ موت... فوری موت — میرے لیے اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ یہی موقع ہے، یہی لمحہ ہے جب زندگی بچانے کے لیے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد کچھ نہ ہوسکے گا۔ جو کچھ کرنا ہے اور جس طرح کرنا ہے اسی وقت کرنا ہے۔ چنانچہ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں جس جگہ میں کھڑا تھا، وہاں ایک درخت کی مڑی ہوئی شاخ نیچے تک جھک آئی تھی اور میرے سر سے اتنے فاصلے پر تھی کہ میں تھوڑا سا اُچک کر اسے پکڑ سکتا تھا۔ ایک لمحے میں میں نے اپنے لیے لائحہ عمل منتخب کرلیا۔

دراز قامت شخص نے غضبناک لہجے میں کہا "اس مردود کی تلاشی لو۔" دو مسلح آدمی رائفلیں جھکا کر میری طرف بڑھ آئے۔ میں مستعد ہوگیا۔ میرے ہاتھ بلند تھے۔ جونہی وہ دونوں میرے نزدیک آئے، میں پنجوں پر ذرا سا اچھلا اور شاخ میرے ہاتھوں کی گرفت میں آگئی۔ میں نے شاخ پر مضبوطی سے ہاتھ جمائے اور پھر برق کی سی تیزی سے دونوں پاؤں اٹھا کر ان دونوں قریب آنے والوں کے سینوں پر مارے۔ مجھے اس قوت کا خود بھی اندازہ نہیں تھا جو اس خطرے کے وقت میرے بدن میں پیدا ہوگئی تھی۔ ان دونوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ اچھل کر اپنے ساتھیوں پر جا پڑے۔ دراز قامت خصوصاً ان کی زد میں آگیا تھا اور میں نے اسے اُن کی لپیٹ میں آکر گرتے دیکھا تھا۔ میں نے فوراً ہی ایک لمبی چھلانگ لگائی اور زمین پر پاؤں ٹکتے ہی پوری قوت سے دوڑ پڑا۔ جو لوگ اپنے ساتھیوں کی زد میں آئے تھے، وہ تو اتنی پھرتی سے نہ سنبھل سکے لیکن جو بچ گئے تھے، انھوں نے میرے پیچھے دوڑ لگا دی۔ میں اپنے بدن کی پوری قوت صرف کر کے دوڑ رہا تھا۔ درخت ایک ایک قدم پر راستے میں مزاحم تھے اور خود کو ان سے ٹکرانے سے بھی بچانا تھا۔ جہاں یہ درخت میری تیز رفتاری میں مزاحم ہوئے تھے، وہیں میری مدد بھی کر رہے تھے کیونکہ عقب سے گولیاں چلنے لگی تھیں اور درختوں کے تنے انھیں مجھ تک پہنچنے سے روک رہے تھے۔ ویسے بھی میں ایک سیدھ میں نہیں دوڑ رہا تھا بلکہ ہر بار میں رخ بدل رہا تھا۔ اس وقت اس سمت کا تعین بھی ممکن نہیں تھا، جدھر میں نے کشتی چھوڑی تھی۔ اگر تعین بھی کر لیتا تو کشتی کا استعمال ممکن نہیں تھا کیونکہ وہ لوگ مسلسل پیچھے لگے ہوئے تھے اور کشتی کو اٹھا کر پانی میں نہیں لے جایا جا سکتا تھا۔ ان سے بچنے کے لیے ایک ہی سمت تھی، یعنی کھاڑی کا راستہ۔ مجھے اس تک پہنچنے میں کامیابی حاصل ہوگئی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا، وہ کمبخت زیادہ دور نہیں تھے اور کسی خوفناک بلا کی مانند میرے تعاقب میں لگے ہوئے تھے۔ میں نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے پانی میں چھلانگ لگا دی اور تیزی سے تیرنے لگا — ہر آن یہ خطرہ تھا کہ اب وہ پانی میں گولیاں برسائیں گے اور کوئی گولی مجھے چاٹ جائے گی لیکن چوڑی کھاڑی .... کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر مجھے خود بھی حیرت ہوئی۔ یہ یقیناً برق رفتار تیراکی کا عالمی ریکارڈ تھا۔ مگر افسوس اس کا تذکرہ کوئی نہیں کرے گا۔ دوسرے کنارے سے میں نے پلٹ کر دیکھا، دیکھتے ہی دیکھتے کئی آدمی پانی میں کُود گئے تھے۔

بھاگو اور بھاگتے رہو، اس کے علاوہ اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوسکتی تھی۔ چنانچہ میں پھر دوڑنے لگا۔ اس وقت میرے لیے زندگی بچانے کا صرف ایک ہی ذریعہ تھا، دوڑتے رہو، جس قدر بدن میں جان ہو، دوڑتے رہو، تھکن کا کوئی تصور بھی ذہن میں نہیں آنا چاہیے۔ نجانے کتنی دور پہنچنے کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بعد میں نے اپنی رفتار سست کی اور ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا۔ دور دور تک ان لوگوں کا وجود نہیں تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کھاڑی عبور کرنے میں انھوں نے یقینی طور پر اتنا مختصر وقت نہ لیا ہوگا جتنا میں نے۔ اور اس کے بعد وہ کنارے پر پہنچے ہوں گے اور وہاں سے میرا تعاقب شروع کیا ہوگا۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ آسانی سے مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے لیکن میرے دل میں اب بھی کتنے ہی خدشات اور وسوسے موجود تھے۔ جس علاقے سے اب میں بھاگتا ہوا گزر رہا تھا، وہ چٹیل میدان تھا۔ جنگل اور سبزہ، کھاڑی کے کنارے سے شروع ہو کر تھوڑی دور تو ساتھ دیتے رہے اور اس کے بعد پیچھے رہ گئے تھے۔ اس علاقے میں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ میرے پاس جو تصاویر موجود تھیں۔ وہ آٹن شلائٹر اور سن مین کی توقع کے عین مطابق تھیں اور ان کے حصول کے بعد وہ اپنے طور پر اس سلسلے میں کارروائیاں کر سکتے تھے۔ میرا کام صرف اتنا ہی تھا کہ میں کولن برٹ کو قتل کر دوں تاکہ معاہدے پر دستخط نہ ہو سکیں اور اس کے بعد ان گوداموں تک پہنچ کر ان کی تصاویر حاصل کر لوں تاکہ یہ تصویریں ان ممالک کو فراہم کر دی جائیں جو اس سلسلے میں کی جانے والی کارروائیوں کو روکنے میں معاون ہو سکتے تھے۔

آسمان پر گہرا ابر چھایا ہوا تھا جب میں نے کھاڑی عبور کی تھی تب ہی یہ ابر آسمان پر آگیا تھا اور اب ہواؤں کی خاموشی اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ شاید بارش شروع ہو جائے اور میرا اندازہ درست نکلا، بارش ہونے لگی۔ ایک لمحے کے لیے میں نے رک کر دور دور تک دیکھا کہ ممکن ہے کوئی پناہ گاہ نظر آجائے لیکن اطراف میں کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی۔ بارش کے ساتھ ساتھ ہی سرد ہوائیں بھی چلنے لگی تھیں۔ میں نے جو لباس پہنا ہوا تھا، وہ ایسا نہیں تھا جو میرے بدن کو ان سرد ہواؤں سے محفوظ رکھ سکتا چنانچہ اس وقت خود کو گرم رکھنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ دوڑتے رہو۔

تھکن کے ساتھ ساتھ اب بھوک بھی محسوس ہونے لگی تھی پھر اسی طرح دوڑتے ہوئے میں نے بارش کے دوران ہی ایک طویل راستہ طے کیا اور جب پہلی بار مجھے آبادی کے آثار دکھائی دیے تو دل کو طمانیت کا احساس ہوا۔ اندازے کے مطابق میں مسلسل دو گھنٹے دوڑتا رہا تھا لیکن میں نے اب بھی رفتار کم نہیں کی اور آبادی کی طرف دوڑتا رہا پھر مجھے ایک کھیت نظر آیا جو ویران اور اجڑا پڑا تھا لیکن اس کے ایک سمت درختوں کا جھنڈ موجود تھا۔ میں اس درختوں کے جھنڈ کے قریب پہنچ گیا اور اطراف کا بھرپور جائزہ لیا اور درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ درختوں کے بیچ میں ہوا کا گزر کم تھا۔ میں نے پتلون کی جیبوں کو تھپتھپایا۔ لائٹر نما کیمرہ اور پستول دونوں موجود تھے۔ کافی دیر اسی طرح بیٹھا رہا، درختوں کی شاخوں اور پتوں پر بارش کے قطرے گرنے سے ٹپ ٹپ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اب آبادی کا رخ کروں۔ رات کی تاریکی میرا ساتھ دے گی، ممکن ہے کسی مکان میں کھانے پینے کی کچھ چیزیں اور وقتی طور پر سہارا مل جائے۔ چنانچہ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ کچے راستے کیچڑ سے بھر گئے تھے میں ایک عزم کے ساتھ آگے بڑھتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد گاؤں کے سب سے پہلے مکان کے سامنے تھا۔ مکان کے بوسیدہ دروازوں کی درزوں سے روشنی چھن کر باہر آرہی تھی۔ باہر سے اس کے طرز تعمیر کا اندازہ نہیں ہو رہا تھا نہ ہی اس گھور اندھیرے میں اس کا صحیح طور پر اندازہ ہو سکتا تھا۔ میں نے ہمت کر کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ چند لمحے تک کوئی آواز سنائی نہ دی، قدموں کی چاپ بھی نہیں ابھری تھی، چنانچہ میں نے دوبارہ دستک دی اور اس بار اندر سے کچھ آہٹیں ابھریں۔

"کون ہے؟" آواز نسوانی تھی اور کچھ بھرائی ہوئی سی۔ میں خاموش رہا۔ آواز دوبارہ سنائی دی "کون ہے؟" میں اس بار بھی خاموشی اختیار کی تو دروازہ کھل گیا۔

سامنے ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی، بدن پر ڈھیلا ڈھالا لباس تھا۔ چہرے پر بے شمار جھریاں نظر آرہی تھیں۔ اس کے علاوہ چارہ کار نہیں تھا کہ اسے پیچھے دھکیل کر داخل ہو جاؤں۔ میں نے ایسا ہی کیا اور بوڑھی عورت خوفزدہ ہوگئی۔

"کک... کون ہو تم... ؟ کیا باسکل... باسکل ہی ہو نا تم؟" اس نے کہا اور میں نے پھرتی سے پلٹ کر دروازہ بند کر دیا۔

"فضول باتوں سے گریز کرو۔ یہ بتاؤ گھر کے اندر کون کون ہے؟"

"تم باسکل... ارے اوہ! باسکل کہاں سے آ..." اور دوسرے ہی لمحے اس کا چہرہ خوف سے سفید پڑ گیا، تھر تھر کانپنے لگی اور پھر کانپتی ہوئی آواز میں بولی "یہاں تو میں ہوں... میں... اور وہ باسکل، وہ تو اپنی برائیوں کا شکار ہو گیا۔ اب وہ کہاں۔ میں ہر رات جب ایسی

دستک سنتی ہوں اور دروازہ کھولتی ہوں تو نجانے کیوں میرے ہونٹوں پر اس کا نام آجاتا ہے۔ وہ نام جو اب تابوت میں لیٹ کر زمین کی گہرائیوں میں پہنچ چکا ہے۔"

"کوئی مرد نہیں ہے گھر میں؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ اس بڑے گھر میں مجھ بوڑھی عورت کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ ہاں، دن کی روشنی میں کچھ لوگ آجاتے ہیں جو صرف روائتیں نبھا رہے ہیں۔ گھر کی صفائی کرتے ہیں، میں انھیں مہینے میں کچھ دے دیا کرتی ہوں۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ جو کچھ میں انھیں دیتی ہوں، وہ اُن کے لیے قابلِ قبول نہیں۔ ان کے چہروں پر خشونت نظر آتی ہے مگر میں بھی کیا کروں، جس دن جانا چاہیں چلے جائیں، مجھے کیا؟"

بوڑھی نیم خبطی معلوم ہوتی تھی۔ پتا نہیں کیا کہانی تھی اس کی لیکن میں یہاں کوئی کہانی نہیں سننے آیا تھا۔ میں نے اس سے کہا "میں یہاں ایک رات ٹھہرنا چاہتا ہوں، صبح چلا جاؤں گا یا اگر بہت ہی مجبوری ہوئی تو ممکن ہے ایک دو دن قیام کروں۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہاں، اگر تم نے مجھ سے تعاون نہ کیا تو مجبوراً مجھے تمھاری اس مختصر سی زندگی کو ختم کرنا پڑے گا۔"

"نہیں نہیں۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔ نجانے کیوں موت سے اتنا قریب ہونے کے باوجود مجھے موت سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ تابوت کے اندر کتنا اندھیرا ہوتا ہے اور جب وہ زمین کی گہرائیوں میں دفن ہو جاتا ہوگا تو پھر اس میں ہوا بھی نہیں آتی ہوگی... آہ! گھٹن اور تاریکی... دونوں چیزیں کتنی ہولناک ہیں۔"

"تو پھر ان دونوں چیزوں سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ مجھے اپنے ہاں قیام کی اجازت دے دو۔"

بوڑھی عورت نے گردن ہلائی اور مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک گرم کمرے میں پہنچ گئی جہاں آتشدان میں آگ دہک رہی تھی۔ میں نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں، کمرہ قدیم طرز پر آراستہ تھا۔ گو ہر چیز پرانی ہو چکی تھی لیکن قرینے سے رکھی ہوئی تھی۔ بوڑھی ایک نفاست پسند عورت معلوم ہوتی تھی۔ اس نے میرے لباس کو دیکھا اور پھر کپکپاتے ہوئے لہجے میں بولی "میرے پاس قدیم طرز کے کچھ لباس ہیں۔ گو باسکل ہمیشہ کہتا تھا کہ میں انھیں رکھ کر حماقت کا ثبوت دے رہی ہوں، بھلا ایسی چیزوں کو رکھنے سے کیا فائدہ جو اس زمانے میں رائج نہ ہوں۔ مثلاً گول دامن کا کوٹ، چاندی کے بٹن لگا اور ویسی ہی پینٹ۔ لیکن اگر تم اپنے اس لباس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہو تو میں تمھیں اپنے مرحوم شوہر کا لباس دے سکتی ہوں۔"

"واہ، قدیم طرز کا لباس پہن کر میں زمانہ قدیم کا ایک فرد نظر آؤں گا۔ تم مجھے اس دلچسپ چیز سے ضرور روشناس کراؤ۔" میں نے کہا اور بوڑھی عورت ایک الماری کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ زمانے کی ستائی ہوئی ہے اور ذہنی طور پر نارمل نہیں ہے۔ چنانچہ اس بوڑھی عورت کو ہراساں کرنے کی مزید کوئی ضرورت نہیں تھی۔

میں نے بوڑھی کا دیا ہوا لباس پہن لیا اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر اب عجیب سے تاثرات نظر آرہے تھے۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "دیکھو... سنو! تم زبردستی کے مہمان بن کر میرے پاس آئے ہو لیکن تمھاری عمر تقریباً باسکل جتنی ہے۔ میری دلی آرزو تھی کہ باسکل ایک بار یہ لباس پہنے، میرے سامنے آئے اور میں ماضی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں۔ لیکن اس نے میری یہ خواہش کبھی پوری نہیں کی۔ کیا کرتا، بچہ تھا جب اس کا باپ اسے اس دنیا میں تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ میں بھلا ایک گوشے میں زندگی گزارنے والی اسے نئی دنیا سے کیا روشناس کراتی جبکہ وہ نئی تہذیب کا دلدادہ تھا۔ باہر نکل کر اس نے جو کچھ سیکھا، وہ اچھا نہ تھا۔ کیونکہ اسے اچھے لوگ نہیں ملے تھے۔

سسپنس، جاسوسی، ایڈونچر اور خوفناک کہانیوں کا بہترین انتخاب
قیمت: ۲۰/- روپے
ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے
شکیل انجم کی ان تمام کہانیوں کا بے مثال انتخاب جنھیں مختلف ڈائجسٹوں نے اوّل انعام کا مستحق قرار دیا ____ آج ہی طلب فرمائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اپنی انہی برائیوں کا شکار ہو کر وہ مجھے تنہا چھوڑ گیا، مرگیا۔ جرم کی زندگی گزار رہا تھا، لوگ اسے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے جبکہ آج بھی مقامی لوگ میری بے حد عزت کرتے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ باسکل کی ماں ہونے کے باوجود میں اس کی برائیوں کی ذمے دار نہیں ہوں ۔ ۔ ۔ چھوڑو میں بھی کیا باتیں کرنے بیٹھ گئی، تم یہ بتاؤ، کھانا کھاؤ گے؟"

"اگر تم اتنی مہربانیاں کرنے پر تلی ہوئی ہو تو ظاہر ہے کیسے انکار ہو سکتا ہے۔"

"کھانا موجود ہے، میں گرم کرکے لاتی ہوں۔" بوڑھی نے کہا اور معمول سے انداز میں چلتی ہوئی باہر نکل گئی۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں بوڑھی عورت کی نیت نہ بدل جائے اور وہ یہ نہ سوچ بیٹھے کہ میں باسکل نہیں ہوں بلکہ کوئی مجرم ہی ہوں۔ ایسی حالت میں میرے لیے بڑی مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور بوڑھی کا تعاقب کرنے لگا۔ اسے کچن کی طرف جاتا دیکھ کر میں ایک ستون کی آڑ میں رک گیا اور جب تک وہ کچن سے چیزیں تیار کرکے باہر نہ نکلی، میں وہیں کھڑا رہا۔ وہ اپنے ہاتھوں میں ٹرے اٹھائے ہوئے اندر آئی اور اس نے ٹرے میرے سامنے رکھ دی۔ میں اس کے اندر داخل ہونے سے پہلے ہی پُراطمینان انداز میں ایک کرسی پر جا بیٹھا تھا۔ مجھے یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ بوڑھی میرے ساتھ کوئی فراڈ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ ۔ ۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے بوڑھی سے فرمائش کی کہ مجھے اس گھر کی ایک جھلک دکھا دی جائے اور بوڑھی اس بات کے لیے تیار ہو گئی۔ حالانکہ یہ کام مجھے پہلے کرنا چاہیے تھا۔ لیکن اس وقت ذہن میں نہیں آیا تھا۔

میں نے ایک ایک کمرہ دیکھا اور ہر طرح سے مطمئن ہو کر میں اسی کمرے میں چلا آیا جہاں آگ جل رہی تھی اور پھر میں نے بوڑھی سے کہا: مہربان ماں! تم نے مجھے اپنے بیٹے کی جگہ دے کر مجھ پر جو احسان کیا ہے اس کا صلہ میں تمہیں نہیں دے سکتا۔ اب تم سونے کے لیے جا سکتی ہو۔ مجھے امید ہے کہ تم اسی طرح میرے ساتھ تعاون کرو گی۔ میں کوئی جرائم پیشہ آدمی نہیں ہوں، بس حالات کا ستایا ہوا ہوں۔ لیکن بدقسمتی سے اگر تم نے میرے خلاف کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں خاموشی سے تمہیں موت کی نیند سلا دوں گا اور پھر قبر کی اتھاہ گہرائیاں اور تابوت کی تاریکی یقیناً وقت سے پہلے تم انہیں برداشت نہ کر سکو گی۔"

بوڑھی عورت گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے چند لمحے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی: "ٹھیک ہے، ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے۔ تم مجھے زندہ رہنے دو، میں تمہیں پناہ دیتی ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ "یہ نہایت مناسب بات ہے۔"

وہ کمرے سے نکل کر آگے بڑھی، تب بھی میں نے نہایت خاموشی سے اس کا تعاقب کیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اب اس کی کیا مصروفیت ہوتی ہے۔ پھر وہ ایک کمرے میں داخل ہو گئی اور اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ مجھے اطمینان ہو گیا تھا۔ بوڑھی کے اب تک کے انداز سے یہ پتا چلتا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے، غلط نہیں کہہ رہی اور اس کے اندر کوئی سازش کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔

میں نے صوفہ گھسیٹ کر آتشدان کے قریب کیا اور آتشدان میں لکڑی کے دو بڑے بڑے ٹکڑے ڈالے۔ اب ساری رات آگ جل سکتی تھی اور کمرہ گرم رہ سکتا تھا۔ صوفے پر لیٹ کر میں سوچ میں گم ہو گیا۔ یہاں تک تو کامیابی حاصل ہو گئی تھی، وہ کام کر لیا تھا میں نے جس کی خواہش مسٹر آٹن شلائر نے کی تھی۔ اب یہ فلم ان تک پہنچا دینا تھی اور اس کے بعد ان سے تہذیب مالکم ایکس کو طلب کرنا تھا۔ بلاشبہ اس معاملے میں میری اپنی دلچسپیاں بھی شامل تھیں کہ سلسلہ اسرائیل سے جا ملتا تھا اور مسٹر آٹن شلائر جو کچھ کر رہے تھے، میں ان سے اس سلسلے میں مکمل طور پر متفق تھا، لیکن تہذیب مالکم ایکس کے مل جانے کے بعد جس سکون اور جس ہمت سے کام کیا جا سکتا تھا، ابھی وہ ممکن نہیں تھا۔

کافی دیر تک میں سوچتا رہا۔ بدقسمتی سے وہ لوگ عین وقت پر پیچھے لگ گئے تھے۔ کاش ان سے مڈبھیڑ نہ ہوتی تو انہیں قطعی طور پر یہ اندازہ نہ ہوتا کہ وہاں کیا ہو چکا ہے۔ ابھی انہی خیالات میں گم تھا کہ دفعتاً زور زور سے دروازہ بجنے کی آواز سنائی دی اور میں ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

میں نے پستول سنبھالا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ ایک ستون کی آڑ میں ہو کر میں بوڑھی کے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ اس آواز کو سننے کے بعد اس پر کیا ردِعمل ہوتا ہے۔ کیا بوڑھی نے کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے؟ یہاں ٹیلیفون وغیرہ تو نظر نہیں آیا تھا۔ ممکن ہے میری نگاہوں سے بچ گیا ہو۔ بہرحال اب دیکھنا یہ تھا کہ بوڑھی اس سلسلے میں کیا کرتی ہے۔ اگر اس نے کسی کو طلب کر لیا ہے تو پھر جو کچھ بھی ہوگا، اس کی ذمے دار وہ خود ہوگی۔

چند ہی لمحے کے بعد دروازہ کھلا، تیز روشنی ہوئی اور بوڑھی باہر نکل آئی۔ میں دم سادھے کھڑا رہا تھا اور جب وہ آگے بڑھی تو میں نے انتہائی چالاکی سے اس کا تعاقب کیا اور دروازے کے قریب ایک ستون کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ اگر آنے والے، بوڑھی کے طلب کردہ افراد تھے تو یقینی طور پر وہ انہیں ڈرائنگ روم کی طرف لے جاتی جہاں اس کی دانست میں، میں موجود تھا اور اگر وہ لوگ سب کے سب اندر چلے گئے تو پھر مجھے دروازے سے باہر نکلنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔

بوڑھی عورت دروازے کے قریب پہنچی اور اس نے بیرونی دروازہ اندر سے کھول دیا۔ باہر سے ایک آواز ابھری۔ "مسز ڈوریا! ہم معذرت خواہ ہیں کہ اس وقت آپ کو زحمت دی لیکن مجبوری۔ ۔ ۔"

"کیا بات ہے؟" بوڑھی نے سوال کیا جس کا نام انھوں نے ڈوریا لیا تھا۔

"کچھ دیر پہلے یا ابھی آپ کے ہاں کوئی اجنبی تو نہیں پہنچا؟ ایک خطرناک مجرم اس علاقے میں موجود ہے۔"

"مجرم۔ ۔ ۔" بوڑھی نے اپنی آواز کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ایک بہت ہی خطرناک آدمی، جس کی ہمیں تلاش ہے۔"

"نہیں، یہاں کوئی نہیں آیا۔ میں نے سرِشام ہی دروازہ بند کر لیا تھا اور اس وقت سے یہ دروازہ بند ہے۔ ابھی تمھاری دستک پر میں نے کھولا ہے۔ رات کو سونے سے پہلے میں اچھی طرح گھر کا جائزہ لے لیتی ہوں۔ کوئی اندر نہیں چھپا ہوا۔ تم اس بات سے مطمئن رہو۔"

"یقیناً جو کچھ آپ کہہ رہی ہیں، وہ بالکل درست ہوگا۔ براہ کرم ذرا احتیاط رکھیے گا اور اگر کوئی ایسا شخص رات کے کسی حصے میں یہاں پہنچنے کی کوشش کرے تو آپ پہلے اس سے یہ معلوم کر لیجیے گا کہ وہ کون ہے۔ اور سنیے! یہاں سے کچھ فاصلے پر آپ کو یقیناً ہماری چوکی کے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی۔ اگر کوئی شک گزرے آپ کو تو کسی نہ کسی طرح ہمیں اطلاع دے دیجیے گا۔"

"ضرور۔" بوڑھی نے کہا اور دروازہ بند کر دیا۔ وہ واپس پلٹ رہی تھی کہ میں ستون کی آڑ سے نکل کر اس کے سامنے آ گیا۔ بوڑھی کا منہ ایک لمحے کے لیے کھلا، اس نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے تھے۔

"شکریہ محترم خاتون! آپ نے میری مدد کرکے مجھ پر جو احسان کیا ہے، کاش میں اس کا صلہ آپ کو دے سکتا۔"

بوڑھی عورت نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن پھر مصلحتاً خاموش ہو گئی۔

میں نے بوڑھی کی خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "شاید علی الصباح میں تمھارا یہ گھر چھوڑ دوں بس اتنی سی پریشانی اور اٹھا لو میرے لیے۔" بوڑھی خاموش ہی رہی تھی۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور میں اپنے کمرے میں چلا گیا۔ بوڑھی نے جو گفتگو مجھے تلاش کرنے والوں سے کی تھی، وہ چونکہ میرے سامنے نہیں کی گئی تھی اور نہ ہی [illegible] اندازہ تھا کہ میں اس کی باتیں سن رہا ہوں۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ بوڑھی مجھے نقصان پہنچانا نہیں چاہتی۔ اس خیال سے میں کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ مسئلہ یہاں سے نکلنے کا تھا اور اس کے لیے ایک پورا پروگرام میرے ذہن میں تھا، بشرطیکہ مجھے اس کے مواقع مل جائیں۔

صبح ہونے میں تھوڑی دیر باقی رہ گئی تھی جب میں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ میرا خیال تھا کہ بوڑھی اپنے کمرے میں آرام کی نیند سو رہی ہوگی لیکن جب میں، منہ ہاتھ وغیرہ دھو کر باہر نکلا تو عمارت کے کچن میں ہلکی ہلکی کھٹر پٹر سنائی دے رہی تھی۔ میں ان آوازوں کی سمت کا اندازہ کرتا ہوا کچن تک پہنچ گیا۔ یہاں سے کافی کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ بوڑھی بہت صبح جاگ جانے کی عادی ہے یا پھر ممکن ہے کہ میری طرح وہ بھی رات کو سو نہ سکی ہو۔ گھر میں ایک خطرناک مجرم چھپا ہوا ہو تو پھر نیند کا کیا سوال ہے؟

اس نے مجھے کچن کے دروازے میں دیکھا تو کسی حیرت کا اظہار نہ کیا اور میری طرف دیکھ کر بولی: "میں جانتی ہوں کہ تم بھی ساری رات سو نہیں سکے ہو گے؟"

"ان حالات میں مہربان خاتون، سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"یہاں سے کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"ماروِلی۔ غالباً یہ علاقہ یہاں سے شمال میں ہے؟"

"ہاں۔ لیکن جانے کے لیے کیا راستہ اختیار کرو گے؟ تمھاری تلاش ہو رہی ہے۔"

"اس کے لیے پریشان ہوں۔"

"میں اس کا انتظام کر دوں گی۔"

"وہ کیسے؟"

"اگر تم ماروِلی تک پہنچ جاؤ تو کیا تم اپنے آپ کو محفوظ تصور کرو گے؟"

"ہاں۔ اگر آپ مجھے وہاں تک پہنچا دیں تو میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اپنی بیپ کا نہایت شکر گزار ہوں گا۔"

جرم کر "تمھاری گھڑی میں کیا وقت ہوا ہے؟"

"ساتھ بجنے میں دس منٹ باقی ہیں۔"

"ٹھیک ساڑھے سات بجے وہ آئے گا اور میں تمھیں اس کے حوالے کر دوں گی۔"

"کون؟" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"میکلملین نام ہے اس کا۔ خبطی سا آدمی ہے، مجھ سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ یوں سمجھو دور کے رشتے سے میرا بھائی لگتا ہے۔ علی الصباح شہر جاتا ہے اور ضروریات کی اشیا لے آتا ہے۔ یہاں سے وہ انڈوں کے ٹوکرے لے جاتا ہے۔ اس کا بہت بڑا پولٹری فارم ہے۔"

"کیا وہ خاموشی سے مجھے اپنے ساتھ لے جانا پسند کرے گا؟"

"کیوں نہیں۔ جب میں اس سے کہہ دوں گی تو وہ کیوں نہ مانے گا۔" بوڑھی نے کہا۔ "یہیں بیٹھ جاؤ، وہ سامنے اسٹول پڑا ہے، اسے کھسکا لو اور ناشتا کر لو۔"

"مہربان خاتون! ایک بار پھر میں یہ کہوں گا کہ میں نے آپ کو جو تکلیف دی، اس کے عوض آپ نے میرے ساتھ بہترین سلوک کیا ہے اور اس سلوک کا صلہ میں آپ کو نہیں دے سکتا کیونکہ کچھ عرصے کے بعد میں یہاں سے دور چلا جاؤں گا لیکن میرے دل میں آپ کی یاد ہمیشہ زندہ رہے گی۔" بوڑھی کی آنکھوں میں ماتا کی جھلکیاں نظر آئیں اور پھر اس نے خاموشی سے گردن جھکا کر توسٹ گرم کرنا شروع کر دیے۔

ہم دونوں نے ایک ساتھ ناشتا کیا۔ ناشتے کے دوران اس کی آنکھوں سے دو تین بار آنسو چھلکے تھے۔ میں جانتا تھا کہ اس نے ایک نام لیا تھا، باسکل جو اس کا بیٹا تھا اور جس عورت کے دل میں ماتا زندہ ہو، اس سے کسی غداری کی توقع رکھنا حماقت تھی۔ کم از کم ان احساسات کو میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

ٹھیک ساڑھے سات بجے اطلاعی گھنٹی بجی اور بوڑھی نے آہستہ سے کہا۔ "وہ آگیا ہے۔ آؤ میرے ساتھ ہی آجاؤ۔"

اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا میں باہر نکل آیا۔ بوڑھی نے مجھے ایک سمت کھڑے ہونے کے لیے کہا اور دروازہ کھول دیا۔ میں نہیں دیکھ سکا کہ باہر کون ہے۔ البتہ ایک غرغراتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

"ہیلو! کیا پروگرام ہے؟ کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"کچھ نہیں۔ تم مارولی جا رہے ہو؟"

"ہاں۔ تمھیں کسی خاص چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟"

"نہیں۔ سب کچھ تو لا کر رکھ دیتے ہو، پھر کہتے ہو کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت ہے کہ نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اور ہاں تم نے کہا تھا کہ شہد ختم ہو رہا ہے، اگر تم کہو تو۔۔۔"

"ہاں ہاں تھوڑا سا شہد ضرور لیتے آنا۔ میں تمھیں اس کی قیمت ادا کر دوں گی۔"

"ٹھیک ہے، اچھا میں چلتا ہوں۔"

"نہیں، ایک اور کام کرنا ہے تمھیں میرا۔" بوڑھی کی آواز ابھری۔

"کیا؟" دوسری آواز نے کہا۔

"باسکل سامنے آجاؤ۔" بوڑھی نے بھرائے ہوئے لہجے میں مجھے پکارا اور میں دروازے کی آڑ سے نکل کر سامنے پہنچ گیا۔

"بب۔۔۔ بب! باسکل!" مسٹر میکلملین کی آواز ابھری۔ انھوں نے پرتگالی انداز کے گل مچھے رکھے ہوئے تھے، لمبا قد تھا اور اچھا خاصا تن و توش۔ عمر بھی بہت زیادہ نہیں تھی لیکن بہر طور ادھیڑ عمر تو تھے ہی۔ باسکل کا نام سن کر وہ حواس باختہ ہو گئے تھے۔ انھوں نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بوڑھی کی طرف حیرت سے دیکھنے لگے۔ "یہ۔۔۔ یہ باسکل تو نہیں ہے؟"

"باسکل جیسا ہے میرے لیے، سمجھے۔ مقامی محافظوں کو اس کی تلاش ہے اور اب یہ ذمے داری تمھاری ہے کہ اسے حفاظت کے ساتھ مارولی پہنچا دو۔"

"محافظوں کو اس کی تلاش ہے اور میں اسے مارولی پہنچا دوں! مگر یہ ہے کون؟" مسٹر میکلملین نے سوال کیا۔

"باسکل کا دوسرا روپ ہے اور اگر تم نے یہ کام پورا نہ کیا تو سمجھ لو۔۔۔"

"نہیں نہیں، دھمکی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم کہہ رہی ہو تو ٹھیک ہے مگر محافظوں سے جھگڑا مول لینا تم جانتی ہو کتنا خطرناک ہو سکتا ہے۔"

"یہ خطرناک کام تمھیں کرنا ہے میرے لیے؟"

"ٹھیک ہے، آجاؤ بھائی۔ مگر سنو! اگر محافظوں کو تمھاری تلاش ہے تو تم میرے ساتھ بیٹھ کر سفر نہیں کر سکو گے۔ البتہ انڈوں کی ٹوکریوں کے نیچے میں تمھارے لیے بہترین جگہ بنا سکتا ہوں۔"

"مجھے وہ جگہ پسند ہوگی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چوکی سے نکلنے کے بعد تم وہاں سے نکل آنا۔ پھر کوئی راستے میں ہمیں پریشان نہیں کرے گا۔" مسٹر میکلملین نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جس ٹرک میں مسٹر میکملین، ماروِلی جارہے تھے اس میں انڈوں کے کریٹ لدے ہوئے تھے، ٹرک میں نہایت سلیقے سے کریٹ رکھنے کے لیے اسٹینڈ بنا لیے گئے تھے اور ان کریٹوں کے درمیان اتنی جگہ تھی کہ ایک آدمی اگر سکڑ کر ان کے بیچ گھسنا چاہے تو اُسے کوئی دقت نہ ہو۔ چنانچہ دو کریٹوں کے اسٹینڈ کے درمیان مجھے لیٹنا پڑا۔ مسٹر میکملین نے انڈوں کے کچھ کریٹ اس جگہ سے ہٹا دیے تھے۔ البتہ دوسرے کریٹ میرے پیروں اور سر کے قریب قریب فٹ تھے۔ باقی اضافی کریٹ انھوں نے درمیانی جگہ میں رکھ دیے تھے۔ اس ٹرک میں کافی گھاس بھی پڑی ہوئی تھی جسے اپنے اوپر ڈال کر مجھے اپنے آپ کو ڈھکنا پڑا۔

ٹرک اسٹارٹ ہو کر چل پڑا۔ مسٹر میکملین اپنا خوف دور کرنے کے لیے کچھ گنگنا رہے تھے۔ صبح کے اجالے پھیلتے جارہے تھے، پرندوں کی ڈاریں آسمان کی وسعتوں میں پرواز کر رہی تھیں، میں نے باہر کے منظر دیکھنے کے لیے تھوڑی سی جگہ بنالی تھی اور آسمان کا تھوڑا سا حصہ مجھے نظر آرہا تھا کیونکہ باقی حصہ کریٹوں کی آڑ میں چھپ جاتا تھا۔

سفر جاری رہا۔ ٹرک کو جھٹکے نہیں لگ رہے تھے۔ مسٹر میکملین یقیناً راستے کے ہر پیچ و خم سے خوب واقف تھے اور بڑی مہارت سے ٹرک کو ہموار راستے پر لیے جارہے تھے کیونکہ انڈوں کا مسئلہ تھا۔ چوکی کے قریب تھوڑی دیر کے لیے ٹرک رکا، کسی سے کچھ گفتگو ہوئی، مجھے اندازہ نہیں ہوسکا کہ گفتگو کی نوعیت کیا ہے مگر کسی نے کچھ دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چند ہی لمحے کے بعد ٹرک آگے بڑھ گیا۔ میں جانتا تھا کہ مسٹر میکملین چونکہ روزانہ ان راستوں سے گزرتے ہیں، اس لیے کوئی ان پر شبہ نہیں کرسکتا لیکن ان سے میرے بارے میں پوچھا ضرور گیا ہوگا۔

تقریباً پندرہ منٹ تک سفر کرتے رہنے کے بعد ٹرک رک گیا اور مسٹر میکملین کی آواز سنائی دی: ”اب تم احتیاط کے ساتھ وہاں سے نکل کر میرے پاس آجاؤ، تمھیں وہاں لیٹے لیٹے تکلیف ہورہی ہوگی۔“

میں نے اپنے اوپر سے گھاس ہٹائی اور تنکے جھاڑتا ہوا احتیاط سے ٹرک کے پچھلے حصے سے نیچے اتر آیا اور مسٹر میکملین کے برابر والی سیٹ پر جا بیٹھا۔

”آگے محافظوں کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ ارے ہاں، یہ تمھاری گردن میں کچھ تنکے اٹکے ہوئے ہیں، انھیں باہر پھینک دو۔“ انھوں نے ٹرک کو گیئر میں ڈال کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنی صفائی کرنے لگا۔

بقیہ سفر نہایت پُرسکون انداز میں گزرا تھا۔ ماروِلی پہنچ کے بعد میرے لیے آسانیاں تھیں اور میں اپنا یہ سفر طے کرکے مطلوبہ جگہ پہنچ سکتا تھا۔ ہوم منسٹر مسٹر آئن شلائٹر نے میرے لیے جو آسانیاں پیدا کی تھیں، ان کا روحِ رواں سن مین تھا اور سن مین نے مجھے بتا دیا تھا کہ ماروِلی سے ایک طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے کہاں پہنچنا ہے۔ ماروِلی تک میری یہ مہم بخیر و خوبی کامیابی سے ہمکنار ہوئی تھی۔ فلم میرے پاس محفوظ تھی اور مجھے خوشی تھی کہ میں وہ کام کر آیا تھا جس سے فلسطین کا مفاد بھی وابستہ تھا اور مسٹر آئن شلائٹر کی شرط بھی۔ انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ان کا یہ کام میں کردوں اور تہذیب مالکم ایکس کے سلسلے میں وہ مجھ سے تعاون کریں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی اس کامیابی کے بعد بھی مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ مسٹر آئن شلائٹر، تہذیب مالکم ایکس کے سلسلے میں کوئی یقینی اور مؤثر کارروائی کرچکے ہوں گے۔ البتہ اگر مجھے وہاں کام کرنے کی سہولتیں مل جائیں تو میں یقیناً کچھ نہ کچھ کام کرسکتا تھا۔ مسٹر آئن شلائٹر اگر تہذیب مالکم ایکس کی تلاش میں ناکام رہے تو یہ صرف ان کا قصور نہیں ہوگا، کیونکہ معاملہ گدین لول کا تھا۔

ماروِلی پہنچنے کے بعد میں نے مسٹر میکملین کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے اپنی منزل کی جانب چل پڑا۔ ماروِلی سے مطلوبہ جگہ تک کا سفر حسبِ توقع خطرات سے پُر تھا۔ بہت سی الجھنیں اٹھانا پڑیں مجھے۔ البتہ جو سہولتیں اور معلومات مجھے فراہم کردی گئی تھیں، ان کی مدد سے مجھے اپنی مطلوبہ جگہ پہنچنے میں دقت نہ ہوئی۔

ہوٹل گیلارڈ کے کمرہ نمبر ستائیس میں مجھے جس شخصیت سے ملاقات کرنا تھی، اسی کے ذمے میری واپسی کا مکمل بندوبست تھا۔ گیلارڈ کے کمرہ نمبر ستائیس پر جب میں نے دستک دی تو ایک نوجوان اور خوب صورت سی عورت نے میرا استقبال کیا۔ اسپینش معلوم ہوتی تھی یا پھر خدوخال ہی ایسے تھے۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اندر آنے کی پیش کش کی۔

”شاید میں علی یار خان سے مخاطب ہوں؟“

”ہاں مادام مرینا! مجھے بھی آپ کے بارے میں بتلایا گیا تھا۔“

”گڈ۔ آئیے، تشریف لائیے۔ یہ بتائیے کیا پینا پسند کریں گے؟“

”میرا خیال ہے، اس وقت پینے کا سلسلہ ملتوی کرکے کھانے کی بات کی جائے تو بہتر ہے۔“

”اوہ ہاں، سوری۔ واقعی کھانے کا وقت ہوگیا ہے۔“ اس نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سامنے کھانا لگا ہوا تھا۔

مرینا محتاط عورت تھی، ضرورت سے زیادہ اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے کافی پی۔ کافی ختم کرکے مرینا اپنی جگہ سے اٹھی اور کچھ کاغذات لاکر میرے سامنے رکھ دیے۔

”اب ہمیں صرف اس طیارے کا انتظار کرنا ہے جو آپ کو یہاں سے لے کر روانہ ہوجائے اور اس کے لیے میں نے ابھی تک ائیرپورٹ سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ ظاہر ہے، مجھے علم نہیں تھا کہ آپ کی واپسی کب تک ہوگی۔“

”کیا آپ بھی میرے ساتھ ہی چلیں گی مس میرینا؟“ میں نے سوال کیا۔

”مسز کولن کراؤزے۔“ اس نے میری غلطی کی تصحیح کرتے ہوئے کہا۔ میں نے مسکرا کر گردن خم کردی۔ مجھے اس سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی کہ وہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ۔ میرینا کراؤزے کی مدد سے بقیہ معاملات طے ہوئے اور میں ایک طیارے سے واپس چل پڑا۔ پورا پروگرام میرے سامنے تھا۔ اپنی منزل پر پہنچ کر میں اس ہوٹل میں مقیم ہوگیا جس کے بارے میں مجھے بتا دیا گیا تھا۔ ہوٹل پہنچنے کے بعد میں نے ایک بھرپور نیند لے کر تھکن دور کرنے کا فیصلہ کیا اور بستر میں گھس گیا۔ باقی سارے کام اس کے بعد۔

دوپہر کو تقریباً ایک بجے جاگا تھا، پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے غسل سے فارغ ہوکر کھانا طلب کیا اور خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ خاصا مطمئن تھا۔ اس وقت ذہن میں کچھ اور خیالات بھی آئے تھے جن کے تحت چند ایک ضروری کام نمٹانا تھے چنانچہ تیار ہوکر باہر نکل آیا۔ ممکن ہے مسز کولن کراؤزے نے سن مین کو یا اپنے محکمے کو میرے بارے میں ہدایات دے دی ہوں۔ پتا نہیں اس دوران کسی نے مجھ سے یہاں رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی یا نہیں۔ اپنی تیاریوں کے سلسلے میں تھوڑی دیر کے لیے بازاروں میں بھی آنا پڑا تھا۔

ضروری امور کی انجام دہی کے بعد ایک پبلک کال بوتھ کے ذریعے میں نے سن مین سے رابطہ قائم کیا۔ فوراً ہی سن مین کی آواز فون پر سنائی دی: ”ہیلو! کون ہے؟“

”علی یار خان بول رہا ہے۔“

”گڈ! مسٹر علی آپ واپس آگئے ہیں؟“

”ہاں۔ اسی لیے آپ سے مخاطب ہوں۔“

”کیا ہوٹل ہی سے فون کر رہے ہیں؟“

”نہیں، ایک پبلک کال بوتھ سے۔“

”یہ آپ نے اچھا کیا مسٹر علی! آپ اپنے ہوٹل واپس جائیے، آدھے گھنٹے کے بعد میرا ایک آدمی آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ اس کا نام رابرٹ پال ہے، وہ آپ کو لے کر میرے پاس آجائے گا۔“ سن مین نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ میں نے جواب دیا اور مزید کسی گفتگو کے بغیر فون بند کرکے باہر نکل آیا۔

ہوٹل پہنچا تو تقریباً دس منٹ انتظار کرنے کے بعد سن مین کا آدمی میرے پاس پہنچ گیا۔ وہ پیلے رنگ کی ایک کار میں مجھے لے کر سن مین کے گیراج کی جانب چل پڑا۔ دس منٹ ہی کے مزید سفر کے بعد میں اس پُراسرار جگہ پہنچ گیا جہاں سن مین سے پہلی بار میری ملاقات ہوئی تھی۔ سن مین اپنے مخصوص کمرے میں موجود تھا۔ اس کے چہرے پر سرد مہری کے آثار تھے، کوئی گرمجوشی نہیں تھی۔

میں اس کے سامنے جا بیٹھا، مجھے اس کی سرد مہری پر حیرت تھی۔ اس نے مجھے سرد نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا: ”حالات میں ایک دم نمایاں تبدیلی پیدا ہوگئی ہے مسٹر علی۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب تو میں نہیں سمجھا سکتا لیکن مسٹر آئن شلائٹر کا منصوبہ فیل ہوگیا ہے اور انھوں نے مجھے آپ کے بارے میں کچھ ہدایات دی ہیں۔“

”کیا؟“ میں نے متعجبانہ انداز میں سوال کیا۔

”آپ یہ بتائیے کہ آپ کو اپنے دوسرے مرحلے میں کامیابی نصیب ہوئی یا نہیں؟“

”اس کا جواب دینے سے پہلے میں ان بدلے ہوئے حالات کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں اور ذرا یہ بتلائیے کہ مسٹر آئن شلائٹر سے رابطہ کس طرح قائم ہوسکے گا؟“

”مسٹر آئن شلائٹر اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں، ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ ویسے ہمیں آپ کی پہلی کامیابی کی اطلاع تو اخبارات کے ذریعے ہی مل گئی تھی۔ آپ نے بے شک اپنا کام بڑے اعتماد سے کیا لیکن کیا کیا جائے، حالات نے جو کروٹ بدلی ہے، اس کے تحت تمام تر کارروائی ناکام ہوگئی اور سچ بات یہ ہے کہ آپ کی کاوشوں کا کوئی صلہ ہمیں نہیں مل سکا۔“

میں حیرت سے منہ کھولے یہ تمام گفتگو سن رہا تھا۔ میں نے سن مین کی شکل دیکھتے ہوئے کہا: ”مسٹر سن مین! آئن شلائٹر کب تک واپس آئیں گے؟“

”میں ان کے پروگراموں سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا۔ شاید مسٹر شلائٹر نے آپ سے میرا صحیح طور پر تعارف نہیں کرایا۔ میں کوئی سیاسی آدمی نہیں ہوں بلکہ مسٹر آئن شلائٹر کے لیے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چھوٹے موٹے کام کر لیتا ہوں، وہ بھی بالکل ذاتی تعلقات کی بنیاد پر۔ چنانچہ مجھے ان کے سیاسی مشاغل کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ البتہ یہاں سے جاتے ہوئے انھوں نے مجھ سے اتنا کہا تھا کہ اگر آپ واپس آجائیں تو آپ کو یہ اطلاع دے دی جائے کہ ہمارے وہ مقاصد مکمل طور پر ناکام ہوچکے ہیں جن کے لیے اب تک کارروائی کی جارہی تھی۔"

"اگر آئن شلائٹر کے بارے میں آپ کو مکمل معلومات نہیں ہیں تو آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مجھ سے ملاقات کے بغیر ہی انھوں نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کر لیا ہے؟"

"اس لیے کہ انھوں نے مجھ سے یہ باتیں کہی تھیں۔"

"خیر۔ میں آپ سے مزید سوالات نہیں کروں گا۔ کیونکہ آپ نے یہ چند الفاظ کہہ کر میری زبان بند کر دی ہے۔ میں بس آئن شلائٹر سے ملاقات کا خواہش مند ہوں۔"

"آپ اپنی دوسری مہم میں کامیاب ہوئے یا نہیں؟"

"اس کے بارے میں بتانے سے کیا فائدہ؟"

"مسٹر آئن شلائٹر نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ فلم آپ سے لے لی جائے جو آپ نے تیار کی ہے، ممکن ہے کسی مرحلے پر ہمارے کام آسکے۔"

"نہیں، ہرگز نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ فلم ایک معاہدے کے تحت مجھے ان کے حوالے کرنا تھی اور ان سے گفتگو کیے بغیر میں فلم آپ کو نہیں دوں گا۔"

"نہیں ڈیئر، فلم تو مجھے ہی دے دو۔ اس کے بعد اگر چاہو تو یہاں رک کر مسٹر آئن شلائٹر کا انتظار کر سکتے ہو جو تقریباً بے کار ہی ہوگا۔ غالباً اب وہ تم سے ملنا بھی پسند نہیں کریں گے۔"

حالات کا یہ نیا رُخ میرے لیے انتہائی ڈرامائی تھا۔ یہ تبدیلی اچانک کیوں ہوئی؟ مسٹر آئن شلائٹر کا رویّہ کیوں بدل گیا؟ کیا یہ صرف سن مین کی شرارت ہے؟ یہ بات بھی میں جانتا تھا کہ وہ ایک جرائم پیشہ آدمی ہے۔ زیرِ زمین دنیا کا کنگ۔ ممکن ہے اس نے اپنے طور پر کوئی تبدیلی کی ہو۔ ان حالات میں میرے لیے بڑے خطرات پیدا ہوگئے تھے اور اس کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر اس کے سامنے رکھے ہوئے سگار بکس سے ایک سگار نکال لیا جس پر سن مین نے چونک کر مجھے دیکھا لیکن منہ سے کچھ نہیں بولا۔ البتہ قریب رکھا ہوا لائٹر اس نے میری جانب بڑھا دیا تھا۔ یہ اظہارِ دوستی کے طور پر تھا۔ میں لائٹر اٹھا کر سگار سلگانے لگا۔ سن مین کو شبہ بھی نہیں تھا کہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں۔ میں نے لائٹر اپنے سامنے ہی رکھ لیا اور سگار کے گہرے گہرے کش لینے لگا۔ میرے ذہن میں ایک منصوبہ تھا پھر میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ فلم نکالی جو سن مین کے خیال میں مطلوبہ فلم تھی لیکن خوش بختی یہ تھی کہ میں نے اس سلسلے میں اپنے طور پر جو بندوبست کیا تھا، وہ میرے کام آرہا تھا۔ فلم نکال کر میں نے اس کا رول کھولا اور سن مین چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

میں نے آہستہ سے کہا "یہ وہ فلم ہے سن مین، جو میں نے جان کی بازی لگا کر حاصل کی ہے۔"

"یقیناً ـــ لاؤ ـــ یہ مجھے دے دو۔ ہرچند کہ مسٹر آئن شلائٹر کو اب اس کی ضرورت نہیں ہے لیکن ان کا خیال ہے کہ یہ ریکارڈ میں رہنا چاہیے۔ ممکن ہے کسی کام آہی جائے۔"

"لیکن اس فلم کے عوض انھیں میرے لیے جو کام کرنا تھا وہ نہ کر سکے چنانچہ اب وہ اس فلم کے حقدار بھی نہیں ہیں۔"

"آپ کو ہوش مندی سے کام لینا چاہیے مسٹر علی یار خان، یہاں آپ کی پوزیشن بڑی مخدوش ہوچکی ہے۔"

"میں جانتا ہوں اور میں ہوش مندی ہی سے کام لوں گا۔ یقیناً میں اپنی اس مخدوش پوزیشن کو مزید مخدوش نہیں بناؤں گا۔" میں نے کہا اور لائٹر اٹھا لیا۔ سن مین سمجھ نہیں پایا تھا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ دوسرے لمحے لائٹر کا شعلہ چمکا اور میں نے یہ شعلہ فلم سے لگا دیا۔ باریک مائیکرو فلم ایک لمحے میں جل کر راکھ ہوگئی تھی۔

سن مین اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ ایک لمحے کے لیے اس کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہوگیا تھا۔ وہ خونخوار انداز میں مجھے گھورتا رہا۔ پھر رفتہ رفتہ اس نے خود کو سنبھال لیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آپ نے ... آپ نے یہ اچھا نہیں کیا مسٹر علی۔ آپ نے یہ حرکت کر کے اپنے لیے مصیبت مول لے لی ہے۔ میرا خیال ہے اب آپ کے سلسلے میں دوسرے انداز سے سوچنا ہوگا۔"

"میں جُواری ہوں مسٹر سن مین ـ داؤ لگاتا ہوں، جیتتا ہوں، ہارتا ہوں۔ کون میرے بارے میں کس انداز سے سوچتا ہے، اس کی میں نے کبھی پروا نہیں کی۔ مسٹر آئن شلائٹر نے اور آپ کے اس ملک نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے، عجیب و غریب نوعیت کا حامل ہے۔ آپ کا تعلق چونکہ یہاں کی سیاست سے نہیں ہے، اس لیے آپ سے یہ تمام باتیں کہنا فضول ہیں۔ یہ فلم میری ملکیت تھی، میں نے اسے زندگی کی بازی لگا کر حاصل کیا تھا۔ میں نے ہی اسے جلا دیا، راکھ کر دیا اور اس کے بعد کھیل ختم ہوگیا۔ نہ مجھ سے مسٹر آئن شلائٹر کو کچھ ملا، نہ مجھے ان سے۔ ہاں جو کچھ میں کر چکا ہوں وہ ایک داؤ تھا جس میں، میں ہار گیا۔ اب آپ فرمائیے، مجھے کیا کرنا ہے؟"

"فی الحال آپ کو میرے قیدی کی حیثیت سے وقت گزارنا ہے اور خبردار کوئی بھی غلط حرکت آپ کے لیے نقصان دہ ہوگی۔" سن مین نے اچانک پستول نکال کر اس کا رخ میری جانب کر دیا۔

میں نے دونوں ہاتھ میز پر رکھ دیے تھے۔ سن مین نے شاید پاؤں کے انگوٹھے سے کوئی بٹن دبایا تھا کہ فوراً ہی دو آدمی اندر داخل ہوگئے۔

"مسٹر علی کی تلاشی لو۔ کوئی بھی ہتھیار ہو تو نکال لو۔" اس نے کہا اور دونوں آدمی تعجب سے مجھے دیکھنے لگے۔

میں کھڑا ہوگیا تھا اور میں نے اپنے ہاتھ بلند کر دیے تھے۔ ظاہر ہے میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ صرف چند کاغذات تھے جو میری جیبوں سے برآمد ہوئے اور انھوں نے وہ کاغذات نکال کر سن مین کے سامنے رکھ دیے۔

"اب انھیں لے جاؤ اور تین نمبر میں پہنچا دو۔ مسٹر علی! صورتِ حال بالکل ہی مختلف ہوگئی ہے۔ مسٹر آئن شلائٹر نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ کو یہ اطلاع دینے کے بعد آزادی دے دی جائے کہ آپ اپنے طور پر جو دل چاہے کرتے رہیں لیکن اب مجھے ان کی نئی ہدایات کا انتظار کرنا ہوگا۔ اس وقت تک آپ کو میرا مہمان رہنا پڑے گا اور آپ جانتے ہیں کہ آدابِ مہمانی کیا ہیں۔ آدابِ میزبانی کا میں خیال رکھوں گا۔ کیونکہ آپ کے ساتھ کچھ اچھی گفتگو بھی ہوچکی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ مسٹر آئن شلائٹر سے گفتگو کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کروں۔" میں نے کہا اور سن مین نے ایک سمت اشارہ کیا۔ میں ان دونوں آدمیوں کے ساتھ چل پڑا۔

جسے نمبر تین کہا گیا تھا، وہ اسی عمارت کا ایک حصہ تھا، ایک الگ تھلگ حصہ جس میں ایک مخصوص قسم کے مضبوط کمرے میں مجھے قید کر دیا گیا۔ سن مین چونکہ جرائم پیشہ آدمی تھا اور یقینی طور پر اپنے دشمنوں سے اس کا واسطہ پڑتا رہتا ہوگا، اس لیے اس جگہ کو اس نے خاص طور سے ایسے کاموں کے لیے مخصوص کیا تھا۔ پورے کمرے میں صرف ایک قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک مسہری تھی اور ایک غسلخانہ۔ اس کے علاوہ کوئی بھی چیز ایسی نہیں تھی جسے بطور ہتھیار استعمال کیا جا سکے یا جس سے [illegible] مدد لی جا سکے۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ میرے لیے یہاں سے نکلنے کا کوئی چانس نہیں ہے۔

جو کچھ ہوا تھا اس کے لیے میں قطعی طور پر تیار نہیں تھا لیکن تقدیر کے کھیل اسی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایسی غیر متوقع باتیں ہوتی ہیں جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں۔ خوش بختی تھی میری کہ میں نے جو انتظامات کیے تھے وہ میرے لیے کارآمد ثابت ہوئے تھے۔ فلم کا رول جو میں نے جلایا تھا، ایکسٹرا تھا یعنی سادہ رول جس میں وہ تصویریں موجود نہیں تھیں۔ اصل فلم میں نے اپنے لباس کے کالر میں چھپالی تھی اور یہ احتیاط صرف اس لیے کی تھی کہ اگر کوئی غیر متوقع صورتِ حال پیش آجائے تو میں اصل فلم کو محفوظ رکھ سکوں کیونکہ یہ فلم فلسطینیوں کے لیے بھی کارآمد ہو سکتی تھی اور اس طرح وہ اس ملک کی بددیانتی کا پرچار کر سکتے تھے یا یہودیوں کی اس سازش کا قلع قمع کر سکتے تھے۔ اگر مسٹر آئن شلائٹر معاہدے کے مطابق کام کرتے تو یہ فلم میں ان کے حوالے کر دیتا۔

کیسے کیسے لوگ ہوتے ہیں۔ میں نے ان لوگوں کے لیے اتنا کچھ کیا تھا کہ اگر اس کے صلے میں یہ مجھے کچھ بھی دے دیتے تو میرے لیے کم تھا لیکن یہاں جو کچھ کیا جا رہا تھا، وہ عجیب و غریب تھا اور اس سے مجھے یہ سبق ملتا تھا کہ مغربی اقوام، عربوں اور مسلمانوں کے لیے خواہ کسی بھی قسم کے جذبات کا اظہار کریں، ان میں منافقت ہوتی ہے۔ وہ صرف اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے یہ سب کرتے ہیں۔ کوئی بھی

علمِ رُوحیت پر ایک بے حد کارآمد کتاب

ٹیلی پیتھی اور مستقبل بینی

اپنا پیغام دوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور
اُن کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ

قیمت ۲۰/= روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ملک کوئی بھی قوم خلوصِ دل سے مسلمانوں کے ساتھ نہیں ہے اور مسلم دنیا کو اپنے طور پر ہی اپنے آپ کو مضبوط بنانا ضروری ہے، کسی پر انحصار صرف اور صرف بے عقلی ہے۔

تہذیب مالکم ایکس کا خیال آتا تو دل میں ایک ہوک سی اٹھتی۔ کس کو معلوم تھا کہ تہذیب میرے لیے کیا بن چکی تھی۔ وہ دنیا کی کسی دولت کے فریب میں نہیں آسکتی تھی۔ گرین پول اور اولیو ہاورڈ کے اشتراک سے یہ سب کچھ ہوا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اس سلسلے میں ہاورڈ نے ایک زبردست چال چلی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ مسٹر آٹن شلائر اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے کے بعد مجھے ہاورڈ کے سپرد کر دینا چاہتے ہوں۔ اس بات کے کافی امکانات تھے۔ بہت سی باتیں ذہن میں آتی تھیں، جو غلط بھی ہو سکتی تھیں اور صحیح بھی۔ میں ان پر غور کرتا رہا۔

سن مین نے میرے لیے ضروری آسائشیں فراہم کر دی تھیں۔ کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہیں دی گئی تھی۔ ضرورت کے وقت ہر چیز مہیا ہو جاتی تھی۔ مجھے پانچ دن اس کی قید میں رہنا پڑا۔ اس دوران ایک بار بھی میں نے اس سے ملنے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا اور نہ اپنے پاس آنے والوں سے یہ پوچھا تھا کہ مجھے کب تک یہاں قید رکھا جائے گا۔

چھٹے دن رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے چند افراد میرے اس قید خانے میں آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ سن مین کے خصوصی کمرے میں مجھے پہنچا دیا گیا تھا اور میں نے دیکھا کہ مسٹر آٹن شلائر بھی وہاں موجود تھے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ مسٹر آٹن شلائر کے انداز میں بھی سرد مہری ہے۔ میں گہری نظروں سے انھیں دیکھتا ہوا آگے بڑھا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

مسٹر آٹن شلائر میرے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے چند لمحات انتظار کرنے کے بعد کہا۔ "علی یار خان! بدقسمتی سے حالات ہماری توقع کے بالکل خلاف ہو گئے ہیں۔ میں سب سے پہلے تمھیں تہذیب کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ تہذیب مالکم ایکس کی طرف سے وزارتِ خارجہ اور وزارتِ دفاع کو کچھ دھمکیاں ملی تھیں۔ اس آواز کو ریکارڈ کر لیا گیا ہے اور اگر تم چاہو تو تمھیں سنایا بھی جا سکتا ہے۔ ہائل جوشیو کے تمام اثاثوں پر اب ہمارا کوئی قبضہ نہیں رہا ہے، بہت ہی خطرناک انداز میں ہمیں ایک خاص مسئلے میں بلیک میل کر کے ان سے دست بردار ہونے کا حکم دیا گیا اور مجبوراً ہمیں اس حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔ اس سلسلے میں حکومت بے حد برہم ہے۔ تم نے جو کچھ ہمارے لیے کیا تھا اس پر پانی پھر چکا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمھاری وجہ سے ہم ایک بہت بڑے بحران سے نکل گئے تھے لیکن اس کے بعد کچھ ہوا، وہ ہماری حکومت کے مفاد میں نہیں تھا اور ذمّے دار تمھیں قرار دیا گیا ہے لیکن یہ میری ذاتی کوشش تھی کہ میں نے تمھیں حکومت کے عتاب سے محفوظ رکھا۔ اس کے علاوہ کچھ کرنا میرے بس سے باہر کی بات تھی۔ جو کام کرنے کے لیے میں نے تم سے کہا تھا، اس میں میں مخلص تھا۔ میں آج بھی اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ میں ... کے مفادات کا حامی ہوں اور وہ سب کچھ نہیں چاہتا جو ہو گیا۔ اگر تم جذباتی ہو کر وہ فلم نہ جلا دیتے تو یقیناً فلسطینیوں کے مفاد میں ہی استعمال ہوتی لیکن میں سمجھتا ہوں تمھاری یہ جذباتی حرکت میرے حق میں بہتر ہی رہی کیونکہ اس طرح میں ان مشکلات سے بچ گیا جو مجھے پیش آسکتی تھیں۔ میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں مخلص ... لیکن حالات اس طرح تبدیل ہوئے ہیں کہ میں خود بھی ... کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اس لیے میں تم سے معذرت ... ہوں۔ میری تم سے درخواست ہے علی یار خان کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، یہ شہر، یہ ملک چھوڑ دو۔ اس کے بعد کی ... تمھاری اپنی ہے۔ کاش میں تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں کچھ نشاندہی کر سکتا لیکن میرے دوست! اس بات پر یقین کر لو کہ تہذیب سے اب تمھارا کوئی واسطہ نہیں رہا ہے جتنا ... اس نے تمھارے ساتھ گزار لیا ہے، وہ شاید کسی خاص ... کا حامل ہو لیکن اب وہ گرین پول کے لیے پوری طرح ... ہے اور ہمیں زبردست چوٹ دے کر یہاں سے نکل چکی ..."

میں خاموشی سے مسٹر آٹن شلائر کی شکل دیکھ رہا تھا ... پھر میں نے پوچھا۔ "آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی مسٹر آٹن ... کہ تہذیب مالکم ایکس یہاں سے نکل چکی ہے؟"

"ہم سے کچھ ایسے مطالبات کیے گئے تھے جن ... گرین پول کے مقاصد پورے ہوتے تھے اور اس کے ... ہمیں جس طرح مجبور کیا گیا ہم اس سے فرار نہیں اختیار کر ... تھے۔ چنانچہ تمام مطالبات گرین پول کی مرضی کے مطابق پورے کر دیے گئے۔ ہائل جوشیو کے معاملات میں بھی یوں سمجھو مسٹر علی یار خان کہ گرین پول اپنا کام پورا کر چکی ہے اور ... مقاصد سے دستبردار ہو چکے ہیں جو ہمارے پیشِ نظر تھے ... حالات میں شاید آپ کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی ... جا سکتی تھی لیکن میں نے اسے روک دیا۔ ہم ناسپاس نہیں ... لیکن اس سے زیادہ کچھ کرنا ہمارے بس سے باہر ہے۔"

"پھر میرے لیے کیا حکم ہے مسٹر آٹن شلائر؟"

"کچھ نہیں۔ بس تم یہ ملک چھوڑ دو، یہاں سے نکل جاؤ۔ جہاں جانا چاہتے ہو وہاں تمھیں پہنچانے کے لیے معقول بندوبست کر دیا جائے گا اور اس کے بعد تم آزاد ہو گے۔ ہمارا تم سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا۔" آٹن شلائر نے کہا۔ ان کا لہجہ سرد اور سپاٹ تھا اور میرے دل میں منتقمانہ جذبات جنم لے رہے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ مسٹر آٹن شلائر اتنا طویل وقت میں نے آپ کے لیے ضائع کیا ہے اور آپ نے جو سلوک مجھ سے روا رکھا ہے، اس کی سزا تو آپ کو تھوڑی بہت بھگتنا ہی ہو گی۔ کچھ بھی ہو جائے، میں ایسا کچھ انتظام کر کے ہی جاؤں گا کہ آپ لوگوں کو میرا نام یاد رہے لیکن اس کے لیے جذباتی ہونا حماقت تھی چنانچہ میں نے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا۔

"اس کے علاوہ میرے لیے کوئی اور حکم؟" میں نے کہا۔

"نہیں۔ یہ بتاؤ کہ اب کیا کرنا چاہتے ہو، کہاں جانا چاہتے ہو؟"

"کیا اس کا فیصلہ کرنے کے لیے مجھے کچھ وقت دیا جائے گا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے لیکن اس دوران یا تو تم کو سن مین کی قید میں رہنا ہو گا یا پھر کسی ایسی جگہ جہاں تمھاری نگرانی کی جاتی رہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کا فیصلہ آپ خود کر لیں، میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔"

انھوں نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور پھر بولے۔ "یہی تمھارے حق میں بہتر ہے علی! میں تمھیں قید نہیں رکھنا چاہتا لیکن کسی ایسی جگہ قیام کرو جہاں تم ہماری نگاہ میں رہ سکو۔"

"اس قیام کا بندوبست بھی آپ ہی کر دیں مسٹر آٹن شلائر! البتہ اس قدر عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں سے آپ نے تعاون کیا ہے ان کے بارے میں آپ کو یہ حقیقت بھی معلوم ہو گی کہ وہ آبدوز کے حصول میں ناکام ہو گئے تھے اور ان کی ناکامی کا ذمّے دار میں تھا یعنی جو کام میں نے آپ کے لیے کیا اس کی سزا بھی مجھے آپ ہی کے ہاتھوں دلوائی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔" مسٹر آٹن شلائر کا منہ کھلا اور پھر بند ہو گیا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"شکریہ علی۔ میں اجازت چاہتا ہوں۔" دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رکے اور سن مین سے مخاطب ہو کر بولے۔ "میرا خیال ہے، علی کو اسٹیئر ونگ میں ٹھہرا دیا جائے اور مسٹر علی! آپ تین دن کے اندر اندر ہمیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیں کہ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں۔ میں آپ سے بہتر تعاون کا متمنی ہوں تاکہ میرے وطن کی اس سرزمین پر آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہو سکے۔ شکریہ۔" یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئے۔

سن مین خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اسٹیئر ونگ ایک عمدہ جگہ ہے، آپ کو وہاں قیام کر کے کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ اس قیام کے تمام اخراجات ہمارے ذمّے ہیں مسٹر علی! تشریف لائیے۔" وہ خود بھی دروازے کی طرف بڑھ گیا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

سن مین مجھے خود ہی ہوٹل اسٹیئر ونگ لایا تھا۔ یہ کھلی آبادی میں تھا اور بلاشبہ اپنی طرز کا حسین ترین ہوٹل تھا۔ فائیو اسٹار ہوٹل کے اس کمرے میں آسائش کی تمام چیزیں موجود تھیں۔ سن مین نے جاتے ہوئے مجھے اچھی خاصی کرنسی بھی دی تھی جسے میں نے بخوشی قبول کر لیا تھا چونکہ مجھے اس کی شدید ضرورت تھی لیکن اس کے جانے کے فوراً بعد میں نے اپنے آئندہ اقدامات کے بارے میں فیصلے کرنا شروع کر دیے تھے۔

میں یہاں سے نکلنا چاہتا تھا لیکن کسی ایسے انداز میں جو ان لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث ہو اور اس کی ایک خاص وجہ بھی تھی، میرے ذہن میں یہ بات بھی بیٹھ چکی تھی کہ اس کارروائی کا تمام تر ذمّے دار اولیو ہاورڈ ہے، وہ کسی گوشے میں چھپا بیٹھا ہے اور میری پتنگ کی ڈور اس کے ہاتھ میں ہے۔ اپنے طور پر وہ مجھے جہاں چاہتا ہے لیے جا رہا ہے اور اب جب میں اس ملک سے نکلوں گا تو پوری طرح اس کے رحم و کرم پر ہوں گا۔ یہاں سے نکالنے کے بعد وہ ایک بار پھر میری گردن پر اپنی گرفت قائم کرنے کی کوشش کرے گا اور مجھے اپنے دام میں پھانس لے گا۔ جنگ ہم دونوں کے درمیان تھی اور میں اس جنگ میں ہارنا نہیں چاہتا تھا۔ زندگی کی بازی تو قدم قدم پر لگانا پڑتی ہے چنانچہ اب اس سے احتراز کیوں کیا جاتا۔ اس سلسلے میں میں فوری کارروائی کرنے کے موڈ میں تھا اور میں نے ایک لمحے میں اس کا فیصلہ کر لیا اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۲۲ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس وقت تقریباً رات کے ساڑھے بارہ بجے تھے۔ فائیو اسٹار ہوٹل کی نچلی منزل میں تفریحی پروگرام جاری تھے۔ خوب رونق تھی یہاں اور یہ رونق آدھی رات تک جاری رہتی تھی۔ بہرطور میں نے اپنے کام کے لیے ایک بجے کا وقت مقرر کیا اور ٹھیک ایک بجے میں نے روم سروس کو ٹیلی فون کر کے اپنے لیے کافی طلب کرلی۔ میں پُراطمینان نگاہوں سے دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں سے ویٹر اندر داخل ہونے والا تھا۔

تقریباً دس منٹ کے بعد ایک باوردی ویٹر کافی کے برتن اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوگیا، اس نے احترام سے برتن سینٹر ٹیبل پر رکھے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس انداز میں آگے بڑھا تھا جیسے کچھ کرنے جا رہا ہوں لیکن دراصل میں دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا اور پھر میں نے انتہائی غیر محسوس انداز میں دروازہ بند کردیا لیکن ویٹر کو کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی اور اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر بند دروازے کی طرف اس کی سمجھ میں ایک لمحے کے لیے کچھ نہیں آیا تھا۔

”ویٹر! میں تم سے کچھ خصوصی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ احتیاط سے میری گفتگو سنو اور یہ قبول کرو۔“ میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر ویٹر کے سامنے کیا جس سے اس کے اعصابی تناؤ میں کچھ کمی پیدا ہوگئی۔ وہ رازدارانہ انداز میں میرے قریب پہنچا لیکن اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ دوسرے لمحے کیا ہونے والا ہے۔ میں نے پھرتی سے اس کی گردن دبوچ لی تھی۔

ویٹر کے ہاتھ تشنجی انداز میں پھیل گئے لیکن میں اس کی گردن کی مخصوص رگوں پر دباؤ ڈالتا رہا اور چند ہی لمحات کے بعد وہ میرے بازوؤں میں جھول رہا تھا۔ میں نے تیز روشنی بجھانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ انتہائی پھرتی سے میں نے ویٹر کا لباس اتار دیا اور اسے گھسیٹ کر غسل خانے میں ڈال دیا۔ پھر میں نے ویٹر کا لباس پہنا، کافی کی ٹرے ہاتھوں میں اٹھائی اور پُراطمینان انداز میں دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ دوسرے ویٹر اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ میں نے کسی پر توجہ نہیں دی اور سیدھا نیچے اترتا چلا گیا۔ کسی نے میری طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی حالانکہ لوگ آجا رہے تھے۔ اس ہوٹل میں کافی ویٹر تھے۔ میں نے خاص طور سے ایسے راستے منتخب کیے تھے جہاں دوسروں سے زیادہ مڈبھیڑ نہ ہو یا بھیڑ بھی ہو تو کم از کم میرے چہرے کا آمنا سامنا نہ ہو۔

نچلی منزل پر پہنچ کر میں نے کافی کی ٹرے ایک اسٹینڈ پر رکھی اور باہر کی سمت چل پڑا۔ انتہائی احتیاط سے میں یہ راستہ طے کرتا ہوا ہوٹل کے لان پر نکل آیا اور پھر وہاں سے کاروں کے اس لاٹ کی طرف چل پڑا جو بائیں سمت تھا۔ یہاں سے میں نے ہوٹل کے احاطے کی دیوار دیکھ لی تھی۔ کاروں کے پیچھے پیچھے ہوا میں گیٹ سے باہر نکل سکتا تھا لیکن گیٹ پر چوکیدار موجو

چنانچہ میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ احاطے کی دیوار کو پھلانگ جائے۔

ایک کار پر چڑھ کر دیوار کو پھلانگنے میں مجھے ذرا بھی نہ ہوئی اور دوسرے ہی لمحے میں ہوٹل سے باہر تھا۔ لباس ویٹر تھا لیکن اگر ٹوپی اور کچھ مخصوص نشانات اتار کر پھینک دیئے جا تو پھر یہ ایک عام لباس بھی بن سکتا تھا چنانچہ میں نے سب پہلا کام یہی کیا کہ وہ نشانات اتار کر پھینک دیئے تاکہ کوئی جانب خصوصی طور پر متوجہ نہ ہو۔ کمرے سے میں نے صرف اپنے ساتھ لی تھی کیونکہ یہ میرے لیے کارآمد ہو سکتی تھی اور کے بعد میں رات کی تاریکی میں کسی نامعلوم منزل کی جانب چل جہاں سے مجھے اپنی مزید کارروائیاں انجام دینا تھیں۔ میں جا تھا کہ ہوٹل اسٹیرڈ ونگ میں میری نگرانی کے لیے زبردست کار کی گئی ہوں گی لیکن یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگی میں چند گھنٹوں کے اندر اندر اس طرح ہوٹل چھوڑ دوں گا۔ سے زیادہ موزوں اور کوئی طریقہ کار نہیں تھا۔ بہرحال فی الحال ان لوگوں کی دسترس سے نکل آیا تھا لیکن سب سے بڑا مسئلہ کہ اب کیا کروں، یہ سارا شہر ہی میرے لیے اجنبی تھا اور کوئی ایسی نہیں تھی جہاں میں پناہ لے سکتا، بے سروسامانی کی حالت کسی ہوٹل کا رخ کرنا بھی حماقت ہی تھی، اس وقت کسی کی نگاہ مشتبہ ہونا بھی موت کو دعوت دینا تھا۔

کافی دیر تک پیدل چلتا رہا۔ اسٹیرڈ ونگ کی رونقیں بہ پیچھے رہ گئی تھیں۔ پیدل چلتے چلتے بھی تھک گیا تھا۔ بہت بارونق علاقے ملے لیکن خوش قسمتی سے کوئی شخص میری جانب متوجہ نہ ہوا۔ اس طرح کب تک چلتا رہوں گا؟ میں نے سو تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیوب ٹرین ریلوے اسٹیشن کے نیون سا جگمگا رہے تھے۔ کسی خیال کے تحت میں اسی طرف چل پڑا اور دیر بعد میں زیرِ زمین ٹرین کے ایک کمپارٹمنٹ میں بیٹھا ہوا تھا

ٹرین میں بالکل رش نہیں تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ جا رہی ہے۔ بس دل میں ایک ہی خیال تھا کہ یہاں سے دو جاؤں۔ اتنی دور کہ کوئی پناہ گاہ مجھے مل سکے، ذہن پر خیالات کی تھی۔ اولیو ہارڈ نے ایک بار پھر مجھے شکار کر لیا تھا۔ اس کا نشانے پر بیٹھا تھا اور میں در بدر ہو گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میری تاک میں لگا ہوا ہے لیکن چوہے بلی کا یہ کھیل بڑا ہی دلچ تھا۔ میں بار بار اس کے شکنجے میں آ کر صاف نکل جاتا تھا۔ اس کی مجبوریاں تھیں ورنہ وہ براہِ راست مجھ پر ہاتھ ڈالنے سے

لیکن تقدیر بھی یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ مجھے اس کے جال میں نہ پھنسنے دے گی۔ فی الحال تو میں اس کی دسترس سے باہر نکل آیا تھا۔ ہوٹل کے سلسلے میں نہ صرف یہ کہ مسٹر آئن شلائٹر یا سن مین کو ہی یہ بات معلوم ہوگی کہ میں کہاں ہوں بلکہ اولیو ہارڈ بھی اس بارے میں بخوبی جانتا ہوگا اور مطمئن ہوگا کہ میں ابھی اس کا قیدی ہوں اور جب یہاں سے باہر نکلوں گا تو وہ میرے تعاقب میں ہوگا اور یقیناً اس کی مجرمانہ کارروائیاں مجھے ایسی ہی جگہ لے جائیں گی جہاں وہ آسانی سے مجھے اپنا شکار بنا سکے لیکن ایک بار پھر اس کی شکار گاہ خالی رہ گئی تھی اور شکار بھاگ نکلا تھا۔

مجھے ہنسی آگئی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ اولیو ہارڈ، ممکن ہے تمہارا اور میرا یہ کھیل ساری زندگی چلتا رہے اور تم مجھ پر کبھی ہاتھ نہ ڈال سکو۔ ہاں اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ تمہاری زندگی بھی مجھے عزیز ہے، تم جیسا دشمن بھلا کون کھونا پسند کرے گا۔ میں بھی اپنے آپ کو آزمانے کے لیے ان راستوں پر آیا ہوں اور میرا یہ سفر جاری رہے گا۔ میں نے ایک نئے عزم کے ساتھ سوچا کہ تہذیب، تم میری زندگی میں بے کار ہی داخل ہوئی تھیں۔ میں نے تو یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے آپ کو زندوں میں تصور ہی نہ کروں گا۔ دل کو بھی مردہ کر لیا تھا میں نے لیکن اس مردہ دل میں زندگی کی رمق نجانے کہاں سے پیدا ہوگئی۔ شاید یہ تمہاری مسلسل کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ تم اس دل میں زندگی بیدار کرنے میں کامیاب ہوگئیں ورنہ میں نے تو پہلے ہی مرحلے پر تم سے دھوکے بازی کی تھی۔ دنیا کچھ بھی کہتی رہے تہذیب، یہ بات میرے دل میں ایمان کی طرح زندہ ہے کہ تم میرے خلاف کبھی عمل نہیں کر سکتیں، ہاں تہذیب، میں تمہارے راستے سے بہت دور ہٹ چکا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ زندگی میں کبھی تم سے ملاقات ہو سکے، اگر نہ مل پاؤں تو مجھے مجبور سمجھ کر معاف کر دینا۔

ٹیوب ٹرین برق رفتاری سے اپنا سفر طے کر رہی تھی اور پھر وہ آخری اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ یہیں میں اتر گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ زمین دوز ریلوے اسٹیشن سے باہر نکلنے کے بعد میں نے دیکھا تو تاحدِ نگاہ تاریکی اور سناٹے کا راج تھا۔ بہت دور، کافی فاصلے پر ایک روشنی رواں دواں تھی۔ غالباً کوئی سڑک تھی جو یہاں سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے سے گزرتی تھی، اس کے علاوہ اطراف میں کچھ نہیں تھا اور اگر تھا تو رات کی تاریکی میں نظر نہیں آ رہا تھا۔

یہ گزرتی ہوئی سڑک کہاں سے آتی ہے کہاں تک جاتی ہے؟ اس بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا لیکن یہاں سے دور نکل جانے کی خواہش نے میرے قدم اسی سڑک کی طرف اٹھا دیئے اور میں

خوف!
ایک ایسا مسئلہ جس سے ہر شخص دوچار ہے
خوف سے آدمی پریشان ہوتا ہے۔
خوف سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔
خوف سے زندگی ناکام ہو جاتی ہے۔
خوف سے ازدواجی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔
خوف سے آدمی خودکشی کر لیتا ہے۔
خوف دیمک کی طرح زندگی کو چاٹتا رہتا ہے۔
شرم بھی خوف ہی کا ایک پہلو ہے اور اتنا ہی خطرناک
اردو کے جانے پہچانے منفرد نفسیاتی ادیب اسلام حسین کے قلم سے
خوف و شرم
اور اس کا سدِباب
کا مطالعہ کیجیے
اور ان کمزوریوں سے نجات حاصل کر کے
کامیاب اور خوش و خرم زندگی گزاریے
مکتبۂ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

اٹک کے اور ریلوے اسٹیشن کے درمیانی فاصلے کو طے کرنے لگا۔

لہلہاتے سرسبز کھیتوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے مجھے کوئی پگڈنڈی نظر نہ آئی تو میں کھیتوں ہی میں گھس گیا اور پودوں کو روندتا ہوا بالآخر سڑک کے قریب پہنچ گیا۔

چکنی اور شفاف سڑک دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ میں اس سڑک پر پیدل سفر کرتا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک تیز رفتاری سے چلتا رہا۔ مزید چلتا رہتا اگر مجھے ایک دھندلی سی روشنی نظر نہ آجاتی۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا اُس روشنی کے قریب پہنچ گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا ٹرک تھا، جس کا بونٹ کھلا ہوا تھا اور ایک گندا اور مجہول سا ڈرائیور اس بونٹ پر جھکا ہوا تھا۔ اس نے بیٹری میں وائر لگا کر ایک بلب روشن کر لیا تھا اور اُسے بیٹری کے پاس ہی ٹکا دیا تھا۔ اس روشنی میں وہ انجن کی کوئی خرابی دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس شخص نے میری جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ میں اُس کی بڑبڑاہٹ سن رہا تھا لیکن الفاظ سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ چند لمحات کے بعد اس نے روشنی کے وائر بیٹری سے نکالے اور بیٹری کے ٹرمینل فٹ کرنے کے بعد بونٹ بند کر دیا۔ تب وہ میری طرف متوجہ ہوا۔

"ارے تم پھر آگئے!" اُس نے گھبرائے ہوئے سے لہجے میں کہا۔

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔

"عقل آگئی ہوگی۔ اترنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ عجیب آدمی ہو۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے بولا اور آگے بڑھ کر اسٹیئرنگ پر جا بیٹھا۔

میں سر کھجا کر رہ گیا تھا۔ کون چلا گیا! کون اتر گیا؟ یہ بات میری سمجھ میں نہ آسکی لیکن ایک نیا خیال میرے ذہن میں پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے پیچھے ہٹ کر ٹرک کے عقبی حصے میں جھانکا۔ کچھ کارٹن ٹرک کے پچھلے حصے میں لدے ہوئے تھے۔ ان پر مونوگرام بھی بنا ہوا تھا لیکن رات کی تاریکی کی وجہ سے مونوگرام پڑھا نہیں جا تا تھا۔

بوڑھے نے اسٹیئرنگ پر بیٹھ کر سیلف لگایا اور ٹرک اسٹارٹ ہو گیا۔ تب اس کے منہ سے مسرت کی قلقاری نکلی اور اس نے کہا "اب باہر ہی مرتے رہو گے یا اندر بھی آؤ گے؟ مجھے دیر ہو رہی ہے۔" میں پھرتی سے گھوم کر دوسری جانب سے بوڑھے کے برابر سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ ٹرک اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گیا۔ میں خاموش تھا، بوڑھا مطمئن انداز میں ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چپٹی سی شیشی نکالی اور اس کا کارک کھول کر دو تین گھونٹ لے کر شیشی دوبارہ جیب میں رکھ لی۔

"میں کہتا ہوں اتر کیوں گئے تھے تم؟ کیا سمجھتے تھے تم؟" بڈھے نے سوال کیا۔

"میں.... میں..." میں نے آہستہ سے کہا اور بوڑھے نے چونک کر مجھے دیکھا۔ چند لمحات دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے اوپر لگی ہوئی روشنی کا بٹن آن کیا اور مختصر سے حصے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ اس نے میری شکل دیکھی اور چونک پڑا۔

"ارے! تم وہ نہیں ہو؟"

"کون؟" میں نے ٹھنڈی سانس لے کے سوال کیا۔

"تم کون ہو؟" بوڑھے نے کہا۔

"ایک پریشان حال مسافر جسے کسی ہمسفر کی تلاش تھی۔"

"سارے مسافر اسی سڑک پر آمرے ہیں۔ کوئی اور بھی راستہ دیکھ لیا ہوتا۔ میں سمجھا تم وہی ہو۔"

"وہی کون؟"

"وہ بے وقوف بھی شہر کے آخری کنارے سے میرے ٹرک میں سوار ہوا تھا۔ ہاتھ جوڑ کر لفٹ مانگی تھی ورنہ میں کسی کو لفٹ دینے کا عادی نہیں ہوں۔ بیٹھا رہا تھوڑی دیر تک، فضول باتیں کرتا رہا، نیم خبطی سا معلوم ہوتا تھا۔ پھر دفعتاً میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ اُس طرف روک دو۔ بہت ضروری کام ہے۔ یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر وہ ٹرک رکوا کر نیچے اتر گیا تھا اور میں اسے گالیاں دیتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ پھر کوائل کے وائر ڈھیلے ہو گئے اور انجن بند ہو گیا۔ میں سمجھا کہ تم وہی ہو اور دوبارہ واپس آگئے ہو۔ مگر تم کون ہو اور کہاں جاؤ گے؟"

"آپ کہاں جا رہے ہیں معزز بزرگ؟" میں نے بڑے شائستہ انداز میں سوال کیا اور بوڑھے نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ تمہارا لہجہ بتاتا ہے کہ تم شریف آدمی ہو۔ چلتے رہو، چلتے رہو، کوئی بات نہیں۔"

"مگر آپ جا کہاں رہے ہیں؟"

"جہاں بھی جا رہا ہوں تمہیں پہنچا دوں گا۔ یہ سڑک ایک ہی سمت جاتی ہے۔ مختلف شاخیں نہیں ہیں اس کی۔" بوڑھے نے کہا اور ایک بار پھر جیب سے وہ چپٹی سی شیشی نکال لی اور اس کی تلچھٹ تک معدے میں اتار لی۔ اس کے بعد اس نے شیشی باہر اچھال دی تھی۔

"میں تکلفات کا قائل نہیں ہوں اور پھر جو چیز کسی کو دی نہیں جا سکتی اس کے لیے تکلفاً پوچھنا بھی مناسب نہیں ہوتا۔" اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اسٹیئرنگ پر اس کا ہاتھ لہرا گیا۔

"بالکل بالکل، آپ کے افکار و خیالات بہترین ہیں لیکن ذرا اسٹیئرنگ پر دھیان رکھو۔"

بوڑھا آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "اگر میں اسٹیئرنگ چھوڑ کر آنکھیں بند کر کے سو جاؤں تب بھی ٹرک اپنے راستے پر رواں دواں رہے گا۔" اس کے بعد وہ آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگا۔ میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ ٹرک واقعی سیدھا ہی جا رہا تھا اور اس وقت اس میں کوئی گڑبڑ نہیں پیدا ہوئی تھی۔

"لیکن بہتر یہ ہوگا میرے معزز ساتھی کہ تم آنکھیں نہ بند کرو اور سونے کی کوشش مت کرو، منزل پر پہنچ کر ہی سونا بہتر ہوتا ہے۔"

"واہ! کیا عمدہ خیالات ہیں تمہارے۔ ذہین آدمی معلوم ہوتے ہو۔" بوڑھا آنکھیں پھاڑ کر بولا اور میں گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ اسے چڑھ رہی تھی اور یہ ساری باتیں اسی کا نتیجہ تھیں۔

میں سیٹ سے پشت ٹکائے آنکھیں بند کیے بیٹھا رہا اور بوڑھا ڈرائیونگ کرتا رہا۔ پھر بوڑھے کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی اور بریک پر اس کے پاؤں کا دباؤ بڑھ گیا۔ میں نے چونک کر آنکھیں کھول دی تھیں لیکن آنکھیں کھولنے کے بعد میں صورتِ حال کو پوری طرح سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ ایک خوفناک دھماکا ہوا۔ میرے چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ یہ روشنی آنکھوں کے سامنے نہیں تھی بلکہ دماغ میں تھی۔ شاید میرے سر میں چوٹ لگی تھی۔ دوسرے لمحے میری آنکھیں بند ہو گئیں اور ہوش و حواس رُخصت ہو گئے۔ شاید کوئی حادثہ ہو گیا تھا۔ یہ آخری احساس تھا جو مجھے ہوا اور اس کے بعد کچھ ہوش نہ رہا۔

نہ معلوم کتنی دیر بعد آنکھ کھلی۔ میرا سر گھوم رہا تھا اور آنکھوں کے سامنے دھندلاہٹ پھیلی ہوئی تھی لیکن آہستہ آہستہ یہ دھندلاہٹ چھٹتی چلی گئی۔ پوری طرح ہوش آیا تو دیکھا کہ میں ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا ہوں اور میرے قریب تین آدمی موجود ہیں۔ یہ تینوں شکلیں میرے لیے اجنبی تھیں۔ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا، دوسرا اس سے کسی قدر کم عمر کا مالک اور تیسری ایک عمر رسیدہ عورت۔ انہوں نے مجھے ہوش میں آتے دیکھا تو عورت آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گئی۔

"کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" میں نے اس کے چہرے پر غور کیا۔ سخت گیری اس کے چہرے سے عیاں تھی لیکن بظاہر وہ اپنے آپ کو نرم خو ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے کمزور لہجے میں اُسے بتایا کہ میں ٹھیک ہوں۔ عورت نے جلدی سے دروازے کی طرف رُخ کر کے کہا۔ "جلدی کرو، اس کے لیے دودھ لاؤ۔"

دودھ میں شاید اوولٹین ملی ہوئی تھی۔ میں نے ان کے اشارے پر دودھ پی لیا۔ سامنے لگی دیوار گیر گھڑی میں چار بج رہے تھے۔ یقیناً شام کا وقت تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ میں کافی دیر تک بے ہوش رہا تھا۔ میں صورتِ حال سے چونکہ واقف نہیں تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں، اس لیے میں نے ان سے کوئی سوال کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی جس کی گرفت محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس سے کیوں نہ فائدہ اُٹھایا جائے، دماغ پر چوٹ لگی ہے اور اگر یہ لوگ صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر مجھے یہاں لائے ہیں تو صورتِ حال جاننے کے بعد ان کا شکریہ ادا کر دوں گا اور یہاں سے چلا جاؤں گا اور اگر کوئی اور ہی مسئلہ ہے تو پھر جیسا بھی ہو، جو کچھ بھی سامنے آئے۔

معمر شخص نے مجھے آرام کرنے کے لیے کہا اور اس کے بعد وہ عورت کی طرف رُخ کر کے بولا۔ "میں نے کہا تھا تم سے کہ سب ٹھیک ہے۔ کوئی خاص بات نہیں ہے، تمہیں پریشانی نہیں ہوگی۔"

"میں اس کے پاس رہوں؟"

"دل چاہے تو رہو۔ ورنہ بہتر یہ ہے کہ اسے آرام کرنے دو۔ آرام کرے گا تو قوتیں بحال ہو جائیں گی۔ ہاں ڈینی! تم اسے انجکشن دے دو۔ یہ بہت ضروری ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد میرے بازو میں انجکشن کی سوئی چبھی اور میں منہ بنا کر رہ گیا تھا لیکن اس کے بعد ذہن خاصا پُرسکون ہو گیا تھا۔ بے ہوشی نہیں تھی بلکہ ایک طرح کی سکون آمیز کیفیت تھی۔ پھر میں نے ٹیلی فون پر نمبر ڈائل کرنے کی آواز سُنی۔ تھوڑی سی گردن گھما کر دیکھا تو عورت ٹیلی فون پر کسی سے باتیں کر رہی تھی۔ الفاظ میری سمجھ میں نہ آسکے لیکن چند لمحے کے بعد عورت نے ڈینی کی طرف رُخ کر کے کہا کہ ٹیلی فون پر بات کرے۔ ڈینی بھی ٹیلی فون پر کسی سے باتیں کرنے لگا۔ اس کا لہجہ قدرتی طور پر تیز تھا چنانچہ میں نے اس کے الفاظ سُنے۔ وہ میرے حصول کی داستان دہرا رہا تھا۔ میں خاموشی سے اس کی باتیں سُنتا رہا جن سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ لوگ جان اسنوڈن سے کوئی اہم کام لینا چاہتے ہیں اور اس کے لیے اسے کسی دوسرے ملک بھیجنا چاہتے ہیں۔ میں خوش ہو گیا۔ اگر اس طرح مجھے اس ملک سے نکلنا نصیب ہو جائے تو مزہ ہی آجائے۔ ہاورڈ کے سارے پروگرام فیل ہو جائیں گے۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب اپنے نئے کردار کو محنت سے نبھاؤں گا۔

سکون کے یہ لمحات میرے لیے بڑے غنیمت تھے۔ اس وقت رات ہو چکی تھی جب کچھ لوگ میرے پاس پہنچے۔ اُن میں وہ معمر شخص بھی شامل تھا۔ باقی تمام چہرے اس وقت بھی اجنبی تھے۔ ان میں سے ایک نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اب تم انتہائی بہتر حالت میں ہو۔ سنو مسٹر جان اسنوڈن!

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تمھیں ایک خاص مقصد کے تحت جیل سے فرار کرا کے یہاں تک لایا گیا ہے۔ تمھارا کیا خیال تھا' جیل سے فرار ہونے میں تمھاری اپنی کوششوں کا دخل ہے؟ دراصل تمھارے بارے میں ہمیں اطلاع ملی تھی کہ تم تیرہ سال کی سزا بھگت رہے ہو لیکن ذرا غور کرو' اس بے چاری لڑکی پر جو تمھارے لیے اپنا سب کچھ گنوا بیٹھی ہے۔ میرا خیال ہے' تمھیں ٹھیک ٹھاک ہو کر اس کے پاس پہنچنا چاہیے' سمجھے۔ بہتر ہے' اٹھ کر بیٹھ جاؤ اور ہم سے تعاون کرو میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم تمھارے ماضی سے بخوبی واقف ہیں' اگر تم نے ہم میں سے کسی کے ساتھ کوئی الٹی سیدھی بات کی تو تمھیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

میں خاموشی سے ان کی شکلیں دیکھنے لگا۔ میرا نام جان اسنوڈن لیا گیا تھا۔ مجھے جان اسنوڈن بننے میں کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن معلوم تو ہو کہ ان لوگوں کا مقصد کیا ہے۔ میں نے ان میں سے کسی سے کوئی تعرض نہیں کیا اور اس کے بعد مجھے میرے کام کی تفصیلات بتائی جانے لگیں۔ کوئی بالکل ہی انوکھا معاملہ تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا چکر ہے لیکن میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ان لوگوں کی خواہشات کے مطابق عمل کروں گا اور اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گا۔ حیرت صرف اس بات پر تھی کہ جس شخص کو جیل سے فرار کرایا گیا تھا' اس کی شکل یہ لوگ کیوں نہیں پہچانتے تھے اور تمام کے تمام آنے والے مجھے آسانی سے جان اسنوڈن کیوں تسلیم کیے جا رہے تھے ؟

میں نے جب کوئی جواب نہیں دیا تو اس معمر شخص نے کہا۔ "میرا خیال ہے' مسٹر اسنوڈن کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور پھر بات ہی کون سی پیچیدہ ہے' تھوڑا سا میک اپ کر کے انھیں ایک شخص کی شکل اختیار کرنا ہوگی اور اس کے بعد یہ اپنا کام انجام دے دیں گے' جب یہ اپنا کام مکمل کر لیں گے تو انھیں ہر طرح کی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے لیے کوئی مشکل نہ رہے گی۔ کیوں مسٹر اسنوڈن! کیا تمھیں اس تمام کارروائی پر کوئی اعتراض ہے ؟"

"نہیں۔" میں نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔

"گڈ۔ ویری گڈ۔ تو میڈم آپ اسنوڈن کو اس کا کردار بخوبی سمجھا دیں' اسے وہی کرنا ہے جو اس سے کہا جا رہا ہے اور کسی بھی طور اس سے انحراف اس کے لیے موت کا باعث بن سکتا ہے۔ جیل سے فرار ہوتے ہوئے دو افراد کا قتل معمولی بات نہیں ہے۔ پہلے ہی کون سا کم جرم تھا اس کا' اب ان دو افراد کے قتل کے بعد اسے یقیناً الیکٹرک چیئر پر بٹھا دیا جائے گا لیکن زندگی بچانے کے لیے جدوجہد ضروری چیز ہوتی ہے۔ آپ لوگ ہمارے پروگرام سے مطمئن ہیں ؟" معمر شخص نے دوسروں سے سوال کیا اور انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔ "تو پھر آیئے' ہمارا آدمی مکمل طور پر تیار ہے میڈم آپ اسنوڈن سے گفتگو کیجیے۔"

تمام کے تمام باہر نکل گئے' معمر عورت میرے سامنے بیٹھ گئی اور پھر اس نے مجھے ایک کہانی سنائی۔ یہ کہانی بہت دلچسپ' بہت عجیب تھی۔ معاملات سارے کے سارے اُلجھے ہوئے تھے لیکن اس کہانی سے یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ شخص جسے جیل سے فرار کرایا گیا تھا' ان لوگوں کے لیے مکمل طور پر اجنبی کیوں تھا اور ان میں سے کوئی اس کی شکل کیوں نہیں پہچانتا تھا یا پھر اس کام کے لیے جیل سے ایک شخص کو فرار کرا کر اسی کے سپرد یہ ذمے داریاں کرنا کیا معنی رکھتا تھا لیکن میں نے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ ان لوگوں کے ساتھ جس حد تک بھی ممکن ہو سکا' تعاون کروں گا چونکہ اس کے بعد میری آزادی یقینی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیا۔ وہ جہاں چاہیں مجھے لے جائیں۔

جب میرے چہرے پر ایک اجنبی میک اپ کیا گیا تو مجھے کافی حد تک اطمینان نصیب ہوا کہ میری اصل شکل کو جاننے والے بھی مجھے نہیں پہچان سکیں گے۔ میک اپ تو کسی کے چہرے پر بھی کر دیا جائے' اسے تبدیل شدہ حالت میں دوسروں سے روشناس ہونا ہے اور پھر چونکہ مجھے میری نئی حیثیت بتا دی گئی تھی اس لیے میں مطمئن تھا کہ اپنا کام بخوبی پورا کر سکوں گا۔ اس طرح مجھے یہاں سے نکلنے کے مواقع بھی مل رہے تھے۔ ان میں سے کسی شخص کا نام مجھے نہیں معلوم ہو سکا لیکن یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے ان لوگوں نے مجھے اچھی طرح ہدایات دے دی تھیں اور بتایا تھا کہ مجھے کہاں کہاں جانا ہے' کس ہوٹل میں قیام کرنا ہے۔ یہ بھی بتا دیا تھا مجھے کہ جاتے وقت صرف چابی واپس کرنا ہوگی' میرا پاسپورٹ' الماری میں لٹکے سوٹ کی جیب میں رکھا ہے۔ پرس پتلون کی جیب میں ہے اور میرے پاس موجود کرنسی کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی ایک انوکھی بات تھی کہ انھوں نے میری جیب میں موجود کرنسی پر غور نہیں کیا تھا کہ اتنی تعداد میں یہ کرنسی کہاں سے آئی ؟

صورت حال چونکہ میرے خلاف نہیں تھی' اس لیے میں نے ان سے مکمل تعاون کیا۔ مجھے اس کمرے سے نکال کر ایک دوسرے کمرے میں منتقل کر دیا گیا۔ اب میں پُرسکون تھا' چہرے پر میک اپ ہو جانے کی وجہ سے مجھے یہ خوف بھی نہیں رہا تھا کہ وہ لوگ میری صورت پر غور کر سکتے ہیں۔ بوڑھے ٹرک ڈرائیور کی موت کا مجھے افسوس تھا' بے چارہ میری وجہ سے مارا گیا۔ اس کے کچھ الفاظ مجھے یاد آ رہے تھے۔ کوئی شخص اس کے ٹرک میں بیٹھا تھا اور پھر کہیں راستے ہی میں اتر گیا تھا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو وہی شخص جان اسنوڈن تھا۔ وہ کہاں گیا' دوبارہ ان لوگوں کے ہاتھ لگے گا یا نہیں ؟ یہ ساری باتیں سوچنا ضروری تھیں لیکن میں ان پر زیادہ غور نہیں کر رہا تھا۔ مجھے تو صرف اپنے مقصد سے غرض تھی۔ ان کا کام کر کے اگر اس علاقے سے نکل جاؤں تو یہ میرے لیے بہت ہی بہتر بات ہوگی۔ اس طرح ادیو ہاورڈ سے میرا پیچھا فی الحال چھوٹ جائے گا' بعد میں جو کچھ بھی ہوگا' دیکھا جائے گا۔

نئے کمرے کی کھڑکی سے میں نے باہر جھانک کر دیکھا' موسم خوشگوار تھا۔ تھوڑی دیر تک میں وہاں کھڑا رہا اور اس کے بعد واپس آ کر آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میرا اجنبی چہرہ میرے سامنے تھا۔ درمیانی عمر' بڑی سی ناک' چندھیائی ہوئی آنکھیں۔ جبڑے باہر کو ابھرے ہوئے۔ میں اپنے لیے بالکل اجنبی تھا' جو لباس میں نے زیب تن کیا' وہ نہایت نفیس تھا۔ دیگر تمام سامان بھی درست تھا۔ پاسپورٹ' بٹوہ' لائسنس۔ دو تین سوٹ۔ جوتے' ٹائیاں' قمیصیں وغیرہ۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر اسی معمر عورت سے ملاقات ہوئی جسے صرف میڈم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ ناشتا اس نے میرے ساتھ ہی کیا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد وہ کہنے لگی۔

"جان اسنوڈن! جیسا کہ تم جانتے ہو کہ تمھارا نام روڈ ہے۔ پاسپورٹ اور ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ پر تم اپنا نام دیکھ چکے ہو گے۔ بہتر یہ ہے کہ آج شام کو سات بجے اپنا ٹکٹ فضائی کمپنی سے وصول کر لو۔ جہاز پونے آٹھ بجے روانہ ہوگا۔"

"مگر مجھے جانا کہاں ہے میڈم ؟"

"اس سلسلے میں ابھی کوئی سوال نہ کرو' وقت پر سب معلوم ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ آپ کی ہدایات پر عمل کروں گا۔"

شام کو ساڑھے چھ بجے میں نے سامان وغیرہ باندھا اور ان کی ہدایت کے مطابق اس عمارت سے باہر نکل آیا۔ مجھے یہ اندازہ لگانے کی ضرورت نہیں تھی کہ عمارت کون سی جگہ ہے اور میں شہر کے کس حصے میں ہوں' بس نیچے آ کر میں نے ایک ٹیکسی لی اور ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہو گیا۔ ریزرویشن پر میں نے اپنا نام بتایا تو فرسٹ کلاس کا ایک ٹکٹ مجھے مل گیا اور یہاں مجھے پہلی بار معلوم ہوا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔

میری منزل ایمسٹرڈم تھی۔ اس طرح یہاں سے نکل جاؤں گا' اس کا گمان بھی نہیں تھا۔ جہاز میں سفر کرتے ہوئے بھی میں اپنی اس خوش بختی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ذہن کے پردوں سے کئی بار تہذیب کا نام ٹکرایا تھا لیکن اب میں نے صبر کرنا سیکھ لیا تھا۔

ایمسٹرڈم کے شاندار ہوائی اڈے پر میرے استقبال کے لیے کوئی موجود نہیں تھا لیکن اپنا سامان وصول کر کے جب میں باہر آیا تو ڈھلے ہوئے شانوں والے ایک اچھی شکل و صورت کے آدمی نے میرا استقبال کیا۔

"مسٹر روڈ اوٹرام' بہت عرصے کے بعد آپ کو دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ آپ مجھے یقیناً نہیں پہچانتے ہوں گے' میرا نام ہارس ہے۔ آیئے' گاڑی موجود ہے۔" میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا اور ایک شاندار لیموزین کار میں جا بیٹھا۔ سفر کے دوران ہارس نے کہا۔ "آپ کو اپنا مکان پسند آئے گا مسٹر روڈ۔ سمندر کے کنارے' پہاڑیوں کے اوپر ایک تنہا مکان۔"

تقریباً پچاس منٹ کا سفر طے کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد لیموزین' پہاڑی پر ایک خوبصورت بنگلے کے قریب رُک گئی۔ ہارس نے کہا۔ "آپ اندر تشریف لے جایئے۔ میں واپس جاتا ہوں۔"

میں نے اطمینان سے اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور نیچے اتر گیا۔

"میرے لیے اور کوئی ہدایت تو نہیں ہے ؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے سرد اور کھردرے لہجے میں جواب دیا اور گاڑی میں بیٹھ کر اسے ریورس کر کے واپس لے گیا۔

برآمدے میں ایک خوبصورت سی تیس بتیس سالہ عورت میری منتظر تھی۔ میں آگے بڑھا تو وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ لگی روڈ ہے یعنی میری بیوی۔ لگی روڈ سے جدائی کی طویل داستانیں سننے کے بعد جب کسی قدر فراغت حاصل ہوئی اور مجھے غسل کرنے کا موقع ملا تو میں دل ہی دل میں یہی سوچتا رہا کہ اب تک تو سب کچھ ٹھیک ہے' میں ہالینڈ پہنچ چکا ہوں اور میری منزل اب مجھ سے زیادہ دور نہیں ہے۔

ہالینڈ میں بھی امریکی یہودیوں کی تعداد کافی زیادہ تھی اور میں ہالینڈ کے سب سے بڑے شہر ایمسٹرڈم میں رہ کر اپنے کام کا آغاز کر سکتا تھا۔ کاش تہذیب مالکم ایکس بھی ہالینڈ میرے ساتھ ہی آتی۔ وہاں سے نکل آنے کی خوشی تھی لیکن دکھ تہذیب کے نہ ہونے کا تھا اور اب یہ خاتون یعنی لگی روڈ مل گئی تھیں۔ بظاہر تو سنجیدہ طبیعت کی مالک تھیں لیکن بہرحال بیوی تھیں اور بیوی کے شوہر پر بہت سے حقوق ہوتے ہیں۔ اگر ابھی ان سے انحراف کر کے ایمسٹرڈم کی حسین دنیا میں کھو جاؤں تو زیادہ مشکل تو نہیں ہوگی لیکن فوری طور پر قدم جمانا کٹھن ثابت ہوگا۔ چنانچہ کیوں نہ کچھ وقت یہاں پر بھی گزار لیا جائے۔ جو داستان مجھے میڈم نے سنائی تھی اس میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ تفصیل تو نہیں تھی کہ میری حیثیت کیا ہے صرف ان کے اپنے تعاقد اس داستان میں جھلکتے تھے اور یہ پتا چلتا تھا کہ قدم بہ قدم وہ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔

غسل خانے سے نکلنے کے بعد میں نے ایک خوبصورت لباس پہنا اور اپنے اس خوشنما مکان میں آ بیٹھا جہاں لکی روڈر نے میرے لیے پھول ہی پھول کھلا دیے تھے۔ وہ بہت ہی خوش نظر آ رہی تھی۔ کافی عرصے کے بعد میری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ میں کہاں تھا اور کیوں تھا؟ اس کے بارے میں مجھے چند باتیں بتا دی گئی تھیں جنھیں اس کے سامنے بیان کر کے میں نے اسے مطمئن کر دیا۔ وہ بے حد خوش تھی۔ کاروبار کے بارے میں تفصیلات بتا رہی تھی، اپنے ملنے جلنے والوں کے ساتھ بیتے ہوئے واقعات کی تفصیل بتا رہی تھی اور میں صبر و سکون سے سب کچھ سن رہا تھا۔

"ڈیئر روڈر، مجھے امید نہیں تھی کہ تم اس طرح واپس آ جاؤ گے" اس نے کہا۔ "میں تو نہ جانے کیا کیا سوچ بیٹھی تھی تمھارے بارے میں۔ میں یوں محسوس کر رہی ہوں جیسے یہ سب کچھ ایک خواب ہے اور میری آنکھ کھل جائے گی۔"

"نہیں۔ تم جانتی ہو ہنی کہ میں کیسی کیسی مشکلات کا شکار رہا ہوں۔ ذہنی طور پر میں بالکل غیر متوازن ہوں کچھ بھی یاد نہیں رہا مجھے۔ ہاں اگر یاد تھی تو صرف تمھاری شکل، تمھاری باتیں۔ یہی سب کچھ میری زندگی تھی ورنہ شاید میں مر جاتا۔" وہ جذباتی ہونے ہی والی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ کسی نے اسے فون کیا تھا، فون بند کرنے کے بعد اس نے بتایا کہ وہ جینی فیس فیلڈ تھی، اس کی ایک سہیلی جو ان دنوں اس کی ساتھی رہی تھی۔

"میں نے اسے یہ خوش خبری نہیں سنائی۔ کیوں نہ ہم اس کے پاس اچانک جا کر اسے حیران کر دیں۔ وہ تمھیں دیکھے گی تو متعجب رہ جائے گی۔ کیا خیال ہے؟" اس نے کہا۔

"نہیں۔ ذرا ہوشیاری سے کام لو ڈیئر! پوزیشن ابھی بہتر نہیں ہے جن لوگوں سے میرا ٹکراؤ ہوا ہے، وہ یقیناً میری تاک میں ہوں گے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ کچھ دن خاموشی سے گزار دیے جائیں۔ پھر ہم اپنے ملنے جلنے والوں سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کریں گے"

"جیسا تم پسند کرو لیکن کیا ہم شہر میں بھی نہیں نکل سکیں گے؟"

"کیوں نہیں۔ میرا خیال ہے اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔

ڈھلکے ہوئے شانوں والے شخص نے رات کو ساڑھے آٹھ بجے مجھ سے ملاقات کی۔ میں نے اس کی آمد کی اطلاع پر ڈرائنگ روم میں اس کا استقبال کیا تھا۔ لکی میرے ساتھ تھی لیکن میں نے اس سے کہا کہ میں اپنے دوست سے کچھ پرائیویٹ گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور اس دوران اس کی موجودگی مناسب نہیں ہے چنانچہ وہ خوش خوشی چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے ہمارے لیے چائے بھجوا دی تھی۔

ڈھلکے ہوئے شانوں والے شخص نے مجھے بتایا کہ ابھی کام کا وقت نہیں آیا ہے۔ اس لیے اگر میں چاہوں تو ایمسٹرڈم کے تفریحی مقامات کی سیر کر سکتا ہوں۔

"مناسب ہے۔" میں نے کہا۔

چائے پینے کے بعد وہ شخص چلا گیا۔ میں ذہنی طور پر خاصا مطمئن تھا۔ کم از کم فرصت کے کچھ لمحے تو نصیب ہو گئے تھے، اس دوران میں ایمسٹرڈم کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا تھا جہاں سے مجھے اپنے کام کا آغاز کرنا تھا۔

لکی روڈر اگر اس سلسلے میں میرے ساتھ رہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کے پاس ایک خوبصورت کار موجود تھی چنانچہ ہم ایمسٹرڈم کی سڑکوں پر آ گئے۔ ٹرام منٹ ٹاور یعنی ایمسٹرڈم کے ٹکسالی دروازے پر پہنچے اور پھر شہر کی خوبصورت ترین سڑک اور خرید و فروخت کے سب سے بڑے مرکز کالورسٹراٹ پر چہل قدمی کرنے لگے۔

کالورسٹراٹ کے بالکل نزدیک دریائے ایمسٹل نظر آیا جس پر ڈیم بنا ہوا تھا اور اس وجہ سے یہ آبادی ایمسٹرڈم کے نام سے مشہور ہوئی تھی۔ اسی طرح دریائے روٹر پر بند باندھنے سے روٹرڈیم وجود میں آیا۔ اہل ہالینڈ جب بھی اپنے شہروں کا ذکر کرتے ہیں تو روٹرڈیم کو حرکت سے بھرپور شہر کہتے ہیں، ہیگ کو بزرگی کا لبادہ اوڑھا دیا ہے اور ایمسٹرڈم ایک خوبصورت نظم ہے جو دھیرے دھیرے دل میں اترتی جاتی ہے۔ ایمسٹرڈم حسن و زندگی سے بھرپور ہے۔ اس میں سیکڑوں نہریں شریانوں کی مانند پھیلی ہوئی ہیں۔ ان عجوبہ روزگار نہروں نے شہر کو سیکڑوں خاموش اور چمکتے ہوئے تالابوں سے ڈھک دیا ہے۔ تالابوں کے گرد پرانے زمانے کے ڈچ سوداگروں کے مکان نظر آتے ہیں۔ سفید کھڑکیاں، خوبصورت زینے اور قدیم دروازے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور بھی خوبصورت ہو گئے ہیں۔

ایک جدید شہر ہونے کے باوجود ایمسٹرڈم میں دیہاتی زندگی کی جھلک موجود ہے۔ منٹ ٹاور کے پاس کشتیوں میں سجے ہوئے پھولوں کا بازار۔ تنگ گلیوں میں سے آتی ہوئی لوک دھن کی سحر انگیز موسیقی۔ شیشے کی چھتوں والی کشتیوں کے خوبصورت نہروں میں تیرتی ہوئی بطخیں۔ ہر طرف بہتا ہوا پانی جس کے ادپر ...... کی شکل میں نیلگوں آسمان۔ لائم کی زرد کلیاں، ایلم کے خوبصورت ...... نہروں پر لیٹے ہوئے پتوں کے بل کھاتے جنگلے جن سے نیچے جھانکتے ہوئے عجیب لطف محسوس ہوتا ہے۔ میں اس شہر کی خوبصورتی سے بے حد متاثر ہوا تھا۔

ہم دونوں پوری طرح ان تفریحات سے لطف اندوز ہو رہے تھے پھر مانزار ریستوران کے علاقے سے گزرتے ہوئے دفعتاً لکی نے کار کے بریکوں پر دباؤ ڈال دیا۔ میں نے چونک کر ادھر دیکھا تو ایک سرخ رنگ کی چھوٹی سی خوبصورت کار سامنے ہی پارک ہو رہی تھی۔

"اوہ! روڈر پلیز۔ وہ سائیکا ہے، بہت دن بعد نظر آئی ہے بڑی دلچسپ اور پیاری لڑکی ہے۔ صرف دو دفعہ میری اس سے ملاقات ہوئی ہے لیکن اس میں دل موہ لینے کی قوتیں ہیں۔ کیا تم مجھے اس سے ملاقات کی اجازت دو گے؟" میں نے ہونٹ سکوڑ کر گردن ہلا دی۔

لکی خود ہی اتر کر سرخ کار کے پاس پہنچ گئی۔ کار سے برآمد ہونے والی لڑکی کو دیکھ کر میں نے بھی پلکیں جھپکائی تھیں۔ انتہائی حسین خد و خال کی مالک یہ لڑکی سیاہ بالوں کے گچھے سر پر سجائے ہوئے تھی اور اس کے نقش و نگار میں کوئی ایسی انوکھی بات تھی جو اس کی جانب متوجہ کرتی تھی۔

لکی اس سے گفتگو کرتی رہی اور پھر کار کی طرف اشارہ کیا گیا۔ چند ہی لمحے بعد دونوں خواتین کار کی طرف بڑھنے لگیں۔ میں سمجھ گیا کہ لکی اس سے میری موجودگی چھپا نہیں سکی ہے۔ پرکشش لڑکی جس کا نام سائیکا بتایا گیا تھا، ہمارے قریب پہنچ گئی اور اس نے کار کی کھڑکی پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ بالکل نامناسب بات ہے مسٹر روڈر کہ آپ مجھ سے ملاقات نہ کریں۔ نیچے آئیے، اچھے انسانوں کی طرح مجھ سے ملیے۔ میں آپ کی بیوی کی دوست ہوں۔"

میں مسکراتا ہوا نیچے اتر آیا۔ ظاہر ہے، اب ان تمام مصیبتوں کو تو برداشت کرنا ہی تھا۔ لڑکی نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور ایک عجیب سی کیفیت میرے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ واقعی اس میں کوئی ساحرانہ قوت تھی۔

"اور آپ لوگ تنہا ہی آوارہ گردی کر رہے ہیں! یہ جو لکی ہے یہ درحقیقت بہت لکی ہے۔ میں اس کی خوش قسمتی کی آپ کو دیکھ کر تو تہ دل سے قائل ہو گئی چنانچہ اب آپ لوگ میرے ساتھ لنچ قبول کیجیے۔"

"اوہ ڈیئر، یہ بالکل مناسب نہیں ہوگا۔ تم تو اچانک ملی ہو۔ یُوں روڈر، کیوں نہ ہم سائیکا کو اپنی طرف سے لنچ کی پیش کش کر دیں۔"

"بات صرف لنچ کی ہے کھانا، کھانا ہے، کھا لیا جائے۔ رہا سوال بل کی ادائیگی کا، تو دو خواتین ایک مرد کی موجودگی میں بل کیسے ادا کر سکتی ہیں۔" میں نے کہا اور سائیکا ہنس پڑی۔ میں اس کی شکل دیکھ کر رہ گیا۔ اتنی حسین ہنسی تھی کہ آنکھوں کے راستے سیدھی دل میں اتر جاتی تھی۔ میں اس لڑکی سے واقعی متاثر ہوا تھا۔

"تو پھر کیوں نہ ہم سامنے چلیں، اس طرف۔" لڑکی نے ایک جانب اشارہ کیا اور میری نگاہیں بھی اس طرف اٹھ گئیں۔ سامنے کی دیوار پر ستارۂ داؤدی سے مزین اسرائیل کا سفید اور نیلا جھنڈا آویزاں تھا۔ یہ کوئی اسرائیلی ریستوران تھا۔ دل میں ایک شدید نفرت کی لہر اٹھی لیکن سائیکا اس جانب بڑھ چکی تھی چنانچہ میں نے بھی اپنے قدم اسی سمت بڑھا دیے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ریستوران میں داخل ہو گئے۔

اندر کا ماحول کافی خوشگوار تھا۔ برتنوں تک پر اسرائیلی نشانات بنے ہوئے تھے۔ نیلا ستارہ جگہ جگہ نظر آ رہا تھا اور میرے دل میں نفرت کی لہریں بیدار ہو رہی تھیں۔ سائیکا نے ویٹر کو اشارہ کر کے مینو طلب کیا اور اس نے مینو ہمارے سامنے سرکا دیا۔ میں نے مینو بند کرتے ہوئے لکی سے کہا کہ وہ جو کچھ منگوانا چاہے منگوا لے تب سائیکا کہنے لگی۔

"کیوں نہ میں آپ کو اسرائیل کی ایک خاص روایتی ڈش سے کھلاؤں۔" میں نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا لیکن کچھ کہا نہیں۔

یہ روایتی ڈش خستہ نان، گوشت کے ٹکڑوں اور تیز سرخ مرچوں پر مشتمل تھی۔ مجھے اس کے بارے میں اندازہ تھا کہ یہ فلسطینیوں کی مرغوب غذا ہے لیکن اسرائیلیوں نے اس غذا کو بھی اپنا لیا تھا۔

سائیکا نے سرخ مرچوں کا چٹخارہ لیتے ہوئے کہا۔ "کیا خیال ہے، کیا تمھیں میری تجویز کردہ چیز پسند آئی؟"

میں بے اختیار بول اٹھا۔ "ہاں، جب پورا ملک ہتھیا لیا جائے تو فلسطینی ڈشوں کو اپنا لینے میں کیا حرج ہے۔"

سائیکا چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یوں لگتا ہے مسٹر روڈر کہ آپ کو فلسطینیوں کے بارے میں خاصی معلومات حاصل ہیں۔ یہ انکشاف میرے لیے واقعی حیرت انگیز ہے۔ کیا یہ فلسطینی ڈش ہے؟"

"سو فیصد۔" میں نے جواب دیا۔

"بہرحال، کیا حرج ہے، اسرائیلیوں کو فلسطینیوں پر برتری حاصل ہو گئی ہے تو پھر ان کی یہ چیزیں اپنا لینے میں بھی کون سا نقصان ہوتا ہے۔"

"یقیناً۔ یہ برتری واقعی انھیں حاصل ہو گئی ہے لیکن انھیں برتری دلانے والے تم لوگ ہو، تم نے آزاد اسرائیلی ریاست امریکا کے کسی کونے میں کیوں نہ قائم کی۔ سوئیڈن کا شمال بھی تو غیر آباد پڑا ہوا تھا، لارڈ ویل فور کی نظریں آسٹریلیا کے ویرانوں پر کیوں نہ پڑیں؟

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیا یہ ضروری تھا کہ تم لاکھوں بے گناہوں کو بے گھر کر کے فلسطین میں ہی اپنے قدم جمالو؟"

سائیکا نے ہاتھ میں پکڑا ہوا چمچہ جلدی سے پلیٹ میں رکھتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر آہستہ لہجے میں بولی۔ "سوری مسٹر روڈر! مجھے نہیں معلوم تھا کہ فلسطینیوں کے لیے آپ کے جذبات اس قدر شدید ہیں۔ بڑی حیرت ہوئی! کیوں لکی، تم نے یہ تو کبھی نہیں بتایا تھا کہ مسٹر روڈر، فلسطینیوں کے حامی ہیں؟"

"روڈر کی زبان سے یہ سب کچھ سن کر مجھے بھی تعجب ہوا ہے۔ اس سے پہلے میں نے ان کے منہ سے فلسطینیوں کے حق میں کوئی بات نہیں سنی۔" لکی نے جواب دیا اور میں نے اپنے آپ کو فوراً ہی سنبھال لیا۔

"حقائق کا اعتراف کوئی غلط بات تو نہیں ہے۔ جو حقیقت تھی وہ میری زبان سے نکل گئی۔ خیر، اس موضوع کو چھوڑو۔ ہم اس وقت اسرائیلی نمک کھا رہے ہیں۔ اس لیے اس وقت ان کے خلاف گفتگو کرنا نامناسب ہے۔"

بات آئی گئی ہو گئی لیکن میں نے کئی بار محسوس کیا کہ سائیکا چور نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی ہے۔ شاید اس بات پر اسے حیرت ہوئی تھی کہ ہالینڈ کا باشندہ ہونے کے باوجود میرے دل میں فلسطینیوں کے لیے ہمدردی کیوں ہے۔ میں نے اس کے بعد اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں کی۔ سائیکا نے وہاں سے رخصت ہوتے ہوئے ہم لوگوں سے وعدہ لیا تھا کہ ہم اس سے ملاقات کرتے رہیں گے۔ بلکہ اصرار کیا تھا کہ جس قدر جلد ہو وہ کسی دن ڈنر اس کے ساتھ ہی کریں۔ سائیکا نے لکی کو اپنا ٹیلی فون نمبر دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اس سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کرے۔ آج کل وہ ہالینڈ ہی میں مقیم ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد سائیکا اپنی کار میں بیٹھ کر چلی گئی۔ لکی میرے ساتھ کار میں آ بیٹھی تھی۔ لیموزین اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "یہ تمھیں کیا ہو گیا تھا روڈر، فلسطینیوں کے لیے تمھارے دل میں ایسے خیالات کب سے بیدار ہو گئے؟"

"میں نے وہاں پر بھی تم سے یہی کہا تھا کہ حقائق سے روگردانی کسی طور ممکن نہیں ہے۔ جو حقیقت تھی، میری زبان پر آ گئی۔ چھوڑو ان باتوں کو، خوامخواہ کا ذکر نکل آیا، کیا فائدہ۔" لکی سیدھی سادی عورت تھی، خاموش ہو گئی لیکن میرے دل میں نفرتوں کا طوفان سا امنڈ آیا تھا اور میں سوچنے لگا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو، ان سے جھگڑوں سے نکلنے کے بعد میں اپنے کام کا آغاز کروں۔ میں جس جگہ تک پہنچ گیا تھا، وہاں تک اتنی جلدی پہنچنے کی مجھے امید نہیں تھی لیکن اب یہاں آنے کے بعد میری ذمے داریاں مجھے مجبور کر رہی تھیں کہ میں سب کچھ بھلا کر اپنے کام کی طرف توجہ دوں لیکن یہ کمبخت لوگ جنھوں نے مجھے ایک خاص مقصد کے تحت یہاں بھیجا تھا، میری جان کو اٹکے ہوئے تھے۔ ان سے پیچھا چھوٹے تو کچھ کروں اور میں فوری طور پر اب بھی ایمسٹرڈم میں تنہا نہیں ہونا چاہتا تھا چونکہ یہاں کے بارے میں ابھی میری معلومات مکمل نہیں تھیں۔

دوسرے دن ناشتے سے فارغ ہوا تھا کہ لکی نے ٹیلی فون کی اطلاع دی اور میں چونک پڑا۔ "کوئی مجھ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے!" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔ مسٹر ہارلیس ہیں۔"

"اوہ، اچھا اچھا۔" میں ٹیلی فون کے قریب پہنچ گیا اور ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے ہارلیس کی آواز سنائی دی۔

"کوئی مصروفیت تو نہیں ہے مسٹر روڈر؟"

"نہیں، کہو کیا بات ہے؟"

"تم عمارت سے نکل آؤ اور پیدل چلتے ہوئے پارکین ٹراٹ پر پہنچ جاؤ اور یہاں سے سڑک پار کر کے سامنے کے پارک میں پہنچ جاؤ۔ پارک میں پہنچنے کے بعد تمھیں دائیں ہاتھ پر مڑنا ہوگا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک شخص تمھیں تمھارا منتظر ملے گا۔ تمھیں اس سے رابطہ قائم کرنا ہے۔"

"لیکن۔۔۔" میں نے کہنا چاہا مگر دوسری طرف سے ٹیلی فون بند ہو گیا۔

میں نے تیار ہونے میں زیادہ وقت نہ لیا اور باہر نکل کر مطلوبہ جگہ پہنچ گیا لیکن ہارلیس کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا تھا۔

"اتنے گھماؤ پھراؤ کی کیا ضرورت تھی؟ تم سیدھی طرح یہ کیوں نہیں کہہ سکتے تھے کہ تم ہی مجھے ملو گے؟" میں نے کہا۔

ہارلیس نے جیب سے سگریٹ نکالا اور میرے ساتھ آگے بڑھتا ہوا بولا۔ "دوست! ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ تمھاری اس مہم میں کامیابی کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اپنی عقل استعمال نہ کرو اور کسی بھی سلسلے میں غور کرنا چھوڑ دو۔ یہ ہمارا کام ہے اور ہم نے پوری منصوبہ بندی کر لی ہے۔ تم جانتے ہو کہ تمھاری پوزیشن کتنی مخدوش ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھو۔ دماغ کو ڈھیلا چھوڑ دو اور صرف احکامات پر عمل کرو۔" اس کے لہجے میں تحکم تھا۔ دل تو مچل کر رہ گیا تھا لیکن اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا ضروری تھا۔

میں خاموشی سے ہارلیس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ پارک کے دوسرے گیٹ سے نکلنے کے بعد وہ سبز رنگ کی ایک کار کے پاس پہنچ گیا جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک لڑکی موجود تھی۔ اس نے میرے لیے پچھلے کا دروازہ کھولا اور مجھے اندر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی میرے برابر آ بیٹھا۔ لڑکی نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی۔

تقریباً پندرہ منٹ کا سفر طے کرنے کے بعد ہم ایک عمارت کے مین گیٹ سے اندر داخل ہو گئے۔ یہاں پورچ میں ایک طویل القامت آدمی میرا انتظار کر رہا تھا۔ خوش پوش تھا اور چہرے پر مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔ اس کی قومیت کے بارے میں کوئی اندازہ لگانا مشکل تھا۔

میں کار سے اترا تو اس نے آگے بڑھ کر میرا استقبال کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر جان اسنوڈن۔۔۔۔ ہاں ہاں، حیران ہونے کی بات نہیں۔ یہاں تمھیں روڈر کے نام سے مخاطب کرنا ضروری نہیں ہے چونکہ میں جان اسنوڈن کو اچھی طرح جانتا ہوں۔" میں نے دل ہی دل میں خوفزدہ ہوتے ہوئے سوچا کہ کسی کو اچھی طرح جاننا بعض اوقات نقصان دہ بھی ہوتا ہے۔

میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ وہ شخص مجھے لیے ہوئے ایک کمرے میں پہنچ گیا اور ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے خود بھی میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے جان اسنوڈن!" وہ بولا۔ "تمھیں جو کچھ کرنا ہے اس کے بارے میں مجھے علم ہوا ہے کہ تمھیں مکمل تفصیلات نہیں بتائی گئیں لیکن یقین کرو میرے دوست، یہ تمام تفصیلات تمھارے لیے سود مند بھی نہ ہوتیں۔ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ کر صرف وہ کرو جو تمھیں کرنا ہے۔ کیا خیال ہے؟"

میں نے فوراً انگلی اٹھا کر کہا۔ "دیکھو، میں جن حالات سے گزر رہا ہوں، ان میں میرا ذہنی توازن بہتر نہیں ہے۔ مجھ سے میری رائے پوچھنے کے بجائے مجھے صرف اپنا مقصد بتاؤ۔ یہی تمھارے لیے بھی بہتر ہے اور میرے لیے بھی۔"

خوش رو آدمی آہستہ سے ہنس پڑا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں، تم بھی ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی تمھیں یہ کہنے کا حق ہے۔ اچھا، یہ بتاؤ رائفل کی مشق کیسی ہے تمھاری۔ جیل میں رہ کر کہیں نشانہ بازی کی مشق ختم تو نہیں کر بیٹھے؟"

"مطلب کیا ہے تمھارا؟" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔

"مطلب یہ ہے کہ اس مشق کو تازہ کر لو کیونکہ تمھاری نشانہ بازی کا کمال ہی ہماری کامیابی کی دلیل ہے۔"

میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں، ظاہر ہے اس دوران رائفل میرے ہاتھ میں نہیں آئی۔"

"انتظام کر دیا گیا ہے۔ فی الحال یہ بتاؤ، کیا پیو گے؟"

"اس وقت کچھ نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"جیل میں رہ کر تمھارے مزاج میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ خیر، آؤ میرے ساتھ۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

عمارت کے پچھلے حصے میں ایک وسیع میدان پھیلا ہوا تھا جس کے بیچوں بیچ ایک سفید رنگ کا خوبصورت ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ یہ پرائیویٹ قسم کا ہیلی کاپٹر تھا۔ اس کے نزدیک ہی پائلٹ بھی موجود تھا۔ پائلٹ کے ساتھ ہی ایک پستہ قد کا آدمی بھی کھڑا ہوا تھا۔ جو شخص مجھے لے کر آیا تھا، اس نے پستہ قد آدمی سے میرا تعارف جان اسنوڈن کی حیثیت سے ہی کرایا اور پھر کہنے لگا۔

"تمھارا کام ہے کہ مسٹر اسنوڈن کی رائفل کی مشق کا جائزہ لو۔ اس کے بعد تم جانتے ہو کہ تمھیں کیا کرنا ہے۔"

"یس سر۔" اس شخص نے جواب دیا اور میں اس کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں جا بیٹھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں اپنی اصلی شکل میں ہوتا تو یہ لوگ یہیں مجھے ختم کر کے اس میدان کے کسی گوشے میں دفن کر دیتے۔ یقینی طور پر وہ خوش رو آدمی میری صورت پہچانتا ہوگا۔ میک اپ کی وجہ سے اس نے اس بات پر توجہ نہیں دی۔ روڈر کے میک اپ میں میری زندگی بچ گئی تھی۔ ورنہ میں کم از کم اس کی تنا سا نگاہوں سے محفوظ نہ رہ سکتا تھا۔ جان اسنوڈن یقیناً کوئی ماہر نشانہ باز تھا۔ خیر، مایوس تو میں بھی انھیں نہیں کروں گا۔ مجھے جان اسنوڈن کا کیریکٹر بخوبی انجام دینا تھا۔

ہیلی کاپٹر فضا میں تھوڑا سا اوپر اٹھنے کے بعد سیدھا ایک سمت جانے لگا۔ میرے نزدیک بیٹھے ہوئے پستہ قامت نے کہا۔ "اس پروگرام میں تین چیزیں اہم ہیں۔ چابکدستی، فوری عمل اور وقت کی پابندی۔ کیا سمجھے؟" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ "اس جگہ سے ہم جنوب کا رخ کریں گے اور پھر کسی قدر مشرق کی طرف۔ وہیں نشانہ بازی کی مشق ہوگی۔ یہ رائفل چیک کر لو۔ بے آواز ہے اور بہترین ہے۔ اس کا کارتوس سامنے سے کھوکھلا ہے اور لگنے پر پھٹتا ہے۔"

میں نے رائفل کو ہاتھ میں تولا، کندھا شانے سے ٹکایا اور کھڑکی سے باہر نشانہ لے کر دیکھا۔ رائفل جدید ساخت کی اور عمدہ تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد پستہ قامت آدمی نے پائلٹ سے کچھ کہا اور ہم نیچے اترنے لگے۔ کچھ بلندی پر ہیلی کاپٹر رک گیا۔ پستہ قامت کہنے لگا۔ "یہی جگہ ہے، یہیں ہم کچھ دیر رک کر مشق کریں گے۔" ہیلی کاپٹر پانی سے تقریباً سو فٹ اوپر رک گیا۔۔۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پستہ قامت نے پائلٹ سے کہا۔ "دروازہ کھول دو۔" فوراً ہی میری نشست کے ساتھ والا دروازہ کھسک گیا۔ پستہ قامت بولا۔ "تمھاری نشست بھی گھومنے والی ہے۔ اپنی مرضی کے مطابق اسے فٹ کر لو۔"

میں نے کھٹکا دبا کر سیٹ کو گھمایا اور دروازے کے عین متوازی کر لیا۔ میری نگاہ اور بازوؤں کے آگے کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ میں نے پانی کا نشانہ لیا۔

پستہ قامت کہنے لگا۔ "دیکھو، یہ تمھارا ہدف ہے۔" یہ کہہ کر اس نے گتے کا ایک ڈبا کھڑکی سے باہر لڑھکا دیا اور اس کے بعد مسلسل یہ عمل جاری رکھا۔ رنگین ڈبے پانی پر بطخوں کی طرح تیرنے لگے۔ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو اپنی جگہ قائم رکھا تھا۔ پستہ قامت کہنے لگا۔ "یہ دس ڈبے ہیں۔ اگر تم بیس نشانوں میں سب کو چھید دو تو سمجھوں گا کہ تم واقعی عمدہ نشانے باز ہو۔"

میں نے بارہ نشانوں میں ان تمام ڈبوں کو توڑ دیا۔ سرخ روغن پانی پر پھیل گیا تھا۔

"دس ڈبے، بارہ نشانے اور سولہ سیکنڈ! بہت اچھے، بہت ہی خوب۔ بلاشبہ جان اسنوڈن، تم مکمل طور پر فارم میں ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنی عمدگی اور کامیابی سے نشانہ لگا لو گے۔ جیل کی زندگی نے تم پر کوئی اثر نہیں کیا۔"

دل ہی دل میں، میں نے سوچا کہ جیل میں گیا کون تھا۔ تم لوگ جان اسنوڈن سے جس طرح واقف ہو، اگر میں رونڈر کے میک اپ میں نہ ہوتا تو میرا حشر کیا ہوتا۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔

پستہ قامت کے اشارے پر پائلٹ نے ہیلی کاپٹر واپس موڑ دیا تھا۔ وہ ایک چکر لگا کر بلند ہوا اور اپنے ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے رائفل واپس پستہ قامت کو دے دی جسے اس نے ایک کیس میں رکھ لیا۔

مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ واپسی کا راستہ وہ نہیں ہے جس طرف سے ہم آئے تھے۔ کچھ دیر مزید سفر کے بعد پستہ قامت نے پائلٹ کو اشارہ کیا اور اس نے رفتار پھر کم کر دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دروازہ کھول دیا تھا۔ پستہ قامت نے مجھ سے کہا۔ "اپنی نشست درست کر لو۔"

میں نے اپنی نشست کا زاویہ درست کر لیا تھا۔ ہیلی کاپٹر اب سرسبز جنگلوں کے اوپر سے گزر رہا تھا اور تھوڑی دور چلنے کے بعد وہ تقریباً دو سو فٹ کی بلندی پر رک گیا۔

پستہ قامت نے کہا۔ "یاد رکھو، یہاں ہم صرف بیس سیکنڈ رک سکتے ہیں۔ تمھیں بس اتنا ہی وقت ملے گا۔"

میں نے نیچے دیکھا، ایک بہت بڑا صحن تھا جس کے گرد چار دیواری تھی۔ چاروں طرف درخت تھے اور سرخ پتھر سے بنی ہوئی ایک پگڈنڈی ایک بہت بڑے مکان کی جانب جاتی تھی جس کے سامنے ایک سرسبز لان پھیلا ہوا تھا۔ ایک طرف سوئمنگ پول اور ٹینس کورٹ تھا۔

"ہماری پوزیشن یہی ہو گی۔" پستہ قامت بولا۔ "اس پگڈنڈی کے کنارے پر جو تالاب کی طرف ہے۔ ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کب باہر نکلتا ہے اور ہم یہاں موجود ہوں گے۔ جس مہارت سے تم نشانہ لگا سکتے ہو اس کے لیے بیس سیکنڈ کافی ہوں گے۔ کیا خیال ہے؟"

میرے بدن میں ایک لمحے کے لیے سنسنی سی پھیل گئی۔ پستہ قامت کے الفاظ کسی خاص واقعے کی نشاندہی کرتے تھے۔ نشانہ، بیس سیکنڈ۔ وہ باہر نکلتا ہو گا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ کوئی انسان ہی ہو گا... اور... اور میرے ہاتھوں کسی انسان کو قتل کرایا جائے گا۔ یہ کیسے ممکن ہے! کون ہے وہ؟ کیا سلسلہ ہے؟ ان لوگوں کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ یہ بھی پتا نہیں چل سکا تھا کہ اتنی کاوش وہ کس سلسلے میں کر رہے ہیں۔ اب پہلی بار یہ اندازہ ہوا تھا کہ میرے ہاتھوں کسی انسان کا خون بہایا جائے گا اور یہ بات واقعی پریشان کن تھی۔

میں نے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر پستہ قامت نے پائلٹ کو واپس چلنے کا حکم دیا۔ سارے راستے میں اس مکان اور مکین کے بارے میں سوچتا رہا جسے میرے ہاتھوں قتل کرانے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ پتا نہیں اس سنسان اور غیر آباد علاقے میں یہ خوبصورت مکان کس نے بنوایا ہے؟ اس کا مکین کون ہے اور یہ لوگ اس کے دشمن کیوں ہیں؟ اب کوئی فیصلہ کر لینا ضروری تھا۔ جان اسنوڈن کی حیثیت سے بلاشبہ کچھ کامیابیاں نصیب ہوئی تھیں۔ یہاں تک پہنچ گیا تھا لیکن اس کے بدلے ایک انسان کا خون! وہ بھی کسی ایسے انسان کا جس سے میری کوئی مخاصمت نہیں تھی، میرے لیے انتہائی پریشان کن کیفیت رکھتا تھا۔

ہیلی کاپٹر اس بار اسی سمت روانہ ہوا تھا جہاں سے اس میں سوار ہو کر میں یہاں تک پہنچا تھا اور پھر وہ میدان میں اتر گیا۔ پستہ قامت خوش خوش مجھے ساتھ لیے ہوئے مکان میں داخل ہو گیا۔ جہاں وہی خوش رو شخص ہمارا منتظر تھا۔

اس نے ہم دونوں کی سمت دیکھا اور پھر پستہ قامت شخص سے بولا۔ "کیا پوزیشن رہی؟"

"انتہائی شاندار، توقع سے کہیں زیادہ عمدہ۔" پستہ قامت نے مسرور لہجے کہا۔

خوش رو شخص مسکرانے لگا۔ اس نے بڑے پرتپاک انداز میں مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین تھا، جان اسنوڈن۔ لیکن مائی ڈیئر مسئلہ یہ ہے کہ جو کام میرے سپرد کیا جا رہا ہے، اس کا مقصد کیا ہے؟"

"اوہ ڈیئر اسنوڈن! اس کا مقصد تو صحیح معنوں میں ہمیں بھی نہیں معلوم۔ بس یوں سمجھو تمھیں کام کرنا ہے اور ہمیں اس کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ظاہر ہے تمھارے لیے اتنی الجھنیں بھی نہ پالی جاتیں۔ یہ کام کسی اور سے بھی لیا جا سکتا تھا لیکن کچھ ایسی سیاسی نوعیت ہے کہ اس کے لیے تمھارا انتخاب ہی ضروری تھا۔"

"نہیں۔ میں کسی کو قتل کرنے کا کام نہیں کر سکتا۔"

"کیا مطلب؟"

"تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو کیا! نہیں ڈیئر کسی انسانی زندگی کو بغیر کسی مقصد کے ختم کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ یا تو تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ، ورنہ میں یہ کام نہیں کروں گا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو جان اسنوڈن! تم احمق ہو! کیا تمھیں اپنی زندگی عزیز نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ تم بارود کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے ہو جو کسی بھی وقت بھک سے اڑا کر تمھیں فنا کر دے گا۔"

"اب جو بھی ہو لیکن میں یہ کام نہیں کروں گا۔"

"تو تمھارا کیا خیال تھا، کیا اتنی طویل جدوجہد ایسے ہی کی تھی ہم لوگوں نے؟"

"ٹھیک ہے، میں تمھارا شکر گزار ہوں۔ بے شک تم نے مجھے یہاں تک لانے کے سلسلے میں جو کاوشیں کی ہیں، ان میں تمھیں دقت ہوئی ہو گی لیکن تم خود ہی بتاؤ، میں جانے بوجھے بغیر کسی کو کیسے ہلاک کر سکتا ہوں؟"

"تمھیں جاننے کی ضرورت نہیں ہے، سمجھے۔ کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم یہاں آ چکے ہو لیکن اس بات کو ذہن میں رکھو کہ تمھاری زندگی بلیڈ کی دھار پر ہے۔ ہماری ذرا سی جنبش تمھیں موت کی طرف دھکیل دے گی۔"

"اگر یہی بات ہے تو مجھے موت قبول ہے۔" میں نے جواب دیا۔

خوش رو شخص، پستہ قامت کی طرف دیکھنے لگا۔ چند لمحات کچھ سوچتا رہا اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں تمھیں سوچنے کا موقع دیتا ہوں۔ سوچ لو، اچھی طرح سوچ لو۔ دو ہی راستے ہیں تمھارے پاس، ایک راستے سے چل کر تم موت کی جانب جاؤ گے اور دوسرا راستہ تمھیں زندگی کی جانب لے جائے گا۔ صرف یہ چھوٹا سا کام اور اس کے بعد تمھارے لیے ہمیشہ ہمیشہ کی آزادی۔ کیا سمجھے؟"

"ٹھیک ہے۔ ممکن ہے میں کوئی فیصلہ کر سکوں۔ مجھے اس کا موقع دیا جائے۔" میں نے کہا اور خوش رو شخص نے گردن ہلا دی لیکن اس کے چہرے پر تشویش کے آثار صاف دیکھے جا سکتے تھے۔

گیا جہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ واقعی میں تشویش کا شکار ہو گیا تھا۔ کھیل ہی کھیل میں یہ عجیب مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایمسٹرڈم تک پہنچنے کے لیے اس سے بہتر ذریعہ اور کوئی نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن یہاں آنے کے بعد جن مشکلات کا شکار ہو گیا تھا ان سے نمٹنا اب مشکل ہی نظر آ رہا تھا۔ بالآخر کافی غور و خوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے کہ ان لوگوں کے چنگل سے نکل بھاگنے کی کوشش کروں۔

دو دن تک نہایت صبر و سکون سے وقت بسر کرتا رہا۔ میں نے سوچا تھا کہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں رہوں گا، جب مجھے یہاں سے نکل بھاگنے میں آسانی ہو۔

تیسرے دن مجھے شام میں اسی خوش رو شخص کے سامنے پیش کیا گیا جس کا نام میں نہیں جانتا تھا اور نہ ہی میں نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔ کیونکہ جس طرح وہ جان اسنوڈن کا شناسا تھا، اس سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ جان اسنوڈن اس سے بھی بخوبی واقف ہے لیکن میں اس بدبخت کا نام نہیں جانتا تھا اور اسے مخاطب کرنے کے لیے مجھے ایسے طریقۂ کار اختیار کرنا پڑ رہے تھے جن میں اس کا نام لینے کی ضرورت نہ پیش آئے۔

وہ پستہ قامت بھی اس کے پاس موجود تھا جس نے مجھے رائفل کی مشق کرائی تھی۔ لانے والے دونوں آدمی ہمیں چھوڑ کر باہر نکل گئے۔ خوش رو شخص کے چہرے پر اس وقت مسکراہٹ نہیں تھی بلکہ ایک سرد سی کیفیت اس پر طاری تھی۔ اس نے انگلیوں میں سگریٹ دبائی ہوئی تھی اور اس کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا، پستہ قامت ایک آرام کرسی پر تقریباً نیم دراز تھا۔

خوش رو شخص نے تیکھی نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "جان اسنوڈن! یقیناً تم نے کوئی فیصلہ کر لیا ہو گا۔ افسوس اس سے زیادہ وقت تمھیں نہیں دیا جا سکتا۔ اپنے فیصلے سے ہمیں آگاہ کرو۔"

میں نے کمرے کی سچویشن کا جائزہ لیا۔ یہ آخری وقت تھا جب میں کوئی کارروائی کر لیتا ورنہ شاید اس کے بعد موقع نہ ملتا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر پستہ قامت شخص کے پاس جا کھڑا ہوا۔

"ہاں۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا فیصلہ ہے تمھارا؟" خوش رو شخص نے پوچھا۔

پستہ قامت کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ میں جس صبر و سکون کے ساتھ کھڑا ہوں، اس صورت میں کوئی طوفان بھی پوشیدہ ہے۔ میرا فولادی گھونسا اس کے سر پر پڑا اور دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ پاؤں پھیل گئے۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو کچھ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

طرح میرا ہاتھ پھسلا کہ میری انگلیاں اس کے نتھنوں میں داخل ہوگئیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں تھی کہ میں اس کے نتھنوں کو چیر ڈالوں۔ خون اس کے چہرے سے فوارے کی طرح اُبل پڑا۔ اسی وقت خوف زدہ آدمی نے جو میرے بائیں سمت کھڑا تھا میرے اوپر چھلانگ لگائی اور پھرتی سے میری پیشانی پر گھونسا رسید کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے اتنی زور سے ٹکر ماری کہ وہ الٹ کر دیوار کے پاس جا گرا۔ اس نے پھرتی سے پلٹ کر اُٹھنے کی کوشش کی لیکن چونکہ اس کی پشت پر دیوار تھی، اس لیے اپنی اس کوشش میں وہ ناکام ہوگیا۔

پستہ قامت کے حلق سے خوف ناک چیخیں نکل رہی تھیں۔ وہ اپنے آپ کو بچانے کے لیے پیچھے ہٹ رہا تھا کہ میں نے جھپٹ کر اُسے پکڑ لیا اور رگیدتا ہوا دیوار تک لے گیا لیکن اپنے پیچھے دروازہ کھلنے کی آوازیں نہیں سُن سکا تھا۔ میں نے یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ وہ دونوں آدمی کب اندر داخل ہوئے جو مجھے یہاں تک لائے تھے اور پھر ان میں سے ایک نے کوئی ٹھوس اور سخت چیز میری گردن پر دے ماری۔ ایک لمحے کے لیے سر بُری طرح چکرا گیا تھا۔ دوسری ضرب نے حواس چھین لیے۔ میرے کانوں میں کئی لوگوں کے چیخنے اور شور مچانے کی آوازیں اُبھریں لیکن پھر ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔

ہوش آیا تو تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ میں اسی کمرے میں تھا جس میں مجھے قید کیا گیا تھا۔ کمرے میں بلب جل رہا تھا اور قریب ہی کرسی پر ایک قوی ہیکل آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کی صورت میرے لیے اجنبی تھی۔ شاید میرے سانسوں کی آواز سے اُسے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ میں ہوش میں آگیا ہوں۔ اس نے پلٹ کر سرد نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے گلا صاف کرکے بولا۔ "جو کچھ تم کر چکے ہو، اسے بھول جاؤ۔ جو کرنا ہے اسے یاد رکھو اور یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ تمھیں ہر قیمت پر وہی کرنا ہے جو ہم لوگ چاہتے ہیں۔"

میں بے بسی سے اس نئی شکل کو دیکھتا رہا۔ گردن کی چوٹ اب بھی دکھ رہی تھی اور دماغ میں ہلکی ہلکی ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ میں اُٹھ کر مسہری پر بیٹھ گیا۔

قوی ہیکل شخص بہت لمبے چوڑے بدن کا مالک تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "جن لوگوں پر تم نے حملہ کیا، وہ تمھاری جان کے دشمن ہو رہے ہیں اور اب تمھارے لیے بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ میں نے یہ ذمّے داری اس لیے سنبھال لی ہے کہ تم ان لوگوں کے ہاتھوں میں نہ پڑ سکو، سمجھے۔ فیصلہ کرو، کیا چاہتے ہو؟" اس نے جیب سے پستول نکال لیا اور اس کا رُخ میری طرف کرکے بولا۔ "اگر تمھارا جواب ہاں میں ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میں بے کار چیزوں کو ساتھ رکھنے کا عادی نہیں ہوں۔" اس کی انگلی ٹرائیگر پر تھی۔

مجھے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ اگر میں نے اس وقت کوئی مُرد و قدح کی تو یہ شخص ایک لمحے میں گولی مار دے گا چنانچہ میں نے گہری سانس لی اور آہستہ سے بولا۔ "میں صرف یہ چاہتا تھا کہ مجھے اس کا نام بتا دیا جائے، اس شخص کو قتل کرنے کا مقصد بتا دیا جائے اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے لیے اتنی شدّت سے انکار کیا جاتا رہے۔ صرف اور صرف یہی وجہ تھی ورنہ یہ کام کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے۔"

"اس کا نام اور اس کے قتل کا مقصد تو تمھیں اب بھی نہیں بتایا جائے گا۔ کیا فیصلہ کرتے ہو؟"

"ٹھیک ہے، میں تمھارا کام انجام دینے کو تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

وہ چند لمحے میری شکل دیکھتا رہا اور پھر غرّاتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "کسی بھی قسم کی کوئی غلط حرکت، کوئی کوشش تمھارے لیے صرف موت کا پیغام لائے گی جان اسنوڈن اور صرف تم ہی نہیں، تمھاری بیوی بھی اس موت کا شکار ہوگی۔ ہم چُن چُن کر تمھارے خاندان کے ایک ایک فرد کو ختم کر دیں گے، سمجھے تم۔ چنانچہ ہر طرح سے اپنے آپ کو سازشوں سے پاک رکھنا۔ جو کچھ میں نے کہا ہے وہی ہوگا، سمجھے؟" وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا اور باہر نکل گیا۔ کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ میں وقتی طور پر ضرور ان کے آگے بے بس ہوگیا تھا لیکن حوصلہ نہیں ہارا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ خواہ زندگی کی بازی ہی لگانا پڑے، میں ان کے مقصد کے لیے کام نہیں کروں گا۔ کسی بے گناہ کو میں اپنے ہاتھوں سے اس وقت تک قتل نہیں کروں گا جب تک کہ مجھے اس کے قتل کی وجہ معلوم نہ ہو جائے۔

دوسرے دن ٹھیک چار بجے مجھے اس کمرے میں سے نکال لیا گیا اور ایک کار میں بٹھا کر کہیں لے جایا گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں۔ میں پچھلی نشست پر تھا اور میرے دائیں بائیں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ سڑکیں خاموش اور ویران تھیں۔ یہ سفر تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہا اور اس کے بعد کار شاہراہ چھوڑ کر پہاڑی علاقے کی طرف چل پڑی۔

پہاڑوں کی چوٹیوں پر سورج کی آخری کرنیں تھرک رہی تھیں، نیچے وادیوں میں اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ ہم آہستہ آہستہ بلندی کی طرف جا رہے تھے۔ سڑک کے دونوں کناروں پر گھنے درخت تھے جن میں کہیں کہیں کوئی مکان چھپا ہوا نظر آجاتا تھا۔ دائیں بائیں مڑتے ہوئے بالآخر ہم ایک جگہ جا رُکے۔ درختوں کے درمیان ایک صاف قطعہ نظر آرہا تھا جہاں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان لوگوں نے اتنا طویل سفر کیوں اختیار کیا۔ پہلے مجھے جس ہیلی کاپٹر میں اس جگہ کا معائنہ کرایا گیا تھا وہ تو اسی عمارت کے صحن میں تھا۔ اس مشن کے لیے انھوں نے اس نئی جگہ اور نئے ہیلی کاپٹر کا انتخاب کیوں کیا ہے؟ یہ ہیلی کاپٹر بھی وہ نہیں تھا جس میں پستہ قامت کے ساتھ سفر کرتا ہوا میں اس مکان تک پہنچا تھا بلکہ یہ ذرا مختلف قسم کا تھا۔ اس سے چھوٹا لیکن تیز رفتار۔

ٹھیک چھ بجے مجھے ہیلی کاپٹر میں داخل ہونے کے لیے کہا گیا۔ میرے ساتھ دو نٹے آدمی تھے۔ ان میں سے کوئی میرا جانا پہچانا نہیں تھا۔ ان میں سے ایک نے بیٹھتے ہی ہیڈ فون کانوں سے لگا لیے اور اس کے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ بھی وہ نہیں تھا جس نے پہلی بار ہمیں وہاں تک پہنچایا تھا۔ یہ پائلٹ نیا آدمی تھا۔

تھوڑی دیر تک ہیلی کاپٹر کا سفر جاری رہا اور پھر میرے برابر بیٹھے ہوئے آدمی نے ایک کیس میں سے وہی مخصوص قسم کی رائفل نکال کر میرے سپرد کر دی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "رائفل خوب اچھی طرح سے چیک کی جا چکی ہے۔ ہم جب اس پہاڑی پر ہوں گے تو ہیلی کاپٹر کے دروازے کھل جائیں گے اور ہم تیزی سے نیچے آئیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جب وہ مکان اور تالاب کے درمیان پہنچے تو نشانہ لیا جائے۔ وہ گھڑی کی طرح وقت کا پابند ہے، ممکن ہے اس وقت وہ نہانے میں مصروف ہو۔ بہر حال تمھارا کام اس کا ٹھیک ٹھیک نشانہ لینا ہے۔" میں نے صرف اثبات میں گردن ہلانے پر ہی اکتفا کی اور رائفل گھٹنوں پر رکھ کر خاموش بیٹھ گیا۔ جو کچھ میں نے سوچا تھا، اس پر عمل کرنا انتہائی مشکل تھا، خود میری اپنی ہی زندگی کو خطرہ لاحق تھا۔

ہمارا سفر جاری رہا اور پھر اچانک میں نے وہ سفید مکان دیکھا جو پہاڑی کے دامن میں بنا ہوا تھا۔ تالاب کا نیلا پانی گھاس کے درمیان چمک رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر نیچے جھکنے لگا۔ میری طرف کا بغلی دروازہ کھل گیا اور سرد ہوا کے تھپیڑے مجھے تصور کی دنیا سے نکال لائے۔ اب ہم تیزی سے نیچے جا رہے تھے۔ میں نے رائفل اُٹھائی اور صحیح نشانہ لینے کی کوشش کرنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ میں پائلٹ کو بھی ہدایات دیتا جا رہا تھا۔ پائلٹ اضطراری طور پر میری ہدایت پر عمل کر رہا تھا۔ رفتہ رفتہ نیچے اترتے ہوئے ہم تالاب کے عین اوپر پہنچ گئے۔ یہیں سے مجھے نشانہ لینا تھا۔

میں نے رائفل سیدھی کی اور اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اس نے بھی غالباً اوپر اس ہیلی کاپٹر کو دیکھ لیا تھا کیونکہ اس کا تحیّر آمیز چہرہ اوپر کی سمت اُٹھا ہوا تھا۔

دفعتاً میرے برابر بیٹھے ہوئے آدمی نے بھنچی بھنچی آواز میں کہا۔ "فائر۔" اور اس کے ساتھ ہی میں نے ایک دم ہیلی کاپٹر سے چھلانگ لگا دی۔

وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی ایسی صورتِ حال پیدا ہو جائے گی۔ میں نے بھی زندگی کی بازی لگائی تھی۔ تالاب کی گہرائی کا مجھے اندازہ نہیں تھا اور یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ پانی میرا وزن سہار سکے گا یا نہیں۔ ممکن ہے میری دونوں ٹانگیں ہی ٹوٹ جائیں۔ تیز ہواؤں کی سنسناہٹ کے ساتھ ایک لمحے میں، پلک جھپکتے ہی میں تالاب میں آگرا۔ وہ لوگ ششدر رہ گئے تھے، فیصلہ بھی نہیں کر پائے تھے کہ انھیں کیا کرنا چاہیے۔ میں نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے تیراکی کی ہر طرح کی مشق کو ذہن میں رکھا اور پانی کی سطح پر اس طرح گرا کہ اگر میں تہ تک پہنچ بھی جاؤں تو میرے سر کو کم از کم چوٹ نہ لگے۔ لیکن خوش بختی یہ تھی کہ تالاب خاصا گہرا تھا اور اس میں پانی اوپر تک بھرا ہوا تھا جس کی وجہ سے پانی نے بہ آسانی میرا بوجھ اُٹھا لیا۔ میں اطمینان سے رائفل سمیت پانی کی تہ میں پہنچ گیا اور اس کے بعد جب میں نے پانی سے سر اُبھارا تو ہیلی کاپٹر تیزی سے واپس جا رہا تھا۔

پانی میں نہاتا ہوا آدمی جس کے بال سفید تھے، مونچھیں اور بھویں تک سفید تھیں لیکن چہرہ بے حد جاندار تھا، پھٹی پھٹی نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا پھر جب میں نے پانی کی سطح سے سر اُبھارا تو اس کی نگاہیں میری طرف اُٹھ گئیں۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار صاف نظر آرہے تھے۔

میں نے اوپر کی سمت دیکھا اور پھر بھنچے بھنچے لہجے میں اس سے بولا۔ "فوراً ہی تالاب سے نکل کر کسی محفوظ جگہ پہنچنے کی کوشش کرو۔ تمھاری زندگی خطرے میں ہے۔"

ایک لمحے کے لیے جیسے میرے الفاظ اس کی سمجھ میں بھی نہ آئے ہوں لیکن دوسرے لمحے وہ سمجھ گیا اور پھر تیزی سے خود ہی کنارے کی جانب تیرنے لگا۔ میں بھی اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ رائفل میں نے اب بھی اپنے ہاتھ میں سنبھالی ہوئی تھی جو پانی میں بھیگ کر ناکارہ ہوگئی تھی۔

ہم دونوں تالاب سے نکل کر دوڑتے ہوئے عمارت کے سائے میں آگئے۔ اطراف میں کوئی نہیں تھا۔ سائے میں پہنچنے کے بعد اس نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولا۔ "یہ سب... یہ سب کیا تھا؟"

"اب بھی اندازہ نہیں لگا سکے؟" میں نے اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو؟"

"کوئی بھی ہوں، اپنی اور میری حفاظت کا بندوبست کرو۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ممکن ہے کوئی اور کارروائی ہو جائے۔"

اس نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر تیزی سے اندر کی سمت مڑ گیا۔ مجھ سے اس نے اب بھی کچھ نہیں کہا تھا۔ میں اس کے ساتھ مڑ کر دو قدم چلا تو دفعتاً میں نے تین چار آدمی دیکھے جو مختلف کاموں میں مشغول تھے۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "باہر الارم بجادو۔ الارم بجادو۔"

تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک سائرن کی سی آواز گونجی اور ذرا سی دیر میں بے شمار دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی ان آوازوں میں شامل تھیں۔ وہ ایک دیوار سے پشت لگا کر گہرے گہرے سانس لے رہا تھا اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار میرے ہاتھوں میں تھمی ہوئی رائفل کی جانب اٹھ جاتی تھیں۔ میں نے رائفل اس کے پیروں کے قریب پھینک کر کہا۔ "مجھے تمھاری جان لینے کے لیے مخصوص کیا گیا تھا لیکن میں نے تمھاری جان نہیں لی بلکہ اپنی جان کی بازی لگا کر تمھیں بچایا ہے۔"

"کک... کون تھے وہ لوگ اور تم...؟"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اب تم کسی محفوظ جگہ بیٹھ کر مجھ سے بات چیت کرو۔ میرا لباس بری طرح بھیگا ہوا ہے اور میں شدید ذہنی کوفت محسوس کر رہا ہوں۔"

"ہاں آؤ آؤ۔" اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر مجھے ساتھ لیے ہوئے اندر چل پڑا۔ ایک خوبصورت کمرے میں پہنچ کر اس نے دیوار میں لگی ہوئی بیل بجائی اور ایک کمسن لڑکی اندر آگئی۔ اس کی عمر سولہ سترہ سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ خادمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ سفید مونچھوں والے نے اس سے کہا۔ "سلیپنگ سوٹ اور گاؤن نکال لاؤ۔ ان صاحب کو دے دو۔" پھر مجھے مخاطب کر کے کہا۔ "تم خود ہی اس کے ساتھ چلے جاؤ اور لباس تبدیل کر لو۔"

میں لڑکی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر نکلتے ہی میں نے دو تین آدمیوں کو تیز رفتاری سے اندر آتے ہوئے دیکھا۔ وہ یقیناً سفید مونچھوں والے کے ساتھی ہی تھے۔ انھیں نظر انداز کر کے میں لڑکی کے ساتھ آگے بڑھا اور ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گیا۔ لڑکی بار بار چور نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی لیکن اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ ایک کمرے میں جا کر اس نے الماری کھولی اور اس میں سے سفید رنگ کا سلک کا سلیپنگ سوٹ نکال کر مجھے دے دیا اور پھر ایک پھولدار سیاہ گاؤن بھی۔

"اس طرف پلیز۔ باتھ روم۔" اس نے ایک سمت اشارہ کر کے کہا اور خود دروازے سے باہر نکل گئی۔

میں نے اپنے بھیگے ہوئے لباس کو اتار کر باتھ روم میں ڈال دیا اور پھر سلیپنگ سوٹ پہن کر اوپر سے گاؤن پہن لیا۔ بھیگے ہوئے بالوں کو باتھ روم کے ایک اسٹینڈ پر پڑے ہوئے تولیے سے خشک کیا اور وہیں رکھے ہوئے کنگھے سے ان کو درست کر کے باہر نکل آیا۔

کمرے کے دروازے کے باہر لڑکی میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر آگے بڑھ گئی۔ میں اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا بالآخر اسی کمرے میں پہنچ گیا جہاں سفید مونچھوں والا سر پکڑے بیٹھا ہوا تھا۔ قدموں کی آہٹ پر اس نے سر اٹھایا اور سنبھل کر بیٹھ گیا پھر اس نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "گرم گرم کافی بلیک!"

لڑکی باہر نکل گئی تو اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب یہ عمارت پوری طرح محفوظ ہے۔ اگر وہ بمبار طیارے بھی لے کر یہاں پہنچ جائیں تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ بیٹھو۔ تم عجیب و غریب شخصیت کے مالک ہو۔ یہ سب کچھ ہوا کیا تھا؟ میں واضح طور پر کچھ نہیں سمجھ سکا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے، اس ہیلی کاپٹر کے ذریعے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ غالباً تالاب میں نہاتے ہوئے مجھ پر گولیاں برسائی جائیں اور ہلاک کر دیا جاتا اور شاید تمھیں اس کام کے لیے مخصوص کیا گیا تھا؟"

"ہاں۔"

"اور تم تالاب کے اوپر پہنچنے کے بعد رائفل سمیت نیچے کود پڑے! میری زندگی بچانے کے لیے؟ تمھیں یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ تالاب کا پانی کتنا گہرا ہے۔ اتنی بلندی سے کود کر تمھارے ہاتھ پاؤں بھی ٹوٹ سکتے تھے۔ تمھارے سر میں چوٹ لگ سکتی تھی۔"

"ہاں۔ میں نے تمھاری زندگی بچانے کے لیے جان کی بازی لگا دی تھی۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ لوگ تمھیں کیوں قتل کرانا چاہتے تھے؟"

"یہ بات میرے لیے انتہائی تعجب خیز ہے۔"

"پہلے یہ بتاؤ میں تمھیں کس نام سے مخاطب کروں؟"

"مجھے چیک لارس کہا جاتا ہے۔ لوگ مجھے لارڈ چیک لارس کہتے ہیں۔ کیا میں تم سے بھی متعارف ہو سکتا ہوں؟"

"میرا ایک نام جان اسنوڈن ہے، دوسرا نام روڈر۔ جس نام سے چاہو تم مجھے مخاطب کر سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب بعد میں بتا دوں گا۔"

"تو پھر میں تمھیں اسنوڈن ہی کہہ کر مخاطب کروں؟"

"ہاں کوئی ہرج نہیں ہے۔" لڑکی کافی لے آئی اور اس نے

بڑے اہتمام سے کافی میرے سامنے پیش کر دی اور دوسری پیالی خود لے کر بیٹھ گیا۔

"ہاں ڈیئر اسنوڈن، اب تم مجھے اپنے بارے میں بتا ڈالو۔ ویسے ایک بات سن لو میں تمھارا بے حد شکر گزار ہوں کہ تم نے اپنی زندگی کی بازی لگا کر میری جان بچائی ہے۔ واقعی آج میں ان کا شکار ہو گیا تھا۔ یہ بداحتیاطی مجھ سے ہی ہوئی ورنہ میں نے اپنی حفاظت کے لیے کافی انتظامات کر رکھے ہیں۔ مجھے امید نہیں تھی کہ کوئی اس طرح کی عظیم الشان کارروائی کی جائے گی۔ بہر طور دشمن اپنے طور پر کارروائیاں کرتا ہی ہے۔ اس وقت میری زندگی تمھاری رہین منت ہے اور میں تمھارے اس احسان کا صلہ ضرور دوں گا۔"

میں نے بلیک کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیے۔ دماغ کو بڑی فرحت ہوئی تھی جو کچھ میں کرنا چاہتا تھا وہ کر چکا تھا۔ ان لوگوں کے چنگل سے نکل چکا تھا اور اس بے گناہ شخص کی جان بھی بچ گئی تھی۔ میں نے زیر لب اس کا نام دہرایا۔ چیک لارس۔ لارڈ چیک لارس۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا تھا پھر میں نے کہا۔ "مجھے ایک دوسرے ملک سے یہاں لایا گیا ہے جہاں میں قیدی تھا۔"

"کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا؟" وہ ایک دم چونک پڑا۔ کافی کی پیالی اس نے میز پر رکھ دی تھی۔

"جان اسنوڈن۔"

"اوہ... اوہ! تم گیروز پارٹی کے آدمی ہو۔" وہ مضطربانہ انداز میں بولا اور میں اس کا جائزہ لینے لگا۔

"گیروز پارٹی کے بارے میں میں کچھ جان سکتا ہوں؟"

"کیا مطلب! کیا تم اس کے آدمی نہیں ہو؟"

"اگر اسنوڈن، گیروز پارٹی کا آدمی تھا تو یوں سمجھ لیجیے کہ میں گیروز پارٹی ہی کا آدمی ہوں۔"

"میں اب بھی تمھاری بات کا مطلب نہیں سمجھا؟"

"میں نے کہا نا! میرا نام جان اسنوڈن بھی ہے اور روڈر بھی۔"

"براہ کرم مجھے الجھاوے میں نہ ڈالو جس حادثے سے میری جان بچی ہے اس نے ابھی تک میرے اعصاب کشیدہ کیے ہوئے ہیں۔ میں بہت زیادہ مضبوط دل کا مالک نہیں ہوں۔ خاص طور سے اس قسم کے معاملات سے میرا کوئی واسطہ کبھی نہیں پڑا۔ میں سیاسی حیثیت رکھتا ہوں اور صرف دماغ لڑانا جانتا ہوں۔"

"مسٹر چیک لارس، یہ ایک دلچسپ کہانی ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ نہ میں جان اسنوڈن ہوں، نہ روڈر۔ میرا کچھ اور ہی نام ہے۔ میں ایک قطعی غیر متعلق آدمی تھا جسے کسی غلط فہمی کی بنا پر کچھ لوگوں نے اغواء کیا اور ایک طویل سفر کے بعد ہالینڈ تک پہنچا دیا۔ غالباً جان اسنوڈن کو جیل سے فرار کرایا گیا تھا اور اس کے ذریعے یہ کام لیا جانا تھا لیکن انھیں غلط فہمی ہو گئی۔ مجھے جان اسنوڈن کی حیثیت سے ہی یہاں تک لایا گیا اور وہ لوگ مسلسل مجھے جان اسنوڈن سمجھتے رہے۔ روڈر میرا نام اس لیے ہے کہ اس نام سے میں نے ہالینڈ تک سفر کیا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ نہ میں روڈر ہوں اور نہ جان اسنوڈن۔ میں بھی کچھ ایسے حالات کا شکار تھا کہ اس جگہ سے نکل کر کسی اور جگہ پہنچنا چاہتا تھا اور اس حیثیت سے میں نے فائدہ اٹھایا پھر یہاں کچھ لوگوں نے مجھے جان اسنوڈن کی حیثیت سے ریسیو کر کے میرا کام مجھے بتایا جسے نہ کرنے کے لیے میں نے خاصی جد و جہد کی لیکن ان حالات میں میرے لیے زندہ رہنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا اور مجھے مجبور کر دیا گیا تھا کہ میں یہ کام کروں۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ کسی بھی بے گناہ شخص کی زندگی نہیں لوں گا۔ خواہ اس کے لیے مجھے اپنی زندگی کی بازی ہی کیوں نہ لگانا پڑے اور میں نے زندگی کی بازی لگا دی۔ مجھے خوشی ہے کہ میں کامیاب رہا۔"

"بہت عجیب حالات ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں آخر! میرے دشمن اس حد تک جا سکتے ہیں، کمال ہے! میں نے نہیں سوچا تھا۔ اپنا اصل نام بتاؤ دوست؟"

"آپ مجھے جان اسنوڈن ہی کہہ لیں تو کیا ہرج ہے؟"

"گویا اپنا اصل نام چھپانا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے صاف گوئی سے کہا۔

"اگر اس کی کوئی خاص وجہ ہے تو میں اصرار نہیں کروں گا۔ تم نے بتایا ہے کہ ایک حادثے کے تحت تمھیں جان اسنوڈن سمجھ لیا گیا تھا اور تم نے اپنی اصل شخصیت کا اظہار اس لیے نہیں کیا کہ تم یہاں آنا چاہتے تھے؟"

"ہاں۔ لیکن ہالینڈ ہی میں نہیں، بس میں اس ملک سے نکلنا چاہتا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"جو سوالات میں تم سے کر رہا ہوں وہ صرف اس لیے ہیں کہ میں تمھارے سلسلے میں اپنی ذمے داریاں سمجھ لوں۔ اس کے علاوہ ان سوالات کا کوئی مقصد نہیں ہے۔"

"ذمے داریاں؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میری زندگی بچانے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دینے والا میری نگاہ میں معمولی حیثیت نہیں رکھتا۔ میں تمھارے لیے وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہوں جو تمھارے لیے ضروری ہو۔ میں ناسپاس نہیں ہوں۔"

"شکریہ مسٹر لارس! درحقیقت ہالینڈ میرے لیے اجنبی ہے اور میں کسی کی مدد کے بغیر یہاں محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اگر آپ میری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مدد کرنا چاہتے ہیں تو مجھے اس وقت تک سہارا دے دیں جب تک میں اس ملک سے روشناس نہ ہو جاؤں۔"

"چیک لارس کی دوستی قبول کرو۔" اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"شکر گزار ہوں۔"

"آؤ۔ میں تمھیں تمھاری آرام گاہ دکھا دوں۔ ہم کچھ وقت یہاں رکیں گے اس کے بعد یہاں سے نکل جائیں گے۔ یہ قیام گاہ میرے لیے خطرناک ہے۔ آؤ۔" وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

ایک راہداری طے کر کے ہم ایک دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک بیڈ روم تھا جو نہایت خوش سلیقگی سے آراستہ تھا۔

"یہاں آرام کرو، تم لارڈ لارس کے دوست ہو تمھیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔"

"شکریہ لارڈ۔" میں نے کہا اور لارس مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں نے خواب گاہ پر نگاہ ڈالی یہ عمارت ہی جنت نظیر تھی اور پھر جس طرح ویرانے میں اسے تعمیر کرایا گیا تھا اس سے ہی لارس کے ذوق کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس نیم تاریک خواب گاہ میں سکون ہی سکون تھا۔ ہر شے ایسی کہ بس دیکھتے رہو۔ ایک گوشے میں روشن حروف میں باتھ روم لکھا نظر آرہا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا اور لباس اتار کر گرم پانی کے شاور کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ غسل خانہ مہک رہا تھا۔ پانی میں کوئی نفیس، ہلکی خوشبو شامل کی گئی تھی۔

اس حسین ماحول پر غور کرتے ہوئے مجھے اپنی یہاں موجودگی کا خیال آگیا۔ وہ خطرناک لمحات یاد آئے جب میں نے ہیلی کاپٹر سے چھلانگ لگائی تھی۔ یہ بھی میری خوش بختی تھی کہ نئے لوگوں کی وجہ سے مجھے اس کا موقع ملا تھا۔ پستہ قامت شخص اگر زخمی نہ ہوتا تو وہی میرے ساتھ آتا اور جو پروگرام اس نے ترتیب دیا تھا اسی کے مطابق کام ہوتا۔ اس پروگرام میں ہیلی کاپٹر کو تالاب کے عین اوپر لانا شامل نہیں تھا بلکہ اونچے درختوں کی آڑ سے ہی تالاب کا نشانہ لے کر گولیاں برسانا تھیں لیکن نئے لوگ میرے ایما پر ہیلی کاپٹر تالاب کے عین اوپر لے آئے تھے اور اس طرح مجھے کامیابی نصیب ہو گئی ورنہ درختوں کے عقب میں نیچے کودنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ بہر حال میں ان لوگوں کے چنگل سے نکل آیا تھا اور لارڈ لارس کی دوستی میرے لیے بہت سود مند تھی۔ ایمسٹرڈم کے شہر میں بہ آسانی خود کو ضم کیا جا سکتا تھا۔ اپنے چہرے کا میک اپ اتارنے کے بعد میں یہاں سب کے لیے اجنبی ہو جاؤں گا سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے مجھے ہالینڈ بھیجا تھا۔ یہ بھی شکر تھا کہ وہ لوگ اسنوڈن کی اصل شکل سے واقف نہیں تھے۔

ساری باتیں عجیب تھیں، اسنوڈن جیل سے فرار ہو کر ٹرک میں بیٹھا اور پھر کسی سنسان جگہ اتر گیا۔ وہ ان لوگوں کے چنگل سے بچنا ہی چاہتا تھا ورنہ اسی دوران یہاں پہنچ جاتا جب انھوں نے مجھے اسنوڈن سمجھ لیا تھا۔ سب کچھ ایک ایسے منصوبے کے تحت عمل میں آیا تھا جو کسی کے ذہن میں نہیں تھا۔ ہاں یہ کسی انسانی ذہن میں نہیں تھا بلکہ آسمانوں میں اس کی ترتیب ہو گئی تھی اور اس آسمانی منصوبے کو کون رد کر سکتا تھا۔

شاور سے ڈھیروں پانی میرے بدن پر بہہ چکا تھا۔ میں نے شاور بند کر دیا اور پھر ایک دوسرے گوشے میں پہنچ کر بدن خشک کیا۔ بال خشک کرنے کا انتظام بھی تھا۔ روڈٹر کا میک اپ اتارنے کے لیے کچھ چیزوں کی ضرورت تھی جن کا بعد میں ہی انتظام کیا جا سکتا تھا اور پھر اس کی جلدی بھی نہیں تھی۔ بال وغیرہ درست کر کے میں نے غسل خانے کی روشنیاں بند کیں اور پھر دروازہ کھول دیا۔

لیکن دوسری طرف گھپ اندھیرا تھا۔ خواب گاہ کی وہ مدھم روشنیاں بجھ گئی تھیں جن سے کمرے کو روشن کیا گیا تھا۔ میں چونکہ تیز روشنی سے آیا تھا اس لیے بالکل ہی اندھا ہو گیا تھا اور اسی وقت کسی نے عقب سے مجھے دبوچ لیا۔

مجھے ایک لمحے میں خطرے کا احساس ہوا اور میرے اعصاب غیر شعوری طور پر متحرک ہو گئے۔ میں نے اپنے بدن کو مخصوص انداز میں زور سے جھٹکا دیا اور جونہی حملہ آور کا توازن بگڑا، میں نے اسے اُٹھا کر پوری قوت سے اچھال دیا۔

ایک تیز نسوانی چیخ میرے کان پھاڑتی گزر گئی تھی۔ جس وجود کو میں نے ہیجانی انداز میں اٹھا کر پھینکا تھا اس کے لمس کے احساس سے بھی یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ نسوانی بدن تھا۔ ہلکی سی آواز ہوئی اور پھر ایک کراہتی ہوئی آواز ابھری۔ "کون... کون ہے؟ انکل! انکل!" آخر میں آواز زوردار تھی۔ دوسرے لمحے کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ "کون؟ کون؟" اچانک تیز روشنی سے بینائی پھر متاثر ہوئی تھی لیکن یہ آواز... یہ آواز شناسا سی تھی۔ میرے ہاتھ آنکھوں پر چلے گئے تھے۔ "کون ہو؟ خبردار! میرے ہاتھ میں پستول ہے۔ جنبش کی تو پورے بدن میں سوراخ کر دوں گی۔" میں نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر اس شناسا آواز والی کو دیکھا اور اس کی آواز دوبارہ ابھری۔ "اوہ مائی گاڈ روڈٹر، مسٹر روڈٹر آپ... آپ؟" میں نے بھی اسے پہچان لیا۔ یہ سائیکا مائلر تھی۔ وہی لڑکی جو کلی روڈٹر کی دوست تھی اور جس کے ساتھ میں نے ایک اسرائیلی ریسٹوران میں کھانا کھایا تھا۔

"مس سائیکا!"

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں مسٹر روڈٹر؟" اس نے شدید حیرت سے پوچھا۔

"غسل۔" میں نے جواب دیا اور ہنس پڑا۔ "مگر آپ نے مجھ پر حملہ کیوں کیا تھا؟"

"وہ حملہ تھا؟" سائیکا منہ بنا کر بولی۔ "میں تو آپ کو انکل لارس سمجھی تھی۔ اچانک روشنی بند کر کے میں آپ کو ڈرانا چاہتی تھی۔ میرے خدا! آپ کتنے ہارس پاور کے ہیں، اگر میں مسہری پر نہ گرتی تو میرا کیا حشر ہوتا؟ مگر آپ... آخر آپ کا انکل لارس سے کیا تعلق؟"

"چوری کرنے گیا تھا۔ اتنا خوبصورت غسل خانہ دیکھا تو بے اختیار دل چاہا کہ غسل کر لوں۔" میں نے کہا۔

"میں سچ مچ آپ کو گولی مار سکتی ہوں مسٹر روڈٹر۔ یہ پستول اصلی ہے۔" اس نے پستول کو ہلاتے ہوئے کہا۔

"اپنی سہیلی کا سہاگ اجاڑ دیں گی آپ... آپ کو دکھ نہ ہو گا۔" میں نے کہا اور اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آنے لگے۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور ہم دونوں اس طرف متوجہ ہو گئے۔

اندر داخل ہونے والے مسٹر چیک لارس ہی تھے۔ "ایکسکیوز می مسٹر اسنوڈن، ایک ضروری..." اُن کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ ان کی نگاہ سائیکا پر پڑ گئی تھی۔ "تم... تم کب آئیں؟"

سائیکا کا چہرہ ہونقوں جیسا ہو گیا تھا۔ وہ اس صورت حال سے کافی پریشان نظر آرہی تھی۔ مجھے دھمکیاں دینے کی اور بات تھی لیکن اب اچانک مسٹر لارس آگئے تھے تو وہ یہ فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ اب میرے سلسلے میں کیا کرے۔ میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا، وہ مسٹر لارس ہی کی طرف متوجہ تھی اور فوراً ہی کوئی فیصلہ کرنا چاہ رہی تھی۔ دوسرے لمحے اس نے کہا۔ "ابھی تھوڑی دیر قبل ہی انکل، میں سیدھی آپ کے کمرے میں آئی تھی مگر یہاں۔ یہاں ان صاحب سے..." میں نے دل ہی دل میں اس کی تعریف کی۔ بڑی تیزی سے اس نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے آپ کو نیوٹرل رکھے اور اندازہ لگائے کہ خود مسٹر لارس اس سلسلے میں کیا کرتے ہیں۔

"اوہ... اچھا اچھا تم غالباً اس لیے یہاں گھس آئی ہو گی کہ تمھارے خیال میں میں یہاں موجود ہوں گا۔"

"جی... جی انکل۔" سائیکا مائلر نے جواب دیا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ ان سے تعارف ہوا؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ میں اصل نام سے خود بھی تمھارا ان سے تعارف نہیں کرا سکتا۔ بعض واقعات اور بعض لوگ بڑے دلچسپ و عجیب ہوتے ہیں۔ وہ ہمارے لیے بہت بڑی اہمیت اختیار کر جاتے ہیں لیکن ہم ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ بہر حال احسان بہ ذاتِ خود بہت بڑا تعارف ہے۔ میں تمھیں ان سے جان اسنوڈن کے نام سے ملا سکتا ہوں اور مسٹر اسنوڈن، یہ میری بھتیجی سائیکا مائیلر ہے۔ میرے مرحوم بڑے بھائی کی بیٹی۔ جو ہوائی جہاز کے ایک حادثے میں ہلاک ہو گئے تھے۔ یوں سمجھ لیں، ہم دونوں بھائیوں کی آنکھوں کی روشنی یہی لڑکی ہے۔ میں نے تو شادی ہی نہیں کی اور میرے بڑے بھائی کے ہاں ایک ہی بیٹی پیدا ہوئی۔ یہ ادب پتی لڑکی ہے۔" مسٹر لارس مسکرائے۔

میں نے بڑے خلوص سے سائیکا کو ہیلو کہا تھا اور وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی تھی پھر وہ ایک دم بول پڑی۔ "مگر انکل! مسٹر جان اسنوڈن سے آپ کا تعارف کس طرح ہوا اور تعارف بھی ایسا کہ یہ آپ کی خواب گاہ کے غسل خانے تک پہنچ گئے؟"

"ہاں بھئی۔ یہ اتنے تیز رفتار ہیں کہ میرے دل کی گہرائیوں میں اتر گئے ہیں پھر خواب گاہ کا غسل خانہ کیا حیثیت رکھتا ہے۔"

"گویا آپ کی اجازت سے؟"

"ہاں، ہاں تمھیں تفصیل بتا دی جائے گی، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں لیکن تمھاری شرارتیں ختم نہیں ہوئیں، یہاں آرہی تھیں تو کم از کم مجھے ٹیلی فون ہی کر دیا ہوتا۔ تم جانتی نہیں ہو حالات کتنے مخدوش ہیں آج کل۔ تمھاری شکل و صورت میں کوئی اور بھی یہاں آسکتا ہے۔ میرے دشمن یقیناً یہ جانتے ہیں کہ تم میرے لیے کیا حیثیت رکھتی ہو۔ آئندہ ایسی کوئی کوشش نہ کرنا۔ میں یہاں اور اس جگہ کے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگوں کو یہ ہدایت کر دوں گا کہ اگر سائیکا بھی یہاں آئے تو اس کی اچھی طرح شناخت کیے بغیر اُسے اندر نہیں داخل ہونے دیا جائے۔ ایسی حالت میں تم جانتی ہو کہ کیا ہو گا۔ تم یہ سلوک برداشت نہ کر پاؤ گی۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ پہلے مجھے اپنی آمد سے آگاہ کر دیا کرو۔"

"اوہ سوری انکل۔ چونکہ معاملہ آپ کے دشمنوں کا ہے.... لیکن غلطی آپ کی بھی ہے انکل، آخر آپ مجھے ان کے بارے میں بتلاتے کیوں نہیں۔ ایک بار صرف مجھے ان سے روشناس کرا دیں اور پھر میرا کمال دیکھیں۔"

مسٹر لارس ہنسنے لگے تھے پھر وہ میری طرف رُخ کر کے بولے۔ "دیکھا بھئی۔ گویا ہم اپنی زندگی کی باگ ڈور اور اپنے دشمنوں کا حساب کتاب اپنی اس بچی کے سپرد کر دیں۔ لوگ کیا سوچیں گے، کیا کہیں گے ہمارے بارے میں۔"

"ٹھیک ہے، آپ زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ میں نے تو آپ سے اس موضوع پر بات کرنا ہی چھوڑ دیا ہے۔" وہ بولی اور پھر میری طرف دیکھنے لگی۔ "انکل آپ کا مسٹر اسنوڈن سے کیا تعلق ہے؟ کس طرح

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آپ کا ان سے تعارف ہوا؟" اس کے انداز میں شکوک و شبہات صاف نمایاں تھے۔

لارڈ چیک لارس نے معذرت آمیز انداز میں مجھے دیکھا اور پھر کہنے لگے۔ "آپ سائیکا کے لہجے کو محسوس نہ کریں مسٹر اسنوڈن! مختصراً اس کے بارے میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ بس لاڈلی ہونے کی وجہ سے یہ کچھ ضرورت سے زیادہ ہی تیز ہو گئی ہے۔ بھئی اگر میں تم سے یہ کہوں کہ مسٹر اسنوڈن نے میری زندگی بچانے کے لیے اپنی زندگی کی بازی لگا دی تھی ورنہ دوسری شکل میں تمھیں شاید یہی اطلاع دی جاتی کہ تمھارے انکل بھی تمھیں چھوڑ کر اس دنیا سے جا چکے ہیں تو بتاؤ تمھارے کیا احساسات ہوں گے؟"

"کیا... ؟" سائیکا چونک پڑی۔

"ہاں۔ تفصیل تمھیں بعد میں بتا دی جائے گی۔ فی الحال اتنا ہی سُن لو کہ اس وقت اگر میں تم سے گفتگو کر رہا ہوں تو اس کے ذمّے دار مسٹر اسنوڈن ہیں ورنہ جو کچھ میں تم سے کہہ چکا ہوں درحقیقت وہی ہوتا۔"

سائیکا مائیلر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن... لیکن... خیر، کوئی بات نہیں۔ اگر ایسی بات ہے تو میں مسٹر اسنوڈن کی شکر گزار ہوں اور اپنے انداز پر معذرت خواہ ہوں لیکن یہاں آپ کی خواب گاہ میں یہ کیا کر رہے تھے؟"

"آرام لیکن تم ان کے آرام میں خلل کا سبب بن گئیں اور بعد میں میں نے بھی تمھارا ہی ساتھ دیا۔ آؤ واپس چلتے ہیں۔"

"آپ ان سے کچھ پوچھ رہے تھے انکل۔" سائیکا مائیلر کہنے لگی

"ہاں، پوچھ رہا تھا لیکن اس وقت مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تم بھی یہاں موجود ہو۔ پلیز، مسٹر اسنوڈن! آپ آرام کریں۔ ہم لوگوں نے خوامخواہ آپ کے آرام میں خلل ڈالا ہے۔ آؤ سائیکا۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر اس وقت مسٹر لارس سے گفتگو کرنے کا فیصلہ ملتوی کر دیا۔ ممکن ہے وہ سائیکا کے سامنے تفصیل نہ بتانا چاہتے ہوں۔ وہ دونوں چلے گئے اور میں اپنی مسہری پر لیٹ گیا۔

دوسرے دن صبح ناشتے کی میز پر سائیکا بھی موجود تھی۔ مسٹر لارس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بھئی میں اس سلسلے کی تمام گفتگو خفیہ رکھنا چاہتا تھا لیکن بھلا اس بلا سے جان سے پیچھا چھوٹ سکتا تھا۔ مجھ سے سب کچھ پوچھ کر ہی دم لیا اس نے اور اب یہ تمھارا تہِ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتی ہے۔"

"اس کی ضرورت نہیں مس سائیکا۔ شاید مسٹر لارس نے یہ بات آپ کو بتا دی ہو کہ اس معاملے سے میرا براہِ راست کوئی تعلق تھا اور میں وہ نہیں تھا جو وہ لوگ سمجھ رہے تھے تو پھر میں مسٹر لارس کی جان کیونکر لیتا اور ان کی زندگی بچانے کا ایک طریقہ تھا کہ میں ہیلی کاپٹر سے نیچے کود پڑوں۔ میں کسی بھی شخص کو کسی بھی قیمت پر قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"اس کے باوجود، میں اس بات کی معترف ہوں کہ آپ نے کمال کیا، یہ معمولی کام نہیں تھا۔ تالاب ہو سکتا ہے زیادہ گہرا نہ ہوتا، اس طرح آپ کے تو ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے یا... یہ بھی ممکن تھا آپ سیدھے تالاب میں نہ گرتے۔ انکل کی زندگی بچانے کے لیے آپ نے واقعی بہت بڑا رِسک لیا تھا اور صحیح معنوں میں یہ مجھ پر قرض ہے۔"

"چھوڑیئے ان باتوں کو۔" میں نے کہا اور ہم لوگوں نے ناشتا شروع کر دیا۔

مسٹر لارس چند لمحات کے بعد کہنے لگے۔ "کل دراصل تم سے یہ پوچھنے کے لیے تمھاری خواب گاہ میں گیا تھا کہ کیا ان لوگوں کے بارے میں مزید کچھ نشاندہی کر سکتے ہو۔ ان کا ان کی رہائش گاہ وغیرہ۔ میں اپنے آدمیوں کے ذریعے یہ تحقیق کرا رہا تھا کہ مجھ پر قاتلانہ حملہ کرانے والے کون لوگ ہو سکتے ہیں۔"

"ہاں۔ میں مختصراً آپ کو ان کے بارے میں تفصیل بتا سکتا ہوں جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ ایمسٹرڈم میرے لیے نئی جگہ ہے اور میں یہاں کے راستوں سے بھی پوری طرح واقف نہیں ہوں لیکن جو باتیں میرے ذہن میں ہیں، وہ میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔" میں نے خوش پوش زرد شخص کی شکل و صورت کے بارے میں تفصیل سے بتایا پھر اس پست قامت کے بارے میں کچھ باتوں کو چھپانے کے علاوہ ساری کہانی انھیں سنا دی تھی۔

سائیکا خاموشی سے ناشتا کر رہی تھی مسٹر لارس بھی خاموش تھے پھر وہ آہستہ سے بولے۔ "میں حالات کی تہ تک کسی حد تک پہنچ رہا ہوں۔ سائیکا کافی بنا دو پلیز۔" انھوں نے کہا۔

سائیکا نے خاموشی سے نگاہیں جھکائے جھکائے کافی تین پیالیوں میں انڈیل کر ایک میرے سامنے سرکا دی اور دوسری مسٹر لارس کی جانب۔ میں اس سلسلے میں کوئی استفسار نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ مسٹر لارس کے قطعی ذاتی معاملات تھے۔

چند لمحے کی خاموشی کے بعد انھوں نے خود ہی کہا۔ "تو میں تمھیں بھی اس سلسلے میں بتا دینا چاہتا ہوں مسٹر اسنوڈن، پتا نہیں کیوں تم نے اپنا نام مجھ سے چھپایا ہے حالانکہ میرے جیسے دوست اور ساتھی سے اب اس راز داری کی ضرورت نہیں تھی۔ تم کچھ بھی ہو، کوئی بھی حیثیت ہو تمھاری، میں تو تمھارے

شکر گزاروں میں سے ہوں اور اب تم مجھے ایک دوست کی حیثیت سے عزیز ہو۔ تو میں تمھیں بتا رہا تھا کہ ہالینڈ میں کاروباری افراد کی ایک تنظیم ہے اور یہ تنظیم صرف یہیں تک محدود نہیں ہے بلکہ ایک طرح سے اس کی بین الاقوامی حیثیت ہے۔ مختلف ممالک کے لوگ اس کے ممبر ہیں اور یوں ہم مشترکہ کاروباری امور کو اس تنظیم کے ذریعے طے کرتے ہیں۔ یہیں سے بہت سارے کاروباری ریٹ کھلتے ہیں اور پوری دنیا میں ان کی پیروی کی جاتی ہے۔ تنظیم کا ہیڈ کوارٹر ہالینڈ میں ہے، یہیں ایمسٹرڈم میں۔ اس سلسلے میں ملکی اور غیر ملکی لوگوں کے مشترکہ انتخابات ہوتے ہیں اور ان کے لیے باقاعدہ نامزدگی کی جاتی ہے۔ اس بار تین پارٹیاں اس سلسلے میں نامزد ہوئی ہیں۔ ان پارٹیوں میں مختلف ممالک کے نمائندے شامل ہیں اور انھوں نے اپنے اپنے اُمیدوار پیش کیے ہیں تاکہ تنظیم کے الیکشن میں ان کا فیصلہ ہو جائے۔ میں نے تمھارا نام جان اسنوڈن سُننے کے بعد تم سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا تمھارا تعلق گیروز سے ہے۔ گیروز ایک اُمیدوار پارٹی کا نام ہے۔ میری پارٹی تھنکرز کہلاتی ہے اور ایک اور پارٹی ہے جس میں کچھ غیر ملکی لوگ شامل ہیں۔ مقامی لوگوں کے کچھ افراد بھی اس پارٹی سے اتفاق رکھتے ہیں۔ وہ بلیک روز کہلاتی ہے۔ بلیک روز کے بارے میں مجھے کچھ شکوک و شبہات پہلے سے تھے لیکن جو لوگ اس میں شامل ہیں، وہ خاص سیاسی نوعیت کے لوگ ہیں اور تنظیم میں بھی ان کی سیاست اسی طرح کام کر رہی ہے۔ بظاہر یہ لوگ بالکل ٹھنڈی طبیعت کے مالک ہیں لیکن جس شخص کی تم نے نشاندہی کی ہے، میرا خیال ہے میں اس سے واقف ہوں اور اس کا تعلق بلیک روز ہی سے ہے۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جان اسنوڈن کو جو ایک جرم کے سلسلے میں گرفتار ہوا تھا اور اسے ایک دوسرے ملک میں سزا دی گئی تھی اور جسے گیروز کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے، مجھ پر حملہ کرنے کے لیے کیوں منتخب کیا گیا۔ اس سلسلے میں ذہن گیروز کی جانب ہی جاتا ہے لیکن ان لوگوں نے کچھ حماقتیں کر ڈالیں، جن کی بنیاد پر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دراصل جان اسنوڈن کو میری ہلاکت کے لیے گیروز نے نہیں بلکہ بلیک روز نے منتخب کیا ہے۔ مقصد یہی ہو گا کہ گیروز کا ایک نمائندہ جسے جیل سے فرار کرایا گیا یہاں آ کر مجھے قتل کر دیتا ہے تو میری پارٹی تو کمزور پڑ ہی جاتی لیکن گیروز کی سازش بھی طشت ازبام ہو جاتی۔ یہ دونوں پارٹیاں تنظیم کی نگاہ میں کمزور پڑ جاتیں تو بلیک روز کے انتخابات میں کامیاب ہونے کا امکان تھا۔ تمھیں یہ سب میں نے اس لیے بتانا ضروری سمجھا کہ تم میرے ہمدرد اور محسن ثابت ہوئے ہو اور تم نے صرف انسانی بنیادوں کے تحت میری زندگی بچانے کے لیے بہت بڑی قربانی دی ہے۔ میں کمزور نہیں ہوں، یہ میری بیٹی جو ہے نا، یہ سمجھتی ہے کہ اس کا انکل صرف ایک کاروباری آدمی ہے۔ ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں جسمانی مشقت نہیں کر سکتا لیکن بعض اوقات بدن ذہنی قوتوں کے سامنے مفلوج ہو جاتے ہیں۔ بلیک روز کو میں ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ وہ ہمیشہ کے لیے ایسی کارروائیاں کرنے سے توبہ کر لے گی، یہ میرا اپنا مسئلہ ہے۔ میں نے تمھیں تمام صورتِ حال بتا دی ہے۔ اس طرح تمھاری ذہنی اُلجھنیں بھی ختم ہو جائیں گی کیونکہ تم یہ ضرور سوچ رہے ہو گے کہ آخر کس جال میں پھنس گئے۔ میرے دوست، میں اپنے محسنوں کو نظر انداز نہیں کرتا۔ میں تمھیں کسی بھی طرح کمتر حیثیت کا مالک نہیں سمجھتا، یقیناً تم جو کچھ بھی ہو گے، کوئی نہ کوئی مقصد ضرور رکھتے ہو گے لیکن میری خواہش ہے کہ اپنی آنکھوں سے بلیک روز کا حال دیکھنے کے بعد ہی میرا ساتھ چھوڑنا۔ میں تمھارا شکر گزار رہوں گا۔ ممکن ہے میں مصروف ہو جاؤں۔ اس لیے سائیکا کی ڈیوٹی ہے کہ وہ تمھیں یہاں پر پوری طرح انٹرٹین کرے اور تمھیں بور نہ ہونے دے۔"

"یہ ذمّے داری میں خوشی سے قبول کرتی ہوں انکل۔" سائیکا مائیلر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پوری کہانی سُننے کے بعد وہ مجھ سے بہت متاثر ہو گئی تھی۔

"سائیکا، مسٹر اسنوڈن کو یہاں سے دس نمبر میں لے جاؤ میں ان کی حفاظت کے انتظامات کر دوں گا۔"

"او کے انکل، اب آپ ان کی ذمّے داری مجھ پر چھوڑ دیں۔" سائیکا بولی۔

لارڈ لارس نے گردن ہلا دی پھر وہ ہمیں خدا حافظ کہہ کر چلے گئے۔

سائیکا مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "تو جنابِ عالی! اب آپ خوش قسمتی سے میرے چکر میں پھنس گئے ہیں اور میں ذرا مختلف قسم کی لڑکی ہوں۔"

میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور بولا۔ "ذرا اس 'قسم' کی وضاحت ہو جائے تو کیا ہرج ہے؟"

"مطلب یہ ہے کہ میں آسانی سے آپ کو نہیں چھوڑوں گی۔ سب سے پہلے تو آپ مجھے بالکل سچائی سے یہ بات بتلایئے کہ کیا آپ مسٹر روڈر بھی نہیں ہیں؟ یہ تو میں نے تسلیم کر لیا کہ آپ جان اسنوڈن نہیں ہیں لیکن کیا میں روڈر کی حیثیت کو بھی نظر انداز کر دوں؟"

"ہاں مس سائیکا، حقیقت یہ ہے کہ میں روڈر بھی نہیں ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب پھر کیا آپ نے ایک اخلاقی جرم نہیں کیا ہے اگر آپ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مسٹر روڈر نہیں تھے تو نکی روڈر کے ساتھ وقت گزارنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ معصوم اپنے بچھڑے ہوئے شوہر سے بڑے ارمان سے ملی تھی۔ آپ نے ایک اعتماد کا خون کیا ہے۔"

"اگر آپ کی مراد یہ ہے مس سائیکا کہ روڈر کی حیثیت سے میں نکی روڈر کے ساتھ رہ کر کسی اخلاقی جرم کا مرتکب ہوا ہوں تو معاف کیجیے گا اپنے خیالات میں آپ کو کچھ تبدیلی کرنا ہوگی۔"

"مطلب؟" اس نے سوال کیا۔

"مطلب نکی روڈر ہی بتا سکے گی۔ آپ چاہیں تو اس کو صورتحال سے آگاہ کر دیں اور پھر اس سے دریافت کریں کہ میں اس کے لیے کوئی ذہنی کرب تو چھوڑ کر نہیں آیا ہوں۔ اس کرب کے علاوہ جو روڈر کی گمشدگی کے سبب پہلے ہی سے موجود ہے۔"

"اوہ! کیا واقعی آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"جی ہاں، میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ اگر وہ آپ کی دوست ہے تو آپ اس سے اس بات کی تصدیق کر سکتی ہیں۔ مجھے احساس تھا کہ میں کچھ دوسرے لوگوں کی وجہ سے ایک شریف اور شادی شدہ عورت کے ساتھ ہوں اور میں نے اس احساس کو تنہائیوں میں بھی دل میں رکھا تاکہ جب اسے پتا چلے کہ میں اس کا شوہر نہیں تھا تو وہ اپنے ضمیر پر کوئی بوجھ محسوس نہ کرے۔"

"اس کے لیے میں تمھاری شکر گزار ہوں مسٹر روڈر یا مسٹر اسنوڈن یا پھر وہ جو اب تم مجھے بتاؤ گے۔" اس نے کہا اور آخری الفاظ کے ساتھ ہی وہ مسکرا پڑی۔

"آپ کی غلط فہمی دور ہوگئی؟"

"ہاں یقیناً تمھاری سچائی کو میں دل سے تسلیم کرتی ہوں اور ایک بات اور کہوں، بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کی میں کبھی احسان مند ہوئی ہوں۔ پتا نہیں کیوں میری فطرت میں اتنی سرکشی ہے کہ میں سخت سے سخت کام اپنے ہی بل پر کرتی ہوں اور کسی کا احسان نہیں لیتی لیکن نادانستہ طور پر تم نے مجھ پر احسان کر دیا ہے۔"

"احسان اٹھانے کے لیے مسٹر لارس ہی کیا کم تھے کہ آپ بھی اس احسان کو اپنی گردن پر لادنے کے لیے مُصر ہیں۔"

"اس کے باوجود، یقیناً میں خلوصِ دل سے یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ تم بہت اچھے انسان ہو۔ یہ معمولی واقعہ نہیں ہے۔"

"چھوڑیے مس سائیکا۔ ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا آپ کو جو اطمینان حاصل کرنا تھا، میری خوش بختی ہے کہ آپ نے مجھ پر اعتماد کر کے حاصل کر لیا۔ کسی بھی وقت کسی بھی لمحے آپ اپنی دوست سے اس کی تصدیق کر لیں بلکہ میری خواہش ہے کہ آپ ضرور اسے یہ بات بتا دیں کہ جو شخص روڈر کی حیثیت سے اس سے ملا تھا، وہ روڈر نہیں تھا بلکہ ایک ایسا مجبور آدمی تھا جو حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ کردار ادا کر رہا تھا۔"

"میں اس سے ضرور کہہ دوں گی۔" سائیکا نے نرم لہجے میں کہا۔ "کیا خیال ہے ہم لوگ چلیں؟"

"جیسا آپ پسند کریں ویسے یہ دس نمبر کیا ہے؟"

"انکل دراصل سیاسی آدمی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دماغی جنگ کے ماہر ہیں۔ پتا نہیں کیوں انھوں نے ... کو نظر انداز کیا ہوا تھا لیکن یہ انھی کا کام تھا کہ وہ حقیقت تک پہنچ جائیں ورنہ اس کارروائی کے سارے شبہات ... جانب منتقل ہوتے اور بلیک روزان دونوں کو لڑا کر بہتر طور پر ... حاصل کر لیتی۔ سمجھ رہے ہو نا تم؟"

"ہاں۔ یہ سیاسی معاملات ہیں مگر بات دس نمبر کی ہو رہی تھی۔"

"ہاں۔ تو میں بتا رہی تھی کہ انکل نے اپنے لیے بہت سی پوشیدہ رہائش گاہیں بنا رکھی ہیں جن کے بارے میں تمام لوگ نہیں جانتے کہ ان کا تعلق کس طرح انکل چیک لارس سے ہے۔ ایسی ہی ایک رہائش گاہ کو نمبر دس کہتے ہیں۔ بڑی خوبصورت جگہ ہے تم کو پسند آئے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ بہت بہت شکریہ۔ میں اس چھوٹے سے کام کے سلسلے میں مسٹر چیک لارس پر بار نہیں بننا چاہتا تھا لیکن ان کی دوسری خواہش کا احترام کرنا میرا فرض ہے۔"

"دوسری خواہش؟" سائیکا نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ انھوں نے کہا تھا کہ مجھے بلیک روز کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر نہیں جانے دیں گے۔"

"اوہ۔ جانے تو میں بھی نہیں دیتی آپ کو مسٹر نامعلوم لیکن چلیے یہی سہی، یہ حقیقت ہے کہ ہم آپ کو اتنی آسانی سے نہیں چھوڑیں گے۔ اب آپ مجھے اپنا نام بتائیے۔"

"سائیکا، میرا نام نہ جاننا بہتر ہوگا۔"

"جی نہیں۔ آپ سے کچھ ایسے ذہنی رشتے وابستہ ہو گئے ہیں کہ میں آپ کے بارے میں جانے بغیر نہیں مانوں گی۔ چلیے ٹھیک ہے۔ ابھی رہنے دیں، میں آپ کو مسٹر نامعلوم کہہ کر ہی مخاطب کروں گی، جان اسنوڈن یا روڈر نہیں کہوں گی۔ ہاں، اگر آپ کو ہم پر اعتماد ہو جائے تو ہمیں کبھی اپنے بارے میں بتا دیجیے۔" چند لمحے خاموش رہی پھر اس نے کہا۔ "تھوڑی دیر کے لیے میں بھی آپ سے اجازت چاہوں گی، ذرا یہاں سے روانگی کے لیے انتظامات کر لیے جائیں۔"

"جیسا تم پسند کرو۔" میں بھی آپ سے تم پر آ گیا تھا۔ وہ ... بے تکلفی سے گفتگو کر رہی تھی تو میں تکلف کب تک برقرار رکھ سکتا۔

سائیکا مجھے چھوڑ کر چلی گئی اور میں اس کا انتظار کرتا رہا لیکن یہ انتظار کچھ زیادہ ہی طویل ہو گیا تھا۔ وہ تقریباً بچیس منٹ کے بعد واپس آئی تھی۔ واپس آ کر اس نے کہا۔ "ہم شام کی چائے کے بعد یہاں سے چلیں گے۔"

"یہاں سے شہری آبادی کا فاصلہ تو کافی ہوگا؟"

"ہاں۔ یقیناً ہے اور ہمیں لانچ سے بھی سفر کرنا ہوگا۔ ہر چند کہ یہ کوئی جزیرہ نہیں ہے لیکن میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم لانچ کے ذریعے ہی سفر کریں گے۔" میں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ ظاہر ہے، یہاں میں ان لوگوں کا مہمان تھا، یہی میرے بارے میں بہتر فیصلہ کر سکتے تھے۔

شام کی چائے خاصی پُرتکلف تھی۔ میرے ساتھ سائیکا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ یہاں ملازموں کی تعداد پوری فوج کے برابر ہی معلوم ہوتی تھی۔ ہر جگہ نئی نئی شکلوں کے انسان نظر آ رہے تھے۔

تقریباً ساڑھے پانچ بجے سائیکا ایک لینڈ روور میں بیٹھ کر چل پڑی، لینڈ روور میں بیٹھتے ہوئے میں نے اس سے درخواست کی۔ "مس سائیکا اگر محسوس نہ کرو تو مجھے ایک ریوالور دے دو۔ صورتِ حال کسی بھی وقت ناخوشگوار ہو سکتی ہے۔ کم از کم میں نہتا تو نہ رہوں گا۔"

سائیکا نے میری طرف دیکھا اور لینڈ روور اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی لیکن چند ہی لمحے کے بعد اس نے سامنے ڈیش بورڈ میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور پیچھے کی سیٹ کسی صندوق کے ڈھکنے کی طرح کھل گئی۔

"آپ کو زحمت کرنا ہوگی مسٹر نامعلوم۔" وہ بولی اور میں پلٹ گیا۔ سیٹ کھلنے کی آواز مجھے بھی سنائی دی تھی۔ سیٹ کے نیچے ایک پورا اسلحہ خانہ موجود تھا جس میں چھوٹے سائز کے ہینڈ گرنیڈ، ریوالور اور ایک اسٹین گن رکھی ہوئی تھی۔

"گڈ، گڈ۔ یہ لینڈ روور شاید مسٹر....؟"

"جی نہیں۔ یہ میری ذاتی ملکیت ہے اور میں اسی میں یہاں تک آئی تھی۔"

"خوب۔ آپ اسلحے کی شوقین معلوم ہوتی ہیں۔"

"ہاں۔ مجھے بارود کی بو بے حد پسند ہے۔" سائیکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لینڈ روور ایک پتلی سی پگڈنڈی پر مڑ گئی تھی جس کے دونوں جانب گھنی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ ان گھنی جھاڑیوں کے پیچھے کہیں سے بھی ہم پر حملہ ہو سکتا تھا۔ میں نے ایک ریوالور اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا، اس کے چیمبر وغیرہ چیک کیے تو وہ بھرا ہوا ہی تھا۔ البتہ کارتوس مزید وہاں موجود نہیں تھے۔ ہمارے سامنے خوبصورت راستے پھیلے ہوئے تھے۔ شام کے دھندلکے جھکے چلے آ رہے تھے زیادہ سفر نہیں طے کرنا پڑا۔ بیس منٹ کے بعد ہم ساحل پر پہنچ گئے اور یہاں سے ایک سفید رنگ کی خوبصورت لانچ ہمیں لے کر چل پڑی۔ سائیکا نے لینڈ روور وہیں چھوڑ دی تھی۔

"تم نے اپنا اسلحہ خانہ اسی طرح بے یار و مددگار چھوڑ دیا سائیکا؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لینڈ روور یہاں سے واپس چلی جائے گی۔"

"خود بخود؟"

"نہیں۔ کچھ لوگوں نے ہمارا تعاقب کیا ہے۔ انھیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ لینڈ روور واپس لے جائیں۔"

"اوہو! میں نے تو محسوس نہیں کیا۔"

"اگر آپ محسوس کر لیتے مسٹر نامعلوم تو پھر میں تعاقب کرنے والوں کو نااہل قرار دے کر اُن کی چھٹی کر دیتی۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"ٹھیک ہے۔ یہ لانچ غالباً مسٹر لارس کی ہی ملکیت ہے؟"

"جی نہیں۔ یہ بھی میری ذاتی ملکیت ہے۔" سائیکا نے سمندر پر نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا۔ میری نظریں بھی اطراف میں گھوم رہی تھیں۔ تاریکی ابھی اتنی زیادہ نہیں پھیلی تھی کہ روشنیاں کرنا پڑتیں۔ سورج آہستہ آہستہ ڈوبتا جا رہا تھا۔

"آپ کی اور مسٹر لارس کی ملکیت میں کیا فرق ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کوئی فرق نہیں ہے لیکن میری سوچ میں فرق ہے جس چیز کو میں اپنا کہتی ہوں، وہ میری ذاتی پسند کی چیز ہوتی ہے اور صرف میرے ہی استعمال میں رہتی ہے۔ اس پر کسی اور کی اجارہ داری نہیں ہوتی۔ دراصل میرے ڈیڈی تو بہت عرصے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ انکل چیک لارس نے شادی نہیں کی جیسا کہ انھوں نے آپ کو بتایا۔ میں ہی ان کی وارث ہوں، ان کی بیٹی ہوں۔ میں ان سے بے پناہ محبت کرتی ہوں لیکن جہاں تک میرے معاملات کا تعلق ہے، اس میں انکل لارس کوئی مداخلت نہیں کرتے، مجھے ہر طرح کی آزادی حاصل ہے اور یہ آزادی انکل لارس سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے حاصل ہوئی ہے۔"

"اوہو! کس قسم کی گفتگو؟"

"وہ تمھارے لیے بے مقصد ہوگی۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ دفعتاً وہ چونک پڑی۔

ایک اسپیڈ بوٹ تیز رفتاری سے اس لانچ کی طرف آ رہی تھی۔ بوٹ ڈرائیو کرنے والے کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ سائیکا کسی قدر مضطرب نظر آنے لگی۔ پھر اس نے جھک کر لانچ کے سائیڈ میں لگا ہوا ایک ہک کھینچا اور وہاں بھی ایک ویسا ہی اسلحہ خانہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نمودار ہوگیا جیسا میں لینڈ روور میں دیکھ چکا تھا۔ سائیکا نے ایک اسٹین گن نکال لی اور ہائی اسپیڈ بوٹ کی جانب متوجہ ہوگئی جو تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر ایک سمت گھوم گئی تھی۔ سائیکا نے اس میں بیٹھے ہوئے آدمی کی طرف دیکھا۔ بوٹ چلانے والے نے سائیکا کی طرف ہاتھ ہلایا تھا اور اس کے بعد وہ تیز رفتاری سے واپس مڑ گیا۔

"بچ گیا مگر حماقت اسی کی تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"اس برق رفتاری سے آنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"کون تھا وہ؟"

"اپنا ہی آدمی تھا۔"

"سمندر میں بھی آپ کے آدمی موجود ہیں؟"

"ہاں۔"

"اور یہ ذاتی ہی ہوں گے؟"

"انکل جیک لارس سے میں نے یہ ذمے داری لے لی تھی کہ آپ کی حفاظت اب میں کروں گی چنانچہ میرے ہی آدمیوں کو مصروفِ عمل ہونا چاہیے تھا۔"

"آپ کے یہ آدمی آپ کے ذاتی ملازم ہیں؟"

"یہی سمجھ لو۔" اس نے جواب دیا اور پھر ہنس پڑی۔ "بہت زیادہ کُرید کر رہے ہیں مسٹر نامعلوم، آپ میرے بارے میں۔"

"حیران بھی ہو رہا ہوں۔ جس وقت تم ٹلی روڈر کے ساتھ ملی تھیں تو ایک سادہ سی کالج گرل معلوم ہوتی تھیں لیکن اب تمھارے نئے نئے جوہر کھل رہے ہیں۔"

"ابھی کہاں۔ ابھی تو آپ مجھ میں بہت کچھ پائیں گے مسٹر نامعلوم۔" اس نے کہا اور آخر میں اس کا لہجہ تلخ سا ہوگیا۔ میں نے اس تلخی کو محسوس کیا تھا۔

چند لمحات تک میں خاموش رہا پھر میں نے کہا۔ "کوئی ایسی غلطی ہوگئی ہے مجھ سے مس سائیکا جس کی وجہ سے تم ناراض ہو۔"

"نہیں نہیں، دراصل تمھیں مسٹر نامعلوم کہتے ہوئے مجھے ایک عجیب سا احساس ہوتا ہے لیکن میں اپنے طور پر کسی کو مجبور کرنا بھی نہیں چاہتی۔ اگر تم اپنا نام راز میں رکھنا چاہتے ہو تو بھلا مجھے اس میں کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔"

"ہاں۔ مجھے ابھی ایک راز ہی رہنے دو۔" میں نے بھی سرد لہجے میں کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

"تعجب کی بات ہے۔" وہ آہستہ سے بولی مگر میں نے اس کے تعجب پر وضاحت طلب نہیں کی تھی۔ اس نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد پھر کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ ان لوگوں نے بڑی شرافت سے ہمارے راستے کھلے چھوڑ دیے۔"

"کن لوگوں نے؟"

"وہی جو انکل لارس کے دشمن ہیں اور اب تمھارے بھی۔"

"ہاں۔ مجھے خود بھی حیرت ہے۔ ممکن ہے انھیں اس بات کی اُمید نہ ہو کہ ہم اس وقت یہاں سے نکلیں گے۔"

"اس کے باوجود کیا تم اس بات پر یقین کرسکتے ہو ڈیئر نامعلوم کہ جن راستوں پر ہم نے سفر کیا ہے، اگر وہاں وہ سو آدمی بھی بھیج دیتے تو ان کی لاشیں بھی نہ ملتیں۔"

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ تم نے کافی انتظامات کر رکھے تھے۔"

"ضروری تھا۔ ظاہر ہے میں اپنی ذمے داریاں نبھانا جانتی ہوں۔ نہ صرف وہاں بلکہ سمندر میں بھی اگر وہ لوگ کوشش کرتے تو یہ لانچ ان کے لیے انتہائی تباہ کن ثابت ہوسکتی تھی۔ ذرا اِدھر دیکھو۔" اس نے کہا۔ اور ایک اور سُرخ بٹن دبا دیا اور میں نے لانچ کے پچھلے حصے سے ایک اینٹی ائیرکرافٹ گن بلند ہوتے دیکھی۔ اس کا رُخ اوپر کی سمت اُٹھ گیا تھا۔ "جدید ترین اینٹی ائیرکرافٹ گن ہے ہیلی کاپٹر یا چھوٹے موٹے طیارے کو بہ آسانی مار سکتی ہے۔ اس لانچ پر میں نے تمام انتظامات کرلیے تھے۔ اگر وہ لوگ شپ لے کر بھی آجاتے تو یقین کرو میں تمھیں بچا کر لے جاتی۔"

میں نے دلچسپ نگاہوں سے سائیکا کو دیکھا۔ بڑی شاندار لڑکی تھی۔ شکل و صورت تو تھی ہی دیکھنے کے قابل لیکن اس کے اندر ایک بہادری کا جوہر بھی پوشیدہ تھا اور میں بہادری کی قدر کرتا تھا۔

ہم ساحل پر پہنچے تو سائیکا نے ایک گہری سانس لی اور کہنے لگی۔ "اب ہم جس راستے پر سفر کرنے والے ہیں، یہاں میں نے اس طرح کے انتظامات نہیں کیے جیسے پچھلے راستے میں ضروری سمجھے تھے۔ میرے خیال میں ہمارے سفر کا وہی حصہ مخدوش تھا لیکن شریف لوگوں نے اس دوران ہمارا راستہ نہیں روکا۔ یہاں میں نے کوئی انتظام نہیں کیا ہے، اس لیے اب تمھیں بھی محتاط رہنا ہے اور میں بھی ہوشیار رہوں گی، چلو۔"

اس نے لانچ چھوڑ دی اور اطمینان سے میرے ساتھ آگے بڑھنے لگی۔ بندرگاہ پر روشنی ہوچکی تھی۔ ہم لوگ ٹہلنے کے سے انداز میں لوہے کے اس جنگلے کی طرف جا رہے تھے جس سے تھوڑے فاصلے پر باہر نکلنے کا راستہ تھا۔

اور میں اس وقت ایک بڑی کوبن کے پاس سے گزر رہے تھے جس کی ڈرائیونگ سیٹ خالی تھی کہ دفعتاً کوبن کے عقبی حصے سے گٹھے ہوئے بدن کا ایک شخص برآمد ہوا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی ریوالور نکالنے کی کوشش کی لیکن میں پوری طرح ہوشیار تھا چنانچہ دوسرے ہی لمحے اس پر ٹوٹ پڑا اور اسے رگیدتا ہوا فرش پر آگرا۔

وہ شخص ریوالور نکال چکا تھا۔ اس نے ریوالور کے دستے سے میرے چہرے پر ضرب لگانے کی کوشش کی لیکن میں نے ایک طرف ہٹ کر اس کا یہ وار خالی دیا اور دوسرے ہی لمحے بائیں ہاتھ سے اس کی دائیں کلائی پکڑ کر زوردار گھونسا رسید کردیا۔ اس کے منہ سے سسکاری سی نکلی۔ سائیکا ہکا بکا سی ہوگئی تھی۔ میں نے حملہ آور کا ریوالور والا ہاتھ زور سے زمین پر دے مارا تاکہ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ دفعتاً اس نے بھی میری پیشانی پر ایک زوردار مُکا رسید کیا۔ ابھی میں چوٹ سے سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ ایک بھرپور لات میرے سینے پر لگی اور وہ شخص اُٹھنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے پھرتی سے قریب پڑا ہوا ریوالور بھی اُٹھا لیا تھا لیکن میں نے اس وقت بھی ہوشیاری سے کام لیا اور نیچے گر کر تیزی سے ہاتھ بڑھا دیے۔ اس کے ٹخنے میرے ہاتھ میں آگئے تھے چنانچہ میں نے اسے گھسیٹ لیا اور وہ اوندھے منہ زمین پر گرا لیکن اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول سے فائر ہوگیا تھا۔ میں نے پوری قوت سے ایک گھونسا اس کے جبڑے پر مارا اور اس کا چہرہ گھوم گیا لیکن دوسری گولی میرے رخسار کو چھوتی ہوئی نکل گئی تھی۔ میرا غصہ شدید ہوگیا۔ میں نے ایک بار پھر آگے بڑھ کر اس کے ریوالور والے ہاتھ پر گرفت قائم کی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر کی بیلٹ پکڑ کر اسے سر سے بلند کیا اور ایک سمت پھینک دیا۔ اس وقت میرے ذہن میں وہ لوہے کا جنگلا نہیں تھا جس کے اوپر کے حصے نوکدار بھالوں کی مانند تھے۔ بس غصے کے عالم میں میں نے یہ حرکت کی تھی لیکن جس قوت سے میں نے اسے پھینکا تھا، وہ شاید سائیکا کے لیے بھی حیران کن تھی اور میرے لیے بھی۔ لوہے کی نوکدار انیاں اس کے پورے بدن میں پیوست ہوکر آرپار نکل گئی تھیں۔ اسے مرنے میں ذرا بھی دیر نہ لگی۔ سائیکا متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً اس نے ایک جھرجھری سی لی اور میرے قریب آگئی۔

"اس کمبخت کے ساتھ جو کچھ ہوا بہتر ہوا۔ آؤ، تیزی سے نکل آؤ۔" ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ سائیکا کہنے لگی۔ "مجھے اس کی اُمید نہیں تھی۔ ایک بار پھر میں تم سے شرمندہ ہوگئی ہوں۔ میں اپنے آپ کو کبھی اس کے لیے معاف نہیں کرسکوں گی۔ میں نے اپنی پوری توجہ انہی راستوں پر رکھی تھی جو غیر آباد اور سنسان تھے۔ سمندر پر بھی میں نے اپنی حفاظت کا مکمل بندوبست کرلیا تھا لیکن یہ کمبخت لوگ یہاں گھات لگائے بیٹھے ہوں گے، اس کی مجھے اُمید نہیں تھی۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے میرے رخسار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "شاید گولی تمھارے رخسار کو رگڑتی ہوئی نکل گئی ہے۔ خون بہہ رہا ہے۔ پلیز۔" وہ رُکی اور اس نے اپنے لباس سے ایک رومال نکال کر میرے گال کے زخم پر رکھ دیا۔ میں نے شکریے کے ساتھ اس کا ہاتھ ہٹایا اور اپنا ہاتھ رومال پر رکھ لیا۔

ہم دونوں وہاں سے باہر نکل آئے۔ پیچھے جو کچھ ہوا تھا، لوگ ابھی اس سے واقف نہیں تھے ورنہ ہنگامہ ہوجاتا۔

"مجھے ایک فون کرنے کی اجازت دو۔" اور پھر وہ تھوڑے فاصلے پر واقع ایک فون بوتھ میں داخل ہوگئی۔

جو کچھ ہوا تھا میری توقع سے بہت کم تھا۔ شاید ان لوگوں نے کوئی بہتر منصوبہ بندی نہیں کی تھی یا پھر سائیکا نے ابتدائی راستے میں جو بندوبست کیا تھا اس کی وجہ سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے تھے۔

چند لمحات کے بعد سائیکا باہر نکل آئی اور پھر ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھتے ہوئی بولی۔ "شاید تمھارے رخسار سے خون بہنا بند ہوگیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ زخم گولی کا ہے لیکن بہت معمولی سا زخم ہے۔"

"ہاں۔"

"اور میں اس زخم کو اپنے دل پر محسوس کرتی ہوں۔ سمجھے تم۔" اس نے کہا اور جذباتی انداز میں رُخ تبدیل کرلیا۔ میں مسکراتا ہوا اس کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہم کافی دور نکل آئے۔ یہاں خاصی رونق تھی اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ سائیکا مجھے لیے ہوئے ایک عمارت کی طرف چل پڑی، جو ایک چھوٹے سے ریستوران کی تھی۔ اس پر ایک خوبصورت نیون سائن نظر آرہا تھا۔

ریستوران کے ہال میں داخل ہونے کے بجائے وہ منیجر کے کیبن کی جانب چل پڑی اور چند لمحات کے بعد اندر پہنچ گئی۔ موٹے قد کا پستہ قامت آدمی ایک میز کے پیچھے بیٹھا کاغذات میں غرق تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے گردن اُٹھا کر اس طرف دیکھا اور پھر سائیکا کو دیکھ کر چونک پڑا۔ دوسرے لمحے وہ کرسی کھسکا کر کھڑا ہوگیا تھا۔

"اوہ مس... مس سائیکا!" اس نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بیٹھے رہیں منیجر، پلیز۔ ہم کچھ دیر آپ کے ساتھ گزاریں گے۔"

"بسر و چشم، بسر و چشم۔ مسٹر۔۔۔؟" اس نے میری طرف دیکھا۔

"مسٹر نیلسن۔" سائیکا نے جواب دیا۔

منیجر نے اپنا گول مول، پھولا ہوا ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھا دیا۔ میں نے طوعاً و کرہاً اس سے مصافحہ کیا۔ اسی دوران منیجر کی نگاہ میرے رخسار پر پڑ گئی اور اس نے چونک کر پوچھا۔ "خون، اوہ، آپ کا رخسار زخمی ہے کیا؟"

"ہاں۔ لوہے کی ایک سلاخ لگ گئی تھی۔" سائیکا نے جواب دیا۔

"اوہ!" منیجر بوکھلا گیا پھر بولا۔ "میں ڈاکٹر کو بلواؤں؟"

"نہیں نہیں منیجر۔ آپ تکلف نہ کریں، بس چند لمحے یہاں گزارنے کے بعد میں چلی جاؤں گی۔"

"کوئی ہرج نہیں، کوئی ہرج نہیں۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو۔۔۔ ہاں، آپ کچھ پئیں گی تو ضرور؟"

"قطعی نہیں، بالکل نہیں۔" سائیکا نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا اور منیجر مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگا۔ اس کی نگاہ کھلی ہوئی فائل پر پڑی اور اس نے جلدی سے فائل بند کر دی۔

"آپ آئیں گی بھی تو اس طرح! مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔"

"آپ اپنے کام میں مصروف رہیں منیجر! مجھے کسی کا انتظار ہے۔ انتظار کروں گی اور اس کے بعد یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

"آپ بالکل محسوس نہ کریں، مجھے کوئی اہم کام نہیں تھا۔ میں تو بس یہ سوچ رہا ہوں کہ کس طرح آپ کی خاطر مدارات کروں۔۔۔ اور یہ صاحب یعنی مسٹر نیلسن؟" اس نے کہا اور میری طرف دیکھنے لگا، پھر وہ اپنی جگہ سے ہٹا اور آگے بڑھ آیا۔ "براہِ کرم مجھے اپنا زخم دکھلائیے تو ذرا، سلاخ کس طرح لگ گئی آخر، کیا ہوا تھا؟" اس نے سوال کیا۔

"منیجر صاحب! تشویش کی ضرورت نہیں۔ اگر مجھے تشویش ہوتی تو آپ کو ضرور زحمت دیتی۔ بہت ہی معمولی سی چوٹ آئی ہے۔ آپ خود دیکھ لیجیے۔" اس نے کہا اور منیجر زخم دیکھنے کے بعد گردن ہلاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

"ہاں، سلاخ کھال چھیلتی ہوئی گزر گئی ہے۔ ویسے کوئی تشویش کی بات نہیں معلوم ہوتی۔" وہ ایک بار پھر اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔ اپنے بھاری بھرکم تن و توش کے باوجود وہ انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا، یا تو سائیکا کی وجہ سے یا پھر ممکن ہے، وہ پھرتیلا آدمی ہو۔

تقریباً بیس منٹ ہمیں یہاں انتظار کرنا پڑا، منیجر اس دوران دس بار کچھ منگوانے کے بارے میں پوچھ چکا تھا۔ بیس منٹ کے بعد منیجر کے کمرے میں ایک شخص داخل ہوا، اس کا بدن کسی بھینسے کی طرح مضبوط تھا۔ چہرہ سرخ تھا اور چھوٹی چھوٹی سرخی مائل آنکھوں میں غضب کی تیزی تھی۔ اس نے تیز نگاہوں سے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ کر سائیکا کے قریب پہنچ گیا۔

سائیکا اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کچھ کہے بغیر دروازے کی جانب قدم بڑھا دیے۔ منیجر مضطربانہ انداز میں اور اٹھا تو میں نے اخلاقاً اس سے ہاتھ ملایا اور سائیکا کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ہوٹل کی عمارت کے باہر ایک لنکن کار کھڑی ہوئی تھی۔ سرخ چہرے والے نے کار کا پچھلا دروازہ احترام کے ساتھ کھولا اور سائیکا نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ہم دونوں اندر بیٹھے تو لنکن اسٹارٹ ہو کر چل پڑی اور کافی دیر تک سڑکوں پر چلتے رہنے کے بعد وہ ایک خوبصورت عمارت میں داخل ہو گئی۔ یہی عمارت ہاؤس نمبر دس کے نام سے مشہور تھی۔ سائیکا مجھے ساتھ لیے ہوئے عمارت کے اندرونی حصے میں پہنچ گئی اور پھر ایک کمرے میں پہنچنے کے بعد اس نے ایک گھنٹی بجائی اور ایک شخص اندر داخل ہو گیا۔

"ان کے چہرے پر زخم ہے۔" اس نے کہا اور وہ تیزی سے آگے بڑھ آیا۔ اس نے میرے گال پر لگے ہوئے زخم کو دیکھا اور پھرتی سے گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ فرسٹ ایڈ باکس لے آیا۔ اس دوران سائیکا کچھ نہیں بولی تھی۔ میں نے اس کے انداز میں غیر معمولی خاموشی محسوس کی تھی۔ جب اس شخص نے میرے گال پر ٹیپ لگا دیا اور چلا گیا تو میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بات ہے سائیکا! کچھ خاموش سی ہو گئی ہو؟"

"شرمندہ ہوں تم سے، اتنی شرمندہ ہوں کہ بیان نہیں کر سکتی۔"

"ارے ارے! آخر اس کی وجہ؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں، بس یہ زخم تمھیں نہیں لگنا چاہیے تھا۔"

"اور زخم لگانے والے کی کیفیت کا اندازہ نہیں کیا تم نے۔" میں نے کہا۔

"کاش اُس کے لیے موت سے بھی بدتر کوئی سزا ہوتی لیکن یہاں بھی مجھے ہی شکست ہوئی ہے۔ یہ سزا بھی اُسے تمھارے ہی ہاتھوں ملی اور میں تمھارے لیے کچھ بھی نہ کر سکی۔"

"بڑی جذباتی لڑکی ہو۔ معاف کرنا، تم نے خود ہی بے تکلفی کا ماحول پیدا کیا ہے۔ اس لیے میں تم سے گفتگو کرتے ہوئے کوئی تکلف نہیں برتتا۔"

"شکریہ مسٹر نیلسن۔" اُس نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا اور میں ہنسنے لگا۔ غالباً وہ میرا نام نہ جاننے کی وجہ سے خاصی بور تھی۔ میں نے بھی تہیہ کر لیا تھا کہ ابھی اُسے اپنے بارے میں کچھ نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بتاؤں گا۔

سائیکا تھوڑی دیر تک میرے پاس رہی اور اس کے بعد مجھے آرام کرنے کی ہدایت کر کے وہاں سے چلی گئی۔ پھر رات کے کھانے پر ہی اُس سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت وہ ایک خوبصورت سے سوٹ میں ملبوس تھی اور بے حد خوش نظر آرہی تھی۔

کھانا اطمینان اور خاموشی سے کھایا گیا اور اُس کے بعد وہ بولی "آؤ، میں تمھیں اس عمارت کی سیر کراؤں۔"

میں اُس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ ہم کئی راہداریوں سے گزرتے ہوئے لان کے بغلی حصّے میں پہنچ گئے، یہاں میں نے تیز روشنی میں ایک ایسی عجیب چیز دیکھی جسے دیکھ کر میں شدّتِ حیرت سے اچھل پڑا۔

یہ چھ انسانی جسم تھے جو گھاس پر سیدھے پڑے ہوئے تھے۔ ان پر کپڑے ڈھانک دیے گئے تھے۔ بادی النظر میں ان کی سانسیں بھی مفقود معلوم ہوتی تھیں۔

سائیکا آگے بڑھ کر ان کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے پاؤں کی مدد سے ان کے چہروں پر سے کپڑے اُلٹ دیے۔ میں نے دیکھا کہ وہ سب مردہ تھے۔ میں متحیّرانہ انداز میں سائیکا کی طرف مڑا تو وہ خونخوار لہجے میں بولی، "ان لوگوں میں سے چھ..... جو اس راستے میں تمھارے لیے موت کے پیامبر بن کر آئے تھے۔"

"خوب!" میں نے دلچسپی سے کہا "لیکن ... "

"کم ہیں، بہت کم ہیں۔ تمھارے گال سے خون کے جتنے قطرے بہے ہیں، ان میں سے ہر قطرے کے عوض ایک آدمی قتل کیا جائے گا۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔" اُس کا لہجہ اتنا خونخوار تھا کہ میں کانپ کر رہ گیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا، یہ لڑکی اس وقت وہ نظر نہیں آرہی تھی جسے میں دیکھتا رہا تھا۔ اس کا چہرہ آگ کی مانند دہک رہا تھا۔

"اتنی جذباتی کیوں ہوگئیں سائیکا! اس کی کیا ضرورت تھی، یہ ... یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔"

"میں نے کیا اچھا کیا اور کیا بُرا کیا، یہ صرف میں جانتی ہوں۔ میری توہین ہوئی ہے اور اتنی توہین کہ میں تمھارے سامنے نگاہ اُٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔ میری موجودگی میں یہ سب کچھ ہوا! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں اس طرح بے بس ہو جاؤں گی۔"

"سائیکا پلیز۔ تم نے اتنی سی بات کے لیے چھ آدمی قتل کروا دیے۔"

"چھ سو بھی قتل ہو جائیں گے تو مجھے فکر نہیں ہوگی۔ آخر ان لوگوں نے مجھے سمجھا کیا ہے۔"

"لیکن... لیکن..." میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"بس بس، کچھ نہیں۔ میں تمھیں یہ دکھانے آئی تھی۔ ابھی غصہ سرد نہیں ہوا ہے۔"

اس لڑکی کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے میرے ذہن میں عجیب عجیب خیالات آرہے تھے، یہ کیا دیوانگی تھی، یہ کیا پاگل پن تھا؟ یہ پاگل پن مسٹر چیک لارس کی فطرت سے تو میل نہیں کھاتا، وہ لڑائی بھڑائی کے آدمی نہیں معلوم ہوتے تھے لیکن اُن کی یہ لڑکی... میں مسلسل اس کے بارے میں سوچتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں سائیکا کے ساتھ اندر آگیا۔ نشست گاہ میں پہنچ کر وہ ایک صوفے میں دھنس گئی۔ میں بھی اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا تھا۔ وہ چند لمحے خاموش رہی پھر اس نے کہا "تم بھی سوچ رہے ہوگے کہ کس عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ ایک نیکی کی تھی، جس کے صلے میں مصیبتیں ہی مصیبتیں اُٹھانا پڑ رہی ہیں تمھیں۔"

"خیر مصیبت تو کوئی بھی نہیں ہے میرے لیے لیکن مجھے یہ اقدام پسند نہیں آیا۔ ان چھ انسانوں کی زندگی اتنی بے وقعت نہیں تھی کہ تم میرے اس چھوٹے سے زخم کے لیے انھیں ختم کر دیتیں۔ ہاں ایک بات اور بھی سن لو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور وہ بھویں سکیڑ کر مجھے دیکھنے لگی۔

"کیا؟" اس نے سوال کیا۔

"میں اپنے معاملات خود ہی نمٹا لیا کرتا ہوں۔ سمندر کنارے جو کچھ ہوا مجھے اس کا افسوس ہے۔ اگر اس شخص کی طرف سے گولی چلانے کا خطرہ نہ ہوتا تو شاید میں اس بے دردی سے اُسے نہ پھینکتا لیکن اس کے بعد تم نے جو کچھ کیا ہے، وہ مجھے قطعی ناپسند ہے۔ میں انسانی زندگی کو اتنا حقیر نہیں سمجھتا۔ اس کا اندازہ تم نے اس سے بھی لگا لیا ہوگا کہ میں نے مسٹر لارس کو بچانے کے لیے جان کی بازی لگا دی تھی۔"

اُس کے ہونٹوں پر ایک خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔ وہ بولی "تمھاری اسی ادا نے تو مار ڈالا ہے مجھے۔ اپنی جان دے سکتے ہو اور دوسروں کی زندگی لینے میں اتنا تردّد! جب کہ بزدل انسان نہیں ہو اور میں تمھاری تھوڑی سی کارکردگی دیکھ چکی ہوں۔ اچھا چھوڑو ان باتوں کو، چلو اگر تم کہتے ہو تو آئندہ کسی کو میرے ہاتھوں سے اس وقت تک کوئی نقصان نہیں پہنچے گا جب تک کہ وہ تمھارے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی کوشش نہ کریں گے لیکن ظالم انسان، اب تو یہ بتا دو کہ تم کون ہو؟ اپنا کچھ تو تعارف کراؤ مجھ سے؟"

"بس ایک آوارہ گرد ہوں سائیکا۔ دنیا کے کسی مقام کو اپنے لیے منتخب نہیں کر سکا۔ زندگی کے انوکھے نظارے دیکھتا ہوا گزر رہا ہوں، وقت کی مانند۔ کوئی مقصد نہیں ہے جینے کا۔ یوں سمجھ لو، زندگی کے بوجھ کو شانوں پر رکھے رکھے دنیا گردی کر رہا ہوں۔"

"خوب... خوب۔ میں اس نظم کو لکھ لوں؟" اس نے پُرمزاح انداز میں کہا۔

"حقیقتیں ہی نظم ہوتی ہیں، تم اگر ان کا مذاق اُڑانا چاہو تو ظاہر ہے، میں تمھیں روک نہیں سکتا۔"

"تم نے کہا تھا کہ تمھارا یہ چہرہ اصلی نہیں ہے۔"

"ہاں، صحیح کہا تھا۔"

"تو پھر مجھے اپنا اصل چہرہ دکھاؤ۔ میں بھی بہت گھٹیا انسان ہوں، تمھارا نام تک معلوم کرنے میں ناکام رہی لیکن اس کے باوجود تمھارے پیچھے پڑی ہوئی ہوں۔ بولو گے اپنا اصل چہرہ دکھاؤ گے یا نہیں؟"

"ہاں میں خود بھی اس چہرے سے پیچھا چھڑا لینا چاہتا ہوں۔"

"ہاں یہ بہت ضروری ہے تمھارے لیے۔ کیونکہ بے چاری لکی اگر تمھیں دیکھے گی تو ایک بار پھر اپنے شوہر کے پیچھے پیچھے گھومنے لگے گی۔" یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ پھر اُٹھتے ہوئے بولی "امونیا منگواؤں یا کسی اور چیز کی ضرورت پیش آئے گی؟"

"میرا خیال ہے امونیا ہی کافی ہوگا۔"

"میں ابھی منگواتی ہوں۔" وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد جب وہ آئی تو اس کے ہاتھ میں سائفن لگی امونیا کی بوتل تھی۔ اس نے خود ہی میرے چہرے پر سائفن سے پھواریں ماریں اور میرے چہرے کے تناؤ میں کمی ہونے لگی۔ اس نے اچھی طرح میرا چہرہ امونیا میں بھگونے کے بعد بوتل ایک سمت رکھ دی اور متجسّس نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پلاسٹک کے ٹکڑے میرے چہرے سے اُکھڑ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میرا میک اپ صاف ہو چکا تھا اور اصل چہرہ نمایاں ہو گیا تھا۔

وہ مضطربانہ انداز میں مجھ پر جھک آئی تھی۔ پھر اُس نے عجیب سے لہجے میں کہا "یہ تمھارا اصل چہرہ ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن... لیکن تم یورپین باشندے تو نہیں معلوم ہوتے جب کہ انگریزی تم بالکل یورپینوں کے سے انداز میں بولتے ہو بلکہ تمھارے لہجے میں امریکن اسٹائل زیادہ ہے۔"

"ہاں، میں ایشیا کا رہنے والا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ لارڈ! خدا کی پناہ! واقعی تم ایشائی ہی ہو۔" اُس نے عجیب سے انداز میں ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"کیوں، ایشائی باشندوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

"دوسروں کی بات چھوڑو، صرف اپنی بات کرو۔ اگر ایشیا سے تعلق ہے تو یہ بتاؤ کون سے ملک کے باشندے ہو؟ ہندوستانی؟"

"نہیں، پاکستانی۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ، مسلمان؟" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں۔" میں نے جواب میں کہا۔

"پھر یہ بتاؤ، عربوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟" اس نے کہا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"مقصد کیا ہے تمھارا؟" میں نے کسی قدر ترش لہجے میں پوچھا۔

"فلسطین خاص طور سے میرا موضوع ہے۔ فلسطینیوں کے موقف اور ان کی جدّوجہد کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟"

"ایک بار جب تم مجھے ایک اسرائیلی ریسٹورنٹ میں لے گئی تھیں تو ان کے بارے میں تم نے میری رائے سن لی تھی۔" میں نے کہا اور وہ بڑے دلآویز انداز میں مسکرانے لگی۔

"ہاں، اس وقت بھی میرے ذہن میں تمھارے وہ الفاظ موجود ہیں، اور شاید تمھیں یاد ہو کہ تمھاری رائے پر میں نے چونک کر تمھیں دیکھا تھا؟"

"ہاں، اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ تم بھی دوسرے مغربی باشندوں کی طرح فلسطینیوں سے اختلاف رکھتی ہوگی۔ ورنہ کسی اسرائیلی ریسٹورنٹ سے تمھاری دلچسپی کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔"

"موقف کچھ بھی ہو انسان کا، اس کے لیے کچھ دلائل بھی ہوتے ہیں اس کے پاس۔" سائیکا نے کہا۔

"خیر، میں تم سے اس موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ کوئی فائدہ نہیں ہوگا سوائے تلخیوں کے۔"

"میں تمھاری برہمی دیکھنا چاہتی ہوں۔" ایک شریر مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی تھی۔

"میں کوئی سرکس کا مسخرہ نہیں ہوں جو تم میری کیفیت پہ ہنسنے کی خواہش مند ہو۔" میں نے تند لہجے میں کہا۔

"نام بھی بتا دو نا۔ اب تو قومیت بھی معلوم ہو گئی ہے۔" اس نے میری بات کا بُرا مانے بغیر شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"علی۔ تم مجھے علی کے نام سے پکار سکتی ہو۔"

"دیکھا، کتنی چالاک ہوں میں۔" اُس نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ پھر اپنی جگہ سے اُٹھی اور میرے قریب پہنچ گئی، میرے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی "علی۔ پاکستانی۔"

"ہاں فخر کے ساتھ پاکستانی۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"علی! ایک بات میں بھی تم سے کہنا چاہتی ہوں لیکن پہلے یہ درخواست ضرور کروں گی کہ جو کچھ میں کہوں اُس پر یقین کر لینا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرے اس وقت کے الفاظ میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ میں تہ دل سے فلسطینیوں کے مقاصد کی ہمنوا ہوں۔ میں اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ اسرائیل کا قیام انتہائی ناجائز اقدام تھا جس کے لیے دنیا کی تین حکومتوں نے انتہائی شرمناک کارروائی کی اور اسرائیل کو وجود میں لانے کا باعث بنیں۔ کسی کا گھر چھین کر دوسروں کو دے دینا اچھی بات نہیں تھی اور یہ بُری بات میرے ہم قوموں نے کی ہے۔ میں اس کے لیے سخت شرمندہ ہوں۔ علی! یقین کرو اس بات پر کہ اپنے طور پر میں فلسطینیوں کے لیے بہت کچھ کرتی رہتی ہوں اور اب میں تمھیں یہ بتلانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتی کہ وہ اسرائیل ریستوران ایک خاص مقصد کے تحت میرا ٹھکانا بنا ہے۔ میں اکثر وہاں جاتی ہوں اور کچھ کام کر رہی ہوں میں۔ یہ تمام باتیں تمھیں خوش کرنے کے لیے نہیں ہیں علی! اس لیے نہیں ہیں کہ تم میرے چچا کے محسن ہو یا میری پسندیدہ شخصیت ہو۔ یہ صرف وہ حقیقتیں ہیں جو میرے دل میں جاگزیں ہیں اور میں اپنی ذات کو سچائیوں کے لیے وقف کر چکی ہوں۔ میں نے ایک فورس بھی بنائی ہے۔ میرے ساتھ میرے ہمنوا نوجوان ہیں اور وہ میرے پروگراموں پر عمل کرتے ہیں۔ یہ تمام معاملات انکل سے چیک لارس کے علم میں نہیں ہیں۔ انکل نہیں جانتے کہ درپردہ میرے مشاغل کیا ہیں۔ وہ بس مجھے ایک کھلنڈری سی لڑکی سمجھتے ہیں جس کی زندگی کا مقصد تفریح ہے، صرف تفریح لیکن ایسا نہیں ہے علی۔ میں نے جن لوگوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا ہے، وہ بہترین اور مکمل طور پر تربیت یافتہ ہیں۔ اُن کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے اور ہم لوگ بہت سے معاملات میں مقامی طور پر کئی کارنامے انجام دے چکے ہیں۔ ان کی تفصیلات میں سے اخبارات کی کٹنگ کے ذریعے تمھیں دکھاؤں گی۔ میں نے یہ سب کچھ تمھیں اس لیے بتا دیا کہ تم بھی ہمنوا نکلے ہو۔ تمھیں میں نے اسی وقت نگاہ میں رکھ لیا تھا جب اسرائیلی ریسٹورنٹ میں کھانا کھاتے ہوئے تم نے فلسطینیوں کی غذا پر ان کے قبضے کے بارے میں گفتگو کی تھی۔ میں نے دل میں سوچا تھا علی کہ اب خصوصاً لکی روڈ سے ملاقات کرنا پڑے گی کیونکہ ہمیں مسلسل ایسے لوگوں کی تلاش رہتی ہے جو ہمارے مقصد کے حامی ہوں۔ ہم اپنے اس گروہ کو عظیم تر بنا لینا چاہتے ہیں۔“

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس حسین لڑکی کو دیکھ رہا تھا اور ایک لمحے کے لیے میرے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ پہلی ملاقات میں مجھے جو دلکشی اس میں محسوس ہوئی تھی، وہ کسی اندرونی جذبے کے تحت ہی تھی یعنی وہ جذبہ جو مقاصد کو یکجا کرتا ہے اور جس کی بنیاد پر دلوں میں محبتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ خیالات میرے ذہن میں رقصاں تھے لیکن اب اتنا بھی نہیں تھا کہ بے اختیار ہو جاتا۔ بس خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ بولی۔ ”مسٹر علی! اتفاقات ہی کہانیاں بُنتے ہیں، میں اس خیال کی قائل ہوں۔ لکی روڈ سے میری گہری دوستی نہیں ہے، بس شناسائی سمجھ لو۔ اس کے ساتھ تم سے ملاقات ہوئی اور تمھارے الفاظ ایک تاثر چھوڑ گئے۔ اس سے میں دوبارہ صرف تمھارے لیے ملتی کیونکہ میں ان الفاظ کی حقیقت جاننا چاہتی تھی۔ اب دیکھو اتفاق سے تم مل گئے اور محبت کے ایک تاثر کے ساتھ ملے۔ کیا ہم اس اتفاق کو مستقبل کی ایک کہانی نہیں سمجھ سکتے؟“

”کچھ وضاحت ہو سکے گی ان معروضات کی؟“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بلیک روز کے قاتلوں نے تمھاری خدمات حاصل کیں، تمھیں اسمگل کر کے ہالینڈ لایا گیا۔ ہر چند کہ وہ صرف ایک غلط فہمی تھی لیکن انھوں نے ایک جیالے کو ہی حاصل کیا تھا جو کسی کی زندگی بچانے کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگا سکتا ہے۔ اور وہ شخص ایک ایسے خطرناک آدمی کو بہ آسانی ختم کر سکتا ہے جو اچانک ہی پستول کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوا ہو۔ گویا جنگ و جدل کا تمھیں خوب تجربہ ہے۔ مسلم ہو اور ایک پُروقار ملک کے باشندے ہو جو خاص طور سے فلسطین سے ہمدردی رکھتا ہے۔ دل میں جذبات ہوں اور بدن میں لہو گرم ہو تو کیا کسی مقصد کے حصول کے لیے کچھ اور بھی درکار ہوتا ہے؟ کیا تم مستقبل کی کہانی نہیں ہو؟ کیا تم ان میں سے نہیں ہو سکتے جو فلسطین کو آزادی دلانے والے ہوں گے؟“

میرے دل میں جذبات کا طوفان موجزن تھا لیکن میں نے اس کے آگے بند باندھ رکھے تھے۔ میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”مجھے میری صاف گوئی کے لیے معاف کر سکتی ہو سائیکا؟“

”میں نہیں سمجھی؟“ اس نے تعجب سے کہا۔

”مغرب کے سرپھرے اپنی زندگی کی یکسانیت سے اُکتا کر مختلف کھیل کھیلتے رہتے ہیں۔ کہیں وہ دنیا کے رسم و رواج کو ٹھکرا کر چیتھڑے لٹکائے آوارہ گردی کرنے نکل کھڑے ہوتے ہیں، نشہ آور ادویات کے سہارے ذہنی و قلبی سکون کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں تو کہیں دہشت گردی کر کے اپنی حیوانی جبلت کو سکون بخشتے ہیں۔ تم بھی ویسے ہی ایک ملک کی باشندہ ہو، تمھاری یہ ٹولی ایسے ہی تفریح پسندوں پر مشتمل تو نہیں ہے؟“

”بہت سخت الفاظ ہیں لیکن تم کہہ سکتے ہو۔ کیونکہ تمھیں فلسطینیوں کا ہم مذہب ہونے کی برتری حاصل ہے۔“

”میں نے تم سے پہلے ہی معافی چاہی تھی۔“

”نہیں علی! ہم ان میں سے نہیں ہیں جو لوگ میرے ساتھی ہیں ان میں چند مسلمان بھی ہیں، شامی باشندے۔ ان میں سے چار وہ ہیں جنھوں نے اولمپک کھیلوں میں اسرائیلی کھلاڑیوں کے خلاف کارروائی کی تھی۔ میں نے ان لوگوں کی زندگی بچائی تھی اور انھیں تحفظ دیا تھا۔ باقی دو بعد میں شام سے آئے تھے۔ ہم اپنے کئی کام کر چکے ہیں۔ بلیک ستمبر کے کچھ ارکان بھی ہم سے بیرونی [illegible] ہیں اور صرف یہی نہیں، دنیا کے کئی ملکوں میں کچھ... تعاون [illegible] صاحب حیثیت لوگ جو غیر مسلم ہیں لیکن انسانی رشتوں کی بنیاد پر فلسطینیوں کے حامی ہیں، اپنے کاموں میں ہمارا تعاون حاصل کرتے ہیں۔ شرط یہی ہوتی ہے کہ ان کا کام فلسطینیوں کے مفاد میں ہو۔ میں تمھیں اس سلسلے میں تحریری ثبوت پیش کروں گی علی!“

”مجھے اعتبار آ گیا سائیکا۔ اس بے حیثیت اور معمولی سے انسان کو تمھاری اس تنظیم میں شمولیت اختیار کر کے جو عزت حاصل ہوگی، وہ اس کا اہل نہیں ہے۔“ میں نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

”گویا علی تم... گویا...؟“ اس نے خوشی کے عالم میں پوچھا۔

”ہاں سائیکا! تمھارے احکامات کی تعمیل کر کے مجھے مسرت ہوگی۔“

”شکریہ۔ بہت بہت شکریہ۔ میں تمھیں تنظیم کے تمام ارکان سے ملاؤں گی۔ سب تم سے مل کر خوش ہوں گے۔ اب تم ہمارے ساتھی ہو۔“

”اس عمارت میں۔ یعنی پوائنٹ نمبر دس میں جو لوگ ہیں...؟“

”نہیں۔ یہ صرف انکل کے آدمی ہیں۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ جن لوگوں نے پوائنٹ نمبر چھ سے ساحل تک ہماری نگرانی کی تھی، وہ میرے اپنے آدمی تھے۔“ سائیکا نے بتایا۔

”دلچسپ! بہت دلچسپ سائیکا۔ اچھا ایک بات اور بتاؤ مجھے۔“

”ضرور پوچھو۔“ اس نے مسرور لہجے میں کہا۔

”مسٹر چیک لارس ایک انتخابی مہم میں حصہ لے رہے ہیں اور ان کے خلاف کئی پارٹیاں سرگرم عمل ہیں۔ اپنے ان ساتھیوں کی مدد سے تم نے ان کے مفادات کا تحفظ کیوں نہیں کیا اور انھیں اس طرح بے یار و مددگار کیوں چھوڑ دیا؟“

”اس کی وجہ درحقیقت یہ ہے کہ انکل لارس آج تک مجھے ایک معصوم بچی سمجھتے ہیں جو صرف تفریحات میں دلچسپی لیتی ہے۔ میں اپنی شخصیت کا یہ پہلو انھیں دکھانا بھی نہیں چاہتی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ [illegible] راستے میں رکاوٹ بنیں گے۔ شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ وہ اسرائیلی مفادات کے حامی ہیں۔ کئی اسرائیلی سرمایہ داروں سے [illegible] دوستی ہے۔ ان حالات میں، میں اتنا تو کر سکتی ہوں کہ ان کی معلومات سے فائدہ اُٹھاؤں اور جیسا کہ میں نے کئی بار کیا ہے۔ اپنی مصروفیات ان پر ظاہر کر کے میں اپنے مقصد کی موت نہیں دیکھنا چاہتی۔ اس کے علاوہ یہ صرف کاروباری ہنگامہ خیزیاں ہیں جن سے انکل خود ہی نمٹ سکتے ہیں۔ ہاں! ان کی زندگی مجھے ضرور عزیز ہے اور میں یہ نہیں سمجھتی تھی کہ ان کے کاروباری دشمن ان کی زندگی کے درپے ہو سکتے ہیں۔ اگر اس بات کا مجھے علم ہوتا تو میں ان کے دشمنوں کو اس حد تک مفلوج کر دیتی کہ وہ انکل کے مقابلے پر کھڑے نہ ہو سکتے۔ اس سلسلے میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ وہ مجھے خود کبھی کچھ نہیں بتائیں گے۔ اوّل تو وہ اس بات پر یقین نہیں کریں گے کہ میں یہ کام کر سکتی ہوں اور اگر یقین کریں گے تو پھر ان گہرائیوں میں جاننے کی کوشش کریں گے جو میری ذات سے وابستہ ہیں اور جب اس میں کامیاب ہو جائیں گے تو میرے شدید ترین مخالف بن جائیں گے۔ اس لیے میں ان کے معاملات سے خود کو دور رکھنا چاہتی ہوں۔“

”مقامی پولیس اور دیگر سرکاری ادارے تمھاری کارروائیوں میں مداخلت نہیں کرتے؟ یا وہ ابھی تک تمھاری سرگرمیوں سے بے خبر ہیں؟“ میں نے سوال کیا۔

”ہماری سرگرمیوں کے بارے میں باقاعدہ فائلیں پولیس کے دفاتر میں کھلی ہوئی ہیں۔ ڈچ سیکریٹ سروس کے لوگ بھی یہ بات جانتے ہیں کہ ریڈ پینتھر نامی ایک گروپ نے بہت سے اسرائیلی مفادات کو نقصان پہنچایا ہے لیکن ان فائلوں میں ہمارے کسی بھی شخص کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ اس لیے وہ صرف خلا میں ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں۔ میرا مقصد اب تمھاری سمجھ میں آ گیا ہوگا، نہ تو میں اپنی اس تنظیم کو دوسروں کے سامنے لانا چاہتی ہوں اور نہ ایسے لوگوں کو اپنا رازدار بنانے کی کوشش کرتی ہوں جو کسی بھی طور میرے لیے نقصان دہ ثابت ہوں۔“

میں صرف گردن ہلا کر رہ گیا تھا۔ اس حقیقت سے مجھے قطعی انکار نہیں تھا کہ انسانی جذبوں کے لیے رنگ، نسل، مذہب کی تخصیص نہیں ہوتی جو بھی سچائی کا متلاشی ہوتا ہے، اسے راستے خود منزل تک لے جاتے ہیں۔ اگر ہالینڈ کی رہنے والی یہ لڑکی سچائی کے راستے پر چلتے ہوئے اپنوں سے بغاوت اور مظلوموں کی حمایت پر تل گئی تھی تو کوئی حیرت ناک بات نہیں تھی۔ میں نے بھی بہت دنیا دیکھی تھی، سب طرح کے انسانوں سے واسطہ رہا تھا۔ لہٰذا اتنا کم نگاہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ کسی کی شخصیت کو نہ پہچان سکوں۔ نوجوانی میں ان جذبوں سے سرشار یہ لڑکی میرے لیے واقعی قابلِ احترام تھی۔ خاص طور سے اس لیے کہ اس کا تعلق میرے مذہب سے نہیں تھا۔ دوسرے مذہب کی ہونے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے باوجود وہ صرف انسانیت کے ناتے فلسطینیوں کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئی تھی۔

"تم مطمئن ہو اس بات سے علی؟" سائیکا نے پوچھا۔

"میں پہلے بھی مطمئن تھا سائیکا۔ میں نے یہ سوال صرف اس لیے کیا تھا کہ تم اپنے انکل چیک لارس سے بہت محبت کرتی ہو۔"

"ان کے سوا میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میرے ڈیڈی چیک مائیلر بھی سرمایہ دار تھے لیکن جیسا کہ میں بتا چکی ہوں کہ وہ ایک ہوائی حادثے میں ہلاک ہو گئے اور ان کی بے پناہ دولت میرے قبضے میں آ گئی۔ اس دولت کا صحیح مصرف میں نے ہی دریافت کیا۔ لاکھوں ڈالر کی آمدنی ہے ہماری۔ میں اپنے مقصد کے لیے بہت کچھ خرچ کرتی رہتی ہوں اور اس کے حصول کے لیے بھی میں نے بہت سے طریقۂ کار اپنا رکھے ہیں تاکہ اگر کبھی حسابات پیش کرنے کا موقع آ جائے تو مجھے مشکلات نہ پیش آئیں اور اپنا رازِ طشت از بام نہ کرنا پڑے۔ تاہم میں اس بات کے لیے بھی تیار ہوں علی کہ اگر کبھی یہ راز کھل جائے تو میں باقاعدہ تنظیم آزادیٔ فلسطین میں شامل ہو جاؤں اور اس میں رہ کر اپنے مقاصد پورے کروں۔ میرے سینے میں یہی جذبے پنہاں ہیں، خدا کرے تم ان پر یقین کر لو۔"

"مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے سائیکا اور میں بھی تمھیں اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔ کاش میری زندگی تمھارے اس مقصد میں کام آ جائے۔ مجھے اس سے زیادہ مسرت کسی بات سے نہ ہوگی۔"

"پاکستان سے کب آئے علی؟" اس نے سوال کیا۔

"طویل عرصہ ہو گیا۔ اتنا طویل عرصہ کہ اب اپنوں کی صورتیں بھی ذہن سے نکل چکی ہیں۔"

"بس یونہی دنیا گردی کرتے رہے ہو یا کچھ اور بھی کیا ہے؟"

"جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس میں اب تک ناکام ہوں۔ ممکن ہے تمھاری مدد سے اپنے اس مقصد کو حاصل کر لوں۔" میں نے گول مول جواب دیا اور وہ خاموش رہی۔

تھوڑی دیر تک مکمل خاموشی چھائی رہی پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "ہم دونوں ہی جذباتی ہو گئے۔ آؤ اب جذبات کی دنیا سے نکل کر حقیقت کی دنیا کا سفر کریں۔ تمھیں نیند نہیں آ رہی، کافی وقت ہو گیا ہے؟"

"ہاں سائیکا۔ میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے میرے معمولات بتا دو تاکہ میں تمھارے لیے اُلجھن نہ بن سکوں۔"

"سو جاؤ۔ صبح کو ناشتے پر ملیں گے۔" اس نے کہا اور اُٹھ گئی۔ میں اس کے ساتھ ہی اس خواب گاہ میں آیا تھا جو میرے لیے مخصوص کر دی گئی تھی اور سائیکا مجھے خدا حافظ کہہ کر چلی گئی تھی۔

واقعات کا یہ انوکھا موڑ میرے لیے اتنا حیرت ناک [illegible] کہ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا لیکن سائیکا ایک حقیقت کی صور[illegible] موجود تھی، میں اسے کیسے نظرانداز کر سکتا تھا۔ وہ ہر طرح [illegible] تھی۔ ایک ایسی مخلص لڑکی جس کی جتنی بھی قدر کی جاتی کم تو طائرِ خیال کی پرواز ایک ایسی ہستی تک پہنچ گئی جو دل [illegible] بھر دیتی تھی اور میرے سینے سے ٹھنڈی سانس نکل گئی۔ [illegible] کے چہرے کو میں اپنی نگاہوں سے اوجھل کرنے کی کوشش لگا اور اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا کہ ذہن کو [illegible] کر کے سونے کی کوشش کروں۔ اس کوشش میں تھوڑی دیر [illegible] بعد مجھے کامیابی نصیب ہو گئی تھی۔

دوسری صبح خاصی دیر سے جاگا تھا۔ غسل کیا، غسل[illegible] اپنے لیے ایک نیا لباس ٹنگا ہوا دیکھا جسے پہنا تو میرے جسم پر [illegible] تھا۔ پھر ایک دبلے پتلے بٹلر نما آدمی نے ناشتا لگ جانے [illegible] اطلاع دی اور میں ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا جہاں سائ[یکا] منتظر تھی۔

مجھے اس نئے لباس میں دیکھ کر اس نے مسرور [illegible] پلکیں جھپکائیں اور کہنے لگی۔ "میں نے یہ لباس صبح ہی صبح [illegible] لیے منگوا لیا تھا۔ بالکل فکر نہ کرو، تمام تر ذمے داریاں اب [illegible] اوپر ہیں۔ ہر طرح کی آسائشیں مہیا کر دوں گی تمھارے لیے"

"ارے واہ! تم نے یہ کیوں سوچ لیا کہ میں تمھاری [illegible] آسائشوں کو قبول کر لوں گا؟"

"کیا مطلب؟" اس نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"محترمہ، آپ کو علم ہو چکا ہے کہ میں پاکستانی ہوں او[ر] [illegible] بھی پاکستانی، کسی لڑکی کی امداد قبول نہیں کر سکتا۔ میں اپ[نا] [illegible] سب کچھ کر لوں گا، آپ کو مطمئن رہنا چاہیے۔"

"جنابِ عالی! آپ یہ بات بھول گئے ہیں کہ میں صر[ف] [illegible] نہیں، آپ کی چیف بھی ہوں۔ سمجھے آپ اب ریڈ پینتھرز کے ا[یک] رکن ہیں۔" اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا پھر ہم دونوں ناشتے [میں] مصروف ہو گئے۔

میری نگاہیں اس دوران کئی بار اس کی طرف اُٹھیں۔ ہر بار مجھے اس کی شخصیت میں ایک نیا پن محسوس ہوا تھا [illegible] کے ساتھ ملی تھی تو اس کے علاوہ کوئی تاثر نہیں تھا کہ وہ ایک لڑکی ہے، بھول کر بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ اس معصوم سے [illegible] میں اتنے عظیم جذبے پوشیدہ ہوں گے۔

"ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں چیف۔" میں نے [illegible] سائیکا مسکرانے لگی۔

"چیف میں صرف اس وقت ہوں جب تم پر ڈیو[ٹی] [illegible]

سوار ہو۔ عام حالات میں سائیکا ہوں۔" اس نے بھویں سکیڑ کر کہا۔

"اس اسرائیلی ریستوران میں آپ عموماً جاتی ہیں؟"

"ہاں علی۔ میں نے ایسی بہت سی جگہیں منتخب کر رکھی ہیں جہاں سے مجھے اسرائیلی عزائم کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔ ان جگہوں پر طرح طرح کے لوگ آتے ہیں، آپس میں تبادلۂ خیال کرتے ہیں اور میں ان سے فائدہ اُٹھاتی ہوں۔ تقریباً چھ ماہ قبل میں نے یہیں سے ایک اسرائیلی وفد کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں جو کاروباری دورے پر آیا تھا۔ تم نے شاید اخبارات میں پڑھا ہو کہ ریڈ پینتھرز نے وفد کے امریکی سربراہ کو اغوا کر لیا تھا اور اس کے عوض ڈچ حکومت کو چار عرب باشندے رہا کرنے پڑے تھے۔ ان عرب باشندوں کو دمشق بھجوا دیا گیا تھا۔"

"یہ تم نے کیا تھا؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں۔ میں تمھیں اپنی کارکردگی کا ریکارڈ ضرور دکھاؤں گی لیکن ابھی نہیں۔" اس نے کہا۔ اسی وقت ایک ملازم نے لارڈ کی آمد کی اطلاع دی اور ہم دونوں اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔

لارڈ چیک لارس مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے تھے۔ "ہیلو جوان لوگو! یقیناً تم خوش ہو گے۔ مسٹر اسنوڈن! آپ کو میری اس سرپھری بیٹی سے کوئی شکایت تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں سر، آپ کا شکریہ۔"

"میں خیریت معلوم کرنے آ گیا تھا۔ بلیک روز کی حالت خراب ہے۔ میں نے اس کے خلاف جوابی کارروائی کا آغاز کر دیا ہے۔ ذہنی جنگ میں وہ مجھ سے کس طرح جیت سکتے ہیں، بات اوچھے ہتھکنڈوں کی آ گئی تو پھر جواب بھی ویسا ہی ہے۔ کیا سمجھے آپ؟"

"جی؟" میں نے سعادت مندی سے کہا۔

"اب اسمگلروں کا ایک گروہ پکڑا جائے گا جس کا تعلق بلیک روز سے ہوگا۔ تمام اخبارات ہوشیار رہیں۔ چند لمحوں میں یہ کارروائی ہو جائے گی اور بات چھپائے نہ چھپ سکے گی۔ اس کے بعد انٹرنیشنل بزنس ٹریبونل فیصلہ کرے گا کہ ایسے لوگوں کی نامزدگی برقرار رکھی جائے یا نہ رکھی جائے۔ اسنوڈن پیارے، تم نے نہ صرف میری جان بچائی ہے بلکہ میرے ایک اہم دشمن کو تباہ کرنے میں میری مدد بھی کی ہے۔ مقابلہ صرف گیر ونسے رہ جائے گا جو میرے سامنے نہیں ٹک سکتے۔"

"مجھے خوشی ہے لارڈ۔" میں نے کہا۔

"میں چلتا ہوں اور سائیکا تم سے دوبارہ کہنا ہے کاہے۔"

"بالکل بے کار ہے انکل۔ جو کچھ کرنا ہوتا ہے میں پہلی بار [illegible] کر لیتی ہوں۔" سائیکا نے فوراً کہا۔

"اوکے فرینڈس۔" چیک لارس نے اُٹھتے ہوئے کہا اور پھر ہم دونوں سے ہاتھ ملا کر باہر نکل گئے۔

سائیکا مسکرانے لگی۔ "انکل بھی خوب انسان ہیں، کاروبار کی دنیا میں کھوئے ہوئے، باقی کائنات ان کے لیے بے مقصد ہے۔"

"انھوں نے شادی کیوں نہیں کی؟"

"خدا جانے۔" سائیکا عجیب سے انداز میں ہنس پڑی پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔ "میرے ساتھ کافی لوگ ہیں علی لیکن اس بار میں تمھیں کوئی اہم ذمے داری سونپوں گی۔"

"ضرور، مجھے خوشی ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔

"اب ہم ایمسٹرڈم کی سیر کریں گے۔ زندگی لگے بندھے اصولوں پر چلتی رہے تو بے مزہ ہو جاتی ہے۔ اگر عیش و آرام کی اس زندگی کو چھوڑ کر ایک عام انسان کی ہیئت اختیار کر لی جائے تو لطف نہیں آئے گا؟"

"یقیناً۔"

"تو پھر ہم روپ بدل لیتے ہیں۔ خوب سیاحت کریں گے۔ زندگی کی یہ تبدیلی مزہ دے جائے گی۔ میں نے نہ جانے کتنے طویل عرصے سے زندگی کی کسی دلچسپی میں حصہ نہیں لیا ہے۔ درحقیقت اگر کوئی مقصد سامنے آ جائے تو پھر دوسرے کام بہت دور چلے جاتے ہیں لیکن انسان کی زندگی میں اگر تبدیلی نہ ہو تو پھر وہ بوریت کا شکار ہو جاتا ہے۔ میں بوریت کا شکار تو نہیں ہوں لیکن دل چاہ رہا ہے کہ زندگی کے چند روز کچھ تبدیلیوں کی نذر کر دیے جائیں۔"

"بالکل ٹھیک ہے سائیکا لیکن ایک بات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔"

"ہاں۔ ہاں کہو۔"

"ان لوگوں نے، میرا مطلب ہے بلیک روز کے آدمیوں نے مجھے جان اسنوڈن کی حیثیت سے وصول کیا تھا لیکن اس وقت بھی میں اپنی اسی اصل شکل میں تھا، اگر ان کے ہاتھ لگ گیا تو؟"

"ایڈونچر رہے گا، کیا حرج ہے؟ زندگی اسی کا نام ہے علی!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اس موڈی لڑکی کے ساتھ میں کچھ دن واقعی پُرسکون اور عام ڈگر سے ہٹ کر گزارنا چاہتا تھا۔ ہم نے عام قسم کے لباسوں کا انتظام کیا اور اس کے بعد عام قسم کے لوگوں کی حیثیت سے ہالینڈ کی سڑکوں پر نکل آئے۔ ایمسٹرڈم کے ایک پُرسکون علاقے میں واقع ہوٹل کاک کے ایک کمرے میں ہم نے اپنے لیے رہائش اختیار کی تھی۔

کاک کے طرزِ تعمیر سے ظاہر تھا کہ چند سو برس پیشتر یہ عمارت کسی ڈچ سوداگر کا شاہانہ گھر ہوگی۔ ڈھلوان چھتیں، شیشے کی قدِ آدم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کھڑکیاں اور دبیز چوبی دروازے جن پر لوہے کی بھاری زنجیریں لٹک رہی تھیں۔ ڈیسک پر اپنا جعلی نام اور پتا درج کرنے کے بعد ہم دونوں اپنے کمرے میں آ گئے۔ شام کے کھانے کے لیے ہال میں پہنچے تھے۔ ہال کے ایک کونے میں چند نوخیز لڑکے اور لڑکیاں جیوک باکس پر بجنے والی تیز موسیقی پر دھما دھم ناچ رہے تھے۔ یورپ کی نئی نسل نے پرانی اقدار سے منہ پھیر کر وہاں کے روایتی رقص کی مٹی بھی پلید کر دی ہے اور اب یہ رقص صرف بندر ناچ رہ گئے ہیں۔

ہال کے دوسرے حصے میں کھانے کا کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے ایک خوبصورت ڈچ لڑکی کھانا دے رہی تھی۔ ہم نے رات کا کھانا کھایا، ساتھ والے اسٹول پر ایک سرخ بالوں والا ہپی بیئر پینے میں مشغول تھا۔ اس رات ہم نے ہوٹل سے باہر قدم نہیں رکھا لیکن دوسرے دن صبح ہی صبح ناشتا کرنے کے بعد باہر نکل آئے۔ موسم ابر آلود تھا اور کسی بھی وقت بارش ہو سکتی تھی۔ بہر طور ہم ایمسٹرڈم کی خوبصورت سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے لگے۔

ٹرام منٹ ٹاور یعنی ایمسٹرڈم کے قدیم دروازے پہنچے اور پھر شہر کی خوبصورت ترین سڑکیں اور خرید و فروخت کے مراکز دیکھنے لگے۔ کالور اسٹاٹ میں گاڑیوں کی آمد و رفت ممنوع تھی اور لوگ یہاں زیادہ آرام سے خرید و فروخت کر رہے تھے۔ منٹ ٹاور کے پاس کشتیوں میں سجے ہوئے پھولوں کے بازار پُرسکون تھے۔ سائیکا مائیلر ایک بہترین گائیڈ کی طرح مجھے ایمسٹرڈم کے بارے میں معلومات فراہم کر رہی تھی۔

"دنیا میں ہیروں کی سب سے بڑی منڈی ایمسٹرڈم ہی میں ہے۔" اس نے بتایا۔ "یہاں کے جوہری ہیروں کی تلاش میں اپنا ثانی نہیں رکھتے، شاید یہ بات تمھارے علم میں ہو کہ کوہ نور ہیرا جب لندن منتقل ہوا تو ملکہ وکٹوریہ کو ہیرے کی دیسی تراش پسند نہیں آئی چنانچہ اسے یورپی وضع دینے کے لیے ایمسٹرڈم کے ماہر جوہریوں کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔"

یادگار چوک میں سیڑھیوں پر بھانت بھانت کے ہپی پڑے ہوئے تھے۔ سائیکا مائیلر نے ان کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔ "امن اور سچائی کے متلاشی دنیا کو بھول کر چرس کے نشے میں زندگی گزار رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ تحریک کب تک بڑھتی رہے گی، ہپی ازم اس میں کوئی شک نہیں کہ پُرعزم ہے۔ مغرب کے مایوس لوگ نجات کے لیے مشرق کا دامن تھامنا چاہتے ہیں۔ تم نے دیکھا ہو گا کہ انھیں مشرقی موسیقی پسند ہے اور یہ لوگ روز بہ روز مشرقی لباس اور عادات و اطوار کے گرویدہ ہوتے جا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے علی کہ تمھارا مشرق پُرسکون ہے۔ ہم اپنی زندگی میں مضطرب رہتے ہیں۔ یہ اضطراب تو وہاں نہیں ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

دوپہر کے کھانے کے لیے ہم وہاں سے یادگار والی گلی میں واقع ایک ریستوران میں پہنچ گئے جو ہپیوں میں مقبول تھا۔ دروازے کے ساتھ خوراک کے کوپن فروخت ہو رہے تھے۔ ہم نے بھی کوپن خریدے اور کاؤنٹر پر آ گئے جہاں بوڑھی عورتیں کوپنوں کے عوض چاول اور کھانا دے رہی تھیں۔ بڑی دلچسپ صورتِ حال تھی۔ اکثر ہپی بوڑھی عورتوں کو چکر دے کر جانے کے کوپن کے بدلے گوشت کی پلیٹ لے جاتے لیکن وہ بھی ان کے ہتھکنڈوں سے واقف معلوم ہوتی تھیں اس لیے چند ہی لمحات میں انھیں گرفتار کر لیا جاتا۔ ہم لوگ بیٹھے تو ایک تنومند اور میلے کچیلے قسم کا ہپی بڑے اطمینان سے ہمارے قریب پہنچا اور سائیکا کے سامنے سے کھانے کی پلیٹ اٹھا کر چل دیا۔ سائیکا نے میز پر ہاتھ مار کر شور مچایا تو وہ واپس آ گیا اور انتہائی معذرت کے بعد پلیٹ میز پر رکھ دی۔

ایک صاحب خالی پلیٹ لیے تمام میزوں کے چکر لگا رہے تھے اور ہر ایک سے کہہ رہے تھے۔ "ظاہر ہے آپ اتنا اکیلے نہیں کھا سکیں گے۔ براہ کرم ایک آلو عنایت کر دیجیے۔" تھوڑی دیر میں انھوں نے خاصی خوراک اکٹھا کر لی اور اس کے بعد ہاتھ میں مشروب پینے والا تنکا لے کر ایک میز پر پہنچ گئے۔ "میں آپ کے کوکا کولا میں سے ایک چسکی لے لوں؟"

ہوٹل سے نکلے تو دھوپ ڈھل چکی تھی اور شہر کی نہر کے کنارے خوب رونق تھی۔ رودکن نہر کے کنارے لوگوں کا ہجوم پانی میں جھانک رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ نہر میں ایک کار گری ہے جسے کرین کی مدد سے نکالا جا رہا ہے، خاصی دلچسپ تھی یہاں کی اور میں اس سے خوب لطف اندوز ہوا۔ شام ڈھلے ہم ہوٹل کاک میں واپس آئے تھے۔ سائیکا مائیلر کے چہرے سے جو مسرت جھلک رہی تھی اس نے اس کے حسن میں بے پناہ اضافہ کر دیا تھا۔ بڑی بے باکی اور بے تکلفی سے وہ میرے کمرے میں سو گئی تھی جیسے اُسے دنیا کے دوسرے جذبوں کے بارے میں کچھ خبر نہ ہو۔ میں نے اس کی آنکھوں میں سکون کے جذبات دیکھ کر اس کی شخصیت کا احترام اپنے دل میں بسا لیا تھا۔

دوسری صبح پھر اسی انداز میں طلوع ہوئی اور ہم ناشتے سے فارغ ہونے کے لیے باہر نکل آئے۔ ہالینڈ کے رہنے والوں کی زندگی میں ایک سلیقہ ہے۔ شاندار طرزِ تعمیر، دیدہ زیب لباس، گھروں کی سجاوٹ، اہلِ ہالینڈ کے اس اعلیٰ ذوق نے ہی دنیا کے عظیم مصوروں کو جنم دیا تھا۔ فرانز ہال۔ پیٹر ہوگ، ریم برانت، رودسوڈل، جان سٹین، ورمیر، فان گوگ مصوری کے ستون ملنے جاتے ہیں اور ایمسٹرڈم کا رائکس میوزیم، یورپ کے بہترین عجائب گھروں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ لینن گراڈ کے ہرمتاژ، پیرس کے لوور، لندن کے نیشنل آرٹ، فلارنس کے اوفیجی اور میڈرڈ کے پراڈو کا ہم پلہ ہے۔ اس میوزیم میں جدید مصوروں کے شاہکار بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہم نے کافی دیر تک میوزیم کی سیر کی اور پکاسو، تُلُوز لاترک، گوگین اور پھر فان گوگ کے شاہکار دیکھے۔ رنگوں کی دنیا میں میری آنکھیں چندھیا گئی تھیں اور اس دوران تمام تکلیف دہ احساسات ذہن سے نکل گئے تھے۔ یہی محسوس ہوتا تھا جیسے اپنے وطن سے سیاحت کے لیے نکلا ہوں اور ایمسٹرڈم کی تفریحات میں حصہ لے رہا ہوں۔ سائیکا مائیلر بھی میرے ساتھ بہت خوش تھی۔ ہمارے درمیان دو سچے اور مخلص دوستوں کے سے تعلقات تھے۔

پھر ایک دن ایمسٹرڈم کے ایک ڈپارٹمنٹل اسٹور میں ہم کچھ خریداری کر رہے تھے کہ دُبلا پتلا سا ایک شخص جس کے سر کے بال جھالر کی شکل میں کانوں کے پاس لٹک رہے تھے، مسمسی سی شکل بنا کر سائیکا کے پاس آ کھڑا ہوا۔ سائیکا نے اسے دیکھا تو چونک پڑی۔ اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگیں اور اس کے بعد اس نے کافی کا ایک ڈبا اٹھاتے ہوئے اس سے کہا۔ "کیوں، کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں میڈم! پیغام پہنچ گیا ہے۔"

"او کے، جاؤ۔" سائیکا مائیلر نے کہا اور وہ شوکیسوں پر نگاہ ڈالتا ہوا اس انداز میں آگے بڑھ گیا جیسے اُسے کسی خاص چیز کی تلاش ہو۔ سائیکا کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہو گئی تھی پھر میں نے اسے واپس مڑتے ہوئے دیکھا اور ہم ڈپارٹمنٹل اسٹور سے نکل آئے۔

"یقیناً کوئی خاص بات ہے سائیکا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، تفریح کا وقت ختم۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، تفریح کا وقت ختم ہو جانا چاہیے، جب کام ہو تو تفریح بے مزہ ہو جاتی ہے۔"

"آؤ چلیں۔"

اس کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس ہوٹل کاک پہنچے، یہاں سے اپنا مختصر سا سامان وصول کیا، کمرے کا بل ادا کیا اور باہر نکل آئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی سائیکا مائیلر کی اسی خصوصی رہائش گاہ کی طرف جا رہی تھی جسے نمبر ٹین کا نام دیا گیا تھا۔

سائیکا نے نمبر ٹین پہنچنے کے بعد مجھ سے کہا۔ "تم سے تھوڑی دیر کے لیے اجازت چاہوں گی علی، محسوس نہ کرنا پھر میں یقیناً تمھیں حالات سے آگاہ کر دوں گی۔" میں نے فراخ دلی سے اُسے اجازت دے دی اور وہ وہاں سے چلی گئی۔

میں گزرے ہوئے ان ایام کے بارے میں سوچنے لگا۔ ایمسٹرڈم کی سیاحت نے ذہن سے تمام احساسات مٹا دیے تھے۔ بہت کچھ بھول گیا تھا اور بھولنے کے لمحات میں خاصی ذہنی فرحت میسر رہی تھی ورنہ یادیں کہاں پیچھا چھوڑتی ہیں اور پھر ایسی یادیں جن میں کچھ غم کے احساسات بھی چھپے ہوں۔ تہذیب مالکم ایکس سینے کا ایک سلگتا ہوا زخم بن گئی تھی۔ سوچتی ہو گی کہ کیسا بے وفا شخص نکلا، اس طرح چھوڑ کر چلا گیا لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس کی معیت میں میں اپنے عہد سے کچھ غافل ہو گیا تھا۔ میرے دل میں روشن جذبوں کی چمک دمک کچھ ماند پڑ گئی تھی۔ اپنی اس کیفیت کا تجزیہ کرتا تو کسی جرم کا سا احساس ہوتا تھا۔ تہذیب کی قربت نے مجھے اپنی ذات کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جب کہ میرے مشن کا تو تقاضا ہی یہ تھا کہ اپنی ذاتی خواہشات سے ماورا ہو کر سوچوں۔ بصورتِ دیگر مجھے کیا ضرورت تھی کہ اپنی تعلیم، اپنا ماحول، اپنا مستقبل سب کچھ داؤ پر لگا دوں۔ ذاتی خواہشات کی تکمیل ہی اگر مقصدِ زندگی ہوتی تو کسی بھی عام انسان کی طرح دنیا کی تمام آسائشیں حاصل کر لیتا اور خود اپنی ذات میں گم ہو جاتا۔ جب اپنے آپ کو کسی مقصد کے لیے وقف کیا ہے تو ضروری ہے کہ دوسری دلچسپیوں کو ترک کر دیا جائے۔ تہذیب مالکم ایکس کا ساتھ اگر صرف ایک دوست کا ساتھ ہوتا تو زیادہ بہتر تھا، دل کے رشتے اس سے نجانے کیوں استوار کر لیے؟ اس کیوں کا جواب بھی دل ہی دے دیتا تھا۔ اس نے بھی تو میری خاطر ہی اپنی دنیا بدل ڈالی تھی، دشمنیاں مول لے لی تھیں۔ وہ کچھ کھو دیا تھا جو ساری زندگی کا اثاثہ تھا، ساری زندگی جس کے تحت گزری تھی اور اب گرین پول کے ہاتھوں نجانے اس کی کیا گت بن رہی ہو۔

ان تکلیف دہ خیالات نے ذہن کو ایک بار پھر کسی قدر پراگندہ کر دیا، جی چاہا کہ جلدی سے سائیکا مائیلر واپس آ جائے اور بوریت کے یہ لمحات دور ہوں۔

شام تک ایسے ہی خیالات کا شکار رہا۔ رات ہو گئی، تقریباً ساڑھے نو بجے سائیکا مائیلر کا ٹیلی فون ملا۔ اس نے پوچھا کہ کیا میں نے کھانا کھا لیا ہے؟ میں نے اس سے انکار کیا تو اس نے لجاجت آمیز لہجے میں کہا۔ "تھوڑی دیر میرا انتظار

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر لو۔ کھانا میں تمھارے ساتھ ہی کھاؤں گی۔" مجھے بھلا اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

تقریباً دس بج کر دس منٹ پر سائیکا مائیلر پہنچ گئی۔ کھانا لگانے کے لیے کہہ کر آئی تھی چنانچہ ہم دونوں کھانے کے کمرے میں داخل ہو گئے۔

سائیکا کے چہرے پر سنجیدگی کے آثار تھے، اس نے آہستہ سے کہا۔ "ایک ذمے داری آپڑی ہے میرے شانوں پر اور ایسے ایک شخص کی جانب سے جس نے میرے لیے بہت کام کیا ہے اور جو ہمارے فوائد کے لیے ہر طرح اپنے آپ کو پیش پیش رکھتا ہے۔"

"گڈ۔ گویا اب تم مصروف رہو گی؟" میں نے کہا۔

"تم... کیا مطلب؟ ہم کہو۔ وعدہ کر چکے ہو کہ میرے ساتھ کام کرو گے۔" سائیکا مائیلر نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس وعدے کی تکمیل مجھ پر فرض ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ کام بھی اسرائیل کے خلاف اور فلسطینیوں کے حق میں ہو۔"

"جنابِ عالی، کام براہِ راست فلسطینیوں کے لیے نہیں لیکن اسرائیل کے خلاف ہے۔"

"ایک ہی بات ہے۔ اسرائیل کو نقصان پہنچانے کے لیے میں ہر کام کر سکتا ہوں۔"

"ایک فلسطین پسند شخص جو غیر ملکی ہے، بڑی حیثیت کا حامل ہے، اپنی فلسطین پسندی کی بنیاد پر اسرائیل کی تنظیم موساد کا نشانہ ہو گیا ہے اور موساد نے اس کے اہلِ خانہ کو اغوا کر کے کسی ایسے کام کے لیے مجبور کیا ہے جس کی نوعیت ابھی نہیں معلوم ہو سکی۔ ہم اس کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے ہم سے امداد مانگی ہے۔"

"تو پھر یہ سمجھ لو کہ یہ میرا کیس ہے۔" میں نے مستعدی سے کہا اور سائیکا مائیلر بھی مسکرانے لگی۔

"پرسوں شام ساڑھے آٹھ بجے ہوٹل ایمسٹر میں ہماری مطلوبہ شخصیت کا نمائندہ آ رہا ہے۔ اس سے ملاقات کے بعد ہی مکمل تفصیلات معلوم ہوں گی۔ اس دوران مجھے کچھ خاص انتظامات کرنا ہوں گے۔ تم یہ بتاؤ کہ تم اس دوران کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں، میں تمھاری مصروفیات میں حارج نہیں ہوں گا۔ ہاں اگر اس سلسلے میں میری کوئی ڈیوٹی ہو تو مجھے بتا دو۔"

"نہیں ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے البتہ جیسا کہ تم نے کہا کہ یہ تمھارا کیس ہے تو اس سلسلے میں میں کوئی تکلف نہیں کروں گی یعنی اگر صورتِ حال اس طرح کی ہوئی کہ تم اس پر عمل کر سکو تو یقینی طور پر تمھیں اس سلسلے میں آگے بڑھنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے سائیکا، میں تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

سائیکا اس رات میرے ساتھ نہیں رہی تھی۔ دوسرے دن بھی اس سے ملاقات نہیں ہو سکی، تیسرے دن دوپہر کے کھانے کے بعد وہ میرے پاس پہنچ گئی۔

"میں تیار ہو کر آئی ہوں۔ رات کو ساڑھے آٹھ بجے ہمیں ہوٹل ایمسٹر پہنچنا ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔

تقریباً پونے آٹھ بجے ہم اپنی رہائش گاہ سے نکل آئے تھے۔ شہر کے وسطی علاقے میں میرن گیراڈ نہر کے کنارے ہوٹل ایمسٹر واقع تھا۔ سیاحوں کو اس ہوٹل میں خاص سہولیات مل جاتی تھیں جن کی وجہ سے یہاں زیادہ تر غیر ملکی ہی نظر آتے تھے۔

کمرہ نمبر سترہ کے سامنے پہنچ کر سائیکا مائیلر نے مجھے دیکھا اور پھر دروازے پر لگی ہوئی بیل بجا دی۔ چند لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا اور سائیکا مائیلر اندر داخل ہو گئی۔ میں نے بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی قدم بڑھا دیے تھے۔ سائیکا مائیلر نے اندر موجود شخص سے کچھ کہا اور میری نگاہیں اس ایجنٹ کی جانب اٹھ گئیں لیکن دوسرے ہی لمحے میرے ذہن کو اتنا شدید جھٹکا لگا تھا کہ ایک لمحے کے لیے میں ہوش و حواس ہی کھو بیٹھا۔ جو کچھ میں دیکھ رہا تھا غلط نہیں تھا۔ اس میں کوئی بصری دھوکا بھی نہیں تھا۔ سامنے کھڑی ہوئی شخصیت تارینا ہارڈو کی تھی۔ وہی دراز قد وہی پُررعب شخصیت لیکن تارینا ہارڈو تو میرے ہاتھوں ماری جا چکی تھی! ایک ایسی کیفیت میں جس کے لیے میں نے جب بھی سوچا مجھے افسوس ہوا۔ یہ وہی تارینا ہارڈو تھی۔ خاموش، پُرسکون۔ ابھی تک سائیکا مائیلر ہی کی طرف متوجہ تھی اور اس نے مجھ پر نظر نہیں ڈالی تھی۔ میں نے اس کی پاٹ دار آواز سُنی۔

"ہاں مس مائیلر، مجھے آپ کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کر دی گئی ہیں۔ آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی اور..." اس بار وہ میری طرف متوجہ ہوئی تھی۔ کوئی دھوکا ہوتا تو کم از کم تارینا ہارڈو کو نہ ہوتا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور ایک دم اس کے چہرے کے عضلات میں تشنج سا پیدا ہو گیا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ سائیکا مائیلر نے اس بات کو محسوس کیا، اس نے پہلے تارینا ہارڈو کی طرف اور پھر میری جانب دیکھا اور اس کے بعد اس کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہیں اور اس وقت اس بات کی توقع نہ رکھتے ہوں گے کہ آپ کی ملاقات اس طرح ہو سکتی ہے۔"

تارینا ہارڈو نے جیسے یہ الفاظ سُنے ہی نہیں تھے، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر وہ چند قدم آگے بڑھی اور میرے بالکل نزدیک پہنچ گئی۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اس کے ہاتھ کی گرفت بہت مضبوط تھی پھر اس کی لرزتی ہوئی آواز اُبھری۔ "یہ تم ہی ہو؟ کیا یہ تم ہی ہو علی یار خان؟ مجھے غلط فہمی تو نہیں ہو رہی۔ میرے خدا! یہ تم ہی ہو۔"

میں بھی اپنے حواس پر پوری طرح قابو نہیں پا سکا تھا، میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔ "لیکن تم تارینا... تم... کیا میں اس بات پر یقین کر لوں؟ کیا... کیا تم زندہ ہو تارینا؟"

تارینا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اس کا مطلب ہے کہ تم علی یار خان ہی ہو۔ ہم دونوں میں سے کسی کو دھوکا نہیں ہوا ہے۔"

"میری شخصیت کچھ عجیب سی ہو گئی ہے، مجھے کیا کرنا چاہیے؟" سائیکا مائیلر نے درمیان میں مداخلت کی اور تارینا، سائیکا کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"مس سائیکا! یہ صاحب... کیا آپ انھیں جانتی ہیں.... معاف کیجیے گا میرے حواس ابھی تک پوری طرح بحال نہیں ہوئے ہیں۔ میں ابھی کچھ دیر تک اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکوں گی۔ کیا آپ نے دروازہ بند کر دیا؟ پلیز اسے اندر سے لاک کر دیجیے۔"

سائیکا مائیلر مسکراتی ہوئی دروازے کی جانب مڑ گئی تھی۔ اس ملاقات اور اس انداز پر وہ دلچسپ نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ تارینا ابھی تک کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے میرے بازو پر اپنے ہاتھ کی گرفت سخت کر دی اور پھر مجھے اپنے ساتھ گھسیٹتی ہوئی صوفے تک لے گئی۔

"بیٹھو علی، بیٹھو۔ شاید میں بھی تم سے کم حیران نہیں ہوں، تمھاری کیفیت کا مجھے اندازہ ہے لیکن میں تمھارے مل جانے سے جس قدر مسرور ہوئی ہوں، تم اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"پہلے مجھے یہ یقین دلا دو کہ تم تارینا ہارڈو ہو۔ وہ شخصیت جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا، میرے سامنے کھڑی ہوئی ہے! کیسے یقین کر لوں میں اس پر؟"

"آپ لوگ ایک کام اور نہیں کر سکتے۔ ایک چھوٹی سی زحمت فرمائیے، میں آپ کی شکر گزار ہوں گی۔" سائیکا مائیلر نے درمیان میں پھر دخل دیا اور میں چونک کر اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"جی! فرمائیے؟" تارینا نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ایک قتل اور کر دیجیے، وہ میرا ہوگا۔ دراصل آپ لوگوں کی نہ سمجھ میں آنے والی گفتگو سے میں اتنی اُلجھ گئی ہوں کہ قتل ہونا چاہتی ہوں۔" اس کی بات اور اس کے انداز پر ہم دونوں ہی ہنس پڑے۔

تارینا ہارڈو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگوں کو ساتھ دیکھ کر مجھے مزید حیرت ہو رہی ہے اور تعجب ہے کہ علی نے آپ کو کیسے تلاش کر لیا یا آپ نے علی کو کیسے تلاش کر لیا۔ البتہ ایک بات میں یہ کہہ سکتی ہوں مس مائیلر کہ اب آپ کی پارٹی اتنی اسٹرانگ ہو گئی ہے کہ شاید آپ کے اپنے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔"

"مجھے اس وقت اپنی پارٹی سے زیادہ آپ لوگوں کی حیرت ناک واقفیت سے دلچسپی ہے اور اس گفتگو سے جو ابھی آپ حضرات کے درمیان ہو رہی تھی، جس میں ایک مقتول کے زندہ ہونے کا تذکرہ بھی تھا۔" سائیکا نے کہا۔

"آپ بیٹھیں تو سہی، ہمیں کس انداز میں ملنا تھا۔ بڑے تکلفات ہوتے ہمارے درمیان لیکن اب... پلیز آپ بیٹھیے مس مائیلر۔" تارینا نے کہا۔

سائیکا بیٹھ گئی، پھر بولی۔ "درمیانی تکلفات تو واقعی اس ماحول میں ختم ہو گئے لیکن زندہ مقتول کے بارے میں جانے بغیر گفتگو کا آغاز کیسے کیا جائے؟"

"علی اس کا فیصلہ کریں گے۔ ممکن ہے میں ضرورت سے کچھ زیادہ بول جاؤں۔" تارینا نے کہا۔

"آپ پہلے سائیکا مائیلر سے کام کی باتیں کر لیں مس ہارڈو، ہماری گفتگو بعد میں ہو جائے گی۔"

"جی نہیں۔ ایک شخصیت ایسی ملی ہے جس سے تمھاری ذات پر روشنی پڑ سکتی ہے تو بات کا رُخ بدل رہے ہو۔ مس تارینا معاف کیجیے، مجھے آپ کا نام ان صاحب کی زبانی معلوم ہوا ہے۔ آپ کو یہ سُن کر حیرت ہو گی کہ علی نے انتہائی مشکل سے اپنا نام بتایا ہے۔ یہ کون ہیں، کیا کرتے رہے ہیں، اس بارے میں مجھے آج تک کچھ نہیں معلوم۔ اب ذرا آپ مجھے جلدی سے ان کے بارے میں سب کچھ بتا دیں۔"

"علی کی اجازت کے بغیر یہ ممکن نہیں ہوگا۔" تارینا نے کہا۔

"تارینا، یہ ارب پتی لڑکی آسانی سے نہیں مانے گی اور پھر مجھے اس سے بہت سے کام لینے ہیں اس لیے جو کچھ یہ پوچھے بتا کر جان چھڑاؤ۔"

"مجھے تو خوشی ہو رہی ہے کہ میرے کام میں آسانیاں پیدا ہو گئیں۔ یہ کام بہت مشکل ہے، ایک انسان کی عزت، وقار اور اس کے اہلِ خاندان کی زندگی کو خطرہ لاحق ہے لیکن علی اگر اس پر آمادہ ہو جائیں تو میں واپس جا کر یہ خوشخبری سُنا سکتی ہوں کہ اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

سائیکا معنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

تارینا نے پھر کہا۔ "مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ ان معاملات کا تعلق بھی علی سے ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں کچھ نہیں جانتا، پہلے آپ یہ ثابت کریں کہ آپ تارینا ہارڈو ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہ تو بڑا مشکل کام ہے۔" تارینا ہنس پڑی۔

"اس کے بعد ہی دوسری گفتگو ہوگی۔"

"اس وقت میں کچھ پُراسرار لوگوں کی قیدی تھی، تمھیں ان کے بارے میں اطلاع دینے کے بعد ہی میں ان کے جال میں پھنس گئی تھی۔ وہ میرے قدوقامت کی ایک اور عورت تھی جس کا تعلق گرین پول سے تھا۔ میرے سامنے ہی اس کے چہرے پر میک اپ کیا گیا۔ اسے شاید تمھارے قتل کی ذمّے داری سونپی گئی تھی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تمھارے ہاتھوں ماری گئی۔"

"مجھے اندازہ تھا۔" سائیکا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کس سلسلے میں؟" ہم نے اس کے الفاظ سُن لیے تھے۔

"میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تمھارے ہاتھوں وہ پہلا قتل نہیں تھا۔ میری مراد اس شخص سے ہے جسے تم نے بندرگاہ پر مار ڈالا تھا۔" سائیکا بولی۔

"پہلا قتل...؟" تارینا عجیب سے انداز میں ہنس پڑی۔

"تو کیا قتل ہی قتل... ؛ خدا کی پناہ!" سائیکا آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"ہاں تو علی، بس میں کسی طرح ان کے چنگل سے نکل بھاگی، میں اس وقت مسٹر شورٹر کے پاس پہنچی تھی جب تم فلم حاصل کرنے گئے تھے۔"

"گویا تمھیں حالات معلوم ہیں؟"

"پوری طرح۔"

"میں سائیکا کے سامنے کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جس سے تمھاری توہین ہو۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"لیکن میں سائیکا کے سامنے ہی سب کچھ کہوں گی۔ ہاں میرے ملک میں تمھارے ساتھ سخت ناانصافی ہوئی جس کا مجھے احساس ہے۔"

"بہرحال سائیکا اگر تمھارے لیے کچھ کرنا چاہتی ہیں تو اطمینان رکھو، میں اس میں مداخلت نہیں کروں گا۔"

"یہ تم پر منحصر ہے علی۔ یقیناً تمھیں اس کا حق پہنچتا ہے۔ میں ذاتی طور پر تمھیں دیکھ کر خوش ہوئی تھی لیکن اس کام کی پیشکش مس سائیکا ہی کے لیے ہے۔"

"گفتگو کافی دلچسپ مراحل میں داخل ہوگئی ہے اور میں محسوس کر رہی ہوں کہ یہاں سے میری گفتگو کا بیس لگنا چاہیے۔ علی کے بارے میں تو آپ سے بہت کچھ پوچھنا ہے مس ہارڈو لیکن مناسب یہی ہوگا کہ پہلے آپ مجھے وہ کام بتائیں جس کے لیے آپ نے یہ سفر کیا ہے۔"

"ہاں۔ میں بھی یہی محسوس کر رہی ہوں۔ آپ کو علم ہے کہ مجھے میرے ملک کے ہوم منسٹر نے ذاتی طور پر یہاں بھیجا ہے؟"

"ہاں، میں واقف ہوں۔"

"کچھ عرصہ قبل ہم نے ایک بین الاقوامی معاہدے کے تحت تخفیفِ اسلحہ کی ایک کارروائی کی تھی اور کیمیاوی ہتھیاروں اور ان کے فارمولوں کے ساتھ آبدوز روانہ کی تھی تاکہ اسے سمندر میں غرق کر دیا جائے۔ آبدوز ہائل جوشیو نامی ایک دہشت گرد نے اغوا کر لی اور اس کے لیے سودے بازی کرنے لگا۔ اسرائیلی حکومت سے اس کے معاملات طے ہو گئے لیکن ہماری درخواست پر علی یار خان نے اسرائیل کے تمام منصوبے ناکام بنا دیے۔ ہائل جوشیو کو ہلاک کر دیا اور آبدوز ہمارے حوالے کر دی جسے تباہ کر دیا گیا۔"

"علی یار خان...!" سائیکا متحیر آواز میں بولی۔

"ہاں وہ یہی علی ہیں۔ ہم انھیں احترام سے اپنے ملک میں لے آئے لیکن ایک امریکی یہودی نے گرین پول نامی دہشت گرد ادارے سے مل کر ان کے خلاف سازش کی اور حالات ایسے بگڑ گئے کہ ہمارے حکام بھی ان سے برگشتہ ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی سازش کو پختہ کرنے اور علی کے دل میں ہمارے لیے نفرت پیدا کرنے کی غرض سے علی کی ایک ساتھی کو اغوا کر لیا گیا۔ ہوم منسٹر مسٹر آئن شلائر ذاتی طور پر علی سے بہت متاثر تھے۔ وہ مقدور بھر اس سلسلے میں کوشش کرتے رہے۔ ایک اور ملک سے خفیہ معاہدے کے تحت کچھ خاص اسلحہ اسرائیل کو سپلائی کیا جا رہا تھا جس کی ترسیل گرین پول کے ذریعے ہو رہی تھی۔ اس لیے مسٹر آئن شلائر نے مسٹر علی سے درخواست کی کہ وہ اس سلسلے میں بھی کام کریں اور اسلحے سے متعلق فلمیں حاصل کر لیں۔ تاکہ ایک طرف تو عربوں کو اس خطرے سے آگاہ کر دیا جائے اور دوسری طرف گرین پول کو بلیک میل کر کے دھمکی دی جائے کہ علی کی ساتھی اگر واپس نہ ہوئی تو عربوں کو گرین پول کے بارے میں تفصیل بتا دی جائے گی۔ اس طرح عرب دنیا میں گرین پول کے مفادات پر کاری ضرب لگے گی اور کوئی عرب ملک اس سے کام نہیں لے گا۔ اس ادارے کا کام دنیا کے ہر ملک کے لیے سب کچھ کرنا ہے اور اس طرح دولت کمانا ہے۔ اگر عرب دنیا اس بات سے واقف ہو جاتی تو گرین پول بڑے نقصان سے دوچار ہوتی۔ علی اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے لیکن کسی طرح گرین پول کو اس کی بھنک مل گئی۔ چنانچہ مسٹر آئن شلائر کی بیوی اور ان کے نو سالہ اکلوتے بیٹے کو اغوا کر لیا گیا اور مجرموں نے دھمکی دی کہ اسلحے سے متعلق فلم اور ہائل جوشیو کے اثاثوں کی فائل گرین پول کے حوالے کر دی جائے ورنہ ان دونوں کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ علی واپس آئے تو موجودہ

حالات کے تحت ان سے بے اعتنائی برتی گئی اور انھوں نے جذباتی ہو کر وہ فلم جلا دی جس کی وجہ سے مزید مشکلات پیدا ہو گئیں۔ میں نے اپنی موت سے فائدہ اُٹھایا اور خفیہ طور پر کام کرنے لگی۔ مسٹر آئن شلائر نے مسٹر علی کے ساتھ سخت سلوک کرتے ہوئے انھیں ناپسندیدہ شخصیت قرار دے دیا اور ایک ہوٹل میں قیام کی اجازت دی جہاں سے انھیں ملک بدر کیا جانے والا تھا۔ مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ رات کے آخری حصّے میں مسٹر علی سے مل کر انھیں صورتِ حال بتا دی جائے تاکہ وہ مسٹر شلائر کی طرف سے دل صاف کر لیں لیکن علی ایک ویٹر کو ہلاک کر کے وہاں سے نکل گئے۔ اس طرح ہم انھیں آگاہ بھی نہ کر سکے کہ اصل صورتِ حال کیا ہے۔ گرین پول نے یہودیوں سے ساز باز کر رکھی ہے۔ اسلحے کی سپلائی ابھی روک دی گئی ہے اور فوری طور پر کوئی پروگرام نہیں ہے۔ مسٹر شلائر چاہتے ہیں کہ آپ کے ذریعے ہم گرین پول کی مطلوبہ اشیاء اس تک پہنچائیں۔ انھوں نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا ہے۔ اسلحے کی فلم ہمارے پاس نہیں ہے اس لیے ایک نقلی فلم بنائی گئی ہے البتہ جوشیو کے اثاثوں کی فائل اصلی ہے جو مسٹر شلائر نے خفیہ طور پر ریکارڈ ڈیپارٹمنٹ سے حاصل کی ہے۔ اصل فائل پیش کرنا ضروری ہے اور اس کا ریکارڈ ڈیپارٹمنٹ میں واپس جانا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ مسٹر آئن شلائر چاہتے ہیں کہ فائل گرین پول کو دی جائے اور ان کی بیوی اور بچے کو رہا کرانے کے ساتھ ہی فائل بھی واپس حاصل کر لی جائے اور اس اہم کام کے لیے مس سائیکا آپ کو زحمت دی جا رہی ہے۔ آپ اب خود حالات کا اندازہ لگا سکتی ہیں۔"

میں دلچسپی سے یہ پوری کہانی سُن رہا تھا اور مجھے افسوس ہو رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ آئن شلائر بے چارہ مجبور تھا۔ اگر میں ہوٹل سے فرار نہ ہوتا تو اس وقت حقیقت مجھے معلوم ہو جاتی لیکن میں بھی مجبور تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو... ؛ وہی ہوتا یعنی ہارڈو پھر مجھ پر مسلط ہوتی اور میں یہ کسی طور پسند نہ کرتا۔ بے شک آئن شلائر اپنے طور پر مظلوم تھا، مجبور تھا لیکن یہ میری ذمّے داری تو نہیں تھی۔ اسے کچھ تو کرنا ہی تھا اور مجھے اپنے بچاؤ کا بندوبست کرنا تھا۔

سائیکا کی البتہ سٹّی گم تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے آثار نظر آ رہے تھے۔ تارینا ہارڈو خاموش ہو گئی تھی۔ یہ خاموشی دیر تک ماحول پر مسلط رہی۔ میں سائیکا کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا لیکن وہ بس گُنگ بیٹھی تھی۔

"اب آپ کو فیصلہ کرنا ہے مس سائیکا کہ آپ مسٹر شلائر کی کیا مدد کر سکتی ہیں۔" ماحول کے سکوت کو بالآخر تارینا ہارڈو نے ہی توڑا۔

سائیکا مائیلر نے میری طرف دیکھا اور پھر طویل سانس لے کر بولی: "ابھی تو فیصلہ یہ کرنا ہے مس تارینا ہارڈو کہ میری اپنی پوزیشن کیا رہ گئی۔ میں بہت ڈینگیں مارتی آئی تھی علی کے سامنے لیکن جو شخصیت اپنے اندر اتنے کمال رکھتی ہو، اس کے سامنے میری بھلا کیا حیثیت رہ جاتی ہے اور اب تو میں یہ سوچ رہی ہوں کہ میرے لیے علی کے دل میں کتنے قہقہے مچل رہے ہوں گے، کیا کیا نہ سوچا ہوگا انھوں نے میرے بارے میں۔ ایک حقیر سی شے ہوں ان کے سامنے تو میں۔ میرا گروہ بھلا کیا حیثیت رکھتا ہے! علی یار خان تو بذاتِ خود ایک گروہ ہے۔ ہائل جوشیو سے میں بھی ناواقف نہیں ہوں۔ آبدوز کیس میرے بھی علم میں ہے، تفصیلات میں نہیں جانتی کہ کس طرح یہ مسئلہ حل ہوا تھا لیکن علی یار خان.... ! قصور میرا بھی نہیں ہے۔ کچھ لوگ اپنے آپ کو چھپانے میں کمال رکھتے ہیں اور دوسروں کی حماقت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ عجیب سی بات نہیں ہے مس ہارڈو! ہم لوگ مخلصانہ طور پر ایک دوسرے کے ساتھ تھے لیکن علی نے اپنے بارے میں مجھے کبھی تفصیل نہیں بتائی۔ خیر مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ تاہم اب جب کہ علی کی شخصیت کھل کر میرے سامنے آگئی ہے تو میں یہی سمجھتی ہوں مس ہارڈو کہ اب میری اپنی شخصیت ماند پڑ گئی ہے۔ لہٰذا میں آپ کے سلسلے میں کیا کر سکوں گی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ میں خلوصِ دل سے مسٹر آئن شلائر کی ہمدرد ہوں اور اس بات پر انتہائی دکھ کا اظہار کرتی ہوں کہ ان کی بیوی اور اُن کے بیٹے کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ اگر آپ لوگ چاہیں تو میں علی کے ساتھ ایک ماتحت کی حیثیت سے کام کر سکتی ہوں۔ مجھے اس پر ذرا بھی اعتراض نہیں ہوگا۔"

تارینا ہارڈو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا: "مس سائیکا! ابھی تو علی کی زندگی کا صرف ایک معمولی سا عکس آپ کے سامنے آیا ہے۔ خوش بختی سے میں نے علی کے بارے میں خاصی معلومات حاصل کی ہیں۔ اور جتنا کچھ میں جانتی ہوں علی کے بارے میں، وہ سب جان کر آپ مزید حیران ہوں گی۔ اس وقت میرے خیال میں یہ مناسب بھی ہوگا کہ میں علی یار خان کا کچھ تعارف اپنی معلومات کی بنا پر آپ سے کرا دوں تاکہ آپ کو علی سے اپنے روابط میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔"

اتنا کہہ کر تارینا نے میری طرف دیکھا اور میں نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ تب وہ دوبارہ سائیکا سے مخاطب ہوئی۔

"گوٹے ہل کا نام سُنا ہے آپ نے؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔" سائیکا مائیلر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"گوٹے ہل کے فوجی انقلاب کی پشت پر علی کا ہاتھ تھا۔ وہاں گرین پول اور یہودی لابی کی سازشوں کو ختم کرنے کا سہرا بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

علی کے سر ہے اور پھر جب کہ یہ وہاں ایک بڑی حیثیت اختیار کر چکے تھے، سارا ہی نظامِ حکومت درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا انھوں نے اور پھر چھوڑ چھاڑ کر چلے آئے۔ پھر گمنامی کی حالت میں سفر کرتے ہوئے مجھ تک پہنچے تو میں نے ایک عام انسان کی حیثیت سے ہی ان کا استقبال کیا لیکن جب ان کے جوہر کھلے اور میں نے اپنے طور پر ان کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو میں ششدر رہ گئی۔ بالآخر انھیں ہائل جوشیو کی مہم سونپی گئی۔"

تارینا نے تفصیل سے تمام واقعات سنانا شروع کر دیے تھے اور سائیکا متحیر انداز میں سن رہی تھی۔ "برکلے یونیورسٹی کا ایک پاکستانی طالب علم علی یار خان صرف اس لیے یہودیوں کے خلاف ہوا کہ انھوں نے ایبراہٹ ہال میں ایک میٹنگ کے دوران مسلمانوں کے خلاف لاف و گزاف کی تھی۔ ایبرٹ ہال جیسی اہم جگہ جو کہ یہودیوں کا گڑھ ہے، اس نوجوان نے کھڑے ہو کر مسلمانوں کی حمایت کی اور اسی کی پاداش میں یہودی اس کے خلاف ہو گئے۔ اس کی ایک پاکستانی ساتھی لڑکی کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی راہ میں مزاحم یہودیوں کو قتل کرنے کے بعد وہاں سے فرار اختیار کی اور پتا نہیں کہاں کہاں ہوتا ہوا تنظیم آزادیِ فلسطین میں شامل ہو گیا۔ یہاں اس کے کارناموں نے یہودیوں کے دل دہلا دیے۔ یہ وہی علی یار خان اس وقت ہمارے سامنے ہے ــــ مس سائیکا مائیلر۔"

سائیکا ایک دم کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑا اور دھم سے صوفے پر بیٹھ گئی۔ تارینا ہارڈو مسکرا رہی تھی۔ میں صوفے کی پشت سے گردن ٹکائے اپنی ہی سوچوں میں گم تھا۔ آئن شلائر کی ذات سے مجھے واقعی ہمدردی محسوس ہو رہی تھی۔

چند لمحے بعد سائیکا مائیلر نے گردن اٹھائی اور میری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "علی! میں آپ کے بارے میں پہلے بھی بہت کچھ سن چکی ہوں۔ میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ میرے ساتھیوں میں چند شامی باشندے ہیں۔ وہ آپ سے عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ کے نام کی پوجا کرتے ہیں اور میں خود کو آپ کے سامنے بہت حقیر محسوس کر رہی ہوں۔"

"اب آپ دونوں خواتین مجھے گھسے جائیں گی یا کچھ کام کی باتیں بھی ہوں گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا ـــ

"نہیں علی! آپ نے سچ بات یہ ہے کہ مجھے میری اوقات یاد دلا دی ہے۔" سائیکا مائیلر کی آواز میں افسردگی تھی۔

"ارے ارے! یہ اچانک تم سے آپ اور پھر یہ لہجہ۔ ڈیئر تم بہرحال میری دوست ہو۔ تمھارا کیا خیال ہے، کیا میں تم سے فوراً ہی اپنے کارنامے بیان کرنا شروع کر دیتا۔ کیسا لگتا، عجیب سا نہ ہوتا۔ آپ ہی فیصلہ کریں مس تارینا ہارڈو۔ آپ کا کیا خیال ہے، ہم لوگ اپنے چھوٹے چھوٹے کاموں کو بڑھا چڑھا کر بیان کریں تو کیا یہ ہماری شخصیت کو زیب دیتا ہے۔"

"اور میں جیسے بہت ہی ہلکی لڑکی ہوں، کیوں یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ؟" سائیکا مائیلر نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"واہ، خواتین کے لڑنے کا یہی انداز ہوتا ہے، چلو بھائی، ہم نے ہتھیار ڈال دیے۔ ہم کسی خوب صورت لڑکی سے نہیں لڑ سکتے۔"

سائیکا مائیلر چند لمحے مجھے گھورتی رہی پھر بولی۔ "ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ اس موضوع پر تم سے تفصیلی گفتگو ہو گی علی۔ میں اس بات سے انکار نہیں کروں گی کہ میری شخصیت بہت بری طرح مجروح ہوئی ہے۔ میں اب تک اپنے آپ کو بہت برتر سمجھتی رہی ہوں لیکن تم کم از کم مجھے بتا تو دیتے تاکہ میں تمھیں تمھارے شایانِ شان احترام دیتی۔"

"تم نے مجھے اتنی محبت، اتنا احترام دیا ہے کہ اس کے بعد کسی شکایت کی گنجائش نہیں رہتی۔ جہاں تک تمھاری شخصیت کے مجروح ہونے کی بات ہے تو تم کسی طور مجھ سے کم تر نہیں ہو۔ بلاوجہ کی باتیں ذہن میں نہ رکھو۔ مجھے اب تارینا ہارڈو سے گفتگو کر کے آئندہ کے معاملات پر غور کرنا ہے۔"

"میں بھی یہی مشورہ دیتی ہوں مس مائیلر۔ آپ آئن شلائر کے کیس کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ علی آپ کے ساتھ ہے، آپ لوگ آپس میں جو بھی مشورہ کریں، ہم اس سلسلے کو آپ ہی کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیوں علی! کیا خیال ہے؟ اب تو بات بہت آگے نکل گئی ہے۔ میں انکار نہیں کر سکتی۔ کیونکہ مسٹر آئن شلائر نے بہت سے معاملات میں میری درپردہ مدد کی ہے۔ کچھ احسانات ہیں ان کے مجھ پر... میں انھیں نظر انداز نہیں کر سکتی اور خاص طور سے ایسی شکل میں جبکہ ان کی بیوی اور بیٹا دہشت پسندوں کے قبضے میں ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی مدد کریں۔"

"ٹھیک ہے چیف۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سائیکا مجھے گھورنے لگی۔

"دیکھو علی، باز آ جاؤ، جھگڑا ہو جائے گا۔"

"توبہ توبہ! میری یہ مجال کہاں۔"

"کیس کی تمام نوعیت تم سمجھ چکے ہو علی۔ چنانچہ مس تارینا ہارڈو سے اس موضوع پر گفتگو کرو۔"

"میں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں تم۔"

"کیوں بھئی، میں کیوں؟"

"دراصل تم خود بھی اس تمام سلسلے کی ایک کڑی ہو علی اور میں چاہتی ہوں کہ تمھارے ذہن میں یہ تمام حالات و واقعات معلوم کر کے جو سوالات پیدا ہوئے ہوں ان کے بارے میں تارینا ہارڈو سے گفتگو کرو۔"

"ٹھیک ہے تو پھر اجازت؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔" سائیکا نے کہا اور مسکرا دی۔

"پہلا سوال مس ہارڈو؟"

"جی، جی؟" وہ میری طرف پوری طرح متوجہ ہو گئی۔

"کیا سن مین، آئن شلائر کا آدمی نہیں ہے؟"

"سو فیصد ہے۔ لیکن وہ صرف کرائے کا ٹٹو ہے۔ زیرِ زمین بادشاہ جہاں سے دولت مل جائے، وہاں کام شروع کر دیتا ہے۔ آئن شلائر کی وجہ سے اُسے بہت سے تحفظات حاصل ہیں مگر اپنی عقربی فطرت کی وجہ سے وہ مجبور ہے۔ ڈنک مارنے کا جہاں بھی موقع ملتا ہے، مار دیتا ہے کہ کسی بھی جگہ سے اگر اُسے زیادہ دولت مل جائے تو وہ ایسا کام کر لیتا ہے جس پر مسٹر آئن شلائر کو بھی اعتراض نہ ہو اور وہ بھی اپنا کام کر جائے۔ اس سلسلے میں مسٹر آئن شلائر کو بھی معلوم تھا چنانچہ تمھارے معاملے میں علی، انھوں نے سن مین کو اسی طرح ٹریٹ کیا جیسے اب وہ تم سے برگشتہ ہوں۔ اس سے مراد یہ تھی کہ اگر اولیو ہارڈ یا گرین پول نے سن مین سے رابطہ قائم کر کے اُسے اپنے جال میں پھانسا ہو تو وہ ان لوگوں کو یہی اطلاع دے کہ مسٹر آئن شلائر معاہدے کی پابندی کر رہے ہیں اور اب مسٹر علی کے ساتھ ان کا رویہ بہتر نہیں ہے۔"

"اگر سن مین ایسا ہی خود غرض آدمی ہے تو پھر یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ فلم کے جل جانے کی اطلاع بھی گرین پول کو پہنچ چکی ہو گی۔"

"ممکن ہے ایسا ہوا ہو۔"

"اچھا یہ بتاؤ، فائل تو وہ اصلی ہی ہے جو تمھیں گرین پول کو دینا ہے؟"

"ہاں۔"

"فلم بھی ان کے حوالے کرنا ہے؟"

"ہاں۔ لیکن جیسا کہ میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ وہ فلم اصلی نہیں ہے۔"

"اگر سن مین کے ذریعے گرین پول کو یہ اطلاع مل چکی ہے کہ وہ فلم علی یار خان نے جلا دی تھی تو کیا اس فلم کو دیکھ کر گرین پول کے اسٹاف حیرت نہیں ہوں گے؟ کیا اس کے بعد وہ یہ غور نہیں کرنے لگیں گے کہ ممکن ہے وہ فائل جو اُن تک پہنچائی گئی ہے، نقلی ہو؟"

تارینا ہارڈو کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں یہ تو ہے۔"

"کیوں نہ فلم کے مسئلے کو گول ہی رکھا جائے اور یہ اظہار کیا جائے کہ فلم جلا دی گئی تھی۔"

"علی! اب تمام صورتِ حال تمھارے سامنے آ چکی ہے۔ مس مائیلر بھی موجود ہیں۔ جیسا تم دونوں فیصلہ کرو۔" تارینا ہارڈو نے کہا۔ سائیکا مائیلر نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے لیکن پھر بند کر لیے۔

میں نے اس کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیوں سائیکا! تمھارا کیا خیال ہے؟"

"علی، کیا میرا بولنا ضروری ہے؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔ میں مس تارینا ہارڈو سے انتہائی معذرت خواہ ہوں۔ اتفاقیہ طور پر میں مس سائیکا مائیلر کے ساتھ یہاں آ گیا ہوں۔ انھوں نے خود ہی اس بات کی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میں ان کے ساتھ چلوں ورنہ شاید میں یہاں نہ آتا۔ مسٹر آئن شلائر سے رخصت ہونے کے بعد میرے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ یہاں پہنچ کر میں مس مائیلر کے گروہ میں شامل ہو جاؤں گا اور یہ بھی صرف اتفاق ہے کہ آپ سے میری شناسائی نکل آئی۔ اب بہتر یہی ہے کہ آپ اس سلسلے میں جو بھی گفتگو کرنا چاہتی ہیں، سائیکا مائیلر ہی سے کریں۔ سائیکا نے اگر چاہا تو میں اس معاملے میں بولوں گا ورنہ لاتعلق رہوں گا اور بہتر یہ ہو گا کہ میں یہاں موجود بھی نہ رہوں۔" میں نے صوفے سے اُٹھنے کی کوشش کی تو سائیکا مائیلر مضطربانہ انداز میں کھڑی ہو گئی۔

"ارے علی! تم بُرا مان گئے۔ میرا یہ تو مقصد نہیں تھا۔ بس میں تمھیں خود سے برتر سمجھتے ہوئے یہ تمام باتیں کہہ رہی تھی۔"

"اس کے باوجود مس مائیلر، کیس آپ کا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو مجھے آئن شلائر کی بیوی اور اس کے بچے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں ان تمام لوگوں سے قطع تعلق کر چکا ہوں۔"

سائیکا مسکرانے لگی۔ اس کے چہرے کی زندگی اچانک ہی واپس آ گئی تھی۔ پھر اس نے تارینا ہارڈو سے کہا۔ "سوری مس ہارڈو! ٹھیک ہی تو ہے۔ واقعی آپ مجھ سے ملنے آئی تھیں، ان تمام معاملات کے سلسلے میں آپ کو مجھ سے گفتگو کرنا چاہیے۔ علی سے متعارف کرانے کا بے حد شکریہ۔ میرا خیال ہے آپ فائل مجھے دے دیں اور میں اس سلسلے میں ہر ممکن جدوجہد کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

تارینا ہارڈو کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بدلے ہوئے رنگ تھے اس کی آنکھوں کے۔ لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا اور مسکراتی ہوئی بولی "ٹھیک ہے مس مائیلر! میں یہ فائل آپ کے حوالے کرتی ہوں، میری ذمے داری اس کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ ہاں البتہ آپ کو کبھی ہماری ضرورت پیش آئے تو آپ ہم سے رابطہ قائم کر سکتی ہیں۔ البتہ اتنا خیال رکھیے کہ مسٹر آئن شلائر کے بچے اور بیوی کی زندگی اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اوکے علی، اگر حالات کچھ بہتر ہوئے اور ہم تمہارے لیے کچھ کر سکے تو سرخرو ہو کر تم سے ملاقات کریں گے۔" تارنیا ہارڈو کے لہجے میں عجیب سی افسردگی تھی۔ میں نے چونک کر اُسے دیکھا۔

"میں نہیں سمجھا تارنیا؟"

"بس یونہی۔ کوئی خاص بات نہیں۔" تارنیا نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر ایک الماری کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے الماری سے ایک سرخ رنگ کی فائل نکالی اُسے کھولا اور فائل کے کاغذات سائیکا مائیلر کو چیک کرانے لگی۔

میں نے ان کاغذات کو دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

سائیکا چند لمحے ان کاغذات کو دیکھتی رہی، پھر اس نے فائل اپنے قبضے میں لیتے ہوئے کہا۔ "آپ اطمینان رکھیں، آپ کو یہ فائل مسٹر آئن شلائر کی بیوی اور ان کے بچے کے ساتھ ہی واپس کر دی جائے گی۔ آپ ہماری کامیابی کے لیے دعا گو رہیں۔"

"بہت بہت شکریہ، اب آپ یہ بتائیں کہ آپ کیا پینا پسند کریں گی۔"

ایک مشروب پینے کے بعد سائیکا مائیلر نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اب ہمیں اجازت دیجیے۔ ہاں علی! اگر آپ تارنیا ہارڈو کے پاس رُکنا چاہیں تو مجھے ذرا بھی اعتراض نہیں ہوگا۔ بلکہ میرا اپنا خیال ہے کہ آپ یہاں قیام کریں بشرطیکہ مس ہارڈو پسند کریں۔"

تارنیا ہارڈو نے تشکرانہ نگاہوں سے سائیکا کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔ "اس کے لیے میں تمہاری شکر گزار رہوں سائیکا۔"

"اوکے علی! میں تمہارا انتظار کروں گی۔" سائیکا نے کہا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔ میں نے وہاں ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

سائیکا کو رخصت کرنے کے بعد ہم دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ میں نے تارنیا ہارڈو سے کہا۔ "یقین کرو تارنیا، تمہیں زندہ دیکھ کر مجھے بے پناہ خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ میں جب بھی اس ہولناک واقعے کو یاد کرتا تھا، میرے رگ و پے میں سنسنی دوڑ جاتی تھی اور میں یہ محسوس کرتا تھا کہ کاش ایسا نہ ہوا ہوتا۔"

"ذرا یہ تو بتاؤ علی کہ اس عورت کو قتل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟"

"بس یہ صرف اتفاق تھا تارنیا کہ وہ میری ایک ضرب شدید کا شکار ہو گئی۔"

"اور اگر وہ میں ہی ہوتی تو؟" تارنیا ہارڈو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے کہا۔ "نا اس کے لیے شاید مجھے زندگی بھر افسوس رہتا۔"

"شکریہ۔ تمہارے یہ الفاظ میرے لیے بے حد قیمتی ہیں علی، مگر ہماری اپنی ذہنی کیفیت کے بارے میں تم کیا سمجھتے ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے، تہذیب مالک ایکس کو حاصل نہ کر کے کیا ہم خوش ہیں؟"

"تہذیب کے بارے میں بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ اگر مر گئی ہے تو اس کی مغفرت ہو اور اگر زندہ ہے تو ہر طرح کے عذاب سے محفوظ رہے۔"

"تم اُس کے حصول سے مایوس ہو چکے ہو؟" تارنیا ہارڈو نے پوچھا۔

"ہاں تقریباً۔"

"کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ وہ گرین پول کے قبضے ہی میں ہے؟"

"ہاں، اس کے امکانات ہو سکتے ہیں۔ تارنیا میں تمہیں ولیم کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ اس کا تعلق امریکی سی آئی اے سے ضرور ہے لیکن جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کی فتنے دار حکومت امریکا قطعی نہیں ہے۔ وہ صرف ذاتی بنیادوں پر کام کر تا رہا ہے۔ اس وقت جب کیلی فورنیا میں، میں اس کے مدِمقابل آیا تھا اور ہمارے درمیان کچھ حادثات کے تحت مزید ملاقاتیں ہوئی تھیں تو اس نے یہی کہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو تمہیں قتل کر سکتا ہوں لیکن میں تمہیں اس طرح قتل نہیں کروں گا، جو کچھ تم نے کیا ہے، اس کا بدلہ اتنا ہی بھرپور ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں وہ میرے وطن کو بھی ملوث کرنا چاہتا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ ایسا کرتا تو وہ میرے ہاتھوں مارا گیا ہوتا یا میں اس کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہوتا۔ میرے اور اس کے درمیان جتنی طویل چپقلش چل رہی ہے، شاید تم اس کا تصور بھی نہ کر سکو تارنیا۔"

"میں جانتی ہوں، وہ بے حد خطرناک آدمی ہے اور ایک بات میں بھی تمہیں بتاؤں، میرے ملک میں اس کی موجودگی کے بہت سے نشانات ملے ہیں۔ میں ذاتی طور پر بھی اس دوران روپوش رہ کر جو کچھ کرتی رہی ہوں اس کے تحت میں تمہیں یہ بات پورے وثوق سے بتا رہی ہوں کہ ہاورڈ اس وقت وہیں تھا جب ہم سارے معاملات کو ترتیب دے رہے تھے۔ ہاں جو تہذیب کے بارے میں تو مجھے نہیں علم ہو سکا لیکن میں جانتی ہوں گرین پول تمہاری جانب متوجہ کرنے والا وہی شخص تھا۔ یقینی بات ہے تہذیب مالکم ایکس کو گرین پول نے اغوا کیا، اب یہ نہیں معلوم کہ اس نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا، کوئی نشان ہی نہ مل سکا۔ لیکن مجھے یوں لگتا ہے علی، جیسے تہذیب اب بھی تمہارے ذہن میں زندہ ہے۔"

"ہاں، وہ میرے ذہن میں ہمیشہ زندہ رہے گی مس ہارڈو، ظاہر ہے میں نے اُسے چاہا تھا، اس کے خلوص اور اس کے ایثار سے متاثر ہوا تھا اور چاہا تو میں نے اپنے خاندان کو بھی تھا، سب کچھ چاہا تھا میں نے اور جب وہ سب کچھ نہیں ملا تو کیا ضروری ہے کہ میں تہذیب ہی کی یاد میں بھٹکتا رہوں۔"

تارنیا ہارڈو ایک لمحہ خاموش رہی پھر اس نے سکوت توڑا۔ "علی اور کچھ تو تم سے نہیں کہہ سکتی لیکن تہذیب کی تلاش اور اُسے تم تک پہنچانا میری زندگی کا بھی ایک اہم مسئلہ بن چکا ہے اور میں اس سے کبھی غافل نہیں رہوں گی۔ البتہ ایک مشورہ تمہیں یہ ضرور دوں گی کہ گرین پول مقابلے پر ہے، اگر تم سائیکا مائیلر کے ساتھ مل کر اس معاملے میں کام کرو تو ممکن ہے راستے میں کہیں تہذیب تم سے ٹکرا جائے۔"

"وہ ایک دیگر چیز ہوگی لیکن ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ سائیکا مائیلر کے ساتھ مل کر کام کروں گا یا نہیں۔"

"اگر مناسب سمجھو تو کرو۔ آئن شلائر کی حالت بے حد قابلِ رحم ہے، اگر تم مل جاتے انھیں تو شاید وہ اس سارے کام کے لیے تم سے ہی درخواست کرتے۔"

"عجیب بات نہ ہوتی تارنیا؟" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"ہاں، عجیب ہوتی۔ ہم لوگ مسلسل تم سے کام لیے جا رہے ہیں اور تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکے لیکن علی بعض اوقات حالات ایسا رُخ بھی اختیار کر جاتے ہیں۔"

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ آئن شلائر کی موجودہ حالت میرے سامنے تھی۔ کافی دیر تک سوچنے کے بعد میں نے کہا۔ "یہ بتاؤ، یہ فائل اور فلم انھیں کہاں پہ دینا تھی اور تمہارے خیال میں آئن شلائر کی بیوی اور بچے کو انھوں نے کہاں پہ رکھا ہے؟"

"استنبول میں۔" تارنیا ہارڈو نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر حیرت سے اُسے دیکھا۔

"ہاں، یہ دونوں چیزیں استنبول ہی پہنچانا ہیں۔ گرین پول کی طرف سے مسٹر آئن شلائر کو اس سلسلے میں ہدایات دی جا چکی ہیں۔"

"کیا آئن شلائر نے ان سے کوئی وعدہ کر لیا ہے کہ وہ کب تک انھیں یہ چیزیں پہنچا دیں گے؟"

"ابھی نہیں۔ لیکن اس کے لیے انھوں نے کچھ مہلت مانگی ہے۔" تارنیا ہارڈو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تارنیا! اب اس سلسلے میں سائیکا مائیلر کو جو معلومات فراہم کرنا ہوں کر دینا۔ دراصل میں نہیں چاہتا کہ سائیکا

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب
سلیقۂ موسیقی
ابجدِ موسیقی
سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے
سُر، لَے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور
موسیقی کے دیگر اسرار و رموز
آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب
برِصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:
یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے
مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں
قیمت: ۶۰/- روپے ۰ ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سعید مینشن بلیمویا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کسی طور بھی احساسِ کمتری کا شکار ہو۔ مسٹر شلائر کی مزید ہدایات سائیکا ہی کے ذریعے مجھ تک پہنچ جائیں گی۔"

"او کے۔" تارینا نے کہا اور میں اُٹھ کھڑا ہوا۔

تارینا ہارڈو سے رخصت ہو کر میں سائیکا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اُداس اُداس سی نظر آ رہی تھی۔

"مجھے دیر ہو گئی سائیکا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں علی، شرمندہ نہ کرو۔ میں کسی جواب طلبی کا حق تو نہیں رکھتی۔ آؤ اوپر کھلی ہوا میں بیٹھیں گے۔" اس نے کہا اور میں اُس کے ساتھ چل پڑا۔

رنگ اور روشنیوں کے شہر پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ بلند جگہ بیٹھنے کی وجہ سے دُور دُور تک کے مناظر نظر آ رہے تھے جہاں روشنیوں کا طوفان امڈا ہوا تھا یقیناً وہاں سڑکوں پر اتنی خاموشی نہیں ہو گی۔ لیکن اس الگ تھلگ مقام پر بڑا سکون تھا۔ سائیکا خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ اس لڑکی کے حسین چہرے اور اس کے خدوخال کی جاذبیت کا تو میں پہلے دن ہی سے قائل ہو گیا تھا لیکن اس وقت اس کے حسن میں ایک عجیب سا اضافہ ہو گیا تھا۔ اس میں افسردگی تھی اور میں نے اس روپ میں اسے پہلی بار دیکھا تھا۔

"سائیکا!" میں نے اُسے مخاطب کیا۔ "معلوم نہیں تمہیں کون سی بات نے متاثر کیا ہے۔ تمھاری کیفیت دیکھ کر سچی بات یہ ہے کہ میں کچھ افسردہ ہو گیا ہوں۔"

اس نے نگاہیں اُٹھائیں اور پھر پھیکے سے انداز میں مسکراتی ہوئی بولی۔ "نہیں علی! کوئی خاص بات نہیں۔ میں صرف یہ سوچتی رہی ہوں کہ تمھاری حیثیت کے مطابق تمھیں کوئی مقام نہیں دے سکی۔ لیکن مجھے معلوم بھی تو نہیں تھا، یہ خیال آتا ہے تو ذہن کسی قدر مطمئن ہو جاتا ہے۔ بس نجانے کیسی کیفیت طاری ہو گئی ہے مجھ پر۔"

"یہ سب صرف تمھارے احساسات ہیں سائیکا، اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ میں بالکل وہی ہوں جو پہلے تھا۔ تارینا ہارڈو نے میرے متعلق جو کچھ بھی بتایا ہے وہ بھی درست ہے۔ میں قانون کا طالب علم تھا۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد پاکستان لوٹ جانا چاہتا تھا اور وہاں رہ کر اپنے وطن کی خدمت کرنے کا خواہشمند تھا لیکن ایبرن ہال میں، جیسا کہ تمھیں تارینا ہارڈو نے بتایا، کچھ یہودیوں کی لاف و گزاف سن کر میں اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکا اور اس کے بعد سے میں نے یہودیوں کے خلاف اپنی عملی جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ یہاں مسٹر جیک لارس کے سلسلے میں بھی صرف انسانیت کا جذبہ ہی کارفرما تھا اور پھر تم سے ملاقات ہو گئی۔ تمھاری اپنی ذات میں بہت کچھ ہے سائیکا۔ تم رنگ و نسل و مذہب سے ماورا ہو کر اپنے آپ کو اس سلسلے میں اس حد تک ملوث کیے ہوئے ہو کہ ہمیں شرمندگی ہوتی ہے۔ ہاں، سائیکا، یہ حقیقت ہے کہ میں تمھارا تہِ دل سے احترام کرتا ہوں۔ پھر کم از کم اس بات سے بھی تمھیں اطمینان ہونا چاہیے کہ میں نے تمھیں اپنا صحیح نام بتایا گو مختصر بتایا تھا یعنی میں تم پر اعتماد کرتا ہوں ورنہ چاہتا تو اپنے آپ کو چھپا سکتا تھا۔ اب ان تمام باتوں کی روشنی میں تم اگر اپنے ذہن پر کوئی بوجھ رکھنا چاہتی ہو تو پھر مجبوری ہے ورنہ اب اس کی گنجائش تو نہیں ہے۔" سائیکا مجھے دیکھتی رہی، دیر تک دیکھتی رہی اور اس کے بعد دفعتاً اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں علی! تمھارا شکریہ۔ بات سب سچ کہی ہے تم نے، میرا دل اسے تسلیم کرتا ہے۔"

"سائیکا" اس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ میں کیا کر چکا ہوں اور درپیش مسئلے پر غور کرو۔ اس معاملے کا تعلق تھوڑا بہت مجھ سے بھی نکل آیا ہے۔ مسٹر آئن شلائر کی پوزیشن عجیب سی رہی ہے میری نگاہوں میں۔ کبھی میں نے یہ سوچا ان کے بارے میں کہ وہ ایک مخلص انسان ہیں اور کبھی یہ سوچا کہ وہ صرف زمانہ ساز ہیں، یعنی حالات کچھ اس طرح تبدیل ہوتے رہے کہ میں خود ان کے بارے میں الجھن کا شکار رہا۔ اب تم اس سلسلے میں کرنا کیا چاہتی ہو اور مجھے کس طرح تمھارے ساتھ شریک ہونا چاہیے؟"

"علی، میں سچ مچ اتنی نروس ہو گئی ہوں کہ صحیح طور پر کوئی فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہی ہوں اور پھر شاید میرا دل بھی اندر سے یہ نہیں چاہتا کہ تمھاری موجودگی میں، میں کوئی فیصلہ کروں۔ تم اپنے طور پر سارے واقعات سے واقف ہو چکے ہو لہٰذا تم مجھے بتاؤ کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"چلو ایسا ہی سہی۔ تارینا ہارڈو سے میری کچھ اور بھی گفتگو ہوئی ہے، یہ بھی معلوم کیا ہے میں نے کہ یہ فائل اور فلم انھیں استنبول میں گرین پول کے سپرد کرنا تھی اور اب بھی ایسا ہی ہو گا۔ انھوں نے مسٹر آئن شلائر کے اس ایجنٹ کو جو یہ تمام چیزیں لے جائے گا، استنبول آنے کی دعوت دی ہے۔"

"تو پھر کیا پروگرام ہے؟ میرا مطلب ہے کیا ہم استنبول جائیں گے؟"

"اگر مناسب سمجھو تو تم نہ جاؤ، یہ کام صرف مجھے کرنے دو یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم پیچھے سے مجھے کمانڈ کرو اور اگر کوئی ایسی الجھن یا مشکل پیش آ جائے جس میں مجھے تمھاری مدد کی ضرورت پڑے تو تم میرا ساتھ دو۔"

"لیکن استنبول میں... میری پہنچ اتنی دُور تک تو نہیں ہے، ہمیں ترکی پہنچ کر انتظامات کرنا ہوں گے۔"

"ہاں۔ میں ترکی چلا جاتا ہوں، تم صورتِ حال کو کسی بھی طرح قابو میں کر کے وہاں پہنچ جاؤ یا اگر نہ بھی پہنچنا چاہو تو پھر مجھ پر انحصار کرو۔ میں کوشش کروں گا کہ اپنا کام بہ آسانی انجام دے سکوں۔" میں نے کہا۔

"گویا تم تنہا جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ یہ ہمارے حق میں بہتر رہے گا۔ بات اگر مسٹر آئن شلائر کی بیوی اور اس کے بیٹے کی نہ ہوتی تو شاید میں اس طرح کام نہ کرتا۔"

سائیکا پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی تھی پھر اُس نے کہا۔ "ہاں۔ تمھارا کہنا ٹھیک ہے، اس عورت اور اس کے بچے کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن تم...؟"

"میں ریڈ بینیفٹرز کے ایک رکن کی حیثیت سے استنبول جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے نہیں۔ تمھاری اپنی شخصیت..."

"بس اب اس سلسلے میں تم سے ایک لفظ بھی نہیں سنوں گا۔ تم انتظامات کرو، فائل کی ایک مائیکرو فلم بنوانا ہے مجھے، تاکہ ہم بالکل ہی اس سے محروم نہ ہو جائیں۔ یہ فلم تم اپنے پاس محفوظ رکھو گی اور میری ایک امانت بھی تمھارے پاس رہے گی، سمجھیں۔"

"تمھاری امانت؟" اس نے کچھ تعجب سے پوچھا۔ "وہ کیا ہے؟"

میں نے جیب سے وہ مائیکرو فلم نکال کر سائیکا کے حوالے کر دی اور کہا۔ "ابھی دورانِ گفتگو تم نے سُنا ہو گا کہ مجھے مسٹر آئن شلائر نے ایک مشن پر بھیجا تھا اور اسی مشن کے سلسلے میں، میں نے ایک فلم بھی بنائی تھی، جب میں سن مین کے سامنے پہنچا اور مجھے علم ہوا کہ مسٹر آئن شلائر اپنے وعدوں سے منحرف ہو چکے ہیں تو میں نے وہ فلم سن مین کے سامنے ہی جلا دی تھی۔"

"ہاں۔ تارینا ہارڈو نے اس کا تذکرہ کیا تھا۔"

"درحقیقت سائیکا، میں نے اصل فلم نہیں جلائی تھی۔ وہ صرف ایک سادہ فلم تھی جو میں نے اس خیال کے تحت سن مین کے سامنے جلا دی تھی کہ وہ اصل فلم کی طرف سے غافل ہو جائیں۔ یہ فلم سو فیصد یہودیوں کے خلاف اور فلسطینیوں کے حق میں ہے۔ اگر یہ بروقت ان تک پہنچ جائے گی تو وہ اس منصوبے سے آگاہ ہو کر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ تم یہ فلم بیروت ہیڈ کوارٹر بھجوا دو۔"

"یقیناً ہو سکتا ہے، یہ تو میرا فرض ہے، میری ڈیوٹی ہے علی۔" سائیکا نے مستعدی سے کہا۔

"تم سوچ لو سائیکا اور اس بات سے تمھیں یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ میں تم پر کتنا اعتماد کرتا ہوں جو چیز میں دنیا سے چھپائے ہوئے تھا اور صرف خود تک محدود رکھی تھی، اب تمھارے حوالے ہے۔" میں نے وہ فلم سائیکا کے حوالے کر دی۔

"میں اِسے زندگی کی ہر قیمت پر بیروت پہنچاؤں گی، یہ میری ذمّے داری ہے۔"

"بس تو یوں سمجھ لو کہ دوسرا کام میری ذمّے داری ہے، تم اب اس سلسلے میں تمام تفکرات اپنے ذہن سے نکال دو۔" میں نے کہا اور سائیکا مسکرانے لگی۔

سائیکا کافی حد تک مطمئن ہو گئی تھی اور اس کے بعد کی تمام کارروائیاں مشترکہ طور پر ہوئیں۔ جن میں سائیکا، تارینا ہارڈو اور میں، تینوں شامل تھے۔ ہم لوگوں کے درمیان اب کوئی اختلاف نہیں تھا۔ مسٹر آئن شلائر سے رابطہ قائم کر لیا گیا تھا لیکن میری ہی درخواست پر انھیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ ان کے لیے کام کرنے والا علی یار خان [illegible] اس سلسلے میں صرف اور صرف ریڈ بینیفٹرز کا حوالہ دیا گیا تھا [illegible] کا اظہار کیا گیا تھا کہ ریڈ بینیفٹرز پوری طرح مسٹر آئن شلائر [illegible] پر آمادہ ہے۔ ہمارے درمیان سارے معاملات طے ہو گئے تھے۔ فائل کی ایک مائیکرو فلم محفوظ کر لی گئی تھی۔ ویسے تارینا ہارڈو نے یہ بھی بتایا تھا کہ اس کی خصوصی نقل خود مسٹر آئن شلائر کے پاس بھی موجود ہے۔ تاہم اپنے طور پر میں نے اس کی مائیکرو فلم سائیکا کے پاس محفوظ کرا دی تھی۔ سارے پروگرام طے پا گئے تھے اور یہ طے ہوا تھا کہ مجھے ایک ترک باشندے کی حیثیت سے استنبول بھیجا جائے گا۔ میرے لیے کاغذات وغیرہ بھی تیار کرا لیے گئے تھے۔

بالآخر ایک طیارہ مجھے لے کر ترکی چل پڑا، اور میں اپنے ذہن میں وہی تمام احساسات لیے ہوئے یہ سفر کرنے لگا جو اس سے پہلے کی مہمات میں میرے ذہن میں ہوا کرتے تھے۔ درحقیقت اب دل کو کچھ قرار سا آ گیا تھا۔ تہذیب مائم ایکس کے وجود کو اس لیے میں نے اپنے ذہن سے نکال پھینکا تھا کہ وہ میرے راستے کی رکاوٹ بن رہا تھا۔ میری محبت اپنی جگہ مگر ضروری نہیں تھا کہ میں اس میں کامیاب ہی رہتا۔ تہذیب کی زندگی اس کی تقدیر سے وابستہ تھی، اگر اسے زندہ رہنا ہے تو وہ یقیناً زندہ رہے گی۔ کوئی اسے نہیں مار سکتا اور اگر موت ہی اُس کا مقدر ہے تو میں بھی اسے نہیں بچا سکتا۔ اب اس سلسلے میں، میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

نیلے سمندر کی گہرائیوں سے بلند ہوتا ہوا گنبدوں اور میناروں کا شہر میرے سامنے آ گیا تھا۔ یہ استنبول تھا۔ استنبول کے ہوٹل گرانڈ ٹاور میں میرے لیے کمرہ نمبر چھ سو بیس مخصوص تھا۔ یہ خوب صورت ہوٹل تھا اور استنبول جیسے جدید شہر میں کم از کم میں ایسے ہی ہوٹلوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی توقع رکھتا تھا۔ اس کے بائیں جانب آبنائے باسفورس میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ ایشیا اور یورپ کے درمیان بے شمار مسافر بردار کشتیاں رواں دواں تھیں۔ سامان سے لدے ہوئے بڑے بڑے بجروں کی لاتعداد کشتیاں، دنیا کے ہر کونے سے آئے ہوئے تجارتی جہاز اور پھر ہارن اور بھونپو کی متواتر آوازیں۔ آبنائے باسفورس کی خوبصورتی اور اس کے کنارے آباد استنبول کو دیکھ کر دل میں ایک عجیب سا احساس پیدا ہوا۔ ذہن میں استنبول کے بارے میں بہت سی یادیں تازہ ہوگئیں۔

تھوڑی دیر بعد میں اپنے کمرے کی حسین دنیا کو چھوڑ کر باہر نکلا تو طرح طرح کے تماشے نگاہوں کے سامنے بکھرے ہوئے تھے۔ ساحل پر لنگرانداز کشتیوں اور اسٹیمروں پر رنگ برنگے قمقمے روشن تھے۔ کنارے کنارے سمندر میں بے شمار چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں تیل کے لیمپ جل رہے تھے۔ لہروں کے جھکولوں سے کشتیاں جھولتیں تو لیمپ کے بلند شعلے پھڑپھڑا کر رہ جاتے۔ میں نے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو ہر کشتی میں الاؤ روشن تھا جس کے اوپر بڑے بڑے تھالوں میں مچھلی تلی جا رہی تھی۔ یہ مچھلی جال کے ذریعے کشتی کے دوسرے سرے پر پکڑی جا رہی تھی۔ مچھلی کا ایک خستہ ٹکڑا ڈبل روٹی اور ایک ان چھلی پیاز صرف دو لیرے میں۔ میں نے بے اختیار ایک سکہ مانجھی کی طرف اچھال دیا، اور اس نے اخبار کے کاغذ میں لپٹی ہوئی مچھلی مجھے تھما دی۔

جب تک ممکن ہو سکا گھومتا رہا اور اس کے بعد واپس ہوٹل پہنچ گیا۔ ہوٹل کے پارکنگ لاٹ سے اندر داخل ہوا، بہت سی کاریں کھڑی ہوئی تھیں لیکن باہر زیادہ رش نہیں تھا پھر ایک روش کے پاس سے گزر رہا تھا کہ دفعتاً ایک تیز روشنی میرے چہرے پر پڑی اور میری آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں۔

میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میری تصویر اتاری گئی تھی۔ روشنی کے جھماکے سے نگاہوں کو کچھ فرصت ملی تو میں نے اس سمت دیکھا۔ ایک خوب صورت سی حسین لڑکی ہاتھ میں کیمرا لیے ہوئے میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ مجھے اس کی یہ حرکت ناگوار گزری اور میں سرد نگاہوں سے اسے گھورتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں اس تک پہنچتا، دفعتاً کسی سمت سے ایک بلند قامت آدمی نے جھپٹا مار کر وہ کیمرا لڑکی کے ہاتھ سے چھین لیا اور دوڑا چلا گیا۔ میں ہکا بکا رہ گیا تھا۔ لڑکی کی حالت بھی خراب ہوگئی تھی۔ وہ پریشان نگاہوں سے دوڑتے ہوئے آدمی کو دیکھنے لگی جو ایک چھلانگ لگا کر کئی گاڑیوں کی چھتوں کو پھلانگتا ہوا بالآخر ہوٹل کے احاطے سے باہر نکل گیا تھا۔ کیمرا اس کے پاس تھا اور لڑکی حیرت زدہ کھڑی اسی سمت دیکھ رہی تھی پھر اس کی نگاہیں میری سمت ہوگئیں اور وہ اس طرح کچھ ہونق سی ہوگئی جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا ہو۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" میں نے انگریزی میں پوچھا۔

"اوہ مسٹر سوری، سوری۔ بس یہ ایک مذاق تھا۔" اس نے کہا۔

"کیسا مذاق؟" میں نے بدستور درشت لہجے میں کہا اور وہ روہانسی سی ہوگئی۔ اس کے نتھنے اس طرح پھولنے پچکنے لگے اور ہونٹوں کے زاویے اس طرح ٹیڑھے ہوئے جیسے کوئی چھوٹا سا بچہ چوٹ لگنے سے بسورنے لگتا ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں جھلملاتے آنسو دیکھے۔ ایسی معصوم شکل تھی اس کی کہ بے اختیار طبیعت میں کچھ نرمی پیدا ہوگئی۔ "یہ سب کچھ کیا تھا؟" میں نے اپنا سوال پھر دہرایا۔

"مذاق، مذاق۔ اس نے یہی کہا تھا مجھ سے۔" لڑکی بسورتے لہجے میں بولی۔

"کس نے؟" میں نے پوچھا۔

"وہی جو کیمرا لے کر بھاگ گیا۔"

"کون تھا وہ؟"

"میں نہیں جانتی۔ بس میں یہاں کھڑی ہوئی تھی کہ وہ آیا اور کہنے لگا کہ ان صاحب کی ایک تصویر کھینچو۔ میں ان سے ایک مذاق کرنا چاہتا ہوں۔ کچھ ایسے شرارت آمیز انداز میں اس نے یہ بات کہی تھی کہ میں تیار ہوگئی اور پھر اس نے کیمرا میری طرف بڑھا دیا تھا، اور میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکی۔ پتا نہیں وہ کیمرا لے کر کیوں بھاگ گیا۔"

میں گہری نگاہوں سے اس لڑکی کو دیکھنے لگا۔ اس کا حلیہ اس کی شخصیت اور جو کچھ نظر آ رہا تھا اسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ واقعی معصوم ہے لیکن کیمرا لے کر بھاگنے والا کون تھا؟ کیا گرین پول کا کوئی آدمی؟ ایک لمحے کے لیے ذہن بُری طرح الجھ گیا تھا۔ اگر ایسی بات تھی تو اسے میری تصویر بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ پروگرام کے مطابق مجھے ان لوگوں سے ملنا ہی تھا تو پھر اس سے پہلے یہ کارروائی کیوں کی گئی۔ لڑکی اب بھی اسی طرح کھڑی ہوئی تھی۔

"میں نہیں سمجھتی کہ آپ کو اس تصویر بنانے سے کیا نقصان پہنچا، لیکن جس طرح وہ کیمرا لے کر بھاگا ہے اس سے میں نروس ہوگئی ہوں۔ پلیز مجھے معاف کر دیجیے۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ لڑکی میرے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی پیچھے آنے کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آیا لیکن میں نے اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا یہاں تک کہ میں لفٹ میں داخل

ہوگیا جب میں لفٹ میں پہنچا تو لڑکی بھی جلدی سے اندر آگئی۔ میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا، وہ نگاہیں جھکائے کھڑی تھی پتا نہیں اب کیا چاہتی ہے؟ میں نے سوچا۔

لفٹ اوپر پہنچ گئی۔ اس نے ابھی تک یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ خود کون سے فلور پر جانا چاہتی ہے۔ میں اپنے فلور کی راہداری پر اترا تو وہ بھی میرے ساتھ باہر نکل آئی۔ تب میں نے مجبور ہو کر پوچھا۔ "میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں مس؟"

"میرا نام سینڈرا ہے۔"

"بہتر ہے۔ بڑی خوشی ہوئی آپ کا نام سُن کر۔ آپ میرے ساتھ کیوں آ رہی ہیں؟"

"نہیں... میں تو... میں تو یہیں رہتی ہوں۔"

"کہاں؟" میں نے پوچھا۔

"روم نمبر سکس نائنٹین۔" اس نے جواب دیا۔

"سکس نائنٹین!" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا کیونکہ چھ سو بیس میرے کمرے کا نمبر تھا۔

"جی ہاں۔ یہ دیکھیے میرے پاس اس کی چابی بھی موجود ہے میں واقعی شرمندہ ہوں، پتا نہیں... پتا نہیں میں کیوں تیار ہوگئی تھی یہ بے وقوفی ہی ہوگئی تھی مجھ سے۔" اس نے کہا۔ میں نے اس کے بعد کوئی جواب نہیں دیا۔

لڑکی نے میرے سامنے ہی کمرہ نمبر چھ سو انیس کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگئی۔ لیکن میرے لیے سوچنے کو وہ بہت کچھ چھوڑ گئی تھی۔ یہ سب کچھ اتفاقی طور پر نہیں ہو سکتا تھا۔ کیا یہ ممکن تھا کہ لڑکی ان معاملات سے لاتعلق ہو۔ بظاہر تو سیدھی سادی اور معصوم ہی نظر آتی تھی لیکن وہ شخص کون تھا جس نے میری تصویر بنوائی تھی؟

کمرے میں آئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اور میں چونک پڑا۔ احتیاط سے دروازہ کھولا تو سینڈرا سامنے کھڑی تھی۔

"جی فرمایئے؟" میں نے کہا۔

"میرا نام سینڈرا وولریج ہے۔"

"آدھا نام آپ پہلے بتا چکی ہیں۔ نام مکمل کرنے کا شکریہ۔" میں نے کہا اور انتہائی بداخلاقی سے دروازہ بند کر دیا۔ اس کے بعد کوئی آواز نہ سنائی دی تھی۔

"گرانڈ تاور" میں مجھے خاص طور سے بھیجا گیا تھا۔ کمرہ نمبر چھ سو بیس بھی خصوصی طور پر میرے لیے ریزرو کر دیا گیا تھا جس کی مجھے اطلاع دے دی گئی تھی۔ صورت حال یہ تھی کہ اب اس کمرے میں مجھے گرین پول کا نیا پروگرام ملنا تھا۔ فائل میں نہایت احتیاط سے یہاں تک لے آیا تھا لیکن اس کی حفاظت بھی مجھ پر فرض تھی۔ عام حالات ہوتے تو شاید میں اس کے بارے میں زیادہ نہ سوچتا لیکن اب مجھے محتاط ہونا پڑا تھا۔ چنانچہ میں نے فائل کو محفوظ کرنے کے لیے کمرے میں کوئی جگہ تلاش کی ایسی جگہ جہاں کسی کا ذہن نہ پہنچ سکے۔ اور یہ جگہ بالآخر مجھے نظر آگئی۔

چھت میں ایک بڑا چوکور شیڈ لگا ہوا تھا جس کی روشنی ٹھنڈی اور خواب ناک تھی۔ تیز روشنی کے لیے دوسرے شیڈ لگے ہوئے تھے۔ روشنی کو نیچے منعکس کرنے کے لیے شیڈ پر ایک پلیٹ لگی تھی۔ اس پلیٹ کو کھول کر میں نے فائل اس کے درمیان رکھی اور پلیٹ دوبارہ کس دی۔ روشنی پر کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ میں اسے روشن نہیں کروں گا۔ بہت سے لوگوں کو تاریکی میں سونے کی عادت ہوتی ہے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ رات پُرسکون گزر گئی۔ دوسری صبح ناشتے سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو سینڈرا کہیں جا چکی تھی۔ راہداری سنسان پڑی تھی، اور اطراف میں کوئی موجود نہیں تھا سینڈرا کے کمرے کا تالا کھولنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ میں احتیاط سے اندر داخل ہو گیا۔ اس کا سامان بے ترتیب پڑا تھا۔ میں نے برق رفتاری سے اس کے سامان کی تلاشی لے ڈالی لیکن اس میں سے کوئی کام کی چیز نہیں برآمد ہوئی تھی۔ چنانچہ میں اسی خاموشی سے واپس آگیا۔ ابھی تک کسی نے مجھ سے رابطے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بہرحال اس میں وقت لگ سکتا تھا۔ مجھے ہدایت کر دی گئی تھی کہ اس کا احساس نہ کروں اور کسی بھی طرح خود کو ان کے لیے بائونڈ نہ کروں مجھ سے رابطہ قائم کرنا ان کا کام ہوگا۔

اپنے کمرے میں آ کر کچھ دیر آرام کرتا رہا، پھر لباس وغیرہ تبدیل کیا اور باہر آیا۔ تھوڑی دُور پہنچ کر احساس ہوا کہ میرا تعاقب کیا جا رہا ہے میں محتاط ہوگیا۔ تعاقب کرنے والے وہ بھی ہو سکتے ہیں جنھیں مجھ سے ملنا ہے۔ ایک دکان کے شوروم کے سامنے پہنچ کر میں کھڑا ہوگیا۔ میں نے اس شخص کو ایک تپلی سی گلی سے مڑتے دیکھا جس پر مجھے متعاقب کا شبہ ہوا تھا۔ ایک لمحے تک میں کھڑا سوچتا رہا پھر آگے بڑھ گیا۔ کافی دور پیدل چلتا رہا لیکن متعاقب دوبارہ نظر نہیں آیا تھا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اگر تعاقب شروع کیا گیا تو ختم کیوں کر دیا گیا۔ ممکن ہے خود تعاقب کرنے والے کو احساس ہوگیا ہو کہ میں اس سے واقف ہوگیا ہوں۔ اس لیے اس کی جگہ کسی دوسرے نے لے لی ہو لیکن یہ دوسرا بھی مجھے نظر نہیں آیا تھا۔

میں ذہن جھٹک کر آگے بڑھتا رہا۔ اب سب کچھ حالات پر ہی چھوڑ دیا جائے یہی میرے حق میں بہتر ہے۔ خود کو اس ذہنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

غبار سے آزاد کرنے کے لیے میں استنبول کی تاریخ میں کھو گیا۔ میرے قدم آگے بڑھ گئے۔

میں جس قدر گھوم سکتا تھا گھومتا رہا۔ بہت کچھ دیکھا اور جب تھک گیا تو واپس گرانڈ ماد رچل پڑا۔ کاؤنٹر سے چابی لے کر میں لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ راہداری میں مکمل سکون تھا۔ میں نے چابی سوراخ میں ڈالی تو ایک لمحے میں کسی گڑبڑ کا احساس ہو گیا۔ کچھ ہوا تھا... بہرحال چابی گھوم گئی۔ ایک لمحہ توقف کرنے کے بعد میں نے دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا۔ دروازے کے قریب ہی سوئچ موجود تھا۔ روشنی کی تو عین سامنے پستہ قامت اور گٹھے ہوئے بدن کے مالک ایک شخص کو کھڑے دیکھا جس کے بدن پر سفید سوٹ اور سر پر سرخ ٹوپی تھی۔ ہاتھ میں دبے ہوئے سیاہ پستول کی نال میری طرف اٹھی ہوئی تھی۔ وہ قد و خال سے مقامی معلوم ہوتا تھا لیکن اس کے پیچھے صوفے پر جو شخص بیٹھا ہوا تھا، وہ کسی یورپی نسل کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔

"دروازہ بند کر دو۔" پستہ قامت نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔

میں نے کواڑ کو پاؤں سے دھکیل کر اس طرح ہینڈل گھمایا کہ دروازہ لاک نہ ہو سکے۔ لیکن محسوس یہی ہو جیسے اسے لاک کر دیا گیا ہے۔ اس بات پر وہ دونوں ہی توجہ نہیں دے سکے تھے۔

پستہ قامت درمیان سے ہٹ گیا۔ صوفے پر بیٹھے ہوئے شخص نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ تم لائے ہو وہ کہاں ہے؟"

"کون ہو تم؟ اور اس طرح..." میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"تم جانتے ہو ہم کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔"

"جو کچھ چاہتے تھے اسے حاصل کر کے یہاں سے چلتے کیوں نہیں بنے۔ ویسے تم میرے سامان کی تلاشی لے چکے ہو گے۔ آوارہ گردی کرنے والے سیاح اپنے ساتھ بڑی رقمیں اور قیمتی چیزیں نہیں رکھتے۔ مجھے تعجب ہے یہاں ایسے معیاری ہوٹل بھی محفوظ نہیں ہیں۔"

"اڑنے کی کوشش مت کرو۔ فائل کہاں ہے؟"

"فائل۔" میں نے متعجبانہ انداز میں پوچھا اور وہ شخص دانت پر دانت جما کر کھڑا ہو گیا۔

"سیدھی انگلیاں کسی کو پسند ہی نہیں آتیں۔ اس کی تلاشی لو۔" اس نے مقامی آدمی سے کہا اور اس نے پستول جیب میں رکھ لیا لیکن اب اس یورپی باشندے نے پستول نکال کر میری طرف بڑھا کر لیا تھا۔

میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ یہ طریق کار انوکھا تھا۔ اگر فائل انہی لوگوں کے لیے لائی گئی تھی پھر اس کے حصول کا یہ انداز کیا معنی رکھتا تھا اور پھر فائل کے بدلے تو مسٹر آئن شلائر کے بیوی اور بچے کی رہائی مشروط تھی۔ یہ کون لوگ ہیں اور فائل کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔ صورت حال سے اندازہ ہوتا تھا کہ بات آسانی سے نہیں بن سکے گی اور کچھ کرنا پڑے گا اور جو کچھ کرنا تھا، اس کے لیے میں سچویشن بنا چکا تھا۔

پستہ قامت مقامی میرے بالکل قریب آ گیا اور میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ اس نے جھک کر میرے لباس کی تلاشی لینے کی کوشش کی لیکن اس بے وقوف نے اپنا پستول میرے سامنے ہی جیب میں رکھا تھا۔ میں نے تلاشی دینے کے لیے بدن ڈھیلا چھوڑ دیا اور جونہی وہ میری زد پر آیا، میرے ایک ہاتھ نے نہایت مہارت سے اس کی جیب ہلکی کر دی۔ جیب ہلکی ہوتے ہی وہ صورت حال سمجھ گیا اور اس نے مجھ سے لپٹ پڑنے کی کوشش کی لیکن سائلینسر لگے ہوئے پستول سے نکلنے والی گولی نے اس کے سینے میں سوراخ کر دیا تھا۔

سفید فام کے لیے یہ صورت حال غیر متوقع ضرور تھی لیکن وہ لڑائی بھڑائی میں کچا نہیں تھا۔ اس موقع پر اسے وہی کرنا چاہیے تھا جو اس نے کیا۔ وہ پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ گرتے گرتے اس نے مجھ پر فائر کر دیا۔ گولی میرے کوٹ کی آستین چیرتی ہوئی نکل گئی تھی... لیکن میں بھی اس صورت حال کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ میں نے پھرتی سے بیڈ کے پیچھے چھلانگ لگا دی اور کسی قدر محفوظ جگہ پہنچ گیا۔ یہاں سے اگر میں چاہتا تو اس سفید فام کو آسانی سے گولی کا نشانہ بنا سکتا تھا لیکن میری خواہش تھی کہ وہ زندہ میری گرفت میں آ جائے تاکہ میں اس سے معلومات حاصل کر سکوں... اس نے میری اس موجودہ پوزیشن سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے دو تین کروٹیں بدلیں اور اس کے ساتھ ہی پھر فائر کر دیا۔ گولی نے بیڈ کے قریب ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے کو چکنا چور کر دیا ـــ میں اتنا محفوظ نہیں تھا کہ اس سے مکمل طور پر بچا رہتا۔ ہم دونوں کی چلائی ہوئی گولیاں بہ آسانی ایک دوسرے کو ختم کر سکتی تھیں۔ ریوالور کا رخ اس کی جانب تھا اور اس کے سر سے تقریباً دو تین انچ اونچا اٹھ کر میں فائر کرنے کی کوشش کرتا تو اس کا بھیجا اڑ جاتا۔ میں نے اسے خوف زدہ کرنے کے لیے فائر کیا اور گولی عقبی دیوار میں پیوست ہو گئی۔ وہ گھٹنوں کے بل جھک گیا اور جھک کر آڑ لیتا ہوا دروازے کی جانب سرکنے لگا۔

مجھے خدشہ تھا کہ اس ہنگامے کی خبر باہر ضرور ہو جائے گی اور اس کے بعد مصیبتیں ہی مصیبتیں تھیں میرے لیے۔ چنانچہ میں کم سے کم فائر کرنا چاہتا تھا لیکن سفید فام مجھ سے شاید خوف زدہ ہو چکا تھا۔ اس نے اٹھ کر ایک بار پھر فائر کیا اور اس بار اس کا یہ فائر کامیاب ہو گیا۔ ریوالور میرے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا تھا۔

اس صورت حال نے اسے تھوڑی سی تقویت بخشی اور وہ سیدھا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے حلق سے غراتی ہوئی آواز نکلی "سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ ورنہ اس کے بعد جو فائر ہو گا، تم اس سے نہیں بچ سکو گے۔"

میں شکست خوردہ سے انداز میں کھڑا ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اب میری طرف سے کافی مطمئن ہو گیا ہو گا۔ میں نے آہستہ آہستہ دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لیے اور وہ میری جانب بڑھنے لگا۔ اس کے ریوالور کی نال میرے سینے کی جانب اٹھی ہوئی تھی لیکن جیسے ہی وہ میرے قریب پہنچا، میں نے نہایت پھرتی سے بایاں ہاتھ اس کی ریوالور والی کلائی پر جما دیا اور پوری قوت سے ریوالور کی نال فرش کی جانب جھکا دی۔ وہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ چنانچہ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ میں نے پوری قوت سے اسے جھٹکا دے کر نیچے گرایا لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے الٹی قلابازی کھائی اور اپنا سر میری ناک پر اس زور سے مارا کہ ایک لمحے کے لیے میرا دماغ چکرا گیا۔ اگر میں فوراً نہ سنبھل جاتا تو دوسری ٹکر یقینی طور پر میری کھوپڑی پھاڑ دیتی۔ سفید فام کے سر کی مضبوطی کا اس سے پہلے مجھے کوئی تجربہ نہیں تھا۔ چونکہ میں پیچھے ہٹ گیا تھا اس لیے اس کا وار خالی گیا اور وہ دو قدم آگے بڑھ آیا۔

اب وہ بھی نہتا ہو چکا تھا لیکن اس کی پھرتی اور لڑنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اس طرح کی دست بدست جنگ میں ماہر ہے۔ اس نے ایک سائڈ تبدیل کی اور اپنے بازو کی ٹکر میرے سینے پر لگانا چاہی لیکن میں نے اپنے آپ کو بچایا اور دوسرے لمحے میں نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا۔ خاصی زوردار آواز پیدا ہوئی تھی اور وہ ایک لمحے کے لیے گھوم گیا تھا [illegible] مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ اس جیسا پھرتیلا آدمی اس سے پہلے میری نگاہوں سے نہیں گزرا تھا۔ اس نے اچھل کر ایک بار پھر میری گردن پر ایک ہاتھ رسید کیا اور میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا، اس نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ اگر چاہتا تو [illegible] فائدہ اٹھا کر مجھے ختم کر سکتا تھا۔ لیکن شاید [illegible] تھا۔ صرف ایک سیکنڈ کا وقفہ ہوا اور دوسرے ہی [illegible] کر باہر نکل گیا۔ میں نے بھی دروازے کی جانب چھل[illegible] تو راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی۔

میں نے متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس راہداری میں کوئی موجود ہی نہ ہو۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس قدر جلد وہ دوڑتا ہوا کہاں نکل گیا۔ میں نیچے کی جانب دوڑا ـــ لیکن سفید فام کا اب کہیں پتا نہیں تھا۔

میں چند لمحے الجھی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچتے ہوئے دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے سینڈرا کے کمرے کی طرف دیکھا۔ اس کا دروازہ بند تھا۔ ویسے یہ میری... خوش بختی تھی کہ آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ ہر چند کہ گولیاں سائلینسر لگے پستول سے چلی تھیں لیکن اس کے باوجود ہنگامہ آرائی تو ہوئی تھی اور اس بھاگ دوڑ سے آس پاس کے لوگ تو متوجہ ہو سکتے تھے لیکن یوں لگتا تھا جیسے قرب و جوار میں کوئی اپنے کمروں میں موجود نہ ہو۔ اگر ہوتا تو یقینی طور پر صورت حال بگڑ جاتی۔

میں واپس اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ مقامی آدمی کی لاش بے ترتیب حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ کمرے میں خون اور بارود کی بو پھیلی ہوئی تھی ـــ میں نے تازہ ہوا کے لیے عقبی کھڑکی کھول دی اور اس لاش کی طرف تشویش آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ ضروری تھا کہ اس لاش کو ٹھکانے لگایا جاتا۔ میں نے لاش کی جیبوں کی تلاشی لینا شروع کر دی، لیکن ان سے کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی جس سے اس شخص کی شناخت یا اس کے بارے میں کوئی اندازہ ہو سکتا۔ مجھے یقین تھا کہ سفید فام نے اس شخص کو یہیں سے کرائے پر حاصل کیا ہو گا لیکن آخر وہ تھا کون اور اس طرح اس نے مجھ سے فائل مانگنے کی کوشش کیوں کی تھی؟ اگر اس کا تعلق گرین پول ہی سے تھا، تو ظاہر ہے ہمارے درمیان تو خاصی مفاہمت آمیز گفتگو ہونا چاہیے تھی۔ اس طرح فائل حاصل کرنے کی کوشش کیوں کی گئی؟

بہرطور اب سب سے بڑا مسئلہ اس لاش کو ٹھکانے لگانے کا تھا۔ بھرے پرے ہوٹل میں کسی انسانی لاش کو آسانی سے غائب نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی تھی۔

میں نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ راہداری اب بھی سنسان پڑی ہوئی تھی۔ میں فوراً ہی کمرہ نمبر چھ سو انتیس کے دروازے پر پہنچ گیا اور یہاں میں نے آہستہ سے دستک دی۔ اندر سے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ دوسری اور تیسری دستک پر بھی جب کوئی آواز سنائی نہ دی، تو میں نے جیب سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک مخصوص قسم کا تار نکال کر اندر سے دروازہ کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔ یہ تار اس قسم کے کاموں کے لیے بڑا کارآمد تھا چنانچہ لاک کھولنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ کمرہ بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔

دروازے کو اسی طرح کھلا چھوڑ کر میں پھرتی سے اپنے کمرے میں آیا۔ لاش اٹھائی اور اسے لیے ہوئے سینڈرا کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ پھر میں نے لاش کو نہایت اطمینان سے سینڈرا کے بیڈ کے نیچے ڈال دیا اور لٹکی ہوئی چادر کو برابر کر کے پھرتی سے باہر نکل آیا۔ دروازے کو لاک کیا۔ اس پر سے اپنے ہاتھ کے نشانات مٹائے اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ ہر چند کہ یہ ایک بری بات تھی، لیکن سینڈرا کا کردار بھی ابھی تک میری نگاہوں میں مشکوک تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری تصویر بنانے والی یہ لڑکی کس حیثیت کی حامل ہے۔ بظاہر وہ معصوم نظر آتی تھی لیکن دشمنوں کے نرغے میں، میں کسی کو معصوم نہیں سمجھ سکتا تھا۔

اس کے بعد میں نے کمرے کی صفائی شروع کر دی اور اتنی محنت سے یہ صفائی کی کہ اس خونی ہنگامے کا کوئی نشان باقی نہیں چھوڑا۔

ڈریسنگ ٹیبل کے ٹوٹے ہوئے شیشے کا مسئلہ اس طرح حل کیا کہ ایک بار پھر سینڈرا کے کمرے میں داخل ہو کر میں نے اس کی ڈریسنگ ٹیبل کا شیشہ نکال لیا اور اپنے کمرے میں آ کر اسے اپنی ٹیبل میں لگا دیا لیکن اس کے فوراً ہی بعد مجھے ایک اور کام کرنا تھا یعنی استنبول کے کسی اور ہوٹل میں اپنے لیے ایک کمرے کی بکنگ، تاکہ ضرورت پیش آنے پر مجھے اپنے کام میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

کمرے کا آخری جائزہ لینے کے بعد میں باہر نکل آیا اور پھر ہوٹل سے باہر آ کر کافی فاصلے پر ایک ٹیلی فون بوتھ سے میں نے ایک ہوٹل کا نمبر ڈائل کیا، جس کی لسٹ ٹیلی فون بوتھ میں موجود تھی۔

ہوٹل بے کارڈ میں، میں نے اپنے لیے ایک کمرہ بک کرایا اور ایک فرضی نام انھیں بتا کر کہا کہ میں کچھ دیر کے بعد ان کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر میں باہر نکل آیا۔ میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔ اطراف میں ایسی کوئی جگہ نہیں تھی جہاں سکون سے بیٹھا جا سکے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ایک ٹیکسی رد کی اور اس میں بیٹھ کر ٹیکسی ڈرائیور کو چلنے کے لیے کہا ــــ ایک خوب صورت سے کیفے کا بورڈ دیکھ کر میں نے ٹیکسی رکوائی اور بل ادا کر کے کیفے کی عمارت میں داخل ہو گیا۔ اس دوران میں نے اپنے تعاقب وغیرہ پر کوئی توجہ نہیں دی تھی لیکن ہوٹل میں بیٹھ کر کافی پیتے ہوئے یہ خیال میرے ذہن میں ابھرا۔

ابھی میں زیادہ نہیں سوچ پایا تھا کہ کیفے میں، میں نے سینڈرا کی شکل دیکھی۔ خوب صورت اور معصوم شکل لڑکی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی ــــ پھر وہ ایک میز کی جانب مڑی لیکن دفعتاً ہی وہ ٹھٹک گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کی نگاہوں میں میری شکل گھوم گئی ہے۔ یعنی ہوٹل کے ہال میں سرسری سی نگاہ دوڑاتے ہوئے اس نے میری شکل بھی دیکھی ہو گی لیکن پھر وہ وہاں سے گزر گئی تھی لیکن اب پھر میں اسے یاد آ گیا۔ وہ بغور مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں آہستہ سے مسکرا دیا اور وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی میرے نزدیک پہنچ گئی۔

"ہیلو! تم وہی ہو نا؟"

"ہاں، وہی ہوں ــــ بیٹھ جاؤ۔" میں نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"میں ادھر سے گزر رہی تھی، کافی پینے کا موڈ ہوا میرا۔ کیا یہ اتفاق نہیں ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ وہ کس قسم کی اور کس پائے کی اداکاری کر رہی ہے، البتہ اتنا اندازہ مجھے ضرور تھا کہ اسے ابھی تک اپنے کمرے کا حال نہیں معلوم ہو سکا ہو گا۔ ورنہ وہ اتنی پُرسکون نہ ہوتی اور اتنی جلدی یہاں تک نہیں پہنچ جاتی۔ البتہ یہاں تک پہنچ جانے کے سلسلے میں یہ بات یقیناً قابلِ غور تھی کہ وہ اتفاقیہ طور پر ہی یہاں آ گئی ہے یا پھر میرا تعاقب کرتی ہوئی؟ دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں۔ ممکن ہے باہر وہ میرا انتظار کر رہی ہو اور اسے اندر کی صورتِ حال کا علم نہ ہو۔ بہرطور اس لڑکی کو میں ان معاملات سے لاتعلق قرار نہیں دے سکتا تھا لیکن اب یہ میرے ہاتھ لگ گئی تھی، تو اس سے تھوڑی بہت معلومات حاصل کرنا ضروری تھیں۔

میں نے ویٹر کو اشارہ کر کے اس کے لیے کافی منگائی اور ویٹر نے تھوڑی دیر کے بعد میرا آرڈر سرو کر دیا۔

"حیرت انگیز بات ہے، ہماری ملاقات جگہ جگہ ہو جاتی ہے۔ ویسے تم نے مجھے بتایا تھا کہ تم ....."

"ہاں، کیا؟" میں نے کسی قدر بے پروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں، کچھ نہیں، بس ایسے ہی ...." وہ کافی کی پیالی اٹھا کر چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگی۔

میں اس کی اس تشنہ گفتگو کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ غالباً وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ میں نے اسے اپنے کمرے کے بارے میں بتایا تھا۔ حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی کہ میں اس کے برابر والے کمرے میں مقیم ہوں۔ اندازہ مجھے ہو گیا تھا کہ اگر وہ کھل جائے تو مجھے کم از کم اس سفید فام کے بارے میں معلومات ضرور حاصل ہو سکتی ہیں۔ زنجیر کی کڑیاں آپس میں مل رہی تھیں۔ میری تصویر حاصل کی گئی، اس پر ریسرچ کی گئی اور اس کے بعد وہ لوگ میرے پیچھے لگ گئے۔ کون تھے، کیا ان کا تعلق گرین پول سے تھا، یا پھر کوئی اور تھا۔

لڑکی خاموشی سے کافی کے گھونٹ لیتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔ "کیا تم کم بولنے کے عادی ہو؟"

"اوہ نہیں ڈارلنگ! ایسی بات نہیں ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کیا تمھاری معیت میں استنبول میں ہمارے دن اور رات خوشگوار نہ گزریں گے؟"

"میں..... میں غلط لڑکی نہیں ہوں۔ پلیز کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔"

"ارے ارے! یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں تمھارے بارے میں کوئی غلط رائے رکھتا ہوں؟"

"بس ایسے ہی۔" اس نے جواب دیا اور میں نے محسوس کیا تھا جیسے اس کے انداز میں کوئی خوف شامل ہو گیا ہو ــــ میں نے اطراف میں دیکھا، لوگ اپنی اپنی مصروفیات میں محو تھے۔ کوئی بھی ہماری جانب متوجہ نہیں تھا۔

کافی پینے کے بعد اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگی۔ "کیا تم یہاں دیر تک بیٹھو گے؟"

"کیوں خیریت! کیا تم کہیں جانا چاہتی ہو؟"

"ہاں، میں بس ....."

"چلو میں بھی چل رہا ہوں۔ اگر ہوٹل ہی جا رہی ہو تو میں تمھیں چھوڑ دوں گا۔" اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور میرے ساتھ اٹھ گئی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ خاصی نروس ہے، اس کی چال میں بھی ہلکی سی لڑکھڑاہٹ تھی۔

ابھی ہم ہوٹل سے باہر نکل کر چند قدم ہی چلے تھے کہ دفعتاً وہ لڑکھڑا کر آگے کو جھکی۔ اگر میں اسے فوراً ہی تھام نہ لیتا تو وہ گر جاتی۔ دوسرے لمحے اس کے کندھے سے نیچے سینے پر گول سا سرخ دھبہ دیکھ کر میں بری طرح چونک گیا۔ وہ کراہتے ہوئے بولی۔ "مسٹر پلیز..... پلیز...." اس نے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلائے اور جملہ مکمل کیے بغیر میرے بازوؤں میں جھول گئی۔

میں ایک لمحے کے لیے پریشان ضرور ہو گیا تھا لیکن پھر میں نے اسے پھرتی سے ایک کار کی آڑ میں لٹایا اور سامنے والی عمارت کی جانب دیکھنے لگا، جہاں سے میرے خیال کے مطابق فائر کیا گیا تھا۔

مجھے محسوس ہوا کہ کوئی وہاں موجود ہے اور دوسرے لمحے ایک گولی سنسناتی ہوئی میرے سر کے اوپر سے گزر گئی جس کیفے سے ہم نکلے تھے اس کے باہر کھڑے ہوئے چوکیدار نے لڑکی کو گرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ فوراً ہی ہماری طرف دوڑا۔ میں نے چیخ کر اسے عمارت کی چھت پر کسی خوفناک قاتل کی موجودگی سے آگاہ کیا اور ایمبولینس کے لیے فون کرنے کی ہدایت کی۔ چوکیدار فوراً ہی واپسی کے لیے مڑ گیا تھا۔ میں نے سینڈرا کی طرف دیکھا اس کی آنکھیں بند تھیں۔ سانس رک رک کر چل رہی تھی۔ زخم سے مسلسل خون بہہ رہا تھا اور ظاہر ہے فوری طور پر خون بند کرنے کے لیے اس وقت میرے پاس کوئی طریقہ نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ فائر کرنے والے انھی لوگوں میں سے کوئی ہو سکتے ہیں، جنھوں نے یہاں آتے ہی مجھ پر مصیبتوں کی بارش کر دی تھی۔ شاید وہ مجھے ہلاک کرنا چاہتے تھے لیکن سینڈرا زد میں آ گئی، یا پھر ممکن ہے انھیں سینڈرا کی ذات سے کوئی خطرہ پیدا ہو گیا ہو ــــ میں اس دفعہ فائر کرنے والے کو آسانی سے فرار ہونے کا موقع نہیں دے سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ایک دم چھلانگ لگا دی اور دوڑتا ہوا اس عمارت کی طرف جانے لگا، جس کی چھت پر سے فائرنگ کی گئی تھی۔ اس کے لیے مجھے ایک چوڑی سڑک عبور کرنا پڑی تھی اور سیدھے دوڑنے میں اگرچہ خطرہ تھا، لیکن یہ خطرہ مول لیے بغیر اور کوئی چارۂ کار بھی نہ تھا۔

میں دوسری طرف پہنچا بھی نہ تھا کہ ایک اور فائر ہوا اور گولی مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر سڑک پر لگی۔ میں لوگوں کی چیخ و پکار کی آوازیں سن رہا تھا لیکن ان کی طرف توجہ دیے بغیر میں اس مکان میں گھس گیا جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

اوپر جانے کے لیے راستہ تلاش کرنے میں مجھے بہت زیادہ دقت بھی نہیں ہوئی۔ عمارتوں کی چھتیں آپس میں ملی ہوئی تھیں اور میں آسانی سے اوپر پہنچ سکتا تھا چنانچہ میں پھرتی سے دوڑتا ہوا سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ زینے کے اوپر والا دروازہ اندر سے بند تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے، اس راستے سے اوپر نہیں گیا ــــ میں نے ریوالور نکال کر زنجیر گرا دی اور نہایت آہستگی سے دروازہ کھول دیا ــــ میں نے چھت پر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک گولی سنسناتی ہوئی مجھ سے صرف دو فٹ کے فاصلے پر بنی ہوئی چمنی میں پیوست ہو گئی۔ میں ایک دم سینے کے بل نیچے گر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گیا اور آگے رینگنے لگا۔۔۔۔ اگرچہ فائر کی آواز سے مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ حملہ آور کس طرف ہے لیکن ابھی تک وہ میری نگاہوں سے اوجھل تھا۔ میں محتاط نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا آگے رینگنے لگا۔۔۔۔ پھر دفعتاً میں نے اپنے عقب میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سُنیں اور چونک کر رُک گیا۔

میں نے تیزی سے گھوم کر پیچھے دیکھا۔ وہ ایک سفید پتلون اور سفید قمیص والا آدمی تھا۔ اس کے چہرے پر رُمال سا لپٹا ہوا تھا۔ وہ جنگلی بلی کی طرح دوڑ رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی فائر کر دیا لیکن میری گولی اُس کا راستہ نہیں روک سکی۔ وہ اس مکان کی چھت سے دُوسرے مکان کی چھت پر کُود گیا اور ایک چمنی کی آڑ میں پہنچ کر اس نے شاید پوزیشن لے لی۔ میں نے ریوالور کی نال کو چمنی کی آڑ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مجھ پر فائر کرے، میں نے اس پر فائر کر دیا۔ مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ اس کا نشانہ بہت زیادہ اچھا نہیں ہے اور یہ بات میرے حق میں مفید تھی۔

فائر کی آواز کے ساتھ ہی فضا میں ایک چیخ اُبھری اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ گولی اس کے بازو میں لگی تھی۔ اس نے بھی جوابی فائر کیا لیکن میں محفوظ رہا۔ دوسرے لمحے وہ ایک بار پھر بھاگ کھڑا ہوا۔ میں نے بھی اس کے پیچھے دوڑ کر ایک بار پھر فائر کیا۔ لیکن اسی وقت حملہ آور چھلانگ لگا کر ایک اور مکان کی چھت پہ پہنچ گیا اور جب میں اس مکان کی چھت تک پہنچا تو وہ غائب ہو چکا تھا۔

ان دونوں چھتوں کے درمیان تقریباً آٹھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ چند قدم پیچھے ہٹ کر میں نے دوڑتے ہوئے چھلانگ لگا دی، یہ اپنی زندگی داؤ پر لگانے والی بات تھی، لیکن اپنی جان کی قیمت پر بھی میں اسے فرار کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں زوردار دھماکے کے ساتھ دُوسری چھت پر گرا اور فوراً ہی سنبھل کر ٹین کے بنے ہوئے اُس دروازے کی طرف دوڑا جس کے پیچھے وہ شخص غائب ہوا تھا۔ حملہ آور بھی اتنا بے وقوف نہیں تھا۔ وہ دروازہ اندر سے بند کر گیا تھا۔ میں چھت کے کنارے آ کر نیچے جھانکنے لگا۔ پُوری گلی میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ ایمبولینس کی آواز سُنی جا رہی تھی اور اس کے قریب ہی پولیس کی ایک کار بھی کھڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

میں چھت کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر جھانکنے لگا، اس طرف عقبی گلی میں نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا جس کا مطلب تھا کہ حملہ آور ابھی عمارت کے اندر ہی موجود ہے۔ چند لمحے بعد دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے تالے پر فائر جھونک دیا اور دروازہ کھول کر محتاط انداز میں سیڑھیاں طے کرنے لگا۔

راستے میں جگہ جگہ خون کے دھبے میری رہنمائی کر رہے تھے۔ ایک جگہ کافی خون پڑا ہوا تھا جس سے مجھے یہ سمجھنے میں دقت نہیں ہوئی کہ حملہ آور اس جگہ کچھ دیر کے لیے رُکا تھا۔ میں مزید نیچے اُترنے لگا۔ پُوری عمارت پر سکوت طاری تھا۔ مزید آگے جانے کے بعد ایک اور دروازہ نظر آیا جس کے دُوسری طرف سے آہٹ سُنائی دی۔ میں تیزی سے اس طرف گھوم گیا لیکن یہ غنیمت ہی تھا کہ میں نے ریوالور کا ٹریگر نہیں دبایا تھا۔ اس سے نکلنے والا ایک ادھیڑ عمر، مدقوق سا آدمی تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے گھگھیاتے ہوئے انداز میں دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے اور فریاد کرنے لگا

"پلیز۔۔۔ مسٹر پلیز! مجھے مارنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"خاموش رہو۔" میں نے اسے اشارہ کیا اور ریوالور ہٹا لیا۔ بوڑھا بدحواسی کے انداز میں دوبارہ کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔ اس کے چند سیکنڈ کے بعد ہی دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سُنائی دیں اور میں محتاط ہو گیا۔ ایمبولینس کے ساتھ پولیس کو دیکھ چکا تھا اور اب یقیناً پولیس اس شخص کی تلاش میں ہو گی جس نے سینڈرا پر گولی چلائی تھی۔ اس وقت اگر میں پولیس کے ہاتھوں پڑ جاتا تو میرے لیے یہ ثابت کرنا بے حد مشکل ہو جاتا کہ سینڈرا پر اصل حملہ کرنے والا کون تھا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے یہاں سے باہر نکلا جائے۔ میں برق رفتاری سے واپس پلٹا اور انھی راستوں کو طے کرنے لگا جن سے گزر کر یہاں تک آیا تھا۔

مختلف گلیوں کو طے کرتا ہوا میں ایک پتلی سی سڑک پر پہنچ گیا جہاں ٹریفک چل رہا تھا، اس وقت پولیس سے بچنا بے حد ضروری تھا۔ چنانچہ برق رفتاری سے آگے بڑھتا ہوا میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں [illegible] رہی تھی۔ میں بڑے اطمینان سے بس میں داخل ہو گیا۔ [illegible] آگے بڑھ گئی۔۔۔ مجھے بہ آسانی پولیس سے چھٹکارا مل گیا۔

استنبول میں داخلہ انتہائی سنسنی خیز ثابت ہوا تھا، مجھے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ کھیل شروع ہو گیا، اور وہ بھی اس انداز میں کہ سوچنے سمجھنے کے لیے وقت تک نہیں مل رہا تھا۔ اگر مقامی پولیس میرے پیچھے لگ گئی تو پھر سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اب جو کچھ کرنا تھا، انتہائی محتاط انداز میں کرنا تھا۔ دیر تک میں سڑکوں پر چکراتا رہا، اطراف کا جائزہ لیتا رہا۔ سینڈرا میرے ذہن میں تھی، پتہ نہیں مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی تھی یا اُسے۔

اپنے ہوٹل واپس جانے کے بجائے اس وقت پیے کارڈ جانا مناسب تھا اور وہاں داخل ہونے کے لیے تھوڑی سی شخصیت کی تبدیلی بھی لازمی امر تھی۔ چنانچہ میں نے بازاروں کا رُخ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک بازار میں پہنچ گیا۔ اگرچہ استنبول یورپ میں ہے لیکن یہاں کا ماحول بالکل مشرقی محسوس ہوتا ہے۔ میں ان بازاروں میں گھوم کر اپنے مقصد کی چیزیں تلاش کرنے لگا اور پھر انقرہ اسٹورز میری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ ڈیپارٹمنٹل اسٹورز کی طرز کا یہ شاپنگ آرکیڈ میرے مقصد کے لیے انتہائی بہترین رہا اور میں نے یہاں سے اپنی ضروریات کی وہ تمام چیزیں خرید لیں، جو کسی مسافر کو ہوٹل میں قیام کرتے ہوئے کام آ سکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ اور ایسی چیزیں بھی جو میری شخصیت میں کم از کم اس حد تک تبدیلی کر دیں کہ ایک نگاہ دیکھنے والا مجھے پہچان نہ سکے۔ ان چیزوں کو ریڈی میڈ کہا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھاری قسم کی مونچھیں اور ایک خاص قسم کا چشمہ اپنی آنکھوں پر لگا لیا اور اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میری شخصیت میں نمایاں تبدیلی ہو گئی ہے۔ وہاں سے کچھ دُور آگے بڑھا اور بایزید مسجد کے پاس پہنچ گیا جہاں لاتعداد کبوتر اس بیوہ کی یاد دلاتے ہیں جس کا کل سرمایہ کبوتروں کا ایک جوڑا تھا اور جسے اس نے مسجد کے افتتاح کی تقریب میں سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا تھا لیکن اس وقت میں ان تمام چیزوں میں مکمل طور پر دل چسپی نہیں لے سکتا تھا چنانچہ میں ہوٹل پیے کارڈ روانہ ہو گیا۔

پانچ منزلہ ہوٹل پیے کارڈ بہت اعلیٰ قسم کا نہیں تھا۔ اس کی عمارت بھی پُرانی طرز کی تھی لیکن اندرونی طور پر صفائی کا بے حد اعلیٰ انتظام تھا۔ میرے لیے تیسری منزل کا ایک کمرہ بک کیا گیا تھا۔ رجسٹر پر اپنا جعلی نام بتلاتے ہوئے میں نے دستخط کیے اور اپنے کمرے میں منتقل ہو گیا۔

ہوٹل کے کمرے میں غسل کرنے کے بعد میں اپنے بستر پر دراز ہو گیا اور چھت پر نگاہیں جمائے سوچتا رہا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کوئی ایسا انتظام ہونا چاہیے تھا جس کی بنا پر مجھے گرانڈ ٹاور ہوٹل کی صُورتِ حال معلوم ہو سکے۔ اگر میں ہوٹل کا وہ کمرہ چھوڑ بھی دوں تو بہر طور فائل تو مجھے وہاں سے نکال کر لانا ہی تھی لیکن اب اپنی اصل حیثیت سے وہاں جانا خطرے سے خالی نہ تھا۔ نہ معلوم اس لاش کی دریافت کے بعد وہاں کیا کچھ ہوا ہو گا۔

شام کو تقریباً سات بجے کے قریب میں اُٹھ بیٹھا۔ اپنا لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر اسی میک اپ میں باہر نکل آیا۔

میرے ذہن میں ایک منصوبہ جنم لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک بار پھر بازار میں داخل ہو گیا۔ انقرہ اسٹورز میں اپنے مطلب کی چیزیں میں دیکھ چکا تھا۔ پھر یہاں سے میں نے ایک ایسا لباس خریدا جو ہوٹل کے ویٹرز استعمال کرتے ہیں۔ یہ عام لباس تھا اور میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ گرانڈ ٹاور میں موجود ویٹر ایسے ہی لباس استعمال کرتے ہیں، سوائے وہاں کے مخصوص بیج کے لیکن بیج کی غیر موجودگی نظر انداز بھی کی جا سکتی تھی۔ اس لباس کو ایک پیکٹ میں بند کرانے کے بعد میں ٹیکسی میں بیٹھ کر گرانڈ ٹاور کی طرف روانہ ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہوٹل میں داخل ہو گیا۔

میرے ذہن میں وہ لاش موجود تھی جسے میں نے سینڈرا کے کمرے میں ڈال دیا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی کارروائی ضرور ہوئی ہو گی۔ ہوٹل کے ہال میں داخل ہونے کے بعد تھوڑی دیر تک میں نے حالات کا جائزہ لیا، کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی تھی۔ اس کے بعد وہاں سے نکل کر میں اپنے کمرے کی راہداری میں پہنچ گیا۔ راہداری کے ایک سرے سے دُوسرے سرے تک میں نے چکر لگایا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی تک سینڈرا کے کمرے کی کیفیت کا کسی کو پتا نہیں چل سکا۔ یہاں کا ماحول سُنسان دیکھ کر میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اب مجھے اپنے کام میں دیر نہیں کرنا چاہیے چنانچہ میں ہوٹل کے ایک ایسے حصّے کی طرف چل پڑا جہاں میں ویٹر کا لباس تبدیل کر سکتا تھا۔ اس کے بغیر میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔

انتہائی پھُرتی سے میں نے یہ لباس تبدیل کیا، ایک کپڑا اپنے شانے پر اس طرح ڈال لیا کہ وہ حصّہ چھپ گیا جہاں ہوٹل کا مونوگرام بیج کی شکل میں لگا ہوتا ہے اور اس کے بعد دوسروں کی نگاہوں سے بچتا ہوا ایک بار پھر اپنے کمرے کی راہداری میں داخل ہو گیا۔

راہداری اب بھی اسی طرح پُرسکون تھی۔ کمرہ نمبر چھ سو بیس کے سامنے پہنچ کر میں نے اسی مخصوص تار کی مدد سے دروازہ کھولا اور تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے میں نے پھرتی سے شیڈ کی جانب رُخ کیا اور وہاں سے فائل نکال کر اپنے لباس میں چھپا لی۔ اس کام کو انجام دے کر میں انتہائی برق رفتاری سے باہر آیا اور دروازہ بند کر کے پھُرتی سے راہداری کے ایک سرے کی جانب چل پڑا۔

خدا کا شکر ہے کہ اس کام میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ باقی سامان کو چھوڑنا بے مقصد تھا۔ البتہ میں نے اپنے کچھ کاغذات ضرور ساتھ لے لیے تھے، جن کی مجھے سی بھی وقت ضرورت پیش آ سکتی تھی۔ ان کاغذات کو دیکھ کر مجھے یہ اندازہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوتا تھا کہ ابھی تک میرے کمرے میں کوئی گڑبڑ نہیں کی گئی اور شاید اس کے بعد ان لوگوں کی جرأت نہیں ہوئی کہ کمرے میں داخل ہوں۔ میں راہداری کے دوسرے سرے تک گیا اور پھر وہاں سے نیچے اتر کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں میں نے اپنا اصل لباس چھپایا ہوا تھا۔

لباس کا پیکٹ اسی جگہ موجود تھا۔ میں نے لباس تبدیل کیا اور اپنا چہرہ وغیرہ درست کر کے فائل اپنے لباس میں چھپائے ہوئے باہر نکل آیا۔ ویٹر کا لباس میں نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔ پھر میں پُراطمینان قدموں سے چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ابھی تک کسی کی توجہ میری جانب نہیں ہوئی تھی۔ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر تھی کہ سینڈرا کے کمرے سے لاش ابھی تک کیوں نہیں برآمد ہوئی۔ اس دوران کسی نہ کسی کو تو وہاں جانا چاہیے تھا۔ ویٹرز کے پاس بھی چابیاں ہوتی تھیں اور کمروں کی صفائی وغیرہ کے لیے وہ وہاں جا سکتے تھے۔ پھر کیا وجہ تھی؟ یہ سب کچھ معلوم کیے بغیر مجھے سکون نہیں آ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس سلسلے میں کاوش شروع کر دی۔ میں نے ایک ویٹر کو روکا، جس کی شکل میں پہچانتا تھا اور پھر رازدارانہ انداز میں اس سے پوچھا۔

"کمرہ نمبر چھ سو انتیس میں جو خاتون رہتی ہیں کیا وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود ہیں؟" ویٹر نے چونک کر مجھے دیکھا اور پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجانے لگا۔

"میرا خیال ہے، وہ موجود نہیں ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"کہاں گئیں، کچھ پتا ہے؟"

"یہ بات تو ہم لوگوں کو نہیں معلوم ہوتی جناب۔" ویٹر نے بدستور مؤدب لہجے میں کہا۔ میں نے اُسے اور زیادہ مؤدب کرنے کے لیے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔

"ویٹر! میرا خیال ہے، وہ خاتون اپنے کمرے ہی میں موجود ہیں، براہِ کرم تم ذرا جا کر دیکھو۔ اگر ایسی کوئی صورتِ حال ہو تو مجھے اس کی اطلاع دو۔"

کمرے میں موجود ہیں؟" ویٹر نے تعجب سے کہا۔

ہاں، مجھے شبہ ہے۔"

تعجب ہے جناب! شام کو ساڑھے پانچ بجے تو میں نے اُن کے کمرے کی صفائی کی تھی۔ آخر کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر کے اندر بیٹھنے کی کیا وجہ ہے اور یہ کس طرح ممکن ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ساڑھے پانچ بجے تم نے کمرے کی صفائی کی تھی، تمھیں اچھی طرح یاد ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" ویٹر بھی اسی انداز میں بولا۔

"اوہ! پھر میری اطلاع غلط ہو سکتی ہے۔"

"کیا اطلاع ملی تھی، جناب آپ کو؟"

"کسی نے مجھے ان کے کمرے سے فون کیا تھا، آ... ہی کی تھی۔ انھوں نے کہا کہ وہ اپنے کمرے میں قید ہیں... خاص وجہ سے باہر نہیں نکلنا چاہتیں۔"

"اگر آپ اجازت دیں جناب، تو ایک بار میں... دیکھ لوں؟"

"ضرور۔" میں نے کہا اور ویٹر وہاں سے چلا گ... میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ اس کے بعد میں... کرتا رہا کہ ویٹر واپس آئے تو میں اس کی کیفیات کا جائز... تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ویٹر واپس آیا، وہ پُرسکو... اور اس طرف تلاش کے لیے نگاہیں دوڑا رہا تھا، جہاں... مجھے چھوڑا تھا۔ جب میں نے اس کے چہرے پر سکون... آثار پائے تو میں خود ہی اس کے قریب پہنچ گیا۔

"اوہ! میں آپ ہی کو تلاش کر رہا تھا سر۔"

"کیا ہوا؟ دیکھا؟"

"جی ہاں جناب۔ کمرے میں کوئی موجود نہیں ہے... دروازہ کھول کر دیکھ چکا ہوں۔"

"کوئی موجود نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، کوئی نہیں ہے۔ کمرہ خالی پڑا ہوا ہے۔ میں اُ... دوبارہ لاک کر آیا ہوں۔"

"اچھا ویٹر! اس کا مقصد ہے کسی نے مجھ سے مذ... کیا ہے، تمھارا بہت بہت شکریہ — لو، یہ نوٹ اور رک... میں نے اسے ایک نوٹ اور دیتے ہوئے کہا اور ویٹر نے... کر کے نوٹ قبول کر لیا۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھ گیا۔

میرا ذہن چکرا رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ لاش کسی... دیکھنے سے پہلے ہی کمرے سے غائب کر دی گئی تھی۔ اس کے عل... اور کیا سوچا جا سکتا تھا۔ میں باہر نکل آیا۔ ایک سڑک سے دو... سڑک، دوسری سے تیسری سڑک۔ بازار کی رونقیں... کی مصروفیات، سب کچھ میری نگاہوں کے سامنے تھا لیکن م... ذہن کچھ اور سوچ رہا تھا۔ آخر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور اس... بیٹھ کر ہوٹل سپے کارڈ پہنچ گیا۔

سپے کارڈ کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے دروا... اندر سے بند کیا اور فائل نکال کر اس کی ورق گردانی کرنے... یہاں بھی مجھے فائل کو پوشیدہ کرنے کے لیے خصوصی انتظا...

تھا۔ چونکہ یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ گرین پول کے علاوہ بھی کچھ مزید پُراسرار لوگ اس فائل کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔ فائل کو میں نے انتہائی احتیاط سے ایک جگہ محفوظ کر دیا تھا لیکن دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ کل سب سے پہلا کام یہ کروں گا کہ فائل کسی لاکر میں رکھوا دوں گا، یہ ضروری تھا۔

دوسری صبح پُرسکون تھی، ناشتا وغیرہ کیا۔ کوئی ایسی تبدیلی محسوس نہ ہوئی جو میرے لیے پریشان کن ہوتی۔ ساڑھے دس بجے کے قریب میں ہوٹل سے نکل آیا اور سڑک پر چل پڑا۔ یہاں کا اب تھوڑا بہت جائزہ تو لے ہی چکا تھا۔ بینکوں کے بارے میں معلومات بھی حاصل ہوئی تھیں۔ ایسے بینک بھی دیکھے تھے جن پر لاکرز کے اشتہارات لگے ہوئے تھے چنانچہ ایک بینک میں داخل ہونے کے بعد میں نے اس سلسلے میں کارروائی کی۔ انتہائی بااخلاق اور ملنسار عملہ تھا۔ میری ہر طرح سے مدد کی گئی اور تقریباً بیس منٹ کے بعد میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا، فائل اب میں نے ایک لاکر میں محفوظ کر دی تھی۔

وہ لڑکی سینڈرا میرے ذہن میں مسلسل چبھ رہی تھی۔ اگر وہ زندہ ہے تو ممکن ہے، مجھے اس سے کچھ معلومات حاصل ہو سکیں۔ استنبول کے کوچہ و بازار اب میرے لیے اجنبی نہیں رہے تھے۔ گو میں نے اس شہر کو بہت مختصراً دیکھا تھا لیکن یہاں کی زندگی میرے علم میں آتی جا رہی تھی اور اپنے آپ کو اس زندگی میں ضم کرنا اب مجھ جیسے آدمی کے لیے مشکل نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں ایک دن پہلے سینڈرا کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اس جگہ کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوتی تھی۔ تمام کاروباری ماحول جوں کا توں تھا۔ پولیس وغیرہ کا بھی کوئی وجود نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ایک ایسی دکان تاڑی جو اس جگہ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی جہاں واقعہ پیش آیا تھا۔ دکاندار یقیناً ایک دن پہلے بھی اس جگہ موجود رہا ہو گا اور مجھے صورتِ حال سے آگاہ کر سکے گا۔

میرا السلام علیکم کہنا کارگر ہوا تھا۔ دکاندار نے پُرجوش انداز میں سلام کا جواب دیا اور میں اس کی دکان میں رکھی ہوئی چیزیں دیکھنے لگا پھر خوامخواہ ایک چیز خرید کر میں نے اس کی قیمت دس لیرے دکاندار کو پیش کیے۔ ذرا بھی بھاؤ تاؤ نہیں کیا تھا میں نے، اس کی وجہ سے دکاندار مجھ سے متاثر نظر آ رہا تھا۔ دفعتاً میں نے پوچھا: "کل یہاں ایک حادثہ ہوا تھا کیا تمھیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"حادثہ؟" دکاندار نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

"ہاں کسی کو گولی مار دی گئی تھی۔"

"ہاں۔ وہ ایک لڑکی تھی بے چاری، شدید زخمی ہو گئی تھی۔"

"پولیس والے اسے کہاں لے گئے؟"

"سامنے والے اسپتال میں۔ وہ جو پل ویدر کے اس جانب نظر آ رہا ہے۔ یہ اسپتال قریب ترین تھا اس لیے وہ لوگ اسے ادھر ہی لے گئے تھے۔"

میں نے دکاندار کے اشارے کی طرف رخ کر کے دیکھا تو وہاں مجھے ایک اسپتال کا نیون سائن نظر آیا۔ یہ ایک غیر متوقع غیبی امداد ہوئی تھی۔ اگر سینڈرا کو یہاں لایا گیا ہے تو ممکن ہے مجھے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکیں۔ لیکن یہ بھی امکان پیشِ نظر تھا کہ پولیس اس کی نگرانی کر رہی ہو گی۔

دکاندار کا شکریہ ادا کرنے کے بعد میں وہاں سے آگے بڑھ گیا اور پل ویدر کے چھوٹے سے حصے کو عبور کر کے اسپتال کے قریب پہنچ گیا۔ دکاندار سے جو چیز میں نے خریدی تھی، وہ ایک طرف اچھال دی، ظاہر ہے، مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ راستے میں، میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ میں خود کو سینڈرا کا دوست بتاؤں گا اور یہ کہوں گا کہ وہ مجھے ایک دن پہلے ایک ہوٹل میں ملی تھی۔ کم از کم یہ خطرہ تو مول لینا ہی تھا مجھے ممکن ہے کام بن جائے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اسپتال میں داخل ہو گیا۔ ڈیوٹی روم میں موجود نرس سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سینڈرا اوپر کی منزل کے کمرہ نمبر بیس میں ہے۔ میں نے پریشانی کے انداز میں اس سے اس کی خیریت معلوم کی تو اس نے بتایا کہ اس کی حالت نازک ہے اور کسی کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ نرس میری پریشانی سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوئی۔ البتہ وہ مجھے ایک ڈاکٹر سے ملانے پر رضامند ہو گئی جو سینڈرا کے کیس کا انچارج تھا۔

ڈاکٹر البتہ انتہائی خوش اخلاق ثابت ہوا اور وہ مجھے چوتھی منزل پر اپنے دفتر میں لے گیا۔ اس نے مجھ سے سینڈرا کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتایا کہ وہ میری دوست ہے۔

"اس کی حالت بہت نازک ہے۔ گولی اس کے دائیں پھیپھڑے سے ذرا اوپر پیوست ہوئی ہے۔ اگر یہ گولی ذرا اور نیچے لگتی تو وہ ختم ہو چکی ہوتی۔ خون چونکہ بہت زیادہ نکل گیا ہے اس لیے وہ ابھی تک بے ہوشی کی کیفیت میں ہے۔ ہم کل صبح اس کا آپریشن کریں گے۔ میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ آپریشن خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"اوہ ڈاکٹر! براہِ کرم اُسے بچانے کی بھرپور کوشش کیجیے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کے علاج کے تمام اخراجات میں ادا کردوں گا۔" میں نے ڈاکٹر سے کہا۔

"نہیں جناب! پولیس کیس ہے یہ" اس کے اخراجات پولیس ہی ادا کرے گی۔"

"کیا پولیس اس کے دروازے پر تعینات کردی گئی ہے؟"

"جی ہاں۔ ایک پولیس مین اس کے دروازے پر ڈیوٹی دے رہا ہے۔"

میں نے اندازہ لگا لیا کہ اب سینڈرا سے ملنا ممکن نہیں ہے ویسے بھی اگر میں اس سے ملاقات کرتا تو بے مقصد ہی تھا۔ ڈاکٹر نے اس کی جو کیفیت بتائی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ سینڈرا اب مجھے کچھ بتلانے کے قابل نہیں رہی ہے۔ مجبوراً میں وہاں سے واپس چل پڑا۔ اگر وہ لڑکی مجھے کسی طرح بہتر حالت میں ملتی تو شاید مجھے اس سے کچھ معلومات حاصل ہوسکتیں۔ البتہ میں نے ڈاکٹر سے اس کا نمبر لے لیا تھا اور خود کو اس کا بڑا فکر گزار ظاہر کیا تھا جس سے ڈاکٹر مجھ سے متاثر ہوگیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اس کی خیریت معلوم کرتا رہوں گا معروف آدمی ہوں ممکن ہے دوبارہ یہاں جلد نہ پہنچ سکوں۔ ڈاکٹر نے گردن خم کرکے مجھے اپنے تعاون کا یقین دلایا تھا۔ میں وہاں سے نکلا اور پھر تیزی سے ایک سمت مڑ گیا۔

میں نے فوراً ہی اسپتال سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی اور اسپتال کی عمارت میں چند لمحات چکراتے رہنے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ اگر ڈاکٹر کسی کو میرے بارے میں اطلاع دینے کی کوشش کرے تو کم از کم میں کسی فوری کارروائی سے بچ سکوں۔ لیکن ایسا نہ ہوا اور پھر مطمئن ہوکر میں باہر کی جانب چل پڑا۔

اسپتال کی عمارت سے نکل کر میں تھوڑی دور تک پیدل چلتا رہا اور اس کے بعد میں نے ہوٹل گرانڈ ٹاور جانے کے لیے ایک ٹیکسی روک لی۔ گرانڈ ٹاور کا میں اس انداز میں جائزہ لینا چاہتا تھا کہ وہاں کی کیا صورتِ حال ہے ممکن ہے لاش وغیرہ کے سلسلے میں کوئی کارروائی وہاں ہوئی ہو۔ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر میں نے نیم دراز ہوتے ہوئے ڈرائیور کو گرانڈ ٹاور کے بارے میں بتادیا اور وہ آگے بڑھ گیا۔ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ دفعتاً مجھے ٹیکسی کے عقب نما آئینے میں نیلے رنگ کی ایک خوبصورت کار نظر آئی، جسے میں نے دو تین بار ایک مخصوص فاصلے پر پیچھے دیکھا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ یہ اتفاق بھی ہوسکتا تھا لیکن چونکہ کار کئی بار نظر آئی تھی، اس لیے مجھے شبہ ہوا کہ کہیں میرا تعاقب نہ کیا جارہا ہو۔ اس بات کے امکانات بھی تھے ممکن ہے وہ لوگ اس بات کو مدِنظر رکھے ہوئے ہوں کہ میں سینڈرا کی خیریت معلوم کرنے کے لیے اسپتال ضرور آؤں گا۔

تھوڑی دیر بعد مجھے یقین ہوگیا کہ باقاعدہ تعاقب کیا جارہا ہے۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا، پھر ٹیکسی ڈرائیور کو اس طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ کوئی ہمارا پیچھا کررہا ہے۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو پچاس لیرے کا ایک نوٹ دیتے ہوئے کہا کہ اگر وہ اس کار [illegible]ت حاصل کرلے تو میں اسے مزید انعام بھی دوں گا۔ ڈرائیور فوراً تیار ہوگیا اور گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے اس نے ایک دم بائیں طرف ٹرن لیا۔ اس کی اس حرکت سے ٹیکسی الٹتے الٹتے بچی تھی۔ دوسرے لمحے پچھلی کار کے پہیوں کی چرچراہٹ کی آواز بھی سنائی دی اور پھر دونوں گاڑیوں میں ریس کا مقابلہ شروع ہوگیا۔ میں نے پیچھے گھوم کر دیکھا، نیلے رنگ کی کار کے ڈرائیور کی شکل نظر نہیں آرہی تھی۔ کئی تنگ اور کشادہ سڑکوں سے گزرنے کے بعد بھی نیلی کار نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ ٹیکسی ڈرائیور کی گردن پسینے سے تر ہورہی تھی۔ ایک موڑ پر تیز رفتاری سے مڑتے ہوئے ٹیکسی بے قابو ہوکر فٹ پاتھ پر چڑھتے چڑھتے بچی لیکن ڈرائیور نے فوراً ہی اسٹیرنگ پر قابو پالیا اور دوسرے ہی لمحے ٹیکسی سڑک پر آگئی۔ نیلی کار کسی خوف ناک بلا کی طرح پیچھے لگی ہوئی تھی۔ ہم شہر کے وسطی علاقے میں پہنچ چکے تھے۔ تنگ سی سڑک پر دونوں طرف پختہ اینٹوں کے مکانات اور چھوٹی چھوٹی دکانیں بنی ہوئی تھیں۔ ڈرائیور کی کیفیت اب خراب ہوتی جارہی تھی اور وہ نروس نظر آرہا تھا۔ تھوڑی دور پہنچنے کے بعد اس نے گاڑی نہر کے ایک چھوٹے سے پل کی جانب بڑھادی جو صرف پیدل آمدورفت کے لیے ہی تھا، اس پل پر گاڑی گھمانا ہی ڈرائیور کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ ٹیکسی پل کے وسط میں پہنچی ہی تھی کہ نیلی کار بھی طوفان کی طرح سر پر پہنچ گئی۔ پہلو میں آکر اس نے ٹیکسی کو ٹکر ماری اور ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی سنبھالنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ دوسرے ہی لمحے ٹیکسی پل کا حفاظتی تختہ توڑتے ہوئے، تیزی سے نیچے جانے لگی۔ یہ سب کچھ اس قدر سرعت سے ہوا تھا کہ ایک لمحے کے لیے میں کچھ بھی نہ سوچ سکا۔ مجھے اندازہ تھا کہ صورتِ حال بگڑ گئی ہے۔ اب اپنے آپ کو سنبھال کر جو کچھ کرسکتا تھا، وہی کرنا تھا۔ چنانچہ چھپاکے کی آواز کے ساتھ ٹیکسی نہر کی تہ کی جانب جانے لگی۔ میں نے اس موقع پر اپنے حواس نہیں کھوئے تھے۔ پھرتی سے میں نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور پانی کے اندر ہی دروازہ کھولنے کی کوشش کی، دروازہ کھل گیا اور میں ٹیکسی سے باہر نکل آیا۔ غریب ڈرائیور کو بچانے کے لیے میں کوئی کوشش نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر جوتوں سمیت تیرنے کی کوشش کی۔ نہر بہت زیادہ گہری نہیں تھی اور میں اس حالت میں بھی تیرتا ہوا وہاں سے آگے جاسکتا تھا لیکن ٹیکسی کا کھلا ہوا دروازہ میری راہ میں حائل تھا۔ سب سے پہلے مجھے اس دروازے کے نیچے سے نکلنا تھا۔ اس کے بعد ہی کچھ کیا جاسکتا تھا۔ میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کرپایا تھا کہ دفعتاً ایک فائر ہوا اور ونڈ اسکرین کا شیشہ چکنا چور ہوگیا۔ شیشے کے چند ٹکڑے میری گردن اور شانوں پر بھی لگے، میں اس وقت دروازے کی آڑ میں چھپ گیا۔ دوسرا فائر بھی ہوا اور دروازے کا شیشہ بھی ٹوٹ گیا۔ میں پانی میں پوری طرح سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ اوپر سے یہ کارروائی شروع ہوگئی تھی۔ ایک اور فائر ہوا اور اس بار گولی ٹیکسی کی چھت میں پیوست ہوگئی۔ میں تعجب سے یہ سوچ رہا تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے کتنی دیدہ دلیری سے یہ کارروائی کررہا ہے۔ حالانکہ دن کا وقت ہے اور یقیناً اطراف کے لوگ اس کارروائی سے بے خبر نہیں ہوں گے۔ ڈرائیور بے چارے کی میں کوئی مدد نہیں کرسکتا تھا۔ بمشکل تمام میں دروازے کے نیچے سے ترچھا ہوکر نکل آیا۔ اور پل کے نچلے حصے کی طرف تیرنے لگا۔ اس وقت پل پر بہت سے لوگ جمع ہوگئے ہوں گے جنھیں میں نہیں دیکھ سکا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں پل کے ایسے حصے میں پہنچ گیا جہاں کم از کم اوپر سے مجھے نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ کنارے کی اینٹوں کے سہارے اوپر چڑھتے ہوئے میں نے جب نہر کے کنارے کی طرف نگاہ ڈالی تو وہاں ایک اچھا خاصا ہجوم جمع تھا، لوگ شور مچارہے تھے اور نہر کی جانب اشارہ کر رہے تھے۔ مجھے شاید کسی نے نہیں دیکھا تھا، اسی وقت میرے کانوں میں پولیس کے سائرن کی آواز ابھری اور میں پل کے نیچے ہی نیچے آگے بڑھتا ہوا دوسرے حصے سے اوپر کی سمت آگیا۔ میرا لباس پانی میں شرابور ہورہا تھا لیکن وہاں رُکے بغیر میں انتہائی برق رفتاری سے ایک تنگ سی گلی کی طرف چل دیا۔ جوتوں میں پانی بھر گیا تھا جس کی وجہ سے چلنے میں بڑی دقت ہورہی تھی لیکن ظاہر ہے، ننگے پاؤں بھی نہیں جاسکتا تھا۔ لوگ بُری طرح چیخ رہے تھے اور ان کی توجہ کیونکہ ٹیکسی ہی کی جانب تھی، اس لیے مجھے وہاں سے نکلنے کا موقع مل گیا۔ دل میں تھوڑی بہت امید یہ بھی تھی کہ ممکن ہے ان لوگوں کی بروقت مداخلت سے مظلوم ٹیکسی ڈرائیور کی جان بچ جائے۔ پر کی نگاہیں سنسان گلی میں چلتے ہوئے کسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھیں۔ دفعتاً میں نے ایک شخص کو دیکھا جو ایک مکان کی آڑ میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کا حلیہ ٹھیک نظر نہیں آتا تھا لیکن اس کے ہاتھ میں اعشاریہ تین آٹھ کا ریوالور بھی نظر آرہا تھا۔ شاید وہ مجھے نہیں دیکھ سکا تھا۔ مجھے فوراً ہی خطرے کا احساس ہوا اور میں ایک اور گلی میں داخل ہوگیا لیکن اس شخص نے میرے قدموں کی آہٹ سن لی تھی۔ دوسرے لمحے مجھے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور میں بھی دوڑنے لگا لیکن ابھی سڑک کے وسط ہی میں تھا کہ دائیں طرف سے آتی ہوئی ایک کار کا ہارن سنائی دیا۔ ہارن کی آواز پر اس شخص نے سڑک کی طرف دیکھا، ایک لمحے کے لیے ہم دونوں کی نگاہیں ملیں، دوسرے لمحے اس نے ریوالور والا ہاتھ سیدھا کرلیا۔ میں فوراً ہی دوڑ پڑا تھا۔ وہ شخص بھی میرے پیچھے دوڑنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ قریب ہی پولیس کی موجودگی کے باعث وہ گولی چلانے سے دریغ کرے گا لیکن میرا خیال غلط نکلا۔ اس نے دوڑتے ہوئے فائر کیا اور گولی میرے سر کے دو انچ اوپر سے گزر گئی۔ اس کے ساتھ ہی دفعتاً مجھے ٹھوکر لگی اور میں لڑکھڑا کر نیچے گر گیا۔ شاید یہ بھی امدادِ غیبی تھی کیونکہ اس نے دوسرا فائر کیا تھا اور اگر میں نہ گرتا تو اس بار وہ یقیناً میرا صحیح نشانہ لے چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے میری طرف چھلانگ لگادی تھی۔ ایک لمحے میں وہ میرے سر پر پہنچ گیا اور پھر اس کی غراتی ہوئی آواز ابھری۔

"کھڑے ہوجاؤ۔"

میں اندازہ لگا چکا تھا کہ صورتِ حال بگڑ چکی ہے، چنانچہ میں آہستگی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ میرے چہرے پر نظریں جمائے کھڑا تھا لیکن اُسے اس کی توقع نہیں تھی کہ میری طرف سے کوئی فوری کارروائی ہوجائے گی۔ میری زوردار ٹھوکر اس کی پنڈلی پر پڑی تھی، وہ کراہ کر دُہرا ہوگیا تھا۔ اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر میں نے دوسری ٹھوکر رسید کی اور پھر تیسری ٹھوکر پر وہ سڑک پر لوٹنے لگا۔ میں رُکے بغیر اس پر ٹھوکروں کی بارش کرتا رہا۔ گردن پر لگنے والی ٹھوکر کے ساتھ ہی ہلکی سی ہڈی کی چٹخ بھی ابھری۔ اگلی ٹھوکر اُس کے سر پر لگی تھی۔ وہ بکرے کی طرح بلبلایا اور اس کے سر سے خون بہہ نکلا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کا بدن مکمل طور پر ڈھیلا پڑ گیا ہے۔

ابھی تک مجھے اطراف کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا دن کے ان لمحات میں کوئی بھی اس طرف نکل کر آسکتا تھا۔ میں نے اپنے بھیگے ہوئے لباس کو جگہ جگہ سے جھاڑا ــــــ میں اس قابل نہیں تھا کہ کسی بھری پُری سڑک پر آؤں لیکن یہاں وقت نہیں ضائع کرسکتا تھا کیونکہ یہاں ایک مقتول موجود تھا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا۔ میرے حلیے اور کیفیت سے کوئی بھی شخص یہ اندازہ لگا سکتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا کہ اس قتل سے میرا تعلق ضرور ہے۔ چنانچہ اپنی گردن پھنسنے سے بچانے کے لیے یہ ضروری تھا کہ میں فوری طور پر یہاں سے آگے بڑھ جاؤں۔

میں نے گلی کو عبور کیا اور ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد ایک عجیب سی جگہ جا پہنچا، یہاں قدیم طرزِ تعمیر کے حامل بوسیدہ مکانات بکھرے ہوئے تھے۔ بعض مکانوں کے نچلے حصوں میں دکانیں بنی ہوئی تھیں۔ ایک عجیب سی ویرانی اور بے رونقی یہاں چھائی ہوئی تھی۔ ایک گول دروازے پر "کاروان سرائے" لکھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میری جان میں جان آ گئی۔ ایسی سرائے کے بارے میں، میں نے سنا تھا کہ یہاں عارضی قیام کے لیے جگہ مل جاتی تھی اور اس وقت اس میں جگہ نکل آنا میری خوش بختی ہی ہوتی۔ کیونکہ کم از کم اس طرح سر چھپانے کا تھوڑا سا موقع تو مل جاتا۔ چنانچہ میں اس گول دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

بڑی سی عبا پہنے ہوئے، سر پر مخصوص طرز کی گول ٹوپی سجائے ایک درمیانی عمر کا شخص وہاں بیٹھا ہوا تھا جس نے مجھے دیکھ کر گول گول آنکھیں گھمائیں اور پھر جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے مقامی زبان میں مجھ سے کچھ پوچھا لیکن اس کی زبان میری سمجھ میں نہ آ سکی۔ جب میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں یہاں قیام کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میں نے زور زور سے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ چنانچہ اس شخص نے مطمئن انداز میں گردن خم کی۔ کئی بار اس نے چور نگاہوں سے میرے بھیگے ہوئے لباس کو دیکھا لیکن چونکہ ہم دونوں ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف تھے، اس لیے اس نے مجھ سے کچھ استفسار نہیں کیا اور مجھے لیے ہوئے اس راہداری میں پہنچ گیا جہاں چند دروازے نظر آ رہے تھے۔ ایک دروازہ کھول کر اس نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ اندر تاریکی تھی۔ اس نے بتی جلائی اور کمرے کا اداس اور ویران ماحول میرے سامنے عیاں ہو گیا۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن خم کی اور اس سے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے رقم کے بارے میں پوچھنے لگا۔ ہاتھ کے اشارے سے اس نے مجھے پانچ لیرے بتائے اور میں نے فوراً ہی دس لیرے کا نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔ جو بھیگا ہوا تھا۔ اس نے بھیگے ہوئے نوٹ کو پھرتی سے پکڑ کر اِدھر اُدھر سے دیکھا اور پھر مسکرا کر گردن ہلانے لگا۔

کمرے میں چارپائی پڑی ہوئی تھی، جس پر دری اور چادر بچھی ہوئی تھی۔ ایک تکیہ بھی تھا۔ ضروریاتِ زندگی کی چند اور چیزیں بھی وہاں موجود تھیں۔ اس نے پھر اپنی زبان میں مجھ سے ... جو میں نہ سمجھ سکا لیکن اسے فوراً ہی اس بات کا احساس ہو ... اس نے دوبارہ مجھ سے وہ زبان بول کر غلطی کی ہے چنانچہ ا... پھر اشاروں کی زبان شروع ہو گئی۔ وہ مجھ سے میری ضرور... کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ میں نے بے بسی سے اپنے بھیگے ہوئے لباس کی طرف اشارہ کیا اور وہ پُرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجانے لگا۔ پھر باہر نکل گیا۔

چند لمحات کے بعد جب وہ واپس لوٹا تو اس کے ہاتھ میں تہبند قسم کی کوئی چیز تھی جسے اس نے میری طرف بڑھاتے ہوئے لباس اتارنے کے لیے کہا۔ میں نے اسے ایک لمحے کے لیے باہر جانے کا اشارہ کیا اور جلدی جلدی اپنی جیبیں خالی کیں اور تمام چیزیں ایک جگہ جمع کر کے میں نے لباس اتارا اور وہ تہبند قسم کی شے اپنے بدن پر لپیٹ لی جو ایک مخصوص انداز کی تھی۔ جب میں نے اسے آواز دی تو وہ اندر آ گیا اور خاموشی سے میرے کپڑے اٹھا کر لے گیا۔ دیکھنا یہ تھا کہ اب وہ ان کپڑوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔

یہ جگہ مجھے انتہائی غنیمت محسوس ہوئی تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ ایک طرف دیوار میں ایک آئینہ ٹنگا ہوا تھا، اس میں جا کر اپنا چہرہ دیکھا، شکر تھا کہ مونچھیں ناک کے نیچے سے غائب نہیں ہوئی تھیں، ورنہ پانی میں جو کچھ ہو جاتا کم تھا۔ اب تک میری وجہ سے خاصا کشت و خون ہو چکا تھا۔ بے چاری سینڈرا زد میں آ گئی تھی۔ اگر وہ بے گناہ تھی تو واقعی اس کا خون میری گردن پر ہی ہوگا اور اس کے علاوہ ٹیکسی ڈرائیور بچارے اس کا کیا حشر ہوا، میری وجہ سے وہ کسی جاسوسی فلم کا ہیرو بن گیا تھا اور اس انداز میں ٹیکسی دوڑا رہا تھا کہ تو خود بھی اسے اپنے آپ پر قابو نہ رہا۔

بہت سے خیالات دل میں تھے، میں آرام سے بستر پر دراز ہو گیا اور آئندہ کے منصوبوں پر غور کرنے لگا۔ گرانڈ ٹاور میں میرا کمرہ اب بھی محفوظ تھا، بظاہر تو یہی نظر آتا تھا۔ مجھے تعجب تھا کہ میری غیر موجودگی میں انھوں نے کمرے کی تلاشی لینے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ سفید فام نے اِدھر کا رخ کیوں نہیں کیا۔ لیکن ہو سکتا ہے اس واقعے کے بعد اس کی جرأت نہ ہوئی ہو۔ پیکارڈ میں کمرہ حاصل کر کے میں نے نہایت ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ لوگ ابھی تک پیکارڈ کی جانب متوجہ نہیں ہوئے۔ اگر میں سینڈرا کی تلاش میں اسپتال نہ جاتا تو انھیں مجھ پر شبہ نہ ہوتا۔ لیکن ایک اور خیال بھی میرے ذہن میں آیا، اگر یہ وہی لوگ تھے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ مجھے اس ہلکے پھلکے میک اپ میں بھی پہچان گئے ہیں۔ ورنہ اس انداز میں میری جان لینے کی کوشش نہ کی جاتی بلکہ وہ لوگ یہ معلوم کرنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی کوشش کرتے کہ میں سینڈرا کی تلاش میں کیوں گیا تھا۔ اس طرح میری شکل و صورت پھر مخدوش ہو گئی تھی اور اس کے لیے ضروری تھا کہ میں کوئی نیا حلیہ اختیار کروں۔

بہت دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا پھر یہی طے کیا کہ یہاں سے نکلنے کے بعد یہ میک اپ صاف کر لوں گا اور اپنی اصلی شکل میں ہی کام کروں گا۔ دیکھتا ہوں کہ کس کس طرح یہ لوگ میرے راستے میں آتے ہیں۔ بدن میں ایک نیا جوش و ولولہ انگڑائیاں لینے لگا تھا۔ اندر سے ایک طاقت سی ابھرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور ایک بار پھر میں وہی علی یار خان بن گیا جو کسی قسم کے خوف یا اندیشے کو خاطر میں نہیں لاتا تھا، صرف عمل کرنا جانتا تھا اور اس کے بعد نتائج کا انتظار کرتا تھا۔

میری اس کیفیت نے مجھے بڑا سکون بخشا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد کاروان سرائے کا مالک پھر اندر آیا اور اس کے ہاتھوں میں پڑے ہوئے لباس کو دیکھ کر میری آنکھیں خوشی اور مسرت سے چمک اٹھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ لباس کو لانڈری سے ڈرائی کلین کروا کے لایا ہے حالانکہ ایسی بات نہیں تھی۔ اس نے بھیگے ہوئے لباس کو نچوڑ کر نفاست سے پریس کر دیا تھا اور اب محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ کبھی بھیگ بھی چکا ہے۔

میں نے حیرت و مسرت سے اپنے کپڑوں کو دیکھا اور بے اختیار پانچ لیرے کا نوٹ اسے دینے پر مجبور ہو گیا لیکن نوٹ دیکھ کر اس نے دونوں ہاتھ فضا میں کھڑے کر کے بڑے پُراعتماد انداز میں گردن نفی میں ہلائی۔ میری کسی بھی کوشش سے وہ متاثر نہیں ہوا۔ یہ اس نے اپنے مہمان کے لیے اپنا فرض سمجھا تھا اور اُس شخص کی اس فرض شناسی پر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ اب وہ مجھ سے کھانے کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے گردن ہلا دی۔

میں رات تک اس کاروان سرائے میں قیام پذیر رہا۔ دل میں یہ احساس بار بار آیا تھا کہ ممکن ہے پولیس ان اطراف میں گھیرا ڈال دے اور اس شخص کو تلاش کرنے کی کوشش کرے جو ٹیکسی میں ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ سفر کر رہا تھا اور اس کے بعد وہاں سے نکل کر کسی کو قتل کر کے فرار ہو گیا تھا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔

ساڑھے سات بجے کے قریب میں نے اپنے اس میزبان سے اجازت مانگی اور اس نے بڑے احترام کے ساتھ مصافحہ کر کے مجھے اجازت دے دی۔ چنانچہ میں باہر نکل آیا۔ سب سے پہلا کام میں نے یہی کیا تھا کہ اپنی ناک کے نیچے سے مونچھیں اکھاڑ کر پھینک دی تھیں اور وہ چشمہ بھی اتار کر جیب میں رکھ لیا تھا۔ اب میں اپنی اصل شکل میں تھا۔

کافی دور تک میں پیدل چلتا رہا۔ ایک بار دل چاہا کہ اس طرف کا رُخ کروں اور وہاں جا کر صورتِ حال معلوم کروں لیکن اب یہ بے مقصد تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ایک ایسی سڑک پر پہنچ کر جہاں کاروں وغیرہ کی آمد و رفت تھی، میں ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا اور جب ایک خالی ٹیکسی نظر آئی تو اس میں بیٹھ کر گرانڈ ٹاور چل پڑا۔ حالانکہ وہاں جانا اس وقت خاصا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ وہ لوگ اس کے آس پاس ہی بھٹک رہے ہوں گے لیکن میرے خیال میں اب ان سے مڈبھیڑ ضروری تھی۔

گرانڈ ٹاور کے کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے اپنی چابی حاصل کی اور پھر پُراطمینان قدموں سے چلتا ہوا اپنی منزل کی راہداری میں پہنچ گیا۔ کمرے کا دروازہ کھولا، بتی جلائی، اندر کا ماحول دیکھا سب کچھ پُرسکون تھا، کوئی خاص تبدیلی نظر نہیں آئی تھی۔ یہ رات میں نے اسی کمرے میں بسر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ یہ خطرناک قدم تھا لیکن بہرطور جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا البتہ میں نے اس کے لیے کچھ اور بندوبست کر لیے تھے۔ مثلاً یہ کہ سونے سے پہلے میں نے اپنی مسہری پر تکیے وغیرہ رکھ کر چادر پھیلا دی تھی اور خود دیوار کے قریب زمین پر لیٹ گیا تھا۔

ساری رات اسی طرح گزر گئی۔ رات میں دو تین بار آنکھ کھلی تھی اور میں نے کمرے کے ماحول کا جائزہ لیا تھا لیکن مدھم روشنی میں کوئی ایسی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی تھی جو میرے لیے باعثِ تشویش ہوتی۔

صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر ایک خیال کے تحت ٹیلی فون کی جانب بڑھ گیا۔ اسپتال کے جس ڈاکٹر نے مجھ سے تعاون کیا تھا، مجھے اپنا نمبر دے دیا تھا۔ چنانچہ میں نے نمبر ڈائل کرنے کے بعد ریسیور کان سے لگا لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ یہ ریسپشنسٹ کی آواز تھی۔ میں نے اُسے ڈاکٹر کا نام بتا کر اس سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی اور چند لمحے بعد اس ڈاکٹر سے میرا رابطہ قائم ہو گیا۔

"معافی چاہتا ہوں ڈاکٹر۔ دراصل میں اس لڑکی سینڈرا کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔" میں نے کہا۔

"اسے ہوش آ گیا ہے اور اب اس کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔"

"کیا آپ نے اُسے میرے بارے میں کچھ بتایا تھا ڈاکٹر؟" میں نے اس خیال کے تحت سوال کیا کہ اگر ڈاکٹر سے کسی نے میرے بارے میں کچھ پوچھا ہو تو ڈاکٹر اس کا جواب دے سکے۔ لیکن ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"نہیں مسٹر، ابھی تک اس سے کوئی بات نہیں کی جا سکی، بس یوں سمجھ لیں کہ اب اس کی حالت خطرے سے باہر ہے لیکن سخت احتیاط کی ضرورت ہے، ہم لوگ مسلسل اُسے غنودگی کی حالت میں رکھ رہے ہیں۔"

"گویا وہ بچ جائے گی؟"

"ہاں اب اس بات کا امکان ہے۔" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"بہت بہت شکریہ ڈاکٹر۔" میں نے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔

سینڈرا کی طرف سے یہ اطمینان بھی تسلی بخش تھا اور اس بات کا اظہار بھی ہو رہا تھا کہ کسی نے ڈاکٹر سے میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ یا پھر بات اگر گہرائی میں ہو تو میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

ایک بار پھر میرے لیے سوچنے کو بہت سی باتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ اگر سفید فام کا تعلق گرین پول سے نہیں ہے تو پھر گرین پول والے کیوں خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ انھیں مجھ سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا۔ میرے پاس جو معلومات تھیں ان کے تحت مجھے گرانڈ ٹاور میں قیام کرنا تھا اور یہیں گرین پول کے نمائندے مجھ سے ملاقات کرتے لیکن نجانے کیوں وہ روپوش تھے یا پھر سفید فام بھی گرین پول کا ہی کوئی آدمی ہو سکتا تھا اور انھوں نے اس طرح یہ بددیانتی شروع کر رکھی تھی۔ اگر آئن شلائر کی بیوی اور بچے کا معاملہ نہ ہوتا تو میں اس سلسلے میں ذرا بھی متفکر نہ ہوتا اور اطمینان سے یہاں بیٹھا رہتا لیکن اب موجودہ صورتِ حال قابلِ تشویش ہو گئی تھی۔ ایک خیال یہ بھی آیا کہ کسی طرح تارینا ہارڈو سے رابطہ قائم کر کے ان لوگوں کو اس صورتِ حال سے آگاہ کروں اور یہ معلوم کروں کہ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ لیکن یہ کام بھی آسان نہیں تھا۔ میں تو بڑی ذمے داریاں قبول کرنے کے بعد یہاں پہنچا تھا اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ تارینا ہارڈو اب بھی وہاں موجود ہو گی، جہاں سائیکا رہتی تھی اور ضروری نہیں تھا کہ سائیکا سے اب بھی اس کا رابطہ قائم ہو۔

کافی دیر تک غور و خوض کرتا رہا اور پھر دل میں فیصلہ کیا کہ حالات کو اسی طرح ہینڈل کیا جائے جس طرح آج تک کرتا رہا ہوں۔ یعنی آوارہ گردی۔ اور اس آوارہ گردی کے دوران ان لوگوں سے ملاقات۔ میں نے دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ اس بار اگر کوئی ایسی صورتِ حال پیش آئی تو اپنے آپ کو ان کی تحویل میں دے دوں گا اور ان کے درمیان گھس کر یہ معلومات کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ کیوں میری زندگی کے درپے ہیں۔ اگر فائل کا حصول مقصود ہے تو پھر اُس کے لیے اس انداز میں کوشش کیوں نہیں کی گئی جو مقرر تھا۔ اس میں صرف ایک موقع ایسا تھا جب سفید فام نے مجھ سے فائل طلب کی تھی لیکن نہ ملنے کے بعد وہ بھی مجھے قتل کرنے کے درپے ہو گیا تھا اور اس کے بعد سے مسلسل یہی کوششیں تھیں کہ مجھے ہلاک کر دیا جائے۔ آخر کیوں؟ اس کا کیا مقصد تھا؟

یہ تمام باتیں سوچنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ لباس وغیرہ تبدیل کر لیا تھا۔ جیب میں ریوالور موجود تھا۔

استنبول کی سڑکیں اور وہاں کے تاریخی مقامات میری دلچسپی کا مرکز بن گئے اور میں ان میں گم ہو گیا۔ محل سرا کی فصیل کے اندر ہی ٹرکش آرکیالوجیکل میوزیم کی عمارت میں یونانی عہد کے نوادرات رکھے ہوئے تھے۔ سکندرِ اعظم کا خالی تابوت اور اپالو کے مندر کے چند ستون میں نے دیکھے پھر اس چار دیواری سے باہر نکلا تو دھوپ شدت سے پھیلی ہوئی تھی۔ ابھی گیارہ ساڑھے گیارہ بجے کا وقت تھا لیکن دھوپ کی شدت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ وہاں سے آگے بڑھ کر میں غلطہ پل کے ساتھ سیڑھیاں اتر کر پل کے نیچے پانی پر تیرتے ہوئے لکڑی کے پلیٹ فارم پر آ گیا۔ جب جب لہریں اٹھتیں تو پلیٹ فارم میرے قدموں کے نیچے جھولنے لگتا۔ پل کے نیچے مختلف اسٹال بنے ہوئے تھے جن پر رسالے، مٹھائیاں، کباب اور تلی ہوئی مچھلی بک رہی تھی۔ ٹکٹ والی کھڑکی کے ساتھ بورڈ پر مختلف سمتوں کو روانہ ہونے والے اسٹیمروں کے اوقات درج تھے۔ میں نے بھی ایک اسٹیمر سے روانگی کے ٹکٹ خرید لیے۔ اسٹیمر سے روانگی کا وقت قریب آ گیا تھا۔ ملاحوں نے ایک چوبی تختہ پلیٹ فارم پر پھینک کر اوپر جانے کے لیے راستہ بنا دیا۔ میرے ساتھ کھڑے ہوئے مسافروں نے تمام تکلفات بالائے طاق رکھ کر اسٹیمر پر دھاوا بول دیا۔ میں نے بھی ان کی تقلید کی تھی۔

اسٹیمر ایک چھوٹا موٹا جہاز لگتا تھا۔ عرشے پر بچھی ہوئی آرام کرسیوں کو لوگوں نے اپنے قبضے میں کر لیا تاکہ سفر کے دوران مناظر سے لطف اندوز ہوا جا سکے۔ میں بھی ریلنگ کے ساتھ ٹک کر کھڑا ہو گیا۔ متعدد اسٹیمر اور کشتیاں یورپ اور ایشیا کے پھیرے لگا رہی تھیں۔ مچھیروں کی کشتیاں ڈول رہی تھیں اور ان کے درمیان ایک چٹان پر لینڈر کا مینار کھڑا ہوا تھا۔

پادریوں نے شہنشاہ کانسٹائن کو بتایا تھا کہ اس کی خوبصورت بیٹی کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہو گی۔ چنانچہ شہنشاہ نے شہزادی کی مستقل رہائش گاہ کے لیے یہ مینار بنوا دیا تاکہ وہ سانپوں کی پہنچ سے باہر رہے۔ شہزادی سارا دن مینار کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بلند کھڑکی سے سمندر کو تکتی رہتی۔ شاہی محل سے روزانہ ایک سجی سجائی کشتی آتی اور شہزادی کو کھانے پینے کی چیزیں دے کر چلی جاتی۔ ایک روز شہزادی نے چوری چھپے مینار کے قریب سے گزرتی ہوئی مچھیروں کی کشتی سے انگوروں کی ٹوکری خرید لی۔۔ اور اُسی شب کالے انگوروں کے نیچے چھپے ہوئے موذی ناگ نے اُسے ڈس لیا۔ مینار کے دوسری طرف فلارنس نائٹ انیگل اسپتال واقع تھا۔ بائیں جانب محل سرا کا طویل سلسلہ چلا گیا تھا جس کے عین نیچے ایک چھوٹی سی بندرگاہ واقع تھی جس کے اب کھنڈرات نظر آرہے تھے۔ سُنا گیا تھا کہ سلطان جب کسی جنگی مہم سے واپس آتا تو جہاز سے اتر کر سیدھا محل سرا میں داخل ہو جاتا۔ حبشی خواجہ سرا ناپسندیدہ اشخاص کو بوریوں میں باندھ کر نیچے لے آتے اور کشتی میں رکھ کر سمندر کے بیچوں بیچ ڈبو دیتے۔ پل غلطہ پر سے گزرنے والے ٹریفک کا شور اور سمندر میں چلنے والے جہازوں اور بھونپوؤں کی آوازیں اب دور ہوتی جا رہی تھیں۔ ہمارے اسٹیمر نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی، سمندر کا پانی تیز دھوپ میں شیشے کی مانند چمک رہا تھا۔ دھوپ کی شدت کو سمندر کی نمی نے اپنے اندر سمو لیا تھا اور اسٹیمر کی اپنی دنیا جاگ رہی تھی۔ سفر نہایت خوشگوار تھا۔ لوگ آرام دہ کرسیوں میں دھنسے سمندر کے نظارے کر رہے تھے، ان میں ہر طرح کے لوگ تھے، عرشے پر خاصی ہنگامہ خیزیاں تھیں۔ بڑے بڑے فریم کی گول شیشوں والی عینکیں لگائے، منی اسکرٹ پہنے، چیونگم چباتی لڑکیاں، جنھیں کسی بھی طور مسلمان نہیں کہا جا سکتا تھا، اِدھر سے اُدھر تتلیوں کی طرح تیر رہی تھیں۔ لہروں کا شور زیادہ ہو جاتا تو آوازیں کچھ دب جاتیں لیکن جب لہروں کی آوازیں کم ہوتیں تو انسانوں کی آوازیں ان پر حاوی ہو جاتی تھیں۔

میں ایک ایک شخص کو دیکھتا رہا اور میری نگاہیں سمندر اور اس کے اعتراف کا جائزہ لیتی رہیں، ذہن میں متعدد خیالات تھے۔ میں اس ماحول سے بے حد لطف اندوز ہو رہا تھا اور تھوڑی دیر کے لیے یہ بھول گیا تھا کہ میں کس مقصد کے تحت استنبول آیا ہوں۔

اسٹیمر پر شہزادوں کے جزیرے کی جانب سفر کرتے ہوئے میرے ذہن میں صرف انہی کی داستانیں گونج رہی تھیں۔ تب میری نگاہ ایک معمر خاتون پر پڑی، جو نہایت سادہ اور پُروقار نظر آتی تھیں۔ ان کی شخصیت میں بے پناہ جاذبیت تھی، ہاتھ میں ایک بڑا سا کیمرا تھا جس سے شاید وہ مووی فلم بنا رہی تھیں۔ کیمرا ایک دو بار میرے اوپر سے بھی گزرا۔ اس بار جب انھوں نے میری طرف دیکھا تو میں مسکرا دیا۔ خاتون نے آنکھوں کے پاس سے کیمرا ہٹا کر مجھے دیکھا تب اُن کا پورا چہرہ میری نگاہ میں آیا۔ کسی یورپین ملک سے ہی ان کا تعلق تھا۔ میری مسکراہٹ کے جواب میں وہ بھی پُروقار انداز میں مسکرا دیں اور پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے نزدیک آگئیں۔

"ہیلو۔" انھوں نے شائستہ لہجے میں کہا۔

"ہیلو میڈم۔ معافی چاہتا ہوں، آپ کے مشغلے میں دخل ہوا۔"

"کیسے؟" انھوں نے سوال کیا۔

"بس اس طرح کہ آپ کو میری طرف متوجہ ہونا پڑا۔"

"اوہ نو، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انسان کبھی بھی تنہا خوش نہیں رہ سکتا۔" خاتون نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔

"آپ تنہا ہیں؟"

"ہاں۔ بس سیاحت کے لیے آئی تھی یہاں۔ لیکن شناسائی تو ہر قدم پر ضروری ہوتی ہے۔ مجھے مختلف شناسا ملتے رہے ہیں۔ اتفاق سے اسٹیمر پر ابھی میری ملاقات کسی سے نہیں ہوئی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، شہزادوں کے جزیروں کی سیر میں آپ مجھے اپنا شریک بنا لیجیے۔ مجھے خوشی ہوگی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آف کورس۔ میرا نام میریسا گراہم ہے، آسٹریلیا سے تعلق ہے، بہت سے ممالک کی سیر کر چکی ہوں، استنبول پہلی بار آئی ہوں۔" خاتون نے اپنا تعارف کرایا۔

"آپ مجھے اسنوڈن کہہ کر پکار سکتی ہیں۔"

"گڈ، بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر ڈیئر اسنوڈن۔" خاتون نے مشفق لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک جزیرہ آیا اور لوگ اسٹیمر سے نیچے اترنے لگے۔ میں نے آگے قدم بڑھائے تو خاتون نے کہا۔ "آخری جزیرے پر اتریں گے۔ وہ بہت خوبصورت ہے۔" چونکہ ہم دونوں ساتھی بن گئے تھے اور اس معمر عورت کی معیت میرے لیے کسی طور بری نہیں تھی چنانچہ میں نے اُن کی بات مان لی اور واپس اپنی جگہ آگیا۔

آخری جزیرہ واقعی دوسرے جزیروں سے بہت زیادہ خوبصورت نظر آرہا تھا۔ سمندر کی نیلاہٹ میں سرسبز اور شاداب درختوں کا ایک جھنڈ، خوبصورت سفید مکانات اور سرخ مٹی کی ایک لکیر جو ساحل کو چھو رہی تھی۔ ساحل کے ساتھ قہوہ خانے اور ریستوران بکھرے ہوئے تھے جن کے ویٹرز سفید جیکٹوں میں ملبوس، ہاتھ میں مینو کارڈز اٹھائے اسٹیمر سے اترنے والے گاہکوں کا انتظار کر رہے تھے۔ اکثر لوگ اسٹیمر سے اتر کر ساحل سے پرے خوبصورت پہاڑیوں پر نگاہ ڈالے بغیر فٹ پاتھ پر لگی کرسیوں پر بیٹھ کر دوپہر کے کھانے کی تیاریاں کرنے لگے اور ان میں سے کچھ بگھیوں پر سوار ہو کر جزیرے پر کسی پُرسکون گوشے کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ میں بھی میڈم میریسا کے ساتھ اسٹیمر سے اتر کر سڑک کے ڈھلوان کی جانب چل پڑا۔ وہ خود ہی میری رہنمائی کر رہی تھیں۔ راستے میں انھوں نے کہا۔ "میں دو بار ان جزیروں پر آ چکی ہوں۔ دل ہی نہیں بھرتا، ایسی حسین، ایسی پُرسکون جگہ ہے۔ یقیناً تمھیں بھی بھوک لگ رہی ہوگی، دوسروں کی مانند؟"

"ہاں، یقیناً۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ان قہوہ خانوں اور ہوٹلوں میں صورتِ حال ذرا مہنگی ہو جاتی ہے۔ اگر تم بہت زیادہ دولت مند بھی ہو تب بھی بہتر یہی ہوگا کہ ہم پیسوں کی بچت کریں۔" میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جزیرے کے چوک پر آ گئے۔ مختلف دکانوں پر گوشت، مچھلیاں، پنیر اور ایسی ہی دوسری چیزیں کثرت سے نظر آرہی تھیں۔ ہم بھی ایک دکان کے سامنے رک گئے۔ وہاں سے ہم نے کچھ چیزیں خریدیں اور پھر جزیرے کے ایک خوبصورت گوشے کی جانب چل پڑے۔

میڈم میریسا بدستور میری رہنمائی کر رہی تھیں۔ انھوں نے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "چیڑ کے درختوں کے اس جھنڈ کے پاس ایک خوبصورت پوائنٹ ہے، وہاں چلتے ہیں۔"

چوک کے گرد درجنوں قدیم طرز کی بگھیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ رنگین جھالروں اور گول پھندنوں سے سجی ہوئی گھوڑوں کے ساز نہایت نفیس قسم کے تھے اور ان کے گلوں میں چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ میں نے میڈم میریسا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کو یہ چڑھائی چڑھتے ہوئے ذرا دقت ہوگی۔"

"نہیں۔ میں نے اپنے آپ کو دقتوں سے پاک رکھنے کی کوشش کی ہے۔"

میں نے شانے اُچکائے اور اُن کے ساتھ چل پڑا۔ ہمارا رُخ بلندی کی جانب تھا۔ سڑک کے دونوں طرف سفید رنگ کے خوشنما مکانات بنے ہوئے تھے، جن کے گرد چھوٹے چھوٹے باغیچے، سرخ نیلے اور کاسنی پھولوں سے اٹے پڑے تھے۔ دھندلائے ہوئے سنگِ مرمر کے فواروں کے گرد خودرو بیلیں لپٹی ہوئی تھیں۔ سبزے اور خوشنما بیلوں نے مکانات کا گھیراؤ کیا ہوا تھا۔ سمندر سے نم ہوا کے جھونکے آتے تو گلاب کی بیلیں دیواروں سے چھوٹ کر ادھ کھلی کھڑکیوں میں جھانکنے لگتیں۔ ہر طرف ایک سحر انگیز سکوت پھیلا ہوا تھا۔

کافی دور پہنچنے کے بعد میں نے میڈم میریسا کی طرف دیکھا اور یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کہ ان کی سانس ہموار تھی۔

کچھ بگھیاں ان راستوں کو طے کر رہی تھیں اور گھوڑوں کے گلوں میں بندھی ہوئی گھنٹیاں چھنن چھنن چھنک رہی تھیں۔ ہم دونوں سرو کے اس گھنے جنگل کے قریب پہنچ گئے، جہاں درختوں کی چھاؤں میں خودرو جنگلی گھاس کی تہیں بچھی ہوئی تھیں۔ ان میں اِکّا دُکّا زرد پھول بھی نظر آرہے تھے۔ چنانچہ ایک خوبصورت جگہ منتخب کر کے ہم وہاں بیٹھ گئے۔

میڈم میریسا بے حد خوش نظر آرہی تھیں۔ انھوں نے کئی بار میری جانب دیکھا تھا۔ ان کی آنکھوں میں محبت کی چمک تھی۔ میں بھی ان خاتون کے قرب سے متاثر تھا۔ یہاں سے بحیرۂ مرمرا اور اس میں بکھرے ہوئے خوبصورت جزیرے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ خوراک کا بنڈل زمین پر رکھنے کے بعد میں نے پاؤں پھیلا دیے۔

میڈم میریسا کہنے لگیں۔ "کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ پہلے ہم کھانا کھا لیں۔ خاص طور سے اس چڑھائی نے بھوک تیز کر دی ہے۔"

"یقیناً۔ میں آپ کی مدد کرتا ہوں۔"

"عورت کا مقام اُس کے پاس رہنے دو۔" انھوں نے کہا اور میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔۔۔ میڈم میریسا نے کھانا زمین پر سجا دیا اور اس کے بعد ہم دونوں کھانے میں مصروف ہو گئے۔

"کیا خیال ہے اس جگہ کے بارے میں؟" انھوں نے سوال کیا۔

"آپ کا انتخاب لاجواب ہے۔" میں نے جواب دیا اور میڈم میریسا کھانے میں مصروف ہو گئیں۔ "سیاحت کی زندگی نے آپ کو بہت سے واقعات سے روشناس کرایا ہوگا؟"

"سیاحت ہی کی زندگی کیا، انسان کی زندگی تو واقعات کا مجموعہ ہی ہوتی ہے۔ بھلا اس کے لیے سیاحت کی کیا ضرورت ہے۔ گھر کی چار دیواری میں بیٹھ جاؤ اور اپنا تجزیہ کرو، ہر لمحہ ایک نئے واقعے کا مظہر ہوگا۔" انھوں نے فلسفیانہ انداز میں جواب دیا۔

"آپ کے بارے میں کچھ اور معلوم کر سکتا ہوں؟"

"بس کچھ نہیں۔ میری زندگی میں کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے جو قابلِ ذکر ہو، یوں سمجھو کہ ساری زندگی ہی سیاحت میں گزاری ہے۔ بچپن ہی سے یہ شوق ہے اور یہ والدین کا عطیہ ہے اس لیے آج تک اسے سینے سے لگائے ہوئے ہوں۔"

"شادی نہیں کی آپ نے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں نے اپنی زندگی کا محور تلاش کر لیا تھا اور اس کے بعد مزید کسی شے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ خاندان ہے پورا،

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہر شخص کی کمی پوری ہو جاتی ہے، محبتوں کے لیے رشتوں کا تعین کرنا تنگ نظری ہے۔ بعض رشتے خود بخود استوار ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یوں ہوتا ہے کہ ساری زندگی کم از کم اس رشتے کی طلب نہیں رہتی۔"

"آپ کی باتوں میں بڑی گہرائی ہے۔" میں نے تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہتر یہ ہوگا کہ انسان کو اوپری سطح سے دیکھو، گہرائیوں میں اترو گے تو ذہن الجھتا چلا جائے گا۔" میڈم میرلیسا نے پھر ایک فلسفیانہ بات کہی۔

"بہرحال، آپ سے مل کر ازحد مسرت ہوئی مجھے۔"

"خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں، تم خود اچھی شخصیت کے مالک ہو۔ کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟" انھوں نے سوال کیا۔

"بس یوں سمجھ لیجیے میڈم کہ سیاحت میری بھی زندگی ہے اور میں نے بھی اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ دنیا میں آوارہ گردی کرتے گزارا ہے۔"

"ہوں اور کچھ...؟"

"نہیں، ظاہر ہے انسان کو اس کی اوپری سطح سے دیکھو۔" میں نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ میڈم میرلیسا بھی پُروقار انداز میں مسکرا دی تھیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر ہم لوگ آرام کرنے اطمینان سے گھاس پر لیٹ گئے۔ میڈم میرلیسا نے کہا "کسی زمانے میں جب ترک شہزادے محل سرا کی کسی سازش میں ملوث پائے جاتے یا کسی وجہ سے سلطان کے زیرِ عتاب آ جاتے تو انھیں ان جزیروں میں نظر بند کر دیا جاتا تھا۔ یہاں کی ہواؤں میں ان کی آوازوں کی سرسراہٹ محسوس ہوتی ہے۔ بس ذرا ذہن کو ان کی جانب لگا دو... اور پھر محسوس کرو کہ کیسے خوشگوار تاثرات تمھارے ذہن میں اُبھرتے ہیں۔"

"یقیناً۔" میں نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے ان شہزادوں کا تصور کیا اور دیر تک ان کے بارے میں سوچتا رہا۔ مجھے یوں ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے ترک شہزادوں کے دور میں پہنچ گیا ہوں۔ یہ کیفیت خاصی دیر تک رہی۔ تصورات بنتے اور بگڑتے رہے۔ پھر نجانے کیوں ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔ وہی ماحول آنکھوں کے سامنے تھا۔ میں نے چونک کر میڈم میرلیسا کو دیکھا لیکن وہ اپنی جگہ موجود نہیں تھیں، میں حیرانی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا اور ان کی تلاش میں اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا۔ اپنی جگہ سے اُٹھ کر میں نے اطراف اور پھر وہاں سے ڈھلانوں پر نگاہ دوڑائی۔ میڈم میرلیسا جس قسم کی خاتون تھیں، اس سے یہ بعید نہیں تھا کہ فطرت کے حسین نظاروں سے لطف اندوز ہونے کے لیے وہ یہاں سے آگے بڑھ گئی ہوں۔

ہر چند کہ میرا ان سے کوئی خاص تعلق نہیں تھا لیکن ان کی شخصیت نے مجھے متاثر کیا تھا۔ بڑی پُروقار اور عمدہ شخصیت کی مالک تھیں وہ لیکن نجانے کیوں اس طرح اُٹھ کر چلی گئی تو دُور دُور تک ان کے وجود کا نشان نہیں ملتا تھا۔ اگر وہ یہاں گئی بھی تھیں تو انھیں زیادہ دُور نہیں جانا چاہیے تھا۔ کہیں حادثے کا شکار تو نہیں ہو گئیں۔ ابھی اتنا ہی سوچا تھا میں نے، دفعتاً سرو کے درختوں کے عقب سے ایک بھاری بھرکم چوڑی جسامت کا مقامی شخص باہر نکل آیا۔ اس کا چہرہ ترک باشندوں کی طرح خوب صورت نہیں تھا بلکہ شاید وہ کسی افریقی ملک سے تعلق رکھتا تھا لیکن اس کے بدن پر لباس مقامی تھا۔ سر پر ترک اسٹائل کی ٹوپی لگی ہوئی تھی۔ چوڑے چکلے بدن سے اس بات کا اظہار ہوتا تھا کہ وہ بے حد طاقتور ہے لیکن اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا رُخ میری جانب تھا۔

ایک لمحے کے لیے میرا دل دھک سے ہو کر رہ گیا۔ اس کی وجہ یہ شخص نہیں تھا بلکہ یہ احساس تھا کہ کیا میڈم میرلیسا کی گمشدگی بھی اسی شخص سے متعلق ہے؟ کیا میڈم میرلیسا...؟ لیکن اس بات پر یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ ایسی مشفق نگاہوں سے محبت چھپائے گفتگو کرنے والی عورت غلط نہیں ہو سکتی پھر آخر وہ کہاں گئی؟

آنے والا میرے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں میں سانپ کی سی کیفیت تھی اور ہونٹ اس طرح بھینچے ہوئے تھے کہ اس کی شخصیت مزید خوفناک ہو گئی تھی۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ اگر میں نے ذرا بھی جدوجہد کرنے کی کوشش کی تو وہ بے دریغ مجھے گولی مار دے گا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اندازہ لگانے میں مجھے کوئی وقت نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ ان سے کافی واسطہ پڑ چکا تھا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور وہ میرے قریب پہنچ گیا۔

"تمھیں میرے ساتھ چلنا ہے۔" اس نے شستہ انگریزی میں کہا۔

"کہاں؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"آسمانوں میں پرواز کرو گے یا زمین پر ہی سفر کرنا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

میرے سوال کو وہ چند لمحے سمجھنے کی کوشش کرتا رہا، پھر غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "بہت زیادہ ذہین بننے کی کوشش مت کرو۔ اگر تم نے کوئی حرکت کی تو اپنی موت کے ذمے دار خود ہو گے۔ چلو، آگے بڑھو۔"

"کس طرف؟" میں نے سوال کیا۔

"چلتے رہو۔" اس نے سامنے ہی کی طرف اشارہ کیا اور مجبوراً مجھے آگے بڑھنا پڑا۔

میں نے خیال کیا کہ شاید وہ تنہا ہی ہے۔ جسمانی طور پر وہ بہت طاقتور ہے اور اگر میں اس سے لڑوں تو اس کے لیے مجھے خاصی زبردست جدوجہد کرنا پڑے گی۔ کیونکہ اس جیسے شخص کو زیر کرنا آسان کام نہیں تھا۔ اس کی لگائی ہوئی کوئی ضرب مجھے زندگی سے دور کر سکتی تھی پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کے ہاتھ میں پستول موجود تھا۔ مجھے ایک بات کا اور بھی احساس ہوا تھا، وہ یہ کہ یہ شخص صرف کرائے کا ٹٹو معلوم ہوتا ہے۔ بذاتِ خود زیادہ ذہین نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ذہین ہوتا تو سب سے پہلے پستول کی نال میری کمر سے لگا کر میری تلاشی لینے کی کوشش کرتا اور میرا پستول اپنے قبضے میں کر لیتا۔ لیکن ایسا نہ کر کے گویا اس نے اپنے لیے عذاب مول لے لیا تھا۔ اب مجھے صرف ایک بات کا انتظار تھا۔ کسی بھی لمحے اس سے چوک ہو تو میں اس کا فائدہ اٹھاؤں۔ میں ایک سمت ڈھلانوں میں اترتا چلا جا رہا تھا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ہی مجھے اپنا خیال غلط محسوس ہونے لگا۔ وہ شخص اتنا احمق بھی نہیں تھا۔ اس نے مجھ سے اپنے آپ کو اتنے فاصلے پر رکھا تھا کہ اگر میں پلٹ کر کوئی حرکت کرنے کی کوشش کروں تو اس دوران اسے پستول استعمال کرنے کا موقع مل جائے۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ ڈھلانوں پر کئی بار میرے قدم لڑکھڑائے، یہ سب کچھ میں نے جان بوجھ کر کیا تھا لیکن وہ متاثر نہیں ہوا۔ وہ مجھ پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھا اور اگر میں اس وقت پستول نکالنے کی کوشش بھی کرتا تو اس میں شاید ہی کامیابی نصیب ہوتی۔

تقریباً بیس منٹ تک ہم آگے بڑھتے رہے۔ اس کے بعد اس شخص نے ایک طرف رُخ بدلنے کے لیے کہا۔ یہ ایک پتلا سا درہ تھا۔ شہزادوں کے جزیرے پر پہاڑوں کے درمیان اس درے کا سفر طے کرتے ہوئے مجھے پانی کی آواز سنائی دی اور اب مجھے احساس ہوا کہ وہ مجھے سمندر کے کنارے لیے جا رہا ہے۔ میں نے دُور سے ساحل کی جانب دیکھا۔ درے سے نکلتے ہی ساحل نظر آ گیا تھا۔ وہاں ایک سفید لانچ کھڑی ہوئی تھی اور لانچ کے پاس دو آدمی اور موجود تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ اب کسی قسم کی جدوجہد حماقت ہو گی۔ فی الحال تو میں ان لوگوں کے جال میں پھنس ہی گیا ہوں۔ لیکن پھر یہ خیال بھی آیا مجھے کہ میں نے تو خود ہی ان لوگوں کے جال میں پھنسنے کا فیصلہ کیا تھا۔

لانچ کے قریب پہنچے تو ان لوگوں نے مجھے لانچ پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ بے وقوفوں نے ابھی تک میرے لباس کی تلاشی لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بہرحال، میں خاموشی سے لانچ میں سوار ہو گیا۔ سیاہ فام ترک بھی میرے پیچھے ہی لانچ پر آ گیا تھا۔ پستول اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا، وہ لانچ کے ایک تختے پر بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہیں مجھ پر اس طرح جمی ہوئی تھیں جیسے وہ پتھر کا بُت ہو۔ میں بھی خاموشی سے سامنے بیٹھ گیا اور ان دونوں آدمیوں میں سے ایک نے لانچ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

"کیا تم مجھے یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" میں نے سوال کیا لیکن افریقی کی زبان سے کوئی جواب نہیں نکلا۔ "میں پوچھ رہا ہوں کہ مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؟"

"تمھارے لیے خاموشی ہی بہتر ہوگی۔" افریقی نے بھینچے بھینچے لہجے میں کہا۔

"لیکن یہ خاموشی میرا دماغ خراب کر دے گی۔"

"ہمیں دماغ درست کرنا اچھی طرح آتا ہے۔" اس بار دوسرے آدمی نے جو مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھا تھا کہا۔

"خوب۔ تم بھی بول لیتے ہو... میرا تو خیال تھا کہ تم لوگوں میں سے کسی کے منہ میں زبان ہی نہیں ہے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہماری زبان کھلنا تمھارے حق میں سودمند نہیں ہوگا، سمجھے تم۔ اس لیے خاموش ہی بیٹھو... کیونکہ ہماری زبان کے ساتھ

شکیل انجم کی کرنل پرویز (ور قالوط سیریز کے چار ناول شائع ہو گئے ہیں :

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ساتھ ہمارے ہاتھ بھی کھل جاتے ہیں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے ہاتھ کھولو۔"

"تم ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو، کوئی بھی لمحہ، تمھاری موت کا لمحہ بن سکتا ہے۔ اس لیے بہت زیادہ دلیر بننے کی کوشش مت کیا کرو، سمجھے۔"

"میں جانتا ہوں، ویسے تم لوگ اب تک مجھے قتل کرنے کی کتنی کوششیں کر چکے ہو۔"

"ہم لوگ!" اس شخص نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔ تم لوگ۔"

"بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو! اوہ، میں سمجھا، شاید باتوں میں اُلجھا کر کوئی ایسی کارروائی کرنا چاہتے ہو جو تمھارے حق میں مفید ثابت ہو۔ ٹھیک ہے کوشش کر ڈالو۔ یہاں سمندر خاصا عمدہ ہے یہ لانچ اگر تباہ ہو گئی تو اس کے بعد تم کسی خشک جگہ نہیں پہنچ سکو گے۔"

"خوف زدہ ہو مجھ سے؟" میں نے سوال کیا اور وہ شخص عجیب سے انداز میں ہنس پڑا۔

"جو دل چاہے کہتے رہو، ہمیں صرف تمھیں ایک مقام تک لے جانا ہے۔"

"کہاں؟ یہی بتا دو۔"

"بس بہت زیادہ فاصلہ نہیں ہے تم خود ہی دیکھ لو گے۔" اس نے جواب دیا۔

"اچھا چلو ایک بات اور بتا دو۔" میں نے کہا۔

"عجیب آدمی ہو! میں کہتا ہوں خاموش رہو اور تم بک بک کیے جا رہے ہو۔"

"افسوس دوستو! میں خاموش نہیں بیٹھ سکتا۔ زبان نہ چلی تو پھر میرے ہاتھ چلنا شروع ہو جائیں گے، خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔" میں نے کہا اور اس شخص نے سیاہ فام کی طرف دیکھا۔

سیاہ فام کی آنکھوں میں سرخی لہرا رہی تھی۔ اس نے پستول کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "اس کے بعد اگر تمھاری زبان سے ایک لفظ بھی نکلا تو میں اس پستول کی چھ گولیاں تمھارے سینے میں اتار دوں گا، سمجھے۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے، میں جانتا ہوں۔ اگر ایسا کرنا ہوتا تمھیں تو تم وہیں اُسی جگہ مجھے قتل کر دیتے، سمجھے۔ اس لیے فضول قسم کی احمقانہ دھمکیاں مت دو۔ میں بھی کوئی بے وقوف آدمی نہیں ہوں۔"

سیاہ فام اس دوسرے آدمی کی طرف دیکھنے لگا جو لانچ ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے غالباً غیر محسوس انداز میں سیاہ فام کو اشارہ کیا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔ "کیا بکواس کرنا چاہتے ہو، کرو۔"

"انتہائی بدتمیز آدمی ہو تم۔ میں تم سے شریفانہ لہجے میں [illegible] رہا ہوں اور تمھارے بولنے کا انداز۔۔۔"

"خدا کے بندے! کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم شریفانہ یا غیر [illegible] لہجے میں گفتگو ہی نہ کرو۔"

"نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو بکو تو سہی کیا بکنا چاہتے ہو۔" وہ جھلّاتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کیا میڈم میرلیسا تمھاری ساتھی تھی۔"

"کون میڈم میرلیسا؟"

"وہی بوڑھی عورت جو میرے پاس موجود تھی۔" میں نے کہا اور وہ شخص قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"بوڑھی عورت!" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"کیوں؟"

"اس کی عمر صرف اکیس سال ہے۔"

"کیا!" اس بار حیران ہونے کی باری میری تھی۔

"ہاں۔ اس کی عمر صرف اکیس سال ہے۔ نام میرلیسا ہے لیکن عمر۔۔۔" وہ مذاق اڑانے والے انداز میں ہنسنے لگا۔

"بکواس کر رہے ہو تم؟"

"ملاقات ہو جائے گی اس سے تمھاری، فکر مت کرو۔" اس شخص نے جواب دیا لیکن میری زبان واقعی بند ہو گئی تھی۔ میں میڈم میرلیسا کی شکل و صورت، اس کے گفتگو کرنے کے ہر بات پر غور کر رہا تھا یا تو یہ شخص بکواس کر رہا ہے یا اگر واقعی میرلیسا وہ نہیں تھی جو نظر آتی تھی تو میں اس بات کو تسلیم کرنے میں عار نہیں محسوس کرتا تھا کہ میں نے شاندار دھوکا کھایا تھا۔ وہ لڑکی یا شاندار عورت میرے ہی پیچھے تھی۔ اس کی پُروقار شخصیت نے مجھے متاثر کیا تھا اور واقعی یہ حقیقت بھی تھی اگر اس وقت کوئی نوجوان لڑکی یا کوئی کھلنڈری سی شوخ [illegible] کی مالک لڑکی ہوتی تو میں قطعی اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا اپنے آپ کو لیے دیے رکھتا۔ ان لوگوں نے اگر اس شکل [illegible] میرے پیچھے لگایا تھا تو اس بات کا اعتراف کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں تھا کہ انھوں نے ذہانت سے کام لیا تھا۔

میری خاموشی سے وہ لوگ میری طرف متوجہ ہوئے پھر اسی شخص نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مزہ آیا؟"

"واقعی آگیا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور وہ [illegible] سے ہنس پڑا۔

سمندر کا سفر واقعی زیادہ طویل نہیں تھا اور میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ جگہ جہاں اسٹیمر جا رہا ہے یقینی طور پر شہزادوں کے جزیروں میں سے کوئی ایک جزیرہ ہے۔ اس دوران کسی قسم کی جدوجہد واقعی حماقت تھی۔ اس لیے میں نے سوائے ان سے گفتگو کرنے کے اور کوئی کام نہ کیا۔ ہم تھوڑی دیر کے بعد اس دوسرے جزیرے کے ساحل پر پہنچ گئے اور ساحل سے تھوڑے ہی فاصلے پر میں نے مزید دو آدمیوں کو دیکھا جو کوئی یورپین معلوم ہوتے تھے۔ ان کے چہرے دور سے نمایاں نہیں تھے لیکن قریب پہنچ کر میں نے ان میں سے ایک کو پہچان لیا۔ یہ وہی سفید فام تھا جس نے پہلی بار گرانڈ ٹاور میں مجھ سے ملاقات کی تھی اور اپنے ساتھی کی لاش چھوڑ کر فرار ہو گیا تھا۔

مجھے ان کے سامنے پہنچا دیا گیا۔ سفید فام کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کا دوسرا ساتھی بھی دلچسپی سے میری جانب نگراں تھا۔ وہ دونوں آدمی جو اسٹیمر پر آئے تھے، مجھے یہاں چھوڑ کر واپس چلے گئے البتہ سیاہ فام پستول بدستور اب بھی میرے پیچھے تھا۔ چند لمحے ہم خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور پھر سفید فام نے انگوٹھے کے اشارے سے مجھے اپنے پیچھے آنے کے لیے کہا۔ ظاہر ہے سیاہ فام کے پستول کے بل پر مجھے آگے بڑھنا ہی تھا۔ چنانچہ میں خاموشی سے ان کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ یہاں کا ماحول بالکل سنسان معلوم ہوتا تھا، یوں لگتا تھا جیسے یہاں کوئی موجود نہ ہو۔ راستے بھی ناہموار تھے۔

میں ان کے ساتھ آگے بڑھتا رہا اور اب میں سوچ رہا تھا کہ یہ سب پاگل ہی معلوم ہوتے ہیں۔ انھیں کم از کم میرا پستول ہی اپنے قبضے میں کر لینا چاہیے تھا۔ ایک جگہ پہنچ کر میں اس طرح لڑکھڑایا جیسے میرا پاؤں پھسل گیا ہو۔ سیاہ فام میرے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اور اس وقت وہ اپنا فاصلہ برقرار نہیں رکھ سکا تھا چونکہ ہم ڈھلان پر تھے، چنانچہ وہ میرے بالکل قریب پہنچ گیا اور اسی وقت میں نے انتہائی پھرتی سے اپنا کام دکھا دیا۔ جیسے ہی سیاہ فام مجھ سے دو فٹ کے فاصلے پر پہنچا، میں نے ایک دم نیچے بیٹھ کر اس کا پستول والا ہاتھ پکڑ کر کاندھے پر رکھ لیا۔ اس کے ہاتھ پر دباؤ پڑا تو ٹرائیگر پر اس کی انگلی دب گئی اور سفید فام کا دوسرا ساتھی جو اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، ایک دلخراش چیخ کے ساتھ اوندھے منہ گر پڑا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے سیاہ فام کو کندھے پر اُٹھا کر سامنے دے مارا تھا۔

سیاہ فام پستول سمیت گرا لیکن میں اسے موقع نہیں دینا چاہتا تھا، وہ جیسے ہی زمین پر گرا میں نے اپنے جوتے کی بھرپور ٹھوکر اس کی اس کلائی پر ماری جس میں پستول تھا۔ پستول اچھل کر کافی دور جا گرا تھا اور اس کے ساتھ ہی سیاہ فام کی چیخ بھی سنائی دی تھی۔ وہ سفید فام جس کی آنکھوں میں میرے لیے کینہ توزی کے آثار نمایاں تھے، وحشت زدہ انداز میں پلٹا لیکن میں نے اُسے بھی کوئی موقع نہیں دیا تھا۔

میں برق رفتاری سے اچھلا اور اس کے سینے پر دولتی مارنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی چالاک آدمی تھا، میں پہلے بھی اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ لڑائی بھڑائی کا ماہر ہے، ورنہ ہوٹل میں اس طرح میرے ہاتھوں سے نکل جانا کسی معمولی آدمی کے بس کی بات نہ تھی۔ اس عرصے میں سیاہ فام بھی ایک دم سے کھڑا ہو گیا اور اس نے پوری قوت سے میری گردن پکڑ لی۔ اس کی انگلیاں آہنی شکنجوں کی طرح میری گردن میں پیوست تھیں اور میں ان سے نجات حاصل کرنے کی بھرپور جدوجہد کر رہا تھا۔

دفعتاً میں نے دایاں گھٹنا پوری قوت سے اس کے پیٹ میں مارا۔ یہ حربہ کارگر رہا۔ اس کی گرفت جونہی ڈھیلی ہوئی، میں نے اپنی گردن چھڑا کر اسے دھوبی پاٹ لگا کر نیچے گرا دیا۔ اس کے نیچے گرتے ہی میں نے پوری قوت سے ایک گھونسا اس کے سینے پر رسید کر دیا۔ پسلی ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ ہی سیاہ فام دونوں ہاتھوں سے سینہ دبائے ہوئے ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی طرح بلبلانے لگا۔ میں نے وقت ضائع کیے بغیر ایک اور ہاتھ رسید کر دیا۔ وہ بُری طرح تڑپ رہا تھا، اس کے منہ سے خون کی دھار بہہ نکلی مجھے یقین تھا کہ اس کا پھیپھڑا پھٹ گیا ہے۔

میں اُسے اس اذیت سے نجات دلانے کے لیے ایک اور ہاتھ رسید کرنا چاہتا تھا کہ سفید فام نے مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ ہم دونوں گتھم گتھا ہو کر ایک گڑھے میں جا گرے۔ دونوں ہی کے سروں میں چوٹ لگی تھی۔ سفید فام کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے میرے نرخرے پر جمے ہوئے تھے۔ اس نے پوری قوت سے میری گردن پر دباؤ ڈالتے ہوئے مجھے چند لمحے کے لیے قابو میں کر لیا تھا، پھر وہ غرّایا۔ "فائل کہاں ہے؟ جواب دو۔ یہ تمھاری زندگی کا آخری وقت ہے۔ اس وقت جھوٹ بولو گے تو تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔" وہ میرے سینے پر سوار تھا، اس کے بوجھ اور گلے کی گرفت کی وجہ سے مجھے اپنا سانس رُکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

میں نے اپنی تمام قوت کو مجتمع کر کے ایک خاص داؤ استعمال کیا اور سفید فام اچھل کر دُور جا گرا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اب میری آنکھوں میں بھی خون ہی خون تھا۔ میں بھول گیا تھا کہ میرا مقصد کیا ہے۔ بس میرا مدمقابل میرے سامنے تھا۔ سیاہ فام شاید اب اٹھنے کے قابل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں رہا تھا۔ اس شخص کا دوسرا ساتھی مرچکا تھا یا مرنے والا ہوگا۔ جب قتل و غارت گری ہی ان لوگوں کا مقصد بن گئی ہے تو پھر میں اس سے گریز کیوں کروں۔

دوسرے ہی لمحے سفید فام نے شاید پستول نکالنے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے اس کا موقع نہیں دیا۔ میں ایک بار پھر فضا میں اچھلا اور میرے جوتے کی بھرپور ٹھوکر اس کے منہ پر پڑی۔ وہ بُری طرح پیچھے گرا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھنکارتا ہوا میری طرف بڑھنے لگا۔

مجھے خالی ہاتھوں ہی سے اس کا مقابلہ کرنا تھا چنانچہ میں نے کوشش کی کہ کسی ہموار جگہ پر آجاؤں۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر اس سے قبل کہ میں گڑھے کے کنارے سے اچھل کر اوپر جانے کی کوشش کرتا، سفید فام نے جھک کر اپنے پیر کے قریب بندھے ہوئے ایک خنجر کو نکال لیا۔ چوڑا اور مخصوص ساخت کا خنجر اس کے ہاتھ میں تھا اور اس کی نگاہیں کسی خونخوار سانپ کی طرح مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

" فائل کہاں ہے؟ جواب دو... ورنہ یہی گڑھا تمھارا مدفن بن جائے گا۔" وہ غرّایا۔

" ہوں۔ ٹھیک ہے دوست۔ سوچا تو یہ تھا کہ تم سے تمھارے بارے میں معلومات حاصل کروں گا لیکن تم مرنا ہی چاہتے ہو تو تمھاری مرضی۔"

" کیا بکواس کررہے ہو؟"

" میں صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم کس کے لیے کام کررہے ہو۔" میں نے اس کے خنجر والے ہاتھ پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا۔ میری بات کا جواب دینے کے بجائے اس نے انتہائی پھرتی سے اپنے خنجر والے ہاتھ کو جنبش دی ــــ اس کی چالاکی کا کوئی جواب نہیں تھا چونکہ اس جنبش سے جیسے ہی میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی اس نے پھرتی سے اپنے کوٹ کی جیب میں سے ریوالور نکال لیا۔ اب اس کے دونوں ہاتھوں میں دو ہتھیار تھے۔ خنجر اور ریوالور۔ جبکہ میں ابھی تک اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا۔

اس کی اس حرکت پر میں بھونچکا رہ گیا۔ بڑی خوفناک صورتِ حال ہوگئی تھی۔ خنجر کی حد تک تو میں شاید اس پر قابو پالیتا لیکن ریوالور... اسے شاید یہ احساس ہوگیا تھا کہ میں تازہ صورتِ حال سے کسی قدر پریشان ہوگیا ہوں چنانچہ وہ خنجر والے ہاتھ کو لہراتا ہوا آہستہ آہستہ میری جانب بڑھنے لگا۔

" سنو! رک جاؤ۔ بے وقوفی کی حرکتیں مت کرو۔ اگر تم نے مجھے قتل کردیا تو فائل تم کبھی بھی حاصل نہیں کرسکو گے۔"

" میں جانتا ہوں۔ فائل کے بغیر میری زندگی بھی ممکن نہیں ہے لیکن اگر تم نے مجھے فائل کے بارے میں نہیں بتایا تو پھر تمھیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا، خواہ تمھاری لاش مجھے ان لوگوں کو پیش کرنا پڑے۔"

اس کی ایک بات سے مجھے ایک سوال کا جواب تو مل گیا، وہ یہ کہ وہ کسی اور کے لیے کام کررہا تھا لیکن وہ کون لوگ ہیں، اس کے بارے میں قطعی اندازہ نہیں ہوسکا تھا اور نہ ہی اس سلسلے میں کچھ سوچنے کا موقع تھا۔ کوئی عمل، کوئی ایسا فوری عمل جو میرے لیے کارآمد ثابت ہوسکے۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اگر فائل تمھیں دے دی جائے تو اس کے بعد میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم لوگ جو مجھے قتل کرنے کی اتنی کوششیں کرچکے ہو، اگر میں مرجاتا تو پھر وہ فائل کس طرح حاصل کرسکتے تھے؟"

" ان تمام باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ میں صرف اپنی بات کا جواب چاہتا ہوں، فائل کہاں ہے؟" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

" تو پھر ایک لمحے کے لیے اپنے عقب میں بھی دیکھ لو۔" میں نے مسکرا کر کہا حالانکہ پرانی بات تھی اور سیکڑوں بار آزمائی جاچکی تھی لیکن انسان بھی اتنا ہی پرانا ہے، بار بار دھوکے کھاتا ہے۔ میری یہ کوشش کامیاب رہی۔ ایک لمحے کے لیے اس کی نگاہ مجھ پر سے ہٹی تھی اور یہی لمحہ میرے لیے کافی تھا۔ میں نے نہایت پھرتی سے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ٹھوکر رسید کردی اور ریوالور اچھل کر دُور جا پڑا۔

سفید فام لڑکھڑا کر رہ گیا تھا لیکن پھر وہ فوراً ہی سنبھلا اور دوسرے ہاتھ میں خنجر لہراتا ہوا دوبارہ آگے بڑھنے لگا۔ میں نے ایک بار پھر اچھل کر پیر کی ٹھوکر لگائی۔ اس مرتبہ خنجر بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ سفید فام بھی پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں تھا لیکن اب میرا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ میں نے اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اس پر ٹھوکروں کی بارش کردی۔ اس نے سنبھل کر مجھے کِک مارنا چاہی لیکن میں نے پھرتی سے اس کی ٹانگ پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا اور وہ لہراتا ہوا نیچے گر گیا۔

میں فوراً ہی اس پر سوار ہوگیا تھا۔ میں نے اس کا بازو پوری قوّت سے موڑ دیا۔ ہڈی ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ ہی وہ بُری طرح بلبلا اُٹھا تھا۔ میں اس کے بازو کو مسلسل جھٹکے دیتا رہا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے قریب پڑا ہوا خنجر اٹھا لیا لیکن اسے استعمال کرنے کا موقع اسے نہ مل سکا کیونکہ میں نے اس کا دوسرا بازو بھی ناکارہ کردیا تھا۔ اور اب اس کی حالت کافی خراب محسوس ہورہی تھی۔ تب میں نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ "ہاں اب تم مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ دوست صورتِ حال بدل چکی ہے۔" میں نے خنجر اُٹھا کر اس کے کوٹ کی آستین کو کاندھے سے کاٹ دیا۔ وہ سراسیمہ سا ہوگیا تھا۔ تب میں نے اس کا ہاتھ دیکھا۔ ٹوٹی ہوئی ہڈی گوشت چیر کر باہر نکل آئی تھی اور زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ "اگر تم مرنا چاہتے ہو تو میں تمھاری یہ خواہش ضرور پوری کردوں گا لیکن اگر زندگی چاہتے ہو تو بتاؤ کس کے لیے کام کررہے ہو؟" میں نے غرّا کر پوچھا۔

" میں... میں نہیں بتاؤں گا۔" اس نے کراہتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے۔" میں نے درندگی سے کہا اور خنجر کی نوک اس کی گردن پر لگا کر اُسے پشت کی طرف کھینچ دیا۔ اس کے حلق سے دلخراش چیخیں نکل گئی تھیں۔ میں نے ایک اور زخم کراس کی شکل میں اس کے بازو پر بنایا اور وہ بلبلا اُٹھا۔

" سُنو! سنو رک جاؤ... رُک جاؤ... میں... میں تمھیں کچھ بتادوں گا تو بھی... تو بھی میری زندگی محفوظ نہیں ہے۔"

" تو ٹھیک ہے۔ میں اپنا وقت نہیں ضائع کرسکتا۔" میں نے یہ کہہ کر خنجر اس کے گلے پر رکھ دیا اور اس پر دباؤ ڈالنے لگا۔

اس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں، موت کے آخری لمحات اس کی نگاہوں کے سامنے آگئے تھے۔ اس نے ایک بار پھر ہیجانی انداز میں کہا۔ "رکو تو سہی... رُک جاؤ، رک جاؤ پلیز۔"

" جواب... صرف جواب۔"

" میں... میں... حسن پاشا کے لیے کام کررہا ہوں۔"

" یہ کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

" ٹرکوش باتھ، ٹرکوش باتھ۔" اس کے مُنہ سے نکلا۔

" پورا جواب دو۔"

" حسن پاشا۔ ٹرکوش باتھ کا مالک ہے۔"

" حسن پاشا کا تعلق کس سے ہے؟ کیا گرین پول سے؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا لیکن اس کی آواز بند ہونے لگی۔ اس کی آنکھیں چڑھ گئی تھیں اور وہ آہستہ آہستہ تشنجی انداز میں اپنے بدن کو جنبش دے رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے تو میں نے یہی سوچا کہ شاید وہ اداکاری کررہا ہے لیکن نجانے کیا ہوگیا تھا۔ شاید تکلیف سے اس کے دل کی حرکت بند ہوتی جارہی تھی اور چند ہی لمحات کے بعد اس کا بدن بے جان ہوگیا۔

مجھے حیرت تھی، بڑی سخت حیرت تھی۔ ایسی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ اس طرح ہلاک ہوجائے۔ میں چند لمحات سوچتا رہا اور پھر میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "اگر تم اداکاری کررہے ہو تو تمھاری یہ اداکاری تمھاری زندگی کا آخری پچ ثابت ہوگی۔" لیکن میرے اس جملے پر وہ کچھ نہیں بولا۔ میں نے چاقو کی نوک اس کی گردن کی شہ رگ پر زور سے دبائی لیکن کمبخت نے اپنے آپ کو بے حس و حرکت رکھا تھا۔ البتہ مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا کہ اس کا خنجر اتنا تیز ہے۔ شہ رگ کٹ گئی تھی اور اس سے خون بہنے لگا تھا لیکن خون کے بہنے کی رفتار اتنی سست تھی کہ مجھے افسوس ہونے لگا اور اب واقعی مجھے یقین ہوگیا کہ وہ میرے خنجر کے استعمال سے پہلے ہی مرچکا تھا۔

اس کی موت پر مجھے تعجب بھی تھا اور افسوس بھی۔ اس سے زیادہ معلومات چاہتا تھا میں اور اس نے صرف اتنا ہی بتایا تھا۔ حسن، حسن پاشا اور ٹرکوش باتھ... یہ دونوں چیزیں میں نے اپنے ذہن میں محفوظ کرلیں اور پھر اس کے دل کی حرکت پر غور کرنے لگا۔ واقعی اس کا بدن بے جان تھا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر اس کا ساتھی پڑا ہوا تھا، سیاہ فام ساتھی بھی بہت دیر پہلے ختم ہوچکا تھا۔ بڑی عجیب سی صورتِ حال پیش آگئی تھی۔ میں چند لمحات کچھ سوچتا رہا اور پھر اس گڑھے سے نکل آیا۔

تین آدمی ہلاک ہوگئے تھے۔ ویسے بہت سے مواقع ایسے آئے تھے کہ جب مجھے اپنی زندگی بچانے کے لیے یا اپنی کسی مہم کی انجام دہی کے لیے قتل و غارت گری کرنا پڑی تھی لیکن اتنی بیدردی سے اور اتنی مجبوری کے عالم میں مجھے پہلی بار اس طرح انسانی زندگی کو ختم کرنا پڑ رہا تھا جو مجھے خود پسند نہیں تھا لیکن اس وقت صورتِ حال ایسی ہی تھی، کیا کرسکتا تھا۔

باہر پہنچ کر میں نے اپنے لباس وغیرہ کا جائزہ لیا اور پھر لاشوں کے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں کہ میری کوئی ایسی چیز تو نہیں رہ گئی جس کی وجہ سے میرے بارے میں کسی کو شبہے کا موقع مل سکے لیکن بظاہر ایسی کوئی چیز نہیں تھی چنانچہ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اب مجھے ایسی جگہوں کی تلاش تھی جہاں سے میں واپس پہنچ سکوں۔ جہاں تک میرا اندازہ تھا، یہ جزیرہ بھی شہزادوں کے جزیروں میں سے ایک ہوگا۔ اس کا نمبر کیا تھا اور یہ کون سا تھا، اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔

آباد جگہ تک پہنچتے پہنچتے کافی وقت لگ گیا۔ ایک جگہ مجھے ایک پکنک پارٹی نظر آئی۔ اس میں کچھ لڑکے اور لڑکیاں گا بجا رہے تھے۔ ایک لڑکا اکارڈین بجا رہا تھا اور دو لڑکیاں رقص کررہی تھیں۔ میں انھیں نظرانداز کرکے آگے بڑھ گیا۔ ان لوگوں کی موجودگی یہ ظاہر کررہی تھی کہ یہاں سے واپسی میں مجھے کوئی خاص دقت نہیں ہوگی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اس ساحل پر پہنچ گیا جہاں اسٹیمر آجارہے تھے۔ یہ اسٹیمر آخری جزیرے تک جاتے تھے اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہاں سے واپسی پر ان جزیروں سے لوگوں کو اٹھاتے ہوئے چلتے تھے۔ یہاں مجھے واپسی کے لیے اسٹیمر میں جگہ مل گئی اور میں اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔

راستے میں اور کوئی خاص واقعہ نہیں پیش آیا تھا۔ میں تھوڑی دیر کے بعد واپس ساحل پر پہنچ گیا اور پھر وہاں سے ایک ٹیکسی لے کر اپنے ہوٹل پیکارڈ گرانڈ ٹاور کی طرف اب جانا مناسب نہیں تھا۔ ویسے سفید فام کے بارے میں مجھے کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی۔ البتہ اس نے جو نام بتایا تھا، پتا نہیں اس کی کیا حقیقت تھی۔ اس کے بارے میں، میں معلومات کر لینا چاہتا تھا چنانچہ پیکارڈ میں آ کر میں نے کچھ دیر آرام کیا، لباس وغیرہ تبدیل کیا۔ بہت سے خیالات ذہن میں آ رہے تھے۔ میڈم میرلیسا کے بارے میں جب بھی سوچتا، حیران رہ جاتا۔ کیا واقعی سفید فام کا کہنا درست تھا، وہ ایک اکیس سالہ لڑکی تھی؟ لیکن اس کی گفتگو اس کے لہجے سے قطعی اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ اگر وہ میک اپ تھا تو پھر بات صرف میک اپ کے کمال ہی کی نہیں تھی، اس کے اپنے انداز میں بھی یہ خاص کیفیت تھی کہ میں اس سے حد سے زیادہ متاثر ہو گیا تھا۔ میں نے مادام میرلیسا پر لعنت بھیجی اور ویٹر کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی۔

چند لمحات کے بعد ایک طویل القامت ویٹر میرے پاس پہنچ گیا، اسے میں پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا تھا، اچھا مؤدب سا آدمی تھا۔ میں نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ "تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا ہیں۔"

"ضرور جناب! فرمایئے؟"

"ٹرکوش باتھ کیا چیز ہے؟"

"جناب عالی، غالباً آپ باہر سے تشریف لائے ہیں۔ یہاں استنبول میں ٹرکش باتھ کا رواج ہے۔ کبھی وہاں تشریف لے جایئے، بہت پُرلطف غسل ہوتے ہیں وہاں کے۔ ٹرکوش، صوفیہ کے علاقے کا سب سے خوب صورت باتھ ہے۔ اور امیر لوگ ہی وہاں جاتے ہیں۔ آپ کسی بھی ٹیکسی ڈرائیور سے اس کے بارے میں پوچھیں گے تو آپ کو پتا چل جائے گا۔"

"اس کا نام ہی ٹرکوش ہے؟"

"جی ہاں۔"

"تم اس کے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟"

"بس جناب، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ میں تو کبھی وہاں نہیں جا سکا لیکن وہاں کی حسین زندگی کے بارے میں بہت کچھ سُنا ہے میں نے۔" ویٹر نے جواب دیا اور اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی اور مجھے سنبھلنا پڑا۔ اس کا مطلب ہے کہ ٹرکوش سے کچھ ایسی کہانیاں بھی وابستہ ہیں کہ جن کی وجہ سے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ جائے۔ میں نے ویٹر کا شکریہ ادا کیا اور وہ باہر چلا گیا۔

حسن پاشا... اور ٹرکوش... یہ دونوں نام مجھے ازبر ہو گئے تھے۔ ٹھیک ہے، پہلے انھیں ہی دیکھ لیا جائے۔ ممکن ہے، ان سب باتوں کا تعلق گرین پول ہی سے نکل آئے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا لیکن کم از کم آج کی اس آوارہ گردی سے مجھے جو فوائد حاصل ہوئے تھے، ان سے میں انکار نہیں کر سکتا تھا اور حقیقت یہی طریقۂ کار میری آج تک کی زندگی میں میرا معاون رہا تھا۔ اگر میں نے لگے بندھے راستوں پر کام کرنے کی کوشش کی تھی تو مجھے اُن میں مشکلات پیش آئی تھیں لیکن جب میں سب کچھ بھول کر صرف دوڑتے ہوئے اپنے لیے راستے تلاش کرتا تھا تو میری منزل آسان ہو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ آج کی ان کوششوں میں جو کچھ ہوا وہ ایک الگ بات تھی لیکن مجھے ایک نام معلوم ہوا تھا، ممکن ہے ٹرکوش باتھ کا مالک حسن پاشا میری اس مشکل کا حل پیش کر سکے جو میرے ذہن میں تھی، سب سے زیادہ اُلجھن مجھے اسی بات پر تھی کہ اگر ان کا تعلق گرین پول سے نہیں ہے تو پھر یہ دوسری پارٹی کون ہے اور اس کا مقصد کیا ہے؟ یہ جاننا بے حد ضروری تھا۔ ان کے کام کرنے کا انداز بھی عجیب رہا تھا۔ جس طرح انھوں نے کوششیں کی تھیں۔ میں قتل ہو جاتا تو پھر وہ فائل کہاں سے حاصل کر لیتے۔ یہ چیز میرے لیے بہت بڑی الجھن کا باعث تھی۔ آخر وہ مجھے قتل کرنے کے لیے کوشاں کیوں تھے؟ سفید فام کمبخت بھی کچھ بتلائے بغیر مر گیا تھا۔ اگر وہ ایک نام بھی نہ بتاتا تو ان تین انسانوں کا قتل میرے لیے بالکل ہی بے مقصد ہوتا۔

دوسرے دن ٹرکوش جانے کے لیے میں نے باقاعدہ پلاننگ کی تھی۔ صورتِ حال کا کوئی اندازہ نہیں تھا، وہاں کوئی بھی مشکل پیش آ سکتی تھی۔ میرے وسائل بھی یہاں محدود تھے اور میں زیادہ چیزیں حاصل نہیں کر سکتا تھا لیکن اس کے باوجود میں نے اپنی خصوصی ذہانت سے کام لے کر کچھ ایسی چیزوں کا انتظام کیا کہ اگر کوئی خاص مشکل پیش آ جائے تو کم از کم اپنا دفاع کر سکوں۔

میں ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ٹرکوش چل پڑا۔ ڈرائیور نے ٹرکوش کے نام پر اطمینان سے گردن ہلائی تھی۔ جیسے یہ نام اس کے لیے پوری طرح جانا پہچانا ہو۔ راستے میں بھی میں محتاط رہا تھا۔ یہاں قدم قدم پر ایسے ہی حالات پیش آ رہے تھے، جن کی بنیاد پر میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ پورے استنبول میں میرے دشمن پھیلے ہوئے ہیں لیکن ٹرکوش باتھ تک پہنچتے ہوئے مجھے کوئی الجھن نہ پیش آئی۔ صوفیہ کی دیوار کے سہارے سہارے آگے بڑھ کر ایک جگہ ٹرکوش باتھ کا نیون سائن نظر آ رہا تھا۔ میں یہاں سے پہلے بھی گزر چکا تھا، لیکن اس وقت میں نے اس طرف توجہ نہیں دی تھی۔

ٹرکوش باتھ کی خوب صورت عمارت کے سامنے ٹیکسی رُک گئی تھی۔ میں نے ٹیکسی سے اُتر کر بل ادا کیا، پھر ٹہلنے والے انداز میں آگے بڑھ گیا۔ عمارت کو دُور سے دیکھ کر ہی یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اندر سے کسی قدر خوب صورت ہو گی۔ اندر پہنچا تو ایک بڑا سا ہال نظر آیا جس میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی، دو ریسپشنسٹ لڑکیاں مختلف گوشوں میں بیٹھی ہوئی کچھ کام کر رہی تھیں۔ میں ان میں سے ایک کے قریب پہنچ گیا اور اس نے گہری سانس لے کر میری طرف دیکھا۔

"یس پلیز؟"

"میں باتھ لینا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"یقیناً۔" اس نے ایک کارڈ بنا کر میرے حوالے کر دیا۔ اور اسی کارڈ پر مجھے ادائیگی کرنا تھی، چنانچہ میں نے جیب سے رقم نکال کر اس کے حوالے کر دی۔ ریسپشنسٹ بولی "براہِ کرم! سامنے والے دروازے سے اندر داخل ہو جایئے آپ کو پوری طرح گائیڈ کیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس دروازے کی جانب بڑھ گیا، پہلے میں یہاں کی صورتِ حال سے اچھی طرح واقف ہو جانا چاہتا تھا۔ اس کے بعد کوئی قدم اٹھانا میرے لیے سودمند ہوتا چنانچہ اس وقت ایک عام گاہک کی طرح میں نے باتھ لینے کا پروگرام بنا لیا تھا۔

اندر داخل ہوا تو ایک اور خوب صورت لڑکی نے میرا استقبال کیا لیکن اُسے دیکھ کر مجھے نظریں جھکا لینا پڑی تھیں، لڑکی انتہائی مختصر لباس میں تھی اور اتنی حسین تھی کہ ایک بار دیکھنے کے بعد اُسے بار بار دیکھنے کو دل چاہے لیکن اس کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے کسی ہلکے یا اوچھے پن کا اظہار ہو۔ وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک طرف بڑھ گئی۔

"یہ کلوک روم ہے پلیز، اپنا لباس وغیرہ یہاں رکھ دیجیے۔ آپ کی تمام چیزیں پوری طرح محفوظ ہوں گی، آپ اس کے لیے ذرا بھی پریشان نہ ہوں۔" لڑکی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ضرورت کی جو بھی چیز آپ کو درکار ہو، یہاں سے حاصل کریں۔ اس کے علاوہ بھی مزید اگر کسی چیز کی ضرورت ہو، تو براہِ کرم سامنے لگا ہوا وہ سفید بٹن دبا دیجیے، میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

"اوکے۔" میں نے جواب دیا۔ لڑکی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا، شاید وہ مجھ سے اتنی سنجیدگی کی توقع نہ کر رہی ہو یا پھر خود سنجیدہ رہ کر اپنی حیثیت بڑھانا چاہتی ہو لیکن میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ میں کلوک روم میں داخل ہوا، لباس وغیرہ اتار کر وہاں رکھا، باتھنگ انڈرویئر پہنتے ہوئے، میں نے پستول نہایت احتیاط سے اس میں محفوظ کر لیا تھا اور یہ سوچ کر اسے اپنے آپ سے دُور نہیں کیا تھا کہ پتا نہیں کہاں اس کی ضرورت پیش آ جائے، یہاں ایک فہرست بھی لگی ہوئی تھی جس میں مختلف اقسام کے باتھ کے بارے میں لکھا تھا۔ اسٹیم باتھ، مڈ باتھ اور ایسے ہی دوسرے اقسام کے باتھ تھے۔ لڑکی نے یہ پیش کش کر دی تھی کہ کسی چیز کے سلسلے میں اگر مجھے کوئی الجھن درپیش ہو تو وہ میری مدد کرے گی۔ چنانچہ چند لمحے تک سوچنے کے بعد میں نے اسٹیم باتھ ہی کا فیصلہ کیا اور ایک راہداری سے گزر کر اندر داخل ہو گیا جہاں ایرو کا نشان اسٹیم باتھ کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

اس راہداری سے گزرنے کے بعد میں ایک آخری سرے پر پہنچا تو یہاں دو اور لڑکیاں موجود تھیں۔ ان لڑکیوں نے میری طرف مسکرا کر دیکھا اور پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ "پلیز، اگر آپ اسٹیم باتھ لینا چاہتے ہیں تو اس دروازے سے اندر داخل ہو جایئے اور اپنی پسند سے..."

"آپ کو مجھے گائیڈ کرنا ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں ہاں، ضرور۔" وہ کہنے لگی اور میرے ساتھ ہی اندر باتھ میں داخل ہو گئی۔ اندر کا ماحول انتہائی خوب صورت اور رومانی انداز کا تھا۔ مدھم مدھم روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی، جگہ جگہ پائپ لگے ہوئے تھے اور ان میں خوب صورت ٹونٹیاں سی نظر آ رہی تھیں۔ اس نے ایک ڈائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے آپ ہیٹ کنٹرول کر سکتے ہیں اسے کھولنے کے بعد یہ باتھ روم ہلکی اور خوشگوار اسٹیم سے بھر جائے گا اور آپ اپنے بدن کے تمام مسامات کھلتے ہوئے محسوس کریں گے۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے اپنے ساتھ باتھ کرنے کی دعوت دے سکتے ہیں، میں آپ کو گائیڈ کرتی رہوں گی۔"

"نہیں، شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور لڑکی مجھے عجیب سی نگاہوں سے گھورتی ہوئی باہر نکل گئی۔ میں نے اطمینان کی ایک گہری سانس لی تھی۔ اس کے بعد میں نے دروازہ اندر سے بند کیا اور پھر اسٹیم باتھ کے پائپ کھولنے لگا۔ ہلکی ہلکی اسٹیم خارج ہونے لگی اور مجھے اپنے کھلتے ہوئے بدن پر واقعی ایک لطیف سی کیفیت کا احساس ہوا۔ اس قسم کے ٹرکش باتھ کے بارے میں میں نے پہلے بھی سُنا تھا۔ امریکا میں بھی اس قسم کے ایک دو باتھ بنائے گئے تھے لیکن وہاں کبھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا کیونکہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہاں جانے والے لوگ پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھے جاتے تھے۔ بلکہ یونیورسٹی میں تو اس بات کی خاص طور سے ہدایت کی جاتی تھی کہ اس قسم کے باتھ نہ کیے جائیں۔ لیکن اب صورتِ حال ذرا مختلف تھی۔ میں نے سوچا کہ چلو ایسی حالت میں کیا نقصان ہے۔ کم از کم یہاں ضمیر پر کوئی چوٹ تو نہیں پڑتی چنانچہ میں نے ڈائل پر ایک خاص ہیٹ سیٹ کی اور وہ ٹونٹیاں کھول دیں جن کے لیے مجھے ہدایت کی گئی تھی۔ دروازہ چونکہ میں نے اندر سے بند کر لیا تھا اس لیے کسی کی مداخلت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ٹونٹیاں کھلنے سے ہلکی لطیف بھاپ خارج ہونے لگی اور مجھے اپنے بدن کے مسامات کھلتے ہوئے محسوس ہوئے یوں لگ رہا تھا جیسے پورے بدن کی ادورہالنگ ہو رہی ہو۔ مجھے بہت لطف آ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اس سے قبل اس قسم کے باتھ سے کیوں محروم رہا، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً مجھے ایک کھڑکھڑاہٹ سی محسوس ہوئی اور پھر ایک آواز ابھری۔

"ٹرکوش کے مہمان! معاف کرنا، تمہاری شخصیت ہماری نگاہوں میں کچھ مشکوک ہو گئی ہے۔ اپنا مشغلہ ترک کر کے میری بات کا جواب دو۔"

یہ الفاظ یقینی طور پر مجھے ہی مخاطب کر کے کہے گئے تھے۔ آواز کہاں سے آ رہی تھی، باتھ کے دھندلے ماحول میں اس کا اندازہ لگانا ناممکن تھا۔ میں ساکت رہ گیا۔

"تم یقیناً میری بات سُن رہے ہو گے۔ میں تم ہی سے یہ سوال کر رہا ہوں، میں نے تم سے کہا کہ تمہاری شخصیت ہمارے لیے کچھ مشکوک ہو گئی ہے، یہاں آنے والے مہمان ہمارے لیے قابلِ احترام ہوتے ہیں، لیکن تمہیں اپنے بارے میں تمام تفصیلات بتانا ہوں گی ورنہ تمہیں نقصانات بھی پہنچ سکتے ہیں۔"

"کیا تم مجھ سے کہہ رہے ہو؟" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ہاں دوست! میں تم ہی سے مخاطب ہوں۔"

"کون ہو تم؟"

"میرے بارے میں جاننا تمہارے لیے ضروری نہیں ہے، تاہم اگر تم اتنے ہی خواہش مند ہو تو یہ سن لو کہ میرا نام حسن پاشا ہے اور میں ٹرکوش باتھ کا مالک ہوں۔ کیا تم مجھے اپنے بارے میں مطلع کرنا پسند کرو گے؟"

"مجھے تعجب ہے کہ تم اپنے ہاں آنے والوں پر اس قدر گہری نگاہ رکھتے ہو کیا معلوم کرنا چاہتے ہو میرے بارے میں؟"

"تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟ اگر سیاح ہو تو تمہارا سامان کون سے ہوٹل میں ہے۔ یہ تمام چیزیں ہمارے لیے چیک کرنا ضروری ہیں۔ اور اس کے بعد ہی تمہیں گلو خلاصی مل سکتی ہے۔"

"اور ان تمام چیزوں کی چیکنگ تک کیا مجھے اسی باتھ میں رہنا ہو گا؟"

"اگر تم چاہو تو یہاں سے نکالے جا سکتے ہو تمہارا سامان کوٹ روم سے ہم نے اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ اس کی جانچ پڑتال کی گئی ہے لیکن تمہاری شخصیت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔"

"آخر تم میری طرف سے کیوں مشکوک ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک شخص جس کی ہمیں تلاش ہے، تم پر اسی کا شبہ کیا جا رہا ہے۔" دوسری طرف سے جواب ملا اور میں ساکت رہ گیا تھا۔ یہ صورتِ حال خاصی پریشان کن تھی۔ مجھے یقین ہو گیا تھا، یہ جگہ بہ آسانی میرے لیے چوہے دان بن سکتی ہے۔ بہرطور میں نے اپنی مدافعت کے لیے کہا۔ "میں اس باتھ سے باہر آنا چاہتا ہوں۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں تمہاری تسلی کرنے کے لیے حاضر ہوں۔"

"تمہارے بارے میں بہت کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں ڈیئر، اس لیے اس باتھ سے تمہارا ہوش و حواس کے عالم میں باہر آنا مناسب نہیں ہے۔"

"مگر... مگر۔" میں نے کہنا چاہا لیکن اس کے بعد کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ میں بار بار اُسے مخاطب کرتا رہا لیکن کچھ اندازہ نہیں ہو سکا۔ دفعتاً ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا سر چکرا رہا ہو۔ بھاپ میں ایک عجیب سی بُو شامل ہو گئی تھی اور یقیناً یہ کسی خواب آور گیس کی بُو تھی۔ میں نے ناک دبا کر دروازے کی طرف چھلانگ لگائی، اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن دروازہ اب اندر ہی سے نہیں، باہر سے بھی بند تھا۔ میں اس پر گھونسے برسانے لگا لیکن مجھے اپنے ہاتھ پاؤں بے جان محسوس ہونے لگے۔ گھونسے اس انداز میں اُٹھ رہے تھے جیسے سلوموشن میں کوئی پکچر دکھائی جا رہی ہو۔ رفتہ رفتہ میرے حواس جواب دینے لگے۔ اور پھر مجھے کوئی اندازہ نہیں ہوا کہ میں فرش پر گرا تھا یا آہستہ آہستہ بیٹھ گیا تھا۔ یہ بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ ہوش کتنی دیر میں آیا۔

ہوش آیا تو میں نے اپنے اطراف کے ماحول کو دیکھا، چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آیا لیکن یہ سبزہ، گھاس یا درختوں کا نہیں تھا، بلکہ اس کمرے کی دیواروں پر سبز پینٹ کیا گیا تھا، سبز پردے لٹکائے گئے تھے، جو فرنیچر یہاں موجود تھا اس پر بھی احمقانہ انداز میں سبز رنگ ہی کیا گیا تھا۔ کھڑکیوں کے شیشے سبز رنگ کے تھے۔ پتا نہیں یہ حماقت کیوں کی گئی تھی۔ چھت پر ایک فانوس لٹکا ہوا تھا جس کے شیشے سبز تھے اور ان میں سبز روشنیاں جل رہی تھیں۔ سارا ماحول سبز سبز نظر آ رہا تھا لیکن آنکھوں کے لیے یہ

رنگ بے حد پُرسکون تھا۔ میں نے گہری سانس لی اور اپنے بدن کے نیچے بستر کو ٹٹولنے لگا۔ بستر کی سبز چادر پر میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ انتہائی حسین، نفیس اور نرم و ملائم بستر تھا۔ میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا اور چکراتے ہوئے ذہن کو جھٹکے دینے لگا۔ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ میری اپنی کیا کیفیت ہے۔ واقعات رفتہ رفتہ یاد آ گئے اور یہ بھی احساس ہو گیا کہ میں حسن پاشا کا قیدی ہوں۔ "حسن پاشا" میرے منہ سے زیرِ لب نکلا۔

چند لمحات اسی طرح گزر گئے پھر دفعتاً دروازے پر ہلکی سی آہٹ سنائی دی۔ ایک روشن شعاع اندر آئی اور مجھے محسوس ہوا کہ دروازے میں چھوٹا سا سوراخ کر کے اندر دیکھا گیا ہے، غالباً اس کا کوئی انتظام تھا۔ پھر چند لمحے بعد دروازہ کھلا اور ایک بھاری بھرکم آدمی اندر داخل ہو گیا۔ سفید رنگ کے سوٹ میں یہ بڑی عمدہ شخصیت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ اندر داخل ہونے کے بعد اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ ہوش میں آ گئے مسٹر...؟"

"تمہیں کیا محسوس ہو رہا ہے؟" میں نے تیکھے انداز میں پوچھا۔

"یقیناً آپ ہوش میں آ گئے ہیں۔" وہ احمقانہ انداز میں بولا۔

"تو تمہیں اس پر کوئی اعتراض ہے؟"

"جی نہیں۔ بلکہ مجھے تو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ آپ کے ہوش میں آتے ہی میں اطلاع دوں۔"

"کسے؟"

"یہ آپ کو نہیں بتاؤں گا۔"

"تو پھر یہاں کیوں مر رہے ہو، جا کر اطلاع دو۔" میں نے جواب دیا اور وہ ایک دم پیچھے ہٹ کر واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔ واقعی کچھ کھسکا ہوا ہی معلوم ہوتا تھا، ورنہ یہ فضول بکواس مجھ سے نہ کرتا۔

دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ میں اپنے ذہن کو سنبھال کر یہ سوچ رہا تھا کہ اب مجھے یقینی طور پر حسن پاشا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ دفعتاً میں نے چونک کر اپنے بدن کی طرف دیکھا۔ باتھ روم میں، میں صرف ایک انڈرویئر پہنے ہوئے تھا جس میں میرا پستول موجود تھا لیکن اب! اب میرے بدن پر ایک ملیا گون تھا۔ انڈرویئر بدستور بدن پر موجود تھا لیکن پستول اس میں سے غائب تھا۔ میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

میں انتظار کرتا رہا اور تقریباً پندرہ یا بیس منٹ گزر گئے۔ پھر دروازے پر آہٹیں سنائی دیں اور اس بار جو لوگ اندر داخل ہوئے تھے ان کی تعداد تین تھی۔ تینوں مقامی معلوم ہوتے تھے۔ بظاہر ان کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ نہیں تھا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ میری طرف سے غافل نہیں ہوں گے۔

دُبلے پتلے بدن کے ایک شخص نے بگڑی ہوئی انگریزی میں مجھ سے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کی کہ اگر میں نے ذرا بھی کوئی حرکت کی تو اس کے سنگین نتائج بھگتنا پڑیں گے۔ شکل و صورت سے وہ تینوں ہی خطرناک نظر آ رہے تھے۔ اس وقت صورتِ حال ایسی تھی کہ میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ ان لوگوں سے نہایت ہی سلیقے سے گفتگو کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ آخر ان کا مقصد کیا ہے۔ اپنے اسی پروگرام کے تحت میں نے اُن کے ساتھ بھی نرم رویّہ اختیار کیا اور شانے ہلا کر آگے بڑھنے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ دُبلے پتلے بدن کا مقامی آدمی میری رہنمائی کرنے لگا۔ باقی دو آدمی میرے پیچھے آ رہے تھے۔ میں سکون سے راہداریاں طے کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اسی مقامی آدمی کی رہنمائی میں ایک چوبی دروازے کے .... سامنے پہنچ گیا جسے کھول کر مجھے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا گیا تھا۔

خاصا بڑا ہال نما کمرہ تھا جو انتہائی نفیس فرنیچر سے آراستہ تھا۔ ہال میں تیز روشنی ہو رہی تھی اور اس روشنی میں مجھے ایک گٹھے ہوئے بدن کا خوب صورت آدمی نظر آ رہا تھا جو ایک بڑی سی سیاہ میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پہ بیٹھا میری جانب دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، آنکھوں کے قریب مخصوص قسم کی جھریاں تھیں جس سے اس کے چہرے پر انتہائی شاطرانہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ میں کچھ اور آگے بڑھا تو اس نے گردن خم کر کے مجھے اپنے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کی پیش کش کی اور دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر آگے جُھک گیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں بیش قیمت انگوٹھیاں جگمگا رہی تھیں۔

"معزز مہمان کو..." اس نے گردن خم کر کے کہا لیکن دفعتاً ہی میں نے اس کے چہرے کے عضلات میں ایک کھنچاوٹ سی دیکھی۔ وہ اپنا جملہ اُدھورا چھوڑ کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ دفعتاً اس نے میز کے نیچے لگی ہوئی کسی گھنٹی کا بٹن دبایا اور دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔

"سنو سنو!" وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔ "فائل نمبر بیس نکال کر لاؤ پھرتی سے۔"

میں خاموشی سے اُس کی شکل دیکھ رہا تھا اور اس کی اس کیفیت پر غور کر رہا تھا۔ اندازہ یہی ہوا تھا کہ پہلے شاید وہ میری اصلیت سے واقف نہیں تھا لیکن اب اس نے میری شکل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پہچان لی تھی۔

آنے والے دونوں آدمی باہر نکل گئے۔ دوسرے افراد بھی باہر ہی رُک گئے تھے۔ میں خاموشی سے اس شخص کو دیکھتا رہا، وہ اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کررہا تھا لیکن اس کے چہرے کی متغیر کیفیت سے اس کے اضطراب کا اندازہ ہورہا تھا۔

"کیا میں تم کو حسن پاشا کے نام سے مخاطب کروں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، میں حسن پاشا ہی ہوں۔ میں نے ہی تم سے گفتگو کی تھی اُس وقت، جب تم باتھ لے رہے تھے۔"

"تم ٹرکیوش کے مالک ہو؟"

"ہاں یہ میری ہی ملکیت ہے۔"

"لیکن بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ تم نے اسے مجرمانہ کارروائیوں کا اڈا بنا رکھا ہو۔ یہاں آنے والے لوگ باقاعدہ اس باتھ کے لیے ادائیگی کرتے ہیں۔ پھر باتھ رومز میں اس قسم کے اسپیکرز کی موجودگی کیا معنی رکھتی ہے، جن پر تم کسی کو مخاطب کرسکو؟"

"پولیس والوں کی طرح جرح کررہے ہو دوست حالانکہ تمھیں اندازہ ہے کہ تمھاری یہاں کیا پوزیشن ہے۔"

"میں اسی پوزیشن کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ ٹرکیوش کا پتا تمھیں کس نے بتایا؟" اس نے سوال کیا۔

"تمھیں معلوم ہوچکا ہوگا؟"

"نہیں معلوم ہوسکا... اس کا جواب دو۔"

"تمھارے ساتھی... وہ جو میرے قتل پر آمادہ تھے جنھوں نے مجھے گراند تاورا اور دوسری جگہوں پر ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ غالباً تمھیں اس بات کا علم ہوگا کہ ایک بے گناہ لڑکی تمھارے آدمیوں کے ہاتھوں ماری گئی۔"

"تمام باتوں کا علم ہے لیکن اس سفید فام شخص نے تمھیں کیا بتایا؟"

"یہی کہ وہ تمھاری ہدایت پر کام کررہا تھا۔"

"کب بتایا اُس نے؟" وہ متحیرانہ انداز میں بولا۔

"مرتے وقت اُس کے آخری الفاظ یہی تھے۔"

"کیا...؟" وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ "کیا ٹمپلر مرگیا؟"

"مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس کا نام ٹمپلر تھا۔ ہاں اس کے ساتھ ایک نیگرو بھی تھا جو اس کا انتہائی وفادار ساتھی ثابت ہوا اور اس نے بھی اس کے ساتھ ہی جان دے دی۔"

"اوہ... ڈیمن... ڈیمن... مائی گاڈ۔" مقامی شخص ریوالونگ کرسی کی پشت سے ٹک گیا اور کرسی پیچھے کو جھک گئی۔ میں پُرسکون انداز میں بیٹھا اُسے دیکھتا رہا۔ اسی وقت وہ دونوں آدمی اندر داخل ہوئے۔ انھوں نے ایک پیکٹ اس شخص کے سامنے رکھ دیا جس پر ربن بندھا ہوا تھا۔ پیکٹ پر نمبر بیس لکھا ہوا تھا۔ اس نے ان دونوں کو ایک اشارہ کیا جسے میں نے محسوس کرلیا تھا اور وہ دونوں کمرے کے دروازے کے پاس رُک گئے۔

میں نے اندازہ لگالیا تھا کہ اس فائل میں کوئی ایسی چیز موجود ہے جس کا تعلق مجھ سے ہے۔ میں اس شخص کی تمام کیفیات پر مسلسل غور کیے جارہا تھا۔ اس نے مضطربانہ انداز میں فائل کھولی اور اس میں سے پلاسٹک کور کی ایک چھوٹی سی فائل نکالی، اس کا پہلا صفحہ کھول کر دیکھا۔ میری نگاہیں اس فائل کا جائزہ لے رہی تھیں لیکن اس کا رُخ اس طرح تھا کہ میں اُسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ شخص فائل کو دیکھتا رہا اور پھر اس کی نگاہیں میری طرف اُٹھ گئیں۔ پھر اُس نے فائل کو دوبارہ دیکھا اور میری طرف دیکھنے لگا، اس کے بعد اس نے فائل بند کردی۔

"مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ تم علی یار خان ہوگے۔" وہ بڑبڑانے والے انداز میں بولا۔

میرے خیال کی تصدیق ہوگئی تھی۔ میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ موجودہ صورتِ حال کے بارے میں، میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر میں نے کوئی فوری عمل کیا تو وہ صرف میرے حق میں نقصان دہ ہوگا اور پھر میں فوراً کوئی ایسی کارروائی کرنا بھی نہیں چاہتا تھا تاوقتیکہ کچھ تو صورتِ حال معلوم ہو۔

"کیوں مسٹر اب بھی تم اس بات سے انکار کروگے کہ تم علی یار خان نہیں ہو۔"

"یہ تمھارے سامنے کیا ہے؟" میں نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"تمھاری فائل، تمھارے بارے میں تفصیلات۔"

"کس نے مہیا کی ہیں تمھیں؟" میں نے سوال کیا اور وہ میری صورت دیکھنے لگا۔

"تمھارے خیال میں یہ کون ہوسکتا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"یہ بہتر ہے کہ تمھارا ذہن اس طرف نہیں جارہا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس انکشاف نے میرے ذہن کو جھنجھنا کر رکھ دیا ہے۔"

"اگر میں تمھاری باتیں سمجھ پاتا حسن پاشا تو ان کا جواب دیتا، جبکہ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آرہا۔"

"یہ بتاؤ کہ ان سارے معاملات سے تمھارا کیا تعلق ہے؟" حسن پاشا نے سوال کیا۔

"جب تک تم میری باتوں کا جواب نہیں دوگے، میں بھلا تمھاری باتوں کا جواب کیسے دے سکتا ہوں۔"

"سنو علی! صورتِ حال بالکل تبدیل ہوگئی ہے۔ میں... میں اتنا بدحواس ہوگیا ہوں کہ کچھ بھی کرسکتا ہوں۔ دراصل ایسا ہی آدمی ہوں میں۔ بدحواسی میں میرے اقدامات عموماً اُلٹے ہوتے ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم اس کرسی سے زندہ نہ اُٹھ سکو۔" حسن پاشا نے کہا۔ اس کی آواز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی جسے میں محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس میں سرِ مو فرق نہیں ہے۔

"تم لوگ تو پہلے بھی مجھے قتل کرنے کی کوششیں کرتے رہے ہو۔ اگر اس بار بھی تم یہی سب کچھ کروگے تو بھلا مجھے کیا تعجب ہوسکتا ہے۔ اگر میرے قتل سے تمھارا مقصد پورا ہورہا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ ظاہر ہے، میں تمھیں اس سے نہیں روک سکتا کیونکہ اس وقت میری پوزیشن بہت مخدوش ہے۔"

"پہلے اس بات کا اعتراف کرو کہ تم علی یار خان ہی ہو نا؟"

"ہاں۔ میں نے انکار کب کیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن پھر یہ بتاؤ کہ تمھارا ان معاملات سے کیا تعلق ہے؟ کیا تمھیں اس بات کا علم ہے کہ کسی کو تمھاری سخت ضرورت ہے، کوئی تمھیں اپنی تحویل میں لینا چاہتا ہے اور اس کے لیے اس نے اپنے کارکنوں کو بڑی بڑی رقومات پیش کی ہیں؟"

"کون ہے وہ؟" میں نے سوال کیا۔

حسن پاشا کسی سوچ میں ڈوب گیا، پھر کہنے لگا: "میں تمھیں کیوں بتاؤں کہ وہ کون ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ وہ فائل کہاں ہے اور تم اسے لے کر یہاں کیوں آئے ہو؟"

"تمھیں اس سلسلے میں کیا کچھ معلوم ہے حسن پاشا، میں یہ جاننا پسند کروں گا۔"

"سنو علی! تم گرین پول کے لیے آئے تھے نا، ایک شخص نہیں چاہتا کہ تم گرین پول سے رابطہ قائم کرسکو۔ یہ اس کا اپنا معاملہ ہے اور یوں سمجھو کہ ہم سب اس کے کارکن ہیں اور اسی کے ایما پر تمھیں قتل کردینا چاہتے تھے۔ فائل کا حصول ہمارے لیے اس قدر اہمیت نہیں رکھتا، جتنا تمھارا گرین پول سے رابطہ قائم نہ ہونا۔ ہاں اگر اس کے ساتھ ساتھ ہی فائل بھی ہمیں مل جائے تو یہ سونے پر سہاگہ ہوگا۔"

"گویا اگر فائل تمھیں مل جائے، تب بھی تم مجھے قتل کرنے سے باز نہیں رہوگے؟"

"اس بات سے میں انکار نہیں کروں گا۔ تم یوں سمجھو کہ تمھاری زندگی کسی بھی طور ممکن نہیں تھی، بے شمار لوگ تمھارے پیچھے لگے ہوئے تھے اور بالآخر تمھیں کہیں نہ کہیں تلاش کرکے قتل کردیا جاتا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ تم انتہائی طاقتور، چالاک اور پھرتیلے ہو۔ ہم تمھارے بارے میں گفتگو کرتے تھے تو یہی کہتے تھے کہ یہ ایجنٹ انتہائی خطرناک معلوم ہوتا ہے لیکن یہ تصور ذہن میں نہیں تھا، یہ گمان بھی نہیں تھا کہ وہ علی یار خان ہوگا۔"

"تم مجھے کیسے جانتے ہو؟"

"میں نے کہا نا کہ کسی کو تمھاری ضرورت ہے اور ہم اسی کے کارکن ہیں۔"

"تو پھر اس شخص کا نام میں ہی کیوں نہ لے دوں تمھارے سامنے؟" میں نے جواب دیا۔ صورتِ حال اب کسی حد تک میرے ذہن میں واضح ہوتی جارہی تھی۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"کیا اس شخص کا نام اولیو ہاورڈ نہیں ہے؟" میں نے کہا اور حسن پاشا کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھاگئی۔

"میں نہیں جانتا کہ اس کا کیا نام ہے لیکن بہرطور تمھیں فائل کے بارے میں بتانا ہوگا اور یہ بھی بتانا ہوگا کہ تم ان لوگوں میں کیسے شامل ہوگئے۔ تمھارا ان سے منسلک ہونا میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تمھارا تعلق امریکن سی آئی اے سے ہے؟"

"نہیں۔ امریکن سی آئی اے سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تو پھر تم اولیو ہاورڈ کے لیے کیوں کام کررہے ہو؟"

"میں نے کہا نا، ان تمام باتوں کا میں تمھیں کوئی جواب نہیں دوں گا۔ مجھے صرف یہ احکامات ملے تھے کہ تمھیں کسی بھی طرح گرین پول سے رابطہ قائم نہ کرنے دیا جائے خواہ اس کے لیے تمھیں قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے یہ بھی حکم ملا تھا کہ وہ فائل بھی حاصل کرلی جائے۔ شاید ہمارا چیف اس فائل کے ذریعے مسٹر آئن شلائر کو کسی خاص معاملے میں بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔"

"اور وہ چیف اولیو ہاورڈ ہے؟"

"میں تمھیں اس بات کا جواب کبھی نہیں دوں گا... سمجھے۔ یہ ایک گہری چال ہے لیکن اب صورتِ حال ذرا مختلف ہوگئی ہے۔ مجھے تمھارے سلسلے میں ابھی اپنے چیف سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔ اس کی ہدایت کے بغیر میں کچھ نہیں کرسکتا لیکن علی، مجھے جو ہدایات تمھارے حوالے سے ملی ہیں وہ اتنی سنسنی خیز ہیں کہ شاید تمھارے گمان میں بھی نہ ہو۔"

"وہ کیا؟"

"مجھ سے کہا گیا تھا کہ اگر علی کبھی مجھے دستیاب ہوجائے تو میں اسے زندگی کی قیمت پر اپنی قید میں رکھوں۔ سوری علی! میں تمھیں قتل نہیں کروں گا کیونکہ اب بات ذرا مختلف ہوگئی ہے۔ فائل کے بارے میں اگر تم بتادو تو بہتر ہے، ورنہ میں تمھیں یہ بھی بتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چکا ہوں کہ اگر فائل ہمیں نہ ملی تو ہمیں اس سے کوئی بہت زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں اس فائل سے کہیں زیادہ تم قیمتی ہو ہمارے لیے۔ مسٹر آئن شلائر اگر گرین پول سے رابطہ قائم نہیں کر پاتے تو یہ ان کا اپنا مسئلہ ہے۔ ہمارا کام تو صرف یہ تھا کہ تم گرین پول تک نہ پہنچ سکو اور ہم اب تک اپنی اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ابھی تم نے مجھے ٹمپلر کی موت کی اطلاع دی ہے جبکہ ٹمپلر ایسا آدمی نہیں تھا کہ اُسے ایک شخص ہلاک کر سکے۔ البتہ مجھے جو کچھ تمہارے بارے میں بتایا گیا تھا اب اس بات پر مجھے کوئی تعجب نہیں رہا ہے کہ ٹمپلر تمہارے ہاتھوں قتل ہو گیا۔“

میرے ذہن میں یہ بات بالکل واضح ہو گئی تھی کہ میرے قتل کی کوششیں کیوں کی جا رہی تھیں لیکن یہ بھی میں اب سمجھا تھا کہ اولیو ہاورڈ کو اس سلسلے میں میری یہاں آمد کی امید نہیں تھی یہ تو صرف اتفاقات تھے کہ ایک بار پھر میں اس کے راستے پر آ لگا تھا یہاں استنبول میں اولیو ہاورڈ کے گرگوں سے یا اس سے میری اس طرح ملاقات ہو جائے گی، میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اولیو ہاورڈ نہیں چاہتا تھا کہ آئن شلائر کا رابطہ گرین پول سے قائم ہو سکے اور گرین پول میں اور ان میں مفاہمت ہو سکے۔ چنانچہ اس نے اس شخص کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا جو گرین پول سے ملاقات کے لیے فائل لے کر آ رہا تھا اور یہ صرف اتفاق تھا کہ وہ شخص میں تھا۔

بہر طور اولیو ہاورڈ کے اس طرح ایک بار پھر سامنے آ جانے سے مجھے تھوڑی سی بے چینی ہو گئی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ خطرات ضرورت سے کچھ زیادہ ہی بڑھ گئے ہیں۔ حسن پاشا کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے سامنے کھڑے ہوئے ایک آدمی کو چٹکی بجا کر اپنے قریب بلایا اور کہنے لگا۔

”مسٹر علی کے لیے انتہائی مناسب بندوبست کرنا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان کی ٹانگیں ہمیشہ کے لیے مفلوج کر دی جائیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ جاؤ ڈاکٹر مقیوڈل کو بلا کر لاؤ۔ مقیوڈل کو صحیح صورتِ حال بتا دو۔ سوری مسٹر علی! اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے ہم آپ کی زندگی نہیں لے رہے یہ آپ کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے لیکن آپ کی یہ ٹانگیں ہمیشہ کے لیے مفلوج کر دی جائیں گی جن سے آپ کے فرار کا خدشہ ہو سکتا ہے۔“

”اور تمہارا خیال ہے کہ میں یہ کام اطمینان سے کرا لوں گا۔“ میں نے کہا۔

”ہاں میرا یہی خیال ہے۔“ حسن پاشا نے کہا۔ اور اس سے قبل کہ میں کچھ سمجھتا، دفعتاً ایک ہلکی سی آواز ابھری پتا نہیں اس بدبخت نے کیا کیا تھا۔ میرے ہاتھ کرسی کے ہتھوں پر رکھے ہوئے تھے، فوراً ہی کرسی کے نچلے حصے سے دو فولادی ہتھکڑیاں نکلیں اور میرے ہاتھوں کی کلائیوں میں کس گئیں۔ میں نے کرسی سمیت اُٹھنے کی کوشش کی لیکن مجھے محسوس ہوا کہ کرسی کے پائے زمین میں دفن ہیں اور بولٹ سے کسے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں اُٹھ نہیں سکتا تھا۔ میں نے زور لگایا۔ لیکن کچھ نہیں ہو سکا... فولادی ہتھکڑیوں کو اپنے ہاتھوں سے نکالنا میرے بس کی بات نہیں تھی، میں پھنس گیا تھا۔

میں حسن پاشا کے بارے میں اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ شخص انتہائی خطرناک ہے اور جو کچھ کہتا ہے کر سکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر واقعی میری ٹانگوں کو کوئی نقصان پہنچا دیا گیا تو؟

میرا سانس تیزی سے چل رہا تھا، حسن پاشا پُرخیال نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ ”تم پاکستانی ہو نا علی؟“

”تمہیں اس سے کیا غرض، تم جن لوگوں کی غلامی کر رہے ہو اُن کے لیے مصروفِ عمل رہو۔“

”دراصل میں صرف دولت کا غلام ہوں۔ مجھے... مجھے.... چلو ٹھیک ہے۔ میں یہ اعتراف کیے لیتا ہوں تمہارے سامنے کہ تمہارے بارے میں یہ ہدایات مجھے اولیو ہاورڈ ہی نے دی تھیں امریکن سی آئی اے سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں اولیو ہاورڈ کے ذاتی دوستوں میں شامل ہوں اور شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو علی کہ اب سے تقریباً ایک سال پہلے یا شاید اس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ ہوئے ہوں گے، مجھے تمہارے بارے میں ہدایات دے دی گئی تھیں۔ تمہاری تصویر اس طرح مجھے ذہن نشین کرا دی گئی تھی کہ تمہیں ایک نگاہ دیکھتے ہی مجھے ایک دم سے شاک سا لگا۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ اگر تم کبھی میرے سامنے آ جاؤ تو میں زندگی کی قیمت پر تمہیں قابو میں کرنے کی کوشش کروں۔ اولیو ہاورڈ سے تمہارا کوئی لمبا جھگڑا ہے علی۔ مجھے تمہارے بارے میں خاصی تفصیلات بتائی گئی تھیں لیکن اس نقطۂ نگاہ سے کہ اگر تم سامنے آؤ تو میں تمہیں کوئی معمولی آدمی نہ سمجھوں بلکہ یہ سمجھ لوں کہ میرا سابقہ ایک خطرناک دشمن سے ہے۔ اولیو ہاورڈ سے تمہارا کیا جھگڑا ہے علی؟ اور ہاورڈ جیسے آدمی کو تم نے کس طرح زچ کیا ہے؟ ذرا مجھے اس کی تفصیل تو بتاؤ۔“

”تم بے وقوف معلوم ہوتے ہو حسن پاشا، تمہارا کیا خیال ہے اب ان حالات میں بھی میں زبان کھولوں گا تمہارے سامنے!“

”نہیں نہیں۔ ٹھیک ہے جو کچھ تم مجھ کو نہ بتانا چاہو، میں اس کے لیے تمہیں مجبور بھی نہیں کروں گا۔ میرا مشن تو اب تبدیل ہو گیا ہے۔ پہلے تو کچھ اور صورتِ حال تھی لیکن موجودہ صورتِ حال... واقعی... واقعی... مجھے گمان بھی نہیں تھا! یوں سمجھو یہ اعزاز میرے

لیے ہی تھا۔ سوری علی سوری! تم غلط جگہ آ پھنسے۔“ حسن پاشا نے کہا اور اپنی کرسی سے اٹھ گیا۔

اسی وقت دروازہ پھر کھلا اور ایک خوش شکل آدمی اندر داخل ہوا۔ یہ بھی مقامی ہی تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فرسٹ ایڈ باکس ٹائپ کی چیز تھی۔ اس نے وہ باکس آگے آ کر سیاہ رنگ کی میز پر رکھ دیا اور حسن پاشا کی طرف دیکھنے لگا۔

”سنو! تمہیں اس شخص کی ٹانگیں ہمیشہ کے لیے ناکارہ کر دینی ہیں، تم نے ایک بار تذکرہ کیا تھا ایک ایسی چیز کا۔“

”ہاں مجھے ہدایت مل گئی تھیں سر۔“ اس نے جواب دیا۔

”تو پھر عمل کرو۔“ حسن پاشا نے کہا اور ڈاکٹر نے تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر بکس میں سے ایک شیشی نکالی جو ایک انجکشن تھا پھر اس نے ایک سرنج نکال کر شیشی کی دوا اس سرنج میں کھینچ لی۔ سیاہ رنگ کا یہ رقیق سا سیال نجانے کیا چیز تھی لیکن اس کے بارے میں کہا جا رہا تھا کہ یہ میری دونوں ٹانگیں ہمیشہ کے لیے ناکارہ کر دے گا۔ حسن پاشا اب میز کے کونے سے لگا کھڑا تھا اور میری جانب دیکھ رہا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ میری کوئی کوشش کارگر نہیں ہو سکے گی۔ وہ لوگ اپنے کام میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن یہ سب کچھ ہونا تو نہیں چاہیے تھا اور اس کے لیے میں آخری کوشش کر لینے کا خواہش مند تھا۔ شکر تھا کہ میرے پاؤں آزاد تھے۔ ہر چند کہ کرسی کی ڈائریکشن کچھ ایسی تھی کہ میں کوئی خاص کارروائی نہیں کر سکتا تھا لیکن ڈاکٹر اتنی آسانی سے تو میری ٹانگوں میں یہ انجکشن نہیں لگا سکے گا۔ میں نے سوچ لیا اور ڈاکٹر نے سرنج کو اوپر کر کے دیکھا اور حسن پاشا نے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

”اگر تمہاری طرف سے کسی بھی قسم کی حرکت یا جنبش ہوئی علی تو پھر میں اس بات کے لیے مجبور ہو جاؤں گا کہ تمہیں موت کے گھاٹ اتار دوں۔ تمہاری زندگی اس وقت تک محفوظ ہے جب تک تم میری قید میں ہو میں تمہیں اولیو ہاورڈ کے حوالے کر دوں گا اور اس کے بعد یہ مسئلہ سو فیصدی ہاورڈ کے ذمے ہو گا جبکہ اس سے قبل مجھے ہدایت کی گئی تھیں کہ تمہیں قتل کر دیا جائے، سمجھے۔ زندگی کے کچھ لمحات غنیمت جانو اور اپنی زندگی کو بچانے کی کوشش کرو۔ میں حسن پاشا کے چہرے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ سیاہ رنگ کے پستول کا رُخ میری پیشانی کی جانب تھا۔

ڈاکٹر اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد میری طرف بڑھنے لگا۔ اتنا بے بس میں شاید زندگی میں کبھی نہیں ہوا تھا، کوئی نہ کوئی ترکیب ایسی ہو جاتی تھی، کچھ نہ کچھ ہو جاتا تھا کہ مجھے زندگی بچانے کا موقع مل جاتا تھا لیکن اب اگر اس شخص کا کہنا درست تھا، انجکشن میرے پیروں میں انجیکٹ ہو گئے تو شاید میں کچھ نہ کر سکوں۔ ہائے بے بسی کا یہ احساس میرے لیے بڑا جان لیوا تھا۔ ڈاکٹر وہ انجکشن لیے ہوئے میرے بالکل قریب پہنچ گیا اور میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گیا۔ حسن پاشا کے ریوالور کا رُخ میری پیشانی کی سمت تھا اور میں اس بات کا جائزہ لے رہا تھا کہ ڈاکٹر کس اینگل سے میرے پیروں کے پاس بیٹھ سکتا ہے اور میں اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ کیا کوشش کر سکتا ہوں۔

میرے بدن میں شدید سنسنی دوڑ رہی تھی، دورانِ خون بہت تیز ہو گیا تھا۔ مجھے صرف ڈاکٹر کے اپنے پاس بیٹھنے کا انتظار تھا۔ وہ کس اینگل سے بیٹھتا ہے، اس پر میری بقیہ زندگی کا دارومدار تھا۔ اگر ڈاکٹر کسی طرح سامنے کے رُخ پر آ جائے تو میں کوشش کر سکتا ہوں۔ اس وقت میرے جوتے کی ٹھوکر کم از کم ڈاکٹر کو ناکارہ تو کر ہی دے گی۔ اس کے بعد جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں صرف اسی کا منتظر تھا کہ ڈاکٹر میرے پیروں کے قریب پہنچ جائے لیکن وہ کافی چالاک آدمی معلوم ہوتا تھا کیونکہ وہ عقب سے میرے نزدیک پہنچا تھا۔ پیچھے اتنی جگہ نہیں تھی کہ میں اپنی بھرپور ٹھوکر کو استعمال کر سکوں اور اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے تقدیر میرے ساتھ زندگی کا ایک اور مذاق شروع کرنے والی ہے۔ اگر واقعی میرے پاؤں ناکارہ ہو گئے تو اس کے بعد سچی بات تو یہ ہے کہ علی یار خان کی شخصیت ختم ہو جائے گی، بھلا ایک اپاہج آدمی کیا کر سکتا ہے۔ میں نے بے اختیاری کے عالم میں دونوں پاؤں اُٹھائے اور سیاہ رنگ کی میز کے پائے پر جما دیے جو میرے سامنے تھی۔

دفعتاً مجھے محسوس ہوا جیسے سیاہ رنگ کی میز زمین میں فکس نہیں ہے بلکہ میرے پیروں کے دباؤ سے وہ آہستہ سے ہلی تھی۔ میز کے حجم اور اس کے وزن کا اندازہ لگانے کا اس وقت موقع نہیں تھا۔ زندگی بچانے کے لیے ایک وحشیانہ جدوجہد اور مجنونانہ کوشش ہی اس وقت کارآمد ہو سکتی تھی چنانچہ میں نے پھرتی سے پیچھے کھسک کر دونوں پاؤں میز کی ٹاپ پر جمائے اور پھر اپنی تمام تر قوت صرف کر کے میز کو زور سے اُلٹ دیا۔ میز کے کونے سے چونکہ حسن پاشا لگا ہوا کھڑا تھا اور اسے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ میں ایسی کوئی کارروائی کر لوں گا۔ اس کے علاوہ میری مدد زمین میں فکس کرسی نے بھی کی تھی جس کی پشت سے اپنی پشت لگا کر میں نے اپنی تمام تر قوت مجتمع کر لی تھی اور آسمانوں میں موجود میرے خدا نے بھی جو میری بے بسی کو محسوس کر چکا تھا۔ میز پوری قوت سے اُلٹی اور حسن پاشا اس کی زد میں آ گیا لیکن اضطراری طور پر اس کا ہاتھ بھی ٹرائیگر پر دب گیا تھا اور اُس کا نشانہ دروازے پر کھڑا ہوا وہ شخص بن گیا جو ان حالات کی نگرانی کر رہا تھا۔ میں میز اُلٹنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکا کرسی پر سے اُٹھنا میرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یے ممکن نہیں تھا لیکن تقدیر کچھ اور ہی کھیل کھیلنا چاہتی تھی دفعتاً ہی ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا اور در و دیوار لرز کر رہ گئے۔ حسن پاشا جو میز کے نیچے گرا ہوا تھا اور اب اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا ایک بار پھر گر پڑا۔ دروازہ اپنی جگہ سے اکھڑ کر نیچے آ رہا تھا۔ ڈاکٹر بے اختیار اٹھا اور باہر کی طرف لپکا لیکن اس کوشش میں وہ دوسرے آدمی سے ٹکرا گیا جو دروازے پر جما ہوا تھا اور اب اپنے اس ساتھی کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا جس کو گولی لگ گئی تھی۔ ایک دم طوفان سا آ گیا تھا۔ سب ہی منتشر ہو گئے تھے لیکن بدقسمتی سے میں اپنے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں کھولنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

پھر دور کہیں فائر کی آواز سنائی دی۔ ایک فائر، دو فائر، تیسرے فائر کے بعد تڑاتڑ گولیاں چلنا شروع ہو گئیں۔ ان گولیوں میں انسانی چیخوں کی آوازیں بھی ابھر رہی تھیں، نسوانی اور مردانہ چیخیں۔ حسن پاشا بری طرح دہاڑا۔

"دیکھو... دیکھو... کیا ہو رہا ہے؟" اس کے بعد وہ بھی اپنے آپ کو سنبھال کر بے اختیارانہ باہر دروازے کی جانب دوڑ گیا تھا۔ دروازے کے قریب پڑی ہوئی لاش سے اسے زوردار ٹھوکر لگی اور وہ گرتے گرتے بچا لیکن اس کے بعد سنبھل کر باہر نکل گیا۔ اب کمرے میں صرف میں رہ گیا تھا یا پھر اس شخص کی لاش پڑی ہوئی تھی جو حسن پاشا کی گولی کا شکار ہوا تھا۔ گولی شاید کسی ایسے مقام پر لگ گئی تھی کہ اس کی فوری موت واقع ہو گئی تھی۔ میں نے ایک بار پھر بے بسی سے اپنی ہتھکڑیوں کو دیکھا جو مجھے اس موقع سے فائدہ اٹھانے سے روک رہی تھیں لیکن کوئی حل نہیں تھا میرے پاس۔

چند لمحات ہی گزرے تھے کہ دفعتاً ایک شخص اندر داخل ہوا۔ اس کا چہرہ سیاہ نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ خاصے تن و توش کا مالک معلوم ہوتا تھا لیکن انتہائی پھرتیلا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے پھرتی سے دروازہ بند کر دیا اور پھر کمرے میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ نجانے کیوں مجھے محسوس ہوا کہ وہ میرے مخالفوں میں سے نہیں ہے۔ اس کی حرکات و سکنات سے یہی اندازہ ہو رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ میرے قریب پہنچا اور پھر میرے ہاتھوں میں پڑی ہتھکڑیوں کو دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہیں ہتھکڑیوں سے ہٹ کر ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔ میں نے یہ اندازہ تو لگا لیا تھا کہ یہ شخص کم از کم مجھے نقصان پہنچانے والوں میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔ "اس نے اس میز کے پیچھے بیٹھے کوئی کارروائی کی تھی جس کی بنا پر یہ ہتھکڑیاں میرے ہاتھوں میں پڑ گئیں۔" میری بات سنتے ہی نقاب پوش اس طرف بڑھ گیا، جدھر میز الٹی پڑی تھی۔ اس نے میز کو سیدھا کیا اور پھر اس کی نچلی سطح پر کچھ تلاش کرنے لگا۔

چند ہی لمحے بعد کلک کی ہلکی سی آواز کے ساتھ ہتھکڑیاں کھل گئیں اور میں پھرتی سے کھڑا ہو گیا۔

"تمہارا شکریہ دوست، اس امداد کو میں کبھی فراموش نہیں کروں گا۔" نقاب پوش نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھرتی سے مجھے اشارہ کیا اور دروازے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ پستول اب بھی اس کے ہاتھ پر دبا ہوا تھا۔

مجھ سے پہلے وہ دروازے کے قریب پہنچا اور پھر اس نے دروازہ کھول کر باہر راہداری میں جھانکا۔ دروازہ کھلتے ہی شور شرابے کی بے پناہ آوازیں میرے کانوں میں ابھرنے لگیں۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں بھی ان آوازوں میں شامل تھیں۔ نقاب پوش نے میرا بازو پکڑا اور اس کمرے کی سامنے والی راہداری میں دوڑنے لگا۔ راہداری کے بائیں سمت ایک چھوٹی سی دیوار تھی جو تقریباً تین ساڑھے تین فٹ بلند تھی۔ اس نے دیوار کی طرف اشارہ کیا اور پھر خود دیوار کے دوسری جانب کود گیا۔ میں اس کی تقلید کر رہا تھا۔ اس جگہ کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ راہداری کی اس دیوار کو پھلانگنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ ہم ایک صحن نما جگہ میں ہیں لیکن تھوڑے ہی فاصلے پر بلند دیواریں نظر آ رہی تھیں۔ گویا اس طرف سے فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا لیکن نقاب پوش بدستور مجھے اشارہ کرتے ہوئے آگے دوڑ رہا تھا۔ اس نے ابھی تک بولنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے بھی اس پر ہی بھروسا کر لیا تھا، جب اس شخص نے اس طرح میری مدد کی تھی تو یقینی طور پر یہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔

نقاب پوش تقریباً سو گز تک دوڑا اور اس کے بعد ویسی ہی ایک دوسری دیوار پھلانگ کر دوبارہ اندر داخل ہو گیا۔ جب وہ دیوار کی طرف بڑھ رہا تھا تو میں نے اس سے سوال کرنے کی کوشش بھی کی کہ واپس اسی عمارت میں کیوں جا رہا ہے لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور دیوار پھلانگ گیا۔

میرا حلیہ بھی عجیب ہو رہا تھا، بدن پر لبادہ اور نیچے انڈرویئر۔ اس حالت میں باہر بھی تو نہیں جا سکتا تھا اور پھر سچی بات یہ ہے کہ باہر جانے کا موقع ہوتا تو نقاب پوش جو مجھے اس کمرے سے نکال کر لایا تھا، یقیناً میری رہنمائی کرتا چنانچہ بہتر یہی تھا کہ میں اس کی تقلید کرتا رہوں۔ وہ پھر ویسی ہی ایک راہداری میں پہنچ گیا اور وہاں سے آگے بڑھ کر ایک کمرے کے دروازے کے سامنے رک گیا۔ اس نے پھرتی سے دروازہ کھولا اور مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

میں اس چھوٹے سے کمرے میں داخل ہو گیا جو بیڈ روم کی حیثیت رکھتا تھا اور پھر نقاب پوش نے دروازہ بند کر لیا، تب پہلی بار اس کی آواز ابھری۔

"ہم لوگ اس وقت یہاں سے باہر نہیں نکل سکتے، باہر نکلنا تقریباً ناممکن ہے لیکن تم فکر نہ کرو، تم محفوظ ہو علی!" یہ آواز... یہ آواز میرے لیے ایک دھماکے سے کم نہیں تھی۔ میں متعجبانہ انداز میں منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ بھلا تارینا ہارڈو کی آواز اور میں نہیں پہچانتا! میں نے اس کے قد و قامت اور جسامت کا اندازہ لگایا لیکن اس سے قبل کہ میں کچھ کہتا، اس نے اپنے چہرے سے نقاب کھینچ دی۔

نقاب کے نیچے سے تارینا ہارڈو کا چہرہ ہی برآمد ہوا تھا۔ میری زبان گنگ ہو گئی تھی۔ یہ صورت حال میرے لیے انتہائی غیر متوقع تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تارینا ہارڈو یہاں استنبول میں موجود ہو گی۔ میں بدستور آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ تارینا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ اتنے زیادہ تعجب کی بات تو نہیں ہے علی۔ بیٹھو، بیٹھ جاؤ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں ایک گہری سانس لے کر وہیں ایک نشست پر بیٹھ گیا تھا۔ باہر سے شور شرابے اور ہنگاموں کی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں۔ تارینا خود بھی میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"اب فی الحال اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے کہ ہم لوگ انتظار کریں۔"

"لیکن استنبول میں تم کب آئیں؟" میں نے حیرت زدہ انداز میں سوال کیا۔

"زیادہ وقت نہیں ہوا۔" اس نے جواب دیا۔

"اور... اس وقت یہاں؟"

"بس یوں سمجھ لو کہ تمہاری خوشبو سونگھتی ہوئی یہاں تک پہنچ گئی تھی۔"

"ان لوگوں کو علم ہے کہ تم یہاں موجود ہو؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔"

"میرا مطلب ہے حسن پاشا کے پاس تم کس حیثیت سے ہو؟"

"کچھ باتیں راز ہی میں رہنا زیادہ اچھا ہوتا ہے حالانکہ تمہارے سامنے یہ کہتے ہوئے شرمندگی ہوتی ہے۔ بھلا تم سے بھی کوئی راز، راز رکھا جا سکتا ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ بعض ضرورتیں انسان کو اس کی مرضی کے خلاف عمل پر بھی مجبور کر دیتی ہیں۔ تم اس سلسلے میں مجھ سے سوال مت کرو کہ میں یہاں کیوں موجود ہوں اور کس طرح اس جگہ تک آئی ہوں۔ میری خوش بختی ہے علی کہ تمہاری ایک چھوٹی سی خدمت کرنے کا شرف حاصل کر سکی۔ بڑا قرض ہے تمہارا میرے اوپر، ادائیگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

"جذباتی جملوں کا استعمال اس وقت بالکل بے معنی ہے تارینا، یہ بتاؤ، باہر کیا ہو رہا ہے؟"

"تماشا۔" اس نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"وہ کون لوگ ہیں جو ان پر گولیاں برسا رہے ہیں؟ کیا تم پورے گروہ کے ساتھ یہاں حملہ آور ہوئی ہو؟"

"نہیں۔ میرا گروہ صرف میں ہی ہوں۔" تارینا نے جواب دیا تھا۔

"لیکن یہ گولیاں جو چلائی جا رہی ہیں....؟"

"آپس میں ایک دوسرے پر چلائی جا رہی ہیں۔" تارینا نے کہا اور ہنس پڑی۔

"کیا مطلب! یہ لوگ آپس ہی میں بھڑ گئے ہیں!"

"بھڑ نہیں گئے، انھیں بھڑایا گیا ہے علی۔ بس ذرا سی ہوشیاری سے کام لینا پڑا ہے۔ وہ دھماکا میں نے ہی کیا تھا اور اس کے بعد صرف تین فائر، تین مختلف سمتوں میں کیے تھے۔ اس انداز میں کہ ان لوگوں کو یوں محسوس ہو جیسے کچھ لوگ ان کے مقابلے پر آ گئے ہیں اور اس کے بعد وہ بھی شروع ہو گئے اور مسلسل شروع ہیں۔"

"لیکن یہ آوازیں تو بے پناہ ہیں، یہ چیخنے چلانے کی بے تحاشا آوازیں؟"

"تم ٹریکوش باتھ میں داخل ہوئے تھے نا۔ وہاں لوگ باتھ لینے آتے ہیں۔ اب ظاہر ہے گولیاں چل رہی ہیں تو چیختے چلاتے لوگ ادھر ادھر نہ دوڑتے پھریں تو پھر کیا کریں۔"

"اوہ! اس کا مقصد ہے کہ..... کہ.....!" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہاں۔ مجھے تمہارے بارے میں خبر مل گئی تھی اور خدا کا شکر ہے کہ میں بروقت تمہاری مدد کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ بس بارود کے ایک ذخیرے کو آگ دکھانا پڑی تھی اور اس کے بعد تین فائر کرنے پڑے تھے، میرا کام بن گیا۔ میں تمھیں ان لوگوں کے نرغے سے بچانا چاہتی تھی۔ اب وہ لوگ آپس میں گولیاں چلا رہے ہیں اور ان کے گاہک چیختے چلاتے پھر رہے۔ میرا خیال ہے کہ ٹریکوش باتھ تو ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ یہاں کے قوانین کافی سخت ہیں۔"

"گڈ، گڈ۔ بہرحال تارینا، تم نے مجھ سے معذرت کر لی ہے کہ مجھے یہاں اپنی آمد کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی، اس لیے میں اس سلسلے میں مزید اصرار بھی نہیں کروں گا لیکن کیا یہ بات تعجب خیز نہیں ہے کہ تم مجھے بڑے اطمینان سے یہاں لے آئی ہو، پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میں آسانی سے یہاں سے نکل جاؤں گا؟"

"ہاں۔ اس کا تدارک ہے میرے پاس۔" تارینا نے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ ایک منٹ۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک الماری کی طرف بڑھ گئی۔

ٹریکوش حمام میں ایک کمرہ اور خاص طور سے ایسی جگہ جہاں ٹریکوش کے عملے کے لوگ یا باتھ کا مالک رہتا ہو، تارینا کے پاس ہونے کا مقصد یہ تھا کہ وہ کسی طرح حسن پاشا کے پاس کوئی خاص حیثیت اختیار کر کے آئی ہے لیکن کیا حیثیت ہے اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ میں اس کی کارروائی دیکھتا رہا۔ چند لمحات کے بعد اس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک لباس نکال کر میرے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگی "یہ مت سوچنا کہ یہ سارے انتظامات میں نے پہلے سے کر کے رکھ دیے ہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ یہ میرے اپنے لیے ضروری تھے۔ یہ لباس ممکن ہے تمھارے بدن پر فٹ نہ ہو لیکن تمھیں یہاں سے نکالنے کا باعث بن جائے گا اور پھر ایک دلچسپ بات اور بھی ہے، وہ یہ کہ ٹریکوش کے کلاک روم میں مختلف لوگوں کے لباس موجود ہیں۔ اس وقت اس حالت میں وہ ننگے تو سڑکوں پر نہیں جا سکتے۔ اس لیے کوئی نہ کوئی لباس پہننے کی کوشش کریں گے چنانچہ اگر یہ بے تکا لباس تمھارے بدن پر ہو گا تو بھی کوئی تم پر خاص توجہ نہیں دے گا۔"

"لیکن میں اپنی صورت کو کہاں لے جاؤں گا؟" میں نے کہا۔

"اس کا خصوصی بندوبست ہے میرے پاس۔" تارینا نے ایک بکس میرے سامنے کھول دیا۔ اس میں میک اپ کا بہترین سامان رکھا ہوا تھا۔ میری حیرت بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ تارینا ہمیشہ سے ایک پُراسرار عورت رہی تھی۔ ہر چند کہ ایک معاملے میں اُسے میری امداد کی ضرورت پیش آ گئی تھی اور دوسری بار اس نے سائیکالوجی سے اپنے ایک کام کے لیے درخواست کی تھی جو اتفاق سے مجھ تک آ گیا تھا لیکن بذاتِ خود مجھے وہ عورت ہمیشہ پُراسرار اور بے حد ذہین محسوس ہوئی تھی۔

میک اپ کے سامان کے استعمال میں میں نے دیر نہیں کی اور تھوڑی دیر کے بعد میرا چہرہ بالکل تبدیل ہو گیا تھا۔ گردن تک میک اپ کرنے کے بعد میں نے وہ لباس پہن لیا تھا جو میرے بدن پر کسی قدر چُست تھا لیکن کام چلانے کے قابل تھا۔

لباس پہننے کے بعد میں نے تارینا کی طرف دیکھا اور وہ آنکھیں بند کر کے مسکراتی ہوئی بولی "اب تم بھی چیخنے چلّانے والوں کی بھیڑ میں شامل ہو جاؤ علی۔ میرا خیال ہے کوئی تمھاری طرف توجہ نہیں دے گا اور پلیز، یہ تھوڑی سی رقم بھی رکھ لو، پتا نہیں کن حالات سے گزر رہے ہو۔"

"رقم کا حصول میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے تارینا! ابھی کام چل رہا ہے۔"

"اس کے باوجود رکھ لو، پلیز۔"

"لیکن کچھ اور سوالات بھی تو کرنے ہیں تم سے۔"

"ہاں کر لو۔ ابھی تو یہ ہنگامہ کافی دیر تک جاری رہے گا میں جانتی ہوں۔" تارینا نے جواب دیا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ میں تمھیں گرانڈ ٹاور کے بارے میں بتا دوں کہ وہاں مجھ سے گرین پول کے کسی آدمی نے رابطہ نہیں قائم کیا بلکہ اس کے بجائے چند لوگ میرے پیچھے لگ گئے۔ دو تین جگہ مجھے ہلاک کرنے کی کوشش بھی کی گئی اور بمشکل تمام میں ان سے جان بچا سکا۔ حسن پاشا بھی اُنھی آدمیوں میں سے ایک ہے اور اب یہ بات حسن پاشا نے اُگل دی ہے کہ اولیو ہاورڈ بھی یہاں پر میرے پیچھے ہے۔ وہ کمبخت مسلسل میری زندگی کا گاہک بنا ہوا ہے اور حسن پاشا اس کا گرگا ہے۔ اُسی کے ایما پر مجھے یہاں لایا گیا ہے لیکن یہ بات بھی مجھے معلوم ہوئی ہے حسن پاشا سے کہ اولیو ہاورڈ نے مجھے علی یار خان کی حیثیت سے یہاں ٹریس نہیں کیا بلکہ وہ مجھے مسٹر آئن شلائر کا ہی نمائندہ سمجھا اور گرین پول کے نمائندوں سے مجھے نہیں ملنے دینا چاہتا تھا۔"

"خوب! کیا یہ بات حسن پاشا نے تمھیں بتائی ہے؟"

"ہاں، کسی حد تک اس سے بھی معلوم ہوئی ہے۔"

تارینا ہارڈو کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ خاصی دیر تک وہ پریشانی کے انداز میں سر کھجاتی رہی پھر اس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہاورڈ یہ فائل گرین پول تک کیوں نہیں پہنچنے دینا چاہتا۔"

"اس کا ایک ہی مقصد ہو سکتا ہے تارینا۔ وہ یہ کہ ہاورڈ، مسٹر آئن شلائر کو مسلسل بلیک میل کرتے رہنا چاہتا ہے۔ غالباً وہ خود بھی ان سے کوئی کام لے رہا ہے۔"

"ممکن ہے ایسی بات ہو لیکن علی اب تمھارا کیا پروگرام ہے؟"

"حسن پاشا کے ذریعے یہ بات اب ہاورڈ کو معلوم ہو جائے گی کہ میں یہاں موجود ہوں اور میں ہی وہ نمائندہ ہوں جو گرین پول کے نمائندوں سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ گو اس وقت میں تمھاری وجہ سے یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا جبکہ حسن پاشا کا منصوبہ تھا کہ وہ مجھے ٹانگوں سے ناکارہ کر کے اولیو ہاورڈ کی خدمت میں پیش کر دے گا۔ یہ منصوبہ اس نے میری شکل دیکھنے کے بعد فوری طور پر ترتیب دیا تھا۔ حسن پاشا، اولیو ہاورڈ کا کرائے کا آدمی ہے اور اس کے مفادات کے لیے کام کرتا ہے۔ بقول اس کے میری فائل اسے بہت پہلے دی گئی تھی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اولیو ہاورڈ نے میرے بارے میں جگہ جگہ تفصیلات فراہم کر دی ہیں کہ میں اس کے شکنجے میں کہیں نہ کہیں ضرور پھنس جاؤں۔ خیر، ان ساری باتوں سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ میں گرین پول کے نمائندوں سے کہاں ملاقات کروں؟"

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، اگر انھوں نے گرانڈ ٹاور میں تم سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ بھی ہاورڈ کے پروگرام سے کسی حد تک واقف ہو گئے ہیں یا ممکن ہے، ہاورڈ ہی نے ان کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش کی ہو۔ تاہم میں تمھیں ایک جگہ کا پتا بتا دیتی ہوں، وہاں اگر تم کوشش کرو تو گرین پول کے نمائندوں سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"کون سی جگہ ہے وہ؟" میں نے سوال کیا۔

"ہیپوڈرم کے بائیں کونے میں کونیس نامی ایک ہوٹل ہے۔ زیادہ اچھی جگہ نہیں ہے، تمھیں پسند نہیں آئے گی لیکن کونیس کے کاؤنٹر پر اگر تم جا کر سفید رومال رکھو گے تو میرا خیال ہے تمھارا کام بن سکتا ہے، تم ان لوگوں پر اعتبار کر سکتے ہو۔"

"کونیس؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ ہیپوڈرم کے بائیں سمت تمھیں اس کا نیون سائن نظر آ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے لیکن ہاورڈ کے معاملے میں خاص سنجیدگی سے سوچنا پڑے گا تارینا۔ اچھا ایک بات اور بتاؤ۔ کیا یہاں تم سے میرا دوبارہ رابطہ قائم ہو سکتا ہے؟"

"علی! یہ سب حالات کے تحت ہے۔ میں خود بھی یہاں ایک مشن پر آئی ہوئی ہوں۔ کوشش کروں گی کہ تم سے ملوں۔ تم اپنا کام انجام دو، میں تمھیں خود تلاش کر لوں گی۔" اس نے جواب دیا اور میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ "دیر نہ کرو۔ اس سے قبل کہ یہاں کا ہنگامہ ختم ہو جائے تمھیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ کیونکہ اس کے بعد وہ تمھاری طرف متوجہ ہوں گے۔ صورتِ حال کا اندازہ لگانے میں انھیں بہت زیادہ دِقت نہیں پیش آئے گی۔"

"او کے تارینا۔ لیکن تم نے میرے لیے سوچنے کو بہت کچھ چھوڑ دیا ہے۔ میں تمھارے لیے اُلجھا رہوں گا۔"

"پلیز علی! میری فکر مت کرو۔ میں نے یہ چھوٹا سا کام کر کے تمھاری کوئی خاص خدمت انجام نہیں دی ہے۔ بہر طور میں کوشش کروں گی کہ زندگی کے کسی مرحلے پر تمھاری ان عنایات کا صِلہ دے سکوں۔"

میں نے اُسے خدا حافظ کہا اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ راستے سنسان پڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں برق رفتاری سے دوڑتا ہوا ایک طرف پہنچ گیا۔ یہ علم ہو گیا تھا مجھے کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں میں داخل ہوا تھا یعنی ٹریکوش باتھ چنانچہ راستوں کا اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دِقت پیش نہیں آئی اور تھوڑی دیر کے بعد میں بھی چیخنے چلّانے والوں میں شامل ہو گیا۔ بے شمار لوگ تھے، جو ابھی تک یہاں سے نکل نہیں پائے تھے۔ عجیب عجیب حُلیے ہو رہے تھے ان کے۔ کچھ کیچڑ میں نہائے ہوئے تھے اور کچھ پانی میں بھیگے ہوئے چوہوں کی مانند نظر آ رہے تھے۔ سب کے چہروں پر بدحواسی تھی۔ اس وقت مجھے بھی انھی کے انداز میں سارے کام کرنے تھے چنانچہ میں بھی چیختا چلّاتا ہوا بیرونی دروازے کی سمت بھاگا۔ گولیاں چلنا بند ہو گئی تھیں۔ لوگ ایک دوسرے سے صورتِ حال معلوم کرتے پھر رہے تھے، خاصی عجیب سی حالت تھی یہاں کی۔

مجھے دروازے سے باہر آنے میں کوئی دِقت نہ ہوئی ـــ ٹریکوش باتھ کے سامنے پولیس کی چند گاڑیاں آ کر رکی تھیں میں نے ایک ایسا راستہ اختیار کر لیا جہاں پولیس سے میری مڈبھیڑ نہ ہو اور پھر اس راستے پر دوڑتا چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد میں ٹریکوش سے کافی دور نکل آیا۔ میرا لباس اب اتنا بے تکا بھی نہیں تھا کہ ہر شخص کی نگاہ مجھ پر پڑنے لگے۔ میں ٹیکسی کی تلاش میں اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑانے لگا لیکن کمبخت ٹیکسی کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

کافی دور پیدل چلنے کے بعد بالآخر مجھے ایک ٹیکسی ملی اور میں اس میں بیٹھ کر پیکارڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔ پیکارڈ میں پہنچنے کے بعد میں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ غسل خانے میں جا کر تقریباً آدھے گھنٹے تک گرم پانی کے نیچے بیٹھا رہا، اس کے بعد ایک ہلکا پھلکا لباس پہن کر باہر نکل آیا۔ ویٹر کو بلا کر کافی طلب کی اور دو پیالی کافی پینے کے بعد کرسی پر بیٹھ کر اونگھنے لگا۔

ان سارے واقعات نے دماغ کی چولیں ہلا کر رکھ دی تھیں اور کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا اور اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ہاورڈ کمبخت کی یہاں موجودگی میرے لیے سوہانِ روح تھی۔ اس شخص نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ابھی تک میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے کوئی منصوبہ بندی نہیں کر سکا تھا اور اس بار تو میں نادانستگی میں اس کے ہاتھوں مارا ہی گیا تھا۔ کمبخت بہت فطین انسان تھا، آئن شلائر کے پیچھے پڑ گیا تھا اور گرین پول کے ساتھ مل کر سازشیں کر رہا تھا۔ اب جب اسے حسن پاشا سے یہ بات معلوم ہو گی کہ میں آئن شلائر کا نمائندہ بن کر یہاں آیا ہوں تو پھر اس وقت کیا صورتِ حال ہو گی؟

کاش حسن پاشا بھی اس ہنگامے میں کام آ جاتا تو کم از کم ہاورڈ کو میری شخصیت کا علم نہ ہو پاتا۔ کیوں کہ حسن پاشا ہی کے ذریعے وہ اس صورتِ حال سے آگاہ ہو گا۔ کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ہاورڈ کے صورتِ حال سے آگاہ ہونے سے پہلے ہی میں گرین پول کے سلسلے میں کوئی مناسب کارروائی کر لوں؟ میں نے سوچا لیکن اس وقت صورتِ حال ایسی تھی کہ میں کوئی بھی جسمانی مشقت کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار نہیں پا رہا تھا چنانچہ ایسی کوئی بھی کوشش میرے لیے نقصان دہ ہی ہو سکتی تھی۔

دوسرا مسئلہ تارینا ہارڈو کا تھا۔ وہ یہاں کیوں کر آئی لیکن اس مسئلے کو خود ہی میں نے ذہن سے جھٹک دیا۔ اب ایسا بھی کیا انسان کو اپنے ذہن پر قابو نہ رہے۔ تارینا ہارڈو نے اپنے بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی، نہ سہی۔ ہو سکتا ہے اس کا بھی کوئی مشن ہو اور وہ کسی اور مقصد کے تحت یہاں آئی ہو لیکن جس انداز میں وہ میری مدد کے لیے پہنچی تھی، وہ ناقابلِ یقین سا تھا۔ میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

رات ہو چکی تھی، میں کچھ کھائے پیے بغیر ہی لیٹ گیا تھا۔ یہ رات پُرسکون انداز میں گزار کر دوسری صبح چاق و چوبند ہونا چاہتا تھا تاکہ اعتماد سے اپنے کام کا آغاز کر دوں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک بار پھر اس بات کی ضرورت پیش آ گئی تھی کہ میں اپنے چہرے میں تبدیلی کر لوں۔ پیکارڈ میں داخل ہونے سے پہلے میں نے میک اَپ اتار دیا تھا ورنہ یہاں مشکل ہوتی لیکن اب.... میک اَپ ضروری تھا۔ بہت سے منصوبے بناتے بگاڑتے میں گہری نیند سو گیا۔ اب سب کچھ دوسری صبح کے لیے چھوڑ دیا تھا۔

دوسری صبح جاگنے کے بعد میں نے ناشتا وغیرہ کیا اور ان تمام چیزوں سے فارغ ہو کر میں نے اپنا ایک پروگرام ترتیب دیا۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک میں اس پروگرام کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا اور پھر پیکارڈ سے باہر نکل آیا۔ خطرات اب بھی میرے اردگرد موجود تھے۔ اصل مسئلہ چہرے کی تبدیلی کا تھا۔ ذرا سی غلطی ہو گئی تھی۔ اگر تارینا ہارڈو سے وہ میک اَپ بکس حاصل کر لیا جاتا تو شاید اتنی دقت نہ ہوتی تاہم جو میک اَپ میں نے اتارا تھا اس میں سے کچھ چیزیں ہوٹل سے باہر نکلنے کے بعد میں نے استعمال کر لیں اور چہرے میں تھوڑی سی تبدیلی رونما ہو گئی لیکن صرف اس سے کام نہیں چل سکتا تھا کیونکہ میرا واسطہ احمق قسم کے لوگوں سے نہیں تھا۔ ایک بازار سے میں نے میک اَپ کا سامان خریدا اور پھر کسی ایسی جگہ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں جہاں میں اسے استعمال کر سکوں۔ میں نے میک اَپ کے سامان کے علاوہ آئینہ بھی خرید لیا تھا تاکہ میک اَپ کرنے میں کوئی دقت نہ ہو اور اس کے بعد میں ایک سنسان گوشے کی تلاش میں چل پڑا۔ ایسی جگہ کا دستیاب ہونا مشکل نہ تھا۔ میں نے ایک جگہ منتخب کر کے وہاں اپنا کام شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کام سے فارغ ہو گیا۔ تمام سامان وغیرہ میں نے دہ میں پھینک دیا تھا۔ یہ میک اَپ خاصی محنت سے کیا گیا تھا۔ حالانکہ ایک عام جگہ کیا گیا تھا لیکن میں نے بڑی احتیاط سے اپنی شکل تبدیل کر لی تھی۔ تقریباً پونے بارہ بجے تھے اس وقت جب میں ہیوڈرم کے علاقے میں داخل ہو گیا اور پھر کونیس تلاش کرنے میں مجھے کوئی خاص دقت نہیں ہوئی۔ کونیس ایک بدنام سی جگہ تھی، جہاں کا ماحول اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ یہاں شریف لوگ آنا پسند نہیں کرتے ہوں گے۔ میں اس کے کاؤنٹر پر پہنچا اور میں نے جیب سے ایک سفید رومال نکال کر بھاری بھرکم کاؤنٹر کلرک کے سامنے رکھ دیا۔ کاؤنٹر کلرک نے چونک کر مجھے دیکھا۔ رومال اٹھایا اور مٹھی میں دبا لیا، پھر وہ کاؤنٹر کے نیچے انٹرکام پر کسی سے گفتگو کرنے لگا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد ایک آدمی ہمارے پاس پہنچ گیا اور اس نے مجھ سے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ میں اس کے ساتھ کونیس کی عقبی سمت میں چل پڑا۔ ایک راہداری سے گزار کر مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ یہاں میز کے پیچھے دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھے سامنے بیٹھنے کی پیشکش کی اور میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"فرمایئے، کیا کام ہے آپ کو؟"

"مجھے گرین پول کے کسی ذمّے دار نمائندے سے ملنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"مقصد؟"

"مقصد کسی ذمّے دار شخص کو بتایا جا سکتا ہے۔"

"اگر آپ ہمارے ذریعے کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو ہم سے گفتگو کرنے میں کوئی عار نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں.... مسٹر آئن شلائر کا آدمی ہوں اور گرین پول کی مطلوبہ اشیا لے کر یہاں پہنچا ہوں۔"

"کیا....!" مجھ سے سوالات کرنے والا شخص حیرت سے اچھل پڑا۔

"کیا آپ وہی ہیں جو گرانڈ ٹاور میں ٹھہرے ہوئے تھے؟"

"ہاں۔"

"اوہ....! پھر میں معافی چاہتا ہوں، ذرا ایک منٹ۔" اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے ایک فون پر نمبر ملایا اور ریسیور کو کان سے لگا لیا۔ پھر وہ کہنے لگا۔ "چیف، وہ شخص آیا ہے، جس کا تعلق مسٹر آئن شلائر سے ہے۔ ہاں، گرانڈ ٹاور کا مہمان۔ بہتر۔" اس شخص نے جواب دیا اور مجھے ساتھ لے کر اندرونی حصے کی جانب چل پڑا۔ ایک دوسرے کمرے میں میری ملاقات ایک اسمارٹ سے آدمی سے ہوئی، جس کی قومیت کے بارے میں کوئی اندازہ میں نہیں لگا سکا تھا۔

سیاہ آنکھوں والا یہ شخص بڑے پُرتپاک انداز میں مجھ سے ملا اور کہنے لگا۔ "میرا نام ٹیری مین ہے، میں آپ سے تعارف حاصل کر سکتا ہوں۔"

"اسنوڈن.. جان اسنوڈن۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر جان اسنوڈن! آپ کو میرے ساتھ ایک مختصر سا سفر کرنا ہو گا۔ میں ذرا دو منٹ کی اجازت چاہوں گا۔" اس نے کہا اور میں نے گردن آہستہ سے خم کر دی۔

وہ شخص چلا گیا اور تقریباً پانچ منٹ بعد واپس آیا۔

"اس تاخیر کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ آیئے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

ٹیری مین مجھے ساتھ لیے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ دو تین

WWW.PAKSOCIETY.COM

عبور کرنے کے بعد ہم ایک سبز کار کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا، جیسے ہی میں اندر بیٹھا، وہاں پہلے ہی سے موجود ایک خوبصورت سی لڑکی نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول کی نال میری پسلیوں سے لگا دی۔ میں نے چونک کر پہلے اس لڑکی کو پھر ٹیری مین کی طرف دیکھا۔ ٹیری مین نے اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا کہ یہ اقدام محض احتیاط کا تقاضا پورا کرنے کے لیے ہے۔

لڑکی نے دوسرے ہاتھ سے سیاہ رنگ کا ایک نقاب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اسے پہن لیجیے۔" میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ یہ بھی غنیمت تھا کہ ان دونوں میں سے کسی کو میری تلاشی لینے کا خیال نہیں آیا تھا۔ چند منٹ کے بعد کار کا انجن اسٹارٹ ہوا اور وہ آگے بڑھنے لگی۔ آنکھوں پر پٹّی کے باعث مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ راستہ یاد کرنے کے لیے مجھے مختلف گلیوں اور بازاروں سے آنے والی آوازوں اور راستے کے پیچ و خم پر غور کرنا پڑ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں یہ بھی خدشہ تھا کہ فائل پر قبضہ کرنے کے لیے کسی بھی وقت مجھے گولی کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے، یہ لوگ آئن شلائر سے اس قدر مخلص نہ ہوں اور یہ بھی ممکن ہے، اولیو ہاورڈ نے انھیں اس بات کی اجازت دی ہو کہ فائل کے حصول کے بعد وہ سارے معاملات ان کے سپرد کر دیں۔ اولیو ہاورڈ، مسٹر آئن شلائر کے سلسلے میں مخلص نہیں تھا اور انھیں نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔

راستے میں میں نے سوال کیا۔ "مسٹر ٹیری مین! آپ کو یہ تو یقیناً معلوم ہی ہو گا کہ گرانڈ ٹاور میں میرے ساتھ کیا حالات پیش آئے؟"

"نہیں۔ ہمیں اس سلسلے میں کوئی خاص علم نہیں ہے۔ بس اس دوران ہمیں گرانڈ ٹاور میں آپ سے رابطہ قائم کرنے کی ہدایت نہیں ملی تھی؟"

"حالانکہ یہ بات پہلے سے طے تھی کہ میں گرانڈ ٹاور میں آپ لوگوں سے ملاقات کروں گا۔"

"بدقسمتی سے اس کی وجہ نہ میں بتا سکتا ہوں اور نہ کیلس۔"

"کیلس کون؟"

"یہ لڑکی جو تمھارے نزدیک بیٹھی ہوئی ہے۔"

"ہوں، ٹھیک ہے، میں آپ سے ایک سوال اور کروں گا۔ مس کیلس آپ مجھے جواب دیجیے یا مسٹر ٹیری مین، آپ۔ آئن شلائر کی بیوی اور اس کے بچے کی کیا پوزیشن ہے؟"

"وہ لوگ بالکل محفوظ ہیں۔ ہم بلاوجہ قتل و غارت گری پسند نہیں کرتے، ہم نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے یہ تمام کارروائی کی ہے۔ اس بات کا میں آپ کو یقین دلاتی ہوں مسٹر اسنوڈن کہ وہ لوگ آپ کو بخیریت ملیں گے۔" کیلس نے جواب دیا۔ اس کا مطلب تھا کہ ٹیری مین نے اسے میرا نام بھی بتا دیا تھا۔

"ہوں۔ بہرحال، فائل لے آئی گئی ہے اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ لوگوں سے مکمل تعاون کروں اور کسی قسم کی کوئی بدمزگی ہمارے درمیان نہ ہو حالانکہ اس دوران میرے ساتھ انتہائی مشکل حالات پیش آ چکے ہیں۔" میری اس بات کا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کار میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں باہر کی آوازوں پر کان لگائے ہوئے تھا۔ اس وقت ہم جس سڑک سے گزر رہے تھے، وہاں شاید گڑھے زیادہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ گاڑی کو مسلسل جھٹکے لگ رہے تھے۔ کچھ فاصلے پر گھنٹیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر دفعتاً ایسا معلوم ہوا جیسے ہم گہری تاریکی میں پہنچ گئے ہوں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ ہم اس وقت کسی سرنگ سے گزر رہے ہیں۔

تقریباً ایک منٹ کے بعد ہم کھلی فضا میں آ گئے اور اس کے ساتھ ہی پانی گرنے کی آواز سنائی دینے لگی۔ جیسے کوئی پہاڑی ندی یا چھوٹا سا آبشار ہو۔ اس کے بعد تقریباً پانچ منٹ تک خاموشی رہی پھر سڑک کے قریب مویشیوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور اس کے کچھ دیر کے بعد گاڑی رک گئی۔ ٹیری مین نے دروازہ کھولا اور نیچے اُتر گیا۔ قدموں کی آواز کے ساتھ کچھ اجنبی سی آوازیں بھی سنائی دینے لگیں اور پھر میری آنکھوں سے پٹّی کھول دی گئی لیکن میں یہ دیکھ کر چونک گیا کہ کار کو مکمل طور پر ترپال وغیرہ سے ڈھک دیا گیا ہے۔ ڈیش بورڈ کی بتّی کی سُرخ روشنی میں نزدیک بیٹھی ہوئی کیلس کا چہرہ بڑا پُراسرار لگ رہا تھا۔ وہ لڑکی خوبصورت تھی لیکن کچھ تیکھے اور عجیب سے خدوخال کی مالک تھی اور اب بھی مجھ پر پستول تانے ہوئے تھی۔ چند سیکنڈ کے بعد کسی نے باہر سے کار کا دروازہ کھولا اور ایک درمیانی عمر کی خوبصورت سی عورت، ایک تقریباً گیارہ سالہ بچے کے ساتھ اگلی سیٹ پر آ بیٹھی، ان دونوں کی آنکھوں پر بھی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

مجھے یہ اندازہ لگانے میں دقت نہیں ہوئی کہ یہ آئن شلائر کی بیوی اور بیٹا ہے۔ لڑکی نے ان دونوں کو بھی خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پستول ان کی پشت میں چبھوتے ہوئے بولی۔ "اگر تم لوگوں نے ذرا بھی کوئی آواز نکالی یا جنبش کرنے کی کوشش کی تو تمھارے جسموں کے سوراخ گنے نہیں جا سکیں گے۔" چند لمحات کے بعد کار کا دروازہ پھر کھلا اور ایک اور عورت اندر داخل ہو گئی۔ یہ خاصی بھاری بھرکم اور لمبے خدوخال کی عورت تھی اور مقامی معلوم ہوتی تھی۔ آنکھیں انتہائی چمکدار تھیں اور کار کے اس دھندلکے میں بھی ان آنکھوں کی چمک محسوس کی جا سکتی تھی۔ عمر کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا تھا لیکن وہ انتہائی پُرکشش تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

خاص طور سے اس کے ہونٹ دیکھنے کے قابل تھے۔ میں اس کی عمر کے بارے میں تعین کرنے لگا اور میں نے اندازہ لگایا کہ وہ تیس سال سے زیادہ کی نہیں ہوگی۔ جسم پر مردانہ لباس تھا جس میں اس کا حسن اور بھی نکھر آیا تھا۔

وہ چند لمحے اپنی بادامی آنکھوں سے مجھے گھورتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "میرا نام کرسٹا فلومر ہے اور میں گرین پول کی ڈن ہوں۔"

گرین پول کی ڈن کے بارے میں میں اچھی طرح جانتا تھا۔ میں نے گردن خم کر کے اسے خوش آمدید کہا اور اپنے بارے میں بتانے لگا۔

"ہاں۔ یہ بات میرے علم میں آئی ہے کہ کچھ پُراسرار لوگ گرانڈٹا ور میں تمھاری نگرانی کر رہے تھے اور شاید ان سے تمھاری کوئی جدوجہد بھی ہوئی تھی، ہم نے اس دوران دخل دینا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ اس بات کا احساس بھی تھا ہمیں کہ کہیں یہ تم ہی لوگوں کی کوئی چال نہ ہو، تم نے اپنے پیچھے کچھ لوگوں کو لگا کر ممکن ہے کوئی ایسا پروگرام ترتیب دیا ہو، جس سے ہمیں کوئی نقصان پہنچ سکے، چنانچہ میں نے ہدایات دی تھیں کہ تمھارا خاموشی سے جائزہ لیا جاتا رہے اور جب تم اپنی ان تمام حرکتوں کے بعد واضح طور پر سامنے آجاؤ تو پھر تم سے رابطہ قائم کیا جائے۔ ہم صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں لگا سکے تھے، اس لیے تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ بتاؤ فائل اپنے ساتھ لائے ہو؟"

"جیسا کہ آپ کو حالات کا اندازہ ہو چکا ہے مس کرسٹا فلومر! معاف کیجیے گا میں آپ کو مس کہنے میں حق بجانب ہوں کہ نہیں؟"

"فضول بات ہے۔ اس کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔"

"ٹھیک ہے، جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ موجودہ حالات اس قسم کے ہو گئے تھے کہ میں کوئی کام اطمینان سے نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے فائل کو مجھے ایک ایسی جگہ رکھ دینا پڑا جہاں اسے محفوظ سمجھا جا سکے۔ وہ لوگ مجھ سے فائل بھی مانگ رہے تھے اور میں نے جب اس کے بارے میں منع کیا تو انھوں نے مجھے قتل کرنے کی تگ و دو شروع کر دی۔"

"ٹھیک ہے، اگر فائل اس وقت تمھارے پاس نہیں ہے تو تم ہمیں اسے فراہم تو کر سکتے ہو۔"

"جی ہاں، کیوں نہیں لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ فائل ملنے کے بعد آپ ہم لوگوں کو قتل نہیں کر دیں گے۔" میں نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ضمانت...!" کرسٹا فلومر مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "اگر تم طے شدہ پروگرام کے مطابق فائل ہمارے حوالے کر دو تو ہمیں کسی کے خون سے ہاتھ رنگنے کی کیا ضرورت ہے۔"

میں چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر میں نے [illegible] کی اندرونی جیب میں ڈال دیا لیکن جب میرا ہاتھ باہر نکلا [illegible] میں فائل کے بجائے خوفناک ریوالور دیکھ کر کرسٹا فلومر [illegible] پڑی۔ اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے میری [illegible] دیکھا اور میں ہنس کر بولا۔ "یہ ریوالور بھرا ہوا ہے۔ اس کی گو[لیاں] میں بہ آسانی تمھاری پیشانی میں بھر سکتا ہوں۔ کیا خیال ہے؟"

کرسٹا فلومر چند لمحے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے غرّاتے ہوئے لہجے میں کیلس سے کہا۔ "کیوں کیلس، یہاں لانے سے پہلے تم نے اس کی تلاشی لی تھی؟" کیلس بُری طرح بوکھلا گئی تھی۔ وہ جواب نہیں دے سکی۔ تب کرسٹا فلومر کہنے لگی۔ "اگر تم ایسا کر بھی لو تو اس سے کیا فرق پڑے گا۔ اگر تم مجھ پر گولی چلانے کی حماقت کرو گے تو کیلس ان دونوں کو موت کی نیند سلا دے گی۔"

"تمھارا خیال ٹھیک ہے۔ میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ میں تم کو قتل کر دوں۔ دراصل میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ حالات کسی بھی وقت ناخوش گوار ہو سکتے ہیں، کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم ان لوگوں کو نظر انداز نہ کرو، جنھوں نے مجھ سے فائل حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا یہ تمھارا فرض نہیں ہے میڈم کرسٹا فلومر کہ فائل کے حصول سے پہلے تم ان لوگوں پر توجہ دو جو میرا راستہ روکنے کی کوششوں میں مصروف ہیں؟"

"ریوالور مجھے دے دو۔" کرسٹا فلومر نے کہا۔

"ضروری نہیں ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں اسے استعمال کر کے نتائج سے بے پروا بھی ہو سکتا ہوں لیکن میرا مقصد صرف اتنا سا ہے کہ تم فائل کے حصول کے ساتھ ساتھ ان لوگوں پر بھی توجہ دو۔ اگر وہ ہمارا راستہ روکنے کی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو اس کی ذمّے داری کون قبول کرے گا؟"

کرسٹا فلومر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "تمھارا کہنا کسی حد تک درست ہے۔ میں اس سلسلے میں خصوصی پروگرام مرتب کروں گی۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم اس وقت تک میرے مہمان رہو جب تک کہ ہم فائل پوری احتیاط کے ساتھ اپنی تحویل میں نہ لے لیں۔ یہ دونوں تمھارے ساتھ رہیں گے اور اس دوران تمھیں کوئی دقّت پیش نہیں آئے گی۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن صورتِ حال کا تقاضا یہی ہے کہ تم پوری طرح محتاط رہو۔"

"ایسا ہی ہوگا۔" کرسٹا فلومر نے جواب دیا اور اس کے بعد ایک بار پھر میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔ آئن شلاٹر کی بیوی اور بچہ بالکل خاموش تھے۔ انھوں نے ایک دفعہ بھی پلٹ کر [دیکھنے] کی کوشش نہیں کی تھی۔ کرسٹا فلومر کے اشارے پر ہماری واپسی کا پروگرام طے پا گیا۔ وہ خود کار سے اتر گئی تھی اور تھوڑی دیر بعد کار اسٹارٹ ہو کر واپس چل پڑی۔ آنکھوں پر پٹی بندھی ہونے کی وجہ سے مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ لوگ مجھے کس طرف لیے جا رہے ہیں لیکن میں اب پُرسکون تھا۔ دوسری لڑکی کیلس ہمارے ساتھ ہی تھی۔

تھوڑی دور جانے کے بعد اس نے پستول کی نال میری پشت پر چبھوتے ہوئے کہا۔ "اپنا پستول میرے حوالے کر دو۔"

"کیوں اب کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر؟" میں نے غرّاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آہ۔ تم نہیں جانتے، تم نے تو میری موت کا سامان ہی کر دیا تھا۔ براہِ کرم پستول مجھے دے دو، میں وعدہ کرتی ہوں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور اب تو تمام معاملات دوستانہ ماحول میں طے پا رہے ہیں، اب تمھیں کیا دقّت پیش آ سکتی ہے۔"

"تم اس کے لیے اتنی پریشان کیوں ہو؟"

"اس لیے کہ میں دوبارہ اس پستول کو تمھارے پاس سے برآمد ہوتے نہیں دیکھنا چاہتی۔ تمام تر ذمّے داری میرے اوپر ہی عائد ہوتی ہے۔"

"میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں، تم اگر چاہو تو مجھے بے ہوش کر کے میرا پستول نکال سکتی ہو۔" میں نے کہا۔ کیلس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد کار ایک بار پھر رک گئی اور ہم لوگوں کو نیچے اتار لیا گیا۔ آئن شلاٹر کی بیوی اور بچہ میرے ساتھ ہی تھے۔ جس عمارت میں ہمیں اتارا گیا تھا وہ مضبوط لیکن کسی قدر پرانی سی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں ہمیں پہنچا دیا گیا جہاں زمین پر فرش بچھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ غالباً یہ انتظام اس لیے کیا گیا تھا کہ ہم کوئی غلط حرکت نہ کر سکیں۔ ہمیں اندر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا گیا۔ پستول اب بھی میرے پاس ہی موجود تھا۔ پتا نہیں وہ لوگ یہ رعایت کیوں دے رہے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی پستول کی موجودگی میرے ذہن کو کسی قدر مطمئن کیے ہوئے تھی۔

میری نگاہ سہمی ہوئی عورت پر پڑی جو بے حد خوبصورت تھی اور جس کی عمر چھتیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ گیارہ سالہ بچہ بھی سہما ہوا سا تھا۔ مجھے اس پر بے حد پیار آیا اور میں مسکرا کر ان لوگوں کی طرف دیکھنے لگا۔ بچہ بھی مسکرا دیا تھا۔ ایک سہمی سہمی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ گئی تھی۔

میں نے بچے کو اپنے قریب بلایا اور وہ اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگا۔ عورت نے اشارہ کر دیا تھا، چنانچہ وہ میرے پاس پہنچ گیا۔ میں نے بچے کو گود میں بٹھاتے ہوئے کہا۔ "اب تم لوگوں کو ذرا بھی خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ مسز شلاٹر، میں آ گیا ہوں اور میں آپ کو اپنی زندگی میں کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔"

مسز شلاٹر نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا اور سسکیاں لینے لگیں۔ بچہ اپنی ماں کی طرف دیکھ کر کسی قدر ہراساں ہو گیا تھا۔ میں ان دونوں کو تسلیاں دیتا رہا۔

"آپ لوگوں کو اس دوران ان لوگوں نے کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش تو نہیں کی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، ان کا رویّہ ہمارے ساتھ بُرا نہیں رہا۔" مسز شلاٹر نے جواب دیا۔

میں نے بچے کے رخساروں کو پیار کرتے ہوئے کہا۔ "تمھارا نام کیا ہے بیٹے؟"

"ڈین شلاٹر۔" اس نے جواب دیا۔

"مسٹر ڈین شلاٹر، آپ تیاریاں کر لیں، آپ کو اپنے وطن واپس جانا ہے۔ بس یوں سمجھ لیں کہ اس کام میں تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے۔"

بچہ بے اختیار مسکرا اٹھا۔ اس کی مسکراہٹ فرشتوں کی طرح پاکیزہ تھی۔ میں ان دونوں سے تسلی آمیز انداز میں گفتگو کرتا رہا لیکن میرے ذہن میں تشویش کی جو لہریں اٹھ رہی تھیں، وہ اب بھی جوں کی توں تھیں۔ بہرحال اب مجھ پر یہ ذمّے داری عائد ہو گئی تھی کہ میں انھیں سمجھا بجھا کر کسی قسم کے خوف کا شکار نہ ہونے دوں۔

مشہور ماہرِ نفسیات ڈاکٹر جی ایم ناز کی شہرہ آفاق تصنیف

قیمت: ۳۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ازدواجی نفسیات

یہ کتاب ڈاکٹر ناز نے کئی سال کی محنت سے ان تمام خطوط کی روشنی میں لکھی ہے جو کہ ہزاروں عورتوں نے اپنے مسائل پر مشوروں کے لیے ان کو لکھے تھے۔
اس کتاب میں خواتین کے ان تمام مسائل پر بحث کی گئی ہے جو ان کی ازدواجی زندگی کو گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں۔

کتاب کے چند عنوانات

زندگی کے ساتھی کا آئیڈیل ○ تصوراتی محبوب کی تلاش ○ لڑکیوں کا تصوراتی محبوب ○ منگنی اور آئیڈیل ○ بچپن کی منگنی کے نقصانات ○ لڑکیوں کی طرف سے منگنی توڑنے کے اسباب ○ ازدواجی ہم آہنگی ○ بے حس لوگ ○ من پسند جوڑے ○ ازدواجی ہم آہنگی کے چند حقائق ○ اقتصادی ترقی ○ خود پسندی ○ لڑکیوں کی باپ سے وابستگی یا نفرت ○ دوہری جنسیت ○ انتہاپسندی ○ مذہبی احساس اور پاکی کا تصور ○ عیش پرستی کے الزام کا خوف ○ پاکستانی لڑکیاں کیا چاہتی ہیں

یہ کتاب ہر شادی شدہ فرد کے لیے پڑھنا ضروری ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک رات گزر گئی، دوسرا دن بھی گزر گیا۔ دوسرے دن شام کو کرسٹا فلومر نے مجھ سے اسی عمارت میں ملاقات کی۔

"صورتِ حال کا جائزہ پوری طرح لیا جا چکا ہے مسٹر اسنوڈن۔ اور میرا خیال ہے کہ کل دن میں ہمیں اپنا کام مکمل کر لینا چاہیے تاکہ آپ کو کوئی دقت نہ ہو۔"

"کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں میڈم کرسٹا فلومر۔" میں نے کہا۔

"ہاں کہو، کیا بات ہے؟"

"فائل کے حصول کے بعد ان لوگوں کو واپس بھیجنے کے کیا انتظامات ہوں گے؟"

کرسٹا فلومر نے اپنے پرس کو کھولا اور تین ٹکٹ نکال کر میرے سامنے ڈال دیے۔ "کل شام کو ساڑھے چار بجے کی فلائٹ سے تم لوگوں کو واپس بھیجا جا سکتا ہے بشرطیکہ فائل ہمارے پاس پہنچ جائے۔ میں نے اس فلائٹ کے یہ ٹکٹ حاصل کر لیے ہیں، یہ تمھارے اس خدشے کے پیشِ نگاہ بھی تھا جس کے تحت تم نے یہ بتایا تھا کہ ہاورڈ ہماری راہ پر ہے اور اس فائل کے حصول کے لیے سرگرداں بھی۔"

میں نے تینوں ٹکٹوں کو بہ غور دیکھا۔ ان میں ایک مسٹر اسنوڈن کے لیے، دوسرا مسز شلائڑ اور تیسرا ڈین شلائڑ کے لیے تھا۔ ان ٹکٹوں کو دیکھ کر کم از کم یہ اندازہ ضرور ہوتا تھا کہ کرسٹا فلومر فائل کے حصول کے بعد کسی قسم کی بد دیانتی کا ارادہ نہیں رکھتی یا پھر ممکن ہے، اپنی بات کو پُر زور بنانے کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا ہو۔ بہر حال مجھے اتنا رِسک تو مول لینا ہی تھا۔ فائل کا ایک بار ان لوگوں کی تحویل میں جانا ضروری تھا۔ اس کے بعد ہی صورتِ حال واضح ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے وعدہ کر لیا کہ کل جس وقت بھی وہ لوگ مجھے لے جانا چاہیں گے، میں فائل ان کے حوالے کرنے کو تیار رہوں۔

کرسٹا فلومر نے مجھ سے کہا کہ اگر میں چاہوں تو انھیں فائل کی جگہ بتا دوں۔ اس کے بعد وہ اپنا کام انجام دینے کے لیے تیار ہو گی لیکن میں نے اس کے لیے معذرت کرتے ہوئے کہا "دراصل میں نہیں چاہتا کہ آپ اس سلسلے میں کسی قسم کے ڈبل کراس کا تصور اپنے ذہن میں لائیں۔ فائل میں اپنے ہاتھ سے آپ کے حوالے کر دوں گا تاکہ اس کے بعد آپ یہ نہ کہہ سکیں کہ راستے میں کوئی گڑ بڑ ہو گئی۔"

کرسٹا فلومر کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے گردن ہلا کر کہا "ٹھیک ہے کل دس بجے انتظار کرنا۔" میں نے گردن خم کر دی۔

یہ رات بھی گزر گئی۔ مسز شلائڑ میری شرافت سے بہت زیادہ متاثر تھیں۔ بچہ بھی مجھ سے بہت زیادہ مانوس ہو گیا تھا اور میں ان دونوں کے چہروں پر زندگی کے آثار پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

دوسرے دن ٹھیک دس بجے سیاہ رنگ کی ایک ... مجھے لے کر چل پڑی۔ اس میں کرسٹا فلومر میرے ساتھ ... دوسرے افراد بھی تھے۔ ٹیری مین البتہ موجود نہیں تھا بلکہ ... جگہ کچھ اور لوگ تھے۔ میں نے شہر میں داخل ہونے کے ... اُنھیں اس بنک کا پتا بتایا جس کے لاکر میں فائل موجود تھی، ساتھ ساتھ ہی میں نے یہ بھی کہا کہ تھوڑی دیر کے لیے ... پیکارڈ جانا پڑے گا۔ کیونکہ وہاں سے مجھے ایک چیز لینا ...

ہوٹل پیکارڈ پہنچنے کے بعد کرسٹا فلومر میرے ساتھ ... چل پڑی۔ میں ذرا سا پریشان تھا کہ کہیں ہوٹل میں داخلے میں کوئی دِقت پیش نہ آئے لیکن اس سلسلے میں، میں نے ایک ... باقاعدہ کاؤنٹر سے چابی نہیں حاصل کی۔ بلکہ خاموشی سے ... میں پہنچ گیا اور پھر چوروں کے سے انداز میں، میں نے کمرے ... دروازہ کھولا۔

کرسٹا فلومر نے مجھ سے اس بارے میں سوال کیا تو میں ... کہہ کر اُسے مطمئن کر دیا کہ میں کسی کی نگاہوں میں نہیں آنا چاہتا۔

دروازہ کھولنے کے بعد میں نے اپنی مسہری کے پلنگ ... خول سے لاکر کی چابی نکالی اور اُسے اپنی تحویل میں لینے کے ... خاموشی سے باہر نکل آیا۔ اس کام میں مجھے کوئی دِقت نہیں ہوئی تھی۔ البتہ کچھ لوگ کرسٹا فلومر کو گہری نگاہوں سے دیکھ رہے ... اس کی شخصیت واقعی شاندار تھی۔ اس کی قومیت کے بارے ... بھی میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ کبھی تو وہ مقامی معلوم ہوتی تھی اور کبھی یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی دوغلی نسل کی فرد ہو۔

ایک بار پھر ہم بنک کی جانب سفر کرنے لگے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے بنک کے لاکر سے فائل نکال لی۔ فائل نکال کر ہم گاڑی میں آ بیٹھے۔

کرسٹا فلومر نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ گاڑی اسٹارٹ کی گئی اور ہم وہاں سے چل پڑے لیکن اس کے بعد ہمیں اس عمارت میں واپس نہیں آنا پڑا تھا۔ بلکہ ایک اور ہی عمارت میں ہم پہنچ گئے جو شہر ہی کے درمیان تھی۔ کرسٹا فلومر نے وہاں مجھے اترنے کے لیے کہا اور پھر میرے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ اس چھوٹی سی عمارت کے ایک کمرے میں مسز شلائڑ اور ڈین شلائڑ کو دیکھ کر میں نے سکون کی سانس لی تھی۔ ان دونوں کو وہاں سے شاید منتقل کر دیا گیا تھا۔

"وعدے کے مطابق یہ دونوں تمھارے سپرد ہیں۔ ساڑھے چار بجے کی فلائٹ سے تم تینوں کو روانہ ہو جانا ہے، اس سے زیادہ تمھارے لیے میں کچھ نہیں کر سکتی مسٹر اسنوڈن! یہ ٹکٹ تمھارے حوالے ہیں۔ البتہ مجھے اجازت دو کہ میں فائل چیک کر لوں۔"

کرسٹا فلومر نے کہا پھر اس نے فائل کو بغور دیکھا۔ اس کا اچھی طرح سے جائزہ لیا اور پھر اُسے اپنے قبضے میں لے لیا۔

"شکریہ! فائل بالکل ٹھیک ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمارا مطالبہ ایک فلم کا بھی تھا لیکن ہمارے ایک آدمی نے ہمیں اطلاع دی کہ وہ فلم اس کے سامنے جلا دی گئی تھی۔"

میرے ذہن میں سَن ین کا تصور اُبھر آیا اور میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ مسٹر آئن شلائڑ کا خیال بالکل درست ہے سَن ین کم بخت ان لوگوں کے ہاتھوں بِک گیا تھا مگر میں نے اپنے چہرے سے کسی خاص تاثر کا اظہار نہ ہونے دیا۔ کرسٹا فلومر کہنے لگی۔ "اسنوڈن! تمھیں اس فائل کے بارے میں کیا معلومات حاصل ہیں؟"

"مس کرسٹا فلومر! میں دراصل صرف ایک مقصد کے لیے یہاں آیا تھا اور وہ مقصد تھا مسٹر آئن شلائڑ کی بیوی اور اس کے بچے کا حصول۔ اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں تھی کہ میں اس فائل کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرتا۔"

"کیا تمھارا تعلق وہاں کی انتظامیہ سے ہے؟"

"نہیں۔ میں کرائے کا آدمی ہوں اور اس کام کے لیے مجھے اچھا خاصا معاوضہ پیش کیا گیا ہے۔"

"خیر، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ یہ دونوں تمھارے حوالے ہیں۔ یہ مکان شہر کے وسط میں واقع ہے، استنبول کے ایک بھرے پُرے علاقے میں۔ اگر تم چاہو تو یہاں سے نکل کر کوئی دُوسرا بندوبست کر سکتے ہو۔ یہ بندوبست تم اپنے تحفظ کے سلسلے میں کرو گے، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ ویسے یہ جگہ بھی تمھارے لیے محفوظ ہے۔ میری طرف سے تمھیں کوئی نقصان پہنچنے کا خدشہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر ایسی بات ہوتی تو یہ ٹکٹ اور ان لوگوں کو تمھارے حوالے نہ کیا جاتا۔ میرا مقصد ہے کہ اب تم ہماری طرف سے تمام خدشات ذہن سے نکال دو۔ ہم اب کسی طور تمھیں نقصان پہنچانا نہیں چاہتے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اس کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

کرسٹا فلومر چلی گئی تو آئن شلائڑ کی بیوی نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا "کیا واقعی ہمارا یہاں رہنا مناسب ہو گا؟"

"میرے خیال میں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی لیکن کیا اسی فلائیٹ سے ہم لوگ سفر کریں گے؟ اگر کوئی گڑ بڑ ہو گئی تو......؟"

"بظاہر تو اس کا امکان نہیں ہے لیکن اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو آپ کے سفارت خانے کے حوالے کر سکتا ہوں وہاں سے آپ اپنی واپسی کا بندوبست کریں۔"

مسز شلائڑ کچھ دیر تک کچھ سوچتی رہی اور پھر انھوں نے بھاری لہجے میں کہا "یہ انتہائی مناسب ہو گا۔ تم مجھے میرے سفارت خانے تک پہنچا دو، اسی میں میری عافیت ہے۔ میں اس کے لیے تمھاری بے حد شکر گزار ہوں گی۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، آپ ابھی میرے ساتھ چلیے۔" میں نے کہا۔

دل میں تھوڑی سی تشویش بھی تھی لیکن اس بات کا امکان نہیں تھا کہ سفارت خانے والے اس معاملے میں کوئی گڑ بڑ کریں گے۔ ہاں مسٹر آئن شلائڑ کو اگر اس پر کوئی اعتراض ہو تو ہو لیکن مسز شلائڑ کی یہی خواہش تھی۔ چنانچہ میں نے ان کی اس ہدایت پر عمل کیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھے ہوئے سفارت خانے کی جانب جا رہے تھے۔ ہر چند کہ کرسٹا فلومر نے مجھے اپنے تعاون کا یقین دلایا تھا اور یہ بتا دیا تھا کہ وہ لوگ میرے ساتھ کسی قسم کی بد دیانتی کرنے کے موڈ میں نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود مجھے محتاط رہنا تھا۔ یہ بھی امکان تھا کہ ہاورڈ کو اس بارے میں معلوم ہو جائے اور وہ راستے میں کوئی گڑ بڑ کرنے کی کوشش کرے۔ اس احساس کے تحت میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ مسز آئن شلائڑ کو ان کے ملک کے سفارت خانے کے حوالے کر دیا جائے اور اس طرح اپنے فرض سے سبکدوش ہوا جائے۔

استنبول میں آئن شلائڑ کے کونسلیٹ کی عمارت کو تلاش کرنے میں خاصی دِقت پیش آئی تھی۔ کئی جگہوں سے معلومات حاصل کرنے کے بعد کونسلیٹ کی عمارت کا پتا چل سکا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم نے ٹیکسی وہاں رکوالی۔ ٹیکسی سے اتر کر ہم عمارت میں داخل ہو گئے۔ عملہ با اخلاق تھا، ایک جگہ سے ہم نے کونسلر کے بارے میں معلومات کیں تو ہمیں وائس کونسلر کے دفتر تک پہنچا دیا گیا۔

وائس کونسلر نے پُرتپاک انداز میں ہمارا خیر مقدم کیا تھا، اور پھر مسز شلائڑ نے جب اس سے اپنا تعارف کرایا تو وہ مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"اوہ میڈم! معافی چاہتا ہوں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ سے اس طرح ملاقات ہو جائے گی۔"

"یہ تمام کچھ سوچنے کے بجائے مجھ سے کام کی گفتگو کرو۔" مسز شلائڑ نے کہا۔ "کونسلر سے میری ملاقات کیسے ہو سکتی ہے؟"

"آپ کو کچھ انتظار کرنا ہو گا۔ وہ انقرہ گئے ہوئے ہیں ممکن ہے رات تک واپس آ جائیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میرے لیے یہیں کسی ایسی رہائش کا بندوبست

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر دوں جس میں میں دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکوں۔ کچھ مجرمانہ ذہنیت کے افراد مجھے اور میرے بچّے کو اغوا کر کے یہاں تک لے آئے تھے۔ ان صاحب نے میری مدد کی ہے اور مجھے یہاں تک پہنچانے کی زحمت گوارا کی ہے۔ چنانچہ ان کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ تمہیں میرے تحفظ کا بندوبست بھی کرنا ہوگا۔ اپنے طور پر تم جو چاہو انتظام کر سکتے ہو لیکن یہ بات ابھی عام نہیں ہونا چاہیے۔"

وائس کونسلر سمجھ دار آدمی تھا۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "میں ان صاحب کا تہ دل سے شکر گزار ہوں میڈم اور اب آپ یہ بھول جائیے کہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ ہم آپ کی حفاظت کے مکمل طور پر ذمّے دار ہیں۔"

تھوڑی دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے، وائس کونسلر میرے ساتھ نہایت خلوص سے پیش آیا تھا۔ اس نے تمام ذمّے داریاں قبول کر لیں تو میں نے مسز شلائر سے تھوڑی دیر کے لیے تنہائی میں بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور وائس کونسلر نے اس کے لیے ہمیں موقع فراہم کر دیا۔

"میڈم! کیا آپ اپنے طور پر مطمئن ہیں۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ اب آپ بہ آسانی واپس پہنچ جائیں گی؟"

"یقیناً — مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ میری حفاظت کی ذمّے داری قبول کر لیں گے۔ اس کے علاوہ اگر ممکن ہو سکا تو میں کسی طرح آئن شلائر سے گفتگو کرنے کی کوشش کروں گی اور انھیں صورتِ حال بتا دوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میرے لیے فوری طور پر کوئی نہ کوئی بندوبست کر دیں گے۔"

"اب میرا آپ سے ملنا ضروری تو نہیں ہے؟"

"اگر تمہیں موقع ملے اسنوڈن، تو تم میرے ملک میں ضرور مجھ سے ملاقات کرنا۔ یہاں تو تم جانتے ہو کہ میں بے یار و مددگار ہوں، تمھارے اس احسان کا کوئی صلہ نہیں دے سکتی۔"

"میں اپنے احسان کا صلہ وصول کرنے کے لیے کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گا میڈم شلائر۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ، شاید تم نے میری بات سے غلط مفہوم اخذ کر لیا ہے، اس کے لیے معافی چاہتی ہوں، تم تو میرے لیے فرشتہ ثابت ہوئے ہو۔ میں تمھیں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

ڈین شلائر کو پیار کرنے کے بعد میں ان لوگوں سے رخصت ہو کر وہاں سے نکل آیا۔ مجھے یقین تھا کہ کونسلیٹ پہنچنے کے بعد کم از کم میڈم شلائر کے سلسلے میں میری ذمّے داریاں ختم ہو گئی ہیں اور وہ کسی نہ کسی طرح اپنے وطن پہنچ ہی جائیں گی۔

مسئلہ اب فائل کے حصول کا تھا اور اس کے لیے مجھے نئے سرے سے اپنے کام کا آغاز کرنا تھا۔ پیکارڈ میں مزید قیام تو اب قطعی نامناسب تھا۔ وہ جگہ تقریباً سب کی نظر میں آ چکی تھی لہٰذا اب مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں میں خود کو ان لوگوں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکوں اور اس مرتبہ میرے ذہن میں ایک بالکل ہی نئی بات آ گئی۔

وہ کارواں سرائے مجھے یاد آ گئی جہاں رہائش انتہائی تنگ اور تکلیف دہ تھی لیکن میرے خیال میں اس سے زیادہ محفوظ جگہ میرے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس سرائے میں قیام کے لیے مجھے ایک بار پھر نئے سرے سے سامان کی ضرورت پیش آ گئی تھی۔ کیونکہ اب ایک نئی حیثیت میں وہاں رہنا تھا۔

میں نے بازار سے کچھ خریداری کی اور تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اسی علاقے کی جانب چل پڑا جہاں ایک بار پہلے بھی جا چکا تھا۔

سرائے کے مالک نے بغیر کسی شناسائی کے میرا استقبال کیا۔ وہ مجھے نہیں پہچان سکا تھا۔ وہاں مجھے وہی تنگ کمرہ دوبارہ دے دیا گیا، جہاں میں ایک بار پہلے بھی قیام کر چکا تھا۔ کمرہ بے شک گوناگوں پریشانیوں کا سبب تھا لیکن مجھے اس میں کب تمام زندگی بسر کرنا تھی۔ تھوڑی سی تکلیف ہی سہی۔

شام کو پانچ بجے کے قریب میں سرائے سے باہر نکل آیا۔ میرے چہرے پر بہترین میک اپ تھا۔ اس میک اپ کے بعد میری شخصیت کو بالکل نہیں پہچانا جا سکتا تھا۔ اب مجھے کسی ایسی سواری کی تلاش تھی جس کے ذریعے میں اس علاقے کی جانب سفر کر سکوں جہاں میری ملاقات کرسٹا فلویر سے ہوئی تھی۔

میں نے ایک پروگرام مرتب کیا اور سب سے پہلے میں ہپوڈرم پہنچ گیا جہاں کونیس واقع تھا۔ کونیس سے ہی میرے سفر کا آغاز ہوا تھا۔ یہاں پہنچ کر میں نے ٹیکسی کے لیے نگاہیں دوڑائیں۔ ٹیکسیاں کافی نظر آئی تھیں لیکن میں کسی ایسے ڈرائیور کی تلاش میں تھا جو مجھ سے تعاون کر سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک مدقوق سی شکل والے ادھیڑ عمر آدمی پر میری نگاہ پڑی۔ شکل ہی سے وہ مفلوک الحال نظر آتا تھا۔ میں نے اس کی ٹیکسی کو انگیج کر لیا اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔

"دوست! میں سیاح ہوں، میرے احکام کے مطابق ٹیکسی چلاتے رہو، تمہیں تمھارے بِل کے علاوہ پچاس لیرے بھی انعام میں دوں گا۔"

پچاس لیرے کے تصوّر نے ٹیکسی ڈرائیور کو حیران کر دیا تھا۔ اس کی حالت سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ پچاس لیرے اس کے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ میں نے پچاس لیرے کا نوٹ نکال کر اس کے حوالے بھی کر دیا جسے اس نے لرزتے ہاتھوں سے تھام کر اپنی جیب میں ٹھونس لیا اور بولا۔ "بِل کی رقم الگ سے ادا کی جائے گی؟"

"ہاں، یقیناً۔" میں نے پُر اعتماد آواز میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، آپ اطمینان سے تشریف رکھیے۔ جہاں آپ کہیں گے، میں آپ کو لے چلوں گا۔"

میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس وقت میری تمام تر ذہنی قوتیں اس بات پر صرف ہو رہی تھیں کہ میں صحیح سمت کا تعین کر سکوں۔ چنانچہ ٹیکسی چلتی رہی، آنکھیں بند کیے میں ڈرائیور کو راستہ بتاتا رہا۔ میں نے یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ ڈرائیور کے چہرے پر میری ہدایات کا کیا ردِّ عمل ہو رہا تھا لیکن اب مجھے اس پر بھروسا تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ وہی کرتا رہے گا جو میں کہوں گا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب ٹیکسی ایک چڑھائی پر چڑھنے لگی تو میں نے اندازہ کر لیا کہ ہم درست راستے پر سفر کر رہے ہیں۔ کافی دُور پہنچنے کے بعد سڑک دو حصّوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک شاخ وادی کی جانب جا رہی تھی اور دُوسری بائیں سمت پہاڑیوں کی طرف چلی گئی تھی۔ میں نے چند لمحات کچھ سوچا، یہ جائزہ لیتا رہا کہ اس کے بعد کتنا فاصلہ اس طرح طے کیا گیا تھا، پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد میں نے ٹیکسی ڈرائیور کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے رُکنے کا حکم دیا۔ "بس دوست! میں یہیں اُتروں گا۔"

"جی ...!" ڈرائیور متحیرانہ انداز میں بولا۔ "لیکن جناب، یہاں سے آپ کو واپسی کے لیے کوئی سواری نہیں ملے گی۔"

"دیکھا جائے گا۔ ویسے تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کون سی جگہ ہے؟"

"یہ آرال کا علاقہ کہلاتا ہے۔ کچھ فاصلے پر قسطنطین کا زیرِ زمین محل واقع ہے۔ اگر آپ یہاں سے واپسی کے لیے جائیں تو قسطنطین کے محل کی جانب رُخ کریں۔ وہیں سے آپ کو سواری مل سکتی ہے۔"

"وہ محل کس طرف ہے؟"

"سیدھے ہاتھ پر۔ اگر آپ تھوڑی سی بلندی پر چڑھ کر دیکھیں گے تو آپ کو وہ جگہ نظر آ جائے گی۔"

"وہاں تک پہنچنے کا راستہ ....؟"

"پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتا ہے مگر خطرناک نہیں ہے لیکن صاحب، آپ یہاں کیوں اتر رہے ہیں؟"

"بس میں ذرا سنکی قسم کا آدمی ہوں۔ لو، یہ تمھارا بِل۔" میں نے ٹیکسی کے میٹر پر نظر ڈالنے کے بعد رقم اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر مزید دس لیرے کا نوٹ ڈرائیور کے ہاتھ میں تھما دیا۔ ڈرائیور کی تو چاندی ہو گئی تھی۔ وہ مجھے کئی بار سلام کر کے واپس پلٹ گیا۔

میں اپنی جگہ کھڑا اس وقت تک ٹیکسی کو دیکھتا رہا، جب تک کہ وہ مجھے نظر آتی رہی۔ پھر جب وہ بالکل ہی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں آگے بڑھنے لگا۔ میں نے پہاڑیوں کا راستہ اختیار کیا تھا۔ میں چاروں طرف سے محتاط ہو کر چل رہا تھا۔ ایک جگہ رُک کر میں نے چند لمحات کے لیے اِدھر اُدھر کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ تقریباً ڈیڑھ میل کا سفر طے کرنے کے بعد مجھے ایک سُرنگ دکھائی دی۔ یہاں پانی گرنے کی مدھم آواز بھی سنائی دے رہی تھی جیسے قریب ہی کہیں آبشار موجود ہو۔ مزید آدھے گھنٹے چلنے کے بعد میں اندازے کی بنا پر اس جگہ رُک گیا۔ جہاں مسٹر آئن شلائر کی بیوی اور بچّے کا تبادلہ ہوا تھا — اس جگہ سڑک کے ایک طرف دُور دُور تک قدِ آدم جھاڑیاں اور درخت پھیلے ہوئے تھے اور دُوسری طرف پتھریلا میدان تھا جو بتدریج بلندی کی طرف چلا گیا تھا۔ اس وقت میری نظریں سڑک کے کنارے کچّی جگہ پر بنے ہوئے ٹائروں کے نشانات پر جمی ہوئی تھیں میرے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ میں بالکل ٹھیک جگہ پر پہنچا ہوں۔ یہ میری خصوصی صلاحیت تھی جس کی بنا پر میں راستوں کا تعین کرنے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔

تھوڑی دیر میں جھاڑیوں کے درمیان ایک جگہ رُکا اور ٹائروں کے نشانات کا جائزہ لیتا رہا، پھر انھی نشانات کے سہارے آگے بڑھنے لگا۔ نشانات بلندی کی جانب جا رہے تھے میں اتنا غیر محتاط نہیں تھا کہ کسی ہنگامی صورتِ حال میں اپنا دفاع نہ کر سکتا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر گرین پول کا کوئی ہیڈ کوارٹر ان پہاڑیوں میں موجود ہے تو ان لوگوں نے اس کی حفاظت اور نگرانی کے انتظامات بھی کر رکھے ہوں گے۔

میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ میں نے ابھی زیادہ سفر نہیں کیا تھا کہ اچانک ہی کوئی چیز میرے سر سے صرف دو تین انچ اوپر سے گزر گئی۔ زنّاٹے کی آواز کے ساتھ ہی میں نے جھاڑیوں میں چھلانگ لگا دی۔ پہاڑیوں میں گونجنے والی اس فائر کی بازگشت اس بات کا ثبوت تھی کہ مجھے دیکھ لیا گیا ہے۔ پہلے فائر کے فوراً بعد ہی دُوسرا فائر ہوا اور پھر تواتر سے فائرنگ ہونے لگی۔ میں اس دوران جھاڑیوں کی آڑ لے کر زمین پر لیٹ گیا تھا۔

فائرنگ تقریباً تین منٹ تک مسلسل ہوتی رہی اور پھر ایک لمحے کے لیے رُک گئی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میں اچھل کر ایک درخت کی آڑ میں پہنچ گیا جسے میں نے تاک لیا تھا لیکن وہ لوگ بھی ہر طرف نظر رکھے ہوئے تھے۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحے فائرنگ دوبارہ شروع ہو گئی تھی۔

چند لمحے میں گولیوں کی سمت کا جائزہ لیتا رہا پھر بڑی آہستگی سے ایک سمت رینگنے لگا۔ کانٹے دار جھاڑیاں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں جن سے میرے چہرے، ہاتھوں اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پنڈلیوں پر خراشیں آرہی تھیں لیکن مسلسل آگے بڑھتا رہا۔ فائرنگ تھوڑی دیر کے بعد پھر بند ہو گئی تھی اور اب چاروں طرف مکمل سکوت طاری تھا۔ میں آگے رینگتے رینگتے ایک جگہ رک گیا۔ میرے بائیں جانب جھاڑیوں میں کسی جگہ سرسراہٹ کی آواز اُبھری تھی۔

چند لمحے ساکت رہ کر میں اِرد گرد کی سُن گُن لیتا رہا۔ پھر میں نے آہستہ آہستہ جھاڑیوں میں سے سر اُبھارا اور چونک پڑا۔ میرے بائیں جانب ایک رائفل بردار شخص موجود تھا اور متجسس نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ میرے اور اس کے درمیان تقریباً دس گز کا فاصلہ تھا۔ ابھی اس کی نظر مجھ پر نہیں پڑی تھی۔ چنانچہ میں نے دوبارہ اپنا سر نیچے کرلیا اور نہایت احتیاط سے اپنا رُخ تبدیل کرکے اس کی سمت رینگنے لگا۔

تقریباً پانچ گز آگے بڑھنے کے بعد میں نے دوبارہ اوپر اٹھ کر اسے دیکھنے کی کوشش کی تاکہ سمت کا اندازہ درست رہے لیکن اس مرتبہ وہ چونکہ اسی طرف دیکھ رہا تھا لہٰذا میں اس کی نظر میں آگیا۔

اس مرحلے پر کسی بھی قسم کا تذبذب مجھے موت سے ہمکنار کرسکتا تھا لہٰذا میں نے تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے چیتے کی طرح اپنی جگہ سے جست لگائی لیکن وہ بھی پوری طرح چوکنا تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنی جگہ چھوڑ دی اور میں زمین چاٹنے پر مجبور ہو گیا۔ البتہ میں نے پھرتی سے اٹھنے میں کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ میرا مدِمقابل اس دوران اپنی رائفل کا رُخ میری سمت کرچکا تھا جس پر آگے لگی ہوئی سنگین چمک رہی تھی۔

میں یہ بات نہیں سمجھ سکا کہ اس نے موقع ملنے کے باوجود مجھ پر فائر کیوں نہیں کیا۔ ممکن ہے اس کی رائفل خالی ہو چکی ہو، یا پھر مجھے خود سے اس قدر قریب پا کر اس نے مجھے زندہ گرفتار کرنے کا ارادہ کرلیا ہو۔ بہرحال، قصہ کچھ بھی ہو، اس وقت ایک ایسا آدمی میرے سامنے تھا جو مسلح تھا اور میرا حریف تھا۔ جیسے ہی وہ میرے نزدیک پہنچا' اس نے مجھ پر سنگین سے حملہ کردیا لیکن میں جھکائی دے کر بچ نکلا۔

دفعتاً میں نے اس سے کہا "حماقت مت کرو، تمہاری کوئی غلط حرکت تمہارے لیے سزا کا باعث بھی بن سکتی ہے۔"

وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا اور میری طرف دیکھنے لگا۔

"میں میڈم کرسٹا فلومر سے ملنے آیا ہوں اور تم مجھ پر مسلسل حملے کیے جا رہے ہو۔"

اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر جیسے چونک پڑا۔ شاید اس نے میری بات کو چالاکی پر محمول کیا تھا۔ چونکنے کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔

اب اس کا ہاتھ رائفل کے ٹرائیگر پر پہنچ رہا تھا لیکن اسی وقت میں نے انتہائی پھرتی سے اس کی رائفل پر ہاتھ ڈال دیا۔ اب ہم دونوں میں رائفل کے لیے کشمکش ہو رہی تھی۔ اس دوران میں نے رائفل کی نال کا منہ آسمان کی جانب رکھا تھا۔ تھوڑی سی کشمکش کے بعد میں نے اس کے گھٹنے پر ایک زوردار ٹھوکر لگائی۔ وہ بلبلا اٹھا مگر رائفل پر اس کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوئی ہم دونوں لڑکھڑاتے ہوئے نیچے گر گئے۔ نیچے گرتے ہی مجھے دونوں ہاتھ رائفل پر جمانے کا موقع مل گیا۔ اب سنگین اس کے نرخرے کو چھو رہی تھی۔ میں نے ایک بار پھر غرا کر اسے اس مقابلے سے باز رکھنے کی کوشش کی اور کہا کہ میں کرسٹا کا مہمان ہوں لیکن وہ یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ممکن ہے' اس کے ذہن میں کوئی ایسی بات ہو جس کی وجہ سے اسے اس بات پر یقین' نہ آرہا ہو۔

اچانک ہی اس نے رائفل چھوڑ دی اور نجانے کس طرح جیب سے چاقو نکال لیا لیکن اس کو حملہ کرنے کا موقع دینے سے پہلے ہی میں نے رائفل پر دونوں ہاتھوں کا دباؤ بڑھایا اور سنگین اس کے نرخرے کو کاٹتی ہوئی اندر گھس گئی۔ خون کا فوارہ بہہ نکلا اور میں اسے چھوڑ کر پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا۔ میں نے صرف چند لمحے کے لیے صورتِ حال پر غور کیا پھر اس کا چاقو جیب میں رکھا اور اِدھر اُدھر دیکھا۔

اندازہ یہی تھا کہ یہاں اس شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ یہ بات میرے حق میں جاتی تھی۔

میں نے اس شخص کی لاش کو گھسیٹ کر جھاڑیوں میں ڈال دیا اور پھر اس سمت چل پڑا جدھر سے میں نے اس شخص کو آتے ہوئے دیکھا تھا لیکن ابھی چند قدم ہی چلا تھا کہ پشت سے کچھ آہٹیں سنائی دیں اور میرے پلٹنے سے پہلے دو مسلح آدمی عقب سے میرے قریب آگئے۔ ان کے ہاتھوں میں ویسی ہی رائفلیں دبی ہوئی تھیں جیسی میرے ہاتھوں ہلاک ہونے والے کے پاس تھی۔

یہ دونوں بھی مقامی ہی تھے۔ ان میں سے ایک نے رائفل کی نال میری گردن سے لگا دی، دوسرے نے بھی قریب پہنچ کر اپنی رائفل کی نال میری کمر پر رکھ دی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ لوگ کچھ پوچھے گچھے بغیر مجھے ہلاک نہیں کریں گے۔ میں نے مڑے بغیر آسان انگریزی میں انہیں بتایا کہ میں کرسٹا فلومر کا مہمان ہوں اور اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں اس کے لیے ایک اہم پیغام لایا ہوں۔ پھر میں نے ان لوگوں کی طرف رُخ کرکے کہا۔ "بہتر یہ ہوگا کہ تم مجھے کرسٹا فلومر کے پاس لے چلو، اگر وہ مجھ سے ملاقات کے بعد میرے لیے موت کا فیصلہ کرتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو گا لیکن یہ بات تم لوگ بخوبی سمجھ لو کہ اگر میرا پیغام اس تک نہیں پہنچا تو گرین پول کو ایک عظیم خطرے سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

میری اس بات نے ان لوگوں کے چہروں پر فکر و تردد کی لکیریں پیدا کر دی تھیں پھر ان میں سے ایک لمبے قد والے نے رائفل سے آگے کی طرف اشارہ کر کے صاف ستھری انگریزی میں کہا: "تم آگے بڑھو ــــ لیکن یہ سمجھ لو کہ تمھاری ذرا سی غلط حرکت تمھارے لیے موت کا پیغام بن سکتی ہے۔"

دُوسرا آدمی کہنے لگا: "ہمارے ایک ساتھی نے تم پر فائرنگ کی تھی، وہ کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ وہ شاید مجھے تلاش کرنے کے لیے آگے بڑھ گیا ہو۔" میں نے جواب دیا اور میری اس بات سے وہ لوگ کسی حد تک مطمئن ہو گئے۔ انھوں نے مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا تھا چنانچہ میں خاموشی سے پہاڑیوں میں سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے راستے پر چلنے لگا۔ میں اگر چاہتا تو تھوڑی سی کوشش سے ان دونوں کو بھی ٹھکانے لگا سکتا تھا لیکن اب یہ بات مناسب نہیں تھی۔ کم از کم مجھے ان کے ذریعے آگے بڑھنا تو نصیب ہو گا۔ ممکن ہے اسی طرح میں کرسٹا فلومر تک پہنچ سکوں۔

میں ان کی ہدایات پر عمل کرتا رہا۔ ہمارے دونوں سمت اونچی گھنی جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر تک سفر کرنے کے بعد انھوں نے مجھے ایک جگہ رکنے کا اشارہ کیا۔ یہاں بھی چٹانیں گھنی جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی تھیں اور ان جھاڑیوں کے پیچھے ایک غار کا دہانہ پوشیدہ تھا جسے ان لوگوں نے جھاڑیاں ہٹا کر کھولا تھا۔ اگر میں اپنے طور پر اس غار کو تلاش کرتا تو شاید زندگی بھر کامیاب نہ ہوتا۔ وہ مجھے لیے ہوئے اس غار کے اندر داخل ہو گئے۔

غار اندر سے کافی کشادہ تھا۔ چھت بھی اونچی تھی۔ اس ڈھلوان سرنگ میں کئی سو گز آگے مدھم سی روشنی نظر آ رہی تھی۔ میرے دونوں محافظوں میں سے ایک نے مقامی زبان میں کچھ کہا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ یقیناً کرسٹا فلومر کو میرے بارے میں اطلاع دینے گیا تھا۔ دُوسرا محافظ بدستور میری پشت پر تھا۔ ہم آگے بڑھتے رہے۔ غار میں کسی جگہ جنریٹر لگا ہوا تھا جس کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دے رہی تھی۔ سرنگ کے آخری سرے پر چھت سے ایک بلب لٹکا ہوا تھا جس کی روشنی میں وہاں کا ماحول نظر آ رہا تھا۔

ہم اس بڑے غار سے بھی گزر کر آگے بڑھ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک جگہ پہنچا دیا گیا جہاں پتھر کا ایک دروازہ بنا ہوا تھا اور اندر سے تیز روشنی باہر آ رہی تھی۔

میرے محافظ نے مجھے رائفل کے دباؤ سے اس غار میں داخل ہونے کے لیے دھکیلا اور میں اندر پہنچ گیا۔ تیز روشنی میں میں نے کرسٹا فلومر کو دیکھ لیا تھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے ہی ایک اور آدمی بیٹھا ہوا تھا جو بھاری بدن اور لمبے قد و قامت کا مالک تھا۔ اس کا چہرہ بہت عجیب و غریب تھا، انتہائی بے تاثر آنکھوں کو دیکھ کر عجیب سا احساس ہوتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی مشینی آدمی ہو۔

میں ان کے سامنے پہنچ گیا۔ کرسٹا فلومر مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کلائی کی گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کہا: "تم مسٹر اسنوڈن! تم یہاں کیسے نظر آ رہے ہو؟"

"آپ سے کچھ گفتگو کرنا باقی رہ گئی تھی میڈم فلومر! اس کے لیے میں یہاں آنے پر مجبور رہا۔"

"تمھیں یہاں تک آنے کا راستہ کس نے بتایا؟"

"میں نے خود ہی تلاش کیا تھا۔"

"اوہ ــــ اس کا مطلب ہے کہ تم بے حد چالاک آدمی ہو، تمھیں تو آنکھیں بند کر کے یہاں لایا گیا تھا!"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے میڈم! میرے لیے آپ سے ملنا بہت ضروری تھا۔ میں تنہائی میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر ایڈن گردش میرے گہرے دوست ہیں۔ ان کے سامنے گفتگو کرنے میں مجھے عار نہیں ہو گا۔" کرسٹا فلومر نے کہا۔

ایڈن گردش اپنی مشینی آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں سے چنگاریاں سی نکل رہی ہیں۔ وہ میرے ذہن میں جھانکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پتا نہیں کیوں، وہ شخص مجھے بے حد خوفناک محسوس ہوا۔ اس کا انداز کچھ ایسا ہی تھا۔ پورے بدن میں کوئی جنبش نہیں تھی بس اس کی آنکھیں کام کر رہی تھیں۔ اس کا چہرہ تک اِدھر اُدھر نہیں گھوم رہا تھا۔

کرسٹا فلومر اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے سامنے آ گئی اور مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی: "تمھیں ہر قیمت پر یہاں سے باہر ہونا چاہیے تھا مسٹر اسنوڈن! ہم لوگوں نے مناسب طور پر سودے بازی کی [illegible] نہیں کی لیکن اس کے باوجود تم یہاں موجود ہو! یہ بتاؤ کہ آئن شلائر کی بیوی اور اس کا بچہ کہاں ہے؟"

"انھیں روانہ کر دیا گیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہرگز نہیں، تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اس بار ایڈن گردش کی آواز اُبھری اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ ایڈن گردش کا لہجہ بھی کچھ مشینی ہی سا تھا، بے تاثر۔

"نہیں مسٹر گردش! آپ غلط فہمی کا شکار ہیں۔ میں ....." میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ ایڈن گردش اپنی جگہ سے اٹھا، میرے قریب آیا اور مجھے غور سے دیکھنے لگا کم بخت کی آنکھیں واقعی بہت تیز تھیں اور مجھے اپنے بدن میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں پھر دفعتاً اس کے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں کھنچ گئے۔ یہ مسکراہٹ بھی غیر فطری سی ہی تھی۔ وہ مجھے غور سے دیکھتا رہا اور پھر واپس اپنی جگہ جا بیٹھا۔

"مس کرسٹا فلومر! یہاں آ جائیے۔ آئیے یہاں بیٹھیے۔" اُس نے پھنسے پھنسے لہجے میں کہا اور کرسٹا فلومر اس کے نزدیک جا بیٹھی۔

"میں نہیں سمجھتی کہ اس کے بعد یہ شخص کیا چاہتا ہے!"

"میں سمجھتا ہوں۔" ایڈن گردش نے جواب دیا۔

"کیا مطلب!" کرسٹا فلومر اس کی جانب گھوم گئی۔

"مس فلومر! آپ کو سب سے پہلی بات تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ شخص، جس نے آپ کو اپنا نام اسنوڈن بتایا ہے، درحقیقت اسنوڈن نہیں ہے۔"

"کیا!" کرسٹا فلومر نے متعجبانہ انداز میں کہا۔ "کیا یہ وہ نہیں ہے جس نے مجھے فائل دیا تھا اور آئن شلائر کی بیوی اور بچے کو اپنے ساتھ لے گیا تھا؟"

"یہ میں نہیں کہہ رہا ــــ یہ وہی شخص ہے لیکن اس نے اپنا نام آپ کو غلط بتایا ہے۔ کیا آپ امیونیا فراہم کر سکتی ہیں؟" ایڈن گردش بولا اور میرے رگ و پے میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ اس شخص کو ایک نگاہ دیکھتے ہی مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ یہ خطرناک آدمی ہے۔ اس کا سرد و منجمد انداز بہت ہی پُر اسرار لگتا تھا۔

"ہاں، امیونیا مل سکتا ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے گردش کیا یہ میک اپ میں ہے؟"

"یقیناً ــــ پہلے اس کا میک اپ صاف کرائیے مس کرسٹا فلومر! پھر ہم یہ جائزہ لے لیں گے کہ یہ شخص کون ہے اور اس کی یہاں واپسی کیا معنی رکھتی ہے۔" اس شخص نے کہا۔

میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور سرد لہجے میں بولا: "نہیں مسٹر گردش! آپ [illegible] کوئی حرکت نہیں کر سکتے ــــ"

کرسٹا فلومر نے شاید کوئی بٹن دبایا تھا کہ چند ہی لمحے بعد چھ آدمی اندر داخل ہو گئے اور یہ چھ کے چھ پوری طرح مسلح تھے۔ میں اگر چاہتا بھی تو ان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔

"میگن سے کہو کہ امیونیا کی سائیفن لگی بوتل لائے۔" کرسٹا فلومر نے ان میں سے ایک سے کہا۔

وہ شخص خاموشی سے واپس مڑ گیا۔ وہ ایک دُبلا پتلا آدمی تھا۔ امیونیا کی بوتل اٹھائے وہ اس طرح اندر داخل ہوا، جیسے مَوت اس کا تعاقب کر رہی ہو۔ اس کے ہاتھوں کی لرزش بھی نمایاں تھی۔

"میگن! اس شخص کے چہرے پر میک اپ تلاش کرو۔" کرسٹا فلومر نے کہا۔

"ایک منٹ مس فلومر! میگن، تم اپنا کام جاری رکھو، میں آپ کو ایک چیز دکھاؤں؟" ایڈن گردش نے کہا۔

"وہ کیا؟" مس کرسٹا فلومر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ایڈن گردش اپنی جیب میں ہاتھ ڈالنے لگا تھا پھر اُس نے ایک تصویر نکال کر کرسٹا فلومر کے سامنے کر دی۔ "آپ ذرا اسے دیکھیے۔"

"کون ہے یہ؟"

"آپ کو اس کا جواب ابھی چند لمحے بعد مل جائے گا۔" گردش نے کہا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اس نے کس کی تصویر کرسٹا فلومر کے حوالے کر دی تھی، کیا میری....؟

سائیفن کی پھواریں میرے چہرے پر پڑیں اور میرا چہرہ اچھی طرح امیونیا میں بھگو دیا گیا۔ امیونیا اس قدر ظالم چیز ہوتی ہے کہ ہر طرح کا میک اپ اس سے صاف ہو جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میرا چہرہ بھی چاند کی طرح نمایاں ہو گیا۔ کرسٹا فلومر مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کئی بار تصویر کی جانب دیکھا اور اس کے بعد غرّاتے ہوئے لہجے میں بولی: "ہوں.... اس کا مطلب ہے مسٹر اسنوڈن کہ تم ہمارے ساتھ فراڈ کرتے رہے ہو۔"

"مجھے تو شبہ ہے کہ کہیں وہ فائل بھی نقلی نہ ہو۔" ایڈن گردش نے کہا۔

"لیکن مسٹر گردش! آپ کو اس سلسلے میں شبہ کیسے ہوا؟"

"آپ میری بات سنیے، میڈم کرسٹا فلومر! دراصل میں ....." میں نے کہنا چاہا مگر ایڈن نے میری بات مکمل نہ ہونے دی، وہ اپنی [illegible] تھا۔

"مجھے اس فائل کا باریک بینی سے جائزہ لینا ہو گا۔" وہ بولا۔ "کہیں ہم کسی فریب کا شکار ہو کر نقصان نہ اٹھا لیں۔ آپ اس شخص سے گفتگو کیجیے، میں ابھی واپس آیا۔" ایڈن گردش یہ کہہ کر غار سے باہر نکل گیا۔ میں ان چھ مسلح افراد کو دیکھ رہا تھا جو کڑی نگاہوں سے مجھے گھور رہے تھے۔

کرسٹا فلومر میری صورت دیکھتی رہی اور پھر برہم لہجے میں بولی: "اب تم اپنے بارے میں سب کچھ سچ سچ اُگل دو۔ میک اپ میں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟ کون ہو تم ....."

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور تمھارے آنے کا مقصد کیا ہے؟"

میں خاموشی سے کرسٹا فلومر کو دیکھتا رہا، پھر میں نے کہا۔ "آپ کے خیال میں میں کون ہو سکتا ہوں۔ آپ کو علم ہے کہ فائل میں نے ہی آپ کے حوالے کی تھی۔"

"ہاں، یہ بات میرے علم میں ہے لیکن اس کے ساتھ ہی تمھارے چہرے پر میک اپ بھی ثابت ہو گیا ہے۔"

"مس فلومر، کیا یہ ضروری تھا کہ میں اصل شکل میں آپ کے سامنے آنے کی کوشش کرتا۔ میں آپ کو کسی قدر حقیقت بتا چکا ہوں۔"

"تمھاری حقیقت میں تم سے ذرا تفصیل سے معلوم کروں گی۔" کرسٹا فلومر نے غصیلے انداز میں کہا اور پھر وہاں موجود دوسرے افراد میں سے ایک شخص کو مخاطب کیا۔ "اس کی تلاشی لو اور اس کے ہاتھ پاؤں پوری طرح کس دو۔"

دو آدمیوں نے اس کی اس ہدایت پر عمل کیا۔ میرے دونوں ہاتھ مضبوطی سے میری پشت پر کس دیے گئے لیکن میں نے خود کو پُرسکون ہی رکھا تھا۔ میرا جو کچھ مقصد تھا، اسے حاصل کیے بغیر میں کوئی جذباتی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔

"میری یہاں آمد کا مقصد دراصل آپ کو کچھ بتانا تھا میڈم کرسٹا فلومر۔"

"کیا؟" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں آپ سے دراصل یہ کہنا چاہتا تھا کہ اولیو ہاورڈ آپ کے اور مسٹر آئن شلائر کے درمیان زبردست غلط فہمیاں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ اولیو ہاورڈ کے بارے میں نہیں جانتیں تو میں آپ کو اس کے بارے میں تفصیل بتانا چاہتا ہوں۔"

وہ مجھے گھورنے لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "میں اس کے بارے میں جانتی ہوں۔"

"اور شاید یہ بات بھی میں آپ کے کانوں تک پہنچا چکا ہوں کہ اولیو ہاورڈ نے گرانڈ ٹاور میں مجھ پر قابو پانے کی کوشش کی تھی اور مجھ سے فائل طلب کی تھی اور اس کے بعد مجھ پر زبردست قاتلانہ حملے کیے گئے تھے۔ آخر ان سب باتوں سے آپ نے کیا نتیجہ اخذ کیا؟ کیا آپ یہ نہیں سوچ سکتیں مس کرسٹا فلومر کہ اولیو ہاورڈ فائل کو اپنی تحویل میں لینے کے بعد اور مجھے قتل کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ مسٹر آئن شلائر نے آپ کا مطالبہ پورا نہیں کیا اور اس کے بعد آئن شلائر سے آپ کی باقاعدہ ٹھن جاتی۔ اس طرح درحقیقت وہ آئن شلائر کو بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔"

"تمھاری باتیں مانتی ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور تمھارا ان معاملات سے کیا تعلق ہے؟"

"میڈم! میرا خیال ہے اس سلسلے میں بھی ایڈن گردش ہی آپ کو سب کچھ بتا سکتا ہے۔ کیا میں یہ تصویر دیکھ سکتا ہوں جو اس نے آپ کو دی ہے؟"

"یہ تمھاری تصویر ہے۔" کرسٹا فلومر نے جواب دیا اور تصویر لے کر میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے وہ تصویر میرے سامنے کر دی اور میں تصویر دیکھنے لگا۔ یہ میری ہی تصویر تھی۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی لیکن دوسرے ہی لمحے میں چونک پڑا۔ میں نے دوبارہ تصویر کو غور سے دیکھا۔ یہ تصویر اس لباس میں تھی جس میں میں گرانڈ ٹاور میں داخل ہوا تھا۔ ایک چمک سی میری آنکھوں کے سامنے لہرا گئی، سینڈرا نے ایک کیمرے سے میری تصویر لی تھی اور اس کے بعد کوئی شخص وہ کیمرا چھین کر بھاگ گیا تھا۔ اس وقت میں میک اپ میں تھا لیکن یہ تصویر میری اصل شکل کی تھی۔

میں چند لمحات پریشانی کے انداز میں سوچتا رہا اور پھر میرے ذہن کے بہت سے خانے روشن ہو گئے۔ دوسرے لمحے میں نے چیخ کر کہا۔ "مس کرسٹا فلومر! میرا خیال ہے آپ دھوکا کھا گئیں، یقیناً آپ دھوکا کھا گئیں۔"

"اب کوئی نئی چال چل رہے ہو۔" کرسٹا فلومر ہونٹ بھینچ کر بولی۔

"براہِ کرم مجھے ایڈن گردش کے بارے میں بتائیے پلیز میڈم!"

"کیا مطلب؟ کیا بکواس کر رہے ہو۔ کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔ ایڈن گردش میرا دوست ہے اور میری تنظیم کا ایک اہم رکن بھی ہے۔"

"ہرگز نہیں ــ مس فلومر، آپ یہ بتائیے کہ کیا گرانڈ ٹاور میں آپ نے میری تصویر حاصل کرنے کی کوشش کی تھی؟"

"نہیں ــ" اس نے جواب دیا۔

"یہ تصویر اس وقت کی ہے میڈم کرسٹا فلومر جب میں گرانڈ ٹاور کے پارکنگ لاٹ سے گزر رہا تھا۔ یہ لباس اور یہ ماحول گرانڈ ٹاور کا ہے، آپ ذرا غور سے دیکھیے۔"

میڈم کرسٹا تصویر پر غور کرنے لگی اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "ہاں یقیناً یہ گرانڈ ٹاور کا ماحول ہے، پیچھے جو نیون سائن نظر آ رہے ہیں، وہ گرانڈ ٹاور کے عقب ہی کے ہیں۔"

"تو پھر آپ یہ بھی سن لیجیے کہ میں اس وقت بھی میک اپ میں تھا۔ ایک لڑکی نے کیمرے سے تصویر کھینچی اور جب میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو ایک شخص اس سے کیمرا چھین کر بھاگ گیا۔ یہ یقیناً اولیو ہاورڈ کا آدمی تھا جس نے کسی ایسے کیمرے سے میری تصویر اتروائی جو میک اپ کا راز فاش کر سکتا ہے۔ مجھے یہ بتائیے میڈم کہ کیا فائل ایڈن گردش کے پاس ہے، وہ اسے کہاں دیکھتے گیا ہے؟"

کرسٹا فلومر کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے تعجب کے آثار نظر آئے۔ وہ خاصی بے چین ہو گئی تھی۔ اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر تم نے ...... میرے اور میرے دوست کے درمیان کسی قسم کا اختلاف ڈلوانے کی کوشش کی تو پھر تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔"

"میڈم پلیز، آپ پہلے ایڈن گردش کو دیکھیے۔ کہیں یوں نہ ہو کہ ہمارے آپ کے مقابلے میں وہ فائل آپ کے ہاتھ سے بھی نکل جائے۔"

کرسٹا فلومر نے فوراً ہی اپنے دو آدمیوں سے کہا۔ "جاؤ، ذرا مسٹر گردش کو یہاں بلا لاؤ۔ ان سے کہو کہ وہ فائل لے کر یہاں آ جائیں۔"

دونوں آدمی باہر نکل گئے۔ بقیہ آدمی ابھی میری نگرانی کر رہے تھے۔ کرسٹا فلومر تھکے تھکے سے انداز میں کرسی پر جا بیٹھی۔ وہ مجھے مسلسل گھورے جا رہی تھی۔ اس دوران اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

دو منٹ.... تین منٹ.... چار منٹ.... پانچ منٹ گزر گئے اور اس کے بعد کرسٹا فلومر نے جھلّائے ہوئے لہجے میں اپنے دوسرے ساتھیوں سے کہا۔ "دیکھو، وہ دونوں کہاں مر گئے۔ تم میں سے ایک جاؤ اور ان سے کہو کہ فوراً واپس آئیں ــــ مسٹر گردش ابھی تک کیوں نہیں آئے۔" ان میں سے ایک اور آدمی باہر نکل گیا لیکن باقی لوگ بھی میرے لیے کافی تھے اور اب تو میرے ہاتھ بھی بندھے ہوئے تھے۔ میں کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتا تھا جس کے ذریعے یہاں سے فرار ہو سکوں۔ ویسے میرے ذہن میں بھی اضطراب کی لہریں گردش کر رہی تھیں۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو ایڈن گردش میک اپ میں تھا اور یقینی طور پر یہ وہ شخص نہیں تھا جس کے بارے میں کرسٹا فلومر کہہ رہی تھی۔ وہ کوئی اور ہی تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ تینوں آدمی واپس آ گئے اور ان میں سے ایک نے کہا۔ "میڈم! مسٹر گردش غاروں میں کہیں نہیں ہیں۔ ابھی ابھی مجھے ان کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ وہ غاروں سے باہر نکل گئے ہیں۔"

"کہاں، کس طرف؟" کرسٹا فلومر اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"یہ نہیں معلوم۔"

"اوہ... اوہ ــ یہ نہیں ہو سکتا، یہ نہیں ہو سکتا۔" وہ دوڑتی ہوئی غار کے دروازے سے باہر نکل گئی۔

میں خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ ان دونوں نے مجھے دیکھا اور میں ان کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ میرے مسکرانے کی وجہ ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میں نے ان میں سے ایک سے کہا۔ "کیا خیال ہے دوستو! ہم لوگ کتنے گھنٹے یہاں کھڑے رہیں گے؟"

"فی الحال خاموش ہی کھڑے رہو۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"اور اگر یہ لمحات گھنٹوں اور پھر دنوں میں تبدیل ہو گئے تو؟"

"تو ہم تمھیں گولی مار کر یہاں سے چلے جائیں گے۔" دوسرے نے غراتے ہوئے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک میں کھڑا رہا اور اس کے بعد پیچھے ہٹا اور ایک دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔

اب اس وقت تک کچھ اور نہیں کیا جا سکتا تھا، جب تک کرسٹا فلومر واپس نہ آ جائے۔ کرسٹا فلومر کی واپسی واقعی اس وقت ممکن نہیں ہوئی البتہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک اور آدمی اندر آ گیا۔ اس نے میرے محافظوں سے کہا۔ "اسے لے جا کر بند کر دو اور اس کی نگرانی کرو۔"

"او کے سر۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ وہ آدمی تو فوراً ہی باہر نکل گیا تھا۔ وہ دونوں رائفل بردار میرے قریب پہنچ گئے اور پھر وہ میرے بدن سے رائفل کی نالیں لگاتے ہوئے مجھے باہر لائے اور ایک اور غار میں دھکیل کر سلاخوں دار دروازہ بند کر دیا۔ زیادہ کشادہ غار نہیں تھا لیکن اس میں گھٹن بھی نہیں تھی۔ چھت پر دو سوراخ نظر آ رہے تھے۔

باہر انہی دونوں میں سے ایک آدمی رائفل لیے پہرے پر تھا۔ اس کے پاس ہی ایک چھوٹا سا اسٹول پڑا ہوا تھا جس پر وہ کبھی کبھی پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ پھر جب وہ پہرا دیتے دیتے تھک گیا تو اسٹول پر بیٹھ گیا۔ میں بڑی بے چینی سے اس بات کا انتظار کر رہا تھا کہ ایڈن گردش کے بارے میں اب کیا انکشاف ہو گا۔ کیا واقعی وہ فائل لے کر نکل گیا! اگر ایسا ہوا ہے تو مجھے اپنی زندگی کی بدترین شکست سے دوچار ہونا پڑے گا۔ فائل اگر اولیو ہاورڈ کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو پھر اس کی واپسی ناممکن ہو گی اور اس کے بعد.....؟ اس کے بعد کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کیا صورت ہو گی۔

تازہ حالات کا جوں جوں جائزہ لے رہا تھا، مجھے اس بات کا یقین ہوتا جا رہا تھا کہ کم بخت ایڈن گردش درحقیقت اولیو ہاورڈ یا پھر اس کا کوئی خاص نمائندہ تھا۔ اس کا مشینی انداز بھی یہی بتاتا تھا کہ وہ میک اپ میں ہے لیکن تعجب تو اس بات کا تھا کہ کرسٹا فلومر کیسی بے وقوف عورت تھی کہ وہ اس شخص کو اس انداز میں نہیں پہچان سکی یا پھر ممکن ہے اصل ایڈن گردش کو کوئی اور ہوا اور اولیو ہاورڈ نے یا اس کے کسی آدمی نے اس کی جگہ لے لی ہو۔ نجانے کتنا وقت گزر گیا تھا۔ غاروں میں اب بھی مدھم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ دروازے کے دوسری جانب پہرے دار کی ڈیوٹی بدل گئی تھی۔ یہ وہ سپاہی نہیں تھا جو پہلے میری نگرانی کرتا رہا تھا۔ میں اسی طرح گھٹنوں میں سر دیے بیٹھا رہا۔ شدت کی پیاس لگ رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں خاموش رہا، پھر میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر سلاخوں والے دروازے پر پہنچ کر اس شخص کو مخاطب کیا جو پہرہ دے رہا تھا۔

”سنو! میں کرسٹا فلوم کا دشمن نہیں ہوں بلکہ ایک طرح سے اس کے لیے ایک کار آمد انسان ہوں۔ اگر وہ کسی کام میں مصروف ہے تو تم لوگ میری جان لینے کی کوشش تو مت کرو۔“

”کیا چاہتے ہو؟“ اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

”سخت بھوکا ہوں اور پانی بھی نہیں ملا ہے مجھے کیا ان چیزوں کا انتظام تمھارا اخلاقی فرض نہیں ہے؟“

آدمی کچھ شریف ہی معلوم ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا اور پھر بولا: ”ٹھہرو! میں تمھارے لیے کم از کم پانی کا انتظام کرتا ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔

اس کے آگے بڑھنے کے بعد میں نے سلاخوں والے دروازے کو ٹٹول کر دیکھا لیکن اسے کھولنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ سلاخوں کی موٹائی بھی تقریباً ایک ایک انچ تھی۔ اس لیے انھیں موڑنے یا چوڑا کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ویسے میں اس وقت باہر جانا بھی نہیں چاہتا تھا چونکہ کرسٹا فلوم کے بعد ایڈن گردش کا معاملہ سامنے آ گیا تھا اور میں اس مسئلے سے نظر نہیں چرا سکتا تھا۔ فائل کا معاملہ بہرحال میرے نزدیک بہت اہمیت کا حامل تھا، خصوصاً اس صورت میں جب کہ فائل ادلیو ہارڈ کے ہاتھ لگ جانے کا خطرہ موجود ہو۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر آئن شلائر کے پاس واپس جانا بالکل ہی غیر مناسب ہو گا بلکہ بہتر یہ ہو گا کہ کرسٹا فلوم کو کسی طرح بے وقوف بنا کر یا کسی اور ذریعے سے یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں اور اس کے بعد ان تمام معاملات پر لعنت بھیج دوں۔ یہی شکر تھا کہ کرسٹا فلوم نے میرے ساتھ تعاون کیا تھا اور کم از کم آئن شلائر کی بیوی کو اور اس کے بچے کو رہا کر دیا گیا تھا۔ اس طرح آئن شلائر کا ایک کام تو ہو گیا تھا، باقی معاملات سے وہ خود ہی نمٹ لے گا۔ میرا براہِ راست تو اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

میں نے اپنے ذہن کو تمام خیالات سے آزاد کرنے کی کوشش کی۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ پہرے دار واپس آیا، اس کے ساتھ ایک اور آدمی تھا جس کے ہاتھوں میں کھانے پینے کا کچھ سامان اور پانی کی ایک بوتل وغیرہ تھی۔

”میں نے تمھارے لیے چائے بھی بنوائی ہے یہ جو کچھ بھی حاصل کر سکا ہوں، اسے کھا لو۔ اس کے بعد چائے پی لینا۔ میرا خیال ہے کہ اب تمھاری شکایت دور ہو جائے گی۔“

”اس کے عوض میں تمھیں زندگی بھر دعائیں دیتا رہوں گا دوست!“ میں نے مسکرا کر کہا: ”اب برائے مہربانی میرے ہاتھوں کو تو آزاد کر دو تاکہ میں تمھاری مہیا کی ہوئی یہ چیزیں قبول کر سکوں۔“ یہ کہہ کر میں نے اپنی پُشت اس کی جانب کر لی۔ اس نے کوئی اعتراض کیے بغیر میرے دونوں ہاتھ سلاخوں کے دوسری جانب کھڑے کھڑے ہی کھول دیے۔ پھر سلاخوں کے بیچ سے ہی میں نے وہ تمام اشیاء وصول کر لیں اور ایک طرف بیٹھ کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔

کھانے پینے سے فارغ ہو کر میں نے خاصی آسودگی محسوس کی اور وہیں پتھر کے فرش پر دراز ہو گیا۔

پتا نہیں، یہ ذہنی و جسمانی تھکن تھی یا پھر پیٹ میں پڑنے والی خوراک کا نشہ کہ مجھے نیند آ گئی۔ ساری رات سوتا رہا تھا۔ دوسری صبح اس وقت جاگا جب غار کی چھت میں موجود سوراخوں سے سورج کی تیز کرنیں عین میری آنکھوں پر پڑنے لگیں۔

بیدار ہونے کے بعد میں نے دروازے کی دوسری جانب دیکھا تو پہرے دار کا اسٹول خالی پڑا ہوا تھا۔ میں اپنی جگہ گزرتے ہوئے وقت کا جائزہ لیتا رہا۔ ہر طرف خاموشی مسلط تھی، کسی سمت سے کوئی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں ان غاروں میں تنہا ہوں۔ میرے دور دور تک کوئی متنفس موجود نہیں ہے۔ ایک خیال فوری طور پر ذہن میں یہ بھی آیا کہ کہیں یہ لوگ مجھے یہاں چھوڑ کر تو نہیں چلے گئے۔

وقت گزرتا رہا اور میں انتظار کرتا رہا۔ تقریباً گیارہ بجے تھے اس وقت، جب چند افراد قید خانے کے اس دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ ان میں سے ایک نے کسی میکنزم کے تحت دروازے کو کھولا اور مجھ سے باہر آنے کے لیے کہا گیا۔ دو آدمیوں نے پستول نکال لیے تھے۔ ایک بار پھر میرے ہاتھ پشت پر باندھ دیے گئے، پھر میں ان کے ہمراہ آگے بڑھ گیا۔

مجھے ایک دوسرے کشادہ غار میں پہنچا دیا گیا۔ یہ وہ غار نہیں تھا جہاں پچھلے دن میں نے کرسٹا فلوم سے گفتگو کی تھی لیکن کرسٹا فلوم یہاں موجود تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پُشت پر تھے اور وہ بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔

میرے داخل ہونے پر اس نے رُک کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کی چنگاریاں رقص کر رہی تھیں۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا: ”ہوں تو تم علی یار خان ہو؟“

میں نے ایک طویل سانس لی اور مُنہ چلانے لگا۔

”اس وقت تو میں نہ جانے کیا ہوں، کیا بتاؤں تم کو؟“

”کیوں! کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر؟“

”بہت سے جرائم پیشہ لوگ بھی کم از کم اس حد تک با اخلاق ہوتے ہیں کہ جن لوگوں کو وہ فوراً ہی قتل نہیں کرتے ان کو بھوکا مارنا بھی پسند نہیں کرتے۔“

کرسٹا فلوم چند لمحے مجھے گھورتی رہی پھر اس نے کہا: ”کیا تم شرافت سے گفتگو کرنا پسند کرو گے؟“

”میرا خیال ہے میں نے اب تک کوئی غیر شریفانہ حرکت نہیں کی۔“

”تو پھر بیٹھ جاؤ۔ میں تمھارے لیے ناشتا منگواتی ہوں۔“

اس نے ایک آدمی کو ناشتا لانے کے لیے بھیجا اور دوسرے کو میرے ہاتھ کھول دینے کا اشارہ کر کے میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

”اس نوازش کے لیے شکریہ میڈم کرسٹا فلوم۔ مجھے سب سے زیادہ تشویش اس بات کی ہے کہ کیا واقعی مسٹر ایڈن گردش، ایڈن گردش نہیں تھے؟“

کرسٹا فلوم کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے نرمی سی نظر آئی اور پھر اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا.........

”ہاں..... ہمیں دھوکا ہو گیا، وہ ایڈن گردش نہیں تھے۔ ایڈن گردش کو قتل کر دیا گیا، ان کی لاش مل چکی ہے۔“ یہ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں ہلکی سی آزردگی تھی۔

”تو میرا خیال بالکل درست نکلا اور مس فلوم! کیا آپ نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ وہ امریکی سی آئی اے کا یہودی ایجنٹ ادلیو ہارڈ ہی تھا؟“

”ہاں، اس نے اس بات کا اعتراف کر لیا۔“ کرسٹا فلوم نے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا وہ آپ کے ہاتھ لگ گیا؟ کیا وہ فائل.....؟“

”نہیں۔“ کرسٹا فلوم مایوسی سے بولی: ”فائل اسی کے پاس ہے، وہ فائل لے کر نکل گیا، کم بخت نے ہمیں ڈاج دے دیا لیکن مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ جو کچھ میں نے کیا ہے، وہ پروگرام کے مطابق تھا اور ادلیو ہارڈ.....“ دفعتاً کرسٹا فلوم بولتے بولتے رُک گئی۔ اس نے مجھے گھورا پھر بولی: ”اس کے بعد تم ادلیو ہارڈ کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کرو گے۔“

”اس اچانک تبدیلی کی وجہ میڈم؟“ میں نے سوال کیا۔

کرسٹا فلوم نے میرے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا تھا چند لمحات کے بعد میرے لیے ناشتا آ گیا جو میرے سامنے ہی میز پر لگا دیا گیا اور میرے ہاتھ کھول دیے گئے۔ میں کسی بھوکے فقیر کی طرح ناشتے پر ٹوٹ پڑا اور ماحول سے بے نیاز ہو گیا۔

تمام چیزیں معدے میں اتارنے کے بعد میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا: ”آپ نے ادلیو ہارڈ کے بارے میں مجھے پوچھنے سے منع کر دیا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ فائل لے کر وہ نکل گیا۔ اس کے بعد میری خدمات آپ کے لیے کیا ہو جائیں گی مس فلوم؟“ میں نے سوال کیا۔

”تم..... ادلیو ہارڈ نے مجھے فون پر یہ بھی بتایا تھا کہ تم علی یار خان ہو، وہی علی یار خان جس نے گوٹے ہل میں ہمارا منصوبہ ناکام بنایا تھا — اب تمھارا کیا خیال ہے۔ تمھاری گلو خلاصی آسانی سے ہو جائے گی؟“

”میڈم! چند باتیں ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں آپ سے، خواہ آپ کچھ بھی کہیں۔ آپ کے ذہن پر ادلیو ہارڈ بری طرح سوار ہے، اگر ذرا سی بھی توجہ دیں تو اس بات سے انکار نہیں کریں گی کہ میں آپ کے لیے اس قدر نقصان دہ نہیں ثابت ہوا جتنا ادلیو ہارڈ۔“

”میں یہ سب نہیں جانتی۔ تمھاری شخصیت ہمارے لیے بہت ہی خطرناک ہے۔ تمھارے بارے میں کوئی مناسب فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔“

”یہ بھی آپ غلط ہی کریں گی۔ میں آپ سے ایک وعدہ کر سکتا ہوں کہ اگر آپ مجھے آزاد کر دیں تو میں ادلیو ہارڈ سے فائل حاصل کر کے آپ تک پہنچا دوں گا۔“

”تمھارا کیا خیال ہے، گرین پول جیسی تنظیم اتنی ہی ناکارہ

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

گمراہ

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے کہ وہ تمھارا سہارا حاصل کرے گی۔ ہم اپنے سلسلے میں خود بھی کام کر سکتے ہیں۔ بے شک، ادلیو ورڈ امریکی سی آئی اے کا ایک رکن ہے لیکن گرین پول بھی احمقوں اور نکموں کا ادارہ نہیں ہے۔ ہمیں بعض اوقات ناکامی سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ہم لوگ کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ ہاورڈ نے اگر ہمیں ڈبل کراس کیا ہے تو وہ خود بھی ہماری گرفت سے نہیں بچ سکے گا اور پھر اس سے تمام حساب کتاب کر لیا جائے گا۔ جہاں تک تمھارے معاملے کا سوال ہے، تمھارے سلسلے میں ایک الگ فائل کھلی ہوئی ہے اور اس میں تمھارے جرائم کی تفصیلات درج ہیں۔ تہذیب مالکم ایکس کا کیس میرے پاس نہیں تھا لیکن مجھے اس کے بارے میں جو ہدایات دی گئی ہیں، ان کی روشنی میں، میں تمھارا کیس نمٹاؤں گی۔ تم بالکل مطمئن رہو، تمھارے بارے میں جو فیصلہ بھی کیا جائے گا، تمھیں اس سے آگاہ کر دیا جائے گا۔"

کم بخت کرسٹا فلومر کسی طرح قابو میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ میں نے آخری کوشش کی۔ "اچھا یہ بات تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ تہذیب مالکم ایکس کہاں ہے؟"

"میں تمھیں کوئی بھی بات بتانے کی ضرورت نہیں محسوس کرتی، بس تمھیں صرف یہ بتا دیا گیا ہے کہ تمھاری پول کھل گئی ہے اور اس کے بعد تمھیں ہم سے بہتر سلوک کی توقع نہیں رکھنا چاہیے۔"

کرسٹا فلومر نے اپنے آدمیوں کو طلب کیا اور میرے بارے میں ہدایت دے دی کہ مجھے پھر اسی قید خانے میں دھکیل دیا جائے۔ وہ خاصی پریشان نظر آ رہی تھی لیکن اب اس سے مزاحمت کی کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی، جو کچھ مجھے کرنا تھا، اس کے لیے میں اب آزاد تھا۔

مجھے ایک بار پھر اسی قید خانے میں ڈال دیا گیا اور سلاخوں والا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ وہ لوگ مجھے حسب معمول پھر بھول گئے۔ کبھی کبھی ایک پہرے دار مجھے نظر آ جاتا تھا، جو کھانے پینے کی چیزیں مجھے فراہم کر دیتا تھا۔ میری اس نئی قید کا وہ تیسرا دن تھا اور میں نے فیصلہ کیا تھا کہ یہاں سے رہائی کی کچھ نہ کچھ کوشش ضرور کی جائے گی۔ اس سلسلے میں بہت سی ترکیبیں سوچیں لیکن فوری طور پر قابل عمل صرف ایک ہی صورت نظر آئی تھی حالانکہ وہ بہت پرانی اور فرسودہ تھی۔

اس وقت چار بجے تھے۔ میں اپنی تدبیر پر عمل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ چنانچہ میں زمین پر گر کر تڑپنے اور چیخنے لگا۔ چند ہی منٹ کے بعد سامنے والے دروازے کے پاس اس پہرے دار کے قدموں کی آواز سنائی دی، جو تھوڑی دیر پہلے مجھے نظر آیا تھا۔ اس نے سلاخوں سے اندر جھانکا اور مجھے اس طرح تڑپتے دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

"کیا بات ہے؟ کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر؟" وہ ناگواری سے بولا۔

"اس... اس سوراخ سے... اس سوراخ سے سیاہ رنگ ایک بچھو...." میں نے تکلیف زدہ آواز میں رک رک کر کہا۔ محافظ بے اختیار ایک سمت بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور دونوں ہاتھوں سے رائفل سنبھال کر میرے قریب پہنچ گیا۔

"کہاں کاٹا ہے؟" اس نے سوال کیا۔ لیکن اسے یہ بتانا میرے پروگرام میں شامل نہیں تھا۔ میں نے اچھل کر ایک بھرپور ٹھوکر اس کی پیشانی پہ رسید کر دی۔ وہ ایک دم چت گرا، رائفل اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی لیکن اس نے فوراً ہی اپنی گری ہوئی رائفل اٹھانے کی کوشش کی۔ میرے دوسرے پاؤں کی ٹھوکر اس کے جبڑے پر لگی تھی۔ اس کے منہ سے خون کی دھار بہہ نکلی۔ ایک لمحے کے اندر اندر وہ بے ہوش ہو گیا۔ میں اسے قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا، کیونکہ اس نے انسانی ہمدردی کے طور پہ فوراً ہی میری خبر گیری کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس کی قمیص پھاڑ کر دونوں ہاتھ پاؤں باندھ دیے۔ منہ میں بھی کپڑا اٹھونس دیا تاکہ ہوش میں آنے کے فوراً بعد وہ شور مچا کر دوسرے لوگوں کو آگاہ نہ کر دے۔ ایک محافظ کو ٹھکانے لگا دینے سے میرا مسئلہ حل نہیں ہو گیا تھا۔ ابھی نجانے راہ میں کتنی رکاوٹیں اور تھیں۔

میں نے فرش پہ پڑی ہوئی رائفل اٹھائی جو بھری ہوئی تھی۔ اس کا سیفٹی کیچ ہٹاتا ہوا میں کوٹھری سے باہر آ گیا۔ غار سنسان پڑا ہوا تھا۔ میں محتاط انداز میں قدم اٹھاتا ہوا بیرونی حصے کی جانب بڑھنے لگا لیکن ابھی میں نے زیادہ فاصلہ نہیں طے کیا تھا کہ دفعتاً قدموں کی آواز سنائی دی اور میں دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑا ہو گیا۔ قدموں کی آواز لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی اور پھر میں نے کرسٹا فلومر کو دیکھا۔ وہ میری ہی طرف آ رہی تھی۔ چھپنے کا کوئی موقع نہیں تھا، اگر وہ میرے سامنے آ جاتی تو پھر میرا دیکھ لیا جانا یقینی تھا لیکن اپنی جگہ سے آگے بڑھنا بھی خطرناک ہی تھا۔ اس وقت وہ تنہا تھی اور میری موجودگی سے بے خبر۔ چنانچہ میں سانس روکے اس کا انتظار کرتا رہا۔ جوں ہی وہ میرے قریب پہنچی، میں نے اس پر حملہ کر دیا لیکن وہ میری توقع سے کہیں زیادہ پھرتیلی تھی، اس نے تیزی سے گھوم کر میرے گھٹنے پر اس زور سے ٹھوکر رسید کی کہ میں لڑکھڑا کر رہ گیا۔

وہ غراتے ہوئے لہجے میں بولی: "تمھارا کیا خیال ہے کیا اتنا ہی ناکارہ ہونا چاہیے تھا مجھے۔ میں گرین پول کی ڈن ہوں۔" اس کی آواز میں بے پناہ غراہٹ تھی۔

میں نے سنبھل کر اس پر رائفل کی سنگین سے حملہ کر دیا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے اس بات کا اعتراف بھی کیا تھا کہ وہ شاید دنیا کی سب سے پھرتیلی عورت ہے۔ اس نے فوراً ہی میرا وار بچایا اور اس کے ساتھ ہی وہ اس طرح اچھلی جیسے فلائنگ کک لگانا چاہتی ہو۔ میں نے سنبھلنے کے لیے جگہ بدلی لیکن اچانک اس کی دوسری ٹھوکر میرے ہاتھ پر لگی اور رائفل میرے ہاتھ سے نکل کر دور جا گری۔ مجھے نہتا دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہم دونوں چند لمحے خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ کرسٹا فلومر اگر چاہتی تو اس وقت اپنے آدمیوں کو آواز دے کر بلا سکتی تھی لیکن وہ بھی خاموش تھی، اس کا مطلب تھا کہ اسے اپنے آپ پر بہت اعتماد ہے اور کسی ایک آدمی کو وہ کوئی حیثیت نہیں دیتی۔

چند لمحے تک خاموشی رہی۔ اس کے بعد کرسٹا فلومر ہی نے حملہ کرنے میں پہل کی تھی۔ اس نے ایک بار پھر مجھے جھکائی دی اور ایک زوردار ٹھوکر میرے پیٹ پر لگائی۔ میں خود کو اس ٹھوکر سے نہیں بچا سکا تھا۔ اس نے وقت ضائع کیے بغیر کراٹے کا ایک زوردار ہاتھ میری گردن پر مارا۔ اچٹتا ہوا ہاتھ لگا تھا، اگر بھرپور لگ جاتا تو نہ جانے کیا ہوتا۔ میں نے خود کو سنبھالا اور اچھل کر اس کے سر پر ٹھوکر رسید کر دی۔ میری یہ ضرب کامیاب رہی تھی، وہ لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگی اور زور زور سے سر کو جھٹکے دینے لگی۔ میں نے اچھل کر اس کے منہ پر ایک اور ٹھوکر لگانا چاہی لیکن میری پنڈلی پر لگنے والی ضرب نے میرے ہوش و حواس درست کر دیے تھے۔ میں لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"بے وقوف آدمی، میں تم جیسے دس آدمیوں کے لیے تنہا ہی کافی ہوں۔ تمھیں اپنی اس کوشش کی پوری پوری سزا ملے گی۔"

میں درحقیقت بڑی سبکی محسوس کر رہا تھا۔ اب تک بڑے بڑے لوگ میرے سامنے آ چکے تھے اور میں انھیں بہت دیر ٹکنے نہیں دیتا تھا لیکن یہ عورت مجھے مسلسل چکمے دے رہی تھی۔ میری ذرا سی سستی مجھے موت کی نیند سلا سکتی تھی، اس کا مجھے احساس ہو گیا تھا۔ وہ مارشل آرٹ میں مکمل مہارت رکھتی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اپنے آپ کو سنبھالا اور اس بار یہ بات سوچ لی تھی کہ مجھے یہ تصور ذہن سے نکال دینا ہے کہ کسی عورت سے میرا مقابلہ ہے، چنانچہ میں ہاتھ کھڑے کر کے اس کے سامنے پینترے بدلنے لگا۔ ایک دفعہ مجھے موقع ملا اور کھڑی ہتھیلی کا وار میں نے اس کے کندھے پر کر دیا۔ وہ کراہتی ہوئی پیچھے ہٹی، دوسرا ہاتھ اس کی ناک پر لگا اور ہڈی ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ ہی خون کی موٹی دھار اس کی ناک سے بہہ نکلی۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہی تھی لیکن اس نے اب بھی کسی کو اپنی مدد کے لیے نہیں پکارا۔ میں اس کی اس جرأت اور استقامت کی دل ہی دل میں داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ اس میں اب بھی اتنا دم خم باقی تھا کہ اگر میں ذرا بھی سست پڑ جاتا تو وہ مجھے ٹھکانے لگا دیتی۔

"میں تمھیں سسکا سسکا کر ماروں گی۔" اس کے حلق سے غراہٹ نکلی۔ میں نے جواب دینے کے بجائے اچھل کر اسے ٹھوکر ماری لیکن اس نے بڑی پھرتی سے میرا پاؤں پکڑ کر مجھے اچھال دیا۔ میں نیچے گرا تو وہ مجھ پر کسی خونخوار بلی کی طرح جھپٹی مگر میرے دوسرے پیر کی ٹھوکر پوری قوت سے اس کی پسلیوں پر لگی اور اس بار اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر اوندھی ہو گئی اور اس کے بعد شاید اس میں سکت نہیں رہی تھی کہ وہ مجھ سے مقابلہ کرے۔ چنانچہ وہ پیچھے کھسک کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی اور اس میں وہ کامیاب ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے پلٹ کر واپس دوڑی۔ غالباً اب اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں اس کے بس کی چیز نہیں ہوں لیکن اگر وہ اس وقت میرے ہاتھ سے نکل گئی تو میں زندگی بھر اس کے چنگل سے نہیں نکل سکتا تھا کیونکہ اب معاملہ زندگی اور موت کا ہو گیا تھا۔ میں اپنے جسم کی تمام تر توانائی کے ساتھ اس کے پیچھے دوڑا لیکن اس کے دوڑنے کی رفتار بھی کافی تیز تھی۔ ان غاروں میں مجھے راستوں کے بارے میں بھی کچھ پتا نہیں تھا۔ جگہ جگہ راستے میں موڑ آ رہے تھے اور مجھے تیز رفتاری کے سبب خود کو سنبھالنا پڑتا تھا ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ میں پتھر کی کسی چٹان سے ٹکرا جاتا اور پھر وہیں ڈھیر ہو جاتا۔

کرسٹا فلومر راستے کے ہر پیچ و خم سے واقف تھی چنانچہ اس کے لیے ان سرنگوں میں برق رفتاری سے دوڑنا میری بہ نسبت زیادہ آسان تھا لیکن پھر بھی مجھے اس کی تیز رفتاری دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔ کوئی عام عورت زخمی حالت میں اس طرح ہرگز نہیں دوڑ سکتی تھی۔ کرسٹا فلومر یقیناً ایک غیر معمولی عورت تھی۔

ایک لمبی سرنگ عبور کرنے کے بعد وہ ایک ہال میں داخل ہو گئی۔ جوں ہی میں اس کے پیچھے ہال میں داخل ہوا، ہال میں بیٹھے ہوئے کئی آدمی اچھل کر کھڑے ہو گئے اور پھر انھوں نے پستول نکال لیے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹک کر رُکا اور صورتِ حال کا اندازہ کرتے ہی واپس بھاگ پڑا لیکن اسی وقت اندھا دھند فائرنگ شروع ہو گئی۔ ایک گولی میری پنڈلی میں لگی اور میں دوڑتے دوڑتے گر پڑا۔ گرتے ہوئے میرا سر کسی پتھر سے ٹکرایا تھا اور میری آنکھوں کے سامنے ستارے سے ناچ گئے تھے۔ اپنی اس کوشش میں میں ناکام ہو گیا تھا اور اب .... اور اب.... لیکن ذہن اس سے آگے کچھ نہیں سوچ سکا تھا، میرا ذہن اتھاہ تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

نجانے کب تاریکیاں چھٹیں' اس کا احساس البتہ باہر ہونے والی روشنی سے ہوا تھا ورنہ جہاں میں موجود تھا، وہاں تو تاریکی ہی چھائی ہوئی تھی۔ دماغ میں شدید سنسناہٹ کی سی کیفیت تھی۔ ہاتھ سے سر کو ٹٹولا تو پٹی بندھی ہوئی محسوس ہوئی' ٹانگ میں بھی خاصی تکلیف تھی۔ مجھے گزرے ہوئے واقعات یاد آنے لگے اور پھر میں نے ٹانگ کو اپنی جگہ سے ہلانے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں ناکامی نہیں ہوئی، بس دَرد کی ایک لہر پورے بدن میں پھیل گئی تھی۔ میں نے کہنی ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی، بدن کے نیچے نرم بستر بھی تھا، کوئی دقت نہیں ہوئی۔ پنڈلی کے زخم کو ٹٹول کر دیکھنا پڑا تھا چونکہ جہاں میں موجود تھا وہاں اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ پنڈلی پر بندھی ہوئی پٹی سے احساس ہوا کہ ہڈی سلامت ہے۔ گولی صرف گوشت کو چیرتی ہوئی گزر گئی ہے۔ ایک ٹھنڈی سانس لے کر میں دوبارہ لیٹ گیا۔ حرکت کرنے سے خاصی تکلیف ہو رہی تھی۔ کچھ نقاہت بھی تھی جس سے احساس ہوتا تھا کہ شاید خون زیادہ بہہ گیا ہے۔ جگہ کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کس جگہ ہوں۔ واقعات چونکہ یاد آ چکے تھے' اس لیے اتنا ضرور اندازہ تھا کہ میں کسی مناسب جگہ نہیں ہوں گا۔

تھوڑی دیر تک ذہن اِدھر اُدھر کے خیالات کی آماجگاہ بنا رہا پھر میں نے انھیں ذہن سے جھٹک دیا اور آنکھیں بند کر کے خود کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وقت گزرتا رہا اور میں کسی کی آمد کا منتظر رہا مگر کوئی نہیں آیا۔

رات ہو گئی تھی، باہر سے آنے والی سورج کی کرنیں اب غائب ہو گئی تھیں۔ میں اس طرح پڑے پڑے سخت بے زاری محسوس کر رہا تھا لیکن اس حالت میں فوری طور پر کیا بھی کیا جا سکتا تھا۔ بستر سے اٹھ کر کہیں جانے کی کوشش کرنا بے سُود ہی ہوتا۔ اسی حالت میں ایک بار پھر خیالات کی یلغار ہونے لگی ذہن پر اور میں اس یلغار سے جنگ کرنے لگا۔ اس وقت سوچ سوچ کر اپنے ذہن کو اور نہیں دُکھانا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آخر اس کوشش میں کامیابی نصیب ہوئی اور پھر صبح ہی کو آنکھ کھلی۔

صبح آنکھ کھلی تو ایک دُبلے پتلے آدمی کو اپنی نبض دیکھتے ہوئے پایا۔ ڈاکٹر معلوم ہوتا تھا چونکہ گلے میں مخصوص قسم کا آلہ بھی پڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے میرا معائنہ کیا اور پھر پیچھے کھڑی ہوئی نرس کو اشارہ کر کے کوئی چیز طلب کی۔ نرس نے ایک انجکشن ڈاکٹر کے ہاتھ میں تھما دیا اور ڈاکٹر نے وہ انجکشن میرے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ پھر وہ مجھ سے کچھ کہے سُنے بغیر واپسی کے لیے مڑ گیا تھا البتہ نرس وہیں موجود رہی۔

میں نے نگاہیں گھما کر نرس کو دیکھا لیکن یوں محسوس ہوا جیسے پلکیں ایک دوسری سے چپکی جا رہی ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں پھر بے سُدھ ہو گیا تھا۔ غالباً بے ہوشی کا انجکشن دیا گیا تھا۔

اس کے بعد اسی طرح کے دن اور رات چلتے رہے' وقت اور گھنٹوں کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ نیم غنودگی کی سی کیفیت میں مجھے رکھا جا رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں اور اس طرح بے ہوش رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ ہوش آتا تو اس بارے میں سوچتا لیکن کوئی میرے پاس نہ ہوتا جس سے یہ سوال کرتا۔ پھر ایک دن ہوش آیا تو سر کی تکلیف بھی کم تھی اور ٹانگ میں بھی کوئی خاص تکلیف نہیں تھی غالباً کئی دن گزر چکے تھے۔ پٹی ضرور بندھی ہوئی تھی لیکن تکلیف پہلے سے کہیں زیادہ کم تھی۔

میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بدن اکڑا سا گیا تھا۔ بستر پہ لیٹے لیٹے پتا نہیں کتنا وقت گزر گیا تھا۔ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا کر رہے ہیں وہ لوگ؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

میں اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔ اب کمرے کے ماحول کا بخوبی جائزہ لے سکتا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق یہ کمرہ اس غار کا حصہ نہیں تھا، کوئی ایسی جگہ تھی جسے عمارت ہی کہا جا سکتا تھا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر میں نے دروازہ زور زور سے بجایا اور دروازہ کھلنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

باہر دو آدمی کھڑے ہوئے تھے جن میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول تھا، اس کی نال میری جانب تھی۔ میں خاموشی سے انھیں گھورتا رہا۔ پستول بردار نے غراتے ہوئے کہا "کیا بات ہے، کیوں شور مچا رہے ہو؟"

"میں یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں۔"

"آرام سے جا کر بستر پہ لیٹ جاؤ، جب تک ڈاکٹر صاحب تمہیں اجازت نہیں دیں گے، تم یہاں سے باہر نہیں جا سکتے۔"

"لیکن میں کسی ذمے دار آدمی سے ملنے کا خواہش مند ہوں۔" میں نے احتجاج کے انداز میں کہا۔

"میں ذمے دار آدمی ہوں۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"صرف باہر نکلنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے۔ جاؤ ابھی تمھارے زخم ٹھیک نہیں ہوئے ہیں، نئے زخموں کی طلب نہ کرو۔" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

میں اُسے کینہ توز نگاہوں سے گھورنے لگا لیکن بہرحال واپس تو آنا ہی تھا، بات سچ تھی، ابھی میرا بدن نئے زخموں کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

اسی دوپہر کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے چند لوگ اسی ڈاکٹر کی معیت میں اندر آئے۔ ان کی تعداد چار تھی، ڈاکٹر پانچواں آدمی تھا۔ انھوں نے ڈاکٹر سے میرے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر ڈاکٹر کی اجازت سے مجھے ساتھ لے کر باہر نکل گئے۔ ایک طویل راہداری سے گزرنے کے بعد وہ عمارت کے بیرونی دروازے پر آئے جہاں ایک سیاہ رنگ کی کار کھڑی ہوئی تھی۔

"چلو بیٹھو، اور سنو! ہم سب مسلح ہیں، تمھارا کوئی بھی غلط قدم تمھیں موت کے گھاٹ اتار دے گا ہم سب کو اس کے لیے ہدایت کر دی گئی ہے۔"

"میں استنبول ہی میں ہوں؟" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"اندر بیٹھو، اس کے بعد فضول بکواس کر لینا۔" اس شخص نے کرخت لہجے میں کہا اور مجھے تقریباً دھکا دے کر بند گاڑی میں دھکیل دیا گیا۔

میں خاموشی سے اندر جا بیٹھا تھا۔ ان میں سے تین میرے اردگرد بیٹھ گئے۔ ایک نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا تھا۔ بند گاڑی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ زخموں میں اب چونکہ کوئی تکلیف نہیں تھی اس لیے میں مطمئن تھا لیکن ابھی ان سے بھڑنا نہیں چاہتا تھا چونکہ صورتِ حال سراسر میرے خلاف ہی جاتی تھی۔

بند گاڑی کا سفر تقریباً چالیس منٹ کا رہا اور اس کے بعد مجھے ایک جگہ اتار دیا گیا تھا۔ یہ استنبول ہی کی کوئی عمارت تھی۔ اس کی بناوٹ سے یہ اندازہ ہوتا تھا لیکن پرانے استنبول کی۔ طرزِ تعمیر [illegible] تھا۔

عمارت کی چار سیڑھیاں طے کرا کر مجھے اندر پہنچا دیا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایک کشادہ ہال میں داخل ہو گیا۔ ہال میں خاصی روشنی تھی جو کھڑکیوں سے آ رہی تھی اور اس روشنی میں میں نے چند افراد کو دیکھا اور ان میں سے ایک کو پہچان گیا۔ یہ وہی لڑکی کیلس تھی جو پہلے بھی کرسٹا نلومر کی ایک ساتھی کی حیثیت سے میرے سامنے آ چکی تھی اور جس کی موجودگی میں فائل کا تبادلہ ہوا تھا۔

لڑکی اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر نکل گئی۔ مجھے ایک صوفے پر لا کر بٹھا دیا گیا اور مجھے لانے والے باہر چلے گئے۔ اندر جو لوگ موجود تھے وہ اسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں میں میرے لیے اچھے تاثرات نہیں تھے۔

کیلس تقریباً دس منٹ کے بعد اندر داخل ہوئی تو اس کے ساتھ ایک اور شخصیت بھی تھی جسے دیکھ کر میرے دل میں عجیب سے احساسات بیدار ہو گئے۔ یہ کرسٹا نلومر ہی تھی لیکن خاصی خستہ حالت میں۔ پیشانی پہ پٹی بندھی ہوئی تھی' ناک پہ بہت بڑا ٹیپ لگا ہوا تھا۔ شاید اور بھی زخم تھے اس کے بدن پہ، اور وہ کسی قدر لنگڑا کر چل رہی تھی۔

وہ میرے سامنے ہی ایک صوفے پہ آ کر بیٹھ گئی۔ [illegible] اس کے عقب میں جا کھڑی ہوئی تھی۔ باقی جو افراد پہلے سے وہاں موجود تھے' وہ مؤدب ہو گئے تھے۔

کرسٹا نلومر مجھے خونخوار انداز میں گھورتی رہی اور پھر اس کی آواز ابھری۔ "کیا تم اس کے لیے میرے شکر گزار نہیں ہو کہ ابھی تک زندہ ہو.... نہ صرف زندہ بلکہ صحیح حالت میں ہو۔ مجھے پہچاننے کی کوشش کرو، کرسٹا فلومر اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتی ہے اور اس بات کی خواہش مند رہتی ہے کہ جب تک وہ اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے کے قابل نہ ہو جائیں انھیں موت کی سزا نہ دے۔ کیا سمجھتے تھے تم اپنے آپ کو علی یار خان۔ کیا سوچا تھا تم نے اپنے بارے میں؟" اس کی آواز میں غراہٹ تھی۔ ناک کی ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے اس کی آواز کافی تبدیل ہو گئی تھی اور اس میں کسی قدر منمناہٹ شامل ہو گئی تھی۔

میں بے اختیار ہنس پڑا۔ "تمھاری آواز کو کیا ہو گیا کرسٹا نلومر۔ گرین پول کی دُن'۔ تم اپنی کیفیت مجھے بتاؤ۔" میرے اندر بھی سرکشی کا جذبہ بیدار ہو گیا تھا۔ ہر قسم کا خوف ذہن سے نکل گیا تھا۔ کسی مصلحت کی گنجائش نہیں [illegible] رہی تھی۔ کرسٹا فلومر نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحے خاموش رہی پھر وہ کہنے لگی۔ "مسٹر علی یار خان میں ہر حالت میں تنظیم کے مفادات کو سامنے رکھتی ہوں اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اپنے ذاتی معاملات کو تنظیم کے مفادات پر قربان کر دیتی ہوں۔ میں تمھیں بدترین سزا دے سکتی تھی لیکن اس سے تنظیم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں وہ کام کرنا چاہتی ہوں جس سے تنظیم کو فائدہ پہنچے۔"

"ضرور کرو۔ اس کارِ خیر میں تاخیر مناسب نہیں ہے۔" میں نے پُرمزاح لہجے میں کہا۔ "مجھ سے مشورہ کیوں کر رہی ہو؟"

"میں تم سے مشورہ نہیں کر رہی بلکہ تمھیں اطلاع دے رہی ہوں۔ میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد تمھیں ایک ایسے شخص سے ملواؤں گی جس سے مل کر تمھیں بے پناہ خوشی ہو گی۔"

"ضرور ضرور۔ لیکن حقیقی خوشی مجھے اس وقت تم سے مل کر ہوئی ہے۔" میں نے کہا اور صوفے کی پُشت سے سر ٹکا لیا۔

کرسٹا فلومر نے وہاں موجود آدمیوں سے کہا۔ "تم لوگ باہر جاؤ۔ حسن پاشا آ جائے تو اسے میرے پاس بھیج دو۔"

حسن پاشا کا نام سُن کر میرے ذہن میں روشنی کا ایک جھپاکا سا ہوا تھا لیکن میں نے اپنے آپ کو قابو میں رکھا اور چہرے سے کسی تاثر کا اظہار نہیں ہونے دیا۔

وہ سب باہر نکل گئے تھے۔ کرسٹا فلومر خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس کے انداز میں بے پناہ نفرت پائی جاتی تھی۔ میں بھی بیٹھا اسے گھورتا رہا۔ کیلس، کرسٹا فلومر کے پیچھے کھڑی میری طرف دیکھ رہی تھی، جب میری نگاہیں اس سے ملیں تو اس نے رُخ تبدیل کر لیا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہی افراد واپس آئے اور اُن میں سے ایک نے کہا۔ "میڈم! حسن پاشا آ چکے ہیں۔"

"بلا لاؤ۔" کرسٹا فلومر نے کہا اور پھر ان میں سے دو آدمیوں کو اشارہ دیا۔ "تم لوگ یہیں بیٹھو۔ باقی لوگوں کو باہر چھوڑ دو۔"

وہ دونوں صوفوں پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حسن پاشا اندر داخل ہو گیا۔ اس کی نگاہیں میری طرف اٹھی ہوئی تھیں، اس نے بغور مجھے دیکھا اور پھر نفرت بھرے لہجے میں بولا۔ "اچھا تو یہ شخص یہاں موجود ہے۔"

"ہاں۔ یہ علی یار خان ہے، اپنی دانست میں بہت بڑی چیز۔"

"ہم اسے مزید بڑا کر دیں گے، آپ بالکل فکر نہ کریں میڈم۔"

"کیا کہتے ہو حسن پاشا، کیا پروگرام ہے مسٹر ہاورڈ کا؟" کرسٹا فلومر نے پوچھا۔

"مسٹر ہاورڈ اس سودے کے لیے تیار ہیں، علی یار خان کے بدلے وہ فائل آپ کے سپرد کر دی جائے گی۔ ہم جو بھی سودا طے کرتے ہیں، اسے پوری ایمان داری سے پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ اِس سلسلے میں آپ کو قطعی فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"ٹھیک ہے، ہم بھی علی یار خان کو تمھارے حوالے کرنے پر تیار ہیں حسن پاشا۔"

"مجھے امید تھی میڈم کہ آپ صحیح فیصلہ کریں گی۔"

"ہاں — تبادلہ کب ہو گا؟"

"آپ چاہیں تو ابھی۔" حسن پاشا نے کہا۔ "لیکن اصولی طور پر یہ تبادلہ اس عمارت میں ممکن نہیں ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا میڈم کہ ہم کوئی درمیانی جگہ منتخب کریں؟"

"کیا تم اس سلسلے میں کوئی پروگرام اپنے ذہن میں رکھتے ہو؟"

"ہاں۔ میری خواہش ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں۔ فائل میں یہاں ساتھ نہیں لایا، اسے منگوایا جا سکتا ہے لیکن ہم کیوں نہ کہیں دُور ہٹ کر یہ تبادلہ کریں۔ آپ فائل حاصل کر لیں اور علی یار خان کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے، میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

"تو پھر مجھے بھی تیار ہی سمجھیے۔" حسن پاشا نے جواب دیا اور کرسٹا فلومر نے کیلس کو اشارہ کیا۔

"کیلس، تیاری کرو۔ حسن پاشا سے مکمل تعاون کیا جائے گا۔"

میں صُورتِ حال کا جائزہ لے رہا تھا۔ اب معاملات میری نگاہوں سے اوجھل نہیں رہے تھے، یہ بات میرے علم میں آ گئی تھی کہ اولیور ہاورڈ نے فائل کے بدلے مجھے طلب کیا ہے۔ بڑی عجیب بات تھی لیکن اولیور ہاورڈ جیسے شخص کو شاید کرسٹا فلومر سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ اگر مجھے ہی حاصل کرنا ہوتا تو وہ اس وقت فائل لے کر نکل جانے کی کوشش نہ کرتا اور لیقینی طور پر اس نے فائل کی ڈپلی کیٹ تیار کر لی ہو گی اور اس کے بعد اس نے کرسٹا فلومر کو یہ پیش کش کر دی۔

کیلس باہر نکل گئی تھی۔ حسن پاشا وہاں موجود تھا۔ میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "تو آپ اولیور ہاورڈ سے میرا سَودا کر رہی ہیں میڈم کرسٹا فلومر؟"

"کیوں، تمھارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟"

"کوئی خیال نہیں۔ ظاہر ہے، اس وقت میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ آپ کو اس سودے بازی سے روک

سکوں۔ ٹھیک ہے، ایسا کر لیجیے لیکن ایک دلچسپ بات میں آپ کے گوش گزار کر دینا چاہتا ہوں مسٹر حسن پاشا، اولیور ہاورڈ کے نمائندے کی حیثیت سے آپ سے ملے ہیں اس لیے ان کے سامنے کچھ کہنے کا مقصد یہی ہے کہ بات اولیور ہاورڈ تک پہنچ جائے۔ آپ بھی اچھی طرح سن لیجیے میرا تبادلہ فائل سے ہو رہا ہے۔ فائل، اولیور ہاورڈ کے قبضے میں ہے یا تھی۔ آپ کا کیا خیال ہے میڈم کرسٹا فلومر؟ اگر اولیور ہاورڈ کو میری اتنی سخت ضرورت تھی تو کیا وہ اُس وقت فائل کے بجائے میرا حصول پسند نہ کرتا جب وہ ایڈن گردش کی حیثیت سے آپ کے پاس موجود تھا۔ فائل لے کر نکل جانے کا مقصد صرف اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ اس نے فائل کی کاپی تیار کرا لی ہو گی اور اس کے بعد فائل آپ کے حوالے کر کے دُہرا فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہو گا۔ آپ کو ایک ایسی فائل ملے گی جس کی ڈپلی کیٹ کہیں اور ہے، ظاہر ہے، اس کے مفادات اس شکل میں مجروح نہیں ہوتے اور جہاں تک علی یار خان کا تعلق ہے، وہ بھی اولیور ہاورڈ کے پاس پہنچ جائے گا لیکن آپ کیا سمجھتی ہیں، کیا اولیور ہاورڈ جیسا اِنسان جس کی زندگی ہی علی یار خان کے چکر میں گزر رہی ہے، علی یار خان پر قابو پا سکے گا؟ بات صرف چند روز، چند گھنٹوں یا چند لمحات کی ہے، علی یار خان بھی نکل جائے گا اور اولیور ہاورڈ کو بھی اتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے گا جتنا آپ کو۔ اگر فائل سے آپ کے کچھ مفادات وابستہ ہیں تو جو فائل آپ کو ملے گی مس کرسٹا فلومر، اس کی حیثیت اب کچھ نہیں ہو گی۔"

"یہ بات تم سے زیادہ میں بہتر جانتی ہوں علی یار خان، مجھے صرف فائل درکار ہے۔ اس کے مفادات کا مسئلہ صرف گرین پول سے ہے۔ گرین پول کے لوگ اس بارے میں فیصلہ کریں گے کہ اگر اولیور ہاورڈ کے پاس اس فائل کی نقل بھی موجود ہے تو آئندہ معاملات کس طرح طے کیے جائیں۔ تم مجھے اولیور ہاورڈ سے بددل کرنے کی کوشش نہ کرو۔" میڈم کرسٹا فلومر نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد کیلس واپس آ گئی اور اس نے اَدب سے کہا۔ "تیاریاں مکمل ہیں میڈم۔"

"چلو۔" کرسٹا فلومر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ کیلس اس کے ساتھ تھی، دو آدمی مجھے لے کر آگے بڑھ گئے۔

حسن پاشا، کرسٹا فلومر کے ساتھ چل رہا تھا، راستے میں اس نے آہستہ سے کہا۔ "یہ شخص جتنا خطرناک ہے مِس فلومر! آپ نے اس کا اندازہ تو لگا ہی لیا ہو گا۔"

"ہاں لیکن یہ غلط تو نہیں کہتا۔ اس بات کے امکانات تو ہیں۔" کرسٹا فلومر نے جواب دیا۔

"نہیں، مسٹر ہاورڈ فیئر ڈیلنگ کے قائل ہیں۔"

"بس پلیز! میں بے مقصد باتیں کرنا پسند نہیں کرتی۔" کرسٹا فلومر نے ترش لہجے میں جواب دیا اور ہم لوگ باہر آ گئے۔

ایک بڑا سا بند ٹرک باہر موجود تھا۔ غالباً اس پر کسی کمپنی کا مونوگرام بنا ہوا تھا جس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ سکے چونکہ وہ مقامی زبان میں تھے۔ ٹرک کا عقبی حصہ اِنتہائی آرام دہ تھا۔ اسے ٹرک کی بجائے ٹریلر کہنا زیادہ مناسب تھا۔ ہم آرام دہ سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ اگلے حصے میں کون کون تھا، اس کے بارے میں کچھ اندازہ نہیں ہو سکا لیکن پیچھے حسن پاشا، میں، کرسٹا فلومر اور کیلس موجود تھے۔ ہمارے علاوہ اور کسی شخص کو پچھلے حصے میں آنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔

سفر جاری رہا اور تقریباً پندرہ منٹ کے بعد دفعتاً کرسٹا فلومر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے ٹرک کے درمیانی حصے کو بجاتے ہوئے ڈرائیونگ کرنے والے سے کچھ کہا اور ٹرک کی رفتار سُست ہونے لگی۔ چند لمحات کے بعد وہ رُک گیا۔

"پلیز کیلس! جاؤ تم دیکھو۔" کرسٹا فلومر نے کیلس سے کہا اور کیلس ٹرک کے پچھلے دروازے سے باہر نکل گئی۔ وہ نجانے کیا دیکھنے کے لیے آگے گئی تھی۔ حسن پاشا بھی باہر جھانکنے کی کوشش کرنے لگا۔

چند ہی لمحوں کے بعد دفعتاً ایک ہولناک چیخ ابھری، پھر دوسری اور تیسری چیخ بھی فضا میں بلند ہوئی اور حسن پاشا گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہے یہ! کیا ہو گیا.....!" اس نے ٹرک کے عقبی حصے میں جانے کی کوشش کی لیکن کرسٹا فلومر نے اس کا کالر پیچھے سے پکڑ کر اسے پُوری قوت سے ٹرک کے درمیانی پارٹیشن سے دے مارا۔

حسن پاشا اس طرح سے گرا تھا کہ اس سے اٹھا نہ گیا۔ کرسٹا فلومر نے اسے چھوڑا نہیں بلکہ اپنا گھٹنا اس کے سینے پر ٹکا کر بیٹھ گئی۔ نجانے کہاں سے اس نے ایک چاقو نکال لیا تھا۔ وہ چاقو اس نے حسن پاشا کے نرخرے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "فائل نکالو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"وہ .... وہ ..."

"میں کہتی ہوں، فائل نکالو۔" وہ پھر غرّائی۔ میں اس صورتِ حال کو سمجھ ہی نہیں پایا تھا۔ چنانچہ ساکت و جامد بیٹھا کرسٹا فلومر کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔

حسن پاشا نے گھگھیائے ہوئے انداز میں کہا۔ "وہ ... وہ میرے پاس کہاں ہے! وہ تو .... وہ تو ...!"

"ایک لمحے کے اندر اگر تم نے اس کے بارے میں نہ بتایا تو میں یہ چاقو تمھاری گردن پر پھیر دوں گی۔"

"فائل .... فائل میرے لباس میں موجود ہے، قمیص کے نیچے۔" اس نے کہا اور کرسٹا فلومر نے بے دردی سے حسن پاشا کا گلا کاٹ دیا۔ وہ اتنا زبردست وار تھا کہ ... حسن پاشا کا نرخرا بُری طرح کٹ گیا تھا۔

میں بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا تو کرسٹا فلومر نے کہا۔ "نہیں علی، پلیز! تم کچھ کرنے کی کوشش مت کرنا، تم دشمنوں میں نہیں ہو۔"

اُس کے اِن الفاظ اور اس لہجے پر میں چونک کر رُک گیا تھا۔

کرسٹا فلومر نے پھُرتی سے حسن پاشا کے گریبان کے بٹن کھولے اور پھر وہ فائل اس کے گریبان سے باہر نکال لی جسے اولیو ہارڈ لے اُڑا تھا۔ اس نے فائل کی ورق گردانی کی اور مطمئن انداز میں اسے میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ "علی! تمھاری فائل تمھارے پاس پہنچ گئی۔" میں ششدر تھا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی! تب کرسٹا فلومر نے اپنی ناک پر لگا ہوا ٹیپ اکھاڑ دیا، ماتھے کی پٹی کھول کر پھینک دی۔ گردن کے پاس کچھ ٹٹول کر ایک ماسک اپنے چہرے سے اتار دی اور دوسرے ہی لمحے حیرت سے میرا منہ کھل گیا۔ میں ہونقوں کی طرح اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔

تارینا .... وہ تارینا ہارڈو تھی جو کرسٹا فلومر کے میک اپ میں تھی۔

تارینا ہارڈو دلآویز انداز میں مسکرائے جا رہی تھی۔ آنکھوں کی چمک سے اندازہ ہوتا تھا کہ میری کیفیت سے محظوظ ہو رہی ہے۔ "اتنے پریشان کیوں ہو علی؟" اس نے محبت آمیز لہجے میں پوچھا۔

"پریشان! اب تو میں اس بات پر حیران ہوں کہ میں بے ہوش کیوں نہیں ہو گیا؟"

"تم جیسے مضبوط اعصاب کے لوگ کبھی بے ہوش نہیں ہوتے۔"

"اتنے وثوق سے نہ کہو یہ بات۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اس وقت بھی میں کم از کم نیم بے ہوش تو ہوں ہی۔"

تارینا بدستور مسکراتی رہی، پھر بولی۔ "میں جانتی ہوں، تم تو [...] نہیں پیتے۔ البتہ تمھیں اس وقت کافی کی شدت سے ضرورت ہے۔ بس کچھ ہی دیر کی بات ہے پھر تمھیں بہت عمدہ کافی پلاؤں گی۔"

اسی وقت کسی کار کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں۔ میں چوکنا ہو گیا۔

"کوئی فکر نہ کرو۔ یہ بھی میرے ہی ساتھی ہیں۔" تارینا نے جلدی سے کہا۔ اتنی دیر میں ہرے رنگ کی وہ لیموزین قریب آ کر رک گئی تھی۔ تارینا نے مجھے اشارہ کیا اور دروازہ کھول کر عقبی نشست پر بیٹھ گئی۔ گٹھے ہوئے مضبوط بدن کے ڈرائیور نے گاڑی ریورس کر[...] میں صورتِ حال کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ذہن کو اُلجھنوں کے سوا کچھ میسر نہیں آ رہا تھا۔ "اور وہ لڑکی کیلس؟" کچھ توقف کے بعد میں نے پوچھا۔ "کیا وہ بھی نقلی ہے؟"

"نہیں ... تمھارا تازہ ترین شکار اصلی ہی ہے۔" تارینا نے کہا اور کھلکھلا کر ہنس دی۔

"تازہ ترین شکار سے کیا مطلب ہے تمھارا؟"

وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔ "عورت ناقص العقل ہوتی ہے علی؟"

"میرا واسطہ ایسی عورتوں سے پڑ چکا ہے کہ میں اس بات سے اتفاق نہیں کر سکتا۔"

"اچھا ... یہ بتاؤ، تم نے کبھی کوئی گنجی عورت دیکھی ہے؟" اس کے لہجے میں چیلنج تھا۔

"پلیز تارینا ... میں پہلے ہی بہت اُلجھا ہوا ہوں۔ مجھ سے معمّوں میں باتیں مت کرو۔"

"میرا مطلب ہے، لوگ سوچتے ہیں ... دماغ کھپاتے ہیں تو ان کے سر بالوں سے محروم ہو جاتے ہیں لیکن کوئی عورت کبھی گنجی نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی عورت دنیا کے مفکّرین میں شامل ہوئی۔"

اُس نے عجیب توجیہہ پیش کی تھی۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ "بات کیلس سے شروع ہوئی تھی۔" میں نے اُسے یاد دلایا۔ "تم نے اُسے میرا تازہ ترین شکار قرار دیا ... اور پھر عورت کے ناقص العقل ہونے کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ تم سیدھی طرح بات نہیں کرو گی تو میں عورت کو ناقص العقل کے بجائے فاتر العقل قرار دے بیٹھوں گا۔"

"بات سیدھی سی ہے۔" اس نے طویل سانس لے کر کہا۔ "کیلس تمھیں چاہنے لگی ہے۔ اس نے صرف تمھاری خاطر میری بھرپور مدد کی ہے۔ ورنہ یہ سب کچھ اتنی آسانی سے نہ ہو پاتا۔"

اب لیموزین ایک نیم تاریک عمارت کے احاطے میں داخل ہو گئی تھی۔ تارینا مجھے ساتھ لے کر ایک ہال نما کمرے میں داخل ہوئی، جہاں آرام دہ نشستیں پڑی ہوئی تھیں۔ ہم دونوں وہاں بیٹھ گئے۔

میں سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا۔

"کیلس نے تمھارے سلسلے میں مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔" تارینا نے آہستہ سے کہا۔ "اسی نے میری مدد کی تھی۔ اب شاید وہ تم سے کبھی نہ ملے لیکن وہ میرے سامنے تمھاری چاہت کا اعتراف کر چکی ہے۔ ایسی چاہت کو کیا کہو گے، جس میں آدمی جان کی بازی لگا دے لیکن جواب میں اسے ایک مسکراہٹ کی آس بھی نہ ہو۔"

میں سناٹے کے سے عالم میں اُسے دیکھتا رہا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ "یہ ... یہ تو حماقت ہے۔" بالآخر میں نے کہا۔

"اسی لیے تو عورت ناقص العقل کہلاتی ہے۔" تارینا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ پھر اس نے ملازم کو طلب کر کے اسے کافی کا حکم دیا اور تھکے تھکے انداز میں آنکھیں موند لیں۔ میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ کافی آتے ہی اس نے آنکھیں کھول دیں اور سنبھل کر بیٹھ گئی۔ "سوری علی۔ کچھ تھک سی گئی ہوں میں۔ کبھی کبھی کوئی احساس پورے وجود کو شل کر کے رکھ دیتا ہے۔"

"اور تمھیں اندازہ ہے کہ میں کتنا اُلجھا ہوا ہوں؟"

"ہاں ... میں جانتی ہوں۔ تم بہت کچھ پوچھنے کے لیے بے چین ہو رہے ہو۔"

"تو پھر ارادہ کیا ہے؟"

"میں تمھارے ہر سوال کا جواب دوں گی۔"

"حسن پاشا کے ہاں تم سے مختصر ملاقات ہوئی تھی لیکن کچھ پوچھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ میں وہاں سے بہت ساری اُلجھنیں لے کر رخصت ہوا تھا۔ سب سے پہلے تو میں تمھاری یہاں آمد کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ میرے لیے یہ بات انتہائی تعجب خیز ہے کہ تم نے مسٹر آئن شلائر کے کیس کے سلسلے میں ریڈ پینتھرز سے رجوع کیا۔ یہ بتاؤ ... کیا تمھیں معلوم ہو گیا تھا کہ میں ریڈ پینتھرز سے وابستہ ہو گیا ہوں؟"

"نہیں علی ... ہرگز نہیں۔ میں تو تمھیں دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی۔ تم سے وہاں ملاقات تو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔" تارینا ہارڈو نے جواب دیا۔

"تو اتنا اہم مسئلہ ریڈ پینتھرز کے سامنے لانا! کیا مسٹر شلائر ریڈ پینتھرز پر اتنا اعتماد کرتے ہیں؟"

"یہ تو تم خود بھی دیکھ چکے ہو کہ سائیکا مائیلر انتہائی ذہین لڑکی ہے۔"

"لیکن تارینا، مسٹر آئن شلائر اس سلسلے میں تمھاری مدد بھی تو لے سکتے تھے۔" میں نے اعتراض کیا۔

"نہیں علی۔ ایسا نہیں ہے۔ یہ خالص سرکاری معاملہ نہیں تھا بلکہ ایک طرح سے اس کی نوعیت ذاتی تھی۔ اس لیے میں سرکاری طور پر اس میں ملوث نہیں ہو سکتی تھی۔ البتہ میں نے ذاتی طور پر اتنا ضرور کیا کہ میں اس سلسلے میں مسٹر شلائر اور سائیکا کے درمیان رابطے کا ذریعہ بن گئی۔"

"چلو۔ یہ سب کچھ تو سمجھ میں آ گیا۔ اب یہ بتاؤ کہ اس وقت تمھاری یہاں موجودگی کیا معنی رکھتی ہے؟"

تارینا کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔ اس کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔ "میں ... میں صرف تمھارے لیے یہاں آئی تھی۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"کیا؟" میں حیران رہ گیا کیونکہ اس کا جواب میری توقعات کے برعکس تھا۔ بلکہ میں تو اس جواب کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"سنو علی ... اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔" تارینا کا لہجہ کچھ عجیب سا تھا۔ "ہائل جوشیو کیس کے بعد تمھاری وقعت اور عزت میری نظر میں بہت بڑھ گئی تھی۔ ہم لوگ تمھارے مقروض تھے۔ اس پر مزید ستم یہ کہ تمھارے لیے کچھ کر بھی نہیں پا رہے تھے۔ یقین کرو، مسٹر شلائر نے تہذیب مالکم ایکس کے سلسلے میں بھی تمھاری ہمنوائی کی تھی اور بھرپور کوشش کی تھی صورتِ حال کو سنبھالنے کی۔ لیکن اس کا نتیجہ ان کے حق میں اچھا نہیں نکلا۔ گرین پول والے براہِ راست ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کی بیوی اور بچے کا اغوا اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ اس طرح گرین پول کو دُہرا فائدہ حاصل ہوا۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ اس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ میں چند لمحے اس کے دوبارہ بولنے کا انتظار کرتا رہا، پھر میں نے کہا۔ "تمھاری بات ادھوری ہے۔"

"ہاں ... پھر سائیکا مائیلر کے ہاں تم سے ملاقات ہو گئی۔" اس نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے پتا چلا کہ تم ریڈ پینتھرز کا ساتھ دے رہے ہو اور اس کیس پر بھی تم ہی کام کرو گے تو میں نے اپنے ملک سے رابطہ قائم کیا اور اپنے لیے طویل رخصت منظور کرا لی۔ پھر میں خفیہ طور پر استنبول آ گئی۔ یہاں میری آمد غیر سرکاری ہے۔ یوں سمجھ لو کہ میرے دل میں صرف ایک ہی جذبہ تھا۔ قدم قدم تمھارے ساتھ چلنے کا ... میں چاہتی تھی کہ تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

چند لمحے پھر خاموشی رہی۔ "پھر کیا ہوا تارینا؟" میں نے پوچھا۔

"میں اُن لوگوں کی تاک میں لگ گئی، جو تمھارے خلاف کام کر رہے تھے۔ میں جانتی تھی کہ حسن پاشا اولیو ہارڈ کا آدمی ہے۔ وہ سی آئی اے کا رکن ہے اور مقامی سی آئی اے کا سربراہ ہے۔ میں نے اس سے رابطہ قائم کیا اور اس تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس وقت تک گرین پول کا کوئی آدمی میری نظر میں نہیں آیا تھا۔ میں ٹریکوش باتھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں حسن پاشا کے معان کی حیثیت سے مقیم ہوگئی۔ یہ محض اتفاق ہے کہ وہاں فوری طور پر مجھے تمھاری مدد کرنے کا موقع مل گیا۔ میں نے حسن پاشا پر قابو پانے کے سلسلے میں اپنی ان صلاحیتوں کو بھی استعمال کیا، جن کا اعتراف کبھی کبھی تم بھی کرتے رہے ہو۔"

"تمھارا اشارہ اپنی ذہنی قوتوں کی طرف ہے؟"

"ہاں... یوں سمجھ لو کہ وہ میرے ٹرانس میں آگیا تھا۔"

مجھے گوٹے ہل کے وہ واقعات یاد آگئے، جب تارینا ہارڈو سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ میں یہ بات جانتا تھا کہ تارینا ہارڈو غیر معمولی ذہنی قوتوں کی مالک ہے۔ کسی عام آدمی کو مسحور کر لینا اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن حسن پاشا سی آئی اے کا مقامی چیف تھا اور اسے عام آدمی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس کے باوجود مجھے اس بات پر یقین کرنے میں کوئی تامل محسوس نہیں ہوا کہ وہ بھی تارینا کے سحر سے نہیں بچ سکا ہوگا۔ "ٹھیک ہے تارینا... آگے چلو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حسن پاشا کے ذریعے گرین پول کے کچھ افراد میری نظر میں آئے۔ ان میں کرسٹا فلومر پہلی شخصیت تھی۔ پھر یہ جان کر مجھے شدید حیرت ہوئی کہ کرسٹا مقامی گرین پول کی وَن ہے اور فائل کے سلسلے میں وہی کام کر رہی ہے۔ چنانچہ میں نے اس کے گرد اپنا جال پھیلانا شروع کر دیا اور علی... اس کے بعد آہستہ آہستہ صورت حال پوری طرح میری سمجھ میں آتی چلی گئی۔ اولیو ہارڈ نے اپنے ایک نمائندے کو کرسٹا کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ میرا اشارہ اس شخص کی طرف ہے جو فائل لے کر فرار ہوا۔ اس کا مسلسل حسن پاشا سے رابطہ رہا تھا۔"

"تو... تو وہ اولیو ہارڈ نہیں تھا؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ وہ خود اولیو ہارڈ تھا؟"

"کسی نے نہیں۔ یہ میرا اپنا اندازہ تھا۔"

"خیر... تو اس نے تمھیں پہچان لیا۔ تمھاری ہی وجہ سے اُسے ایک اچھا موقع مل گیا اور وہ فائل لے اُڑا۔ پھر اُس نے وہ فائل حسن پاشا کو پہنچا دی اور اُسے کچھ ہدایات دینے کے بعد خود کہیں غائب ہوگیا۔ میرا اندازہ ہے کہ اس نے فائل پہنچاتے ہی اولیو ہارڈ کو مطلع کیا ہوگا۔ ممکن ہے، وہ خود اولیو ہارڈ کے پاس چلا گیا ہو۔"

"چلا گیا ہو!" میں اپنے لہجے کی حیرت نہ چھپا سکا۔ "مجھے کچھ ایسے شواہد ملے تھے، جن کے تحت میرا خیال تھا کہ اولیو ہارڈ خود استنبول میں موجود ہے۔"

"یہ ناممکن بھی نہیں ہے لیکن اگر وہ یہاں موجود ہے تو محض بساط پر مُہرے آگے بڑھا رہا ہے۔ خود عملی طور پر مصروفِ کار نہیں ہے۔"

"اس سے تمھارا سامنا نہیں ہوا؟"

"نہیں۔ ویسے بھی اس وقت میرا مقصد کچھ اور تھا۔ مجھے اولیو ہارڈ کی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔"

"خیر... آگے بڑھو۔"

"جیسے ہی مجھے حسن پاشا سے کام کی معلومات حاصل ہوئیں، میں بہت تیزی سے حرکت میں آگئی۔ میں نے کرسٹا فلومر کا روپ دھارا اور انتہائی چالاکی سے اس کی جگہ لے لی۔ پھر میں نے اولیو ہارڈ کے اس نمائندے کو ٹھکانے لگا دیا جو کرسٹا کے پاس سے فائل لے اُڑا تھا۔"

"ٹھکانے لگا دیا!"

"ہاں علی... یہ بہت ضروری تھا ورنہ بہت سے کام بگڑ جاتے۔ کرسٹا فلومر کی طرح اسے بھی راستے سے ہٹانا بہت ضروری تھا۔"

میں تحسین آمیز نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا۔ وہ دو خطرناک افراد کے قتل کا تذکرہ اتنے سرسری انداز میں کر رہی تھی، جیسے اس نے پنسل سے لکھی ہوئی کوئی عبارت غلط جان کر ربر کی مدد سے مٹا دی ہو۔ وہ بہت سے معاملات میں ہلکی پڑی تھی لیکن اس کی شخصیت اپنی جگہ مسلّم تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ بہت اعلیٰ پیمانے پر کام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ "پھر کیا ہوا؟" بالآخر میں نے پوچھا۔

"ہونا کیا تھا۔ میں نے علی یار خان کے سلسلے میں سودے بازی شروع کر دی اور حسن پاشا اس جال سے نہ بچ سکا۔ اسے یہ علم ہو چکا تھا کہ علی یار خان، اولیو ہارڈ کو مطلوب ہے۔ اس نے سودے بازی پر آمادگی ظاہر کی۔ اس کے بعد سودا تو بہرحال تمھارے سامنے ہی ہوا ہے۔"

"ایک بات اب بھی مجھے اُلجھن میں ڈالتی ہے۔"

"وہ کیا؟" اس نے مجھے مستفسرانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اگر یہ سب کچھ تمھیں یوں ہی کرنا تھا تو مسٹر آئن شلائٹر کے سلسلے میں ریڈ پینتھرز کو ملوث کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تم خفیہ طور پر خود وہ کام نمٹا سکتی تھیں۔ آخر اب بھی تو تم نے ہی اس کام کو نمٹایا ہے۔"

"تم نہیں سمجھ سکتے علی۔" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میری یہ سرگرمی کسی جذبے کی مرہونِ منت ہے... اور جذبے ارادوں سے بیدار نہیں ہوتے۔"

"میں واقعی کچھ نہیں سمجھا۔"

تم یقین کرو نہ کرو... ہم تم سے بے حد شرمندہ تھے۔" اُس کی نظریں جھک گئیں۔ "تم نے ہمارے لیے بے لوث خدمات انجام دیں۔ تم نے معاوضہ تک قبول نہ کیا... اور جو کچھ تمھیں ملا تھا، وہ تم نے فلسطینیوں کی نذر کر دیا۔ یہ تمھاری سربلندی اور عظمت تھی۔ یہ سچ ہے کہ حالات کی وجہ سے کچھ دن کے لیے تمھاری پوزیشن مشکوک ہوگئی۔ اس کے باوجود کچھ نگاہیں ایسی تھیں، جن میں تم اس کے باوجود سربلند رہے۔ ہم درپردہ تمھارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار تھے لیکن ہمارے راستے مسدود ہو چکے تھے۔ یوں تمھارے لیے کچھ کرنے کی تڑپ اور بڑھ گئی۔ اسی تڑپ نے مجھ سے یہ کام کروایا ہے۔ مجھے تمھاری خدمت کا یہ پہلا ہی موقع تو ملا تھا۔"

میں چند لمحے کے لیے گنگ سا رہ گیا۔ اس کے لہجے کی صداقت نے میرے دل کو چھو لیا تھا۔ "تارینا... میں تمھارا شکرگزار ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو علی۔" اس کے لہجے میں شکایت تھی۔ "کام تو یہ بھی ہمارا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ میری مدد کے بغیر بھی تم کامیاب ہو جاتے۔ میں تمھیں جانتی ہوں اور جہاں تک شکرگزاری کا تعلق ہے تو ہم اب بھی تمھارے مقروض ہیں۔ کاش... کاش ہم تمھارے احسانات کا صلہ دے سکیں۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔" میں نے کہا۔ میں خود کو بہت عجیب سا محسوس کرنے لگا۔ چنانچہ میں نے گفتگو کا رخ تبدیل کر دیا۔ "اب صورت حال یہ ہے کہ مسز شلائٹر اور ان کا بچہ دونوں محفوظ ہیں۔ میں نے انھیں سفارت خانے پہنچا دیا تھا۔"

"مجھے اطلاع مل چکی ہے۔ وہ دونوں وطن پہنچ گئے ہیں۔"

"گویا اب مجھے یہاں سے نکل لینا چاہیے اور ہاں... تم نے فائل مجھے کیوں دے دی۔ تم اُسے مسٹر شلائٹر تک پہنچا سکتی ہو۔"

"نہیں علی... یہ بات خلافِ اصول ہے۔" تارینا نے سنجیدگی سے کہا۔ "فائل کے سلسلے میں ہماری بات سائیکا مائیلر سے ہوئی ہے۔ تم یہ فائل سائیکا تک پہنچاؤ گے... اور سائیکا مسٹر شلائٹر تک۔ مسز شلائٹر نے مسٹر شلائٹر کو یہ بات بتا دی ہوگی کہ ریڈ پینتھرز کے ایک آدمی نے اُن کی مدد کی ہے۔ اصولاً یہ کیس ریڈ پینتھرز کا ہے اور اس کا کریڈٹ بھی انھی کو ملنا چاہیے تاکہ اُن کے اعتماد میں اضافہ ہو اور ہاں علی... میری التجا ہے کہ اس فائل کے سلسلے میں میرا نام کہیں نہ آنے پائے۔"

میں دل ہی دل میں اُس کی بے غرضی، خلوص اور معقولیت کو سراہنے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔

"میں نے تمھاری واپسی کا بندوبست بھی کر دیا ہے۔" تارینا نے مزید کہا۔ "اولیو ہارڈ کو جلد ہی حسن پاشا کی موت کا علم ہو جائے گا... اور پھر وہ خود حرکت میں آئے گا۔ وہ تمھاری تلاش میں استنبول کا چپہ چپہ چھان مارے گا۔ تمھیں اس کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی یہاں سے نکل لینا چاہیے۔"

"صرف مجھے؟"

"ہاں۔"

"اور تم؟"

"میں تمھارے ساتھ نہیں جا سکوں گی علی لیکن تم چاہو تو چند روز بعد میرے ملک میں مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"شکریہ تارینا۔ تو اب...؟"

"تمھاری واپسی کے انتظامات مکمل ہیں۔ میں نے اپنا پروگرام اس طرح سیٹ کیا تھا کہ تمھیں دقّت نہ ہو۔"

"کمال ہے تارینا۔" میں نے اسے تشکر آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم کچھ دیر پہلے قرض کی بات کر رہی تھیں۔ میرا خیال ہے کہ تم نے تمام قرض مع سود چکا دیا ہے۔"

تارینا کے ہونٹوں پر بڑی دلآویز مسکراہٹ نظر آئی۔ اس مسکراہٹ کا عکس اُس کی آنکھوں میں بھی تھا۔

وہ رات اسی عمارت کی ایک خواب گاہ میں گزری۔ سونے سے پہلے بڑی دیر تک میں تارینا ہارڈو کے بارے میں سوچتا رہا۔ میرے سلسلے میں تارینا کا رویّہ بھی عام لڑکیوں سے مختلف نہیں تھا۔ حالانکہ وہ ایک غیر معمولی لڑکی تھی۔ بلاشبہ اس نے میرے لیے اپنی جان کی بازی لگا دی تھی۔ آئن شلائٹر کے سلسلے میں وہ خود کام کرنے کی ہمت نہیں کر سکی تھی لیکن میرے لیے کچھ کرنے کے جذبے نے اس سے بہت بڑا کام کروا دیا تھا۔ دوسری طرف اس میں بھی کوئی شبہ نہیں تھا کہ اگر وہ بروقت مداخلت نہ کرتی تو فائل میرے ہاتھ سے یقینی طور پر نکل گئی ہوتی۔ گویا میں اپنے مقصد میں ناکام ہوگیا ہوتا۔ اس کامیابی کا سہرا تارینا ہی کے سر تھا اور میں اس کا شکرگزار ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

پھر تارینا کے متعلق سوچتے سوچتے اچانک مجھے تہذیب مالکم ایکس یاد آ گئی۔ اس کا معاملہ جون کا تون تھا۔ وہ جس قدر اچانک میری زندگی میں داخل ہوئی تھی، اسی طرح میری زندگی سے نکل بھی

معاشرتی جبر کے خلاف زاہدہ حنا کا قلم تیغِ برہنہ بن جاتا ہے
اُن کی کتاب
قیدی سانس لیتا ہے
اُردو افسانے میں زاہدہ حنا کا نام اور کام کسی تعارف کے محتاج نہیں
سسکیاں بھرتے ہوئے مظلوموں کے لہو کی تحریریں مرہم کا درجہ رکھتی ہیں
کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گئی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ میں اس پر صبر کر بیٹھا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی بہت سے لطیف جذبوں سے محروم ہوگیا تھا میں۔ وہ جذبے جن سے زندگی کا جمالیاتی رُخ عبارت ہوتا ہے میرے سینے کی گہرائی میں کہیں جا سوئے تھے۔ مجھے یہ تسلیم کرلینا پڑا تھا کہ میرے راستے میں کوئی چمن زار نہیں ہے۔ مجھے پُرخار رہگزاروں ہی پر چلنا ہے۔ بس طمانیت کی یہی ایک بات تھی کہ ان راستوں کا انتخاب میں نے خود ہی کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے مستقبل کا خیال آگیا۔

وہ بہت موہوم سا خیال تھا۔ اس رہگزر پر بہت تاریکی تھی اور میں چند قدم سے آگے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ فی الحال تو صرف اتنا تھا کہ فائل سائیکا مائیلر کے حوالے کرنا تھی۔ اس کے بعد یہ سوچنا مناسب ہوتا کہ اب کس سمت قدم اٹھایا جائے۔

ویسے میں اپنی تقدیر پر نازاں بھی تھا اور دل کی گہرائیوں سے خدا کا شکر گزار بھی۔ میں ایک بے وقعت انسان تھا لیکن میں نے اولیو ہاورڈ جیسے آدمی کو ناکوں چنے چبوا دیے تھے۔ یہ درست ہے کہ اولیو ہاورڈ سی آئی اے کے مفادات سے بالاتر ہوکر اسرائیل کے لیے کام کررہا تھا لیکن اس نے سی آئی اے میں اپنی پوزیشن اور اختیارات سے بھرپور استفادہ کیا تھا۔ اس کے باوجود میں اُسے نچاتا پھر رہا تھا۔ یہ اور بات کہ یہ محض ابتدائے عشق تھی۔ میرے ذہن میں بہت سے منصوبے تھے جو ابھی تشنۂ تکمیل تھے۔ میں امریکا واپس جانے کے لیے بے قرار تھا۔ میں امریکی یہودیوں کے لیے موت کا پیغام بن کر واپس جانا چاہتا تھا لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ انسان خواب دیکھنے کی حد تک با اختیار ہے۔ تعبیر دینے والا خدا ہے۔ قسمت آدمی کے لیے کچھ راستے متعین کردیتی ہے اور پھر اسے انھی راستوں کی طرف ہنکاتی ہوئی لے جاتی ہے۔ خواب شدید خواہشات ہی کا تو روپ ہوتے ہیں اور ہر شخص خواب دیکھتا ہے۔ پھر لوگوں کے خواب آپس میں متصادم بھی تو ہوتے ہیں کہ اگر ایک کو تعبیر ملے تو دوسرے کے لیے اس کا مطلب صریحاً ناکامی ٹھہرے۔ اب سائیکا مائیلر ہی ہے، اس کی دلی کیفیت سے میں آگاہ تھا۔ وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر ہوگئی تھی۔ کیلس کے بارے میں مجھے تارینا نے بتایا تھا۔ اب یہ قسمت کی ستم ظریفی ہی تو تھی کہ میں، جو زندگی میں ایک خواہش بھی پوری نہیں کرسکا تھا، کتنی نگاہوں کا محور و مرکز تھا۔ کتنی آنکھوں میں میرے خواب تھے لیکن وہ ہستی، جو میرے دل کے سدا کے بند دروازوں کو اپنی نگاہوں کے سحر سے کھولتے ہوئے میری روح تک میں اتر گئی تھی، مجھ سے چھن گئی تھی۔ میری آنکھوں میں تو اسی کے خواب تھے۔ میں جانتا تھا کہ سائیکا مائیلر کا یہ احساس مجھے زیادہ عرصے اس کے ساتھ نہیں رہنے دے گا۔ اسی میں بہتری تھی، آدمی اگر کسی کو تعبیر نہ دے سکے کم از کم خوابوں کو ریزہ ریزہ ہونے سے تو بچا سکتا ہے۔ پیلنڈر میرا اور اس کا کاز ایک ہی تھا لیکن اس صورتِ حال میں ریڈیو نہو سے وابستہ ہوکر کام کرنا میرے لیے ناممکن تھا۔ بہرحال میں اپنے طور پر بھی بہت کچھ کرسکتا تھا۔

مسلسل تھکن کے بعد آرام کا موقع میسر آیا تو میں خوب ڈٹ کر سویا۔ اگلا دن اسی عمارت میں گزرا۔ تارینا نے مجھے روانگی کا پروگرام بتادیا تھا۔ تفصیلات کو میں نے اُس تصویر کو سامنے رکھ کر میک اپ کیا جو تارینا نے فراہم کی تھی۔ میک اپ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ تارینا آگئی۔

"میرے خیال میں اب زیادہ وقت نہیں ہے۔" اس نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔ میری تیاری بھی مکمل ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"چلو پھر اُٹھ جاؤ۔"

وہ مجھے ساتھ لے کر باہر آگئی۔ تارینا میرے ساتھ کار میں نہیں بیٹھی۔ اچانک ہی وہ بہت اُداس اور مضمحل نظر آنے لگی تھی "خدا حافظ علی یار خان۔" اُس نے اُداس لہجے میں کہا۔ "تمھیں ایئرپورٹ چھوڑنے نہیں جاسکوں گی۔ خطرات نے ابھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا ہے۔"

"ٹھیک ہے تارینا۔ اب ہماری ملاقات ہالینڈ میں ہوگی۔"

"دیکھو... کیا ہوتا ہے۔" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ وہ اپنی آنکھوں کی نمی مجھ سے نہیں چھپا سکی۔ پھر اُس کے اشارے پر ڈرائیور نے کار آگے بڑھادی۔ وہ مجھے دیکھتے ہوئے الوداعی انداز میں ہاتھ ہلاتی رہی۔ کار عمارت کے گیٹ سے سڑک پر مڑی تو وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

راستے میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ ایئرپورٹ پر مجھے معمول کے مطابق مختلف مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ بالآخر میں جہاز کی طرف چل دیا۔ ایک خوبصورت ایئرہوسٹس نے مجھے میری نشست تک پہنچایا۔ میں نے پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ نجانے کیوں مجھ پر اضمحلال سا طاری ہوگیا تھا۔ مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ میرے برابر کون آکر بیٹھا ہے۔ میں تو بس خالی الذہن سا بیٹھا ہوا تھا۔ سیٹ پر بیٹھتے ہی میں نے سیفٹی بیلٹ کس لی تھی۔ اس لیے طیارے کے ٹیک آف کے اعلان کے ساتھ جہاز کے ایڈریس سسٹم پر اس سلسلے میں ہدایات دی گئیں، تب بھی میں نے آنکھیں کھولنے کی زحمت نہیں کی۔

طیارہ فضا میں بلند ہوچکا تھا۔ میں نے بیلٹ کھولی اور سرسری

نگاہوں سے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ برابر والی نشست سے مسحور کن خوشبو کی لپٹیں اُٹھ رہی تھیں لیکن میں برابر والی نشست کو نظرانداز کرکے دوسرے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس طرف سے مطمئن ہوکر میں نے برابر والی نشست پر نظر ڈالی... مجھے شدید ذہنی جھٹکا لگا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا اور دماغ سائیں سائیں کررہا تھا۔ پھر میرا دل عجیب سے انداز میں دھڑکنے لگا۔ ہاں... میرے برابر والی نشست پر تہذیب مالکم ایکس بیٹھی تھی۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس قدر اچانک... اور اس انداز میں مجھے مل جائے گی۔ سچ تو یہ ہے کہ میں نے اپنے عظیم مقصد کی خاطر اپنی آنکھوں سے اس کے خواب تک نوچ ڈالے تھے لیکن اب میری آنکھیں بےتابانہ اُس کے چہرے پر مچل رہی تھیں۔ ڈر تھا کہ میری نگاہوں کی چبھن اسے سراسیمہ کردے گی۔ میں نے جلدی سے آنکھیں موندلیں اور اپنی اس کیفیت کا تجزیہ کرنے لگا۔ شاید شدتِ طلب نے آنکھوں سے مل کر سازش کی تھی اور آنکھیں دماغ کو گمراہ کررہی تھیں۔ تصور کو حقیقت قرار دے رہی تھیں لیکن اتنا بڑا دھوکا... یہ کیسے ممکن ہے؟

میں نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا اور آنکھیں کھول کر دوبارہ اُس کی طرف دیکھا۔ اس بار مجھے کوئی شبہ نہیں رہا۔ وہ تہذیب ہی تھی۔ سچ مچ کی تہذیب۔ فرق تھا تو صرف اتنا کہ اب اس کے چہرے سے نقاہت ہویدا تھی، آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے تھے، ہونٹ خشک تھے اور وہ کچھ خوفزدہ بھی معلوم ہورہی تھی۔

میرا بھی عجیب حال تھا۔ جیسا خوبصورت خواب دیکھنے والوں کا ہوتا ہے۔ وہ آنکھیں کھولتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ خواب ٹوٹ جائے گا۔ ہمت نہیں ہورہی تھی کہ اسے مخاطب کروں۔ اگر آواز اور لہجہ مختلف ہوا تو... کیا پتا، وہ کوئی اور ہو تہذیب کے میک اپ میں... اور یہ میرے لیے کوئی جال ہو۔ ذہن میں اندیشے سرسراتے رہے۔

لیکن مسلسل اسے دیکھنے کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ وہ تہذیب ہی ہے۔ یا شاید میرے جذبۂ بے اختیار نے ذہن سے تمام وسوسوں کو نکال باہر کیا تھا۔ یہ بات بھی طے تھی کہ وہ مجھے نہیں پہچان سکے گی، کیونکہ میں میک اپ میں تھا۔ چنانچہ میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسے مخاطب کیا "معاف کیجیے گا مس۔ کیا آپ کی منزل ہالینڈ ہے؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور بڑی بے اعتنائی سے بولی۔ "جی ہاں!" پھر اس نے پشت گاہ سے ٹیک لگالی۔

میرے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہوگئیں۔ وہی جانی پہچانی

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ
انسان کی ترقی و
تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص
کی آپ بیتی، ہَوا جس کی دوست
تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر
تھا، آگ اس کے بدن کو نمو دیتی تھی۔
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے
ریکارڈ توڑ دیے
صدیوں کا بیٹا
پانچ حصّوں میں مکمّل۔
قیمت فی حصہ ۲۰ روپے ★ ڈاک خرچ فی حصہ ۱۰ روپے
مکمل سیٹ منگانے پر قیمت صرف ۱۰۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے۔ کل ۱۱۰ روپے کا منی آرڈر روانہ فرمائیں۔ یہ رعایت صرف منی آرڈر ارسال کرنے پر ہی مل سکے گی
کتابیات پبلی کیشنز ... کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آواز... وہی مانوس لہجہ۔ "آپ کا وطن ہالینڈ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں۔" اس بار اس کے لہجے میں بے زاری تھی۔

"آپ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ میری زبردستی کی بے تکلفی آپ کو گراں گزری ہے۔" میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ کی صورت ایک ایسی لڑکی سے ملتی ہے، جسے میں جانتا ہوں۔"

تہذیب نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "معاف کیجیے گا میری طبیعت کچھ خراب ہے۔ میں اس وقت کسی سے بھی بات نہیں کرنا چاہتی۔" مجھے اُس کی آنکھوں میں خوف کی جھلکیاں نظر آئیں۔

"اوہ... کیا ہوا ہے آپ کو؟" میں نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"میں نے عرض کیا نا... میں خاموش رہنا چاہتی ہوں۔" وہ بے حد چڑ کر بولی۔

"لیکن جب میں اپنے دوست کو آپ کے متعلق بتاؤں گا تو وہ مجھ سے پوچھے گا کہ میں نے تہذیب مالکم ایکس کو پہچاننے کے باوجود اسے نظر انداز کیوں کیا... تو میں اسے کیا جواب دوں گا۔"

وہ ایک دم سنبھل کر بیٹھ گئی اور کڑی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ "آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میرا نام تہذیب مالکم ایکس ہے۔ کون ہیں آپ؟"

"میں آپ کے ایک دوست کا دوست ہوں۔ میرے دوست نے مجھے آپ کی تصویر دکھائی تھی۔ وہ آپ کے لیے اتنا پریشان اتنا افسردہ تھا کہ آپ تصور بھی نہیں کرسکتیں۔"

"کیا نام ہے آپ کے دوست کا؟" اُس کے لہجے میں بے تابی تھی۔

"علی یار خان... پاکستانی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اس نے ہیجانی انداز میں اپنا لرزتا ہوا ہاتھ میرے بازو پر رکھ دیا۔ "پلیز... میں آپ سے معذرت خواہ ہوں جناب۔ مجھے علی یار خان کے بارے میں بتائیے۔ وہ کہاں ہے... کس حال میں ہے... کیسا ہے وہ؟" اس کے لہجے میں اضطراب ہی اضطراب تھا۔

"ایسا لگتا ہے کہ آپ بھی اس کے لیے اتنی ہی...!"

"پلیز... آپ تجسس پیدا نہ کریں۔ پلیز... مجھے بتائیے۔" اس نے ہذیانی انداز میں کہا اور مجھے جھنجوڑ ڈالا۔

"وہ ہالینڈ میں ہے۔"

"آپ کو معلوم ہے وہ کہاں رہ رہا ہے؟"

"جی ہاں۔"

"آپ بھی ہالینڈ ہی جا رہے ہیں نا؟"

"جی ہاں۔"

"پلیز... آپ مجھے اس سے ملوا دیجیے گا۔" اس نے التجا کی۔ "میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ ویسے بھی آپ اس کے بہت قریبی دوست ہوں گے ورنہ وہ آپ کو میرے متعلق کیوں بتاتا۔"

اس کا اضطراب میرے لیے اُس کی محبت کا آئینہ دار تھا۔ میری اپنی جذباتی کیفیت بھی ابتر ہو رہی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ اُسے سب کچھ بتا دوں لیکن یہ مناسب نہیں تھا۔ عین ممکن تھا کہ کچھ لوگ اس پر نگاہ رکھے ہوئے ہوں۔ اس صورت میں میرے ساتھ وہ بھی خطرے میں پڑ سکتی تھی۔ یہ سوچ کر میں نے دل پر پتھر رکھ لیا۔ "جی ہاں مس... وہ میرا بہت عزیز دوست ہے۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "آپ مطلق فکر نہ کریں۔ میں آپ کو اس کے پاس لے چلوں گا۔"

"آپ کی اس سے دوستی کب سے ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"بہت عرصے سے ہے۔"

"آپ اس کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ مثلاً اس کی شخصیت... اُس کے...!" اچانک وہ خاموش ہوگئی۔ اس نے خود کو سنبھال لیا تھا اور محتاط ہوگئی تھی۔

میں اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ قید کی صعوبتوں نے صرف اس کی صحت ہی کو نہیں، ذہانت کو بھی متاثر کیا تھا۔ ورنہ وہ شروع ہی سے محتاط رویّہ اختیار کرتی اور اس زاویے سے بھی سوچتی کہ میں علی یار خان کا دشمن بھی ہوسکتا ہوں۔ بہرحال، اب وہ قدرے محتاط ہوگئی تھی لیکن ابھی تک وارفتگی کے اثرات سے پوری طرح نہیں نکل سکی تھی۔

"آپ میرے لیے فرشتۂ رحمت ثابت ہوئے ہیں جناب۔" اس نے سنبھل کر کہا۔ "کیا آپ کا تعلق ہالینڈ سے ہے؟"

"جی ہاں۔"

"لیکن علی ہالینڈ کب پہنچا؟"

"زیادہ دن نہیں ہوئے۔" میں نے جواب دیا۔ اب میں آواز اور لہجے کے سلسلے میں بہت احتیاط برت رہا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تہذیب کو مجھ پر شبہ بھی ہو۔

وہ کچھ دیر سوچتی اور اُلجھتی رہی۔ خاصی کشمکش کا شکار معلوم ہو رہی تھی لیکن پھر اس سے رہا نہیں گیا۔ "آپ کو استنبول آئے ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے؟" اس نے پوچھا۔ پھر جیسے کسی خیال نے اسے چونکا دیا۔ "آپ کو یقین ہے کہ علی اب بھی ہالینڈ ہی میں ہوگا؟"

"جی ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"اچھا... اگر وہ وہاں سے نکلا تو کہاں جائے گا؟"

یہ سوال بھی اُس کی بے تابی کا مظہر تھا۔ میں مسکرایا۔ "بس... یوں سمجھ لیں کہ مجھ سے ملے بغیر وہ کہیں نہیں جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ... گویا... گویا آپ کے اور اس کے مفادات مشترک ہیں؟"

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تہذیب کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ سارے راستے مجھ سے اسی طرح سوالات کرتی رہے گی۔

"میرے بارے میں اس نے آپ کو کیا بتایا تھا؟" یہ پوچھتے ہوئے اُس کے لہجے میں ریشم جیسی ملائمت تھی۔ آنکھیں خوابناک ہوگئی تھیں۔

میرا دل مچلنے لگا لیکن وقت نے مجھے مُنہ زور جذبوں پر قابو پانا سکھا دیا تھا۔ "اس نے مجھے آپ کی تصویر دکھائی تھی۔ زیادہ کچھ نہیں بتایا تھا اس نے... لیکن اُس کی حالت سب کچھ بتا گئی تھی۔ یقین کیجیے مس، وہ آپ کو دیوانہ وار چاہتا ہے لیکن آپ کی مسلسل اور ناکام تلاش کے بعد وہ زندگی ہی سے مایوس نظر آتا ہے۔"

"علی!" تہذیب نے رُندھی ہوئی آواز میں سرگوشی کی اور پشت گاہ سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

اس وقت میرے دل میں چراغاں کا سا سماں تھا۔ وہ سب کچھ خواب سا معلوم ہوتا تھا۔ میں پلکیں جھپکانے سے بھی گریز کر رہا تھا کہ اگر وہ خواب ہی تھا، تب بھی اس خواب کی شکست مجھے گوارا نہیں تھی۔ میں نے تہذیب سے متعلق اپنے ہر جذبے کو اپنے وجود کی اتھاہ گہرائی میں دفن کر دیا تھا۔ یہ سوچ کر کہ میں پُرخار راستوں کا راہی ہوں۔ مجھ جیسے لوگوں کو پھولوں کے خواب بھی آنکھوں میں نہیں بسانے چاہئیں... کیونکہ اس طرح پیروں میں چبھنے والے کانٹوں کے ساتھ آنکھوں میں چبھنے والے کانٹے بھی شامل ہو جاتے ہیں لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ برسوں میں... بے پناہ کوشش کے بعد دبائے جانے والے جذبوں کو ابھرنے کے لیے محض ایک لمحۂ ادراک کی صرف ایک جھلک درکار ہوتی ہے۔

تہذیب گاہے گاہے مجھ سے میرے اور علی یار خان کے بارے میں سوالات کرتی رہی۔ پھر اس نے آنکھیں موند لیں اور شاید تصورات میں گم ہوگئی۔ میں کن انکھیوں سے اُس کو دیکھتا رہا۔ میری کوشش یہی تھی کہ میری نگاہوں سے وارفتگی نہ جھلکنے پائے۔ میں اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا، یہ بتانا میرے لیے ناممکن ہے۔ پھر میں نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ بظاہر تو جہاز میں موجود کوئی شخص میری یا تہذیب مالکم ایکس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

پھر پہلی بار مجھے وہ خیال آیا، جو اُسے دیکھتے ہی میرے ذہن میں چبھنا چاہیے تھا۔ جذبوں میں یہی تو ایک خرابی ہے کہ وہ انسان سے استدلال کی قوت چھین لیتے ہیں۔ میں نے اب تک اس پہلو پر نہیں سوچا تھا کہ تہذیب گرین پول کی قید سے کیسے رہا ہوئی اور اسی فلائٹ سے ہالینڈ کیوں جا رہی ہے جس پر میں تھا۔ یہ خیال آتے ہی میں چوکنا ہوگیا اور میں نے ہر قدم پر احتیاط برتنے کا فیصلہ کر لیا۔

باقی راستہ میں بہت زیادہ محتاط رہا۔ بالآخر سفر تمام ہوگیا۔ اس دوران جہاز پر کسی قسم کی مشتبہ سرگرمی دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ میں مطمئن ہوگیا لیکن میں نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ تہذیب اب علی یار خان سے ملانے کے سلسلے میں میری خوشامد کر رہی تھی۔ کسٹمز کاؤنٹر پر بھی وہ میرے ساتھ لگی رہی۔ بالآخر ہم تمام مرحلوں سے گزر کر ائیر پورٹ سے باہر آ گئے۔

"مس... میں آپ کو علی یار خان کے پاس ضرور لے کر چلوں گا لیکن پہلے مجھے یہ بتائیے کہ ایمسٹرڈم میں آپ کا قیام کہاں ہوگا؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"کسی بھی ہوٹل میں ٹھہر سکتی ہوں میں۔"

"تو بہتر یہ ہوگا کہ ہم پہلے کسی ہوٹل میں کمرہ لیں۔ اس کے بعد علی یار خان سے رابطہ قائم کیا جائے۔"

"اس میں بھی آپ کی کوئی مصلحت ہوگی؟"

"جی ہاں۔"

میری توقع کے برعکس اس نے مزید کوئی وضاحت طلب نہیں کی، صرف اتنا کہا۔ "تو پھر ہوٹل کا انتخاب بھی آپ ہی کو کرنا ہوگا۔"

میں جانتا تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے۔ اس وقت مجھ سے ملنے کی آرزو نے اُسے اتنا بدحواس کر دیا تھا کہ وہ غیر محتاط ہوگئی تھی۔ بہرحال، یہ بھی تھا کہ وہ اس عالم میں بھی کسی کے لیے تر نوالہ ہرگز ثابت نہ ہوتی۔

ہم نے ٹیکسی کی اور میری خواہش کے مطابق رینوڈ ہوٹل پہنچ گئے۔ وہاں ہم دونوں نے الگ الگ لیکن ملحقہ کمرے طلب کیے۔ تہذیب چونکی ضرور لیکن اُس نے مجھے ٹوکا نہیں۔ ہم اوپر چلے آئے۔ میں اپنے کمرے کا رُخ کرنے کے بجائے اس کے ساتھ اس کے کمرے میں چلا آیا۔

"آپ نے بھی یہیں کمرہ لیا ہے... کیوں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"آپ بیٹھیے تو۔"

وہ صوفے پر بیٹھ گئی لیکن مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔ "آپ نے اتنا پُراسرار انداز کیوں اختیار کیا ہے؟"

میں اُٹھا اور میں نے کمرے کا دروازہ مقفل کر دیا۔ تہذیب سنبھل کر بیٹھ گئی تھی اور اُس کی آنکھوں سے چوکنے پن کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ چند لمحے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر سامنے والے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "تشریف رکھیے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں صوفے پر بیٹھ گیا۔
"آپ کچھ بدلے بدلے سے محسوس ہو رہے ہیں۔"
"میں نے پڑھا ہے مس تہذیب کہ انسانی تعلقات میں چہروں کی اہمیت اپنی جگہ... لیکن جسم سے خارج ہونے والی مقناطیسی لہریں بھی بہت اہم ہوتی ہیں۔ وہ انسان کو اس کے دوستوں اور دشمنوں کی قریب ہی کہیں موجودگی کی خبر دیتی ہیں۔ دو جسموں کی مقناطیسی لہروں کے مابین مکمل ہم آہنگی محبت کہلاتی ہے۔ میں اس نظریے پر یقین رکھتا تھا لیکن آج یہ غلط ثابت ہو رہا ہے۔ میرے جسم کی لہروں نے تو آپ کو ذرا بھی متاثر نہیں کیا۔"
"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔"
میں نے اپنے چہرے سے میک اپ ماسک اتار دی۔
تہذیب اپنی جگہ ساکت ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ اٹھی اور کسی سحر زدہ معمول کے سے انداز میں میرے قریب آ کھڑی ہوئی۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔
میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ لمحے تھے یا صدیاں تھیں۔ بہرحال ہم دونوں گنگ کھڑے تھے۔ ہماری زبانیں بند تھیں لیکن... زبان چپ رہے تو نظر بولتی ہے کا وہ میرا پہلا تجربہ تھا۔ لگتا تھا کائنات ساکت ہو گئی ہے۔ ہم دونوں نے سبھی کچھ کہہ دیا تھا لیکن ہمارے ہونٹ ساکت تھے۔ لفظ ضائع نہیں کیے گئے کہ وہ ہمارے دلوں کی امانت تھے۔
پھر تہذیب نے آگے بڑھ کر میرے سینے سے اپنا سر ٹکا دیا۔ "علی... علی... مجھے افسوس بھی ہو رہا ہے اور تم پر غصہ بھی آ رہا ہے۔" اس نے بکھرتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "تم نے اتنی دیر تک بے خبر رکھ کر مجھے یہ سزا کیوں دی۔ تم نہیں جانتے، مجھ پر..."
"میں جانتا ہوں۔" میں نے شوخ لہجے میں جواب دیا۔ "لیکن جہاز میں تم اس بے تکلفی کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تھیں۔"
وہ جھینپ کر پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اس نے میرے دونوں ہاتھ تھام لیے اور مجھے صوفے کی طرف لے آئی۔ اس کے چہرے پر جذبات کے سائے لرز رہے تھے۔ میں بھی کچھ دیر کے لیے دنیا کی تمام الجھنیں فراموش کر بیٹھا تھا۔ ہم خاموشی سے ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکتے رہے... کیفیتیں بدلتی رہیں لیکن ایک کیفیت سب پر حاوی رہی۔ وہ ملن تھا۔ وہ ملن رت تھی۔ پھر نجانے کیا ہوا... تہذیب نے آنکھیں موند لیں۔ اس کا ہاتھ اب بھی میرے ہاتھ میں تھا۔
کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر میں نے کہا۔ "تہذیب... میں تم سے کم حیران نہیں ہوں۔"
اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ "تم... تم استنبول کیسے پہنچے علی؟"
"بس... یہ سمجھ لو کہ تمہاری کشش مجھے وہاں تک لے گئی تھی۔"
"نہیں علی... سنجیدگی سے بتاؤ۔ تم نے میری رہائی کے لیے کوششیں کیں تو منظر عام پر کیوں نہیں آئے؟"
"نہیں تہذیب! میں غلط بیانی سے کام نہیں لوں گا۔ تمہاری رہائی میں میری کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ میں تو یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم پر کیا بیتی۔"
"یعنی اس عورت سے تمہارا کوئی تعلق نہیں تھا جس نے کرسٹا فلومر کو قتل کر کے مجھے رہائی دلوائی؟"
"تم اس عورت سے ملیں؟" میں نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔
"نہیں... البتہ میں فون پر اس کی آواز سنتی رہی ہوں۔" تہذیب نے جواب دیا۔
"تہذیب... ذرا تفصیل سے بتاؤ اپنے متعلق۔"
"میں تمہارے ساتھ ہی تو تھی اس عمارت میں۔ پھر اس رات مجھے بے ہوش کر کے اغوا کر لیا گیا۔ کیسے؟ یہ میں نہیں جانتی۔ ہوش میں آتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں گرین پول کی قید میں ہوں۔ ظاہر ہے، میں طویل عرصے تک اس تنظیم سے وابستہ رہی تھی اور ان لوگوں کا طریق کار خوب پہچانتی تھی۔ تھامس کلوز نامی ایک شخص مجھ سے میرے بارے میں پوچھتا رہا۔ پھر تمہارے اور ہائل جوشیو کے بارے میں سوالات کیے گئے۔ گوٹے ہل کیس کے بارے میں بہت کچھ پوچھا گیا۔ قصہ مختصر یہ کہ انھوں نے مجھے مجرم قرار دے دیا لیکن میرے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ شاید وہ گومگو کے عالم میں تھے۔ میری موت ان کے لیے سودمند نہیں تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ مجھے ہائل جوشیو کیس کی وجہ سے زندہ رکھنا چاہتے تھے تاکہ جوشیو کے اثاثوں کے حصول میں کوئی دشواری نہ ہو بلکہ ضرورت پڑنے پر وہ میرے حوالے سے تمھیں اپنا آلۂ کار بنا سکیں۔ پھر مجھے کرسٹا فلومر کے پاس استنبول بھیج دیا گیا۔ میں پہلے بھی اس کی ماتحتی میں کام کر چکی تھی۔ اس نے ہمیشہ مجھے سراہا تھا لیکن اب میری حیثیت ایک غدار کی تھی۔ چنانچہ میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی گئی۔
پھر کرسٹا کی قید میں اچانک مجھے پیغام ملا کہ مجھے رہا کرایا جانے والا ہے۔ ایک رات ہنگامہ ہوا اور کرسٹا فلومر قتل کر دی گئی۔ اس کی تفصیلات سے میں لاعلم ہوں۔ بہرحال اس رات مجھے آزادی مل گئی۔ مجھے آزادی دلانے والے کئی نقاب پوش تھے۔ انھوں نے مجھے ایک مکان میں ٹھہرایا اور یقین دلایا کہ وہ مجھے بحفاظت ہالینڈ پہنچا دیں گے۔ وہاں سے اپنی منزل کا تعین مجھے خود کرنا ہو گا۔ جہاز کا سفر اس سلسلے کی آخری کڑی تھا لیکن یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ تم اس طرح مجھے مل جاؤ گے۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔"
میری سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔ تارینا ہارڈو کا کہنا تھا کہ وہ اب بھی میری مقروض ہے۔ حالانکہ میرا وجود اس کے احسانات کے بوجھ تلے دبا جا رہا تھا۔ تہذیب مجھے بغور دیکھ رہی تھی۔ پھر شاید اس نے میرے چہرے کے تاثرات سے سب کچھ بھانپ لیا۔ "مجھے ایسا لگتا ہے کہ ایک ہی ہستی نے ہم دونوں کی مدد کی ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔
میں نے تارینا ہارڈو کے بارے میں تمام تفصیل اسے بتا دی۔ میں نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ تارینا ہارڈو ذہنی طور پر مجھ سے متاثر معلوم ہوتی ہے۔ وہ پُرخیال انداز میں مجھے تکتی رہی، پھر بولی۔ "بہرطور علی... اس نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں تمہارے لیے پاگل ہو رہی تھی۔ اب دنیا میں تمہارے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں تمہاری ہی خاطر زندہ ہوں۔"
"تہذیب... اب صرف زندگی کی بات کرو۔ خدا نے ایک بار پھر ہمیں یکجا کر دیا ہے تو ہمیں مایوسی کی باتیں نہیں کرنا چاہئیں۔ میں تمھیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں نے اپنا مستقبل، اپنا وجود... سب کچھ ایک مقصد کی نذر کر دیا ہے لیکن تمہاری شخصیت کے سامنے کبھی کبھی میرا مقصد بھی دب جاتا ہے۔ تم بچھڑ گئی تھیں، میں تمہاری طرف سے مایوس ہو گیا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ میں تمھیں کبھی بھلا نہیں سکوں گا اور اب تم مل گئی ہو..."
"علی... اب ہم دونوں اپنی انفرادیت کھو چکے ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ ہم ایک دوسرے میں ضم ہو چکے ہیں۔ اب تم اپنے مقصد کو صرف اپنا مقصد نہیں... ہمارا مقصد کہا کرو۔ میں کسی عام عورت کی طرح تم سے یہ فرمائش کبھی نہیں کروں گی کہ مجھے ایک چھوٹا سا، پُرسکون سا گھر فراہم کر دو۔ علی، میں محبت کا مفہوم سمجھتی ہوں۔ میں تمہارے دشوار راستے پر نہ صرف قدم بہ قدم تمہارے ساتھ چلوں گی بلکہ تم کبھی راستے سے ہٹنے لگے تو میں ہی تمہارے قدموں کی زنجیر بنوں گی۔ میں اپنی ذات کے لیے جینا نہیں چاہتی۔ میں تمہاری طرح جیوں گی۔"
اس لمحے اس کی عظمت میرے دل پر نقش ہو گئی۔ مجھے اپنے انتخاب پر فخر کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے جذباتی ہو کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ مسرتوں اور سرشاریوں کے لمحے تھے۔ ہماری محبت محدود نہیں تھی۔ اس میں دنیا بھر کے دکھی انسان شریک تھے۔ ہم دونوں دیر تک اسی کیفیت میں ڈوبے رہے۔ جسم میں خون کی جگہ سرشاری دوڑ رہی تھی۔
اگرچہ میں نے بھی اسی ہوٹل میں کمرہ لیا تھا لیکن میں نے اس کمرے میں قدم بھی نہ رکھا۔ میں جانتا تھا کہ اولیو ہاورڈ سے ٹکر لینے کے بعد میرے لیے ہر لمحہ چوکس رہنا ضروری ہے لیکن تہذیب کے مل جانے کے بعد یہ ہوا کہ چند گھنٹوں کے لیے میں نے دنیا کا ہر مسئلہ ذہن سے جھٹک دیا۔ وہ ساعتیں حاصل زیست تھیں۔ ہمارے درمیان دنیا جہان کی باتیں ہوئیں۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کی جدائی میں گزرے ہوئے ایک ایک لمحے کا حساب سامنے رکھ دیا۔ میں نے اسے بتایا کہ سائیکا مائر کے سپرد وہ فائل کر کے میں بری الذمہ ہو جاؤں گا۔ تہذیب مجھے گرین پول والوں کے بارے میں بتاتی رہی۔ وہ لوگ اب ہائل جوشیو کے اثاثوں کی فکر میں سرگرداں تھے۔ انھوں نے اس سلسلے میں اس ملک کے مفادات پر کاری ضرب لگائی تھی جو اپنے طور پر ہائل جوشیو کی املاک پر قبضہ کرنے کے چکر میں تھا۔
"یہ کوشش تو ہم بھی کر سکتے تھے علی۔" تہذیب نے کہا۔
"لیکن ہم نے اس بارے میں سوچا تک نہیں۔"
"ہماری منزل کے راستے میں ہوس کا کوئی مقام نہیں۔" میں نے اسے سمجھایا۔ "ہم ایک مشن ہیں۔ ہم محبت کا پیغام ہیں۔ گویا ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے۔ دولت کے یہ انبار ہمارے کس کام آ سکتے ہیں۔"
تہذیب کچھ دیر سوچتی رہی، پھر پُرخیال انداز میں بولی۔ "علی، ان مسائل سے الجھتے ہوئے ایک عمر ہو گئی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ کچھ دن، محض کچھ دن کے لیے ہم اس زندگی سے نجات حاصل کر کے عام لوگوں کی سی زندگی بسر کریں۔"
"تمہارا اشارہ تعطیلات کی طرف ہے؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ آرام کی ضرورت تو مشینوں کو بھی ہوتی ہے اور ہم جیسے انسانوں کی کارکردگی کو آرام کے چند لمحے بھی بہتر بنا دیتے ہیں۔"
وہ پھر کسی سوچ میں پڑ گئی۔ "اور تمھیں یاد ہے، ایک بار ہمارے درمیان ایک مخصوص موضوع پر گفتگو ہوئی تھی۔ ہم ایک پروگرام پر عمل پیرا ہونے والے تھے لیکن تیزی سے پیش آنے والے واقعات نے ہمیں مہلت نہیں دی۔ اس سلسلے میں اب کیا پروگرام ہے؟"
"تم امریکا کی بات کر رہی ہو؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں علی!"

"تہذیب... اسے میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ وہ میری زندگی کا اہم ترین مشن ہے۔ میں نے اپنے کام کی ابتدا وہیں سے کی تھی۔ اور اسے انتہا تک بھی وہیں پہنچانا چاہتا ہوں۔ البتہ اس سلسلے میں کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ تم خواہ مخواہ اپنی خوشیوں کو میرے لیے قربان کر دو گی!"

"خواہ مخواہ!" تہذیب کے لہجے میں تڑپ تھی اور وہ شاکی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں کٹ کر رہ گیا۔ اتنی قربتوں کے باوجود کبھی کبھار الفاظ بلاوجہ کے فاصلے پیدا کر دیتے ہیں۔ "سوری تہذیب!" میں نے جلدی سے کہا۔ "میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ جب دو محبّت کرنے والے یکجا ہوتے ہیں تو دلوں میں امنگیں بھی جاگتی ہیں۔ ایسے میں ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ وہ باقی دنیا پر اپنے وجود کے دروازے بند کر کے صرف اپنی ذات میں اور اپنی محبت کے طلسم میں کھو کر رہ جائے۔ کیا تمھارے ذہن میں یہ خواہش نہیں جاگتی؟"

"نہیں علی... یہ سچ ہے کہ میں تمھاری ذات کی اسیر ہوں اور تم تک محدود ہوں لیکن تم صرف ایک وجود ہی نہیں... تم تو ایک مکمل کائنات ہو۔ تمھاری زندگی کا ایک مقصد ہے اور وہ تمھاری ذات کا ایک جزو ہے۔ اب خود سوچ لو کہ تم تک محدود ہو کر بھی میری فکر کتنی لامحدود ہو گئی۔ تم جو کچھ کر رہے ہو، وہ عظمتوں کا سفر ہے۔ اگر میں صرف محبت کے حوالے سے تھوڑی سی عظمت بھی پا لوں تو اس میں کیا ہرج ہے۔ مجھے زندگی کی آخری سانس تک تمھارا ساتھ دینا ہے۔ مجھے معلوم ہے، یہ سفر بہت کٹھن ہے۔ ہم موت کی صورت ایک دوسرے سے بچھڑ بھی سکتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ ایسا وقت آیا تو مرتے وقت میرے لبوں پر تمھارا نام ہوگا اور وجود طمانیت کے احساس سے لبالب بھرا ہوا ہوگا۔ پہلی بار مجھے احساس ہوا ہے کہ موت بھی خوبصورت ہو سکتی ہے۔ محبّت کے لیے یہ ضروری تو نہیں کہ ایک چھوٹا سا گھر ہو، جس میں معصوم قلقاریاں اور کھنکتے ہوئے قہقہے ہوں۔ ہر چیز معمول کے مطابق ہو۔ یہ فکر تو محبت کو محدود کر دیتی ہے، حالانکہ محبت آفاقی جذبہ ہے۔ بے حد ہمہ گیر ہے۔ نہیں علی.... خدا کے لیے، میرے بارے میں ایسی بدگمانی کبھی نہ کرنا!"

"خدا کا شکر ہے!" میں نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔ "تم تو میرے لیے ایک بہت بڑی نعمت ثابت ہو رہی ہو تہذیب... بہت بڑا اثاثہ۔ تمھارے خیالات جان کر میں بہت ہلکا پھلکا ہو گیا ہوں۔ دل و دماغ پر سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ میں نے اپنا سب کچھ ایک عظیم مقصد کے نام کر دیا ہے۔ میں اپنی جدّوجہد جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ مسئلہ اس اعتبار سے اور اہم ہے کہ یہ میرے کروڑوں بے وطن بھائیوں کا ہے۔ میری زندگی اگر اُن کے کسی کام آ گئی تو میں اسے خدا کا احسانِ عظیم سمجھوں گا!"

"تنظیم آزادئ فلسطین والوں نے تم سے رابطہ قائم کیا؟"

"ہاں... تمھارے سامنے ہی کیا تھا۔ میں ان کی طرف سے مطمئن ہوں۔ اب اُن کے دل میں میری طرف سے کوئی بُرائی نہیں ہے!"

"اور تمھارے دل میں؟"

"میرے دل میں کوئی بُرائی کیسے ہو سکتی ہے۔ میرے، اُن کے مقاصد ایک ہیں۔ میرے اور اُن کے درمیان ناقابلِ شکست رشتہ ہے۔ میرے دل میں اُن مظلوموں کے لیے بے پناہ تڑپ اور محبّت ہے، جو جارحیت کا شکار ہوئے ہیں۔ میرا اختلاف محض چند افراد سے تھا... کاز سے نہیں۔ اب جبکہ انھیں اپنی زیادتی کا احساس ہو گیا ہے تو میں نے بھی اپنے سینے میں ان کے حساب کتاب کا دفتر بند کر دیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ میرے راستے بدل گئے ہیں لیکن منزل تو وہی ہے۔ کچھ کرنا ہے تو کیا ضروری ہے کہ کسی سے وابستہ ہو کر کیا جائے۔ میں اپنی انفرادیت اور آزادی برقرار رکھتے ہوئے بھی بڑے پیمانے پر کام کر سکتا ہوں۔" پھر مجھے کچھ خیال آ گیا۔ کچھ توقف کے بعد میں نے شرمسار لہجے میں کہا۔ "معاف کرنا تہذیب، میں 'ہم' کہنا چاہتا تھا۔ میں بھول گیا تھا کہ اب اکیلا نہیں ہوں!"

"ایسی کوئی بات نہیں علی... میں تو تمھارا حصّہ ہوں۔ اس لحاظ سے تم مجھے شامل کر کے بھی اپنے لیے واحد کا صیغہ استعمال کر سکتے ہو۔ خیر... اب پروگرام کیا ہے؟"

میں نے اُسے سائیکا مائیلر کے بارے میں بتایا۔ میں نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ سائیکا بھی مجھ سے متاثر ہو چکی ہے۔ وہ ہنسنے لگی۔ "میرے لیے تو یہ بات باعثِ فخر ہے کہ میرے علی کو اتنے بہت سے لوگ چاہتے ہیں۔ مجھے رقابت کا احساس نہیں ہوتا علی... تم ہو ہی ایسے کہ تمھیں چاہا جائے!"

"بس تہذیب... مجھے شرمندہ نہ کرو!"

اگلے روز میں نے سائیکا مائیلر سے رابطہ قائم کیا۔ وہ میری آواز سنتے ہی مضطرب ہو گئی۔ "تم کہاں ہو علی یار خان۔ میں بے چینی سے تمھاری منتظر ہوں۔" اس نے کہا۔ "مجھے اطلاع ملی ہے کہ استنبول میں تمھاری وجہ سے بڑی ہنگامہ خیزیاں ہوئی ہیں!"

"کب کی بات ہے؟"

"تین دن قبل کی۔" اس نے جواب دیا۔ "بے شمار افراد مارے گئے اور اس سلسلے میں اولیو ہاورڈ کا نام بھی لیا جا رہا ہے!"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے!"

"تم اس وقت بول کہاں سے رہے ہو؟"

"بس یوں سمجھ لو کہ تھوڑی دیر میں تمھارے پاس پہنچنے والا ہوں!"

"جلدی سے آ جاؤ۔ میں دس نمبر میں تمھاری منتظر ہوں!"

میں اس عمارت سے بخوبی واقف تھا جسے سائیکا دس نمبر کہتی تھی۔ میں فوراً تہذیب کو ساتھ لے کر نکل کھڑا ہوا۔ دس نمبر کے برآمدے میں سائیکا مائیلر میری منتظر تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دیوانہ وار میری طرف بڑھی لیکن تہذیب کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ پھر اس نے میری طرف ہاتھ بڑھا دیا، جسے میں نے تھام لیا۔

"یہ ہیں تہذیب مالکم ایکس!" میں نے تعارف کرایا۔

سائیکا چند لمحے تہذیب کو بغور دیکھتی رہی۔ پھر اس نے مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھا۔

"کیا تم ہمیں اندر چلنے کو نہیں کہو گی؟" میں نے کہا۔

"اوہ... معاف کرنا علی، تمھیں دیکھ کر خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔" وہ ایک دم تحمل نظر آنے لگی۔ "آؤ میرے ساتھ!"

وہ ہم دونوں کو عمارت کے اندر لے گئی۔ "آئیے... بیٹھیے!" اس نے خصوصیت کے ساتھ تہذیب کو مخاطب کیا۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہو گئی۔ "یہ تہذیب مالکم ایکس وہی ہیں نا، جن کا تذکرہ... تارینا ہارڈوے نے کیا تھا؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں... یہ وہی ہیں!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مبارک ہو علی۔ یہ آپ کو مل گئیں!" اس کے لہجے میں خلوص تھا۔

"شکریہ سائیکا، لیکن میں نے تمھیں تہذیب کے بارے میں تفصیل سے نہیں بتایا تھا!"

"اس کے باوجود میں کافی حد تک ان سے واقف ہو گئی تھی!"

میں نے فائل نکال کر سائیکا کی طرف بڑھا دی۔ وہ فائل کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے نظریں اٹھائیں۔ "مسٹر شلائر نے مجھے مطلع کر دیا تھا کہ ان کی بیوی اور بچہ بخیریت ان تک پہنچ گئے ہیں!" اس نے مجھے بتایا۔ "اب وہ بے چینی سے فائل کے منتظر ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ اگر چند روز میں فائل نہ ملی تو وہ زیرِ عتاب آ جائیں گے۔ تم نے ان کا یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ میری طرف سے اس نمایاں کامیابی پر مبارکباد قبول کرو!"

اس کے لہجے اور انداز میں اجنبیت تھی اور میں اس کی وجہ بھی جانتا تھا۔ اس کی جذباتیت کے پیشِ نظر مجھے اس سے توقع بھی یہی تھی۔ چنانچہ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد میں نے اجازت چاہی۔ اس نے رات کے کھانے کے لیے مجھے [illegible] لیکن میں نے معذرت کر لی۔ وہ ہمیں رخصت کرنے باہر تک [illegible]۔ "علی... کیا اب میرے ہوتے ہوئے تم ہوٹل میں قیام کرو گے؟" اس کے لہجے میں شکایت تھی۔

"فی الحال تو ہم ہوٹل ہی میں ہیں!" میں نے جواب دیا۔ "لیکن تم اس سلسلے میں کوئی پیشکش کرو گی تو انکار بھی نہیں کریں گے!"

"تو یہ عمارت حاضر ہے۔ پہلے بھی تمھارے لیے تھی اور اب بھی تمھارے لیے ہے!" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"میری رائے میں ہوٹل ہی میں قیام بہتر رہے گا علی!" تہذیب نے مداخلت کی۔ سائیکا نے بلاجھجک اس بات کو تسلیم کر لیا اور ہم ہوٹل واپس آ گئے۔ "جو کچھ تم نے مجھے بتایا تھا، وہ میں اس لڑکی کی آنکھوں میں پڑھ چکی ہوں!" ہوٹل پہنچ کر تہذیب نے کہا۔ "لیکن ایک بات یاد رکھنا علی، جہاں تک میں سمجھتی ہوں، وہ بے حد جذباتی لڑکی ہے اور کسی مخصوص کیفیت میں کوئی بھی قدم اٹھا سکتی ہے!"

"یہ بات میں بھی جانتا ہوں!" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

اس کے بعد اس موضوع پر مزید گفتگو نہیں ہوئی۔ آئندہ دو دن ہم ہوٹل تک محدود رہے۔ مجھے ایسا لگتا تھا کہ تہذیب مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ تیسری صبح اس سے نہ رہا گیا۔ "علی... میں چاہتی ہوں کہ اب مزید وقت ضائع نہ کیا جائے!" اس نے ناشتے کے بعد مجھ سے کہا۔ "اس وقت اولیو ہاورڈ استنبول میں الجھا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے، گرین لوال والوں سے اس کی ٹھن گئی ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں!"

"سائیکا مائیلر کو اسی طرح چھوڑ دیں؟"

"یہ فیصلہ کرنا تمھارا کام ہے!"

زندگی بنانے سنوارنے کے سلسلے کی ایک کڑی

تمباکو نوشی اور دیگر بری عادات سے چھٹکارا حاصل کیجیے

قیمت ... روپے

ڈاک خرچ ۱۰ روپے

سگریٹ پینا چھوڑیے
جینا شروع کیجیے

داتی کوششوں کے ذریعے پورے اعتماد کے ساتھ تمباکو نوشی سے نجات حاصل کریں۔ صرف چند دنوں میں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کہیں تم میری اس بات سے بدگمان تو نہیں ہوئیں، سائیکا کی اہمیت بس اتنی..."

"نہیں علی، اس انداز میں کبھی نہ سوچنا۔" تہذیب نے میری بات کاٹ دی۔ "مجھے تم پر اعتماد ہے لیکن میں تمہیں اوروں کی نگاہوں سے محفوظ بھی رکھنا چاہتی ہوں۔ کیا یہ غیر فطری بات ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تارینا ہارڈو کا منتظر ہوں۔ اس کی خیریت کی اطلاع مل جائے تو یہاں سے نکلیں۔"

"ہاں... یہ بات تو ہے۔ اس نے ہمارے لیے اتنا کچھ کیا ہے کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔" تہذیب نے تائیدی لہجے میں کہا۔

"میں اس کے سلسلے میں مسٹر آئن شلائر سے بات کروں گا۔"

اگلے روز سائیکا مائیلم ہم سے ملنے آگئی۔ اس نے خود پر بڑی حد تک قابو پا لیا تھا۔ تہذیب سے بہت خوش خلقی سے ملی بلکہ بیشتر وقت اسی سے گفتگو کرتی رہی۔

"تارینا کے بارے میں کچھ معلوم ہوا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"نہیں، اس سلسلے میں مسٹر شلائر سے بات کروں گی۔"

"اور فائل کا کیا رہا؟"

"میں نے فائل اپنے آدمیوں کے ہاتھ بھجوا دی ہے۔"

"قابلِ اعتماد لوگ ہیں نا؟" میں نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"تم ریڈ پینتھرز کے بارے میں اتنے بے خبر تو نہیں ہو علی۔" اس کے لہجے میں ایک لمحے کو تلخ سی شکایت جھلکی لیکن اس نے فوراً ہی خود پر قابو پا لیا۔ اب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "اور علی، اب تمہارے کیا ارادے ہیں۔ تہذیب کے ملنے کے بعد تمہارا پروگرام کسی حد تک تبدیل ضرور ہوا ہوگا۔"

"ہاں سائیکا... میں امریکا جانا چاہتا ہوں۔ میں ادلیو ہاورڈ کو اس کے اپنے وطن میں ذلت آمیز شکست سے دوچار کروں گا۔"

"اور ریڈ پینتھرز سے تمہارا تعلق..."

"ریڈ پینتھرز سے نہیں، البتہ تم سے میرا تعلق قائم رہے گا... تفصیلات تم خود طے کر لو۔"

"ظاہر ہے، میں یہ علاقہ تو نہیں چھوڑ سکتی لیکن علی، جب بھی تمہیں مدد کی ضرورت پڑے، بلا جھجک مجھے یاد کر لینا۔" اس کے لہجے میں عجیب سا دکھ تھا۔ مجھے بھی دکھ ہوا۔ اس نے بھی مجھے متاثر کیا تھا لیکن میرے جذبات اس سے مختلف تھے۔

تیسرے دن ہمیں اطلاع مل گئی کہ تارینا اپنے وطن پہنچ چکی ہے۔ اس نے ہالینڈ آنے سے دانستہ گریز کیا تھا اور میں اس کا سبب بھی جانتا تھا۔ میں نے سائیکا سے کہا کہ وہ میری طرف سے تارینا کا شکریہ ادا کر دے۔

آٹھویں روز ہم نیویارک کی طرف محوِ پرواز تھے۔ ایمسٹرڈم سے ہماری روانگی کے تمام انتظامات سائیکا نے کیے تھے۔ ایئرپورٹ تک رخصت کرنے بھی آئی تھی۔ "علی! ہمارے پروگرام مشترک تھے۔" اس نے رخصت ہوتے وقت دل گیر لہجے میں کہا۔ "لیکن تم... تم بھول گئے ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔ زندگی میں کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔"

"ایک بے لوث اور مخلص دوست کی حیثیت سے میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا سائیکا۔" میں نے آہستہ سے کہا تھا اور جہاز کی طرف چل دیا تھا۔

تہذیب مالکم ایکس بہت خوش تھی۔ اس لیے کہ میں اس کے ساتھ تھا۔ اس نے اپنی تمام خوشیاں مجھ سے وابستہ کر لی تھیں۔ ورنہ وہ لڑکی تھی بھی محبت کے قابل۔ دنیا میں اس کا کوئی نہیں تھا۔ گرین پول میں ایک مجرم کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھی لیکن پھر اس کے باطن میں سوئی ہوئی انسانیت جاگی... اور اس کی پوری شخصیت بدل کر رہ گئی۔ میرا تجربہ ہے کہ ایسے لوگ جب بدلتے ہیں تو ان کی انسانیت بہت مستحکم ہوتی ہے۔ اب وہ صرف مجھ پر انحصار کرتی تھی۔

"تمہیں اندازہ ہے کہ آج میری کتنی پرانی خواہش پوری ہو رہی ہے؟" دورانِ سفر میں نے تہذیب کو مخاطب کیا۔

"میں جانتی ہوں لیکن اس وقت میں یہ سوچ رہی ہوں کہ ہم کام کا آغاز کیسے کریں گے؟"

"گزشتہ بار میں وہاں ایک طالب علم کی حیثیت سے پہنچا تھا لیکن اس بار میری حیثیت ایک مجرم کی سی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ امریکا کی مادی دنیا میں وسائل سے محرومی کی بنا پر اس بار ہمیں جرائم ہی کا سہارا لینا ہوگا۔"

"وہاں یقیناً تمہارے شناسا بھی ہوں گے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے کہ کون ہوگا اور کون نہیں ہوگا۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "بہرحال ایک شخصیت ایسی ہے، جس سے میں ضرور ملوں گا۔"

"میں جانتی ہوں۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہارا اشارہ جوشو کی طرف ہے۔"

میں مسکرا دیا۔ "تمہیں میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔" میں نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔

"جوشو سے تم کب سے نہیں ملے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"بہت عرصہ ہو گیا۔ بالکل ابتدا میں اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ پھر اس کے بعد موقع ہی نہیں مل سکا۔"

بالآخر ہم نیویارک پہنچ گئے۔ اب میں خود کو ایک بدلا ہوا آدمی محسوس کر رہا تھا۔ میں دشمنوں کے درمیان آگیا تھا اور میرے کاندھوں پر بہت بھاری قسم کی ذمے داریاں تھیں۔ میں جانتا تھا کہ اب

مجھے قدم قدم پر خطرات کا سامنا کرنا ہوگا اور اس بار میں تنہا نہیں تھا۔ تہذیب بھی میرے ساتھ تھی۔

ہوٹل کارڈیو پہنچ کر ہم نے مسٹر اینڈ مسز نوئیل برانٹ کے نام سے کمرہ حاصل کیا۔ کمرہ ساتویں منزل پر تھا۔ تہذیب کے لیے نیویارک اجنبی شہر نہیں تھا۔ وہ گرین پول سے تعلق کے دنوں میں کئی بار وہاں آ چکی تھی۔ ہوٹل کارڈیو کی سفارش بھی اسی نے کی تھی۔ اپنے کمرے میں پہنچتے ہی ہم آئندہ کے لیے لائحہ عمل طے کرنے میں مصروف ہو گئے۔ طے یہ پایا کہ واشنگٹن میں قیام ہمارے لیے زیادہ مناسب رہے گا۔

"لیکن نیویارک چھوڑنے سے پہلے ہمیں رقم کے حصول کے سلسلے میں بھی کچھ کرنا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"اور جوشو سے ملاقات کے سلسلے میں کیا ارادہ ہے؟"

"اس سے ملاقات میں ضرور کروں گا تہذیب، لیکن یہاں قدم جمانے کے بعد۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے کچھ اختلاف ہے علی۔"

"ہاں ہاں، کہو۔"

"جوشو کے بارے میں تم نے جو کچھ بتایا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تمہارا سچا ہمدرد اور بہی خواہ ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں۔"

"میرا خیال ہے، رقم کے حصول کے لیے ہمیں فوری طور پر قدم اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ فی الوقت ہمارے پاس اچھی خاصی رقم موجود ہے۔ میرا مشورہ تو یہی ہے کہ پہلے جوشو سے مل کر مشورہ کر لیں۔ اس طرح یہاں کی صورتِ حال سے آگاہی بھی ہو جائے گی۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ تہذیب کا مشورہ معقول تھا۔ خاصی دیر سوچ بچار کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ مجھے اس کے مشورے پر عمل کرنا چاہیے۔ چنانچہ ہم سان فرانسسکو کے سفر کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ نیویارک آمد کے پانچویں دن ہم سان فرانسسکو کے لیے چل پڑے۔ مجھے وہ دن یاد آ رہے تھے، جب میں شدید مشکلات سے دوچار ہو کر یہاں سے نکلنے پر مجبور ہوا تھا اور اب میں ایک نئی حیثیت میں واپس آیا تھا۔

سان فرانسسکو میں بھی ہم نے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں قیام کیا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہم ہوٹل سے نکل آئے۔ میں نے تہذیب کو وہ تمام مقامات دکھائے جہاں میں کبھی مصروفِ پیکار رہا تھا۔ وہ میری باتوں میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہی تھی اور مسلسل سوالات کیے جا رہی تھی۔ اس دوران میں گرد و پیش کا جائزہ بھی لیتا رہا تھا کہ ممکن ہے، کوئی ہم لوگوں میں دلچسپی لے رہا ہو لیکن ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی۔ ہم کافی دیر تک یونہی گھومتے رہے، پھر میں نے جوشو سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ میں تہذیب کو ساتھ لے کر اس علاقے کی طرف چلا آیا۔ علاقہ کافی حد تک تبدیل ہو چکا تھا۔ پھر چینی طرز کے ایک خوب صورت ریستوران کے سامنے میں ٹھٹک گیا۔ سائن بورڈ پر لوئی شی کا نام لکھا تھا۔

"یہی نام میری اس دوست کا بھی تھا جس نے میری بہت مدد کی تھی۔" میں نے تہذیب کی سوالیہ نگاہوں کے جواب میں کہا۔ "آؤ... اندر چل کر دیکھیں۔ ممکن ہے، وہی ہو۔" پھر میں تہذیب کا ہاتھ تھام کر ریستوران میں داخل ہو گیا۔ اندر کا ماحول بے حد پُرسکون تھا۔ ہم ایک گوشے میں ایک میز کے گرد جا بیٹھے۔ ویٹر آیا اور میں نے آرڈر پلیس کر دیا۔ وہ مطلوبہ اشیا لے کر آیا تو میں نے اس سے پوچھا۔ "اس ریستوران کا مالک کون ہے؟"

"مادام لوئی شی۔" ویٹر نے جواب دیا۔

"میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔"

ویٹر سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس نے میری طرف ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔ "اپنا کارڈ دے دیجیے جناب۔ میں اُن تک پہنچا دوں گا۔ آگے اُن کی مرضی۔"

"میرے پاس کارڈ نہیں ہے۔ تم اُن سے کہہ دو کہ ایک سیاح اُن سے ملنے کا خواہش مند ہے۔ ممکن ہے، وہ مجھے یہ اعزاز بخش دیں۔"

"بہت بہتر جناب۔" ویٹر نے سر بہ خم ہوتے ہوئے کہا اور چلا گیا۔ کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اوپری منزل کے زینے سے ایک فربہ اندام عورت اترتی نظر آئی۔ اسے پہچاننے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ وہ لوئی شی ہی تھی۔ وہ موٹی ہو گئی تھی لیکن خد و خال ذرا نہیں بدلے تھے۔

"وہی ہے۔" میں نے سرگوشی میں تہذیب کو بتایا۔ ویٹر نے میری طرف اشارہ کیا اور لوئی شی مسکراتی ہوئی ہماری طرف چلی آئی۔ اس نے ہم سے اجازت طلب کی اور کرسی کھینچ کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں مسٹر؟"

"علی یار خان۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی فرمائیے..." اس نے بے حد خوش اخلاقی سے کہا... لیکن اچانک ہی اس کے چہرے کا تاثر بدل گیا۔ "کیا... کیا نام لیا آپ نے؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیسی ہو لوئی شی؟ کیا علی یار خان کو بھول گئیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ وہ بڑے غور سے مجھے دیکھتی رہی لیکن میرے میک اپ میں ہونے کی وجہ سے مجھے پہچاننا اس کے لیے ناممکن تھا۔ "میں میک اپ میں ہوں لوئی شی۔" میں نے مزید کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آؤ... میرے ساتھ اوپر چلو پلیز۔" وہ مضطربانہ انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو تہذیب۔" میں نے کہا۔ ہم دونوں اٹھے اور اس کے پیچھے پیچھے زینے کی طرف چل دیے۔ وہ ہمیں اوپری منزل کے ایک آراستہ کمرے میں لے گئی۔ وہ کچھ کہنے کے لیے لب کھول ہی رہی تھی کہ میں نے میک اپ ماسک اتار دیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"کیسے ہو علی؟" بالآخر اس نے رُندھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تمھارے سامنے ہوں۔"

"اسی پر تو حیران ہوں میں۔ امریکا کیسے یاد آگیا تمھیں؟"

"بھولا ہی کب تھا۔"

"ہم لوگ تمھیں بہت یاد کرتے تھے۔"

"یادیں ہی مجھے یہاں کھینچ لائی ہیں اور تمھارے فادر کہاں ہیں؟"

"اب تو کوئی بھی نہیں رہا۔ دونوں بھائی بھی... اور فادر بھی..." اس سے جملہ پورا نہ کیا گیا۔

"کیوں... کیا ہوا تھا؟"

"تمھارے جانے کے بعد کچھ لوگوں کے خلاف خاص طور پر کارروائی کی گئی تھی۔ وہ تینوں بھی اسی کی زد میں آگئے۔"

"کیا... کیا کہہ رہی ہو؟" میری آواز بلند ہو گئی۔

"ہاں علی یار خان... یہودیوں کو علم ہوگیا تھا کہ ہم نے تمھاری مدد کی ہے۔"

"اوہ... تو یہ اس دور کی بات ہے۔" میں نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ "اور میں لاعلم رہا۔ حالانکہ مسٹر جوشو سے لندن میں میری ملاقات ہوئی تھی۔"

"مجھے اُن نے اس ملاقات کے بارے میں بتایا تھا... لیکن علی... تم سے تذکرہ کرنے کا فائدہ کیا تھا۔ تم تو اُن دنوں خود مصیبتوں میں گرفتار تھے۔" لوئی شی نے جواب دیا۔

اس وقت میرے لیے اپنے غصے پر قابو پانا دشوار ترین کام ہوگیا تھا۔ لوئی شی اور اس کے اہلِ خاندان نے کڑے وقت میں میرا ساتھ دیا تھا۔ چائنا ٹاؤن کے فسادات کے بارے میں مجھے خبر ملی تھی لیکن میں تفصیلات سے لاعلم تھا۔ بہرطور، میں جانتا تھا کہ غصے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ میں نے خود پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کی۔ اس کے باوجود جب میں بولا تو اپنا لہجہ مجھے خود بھی اجنبی لگ رہا تھا۔ "مجھے علم نہیں تھا لوئی شی... اور اب میں لفظوں میں افسوس کا اظہار کر کے تمھارے ایثار کی توہین نہیں کرنا چاہتا لیکن یقین رکھو، تمھارے فادر اور بھائیوں کے خون کے ایک ایک قطرے کے عوض یہودیوں کو کئی جانوں کا نقصان اٹھانا ہوگا۔"

لوئی شی چند لمحے بھیگی بھیگی آنکھوں سے مجھے تکتی رہی پھر اُسے شاید پہلی بار تہذیب کی موجودگی کا احساس ہوا۔ "سو آپ مسز علی..." اس نے تہذیب سے کہا۔

"ہاں لوئی شی! اس سے ملو۔ یہ ہے تہذیب علی یار خان" میں نے جلدی سے کہا۔

"معاف کیجیے گا مسز علی۔ میں آپ کو توجہ نہیں دے سکی دراصل ہم پرانے دوست ہیں اور بہت عرصے کے بعد ملے ہیں جذبات میں بہہ گئی تھی۔" لوئی شی نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "ویسے آپ خوش نصیب بھی ہیں... اور اچھی تو یقیناً ہوں گی۔ کیونکہ علی کو متاثر کرنے والی لڑکی معمولی نہیں ہوسکتی۔"

"شکریہ۔" تہذیب نے محجوب لہجے میں کہا۔

"اور علی... تم یہاں کیوں آگئے۔ میں جانتی ہوں، امریکا تمھارے لیے مصائب کا گھر ہے۔ یہاں تمھاری زندگی ہر لمحہ خطرے میں رہے گی۔" لوئی شی پھر مجھ سے مخاطب ہو گئی۔

"مجھے تو افسوس اس بات کا ہے کہ میں نے آنے میں تاخیر کردی۔" میرا لہجہ جذباتی ہوگیا۔ درحقیقت میرے وجود میں جیسے کوئی آتش فشاں کروٹیں لے رہا تھا۔ میری وجہ سے لوئی شی کا پورا گھرانہ تباہ ہوگیا تھا۔ مجھ پر یہودیوں کا قرض اور بڑھ گیا تھا اور اب میں قرض چکانے کے لیے بے تاب ہو رہا تھا۔

لوئی شی نے مضطرب نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔ "علی... میں نے شادی کر لی ہے... دو بچے ہیں میرے، ولِچز خلصے کامیاب وکیل ہیں۔"

"مبارک ہو لوئی شی۔" میں نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔ "مجھے یہ خبر سن کر خوشی ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ امریکا میں بھی کوئی اچھی خبر میری سماعت تک پہنچی۔ یہ اچھا شگون ہے۔"

"آج رات کا کھانا میرے گھر پر کھاؤ۔ میں تمھیں ولِچز سے اور بچوں سے ملواؤں گی۔"

"پھر کبھی سہی۔" میں نے مصلحتاً اُسے ٹال دیا۔ "اور ہاں، لوئی شی۔ مسٹر جوشو کہاں ملیں گے؟"

"وہ ان دنوں جار جینا ہاؤس میں ہیں۔" لوئی شی نے جواب دیا۔

کافی پینے کے بعد ہم نے لوئی شی سے اجازت چاہی۔ اس نے ایک بار پھر ہمیں مدعو کیا۔ اس بار میں سنجیدہ ہوگیا۔ "دیکھو لوئی شی، جب تک میں تم سے دوبارہ مل کر تمھیں اپنے پروگرام سے مطلع نہ کر دوں، تم اپنے شوہر سے میرا تذکرہ بھی نہ کرنا۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ میری اس ہدایت پر عمل کرو گی۔"

"وجہ پوچھ سکتی ہوں؟"

"نہیں۔" میں نے میک اپ ماسک چہرے پر لگاتے ہوئے کہا۔ میرے لہجے میں قطعیت تھی۔ اس کے بعد لوئی شی نے اصرار نہیں کیا البتہ وہ کچھ دل گرفتہ سی ہو گئی۔ میرا دل دُکھا... لیکن میں جانتا تھا کہ اسی میں اُس کی بہتری ہے۔ بہرطور، ہم اسے خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آئے۔ تہذیب خاموشی سے میرے ساتھ چلتی رہی۔ اس نے میری کیفیت بھانپ لی تھی۔

"علی... بہت زیادہ دُکھی ہو گئے ہو تم؟" کچھ دیر بعد اس نے مجھے مخاطب کیا۔

"ہاں تہذیب... بات ہی ایسی ہے۔ لوئی شی نے مجھ سے تعاون کی بھاری قیمت ادا کی ہے۔"

"اور میرا اندازہ ہے کہ تم اب لوئی شی سے کبھی نہیں ملو گے۔"

"ہاں... مجھے اس کے شوہر اور بچوں کی زندگی عزیز ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اب اُسے مزید کوئی نقصان پہنچے۔"

"اور اب کیا ارادہ ہے؟"

"جوشو سے ملوں گا۔"

تہذیب خاموش ہوگئی۔ ہم دونوں چلتے رہے۔ جار جینا ہاؤس میرے لیے اجنبی جگہ نہیں تھی۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے چینی نوجوان نے مجھے بغور دیکھا۔ میں نے جوشو سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ وہ ساتھ آنے کا اشارہ کر کے اندر کی طرف چل دیا۔ چند ہی لمحوں کے بعد ہم جوشو کے روبرو تھے۔ جوشو میں اس کے سوا کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی کہ اس کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے۔ اس نے چینیوں کے مخصوص انداز میں مجھے تعظیم پیش کی اور ٹٹولنے والی نگاہوں سے دیکھا اور بولا۔ "نوجوان... مجھے افسوس ہے کہ تمھیں چہرے بدلنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ یہ بہت بھونڈا میک اپ ہے۔ تاہم یہ بتاؤ، میں تمھاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"اتنے ناکارہ میک اپ کو چڑھائے رکھنا بیکار ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ماسک اتار دیا۔

جوشو کے چہرے پر اضطراب نظر آیا۔ وہ اُٹھا اور مجھ سے لپٹ گیا۔ "علی... میرے بچے علی۔" اس نے محبت سے مجھے سینے سے بھینچ لیا پھر ایک قدم پیچھے ہٹ کر اُس نے میرے چہرے کو بغور دیکھا۔ "تم نے جو کچھ کیا تھا، ناممکن ہونے کے باوجود کر دکھایا اور اب تم دوبارہ شیر کی کچھار میں آگئے ہو۔ یہ لڑکی کون ہے؟"

"اس کا نام تہذیب مالکم ایکس ہے۔"

"میرے لیے یہی کافی ہے کہ اس کا تعارف تم کرا رہے ہو۔ یہ میری بیٹی ہے... آؤ... بیٹھو نا تم لوگ... کھڑے کیوں ہو؟" اس کے لہجے میں دبا دبا جوش تھا۔

ہم دونوں اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے۔ تہذیب اس پذیرائی سے بہت متاثر نظر آرہی تھی۔

"اب بتاؤ، صورتِ حال کیا ہے... اور پروگرام کیا ہے؟" جوشو نے مجھ سے پوچھا۔

"فی الحال تو سب ٹھیک ٹھاک ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "جہاں تک پروگرام کا تعلق ہے، کچھ سوچے سمجھے بغیر آیا ہوں۔ اب پروگرام بھی بنا لوں گا۔"

"اور تمھارے دوست اولیو ہاورڈ کا کیا حال ہے؟"

اس کا انداز ایسا تھا کہ مجھے ہنسی آگئی۔ میں نے اپنی اب تک کی کارگزاری مختصراً اسے سنا دی۔

"مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم فلسطینی تنظیم کے اہم رکن بن گئے ہو۔ علی... میں خوش ہوں کہ تمھیں تمھاری منزل مل گئی۔"

"میں اب تنظیم سے علیحدہ ہو چکا ہوں۔ میں ان کے لیے جو کچھ کر سکتا تھا، میں نے کیا۔ اب میری اور اُن کی منزل ایک ہی سہی لیکن راستے جدا ہیں۔ اولیو ہاورڈ کے متعلق میں تمھیں بتا چکا ہوں۔ میں یہاں اس کے سینے پر مونگ دَلنے کے ارادے سے آیا ہوں۔ میں اس کے اپنے ملک میں اس کے اصل آقاؤں کے خلاف کام کروں گا۔"

"وہ بے حد چالاک ہے علی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ امریکی حکومت کے لیے کام نہیں کر رہا ہے لیکن بہرحال، وہ سی آئی اے کی مقتدر شخصیت ہے اور اسے کافی اختیارات حاصل ہیں۔ وہ اپنے طور پر ان اختیارات سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔"

"جی ہاں، میرا اندازہ بھی یہی تھا۔"

"خیر... تم نے یہاں آکر میری عزت افزائی کی ہے۔ اولیو ہاورڈ نے میرے اور تمھارے درمیان رابطہ تلاش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میرا نام بھی جوشو ہے۔"

"لیکن میری وجہ سے لوئی شی کو بہت خسارہ اٹھانا پڑا۔"

"ہاں... وہ واقعات بہت افسوسناک تھے۔ اس سلسلے میں وریان کا بھائی مائیکل جوشر سب سے آگے تھا۔ اس نے نوجوانوں کو بھڑکا کر چینیوں کے خلاف فسادات کرائے اور اس کی آڑ میں لوئی شی کے خاندان کا صفایا کر دیا۔ لوئی شی کو میں نے پناہ دی تھی ورنہ وہ بھی اس آگ کی لپیٹ میں آجاتی۔"

"وریان کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بھول گئے اپنے شکار کو؟ یقیناً بھول گئے ہو گے۔ جیسے جیسے شکاروں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے، اس سلسلے میں آدمی کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یادداشت کمزور ہوتی جاتی ہے۔"

"اوہ... وہ دریان۔" اچانک مجھے دریان یاد آگیا۔ "تو یہ مائیکل جوشر، دریان کا بھائی ہے۔ اس کا جغرافیہ تو سمجھاؤ؟"

"وہ اس ایبرن ہال کا متولی ہے، جہاں سے تمھاری اِس زندگی کا آغاز ہوا تھا۔"

"سان فرانسسکو ہی میں رہتا ہے؟"

"ہاں... اور بڑے ٹھاٹ سے رہتا ہے۔ مذہبی شخصیت ہے۔ یہودیوں کے لیے دیوتا کی حیثیت رکھتا ہے۔" جوشو نے کہا اور پھر چونک کر بولا۔ "تم اس میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟"

"مَیں نے کہا نا کہ مجھے پروگرام بنانا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جوشو کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا، پھر بولا۔ "وہ بہت اہم شخصیت ہے۔ یہودی دیوانے ہو جائیں گے اُس کے لیے۔ وہ اسرائیل کے لیے کام کرنے والی ایک کمیٹی کا رکن بھی ہے۔ وہ اسرائیل کے لیے فنڈ بھی اکٹھا کرتا ہے۔ پورے امریکا میں اس کے مہرے بکھرے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے فی الحال اسے نظر انداز کر دو۔ اندھا دھند اس پر ہاتھ ڈالنا مناسب نہ ہوگا۔ پہلے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لو۔"

"بات یہ ہے مسٹر جوشو کہ یہ شخصیت مجھے دلچسپ لگی ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ میں لوئی شی کے حوالے سے اس کا مقروض بھی ہوں۔ جہاں تک معلومات حاصل کرنے کا تعلق ہے، فی الوقت امریکا میں، مَیں بہت کمزور ہوں۔ یوں سمجھ لو کہ تمھارے علاوہ یہاں میرا کوئی شناسا اور ہمدرد نہیں ہے۔ ایسے میں اندھا دھند اقدامات کرنے ہی پڑتے ہیں۔"

جوشو کچھ دیر سوچتا رہا، پھر بولا "تم جانتے ہو علی، میں ہر طرح تمھارے ساتھ ہوں۔ میں تمھیں بیس ایسے جاں نثار دے سکتا ہوں، جو تمھارے ایک اشارے پر اپنے ہاتھوں سے اپنا سر اتار سکتے ہیں۔ میرے ہوتے ہوئے تمھیں تنہائی کا احساس کبھی نہیں ہوگا۔"

"اور وہ جاں نثار چینی ہیں؟" مَیں نے پوچھا

"ہاں۔"

"نہیں، مسٹر جوشو، مَیں اس کھیل میں کسی چینی کو شامل نہیں کرنا چاہتا۔ لوئی شی کے سلسلے میں پہلے ہی خود کو مجرم محسوس کر رہا ہوں۔"

"مَیں تمھاری بات سمجھ رہا ہوں علی۔" جوشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہم یہاں امریکا میں بھی اتنے کمزور نہیں ہیں۔ ورنہ آج زندہ نہ ہوتے۔"

"یہ درست ہے مسٹر جوشو لیکن مَیں اب بھی اپنے فیصلے پر قائم ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ تب تم ایک کام کے آدمی سے ملو لیکن وہ ہر ذریعے قابو میں نہیں آسکتا کیونکہ وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ بہرحال، کام کا آدمی۔ نام ڈیو ہاربو ہے۔ سیاہ فام ہے۔ شکاگو میں رہتا ہے ذاتی وجوہ کی بنا پر امریکیوں سے متنفر ہے۔ بہت چالاک آدمی ہے سیاہ فاموں کو بہت کم استعمال کرتا ہے۔ اصل امریکی یعنی ریڈ انڈین اس کے حلیف ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وہ مائیکل جوشر کا جانی دشمن ہے، فطرت ایسی ہے کہ دشمنوں کے دشمنوں کو دوست سمجھتا ہے۔"

"واقعی کام کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔" مَیں نے سر ہلا کر کہا۔ "شکاگو میں اس کا پتا؟"

"شکاگو میں کہیں بھی اس کے متعلق پوچھ لینا۔ تمھیں اس کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔ مائیکل جوشر پر وہ یوں اُدھار کھائے بیٹھا ہے کہ اپنے بیس آدمی اسی چکر میں گنوا چکا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ مائیکل جوشر پر کئی قاتلانہ حملے کرا چکا ہے لیکن جوشر ہر بار بچ گیا اور اس کے آدمی ایک ایک کر کے پکڑے جاتے رہے۔ علی یار خان! میری یہ بات گرہ میں باندھ لو۔ مائیکل جوشر کوئی معمولی شخصیت نہیں۔ اس بگلا بھگت مذہبی شخصیت نے اپنے گرد بہت اونچی دیواریں قائم کر رکھی ہیں۔"

"میرے لیے اہم ترین بات یہ ہے کہ ڈیو ہاربو، مائیکل جوشر کا بدترین دشمن ہے۔ اسے وہ لوگ محبوب ہیں، جو مائیکل جوشر سے نفرت کرتے ہیں۔"

"یہ درست ہے۔ تم صرف مائیکل جوشر کی بنیاد پر اس کی قربت حاصل کر سکتے ہو۔ وہ بااثر آدمی ہے۔ اسے امریکی سیاہ فاموں کا غیر متنازع لیڈر سمجھ لو۔"

"ڈیو ہاربو... شکاگو!" میں نے زیرِ لب دہرایا۔ تہذیب خاموشی سے ہماری گفتگو سُن رہی تھی۔ اس نے اب تک دخل اندازی نہیں کی تھی۔

"علی یار خان... تم نے جس وقت ایبرن ہال سے اپنے کام کا آغاز کیا تھا، تم محض ایک طالب علم تھے۔" جوشو نے کہا۔ "لیکن تمھارے تیور اور انداز دیکھ کر میں نے پیش گوئی کی تھی کہ اگر تم اسی راستے پر آگے بڑھ گئے تو یہودیوں کے لیے بہت بڑا خطرہ ثابت ہو گے۔ بعد میں میری یہ پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔ اب مجھے ایک تجربے کار بزرگ اور دوست سمجھتے ہوئے میری یہ نصیحت گرہ میں باندھ لو کہ تمھیں اپنے گردوپیش پر گہری نگاہ رکھنا چاہیے اور بڑے مقاصد کی خاطر چھوٹے مقاصد پر مفاہمت کرنا سیکھنا چاہیے۔ جذباتیت وقتی کامیابیاں تو دیتی ہے لیکن بڑے کاموں کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنے گرد اتنی

بلند دیواریں تعمیر کرو، جنھیں عبور کرنا تمھارے دشمنوں کے لیے ممکن نہ ہو۔ پھر تیزی سے آگے بڑھو۔"

"میں تمھاری اس نصیحت کو ہمیشہ مشعلِ راہ سمجھوں گا مسٹر جوشو۔"

"شکریہ علی، اگرچہ تم نے چینیوں کے تعاون کو ایک اچھے جذبے کے تحت مسترد کر دیا ہے تاہم میں دُہرا دوں کہ میں ہر طرح سے تمھاری خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں مسٹر جوشو۔ میں پاکستانی ہوں اپنی بنیاد میں... اور چینیوں کی دوستی ہمارے مزاج میں رچی ہوئی ہے۔ آپ لوگوں نے ہر قدم پر ہمارا ساتھ دیا ہے لیکن میری طرح آپ لوگ بھی پردیسی ہی ہیں۔ میں اپنے مقاصد کی خاطر آپ کی پُرسکون دنیا میں ہلچل نہیں مچا سکتا۔ البتہ سیاہ فاموں کا معاملہ مختلف ہے۔ امریکا ان کا وطن ہے اور انھیں یہیں جینا مرنا ہے۔ اس لیے وہ زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ باقی رہی مائیکل جوشر کی بات تو میں اس پر اوچھا ہاتھ ہرگز نہیں ڈالوں گا۔ آپ نے صحیح سمت میں میری رہنمائی کی ہے۔ اس کے باوجود میں محتاط رہوں گا۔ میرے نکتۂ نظر سے مائیکل جوشر دُہری اہمیت کا حامل ہے۔ ایک طرف وہ اسرائیلیوں کے لیے بے حد اہم خدمات انجام دے رہا ہے۔ دوسری طرف وہ لوئی شی کے گھرانے کی تباہی کا ذمے دار ہے۔ جبکہ لوئی شی نے آڑے وقت میں میری مدد کی تھی۔ چنانچہ میں مائیکل جوشر کو نہیں چھوڑوں گا۔ البتہ آپ کے مشورے کے پیشِ نظر مجھے بڑی احتیاط کے ساتھ طویل منصوبہ بندی کرنا ہوگی۔ جہاں تک آپ کے ذاتی تعاون کا تعلق ہے، امریکا میں آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے اور آپ کے خلوص پر میرا ایمان ہے۔ اسی اعتماد کے سہارے میں آپ کو تلاش کرتے ہوئے آپ تک پہنچا ہوں۔"

"تو مجھے بتاؤ کہ فی الحال یہاں قدم جمانے کے لیے تمھیں کیا کچھ درکار ہے۔" جوشو نے پوچھا۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی۔

"بنیادی مسئلہ ایک چھت کا ہے۔" میں نے بے تکلفی سے کہا۔ "فی الحال میں سان فرانسسکو ہی میں قیام کروں گا۔ کیونکہ مائیکل جوشر بھی یہیں رہتا ہے۔ میرا خیال ہے، اس کے بعد میں تمام مسائل خود سلجھا لوں گا اور میرے لیے آپ کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

"مجھے افسوس ہے علی کہ تم اب بھی رسمی باتیں کر رہے ہو۔ رسمی الفاظ استعمال کر رہے ہو۔ حالانکہ میں نے تمھارے بارے میں کبھی اس انداز سے نہیں سوچا۔ کہو تو ثبوت بھی پیش کر دوں۔" جوشو نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

میں سچ مچ شرمندہ ہوگیا لیکن اپنی خود مختار فطرت کا کیا کرتا، جس نے مجھے صرف خود پر انحصار کرنا سکھایا تھا۔ "آپ کو ثبوت دینے کی ضرورت نہیں مسٹر جوشو۔" مَیں نے شرمسار لہجے میں کہا۔ "آپ نے شروع ہی سے میرا ساتھ دیا ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے اپنی جدّوجہد میں میری کامیابی کے امکانات پیدا ہوئے اور میرا حوصلہ بڑھا لیکن آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ لفظ، جذبات اور محسوسات کو نہ صرف مجروح کر دیتے ہیں بلکہ بعض اوقات انھیں برعکس صورت میں پیش کرتے ہیں۔ مجبوری یہ ہے کہ انسان لفظوں کا محتاج ہے۔"

"مَیں سمجھتا ہوں۔" جوشو نے سر ہلا کر کہا۔ "خیر چھوڑو ان باتوں کو، بہت ہو چکی۔ اب مجھے اپنی اس بیٹی سے تو باتیں کرنے دو۔ اس سے پوری طرح تعارف تو کراؤ۔"

"نام تو اس کا میں بتا چکا ہوں، تہذیب مالکم ایکس۔ تعلق آپ ہماری آنکھوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ اگر کبھی ہمارا مشن تکمیل کو پہنچ گیا تو ہم یقیناً باقی زندگی ایک دوسرے کی محبت میں گزاریں گے۔ فی الحال ہمارا مقصد..."

"میں سمجھ گیا۔" جوشو نے میری بات کاٹ دی۔ "لیکن کیا اس کا تمھارے ساتھ رہنا مناسب ہوگا جبکہ تم خطرات میں گھرے ہوئے ہو۔"

"مزے کی بات تو یہی ہے مسٹر جوشو کہ یہ لڑکی طوفانوں کی پروردہ ہے۔ یہ انتہائی خطرناک حالات میں بھی میرے قدم سے قدم ملا کر چلتی رہی ہے۔ اس کی مدد اور تعاون کے بغیر میری کئی کامیابیاں مشکوک بلکہ ناممکن ہو جاتیں۔"

"اوہ... گویا یہ ہر اعتبار سے تمھارے لیے ہے؟"

"جی ہاں... اسی لیے میں اسے خدا کی طرف سے اپنے لیے تحفہ قرار دیتا ہوں۔"

اب جوشو، تہذیب کو بغور دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "کمال ہے۔ میں نے پہلی نظر میں توجہ ہی نہیں دی تھی۔ تم درست کہہ رہے ہو... سو فی صد درست۔ یہ تضادات کی حامل ہے۔ اس میں ہر چیز کی دو انتہائیں ہیں۔ سخت دل بھی ہے اور سراپا گداز بھی۔ محبت کرنا بھی جانتی ہے اور بلا کی قوتِ ارادی کی مالک بھی ہے۔ اس کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ دشمنوں کے سامنے یہ ایک خونخوار بلی بن جاتی ہوگی۔ آئی ایم سوری بے بی..."

"نہیں مسٹر جوشو، ایسی کوئی بات نہیں۔ علی مجھ سے آپ کا تفصیلی تعارف کرا چکے ہیں۔ آپ تو میرے لیے بالکل اپنے ہیں۔" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا... اب آتے ہیں مسائل کی طرف۔ قیام کرنے کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیے میں بہت ساری جگہیں منتخب کر سکتا ہوں لیکن میرے خیال میں محفوظ ترین جگہ کینٹ ہے۔ اس علاقے میں متوسط طبقے کے لوگ رہتے ہیں۔ وہاں مکانات بھی ہیں اور فلیٹ بھی... لیکن تمہارے کام کے پیشِ نظر فلیٹ زیادہ مناسب رہے گا۔"

"جو آپ مناسب سمجھیں مسٹر جوشو! یہ معاملہ تو میں آپ کو سونپ چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔ اس فلیٹ کے آراستہ ہونے تک تم میرے ساتھ ہی رہو گے۔" جوشو کے لہجے میں مسرت تھی۔

"اس کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی ہم یہاں کسی کی نظر میں نہیں آئے ہیں۔ سوائے لوئی شی اور آپ سے ملاقات کرنے کے اب تک ہم نے یہاں کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا ہے۔"

"نہیں علی... میں تمہیں کسی قیمت پر ہوٹل میں قیام نہیں کرنے دوں گا۔ اسے تم میرا حکم سمجھ لو۔"

"بہت بہتر مسٹر جوشو' آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔" میں نے کہا۔

جوشو نے ہمارے لیے ایک کمرہ مخصوص کر دیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کے ذریعے ہوٹل سے ہمارا سامان منگوا دیا۔ کوئی ایک گھنٹے کے بعد مجھے اور تہذیب کو تنہائی میسر آئی۔ "میں بہت متاثر ہوئی ہوں علی۔" تہذیب نے چھوٹتے ہی کہا۔ "مسٹر جوشو پُرخلوص دل کے مالک ہیں۔ کیسی متضاد شخصیت ہے ان کی؟"

"متضاد! وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"نرم دل... آنکھوں میں محبت... سینے میں ہمدردی... لیکن تم بتا چکے ہو کہ بہت خطرناک آدمی ہیں۔"

"ہاں' یہ تو ہے۔" میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "زندگی سب کچھ سکھا دیتی ہے۔ امریکا میں چینیوں کے لیے زندگی گزارنا آسان نہیں ہے۔ عام لوگ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں لیکن جوشو جیسے درد مند اپنے بھائیوں کی خاطر برائی اور سفاکی کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں۔ یہ تحفظ کی ایک صورت ہے۔ امریکا جمہوری ملک ہے لیکن یہاں چینیوں پر خصوصی نگاہ رکھی جاتی ہے۔ اس کے باوجود جوشو سربلند ہے اور سینہ تان کر چلتا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے تہذیب۔"

"میں جانتی ہوں۔" تہذیب کے لہجے میں ہلکی سی اداسی کی آمیزش تھی۔ "میں خود بھی زندگی کے لیے کیا کیا روپ دھار چکی ہوں۔"

جوشو نے ہمیں تمام سہولتیں فراہم کر دی تھیں۔ اس سے ہر روز ملاقات ہوتی تھی بلکہ نشست رہتی تھی۔ ہمیں اس کے ساتھ رہتے ہوئے چھ دن ہو چکے تھے۔ اس دوران تہذیب اس سے اور زیادہ متاثر ہو گئی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ جوشو بھی اس کے ساتھ ایسی شفقت برتتا تھا' جیسے وہ اس کی بیٹی ہی ہو۔

ساتویں دن جوشو ہمارے کمرے میں آیا تو وہ ہمارے لیے خوشخبری لیا تھا۔ "اس فلیٹ کو ہر اعتبار سے مکمل کر دیا گیا ہے۔" اس نے بتایا۔ "یہ میں اس لیے نہیں بتا رہا ہوں کہ تم لوگ فوراً ہی یہاں سے کھسک لو۔ یہ بھی تمہارا گھر ہے۔ جب تک جی چاہے یہاں رہو اور جب دل چاہے' اپنے فلیٹ میں منتقل ہو جاؤ۔"

"بہتر یہی ہوگا کہ ہم فوری طور پر وہاں منتقل ہو جائیں۔" میں نے کہا۔ "میں خالی بیٹھے بیٹھے اکتا گیا ہوں اور اب کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں چاہتا تھا کہ تم ابھی کچھ دن میرے ساتھ ہی رہو لیکن تم نے بات ہی ایسی کی ہے کہ میں اعتراض نہیں کر سکتا۔"

"مسٹر جوشو... مجھے ایک اور چیز کی ضرورت ہے۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ہاں ہاں' کہو۔"

"آپ نے مجھے میک اپ کے سلسلے میں استعمال ہونے والا ایک سیال دیا تھا' جس سے چہرے کے نقوش میں قدرتی طور پر تبدیلیاں پیدا ہو جاتی تھیں۔"

"ہاں' مجھے یاد ہے۔" جوشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب ہم نے اس میں اور تبدیلیاں کی ہیں۔ پہلے اس سے چہرے کے مختلف اعضا متورم ہو کر ہیئت تبدیل کر لیتے تھے لیکن اب ہم اس کی مدد سے اپنی پسند کا میک اپ بآسانی کر سکتے ہیں۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"مطلب یہ ہے کہ اب وہ اعضا کو پھیلانے کے علاوہ سکیڑنے کا عمل بھی کر سکتا ہے۔ پہلے ہم ناک کو صرف پھیلا سکتے تھے' اب اسے پتلا بھی کر سکتے ہیں۔"

"واہ... کمال ہے۔" میں نے بے ساختہ کہا۔ "ہاں مجھے اسی کی ضرورت ہے۔"

"سیال بھی مل جائے گا اور میں میک اپ کے ایک ماہر کو تمہارے لیے مخصوص بھی کر دوں گا۔" جوشو نے کہا۔

اس شام جوشو میک اپ کے اس ماہر کو لے آیا' جس کا اس نے تذکرہ کیا تھا۔ یہ وہ شخص نہیں تھا' جس سے میں امریکا میں گزشتہ بار اپنے قیام کے دوران ملا تھا۔ بہرحال' وہ اپنے کام میں واقعی باکمال تھا۔ اس کے فارغ ہونے کے بعد میں نے آئینہ دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اپنا اصل چہرہ میرے تصور میں بھی نہیں ابھر رہا تھا۔

تہذیب کے چہرے میں بھی کچھ ضروری تبدیلیاں کی گئیں۔ اس کی پیشانی قدرے متورم ہو گئی اور ٹھوڑی کو بیضوی شکل دے دی گئی۔ وہ آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر بے اختیار ہنسنے لگی۔ "میک اپ کا یہ طریقہ حیرت انگیز ہے۔" اس نے ستائشی لہجے میں کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں نے پہلے تمھیں اس کمال کے بارے میں نہیں بتایا؟"

"نہیں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"مسٹر جوشو نے اس میک اپ کے ذریعے میری بڑی مدد کی تھی۔۔۔ خیر۔۔۔ کبھی تفصیل سے بتاؤں گا۔"

"اس قار موے کے لیے تو مجرم تنظیمیں لاکھوں کروڑوں بھی خرچ کر سکتی ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"یقیناً۔۔۔ یہ ایسی ہی چیز ہے۔"

جوشو ہمارے ساتھ اپنے کچھ آدمی بھیجنا چاہتا تھا لیکن میں نے احتیاطاً انکار کر دیا۔ فلیٹ کی لوکیشن سمجھنے کے بعد میں تہذیب کو لے کر اپنے قیام امریکا کے دوسرے مرحلے کے پہلے ٹھکانے کی طرف چل دیا۔ فلیٹ تک پہنچنے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ چابی میرے پاس تھی۔ ہم فلیٹ میں داخل ہوئے تو ہماری آنکھیں ہی کھل گئیں۔ بہت بڑا فلیٹ تھا۔ پانچ کشادہ کمرے۔ چار بالکونیاں۔ پورا فلیٹ ایئر کنڈیشنڈ تھا۔ پورے فلیٹ کی آرائش یقینی طور پر بے حد مہنگی اور قابلِ دید تھی۔ ضرورت کی ہر چیز اس فلیٹ میں موجود تھی۔

تہذیب نے سب سے پہلے کچن کا رُخ کیا اور بے حد خوش نظر آنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں اس بچے کی سی خوشی جھلک رہی تھی، جسے اپنا من پسند کھلونا مل گیا ہو۔

"اپنی مملکت کو دیکھ کر کتنی خوش ہو رہی ہو۔" میں نے اسے چھیڑا۔

"ہاں۔۔۔ ایک عمر کے بعد پہلی بار تو اپنی مملکت نصیب ہوئی ہے۔" اس کے لہجے میں حسرت تھی۔ "اب میں بھی حکمرانی کر سکوں گی۔"

میں اُسے دیکھ کر مُسکراتا رہا۔ اس کا انداز اس بیوی کا سا تھا جسے کئی برس کرائے کے مکان میں گزارنے کے بعد اپنا گھر نصیب ہوا ہو۔ پھر اس نے نگاہیں اُٹھا کر مجھے دیکھا۔ ان نگاہوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔ اس وقت اُسے دیکھ کر مجھے اپنا وطن یاد آ گیا۔ اُس کے خمیر میں بہر حال مشرق کی آمیزش تھی۔ وہ مشرق و مغرب کا بے حد دلکش امتزاج تھی۔ میں اسے والہانہ انداز میں دیکھتا رہا لیکن مجھے اس کا احساس بالکل نہیں تھا۔

"ایسے گھور گھور کر کیا دیکھ رہے ہو؟" اس نے شرمگیں لہجے میں پوچھا اور نظریں جھکا لیں۔

"کچھ نہیں۔ میں تو بس کچھ سوچ رہا تھا۔"

"کیا سوچ رہے تھے؟" اس نے نظریں اٹھائے بغیر پوچھا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ مسٹر جوشو نے تو کمال ہی کر دیا ہے۔ ایسا لگتا ہے، جیسے وہ گھریلو زندگی سے پوری طرح واقف ہوں۔ آؤ۔۔۔ کمرے میں چلیں۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا اور اس کا ہاتھ تھام کر اُسے کمرۂ نشست میں لے آیا۔ کمرے میں آتے ہی میں نے بڑی کھڑکی کے پردے سمیٹے اور میکنزم کی مدد سے کھلنے والے کواڑ کے پٹ کھول دیے۔ ٹھنڈی ہوا کے نرم نرم جھونکے کمرے میں آئے اور خوشگواریت کا احساس دلانے لگے۔ تہذیب بھی میرے پاس ہی آ کھڑی ہوئی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"ہاں۔۔۔ تم پوچھ رہی تھیں کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔" میں نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔۔۔ اب کچھ نہیں سنوں گی۔" اُس نے حیا آلود لہجے میں کہا۔

"تہذیب۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو قبول کر چکے ہیں۔ البتہ ہمارے درمیان کچھ رسومات حائل ہیں۔ لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ میں تمھیں ساتھ لے کر اپنے وطن جاؤں۔۔۔ تم سے شادی کروں۔۔۔ اور تمھیں اپنے گھر والوں کے سپرد کر آؤں۔ تم نہیں جانتیں۔۔۔ میرے وطن میں شادی اتنی خوبصورت۔۔۔ اتنی حسین چیز ہے کہ میں بتا نہیں سکتا۔"

"مجھے یقین ہے علی۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو گے۔ جانتے ہو، میری زندگی کس انداز میں اور کن لوگوں کے درمیان گزری ہے لیکن علی۔۔۔ شاید کسی وجدانی جذبے کے زیرِ اثر میں نے خود کو ہمیشہ بچا کر رکھا۔۔۔ شاید تمھارے لیے۔۔۔ میں تمھاری ہوا۔۔۔ لیکن علی تمھارا مقصد پورا ہونے سے پہلے میں تمھیں خواب بھی نہیں دیکھنے دوں گی۔"

"میں تمھاری عظمت کو سلام کرتا ہوں تہذیب۔" میں نے جذبات سے بوجھل آواز میں کہا۔ "تمھارا میرے مقصد کو قبول کرنا میرے لیے تمھاری اہمیت کو کہیں سے کہیں پہنچا گیا ہے۔"

"اب میرا مقصد نہ کہو علی۔ یہ ہمارا مقصد ہے۔" اس کے لہجے میں شکایت تھی۔

"حالانکہ "میرا" کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم تو اب میری ہر چیز میں شامل ہو۔"

"میری بات مجھے لوٹا رہے ہو۔" تہذیب ہنسنے لگی۔

تہذیب نے اُسی دن سے فلیٹ کا نظام کسی گرہستن کی طرح سنبھال لیا۔ بلاشبہ وہ اس زندگی کو ترستی رہی تھی۔۔۔ اور اب یہ زندگی مل گئی تھی تو وہ بہت زیادہ خوش تھی۔ ہم صرف دو افراد تھے۔ لہٰذا ہمیں کسی ملازم کی ضرورت نہیں تھی۔ تہذیب نے خود کھانا پکایا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہم مشرقی بالکونی میں آ بیٹھے، جہاں سے جگمگاتا ہوا سان فرانسسکو بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔

دیر تک ہماری خاموشی گفتگو کرتی رہی۔ ہم ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ جسم میں سرشاریاں رقص کر رہی تھیں۔

ں کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ نہ ذہن میں کوئی سوچ تھی، نہ ں میں کوئی خواہش۔ وہ مکمل وارفتگی کی کیفیت تھی۔

دیر تک ہماری نگاہیں شہر کی جلتی بجھتی روشنیوں میں بھٹکتی ہیں۔ پھر تہذیب نے آہستہ سے سر جھٹکا اور بولی۔ "علی، اب وقت یا ہے کہ کام کے بارے میں سوچا جائے۔ میرا خیال ہے، سب سے لے تم مائیکل جوشر کے متعلق سوچو گے۔"

وہ سارا طلسم ٹوٹ گیا۔ وارفتگی کے وہ مہکتے ہوئے چمن زار ا جانے کہاں اوجھل ہو گئے۔ اب میرے سامنے فرض کی سنگلاخ ہگزر تھی۔ وہ ایک بہت شدید جھٹکا تھا۔ مجھے اس سے سنبھلنے بں کچھ دیر لگی لیکن میں تہذیب کو ایک بار پھر سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ اس نازک بیل کی طرح تھی، جو تناور درختوں کو بھی سہارا ے سکتی ہے۔

"ہاں تہذیب، پہلے میں مائیکل جوشر ہی سے نمٹوں گا۔۔۔ کیا خیال ہے تمھارا؟" بالآخر میں نے جواب دیا۔

"میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ مجھے صورتِ حال کا مکمل ادراک ہی کہاں ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"تو کیوں نہ پہلا کام یہی کر لیا جائے۔ ایرن ہال کا پورا واقعہ میں تمھیں بتا چکا ہوں۔ کچھ شر پسند یہودیوں کی سازشوں کے نتیجے میں یہاں کی پولیس میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔ میں اس وقت محض ایک طالب علم تھا۔ لوئی شی نے صرف میرے پاکستانی ہونے کی بنا پر میری بھرپور مدد کی۔ اس کے باپ اور بھائیوں نے مجھے پناہ دی اور مسٹر جوشو سے مجھے ملوایا۔ اس کا صلہ لوئی شی کو یہ ملا کہ اس کے باپ اور بھائیوں کو زندگی سے محروم کر کے اسے بے سہارا کر دیا گیا۔ جانے والے کبھی واپس نہیں آ سکتے۔ میں لوئی شی کو وہ سب کچھ واپس نہیں دے سکتا، جو اُس سے چھن گیا ہے لیکن میں مائیکل جوشر کو تباہ ضرور کر سکتا ہوں۔ جو لوئی شی کی بربادی کا ذمے دار ہے۔ یہ میرے لیے ایک فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر مائیکل جوشر یہودیوں کے لیے بہت اہم شخصیت ہے۔ اس لحاظ سے بھی اسے قتل کرنا ضروری ہے لیکن میں یہ کام عام انداز میں نہیں کروں گا۔ اُسے قتل کرنے سے پہلے اس کی زندگی میں بھی مجھے اس سے ہر ممکن فائدہ حاصل کرنا ہے۔ ڈیبو ہاربو بھی ایک اہم شخصیت کی حیثیت میں سامنے آیا ہے۔ اس کی توجہ حاصل ہو گئی تو مجھے امریکا میں ایک مضبوط گروہ کی پشت پناہی حاصل ہو جائے گی۔ ہم شکاگو جا کر ڈیبو ہاربو کے بارے میں بھی معلومات حاصل کریں گے۔ میرا کام بہت طویل ہے تہذیب، میں صرف اپنے جذبوں کا غلام ہوں۔ تنظیم والوں کی طرف سے میرا دل صاف ہو چکا ہے لیکن میں اُن کے ساتھ کام کبھی نہیں کر سکوں گا۔ ویسے بھی میں انفرادیت پسند آدمی ہوں۔ میں وہ سب کچھ کیوں کروں، جو عام فلسطینی کر رہے ہیں۔ تمام فلسطینی تنظیمیں کر رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہودیوں کی اصل قوت امریکی یہودی ہیں اور وہ یہودی لابی ہے، جو امریکا میں یہودیوں کے مفادات کے لیے کام کر رہی ہے۔ میں اُن پر ضرب لگانا چاہتا ہوں۔ میں ضرر رساں درخت کی شاخیں کاٹنے کا قائل نہیں ہوں، جڑوں پر وار کرنا چاہتا ہوں۔ درحقیقت میرے کام کا فائدہ فلسطینی تنظیم کو ہی پہنچے گا لیکن میں ان کا پابند ہو کر کوئی کام نہیں کروں گا۔"

"تم درست کہہ رہے ہو۔ اس سلسلے میں، میں تم سے پوری طرح متفق ہوں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"مائیکل جوشر کی جو شخصیت اب تک سامنے آئی ہے، اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ یہودیوں کے لیے بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ امریکا میں موجود یہودی لابی ہی اسرائیل کو اصل قوت فراہم کر رہی ہے۔ میں ان سب کو شاید ختم نہ کر سکوں لیکن تنظیم والوں کو ان کے متعلق بے حد اہم معلومات یقیناً فراہم کر سکوں گا۔ اس کے علاوہ میں اپنی بساط کے مطابق راستے کے پتھر ہٹاتا رہوں گا۔ اب بتاؤ۔۔۔ کیا یہ طریقِ کار بہتر نہیں ہے؟"

"یقیناً ہے۔۔۔ لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ مائیکل جوشر کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟"

"فی الحال تو میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں ہے۔ میں تم سے یہی کہوں گا کہ تم بھی اس سلسلے میں سوچتی رہو۔"

"علی، مجھے میری ذمے داریوں اور فرائض سے بھی آگاہ کر دو۔"

"یہ فلیٹ تمھاری ذمے داری ہے اور ہر وقت مسکراتے رہنا تمھارا اہم ترین فرض ہے۔ اس کے علاوہ تمھیں صرف سوچنے کا کام کرنا ہے۔ تمھاری حیثیت خاتونِ خانہ کی ہے تاکہ ہم ایک خوشحال گھرانے کا مکمل اور سچا تاثر دے سکیں۔ میرا مقصد سمجھ رہی ہو نا؟ یہ عمارت پوری طرح آباد ہے۔ یہاں کے مکینوں کو ہم پر کسی بھی طرح کا شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ تاکہ ہم سکون سے کام بھی کر سکیں اور یہ فلیٹ ہمارے لیے ایک بہترین پناہ گاہ کی حیثیت سے بچا رہے۔"

"میں سمجھ رہی ہوں تمھاری بات۔۔۔ اور کچھ؟" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بس۔۔۔ کھانے کے معاملے میں درویش آدمی ہوں۔ جو کچھ کھلا دو گی، کھا لوں گا۔" میں نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"اور تمھاری مصروفیات؟"

"تمھارا شوہر ہونے کی حیثیت سے غمِ روزگار پا لوں گا حالانکہ ابھی تک غمِ جاناں کے دائرے سے نہیں نکل سکا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیکن لوگ تو بے خبر ہیں نا۔" میں نے سرد آہ بھر کے کہا۔

تہذیب جھینپ گئی۔

" اچھا یہ بتاؤ... میری بدلی ہوئی شکل تمہیں کیسی لگتی ہے۔ کہیں میں بدصورت تو نہیں ہو گیا؟" میں نے کہا۔

" ایسی بات کبھی نہ کرنا علی، اصل صورت سے قطع نظر تمہاری شخصیت خدوخال کی محتاج نہیں ہے۔ میں تمہارے اصل حسن سے واقف ہوں۔" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا لیکن پھر اُس کی آنکھوں میں شرارت ناچنے لگی۔" اور اگر تم عام لوگوں کی وجہ سے یہ بات پوچھ رہے ہو، جو تمہارے باطنی حسن سے ناواقف ہیں تو بھی فکر نہ کرو۔ میرا خیال ہے، اس میک اپ میں بھی تم بہت پُرکشش لگ رہے ہو۔"

اس بار میں بُری طرح جھینپ گیا۔ تہذیب کو ہنسی آگئی۔

" ہنس کیوں رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

" میں بھی تم سے یہی سوال کرنا چاہتی ہوں لیکن صرف تمہاری خاطر۔ دراصل لڑکیوں کا معاملہ مختلف ہوتا ہے۔ مرد کے مقابلے میں ان کے لیے ان کی ظاہری شکل و صورت بہت زیادہ اہم ہوتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ میرا میک اپ کریہہ المنظر ہوا تو..."

" بس، میں سمجھ گیا۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔" اپنی تعریفیں سُننا چاہتی ہو، کہو تو شاعری شروع کر دوں؟"

اُس نے شرما کر سر جھکا لیا۔ مجھے پھر اپنا وطن یاد آگیا۔ نجانے اس نے شرمانے کی وہ ادا کہاں سے سیکھ لی تھی۔

اگلی صبح دس بجے میں فلیٹ سے نکل آیا۔ سان فرانسسکو میرے لیے اجنبی نہیں تھا لیکن میرے عزائم کے پیشِ نظر تجدیدِ نظارہ بہت ضروری تھی۔ پروگرام کے مطابق میں نے تہذیب کو خاتونِ خانہ کا کردار ادا کرنے کے لیے فلیٹ ہی پر چھوڑ دیا تھا۔ میں قدم اس انداز میں اٹھانا چاہتا تھا کہ لغزش کا امکان نہ رہے۔

سان فرانسسکو میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ ایرن ہال کے سامنے سے گزرتے ہوئے میرے وجود میں نفرتیں مچل اُٹھیں۔ یہ وہی نفرت انگیز جگہ تھی، جس نے میری زندگی کے بہتے دھارے کا رُخ بدل ڈالا تھا۔ مجھے پہلی بار احساس دلایا تھا کہ میں نفرت کے اعتبار سے بھی شدت پسند ہوں۔ مجھے ایرن ہال سے نفرت تھی... وہاں ہونے والے اجتماعات سے نفرت تھی۔ اس روز بھی وہاں کوئی اجتماع تھا کیونکہ پارکنگ لاٹ میں ان گنت کاریں موجود تھیں۔ میرا جی چاہا کہ سب کچھ برباد کر دوں... ایرن ہال کو بم سے اڑا دوں لیکن میں نے یہ سوچ کر خود کو باز رکھا کہ اتنی قیمتی نفرت کو اتنے سستے داموں فروخت کرنا حماقت ہو گی۔ عمارتیں تو دوبارہ تعمیر ہو جاتی ہیں۔ کاریں بھی خریدی جا سکتی ہیں لیکن مملکتیں تباہ کر دی جائیں تو صدیوں میں بھی نہیں پنپتیں۔ میرے نزدیک میرے وجود میں یہودیوں کے لیے پلنے والی نفرت بے حد مقدس تھی اور میں اسے ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں اسے آگ کے طور پر برتنا چاہتا تھا، جو اپنے نکتۂ عروج کو پہنچ کر بالآخر سرد ہو جاتی ہے۔ میں اپنی نفرت کو لاوا بنا دینا چاہتا تھا۔ جو اندر ہی اندر کھولتا رہتا ہے اور پھر جب آتش فشاں پھٹتا ہے تو لاوا راہ میں آنے والی ہر چیز کو تباہ کر دیتا ہے۔ جس سے سخت جان زمین بھی پناہ مانگتی ہے۔

چھ بجے کے قریب میں فلیٹ واپس پہنچا۔ تہذیب مجھے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس کے بال اُلجھے ہوئے تھے اور چہرے پر اضمحلال کی کیفیت تھی۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ دن بھر فلیٹ کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے میں مصروف رہی ہے۔" علی تم... اتنی جلدی آگئے؟"

" یہ حال ہے تمہارا، مجھ سے اپنی ذمّے داریاں اور فرائض پوچھ رہی تھیں لیکن عملاً صفر۔"

" کیا مطلب ہے تمہارا؟ میں سمجھی نہیں؟"

" میں نے کہا تھا، مسکرانا تمہارے فرائض میں سب سے اہم ہے۔"

وہ بے ساختہ مسکرا دی۔ پھر جھینپ کر بولی۔" اب تو خوش ہو۔"

" ہرگز نہیں، مسکراہٹ تو آرائشِ وجود کے ساتھ ہی اچھی لگتی ہے۔"

اس نے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر ناقدانہ نظروں سے اپنا سراپا دیکھا۔" لیکن علی! تم ایک بات بھول رہے ہو۔" اس نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔" تم نے کہا تھا کہ فلیٹ میری ذمّے داری ہے اور اس ذمّے داری کو نبھانے کے سلسلے میں میرا یہ حال ہوا ہے۔ خیر... تم بیٹھو، میں ابھی آئی، پھر تمہیں گرم گرم کافی پلاؤں گی۔"

کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو نہا دھو کر لباس تبدیل کر چکی تھی اور بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اس پر مزید ستم یہ ہوا کہ میری نگاہوں کی تپش نے اس کے رخساروں کی شمعیں روشن کر دیں۔

" کمال ہے... اب بھی نہیں مسکرا رہی ہو۔" میں نے اُسے چھیڑا۔

وہ مسکرا دی۔ پھر اس نے نگاہیں جھکاتے ہوئے کہا۔" میں کافی لاتی ہوں۔"

" خدا کی قسم تہذیب... زندگی کا مفہوم اب آیا ہے سمجھ میں۔" کچھ دیر بعد میں نے کافی کا پہلا گھونٹ لے کر کہا۔... حالانکہ یہ زندگی

ی مکمل نہیں ہے۔"

وہ مسکراتی رہی۔" اچھا... بہت ہو گئی... دن بھر غائب ہم ہو۔ چلو، اب رپورٹ دو دن بھر کی۔"

" کچھ بھی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔" آج کا پورا دن آوارہ گردی ا نذر ہو گیا۔ پرانی یادیں تازہ کرتا پھرا ہوں۔"

" کسی شناسا سے ملاقات نہیں ہوئی؟"

" اس روپ میں تو میرے لیے کوئی شناسا ہے ہی نہیں..." ں نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔" ویسے ملنا ملانا میرے ق میں بہتر بھی نہیں ہے۔ اب تم رپورٹ دو۔"

" ایک دلچسپ اطلاع ہے تمہارے لیے۔ پڑوسی کی ایک خاتون سے دوستی کر لی ہے میں نے۔ جین ہارپر نام ہے۔ بیوہ ہیں ور ایک اسٹور کی مالک ہیں۔ ملازمین کاروبار چلا رہے ہیں۔ چار بچے ہیں اُن کے جو زیرِ تعلیم ہیں۔"

" اس میں میری دلچسپی کی کون سی بات ہے؟"

" نہیں ہے۔" تہذیب نے مایوس ہونے کی اداکاری کی۔

" اوہ... یہ بتانا تو میں بھول ہی گئی کہ خاتون یہودی ہیں۔"

" بات تو اب بھی نہیں بنی۔"

" میں شاید کچھ بھول گئی ہوں۔" اس نے کنپٹی کو انگلی سے کھٹکھٹاتے ہوئے ذہن پر زور ڈالنے کی اداکاری کی۔" ہاں، یاد آیا۔ وہ مائیکل جوشر کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔"

میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔" اوہ... تو یہ بات ہے۔" میں نے ہیجان خیز لہجے میں کہا۔

" ویسے مذہبی اختلاف سے قطع نظر جین ہارپر اچھی عورت ہے اور ہاں علی... پلیز مجھے معاف کر دینا۔ میں نے خود کو یہودی کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے... یہ بہت ضروری تھا علی۔ پھر میں نے اس سے مائیکل جوشر کے بارے میں پوچھا۔ لہجے میں اچھی خاصی عقیدت بھی پیدا کرنا پڑی تھی۔"

" کوئی ہرج نہیں۔ جنگ اور محبت میں سب چلتا ہے۔ یہ بتاؤ کوئی کام کی بات بھی معلوم ہوئی؟"

" جین ہارپر، مائیکل جوشر کی عقیدت مند ہے اور مائیکل جوشر بھی اس کے ساتھ خصوصی التفات برتتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنجہانی مسٹر ہارپر، مائیکل جوشر کے دستِ راست تھے۔ میں نے جلدبازی سے گریز کیا کیونکہ جین ہارپر کام کا مُہرہ ہے۔ بس دبے لفظوں میں مائیکل جوشر کی خدمات کو سراہا اور اسرائیل کے لیے اس کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جین سے قربت ہو گئی۔ وہ مجھ سے بہت متاثر ہوئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہمیں مائیکل جوشر تک پہنچا سکے گی۔"

" تم نے بہت بڑا کام کیا ہے تہذیب۔" میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

" کیا تو خیر کچھ بھی نہیں۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔" البتہ ہو گیا۔"

" نہیں تہذیب، تائیدِ غیبی اپنی جگہ... لیکن تم نے بڑا کام کیا ہے۔ مجھے دیکھو... دن بھر آوارہ گردی کرتا رہا لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ تم نے گھر بیٹھے اتنا کچھ کر ڈالا۔"

" بس... مجھے بناؤ نہیں۔"

" میں سچ کہہ رہا ہوں... خیر... یہ بتاؤ، تم نے میرا اور اپنا تعارف کس نام سے کرایا ہے۔ اب تو مجھے بھی یہودی بننا پڑیگا۔"

" تم سائمن ہیکل ہو اور میں جوئنا ہیکل۔"

" ٹھیک ہے تہذیب! اس عورت سے اور قریب ہونے کی کوشش کرو۔ بچوں کے لیے تحفے خریدو... یہ سب سے اچھا اور مؤثر طریقہ ہے۔"

" میں نے بھی یہی سوچا تھا۔ بس تم یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔" تہذیب نے جواب دیا۔

اس کے بعد دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ میں اسے اپنے وطن کے متعلق بتاتا رہا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ پاکستان میں بہت زیادہ دلچسپی لیتی ہے پھر ہم نے رات کا کھانا کھایا اور اپنے پروگرام پر غور کرتے رہے۔

" میں مائیکل جوشر سے حتی الامکان فائدہ اُٹھانے کے بعد اسے قتل کروں گا اور پھر علی یار خان کو بھی منظرِ عام پر لاؤں گا۔" میں نے کہا۔

" میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی۔"

" میں چاہتا ہوں کہ سان فرانسسکو کی سڑکوں پر ایک بار پھر علی یار خان کا نام گونجے اور اولیو ہارڈ کو معلوم ہو جائے کہ وہ مجھ پر قابو نہیں پا سکا اور میں اب بھی مصروفِ عمل ہوں۔ لطف تو تبھی آئے گا۔"

" لیکن اس طرح تو سی آئی اے ہمارے پیچھے پڑ جائے گی۔"

" مجھے اسی انداز میں کام کرنے میں لطف آتا ہے۔" میں نے چٹخارا لے کر کہا۔" یہ نہ ہو تو مسلسل کامیابیاں بھی بور کر دیتی ہیں۔"

" میں دعوے سے کہتی ہوں کہ تم بہت اذیت پسند ہو۔" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

میں بھی مسکرا دیا۔" صرف یہی نہیں... مجھ میں ایذا رسانی کے جراثیم بھی موجود ہیں۔" میں نے کہا۔

" وہ کیسے؟"

" زندگی سے بھرپور ایک لڑکی کو اس کی عیش گاہ سے نہار زار

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

زندگی میں اُٹھالایا ہوں۔ ایذا رسانی اور کیا ہوتی ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ کریڈٹ میں تمھیں نہیں لینے دوں گی..." تہذیب نے بڑے ناز سے کہا۔ "میں خود بُرائی کے راستے سے اکتا چکی تھی۔"

"اوہ... تو یہ بات ہے۔ گویا میں زندگی کے سب سے بڑے کریڈٹ سے محروم ہوگیا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تہذیب کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

جوشو کے ذریعے بہت سی سہولتیں میسّر آگئی تھیں لیکن کچھ معاملات ایسے تھے جو مجھے خود ہی نمٹانا تھے۔ جوشو کو زیادہ زحمت دینا مناسب نہیں تھا۔ کام کا آغاز کرنے کے لیے مالی طور پر مضبوط ہونا بہت ضروری تھا۔ رقم کے حصول کے لیے کوئی جائز ذریعہ میرے سامنے نہیں تھا۔ میں اس سلسلے میں سوچتا رہا۔ اب میں بڑے سے بڑا جرم کرنے کی اہلیت رکھتا تھا لیکن دشواری یہ تھی کہ میں اکیلا تھا۔ گروہ بنا سکتا تھا لیکن یہ بات مجھے منظور نہیں تھی۔ کیونکہ اس سے کسی بھی وقت میرے کاز کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ جوئے کے سلسلے میں، میں قطعاً ناتجربہ کار تھا۔ میں نے بہت سے منصوبے بنائے لیکن مسترد کردیے۔ میں چھوٹے معاملات میں اُلجھ کر اپنے اصل مقصد کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ پھر مجھے جوشو کا خیال آگیا، جو نہ صرف گروہ رکھتا تھا بلکہ اپنی ذات میں خود بھی ایک گروہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

یہ سوچ کر ایک دن میں جوشو کی طرف چلا گیا۔ جوشو نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔ "علی... میں تمھاری طرف سے غافل نہیں ہوں۔" اس نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔ "اگر کبھی تمھیں کچھ چینی جوان اپنے تعاقب میں نظر آئیں تو بدگمان نہ ہونا۔ اُن کے پیشِ نظر صرف تمھاری حفاظت ہوگی... کچھ اور نہیں۔"

میں اپنی اس غفلت پر دل ہی دل میں خود کو کوسنے لگا۔ کیونکہ میں نے اب تک ایسی کوئی بات محسوس نہیں کی تھی۔ ساتھ ہی مجھے جوشو پر بھی پیار آگیا۔ اس خود غرض زمانے میں کون کسی کو اتنی اہمیت دیتا ہے۔ "مسٹر جوشو... آپ بہت مہربان انسان ہیں۔ شاید میں کبھی آپ کی مہربانیوں کا صلہ نہیں دے سکوں گا۔" میں نے کہا۔

"دوستی میں نہ مہربانی کا تصور چلتا ہے اور نہ صلے کی کوئی اہمیت ہوتی ہے۔ میں تمھیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں علی... اور تمھاری صلاحیتوں سے بھی واقف ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں ہر تعاون کے لیے تیار ہوں لیکن زبردستی تم پر کچھ تھوپنا بھی نہیں چاہتا۔"

"یہ تھوپنے کی بات کیوں کی آپ نے؟"

"میں جانتا ہوں کہ آجکل تم مالی مسائل سے دوچار ہو۔" اُس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم نے اس سلسلے میں مجھ سے تذکرہ بھی نہیں کیا۔ میں نے خود سے بات چھیڑنا مناسب نہ سمجھا کہ تم خوددار آدمی ہو۔ حالانکہ دوستوں سے بے تکلفی میں خودداری کو کبھی اہمیت نہیں دی جاتی۔"

"کمال ہے۔ میں تو اس وقت آپ کے پاس اسی سلسلے میں آیا ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں رقم کے حصول کے سلسلے میں بہت سے طریقوں پر غور کر چکا..."

"مجھے اندازہ ہے کہ تم کن خطوط پر سوچ رہے ہو۔" جوشو نے تفکر آمیز لہجے میں کہا۔ "لیکن میں تمھیں اس کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گا۔ اس چکر میں اُلجھ کر تم اپنے اصل مقصد سے دُور ہو جاؤ گے۔"

میں حیران رہ گیا۔ گویا میرے سلسلے میں جوشو بھی میری ہی طرح سوچ رہا تھا۔ "مسٹر جوشو... ایک اسی بات نے مجھے روک رکھا ہے۔ ورنہ میں کب کا حرکت میں آچکا ہوتا۔ لیکن میرے سامنے اور کوئی راستہ بھی تو نہیں ہے۔"

"احمقانہ بات ہے۔ تمھیں جتنی رقم درکار ہے، مجھ سے بطور قرض لے لو۔ جب جی چاہے لوٹا دینا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ یہ سب کچھ مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ جوشو نے میری اُلجھن بھانپ لی۔ "بس علی... اب اس سلسلے میں کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔" اس نے کہا اور اُٹھ کر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک سوٹ کیس تھا۔ اس نے سوٹ کیس کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔ سوٹ کیس ڈالروں سے بھرا ہوا تھا۔

"لیکن مسٹر جوشو... یہ تو بہت زیادہ ہے۔" میں نے احتجاج کیا۔

"ایسا لگ رہا ہے لیکن ہے نہیں۔ یہ صرف چھ لاکھ ڈالر ہیں۔ جب بھی ضرورت ہو تم مزید طلب کرسکتے ہو۔"

"گویا میں چھ لاکھ ڈالر کا مقروض ہو جاؤں گا۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ جب جی چاہے، واپس کردینا۔ آدمی کی قیمت لاکھوں اور کروڑوں میں نہیں لگائی جا سکتی۔ جبکہ تمھاری بات ہی کچھ اور ہے۔ تم کوئی عام آدمی نہیں ہو۔ تم علی عمران ہو اور میں تمھاری قدر خوب جانتا ہوں۔"

"بہتر مسٹر جوشو... اور شکریہ لیکن بہتر یہ ہوگا کہ آپ یہ رقم میرے نام سے کسی بینک میں جمع کرادیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اب اپنا نام بھی بتا دو۔" جوشو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام سائمن ہیکل ہے اور فی الحال میں یہودی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔" جوشو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب ہے، تم مائیکل جوشر کے چکر میں پڑ گئے ہو۔"

"جی ہاں... یہی بات ہے۔"

"تو ٹھیک ہے مسٹر ہیکل۔ آپ کل یہاں تشریف لے آئیے۔ کچھ کاغذات پر دستخط کر دیجیے گا۔ کل ہی رقم بنک میں جمع ہو جائے گی۔"

اس رات میں واپس پہنچا تو جین ہارپر کو اپنے فلیٹ میں موجود پایا۔ وہ تہذیب سے بہت گھُل مل کر گفتگو کر رہی تھی۔ اچھی خاصی قبول صورت عورت تھی۔ عمر تیس بتیس سے زیادہ نہیں ہوگی۔ خوش اطوار بھی تھی۔ میں اس کے یہودی ہونے کے باوجود اسے ناپسند نہ کرسکا۔

"سائمن، یہ ہیں مسز ہارپر، جن کا میں نے تم سے تذکرہ کیا تھا۔" تہذیب نے اس سے میرا تعارف کرایا۔ "تمھاری طرح یہ بھی مسٹر جوشر کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔"

"کیا مسٹر ہیکل بھی..."

"مسز ہارپر، آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" میں نے اُس کی بات کاٹ دی۔ "مائیکل جوشر کی عقیدت کے حوالے سے آپ میرے لیے اور بھی محترم ہوگئی ہیں۔ مائیکل جوشر میرا آئیڈیل ہے۔ میں اکثر اس کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔ کتنا عظیم ہے وہ... علم کا سمندر... اور اس نے ہمارے اجتماعی مقاصد کے لیے اپنی زندگی وقف کردی ہے۔ مجھے تو عشق ہے اُس سے۔"

"بے شک... مسٹر جوشر فرشتہ صفت آدمی ہیں۔" جین کے لہجے میں عقیدت تھی۔

"کبھی کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے، مسٹر جوشر کے قدموں میں رکھ دوں اور ان سے کہوں کہ میں ان کے مشن کے سلسلے میں عملی طور پر بھی بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے مسٹر ہیکل! میں آپ کو مسٹر جوشر کے پاس لے چلوں گی۔"

"جوئنا! ذرا حساب تو لگاؤ کہ ہمارے پاس کتنی رقم موجود ہے۔" میں نے تہذیب سے مخاطب ہو کر کہا۔ "یہ موقع ملا ہے تو اسے ضائع کیوں کیا جائے۔"

"ٹھیک ہے سائمن۔ میں کل حسابات چیک کرکے بتا دوں گی۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "سچ تو یہ ہے کہ یہ ہمیں سرخروئی کا موقع ملا ہے اور اسے ضائع نہیں ہونا چاہیے۔"

غرض میں اور تہذیب دیر تک مائیکل جوشر کے لیے رطب اللسان رہے۔ جین ہم لوگوں سے بہت متاثر نظر آرہی تھی۔ کچھ تو وہ بے چاری ویسے ہی سیدھی سادی عورت تھی اور کچھ ہم لوگ اداکاری بھی غضب کی کر رہے تھے۔

جین کے جانے کے بعد تہذیب دیر تک ہنستی رہی۔ "ہاں تو مسٹر ہکیر... میرا مطلب ہے ہیکل، ذرا یہ تو بتائیں کہ مسٹر جوشر کے قدموں میں رکھنے کے لیے اپنی عقیدت کی ہم وزن رقم کہاں سے لائیں گے آپ... اور یہ بھی بتائیں کہ مجھے کل کون سی رقومات کا حساب کتاب کرنا ہے۔"

"عقیدت کی ہم وزن رقم کہہ کر تم نے میری مفلسی کی لاج رکھ لی۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔ "اس حساب سے تو ایک نوٹ کی گنجائش بھی نہیں نکلے گی۔ ویسے میں تمھیں یہ بتا دوں کہ اس وقت ہم لوگوں کے پاس صرف چھ لاکھ ڈالر رہ گئے ہیں۔"

"وہ کیسے؟ کیا کہیں ڈالرز کا کوئی درخت نظر آگیا تھا۔ اگر ایسا ہے تو مجھے بھی اس درخت کے متعلق بتاؤ۔"

"اس درخت کا نام جوشو ہے اور وہ اسی شہر کی جارجینا ہاؤس نامی ایک عمارت میں پایا جاتا ہے۔" میں نے کہا اور پھر تہذیب کو ساری تفصیل سُنا دی۔

"تم بھی عجیب آدمی ہو۔" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کروڑوں کی دولت فلسطینیوں کے حوالے کردی اور اب لاکھوں میں قرض لیتے پھر رہے ہو۔ واپس کیسے کرو گے؟"

"دیکھا جائے گا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "فی الوقت تو میں اپنے کام کے متعلق سوچنا چاہتا ہوں۔"

جین ہارپر سے ذہنی قربت بڑھتی رہی۔ اس قربت کے لیے ہم نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ میں جانتا تھا کہ کسی بھی عورت کو تسخیر کرنے کا سب سے آسان راستہ اُس کے بچے ہوتے ہیں۔ ہم جین کے بچوں سے بے حد التفات برتتے تھے۔ جین نے دو ایک بار ہمیں سمجھایا بھی لیکن وہ ہماری محبت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ پھر ایک بار اس نے کہا۔ "جوئنا... میں جانتی ہوں کہ تم میرے بچوں سے اتنی محبت کیوں کرتی ہو۔ اچھا... یہ بتاؤ، مجھے یہ قرض چکانے کا موقع کب ملے گا؟"

میری سمجھ میں تو جین کی یہ بات نہیں آئی لیکن تہذیب کا چہرہ گلنار ہوگیا۔ اُسے دیکھ کر میری سمجھ میں ساری بات آگئی۔ میں نے زوردار قہقہہ لگایا اور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ تہذیب جلدی سے بول پڑی۔ "بات یہ ہے جین کہ ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔"

"بعد اس "ہمیں" میں میں ہرگز شامل..." میں اپنی بات پوری نہ کرسکا۔ تہذیب نے آنکھیں نکال کر بُری طرح مجھے گھورا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ جین ہارپر بھی ہنسنے لگی۔

اس قسم کی بے تکلفانہ نشستیں ہمارا معمول بن گئی تھیں۔ دن کا اکثر وقت میں جوشو کے ساتھ گزارتا تھا۔ وہ تہذیب کو بہت یاد کرتا تھا لیکن جانتا تھا کہ اس کا ہمارے فلیٹ کی طرف جانا مناسب نہ ہوگا۔ ہمارا سیٹ اپ مکمل ہو چکا تھا اور کسی بھی وقت کام کا آغاز کیا جا سکتا تھا۔ ہم جین سے ایرن ہال کے سلسلے میں فرمائش کرتے رہتے تھے۔ پھر ایک خصوصی تقریب کے موقع پر جین ہمارے لیے دعوت نامے لے ہی آئی۔ یوں تہذیب اس عمارت کو دیکھنے کے لیے چل پڑی، جو میری زندگی میں ایک اہم ترین موڑ کی حیثیت رکھتی تھی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو بیشتر نشستیں پُر ہو چکی تھیں۔ ہم اپنی نشستوں پر جا بیٹھے۔ جین ہمارے ساتھ تھی۔ وہ مقررین کو ہم سے متعارف کراتی رہی۔ وہاں بڑے بڑے یہودی عالم آئے تھے۔ لاف و گزاف کا وہی عالم تھا، جسے اب میں ان کا خاصہ تسلیم کر چکا تھا۔ ایک بار پھر میرے وجود میں نفرتیں مچل رہی تھیں۔ وہ ایسا ہی ایک لمحہ تو تھا، جب میں بے چین ہو کر اٹھ کھڑا ہوا تھا اور میں نے صیہونی عزائم کا پردہ چاک کر دیا تھا۔ آج بھی میں طوفان، اٹھ رہے تھے لیکن اب میں ایک بدلا ہوا آدمی نے جان لیا تھا کہ جب انسان کے سامنے بھڑاس نکالنے کی کوئی اور صورت نہ ہو تو وہ زبانی جمع خرچ سے کام چلاتا ہے۔ اب صورتِ حال مختلف تھی۔ میرے پاس لفظوں کے بجائے عمل کی قوت تھی۔ مجھے لفظوں کا حساب صرف دل میں جمع کرنا تھا اور عمل کے ذریعے اسے بے باق کرنا تھا۔

پھر مائیکل جوشر تقریر کے لیے اسٹیج پر آیا۔ وہ متوسط العمر اور چست و چالاک آدمی تھا۔ علمیت کے رنگ بھی اس کے چہرے پر لکھی ہوئی مکاری کی تحریر کو چھپانے سے قاصر تھے۔ میں اُسے بغور دیکھتا رہا۔ اس کے قد و قامت اور حُلیے کو دیکھ کر میں یہ کہہ سکتا تھا کہ میں اس کی جگہ لے سکتا ہوں۔ یہ اندازہ لگاتے ہی میں نے اس کے لہجے اور آواز پر خاص توجہ دینا شروع کر دی۔ میں اس کا انداز بھی نوٹ کر رہا تھا۔ گزشتہ برسوں کی جہاں گردی نے مجھے بہت کچھ سکھا دیا تھا۔ میری خوداعتمادی میں بلاوجہ ہی اضافہ نہیں ہوا تھا۔ درحقیقت میں اب اپنے طور پر کام کرنے کی اہلیت رکھتا تھا۔

مائیکل جوشر کے بعد ایک اور مقرر آ گیا لیکن اب میں کسی کی بکواس سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔ میں کسی اور ہی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اپنی منزل مجھے کچھ اور قریب نظر آنے لگی تھی۔ پھر میں نے جین کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی میں اسے مخاطب کیا۔ "مسز ہارپر... مسٹر جوشر کی تقریر نے تو میری کائنات ہی بدل دی۔ میں ان سے متاثر تو پہلے بھی تھا لیکن اب ان کی شخصیت کے سحر میں پوری طرح گرفتار ہو چکا ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ آج ہمیں ان سے متعارف کرا دیں؟"

"کوئی بڑی بات نہیں مسٹر ہیکل! بس ذرا سا انتظار کر لیجیے۔" جین ہارپر نے بے حد خوش خلقی سے کہا۔

کچھ دیر بعد تقریب اختتام کو پہنچی۔ تقریب کے شرکا باہر جانے لگے لیکن جین ہارپر مجھے اور تہذیب کو لے کر مائیکل جوشر کی طرف بڑھ گئی۔

"اوہ مسز ہارپر، کیسی ہیں آپ۔ بہت دنوں کے بعد ملاقات ہو رہی ہے۔" مائیکل جوشر نے پُرتپاک لہجے میں جین ہارپر سے کہا۔ اس کا انداز مربیانہ تھا۔

جین نے بڑی عقیدت سے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ میں نے اور تہذیب نے بھی اپنی عقیدت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

"میں آپ کو ان لوگوں سے ملوانا چاہتی ہوں۔" جین نے مائیکل جوشر سے کہا۔

"یہ تمہارے عزیز ہیں؟"

"عزیز تو نہیں ہیں لیکن آپ کے عقیدت مند ہیں۔ اس لیے مجھے بھی عزیز ہو گئے ہیں۔"

"مجھ سے عقیدت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اگر انھوں نے ہیکلِ سلیمانی کے لیے کچھ کیا ہے تو یہ مجھے بھی عزیز ہوں گے۔"

"اب تک تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکے ہیں۔" میں نے بے حد شرمساری سے کہا۔ "لیکن اب اپنے تمام وسائل اس مقصد کے لیے وقف کر دینا چاہتے ہیں۔ بس آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"نیک کام کی نیت بھی باعثِ نجات ہوتی ہے۔" مائیکل جوشر نے عالمانہ انداز میں کہا۔ "لیکن اب تک تمہارا تعارف نہیں ہوا ہے۔"

"میں سائمن ہیکل ہوں اور یہ میری بیوی جوڈتھ ہیکل۔"

"میری دعائیں تم دونوں کے ساتھ ہیں۔ مسز ہارپر، کسی دن ان دونوں کو ہمارے گھر لاؤ۔ ذرا تفصیلی گفتگو رہے گی۔"

"ضرور جناب۔"

"جب آپ حکم فرمائیں، ہم حاضر ہو جائیں گے۔" میں نے بات آگے بڑھائی تاکہ ملاقات یقینی ہو جائے۔

"میں زیادہ مصروف نہیں رہتا۔ بس علمی مصروفیات ہیں، سو ملنے جلنے میں حارج نہیں ہوتیں۔ جب تمہیں وقت ملے، میرے پاس چلے آؤ۔"

"تو پھر ہم کل شام پانچ بجے آ جائیں؟"

"ضرور... مسز ہارپر، آپ انھیں لے آئیے گا۔ میں آپ لوگوں کا منتظر رہوں گا۔"

ہم ایرن ہال سے نکل آئے۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی کہ اس شیطان سے ملاقات طے ہو گئی تھی۔ راستے بھر جین ہارپر، مائیکل جوشر کے قصیدے پڑھتی رہی اور میں اسے داد دیتا رہا۔ دل ہی دل میں خوش تھا کہ مائیکل جوشر کے علمی طلسم کدے میں نقب لگانے کا موقع مل گیا ہے۔

اگلے روز ہم مائیکل جوشر سے ملنے گئے۔ اس نے اپنی خوب صورت رہائش گاہ کے برآمدے میں ہمارا استقبال کیا۔ لان میں کرسیاں ڈلوا دی گئیں اور ہم بیٹھ گئے۔ کافی کا خاصا پُرتکلف دور چلا۔ پھر مائیکل جوشر مجھ سے میرے بارے میں پوچھتا رہا۔

میں عمارت کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ چند ملازمین کے علاوہ وہاں کوئی اور نظر نہیں آیا۔ یہ بات بھی خاصی خوش آئند تھی۔ میں نے اسے اپنے بارے میں بتایا کہ مختلف کام کرتا رہتا ہوں... باقاعدگی سے کبھی کوئی کام نہیں کیا۔ اس کے باوجود اچھی خاصی رقم پس انداز کر چکا ہوں۔ "بس... ایک خلش ہے جناب۔" میں نے آخر میں کہا۔

مائیکل جوشر سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھتا رہا۔

"اس خلش کو کل آپ نے زبان دے دی تھی۔" میں نے ندامت آمیز لہجے میں کہا۔ "میں اب تک ہیکلِ سلیمانی کے سلسلے میں کچھ نہیں کر سکا ہوں لیکن آپ سے ملنے کے بعد کچھ کرنے کی خواہش شدید ہو گئی ہے۔ میں جو کچھ بھی کروں گا، اپنی استطاعت کے مطابق کروں گا اور وہ بہت حقیر ہوگا لیکن مجھے طمانیتِ قلب میسر آ جائے گی۔"

"یہ بات تم نے بالکل درست کہی... یہ تمہارا فرض بھی ہے۔"

"میں اپنی استطاعت کے مطابق کچھ لے کر حاضر ہوا ہوں۔" یہ کہہ کر میں نے پانچ لاکھ ڈالر کا چیک اس کی طرف بڑھا دیا۔

"اوہ... لیکن یہ تو بہت بڑی رقم ہے مسٹر ہیکل!" مائیکل جوشر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تمام عمر کی کمائی چھ لاکھ ڈالر تھی جناب۔ مجھے شرمندگی ہے لیکن مجھ جیسا عام آدمی مستقبل کے بارے میں عدمِ تحفظ کا شکار رہتا ہی ہے۔ اس لیے میں نے ایک لاکھ ڈالر آڑے وقتوں کے لیے بچا لیے ہیں لیکن اب مجھے شرمندگی ہو رہی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ اپنا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔" مائیکل جوشر نے کہا اور اٹھ کر میری پیشانی چوم لی۔ جین ہارپر بھی بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

"اور جناب، سچ تو یہ ہے کہ اس سے میری تسلی نہیں ہوئی۔ میں عملاً بھی اپنی قوم کے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہارے اس جذبے کو سراہتا ہوں۔ مجھ سے ملتے رہو۔ ممکن ہے، میں تمہیں کوئی ذمے داری سونپ دوں۔"

"ہم دونوں تہِ دل سے آپ کے شکرگزار ہیں اور ہر ممکن خدمت کے لیے آمادہ ہیں۔" میں نے تہذیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

مائیکل جوشر چند لمحے مجھے بغور دیکھتا رہا، پھر بولا۔ "کل صبح دس بجے مجھ سے ملو۔ میرے پاس ایک اہم کام ہے، جس کے لیے مجھے انتہائی قابلِ اعتماد آدمی درکار ہے۔ اگر تم اس سلسلے میں کام آ سکے تو مجھے خوشی ہوگی... یہ بتاؤ... دفتری کاموں کا بھی کچھ تجربہ ہے؟"

"جی ہاں۔" میں نے کہا۔

"اور میں ٹائپ کر سکتی ہوں۔" تہذیب بولی۔

"ٹھیک ہے۔ کل صبح دس بجے میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

ہم نے اجازت چاہی۔ مائیکل جوشر ہمیں چھوڑنے دروازے تک آیا اور بڑی گرمجوشی سے ہمیں رخصت کیا۔ جین ہارپر نے ہم سے معذرت کر لی تھی کیونکہ وہ مزید کچھ دیر وہاں ٹھہرنا چاہتی تھی۔

باہر آنے کے بعد تہذیب نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔ "تمہارا کیا خیال ہے علی..."

"ایک منٹ۔" میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔ وہ سمجھ گئی کہ فی الحال میں بات نہیں کرنا چاہتا۔ ہم کار میں بیٹھے اور میں نے کار اسٹارٹ کر دی۔ میں بہت چوکنا تھا۔ "اس نیلی کار کے متعلق کیا خیال ہے تہذیب؟" میں نے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

تہذیب نے چونک کر پیچھے دیکھا۔

"نہیں... خصوصیت سے اس کار کو دیکھنے کی حماقت نہ کرنا۔ میرا خیال ہے، ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔"

ہم بڑی بے پروائی سے سفر کرتے رہے لیکن وہ ہمارا وہم ثابت ہوا کیونکہ ایک موڑ کاٹنے کے بعد میں نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالی تو نیلی کار کا دُور دُور تک نام و نشان بھی نہیں تھا۔ تاہم ہمارے نکتۂ نگاہ سے احتیاط برتنا بے حد ضروری تھا۔

اس رات ہم دیر تک مائیکل جوشر کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ "علی! مجھے تو یہ سب کچھ بے حد عجیب سا لگتا ہے۔ ہم بغیر کسی دشواری کے مائیکل جوشر تک پہنچ گئے۔ مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آ رہا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"میں یہ بات سمجھ سکتا ہوں۔ یہ تائیدِ غیبی ہے اور جب سے میں نے اس کام میں ہاتھ ڈالا ہے، مجھے قدم قدم پر اپنے رب کی رہنمائی کا احساس ہوا ہے۔ ورنہ اولیو ہاورڈ جیسے بااختیار اور عیار آدمی کے سامنے میری بساط ہی کیا ہے۔ اس کے علاوہ تم اسے مائیکل جوشر کی بدقسمتی بھی سمجھ سکتی ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لیکن اس نے ہمیں عمارت کے اندر داخل نہیں ہونے دیا۔ لان تک ہی محدود رکھا۔"

"ممکن ہے، اتفاق ہو۔ ویسے بھی اس قسم کے لوگ ضرورت سے زیادہ محتاط ہوتے ہیں۔" میں نے تبصرہ کیا۔

"ہاں، یہ ممکن ہے۔ مائیکل جوشر شاید تنہا رہتا ہے۔ میں نے ملازمین کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا۔"

"جین سے اس کی نجی زندگی کے بارے میں نہیں پوچھا تم نے۔"

"اتفاق ہے کہ کبھی اس کا خیال ہی نہیں آیا۔"

"چلو، کوئی بات نہیں۔ کل معلوم ہو جائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

اگلی صبح دس بجے ہم مائیکل جوشر کے گھر پہنچ گئے۔ اس نے مشفقانہ انداز میں ہماری پذیرائی کی اور ہمیں لائبریری میں لے آیا۔ وہاں الماریوں میں بے شمار کتابیں بے حد نفاست سے چنی ہوئی تھیں۔ ایک رائٹنگ ٹیبل بھی موجود تھی۔

"میرے نام بے شمار خطوط آتے ہیں۔" مائیکل جوشر نے بلا تمہید کہا۔ "یوں تو ایبرن ہال کے کچھ لوگ اس سلسلے میں کام کرتے ہیں لیکن نجی نوعیت کے خطوط کے سلسلے میں، میں ان سے کام لینا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرے نجی معاونین کی حیثیت سے کام کرو۔"

"یہ ہمارے لیے ایک اعزاز ہوگا۔" میں نے کہا۔

"میں اس سلسلے میں ملازم بھی رکھ سکتا تھا۔" مائیکل جوشر نے کہا۔ "لیکن ذاتی معاملات ملازمین پر نہیں چھوڑے جاتے۔۔۔ اور ان پر اعتبار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے تم جیسے لوگوں کی ضرورت تھی۔ تم اپنے جذبوں میں اس قدر سچے ہو کہ عمر بھر کی کمائی ان جذبوں کے نام کر سکتے ہو۔ یوں تو ہمیں کروڑوں ڈالر کے عطیات موصول ہوتے ہیں لیکن مجھے تمہارے جذبے کی سچائی نے بے حد متاثر کیا ہے۔"

"یہ الفاظ بھی ہمارے لیے اعزاز کی حیثیت رکھتے ہیں۔۔۔" تہذیب نے کہا۔

مائیکل جوشر نے خطوط کا ایک پلندہ ہمارے سامنے رکھ دیا۔ "انھیں پہلے تو تاریخ وار ترتیب دینا ہوگا۔ پھر اسی ترتیب سے ہر خط کا مختصر سا خلاصہ لکھ دینا۔ اس طرح مجھے جواب دینے میں آسانی رہے گی۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"میں یہاں تنہا رہتا ہوں۔ بہرحال، ملازمین تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھیں گے۔ اب میں چلتا ہوں۔ مجھے ایک کام سے جانا ہے۔"

مائیکل جوشر چلا گیا۔ میں اور تہذیب ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھتے رہے۔ تہذیب نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر میں نے کاغذ قلم سنبھال لیا۔ "فی الوقت ہم کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے۔" میں نے کاغذ پر لکھا۔ "پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ یہاں ڈکٹا فون تو نہیں ہیں۔"

تہذیب نے میری تحریر پڑھی اور سر کو تفہیمی جنبش دی۔ اس کی نگاہوں میں معذرت تھی۔

ہم لائبریری کا دروازہ بند کر سکتے تھے لیکن یہ حرکت مشکوک ہوتی۔ چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا کہ پہلا دن سنجیدگی سے کام کرتے ہوئے گزر جائے۔ چنانچہ ہم کام میں لگ گئے۔ آدھا دن تو خطوں کی تاریخ ترتیب کی نذر ہو گیا۔ پھر ہم ان کا متن لکھنے میں مصروف ہو گئے۔

تین بجے کے قریب ہم کام سے فارغ ہو گئے۔ اس دوران ملازم نے کھانے کے لیے ہم سے پوچھا تھا لیکن ہم نے صرف کافی طلب کی۔ کھانا ہم نے گھر واپس آ کر کھایا۔ رات کو جین ہاربر آ گئی۔ اس سے دیر تک گفتگو رہی۔ تہذیب کے استفسار پر اس نے بتایا کہ مائیکل جوشر کے گھر والے تل ابیب میں ہیں۔

دوسرے دن مائیکل جوشر نے ہمارے کام کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے کام سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ کسی بھی چیز کو تاثر مجروح کیے بغیر مختصر کرنا بہت مشکل کام ہے لیکن تمہارے لکھے ہوئے متن پڑھ کر میرا جی خوش ہو گیا۔ تم لوگ بہت باصلاحیت ہو۔ بہرحال۔ میں نے یہ پوائنٹس لکھ دیے ہیں۔ اب مسز مائیکل، تم ان خطوط کے جوابات ٹائپ کر دو۔ ٹائپ رائٹر میں ابھی منگوا دیتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد ایک ملازم ٹائپ رائٹر لے آیا۔ مائیکل جوشر نے تہذیب کے لیے ایک اور میز کا بندوبست کر دیا۔ پھر وہ کسی کام سے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد پہلے تو ہم نے اس بات کی تصدیق کی کہ وہ واقعی چلا گیا ہے۔ پھر ہم دونوں ڈکٹا فون وغیرہ کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ الماریوں کا بھی گہری نظر سے جائزہ لیا گیا۔ الماریاں کھولی جا سکتی تھیں لیکن یہ نامناسب بات ہوتی۔ بہرحال بے حد جستجو کے بعد بھی ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں ملی۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر خطوط میں الجھ گیا۔ تہذیب خطوں کے جواب ٹائپ کرنے میں مصروف ہو گئی۔ ملازم نے ضد کر کے ہمیں کھانا کھلایا کیونکہ مائیکل جوشر اسے تاکید کر کے گیا تھا۔ اس روز کام سے فارغ ہوتے ہوتے پانچ بج گئے۔ ہم چلنے ہی والے تھے کہ مائیکل جوشر آ گیا۔ وہ ہمیں دیکھ کر حیران ہوا۔ "اتنی دیر تک کام کیا ہے تم لوگوں نے؟"

"جی ہاں۔۔۔ کام نامکمل چھوڑنا اچھا نہیں لگتا۔" میں نے جواب دیا۔

آنے والے دنوں میں مائیکل جوشر ہم پر بہت زیادہ اعتماد کرنے لگا۔ پندرہ دن کی مسلسل محنت رنگ لائی تھی۔ اکثر اس سے فلسطین کے موضوع پر گفتگو رہتی۔ میں مسکراتے ہوئے اس کی باتیں سنتا رہتا لیکن اندر نفرتیں ابل رہی ہوتیں۔ اس نے اپنی لکھی ہوئی کئی کتابیں ہمیں تحفتاً پیش کیں۔ غرض اس کے گھر ہماری آمد و رفت جاری رہی اور کام بھی ہوتا رہا۔

اب ہمارے اعتماد میں بھی اضافہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ایک دن میں نے لائبریری کا دروازہ اندر سے بند کیا اور الماریاں کھول ڈالیں۔ الماریوں میں کاغذات کا انبار لگا ہوا تھا۔ اس روز تہذیب، مائیکل جوشر کے کام میں مصروف رہی اور میں ان کاغذات کو کھنگالتا رہا۔ میں اپنے ساتھ اسپائی کیمرا بھی لایا تھا تاکہ اہم کاغذات کی مائیکرو بنا سکوں۔

پھر مجھے کام کے کاغذات بھی مل گئے۔ ان کاغذات کے ذریعے ایک اہم شخصیت منکشف ہوئی۔ اس کا نام بارین واکو تھا اور وہ مائیکل جوشر کا دست راست تھا۔ مزید چھان بین پر پتا چلا کہ یہودیوں نے ایک خفیہ منصوبہ تیار کیا تھا، جس میں فلسطینیوں کے علاوہ شام، سعودی عرب اور پاکستان کے بارے میں کچھ پروگرام طے کیے گئے تھے۔ کاغذات میں ان اقدامات کی تفصیل نہیں تھی، جو کیے جانے تھے۔ میں نے اس سلسلے میں تہذیب سے بات کی تو اس نے کچھ دیر کی جستجو کے بعد بارین واکو کا ایک خط میرے سامنے رکھ دیا جو جوشر کے نام تھا۔ خط میں لکھا تھا۔

"بیروت سے جواب موصول ہو گیا ہے۔ بلیک پلان پر فی الحال عمل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دشمن چوکس ہے البتہ تمام رپورٹیں مکمل ہو چکی ہیں اور انھیں محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اگلے مرحلے پر گرین لاٹ میں جیمس پوکر سے رابطہ قائم کیا جائے۔ وہ بینک ہے۔"

میں نے اس خط کو سیلولائیڈ پر محفوظ کر لیا اور پھر تمام الماریاں بند کر دیں۔ میرا ذہن بری طرح الجھ گیا تھا۔ میں بلیک پلان کی معنویت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن دشواری یہ تھی کہ اس سلسلے میں تفصیلات میسر نہیں تھیں۔

تلاشی کے اوقات کو برابر کرنے کے لیے مجھے بہت تیزی سے مائیکل جوشر کے کام میں مصروف ہو جانا پڑا۔ کارکردگی گھٹنے کی صورت میں مائیکل جوشر ہماری طرف سے مشکوک ہو سکتا تھا۔ الماریوں کی تلاشی کا کام ایک ایسے اوور ٹائم کی حیثیت رکھتا تھا، جو دفتری اوقات ہی میں کیا گیا ہو۔

بارین واکو کے خط کو عام خطوط کے ساتھ ترتیب میں رکھ دیا گیا۔ تہذیب نے اس کا خلاصہ تیار کر دیا تھا۔ اس رات فلیٹ واپس پہنچنے کے بعد وہ خط میرے اور تہذیب کے درمیان گفتگو کا موضوع بنا رہا۔

"یہ بات طے ہو گئی کہ یہودی عالم صرف علمی امور پر کام نہیں کرتے۔ ان کے ذہن سازش کے جال بننے میں بھی مصروف رہتے ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"میں یہ بات پہلے ہی سے جانتا ہوں۔ کیونکہ میں ان کی سازشوں کا شکار ہوا تھا۔"

"کچھ سمجھ میں آیا کہ بلیک پلان کیا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ان کاغذات میں بلیک پلان کی تفصیل نہیں تھی۔"

"تو کیا یہ معاملہ یونہی رہ جائے گا؟"

"رہنا تو نہیں چاہیے۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "خدا جانے کتنا تباہ کن منصوبہ ہو۔ بہرحال اس سلسلے میں ہمارے پاس فی الوقت صرف ایک ہی سراغ ہے، بارین واکو۔ میں اس سلسلے میں جوشو سے بات کروں گا۔ شاید وہ میری کچھ مدد کر سکے۔"

"اس خط کے کچھ جملے معنی خیز ہیں۔ مثلاً رپورٹیں مکمل ہو چکی ہیں۔ بلیک پلان پر فی الحال عمل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دشمن چوکس ہے۔"

"اور گرین لاٹ، جیمس پوکر اور بینک کے متعلق کیا خیال ہے۔" میں نے کہا۔ "جیمس پوکر کو بینک قرار دیا گیا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟"

"جہاں تک میری سمجھ میں آتا ہے، جیمس پوکر کو معلومات کا خزانہ قرار دیا گیا ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" میں نے تائیدی لہجے میں کہا۔

"بہرحال ابھی خاصی الجھنیں پیدا ہو گئی ہیں۔ تم ڈیوہاربو سے کب رابطہ قائم کرو گے علی؟"

"ابھی نہیں۔ تم جرائم پیشہ لوگوں کا مزاج سمجھتی ہو تہذیب۔ جانتی ہو نا کہ انھیں کون سی زبان متاثر کر سکتی ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"ڈیوہاربو اپنی دنیا میں شہنشاہ کی حیثیت رکھتا ہوگا۔ ورنہ امریکی حکومت سے ٹکر ہرگز نہ لیتا۔ اسے متاثر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ میں پہلے کچھ کر کے دکھاؤں۔ خود کو منواؤں اور اس کام کے لیے مائیکل جوشر کی بربادی سے بہتر کوئی اور صورت نہیں ہو سکتی۔ مائیکل جوشر کو قتل کرنے کے بعد میں ڈیوہاربو کے لیے محترم ہو جاؤں گا۔"

"ہاں۔۔۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے۔"

"میں کچھ کام کر لوں۔ اس کے بعد ایک گروہ تو بنانا ہی ہے۔"

"اور فی الوقت۔۔۔"

"صرف مائیکل جوشر۔" میں نے تہذیب کی بات پوری کر دی۔ "اس وقت میرے ذہن پر صرف مائیکل جوشر چھایا ہوا ہے۔"

"گویا بے چارے کی شامت آ گئی۔"

"اسے بے چارہ نہ کہو تہذیب۔ تم نے لوئی شی کو پہلے نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دیکھا۔ زندگی سے بھرپور لڑکی تھی... شوخ و شنگ اور شریر...
اور اب تم نے اُسے دیکھ ہی لیا ہے۔ آدمی مُنہ سے بے شک کچھ
نہ کہے لیکن آنکھیں بہت کچھ بتا دیتی ہیں۔ لوئی شی اُجڑ کر رہ گئی
ہے اور یہ سب کچھ مائیکل جوشر کا کیا دھرا ہے۔"

"ارے... میں تو مذاق کر رہی تھی۔ تم سنجیدہ ہو گئے۔" تہذیب
نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ "بہرحال لوئی شی کے باپ اور بھائیوں
کی موت سے ایک اور اہم بات بھی تو سامنے آتی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"مائیکل جوشر بھی علی یار خان کی شخصیت سے واقف ہے۔"

"یقیناً ایسا ہی ہے۔ ورنہ اس کے اشارے پر لوئی شی کا باپ
اور بھائی موت کے گھاٹ نہ اتارے جاتے۔"

"اور اگر مائیکل جوشر کو یہ علم ہو جائے کہ علی یار خان اُس
کے اس قدر نزدیک آچکا ہے تو؟"

"تو جو کچھ ہو گا، اس کا اندازہ تمھیں بھی ہے لیکن انشاء اللہ
ایسا قبل از وقت نہیں ہو گا۔" میں نے جواب دیا۔ تہذیب خاموش ہو گئی۔

دوسرے دن ہم معمول کے مطابق مائیکل جوشر کے گھر پہنچے۔
وہ ہم سے بڑے پُرتپاک انداز میں ملا۔ ہم دونوں نے فوراً ہی کام
شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد مائیکل جوشر کہیں چلا گیا۔ جانے سے پہلے
اس نے جوابات کے نوٹس اور وہ خطوط جن کے جوابات دیے
جانے تھے، ٹائپنگ کے لیے تہذیب کے حوالے کر دیے۔ تہذیب
نے بڑی بے تابی سے خطوط کو چیک کیا... اور پھر نفی میں سر
ہلاتے ہوئے خطوط میری طرف بڑھا دیے۔ اُس کا انداز ہیجانی تھا۔

میں نے پہلے خطوط کا جائزہ لیا۔ پھر جوابات کے نوٹس پڑھے۔
میرے رگ و پے میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ ان خطوط میں باربن وائکو
کا خط موجود نہیں تھا۔ جوابات کے نوٹس میں بھی اُس کا کوئی
تذکرہ نہیں تھا۔

معمول میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ مسٹر جوشر آج مصروف نہیں تھے
کام کے دوران دو تین بار اُن سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے
ہمارے جذبے اور لگن کی تعریف کی۔ میں اور تہذیب بے حد محتاط
تھے۔ یہ خیال بار بار ہمارے ذہن میں آتا تھا کہ کہیں مسٹر جوشر کو اس
خط کے بارے میں کوئی شبہ تو نہیں ہو گیا۔ حالانکہ ہم نے عام خطوط
کی مانند ہی اُس خط کے سلسلے میں اپنا رویہ رکھا تھا۔

شام کو اُس وقت تک جب تک کام ختم نہ ہو گیا، ہم لوگ
اسی احساس کا شکار رہے۔ جب آج کا کام ختم ہو گیا تو مسٹر جوشر نے
ہمیں اپنے ساتھ چائے کی پیش کش کی جسے ہم نے شکریے اور عقیدت
کے ساتھ قبول کر لیا۔ چائے کے دوران انھوں نے کہا۔ "تم لوگ جس
لگن اور جذبے کے ساتھ کام کر رہے ہو، اُسے دیکھ کر بڑی تقویت

ہوتی ہے۔ قومیں انھی جذبوں کی چھاؤں میں عروج پاتی ہیں۔ میں نے
بارہا تمھارے بارے میں سوچا ہے اور ایک اور خیال مجھے آ رہا ہے۔"

"وہ کیا جناب؟"

"تم نے جس عقیدت سے اپنی پونجی اپنی قوم کے لیے خرچ
کر دی، اس کا بڑا مقام ہے لیکن تمھاری آمدنی جاری رہنا چاہیے۔"

"ابھی ہمارے پاس اپنی ذات کے لیے کافی رقم موجود ہے
جناب، اس سلسلے میں ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ اس سلسلے میں فکرمند نہ ہونا،
میں تمھاری بہتری کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔"

"ہمیں یقین ہے۔"

چائے کے بعد ہم رخصت ہو کر چل پڑے لیکن آج خصوصی
طور پر میں نے تعاقب وغیرہ کا خیال رکھا تھا۔ مجھے خط کے بارے
میں شبہ تھا لیکن گھر تک پہنچتے پہنچتے وہ رفع ہو گیا۔

"یوں لگتا ہے جیسے مسٹر مائیکل جوشر ہمارے سلسلے میں بالکل
مطمئن ہوں۔" گھر پہنچنے کے بعد تہذیب نے کہا۔

"شاید۔" میں نے جواب دیا۔

"تمھیں شبہ ہے کوئی؟"

"نہیں۔ اس کے باوجود احتیاط ضروری ہے۔ تم اس قوم سے
ابھی پوری طرح واقف نہیں ہو تہذیب۔"

"یہ پروگرام کب تک چلے گا؟"

"میں جلد بازی نہیں کرنا چاہتا۔ مضبوط بنیادوں پر کام کرنا
مناسب ہو گا ورنہ کام کا آغاز تو فوراً ابھی کیا جا سکتا ہے۔" تہذیب
خاموش ہو گئی۔

دوسرے دن کوٹھی پہنچے تو مسٹر جوشر کا پیغام ایک ملازم سے
ملا۔ ملازم نے کہا۔ "مسٹر جوشر کسی اہم کام سے صبح نو بجے سری فام چلے
گئے ہیں۔ تین دن میں واپسی ہو گی۔ آپ کے لیے کہہ گئے ہیں کہ آپ
کام جاری رکھیں اور حسبِ معمول مصروف رہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے بُردباری سے کہا لیکن ہماری آنکھیں
خوشی سے چمک اُٹھی تھیں۔

"یہ تو بہت ہی اچھا ہوا علی!" تہذیب بولی۔ "کم از کم اس دوران
ہم دوسرے کام کر لیں گے۔"

"جلد بازی نہیں تہذیب۔ صورتِ حال کا گہری نگاہ سے
جائزہ لو۔"

"کیا مطلب؟"

"یہ ہمارا امتحان بھی ہو سکتا ہے۔"

"اوہ۔ تو کیا...؟"

"نہیں۔ صرف امکان کی بات کر رہا ہوں۔"

"ایک بات بتاؤ علی۔ کیا اس خط کا مضمون تمھارے لیے
باعثِ کشش نہیں تھا؟"

"سو فی صدی تھا۔"

"بلیک پلان اور وہ خفیہ منصوبہ کیا تھا؟"

"خدا جانے۔ صیہونیت مسلسل چالیں چل رہی ہے۔ یقیناً
مسلمانوں کے خلاف کوئی منصوبہ ہو گا۔"

"تمھیں تشویش نہیں ہے؟"

"تشویش! یہ بہت معمولی لفظ ہے تہذیب، میری زندگی کا
ہر لمحہ اس خیال سے خالی نہیں ہے کہ مسلمانوں کو عالمی سازش
کے خلاف شدید جدوجہد کرنا ہے اور ہر لمحہ چوکس رہنا ہے۔"

"تب پھر میرے خیال میں ہمیں یہاں زیادہ وقت نہیں
ضائع کرنا چاہیے۔ بلیک پلان کا ہمارے علم میں آنا ضروری ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا اور پھر
چند لمحے غور کرنے کے بعد بولا۔ "آؤ تہذیب، آج اس عمارت
سے پوری طرح روشناس ہو جائیں۔" تہذیب تیار ہو گئی۔ ہم نے
صورتِ حال سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور عمارت کے چپے چپے
کی تلاشی لینے لگے لیکن اس دوران پوری طرح احتیاط رکھی گئی تھی۔
کوئی ایسی چیز نہیں ملی اس تلاشی کے دوران جو قابلِ توجہ ہوتی، البتہ
عمارت کے ایک ایک کمرے سے ہم واقف ہو گئے تھے۔

اس وقت ہم ایک کمرے میں کھڑے وہاں کا جائزہ لے رہے
تھے کہ دفعتاً ایک دیوار میں خلا پیدا ہو گیا۔ تہذیب مالکم ایکس
ایک سنگی مجسمے سے لگی کھڑی تھی اور مجسمے کا بازو دب جانے
سے یہ خلا پیدا ہوا تھا۔ ہم دونوں حیران رہ گئے۔ دو تین بار اس
کا تجزیہ کیا گیا۔ اس کے بعد ہم خلا میں داخل ہو گئے۔

نیچے اُترنے کے لیے چودہ سیڑھیاں تھیں۔ آخری سیڑھی پر
قدم رکھتے ہی اوپر کا خلا بند ہو گیا اور اندر تیز روشنی پھیل گئی۔ کوئی
تیس بائی چالیس کے سائز کا کمرہ تھا جس میں ایک شاندار لائبریری
بنی ہوئی تھی۔ ایک مسہری، ایک صوفہ سیٹ پڑا ہوا تھا۔ اٹیچ باتھ
بھی تھا۔ یہ مائیکل جوشر کا خفیہ کمرہ تھا۔ اس کے بعد ہمیں اس جگہ
کی چھان بین کرنے سے کون روک سکتا تھا۔ ہم نے لائبریری
کی ایک ایک کتاب دیکھی۔ سینٹر ٹیبل کے نیچے ٹرانسمیٹر بھی موجود
تھا جسے نہایت صفائی سے چھپایا گیا تھا۔ اس کا ایک خاص سسٹم
تھا جسے کسی خیال کے تحت میں نے ناکارہ بنا دیا۔ غرض ہمیں کئی
گھنٹے وہاں صرف کرنا پڑے تھے اور اس دوران میں تہذیب کے
علم میں لائے بغیر اس تہ خانے کے بیرونی رابطے ختم کرتا رہا
تھا۔ پھر ہم باہر نکل آئے۔ اس دوران ہم نے یہ جائزہ بھی لیا تھا
کہ تہ خانے میں اس دروازے کو کھولنے کا کیا انتظام ہے۔ یہ تجربہ

کامیاب رہا۔ مجسمے کے بازو کو اگر اُس کی جگہ سے ایک مختلف
زاویے پر موڑ دیا جاتا تو دروازہ اندر سے نہیں کھل سکتا تھا۔

آج کی مہم شاندار رہی تھی۔ ہم وقتِ مقررہ پر ہی فلیٹ پر
واپس آئے تھے۔ اس کے بعد تہذیب اہلِ خانہ تھی اور میں خود
کو کسی خانے میں فٹ کرنے میں ناکام۔

دوسرے دن پھر ڈیوٹی پر پہنچ گئے اور پچھلے دن کا کام
برق رفتاری سے کرنے لگے تاکہ ڈبل کام نمٹا لیں۔ تیسرے
دن پہنچے تو مسٹر جوشر واپس آچکے تھے۔ بہت محبت سے
ملے۔ ہمارے لیے سری فام سے تحائف لائے تھے۔

"تمھارا کام خوش اسلوبی سے جاری ہے۔ میں نے تمھیں
دوستوں کی محفل میں روشناس کرا دیا ہے اور یہ پیش گوئی کر دی
ہے کہ آنے والے وقت میں دو بہترین کارندے انھیں دے
رہا ہوں۔"

"شکریہ مسٹر جوشر۔" میں نے کہا۔

"اپنا کام جاری رکھو۔ میں سفر کی تھکن دُور کر دوں گا۔" مائیکل جوشر
نے کہا اور چلے گئے۔

ہم نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ دوپہر تک مسٹر جوشر سے
دوبارہ رابطہ قائم نہ ہو سکا لیکن دوپہر کے بعد یکایک بھرپور سلسلہ
ہو گئی۔ تہذیب کو کام کرتے چھوڑ کر میں اپنی جگہ سے نکل آیا اور
مسٹر جوشر کی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ میرے اندازے کے مطابق
وہ وہاں موجود تھے۔

میرا دل دھڑکنے لگا۔ وقت آگیا تھا اور اچانک آگیا تھا۔
میں اس کمرے میں داخل ہو گیا جہاں سے تہ خانے میں جانے کا
راستہ تھا اور ایک لمحے میں اندازہ ہو گیا کہ مسٹر جوشر تہ خانے میں
موجود ہیں۔ بہت سرعت سے میں نے فیصلہ کیا کہ اب کام شروع
کر دینا چاہیے چنانچہ میں نے مجسمے کا بازو دبا کر خلا پیدا کیا
اور سیڑھیاں طے کرنے لگا۔
اندر روشنی تھی جس سے یہ اندازہ ہو گیا کہ مائیکل جوشر تہ خانے
میں موجود ہے۔ میں نے قدموں کی آواز نہ پیدا ہونے دی تھی۔
تہ خانے میں اپنے لیے صحیح صورتِ حال کا پہلے ہی جائزہ لے چکا تھا۔
چنانچہ بائیں سمت کی الماری کے پیچھے میں نے اپنے آپ کو چھپا لیا
اور پھر تقریباً چار فٹ آگے بڑھ کر اس خلا سے آنکھیں لگا دیں
جسے میں پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔
سامنے کے صوفے پر مائیکل جوشر بیٹھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ
ایک کتاب کی وَرق گردانی کر رہا تھا اور اُس کے چہرے پر
اطمینان کے آثار پھیلے ہوئے تھے، جس کا مطلب تھا کہ اُسے
تہ خانے میں کسی اجنبی کے داخل ہونے کا علم نہیں ہوا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مائیکل جوشر تک پہنچنے کے لیے مجھے ان الماریوں کے عقبی خلا سے احتیاط کے ساتھ گزر کر تہ خانے کا تین چوتھائی حصہ طے کرنا تھا اور اس کے بعد میں مائیکل جوشر کی پشت پر ہوتا۔

اس راستے کو طے کرنے کے لیے میں نے انتہائی احتیاط سے کام لیا تھا۔ اس بات کا خیال رکھا تھا کہ میرے بدن کی رگڑ سے کوئی آواز نہ پیدا ہونے پائے اور اپنی اس کوشش میں مجھے شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ میں مائیکل جوشر کی پشت پر پہنچ گیا۔ وہ بدستور کتاب کے مطالعے میں غرق تھا۔ میرے قدموں کی چاپ اب بھی اُسے محسوس نہ ہوئی پھر میں نے اپنے حواس پوری طرح بحال کر کے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو کتاب اُس کے ہاتھ سے اُچھل کر دُور جا گری۔ یہ حیرت فطری تھی۔ مائیکل جوشر نے دہشت زدہ نگاہوں سے پلٹ کر میری طرف دیکھا، آنکھیں پھاڑے مجھے گھورتا رہا جیسے یقین کرنے کی کوشش کر رہا ہو کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے، وہ حقیقت ہی ہے۔ میں نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے تھے اور مسکراتی نگاہوں سے مائیکل جوشر کو دیکھ رہا تھا۔ بمشکل تمام اُس نے اپنے حواس سنبھالے اور وحشت زدہ لہجے میں بولا۔ "تم یہاں! کب آ گئے . . . کیسے آ گئے؟"

"اب آ ہی گیا ہوں مسٹر جوشر تو براہِ کرم مجھے بیٹھنے کی پیش کش کیجیے۔"

"ہاں . . ہاں . . . . سامنے آؤ۔ بیٹھو۔ پلیز، بیٹھو۔ بات اتنی حیرت ناک ہے کہ میری یہ حالت فطری ہی ہے۔ اس تہ خانے کا علم میری تنہا ذات کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہے یا پھر تل ابیب میں بسنے والے وہ چند لوگ اس کے بارے میں جانتے ہیں جنھوں نے اسے تعمیر کیا ہے۔ مقامی لوگوں میں سے کوئی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ چنانچہ تمھاری یہاں آمد میرے لیے اتنی ہی تعجب خیز ہونا چاہیے تھی۔ آؤ بیٹھو۔ مجھے بتاؤ کہ تم اس تہ خانے سے کس طرح واقف ہوئے۔" مائیکل جوشر کے چہرے پر پیدا ہونے والے تاثرات اس بات کا اظہار کرتے تھے کہ وہ میری طرف سے محتاط ہو گیا ہے لیکن اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے ہے۔

"میں آپ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کا شائق تھا اور آپ کی غیر موجودگی میں، میں نے بلاشبہ بڑا کام کیا ہے۔" میں نے اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تمھاری محبت، تمھاری عقیدت بے پناہ ہے۔ اس کا مجھے احساس ہے لیکن بہت زیادہ تجسس بعض اوقات نقصانات کا باعث بن جاتا ہے۔ مثلاً میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو میری اس خفیہ پناہ گاہ کا علم ہو لیکن تم نے بہت آگے چھلانگ لگا دی ہے اور کیا کیا کر چکے ہو تم یہاں؟" مائیکل جوشر کی آنکھیں جیسے میری کھوپڑی کو توڑ کر دماغ میں اُترنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"میری بے پناہ عقیدت اس بات کی خواہش مند تھی مائیکل جوشر کہ آپ کی ذات سے متعلق ایک ایک بات میرے علم میں آ جائے اور میرا خیال ہے، میں اس میں کافی حد تک کامیاب بھی ہو گیا ہوں اور کسی چیز سے مجھے خاص دلچسپی نہیں ہے لیکن بلیک پلان کے بارے میں میں خاص طور سے جاننا چاہتا ہوں۔"

مائیکل جوشر صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر میں نے محسوس کیا کہ اُس کا ہاتھ آہستہ آہستہ سینٹر ٹیبل کی سطح کے نیچے رینگ رہا ہے۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "محترم بزرگ! میز کی سطح کے نیچے کے آلات ناکارہ کر دیے گئے ہیں چنانچہ اب آپ کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ ایسی کوئی حرکت نہ کریں جو آپ کے وقار کے منافی ہو، خواہ مخواہ شرمندگی ہو گی۔" مائیکل جوشر نے پھرتی سے ہاتھ باہر کھینچ لیا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"تمھارے انداز سے ایک جارحانہ کیفیت کا اظہار ہوتا ہے، کیا میں اس کی وجہ جان سکتا ہوں؟"

"بڑی طویل گفتگو کرنا تھی آپ سے مائیکل جوشر لیکن ایک ذرا توقف ضروری ہے۔ کسی اور کو بھی اس گفتگو میں شریک ہونا ہے۔ اپنے عقب میں دیکھیے، ایک اور شخصیت آپ سے ملنے کی مشتاق ہے۔" میرے ان الفاظ پر مائیکل جوشر بے اختیار پلٹا لیکن وہ صورتِ حال سے ناواقف تھا۔ میرا کھڑا ہاتھ اُس کی گردن کی پشت پر پڑا اور وہ بُری طرح صوفے سے جا ٹکرایا۔ اپنی جگہ سے میں نے اُٹھ کر اُس کے لباس کا کالر پکڑا اور پھر ایک دوسرا گھونسا اُس کی گدی پر رسید کیا۔ یہ آخری ہاتھ تھا۔ مائیکل جوشر کے حواس گم ہو گئے تھے۔ دراصل مجھے صرف یہ احساس تھا کہ میری اتنی لمبی غیر موجودگی تہذیب مالکم ایکس کو پریشان نہ کر دے۔ چنانچہ اُس کا یہاں موجود ہونا ضروری تھا۔ مائیکل جوشر کے بارے میں یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ وہ اب ہوش و حواس کھو چکا ہے اور تھوڑی دیر تک اس کے ہوش میں آنے کا کوئی امکان نہیں ہے، میں تہ خانے کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں تہذیب مالکم ایکس کے سامنے تھا۔

"کہاں چلے گئے تھے علی؟" اُس نے سوال کیا۔

"آؤ تمھیں کچھ نئی صورتِ حال سے روشناس کراؤں۔" میں نے کہا۔ تہذیب نے شاید کچھ اندازہ لگا لیا تھا چنانچہ وہ خاموشی سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور میں اُسے ساتھ لیے تہ خانے میں پہنچ گیا۔

مائیکل جوشر اُسی طرح صوفے پر بے سُدھ پڑا ہوا تھا۔ تہذیب نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا، پھر بولی۔ "گویا تم نے اپنا کام شروع کر دیا؟"

"ہاں، تمھاری ہی خواہش تھی نا کہ اب زیادہ دیر نہ کی جائے، ذرا اسے ہوش میں لاؤ۔"

تہذیب، مائیکل جوشر کی طرف متوجہ ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد جوشر نے آنکھیں کھول دیں۔

چند لمحوں تک تو وہ صورتِ حال کا اندازہ نہیں کر سکا لیکن جب اُسے واقعات یاد آئے تو وہ بوکھلا کر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر پھرتی سے میز کی سطح کے نیچے کچھ ٹٹولنے لگا۔ وہ اپنی کارروائی میں مصروف تھا۔ میں نے اُسے نہیں روکا پھر جب خود ہی اس کے انداز میں بے بسی نمایاں ہوئی تو میں نے آہستہ سے کہا۔ "تم بھول گئے مائیکل جوشر! میں نے تمھیں بتایا تھا کہ تمھارے تہ خانے کے بیرونی رابطے منقطع کر دیے گئے ہیں اور اب یہاں سے تم کسی سے رابطہ قائم نہیں کر سکو گے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔"

مائیکل جوشر ایک بار پھر صوفے کی پشت سے ٹک گیا تھا۔ اس کی سانس تیز تیز چل رہی تھی۔ اپنی حالت پر قابو پانے میں اُسے کئی منٹ لگ گئے۔ پھر وہ سنبھل کر بولا۔ "حالات بتا رہے ہیں کہ تم دونوں وہ نہیں ہو جو نظر آتے رہے ہو اور تم نے ابھی مجھے ضرب لگا کر بے ہوش کیا تھا! تم جو میرے عقیدت مندوں میں سے تھے! تم جو میری پوجا کرتے تھے!"

"میں صرف وقت کے ہاتھوں مجبور تھا مائیکل جوشر، ورنہ میں تم جیسے منحوس لوگوں کی پوجا کہاں کرتا۔"

"کون ہو تم؟ کیا مقصد تھا میرے اس قدر قریب آنے کا؟ کیا چاہتے تھے تم مجھ سے؟"

"تمھاری شخصیت میرے لیے بڑی پُرکشش ہے مائیکل جوشر۔ میں جانتا ہوں کہ مائیکل دریان کی موت کو تم نہیں بھولے ہو گے اور اس کا قاتل بھی تمھیں یاد ہو گا۔ وہ واقعات بھی یاد ہوں گے تمھیں کہ مائیکل دریان کو قتل کرنے والا کیونکر قاتل بنا۔"

"تم . . . ان تمام باتوں کو کیسے جانتے ہو؟" مائیکل جوشر نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تفصیل عرض کر دی جائے گی مائیکل جوشر۔ یہی سب کچھ بتلانے کے لیے میں نے یہ موقع فراہم کیا ہے۔ بات دراصل یہ ہے مقدس بزرگ کہ بدقسمتی جب انسان کو گھیرتی ہے تو اُس کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ مجھے تعجب ہے کہ تم نے دو اجنبی انسانوں کو کس طرح اتنی قربت بخش دی۔ کیا تصور تھا تمھارے ذہن میں، پہلے مجھے اس کا جواب دو۔"

مائیکل جوشر عجیب سے انداز میں مجھے اور تہذیب مالکم ایکس کو دیکھتا رہا پھر اُس نے اعتراف کے انداز میں کہا۔ "اب جب میں اس حماقت کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں نے جو کچھ کیا کم از کم مائیکل جوشر جیسی محتاط شخصیت ایسا نہیں کر سکتی تھی بلکہ اس کے پس پردہ کوئی اور قوت کارفرما تھی۔ کیا تم ہپناٹزم کے ماہر ہو اور مجھے ذہنی طور پر معطل کر دیا گیا تھا؟ یقیناً ایسا ہی ہوا تھا ورنہ میں نے اپنی زندگی میں بہت کم لوگوں پر اعتماد کیا ہے . . . . بلکہ اعتماد میری سرشت میں ہی نہیں ہے۔ یقیناً کوئی ایسی قوت مجھے مسحور کرنے کا باعث بن گئی جسے میں نہیں جانتا۔ تم نے ضرور اس سلسلے میں کسی پُراسرار طاقت سے کام لیا ہے۔"

"وہ طاقت میرے ایمان کی طاقت تھی مائیکل جوشر۔ وہ طاقت بے پناہ مظالم کے شکار فلسطینیوں کی آہوں کی طاقت تھی جس نے بہرحال تھوڑی سی ہی سہی لیکن میری مدد ضرور کی ہے۔"

"فلسطینیوں سے تمھارا کیا تعلق؟" مائیکل جوشر نے سوال کیا۔

"وہی بتانے جا رہا ہوں مائیکل جوشر! بات ہو رہی تھی مائیکل دریان کی لیکن نہیں، مائیکل دریان تو ایک درمیانی آدمی تھا۔ تمھارے اس نام نہاد ایبرن ہال میں بہت عرصہ پہلے ایک مسلمان طالب علم علی یار خان نے بڑے بڑے عالموں کے دانت کھٹے کر دیے تھے اور انھیں صیہونیت کی حقیقت بتائی تھی اور اس کے بعد جب چند شر پسند متعصب یہودیوں نے اُس پاکستانی طالب علم کو سبق دینے کے لیے اُس کی ایک دوست لڑکی کو قتل کر دیا تھا تو اس طالب علم نے ایک نقشہ ترتیب دیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ امریکی یہودی اور خاص طور سے تم مائیکل جوشر اس نقشے کو ذہن سے ہٹا نہ سکے ہو گے۔"

"تت . . . تت . . . تمھارا اُس سے کیا تعلق ہے؟" جوشر بولا۔

"میرا ہی نام علی یار خان ہے۔" میں نے کہا اور مائیکل جوشر کا پورا بدن لرز گیا۔ اُس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں۔ اس کے بدن پر نمایاں لرزش طاری تھی۔ تہذیب مالکم ایکس سینے پر دونوں ہاتھ باندھے خاموشی سے کھڑی یہ ڈراما دیکھ رہی تھی۔ میں مائیکل جوشر کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھا اور اُس کی ہر کوشش ناکام بنانے کے لیے تیار۔

مائیکل جوشر مجھے دیکھتا رہا پھر اُس نے کسی قدر سنبھلتے ہوئے کہا۔ "ہاں، علی یار خان کی کہانی میں نے پوری سُنی ہے اور شاید اس بات پر یقین کرنے میں مجھے خاصی دقت پیش آئے گی کہ تم ہی علی یار خان

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو۔ بہر حال چونکہ تم کہتے ہو، اس لیے میں تسلیم کر لیتا ہوں۔ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"درمیان کی کہانی بہت طویل ہے مائیکل جوشر۔ اولیو ہاورڈ سے یقیناً تمہارا رابطہ قائم ہوگا اور ممکن ہے اولیو ہاورڈ نے اپنی بدنصیبی کی داستانیں مفصل طور پر تمھیں نہ سُنائی ہوں۔ مختصر یہ کہ ہاورڈ دنیا کے بیشتر حصوں میں میرا مدِ مقابل رہا اور میرے ہاتھوں شکست کھاتا رہا۔ تب میں نے سوچا کہ جہاں سے میں نے اس سفر کا آغاز کیا ہے، وہیں پر دوبارہ کیوں نہ پہنچوں۔ اولیو ہاورڈ سے اب تک زمین کے مختلف حصوں میں ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں لیکن اب اُس سے اُس کی سرزمین پر ہی کیوں نہ لڑا جائے۔ چنانچہ میں یہاں آ گیا ہوں اور میرا پہلا شکار تم ہو مائیکل جوشر۔ میں اپنی آمد کا اعلان تمہارے حوالے سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھ سے . . . مجھ سے . . . کیا مطلب؟" مائیکل جوشر سہمے ہوئے لہجے میں بولا۔

"مطلب ذرا تفصیل سے ہی بتاؤں گا۔ مجھے تمہاری شخصیت چاہیے۔"

"میں . . . میں اب بھی نہیں سمجھا؟"

"بہت سے کام لینے ہیں تم سے مائیکل جوشر۔ مثلاً یہ کہ ایبرن ہال میں تمہاری بہت بڑی حیثیت ہے۔ مجھے ایسے امریکی یہودی رہنماؤں کی ایک فہرست درکار ہے جو تم سے عقیدت رکھتے ہوں اور صیہونیت کے لیے سرگرمی سے کام کر رہے ہوں۔"

"ان کا کیا کرو گے تم؟"

"یہ سوال کرنے کا حق تمھیں نہیں ہے۔ مائیکل جوشر! صورتِ حال بہت دلچسپ ہے، میں چاہتا تھا کہ کچھ انتظار کر لوں لیکن میری دوست تہذیب مالکم ایکس اس بات کی خواہش مند ہے کہ ایک کام کو نمٹا کر دوسرے کی جانب بڑھا جائے۔"

"تو . . . تم اب کیا چاہتے ہو؟"

"قدم بہ قدم میں تمھیں اپنی کارروائیوں کے بارے میں بتاتا رہوں گا مائیکل جوشر۔ مثلاً اب ہم تمھیں بے ہوش کر کے تمہارے اس تہ خانے میں قید کر دیں گے۔ یہاں سے اس طرح جائیں گے جیسے روزانہ جاتے ہیں۔ اس کے بعد میں یہاں واپس آؤں گا۔ تہذیب نہیں آئے گی۔ میں تمہاری شکل اختیار کر کے یہاں کے امور انجام دوں گا اور پھر تہذیب مالکم ایکس دوسرے دن تنہا یہاں واپس آئے گی اور میں جو تمہارے میک اپ میں ہوں گا اُس سے کام لوں گا اور تم ہماری رہنمائی کرو گے، اُن راستوں کی جانب جو صیہونیت کے ہولناک عزائم کو ناکام بنائیں گے۔"

"میں کبھی نہیں کروں گا یہ۔ میں یہ کبھی نہیں کروں گا۔" مائیکل جوشر نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا۔

"تمھیں یہی کرنا ہوگا مائیکل جوشر۔ آج تک تم حکمرانی کی زندگی گزارتے رہے ہو۔ میں نے تمہاری شخصیت کو بلا وجہ ہی منتخب نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری کیا حیثیت ہے اور تم بھی یہ جان چکے ہو گے کہ علی یار خان جس کام کی ابتدا کرتا ہے، اُسے مکمل بھی کرتا ہے۔" تہذیب خاموش کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا "مجھے تھوڑی دیر کے لیے یہاں سے جانا ہوگا تہذیب۔ اس دوران مائیکل جوشر کی نگراں تم ہو گی۔"

"فکر نہ کرو۔ اگر کوئی کام ہے تو جاؤ۔" تہذیب نے جواب دیا۔ میں تہذیب کو مختلف ہدایات دے کر وہاں سے نکل گیا۔ کام کا آغاز چونکہ اچانک کیا تھا اس لیے اب فوری طور پر کچھ تیاریاں کرنا تھیں۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جب میری واپسی ہوئی تو تہذیب نہایت اطمینان سے مائیکل جوشر کو سنبھالے ہوئے تھی۔ البتہ مائیکل جوشر کی پیشانی زخمی نظر آ رہی تھی اور اُس کا دایاں جبڑا سُوجا ہوا تھا۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور شانے ہلا کر بولا "میں بتا چکا تھا معزز رہنما کہ ہم بھٹکے ہوئے لوگ ہیں، تمہاری اتنی عزت نہیں کر سکیں گے، جتنی تم چاہتے ہو۔ میرا خیال ہے تہذیب، تم نے مائیکل جوشر کے حواس ٹھکانے لگا دیے ہیں۔"

"مقدس بزرگ جمناسٹر بننے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے تو صرف انھیں یہ سمجھایا ہے کہ میرے پاس بھی جمناسٹک کے بہت سے تمغے موجود ہیں۔" تہذیب نے معصومانہ انداز میں کہا اور میں ہنس پڑا۔

"ہماری ڈیوٹی کے اوقات اب ختم ہونے والے ہیں۔ چنانچہ مائیکل جوشر کو ایک لمبی نیند کے لیے آمادہ کر لیا جائے۔"

"نہیں، نہیں۔ تم ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔" مائیکل جوشر نے کہا اور تہذیب نے دونوں آستینیں سمیٹ لیں۔ مائیکل جوشر اُٹھتے اُٹھتے بیٹھ گیا تھا۔

"واہ۔ یوں لگتا ہے تہذیب کہ تم نے دو چار ہاتھوں ہی میں مائیکل جوشر پر خاصا رُعب ڈال دیا ہے۔ بہر حال، میری درخواست ہے معزز بزرگ کہ آپ اس عمر میں مار نہ کھائیں اور رہیں ہماری گستاخیوں پر شرمندہ ہونے کا موقع نہ دیں۔ یہ انجکشن آپ کو بارہ گھنٹے سُلائے رکھے گا۔ بہتر ہے کہ آرام فرمائیے۔"

میں نے اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان میں سے ایک سرنج نکالی اور اس میں کچھ محلول کھینچ کر مائیکل جوشر کے بازو میں انجکٹ کر دیا۔ اس کے بعد میں نے اور تہذیب نے اُسے سہارا دے کر اٹھایا اور مسہری پر لٹا دیا۔ اب اس تہ خانے میں ہمارے موجود رہنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ چنانچہ ہم دونوں باہر نکل آئے اور اس کمرے میں پہنچ گئے جہاں ہمارا کام ہوتا تھا۔ کسی کو ہماری مصروفیات کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یوں بھی یہاں صرف ملازم قسم کے لوگ تھے جنھیں یہ اعتماد تھا کہ ہم مائیکل جوشر کے خاص رازداروں میں سے ہیں اور ہم پر نگاہ رکھنا ضروری نہیں ہے۔ اپنا کام سمیٹ کر ہم باہر نکل آئے۔ تہذیب مالکم ایکس کے چہرے پر لاتعداد سوالات رقصاں تھے۔ اُس کی متجسس آنکھیں مجھ سے بہت کچھ پوچھ رہی تھیں۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا تو وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"کیا بات ہے تہذیب! تم کچھ نروس نظر آ رہی ہو؟"

"نہیں، نروس تو بالکل نہیں ہوں۔" تہذیب نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"کیا تم ڈرائیو کر سکو گی؟"

"میرا مذاق اڑا رہے ہیں مسٹر علی! کیا یہ مناسب ہے؟" تہذیب نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں اُس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔

"اوہ نہیں تہذیب۔ مذاق کا کیا سوال ہے۔ ویسے یہ صورتِ حال مسٹر مائیکل جوشر کے لیے کیسی رہی؟"

"وہ سخت حیران تھا۔ بہت دیر تک مجھے دنیاوی نفع اور نقصان کے بارے میں بتاتا رہا۔ کہہ رہا تھا کہ وہ تو صرف مذہبی آدمی ہے۔ دوسرے معاملات دوسرے لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"وہ جمناسٹک کی بات کیا کہی تھی تم نے؟"

"مسٹر جوشر کا خیال تھا کہ وہ مرد ہیں اور میں محض ایک عورت۔ بیٹھے بیٹھے صوفے سے چھلانگ لگا دی تھی مجھ پر لیکن پھر اُن کی پرواز لمبی ہو گئی اور وہ صوفے سے گزر کر سامنے کی دیوار سے جا ٹکرائے تھے۔ پھر ایک اور ہاتھ اُن کے لیے کافی ہوا اور وہ آرام سے بیٹھ گئے۔"

"خوب!" میں ہنس پڑا۔

"تم نے بڑے طوفانی انداز میں یہ سب کچھ کر ڈالا علی۔ کیا پہلے سے تمہارے ذہن میں یہ پلاننگ تھی کہ آج سے تم اپنا کام شروع کر دو گے؟"

"نہیں تہذیب۔ بس اتفاقات نے وہ سب کچھ کرا دیا جو میں کرنا چاہتا تھا۔ واقعی یہ وقت سے پہلے ہے لیکن میرا خیال ہے ہمیں اس میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

"ہاں، یقیناً۔ ہمارا پروگرام تو پہلے ہی سے تھا لیکن اس بات کا جواب دو کہ کیا اب اس فلیٹ میں رہائش ہمارے لیے مناسب ہے؟ میری رائے میں تو یہ فلیٹ اب ہمارے لیے مخدوش ہو چکا ہے۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"جیلی ہارپر۔ کیا جیلی ہارپر کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ ہم مائیکل جوشر کے لیے کام کر رہے ہیں۔ کیا وہ ہمارے لیے خطرناک نہیں بن جائے گی؟"

"ابھی نہیں ڈیئر! ابھی کہاں۔ ابھی تو مختلف کارروائیوں میں وقت لگے گا۔" میں نے جواب دیا اور تہذیب خاموش ہو گئی۔ میں جانتا تھا کہ اس کے ذہن میں لاکھوں سوالات مچل رہے ہیں۔ میں آہستہ آہستہ ان تمام سوالات کے جوابات بھی دے دینا چاہتا تھا، کیوں کہ تہذیب کو اندھیرے میں رکھنا خود میرے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا۔ وہ ایک بہترین ساتھی تھی۔ عورت ہونے کے باوجود وہ ہزاروں مردوں پر بھاری تھی اور میں اس پر مکمل اعتماد کر سکتا تھا۔

تہذیب مجھ سے سوالات کرتی رہی اور میں ان کے جوابات دیتا رہا۔ جو پروگرام میں نے بنایا تھا اُس کے بارے میں تمام صورتحال تہذیب کو سمجھا دی۔ اور پھر ہم اس پر عمل کرنے کو تیار ہو گئے۔ اس وقت تہذیب کا کوئی کام نہیں تھا چنانچہ میں اسے تفصیلات سے آگاہ کرنے کے بعد اُٹھ کھڑا ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد میری کار کا رُخ جوشو کی طرف تھا۔ میرا معزز بزرگ دوست، نادر جوشو ہمیشہ کی مانند مسکراتے ہوئے مجھ سے ملا اور میرا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ میں جوشو کے پاس تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا اور اسے صورتِ حال سے آگاہ کرتا رہا۔

جوشو کے چہرے پر انتہائی تجسس اور دلچسپی کے آثار تھے۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا "علی یار خان! میں نے تمھیں جس مرحلے پر بھی آزمایا، مکمل پایا۔ یقین کرو ایسے جذبے تو دشمنوں کو بھی دوست بنا دیتے ہیں اور پھر تمہارے کام کا انداز، تمہاری لگن اور تمہاری کارکردگی، تم سے عقیدت پیدا کر دیتی ہے۔ جوشو بوڑھا ہو چکا ہے لیکن نوجوانی کی یادوں کو فراموش نہیں کر سکتا۔ بلند حوصلے والا ہی جانتا ہے کہ کیسے کیا کیا جاتا ہے اور میں نے تمھیں جس مرحلے پر بھی دیکھا، مستعد اور مکمل پایا۔"

"تمہاری دعائیں میرے ساتھ ہونا چاہئیں جوشو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اپنی زندگی کو انتہائی بے حقیقت سمجھتا ہوں۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ مجھے مائیکل جوشر کے میک اپ میں آنا ہے اور یہ میک اپ بیرونی

WWW.PAKSOCIETY.COM

چیزوں سے نہیں بلکہ تمھاری اس ایجاد سے میرے چہرے پر ہونا چاہیے جس میں تم نے کمال حاصل کیا ہے۔"

"اتفاق کی بات ہے کہ میرا وہ ساتھی اس وقت اس عمارت میں موجود ہے جو اس میک اَپ میں ایک روحانی کمال رکھتا ہے۔"

"کیا اب بھی تم اسے میری خوش بختی نہیں کہو گے مسٹر جوشو!"

"یقیناً۔ تمھاری خوش بختی تمھارے ہمراہ چلتی ہے۔"

"تو پھر اسے بلاؤ۔"

تھوڑی دیر کے بعد ایک پستہ قامت چینی ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اپنے مخصوص انداز میں اس نے مجھے تعظیم دی اور جوشو اسے صورتِ حال سمجھانے لگا۔ چینی نے سپاٹ نگاہوں سے جوشو کو دیکھا اور بولا "میں حاضر ہوں۔"

"تم نے کوئی سوال نہیں کیا؟" میں نے کہا۔

"نہیں، سوال کرنا میں گناہ سمجھتا ہوں، جب جوشو کہہ رہا ہے تو کسی سوال کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔"

"تو پھر جاؤ۔ ان کے ساتھ چلے جاؤ۔ اپنے سامان کو ساتھ لے جاؤ۔ اُس چہرے کو دیکھ کر ہی ان کے چہرے کو تبدیل کرنا ہے جس کی جگہ انھیں لینا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں چند لمحات کے لیے اجازت چاہتا ہوں۔" پستہ قامت چینی نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

اس پستہ قامت چینی کا نام تائی چن تھا۔ میں اسے ساتھ لے کر مائیکل جوشر کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ اس کوٹھی میں خفیہ راستوں سے اندر داخل ہونا اب کم از کم میرے لیے مشکل نہیں تھا، چونکہ میں اس کے چپے چپے کا جائزہ لے چکا تھا۔ تائی چن پھرتیلا آدمی تھا۔ ہم دونوں کوٹھی کی عقبی دیوار عبور کر کے اندر داخل ہو گئے۔ شام کے جھٹپٹے اب رات کی سیاہی میں تبدیل ہو رہے تھے۔ ملازمین کی نگاہوں سے بچتے ہوئے ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں تہ خانے میں جانے کا راستہ تھا اور پھر میں تائی چن کے ساتھ تہ خانے میں اُتر گیا۔

مائیکل جوشر صوفے پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ تیز روشنی میں تائی چن نے مائیکل جوشر کے چہرے کا جائزہ لیا اور پھر میرے چہرے کو ٹٹول کر دیکھنے لگا۔ گردن، کان، تمام حصّے اس نے دیکھے، اس کے بعد ایک فیتا نکال کر میرے قدوقامت کا جائزہ لینے لگا پھر اس نے مائیکل جوشر کے قدوقامت کا جائزہ لیا۔ میری طرف دیکھ کر وہ آہستہ سے مسکرایا اور پھر مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد وہ اپنا جادو کا پٹارا کھول کر بیٹھ گیا۔ اس نے میرے چہرے پر جگہ جگہ بڑے ماہرانہ انداز میں وہ لوشن لگانا شروع کر دیا جو چہرے کی ہیئت کو تبدیل کرتا تھا۔ کئی شیشیاں تھیں اور وہ مخصوص قسم کی لکڑی کی تیلیوں سے لوشن میرے چہرے پر لگا رہا تھا۔

کہیں کہیں وہ آہستہ آہستہ انگلی سے میرے چہرے کو تھپتھپاتا... بھی تھا۔

تقریباً بیس منٹ تک وہ اپنے کام میں مصروف رہا اور پھر ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں مجھ سے بولا "بالوں کے سلسلے میں تھوڑی سی دقّت ہو گی لیکن میں کوشش کیے لیتا ہوں۔" اس نے ایک خاص قسم کا برش اور آلہ نکالا پھر آلے کا پلگ سرکٹ میں لگایا اور میرے بالوں کی ہیئت تبدیل کرنے لگا۔

مائیکل جوشر کے بال بھی خاصے گھنے اور خوب صورت تھے۔ میرے بالوں کا اسٹائل تبدیل کر دیا گیا۔ اس دوران چہرے کے وہ حصّے ورم آلود ہو گئے تھے جہاں لوشن لگایا گیا تھا اور جن حصّوں کو پتلا کرنا تھا وہ ہلکے ہو گئے تھے۔

تائی چن نے ناقدانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آئینہ میرے سامنے کر دیا۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں، یہ انوکھا منظر میرے لیے واقعی حیران کن تھا۔ پلاسٹک کا کوئی ٹکڑا میرے چہرے پر نہیں تھا، کوئی ماسک میرے منہ پر نہیں چڑھی ہوئی تھی لیکن میں مائیکل جوشر تھا، بالکل اسی کی مانند۔ میں نے مطمئن انداز میں تائی چن کو دیکھا اور آہستہ سے بولا "مسٹر تائی چن! آپ کا شکریہ ادا کرنا محض ایک رسمی بات ہو گی جو کام آپ نے کیا ہے اس کی داد صرف شکریے سے نہیں دی جا سکتی۔"

"تھینک یو ماسٹر۔ میں خادم ہوں۔" تائی چن نے گردن خم کر کے کہا "میرے لیے اور کوئی ہدایت؟"

"نہیں۔ جوشو کا شکریہ ادا کر دینا اور اس سے کہہ دینا کہ میں مطمئن ہوں، تم اسی راستے سے واپس جاؤ گے تائی چن، چلو میں تمھیں چھوڑ دوں۔"

"نہیں ماسٹر۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چلا جاؤں گا۔" تائی چن نے جواب دیا لیکن میں اُسے تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا چنانچہ تائی چن کو اسی راستے سے دیوار عبور کرا دی اور جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو میں واپس چل پڑا۔

مائیکل جوشر کی حیثیت سے اب مجھے اس عمارت میں نقل و حرکت کی آزادی تھی۔ میں تہ خانے میں پہنچا اور مائیکل جوشر کا لباس اتار کر پہن لیا۔ مائیکل جوشر کو میں نے اسی انداز میں چھوڑ دیا تھا، وہ ساری رات ہوش میں نہیں آ سکتا تھا، صبح کے وقت ہی اس کا ہوش میں آنا متوقع تھا۔ چنانچہ اسے تہ خانے میں اچھی طرح بند کر کے اور اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کسنے کے بعد میں باہر نکل آیا اور رات کو تقریباً تین بجے تک ان کاغذات میں سر کھپاتا رہا جو مائیکل جوشر کی خواب گاہ میں تھے اور جن میں بیک پلان کے بارے میں کچھ تھوڑی سی معلومات موجود تھیں لیکن یہ معلومات نامکمل تھیں۔ سارے راستے

...ہمہ کی جاتے تھے جن کی رہنمائی خط میں کی گئی تھی۔ یاربن وائی کو ...ے بارے میں بھی ابھی تک کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی تھی۔ گرین لاٹ ...ن جیمس کوکر کی شخصیت میرے لیے کچھ اور دلکش بن گئی تھی لیکن ...ن تمام چیزوں کو میں اسی وقت چیک کرنا چاہتا تھا جب پہلے یہاں اپنی آمد ...ا اعلان کر دوں بس یہ بات میرے ذہن پر بھوت کی طرح سوار تھی۔

رات کے آخری حصّے میں نیند آ گئی اور صبح دیر تک سوتا رہا۔

...ائیکل جوشر کے معمولات کے بارے میں مجھے بہت زیادہ معلومات ...اصل نہیں تھیں لیکن ملازمین خود ہی رہنمائی کر رہے تھے۔ پہلا امتحان مجھے ان ملازمین کے سامنے ہی دینا تھا۔ میں نے مائیکل جوشر کے انداز میں انھیں مختلف ہدایات جاری کرنا شروع کر دیں اور اپنے آپ کو بیمار ظاہر کیا۔ ایک ڈاکٹر تقریباً ساڑھے بارہ بجے میرے پاس آیا اور اس نے میرا معائنہ کرنے کے بعد کچھ دوائیں مجھے تجویز کر دیں۔ میرے ملازمِ خاص نے اس کے لیے ڈاکٹر کو فون کیا تھا۔

اس دوران تہذیب مالکم ایکس بھی آ گئی تھی اور تنہا ہی اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد ہی میری اس سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کھو بے بی! تمھارا ساتھی نہیں آیا؟" میں نے کہا اور تہذیب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"نن... نہیں جناب، وہ آج کچھ بیمار ہے۔" وہ بولی اور میں ہنس پڑا۔

"تہذیب! یہ میں ہی ہوں۔" میں نے اسے مزید الجھن میں ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔

"میں تمھاری ہمیشہ معترف رہی ہوں لیکن اس سے بہتر میک اَپ میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا، میں خود ہی اس کی تعریفیں کرتی اچھی نہیں لگتی علی۔"

"یہ جوشو کا کمال ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ اس میک اَپ میں بیرونی اشیاء کا ایک حصّہ بھی استعمال نہیں کیا گیا، صرف میرے چہرے کو متورّم کر کے خدوخال کی نئے انداز میں ترتیب کی گئی ہے۔"

"اور آواز..... ! تم بالکل مائیکل جوشر کی آواز میں بول رہے ہو۔"

"ہاں، اس کے لیے میں تمھارا شکریہ ادا کر سکتا ہوں بے بی!"

"پروگرام کیا ہے؟"

"بہت کچھ دیکھا ہے میں نے تہذیب۔ رات کو کافی دیر تک مصروف رہا ہوں، تم اپنا کام جاری رکھو، اس طرح میرے اور تمھارے درمیان ملاقاتیں بھی رہیں گی اور میں تمھیں اپنے بارے میں تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کرتا رہوں گا۔ ویسے جینی ہارپر سے تو کوئی خاص بات نہیں ہوئی؟"

"کسی سے بھی نہیں۔ اس کے بچّے البتہ آ جاتے ہیں، ان سے ملی تھی۔" تہذیب نے جواب دیا پھر پوچھا "مائیکل جوشر کس حال میں ہے؟"

"صبح سے میری اس سے بھی ملاقات نہیں ہوئی۔" میں نے جواب دیا۔

"ملیں؟"

"ہاں، آؤ، کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور تہذیب کے ساتھ تہ خانے کی طرف چل پڑا۔

مائیکل جوشر ہوش میں تھا اور اپنی جگہ پڑا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھیں شدتِ حیرت سے اُبل پڑیں۔ وہ ہکّا بکّا سا مجھے دیکھتا رہا۔

میں نے اس سے اسی کے لہجے میں کہا "ہیلو! کیسے مزاج ہیں تمھارے؟"

"تم... تم اتنے بڑے شیطان ہو گے، میں نے خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں پھنس گیا ہوں اور یہ سب کچھ میں نے اپنے ہاتھوں سے کیا ہے اس لیے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔"

"اب تم جو کچھ کہو گے میرے لیے کہو گے مائیکل جوشر، میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے ان لوگوں کی فہرست درکار ہے جو اس سلسلے میں اہم حیثیتیں رکھتے ہیں۔ امریکی دولت مند یہودی جو رہنمائی کا جذبہ بھی رکھتے ہیں۔"

"کیا کرو گے ان کا؟"

"یہ سوال کرنے کا تمھیں حق نہیں ہے۔"

"تو پھر جواب دینا بھی میرا فرض نہیں ہے۔" مائیکل جوشر نے جواب دیا۔

آثر نعمانی
بے وقوف
ہر صفحہ قہقہوں سے لبالب
کتابیات پبلی کیشنز ☆ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بہتر ہے مائیکل جوشر، میں جواب لینے کے لیے وہ معزز طریقہ کار استعمال کرتا ہوں جو تم جیسے بزرگوں کے ساتھ کرنا چاہیے۔"

"مثلاً...؟"

"ابھی بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان میں سے ایک اور انجکشن نکال لیا۔ مائیکل جوشر خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا تھا۔ میں نے انجکشن کا سیال سرنج میں کھینچا اور پھر ایک دوسرا سفید انجکشن نکال کر مائیکل جوشر کے سامنے کر دیا۔ "یہ انجکشن جو میں تمھیں لگا رہا ہوں مائیکل جوشر، یہ تمھیں زبان کھولنے پر مجبور کر دے گا اور یہ دوسرا انجکشن تم کو اس تکلیف سے نجات دلا سکتا ہے جو تمھارے جسم میں ابھی ابھی پیدا ہونے والی ہے۔ اذیت پہنچانے کے لیے میرے پاس بہت زیادہ اہم ذرائع نہیں ہیں۔ بس یہ چھوٹے موٹے کام کر کے میں اپنے آپ کو مطمئن کر ہی لیتا ہوں۔"

میں نے تیار شدہ انجکشن مائیکل جوشر کے بازو میں انجیکٹ کر دیا۔ وہ خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ ویسے بھی وہ بہت زیادہ دلیر آدمی نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے چہرے پر کرب کے آثار نمودار ہونے لگے۔

"ارے، ارے... یہ کیا کر دیا تم نے! یہ کیا کر دیا، میرے پورے بدن میں.... میرے پورے بدن میں...۔" مائیکل جوشر اپنے بندھے ہوئے ہاتھ پاؤں کھولنے کی کوشش کرنے لگا اور اس کوشش میں لڑھک کر صوفے سے نیچے آ رہا۔

تڑپتے رہو مائیکل جوشر، تڑپتے رہو لیکن یہ تڑپ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک تم زبان نہیں کھولو گے۔"

"مجھے بچاؤ... بچاؤ مجھے۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخنے لگا۔

میں اور تہذیب مالکم ایکس سکون سے صوفے پر اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ مائیکل جوشر کا چہرہ سُرخ ہو گیا تھا۔ آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ اس کا پورا بدن زمین پر تڑپ رہا تھا۔ وہ سیّال کچھ ایسی ہی خصوصیات کا حامل تھا۔ اس کے بدن میں شدید جلن ہو رہی تھی اور اس جلن کے سبب وہ بے پناہ تکلیف میں تھا۔

"مجھے اس اذیت سے نجات دلا دو۔ جو کچھ کہو گے میں کر دوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں جو کچھ کہو گے کر دوں گا۔"

"ہم تم جیسے معزز انسان کے وعدے پر اعتبار کر سکتے ہیں۔" میں نے کہا اور سفید سیّال کا انجکشن توڑ کر اس کی دوا سرنج میں کھینچ لی اور پھر اُسے مائیکل جوشر کے بدن میں انجیکٹ کر دیا۔

نتیجہ ظاہر ہونے میں چند لمحات لگے تھے۔ اس کے بعد جوشر پُرسکون ہوتا چلا گیا۔ اس کی سانس اب بھی دھونکنی کی مانند چل رہی تھی اور وہ اب بے حد خوف زدہ نظر آ رہا تھا۔

"کیا تھا.... اس میں کیا تھا؟ تم نے مجھے... تم نے مجھے اُدھ مرا کر دیا۔"

"میرے پاس اس سے بھی حسین چیزیں موجود ہیں مائیکل جوشر جو یقیناً تمھیں پسند آئیں گی۔" میں نے کہا اور ایک شیشی جیب سے نکال کر اس کے سامنے کی۔ "یہ پاؤڈر تمھارے جسم کے جس حصے پر بھی پڑے گا، وہاں سے تم کھال اتار دینا پسند کرو گے لیکن بدقسمتی سے اس کے ریشے کھال سے گزر کر گوشت میں اُتر جاتے ہیں چنانچہ اگر تمھارے گوشت میں بھی کھجلی پیدا ہو گئی تو پھر تو تمھیں اپنا گوشت ہی کھرچ کر پھینکنا پڑے گا، سمجھے۔"

"نہیں نہیں، میں اب اپنے اندر اتنی ہمت نہیں پاتا کہ تم سے کسی قسم کا بھی اختلاف کر سکوں۔"

"ان لوگوں کی فہرست...۔" میں نے کہا اور مائیکل جوشر مجھے ان لوگوں کے نام لکھانے لگا۔

دیر تک ہم اس کارروائی میں مصروف رہے پھر اس نے کہا "میرے لیے کچھ کھانے پینے کا بندوبست تو کر دو، شدید بھوک لگ رہی ہے۔"

"ہاں ہاں! کیوں نہیں۔" میں نے کہا اور تہذیب مالکم ایکس کو اشارہ کر دیا۔ تہذیب گردن ہلاتی ہوئی باہر چلی گئی تھی۔

مائیکل جوشر سے مجھے بہت سی ساری معلومات حاصل ہوئیں اور پھر میں نے اس سے سب سے اہم سوال کر دیا یعنی بلیک پلان؟

"اوہ! اس کا مقصد ہے... ہاں، ظاہر ہے تم نے اس خط کو نظر انداز ہرگز نہیں کیا ہو گا۔" مائیکل جوشر نے بے بسی سے کہا۔

"یقیناً..... مائیکل جوشر۔ اور تم نے بھی تو وہ خط دوسرے خطوط میں سے غائب کر دیا تھا۔"

"بدقسمتی تھی میری کہ وہ اس طرح براہِ راست تمھارے پاس پہنچ گیا۔"

"چلو، ٹھیک ہے۔ بہرحال، اب جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے، بلیک پلان کیا ہے؟"

"کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ بلیک پلان صرف اسرائیل کے وزیرِ جنگ کے ذہن میں ہے، اس کی کچھ نشان دہی دوسرے لوگوں کو کی گئی ہے لیکن کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ خفیہ منصوبہ کیا ہے۔ ہاں، اس کی تکمیل کے لیے مختلف لوگوں کو مختلف ذمے داریاں سونپ دی گئی ہیں۔ مثلاً میرے سپرد یہ کام ہے کہ میں تقریباً دو ارب ڈالر اس منصوبے کے لیے فراہم کروں اور اس سلسلے میں انتظامات شروع کر دیے گئے ہیں۔"

"گویا تم بلیک پلان کے بارے میں خود بھی نہیں جانتے ہو؟"

"نہیں۔ یقین کرو نہیں جانتا۔"

"اچھا گرین لاٹ میں جیمس کوکر کیا چیز ہے؟"

"جیمس کوکر...!" مائیکل جوشر نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں، بولتے رہو... بولتے رہو۔"

"جیمس کوکر... درحقیقت معلومات کا خزانہ ہے۔ وہ اسرائیلی انتظامیہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے، یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن تل ابیب کا نمائندہ ہے اور گرین لاٹ میں رہتا ہے۔"

"اس کا پتا؟"

"بس گرین لاٹ پہنچ کر کسی سے بھی اس کے بارے میں پوچھ لو۔"

"اور بارن وائیکو کیا چیز ہے؟"

"میں جانتا ہوں کہ تم سب کچھ جان چکے ہو۔ بارن وائیکو بھی یہودی النسل ہے۔ ہر چند کہ وہ بہت ہی خطرناک قسم کا آدمی ہے لیکن یہودی مقاصد کے لیے کام کرتا ہے اور یہ دو ارب روپے کا فنڈ ہم اسی کے پاس جمع کرا رہے ہیں۔ بارن وائیکو، بلیک پلان کا ایک اہم نمائندہ ہے جسے نمبر آٹھ کا درجہ دیا جاتا ہے۔"

مائیکل جوشر سب کچھ سچ سچ بتانے پر آمادہ تھا۔ میں اس سے بہت سی معلومات حاصل کرتا رہا اور پھر میں نے اس سے آخری سوال کیا۔ "یہاں تمھارا بینک بیلنس کتنا ہے مائیکل جوشر؟"

"کیا مطلب...؟" وہ چونکا۔

"مطلب یہ کہ تمھارا بینک بیلنس کتنا ہے، کتنی نقد رقم مجھے یہاں سے مل جائے گی؟"

"میں بینکوں میں رقم نہیں رکھواتا۔" مائیکل جوشر نے جواب دیا۔

"پھر کہاں رکھتے ہو؟"

"رقم یہیں موجود ہے، میرے پاس۔"

"کہاں، کس جگہ؟" میں نے سوال کیا۔

"کیوں... تم رقم کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"ظاہر ہے، مجھے اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے دولت کی ضرورت بھی ہو گی مسٹر مائیکل جوشر اور یہاں امریکا میں میرے پاس وہ ذرائع نہیں ہیں جن کی مدد سے میں دولت کما سکوں۔ تمھاری رقم اگر میرے کام آ جائے تو پھر یہ تمھارے لیے بھی ثواب کی بات ہے۔"

مائیکل جوشر دانت پیس کر رہ گیا تھا۔ وہ اس ثواب کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا جو صیہونیت کے خلاف اسے ملنے والا تھا۔ بہرحال، اس نے بھاری لہجے میں کہا۔ "دیکھو! اگر تمھیں کچھ پیسوں کی ضرورت ہے تو میں تمھیں فراہم کر سکتا ہوں۔ لیکن... لیکن..."

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی
کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی
مشہور ماہرینِ نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب
احساسِ کمتری
اسباب — تدارک — علاج
اِس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ
احساسِ کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔
کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
کیا آپ واقعی احساسِ کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔
ہو سکتا ہے کہ صرف اِس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے۔
مشہور نفسیاتی ادیب
اسلام حسین
قیمت ۱۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی
SALIM-82

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مائیکل جوشر! میں نے تمھیں جو صیہونیت کے لیے فنڈ دیا تھا وہ میرے اوپر قرض ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ میں بوٹی دے کر بکرا لینے والوں میں سے ہوں۔ میں نے تمھیں وہ رقم دے کر اپنا اعتماد تم پر قائم کیا لیکن اب مجھے اپنے معاملات کے لیے رقم درکار ہے اور اس کے لیے تم سے بہتر آدمی مجھے اور کوئی نظر نہیں آتا۔"

"لعنت ہو تم پر۔ بہرحال میں اس اذیت سے نہیں گزرنا چاہتا جو تم نے مجھے دے دی ہے اور جو تم نے مجھے مزید دینے کی دھمکی دی ہے، میں زندگی کو دنیا کی سب سے قیمتی شے سمجھتا ہوں۔"

"گڈ، عقل مندی کی بات کی ہے۔۔۔ تو پھر وہ رقم۔" میں نے کہا اور مائیکل جوشر نے ایک طرف اشارہ کر دیا۔

دیوار ہی میں ایک چوکور سا سیاہ نشان بنا ہوا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا اور اسے ٹٹولنے لگا۔ میں نے مائیکل جوشر سے اس تجوری کو کھولنے کا طریقہ دریافت کیا اور اس کے بعد جب تجوری کھول کر دیکھا تو میری آنکھیں شدت حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ بہت کچھ تھا اس میں، اتنا کچھ کہ میں امریکا میں ایک شاندار زندگی گزار سکتا تھا۔ میں نے مائیکل جوشر کا شکریہ ادا کیا۔ اسی وقت تہذیب مالکم ایکس ناشتے کی ٹرے اٹھائے ہوئے اندر آگئی تھی۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مائیکل جوشر کو دیکھا اور بولی۔

"آپ کے وفادار ملازموں نے مجھے آپ کے ناشتے کے بارے میں بتا دیا ہے۔ دیکھ لیں، سب چیزیں آپ کی پسند کے مطابق ہی ہیں نا؟"

"میں اب ناشتا نہیں کروں گا۔" مائیکل جوشر نے منہ بنا کر کہا۔

"ارے نہیں نہیں معزز بزرگ! ابھی تھوڑی دیر قبل آپ کہہ چکے ہیں کہ زندگی دنیا کی سب سے قیمتی شے ہے اور زندہ رہنے کے لیے کھانا ضروری ہوتا ہے۔ دیکھیے نا، آپ کتنے دن بھوکے رہ سکتے ہیں؟"

"یہ اچانک مسٹر جوشر کی بھوک کیوں اڑ گئی؟ ابھی تو یہ سخت بھوکے تھے!" تہذیب نے کہا۔

"ہاں۔ یہ کاغذ کے منحوس ٹکڑے انسان سے بہت کچھ چھین لیتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"کاغذ کے ٹکڑے!" تہذیب تعجب سے بولی۔

"جاؤ دیکھ لو اور عبرت حاصل کرو۔ انسان عمر کی کسی منزل میں ہو، ان سے پیار ضرور کرتا ہے۔" میں نے تجوری کی طرف اشارہ کیا اور تہذیب تجوری کی طرف بڑھ گئی۔

"خوب! یہ مائیکل جوشر کی دولت ہے؟" اس نے کہا۔

"اب ہماری ہے۔ مسٹر جوشر نے سوچا کہ جو شے اس بُرے وقت میں ان کا ساتھ نہ دے سکی، اسے رکھ کر کیا کریں گے۔"

"لیکن یہ دولت تو ان کے مشن کی امانت ہوگی؟"

"نہیں، یہ مسٹر جوشر کا ذاتی اثاثہ ہے۔ ویسے ہم نے ایک نیک کام کیا تھا جس کا ہمیں صلہ ملا ہے۔"

"نیک کام؟"

"لنگڑی صیہونیت میں لکڑی کی ٹانگ لگوانے کے لیے رقم کی ضرورت تھی نا، ہم نے اس میں ایک فنڈ دیا تھا۔"

"ہاں، قرض لے کر؟" تہذیب بے چارگی سے بولی۔

"دیکھ لو، اس کا کیسا صلہ ملا۔" میں نے کہا اور تہذیب ہنس پڑی۔

"وہ جو کہتے ہیں، ایک نیکی کرو، اس کا ستر گنا ثواب ملے گا لیکن میرا خیال ہے یہ رقم تو ستر گنا سے بھی زیادہ ہے۔"

"ہمیں ثواب کچھ زیادہ تناسب سے مل گیا ہے۔" میں نے کہا۔

جوشر کی غصے سے بُری حالت تھی۔ اس وقت اس نے ناشتا بھی نہیں کیا۔ وہ سخت ہیجان کا شکار تھا لیکن ہمیں اس کی کسی بھی کیفیت سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

مائیکل جوشر پوری طرح قابو میں آگیا تھا۔ وہ بہت زیادہ مزاحمت کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ چند باتوں میں اس نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو میں نے اس کا دماغ درست کر دیا۔ ظاہر ہے، مجھے اس سے عقیدت تھی، نہ محبت۔ وہ نسلاً یہودی تھا اور مجھے بھلا اس سے کیا ہمدردی ہو سکتی تھی۔ میں نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دے لیا تھا اور اس کے تحت عمل کر رہا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس دُہری زندگی گزار رہی تھی۔ وہ جوشو کے فلیٹ میں بھی رہتی تھی لیکن زیادہ تر وقت اس کا مائیکل جوشر کی کوٹھی میں گزرتا تھا۔ ابھی تک کسی کو میری شخصیت پہ کوئی شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ بے شمار لوگوں سے اس دوران ملاقات ہوئی تھی اور ایک بار ایبرن ہال بھی گیا تھا لیکن ایک بیمار آدمی کی حیثیت سے، اس کی تصدیق ڈاکٹر نے کر دی تھی۔ ڈاکٹر سے میرا مسلسل رابطہ تھا۔ بعض اوقات مجھے ہنسی آنے لگتی تھی کہ ڈاکٹر میرا کس چیز کا علاج کر رہا ہے۔ انجکشن وغیرہ تو اس نے کوئی نہیں لگایا تھا، دوائیں ہی لکھ دیا کرتا تھا اور ظاہر ہے، ان میں سے کوئی دوا میں استعمال نہیں کر رہا تھا۔ بہرطور ڈاکٹر کا کام چل رہا تھا۔ مجھے اس سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔ البتہ اس کی وجہ سے میں بیمار مشہور ہو گیا تھا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ ڈاکٹر بھی مائیکل جوشر کا خصوصی معالج تھا اور خود بھی یہودی تھا، اور ایبرن ہال کی تقاریب میں شریک ہوتا تھا۔ چنانچہ میری تھوڑی سی بدلی ہوئی آواز، تھوڑا سا بدلا ہوا انداز سب نے ہی قبول کر لیا کیونکہ یہ ایک

بیمار آدمی کا انداز تھا۔

ایبرن ہال کی اس تقریب میں، میں نے کسی قسم کی سرگرمی کا مظاہرہ نہیں کیا، لیکن مجھے بہت سی معلومات یہاں سے حاصل ہوئیں۔ بہت سے لوگوں سے میرا رابطہ ہوا۔ اور ان میں پانچ شخصیتیں وہ تھیں، جن کی فہرست میرے پاس موجود تھی۔ میں نے کُل آٹھ آدمیوں کا انتخاب کیا تھا، جنھیں میں اپنا شکار بنانا چاہتا تھا۔ یہ آٹھوں آدمی صیہونی مقاصد کی تکمیل کے لیے انتہائی سرگرم تھے اور امریکا میں نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ میں اپنے کام کی ابتدا یہیں سے کرنا چاہتا تھا۔ اس دوران دوسرے کام بھی جاری تھے۔ چنانچہ ایک مخصوص طریقے سے کام لیتے ہوئے میں نے تہذیب کے ذریعے شہر کی ایک معروف شاہراہ پر ایک بہت بڑا سائن بورڈ حاصل کیا۔ ہورڈنگ کی جگہ منتخب کرنے کے بعد میں نے اس کی تعمیر کا حکم دے دیا۔ یہ ہورڈنگ لوہے کے ستونوں پر ایک بہت بڑے پلائی وڈ کے بورڈ کی شکل میں تھا۔ بظاہر اس کا مائیکل جوشر سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن میں اس پر بڑی محنت سے کام کرا رہا تھا اور تہذیب اس میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

ہورڈنگ پر مخصوص رنگ کی آؤٹ لائن لگائی جا رہی تھی۔ اور کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس آؤٹ لائن کا مقصد کیا ہے۔ ہورڈنگ بنانے والوں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔ یہ کام بڑی دلجمعی سے جاری تھا اور میرے ذہن میں خوفناک منصوبے پرورش پا رہے تھے۔

تقریباً ستائیس دن کی مسلسل محنت کے بعد میں نے اس سلسلے میں اپنی تمام کارروائی مکمل کر لی ـــــ ہورڈنگ پر اب فلسطین کا نقشہ بن چکا تھا، لیکن کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ فلسطین کا نقشہ ہے۔ ہورڈنگ بنانے والوں کا کام ختم ہو گیا تھا۔ اس پر کوئی تحریر بھی نہیں تھی جس سے کسی بات کی وضاحت ہو سکے۔ دیکھنے والوں نے یہی سمجھا ہوگا کہ کوئی کمپنی اپنی کسی پروڈکشن کی تشہیر کرنا چاہتی ہے۔ اب میں اپنے کام سے مطمئن تھا۔ ہرچند کہ یہ سب کچھ بے حد خطرناک تھا لیکن میں اپنے آپ کو اسی طور امریکا میں روشناس کرانا چاہتا تھا۔

اٹھائیسویں دن میں نے ان تمام لوگوں کو خفیہ دعوت نامے جاری کر دیے جن کے نام میری فہرست میں تھے، یعنی وہ آٹھ افراد جو میرا شکار تھے۔ میں نے انھیں اپنی کوٹھی پر ایک خاص سلسلے میں مدعو کیا تھا۔ رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے وہ سب میری کوٹھی پر پہنچ گئے۔ تہذیب مالکم ایکس کو میں نے خصوصی ہدایات جاری کی تھیں، چنانچہ وہ خصوصی انتظامات کے ساتھ موجود تھی۔ ان کے درمیان مسرت کا اظہار کرتے ہوئے میں نے ان سے کہا کہ میں اپنے ایک منصوبے کو عملی جامہ پہنانا چاہتا ہوں جس کے لیے مجھے ان کی مدد درکار ہے۔ ان سب نے مجھ سے بہت زیادہ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہر خدمت کے لیے تیار ہیں۔ میں نے ان سے مختلف موضوعات پر باتیں کیں۔ ان کے بارے میں بہت سی گفتگو ہوئی، یہاں تک کہ کھانے کا وقت ہو گیا اور میں نے ان کی رہنمائی اس بڑے ہال کی جانب کی جہاں تہذیب اُن کی پیشوائی کے لیے موجود تھی۔ ایک لمبی سی میز پر ملازمین کھانا لگانے کے بعد ہال سے رخصت ہو گئے تھے۔ وہ اس قسم کی خفیہ دعوتوں کے آداب سے واقف تھے چنانچہ انھوں نے وہی کیا جس کا حکم انھیں تہذیب نے دیا تھا۔ تہذیب کو میں نے اپنی ایک خاص سیکرٹری کی حیثیت سے روشناس کرایا تھا۔ اور وہ مؤدبانہ انداز میں اپنا کام انجام دے رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے مخصوص ڈشیں ان لوگوں کے سامنے پیش کیں۔

کھانے والے پیٹ بھر کر کھا چکے تو ان کی حالت خراب ہونا شروع ہو گئی۔ ملازمین نے جو کھانا سرو کیا تھا وہ عمدہ اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک تھا مگر تہذیب نے اپنے ہاتھوں سے جو جو ڈشیں ان لوگوں کے سامنے پیش کی تھیں، ان پر اس کے ہاتھ کی صفائی کام کر گئی تھی۔ اور ان میں نہایت سریع الاثر زہر شامل کر دیا گیا تھا جو بے مزہ اور بے رنگ تھا۔ البتہ اس کی کارکردگی نہایت شاندار تھی اور اس کارکردگی کا نظارہ ان آٹھوں افراد کی لاشوں کی شکل میں موجود تھا۔ وہ سب اپنی کرسیوں سے پشت لگائے خلا میں گھور رہے تھے۔ زہر نے ان کے دلوں کی حرکتیں اچانک بند کر دی تھیں اور وہ اپنی پوزیشن تک تبدیل نہیں کر سکے تھے۔ تہذیب سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اور اس کے چہرے پر عجیب سے آثار تھے۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا، ان نگاہوں میں یقینی طور پر دہشت ہوگی چونکہ آٹھ آدمیوں کی ہلاکت معمولی بات نہیں تھی۔

"تہذیب۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔ "بہت عرصے پہلے جب کیلی فورنیا یونیورسٹی کا ایک طالب علم جو پاکستان کا رہنے والا تھا، حق گوئی پر اُترا تو اس کا مذاق اُڑایا گیا اور اس کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا گیا تب اس نے ایک نقشہ ترتیب دیا تھا، ایک ایسا نقشہ جس میں فلسطین کو دکھایا گیا تھا، اور یہ پیش گوئی کی گئی تھی کہ بہت جلد فلسطین کے سینے کا ناسور اسرائیل فنا ہو جائے گا۔ تمھیں یاد ہوگا تہذیب کہ وہ ہورڈنگ جو اس مخصوص شاہراہ پر بنایا گیا ہے، ایسے ہی نقشے کا حامل ہے، بس ایک چھوٹی سی تحریر اگر اس پر نقش کر دی جائے تو ہمارا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تہذیب کی آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئیں، پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تو... تو کیا.... ؟"

"ہاں تہذیب آج رات یہی سب کچھ ہوگا۔ میں تمام انتظامات کر چکا ہوں۔"

تہذیب نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر گردن ہلا دی۔ میں اس سلسلے میں واقعی تمام انتظامات کر چکا تھا۔ چنانچہ رات کی تاریکی میں .... سیاہ رنگ کی ایک ویگن ان آٹھوں لاشوں کو لے کر چل پڑی، جسے تہذیب ڈرائیو کر رہی تھی۔ میں ویگن کے عقبی حصّے میں موجود تھا۔ تہذیب سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری فطرت میں اس قدر وحشت نمایاں ہو سکتی ہے۔

پہلی لاش میں نے ایک مضبوط کیل کے ذریعے ہورڈنگ کے ایک آخری گوشے پر لگائی اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے وہ تمام لاشیں اس عظیم الشان سائن بورڈ پر لوہے کی کیلوں سے ٹانگ دی گئیں، پھر میں نے رنگ کا ڈبا اور برش نکالا اور صرف ایک جملہ لکھا۔

"اولیو ہاورڈ جانتا ہے اور دیگر لوگ بھی نہ بھولے ہوں گے۔ ایسرن ہال کے بڑ بولے کی طرف سے۔"

یہ الفاظ لکھنے کے بعد میں نے ناقدانہ نگاہ اپنی اس تشکیل پر ڈالی اور اس کے بعد وین میں بیٹھ کر میں واپس چل پڑا۔ میری اپنی حیثیت مائیکل جوشر کے میک اَپ میں محفوظ تھی اور اس وقت تک جب تک کسی کو مائیکل جوشر پر شبہ نہ ہو جائے، مجھے اپنی جگہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ میں اطمینان سے واپس مائیکل جوشر کی کوٹھی میں آ گیا اور اس کے بعد میں نے اور تہذیب نے مل کر وہ تمام نشانات مٹانا شروع کر دیے جو ہماری طرف رہنمائی کر سکتے تھے۔ ویگن کو صاف کر دیا گیا۔ ڈائننگ ٹیبل پر سے تمام نشانات ختم کر دیے گئے۔ مائیکل جوشر کو ابھی میں نے زندہ رکھا تھا کیوں کہ یہ شخص کسی بھی موقع پر ہمارے کام آ سکتا تھا۔ اس تمام کارروائی سے فارغ ہونے کے بعد صبح کو تقریباً ساڑھے پانچ بجے ہم لوگ آرام کرنے لیٹ گئے۔ اس رات میں نے تہذیب کو واپس نہیں جانے دیا تھا۔ میں معمول سے ہٹ کر کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس دوران میں نے کوٹھی میں موجود ملازموں کا جائزہ لے لیا تھا۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جو مائیکل جوشر کے کسی بھی معاملے پر نگاہ رکھتا ہو یا اس میں دلچسپی لیتا ہو۔

تہذیب اس کارروائی سے بہت دہشت زدہ تھی۔ اس کی خاموشی اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ وہ مجھ سے اس وحشت کی "تم بہت متاثر ہو تہذیب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں علی۔ میں تمھارے جذبات سے واقف ہوں لیکن امریکا میں یہ سب کچھ کر کے تم نے بہت بڑا قدم اٹھایا ہے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا تہذیب میں یہاں اپنی آمد کا اعلان اپنے معیار کے مطابق کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ تمھارے خیال میں کیا امریکی محکمے حقیقت کا کھوج نہیں لگائیں گے؟"

"ضرور لگائیں گے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا انھیں اس کوٹھی پر شبہ نہ ہوگا، کیوں کہ کسی نہ کسی طرح یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ سب لوگ ایک مخصوص وقت پر یہاں جمع ہونے تھے۔"

"بے شک، یہ ثابت ہو جائے گا لیکن بہت دیر کے بعد۔ اور اس سمے تک ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔ میں نے ان لوگوں کو تحریری دعوت نامے نہیں بھیجے تھے اور میرے فون خود انھوں نے وصول کیے تھے، اس انکشاف میں دیر لگے گی۔"

"کیوں نہ ہم یہاں سے نکل چلیں؟"

"ابھی نہیں تہذیب۔ میں یہاں رک کر اپنے دوست کا انتظار کروں گا۔"

"کون سے دوست کا؟"

"امریکا میں ایک ہی سب سے بڑا دوست ہے میرا اور وہ ہے اولیو ہاورڈ۔"

"تہذیب نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اور پھر اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ وہ غالباً سو گئی تھی۔ دوسرے دن صبح اس وقت آنکھ کھلی تھی، جب کوئی زور زور سے میری خواب گاہ کا دروازہ دھڑدھڑا رہا تھا۔

یہ ایک بوڑھا ملازم جوزف تھا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے خواب گاہ سے باہر نکل کر پوچھا۔

"بہت خوفناک واردات ہوئی ہے جناب! مسٹر راشر، موشے رہیان، لوشے ہائن اور دوسرے بہت سے لوگ وحشیانہ انداز میں قتل کر دیے گئے ہیں۔"

"کیا...؟" میں خوف زدہ انداز میں بولا۔

"یہ... یہ دیکھیے..." ملازم نے اخبار میرے سامنے کر دیا۔ میں نے گرنے سے بچنے کے لیے دروازے کا سہارا لیا تھا اور پھر میں نے ملازم کو جانے کا اشارہ کیا۔

تہذیب بھی اٹھ کر میرے پاس آ گئی تھی۔ میں نے اخبار سامنے پھیلا لیا۔ سب کچھ توقع کے عین مطابق تھا۔ لوگوں کی یادداشت اتنی خراب بھی نہیں تھی کہ وہ علی یار خان کو بھول جاتے۔ میرا نام صاف

[لکھ]ا گیا تھا اور اس کے ساتھ پرانا واقعہ دُہرایا گیا تھا۔ ان بڑے [رہنما]ؤں کے قتل پر سخت رنج و غم کا اظہار کیا گیا تھا۔ پورا اخبار بھرا [ہوا] تھا۔ ہورڈنگ کی تصویر نمایاں طور پر شائع کی گئی تھی جس پر لاشیں کیلوں [س]ے ٹنگی ہوئی تھیں۔ بڑے بڑے جذباتی جملے لکھے گئے تھے۔ اس [وا]ردات کو اس صدی کی سب سے ہولناک واردات قرار دیا گیا تھا۔ [م]یرے بارے میں بڑی تفصیلات لکھی گئی تھیں۔ غرض وہ سب کچھ تھا [ج]و میں چاہتا تھا اور اب اس میں کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ وہ لوگ [پ]وری طرح اس واردات کا ذمے دار علی یار خان [ک]و قرار دیتے ــــ اخبار کی معلومات محدود نہیں تھیں۔ اس نے اولیو ہاورڈ کا نام صاف لکھا تھا اور اس تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ اولیو ہاورڈ نے اس دوران علی یار خان کے لیے اپنی تمام سرگرمیاں ترک کر دی تھیں اور صرف اسی کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ دنیا کے مختلف گوشوں میں اولیو ہاورڈ نے علی یار خان کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں ناکام رہا تھا۔ بعض بیانات میں میری اس سرگرمی کی وجہ اولیو ہاورڈ ہی کو قرار دیا گیا تھا اور اس پر الزام لگایا گیا تھا کہ اگر وہ اس مسئلے کو ایک عام مسئلہ قرار دیتا اور اس میں خصوصی سرگرمی نہ دکھاتا تو انتقام کے یہ شعلے اس حد تک بلند نہ ہوتے اور یقینی طور پر یہ مسئلہ دب جاتا۔ ہاورڈ ہی کے جنون کا نتیجہ ان آٹھ رہنماؤں کے قتل کی شکل میں ظاہر ہوا ہے، علی یار خان کو یقینی طور پر اس حد تک مشتعل کر دیا گیا کہ وہ امریکا واپس آ کر اولیو ہاورڈ کو چیلنج دے۔

تمام خبریں پڑھنے کے بعد میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ سرخ نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تہذیب، اس جنگ کی ابتدا میں جس پیمانے پر چاہتا تھا اسی پیمانے پر ہوئی ہے، میرا مقصد پورا ہو گیا اور اب میں اپنے اصل مشن کے راستے پر چل پڑا ہوں۔"

"لیکن علی! کیا تم یہ بات نہیں محسوس کرتے کہ ہم صرف دو افراد امریکی محکموں سے کس طرح نبرد آزما ہو سکتے ہیں۔ بات صرف امریکی یہودیوں کی نہیں بلکہ اس واردات کے بعد تو ظاہر ہے پولیس اور دوسرے محکمے بھی ہمارے پیچھے لگ جائیں گے۔"

"یہ مجبوری تھی تہذیب، ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔"

"تو پھر اب کیا پروگرام ہے، تم نے اچھی طرح ان خبروں کو پڑھا ہوگا، بظاہر تو ان میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی جس میں کسی کا شبہ مائیکل جوشر کی جانب جائے۔ ایک بات اور بتاؤ علی، جن لوگوں سے تم نے وہ ہورڈنگ تعمیر کرایا، کیا وہ تمھاری نشاندہی نہیں کر سکتے؟"

"نہیں ڈیئر۔ خدا پر بھروسا رکھو۔ بظاہر میں نے کوئی کچا کام نہیں کیا ہے، اپنے آپ کو ہر طرح محفوظ رکھ کر ہی تمام اقدامات کیے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم محتاط رہیں گے۔ اب میری ہدایات سنو تہذیب فی الحال تم فلیٹ میں واپس جاؤ اور کل سے یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ میں تم سے خود ہی رابطہ قائم رکھوں گا۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی تم سے کہنا ہے، وہ یہ کہ اس دوران کسی بھی طرح جوشو سے رابطہ قائم کر کے اسی بلڈنگ میں کسی بھی قیمت پر ایک فلیٹ اور حاصل کر لو تاکہ اگر کسی طرح ہمارے فلیٹ کی نشاندہی ہو جائے تو ہم کسی بدلی ہوئی شکل میں اس دوسرے فلیٹ میں منتقل ہو سکیں۔ یوں تو میں اور بھی انتظامات کر رہا ہوں لیکن یہ کام تم اپنے طور پر کر لو اور پھر اپنے فلیٹ تک محدود ہو جاؤ۔"

"ٹھیک ہے، میں جانتی ہوں کہ تم بلا وجہ کوئی بات نہیں کہتے۔"

"ہاں تہذیب، کھیل شروع ہو چکا ہے، جہاں تک ممکن ہو سکا، میں اس کھیل سے نمٹوں گا اور جب صورتِ حال ایسی ہوئی کہ میرا یہاں سے ہٹ جانا ضروری ہو گیا تو پھر میں یہاں سے ہٹ جاؤں گا۔ اس کے بعد ہی ہم آئندہ کے لیے مزید فیصلے کریں گے۔"

"اوکے۔" تہذیب نے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے اسے رخصت کر دیا۔

مائیکل جوشر کے میک اَپ میں اس واردات کے بعد جو صورتِ حال ہونا چاہیے تھی، اس کا میں نے پوری طرح اہتمام کیا۔ میں نے ڈوبتے لہجے میں اپنے اس ملازم سے کہا کہ میرے معالج کو فوراً طلب کر لیا جائے اور میری کیفیت دیکھ کر ملازم نے فوراً ہی ڈاکٹر کو طلب کر لیا تھا۔ میں نے انتہائی کوشش سے اپنے آپ کو اس طرح بنا لیا جیسے شدید ذہنی کرب کا شکار ہوں۔ ڈاکٹر نے مجھے طاقت کے دو انجکشن دیے اور صورتِ حال دریافت کرنے لگا۔ کسی حد تک سنبھلنے کے بعد میں نے اخبار اس کے سامنے کر دیا اور ڈاکٹر ششدر رہ گیا۔ پھر اس نے مجھے تسلیاں دیں اور خود کو پُرسکون رکھنے کا کہہ کر رخصت ہو گیا۔ ملازموں کو اس نے ہدایات دے دی تھیں کہ کم از کم شام کو پانچ بجے تک مجھے کسی سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس دوران کیا ہوتا رہا، مجھے اس کے بارے میں نہیں معلوم۔ البتہ رات کو سونے میں جو کسر باقی رہ گئی تھی، وہ میں نے مزے کی نیند لے کر پوری کی۔ موقع ملا تھا تو اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا۔

رات کو انتظامیہ کے کچھ افراد میرے ڈاکٹر کی معیت میں میرے پاس پہنچے تھے۔ میں نے شدید درد و کرب کے آثار چہرے پر پیدا کر کے ان سے ملاقات کی اور وہ مجھ سے مقتولین کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے۔ میں نے غم زدہ لہجے میں کہا۔ "میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس نقصانِ عظیم کے پورا ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا جن لوگوں کے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کیا گیا ہے، وہ صیہونیت کے ستون تھے۔ ان کا ہمارے درمیان سے اُٹھ جانا ہمارے لیے انتہائی تاریک راستے کھولتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ان کی کسر کیسے پوری ہوگی۔ ان لوگوں کی غیر موجودگی نے میرے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے ہیں اور جو مشن میں لے کر چل رہا تھا، مجھے یقین ہے کہ اب میں اُسے پورا نہ کر سکوں گا۔"

لوگ مجھے تسلیاں دینے لگے۔ ایک آفیسر نے مجھ سے کہا کہ میں اپنے آپ کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کروں کیوں کہ ان لوگوں کی غیر موجودگی میں میری ذمّے داریاں کچھ اور بڑھ گئی ہیں۔

"میں نہیں جانتا... میں نہیں جانتا کہ میں کس طرح اپنے آپ کو سنبھال پاؤں گا۔"

یہ سلسلہ جاری رہا، مجھ سے مختلف لوگ ملنے آئے اور میں نے بستر پر پڑے پڑے ان سے ملاقات کی۔ اس دوران میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ بس ہلکی سی غذا جوس وغیرہ لے لیتا تھا تاکہ جسمانی صحت بالکل ہی تباہ نہ ہو جائے لیکن میرے اُترے ہوئے چہرے اور ناگفتہ بہ کیفیت کو ہر شخص ہی محسوس کر رہا تھا۔ تہذیب سے اس دوران صرف دو بار چند جملوں میں گفتگو ہوئی تھی۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ مطمئن رہو سب ٹھیک ہے، تہذیب نے کہا تھا کہ وہ بالکل مطمئن ہے اور صورتِ حال پر پوری پوری نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ جوشو کی عنایات جاری ہیں اور وہ کر دیا گیا ہے جس کی خواہش کی گئی تھی۔ گویا سب کچھ میری مرضی کے مطابق تھا۔

اس کے بعد پہلی فرصت میں، میں نے مسٹر جوشر کی دولت جو کرنسی کی شکل میں تھی، یہاں سے منتقل کر دی۔ اس کے لیے مجھے تہذیب کو خفیہ طور پر طلب کرنا پڑا تھا اور رات کی تاریکی میں عقبی دیوار کے دوسرے حصّے سے تہذیب نے نوٹوں کے بنڈل وصول کیے اور انھیں لے کر چل پڑی۔ اس نے دوسرے دن مجھے فون پر اطلاع دی کہ اس نے ان چیزوں کو بڑی ذہانت سے محفوظ کر دیا ہے۔ سب سے زیادہ انتظار مجھے جس شخص کا تھا، وہ ابھی تک میرے پاس نہیں پہنچا تھا۔ باقی ہنگامے بدستور تھے۔ غالباً آٹھویں دن تل ابیب سے کچھ رہنما مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے آئے، یہ دینی عالم ہی تھے اور ان کے ساتھ دو فوجی افسر بھی تھے۔ میں نے ان کا استقبال کیا لیکن دسیل جیئر پر بیٹھ کر چونکہ ڈاکٹر کے بیان کے مطابق میرے اندر بے پناہ کمزوری پیدا ہو گئی تھی۔

ایک عالم نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا "بہتر ہوگا کہ آپ کچھ دن کے لیے امریکا چھوڑ دیں۔ یہاں آپ کے ذہن پر وہ تمام چیزیں سوار رہیں گی جو آپ کے لیے مہلک ہو سکتی ہیں۔ ہمیں آپ کی اشد ضرورت ہے، ہم آپ کو اس کیفیت میں نہیں دیکھ سکتے۔"

میں نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جواب دیا کہ صورتِ حال کچھ بھی ہو، میرا یہاں رہنا ضروری ہے۔ میں نے اس شخص علی یار خان کے بارے میں تل ابیب کے رہنماؤں سے مفصّل گفتگو کی اور ان کے چہروں پر جو بے بسی اور جو کرب دیکھا، اس نے مجھے فخر سے پھلا دیا۔ میں کسی کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ وہ لوگ جلیش کھا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں ان کے لیے ایک ایسا عذاب ہوں جس کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جا سکتا۔

"کیوں نہ حکومتِ پاکستان سے اس سلسلے میں احتجاج کیا جائے اور علی یار خان کے اہلِ خاندان کو ان معاملات میں ملوّث کیا جائے؟" میں نے تجویز پیش کی۔

"نہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ علی یار خان کی شہریت اب پاکستان کی نہیں ہے۔ جس وقت وہ امریکا میں مقیم تھا اس وقت بے شک اُسے پاکستانی باشندہ کہا جا سکتا تھا لیکن امریکا سے نکلنے کے بعد اس نے کبھی پاکستان کا رُخ نہیں کیا۔ اسے بیروت کی شہریت مل گئی تھی چنانچہ اب حکومتِ پاکستان سے اس سلسلے میں احتجاج بے کار ہے۔"

میری یہ کوشش بھی میری ہی تسلی کے لیے تھی کہ کم از کم ان لوگوں کو یہاں بھی بے بسی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ان آٹھوں افراد کی مصروفیات کے بارے میں تحقیقات کی جا رہی تھی۔ اخبارات کے بیانات سے اس تحقیقات کے نتائج مسلسل سامنے آ رہے تھے۔ وہ لوگ اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ یہ آٹھوں افراد اس رات کسی خفیہ پروگرام کے تحت نکلے تھے اور کسی کو بتائے بغیر کہیں چلے گئے تھے اور اس کے بعد اُن کی لاشیں ہی نظر آئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ان کی گاڑیاں شہر کے مختلف حصّوں میں پائی گئیں لیکن اس سے کسی خاص پہلو کا تعیّن نہیں ہوتا تھا۔

میرے ذہن میں اب ایک خدشہ اور بھی پیدا ہو گیا تھا جس کے لیے میں نے تہذیب سے رابطہ قائم کر کے مسٹر جوشو کو ایک پیغام بھجوا دیا۔ میں نے تہذیب سے کہا تھا کہ وہ مسٹر جوشو سے کہے کہ اب وہ مجھ سے قطعی لاتعلق رہیں اور کسی بھی طرح مجھ سے تعلّق کا اظہار نہ کریں۔

تہذیب نے اس گفتگو کے بعد مجھے اطلاع دی کہ انتظامیہ کے افراد نے مسٹر جوشو کو دو دن اور دو رات اپنی تحویل میں رکھا ہے اور مسٹر جوشو ہی نہیں بلکہ لوئی شی بھی پولیس کے عتاب کا شکار رہی ہے اور ان لوگوں سے مختلف طریقوں سے میرے بارے میں پوچھا گیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں کارروائی کرنا مناسب سمجھا اور نہایت غور و خوض کے بعد ایک رات میں اپنی جگہ سے نکل کر تھوڑے فاصلے پر بنے ہوئے ایک ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو گیا۔ میں نے وہاں سے پولیس کے ایک اہم محکمے کو ٹیلیفون کیا اور جب ٹیلیفون ریسیو کر لیا گیا تو میں نے ان سے کہا "میں علی یار خان ہوں۔ یہاں میری آمد صرف اولیو ہاورڈ کے لیے ہے اور میں نے اولیو ہاورڈ کو دنیا کے ہر گوشے میں ناکامی اور شکست سے دوچار کرنے کے بعد امریکا آ کر اس سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں اگر میرے ساتھ کسی کو ملوث سمجھا جائے گا تو یہ صرف انتظامیہ کی نااہلی ہوگی۔ میں اپنی ذاتی جنگ میں کسی اور کو الجھانا نہیں چاہتا۔ میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں اپنے طور پر کر رہا ہوں۔" یہ بات کہنے کے بعد میں نے فون بند کیا، اپنے تمام نشانات مٹائے، یہاں تک کہ فرش سے جوتوں تک کے نشانات بھی صاف کر دیے تاکہ کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ اس کے بعد میں باہر نکل آیا۔

مسٹر مائیکل جوشر تہ خانے میں مزے کی زندگی گزار رہے تھے، انھوں نے اپنے آپ سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ باہر کے حالات کی میں نے انھیں ابھی ہوا نہیں لگنے دی تھی کہ خواہ مخواہ جذباتی ہو جاتے اور ممکن ہے جوش کے عالم میں کوئی ایسی حماقت کر بیٹھتے کہ مجھے ان کی زندگی کا فوری خاتمہ کرنا پڑتا۔

مزید دو دن انتظار کرنا پڑا اور تیسرے دن... ہاں تیسرے دن میرا سب سے پیارا دوست، سب سے عزیز ساتھی اولیو ہاورڈ مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے آیا۔ اس کے ساتھ سی آئی اے کے چار افراد تھے جو بہت ہی چاق و چوبند اور مستعد نظر آتے تھے۔ میرے پاس پہنچنے کے بعد اس نے بڑی گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا اور پھر افسوسناک لہجے میں بولا "میں آٹھ افراد کے قتل کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔ مائیکل جوشر جن کی جدائی ہمارے سینوں پر گہرے داغ چھوڑ گئی ہے۔ آپ کے ڈاکٹر سے مل کر مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مجھے آپ کو زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہیے۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس رات وہ تمام افراد کہاں جانے کے لیے نکلے تھے؟ یہ سوال میں آپ سے اس لیے کر رہا ہوں کہ آپ کا ان سے مسلسل رابطہ رہتا تھا۔ وہ کون سی ایسی جگہ تھی جہاں ان آٹھوں کو کسی خاص سلسلے میں جمع ہونا تھا اور کوئی میٹنگ کرنا تھی یا اگر کسی طرح اس بدبخت علی یار خان نے ان لوگوں کو یکجا کیا تھا تو انھیں کیا کہہ کر اس جگہ بلایا گیا تھا؟ اگر آپ اس سلسلے میں میری رہنمائی کر دیں... تو میرا خیال ہے، میں بہت سے مسائل حل کر لوں گا۔"

"آہ! کاش، وہ مجھ سے رابطہ کر کے مجھے صورتِ حال بتا دیتے یا پھر میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوتا۔ موت تو ایک دن آنی ہی ہے، اگر میں ان کے ساتھ ہی چلا جاتا تو شاید مجھے اس طرح ہر لمحہ، ہر گھڑی نہ مرنا پڑتا۔" میں نے جواب دیا۔

"گویا آپ کو اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم؟"

"نہیں میرے دوست، نہیں۔"

"اس کے علاوہ کچھ اور معلومات بھی مجھے آپ سے درکار ہیں۔ میں نے سُنا ہے کہ ان دنوں چند لوگ آپ کی معاونت کر رہے تھے اور آپ کے دفتری امور میں آپ کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ وہ کون تھے؟"

"دو عقیدت مند میاں بیوی۔ جو اپنے نیک جذبوں سے میری معاونت کر رہے تھے۔"

"کیا اب بھی وہ آپ کے پاس آتے ہیں؟"

"نہیں۔ میں نے انھیں خود ہی رخصت کر دیا تھا چونکہ میرے پاس اُن کے لیے مزید کوئی کام نہیں رہا تھا۔"

"آپ سے یہ گفتگو کرنے کا مقصد یہی ہے کہ میں گہری نگاہ سے حالات کا جائزہ لے رہا ہوں۔ اگر علی یار خان یہاں آنے کے بعد ان حرکتوں پر تُل گیا ہے تو وہ آپ کی زندگی کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے، اس کا آپ تک پہنچ جانا مشکل نہیں ہوگا۔"

میں نے چہرے پر کسی قدر تعجب کے آثار پیدا کر کے کہا "گویا... تمھارا مطلب ہے کہ وہ... وہ..."

"ہاں۔ ہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتے، بلکہ میں تو سوچتا ہوں کہ کیوں نہ آپ یہاں سے کسی محفوظ جگہ منتقل ہو جائیں، کچھ عرصہ وہاں قیام کریں، اس دوران ہم اس چور کا پتا لگا ہی لیں گے۔"

"اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ مجھے زندگی کی کوئی فکر نہیں ہے لیکن اپنے مشن کی تکمیل کے لیے میں کچھ اور سانسیں چاہتا ہوں تاکہ اپنے مرحوم دوستوں کی ان خواہشات کو پورا کر سکوں جو اُن کے سینے میں موجزن تھیں۔"

"میں فوری طور پر کچھ انتظامات کیے دیتا ہوں۔ اس کے بعد انتظامیہ سے گفتگو کر کے میں آپ کو یہاں سے منتقل کرنے کے انتظامات کر دوں گا۔"

اولیو ہاورڈ رسمی گفتگو کے بعد اُٹھ گیا اور میں اسے دروازے تک چھوڑنے آیا۔ وہ صدر دروازے سے نکل کر پورچ کی جانب بڑھ گیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً میں نے اولیو ہاورڈ کو چونکتے ہوئے دیکھا۔ گاڑی میں قدم رکھتے رکھتے وہ ایک دم نیچے اُتر آیا تھا اور پھر زمین پر بیٹھ کر وہ کسی نشان کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دیکھنے لگا تھا۔

میری چھٹی حس نے مجھے احساس دلایا تھا کہ گڑبڑ ہو گئی ہے، وہ کیا دیکھ رہا ہے، اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن ذہن بہت سے معاملات کی طرف جاتا تھا۔ دفعتاً میں نے اولیوہاورڈ کو اپنے لباس سے پستول نکالتے ہوئے دیکھا اور پھر اس کا رُخ صدر دروازے کی جانب مڑتے ہوئے محسوس کیا بس یہ ایک لمحہ میرے لیے بہت کافی تھا لیکن گڑبڑ ہو گئی تھی اور کوئی بڑی ہی گڑبڑ ہو گئی تھی۔

اولیوہاورڈ جیسے زیرک آدمی سے ہر طرح کی توقع رکھی جا سکتی تھی۔ یقیناً اس نے کوئی ایسا نشان پا لیا تھا جو میری طرف اشارہ کرتا تھا اور اب صورتِ حال میرے ہاتھ میں نہیں تھی۔ ایک لمحے میں فیصلہ کر کے میں سیدھا اس تہ خانے کی جانب دوڑا جہاں مائیکل جوشر موجود تھا۔ اس تہ خانے کے علاوہ اس وقت اور کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں میں جان بچا سکتا چنانچہ میں پھرتی سے تہ خانے کا دروازہ کھول کر اندر پہنچ گیا۔ وقتی طور پر یہیں پناہ لی جا سکتی تھی۔ مائیکل جوشر مسہری پر دراز گہری نیند سو رہا تھا۔ میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور اوپر ہونے والی بھاگ دوڑ کا اندازہ کرتا رہا۔ میرا ذہن اُن امکانات کا جائزہ لے رہا تھا جن کی وجہ سے اولیوہاورڈ کو مائیکل جوشر پر شبہ ہوا۔ بظاہر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی، زمین پر جھک کر دیکھنے سے زیادہ سے زیادہ یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ شاید جوتے کا کوئی نشان۔۔ دفعتاً میرے ذہن کے خانے کھل گئے۔ میں نے جس ٹیلی فون بوتھ سے انتظامیہ کو مخاطب کیا تھا وہاں سے میں نے ریسیور پر سے نشانات مٹا دیے تھے، فرش سے جوتوں کے نشانات بھی صاف کر دیے تھے لیکن ٹیلی فون بوتھ کے باہر ممکن ہے جوتے کا کوئی نشان رہ گیا ہو اور یہاں پورچ میں یہی نشان اولیوہاورڈ کی رہنمائی کا باعث بنا ہو۔ بظاہر اس کے علاوہ اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اب میں نے سمجھ لیا تھا کہ فی الحال میں یہاں قیدی ہوں۔ دیکھنا یہ تھا کہ اولیوہاورڈ پر میری اچانک گم شدگی کا کیا اثر ہوتا ہے اور وہ کس انداز میں سوچتا ہے، مائیکل جوشر کی شخصیت اب مشکوک ہو گئی تھی۔ میں سوتے ہوئے مائیکل جوشر کو دیکھتا رہا۔ حالات سے ناواقف یہ شخص آرام کی نیند سو رہا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ میں نے اس کے لیے کیا مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ تقریباً دو گھنٹے گزر گئے۔ اوپر سے اب بھاگ دوڑ کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ اولیوہاورڈ نے اس سلسلے میں کیا فیصلہ کیا ہو گا۔ کیا اُس کے ذہن میں یہ شبہ موجود ہے کہ میں اب بھی اسی عمارت میں ہوں یا پھر اُس نے یہ سوچ لیا کہ میں باہر نکل گیا؟ کوئی فیصلہ کرنا ابھی مشکل تھا۔ مجھے کم از کم رات ہونے کا انتظار کرنا ہو گا۔ اولیوہاورڈ کی ذہنی پہنچ سے ناواقف نہیں تھا۔ اس نے یقیناً یہ سوچا ہو گا کہ میری اچانک گم شدگی تعجب خیز ہے اور ممکن ہے میں اسی کوٹھی کے کسی کمرے میں چھپا ہوا ہوں۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ اس تہ خانے کا سراغ پاتا ہے یا نہیں۔ ہاں اگر کسی طرح اس نے اس مجسّمے کا راز پا لیا تو پھر علی یار خان کا اللہ مالک ہے۔ اُس کے بعد بچنا آسان نہیں ہو گا لیکن مجھے اب ان تمام باتوں کی زیادہ پروا نہیں تھی۔ مائیکل جوشر تھوڑی دیر کے بعد جاگ گیا۔ اُس نے گردن گھما کر مجھے دیکھا اور چونک پڑا البتہ منہ سے کچھ بولنے کی کوشش نہیں کی تھی، میں نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا تو اُس کا چہرہ سرخ بن گیا۔

”تم نے میری زندگی جس طرح معطل کر کے رکھ دی، میں اُسے کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔“

”کیا تم اس بات کا شکریہ نہیں ادا کرو گے مائیکل جوشر کہ میں نے تمھیں اس تہ خانے میں کوئی تکلیف نہیں ہونے دی۔“

”واقعی۔۔۔ واقعی۔۔۔ تم شکریے کے قابل ہو کیونکہ میرے ہی گھر میں تم نے مجھے قیدی بنا کر میری تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا ہے اور اس کے بعد مجھ پر مسلسل احسانات کیے جا رہے ہو۔ بلاشبہ ان احسانات کا صلہ کوئی شخص کسی کو نہیں دے سکتا۔“ اس کی بات پر آہستہ سے ہنس پڑا تھا۔

”مائیکل جوشر! تمھاری اس کوٹھی پر اب میرا قبضہ نہیں ہے بلکہ امریکی انتظامیہ کے افراد اس پر قابض ہیں۔“

”کیا مطلب؟“ جوشر چونک پڑا۔

”ہاں۔ ہاں یہاں اب انتظامیہ کا قبضہ ہے اور بے شمار لوگ اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔“

”وجہ؟“ مائیکل جوشر نے پوچھا۔

”میرا دوست اولیوہاورڈ۔ حقیقت یہ ہے مائیکل جوشر کہ تمھاری تمام مصیبتوں کا ذمّے دار وہی ہے۔ اس سے ملو تو یہ بات ضرور کہنا۔“

مائیکل جوشر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا تھا پھر وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”تم نہایت شیطان صفت انسان ہو، درحقیقت میں نے تم جیسا شیطان اس سے قبل نہیں دیکھا۔“

”ایسا نہ کہو مائیکل جوشر۔ تمھاری حیثیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔“ میں نے کہا اور ہنس پڑا۔ میرے ذہن میں درحقیقت ابھی تک مائیکل جوشر کے بارے میں کوئی صورت واضح نہیں ہو سکی تھی۔ اسے زندہ چھوڑنے میں بہت سی قباحتیں بھی تھیں اور اپنی خود نمائی کا تھوڑا سا جذبہ بھی۔ بہرحال اُس کے لیے فیصلہ کرنا فوری طور پر ضروری نہیں تھا۔ باہر کی صورتِ حال کا جائزہ لینا تھا۔

اس رات تقریباً بارہ بجے میں تہ خانے سے باہر نکلا۔ ایک ایک چیز کی سُن گن لے رہا تھا۔ کمرے میں قدم رکھنے کے بعد باہر کا اندازہ کیا تو عمارت میں مکمل خاموشی محسوس ہوئی۔ اس کمرے سے باہر نکل آیا اور اوپری منزل پر پہنچ گیا۔ یہاں سے جائزہ لینے میں خاصی آسانیاں تھیں۔ ملازموں کے کوارٹر تاریک نظر آ رہے تھے، جس کا مطلب تھا کہ ان لوگوں نے ملازموں کو بھی قبضے میں کر رکھا ہے۔ تہذیب مالکم ایکس سے رابطہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اب یہاں کے ٹیلیفون پر اس سے رابطہ قائم کرنے کا مطلب تہذیب کی زندگی کو خطرے میں ڈالنا تھا۔

کوٹھی کے دروازے کے باہر کچھ نقل و حرکت محسوس ہوئی جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ اس کی نگرانی مسلسل کی جا رہی ہے۔ اولیوہاورڈ جیسے شیطان سے اس بات کی توقع کی جا سکتی تھی کہ اس نے میری گم شدگی کے بعد کوٹھی کو بالکل نظرانداز نہیں کر دیا ہو گا۔ یہ جائزہ ضرور لیا ہو گا اس نے کہ ایک لمحے میں فرار ہو کر میں کہاں جا سکتا ہوں۔ ممکن ہے ابھی تک کوٹھی پر اس کا شبہ باقی ہو۔ اور اس کی تصدیق کے لیے ایک بہتر ذریعہ میرے ہاتھ آ گیا۔ اپنے اس منصوبے پر میں نے غور کیا۔ پورچ میں نگاہ دوڑائی تو مائیکل جوشر کی کار باہر موجود تھی۔ اس کی چابی مائیکل جوشر کی خواب گاہ میں ایک مخصوص جگہ رہتی تھی، میں نے انتہائی احتیاط سے نیچے آ کر وہ چابی حاصل کی اور پھر تہ خانے میں واپس مائیکل جوشر کے پاس پہنچ گیا۔

”کیا تم ایک سنہرے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو، مائیکل جوشر؟“ میں نے سوال کیا۔

”کیا مطلب؟“ وہ حیران نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

”یہاں سے جاؤ، کسی بھی نزدیکی پولیس اسٹیشن پر پہنچ کر اولیوہاورڈ سے رابطہ قائم کرو اور اس سے کہو کہ اگر علی یار خان سے سمجھوتا کرنا چاہتا ہے تو اس سے ملاقات کرے۔ میں تمھیں ایک ٹیلیفون نمبر دیتا ہوں، اس ٹیلیفون پر مجھ سے گفتگو کی جا سکتی ہے، باقی اولیوہاورڈ اگر اس سلسلے میں کوئی سرگرمی دکھانا چاہے تو پھر یہ بات میرے اور اس کے درمیان ہو گی، تمھیں اس لیے زندگی دی جا رہی ہے کہ تم اولیوہاورڈ کو اس کی اصل حیثیت سمجھا دو۔“

”مذاق کر رہے ہو مجھ سے؟“

”نہیں مائیکل جوشر۔ یہ چابی ہے اور باہر تمھاری کار موجود ہے نکل جاؤ اس سے پہلے کہ میرا پروگرام تبدیل ہو جائے۔“

”لاؤ چابی مجھے دو۔“ مائیکل جوشر نے کہا اور میں نے چابی اس کی طرف بڑھا دی۔ وہ مشتبہ نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے باہر چلنے کی پیش کش کی تو وہ تہ خانے سے باہر نکل آیا۔ اُسے شاید میری اس حماقت پر ابھی تک یقین نہیں آیا تھا۔ میں نے باہر تک اس کی رہنمائی کی اور چند لمحے کے بعد مائیکل جوشر نے کار اسٹارٹ کر دی۔ جی تو بہت چاہتا تھا کہ اس کی روانگی پر باہر ہونے والے ردِ عمل کا جائزہ لوں لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ اس سنہرے موقع سے اگر میں فائدہ نہ اٹھاتا تو پھر شاید اس کوٹھی سے کبھی باہر نکل نہیں پاتا۔

میں خدا کا نام لے کر عقبی دیوار کی طرف دوڑ پڑا۔ دیوار پھلانگنے بھی نہیں پایا تھا کہ گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنائی دی لیکن وہ سامنے کے حصّے میں تھی۔ ایک لمحے میں صورتِ حال کا اندازہ ہو گیا۔ مائیکل جوشر کار لے کر باہر نکلا ہو گا اور اسے روکنے کی کارروائی کی گئی ہو گی۔ ابھی تو اولیوہاورڈ یہی سمجھا ہے کہ اگر میں مائیکل جوشر کے میک اپ میں یہاں موجود ہوں تو یقیناً مائیکل جوشر یہاں نہیں ہو گا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

عقبی دیوار کودنے کے بعد میں ایک سیدھ میں دوڑتا چلا گیا اور اس وقت تک دوڑتا رہا جب تک کہ وہاں سے کافی دور نہ نکل آیا۔ گولیوں کی آوازیں دیر تک مجھے سنائی دیتی رہی تھیں اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی تھی۔ میں اب اپنا سانس درست کرتے ہوئے تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک ریسٹورنٹ کے سامنے پہنچ کر میں نے ایک ٹیکسی لی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ تہذیب مالکم ایکس کا حال بھی معلوم کرنا تھا۔ مائیکل جوشر کے ملازمین، اولیوہاورڈ کے قبضے میں جا چکے تھے۔ اس لیے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کی نشاندہی ہوئی یا نہیں۔

جب میں اپنی بلڈنگ کے سامنے پہنچا تو صورتِ حال بالکل پُرسکون نظر آئی۔ میرا چہرہ اب بھی مائیکل جوشر کے چہرے سے ملتا تھا۔ لباس بھی میں اسی کا پہنے ہوئے تھا۔ اس سے نجات کے لیے جوشو سے رابطہ قائم کیے بغیر کوئی اور چارہ نہیں تھا۔

ایک اجنبی انسان کی حیثیت سے میں دو تین بار اس راہداری سے گزرا جس میں ہمارا فلیٹ تھا۔ فلیٹ میں روشنی جھلک رہی تھی۔ بڑی ہمت کر کے میں نے دروازے پر دستک دی اور پھر وہاں سے دور ہٹ گیا۔ ایک آڑ سے میں نے دروازہ کھولنے والے کو دیکھا، وہ تہذیب مالکم ایکس ہی تھی جو پُرتجسّس نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی، اس کے چہرے پر کسی قسم کا خوف یا بے چینی کے آثار نہ پا کر میں آڑ سے نکل آیا اور اس کے سامنے پہنچ گیا۔

”اوہ۔۔۔۔! اندر آ جاؤ۔۔۔۔ اندر آ جاؤ۔“ اس نے کہا اور میں تیزی سے اندر داخل ہو گیا، تہذیب نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

”حالات پُرسکون ہیں تہذیب؟“

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں۔ ابھی تک تو بالکل پرسکون ہیں۔" وہ بولی۔

"تمھارا نیا فلیٹ کہاں ہے؟"

"نچلی منزل کے آخری سرے پر۔"

"کیا وہ بھی جوشو کی ملکیت ہے؟"

"نہیں۔ جوشو نے اُسے فوری طور پر کرائے پر حاصل کیا ہے۔"

"کچھ سامان وغیرہ ہے اس میں؟"

"ہاں۔ میں نے احتیاطاً تھوڑا بہت سامان اس میں منتقل کر دیا ہے لیکن علی، تم خیریت سے تو ہو نا، میں صورتِ حال سے ناواقف نہیں رہی ہوں۔"

"گویا تمھیں سب کچھ علم ہے، میرا مطلب ہے اولیور ہاورڈ کے بارے میں؟"

"اخبارات پوری تفصیل لکھ رہے ہیں، غالباً تم تک اخبار نہیں پہنچا۔" تہذیب مالکم ایکس نے کہا۔

"نہیں ڈیئر۔ میں تو مائیکل جوشر کے ساتھ تہ خانے میں قید تھا۔" میں نے جواب دیا اور تہذیب سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" اس نے پوچھا۔

"تمام ضروری چیزیں اٹھا کر یہاں سے نکل چلو۔ کسی نہ کسی طرح وہ جینی ہارپر تک ضرور پہنچ جائیں گے۔" میں نے کہا اور تہذیب نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

ہم لوگ انتہائی خفیہ اور محتاط انداز میں اپنی ضروریات کی چیزیں اس دوسرے فلیٹ میں منتقل کرنے لگے اور تقریباً چار بجے ہم اس کام سے فارغ ہو گئے۔ نئے فلیٹ میں گو مکمل انتظامات نہیں تھے لیکن ہم آرام سے یہاں مقیم رہ سکتے تھے۔"

"جوشو سے رابطہ قائم کر کے مجھے یہ میک اَپ اپنے چہرے سے ہٹانا ہے اور تمھاری شکل بھی تبدیل کرنا ہے۔ اس کے لیے کیا کیا جائے؟"

"جنابِ عالی! نصف بہتر کا مطلب سمجھتے ہیں آپ؟" تہذیب نے مسکراتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"ہاں، اس لفظ کو جس اصطلاح میں استعمال کیا جاتا ہے، اس کا کوئی تجربہ نہیں ہے مجھے۔" میں نے کہا۔

"مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے ساتھی کو آنے والے وقت کا خیال رکھنا چاہیے۔ ذرا ایک منٹ۔" تہذیب بولی۔ اور اس نے اپنے ساتھ لائے ہوئے سامان میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر میرے سامنے کر دی۔ جس پر اسپرنیر لگا ہوا تھا۔

"مسٹر جوشو سے اس میک اَپ کو ہٹانے والا اسپیال حاصل کر لیا گیا ہے۔"

میں نے تحسین آمیز نگاہوں سے تہذیب کو دیکھا۔

"تمھیں اس کا خیال کیسے آ گیا تہذیب! یہ تو جادوگری ہے۔"

"جی نہیں، یہ مستقبل ہے۔" تہذیب نے ایک اندازِ خاص سے جواب دیا اور میں اس کے الفاظ کی نغمگی میں کھو گیا۔ تہذیب نے شیشی میز پر رکھ دی اور پھر ایک بکس سے کچھ اور سامان نکالنے لگی "یہ میک اَپ کا سامان ہے، میرے خیال میں ہمیں اس کام سے فارغ ہو جانا چاہیے۔"

"اب تو میرے پاس تمھاری ذہانت کی تعریف کے لیے الفاظ بھی نہیں ہیں، درحقیقت تم نے زبردست مشکل حل کر دی ہے آؤ پہلے تمھارا چہرہ تبدیل کر دوں۔"

"تہذیب خاموشی سے میرے سامنے آ بیٹھی تھی۔ اسے دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر میں نے اس کے چہرے پر پلاسٹک کے ٹکڑے چپکانے شروع کر دیے۔ نسوانی خطوط میں جو جو خوبیاں ہو سکتی تھیں میں نے وہ تہذیب کے چہرے میں سمو دیں اور اس کے بعد جو شکل بنی وہ ایسی تھی کہ انسان قربان ہو جائے۔ میں نے اس کا آخری جائزہ لیا اور مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔

"ختم؟" اس نے سوال کیا۔

"بالکل۔"

"آئینہ دیکھوں؟"

"ضرور۔" میں نے کہا اور تہذیب آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی، اس کا منہ ایک لمحے کے لیے کھلا پھر بند ہو گیا وہ دیر تک خود کو دیکھتی رہی، پھر واپس مڑی۔

"یہ تم نے اپنے خوابوں کی تکمیل کی ہے علی؟"

"میں سمجھا نہیں؟"

"تم نے مجھے بہت حسین بنا دیا ہے۔"

"مذاق اڑا رہی ہو میرا!"

"نہیں، حقیقت کہہ رہی ہوں۔ میں ایسی تو نہیں ہوں۔"

"ہاں تہذیب، تم ایسی نہیں ہو، جو کچھ تم ہو وہ اس سے کہیں حسین ہے۔"

"ناممکن۔" "تم نے مجھے احساسِ کمتری کا شکار کیا ہے۔"

"کمال ہے! یہ میں جانتا ہوں کہ تم..."

"بہرحال میں کچھ نہ کہوں گی، سوائے اس کے کہ کاش میرے یہی خدوخال ہوتے، کاش میں ایسی ہوتی کہ تمھارا..."

"رات کے اس حصے میں تمھارا ذہن نیند سے بوجھل ہے تہذیب۔ اس لیے آرام کرو، نہ جانے کیا الٹی سیدھی ہانک رہی ہو۔"

"ابھی نہیں سوؤں گی۔" اس نے کہا اور میں شانے ہلا کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ میں نے جوشو کی حیرت انگیز ایجاد اپنے چہرے پر اسپرے کی اور انتظار کرنے لگا۔ میرے کہنے پر تہذیب کافی بنانے چلی گئی تھی۔

چہرہ نارمل ہو جانے پر میں اپنے خدوخال ترتیب دینے لگا۔ میں نے خود کو کافی بدنما بنا لیا تھا۔ موٹے موٹے ہونٹ، پھولی ہوئی ناک جسے اس طرح کھینچ دیا گیا تھا کہ آگے کے دو دانت جھانکنے لگیں اور جب میں نے اپنا کام ختم کیا تو تہذیب ہنس پڑی۔

"بڑے ستم ظریف ہو تم۔"

"کیوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا بنا لیا تم نے خود کو۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"اب تو حساب برابر ہو گیا۔ تمھارا خیال تھا کہ میں نے تمھیں اپنا آئیڈیل بنا دیا ہے۔ اب مجھے کیا اپنا آئیڈیل سمجھو گی؟"

"میں سمجھ رہی ہوں، سب کچھ سمجھ رہی ہوں۔" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"فضول باتیں نہ سوچا کرو۔"

"جنابِ عالی! آپ سے غلطی ہوئی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اگر ہم سیدھے سادے خدوخال کے مالک ہوتے تو کسی کی توجہ ہم پر نہ ہوتی، اب لوگ دیکھیں گے اور کہیں گے..."

"ہیلو نے حور میں لنگور۔" میں نے اس کے نامکمل جملے میں ٹکڑا لگا دیا۔

"جی ہاں۔" تہذیب بولی۔

"کوئی تمھیں لنگور کہہ کر دیکھے۔" میں سینہ تان کر بولا اور تہذیب بے اختیار ہنس پڑی۔

اس وقت سورج نکل رہا تھا، جب ہم لمبی تان کر سوئے اور پھر اس وقت آنکھ کھلی جب باہر تیز ہواؤں کے ساتھ بارش ہو رہی تھی اور گہرا اندھیرا چھاتا جا رہا تھا۔

"ہماری زندگی کا ایک دن کھو گیا۔" میں نے کہا۔

"بھوک لگ رہی ہے، میں کھانا لینے جا رہی ہوں۔" وہ میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے بولی۔

"بسم اللہ۔" میں نے کہا اور اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تہذیب تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں آج کے اخبارات دبے ہوئے تھے۔

"ارے! یہ اس وقت کہاں سے مل گئے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"سامنے والے فلیٹ کے ڈسٹ بن سے۔" تہذیب نے جواب دیا اور میں منہ کھولے اسے دیکھتا رہ گیا۔ ہم دونوں نے "رات کا ناشتا" کرتے ہوئے اخبارات دیکھے۔ ان آٹھوں مقتولوں کے بارے میں کچھ خبریں تھیں لیکن مائیکل جوشر کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ پھر ہم تیار ہو گئے، بالکل ہی معطل ہو کر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا لیکن باہر نکل کر قدم قدم پر احتیاط کی ضرورت تھی۔ میری چال میں لنگڑاہٹ تھی اور تہذیب میرے بازو میں بازو ڈال کر چل رہی تھی۔

تقریباً ایک میل تک ہم پیدل چلتے رہے۔ پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔ میں نے یونہی ایک پتا بتا دیا تھا۔ ایک حسین شاہراہ پر ہم اتر گئے۔ بارش خوب تیز تھی، اس لیے ایک کلب کے نظر آتے ہی اس میں داخل ہو گئے اور بارہ بجے تک کلب کی تفریحات سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ تہذیب خوش تھی اور میں نے بھی کچھ وقت کے لیے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔

دوسرے دن کے تمام اخبارات خریدے گئے۔ علی یار خان کا نام موجود تھا لیکن کوئی ایسی بات نہیں تھی جو ہمارے لیے تشویش کا باعث ہوتی۔ مائیکل جوشر کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ اس دن ساڑھے گیارہ بجے کے قریب کسی نے دروازے کی بیل بجائی۔ میں نے محتاط انداز میں دروازہ کھولا تو ایک دُبلا پتلا آدمی محکمہ ٹیلیفون کی وردی میں ملبوس باہر موجود تھا۔

"آپ نے اپنے ٹیلیفون کی خرابی کی شکایت درج کرائی ہے جناب؟" اس نے سوال کیا۔

"نہیں، ہمارا فون ٹھیک ہے۔"

"مسٹر جوشو نے کہا تھا، آپ کا فون خراب ہے۔"

"اوہ! اندر آ کر دیکھ لو۔ ممکن ہے ہمیں اندازہ نہ ہو سکا ہو۔" میں نے دروازے کے سامنے سے ہٹتے ہوئے کہا۔

"میرا نام گرائی شو ہے۔"

"اندر آ جاؤ۔" میں نے کہا۔

ڈرائنگ روم میں تہذیب بھی موجود تھی۔ گرائی شو نے کہا۔

"ہاورڈ کو یقین ہے کہ یہاں آ کر آپ نے جوشو سے رابطہ ضرور قائم کیا ہو گا لیکن اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے اور اب حالات اس حد تک بدل گئے ہیں کہ وہ ٹھوس ثبوت کے بغیر مسٹر جوشو کے سامنے آنکھ کبھی ٹیڑھی نہیں کر سکتا البتہ مسٹر جوشو کی ہدایت ہے کہ نئی اطلاع کے بغیر آپ اس علاقے کا رخ بھی نہ کریں۔"

"گڈ۔ کسی کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا؟"

"بالکل نہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مسٹر مائیکل جوشر کے بارے میں اخبارات بالکل خاموش ہیں۔ اس کے بارے میں کچھ پتا چل سکا؟" میں نے پوچھا۔

"پوری کہانی ہمارے علم میں ہے۔"

"کیا؟"

"مائیکل جوشر اپنی کار میں بیٹھ کر باہر نکلا تو باہر موجود پولیس نے اسے گولیوں کا نشانہ بنا لیا۔ ہاورڈ کا خیال تھا کہ وہ آپ ہیں' بعد میں مائیکل جوشر نے مرتے ہوئے بیان دیا جس سے تصدیق ہوئی کہ آپ نے پولیس کو ایک خطرناک دھوکا دیا ہے' مائیکل جوشر نے مرتے مرتے کچھ باتیں پولیس کو بتا دی تھیں۔ اس کا بیان حرف بہ حرف تو نہیں معلوم ہو سکا لیکن تھوڑی سی باتیں معلوم ہو گئیں۔"

"گویا مائیکل جوشر مر چکا ہے لیکن اس کی موت کی سرکاری طور پر اطلاع نہیں دی گئی۔ دوسرے الفاظ میں اولیو ہاورڈ اس کے قتل کی ذمے داری اپنے سر لینے کو تیار نہیں ہے' اس کی لاش چھپا لی گئی ہے اور کسی بھی وقت اس کی موت کا الزام بھی آپ پر عائد کر دیا جائے گا۔ وہ لوگ بس موقع کا انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے بتایا اور میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے مسٹر گرائی شو' آٹھ آدمیوں کے قتل کا الزام تو میرے سر ہے ہی' اگر مائیکل جوشر کی موت بھی مجھ سے منسوب کر دی جاتی ہے تو ٹھیک ہے میرا کچھ نہیں بگڑتا۔"

"ایک پیغام ہے آپ کے لیے مسٹر جوشو کا۔" گرائی شو نے کہا اور جیب سے ایک ننھا سا ٹیپ ریکارڈر نکال لیا جس میں بہت ہی چھوٹا سا کیسٹ لگا ہوا تھا۔ اس نے کیسٹ ریوائنڈ کر کے پلے کے لیے بٹن دبایا اور سامنے رکھ دیا' کیسٹ سے آواز ابھری۔

"علی، جوشو بول رہا ہے۔ شاندار! بہت ہی شاندار! بلاشبہ تم نے اپنی آمد کا اعلان اپنے شایانِ شان کیا ہے اور بڑا ہی لطف آ رہا ہے مجھے اولیو ہاورڈ کی حالت دیکھ کر' مبارکباد علی! میری طرف سے دلی مبارک باد۔ تم پہلے سے کہیں زیادہ نکھر گئے ہو لیکن محتاط رہو بے شک میں جانتا ہوں تم اپنی سرگرمیاں ترک نہیں کر سکتے لیکن جلد بازی کسی طور اچھی نہیں ہوتی میرے بچے' مجھ سے اس وقت تک نہ ملنا جب تک میں نہ چاہوں' تمہارا مخلص۔"

جونہی کیسٹ ختم ہوا' دفعتاً بکس میں ایک نیلا سا شعلہ لپکا اور دوسرے لمحے پورا بکس پگھل کر دھات کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا تو گرائی شو مسکرانے لگا۔

"یہی مناسب تھا۔" اس نے جیب سے ایک لفافہ نکالا۔ اور ٹیپ ریکارڈر کے جلے ہوئے حصے کو لفافے میں ڈال کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ میں دلچسپی سے یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ گرائی شو نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "بس جناب' مجھے اجازت؟"

"مسٹر جوشو سے میرا شکریہ ادا کر دینا اور ان سے کہنا کہ میں بہت مطمئن ہوں۔"

گرائی شو کے جانے کے بعد تہذیب مالکم ایکس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ جوشو بہت ہی آگے کی چیز معلوم ہوتی ہے۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ وہ میرا ایسا ساتھی ہے جس پر میں بڑا ناز کرتا ہوں اور یقین کرو' اگر میں چاہوں تو وہ ہر خطرے کو نظرانداز کر کے میری ہر طرح کی امداد کرے گا لیکن اس سے زیادہ میں اسے تکلیف نہیں دے سکتا۔"

"مائیکل جوشر کی موت کا معما بھی حل ہو گیا۔"

"ہاں، میرا خیال ہے کہ اب مائیکل جوشر کا کیس ختم ہو گیا ہے۔ ہاورڈ اور پولیس اب کچھ بھی کرتے رہیں، مجھے بلیک پلان کے بارے میں کارروائی شروع کر دینا چاہیے۔ اپنی آمد کی اطلاع اولیو ہاورڈ کو دینا چاہتا تھا، سو اپنے شایانِ شان دے دی، اب مجھے اپنے اصل کام کی طرف توجہ دینا چاہیے۔"

"لیکن تمہارا منصوبہ کیا ہے؟"

"گرین لاٹ میں جیمس پوکر سے ملوں گا اور اس سے بلیک پلان کے ان کاغذات کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا جو باربن وائیکو کے بیان کے مطابق محفوظ ہیں اور یہ اطلاع بھی ہمیں مل چکی ہے کہ ابھی بلیک پلان پر عمل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بقول ان کے دشمن چوکس ہے چنانچہ ہمارے لیے فوری طور پر تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بلیک پلان حاصل کر کے بیروت بھجوانا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں' تہذیب' ہمیں کسی عمدہ سی پلاننگ کی ضرورت ہے۔"

تہذیب پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں خود بھی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر تہذیب نے کہا۔ "اس سلسلے میں بہترین پلاننگ تم خود ہی کر سکتے ہو' تم یہ بتاؤ پہلے جیمس پوکر سے ملنا چاہتے ہو؟"

"ظاہر ہے۔ اسی سے ملنا مناسب ہو گا اور اس مشن پر روانہ ہوتے ہوئے میں تمہیں ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔"

"اور تمہارا کیا خیال ہے علی! میں ضد کروں گی کہ نہیں' مجھے بھی ضرور چلنا ہے، خواہ کچھ بھی ہو جائے۔" تہذیب نے کہا، اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ہاں' یہ ہوئی نا بات۔ یہ گرین پول کی ٹڈو بول رہی ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ تہذیب سنجیدہ ہو گئی۔

"کیا مسٹر جوشو کی تجویز کے مطابق تم ڈیبو ہاربو سے مدد نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لوگے، میرا خیال تو یہی ہے علی کہ سب سے پہلے شکاگو جاؤ اور ڈیبو ہارلو سے ملاقات کرو۔ اگر جوشو کا بیان سچا ہے اور ڈیبو ہارلو تمھاری امداد پر تیار ہو جاتا ہے تو میرا خیال ہے اپنے اس منصوبے میں تم تنہا نہیں رہو گے۔"

میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "نہیں تہذیب، یہ کام تو مجھے تنہا ہی کرنا ہے۔ اس میں اَنا پرستی کی تو کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل ڈیبو ہارلو مجھ سے ملاقات کے بعد فوراً ہی اس کے لیے تیار نہیں ہو جائے گا کہ جو کچھ میں کہوں وہ اس پر آنکھیں بند کر کے عمل کر ڈالے۔ اس میں تو وقت لگے گا اور تم جانتی ہو کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں اپنے طور پر ہی یہ سب کچھ کروں گا اور اس کے بعد تو امریکا میں بہت سے کھیل کھیلنے ہیں مجھے۔ اس وقت تک کے لیے ڈیبو ہارلو کو محفوظ رکھنا ہے۔ میرے ذہن میں اگر مسئلہ ہے تو صرف ایک اور وہ یہ کہ اس دوران تمھیں کہاں ایڈجسٹ کروں۔"

"ارے واہ! یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ اگر تم مجھے ذہین سمجھتے ہو تو اس فکر کو ذہن سے نکال دو۔"

"پھر بھی تہذیب، تمھارا مسئلہ تو الجھا ہوا رہ جاتا ہے۔"

"جی نہیں جناب، میں اپنے کسی مسئلے کو الجھا ہوا نہیں پاتی۔ بلکہ میں تمھیں بتا دوں کہ یہ فلیٹ فی الحال میری رہائش کیلئے انتہائی موزوں ہے۔ یہاں رہوں گی اور کسی بھی ذریعے سے کسی اسٹور میں سیلز گرل کی حیثیت سے ملازمت حاصل کر لوں گی، یہ میرا اپنا مسئلہ ہے کہ میں ملازمت کس طرح حاصل کرتی ہوں۔ اگر یہ فلیٹ مخدوش ہو گیا تو مطمئن رہو، مسٹر جوشو سے میرا رابطہ کسی نہ کسی طرح قائم رہے گا۔ اپنے مشن سے نمٹنے کے بعد یا اس کے دوران اگر تمھیں تہذیب کی ضرورت ہو تو پہلے اس فلیٹ سے رجوع کرنا اور اگر یہاں نہ ملوں تو جوشو سے۔" تہذیب نے کہا اور اس کے ان الفاظ سے میں کافی حد تک مطمئن ہو گیا۔ درحقیقت تہذیب پر مکمل اعتماد کیا جا سکتا تھا۔

خاصی بھاگ دوڑ کرنے کے بعد میں نے گرین لاٹ اور جیسی ارگن وغیرہ کے بارے میں بہت سی مفید معلومات حاصل کیں اور بارن وائیکو کی شخصیت کے بارے میں بھی مجھے بہت سی معلومات حاصل ہو گئی تھیں، صرف یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ مائیکل جوشر نے مرتے ہوئے کسی کو یہ نشاندہی کی تھی یا نہیں کہ مجھے بلیک پلان کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں۔

میں دن رات اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ امریکا جیسے ملک میں ضرورت کی تمام چیزیں حاصل کر لینا نہایت معمولی بات تھی چنانچہ تقریباً سات دن کی کوششوں کے بعد میں اس پوزیشن میں آ گیا کہ اپنے مشن پر روانہ ہو سکوں۔ تہذیب ہر مرحلے پر میرے ساتھ تھی اور ان تیاریوں میں پوری پوری مدد بھی دے رہی تھی۔ [illegible] اس سے اس کے تاثرات پوچھے تو اس نے افسردہ لہجے میں کہا۔
"میرے اور تمھارے درمیان قربتوں اور فاصلوں کا ایک [illegible] ہے علی۔ شروع سے اگر نگاہ دوڑاؤ تو یہ قربتیں اور فاصلے [illegible] چل رہے ہیں، کیا خیال ہے تمھارا؟"

"ہاں تہذیب، واقعی تم نے ایک دلچسپ حقیقت کا [illegible] دلایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم کبھی بہت دیر تک یکجا نہیں رہ سکے۔"

"اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے علی۔ وہ یہ کہ قدرت ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی تڑپ قائم رکھنا چاہتی ہے تاکہ جب ہم زندگی بھر کے لیے یکجا ہوں تو ہمارے سینوں میں پیار رہے۔" تہذیب نے جذباتی انداز میں کہا، اور میں نے اس کی تائید میں گردن ہلا دی۔

روانہ ہوتے ہوئے میک اپ کرنے کی ضرورت پیش [illegible] آئی کیونکہ تازہ میک اپ سب کے لیے اجنبی تھا۔ ایک طیارے نے مجھے سانتا ماریا پہنچا دیا۔ سانتا ماریا سے گرین لاٹ کا سفر بذریعہ کار ہو سکتا تھا چنانچہ میں کرائے کی ایک کار میں گرین لاٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ گرین لاٹ دراصل ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جس میں واقع ایک فیکٹری میں مجھے جیمس لوکر سے رابطہ قائم کرنا تھا۔ مائیکل جوشر کے ہاں سے حاصل کی ہوئی معلومات کے مطابق اس فیکٹری میں جیمس لوکر ٹیکنیکل انجینئر کی حیثیت رکھتا تھا۔ کرائے کی کار ہی نے مجھے فیکٹری پر چھوڑا اور میں اپنا مختصر سا سامان اٹھائے ہوئے فیکٹری میں داخل ہو گیا۔ ریسپشن سے میں نے جیمس لوکر کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو مجھے پتا چلا وہ فیکٹری ایریا ہی میں ایک خوب صورت مکان میں رہتا ہے۔ ایک شخص نے اس مکان تک میری رہنمائی کی۔ فیکٹری میں بڑے بڑے کارکنوں کے لیے خوب صورت ایک منزلہ بنگلے بنے ہوئے تھے۔ بنگلا نمبر چھ کے دروازے پر میں نے ہلکی سی دستک دی تو اندر سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ دوسری اور تیسری دستک کے بعد میں نے الجھے ہوئے انداز میں دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا تو دروازہ کھل گیا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور پھر دروازے کے اندر قدم رکھ دیا۔

"کوئی ہے یہاں، مسٹر جیمس لوکر! کیا آپ یہاں موجود ہیں" میں نے زور زور سے آوازیں لگائیں لیکن خاموشی اور سناٹے کے علاوہ اور کچھ سنائی نہ دیا۔ چند قدم آگے بڑھ کر صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے جب میں نے نگاہیں ادھر اُدھر دوڑائیں تو

[illegible] ہال کے ایک تاریک گوشے میں مجھے ایک انسانی بدن [illegible] آیا۔ اس سے قبل میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ ممکن ہے [illegible]س لوکر اس وقت فیکٹری کے اندرونی حصے میں ہو اور دیر سے واپس آئے لیکن اس انسانی بدن کو دیکھ کر میں بُری طرح چونک [illegible] تھا۔ میں نے دیوار پر سوئچ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں اور [illegible] ایک سوئچ مجھے نظر آ گیا۔ کمرے میں تیز روشنی ہوئی تو وہ تاریک [illegible] بھی روشن ہو گیا جس میں یہ انسانی بدن نظر آ رہا تھا۔ برق رفتاری سے میں آگے بڑھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ اگر میرا اندازہ غلط [illegible] تھا تو یہ جیمس لوکر ہی تھا۔ میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اُسے [illegible] جلانے لگا لیکن اس کا بدن سرد اور بے جان تھا۔ 'یہ تو [illegible] خوفناک بات ہے!' میں نے سوچا۔ مردہ شخص کے خدوخال [illegible] نے اچھی طرح ذہن میں بسا لیے۔ یہ اندازہ لگانا تھا کہ یہ جیمس لوکر [illegible] ہے یا کوئی اور۔ بڑی عجیب سی صورت حال ہو گئی تھی —— [illegible] سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ میں نے یہ اندازہ لگانا چاہا کہ اس [illegible] شخص کی موت کس طرح واقع ہوئی ہے۔ بدن کے کسی حصے پر کوئی زخم نہیں نظر آ رہا تھا لیکن اس کی گردن ایک خاص انداز میں مڑی ہوئی تھی۔ میں نے جھک کر غور سے دیکھا تو گردن پر ایک باریک سا نشان نظر آیا جو اس کی پوری گردن کے گرد ہالہ کیے ہوئے تھا اور اس کے بعد مجھے اس کی موت کا سبب معلوم ہو گیا۔ کسی مضبوط تار سے اس کی گردن کو اس وقت تک دبایا گیا تھا جب تک کہ اس کی جان نہ نکل گئی۔ ہالے پر خون کے آثار نمودار [illegible] ہوں گے لیکن اب اتنا وقت گزر چکا تھا کہ یہ آثار معدوم ہو گئے تھے۔

یہ خوفناک صورت حال میری گردن میں پھندا بن سکتی تھی۔ فوری طور پر میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس کے قاتل کون ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس قتل کا تعلق کسی بالکل ہی غیر متعلق بات سے ہو لیکن اس وقت ذرا سی لغزش مجھے مصیبت میں پھنسا سکتی تھی۔ میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ میں نے اپنا سامان وہیں فرش پر رکھا اور اعشاریہ دو آٹھ کا پستول ہاتھ میں لے کر جس کی نال پر سائیلنسر لگا ہوا تھا، ہال سے باہر نکل آیا جس برق رفتاری سے ممکن ہو سکتا تھا میں نے اس چھوٹے سے بنگلے کا معائنہ کر ڈالا۔ یہ ہال ڈرائنگ روم کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے بائیں سمت ایک سٹنگ روم تھا۔ دائیں سمت بیڈ روم اور پھر کچن وغیرہ لیکن پوری عمارت میں جیمس لوکر کی لاش کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ اس شخص کے بارے میں یہ تصدیق کرنا بھی مشکل نہ ہوا کہ یہی جیمس لوکر ہے۔ ایک کمرے میں اس کی بڑی سی تصویر دیوار پر آویزاں تھی۔ میں اسے اپنی بدقسمتی ہی کہہ سکتا تھا کہ جیمس لوکر سے میں وہ معلومات حاصل نہیں کر سکا جس کے لیے اس تک پہنچا تھا بلکہ یہاں تو الٹی آنتیں گلے پڑ رہی تھیں۔ مجھے اصولاً اس وقت یہی کرنا تھا کہ جس طرح ممکن ہوتا یہاں سے نکل جاتا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ یہاں تک آنے اور ان حالات کا خطرہ مول لینے کے بعد کچھ نہ کچھ کر کے ہی یہاں سے نکلنا چاہیے تھا۔ میں نے بیرونی دروازہ اندر سے بند کیا۔ اس کے بعد اس عمارت کی تلاشی لینے لگا۔ خاص طور سے میں نے ایسی جگہوں کو منتخب کیا تھا جہاں کاغذات وغیرہ ہو سکتے تھے۔ کافی تگ و دو کے بعد میں ایک ایسی تجوری تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا جو ایک میکنزم کے تحت کھلتی تھی اور دیوار میں نصب تھی۔ تجوری کو کھولنا میرے لیے مشکل ثابت نہ ہوا۔ اس میں کچھ کرنسی موجود تھی جسے میں نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ البتہ وہ فائل میرے لیے دلچسپی کا باعث تھے جو بڑی احتیاط سے پیکٹوں میں بند کر کے رکھے گئے تھے۔ اور انہی میں مجھے ایک پیکٹ پر بلیک پلان لکھا ہوا نظر آ گیا تھا۔

خدا کی قدرت کا تو میں ہمیشہ سے قائل تھا، مجھے ہر لمحے یہ احساس رہا تھا کہ میری اپنی حیثیت تو کچھ بھی نہیں ہے لیکن غیبی قوتیں میری مددگار اور نگراں رہتی ہیں اور مجھے جگہ جگہ کامیابی سے ہمکنار کرتی ہیں۔ بلیک پلان کی فائل کا اس طرح مل جانا ایسی ہی قوت کا کرشمہ تھا۔ میں نے اس پیکٹ کو اپنے قبضے میں کر لیا اور پھر دوسرے پیکٹوں پر لکھے ہوئے نام پڑھنے لگا۔ جیمس لوکر کی شخصیت میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ وہ تھا کیا چیز؟ اس کے لیے بینک کا نام لیا گیا تھا اور اس نام کی وجہ یہی ہو سکتی تھی کہ اس کے پاس بہت سی معلومات تھیں۔ اس وقت تو تمام پیکٹوں کو کھول کر دیکھ سکتا تھا لیکن بلیک پلان فائل میں نے قبضے میں کر لی۔ خیال یہی تھا کہ کسی مناسب جگہ بیٹھ کر اسے دیکھوں گا۔ فائل کو میں نے اپنے سینے پر رکھ کر قمیض کے بٹن بند کیے اور فیصلہ کیا کہ یہاں سے نکل کر کوئی محفوظ پناہ گاہ تلاش کی جانا چاہیے چنانچہ واپس ڈرائنگ روم میں آ کر میں نے اپنا سامان ہاتھ میں اٹھایا اور دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ ابھی میں نے دروازے کا ہینڈل کھولا ہی تھا کہ دفعتاً مجھے دروازے کے سامنے کسی کار کے بریکوں کی چرچراہٹ سنائی دی، میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گیا۔ دروازے میں ہلکی سی جھری پیدا کر کے میں نے باہر دیکھا تو تین آدمی اسی طرف آ رہے تھے، ان میں سب سے آگے جو شخص تھا وہ سفید پتلون اور سرخ جیکٹ میں ملبوس تھا۔ سفید بالوں کے نیچے ایک جاندار چہرہ اور زبردست تن و توش نظر آ رہا تھا۔ میں نے کسی چوکنے چیتے کی مانند ادھر اُدھر دیکھا،

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ان لوگوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ وہ کون ہیں۔ پھر میری نگاہ بائیں سمت اٹھ گئی۔ جہاں تقریباً چھ فٹ بلند ایک دیوار نظر آ رہی تھی، سامنے کے حصے سے تو نکلنا اب ممکن ہی نہیں رہا تھا۔ چونکہ وہاں ان لوگوں سے مڈبھیڑ ہو جاتی۔ اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ میں پوری قوت سے دروازہ کھول کر اس دیوار کی جانب چھلانگ لگا دوں۔

گرین لاٹ میں میری آمد کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔ بیک پلان فائل میں جو کچھ بھی تھا، وہ میرے لیے یقیناً کارآمد ثابت ہو سکتا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میں نے یہ سب سوچا اور اس کے بعد پھرتی سے دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ وہ تینوں بُری طرح اچھل پڑے تھے۔ میں نے پلٹ کر ان کی طرف نہیں دیکھا بلکہ برق رفتاری سے دوڑتا ہوا بنگلے کی دیوار تک پہنچا اور پھر کسی ماہر جمناسٹر کی طرح میں نے دیوار پر دونوں ہاتھ رکھ کر دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔

میں دیوار کود کر ایک سمت دوڑا تو دفعتاً ہی میرے سامنے پیلے رنگ کی ایک لیموزین آ گئی۔ لیموزین پر جو ہُڈ چڑھا ہوا تھا اس کا ڈرائیور اس کے نزدیک ہی کھڑا ہوا انگلی میں چابی گھما رہا تھا۔

فیکٹری ایریا سے نکلنا خاصا دشوار کام تھا۔ اندر موجود لوگ صورتِ حال سے واقف ہونے کے بعد میرا تعاقب شروع کر سکتے تھے اور میں یہاں کے راستوں سے ناواقفیت کی بنا پر ان لوگوں کے ہاتھوں میں پھنس سکتا تھا۔ چنانچہ میرا رُخ لیموزین کی طرف ہو گیا۔ ڈرائیور مجھے عجیب سے انداز میں دوڑتے ہوئے دیکھ کر چابی گھماتے گھماتے رُک گیا تھا لیکن اسے امید نہیں تھی کہ آنے والی قیامت اسی پر ٹوٹ پڑے گی۔ میں اس کے قریب پہنچا اور پوری قوت سے اس سے ٹکرایا۔ حالاں کہ ڈرائیور نے بچنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے جان بوجھ کر اُسے اپنی لپیٹ میں لیا اور پھر اپنے آپ کو بھی سنبھالا اور اسے بھی سنبھال کر ایک گھونسا اس کی کنپٹی پر جڑ دیا۔ ڈرائیور بُری طرح لڑکھڑا کر ایک سیڑھی پر گر پڑا تھا۔ چابی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر چند قدم کے فاصلے پر گری تھی۔ میں نے لپک کر چابی اٹھا لی اور پھر لیموزین کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا حالاں کہ ڈرائیور کی کنپٹی پر زوردار گھونسا پڑا تھا لیکن وہ جاندار آدمی تھا، دوسرے ہی لمحے وہ ہاتھ ٹیک کر کھڑا ہوا اور اس نے لیموزین کے سامنے آنے کی کوشش کی لیکن میں اسے ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے فوراً لیموزین کو ریورس گیئر میں ڈال کر تھوڑا سا پیچھے کیا اور اس کے بعد اس کا رُخ فیکٹری کے گیٹ کی جانب کر دیا۔

اندر داخل ہوتے ہوئے میں نے دیکھا تھا کہ فیکٹری کے گیٹ کے دونوں بڑے پٹ کھلے ہوئے ہیں اور شاید کھلے ہی رہتے تھے۔ میں لیموزین سامنے والی سڑک پر لایا اور مین گیٹ کی طرف نگاہ دوڑائی تو اس وقت بھی گیٹ کھلا ہوا تھا۔

لیموزین سنسناتی ہوئی تیر کی طرح گیٹ سے باہر نکل گئی۔ دروازے کے دونوں سمت کھڑے ہوئے آدمی اُچھل کر پیچھے ہٹ گئے تھے، صورتِ حال کا انھیں کوئی اندازہ نہیں تھا اور عقب میں کیا ہو رہا تھا، اس کا اندازہ مجھے نہیں تھا۔ میرا مقصد تو اس وقت صرف یہ تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے، میں یہاں سے دور نکل جاؤں۔ گرین لاٹ اور اس کے نواح کے بارے میں مجھے کچھ بھی معلومات حاصل نہیں تھیں۔ چنانچہ جس سمت بھی منہ اُٹھا، کار دوڑاتا چلا گیا۔ ایک سیدھی سڑک میرے سامنے تھی جس کے بارے میں میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا اختتام کہاں ہو گا۔

اس دوران میں نے اپنے سامان کو نہیں چھوڑا تھا۔ یہ سامان تو میرے لیے انتہائی قیمتی حیثیت رکھتا تھا اور اسی کی وجہ سے میری جیت تھی۔ سامان کا بیگ لیموزین کی پچھلی سیٹ پر پھینکنے میں، میں نے غلطی نہیں کی تھی۔ ابھی تک مجھے تعاقب کے آثار محسوس نہیں ہوئے تھے۔ یقینی طور پر وہ لوگ پہلے اندر گئے ہوں گے پھر انھوں نے جیمس لوکر کی لاش دیکھی ہو گی اور اس کے بعد جو کچھ بھی کارروائی ہو سکتی ہے، وہ کریں گے۔ اس دوران مجھے دور نکل جانے کا موقع مل جائے گا۔ عقبی آئینے پر نگاہ دوڑاتے ہوئے میں نے دور دور تک کا جائزہ لے لیا تھا۔ کوئی گاڑی میرے پیچھے نہیں تھی۔ سڑک انتہائی شفاف و کشادہ تھی، اس کے دونوں جانب درخت اُگے ہوئے تھے۔ خاصا سرسبز اور حسین علاقہ تھا۔

جلد از جلد زیادہ سے زیادہ دور نکل جانے کی میری خوش فہمی زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ فیول پمپ پر نگاہ دوڑائی تو پیٹرول ٹینک بھرا ہوا تھا۔ لیکن میرے حسّاس کانوں نے ایک آواز سُنی تھی اور یہ آواز عقب سے ہی آئی تھی۔ ہیلی کاپٹر کی آواز تھی جو خاصی نیچی پرواز کر رہا تھا۔ میں نے گردن گھما کر ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھا۔ وہ نیچی پرواز کرتا ہوا اسی سمت آ رہا تھا اور اس کی رفتار بتاتی تھی کہ ہنگامی پرواز ہے۔ میرا اندازہ سو فیصدی درست نکلا۔ ہیلی کاپٹر چنگھاڑتا ہوا میرے سر پر ہی پہنچ گیا تھا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد وہ پلٹا اور دفعتاً اس سے مشین گن سے گولیوں کی بوچھار شروع ہو گئی۔ میری کار سے دو فٹ آگے سڑک پر کرچیاں اڑنے لگیں۔ کنکریٹ اور تارکول کے ننھے ننھے ذرّات اُڑ کر کار کے سامنے والے شیشے سے ٹکرائے تھے۔ میں نے بمشکل تمام بریک لگا کر کار کو کنٹرول

کیا اور اسے لہراتا ہوا آگے بڑھانے لگا۔ ہیلی کاپٹر فائرنگ کرتا ہوا دور نکل گیا تھا لیکن تھوڑی دور جانے کے بعد وہ پھر پلٹا اور کار کی طرف جھپٹا جیسے ہی وہ میری طرف برق رفتاری سے بڑھا، میں نے پوری قوت سے بریک لگا دیے اور اس طرح ہیلی کاپٹر کا نشانہ پھر خطا ہو گیا۔ وہ گولیاں برساتا ہوا آگے نکل گیا تھا۔ اس طرح میری جان بچ گئی۔ آگے کا علاقہ کچھ اور گھنا ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے کار پھر آگے بڑھا دی۔ کوشش کر رہا تھا کہ کسی نہ کسی طرح کسی ایسے حصے میں جا نکلوں جہاں ہیلی کاپٹر والوں کی نگاہوں سے محفوظ ہو جاؤں لیکن بظاہر تو دور دور تک ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آ رہی تھی کیوں کہ اطراف میں درختوں اور جھاڑیوں کی بہتات تھی۔ میں اللہ کا نام لے کر لیموزین کو ڈرائیو کرتا رہا۔

کافی دور جا نکلنے کے بعد میرے دائیں جانب درختوں کا سلسلہ کسی قدر کم ہونے لگا۔ یہاں چٹانیں نظر آ رہی تھیں۔ بائیں سمت کا جنگل البتہ گھنا اور دشوار گزار ہوتا جا رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرا ذہن معطل ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر رُخ بدل بدل کر مسلسل مشین گن سے فائرنگ کر رہا تھا۔ یقینی طور پر وہ لوگ مجھے ہلاک کر دینا چاہتے تھے۔

بالآخر صورتِ حال میرے بس سے باہر ہو گئی۔ میں نے چٹانی علاقے کی طرف ایک جگہ ڈھلان دیکھی تھی۔ چنانچہ اور کچھ نہ بن سکا تو میں نے لیموزین کو آگے بڑھایا اور ڈھلان پر اتار دیا۔ ڈھلان سے اترتے ہوئے لیموزین کا ایک دروازہ ایک بڑی چٹان سے ٹکرایا تھا اور کچھ اس طرح پچک کر رہ گیا تھا کہ اگر میں اس کی سمت ہوتا تو یقینی طور پر لوہے کے ٹکڑے میرے بدن میں گھس جاتے۔ مضبوط کار تھی اس لیے میں بچ گیا۔

ہیلی کاپٹر فضا میں ایک مختصر سا دائرہ بنا کر دوبارہ میری طرف بڑھ رہا تھا اور اب میرے لیے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ لیموزین کو چھوڑ کر ان چٹانوں میں پناہ لوں۔ زندگی اور موت کی آنکھ مچولی زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکتی تھی لیکن ڈھلان سے اُترنے کے بعد کا میدان خاصی دور تک سپاٹ چلا گیا تھا۔ اس لیے میں کار کو آگے بڑھاتا رہا کہ جہاں تک پہنچ سکے ٹھیک ہے۔ ہیلی کاپٹر نے بھی اپنا رُخ بدل لیا تھا اور اسی سمت آ رہا تھا۔ دفعتاً وہ پھر نیچے جھکا اور اس بار کار اس کا نشانہ بن گئی۔ گولیاں کار کی باڈی پر لگیں اور اس میں سوراخ کرتی ہوئی دور تک نکل گئیں۔ میں نے بے اختیار بریکوں پر دباؤ ڈال دیا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رُک گئی۔ شاید کوئی گولی انجن میں جا گھسی تھی۔ ہیلی کاپٹر ایک بار پھر واپس پلٹ کر آتشی لکیریں بکھیرتا ہوا میری ہی سمت آ رہا تھا۔ دفعتاً ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور دُھوئیں کا ایک مرغولہ

میرے چہرے سے ٹکرایا۔ مجھے یقین تھا کہ اس بار گولیاں کار کے ریڈی ایٹر میں پیوست ہوئی ہوں گی۔ ہیلی کاپٹر کچھ آگے نکل گیا تھا اور تھوڑا سا اوپر اٹھ گیا تھا۔ چونکہ بعض نوکیلی چٹانیں خاصی بلند تھیں اور اتنی نیچی پرواز کرتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو سنبھالے رکھنا خاصا مشکل تھا۔ اس لیے پائلٹ کو ہیلی کاپٹر بار بار اوپر اٹھانا پڑتا تھا اور پھر صحیح سمت کا اندازہ کرنے کے بعد وہ کار کی جانب جھکتا تھا۔

کار کا انجن چونکہ بند ہو چکا تھا، اس لیے اب اس میں بیٹھے رہنا حماقت کی بات تھی۔ میں نے ہینڈل کو پکڑا، ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھا اور دروازہ کھول کر نیچے اترنے کی کوشش کی لیکن ایک اور خوفناک انکشاف ہوا، دروازے کا ہینڈل جام ہو گیا تھا۔ کار حالاں کہ دائیں سمت سے چٹان سے ٹکرائی تھی اور دائیں سمت کا دروازہ ٹوٹ کر اندر آ گیا تھا لیکن بائیں [illegible] کچھ متاثر ہوا تھا کہ ہینڈل جام ہو گیا تھا۔

[illegible] درست نشانہ لیتا [illegible] تھا۔ یہ صورتِ حال [illegible] صحیح [illegible] آ رہا تھا کہ اب میں [illegible] اپنے داہنے پاؤں پر [illegible] میں اس کی نوک ڈال کر ہُڈ کو اوپر تک چیر دیا۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر میرے سر پر پہنچ گیا اور اس بار بھی اس نے گولیوں کا برسٹ نہایت کامیابی سے مارا تھا۔ اگر میں بیٹھے ہوئے ہُڈ سے ایک دم پوری قوت سے باہر چھلانگ نہ لگا دیتا تو میری موت یقینی تھی۔ کیوں کہ اس بار وہ ڈرائیونگ سیٹ کو نشانہ بنا چکے تھے۔

نوکیلی جھاڑیوں نے میرا استقبال کیا اور میرے ہاتھ پاؤں بُری طرح چھل گئے۔ میں زمین پر گرا تو کوئی لمبا کانٹا میرے داہنے کولہے میں گھس گیا اور شدید تکلیف ہونے لگی لیکن اس وقت اس تکلیف پر توجہ دینے کا موقع نہیں تھا۔ میں نے ان خاردار جھاڑیوں میں دور تک دوڑ کر ہیلی کاپٹر کے نئے نشانے سے اپنی جان بچائی تھی۔ موت میرے ساتھ ساتھ سفر کر رہی تھی مگر میں اس سے ہار ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ میں جھاڑیوں کے خاردار ہونے کے باوجود ان کے درمیان دوڑتا ہوا کسی ایسی جگہ کی تلاش میں سرگرداں تھا جہاں مجھے پناہ مل جائے۔

دفعتاً ایک ہولناک دھماکا ہوا اور لیموزین کے چیتھڑے اُڑ گئے۔ یقیناً اس کا پیٹرول ٹینک پھٹ گیا تھا۔ پھر فوراً ہی دو تین دھماکے اور ہوئے اور لیموزین سے سُرخ سُرخ شعلے بلند ہونے لگے۔ پوری گاڑی ان شعلوں کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔ ان دھماکوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے مجھے آگے بڑھنے سے روک دیا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد میں پھر حرکت میں آگیا۔ گاڑی تباہ کرنے کے بعد اُن لوگوں نے یہ یقین نہیں کر لیا ہوگا کہ میں بھی اس گاڑی کے ساتھ ساتھ فنا ہوگیا ہوں۔ میں نے ہیلی کاپٹر کو ایک لمبا سا چکر لگا کر اس بار کچھ آگے جاتے ہوئے دیکھا تھا اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ کیا ان لوگوں کو یقین ہوگیا تھا کہ میں بھی لیموزین کے ساتھ ہی ہلاک ہوگیا ہوں؟ اگر ایسی بات ہے تو لطف آجائے گا۔ ان بدحواس لوگوں نے شاید مجھے کار سے باہر چھلانگ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا لیکن ابھی یہ صرف ایک مفروضہ تھا، کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ان لوگوں کا اگلا قدم کیا ہوگا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز معدوم ہوتے ہوتے ختم ہوگئی۔ بظاہر اندازہ یہ ہوتا تھا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں لیکن میں خوش فہمی کا شکار نہیں تھا۔ لیموزین مکمل طور پر تباہ ہوچکی تھی اور اس کی آگ اب بھی بلند ہو رہی تھی۔ دھوئیں کے مرغولے فضا میں اٹھ رہے تھے جس کی وجہ سے فضا میں کافی کثافت پھیل گئی تھی۔

رفتہ رفتہ شام بھی ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے جب یہ محسوس کیا کہ اب فی الحال مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر ایک جگہ جھاڑیوں میں رُک کر سانسیں درست کرنے لگا اور پھر اپنے بدن میں چبھے ہوئے کانٹوں کی طرف توجہ دی۔ کولھے میں چبھا ہوا بڑا کانٹا سب سے زیادہ تکلیف دے رہا تھا۔ میں نے اسے باہر کھینچا تو وہ تقریباً سوا انچ لمبا تھا اور اس کا آدھا حصہ میرے بدن میں ٹھنس گیا تھا۔ اسے نکالنے کے بعد تکلیف میں کمی ہوگئی تھی۔ باقی جسم پر پڑی ہوئی خراشوں سے بھی ہلکا ہلکا خون رِس رہا تھا۔

رات کی سیاہی نے آن کی آن میں ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑی اور لیموزین کے قریب پہنچ گیا۔ ہرچند کہ تاریکی پھیل چکی تھی لیکن ابھی اتنا اندھیرا نہیں تھا کہ قرب و جوار کا ماحول نظر نہ آتا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر میرا بیگ پڑا ہوا تھا جو غالباً دھماکے کی وجہ سے اچھل کر باہر آگیا تھا۔ اس کا ایک حصہ کسی قدر جل گیا تھا لیکن اندرونی سامان محفوظ تھا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس بیگ کی مجھے اشد ضرورت تھی۔

لباس وغیرہ کا کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن جو دوسری اہم چیزیں تھیں انھیں نکالنا ضروری تھا چنانچہ میں نے بیگ کھول کر اس میں سے اہم سامان نکالا اور جس طرح بھی ممکن ہوسکا، اپنے لباس کے مختلف حصوں میں چھپا لیا۔ اگر ان لوگوں کو میری موت کی تصدیق منظور ہوئی تو وہ یقیناً لیموزین کے آس پاس میری لاش تلاش کریں گے چنانچہ لیموزین سے دور ہٹ جانا زیادہ بہتر تھا۔

اب مسئلہ یہ پیدا ہوتا تھا کہ اس علاقے میں کوئی ایسی جگہ تلاش کی جائے کہ جہاں سے صحیح راستہ دریافت ہوسکے۔ میں ابھی کسی جال میں نہیں پھنسنا چاہتا تھا اور کوئی رِسک نہیں لے سکتا تھا۔ رات آہستہ آہستہ گہری ہوتی رہی اور پھر آسمان پر چاند کی روشنی نظر آئی۔ میں اپنی جگہ سے ہٹ کر وہاں سے آگے بڑھ گیا لیکن ابھی مجھے سفر کرتے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ دفعتاً ہواؤں کے دوش پر کچھ آوازیں سنائی دیں۔

میں اپنی جگہ ٹھٹک کر رُک گیا۔ گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ وہ لوگ یہ سوچ کر مطمئن نہیں ہوگئے تھے کہ لیموزین تباہ ہوگئی ہے وہ مجھے تلاش کر رہے تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرا اُن سے زیادہ فاصلہ نہ ہو۔ میں نے اپنے آپ کو جھاڑیوں میں محفوظ کر لیا لیکن ان کے قدموں کی آوازیں مجھے قریب ہی سنائی دے رہی تھیں۔ میں جھاڑیوں میں اچھی طرح چھپ گیا پھر کسی کی بھاری آواز سنائی دی۔

"ٹارچیں نہیں ہیں تمھارے پاس؟ چاند کی روشنی تمھاری معاونت نہیں کر سکے گی۔" اور دوسرے لمحے پانچ چھ تیز روشنی والی ٹارچیں روشن ہوگئیں۔ وہ جھاڑیوں پر ٹارچیں ڈال ڈال کر مجھے تلاش کر رہے تھے اور ٹارچوں کی روشنیاں آہستہ آہستہ ایک ایک جھاڑی کو کُریدتی ہوئی میری جانب بڑھ رہی تھیں۔ اب انتظار بے سود تھا۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے کا مطلب یہ تھا کہ اطمینان سے مجھے انھی جھاڑیوں میں مار دیا جائے۔ اس لیے میں نے اپنی جگہ سے رینگنا شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک ڈھلوان شروع ہوگئی تھی اور نیچے نہ جانے کہاں تک چلی گئی تھی۔ خاصی پھسلواں ڈھلوان تھی۔ اپنے آپ کو سنبھالنا بہت مشکل تھا۔ اگر وہاں جھاڑیاں نہ ہوتیں تو کہیں نیچے میں پھسل کر نہ جانے کتنی گہرائیوں میں پہنچ سکتا تھا۔ ٹارچوں کی روشنیاں اب اس جھاڑی سے آگے بڑھ آئی تھیں۔ جہاں چند لمحے پہلے میں موجود تھا۔

تھوڑی دیر تک میں اسی طرح آگے بڑھتا رہا اور پھر میرے سامنے ایک چٹان حائل ہوگئی۔ آگے راستہ تقریباً بند ہوگیا تھا۔ چٹان پر چڑھے بغیر دوسری طرف اُترنا ممکن نہیں تھا۔ اگر میں چٹان پر چڑھتا تو ان کی ٹارچوں کی روشنیوں کی زد میں آجاتا۔ فوری طور پر کوئی بات ذہن میں نہیں آئی کہ کیا کرنا چاہیے۔ ہر طرف پھیلی ہوئی چاندنی کے علاوہ ٹارچوں کی روشنیاں بھی میرے لیے خطرے کا باعث تھیں جو مسلسل میرا تعاقب کر رہی تھیں۔

چاند ایک لمحے کے لیے بادلوں میں چھپا تو میں نے چٹان پر چڑھنے کا خطرہ مول لے لیا اور اس پھرتی سے اوپر چڑھا کہ مجھے خود بھی اندازہ نہیں ہوسکا۔ میں چٹان کے اوپر پہنچ گیا اور اسی وقت روشنیاں چٹان پر پڑیں لیکن میں ان کی زد سے اوپر تھا۔ دوسری طرف تھوڑا سا سپاٹ حصہ نظر آ رہا تھا۔

دفعتاً کوئی زور سے چیخا۔ الفاظ تو میری سمجھ میں نہیں آسکے

لیکن ٹارچوں کی روشنیاں ایک دم بلند ہوگئیں۔ میں پھرتی سے چھلانگ لگا کر آگے بڑھ گیا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا جو مجھے چٹان پر چڑھتے دیکھ چکے تھے، پوری طرح مسلح افراد تھے۔ فوراً ہی مجھے گولیوں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر وہ چاروں طرف سے سمٹ سمٹ کر اس چٹان کی جانب متوجہ ہوگئے۔

میں جس حد تک آگے بڑھ سکتا تھا، بڑھتا رہا لیکن وہ اوپر آگئے تھے اور روشنیاں کسی بھی لمحے مجھے اپنی گرفت میں لینے والی تھیں۔ اس وقت ایک تناور درخت نے میری مدد کی اور میں نے اپنے آپ کو اس کے تنے کے پیچھے چھپا لیا۔ صرف ایک لمحہ گزرا تھا کہ ٹارچ کی روشنی عین اسی جگہ پڑی جہاں میں چند لمحے قبل موجود تھا۔ انھوں نے مجھے درخت کے پیچھے چھپتے ہوئے نہیں دیکھا تھا لیکن ان کا رُخ اسی طرف تھا اور اب مجھے کچھ نہ کچھ کرنا ہی تھا۔

دوسرے لوگ شاید مختلف حصوں میں نکل گئے تھے لیکن دو افراد اسی سمت آ رہے تھے، جہاں میں چھپا ہوا تھا۔ پھر جیسے ہی ایک آدمی اس درخت کی طرف آیا، میں نے برق کی سی تیزی کے ساتھ اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے منہ پر جما دیا اور اسے اپنی جانب کھینچ لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ پاؤں مار سکتا، میں نے اس کے نرخرے پر دونوں انگوٹھے رکھ کر اس قوت سے دبائے کہ اس کے حلق سے آواز بھی نہ نکل سکی۔ میرے انگوٹھے گویا اس کے نرخرے میں گھس گئے تھے۔ چند لمحوں کے اندر اندر اس کے بدن کا تشنج ختم ہو گیا تھا۔

دوسرے آدمی کو شاید ابھی تک صورتِ حال کا اندازہ نہیں ہوسکا تھا لیکن جب میں نے اسے چھوڑا تو وہ ایک دم زمین پر گر پڑا اور دوسرے آدمی نے اس کی آواز سنتے ہی پھرتی سے درخت کی سمت رُخ کر لیا لیکن میں نے زمین پر لوٹ لگا کر اپنے آپ کو اس کی امکانی فائرنگ سے بچایا اور ساتھ ہی اس کی ٹانگوں کو اپنی لپیٹ میں لے کر اسے بھی نیچے گرا دیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں اس شخص کے اوپر سوار تھا اور اس بار میں نے اپنے لمبے چاقو کی دھار اس آدمی کے حلق پر پھیر دی۔ میرے ہاتھ کا دباؤ زبردست تھا۔ چنانچہ گردن اس طرح کٹ گئی کہ وہ خرخرانے کے سوا کوئی آواز بھی نہ نکال سکا۔

دوسرے لوگ ابھی تک اس طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے، البتہ سب کے سب چٹان پر چڑھ آئے تھے اور ٹارچوں کی زبانیں ہر طرف زمین چاٹ رہی تھیں۔

میں نے چند لمحات رُک کر صورتِ حال کا جائزہ لیا۔ میں یہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ ان لوگوں نے کون کون سے علاقے کور کر رکھے ہیں۔ کسی ایسی سمت کی تلاش تھی مجھے جو اُن سے خالی ہو اور اس کے لیے اسی درخت کی سیدھ مناسب محسوس ہوئی۔ میں بڑی احتیاط سے پیچھے ہٹنے لگا اور جب مجھے احساس ہوا کہ وہ لوگ دور رہ گئے ہیں تو میں نے دوڑ لگا دی۔ آگے کیا ہے، یہ جنگل کہاں تک چلا گیا ہے؟ اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ بس میں جان توڑ کر دوڑ رہا تھا، بدن پر لگنے والی خراشوں میں اٹھتی ہوئی ٹیسوں سے بے نیاز۔

نہ جانے کتنی دور نکل آیا۔ پھر مجھے ایک روشنی نظر آئی اور میرے قدم سُست پڑنے لگے۔ کوئی آبادی تھی۔ اس وقت سب سے بڑی طلب ایک پناہ گاہ کی تھی۔ ایک ایسی پناہ گاہ جہاں سکون کے چند لمحات مل جائیں۔

ایک احاطہ نظر آیا جسے عبور کرنا مشکل نہ تھا۔ لکڑی کے اس احاطے کی بلندی کو ایک چھلانگ میں عبور کر کے میں ایک لمحے کے لیے رُکا۔ اس جگہ کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ البتہ وہ روشنی اب صاف نظر آ رہی تھی اور لکڑی کی بنی ہوئی ایک عمارت تھی۔ میرے قدم خود بخود اس عمارت کی جانب اُٹھ گئے۔

عمارت کا صدر دروازہ بند تھا لیکن بائیں سمت ایک ایسی جگہ نظر آگئی جہاں میں پناہ لے سکتا تھا۔ یوں بھی اب کسی جدوجہد کی سکت نہیں رہ گئی تھی۔ عمارت کے مکین نہ جانے کون ہوں اور میرے ساتھ کیا سلوک کریں۔ چنانچہ میں نے وہی گوشہ سنبھال لیا اور نڈھال انداز میں خود کو سمیٹ کر لیٹ گیا۔ فائل میرے سینے سے بندھی ہوئی تھی اور میرا سامان بھی بُری طرح میری جیبوں میں ٹھنسا ہوا تھا۔ پلکیں ایک دوسرے سے جڑی جا رہی تھیں۔ یہ نیند نہیں بلکہ کوئی اور کیفیت تھی اور میں زیادہ دیر تک خود کو اس کیفیت سے نہ بچا سکا۔ پلکیں جُڑ گئیں اور اس کے بعد دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔

نہ جانے کب تک مجھ پر یہ گہری نیند یا بے ہوشی طاری رہی۔ دوبارہ آنکھ کھلی تو میں نے دونوں ہاتھ ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن فوراً ہی ایک سرگوشی سنائی دی "لیٹے رہو... لیٹے رہو تمھیں بخار ہے۔"

میں نے چونک کر آنکھیں پھاڑ دیں۔ ستائیس اٹھائیس سال کی ایک خوبرو عورت میرے بالکل قریب موجود تھی۔ اس کے حسین بال میرے چہرے پر جھول رہے تھے اور چمکتی آنکھیں عجیب سے انداز میں مجھے گھور رہی تھیں۔ ان آنکھوں میں بے پناہ پیاس تھی۔

"میں... یہ...؟" میں نے کہا۔

"بس لیٹے رہو، تم محفوظ ہو۔"

"مگر یہ کون سی جگہ ہے؟"

"وہی، جہاں تم آئے تھے۔" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔ "بس اتنا ہوا ہے کہ میں تمھیں باہر سے اندر لے آئی ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لوسیا! اب کیا کیفیت ہے اس کی؟" ایک دوسری نسوانی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"ہوش آگیا ہے آنٹی؟" میرے قریب موجود خوبرو عورت نے جواب دیا۔

"پھر تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" اس مرتبہ لہجہ تحکمانہ تھا۔

"جھک مار رہی ہوں۔" اس نے کہا اور میرے نزدیک سے ہٹ گئی۔

"جاؤ اپنے انکل کو بلا کر لاؤ۔"

"او کے او کے۔" اس نے جلے کٹے لہجے میں کہا اور تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی باہر نکل گئی۔

میں نے گردن گھما کر دیکھا بھاری بدن کی ایک عورت میری طرف آرہی تھی۔ اس کا چہرہ سخت اور کھردرا تھا۔ میرے قریب آکر وہ کڑی نظروں سے مجھے گھورنے لگی۔ پھر اس کی کرخت آواز ابھری۔

"تم کوئی بھی ہو ہمیں اس سے غرض نہیں ہے۔ تم زخمی تھے ہم نے تمھاری تیمار داری کی اب تمھارا فرض ہے کہ تم اسی نیک جذبے کے ساتھ یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔"

"یقیناً مہربان خاتون مجھے احساس ہے کہ آپ کو میری وجہ سے مشکلات کا شکار ہونا پڑا۔ آپ اطمینان رکھیں میں ابھی یہاں سے چلا جاتا ہوں۔" میں نے کہا۔

اسی وقت ایک دراز قامت امریکن دانتوں میں موٹا سگار دبائے اندر داخل ہوگیا۔ وہ لڑکی یا عورت اس کے عقب میں تھی۔ اس کا چہرہ کلین تھا۔ آنکھوں میں ایک بچگانہ شوخی کی جھلک تھی۔

"ہیلو! کیسے ہو تم؟" اس نے مخصوص اسٹائل میں پوچھا۔

"ٹھیک ہوں جناب۔"

"تم زیادہ زخمی نہیں ہو۔ شاید کچھ زہریلے کانٹے تمھارے بدن میں چبھ گئے تھے جن کی وجہ سے تمھیں بخار آگیا۔ اسی زہر نے تم پر طویل بے ہوشی طاری کر دی تھی۔"

"طویل بے ہوشی!" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں تم پورے چالیس گھنٹے بے ہوش رہے ہو۔ میں نے غلط تو نہیں کہا لوسیا؟"

"بالکل نہیں انکل۔" لڑکی نے جلدی سے کہا۔

"لوسیا میری ہم خیال ہے۔ مجھے تم جنکارڈ کے نام سے مخاطب کر سکتے ہو۔ تم کون ہو؟"

"ڈینی ولسن۔" میں نے رکے بغیر کہا۔

"شکاری معلوم ہوتے ہو۔"

"آپ کو کیسے پتا چلا جناب!" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔ اس شخص کی فطرت میری سمجھ میں آرہی تھی۔

وہ قہقہہ مار کر بولا۔ "ایک شکاری ہی دوسرے شکاری کو پہچان سکتا ہے۔ میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تم کسی جنگلی سور کا شکار ہوئے ہو۔"

"آپ تو جادوگر معلوم ہوتے ہیں مجھے مسٹر جنکارڈ۔ اتنا صحیح اندازہ حیرت انگیز ہے۔"

"اسے بوڑھی عورت! نوجوان شکاری کے لیے سبز لوبیا کا سوپ تیار کرو۔ ہری اپ۔"

"نہیں جناب! میں خاتون کی ہدایت کے مطابق فوراً یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔ واقعی انھیں میری وجہ سے بہت تکلیف ہوئی ہوگی۔ اب میں مزید..." میں نے کہا۔

"فرن! تم نے اسے جانے کو کہا ہے؟" جنکارڈ نے عورت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہم اپنے اس پرسکون گھر کو جرائم کا اکھاڑا نہیں بنا سکتے۔ میں چاہتی ہوں کہ یہ اب یہاں سے چلے جائیں۔"

"تم جوں جوں بوڑھی ہوتی جارہی ہو اسی طرح بداخلاق بھی۔ لوسیا! تم مہمان کا خیال رکھو، یہ ابھی نہیں جائیں گے۔ جاؤ فرن! سبز لوبیا کا گاڑھا سوپ تیار کرو۔"

بوڑھی عورت باہر نکل گئی تھی۔

مسٹر جنکارڈ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "مرد کی آواز میں اتنا رعب ہونا ہی چاہیے۔"

"یہ کون سی جگہ ہے مسٹر جنکارڈ؟"

"میرا فارم ہاؤس ہے۔ اطراف میں تمھیں پھلوں کے باغات نظر آئے ہوں گے سب میرے ہیں۔ فرن میری بیوی ہے اور لوسیا میری بھتیجی۔"

"یہ جگہ گرین لاٹ سے کتنی دور ہے؟"

"گرین لاٹ یہاں سے ڈیڑھ سو کلومیٹر دور ہے۔" اس نے جواب دیا۔

گرین لاٹ کے تصور کے ساتھ ہی میرا ہاتھ سینے پر پہنچ گیا اور یہ محسوس کر کے کہ فائل وہاں موجود نہیں ہے میرا دل دھک سے رہ گیا تھا لیکن اسی وقت لوسیا آگے بڑھی اور میرے بازو پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔ "تمھاری حالت کافی بہتر معلوم ہوتی ہے۔" اس کے ساتھ ہی اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "فکر مت کرو تمھارا سامان میرے پاس محفوظ ہے۔"

میں نے عجیب سی نگاہوں سے لڑکی کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا دی۔ مسٹر جنکارڈ نے موٹا سگار دانتوں میں کچلتے ہوئے کہا۔ "اس کے باوجود تم جب تک بالکل تندرست نہیں ہو جاؤ گے یہاں سے نہیں جاؤ گے۔ لوسیا تم ان کا خیال رکھو گی اور نوجوان شکاری میں تم سے ان واقعات کے بارے میں ضرور پوچھوں گا جن کی وجہ سے تم زخمی ہوئے لیکن کوئی جلدی نہیں ہے، اطمینان سے اب آرام کرو۔"

مسٹر جنکارڈ باہر نکل گئے۔ ان کے باہر جاتے ہی لوسیا میرے پاس بیٹھ گئی۔ میں نے اس کے انداز میں کچھ عجیب سی کیفیات محسوس کی تھیں۔ اس وقت بھی وہ مجھ سے بھڑ کر بیٹھی تھی۔

"تمھارا نام ڈینی ولسن ہے نا؟"

"ہاں۔" میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تم نے ابھی اپنے سینے کو ٹٹولا تھا۔"

"ہاں۔ میرے کچھ اہم کاغذات...؟"

"شکر کرو تم کسی اور کے ہاتھ نہیں لگے، اگر آنٹی تمھارے پاس سے برآمد ہونے والا سامان دیکھ لیتیں تو شاید تمھیں ایک لمحے کے لیے بھی اس چھت کے نیچے پناہ نہ ملتی۔ وہ تو میں یوں ہی اس طرف جا نکلی تھی جہاں تم بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ میں خود ہی تمھیں اٹھا کر یہاں لائی ہوں اور تمھاری ابتدائی مرہم پٹی میں نے کی تھی۔ اس وقت انکل اور آنٹی سو رہے تھے۔ سچ بہت وزنی ہو تم..."

وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحات وہ خمار کی سی کیفیت میں رہی پھر سنبھل کر بولی۔ "یہ بلیک پلان کیا ہے؟"

میرا چہرہ سرخ ہوگیا تھا، پورے بدن کا خون چہرے پر سمٹ آیا تھا اور کنپٹیاں آگ اگلنے لگی تھیں۔ اس وقت کی اہمیت کا مجھے احساس تھا۔ یہ لڑکی نما عورت یا عورت نما لڑکی اتنی لاابالی اور معصوم نہیں تھی جتنا کہ ظاہر کرتی تھی۔ اس وقت میں اس کے سامنے بے بس تھا کیونکہ بلیک پلان فائل اس کے قبضے میں تھی۔

"تم پریشان ہوگئے۔ میں صرف معلومات کے لیے پوچھ رہی ہوں مجھے ایسی چیزوں سے دلچسپی ہے۔ انکل جنکارڈ اور آنٹی فرن امن پسند لوگ ہیں، وہ خود کو تمام خطرات سے بے نیاز رکھ کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں جبکہ مجھے ایسی زندگی سے نفرت ہے۔ مجھے پراسرار اور سنسنی خیز حالات میں زندگی گزارنے میں لطف آتا ہے۔"

"تم نے وہ فائل پڑھی ہے؟" میں نے خود کو سنبھال کر پوچھا۔

"نہیں یقین کرو نہیں۔ میں نے اسے تمھاری امانت سمجھ کر محفوظ رکھا ہے۔ کیا تم مجھے اس کے بارے میں بتانا پسند نہیں کرتے۔ اگر ایسی بات ہے تو میں تمھیں مجبور نہیں کروں گی۔"

"دراصل لوسیا! وہ میری ملکیت نہیں ہے۔ میرے پاس بھی وہ کسی کی امانت ہے۔ میں اسی لیے پریشان ہوگیا تھا۔" میں نے آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمھارا سامان محفوظ ہے لیکن کیا تم مجھے دوست بنانا پسند نہیں کرو گے؟"

"تم تو خود بخود میری دوست بن گئی ہو لوسیا۔ بے غرضی سے میری مدد کر کے تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔"

"تو پھر مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"اپنا نام تو میں تمھیں بتا چکا ہوں۔"

"نام سے کیا ہوتا ہے؟"

"پھر...؟ اور کیا جاننا چاہتی ہو؟"

"تم جاسوس ہو یا پھر کوئی جرائم پیشہ انسان۔ کیا تمھارا تعلق کسی دہشت پسند گروہ سے ہے؟"

"تمھارا کیا خیال ہے؟"

"سو فیصدی وہی جو میں نے کہا۔"

"اگر ایسا ہے تو تمھارا کیا ردعمل ہوگا؟"

"کچھ نہیں۔ میں تمھاری مدد کروں گی۔ مجھے یہ سب کچھ پسند ہے۔ پہلے ہی تم سے اظہار کر چکی ہوں۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ تم بلاوجہ ہی اس حال کو نہیں پہنچے۔ کچھ حادثات پیش آئے ہیں تمھیں۔"

"تم نے میرے لیے اپنی ذات میں کافی دلچسپیاں پیدا کر دی ہیں۔ لوسیا اب تو دل میں تمھارے بارے میں جاننے کی خواہش بیدار ہوگئی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے، میرے بارے میں کوئی تو خیال آیا تمھیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ بس اب میں چلتی ہوں۔"

"ارے، کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔ ابھی بوڑھی فرن کو دورہ پڑ جائے گا۔ اسے موت آرہی ہوگی۔"

"اپنی آنٹی کی بات کر رہی ہو؟"

"خدا حافظ۔" وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر دروازے کے قریب پہنچ کر بولی۔ "اپنے سامان کے لیے پریشان نہ ہونا۔ سب کچھ حفاظت سے رکھ چھوڑا ہے میں نے۔ جب مانگو گے، دے دوں گی۔" میرے مزید کچھ کہنے سے پہلے وہ چھپاک سے باہر نکل گئی اور میں دروازے کو دیکھتا رہ گیا۔

امریکا جیسے ملک میں ایسے کسی کردار کا مل جانا تعجب خیز نہیں تھا لیکن کیا وہ میرے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے؟ بظاہر تو ایسا نظر نہیں آتا تھا۔ میں تشویش سے سوچتا رہا۔

وہ لوگ کون تھے جو فیکٹری میں جیمس پوکر کے پاس آئے تھے؟ جیمس پوکر کو کس نے قتل کیا تھا؟ اور اس کے بعد میرے ساتھ پیش آنے والے واقعات؟ کیا ان لوگوں کو فوراً ہی بلیک پلان فائل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

غائب ہو جانے کا احساس ہو گیا تھا؟ کیا انھوں نے جیمس پوکر کے قتل کا شبہ مجھ پر کیا تھا؟ اگر یہ بات تھی تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ جیمس پوکر کے قاتلوں میں سے نہیں تھے۔ جیمس پوکر، بارن وائیکو کا آدمی تھا اور صیہونی مقاصد کے لیے کام کر رہا تھا۔ پھر وہ کون لوگ تھے جنھوں نے اُسے قتل کر دیا؟ سارے واقعات ایک الجھی ہوئی ڈور کی مانند تھے جن کا سرا کہیں نہیں مل رہا تھا۔

اس وقت فوری طور پر میری توجہ کا مرکز لوسیا کی شخصیت بن گئی تھی۔ یہ لڑکی یا عورت کس ٹائپ کی ہے، بلیک پلان فائل سے اس نے کیا نتیجہ اخذ کیا تھا اور جیسا کہ اس نے کہا کہ وہ ذاتی طور پر اس میں دلچسپی نہیں لے رہی اور اس نے فائل کھول کر بھی نہیں دیکھی، تو پھر آخر اس کی دلچسپی کا سبب کیا ہے؟

نجانے رات کا کون سا پہر تھا کہ دفعتاً میرے دروازے پر تین بار دستک ہوئی اور میرے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ میں جلدی سے دروازے کے قریب پہنچا تو باہر سے لوسیا کی آواز سنائی دی: "دروازہ کھولو۔ تم نے میری آواز پہچان لی ہوگی۔" میں ایک لمحے کے لیے رکا تو لوسیا پھر بولی: "میں دروازے کے قریب تمھارے قدموں کی آہٹ سن چکی ہوں۔ مجھے اندر آنے دو۔"

میں نے دروازہ کھول دیا اور لوسیا اندر گھس آئی۔ وہ شب خوابی کے لباس میں تھی۔ بکھرے ہوئے بال اور چہرے کا اُڑا اُڑا سا رنگ۔ ہونٹوں پر ایک لرزش تھی اور آنکھوں میں عجیب سی چمک۔

"یہ وقت ہے تمھارے جسم پر مالش کرنے کا اور بہت ضروری ہے ورنہ تمھارے اِن چھوٹے چھوٹے خراش نما زخموں کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"اِس وقت؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ اس وقت۔" اُس نے کہا اور میرے نزدیک آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک گول شیشی تھی جس کا اوپری سرا بہت چھوٹا تھا اور دوسرے ہاتھ میں روئی تھی۔

میں ایک لمحے کے لیے پریشان ہو گیا تھا لیکن بہر طور اُسے سنبھالے رکھنا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے ہتھیار ڈال دیے۔

تھوڑی دیر تک وہ اپنے کام میں مصروف رہی اور پھر آنکھیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"کیا اب میں اپنا گاؤن پہن لوں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔" وہ تھکے تھکے سے انداز میں بولی۔ انوکھا کیس تھا، سمجھ ہی میں نہیں آتا تھا!

"روشنی کر دوں؟" میں نے پھر سوال کیا۔

"نہیں۔ وہ بوڑھے گدھ ابھی اس طرف دوڑ پڑیں گے۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی اور میں گاؤن پہن کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"تم میرے لیے ایک معما ہو لوسیا! کیا اب بھی تم مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی؟"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو میرے بارے میں، کیا بتاؤں؟ بولو، کیا بتاؤں؟"

"تمھارا ٹائپ کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتی، کوئی نہیں جانتا اور کوئی نہیں جانے گا۔" اس نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے اپنے بارے میں کچھ اور نہیں بتاؤ گی؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔ وہی سب کچھ تو بتانے کے لیے آئی ہوں۔ سنو! سب سے پہلی بات تو یہ سنو کہ میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا۔ بدکردار نہیں ہوں اور کبھی اپنے کردار پر داغ آنے بھی نہیں دوں گی۔ کیونکہ میں اپنے محبوب سے محبت کرتی تھی اور میں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اس کی نذر کر دیا تھا۔ چنانچہ میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہوں گی۔"

"تمھارا محبوب کون ہے؟"

"ہے نہیں، تھا۔ اُسے مجھ سے چھین لیا گیا۔"

"کس نے چھین لیا؟"

"اُنھوں نے جو میری جائداد پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، جو میرے اپنے تھے۔ جنھوں نے ہمیشہ مجھے اپنا کہا لیکن اپنا سمجھا نہیں۔"

میں نے ہمدردی سے لوسیا کے شانے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے بولا: "دل کا بوجھ ہلکا کر لو لوسیا، اس طرح طبیعت سنبھل جاتی ہے۔"

"مجھے رُلانے کی کوشش کر رہے ہو۔ کبھی نہیں روئی میں اور نہ ہی کبھی روؤں گی۔"

"میں صرف تمھارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے غمگساری سے کہا۔

وہ چند لمحے خاموش رہی پھر کہنے لگی: "جیسا کہ تم جانتے ہو، میرا نام لوسیا کیلس ہے۔ ایک دولت مند باپ کی بیٹی تھی۔ ماں بچپن ہی میں مر چکی تھی۔ نوجوانی کی عمر میں داخل ہوئی تو باپ بھی ایک حادثے کا شکار ہو گیا۔ بچپن ہی میں مجھے جم ایلیسی سے منسوب کر دیا گیا تھا۔ جم نے قانون کی تعلیم حاصل کی تھی اور اس کے بعد اس نے ایک کامیاب وکیل کی حیثیت سے اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ والد کی موت کے بعد بے شمار لوگ میری سرپرستی کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ میرے اپنے خاندان کے لوگ تھے۔ انھوں نے مجھ پر محبتوں کی بارش کر دی۔ نوجوانی کی عمر تھی۔ میں اُن کے فریب کا شکار ہو گئی لیکن درحقیقت اس سرپرستی کی آڑ میں وہ میری دولت کو اپنی تحویل میں رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے بچپن ہی سے جم کو چاہا تھا اور اس کے ساتھ ہی اپنی زندگی کے سنہرے خوابوں کا آغاز کیا تھا۔ جم بہت خوددار انسان تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اپنے آپ کو میرے معیار کے مطابق بنائے لیکن جب میرے سرپرستوں کی ناپاک خواہشیں اس کے علم میں آئیں تو اس نے مجھے اُن سے علیحدگی کا مشورہ دیا۔ یہ علیحدگی اسی صورت میں ممکن تھی جب جم سے میری شادی ہو جائے۔ چنانچہ میں نے اپنے سرپرستوں سے اس کا اظہار کر دیا اور وہ لوگ سیخ پا ہو گئے۔ جم میں طرح طرح کے کیڑے نکالے گئے۔ جم کے خلاف بہت سی سازشیں کی گئیں۔ اسے بہت سے گھناؤنے الزامات میں ملوث کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ ہوس پرستوں کا پورا گروہ اس کے خلاف سرگرم عمل ہو گیا۔ اور جم بھی اُن کے مقابلے پر ڈٹ گیا۔ وہ ایک وکیل تھا اور مجھے ہر طرح کا تحفظ دینا چاہتا تھا۔ جب میرے سرپرستوں نے محسوس کیا کہ وہ جم کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکیں گے تو انھوں نے جم کو قتل کرا دیا۔ میرے جم کے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے انھوں نے سمندر برد کر دیا اور میں اپنی زندگی کے سب سے حسین دور سے محروم ہو گئی۔ میں نے جم سے وعدہ کیا تھا ڈیئر کہ میں زندگی اور موت اُس سے وابستہ کر چکی ہوں، سو میں نے اس وعدے کو پورا کیا۔ دیکھ لو میری عمر ستائیس سال ہو چکی ہے لیکن میں... میں آج بھی ویسی ہی ہوں جیسی ابتدا میں تھی۔ جم کی موت کے بعد میرے ذہن میں جنون کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ میں نے خود منظر عام پر آ کر اُن لوگوں کی نشاندہی کی جو میرے جم کے قاتل تھے لیکن اُن کے خلاف کوئی ثبوت نہ پا سکی۔ تب میں نے ایک اور منصوبہ تیار کیا۔

انکل جنکارڈ اور آنٹی فرن میرے بہت دور کے عزیز تھے۔ انکل جنکارڈ نے اپنی زندگی سیر و سیاحت اور شکار میں گزاری تھی۔ وہ لاولد تھے اور آخری عمر میں کسمپرسی کا شکار ہو گئے تھے۔ چنانچہ اپنے ہوس پرست رشتے داروں کو شکست دینے کے لیے میں نے اپنی تمام دولت اپنی تحویل میں لے لی اور اس کے بعد انکل جنکارڈ اور آنٹی فرن کے ساتھ یہاں آ کر بس گئی۔ یہ فارم ہاؤس بھی میری ملکیت ہے۔ یہاں میں ان دونوں کے ساتھ زندگی گزار رہی ہوں۔ تم یقین کرو ڈیئر، میں بدکردار لڑکی نہیں ہوں لیکن بعض اوقات میری عجیب کیفیت ہو جاتی ہے اور اُس وقت اپنے آپ کو سنبھالنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ڈیئر میں نے آنٹی فرن اور انکل جنکارڈ سے اپنی کوئی بات نہیں چھپائی۔ میں نے اُن سے کہا کہ اگر میں کبھی بُرائی کے راستے پر بھٹکنے لگوں تو انھیں یہ حق حاصل ہے بلکہ یہ اُن کی ذمے داری ہے کہ مجھے روک دیں مگر اب یہ لوگ مجھے بہت بُرے لگتے ہیں۔ خاص طور سے اس وقت جب کوئی پسندیدہ شخصیت میرے نزدیک آ جاتی ہے تب یہ لوگ میری نگرانی کرتے ہیں لیکن میں جانتی ہوں کہ یہ سب کچھ میرے وعدے کے ایفا کے لیے ضروری ہے۔ بڑی عزت کرتی ہوں میں اُن دونوں کی۔ بہت ہی احسان مند ہوں میں اُن کی کہ انھوں نے اب تک مجھے سنبھالے رکھا ہے۔"

"تم نے اپنے ان عزیزوں کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہیں کی جو جم کے قاتل تھے؟" میں نے سوال کیا تو لوسیا مسکرا دی۔

"اُن میں سے پانچ آدمی اب اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ اور یہ پانچوں وہ تھے جنھوں نے جم کو قتل کرنے میں کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ میں نے اپنی زندگی کا ایک ہی مقصد بنایا تھا۔ اس کے لیے میں نے اپنی دولت کا بہت بڑا حصہ پروفیسر فیڈرک کے سپرد کر دیا تھا اور شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو کہ میں آج بھی پروفیسر کی بے حد ممنون ہوں اور اس کے لیے جو کچھ بھی مجھ سے ہو سکتا ہے کرتی رہتی ہوں۔ پروفیسر فیڈرک نے میرے وجود کی سب سے بڑی تشنگی مٹا ڈالی ہے۔ بالکل اسی طرح قتل کیا گیا تھا ان پانچوں کو جس طرح جم کی لاش کے ٹکڑے سمندر سے برآمد ہوئے تھے۔"

"پروفیسر فیڈرک؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ دوسروں کی نظر میں ایک جرائم پیشہ اور باغی انسان مگر میرے لیے فرشتہ۔"

"کون ہے یہ؟" میں نے سوال کیا اور لوسیا پُرخیال انداز میں

امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے
کتاب کے چند عنوانات
قیمت ۱۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے دیکھنے لگی۔

"یہاں سے کچھ فاصلے پر جیسی آرگن کا علاقہ ہے اور فیڈرک، جیسی آرگن میں ہی رہتا ہے۔ اس کا گروہ باربن وائیکو کے مقابلے میں بہت چھوٹا ہے لیکن باربن وائیکو کو اس کی وجہ سے دانتوں پسینہ آتا رہتا ہے۔"

ایک بار پھر میرے ذہن میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ لوسیا وہ نام لے رہی تھی جو مجھے مطلوب تھا لیکن پروفیسر فیڈرک کا کردار میرے لیے نیا اور اجنبی تھا۔ لوسیا اگر کوئی بہت گہری عورت نہیں تھی، اور اگر اس نے کوئی شاندار کہانی مجھے نہیں سنائی تھی تو پھر اچانک ہی وہ میرے لیے انتہائی اہم ہو گئی تھی۔ جیسی آرگن، پروفیسر فیڈرک اور باربن وائیکو۔ پروفیسر فیڈرک وہ شخصیت تھی جس نے لوسیا کے ایما پر پانچ آدمیوں کو قتل کیا تھا اور وہ اپنے چھوٹے سے گروہ کے ساتھ باربن وائیکو کو ناکوں چنے چبوائے ہوئے تھا۔ کیا یہ شخصیت میرے کام نہیں آسکتی؟ میں لوسیا کا چہرہ دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ "فیڈرک جیسی آرگن ہی کا باشندہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اور باربن وائیکو؟"

"وائیکو کے بارے میں مجھے زیادہ تفصیل نہیں معلوم۔ سنا گیا ہے کہ وہ کسی مخلوط النسل سے ہے۔"

"امریکی قومیت رکھتا ہے؟"

"ہاں، اور شاید جیسی آرگن ہی میں اس کی مستقل رہائش ہے۔"

فیڈرک کے بارے میں میرے ذہن میں بڑا تجسس پیدا ہو گیا تھا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا: "جیسی آرگن میں ان دونوں میں سے کس کی حیثیت زیادہ طاقت ور ہے؟"

"آں۔" لوسیا کسی سوچ سے چونک پڑی۔ "باربن وائیکو ایک جرائم پیشہ شخص ہے اور پروفیسر فیڈرک ایک تعلیم یافتہ انسان۔ میں اس کی کہانی تو نہیں جانتی لیکن کسی خاص واقعے نے پروفیسر کو درس و تدریس کی زندگی سے ہٹا کر اس راہ پر لا ڈالا تھا۔" وہ شاید میرے سوال پر غور کیے بغیر ہی بولنے لگی تھی۔

"وہ کھلم کھلا باربن وائیکو کے مقابلے پر ہے؟"

"ہاں تقریباً۔"

"دونوں میں اکثر و بیشتر محاذ آرائی ہوتی رہتی ہوگی؟"

"نہیں، اگر کوئی خاص ہی معاملہ ہو تو پروفیسر اس سے بھڑتا ہے۔ ورنہ اس کے مقابلے میں پروفیسر کا گروہ بہت چھوٹا ہے اور اس کے وسائل بھی زیادہ نہیں ہیں۔" لوسیا نے جواب دیا۔

ہر ایک کے بارے میں مشکوک ہو جانا اور محتاط رہنے کے لیے طرح طرح کی احمقانہ کوششیں شروع کر دینا میری فطرت میں نہیں تھا۔ خطرات تو زندگی کی ہر سانس کے ساتھ تھے۔ ان سے بچنے کے لیے راستے کی آسانیوں کو فراموش کر دینا میرے نزدیک حماقت تھی۔ لوسیا کیلس نے جو کچھ کہا تھا اس میں باریکیاں تلاش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ میں اپنے قیمتی لمحات میں سے کچھ وقت ضائع کر دوں۔ چنانچہ اس کی کہانی پر میں نے آنکھیں بند کر کے یقین کر لیا اور یہ سوچنے لگا کہ یہ لڑکی کس طرح میرے لیے کارآمد ہو سکتی ہے۔

لوسیا آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی اور شاید تصورات کی دنیا میں پہنچ گئی تھی۔ میں نے اس وقت تک کے لیے خاموشی اختیار کی جب تک کہ خود اس کے خیالات کا طلسم نہ ٹوٹ جائے۔ اس سے کام لینے کے لیے اب اس کے مزاج کے مطابق عمل کرنا ضروری تھا۔ میں سوچتا رہا پھر تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔ "لوسیا! تمھاری کہانی سننے کے بعد تم سے اظہارِ ہمدردی کرنا یا تمھیں اس بات کا احساس دلانا کہ تم بہت کچھ کھو چکی ہو، ایک عامیانہ سی بات ہے۔ لوگوں نے تم سے تمھارا بہت کچھ چھین لیا اور میں جانتا ہوں کہ جو تمھیں واپس نہیں مل سکتا لیکن اس کے جواب میں تم نے لوگوں سے جو کچھ چھینا، وہ تمھاری شخصیت کی بلندی اور تمھاری ہمت کی دلیل ہے۔ میری طرف سے اس کامیابی پر مبارکباد قبول کرو۔"

لوسیا نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحے مجھے دیکھتی رہی اور پھر جلدی سے اٹھ کر میرے قریب پہنچ گئی۔ اس نے میرے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میرا اندازہ تمھارے بارے میں غلط نہیں ہے۔ تم عام لوگوں سے کافی مختلف معلوم ہوتے ہو۔ یہی سب... یقین کرو، یہی سب کچھ سننے کے لیے میرے کان ترس گئے تھے۔ میں نے جسے بھی اپنی کہانی سنائی، اس نے مگرمچھ کے آنسو بہائے۔ مجھ سے ہمدردی کی، تسلیاں دیں مگر کسی نے میری جرأت کا اعتراف نہیں کیا۔ میں نے کسی کو احساس نہیں دلایا۔ میں نے یہ نہیں چاہا کہ وہ میرے گیت گائے لیکن یقین کرو ڈینی، یقین کرو یہ الفاظ میرا حق ہیں۔ مجھے یہی اعزاز ملنا چاہیے تھا اور تم... تم اب میرے لیے انتہائی قابلِ احترام ہو گئے ہو۔ ہاں، تم نے میری جرأت کا اعتراف کیا ہے۔ شکریہ ڈینی ولسن! تمھارا بے حد شکریہ۔" وہ اب ایک خود کلامی کی کیفیت میں بول رہی تھی۔ "بہت بہت شکریہ۔ ہاں، وہ پانچوں لاشیں گلی سڑی کیفیت میں شہر کے مختلف حصوں سے ملی تھیں۔ پروفیسر فیڈرک میرا محسن ہی نہیں، میرا سب سے بڑا سرپرست ہے اور میں اس کے اس احسان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ آہ...! تم نہیں جانتے ڈینی! تم نہیں جانتے جب پانچ

گھروں میں ماتم ہوا تھا اور ان پانچوں گھروں نے جب اپنی انتہائی صلاحیتوں اور تمام تر اختیارات سے کام لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ان کے بزرگوں کا قتل جم ایلس کے قتل سے منسلک ہے لیکن ان کی کوئی کوشش مجھے مجرم نہ ثابت کر سکی۔ یہ پروفیسر فیڈرک کا ہی کارنامہ تھا۔ اس نے ان واقعات کو ایسے رنگ دیے تھے کہ کوئی بھی میری طرف انگلی اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکا۔ میں دل سے پروفیسر کی ساتھی ہوں اور جو کچھ بھی مجھ سے بن پڑتا ہے، اس کے لیے کرتی رہتی ہوں۔" لوسیا نے پُرمسرت انداز میں کہا۔

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "میں اسے اتفاق ہی کہہ سکتا ہوں لوسیا۔ صرف اتفاق۔"

"کیا...!" اس نے چونک کر پوچھا۔

"تم نے مجھ سے سوال کیا تھا لوسیا کہ کیا میں کوئی جاسوس ہوں یا کوئی جرائم پیشہ انسان۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں اس کا جواب تمھیں دے دوں گا۔ بلیک پلان فائل بھی تمھارے ذہن میں الجھی ہوئی تھی۔ لوسیا! ایک سوال میں تم سے اور کروں گا۔"

"ہاں ضرور ڈینی۔" اس نے کہا۔

"سیاست سے تمھیں کوئی لگاؤ ہے؟"

"نہیں یہ میرا موضوع نہیں ہے۔ کبھی فرصت ہی نہیں ملی اس طرف توجہ دینے کی۔"

"تم مظلوم ہو لوسیا۔ تمھارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔ لہٰذا یقینی طور پر دل سے تم ان لوگوں کے خلاف ہو گی جو کسی پر ظلم کریں۔"

"سو فیصدی۔ میں اسی مزاج کی عورت ہوں۔"

"لوسیا تو پھر یہ سمجھو کہ میرا تعلق بھی ان لوگوں سے ہے جن پر زندگی تنگ کر دی گئی ہے، جن سے ان کی متاعِ حیات چھین لی گئی ہے، جنھیں ظلم کا نشانہ بنا کر دربدر کر دیا گیا ہے۔ سو میں انھی لوگوں کے لیے سرگرمِ عمل ہوں اور ان کی مدد کرنا ہی میری زندگی کا اہم ترین مشن ہے۔"

"کون ہیں وہ لوگ؟" لوسیا نے سوال کیا۔

"واقعۂ فلسطین تمھاری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوگا۔"

"اخبارات میں اس بارے میں پڑھتی رہی ہوں۔"

"یہ علم ہوگا تمھیں کہ یہودیوں نے فلسطین کی سرزمین مسلمانوں سے چھین لی ہے۔ انھیں دربدر کر کے انھوں نے وہاں اپنی مملکت کی بنیاد ڈالی ہے۔"

"ہاں، کچھ واقعات میرے علم میں ہیں۔"

"یہ بھی علم میں ہوگا کہ فلسطینی اپنی بقا کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔"

دنیا کے حیرت انگیز فن
تحریر شناسی
کی مدد سے دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں
اردو میں پہلی بار
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب
تحریر اور شخصیت
یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ...
◎ یہ شخص کس کام کے لیے موزوں ہے؟
◎ کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟
◎ کیا اسے جلد غصہ آتا ہے؟
◎ کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے؟
◎ کیا اس کے ساتھ شادی کی جا سکتی ہے؟
◎ کیا اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟
◎ کیا یہ ایمان دار اور ہمدرد ہے؟
◎ اس کا جنسی رویہ کیسا ہے؟
◎ اس میں برائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں؟
◎ اور ایسی دوسری بہت سی باتیں
قیمت ۴۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے
ہر شخص کے لیے یکساں طور پر کارآمد کتاب۔
ملنے کا پتہ
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جس سے اُنھیں اپنی توہین کا احساس ہو تو وہ پچوں کی مانند رو بھی سکتے ہیں۔ دونوں میاں بیوی مجھ پر پابندیاں لگاتے ہیں، میرے لیے پریشان بھی رہتے ہیں۔ تم نے دیکھا وہ مجھے تمھارے ساتھ تنہا چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہیں اور اس سلسلے میں میرے ساتھ تمام سختیاں کر سکتے ہیں لیکن اگر میں انھیں کسی کام کے لیے کہہ دوں کہ یہ لازمی ہوتا ہے تو پھر دونوں بے بسی سے میری صورت دیکھتے رہ جاتے ہیں۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ ابھی تم نے کہا تھا کہ تم فیڈرک کے لیے پیغام رسانی کا کام بھی کرتی ہو؟"

"تم بہت چالاک ہو۔ مجھے مطلب کی باتوں سے ہٹنے نہیں دیتے لیکن تم بھی ایک مخلص انسان ہو ڈینی ولسن اور ان لوگوں کے لیے کام کر رہے ہو جن سے تمھارا کوئی مذہبی تعلق یا مادی مفاد وابستہ نہیں ہے۔ اور یہ بات نیک دلی کی علامت ہے۔ چنانچہ میں تمھیں بُرا نہیں سمجھتی۔ ہاں، میں نے یہ بات کہی تھی کہ پروفیسر فیڈرک سے میرا رابطہ رہتا ہے اور کوئی اہم بات ہوتی ہے تو میں اُن سے مل لیتی ہوں۔"

"کہاں؟ کیا جیسی آرگن جاکر؟"

"نہیں، میرے اور ان کے لیے ایک پوائنٹ مقرر ہے، وہاں سے میں انھیں پیغام دے دیتی ہوں اور وہیں مجھے اُن کا پیغام مل جاتا ہے۔ میں تمھیں وہ سب سے اہم بات بتانے جا رہی ہوں ڈینی ولسن، جو تمھارے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہوگی۔ تقریباً آٹھ دن قبل پروفیسر فیڈرک کا ایک نمائندہ کسی بیرون ملک سے یہاں آیا تھا۔ اُسے مجھ سے رابطہ قائم کرنا تھا اور یہ یہاں رک کر پروفیسر فیڈرک سے، لیکن وہ شدید زخمی حالت میں میرے پاس پہنچا۔ اس نے مجھے پروفیسر فیڈرک کے لیے کچھ اہم کاغذات دیے اور کہنے لگا کہ وہ یہاں نہیں رک سکے گا اور نہ ہی پروفیسر فیڈرک سے ملاقات کر سکے گا۔ بہتر یہ ہے کہ یہ کاغذات ان تک پہنچا دیے جائیں اور اس کے بعد میں ابھی تک پروفیسر سے رابطہ قائم نہیں کر سکی۔ میں سوچ رہی تھی کہ کسی مناسب موقع پر میں پروفیسر فیڈرک کے لیے یہ پیغام بھجوا دوں گی لیکن ابھی اس پر عمل نہیں کر پائی تھی کہ تم آ گئے اور میں نے تمھیں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر یہاں لے آنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا ڈینی ولسن کہ تم یہ کاغذات لے کر خود پروفیسر فیڈرک کے پاس چلے جاؤ۔ یہ کاغذات اُنھیں دو اور اس کے ساتھ ہی اپنا مقصد بھی بیان کر دو۔ میں تمھارے لیے ایک سفارشی خط بھی تحریر کر دوں گی۔"

"یقیناً ہو سکتا ہے لیکن پروفیسر فیڈرک سے میری ملاقات؟"

"اس کا بندوبست میں کر دوں گی۔ میں تمھیں اس پوائنٹ تک لے جاؤں گی جہاں سے میں پروفیسر کے لیے پیغام رسانی کرتی ہوں۔"

میں نے اس پیغام رسانی کے سلسلے میں کوئی تفصیل نہیں پوچھی تھی لیکن اپنے آپ کو بخوشی اس کام ..... کے لیے پیش کر دیا تھا۔

"گڈ، گڈ، بس یہ سمجھ لو کہ تمھارا کام بن گیا۔ ویسے اپنے کام کی تکمیل کے بعد واپس یہیں آ جانا۔ کچھ وقت میرے ساتھ قیام ضرور کرنا۔ تمھاری قربت مجھے بے حد سکون دیتی ہے۔"

"اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں خود بھی تمھارے احسان مندوں میں شامل ہو جاؤں گا لوسیا۔" میں نے کہا۔

بجانے کیوں لوسیا کو میری یہ بات غم ناک لگی۔ وہ ناک سے شوں شوں کرنے لگی اور پھر اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں غور ہی کرتا رہ گیا کہ میرے اِن الفاظ میں رونے کا سبب کون سا تھا۔ میں نے تو ایک عام سی بات کہی تھی لیکن اس کے باوجود میں نے لوسیا کی غم ناک کیفیت میں اس کا ساتھ دیا۔ یہ لڑکی جو کچھ بھی ہے، کم از کم اِس مشکل وقت میں میرے لیے کارآمد ثابت ہو رہی ہے۔

جب وہ دل کی بھڑاس نکال چکی تو میں نے اس کے شانے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔ "سوری لوسیا! میرے الفاظ سے تمھیں بہت تکلیف پہنچی، اس کے لیے میں شرمندہ ہوں۔"

"نہیں، تمھارے الفاظ سے تو مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔" اس نے جواب دیا۔

میں نے بھی اس وقت مزید پوچھ گچھ کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ اس مسئلے کو چھیڑنا فی الوقت مجھے بے سود ہی معلوم ہوا۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

"تمھارا یہ تمام سامان تمھارے حوالے ہے۔ انکل جنکارڈ ممکن ہے تمھیں شکار کے قصے سُنا سُنا کر بور کریں لیکن اس وقت تک برداشت کر لینا جب تک کہ ہم اپنا مقصد نہیں حاصل کر لیتے۔"

"تم اس کی فکر ہی نہ کرو۔" میں نے جواب دیا اور پھر آہستہ سے پوچھا۔ "لوسیا! یہ فائل تم نے کہاں چھپا رکھی تھی؟"

"ایک انتہائی محفوظ جگہ۔ یوں سمجھ لو جہاں پروفیسر فیڈرک کے کاغذات ہیں۔"

"تو پھر یہ فائل حسبِ معمول تمھارے پاس میری امانت کے طور پر ہی رہے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمھارے پاس زیادہ محفوظ رہ سکے گی۔"

"جیسا تم پسند کرو۔ اس بات سے مطمئن رہو، میں اس کی پوری پوری حفاظت کروں گی۔ دراصل اس فارم ہاؤس پر ہم تین بے ضرر انسانوں کو کوئی بھی شک کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ بھلا کون سوچ سکتا ہے کہ پروفیسر فیڈرک جیسی شخصیت کے لیے ایک معمولی سی لڑکی

بھی کوئی کام کر سکتی ہے۔ اب تم بتاؤ، میں پُراسرار شخصیت کی مالک ہوں نا ڈینی۔ اور تم بھی مجھے ایسے ہی لگتے تھے۔ اِس لیے میں تمھاری طرف متوجہ ہو گئی تھی۔"

"میں نے تم سے زیادہ پُراسرار خاتون سے آج تک ملاقات نہیں کی۔ عجیب و غریب صفات کا مجموعہ ہو تم۔ تمھیں سمجھنے میں واقعی بڑا وقت لگے گا۔" میں نے لوسیا کے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ یہ الفاظ اُس کی پسند کے مطابق ہیں یا نہیں، اور نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ لوسیا کا چہرہ جوشِ مسرت سے سُرخ ہو گیا تھا۔

اس نے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر فیڈرک کا بھی یہی خیال ہے، بس تم یوں سمجھو کہ تمھاری تقدیر جاگ گئی۔ مسٹر فیڈرک کی مدد سے تم اپنا کام بخوبی انجام دے سکو گے اور اس کے علاوہ میری ذاتی دلچسپیاں اور ہمدردیاں بھی تمھارے ساتھ ہیں۔"

اب میں یہ بات تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ میری تقدیر واقعی جاگ گئی ہے لیکن بہر طور جیسی آرگن میں اپنے قدم جمانے کے لیے مجھے واقعی کسی سہارے کی ضرورت تھی اور وہ سہارا مجھے اس لڑکی کے ذریعے مل گیا تھا بشرطیکہ اُس کی باتیں درست ہوں۔

ہم لوگ پروگرام ترتیب دینے لگے، لوسیا نے کہا کہ کل دن میں کسی بھی وقت وہ مجھے اس پوائنٹ تک لے جائے گی جہاں مسٹر فیڈرک کے آدمی موجود ہوا کرتے ہیں۔ اُس نے کہا کہ وہ لوگ نہایت محتاط ہیں اور اس علاقے میں اُن کی کچھ مخصوص کارروائیاں جاری ہیں جن کی وجہ سے اُن کی وہاں موجودگی یقینی ہوتی ہے۔ وہ جب بھی وہاں جاتی ہے، وہ لوگ اُسے مل جاتے ہیں اور اُن کے ذریعے وہ اپنا پیغام مسٹر فیڈرک تک پہنچا دیتی ہے۔

میں نے اُس کی بات سے اتفاق کر لیا تھا۔ لوسیا کے جانے کے بعد میں دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ دو ہی باتیں تھیں، یا تو یہ لڑکی میرے لیے نہایت کارآمد ثابت ہوتی یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مجھے انتہائی مشکلات کا شکار کر دے۔

دوسرے دن جب اُس نے وہ کاغذات میرے حوالے کیے تو مجھے ایک گونہ اطمینان ہوا۔ اُس نے کہا۔ "تم وقت سے کچھ پہلے ہی روانہ ہو جانا۔ میں تمھیں راستہ سمجھا دیتی ہوں۔ اس راستے پر پہنچنے کے بعد تمھیں ایک مخصوص حصّے پر سفر کرنا ہوگا اور ہاں سنو! جو بات میں تمھیں بتا رہی ہوں، اِس پر بھی ذرا غور سے توجہ دینا۔ یہاں سے تم سیدھے مشرقی سمت چلے جاؤ گے۔ تقریباً ڈیڑھ میل چلنے کے بعد تمھیں ایک چھوٹا سا گیسٹ ہاؤس نظر آئے گا۔ یہ ایک سرکاری گیسٹ ہاؤس ہے لیکن بہت عرصے سے بند پڑا ہوا ہے البتہ میں نے اِسے اپنے استعمال کے لیے تیار کر لیا ہے۔ وہاں خاصا صاف ستھرا ماحول ہے۔ باہر سے دیکھنے میں یہ گیسٹ ہاؤس جھاڑ جھنکاڑ سے پٹا ہوا نظر آتا ہے لیکن جب تم اس کے دروازے سے اندر داخل ہو گے تو تمھیں کوئی گندگی نہیں ملے گی۔ وہیں میری جیپ بھی کھڑی ہوتی ہے، جس میں ہمیشہ پیٹرول بھرا رہتا ہے اور اسی جیپ کے ذریعے میں اس پوائنٹ تک سفر کرتی ہوں۔"

"یہ سفر کتنا طویل ہوتا ہے؟" میں نے کہا۔

"بہت زیادہ نہیں۔" پھر اس نے مجھے راستے کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔

تمام پروگرام طے ہو چکا تھا۔ لوسیا کا خیال تھا کہ وہ اپنی آنٹی زن اور انکل جنکارڈ کو ڈاج دے کر میرے پاس پہنچے گی اور پھر وہاں سے ہم دونوں پوائنٹ تک سفر کریں گے۔ اُس نے ایک وقت کا تعین کر دیا۔

اُس کے بعد مسٹر جنکارڈ سے رخصت ہونے کا مرحلہ آیا۔ انھوں نے اس بات پر بڑی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں نوجوان، یہ کیسے ممکن ہے! ابھی تو تمھیں مہمان بنائے ہوئے زیادہ وقت بھی نہیں گزرا۔ ابھی تمھیں رخصت کی اجازت دینا میرے لیے تقریباً ناممکن ہے۔"

"اس کے باوجود مسٹر جنکارڈ، میں جانا چاہتا ہوں۔ بہتر یہ ہوگا کہ آپ مجھے اجازت دے دیں۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" انھوں نے سختی سے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر جنکارڈ! میں آپ کی اس محبت کو نظر انداز نہیں کر سکتا لیکن اتنی اجازت تو ضرور دیں کہ میں اپنے اس کام کو مکمل کر لوں، جس کے لیے میرا جانا ضروری ہے۔"

"وہ کیا کام ہے؟" مسٹر جنکارڈ نے سوال کیا۔

"بس ایک پیغام دینا ہے کسی کو اور اس کے بعد آپ کی ہدایت کے مطابق میں آپ کے لیے وقت نکال سکتا ہوں۔"

"تو پھر میں تمھاری واپسی کا انتظار کروں گا۔" اس طرح مسٹر جنکارڈ نے مجھے اجازت دے دی اور میں اُن سے جان چھڑانے کے بعد وہاں سے چل پڑا۔

لوسیا میرے سامنے نہیں آئی تھی، میں جانتا تھا وہ چالاکی سے کام لے رہی ہے اور اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہتی کہ میرے اور اس کے درمیان کوئی معاہدہ طے پا چکا ہے۔

میں نے لوسیا کی ہدایت کے مطابق سفر کیا۔ اس کی تمام باتیں حرف بہ حرف درست ثابت ہو رہی تھیں۔ دو میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے گیسٹ ہاؤس کی سیاہ عمارت نظر آ گئی۔ درحقیقت وہ عمارت سیاہ نہیں تھی لیکن اس کی دیواروں پر کائی اور گرد کی اتنی تہیں جمی ہوئی تھیں کہ اس کا اصل رنگ چھپ گیا تھا۔ لوسیا کا کہنا بالکل درست

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ عمارت کے احاطے میں جیپ موجود تھی۔

میں نے جیپ کو اچھی طرح چیک کیا۔ نہایت جدید ساخت کی جیپ تھی۔ میں ریسٹ ہاؤس کے ایک کمرے میں اُس کا انتظار کرنے لگا۔

وقت تیزی سے گزرتا جارہا تھا۔ لوسیا کی موجودگی سے یہ فائدہ ہوسکتا تھا کہ پروفیسر فیڈرک کے آدمیوں سے میرا براہِ راست تعارف ہوجائے۔ اس کے بعد باقی معاملات مجھے خود ہی سنبھالنا تھے۔

میں انتظار کرتا رہا لیکن مقررہ وقت گزر گیا۔ مزید ایک گھنٹا پھر دو گھنٹے... اور دو گھنٹے گزر جانے کے بعد میری بے چینی میں شدید اضافہ ہوگیا۔ پتا نہیں کیا ہوا تھا۔ لوسیا کیوں نہیں آئی تھی۔ دل میں خیال آتا تھا کہ واپس جاکر اُسے دیکھوں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں کہ اس کے نہ آنے کی وجہ کیا ہے لیکن پھر یہ احساس ہوتا تھا کہ مسٹر جنکارڈ مجھ سے بُری طرح لپٹ جائیں گے اور ممکن ہے اس کے بعد کافی عرصے تک اُن سے پیچھا چھڑانا ممکن نہ ہو۔

بالآخر یہی فیصلہ کیا... کہ لوسیا کو یہیں خدا حافظ کہہ دیا جائے اور میں اپنے مشن پر روانہ ہوجاؤں۔ اِس سے زیادہ انتظار کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ اگر لوسیا کے اِن کاغذات کے سہارے پروفیسر فیڈرک سے رابطہ قائم ہوجاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اپنے طور پر ہی مجھے یہ سب کچھ کرنا ہوگا۔ چنانچہ مزید پندرہ منٹ انتظار کے بعد میں جیپ کے اسٹیئرنگ پر جابیٹھا۔ ڈیش بورڈ کے نچلے خلنے میں چابی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اُسے نکالا اور جیپ اسٹارٹ کرنے کے بعد ریورس کرکے دروازے تک لے آیا پھر اتر کر دروازہ کھولا اور جیپ کو ریورس کرکے باہر نکال لیا۔ دروازہ میں نے اُسی طرح بند کردیا تھا اور اس کے بعد جیپ کا رُخ اس پگڈنڈی کی جانب ہوگیا جس کی لوسیا نے نشاندہی کی تھی۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا تھا کہ رواروی میں، میں نے اس سے راستے کے بارے میں معلومات حاصل کرلی تھیں ورنہ میرے لیے راستے کا تعین بالکل ممکن نہ ہوتا۔ پگڈنڈی زیادہ چوڑی نہیں تھی، اس کے کنارے پر گھاس اُگی ہوئی تھی۔ لوسیا اس پگڈنڈی پر سفر کرتی رہتی تھی۔ چنانچہ جہاں تک جیپ کے ٹائروں کی پہنچ تھی، وہاں گھاس کچل گئی تھی اور راستہ بنا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ میں جیپ دوڑاتا رہا اور اطراف میں نگاہیں جمائے رہا۔ بعض اوقات یہ خیال ذہن میں آتا تھا کہ کہیں میں کسی مخبوط الحواس عورت کے چکّر میں تو نہیں پڑ گیا لوسیا نے جو کچھ کہا ہے کہ وہ سچ بھی ہے یا ایک فرضی کہانی کے سوا کچھ نہیں؟

مجھے تقریباً سات میل تک سفر کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد وہ وادی شروع ہوگئی جس کی نشاندہی لوسیا نے کی تھی۔ درحقیقت اس وادی میں جیپ کا گزر ممکن نہیں تھا۔ اونچی اونچی نوکیلی چٹانیں اور ان کے درمیان پڑے ہوئے پتھر جیپ کا راستہ روکتے تھے، چنانچہ میں نے وہیں جھاڑیوں میں ایک جگہ جیپ چھپادی اور اُتر کر وادی میں داخل ہوگیا۔ تھوڑی سی ڈھلان طے کرنے کے بعد میں ان چٹانوں کے درمیان پہنچ گیا۔ بڑا مشکل راستہ تھا جسے طے کرنا آسان کام نہیں تھا لیکن بہرطور میں اِسے عبور کرتا رہا۔ اس دوران میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آتے رہے تھے۔ نجانے کیوں مجھے یہ احساس ہورہا تھا کہ میرے لیے کچھ مشکلات پیدا ہونے والی ہیں۔ اِس احساس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں تھی، بس ذہن کے کچھ نامعلوم گوشوں میں خدشات سر اُبھار رہے تھے۔

اس طویل و عریض وادی کو عبور کرنے میں نجانے کتنا وقت لگا۔ میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا لیکن جب میں وادی کے آخری کنارے پر پہنچا تو طبیعت کو فرحت کا احساس ہوا۔ جس دشوار گزار راستے سے گزر کر آیا تھا، اس کا اختتام ایک نہایت خوبصورت اور پُرسکون جگہ پر ہوا تھا۔ اطراف میں درخت پھیلے ہوئے تھے گو یہ درخت زیادہ گھنے اور اونچے نہیں تھے لیکن بہرطور انھوں نے یہاں کا ماحول خوشگوار بنادیا تھا۔ اس لمبے راستے کو عبور کرتے ہوئے بڑی تھکن سی ہوگئی تھی چنانچہ میں نے کچھ دیر وہیں بیٹھ کر سستانے کا فیصلہ کیا اور ایک جگہ منتخب کرکے بیٹھ گیا۔ میری نگاہیں اطراف میں بھٹک رہی تھیں اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر لوسیا کا کہنا درست ہے تو اب کوئی نہ کوئی میرے قریب ضرور آئے گا۔ مجھ سے ملاقات کرنے کی کوشش کرے گا اور میرا یہ اندازہ غلط نہیں نکلا تھا۔

مجھے وہاں بیٹھے ہوئے چند لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ دفعتاً میں نے اپنے عقب میں قدموں کی آہٹیں سُنیں۔ میں نے گردن گھما کر دیکھا اور ایک دم کھڑا ہوگیا۔ لیکن آنے والے دونوں افراد نے میرے کھڑے ہونے کے انداز کو غلط سمجھا تھا۔ ان میں سے ایک نے ایک گھونسا پوری قوت سے میرے پیٹ میں مارا اور میں شدتِ تکلیف سے دہرا ہوگیا۔ چونکہ میرے ذہن میں اُن سے لڑنے کا تصور تک نہیں تھا لہٰذا یہ اچانک افتاد میرے لیے بوکھلا دینے والی تھی۔ میں نے کچھ کہنے کے لیے مُنہ کھولا ہی تھا کہ دفعتاً دوسرے آدمی نے اچھل کر میری کمر پر لات ماری۔ اس بار مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا دشوار ہوگیا تھا چنانچہ میں اوندھے مُنہ نیچے جا پڑا۔ ان میں سے پہلا آدمی جس نے میرے سر پر وار کیا تھا پھرتی سے میرے سر پر پہنچا۔ اس نے اُچھل کر دونوں ٹانگیں میرے سر میں پھنسانے کی کوشش کی لیکن اب میرے لیے یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ خاموشی سے مار کھاتا رہوں چنانچہ میں نے اُس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور پوری قوت سے انھیں گھما دیا۔ میری کوشش کارگر ہوئی تھی۔ وہ تیز رفتاری سے سامنے والے شخص سے ٹکرایا اور وہ دونوں بلبلاتے ہوئے دوہرے ہوگئے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں، ان لوگوں نے آتے ہی جنگ شروع کردی تھی ورنہ مجھے اگر ان سے گفتگو کرنے کا موقع مل جاتا تو شاید یہ صورتِ حال پیش

نہ آتی۔ میں ابھی سنبھل کر اُٹھا ہی تھا کہ ایک اور شخص کو میں نے درخت کی آڑ سے نکلتے دیکھا اور اُسے دیکھ کر درحقیقت ایک لمحے کے لیے مجھے اپنے حواس سنبھالنا پڑے۔ اس کے شانوں کی چوڑائی اتنی زیادہ تھی کہ اتنے چوڑے شانوں والا آدمی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ گردن بھی شانوں پر رکھی ہوئی محسوس ہوتی تھی، قد زیادہ نہیں تھا مگر بدن کے پھیلاؤ میں ایک عجیب سی ہیبت تھی۔ وہ بس ایک طاقتور آدمی کا کارٹون معلوم ہوتا تھا۔ لمبے لمبے ہاتھ گھٹنوں سے نیچے لٹکے ہوئے تھے۔ اس نے بھی اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح عمل کیا اور کچھ سوچے سمجھے بغیر میرے اوپر چھلانگ لگادی۔ اس کی کوشش تو یہی تھی کہ مجھ پر چھلانگ لگا کر مجھے قابو میں کرلے، مگر میں نے اس کی یہ کوشش ناکام بنادی اور لڑھکتا ہوا دور پہنچ گیا۔ اس نے بھی اپنے آپ کو سنبھالا اور پھنکاریں مارتا ہوا میرے سر پر سوار ہوگیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑ کر پھرتی سے موڑا اور اپنی دونوں ٹانگیں نیچے لیٹے ہی لیٹے اچھل کر اس کے پیٹ میں ماریں، میری یہ کوشش کارگر ہوئی تھی۔ وہ کافی دُور جاکر گرا اور میں پھرتی سے اُٹھ کھڑا ہوا لیکن اس نے بھی اُلٹی چھلانگ لگا کر خود کو سیدھا کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

"لعنت ہے تم لوگوں پر۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اب پہلے تم سے جنگ ہی کرلوں پھر دوسرے کام ہوجائیں گے، میں نے دل میں سوچا اور ان کے مقابلے کے لیے تیار ہوگیا۔ جن دو آدمیوں کو میں نے اس سے پہلے سنبھالا تھا وہ بھی اپنے آپ کو سنبھال چکے تھے۔ سب سے زیادہ خطرناک یہی چوڑے شانوں والا تھا چنانچہ اس نے جُھکائی دے کر میرا ہاتھ پکڑلیا اور اسے موڑنا شروع کردیا۔ اس کی اِس بے پناہ قوت کے بارے میں، مَیں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا لیکن میں نے پھر ایک قلابازی کھائی اور اس کے شانے پر سوار ہوگیا۔ میرا بازو اب بھی اس کی گرفت میں تھا لیکن اس کے شانوں پر چڑھ کر میں نے اس کی کنپٹیوں پر دونوں کھڑے ہاتھ مارے اور اس نے بے اختیار میرا بازو چھوڑ دیا۔ میں نے پھر اُلٹی قلابازی کھائی اور زمین پر آگیا۔ اِس خطرناک جدّوجہد نے مجھے بُری طرح پریشان کردیا تھا۔

وہ دونوں آدمی جو مجھ پر سب سے پہلے حملہ آور ہوئے تھے، اب میرے قریب آنے سے کترا رہے تھے۔ غالباً ان کے ذہن میں یہی خیال تھا کہ اس چوڑے شانوں والے سے میری جنگ کے درمیان وہ کہیں کسی نقصان کا شکار نہ ہوجائیں لیکن مجھے بھی یہ اندازہ ہوچکا تھا کہ اب ان لوگوں کو سمجھائے بغیر میرا کام ہونا مشکل ہی ہے۔ وہ کچھ سُننے کے موڈ میں نہیں ہیں اور صرف جنگ کرنا چاہتے ہیں۔

میرا بازو چھوٹ گیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری بائیں پسلی ٹوٹ گئی ہو۔ میں نے دیوانہ وار ایک لات گھما کر اس کی ٹھوڑی پر جمادی اور وہ اچھل کر دُور جا گرا۔ اس نے سنبھل کر اُٹھنے کی کوشش کی مگر میں چھلانگ لگا کر اس کے سر پر پہنچ گیا اور اس کو دبوچ لیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں کو میں نے اپنے پیروں کے نیچے دبایا اور پھر اچھل کر دونوں ٹانگیں اس کے پنجوں پر رسید کردیں۔ اس کے مُنہ سے دلخراش چیخ نکل گئی تھی لیکن میں نے اسی پر بس نہیں کیا، پیچھے ہٹ کر میں نے پوری قوت سے ایک ٹھوکر اس کے سر پر لگائی۔ بلاشبہ فٹبال کا کوئی زبردست کھلاڑی بھی اتنی شاندار کِک نہیں لگا سکتا تھا۔ میری اس ٹھوکر سے وہ اُٹھ کر کھڑا ہوگیا مگر کھڑے ہونے میں اس کے ہاتھوں کے سہارے کا ذرا بھی دخل نہیں تھا۔ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد وہ اوندھے مُنہ زمین پر جا پڑا اور اسی وقت دفعتاً فضا میں دو فائروں کی آواز اُبھری اور اس کے ساتھ ہی ایک غرّاتی ہوئی سی آواز بھی۔

"خبردار... خبردار! اگر کسی نے بھی جنبش کرنے کی کوشش کی تو اس کا بھیجا اُڑادیا جائے گا۔" یہ آواز بھی ایک درخت کے عقب ہی سے آئی تھی۔ باہر آنے والا ایک دراز قد آدمی تھا۔ دُبلے پتلے بدن اور چُندھی آنکھوں والا جس کے سر پر چھوٹے چھوٹے بال کھڑے ہوئے تھے۔ خاصی خونخوار شکل تھی وہ بھی۔ میں نے اس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار سلت کے پستول کو دیکھا جس کی نال ضرورت سے زیادہ لمبی اور شاید کسی مخصوص ساخت کی تھی۔

میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر سیدھا ہوگیا۔

دراز قد آدمی آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا تھا۔ وہ خاصا چاق و چوبند اور پُھرتیلا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا: "ہوں! تو اس بار تمھارا انتخاب کیا گیا ہے؟" اس جملے کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

میں نے اپنے اطراف میں کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ چوڑے شانوں والا پھر اُٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا لیکن اب اس کے انداز میں بے بسی پائی جاتی تھی۔ غالباً سر پر پڑنے والی ٹھوکر نے اس کا دماغ چکرا کر رکھ دیا تھا اور وہ ابھی تک اپنے حواس پر قابو نہیں پاسکا تھا۔ پھر اُس کی نگاہیں میرے اوپر پڑیں اور اس کی آنکھوں میں خون نظر آنے لگا۔ وہ دونوں ہاتھ بڑھا کر میری طرف بڑھا لیکن اسی وقت دراز قد آدمی نے پستول سے ایک فائر کیا اور وہ گولی اس کے پیروں کے پاس لگی۔

"جب میں یہاں موجود ہوں تو تمھیں جنبش کرنے کی ضرورت نہیں۔" دراز قد آدمی اپنی مخصوص آواز میں بولا اور چوڑے شانوں والا رک گیا لیکن وہ اب بھی کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ دراز قد آدمی نے پھر کہا: "مرنے سے پہلے اگر اپنے بارے میں بتادو تو زیادہ بہتر ہوگا۔ ورنہ ہم یہ بھی نہ جان سکیں گے کہ تم کون تھے؟"

"اگر واقعی انسانوں کی طرح گفتگو کرنا چاہتے ہو تو پہلے آدمی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بنو، ان سب سے کہو کہ یہ جانوروں کی طرح کسی پر پل پڑنے کے بجائے انسانوں سے گفتگو کرنے کا سلیقہ سیکھیں۔ ان سے پوچھو کہ یہ کیوں مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے؟"

"ان سے مجھے جو کچھ پوچھنا ہے، بعد میں پوچھ لوں گا۔ پہلے میں تم سے سوال کرتا ہوں، تم بتاؤ کون ہو تم؟"

"کیا تمھیں یہ سب کچھ بتانا ضروری ہے؟"

"ہاں اگر نہیں بتاؤ گے تب بھی ہمارا نقصان نہیں ہوگا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تمھارے بارے میں تفصیل پتا چل جائے تو تمھاری جان بخشی کے لیے غور کیا جائے۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ یہاں میں پروفیسر فیڈرک کے آدمیوں سے ملنے آیا تھا۔"

"کیا...!" دراز قامت آدمی کا منہ ایک لمحے کے لیے حیرت سے کھلا لیکن دوسرے لمحے اس کا چہرہ بگڑ گیا۔

"گویا اب تم ہم سے چال چلنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"سنو احمق آدمی! اگر تم پروفیسر فیڈرک کے آدمی ہو تو میں تمھارے لیے مصیبت بن سکتا ہوں کیونکہ میں پروفیسر فیڈرک کے لیے ایک پیغام لے کر آیا تھا اور تم لوگوں نے یہاں اس طرح میری پذیرائی کی۔"

"میں کہتا ہوں بکواس مت کرو۔ پروفیسر فیڈرک کے لیے پیغام لانے والے تنہا نہیں ہوتے۔"

"کون ہوتا ہے اُن کے ساتھ؟" میں نے سوال کیا اور دراز قد آدمی حقارت آمیز انداز میں ہنسنے لگا۔

"یہ بھی تم ہی بتا سکتے ہو، اگر تم واقعی پروفیسر فیڈرک سے ملنے آئے ہو۔"

"اگر تمھاری مراد لوسیا کیلس سے ہے تو یوں سمجھ لو کہ اس بار وہ میرے ساتھ نہیں آسکی اور اس نے پروفیسر فیڈرک کے لیے ایک پیغام دیا ہے۔"

دراز قد آدمی بُری طرح اُچھل پڑا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے بدحواسی کے آثار نظر آئے اور پھر وہ بھاری لہجے میں بولا: "کیا بکواس کر رہے ہو تم، کیا واقعی! کیا واقعی تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"احمق آدمی! تم لوگوں نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے اس کی جواب دہی تمھیں کرنا ہوگی۔ کسی کو نقصان پہنچانے سے پہلے یہ تو اندازہ لگا لینا چاہیے کہ وہ دوست ہے یا دشمن۔" میں نے کہا۔

دراز قد آدمی گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا تھا۔ پھر اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے کہا: "اس کے دونوں ہاتھ پشت پر کس دو اور اسے لے چلو۔"

وہ دونوں آدمی جو سب سے پہلے مجھ سے مقابلے کے لیے آئے تھے اور جو میری کوششوں کے نتیجے میں تھوڑے سے زخمی ہو گئے تھے، بدستور کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ وہ آگے بڑھے اور انھوں نے میرے دونوں ہاتھ پشت پر کس دیے۔ میں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ سامنے پستول تھا اور پھر یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ ان لوگوں کا تعلق فیڈرک ہی سے ہے۔ میں پُرسکون انداز میں ان کے ساتھ چل رہا تھا۔ تقریباً پچاس گز چلنے کے بعد جھاڑیوں میں ایک جیپ نظر آئی اور انھوں نے مجھے اس جیپ میں بیٹھنے کے لیے کہا۔ دراز قد آدمی بالکل میرے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھ میں اب بھی پستول موجود تھا۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے اپنی جیب سے سیاہ رنگ کی ایک پٹی نکالی اور پھر اُسے میری آنکھوں پر باندھتے ہوئے کہا۔ "اس کارروائی کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں لیکن اس وقت تک جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ تم درحقیقت پروفیسر ہی سے ملنا چاہتے ہو، ہم تمھارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کر سکتے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پٹی بندھ جانے کے بعد میری نگاہوں کے سامنے تاریکی پھیل گئی تھی۔ میں نے راستوں کا اندازہ لگانے کی بھی کوشش نہیں کی۔

میرا یہ سفر تقریباً تیس یا بتیس منٹ کا رہا تھا اور اس دوران یہ اندازہ ضرور لگا لیا تھا میں نے کہ جیپ جس راستے پر سفر کر رہی ہے، وہ ناہموار ہے اور کوئی باقاعدہ سڑک نہیں ہے۔ جب میری آنکھوں سے پٹی کھولی گئی تو میرے اس اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ ہم پہاڑوں ہی میں تھے۔ جس جگہ جیپ رُکی تھی اُس کے عین سامنے ایک بڑے سے غار کا دہانہ نظر آ رہا تھا جس کے اطراف میں اونچی اونچی جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔

دراز قد آدمی نے مجھ سے نیچے اترنے کے لیے کہا اور میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ غار کے دہانے میں تقریباً دس گز تک سیدھے آگے بڑھنا پڑا تھا۔ اس کے بعد یہ راستہ بائیں سمت مڑ جاتا تھا اور یہاں خاصی کشادہ جگہ بنی ہوئی تھی۔

مجھے ایک چھوٹے سے سوراخ کے ذریعے اندر داخل ہونے کے لیے کہا گیا جو اس بڑے سے ہال نما غار کے ایک کونے میں بنا ہوا تھا۔ یہاں پہنچ کر دراز قد آدمی نے کہا: "تمھیں یہاں کچھ وقت آرام کرنا ہوگا۔ پروفیسر کو تمھاری آمد کی اطلاع پہنچا دی جائے گی۔"

"میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔" میں نے کہا۔

دراز قد آدمی ہنسنے لگا پھر بولا۔ "بہرحال، انتظار تو کرنا ہوگا۔"

"کیا میرے ہاتھ بندھے رہیں گے؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں لیکن اس سے پہلے تمھیں اپنی تلاشی دینا ہوگی جو ہم نے اب تک نہیں لی۔"

"میرے پاس جو کچھ ہے، اگر تم نے اُسے چھیننے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں ہر احتیاط کو بالائے طاق رکھ دوں۔"

"ہمیں صرف تمھارے ہتھیار چاہئیں۔" دراز قد آدمی نے کہا اور اس کے بعد اس نے خود ہی آگے بڑھ کر میری تلاشی لے ڈالی۔ میرے پاس جو کچھ تھا انھوں نے اپنے قبضے میں کر لیا اور اس کے بعد میرے ہاتھ کھول دیے گئے۔ البتہ وہ کاغذات جو لوسیا نے میرے حوالے کیے تھے انھوں نے نہیں لیے تھے۔ دراز قد آدمی باہر نکل گیا اور غار کے دروازے کو کسی خاص میکنیزم کے ذریعے ایک چٹان سے بند کر دیا گیا۔ اندر اتنی جگہ تھی کہ میں یہاں آرام کر سکتا تھا۔ میں نے خود کو پُرسکون رکھا۔ جو کچھ کارروائی کی گئی تھی، وہ لازمی تھی، کم از کم اتنا تو ہونا ہی چاہیے تھا۔

مجھے تقریباً چار گھنٹے قید رہنا پڑا۔ پانچواں گھنٹا شروع ہوتے ہی چٹانی دروازہ اپنی جگہ سے ہٹا اور تیز روشنی کی کرنیں اندر آگئیں۔ چٹان اس طرح اس دہانے پر فٹ ہوتی تھی کہ اندر کے ماحول پر تاریکی مسلط ہو جاتی تھی اور باہر سے روشنی کی کرن بھی اندر نہیں آسکتی تھی۔ مجھے اندازہ ہوا کہ غار میں تیز روشنی کر دی گئی ہے۔ یہ روشنی خاص قسم کے لیمپوں کی تھی جو بیٹری سے چارج ہوتے ہیں۔ اس بڑے سے ہال نما غار میں مجھے سفید سوٹ میں ملبوس سنہرے بالوں والا ایک بوڑھا آدمی نظر آیا جس کی آنکھوں پر سنہری کمانی کی عینک چڑھی ہوئی تھی اور نجانے کیوں اُسے دیکھ کر ذہن میں پروفیسر ہی کا لفظ اُبھرتا تھا۔

جب میں اس بڑے ہال نما غار میں داخل ہوا تھا تو اس غار میں کوئی خاص فرنیچر وغیرہ نہیں تھا لیکن اس وقت یہاں ایک بڑی سی میز اور چند کرسیاں ڈال دی گئی تھیں۔ اِن ہی میں سے ایک کرسی پر وہ شخص بیٹھا ہوا تھا جو نرم و نازک سی شخصیت کا مالک تھا لیکن چہرے کی بناوٹ بتاتی تھی کہ انتہائی سخت گیر ہے۔

مجھے اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے تھوڑا سا اٹھ کر میرا خیر مقدم کیا اور مجھے نرم آواز میں کرسی پر بیٹھنے کی پیش کش کی۔

"یہ حقیقت ہے نوجوان دوست کہ ہم اپنے دشمنوں سے نبرد آزما ہیں اور اپنی زندگی کے نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں۔ ایسے حالات میں ہمیں بعض اوقات ہر مشتبہ شخص کے ساتھ سخت کارروائی کرنا پڑتی ہے اور یہ کارروائی ہر قسم کی ہو سکتی ہے۔ انسانی زندگی لینا، انسانیت نہیں ہے لیکن بعض اوقات حالات اس قدر نازک ہو جاتے ہیں کہ بہت سی اخلاقی قدروں کو نظر انداز کر دینا پڑتا ہے۔ تمھارے ساتھ جو کچھ ہوا اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔ مجھے اس بارے میں تھوڑی سی اطلاعات مل چکی ہیں لیکن اب یہ ثابت کرو کہ جو کچھ تم نے کہا، وہ درست بھی ہے۔"

"کیا آپ ہی پروفیسر فیڈرک ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ مجھے اسی نام سے پکارا جاتا ہے، لیکن میں اپنی اصل زندگی سے ہٹ کر دوسرے راستے پر آگیا ہوں چنانچہ پروفیسر اب کچھ عجیب سا لگتا ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ... تم مجھے فیڈرک کے نام سے ہی مخاطب کرو۔"

"ٹھیک ہے پروفیسر... میرا مطلب ہے مسٹر فیڈرک۔ میں آپ سے آپ کے آدمیوں کی اب کوئی شکایت نہیں کروں گا۔ اپنی مجبوریوں کو ظاہر ہے آپ ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ میں مختصر الفاظ میں آپ کو اپنی آمد کی وجہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ یہ کچھ کاغذات ہیں جو لوسیا کیلس نے مجھے آپ کے لیے دیے تھے۔"

میں نے وہ کاغذات نکال کر پروفیسر کے سامنے رکھ دیے اور اس نے بے اختیارانہ انداز میں انھیں اٹھا کر جلدی سے اپنے نزدیک کر لیا۔ وہ کاغذات کو کھول کر دیکھنے لگا اور پھر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

"مگر... مگر یہ کاغذات تو کسی اور کو یہاں لانا تھے؟ اس کے سلسلے میں..."

"ہاں، لوسیا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ شخص جو کاغذات لے کر یہاں آیا تھا اور جسے تمھارے پاس پہنچنا چاہیے تھا اُس پوزیشن میں نہیں تھا کہ یہاں رُک سکے لہٰذا وہ یہ کاغذات لوسیا کو دے کر واپس چلا گیا۔ لوسیا خود ہی انھیں آپ کے پاس پہنچانا چاہتی تھی پروفیسر لیکن درمیان میں اس سے میری مڈبھیڑ ہو گئی اور اس نے اس سلسلے میں مجھ پر بھروسا کر لیا۔"

پروفیسر کے چہرے پر ناگواری کے ہلکے سے تاثرات نظر آئے اور پھر اُس نے مجھے مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا: "کیا تم نے ان کاغذات کا جائزہ لیا ہے؟"

"نہیں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ میرا اپنا ایک کیس ہے۔" میں نے کہا اور پروفیسر نے کاغذات کا پیکٹ بند کر کے اپنی کہنیوں کے نیچے رکھ لیا۔

"میں نہیں سمجھا۔" اس نے گہری نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک تھی اور یہ آنکھیں ذہن کے گوشوں کو ٹٹولتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔

"مسٹر فیڈرک! میں ایک طویل سفر طے کر کے جیسی آرگن کے علاقے میں داخل ہوا ہوں۔ میرا جھگڑا بارن دائیکو سے ہے۔ لوسیا بس اتفاق سے مجھے مل گئی اور میں اس کا سہارا لینے پر مجبور ہو گیا۔"

"تمھاری الجھی ہوئی گفتگو کا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم کھل کر بات کرو، اگر تمھارا کوئی جھگڑا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

باربن ڈائیکو سے ہے تو واقعی اس بات پر یقین کرلو کہ فیڈرک تمھارا دوست ہے۔"

"میں جانتا ہوں مسٹر فیڈرک! بہت زیادہ احتیاط صحیح راستوں سے دور کر دیتی ہے۔ میرا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے ہے اور باربن ڈائیکو کے پاس ایک ایسا خفیہ منصوبہ ہے جو تنظیم کے خلاف ہے۔ میں باربن ڈائیکو سے اس منصوبے کی تفصیلات حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اسی کی خاطر میں نے جیسی آرگن تک کا سفر طے کیا ہے۔ اس منصوبے کی کچھ تفصیلات گرین لاٹ میں جیمس لوکر نامی شخص سے مجھے حاصل ہونا تھیں لیکن جب جیمس لوکر کے پاس میں پہنچا تو وہ ہلاک کیا جا چکا تھا۔"

پروفیسر فیڈرک بُری طرح چونک پڑا تھا۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا لیکن اس نے مُنہ سے کچھ بولنے کی کوشش نہیں کی۔

"جیمس لوکر کی رہائش گاہ سے نکلنے کے بعد کچھ نامعلوم لوگ میرا تعاقب کرتے رہے اور انھوں نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی لیکن میں بچتا بچاتا کسی طرح لوسیا کیس تک پہنچ گیا اور اس نے مجھے پناہ دی۔ سادہ سی فطرت کی مالک اس لڑکی نے اپنی زندگی کے واقعات سُناتے ہوئے پروفیسر فیڈرک کا ذکر کیا اور جب اس نے یہ بتایا کہ جیسی آرگن میں باربن ڈائیکو کا حریف پروفیسر فیڈرک ہے تو میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس طرح بھی ممکن ہوسکے، اس سلسلے میں آپ کی امداد حاصل کی جائے۔ جب میں نے اس سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو لوسیا نے بڑے اعتماد سے کہا کہ پروفیسر فیڈرک میری مدد کریں گے اور اس کے بعد اس نے مجھے یہ کاغذات دے کر آپ کے پاس روانہ کر دیا۔ یہ ہے میری کہانی پروفیسر فیڈرک!"

میں نے ایک بار پھر اس کے چہرے کی طرف نگاہ اٹھائی تو اس کے نرم اور مشفق چہرے پر مسکراہٹ کی ایک ہلکی سی لکیر نظر آئی، جسے میں نے متعجبانہ انداز میں دیکھا۔

"یہ بھی دلچسپ بات ہے ڈیئر ڈینی ولسن! کہ میں تم سے اُس وقت سے واقف ہوں جب تم فیکٹری ایریا سے باہر نکل رہے تھے اور جیمس لوکر کے آدمیوں نے تمھارا تعاقب کیا تھا۔"

اب میرے چونکنے کی باری تھی۔ میں نے تعجب خیز نگاہوں سے پروفیسر فیڈرک کو دیکھا اور پروفیسر فیڈرک گردن ہلاتے ہوئے بولا۔

"ہاں جیمس لوکر، باربن ڈائیکو کا بینک تھا۔ باربن ڈائیکو کے تمام خفیہ کاغذات اُسی کی تحویل میں رہتے تھے اور ہمیں کچھ کاغذات کے حصول کے لیے جیمس لوکر کو قتل کرنا پڑا تھا۔"

"آپ کو...! پروفیسر آپ کو؟"

"ہاں، میرا خیال ہے کہ تمام صورتِ حال تمھارے علم میں آچکی ہوگی اور اب تمھیں اس بات پر حیرت نہیں ہوگی۔"

"اوہ!" ایک گہری سانس میرے مُنہ سے نکل گئی۔ "ایک سوال آپ سے ضرور کروں گا پروفیسر؟"

"ہاں کہو۔"

"جیمس لوکر سے وہ خفیہ کاغذات حاصل کرتے ہوئے کیا آپ کی نگاہ کسی بلیک پلان نامی فائل پر پڑی تھی؟"

"نہیں۔ یہ کیا چیز تھی؟"

"وہی منصوبہ جو فلسطینیوں کے خلاف ہے۔"

"بہرحال، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ لوسیا کیسل ایک معصوم لڑکی ہے اور اس معصوم لڑکی نے جس اعتماد سے تمھیں میرے پاس بھیجا ہے، میں اس اعتماد کو مجروح نہیں ہونے دوں گا۔ بہتر ہے میرے پاس کچھ وقت قیام کرو۔ میں تمھارے لیے کچھ منصوبہ بندی کرتا ہوں۔ میرے بارے میں بہت زیادہ جاننے کی کوشش بے کار ہی ہوگی کیونکہ اس سے تمھیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ مختصراً اتنا سمجھ لو کہ میں وہ سب کچھ کر رہا ہوں جس کا تصور میں نے اپنی عمر کے پینتالیس سالوں تک نہیں کیا تھا اور وہ جو یہ بات سنتے ہیں کہ جیسی آرگن کے باربن ڈائیکو کے خلاف پروفیسر فیڈرک جیسا منحنی اور بے وقعت شخص اُٹھ کھڑا ہوا ہے، دانتوں میں انگلیاں دبا کر رہ جاتے ہیں لیکن حالات اسی کا تقاضا کرتے تھے۔ تم آرام کرو۔ میں تمھارے لیے بہتر جگہ منتخب کر دیتا ہوں اور یہ بھی وعدہ کرتا ہوں تم سے کہ تمھارے کام میں تساہل نہیں برتا جائے گا۔ بس یہ سمجھ لو کہ جو خطرہ تم نے مول لیا تھا اُس سے تمھیں فائدہ ہی فائدہ پہنچ رہا ہے، نقصان نہیں۔"

میں نے ممنون نگاہوں سے پروفیسر فیڈرک کو دیکھا اور پھر کہا۔ "شکریہ پروفیسر! میں صرف آپ سے باربن ڈائیکو کے بارے میں مکمل تفصیلات اور اس تک رسائی حاصل کرنے کے ذرائع حاصل کرنا چاہتا ہوں، اس کے بعد باقی کام میں خود اپنے طور پر کروں گا۔"

پروفیسر پھر مسکرایا اور بولا۔ "اس کے لیے تھوڑا سا صبر ضروری ہے۔ تم تنہا نہیں بلکہ ہم سب ہی تمھارے ساتھ ہیں۔ کیوں نہ اب ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں؟"

"جیسا آپ پسند کریں پروفیسر!" میں نے جواب دیا۔

پروفیسر نے مجھ پر مکمل اعتماد کا اظہار کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اُن غاروں سے نکل آئے اور پروفیسر مجھے اپنے ساتھ لے کر ایک سمت چل پڑا۔

درختوں میں ایک سیاہ رنگ کی لینڈ روور پوشیدہ تھی جس کے اطراف میں دو جیپیں بھی کھڑی ہوئی تھیں۔ پروفیسر نے لینڈ روور کا دروازہ کھولا اور مجھے اندر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی میرے ساتھ بیٹھ گیا۔ تقریباً پینتالیس منٹ کے سفر کے بعد لینڈ روور کسی عمارت میں داخل ہوگئی اور اس چھوٹی سی خوبصورت عمارت میں پروفیسر نے میری رہنمائی

ایک کمرے تک کی جو غالباً خواب گاہ کی حیثیت رکھتا تھا اور اس میں ضروریاتِ زندگی کی وہ تمام چیزیں موجود تھیں جن کی ضرورت پیش آسکتی تھی۔

وہ چلا گیا اور میں ایک آرام کرسی پر دراز ہو کر اپنے آپ پر ہنسنے لگا۔ ایسے ایسے غیر متوقع واقعات پیش آجاتے تھے کہ زندگی میں کبھی ان کا تصور بھی نہ کیا تھا۔ کہاں سے چلا تھا، کہاں آپہنچا تھا۔ بہرحال، اب میں جیسی آرگن میں تھا اور باربن ڈائیکو مجھ سے دور نہیں تھا... پروفیسر کے تعاون سے میں فائدہ اٹھانا چاہتا تھا لیکن اگر وہ کوئی مؤثر منصوبہ نہ پیش کر سکا تو پھر مجھے خود ہی سب کچھ کرنا ہوگا۔ یہی کافی تھا کہ ایسی کوئی شخصیت مجھ سے مفاہمت کر رہی تھی جس کا تعلق جیسی آرگن سے تھا۔ اپنے طور پر میں کافی بے چین تھا۔ پروفیسر کا تعاون اپنی جگہ لیکن میں خود بھی معطل ہو کر نہیں بیٹھنا چاہتا تھا اور کچھ نہیں تو جیسی آرگن کے علاقے کی تفصیل ہی معلوم ہو جائے تاکہ باربن ڈائیکو کے خلاف کام کرنے میں آسانی ہو۔

لیکن پروفیسر نے مجھے زیادہ انتظار نہیں کرایا۔ دوسری شام تقریباً چھ بجے میرے پاس دو افراد آئے اور انھوں نے پروفیسر کا پیغام دیا کہ وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں تیار ہوگیا۔

پروفیسر نے ایک شاندار عمارت میں مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا اور اپنے سامنے بیٹھنے کی پیشکش کرتے ہوئے بولا۔ "میرے خیال میں تم خوش نصیب انسان ہو ڈینی ولسن کہ ہمیں باربن ڈائیکو سے ملاقات کرنے کا ایک فوری موقع مل رہا ہے۔ لہٰذا آج رات یا کل دن میں تم اس سے ملنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ میں کسی تفصیلی تمہید کے بغیر تمھیں صورتِ حال بتاتا ہوں۔ تمھیں شاید یہ معلوم نہ ہو کہ باربن ڈائیکو اور میں ایک دوسرے کو قتل کرنا نہیں چاہتے بلکہ ہمارے درمیان ذہنی جنگ ہو رہی ہے۔ ہمارا نصب العین ہے کہ ایک مخصوص مدّت میں یہ ثابت کر دیں کہ کون ایک دوسرے سے برتر ہے۔ میں ڈائیکو کو تباہ کر دوں یا وہ مجھے اور ہم اسی پر عمل کر رہے ہیں۔ چنانچہ نفع نقصان کو دیکھے بغیر ہم ایک دوسرے کے مفادات کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور ایسا ہی ایک موقع مجھے نصیب ہوگیا ہے۔"

"یہ تمہید ہوئی پروفیسر!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس اتنی ہی تھی۔ لارڈ ولاڈی واٹن کا نام سُنا ہے تم نے؟"

"نہیں۔"

"لاس ویگاس کا ایک خطرناک دولت مند ہے۔ ایک بین الاقوامی غنڈہ، خودساختہ لارڈ، ذہنی اور جسمانی جنگ کا ماہر ہے۔ اس نے ایک بڑی کمپنی پر قبضہ کر کے ذہنی جرائم کی دنیا میں اپنا لوہا منوالیا ہے۔ پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں، میں کچھ نہیں جانتا لیکن اس کام پر باربن ڈائیکو اور لارڈ واٹن کے درمیان تنازع چل رہا ہے اور اس کے تصفیے کے لیے چند نمائندے آج رات کو ایک بجے جیسی آرگن آرہے ہیں۔"

"گڈ۔" میں نے گہری نگاہوں سے پروفیسر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آنے والوں کی تعداد صرف دو ہے لیکن میری اطلاع کے مطابق لارڈ نے باربن ڈائیکو کے کچھ ساتھی توڑ لیے ہیں جو گفتگو کے وقت وہاں چوکس رہیں گے اور لارڈ کے مفادات کی نگرانی کریں گے۔"

"ویری گڈ۔" میری آنکھوں میں چمک پیدا ہوتی جارہی تھی۔

"تمھیں باربن ڈائیکو تک پہنچانے کا ایک مؤثر ذریعہ یہی ہے لیکن اس کے بعد کا کام تمھارا ہوگا۔" پروفیسر نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ رہا ہوں۔" میں نے گردن ہلائی۔

"تم میری تجویز سے اختلاف بھی کر سکتے ہو۔ میری دلچسپی کی وجہ سمجھ چکے ہوگے۔ ڈائیکو کو ایک اور زبردست چوٹ اور اس معصوم لڑکی کی درخواست کی تکمیل۔"

"پلاٹینم پوائنٹ کیا ہے؟"

"میرے خیال میں اس کے بارے میں تمھیں کچھ نہیں معلوم ہوسکتا۔"

"کیا یہ بہت مشکل ہوگا؟"

"ناممکن ہوگا۔ تم نے شاید میرے پروگرام پر توجہ نہیں دی۔" پروفیسر نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں پروفیسر! ہر چند کہ پورا پروگرام ابھی میرے علم میں نہیں ہے لیکن اتنا سمجھ چکا ہوں کہ ڈائیکو کے پاس پہنچنے والے لارڈ کے دو نمائندوں میں سے ایک میں ہوں گا۔"

"گڈ۔ تم نے مجھے مایوسی سے بچالیا۔" پروفیسر مسکرا کر بولا۔ "ہاں میرا یہی پروگرام ہے۔ دوسرا آدمی میں فراہم کر دوں گا لیکن ہمارے پاس اتنا

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے
ناکام ہونا چھوڑیئے ـــ کامیاب ہونا سیکھیے
زندگی کے عام مثبت اصولوں پر مبنی کتاب
کامیابی
کا مطالعہ آپ پر کامیابی کی نئی راہیں کھول دے گا
کوئی آپ کے لیے کچھ نہیں کرسکتا، جب تک آپ اپنے لیے خود کچھ نہ کریں۔
یہ کتاب آپ کے لیے بہت کچھ کرسکتی ہے بشرطیکہ آپ اپنے لیے خود کچھ کرنا چاہتے ہوں۔
اپنے لیے کچھ کریں۔
اس کتاب کا مطالعہ کریں، یہ کتاب آپ کے لیے رہنما ثابت ہوگی۔
آپ ایک مکمل اور کامیاب آدمی بن جائیں گے ـــ کیا آپ اپنے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں؟
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۲۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وقت نہیں ہے کہ اصل نمائندوں سے ہم پلاٹینم پوائنٹ کی تفصیل معلوم کرسکیں۔"

میں گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔ "لیکن اگر مجھے بارین وائیکو کے سامنے پہنچنا ہے تو پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں گفتگو کرنے کے علاوہ اور کیا گفتگو ہوسکتی ہے؟"

"میرا خیال ہے، کچھ بھی نہیں۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

"تو پروفیسر، کیا یہ انتہائی مشکل کام نہیں ہوگا؟" میں نے سوال کیا۔

"ممکن ہے، میں تمھیں اس سلسلے میں تھوڑی بہت معلومات کچھ دیر کے بعد فراہم کرسکوں لیکن وہ بھی اس قدر نہیں ہوں گی کہ تم ان سے مکمل فائدہ حاصل کرسکو۔ یہاں صرف تمھیں اپنی ذہانت پر بھروسا کرنا ہوگا۔"

میں پیشانی پر ہاتھ پھیرنے لگا پھر چند لمحوں کے بعد میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے پروفیسر، اب صورت حال جو بھی ہو۔ ہاں، آپ نے ابھی کہا تھا کہ وہاں کچھ لوگوں کو توڑ لیا گیا ہے۔ میرا مطلب ہے، لارڈ وائن کی طرف سے۔ کیا ان لوگوں کی کوئی نشاندہی ہوسکتی ہے؟"

"قطعی نہیں۔ تم سمجھ کیوں نہیں رہے ڈیتی ولسن! ہاں ابھی وقت ہے، اگر تم چاہو اور اس مہم کو اپنے لیے بہت مشکل پاؤ تو انکار کرسکتے ہو۔ میں بھی تمھیں کسی خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ بس، یہ ایک تجویز ہے، اگر تم اسے پسند کرو۔"

"نہیں نہیں، میں اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور پروفیسر مسکرانے لگا۔

"تب آؤ، میں تمھیں چند چیزیں دکھا دوں۔" وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک اور کمرے میں داخل ہوگیا۔

یہ کمرہ بھی جدید ترین سامانِ آرائش سے آراستہ تھا۔ پروفیسر نے مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کی پیش کش کی اور پھر سامنے رکھی ہوئی میز سے ایک چھوٹی سی کیمرا نما مشین اٹھا لایا، اس نے اس مشین میں تھوڑی سی کارروائی کی اور اس کے بعد اس کے لینس کا رخ ایک سفید دیوار کی جانب کردیا۔

"اس دیوار پر دیکھو۔" اس نے کہا۔

چند ہی لمحوں کے اندر اس دیوار پر ایک تصویر ابھر آئی۔ یہ تصویر ہٹلر اسٹائل مونچھوں والے ایک قوی ہیکل شخص کی تھی جس کی آنکھوں سے چالاکی اور ذہانت ٹپکتی تھی۔

پروفیسر فیڈرک نے کہا۔ "اس کا نام بن ہام ہے۔ بن ہام، لارڈ وائن کا خصوصی نمائندہ ہے۔ ایک چالاک اور خطرناک آدمی۔ لارڈ وائن کے نام کے ساتھ بن ہام کا نام ضرور لیا جاتا ہے اور سنا گیا ہے کہ یہ لارڈ وائن کے اہم ترین معاملات میں پیش پیش رہتا ہے۔ ملاقات کرنے کے لیے یہی شخص آرہا ہے اور ہمیں اسی آدمی کو ڈاج دے کر اس کی جگہ حاصل کرنا ہے۔ یہ دوسری تصویر دیکھو۔ یہ بن ہام کا دوسرا ساتھی ہے جو پائلٹ بھی ہے اور بن ہام کا خصوصی آدمی بھی۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، بارین وائیکو کو بن ہام کی آمد کے بارے میں آگاہ کردیا گیا ہے۔ باقی تفصیلات جو کچھ ہیں، اس کے بارے میں بس میں بھی تمھاری ہی طرح لاعلم ہوں۔"

دفعتاً ہمارے بائیں سمت رکھے ہوئے ایک عجیب سے بکس سے ایک آواز ابھری اور پروفیسر فیڈرک نے جلدی سے کیمرا نما مشین بند کردی اور اس بکس کے قریب پہنچ گیا۔ بکس کا اوپری ڈھکنا کھول کر اس نے اس میں سے ایک ریسیور نکالا اور پھر کچھ بٹن آن کرکے ریسیور کان سے لگا لیا۔

"پروفیسر بول رہا ہے۔" اس نے کہا اور دوسری طرف سے کچھ آوازیں آنے لگیں جو مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ پروفیسر انھیں بغور سنتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "ٹھیک ہے شکریہ۔ جو کچھ تم کرسکے ہو وہ قابلِ قدر ہے۔ میں اس کا خیال رکھوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا اور مسکراتا ہوا میری طرف بڑھا۔

"عین اس وقت جب ہمیں اس کی ضرورت تھی، کچھ مفید معلومات ہمیں حاصل ہوگئیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت طلب نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے آدمی اس سلسلے میں مصروفِ عمل ہیں اور لاس ویگاس میں اپنا کام کررہے ہیں۔"

"گڈ، گویا اسی بن ہام کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں آپ کو؟"

"ہاں، بن ہام کے بارے میں ہی نہیں، بلکہ پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں بھی۔ اس وقت بن ہام پلاٹینم پوائنٹ سے متعلق کچھ خصوصی دستاویزات بارین وائیکو سے حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے عوض لارڈ وائن، پلاٹینم پوائنٹ کا کچھ حصہ بارین وائیکو کو دے گا۔ اس سے زیادہ معلومات ممکن نہیں ہوسکیں۔ گویا اس وقت تمام گفتگو ان دستاویزات کے بارے میں ہوگی، جو بارین ... کے پاس محفوظ ہیں۔ تم صورتِ حال کا کسی نہ کسی حد تک تو اندازہ لگا ہی چکے ہوگے؟"

"ہاں... اور میرے خیال میں یہ کافی ہے۔"

"گڈ... بعض معاملات میں ڈیڈ ولسن ہمیں صرف اپنی ذہانت پر انحصار کرنا ہوتا ہے اور اس کے لیے ہمیں مناسب مواقع نہیں فراہم ہوپاتے۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ اگر تم ذرا سی ہوشیاری سے کام لو، تو تمھارا مقصد پورا ہوسکتا ہے۔"

میں نے پروفیسر فیڈرک سے اتفاق کیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد فیڈرک مجھے وہاں سے بھی نکال کر ایک اور تیسرے کمرے میں لے گیا۔ یہاں اس نے مجھے کافی پیش کی اور ابھی ہم کافی ختم بھی نہ کرپائے تھے کہ دو آدمی اندر داخل ہوگئے۔ وہ پروفیسر کے سامنے مؤدب نظر آرہے تھے۔ ان میں سے ایک کا سر انڈے کے چھلکے کی طرح صاف شفاف تھا۔ البتہ کانوں کے پاس بالوں کی کچھ جھالریں لٹکی ہوئی تھیں، آنکھوں پر مخصوص قسم کی گول شیشوں والی عینک لگی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ بھی خاصا مضحکہ خیز تھا۔ لیکن اپنے فن میں بلاشبہ وہ ماہر تھا۔ کیونکہ اس نے میرے چہرے پر جب میک اپ کیا تو میں سو فیصدی بن ہام کی شکل میں تھا۔ میک اپ کے سلسلے میں مجھے بڑے بڑے ماہرین سے سابقہ پڑ چکا تھا، لیکن ابھی تک میک اپ کی جدید ترین شکل صرف جوشو کے پاس تھی اور اس چینی اسٹائل کے میک اپ کے مقابلے میں ہر قسم کا میک اپ بے کار تھا۔

میں نے تعریفی نگاہوں سے اس فن کار کو دیکھا اور پھر چند تعریفی جملے کہے۔ اس دوسرے آدمی کا انتخاب بھی کرلیا گیا تھا جسے میرے ساتھ رہنا تھا۔ اس کا نام پال مین تھا۔ وہ ایک چاق و چوبند آدمی تھا اور پروفیسر نے اسے میرے مشن کے بارے میں تفصیلات بتا دی تھیں۔ چنانچہ اس شخص کو اس دوسرے آدمی کی شکل دے دی گئی جسے بن ہام کے ساتھ آنا تھا۔

تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد پروفیسر گھڑی دیکھتا ہوا میرے ساتھ اسی کمرے میں آبیٹھا، جہاں اس نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اس نے کہا۔ "بس تھوڑی دیر کے بعد تمھیں اس طرف روانہ کردیا جائے گا جہاں اس سلسلے کے آخری کام انجام دینے ہیں۔ فکر نہ کرو، میرے چند آدمی تمھارے ساتھ ہوں گے اور وہ تمھاری پوری پوری مدد کریں گے۔"

"بہتر ہوتا اگر کچھ تفصیل پہلے سے میرے علم میں آجاتی۔" میں نے کہا۔

"کچھ کیا، اب ان تمام مرحلوں سے فارغ ہونے کے بعد میں تمھیں یہی کچھ بتانے جارہا ہوں۔ میں نے پہلے تمھیں یہ بتا دیا تھا کہ تمھیں ان دونوں کی جگہ لینی ہے، کس طرح لینی ہے، یہ اب بتانا چاہتا ہوں۔ بن ہام اور اس کا ساتھی ہیلی کاپٹر کے ذریعے جیسی آرگن کی جنوبی پہاڑیوں تک پہنچیں گے جہاں ایک ہیلی پیڈ بنایا گیا ہے۔ یہ ہیلی پیڈ تین چٹانوں کے درمیان ہے اور عموماً بارین وائیکو کے لوگ اسے استعمال کرتے رہتے ہیں لیکن ان چٹانوں سے ملحق تقریباً نصف فرلانگ کے فاصلے پر ایک اور صاف ستھرا میدان ہے، اسے بھی ہیلی پیڈ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ گو ہم نے کبھی ایسا نہیں کیا لیکن وہ ہماری نگاہ میں بہرحال ہے۔"

"مطلب پروفیسر؟" میں نے دلچسپ نگاہوں سے پروفیسر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تاریک راتیں ہیں، آسمان پر چاند نہیں ہوتا بلکہ بادل چھائے رہتے ہیں۔ چنانچہ رات کے اس حصے میں ہیلی کاپٹر کو ہیلی پیڈ پر اتارنے کے لیے نیچے سے اشارے دیے جائیں گے، انہی اشاروں کی مدد سے ہیلی کاپٹر نیچے اترے گا۔ بارین وائیکو کی متعین کردہ جگہ پر اس کے چار آدمی موجود ہیں۔ ان چار آدمیوں کے پاس دو جیپ گاڑیاں اور ایک ویگن ہے۔ یہ لوگ ٹارچوں کی مدد سے، جن کے شیشے سبز ہیں، ہیلی کاپٹر کو نیچے اترنے کا اشارہ دیں گے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ اس وقت ان کی ٹارچوں میں جو سیل پڑے ہوئے ہیں، وہ ناکارہ ہیں اور عین وقت پر جب وہ ٹارچیں روشن کریں گے تو انھیں مایوسی کا سامنا کرنا ہوگا۔ جبکہ ان کے برابر والے ہیلی پیڈ سے بھی ہیلی کاپٹر کو نیچے آنے کے اشارے دیے جائیں گے۔ چنانچہ جس ہیلی پیڈ کے نشانے ہیلی کاپٹر ... والے دیکھیں گے اسی پر اتر آئیں گے۔ ان کے نیچے اترتے ہی تم لوگ ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھو گے اور ان کا شایانِ شان استقبال کرو گے۔" یہ کہتے ہوئے پروفیسر فیڈرک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر اس نے ایک لمحے کو توقف کیا اور سنجیدگی سے بولا۔ "تم ان لوگوں کو میرے حوالے کر دو گے، میرا مطلب ہے میرے آدمیوں کے سپرد کردو گے اور خود فوراً آگے بڑھ جاؤ گے اور سرگردانی کے انداز میں اس سمت سفر کرو گے، جہاں ان لوگوں کو موجود ہونا چاہیے۔ اس دوسرے ہیلی پیڈ سے پہلے ہیلی پیڈ کا فاصلہ تقریباً نصف فرلانگ ہے، اس لیے تمھارے اترنے کی جگہ ان لوگوں کو بھی معلوم ہوجائے گی اور وہ تمھاری تلاش میں چل پڑیں گے۔ تم ان سے ملاقات کرو گے اور انھیں بتاؤ گے کہ چونکہ نیچے سے کوئی اشارہ نہیں مل سکا، اس لیے تم جہاں بھی موقع ملا، اتر گئے۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات؟"

پروفیسر فیڈرک نے کہا۔ اور میں دلچسپ نگاہوں سے پروفیسر کو دیکھتے ہوئے گردن ہلانے لگا۔

"نہایت عمدہ پروگرام ہے پروفیسر! یقیناً آپ کو اس سلسلے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔"

پروفیسر نے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بعض اوقات چھوٹے چھوٹے سے کاموں کے لیے اتنا کچھ کرنا پڑتا ہے کہ اگر تفصیل بتائی جائے تو دوسرے لوگ یقین نہ کریں۔"

"مگر مجھے اس کا اندازہ ہے پروفیسر؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"وقت تو ہوگیا ہے۔ میرا خیال ہے، اب تمھیں چند منٹ آرام کرلینا چاہیے۔ مجھے اجازت دو۔" میں خاموشی سے گردن ہلا کر رہ گیا۔ پروفیسر باہر نکل گیا تھا۔ میں کمرے میں بیٹھا ہوا اس پروگرام کے بارے میں غور کررہا تھا۔ اب تک پروفیسر جو کرسکا تھا، وہ اطمینان بخش تھا لیکن اس کے بعد کے حالات مجھے ہی مکمل طور پر سنبھالنا تھے۔ کیونکہ میں ایک ایسے کام کے حوالے سے بارین وائیکو کے سامنے جارہا تھا، جس کے بارے میں مجھے مکمل معلومات حاصل نہیں تھیں۔

کچھ وقت اور گزر گیا آخر ایک آدمی میرے پاس پہنچ گیا اور اس نے نرم اور شائستہ لہجے میں کہا: "جناب! تشریف لے چلیے۔ مسٹر پال مین آپ کا انتظار کررہے ہیں۔"

پال مین میرا ہی ساتھی تھا جسے پائلٹ کے طور پر میرے ساتھ جانا تھا۔ باہر اس نے میرا گرمجوش استقبال کیا، اور اس کے بعد ہم ایک گاڑی میں بیٹھ کر اس پُراسرار ہیلی پیڈ کی جانب چل پڑے۔ جہاں ہمیں ایک سنسنی خیز ڈرامے میں حصہ لینا تھا۔

رات سرد اور تاریک تھی۔ باہر کے مناظر تاریکی میں گم تھے جیسی آرگن کے علاقے کے بارے میں میری معلومات بہت مختصر تھیں۔ اولیو ہاورڈ کی سرزمین پر یہ میری دوسری مہم تھی امریکا میرے لیے اجنبی تو نہیں تھا، بلکہ یہاں میں اپنا مستقبل سنوارنے آیا تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ حالات نے مستقبل کے زاویے ہی تبدیل کردیے تھے۔ راستے میں طرح طرح کے خیالات میرے ذہن میں جاں گزیں رہے۔

ہیلی پیڈ تک سفر کرنے میں تقریباً بائیس تیئس منٹ صرف ہوئے اور اس کے بعد ہم ایک مخصوص جگہ پہنچ گئے۔ یہاں نہایت احتیاط برتی جارہی تھی کیونکہ اس بات کا اندازہ تھا کہ تھوڑے ہی فاصلے پہ بارین وائیکو کے آدمی موجود ہیں۔ سنسان ہیلی پیڈ چٹانوں میں گھرا ہوا تھا۔ بالکل مسطح جگہ تھی، لیکن اس کا احاطہ زیادہ وسیع نہیں تھا۔ تاہم ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارنے میں کوئی دقت پیش نہیں آسکتی تھی — ہم نے ایک بڑی سی چٹان کی آڑ میں مورچا جمالیا۔ دوسرے لوگ بھی اپنی اپنی جگہوں پہ پہنچ گئے تھے۔ کیونکہ اصل کارروائی انھیں ہی کرنا تھی۔ میرے اور پال مین کے ساتھ تین افراد اور تھے، جنھیں اس سلسلے میں سب سے اہم کام کرنا تھا، ان میں ایک شخص وہی تھا، جس سے میری مڈبھیڑ ہوچکی تھی، یعنی وہ چوڑے شانوں والا، جو میرے ہاتھوں زخمی ہوا تھا بلکہ مرتے مرتے بچا تھا' یہ میری اس سے دوسری ملاقات تھی، لیکن میں نے اس کی آنکھوں میں کسی قسم کے مثبت یا منفی تاثرات نہیں پائے تھے، یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے اس نے اپنے ذہن سے وہ تمام چیزیں جھٹک دی ہوں، بعد میں مجھے خیال آیا کہ یہ سوچ میری حماقت ہے، دراصل میں تو بدلے ہوئے حلیے میں تھا۔ وہ مجھے دوسری شکل میں پہچانتا تھا۔ اس کے تصور میں بھی نہیں ہوگا کہ میں وہ ہوں۔ پروفیسر نے ہر شخص کو تو اس صورت حال سے آگاہ نہیں کردیا ہوگا۔

مقررہ وقت پر آسمان پہ روشنیاں نظر آئیں۔ ہیلی کاپٹر کی آواز بھی فضا میں بلند ہوئی تھی، یعنی وہ سنسنی خیز لمحات آگئے تھے، جب ہمیں اپنے اس مشن کے پہلے مرحلے سے گزرنا تھا۔ برابر کے ہیلی پیڈ پہ نگاہیں رکھی جارہی تھیں، ایک آدمی بلند و بالا جگہ چڑھ گیا تھا اور وہاں سے وہ دوسرے ہیلی پیڈ کو دیکھ رہا تھا کہ کہیں وہ لوگ وقت سے پہلے ناکارہ ٹارچوں سے واقف نہ ہوجائیں اور اس کا متبادل انتظام نہ کرلیں، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ہم نے آسمان کی طرف دیکھا، ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پہ پہنچ گیا تھا۔ دفعتاً نیچے سے سبز روشنیوں کی زبانیں لپلپانے لگیں، ہیلی کاپٹر کو تین بار روشنی کے اشارے دیے گئے اور چند ہی منٹ کے بعد وہ نیچے اترنے لگا۔ ہماری کوشش کارگر رہی تھی۔ ہم سب انتہائی اطمینان سے باہر نکل آئے۔ ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھول کر دو آدمی نیچے اترے تھے۔ یہ یقیناً بن ہام اور اس کا پائلٹ ساتھی تھے چنانچہ ہم ان کے قریب پہنچ گئے، ان لوگوں نے پُرجوش انداز میں ہماری طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھائے تھے۔ بن ہام کی شکل میں نے پہچان لی تھی، گو تاریکی تھی لیکن غور کرنے سے چہرے کے نقوش کا اندازہ ہوجاتا تھا۔ پُرجوش انداز میں آگے بڑھ کر ہاتھ ملانے والوں کو اس وقت انتہائی تلخ تجربے کا سامنا کرنا پڑا، چوڑے شانوں والے خطرناک آدمی نے ان میں سے ایک کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اس کی گردن پہ ہاتھ جمالیے۔ اور پھر کسی مخصوص انداز میں داؤ لگا کر اُسے نیچے گرا دیا۔ پائلٹ کا بھی یہی حال ہوا تھا۔ اس کام میں چند لمحوں سے زیادہ نہ لگے۔ ہم نے اس کارروائی میں عملی طور پر کوئی حصہ نہ لیا تھا۔ ان دونوں کو گھسیٹتے ہوئے چٹان کی آڑ میں لے جایا گیا اور اس کے فوراً ہی بعد ہمیں ان کے مخصوص لباس فراہم کردیے گئے۔ انھیں نہایت پھرتی سے پہن کر ہم تیار ہوگئے۔ ابھی ہمیں تیار ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ دُور سے آہٹیں سنائی دینے لگیں۔ اور ہمارے ساتھی اس طرح چٹانوں میں رُوپوش ہوگئے جیسے وہاں ان کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ ہماری نگاہیں آنے والوں پہ ٹکی ہوئی تھیں جو ایک پتلے سے درّے سے گزر کر بلندی کی جانب آرہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد چار آدمی ہیلی پیڈ پر پہنچ گئے، ان چاروں کے انداز میں شدید پریشانی کے آثار تھے۔ ان میں سے ایک

نے آگے بڑھ کر کہا: "سوری مسٹر بن ہام! آپ... آپ کو پریشانی سے دوچار ہونا پڑا۔ دراصل ہم ایک عجیب و غریب حادثے کا شکار ہوگئے، افسوس! ہم آپ کو ہیلی پیڈ پر اتارنے کے اشارے نہیں دے سکے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی شاید بارین وائیکو کی کوئی مصلحت ہوگی کیا آپ لوگ ہمارے ہیلی کاپٹر کو تباہ کرنا چاہتے تھے؟" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"نہیں... نہیں، براہِ کرم اس بات پہ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ یہ دیکھیے، ہماری ٹارچیں اچانک ناکارہ ہوگئیں جن کی بنا پر ہم آپ کو صحیح سگنل نہ دے سکے۔ تاہم ہم نے لائٹر جلا جلا کر نیچے سے اشارے دیے تھے جنھیں آپ نہیں دیکھ سکے۔"

"لائٹر...!" میں نے تضحیک آمیز لہجے میں کہا: "بہرحال ہم آپ کی توقع کے خلاف صحیح و سالم اُتر گئے۔ اب کیسے کیا پروگرام ہے؟"

"آئیے..." ان میں سے ایک شخص نے بدستور خجالت آمیز لہجے میں کہا اور ہم دونوں ان کے ساتھ چل پڑے۔ یہ نصف فرلانگ کا فاصلہ ہمیں پیدل ہی طے کرنا پڑا تھا۔ راستے میں، میں نے کئی بار طنزیہ انداز میں ان سے اس پذیرائی کے بارے میں کہا لیکن شرمندہ لوگوں نے اس سلسلے میں کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم کامیاب و کامران' بارین وائیکو کی رہائش گاہ کی جانب جارہے تھے۔ ہمارا استقبال کرنے والوں نے بڑی منت سماجت کے بعد ہمیں اس بات پہ آمادہ کرلیا تھا کہ بارین وائیکو سے اس چھوٹے سے حادثے کا ذکر نہ کیا جائے۔ انھوں نے کہا تھا کہ چونکہ وہ عام قسم کے لوگ ہیں اور یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ ٹارچوں کے سیل کیوں ناکارہ ہوگئے تھے لیکن انھیں اس کی سخت سزا بھی مل سکتی ہے اور اگر ہم لوگ مناسب سمجھیں تو انھیں اس سزا سے بچالیں۔ چنانچہ تھوڑی سی دیر کے بعد میں نے ان سے وعدہ کرلیا کہ اس کا تذکرہ میں بارین وائیکو سے نہیں کروں گا۔ اس بات پر انھوں نے بڑی ممنونیت کا اظہار کیا تھا۔

حالانکہ خاصی رات گزر گئی تھی لیکن بارین وائیکو نے اپنی رہائش گاہ میں اسی وقت ہم سے ملاقات کی۔ یہ عجیب و غریب قسم کی عمارت تھی جس کی تعمیر میں قدیم تصورات کو سامنے رکھا گیا تھا — مینارے اور جابجا محرابیں تاحدِ نگاہ پھیلی ہوئی تھیں۔ ہم سیڑھیاں طے کرکے ایک ہال نما کمرے میں آگئے۔ وہاں تیز روشنی کا اہتمام تھا۔ دیواروں پہ جگہ جگہ تصویریں اور جانوروں کے سر آویزاں تھے۔ ہال کے اختتامی سرے پہ ایک بلند سا چبوترا بنا ہوا تھا، جس پہ جانوروں کی کھالیں بچھی ہوئی تھیں، زمین پہ وحشی جانوروں کے سر سجے ہوئے تھے جن کی آنکھوں میں روشنیاں لگائی گئیں تھیں اور درمیان میں ایک شاندار کرسی پہ ایک تندرست و توانا آدمی بیٹھا ہوا تھا جو سیاہ رنگ کے ایک مخصوص لبادے میں ملبوس تھا اور اس کی گود میں ایک سفید بلی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو اس وقت جیمس بانڈ کی فلموں کے کسی پُراسرار باس کی شکل دے رکھی تھی۔ انگلیوں میں انگشتریاں تھیں جن میں ہیرے جگمگا رہے تھے۔ سفید بلی پہ اس کا ہاتھ سر سے پشت تک گردش کررہا تھا اور چہرے پہ عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی، اطراف میں چند افراد اور بیٹھے ہوئے تھے۔

بارین وائیکو نے مسکراتی نگاہوں سے ہمیں دیکھا اور پھر بھاری لہجے میں بولا: "آؤ... آؤ... لارڈ ولاڈی وائن کے مخصوص نمائندے! تمھارے بارے میں بہت سی باتیں سُنی گئی ہیں۔ یقیناً شکل و صورت اور چلنے کے انداز سے تم ایک پُروقار انسان لگتے ہو مگر میرے سامنے تمھیں اس کا خصوصی خیال رکھنا ہوگا۔ لارڈ وائن نے تمھیں یقیناً بتایا ہوگا کہ میرے حضور کس طرح حاضر رہا جاتا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ایک چھچھورا سا قہقہہ لگایا۔ "میں بھی تمھیں اسی انداز میں خوش آمدید کہنے کے لیے موجود ہوں۔ آؤ بیٹھو، تمھارے لیے یہ مخصوص نشستیں لگائی گئی ہیں، یہ غالباً تمھارا پائلٹ ہے۔" اس نے پال مین کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

میں اس دوران صورت حال کا جائزہ لے چکا تھا۔ اس شخص کی ابتدائی گفتگو نے ہی مجھے یہ بات سمجھا دی تھی کہ وہ جو کچھ بھی ہے لیکن گھٹیا ذہنیت کا انسان ہے۔ چنانچہ اس سے اسی کے انداز میں گفتگو کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ نشستوں کی طرف بڑھتے ہوئے میں نے کہا: "قدیم دور میں شہنشاہ قاصدوں کا استقبال ذرا مختلف انداز میں کیا کرتے تھے۔ غالباً تم نے ان کی تاریخ نہیں پڑھی۔ کیونکہ اس دربار کو سجاتے ہوئے کوئی سلیقہ نہیں برتا گیا، یا پھر تم آئن فلیمنگ کے کرداروں سے بہت زیادہ متاثر ہو۔ یہ بلی بار بار تمھاری گود سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کررہی ہے۔ اسے پہلے سدھا لینا چاہیے تھا تمھیں۔"

بارین وائیکو نے پہلے چونک کر بلی کی طرف دیکھا، بلی پُرسکون بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پہ ایک لمحے کے لیے عجیب سے آثار پیدا ہوئے۔ اس دوران، میں اور پال مین اس نشست پر جا بیٹھے تھے جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ بارین وائیکو نے غصیلے انداز میں کہا: "قدیم شاہوں کا حوالہ دیا ہے تم نے تو تمھیں اس بات کا علم بھی ہوگا کہ اس وقت قاصدوں کے لیے کیا آداب ہوا کرتے تھے۔"

"میں اس ڈرامے میں شریک نہیں ہوں۔ میرا جو مقصد ہے، وہ تمھارے علم میں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یعنی وہ دستاویزات جو پلاٹینم پوائنٹ سے متعلق ہیں اور جو میرے پاس لارڈ وائن کا ایک کمزور پہلو ہیں۔ سنو بن ہام' لارڈ وائن کو یہ بات معلوم ہے کہ ان دستاویزات کے بغیر وہ پلاٹینم پوائنٹ پر مکمل کنٹرول نہیں حاصل کر سکے گا۔ یوں سمجھ لو کہ آدھا حصہ میرے پاس ہے آدھا اس کے پاس۔ میں نے اسے بارہا پیش کش کی کہ وہ کوئی سمجھوتا کرلے، کوئی ایسا سمجھوتا جس میں میری بڑی حیثیت کو سامنے رکھا جائے لیکن لارڈ وائن اپنی دنیا میں مست ہے، وہ بلاوجہ ہی اپنے آپ کو کوئی بڑی چیز سمجھ بیٹھا ہے اگر اس کے ساتھ کچھ سمجھدار لوگ ہوتے، تو اسے بتاتے کہ جرم کی دنیا ایک الگ حیثیت رکھتی ہے۔ خاندانی وراثت تھوڑے بہت اختیارات تو دلا سکتی ہے لیکن جو طاقت اور تجربہ جرائم کی دنیا میں شخصیات کو ممتاز و منفرد بنانے کے لیے ناگزیر ہے وہ حالات کی سختی سے نبرد آزما ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اپنے بازوؤں کی مدد سے حاصل کیا ہوا اقتدار ہی زیادہ مستحکم ثابت ہوتا ہے اور تم..." اس نے میری جانب انگلی اٹھا کر کہا۔ "تم بن ہام! تم ولاڈی وائن کو بگاڑنے میں سب سے نمایاں حیثیت رکھتے ہو... تم کیا سمجھتے ہو، کیا تمھارے بارے میں میری معلومات ناکافی ہوں گی؟ مجھ سے سنو! تم اصل میں سی آئی اے سے نکالے ہوئے وہ ناکارہ شخص ہو جسے صلاحیتوں کے فقدان کے سبب اس اہم ادارے کے لیے مناسب نہ سمجھا گیا۔ سی آئی اے کے اصولوں کے مطابق تمھاری موت کی گھڑی متعین کردی گئی تھی لیکن اس وقت کے صدر سے تمھارے کسی بزرگ کے تعلقات تھے جس کی بنا پر تمھاری جاں بخشی کروا دی گئی۔" بارین وائیکو نے پھر ایک قہقہہ لگایا اور بولا۔ "کیا تمھیں حیرت نہیں ہوئی بن ہام! کیا تم متعجب نہیں ہوئے اس بات پر کہ ولاڈی وائن کے ایک ادنیٰ سے رکن کے بارے میں بھی میری معلومات کس قدر مکمل ہیں۔"

میں نے حلیمی سے جواب دیا۔ "نہیں، بلکہ تمھارے بارے میں کچھ فیصلے کرنے میں مجھے آسانی ہو رہی ہے بارین وائیکو میں سوچ رہا ہوں کہ ولاڈی وائن تمھارے ذہن پر اس قدر مسلط ہے کہ تم اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگوں کے بارے میں بھی چھان بین کراتے پھرتے ہو لیکن مجھے ان تمام باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو صرف تم سے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ پلاٹینم پوائنٹ کے سلسلے میں جو دستاویزات تمھارے پاس موجود ہیں، انھیں ہمارے حوالے کرنے کے سلسلے میں تم کس طرح عمل کرو گے۔ تمھیں علم ہے کہ ولاڈی وائن ان دستاویزات کے حصول کا خواہاں ہے اور اس کے لیے یہ سب کچھ زیادہ مشکل نہ ہوگا۔"

میرے ان الفاظ پر ایک لمحے کے لیے بارین وائیکو کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔ پھر رفتہ رفتہ اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور ہنستا ہوا بولا۔ "اطراف میں بکھرے ہوئے لوگوں! دیکھ رہے ہو بن ہام! یہ سب اس بات پر خوش ہیں کہ چوہا خود ہی چوہے دان کی طرف دوڑتا چلا آیا ہے اور یہاں اسے وہ تمام تفصیلات بتانا ہوں گی جو پلاٹینم پوائنٹ سے متعلق ہیں۔ ولاڈی وائن ہو یا بن ہام! ہمارا مقصد تو ایک ایسے آدمی کا حصول تھا جو ہمیں پلاٹینم پوائنٹ کی وہ تمام تفصیلات بتادے جن کی مدد سے اس کے حصول میں آسانی ہو سکتی ہے۔ چونکہ دستاویزات ہمارے پاس موجود ہیں اس لیے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم پلاٹینم پوائنٹ کے اصل حقدار نہیں ہیں۔ کیسی دلچسپ اور کیسی پُرلطف بات ہے بن ہام کہ تم یہاں کچھ اور مقصد لے کر آئے اور یہاں تمھارا واسطہ ایک بالکل ہی مختلف صورت حال سے پڑا۔" اس نے سر اٹھا کر ایک زبردست قہقہہ لگایا۔ وہ اس وقت اپنے آپ کو بالکل کسی روایتی فلم کے ولن کی مانند محسوس کر رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف رُخ کر کے کہا۔ "یہ شخص ولاڈی وائن کا سب سے اہم آدمی ہے اور یہی ہمیں بتائے گا کہ پلاٹینم پوائنٹ کی اصل جائے وقوع کیا ہے اور اس سے متعلق داستانوں کی کیا تفصیل ہے۔ کیا تم لوگ اس سلسلے میں اس سے سوالات نہیں کرو گے؟"

اطراف میں بیٹھے ہوئے چار آدمی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے چہروں کے تاثرات میں خطرناک تبدیلی نظر آرہی تھی۔ وہ میری طرف اور میرے ساتھی پال میسن کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نارمل انداز میں یہ سب کچھ بتانا پسند کرو گے یا اس کے لیے تم سے کوئی خصوصی سلوک کیا جائے؟"

بارین وائیکو نے پھر دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر اتراتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"دراصل ولاڈی وائن نے صحیح فیصلہ نہیں کیا، جیس آرگن کا علاقہ بارین وائیکو کی ملکیت ہے اور یہاں وہی سب کچھ ہوتا ہے جو بارین وائیکو چاہتا ہے لیکن اس کے باوجود میں تمھیں ایک شریفانہ پیش کش کرتا ہوں۔ پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں جو تفصیلات تمھارے علم میں ہیں، وہ میرے سامنے اُگل دو۔ میں تمھیں کچھ عرصے اپنے ساتھ رکھوں گا اور اس کے بعد جب ولاڈی وائن کا دماغ درست ہو جائے گا تو تمھیں یہاں سے جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔"

صورت حال کا اندازہ مجھے کسی حد تک ہو گیا تھا چنانچہ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں بارین وائیکو کے خلاف کوئی کارروائی کروں۔ چنانچہ میں نے برق رفتاری سے اپنا پاؤں گھمایا اور وائیکو کی پنڈلی پر وار کر دیا۔ اسی وقت وائیکو کے ایک آدمی نے رائفل اٹھا کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو میں نے اس آدمی کی رائفل پکڑ کر اسے ایک زوردار جھٹکا دیا۔ رائفل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ وہ بُری طرح میری طرف آیا تھا لیکن میں نے رائفل کا بٹ پوری قوت سے اس کے منہ پر مارا اور وہ ایک کربناک چیخ مار کر اوندھا ہو گیا۔

وائیکو کو شاید اس کا اندازہ نہیں تھا کہ میں اس کی کچھار میں داخل ہو کر اس کے ساتھ یہ سلوک کروں گا۔ پاؤں کی ضرب نے اسے لمحہ بھر کے لیے بے کار کر دیا تھا اور وہ فوراً ہی اپنی پنڈلی پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ میں نے اسے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا اور دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ پر ایک مخصوص قسم کی ٹھوکر لگا کر وہ پستول اس کے ہاتھ سے نکال دیا جسے اس نے اچانک ہی اپنے بغلی ہولسٹر سے نکال لیا تھا۔ اس کے آدمیوں نے مضطربانہ انداز میں چبوترے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو میں نے وہی ریوالور وائیکو کی پشت سے لگاتے ہوئے گرجدار لہجے میں کہا۔ "خبردار! اگر تم لوگوں نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کی تو میں وائیکو کے جسم میں سوراخ کر دوں گا۔"

وہ سب اپنی جگہ ٹھٹک گئے اور اُن کے چہروں پر انتہائی نفرت اور وحشت کے آثار نظر آنے لگے۔ تقریباً سب ہی کے ہاتھ میں پستول تھے اور اُن کا رُخ میری جانب تھا لیکن چونکہ وائیکو میرے قبضے میں آچکا تھا، اس لیے وہ پستول استعمال نہیں کر سکتے تھے۔

میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "وائیکو! تم اس وقت پوری طرح سے میرے رحم و کرم پر ہو۔ تمھیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ اور اگر تم نے یا تمھارے ساتھیوں نے کوئی غلط حرکت کی تو پھر تم اپنی زندگی کے سرمائے سے محروم ہو جاؤ گے۔"

وائیکو پتا نہیں کس ٹائپ کا آدمی تھا۔ بڑھ بڑھ کر باتیں کرنے والا، جیس آرگن میں اسی کی وحشت بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھے بھی یہی بتایا گیا تھا کہ بارین وائیکو ایک خطرناک شخصیت کا مالک ہے لیکن اس وقت وہ کسی کیچوے کی مانند میرے ہاتھوں بے بس ہو چکا تھا۔ میری گرفت اور میرے لہجے کی سختی محسوس کر کے اس کی پیشانی پر پسینہ آگیا تھا۔ میں نے ریوالور اس کی پسلیوں میں زور سے چبھویا تو اس نے سراسیمہ ہو کر اپنے آدمیوں کو سامنے سے ہٹ جانے کے لیے کہا۔ وہ سب منتشر ہو گئے۔

"گولی مت چلانا، میں تمھاری ہدایات پر عمل کر رہا ہوں۔" وائیکو نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"اس وقت تک اطمینان رکھو وائیکو جب تک تم یا تمھارے آدمی کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش نہ کریں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

اس وقت ہم دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ میں وائیکو کے سلسلے میں ذرا سا غیر محتاط ہو گیا تھا۔ اس کی کیفیت سے میں نے یہ اندازہ قائم کر لیا تھا کہ وہ لڑائی بھڑائی کے معاملے میں بزدل ہے لیکن وہ چال چل گیا۔ دروازے سے باہر نکلتے ہوئے وہ اس طرح لڑکھڑایا جیسے اس کا پاؤں دروازے میں اُلجھ گیا ہو میں نے اسے سنبھالنے کی کوشش کی لیکن اس نے پلٹ کر میرے پستول پر ہاتھ مارا اور پستول میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ گو پستول اس کے ہاتھ میں نہیں پہنچا تھا لیکن اس نے میرے غیر مسلح ہونے سے فائدہ اُٹھایا اور زمین پر لوٹ لگا کر دُور نکل گیا۔ اس کے ساتھیوں نے یہ موقع غنیمت سمجھا، دوسرے لمحے دو فائر ہوئے لیکن کوئی گولی مجھ تک نہیں آئی پھر ایک تیسرا فائر ہوا اور ایک چیخ لہرا گئی۔ یہ فائر پال میسن نے کیا تھا اور اس شخص کو نشانہ بنایا تھا جس نے مجھ پر فائر کیے تھے۔

میں نے بھی زمین کا سہارا لیا تھا، اور اسی طرح کھسکتے ہوئے میں نے بارین تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن بارین کو صورت حال کا اندازہ ہو چکا تھا۔ وہ چوپایوں کی طرح دوڑتا ہوا ایک دوسرے دروازے میں گھس گیا۔ اس وقت تک اس کے دوسرے ساتھی سنبھل چکے تھے اور انھوں نے اندھا دھند مجھ پر اور پال میسن پر فائرنگ شروع کر دی تھی اس جگہ سے نکلنا ہمارے لیے آسان نہیں تھا کیونکہ بھیڑیوں کے اس بھٹ سے ہم پوری طرح واقف نہیں تھے۔

اسی وقت اچانک وہاں تاریکی چھا گئی اور پھر یوں محسوس ہوا جیسے کسی اور سمت سے بھی گولیاں چلنے لگی ہوں۔ یقیناً یہ پروفیسر کے خفیہ ساتھی تھے جن کے بارے میں مجھے بتا دیا گیا تھا۔ ان کی جوابی کارروائی کا نتیجہ خاطر خواہ نکلا اور وہ لوگ بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئے۔

اچانک پال میسن کی آواز میرے کانوں میں اُبھری۔

"اب یہاں رکنا خطرناک ہے میرے خیال میں نکل چلیں۔"

میں نے ٹٹول کر پال میسن کے وجود کو محسوس کیا پھر آہستہ سے بولا۔ "تمھارا خیال درست ہے میسن! لیکن کیا اس تاریکی میں تم راستوں کا تعین کر سکتے ہو؟"

"ہاں، تھوڑی بہت کوشش کی جا سکتی ہے۔"

"تب پھر ہمیں تاخیر نہیں کرنا چاہیے۔ اور سنو! میرے چکر میں رہ کر اپنی زندگی خطرے میں [illegible] کوشش مت کرنا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اپنے طور پر راستہ تلاش کرو اور نکل جاؤ۔ میں اپنی مدد آپ کروں گا۔"

" او کے۔" پال میسن نے کہا اور پھر اندھیرے میں، میں نے کچھ سرسراہٹیں محسوس کیں، پال میسن کھسک گیا تھا۔ اس وقت میں نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ اس کو ٹال دوں۔ اگر پال میسن کو میں یہ بتاتا کہ میں یہاں سے نکلنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو ممکن ہے، وہ کچھ جاں نثاری دکھانے کی کوشش کرتا جو میرے حق میں بہتر نہ ہوتی۔ یہاں آکر سب کچھ کر کے ہی واپسی مناسب ہوتی ورنہ دوبارہ یہاں داخلہ اتنا آسان نہیں تھا۔ میرے خیال میں پروفیسر جو کچھ کر سکتا تھا کر چکا تھا، اب باقی سب کچھ مجھے ہی کرنا تھا۔ فی الحال مجھے کسی بہتر پناہ گاہ کی تلاش تھی۔ اس سے قبل کہ روشنی دوبارہ ہو جائے، مجھے کوئی پناہ گاہ درکار تھی۔

میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور کسی تیز رفتار سانپ کی مانند رینگتا ہوا وہاں سے باہر نکل آیا۔ یہ ایک راہداری تھی۔ اس راہداری میں متعدد دروازے تھے لیکن میں اس کے آخری سرے کے دروازے پر پہنچ گیا اور پھر خدا کا نام لے کر میں نے دروازہ کھولا اور اندر گھس گیا۔

تاریکی پوری عمارت میں پھیلی ہوئی تھی۔ شاید مین سوئچ آف کیا گیا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ تاریکی زیادہ دیر نہیں رہے گی۔ کسی نہ کسی کو مین سوئچ کا خیال آ ہی جائے گا۔ چنانچہ روشنی ہونے سے قبل ہی کسی ایسی جگہ کا انتخاب کر لیا جائے جہاں میں خود کو پوشیدہ کر سکوں۔

اس کمرے میں گھس تو آیا تھا لیکن اس کے بارے میں کچھ بھی اندازہ نہیں تھا۔ یہ تک معلوم نہیں تھا کہ یہاں میرے علاوہ کوئی اور ہے یا نہیں۔ دروازے سے چند قدم آگے بڑھ کر میں نے دیوار سے پشت لگائی اور سانس روک کر کمرے کی سن گن لینے لگا۔ اسی وقت ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "بہتر ہے دروازہ بند کر دو۔" آواز شیریں اور شگفتہ تھی لیکن مجھے ایسا ہی لگا، جیسے میرے کان کے قریب دھماکا ہوا ہو۔ میں بُری طرح اچھل پڑا تھا۔ "میں اس تاریکی میں بھی تمھیں دیکھ سکتی ہوں ۔ دروازہ بند کر دو۔" اس نے پھر کہا۔

اس سے قبل کہ میں دروازے کی طرف پلٹتا یا کوئی اور عمل کرتا اچانک روشنی پھیل گئی۔ اگر کمرے میں ہائی پاور کے بلب ہوتے تو شاید میری آنکھیں بند ہو گئی ہوتیں، لیکن یہاں مدھم ٹھنڈی نیلی روشنی پھیل گئی تھی۔ اس روشنی میں میری نگاہوں کو زیادہ نہ بھٹکنا پڑا۔ مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر ایک لمبے قد کی نوجوان لڑکی صوفے پر نیم دراز تھی۔ روشنی اتنی تھی کہ میں اس کا چہرہ اور حلیہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ سنہرے بالوں اور بحر الکاہل جیسی نیلی آنکھوں والی ایک حسین لڑکی تھی۔ اس نے اپنے گھنے سنہرے بال سمیٹ کر جوڑے کی سی شکل میں باندھ رکھے تھے۔ اس کی نیلگوں آنکھوں میں ذہانت کی چمک رقصاں تھی۔

" ہاں... دروازہ بند کر دو۔" اس نے چہکا دینے والے انداز میں کہا اور میں نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔ "سامنے دیوار پر جو درمیانی سوئچ نظر آ رہا ہے، اسے بھی بند کر دو، یہ نیلی روشنی بجھ جائے گی... مگر رُکو، یہ بتاؤ، کیا کوئی تمھاری تلاش میں ہے؟"

" ہاں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

" تب روشنی بند نہ کرو، یہ معمول کے خلاف ہو گا کیونکہ میں روشنی کر کے سوتی ہوں۔ وہ اس بات کو محسوس کریں گے۔ آؤ اِس طرف آجاؤ، میری مسہری کے بائیں طرف... یہاں تمھارے چھپنے کی جگہ ہے۔ آجاؤ، باہر قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔"

یہ آوازیں میں بھی سن چکا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس لڑکی کے احکامات پر عمل کرنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ لڑکی صوفے سے اٹھ کر مسہری پر آلیٹی۔ قدموں کی آوازیں دروازے کے قریب رکیں۔ کسی نے دروازے کے ہینڈل پر کچھ زور آزمائی کی اور پھر اسے اندر سے بند پا کر مطمئن ہو گیا۔ لڑکی دم سادھے لیٹی رہی تھی۔ قدموں کی آواز چند ساعت کے بعد معدوم ہو گئی، جو کوئی بھی تھا، وہ دستک دینے کی جرأت نہیں کر سکا تھا۔ میرا ذہن چکرا رہا تھا۔ لڑکی کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کیا چیز ہے وہ؟

آخر اس کی آواز اُبھری۔ "اب کوئی اِدھر نہیں آئے گا۔"

" تمھارا شکریہ... لیکن میں حیران ہوں..."

" یقیناً ہو گے۔" اس نے میرا جملہ مکمل ہونے سے پہلے کہا۔

" تم کون ہو؟"

" تمھاری مددگار... بس۔"

" میرے بارے میں کچھ جانے بغیر! یہ معلوم کیے بغیر کہ میں کون ہوں؟"

" جانتی ہوں۔"

" کیا...؟"

" یہی کہ تم بارین وائیکو کے شکار ہو۔ اس کے کوئی مخالف، اس کے احکامات پر عمل نہ کرنے والے۔"

" اور تم کون ہو؟"

" اس بات کا جواب دینے کے لیے سوچنا ہو گا۔"

" کب تک جواب مل سکے گا؟"

" یہ بھی سوچ کر بتاؤں گی۔" اس نے کہا۔ اور میں کھوپڑی سہلانے لگا۔ ظاہر ہے، اس کا تعلق اسی عمارت سے ہو گا یا بارین وائیکو

... کی کوئی نمائندہ لیکن وہ کسی اجنبی کی مدد کرنے کے لیے تیار تھی۔ اس کے بارے میں فوری طور پر کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ میں کوئی ایسی جگہ چاہتا تھا جہاں میں اپنے طور پر پوشیدہ رہوں، کوئی میرے بارے نہ جانتا ہو لیکن یہ صورتِ حال غلط ہو گئی تھی۔ لڑکی کون تھی، کیا تھی؟ اس پر کس حد تک اعتماد کیا جائے یا بالکل اعتماد نہ کیا جائے۔ اس مرحلے پر کوئی بھی لغزش میرے لیے موت کا سبب بن سکتی تھی یا مجھے اپنے مقصد سے دُور لے جا سکتی تھی۔ ایسے ہی بہت سے خیال میرے ذہن میں آتے رہے اور وقت گزرتا رہا۔ اس دوران نہ لڑکی نے مجھ سے مزید کوئی سوال کیا اور نہ میں نے ہی اپنی جگہ سے کوئی جنبش کی۔ اسی اُدھیڑ بُن میں مجھے وقت گزرنے کا کچھ احساس نہ رہا تھا۔ میں ابھی کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ دفعتاً ایک کھڑکی کے شیشے چمک اُٹھے، روشنی چھن کر اندر آنے لگی تھی۔ میں بوکھلا اٹھا۔ لڑکی گردن کے بل ایک ہاتھ سرہانے رکھے لیٹی تھی۔

" یہ روشنی..." میرے مُنہ سے نکلا۔

" خوفزدہ خرگوش!" لڑکی آہستہ سے ہنسی پھر بولی۔ "اُٹھو اور کھڑکی کا پردہ برابر کر دو۔ وہ بارین وائیکو کی خواب گاہ ہے، وہ خواب گاہ میں آگیا ہے۔"

میں اپنی جگہ سے نکل آیا۔ یہ انکشاف بھی میرے لیے سنسنی خیز تھا۔ برق رفتاری سے میں کھڑکی کے قریب پہنچا، درمیان میں کھلنے والے شیشے لگے ہوئے تھے، روشنی انہی شیشوں سے آئی تھی۔ میں نے نہایت احتیاط سے تھوڑا سا شیشہ کھولا اور ایک جھری کر کے دوسری جانب جھانکنے لگا۔ تیز روشنی میں بارین وائیکو نظر آ رہا تھا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ چند لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔

"اب تم مجھے اطلاع دو گے کہ اُن کا نام و نشان بھی نہیں ملا، کیوں؟" وہ غصے سے دہاڑا۔

" یہ حقیقت ہے جناب!"

" اس سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ تم سب نااہل ہو... جو ذمّے داریاں تمھیں سونپی گئی ہیں ان کے قابل نہیں ہو۔ آخر وہ کون سے راستے سے باہر گئے۔ ہمارے آدمی کہاں مر گئے۔ کیا اس حقیقت کا اعتراف نہ کر لیا جائے کہ لارڈ وائن لاس ویگاس میں بیٹھ کر جیسی آرگن میں ہمارے مُنہ پر سیاہی لگا سکتا ہے؟"

" لیکن جناب..."

" ایسا ہوا ہے۔ وہ صرف دو تھے... صرف دو۔"

" نہیں جناب! ابھی تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ وہ صرف دو نہیں تھے۔" ایک آدمی نے جھلّائے ہوئے انداز میں کہا۔

" کیا مطلب؟" بارین وائیکو چونکا۔

" وہ صرف دو نہیں تھے جناب۔"

" کیسے کہہ سکتے ہو؟"

" صرف میں ہی نہیں، دوسرے لوگ بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ وہ دو تو آپ کے سامنے تھے۔"

" تو تمھارا خیال ہے کہ اس عمارت میں... اس عمارت میں جہاں میں رہتا ہوں..." وائیکو نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

" مین سوئچ کس نے بند کیا تھا؟" اس شخص نے سوال کیا۔

" ایں!" بارین وائیکو پھر چونکا۔

" نہ صرف مین سوئچ بند کیا گیا بلکہ جب ہم نے انھیں گولیوں کا نشانہ بنانے کی کوشش کی تو ہم پر بھی گولیاں چلائی گئیں اور آپ یقین کریں، گولیاں چلانے والے وہ نہیں تھے۔"

" مین سوئچ... مین سوئچ..." بارین ان کی طرف توجہ دیے بغیر بڑبڑایا۔ "ہاں، مین سوئچ کس نے بند کیا؟" تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہا پھر آہستہ سے بولا۔ "جاؤ... آرام کرو۔"

" مسٹر وائیکو! میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" تیسرے آدمی نے کہا۔

" کہو۔" وائیکو بیزاری سے بولا

" لاس ویگاس کے لارڈ وائن نے تنہا ان دو آدمیوں کو تو نہ بھیج دیا ہو گا۔ اس نے کچھ اور انتظامات بھی کیے ہوں گے۔"

" مثلاً؟" وائیکو نے بھویں سکیڑ کر کہا۔

" کوئی ایسی کوشش جو..."

" اگر کوئی شبہ ہے تو صاف صاف کہو۔"

" میری مراد پروفیسر سے ہے۔"

" فیڈرک؟" وائیکو نے سوالیہ انداز میں پروفیسر کا نام لیا۔

" یس سر... دوسری شکل میں جیسی آرگن میں ہر اجنبی پر نگاہ رکھی جاتی ہے۔"

" پروفیسر فیڈرک..." وائیکو کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ "کیا وہ اس حد تک جا سکتا ہے؟"

" کیوں نہیں سر!" اس شخص نے پُرجوش انداز میں کہا۔ "پروفیسر فیڈرک آپ کے ہر مفاد کے خلاف کام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کون ہے جو جیسی آرگن میں آپ کے راستے کاٹنے کی کوشش کرے۔ اگر لارڈ وائن نے جیسی آرگن میں پروفیسر فیڈرک سے گٹھ جوڑ کر لیا ہے تو میرے خیال میں وہ ذہین آدمی ہے۔"

" اور پروفیسر گدھا! وہ نہیں جانتا میں اس کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا ہوں۔ میں نے اُسے صرف تفریحِ طبع کے لیے زندہ رکھا ہوا ہے، ورنہ اس اسکول ماسٹر کی اوقات کیا ہے۔"

" وہ لوگ اسی کی پناہ میں ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بات کرلی جائے گی اس سے اور مناسب گفتگو کی جائے گی۔
تم لوگ جاؤ۔" بارن واٹیکو نے کہا۔ اور وہ لوگ باہر نکل گئے۔ بارن ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری سے شراب کی بوتل اور گلاس نکالا اور پھر ایک کرسی پر جا بیٹھا۔ اُس کا رُخ اسی کھڑکی کے سامنے تھا۔ اس لیے میں نے مزید خطرہ مول نہ لیا اور درز بند کر دی، پردہ برابر کر کے پلٹا تو کسی سے ٹکرا گیا لڑکی کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔ وہ میرے بالکل قریب کھڑی تھی۔

"سنبھل کر۔" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"تم...؟"

"ہاں، میں نے تمہارے ساتھ ہی واٹیکو کی گفتگو سُنی ہے۔" اس نے کہا اور واپس پلٹ پڑی۔

میرے ذہن میں پھر پتنگے اُڑنے لگے۔ لڑکی خطرناک ہوتی جا رہی تھی۔ دوسری شکل میں وہ مجھے پھر ایک خون کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔

"آجاؤ یہیں آجاؤ۔ اس وقت تمہارا اس کمرے سے باہر جانا خطرناک ہوگا۔" وہ بولی اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسہری پر لے آئی۔ بیٹھو... آرام سے بیٹھو۔"

"شکریہ۔" میں خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"تو تم وہی ہو جن کی انہیں تلاش ہے؟"

"ظاہر ہے، اب تم سے کوئی جھوٹ بولنا ممکن نہیں ہے۔"

"کیا درحقیقت تمہیں پروفیسر کی مدد حاصل ہے؟"

"میں کسی پروفیسر کو نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن وہ لوگ..." وہ ایک لمحے خاموش رہی پھر بولی "اب کیا چاہتے ہو؟"

"سچ بتا دوں؟" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے اپنی حسین پیشانی پر شکنیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ میں چاہتا ہوں، سچ کہہ دوں تم سے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تمہاری مرضی ہے۔"

"سب سے پہلے میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں، بارن واٹیکو کی کوٹھی میں رہ کر تم میرے ساتھ دوستانہ سلوک کر رہی ہو۔ کیوں، آخر کیوں؟"

"اگر یہاں سے نکلنا چاہتے ہو تو میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔"

"اور اگر نہ نکلنا چاہوں تو...؟"

"حیرت کی بات ہے! تم چوہے دان میں پھنسے ہوئے ہو، میں زیادہ دیر تک تمہیں محفوظ نہیں رکھ سکتی۔"

"اپنے بارے میں بتاؤ، میں فیصلہ کرلوں گا۔"

"لورین ہے میرا نام۔"

"واٹیکو سے کیا تعلق ہے؟"

"میرا باپ ہے۔" لڑکی نے جواب دیا اور میں حیرت سے دنگ رہ گیا۔

"باپ...؟" بمشکل تمام میں نے کہا۔

"ہاں، اس لفظ کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے۔ اس لیے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اور تم اس کے دشمن کو اپنے کمرے میں چھپائے ہوئے ہو!"

"اس لیے کہ میں اس کے دشمنوں کی دوست ہوں۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"کیا تم میرا انٹرویو لینے کے لیے اس عمارت میں داخل ہوئے تھے؟" اس نے کہا اور آہستہ سے ہنس پڑی۔

"انسانی فطرت کو نظرانداز کردو گی لورین؟ ماں کی آغوش سے موت کی آغوش تک اس کے دل میں کہانیاں سننے کی خواہش رہتی ہے۔ اور پھر کوئی ایسی بات جس پر اسے حیرت ہوئی ہو۔"

"صرف مجرم ہی نہیں، دوسری باتوں پر بھی نگاہ رکھتے ہو۔ ایک خوب صورت بات کہی ہے تم نے۔" وہ بولی۔

"انعام کے طور پر اپنے بارے میں بتا دو... ایک مجرم کے گھر میں ایک نیک سیرت لڑکی کہاں سے آئی؟"

"اس لیے کہ میں ایک نیک سیرت ماں کی اولاد ہوں۔"

"تمہاری ماں کہاں گئی؟"

"موت کی آغوش میں۔" اس نے کہا اور دھیرے سے ہنس پڑی۔ لیکن اس ہنسی میں کرب نمایاں تھا۔

"میں نہیں سمجھا!" میں نے کہا۔

"موت کا مطلب موت ہی ہوتا ہے لیکن میری ماں کو قتل کر دیا گیا تھا!" اس نے جواب دیا۔

"قتل...؟"

"ہاں قتل۔" لورین نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"اوہ!" میں نے افسردگی سے ہونٹ سکوڑے اور پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "لورین! تمہارے الفاظ میں، ان کے مفہوم سے اجنبیت کا اظہار ضرور ہوتا ہے لیکن اس میں چھپے ہوئے کرب کو تم میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رکھ سکیں۔ میں ایک بار پھر اعتراف کرتا ہوں کہ اس خطرناک ماحول میں گھرے ہونے کے باوجود میں انسانی جبلت کو نظرانداز نہیں کر سکا۔ میرے دل میں تمہارے بارے میں جاننے کی خواہش پیدا ہو گئی ہے لورین۔ تم جیسی فرشتہ صفت لڑکی یہاں اس ماحول میں کیونکر رہ رہی ہے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اس لیے کہ جینا ضروری ہے، خودکشی بہادر لوگ کرتے ہیں، مجھ جیسی بزدل لڑکیاں خودکشی نہیں کرسکتیں اور نہ ہی کسی سے اپنا انتقام لے سکتی ہیں۔"

"انتقام لینا چاہتی ہو تم لورین؟"

"ہاں... خدا کی قسم! میرے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے لیکن میں جانتی ہوں، یہ آگ اندر ہی اندر میرے اعضا کو جلا کر بالآخر مجھے راکھ کردے گی۔ اسی دن کے لیے جی رہی ہوں، جب تک یہ آگ میرے پورے بدن میں پھیل جائے اور میں خود بھی اپنی ماں کے پاس پہنچ جاؤں۔"

میں نے پھر جذباتی انداز میں اس کا بازو پکڑا اور اسے خود سے قریب کرتے ہوئے بولا۔ "تم جیسی لڑکی کو مرنا نہیں چاہیے لورین، تمھیں جینا چاہیے، اپنے مقصد کے حصول کے لیے۔ کون لوگ تھے وہ، کون سفاک شخص تھا وہ جس نے تمھاری جیسی نیک سیرت لڑکی کی نیک سیرت ماں کو قتل کردیا؟" میں اس کے جذبات کو ابھارنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف تھا۔

"میری ماں کا قاتل ایک مجرم، ایک جرائم پیشہ شخص بارین وائیکو ہے۔ ہاں، میرا باپ۔" اس نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

میں نے متعجبانہ لہجے میں پوچھا۔ "تمھاری ماں کو بارین وائیکو نے قتل کیا ہے؟"

"ہاں۔"

"لیکن کیوں؟"

"کہانی سن کر ہی دم لوگے، اپنا نام نہیں بتایا تم نے؟" وہ مسکرا کر بولی۔

میں اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ تو نہیں لگا سکا تھا لیکن اس کے لہجے سے مجھے اس کی اندرونی کیفیت کا پوری طرح اندازہ ہو رہا تھا۔ میں اپنی کوشش میں خود کو کامیاب سمجھ رہا تھا۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔ "بارین وائیکو، لاس اینجلس میں گودی پر کام کرنے والے مزدوروں کا سپروائزر تھا، جرائم پیشہ ملاحوں کے درمیان زندگی گزارنے والا۔ وہ ملاحوں کے ذریعے چھوٹی موٹی اسمگلنگ کا کام کرلیتا تھا لیکن اس معصوم لڑکی نے اسے اس کی اصل شکل میں نہیں دیکھا تھا جو اس کی محبت میں گرفتار ہوگئی تھی اور پھر اس نے اپنے باپ کی مرضی کے خلاف بارین وائیکو سے شادی کرلی۔ جیسی آرگن کا ہارورڈ گلاسکو ایک اچھا کاروباری آدمی تھا اور میری ماں اس کی بیٹی تھی۔ اس نے اپنی بیٹی سے تعلقات منقطع کرلیے اور میں نے گودی کے اس سپروائزر کے گھر میں جنم لیا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد میری ماں کو اس بات کا احساس ہوچکا تھا کہ بارین وائیکو غریب ہی نہیں، بدفطرت بھی ہے۔ غربت تو اس نے جان بوجھ کر اپنائی تھی... اپنے اچھے خاصے گھر کو چھوڑ کر، لیکن جرم کی دنیا کا یہ انسان اس کے لیے عذاب بن گیا تھا۔

بارین وائیکو میں وہ تمام خرابیاں موجود تھیں جو ایک مجرم میں ہونا چاہیے تھیں۔ وہ دو بار ڈکیتی کے جرم میں بھی ملوث ہوا لیکن تقدیر اچھی تھی کہ جرم ثابت نہ ہوسکا اور وہ سزا سے بچ گیا۔ اس کے دل میں یہ خواہش پوشیدہ تھی کہ وہ کسی بھی طرح دولت مند بن جائے۔ یہ دولت اسے اس کی کاوشوں سے تو نہ ملی، ہاں میرے نانا کے انتقال کے بعد جیسی آرگن میں جو کچھ تھا، وہ خود بخود میری ماں کی ملکیت بن گیا اور بارین وائیکو کے تمام مذموم مقاصد پورے ہوگئے۔ بے شک، وہ ایک چالاک آدمی ہے۔ دولت میں اضافہ کرنا جانتا ہے، اپنی شخصیت کو منوانا جانتا ہے۔ گو فطرتاً وہ گودی کا سپروائزر رہی ہے۔ اس کی شخصیت میں دلیری یا بے خوفی نہیں ہے، ہر چیز سے ڈرتا ہے لیکن اپنے گروہ کے بل پر وہ بہت کچھ بن چکا ہے اور اب تو اس کی شخصیت میں نجانے کیا کیا تبدیلیاں ہوچکی ہیں۔ نجانے کیا کچھ کرتا ہے۔ میرے نانا کی دولت نے اسے سہارا دیا اور جیسی آرگن میں وہ ایک نمایاں شخصیت اختیار کرتا چلا گیا۔ اس نے اطراف کے بڑے بڑے غنڈوں کو اپنے ساتھ شامل کرلیا اور بات یہیں تک نہیں ہی بلکہ اس نے لمبے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کردیے۔ اب تو وہ کروڑوں ڈالر کی دولت کا مالک ہے اور نجانے اس نے کیا کیا جال پھیلا رکھے ہیں۔

جیسی آرگن میں منتقل ہونے کے بعد مجھے ایک اسکول میں داخل کردیا گیا اور اس اسکول میں مجھے پروفیسر فیڈرک نے تعلیم دی۔"

"پپ... پروفیسر فیڈرک نے؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں... پروفیسر فیڈرک ایک سنجیدہ اور متین انسان ہے۔ بارین وائیکو سے کسی مسئلے پر پروفیسر کی ٹھن گئی، اور یہ حقیقت ہے کہ پروفیسر کو جرم کی دنیا کی طرف لانے والا بارین وائیکو ہی ہے۔ اس نے پروفیسر کے خلاف ایسی ایسی کارروائیاں کیں کہ پروفیسر کی زندگی عذاب ہوگئی۔ نتیجے میں وہ بارین وائیکو کے مقابلے پر آگیا۔ اس نے درس و تدریس کا کام چھوڑ دیا اور اپنا ایک گروہ ترتیب دے لیا۔ یہ گروہ صرف بارین وائیکو کے خلاف کام کرنے کے لیے تھا۔ میری ماں جو پہلے ہی حالات کا شکار ہوکر خاصی دل برداشتہ ہوچکی تھی، یہاں آکر مزید عذاب کا شکار ہوگئی۔ اب اسے اس بات کا دکھ تھا کہ بارین وائیکو اس کے باپ کی دولت کو کس طرح صرف کررہا ہے۔ بارین وائیکو کو اپنی بیوی کی یہ مداخلت پسند نہیں آئی اور اس نے اسے آہستہ آہستہ زہر دے کر ہلاک کردیا۔ بارین وائیکو جیسے آدمی کے لیے یہ بات مشکل نہیں تھی۔ مجھے علم تھا کہ میری ماں زہرخورانی کا شکار ہوئی ہے اور حالات نے مجھے یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس زہرخورانی میں بارین وائیکو کا ہاتھ ہے۔ بارین وائیکو مجھے ایک ایسی مخلوق سمجھتا ہے جسے زبردستی اس سے وابستہ کردیا گیا ہے۔ ہمارے درمیان ہفتوں کوئی بات چیت نہیں ہوتی۔ وہ مجھے دیکھتا ہے تو ایسی اجنبی نگاہوں سے کہ جیسے میرا اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں، لیکن میرے کانوں میں اپنی مظلوم ماں کی کراہیں گونجتی رہتی ہیں۔ وہ پوچھتی ہے کہ اس کا کیا قصور تھا، کیا صرف اتنا کہ اس نے ایک شخص سے متاثر ہوکر نادانی کر ڈالی تھی۔ اور اسے اس کی اس محبت کا صلہ موت کی شکل میں دیا گیا۔ جب بھی میں بارین وائیکو کا تصور کرتی ہوں، میری ماں میری نگاہوں کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ مجھے بتاؤ، میں بارین وائیکو کو کیسے معاف کروں، اپنی ماں کے قاتل کو کیسے معاف کروں؟"

میں کافی دیر تک خاموش رہا۔ کہانی متاثر کن بھی تھی اور پھر مجھے متاثر ہونے کا اظہار بھی کرنا تھا۔ کیونکہ خوش قسمتی سے ایک ایسی لڑکی میرے ہاتھ لگ گئی تھی جو بارین وائیکو سے باغی تھی۔ اگر میں ذرا سی عقلمندی سے کام لے جاؤں تو مجھے وقتی طور پر سہارا مل سکتا ہے اور میرے مقصد کی تکمیل ہوسکتی ہے۔ میں نے سوچا، جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے، ظاہر ہے، میں اس لڑکی کے لیے زیادہ سے زیادہ کیا کرسکتا تھا۔ اگر وہ بارین وائیکو کو قتل کرنا چاہتی تو خود بھی وہ اس سلسلے میں کوشش کرسکتی تھی۔ بس اسے اپنے باپ سے نفرت تھی اور وہ اس کے ساتھ جی رہی تھی لیکن اپنے مقصد کے حصول کے لیے مجھے کافی اداکاری کرنا پڑی۔

چند لمحوں کے بعد میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "تمھاری اس پُردرد کہانی نے آنکھوں میں آنسو بھر دیے ہیں لورین! کاش، میں تمھارے لیے کچھ کرسکتا۔ ہرچند کہ میں تمھارے لیے اجنبی ہوں لورین اور صحیح بات تو یہ ہے کہ مجھے یہ الفاظ کہنے بھی نہیں چاہییں کیونکہ اس عمارت میں، میں تمھاری پناہ میں ہوں لیکن سنو لورین! میں تمھاری پناہ میں نہیں رہوں گا۔ اس لیے کہ میں تم سے بے حد متاثر ہوچکا ہوں۔ کہیں یوں نہ ہو کہ میری وجہ سے تم مزید کسی مصیبت کا شکار ہوجاؤ۔ تم نے ویسے بھی دکھوں میں زندگی گزاری ہے۔"

لورین چند لمحے کچھ نہ بولی، وہ خاموشی سے خلا میں گھورتی رہی۔ پھر بولی۔ "میرے بارے میں زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود جذبات کی منزل سے گزر چکی ہوں۔ بس دل میں دھواں اٹھتا رہتا ہے۔ بارین وائیکو کے ہر اس عمل سے مجھے نفرت ہے جس سے اسے خوشی ملتی ہے۔ اس عمارت میں یہ ہنگامے ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن میں عموماً ان سے لاتعلق رہتی ہوں۔ تم چونکہ میرے کمرے میں آگئے تھے اسی لیے مجھے تمھاری طرف توجہ دینا پڑی۔ میں نہ کسی ہمدردی کی خواہش مند ہوں اور نہ ہی کسی دلجوئی کی۔ میں جانتی ہوں کہ میں بارین وائیکو کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اس چیز نے مجھے پژمردہ کردیا ہے۔"

"کیا یہ نہیں ہوسکتا لورین کہ تم ان تمام باتوں کو بھلا کر اپنی آئندہ زندگی کے لیے کوئی راستہ منتخب کرو۔ کیا ضروری ہے کہ بارین وائیکو کے جال میں پھنسی رہو۔ اگر اس سے انتقام لینے کا ارادہ نہیں رکھتیں تو کم از کم اس کا گھر تو چھوڑ دو..."

"ہوں... تمھارے ساتھ چلوں۔" اس نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں لورین جو کچھ تم سمجھ رہی ہو، وہ نہیں ہے لیکن یہ ایک ہمدردانہ مشورہ تھا۔"

"اپنا مشورہ اپنے پاس رکھو۔ رات کے مہمان ہو، صبح ہوتے ہی چلے جانا۔ اس سے زیادہ میں تمھاری حفاظت نہیں کرسکتی۔"

"ٹھیک ہے لورین، تم اتنا کمزور نہ سمجھو مجھے... میں اپنی حفاظت خود کرسکتا ہوں... خدا حافظ۔" میں مسہری سے اٹھتے ہوئے بولا لیکن اس کے انداز میں اضطراب میں نے صاف محسوس کرلیا تھا۔

"کہاں جارہے ہو تم؟" اس نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"فطرتاً میں بھی مجرم نہیں ہوں لورین! یوں سمجھ لو، تقدیر کی گردش نے مجھے بھی ایک جال میں پھانس لیا ہے۔ متاثر ہونا اور بُرا ماننا جانتا ہوں۔ انا بھی زندہ ہے جو مجھے مجبور کررہی ہے کہ تمھیں مزید پریشان نہ کروں۔"

"خودکشی نہ کرو... رات کو یہاں رہو، صبح میں کسی نہ کسی طرح تمھیں یہاں سے نکال دوں گی۔"

"نہیں لورین! یہ مناسب نہ ہوگا۔"

"ضد مت کرو... میری بات مان لو۔" وہ لجاجت سے بولی اور میں اسے دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمھیں اس عنایت کا صلہ دینے کی کوشش کروں گا۔" میں نے ہارنے والے کے سے انداز میں کہا۔

"یہاں آرام سے لیٹ جاؤ... اب رات بھی تمھیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"تمھیں تکلیف ہوگی؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں، ہوگی مگر صرف ایک رات۔" اس نے جواب دیا اور اُٹھ کر فرش پر جا لیٹی۔ میں گہری سانس لے کر مسہری پر لیٹ گیا تھا۔ لڑکی کی ذہنی کیفیت مجھے معلوم ہو چکی تھی۔ میں کسی ہوشیار مکڑی کی طرح آہستہ آہستہ جالا بُننا چاہتا تھا۔ ابھی تو مجھے اس کوٹھی میں کافی وقت گزارنا تھا اور اس کے لیے لورین سے زیادہ کارآمد اور کوئی شخصیت نہیں ہوسکتی تھی۔ اس کی مدد سے میں بارین وائیکو کی خفیہ تجوریوں تک پہنچنے کا خواہش مند تھا جہاں خفیہ منصوبے کے ضروری کاغذات موجود تھے۔

لورین کروٹ بدلے لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ جاگ رہی ہے لیکن میں نے اُسے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ میں سوچتا رہا کہ اسے مزید استعمال کرنے کے لیے کیا حربے اختیار کرنا ہوں گے۔

اس بات پر مجھے حیرت ہوئی کہ اس اجنبی جگہ اس سنسنی خیز ... ماحول میں مجھے نیند کیسے آگئی۔ میں سوگیا تھا۔ نیند آئی تھی یا مجھے بے ہوش کیا گیا تھا۔

اس وقت پتا نہیں کیا بجا تھا جب حواس بیدار ہوئے۔ ایک کرخت آواز میرے کانوں میں اُبھری: "یہ ہوش میں آرہا ہے۔"

"آنے دو، ہوشیار رہو۔" دوسری آواز ابھری۔

آنکھوں پر چھائی ہوئی تاریکی آہستہ آہستہ چھٹنے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد سچویشن کا احساس بھی ہوگیا۔ ایک نیم تاریک سا کمرا تھا اور میں اس کمرے میں ایک کرسی پر بندھا ہوا تھا۔ میرے ہاتھ اور پاؤں اس فولادی کرسی میں کلپ سے پھنسے ہوئے تھے۔ دل دھک سے ہوگیا، واقعات یاد آگئے، اس کا مطلب ہے... لورین ... اس سے زیادہ نہ سوچ سکا، دماغ میں دُھواں سا پھیل گیا تھا۔ میرے عین سامنے ایک توانا شخص آکھڑا ہوا۔ اس نے چند منٹ خاموشی اختیار کی پھر میرے بالوں کو مُٹھی میں جکڑ کر میرا چہرہ اوپر اُٹھا دیا۔ ساتھ ہی دوسری آواز اُبھری۔

"خوش آمدید بن ہام، خوش آمدید۔ بڑی پُرمسرت بات ہے کہ تم نے میری کوٹھی سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی۔ میرے کام میں یہ آسانی پیدا کرنے کا شکریہ۔"

یہ آواز بارین وائیکو کے علاوہ کسی اور کی نہیں تھی۔ اس کے ساتھ ہی نیم تاریک کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ میں نے ایک سرسری نگاہ کمرے پر ڈالی اور یہ دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھری کہ وہ ایک اذیت خانہ تھا جہاں اذیت رسانی کے آلات بڑی نفاست سے سجائے گئے تھے۔ ہاتھ پاؤں کسنے والے شکنجے، سلاخیں گرم کرنے والی انگیٹھی اور میخیں۔ فولادی رولر، گلے میں ڈالا جانے والا آہنی پتھر اور نہ جانے کیا کیا۔

"پلاٹینم پوائنٹ کی جائے وقوع کے بارے میں بتاؤ؟" بارین وائیکو نے کہا۔ اور میں بے اختیار ہنس پڑا۔

"ایک شعر سناؤں؟" میں نے کہا۔

بارین وائیکو چند لمحے میرے الفاظ سمجھنے کی کوشش کرتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "صرف ایک شعر! ابھی تو تم سے پوری نظم سُنی جائے گی۔ چلو مشاعرے کا انتظام کرو۔" بارین نے قوی ہیکل آدمی سے کہا۔ اور وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر میری پشت پر پہنچ گیا۔ چٹ کی ایک ہلکی سی آواز اُبھری اور میں کچھ نہ سمجھ سکا۔ لیکن چند لمحات کے بعد کرسی کا نچلا حصّہ گرم ہونے لگا۔ نیچے شاید الیکٹرک ہیٹر جل اُٹھا تھا۔ کرسی فولادی تھی، اس لیے تیزی سے گرم ہونے لگی تھی۔

میں نے دانت بھینچ لیے۔ گرمی ناقابلِ برداشت ہوتی جارہی تھی۔ کرسی آگ کی طرح گرم ہوگئی۔

"ہاں، نظم سناؤ بن ہام! لیکن اس میں پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں اشعار ضرور ہونے چاہئیں۔" میں خاموشی سے یہ گرمی برداشت کرتا رہا۔ لباس کا نچلا حصّہ جل اُٹھا اور اب گرمی میرے بدن کو چھونے لگی۔ میرا پورا جسم پسینے میں ڈوب گیا تھا۔ "بند کر دو... یہ اپنی نظم بھول گیا ہے شاید۔ اور پھر یہاں دوسری پُرلطف چیزیں بھی تو ہیں۔ ان کا لطف بھی تو اُٹھانے دو معزز مہمان کو۔"

کرسی اب اتنی گرم ہوگئی تھی کہ اگر ہیٹر بند بھی کر دیا جاتا تو وہ دیر تک ٹھنڈی نہ ہوتی لیکن بارین نے کچھ کیا اور میرے ہاتھوں پیروں کے کلپ کُھل گئے۔ میں برق رفتاری سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ لیکن ٹانگوں میں جیسے جان ہی نہیں تھی۔ کھڑا ہوتے ہی میں گھٹنوں کے بل گر پڑا۔ قوی ہیکل آدمی کے بغلوں میں ہاتھ ڈال کر مجھے گھسیٹا اور اسی طرح گھسیٹتا ہوا وہاں تک لے آیا جہاں فولادی زنجیر لٹکی ہوئی تھی۔ زنجیر کو میری بغلوں میں ڈال کر کس دیا گیا۔ اور پھر اُسے کسی میکنزم کے تحت اوپر اُٹھا دیا گیا۔ اب میں کمرے کے درمیان میں لٹک رہا تھا۔

"جُھلاؤ اسے... خوب جُھلاؤ۔" بارین بولا اور زنجیریں ہلنے لگیں۔ میرا سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ قوی ہیکل شخص چمڑے کا ہنٹر لے کر میرے سامنے آگیا اور پھر سڑاک کی آواز کے ساتھ ایک ہنٹر میری پشت پر پڑا۔ میرے حلق سے شدید کراہ نکل گئی تھی۔

"یہاں تمھارا مددگار کون ہے؟" وائیکو نے پوچھا۔

"اس طرح... اس طرح تم مجھ سے کچھ نہیں معلوم کر سکو گے۔ کوشش کرتے رہو... کوشش..." میری کمر پر دوسرا کوڑا پڑا اور اسی وقت ایک فائر کی آواز گونجی۔ اس کے ساتھ ہی ایک دلخراش چیخ۔ کوڑے برسانے والے قوی ہیکل شخص

نے آنکھوں سے اس سوراخ کو دیکھ رہا تھا اور پھر... وہ کوڑے سمیت اوندھے منہ زمین پر آرہا۔

وائیکو پھرتی سے اُچھل کر دوسرے کونے میں جا چُھپا تھا۔ فائر کی آواز باہر سن لی گئی تھی یقیناً وائیکو کے آدمی آس پاس موجود تھے کیونکہ چند ہی لمحوں کے بعد دروازے پر زور زور سے دستک ہونے لگی پھر چند لوگ دھڑ دھڑاتے ہوئے اندر گھس آئے۔

"دیکھو کُتّے کے بچّو! باہر دیکھو کسی نے فائر کرکے اسے ہلاک کر دیا ہے۔" وائیکو اپنے آدمیوں کو دیکھ کر دہاڑا۔ اور وہ لوگ جس طرح اندر داخل ہوئے تھے اسی طرح بدحواسی سے باہر نکل گئے تھے۔

بارین وائیکو اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ قوی ہیکل شخص کی لاش زمین پر پڑی تھی۔ گولی اس کے دل کے مقام پر لگی تھی۔ اس لیے وہ فوراً ہی مر گیا تھا۔ میں بے بس تھا، اس موقع سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ میرے ہاتھ چھت کی طرف کھنچے ہوئے تھے۔ آہنی زنجیروں سے لٹکتے ہوئے سارا زور کندھوں پر پڑ رہا تھا۔

بارین وائیکو کے چہرے سے سخت پریشانی جھلک رہی تھی۔ اس نے میری طرف دیکھا اور گالی دیتے ہوئے بولا۔ "یہاں تیری مدد کون کر رہا ہے، یہ بھی تو ہی بتائے گا کُتّے۔ میں دیکھ لوں گا، میں تجھے دیکھ لوں گا۔" وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر نکل کر وہ چیخا۔ "تمام کُتّوں کو پکڑ لو... سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ۔ پہلے ان کُتّوں کو ہلاک کر دو، اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

میں اس کی اول فول سُن رہا تھا۔ لیکن اس وقت میری اپنی حالت خراب تھی۔ میں اس عذاب سے بچنے کے لیے ترکیب سوچنے لگا۔ کمرے میں اس وقت میرے علاوہ صرف اس قوی ہیکل شخص کی لاش تھی۔ میں نے ان زنجیروں کے انتہائی سرے کا جائزہ لیا اور پھر ایک تجویز میرے ذہن میں آگئی۔ میں ان زنجیروں کو پکڑ کر آہستہ آہستہ اوپر اُٹھنے لگا۔ ہر چند کہ اس کوشش میں میرے بدن کی ہڈیاں کڑکڑا رہی تھیں۔ لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری اور زور لگاتا ہوا کسی نہ کسی طرح چھت کے قریب جا پہنچا پھر میں نے چھت کے شہتیر میں دونوں پاؤں اڑائے اور ایک ہاتھ سے آنکڑے میں پڑی ہوئی زنجیر کا کُنڈا نکال لیا۔ پھر خود کو نیچے گرنے سے سنبھالنے کے لیے میں نے دوسری زنجیر کا سہارا لیا... اور نیچے آگیا۔ اب میں آزاد تھا۔ لیکن میں نے بدحواسی سے کام نہیں لیا پہلے اس لاش کے بدن کو ٹٹولا لیکن بدبخت کے پاس ایک لمبے چاقو کے علاوہ کچھ نہیں نکلا۔ میں نے اسی چاقو کو غنیمت تصوّر کیا اور اسے اپنے قبضے میں لے کر باہر نکل آیا۔ پہلے خود کو محفوظ کرنا کا تصوّر تھا، اس کے بعد ہی کچھ اور سوچا جاسکتا تھا۔ چنانچہ اس کمرے سے نکل کر میں ایک اور راہداری میں دوڑنے لگا۔ راہداری بائیں سمت گھوم گئی اور دفعتاً میں نے اس جگہ کو پہچان لیا۔ سامنے وہی کمرا تھا جس میں لورین سے ملاقات ہوئی تھی۔

میں جانتا تھا کہ بارین وائیکو ان لوگوں کی تلاش میں ہے جو اس کی رہائش گاہ میں میری مدد کر رہے تھے۔ اس کے آدمی یقیناً چاروں طرف دوڑتے پھر رہے ہوں گے۔ کیا عجب کہ کچھ لوگ اِدھر بھی نکل آئیں اور مجھے دیکھ لیا جائے۔ اس لیے اس وقت فوری پناہ گاہ کی ضرورت تھی۔ میں نے لورین کے دروازے کو آزمایا اور دروازہ کُھل گیا۔ لیکن کمرا خالی تھا۔ لورین کمرے میں موجود نہیں تھی۔ البتہ اس کے بدن کی بھینی خوشبو کمرے میں بسی ہوئی تھی۔

کمرے میں چُھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی، سوائے مسہری کے۔ چنانچہ میں اس کے نیچے گھس گیا۔ جو کچھ بیتی تھی اس نے انجر پنجر ڈھیلے کر دیے تھے۔ اس وقت آرام کی شدید ضرورت تھی۔ میں فرش پر سیدھا لیٹ گیا۔ پھر میں نے اس کمرے کے بارے میں سوچا کیا میں یہاں محفوظ ہوں؟ نیند سے یا بے ہوشی سے جاگنے کے بعد عذاب شروع ہوگیا تھا۔ حالات کے بارے میں سوچنے کا ایک لمحہ نہیں ملا تھا۔ لیکن اب ذہنی حالت اعتدال پر آتی جارہی تھی۔ میرے خیال میں، یہ کمرا اس وقت میری محفوظ پناہ گاہ تھی۔ کیونکہ یہیں سے مجھے گرفتار کیا گیا تھا۔ گرفتار کا لفظ نہایت موزوں تھا۔ ان لمحات کو نیند نہیں کہا جاسکتا تھا جن میں، میں ان کے ہاتھ لگا۔ لورین نے خلوص کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے مسہری پر سونے کی پیش کش کی تھی۔ اور میں سوگیا تھا۔ لیکن کوئی بھی نیند اتنی گہری نہیں ہوتی کہ انسان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے اور اس کو خبر بھی نہ ہو۔ صاف ظاہر تھا کہ سوتے ہوئے مجھے بے ہوش کر دیا گیا تھا اور یہ کارروائی لورین کے علاوہ کس کی ہوسکتی تھی۔

'لورین!' میں نے زہرخند کے ساتھ سوچا۔ ایک مجرم باپ کی بیٹی۔ دلچسپ واقعات کی شائق۔ میں اس کے کمرے میں پہنچا تو اس نے مجھ سے لطف لینے کی ٹھانی اور مجھے پناہ دے کر ایک کہانی گھڑ کر سنائی۔ ظاہر ہے وہ کہانی جھوٹی تھی، اب مجھے دوبارہ دیکھ کر وہ قہقہے لگائے گی۔ لیکن... یہ سب کچھ تو چلتا ہے۔ اس راہ میں ایسے موڑ تو آتے ہی رہتے ہیں۔ تجربے شاہد تھے بے شمار معصوم لڑکیاں شیطانی صفت نکلی تھیں اور لاتعداد گناہ گار لڑکیوں نے اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کیا تھا۔ ہاں، لورین دوبارہ میرے ہاتھ لگ جائے تو... ویسے میرے خیال میں لورین کو اس بات کا گمان بھی نہیں ہوگا کہ میں جس کمرے سے گرفتار ہوا ہوں دوبارہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پناہ لینے کی کوشش کروں گا۔ اس لیے بھی یہ کمرا محفوظ تھا۔

وفعتاً کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں اور میں نے سانس روک لی۔ اُلٹھ کروٹ بدل کر میں نے دروازے کی طرف دیکھا اور اس کے کھلنے کا انتظار کرنے لگا۔ چند ہی لمحے میں مجھے اندازہ ہوگیا کہ آہٹیں دروازے کی طرف سے نہیں بلکہ ملحقہ باتھ روم سے آرہی تھیں۔ میں دانتوں میں زبان دبا کر رہ گیا۔ لورین کمرے ہی میں تھی، غسل خانے میں۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر آنے والے قدم لورین ہی کے تھے۔

میں نے سانس روک لی اور اس کی حرکات کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے آئینے کے سامنے جاکر بال وغیرہ سنبھالے اور پھر ٹیپ ریکارڈر پر ایک ریکارڈ لگا کر مسہری پر نیم دراز ہوگئی۔ مدّھم سُروں میں موسیقی نشر ہونے لگی تھی۔ میں نے سکون کی ٹھنڈی سانس بھری۔

لورین ایک بار پھر اپنی جگہ سے اُٹھی اور ایک شیلف سے کوئی رسالہ نکال کر دوبارہ مسہری پر آگئی۔ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون ہے۔" لورین نے پکارا اور دروازہ کھل گیا۔

"گڑبڑ ہو... بھئی... بابا! کوئی اِدھر تو نہیں آیا؟"

"دفعان ہوجاؤ۔" لورین غرّائی۔

"میں... میں مس بابا۔" آنے والا اُلٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

"کُتّے۔" لورین نے نفرت سے کہا، اور اُٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔

وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ میں نے دل میں فیصلہ کرلیا تھا کہ اب کچھ وقت یہیں گزاروں گا اور اگر لورین کو میری موجودگی کا شبہ ہوگیا تو پھر یہ چاقو اس کی حسین گردن کو اس کے بدن سے جُدا کردے گا۔

بدن کی تکلیف کسی قدر کم ہوگئی تھی۔ صرف وہ جگہ درد کر رہی تھی جہاں ہنٹر پڑے تھے۔ سب سے زیادہ تکلیف وہ چیز بھوک تھی جو نڈھال کیے دے رہی تھی۔ لیکن اسے دُور کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

دوپہر کو لورین باہر نکل گئی۔ اور اس کے جانے کے بعد میں بھی اپنی جگہ سے باہر نکل آیا۔ غسل خانے میں جاکر پانی پیا اور پھر کسی خیال کے تحت اس درمیانی کھڑکی کے پاس آگیا جو بارین کے کمرے میں کھلتی تھی۔ دوسرا کمرا خالی تھا۔ میں نے اس کھڑکی کا جائزہ لیا۔ اُسے توڑے بغیر دوسرے کمرے میں داخل ہونا ممکن نہیں تھا اور کھڑکی توڑنا آسان نہیں تھا۔ پھر اس سے فائدہ بھی کیا۔ چند لمحوں کے بعد دوبارہ اپنی پناہ گاہ میں آگیا۔

لیٹے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ لورین واپس آگئی۔ اندر آکر اس نے ٹیپ ریکارڈر دوبارہ آن کیا اور مسہری پر دراز ہوگئی۔ بھوک کا کوئی حل نہیں تھا۔ رات ہونے کا انتظار کر رہا تھا تاکہ پہلے یہاں کے کچن کا جائزہ لوں اس کے بعد کچھ اور...

مدّھم دھنیں کمرے کے نیم تاریک ماحول کو خوابیدہ کر رہی تھیں پلکیں جُڑی جا رہی تھیں۔ کوئی جنبش بھی نہیں کرسکتا تھا جب تک ممکن ہوسکا نیند کو بھگاتا رہا، اس کے بعد کچھ ہوش نہیں رہا۔ اور پھر نہ جانے کب ہوش آیا۔ ایک بار اس کمرے میں سویا تھا تو ایک عقوبت خانے میں آنکھ کُھلی تھی۔ سہم کر اطراف کے ماحول کو دیکھا لیکن... یہ لورین کا کمرا ہی تھا۔ نہ جانے کیا بجا تھا، قرائن سے لگتا تھا کہ کافی رات گزر گئی ہے۔ کمرے میں روشنی موجود تھی۔ غالباً لورین ابھی سونے کے لیے نہیں لیٹی تھی یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ خواب گاہ میں موجود ہے یا نہیں۔

اچانک ناک کو ایک خوشبو سی محسوس ہوئی۔ بُھنے ہوئے گوشت کی خوشبو۔ بلّی کو خواب میں چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں میری ناک کی بھی یہی کیفیت تھی لیکن خوشبو مسلسل آرہی تھی اور جب اُسے محسوس کرلیا تو آنتوں نے فریاد شروع کردی۔ ہمّت کرکے مسہری کے نیچے سے سر نکالا لورین کی موجودگی کے آثار نہیں ملتے تھے چنانچہ باہر نکل آیا۔ بالکل قریب ہی میز پر ایک ٹرے رکھی ہوئی تھی جس میں بُھنی ہوئی سالم مرغی، بڑ سلائس اور اورنج جوس کا ایک جگ رکھا ہوا تھا۔

خوانِ نعمت تھا۔ اس کی یہاں موجودگی کیا حیثیت رکھتی ہے، کوئی اندازہ نہیں تھا۔ چند لمحے پریشان رہا۔ فاقہ اتنا طویل ہو گیا تھا کہ سارے وسوسے، سارے خیالات ہوا ہوگئے اور میں سوچے سمجھے بغیر کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ کئی وقت کی بھوک کے آگے یہ ننھی سی مرغی کیا حیثیت رکھتی تھی۔ مجبوراً ہڈیاں چھوڑی تھیں۔ جُوس کا پورا جگ حلق میں اتارنے کے بعد کچھ سکون ملا۔ اس کے بعد اس خوانِ نعمت کے بارے میں سوچنے کی باری تھی۔ کون لایا تھا، کس کے لیے تھا؟ اگر لورین کے لیے تھا تو وہ خود کہاں ہے؟ غسل خانے پر نظر ڈالی تو تاریک تھا۔ بالآخر دروازے کی طرف بڑھ گیا، باہر سے بند تھا۔ میں چونک پڑا لیکن اسی وقت دروازے کے قفل میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دی اور میں برق کی سی تیزی سے دروازے کے پیچھے ہوگیا۔

لورین اندر آگئی۔ اور پھر دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے مجھے دیکھ لیا وہ مسکرا دی۔ "صبح بخیر!" اس نے کہا۔ پھر اس کی نگاہیں کھانے کی ٹرے کی طرف اُٹھ گئیں "تم نے غسل بھی نہیں کیا؟"

"یہ کھانے کی عنایت تم نے کی تھی؟"

"کیوں؟ بھوک نہیں تھی کیا؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"بہت بھوکا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے اندازہ تھا لیکن تم اتنے بے خبر سو رہے تھے کہ میں نے جگانے کی ہمت نہیں کی۔"

"میں ابھی تک بے ہوش نہیں ہوا ہوں جبکہ کھانا کھائے ہوئے کئی منٹ گزر چکے ہیں۔" میں نے طنزاً کہا۔

"میں سمجھی نہیں!" اس نے تعجب سے کہا۔

"کیا کھانے میں بے ہوشی کی دوا نہیں ملائی گئی تھی؟"

"کھانا میں لائی تھی تمھارے لیے۔" وہ بولی۔ اس کے چہرے پر تحیّر کے آثار تھے۔

"تمھارا خیال ہوگا کہ میں اس طرح مشتبہ کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس لیے کچھ لانے سے فائدہ۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟ تمھارا انداز کچھ عجیب سا ہے۔" اس نے پریشان لہجے میں کہا۔

"چوہے بلّی کا کھیل کھیل رہی ہو میرے ساتھ۔ لیکن حسین لڑکی بار بار دھوکے نہیں کھائے جاتے۔ اس سے قبل بھی میں تمھیں قتل کرسکتا تھا۔" میں نے آگے بڑھ کر اس کی گردن شکنجے میں کس لی اور اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ میں نے دوسرے ہاتھ سے چاقو نکال لیا تھا۔ "تمھاری مکاری بالآخر تمھاری موت کا سبب بن گئی۔" میں نے اس کی گردن چھوڑ کر بال پکڑ لیے اور چاقو کی نوک اس کی گردن پر رکھ دی۔ "چلو دروازہ بند کردو۔"

اس نے لات مار کر دروازہ بند کردیا۔

"تمھاری ہر جنبش تمھیں موت سے قریب تر کر رہی ہے۔ آہستہ سے دروازہ لاک کردو۔"

اُس نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا۔ دروازہ بند ہونے کے بعد میں اُسے بالوں سے پکڑے ہوئے مسہری کے پاس لایا اور زور سے دھکا دے دیا۔ وہ گر پڑی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ رنگ سُرخ تھا آنکھیں وحشیانہ انداز میں چمک رہی تھیں۔ ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی۔

"اب تمھیں بہت سی باتیں بتا تا ہوں گی۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"پوچھو۔" وہ پھٹے پھٹے لہجے میں بولی۔ اس کا لہجہ بھی عجیب سا تھا۔

"تم نے پچھلی رات مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کی تھی؟"

"تمھارا کیا خیال تھا، میں اپنے باپ کے دشمن کو زندہ دیکھنا پسند کروں گی۔ تم چالاکی سے بارین وڈیکو کے نرغے سے نکل آئے تھے۔ میں اس وقت تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ میں نے تمھیں دوسرے طریقے سے پھانسا۔"

"تو وہ کہانی جھوٹی تھی؟"

"سو فیصدی۔"

"بہت ذلیل لڑکی ہو تم... بارین وڈیکو جو کچھ بھی ہے تم نے اپنے باپ کے لیے ایسی ریک کہانی گھڑی تھی۔"

"جنگ اور عشق میں سب کچھ جائز ہے۔" اس نے کہا۔

"پھر تم نے مجھے بے ہوش کردیا تھا؟"

"میں نے نہیں، دوسرے لوگوں نے۔ میں نے تو صرف اپنے باپ کو اطلاع دی تھی کہ اس کا دشمن میرے کمرے میں موجود ہے۔ بس انھوں نے تمھیں قابو میں کرلیا۔" لڑکی نے اس انداز میں کہا جیسے وہ مجھے کوئی دلچسپ کہانی سنا رہی ہو۔

غصّے سے میرا بُرا حال تھا۔ میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"اس مرتبہ میرے ساتھ رعایت کیوں کی گئی؟"

"دشمن کو کھلا پلا کر مارنے کی عادی ہوں۔ بہت جلد تمھاری موت تمھیں دبوچ لے گی۔" اُس نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"اس سے قبل تم موت کی آغوش میں سو جاؤ گی۔ مجھے دوبارہ گرفتار کرنے والے تمھاری لاش..." میری نگاہ اس کی آنکھوں پر جا پڑی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

"بزدل عمل نہیں کرتے، صرف دھمکیاں دیتے ہیں۔ تمھارے ہاتھ میں چاقو لہرا رہا ہے، کیا تم اسے استعمال کرسکتے ہو؟" اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔ "عمل کرو۔ اپنے ارادے پر ورنہ میں... میں۔" وہ بے اختیار رو پڑی۔ بڑی ہذیانی کیفیت تھی اس کی، دانت بھینچے ہوئے تھے، چہرہ غصّے میں لال بھبوکا ہوگیا تھا۔ آنکھیں آنسو برسا رہی تھیں۔

ایک لمحہ صرف ایک لمحہ میں نے غور کیا، کہیں مجھے اس کے بارے میں غلط فہمی نہ ہوئی ہو! وہ اس سلسلے میں بے قصور نہ ہو۔

"قتل کرو مجھے ورنہ میں اپنے باپ کو آواز دیتی ہوں۔" اس نے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہا۔

"تم رو کیوں رہی ہو؟" میں نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"موت کے خوف سے! بزدل، اپنا کام کرو... قتل کردو مجھے... ماردو، خدا کے لیے ماردو۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھک لیا۔ یہ اداکاری نہیں تھی۔ مجھے ضرور غلط فہمی ہوئی تھی۔ ممکن ہے اس نے سچ کہا ہو، ممکن ہے اس نے کچھ نہ کیا ہو۔ بڑی مشکل پیش آگئی تھی، سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کروں؟

"ٹھیک ہے لورین! میں تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ بہتر ہے کہ میں خود کو وڈیکو کے حوالے کردوں۔ یہی میرے لیے مناسب ہے۔"

"مر جاؤ... بزدلوں کو کتّے کی موت مرنا چاہیے... جہنم میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جاؤ... جہاں دل چاہے جاؤ... نکل جاؤ یہاں سے... گیٹ آؤٹ۔" وہ دہاڑی اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ بھینچ لیا۔ اس کی خوفزدہ نگاہیں دروازے کی طرف اُٹھ گئی تھیں۔

میں نے بے اختیار پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "خدا حافظ لورین۔" اس کے ساتھ ہی میں نے دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے تھے۔ اس نے بستر سے میرے اوپر چھلانگ لگا دی اور مجھے دبوچ لیا۔

"اگر تم نے دروازے سے قدم نکالا تو خدا کی قسم میں خودکشی کرلوں گی، فوراً خودکشی کرلوں گی۔"

"ارے ارے! یہ کیا پاگل پن ہے۔ تم نے خود ہی تو مجھے باہر جانے کے لیے کہا تھا۔" میں نے خود کو اس کی گرفت سے چھڑاتے ہوئے کہا۔ اب مجھے یقین ہوچکا تھا کہ لورین کے بارے میں میری بدگمانی غلط تھی۔ میری گرفتاری میں اس کا ہاتھ نہیں تھا۔

"بس تم باہر نہیں جاؤ گے۔ تم... تم... تم بھی وائیکو کی صنف سے تعلق رکھتے ہو۔ تم کسی کے ساتھ کیا انصاف کرو گے۔ لیکن... چلو اُدھر بیٹھو... بیٹھو یہاں۔" اس نے زبردستی مجھے کھینچ کر مسہری پر بٹھا دیا۔

"تم مجھ سے کیا چاہتی ہو لورین؟"

"اپنے ہاتھوں سے قتل کرنا چاہتی ہوں تمھیں۔ کسی اور کے ہاتھوں نہیں مرنے دوں گی، سمجھے۔"

"کمال ہے... انوکھی خواہش ہے۔ چلو ٹھیک ہے، جلدی کرو۔ میں مرنا چاہتا ہوں۔" میں نے پُرمذاق انداز میں کہا اور لورین اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ ایک چھوٹی سی الماری کے پاس پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا اور الماری کے خفیہ خانے میں ہاتھ ڈال کر پستول نکال لیا۔ میں دلچسپ نگاہوں سے اس کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ پستول ہاتھ میں پکڑے وہ مجھے گھورتی رہی پھر آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ کر اس نے پستول میری گود میں ڈال دیا۔ میں نے پھر تعجب سے اسے دیکھا تھا۔

"یہ پستول میں نے اس لیے چُرایا تھا کہ... کہ جب خود سے اُکتا جاؤں گی، جب جینے کی کوئی امنگ نہیں رہے گی تو خودکشی کرلوں گی۔ میں کسی اور کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی لیکن... تمھارے لیے صرف تمھارے لیے میں نے گناہ کیا ہے۔ اور تم... جی چاہتا ہے دوسرا گناہ بھی کرلوں۔ یقین کرو، تمھیں قتل کردینے کو جی چاہتا ہے۔ میں صرف تمھاری وجہ سے قاتل بن گئی ہوں اور تم مجھ پر اتنا مذموم الزام لگا رہے ہو۔"

"میری وجہ سے قاتل بن گئی ہو؟" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں، مورگن کو میں نے قتل کیا ہے۔ اس پستول میں صرف ایک گولی کم ہے۔"

"کیسے قتل کیا ہے تم نے؟ مورگن کون تھا؟"

"وہ جو تم پر کوڑے برسا رہا تھا، وہ جو تمھیں اذیت دے رہا تھا۔" لورین سسکی لے کر بولی۔

میں ششدر رہ گیا تھا۔ یہ تو مسئلہ ہی اُلٹا نکلا! کیا واقعی وہ درست کہہ رہی ہے، میرا ذہن اُلجھنے لگا۔

"مجھے پتا بھی نہیں چل سکا، میں گہری نیند سوگئی تھی۔ جاگی تو تم موجود نہیں تھے۔ میں پریشان ہوگئی۔ میں نے خفیہ طور پر معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ تمھیں میرے کمرے سے گرفتار کرلیا گیا ہے۔ میں پاگل ہوگئی لیکن اس پاگل پن میں بھی میں نے ہوشیاری سے کام لیا اور کوئی ہنگامہ نہیں کیا۔ میں نے خاموشی سے تمھارا سراغ لگایا اور تمھیں اذیت گاہ میں تلاش کرلیا۔ مورگن اس وقت تمھیں کوڑے لگا رہا تھا۔ میں نے مورگن کے دل کا نشانہ لے کر فائر کردیا۔ اس وقت میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتی تھی۔" وہ پھر رونے لگی اور میں احمقوں کی طرح اُسے دیکھتا رہا۔ "اور تم... تم..." روتے روتے اچانک اس نے میری طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہا مگر پھر بات ادھوری چھوڑ دی۔

"واقعی لورین! میں بہت گھٹیا انسان ہوں۔ میں نے اپنی محسن پر اتنا بڑا الزام لگایا۔ لیکن معافی کی گنجائش بہرحال ہوتی ہے کیا تم مجھے معاف کرسکتی ہو؟"

"کرسکتی ہوں۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔ اور مجھے اس کے انداز پر ہنسی آگئی۔ میری ہنسی کی آواز پر اس نے مجھے دیکھا اور چڑ گئی۔ "تم مسلسل میرا مذاق اڑائے جارہے ہو۔"

"نہیں لورین! یقین کرو، میں اپنی غلط فہمی پر نادم ہوں... بلاشبہ گرفتاری کے بعد جب اس اذیت گاہ میں میری آنکھ کھلی تو میں نے یہی سوچا کہ تم نے مجھے گرفتار کرایا ہے۔ اس وقت میری غلط فہمی بجا تھی لیکن لورین! میں خلوصِ دل سے تم سے معذرت خواہ ہوں۔"

میرے ان الفاظ پر اس کے چہرے پر طمانیت نظر آنے لگی اور پھر مدھم سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ اس نے کہا۔ "شاید میں نے تمھیں معاف کردیا ہے۔"

"شاید کا لفظ خوب ہے لورین۔"

"ہاں، بس میرے دل میں اب تمھارے لیے کوئی کھوٹ نہیں ہے۔"

"اس کے لیے میں تمھارا شکرگزار ہوں لورین لیکن یہ سوال بار بار میرے ذہن میں پیدا ہو رہا ہے کہ تم میرے اوپر یہ احسانات کیوں کر رہی ہو؟"

لورین چند لمحے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔ "دیکھو! میری طرف سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا، سچ سچ بتا دوں تمھیں، میں اپنے ماحول سے بیزار ہوں۔ مجرموں کی اس بستی میں اپنے آپ کو آج تک اجنبی سمجھتی رہی ہوں حالانکہ میں نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی ہے۔ بارن وائیکو کے بارے میں تمھیں تفصیلات بتا چکی ہوں کہ کس طرح وہ جرم کی زندگی کی طرف مائل ہوا لیکن اس وقت میں ناسمجھ تھی اور ان تمام معاملات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ماں کی موت کے بعد میرے احساسات جاگے اور میں اپنے آپ سے بیزار ہوگئی۔ زندگی گزارنے کے لیے اور کوئی راستہ نہیں تھا اور پھر ایک باپ کی حیثیت سے بارن وائیکو مجھے چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا۔ ظاہر ہے یہ اس کی انا کا مسئلہ تھا لیکن میں نے ایک لمحہ بھی یہ محسوس نہیں کیا کہ میں باپ نام کی کوئی چیز رکھتی ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو اس ماحول میں قطعی اجنبی محسوس کیا ہے اور ایک اجنبی ماحول میں تم کب تک زندگی گزار سکتے ہو۔"

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ لورین سامنے کی دیوار کو گھور رہی تھی۔ دفعتاً میں نے چونک کر کہا۔ "لورین میری یہ امداد کہیں تمھارے لیے مصیبت نہ بن جائے۔ بارن وائیکو کے آدمی میری تلاش میں کتوں کی مانند زمین سونگھتے پھر رہے ہیں ایک بار مجھے تمھاری خواب گاہ سے گرفتار کیا گیا، کہیں ان کی توجہ پھر اس طرف نہ ہوجائے۔"

لورین مسکرا دی، پھر بولی۔ "تم نے یہاں واپس آنے کے سلسلے میں جو کچھ سوچا ہے، وہی میں نے بھی سوچا ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں سوچا کہ وہ کمرا جو ایک بار تمھاری گرفتاری کا سبب بنا ہے اب تمھارے لیے محفوظ ترین ہے اور وہ لوگ یہ نہیں سوچیں گے کہ تم دوبارہ اسی سمت کا رُخ کرو گے۔"

"ہاں، میں نے یہی سوچا تھا لیکن اب کچھ اور ہی سوچ رہا ہوں۔"

"کیا؟" اس نے سوال کیا۔

"اس وقت میرے ذہن میں خیال تھا کہ میری گرفتاری کا سبب تم ہو، یہاں پناہ لیتے ہوئے میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ دوبارہ مجھے یہاں تلاش نہیں کیا جائے گا لیکن اب صورت حال تبدیل ہوچکی ہے۔ کیا بارن وائیکو کا ذہن تمھاری طرف نہیں جاسکتا؟ کیا وہ نہیں سوچ سکتا کہ ممکن ہے کہ تم ہی میری پُشت پناہ ہو۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

لورین کے چہرے پر چند لمحات کے لیے سنجیدگی طاری ہوگئی۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "ہاں، اس کے امکانات ہیں لیکن پھر کیا کیا جائے، جو کچھ ہوگا اُسے بھگتیں گے۔ میں کمرے سے نکلوں گی ہی نہیں، سوؤں گی بھی نہیں، دیکھوں گی تمھیں کوئی کیسے گرفتار کرتا ہے۔" اس کے انداز میں بچپن جھلکنے لگا۔

"لورین! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم اس عمارت میں میرے لیے کوئی دوسری پناہ گاہ تلاش کردو۔"

"تم عجیب آدمی ہو کیا جیسی آرگن میں تمھیں کوئی اور ٹھکانا نہیں ملے گا۔ اپنے دشمنوں کے درمیان رہنا چاہتے ہو۔ قصّہ کیا ہے؟ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ مناسب موقع ملتے ہی تمھیں یہاں سے نکال دوں گی اور تم یہاں رہنے کے خواہش مند ہو؟"

لورین کے سوال پر لمحہ بھر میں سوچتا رہا اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "ہاں لورین! میں یہاں سے اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد نکلنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مقصد ہے تمھارا اور ایک بات سنو! تم کس قدر عجیب انسان ہو، ہم لوگ اتنے مراحل سے گزر چکے ہیں۔ لیکن میں اب بھی تمھیں تمھارے نام سے نہیں پکار سکتی۔ پہلے بھی میں نے تم سے تمھارا نام پوچھا تھا لیکن شاید تم بہت محتاط انسان ہو۔"

"نہیں لورین، یہ بات نہیں ہے۔ تم مجھے ہام کے نام سے پکار سکتی ہو۔"

"اب یہ بتاؤ، تمھاری یہاں آمد کا مقصد کیا ہے؟ بار بار وضاحت کرتے ہوئے غصّہ آنے لگتا ہے حالانکہ میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ اپنی ماں کے قاتل سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں بارن وائیکو کے دشمنوں کی دوست ہوں اور اسی جذبے نے مجھے تمھاری تمھاری مدد کرنے پر مجبور کیا تھا۔"

"لورین، میں بارن وائیکو کے ایک حریف ولاڈی وائن کا نمائندہ ہوں اور پلاٹینم پوائنٹ نامی ایک کیس پہ بارن وائیکو سے سودے بازی کرنے آیا تھا لیکن بارن نے بدعہدی کرتے ہوئے مجھے گرفتار کرکے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ بارن وائیکو سے مجھے پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں کچھ دستاویزات درکار ہیں۔ کیا تم اس سلسلے میں بھی میری کچھ مدد کرسکتی ہو؟"

"صرف اس حد تک کہ تمھیں اس وقت تک یہاں محفوظ رکھوں، جب تک تم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوجاؤ۔ میں خود بھی تمھارے ساتھ یہ خطرہ مول لینا چاہتی ہوں ذرا اپنے آپ کو بھی آزما لوں، دیکھوں کہ بارن وائیکو مجھے کس حد تک برداشت کرسکتا ہے۔ جرم کے راستوں پر چلتے ہوئے اگر اس کا سینہ بالکل سیاہ ہوگیا ہے تو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا ہام کہ میں بھی اپنی ماں کی طرح اسی کے ہاتھوں قتل ہوجاؤں۔ ہاں، میں کوئی فیصلہ چاہتی ہوں، کوئی ایسا فیصلہ ہویا تو مجھے زندگی بخش دے یا پھر موت۔" اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

میرے ذہن کے کچھ حصّے روشن ہو گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے میں نے ہر جذباتی تصوّر کو نظر انداز کر دیا تھا۔ بارہا ایسے مواقع آئے تھے جب جذبات کے دھارے میرے پاؤں کی زنجیر بنے تھے لیکن میں نے ہمیشہ اپنے مشن کو مدِنظر رکھتے ہوئے اُن سے دامن بچایا تھا حالانکہ بعض اوقات یہ ایک سخت دشوار کام محسوس ہوا تھا اور اس کے لیے مجھے اپنے دل سے شدید جنگ کرنا پڑی تھی لیکن میں نے اپنے جذبات کا گلا گھونٹ دیا، انھیں اپنے مشن کی راہ میں کبھی حائل نہ ہونے دیا تھا۔ کیونکہ میرا مشن میری تنہا ذات کے لیے نہیں تھا بلکہ اس میں لاتعداد مظلوموں کی چیخیں شامل تھی۔ اُن ماؤں کے روتے ہوئے چہرے میری نگاہوں کے سامنے آجاتے تھے جو اپنے چھ چھ جوان بیٹے کھو چکی تھیں۔ اداس بہنوں کی حسرت بھری آنکھیں میرے ذہن میں اُبھر آتی تھیں جن کے بھائی اسرائیلی دہشت پسندوں کا شکار ہو چکے تھے۔ لاوارث معصوم بچے، بے خانماں بوڑھے۔ ان سب کی آوازیں میرے کانوں سے ٹکراتیں تو میں اپنے دلی جذبات واحساسات کی آوازوں کو دبا دیتا تھا کہ یہی بہتر تھا میرے لیے اور اس وقت لورین کے لیے بھی میرے ذہن و دل میں جنگ جاری تھی۔ وہ معصوم لڑکی اپنے حالات کا شکار تھی۔ بچپن سے وہ ایک اُلجھے ذہن کی مالک تھی۔ اُسے اندازہ نہیں تھا کہ اُس کے باپ کے دل میں اس کے لیے کیا جذبات ہیں۔ اپنی ماں کی موت سے دل برداشتہ ہو کر وہ باپ کی دشمن بن گئی تھی اور اب میری آلۂ کار بنتے جا رہی تھی۔ عام نقطۂ نگاہ سے تو یہی مناسب تھا کہ میں اسے استعمال نہ کرتا لیکن اس سے میرے مقصد کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہوتی تھیں۔ چنانچہ میں نے ایک بار پھر دل کی آواز کو دبا دیا اور اپنے آپ کو اس پر آمادہ کر لیا کہ لورین سے فائدہ اُٹھایا جائے۔

میں نے اپنے طور پر مطمئن ہونے کے بعد کہا "لورین! مجھے علم ہے کہ تم بغیر کسی لالچ اور بلا کسی مفاد کے میری مدد کر رہی ہو۔ میں تمھیں محبتوں کی شناخت کا موقع ضرور دوں گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ میرے لیے کوئی محفوظ جگہ تلاش کر سکتی ہو یا نہیں؟"

"اس پستول میں پانچ گولیاں ہیں۔ اسے اپنے پاس رکھو بام! اگر کوئی ایسا ہی موقع آجائے کہ اس کا استعمال ناگزیر ہو تو تمھیں اختیار ہے کہ کسی کو بھی نشانہ بنا ڈالو۔ فی الحال اس کمرے سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ہے۔ میں ہر لمحہ تمھاری حفاظت کروں گی۔ پہلے میں یہ جاننے کی کوشش کرتی ہوں کہ کیا میرے باپ کو تمھارے سلسلے میں مجھ پر کوئی شبہ ہے۔"

میں نے گردن خم کر دی، حالات کا یہ دلچسپ رُخ میری زندگی کے معمولات سے مختلف نہیں تھا۔ بارہا اس قسم کے جوئے کھیل چکا تھا۔ بارین وائیکو کی اس عمارت سے فرار ہونے میں مجھے شاید کوئی دقت نہ ہوتی، لورین کا سہارا بھی لیا جا سکتا تھا، لیکن میں اپنا کام کر کے ہی یہاں سے نکلنا چاہتا تھا اور اس کے لیے تھوڑا سا انتظار کر لیتا، بُرا نہیں تھا۔

میں لورین کی اس خواب گاہ کا مہمان بن گیا۔ اس نے میرے چھپنے کے لیے کچھ اور آسانیاں فراہم کر دی تھیں۔ اپنے معاملات میں بھی وہ کوئی تبدیلی نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو اس پر شبہ ہو سکے۔ چنانچہ وہ مصروف رہی۔ میرے لیے کھانے پینے کا بندوبست وہ نہایت احتیاط سے کر دیا کرتی تھی اور اس طرح تقریباً اٹھائیس گھنٹے مجھے یہاں گزارنا پڑے۔ لورین سے بارین وائیکو کی سرگرمیوں کی تفصیلات معلوم ہوتی رہتی تھیں۔ میرے بارے میں تصوّر کر لیا گیا تھا کہ میں یہاں سے نکل چکا ہوں۔ لورین نے مجھے یہ بھی بتایا کہ بارین وائیکو نے پروفیسر فیڈرک سے رابطہ قائم کیا ہے اور اس سلسلے میں اس کے اور پروفیسر کے آدمیوں میں کئی جھڑپیں بھی ہو چکی ہیں۔ بارین کا خیال ہے کہ پروفیسر فیڈرک اس کے دشمن کی پُشت پناہی کر رہا ہے۔ جبکہ پروفیسر سرے سے منکر ہے کہ وہ اس معاملے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

لورین کی ان اطلاعات نے مجھے گہری سوچ میں گُم کر دیا۔ یہ سب کچھ ہو رہا تھا لیکن ایسی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی جو بارین وائیکو سے خفیہ منصوبے کے کاغذات حاصل کرنے کا سبب بن سکے۔ ابھی تک بظاہر تو یہی اندازہ ہوتا تھا کہ بارین وائیکو کے گمان میں بھی نہیں ہے کہ میری اصل شخصیت کیا ہے۔ یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ بارین کے نزدیک 'بلیک پلان' اور 'پلاٹینم پوائنٹ' میں سے کس کی اہمیت زیادہ ہے۔ البتہ اتنا اندازہ مجھ کو ہو چکا تھا کہ وہ براہِ راست کسی سیاسی جھگڑے میں ملوث نہیں تھا، بلکہ اس کی حیثیت ایک مجرم کی سی تھی اور یقینی طور پر امریکی یہودیوں نے ایک مجرم ہی کی حیثیت سے اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔ ممکن ہے بارین وائیکو نے کسی مرحلے پر اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کیا ہو اور اس بنیاد پر اس پر اس سلسلے میں بھروسا کر لیا گیا ہو۔

لورین میری صورت دیکھ رہی تھی۔ چند لمحے بعد اس نے کہا "تم خاصے اُلجھے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔"

"ہاں لورین! ظاہر ہے یہاں رہ کر خواہ مخواہ تمھاری ذات پر بوجھ بنا ہوا ہوں اور ابھی مجھے اپنے مسئلے کا کوئی حل نظر نہیں آتا۔"

"جہاں تک میری ذات پر بوجھ بننے کا سوال ہے، تو تم یقین کرو بام کہ میں بڑی خوش ہوں، میں تمھاری مزید خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ تمھیں نہیں معلوم کہ اس دوران میں بارین وائیکو کے ان خفیہ ٹھکانوں کا پتا لگانے کی کوشش بھی کرتی رہی ہوں جہاں وہ اپنے کاغذات وغیرہ پوشیدہ رکھتا ہے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ میں نے پہلے کبھی اس سلسلے میں بارین وائیکو پر نگاہ ہی نہیں رکھی۔ وہ کیا کرتا رہتا ہے، کون کون سی چیزیں اس کے پاس موجود ہیں، میں نے کبھی اس پر توجہ ہی نہیں دی۔ بارین وائیکو کے مشاغل پر تو میں نے کبھی غور ہی نہیں کیا۔ اتنی الگ تھلگ رہی ہوں میں اپنے باپ سے اور پھر سچی بات یہ ہے کہ اسے باپ سمجھتے ہوئے بھی مجھے عجیب سا احساس ہوتا ہے۔"

"ممکن ہے لورین، بارین وائیکو کے دل میں تمھارے لیے محبت موجود ہو، لیکن وہ اس کے اظہار کا طریقہ نہ جانتا ہو، وہ سوچتا ہو کہ اس کی بیٹی مطمئن زندگی گزار رہی ہے۔"

"لعنت ہے اس مطمئن زندگی پر۔ اور پھر میں اسے اپنا باپ تسلیم ہی کیوں کروں۔ وہ تو صرف قاتل ہے، میری ماں کا قاتل...!"

"ماضی کی تلخ یادیں بلاشبہ انسان کو ہمیشہ مضطرب رکھتی ہیں، لیکن کبھی اسے آزمانے کی کوشش تو کی ہوتی لورین۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم! میں کیوں آزماتی اسے، میرے ذہن میں اس کے لیے جو تصوّر ہے میں اسے کیوں ختم کرتی۔"

میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ کوئی ایسی مؤثر تجویز ذہن میں نہیں آرہی تھی، جس سے میں اپنے مقصد پر عمل پیرا ہو سکتا۔ اسی رات میں نے بارین وائیکو کے خفیہ ٹھکانوں کی تلاشی لینے کا منصوبہ بنایا۔ رات تاریک تھی، ہر چند کہ عمارت میں جگہ جگہ روشنی ہو رہی تھی، لیکن میں نے ایسی جگہوں کا انتخاب کیا جہاں میں ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ سکوں۔ لورین نے خود ہی میرے ساتھ چلنے کی پیش کش کی تھی۔ لیکن میں نے انتہائی معذرت کر کے اسے اس وقت روک دیا تھا اور خود ہی ان تمام مرحلوں سے نمٹنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

عمارت کے ایک ایک چپّے کی تلاشی لے ڈالی تھی میں نے، لیکن مجھے کسی ایسی جگہ کا سُراغ نہیں ملا جسے میں بارین کا خفیہ ریکارڈ روم کہہ سکوں، اب صرف اس کی خواب گاہ ہی باقی رہ گئی تھی۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ بارین اس وقت یقیناً اپنی خواب گاہ میں موجود ہو گا۔

پھر میں نے ایک اور بات سوچی۔ وہ یہ کہ اس کے کمرے میں اس وقت داخل ہوا جائے جب وہ وہاں موجود نہ ہو اور یہ داخلہ بھی کھڑکی کے ذریعے ہی مناسب اور ممکن تھا۔ لورین سے اس کا تذکرہ کیا تو اُس نے بڑے اعتماد سے کہا "اس کھڑکی کے سلسلے میں تم جو چاہو کر سکتے ہو۔ اس کی سلاخیں کاٹنے کے لیے

مشہور ماہرینِ نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب
احساسِ کمتری
اسی کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ :
● احساسِ کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔
● کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں۔
● کیا آپ واقعی احساسِ کمتری کا شکار ہیں؟ صرف یہ آپ کا خیال ہے۔ ہو سکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے
اسباب
تدارک
علاج
قیمت ۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
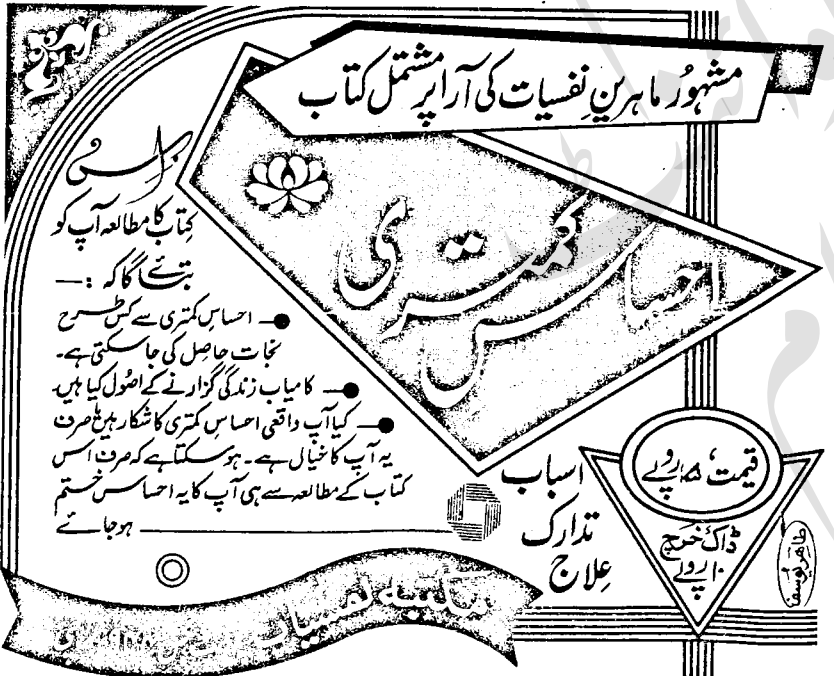
میں تمھیں اوزار مہیا کر دوں گی۔ اس طرح تم بارن وائیکو کے کمرے میں جا سکتے ہو۔"

اس لڑکی کا تعاون مجھے شرمندہ کر رہا تھا۔ اپنے باپ ہی کے خلاف وہ ہر طرح میرا ساتھ دینے پر آمادہ تھی۔ میرے ذہن میں اس کے لیے بڑے عجیب سے احساسات پیدا ہونے لگے تھے۔ بھلا میں اس بے چاری کو اس تمام احسان کے صلے میں کیا دے سکتا تھا۔

لورین نے حسب وعدہ میرے لیے وہ چیزیں فراہم کر دیں جن سے میں کھڑکی کی سلاخیں کاٹ کر دوسری طرف پہنچ سکتا تھا اور میں اس کام کے لیے تیار ہو گیا۔

پہلے یہ جائزہ لیا گیا کہ بارن وائیکو اپنی خواب گاہ میں موجود ہے یا نہیں، اس کے بعد میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ اتنی جگہ بنا لینے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی کہ میں اس کھڑکی کے راستے اندر داخل ہو سکوں۔ اور پھر اسی شام تقریباً آٹھ بجے جب لورین خصوصی طور پر بارن وائیکو کے ساتھ ڈنر کے لیے گئی ہوئی تھی، میں کھڑکی کے راستے اندر داخل ہو گیا۔

خواب گاہ میں دو الماریاں موجود تھیں جن میں تالے لگے ہوئے تھے، لیکن یہ تالے کھولنا میرے لیے مشکل ثابت نہ ہوا۔ بلاشبہ الماریوں میں لباس وغیرہ کے علاوہ کچھ دوسری اہم چیزیں بھی تھیں، لیکن اُن میں بلیک پلان کے خفیہ منصوبے کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ نہ ہی ایسے دوسرے کاغذات تھے جو میرے کام آ سکتے۔ بس بارن وائیکو کی جائیداد اور اثاثوں کے بارے میں کچھ تفصیلات الماری کی تجوریوں میں بند تھیں، جن سے مجھے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ مجھے سخت مایوسی ہوئی تھی۔ اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں بارن وائیکو پر براہ راست حملہ کر دوں اور اسی رات میں نے اس منصوبے پر بھی عمل کر ڈالا۔

داخلے کے لیے میں نے کھڑکی کا راستہ ہی منتخب کیا تھا۔ اس راستے کو میں نے اس طرح پوشیدہ کر دیا تھا کہ بادی النظر میں بارن وائیکو کو اس پر شبہ نہ ہو سکے۔

اس وقت جب میں کھڑکی کے راستے اندر پہنچا، بارن وائیکو آرام کی نیند سو رہا تھا۔ میرے قدموں کی آہٹ پر وہ چونک کر اٹھا اور ہینڈ سوئچ سے روشنی کر دی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے تڑپ کر تکیے کے نیچے ہاتھ ڈالا اور پستول نکالنے کی کوشش کی لیکن میں اس کے لیے پہلے سے تیار تھا۔ لورین کا دیا ہوا پستول میں نے اس کی پیشانی پر رکھ دیا تھا اور بارن وائیکو نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیے تھے۔

میں نے اس کے تکیے کے نیچے سے پستول نکال لیا اور اسے اپنے لباس میں رکھتے ہوئے میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا: "کوئی بھی غلط حرکت تمھاری موت کا سبب بن سکتی ہے وائیکو۔" میں پہلے ہی اندازہ کر چکا تھا کہ وہ بہت زیادہ لڑنے کا عادی نہیں ہے اور ایسی صورت حال سے بدحواس ہو جاتا ہے چنانچہ اس وقت بھی بارن وائیکو کی کیفیت اس سے مختلف نہیں تھی۔

اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "تم انسان ہو یا شیطان؟ کیا ابھی تک... کیا ابھی تک تم اس عمارت میں موجود ہو؟"

اس کا یہ احمقانہ سوال اس کی بوکھلاہٹ کا ثبوت تھا۔

"جو کچھ بھی سمجھ لو، بارن وائیکو لیکن تمھیں پلاٹینم پوائنٹ کی دستاویزات مجھے فراہم کرنا ہوں گی۔ میں اسی مقصد کے تحت یہاں آیا ہوں اور اسے پورا کر کے ہی جاؤں گا۔"

"عجیب انسان ہو... عجیب انسان ہو۔" وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ میں پستول سے اس کی پیشانی کا نشانہ لیے ہوئے تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"تو پھر کیا خیال ہے بارن وائیکو! یہ لمحات فیصلہ کن ہیں۔ خاموشی سے دستاویزات میرے حوالے کر دو۔ ورنہ پھر تمھاری موت کی اطلاع ولاڈی وائن کے لیے کافی حوصلہ افزا ہو گی۔ تمھاری موت کے بعد صحیح معنوں میں پلاٹینم پوائنٹ کیس ختم ہی ہو جاتا ہے، اور..."

"نہیں... ایسا نہیں ہو سکتا۔ بھلا میری موت کے بعد پلاٹینم پوائنٹ تمھارے قبضے میں کیسے جا سکتا ہے۔ ولاڈی وائن ذلیل انسان ہے اس نے بدعہدی کی ہے، حالانکہ ہمارے اور اس کے درمیان... لیکن چھوڑو، پتا نہیں، تم کس سطح کے انسان ہو۔ تمھیں ساری معلومات ہیں یا نہیں۔ میں یہ راز کسی تیسرے انسان کو منتقل نہیں کر سکتا.... اگر تم مجھے ہلاک بھی کر دو گے، تب بھی دستاویزات تمھیں نہیں مل سکیں گی۔" وہ کچھ اور آگے بڑھا اور میں نے اُسے اشارے سے پیچھے ہٹنے کے لیے کہا۔

"اگر کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی بارن وائیکو! تو میں کسی قسم کی رعایت نہیں کروں گا۔" وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھتا ہوا ایک دیوار سے جا لگا، لیکن مجھے اس کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ اس دیوار کے قریب پہنچتے ہوئے اس کے ذہن میں کوئی خاص مقصد ہے۔ میں تو اس وقت چونکا جب میرے عقب میں دروازہ پوری قوت سے کھلا اور ایک قوی ہیکل آدمی غراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

ایک لمحے کے لیے میری توجہ ہٹی تھی کہ بارن وائیکو نے چیخ کر مسہری کے پیچھے چھلانگ لگا دی۔ اس نے بدحواس ہو کر کہا... "ڈریگون... ڈریگون! اسے سنبھالو۔"

والا کسرتی بدن کا ایک خوفناک صورت انسان تھا۔ اس کا چہرہ جگہ جگہ سے زخموں سے بھرا تھا اور آنکھوں سے وحشت جھانکتی تھی۔ میں نے پستول کا رخ اس کی طرف کیا تو اس نے انتہائی پھرتی سے زمین پر لوٹ لگا کر اس طرح پاؤں اوپر اٹھا دیے کہ میری کلائی اس کے پیروں کی زد میں آ گئی۔ کچھ اس انداز سے اس نے یہ داؤ لگایا تھا کہ میں سمجھ ہی نہیں سکا تھا، لیکن بہر حال پستول میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کے ساتھ ہی قوی ہیکل آدمی نے مجھے عقب سے پکڑ لیا۔ اور پھر اس طرح اوپر اٹھا لیا جیسے میں کوئی معمولی سا کھلونا ہوں ـــ اوپر اٹھانے کے بعد اس نے مجھے پوری قوت سے مسہری پر اچھال دیا۔ گدے دار مسہری پر گرنے سے مجھے چوٹ تو نہیں لگی تھی لیکن چند لمحوں کے لیے میں بدحواس ضرور ہو گیا تھا۔ اس وقت بارن وائیکو نے مسہری کے پیچھے سے میری ٹانگ پکڑ لی اور میں ایک بار پھر بری طرح گر پڑا۔ جبکہ میں پلٹ کر اس قوی ہیکل شخص پر حملہ آور ہونے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن ٹانگ پکڑ لینے کی وجہ سے میری جدوجہد ناکام ہو گئی اور قوی ہیکل شخص نے ایک بار پھر میرے اوپر چھلانگ لگا دی۔ اس بار اس نے میری ہنسلی میں ہاتھ ڈال کر مجھے زمین سے اوپر اٹھا لیا تھا، مجھے اپنی ہنسلی کی ہڈیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں لیکن پھر نجانے کیا ہوا قوی ہیکل شخص کے منہ سے ایک کراہ نکلی اور دوسرے ہی لمحے میں اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر نیچے گر پڑا۔ کھڑکی کے راستے لورین اندر آ گئی تھی اور اس نے پھل کاٹنے والی لمبی چھری قوی ہیکل شخص کی پشت میں پیوست کر دی تھی۔ قوی ہیکل شخص نے گھوم کر لورین کو دیکھا اور پھر شدید زخمی ہونے کے باوجود مؤدب ہو گیا۔ لورین بری طرح بدحواس ہو گئی تھی، اس کا چہرہ بگڑا ہوا تھا۔

بارن وائیکو مسہری کے نیچے سے نکل آیا اور اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "لورین! تم کہاں سے آ گئیں۔"

"وہ ...... وہ ...... میں..." لورین کے منہ سے کوئی بات نہیں نکل سکی۔ لیکن اسی وقت مجھے موقع مل گیا۔ میں نے جھپٹ کر پستول اٹھایا اور دوسرے ہی لمحے لورین کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اُسے اپنے قریب کر لیا۔

پستول کی نال میں نے لورین کی کنپٹی پر رکھ کر بارن وائیکو سے کہا۔ "وائیکو! اگر تم نے مزید کوئی حرکت کی تو تمھاری یہ بیٹی ہمیشہ کے لیے تم سے رخصت ہو جائے گی۔"

لورین نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں نے غیر محسوس انداز میں اُسے اشارہ کر دیا۔ مقصد یہی تھا کہ اس سچویشن کو اسی طرح برقرار رہنے دے اور اس میں کوئی تبدیلی نہ پیدا کرے۔ لورین شاید میرا مقصد سمجھ گئی تھی۔ اُس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ڈ ڈ... ڈیڈی... مم... میں سمجھی تھی کہ یہ آدمی آپ کو اٹھائے ہوئے ہے، میں آپ کی مدد کو اندر آ گئی تھی۔"

قوی ہیکل شخص نے اپنی پشت سے چھری کھینچ لی تھی، اُس سے خون ٹپک رہا تھا مگر اس کم بخت کے چہرے پر ذرا بھی کرب یا بے چینی کے آثار نہیں تھے، وہ اب بھی اسی طرح خونخوار نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا لیکن بارن وائیکو کے انداز میں، میں نے تبدیلی محسوس کی۔ وہ پریشان نگاہوں سے اس سارے منظر کو دیکھ رہا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اُس کا دماغ ماؤف ہو گیا ہو۔ اُس نے یہ سوچنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی کہ لورین آخر اس کھڑکی کے راستے اندر کیسے آ گئی۔ قوی ہیکل شخص اپنے ہی خون میں ڈوبی ہوئی چھری لہرا رہا تھا اور اُس کے دانت بھینچے ہوئے تھے۔

"اس سے کہو بارن وائیکو کہ باہر نکل جائے اور اس طرف کا رخ نہ کرے، ورنہ تم اس لڑکی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ میں صرف تین تک گنتا ہوں اور اس کے بعد میں فائر کر دوں گا۔" میں نے پستول کی نال لورین کی کنپٹی پر دباتے ہوئے کہا۔

بارن وائیکو نے مضطربانہ انداز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "نہیں، نہیں، اسے کوئی نقصان نہ پہنچاؤ۔" اس کے لہجے میں ایک ایسی تڑپ، ایک ایسا کرب، ایک ایسی بے چینی تھی کہ میں متحیر رہ گیا۔ لورین بھی چونک کر اُسے دیکھنے لگی تھی۔ اُس نے قوی ہیکل شخص سے کہا۔ "جاؤ، باہر چلے جاؤ، اپنے زخم کا علاج کرو۔ خبردار کسی کو اس بارے میں بتانے کی ضرورت نہیں، جاؤ آرام کرو۔ اِدھر کا رخ نہ کرنا۔"

لورین کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا اور اچانک مجھے اس کے ہاتھ پاؤں سن ہوتے ہوئے محسوس ہوئے۔

بارن وائیکو آگے بڑھ آیا۔ "سنو... سنو ہام... سنو بن ہام! اسے کوئی نقصان نہ پہنچانا... اسے کوئی نقصان نہ پہنچانا۔"

قوی ہیکل شخص باہر نکل گیا تو میں نے بارن وائیکو کو حکم دیا کہ وہ دروازہ بند کر دے۔ بارن وائیکو نے میرے اس حکم کی بھی تعمیل کی تھی۔ وہ بری طرح بدحواس نظر آ رہا تھا۔

"اسے چھوڑ دو... مم... میں...." اس کے لہجے میں ایک عجیب سی کیفیت جھلک رہی تھی۔

لورین نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا، اس پر مدہوشی کی سی کیفیت طاری تھی اور میں... میں ایک دوسرے انداز میں سوچ رہا تھا۔ یہ تو کھیل ہی مختلف ہو گیا۔ بارن وائیکو کے دل میں لورین کے لیے محبت موجود تھی یا پھر کسی خاص جذبے کے تحت اس وقت یہ محبت ابھر آئی تھی۔ میں نے اُسے پائیدار بنانے کے لیے کچھ اور فیصلے کیے اور پھر میں آہستہ سے بولا۔ "سنو بارن وائیکو! میں پلاٹینم پوائنٹ کے وہ تمام

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کاغذات چاہتا ہوں، جو تمھارے پاس موجود ہیں اور اس وقت میں اپنی زندگی کی یہ آخری بازی کھیل رہا ہوں۔ میں نے شدید مشکلات کے عالم میں یہ لمحات گزارے ہیں، اب زیادہ وقت تمھیں نہیں دے سکتا۔ اس لڑکی کو لے کر میں تمھاری اس اذیت گاہ میں جا رہا ہوں جس میں ایک بار تم نے مجھے اذیتیں دی تھیں۔ میں اس کے ساتھ وہی سلوک کروں گا، جو تم میرے ساتھ کر رہے تھے۔ کسی کو اطلاع دیے بغیر، کوئی چال چلے بغیر ان دستاویزات کے ساتھ میرے پاس پہنچ جاؤ، اگر تم نے پندرہ منٹ کے اندر میری ہدایت پر عمل نہ کیا تو میں اپنی زندگی کا آخری کھیل کھیلوں گا' میں اُسے ہلاک کر دوں گا اور یہاں سے نکل جانے کی کوشش کروں گا، یہ میرا آخری فیصلہ ہے بارین وائیکو۔" میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

بارین وائیکو کے مُنہ سے کوئی آواز نہیں نکلی تھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے دروازہ کھولا اور لورین کو لیے ہوئے باہر نکل آیا۔ مداخلت کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اُس اذیت گاہ کا راستہ مجھے معلوم تھا، جہاں مجھے اذیتیں دی گئی تھیں۔ چنانچہ میں لورین کو لیے ہوئے اُس کمرے میں آ گیا اور میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ لورین پھٹی پھٹی نگاہوں سے یہ تمام کارروائی دیکھ رہی تھی۔

میں نے پستول اس کی پیشانی سے ہٹاتے ہوئے معذرت آمیز انداز میں کہا۔ "سوری لورین! تمھیں یقیناً اس بات کا اندازہ ہو گا کہ یہ سب کچھ میں نے تمھارے خلاف نہیں کیا۔" لورین کچھ نہ بولی وہ عجیب سے انداز میں میری شکل دیکھ رہی تھی۔ "لورین! بارین وائیکو کا یہ رُوپ تمھیں عجیب نہیں لگا؟"

"بے حد عجیب... بہت عجیب... لیکن کیا... کیا یہ سچ تھا؟ کیا یہ حقیقت تھی؟"

"مجھے معاف کرنا لورین! پتا نہیں تمھیں اس بات سے خوشی ہو گی یا افسوس کہ اس وقت میں نے بارین وائیکو کے چہرے پر ایک باپ کی شفقت اور تڑپ دیکھی تھی۔ باپ ہی کی طرح نہیں، ایک ماں کی طرح وہ تمھارے لیے بے چین ہو گیا تھا اور اُس نے اپنے تمام مفادات تم پر قربان کر دیے، ورنہ اس کا وہ قوی ہیکل ملازم اس وقت میرے لیے خطرناک ہو سکتا تھا۔"

"ہام! یہ سب کچھ... یہ سب کچھ کیا ہے؟"

"لورین! شاید تم دونوں کے درمیان شیشے کی ایک دیوار حائل تھی۔ تم دونوں میں سے کسی نے دیوار کے دوسری طرف دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ ممکن ہے یہ بارین وائیکو کا مزاج ہو کہ وہ تمھاری تمام تر محبت صرف اپنے سینے میں رکھتا ہو اور اُس نے کبھی تم پر اس کا اظہار نہ کیا ہو تم نے کہا تھا کہ یہ ایک باپ کی اَنا کا سوال تھا کہ وہ تمھیں چھوڑنا نہیں چاہتا تھا لیکن لورین، اس وقت کے واقعے نے یہ بات ثابت کر دی کہ یہ اَنا نہیں بلکہ ایک باپ کا پیار تھا۔ میں اپنے تمام مفادات قربان کر سکتا ہوں لورین! تمھارے اُن احسانات کے صلے میں جو تم نے مجھ پر کیے لیکن یہ بات کہتے ہوئے نہ میں تمھیں کوئی دھوکا دے سکتا ہوں اور نہ دینا چاہتا ہوں کہ تمھارا باپ صرف تمھارا باپ ہے اور اُس کے بعد وہ مجرم بارین وائیکو ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تمھاری ماں کا قتل کن وجوہات کی بنیاد پر ہوا تھا لیکن کم از کم تمھاری اپنی شخصیت بے سہارا نہیں ہے۔" لورین کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور وہ سسکنے لگی۔

"یہ سب کچھ... یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ ہام! یہ کیا ہے؟ یہ تو میرے لیے غیر متوقع ہے۔"

"اگر تم صبر و سکون سے کام لو لورین تو تمھیں اس بات کا پورا پورا احساس ہو جائے گا کہ تمھارا باپ کم از کم تمھارے سلسلے میں مُجرم نہیں ہے۔ لورین، ایک دوست تمھیں باپ کا تحفہ پیش کرتا ہے۔ تمھاری غلط فہمیاں دُور ہو جانا چاہئیں۔ ایک دوست کی حیثیت سے لورین، میرے اس مشورے کو اور میرے اس تجربے کو قبول کرو۔ بارین وائیکو کچھ بھی ہے لیکن وہ تمھارے لیے شدید مضطرب ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہام... مجھے یقین نہیں آ رہا۔"

"تو پھر یقین دلانے کے لیے تم اگر چاہو تو کچھ اور تجربات تمھارے سامنے پیش کر سکتا ہوں۔"

"ہاں میں چاہتی ہوں... میں یہی چاہتی ہوں۔ مجھے اپنی زندگی میں یہ سب سے انوکھے لمحات میسّر ہوئے ہیں۔ میں ان کی تصدیق چاہتی ہوں، ہام خدا کے لیے... خدا کے لیے میری مدد کرو۔"

"ٹھیک ہے تھوڑی سی تکلیف اُٹھانا پڑے گی تمھیں۔" میں نے کہا اور لورین تیار ہو گئی۔

میں نے وہی زنجیر لورین کی بغلوں میں ڈالی لیکن اس طرح کہ اسے زیادہ تکلیف نہ ہو اور پھر اُسے زمین سے تھوڑا سا اُوپر لٹکا دیا۔ اِدھر اُدھر سے مشینوں کے پُرزوں کے درمیان موجود سیاہی میں نے اس کے چہرے پر ایک دو جگہ لگا دی تھی۔ بال بکھیر دیے تھے، لباس تھوڑا سا بے ترتیب کر دیا تھا۔

لورین اس صورتِ حال کا جائزہ لے رہی تھی اور پھر اُس نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ "میں سمجھ رہی ہوں، تم کیا کر رہے ہو!"

میں اذیت گاہ کے دروازے پر بارین وائیکو کے قدموں کی آہٹ کا منتظر تھا اور مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔

بارین وائیکو نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا اور پھر پستول سیدھا کیے ہوئے پیچھے ہٹ آیا۔ بارین وائیکو دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا تھا۔ اُس نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور پھر بے چین نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا اور اُس کی نگاہ لورین کی طرف اُٹھ گئی، وہ غصّے سے دہاڑا۔ "مردُود... ذلیل انسان! تُو نے مجھ سے کہا تھا کہ تُو میرا انتظار کر رہا ہے، تُو نے اس پر تشدد کیوں کیا؟ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا، میں تجھے ہلاک کر دوں گا۔"

اُس نے سفید رنگ کی ایک فائل پھینک کر میری طرف جھپٹنے کی کوشش کی لیکن میں نے پستول کا رُخ لورین کی طرف کر کے کہا۔ "اگر تم نے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی ہلنے کی کوشش کی بارین وائیکو! تو میں تمھاری بیٹی کو ہلاک کر دوں گا۔" بارین وائیکو ٹھٹک گیا۔ دوسرے لمحے وہ دوڑ کر لورین کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لورین سے وہیں لپٹ گیا تھا۔

"میری بچّی... میری بچّی... میری زندگی۔" وہ بے اختیار لورین کو چُومنے لگا پھر اُس نے پاگلوں کے سے انداز میں وہ زنجیر نیچے سے کھول دی۔ ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ میرے اور لورین کے درمیان آنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ اگر میں گولی چلاؤں تو گولی اس کے لگے۔ لورین ان تمام کیفیات کو محسوس کر رہی تھی۔ بارین وائیکو نے اُسے زنجیر سے نیچے اُتار لیا اور میری طرف ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "دیکھو... دیکھو... بات سُنو... سُنو! کچھ کرنے سے پہلے میری بات سُن لو۔ میں تمھاری مطلوبہ فائل لے آیا ہوں۔ پلاٹینم پوائنٹ کی تمام دستاویزات اس فائل میں موجود ہیں۔ اسے اُٹھا لو، میں تم سے تعرّض نہیں کروں گا۔ میں تمھیں جہاں تک تم جانا چاہو پہنچا دوں گا لیکن خدا کے لیے کوئی حرکت نہ کرنا... کوئی حرکت نہ کرنا۔ مجھے... مجھے لورین کی زندگی اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہے۔"

لورین بے اختیار سسکیاں لینے لگی تھی پھر اس نے بارین وائیکو کے سینے پر سر رکھ دیا۔ "پاپا... پاپا... یہ تمھیں کیا ہو گیا ہے آج! تم نے... تم نے تو کبھی مجھ سے محبت نہیں کی تھی، تم نے تو کبھی میری طرف محبت سے دیکھا بھی نہیں تھا۔ یہ تم ہی ہو... کیا یہ تم ہی ہو؟"

"لورین، میری بچّی! یہ تُو نے کیا کہا! میں نے تجھے کبھی نہیں چاہا! تیرے علاوہ میری زندگی میں رکھا ہی کیا تھا۔ ہاں، لورین! مجھے اس کا احساس ہے کہ میں خود اپنے آپ کو بھی نہیں سمجھ پایا تھا۔ لورین، میں اپنی زندگی کی قیمت پر بھی تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا۔ سُنو ہام! چلے جاؤ یہاں سے، جاؤ تمھارے لیے یہ موقع بہتر ہے۔ دیکھ لو اُٹھا کر اس فائل میں سب کچھ موجود ہے۔ میں نے اپنے آپ کو ختم کر دیا، میں نے اپنی اَنا قربان کر دی، میں نے اپنی ہر چیز قربان کر دی۔ مجھے اپنی بیٹی چاہیے، صرف بیٹی۔"

میں مُسکراتی نگاہوں سے لورین کو دیکھ رہا تھا۔ بارین وائیکو نے لورین کے آنسو پونچھ دیے۔

"نہیں، تم برے نہیں لورین! مم... میں... میں بھٹکا ہوا تھا، نہ جانے آج کیوں میں واپس آ گیا۔ ہاں لورین، تمھارا پاپا واپس آ گیا۔"

"پاپا! تم نے میری ماں کو قتل کر دیا تھا۔ تم نے میری ممی کو مار دیا تھا پاپا!"

"میں نے!" بارین وائیکو نے لورین کی طرف دیکھتے ہوئے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں، پاپا تم میری ماں کے قاتل ہو۔"

"نہیں لورین! آج، اس وقت، ان حالات میں بھی میں تجھے یہ بات بتانا چاہتا ہوں۔ یہ غلط فہمی تیرے دل میں کیوں پیدا ہوئی۔ تیری ممّا کی ایک کہانی ہے لورین، بیشک میں بُرا آدمی تھا، میں بُرا آدمی ہوں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں تیری ماں کا قاتل نہیں ہوں۔ میں تیری ہی زندگی کی قسم کھاتا ہوں... کہ میں نے تیری ماں کو ہلاک نہیں کیا۔ یہ تُو نے کیا سوچا، یہ تُو نے کیا کہا۔"

"پاپا...!"

"اپنی ماں کو رُسوا نہ کر لورین! اُس کی کہانی میں تجھے پھر سُنا دوں گا کسی ایسے وقت میں جب میں اور تُو تنہا ہوں گے۔" پھر وہ میری طرف پلٹا۔ "تم ابھی تک یہاں موجود ہو۔ دیکھو، میں اتنا بے بس بھی نہیں ہوں۔ حالات نے اس وقت تمھیں مجھ پر قادر کر دیا ہے لیکن اتنا بے بس بھی نہیں ہوں میں کہ تمھاری اس کارروائی کو ناکام نہ بنا سکوں۔ جاؤ، اس وقت میرا ذہن پاک و صاف ہے، جاؤ اس وقت میں ایک مُجرم نہیں، بارین وائیکو نہیں، لورین کا باپ ہوں۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھاؤ ہام... اس موقع سے فائدہ اُٹھاؤ۔ دیکھ لو یہ فائل، اس میں میری زندگی کا بہت بڑا سرمایہ پوشیدہ ہے۔ میں دولت کی بالکل پروا نہیں کرتا۔ بات صرف اَنا کی تھی اور یہ اَنا آج میں نے اپنی بیٹی کے لیے قربان کر دی ہے۔ جاؤ، ولاڈی وائن سے کہو کہ عیش کرے۔ اب پلاٹینم پوائنٹ اُس کی ملکیت ہے، جاؤ، لے جاؤ اس فائل کو۔"

میں نے آگے بڑھ کر فائل اُٹھائی اور اُس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں بہت سی باتیں سرسری نگاہ ڈالنے ہی سے معلوم ہو گئی تھیں۔ میں نے فائل بند کرتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "میں ابھی جانا نہیں چاہتا مسٹر وائیکو۔ کیا آپ اپنی ان خوشیوں میں مجھے تھوڑی دیر کے لیے شریک کریں گے؟" وائیکو نے متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھا۔

"کیا مطلب... کیا حماقت کی بات کر رہے ہو! میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"میں تم سے کچھ اور تفصیلی گفتگو کرنا چاہتا ہوں بارین وائیکو، مجھے اس کا موقع دو۔"

"گفتگو کی کیا ضرورت ہے، تمھیں یہ دستاویزات چاہیے تھیں نا، ولاڈی وائن نے تمھیں انہی کے لیے یہاں بھیجا تھا، اب یہ تمھارے قبضے میں ہیں۔ میں جو بات کہتا ہوں، اس میں کوئی فریب نہیں ہوتا۔ اس وقت میں یہ تمھارے حوالے کر رہا ہوں۔ انھیں لے جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا ارادہ بدل جائے۔ اپنی بیٹی کی زندگی کی قیمت پر میں اس سودے کو مہنگا نہیں سمجھتا لیکن اگر تم نے کچھ اور ہاتھ پاؤں پھیلانے کی کوشش کی تو ممکن ہے میرا ارادہ بدل جائے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ان تمام باتوں کے باوجود بارین وائیکو میں تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔ لورین! میری سفارش کرو۔"

لورین نے چونک کر مجھے دیکھا! ایک لمحہ سوچتی رہی پھر اپنے باپ سے بولی "پپا! سن لیجیے، کیا کہنا چاہتے ہیں یہ۔"

بارین وائیکو نے پریشانی سے گردن جھٹکی اور پھر منہ بنا کر بولا "آؤ، میرے ساتھ آؤ۔ یہ فائل اپنے قبضے میں رکھو، میں تم سے کوئی فریب نہیں کر رہا لیکن کوئی احمقانہ حرکت کرنے کی کوشش مت کرنا، میرے ساتھ آؤ۔"

ہم دونوں اذیت گاہ سے باہر نکل آئے اور بارین وائیکو کے عقب میں چلتے ہوئے بالآخر اس کی خواب گاہ میں پہنچ گئے۔

بارین وائیکو نے لورین کو اپنے نزدیک مسہری پر بٹھایا اور خود بھی پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ اس نے سرخ سرخ آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا "زندگی کے یہ لمحات میرے لیے اجنبی ہیں نوجوان! تم ان کے فاتح ہو، پتا نہیں کیوں میں تم سے اس قدر نرمی برت رہا ہوں۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم مجھ سے؟ کہو۔"

"کیا ولاڈی وائن صرف اس فائل کو دیکھ کر مطمئن ہو جائے گا؟"

"اور وہ کمینہ کیا چاہتا ہے؟ اگر تم اس کے صحیح نمائندے ہو تو فائل پڑھ لو۔ اس کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ انہی دستاویزات کی مدد سے ولاڈی وائن پلاٹینم پوائنٹ پر قبضہ کر سکتا ہے ورنہ اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"آپ نے یہ بھی کہا تھا مسٹر بارین وائیکو کہ یہ آپ کی انا کی موت ہے اور ان کاغذات کے ولاڈی وائن کے قبضے میں چلے جانے سے آپ پر بہت برا اثر پڑے گا۔"

"تم صرف برے اثر کی بات کرتے ہو، یہ میری شخصیت کی موت ہے اور اس کے بعد حقیقی معنوں میں، میں گردن اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں رہوں گا لیکن یہ سب کچھ... یہ سب کچھ میں نے اپنی بیٹی پر قربان کر دیا ہے۔ آج میرے دل میں ایک نیا جذبہ جاگا ہے تو میں... تو میں ہر نقصان برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"اگر میں آپ کو اس نقصان سے دوچار نہ ہونے دوں مسٹر بارین وائیکو... تو...؟"

"میں سمجھا نہیں۔" وائیکو چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"ان جذباتی مناظر نے مجھے بھی بے حد متاثر کیا ہے مسٹر بارین وائیکو! میں باپ بیٹی کے معاملات میں شریک تو نہیں ہونا چاہتا لیکن جہاں تک میرا اندازہ ہے تم دونوں کے درمیان کوئی غلط فہمی بگاڑ کا سبب بنی ہوئی تھی اور آج تمہاری اس کیفیت نے لورین کے دل سے تمہارے خلاف وہ احساسات نکال دیے ہیں، جو اسے تم سے دور رکھتے تھے کیا اس خوشی میں، میں یہ اعلان نہ کر دوں کہ میں بن ہام، ولاڈی وائن سے بغاوت کرتے ہوئے یہ فائل تمہیں واپس کرتا ہوں اور تمہاری ان خوشیوں کو برقرار رکھنے کے لیے یہ ایثار کرنا چاہتا ہوں۔"

بارین وائیکو نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ اس کے انداز میں عجیب سی کیفیت پائی جاتی تھی۔ دفعتاً وہ سنبھلا اور اس نے تیکھے انداز میں کہا "کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟ کیا مقصد ہے تمہارا؟"

میں نے مسکراتی نگاہوں سے لورین کی طرف دیکھا اور وہ بھی مسکرا دی۔

چند لمحے خاموشی سے گزر گئے پھر بارین وائیکو نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو بن ہام! صاف اور واضح الفاظ میں کہو۔ کیوں مجھے الجھن میں مبتلا کر رہے ہو؟"

"مسٹر بارین وائیکو! چند سوالات کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ بلاشبہ یہ موقع ان کے لیے مناسب نہیں ہے لیکن میری مجبوریاں بھی ذہن میں رکھیں۔ کیا صرف پلاٹینم پوائنٹ کا معاملہ آپ کے لیے اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ آپ اس میں ناکام ہو کر اپنی شخصیت کو مردہ تصور کریں یا دوسرے ایسے معاملات بھی آپ کے لیے اہمیت رکھتے ہیں؟"

"دوسرے ایسے معاملات سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"مثلاً بلیک پلان۔" میں نے کہا اور بارین وائیکو کے بدن کو زور کا جھٹکا لگا۔

"ب... بلیک پلان! تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"وہی سب کچھ جو میں پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں جانتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور بارین وائیکو متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تم بہت خطرناک انسان ہو بن ہام۔" اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "کیا تم بلیک پلان کے سلسلے میں بھی مجھے بلیک میل کرنے کے خواہش مند ہو؟"

"اگر میں تم سے پوچھوں بارین وائیکو کہ بلیک پلان اور پلاٹینم پوائنٹ میں سے کون سا منصوبہ تمہارے لیے زیادہ اہمیت رکھتا ہے تو کیا تم مجھے اس کا جواب دو گے؟"

"بلیک پلان کے بارے میں تم کیا جانتے ہو، پہلے مجھے یہ بتاؤ؟" بارین وائیکو نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی منصوبہ، جو فلسطینیوں کو شدید نقصان پہنچا سکتا ہے اور جس کے لیے تم لوگوں کا خیال ہے کہ ابھی یہ منصوبہ قابل عمل نہیں ہے۔ وہی منصوبہ جس کے لیے مائیکل جوشر سے تمہاری گفتگو ہوتی رہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

وہ ساکت رہ گیا تھا، اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ خاصی ہیجانی کیفیت کا شکار نظر آتا تھا۔ پھر اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے لورین کی طرف دیکھا اور بولا "لورین! تم اپنی خواب گاہ میں جاؤ، میں ذرا اس شخص سے گفتگو کر لوں۔"

"نہیں پاپا! میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گی۔ میں ان لمحوں کے طلسم کو کھونا نہیں چاہتی۔" لورین نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

بارین وائیکو نے پھر میری طرف دیکھا اور پریشان لہجے میں کہا۔ "بن ہام! کیا ولاڈی وائن پلاٹینم پوائنٹ کے منصوبے کے علاوہ کچھ اور ایسے معاملات پر بھی کام کر رہا ہے، جس کا تعلق مجھ سے ہے۔ کیا تم اس بات کا جواب دینا پسند کرو گے؟"

"ہاں، کیوں نہیں مسٹر وائیکو لیکن اگر میں آپ سے یہ عرض کروں کہ پلاٹینم پوائنٹ کے منصوبے کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اس کا تعلق صرف میری ذات سے ہے تو آپ کے تاثرات کیا ہوں گے؟"

"مجھے اطمینان ہوگا کیونکہ ولاڈی وائن میرا حریف ہے اور میں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گا کہ وہ میری زندگی کے ہر راز سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔"

"تو پھر یوں سمجھ لیں مسٹر وائیکو کہ اس سلسلے سے ولاڈی وائن کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"ہوں، تب تم کیا چاہتے ہو؟" بارین وائیکو نے پوچھا۔

"مجھے سب سے پہلے اپنے سوال کا جواب چاہیے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا مسٹر وائیکو کہ اگر تم سے کہا جائے کہ پلاٹینم پوائنٹ کی اس دستاویزی فائل کے بجائے تم مجھے بلیک پلان کا وہ خفیہ منصوبہ دے دو جس کا کچھ حصہ گرین لاٹ کے جیمس پوک کے پاس تھا تو کیا تم اس پر خوشی سے تیار ہو جاؤ گے؟"

"کیوں نہیں، کیوں نہیں۔" بارین وائیکو نے بے اختیار کہا اور پھر سنبھل کر بولا "میں شاید تمہارا مقصد سمجھ رہا ہوں۔" وہ خود بخود مسکرا دیا۔

"تم نے کیا سمجھا بارین وائیکو؟" میں نے پرلطف انداز میں پوچھا۔

"پلاٹینم پوائنٹ کے معاملات صرف ولاڈی وائن سے متعلق ہیں جبکہ تم نے کہا کہ بلیک پلان کا منصوبہ تمہاری اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ میں کسی بھی قیمت پر ولاڈی وائن سے شکست ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ یقیناً تمہارے ذہن میں یہی خیال ہوگا کہ پلاٹینم پوائنٹ کے کیس کے بجائے بلیک پلان کا منصوبہ حاصل کر کے تم اپنے طور پر دولت کما سکو، کیوں ہے نا یہی بات؟"

"کسی حد تک مسٹر وائیکو۔" میں نے جواب دیا۔

"مکمل طور پر کیوں نہیں؟ حد سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"کیا آپ یہ بتا سکیں گے مسٹر بارین وائیکو کہ بلیک پلان کے منصوبے کے متعلق آپ کے اپنے تاثرات کیا ہیں؟ صرف کاروباری یا اس کی کوئی جذباتی نوعیت بھی ہے؟"

"اس کی تفصیل میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ بلیک پلان کے تمام کاغذات تمہارے حوالے کیے جا سکتے ہیں۔ تم جانو اور تمہارا کام، میرا تعلق بلیک پلان کے سلسلے میں جن لوگوں سے ہے، میں ان کے بارے میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔"

"اور اگر میں آپ کو ان کے بارے میں بتا دوں تو...؟" میں نے کہا اور وائیکو چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"چلو بتا دو۔" اس نے کہا۔

"ایک نام تو میں آپ کے سامنے لے چکا ہوں، مائیکل جوشر۔ دوسرا نام یقیناً آپ کے لیے سنسنی خیز ہوگا۔ مائیکل جوشر ایک یہودی عالم تھا۔ امریکی یہودیوں کی ایک پوری جماعت فلسطین کے خلاف منصوبوں میں پوری طرح حصہ لیتی ہے اور اس کے آلۂ کار تم جیسے بے شمار افراد ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں مسٹر بارین وائیکو کہ اس سلسلے میں تمہارا تعلق اولیو ہارڈ سے بھی ہوگا۔ کیا میرا خیال غلط ہے؟"

وائیکو کے چہرے کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ چند لمحے مجھے گھورتا رہا اور پھر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔ "تم آخر ہو کیا چیز! کیا کیا جانتے ہو، تمہاری معلومات کی کوئی انتہا ہے یا نہیں؟"

"مسٹر بارین وائیکو! تمام تفصیلات آپ کو پریشان کیے بغیر آپ کے گوش گزار کر دی جائیں گی لیکن اس سے قبل ایک کام ضروری ہے۔"

"کیا؟" بارین وائیکو نے پوچھا۔

"مجھے اپنے دشمنوں کی فہرست سے نکال کر دوستوں کی فہرست میں شامل کر لیں۔" میں نے جواب دیا اور بارین وائیکو عجیب سے انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔ اسی وقت لورین نے مداخلت کی۔

"پپا! ان کی وجہ سے مجھے میرے کھوئے ہوئے پپا ملے ہیں، مجھے میری زندگی ملی ہے، ورنہ پپا آپ یقین کریں کہ آپ کی بے اعتنائی نے مجھے خودکشی کی طرف مائل کر دیا تھا۔ پپا! آج ہم دونوں کے جذبات جاگے ہیں، مجھے زندگی کا سکون ملا ہے اور شاید آپ کو بھی۔ تو کیوں نہ اس خوشی میں ہم مسٹر ہام کی یہ بات مان لیں۔"

وائیکو نے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا "سنو نوجوان ہام! ولاڈی وائن کے نمائندے کی حیثیت سے میں تمہارا بدترین دشمن ہوں لیکن یہ شاید میری زندگی میں بہت سی تبدیلیوں کی رات ہے۔ میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں اور اس میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ آنے والا وقت میرے الفاظ کی تصدیق کرے گا۔ اٹھو اور مجھ سے ہاتھ ملاؤ۔" وہ خود بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

میں نے آگے بڑھ کر گرم جوشی سے بارین وائیکو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے پھر میں نے کہا "جوا کھیلنے کے شوقین تم ہی نہیں ہو بارین وائیکو، میں بھی ہوں۔ میرے داؤ زیادہ بڑے ہوتے ہیں۔ میں بعض اوقات اپنی ہی نہیں بلکہ بے شمار افراد کی زندگیاں داؤ پر لگا دیتا ہوں۔ ہار جیت کے تصور کے بغیر یہ دوستی بھی ایک قسم کا جوا ہی ہے میرے لیے لیکن میں داؤ لگا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مُچکا ہوں اور جو چیز میں آگے بڑھا دیتا ہوں، اُسے واپس لینے کا خواہشمند نہیں ہوتا۔"

"تو پھر... یہی الفاظ بارین وائیکو کی طرف سے بھی تصور کرو۔ میرے سب سے بڑے دُشمن کے نمائندے، تم میرے دوست ہو اور تمھاری دوستی کی وجہ سے اگر مجھے اپنے بہت سے مفادات قربان کرنا پڑے تو میں ان سے گریز نہیں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے، تو پھر ہم اس گفتگو کو صبح تک کے لیے ملتوی کیے دیتے ہیں۔"

"خلش چھوڑ دو گے میرے دل میں؟" بارین وائیکو نے کہا۔

"یہ خلش میرے دل میں بھی آتی ہی رہے گی لیکن بہتر یہی ہوگا کہ آج کی رات تم اپنی بیٹی کو اس کی تمام عمر کی محرومیوں سے دُور کر دو۔ اپنے سینے سے لگا کر اسے سلاؤ اور اُسے اس کی کھوئی ہوئی ماں کا لمس واپس دے دو، خدا حافظ۔"

"تم... تم کہاں جاؤ گے؟" بارین وائیکو نے چونک کر کہا۔

"لورین کے کمرے میں... لورین آج رات مجھے اپنی خواب گاہ قرض دے دو؟" لورین آہستہ سے ہنس پڑی تھی۔

میں ان دونوں کو متحیر چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ یہ سب کے سب مناظر ڈرامائی حیثیت رکھتے تھے، جو کچھ ہُوا تھا، اتنی سرعت سے ہُوا تھا کہ سوچنے سمجھنے کے مواقع ہی نہیں مل سکے تھے۔ لورین کے کمرے میں پہنچ کر میں پُرا اطمینان انداز میں اُس کی مسہری پر لیٹ گیا۔ یہ میرے دُشمن کا وہ گھر تھا، جہاں کا ہر فرد میرے خون کا پیاسا تھا اور یہاں گزرنے والا ایک ایک لمحہ میرے لیے خوف کا لمحہ تھا لیکن اس وقت میں اسی گھر میں ایک مسہری پر آرام سے لیٹا ہُوا تھا۔ بارین وائیکو سے کہے ہوئے الفاظ غلط نہیں تھے۔ بلاشبہ یہ ایک بہت بڑا جُوا تھا۔ بہت بڑا داؤ تھا۔ لوسیا کیلس اور اس کے بعد پروفیسر فیڈرک پھر لورین وائیکو... یہ سارے کھیل جُوا ہی تھے میرے لیے۔ تنہا ذات تھی میری، جو ان تمام مقاصد کے پیچھے سرگرم عمل تھی۔ اس وقت تو تہذیب کا سہارا بھی نہیں تھا۔ میں نے اس دوران تہذیب کے تصور کو اپنے ذہن میں جگہ نہیں دی تھی کیونکہ یہ تصور رزم سے بزم کی جانب لے جاتا تھا۔ اس تصور سے محبت کی لطافتیں منسلک تھیں اور اس کرخت ماحول میں میں ان لطافتوں کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا لیکن اب یوں محسوس ہو رہا تھا، جیسے اپنے مشن کے سب سے اہم مرحلے سے فارغ ہو چکا ہوں اور یہ لمحے میرے لیے فرصت کے لمحات ہیں۔ اس ماحول میں اپنے آپ کو فرصت کے ماحول میں سمجھنا بھی جُوئے کا ایک داؤ ہی تھا۔

تہذیب کی میٹھی یادیں دل میں در آئیں اور چشم تصور سے میں نے اُسے اپنے گھر میں دیکھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ تہذیب پر جُدائی کے یہ لمحات کس قدر بھاری ہوں گے۔ میں تو اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف تھا لیکن وہ میری یادوں کو سینے سے لگائے سسک سسک کر وقت گزار رہی ہوگی۔ دل چاہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، اس کام سے فارغ ہو کر تہذیب کے پاس پہنچ جاؤں اور پھر ہمارے درمیان کسی مصلحت کی کوئی دیوار حائل نہ ہو۔ علی یار خان کے لیے صرف تہذیب ہو اور تہذیب کے لیے علی یار خان۔ دُنیا کا ہر تعلق، ہر واسطہ ختم ہو جائے۔ میں نے اپنے آپ کو موجودہ صورتِ حال سے علیحدہ کر کے چند لمحوں کے لیے تہذیب کے سپرد کر دیا اور وہ ہر لمحہ ایک نئے احساس کا حامل تھا۔ اس کی باتیں، اُس کے انداز، اُس کی چاہت، اُس کی جُرأت، یہ سب کچھ میری زندگی کے تپتے ہوئے صحرا میں نخلستان کی مانند تھا، جس میں پھول کِھلے ہوئے تھے۔ آخر اسی نخلستان کے ایک گھنے درخت کی چھاؤں میں مجھے گہری نیند آ گئی۔

صبح کو اُس وقت جاگا جب لورین کی مُسکراتی ہوئی صورت میری آنکھوں کے سامنے آئی۔ وہ مجھے جھنجوڑ رہی تھی۔ میں جاگا تو اس نے کہا "یوں لگتا ہے جیسے تمھاری زندگی کی ساری تھکن اُتر گئی ہو۔ آج تو بہت دیر تک سوئے۔"

"سوری لورین... ویری سوری۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا تو وہ ہنستی ہوئی میرے پاس مسہری پر ہی بیٹھ گئی۔

"نہیں بھئی، معذرت کی کیا ضرورت ہے، میرا مقصد یہ تو نہیں تھا۔"

"کیا وقت ہو گیا ہے لورین؟" میں نے سوال کیا۔

"دس بجے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ میں نے ابھی ناشتا نہیں کیا اور اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ پپا نے بھی ناشتا نہیں کیا۔"

"اوہو، واقعی!" میں نے کہا اور پھر میرے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ میں جلدی سے غسل خانے کی طرف بڑھا تو عقب سے لورین کی آواز سُنائی دی۔

"تم مُسکرائے کیوں تھے؟"

"غسل خانے سے واپس آ کر بتاؤں گا۔"

"جلدی کرو، مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔" وہ بچوں کے سے انداز میں بولی اور میں غسل خانے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

پانی کی ٹھنڈی پھواروں کے نیچے مجھے لورین کا ٹھنکنا یاد آیا اور میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بج گئی۔ مِس لورین جو زندگی سے بیزار تھیں، جو اپنے باپ کو صرف اپنی ماں کا قاتل سمجھتی تھیں، جو اُس کی زندگی کے درپے تھیں، جنھوں نے آج تک اپنی زندگی کے صحرا میں کسی نخلستان کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہیں دیکھا تھا، اب پُرسکون تھیں۔ ماں کے قاتل سے اُن کے شکوے دُور ہو چکے تھے۔ گویا اب اُنھیں فرصت تھی اور فرصت کے لمحے یہ خواتین کس طرح گزارتی ہیں، اس کا اندازہ مجھے بخوبی تھا لیکن میں تو مصروف انسان تھا۔ مِس لورین کی فرصت کے ان لمحات کی پذیرائی نہیں

کر سکتا تھا۔ اس کا ٹھنکنا میرے لیے خطرے کی گھنٹی تھا۔

غسل خانے سے باہر نکلا تو وہ موجود تھی۔ "چلو جلدی کرو۔" اس نے کہا اور مجھے ساتھ لے کر باہر نکل آئی۔ ایک کمرے میں بارین وائیکو میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر مُسکرایا۔

"ہیلو ہام! آؤ پہلے ناشتا، اس کے بعد کچھ اور۔"

"سوری مسٹر بارین! آپ نے بلاوجہ زحمت کی۔ میں اس قدر اہم انسان تو نہیں تھا۔"

"ہو گئے ہو، مجھ پر ایک احسان کر کے۔" وائیکو نے کہا اور ملازم کو ناشتا لگانے کے لیے کہا۔ ناشتے کے دوران بولا "بڑا عجیب کردار رہا ہے تمھارا ہمارے درمیان۔ تمھاری وجہ سے مجھے کافی نقصان اُٹھانا پڑے ہیں مسٹر ہام لیکن اس کے بعد تم نے ایک ایسا احسان کر دیا مجھ پر، جو شاید کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں تھی۔ میرے دل کے وہ بند سوتے کھول دیے، جو شاید کبھی نہ کُھلتے اور پوری زندگی میرے اور میری بیٹی کے درمیان یہ کشمکش جاری رہتی۔ تم ہم سے متعلق نہیں ہو مسٹر ہام! لیکن بعض اوقات کچھ اجنبی اس طرح زندگی سے وابستہ ہو جاتے ہیں کہ اُنھیں اپنے اہم ترین معاملات میں شریک کرنا پڑتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ میں عجیب و غریب فطرت کا انسان ہُوں۔ بچپن سے لے کر ایک طویل زندگی تک میرا ذہن اور دل اذیتوں اور بغاوتوں کی آماجگاہ رہا ہے۔ کچھ ایسے ہی حالات تھے میری زندگی میں، جن کی بنیاد پر مجھے ساری عمر محرومیوں کا شکار رہنا پڑا۔ میری مراد زندگی کے اُس دَور سے ہے، جب میں کچھ نہیں تھا۔ ان محرومیوں نے میرے دل میں جو بغاوت پیدا کی تھی، اس کے لیے میں کوئی بھی راستہ اپنا سکتا تھا۔ لورین کی ماں سے شادی بھی اسی بغاوت کا ایک حصّہ تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اُس کے ذریعے میں نے جو حاصل کیا، وہ یہ سوچ کر نہیں کیا کہ یہ کسی کا ایثار یا کسی کی دین ہے۔ میں نے اُسے اپنی چالاکی کا نتیجہ ہی سمجھا اور اس انداز میں اپنی بیوی سے متاثر نہ ہو سکا، جس طرح ہونا چاہیے تھا۔ میں اُن عوامل کا ذکر نہیں کروں گا جن کے تحت میری بیوی موت سے ہمکنار ہوئی لیکن لورین اب سب کچھ جان چکی ہے۔ لورین کے اور میرے درمیان کوئی دیوار نہیں تھی۔ وہ میری اولاد تھی لیکن میری فطرت نے مجھے باپ کی وہ تمام ذمّے داریاں نہ سمجھنے دیں، جن سے اولاد مطمئن ہوتی ہے۔ میرے اپنے حالات، میرے اپنے وسائل اب اس قدر تھے کہ میں سوچتا تھا کہ میری بیٹی کے لیے سب کچھ موجود ہے اور وہ مطمئن ہوگی۔ میں نے کبھی اس بات کا بغور جائزہ نہیں لیا کہ لورین کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔ اپنی دانست میں، میں نے اسے مطمئن سمجھا کیونکہ میری مصروفیات مجھے اس کے تجزیے کا موقع نہیں دیتی تھیں اور پھر تم نے ہم باپ بیٹی کے درمیان وہ عجیب سمجھوتا کرایا، جو شاید دوسرے حالات میں ممکن نہیں تھا اور یہ سمجھوتا اگر نہ ہوتا تو شاید کوئی بڑا حادثہ بھی ہو سکتا تھا تو پھر کیوں نہ میں تمھیں اپنا محسن کہوں، جو غلطی میں کرتا رہا تھا، اس کی نشاندہی ایک ایسے شخص نے کی، جس سے میرا دُشمنی کا رشتہ تھا۔ اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ میں نے تمھیں اپنا محسن کیوں کہا۔"

"مجھے مسرت ہے بارین وائیکو کہ میری ایک چھوٹی سی کوشش دو انسانوں کے لیے سُودمند ہوئی۔"

"اور میں بھی ایک پُرمسرت اعلان کرنا چاہتی ہُوں۔" لورین نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا؟" بارین وائیکو نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ اب ہم اپنے محسن کو کہیں نہیں جانے دیں گے، خواہ کچھ بھی ہو۔ مسٹر ہام کی جو بھی ضروریات ہوں گی، وہ یہیں پوری ہوں گی اور انھیں اپنے پُرانے دوستوں کو چھوڑنا پڑے گا۔"

میں نے ٹھنڈی سانس لے کر بارین وائیکو کو دیکھا۔ بارین وائیکو مُسکرا رہا تھا پھر اُس نے کہا "نہیں۔ ہام جیسے لوگوں کو ہم اُن کی ضروریات پوری کرنے کا حوالہ دے کر اپنا پابند نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے ہمیں ہام سے تعاون کرنا پڑے گا، جس کے وہ خواہشمند ہیں۔ تم یہ ذمّے داری مجھ پر چھوڑ دو، پھر تم دیکھو گی کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد مسٹر ہام ہمارے بہترین دوستوں اور ساتھیوں میں شامل ہوں گے۔"

میں نے دل ہی دل میں اطمینان کی گہری سانس لی۔ کم از کم فوری طور پر ایک خطرہ تو ٹل گیا تھا۔ باقی معاملات تو یہاں سے نکلنے کے بعد دیکھ ہی لیے جائیں گے۔

ناشتے کے بعد بارین وائیکو نے اپنی بیٹی سے اجازت لی کہ وہ ہم دونوں کو ضروری امور پر گفتگو کرنے کا موقع دے اور لورین گھڑی میں وقت دیکھ کر بولی "میں آپ کو زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے دے سکتی ہُوں۔ دو گھنٹے کے بعد مسٹر ہام کو میرے حوالے کر دیجیے گا۔"

بارین وائیکو نے مُسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔ اُس کے بعد وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے ایک اور کمرے میں پہنچ گیا، جس میں اس سے قبل میں نہیں آیا تھا۔ نہایت آرام دہ اور پُرتکلف کمرا تھا۔ مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ بولا "ذہن بہت سی اُلجھنوں کا شکار ہے اور اس کا سبب تم ہو۔ میں تم سے بالکل صاف گفتگو کرنا چاہتا ہُوں ہام! مجھے بتاؤ کہ تم اولیوہا ورڈ، مائیکل جوشر اور فلسطینی معاملات سے کیا تعلق رکھتے ہو؟ بلیک پلان میں تمھارے لیے کیا دلکشی ہے۔ ایک بات کی وضاحت کر دوں، یہ سوالات صرف دوستانہ انداز میں کیے جا رہے ہیں اور اگر مزید تشفی چاہتے ہو تو یہ بھی سُن لو کہ میں اولیوہا ورڈ کے لیے کام کرتا ہُوں۔ وہ امریکی نژاد یہودی، فلسطینیوں کے خلاف عمل کرنے میں بہت کٹر آدمی ہے اور بعض اوقات اُسے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے تنبیہ بھی کی جاتی ہے کہ ملکی مفاد پر نسلی مفاد کو ترجیح نہ دی جائے۔ ابھی تھوڑے دن قبل کی بات ہے کہ اولیوہا ورڈ کی ایک بھیانک غلطی کی بنا پر مائیکل جوشر اور اُس کی سطح کے آٹھ افراد کو ہلاک کر دیا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے تفصیلات نہیں معلوم... لیکن یہ جو کچھ ہُوا ہے، اولیو ہاورڈ کی وجہ سے ہُوا ہے اور حکومت اس سلسلے میں سخت ترین کارروائیاں کر رہی ہے۔ حکومت کا خیال ہے کہ اولیو ہاورڈ ذاتی بنیاد پر امریکی حکومت کے مفادات کو قربان کر رہا ہے۔"

اس گفتگو سے میری آنکھوں میں سرور اُتر رہا تھا۔ وائیکو نے انتہائی سرسری انداز میں ان تمام باتوں کا ذکر کیا تھا۔ اس کے چہرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ اُسے مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہُوا ہے اور وہ صرف اپنے طور پر تمام باتیں کر رہا ہے۔ میں نے خود بھی اُسے اس بارے میں کچھ بتانا ضروری نہیں سمجھا۔ ہر جگہ اپنی پبلسٹی کرنا بے تکی بات تھی چنانچہ میں خاموشی سے اُس کی گفتگو سنتا رہا پھر میں نے کہا "گویا آپ ذاتی طور پر اولیو ہاورڈ کے کیس میں ملوّث نہیں ہیں؟ میرا مطلب ہے کہ ان معاملات سے ذاتی دلچسپی نہیں رکھتے؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"لیکن بلیک پلان کا منصوبہ اگر آپ کے ہاتھ سے نکل گیا تو کیا اولیو ہاورڈ اس سلسلے میں آپ سے باز پُرس نہیں کرے گا؟"

"کرے گا، یقیناً کرے گا لیکن میرا اس کا تعلق صرف کاروباری حد تک ہے اور اس سلسلے میں بھی میں اپنی ذاتی پسند و ناپسند کے لیے آزاد ہوں پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ معاملہ براہِ راست اولیو ہاورڈ سے مجھے نہیں ملا بلکہ اس سلسلے میں مائیکل جوشر اور اُس کے کچھ ساتھی مجھے ملے تھے اور اُنھوں نے ہی مجھے بلیک پلان کے سلسلے میں ملوّث کیا تھا۔ ہاورڈ زیادہ سے زیادہ مجھ سے اس سلسلے میں پوچھ گچھ کر سکتا ہے، میں اُسے سنبھال لوں گا لیکن کیا میں اب بھی یہ سوال نہیں کر سکتا کہ تم ولاڈی وائن سے یہ بغاوت کس بنیاد پر کر رہے ہو؟ کیا اس کے پیچھے صرف یہی منصوبہ ہے کہ پلاٹینم پوائنٹ کے مسئلے کو پیچھے چھوڑ کر اور یہ سوچ کر اس کا تعلق براہِ راست ولاڈی وائن سے ہے، تم اپنے طور پر بلیک پلان کے لیے کام کرنا چاہتے ہو اور فلسطینیوں سے تمہاری ساز باز ہو گئی ہے۔ جیمس پوکر کو بھی شاید تم نے ہی قتل کیا ہے؟"

"ہاں، یہی بات ہے مسٹر بارین وائیکو... لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور دلچسپ بات اور ایک عظیم خوشخبری میں آپ کو دے سکتا ہوں، جس کے بعد یقیناً آپ کو اس بات پر کوئی تردد نہیں ہوگا کہ آپ نے پلاٹینم پوائنٹ کے بدلے بلیک پلان کا سودا کر لیا۔"

"کیسی خوشخبری؟" بارین وائیکو نے سوال کیا اور میں گردن جھکا کر چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا "مسٹر بارین وائیکو پہلے تو آپ یہ جان لیں کہ میرا نام بن ہام نہیں ہے بلکہ آپ مجھے ڈینی ولسن کے نام سے پکار سکتے ہیں۔"

اس انکشاف پر بارین وائیکو کی آنکھوں میں سخت تعجب کے آثار نظر آئے۔ وہ متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھتا رہا لیکن اُس نے کچھ بولنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں نے کہا "بن ہام، ولاڈی وائن کا نمائندہ تھا، لیکن جیسی آرگن میں جب تمہارے آدمی اسے ریسیو کرنے کے لیے ہیلی پیڈ پہنچے تو میں وہاں پہلے سے موجود تھا۔ میں نے بن ہام کو اپنے قبضے میں کر لیا اور خود اُس کی جگہ لے لی۔ بن ہام اب میری قید میں ہے اور اُس کے میک اَپ میں، میں آپ کے پاس پلاٹینم پوائنٹ کا سودا کرنے آ گیا۔" یہ انکشاف بارین وائیکو کے لیے انتہائی دھماکا خیز تھا۔ شدّتِ حیرت سے اُس کا چہرہ متغیر ہو گیا اور وہ مٹھیاں بھینچ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا کہہ رہے ہو... کیا کہہ رہے ہو؟ جو کچھ کہہ رہے ہو، ہوش و حواس کے عالم میں کہہ رہے ہو نا؟"

"براہِ کرم تشریف رکھیے" میں نے نرم لہجے میں کہا اور وہ دھم سے صوفے پر گر گیا۔

"ہاں یہ حقیقت ہے۔ وہ شخص جس سے آپ کو پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں سودا کرنا تھا، میرے قبضے میں ہے۔ میری آمد کا اصل مقصد دراصل بلیک پلان کا حصول تھا۔ پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں بن ہام جانتا ہے۔ ولاڈی وائن سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بن ہام اور اُس کے ساتھ آنے والے پائلٹ کو آپ کے حوالے کیا جا سکتا ہے اور اس کے بعد پلاٹینم پوائنٹ کے بارے میں آپ جو کچھ بھی سودے بازی کرنا چاہیں، کر سکتے ہیں۔ وہ شاید آپ کے لیے کارآمد آدمی ثابت ہو۔"

"خدا کی پناہ! خدا کی پناہ... تم جیسے اعلیٰ ذہن کا مالک، بہترین کارکردگی کا انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ عجیب و غریب خصوصیات کے حامل ہو تم! تم نے عجیب جال پھیلایا ہے جیسی آرگن میں آ کر، حالانکہ میں اس کا دعویٰ رکھتا ہوں کہ جیسی آرگن کے ایک ایک چپے پر میری نگاہ ہے اور یہاں کوئی بیرونی شخص کسی بھی قسم کی کوئی حرکت نہیں کر سکتا لیکن کیا نام بتایا تم نے، شاید ڈینی ولسن لیکن ڈینی ولسن... تم... تم... بے حد تعجب ہے مجھے... بے حد تعجب ہے، یہ سب کچھ تم نے کس طرح کیا اور یہاں تمہارے مددگار کون ہیں؟"

"اب اس بات کو جانے دیں مسٹر بارین وائیکو یہ بتائیے، یہ سب معلوم ہونے کے بعد میرے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟"

"شدّتِ حیرت سے پاگل ہُوا جا رہا ہوں۔ تمہاری اعلیٰ صلاحیتوں کا معترف ہوں۔ لورین نے بالکل سچ کہا ہے کہ تمھیں میرے علاوہ اور کسی کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے۔ سُنو! جو کچھ تم چاہو گے، جس طرح چاہو گے ویسے ہی ہوگا لیکن ایک وعدہ کرو۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد یعنی اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد تم جیسی آرگن آ جاؤ گے۔ بارین وائیکو تمھیں وہ حیثیت دے گا، جس کا تم تصوّر بھی نہیں کر سکتے، سمجھے ڈینی ولسن، مجھے یقین دلا دو کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو، بالکل درست ہے۔"

"تو پھر سب سے پہلے آپ ڈینی ولسن کا اصل چہرہ دیکھ لیجیے" میں نے کہا اور میک اَپ ماسک اپنے چہرے سے اُتار دی۔ میرا اصل چہرہ بارین وائیکو کے سامنے آ گیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس کا کیا ردِعمل ہو سکتا ہے لیکن بارین وائیکو کی آنکھوں میں بس حیرت کے آثار تھے۔ وہ مجھے دیکھتا رہا اور پھر اس نے گہری سانس لے کر گردن صوفے کی پشت سے ٹکا دی۔

"تمہاری آنکھوں سے تمہاری ذہانت کا پتا چلتا ہے اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ تم فولادی انسان ہو، تمہارے عزائم کے سامنے کسی کا ٹِکنا ممکن نہیں۔ بہرحال صُورتِ حال تمہارے علم میں لائی جا چکی ہے۔ بلیک پلان کے کاغذات تمھیں دیتے ہوئے اب مجھے کوئی دُکھ نہیں ہے بلکہ خوشی ہے۔ ممکن ہے بن ہام تمہاری طرح سخت نہ ثابت ہو اور میں وہ ہاری ہوئی بازی پھر جیت لوں، جس کے لیے میرے دل میں بڑی اُمنگیں ہیں۔ ولاڈی وائن سے بات صرف پلاٹینم پوائنٹ ہی کی نہیں ہے بلکہ ہمیں اپنی شخصیتوں کا تعین کرنا ہے، یہ طے کرنا ہے کہ وہ بڑا آدمی ہے یا میں۔ اس دوران نوجوان دوست! تم نے جو مجھ پر احسان کیا ہے اور دستِ تعاون بڑھایا ہے، میں اُسے واقعی کبھی نہیں بھول سکتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تم بن ہام کو میرے حوالے کر دو اور بلیک پلان کی فائل اپنے پاس رکھ کر اپنے مقصد حل کرو؟"

"میں اس سلسلے میں کچھ اور بھی رعایت کر سکتا ہوں مسٹر بارین وائیکو" میں نے پُرسکون مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"رعایت؟"

"ہاں، تم سے کچھ اُنسیت ہو گئی ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان جو دلچسپ واقعات ان چند دنوں میں پیش آئے ہیں، اُن میں کچھ جذباتی باتیں بھی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ بلیک پلان کی تمام دستاویزات تمہارے پاس سے چلی جائیں اور اس کے بعد تمھیں اولیو ہاورڈ کے سامنے ہدفِ ملامت بننا پڑے۔"

"تو پھر... تو پھر کیا کرو گے؟" بارین وائیکو اب بالکل ہی زِچ ہو گیا تھا۔

"مسٹر بارین وائیکو! ان تمام دستاویزات کی مائیکرو فلمیں میں یہاں سے لے جاؤں گا، ان کی تمام نقول میرے پاس ہوں گی۔ اصل جو تمھیں دی گئی ہیں، وہ تمہاری اپنی ملکیت ہوں گی اور تم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہو کہ جو کچھ تمہارے حوالے کیا گیا تھا، تم نے اس کی حفاظت کی۔ میں دراصل اس سلسلے کا تمام تر ذمے دار جیمس پوکر کو قرار دوں گا، جس کا سُراغ مجھے مائیکل جوشر سے ملا تھا۔ چنانچہ تمہاری شخصیت اس سلسلے میں بالکل صاف رہے گی۔"

بارین وائیکو ایک بار پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہُوا اور اس بار وہ میرے قریب آ گیا تھا۔ اُس نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا "یہ ثابت کر دیا ہے تم نے ڈینی ولسن... یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم ایک عظیم انسان ہو۔ غلط فہمی ہوئی تھی مجھے تمہارے بارے میں، میں تمھیں ولاڈی وائن کے نمائندے کی حیثیت سے جانتا تھا مگر اب تم نے ڈینی ولسن کی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا ہے۔ یقیناً تم کسی بہت بڑی حیثیت کے مالک ہو۔ تم خود کوئی بہت بڑی چیز ہو۔ مجھے اپنے بارے میں اگر بتانا ناپسند نہ کرو تو میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا لیکن اس بات کا اعتراف کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے کہ میں تمہارے سامنے احساسِ کمتری کا شکار ہو گیا ہوں اور مجھے اب اپنے اُن الفاظ پر ندامت محسوس ہو رہی ہے، جن کے تحت میں نے تمھیں اپنے ساتھ شامل ہونے کی پیشکش کی تھی۔ پتا نہیں، تمہاری اپنی حیثیت کیا ہو؟"

"نہیں مسٹر بارین وائیکو! ان تمام باتوں کو ذہن سے جھٹک دیں، ہم دوستوں کی حیثیت سے ہمیشہ مل سکتے ہیں" میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"بہت ہی بہترین پلاننگ ہے۔ گویا میں ہاورڈ کی طرف سے بھی محفوظ ہو گیا۔ مجھے تو کوئی خطرہ ہی درپیش نہیں رہا۔ میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بلیک پلان کے پورے کاغذات میرے پاس محفوظ ہیں لیکن ایک بات بتاؤ نوجوان دوست! اگر کبھی یہ کاغذات مجھ سے مانگے گئے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"انھیں واپس کر دینا۔ میرے پاس جو اصل چیز موجود ہے، میں اس سے پورا پورا فائدہ اُٹھاؤں گا۔ تمہارا نام کبھی درمیان میں نہیں آ سکے گا، اس بات پر مکمل طور سے یقین رکھو۔"

"آہ! میرے دوست! میرے لیے تو تم نے کہنے کو اب کچھ چھوڑا ہی نہیں، سارے احسانات تمہارے ہیں، میں نے بھلا تمہارے لیے کیا کیا، سوائے اس کے کہ میرے آدمی مسلسل تمہاری تاک میں لگے رہے ہیں بلکہ وہ لمحے بھی اب میرے لیے بڑے جاں گسل ہو گئے ہیں، جب کہ میں نے تمھیں اپنی اذیت گاہ میں اذیتیں دینے کی کوشش کی لیکن مجھے بے قصور تصوّر کرو۔ میں تمہارا معترف ہوں ڈینی ولسن... میں تمہارا معترف ہوں اور اب جو کچھ گفتگو ہوگی، وہ اس انداز میں نہیں ہوگی جس انداز میں ہو رہی تھی۔ بھلا تمہاری جیسی صلاحیتیں میں کہاں سے حاصل کر سکتا ہوں۔ میں نے تمھیں خود سے بڑا تسلیم کر لیا ہے۔"

"ان باتوں کو چھوڑو بارین وائیکو! فوری طور پر مجھے بلیک پلان سے متعلق تمام کاغذات کی نقول تیار کرنے کی آسانیاں فراہم کرو، میں خود بھی یہاں زیادہ عرصہ نہیں گزار سکتا۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد وہ تمام چیزیں مہیا کر دوں گا، جن کی مدد سے مائیکرو فلمیں تیار کی جا سکتی ہیں۔ کیا تم یہ کام خود بھی کر سکتے ہو؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں... یقیناً۔"

"بہتر ہے۔ تو پھر انتظار کرو۔"

"ایک درخواست اور کرنا چاہتا ہوں بارین وائیکو۔"

"ہاں کہو۔" اُس نے مستعدی سے کہا۔

"لورین کو ابھی میرے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے، وہ بد دل ہو جائے گی اور ممکن ہے میرے سلسلے میں وہ کچھ ناراض بھی ہو جائے۔ بہتر یہ ہوگا کہ تم میرے بارے میں اُس سے کہہ دو کہ تم نے کسی اہم مقصد کے لیے مجھے کہیں بھیجا ہے، میں اپنا کام کر لوں، اس کے بعد خود ہی اُسے تمام تفصیلات بتا دوں گا۔"

"مناسب ہے، ایسا ہی کروں گا میں۔" بارین وائیکو نے جواب دیا پھر وہ اُٹھتے ہوئے بولا۔ "بہتر یہ ہے کہ تم اسی کمرے میں آرام کرو، میں اپنا کام کر لوں۔"

میں نے گردن ہلا دی اور وہ باہر نکل گیا۔ میرے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ بارین وائیکو اب بالکل ہی موم ہو گیا تھا۔ اُس نے بن ہام وغیرہ کے سلسلے میں مجھ سے مزید سوالات کرنے کی جُرأت بھی نہیں کی تھی۔ بہرحال، مجھے مسرت تھی کہ میرا یہ کام انتہائی خوش اسلوبی سے ہو گیا تھا اور مجھے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا اور اس کے بعد بارین وائیکو کا انتظار کرنے لگا۔

بارین وائیکو تقریباً چالیس منٹ کے بعد میرے پاس پہنچا تھا۔ اُس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ مجھے ایک اور کمرے میں لے گیا، جس کے نیچے ایک خفیہ تہ خانہ بنا ہوا تھا۔ تہ خانے کو کھولنے کے لیے ایک خاص میکنزم تھا، جسے اگر میں تلاش کرنے کی کوشش کرتا تو یقیناً میرے لیے ممکن نہ ہوتا لیکن اب سب کچھ بارین وائیکو خود ہی کر رہا تھا۔ تہ خانے میں اس نے تمام انتظامات کر لیے تھے اور اسی تہ خانے میں وہ چھوٹے چھوٹے کیبنٹ رکھے ہوئے تھے، جن میں بارین وائیکو کے کاغذات موجود تھے۔ اُس نے بلیک پلان فائل کی تمام دستاویزات نکال کر میرے سامنے رکھ دیں اور میں ایک کرسی پر بیٹھ کر مطمئن انداز میں انہیں پڑھنے لگا۔ بلیک پلان کا ہولناک منصوبہ میرے علم میں آ گیا۔ جو فائل مجھے جیمس پوکر سے حاصل ہوئی تھی، وہ ان تمام دستاویزات کی فہرست کی حیثیت رکھتی تھی لیکن اس فہرست سے اصل پلان کا پتا نہیں چل سکتا تھا اور اب یہ اصل پلان جب میرے علم میں آیا تو شدتِ حیرت سے میری آنکھیں پھیل گئیں۔ بلاشبہ یہ ایک خوفناک یہودی منصوبہ تھا جو فلسطینیوں کے مقاصد پر کاری ضربیں لگا سکتا تھا۔ میں دیر تک اس میں کھویا رہا۔ بارین وائیکو اپنے کچھ اور کاغذات دیکھنے میں مصروف ہو گیا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں نے ایک گہری سانس لی اور وائیکو کو متوجہ کرتے ہوئے بولا۔ "مائیکرو فلم بنانے کے تمام انتظامات کر لیے ہیں آپ نے مسٹر بارین وائیکو؟"

"ہاں، یہ سب کچھ موجود ہے۔" اُس نے کہا اور میری توجہ ایک جانب مبذول کرائی۔

وہ خود بھی میرے ساتھ دو گھنٹے مصروف رہا اور میری مدد کرتا رہا۔ انتہائی جدید آلات کی مدد سے میں نے یہ مائیکرو فلمیں تیار کیں اور ان کے ڈیولپمنٹ وغیرہ کا کام بھی وہیں پر کر لیا گیا۔ جس کے انتظامات بارین وائیکو نے کیے تھے۔ ان فلموں کو محفوظ کرنے کے لیے خفیہ خول جنہیں انتہائی خفیہ طور پر اپنے پاس رکھا جا سکتا تھا، بارین وائیکو ہی نے مجھے مہیا کیے تھے۔ اس نے مجھے ایک رسٹ واچ دی، جس کی مشین کافی موٹی تھی لیکن اس کی اصل مشین صرف اُوپری حصّے میں تھی۔ نچلے حصّے میں ایسے خفیہ خانے بنے ہوئے تھے، جن میں باریک رول فٹ کیے جا سکتے تھے چنانچہ یہ مائیکرو فلمیں ایسے رول میں رکھ کر فِکس کر دی گئیں اور اب کسی کو اس کا گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ میرے پاس ایسی کوئی چیز موجود ہے۔ تمام کام اطمینان بخش انداز میں کرنے کے بعد میں نے بارین وائیکو کا دلی شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

بارین وائیکو ایک بار پھر مجھے اُسی کمرے میں لے آیا تھا، جس میں میرے اور اُس کے درمیان اہم گفتگو ہوئی تھی۔ اُس نے کہا۔ "کیا تم اس تمام کارروائی سے مطمئن ہو اور کیا تمہیں مجھ پر اعتماد ہے کہ میں تمہارے ساتھ جو کچھ تعاون کر رہا ہوں، اس میں صداقت ہے؟"

"مکمل طور پر مسٹر بارین وائیکو۔" میں نے جواب دیا۔

"تو کیا اب تم مجھے بن ہام کے بارے میں کچھ اور تفصیلات نہیں بتاؤ گے؟"

"تفصیلات ہی نہیں، میں بن ہام اور اُس پائلٹ کو تمہارے حوالے کرنے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ اور بارین وائیکو کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

"میں تم سے یہ سب کچھ کہنے کی جُرأت نہیں کر سکا تھا ڈینی ولسن! لیکن میں جتنا بے چین ہوں تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

"لورین کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"میں نے اُسے مطمئن کر دیا ہے، تمہارے لیے مضطرب ہے اور میرا خیال ہے کہ طویل عرصے تک مضطرب رہے گی۔"

"بہتر ہے، تو پھر کیا آپ میرے ساتھ چلنا پسند کریں گے اور کیا آپ ایک ایسی شخصیت سے ملنا پسند کریں گے بارین وائیکو، جس سے آپ آج تک متنفر رہے ہیں؟" میں نے کہا۔

بارین وائیکو چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔ "گویا میرا خیال درست تھا۔" میں نے اُس سے اس کے خیال کی وضاحت طلب نہیں کی۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ دوبارہ بولا۔ "بہرحال، جو کچھ بھی ہوا ہے، اس میں میرا ہی فائدہ رہا ہے اس لیے میں اب کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔"

"شکریہ مسٹر بارین وائیکو! بڑا اچھا فیصلہ کیا ہے آپ نے، بلکہ میں تو کہتا ہوں اگر ممکن ہو سکے تو پروفیسر فیڈرک سے آپ اپنے تعلقات بحال کر لیں۔ اس ضمن میں، میں آپ پر زیادہ زور بھی نہیں دوں گا، اپنے معاملات آپ بہتر سمجھتے ہیں۔"

"بہتر یہ ہوگا کہ تم پروفیسر فیڈرک کو اس سلسلے کی کوئی تفصیل نہ بتاؤ بلکہ خود ہی بن ہام کو اس سے حاصل کر کے میرے حوالے کر دو۔ اس کی وجہ تم سمجھ رہے ہو گے۔ پروفیسر فیڈرک میرا بدترین مخالف ہے اور میرے خلاف ہر شخص سے تعاون کرنے پر آمادہ رہتا ہے۔ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ وہ اولیو ہارڈ کو یہ صورتِ حال بتا دے اور سی آئی اے کے اس خطرناک انسان کو اگر ذرا بھی بھنک مل گئی، تو وہ میری طرف سے مشکوک ہو سکتا ہے۔"

بارین وائیکو کا کہنا بالکل درست تھا چنانچہ میں نے اس سلسلے میں اس سے تعاون کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اس کے بعد مجبوراً مجھے اپنے پروگرام میں کچھ تبدیلیاں کرنا پڑیں۔ یعنی مجھے بن ہام کا میک اپ دوبارہ کرنا پڑا۔ اس کے بعد میں خفیہ طور پر بارین وائیکو کی رہائش گاہ سے نکل آیا۔ وہ خود بھی میرے ساتھ باہر آیا تھا۔ میں نے اُسے اپنا پروگرام بتا دیا اور وائیکو نے اس میں مجھ سے پورا پورا تعاون کیا۔

بارین وائیکو کی رہائش گاہ سے نکلنے کے بعد کافی دیر تک میں جیسی آرگن کے مختلف حصّوں میں آوارہ گردی کرتا رہا اور پھر جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہاں کا کوئی فرد میری طرف متوجہ نہیں ہے تو میں پروفیسر فیڈرک کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

جب میں پروفیسر فیڈرک کی رہائش گاہ پر پہنچا تو خود پروفیسر فیڈرک ہی نے میرا استقبال کیا تھا۔

"مجھے تمہاری آمد کی اطلاع مل گئی تھی۔" اس نے پُرجوش انداز میں مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا اور پھر مجھے اپنے ساتھ لیے ہوئے اندر پہنچ گیا۔

"کہو، اس سلسلے میں کوئی کامیابی ہوئی یا نہیں؟"

"میں نے انتہائی ہوشیاری کے ساتھ اپنا کام انجام دیا ہے مسٹر فیڈرک۔ اور آپ یوں سمجھ لیں کہ میں اب کامیابی کے بالکل نزدیک ہوں۔"

"میری طرف سے مبارک باد قبول کرو لیکن بہت سے سوالات میرے ذہن میں کلبلا رہے ہیں۔ مجھے اطلاع مل گئی تھی کہ وہاں تمہارے ساتھ خاصی سخت کارروائی کی گئی اور تم وہیں غائب ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے جیسی آرگن کے چپے چپے پر تمہیں تلاش کرایا۔ میرا آدمی مجھ تک واپس پہنچ گیا تھا، جو پائلٹ کی شکل میں تمہارے ساتھ گیا تھا۔ تمہارا کہیں پتا نہیں چل سکا تو میں نے یہی سوچا، ممکن ہے تم بارین وائیکو کا شکار ہو گئے ہو لیکن تھوڑے ہی وقت کے بعد مجھے پتا چل گیا تھا کہ بارین وائیکو کی کوٹھی میں کچھ سنسنی خیز صُورتِ حال ہو گئی ہے اور میں سمجھ گیا کہ تم وہیں پوشیدہ ہو۔ اس سے زیادہ میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا دوست۔ بارین وائیکو براہِ راست مجھ تک پہنچ گیا اور اس نے مجھے شدید دھمکیاں دیں، اس کا خیال یہی تھا کہ میں تمہارا پُشت پناہ ہوں بلکہ میں نے تمہیں اپنے پاس چھپا رکھا ہے۔ میں نے سختی کے ساتھ ان تمام واقعات سے لاعلمی کا اظہار کر دیا لیکن اب بھی مجھے یقین ہے کہ وہ میری نگرانی کر رہا ہوگا۔ مجھے اس کی زیادہ فکر نہیں ہے، تمہارا اپنا کام ہو جائے اس کے بعد سارے معاملات سے میں خود ہی نمٹ لوں گا۔"

"بن ہام اور اُس کا ساتھی کہاں ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"میرے پاس محفوظ ہیں۔" پروفیسر فیڈرک نے جواب دیا۔

"آج رات مجھے اپنی یہ امانت درکار ہے پروفیسر! اس کے ساتھ ہی میرا یہ مشن مکمل ہو جائے گا۔" میں نے مُسکرا کر کہا۔

"گویا بارین وائیکو کو ایک زبردست زک اُٹھانا پڑے گی، مجھے بے حد خوشی ہوئی۔"

"دلچسپ بات یہ ہے پروفیسر کہ وہ طویل عرصے تک یہ نہ جان سکے گا کہ اُسے کیا نقصان ہوا ہے اور جب اُسے علم ہوگا تو وہ پاگل کُتّے کی طرح سڑکوں پر بھونکتا پھرے گا۔ اس وقت تک پروفیسر اُسے اپنی اس شکست کے بارے میں معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ وقت سے قبل اگر اُسے حالات کا علم ہو گیا تو میرے راستے بند ہو جائیں گے۔"

"اطمینان رکھو، میری طرف سے کچھ نہیں ہوگا۔" پروفیسر فیڈرک نے کہا۔ اس طرح میں نے پروفیسر کی زبان بھی بند کر دی۔ پروفیسر نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا اور خوش بختی تھی کہ میں اپنے دشمنوں کی دوستی حاصل کر کے اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

رات کے دس بجے کے قریب ایک بند ویگن بے ہوش بن ہام اور اُس کے ساتھی پائلٹ کو لے کر جیسی آرگن کے ایک مغربی گوشے کی طرف چل پڑی، جہاں جھیل کینٹل تھی۔ بارین نے مجھے اسی جگہ کے بارے میں بتایا تھا۔ فیڈرک نے مجھے صرف ڈرائیور مہیا کیا تھا، جو کینٹل کے بارے میں جانتا تھا۔ بن ہام اور اُس کے ساتھی پائلٹ کو رات کے کھانے میں بے ہوشی کی دوا دے دی گئی تھی چنانچہ وہ اس وقت بھی بے ہوش تھے۔ جھیل کے کنارے اُن دونوں کو اُتار دیا گیا اور فیڈرک کا آدمی وین لے کر واپس چلا گیا۔ جونہی وین کی عقبی روشنیاں تاریکی میں گم ہوئیں، ایک درخت کی آڑ سے بارین وائیکو چند لوگوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

"ڈینی ولسن؟" اُس نے مجھے آواز دی۔

"مسٹر وائیکو!" میں نے جواباً اُسے پکارا اور وہ میرے قریب پہنچ گیا۔

ٹارچ کی روشنی میں اُس نے اُن دونوں کو دیکھا اور مسرت بھرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لہجے میں بولا "میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کے حصول سے مجھے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے یا نہیں، لیکن ان کا میرے قبضے میں ہونا بھی بہت کچھ ہے۔ بعض معاملات ہماری سمجھ سے باہر ہوتے ہیں ڈینی۔ کیا میں تمہارے سامنے ایک سنسنی خیز انکشاف کروں؟"

"کیا؟" میں نے خوش دلی سے پوچھا۔

"تمہارا دوست اولیو ہارورڈ اس وقت جیسی آرگن میں موجود ہے۔"

میرے ذہن میں ایک دھماکا ہوا اور میں حیرت سے بارین وائیکو کی شکل دیکھتا رہ گیا۔ بارین وائیکو، بن ہام اور دوسرے آدمی کے سلسلے میں اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا اور انھوں نے ان دونوں کو یہاں سے اٹھا کر ایک گاڑی میں منتقل کر دیا۔ اس دوران میں نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

"دلچسپ اطلاع ہے، بلاشبہ سنسنی خیز۔ یہ پتا چل سکا کہ وہ کب یہاں پہنچا؟"

"آج ہی شام کو سات بجے اور سب سے پہلے مجھ سے ملا۔ وہ بہت پریشان ہے۔ اس نے مجھے مائیکل جوشر کی موت کی اطلاع دی اور پھر جیمس پوکر کی موت کے بارے میں بتلاتے ہوئے کہا کہ بلیک پلان فائل جیمس پوکر کے پاس سے غائب ہو گئی ہے اور اُسے خطرہ ہے کہ اس کے بعد بلیک پلان کے خفیہ منصوبے کو حاصل کرنے کی کوشش بھی کی جائے گی کیونکہ جو شخص اس سلسلے میں کام کر رہا ہے، وہ بے حد خطرناک ہے۔ اس سے قبل کہ وہ مجھ تک پہنچے، ہارورڈ نے یہ مناسب سمجھا کہ بلیک پلان مجھ سے حاصل کر لیا جائے اور سارے کاغذات اپنی تحویل میں لے لے۔"

"گڈ۔ تو کیا بلیک پلان کی دستاویزات ہارورڈ کی تحویل میں چلی گئیں؟" میں نے حیرت و مسرت سے پوچھا۔

"سنسنی خیز بات تو یہی ہے، اگر آج کا دن گزر جاتا تو پھر تم بلیک پلان کے کاغذات حاصل نہیں کر سکتے تھے اور اگر ہم اس کی مائیکرو فلمیں نہ حاصل کر لیتے تو میرے لیے بھی فوری طور پر ان کی گمشدگی کی جوابدہی مشکل ہوتی۔" بارین نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس سے زیادہ سنسنی خیز خبر دوسری نہیں ہو سکتی تھی، اگر یہ دن میرے اور بارین وائیکو کے درمیان فیصلہ کن دن نہ ہوتا تو میں ہمیشہ کے لیے بلیک پلان کی فائل سے محروم ہو جاتا۔ ہارورڈ کی تحویل میں جانے کے بعد اس کا حصول ناممکن تھا۔ یہ سب امدادِ غیبی تھی۔ رب العزت جو کام مجھ سے لینا چاہتا تھا، اس کی کوئی نہ کوئی سبیل پیدا کر دیتا تھا۔ دل ہی دل میں، میں نے خدا کا تہ دل سے شکر ادا کیا اور پھر وائیکو سے بولا "اس سے ایک اور فائدہ بھی ہوا ہے مسٹر وائیکو۔"

"وہ کیا؟" اس نے پوچھا۔

"اب وہ آپ پر کسی قیمت پر شک نہیں کر سکے گا کیونکہ اس خفیہ منصوبے سے جو کام بھی لیا جائے گا، ایک عرصے کے بعد لیا جائے گا۔"

"ہاں، سب کچھ بہتر ہوا ہے۔ میں تو اس ساری کامیابی کو تم سے منسوب سمجھتا ہوں۔ درحقیقت مجھے بلیک پلان سے کوئی فائدہ نہ ہوتا جبکہ پلاٹینم پوائنٹ میرے لیے نہایت قیمتی ہے۔"

"ایک زحمت آپ کو اور دینا چاہتا ہوں مسٹر وائیکو، اگر آپ کے لیے ممکن ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ میں کچھ نہ کچھ بندوبست کر لوں گا۔"

"ضرور کہو۔"

"میں اب جیسی آرگن میں رکنا نہیں چاہتا۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" بارین وائیکو نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میری بات کا برا مت ماننا۔ تمہارا ہارورڈ کے ہاتھ آنا میرے لیے بھی اتنا ہی خطرناک ہے جتنا تمہارے لیے۔ جیسی آرگن میں ہارورڈ اپنے ایک دوست کے ہاں مقیم ہے لیکن وہ کیا سوچے گا، اس کا ذہن کیا فیصلہ کرے گا، اس کا اندازہ کسی کو نہیں ہو سکتا۔ میں بھی اسی صورت میں مطمئن ہو سکتا ہوں جب تم یہ فلمیں لے کر جیسی آرگن سے نکل جاؤ۔ میں یہ سوچ کر چلا تھا کہ تمہیں اس کا مشورہ دوں گا۔"

"صرف مشورہ یا اس کے لیے کچھ ذرائع بھی مہیا کریں گے مسٹر بارین؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مہیا کروں گا نہیں، مہیا کر چکا ہوں۔ ہوگن!" اس نے کسی کو آواز دی اور ایک مجہول سا بوڑھا آدمی قریب آ گیا۔ "یہ ہوگن ہے سبزیوں کا بیوپاری، ہر ہفتے میں ایک بار یہ سبزیاں لے کر گرین لاٹ جاتا ہے اور آج اس کے جانے کا دن ہے۔ یہ اپنے ساتھ ایک معاون کو لے جاتا ہے اور آج اس کی معاونت تم کرو گے۔ احتیاطاً میں نے یہ کیا ہے، ورنہ بہتر ذرائع بھی ...."

"نہیں مسٹر وائیکو۔ میں خوشی سے تیار ہوں۔"

"او کے ڈینی، میں زیادہ نہیں رک سکوں گا، پتا نہیں کب وہ مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے۔ تم ہوگن کے ساتھ چلے جاؤ۔ یہ سب ٹھیک کر لے گا۔"

میں نے بارین وائیکو سے رخصتی مصافحہ کیا اور ہوگن کے ساتھ چل پڑا۔ بارین کو مجھ پر مکمل اعتماد تھا اور مجھے اُس پر۔ اس نے بن ہام وغیرہ کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ گویا وہ پوری طرح مجھ پر بھروسا کرنے لگا تھا۔

ہوگن کا گھر اس مقام سے کوئی تین فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ راستے بھر اس نے کوئی بات نہیں کی پھر دونوں کو پیدل ہی یہ فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ ایک سبزیوں سے بھرے ٹرک کے قریب پہنچ کر وہ رکا اور میں نے اس کی آواز سنی۔ "یہ لباس تبدیل کر لو، اس شاندار لباس میں میرے کسی معاون نے آج تک میرے ساتھ سفر نہیں کیا۔"

"لباس کہاں سے آئے گا؟"

"میرے پاس موجود ہے۔" اس نے جواب دیا اور اندر چلا گیا۔

وہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا تو اس کے پاس کسی میکسیکن گوالے کی آدھی پتلون، بنیان اور چمڑے کی مڑی ہوئی واسکٹ تھی۔ اس نے بڑے اطمینان سے یہ لباس میرے حوالے کر دیا۔ گھٹنوں کے پاس سے پھٹی ہوئی پتلون اور بقیہ لباس پہن کر میں مطمئن ہو گیا۔ ہوگن مجھے گھور رہا تھا پھر اس نے چلتے کٹے لہجے میں کہا "یہ جوتے چوری کے لگ رہے ہیں، انھیں بھی اتار لو تو مہربانی ہوگی۔"

"ضرور مسٹر ہوگن۔" میں نے ہنس کر کہا اور جوتے اتار کر سبزیوں کے انبار میں ٹھونس دیے۔ ہوگن کی ہدایت پر میں آلوؤں کے بوروں پر جا بیٹھا اور ہوگن نے ٹرک اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔

جیسی آرگن کی آخری روشنی نگاہوں سے اوجھل ہوئی تو لوسیا یاد آ گئی۔ عجیب سا احساس ہوا تھا دل کے کسی گوشے میں اس کے لیے کوئی خاص تصور نہیں تھا بلکہ اس کی رنگا رنگت کے انداز سے الجھن ہوتی تھی لیکن اس سے دور ہوتے ہوئے دل میں خواہش ابھری کہ آخری بار اس سے ملنا ضرور چاہیے تھا۔

مسٹر ہوگن کا ٹرک تاریخی نوعیت کا حامل تھا۔ ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے لوریاں سنا رہے تھے اور اگر ٹرک کے انجن کی آواز افریقی موسیقی نہ نشر کر رہی ہوتی تو آلوؤں کے بوروں پر بھی نیند آ سکتی تھی۔ بہرحال، سوتا جاگتا رہا۔ رات کو سوا دو بجے مسٹر ہوگن نے آواز دی تو میں چونک پڑا۔

"تین آلوؤں کے بورے اور دو شلجم کے گٹھے اتار دو۔ میں بوڑھا آدمی ہوں، یہ نہیں کر سکتا۔" میں نے پلکیں جھپکا کر دیکھا۔ کوئی موٹیل تھا، جہاں مسٹر ہوگن سبزی سپلائی کرتے ہوں گے۔ آلوؤں کے تین بورے اور شلجموں کے دو گٹھے کمر پر لاد کر موٹیل میں پہنچائے اور اس کے بعد آگے روانگی ہو گئی۔

"گرین لاٹ ہم کس وقت پہنچیں گے؟" میں نے مسٹر ہوگن سے کہا۔

"پونے چار بجے۔ لیکن تمہیں پانچ بجے سے پہلے فرصت نہ مل سکے گی۔ معاف کرنا، میں بوڑھا آدمی ہوں۔"

میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ دل ہی دل میں مسٹر ہوگن سے شرمندہ تھا کہ گرین لاٹ پہنچ کر انھیں سخت مایوسی ہوگی، جب آلوؤں کے بوروں پر میں موجود نہ ہوں گا۔ ویسے یہ معاون کا بھیس بدلنا بیکار ہی رہا تھا۔ راستے میں کسی نے ٹوکا تھا نہ اس ٹرک پر توجہ دی تھی مگر بہرحال، احتیاط ضروری تھی۔

تین بج کر دس منٹ ہوئے تھے، جب میں نے وہ بستی دیکھ لی، جہاں مسٹر جنکارڈ کا فارم تھا۔ لوسیا سے ملنا ضروری تھا کیونکہ اس کے پاس بلیک پلان فائل موجود تھی۔ وہ فائل جو میں نے جیمس پوکر سے حاصل کی تھی۔

مسٹر ہوگن آرام سے ٹرک ڈرائیو کر رہے تھے۔ میں نے اپنے کپڑوں کی گٹھری سنبھالی اور مسٹر ہوگن کو روکنے کی کوئی ترکیب سوچنے لگا پھر میں نے اطمینان سے ایک بڑا سا آلو اٹھا کر اس طرح اوپر اچھالا کہ وہ ونڈ اسکرین پر پڑے اور ایسا ہی ہوا۔ مسٹر ہوگن نے زبردست بریک لگائے تھے پھر وہ دروازہ کھول کر نیچے اترے۔ اسی لمحے میں دائیں سمت سے نیچے کود کر قریبی جھاڑیوں کی طرف دوڑ پڑا۔ مسٹر ہوگن چند لمحے اِدھر اُدھر دیکھتے رہے۔ آلو تاریکی میں لڑھک کر گم ہو گیا تھا، اس لیے اُن کی توجہ پیچھے نہ گئی اور وہ بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ اسٹیئرنگ پر پہنچ گئے۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور پھر اس شاندار لباس سے نجات حاصل کرنے لگا۔

لوسیا کیلس کے فارم میں داخل ہو کر میں نے وہی آرام گاہ منتخب کی جہاں اس نے پہلی بار مجھے جگہ دی تھی۔ میری خواب گاہ خالی تھی۔ میں اطمینان سے لیٹ کر سو گیا اور دوسری صبح اس وقت جاگا جب سورج خوب چڑھ چکا تھا۔ آنکھ کھلی ہی تھی کہ لوسیا کا چہرہ نظر آیا۔ وہ چوروں کی طرح اندر جھانک رہی تھی۔

"ہے لوسیا!" میں نے اسے پکارا اور وہ چھلانگ مار کر میرے اوپر آ رہی۔ بمشکل تمام میں اسے خود پر سے ہٹانے میں کامیاب ہو سکا تھا۔

"بس چند منٹ خاموش رہو، وہ دفعان ہونے والی ہے۔" لوسیا سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"کون؟" میں نے بھی سرگوشی میں پوچھا۔

"آنٹی۔ بس تم کچھ ہی دیر اور رکو، میں ابھی آئی۔ پلیز اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش نہ کرنا۔ طویل عمری نے اس کی سماعت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ ٹھیک ہے نا؟" اس نے ملتجی انداز میں کہا اور باہر نکل گئی۔

"دوسری خوفناک لڑکی۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر سوچا۔ پندرہ منٹ کے بعد لوسیا اندر آئی تو اس کا چہرہ پھول کی طرح شگفتہ تھا۔ وہ پھر اسی طرح چھلانگ لگا کر مجھ پر آ پڑی تھی۔

"تم بالکل ٹھیک ہو نا ڈینی؟ پروفیسر سے ملاقات ہوئی، تمہارے کام کی کیا پوزیشن رہی، کوئی کامیابی ہو سکی یا...؟" اس نے ایک ہی سانس میں بہت سے سوالات پوچھ ڈالے۔ میں نے ایک بار پھر نرمی سے اس کے بوجھ سے نجات حاصل کی اور پھر ترتیب سے اس کے سوالات کے جواب دینے لگا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ پروفیسر فیڈرک نے تمہارے نام پر مجھ سے پورا پورا تعاون کیا اور مجھے اپنے کام میں کامیابی ہو گئی ہے۔"

"اب تو تم پر میرا حق بنتا ہے، سمجھے۔ اب... اب..." وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں کی آنچ مجھے پگھلائے دے رہی تھی۔

"آنٹی فرن کہاں گئی ہیں؟"

"بستی۔ ہفتے وار خریداری کے لیے۔ چار پانچ گھنٹے ضرور صرف

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو جائیں گے"۔ اس نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اور انکل جنکا ڈر؟"

"گرین لاٹ تین دن کے بعد واپس آئیں گے۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ اپنے کام کی تکمیل کے بعد تم میری خواہش کے مطابق میرے پاس قیام کرو گے۔ وعدے سے انحراف تو نہیں کرو گے؟" وہ بولی اور میں تعجب سے اُسے دیکھنے لگا۔ مجھے تو ایسا کوئی وعدہ یاد نہیں آیا تھا لیکن مصلحت نے مجھے خاموش ہی رکھا۔ "جواب دو، خاموش کیوں ہو گئے؟"

"خاموشی رضامندی کا دوسرا رُوپ ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ایک کہانی سناؤں، یقین کرو گے؟"

"سناؤ۔"

"تمہارے جانے کے بعد میں تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچتی رہی، میں نے بار بار آئینے میں خود کو دیکھا، آئینے نے مجھے بتایا کہ اب میں کوئی نوخیز کلی نہیں ہوں۔ میری آگے بڑھتی ہوئی عمر مجھے آنٹی فرن کے راستے پر لے جا رہی ہے۔ میں نے اپنی زندگی کی محرومیوں کا جائزہ لیا تو مجھے اپنے اِرد گرد بے شمار لاشیں نظر آئیں۔ تب میں نے اپنی سوچ کے راستے بدل دیے اور... اور...!" اُس نے لگاوٹ کی نگاہ سے مجھے دیکھا پھر بولی۔ "اور میں بے چینی سے تمہاری واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ رات کو میں یہ سوچتے سوچتے سوئی تھی کہ صبح کو جب میں جاگوں گی تو تم مجھے یہیں سوتے ہوئے نظر آؤ گے اور میں اسی سوچ میں ڈوبی نیند بھری آنکھیں لیے تمہیں دیکھنے آئی تھی، تم سو رہے تھے۔ کیا خواب کی اس سچی تعبیر کی مسرت کا تم اندازہ کر سکتے ہو؟"

"ہاں، مجھے اندازہ ہے۔" میں نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"اوہ ڈینی! ڈینی، میں بہت خوش ہوں۔ ابھی میں آنٹی کو تمہارے بارے میں نہیں بتاؤں گی۔ کئی دن تک نہیں بتاؤں گی۔ ہم لوگ دل کھول کر ساتھ رہیں گے، اپنے بارے میں فیصلے کریں گے پھر میں پورے اعتماد سے تمہارے بارے میں انکل جنکارڈ سے گفتگو کروں گی۔"

"جیسا تم پسند کرو۔" میں نے جواب دیا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اُسے سمجھانے کی کوئی کوشش کارگر نہیں ہو گی۔ اچھی خاصی پختہ کار ہونے کے باوجود وہ غلط فیصلے کرنے کی عادی ہے۔ اُسے خود ہی سوچ لینا چاہیے تھا کہ میں کن حالات میں اس تک پہنچ [illegible] رہے، خود کو اس کے لیے وقف کرنے کو میں نہیں آیا تھا۔

"میں ابھی آئی۔" اُس نے کہا اور باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ناشتے کی ٹرے اُٹھائے اندر آئی تھی۔ ناشتے کے دوران اُس نے پروفیسر فیڈرک کے بارے میں پوچھا۔ میری کامیابی کے بارے میں سوالات کیے اور میں نے روا روی میں اُس سے فائل کے بارے میں پوچھ لیا۔

"میں نے پوری حفاظت سے رکھی ہوئی ہے۔"

"مجھے دے دینا، تھوڑی دیر اس پر کام کروں گا۔"

"ابھی نہیں، جب آنٹی آ جائیں گی تب دوں گی لیکن رات سے پہلے فارغ ہو جانا۔"

"یقیناً۔" میں نے جواب دیا۔

بدبخت آنٹی واقعی پانچ گھنٹے کے بعد واپس آئی تھی اور ان پانچ گھنٹوں میں مجھ پر جو بیتی، اس کا تذکرہ ممکن نہیں ہے، سب کچھ برداشت کرنا پڑا تھا کیونکہ بلیک پلان فائل اُس کے پاس تھی۔ ورنہ شاید میں بوڑھے ہوگن کے ساتھ سیدھا گرین لاٹ پہنچ جاتا۔ بلاشبہ لوسیا کی وجہ سے مجھے بہترین کامیابی حاصل ہوئی تھی لیکن یہ ذیلی کردار تو راستے میں آتے ہی رہتے تھے، کہانیاں اسی طرح بنتی ہیں۔ میں ہر کردار کو اپنی کہانی کا مرکز تو نہیں بنا سکتا تھا۔ سو بعض کرداروں کو نظرانداز بھی کرنا پڑتا تھا۔

آنٹی فرن کے آ جانے کے بعد لوسیا چلی گئی تھی۔ اس کی غیرموجودگی میں، میں یہ سوچتا رہا کہ مجھے کس وقت یہاں سے نکلنا چاہیے۔ یہ وقت بہرحال، رات کا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اگر لوسیا رات کو میرے پاس پہنچ گئی تو میرے لیے خاصی اُلجھنیں پیدا ہو جائیں گی۔ بس مجھے بلیک پلان فائل کا انتظار تھا۔ کوئی بیس منٹ کے بعد میری یہ مشکل بھی حل ہو گئی۔ لوسیا فائل لے کر میرے پاس پہنچی اور کہنے لگی۔ "رات کو دس بجے تک تمہاری چھٹی۔ آنٹی، جیسا کہ تمہیں علم ہے، جلد سونے کے لیے چلی جاتی ہیں، بس اس کے بعد میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا اور لوسیا ہنستی ہوئی چلی گئی۔

بلیک پلان فائل کھول کر میں نے اس کا جائزہ لیا۔ سب کچھ جُوں کا تُوں تھا۔ لوسیا نے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ اس کے بعد میں یہاں سے فرار کے بارے میں سوچنے لگا اور پھر شام کے جھٹپٹے میں فارم ہاؤس کی عمارت کے عقبی حصے سے باہر نکل آیا۔ لوسیا کا پُرخلوص تعاون اپنی جگہ لیکن میں زیادہ وقت یہاں صرف کر بھی تو نہیں سکتا تھا۔ بلیک پلان کیس مکمل ہو چکا تھا اور اب مجھے واپس تہذیب مالکم ایکس کے پاس پہنچنا تھا۔

❑❑

گرین لاٹ اور اس کے بعد واپس اپنے مسکن تک پہنچنے میں مجھے کوئی بہت بڑی دُشواری نہیں ہوئی تھی۔ البتہ احتیاط کا دامن میں نے کسی موڑ پر نہیں چھوڑا تھا اور خود کو نمایاں ہونے سے ہر جگہ بچایا تھا۔ پھر شہر میں پہنچنے کے بعد میں نے اپنے ٹھکانے کا رُخ کیا۔ اس وقت میرا دل کسی قدر دھڑک رہا تھا۔ اس دوران تہذیب مالکم ایکس سے بالکل ہی لاتعلق رہا تھا۔ اسے یہیں چھوڑ گیا تھا کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا لیکن اب دل میں یہ وسوسے اُٹھ رہے تھے کہ کہیں وہ کسی آفت کا شکار نہ ہو گئی ہو۔

دھڑکتے دل کے ساتھ اس عمارت میں داخل ہوا، جو مسٹر جوشو کی عنایت سے مجھے ملی تھی لیکن یہاں ہم نے اپنے طور پر کچھ تبدیلیاں کر لی تھیں، یعنی مسٹر جوشو کا فلیٹ بھی ہمارے پاس موجود تھا مگر تہذیب مالکم ایکس اب دوسرے فلیٹ میں مقیم تھی۔

اُس دوسرے فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ کال بیل پر اُنگلی رکھ دی۔ اپنے طور پر ہوشیار بھی تھا، اس تصور کے تحت کہ کہیں کوئی حادثہ نہ پیش آ جائے۔ اندر سے دروازہ کھولا گیا اور پھر کسی نے باہر جھانکا۔ خمیدہ کمر کی ایک بوڑھی عورت تھی جس کے سر کے سارے بال سفید ہو چکے تھے۔ چہرہ معصوم بچیوں کی طرح سے تھا۔ اس نے باہر جھانکا اور میں اس کے عقب کا جائزہ لینے لگا۔ میری نگاہ تہذیب کو تلاش کر رہی تھیں، اُسی وقت اُس کی خرخراتی آواز اُبھری۔ "کس سے ملنا ہے؟"

ایک لمحے کے لیے میں ساکت رہ گیا تھا پھر میں نے دھڑکتے دل سے کہا۔ "یہاں مسز...؟"

"اوہ! میں سمجھ گئی، آ جاؤ... اندر آ جاؤ۔" اس نے کہا اور میں ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد اندر داخل ہو گیا۔ بوڑھی عورت نے دروازہ بند کر دیا تھا اور میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ یہ بوڑھی کون ہے؟ کیا تہذیب مالکم ایکس نے اُسے اپنی معاون کے طور پر رکھ چھوڑا ہے۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ فلیٹ جوں کا توں تھا۔ بوڑھی دونوں ہاتھ کمر پر رکھے ہوئے کھڑی ہوئی تھی۔

"پریشان کیوں ہو گئے، آؤ بیٹھ جاؤ، تمہیں مسز ڈونیا میک سے ملنا ہے نا؟"

"ڈونیا میک...!" میں نے گھبراتے ہوئے انداز میں کہا اور بوڑھی آنکھیں بند کر کے ہنسنے لگی۔

"اُس کے سارے ہی ملنے والے خبط الحواس ہوتے ہیں، سب کے سب اُلٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں۔ اُس سے ملنے آتے ہیں لیکن یہاں آنے کے بعد بے وقوفوں کی طرح کھڑے ہو جاتے ہیں، ایسا کیوں ہے؟"

"میڈم! میرا مطلب ہے... میڈم ڈونیا میک، یعنی مسز ڈونیا میک اس وقت کہاں ہیں؟"

"کون جانتا ہے اُن کے بارے میں، بھلا کون جان سکتا ہے، بیٹھو، میں تنہا بور ہو رہی تھی اور دُعائیں مانگ رہی تھی کہ کوئی آ جائے تاکہ تھوڑی دیر اُس سے باتیں ہی کر سکوں۔ تم آ گئے ہو تو بیٹھو۔ کیا نام ہے تمہارا اور [illegible] سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

میں پریشانی سے سر کھجانے لگا۔ بار بار میری نگاہیں بھٹکنے لگتی تھیں۔ تہذیب مالکم ایکس کہاں گئی اور جب میری پریشانی عروج پر پہنچ گئی تو میں واپسی کے لیے قدم بڑھاتا ہوا بولا۔ "مسز ڈونیا میک سے کہنا کہ اُن کا دوست ڈینی ولسن اُن سے ملنے آیا تھا، پھر آئے گا۔"

میں واپسی کے لیے پلٹا تو بوڑھی نے آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑ لیا۔

"لے... لے! میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ تھوڑی دیر بیٹھ کر مجھ سے باتیں کرو، میں بور ہو رہی ہوں اور تم واپس جا رہے ہو۔"

"نہیں محترمہ! میں مصروف ہوں۔" میں نے کہا اور بوڑھی نے میری آستین پکڑ کر مجھے زور سے جھٹکا دیا۔

"نہیں جا سکتے، کیسے جا سکتے ہو تم... جب میں کہہ رہی ہوں تو تمہیں بیٹھنا ہو گا۔" اور دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک خیال اُبھرا۔ میں نے چونک کر بوڑھی کی شکل دیکھی اور ایک بار پھر پریشان ہو گیا۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ یہ میک اَپ نہیں تھا... یقینی طور پر یہ میک اَپ نہیں تھا۔ اس کی عمر اُس کے ہر انداز سے جھلکتی تھی۔

بوڑھی نے ایک بار پھر مجھے بٹھا دیا اور خود بھی ہنستی ہوئی دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد وہ کسی قدر بدلی ہوئی آواز میں بولی اور میں چونک پڑا۔

"بس دیکھ لیا علی یار خان صاحب... بس دیکھ لیا آپ کو —"

اُس نے کہا اور میں متحیرانہ انداز میں کھڑا ہو گیا اور پھر میں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔

"کیا کہوں تمہیں... بس کیا کہوں؟" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"دل چاہ رہا ہے... دل چاہ رہا ہے..."

تہذیب اپنے چہرے سے میک اَپ ماسک اُتار رہی تھی۔ اُس نے بوڑھی عورت کا میک اَپ اُتار کر ایک طرف رکھ دیا۔ ہاتھوں اور پیر دل تک پر میک اَپ کیا گیا تھا، جس کی وجہ سے اُس کا پورا بدن جھرّیوں زدہ محسوس ہوتا تھا۔ بلاشبہ اُس شاندار میک اَپ کی جتنی بھی داد دی جاتی، کم تھا۔ میں محبت بھری نگاہوں سے اپنی تہذیب کو دیکھتا رہا۔ جھرّیوں زدہ میک اَپ اُتارنے کے بعد نکھری نکھری تہذیب میرے سامنے تھی اور میری نگاہوں میں اُس کے لیے شوق کے جذبات اُبھر رہے تھے۔ تہذیب کو خوش و خرم اور پُرسکون پا کر مجھے دلی مسرت ہوئی تھی اور چند لمحوں کے لیے میں جذباتی ہو گیا تھا۔

تہذیب نے پھر اُسی بوڑھی آواز میں کہا۔ "خود کو قابو میں رکھو نوجوان! میڈم ڈونیا میک تمہیں اس حالت میں دیکھیں گی تو کیا کہیں گی؟"

"تم... تم تہذیب، بہت سنگدل ہو۔ میں نہ جانے کیا کیا وسوسے دل میں لیے یہاں آیا تھا، تمہارے لیے کتنا پریشان تھا اور تمہیں ایسے وقت میں یہ شرارت سُوجھی تھی۔" میں نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا کیا وسوسے تھے؟" تہذیب نے بدستور شرارت سے پوچھا۔

"بس سوچ رہا تھا کہ تم نہ جانے کس حال میں ہو، میرے پیچھے نہ معلوم تم پر کیا گزری ہو۔"

"مجھ پر اعتماد نہیں تھا؟"

"بہت اعتماد ہے تہذیب، اعتماد نہ ہوتا تو تمہیں تنہا کبھی نہ چھوڑتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہرحال، کوئی اُلجھن تو پیش نہیں آئی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں پیش آئی۔" اُس نے مختصراً کہا۔

"کیا؟" میں نے چونک کر کہا۔

"بڑا اکیلا پن محسوس ہُوا۔ بڑھوں کے نیچے مجھے نانی کہتے ہیں تو یوں لگتا ہے، جیسے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہو۔ بس اس کے علاوہ اور کوئی اُلجھن پیش نہیں آئی۔"

"مسٹر جوشو سے ملاقات ہوئی؟"

"بالکل نہیں، بس، دو بار فون پر انھیں خیریت کی اطلاع دی تھی۔ ویسے میری نگرانی مسلسل کی جاتی رہی ہے، میرا مطلب ہے جوشو کے آدمی میری طرف سے مستعد رہے ہیں۔"

"جوشو ہمارا بڑا محسن ہے۔ یہ میک اَپ کس نے کیا تھا؟"

"مَیں نے خود۔ بس یہی مناسب خیال کیا تھا اور تم سے دُور رہ کر تو ویسے بھی بڑھاپے کا احساس ہوتا ہے۔" اُس نے شوخ لہجے میں کہا۔

"میری قربت بھی تو تمھیں جوان نہیں کرتی۔" مَیں نے کہا اور تہذیب سے اُس کی شرارت کا بدلہ لے لیا۔ وہ بُری طرح جھینپ گئی تھی۔

"تمھارے چہرے کا سکون بتاتا ہے کہ کامران لوٹے ہو۔ کیا تمھیں اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی؟" اس نے موضوع بدلنے کے لیے کہا۔

"تم نے خدا سے دُعا کی تھی میرے لیے؟"

"ہاں، کیوں نہیں، بہت۔"

"بس تو ثابت ہُوا کہ حسینوں کی دُعا فوراً قبول ہوجاتی ہے، یہ بلیک پلان فائل ہے اور یہ وہ خفیہ منصوبہ، جو بارن وائیکو کی تحویل میں تھا۔" میں نے گھڑی سے مائیکرو فلموں کے رول نکال کر تہذیب کے سامنے ڈال دیے اور تہذیب حیرت و مسرت سے ایک ایک چیز دیکھنے لگی۔

"بہت مشکلات پیش آئی ہوں گی؟"

"ہاں کسی حد تک۔"

"تفصیل بتاؤ۔" تہذیب نے کہا اور میں نے اُسے پوری کہانی سُنادی۔ تہذیب مُسکرا رہی تھی۔ اُس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا پھر بولی۔ "میں تمھارے لیے کھانا وغیرہ تیار کرلوں، اس کے بعد باتیں کریں گے۔"

"رات کو۔" میں نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"بس رات کے تصوّر سے خوف آنے لگتا ہے۔ بڑا دہشت ناک لفظ بن گیا ہے یہ میرے لیے۔"

"بے چاری لوسیا کا مذاق اُڑا رہے ہو۔ کتنی دل برداشتہ ہوئی ہوگی تمھاری گمشدگی پر۔ اب شاید وہ زندگی بھر کسی کی طرف متوجّہ نہ ہوگی۔"

"میں بھی مجبور تھا تہذیب، کیا کرتا اُس کے لیے تم ہی بتاؤ۔"

"غسل وغیرہ کرلو۔" اُس نے کہا اور باہر نکل گئی۔

کھانے کی میز پر میں نے اُس سے پوچھا "یہ ڈونا میک کیا ہے؟"

"ایک فرضی نام۔ سب مجھے اُس کی ملازمہ کی حیثیت سے جانتے ہیں، اُسے کسی نے نہیں دیکھا۔"

"میری کیا گنجائش ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"بوڑھے مسٹر جیگر، جو لاس ویگاس گئے ہوئے تھے۔"

"تمھارے کون ہیں؟"

"شوہر۔" تہذیب نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے ہم نے اپنی ازدواجی زندگی کی ابتدا بڑھاپے سے کی ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

اس کے بعد ہم کچھ دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ مقصد صرف ذہنی تفریح تھا پھر تہذیب نے پوچھا "تم بلیک پلان سے پوری طرح واقف ہوچکے ہو؟"

"ہاں، یہ خوفناک منصوبہ ہے، اب ایک مشکل مرحلہ یہ درپیش ہے تہذیب کہ ہم یہ سب کچھ بیروت کس طرح پہنچائیں۔ ابھی ہاورڈ اندھیرے میں ہے۔ لیکن وہ جتنا بڑا شیطان ہے، اس سے یہ بعید نہیں ہے کہ حقیقت سے واقف ہوجائے۔ اس سے قبل کہ وہ ہمارے راستے بند کرے، بیروت کو اس منصوبے سے آگاہ ہوجانا چاہیے۔"

"کیا ہمیں بیروت جانا ہوگا؟"

"یہ بھی ممکن نہیں ہے۔"

"مسٹر جوشو؟"

"قطعی نامناسب رہیں گے۔ اس وقت وہ ہاورڈ کی توجّہ کا مرکز ہیں اور ہاورڈ یہ جاننے کے بعد کہ میں یہاں موجود ہُوں، نہ جانے کیا کچھ کرچکا ہوگا۔ مسٹر جوشو کو میں خطرے میں نہیں ڈال سکتا، کچھ اور کرنا ہوگا۔"

"مثلاً؟"

"میں مسٹر جوشو سے بات کروں گا، ممکن ہے، وہ کسی غیر متعلق آدمی کے ذریعے یہ کام کرادیں۔ ابھی ہمارے پاس وقت ہے۔"

تہذیب خاموشی سے کچھ سوچتی رہی۔ مَیں نے کہا "اس دوران اخبارات دیکھتی رہی ہو؟"

"ہاں۔"

"کوئی خاص خبر؟"

"نہیں، یوں لگتا ہے، جیسے اخبارات کو اس سلسلے میں خصوصی طور پر خاموش رہنے کی ہدایت کی گئی ہو۔ ہاں، مائیکل جوشر کی موت کی خبر ضرور چھپی تھی لیکن ان کا ہارٹ فیل ہوگیا تھا۔"

"اوہ!" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "اس سے زیادہ وہ کیا کرسکتے تھے۔"

دوسرے دن صبح تہذیب نے ناشتے کی میز پر کہا "علی! میں نے ایک ترکیب سوچی ہے تم سے مشورہ کرنا ہے۔"

"کس بارے میں؟"

"بلیک پلان بیروت پہنچانے کے سلسلے میں۔"

"کیا تجویز ہے؟"

"جو کچھ میں کہوں اُسے محسوس نہ کرنا علی تنظیم نے تمھارے سلسلے میں اُن جذبات کا اظہار نہیں کیا، جو کرنا چاہیے تھا۔ تمھاری جگہ کوئی اور ہوتا تو بددل ہوکر اپنے راستے تبدیل کردیتا لیکن تم بہت اعلیٰ ظرف انسان ہو اور صرف اپنے مقصد کی تکمیل پر نظر رکھتے ہو، کیا اس سے اختلاف کرتے ہو تم؟"

"نہیں، یہ حقیقت ہے تہذیب، تم جانتی ہو۔"

"ہم جو کچھ کر رہے ہیں علی، اس تگ و دو میں صرف ہمارے نیک جذبات کا دخل ہے، کسی کی خوشنودی ہمیں مقصود نہیں۔"

"درست، بالکل درست۔"

"پھر کیا ضروری ہے کہ یہ سب کچھ ہم بیروت بھیجیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"مقصد بلیک پلان کو ناکام بنانا ہی ہے نا؟"

"بالکل۔"

"اگر یہ پورا پلان منظرِ عام پر آجائے تو خود بخود ناکام ہوجائے گا، حکومتیں اور متعلقہ لوگ اس سے واقف ہوجائیں گے۔ اس کے بعد اس پر عمل کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟"

میں چونک پڑا۔ تہذیب نے ایک معقول بات کہی تھی۔ یقیناً یہ اس مسئلے کا بہترین حل تھا۔ میں نے کہا "لیکن یہ منظرِ عام پر کس طرح آئے گا؟"

"اخبارات کے ذریعے۔" وہ بولی۔

"کیا یہ ممکن ہے؟" میں نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"اس کے لیے میں نے کرائم انٹرنیشنل کا انتخاب کیا ہے۔ یہ اخبار امریکا، فرانس اور برطانیہ سے بیک وقت شائع ہوتا ہے۔ میں نے تینوں جگہ کے اخبارات تو نہیں دیکھے، اگر تینوں میں ایک ہی مواد تھوڑی بہت ردّوبدل کے ساتھ شائع ہوجائے تو ہمارا کام شاندار طور پر ہوسکتا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"مگر یہ سب کچھ آسان نہیں ہوگا تہذیب؟"

"ہرگز نہیں، یہ کس نے کہا کہ آسان ہوگا۔ کیا ہم آسان زندگی گزارنے کے خواہش مند ہیں علی؟" تہذیب نے بڑے اعتماد سے کہا۔

میں پُرخیال انداز میں تہذیب کی شکل دیکھ رہا تھا پھر مَیں نے کہا۔ "تمھاری تجویز جاندار ہے تہذیب۔ اس بات کا تو مَیں قائل ہوگیا ہُوں۔ بلاشُبہ اگر بلیک پلان کے بارے میں تفصیلات اخبارات میں شائع ہوجائیں تو یہ خود بخود ناکام ہوجاتا ہے، نہ صرف ناکام ہوجاتا ہے بلکہ ان دستاویزات کی اشاعت بڑی تہلکہ خیز ہوگی۔ اس کے لیے تم نے جس ذہانت سے کرائم انٹرنیشنل کا انتخاب کیا ہے، وہ بھی قابلِ تحسین ہے لیکن ہم اخبار کو اس کے لیے کیسے مجبور کرسکتے ہیں، یہ سوچنا ہے۔ یوں کرو تہذیب، تم اپنے طور پر اس پروگرام کو ترتیب دو، مَیں اپنے طور پر غور و فکر کرتا ہُوں۔ اس کے بعد ہم اپنی اپنی تجاویز ایک دوسرے کے سامنے رکھیں گے اور ان پر بحث کریں گے۔"

"تب پھر یہ کام فوراً شروع ہوجانا چاہیے۔"

"بالکل۔" میں نے کہا۔

میں اور تہذیب الگ الگ کمروں میں بند ہوگئے۔

دوپہر کے کھانے پر تہذیب نے مجھے چونکا دیا "مَیں نے پورا پروگرام ترتیب دے لیا ہے۔" وہ بولی۔

"خوب! کھانے کے بعد ہم اس پر گفتگو کریں گے۔" مَیں نے کہا۔ ہم دونوں بہت پُرجوش تھے۔

کھانے کے بعد تہذیب کے کمرے میں نشست ہوئی۔ تہذیب نے جو پروگرام ترتیب دیا تھا، اُس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اُس نے کہا "نمبر ایک کرائم انٹرنیشنل اس سلسلے میں سب سے موزوں اخبار ہے، کیونکہ وہ تین ملکوں سے شائع ہوتا ہے۔ پی کان نیوز ایجنسی والوں کا کہنا ہے کہ تینوں ملکوں سے شائع ہونے والے اِس اخبار کے مضامین یکساں ہوتے ہیں، سوائے اضافی ملکی خبروں کے۔ ٹیلی پرنٹر اس سلسلے میں رابطہ رکھتے ہیں۔"

"یہ بات تمھیں کیسے معلوم ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

"پی کان نیوز ایجنسی سے، میں نے اُسے فون کیا تھا۔" تہذیب نے جواب دیا پھر سلسلۂ کلام جوڑتے ہوئے بولی "نمبر دو، اس ساری کارروائی کے لیے سات دن مخصوص کیے جائیں گے۔ نمبر تین، سب سے پہلے اخبار کے مالکان اور بورڈ آف ممبرز کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں گی۔ اس کے بعد سب سے مُؤثر شخصیت کو منتخب کیا جائے گا، جو اخبار کی پالیسی مرتب کرتی ہے۔ پریس وغیرہ کے بارے میں معلومات بھی اہم ہیں۔ نمبر چار، اخبار کی ترتیب ذہن میں رکھ کر اس کے مطابق اس کی کمپوزنگ تیار کی جائے گی تاکہ اس کام کے لیے اخبار کے ملازمین پر انحصار نہ ہو اور عین وقت پر کوئی دقت پیش نہ آسکے اور یہی کمپوزنگ پرنٹ ہوجائے۔ اسی کی نقول ٹیلی پرنٹر پر فرانس اور برطانیہ کو فراہم کردی جائیں۔"

میں نے پُرخیال انداز میں کہا "سات دن اس کام کے لیے بہت کم ہیں تہذیب اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سے زیادہ وقت ہمارے پاس نہیں ہے۔ کام کرنے والے ہم دو افراد ہیں اور کام کی نوعیت مہینوں پر محیط ہے۔ مجوزہ لوگوں کی تلاش اور مُؤثر ترین شخصیت پر تسلط، یہ سب کیسے ممکن ہے؟"

"تمھارے ذہن میں کوئی اور تجویز ہے علی؟" تہذیب نے کہا۔

"ہاں اس سے تھوڑی سی مختلف۔" میں نے کہا۔

"کیا؟"

"کرائم انٹرنیشنل سے میں متفق ہُوں۔ ہمیں اس سلسلے میں صرف ایک پریس درکار ہوگا جس میں کرائم انٹرنیشنل کی پرنٹنگ ہوسکے۔ یہ معلومات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حاصل کی جائیں کہ یہ اخبار کون کون سی ایئر لائنز سے کہاں کہاں روانہ کیا جاتا ہے، ہمیں اس کے پورے لے آؤٹ کے ساتھ اس کی نقل تیار کرنا ہوگی۔ اس کی تعدادِ اشاعت معلوم کرنا ہوگی اور اسی تعداد میں اسے چھپوا کر تیار کرلینا ہوگا۔ اس کے بعد جنرل آپریشن یہ ہوگا کہ ایئر لائنز میں اصل اخبار کی جگہ یہ اخبار پہنچایا جائے۔ ہاکرز اور نیوز ایجنسیاں بھی اس کے بدل حاصل کریں۔"

تہذیب نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بیشک یہ پروگرام پہلے پروگرام سے مختصر ہے لیکن علی، سوال وہی پیدا ہوتا ہے کیا ہم دونوں یہ سب کچھ کرسکتے ہیں، اگر وقت سے پہلے یہ سازش طشت از بام ہوگئی تو کچھ نہ ہو سکے گا۔"

"جوشو سے اس سلسلے میں ملاقات کرنا ہوگی۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور تہذیب گردن ہلانے لگی۔

مسٹر جوشو کو ہم نے پہلے سے اس ملاقات سے آگاہ نہیں کیا تھا لیکن اُن سے ملنے کے لیے خاصا طویل راستہ منتخب کیا گیا تھا۔ ہم دونوں چینی جوڑے کی شکل میں ایئر پورٹ پہنچے۔ مختصر سوٹ کیس اور سفری بیگ ہمارے ساتھ تھے۔ وہاں سے ٹیکسی کرکے چائنا ٹاؤن چل پڑے اور پھر مسٹر جوشو کے مہمانوں کی حیثیت سے اُن کے پاس پہنچ گئے۔ مسٹر جوشو کو گمان بھی نہیں تھا کہ یہ ہم ہیں اور جب ہم نے انکشاف کیا تو وہ حیرت سے اُچھل پڑے۔

"ویری گڈ، یہ میک اپ کس نے کیا؟"

"ہم نے خود۔"

"بہت منجھ چکے ہو تم دونوں۔ ویسے کینٹن ولا سے تم لوگ اس میک اپ میں نہیں نکلے۔"

"نہیں، اس کے لیے ہم نے دوسری جگہ منتخب کی تھی۔"

"میرے آدمی دھوکا کھا گئے، اس لیے مجھے یقین ہے کہ دوسرے بھی تم سے واقف نہ ہو سکے ہوں گے۔"

"آپ کے لیے ایک اور دردِ سری لائے ہیں مسٹر جوشو۔" میں نے کہا۔

"یہ کہہ کر تم مجھے افسردہ کردیتے ہو اور میں سوچتا ہوں کہ ضرور میں تمھیں اپنے پیار کا یقین دلانے میں ناکام رہا ہوں۔" مسٹر جوشو نے کہا۔

"سوری مسٹر جوشو! آپ کے ہاتھوں تو میری تعمیر ہوئی ہے۔ آئندہ آپ کو شکایت نہ ہوگی۔" میں نے شرمندگی سے کہا۔

"کیا ہے وہ دردِ سری؟" مسٹر جوشو نے پوچھا۔

میں نے انھیں پوری تفصیل سے آگاہ کردیا۔

تمام تفصیل سُننے کے بعد اُنھوں نے کہا۔ "مجھے تم پر فخر ہے علی۔ اتنی شاندار کارکردگی کے حامل کے لیے تو کوئی بھی سب کچھ کرنے پر آمادہ ہوسکتا ہے، خواہ کتنے ہی خطرات کیوں نہ مول لینا پڑیں۔ میں خود بھی تمھاری تنہائی بُری طرح محسوس کرتا ہوں۔ اگر تم ڈیبو ہارلو سے رابطہ قائم کرو تو تمھیں بہترین تربیت یافتہ افراد کا ایک گروہ مل جائے گا جن کے وسائل بے پناہ ہیں پھر شاید تمھیں نہ صرف امریکا بلکہ دوسرے بہت سے ممالک میں بھی بڑی آسانیاں مل سکیں گی۔"

"اس کام کی تکمیل کے بعد میرے ذہن میں دوسرا پروگرام یہی ہے۔"

"ٹھیک ہے، اس سلسلے میں تمھاری پوری پوری مدد کی جائے گی۔ میرے مہمانوں کی حیثیت سے آئے ہو تو اب میرے ساتھ ہی قیام کرو۔ تم اس دوران بہت محنت کرچکے ہو۔ آٹھ یہودی رہنماؤں کا قتل اور پھر یہ سب کچھ... میں انعام کے طور پر تمھاری یہ ذمّے داری خود پوری کروں گا۔"

"ہم دونوں کی تجاویز میں سے کون سی تجویز مؤثر ہے مسٹر جوشو؟" میں نے پوچھا۔

"دونوں شاندار ہیں۔ ایک طویل العمل ہے، دوسری مختصر۔ یہاں چھپنے والے اخبارات کہاں کہاں جاتے ہیں، اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ تاہم انھیں نہ صرف فرانس، برطانیہ بلکہ مشرقِ وسطیٰ میں بھی بھیجنے کا انتظام کرلیا جائے گا۔"

"تو پھر آپ کے خیال میں ہمارا دوسرا منصوبہ زیادہ مؤثر ہے؟" میں نے مسٹر جوشو کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں یقیناً، اس میں ہمیں آسانیاں فراہم ہوسکتی ہیں، سوائے اس کے کہ ہمیں نہایت محتاط انداز میں چند پوائنٹ منتخب کرنے ہوں گے اور وہاں اپنی کارکردگی شاندار رکھنا ہوگی۔ میں تمھارا مؤقف اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔ یہ اندازہ لگا چکا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو۔ بہتر یہ ہوگا کہ اس مختصر وقت کو پوری طرح استعمال کرنے کے لیے تم فوراً ان مضامین کی تیاری شروع کردو۔ باقی تمام کاموں کے سلسلے میں... میں تمھیں سوان میگنو سے ملادوں گا۔ سوان میگنو کوریا کا باشندہ ہے۔ میرا معتقد، بہت ہی محبت کرنے والا انسان ہے اس کے پاس بہت بڑا پریس ہے، جس پر وہ کمرشل کام کرتا ہے، ان تمام تیاریوں کی ذمّے داری اُسے سونپ دی جائے گی۔"

"بہت شکریہ مسٹر جوشو! ہم آپ کی ہدایت کے مطابق فوری طور پر اپنے کام کا آغاز کیے دیتے ہیں۔"

مسٹر جوشو نے ہمیں ایک پُرسکون رہائش گاہ فراہم کردی تھی، جہاں لکھنے کی میزیں اور دیگر ضروریات کے لیے دوسرا تمام سامان فوری طور پر مہیّا کردیا گیا اور اُسی دن ہم اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔

تہذیب مالکم ایکس نے کبھی مجھے مایوس نہیں کیا تھا۔ زندگی کے ہر شعبے میں وہ اپنے اندر انفرادیت رکھتی تھی، چنانچہ اُس نے کرائم انٹرنیشنل کے بہت سے پرچے سامنے رکھنے کے بعد اُن کے مطابق مضامین کی تیاری شروع کردی۔ بہت ہی خوبصورتی سے اُس نے پہلا صفحہ ترتیب دیا تھا جس میں چند دلچسپ خبروں کے ساتھ ساتھ آٹھ یہودی رہنماؤں کے قتل کی تفصیل، اولیو ہارڈ کے اور میرے درمیان ہونے والی طویل جدوجہد کا خلاصہ، میری یہاں آمد کی وجہ اور اُس کے بعد میری کارکردگی، یہ سب کچھ اُس نے انتہائی خوبصورت پیرائے میں لکھا تھا اور اُس کے بعد بلیک پلان کو منظرِ عام پر لائی تھی۔ بلیک پلان کے سلسلے میں اُس نے تمام تفصیلات درج کرتے ہوئے لکھا تھا کہ صیہونیوں کو اگر امریکی امداد حاصل نہ ہوتی تو یقیناً عربوں کے سینوں پر فلسطینیوں کا پھوڑا نہ پیدا ہوتا۔ برطانیہ اور دوسرے ممالک کے بارے میں بھی اُس نے بہت ہی وضاحت سے تفصیلات لکھی تھیں اور پھر لکھا تھا۔ "ہم جانتے ہیں، حکومتِ امریکا، اسرائیل کی پُشت پناہ ہے لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اُس کی پالیسی قطعی طور پر کسی ایک ملک یا کسی ایک قوم کے خلاف نہیں ہے۔ ہاں، امریکی یہودیوں کا تسلط اُس کی اپنی پالیسیوں پر اثر انداز ہوتا رہتا ہے۔ کیا سی آئی اے میں اولیو ہارڈ کو اسی لیے جگہ دی گئی تھی کہ وہ حکومت کے مفادات کو نظر انداز کرکے صرف صیہونیت کے لیے کام کرے، اگر ایسا نہیں تو ظاہر ہے، اُسے یہ سب کچھ حکومت کے شانوں پر سوار ہوکر نہیں کرنا چاہیے تھا اور نہ ہی اُسے اس کا موقع فراہم کیا جانا چاہیے تھا۔

اس کے بعد دوسرے صفحے پر بلیک پلان کی تمام دستاویزات نہایت ترتیب سے کمپوز کی گئی تھیں اور ان میں ایک ایک چیز کی وضاحت کردی گئی تھی۔

تہذیب مالکم ایکس نے یہ بھی لکھا تھا کہ یہ منصوبہ خفیہ طور پر بھی بیروت پہنچایا جاسکتا تھا لیکن بہتر یہی سمجھا گیا کہ بات صرف تنظیمِ آزادیٔ فلسطین کے خفیہ ریکارڈ میں نہ رہے یا پھر کچھ ممالک کے ذریعے یہ سب کچھ صرف احتجاجی شکل میں سامنے نہ آئے بلکہ اس کی حقیقت سے وہ غیر قومیں بھی واقف ہوجائیں، جو ابھی تک بعض معاملات میں گومگو کا شکار ہیں۔ انھیں اس منصوبے کی تمام تفصیلات بتانے کا مقصد یہی ہے کہ وہ اسرائیلی جارحیت کو اچھی طرح محسوس کریں۔ بعد میں کرائم انٹرنیشنل سے معذرت کی گئی تھی کہ اس کا سہارا حاصل کیا گیا، یہ بھی اعتراف کیا گیا تھا کہ اخبار کا ان تمام معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تو صرف ایک ایسے سرپھرے گروہ کا کارنامہ ہے، جو امریکی یہودیوں کی سازشوں کو طشت از بام کرنے کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہے اور جو اولیو ہارڈ کی تمام سیاہ حرکتیں منظرِ عام پر لانا چاہتا ہے۔ تنظیمِ آزادیٔ فلسطین سے متعلق اور دوسری خبریں بھی تہذیب نے ان صفحات میں شامل کی تھیں اور کرائم انٹرنیشنل کو ایک عجیب و غریب چیز بنا دیا تھا۔ کوریا کے باشندے سوان میگنو نے بھرپور تعاون کیا اور یہ تمام چیزیں ہم سے حاصل کرکے انھیں اشاعت کے لیے لے گیا۔ چوتھے دن ہمیں اس کا پروف دکھایا گیا اور ہماری آنکھیں مسرت سے چمک اُٹھیں۔ کوئی بھی یہ بات نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ اخبار کرائم انٹرنیشنل نہیں ہے لیکن جو کچھ ہم نے اس میں لکھا تھا، اُسے انتہائی شاندار پیمانے پر ترتیب دے دیا گیا تھا۔

اُسی رات مسٹر جوشو نے پروف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کل تک تمام اخبار ہمارے پاس آجائے گا۔ میں نے بہت سے افراد کو اس کام پر لگا دیا ہے، دلچسپ بات یہ ہے کہ اس میں ہمارے ساتھی صرف ایک کام کررہے ہیں۔ اخبار کے اُس دفتر پر کنٹرول، جہاں سے یہ اخبار آخری شکل میں مرتب ہوکر نکلتا ہے۔ باہر کام کرنے والے وہی تمام لوگ ہیں، جو اخبار کو مختلف جگہوں پر پہنچانے کے لیے اپنی خدمات انجام دیتے ہیں۔ ان تمام ممالک کی اور شہروں کی تفصیل بھی حاصل کرلی گئی ہے، جہاں جہاں یہ اخبار پہنچتا ہے۔ فہرست تمھارے سامنے ہے اور تمھیں یہ سُن کر خوشی ہوگی کہ کرائم انٹرنیشنل دُنیا کے تقریباً آٹھ ممالک میں جاتا ہے اور وہاں صبح کے اخبار کی حیثیت سے تقسیم ہوجاتا ہے۔ میرا خیال ہے تمھاری یہ کاوش مکمل طور پر کامیابی کی طرف گامزن ہے اور اس میں تمھیں کوئی ناکامی نہیں ہوگی۔"

میری آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی آگئی تھی۔ مسٹر جوشو نے میرے خوابوں کی تکمیل ضرورت کے مطابق ہی کردی تھی اور میں ان کے اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکتا تھا۔ باقی تمام کارروائیوں میں بھی اُنھوں نے مجھے کوئی حصّہ نہ لینے دیا اور پھر مقررہ وقت پر جنرل آپریشن کیا گیا۔ اُسی صبح مسٹر جوشو نے مجھے خوشخبری سُنائی کہ ان کا کام مکمل ہوچکا ہے۔ صبح ساڑھے تین بجے بیرونی اخبارات ایئر لائنز کے ذریعے روانہ ہوچکے ہیں اور مقامی طور پر تقسیم ہونے والا اخبار تقسیم کے لیے ہاکرز اور دوسرے اداروں کے سپرد کردیا گیا ہے۔

یہ سب کچھ مسٹر جوشو نے کیا تھا۔ ہماری کارکردگی اس سلسلے میں صرف اتنی تھی کہ ہم نے میٹر تیار کیا تھا۔ اس کے بعد مسٹر جوشو کے پاس رُکنا مناسب نہیں تھا۔ اس تمام کارروائی کا نتیجہ ہم دوسری حیثیت سے دیکھنا چاہتے تھے، چنانچہ مسٹر جوشو کی اجازت سے ہم ایک بند گاڑی میں بیٹھ کر باہر نکل آئے۔ ہمارے چہروں پر وہی میک اپ تھا لیکن جب یہ گاڑی ہمیں ہماری مطلوبہ جگہ چھوڑ کر چلی گئی اور یہ اطمینان ہوگیا کہ اس وقت ہم کسی کی نگاہ میں نہیں ہیں تو میں نے اور تہذیب نے میک اپ تبدیل کرلیا اور مسٹر جیگر اور مسز جیگر کی حیثیت سے اپنے فلیٹ کی طرف چل پڑے۔

امریکا میں علی یار خان کی آمد کے بعد یہ دوسرا دھماکا تھا اور اس کے اثرات کے لیے ہمیں نہایت ذہانت اور ہوشیاری سے خود کو تیار کرنا تھا۔ مائیکل جوشر کا ہنگامہ اور پھر یہ نیا واقعہ ایک ہی شہر سے تعلق رکھتا تھا۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ اس سلسلے میں بھی اولیو ہارڈ براہِ راست ملوّث تھا، اس لیے جو نہ ہوجاتا کم تھا۔ فلیٹ پر آنے کے بعد ہم نے اس سلسلے میں غور کیا اور فیصلہ کیا کہ ہمیں فوری طور پر یہ شہر چھوڑ دینا چاہیے۔

"چلیں گے کہاں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اس کا فیصلہ تم کرو۔" میں نے جواب دیا۔

"ڈیبو ہارلو ہماری فہرست میں ہے، اگر شکاگو چلیں تو...؟"

"خیال بُرا نہیں ہے لیکن اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تہذیب۔ مسٹر جوشو ہمدرد انسان ہیں لیکن یہ ضروری تو نہیں ہے کہ جو کچھ وہ سوچیں، وہ حرف بہ حرف درست ہو۔ اس بات کے امکانات بھی ہوسکتے ہیں کہ جس شخص کو ہم استعمال کرنا چاہیں، وہ سی۔ آئی۔ اے کا آدمی نکلے۔ تم سی۔ آئی۔ اے کے بارے میں جانتی ہو۔ لاتعداد غیر متعلق آدمی اس کے نمائندے ہوتے ہیں اور خفیہ طور پر اس کے لیے کام کرتے ہیں۔ ہم کسی چوہے دان میں نہیں پھنسنا چاہتے۔ ڈیو ہاربو ہمارے مقصد میں ہمارا آلۂ کار بن سکتا ہے لیکن ہم اس پر انحصار نہیں کریں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعد میں ہم اسے اپنے ساتھ شریک کرلیں۔"

"معقول بات ہے۔" تہذیب نے اتفاق کیا۔

"چنانچہ فسکا گو جانا مناسب نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ کسی اور جگہ ملیں مقصد تو بس یہ جگہ چھوڑ دینا ہے اور کسی ایسی جگہ کو اپنا ٹھکانا بنانا ہے جہاں سے ہم حالات پر نگاہ بھی رکھ سکیں اور فی الحال کسی ہنگامے سے محفوظ رہیں۔"

غور و خوض کر کے ہم نے نقشوں کی مدد سے ایک جگہ منتخب کرلی، یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ڈیزی گرافٹن تھا، جو سان فرانسسکو سے زیادہ دور نہیں تھا۔ شہر سے اس کا مکمل رابطہ تھا اور ہم کسی بھی وقت سان فرانسسکو میں داخل ہوسکتے تھے گویا ہمارا یہاں سے رابطہ بھی منقطع نہ ہوتا اور ہم شکوک کی حد سے بھی نکل جاتے لیکن اس نئی جگہ کے لیے پرانے میک اپ کی ضرورت نہیں تھی۔ ہمیں کوئی نئی حیثیت اختیار کرنا چاہیے۔ چہروں میں بہت معمولی سی تبدیلی پیدا کر کے ہم ضروری تیاریوں کے بعد باہر نکل آئے اور پھر ڈیزی گرافٹن چل پڑے، اس کے لیے ہمیں شہر کے ایک گوشے سے ٹیکسی حاصل کرنا پڑی تھی۔

سرفروشانہ جذبوں کی اس دلچسپ داستان کے باقی
واقعات پانچویں حصے میں ملاحظہ فرمایئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

مُجاھد

پانچواں حصّہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجاہد

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں

جب خونِ جگر برفاب ہوا

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جانباز کا سفر

ڈیزی گرانٹس کو صرف نقشے پر دیکھا تھا لیکن اُس کے حسین خطوط دیکھ کر جی خوش ہوگیا۔ حسین، سرسبز پہاڑوں کے درمیان جھرنے بکھرے ہوئے تھے۔ یہ قصبہ پھلوں کی سپلائی کے لیے مشہور تھا اور اسی مناسبت سے یہاں باغات بکھرے نظر آ رہے تھے۔ یہاں بڑے ہوٹل تو نہیں تھے لیکن موٹیل کی طرز کی کچھ عمارتیں موجود تھیں، جن میں سے ایک عمارت میں قیام کے لیے جگہ مل گئی۔ اپنے خوبصورت کمرے کی عقبی کھڑکی کھولی تو بہار آ گئی۔ سامنے ہی ایک آبشار گرتا نظر آتا تھا، جس کے اطراف میں گہرا سبز رنگ بکھرا ہوا تھا۔

"حسین جگہ ہے!" تہذیب نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اسی کی ضرورت تھی۔" میں نے اُس کے حسین چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"بیشک تھکے ہوئے لوگوں کے لیے اس سے عمدہ جگہ کوئی نہیں ہوگی!" میں نے چونک کر تہذیب کو دیکھا "تم تھک گئی ہو تہذیب؟"

"واہ، اب الفاظ کی گہرائیوں میں ڈوبنے لگے۔ تھکن سے میری مراد وہ عارضی تھکن ہے، جو کسی مشن کی تکمیل کے بعد انسانی ذہن پر طاری ہو جاتی ہے، تم اس پر چونکے کیوں؟" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمھارے بارے میں سوچتے ہوئے اکثر چونکتا رہتا ہوں تہذیب۔"

"خوب! اس حسین مقام پر یہ قنوطیت طاری ہونا عجیب بات ہے۔ کیا سوچتے ہو میرے بارے میں علی؟" وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے ایک ادائے بے نیازی سے بولی۔

"یہی کہ گرین پول چھوڑ کر تمھیں کیا ملا؟" میں نے ایک عجیب سا سوال کر دیا۔

"علی" تہذیب نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"علی نے تمھیں کیا دیا تہذیب؟"

"محبت۔" اُس نے کہا۔

"اس کے ساتھ ہی وہی ہنگامے، وہی زندگی، جو تم گرین پول میں گزارتی تھیں۔ وہی مہم جوئی، وہی دشمن، جن سے بچنے کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں۔" میں نے افسردگی سے کہا۔

تہذیب چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ چند لمحے اسی طرح گھورتی رہی پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا، تب اُس نے کہا "مسٹر علی! یہ لہجہ اور یہ انداز مجھے بے حد مضحکہ خیز لگتا ہے۔ کسی ایسے شخص سے جس کی آنکھیں آگ برساتی ہوں، جس کا چہرہ دیکھ کر کلیجے دہل جاتے ہوں، جس کے دشمن حسرت بھرے انداز میں یہ سوچتے ہوں کہ کاش وہ کسی طرح اُس پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں، اُس کی یہ باتیں سن کر واقعی ہنسی آتی ہے۔ میں آپ کو ان احساسات کا شکار نہیں دیکھنا چاہتی مسٹر علی۔ آپ میرے بارے میں سوچ رہے ہیں نا کہ گرین پول سے ہٹ کر مجھے کیا ملا تو سنیے مسٹر علی! میرے احساسات مختلف ہیں۔ میں سمجھتی ہوں یہ میری نئی زندگی ہے۔ گرین پول میں آنے کے بارے میں آپ کو تفصیلات بتا چکی ہوں۔ بار بار اس کا تذکرہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنا نامناسب ہے۔ گرین پول کو چھوڑا تو آپ سے منسوب ہوگئی، اور گرین پول کو بھول گئی۔ اب حالات جس طرح کے پیش آئے اس میں حالات کا قصور ہے، میرا یا آپ کا نہیں۔ یہاں میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ میری زندگی کے ساتھی کی ذمّے داریاں ہیں، جنھیں پورا کرنا لازمی ہے، اگر تم کسی دفتر میں کلرک ہوتے، کسی فرم میں افسر لگے ہوتے یا کوئی سرکاری ملازم ہوتے تو کیا میری زندگی تمھارے معمولات کے مطابق نہ ہوتی؟ جواب دو علی۔ یہ تمھارا مشن ہے، ہاں میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ تصور کبھی نہیں اُبھرتا کہ میں مسلسل انہی حالات میں گھری ہوئی ہوں اور پھر شاید ایک بات کا تم یقین نہ کرو کہ میں گھریلو زندگی سکون سے نہیں گزار سکتی تھی۔ معاف کرنا علی، تم نے اس قسم کی بات کہی ہے، تو میں بھی ذرا صاف گوئی سے کام لے رہی ہوں۔ تم مجھ سے شادی کر لیتے، ایک گھر دیتے مجھے، کوئی کاروبار کرتے یا کچھ اور سلسلہ ہوتا تمھارا۔ میں ایک گھریلو عورت کی طرح گھر کی صفائی، جھاڑ پونچھ نہیں کر سکتی تھی۔ مجھے اپنی زندگی میں ایک تشنگی کا سا احساس ہوتا رہتا۔ میں تو بور ہو جاتی علی اس زندگی سے، اب ہم ایک کشتی کے مسافر ہیں۔ ہم دونوں کو مل جل کر وہی سب کرنا ہے، جو ہماری ضرورت ہے۔ تم یقین کرو، میرے لیے اس زندگی میں ایک کشش ہے اور میں اس سے ذرا بھی بددل نہیں ہوں۔"

"شکریہ تہذیب، تم نے ایک بہت بڑا بوجھ اُتار دیا میرے ذہن سے، یہ کہہ کر کہ یہ زندگی تمھارے لیے پسندیدہ ہے۔"

"ہاں علی۔ اپنا مشن پورا کرلیں، اُس وقت تک شاید ہم بوڑھے ہو جائیں اور بوڑھے ہونے کے بعد سکون کی زندگی گزارنے میں جو لُطف ہے، اس عمر میں نہیں۔ سوچو تو سہی کچھ کرنے کے لیے یہی تو وقت ہے ہمارے پاس۔" تہذیب نے کہا اور ہنسنے لگی۔ میں بھی مُسکرا کر خاموش ہوگیا تھا۔ بس ایسے ہی ذہن پر کچھ کسلمندی سی طاری ہوگئی تھی اور میں اسی انداز میں سوچنے لگا تھا۔

ڈیزی گرافٹن واقعی حسین جگہ تھی۔ ہوٹل ہی میں مقیم رہتے، تب بھی حسین مناظر ہماری نگاہوں کے سامنے بکھرے رہتے لیکن ہم نے پورے قصبے کی سیر کر ڈالی تھی۔ اطراف میں سبزیوں کے کھیت بکھرے ہوئے تھے اور یہاں سے سبزیوں کی بڑی تجارت ہوتی تھی۔ بہت سے ڈیری فارم بھی تھے، جہاں سے دودھ وغیرہ سپلائی ہوتا تھا۔ پھل بھی صبح صبح ٹرکوں پر لد کر سان فرانسسکو اور دوسری جگہوں پر جاتے تھے۔ ضرورت کی ہر چیز قصبے میں دستیاب ہو جاتی تھی اور یہاں کی زندگی کو ایک حسین زندگی کہا جا سکتا تھا۔

پُرسکون رات گزارنے کے بعد ہم صبح ہی صبح ان سبزہ زاروں کی سیر کو نکل پڑے۔ اطراف میں گھومتے ہوئے بازار میں پہنچے اور پھر یہاں جو سب سے پہلی چیز ہم نے خریدی، وہ صبح کے اخبارات تھے، جو ایک اسٹال سے دستیاب ہوگئے تھے۔ سُرخیاں دیکھ کر ہی ہماری آنکھیں مسرت سے چمکنے لگی تھیں۔ کرائم انٹرنیشنل زیرِ بحث تھا۔ یہ تمام اخبارات خریدنے کے بعد ہمارا بازار میں رُکنا کسی طور مناسب نہیں تھا، چنانچہ اپنے ہوٹل واپس آگئے اور اخبارات پھیلا کر بیٹھ گئے۔ مقامی اخبارات نے کرائم انٹرنیشنل کیس کو زبردست اہمیت دی تھی۔ اس کے بارے میں دلچسپ تفصیلات لکھی گئی تھیں۔ کرائم انٹرنیشنل والوں نے بتایا تھا کہ یہ تمام کارروائی نہایت منظّم پیمانے پر ہوئی ہے اور کرائم انٹرنیشنل کا اصل پرچا روک کر یہ دوسرا پرچا جو اُنھوں نے نہیں چھاپا، مارکیٹ میں لایا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اخبارات نے وہ حقائق بھی لکھے تھے، جو حقیقت پر مبنی تھے۔ وہ اخبارات جو سرکاری فیور کرتے تھے، دبے دبے لہجے میں بولے تھے لیکن وہ جو مخالف پارٹیوں کے اخبارات تھے کھُل کر اپنی رائے کا اظہار کر رہے تھے۔ اُنھوں نے اسرائیلی منصوبوں میں امریکی شمولیت کا ذکر نہایت سخت الفاظ میں کیا تھا اور بڑی نکتہ چینیاں کی تھیں کہ امریکا، اسرائیل کے ہاتھ میں کھیل رہا ہے، حالانکہ یہ اس جیسے پُروقار ملک کے لیے مناسب نہیں ہے۔ امریکی پالیسیاں بھی کچھ اخبارات نے فلیش کی تھیں، جن میں اسرائیلیوں کی صرف اسی قدر حمایت تھی کہ امریکا اسے سپورٹ کرتا رہے، باقی معاملات کو یہودی سازش قرار دیا گیا تھا اور وہ دلچسپ خبر جس کی ہمیں بڑی شدّت سے تلاش تھی، بالآخر ہمیں مل گئی۔ اولیوہاورڈ، جس کے بارے میں بڑے نفرت بھرے انداز میں لکھا گیا تھا کہ وہ اپنے عہدے کے اختیارات سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر بہت سوں کے لیے عذاب بن گیا ہے، امریکن سی آئی اے کے اس یہودی نسل افسرِ اعلیٰ کو برطرف کرنے کے بیشتر مطالبے کیے گئے تھے اور بعض اخبارات نے تو یہاں تک لکھا تھا کہ حکومتِ امریکا کو بدنام کرنے والے اس شخص کو گرفتار کر کے اسے سزا دی جائے کیونکہ ملکی معاملات میں کبھی نسلی مفادات یا ذاتی مفادات کی گنجائش نہیں ہوتی۔ تمام خبریں اتنی فرحت بخش تھیں کہ ہم کیف و سرُور میں ڈوب گئے۔ بلیک پلان کے بارے میں زبردست نکتہ چینیاں کی گئی تھیں اور اس کی دھجیاں اُڑا کر رکھ دی گئی تھیں۔ کچھ اخبارات جو فلسطینی مفادات کے حامی تھے، اپنی تحریروں میں قابلِ اعتراض حد تک آگے بڑھ گئے تھے۔

تہذیب نے مسرور نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کہنے لگی "علی، اگر بلیک پلان کے بارے میں ہم نیررت کو اطلاعات فراہم کر دیتے اور یہ کاغذات وہاں تک پہنچا دیتے تو کیا ہمیں اتنے عمدہ نتائج حاصل ہو سکتے تھے۔ میرا خیال ہے یہ بات صرف تنظیمِ آزادیٔ فلسطین تک محدود رہتی اور وہ لوگ اپنا دفاع کرتے لیکن یہ طریقۂ کار..."

"ہاں تہذیب، میری توقع سے کہیں زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ہے مجھے۔ یہ دیکھو، مائیکل جوشر اور ان آٹھ اسرائیلی رہنماؤں کے بارے میں بھی لکھا گیا ہے، جن کی موت کا ذمّے دار مجھے نہیں، اولیوہاورڈ کو قرار دیا گیا ہے۔"

"اور یہ پیغام تمھارے لیے ہے علی،" تہذیب نے ایک چھوٹی سی خبر مجھے دکھاتے ہوئے کہا، جس میں ایک فلاحی ادارے کے اعلیٰ ارکان نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ قتل و غارت گری کر کے اور بے گناہ انسانوں کو قتل کر کے میں اولیوہاورڈ سے انتقام کا اظہار نہ کروں۔ بات جس شخص کی ہے، اُسی شخص تک محدود رہنا زیادہ مناسب ہے۔ باقی رہا فلسطینی مقاصد کا مسئلہ تو اس کے لیے فلسطینی جو کچھ کر رہے ہیں، اسی پر انحصار کیا جائے۔ مجھ سے درخواست کی گئی تھی کہ میں بے گناہ اسرائیلیوں کو قتل نہ کروں اور آئندہ اپنی درندگی کے مظاہروں سے باز رہوں۔ ایک اور ادارے نے مجھے پیش کش کی تھی کہ اگر میں چاہوں تو اس سے رابطہ قائم کر کے فلسطینیوں کے لیے وہ مراعات حاصل کر سکتا ہوں، جس کا میں خواہش مند ہوں اور اس کے جواب میں، میں اپنی یہ دہشت گردی بند کر دوں۔ میں نے آنکھیں بند کر کے صوفے کی پُشت سے سر ٹکا دیا۔ میں اس عظیم الشان کامیابی کے لائق نہیں تھا لیکن خدا نے مجھے اس سے نوازا تھا۔ نہ صرف امریکا میں بلکہ ان آٹھ ممالک میں میری زبردست شہرت ہوگئی تھی، جہاں جہاں کرائم انٹرنیشنل پہنچا تھا۔

ڈیزی گرافٹن میں گزرے ہوئے چاروں دن میرے لیے بڑے دلچسپ اور سنسنی خیز رہے تھے۔ اخبارات مسلسل کرائم انٹرنیشنل کیس پر تبصرے لکھتے رہے تھے، خبریں بھی چھپ رہی تھیں۔ بہت ساری خبریں ہوتی تھیں۔ دُنیا بھر میں بلیک پلان کی مذمت کی گئی تھی اور اسرائیلی سازش کو انتہائی مذموم حرکت قرار دیا گیا تھا۔ بعض اخبارات نے اسرائیل کے حق میں بھی لکھا تھا لیکن ان کا لہجہ بھی دبا دبا تھا کیونکہ بلیک پلان کا منصوبہ بے گناہ انسانوں کے خلاف تھا۔ یہ بات بھی زیرِ بحث آئی تھی کہ یہ کوئی فلسطینی سازش نہیں ہے کیونکہ بلیک پلان کے بارے میں جو تمام حقائق کرائم انٹرنیشنل میں درج کیے گئے ہیں، وہ حرف بہ حرف درست ثابت ہوگئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میری تلاش کے سلسلے میں اقدامات کی تفصیل بھی درج تھی لیکن اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ پولیس یا انتظامیہ کن خطوط پر کام کر رہی ہے اور کس طرح مجھ تک پہنچ رہی ہے۔ پانچویں دن کے اخبارات میں ایک خبر میرے لیے باعثِ تشویش تھی۔ اُس میں لکھا گیا تھا کہ چونکہ علی کا تعلق پاکستان سے ہے، اس لیے حکومتِ پاکستان سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ اس قاتل کی گرفتاری کے لیے حکومتِ امریکا سے تعاون کرے۔ پاکستانی سفیر کو طلب کر کے اس سلسلے میں اپنی تشویش سے آگاہ کر دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ امریکا میں علی یار خان کو مجبور کرنے کے لیے حکومتِ پاکستان اس کے عزیز و اقارب سے رابطہ قائم کرے۔

میں نے تہذیب کو یہ خبر دکھائی اور تہذیب سوچ میں ڈوب گئی پھر اُس نے کہا "علی! تمھارا کیا خیال ہے، تمھارے اہلِ خاندان کو کوئی نقصان پہنچایا جا سکتا ہے؟"

"میرا خاندان پورا پاکستان ہے، یہ کسی ایک شخص کا انفرادی معاملہ نہیں ہے۔ باقی تم جس انداز میں سوچ رہی ہو، اُس کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ جب میں اپنا مستقبل، اپنی زندگی، اپنے مشن کے لیے وقف کر چکا ہوں تو باقی باتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ تاہم اس سلسلے میں مسلسل معلومات حاصل کرتے رہنے کا خواہش مند ہوں، تاکہ یہ اندازہ ہو جائے کہ میرے اپنے وطن کو تو میری ان کارروائیوں سے کوئی سیاسی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

تہذیب خاموش ہوگئی تھی۔ اخبارات ہمارے لیے بہترین معلومات کا ذریعہ تھے۔ مسلسل خبریں آ رہی تھیں۔ سب سے دلچسپ اطلاع ان واقعات کے تیرھویں دن ہمیں ملی، وہ یہ تھی کہ اولیوہاورڈ سے امریکن سی آئی اے نے استعفا طلب کر لیا ہے اور اولیوہاورڈ امریکا سے غائب ہوگیا ہے۔ اُس پر خاص طور سے مائیکل جوشر کی موت کے اسباب چھپانے کا الزام ہے، جو خود اُسی کی ایک کارروائی کے نتیجے میں ہوئی۔ یہ تفتیش انتظامیہ کے ایک اور محکمے نے کی تھی اور اُس نے تمام رپورٹ پیش کر دی تھی۔ اس طرح جوُنا ہیکل اور سالمن ہیکل کا کردار بھی سامنے آیا تھا اور ان دونوں افراد کے بارے میں شُبہ ظاہر کیا جا رہا تھا کہ یہ کسی نہ کسی طور علی یار خان سے متعلق معلوم ہوتے ہیں۔

میں نے دلچسپی سے یہ تمام تفصیلات پڑھیں پھر تہذیب سے کہا۔ "امریکی پولیس نہایت ذہانت سے اپنا سفر طے کر رہی ہے اور ہمارے راستے پر گامزن ہے۔"

"ہاں، میرے خیال میں ہمیں ڈیزی گرافٹن بھی چھوڑ دینا چاہیے۔" تہذیب نے کہا۔

"ابھی نہیں، اخبارات ہمارے رہنما ہیں۔ میرے خیال میں اس ہوٹل کی رہائش ترک کر کے ہمیں یہاں کوئی پرائیویٹ جگہ تلاش کر لینی چاہیے۔"

تہذیب نے میری اس بات سے اتفاق کیا اور ہم اس کام میں مصروف ہوگئے۔ آخر دو تین دن کی کوشش کے بعد ہمیں ایک چھوٹا سا مکان رہنے کے لیے مل گیا۔ اس سلسلے میں ہم نے مکان کی مالکہ کے سامنے کچھ نئی کہانیاں گھڑی تھیں۔ بہر حال، اس چھوٹی سی رہائش گاہ میں ہمیں بڑا سکون حاصل تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اب امریکی پولیس ایسی جادوگر بھی نہیں ہے کہ یہاں تک پہنچ جائے گی۔ فی الحال یہ حسین قصبہ ہماری مصروفیات کے لیے موزوں ترین تھا۔

ایک صبح حکومتِ پاکستان کی طرف سے میرے سلسلے میں موصول ہونے والے جواب کی تفصیل شائع ہوئی تھی، جس میں یہ مؤقف اختیار کیا گیا تھا کہ علی یار خان ایک طویل عرصے سے امریکا میں موجود ہے۔ وہ ایک طالبِ علم کی حیثیت سے وہاں گیا تھا لیکن بعد میں پیش آنے والے واقعات کے بعد حکومتِ امریکا نے اُسے پاکستان واپس نہیں بھجوایا اور ایک طویل عرصے سے علی یار خان لاپتا ہے، جس کی بنیاد پر اُس کی پاکستانی نیشنلٹی خود بخود ختم ہو جاتی ہے اور اب اُسے پاکستان کا باشندہ نہیں کہا جا سکتا۔ اس سلسلے میں کچھ امریکی حکّام نے اپنے بیانات بھی دیے تھے اور کہا تھا کہ یہ بات غلط ہے، اگر ایک جرائم پیشہ شخص کسی ملک میں آ کر روپوش ہو جاتا ہے، تو اُسے اس ملک کا باشندہ نہیں کہا جا سکتا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ خبریں کسی قدر تشویش ناک تھیں۔ تہذیب سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے ایک فیصلہ کیا، ہم اپنی اس رہائش گاہ کو اپنے لیے مخصوص چھوڑ کر مکان مالکہ کو کرایہ ادا کرنے کے بعد ڈیزی گرافٹن سے چل پڑے۔ اپنے سفر کے لیے میں نے اور تہذیب نے بڑے پیچیدہ راستے اختیار کیے تھے۔ بعض جگہوں پر ہم دونوں نے مل کر سفر کیا اور بعض جگہ ایک دوسرے سے الگ رہ کر۔ اس دوران ہمارے چہروں کا میک اپ بھی بدلتا رہا تھا۔ امریکا جیسے عظیم الشان ملک میں دو افراد کا گم ہو جانا کوئی ایسی بات نہیں تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمیں دُنیا کی ذہین ترین پولیس کی نظروں سے بھی بچنا تھا اور اس کے لیے ہم ہر ممکن احتیاط کرتے رہے تھے۔ بالآخر ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے اور یہاں ہم نے ہوٹل ہی میں قیام کیا لیکن دو الگ اور مختلف کمروں میں۔ میں اس دوران اخبارات کا مسلسل جائزہ لیتا رہا تھا اور صورتِ حال میرے علم میں آتی رہی تھی۔ کوئی ایسی قابلِ تشویش خبر شائع نہیں ہوئی تھی، جو مجھے پریشان کر دیتی۔

اب مسئلہ پاکستانی سفارت خانے سے رابطہ قائم کرنے کا تھا۔ وہ بھی اس طرح کہ میں کسی کی نگاہوں میں نہ آسکوں۔ چنانچہ میں نے اس سلسلے میں پروگرام بنانا شروع کر دیا۔ تہذیب اپنے طور پر جائزہ لے رہی تھی اور میں اپنے طور پر۔ ہمیں پاکستانی سفیر کی مصروفیات کا علم بھی رہتا تھا، وہ مصروفیات جو اخبارات کے ذریعے علم میں آتی تھیں۔ ہم انہی میں اپنے لیے جگہ تلاش کرنا چاہتے تھے، کیونکہ پاکستانی سفارت خانے میں داخلہ انتہائی خطرناک تھا اور میں کسی بھی قیمت پر اپنے سفارت کاروں کو کسی اُلجھن کا شکار نہیں بنانا چاہتا تھا۔ کافی دن گزر گئے۔ ہمیں کوئی موقع ہی نہیں مل رہا تھا لیکن ایک دن یہ موقع بھی نصیب ہو گیا۔

ایک امریکی کروڑپتی کے ہاں ایک ذاتی تقریب میں پاکستانی سفیر کو بھی شرکت کرنا تھی، جس کی تفصیلات ہمیں اخبار ہی سے مل گئیں۔ ایک عام سی خبر تھی لیکن میرے اور تہذیب کے لیے انتہائی باعثِ دلچسپی۔۔۔۔

اس امریکی کروڑپتی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں ہمیں بہت زیادہ مشکلات پیش نہ آئیں۔ مسٹر ہیوس آرنالڈ بہت مشہور شخصیت تھے اور معزز حلقوں میں انتہائی نیک نام تھے۔ دولت کی ریل پیل تھی اور زندگی کے آخری ایام ایسی ہی دلچسپیوں میں گزارتے تھے۔ ان کی دیہی اقامت گاہ شہر سے کوئی چالیس میل دُور تھی اور وہاں اکثر ایسی تقاریب کا انعقاد ہوتا رہتا تھا۔

مسئلہ اس تقریب میں شرکت کا تھا۔ وقت بھی بہت زیادہ نہیں تھا کہ کوئی معقول بندوبست کیا جا سکے۔ چنانچہ میں نے اور تہذیب نے خدا کا نام لے کر فیصلہ کر لیا کہ وہاں بن بلائے مہمانوں کی طرح ٹوٹ پڑا جائے۔ اس کے لیے ہم نے خصوصی طور پر میک اپ کیا۔ مثلاً میں نے تقریباً ایک اسّی سالہ بوڑھے کا رُوپ بھرا اور تہذیب ایک خوش شکل بزرگ خاتون کی حیثیت اختیار کر گئی۔ ہمارا نام کرنل کروسن اور مسز کروسن تھا۔

نسلاً فرانسیسی تھے اور مسٹر ہیوس آرنالڈ کے لیے شناسا، جن سے ایک دو بار ہی ملاقات ہوئی تھی، اگر آمد کی وجہ معلوم کی جاتی تو یہی جواب تھا کہ اخبار میں مسٹر ہیوس آرنالڈ کا نام پڑھ کر ہم اپنے آپ کو اس تقریب میں شرکت سے باز نہ رکھ سکے۔ ایک اتنی بڑی اور ایسی شہرت یافتہ شخصیت کے لیے دو آدمیوں کا بن بلائے مہمان بن جانا کوئی ایسی بات نہیں تھی، جو بہت زیادہ پریشانی کا باعث ہوتی۔

وہاں تک پہنچنے کے لیے ایک شاندار رولز رائس کا انتخاب کیا گیا جو کرائے پر گاڑیاں دینے والی کمپنیوں میں سے ایک کمپنی سے حاصل ہو گئی۔ خاص طور سے ہم نے ایک ایسی گاڑی کا انتخاب کیا تھا، جس پر کمپنی کا مونوگرام نہیں تھا۔

وقتِ مقررہ پر میں خود ہی رولز رائس ڈرائیو کرتا ہُوا مسٹر ہیوس آرنالڈ کی دیہی رہائش گاہ پر پہنچا تھا۔ جیسا کہ ہم دونوں کا خیال تھا، تقریب میں نہایت اہتمام برتا گیا تھا۔ مہمانوں کے استقبال کے لیے ایک خصوصی سیل قائم کیا گیا تھا۔ انتظامیہ کے افراد بھی وہاں خاصی تعداد میں موجود تھے۔ رولز رائس اندر داخل ہوئی تو ہمارا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ خدشہ یہی تھا کہ اگر ہم سے کسی نے تقریب کا دعوت نامہ طلب کر لیا تو کیا ہوگا۔

ایک دراز قامت سیکیورٹی آفیسر نے ہیٹ اُتار کر ہمیں تعظیم دی اور پھر ہمارے قریب پہنچ گیا۔

"آپ کے پاس دعوت نامہ ہوگا؟"

"ہم لوگ مجسّم دعوت ہیں، ذرا آرنالڈ سے کہو کہ کرنل کروسن آیا ہے، جسے اُس نے اپنی تقریب میں مدعو نہیں کیا۔"

سیکیورٹی افسر نے گہری نگاہوں سے ہم دونوں کا جائزہ لیا اور پھر مسکراتا ہُوا بولا۔ "کیا آپ مسٹر آرنالڈ کے کوئی گہرے دوست ہیں؟"

"یہ بات تمھیں وہی بتا سکے گا۔" میرے بجائے تہذیب بولی۔ اُس کی لرزتی ہوئی بوڑھی آواز انتہائی شائستہ تھی۔

آفیسر نے گردن خم کی اور ہمیں آگے بڑھنے کی اجازت دے دی۔ وہ ہماری طرف سے مطمئن ہو گیا تھا اور یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہم اُس طرف بڑھ گئے، جہاں بہت سے افراد نظر آرہے تھے۔ ہیوس آرنالڈ کو تو ہم جانتے بھی نہیں تھے۔ ہمارے ہم عمر بے شمار جوڑے یہاں موجود تھے۔ ٹرالیاں گردش کر رہی تھیں اور لوگ ایک دوسرے سے بے تکلفانہ انداز میں گفتگو کر رہے تھے۔

میں خواہ مخواہ ایک معمّر جوڑے کی جانب بڑھ گیا اور اُس کے قریب پہنچ کر میں نے کہا۔ "اوہ بالکل وہی، سو فیصدی وہی، کیوں ڈیئر نیلیا' کیا یہ صاحب ہمارے دوست جیمس بیرٹ سے نہیں ملتے؟ مسٹر پلیز! کیا میں آپ سے تعارف حاصل کر سکتا ہُوں؟"

معمّر شخص نے مُسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔ "افسوس' میں جیمس بیرٹ نہیں، میرا نام ہیرالڈ لاسن ہے اور یہ مسز لاسن ہیں۔"

"مجھ سے ملیے مسٹر لاسن، میں کروسن ہُوں۔ ۱۹۱۱ء سے امریکن آرمی سے منسلک تھا۔ اب ریٹائرڈ زندگی گزار رہا ہُوں، جس شخص کا نام میں نے لیا، وہ آپ کا اتنا ہم شکل تھا کہ مسز کروسن بھی چکرا گئیں۔ آپ سے مل کر بڑی مسرت ہوئی۔"

ہم نے اُس شخص کا ہاتھ پکڑ لیا۔ خوش اخلاق اور مہذّب آدمی تھا۔ مہمانوں کا اتنا جمِ غفیر تھا یہاں کہ کسی ایک شخص کی طرف توجہ ذرا مشکل ہی معلوم ہوتی تھی۔ ہم اس طرح ان لوگوں سے گھُل مل گئے کہ ذرا بھی اجنبیت کا اظہار نہ ہو۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد مسٹر ہیوس آرنالڈ کی شناخت بھی ہو گئی۔ یہ دراز قد اور اچھی شخصیت کا مالک بوڑھا آدمی تھا۔ تقریب میں مختلف لوگوں سے ملتا پھر رہا تھا۔ ہم لوگوں نے یہی کوشش کی کہ اُس کی نگاہ سے محفوظ رہیں اور اس کوشش میں ہم مکمّل طور پر کامیاب ہو گئے تھے۔

بڑے بڑے لوگ نظر آرہے تھے اور انہی میں ہم نے اپنے مطلوبہ شخص کو بھی دیکھ لیا۔ یہ پاکستانی سفیر ہی ہو سکتے تھے چہرے مُہرے اور انداز سے ہمیں اُن کا پتا چل گیا لیکن اُن سے براہِ راست مخاطب ہونا انتہائی خطرناک تھا۔ تہذیب نے اس سلسلے میں مجھ سے گفتگو کی اور پھر خود ہی سفیر سے متعارف ہونے کی پیش کش کر دی۔ اپنی جگہ سے اُٹھ کر وہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

اس وقت پاکستانی سفیر چند دوستوں کے درمیان موجود تھے۔ تہذیب نے خود بھی اپنے آپ کو اُن میں شامل کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ پاکستانی سفیر کو متوجّہ کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ میں سنسنی خیز نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا۔ تہذیب کی بے پناہ صلاحیتوں سے مجھے انکار نہیں تھا۔ بلاشُبہ بڑے بڑے معاملات میں اُس نے میرا ساتھ دیا تھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اُس نے مجھے اشارہ کیا۔ پاکستانی سفیر اب میری طرف متوجّہ تھے۔ میں بھی اُن کے قریب پہنچ گیا اور اُنھوں نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "مسز کروسن نے آپ سے تعارف کرایا ہے مسٹر کروسن! بڑی مسرت ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔"

"بہت بہت شکریہ، آپ کا تعلق غالباً پاکستان سے ہے۔"

"ہاں، حیرت کی بات ہے کہ مسز کروسن پاکستان کے بارے میں زبردست معلومات رکھتی ہیں۔ میں ان کا شکر گزار ہُوں کہ انھوں نے نہایت اچھے الفاظ میں مجھ سے میرے وطن کا تذکرہ کیا ہے۔ دیارِ غیر میں وطن کی محبّت کچھ زیادہ ہی شدّت اختیار کر جاتی ہے۔ میں بھی اس تاثر کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"ہماری خواہش تھی کہ آپ سے پاکستان کے بارے میں کچھ اور معلومات حاصل کر سکتے۔ کیا آپ ہمیں چند لمحے مرحمت فرما سکتے ہیں؟"

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ مجھ سے ایک ملاقات میری اپنی رہائش گاہ پر کریں؟"

"نہیں، یہ بہتر نہیں ہوگا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"اگر چند لمحے یہیں ہمیں مل جاتے، کسی بھی ایسے گوشے میں جہاں لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم نہ ہو تو ہمارا کام ہو سکتا ہے۔"

پاکستانی سفیر نے کچھ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں جلدی سے بولا۔ "میں ایک پاکستانی کا پیغام آپ تک پہنچانا چاہتا تھا۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"آپ شاید بہت زیادہ محتاط انسان معلوم ہوتے ہیں۔ کیا بہتر نہیں ہوگا کہ آپ چند لمحے ہمیں دے ہی دیں۔" میں نے کسی قدر سرد لہجے میں کہا اور پاکستانی سفیر نے گردن خم کر دی۔

"آئیے۔" تھوڑے سے تذبذب کے بعد وہ بولے۔

ہم دونوں ٹہلنے کے سے انداز میں اُن کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔

پاکستانی سفیر کے چہرے پر تجسّس کے آثار نمایاں تھے۔ ایک نسبتاً پُرسکون گوشے میں پہنچ کر اُنھوں نے گہری نگاہوں سے ہمیں دیکھا اور پھر کہا۔ "آپ لوگوں کا انداز بڑا تعجب خیز ہے۔ کیا کسی پاکستانی کا پیغام پہنچانے کے لیے ہی آپ نے اس تقریب میں شرکت کی تھی اور کیا مسز کروسن اسی لیے مجھ سے مخاطب ہوئی تھیں؟"

"ہاں، بالکل یہی سمجھ لیجیے، مسٹر ہیوس آرنالڈ کی اس تقریب میں ہم بن بلائے مہمان ہیں اور اخبار میں یہ خبر پڑھ کر کہ آپ بھی اس تقریب میں شرکت کریں گے، ہم نے یہاں تک پہنچنے کی جسارت کی ہے۔" میں نے کہا اور پاکستانی سفیر کے چہرے پر سنسنی کے آثار پھیل گئے۔

"اس کی وجہ؟"

"ایک پاکستانی کا پیغام، جو آپ تک پہنچانا کسی اور طریقے سے ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔"

"کون ہے وہ پاکستانی؟"

"علی یار خان۔" میں نے جواب دیا اور پاکستانی سفیر بُری طرح چونک پڑے۔ اُنھوں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر آہستہ سے بولے۔ "کیا پیغام ہے؟"

"علی یار خان یہ معلوم کرنا چاہتا ہے آپ سے کہ موجودہ حالات میں اس کے سلسلے میں، جو پاکستان سے گفت و شنید کی جارہی ہے، اس سے پاکستانی مفادات پر کس قسم کے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟ آیا علی یار خان کا ملک اس کی وجہ سے کسی اُلجھن کا شکار ہو سکتا ہے یا نہیں؟"

"اس کا جواب میں آپ کو اس طرح کیسے دے سکتا ہُوں مسٹر کروسن، ظاہر ہے آپ کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔ آپ کا تعلق کہاں سے ہے اور اُس پاکستانی سے آپ کی ملاقات کیسے ہوئی؟ اس کے لیے میری تشویش برقرار رہتی ہے۔"

"اگر آپ سے ملنے کا اور کوئی ذریعہ ممکن ہو تو براہِ کرم مجھے بتا دیجیے، میں وہاں آپ سے ملاقات کر لوں اور بہتر یہی ہوگا کہ اُس جگہ میں آپ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کو اپنے بارے میں تمام تفصیلات فراہم کر دوں۔"

"ہاں، یہ مناسب بات ہے۔ آپ یوں کیجیے کہ کل دن کو ٹھیک ڈیڑھ بجے پال مور ہوٹل میں کمرا نمبر سترہ میں مجھ سے ملاقات کر لیجیے، ٹھیک ڈیڑھ بجے میں وہاں آپ کا انتظار کروں گا۔"

"نہایت مناسب۔ اس تکلیف دہی کے لیے معافی چاہتا ہوں لیکن براہِ کرم محتاط ہو کر آئیے۔ میری طرف سے جو تصور آپ چاہیں قائم کر سکتے ہیں، یہ بھی سوچ سکتے ہیں کہ میں کوئی غلط انسان ہوں۔ اپنے اطراف کو پوری طرح محفوظ رکھیے گا۔" میں نے کہا اور پاکستانی سفیر عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔

"بہتر ہے، اس مشورے کا بھی شکریہ۔" اس کے بعد وہ دوسری طرف متوجہ ہو گئے۔ میں اور تہذیب مالکم ایکس بھی ان کی جانب سے لاتعلق ہو گئے تھے۔ اب ہمیں یہاں سے نکل جانے کی فکر تھی۔ پاکستانی سفیر سے گفت گو کرنے کے بعد ہمیں کافی اطمینان ہو گیا تھا لیکن تقریب کو چھوڑ کر ہم نکل نہ سکے۔ خوش بختی سے کوئی ایسا مرحلہ درپیش نہ ہوا، جس سے ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا اور تقریب کے اختتام پر جب دوسرے تمام مہمان رخصت ہوئے تو ہم بھی وہاں سے چلے آئے تھے۔

راستے میں تہذیب بہت خوش تھی۔ اس نے پُرمسرت انداز میں کہا۔ "میرا خیال ہے، ہم نے بہت بڑا مسئلہ حل کر لیا ہے۔"

"ہاں، دیکھو حالات آئندہ کیا رُخ اختیار کرتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

دوسرے دن ہم لوگ ایک ایک لمحہ گن گن کر گزارتے رہے۔ کچھ معاملات طے کر لیے گئے تھے، مثلاً یہ کہ صرف میں پاکستانی سفیر سے ملاقات کروں گا اور تہذیب مالکم ایکس اس ملاقات کی نگرانی کرے گی۔

ایک بجے ہی ہم ہوٹل پال مور پہنچ گئے تھے۔ میری باریک بین نگاہوں نے کچھ ایسے پُراسرار لوگوں کی موجودگی کو محسوس کر لیا، جو اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ پاکستانی سفیر ہی کے آدمی تھے۔ ان میں افریقی نسل کے دو قوی ہیکل نوجوان تھے اور باقی تین افراد شکل و صورت سے پاکستانی باشندے ہی نظر آتے تھے۔

کمرا نمبر سترہ کے اطراف میں بھی دو آدمی موجود تھے اور یہ بھی پاکستانی ہی تھے۔ میں نے کسی قدر اطمینان کا گہرا سانس لیا اور پھر راہداری میں ٹہلتا ہوا دور تک نکل گیا۔ واپسی میں، میں نیچے ڈائننگ ہال میں آ بیٹھا تھا۔ ایک بج کر اٹھائیس منٹ ہوئے تو میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا اور اُس کے بعد کمرا نمبر سترہ کی جانب چل پڑا۔

مجھے اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کب پاکستانی سفیر وہاں پہنچے۔ کمرے کا دروازہ اُسی طرح تھا۔ میں نے سترہ نمبر کے سامنے پہنچ کر دروازے کو ہلکا سا ناک کیا اور دروازہ کُھل گیا۔ اندر سے پاکستانی سفیر کی آواز اُبھری۔ "اندر تشریف لے آئیے مسٹر کردسن۔"

دروازہ کھولنے والی ایک نوجوان لڑکی تھی، جس کا تعلق بھی پاکستان سے ہی معلوم ہوتا تھا۔ میں نے سامنے ہی پاکستانی سفیر کو ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ لڑکی میرے کمرے میں داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی تھی۔

"کہیے کیسے مزاج ہیں آپ کے؟" پاکستانی سفیر کا لہجہ نرم تھا۔

"بالکل ٹھیک ہوں جناب! آپ سے گفت گو کرنے کے لیے بے چین تھا۔"

"آپ اپنے طور پر تو مطمئن ہیں نا؟ میرا مقصد ہے کہ آپ جس طرح یہاں پہنچے ہیں، اس طریقۂ کار سے...؟"

"جی ہاں، ویسے یہ بھی دیکھ چکا ہوں کہ آپ کے سات آدمی ہوٹل کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"گڈ، ویری گڈ! کیا اب بھی آپ مجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتانے میں دیر لگائیں گے مسٹر کردسن؟" پاکستانی سفیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں، میرا نام کردسن نہیں، علی یار خان ہے۔" میں نے کہا اور اپنے اس انکشاف کا ردِ عمل خاطر خواہ پا کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پاکستانی سفیر حیرت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں انتظام کر کے آیا تھا، چنانچہ میں نے اپنے چہرے سے کردسن کا میک اَپ اُتار دیا اور پاکستانی سفیر سے کہا۔ "اگر کسی طرح علی یار خان کی تصویر آپ کی نگاہوں سے گزر چکی ہے تو آپ مجھے پہچان سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور... ایک اور کوشش بھی کی ہے میں نے۔" یہ کہہ کر میں نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر اُن کے حوالے کر دی، جس پر سائفن لگا ہوا تھا۔ "اس میں امونیا لیکوئیڈ ہے۔ آپ اس کی پھواریں میرے چہرے پر مار کر دیکھ سکتے ہیں کہ میں نے علی یار خان کا میک اَپ تو نہیں کیا۔ امونیا کی پہچان میں آپ کو دقت نہیں ہو گی۔"

پاکستانی سفیر نے امونیا کی چند پھواریں اپنے ہاتھ پر مار کر دیکھیں اور پھر مطمئن انداز میں گردن ہلا کر میری درخواست پر عمل کرنے لگے۔ اُنھوں نے میرے چہرے پر سائفن کی بہت سی پھواریں ماریں اور اس کے بعد انتظار کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُنھوں نے میرا چہرہ ٹٹول کر دیکھا اور پھر پُرمسرت انداز میں امونیا کی شیشی رکھ کر میرے نزدیک پہنچے اور دونوں ہاتھ معانقے کے لیے پھیلا دیے۔ اس محبت پر میری آنکھیں ڈبڈبا آئی تھیں۔

اپنے سینے سے لگانے کے بعد اُنھوں نے میری پُشت پر تھپکیاں دیں اور پھر مجھے سامنے بٹھاتے ہوئے بولے۔ "تصور بھی نہیں کیا تھا کبھی کہ آپ سے میری ملاقات ہو جائے گی۔ آپ یقین کیجیے کہ میں دل سے آپ کا مدّاح ہوں۔ نہ صرف میں بلکہ بے شمار افراد آپ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور آپ کے مشن کی تمام تفصیلات ان کے علم میں ہیں۔ میں سوچتا

تو بہت تھا آپ کے بارے میں... لیکن جانتا تھا کہ ملاقات ممکن نہیں ہو گی۔ ظاہر ہے آپ سے رابطے کا کوئی ذریعہ میرے پاس نہیں تھا۔ ویسے آپ نے بہت اچھا کیا کہ ٹیلی فون پر مجھ سے گفت گو نہیں کی یا ملاقات کے لیے میرے پاس آنے کی کوشش نہیں کی۔ میں جانتا ہوں کہ ان دنوں ہمارے سفارت خانے کی شدید نگرانی ہو رہی ہے اور یہ صرف امریکی حکام ہی کی طرف سے نہیں بلکہ اسرائیلی یہودیوں کا ایک پورا گروہ آپ کی تاک میں ہے اور کسی نہ کسی جگہ آپ کو پکڑ لینا چاہتا ہے۔"

"یہ تمام باتیں میرے علم میں ہیں جناب۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا یہ بھی جانتے ہو تم کہ اولیو ہاورڈ کو سی۔ آئی۔ اے سے نکال دیا گیا ہے۔ یہ واحد شخص ہے جو سی۔ آئی۔ اے کی ملازمت چھوڑ دینے کے بعد بھی زندہ اور آزاد ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسرائیلی حکومت نے باقاعدہ اس کے لیے درخواست کی تھی۔ میں نے سُنا ہے کہ وہ اسرائیل پہنچ چکا ہے اور آج کل تل ابیب میں ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کے اثرات زبردست ہیں اور کوئی بھی لمحہ آپ کے لیے خطرے کا لمحہ بن سکتا ہے۔"

"میں تمام صورتِ حال سے باخبر ہوں جناب۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا میرے سلسلے میں میری حکومت پریشان ہے؟"

"پریشانی تو فطری چیز ہے۔ ظاہر ہے کچھ خارجی معاملات اُلجھ گئے ہیں لیکن اس کا نہایت معقول انتظام ہو گیا ہے۔ ہم نے حکومتِ امریکا کو یہی جواب دیا تھا کہ اتنا طویل وقت گزر جانے کے بعد علی یار خان اب بین الاقوامی قوانین کی ایک شق کے تحت پاکستانی باشندے نہیں رہے ہیں، اب ان کی نیشنلٹی کہیں کی بھی ہو سکتی ہے۔ انھیں امریکی باشندہ بھی کہا جا سکتا تھا اور ان کا تعلق بیروت سے بھی قائم کیا جا سکتا ہے لیکن ہماری آسانی کے لیے اور علی یار خان آپ کی خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کے لیے ایک اہم کام کر لیا گیا ہے، جو یقیناً آپ کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گا۔"

"میں نہیں سمجھا!" میں نے پُرمسرت انداز میں پوچھا۔

"بیروت سے آپ کے لیے نیشنلٹی کے کاغذات آ چکے ہیں۔ ان کاغذات میں آپ کو بیروت کا باشندہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شام اور عراق نے بھی آپ کو اپنے ہاں کی شہریت پیش کی ہے اور کاغذات ہمیں ارسال کر دیے ہیں، جن سے ہمیں بہت زیادہ مدد مل گئی ہے۔ حکومتِ امریکا کو ان کاغذات کی نقول فراہم کر دی گئی ہیں اور معذرت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ اب علی یار خان کو پاکستانی باشندہ سمجھ کر پاکستان کو کسی معاملے میں ملوث نہ کیا جائے۔ اخلاقاً ہم نے انھیں کچھ اور پیش کشیں بھی کی ہیں، جو آپ کے خلاف ہیں علی یار خان... لیکن اُن کی حیثیت کیا ہو سکتی ہے، اس کا اندازہ آپ بخوبی لگا سکتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس بات سے آپ کو قطعی بددل نہیں ہونا چاہیے، بلکہ کچھ سیاسی مجبوریوں کو مدِ نگاہ رکھنا چاہیے۔"

"میں جانتا ہوں اور میرا حوصلہ اتنا بڑھ گیا ہے آپ کی ان باتوں سے جناب کہ میں اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ میری معمولی سی خدمات کو اتنا سراہا جائے گا، یہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ مجھے دلی مسرت ہے کہ میری وجہ سے میرے وطنِ عزیز کو کوئی اُلجھن لاحق نہیں ہوئی اور اگر کچھ اُلجھنیں پیش آئی ہیں، تو میں آپ کے توسط سے ان کے لیے معافی کا خواست گار ہوں۔ میرے ہم وطنوں کو میرے بارے میں اطلاع دے دی جائے کہ میں نے اپنے آپ کو ایک اہم مشن کے لیے وقف کر دیا ہے اور اس حوالے سے میرے تمام جذبے صادق ہیں، اُن میں کوئی کھوٹ نہ تلاش کی جائے اور اگر کچھ ایسی اطلاعات وہاں تک پہنچیں تو اُنھیں مجھ سے منسوب نہ کیا جائے۔"

"آپ مطمئن رہیے۔ میرے لائق جو خدمت ہو مجھے بتائیں۔"

"نہیں جناب، آپ نہیں سمجھتے کہ میں کتنا مسرور ہوں۔"

"ویسے علی یار خان، مجھے پوچھنا تو نہیں چاہیے لیکن دل چاہ رہا ہے کہ تم سے ایک نجی سوال کروں۔"

"جی جی ضرور، فرمائیے؟"

"تمھارا آئندہ کیا پروگرام ہے، اب اس سلسلے میں مزید کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"آپ کو بتانے میں عار نہیں سمجھتا جناب۔ ایک ہم وطن سے اتنے عرصے بعد ملاقات ہوئی ہے، جی چاہتا ہے مزید کچھ وقت آپ کے ساتھ گزاروں لیکن مجھے احساس ہے کہ یہ آپ کے لیے خطرناک ہو گا۔"

"سوری علی یار خان، یہ حقیقت ہے۔" پاکستانی سفیر نے جواب دیا۔

"میرے ذہن میں کچھ منصوبے ہیں۔ میں اولیو ہاورڈ کے لیے یہاں پہنچا تھا۔ بہت سے معرکے ہو چکے ہیں میرے اور اُس کے درمیان اور خدا کے فضل و کرم سے اُسے بدترین شکست سے دوچار کرنے کے بعد میں نے اُس کے گھر کا رُخ کیا تاکہ یہاں بھی اُسے شکست دے سکوں اور خدا کا شکر ہے کہ میں نے یہ معرکہ بھی سر کر لیا۔ اب پتا نہیں خوش قسمتی سے یا بدقسمتی سے وہ یہاں سے نکل گیا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ خاموش نہیں بیٹھے گا، اب وہ دوسرے طریقوں سے میرے سامنے آئے گا اور میں اُس کا سامنا کرنے کے لیے ہر وقت، ہر جگہ تیار ہوں۔ ابھی مجھے خود بھی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ فلسطینی مفادات کے لیے میں مزید کیا کر سکتا ہوں۔ اگر ضرورت نہ رہی تو میں امریکا چھوڑ دوں گا، میں دُنیا کے کسی بھی ملک، کسی بھی خطے میں اُس کے سامنے آنے کے لیے تیار ہوں اور یہی میرا آئندہ کا پروگرام ہے۔ ابھی اس کے لیے میں نے کوئی خاص منصوبہ ترتیب نہیں دیا ہے۔"

"میری دلی دُعائیں آپ کے ساتھ ہیں مسٹر علی یار خان۔ آپ جانتے ہیں کہ کسی غیر ملک میں مقیم سفیر کو کتنا محتاط رہنا پڑتا ہے۔ ہمیں تو افسوس یہ ہے کہ ہم کُھل کر آپ کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ تاہم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہماری دُعائیں آپ کے اس نیک مقصد کے لیے آپ کے ساتھ ہیں۔"
"بہت بہت شکریہ، آپ نے مجھے وہ ذہنی سکون بخشا ہے، جس کا میں آپ کو کوئی صلہ نہیں دے سکتا۔ اب اس ملاقات کو مزید طویل نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارے لیے ایک ایک لمحہ احتیاط کا لمحہ ہے۔"

"آپ کو بہرطور اس طرف سے اطمینان ہوگیا ہوگا؟"

"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں دوبارہ اپنے چہرے پر وہی میک اَپ کرنے لگا، جس میں، مَیں یہاں تک آیا تھا اور میں اسی میک اَپ میں واپس جانا چاہتا تھا۔

سفیر سے رخصت ہو کر مَیں باہر نکل آیا۔ تہذیب مالکم ایکس میرا انتظار کر رہی تھی۔ ہم دونوں گاڑی میں بیٹھ کر چل پڑے۔ تہذیب نے مجھ سے اس بارے میں سوالات شروع کر دیے۔ مَیں نے اُسے تفصیل بتائی تو وہ بھی گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔

کافی دیر تک ہم دونوں سفر کرتے رہے، اس کے بعد تہذیب بولی۔ "علی! تمھاری کاوشوں کا بھرپور صلہ دیا گیا ہے۔ بلاشُبہ یہ محبتوں کا ایسا اظہار ہے جسے صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ بہت بڑی حیثیت دی ہے اُنھوں نے ہمیں، بہت بڑی حیثیت دی ہے۔"

میں نے تہذیب کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بلاشبہ یہ حقیقت تھی کہ تنظیمِ آزادیٔ فلسطین ایک بار مجھ سے بدظن ہونے کے بعد آج تک میرے لیے کوشش کرتی رہی تھی کہ کسی طرح مَیں اس کی طرف واپس لوٹ جاؤں۔ پتا نہیں ذہن کے کون سے گوشے متاثر ہوتے تھے کہ اب میرا دل ان کے درمیان جانے کو نہیں چاہتا تھا۔ گوٹے ڈل کیس میں ناعمہ نے زبردست کوششیں کی تھیں کہ کسی طرح مجھے واپس بیروت لے جائے لیکن میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا اور آج بھی میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ تصور نہیں اُبھرا تھا کہ مَیں وہاں واپس جاؤں۔ بیروت کی نیشنلٹی ظاہر ہے تنظیم کی طرف سے ہی مجھے پیش کی گئی تھی اور یہ معمولی بات نہیں تھی۔ نہ جانے اس کے لیے اُنھیں کیا کچھ کرنا پڑا ہوگا۔

رہائش گاہ پر پہنچ کر تہذیب سے اس سلسلے میں خاصی دیر تک بات چیت ہوئی۔ تہذیب نے کہا۔ "علی! کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ہم انتظار کریں، کچھ عرصہ سکون کی زندگی گزاریں اور اس کے بعد کام کا آغاز کیا جائے۔ اس دوران بیروت کے مسائل معلوم کیے جائیں۔ ممکن ہے تنظیم ہمارے سپرد کوئی ایسا کام کر سکے، جس میں ہم مصروف ہو جائیں۔ یہ ضروری تو نہیں ہے کہ ہم بیروت واپس پہنچیں، اگر تنظیم سے تمھارا رابطہ ہو جائے تو کیا ہرج ہے، تم اُن کے درمیان نہ جاؤ، تمھیں تنظیم سے تو کوئی کد نہیں ہے۔ صرف چند لوگوں کی بات ہے، جنھوں نے تم پر اعتبار نہ کر کے یا اولیوہاورڈ کی سازشوں کا شکار ہو کر تمھارے ساتھ زیادتی کی تھی۔ یہ میری رائے ہے، اگر تم مناسب سمجھو تو میرے خیال میں تنظیم کے اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کر کے اپنے لیے کوئی خدمت پوچھ لو۔ اِدھر اُدھر کے کھیلوں میں پڑنے سے کیا فائدہ۔ اولیوہاورڈ تمھاری کوششوں کے نتیجے میں بہت زیادہ ذلیل و خوار ہو چکا ہے اور اب امریکا ہی میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ سی۔ آئی۔ اے کا یہ سرگرم کارکن علی یار خان کے ہاتھوں بُری طرح شکست کھا رہا ہے اور اُس نے علی یار خان کو امریکی یہودیوں کے لیے عذاب بنا دیا ہے، اس سے زیادہ کامیابی اور کیا نصیب ہو سکتی ہے تمھیں؟"

تہذیب کی بات پر مَیں نے کافی غور کیا تھا، کچھ غلط نہیں تھی یہ بات۔ ضروری نہیں تھا کہ مَیں بیروت واپس چلا جاؤں۔ تنظیمِ آزادیٔ فلسطین سے رابطے کا کوئی اور ذریعہ بھی نکل سکتا تھا۔ یہ واقعی زیادہ بہتر ہوتا کہ مَیں تنظیم کی ضروریات کے مطابق کام کرتا۔ اپنے طور پر مواقع تلاش کر کے کام کرنا بلاشُبہ بعض جگہ تنظیم کے مفاد میں رہا تھا لیکن ایسی بے کاری کا دَور بھی آتا تھا، جب کوئی کام نہ ہوتا تھا۔

تہذیب کا یہ کہنا بھی درست تھا کہ امریکا میں اولیوہاورڈ کی وجہ سے ہی مَیں نے قدم رکھا تھا اور میری چند کاوشوں کے نتیجے ہی میں اولیوہاورڈ کا تیا پانچہ ہو گیا۔ اس کے بعد یہاں رُک کر مقامی یہودیوں کے خلاف اندھا دُھند کارروائی ایک طرح بے معنی حیثیت رکھتی تھی۔ کیونکہ مقابلے پر اولیوہاورڈ نہیں تھا۔ مَیں تو درحقیقت اس شخص کو یہاں مزہ چکھانے کے لیے آیا تھا، جس نے دُنیا کے بیشتر حصّوں میں میرے لیے زندگی عذاب بنا دی تھی اور تنظیم سے مجھے برگشتہ کرانے کا باعث بنا تھا۔

تہذیب نے مجھے نرم پایا تو پھر کہا۔ "اگر تم مناسب سمجھو تو اس سلسلے کی ساری ذمّے داریاں مجھ پر چھوڑ دو، مَیں کسی نہ کسی ذریعے سے بیروت سے رابطہ قائم کر لوں گی اور اس کے بعد ہم وہاں سے ملنے والی ہدایت کے مطابق کام کریں گے۔"

"بیروت سے امریکا تک ہمارا رابطہ آتنا آسان نہیں ہوگا تہذیب، تمھارا کیا خیال ہے؟"

"اس کے لیے کوششیں کی جائیں گی۔ کیا تم اس سلسلے میں مجھے ناکارہ سمجھتے ہو؟"

"نہیں، یہ بات نہیں، میں یہ تو نہیں کہہ رہا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو بس پھر اگر تم تیار ہو تو یہ ذمّے داری مجھ پر چھوڑ دو۔"

"ٹھیک ہے تہذیب، اگر تم مناسب سمجھتی ہو تو تمھاری رائے ماننا بھی میرا فرض ہے۔"

"یہ ہمارے لیے بہتر رہے گا علی۔ تم خود سوچو یہاں رہ کر کیا کیا کرو گے؟ ظاہر ہے، ہمارا محاذ حکومتِ امریکا کے خلاف تو نہیں ہے، ہم تو سرِفہرست اولیوہاورڈ کو رکھتے تھے اور اس کے بعد امریکی یہودیوں سے ہماری دُشمنی تھی، جو صیہونیت کی سربلندی کے لیے مصروفِ عمل ہیں۔ وہ لوگ جو یہودی ہونے کے باوجود امریکا کے پُرامن شہری ہیں اور اسرائیل کے مخالفوں کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصّہ نہیں لے رہے، ظاہر ہے وہ ہمارے دُشمن نہیں ہیں اور اگر ہیں بھی تو کم از کم ہم ان عام شہریوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتے۔ بہتر یہ ہوگا کہ تم تنظیم سے رابطہ قائم کر کے اپنے فرائض پورے کرتے رہیں۔ یہاں تمھارا وہ مقصد بھی تکمیل حاصل ہو جائے گا، جس کے لیے تم سرگرمِ عمل ہو اور ہم کم از کم ایسی مہمات اپنے ذمّے لیں گے، جن کے لیے تنظیم کسی دوسرے آدمی کا انتخاب نہ کر سکے۔"

"مَیں تم سے اتفاق کر چکا ہوں تہذیب۔ درحقیقت امریکا آتے ہوئے میرے ذہن میں یہی خیال تھا کہ یہاں زبردست دہشت گردی کروں گا اور اولیوہاورڈ کو خودکشی پر مجبور کر دوں گا لیکن ہاورڈ کے ساتھ جو کچھ ہُوا ہے، اُس سے مجھے بڑا اطمینان ہُوا ہے۔ کم از کم میرے مؤقف کو اس شکل میں تسلیم تو کیا گیا اور مَیں سمجھتا ہُوں کہ یہ میرے لیے بہت بڑی کامیابی ہے۔ پوری دُنیا کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ امریکن سی۔ آئی۔ اے کا ایک یہودی صاحبِ اختیار، اپنی من مانی کر رہا تھا۔ امریکن سی۔ آئی۔ اے میں اور بھی بہت سے ایسے افراد ہوں گے لیکن کم از کم ان میں سے کوئی منظرِ عام پر نہیں ہے۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے، مجھے اس کا موقع دو کہ میں خاموشی سے اپنے کام کا آغاز کر دوں۔"

"میری طرف سے تمھیں مکمل اجازت ہے، تہذیب۔" میں نے جواب دیا۔

"ایسے نہیں جناب، سوچنے کے لیے کوئی پُرفضا مقام، کوئی حسین سی جگہ چاہیے۔ یہاں تو بے شمار جگہیں ایسی ہیں جنھیں زمین کی جنّت تصوّر کیا جا سکتا ہے۔ حسین مرغزاروں میں خوبصورت ٹرالر کرائے پر مل جاتے ہیں اور پھر ہمارے لیے تو ہر جگہ یکساں ہے، کہیں بھی رہ لیں۔"

"اس کے لیے اتنی تمہید کی کیا ضرورت تھی تہذیب۔ مَیں نے کہا نا تم صرف حکم دیا کرو۔" اور تہذیب مسکرانے لگی پھر ایک دم ہنس پڑی۔

"کیوں، اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" مَیں نے مُسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

"ہم اس بوڑھے میک اَپ میں ہی چلیں گے، آس پاس کے ٹرالروں میں یقیناً ایسے لوگ موجود ہوں گے، جو وہاں زندگی کی دلچسپیوں میں گُم ہونے آئے ہوں گے۔ ہماری عمر کا ایک بھی شخص وہاں نہیں ہوگا چنانچہ ہم دوسروں کے لیے باعثِ دلچسپی بن جائیں گے۔"

میں نے شرارت آمیز نگاہوں سے تہذیب کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمھیں بڑھاپا بہت پسند ہے تہذیب؟"

"ہاں، خاص طور سے ان ناسا عد حالات میں جب جوانی کو صندوق میں بند کر کے تین تالے لگا دیے گئے ہوں۔" اُس نے کہا اور میں سر کھجانے لگا۔ تہذیب دوبارہ جلدی سے بولی۔ "کارنل گرین کا ایک پمفلٹ مَیں دیکھ چکی ہُوں، یہ پمفلٹ وہاں ٹرالر کرائے پر دینے والی کمپنیوں اور کھانے پینے کا انتظام کرنے والوں کی طرف سے شائع کیا گیا ہے جس میں سیاحوں کو وہاں آنے کی دعوت دی گئی ہے، کیا خیال ہے؟"

"پمفلٹ ہے تمھارے پاس...؟"

"ہاں مل جائے گا۔ شاید میرے کمرے میں ہے۔" تہذیب نے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر نکل گئی۔ مَیں اس کی باتوں پر مُسکرا تا رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ پمفلٹ لیے آگئی۔ کارنل گرین کی تصویر دی گئی تھی۔ شہر سے تقریباً ستّر میل دُور پہاڑی علاقہ تھا، دیکھنے کے قابل۔ پمفلٹ سے وہاں موجود کمپنیوں کے نام اور وہاں کے نقشے سے بھی واقفیت ہوگئی۔ چنانچہ ضروری تیاریوں کے بعد ہم نے ہوٹل میں اپنے اپنے کمرے چھوڑ دیے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم کارنل گرین کی جانب جا رہے تھے۔

اس علاقے کے بارے میں جو تفصیلات بتائی گئی تھیں، اُس میں ایک لفظ بھی غلط نہیں تھا۔ سرسبز اور حسین علاقہ، اُسے دیکھ کر سان فرانسسکو کے نزدیک ڈیزی گرافٹن کا علاقہ یاد آگیا، جو اس سے زیادہ حسین نہیں تھا۔ ایک وسیع و عریض جھیل نظر آرہی تھی، جس کے چاروں طرف مخملی گھاس پھیلی ہوئی تھی اور اس گھاس کا اختتام پہاڑوں کے دامن پر جا کر ہوتا تھا۔ اس کے بعد بھورے پہاڑ آسمان کی جانب سر اُٹھائے کھڑے تھے۔ مخملی گھاس پر انتہائی خوبصورت ساخت کے بنے ہوئے ٹرالر جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ اُنھیں عجیب و غریب شکلیں دی گئی تھیں، کہیں کوئی ٹرالر راج ہنس کی طرح گردن اُٹھائے کھڑا تھا۔ کہیں کوئی ہوائی جہاز کی شکل میں تھا اور کہیں اُسے کوئی دوسری شکل دی گئی تھی۔

ایک زہرہ جمال فتنہ خصال کے
ماورائی کمالات کا قصہ
اپنے وقت کی مقبول ترین کہانی
انکا
جمیل احمد خان کی سرگزشت
ایک ایسی ناقابلِ فراموش داستان جس میں حُسن کی رعنائیاں بھی ہیں اور عشق کی کرم فرمائیاں بھی، جاں نثاری سے لبریز دوستیوں کے پیمانے بھی ہیں اور کبھی ختم نہ ہونے والی دُشمنیوں کے افسانے بھی
دو حصّوں میں مکمل ○ قیمت فی حصّہ ۴۰ روپے ○ ڈاک خرچ ایک یا دونوں حصّوں کا ۷ روپے
پوسٹ بکس 23، رمضان چیمبرز، طہوریا اسٹریٹ، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی 74200

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک ٹرالر کو وسیع و عریض جوتے کی شکل کا بھی بنایا گیا تھا۔ غرض یہ کہ بے شمار ندرتیں کی گئی تھیں یہاں۔

ٹرالر کرائے پر دینے والی کمپنیوں کے دفاتر اس میدان کے بائیں سمت تھے اور یہیں پر ہوٹلوں اور دکانوں کے سلسلے تھے۔ ہم نے ایک کمپنی سے رجوع کیا تو اس نے ہمیں ٹرالرز کے ڈیزائن دکھانے شروع کر دیئے بالآخر ایک خوبصورت کاٹیج پسند کر کے ہم نے اُسے کرائے پر حاصل کرلیا اور ہمیں گائیڈ کرنے کے لیے دو ملازم ہمارے ساتھ چل پڑے، جو ٹرالر ہم نے منتخب کیا تھا، وہ ضروریاتِ زندگی سے پوری طرح آراستہ تھا۔ یہاں وائرلیس، ٹیلی فون کا انتظام بھی تھا، جس کے ذریعے ہم کمپنی کے دفتر یا یہاں موجود ہوٹلوں اور دکانوں سے رابطہ قائم کر سکتے تھے۔ انتہائی پُرفضا اور دلکش نظارے تھے۔ بلاشبہ تہذیب کی معیت میں وقت گزارنے کے لیے یہ بہترین مقام تھا۔ میں نے اس ماحول کو دیکھتے ہوئے سوچا، زندگی کے وہ لمحات جب فرصت ہوتی تھی اور ذہن میں کوئی اُلجھن نہیں ہوتی تھی، تہذیب کے ساتھ بہت دلکش لگتے تھے اور یہاں مجھے اس سے ذہنی قربتوں کا احساس ہوتا تھا۔ کاٹیج کے پُرسکون ماحول میں ہم زندگی کی دلچسپیوں سے لُطف اندوز ہوتے رہے۔ سیر و تفریح، بلمبر کے حسین مناظر، رات کو رقص و موسیقی کی محفلیں جو گھاس ہی پر کھُلے آسمان کے نیچے منعقد کی جاتی تھیں اور عیش پسند لوگ اپنی حیثیتیں بھول کر یہاں عام آدمیوں کی طرح ان دلچسپیوں میں حصہ لیتے تھے۔

تین چار دن اس طرح گزرے کہ احساس بھی نہ ہوسکا، لیکن پانچواں دن ہمارے لیے ان تمام خوشیوں کا قاتل تھا۔ صُبح کے اخبارات باقاعدگی سے یہاں پہنچائے جاتے تھے اور اس دن صُبح کے ایک اخبار میں ایک ایسی خبر تہذیب نے پڑھی، جسے پڑھ کر اُس کا چہرہ اُتر گیا۔ میں باتھ رُوم سے نکلا ہی تھا کہ تہذیب کی لرزتی ہوئی آواز سُنائی دی۔ ”علی، پلیز اِدھر آؤ۔“ اُس کے لہجے کو محسوس کر کے میں بُری طرح چونک پڑا اور پھر میں اُس کے قریب پہنچ گیا۔ تہذیب نے اخبار میری طرف بڑھا دیا۔

”کیا بات ہے تہذیب؟“ میں نے تعجب سے پوچھا۔

تہذیب کے چہرے سے انتہائی افسردگی اور غم کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ کون سی خبر ہوسکتی تھی، جس نے تہذیب کو اس قدر افسردہ کر دیا تھا۔ میں نے اخبار پر نگاہیں دوڑائیں اور پھر تہذیب نے ایک جگہ انگلی رکھدی۔ میری نگاہ خود بھی وہاں پہنچ چکی تھی، جو کچھ میں نے پڑھا اُس پر یقین نہیں آیا۔ چہرے کے اور قریب کر کے پڑھا لیکن حقیقت وہی تھی جو نظر آرہی تھی۔ ایک سُرخی تھی۔ ”چینی رہنما مسٹر جوشو کو قتل کر دیا گیا۔“ سُرخی کے بڑے بڑے الفاظ پھیلنے لگے اور چند لمحوں کے لیے آپس میں گڈمڈ ہوگئے۔ غالباً مجھے چکر آگیا تھا۔ میں جلدی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ آنکھیں صاف کیں اور ایک بار پھر اخبار کو چہرے کے قریب کرلیا۔ عنوان وہی تھا۔ ”چینی رہنما مسٹر جوشو کو قتل کر دیا گیا۔“ نیچے پوری خبر باریک الفاظ میں لکھی ہوئی تھی۔

سان فرانسسکو میں آباد چینیوں کے لیڈر مسٹر الیو جوشو کو نہایت بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ مسٹر الیو جوشو کو اُن کی اپنی رہائش گاہ ہی میں ہلاک کیا گیا۔ سفاک قاتلوں نے انھیں قتل کرتے ہوئے انتہائی درندگی کا مظاہرہ کیا۔ اُن کی دونوں آنکھیں نکال لی گئیں اور اُن کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ لی گئیں۔ کٹے ہوئے اعضا دستیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ مقامی چینیوں میں انتہائی بے چینی پائی جاتی ہے اور اُنھوں نے پولیس سے مسٹر جوشو کے قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ کیا ہے۔ اُنھوں نے کہا ہے کہ اگر مسٹر جوشو کے قاتل فوراً ہی گرفتار کر کے کیفرِ کردار تک نہ پہنچائے گئے تو پھر وہ اپنے طور پر ان قاتلوں کے خلاف کوئی کارروائی کریں گے۔

خبر بڑی سنسنی خیز تھی۔ تہذیب بھی پریشان اور غمزدہ بیٹھی ہوئی تھی۔ میرا سر بھی مسلسل چکرا رہا تھا۔ مسٹر جوشو کی شخصیت ایسی نہیں تھی کہ کسے نظر انداز کیا جاسکتا۔ اُنھوں نے اس وقت میری مدد کی تھی، جب میں سان فرانسسکو یونیورسٹی میں ایک طالبِ علم تھا اور انتہائی نامساعد حالات کا شکار ہوگیا تھا، اگر ابتدا ہی میں مسٹر جوشو میری مدد نہ کرتے تو اب تک تو میرا نام و نشان اس رُوئے زمین سے مٹ گیا ہوتا۔ اُنھوں نے میری بے لوث مدد کر کے مجھے امریکا سے نکالا تھا اور اس کے بعد سے آج تک وہ ایک بزرگ کی حیثیت سے میرے پُشت پناہ رہے تھے۔ میرے ہر مسئلے میں دلچسپی لیتے رہے تھے۔ بدقسمتی تھی کہ میں ان سے ملاقات کر کے نہیں آیا تھا۔ یہی سوچا تھا کہ کرائم انٹرنیشنل کے مسئلے میں کسی طور ان کا نام ملوث نہ ہوسکے۔ بعد میں ان سے ملاقات کرلی جائے گی لیکن وہ رات ان سے ملاقات کی آخری رات تھی جب میں وہاں سے واپس لوٹا تھا اور اس کے بعد ہم گرافٹن چلے گئے تھے۔ کاش گرافٹن سے واپسی پر ہی میں اُن سے ملاقات کرتا ہوا آتا۔

تہذیب میرے تاثرات کا جائزہ لے رہی تھی۔ میرے قریب پہنچ کر بولی۔ ”میں جانتی ہوں، مسٹر جوشو کی تمھاری زندگی میں کیا اہمیت ہے علی لیکن بہرحال، ہمیں بڑی قیمتی چیزیں ایسے ہی کھو دینا پڑتی ہیں۔ اس کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھنا بے حد ضروری ہے۔“

میں تہذیب کی صُورت دیکھتا رہا پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ ”مجھے یقین ہے تہذیب کہ مسٹر جوشو میری وجہ سے قتل ہوئے ہیں۔“

تہذیب نے فوراً ہی مجھ سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ چند لمحے وہ میری شکل دیکھتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔ ”محسوس نہ کرنا علی! یہ ضروری تو نہیں ہے مسٹر جوشو بہ ذاتِ خود بھی بہت ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے، اُن کی مصروفیات گوناگوں تھیں۔ یقینی طور پر اُنھوں نے امریکا میں اپنے بہت سے دُشمن بنا لیے ہوں گے، پھر نسل پرستی اور زر پرستی علیحدہ ایک طرح کی لعنت ہے۔ تم اپنے آپ کو اس کا ذمّے دار کیوں قرار دے رہے ہو؟“

”ٹھیک ہے تہذیب، لیکن میرا دل اندر سے گواہی دیتا ہے کہ مسٹر جوشو میری ہی وجہ سے قتل ہوئے ہیں، اگر تم چاہو تو اس کی تحقیقات کر سکتی ہو۔ وہ اپنے طور پر بہت مضبوط حیثیت رکھتے تھے لیکن شروع ہی میں اولیو ہاورڈ کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ مسٹر جوشو میرے پُشت پناہ ہیں اور انھی کی وجہ سے میں پہلی بار امریکا سے نکلنے میں کامیاب ہوا، اس کے ٹھوس ثبوت مجھے بعد میں ملے جب مسٹر جوشو کے نام پر اولیو ہاورڈ نے لندن میں مجھے پھانسنے کی کوشش کی۔“

تہذیب چونک پڑی اور پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ ”کیا یہ بھی کوئی ایسی ہی کوشش تو نہیں ہے علی؟“

”کیا مطلب؟“

”کیا مسٹر جوشو کی موت کی تصدیق کی جاسکتی ہے؟“ تہذیب کے اس سوال نے ایک لمحے کے لیے مجھے چونکا دیا تھا۔ میں نے بھی اس کے انداز میں سوچا اور بہت دیر تک سوچتا رہا۔ مسٹر جوشو کی موت کی تصدیق اخبار کے ذریعے کرنا مناسب اور ممکن نہیں تھا اور ویسے بھی اگر ان کے ساتھ یہ سانحہ پیش آگیا تھا، تو میں ان کے لواحقین سے دُور نہیں رہ سکتا تھا۔ مجھے تعزیت کے لیے ضرور جانا چاہیے تھا۔

تھوڑی دیر سوچنے کے بعد میں نے تہذیب سے کہا۔ ”ہمیں ایک بار پھر سان فرانسسکو کا سفر کرنا پڑے گا تہذیب۔“

تہذیب پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی تھی پھر وہ پورے اعتماد سے بولی۔ ”اگر تم چلنا چاہتے ہو تو یقیناً چلو۔“

”ہاں تہذیب، ہر صُورت میں جانا ہے، جس قدر جلد ممکن ہوسکے، ہمیں سان فرانسسکو روانہ ہونے کی تیاریاں کرلینا چاہئیں۔“

”اوکے۔ میرا خیال ہے، ہمیں بہت زیادہ دقت نہیں ہوگی۔“

مسٹر جوشو کی موت کی اطلاع نے اس قدر اضمحلال طاری کر دیا تھا ذہن و دل پر کہ میں خود حیران رہ گیا تھا۔ کوئی رشتہ نہیں تھا اُن سے لیکن بعض ذہنی و قلبی رشتے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سامنے دوسرے تمام رشتے ہیچ ہوتے ہیں۔

ہم لوگوں نے بادلِ ناخواستہ کارنل گرین چھوڑ دیا اور وہاں سے چلے آئے۔ ہمیں ایک فلائٹ مل گئی۔ رات کے تقریباً پونے گیارہ بجے ہم سان فرانسسکو کے لیے روانہ ہوگئے۔ راستے بھر مکمل خاموشی رہی تھی۔ تہذیب نے بھی میرے خیالات میں مداخلت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ آنکھیں بند کر کے ہوائی جہاز کی سیٹ سے ٹِک گئی تھی۔ سفر کے دوران بھی ہمیں کسی طرف توجّہ دینے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

بالآخر ہم سان فرانسسکو پہنچ گئے۔ میں نے یہاں آنے کے بعد اپنے آپ کو سنبھالا۔ مسٹر جوشو کی رہائش گاہ پر اونٹ کی طرح مُنہ اُٹھائے چلے جانا مناسب نہیں تھا۔ یہ احتیاط ملحوظ رکھنا تھی کہ ہم دوسروں کی نگاہ میں بھی نہ آسکیں اور پھر سب سے پہلے تو ان کی موت کی تصدیق کرنا تھی۔ ممکن ہے، مجھے پھانسنے کے لیے ہی کوئی چال چلی گئی ہو۔ اب تک کے سفر میں تو اس بات کا احساس نہیں ہوسکا تھا لیکن اس کے باوجود محتاط رہنا ضروری تھا۔

سب سے پہلے ہم نے سان فرانسسکو کے ایک درمیانے درجے کے ہوٹل میں قیام کیا اور یہاں بیٹھ کر میں تہذیب سے اس سلسلے میں گفتگو کرتا رہا پھر بازار سے میک اَپ کے سامان کی خریداری کی گئی اور ہم ہوٹل واپس آگئے۔ یہاں پہنچ کر میں نے انتہائی ذہانت سے اپنے پروگرام کا آغاز کر دیا۔ تہذیب مالکم ایکس نے چینی طرز کا لباس پہنا، اُسی انداز کے جُوتے اور بالوں کو مخصوص طریقے پر باندھنے لگی۔ چینی اسٹائل سے بالوں کو سیٹ کرنے کے بعد وہ میرے سامنے آبیٹھی اور میں نے اُس کے چہرے پر میک اَپ شروع کر دیا۔ خاصی مہارت سے میں نے یہ میک اَپ کیا تھا۔ اس کے خد و خال کو چینی رنگ دینے کے بعد میں نے ایک خاص قسم کے مسالے سے اُس کی بھویں بنائیں اور پھر ناقدانہ انداز میں اس کا جائزہ لیا۔ تہذیب کا قد حیرت انگیز طور پر چھوٹا محسوس ہونے لگا تھا اور وہ بالکل ایک چینی گڑیا معلوم ہو رہی تھی لیکن اس وقت لطیف جذبات کے لیے میرے پاس کوئی گنجائش نہیں تھی۔ مسٹر جوشو کی موت کا غم و غصّہ بے پناہ تھا۔ میں نے اپنا میک اَپ شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں مجھے بلیڈ بھی استعمال کرنا پڑا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ایک چینی جوڑے کی شکل میں نظر آنے لگے۔ تہذیب نے خود بھی آئینہ دیکھ لیا تھا، مجھے دیکھ کر اُس نے مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”علی، ہمارا میک اَپ انتہائی عمدہ ہے اب اس سلسلے میں کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔“

”ٹھیک ہے تہذیب، اب چلا جائے، کیا خیال ہے؟“

”ہاں چلو۔“ ہم دونوں نے راہداری میں جھانکا اور راہداری سنسان پاکر باہر نکل آئے پھر ایک عقبی راستے سے ہم ہوٹل کے پچھلے حصّے میں پہنچ گئے تاکہ ہمیں اس شکل میں دیکھ کر کسی کو کوئی شک و شبہ نہ ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی کر کے ہم مسٹر جوشو کی رہائش گاہ کی جانب جا رہے تھے۔ میرا دل دھڑک رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ کاش یہ اطلاع غلط ہو، اگر یہ کسی طرح مجھے پھانسنے کی کوشش ہے تو اس سے بھی نمٹ لیا جائے گا لیکن مسٹر جوشو جیسی عظیم اور شفیق شخصیت بار بار نہیں پیدا ہوتی ہیں اس کا بدل تلاش نہیں کرسکوں گا لیکن مسٹر جوشو کی رہائش گاہ پر پہنچنے کے بعد یہ ثابت ہوگیا کہ اطلاع غلط نہیں ہے۔ وہاں غیر معمولی طور پر چینیوں کا اجتماع تھا۔ لوگ اندر آجا رہے تھے اور ان پر ایک سوگ سا طاری تھا۔ اس کے علاوہ عمارت کے سامنے کے حصّے میں ایک خصوصی نشان لٹکا دیا گیا تھا جو موت کا نشان ہوتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں سر جھکائے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ تہذیب بھی میرے عقب میں تھی۔ مین گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے مجھے دفعتاً ایک عجیب سا احساس ہُوا۔ ایک پیلی سی روشنی ہمارے جسموں پر پڑی۔ خاصی تیز اور بدنما روشنی تھی۔ اس کے بعد وہ معدوم ہوگئی۔ میری نگاہیں بے اختیار اُوپر کی سمت اُٹھ گئی تھیں لیکن کوئی اندازہ نہیں ہو سکا۔ پھر دفعتاً ہی تہذیب نے میرا بازو پکڑ لیا اور مجھے پھرتی سے گھسیٹ کر ایک ستون کی آڑ میں ہوگئی۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ میں نے چونک کر اُس کی اس حرکت کو دیکھا اور سرسراتے ہوئے لہجے میں بولا "کیا بات ہے تہذیب؟"

"علی! ابھی تم نے ایک عجیب سی بات محسوس کی تھی؟"

"ہاں۔"

"اور شاید تم نے اُوپر گردن اُٹھا کر بھی دیکھا تھا کہ یہ پیلی روشنی کہاں سے آئی ہے؟"

"ہاں لیکن مجھے ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آئی۔ حیرت تو اس بات پر ہوئی کہ اگر یہاں کوئی ایسی روشنی موجود ہے تو پھر ایک دم معدوم کیسے ہوگئی؟"

"علی، ایک بات بتاؤں۔" تہذیب نے سنسنی خیز لہجے میں کہا اور میں سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ "اس روشنی کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ یہ دیکھنا ہے کہ اگر کوئی اور یہاں آتا ہے تو یہ روشنی اُس پر پڑتی ہے یا نہیں؟"

"مطلب؟"

"علی! میرے ذہن میں اس روشنی کا راز موجود ہے، اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو یہ روشنی... یہ روشنی..."

اسی وقت دو چینی نوجوان اندر داخل ہوئے اور [illegible] پیلی روشنی میں نہا گئے۔ اس بار ہم نے اس پیلی روشنی کا منبع [illegible] دیکھ لیا تھا۔ مسٹر جوشو کی رہائش گاہ کے عین سامنے والی عما[رت] [illegible] میں ایک کھڑکی سے یہ روشنی چمکی تھی اور اس کے بعد معدو[م] [illegible] ہو گئی۔ تہذیب خاموشی سے گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ میں متعجبانہ انداز میں کبھی اُس طرف دیکھ رہا تھا اور کبھی تہذیب کی طرف۔

تہذیب نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "علی! یہ روشنی ایک مخصوص قسم کے کیمرے کی ہے۔ میرے ذہن میں کوئی ایسی چیز کھٹک رہی تھی، جو ایک لمحے تک مجھے یاد نہیں آئی تھی۔ وہ روشنی میک اَپ کو توڑ کر اصل تصاویر لیتی ہے۔ دراصل اس قسم کا ایک کیمرا ایک زمانے میں مجھے دیا گیا تھا، گرین پول کی طرف سے۔ کچھ ایسے لوگوں کے فوٹوگراف لینے تھے، جن کے بارے میں شبہ تھا کہ وہ میک اَپ میں ہیں۔ یہ پیلی روشنی اس کی نشاندہی کرتی ہے، خاص قسم کی شعاعیں جو ہر طرح کے میک اَپ کو توڑ کر اصل چہرے کی تصاویر لے لیتی ہیں۔ یہ کیمرا ڈاکٹر فلپ کی ایجاد تھا، اور گرین پول کے پاس ایسے سات کیمرا اسیٹ موجود تھے۔ اس کا مطلب ہے علی... اس کا مطلب ہے ہم نگاہوں میں آگئے۔ یقیناً ہم کسی کی نگاہوں میں آگئے۔"

میں ایک لمحے کے لیے کچھ سوچتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "تہذیب! تم یہاں رُکو، میں دیکھتا ہُوں، وہ کون لوگ ہیں۔"

"نہیں علی، پلیز، جلدبازی مناسب نہیں ہے۔"

"کیا عورتوں کی طرح مجھے روکنے کی کوشش کر رہی ہو تہذیب۔ ویسے مجھے ایک بات پر تعجب ہے۔ اس دروازے سے گزرنے والوں کی تعداد کم تو نہیں ہے لیکن تمام لوگ روشنی کا شکار نہیں ہو رہے ہیں۔"

"علی! میرے خیال میں وہ لوگ ہر نئے داخل ہونے والے کی تصاویر حاصل کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، مجھے علم ہے کہ مسٹر جوشو کی رہائش گاہ کا ایک بغلی راستہ بھی ہے، جو ایک پتلی سی گلی میں نکلتا ہے۔ میں اس گلی سے ہو کر اُس عمارت میں جاتا ہُوں۔" میں نے کہا۔

تہذیب بُری طرح اُلجھ گئی، وہ سرد لہجے میں بولی۔ "علی! میں تمھیں کسی بات سے منع نہیں کر سکتی لیکن میرے خیال میں یہ جلدبازی ہے، اگر تم ایسے کسی آدمی کو پکڑ بھی لیتے ہو تو فوری طور پر اس کا کیا کر سکتے ہو۔ ہمارے لیے تو پہلے ہی کافی مشکلات ہیں۔ کوئی صحیح اندازہ بھی نہیں ہے ہمیں..." ابھی تہذیب اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ مجھے ایک شناسا چہرہ نظر آیا۔ یہ چینی نوجوان لیاشا تھا۔ لیاشا، مسٹر جوشو کا بہت قریبی آدمی تھا۔ میں نے اُسے اشارے سے قریب بُلایا تو وہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔ اُس کی آنکھوں میں افسردگی کی جھلکیاں تھیں۔

"لیاشا، میں کون ہُوں؟ یہ تم بعد میں معلوم کر لینا، پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کیا مسٹر جوشو واقعی قتل ہو چکے ہیں؟" چینی زبان کے بجائے مجھے انگریزی بولتے دیکھ کر لیاشا بُری طرح چونکا تو میں نے جلدی سے کہا۔ "میں میک اَپ میں ہُوں اور چینی نہیں ہُوں، اگر تمھیں میرا نام یاد ہے تو جان لو کہ میں علی یار خان ہُوں۔"

میرے الفاظ پر لیاشا کے چہرے پر نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔ اُس نے متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بڑھ کر میرے بازوؤں پر ہاتھ رکھ دیے پھر اُس نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا۔ "ہاں! مسٹر جوشو کو قتل کر دیا گیا ہے۔"

"تو پھر سُنو لیاشا! باقی تفصیلی گفتگو بعد میں ہو گی۔ صدر دروازے کے سامنے سڑک کے اُس طرف ایک عمارت ہے۔ کیا تم اس کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"ہاں، وہ ایک ہوسٹل ہے۔" لیاشا نے جواب دیا۔

"اُس کی دوسری منزل کے سامنے والے کمرے پر نظر ڈالو لیاشا! کیکر چھپ کر جب بھی کوئی نیا آدمی صدر دروازے سے داخل ہوتا ہے، ایک پیلی سی روشنی اس پر پڑتی ہے اور یہ روشنی اسی عمارت کے ایک کمرے کی کھڑکی سے پڑتی ہے۔ یہ ایک ایسے کیمرے کی روشنی ہے جس کی شعاعیں میک اَپ سے گزر کر اندر ان کی اصل شکل تلاش کر لیتی ہیں، جو لوگ یہاں داخل ہونے والوں کی تصاویر لے رہے ہیں، ان کا تعلق سو فیصدی مسٹر جوشو کے قاتلوں سے ہے۔ اگر تم اس وقت ان پر قابو پا سکو گے تو مسٹر جوشو کے قاتلوں کا سُراغ مل جائے گا۔"

لیاشا کے چہرے پر ایک دم سے تبدیلیاں رُونما ہوئیں۔ اُس کے دانت باہر نکل آئے۔ وہ انتہائی غیظ و غضب کا شکار ہوگیا تھا۔ وہ واپس پلٹا تو میں نے اُس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن تنہا نہیں لیاشا۔ پوری طرح جائزہ لینے کے بعد تم یہ کارروائی کرو، اس کے لیے صبر و سکون اور ہوشیاری کی ضرورت ہے۔" اُس نے ایک نگاہ میری طرف ڈالی اور پھر برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔

تہذیب میری اس کارروائی سے مطمئن نظر آ رہی تھی۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔ "یہ بہتر ہُوا، کم از کم اس طرح اگر کچھ لوگ ہمارے ہاتھ لگ جاتے ہیں تو ہم جوشو کی رہائش گاہ پر ان کی زبان کھلوا سکتے ہیں۔ اپنے طور پر تو شاید ہمارے پاس کوئی ذریعہ بھی نہیں تھا۔" میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا۔ اس وقت ذہن شدید انتشار کا شکار تھا اور کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ لیاشا شاید اپنی مہم پر روانہ ہوگیا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ اس کی مدد بھی کروں لیکن یہاں آنے کے بعد فوراً ہی اس کارروائی میں مصروف ہو جانا بھی عجیب سی بات تھی۔ چنانچہ ٹھنڈی سانس لے کر اندر کی طرف چل پڑا۔

جوشو کی رہائش گاہ پر بہت سے لوگ میرے شناسا تھے۔ میرے اور جوشو کے تعلقات کے بارے میں اچھی طرح جانتے تھے۔ ایک اور چینی نوجوان سے مل کر میں نے اس سے اپنا تعارف کرایا اور وہ آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ میں نے کہا۔ "میں میک اَپ میں ہُوں اور ایک خاص وجہ سے مجھے یہ میک اَپ کر کے یہاں آنا پڑا ہے۔ مسٹر جوشو کی لاش کہاں ہے؟" اُس نے غمناک نگاہوں سے ایک طرف اشارہ کیا اور پھر میرے ساتھ ہی آگے بڑھ کر اُس کمرے میں پہنچ گیا، جہاں مسٹر جوشو کی لاش رکھی ہوئی تھی۔

بہت سے چینی گردن خم کیے کھڑے تھے۔ میں نے لاش کو دیکھا۔ یہ اُس عظیم الشان کی لاش تھی، جس نے کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی میرے لیے بہت کچھ کیا تھا۔ اُس کی آنکھوں کے خالی حلقے اور ہاتھوں کی کٹی ہوئی انگلیاں میرے سامنے تھیں اور میرے بدن میں چنگاریاں بھرتی جا رہی تھیں۔ میری آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ شاید زندگی میں چند ہی بار ایسا ہُوا تھا کہ میں رویا تھا اور اس وقت یہ آنسو مسٹر جوشو کے لیے نکل آئے تھے۔

دیر تک میں خاموش کھڑا رہا۔ دفعتاً دو خوفناک دھماکے سُنائی دیے اور میں بُری طرح اُچھل پڑا۔ یہ یقیناً لیاشا کی کارروائی تھی۔ اندر موجود تمام لوگ چونک پڑے، کیونکہ دھماکوں سے اس عمارت کے دروازے اور کھڑکیاں بھی ہل گئے تھے۔ کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹنے کے چھناکے دُور دُور تک سُنے گئے تھے۔ بہت سے لوگ گھبرا کر باہر نکل گئے۔ میں نے تہذیب کی طرف دیکھا اور خاموشی سے وہیں کھڑا رہا۔ چند چینی نوجوانوں نے متعجبانہ انداز میں مجھے دیکھا، کیونکہ میں اُن دھماکوں سے متاثر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ پتا نہیں لیاشا کی کارروائی کا کیا نتیجہ نکلا۔ باہر گولیاں چلنے کی آوازیں بھی سُنائی دے رہی تھیں۔ یقیناً لیاشا کے آدمیوں نے ہاسٹل میں چھپے ہوئے لوگوں کو گھیر لیا تھا۔

چند لمحے میں اسی طرح کھڑا رہا پھر میں نے تہذیب سے کہا۔ "تہذیب! میں باہر دیکھتا ہُوں، تم یہیں رُکو۔"

میں باہر نکل آیا۔ صدر دروازے سے باہر نکلا تو سخت افراتفری نظر آئی۔ دُھوئیں کے بادل فضا میں بُلند ہو رہے تھے اور یہ بادل زمین سے ہی اُٹھ رہے تھے۔ گولیاں چلنا بند ہوگئی تھیں لیکن سڑک پر بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ چاروں طرف سے چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ فوری طور پر اندازہ نہیں ہو سکا کہ صُورتِ حال کیا ہے۔ یہ دھماکے یقیناً بموں کے دھماکے تھے۔ پتا نہیں یہ بم کس نے استعمال کیے تھے۔ اس ہنگامے میں شامل ہونا تو حماقت ہی تھی۔ میں خاموشی سے دوسرے لوگوں کے ساتھ کھڑا صورتِ حال کا جائزہ لیتا رہا۔ کچھ دیر کے بعد لیاشا اندر داخل ہوتا ہُوا دکھائی دیا۔ اُس کے بازو سے خون بہہ رہا تھا۔ چند اور چینی نوجوان بھی ساتھ تھے، جن میں سے ایک دو زخمی نظر آ رہے تھے۔ لیاشا اندر آ گیا، اُس کے ہاتھ میں ہلکی اسٹین گن دبی ہوئی تھی۔ اندر آنے کے بعد اُس نے اسٹین گن ایک اور آدمی کے حوالے کی اور کچھ اور آگے بڑھا۔ میں تیزی سے چلتا ہُوا اُس کے قریب آ گیا۔ چینی نوجوان اپنی زبان میں ایک دوسرے سے صُورتِ حال دریافت کر رہے تھے۔ میں نے لیاشا کو روکا تو وہ میری طرف دیکھنے لگا۔

"بدقسمتی سے وہ نکل گئے۔" اُس نے کہا۔

"آؤ فوری طور پر تمھاری بینڈیج کا بندوبست ہونا چاہیے۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔

لیاشا ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "وہاں فرسٹ ایڈ باکس موجود ہے۔ معمولی سا زخم ہے، گولی بازو کو چھُوتی ہوئی گزر گئی ہے، براہِ کرم میری مدد کریں۔" میں تیزی سے اُس کے ساتھ اس حصے میں پہنچ گیا اور بھی چند لوگ اُس کے ساتھ ساتھ ہی اندر آ گئے تھے۔

فرسٹ ایڈ باکس سے سامان نکالنے کے بعد لیاشا کے زخم پر مرہم رکھا گیا اور اس کے بعد پٹی کس دی گئی۔ لوگ خاموش تھے، جب لیاشا نے اپنے زخم کی بینڈیج سے فارغ ہو کر اُن کی طرف دیکھا تو ایک چینی نوجوان نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "کیا ہُوا تھا لیاشا، کون تھے وہ لوگ؟ کیا ہنگامہ تھا؟" لیاشا خاموش ہی رہا۔ اُس کے جبڑے بھنچے ہوئے تھے اور آنکھوں میں خون کی سُرخی نظر آ رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"براہ کرم اس سلسلے میں ابھی کوئی تفصیل نہ پوچھی جائے، بعد میں بتاؤں گا۔ آپ لوگ آرام کریں۔" میں خود بھی اُٹھا تو لیا شا نے مجھے رُکنے کا اشارہ کیا۔ جب تمام لوگ نکل گئے تو وہ کہنے لگا۔ "آپ کا خیال درست تھا، ہوسٹل کے اُس کمرے میں تین افراد موجود تھے۔ وہ کھڑکیوں ہی پر مصروف تھے اور وہاں سے اس طرف ہونے والی کارروائی کا جائزہ لے رہے تھے۔ ایک چھوٹی سی فولڈنگ میز پر ایک بڑا سا کیمرا رکھا ہوا تھا۔ اس کے اُوپر ایک مخصوص قسم کی لائٹ لگی ہوئی تھی، جس کے تار کیمرے سے منسلک تھے۔ بدقسمتی سے ہم دوسرے لوگوں کا اندازہ نہیں لگا سکے، جو باہر راہداری میں موجود تھے، چنانچہ ہم جیسے ہی اندر داخل ہوئے انھوں نے ہم پانچ آدمیوں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ اس کے ساتھ ہی وہ تینوں آدمی جو اندر موجود تھے، ہوشیار ہو گئے اور ہم دو طرف سے مصیبت کا شکار ہو گئے۔ اس افراتفری کی وجہ سے ہمیں مجبوراً باہر نکلنا پڑا تاکہ اپنا دفاع کر سکیں۔ وہیں میرے بازو پر گولی لگی لیکن اس کے بعد میں نے صورتِ حال سنبھال لی۔ میں انتہائی افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں وہ کیمرا نہیں حاصل کر سکا، جسے انھوں نے ایک جھٹکے سے تمام تاروں سمیت علیٰحدہ کر لیا تھا اور اس کے بعد وہ کھڑکیوں سے نکل کر فرار ہو گئے۔ ہم نے اُن پر گولیوں کی بارش کی جس سے اُن کے دو آدمی زخمی ہو گئے لیکن اُن کی تعداد کافی معلوم ہوتی تھی، وہ اُن دونوں زخمیوں کو بھی اُٹھا کر لے گئے۔ میں نے نیچے تک اُن کا تعاقب کیا تو انھوں نے بموں کے دھماکے کر کے ہمیں روک دیا اور وہ سب دھوئیں کا فائدہ اُٹھا کر وہاں سے فرار ہو گئے۔ ہم سڑکوں پر گولیاں نہیں چلا سکتے تھے کیونکہ اس طرح دوسرے لوگوں کے متاثر ہونے کا خطرہ تھا۔"

میں خاموشی سے لیا شا کی شکل دیکھتا رہا، پھر میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے لیا شا۔ اس وقت وہ نکل گئے لیکن اطمینان رکھو، مسٹر جوشو کے قاتل بچ کر نہیں جا سکیں گے، یہ میرا عہد ہے۔"

کچھ اور لوگ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ ان میں تہذیب بھی شامل تھی۔ وہ لوگ لیا شا سے صورتِ حال معلوم کرنے لگے تو لیا شا نے انھیں پوری تفصیل بتا دی۔

میرے لیے اب یہ چینی میک اپ برقرار رکھنا ضروری نہیں تھا، چنانچہ میں نے اپنا میک اپ اُتار دیا اور تہذیب کو بھی اشارہ کر دیا۔ اس طرح کم از کم ہمارے بارے میں لوگوں کا تجسس ختم ہو گیا تھا۔ وہ لوگ مجھ سے کھل کر گفتگو کرتے رہے۔ مسٹر جوشو کی موت کے بارے میں تفصیلات مجھے بتائی گئیں۔ اور مجھے اس بات پر کوئی شبہ نہیں رہا کہ مسٹر جوشو کے قاتلوں کا تعلق کسی نہ کسی طرح اولیو ہاورڈ سے ضرور ہے۔

مسٹر جوشو کی موت نے ذہن پر جو اثرات مرتب کیے تھے اُنھوں نے طبیعت بُری طرح مضمحل کر دی تھی۔ تہذیب مالکم ایکس میری صورت دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے اُس سے آہستہ سے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے تہذیب؟ ہمارا یہاں رُکنا، میرا خیال ہے بے معنی ہے۔"

"ہاں کیا فائدہ۔" تہذیب بھی افسردگی سے بولی۔

"ٹھیک ہے تو پھر چلتے ہیں، اپنے ہوٹل پہنچ کر منصوبہ بندی کریں گے۔" لیا شا کو مخاطب کر کے میں نے کہا۔ "مسٹر جوشو کی آخری رسومات کب ادا کی جائیں گی؟"

"اس سلسلے میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا جناب! متعلقہ لوگوں سے مشورے کیے جا رہے ہیں، جیسا بھی طے پایا... "

"ٹھیک ہے تو ہمیں اجازت دو۔"

"مسٹر علی! آپ اپنا پتا دیں گے ہمیں؟ مقصد یہ کہ مسٹر جوشو کی آخری رسومات کے لیے اگر آپ کو اطلاع دینا ہو تو کہاں دی جائے؟"

"میں خود تم سے ملاقات کر لوں گا۔" میں نے جواب دیا۔ "البتہ ان حالات میں تمھیں ایک تکلیف ضرور دینا چاہتا ہوں، اگر تمھارے لیے ممکن ہو تو... "

"جی جی فرمائیے۔" لیا شا نے مستعدی سے کہا۔

"یہاں ہم چینیوں کے میک اپ میں داخل ہوئے تھے۔ ہمارے جسموں کے لباس ہماری موجودہ شکلوں سے میل نہیں کھاتے، اگر اسی چینی میک اپ میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں تو دقتیں پیش آئیں گی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تم ہمیں... ؟"

"ہاں ہاں، یہاں آپ کے لیے جدید امریکی لباس مل جائیں گے۔ میں ابھی فراہم کرتا ہوں۔"

"وہ لباس ہم پر قرض ہوں گے، ہم تمھیں واپس کر دیں گے۔" میں نے لیا شا سے کہا اور لیا شا گردن خم کر کے وہاں سے چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد آیا تو اُس کے پاس دو لباس موجود تھے۔ تہذیب مالکم ایکس ایک ملحقہ باتھ رُوم میں چلی گئی اور جب وہ لباس پہن کر نکلی تو میں بھی اس سادہ سے، معمولی سے لباس میں آ گیا، جو لیا شا نے مجھے مہیا کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی لیا شا نے ایک چپٹی سی بوتل میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر جوشو کا مخصوص میک اپ لوشن۔ مجھے علم ہے کہ اُنھوں نے آپ کو اس سے روشناس کرایا تھا۔"

ایک بار پھر میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ یہ حقیقت تھی کہ مسٹر جوشو کے فراہم کردہ اس سیال نے ابتدا میں مجھے بڑی مصیبتوں سے نکالا تھا اور اس وقت بھی یہ میرے لیے خاصی اہمیت کا حامل تھا۔ چنانچہ ہم نے مزید کچھ وقت وہاں صرف کیا۔ اپنے چہروں پر تبدیلیاں کیں اور اس کے بعد شیشی بڑی احتیاط سے اپنے لباس میں رکھ کر ہم بغلی دروازے کی سمت بڑھ گئے۔

سامنے کی سمت سے نکلنے کا مقصد تھا کہ ایک بار پھر مصیبت مول لی جائے۔ دروازے سے باہر نکلتے ہوئے میں نے تہذیب سے کہا۔ "تہذیب، جوشو کو شاید میں زندگی کے آخری لمحات تک فراموش نہ کر سکوں۔ اس سیال کی داستان شاید تم جانتی ہو؟"

"ہاں میں جانتی ہوں۔" تہذیب نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

ہم دُور تک سڑک پر پیدل چلتے رہے۔ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ کوئی ہمارے تعاقب میں ہے یا نہیں۔ چہرے پر جو معمولی سی تبدیلیاں کی تھیں، وہ نہایت کامیاب تھیں۔ کوئی ہماری جانب متوجہ نہیں ہوا تھا۔

کافی دُور تک چلنے کے بعد تہذیب مالکم ایکس نے کہا۔ "ایک مشکل پیش نہیں آ گئی ہے علی؟"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہوٹل سے ہم اپنا سامان کس طرح حاصل کریں گے اور اب تو یہ میک اپ بھی آسانی سے ختم نہیں ہو سکتا۔"

"اوہ ہاں ویسے میرے خیال میں یہ زیادہ مشکل بات نہیں ہے، بہتر یہ ہو گا کہ ہم اس ہوٹل میں نہ جائیں اور اُسے کسی اور وقت کے لیے محفوظ رکھیں۔ ممکن ہے کبھی ہمیں وہاں پناہ کی ضرورت پیش آ جائے۔ ویسے بھی چابی ہمارے پاس ہی ہے۔"

"گویا کوئی اور ہوٹل؟"

"ہاں، فوری طور پر ہم کسی نئے ہوٹل میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ بازار سے تھوڑی سی خریداری کر لیتے ہیں۔ میرے پاس ابھی کافی کرنسی موجود ہے اور پھر سان فرانسسکو کے بینکوں میں ابھی تک میرا اکاؤنٹ باقی ہے، چیک بک نکلوانے میں بہت زیادہ دقت پیش نہیں آئے گی۔" میں نے کہا اور تہذیب نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک نئے ہوٹل کی جانب جا رہے تھے۔

اس ہوٹل کی پانچویں منزل پر ہم نے ایک ڈبل رُوم حاصل کر لیا اور اس میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ گویا فی الحال ہم عام نگاہوں سے محفوظ تھے۔ اس بات کا ہمیں بخوبی اندازہ تھا کہ ہمارے میک اپ کو ختم کر کے تصویریں حاصل کر لی گئی ہیں۔ یقینی طور پر وہ کیمرا جو ہماری اصل شکلوں کو نمایاں کرنے کا باعث بنا تھا، اگر ان شکلوں میں ہماری تصویریں لیتا تو ہمارے اصل چہرے حاصل نہیں کر سکتا تھا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ اولیو ہاورڈ یا اُس کے کارکنوں نے یا وہ لوگ، جنھوں نے مسٹر جوشو کو قتل کیا تھا، کم از کم علی یار خان اور تہذیب مالکم ایکس کی تصویریں حاصل کر لی تھیں اور اُنھیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ میں یہیں موجود ہوں۔

مسٹر جوشو کا قتل ہی میرے لیے کیا کم حیثیت رکھتا تھا کہ ان لوگوں نے یہ حرکت کر ڈالی تھی۔ اس کے بعد میرے وجود میں غیظ و غضب کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس تشویش ناک نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اُس نے کہا۔ "علی یار خان! حالات ہمارے لیے خاصے سنگین ہو گئے ہیں، تمھارا کیا خیال ہے؟ کیا تم مسٹر جوشو کی آخری رسومات میں شریک ہو گے؟"

"میں ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا تہذیب۔ مسٹر جوشو ہم سے جُدا ہو گئے ہیں، اب وہ کبھی نہیں آئیں گے۔ چنانچہ ان بہلاووں سے کیا فائدہ۔ ہمیں عمل ہونا چاہیے۔" میں نے کہا اور دفعتاً میں کسی خیال کے تحت اُچھل پڑا۔ "اوہ تہذیب! ہم ایک شخصیت کو بالکل ہی بھول گئے۔"

"کون؟" تہذیب نے چونک کر سوال کیا۔

"لوئی شی۔ تمھیں اس بات کا علم ہے کہ سب سے پہلے لوئی شی کو اُنھوں نے اپنا ہدف بنایا تھا اور اُس کے پورے خاندان کو ختم کر دیا گیا تھا، اگر مسٹر جوشو کا قتل میری اس کامیابی سے ہی متعلق ہے، جو میں نے کرائم انٹرنیشنل کے ذریعے حاصل کی ہے تو کہیں لوئی شی کو بھی نشانہ نہ بنایا جائے۔"

"لوئی شی کو نشانہ بنانا... سمجھ میں نہیں آتا علی!" تہذیب بولی۔

"تم ان لوگوں کو اچھی طرح نہیں پہچان سکی ہو تہذیب، جن کا تعلق سو فیصدی اولیو ہاورڈ سے ہے اور سچی بات یہ ہے کہ اولیو ہاورڈ کے بارے میں، میں اب بھی حتمی طور پر کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔"

"تم آخر کہنا کیا چاہتے ہو؟" تہذیب نے سوال کیا لیکن میں خاموش ہو گیا۔ بہت سے خیالات میرے ذہن میں گڈمڈ ہونے لگے تھے۔

کچھ دیر میں عجیب سی کیفیت کا شکار رہا پھر میں نے تہذیب سے کہا۔ "اُٹھو۔ میرا خیال ہے، اب ہم بہتر پوزیشن میں ہیں۔ فی الحال ہمیں تعاقب وغیرہ کا خطرہ بھی نہیں ہے۔ ہم لوئی شی سے ملاقات کریں گے۔"

"جیسا تم پسند کرو۔" تہذیب نے کہا اور میں اُس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر آنے کے بعد ہم نے ایک ٹیکسی روکی اور لوئی شی کی جانب چل پڑے۔ راستے میں میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے۔ کسی سے یہ بھی نہیں پوچھ سکا تھا کہ لوئی شی اس وقت مسٹر جوشو کی عمارت میں کیوں موجود نہیں ہے، جبکہ وہ مسٹر جوشو کی زبردست عقیدت مند تھی اور ان سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔

لوئی شی کے چھوٹے سے ریستوران کے سامنے میں نے ٹیکسی رُکوائی اور ہم دونوں اُتر کر اندر داخل ہو گئے۔ میں یہاں بھی اطراف سے پوری طرح چوکنا تھا۔ ریستوران کے معمولات میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آ رہی تھی۔ سب کچھ جوں کا توں تھا، کاروبار جاری تھا۔

میں نے کاؤنٹر مین سے لوئی شی سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا اور اُس نے گردن خم کر کے مجھ سے میری ملاقات کا مقصد پوچھا تو میں نے اُسے جواب دیا کہ میں لوئی شی کا بہت پُرانا دوست ہوں اور وہ مجھ سے مل کر خوش ہو گی۔

کاؤنٹر مین نے ایک ویٹر کو بُلا کر میرے ساتھ کر دیا اور مجھ سے کہا کہ اُوپر کے کمرے میں لوئی شی موجود ہے، میں اُس سے مل لوں۔

میں ویٹر کے ساتھ اُوپری منزل پر پہنچ گیا۔ ویٹر نے مجھے اس کمرے کے دروازے کے سامنے لا کر چھوڑ دیا تھا، جہاں میں پہلے بھی لوئی شی سے مل چکا تھا۔ میں نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی اور انتظار کرنے لگا لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ دوسری بار دستک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پیٹنے پر بھی جب کوئی جواب نہ ملا تو دفعتاً میرے ذہن میں چنگاریاں سی بھر گئیں۔ میں نے پوری قوت سے دروازے کو دھکا دیا تو وہ کھل گیا میں بے اختیار اندر داخل ہوگیا۔ اندر روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں جو کچھ نظر آیا، انتہائی ہولناک تھا۔ لوئی شی کی لاش چھت میں لگے ہوئے پنکھے سے لٹکی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں باہر نکلی پڑی تھیں۔ نیچے زمین پر دو بچے ذبح کیے ہوئے پڑے تھے اور دوسرے گوشے میں ایک نوجوان شخص کی سر بریدہ لاش پڑی ہوئی تھی۔ میں اور تہذیب یہ دہشتناک منظر دیکھ کر دروازے کے پاس ہی ٹھٹک گئے، کتنی خوفناک واردات تھی یہ گویا میرا اندازہ درست تھا۔ لوئی شی کو بھی موت کا شکار بنا دیا گیا تھا لیکن اب میری پوزیشن انتہائی خراب ہوگئی تھی، جہاں تک میرا اندازہ تھا، ابھی نیچے کسی بھی شخص کو لوئی شی کی موت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا اور اب جب میں واپس جاؤں گا، ان کو اطلاع دوں گا تو شاید ان میں سے کوئی یقین نہ کرے کہ لوئی شی کے قاتل بھی وہی لوگ ہیں، جنھوں نے مسٹر جوشو کو قتل کیا ہے اور اس وقت انھوں نے مجھے بہ آسانی چوہے دان میں پھنسا دیا تھا۔ اس بات کا اندازہ لگانے میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ لوئی شی کے قتل کو بہت زیادہ دیر نہیں گزری۔ گویا انھوں نے پوری پلاننگ کے ساتھ اپنا کام انجام دیا ہے۔ جوشو کے بعد لوئی شی کا قتل اور وہ بھی میری موجودگی میں صرف اس لیے تھا کہ میں اُن کے انتقام سے واقف ہو جاؤں۔

تہذیب کا شانہ تھپتھپا کر میں باہر نکل آیا۔۔۔ تہذیب کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا لیکن میں ان سیڑھیوں کی طرف نہیں بڑھا تھا، جن سے گزر کر میں یہاں آیا تھا بلکہ اس راہداری کے آخری سرے پر پہنچ کر میں اس کی بڑی سی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا تھا۔ ریسٹورنٹ کی یہ اُوپری منزل بہت زیادہ بلندی پر نہیں تھی۔ اس کھڑکی کے ساتھ ہی لوہے کے پائپ لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں نے تہذیب کو اس پائپ کے ذریعے نیچے اُترنے کا اشارہ کیا، جو کھڑکی سے بالکل ملا ہُوا تھا۔ تہذیب صُورتِ حال کو اچھی طرح سمجھ چکی تھی، چنانچہ وہ پھرتی سے جوتے اُتار کر پائپ کے ذریعے نیچے اُترنے لگی اور آن واحد میں نیچے پہنچ گئی۔

میں نے بھی اسی برق رفتاری سے نیچے تک کا سفر طے کیا تھا اور اس کے بعد ہم تقریباً دوڑنے کے سے انداز میں وہاں سے کافی دُور نکل آئے۔ تہذیب بالکل خاموش تھی۔ بہت دُور پہنچنے کے بعد میں نے فوراً ہی ایک گزرتی ٹیکسی کو روکا اور اس میں بیٹھ کر سکون کی گہری سانس لی۔ ٹیکسی ڈرائیور کو ہم نے ایک ساحلی علاقے میں چلنے کے لیے کہا تھا۔ ٹیکسی روانہ ہوگئی۔ تہذیب بالکل خاموش تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ساحلی علاقے میں اُتر گئے۔

ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کرنے کے بعد ہم ٹہلنے کے سے انداز میں کافی دُور تک چلتے رہے۔ غالباً ہم دونوں ہی اپنے حواس پر قابو پانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"کیا یہ پے در پے دھماکے حواس معطل کر دینے کے لیے کافی نہیں ہیں تہذیب؟" میں نے سوال کیا۔

"میں جانتی ہُوں علی کہ تم انتہائی مضبوط اعصاب کے مالک ہو۔ تم اپنے آپ کو یقیناً سنبھال لو گے۔" تہذیب دلاسا دینے والے انداز میں بولی۔

"تہذیب، یہ حالات مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ میں بھی دیوانہ ہو جاؤں، پاگل ہو جاؤں اور بے دریغ قتلِ عام شروع کر دوں۔ خدا کی قسم میں ان لوگوں کا انتقام ضرور لوں گا، خدا کی قسم تہذیب! میں انھیں اس طرح نہیں چھوڑوں گا کچھ بھی ہو جائے۔۔۔ کچھ بھی ہو جائے۔۔۔"

"یہ کہنے کی بات نہیں ہے علی، ہم یقیناً ایسا ہی کریں گے لیکن کیا تم یہ نہیں محسوس کرتے کہ دُشمن ہم پر مسلسل نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ وہ ہماری کارروائیوں سے بھی واقف معلوم ہوتا ہے بلکہ میں تو یوں محسوس کرتی ہُوں کہ اس نئے میک اپ میں بھی ہمیں پہچان لیا گیا ہے، ورنہ ہمارے یہاں آنے سے تھوڑی دیر قبل یہ قتل کیا معنی رکھتا ہے؟"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ہمارے بارے میں ان لوگوں کا اس قدر باخبر ہونا خاصا تعجب خیز تھا لیکن بہر طور حالات بتلاتے تھے کہ تہذیب کا خیال غلط نہیں ہے۔

تھوڑی سی آوارہ گردی کرنے کے بعد ہم لوگ واپس اپنے ہوٹل آ گئے۔ کوئی صحیح راستہ نہیں مل رہا تھا۔ ان لوگوں نے پے در پے کارروائیاں کر کے وقتی طور پر ہمیں معطل کر دیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا، لوئی شی کا قتل اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ اولیو ہاورڈ یہاں زبردست پیمانے پر سرگرمِ عمل ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں ابھی تک اپنے آپ کو اس کی نگاہوں سے محفوظ نہیں کر سکا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اگر یہ ساری کارروائی اُسی کی جانب سے تھی تو اُس نے اپنے عہدے سے ہٹنے کے بعد زیادہ سرگرمی سے کام شروع کر دیا تھا لیکن اب اس کی انتقامی کارروائیوں کا توڑ فوری طور پر کرنا ضروری تھا۔

دوسری صُبح کچھ اور سنسنی خیز کیفیات کی حامل تھی۔ تہذیب نے صُبح کا ایک اخبار میرے سامنے رکھ دیا۔ اس اخبار نے پہلے ہی صفحے پر سیاہ لائنوں کے درمیان میری طرف سے ایک چیلنج چھاپا تھا۔ میں نے متعجبانہ انداز میں اسے پڑھا۔

"علی یار خان، اولیو ہاورڈ اور امریکی یہودیوں کو چیلنج کرتا ہے کہ اب وہ چینی رہنما مسٹر جوشو اور لوئی شی کے قتل کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ میں جانتا ہُوں کہ اولیو ہاورڈ نے اپنے عہدے سے سُبکدوش ہونے کے بعد انتقامی کارروائی شروع کر دی ہے اور اس نے میرے سب سے عزیز دوست مسٹر جوشو اور میری ساتھی لوئی شی اور اُس کے خاندان کو ختم کر کے امریکی یہودیوں کے لیے موت خریدی ہے۔ میں اپنے چینی دوستوں کو آگاہ کرنا چاہتا ہُوں کہ مسٹر جوشو کا قتل درحقیقت میری وجہ سے ہُوا ہے، وہ کسی قسم کے ذہنی انتشار میں مبتلا نہ ہوں اور نہ ہی کسی قسم کی انتقامی کارروائیوں کا آغاز کریں کیونکہ یہ مسئلہ ان کا نہیں ہے، جس شخص کے لیے ان دونوں کو قتل کیا گیا ہے، وہ میں ہُوں اور اب میرا فرض ہے کہ ان کے خون کے ایک ایک قطرے کا حساب لوں۔ سُنو امریکا کے فتنہ پرور یہودیو! تمھاری موت علی یار خان ہے اور اب اپنی زندگی کا ایک ایک سانس گن لو کیونکہ اس کا عرصہ طویل نہیں ہے۔"

میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ تہذیب بھی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے تہذیب کی طرف دیکھا اور وہ گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "یہ میرے خیال میں دوسری خطرناک کارروائی ہے علی اور اس بات میں اب کوئی شک و شُبہ نہیں ہے کہ اولیو ہاورڈ ہی ان دونوں وارداتوں کی پُشت پر ہے۔ تم نے بلیک پلان کی تشہیر سے اُسے جو زک پہنچائی ہے، اس پر اولیو ہاورڈ شدتِ غضب سے پاگل ہوگیا ہے اور اب وہ اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتوں اور اختیارات کے ساتھ تمھارے مقابلے پر کمربستہ ہے۔ میرے خیال میں یہ چیلنج ہمارے لیے مزید اُلجھنوں کا باعث ہے اور ایک بار پھر اُس نے امریکا میں تمھارے لیے وہی فضا پیدا کر دی ہے، جو یونیورسٹی سے نکلنے کے بعد تھی، کیا اب امریکی یہودیوں کے تحفظ کے لیے مقامی پولیس سرگرمِ عمل نہ ہو جائے گی، کیا یہاں کے ذہین ترین محکمے صرف علی یار خان کو تلاش نہیں کریں گے؟ بتاؤ علی یار خان، کیا اب ہر ہر قدم پر ہمارے لیے خطرات نہیں کھڑے ہو گئے ہیں؟ کیا ان حالات میں تم یہاں رہ کر کچھ کر سکتے ہو؟"

"کیا اس کا مطلب یہ ہُوا تہذیب کہ مجھے ہاورڈ سے خوفزدہ ہو کر یہاں سے نکل جانا چاہیے؟" میں نے اُس سے سوال کیا۔

"نہیں علی، پلیز، میری باتوں کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے، کبھی بھول کر بھی یہ نہ سوچنا کہ میں حالات سے خوفزدہ ہو کر یا تمھیں خوفزدہ کر کے اپنے لیے کسی قسم کی آسانی حاصل کرنا چاہتی ہُوں۔ میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ اولیو ہاورڈ کی چالوں کا مؤثر طریقے سے جواب دیا جائے اور تم محتاط ہو جاؤ۔"

"ہاں اب بہرصورت جیسے بھی حالات پیش آئیں، ہم اُن کا سامنا کریں گے۔"

"میں ہر طرح حاضر ہُوں علی، مجھے کسی بھی مرحلے پر نظرانداز نہ کرنا۔" تہذیب نے کہا۔ میں خاموش ہو کر اُس کی صُورت دیکھتا رہا۔۔۔ چند لمحوں کے بعد اُس نے دوبارہ کہا۔ "ویسے علی! ایک خاص بات محسوس کر رہے ہو تم۔۔۔؟"

"نہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں سوچتی رہی ہُوں اولیو ہاورڈ کے بارے میں، کیا عجیب انسان نہیں ہے وہ، تم نے جس طرح مجھے اپنے بارے میں بتایا ہے، اس میں بارہا اس قسم کی باتوں کا تذکرہ ملتا ہے کہ جب وہ تمھاری رینج میں آیا تو تم نے اُس خطرناک دُشمن کو اس لیے زندہ رہنے دیا کہ دُشمنی کی روایت چلتی رہے۔ جب تم اس کے قبضے میں آئے تو اُس نے بھی تمھیں ہلاک نہیں کیا۔ وہ روشنی علی، جو تم پر پڑی تھی، ایک ایسی عمارت سے ڈالی گئی تھی، جہاں سے اگر رائفل استعمال کی جاتی تو بہ آسانی کارگر ہو سکتی تھی، ہر چند کہ اس وقت وہ ہم سے واقف نہیں تھے لیکن ایسی ہی کوئی کوشش بہر طور کی جا سکتی تھی یا کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اولیو ہاورڈ کی طرف سے شائع شدہ اس خبر سے بھی اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ تمھیں صرف ذہنی طور پر پریشان کرنے کا خواہش مند ہے، کوئی جسمانی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ کیا یہ عجیب فطرت نہیں ہے؟"

تہذیب کی باتوں پر میں غور کرتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں تہذیب، عجیب فطرت ہے یہ بھی دُشمن کے لیے بعض اوقات انسان عجیب سے جذبات کا شکار ہو جاتا ہے۔ دراصل اولیو ہاورڈ ایک بڑا آدمی ہے اگر سی آئی اے میں تم اس کا ریکارڈ دیکھو تو تمھیں اندازہ ہو جائے گا کہ عظیم ترین مہمات میں اولیو ہاورڈ ہی کا سہارا لیا گیا ہے اور وہ اپنی ان مہمات میں انتہائی شاندار طریقے پر کامیاب ہُوا ہے گویا اس کی حیثیت بہت بڑی تھی، وہ تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی دوسرا اس کا حریف یا مدِمقابل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جب میں نے اُسے چیلنج کیا

قیمت ۲۰۰ روپیہ
صبیحہ بانو
کی مکمل سنسنی خیز آپ بیتی
چھلاوا
اردو میں سب سے زیادہ شائع ہونے والی سرگزشت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور پھر ساری دُنیا میں اُسے مختلف مواقع پر شکستوں سے دوچار کیا تو مَیں اس کے لیے اس کی اَنا کا مسئلہ بن گیا اور یہ مسئلہ صرف میرے قتل سے حل نہیں ہو سکتا۔ البتہ مجھے اذیّت میں مُبتلا دیکھ کر ضرور اس کی اَنا کو تسکین پہنچ سکتی ہے۔ اولیو ہاورڈ اگر خاموشی سے مجھے قتل کر دے تو یہ اس کے لیے کوئی خاص بات نہیں ہو گی۔ مَیں جانتا ہُوں، وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔"

"کیا؟" تہذیب نے سوال کیا۔

"اس کا ایک بہت گہرا منصوبہ ہے اور وہ اسی سلسلے میں مسلسل مصروف ہے۔ وہ درحقیقت میرے ذریعے پاکستان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا خواہش مند ہے۔ اس طرح اس کی دُہری خواہش کی تکمیل ہوتی ہے۔ ایک تو یہی کہ وہ اس طرح مجھے شدید ذہنی کرب سے دوچار کر دے گا جس کا وہ ہمیشہ خواہش مند رہتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ چونکہ نسلاً یہودی ہے اور صیہونیت ہمیشہ سے پاکستان کو تشویش کی نگاہوں سے دیکھتی ہے لہٰذا وہ پاکستان کے خلاف صیہونی جذبوں کی بھی تکمیل کرے گا۔ یہ خدا کا فضل و کرم ہے کہ ابھی تک اس کی تمام سازشیں ناکام رہی ہیں مگر اولیو ہاورڈ درحقیقت اپنی سی کوششوں میں مصروف ہے، اور ظاہر ہے اپنے وسیع تر مفاد کے لیے وہ ابھی میرے قتل کا فیصلہ نہیں کر سکا ہے۔ ہاں جس وقت وہ یہ محسوس کرے گا کہ اب اس کی تمام کوششیں مکمل طور پر ناکام ہو گئی ہیں تو پھر اُس کی اوّلین کوشش یہی ہو گی کہ مجھے ختم کر دیا جائے۔ اس دوران وہ کئی بار ذہنی طور پر متزلزل ہُوا ہے۔ بعض اوقات جھلّا کر اُس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش بھی کی ہے، خاص طور سے گریو اٹلز کے علاقے سے میری واپسی پر، وہ مجھے قتل کرنے پر تُل گیا تھا لیکن پھر آہستہ آہستہ نارمل ہو گیا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے علی، جیسا کہ اخبارات کے ذریعے ہمیں پتا چلا کہ اُسے اسرائیل نے طلب کر لیا ہے اور وہ وہاں موجود ہے، تو کیا یہاں ان کارروائیوں کی وہ خود نگرانی کر رہا ہے؟"

"اس سلسلے میں ابھی کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی تہذیب۔ بہر حال، وہ اسرئیلی نژاد ہے یہاں اُس کا بے پناہ اثر و رسوخ ہو گا۔ ابھی اُسے اس ملک میں بہت سارے اختیارات حاصل ہوں گے چنانچہ اُس کی پلاننگ کے تحت کچھ اور لوگ بھی کام کر سکتے ہیں۔"

"ہُوں... بہر حال، اخبار کی اس خبر نے ہمارے لیے مزید تشویشناک حالات پیدا کر دیے ہیں۔"

"آہستہ آہستہ میں ایسے حالات کا عادی ہوتا جا رہا ہوں تہذیب۔ تم یقین کرو میرے ذہن میں کوئی خوف نہیں ہے، بس میں محفوظ رہ کر کوئی ایسی کارروائی کرنے کا خواہش مند ہُوں، جس سے اولیو ہاورڈ کے بنائے ہوئے اس حصار کو توڑا جا سکے۔" مَیں نے کہا اور تہذیب خاموش ہو کر گردن ہلانے لگی۔

تقریباً چوبیس گھنٹے گزر گئے۔ اس دوران حالات پُرسکون رہے۔ مَیں ان چوبیس گھنٹوں میں ہوٹل سے باہر نہیں نکلا تھا۔ یہ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ میری طرف سے جو چیلنج کیا گیا ہے، اُس کی حیثیت کیا ہے۔

تیسرے دن صبح اخبار دیکھا تو اس چیلنج کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ پچھلے دن دو خطرناک وارداتیں کی گئی تھیں۔ ٹرانس ٹریائن پر بموں سے حملہ کیا گیا تھا اور ٹریائن تباہ کر دیا گیا تھا۔ یہ یہودیوں کی ملکیت تھی۔ لاکھوں ڈالر کا نقصان ہُوا تھا جس پر مختلف حلقوں کی طرف سے نہایت غم و غصے کا اظہار کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ائرپورٹ پر ایک ممتاز یہودی تاجر پر تین فائر کیے گئے تھے۔ یہودی تاجر شدید زخمی ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اُسے اسپتال ہی میں ہوش آیا تھا۔ پولیس نے اس سے بیانات لیے تو اُس نے علی یار خان کا نام لیا۔ علی یار خان کی تصویر اُسے دکھائی گئی تو اُس نے پہچان لیا کہ یہی شخص اُس پر قاتلانہ حملے کا ذمّے دار ہے۔ یہ دو وارداتیں خصوصی طور پر کی گئی تھیں۔

تہذیب نے تشویش ناک انداز میں اخبار میرے سامنے پیش کیا تھا لیکن ان وارداتوں کے بارے میں پڑھ کر میرے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

ان دو پُرسکون دنوں میں بے شک میں اپنے ہوٹل کے کمرے ہی میں مقیم رہا تھا لیکن ذہنی طور پر مَیں نے بڑا طویل سفر کر لیا تھا اور خود کو بے حد پُرسکون محسوس کر رہا تھا۔ تہذیب کی تشویش پر مَیں نے مُسکرا کر کہا۔ "یہ سب کچھ تو ہونا ہی تھا تہذیب۔ ظاہر ہے میری طرف سے جو چیلنج شائع کرایا گیا ہے اُس کا کوئی نہ کوئی مقصد تو ہو گا۔"

"لیکن اس طرح تو ہمارے خلاف نفرت اور بڑھتی چلی جائے گی علی!"

"میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہُوں تہذیب۔ ہمارے لیے کام ہو رہا ہے اور ہمارے دُشمن ابھی وقتی طور پر ہمارے خلاف کامیابیاں حاصل کرتے جا رہے ہیں۔ اُنھیں پوری طرح عروج پر جانے دو، اس کے بعد ان کا زوال شروع ہو گا۔"

"ٹھیک ہے، جیسا تم پسند کرو۔ ہوٹل کے اس کمرے میں کیا طبیعت کو گھٹن نہیں محسوس ہوتی؟ ہم لوگ یہاں محصور ہو کر کیوں بیٹھیں، آؤ باہر نکلتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" مَیں نے تہذیب سے اتفاق کیا اور وہ پورا دن ہم نے سیر و تفریح میں گزارا۔ سان فرانسسکو کے ان تمام مقامات کی سیر کی، جن کے بارے میں، مَیں اچھی طرح جانتا تھا یا جہاں مَیں اس دَور میں گھوم پھر چکا تھا، جب میرا قیام یہیں پر تھا۔ دوسرا دن بھی سنسنی خیز تھا۔ اس روز کے اخبارات میں بینک کے ایک بڑے ڈاکے کی اطلاع ملی تھی، جس میں کافی بڑی رقم لوٹ لی گئی تھی اور دیکھنے والوں نے تصدیق کی تھی کہ بینک لوٹنے والا ایک ایشیائی نوجوان ہے۔ بعد میں تصاویر کی مدد سے یہ تصدیق کر دی گئی تھی کہ وہ علی یار خان ہے۔ تہذیب کو اخبار میں تفصیلات پڑھ پڑھ کر غصہ آ رہا تھا۔ بہت سے اخبارات نے اس سلسلے میں تبصرے لکھے تھے۔ اُنھوں نے کہا تھا کہ علی یار خان اب باقاعدہ ایک دہشت گرد بن چکا ہے اور سان فرانسسکو میں اس کی یہ آزادانہ کارروائیاں حکومت اور پولیس کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کیا حکومت اس سلسلے میں کوئی ایسی مؤثر کارروائی نہیں کر سکتی جس کی بنیاد پر اس کی دہشت

گردیاں روک دی جائیں۔

"مجھے خطرہ ہے علی کہ تمہارے خلاف نفرت پھیلا کر کہیں یہاں مقیم پاکستانی باشندوں کے خلاف کارروائیاں نہ کی جائیں۔ اولیو ہاورڈ اور اُس کے گُرگے اپنے انتقام کے لیے یہ راستہ نکال سکتے ہیں، اگر عوام میں بے چینی پھیل گئی تو پھر پاکستانیوں کو کافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

تہذیب کا کہنا کافی حد تک درست تھا اور مجھے درحقیقت اب اس سلسلے میں سنجیدگی سے غور کرنا تھا لیکن فی الحال کوئی منصوبہ ذہن میں نہیں تھا۔ ہم لوگ حسبِ معمول سیر و تفریح کے لیے نکل گئے۔

دوپہر کو ڈیڑھ بجے کے قریب ہم ایک خوبصورت سے ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے کے لیے داخل ہوئے تو میری نگاہ ایک ایسے انسان پر پڑی جسے دیکھ کر میرا دل دھک سے ہو گیا تھا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا لیکن وہ شخصیت مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک میز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک حسین سی عورت اُس کے ساتھ تھی اور ایک چھوٹا سا بچّہ بھی ساتھ بیٹھا ہُوا تھا۔

یہ شخصیت میرے پُرانے دوست ہربنس سنگھ کی تھی جو سان فرانسسکو میں یونیورسٹی میں میرے ساتھ ہی تھا اور جس نے میری زندگی کا رُخ بدلنے کے سلسلے میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ وہی مجھے ایبرن ہال لے گیا تھا، ہاں وہی میرا سکھ دوست ہربنس سنگھ۔ مَیں میک اَپ میں تھا، ہربنس مجھے نہیں پہچان سکتا تھا لیکن مَیں نے ہربنس کو اچھی طرح پہچان لیا تھا۔ میرا دل تڑپ گیا اُس سے ملنے کے لیے۔ ظاہر ہے، اتنے عرصے کے بعد ہربنس کو دیکھا تھا تو یہ کیفیت ہونا لازمی تھی۔

مَیں نے تہذیب کو مختصراً اُس کے بارے میں بتایا اور تہذیب بھی چونک کر اُسے دیکھنے لگی۔ دیر تک ہم اُن کا جائزہ لیتے رہے، پھر تہذیب نے کہا۔ "یہ عورت..."

"یہ عورت یقیناً اس کی بیوی معلوم ہوتی ہے۔" مَیں نے جواب دیا۔

"ہاں، بچّہ بھی تمہارے دوست کی شکل و صورت سے ملتا جلتا ہے، ویسے یہ عورت جرمن معلوم ہوتی ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"تہذیب، مَیں اس سے ملنا چاہتا ہُوں لیکن میک اَپ میں یہ مجھے نہیں پہچان سکے گا، کیا ترکیب کی جائے؟"

"چلو اُس کی میز پر چلتے ہیں یا اُسے اپنی میز پر طلب کر لیں۔" تہذیب نے کہا اور میں صُورتِ حال سے بے نیاز ہو کر اپنی جگہ سے اُٹھ کر ہربنس کے پاس پہنچ گیا۔

"سردار جی! میں یہاں بیٹھنا چاہتا ہُوں۔" میں نے کہا۔

ہربنس چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ وہی شوخی، وہی انداز، وہی فراخ دلی آج بھی اس میں موجود تھی۔ اُس نے گردن خم کر کے مجھے بیٹھنے کو کہا۔ ساتھ بیٹھی ہوئی عورت چونک کر مجھے دیکھنے لگی تھی۔ ہربنس بھی مجھ پر غور کر رہا تھا۔ غالباً میرے خدوخال سے میرے بارے میں کچھ اندازہ لگانا چاہتا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔ "ہاں جی! ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں آپ کی۔ چہرے سے یہ پتا نہیں چلتا کہ آپ کہاں کے باشندے ہیں، مگر اردو آپ بڑی اچھی بول رہے ہیں۔"

"مَیں آپ کے ایک پُرانے دوست کا شناسا ہُوں سردار جی۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اس جگہ کے علاوہ کہیں اور مجھ سے ملاقات کر لیں؟"

"یہ جگہ ہی کیا بُری ہے جی۔ کون سے دوست کے شناسا ہو تم؟ نام بتاؤ اُس کا؟"

"شاید وہ بے چارہ آپ کے ذہن سے نکل گیا ہو گا سردار جی۔" میں نے کہا۔

"او جی اگر وہ واقعی دوست ہو گا تو اپنی کھوپڑی میں ضرور بیٹھا ہو گا، کہیں نہ کہیں۔ تم نام تو بتاؤ اُس کا؟"

"علی یار خان۔" مَیں نے نام لیا اور ہربنس سنگھ چونک پڑا۔

وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں جی، بڑا پکّا دوست تھا وہ اپنا۔ ٹھیک ہے، اُٹھو یہاں سے۔"

"نہیں نہیں، آپ شاید لنچ کرنے کے لیے یہاں آ کر بیٹھے ہیں۔"

"او بھائی اُٹھ جا، چھینتی کر۔" ہربنس سنگھ نے میری بات کو نظر انداز کر دیا اور پھر اپنی بیوی کی طرف رُخ کر کے انگریزی میں بولا۔ "چلو جی، میرا ایک دوست مل گیا ہے مجھے، کھانا گھر پر ہی تیار کرتا ہو گا۔"

"مم... مگر سردار جی..." مَیں نے کہا اور ہربنس گھور کر مجھے دیکھنے لگا۔

"او بھائی، عجیب باتیں کرتے ہو! الگ ملنے کی خواہش بھی ظاہر کرتے ہو اور جب اُٹھ گیا ہُوں تو خود رُک رہے ہو۔ آجاؤ... آجاؤ۔" میں نے تہذیب کو اشارہ کیا اور ہم سب اُٹھ کر باہر نکل آئے۔

باہر ہربنس کی خوبصورت امپالا کھڑی تھی۔ اس نے ہم سب کو بیٹھنے کی پیش کش کی اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ پتا نہیں کیوں اُس نے مجھ سے علی یار خان کے بارے میں مزید کچھ نہیں پوچھا تھا۔

امپالا خاموشی سے سفر طے کرتی رہی اور ایک لمبا سفر طے کرنے کے بعد ایک خوبصورت بلڈنگ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

ہم سب نیچے اُتر آئے، ہربنس نے اُسے لاک کیا اور پھر وہ اُوپر جانے کے لیے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ لفٹ چوتھی منزل پر رُکی اور ہربنس راہداری سے گزر کر کارنر کے فلیٹ پر پہنچ گیا۔ اس کی بیوی نے چابی نکال کر تالا کھولا اور پھر وہ اندر داخل ہو گئے۔ ہربنس نے مجھے بھی اندر آنے کا اشارہ کیا تھا اور جونہی مَیں اندر داخل ہُوا، وہ بے ساختہ مجھ سے لپٹ گیا۔

"او تیرا ستیاناس اوئے، تیرا بیڑا غرق علی، کتنا تڑپایا ہے تُو نے مجھے تجھ سے تو گلے ملنے کو بھی ترس گیا تھا راستے میں، حالانکہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ تیرے بدن میں گھُس جاؤں۔ او میرے یار، او میرے شیر، جیتا رہ۔ قسم واہگرو کی جیتا رہ۔" وہ بے اختیار ہو گیا تھا اور اُس نے پوری قوت سے مجھے اپنے آپ میں بھینچ رکھا تھا۔ کافی قوی ہیکل ہو گیا تھا وہ، لمبے اور سڈول بدن کا مالک پہلے ہی تھا۔ اب اُس کی شخصیت اور نکھر آئی تھی۔

مَیں بھی اس سے لپٹ گیا تھا۔ سمجھ گیا تھا کہ ہربنس نے مجھے پہچان لیا ہے۔ کسی طرح بھی سہی لیکن اس نے صُورتِ حال کو برداشت کیا تھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور مجھے یہاں تک لے آیا تھا۔

تہذیب مُسکراتی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ پھر ہربنس نے اپنی بیوی کی طرف رُخ کر کے انگریزی میں کہا "کیا دیکھ رہی ہو میڈم! اپنے بچپن کا یار ہے، تعارف بھی کرادوں گا، اس کو خوش آمدید کہو۔"

"ساٹ سوری اکال۔" ہربنس کی بیوی نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔

پہلے تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا لیکن ہربنس قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ "اوہ سوہنیے، سَت سری اکال کہن دی لوڑ نئیں، اے ساڈا مسلمان دوست اے، کی سمجھیں۔" لیکن ہربنس کی بیوی کچھ نہیں سمجھی تھی۔ تب اُس نے اُسے انگریزی میں بتایا "یہ مسلمان ہے ویرا اور یہ ساڈی بھرجائی ہے۔" اُس نے تہذیب کی طرف اشارہ کر کے کہا اور میں نے زبان اپنے دانتوں میں دبالی۔

ہربنس ہمیں اپنے فلیٹ کے اندرونی کمروں میں لے گیا۔ چار کمروں کا انتہائی نفیس فلیٹ تھا۔ ہر طرح کے قیمتی سازوسامان سے آراستہ۔ ہربنس سنگھ کا ایک ہی بچہ معلوم ہوتا تھا، جس کی عمر تقریباً چار سال تھی۔

ڈرائنگ رُوم میں بیٹھ کر اُس نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا اور بولا۔ "او تیاریاں کر، جلدی لنچ تیار کر، ہم لوگ لنچ کرنے ہی گئے تھے، یہ لوگ بھی لنچ کرنے ہی پہنچے ہوں گے۔" اُردو میں کہہ کر اُس نے انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا اور اُس کی جرمن بیوی مُسکراتی ہوئی اُٹھ گئی۔

تہذیب اپنی سیٹ سے ٹِکی ہوئی مُسکراتی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھی۔

"او بھابی جی! شاید تمھیں اپنے ہربنسے کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو لیکن آج ہم اپنا تعارف کرا ہی دیں گے۔" اُس نے تہذیب کی طرف رُخ کر کے کہا۔

تہذیب نے مُسکرا کر گردن ہلادی تھی۔ میں نے فوراً کہا۔ "نہیں ہربنس، تہذیب سے اپنے بارے میں جو چاہو پُوچھ لو۔"

"تہذیب نام ہے بھرجائی کا۔" ہربنس نے کہا۔

"یار تم پر ایک وضاحت کر دینا ضروری ہے۔ تہذیب ابھی تمھاری بھابی نہیں بنی ہے لیکن تم اسے مستقبل کی بھابی کہہ سکتے ہو۔"

"کیوں بھئی، شادی وادی کیوں نہیں کی؟"

"ہربنس! ہم جیسے لوگوں کے لیے زندگی کو ایک محور پر لانا بے حد مشکل کام ہوتا ہے۔"

ہربنس سنجیدگی سے میری شکل دیکھنے لگا پھر بولا "علی کافی عرصے سے میں تمھاری کارروائیوں سے بے خبر ہوں، ابھی تین دن پہلے کینیڈا سے واپس آیا ہُوں۔ ویرا اور کرن کے ساتھ کینیڈا گیا ہُوا تھا۔ تقریباً چار مہینے کے بعد واپسی ہوئی ہے۔ میرے علم میں یہ بھی نہیں ہے کہ تم امریکا کب واپس آئے۔ بس پچھلے دنوں کے اخباروں میں تمھارے نام کے ساتھ چند خبریں پڑھی تھیں اور میرا دل تم سے ملنے کے لیے مچل گیا تھا۔ کوئی ذریعہ نہیں تھا ایسا میرے پاس، جس سے تمھیں مخاطب کر سکتا، تمھارے گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ میں یہاں موجود ہُوں لیکن ایک خیال دل میں ضرور آتا تھا کہ شاید اس دوران کبھی تم سے ملاقات ہو جائے۔ یہ خواہش اتنی جلدی پوری ہو جائے گی، مجھے معلوم نہیں تھا میرے دوست! یہ تمھارے ہربنس کا گھر ہے، مایوسی کی گفتگو اس گھر میں کرنا حرام ہے تم پر۔ جو کچھ نہیں کر سکے ہو اُس کے لیے تمھارا دوست موجود ہے۔ ہنسی خوشی کی باتیں کرو اور بھول جاؤ سر پریشانی کو... بڑا عرصہ گزر چکا ہے، ساری یادیں تازہ کریں گے، ساری باتیں کریں گے اور ہونے والی بھابی جی! میرا دوست کہتا ہے کہ اُس نے تمھیں اپنے ہربنس کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ ذرا بتاؤ تو سہی میں کون ہُوں؟"

اس بار اُس نے تہذیب سے سوال کیا تھا۔ تہذیب مُسکرانے لگی پھر بولی "مسٹر ہربنس سنگھ! آپ برکلے یونیورسٹی میں علی یار خان کے سب سے گہرے دوست تھے۔ آپ ہی کے ساتھ علی یار خان پہلی بار ایبرن ہال گئے اور وہاں یہودی رہنماؤں کی تقریریں سُن کر اُن سے نذر ہو گیا، اُس کے بعد شہناز کیس ہیں اور پھر..."

"بس جی بس... بس جی... اپنی تسلی ہو گئی، اپنا یار ہربنس کو بھُولا نہیں ہے، سُن بھابی جی تم ہی اسے بتاؤ کہ ہربنس اس کے لیے کیا ہو سکتا ہے۔ لو جی میرے سامنے یہ اتنی مایوسی کی باتیں کر رہا ہے۔ ارے اُس وقت بھی میں نے اپنی جان اس کو پیش کر دی تھی پر اس نے قبول ہی نہیں کی اور اب بھی ہربنس اس کے لیے حاضر ہے۔"

"تم نے مجھے پہچان کیسے لیا ہربنس؟"

"دل کی آنکھ سے دیکھا تھا یار۔ تُو نے علی یار خان کا نام لیا اور مجھے اُس کا پیغام دیا۔ آواز بھی بدل لی تھی تُو نے، پر میں نے دل کی آنکھیں کھول لیں اور خاموشی سے تجھے اُٹھا کر اپنے ساتھ لے آیا کیونکہ اخبار پڑھ چکا تھا، اگر اخبار نہ پڑھ چکا ہوتا تو تجھے وہیں جپھی دے کر تجھ سے لپٹ جاتا۔" ہربنس سنگھ نے کہا۔

اُسی وقت ویرا ٹرالی پر کافی کے برتن سجائے ہوئے اندر آ گئی۔ کرن سنگھ بھی اُس کے ساتھ تھا۔ میں نے کرن سنگھ کو گود میں بٹھا لیا اور ویرا ہمیں کافی دینے لگی۔ تب میں نے ہربنس سنگھ سے پوچھا "یہ ویرا بھابی کہاں سے مل گئی تجھے؟ تجھ جیسے ریچھ کو اتنی خوبصورت عورت کیسے مل گئی؟ مجھے تو شدید حیرت ہے۔"

"لو جی بیگم صاحب، سُن لو ذرا اس کی باتیں۔" ہربنس سنگھ نے کہا اور پھر انگریزی میں ویرا کو میری باتوں کا ترجمہ کر کے سُنانے لگا۔

"سوری بھابی! بھُول جاتا ہُوں کہ ابھی آپ اُردو نہیں جانتیں۔"

"میں تھوڑا جانتا، زیادہ نئیں۔" ویرا نے جواب دیا۔

"پھر بھی ہم انگریزی میں گفتگو کریں گے۔ میں اس سے پوچھ رہا تھا کہ اتنی خوبصورت بیوی تجھ جیسے ریچھ کو کس طرح مل گئی؟"

"تم اسے بتاؤ ویرا کہ تم نے مجھ سے پورے سوا مہینے عشق کیا تھا اور اس کے بعد میں نے تم سے شادی کی تھی... کیوں جھُوٹ بول رہا ہُوں؟"

"نہیں۔" ویرا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بہرحال، ہم دونوں میاں بیوی سکون کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ ایک بچہ ہے اپنا کرن سنگھ، تھوڑا سا کاروبار کر رکھا ہے یار، مگر اب تم سے کیا چھُپانا، یہ تھوڑا سا کاروبار دکھانے کے لیے ہے، اصل کام کچھ اور ہی ہے میرا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"دیکھ بھائی مُسلمان! نصیحتیں کرنے مت بیٹھ جانا۔ ہندوستان واپس گیا تو تعلیم ادھوری چھوڑنے پر بڑا جھگڑا ہُوا اور مجھے گھر سے نکال دیا گیا۔"

"تو تُو نے تعلیم مکمل نہیں کی؟"

"تیرے بعد دل ہی کب لگا تھا یار، بس یونیورسٹی چھوڑنا پڑی۔ گھر سے نکلنے کے بعد دربدر مارا مارا پھرا اور اس کے بعد ایک موقع مل گیا اور میں واپس امریکا آ گیا۔ بس کچھ کالے دھندے کرتا ہُوں۔ امریکی نوجوانوں کے اخلاق کو سنوار رہا ہوں، چرس کی گولیاں فراہم کرتا ہوں انھیں۔"

"اوہ تو یہ کاروبار شروع کر رکھا ہے تُو نے؟"

"میں نے کہا نا کہ نصیحتیں مت کرنا مجھے۔ اب اتنا راستہ طے کر چکا ہُوں کہ واپس نہیں آ سکتا۔ کینیڈا بھی اسی سلسلے میں گیا تھا اور سچی بات یہ ہے کہ ویرا بھی مجھے اسی سلسلے میں ملی تھی۔ یہ چرس فروخت کرنے والے ایک گروہ سے تعلق رکھتی تھی، اپنا عشق ہو گیا اور ہم دونوں نے شادی کر لی۔ اب ہم مختلف گروہوں کے لیے کام کرتے ہیں لیکن دکھانے کے لیے چھوٹا موٹا کاروبار سان فرانسسکو میں کر رکھا ہے۔ یہ ہے اپنا کچا چٹھا۔" ہربنس نے کہا۔

"لیکن تم نے مجھے کیوں بتا دیا ہربنس؟"

"اس لیے کہ تُو بھی اپنے بارے میں سب کچھ بتا دے۔ سُنا ہے کہ بینک میں ڈاکا ڈالا ہے۔"

"نہیں، اگر سب کچھ بتانے کی بات کرتے ہو ہربنس تو یہ بتاؤ کہ تمھیں میرے بارے میں کیا کیا معلوم ہے؟"

"یار، تیرے بارے میں جو خبریں کچھ عرصے پہلے چھپی تھیں، وہ تو ہم نے پڑھ لی تھیں۔ اس کے بعد سے کچھ پتا ہی نہیں چل سکا۔ بس یہاں آ کر یہ دو انوکھی خبریں پڑھیں اور پتا نہیں کیوں دل کو یقین ہو گیا کہ معاملہ اپنے ہی علی یار خان کا ہے۔"

"تو پھر مختصراً میری کہانی بھی سُن لو ہربنس، تاکہ تمھیں عقل آ جائے۔"

"کیا مطلب؟"

"تم یہ محسوس کر لو کہ اس فلیٹ میں میری موجودگی تمھارے لیے کتنی خطرناک ہو سکتی ہے۔"

"اوئے ہاں! ہم نے اس بارے میں تو سوچا ہی نہیں ویرا، چلو جلدی کرو یار، اپنی کہانی سُنا دو تاکہ ہم تمھیں کھلا پلا کر رخصت کر دیں۔" ہربنس سنگھ نے گول گول دیدے نچا کر کہا اور میں ہنسنے لگا۔

اس کے بعد میں نے مختصر سے الفاظ میں اُسے اپنی زندگی کے واقعات سُنائے۔ امریکا آمد، مائیکل جوشر کا قتل اور اس کے بعد بلیک پلان کے بارے میں بھی تفصیلات بتائیں اور ہربنس سنگھ چونک پڑا۔

"اوئے ہوئے ہوئے! یہ بلیک پلان کا کچھ قصہ تو ہم نے کینیڈا میں ضرور سُنا تھا مگر توجہ نہیں دی تھی۔ تو یہ سارا کھیل کھیلا ہے تم نے علی۔"

"ہاں، اور اس کے بعد اولیو ہارڈ میرا بدترین یہودی دشمن اپنے عہدے سے معزول کر دیا گیا اور اس نے میرے بہت ہی قریبی عزیز اور محسن مسٹر جمشو کو قتل کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ لوئی شی جس نے میری معاونت کی تھی، وہ بھی اُس کی درندگی کا شکار ہو گئی لیکن شاید تمھیں اس بات پر حیرت ہو ہربنس کہ بینک کا ڈاکا اور دوسری دہشت ناک وارداتیں میں نے نہیں کی ہیں بلکہ انھیں میرے نام سے منسوب کر کے میرے خلاف ایک گھناؤنی سازش کا آغاز کیا گیا ہے۔"

ہربنس حیرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اُس نے متفکرانہ انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا "تیرے معاملے بہت بڑے ہیں بھئی، میں تو ایک چھوٹا موٹا اسمگلر ہُوں۔ منشیات کے سلسلے میں مجھے مختلف لوگوں سے رابطہ قائم کرنا ہوتا ہے، ان میں کچھ خطرناک لوگ بھی ہوتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں، جو میرے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے لیکن تیرا یہ کھیل بہت بڑا ہے۔ اب مجھے بتا، کیا اب یہیں تو ہربنس کو اس کی تعلیم مکمل کرنے کے لیے چھوڑ دے گا۔ اب تو میں تیرا ساتھی بن سکتا ہُوں۔" ہربنس کے لہجے میں خلوص جھلک رہا تھا۔

تہذیب بغور اُسے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا "ہربنس تم میرے ساتھی کیسے بن سکتے ہو، مجھے جواب دو۔"

"ہر طرح یار، راستے مل گئے ہیں تیرے میرے، یہ دوسری بات ہے کہ تجھے واہگورو نے بڑائی دی ہے اور مجھے صرف پیٹ دیا ہے۔" ہربنس سنگھ اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا اور تہذیب مُسکرا دی۔

"میں اب بھی تجھے یہی تلقین کروں گا ہربنس کہ اپنا پیٹ بھر۔ میں نے تو تہذیب سے شادی تک نہیں کی، صرف اس لیے کہ کوئی بھی لمحہ اس کے لیے بیوگی کا لمحہ ہو سکتا ہے لیکن تیرا ایک بچّہ بھی ہے۔ میں کرن سنگھ کو ہمیشہ مُسکراتے دیکھنا چاہتا ہُوں۔"

"دیکھ علی! میں اب تیری کوئی بات نہیں مانوں گا۔ یہاں تُو باقاعدہ مصیبتوں میں گھر گیا ہے۔ یار یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اب تجھے اکیلا چھوڑ دوں۔ تُو خود سوچ، اگر میں تیری جگہ ہوتا تو کیا تُو میرے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں ہربنس کی صورت دیکھتا رہا پھر میں نے کہا "نہیں ہربنس سنگھ، میں تجھے تھوڑی بہت تکلیف ضرور دوں گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت حالات میرے خلاف ہو چکے ہیں، امریکی پولیس یقینی طور پر میری طرف سے اتنے غم و غصّے کا شکار ہو گی کہ میرے نام پر بہت سے دوسروں کو بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔ میرے دشمن اس وقت ایک زبردست چال چل رہے ہیں اور انھوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ ایسے وقت میں میں تیری اتنی مدد ضرور قبول کروں گا کہ کچھ عرصے تیرے ساتھ رہوں۔ کسی ایسے انسان کی حیثیت سے جس پر کوئی شک و شبہ نہ کر سکے۔"

"چل، یہ تو ہوئی ابتدائی بات، بعد میں تجھے اپنے معاملات میرے سپرد کرنے ہوں گے۔ یار میں بھی تھوڑی واقفیت رکھتا ہوں۔ اب ایسا بھی نہیں۔ یہ بتاؤ، سامان کہاں ہے تمہارا؟"

"ایک ہوٹل میں بلکہ دو ہوٹلوں میں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"نام اور کمرا نمبر بتا دو۔" ہربنس بولا اور اس نے جیب سے نوٹ بک نکال لی۔

"ہربنس، اگر اس سامان کو اٹھا کر یہاں تک لاؤ گے تو یوں سمجھ لو کہ میری یہ نئی رہائش گاہ بھی دوسروں کی نگاہ میں آ جائے گی۔"

ہربنس چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا "تو پھر چھوڑ یار، لعنت بھیج، کوئی کاغذات تو نہیں ہیں اس سامان میں، ایسے جن کی تجھے ضرورت ہو؟"

"نہیں، ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔"

"بس تو پھر باقی سامان یہیں اکٹھا ہو جائے گا، کیوں ہونے والی بھابی جی؟" اس نے تہذیب کی طرف رُخ کر کے کہا۔

"ٹھیک ہے ہربنس سنگھ، جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

ویرا بہت خاموش طبع لڑکی تھی۔ ہربنس اس کے بارے میں بتا چکا تھا لیکن بعد میں تہذیب نے مجھے بتایا کہ وہ بہت دلچسپ شخصیت کی مالک ہے۔ اس کی ظاہری حالت سے اس کی اندرونی کیفیت کا اظہار نہیں ہوتا، بڑی خوبصورت گفتگو کرتی ہے۔ ہم ہربنس کے ہاں مقیم ہو گئے۔ اس نے ہم دونوں کو ایک کمرا دے دیا تھا۔ تہذیب ویرا کی معیت میں خوش تھی۔ تنہا کرن زندگی میں دلچسپیوں کی کرنیں بکھیرنے کا باعث تھا۔

پانچ چھ دن اسی طرح گزر گئے۔ اس دوران اخبارات کا مسلسل مطالعہ جاری رہا تھا۔ تین دن تک تو خاموشی رہی لیکن چوتھے دن میرے نام سے پھر ایک خوفناک واردات کر دی گئی تھی۔ غالباً وہ لوگ پولیس کو میرے حوالے سے اُلجھائے رکھنا چاہتے تھے لیکن ہربنس کے فلیٹ میں ہم لوگ بالکل محفوظ ہو گئے تھے۔

چھٹے یا ساتویں دن کی بات ہے کہ شام کو ایک شخص ہربنس سے ملنے آیا۔ غالباً نیپالی باشندہ تھا۔ ہربنس کی اس سے گفتگو ہوتی رہی، وہ شخص چلا گیا لیکن ہربنس میرے پاس آ گیا۔

"بھیا جی، ذرا چار پانچ دن کے لیے شکاگو جانا ہے۔" اس نے کہا اور اس کی "ذرا" پر مجھے ہنسی آ گئی۔

"تو پھر؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا مطلب ہے تم مِس تو نہیں کرو گے؟"

"شکاگو..." میں نے پُر خیال انداز میں ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔ ہربنس جلدی سے بولا "چلو میرے ساتھ یار، بڑی بہترین جگہ لیے جا رہا ہوں تمہیں، مزہ آ جائے گا۔"

"خطرات ہمارے ساتھ سفر کریں گے ہربنس، اس بات کو ذہن میں رکھنا۔"

"تو یار جب ہم شہناز کے سلسلے میں کام کر رہے تھے، تب میں نے کب خطرات کی پروا کی تھی؟ بتاؤ تم؟"

"ہاں، وہ تو ٹھیک ہے، بہرحال میں چلنے کے لیے تیار ہوں۔ تہذیب کو یہیں چھوڑ دیں گے۔"

"ہاں، تہذیب و تمدّن سب یہیں چھوڑ دو، کیا رکھا ہے ان چیزوں میں؟" ہربنس نے کہا۔

میں نے تہذیب سے اس سلسلے میں بات کی اور اسے بتایا کہ اگر ممکن ہو سکا تو میں شکاگو میں ڈیبو ہارلو سے ملاقات کروں گا، دیکھوں گا کہ اس کی کیا حیثیت ہے، ممکن ہے کام کا آدمی ہو اور ہم اس کے ذریعے اپنے لیے کوئی بہتر راستہ منتخب کر سکیں۔ فی الحال تو ہماری ساری راہیں مسدود کر دی گئی ہیں۔ میرا خیال ہے، ہر ائیر پورٹ اور نکاسی کے ہر راستے پر چیکنگ ہو گی اور اگر ہم کوئی حماقت کریں گے تو بڑے اطمینان سے دھر لیے جائیں گے اور پھر امریکی پولیس سے پیچھا چھڑانا آسان کام نہیں ہو گا۔

"ٹھیک ہے، اگر تم مناسب سمجھتے ہو علی، تو ہو آؤ۔ ویرا کے ساتھ میں بہت خوش ہوں، بشرطیکہ میں یہاں دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکوں۔"

"یہ ہفتہ جس انداز میں گزرا ہے، اس سے ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہمیں کھو چکے ہیں، ورنہ کچھ نہ کچھ کارروائی تو ضرور ہوتی۔" میں نے کہا۔

"اوکے علی، اپنا خیال رکھنا، میں تو اب تمہاری جدائی کی عادی ہو گئی ہوں۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں ہربنس کے ساتھ شکاگو روانگی کی تیاریاں کرنے لگا۔ ہربنس نے مجھے میک اپ کا سامان لا دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے مجھے ایک تصویر بھی دے دی تھی۔ یہ تصویر اس کے اپنی نسل کے ایک شخص کی تھی، جس کے بارے میں ہربنس نے بتایا کہ وہ یہیں کا شہری ہے لیکن ان دنوں امریکا سے باہر گیا ہوا ہے۔ تصویر کے مطابق مجھے اپنے چہرے کا میک اپ کرنے میں ذرا بھی دشواری نہیں ہوئی۔

جب ہربنس نے مجھے دیکھا تو کرپان ہاتھ میں اٹھا کر بھنگڑا ڈالنے لگا۔ وہ ست سری اکال کے نعرے لگا رہا تھا۔ میں نے اسے بمشکل تمام پکڑا تو وہ ہنستے ہوئے بولا "ویرا کو دکھاؤ ذرا اپنے آپ کو، یہی سوچے گی کہ اس کا دیور آ گیا ہے۔ واہ، کیا چہرہ بدلا ہے تم نے اپنا۔ یار تم تو بالکل ہی فنٹاک ہو گئے ہو۔"

"فنٹاک کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔" ہربنس ہنستا ہوا بولا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ویرا اور تہذیب کے سامنے پہنچ گئے۔ ویرا واقعی مجھے دیکھ کر حیرت سے اُچھل پڑی تھی۔ ہربنس نے اسے میک اپ کے بارے میں بتایا تو وہ تعجب سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گئی۔ رسمی گفتگو ہوتی رہی اور پھر ہم اسی رات شکاگو کے لیے روانہ ہو گئے۔ ائیر پورٹ پر میں نے محسوس کر لیا تھا کہ نگرانی کرنے والے بے شمار افراد پورے ائیر پورٹ پر بکھرے ہوئے ہیں۔ ہربنس کو بھی میں نے ان کی جانب متوجہ کیا تو وہ ہنس کر بولا "اوئے پروا نہیں یار... ہم ان کی نگاہوں میں نہیں آ سکیں گے۔"

شکاگو پہنچ کر ہربنس نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ مجھے بھی اپنے ذہن سے بوجھ کچھ ہلکا ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ہوٹل کے کمرے میں میں نے ہربنس سے اس کا پروگرام پوچھا تو وہ کہنے لگا۔

"یہاں سے کوئی چالیس میل دُور ایک علاقہ بلیک وائن کہلاتا ہے۔ بلیک وائن میں مجھے ڈیبو ہارلو سے ملنا ہے۔"

"کس سے؟" میں چونک پڑا۔

"ڈیبو ہارلو! کیوں تم چونکے کیوں؟"

"کچھ نہیں ہربنس، میں بھی تمہارے ساتھ اس سے ملاقات کروں گا۔"

"چلنا، ڈیبو ہارلو ایک بہت خطرناک شخصیت ہے۔ بلیک وائن کا پورا علاقہ اس کی ملکیت سمجھ لو۔ بہت بڑا سرمایہ دار ہے لیکن چرس کا شوقین ہے، خود بھی پیتا ہے اور دوسروں کو بھی پلاتا ہے۔ یہاں پر چرس کا اس سے بڑا اسمگلر اور کوئی نہیں ہے۔ مجھے اسی کا پیغام ملا تھا۔"

میں اس دلچسپ اتفاق پر دل ہی دل میں مسکراتا رہا تھا۔ یہ ایک اچھی بات تھی کہ ایک اجنبی شخصیت کی حیثیت سے ڈیبو ہارلو سے ملاقات ہو جائے گی اور میں اس کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر سکوں گا۔

بلیک وائن تک پہنچنے کے لیے ہربنس نے ہوٹل کی روم سروس سے کار طلب کر لی تھی پھر اسی کار میں بیٹھ کر ہم بلیک وائن چل پڑے۔ راستے میں ہربنس سنگھ، ڈیبو ہارلو کے بارے میں تفصیلات بتاتا جا رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ ہارلو کے ہاتھ کافی دراز ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ اور مشرقِ بعید میں اس کے بے شمار افراد موجود ہیں۔ یورپ اور امریکا کے مختلف ملکوں اور شہروں میں اس کے نمائندے پھیلے ہوئے ہیں اور خود شکاگو میں وہ ایک طرح سے بے تاج بادشاہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں کی تقریباً آدھی بلیک پاور اس کے قبضے میں ہے۔ بڑے بڑے شاندار لوگ اس کے ساتھی ہیں۔

میں دلچسپی سے یہ گفتگو سن رہا تھا پھر میں نے ہربنس سے پوچھا "اور خود ڈیبو ہارلو کس قسم کا آدمی ہے؟"

"دوست نواز، بے حد خوش اخلاق۔ اتنی بڑی شخصیت ہے لیکن اپنے آپ پر مغرور نہیں ہے۔ حیرت انگیز فطرت ہے اس کی۔"

"گڈ! تم سے بہت سی کام کی باتیں معلوم ہوئی ہیں ہربنس۔"

"تمہارے کام کی بھی کوئی بات ہے اس میں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا اور ہربنس خاموش ہو گیا۔ اس نے مجھے کریدنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ بلاشبہ ایک بے مثال دوست تھا۔ اس دور میں ایسے دوست بہت مشکل سے ہی ملتے ہیں۔

بلیک وائن کا علاقہ انتہائی خوبصورت تھا۔ چھوٹے بڑے مکانات چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ ایک عظیم الشان جھیل بھی اس کے بائیں سمت نظر آ رہی تھی۔ ہم ایک مختصر سے راستے سے گزرتے ہوئے ایک بڑی عمارت کے سامنے پہنچ گئے۔ یہاں چاروں طرف کالوں کا راج تھا۔ عمارت کے صدر دروازے پر ایک طویل القامت سیاہ فام سے ملاقات ہوئی۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "ساٹ سری اکل سردار۔"

"او ست سری اکال کالو چند مہاراج، ست سری اکال۔" سردار نے خوش مزاجی سے کہا اور آگے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ میں نے بھی اس سے مصافحہ کیا تھا۔

"چیف تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

"ابھی ملاقات ہو جائے گی۔"

"جلدی کیا ہے، اندر آؤ۔" سیاہ فام نے کہا۔ ہربنس نے اس سے میرا تعارف کرایا۔ اس کا نام ایسل براؤن تھا۔ میرا نام ہربنس نے کھیم سنگھ بتایا تھا۔ ہمیں مہمان خانے کے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ انتہائی شاندار عمارت تھی، فوراً ہی تواضع شروع ہو گئی۔ ایسل خوش اخلاق آدمی تھا۔ دنیا جہان کی باتیں کرتا رہا پھر اجازت لے کر چلا گیا۔

اسی وقت ہربنس، ہارلو سے ملاقات کرنے چلا گیا۔ کاروباری معاملہ تھا، اس لیے میں اس کے ساتھ نہیں جا سکتا تھا لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دو سیاہ فام مہمان خانے کے اسی کمرے میں آ گئے، جہاں میں موجود تھا۔

"مسٹر ہارلو آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ! اچھا۔" میں نے ان لوگوں سے مزید کوئی سوال کرنا مناسب نہیں سمجھا اور ان کے ساتھ چل پڑا۔

عمارت کے مختلف حصوں سے گزر کر میں ایک کمرے کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دروازے پر رُکا اور یہاں تک رہنمائی کرنے والوں نے میرے لیے دروازہ کھول دیا۔ اندر داخل ہُوا تو ہربنس کو ایک تومند نیگرو کے سامنے بیٹھے پایا۔ پونے سات فٹ کی جسامت کا یہ دیو ایک شاندار سُوٹ میں ملبوس تھا۔ اُس کی آنکھیں بہت بڑی اور خوفناک تھیں لیکن مجھے دیکھ کر وہ اُٹھ کھڑا ہُوا اور میرے قریب آگیا۔

"میک اَپ؟" اُس نے سوال کیا۔

"ہیلو مسٹر ہارلو!" مَیں نے اُس کے سوال کو نظر انداز کر دیا۔

ہارلو نے اپنا چوڑا پنجہ مصافحے کے لیے میری طرف بڑھایا اور گرمجوشی سے اُسے دباتے ہوئے بولا "کیا واقعی تم علی یار خان ہو؟"

"یار علی! معاف کرنا، مَیں نے تمھاری اجازت کے بغیر مسٹر ہارلو سے تمھارا تذکرہ کر دیا، لیکن مجھے مسٹر ہارلو پر مکمل اعتماد ہے۔ انھوں نے فوراً تم سے ملنے کی خواہش ظاہر کر دی۔"

"مَیں تمھارا اصلی چہرہ دیکھنا چاہتا ہُوں مسٹر علی۔" ڈیبو ہارلو نے کہا اور ایک آدمی کو چٹکی سے اشارہ کر دیا، جو ایک گوشے میں کسی بُت کی طرح ساکت کھڑا تھا۔ وہ باہر نکل گیا اور چند لمحوں کے بعد ایمونیا کی بوتل لے کر آگیا۔ مَیں نے داڑھی وغیرہ اکھاڑ دی اور وہ شخص میرے چہرے پر ایمونیا کی پھواریں مارنے لگا۔

"میرا تذکرہ کیسے نکل آیا ہربنس؟" مَیں نے پوچھا۔

"مسٹر ہارلو نے بتایا تھا کہ وہ سان فرانسسکو گئے ہوئے تھے، اپنے عزیز ترین دوست الیو جوشو کی آخری رسومات کے سلسلے میں۔ مَیں نے اس دوستی کی تفصیل پوچھی تو پتا چلا کہ مسٹر جوشو اور ہارلو پچیس سال پرانے دوست ہیں اور مسٹر ہارلو نے اُن کے قاتلوں کی تلاش کے لیے پندرہ آدمی مقرر کیے ہیں۔ وہ اُن کا انتقام لینے کے لیے بے چین ہیں اور علی، پھر مسٹر ہارلو نے تمھارا نام لیا اور مَیں خود کو باز نہ رکھ سکا۔"

پلاسٹک میک اَپ کے ٹکڑے میرے چہرے سے صاف ہو گئے۔ ہارلو کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ میرا اصل چہرہ دیکھ کر ڈیبو ہارلو اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اُس نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ پکڑا اور پھر مجھے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا "میرے مرحوم دوست نے مجھے تمھارے بارے میں پوری تفصیل بتائی تھی علی۔ اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ تم مجھ سے ملو گے۔ تم تنہا اُن سے لڑ رہے ہو علی۔ میرے پاس کیوں نہیں آگئے؟"

"حالات نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا مسٹر ہارلو!"

"یوں لگتا ہے ہربنس کہ تم خود بھی اپنے دوست کی شخصیت سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔"

"اب تو ایسا ہی لگتا ہے چیف، مَیں تو خاصا نیچے آگیا۔ اب آپ کو تعجب ہوگا کہ یہ بس اتفاقیہ طور پر ہی میرے ساتھ آگیا۔"

"نہیں ہربنس، اگر تم شکاگو کے بجائے کہیں اور کا پروگرام بناتے تو شاید مَیں تمھارے ساتھ سفر نہ کرتا۔ یہاں مَیں مسٹر ہارلو کے لیے ہی آیا تھا اور جب تم نے ان سے ملاقات کا تذکرہ کیا تو مَیں اسی لیے تمھارے ساتھ لگ گیا۔ مَیں مسٹر ہارلو کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔"

"جوشو کے چہیتے میرے لیے بڑی حیثیت رکھتے ہیں اور پھر علی جیسے پائے کے لوگوں سے کون نہ ملنا چاہے گا۔ بات جب اس حد تک بڑھ گئی ہے علی تو ایک بات اور بتا دوں، میرے آدمی سان فرانسسکو میں تمھیں تلاش کر رہے ہیں۔ اُنھیں ہدایت کر دی گئی ہے کہ تمھیں تلاش کریں اور تمھارے لیے کوئی خطرہ دیکھیں تو جہنم کے دہانے کھول دیں۔ مجھے تمھاری سخت ضرورت تھی، نہ صرف مجھے بلکہ میرے کچھ مہمانوں کو بھی۔"

"مہمان؟" مَیں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"سردار! تیری ذمّے داری ختم ہو گئی ہے تُو آرام کر۔" ڈیبو نے ہربنس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"براہِ کرم مسٹر ڈیبو ہارلو! اسے یہیں رہنے دیں۔"

"تم اگر ہرج نہیں سمجھتے تو ٹھیک ہے۔ ہاں تو مَیں اپنے کچھ مہمانوں کی بات کر رہا تھا، جو طویل سفر کر کے میرے پاس آئے ہیں اور اُنھوں نے درخواست کی ہے کہ مَیں اُن کے لیے علی کو تلاش کر دوں۔"

"کون ہیں وہ؟"

"ابھی ملنا پسند کرو گے؟"

"ضرور، میرے ذہن میں تجسس پیدا ہو گیا ہے، کیا ان کا تعلق تنظیم سے ہے؟"

"نہیں، وہ مشرقِ وسطیٰ کے باشندے نہیں ہیں، البتہ وہ مجھے جادوگر ضرور تسلیم کر لیں گے کیونکہ ان کی فرمائش کے چند گھنٹوں کے اندر اندر مَیں تمھیں اُن سے ملا رہا ہُوں۔"

مَیں خاموشی سے ہارلو کو دیکھتا رہا۔

ہارلو نے بیل بجائی اور اندر آنے والے سے بولا "ڈائمنڈ ہاؤس کے مہمانوں کو احترام کے ساتھ یہاں لے آؤ۔"

مَیں سچ مچ تجسس کا شکار ہو گیا تھا۔ کون لوگ تھے وہ؟ ذہن میں مختلف قسم کے خاکے بنتے رہے۔ ہارلو کے بارے میں بھی اندازہ لگا رہا تھا۔ انتہائی زیرک اور خطرناک آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے مجھ سے میری کارروائیوں کے بارے میں پوچھا۔

"اب تک جو کارروائیاں ہوئی ہیں مسٹر ہارلو، وہ میری سطح کی نہیں ہیں۔ کسی یہودی کی ملکیت کو بم سے اُڑا دینا، کسی تاجر پر قاتلانہ حملہ اور وہ بھی ناکام یا پھر بینک میں ڈاکا۔ جو لوگ علی یار خان سے واقف ہیں، وہ یہ جانتے ہوں گے کہ علی جس پر قاتلانہ حملہ کرے، وہ بچ نہیں سکتا۔ علی کبھی بینک نہیں لُوٹ سکتا۔ مجھ سے منسوب تینوں واقعات میں کہیں میری جھلک نہیں ملے گی بشرطیکہ مجھے سمجھنے والے غور کریں۔"

"اوہ مائی گاڈ! اس کا مطلب ہے کہ تم نے یہ سب کچھ نہیں کیا، پھر کون...؟"

"میرا سب سے بڑا دشمن ہاورڈ۔"

"لیکن اسے تو تم نے امریکا سے نکلوا دیا۔"

"وہ اتنا کمزور تو نہیں ہے مسٹر ہارلو۔"

"شیطان نمبر ایک ہے، کمزوری کا کیا سوال ہے۔ او مائی گاڈ! تو وہ چیلنج بھی نہیں، مَیں...؟"

"مَیں صرف عمل کرتا ہُوں مسٹر ہارلو، اعلان نہیں۔" مَیں نے جواب دیا۔

"پوری اسکیم سمجھ میں آگئی۔ گڈ، پوری اسکیم سمجھ میں آگئی۔ بوکھلائے ہوئے ہیں وہ لوگ، صرف تمھارے راستے بند کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ تمھارے سامنے آنے کی جُرأت نہیں کر پا رہے۔ گڈ۔ ویسے تمھیں میرے پاس ضرور آنا چاہیے تھا علی۔"

"مَیں اس کے لیے موقع نہیں نکال پایا تھا۔"

"تم نے ایک دلچسپ سوال پیدا کر دیا ہے میرے ذہن میں۔ آؤ، جب تک ڈائمنڈ ہاؤس کے مہمان آئیں، ایک دلچسپ کارروائی کی جائے۔ آؤ، اُٹھو یہاں سے۔"

مَیں اور ہربنس خاموشی سے اُٹھ گئے تھے۔ ہارلو ہمیں لیے ہوئے ایک اور کمرے میں آگیا۔ یہاں ایک سیاہ فام لڑکی ایک بڑی سی ٹرانسمیشن مشین کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ ہارلو کو دیکھ کر وہ مؤدّب ہو گئی۔

"پی ہوگن کو کال کرو۔" ہارلو نے لڑکی سے کہا اور لڑکی نے گردن خم کر دی۔ وہ سامنے رکھی ہوئی مشین کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

چند لمحے وہ کوشش کرتی رہی پھر اُس نے کسی سے کہا "مسٹر ہوگن پلیز۔ ہاں، ڈیبو ہارلو شکاگو... یس... کوڈ نمبر... او کے۔" اُس نے مشین آف کر دی پھر دوسرے کچھ بٹن دبا کر بولی "ایس۔ بی۔ او... آپریشن ناٹن مسٹر ہوگن پلیز... یس، بات کریں ڈیبو ہارلو فرام شکاگو... او کے۔" اس نے ڈیبو کو اشارہ کیا اور ڈیبو مشین کے پاس پہنچ گیا۔ اُس نے کچھ بٹن آن کیے اور دیواروں میں لگے اسپیکروں میں سے کسی کار کے انجن کی آواز اُبھری پھر ایک بھاری آواز سُنائی دی۔

"پال ہوگن... اوور۔"

"کار کا انجن بند کر دو، ڈیبو بول رہا ہے۔"

"ہیلو، ڈیبو فرام شکاگو!"

"شکاگو کے بچے! کار کا انجن بند کر دو۔ کیا کسی کا پیچھا کر رہے ہو، کار کی اسپیڈ ہنڈریڈ ٹوئنٹی ہے۔"

"ٹھیک ہے جادوگر، مَیں جانتا ہُوں تم انجن کی آواز سے اسپیڈ پہچان لیتے ہو۔" کار کے رُکنے کی آواز آئی اور پھر انجن بند ہو گیا۔ "کہو کیا بات ہے؟" ہوگن نے کہا۔

"کہاں مر رہے ہو، بہت دن سے شکاگو نہیں آئے؟"

"بہت مصروف ہُوں ڈیئر۔"

"کیا ہنگامہ ہے تمھارے شہر میں، تم سب ناکارہ ہو گئے ہو۔ قانون کے ایک طالب علم کو گرفتار نہیں کر پا رہے۔"

"علی یار خان کی بات کر رہے ہو؟"

"ہاں، کیا چیز ہے وہ؟"

"دعا کرو ڈیبو کہ تم سے اُس کی دُشمنی کبھی نہ ہو۔"

"یہ ہوگن بول رہا ہے؟"

"ہاں، اُس کا ریکارڈ دیکھو گے تو یہ نہ کہو گے۔"

"ڈرتے ہو اُس سے؟"

"ہوگن کس سے ڈرتا ہے، تم جانتے ہو۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے، مسٹر ہوگن کے علاوہ ہوگن کو کوئی اور نہیں ڈرا سکتا۔ علی یار خان کا کیا قصّہ ہے؟"

"بہت لمبا قصّہ ہے۔ تمھیں اس سے کیا دلچسپی پیدا ہو گئی؟"

"مَیں کچھ مدد کر سکتا ہُوں۔"

"ضرور کرو ڈیبو، تمھاری یہی خوبی سب کو پسند ہے کہ تم بہت کچھ ہونے کے باوجود انتظامیہ سے تعاون کرتے ہو۔"

"مکمّل رپورٹ؟"

"ہاورڈ کیس کے بارے میں پڑھ چکے ہو؟"

"ہاں۔"

"چینی رہنما جوشو کے قتل کے بارے میں؟"

"مَیں اتنا کم علم نہیں ہُوں، قانون کا طالبِ علم اب جو کچھ کر رہا ہے، اُس کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟"

"وہ سب کچھ شاید وہ نہیں کر رہا۔ بڑے لوگوں کا یہی خیال ہے۔ اُس کی گرفت کبھی کمزور نہیں ہوتی پھر کچھ چینیوں نے ایک ایسی اطلاع دی ہے جس سے اس بات کی تصدیق ہو گئی ہے۔"

"کیا؟"

"مسٹر جوشو کی موت کی اطلاع پر علی، مسٹر جوشو کے ساتھیوں سے ملا اور بیکن ہوسٹل کے ایک خالی کمرے سے اُس کی تصویریں حاصل کرنے کی کوشش کی گئی، جسے فوراً ہی محسوس کر کے تصویر حاصل کرنے والوں کو پکڑنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ اسٹین گنوں اور بموں کی مدد سے فرار ہو گئے۔ بموں کے جو ٹکڑے بیکن ہوسٹل کے پاس سے حاصل کیے گئے تھے، دوسری واردات میں بھی اسی ساخت کے بموں کے ٹکڑے پائے گئے۔ یعنی جو بم یہاں استعمال کیے گئے، ٹرانس ٹربائین اُڑانے کے لیے بھی وہی بم استعمال کیے گئے تھے۔ یہ بم مخصوص ساخت کے تھے اور انھیں اسرائیل میں تیار کیا گیا تھا۔ دو مختلف مقاصد رکھنے والے گروپس نے ایک ہی طرح کے بم کیوں استعمال کیے؟ یہ بات قابلِ غور تھی اور اس سے اندازہ ہو گیا کہ بینک روبری، ٹربائین اُڑانے کی کوشش اور ایک یہودی تاجر پر حملہ علی نے نہیں کیا بلکہ یہ اُس کی طرف امریکی پولیس کو متوجہ کرنے کی ایک چال ہے۔"

"کیا پولیس انھی لائنوں پر کام کر رہی ہے؟"

"ہاں، بظاہر علی کو تلاش کیا جا رہا ہے تاکہ اصل کارروائی کرنے والے دھوکے میں رہیں لیکن درحقیقت اُن کی تلاش بھی جاری ہے۔"

"گڈ! کب آ رہے ہو؟"

"ابھی بہت دن تک نہیں آسکوں گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مَیں کچھ مدد کرسکتا ہُوں؟"
"اگر کوئی ضرورت پیش آئی تو ضرور اطلاع دوں گا۔"
"او کے"، ڈیبو نے ٹرانسیمٹر بند کر دیا۔

یہ تمام گفتگو اسپیکروں کی مدد سے ہم لوگ سُن رہے تھے، میرے رگ و پے میں مسرت کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ ڈیبو میری طرف متوجہ ہو کر بولا "امریکی پولیس احمق نہیں ہے، اس سے زیادہ حقیقت تمھیں پوری زندگی ہی میں معلوم ہو سکتی تھی، یہ شخص بہت بڑا افسر ہے۔ انتظامیہ کی ناک کا بال، میرا دوست۔"

"آپ کا خیال درست ہے مسٹر ہارلو، اور مجھے بے حد مسرت ہے۔"

اُسی وقت ایک سیاہ فام ملازم نے بتایا کہ ڈائمنڈ ہاؤس کے مہمان آچکے ہیں۔ ڈیبو اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ پھر وہ ہمیں ساتھ لیے ہوئے ڈرائنگ رُوم کی طرف چل پڑا۔ امریکی پولیس افسر کی گفتگو میرے لیے بہت حوصلہ افزا تھی لیکن ڈرائنگ رُوم کی طرف بڑھتے ہوئے مجھے وہ پُراسرار مہمان یاد آگئے، جو میرے لیے بہت طویل سفر طے کر کے آئے تھے، وہ کون ہیں؟

دھڑکتے دل کے ساتھ مَیں ڈرائنگ رُوم میں داخل ہُوگیا۔ خوبصورت ڈرائنگ رُوم کے صوفوں پر دو عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ مَیں اُنھیں دیکھنے لگا پھر اُنھیں پہچان کر متحیر ہو گیا۔ یہ سائیکا مائیلر اور تارینا ہارڈو تھیں۔

ڈیبو ہماری شکلیں دیکھ رہا تھا۔ دونوں بے اختیار کھڑی ہو گئیں۔ تارینا متحیرانہ انداز میں میرے پاس آگئی اور اُس کے مُنہ سے نکلا "یہ تم ہی ہو علی؟ کیا یہ تم ہی ہو؟"

"تم نے پوچھا تھا تارینا، لوگ مجھے جادوگر کیوں کہتے ہیں۔ اب تم مجھے کیا کہو گی؟"

"جادوگر... واقعی جادوگر... علی کو تم نے درچ کرافٹ کے ذریعے ہی حاصل کیا ہے، ورنہ امریکی پولیس..."

"چلو، اپنے مہمانوں سے ملو، ہماری ضرورت تو نہیں ہے۔ آؤ سردار! تم پاگل ہو جاؤ گے ان چکروں میں، تم جرس پیو، کہاں ان خطرناک لوگوں میں اُلجھ گئے ہو" ہارلو نے ہربنس کا ہاتھ پکڑ کر کہا اور پھر اُسے لیے ہوئے باہر نکل گیا۔

سائیکا مائیلر مُسکرا رہی تھی "ہیلو سائیکا!" مَیں نے اُسے مخاطب کیا "تم لوگوں سے یہاں ملاقات کی مجھے اُمید نہیں تھی۔ کیا تم نے مسٹر ڈیبو سے میری تلاش کی خواہش کی تھی؟"

"ہاں اور یہ تازہ بات ہے" تارینا بولی۔

"خیریت ہے؟"

"تم نے بالآخر وہ سب کچھ کر ڈالا علی، جس کے تم خواہش مند تھے۔ ایک بہت بڑی امریکی شخصیت کو تم نے بُری طرح مسخ کر دیا" تارینا نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"خدا کا شکر ہے تارینا، مَیں نے ہارڈ کا ایک طلسم توڑ دیا لیکن ابھی مَیں نے کچھ نہیں کیا۔"

"مسٹر آئن شلائر نے تمھیں مبارک باد دی ہے۔ جادوگری دکھائی ہے تم نے اس کام میں، پورا کرائم انٹرنیشنل چھاپ دیا۔ بلیک پلان کی دھجیاں اُڑا دیں۔ جانتے ہو کتنے لوگوں نے، کتنے ملکوں نے اس سلسلے میں اسرائیل کی مذمت کی ہے اور اسرائیل نواز امریکیوں کو لتاڑا ہے۔ یہی نہیں، اس پلان کے منظرِ عام پر آنے کی وجہ سے اسرائیلیوں کو ایک اور بڑے منصوبے سے ہاتھ دھونے پڑے ہیں۔"

"وہ کیا؟" مَیں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"جس علاقے میں بلیک پلان کے تحت کام ہو رہا تھا، وہاں کی قریبی حکومت پر اسرائیل ڈورے ڈال رہا تھا اور یہاں اُسے ایک فیکٹری قائم کرنے کی اجازت مل گئی تھی لیکن اس منصوبے کے منظرِ عام پر آنے سے فوری طور پر یہاں فوجیں اُتار دی گئیں۔ فیکٹری کی عمارت بھی قبضے میں لے لی گئی اور وہاں سے کچھ ایسا سامان ملا ہے، جس سے اسرائیل کی ایک اور سازش طشت از بام ہوئی ہے۔"

"خدا کا احسان ہے مجھ پر۔"

"لیکن یہاں بہت تشویشناک خبریں سُننے کو ملی ہیں۔"

"ہاں تارینا، بہرحال، ہمارے درمیان دُشمنی ہے، کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی رہے گا۔"

"اب تمھارا کیا پروگرام ہے علی؟ سوری، تمھاری دوست ہونے کی حیثیت سے مَیں یہ ضرور پوچھ سکتی ہُوں۔"

"سائیکا تم بہت خاموش ہو" مَیں نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"اپنی باری کا انتظار کر رہی ہُوں" سائیکا نے بھی مُسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ریڈ پینتھرز خیریت سے ہیں؟"

"ہاں بالکل۔"

"اور تمھاری ایکٹی وٹیز؟"

"جاری ہیں۔"

"کوئی کارنامہ؟"

"ہاں کیوں نہیں؟"

"کیا؟"

"امریکی پولیس کے بہترین دماغ تمھاری تلاش میں سرگرداں ہیں اور مَیں نے تمھیں پا لیا، یہ کوئی چھوٹا موٹا کارنامہ ہے؟" سائیکا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ویسے تم دونوں کو ساتھ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی ہے۔"

"ہم نے سمجھوتا کر لیا ہے" سائیکا نے برجستہ کہا۔

"کیا مطلب؟"

"تہذیب کہاں ہے علی؟" تارینا ہارڈو نے جلدی سے کہا۔

"پہلے میری بات کا جواب دو" مَیں نے کہا۔

"تہذیب کی خیریت پوچھنا، تمھاری بات کا جواب ہے علی۔ ہم دونوں اس کے سامنے شکست خوردہ ہیں۔ تارینا تم سے عشق کرتی ہے، یہی کیفیت میری تھی لیکن تہذیب ہم دونوں سے پہلے تمھیں گھائل کر چکی تھی۔ تارینا پہلے ہی صبر کر چکی تھی، مَیں نے بعد میں صبر کر لیا۔ اب ہم خیریت سے ہیں" سائیکا نے صاف گوئی سے کہا لیکن تارینا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات اُبھر آئے تھے۔

"محبت ہمیشہ کیے جانے کے لیے ہوتی ہے سائیکا، اس میں صبر کیا معنی رکھتا ہے۔ مَیں اب بھی علی کو چاہتی ہُوں اور اس کے ساتھ اس کی چاہتوں کو بھی چاہتی ہُوں۔ یہی میرے عشق کی معراج ہے۔ براہِ کرم اسے سطحیت کا درجہ نہ دو" اُس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ہم اپنی کمزوریوں کا اعتراف کیوں نہ کریں" سائیکا نے کہا۔

"ضروری نہیں ہے سائیکا، تم نے عمر کے تقاضوں سے مجبور ہو کر مجھے بھی عریاں کر دیا۔ سُنو سائیکا! مجھے علی سے محبت ہے، محبت رہے گی۔ لیکن اب وہ میرے لیے صرف ایک محبوب ہے، میری طلب نہیں۔ علی اس لڑکی کی باتوں سے متاثر نہ ہونا، ہم ایک پروگرام کے تحت تمھارے پاس آئے ہیں، تمھارا اب یہاں کیا پروگرام ہے؟ ہارڈ کے بعد تم امریکا میں کیا کرو گے؟"

"تمھارا کیا پروگرام ہے تارینا؟" مَیں نے پوچھا۔

"تمھاری پسند کے مطابق۔ تمھارے اصولوں سے میل کھاتی ہوئی ایک اور مہم تمھارے لیے تیار ہے۔ ریڈ پینتھرز نے ایک صیہونی سازش پکڑی ہے اور چونکہ یہ سو فیصد تمھاری دلچسپی کا معاملہ تھا لہٰذا سائیکا نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور مَیں اس سے متفق ہو گئی۔ اب ہم دونوں تمھارے پاس آئے ہیں تاکہ تمھیں اس گھناؤنی سازش سے آگاہ کر دیں" تارینا نے کہا اور میری آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی۔

چند لمحے مَیں خاموشی سے ان دونوں کی شکلیں دیکھتا رہا، بہت عجیب لگ رہی تھیں وہ مجھے۔

"کیا سوچ رہے ہو علی؟" تارینا نے مجھے خاموش دیکھ کر کہا۔

"بہت سی باتیں تارینا" مَیں نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"ان میں کچھ مُسکرانے والی باتیں بھی شامل ہیں؟" تارینا نے پھیکی سی مُسکراہٹ سے کہا۔

"ہاں تارینا، مجھ پر تمھارے احسانات... اور اب ان کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔"

"تم نے ہم پر پہلے احسان کیا تھا علی۔ اس مشن کی تکمیل کی تھی، جو ہمارے لیے دردِ سر بنا ہُوا تھا اور یہ سب کچھ بے لوث اور بے غرض ہو کر کیا تھا۔ اس سے تمھاری شخصیت کی عظمت کا نقش میرے دل پر ثبت ہو گیا۔ اس احسان کے صلے میں ہماری طرف سے جو سلوک تمھارے ساتھ ہُوا اس پر شرمندگی اُٹھانا پڑی ہمیں۔ یہ ساری باتیں اور اس کے بعد کے حالات کچھ ایسے ہو گئے کہ تم ہم وطن یا ہم نسل نہ ہونے کے باوجود اجنبی نہ

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب
جسے
ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے
باتصویر
ہپناٹزم کی جدید تحقیقات
قیمت ۲۰ رپے ۔ ڈاک خرچ ۶ رپے
اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔
◉ ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
◉ جدید طریقے اور مشقیں
◉ ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
◉ بے شمار سوالات کے جواب
◉ ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔
ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔
ملنے کا پتہ
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس [illegible] کراچی
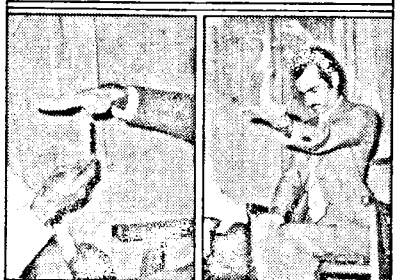
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہیے اور تمھارے بارے میں کچھ سوچتے ہوئے یہی لگا کہ کسی اپنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں، اگر اس اپنائیت کو عشق کہا جاسکتا ہے تو میں اس عشق کا اعتراف کرتی ہوں پھر میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ میں اور مسٹر آئن شلائز اصولی طور پر فلسطینی مقاصد سے ہمدردی اور اسرائیلی غنڈہ گردی سے اختلاف رکھتے ہیں، اس لیے جس حد تک بن پڑتا ہے ہم اپنا فرض پورا کرتے ہیں، اس طرح تم پر کوئی احسان نہیں ہوا۔"

"تارینا مسلسل میرے الفاظ کے سلسلے میں صفائی پیش کر رہی ہے، سوری علی! یہ بات میں نے صرف اپنے لیے کہی تھی۔" سائیکا نے ہنس کر کہا۔

"ڈیبو ہارلو سے تم لوگوں کی کیسے واقفیت ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"مسٹر ہارلو، ریڈ پینتھرز کو تسلیم کرچکے ہیں لیکن تارینا کی ان سے ذاتی ملاقات تھی۔ ہمارے ذہن میں تمھاری تلاش کے لیے انھی کا نام آیا۔"

"میں تم دونوں کا شکر گزار ہوں۔ اب بات اس سازش کی ہوجائے تو بہتر ہے، جس کا تم نے ابھی اپنی گفتگو میں حوالہ دیا۔"

"اس کی تفصیل ہم تمھیں یہاں فراہم نہیں کرسکیں گے، تمھیں تارینا کے وطن چلنا ہوگا۔" سائیکا مسلسل بولے جارہی تھی۔

"کیوں تارینا؟"

"ہاں علی، وہاں مسٹر آئن شلائز سے تمھاری ملاقات ضروری ہے۔ اہم دستاویزات انھی کی تحویل میں ہیں۔"

"اس کے بارے میں کچھ مختصراً؟"

"یقیناً علی، یہ بتاؤ، لائن آف کروزل کے بارے میں کچھ سنا ہے؟" تارینا نے پوچھا۔

"نہیں، میرے لیے یہ اجنبی نام ہے۔"

"ساؤتھ افریقہ کا ایک گوشہ جو عام راستوں سے ہٹ کر ہے۔ مہذب دنیا اس غیر مہذب علاقے کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتی۔ اسی سبب وہ دشوار گزار علاقہ عام دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ وہاں موجود چھوٹی چھوٹی آبادیوں کو لائن آف کروزل کا نام دے دیا گیا ہے۔ ان تمام بستیوں کی ایک مشترکہ حکومت 'تیرو ڈا' کے نام سے تشکیل پاگئی ہے۔"

"کیا یہ نام دنیا کے نقشے پر موجود ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"قطعی نہیں، اسے دنیا کے نقشے پر لانے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی گئی۔ شاید اس کی بنیادی وجہ اس حصے کے حالات سے دنیا کی بے خبری ہے۔ وہاں کے بارے میں یہی مشہور ہے کہ وہ ایک خطرناک علاقہ ہے جس کی آبادی وحشی قبائل پر مشتمل ہے، جیسا کہ افریقہ کے بعض اندرونی حصوں کے بارے میں تصور کیا جاتا ہے۔ بہت کم لوگ وہاں کے اصل حالات کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔"

"تم نے کہا تھا کہ ان آبادیوں نے کوئی مشترکہ حکومت بنالی ہے؟"

"ہاں، اسے تیرو ڈا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔" میں متعجبانہ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ تارینا نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ "تم اسے ایک پُراسرار مملکت کہہ سکتے ہو، جہاں کے وحشیانہ رسم و رواج دنیا کے لیے ناپسندیدہ ہیں لیکن جہاں جدید دور کی تمام سہولتیں مہیا ہیں، چند علاقوں سے وہاں کے لیے ہوائی سفر کی سہولت بھی مہیا ہے، غیر مہذب آبادی کے مسائل کے حل کے لیے وہاں محکمے قائم ہیں۔ ان میں مختلف النسل لوگ کام کرتے ہیں اور مخلصانہ طور پر اپنا فرض انجام دیتے ہیں۔ دنیا کے کسی بھی ملک کے باشندے کو وہاں جاکر آباد ہونے کی اجازت ہے، بشرطیکہ وہ تیرو ڈا اور اس کے باشندوں کے لیے کسی بھی شکل میں مفید ہو۔"

"تم نے کسی الف لیلوی سرزمین کی نشاندہی کی ہے۔ بہرحال، مجھے اس مہم کے بارے میں بتاؤ، جو میرے لیے دلچسپی کا باعث ہوسکتی ہے؟" میں نے کہا۔

"کیا یہ ممکن نہیں ہے علی کہ تم ہمارے ساتھ چلو اور ہم مسٹر آئن شلائز سے اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو کریں؟"

"میرے ذہن میں ایک خدشے نے سر ابھارا ہے۔ کہیں یوں تو نہیں کہ آپ دونوں خواتین امریکا میں مجھے خطرے میں محسوس کر رہی ہوں اور اس بہانے مجھے یہاں سے لے جانا چاہتی ہوں؟"

"اگر امریکا میں تم خطرے میں ہوتے علی تو ہم ایسی کوشش بھی کر سکتے تھے، لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں تمھارے بہت سے ہمدرد موجود ہیں، جو دن رات تمھارا تحفظ کرسکتے ہیں، رہی بات مسٹر جوشو کے قاتلوں کی تو وہ اب بہت سی نگاہوں کا نشانہ ہیں۔ وہ تمھیں پھانسنا چاہتے تھے لیکن اس میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ تمھارے سلسلے میں وہ آج بھی ناکامیوں سے دوچار ہیں اور صرف سر پٹخ رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی طرف تو تم جب چاہو متوجہ ہوسکتے ہو۔ دوبارہ امریکا واپسی تمھارے لیے مشکل تو نہیں ہوگی۔"

"تمھیں یقین ہے، یہ مہم میرے معیار پر پوری اترتی ہے؟"

"سو فیصدی۔"

"کیوں سائیکا؟" میں نے سائیکا کو مخاطب کیا، جو اس دوران خاموش ہی رہی تھی۔

"ہاں علی، میں تصدیق کرتی ہوں۔" سائیکا نے کہا۔

"تمھیں اس سلسلے میں اطلاعات کس طرح حاصل ہوئیں سائیکا؟"

"ایڈمان جرتیم، یوگوسلاویہ کا ایک مجرم سائنسداں ہے، جس نے بہت سے ملکوں سے سائنسی راز چرائے اور انھیں دوسروں کے ہاتھوں فروخت کیا۔ ریڈ پینتھرز کو اس سلسلے میں کام کرنے کی پیش کش ہوئی اور ہم اس کے خلاف مصروف ہوگئے۔ ہمیں اطلاع ملی کہ وہ استنبول سے لندن کا سفر کر رہا ہے۔ چنانچہ ریڈ پینتھرز نے وہ طیارہ اغوا کرلیا جس میں وہ سفر کر رہا تھا۔ اسے قابو میں کرنے کے بعد طیارہ چھوڑ دیا گیا۔ ایڈمان جرتیم کو ان لوگوں کے حوالے کردیا گیا جنھیں اس کی ضرورت تھی لیکن اس کے پاس سے کچھ خفیہ دستاویز برآمد ہوئیں، جن سے ایک اور سازش کا پتا چلا۔ جرتیم شاید اس سلسلے میں کوئی کارروائی کرنا چاہتا تھا۔ ہم ان دستاویزات کے بارے میں تفصیل اس سے نہ معلوم کرسکے کیونکہ اس نے گرفتاری کے کچھ عرصے بعد خودکشی کرلی۔ اس دستاویز سے عربوں کے ایک منصوبے کے خلاف اسرائیلیوں کی ایک بڑی کارروائی کا سُراغ لگا اور پھر جب اس سلسلے میں تحقیقات کی گئی تو سب کچھ حقیقت ثابت ہوا۔ مسٹر آئن شلائز اس کام میں ہمارے پشت پناہ تھے۔ ذاتی طور پر وہ تمھارے بے حد ممنون بھی ہیں کیونکہ تم نے ان کی بیوی اور بچّے کی جان بچائی تھی۔ انھوں نے بے ساختہ کہا کہ یہ کیس علی کا ہے۔ کرائم انٹرنیشنل کیس سے تمھاری امریکا میں سرگرمیوں کی خبریں ہمیں موصول ہورہی تھیں۔ چنانچہ ایک مشترکہ تجویز کی بنا پر ہم تمھاری تلاش میں چل پڑے۔"

"ساری باتیں اپنی جگہ ہیں تارینا لیکن تم نے اس معاملے کی تفصیلات ادھوری چھوڑ کر میرے لیے الجھنیں پیدا کردی ہیں۔ امریکا میں ابھی میں وہ کچھ نہیں کرسکا ہوں، جو کرنا چاہتا تھا..."

"لفظ 'تھا' کیوں استعمال کرتے ہو علی، اگر تمھارے ذہن میں کچھ منصوبے ہیں تو اس مہم کی تکمیل کے بعد تم ان پر کام کرسکتے ہو۔ معاف کرنا علی، میں تمھارے معاملات میں ضرورت سے زیادہ مداخلت کی مرتکب ہورہی ہوں لیکن جہاں تک میں اپنے دوست... اپنے عظیم دوست علی کی زندگی کے مشن کو سمجھ سکی ہوں، اس میں سرِفہرست صیہونیت کے خلاف سرگرم رہنا ہے۔ ادلیو ہارڈیا اس سلسلے کی دیگر کڑیاں اسی مشن کے ماتحت ہیں، اس پر فوقیت نہیں رکھتیں۔ صرف یہ جاننا ضروری ہوتا ہے کہ فوری طور پر پہلے کس معاملے کو اہمیت دی جائے۔ زیرِبحث معاملہ میرے نزدیک ادلیو ہارڈیا جوشو کے قاتلوں کے مسئلے سے زیادہ اہم ہے۔"

"ٹھیک ہے تارینا، میں تمھاری نیت پر شک نہیں کروں گا۔ ظاہر ہے تم یہاں تک آئی ہو۔ اتنی تگ و دو کی ہے تم نے تو یقیناً تمھارے دل میں میرے لیے نیک جذبات ہی ہوں گے لیکن شرط یہی ہے کہ اگر مجھے کوئی دلچسپی محسوس ہوئی، تبھی میں اس سلسلے میں اقدامات کروں گا، ورنہ تم سے معذرت کرلوں گا۔"

"شکریہ علی۔ ہم دونوں تو پہلے ہی تمھیں اس کی پیش کش کرچکے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، میں تمھارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں لیکن اس سلسلے میں بھی ہمیں بہت سی باتیں کرنا ہوں گی۔"

"تو کرلیں گے، میرا خیال ہے نشست کافی طویل ہوچکی ہے۔ مسٹر ہارلو بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

تارینا کا خیال غلط نہیں تھا۔ ڈیبو ہارلو ڈرائنگ روم میں ہمارا منتظر تھا، جب ہم وہاں پہنچے تو اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "میں اس مسئلے پر غور کر رہا تھا کہ میں کتنا خوش اخلاق آدمی ہوں اور کتنی دیر تک تم لوگوں کی غیر موجودگی برداشت کرسکتا ہوں۔"

"سوری مسٹر ہارلو، ہماری گفتگو واقعی کچھ طویل ہوگئی۔"

"کوئی بات نہیں... کوئی بات نہیں، دراصل خواتین! تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں کہ یہ شخص مجھے بھی مطلوب تھا۔ الیسو جوشو میرا پچیس سال پرانا دوست تھا اور اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ علی امریکا میں کچھ خصوصی کارروائیاں کرنا چاہتا ہے، اسے مدد کی ضرورت ہوگی، میں اسے کچھ ایسے آدمی مہیا کردوں، جو اس سے تعاون کریں۔ جوشو کا یہ کہہ دینا ہی کافی تھا۔ میں انتظار کرتا رہا اور اس کے بعد میرا دوست قتل کردیا گیا۔ مجھے اپنے دوست کی موت کا انتہائی رنج ہے۔ جب میں وہاں پہنچا تو مجھے علی کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوئیں، اور میں اس کی تلاش میں لگ گیا۔ میں نے اس کے لیے کچھ لوگوں کو منتخب کردیا لیکن یہ اتفاقیہ طور پر خود ہی میرے پاس پہنچ گیا۔ اب مجھے اس سے یہ معلوم کرنا ہے کہ اس کی اپنی ضروریات کیا ہیں؟ خواتین، آپ لوگ علی سے مل لی ہوں گی اور غالباً اپنے مسائل بھی آپ نے ڈسکس کر لیے ہوں گے۔ میرا مطلب ہے، علی سے اب آپ کو اور کوئی کام تو نہیں رہا؟"

"مسٹر ہارلو! اب تو کام کی ابتدا ہوئی ہے۔ آپ کے لیے یہ خبر یقیناً افسوس کا باعث ہوگی کہ علی امریکا سے جارہے ہیں، یہ ہمارے ساتھ جارہے ہیں۔" تارینا نے کہا۔

"اوہو! تو صورتِ حال اس حد تک تبدیل ہوگئی ہے۔ بہرحال، جس طرح میں نے آپ لوگوں کو گفتگو کا پورا پورا موقع فراہم کیا ہے، یقینی طور پر آپ بھی اسی فراخ دلی کا مظاہرہ کریں گی۔ بہتر ہے کہ اب آپ لوگ آرام کریں، کل صبح ناشتے کی میز پر آپ سے ملاقات ہوگی۔"

تارینا اور سائیکا نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر گردن ہلاتی ہوئی بولیں۔ "ٹھیک ہے مسٹر ہارلو، ہم کل صبح کا انتظار کرلیں گے۔"

"تو پھر اب آپ اپنی آرام گاہوں میں جاسکتی ہیں۔" ڈیبو ہارلو نے کہا اور دونوں باہر نکل گئیں، تب ڈیبو ہارلو مسکراتا ہوا میری طرف متوجہ ہوا۔ "علی! میں کسی بھی سانحے پر بسورنے والوں میں سے نہیں ہوں بلکہ ایک حقیقت پسند اور عملی انسان ہوں، جوشو کے قاتلوں کے بارے میں تمھارے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ ہو تو مجھے بتاؤ، جوشو کی خواہش کے مطابق تم یوں سمجھ لو کہ تقریباً تین ہزار آدمی امریکا میں تمھاری ہر طرح کی معاونت کرنے کے لیے موجود ہیں، جس طرف ان کا رُخ کردو گے، وہ جہنم کے دہانے کھول دیں گے، جس کی سمت اشارہ کردو گے، اُس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے تمھیں پیش کردیں گے۔ یہ سب بہترین تربیت یافتہ آدمی ہیں۔"

"مجھے آپ کی اشد ضرورت تھی مسٹر ہارلو اور یہ حقیقت ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہ میرے سب سے بڑے محسن، میرے سب سے عظیم دوست مسٹر جوشو نے مجھے سب سے پہلے آپ تک پہنچنے کی تلقین کی تھی اور کہا تھا کہ آپ سے مجھے ہر طرح کا تعاون حاصل ہو جائے گا لیکن مسٹر ہارلو! درمیان میں بلیک پلان کا معاملہ سامنے آگیا اور میں نے محسوس کیا کہ تنہا بھی میں اس سلسلے میں مؤثر طور پر کام کر سکتا ہوں، چنانچہ میں نے سوچا کہ اس منصوبے کی تکمیل کے بعد آپ سے ملاقات کروں گا لیکن یہ ملاقات اس قدر مختصر ثابت ہوگی، اس کا مجھے اندازہ نہ تھا۔ تارینا ہارڈو اور سائیکا مائیلر نے ایک مہم میرے لیے منتخب کی ہے، جو بقول ان کے میری زندگی کے سب سے اہم مشن سے متعلق ہے اور اس کی تکمیل کے لیے مجھے امریکا سے باہر جانا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے علی! مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے، اگر ان دونوں عورتوں کی کوئی مشترکہ پلاننگ تمھارے لیے باعثِ دلچسپی ہے، تو تم اس پر عمل کر سکتے ہو، میں بھی تمھارے ساتھ ہوں اور اگر اسے مسترد کر کے تم امریکا میں اپنی کسی کارروائی کا آغاز کرنا چاہتے ہو تو میں تمھیں اس کے لیے پیش کش کر بھی چکا ہوں کہ بے شمار افراد تمھارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔"

"مسٹر ہارلو، اولیو ہاورڈ سرکاری طور پر معزول ہو چکا ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ امریکن یہودیوں کا ٹولا جو امریکا میں اپنی ایک جداگانہ حیثیت رکھتا ہے، اس کا سرپرست تھا۔ ہنگامی طور پر اولیو ہاورڈ کے بارے میں معزولی کا فیصلہ کر لیا گیا ہے اور فوری طور پر اُسے اسرائیل کے سپرد کر دیا گیا ہے لیکن جہاں تک میرا اندازہ ہے، اولیو ہاورڈ اسرائیل جا کر واپس آ چکا ہے اور اب وہ انتقامی کارروائیوں پر اُترا ہوا ہے۔ آپ نے پولیس کے ایک اعلیٰ افسر سے گفتگو کی اور اس سے یہ اندازہ ہوا کہ امریکن پولیس میرے بارے میں اتنے سخت انداز میں نہیں سوچ رہی جتنا ماحول پیدا کر دیا گیا ہے لیکن جہاں تک میرا خیال ہے، ابھی اور بھی بہت کچھ ہوگا۔ میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اگر میں کچھ عرصے کے لیے امریکا سے چلا جاؤں تو کیا یہاں کے معاملات آپ سنبھال سکتے ہیں؟"

"یقیناً! کیوں نہیں۔ جوشو سے متعلق ہر کام میں پوری دیانت سے انجام دوں گا اور تمھارا کام بھی جوشو سے ہی متعلق ہے۔"

"تو پھر مسٹر ڈیبو ہارلو، جوشو کے قاتلوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانا آپ کی ذمّے داری ہوگی۔ کم از کم اس وقت تک کے لیے جب تک میں امریکا سے باہر ہوں۔"

"بالکل مناسب، یہ کام میں سرانجام دوں گا۔" ڈیبو ہارلو نے جواب دیا۔ ہربنس بھی ہمارے ساتھ موجود تھا لیکن اس دوران وہ مکمل طور پر خاموش رہا تھا۔

میں نے ڈیبو ہارلو سے کہا، "مسٹر ہارلو! آپ سے ملاقات میری خواہش تھی۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں، ہربنس میرا اس وقت کا دوست ہے جب میں برکلے یونیورسٹی کا طالب علم تھا۔ میری درخواست ہے کہ ہربنس پر آپ اپنی خصوصی نظرِ عنایت رکھیں۔"

ڈیبو ہارلو نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی پھر وہ بولا۔ "ہربنس میرے لیے بہت کارآمد آدمی ہے۔ تمھاری سفارش کو بھی نگاہ میں رکھا جائے گا، اب تمھارا کیا پروگرام ہے؟ امریکا سے نکلنے والے تمام راستے تمھارے لیے مسدود ہیں۔ یہاں سے نکلنے کی کیا صورت تمھارے ذہن میں ہے؟"

"اس سلسلے میں ابھی کوئی ترکیب میرے ذہن میں نہیں ہے لیکن بہت جلد کچھ نہ کچھ کر لوں گا۔"

"نہیں، جب یہاں سے نکلنے کے بارے میں سوچو، مجھے بتا دینا، میں انتظام کر دوں گا۔ اس طرح کہ تمھیں کوئی پریشانی نہ ہو۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر ہارلو۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد یہ نشست برخاست ہو گئی۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر سائیکا مائیلر، تارینا ہارڈو، ہربنس، میں اور ڈیبو ہارلو موجود تھے۔

ناشتے کے دوران تارینا ہارڈو بول پڑی، "کیا تم نے ہمارے پروگرام کے بارے میں مسٹر ہارلو سے گفتگو کی ہے علی؟"

"ہاں، اس حد تک کہ میں امریکا سے باہر رہ کر کچھ کرنا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر ہارلو کا کیا حکم ہے؟"

"نہیں بھئی، میں تم لوگوں کو حکم نہیں دے سکتا، علی جس طرح مناسب سمجھیں، کریں۔ انھوں نے یہاں جو ذمّے داری میرے سپرد کی ہے، میں اُسے پورا کروں گا۔"

"گڈ۔ تو گویا علی ہمارے ساتھ جانے کے لیے تیار ہیں؟"

"یہ سوال تم علی ہی سے کر سکتی ہو۔" ڈیبو ہارلو بولا۔ "ویسے جہاں میری ضرورت پیش آئے، اس سے گریز نہ کرنا۔"

"آپ کی عنایات تو ہمارے لیے بہت قیمتی ہیں مسٹر ہارلو۔ آپ نے وہ کام چند منٹوں میں کر دیا، جس کے لیے ہمارا خیال تھا کہ ہمیں بہت دھکے کھانا پڑیں گے۔ ہمیں یقین نہیں تھا کہ علی سے ہماری ملاقات اتنی آسانی سے ہو جائے گی۔"

"اس سلسلے میں میری کوئی کوشش شامل نہیں ہے تم اسے اتفاق کہہ سکتی ہو، یا زیادہ سے زیادہ میرے دوست ہربنس کا کارنامہ۔" ڈیبو ہارلو نے جواب دیا۔

ناشتے کے بعد میں نے ان دونوں سے پوچھا، "تمھارا اب کیا پروگرام ہے؟ یہاں سے روانگی کب تک ہوگی اور یہاں سے نکلنے کے لیے طریقِ کار کیا ہوگا؟ تمھیں معلوم ہے کہ امریکی پولیس اور میرے دشمن میری ناک میں ہیں۔"

"اس کے لیے کوئی نہ کوئی بندوبست کر لیا جائے گا۔"

"تو پھر پہلے ہمیں یہاں سے واپس سان فرانسسکو جانا ہوگا... تہذیب وہیں موجود ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے، ہم لوگ بھی چل سکتے ہیں نا؟"

"اگر تم پسند کرو، مسٹر ہارلو سے ہمارا رابطہ قائم رہے گا، ہمیں جو کچھ بھی مشکلات پیش آئیں گی، اُن کے لیے وہ ہماری مدد کریں گے۔"

"تو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم آج ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں؟"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں، کیوں ہربنس؟"

"بالکل بھائی جی، میرا آج یہاں سے روانہ ہو جانا بہت ضروری ہے۔"

"تو ہربنس، تم ہم سب کے لیے انتظام کر لو۔" میں نے کہا، اور ہربنس گردن خم کر کے وہاں سے چلا گیا۔

•••

شکاگو سے ہم سان فرانسسکو پہنچ گئے۔ تارینا ہارڈو اور سائیکا مائیلر ہمارے ساتھ تھیں۔ ویسے شکاگو سے روانہ ہوتے ہوئے میں نے انھیں ایک تجویز پیش کی تھی اور دونوں نے اُسے قبول کر لیا تھا۔ میں نے اُن سے کہا تھا کہ وہ اپنے چہروں میں تھوڑی سی تبدیلیاں پیدا کر لیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گوئٹے ہل کیس میں اولیو ہاورڈ بھی شریک تھا اور تارینا ہارڈو کے ملک میں گرین پول کو ہماری طرف متوجہ کرنے والا بھی وہی تھا۔ اس طرح وہ تارینا ہارڈو سے واقف ہے اور اگر اسے اصلی شکل میں ہمارے ساتھ دیکھا گیا تو وہ لوگ ہم پر بھی شبہ کر سکتے ہیں۔ میں نے ہربنس کے ساتھی کی حیثیت سے ہی واپسی کا سفر ایک سکھ نوجوان کے میک اپ میں کیا تھا۔

راستے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ ہربنس نے تارینا اور سائیکا کو بھی اپنے گھر ہی مدعو کر لیا تھا، جب کہ انھوں نے ہم سے کسی ہوٹل کے بارے میں پوچھا تھا۔

تہذیب مالکم ایکس اور ویرا سنگھ بہت گھل مل گئی تھیں۔ اُن دونوں نے ہمارا پُرتپاک استقبال کیا۔ میں نے تہذیب کو سائیکا اور تارینا کے بارے میں بتایا تو وہ حیران رہ گئی۔ اُس نے بڑی گرم جوشی سے ان دونوں کا استقبال کیا تھا۔ تارینا ہنس کر بولی، "اگر تمھیں ہماری یہاں شانِ نزول معلوم ہو جائے تو شاید تمھارا یہ تپاک برقرار نہ رہ سکے۔"

تہذیب نے مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور بولی۔ "تارینا! آپ، علی کی ساتھی کی حیثیت سے میرے لیے ہر حالت میں قابلِ احترام ہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے، جو آپ نے کہا۔"

"علی کو میں اپنے ساتھ لیے جا رہی ہوں، ایک طویل مہم میں اُلجھانے کے لیے..."

"وہ مہم یقیناً فلسطینیوں کے مفاد میں ہوگی، ورنہ علی اس کے لیے تیار نہ ہوتے اور علی جس کام کے لیے تیار ہو گئے ہیں، میں اُس میں ہر طرح اُن کی معاون ہوں۔"

"تم نے دیکھا سائیکا، تمھاری دال علی کے سامنے کس لیے نہیں گلی؟" تارینا نے ہنستے ہوئے کہا۔ سائیکا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ رات کو ہمارے درمیان ایک میٹنگ ہوئی۔ میں نے تہذیب کو تارینا اور سائیکا کے پروگرام کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ تہذیب نے کہا، "کیا خیال ہے علی، اگر میں بھی تمھارے ساتھ چلوں تو کیا حرج ہے؟"

"مناسب نہیں ہوگا تہذیب۔ ہاں اگر مجھے اس مہم میں تمھاری ضرورت پیش آئی تو میں تمھیں بُلوا لوں گا۔ میرا خیال ہے، ویرا بھابی کے ساتھ تم خاصا پُرسکون وقت گزار سکتی ہو۔ ایک اہم بات یہ بھی ہے تہذیب کہ میں نے ابھی اس مہم کو سرانجام دینے کی ذمّے داری مکمل طور پر قبول نہیں کی ہے۔ پہلے میں مسٹر آئن شلائر سے مل کر اس کی افادیت کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔ تب ہی کوئی فیصلہ کر سکوں گا۔ اس دوران میں چاہتا ہوں کہ یہاں ہونے والی کارروائیوں سے بھی پوری طرح باخبر رہوں اور اس کی جو بہتر رپورٹنگ تم کر سکتی ہو، کسی اور کے بس کی بات نہیں ہوگی۔"

"اگر تم یہ سمجھتے ہو علی تو ٹھیک ہے، میں یہاں اپنی ذمّے داری سے عہدہ برآ ہونے کی پوری کوشش کروں گی۔"

"ہربنس، تمھارے سپرد تہذیب کی حفاظت ہے۔ ڈیبو ہارلو سے اب تم جو بھی کام چاہو، وہ لے سکتے ہو۔ خاص طور سے میرے سلسلے میں..."

"ہاں بھائی جی، میں دیکھ چکا ہوں کہ وہ تم سے کتنا متاثر ہے۔" ہربنس سنگھ نے کہا۔

تارینا ہارڈو اور سائیکا مائیلر نے ضروری گفتگو کے بعد روانگی کے لیے تمام پروگرام طے کر لیا اور پھر یہ میٹنگ برخاست ہو گئی۔

ہربنس سنگھ نے تنہائی میں مجھ سے کہا، "ڈیبو ہارلو سے میرے بھی کچھ کام اٹکے ہوئے ہیں، تم اپنی ان ذمّے داریوں سے نمٹ لو، پھر میرے لیے بھی کچھ کرنا۔ یہاں کی طرف سے بھی تم مطمئن رہو۔ ہونے والی بھابی کو ہم کسی طور پریشان نہیں ہونے دیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔

تہذیب نے نہایت فراخدلی سے مجھے روانگی کی اجازت دے دی تھی۔ ضروری تیاریاں ہوئیں اور اس کے بعد ہم تینوں سان فرانسسکو سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چل پڑے۔ روانگی کے لیے مَیں نے اپنے چہرے پر ایک بوڑھے آدمی کا میک اپ کیا تھا۔ تارینا اور سائیکا بھی میک اَپ میں تھیں۔ وہ بالکل ہی ایک نئی حیثیت سے میرے ساتھ سفر کر رہی تھیں۔ اس سلسلے میں تمام انتظامات ڈیبو ہاربونے کیے تھے۔

جہاز میں مَیں ایک لاغر اور بیمار بوڑھے کی حیثیت سے نشست پر ٹِکا رہا تھا جسے سانس کا مرض تھا۔ ہماری یہ احتیاطی تدابیر ہمارے لیے بہت سُود مند رہیں۔ ہم نے محسوس کیا تھا کہ سان فرانسسکو سے باہر جانے والی فلائیٹس پر گہری نگاہ رکھی جا رہی ہے۔ ہم اس حیثیت سے بڑے آرام سے وہاں سے نکل آئے تھے۔

بالآخر طویل سفر طے کر کے ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ تارینا ہارڈو ائرپورٹ سے ہی ہماری میزبان بن گئی تھی۔ غالباً اُس نے اپنی آمد کی اطلاع نہیں دی تھی۔ اس لیے ٹیکسی سے ہی سفر کرنا پڑا اور اس کے بعد اس سفر کا اختتام ایک ایسی عمارت پر ہوا، جس کے گرد بہت سے محافظ بکھرے ہوئے تھے۔ تارینا نے بتایا کہ یہ محکمۂ خاص کی ایک پرائیویٹ عمارت ہے، جہاں اہم ترین ریکارڈ موجود رہتا ہے۔ تارینا ہارڈو اس ڈیپارٹمنٹ کی سربراہ تھی۔

رہائش کے لیے جن کمروں کا انتخاب کیا گیا تھا، وہ نہایت آراستہ اور ضروریاتِ زندگی سے لبریز تھے۔ میرے کمرے کے برابر ہی سائیکا مائیلر کو بھی کمرا دیا گیا تھا۔ تارینا ہم سے اجازت لے کر چلی گئی۔ اُس نے دو گھنٹے کے بعد واپس آنے کا وعدہ کیا تھا۔

سائیکا مائیلر نے غسل وغیرہ کیا، اس دوران میں بھی ضروریات سے فارغ ہو چکا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے کمرے میں آگئی۔ نکھری نکھری سی خاصی خوبصورت معلوم ہو رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر مُسکراتی ہوئی سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"تہذیب کی کہانی، تارینا ہارڈو کی زبانی مجھے مکمل معلوم ہو چکی ہے۔ ویسے علی! تم نے اس سے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی؟"

"بس یوں سمجھ لو کہ میری زندگی میں ابھی شادکامی کے لمحات نہیں آئے ہیں۔ تہذیب کے لیے میرے دل میں بڑی گنجائش ہے سائیکا! لیکن ممکن ہے اس سے کبھی شادی نہ کروں۔"

"کیوں؟" سائیکا نے تعجب سے پوچھا۔

"بس، مَیں نے کہا نا، تم سے کہ میری زندگی کے لیے میرا مشن سب سے بڑی چیز ہے اور اگر میرے مشن کی تکمیل کے بعد میرے پاس کچھ بچا تو پھر مَیں اپنی بقایا زندگی کسی دوسرے کے حوالے کر دوں گا۔"

"تہذیب اس بات پر تم سے متفق ہے؟"

"ہاں، اگر وہ متفق نہ ہوتی تو مَیں اُس سے معذرت کر لیتا۔"

"بڑے سخت گیر انسان ہو علی۔ مَیں نے تارینا کے سامنے ہی تم سے اعتراف کیا تھا کہ مَیں بھی تمھیں چاہنے لگی ہوں، اب بھی چاہتی ہوں علی۔ لیکن مَیں جانتی ہوں کہ ہر انسان کا اپنا ایک زاویہ ہوتا ہے۔ ضروری تو نہیں ہے کہ اگر ہمارے ذہن میں کوئی تصور پیدا ہو تو دوسرا بھی اس کی پذیرائی کرے۔ بہرطور مَیں نے اپنی اس محبت کو دوستی کا رنگ دے لیا ہے اور مَیں سمجھتی ہوں کہ مَیں مطمئن ہوں۔ تارینا بھی ایک دفعہ میرے سامنے جذباتی ہو گئی تھی۔ وہ بڑی عجیب و غریب عورت ہے۔ بعض اوقات تو اُس کی شخصیت اس قدر پُراسرار ہو جاتی ہے علی کہ وہ سمجھ ہی میں نہیں آتی۔ ویسے اچھی دوست ہے۔ کچھ پُراسرار قوتیں بھی رکھتی ہے۔ ہم دونوں کے درمیان بڑا گہرا تعاون چل رہا ہے۔ ریڈ پینتھرز اپنی کارکردگی میں نکھرتے جا رہے ہیں۔"

"ریڈ پینتھرز کے ذریعے تمھیں مالی طور پر بھی کوئی فائدہ پہنچتا ہے سائیکا؟"

"ہاں، کیوں نہیں۔ آخر ہمیں اپنے اخراجات بھی پورے کرنا ہوتے ہیں۔ ہمارے اپنے وسائل اتنے زیادہ نہیں ہیں کہ ہم بہت بھاری اخراجات کے متحمل ہو سکیں۔ اس وقت دُنیا کے چار ملکوں میں ریڈ پینتھرز مصروفِ عمل ہیں، اس سلسلے میں ظاہر ہے، ہماری مالی ضروریات تو ہوتی ہیں۔ مَیں اس گروہ کو بہت زیادہ وسیع کرنا چاہتی ہوں اور اسے بین الاقوامی حیثیت دینے کی خواہش مند ہوں علی۔ اگر کبھی تم مناسب سمجھو اور ریڈ پینتھرز کے لیے کوئی ایسا کیس حاصل کر سکو، جس سے ہمیں کوئی مالی فائدہ بھی حاصل ہو جائے تو میری درخواست ہے کہ اس سے گریز مت کرنا۔"

"مَیں سمجھ رہا ہوں سائیکا۔" مَیں نے جواب دیا۔

سائیکا دیر تک مجھ سے گفتگو کرتی رہی، پھر تارینا ہارڈو واپس آگئی۔ اندر آکر اُس نے ہمیں اطلاع دی کہ آئن شلائر دس منٹ کے اندر اندر یہاں ضروری ساز و سامان کے ساتھ پہنچ رہے ہیں۔

تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ہم آئن شلائر کا استقبال کر رہے تھے۔ مسٹر آئن شلائر نہایت گرم جوشی سے مجھ سے ملے۔ مَیں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اُنھوں نے آگے بڑھ کر مجھے گلے سے لگا لیا۔

"نہیں علی، مَیں تمھیں سینے سے لگاؤں گا۔ تم میرے محسن ہو، اتنا بڑا احسان کیا ہے تم نے مجھ پر کہ مَیں تمھارا شکریہ نہیں ادا کر سکتا۔"

"بات پُرانی ہو چکی ہے مسٹر شلائر۔ بہرطور، آپ کی اس محبت کا شکریہ۔"

کسی طویل تمہید کے بغیر ہم اصل موضوع پر آگئے۔ مسٹر آئن شلائر نے کہا۔ "علی! جس مقصد کے لیے یہ دونوں خواتین تمھیں امریکا سے یہاں لائی ہیں، اس کی تھوڑی بہت تفصیل تو تمھارے علم میں آچکی ہو گی۔ تارینا نے مجھے بتایا تھا کہ اس نے تمھیں مختصراً لائن آف کروزل کے بارے میں بتا دیا ہے۔ اس مہم کی باقی تفصیلات مَیں تمھارے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے تارینا نے ایک دوسرے کمرے میں بندوبست کیا ہے۔ میرے خیال میں ہمیں وہاں چلنا چاہیے!"

مَیں اُٹھ کھڑا ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ایسے کمرے میں آگئے، جسے پروجیکشن رُوم کہا جا سکتا تھا۔ یہاں ایک پروجیکٹر اور

اسکرین بھی موجود تھا۔ دیواروں میں مخصوص قسم کے ریک لگے ہوئے تھے۔ ایک بڑی سی میز پر بیٹھنے کے بعد مسٹر آئن شلائر نے اپنے ساتھ لائے ہوئے ایک بریف کیس میں سے کچھ کاغذات نکالے اور اپنے سامنے پھیلا لیے۔

"لائن آف کروزل کے بارے میں تمھیں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ غیر مہذب بستیوں پر مشتمل ایک علاقہ ہے۔ ان تمام بستیوں نے اجتماعی طور پر متفق ہو کر اپنے مفادات کی نگرانی کے لیے 'تیر وڈا' نامی ایک حکومت قائم کر لی ہے۔ تیر وڈا میں ان تمام بستیوں کے وہ بڑے بڑے لوگ موجود ہیں، جنھیں وہاں کا سردار کہا جا سکتا ہے۔ یہ غیر مہذب اور غیر تعلیم یافتہ لوگ ہیں لیکن انھیں تربیت دے کر اس قابل بنا لیا گیا ہے کہ ان سے کوئی مخصوص کام لیا جا سکے۔ انھیں تربیت دینے اور استعمال کرنے کے لیے انتہائی خفیہ طور پر چند عرب ممالک نے کام کیا ہے۔ اس سلسلے میں عرب ملکوں نے اپنے اپنے نمائندے وہاں بھیجے ہوئے ہیں، جو وہاں کے معاملات کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اُنھوں نے اس علاقے میں زبردست سرمایہ کاری کی ہے اور ان بستیوں کے باشندوں کو زندگی کی وہ تمام ضروریات مہیا کر دی ہیں، جو ان کے لیے ضروری تھیں لیکن اتنے بڑے پیمانے پر ہونے والے یہ اقدامات، ظاہر ہے کہ مکمل طور پر خفیہ نہیں رہ سکتے۔ ذرائع نقل و حمل اور دوسرے بہت سے اُلجھے ہوئے معاملات اس کی اجازت نہیں دیتے۔ وہاں اُنھوں نے چھوٹی چھوٹی اسلحہ ساز فیکٹریاں قائم کی ہیں اور اُن میں ماہرین کے علاوہ جو لوگ کام کرتے ہیں، ان کا تعلق افریقی قبائل ہی سے ہے۔ ان چھوٹی چھوٹی فیکٹریوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور مشترکہ سرمایہ کاری سے یہ نہایت مفید طور پر کام کر رہی ہیں۔ مَیں نہیں جانتا کہ ابھی اسلحے کی کوئی کھیپ وہاں سے عربوں تک پہنچی ہے یا نہیں، لیکن مستقبل قریب میں یقینی طور پر اس سرمایہ کاری سے بہتر فوائد حاصل ہو سکیں گے۔ مَیں جو معلومات تمھیں فراہم کر رہا ہوں علی، ان پر میری ذاتی ریسرچ نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ تمھیں سائیکا مائیلر نے بتایا ہو گا کہ ہمیں یوگوسلاویہ کے ایک جرائم پیشہ سائنسداں سے کچھ دستاویزات حاصل ہوئیں، جن کے ذریعے یہ تمام معلومات ہمیں حاصل ہوئیں۔ عرب مشترکہ سرمایہ کاری سے تکمیل پانے والا یہ منصوبہ بلاشبہ آئندہ جا کر بہت بڑی حیثیت اختیار کر سکتا ہے۔ میبارڈو اس علاقے سے قریب ترین جگہ ہے جس پر ایک یورپین ملک کے اثرات ہیں اور یہ یورپی ملک عربوں کے خلاف سمجھا جاتا ہے، اور یہاں اسرائیلی مفادات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بہرحال، میرا خیال ہے کہ عربوں نے اس کے دفاع کے لیے بھی کوئی مناسب بندوبست ضرور کیا ہو گا۔ وہ انھیں کچھ نہ کچھ اطمینان ضرور ہو گا لیکن ہم نے لائن آف کروزل کے خلاف جو سازش پکڑی ہے، یقیناً اُس کا علم عربوں کو نہیں ہے۔

مَیں چاہتا ہوں علی یار خان کہ تم تیر وڈا پہنچ کر اس سازش کو ناکام بناؤ۔ اس کی بہت سی تفصیلات دستاویزی شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں۔"

لائن آف کروزل کے بارے میں یہ انکشاف میرے لیے بہت سنسنی خیز تھا۔ بارہا اس موضوع پر سوچا تھا، بارہا یہ خیال ذہن میں آیا تھا کہ عرب ممالک اپنے زبردست سرمائے کو ایسی کسی شکل میں کیوں نہیں استعمال کرتے، اپنی عظیم الشان دولت سے اُنھوں نے بہت سے علاقوں کی تقدیریں بدل دی ہیں لیکن اسلامی دُنیا کو طاقت وَر ترین بنانے کے لیے ابھی تک کوئی مؤثر کارروائی کیوں نہیں ہوئی؛ ہزاروں منصوبے بنائے جا سکتے ہیں۔ اسلحہ سازی اور جدید ٹیکنالوجی کے لیے اُن کا سرمایہ بیش بہا خدمات انجام دے سکتا ہے۔ بہت سے ایسے دوست ملک جو ذہانت اور عمل میں جدید ترین ممالک سے کسی طور کم نہیں، کم مائیگی کی وجہ سے اپنے بے شمار کارآمد منصوبوں کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتے۔ اگر عرب سرمایہ ان کی حوصلہ افزائی کرے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ بہر حال، اس لحاظ سے لائن آف کروزل ایک مؤثر منصوبہ تھا اور مجھے اس سے کافی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔

"مَیں اس سازش کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں، جو اِس منصوبے کے خلاف کی جا رہی ہے۔" مَیں نے کہا۔

"گویا تم اس مہم میں حصہ لینے کے لیے تیار ہو؟"

"ہاں۔" مَیں نے مختصراً کہا۔

"ویری گڈ علی۔ مَیں تمھیں یہ بھی بتا دوں کہ مَیں ذاتی طور پر بھی لائن آف کروزل کے دفاع میں دلچسپی رکھتا ہوں، یوں سمجھ لو، اس سے میرا بھی کچھ مفاد وابستہ ہے۔ یہ بات مَیں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اگر کبھی یہ بات تمھارے علم میں آئے تو تم مجھے غلط نہ سمجھو، یہ نہ سوچو کہ مَیں نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے تمھیں داؤ پر لگایا تھا۔"

"جو کچھ آپ نے جس انداز میں مجھے بتایا ہے، اگر اس میں کوئی بات جھوٹ نہیں ہے تو مجھے باقی چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" مَیں نے کہا۔

"سو فیصدی وہی ہے۔ تم اپنے طور پر تصدیق کر سکتے ہو، اس کے بعد کام شروع کرو۔ مَیں اس کی تصدیق کے لیے تمھیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے تیار ہوں۔" آئن شلائر نے کہا۔

"نہیں مسٹر شلائر، مَیں صرف آپ پر اعتماد کروں گا۔" مَیں نے جواب دیا۔

"شکریہ۔ اب تم ان علاقوں کے بارے میں تفصیل جان لو۔ مَیں نے یہ تمام چیزیں فلموں کی شکل میں مہیا کی ہیں۔" آئن شلائر پروجیکٹر کے پاس پہنچ گئے اور پھر اُنھوں نے پروجیکٹر پر ایک اسپول چڑھا لیا۔ پروجیکٹر آن ہو گیا اور چند لمحے کے بعد اسکرین پر برِاعظم افریقہ کا نقشہ اُبھر آیا۔ ایک سُرخ نقطہ کُنڈلی کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ یہ لائن آف کروزل کی طرف اشارہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر رہا تھا۔ ممبارڈو پر پہنچ کر یہ رُک گیا اور آواز سُنائی دی۔

”ایک یورپی ملک کی نو آبادی کے طور پر یہ چھوٹی سی ریاست نہایت ترقی یافتہ ہے یہاں زندگی کے لیے جدید ترین سہولتیں موجود ہیں۔ ممبارڈو اپنی جن خصوصیات کی بنا پر پہچانا جاتا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ انتہائی بلندی پر واقع ہے اس کے بعد گھنے جنگلات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور کچھ فاصلے تک بالکل غیر مہذب اور خطرناک علاقہ ہے، اس کے بعد لائن آف کروزل کی آبادیاں شروع ہوتی ہیں۔ پہلے یہ آبادیاں بالکل غیر مہذب تھیں لیکن اب ان میں تہذیب کی روشنی جاگ اُٹھی ہے اور ان لوگوں نے مہذب انسانوں کی طرح رہنا سیکھ لیا ہے۔ یہ تیروڈا ہے۔“

سُرخ نقطہ ایک مقام پر آکر رُک گیا اور وہ جگہ اسپارک کرنے لگی پھر اسکرین پر صرف تیروڈا چمکتا رہ گیا اور اس کے اطراف میں روشن لکیریں پھیلنے لگیں، ان پر فاصلے کے نمبر اُبھرنے لگے۔ ایک تیر سفر کرتے ہوئے ممبارڈو سے تیروڈا کی طرف جانے لگا پھر آواز سُنائی دی ”تیروڈا سے کچھ فاصلے پر اسلحہ ساز فیکٹریوں کے جال پھیلے ہوئے ہیں لیکن ان کے درمیان کافی فاصلے رکھے گئے ہیں اور ایک فیکٹری سے دوسری فیکٹری تک کا راستہ بہت طویل اور دُشوار گزار ہے۔ ان فیکٹریوں میں مقامی لوگ کام کرتے ہیں اور غیر مقامی سُپروائزر اور انجینئر انھیں کنٹرول کرتے ہیں۔“

اسکرین پر روشنی پھیل گئی۔ راستوں کی ترتیب کی فلم ختم ہو گئی تھی۔

”کیا تم نے راستے کی تفصیل سمجھ لی علی؟“ شلائر نے پوچھا۔

”بخوبی۔“ میں نے جواب دیا۔

”کوئی سوال؟“ آئن شلائر نے پوچھا۔

”جی ہاں، ان فیکٹریوں میں کام کرنے والے سُپروائزر اور انجینئر اپنی قومیت کے اعتبار سے کون ہیں اور عربوں کے مفاد سے کیا دلچسپی رکھتے ہیں؟“ میں نے پوچھا۔

”ان انجینئروں اور اسلحہ سازوں کے بارے میں کوئی معلومات نہیں حاصل ہو سکیں۔ اندازاً یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ صرف دولت کے حصول کے لیے کام کر رہے ہیں اور ان کا تعلق دُنیا کی کسی بھی قوم اور کسی بھی ملک سے ہو سکتا ہے۔ ریڈ پینتھرز نے جو دستاویزات حاصل کی تھیں، اُن کی روشنی میں ہم اس سلسلے میں جو کچھ معلومات حاصل کر سکیں ہیں، وہ اتنی ہی ہیں۔“

”دستاویزات کی کیا تفصیل ہے؟“

”وہی تمہارے لیے سب سے زیادہ باعثِ دلچسپی ہو گی، میں دکھاتا ہوں۔“ آئن شلائر نے کہا اور ایک نیا اسپول پروجیکٹر پر چڑھا دیا۔

لمحہ بھر بعد دستاویزات کے کاغذات اسکرین پر آ گئے۔ تحریر نمایاں ہوئی۔ یہ ترتیب وار کچھ ہندسے تھے، جن سے کسی بات کا کوئی اندازہ نہیں ہو پاتا تھا لیکن دوسرے کاغذات میں ان ہندسوں کی تفصیل سامنے آ گئی۔ کہیں سے کسی شخص کو کچھ ہدایات موصول ہوئی تھیں، جو کوڈ ورڈز میں تھیں — اصل تحریروں کے ساتھ ساتھ مسٹر آئن شلائر نے ڈی کوڈنگ کا انتظام بھی کیا تھا، جس کی تفصیل یوں تھی۔

”سات نمبر اور چھ نمبر سے ترسیل شروع ہو چکی ہے۔ ابھی تک نمونے نہیں حاصل ہو سکے۔ ان کے لیے کوششیں کی جا رہی ہیں لیکن بہتر یہ ہو گا کہ ان دونوں کو فوری طور پر ختم کر دیا جائے تاکہ ترسیل رُک جائے۔ یوں لگتا ہے کہ یہ سب سے پہلی ہیں، جنھوں نے پروڈکشن شروع کر دی ہے، اگر تمام فیکٹریوں نے کام شروع کر دیا تو کافی تعداد میں پروڈکشن ہو سکتی ہے، اسے روکنا بہت ضروری ہے۔“

اسکرین تاریک ہُوا اور اس کے بعد دوسرے کاغذات کی نقلیں سامنے آ گئیں۔ ان میں کسی شخص، اسٹیفن براکوڈا کو مخاطب کر کے کہا گیا تھا کہ اس کی کارروائیوں میں تعطل پیدا ہو گیا ہے۔ کام جاری رکھا جائے اور خاص طور سے اطراف پر پوری نگاہ رکھی جائے۔

آئن شلائر نے پروجیکٹر بند کر دیا اور بولا ”میں نے محسوس کیا مسٹر علی کہ یہ نام سُن کر نہ تو آپ کے چہرے پر تعجب کے آثار نمودار ہوئے نہ آپ چونکے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔“

”یہ حقیقت ہے مسٹر آئن شلائر، میں اس شخص سے واقف نہیں ہُوں۔“

”اسٹیفن براکوڈا غالباً کینیڈا کا باشندہ ہے۔“ آئن شلائر نے کہا ”اس کی صحیح قومیت کا کبھی پتا نہیں چل سکا۔ خوبصورت، دراز قامت ذہین، پُرتعیش زندگی کا عادی اور ایک خطرناک انسان ہے، جو بھاری معاوضہ لے کر مختلف ملکوں کے لیے خفیہ طور پر کام کرتا رہتا ہے، خود امریکی حکومت اس سے کئی کام لے چکی ہے۔ وہ ایک سفاک قاتل اور مکّار جاسوس ہے۔ شراب اعتدال کے ساتھ استعمال کرتا ہے البتہ جُوئے میں بے اعتدال ہے اور عموماً ہار جاتا ہے، یہ پیغام اُسی کے نام ہے اور اگر وہ ممبارڈو میں موجود ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لائن آف کروزل پر پیش آنے والے حادثات کے پیچھے اسی کا ہاتھ ہے۔“

”حادثات؟“ آئن شلائر کے اس جُملے پر میں چونک پڑا۔

”ہاں، تین فیکٹریاں تباہ ہو چکی ہیں، جن میں لاکھوں ڈالر کا اسلحہ اور اسلحہ ساز مشینیں ختم ہو گئیں، لاتعداد انسانی زندگیاں ضائع ہوئیں۔“

”کیا اس کا پتا بھی اُنھی دستاویزات سے چلا؟“ میں نے پوچھا۔

”نہیں، یہ میری ذاتی معلومات ہیں۔“

”ان کا ذریعہ مسٹر شلائر؟“ میں نے پوچھا۔

”ان ممالک میں میرے دوست، جنھوں نے لائن آف کروزل میں سرمایہ کاری کی ہے۔ اور مجھ سے اس سلسلے میں مداخلت کی درخواست بھی کی گئی ہے۔ یہی میرے ذاتی مفاد سے متعلق معاملہ ہے۔“

”خوب! ان فیکٹریوں کی تباہی کے لیے کیا طریقے اختیار کیے گئے تھے؟“

”ایک فیکٹری میں آتش گیر مادّے میں آگ لگی اور پھر ایک بڑے ذخیرے تک پہنچ گئی۔ دوسری زیرِ زمین فیکٹری ہلکے سے زلزلے سے تباہ ہو گئی جب کہ اس کی عمارت زلزلہ پروف تھی تیسری فیکٹری بھی زیرِ زمین تھی اور اس کے قریب ہی ایک جھیل واقع تھی۔ دھماکا ہُوا اور جھیل کا سارا پانی فیکٹری میں داخل ہو گیا، سب سے زیادہ جانی نقصان اسی فیکٹری میں ہُوا تھا۔“

”سرمایہ کاروں نے اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہیں کی؟“

”تحقیقات کر رہے ہیں وہ... اس کی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔“ مسٹر شلائر نے جواب دیا۔

میں خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ صورتِ حال سو فیصد میرے لیے موزوں تھی اور میں اس سے علیحدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا ”بہت اہم معاملات ہیں مسٹر شلائر۔ کیا آپ مجھے اس کام کے لیے موزوں خیال کرتے ہیں؟“

”محسوس نہ کرنا علی، اگر تم معاوضے پر کام کرنے والوں میں سے ہوتے تو عرب ممالک تمھیں ہیروں میں تول دیتے، مُنہ مانگی قیمت ادا کرتے۔ ذاتی طور پر اگر میری رائے جاننا چاہتے ہو تو ظاہر ہے کہ میں ہائی جیک شولیس کے ہیرو سے بہترین توقعات رکھتا ہُوں۔“

”اگر میں معاوضے پر کام کرنا چاہوں تو؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں ان سے بات کیے بغیر بھی تم سے سودا کر سکتا ہُوں۔“ مسٹر شلائر نے بے ساختہ کہا۔

”کیا معاوضہ مِل سکتا ہے مجھے؟“

”تم متعین کرو۔“

”دس لاکھ ڈالر، میرے خیال میں یہ زیادہ نہیں ہے۔“

مسٹر شلائر نے مجھے حیرت سے دیکھا پھر مُسکرا کر بولے ”مجھے تعجب ہے... لیکن بالآخر انسان کو اپنے بارے میں سوچنا ہی پڑتا ہے۔ میرے خیال میں یہ معاوضہ تمھیں دلایا جا سکتا ہے مگر کیا بات صرف اسٹیفن براکوڈا تک رہے گی؟“

”اپنی بات کی وضاحت کریں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟“

”براکوڈا کے علاوہ بھی کچھ لوگ ان فیکٹریوں کی تاک میں ہو سکتے ہیں۔“

”میں وہاں کے سازشیوں کا خاتمہ کر دوں گا، خواہ وہ کوئی بھی ہوں، وہاں ایک ایسا انتظام قائم کر دوں گا، جو مستحکم ہو گا۔“

”تب تم اس سودے کو پکّا سمجھو، میں یقیناً ان لوگوں کو اس کے لیے تیار کر لوں گا۔“

”مجھے منظور ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

•••

مسٹر آئن شلائر سے ہونے والی گفتگو سے میں مطمئن تھا۔ تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں۔ بات کئی ملکوں کی تھی اور ان سب کا مشترکہ مفاد اس سے وابستہ تھا، پھر میں کیوں نہ اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا۔ اس سلسلے میں کئی نشستیں مسٹر شلائر سے ہوئیں۔ ان میں سائیکا اور نارینا بھی میرے ساتھ تھیں۔ تمام دستاویزات کا مطالعہ کیا گیا۔ ممبارڈو سے کچھ تفصیلات معلوم نہیں ہو سکتی تھیں لیکن ایک نام علم میں آ گیا۔ یہ گولڈن ساپُرد تھا۔ ریس کے گھوڑوں کا تاجر جس کے بارے میں معلوم ہُوا کہ وہ اسٹیفن براکوڈا کا جگری دوست ہے اور اس سے براکوڈا کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم ہو سکتی ہیں۔

”ممبارڈو تک کے سفر میں تمھیں کوئی مشکل نہیں پیش آئے گی، لیکن اس کے بعد کے معلومات تمھیں خود سنبھالنا ہوں گے۔“ مسٹر شلائر نے کہا ”اپنے معاونین کے طور پر تمھیں کچھ افراد کی ضرورت ہو گی؟“

”ہاں یقیناً۔“

”اس کے لیے تم نے کیا فیصلہ کیا؟“

”میں نے تو ابھی کسی بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا، البتہ معاوضے کی رقم میں سے کچھ ایڈوانس رقم مجھے درکار ہو گی۔“

”اندازاً کتنی؟“

”کم از کم دو لاکھ ڈالر۔“

”اس رقم کے حصول کے بعد ہی تم کام کا آغاز کرو گے؟“

”کام کا آغاز تو میں کر چکا ہُوں، کچھ ضروری امور کے لیے یہ رقم درکار ہو گی۔“

”اس سلسلے میں یوں کرو کہ کسی کو متعین کر دو، رقم اُسے ادا کر دی جائے گی۔“ مسٹر شلائر نے کہا۔

”بہتر ہے۔“ میں نے جواب دیا اور اُسی رات میری گفتگو سائیکا سے ہوئی ”میں تمہارے چند بہترین ساتھیوں کو اس مہم میں استعمال کرنا چاہتا ہُوں سائیکا۔ کیا تم اس سلسلے میں میری مدد کر سکتی ہو؟“

”پورے خلوص سے بلکہ میں اس کی خواہش مند تھی۔ تم نے یہ کہہ کر میری ہمت افزائی کی ہے۔“ سائیکا خوش ہو کر بولی۔

”چند چیدہ چیدہ لوگوں کی مجھے ضرورت ہے، جو اعلیٰ کارکردگی کے مالک، ذہین اور مستعد ہوں۔ تعداد زیادہ نہیں ہونی چاہیے لیکن ایک ایک شخص بہتوں پر بھاری ہو۔“

”کم از کم کتنے افراد ہوں؟“

”زیادہ سے زیادہ دس۔“

”میں اُن کے نام تمھیں پیش کر دوں گی علی، کل دوپہر تک۔“

”سوری سائیکا۔ کچھ کاروباری گفتگو کرنے پر مجبور ہُوں۔ اس پوری مہم کے دوران میری معاونت کے صلے میں، میں ریڈ پینتھر کو ایک لاکھ ڈالر ادا کروں گا۔ دیگر تمام اخراجات میرے ذمّے ہوں گے، اگر تم خود پسند کرو تو ممبارڈو میں انھیں کنٹرول کرو۔“

”اگر تم یہ سودے بازی ضروری سمجھتے ہو تو ٹھیک ہے علی، مجھے منظور ہے۔“

”میں نے خود سودے بازی کی ہے تو تمھیں اس سے الگ کیوں رکھوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سائیکا، ظاہر ہے طویل مہم ہے اور میں تنہا اسے انجام نہیں دے سکتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے کہا نا ٹھیک ہے۔" اس نے سر جھکا کر کہا۔

"تو پھر سنو! ہمیں ممبارڈو یا تیرو ڈلا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں زیادہ وقت نہیں ضائع کرنا چاہیے، جو لوگ تمہارے ہمراہ جائیں گے ان کا انتخاب بھی تم خود کرو، اس مہم کے لیے تم خود ہی انھیں تیار کر لو۔ ایک تنظیم کے تحت یہ کام ہونا چاہیے۔ وہاں رابطے کے لیے ہم ضروری امور طے کر لیں گے۔"

"مجھے دلی مسرت ہے علی، اس طرح مجھے تمہارے ساتھ کام کرنے کی سعادت حاصل ہو گی۔ میں تمھیں یقین دلاتی ہوں کہ میں تمہارے لیے بہترین اسسٹنٹ ثابت ہوں گی۔"

"او کے سائیکا۔ میں تمہاری صلاحیتوں کا قائل ہوں۔ ممبارڈو سے براہِ راست براکوڈا کا پتا چلانا خطرناک ہو گا۔ اس کے مشاغل اور اس کی تمام کارروائیوں کے بارے میں ہم پہلے گولڈین اسپارڈ سے معلومات حاصل کریں گے، اس کے علاوہ ممبارڈو میں ہمیں بہت سی چیزوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ میں تمھیں اس کی فہرست دے دوں گا، اب یہ تمہاری ذہانت پر منحصر ہے کہ تم کس طرح یہ اشیاء ممبارڈو تک لے جاتی ہو۔"

"یہ کام آپ کی مرضی کے مطابق ہو گا چیف۔" سائیکا نے کہا۔

دوسری ملاقات تارینا ہارڈ سے تنہائی میں ہوئی تھی۔ "اس سلسلے میں تمہارا کیا پروگرام ہے تارینا؟"

"علی کی خواہشات کے مطابق۔" وہ بولی۔

"تارینا! میں جانتا ہوں کہ تم اپنے ملک کے ایک اہم محکمے کی باقاعدہ افسر ہو، بڑی ذمے داریاں تم پر ہوں گی۔ میں ان میں کوئی رخنہ اندازی نہیں چاہتا۔ البتہ تمھیں ایک ذمے داری سونپنے کا خواہش مند ہوں۔"

"کہو علی۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"تہذیب کی خبر گیری کرتی رہنا، اس کا خیال رکھنا۔"

"ضرور علی، اس کی طرف سے مطمئن ہو جاؤ۔ میں زندگی کی قیمت پر اس کی حفاظت کروں گی۔"

"تمہارا شکریہ تارینا۔ تم جیسے دوستوں کے مل جانے سے میں بے حد خوش ہوں۔"

تارینا سے گفتگو کر کے مجھے مزید اطمینان ہو گیا تھا۔ چند روز اس سلسلے میں مزید انتظامات کرتے گزرے۔ اس کے بعد میں سائیکا کو ہدایات دے کر اور تہذیب کے نام ایک پیغام دے کر ممبارڈو چل پڑا۔ سائیکا میری ضروریات کے مطابق بندوبست کر کے میرے بعد ممبارڈو پہنچنے والی تھی۔

اس مہم میں تہذیب کو بھی شریک کیا جا سکتا تھا اور یہ حقیقت تھی کہ تہذیب، تارینا ہارڈ اور سائیکا سے زیادہ ذہین تھی۔ وہ ان سے کہیں زیادہ اعلیٰ کارکردگی کی مالک تھی لیکن دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو چکی تھی۔ میں اسے خطرات میں دھکیلنے سے بچتا تھا۔ اس کے لیے میں کوئی بڑا خطرہ نہیں مول لینا چاہتا تھا اور اس وقت بھی یہی جذبہ کارفرما تھا۔

•••

ہوائی سفر کے دوران ذہن خاصا منتشر رہا، مختلف خیالات کی یلغار ہوتی رہی۔ اس مہم کے حوالے سے گتھیاں اُلجھتی اور سلجھتی رہیں۔ عربوں نے بلاشبہ ایک دانشمندانہ قدم اُٹھایا تھا۔ یہ سب کچھ ہونا چاہیے تھا، بہت پہلے شروع ہو جانا چاہیے تھا۔ دولت کے بے پناہ انبار کسی ایسے مقصد کے لیے استعمال ہوں تو اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی تھی۔ یہ بات بھی مسلمہ تھی کہ نہ صرف اسرائیل کو بلکہ بے شمار ملکوں کو عربوں کے اس رجحان سے تشویش ہو گی اور نہ جانے اس کے خلاف کیا کیا سازشیں کی جائیں، ابھی تو آغاز تھا، اس پروگرام کو ایک ٹھوس حیثیت اختیار کرنا چاہیے۔

ممبارڈو، افریقہ کا ایک خوبصورت علاقہ تھا۔ تاریک برّاعظم سے جہاں لاتعداد خوفناک داستانیں منسوب ہیں، وہیں اس کے حسن و جمال کے نظارے بھی اس قدر دلکش ہیں کہ انسان ان میں کھو کر رہ جائے۔ ممبارڈو بھی ایسی ہی ایک جگہ تھی، جو بلند پہاڑی علاقے میں ہونے کے سبب دیکھنے دکھانے سے تعلق رکھتی تھی۔

ہوٹل ہل گولڈ میں مجھے ایک خوبصورت کمرا میسر آ گیا۔ ہوٹل کے سیاہ فام منیجر نے اپنے سفید دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔

"ہمارے ہوٹل میں آپ کو پورے ممبارڈو میں سب سے زیادہ سہولتیں حاصل ہوں گی جناب۔" اس نے کمرے کی چابی میرے ہاتھ میں تھما دی۔ ایک ملازم میرا سامان اُٹھا کر لفٹ کی طرف چل پڑا۔ کمرا دیکھ کر دل مزید خوش ہو گیا۔ خاصا کشادہ کمرا تھا۔ آرام دہ فرنیچر اور ضرورت کی ہر چیز سے آراستہ۔ دوسری طرف ایک بالکونی تھی، جس کے سامنے پھیلی ہوئی ایک عظیم الشان جھیل نظر آ رہی تھی۔ موسم ان دنوں خاصا سرد لیکن خوشگوار تھا۔

ملازم کے جانے کے بعد میں نے دروازہ مقفل کیا اور احتیاطاً اپنے کمرے کی تلاشی لے ڈالی۔ ہر طرح سے ہوشیار رہنا ضروری تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہاں میری آمد کے سلسلے میں کسی کو کوئی تشویش ہے یا نہیں۔ حالانکہ یہاں سیاحوں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی لیکن میرا تجربہ بتاتا تھا کہ ان علاقوں میں جہاں کسی قسم کی سازش پروان چڑھ رہی ہوتی ہے، مجرم قسم کے لوگ ہر آنے جانے والے پر نگاہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ یہ انتہائی ضروری تھا کہ میں اپنے کمرے کی تلاشی لے لوں اور یہ اندازہ لگاؤں کہ کہیں کوئی چور آلہ تو نہیں چھپا ہو۔ اگر ایسی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ کچھ وقت اپنے کمرے میں گزارنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔

وسیع و عریض جھیل بلاشبہ پورا سمندر معلوم ہوتی تھی۔ اس کے کنارے میری توقع سے زیادہ خوبصورت تھے۔ ان کناروں پر موجود ریت سفید اور ریشم کی طرح ملائم تھی۔ میں دور تک ٹہلتا چلا گیا اور اس کے بعد

میں نے نہانے کا لباس پہن کر دوسرے لوگوں کے ساتھ جھیل کے پانی میں کافی دیر تک خوش فعلیاں کیں۔ یہاں میں اپنے آپ کو ایک سیاح ہی کی حیثیت سے روشناس کرانا چاہتا تھا تاکہ اگر کوئی میری طرف متوجہ ہو تو شبہے کا شکار نہ ہو۔ وہاں سے نکل کر میں جھیل کے کنارے ایک امبریلا ریسٹورنٹ کی جانب بڑھ گیا، جہاں رنگین میزیں اور کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ ان میزوں پر بے شمار لوگ موجود تھے اور اپنی اپنی پسند کی چیزیں کھا پی رہے تھے۔ میں بھی وہاں جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور اپنے لیے ایک ایسی ڈش منگوائی، جس کے بارے میں، میں اچھی طرح جانتا تھا، ورنہ افریقہ کے اس ساحل پر کھانے پینے کی نہ جانے کیا کیا چیزیں موجود ہوتی ہوں گی۔

کافی دیر تک بیٹھا میں وہاں کی دلچسپیوں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ میرے اطراف میں بے شمار چہرے بکھرے ہوئے تھے۔ میں ان تمام چہروں کو کریدنے لگا لیکن سب کے سب اجنبی تھے اور اپنی اپنی دھن میں مست تھے۔

مجھے بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً غسل کے لباس میں ملبوس، ایک دراز قامت اور حسین جسم کی مالک لڑکی ہاتھ میں شراب کا جام لیے میری میز کے قریب آ گئی۔ میں نے اس کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا اور دل ہی دل میں اس کے خوبصورت اور متناسب بدن کی تعریف کی۔ وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دھیرے سے مسکرائی اور اس کے حسین دانت چمکنے لگے۔

"اگر اعتراض نہ ہو تو میں یہاں بیٹھ جاؤں؟"

"بیٹھو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا اور وہ میرے سامنے کی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے بالوں سے ایک بھینی بھینی سی خوشبو پھوٹ رہی تھی، غالباً وہ کوئی ایسا شیمپو استعمال کرتی تھی، جو اس کے بالوں کو ہمیشہ معطر کیے رہتا تھا۔

"میرا نام ایلی مین ہے۔ تم مجھے صرف ایلی کے نام سے پکار سکتے ہو۔" اس نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔

"گڈ۔ تم سے مل کر خوشی ہوئی مس ایلی۔" میں نے بے پروائی کے انداز میں کہا۔ تب وہ عجیب سی شکل بنا کر میرے چہرے کے بالکل نزدیک آ گئی اور میں کسی قدر ناگواری سے بالکل پیچھے ہٹ گیا۔

اس نے دلکش انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "معافی چاہتی ہوں سر! یہ سب کچھ کرنا ضروری ہے تاکہ میں ایک ایسی لڑکی محسوس ہوں، جو یہاں رہ کر شکار کی تلاش میں سرگرداں ہو۔ میرا تعلق ریڈ پینتھرز سے ہے۔"

ایک لمحے کے لیے میں پھر حیرت زدہ رہ گیا لیکن پھر فوراً ہی معمول پر آ گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے یہاں پہنچنے کے چند گھنٹوں کے اندر اندر ریڈ پینتھرز کی کوئی رکن مجھ سے اس طرح سے ملاقات کرے گی۔ اب مجبوراً مجھے اسی کے انداز کو اختیار کرنا ہو گا۔ چنانچہ میں نے بھی چہرے پر اوباشوں کی سی کیفیت طاری کرتے ہوئے کہا۔ "گڈ مس ایلی لیکن میں کیسے یقین کر لوں کہ آپ کا تعلق ریڈ پینتھرز سے ہے؟"

"سائیکا مائیلر گروپ، اے اے سی او یو... اے اے سی یو او۔" اس نے کہا اور اب میرے لیے کوئی شک کی گنجائش نہ رہی، کیونکہ یہ کوڈ ورڈز تھے، جن کے بارے میں سائیکا مائیلر نے مجھے بتایا تھا۔

"بہت بہت شکریہ مس ایلی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن مجھے تعجب ہے کہ آپ یہاں اتنی جلد..."

"میں تین دن پہلے سے یہاں آئی ہوئی ہوں۔" اس نے جواب دیا اور ایک بار پھر میں حیرت کا شکار ہو گیا۔ اس سے تو میں نے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا لیکن سائیکا مائیلر کے بارے میں ایک بار پھر میں سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا، گویا جب اس نے محسوس کیا کہ میں نے اس سے رابطہ قائم کر لیا ہے اور اب اُسے میرے لیے کام کرنا ہو گا تو اس نے کوئی دیر کیے بغیر اپنے کام کا آغاز کر دیا اور اپنے کچھ ایجنٹوں کو یہاں بھیج دیا۔

"اور ان دنوں میں، میں نے اپنے آپ کو ایک شکاری لڑکی کی حیثیت سے ہی پوز کیا ہے۔" ایلی نے بتایا۔

"کیا تمہارا قیام ہل گولڈ میں ہے؟"

"ہاں۔"

"اور کیا تمھیں یقین تھا کہ میں اسی ہوٹل کا رخ کروں گا؟"

"نہیں... لیکن ایئرپورٹ سے میں تمہارے پیچھے ہوں اور تمہارا تعاقب کرتی ہوئی یہاں تک آئی ہوں۔ مجھے اس وقت واقعی مسرت ہوئی تھی، جب تم نے ہل گولڈ میں قیام کا فیصلہ کیا تھا۔"

"بہت خوب۔ اب بہتر ہے کہ ہم اس موضوع سے ہٹ کر گفتگو کریں۔"

ہم ممبارڈو کے موسم اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ اس نے اپنا جام خالی کر دیا تھا اور پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "ہل گولڈ میں تھرٹی سیون میرے پاس ہے اور تمہارے کمرے کے بارے میں، میں جان چکی ہوں۔ اب میں چلتی ہوں، رات کو تم سے ملاقات کروں گی۔"

"او کے ڈیئر۔" میں نے جواب دیا اور وہ میری سیٹ سے اُٹھ کر پھر جھیل کی جانب بڑھ گئی۔ میں نے اب جھیل کی طرف رخ نہیں کیا تھا۔ دیر تک میں اُسے دیکھتا رہا۔

دیر تک میں جھیل کے کنارے رہا اور پھر جب شام ہو گئی تو میں اُٹھ گیا۔

تقریباً ساڑھے نو بجے وہ میرے کمرے میں آ گئی۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے اور وہ میرے بالکل قریب پہنچ کر میرے کان سے ہونٹ چپکاتے ہوئے بولی۔ "تم نے کمرے کا جائزہ تو لے لیا ہے؟"

"ہاں، ہم اطمینان سے گفتگو کر سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم کھانا کھا چکے ہو؟"

"نہیں، بس یہ فیصلہ کر رہا تھا کہ اب کھانا کھانے کے لیے ڈائننگ ہال میں چلے جانا چاہیے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میرا خیال ہے، کھانا ہم یہیں منگوا لیتے ہیں۔" وہ بولی اور میں نے ویٹر کو بُلانے کے لیے بیل بٹن دبا دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم کھانے میں مصروف ہو گئے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد برازیل کی عمدہ کافی طلب کی گئی اور اس کے گھونٹ لیتے ہوئے میں نے ایلی سے پوچھا "تم یہاں تنہا ہو یا تمھارے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں؟"

"مس مائیلر کا طریقۂ کار خاصا اُلجھا ہُوا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ کوئی اور بھی یہاں موجود ہے یا نہیں۔ میں تنہا ہی پہنچی تھی اور اُنھوں نے کچھ ذمہ داریاں میرے سپرد کر دی تھیں۔"

"مثلاً؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"مثلاً گولڈین اسپائرو کے بارے میں معلومات۔" ایلی نے جواب دیا۔

میں نے بدستور اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا "تو کیا تم اس کے بارے میں کچھ معلوم کر سکیں؟"

"ہاں، وہ رائل کین کا مستقل ممبر ہے۔ رائل کین آئس اسکیٹنگ کلب ہے۔ اس کے بہترین اسکیٹنگ فیلڈ ہیں اور ایک خوبصورت سی عمارت میں یہ کلب واقع ہے۔ وہ تقریباً ہر رات وہاں موجود ہوتا ہے اور کلب کی تفریحات میں حصہ لیتا رہتا ہے۔"

"کس ٹائپ کا آدمی ہے؟"

"بے حد خطرناک معلوم ہوتا ہے اور شخصیت بھی بہت عمدہ ہے۔"

"اُس کی دیگر مصروفیات کے بارے میں کوئی اندازہ ہو سکا؟"

"نہیں، بظاہر وہ ایک بیوپاری ہے اور گھوڑوں کی تجارت کرتا ہے۔ خاص طور سے یہاں کے ریس کلبوں میں اُس کی شخصیت بڑی معتبر مانی جاتی ہے اور عموماً اُس کے گھوڑے ریس میں دوڑتے رہتے ہیں، ویسے اُس کی رہنی دلچسپیاں محدود ہیں۔"

"کیا تم نے اُس سے قریب ہونے کی کوشش نہیں کی؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھے اس کے بارے میں ہدایت نہیں کی گئی تھی۔" وہ بولی۔

میں پُرخیال انداز میں ایلی کی صورت دیکھتا رہا۔ ذہن میں بہت سے خیالات گردش کر رہے تھے پھر میں نے کہا "ایلی! کیا وہ عورتوں میں خوش رہنے والا انسان ہے؟ تم میرا مطلب سمجھ رہی ہوگی؟"

"ہاں کیوں نہیں، میں نے کہا نا، میں نے اس بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا۔ اس دوران میں مسلسل اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی ہوں۔ پہلے میں نے اس کے بارے میں ریس کلبوں میں جا کر معلومات حاصل کیں، چونکہ مجھے اس کے لیے ہدایت کر دی گئی تھی۔ ایک ریس کلب میں، میں نے اُسے پہلی بار دیکھا اور اس کے بعد اُس کی رہائش گاہ تک اُس کا تعاقب کیا پھر اُس کے دیگر معمولات کے بارے میں مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کیں اور مجھے یہ سب کچھ معلوم ہو گیا۔ یہ کام میں نے ان تین چار دنوں کے اندر کیا ہے۔"

"کیا تمھیں میری آمد کے بارے میں اطلاع مل گئی تھی؟"

"ہاں، مجھے اطلاع دے دی گئی تھی لیکن یہ نہیں معلوم تھا مجھے کہ تم کہاں قیام کرو گے؟"

"ٹھیک ہے ایلی، پہلے ہم گولڈین کا جائزہ لیں گے، اس کے بعد اگر ممکن ہو سکے تو تم اس کی قربت حاصل کرنے کی کوشش کرو، تاکہ اس کے قریب رہ کر کچھ معلومات حاصل کی جا سکیں۔"

"جو حکم جناب، مجھے یہی ہدایت ملی ہے کہ میں آپ کے احکامات کے تحت کام کروں۔"

تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد ایلی چلی گئی اور میرا ذہن ایک بار پھر سائیکا مائیلر میں اُلجھ گیا۔ لڑکی واقعی بہت تیز تھی، اُس نے جس انداز میں کام کا آغاز کیا تھا، اس سے مجھے یہ احساس ہوتا تھا کہ سائیکا مائیلر بہت تیز رفتاری سے کام کرنے کی عادی ہے۔ ہاں کچھ خدشات بھی تھے، مثلاً یہ کہ اُس نے ایلی پر بہت زیادہ انحصار کیا تھا۔ میری ہدایت کے بغیر گولڈین تک پہنچنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ گولڈین کو اس بارے میں شبہ ہو سکا یا نہیں۔ جرائم پیشہ آدمی تھا، ممکن ہے اپنے اطراف سے باخبر رہتا ہو۔ ایسی حالت میں ایلی کا مجھ تک پہنچ جانا، خود میرے لیے بھی تشویشناک ہو سکتا تھا۔ ممکن ہے ایلی اُن کی نگاہوں میں آ چکی ہو اور وہ خود بھی اس کا جائزہ لے رہے ہوں۔ بہت سے احساسات ذہن میں تھے لیکن اب جو کچھ ہو چکا تھا، اس کے بارے میں کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ نہی راستوں پر آگے بڑھنے کی کوشش کروں، جو قدموں تلے آ گئے تھے۔ سائیکا نے جو کچھ کیا تھا، خلوصِ نیت سے کیا تھا۔ ویسے اس کی کارکردگی کا انداز بھی دلچسپ تھا۔ ریڈ پینتھرز کو ایک دوسرے کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ وہ صرف اپنے اپنے طور پر کام کرنے کے عادی تھے لیکن اب اس بات کی ضرورت تھی کہ مجھے ان میں سے کوئی اور دستیاب ہو تو میں اُس سے ایلی کی رپورٹ معلوم کر سکوں۔ اس کے لیے مجھے کم از کم آٹھ دس گھنٹے انتظار کرنا تھا۔

دوسری صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد میں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ اُس مخصوص ٹرانسمیٹر پر جو گھڑی کی طرح میری کلائی پر بندھا ہُوا تھا، ریڈ پینتھرز سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ سائیکا مائیلر نے وہ واچ ٹرانسمیٹر مجھے دیتے ہوئے کہا تھا کہ اس کے بارہ ہندسے، بارہ آدمیوں کے لیے ہیں اور ہر ہندسے کے مطابق اس نمبر کے آدمی کو کال کیا جا سکتا ہے۔ ایلی کا نمبر تین تھا۔ میں نے گھڑی کی سُوئیاں چار اور بارہ پر کیں اور اس کے بعد وہ ننھا سا باریک بٹن دبا دیا، جو ٹرانسمیٹر آن کر دیتا تھا۔

ڈائل پر سُرخ جھماکے ہونے لگے اور پھر ایک باریک سی آواز اُبھری "ریڈ پینتھر فور۔ ایس۔ ایس۔ اے۔ او۔ یو... ایس۔ ایس۔ او۔ یو۔ ای..."

"علی۔" میں نے جواب دیا۔

"حکم جناب۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"چار نمبر، تم ممبار ڈو میں کب سے ہو؟"

"چوتھا دن ہے جناب آج۔ چار دن پہلے میں یہاں پہنچا ہُوں۔"

"میں تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہُوں کہ کیا ایلی پر تمھاری نگاہ ہے؟"

"میری ڈیوٹی یہی لگائی گئی ہے جناب کہ میں ایلی پر نگاہ رکھوں چنانچہ جب سے وہ مصروف ہے، میں مسلسل اُس کا جائزہ لے رہا ہُوں۔" نمبر چار نے جواب دیا۔

"اُس کی مصروفیات کے بارے میں بتاؤ۔"

"اُس نے اب تک صرف یہ کام کیا ہے جناب کہ گولڈین اسپائرو کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی ہے۔ گولڈین اسپائرو کو اُس نے ریس کلب میں تلاش کیا اور اُس کے بعد سے مسلسل اُس کے تعاقب میں ہے، یہاں تک کہ وہ رائل کین پہنچ گئی، جہاں گولڈین اسپائرو ہر رات جاتا ہے۔"

"ویری گڈ۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا "نمبر چار! کیا اس دوران ایلی کے تعاقب میں کسی مخصوص شخصیت کو تو نہیں دیکھا گیا؟"

"نہیں جناب۔ بظاہر ایسا نہیں ہے لیکن ایک دو بار ایک مشتبہ شخصیت مجھے اس کے آس پاس نظر آئی ہے۔ یہ ایک دُبلے پتلے بدن کا بُوڑھا آدمی ہے، جو پتا نہیں کون سے مُلک سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک دو بار اُسے ایلی کے آس پاس بھٹکتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ بظاہر وہ ایک نیم پاگل شخص معلوم ہوتا ہے لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ ایلی پر اُس کی گہری نگاہ ہوتی ہے۔"

"اُس آدمی کے بارے میں تم نے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کی؟"

"نہیں، دراصل میں ایلی کو نظرانداز نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہ میری ڈیوٹی ہے۔"

"گڈ۔ کیا تمھیں اس بات کا علم ہے کہ ایلی مجھے ریسیو کرنے ایئرپورٹ پہنچی تھی؟"

"جی ہاں جناب اور اس کے بعد وہ جھیل ممبارڈو پر آپ کے پاس پہنچ گئی تھی۔" نمبر چار نے جواب دیا۔

"اچھا نمبر چار! تم یوں کرو کہ مسلسل ہمارا تعاقب کرتے رہو، اگر وہ بوڑھا آدمی تمھیں دوبارہ نظر آئے تو تم ہمیں چھوڑ کر اُس کا تعاقب کرنا۔"

"بہت بہتر جناب۔" جواب ملا اور میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ ابھی میں سائیکا مائیلر سے رابطہ نہیں قائم کرنا چاہتا تھا۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ وہ بھی پہنچ گئی ہوگی۔ میری خواہش تھی کہ سائیکا مائیلر اپنے طور پر مصروف رہے اور مجھے جب اُس کی اہم ضرورت پیش آئے، تب ہی میں اُسے اپنے قریب بلاؤں۔ اس طرح میں مزید فضول باتوں سے بچنا چاہتا تھا۔

دوسری رات ایلی میرے ساتھ رائل کین چل پڑی۔ اب اُسے تنہا بھیجنا ضروری نہیں تھا کیونکہ اُسے میرے ساتھ دیکھ لیا گیا تھا۔

رائل کین کلب کی عمارت خوبصورت تھی۔ وسیع و عریض لان کے درمیان سوئمنگ پول بنا ہُوا تھا۔ وہاں سے ایک خوبصورت روش اندرونی عمارت کی جانب گئی تھی۔ اس عمارت کے عقبی حصے کے بعد اسکیٹنگ کے لیے برف کے ڈھلان شروع ہو جاتے تھے۔ ایلی مجھے اس کے جائے وقوع کے بارے میں بتاتی رہی تھی۔ کلب کی عمارت میں حُسن ہی حُسن بکھرا ہُوا تھا۔ باہر سے آئے ہوئے مختلف ممالک کے سیاح یہاں موجود تھے۔ شاید یہاں رہائشی کمرے بھی دیے جاتے تھے۔ عمارت خاصی وسیع اور تقریباً آٹھ منزلہ تھی۔

بڑے سے ہال میں پہنچنے کے بعد ہم ایک میز پر جا بیٹھے اور تقریباً بیس منٹ بعد ایلی نے مجھے ایک آدمی کی طرف متوجہ کیا، جو انتہائی حسین لباس میں ملبوس اندر آ رہا تھا۔ میں نے اُس شخص کو دیکھا، وہ ایک لمبا تڑنگا اور مضبوط بدن کا آدمی تھا۔ قد چھ فٹ تین انچ کے قریب تھا۔ چوڑے شانے اور پتلی کمر، اس بات کی نشاندہی کرتے تھے کہ وہ باقاعدہ ورزش کا عادی ہے۔ دیکھنے میں وہ مردانہ حُسن کا ایک شاہکار نظر آتا تھا۔ گھنے بال بالکل سیاہ تھے، صرف کنپٹیوں پر ہلکی سی سفیدی چمک رہی تھی۔ روشن اور کشادہ نگاہوں سے اُس نے اپنے آس پاس موجود لوگوں کو دیکھا۔ ایک دو افراد نے اُس سے ہاتھ بھی ملایا تھا پھر وہ ایک میز پر جا کر بیٹھ گیا اور چند ہی لمحوں کے بعد ویٹر نے اُس کے سامنے شراب کے برتن سجا دیے۔ وہ انتہائی نفاست سے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہال میں رقص کے لیے موسیقی کی دُھنیں شروع ہو گئیں اور جوڑے اپنی اپنی جگہوں سے اُٹھ کر چوبی فرش کی جانب جانے

کیا آپ جانتے ہیں کہ مٹاپا عمر کم کر دیتا ہے؟

آپ چاہتے ہیں کہ آپ ایک سڈول اور صحت مند جسم کے مالک ہوں؟

ان خواتین کیلئے بھی جو ایک شاداب اور متناسب جسم چاہتی ہیں!

ہزاروں ماہرینِ طب کی آراء کی روشنی میں مرتب کردہ کتاب

موٹاپا — چند حقائق

لوگ موٹے کیوں ہو جاتے ہیں

رقیق اشیاء اور موٹاپا

خوراک اور موٹاپا

تطہیری پروگرام

مضر اشیاء

گیارہ اہم ورزشیں

اور وہ سب کچھ جس پر عمل کر کے سڈول اور صحت مند جسم کا حصول ممکن ہے

تو کتاب مٹاپا اور اس کا سدِ باب کا مطالعہ کریں

قیمت ۵ روپے

ڈاک خرچ - روپے

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لگے۔ میں نے ایلی کو اشارہ کیا اور ایلی اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ لمحہ بھر بعد وہ گولڈین کے قریب تھی۔ ایلی بذاتِ خود ایک پُرکشش شخصیت کی مالک تھی، اس لیے گولڈین کو اپنی جانب متوجہ کرنے میں اُسے کوئی دقت نہیں پیش آئی۔ اس نے مُسکراتے ہوئے ایلی کا خیر مقدم کیا اور اس کے بعد دونوں میں چند لمحے گفتگو رہی پھر وہ چوبی فرش پر پہنچ گئے۔

رقص کے تین راؤنڈ ایلی نے گولڈین کے ساتھ ہی ناچے اور اس کے بعد وہ اُس کی میز پر پہنچ گئی پھر اس نے شاید میرا تعارف بھی کرایا، اور مجھے اشارے سے قریب بُلایا گیا۔ میں اُن کی میز پر پہنچ گیا۔ گولڈین نے پُرجوش انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں نے اس سے اپنا تعارف ٹونی اسپارکو کے نام سے کرایا تھا، اسی نام سے میں نے یہاں تک کا سفر کیا تھا۔

"مسٹر اسپارکو آپ کی دوست مس ایلی کافی دلچسپ شخصیت کی مالک ہیں۔ انسان کو دوست بننے میں بہت زیادہ مراحل نہیں طے کرنے پڑتے، جب تک آپ لوگ ممبارڈو میں ہیں۔ مجھ سے ملتے رہیں اور اگر یہاں کوئی بھی دقت پیش آئے تو براہِ کرم تکلف نہ کریں۔ آپ ایلی کے دوست ہیں، اس لیے میرے بھی دوست ہیں۔"

"شکریہ مسٹر گولڈین، آپ سے مل کر واقعی مسرت ہوئی ہے۔" میں نے کہا اور اِدھر اُدھر کی باتیں چھڑ گئیں۔

کچھ دیر بعد گولڈین نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھ کر کہا۔ "اچھا اب میں اجازت چاہتا ہوں، کل اگر وقت ملے تو اسی وقت، اسی جگہ۔"

اُس نے ہم دونوں سے مصافحہ کیا اور اندرونی راستے کی جانب چل پڑا۔ ایلی میری جانب دیکھ رہی تھی۔ میں نے پُرسکون انداز میں گردن خم کی اور اس بات کا اظہار کیا کہ میں اس ملاقات سے مطمئن ہوں۔

گولڈین کے بارے میں اس سے زیادہ کوئی کارروائی قبل از وقت تھی چنانچہ رائل کین کلب سے ہم واپس ہل گولڈ پہنچ گئے۔ چونکہ یہ سفر ٹیکسی سے کیا گیا تھا، اس لیے راستے میں کوئی گفتگو نہیں ہو سکی لیکن ہل گولڈ میں ایلی میرے کمرے ہی میں آ گئی۔

"کیا خیال ہے اس کے بارے میں جناب؟"

"تم نے کوئی اندازہ قائم کیا ایلی؟"

"سخت گیر اور زیرک انسان ہے، نپی تُلی گفتگو کرتا ہے۔ گہرائیوں میں جھانکنا چاہتا ہے۔"

"تم سے گفتگو کی تھی اُس نے؟"

"ہاں، مجھ سے میرے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ میں نے اُسے ایک کہانی سُنا دی۔"

"کیا کہانی تھی؟" میں نے سوال کیا اور ایلی نے اپنی کہانی دُہرا دی جو میرے خیال میں مناسب تھی۔ ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جو تشویش کا باعث ہوتی لیکن نہ جانے کیوں مجھے احساس ہو رہا تھا کہ سائیکا مائیلر جلد بازی کر گئی ہے۔ اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کے سلسلے میں اُس نے پہلے ہی مرحلے پر میرے لیے خطرات پیدا کر دیے تھے۔

ایلی چلی گئی تو میں نے فوراً نمبر چار سے رابطہ قائم کیا۔ "کیا رپورٹ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں جناب۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آج کسی نے لوگوں کا تعاقب نہیں کیا۔"

"وہ بوڑھا کہیں نظر آیا؟"

"قطعی نہیں۔"

"او کے۔" میں نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

کچھ بھی نہیں تھا لیکن چھٹی حس مطمئن نہیں تھی۔ دیر تک سوچنے کے بعد میں نے ایک فیصلہ کیا اور پھر گھڑی پر نمبر بارہ سیٹ کر لیا۔

چند ہی لمحے بعد سائیکا مائیلر کی آواز سُنائی دی "یس پلیز!"

"میں بول رہا ہوں نمبر بارہ۔"

"میں جانتی ہوں سر، کیسے مزاج ہیں؟"

"ٹھیک ہوں تم نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ تم میری روانگی سے پہلے کچھ لوگوں کو یہاں بھیج چکی ہو۔"

"میں چاہتی تھی کہ جب تم یہاں پہنچو تو ضروری معلومات تمہیں تیار ملیں۔" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے سائیکا لیکن اب محتاط ہو جاؤ، کوئی مزید کام کسی مشورے کے بغیر نہ کرنا۔ ایلی گولڈین سے ملاقات کر چکی ہے، اس نے اس سے شناسائی پیدا کر لی ہے لیکن وہ محتاط اور خطرناک آدمی ہے۔"

"اوہ! کیا میری یہ کوشش کسی طور نقصان دہ ہو سکتی ہے؟" اس نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"گولڈین تک ہمیں جس انداز میں پہنچنا چاہیے تھا، اُس انداز میں ہم نہیں پہنچے۔ ایلی اُس سے دوستی کا آغاز کر چکی ہے، اس سے میں نے خود گولڈین سے ملنے کے لیے کہا تھا لیکن اُس وقت جب مجھے معلوم ہُوا کہ کوئی ایلی کے تعاقب میں ہے، اس طرح میں گولڈین کو اُلجھانا چاہتا ہوں اور کچھ نہیں تو کم از کم اُسے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ اگر ہم اس کے مخالفوں میں بھی ہیں تو کچے لوگ ہیں۔" میں نے پورے واقعات سائیکا کو سُنا دیے۔

"سوری علی! یہاں تو مجھ سے چُوک ہو گئی۔" اُس نے کسی قدر ندامت کے انداز میں کہا۔

"اب اس چُوک کو نبھانا ہے سائیکا اور اس کا طریقہ یہ ہے تم اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ ہم دونوں سے دُور رہو۔"

"یعنی تم سے اور ایلی سے۔"

"ہاں۔" میں نے کہا۔

"اور اگر تم کسی مصیبت میں پھنسے۔۔۔؟"

"اگر ایسا ہو بھی جائے تو اس کے لیے ایک اشارہ دے کر"

"سمجھ گئی۔" سائیکا نے کہا۔

"او کے سائیکا" بد دل ہونے کی ضرورت نہیں، بس ذرا سکون سے کام کرو۔"

"او کے سر۔" سائیکا نے کہا اور میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

دوسرا دن میں نے اور ایلی نے اپنے کمروں میں گزارا۔ میں نے ٹرانسمیٹر پر ایلی سے کہا تھا کہ آج وہ باہر نہ نکلے۔ شام کو میں نے دوبارہ اُسے ٹرانسمیٹر پر مخاطب کیا۔ "ہیلو ایلی۔"

"ہیلو سر۔" اُس نے جواب دیا۔

"کیا ہو رہا ہے؟"

"بور ہو رہی ہوں سر۔"

"میں تمہاری بوریت دُور کرنا چاہتا ہوں۔ سُنو! رات کو ہم رائل کین چلیں گے، ممکن ہے ہمارا دوست وہاں موجود ہو۔"

"آپ مناسب سمجھتے ہیں تو ٹھیک ہے سر۔" ایلی نے جواب دیا۔

"تمہیں بہترین لباس میں ہونا چاہیے۔"

"بہتر سر۔" ایلی نے جواب دیا اور میں نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

ٹھیک آٹھ بجے ہم دونوں ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ ٹیکسی میں، میں نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا "شراب پیتی ہو؟"

"یس سر۔" اس نے جواب دیا۔

"کتنی برداشت کر لیتی ہو؟"

"خاص حالات میں کافی سر۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"میں نہیں پیتا، السر کا مریض ہوں، اگر گولڈین تمہیں پیش کش کرے تو اپنی قوتِ برداشت کے مطابق پی سکتی ہو۔ میرے لیے میرے بجائے تم معذرت کر لینا۔"

"بہتر ہے۔"

رائل کین کلب میں حسبِ معمول رونق تھی۔ ہم ہال میں داخل ہوئے تو گولڈین وہاں جما ہُوا تھا۔ اُس کے ساتھ ایک اور شخص موجود تھا، جو دُبلے پتلے بدن کا ایک مدقوق سا آدمی تھا۔ گولڈین کی نگاہ ہم پر پڑی تو اُس نے شناسائی کے انداز میں ہاتھ ہلایا۔

"آگے بڑھو اور اُس کے قریب پہنچ جاؤ۔" میں نے کہا اور ایلی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔

"ہیلو ایلی! میں سوچ رہا تھا کہ شاید تم آج بھی اس طرف نکل آؤ۔ ہیلو مسٹر اسپارکو۔"

"شکریہ جناب! اس بات پر فخر ہو رہا ہے کہ آپ کو ہم دونوں کے نام یاد ہیں۔"

"اچھے دوستوں کو میں کبھی نہیں بھولتا۔ بیٹھو ایلی، بیٹھو مسٹر اسپارکو۔" اُس نے خوش اخلاقی سے کہا، اور ہم دونوں بیٹھ گئے۔ "کیا پیو گے تم لوگ؟۔۔۔ ویٹر!" اُس نے چٹکی سے اشارہ کیا۔ ویٹر قریب آیا تو اس نے ایلی سے کہا۔ "تمہارے لیے کیا منگاؤں ڈیئر؟"

مداخلت کرو۔ یعنی میں ٹرانسمیٹر آن کر دوں گا، اس سے تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ صورتِ حال اب ہمارے بس سے باہر ہے۔"

دُنیا کے حیرت انگیز فن
تحریر شناسی
کی مدد سے دُوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیے
اُردو میں پہلی بار
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب
تحریر شخصیت اور
یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ...
◎ یہ شخص کس کام کے لیے موزوں ہے؟
◎ کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟
◎ کیا اسے جلد غصہ آتا ہے؟
◎ کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے؟
◎ کیا اس کے ساتھ شادی کی جا سکتی ہے؟
◎ کیا اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟
◎ کیا یہ ایمان دار اور ہمدرد ہے؟
◎ اس کا جنسی رویہ کیسا ہے؟
◎ اس میں بُرائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں؟
◎ اور ایسی دوسری بہت سی باتیں۔
قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
ہر شخص کے لیے یکساں طور پر کارآمد کتاب۔
ملنے کا پتہ
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"شیری مکس۔"

"اور تم یقیناً وسکی لوگے ڈیڑا اسپارکو؟" اُس نے کہا اور میں نے غمگین سی شکل بنا کر ٹھنڈی سانس بھری، پھر رحم طلب نگاہوں سے ایلی کو دیکھا۔

"ایک قطرہ نہیں، مجھے تمھاری زندگی درکار ہے۔ سوری مسٹر گولڈین! اسپارکو کو ڈاکٹروں نے منع کر دیا ہے۔"

"اوہ، کیوں؟"

"یہ السر کا مریض ہے۔" ایلی بے تکلفی سے بولی۔ لڑکی ٹھیک جا رہی تھی، میں نے کرسی کی پشت سے گردن ٹکا دی۔

"تب پھر ان کے لیے فریش لائم...!" گولڈین نے ویٹر سے کہا اور ویٹر گردن خم کر کے چلا گیا۔

تقریباً ایک گھنٹے تک ہم دونوں اس کے ساتھ رہے۔ وہ مبارڈو کی دلچسپیوں اور اپنے کاروبار کے بارے میں بتا رہا تھا، گھوڑوں کا ذکر کرتے ہوئے اُس کی آنکھیں خوب چمکنے لگی تھیں۔

"اخراجات کی کمی پیش آ جائے تو ریس کورس آ جانا، میں ٹپ دوں گا، جیبیں بھر جائیں گی۔"

"شکریہ، اگر ایسی ضرورت پیش آئی تو آپ کو ضرور تکلیف دیں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب میں اجازت چاہتا ہوں، میرے دوست میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ دن میں کسی وقت میرے گھر آؤ، تمھیں اپنے گھوڑے دکھاؤں گا۔" اُس نے اُٹھتے ہوئے کہا اور ہم لوگ بھی اُٹھ گئے۔ گولڈین جوئے خانے میں چلا گیا تھا، میں اور ایلی دوسری میز پر جا بیٹھے۔

"بظاہر تو وہ نارمل معلوم ہوتا ہے۔" ایلی نے کہا، میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے اُسے اُٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر ہم لوگ جوئے خانے کی طرف چل پڑے۔ گولڈین دُنیا و مافیہا سے بے نیاز تاش کے کھیل میں مصروف تھا۔ اس نے نگاہ اُٹھا کر ہماری طرف دیکھا بھی نہیں۔ ہم لوگوں نے بھی ادھر کا رُخ نہیں کیا تھا، ہم جوئے کی مختلف میزوں کے گرد چکراتے رہے اور پھر وہاں سے باہر نکل آئے۔

رائل کین کے باہر کے حصے میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی، شاید یہاں بجلی فیل ہو گئی تھی۔ تاریکی میں ہم باہر جانے والا راستہ طے کرنے لگے تاکہ ٹیکسی حاصل کر سکیں، پھر میری نگاہ میں پل بھر کے لیے ایک چنگاری چمکی اور لاشعوری طور پر خطرے کا احساس ہوتے ہی میں ایلی کو لپیٹے ہوئے آنِ واحد میں زمین پر گرا تھا۔ یکے بعد دیگرے تین چنگاریاں سنسناتی ہوئی ہمارے سروں پر سے گزر گئیں۔ میں نے انتظار نہیں کیا اور گرتے گرتے اپنا پستول نکال لیا اور پھر میرے بہترین اندازے نے اپنا شکار ڈھونڈ لیا۔ جس جگہ میں نے چنگاری روشن ہوتے دیکھی تھی، اسی جگہ کا نشانہ لے کر ٹرائیگر دبا دیا تھا۔ ایک ساٹے کو میں نے قلابازی کھاتے دیکھا۔

ایلی کے لیے یہ سب کچھ غیر متوقع تھا لیکن اُس نے مُنہ سے بھی نہیں نکالی۔ کچھ عجیب بے ڈھب سے انداز میں وہ میرے نیچے پڑی تھی۔ اُس نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی تھی تاکہ میں صحیح پوزیشن لے سکوں۔

"اور لوگ بھی ہو سکتے ہیں ایلی!" میں نے سرگوشی کے انداز میں

"میرے پاس بھی پستول موجود ہے۔" وہ پھنسی پھنسی آواز میں

"ادھر، دیوار کی طرف!" میں نے سرگوشی کی اور پھر آہستگی سے طرف سرکنے لگا۔

میرا اندازہ درست تھا۔ ہم پر گولیاں چلانے والا تنہا نہیں تھا کیونکہ دوسرے ہی لمحے ایک اور جگہ سے کچھ فائر ہوئے اور گولیوں نے اس جگہ کو اُدھیڑ دیا، جہاں ہم پہلے موجود تھے لیکن وہی حماقت اس دوسرے حملہ آور سے بھی ہوئی، جو پہلے نے کی تھی۔ گولیاں چلا کر اُسے اپنی پوزیشن تبدیل کر لینا چاہیے تھی لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور میں نے اس بات سے فائدہ اُٹھایا۔ میرا دوسرا فائر بھی ٹھیک نشانے پر لگا تھا۔ میں نے اسے بھاگتے دیکھا، وہ دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود جانے میں کامیاب گیا تھا۔ اس مقابلے میں دونوں طرف سے استعمال ہونے والے پستولوں میں سائیلنسر لگے ہوئے تھے۔ اس لیے کچھ فاصلے پر موجود لوگوں کو ہم اس کا پتا نہیں چل سکا۔ اب مجھے تیسرے کی تلاش تھی لیکن شاید کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے ایلی کا ہاتھ پکڑا اور گیٹ کی طرف دوڑنے لگا۔

چند لمحے بعد ہم دوسری طرف تھے۔ تاریکی کے باوجود میں نے اس جگہ جہاں حملہ آور نے دیوار کودی تھی، کسی کو دیوار کی آڑ میں پڑے دیکھا۔ خطرناک بات تھی لیکن میں دوڑ کر اُس کے سر پر پہنچ گیا۔ حملہ آور ایک سیاہ فام نوجوان تھا۔ اُس کے پیٹ میں گولی لگی تھی اور زخم سے خون اُبل رہا تھا۔ دیوار کودتے ہوئے اس کا پستول بھی ہاتھ سے نکل کر دُور جا گرا تھا۔ میں نے جھک کر اُس کا گریبان پکڑا لیکن اسی وقت اُس کے مُنہ سے خون اُبل پڑا اور آنکھیں پتھرا گئیں۔

ایلی میری آڑ میں کھڑی تھی۔ "یہ بھی گیا!" اُس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"ہاں، آؤ اب ہمارا یہاں رُکنا مناسب نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ ہم تاریکی میں دُور تک نکل آئے۔

ٹیکسی کے سلسلے میں ہم نے احتیاط برتی تھی کئی ٹیکسیاں سست رفتاری سے ہمارے قریب سے گزریں لیکن ہم نے اُنھیں روکنے کی کوشش نہیں کی۔ ممکن ہے کوئی گڑبڑ ہو۔ پھر جب ایک ٹیکسی ہم سے کچھ فاصلے پر خالی ہوئی تو ہم اُس کے قریب پہنچ گئے، پھر اسی ٹیکسی سے ہم ہوٹل آئے تھے۔

ایلی کا چہرہ سُتا ہوا تھا۔ لفٹ سے اُوپر جاتے ہوئے اُس نے کہا۔ "تمھارا خیال درست تھا مسٹر علی۔"

"کون سا خیال؟" میں نے پوچھا۔

"یہی کہ ہم کچھ نگاہوں میں آ گئے ہیں۔" وہ بولی۔ میں نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے لفٹ سے باہر نکل آیا۔ ایلی میرے ساتھ میرے کمرے میں آ گئی لیکن کمرے کے اندر قدم رکھتے ہی ہم چونک پڑے۔ پورا کمرا اَتر بتر پڑا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ کسی نے خوب اچھی طرح میرے سامان کی تلاشی لی ہے۔

"اوہ... یہ...؟" ایلی ہکلائی۔

"سب ٹھیک ہے، اُنھیں میرے کمرے سے کچھ نہیں ملا ہوگا۔ اپنا کمرا دیکھو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور ایلی کا چہرہ اُتر گیا۔ اُس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ میں نے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

"کوئی یہاں موجود ہوا تو...؟" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"آؤ۔" میں نے کہا اور پھر اُس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

ایلی کے کمرے کی تلاشی بھی اسی انداز میں لی گئی تھی۔

"میرے خدا!" وہ آہستہ سے بولی۔

"کچھ تھا تمھارے پاس، کوئی ایسی چیز، جس سے تمھاری نشاندہی ریڈ پینتھر کی حیثیت سے ہو سکے یا کسی قسم کے کاغذات وغیرہ؟" میں نے سوال کیا۔

"بالکل نہیں، مس سائیکا نے خود سامان کا انتخاب کیا تھا اور ایسی چیزیں ساتھ لانے کی اجازت دی تھی، جو کسی طور مشکوک نہ ہوں۔" اُس نے آہستہ سے جواب دیا۔

"او کے، آرام کرو۔" میں نے کہا اور واپسی کے لیے مُڑا تو ایلی کی آواز سُنائی دی۔

"مسٹر علی۔" میں رُک گیا۔ "اگر آپ بُرا نہ محسوس کریں تو آپ یہاں، یا میں آپ کے کمرے میں...؟"

"میں بُرا محسوس کروں گا۔" میں نے خشک لہجے میں کہا اور باہر نکل آیا۔

موڈ کافی حد تک خراب ہو گیا تھا۔ یہ لڑکی ریڈ پینتھر سے تعلق رکھتی ہے! ایسے ہی ہیں ریڈ پینتھر نہ! کن لوگوں کے خلاف کام کرتے ہیں یہ لوگ؟ غالباً وہ مجرم بھی ان جیسے ہی ہوتے ہوں گے، سیدھے سادے شریف لوگ جو ایک دوسرے سے سمجھوتا کر لیتے ہوں گے۔ سائیکا مائیلر ایک مخلص لڑکی تھی، کچھ کام بھی کر لیتی تھی لیکن ابھی بہت ذہین نہیں تھی اور کسی بھی خطرناک جال میں پھنس کر دھوکا کھا سکتی تھی۔

میرے کمرے سے کچھ غائب نہیں ہوا تھا، اس لیے میں نے سامان درست کیا اور پھر بستر پر لیٹ گیا۔ کوئی خاص پریشانی تو نہیں تھی بس اس بات کا افسوس تھا کہ وقت سے پہلے میں ان لوگوں کی نگاہ میں آ گیا تھا۔

دوسری صبح میں پُرسکون تھا۔ دل میں فیصلہ کیا تھا کہ اب ایلی کو بھی زیادہ ساتھ نہیں رکھوں گا۔ دوسرے لوگوں کے لیے تو میں ہدایت دے چکا تھا۔ گولڈین اسپارڈ کو اب میں تنہا ہی دیکھنا چاہتا تھا۔ ایلی کو نظرانداز کرتا ہوا میں ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

مبارڈو ایک افریقی ریاست تھی۔ ہر چند کہ یہاں جدید عمارتیں اور عمدہ سڑکیں موجود تھیں لیکن اس کے باوجود کچھ ایسے مناظر نظر آ جاتے تھے، جن سے اظہار ہوتا تھا کہ یہ لوگ نئے نئے ترقی کی راہ پر گامزن ہوئے ہیں۔ شہر کے ایک حصے میں جدید عمارتیں تھیں لیکن پُرانی آبادیوں کا اب بھی وہی حال تھا۔ میں نے دن کا زیادہ حصہ وہیں گزارا اور پھر شام کو بھی ہوٹل کا رُخ نہ کیا۔ ممکن ہے، ایلی میرا انتظار کر رہی ہو، پھر ایک ٹیکسی روک کر میں رائل کین چل پڑا۔ ٹیکسی ڈرائیور چوڑی ناک والا حبشی تھا۔ اُس کی آنکھیں دو لکیروں کی طرح کھنچی ہوئی تھیں۔ پتا نہیں، ان لکیروں کے درمیان سے کیسے دیکھ پاتا ہوگا۔

ٹیکسی رائل کین کی طرف جا رہی تھی پھر جونہی وہ ایک ویران سڑک پر مڑی، دفعتاً سیاہ رنگ کی قدیم ماڈل کی ایک مرسیڈیز نمودار ہوئی اور آن کی آن میں ٹیکسی کے قریب پہنچ گئی۔ اُس نے ٹیکسی کو زوردار سائڈ ماری اور ٹیکسی سڑک سے اُتر گئی۔ ڈرائیور اُسے سنبھال نہ سکا تھا۔ اُسی وقت مرسیڈیز سے گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ میں نے ڈرائیور کو بار بار جھٹکے کھاتے محسوس کیا اور دفعتاً ٹیکسی ایک درخت سے ٹکرا گئی۔ ڈرائیور کے بدن کے متعدد سوراخ خون اُگل رہے تھے۔ ٹیکسی اس قوت سے درخت سے ٹکرائی تھی کہ میں خود کو نہ سنبھال سکا اور اپنی سیٹ سے اُچھل کر سامنے کے شیشے سے ٹکرایا، بس اس کے بعد کوئی ہوش نہیں رہا تھا۔

سسپنس، جاسوسی، ایڈونچر اور خوفناک کہانیوں کا بہترین انتخاب

انعام یافتہ کہانیاں

قیمت: ۴۰/- روپے
ڈاک خرچ: ۶/- روپے

شکیل انجم کی ان تمام کہانیوں کا بے مثال انتخاب جنہیں مختلف ڈائجسٹوں نے اول انعام کا مستحق قرار دیا ____ آج ہی طلب فرمائیں۔

کتابیات پبلی کیشنز

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ بے ہوشی کتنی طویل تھی، اس کا اندازہ تو نہیں ہو سکا۔ ہوش آیا تو کسی کشادہ کمرے میں زمین پر پڑا ہُوا تھا۔ سامنے ہی دو پاؤں نظر آئے جو چند فٹ کے فاصلے پر تھے اور آہنی ستونوں کی مانند زمین میں جمے محسوس ہوتے تھے۔ نگاہوں نے بلندیاں طے کیں تو آخری کونے پر ایک بدنما چہرہ نظر آیا، جسے دیکھ کر ایک کراہت سی ذہن میں اُبھر آئی تھی پھر پسلیوں میں شدید تکلیف کا احساس ہُوا، تب سمجھ میں آیا کہ پسلیوں پر پڑنے والی ضرب نے ہی ہوش لوٹائے ہیں۔

دفعتاً قوی ہیکل شخص جھکا اور اُس نے مجھے گریبان سے پکڑ کر سیدھا کر لیا۔ تب پورے کمرے کا منظر نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ ایک گوشے میں پڑی ہوئی میز کے پیچھے گولڈین اسپارو بیٹھا ہُوا تھا۔

”ادھر کے لیڈل۔ مجھے اس سے بات کرنے دو۔“ اس نے کہا اور قوی ہیکل سیاہ فام سامنے سے ہٹ گیا۔ ”مسٹر ٹونی اسپارکو! کیا یہ آپ کا اصل نام ہے؟“

”م... مسٹر گولڈین... آپ...؟“ میں نے حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

”میں سچ پرکھنے کی مشین ہُوں، لوگ اسی نام سے مجھے پکارتے ہیں، تمھاری یہ حیرت مصنوعی ہے۔“ گولڈین نے کہا۔

”مجھ سے کوئی شکایت ہوئی آپ کو؟“

”ٹونی اسپارکو تمھارا اصلی نام ہے؟“ اس نے میری بات کو نظر انداز کر کے اپنا پہلا سوال دُہرایا۔

”جی سو فیصدی۔“

”اُس لڑکی سے تمھارا کیا تعلق ہے؟“

”کچھ بھی نہیں۔“

”تعجب کی بات ہے، تم اُس کے ساتھ مجھ سے ملے تھے۔“ اُس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

”میری اُس سے ملاقات ہل گولڈ میں ہوئی تھی۔ وہ... وہ ایک کاروباری لڑکی ہے۔ مجھ سے وہ خود ہی ملی تھی اور میں نے اُسے ایک ساتھی کی حیثیت سے قبول کر لیا تھا، وہی مجھے رائل کین لائی تھی۔“

”میں سچ اُگلوانے کی مشین بھی ہُوں۔“ اس نے کہا۔

”تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہو مسٹر گولڈین، میں ایک سیاح ہُوں اور رمبارڈو اور اُس کے نواح کی سیر کرنے آیا ہُوں، اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔“

”لیڈل! سچ میں اس کی زبان سے سُننا چاہتا ہُوں، اِسے سچ بولنے پر مجبور کرو۔“ لیڈل نے گردن خم کر دی پھر اُس نے بس ہاتھ اُٹھا کر اشارہ کیا تھا۔ تقریباً آٹھ آدمی اندر گھُس آئے اور پھر تھپڑ، لاتیں، گھونسے چاروں طرف سے یلغار شروع ہو گئی تھی۔ نہ جانے کب تک میں اذیتوں سے دو چار رہا پھر بے ہوش ہو گیا۔

دوبارہ ہوش آیا اور ہوش میں آتے ہی پھر مجھ پر تشدد شروع ہو گیا۔ میں خوب چیخا، چلّایا، تشدد سے بے حال ہونے کا مظاہرہ بھی کیا، گالیاں بکیں اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ تیسری بار ہوش آیا تو صورتِ حال کچھ بہتر تھی، عمدہ بستر پر پڑا ہُوا تھا اور میرے بالکل قریب گولڈین بیٹھا ہُوا تھا۔ اُس نے کہا ”یا تو تم بہت سخت جان ہو، یا پھر عظیم الشان احمق۔ وہ کون سا جذبہ ہے، جو تمھیں زبان بندی پر مجبور کر رہا ہے۔ سُنو! میں تم سے سودا بھی کر سکتا ہُوں۔ ابو حاتم کے بارے میں مجھے سب کچھ بتا دو۔ اُس کا ٹھکانہ، اس کے ساتھیوں کے بارے میں، اس کے بدلے میں تمھیں پچاس ہزار ڈالر ادا کیے جا سکتے ہیں۔ یہ خطیر رقم تمھاری ملکیت ہو گی اور کام اتنا سا۔“

”ابو حاتم!“ میں نے تعجب سے کہا۔

”پھر اداکاری؟“ وہ غرّایا۔

”آہ میرے دوست، صحیح اذیت تم نے مجھے اب دی ہے، ایک اجنبی نام اور اس کے عوض پچاس ہزار ڈالر۔ کیا تم مجھے اس کی تلاش کا موقع دو گے؟“

”دوسری شکل میں تم اُس وقت تک یہاں رہو گے جب تک مر نہ جاؤ۔“ اُس نے میری بات سُنی اَن سُنی کر کے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ یہ گولڈین کسی اور ہی چکّر میں پڑ گیا تھا یا پھر ممکن ہے وہ مجھے چکّر میں ڈال رہا ہو میں نے سوچا۔ ابو حاتم! اس نام کا کوئی وجود ہے یا پھر یہ گولڈین کی کوئی چال ہے، اگر وجود ہے تو وہ کون ہے؟ میرا ذہن سوچے جا رہا تھا۔

کئی گھنٹے گزر گئے۔ جسمانی طور پر میں اب خود کو بہت بہتر محسوس کر رہا تھا۔ بدن پر جو قیامتیں ٹوٹی تھیں اور ان کے نتیجے میں جو اذیت مجھے برداشت کرنا پڑی تھی وہ بھی اب ختم ہو چکی تھی، البتہ بدن پر موجود زخم کسی وقت ٹیسیں دے اُٹھتے تھے۔

کچھ اور وقت گزر گیا پھر ایک لڑکی نرس کے لباس میں ملبوس اندر آ گئی۔ اُس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی ٹرے تھی، جس میں ایک انجکشن اور سرنج رکھی ہوئی تھی۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا۔ وہ بولی ”یہ انجکشن لے لو، تمھارے لیے ضروری ہے۔“

”مسٹر گولڈین کہاں ہیں؟“

”میں نہیں جانتی۔“ اُس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

”میں اُنھیں کچھ بتانا چاہتا ہُوں۔“

”رات کو تمھارا پیغام اُنھیں دے دیا جائے گا، چلو انجکشن لگوا لو۔“

”تمھارا نام کیا ہے؟“ میں نے لگاوٹ سے پوچھا۔

”تمھارے لیے بے مقصد ہو گا۔“ وہ خشک لہجے میں بولی۔

”اگر بتا دیتیں تو تمھارے لیے کارآمد رہتا۔“ میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

”کیا مطلب؟“ وہ بھویں چڑھا کر بولی۔

”مطلب یہ کہ میرے دل میں تمھارے لیے دوستی کا جذبہ پیدا ہو سکتا تھا۔“

”مجھے صرف میرا کام کرنے دو۔“ اس نے سخت لہجے میں کہا۔

”تمھاری مرضی۔“ میں نے بازو کھول دیا۔

وہ اطمینان سے انجکشن کی دوا سرنج میں کھینچنے لگی اور پھر انہماک سے مجھ پر جھک گئی لیکن دوستی کے جذبے کو اُس نے قبول نہیں کیا تھا اس کے بعد دشمنی رہ جاتی تھی۔ میں نے برق رفتاری سے اُس کی گردن پکڑ لی اور اس اچانک حملے پر اُس کے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھ گئے۔ میں نے صرف چند لمحے میں اُس کی گردن دبا کر اُسے بے ہوش کر دیا۔ اس دوران سرنج اُس کے ہاتھ سے چھُوٹ کر نیچے گر پڑی تھی۔ اُسے بے ہوش کرنے کے بعد میں نے باقی کام نہایت پھرتی سے کیے۔ مسہری کے علاوہ اور کوئی دوسری جگہ نہیں تھی، جہاں اُسے چھپایا جاتا۔ چنانچہ میں نے اُسے مسہری کے نیچے آخری سرے تک ٹھونس دیا تاکہ وہ نظر نہ آ سکے۔ سرنج وغیرہ بھی میں نے اسی جگہ چھپا دی تھی۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں نے کھُلے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔ باہر اگر کوئی تھا تو یقیناً مسلح ہو گا اور مجھے آسانی سے فرار نہیں ہونے دے گا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ دیکھتے ہی گولی چلا دے۔ لہٰذا فوری طور پر باہر نکلنے کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔ میں یہ سب کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ قدموں کی آہٹ سُنائی دی۔ میں نے مسہری پر چھلانگ لگا دی اور اس طرح بے سُدھ ہو کر لیٹ گیا، جیسے بدن میں جان ہی نہ ہو۔

دروازہ کھُلا اور دو آدمی اندر آ گئے۔ میں آنکھوں کی درز سے اُنھیں دیکھ رہا تھا۔ اُنھوں نے حیرت سے کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں پھر اُن میں سے ایک بولا ”ارے! جینی کہاں گئی؟“

”اُسے یہیں ہونا چاہیے تھا، شاید باہر نکل گئی لیکن اُس احمق نے ہمیں اطلاع ہی نہیں دی، جب کہ ہم انتظار کر رہے تھے۔“ دوسرے نے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے، اپنا کام کرو۔“ وہ آدمی بولا اور وہ دونوں میرے نزدیک پہنچ گئے۔

وہ دونوں میرے بالکل قریب پہنچ کر اس طرح سے جھکے جیسے مجھے مسہری سے اُٹھانا چاہتے ہوں لیکن اُنھیں گمان بھی نہیں تھا کہ میرا بدن متحرک ہو سکتا ہے۔ میرے دونوں پھیلے ہوئے ہاتھ اچانک ہی اُن کی گردن پر پہنچ گئے اور پھر میں نے پوری قوّت سے اُن کے سر ٹکرا دیے۔ بالکل ایسی ہی آواز پیدا ہوئی تھی جیسے دو ناریل آپس میں ٹکرائے ہوں۔ اُن کے حلق سے گھُٹی گھُٹی سی آوازیں نکل گئیں، دونوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خلا میں ہاتھ نچانے لگے، وہ اپنے آپ کو گرنے سے سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن میں اُنھیں مزید کوئی موقع نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے لیٹے لیٹے اپنا رُخ تبدیل کیا اور دونوں پاؤں پوری قوت سے اُن کے سینوں پر مارے۔ یہ کوشش نہایت کامیاب رہی۔ وہ دونوں تیزی سے مخالف دیوار کی طرف گئے اور اُس سے ٹکرا کر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ میں پھرتی سے اُٹھ کر اُن کے پاس پہنچا مگر اب مجھے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی... وہ ہوش و حواس کھو چکے تھے۔ اب ایک لمحہ بھی ضائع کرنا حماقت تھی۔ میں نے جھُک کر اُن کے لباسوں کی تلاشی لی۔ دونوں کے پاس پستول موجود تھے۔ جیب میں خالی کارتوسوں کے پیکٹ بھی پڑے ہوئے تھے۔ میں نے دونوں ہی پستول اپنے قبضے میں کر لیے۔

دونوں بھرے ہوئے پستول ہاتھ میں لیے ہوئے میں آہستگی سے دروازے سے باہر آ گیا۔ سامنے ہی ایک وسیع و عریض کوریڈور نظر آ رہا تھا۔ بظاہر وہاں خاموشی محسوس ہوتی تھی لیکن جیسے ہی میں کوریڈور میں تھوڑا سا آگے بڑھا، دفعتاً ایک دروازہ کھُلا اور ایک سیاہ فام باہر نکل آیا۔ میں نے کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیے بغیر اُس پر گولی چلا دی۔ سیاہ فام کا بدن لہرایا اور پھر نیچے آ گیا۔ اس کے پیچھے ہی ایک دوسرا آدمی باہر نکل آیا تھا۔ میری دوسری گولی اس کے حلق میں اُتر گئی لیکن فائرنگ کی آواز نے ماحول کو بیدار کر دیا تھا۔ کوریڈور میں دوڑتے ہوئے میں نے اپنے عقب میں پھر کسی کمرے کا دروازہ کھُلنے کی آواز سُنی اور تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ ایک سیاہ فام تیزی سے باہر نکلا تھا مگر اُسے مجھ پر فائر کرنے کی مہلت نہیں مل سکی۔ میری گولی زیادہ برق رفتار ثابت ہوئی اور وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر پیچھے کی جانب جھکتا چلا گیا۔

میں دوڑتا ہُوا تیزی سے کوریڈور عبور کر گیا۔ باہر برآمدے میں کوئی نہیں تھا۔ میں ایک چھوٹی سی دیوار پھلانگ کر لان میں آ گیا اور پورچ کی جانب بڑھا۔ یہاں وہی مرسیڈیز کھڑی ہوئی تھی، جس نے ٹیکسی کو ٹکر ماری تھی۔ اُس کی سیٹ پر شاید کوئی موجود بھی تھا۔ میں برق رفتاری سے اُس کے قریب پہنچ گیا۔ اندر موجود شخص نے دہشت زدہ انداز میں مجھے دیکھا لیکن میں نے اُسے کچھ کرنے کا موقع نہیں دیا۔

دیس دیس کلی کلی منڈلانے والے بھنورے کی داستان عبرت

گہن لگا چاند

ایک ایسے نوجوان کی داستان ہے جو حرص و ہوس کے ہاتھوں اندھا ہو گیا تھا وہ ملک ملک پھرتا رہا اور دنیا بھر کی حسیناؤں سے دل لگاتا رہا اسے نہ اپنے ماں باپ سے محبت تھی نہ اپنے بیوی بچوں کی فکر اس نے وفا کرنا سیکھا ہی نہ تھا لیکن جب مکافات عمل شروع ہوا تو اس کے دامن میں سوائے ندامت کے کچھ نہ تھا اس کے اردگرد کوئی نہ تھا جسے وہ اپنا کہہ سکتا۔ وہ اپنے بیٹے کو بھی بیٹا نہ کہہ سکا

”موردِ الزام آدم زادی“ کے مصنف نور حسین شاہ کی نئی تحقیق

قیمت 100 روپے۔ ڈاک خرچ معاف

تقسیم کار

کتابیات پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس 23۔ رمضان چیمبرز
آئی آئی چندریگر روڈ۔ نزد دفتر اخبار جنگ کراچی۔ 74200

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پستول کی ایک گولی اُس کی کھوپڑی میں اُتار دی۔

اُس کے سر سے خون اُبل رہا تھا اور میں ڈرائیونگ سیٹ زیادہ گندی نہیں کرنا چاہتا تھا، چنانچہ برق رفتاری سے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر میں نے دروازہ کھولا اور وہ باہر آگرا۔ میں اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا، وہ ابھی تک تڑپ رہا تھا، اس کا جسم جھٹکے کھا کر اُچھل رہا تھا۔ میں نے اُسے اسی حالت میں چھوڑا اور ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔ دوسرے لمحے گاڑی اسٹارٹ ہو کر گیٹ کی طرف بڑھی۔ میں نے عمارت کے گیٹ پر رُکنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ پوری قوت سے اُسے ٹکر مار کر توڑتا ہوا باہر نکل آیا تھا لیکن فوراً ہی مجھے بریک پر پاؤں رکھنا پڑا کیونکہ عمارت سے باہر نکل کر گاڑی کو دائیں یا بائیں موڑنا بہت ضروری تھا۔ میں نے دائیں طرف خطرناک انداز میں گاڑی کو موڑا اور پھر سیدھی سڑک پر پوری رفتار سے چھوڑ دیا۔ میں یہاں کے راستوں سے پوری طرح باخبر نہیں تھا مگر مجھے اطمینان تھا کہ مرسیڈیز میں پٹرول کی کمی نہیں ہوگی۔

میں گاڑی کو دوڑاتا رہا اور پھر کچھ فاصلے طے کرنے کے بعد مجھے راستوں کو سمجھنے میں دشواری نہیں ہوئی۔ شہر کے درمیان پہنچا تو میں نے ایک جگہ مرسیڈیز چھوڑ دی۔ مسلسل اُسے ساتھ رکھنا میرے لیے خطرناک ہوسکتا تھا۔ مرسیڈیز سے اُتر کر میں پیدل ایک سمت چل پڑا۔ ہوٹل ہل گولڈ اب میرے لیے خطرناک ہو چکا تھا چنانچہ ایک پُرسکون گوشے میں پہنچ کر میں نے سائیکا سے واچ ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی اور چند ہی لمحے میں مجھے اس میں کامیابی نصیب ہوگئی۔

سائیکا کی گھبرائی ہوئی آواز اُبھری: "اوہ علی! کہاں چلے گئے تھے تم؛ بہت پریشان تھی میں... تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش اس لیے نہیں کی کہ کہیں تم کسی اُلجھن کا شکار نہ ہو۔ کیا میں نے غلط کیا؟"

"نہیں ڈیئر، بالکل صحیح کیا تم نے۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر تم چلے کہاں گئے تھے۔ ایلی نے بتایا کہ تم اچانک ہی کہیں غائب ہوگئے تھے۔ وہ تمھیں رائل کین میں تلاش کر چکی ہے۔ اُس کا خیال تھا کہ شاید تم اُسی طرف گئے ہو۔"

"یہ ساری باتیں بعد میں بتاؤں گا پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تمھارا اپنا قیام کہاں ہے؟"

"لیک کاٹیج کے علاقے میں، میں ایک ٹرالر میں موجود ہوں۔"

"گڈ، بڑی عمدہ جگہ منتخب کی ہے تم نے۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"ہاں، یہ جگہ نہایت محفوظ ہے، اور میں یہاں بہت آرام سے ہوں۔ دوسرے ٹرالرز میں میرے اپنے آدمی بھی یہاں موجود ہیں۔"

"مجھے گائیڈ کرو، کس طرف سے وہاں پہنچوں؟"

"تم ٹیکسی میں بیٹھ کر لیک کاٹیج آ سکتے ہو، یہاں ٹرالر نمبر سات ہے۔ تمھیں تلاش کرنے میں دقت نہیں ہوگی۔"

"او کے، میں پہنچ رہا ہوں۔" میں نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

میں ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں اِدھر اُدھر دوڑانے لگا۔ تھوڑی دور پہنچنے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ کیا اور وہ میرے قریب آکر رُک گئی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر میں نے اُسے لیک کاٹیج چلنے کے لیے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے گردن خم کر کے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔

ایک مختصر سے سفر کے بعد میں لیک کاٹیج کے علاقے میں پہنچ گیا۔ ایک خوبصورت اور پُرفضا مقام تھا۔ ہرے بھرے میدان میں اُس وسیع و عریض جھیل کے کنارے، جو میں نے ایک بار پہلے بھی دیکھی تھی اور جس کے دوسرے سرے کے بارے میں مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کتنے فاصلے پر ہے، بہت سے ٹرالر کھڑے ہوئے تھے۔

میں نے سات نمبر ٹرالر تلاش کیا اور ٹیکسی کو اس سے کافی فاصلے پر رکوایا۔ جیبیں ٹٹولیں تو میری کرنسی میرے پاس موجود تھی۔ میں نے اس میں سے ایک نوٹ نکال کر ڈرائیور کو دیا اور وہ گردن خم کر کے وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ پھر جب تک وہ نگاہوں سے اوجھل نہ ہوا، میں وہیں کھڑا رہا اور اس کے بعد نمبر سات کی جانب چل پڑا۔

ٹرالر کے دروازے پر پہنچ کر میں نے اطلاعی بٹن دبایا تو فوراً ہی دروازہ اس طرح کھل گیا جیسے ہوائی جہاز کے دروازے کھلتے ہیں۔ مجھے سائیکا مائیلر کی شکل نظر آئی، جو سفید رنگ کی فراک میں ملبوس بے حد حسین نظر آرہی تھی۔ اُس کے بالوں میں سفید ہی پھول سجے ہوئے تھے۔ اُس نے حسین مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا اور پھر اُس کے چہرے پر کسی قدر تشویش کے آثار پیدا ہوگئے۔

میں اندر پہنچ گیا۔ اندر کا ماحول بے حد خوشگوار تھا۔ ایک بستر لگا تھا اور ضرورت کی تقریباً تمام چیزیں وہاں موجود تھیں۔

سائیکا مائیلر نے بغور میرا حلیہ دیکھتے ہوئے کہا: "یوں محسوس ہوتا ہے علی، جیسے تم...؟"

"ہاں، صحیح محسوس ہوتا ہے تمھیں، میرے لیے گرم پانی کا بندوبست کرو، میرے جسم پر کچھ زخم بھی ہیں۔" میں نے کہا اور سائیکا مائیلر کے چہرے پر ایک دم گمبھیر سنجیدگی چھا گئی۔

"م م... مگر کیسے...؟"

"پہلے ان زخموں کی مرہم پٹی ضروری ہے سائیکا۔ اس کے بعد جتنے سوالات چاہو کر سکتی ہو۔"

"او، آئی ایم سوری۔" اُس نے کہا اور تیزی سے ایک جانب بڑھ گئی۔ چند لمحوں کے بعد سائیکا ایک برتن میں گرم پانی اور فرسٹ ایڈ باکس لے آئی پھر اُس نے میرے زخموں کا معائنہ کیا اور مرہم پٹی میں مصروف ہوگئی۔ اُس کے انداز میں بڑا انہماک اور بڑی محبت تھی اور اس وقت میں اُس کے چہرے پر اس جذبے کی جھلک دیکھ رہا تھا جس کا اظہار اُس نے تارینا ہارڈو کے سامنے مجھ سے کیا تھا۔

میں نے آہستہ سے گردن جھٹکی۔ احمق لڑکیاں، اگر مریخ پر بھی پہنچ جائیں تو عشق کے بغیر باز نہیں رہ سکتیں۔ اب میں زمانے بھر کے عشق کی پذیرائی تو نہیں کر سکتا تھا۔ میرے ذہن میں تو صرف ایک ہی چہرہ بسا ہوا تھا۔ زندگی میں پہلا اور آخری چہرہ... وہ چہرہ مجھ سے ہزاروں میل دور سان فرانسسکو میں ہربنس سنگھ کے گھر میں موجود ہوگا اور یقیناً اپنی ہر سانس کے ساتھ مجھے یاد کر رہا ہوگا، صبح و شام میرا ہی نام اُس کے وردِ زباں ہوگا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور تصور میں تہذیب کو دیکھنے لگا۔

سائیکا نے میری مرہم پٹی سے فارغ ہو کر مجھے کمبل اوڑھایا تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔ اُس کے چہرے پر شدید اذیت نظر آرہی تھی پھر اُس نے دلسوزی کے انداز میں کہا: "علی! یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ میں نے تو تم سے کہا تھا... میں نے تو تم سے کہا تھا...؟"

"کیا کہا تھا تم نے...؟"

"میں نے کہا تھا نا کہ اگر کسی مصیبت میں پھنس جاؤ تو میرا نمبر سیٹ کر کے ٹرانسمیٹر آن کر دینا، میں تمھیں تلاش کر لوں گی۔"

"کیا اس میں کوئی ایسا سسٹم بھی ہے جس سے راستوں کی سمت کا تعین ہوسکتا ہے؟"

"نہیں مگر میں... میں..."

"پھر، تم کس طرح مجھ تک پہنچتیں؟"

"دل کے راستے۔" اُس نے کہا اور پھر اُس کے چہرے پر خجالت کے آثار پھیل گئے۔ میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا تھا۔

"یہ نیا طریقۂ کار ہے، جو میرے علم میں نہیں تھا۔"

"علی پلیز۔ میں نے کتنی سچائی سے اس بات کو تسلیم کر لیا تھا کہ تمھارے دل کے نہاں خانوں میں کوئی اور موجود ہے تو میں وہاں تک پہنچنے کی کوشش نہیں کروں گی لیکن اگر میرے منہ سے جذباتی طور پر کوئی ایسی بات نکل جائے تو میرا مذاق تو نہ اُڑاؤ۔"

اُس کا انداز عجیب سا ہوگیا تھا۔ میں نے فوراً معذرت آمیز لہجے میں کہا: "سوری سائیکا! ویری سوری لیکن تم خود سوچو کہ میں ایک ایسی جگہ موجود تھا جس کے بارے میں خود مجھے نہیں معلوم تو پھر تم کس طرح وہاں تک پہنچ سکتی تھیں۔ اس لیے میں نے تمھیں تکلیف نہیں دی۔"

"مگر ہوا کیا تھا؟"

"بہت کچھ ہوا تھا، پہلے یہ بتاؤ کیا تم مجھے عمدہ سی کافی پلا سکتی ہو؟"

"ابھی اسی وقت۔" اُس نے کہا اور پھرتی سے ٹرالر کے دوسرے حصے کی طرف بڑھ گئی، جسے کچن کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد اُس نے بہترین کافی مجھے پیش کر دی تھی۔ کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے میں نے کہا: "بس یوں سمجھ لو سائیکا کہ جس مقصد کے لیے ہم یہاں آئے تھے، میں نے اُس کی طرف تیز رفتاری سے قدم بڑھا دیے ہیں لیکن ایک بات بتاؤں سائیکا، ایلی کی نادانی نے مجھ پر خاصی اُلجھنوں کے دروازے کھول دیے تھے۔"

"مجھے اُسی وقت اندازہ ہوگیا تھا علی، جب تم نے ہم لوگوں کو خود سے دُور رہنے کے لیے کہا تھا۔"

"خیر جو ہونا تھا، وہ تو ہوگیا لیکن تمھیں آئندہ محتاط رہنا ہے۔ میں زیادہ وقت تمھارے ساتھ نہیں گزاروں گا۔ تمھارے بقیہ ساتھی بھی تو اسی علاقے میں موجود ہیں۔"

"ہاں، میں نے سب ہی کے لیے یہ جگہ منتخب کی تھی، صرف ایلی کو ہل گولڈ میں چھوڑ دیا تھا۔"

"خیر ٹھیک ہے، فی الحال سب کچھ مجھے تنہا ہی کرنا ہوگا تم لوگ مجھ سے حسبِ معمول دُور رہو گے۔"

"مگر تم...؟"

"مجھے گولڈن اسپائرو کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہیں۔" میں نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: "اس سلسلے میں کچھ مشکلات ضرور پیش آگئی ہیں لیکن میں اُس شخص کو چھوڑوں گا نہیں۔"

"ہمیں اس سلسلے میں کوئی کام نہیں سونپو گے علی؟"

"نہیں، ابھی نہیں لیکن تم لوگ اپنے طور پر تیار رہو، ممکن ہے ہمیں فوراً ہی آگے کا سفر کرنا پڑے۔ تیروڈا کے بارے میں تم نے کچھ معلومات حاصل کی ہیں؟"

"ہاں، اُس کے بارے میں پتا چل گیا ہے، خاصے اندرونی علاقے میں یہ ریاست واقع ہے — اس کے بارے میں یہاں کے لوگ زیادہ نہیں جانتے۔ اس کے کچھ نمائندے کبھی کبھی ممبارڈو بھی پہنچتے رہتے ہیں لیکن بہت کم۔ ان کا رابطہ دوسرے افریقی علاقوں سے ہے۔"

"ہوں، گویا تیروڈا کے بارے میں کچھ نقشے وغیرہ حاصل نہیں کیے جا سکے۔"

"نہیں، اگر تم کہو تو میں کوشش کروں؟"

"ہاں، میرا خیال ہے تمھیں یہ کوشش کرنا چاہیے۔ ہمیں بہرطور تیروڈا پہنچنا ہی ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"علی، تمھارا سامان وغیرہ...؟"

"ہل گولڈ ہی میں ہے۔ ارے ہاں، یہ بتاؤ ایلی کہاں ہے؟"

"ابھی تک ہل گولڈ ہی میں مقیم ہے۔"

"تو بس پھر ایک کام فوری طور پر کر ڈالو۔ ایلی سے رابطہ قائم کر کے کہو کہ جس طرح بھی ممکن ہو، میرا سامان میرے کمرے سے اُٹھا لائے اور خود بھی ہل گولڈ چھوڑ دے، فوراً۔ اُسے دیر نہیں کرنا چاہیے ورنہ وہ خود بھی مصیبت میں پھنس جائے گی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں ابھی اُسے ہدایت دے دیتی ہوں" سائیکا نے کہا۔
واچ ٹرانسمیٹر پر وہ ایلی کا نمبر سیٹ کرنے لگی پھر اُس نے ایلی کو میری خواہش کے مطابق ہدایات دیں اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔
وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اُس نے کہا "علی! فوری طور پر تمہارا کیا پروگرام ہے؟"
"کچھ نہیں، فی الحال مجھے آرام کرنے دو۔ کم از کم ایک دن میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

سائیکا مائیلر کسی خادمہ کی طرح میری خدمت کر رہی تھی۔ تقریباً چوبیس گھنٹے میں اُس کے ساتھ گزار چکا تھا، وہ میری خدمت کر کے کافی خوشی محسوس کرتی تھی۔ دوسرے دن میں نے سائیکا مائیلر سے میک اپ کے سامان کے بارے میں پوچھا، تو اُس نے ایک بڑا سا بریف کیس نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔
"جہاں تک مجھ سے بن پڑا ہے علی، میں نے ضروریات کی تمام چیزیں اپنے ساتھ رکھی ہیں، پتا نہیں تمھیں کب، کس چیز کی ضرورت پیش آجائے" اُس نے کہا۔
میں نے بریف کیس کھول کر دیکھا تو میری آنکھیں مسرت سے چمک اُٹھیں۔ "تمھاری اس کاوش کو میں نظر انداز نہیں کر سکتا۔ بلاشبہ اس کی سخت ضرورت تھی"، میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا اور وہ کھل اُٹھی۔
"حاضر ہے" سائیکا نے کہا۔
میں نے میک اپ کا سامان نکال کر اپنے چہرے پر میک اپ شروع کر دیا۔ میں نے ایک خاص کیفیت کو ذہن میں رکھا تھا اور اس قسم کے خدوخال ترتیب دیے تھے جن کی وجہ سے میں ایک ہوشیار اسپورٹس مین قسم کا آدمی لگوں۔
سائیکا مائیلر خاموشی سے مجھے میک اپ کرتے دیکھتی رہی تھی پھر اُس نے میرا کام ختم ہونے کے بعد کہا "بہترین میک اپ کیا ہے تم نے علی، اس میک اپ میں کوئی بھی تمھیں نہیں پہچان سکتا۔"
"شکریہ سائیکا۔ آج میں اپنی مہم پر نکلوں گا، تم یہاں سے روانگی کے لیے تیاریاں کر لو۔ ہمیں افریقہ کے اندرونی علاقے کا سفر کرنا پڑے گا۔ ہاں، اگر ممکن ہو سکے تو آج باہر نکل کر تیرو ڈل کے بارے میں جس قدر معلومات حاصل کر سکتی ہو کر لو۔" سائیکا نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔
کچھ دیر بعد میں ٹرالر سے باہر نکل آیا۔ لیک کاٹیج سے تقریباً دو میل تک کا سفر میں نے پیدل طے کیا اور اس کے بعد ایک ٹیکسی لے کر رائل کین چل پڑا۔ آج تک رائل کین کے علاقے میں میں نے رات کے وقت ہی قدم رکھا تھا۔ آج دن کی روشنی میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہاں کے معمولات کیا ہیں؟

رائل کین پر اُترنے کے بعد میں اندر داخل ہو گیا اور یہ جان کر مجھے خاصی خوشی ہوئی کہ دن کے وقت وہاں اسکیٹنگ کی جاتی ہے پھر بھلا میں کیوں کسی سے پیچھے رہتا۔ تمام انتظامات معمولی سی رقم کے عوض ہو گئے اور میں اسکیٹنگ شوز پہن کر، اسٹک لے کر برف کی دُنیا میں نکل آیا۔ یہ وسیع و عریض میدان بنائے گئے تھے، جہاں برف پر پھسلنے کے شائقین شوق پورا کر رہے تھے۔ ان میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ خوبصورت چُست لباسوں میں ملبوس حسین لڑکیاں تتلیوں کی طرح برف پر ناچتی پھر رہی تھیں۔ بے حد حسین منظر تھا۔ بادلوں سے ڈھکے ہوئے آسمان کے نیچے اسکیٹنگ بہت خوبصورت محسوس ہو رہی تھی۔ فنکار اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کر کے دادِ تحسین حاصل کر رہے تھے۔ دیکھنے والوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی۔ رائل کین کی یہ الگ تفریح تھی، جو یہاں ہوتی تھی۔
میں برف پر دیر تک پھسلتا رہا اور پھر تین گھنٹے گزارنے کے بعد رائل کلب چلا گیا۔ رائل کلب کے ہال میں بیٹھ کر میں نے اپنے لیے مشروب طلب کر لیا اور اس کے سِپ لیتا رہا۔ میری نگاہ کسی ایسے ساتھی کی تلاش میں تھی جس کے ذریعے میں گولڈین کے بارے میں معلومات حاصل کر سکوں۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک خوبصورت سی لڑکی جو مقامی ہی معلوم ہوتی تھی، مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک میز پر آ بیٹھی۔ اسکیٹنگ کرتے ہوئے میں اُسے دیکھ چکا تھا۔ مقامی تھی لیکن شاید دو قوموں کا امتزاج تھا۔ کا رنگ تو سیاہ تھا لیکن خدوخال بہت تیکھے تھے۔ لڑکی نے اپنے لیے ایک مشروب منگوایا اور اس کے چھوٹے چھوٹے سِپ لیتی رہی۔ میں نے دو تین بار اس کی طرف دیکھا تو وہ میری طرف متوجہ ہو گئی اور پھر جب آخری بار میں نے اُسے دیکھا تو وہ مسکرا دی اور اپنے مشروب کا گلاس لیے ہوئے میری میز کے قریب آ گئی۔
"میں نے محسوس کیا ہے کہ تم کئی بار مجھے دیکھ چکے ہو" وہ بولی۔
"ہاں، اس کی وجہ ہے" میں نے بے تکلفی سے جواب دیا۔
"کیا؟"
"ابھی تھوڑی دیر پہلے میں اسکیٹنگ گراؤنڈ میں تھا اور وہاں دو بار تم میرے نزدیک سے گزری تھیں۔ اب میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم آج کی اسکیٹنگ میں سب سے نمایاں حیثیت کی حامل تھیں۔ میں بذاتِ خود بہت اچھی اسکیٹنگ نہیں کرتا لیکن کم از کم اسکیٹنگ کے فن کو جانچ ضرور سکتا ہوں۔ میں نے تمھیں بہترین اسکیٹنگ کرتے ہوئے دیکھا تھا اور اس وقت میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی تھی کہ تم سے تعارف حاصل کر سکوں۔"
لڑکی کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے پھر اُس نے کہا "میں اسکیٹنگ کے کئی مقابلے جیت چکی ہوں۔"
"میرا بھی یہی اندازہ تھا اور میرا خیال ہے... شاید رائل کین میں تم سے بہتر اسکیٹنگ کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا تم ابوحاتم کے آدمی نہیں ہو؟"

"میں ابوحاتم کو نہیں جانتا مسٹر گولڈین لیکن آپ کے ذریعے جاننا چاہتا ہوں۔"

"ابوحاتم... ابوحاتم میرا کاروباری حریف ہے، وہ گھوڑوں کا سوداگر ہے اور اکثر مجھے زک دیتا رہتا ہے میرے اور اُس کے درمیان ایک طویل دُشمنی چل رہی ہے۔ میں یہی سمجھا تھا کہ تم ابوحاتم کے آدمی ہو۔"

صاف ظاہر ہوتا تھا کہ مسٹر گولڈین نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی "چلیے ٹھیک ہے، میں نے آپ کی بات تسلیم کر لی لیکن ابھی تو بہت سے سوال میرے ذہن میں تشنہ ہیں۔"

مسٹر گولڈین کے چہرے سے پریشانی جھانکنے لگی تھی پھر انھوں نے کہا "تم اپنا تعارف کراؤ مجھ سے، رائل کین کیوں پہنچے تھے؟ کیا تم کسی خاص وجہ سے میری تاک میں تھے؟"

"آپ کا خیال درست ہے مسٹر گولڈین... دراصل مجھے آپ سے بہت سی ضروری معلومات حاصل کرنا تھیں، باقی رہی میرے تعارف کی بات تو وہ ابھی ہو جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب میں بھی زیادہ وقت نہیں ضائع کر سکتا تھا کسی بھی لمحے حالات بدل سکتے تھے، ممکن تھا کہ مسٹر گولڈین کے آدمی وہاں نکل آتے چنانچہ میں نے کہا "میرا پہلا سوال اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں ہے۔" اور مسٹر گولڈین پھر چونک پڑے۔

"اور تم کہتے ہو کہ تم ابوحاتم کے آدمی نہیں ہو۔"

"مار کھا گئے مسٹر گولڈین۔ گویا ابوحاتم کا نام بھی اسی نام سے منسلک ہے، چنانچہ میں سوالات کی ترتیب بدلے دیتا ہوں۔ اب پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ اسٹیفن براکوڈا کا اس نام سے کیا تعلق ہے؟"

"بکواس مت کرو کُتّے۔ تم مجھ سے کچھ نہیں معلوم کر سکتے۔ کیا سمجھ رکھا ہے تم نے مجھے؟" مسٹر گولڈین جھلا کر کھڑے ہو گئے۔

"پہلے یہ فیصلہ ہو جائے کہ میں آپ سے کچھ معلوم کر سکتا ہوں یا نہیں مسٹر گولڈین۔" میں نے کہا اور خود بھی اُٹھ کر مسٹر گولڈین کی طرف بڑھ گیا۔ مسٹر گولڈین کھڑے تو اس انداز میں ہوئے تھے، جیسے مجھ پر حملہ کر دیں گے لیکن دوسرے ہی لمحے انھوں نے ایک طرف چھلانگ لگا دی تھی۔ میں نے اُن کا تعاقب نہیں کیا بلکہ پستول نکال کر اُن کے بائیں پاؤں کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ دوڑتے ہوئے آدمی کے پاؤں کو نشانہ بنانا، نشانہ بازی کا کمال تھا۔ مسٹر گولڈین کے حلق سے دلخراش چیخ نکلی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

"اپنی جگہ واپس آ جائیے مسٹر گولڈین، یہی جگہ ہماری گفتگو کے لیے موزوں ہے۔" میں نے پستول ہلاتے ہوئے کہا۔ جواب میں گولڈین کے مُنہ سے مغلظات کا طوفان اُمڈ پڑا۔ میں نے دوسرا فائر کیا، گولی اُن کے دوسرے پاؤں کے بالکل قریب لگی اور مسٹر گولڈین کے مُنہ سے پھر ایک چیخ نکل گئی۔ "میں نے جان بوجھ کر نشانہ غلط لگایا ہے مسٹر گولڈین، آپ فوراً اپنی جگہ پر واپس آجائیے، ورنہ تیسری گولی آپ کے دوسرے پاؤں کا ٹخنا توڑ دے گی۔ جلدی!" میں نے پھر پستول سیدھا کیا۔

مسٹر گولڈین بوکھلا کر کھڑے ہو گئے لیکن پاؤں کے زخم نے کھڑا نہیں ہونے دیا، وہ فوراً ہی گرے اور پھر ہاتھ اُٹھا کر بولے "میں کھڑا نہیں ہو سکتا... میں..."

"تین تک گنتی گنوں گا مسٹر گولڈین، اگر میرے مُنہ سے چار نکل گیا پھر... میں خود آپ کے پاس آجاؤں گا لیکن اس شکل میں جب آپ کے دونوں پاؤں ناکارہ ہو چکے ہوں گے۔"

"آہ، میں... میں... اُٹھ نہیں سکتا۔ میری تین اُنگلیاں ٹوٹ گئی ہیں۔"

"ایک..." میں نے سفاک لہجے میں کہا اور مسٹر گولڈین پھر اٹھنے کی کوشش کرنے لگے۔ گرے، پھر اُٹھے، پھر گرے اور پھر اُٹھ کر میز کی طرف بڑھنے لگے، اس بار وہ کسی نہ کسی طرح واپس پہنچ ہی گئے تھے۔

"شکریہ مسٹر گولڈین۔"

"تم... تم درندے ہو... وحشی جانور۔" انھوں نے مجھے گھورتے ہوئے کہا، اُن کا چہرہ پسینے سے تر ہو رہا تھا۔

"یہ آپ کہہ رہے ہیں مسٹر گولڈین۔ اپنے عقوبت خانے میں آپ بہت چہک رہے تھے۔ میں وہی ٹوٹی اسپارکو ہوں مسٹر گولڈین جس کی زبان کھلوانے کے لیے آپ نے لیڈل کو ہدایات دی تھیں" میں نے طنزیہ انداز میں کہا اور مسٹر گولڈین خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے۔

"سوال میرا یہ تھا کہ ابوحاتم کا اسٹیفن براکوڈا سے کیا تعلق ہے" میں نے کہا۔

"کون اسٹیفن براکوڈا؟"

"اوہ، ہاں کون اسٹیفن براکوڈا۔ ٹھہریے میں آپ کو یاد دلاتا ہوں" میں نے جیب سے ایک چپٹی سی شیشی نکال لی اور اُس کے سائفن سے چند پھواریں مسٹر گولڈین کے پاؤں کے زخم پر... اور مسٹر گولڈین کرب سے دہاڑنے لگا۔

"برف کے ان حسین ویرانوں میں آپ کی یہ موسیقی کوئی... سکے گا مسٹر گولڈین۔ کیا خیال ہے، یادداشت واپس لانے کے لیے اس سے عمدہ کوئی چیز ہو سکتی ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مر گیا... آہ... میں مر رہا ہوں... مر رہا ہوں، مر جاؤں... کے لیے، خدا کے لیے مجھے... آہ..." وہ پاؤں پکڑ کر اذیت سے... پر لوٹیں لگانے لگے۔ اُن کی کنپٹیاں گھٹنے اور چہرہ پتھروں کی رگڑ سے جگہ جگہ سے چھل گیا تھا۔

"اس تکلیف سے آپ کو نجات دلائی جا سکتی ہے بشرطیکہ آپ کی یادداشت واپس آجائے" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"آ گئی... آ گئی، سب کچھ یاد آ گیا۔ کچھ کرو... کچھ کرو" مسٹر گولڈین انتہائی دہشت کے عالم میں بولے اور میں نے دوسری شیشی نکال لی، جس میں ہر قسم کے زخموں کو سُن کرنے والی دوا موجود تھی۔ اس کی چند پھواروں نے مسٹر گولڈین کو سکون دیا۔ وہ زور زور سے کراہ رہے تھے لیکن پھر آہستہ آہستہ ان کی کراہیں رُک گئیں لیکن اُن کا پورا چہرہ پسینے میں ڈوب رہا تھا۔

"ابوحاتم کون ہے؟"

"مصری نژاد درندہ، وہ اس علاقے کے بارے میں جاسوسی کر رہا ہے، جو عربوں نے آباد کیا ہے۔"

"یعنی لائن آف کروزل؟"

"ہاں۔"

"آپ کا اس سے کیا تعلق؟"

"اُس کا خیال ہے کہ میں... میں کچھ جانتا ہوں۔"

"کیا کچھ؟" میں نے سوال کیا اور مسٹر گولڈین پھر ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے۔ "آپ کی یادداشت پھر خراب ہونے لگی، مسٹر گولڈین۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"لعنت ہے لعنت ہے" مسٹر گولڈین جھرجھری لے کر بولے۔ "لائن آف کروزل کے بارے میں۔"

"لائن آف کروزل کے بارے میں تو وہ خود بھی جانتا ہوگا۔"

"وہ مجھ سے براکوڈا کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا... تم... کیا تم اُس کے آدمی نہیں ہو؟"

"اب بن جاؤں گا، آپ نے اُسے کچھ بتایا؟"

"نہیں، وہ چوہا میرا مقابلہ نہیں کر سکا۔ آج میرے ستارے ہی گردش میں تھے، ورنہ..."

"تھے نہیں، ہیں، اب بھی ہیں۔ ذرا گفتگو کی رفتار تیز رکھیں، اگر کوئی اور اس طرف آ گیا تو آپ کی زندگی بچ نہیں سکے گی۔ میں سب سے پہلے آپ کو گولی مار دوں گا، اس کے بعد دیکھا جائے گا۔"

"لعنت ہے... لعنت ہے" مسٹر گولڈین نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ "کیا تم بھی اسٹیفن کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"سو فیصدی۔"

"کوئی سمجھوتا پسند کرو گے؟"

"نہیں۔"

"اتنی دولت جو تمھارے تصور سے باہر ہو۔"

"اتنی دولت کو میں اپنے تصور سے باہر ہی رکھنا چاہتا ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا معلوم کرنا چاہتے ہو اُس کے بارے میں؟"

"براکوڈا کہاں ہے؟"

"تیروڈا میں۔"

"کس حیثیت سے؟"

"خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔ میرا صرف اُس سے لاسلکی رابطہ ہے۔"

"کیا کام کرتے ہیں آپ اُس کے لیے؟"

"ممبارڈو میں اُس کے خلاف ہونے والی کارروائیوں پر نگاہ رکھتا ہوں۔ تیروڈا میں داخلے کا صرف ایک ہی راستہ ہے، ممبارڈو... اور میں یہاں داخل ہونے والے ہر نئے آدمی کے بارے میں چھان بین کرتا ہوں اور اس کی آمد کی وجہ جان لیتا ہوں۔ اسٹیفن کے خلاف کسی بھی مشتبہ شخصیت کو ہلاک کر دینا میری ڈیوٹی ہے۔"

"کتنے لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں آپ؟"

"پانچ افراد، یہ سب عرب ملکوں کے ایجنٹ تھے۔"

"براکوڈا کیا کر رہا ہے؟"

"وہ اس وقت اسرائیل کے لیے کام کر رہا ہے۔ لائن آف کروزل کی فیکٹریوں کی تباہی اس کی ذمّے داری ہے اور وہ چند کامیابیاں حاصل کر چکا ہے۔"

"کتنے افراد اُس کے ساتھ کام کر رہے ہیں؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"تیروڈا میں اس کی کیا حیثیت ہے؟" میں نے دوبارہ سوال کیا۔

"یقین کرو میں ان باتوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ یہاں ممبارڈو میں میرا پورا گروہ موجود ہے۔ میں یہاں اسمگلنگ کا کاروبار کرتا ہوں اور دمشقیوں سے میری اس سلسلے میں رسم و راہ ہے۔ اُس نے ایک معقول معاوضے پر یہاں میری خدمات حاصل کی تھیں اور مجھے میری ذمّے داریاں سمجھا دی تھیں، اس سے زیادہ کچھ جاننا میرے لیے ضروری نہیں تھا۔"

"اور تم اس کے لیے پانچ عرب ایجنٹوں کو ہلاک کر چکے ہو؟"

"ہاں۔"

"ابوحاتم کے ٹھکانے کے بارے میں تمھیں کچھ نہیں معلوم؟"

"اگر معلوم ہوتا تو اب تک زندہ نہ ہوتا۔ میرے آدمی مسلسل اُسے تلاش کر رہے ہیں۔"

میں نے اندازہ لگا لیا کہ اس سے زیادہ اس شخص سے اور کچھ نہیں معلوم ہو سکتا۔ بہرحال، اس بات کی تصدیق ہو چکی تھی کہ براکوڈا ہی ان فیکٹریوں کی تباہی کا باعث تھا اور وہ قدرتی حادثوں کا شکار نہیں ہوئی تھیں۔ اسرائیل نے یہاں بھی عرب مفادات کو ٹھیس پہنچانے کے لیے کارروائیوں کا آغاز کیا تھا اور یہ کیس سو فیصدی میرا تھا۔

"ٹھیک ہے مسٹر گولڈین، میرا خیال ہے آپ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے۔ ہاں ایک بات اور... آپ کا اسٹیفن سے رابطہ کس طرح ہوتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ٹرانسمیٹر پر۔"

"گڈ، اب آپ کا کیا خیال ہے؟"

"کس بارے میں؟"

"دُنیا چھوڑتے ہوئے کوئی افسوس تو نہیں ہے آپ کو؟"

"گک... کیا مطلب؟" اُس کی آنکھیں پھٹ پڑی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آپ پانچ عرب باشندوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ اُن پانچوں کے خون کی قیمت تو آپ سے وصول نہیں کی جا سکتی لیکن ایک عرب کے قتل کے بدلے... "میں نے پستول سیدھا کر کے گولڈین کی پیشانی کا نشانہ لیا اور اُس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں پھر اُن آنکھوں پر خون کی پچکاریاں پڑیں اور وہ سُرخ ہو گئیں۔ گولڈین اسپارٹو دونوں ہاتھ پھیلائے اوندھے مُنہ زمین پر گرا۔ میں سرد نگاہوں سے اُسے سرد ہوتے دیکھ رہا تھا۔

فضا میں پرندے بے چینی سے پرواز کر رہے تھے۔ دھماکے نے انہیں خوفزدہ کر دیا تھا۔ گولڈین کی موت ضروری تھی، ورنہ تیرودڈا کی طرف ایک پُرسکون سفر ممکن نہ ہوتا۔ وہ صاحبِ اختیار تھا اور میرا راستہ روکنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اطراف میں ابھی سناٹا تھا لیکن کسی وقت بھی کوئی آ سکتا تھا۔ چنانچہ اس کی لاش کو اس طرح چھوڑ دینا مناسب نہیں تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر لاش اُٹھائی اور جھاڑیوں میں ڈال دی۔ اس کے بعد یہاں رُکنا بے سُود تھا۔

میں برفانی کناروں کی طرف چل پڑا۔ میرے اور گولڈین کے اسکینگ شوز وہیں پڑے ہوئے تھے، اگر کوئی برف پر پھسلنے والا اس طرف آ نکلتا تو فوری طور پر گولڈین کی لاش برآمد ہو جاتی، چنانچہ میں نے گولڈین کے شوز اُٹھا کر ایک برفانی گڑھے میں ڈال دیے پھر وہیں بیٹھ کر میں نے اپنے شوز پہنے اور برف کی سفید چادر پر پھسلنے لگا۔

ذہن میں لاتعداد خیالات رقصاں تھے۔ گولڈین بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں تھا۔ براکوڈا اس سے صرف یہ کام لیتا تھا کہ وہ مبارڈو میں داخل ہونے والوں پر نگاہ رکھے اور بس... لیکن کیا اسٹیفن براکوڈا گولڈین کی موت کو نظر انداز کر دے گا؟ یہ نہیں سوچے گا کہ اس کے قتل کے پسِ پردہ کیا عوامل ہیں؟

برف پر پھسلتے ہوئے ذہن کو زیادہ اُلجھن میں ڈالنا بھی خطرناک تھا۔ ذرا سی لغزش ہوئی تھی کہ ایک شخص مجھ سے آ ٹکرایا۔ وہ اچانک بُلندی سے برآمد ہُوا تھا اور میں نیچے سے گزر رہا تھا۔ نتیجے میں ہم دونوں دُور تک لڑھکتے چلے گئے۔ اُس کے مُنہ سے بے ساختہ "خدا غارت کرے" کے الفاظ نکلے تھے۔ زبان اردو اور آواز نسوانی تھی۔ میں دلچسپی لیے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی، میں نے اُسے سہارا دیا تو اُس نے میرا ہاتھ جھٹک دیا۔

"تمیز سیکھو، جاہل گنوار۔" یہ الفاظ اُس نے انگریزی میں ادا کیے تھے۔

"سوری میڈم، لیکن سارا قصور میرا ہی نہیں تھا۔" میں نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

"اس سے پہلے کبھی برف پر پھسلے ہو؟" وہ غصیلے لہجے میں بولی۔ میں اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اس کی زبان سے ایک جملہ اردو میں سُن کر ہی اس سے لگاؤ سا محسوس ہُوا تھا۔

"دیکھیے آپ اُوپر سے آئی تھیں اور میں نیچے سے گزر رہا تھا، اس لیے خیال تو آپ ہی کو رکھنا تھا۔"

"تم سفید سؤر، اچھی طرح واقف ہُوں میں تم سے۔" اُس نے پھر اردو میں کہا اور اپنا لباس اور شوز درست کرنے لگی۔

میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ خوبصورت لڑکی تھی، نہ جانے کس سے تعلق رکھتی تھی۔ بہرحال، اس سے زیادہ اُلجھنا بھی مناسب نہیں تھا۔ جب وہ جانے لگی تو میں نے آہستہ سے کہا "ایک غلط فہمی دُور کر دی جائے، میں سفید سؤر نہیں ہُوں۔" یہ جملے میں نے اُردو میں ادا کیے تھے۔ وہ چونک کر رُکی، مُسکرا کر مجھے دیکھا اور پھر چھڑی ٹیک کر پھسلتی ہُوئی آناً فاناً ہی نظروں سے نکل گئی۔ میں گردن جھٹک کر واپسی کا سفر کرنے لگا۔

سائیکا، ٹرالر میں موجود تھی لیکن اس کے ساتھ ایلی بھی نظر آ رہی تھی۔ اُس نے شکایت آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔

"ہیلو علی۔" سائیکا نے کہا۔

"ہیلو۔ ایلی کب آئی؟" میں نے پوچھا۔

"دیر ہو گئی۔" سائیکا نے کہا اور ہنس پڑی۔

"کیوں؟" میں نے اُسے گھُور کر دیکھا۔ "ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں، ایلی مجھے لطیفے سُنا رہی تھی۔" اُس نے کہا۔

"مس مائٹر! آپ میرا مذاق اُڑا رہی ہیں۔" ایلی نے احتجاجی انداز میں کہا۔

"نہیں ایلی۔ اس دلچسپ سچویشن پر ہنس رہی ہُوں۔ تم بھی بچھڑا سر پھوڑنے چلی تھیں۔"

"نہیں مس مائٹر، میں نے تو... آپ کو حقیقت بتا چکی ہُوں۔" ایلی نے جھینپتے ہوئے انداز میں کہا۔

میں نے لباس تبدیل کرنے کی اجازت مانگی اور وہ دونوں ٹرالر سے باہر نکل گئیں۔

جب میں لباس تبدیل کر کے باہر نکلا تو وہ دونوں کسی بات پر ہنس رہی تھیں، مجھے دیکھ کر خاموش ہو گئیں۔

"تیرودڈا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو سکیں سائیکا؟" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"ہاں، میرے خیال میں کام کی باتیں معلوم ہو گئی ہیں۔ کیرائل نے بڑی محنت سے تیرودڈا کے راستوں کے نقشے حاصل کیے ہیں۔ وہ ایسے لوگوں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے، جو لائن آف کردزل کی بستیوں کے رہنے والے ہیں، ان کی مدد سے کیرائل نے تیرودڈا کے راستوں کے نقشے تیار کیے ہیں۔ یہی نہیں، اگر ہم ان راستوں پر سفر کریں تو ہمیں گائیڈ اور مزدور بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ دراصل سیاحوں کی ٹولیوں کو مناسب معاوضے پر اندرونی علاقوں میں لے جانے کا کام اب بھی جاری ہے۔ ہم مقامی لوگوں کے ساتھ اب بھی افریقہ کے خطرناک علاقوں میں جاتے ہیں۔"

"مجھے وہ نقشے دکھاؤ سائیکا۔ ایلی کا قیام کیا تمہارے ساتھ رہے گا؟"

"ہاں عارضی طور پر یہ میرے پاس ہی رہے گی۔ میں کوشش کر کے اس کے لیے بھی کوئی جگہ تلاش کروں گی۔" سائیکا نے کہا۔

وہ میرے ساتھ ٹرالر میں آ گئی۔ اُس نے چند کاغذ میرے سامنے نکال کر پھیلا دیے اور مجھے اُن راستوں کی تفصیل بتانے لگی۔

میں پوری توجہ اور غور سے نقشے دیکھ رہا تھا، جس شخص نے یہ نقشے بنائے تھے، وہ ذہین آدمی معلوم ہوتا تھا۔ راستے کی باریکیوں کا اُس نے پورا خیال رکھا تھا اور جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے نوٹ لکھے تھے۔ میں ان پر غور کرتا رہا پھر میں نے گردن اُٹھا کر کہا "کیرائل نے بہت عمدہ نقشے تیار کیے ہیں اور میرے خیال میں تم نے صحیح سوچا ہے۔ تم لوگوں کو مہم جُو افراد کی حیثیت سے ہی تیرودڈا کی سمت بڑھنا ہے۔ بہتر ہو گا کہ ان لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ رکھو۔ مہم جُو افراد کی حیثیت اختیار کرنے کے لیے تمہیں کچھ تیاریاں بھی کرنا ہوں گی۔ اسلحہ اور راستے کی مختلف دشواریوں سے نمٹنے کے لیے بھی خصوصی انتظامات کرنے ہوں گے۔ تم اور تمہارے ساتھی اس کے لیے تیار ہیں؟"

"وہ لوگ کسی ہدایت سے انکار نہیں کریں گے لیکن کیا تم ہمارے ساتھ نہیں ہو گے؟" سائیکا نے پوچھا۔

"نہیں سائیکا، میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں گا لیکن تم سے زیادہ دور بھی نہیں رہوں گا۔"

"سوری مسٹر علی، آپ نے گولڈین کے بارے میں کیا سوچا۔ کیا وہ ہمارے راستے میں مزاحم نہیں ہو گا؟" اس بار ایلی نے پوچھا۔

"اب نہیں ہو گا۔" میں نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ مر چکا ہے۔" میں نے جواب دیا اور ایلی کا مُنہ کھُلا کا کھُلا رہ گیا۔ اس کے بعد اُسے کچھ پوچھنے کی جُرأت نہیں ہوئی تھی۔

ایلی اور سائیکا، ٹرالر کے ایک گوشے میں نیم دراز تھیں اور میں کیرائل کے ترتیب دیے ہوئے نقشے سامنے رکھے ان سے ایک نیا نقشہ ترتیب دے رہا تھا، جو میرے اپنے لیے تھا۔ ان لوگوں کو میں تیرودڈا روانہ کر کے خود ان کا تعاقب کرنا چاہتا تھا تاکہ صورتِ حال سے واقف رہوں۔ اپنے طور پر ایک لائحہ عمل ترتیب دے لیا تھا۔ میں نے تیرودڈا میں، میرا کام اسٹیفن کو تلاش کر کے اُسے قبضے میں کرنا تھا اور اس کے بعد اُسے ان لوگوں کے حوالے کر دینا تھا۔ اس کام میں پیش آنے والی مشکلات سے نمٹنا ہی اصل مرحلہ تھا۔ ہر چند کہ اس کے لیے ریڈ پنیتھرز کافی نہیں تھے لیکن انہی سے کام لیا جا سکتا تھا۔ یہاں سے نکلنا بھی ایک مرحلہ تھا۔ گولڈین کی موت سے واقف ہونے کے بعد اس کے ساتھی کیا انتقامی کارروائی کریں گے، اس کا ابھی کوئی اندازہ نہیں تھا۔ گولڈین کے الفاظ مجھے یاد تھے۔ مبارڈو میں ہر نئے داخل ہونے والے پر نگاہ رکھی جاتی تھی، ممکن ہے ریڈ پنیتھرز بھی اُن کی نگاہوں میں ہوں۔ اس صورتِ حال سے سائیکا کو آگاہ کرنا ضروری تھا۔ نقشوں پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد میں نے اپنے طور پر بہت سے ایسے راستوں کا انتخاب کر لیا تھا، جن کے ذریعے میں تیرودڈا کی طرف سفر جاری رکھ سکتا تھا۔

تیرودڈا، لائن آف کردزل سے بالکل ہٹ کر جگہ تھی اور جو نقشے بقول سائیکا مائیلر کے کیرائل نے ترتیب دیے تھے، اُن میں اس بات کی خاص طور سے نشاندہی کی گئی تھی کہ لائن آف کردزل کا صدر مقام تیرودڈا کو بنانے میں کون سے عوامل کو سامنے رکھا گیا ہے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو اس پلان کو بڑی ذہانت سے ترتیب دیا گیا تھا تاکہ اگر کچھ غلط لوگ تیرودڈا تک پہنچ جائیں تو وہ براہِ راست لائن آف کردزل کو نقصان نہ پہنچا سکیں لیکن یہ بات بھی حقیقت تھی کہ براکوڈا، لائن آف کردزل کی کئی فیکٹریاں تباہ کر چکا تھا۔ اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں جو معلومات مجھے فراہم کی گئی تھیں، ان کے تحت وہ کوئی معمولی شخصیت نہیں تھی، بہرطور میں اس پروگرام میں اب پوری طرح دلچسپی لے رہا تھا اور دل میں یہ احساس تھا کہ کم از کم اولیو ہاورڈ سے ہٹ کر کسی اور شخصیت سے بھی مقابلے کا موقع ملے گا۔ درحقیقت اولیو ہاورڈ اور میں ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے۔ وہ میری کارکردگی سے واقف تھا اور میں اُس کی... بارہا اُس نے میرے راستوں میں کامیابی سے روڑے اٹکائے تھے اور مجھے پریشان کر کے دُکھ دیا تھا لیکن وہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا مدِمقابل علی یار خان اس کے لیے نرم چارا نہیں ہے اور بالآخر میری وجہ سے وہ بہت بڑی ذلت سے دوچار ہُوا تھا۔ میں جانتا تھا کہ مسد میں شامل ہونے کے بعد تو وہ دوآتشہ ہو گیا ہے۔ امریکی حکومت اسرائیل کی پُشت پناہ تو ضرور تھی لیکن بعض معاملات میں بین الاقوامی سیاست بھی اُسے مدِنگاہ رکھنا ہوتی تھی اور صرف اسرائیل کے لیے وہ اپنے دوسرے حریفوں کو ناراض کرنے سے گریز کرتی تھی۔ اسی وجہ سے بے شمار ایسے امور میں، جن سے اسرائیل کو براہِ راست فائدہ پہنچتا تھا، امریکی حکومت نے شدید مخالفت کی تھی اور اُنہیں روک دیا تھا لیکن اب صورتِ حال کافی خطرناک تھی۔

مسد کے اپنے اختیارات بھی کم نہیں تھے اور اب اولیو ہاورڈ کو میرے یا عربوں کے خلاف دل کا غبار نکالنے کا بہترین موقع نصیب ہو گیا تھا۔ بہرحال، اس وقت اولیو ہاورڈ میرا ہدف نہیں تھا بلکہ مجھے اسٹیفن براکوڈا کو دیکھنا تھا۔ ابھی اس سلسلے میں صحیح معنوں میں میرے پاس کوئی لائن آف ایکشن نہیں تھی۔ سب سے بڑی بدقسمتی یہ تھی کہ کوئی ایسا مؤثر گروہ نہیں رکھتا تھا میں، جو میری پلاننگ کو اسی طور آگے بڑھائے جیسے میں سوچتا ہُوں۔

بے چاری سائیکا مائیلر اپنے طور پر بہت کچھ تھی اور اگر تھی نہیں تو سمجھتی تھی لیکن یہ اندازہ میں لگا چُکا تھا کہ ابھی وہ اس قدر پختہ کار نہیں ہے کہ کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکے۔ ہاں، اس کی نسبت تارینا ہارڈو کہیں زیادہ ذہین اور مضبوط تھی اور اس پر کافی بھروسا کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جا سکتا تھا لیکن ظاہر ہے، وہ اپنے ملک کے ایک اہم محکمے کی اہم کارکن تھی اور اُسے اس حد تک اختیارات نہیں مل سکتے تھے کہ وہ اپنے ملک کی دلچسپیوں کے خلاف کوئی کام کر سکے۔ مسٹر آئن شلاٹر ذاتی طور پر عربوں کے مفادات کے حامی تھے اور وہی بے چارے جو کچھ کر سکتے تھے کرتے رہتے تھے۔

ایلی اپنی جگہ سے اُٹھ کر باہر جانے لگی تو میرے خیالات کا سلسلہ ٹوٹا اور مَیں نے سائیکا مائیلر سے کہا "کیا تم بھی کہیں جا رہی ہو؟"

"نہیں... کیوں، کوئی خاص بات؟" اس نے رُک کر پوچھا۔

"تم سے کچھ گفتگو کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے ایلی! تم باہر جاؤ۔" سائیکا مائیلر بولی اور ایلی باہر نکل گئی تب سائیکا مائیلر میرے پاس آ بیٹھی۔

"مس مائیلر، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم جس طرح مخلصانہ طور پر میرے ساتھ مصروفِ عمل ہو، وہ میرے اُوپر ایک احسان ہے لیکن اب جبکہ تم میرے گروہ کے ایک رُکن کی حیثیت اختیار کر چکی ہو اور مَیں تم پر ہی انحصار کر رہا ہوں تو یہ ضروری ہے کہ تھوڑے سے اصولوں کی پابندی کر لی جائے۔"

"میں ان الفاظ کا انتظار کر رہی تھی علی! درحقیقت تمھیں یہی کہنا چاہیے تھا۔ مَیں خود بھی یہ محسوس کر رہی ہُوں کہ میرا رویّہ بعض اوقات تمھارے ماتحتوں کے بجائے دوستوں کی طرح سے ہو جاتا ہے۔"

"ماتحت تو تم میری نہیں ہو سائیکا، دوست ہی ہو لیکن دوسرے لوگوں سے محتاط رہنا ذرا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے علی! مَیں سمجھ رہی ہُوں۔ ایلی کے بارے میں کہہ رہے ہو تا۔ وہ بھی آئندہ خیال رکھے گی۔ دراصل یہ عجیب حماقت ہوئی ہے، مَیں کسی کا کیا تذکرہ کروں، مَیں خود بھی اسی حماقت کا شکار تھی۔ پتا نہیں، تمھاری شخصیت میں کیا جادُو ہے، کیا سحر ہے، بڑا غور کیا لیکن سمجھ میں ہی نہیں آیا۔"

"اس وقت میرے لیے دوسرے معاملات زیادہ پُرکشش ہیں۔ چنانچہ میری شخصیت کے سحر کا تذکرہ جانے دو۔" مَیں نے سرد لہجے میں کہا اور سائیکا مائیلر سنبھل گئی۔

"سوری علی! وَیری سوری۔ ایک بار پھر معذرت خواہ ہُوں۔" سائیکا سنجیدگی سے بولی۔

"دیکھو سائیکا، مبارڈو ہماری پہلی منزل تھی۔ گولڈین اسپائر و ہمارا پہلا شکار تھا اور اس پہلے شکار سے ہی یہ اندازہ ہو گیا کہ اسٹیفن براکوڈا یہاں کتنی قوت حاصل کر چکا ہے۔ گولڈین جیسا آدمی جو یہاں اس کے مفادات کی پوری طرح نگرانی کرتا تھا، یہ نہیں بتا سکا مجھے کہ اسٹیفن براکوڈا تیروڈا میں کس حیثیت سے مقیم ہے، چنانچہ ہمارا واسطہ ایک ایسے دُشمن سے ہے، جو ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہے۔ دوسری بات یہ بھی مدِنظر رکھنا ہوگی کہ مَیں نے گولڈین کو اگرچہ قتل کر دیا ہے لیکن گولڈین کا پورا گروہ یہاں موجود ہے اور یقینی طور پر وہ میرے بارے میں مشتبہ ہوں گے، اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ وہ ایلی کے ذریعے ریڈ پینتھرز کے دوسرے ارکان کا پتا لگائیں اور تم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ ہمیں اپنی حفاظت کرتے ہوئے یہاں سے آگے روانہ ہونا ہے۔ ہمیں اپنے سفر کا آغاز کر دینا چاہیے۔ تیروڈا جانے کے لیے سیدھے اور صحیح راستے اختیار کرنا انتہائی حماقت ہے۔ مَیں نہیں جانتا کہ عربوں نے اپنی ان اسلحہ ساز فیکٹریوں کی حفاظت کے لیے کیا انتظامات کیے ہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ اسٹیفن براکوڈا نے راستے میں بیرونی لوگوں کے استقبال کے لیے کیا تیاریاں کر رکھی ہیں۔ اس طرح تم اس بات کا اندازہ لگا سکتی ہو کہ ہمارے لیے یہ سفر انتہائی سنسنی خیز ثابت ہوگا۔ مَیں نے ایسے راستے منتخب کیے ہیں جو براہِ راست تیروڈا نہیں جاتے لیکن ایک مخصوص پوائنٹ پر پہنچنے کے بعد اگر ہم اچانک راستہ کاٹ کر تھوڑا سا دُشوار گزار سفر طے کر لیں تو سیدھے تیروڈا پہنچ جائیں گے۔ گویا ہم جن راستوں کی جانب سفر کر رہے ہیں یا کریں گے، کوئی بھی اُن سے یہ اندازہ نہیں لگا سکے گا کہ ہمارا رُخ تیروڈا کی طرف ہے لیکن ہم حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے اچانک ہی تیروڈا پہنچ جائیں گے۔ آؤ مَیں تمھیں اُن کے بارے میں بتاؤں۔"

مَیں نے اپنے بنائے ہوئے نقشے اور کیرائل کے نقشے سائیکا مائیلر کے سامنے رکھ دیے۔ وہ پوری سنجیدگی اور توجّہ سے اُن نقشوں کو دیکھ رہی تھی، میری بنائی ہوئی لائنوں کو اس نے بڑی دلچسپی اور تعجب سے دیکھا اور پھر سب کچھ سمجھنے کے بعد بولی "مَیں تم سے متفق ہُوں، مکمل طور پر متفق ہوں۔"

"تو بس سائیکا اب تم دوسری تمام دلچسپیاں ترک کر کے ان راستوں سے سفر کا آغاز کر دو۔ مَیں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کروں گا کہ مَیں کس طرح تمھارا ساتھی رہ سکتا ہُوں۔"

"اگر تم بھی عام آدمی کی طرح ہمارے ساتھ رہو علی تو کیا ہرج ہے۔ میرا مطلب ہے یہ بات نمایاں ہی نہ ہو پائے کہ ہمارے درمیان تمھاری حیثیت کیا ہے۔"

"نہیں، مجھے اطراف پر بھی نگاہ رکھنا ہے۔ ایک ساتھ رہ کر ہم مختلف جگہوں سے واقف نہیں رہ سکتے۔"

"جیسا تم پسند کرو علی، یہ تو صرف ایک تجویز تھی۔" سائیکا مائیلر نے جواب دیا اور خاموش ہو گئی۔

تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد مَیں نے اُسے بتایا کہ مَیں اُس سے رابطہ قائم رکھوں گا لیکن صرف ٹرانسمیٹر کے ذریعے۔ براہِ راست ملاقات شاید اب طویل عرصے تک نہ ہو... یا پھر ان حالات میں جب سفر کے دوران کوئی اہم ضرورت پیش آ جائے۔ مَیں نے اُس سے یہ بھی کہا کہ وہ روانگی کے لیے چوبیس گھنٹے کا وقت

لے سکتی ہے، پچیسویں گھنٹے کے بعد کسی بھی وقت میں اُسے روانہ ہونے کی ہدایت کر دوں گا۔ اُس نے مجھ سے مکمل طور پر اتفاق کیا تھا اور اس کے بعد مَیں نے اُس سے رخصت کی اجازت مانگ لی تھی۔

مَیں سائیکا مائیلر کے ساتھ بھی رہ سکتا تھا لیکن اب مس ایلی بھی وہاں پہنچ گئی تھیں اور ان دو خواتین کی موجودگی میں کام کی کوئی بات تو ہونا مشکل ہی تھی، سوائے احمقانہ حرکتوں کے۔ لہٰذا میرا وہاں سے کھسک لینا ہی بہتر تھا۔

میں مبارڈو کی دوسری دلچسپیوں سے اب تک پوری طرح واقف نہیں ہو سکا تھا چنانچہ یہی فیصلہ کیا کہ حیثیت پر تھوڑی سی تبدیلی پیدا کرنے کے بعد مبارڈو کا جغرافیہ ذہن نشین کروں۔ میں نے مبارڈو کے ان حصّوں کا رُخ اختیار کیا، جو قدیم لوگوں کی اقامت گاہ تھے۔ جدید مبارڈو کو جدید دُنیا سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور اس میں وہ لوگ پوری طرح کامیاب تھے۔ موسم شدّت سے گرم تھا اور بلڈنگوں اور باغوں کے علاقے سے نکلنے کے بعد یہ احساس ہوتا تھا کہ اب ہم افریقہ کی سخت گرمی کے درمیان ہیں۔

افریقی باشندے اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھے، مختلف قسم کی دلچسپیاں دیکھنے میں آ رہی تھیں۔ مَیں ایک دریا کے ساحلی علاقے میں جا نکلا، اس دریا کے بارے میں یہ تو نہیں معلوم ہو سکا کہ وہاں کس نام سے مشہور ہے لیکن یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی بڑا ہی دریا ہے۔ دریا میں چھوٹی بڑی کشتیاں، باربرداری اور دوسرے کاموں میں مصروف تھیں۔

قیام کے لیے کوئی جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی تو دریا ہی کے کنارے ایک ایسی جگہ نظر آ گئی جو گھاس پھوس کی بنی ہوئی تھی، خاصے وسیع و عریض احاطے میں تھی اور اس پر انگریزی میں ہوٹل لکھا ہُوا تھا۔ انگریزی زبان یہاں کام آ گئی۔ اس ہوٹل میں داخل ہو کر مَیں ایک بینچ پر جا بیٹھا اور ویٹر نے میرے سامنے میری طلب کردہ اشیاء لا کر رکھ دیں۔ مَیں نے اُس سے پوچھا کہ کیا یہاں قیام کا بندوبست بھی ہو سکتا ہے؟ تو اُس نے زور زور سے گردن ہلاتے ہوئے ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان میں مجھے حساب کتاب سمجھانے کی کوشش کی اور مَیں نے اُس کے ہاتھ پر چند چھوٹے کرنسی نوٹ رکھ دیے اور اس سے فرمائش کی کہ وہ میرے لیے رہائش کی جگہ منتخب کر دے۔

ویٹر نوٹ لے کر چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد میرے پاس آ کھڑا ہُوا۔ اس کا مطلب سمجھنے میں مجھے دقّت نہیں ہوئی تھی۔ گھاس پھوس کی ایک خوبصورت سی جھونپڑی میں مجھے پہنچا دیا گیا، جہاں بستر بھی لگا ہُوا تھا۔ اس دلچسپ جگہ کو مَیں نے بڑی پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا کیونکہ یہ سب غریب لوگوں کی کاوشیں تھیں جو پیٹ بھرنے کے لیے کی گئی تھیں، میرے لیے یہی عمدہ جگہ تھی۔

یہ دن مَیں نے اُسی پُرسکون جگہ گزارا اور اپنے طور پر بہت سے فیصلے کرتا رہا۔ دراصل مجھے کسی ایسی سیاحوں کی ٹولی کی تلاش تھی جو میرے پسندیدہ راستوں سے سفر کرے پھر کسی بھی جگہ میں ان کا ساتھ چھوڑ سکتا تھا لیکن کم از کم مبارڈو سے نکلتے ہوئے میں کسی قسم کے شک و شبہے سے بچنا چاہتا تھا۔

دوسرا دن میری اس خواہش کی تکمیل کا دن ثابت ہُوا۔ تقریباً دس بجے تھے اور مَیں جو کے پانی، پنیر اور خاص قسم کی ڈبل روٹی کا ناشتا کر کے باہر نکلا ہی تھا کہ ایک خوش لباس شخص پر میری نگاہ پڑی جو پتلون اور قمیص میں ملبوس تھا لیکن چہرے سے ایشیائی نظر آتا تھا۔ بازو بہت مضبوط اور بدن کسرتی تھا۔ بڑی بڑی خان بہادر ٹائپ مونچھیں۔ مَیں بے اختیار اُس کی جانب بڑھ گیا اور ان لوگوں کی بھیڑ میں جا کھڑا ہُوا جو اُس کے گرد جمع تھے۔ تب مجھے اندازہ ہُوا کہ وہ افریقہ کے اندرونی علاقوں میں جانے کے لیے مزدور بھرتی کرنے نکلا ہے اور فوراً ہی میرے ذہن کے کئی خانے کُھل گئے۔

مَیں لوگوں کے ہجوم میں جگہ بناتا ہُوا اُس کے قریب پہنچ گیا پھر مَیں نے شستہ انگریزی زبان میں اُس سے کہا "جنابِ عالی آپ کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مَیں اپنی خدمات بھی پیش کرتا ہُوں۔"

اس شستہ انگریزی پر خان بہادر قسم کا آدمی چونک کر میری جانب متوجّہ ہُوا اور پھر بغور مجھے دیکھتا ہُوا بولا "تم... تم مزدوروں کے ساتھ... میرا مطلب ہے مزدور کی حیثیت سے میرا ساتھ دے سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں جناب۔"

"لیکن کون ہو تم... مجھے تو شکل و صورت سے ایشیائی باشندے معلوم ہوتے ہو۔"

"جی ہاں، ایشیائی باشندہ تھا لیکن اتنا عرصہ گزر گیا کہ اب مجھے ایشیا بھی یاد نہیں رہا۔"

"ہُوں ہُوں، ٹھیک ہے اگر تم میرے ساتھ افریقہ کے اندرونی علاقوں کا سفر کرنا چاہتے ہو تو مَیں تمھیں اپنے ایک ساتھی کی حیثیت دے سکتا ہُوں، براہِ کرم اس طرف آ جاؤ۔" اُس شخص نے مجھ سے زیادہ سوالات نہیں کیے اور مجھے ایک سمت کھڑا کر دیا، جہاں چار افریقی آدمی پہلے سے موجود تھے۔ اس کے بعد اُس نے مزید دو آدمیوں کا انتخاب کیا اور پھر ہاتھ اُٹھا کر دوسرے لوگوں سے کہا کہ اُس کی ضرورت پوری ہو چکی ہے گویا اس وقت اُس کے پاس کل چھ افراد تھے، جن میں ایک مَیں بھی تھا، اُس نے ہمیں اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور پھر ایک بڑی لینڈ روور کی جانب بڑھ گیا۔ لینڈ روور انتہائی شاندار اور مضبوط قسم کی تھی۔ اُس نے خود ہی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی اور وہ اُسے چلاتا ہُوا ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیسے حصّے میں آگیا، جہاں درمیانہ طرز کے چھوٹے چھوٹے مکانات بنے ہوئے تھے۔ ان مکانات کے بارے میں پہلے مجھے نہیں معلوم تھا لیکن یہاں پہنچ کر معلوم ہُوا کہ انھیں کرائے پر حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اُس نے ہمیں ایک مکان کے احاطے میں داخل ہونے کے لیے کہا۔ لینڈرووَر کو باہر ہی کھڑا کر کے لاک کر دیا گیا تھا۔ مکان میں تین کمرے ایک قطار میں بنے ہوئے تھے اور باہر ایک بڑا سا احاطہ تھا، جس کے ایک حصّے میں چوڑا چھپّر پڑا ہُوا تھا اور اس چھپّر کے نیچے بھدی لکڑیوں کی کُرسیاں اور میز بچھی ہوئی تھی۔ وہ شخص ہمیں لیے ہوئے اُس چھپّر کے نیچے پہنچ گیا۔ اُس نے ہمیں بیٹھنے کی پیش کش کی۔

افریقی مزدوروں نے کئی بار متحیّرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا لیکن ان نگاہوں میں کوئی ایسی بات نہیں تھی، جو پریشان کُن ہوتی۔ ابھی تک ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی، تب اُس شخص نے ان لوگوں سے کہا: "میں آپ لوگوں سے اپنا تعارف کرا دوں۔ آپ میں سے کم از کم تین افراد ایسے ہیں، جو انگریزی جانتے ہیں۔ مسٹر تم!" اُس نے ایک افریقی کی طرف انگلی اُٹھا کر کہا "اور تم۔ اور تم ..." تیسرا اشارہ میری جانب تھا "تم لوگ اپنے ان باقی ساتھیوں کو میرا مفہوم سمجھا سکتے ہو۔ مَیں تم سے کہہ رہا تھا کہ پہلے میں تم سے اپنا تعارف کرا دوں۔ میرا نام سراج الدّین ہے۔ پہلے کسی زمانے میں نواب تھا، اب صرف سراج ہُوں۔ جڑی بُوٹیوں سے دلچسپی رکھتا ہُوں اور کچھ خاص بُوٹیوں کی تلاش کے سلسلے میں افریقہ کی جانب سفر کیا ہے۔ دوستو! میں تمھیں سب سے پہلی بات یہ بتا دوں کہ نہ مجھے افریقہ کے ہاتھیوں کے سفید دانتوں کی تلاش ہے، نہ میرے پاس کسی خزانے کا نقشہ ہے اور نہ ہی مَیں سونے کے حصول کا خواہش مند ہُوں۔ تم لوگوں کو مَیں، تمھاری یونین کے متعیّن کردہ معاوضے ادا کروں گا اور اس کے لیے کم از کم چھ ماہ کا حساب کتاب یہیں اسی جگہ کر دوں گا۔ اس دوران یا تو ہماری واپسی ہو جائے گی یا اگر مزید کچھ وقت لگ گیا ہمیں تو پھر واپس آنے کے بعد جتنا بھی وقت لگا ہوگا، اس کے معاوضے کی ادائیگی مع انعام کے کر دی جائے گی۔ افریقہ کے اندرونی علاقوں میں اگر تمھیں کوئی خزانہ دستیاب ہو جائے، ہاتھی دانت کے ذخائر تمھارے ہاتھ لگ جائیں یا سونے کے انبار اور ہیرے تمھیں مل جائیں تو ان میں میرا کوئی حصّہ نہیں ہوگا۔ وہ سب تمھاری ذاتی ملکیت ہوں گے اور اگر مَیں ان میں سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی مانگوں تو تمھیں اختیار ہوگا کہ تم مجھے قتل کر دو۔ میرا مقصد سمجھ رہے ہو نا۔ مَیں یہ نہیں چاہتا کہ تم لوگ اپنے دلوں میں تجسّس لے کر میرے ساتھ سفر کرو۔ ہاں، جو جڑی بُوٹیاں مَیں حاصل کروں گا، ان میں سے جس جڑی بوٹی کی ضرورت تمھیں ہوگی، وہ مَیں تمھارے حوالے ضرور کر دوں گا۔ یہ ہے تمام صُورتِ حالات، جس کے تحت تمھیں میرے ساتھ سفر کرنا ہے، اب فیصلہ کرنا تمھارا کام ہے۔ مَیں نے تمھارا انتخاب ضرور کر لیا ہے لیکن اب بھی اگر تم چاہو تو اس بے کشش کام سے انکار کر سکتے ہو۔"

سراج الدّین کی شخصیت کافی دلچسپ اور دلکش تھی۔ مجھے اس کی گفتگو پسند آئی تھی۔ باقی دو افریقی جو انگریزی جانتے تھے، اُس کی باتوں کا مفہوم سمجھ گئے تھے۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھیوں کو افریقی زبان میں اس گفتگو کی تفصیل بتائی اور وہ لوگ اپنی زبان میں کچھ کہتے ہوئے گردن ہلانے لگے۔

تب اُن میں سے ایک افریقی نے کہا: "ہمارے تمام ساتھی آپ کی یہ پیش کش منظور کرتے ہیں جناب اور ہماری تمام وفاداریاں آپ کے ساتھ ہیں۔ چھ مہینے کا ایڈوانس ہمارے لیے بہت دلچسپی رکھتا ہے اور اس کے بعد ہم پوری دلجمعی سے اپنے فرائض انجام دینے میں مصروف ہو جائیں گے۔"

نواب سراج الدّین نے ان لوگوں سے آرام کرنے کے لیے کہا اور پھر اندرونی حصّے میں چلا گیا۔ مَیں بھی ان مزدوروں کے ساتھ ہی تھا۔ ہم میں سے کسی نے ایک دوسرے سے متعارف ہونے کی کوشش نہیں کی۔

تھوڑی دیر کے بعد نواب سراج الدّین اپنی اس اقامت گاہ سے باہر نکلا تو دو افراد اس کے ساتھ تھے۔ ایک لڑکی اور ایک نوجوان آدمی جو اچھے تن و توش کا مالک تھا لیکن شکل سے کسی قدر احمق نظر آتا تھا۔ لڑکی کو دیکھ کر مَیں بُری طرح چونک پڑا۔ برف پر اس وقت جب میں گولڈین کو ٹھکانے لگانے کے بعد واپسی کا سفر کر رہا تھا، اسی لڑکی سے میرا ٹکراؤ ہُوا تھا لیکن اس وقت چونکہ مَیں نے چہرے پر ہلکا سا ... میک اپ کیا ہُوا تھا تاکہ میری شکل فوراً پہچان نہ لی جائے، اس لیے لڑکی مجھے نہیں پہچان سکی۔ البتہ مَیں نے بخوبی اُسے پہچان لیا۔

نواب سراج الدّین ہمارے نزدیک پہنچ گیا پھر اُس نے دوستانہ انداز میں کہا: "دوستو! میرے دعوے کی تصدیق میرے ان دو ساتھیوں سے بھی ہو جاتی ہے۔ یہ میری بیٹی دلنشیں ہے اور یہ میرا سیکرٹری طاہر۔ ہم صرف تین افراد ہیں، ضروریاتِ زندگی کی تمام چیزیں مَیں نے اپنی سمجھ کے مطابق حاصل کر لی ہیں۔ اس لینڈرووَر سے ایک چھوٹا سا ٹرالر بھی منسلک کر لیا جائے گا، جس میں تم لوگوں کے آرام کا بندوبست ہوگا۔ باقی تمام چیزوں کی فہرست بھی تمھارے سامنے پیش کر دوں گا۔ مجھے قدم قدم پر تمھارے مشوروں کی ضرورت رہے گی اور اب تم لوگ مجھ سے اپنا تعارف کرا دو۔"

افریقیوں نے اپنے اپنے نام بتلائے۔ مَیں نے اپنا نام بھی ٹونی پارکر ہی بتایا تھا۔

"گویا تم ایشیائی عیسائی ہو!" اُس نے تعجّب سے کہا۔ مَیں نے کوئی جواب نہیں دیا، بس مُسکرا کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد سراج الدّین ہمیں اپنی اُن تمام چیزوں کی تفصیلات بتانے لگا، جو اُس نے اس سفر کے لیے حاصل کی تھیں۔ افریقی شزاد لوبو نے ان میں کچھ چیزوں کا اضافہ کرا دیا تھا۔ لوبو افریقہ کے ان علاقوں میں کئی بار سفر کر چُکا تھا۔ انگریزی اچھی طرح نہیں جانتا تھا لیکن کام چلانے والی انگریزی سے اچھی طرح واقف تھا اور اپنا مفہوم ادا کر لیتا تھا۔ بہرحال، چونکہ اُس نے وہ ساری چیزیں درست بتائی تھیں، چنانچہ سراج الدّین نے ان کا معقول انتظام کر لیا۔

اسی رات وہ افریقہ کے اُس حصّے کے نقشے لے کر بیٹھ گئے، جن کے ذریعے سفر کرنا چاہتے تھے۔ مَیں نے ان نقشوں پر خصوصی توجّہ دی تھی اور یہ دیکھ کر میری دلچسپی کچھ اور بڑھ گئی تھی کہ مسٹر سراج الدّین نے میرے ترتیب دیے ہوئے نقشوں سے بہت زیادہ فاصلہ نہیں رکھا تھا۔ اور یہ راستے مخصوص حد تک اسی سمت میں چلے جاتے تھے، جدھر مَیں جانا چاہتا تھا۔ ایک خاص حد کے بعد ہماری منزل میں کچھ تبدیلی ہوتی تھی لیکن بعد میں یہ میرا کام تھا کہ سراج الدّین سے چھٹکارا حاصل کر کے اپنی منزل کی جانب سفر کروں۔

رات بہ آسانی گزر گئی اور صبح سراج الدّین نے اپنی روانگی کا اعلان کر دیا۔ سب لوگوں کو تیار ہونے کی ہدایت کر دی۔ صورتِ حالات میرے لیے مکمل طور پر اطمینان بخش تھی۔ مَیں اپنے آپ کو نمایاں نہیں کرنا چاہتا تھا، اس وقت تک جب تک کوئی خاص ضرورت نہ پیش آجائے۔

سائیکا مائیلر کو ٹرانسمیٹر پر مخاطب کر کے اب اس سلسلے میں آخری ہدایات دینا تھیں اور اس کے بعد افریقہ میں لائن آف کروزل کی جانب سفر کا آغاز کرنا تھا۔ چنانچہ مَیں نے موقع پا کر اسی رہائش گاہ کے ایک سنسان گوشے سے سائیکا مائیلر کو مخاطب کیا اور چند ہی لمحے بعد اس سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"کیا تم پروگرام کے مطابق اپنی تیاریاں مکمّل کر چکی ہو سائیکا؟" مَیں نے سوال کیا۔

"بالکل مکمّل چیف! اب سارے ہی معاملات میں آپ مجھے کمزور نہیں پائیں گے۔ مَیں محسوس کر چکی ہُوں کہ ایلی کی حماقتوں سے آپ ہم سے کسی قدر بددل ہو گئے ہیں کیونکہ ایلی نے جلد بازی کر کے ذرا سا کام بگاڑ دیا تھا۔ جو کچھ ہو چُکا ہے، مَیں اس کی تلافی نہیں کر سکتی لیکن وعدہ کرتی ہُوں کہ آئندہ آپ کو کسی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔"

"شکریہ سائیکا! بہرحال، جو گزر گیا ہے، اس کے بارے میں سوچنا حماقت ہے۔ آئندہ کے لیے تمھیں مکمّل طور پر احتیاط کرنا ہوگی۔ مَیں یہاں ایک ایشیائی شخص کے پاس ہُوں، جو افریقہ کے اندرونی حصّے میں کچھ خاص قسم کی جڑی بُوٹیوں کی تلاش میں جانا چاہتا ہے۔ مَیں نے اس کے پاس ایک مزدور کی حیثیت اختیار کر لی ہے اور اس انداز میں میرا سفر انتہائی اطمینان بخش ہے۔ ہم انہی راستوں پر سفر کر رہے ہیں سائیکا، جن کا انتخاب ہم نے خود کیا تھا۔ ویلی کولی نامی ایک جگہ پر جا کر تھوڑے سے راستے بدلے جائیں گے لیکن وہاں تک کا سفر خاصا طویل ہے، اس لیے ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیا تمھیں اس کا اندازہ ہے سائیکا کہ جن راستوں کا انتخاب کیا گیا ہے، وہ افریقہ کے روایتی وحشت ناک راستے نہیں ہیں بلکہ ہمیں ان پر سفر کرتے ہوئے خاصی آسانیاں رہیں گی؟"

"ہاں، کیرائل کا یہی کہنا ہے۔ کیرائل کے نقشوں میں جو تبدیلی تم نے کی ہے مسٹر علی! مَیں نے کیرائل سے اس کے بارے میں مشورہ کیا تھا۔ اُس کا کہنا ہے کہ یہ تبدیلی بہت ہی مناسب ہے اور اس طرح سفر میں بے شمار آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ علی! جو کچھ تم کر رہے ہو، ہم میں سے کسی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"شکریہ سائیکا! بس اب راستے ہی میں ہماری ملاقات ہوگی۔ بہتر ہے کہ تم ہم سے آگے نکل جاؤ اور اس کے بعد ہم ایک دوسرے کو اپنے راستے سے آگاہ کریں۔"

"او کے چیف! مَیں آپ کی ہدایت پر عمل کرتی رہوں گی لیکن زیادہ لمبا سفر نہیں کروں گی ہیں، اس وقت تک جب تک عقب سے آپ کے پہنچنے کی اطلاع نہ مل جائے۔"

"او کے۔" مَیں نے جواب دے کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

نواب سراج الدّین ایک نرم خو طبیعت کے انسان تھے۔ اپنی شاندار شخصیت کے باوجود ان کے اندر انکساری تھی، نرم لہجے میں ہر شخص سے پیش آتے تھے لیکن مَیں نے یہ اندازہ بھی لگا لیا تھا کہ اگر یہ شخص کسی سے بددل ہو جائے تو اس کے لیے کافی خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ افریقی مزدور تندرست و توانا اور چاق و چوبند تھے۔ نواب سراج الدّین نے ان کے ساتھ ساتھ مجھے بھی معاوضے کی ادائیگی کر دی تھی۔ چنانچہ مَیں بھی ممنونیت کا اظہار کر رہا تھا۔ جو لباس مَیں نے استعمال کیا تھا، وہ خاکی رنگ کی مضبوط زین کا تھا اور اس میں میری شخصیت مزدوروں جیسی ہی لگتی تھی لیکن کئی بار مَیں نے دلنشیں اور طاہر کو اپنی طرف اشارے کر کے کچھ باتیں کرتے ہوئے محسوس کیا تھا۔ بظاہر یہی اندازہ ہُوا تھا مجھے کہ وہ میری شخصیت پر کچھ تبصرے کر رہے ہیں لیکن یہ کوئی قابلِ تشویش بات نہیں تھی۔

مہار ڈھیلی چھوڑ دیا گیا تھا۔ لینڈرووَر میں نواب سراج الدّین، ان کی بیٹی دلنشیں اور سیکرٹری طاہر تھے۔ طاہر ہی لینڈرووَر ڈرائیو کر رہا تھا۔ پیچھے ٹرالر لگا دیا گیا تھا، جس میں ہم چھ مزدوروں کے لیے فرش پر بستروں کا بندوبست تھا۔ ٹرالر میں چاروں طرف کھڑکیاں لگی ہوئی تھیں، انہی میں ہمارے لیے ضروریاتِ زندگی کا بندوبست کر دیا گیا تھا اور عام حالات میں ہمیں لینڈرووَر تک جانے کی ضرورت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں تھی۔ ٹرالر میں ایک چھوٹا سا اسٹور بھی تھا جو اس کی چھت کے پاس بنا ہوا تھا، اس میں بہت ساری چیزیں بھری ہوئی تھیں۔ ڈیزل کا بہت بڑا ذخیرہ بھی تھا غرض سراج الدین نے بظاہر کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ مجھے یہ خوشی تھی کہ اس سفر کے لیے مجھے خصوصی انتظامات نہیں کرنا پڑے تھے۔

سفر جاری رہا۔ جبارڈو کی آخری عمارت بھی پیچھے رہ گئی اور ہم ویران حصّے میں نکل آئے۔ چاروں طرف پتھریلی زمین نظر آرہی تھی۔ چٹانوں کا ایک عظیم سلسلہ نگاہ کی آخری حد تک پھیلا ہوا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ پتھریلے راستوں پر سفر کرتے ہوئے مسلسل جھٹکے بھی لگ رہے تھے، جس سے یہ سفر خاصا تکلیف دہ رہا۔ بالآخر سورج چٹانوں کے عقب میں ہی کہیں روپوش ہوگیا اور ہم نے ایک جگہ قیام کر لیا۔ دن میں شدّت کی گرمی رہی تھی لیکن رات اسی شدّت سے ٹھنڈی ہوتی جارہی تھی۔ چنانچہ ضروریاتِ زندگی سے فارغ ہو کر کمبلوں میں لپٹ کر سونا پڑا اور ساری رات خاصی سردی لگتی رہی۔ پہلے تو یہ سوچا تھا کہ باہر کھلی جگہ میں سوئیں گے لیکن سردی کی شدّت دیکھتے ہوئے ٹرالر ہی میں آرام کرنے لیٹ گئے۔ لولو کے ایک ساتھی نے پودینے کی چائے تیار کی، اُبلتے ہوئے پانی میں سُوکھے ہوئے پودینے کی پتّیاں اور شکر، جس قدر مزے دار ثابت ہوئی، اس کا تصوّر تک نہیں تھا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار اس قسم کی چائے پی اور اتنا لُطف آیا کہ بیان سے باہر ہے۔ بقیہ رات اسی طرح گزر گئی۔ دوسری صُبح سردی ختم ہو چکی تھی — سراج الدین نے ہمیں ضروریاتِ زندگی سے فارغ ہو کر تیار ہونے کے لیے کہا اور تقریباً سوا نو بجے لینڈ روور اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

دلنشیں، طاہر اور سراج الدّین لینڈ روور میں تھے، باقی سب لوگ پیچھے ہی تھے۔ میں بھی ابھی منظرِ عام پر آکر ان لوگوں میں کوئی مقام حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنا چاہتا تھا حالانکہ یہ میرے لیے مشکل نہ ہوتا مگر اس کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں پیش آئی تھی۔

چٹانوں کا یہ تکلیف دہ سفر دوپہر کو تقریباً ڈھائی بجے تک جاری رہا اور اس کے بعد ہم ایک آبادی کے نزدیک پہنچ گئے۔ کھجوروں کے درخت دُور ہی سے نظر آرہے تھے۔ ہم نے اردگرد کا جائزہ لیا، درختوں کے جُھنڈ میں سے جھانکتی ہوئی مٹّی کی شکستہ دیواریں اور چٹانیں کاٹ کر بنائے ہوئے مکانات بہت عجیب لگ رہے تھے۔ ہم نے اُس آبادی کے قریب قیام کیا۔ یہاں کے باشندے غیر مہذب نہیں تھے، پورا لباس استعمال کرتے تھے اور اندر آبادی میں بازار وغیرہ بھی نظر آرہے تھے لیکن ہم نے آبادی میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

جس جگہ ہم نے قیام کیا تھا، یہاں سے کچھ فاصلے پر مٹّی کے جھونپڑوں کی ایک قطار دُور تک چلی گئی تھی۔ نہایت پُرسکون جگہ تھی، ایک چشمہ ریت سے پھُوٹ کر ایک چھوٹی سی جھیل کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اس جھیل سے اس وادی کے کھیت سیراب ہوتے تھے، چنانچہ دوسری سمت کا علاقہ خاصا خوبصورت اور سرسبز تھا۔ رات کی تاریکی میں کہیں کہیں روشنی نظر آرہی تھی، غالباً یہ دولت مند لوگ ہوں گے، جو اپنے گھر روشن رکھنے کی استطاعت رکھتے ہوں گے، ورنہ باقی جھونپڑے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔

دیر تک ہم اپنے ٹرالر کے دوسری سمت تاریکی میں آنکھیں پھاڑتے رہے۔ افریقی مزدور سو گئے تھے۔ لولو مجھ سے انگریزی زبان میں گفتگو کرتا رہا تھا اور پھر وہ بھی سونے کے لیے لیٹ گیا۔ میں کھڑکی کے پاس ہی اپنی نشست گاہ میں بیٹھا حالات پر غور کرتا رہا۔ جی چاہا کہ سائیکا سے گفتگو کروں اور معلوم کروں کہ وہ کامیابی سے ہم پر نگاہ رکھے ہوئے ہے... یا کہیں بھٹک چکی ہے۔ چنانچہ چند لمحے سوچنے کے بعد میں خاموشی سے ٹرالر کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ٹرالر سے زیادہ فاصلے پر جانا خطرناک ہو سکتا تھا۔ اس طرح سراج الدّین ممکن ہے، کسی شبہے کا شکار ہو جائے یا مجھ سے کوئی خطرہ محسوس کرے۔ چنانچہ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک جگہ بیٹھ کر ٹرانسمیٹر نکال لیا اور اُس پر سائیکا کو مخاطب کرنے لگا۔ چند ہی لمحے میں سائیکا سے رابطہ قائم ہو گیا تھا۔ اُس نے پُرجوش انداز میں کہا ”مسٹر علی! میں نہایت کامیابی سے آپ کا تعاقب کر رہی ہوں، جس بستی کے نزدیک آپ نے قیام کیا ہے، اس کی جنوب کی سمت جو ایک بہت بڑی چٹان نظر آرہی ہوگی آپ کو، اُس کے عقب میں ہم لوگ موجود ہیں۔ ابھی تک سفر میں کوئی دقّت پیش نہیں آئی۔ ہم نے بھی نہایت مناسب انتظامات کے ساتھ سفر کا آغاز کیا ہے، ویسے آپ کو تو کوئی اُلجھن نہیں ہے؟“

”نہیں سائیکا! بس یہی خیال تھا کہ تم خیریت سے ہو... یا نہیں۔“

”میں بالکل ٹھیک ہوں جناب، بلکہ سچ جانیے اس سفر میں لُطف آرہا ہے۔“

”اوکے، آرام کرو۔“ میں نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا لیکن ابھی ٹرانسمیٹر بند کر کے اپنی جگہ سے اُٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً ڈھول بجنے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کچھ مشعلیں اس طرف بڑھتی ہوئی نظر آئیں، جہاں لینڈ روور کھڑی ہوئی تھی۔ یہ بستی کے لوگ تھے میں ایک لمحے کے لیے خوفزدہ ہو گیا اور برق رفتاری سے لینڈ روور کی طرف دوڑا۔ ٹرالر میں پہنچ کر میں نے لولو ہی کو جگایا تھا میرے جھنجوڑنے پر لولو پھُرتی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا اور پریشان نگاہوں سے مجھے گھُورنے لگا۔

”یہ آواز سن رہے ہو لولو! وہ لوگ دوڑتے ہوئے ہماری طرف آرہے ہیں۔“ میں نے کہا۔

لولو ایک لمحے کے لیے چونک گیا۔ وہ بغور ڈھولوں کی آواز سنتا رہا۔ اس دوران آواز قریب آگئی تھی پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ”نہیں، وہ لوگ ہمیں نقصان نہیں پہنچانے آئے ہیں بلکہ شاید اُنھیں مہمانوں کی خاطر مدارات کرنے کی ہدایت ملی ہے۔“ ڈھول کی آواز سے لینڈ روور میں موجود سراج الدّین صاحب اور اُن کے دونوں ساتھی بھی باہر نکل آئے تھے۔ سراج الدّین صاحب کے ہاتھ میں رائفل تھی۔ لولو جلدی سے اُن کے پاس پہنچ گیا اور اُنھیں اپنی اُلٹی سیدھی انگریزی میں صورتِ حال سمجھانے لگا۔

سب سے آگے ایک شخص اُونٹ پر سوار تھا، اُس کے پیچھے پیچھے باقی لوگ ڈھول بجا رہے تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ عورتیں رنگ برنگی پوشاکوں میں ملبوس ہمارے سامنے پہنچ گئیں۔ اُنھوں نے اپنے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے لکڑی کے برتن اُٹھائے ہوئے تھے جن میں کھانے پینے کی چیزیں موجود تھیں۔ اُنھوں نے یہ چیزیں ہمارے سامنے رکھ دیں اور چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔

اونٹ پر بیٹھا ہوا شخص نیچے اُتر آیا تھا۔ وہ افریقی زبان میں کچھ کہنے لگا، جس کا ترجمہ لولو نے ان الفاظ میں کیا کہ وہ شخص اُنھیں اپنی بستی میں خوش آمدید کہتا ہے اور حسبِ توفیق ہماری خاطر مدارات کرنا چاہتا ہے۔

سراج الدّین صاحب نے اپنی زبان میں ان کا شکریہ ادا کیا اور لولو ہی کے ذریعے یہ الفاظ اس شخص تک منتقل ہو گئے۔ اس کے بعد ہمارے اعزاز میں ایک رقص و موسیقی کا پروگرام پیش کیا گیا۔ عورتیں نرم اور مدّھم لَے میں کچھ گنگنانے لگیں۔ آسمان ستاروں بھرا تھا اور ستاروں کی چھاؤں میں یہ منظر عجیب سا نظر آرہا تھا۔ مرد بھی رقص کر رہے تھے اور عورتیں بھی۔

تقریباً چار ساڑھے چار بجے تک مہمان نوازی کا یہ سلسلہ جاری رہا اور اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے واپس چلے گئے۔ ہم گہری گہری سانسیں لے کر اپنی آرام گاہ میں آگئے تھے۔ دلنشیں کو میں نے اس دوران بہت خوش دیکھا تھا۔ وہ ان مناظر سے بہت لُطف اندوز ہو رہی تھی لیکن بند بند سی رہی تھی۔ اس وقت برف پر بھی میں نے اُس کے اندر ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی تھی، یوں لگتا تھا، جیسے وہ بہت زیادہ مغرور ہو۔

دوسری صبح بہت جلدی ڈیرے اُٹھا لیے گئے۔ خطرہ یہ تھا کہ مہمان نواز کہیں دوسرا مرحلہ نہ شروع کر دیں اور ہمارے سفر میں رکاوٹ بن جائیں۔ چنانچہ ہم اس علاقے سے آگے بڑھ گئے۔ برق رفتاری سے سفر طے کرتے ہوئے سورج نکلنے کے وقت ہم آبادی سے بہت دُور آگئے تھے۔ اب ریگستانی علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ افریقہ میں جو چیز بھی تھی، وہ انتہائی حد کو پہنچی ہوئی تھی۔ پہلے ہم جس علاقے سے گزرے تھے، وہ چٹانی تھا اور تاحدِ نگاہ چٹانیں ہی چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں اور اب ریت کے سوا کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ ہَوا تیز نہیں تھی لیکن اس کے باوجود ہمارے کپڑے گرد سے اَٹ گئے تھے اور بدن پسینے میں شرابور ہوتے جارہے تھے۔ ریگستان کی لاتعداد کہانیاں سُن رکھی تھیں میں نے۔ خاص طور سے ایسے ریگستانوں کی جہاں موت بگولوں کی شکل میں ناچتی رہتی ہے لیکن خدا کے فضل سے ہمیں موت کے رقص کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

ترتیب دیے ہوئے نقشے کے مطابق سفر جاری رہا۔ کہیں کوئی چھوٹی موٹی آبادی کسی نخلستان میں نظر آجاتی اور کبھی بالکل ہی ویرانے۔ ابھی تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا جو افریقی روایات کو ہمارے سامنے لاتا کیونکہ یہ ابتدائی حصّے تھے۔ سفر بہت محفوظ اور مشینی ذریعے سے ہو رہا تھا لیکن لینڈ روور کو بہت احتیاط کے ساتھ استعمال کیا جارہا تھا تاکہ اس کی قوّت برقرار رہے۔

تین دن کے بعد ریت کے ان ٹیلوں کی جگہ سُوکھی دلدل نے لے لی۔ یہاں جگہ جگہ اُونٹوں، گدھوں کی ہڈیوں کے انبار لگے ہوئے نظر آرہے تھے۔ کچھ اور آگے بڑھے تو افریقی ننگ دھڑنگ قبائلی لوگ نظر آئے، جو ہاتھوں میں لکڑی کے برتن لے کر دوڑتے ہوئے ہمارے پاس پہنچ گئے تاکہ اُنھیں کچھ کھانے پینے کی چیزیں دی جائیں۔

یہ علاقہ ختم ہوا تو سُوکھی گھاس کے میدان شروع ہو گئے۔ یہ میدان بنجر ہونے کے باوجود آباد تھے۔ یہاں کے لوگوں کے چہرے مُہرے بدل رہے تھے، رنگ زیادہ گہرے ہوتے جارہے تھے اور چوڑی ناکیں گالوں تک پھیلی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ لڑکیاں بھی اُوپری لباس سے بے نیاز تھیں۔ خواتین کے کانوں میں بڑی بڑی لکڑیاں ٹھُنسی ہوئی تھیں اور وہ بچّوں کو پُشت پر اُٹھائے پھرتی ہوئی نظر آجاتی تھیں۔ زمین کا رنگ یہاں تبدیل ہو گیا تھا۔ اب جس علاقے سے ہم گزر رہے تھے، وہاں مٹّی کا رنگ سُرخ تھا اور درختوں پر زرد رنگ کے پھُول کھلے ہوئے تھے۔ دُور دُور تک سبز گھاس لہرا رہی تھی۔ سفید بگلے اُڑتے ہوئے نظر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آجاتے تھے اور جو سب سے خوفناک چیز یہاں تھی، وہ چیونٹیوں کے کوہان نما ٹیلے تھے، جو زمین پر جگہ جگہ اُبھرے ہوئے تھے۔

اس علاقے سے گزرے تو آگے کا سفر انتہائی خطرناک ہو گیا۔ کیونکہ یہاں نوکیلی چٹانیں اُبھری ہوئی تھیں اور لینڈ روور کے ٹائر ان چٹانوں پر شاید اپنی قوت نہیں آزما سکتے تھے۔ اس علاقے میں پہنچ کر کوئی ایک میل کا فاصلہ ہی طے کیا گیا تھا کہ لینڈ روور رُک گئی۔ اُس کے انجر پنجر ڈھیلے ہوتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ جھٹکوں کی وجہ سے سامان کا سنبھالنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

لینڈ روور رُکی اور نواب سراج الدین نیچے اُتر آئے۔ اُن کے چہرے سے پریشانی جھانک رہی تھی۔ ہمارے قریب پہنچ کر اُنھوں نے پریشان لہجے میں کہا۔ "اس جگہ تو سفر آسانی سے نہیں کیا جا سکتا، یہاں تو لینڈ روور ختم ہو کر رہ جائے گی، کیا کرنا چاہیے؟"

"ہم اگر یہاں سے اپنا رُخ بدلنے کی کوشش بھی کریں، تب بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ کون سے راستے ہمارے لیے آسان ثابت ہوں گے۔" میں نے کہا اور نواب صاحب اُلجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔

"لینڈ روور کی ڈرائیونگ بھی اس وقت شدید مشکل ہو رہی ہے۔ کیا تم میں سے کوئی ڈرائیونگ کر سکتا ہے؟"

لولو ڈرائیونگ نہیں جانتا تھا لیکن میں نے اس وقت ان کی مدد کرنا ضروری خیال کیا اور گردن خم کر کے بولا۔ "جی ہاں، اس سلسلے میں، میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔" چنانچہ میں اسٹیئرنگ پر جا بیٹھا۔

ڈرائیونگ نہایت مہارت سے کرنا تھی۔ میں نے انجن اسٹارٹ کر کے لینڈ روور آگے بڑھا دی۔ بلاشبہ جگہ جگہ اسٹیئرنگ کو جھٹکے لگ رہے تھے اور خطرہ تھا کہ بیلنس راڈ دھوکا نہ دے جائے۔ نواب سراج الدین صاحب میرے بالکل نزدیک بیٹھے ہوئے تھے جب کہ دلنشیں اور طاہر لینڈ روور کے پچھلے حصّے میں تھے۔ جھٹکے لگنے سے وہ اُچھلتے تو اُن کے سر بار بار چھت سے ٹکرا جاتے تھے۔ اس صُورتِ حال سے خاصی پریشانی ہو رہی تھی۔ تب دلنشیں نے جھلّاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اس سے بہتر تو یہ ہے کہ یہ سفر پیدل ہی طے کیا جائے۔"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ چٹانی راستہ کتنا طویل ہے۔ کتنا سفر کر سکو گی تم؟" سراج الدین نے کہا۔

"اس کے باوجود میں اس حالت میں سفر نہیں کر سکتی۔" دلنشیں نے کہا اور پھر میری طرف رُخ کر کے تحکمانہ لہجے میں بولی۔ "روک دو گاڑی... روک دو۔" میں نے حکم کی تعمیل کی اور وہ دروازہ کھول کر نیچے اُتر گئی۔ لینڈ روور سے منسلک ٹرالر میں موجود افریقیوں کی کیفیت بھی خراب معلوم ہوتی تھی کیونکہ لینڈ روور رُکتے ہی وہ بھی ٹرالر سے نیچے اُتر آئے تھے۔

دلنشیں کے اُترتے ہی طاہر علی اور نواب سراج الدین بھی نیچے اُتر آئے تھے۔ اُنھوں نے افریقیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم لوگ... کیا تم لوگ بھی پیدل سفر کرنے کے خواہش مند ہو؟"

"نہیں جناب، اسٹور سے سامان نکل نکل کر نیچے بکھرنے لگا ہے۔ تیل کا ایک برتن ٹوٹ گیا ہے، جس کی وجہ سے ٹرالر میں تیل پھیل گیا ہے۔ ہم نے فوری طور پر اُسے صاف تو کر دیا ہے لیکن اس کے باوجود دوسری چیزوں کو نہیں سنبھال سکے۔"

"اوہ! یہ تو بڑی مشکل پیش آگئی۔ اب اگر راستہ بدلنے کی کوشش کی جائے تو بھی ہمیں اس سلسلے میں خاصی مشکلات پیش آئیں گی۔ تم لوگ کوئی مشورہ دے سکتے ہو؟" اُنھوں نے لولو اور دوسرے افریقیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

انگریزی نہ جاننے والے افریقی، لولو کی شکل دیکھنے لگے تھے۔ لولو نے آہستہ سے کہا۔ "اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا جناب کہ ہم لوگ سامان کندھوں پر اُٹھا کر آگے کا سفر کریں اور گاڑی یہیں چھوڑ دی جائے۔"

"اوہ! لیکن...!"

"لیکن ویکن کچھ نہیں ڈیڈی! میں یہ مضحکہ خیز سفر جاری نہیں رکھ سکتی، اس سے بہتر ہے کہ پیدل سفر کیا جائے۔" دلنشیں نے کہا اور فیصلہ ہو گیا۔ لینڈ روور اور ٹرالر خالی کیا جانے لگا اور پھر مزدوروں کو ہدایت کی گئی کہ وہ سامان کے بنڈل بنا کر انھیں کندھوں پر اُٹھا لیں۔

مزدوروں کا تو کام یہی تھا، انھیں سامان اُٹھانے میں کوئی عار نہیں ہُوا تھا، چنانچہ ہم اسی انداز میں آگے بڑھ گئے۔ چٹانوں پر پیدل سفر بھی کافی مشکل تھا۔ دلنشیں اتفاق سے میرے برابر چل رہی تھی، وہ سخت جھلّائی ہوئی تھی۔ طاہر بھی ساتھ ساتھ تھا جب کہ سراج الدین صاحب، لولو کے ساتھ آگے چل رہے تھے۔

"کاش آپ ان ہولناک ویرانوں کا سفر نہ کریں۔ آپ کو اس حال میں دیکھ کر...!" طاہر کی آواز اُبھری اور دلنشیں چونک کر اُسے دیکھنے لگی۔

"مجھ سے کچھ کہا؟" انداز خونخوار تھا، طاہر علی سٹپٹا گیا۔

"جی نہیں، خود سے مخاطب تھا۔" اُس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

دلنشیں نفرت سے گردن جھٹک کر آگے چل پڑی۔ کسی تک صورتِ حال کا اندازہ ہو رہا تھا۔ مجھے شرارت سُوجھی تو میں سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "جی چاہتا ہے تمھیں بازوؤں میں اُٹھا کے آگے بڑھوں۔" اردو زبان استعمال کی تھی اور چونکہ یہ الفاظ سرگوشی میں کہے گئے تھے اس لیے آواز بھی نہیں پہچانی جا سکتی تھی لیکن لہجہ اتنا بلند تھا کہ دلنشیں سُن لے۔ وہ رُک گئی اور خونی نگاہوں سے طاہر کو دیکھنے لگی۔

"یہ الفاظ بھی تم نے خود کو مخاطب کر کے کہے ہیں؟"

"جی... مم... میں نے..."

"لگتا ہے یہاں آکر تمھارے دماغ میں خشکی ہو گئی ہے۔ کیا میں اسے دُور کرنے کا کوئی بندوبست کروں؟"

"آپ کو... آپ کو غلط فہمی ہُوئی ہے۔"

"آگے بڑھو۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔

"جی؟"

"آگے بڑھو۔" اس بار وہ غرّائی اور طاہر صاحب جلدی سے آگے بڑھ گئے۔ میں گردن جھکائے چل رہا تھا۔ بے چارہ طاہر اب لولو اور سراج الدین صاحب کے ساتھ چل رہا تھا۔

دلنشیں میرے بالکل قریب تھی اور بڑی مشکل سے قدم آگے بڑھا پا رہی تھی۔ ایک بار وہ لڑکھڑائی تو میں نے اُسے گرنے سے بچا لیا۔ وہ سنبھلی اور پھر پوری قوت سے بازو چھڑا لیا۔ "شکریہ، بازو چھوڑا بھی جاتا ہے۔" اُس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اس وقت جب یہ یقین ہو جائے کہ گرنے والا سنبھل گیا ہے۔" میں نے مُسکرا کر کہا۔

"آئندہ ایسی بدتمیزی مت کرنا۔" وہ مُنہ بگاڑ کر بولی۔

"بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا۔ میں یہ اندازہ لگا چُکا تھا کہ اگر وہ فوراً ہی نہ سنبھلی تو ضرور گرے گی اور یہی ہُوا۔ اگلے پتھر پر قدم رکھتے ہی وہ لڑکھڑائی اور اُس کے دونوں ہاتھ پھسل گئے۔ میں چاہتا تو اطمینان سے اُسے گرنے سے روک سکتا تھا لیکن میں تھوڑا سا پیچھے کھسک گیا اور وہ اطمینان سے چاروں شانے چت ہو گئی۔ اُس کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی، سب اُس کی طرف دوڑ پڑے۔ طاہر سب سے آگے تھا۔ اُس نے جھک کر دلنشیں کو اُٹھانے کی کوشش کی لیکن جونہی وہ جھکا، دلنشیں کا اُلٹے ہاتھ کا تھپّڑ اُس کے گال پر پڑا اور وہ جلدی سے سیدھا ہو گیا۔ تھپّڑ کی آواز تقریباً سب نے سُنی تھی۔ دلنشیں خود اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اُس نے ایک بار قہر آلود نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آگے بڑھ گئی لیکن اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

پُر تکلیف وہ سفر کی رات بھی نہایت بدنما جگہ ہُوئی تھی چاروں طرف بدصُورت سیاہ چٹانیں اُبھری ہوئی تھیں، جن کے درمیان خشک جھاڑیوں کے سوا کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ سامان کھول کر نیچے رکھ دیا گیا اور مزدور اپنے مشاغل میں منہمک ہو گئے۔ مجھے سائیکا کا خیال تھا، چنانچہ کچھ دُور جا کر میں نے ٹرانسمیٹر پر سائیکا کو مخاطب کیا، وہ جیسے انتظار ہی کر رہی تھی۔

"ہیلو علی! کیسا سفر ہو رہا ہے، میں دیکھ چکی ہُوں کہ تم لوگوں نے لینڈ روور چھوڑ دی ہے۔ علی تمھیں اس طرح سفر کرتے دیکھ کر مجھے افسوس ہو رہا ہے، کیا ان لوگوں کے ساتھ رہنا ضروری ہے؟"

"ہاں، بے حد ضروری سائیکا، تم اپنی کیفیت بتاؤ؟"

"بالکل وہی حال ہے، جو تمھارا۔ بڑا تکلیف دہ سفر ہے لیکن خدا کا شکر ہے کوئی حادثہ نہیں ہُوا۔"

"آگے کا سفر کر سکتی ہو؟"

"سو فیصدی، کیوں نہیں۔"

"او کے، سفر جاری رکھو۔" میں نے کہا اور رسمی باتوں کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا۔

بڑے موقع سے یہ گفتگو ختم ہُوئی تھی کیونکہ ایک لمحے کے بعد طاہر میرے پاس موجود تھا۔

"ہیلو مسٹر طاہر!" میں نے اُسے دیکھتے ہی کہا۔

"ہیلو ٹونی! سفر بے حد تکلیف دہ ہے۔"

"ہاں، بے حد۔" میں نے جواب دیا۔

"یہاں تنہا کیا کر رہے ہو؟"

"کچھ نہیں، بس کبھی کبھی تنہائی اچھی لگتی ہے۔"

"تمھاری شخصیت بہت پُراسرار ہے۔" طاہر نے کہا۔

"کیوں؟"

"نہ جانے کون ہو تم، جو کچھ نظر آتے ہو، وہ نہیں ہو۔"

"نظر کا چشمہ استعمال کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے جواب دیا اور پھر پُوچھا۔ "مس سراج کہاں ہیں، اُنھوں نے تمھارے ساتھ بہت زیادتی کی ہے، مجھے افسوس ہے۔"

"مجھے افسوس نہیں ہے۔"

"کیوں!" میں نے حیرت سے کہا۔

"اس لیے کہ میں بچپن سے اس کا عادی ہُوں۔"

"بچپن سے؟"

"ہاں، ہم بچپن کے ساتھی ہیں۔"

"کوئی رومانی داستان؟"

"ذاتیات پر کوئی گفتگو نہیں ہو گی۔" طاہر نے کہا۔

"خدا حافظ۔" میں اچانک اُٹھ کھڑا ہُوا اور طاہر کا مُنہ حیرت سے کُھل گیا۔

"سُنو... سُنو تو... مسٹر ٹونی... مسٹر ٹونی۔" وہ جلدی سے بولا۔ لیکن میں نے اس کی کوئی بات نہیں سُنی اور اس جگہ پہنچ گیا، جہاں دوسرے لوگ موجود تھے۔ لولو، سراج الدین صاحب سے باتیں کر رہا تھا۔ مسئلہ اسی تکلیف دہ سفر کا تھا، جس کے تصور سے سب لرز رہے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سراج الدین صاحب کہہ رہے تھے "یوں لگتا ہے مسٹر ٹونی جیسے ہم نے راستوں کا تعین غلط کیا ہو۔ اب تک کا سفر صرف پریشانیوں میں گزر رہا ہے۔ چٹیل میدان یا پھر ریت کے تودے۔ وہ جنگل کہاں رہ گئے جو افریقہ سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"ابھی ہم نے بہت مختصر سفر کیا ہے جناب! اس طرف کے راستے خشک ہیں، اسی لیے سیاح بہت کم اِدھر کا رُخ کرتے ہیں۔ اس راستے کو عبور کرنے کے بعد آپ کو جنوب کی طرف بڑھنا چاہیے، اس طرف جنگل ملیں گے اور اگر ہم نے سیدھا راستہ اختیار کیا تو مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔"

"مسئلہ تو اس راستے کو عبور کرنے کا ہے۔" مسٹر سراج الدین نے کہا اور پھر میری طرف رُخ کر کے بولے "کوئی مشورہ دو مسٹر ٹونی۔"

"سوری! تمام صُورتِ حال آپ کے سامنے ہے۔"

"تب پھر یوں کریں کہ جلد سے جلد سفر طے کیا جائے تاکہ مصائب کا خاتمہ جلد از جلد ہو جائے۔"

اس پروگرام کے تحت سفر کی رفتار تیز کر دی گئی۔ کیرائل نے تیرو ڈا کے لیے جو نقشے ترتیب دیے تھے، ان پر انحصار بحالتِ مجبوری کیا گیا تھا کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی بہتر ذریعہ نہیں تھا۔ ہاں اگر میں اپنی اصل حیثیت سے تنظیم یا کسی عرب ملک سے اس سلسلے میں مدد مانگتا تو صُورتِ حال دوسری ہوتی لیکن اب تو یہی سب کچھ تھا اور اسی طرح اپنی منزل تلاش کرنا تھی۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ اس بار میرے پاس کام کرنے کے ٹھوس منصوبے نہیں ہیں اور میں نہایت کمزور بنیاد پر کام کر رہا ہُوں لیکن سینے کی گہرائیوں میں خدا موجود تھا۔ ارادے نیک ہوں اور مقصد جائز ہو تو راستوں کی تلاش ضروری نہیں ہے، غیبی قوتیں ضرور مدد کرتی ہیں، یہ میرا ایمان تھا اور یہ احساس ایسے اوقات میں تقویت بخشتا تھا۔

دلنشیں پر کئی بار نگاہ پڑی، مغرور اور خود سر لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ ظاہر ہے ایک بگڑے ہوئے نواب کی بیٹی تھی، کسی کو خاطر میں نہ لانے والی۔ طاہر صاحب کا جغرافیہ بھی چند الفاظ میں سمجھ میں آ گیا تھا۔ موصوف شاید نواب صاحب کے ہاں پلے بڑھے تھے اور غالباً بچپن ہی سے دلنشیں کے عاشق تھے لیکن دلنشیں کے رویّے سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ان سے... ذرا بھی متاثر نہیں ہے، ورنہ ان کے گال پر ایسا کرارا تھپّڑ نہ لگاتی اور وہ بھی سب کے سامنے۔ وہ سفر کر رہی تھی لیکن گرنے سے اُسے خاصی چوٹ لگی تھی، جس کا اظہار ہو رہا تھا۔

پتھریلا چٹانی راستہ واقعی جان لیوا تھا۔ آنکھیں بند کر کے ہی اُسے نظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ یہ سمجھ لیا کہ زندگی کا سفر انہی چٹانوں سے گزر کر کیا جائے گا، اس لیے سفر کرتے رہے اور جب یہ علاقہ ختم ہُوا تو سب زمین پر بیٹھ گئے۔ کسی میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ اس نئی جگہ کا جائزہ ہی لے لے۔ یہ تھکن کئی گھنٹوں میں اُتری۔ رات ہو گئی تھی، اس لیے مناظر نگاہوں سے اوجھل تھے۔ دوسری صُبح ہی ہوش آیا۔ ضروریات سے فارغ ہو کر دوبارہ سفر شروع کر دیا گیا۔

اُسی رات مَیں نے سائیکا مائیکر سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کی اور رابطہ قائم ہو جانے پر مَیں نے اُس سے اس کی خیریت پوچھی۔ وہ کہنے لگی۔

"علی! اگر تم ساتھ ہوتے تو شاید یہ سفر اتنا زیادہ دُشوار محسوس نہیں ہوتا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم نے ہم سے دُوری کیوں اختیار کر رکھی ہے، اس سے کیا نتائج حاصل ہو رہے ہیں؟"

"مَیں خود بھی اس بارے میں غور کر رہا ہُوں سائیکا، میرا خیال ہے کچھ وقت اور گزار لو۔ ہمیں یہ اطمینان ہو جائے کہ کوئی ان راستوں پر ہمارا نگران نہیں ہے تو اس کے بعد مَیں آگے کا سفر تمھارے ساتھ ہی کروں گا۔" یہ کہہ کر مَیں نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس رات مَیں نے تمام صُورتِ حالات کے بارے میں بہت غور و فکر کیا تھا۔ لائن آف کرونل سے ہٹ کر ہم نے جو طریقۂ سفر اختیار کیا تھا، وہ یقیناً ایک طرح سے سود مند تھا لیکن اس سفر میں جس قدر بیزاری اور بوریت ہو رہی تھی، وہ ناقابلِ برداشت تھی۔

دوسری صُبح مزدوروں میں سے دو مزدور بیمار ہو گئے، غالباً اُنھیں کسی زہریلی مکھّی نے کاٹ لیا تھا کیونکہ اُن کے جسم متورّم ہو گئے تھے اور وہ پریشان نظر آ رہے تھے۔ ان کی وجہ سے سفر ملتوی کر دیا گیا اور کسی ایسی جگہ کی تلاش شروع کی گئی، جہاں کسی قدر سکون سے وقت بسر کیا جا سکے۔

بائیں سمت تقریباً چھ فرلانگ کے بعد نخلستان کا سا شُبہ ہُوا اور ہم اس سمت بڑھتے گئے لیکن راستے کے نقشوں کو ذہن میں رکھا گیا تھا، تاکہ بھٹک نہ جائیں۔ یہاں ایک چھوٹا سا چشمہ نظر آ رہا تھا لیکن اُس کا پانی گرم تھا۔ غسل کرنے سے طبیعت کافی حد تک بحال ہو گئی لیکن گرم پانی، پینے کے لیے قطعی غیر مناسب تھا۔ مجبوراً اپنے پاس موجودہ ذخائر سے کام چلایا گیا۔

نواب سراج الدین کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ مزدوروں کی تیمارداری بھی وہ کر رہے تھے اور اپنے طور پر ان کے علاج کے لیے کوشاں تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کے چہرے پر تشویش کے آثار پائے جاتے تھے۔ مَیں نے اُن کی یہ کیفیت دیکھی تو ان کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے؟ آپ کچھ پریشان محسوس ہو رہے ہیں نواب صاحب؟" مَیں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔

"ہاں، شاید میں پریشان ہُوں۔ افریقہ کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل تھیں مجھے لیکن پتا نہیں کہیں تم نے غلط سمت اختیار کی ہے یا پھر تقدیر میرا ساتھ نہیں دے رہی۔ ابھی تک ان علاقوں میں نہیں پہنچ سکا ہُوں، جہاں میرا مقصد حل ہو سکتا تھا۔"

"جڑی بوٹیوں پر تحقیقات بلاشُبہ ایک اچھا عمل ہے نواب صاحب! لیکن آپ یہ سوچ لیجیے کہ اس میں نہ صرف آپ کو بلکہ آپ کی بیٹی اور سیکرٹری اور ان مزدوروں کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ یا تو آپ نے صحیح راستوں کا تعین نہیں کیا یا پھر آپ کی معلومات میں کوئی سقم ہے۔"

نواب صاحب پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگے پھر بولے۔

"بہرحال، مَیں نے ایک فیصلہ کیا ہے مسٹر ٹونی، وہ یہ کہ مَیں مزید دس دن اپنے مقصد کی تلاش میں صرف کروں گا اور اگر ان دس دنوں میں بھی مجھے کامیابی نصیب نہ ہوئی تو پھر مَیں واپسی کا سفر شروع کر دوں گا۔ تم لوگوں کو تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے؟"

"آپ نے ہم سے چھ مہینے کا معاہدہ کیا تھا نواب صاحب! اگر آپ خود واپسی کا پروگرام بنائیں گے تو ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"ہاں، بس نہ جانے کیوں طبیعت پر ایک بیزاری سی طاری ہو گئی ہے۔ اگر ایک جھلک بھی نظر آ جاتی، اپنے مقصد کی کسی چیز کی، تو شاید میں اس قدر بددل نہ ہوتا۔ مَیں نے محسوس کیا ہے کہ دلنشیں بھی کچھ تھکی تھکی سی ہے۔ ویسے تو وہ یہاں آنے کی بے حد شوقین تھی اور اس نے اپنے طور پر بہت سے پروگرام بنائے تھے لیکن اب وہ خاصی بددل نظر آتی ہے۔"

مَیں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوپہر گزر رہی تھی اور ہم اپنے اپنے مشاغل سے فارغ ہونے کے بعد آرام کے لیے لیٹ گئے تھے کہ دلنشیں میرے پاس سے گزری۔ مَیں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اُس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ نگاہوں میں غصّہ تھا۔ چند لمحے وہ مجھے دیکھتی رہی اور پھر نفرت سے گردن جھٹک کر آگے بڑھ گئی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اُس نے چند قدم دُور جانے کے بعد پلٹ کر مجھے دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ میرے قریب آ گئی۔

"تم سمجھتے کیا ہو خود کو؟" اُس نے کہا اور مَیں مُسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔

"تشریف رکھیے مس دلنشیں۔" مَیں نے انگریزی میں کہا۔

"جی نہیں، مَیں آپ کے پاس تشریف رکھنے نہیں آئی۔ مَیں تمھاری اس مُسکراہٹ کی وجہ جاننا چاہتی ہُوں، مجھے دیکھ کر تم اس انداز میں مُسکراتے ہو جیسے مجھ پر طنز کر رہے ہو، مجھے کوئی اہمیت نہیں دیتے ہو۔ بولو، کیا سمجھتے ہو تم خود کو؟"

"اگر آپ تشریف رکھیں تو یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے۔" مَیں نے اُردو میں کہا اور وہ ایک دم چونک پڑی۔

"کک... کیا کہا تم نے... کیا کہا؟"

"مَیں نے عرض کیا کہ آپ تشریف رکھیں۔" اس بار پھر مَیں نے انگریزی میں کہا۔

"تم... تم اردو بولے تھے؟"

"جی نہیں، آپ کو غلط فہمی ہُوئی۔ مَیں اردو نہیں جانتا۔" مَیں نے کہا۔

"کیا تم مجھے پاگل سمجھتے ہو یا پاگل بنانے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"اگر آپ تشریف رکھیں تو ذرا تفصیلی گفتگو ہو۔" اس بار پھر مَیں نے اردو میں کہا اور اُس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

وہ چند لمحے چکراتے ہوئے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہی اور پھر بولی "کیا تم جادوگر ہو؟ یا کوئی بہت ہی چالاک و شاطر آدمی اور مجھے احمق بنا رہے ہو۔ کیا یہ جملے تم نے اردو میں ادا نہیں کیے؟"

میں ہنس پڑا۔ "چلیے آپ ہی کی بات درست سہی۔" مَیں نے اردو ہی میں کہا۔ "تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس سے میری چالاکی یا میرا شاطر ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے؟"

"اوہ... تم تو... تم تو بالکل اہلِ زبان کی طرح اردو بول رہے ہو۔"

"مَیں نے آپ سے پہلے بھی اردو بولنے کی کوشش کی تھی اور آپ مجھے نظر انداز کر کے چلی گئی تھیں۔"

"کب... کب؟"

"اسکیٹنگ فیلڈ کی بات کر رہا ہُوں۔ اُس وقت جب میں نیچے سے گزر رہا تھا اور آپ اُوپر سے پھسلتی ہوئی آ رہی تھیں اور مجھ سے ٹکرا گئی تھیں۔"

"کیا...؟" دلنشیں کی آنکھیں متحیّرانہ انداز میں پھیل گئیں۔ اُس نے بغور مجھے دیکھتے ہوئے کہا "لیکن تم... تم وہ تو نہیں ہو؟"

"میں وہی ہُوں مس دلنشیں۔" مَیں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن تمھارا یہ بدلا ہُوا چہرہ؟"

"آپ اسے میک اپ کہہ سکتی ہیں۔"

"ہُوں، تو یہ بات ہے؟"

"کیا؟" میں نے متحیّرانہ انداز میں کہا۔

وہ مجھے گھورتی رہی پھر آہستہ سے بولی "سُنو! اگر تم میرے لیے اپنے دل میں کوئی خاص تصوّر رکھتے ہو تو اُسے دل سے نکال دو، مَیں کسی اور قسم کی لڑکی ہُوں۔ میری فطرت میں مردانگی ہے۔ میں دوستی کی قائل ضرور ہُوں لیکن اس انداز میں نہیں، جیسے کہ مرد کسی لڑکی سے توقع رکھتے ہیں۔"

"آپ غلط کہہ رہی ہیں مس دلنشیں۔ بہرحال، آپ ایک لڑکی ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ مَیں ثابت کر سکتی ہُوں کہ میں ایک مختلف لڑکی ہُوں۔ تم نے بلا وجہ میرے لیے یہ طریقۂ کار اختیار کیا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اب کر ہی لیا ہے تو رہنے دیجیے کسی سے تذکرہ مت کیجیے گا۔"

"ہوں، اپنا اصل چہرہ دکھاؤ۔" وہ بولی اور میں نے مصنوعی چیزیں اُتار کر ہاتھ پر رکھ لیں۔ وہ مجھے دیکھتی رہی پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی "تم واقعی عجیب آدمی ہو۔ ڈیڈی سوچ بھی نہیں سکتے کہ اُن کا کوئی ہم وطن اُن کے ساتھ ہے۔ ارے ہاں سنو! تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟"

"اب اتنی ساری تفصیلات جانے دیجیے، یوں سمجھ لیجیے کہ آوارہ گرد ہوں۔ زندگی مختلف ممالک میں گزاری ہے اور ان دنوں افریقہ کی سیاحت کر رہا ہوں۔"

"مفلس آدمی ہو؟"

"جی ہاں، اگر مفلس نہ ہوتا تو مزدوری کیوں کرتا؟"

"مزدوری! میں تو سمجھتی ہوں کہ تم نے یہ تمام حرکت میرے لیے کی ہے۔"

"چلیے، یونہی سہی۔"

"ٹھیک ہے، میں کسی سے تذکرہ نہیں کروں گی لیکن سنو! میں جو کچھ کہہ چکی ہوں، وہ ایک حقیقت ہے۔ میری طرف سے کبھی کسی لیک کی گنجائش کا تصور مت رکھنا۔ میں تمہاری دوست تو بن سکتی ہوں، محبوب نہیں۔"

"دوستی بھی کیا بری ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی مسکرانے لگی۔

"اب اپنا چہرہ درست کر لو، ورنہ خواہ مخواہ لوگوں کی نگاہوں کا نشانہ بن جاؤ گے، ڈیڈی پتا نہیں تمہارے بارے میں کیا سوچیں گے اور یہ طاہر... یہ تو انتہائی احمق آدمی ہے۔ ہر اس شخص پر شبہ کرنے لگتا ہے جس سے میں ذرا بھی یگانگت سے پیش آتی ہوں۔"

"طاہر سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟"

"جوتے کا رشتہ ہے۔ جب بھی اس کے دماغ میں خناس سوار ہوتا ہے، میں اس کے چند جوتے لگا دیتی ہوں۔ اب تم خود ہی سوچو، تا فضول قسم کی حرکتیں کرنا کیا زندگی کے لیے اتنا ہی ضروری ہے، بھئی ہم ساتھی اور دوستوں کی حیثیت سے بھی وقت گزار سکتے ہیں۔"

"ہاں، یقیناً" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ دلنشیں سے یہ دوستی کس قدر دلچسپ ثابت ہوئی تھی۔

وہ کہنے لگی "اگر تم انسان بن کر میرے ساتھ پیش آؤ تو میری یہ بیزاری دور ہو سکتی ہے۔"

"کوشش کروں گا مس دلنشیں کہ آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو" میں نے جواب دیا۔

کافی دیر تک ہم ساتھ بیٹھے رہے، مزدوروں کی حالت کچھ بہتر ہو گئی تھی۔ لوگوں نے آگے بڑھنے کے لیے کہا تو نواب سراج الدین صاحب سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ یہ جگہ اتنی دلکش بھی نہیں تھی کہ یہاں بہت زیادہ وقت گزارا جا سکے۔ پانی یہاں سے ساتھ لے لیا گیا تھا۔ تھوڑی بہت دیر بعد وہ ٹھنڈا ہو ہی جاتا۔ یہ اندازہ نہیں تھا ہمیں کہ اس کی ماہیت کیا ہے اور وہ گرم کیوں ہے۔ خیال یہی تھا کہ نیچے شاید گندھک کے پہاڑ ہیں، جن کی وجہ سے پانی گرم ہے لیکن ایسا پانی مضرِ صحت نہیں ہو سکتا تھا۔

رات گئے ہم ایک بہتر علاقے میں پہنچ چکے تھے اور یہاں سے سامنے ہی گھنے جنگلات کا سلسلہ نظر آ رہا تھا، جسے دیکھ کر نواب سراج الدین کی آنکھیں فرطِ مسرت سے چمک اُٹھیں۔

"میرا خیال ہے، میری دعا پوری ہو گئی۔ اس علاقے سے یقیناً مجھے کچھ نہ کچھ حاصل ہو سکے گا۔ مجھے ایسے ہی کسی علاقے کی تلاش تھی۔"

نواب صاحب کی بات پر میں نے بھی خوشی کا اظہار کیا تھا اور نواب صاحب اپنے طور پر تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ دلنشیں کا رویہ اب میرے ساتھ کافی نرم ہو گیا تھا۔ وہ مجھ سے نرمی سے گفتگو کرتی تھی اور اس کی پیشانی کی شکنیں دور ہو گئی تھیں۔ بالآخر ہم گھنے جنگلات میں داخل ہو گئے اور یہاں آ کر پہلی بار احساس ہوا کہ ہم روایتی افریقہ میں ہیں۔ جنگل میں سب کچھ موجود تھا اور اب تک سفر میں صرف انہی چیزوں کا خیال رکھنا پڑا تھا، جو بیرونی طور پر مضر ثابت ہو سکتی تھیں لیکن اب ہمارا واسطہ جنگلی درندوں سے بھی تھا۔ نواب سراج الدین اس سلسلے میں یا تو پہلے سے تربیت یافتہ تھے یا پھر انھوں نے افریقی جنگلوں کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں اور ان کے تحت عمل کر رہے تھے۔ چنانچہ جنگل کے ابتدائی حصّے میں ایک ایسی جگہ حصار قائم کیا گیا، جو درختوں کے درمیان ضرور تھی لیکن قدرے محفوظ تھی۔ افریقی مزدور جن میں میں بھی شامل تھا، درختوں کی شاخوں اور موٹی موٹی ٹہنیوں کو دھاردار چیزوں سے کاٹ کاٹ کر جمع کرنے لگے اور پھر ان کا احاطہ قائم کیا جانے لگا۔ گویا یہ جگہ ہیڈ کوارٹر کے طور پر منتخب کر لی گئی تھی اور یہاں رہ کر سراج الدین صاحب جنگلوں میں اپنی تلاش کے سلسلے میں کارروائی کرنا چاہتے تھے۔ میں یہ تمام کام خود بھی کر رہا تھا لیکن یہاں آنے کے بعد میں نے سوچا تھا کہ اب ان لوگوں کے ساتھ قیام ممکن نہیں ہے۔ سراج الدین صاحب کا مقصد تو پورا ہو گیا تھا اور کسی حد تک میرا بھی۔ کیونکہ میں تو صرف یہی اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اس علاقے میں سفر کرتے ہوئے کسی کی خصوصی نگاہ تو مجھ پر نہیں ہے لیکن نہ تو سائیکا مائیلر کی طرف سے ایسی کوئی اطلاع موصول ہوئی تھی اور نہ ہی اب تک میں نے کوئی پُراسرار بات دیکھی یا محسوس کی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ افریقہ کے اس حصّے میں داخل ہونے والوں پر گہری نگاہ نہیں رکھی جاتی۔

حصار تیار کرنے میں، میں نے بھی دوسرے لوگوں کی پوری پوری مدد کی تھی اور حقِ نمک ادا کیا تھا۔ اس رات جب میں نے ٹرانسمیٹر پر سائیکا سے رابطہ قائم کیا اور جونہی میرا رابطہ قائم ہوا، سائیکا نے فوراً ہی کہا "ہیلو علی! تم خیریت سے تو ہو، نا؟" اس جملے اور سائیکا کے انداز نے مجھے چونکا دیا تھا۔

"ہاں سائیکا! کیوں خیریت؟ تم کچھ پریشان محسوس ہو رہی ہو؟"

"نہیں علی، پریشان نہیں ہوں۔ ایک واقعہ پیش آیا ہے اور تمہاری ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

"کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں... نہیں۔ خطرہ بالکل نہیں ہے۔ کیا تم ان لوگوں کو چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لیے میرے پاس آ سکتے ہو؟"

"کس سمت ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہماری نگاہ مسلسل تم لوگوں پر ہے۔ تم اس وقت جنگل کے ابتدائی حصّے میں ہو، نا۔ ہم جنگل میں نہیں داخل ہوئے۔ جس جگہ تم نے کیمپ لگایا ہے اگر وہاں سے جنوبی سمت دیکھو تو تمھیں سیاہ رنگ کی کچھ چٹانیں نظر آئیں گی۔ خاص طور سے وہ چٹان، جس کے اوپری حصّے پر سفید لکیر سی بنی ہوئی ہے۔ ہم اس کے عقب میں موجود ہیں۔" سائیکا مائیلر نے جواب دیا۔

میں نے دن کی روشنی میں اس چٹان کو دیکھا تھا اور خاص طور سے اس لیے اس کی طرف متوجہ ہوا تھا کہ اس کے اوپری حصّے میں سفید لکیر بالکل سیدھی اور نمایاں تھی اور یوں لگتی تھی، جیسے وہ انسانی ہاتھوں کا کارنامہ ہو۔ چنانچہ میں نے سائیکا مائیلر سے کہا کہ آدھی رات کے قریب میں اس کے پاس پہنچوں گا۔ کوئی جلدی تو نہیں ہے، جس پر سائیکا مائیلر نے جواب دیا کہ نہیں، وہ انتظار کرے گی۔

میں نے نواب سراج الدین کے ساتھ اس سفر کے دوران اچھا وقت گزارا تھا اور نواب صاحب کا رویہ میرے ساتھ نہایت مناسب رہا تھا اور اب میرا یہ خیال تھا کہ واپس نواب صاحب کے پاس نہیں آؤں گا۔ کیونکہ فی الحال ان کا سفر رک گیا تھا اور نئی سرگرمیاں شروع ہو گئی تھیں، جو میرے لیے قطعاً دلچسپی کا باعث نہیں تھیں۔

دلنشیں سے تھوڑی دیر تک گپ شپ رہی۔ وہ میری دوستی سے خوش نظر آتی تھی اور میرے بارے میں بہت سے خیالات کا اظہار کر چکی تھی۔

رات کو جب سب لوگ حصار کے اندر محفوظ ہو کر آرام کرنے لیٹ گئے اور صرف دو آدمی جنگلی درندوں سے حفاظت کی خاطر پہرا دینے لگے تو میں خاموشی سے ایک منتخب جگہ سے باہر نکل آیا۔ رات کی تاریکیوں میں سیاہ چٹان کی طرف میرا سفر انتہائی خطرناک تھا لیکن میں محتاط ہو کر اس طرف چل پڑا۔ تاریکی میں اس دشوار گزار سفر کو طے کرنا بے حد مشکل تھا۔ درندوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ان میں شیر کی دہاڑ بھی شامل ہوتی تھی لیکن کسی نہ کسی طرح میں اندازے کی بنا پر سیاہ چٹان کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر اس کے عقب سے مجھے سائیکا مائیلر کا اشارہ بھی موصول ہو گیا۔ سائیکا مائیلر نے چٹان کے سامنے کے حصّے میں میرا استقبال کیا تھا اور تیزی سے چلتی ہوئی میرے قریب پہنچ گئی تھی۔

"میں اندازہ لگا چکی تھی کہ یہ تم ہی ہو سکتے ہو۔ میں نے دور سے تمہارا ہیولا دیکھ لیا تھا اور تمہارے اطراف کی نگرانی کر رہی تھی۔"

"اطراف کی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، علاقہ بہت خطرناک ہے۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر قبل ہی ادھر سے شیر کو گزرتے دیکھا تھا۔" سائیکا مائیلر کے لہجے میں ہلکی سی لرزش تھی۔

ہم چٹان کے دوسری جانب پہنچ گئے۔ یہاں میں نے سائیکا مائیلر کے ساتھیوں کو مستعد دیکھا۔ انھوں نے آگ نہیں روشن کی تھی لیکن تاریکی میں وہ ہتھیاروں سے مسلح چاروں سمت موجود تھے اور یوں لگتا تھا، جیسے وہ باقاعدہ کسی دشمن کی آمد کے منتظر ہوں۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے سائیکا مائیلر کو دیکھا اور کہا "تمہارے لیے تو یہ سفر خاصا کٹھن ہے، مس مائیلر۔ میرا خیال ہے اس سے قبل تم نے کبھی افریقہ کے جنگلات کا رخ نہیں کیا۔"

"یقیناً، اب تک میں اور میرے ساتھی، شہری آبادیوں میں ہر طرح کے ہنگامے کرتے رہے ہیں لیکن جنگل کی یہ زندگی ہمارے لیے بالکل اجنبی ہے۔"

"اور پریشان کن بھی ہو گی؟" میں نے کہا۔

"شاید تم اس پر یقین نہ کرو علی کہ یہ سب یہاں کی اس مہم جو زندگی سے بہت خوش ہیں اور اپنے طور پر اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔"

"کیا واقعی؟"

"ہاں، مجھے خود بھی امید نہیں تھی کیونکہ اب تک ہمارا سفر انتہائی دشوار حالات میں کٹا ہے۔ ہمیں ہر لمحہ محتاط رہنا پڑا ہے۔ اس دشمن سے بھی، جس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں، جنگل کی پُراسرار زندگی سے بھی اور جنگلی درندوں سے بھی لیکن علی، اگر تم اس بات کی داد نہ دو تو یہ زیادتی ہو گی کہ میں نے افریقہ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے وہ سارے انتظامات کر لیے تھے، جو ہمارے لیے ضروری ہو سکتے تھے اور ان انتظامات سے میں پورا پورا فائدہ اٹھا رہی ہوں۔ آؤ اس طرف آ جاؤ۔ وہ جگہ میں نے اپنے لیے منتخب کی ہے" سائیکا نے ایک طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

ایک حصّے میں ایک چٹان بالکل کھو کھلی تھی، جسے صاف ستھرا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گز کے سائیکا نے اپنے آرام کے لیے منتخب کیا تھا اور نیچے بستر نما چیز بچھائی تھی۔ میں چٹان کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور سائیکا بھی میرے قریب بیٹھ گئی۔

”سب سے پہلے میں اس عجیب واقعے کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں، جس کے لیے تم مجھ سے ملنے کو بے چین تھیں؟“

”بتاؤں گی... بتاؤں گی اس بارے میں بھی، یہ بتاؤ کچھ پتہ لگے؟ میں اس گروہ میں تمھاری حیثیت کا اندازہ لگا چکی ہوں، میرا خیال ہے، تم ایک مزدور کی حیثیت سے اُن کے درمیان شامل تھے، کیا اس سلسلے میں تمھیں بہت سی پریشانیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہوگا؟“

”نہیں، کوئی خاص پریشانی نہیں سائیکا، بلکہ ہمارے ابتدائی سفر کا یہ مرحلہ زیادہ بہتر رہا۔ اس طرح کم از کم ہمیں یہ اندازہ تو ہو گیا کہ کوئی ہمارے تعاقب میں تو نہیں ہے یا کوئی ہماری نگرانی تو نہیں کر رہا۔ گولڈین کی موت کے بعد مجھے اس بات کا شبہ تھا کہ ممکن ہے کچھ لوگوں کی نگاہوں میں ہم آگئے ہوں اور وہ سفر کے دوران ہمارا تعاقب کریں لیکن میرا خیال ہے، اب تک ایسا نہیں ہوا ہے۔ کیا تم نے ایسی کوئی بات محسوس کی؟“

”نہیں، بالکل نہیں۔ بہرطور، اگر تم کچھ پینے کی خواہش نہیں رکھتے علی! تو پھر آؤ میں تمھیں وہ چیز دکھاؤں، جس کے لیے میں نے تمھیں اس وقت یہاں زحمت دی ہے۔“ سائیکا نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔

میں متجسس انداز میں اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا تھا۔ تقریباً دس گز کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک اور چٹان کے قریب پہنچ گئی۔ یہاں ریڈ پنتھرز کے سامان کا انبار موجود تھا۔ سائیکا نے اس میں سے ایک طاقت ور بیٹری لیمپ اُٹھایا اور ایک چٹان کے عقب میں پہنچ گئی۔ یہاں ایک غار کا سوراخ نظر آ رہا تھا۔ ان عام قسم کی چٹانوں میں کوئی غار بھی ہوگا، اس کا اندازہ کم از کم دُور سے دیکھنے پر نہیں ہوتا تھا۔

میں سائیکا کے ساتھ اس غار میں داخل ہوگیا، بہت ہی چھوٹا سا غار تھا جو چٹان کے نچلے حصّے کے کھوکھلے ہو جانے سے بن گیا تھا۔ یہاں پر ایک بستر پڑا ہُوا تھا اور اس بستر پر ایک انسانی بدن موجود تھا۔ سائیکا نے لیمپ اس کے سرہانے رکھ دیا۔ وہ ساکت و جامد تھا، بُری طرح اُلجھے ہوئے بال، بڑھی ہوئی داڑھی، بوسیدہ لباس اور نچلے جسم کی بہت بُری حالت۔ ایک ٹانگ گھٹنے کے پاس سے غائب تھی، دوسری شدید زخمی نظر آ رہی تھی۔ اس پر کپڑے کی پٹیاں کس کس کر باندھ دی گئی تھیں۔ داہنا بازو بھی شدید زخمی تھا۔ میں بُری طرح چونک پڑا۔

”یہ... یہ کون ہے؟ کیا تمھارا کوئی ساتھی؟“ میں نے سوال کیا اور لیمپ لے کر اس کے چہرے پر جُھک گیا۔ دوسرے ہی لمحے مجھے احساس ہُوا کہ اس بدن میں تنفس نہیں ہے۔

سائیکا اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ میں نے پھر اس سے اس بارے میں سوال کیا تو وہ بولی۔ ”نہیں علی! یہ میرا ساتھی نہیں ہے بلکہ ہم نے یہیں اسی غار میں اسے دریافت کیا ہے۔ اس کی کراہیں ہمیں سُنائی دیں تو ہم اس کی جانب متوجہ ہوئے اور اس کے بعد یہ تقریباً چھ یا سات منٹ تک ہمارے سامنے زندہ رہا۔ پانی پلانا اس کے لیے موت کا سبب بن گیا۔ یہ پانی مانگ رہا تھا۔ چلّا رہا تھا۔“

میں نے متجبانہ انداز میں اس مُردہ شخص کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ لباس بوسیدہ ضرور تھا لیکن جدید طرز کا تھا۔ چہرہ بھی کسی یورپی نسل کے باشندے ہی کا معلوم ہوتا تھا۔ خدوخال اچھے تھے اور عمر چالیس بیالیس سال کے قریب تھی۔

”یوں لگتا ہے جیسے کسی جنگلی جانور نے اس کی یہ ٹانگ چبا ڈالی ہو لیکن ایسا جانور جو زندہ چھوڑ دے، بھیڑیا ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے پاس خالی پستول بھی ملا ہے، کارتوس ایک بھی نہیں تھا۔ میں اس کے سامان کی تلاشی لے چکی ہوں۔“

”سامان؟“

”ہاں، یہ دیکھو، یہ اس کا سامان موجود ہے۔“ سائیکا نے کہا اور ایک چھوٹا سا بریف کیس جو بھورے رنگ کا تھا، غار ہی کے ایک حصّے سے نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔ ”اس طرح کھانے پینے کی کچھ چیزیں، پانی کی خالی بوتل اور ایسا ہی کچھ کار آمد سامان موجود تھا، جو تمھارے لیے قابلِ توجہ نہیں ہوگا لیکن اس بریف کیس میں بہت کچھ ہے۔“ اس نے بریف کیس کھول دیا۔ بریف کیس میں بادامی رنگ کے کور کی ایک فائل رکھی ہوئی تھی، ایک چھوٹا سا کیمرا، حرارت پیما اور چند چھوٹے چھوٹے سیاہ رنگ کے بکس بھی تھے، جن کے اُوپر ڈائل اور سُوئیاں لگی ہوئی تھیں۔ ممکن ہے، یہ ڈائنا مائیٹ یا ٹائم بم ٹائپ کی چیز ہو لیکن ان کا حجم بہت چھوٹا تھا۔ میں نے پُرتجسس نگاہوں سے سائیکا مائیلر کو دیکھا اور پھر فائل اُٹھا لی۔

”کیا تم اس کا جائزہ لے چکی ہو؟“

”ہاں، یہ لائن آف کروزل ہی سے متعلق ہے!“

میں نے ایک متجسس نگاہ بستر پر پڑی ہوئی لاش پر ڈالی اور پھر فائل روشنی کے نزدیک کر کے بیٹھ گیا۔ فائل میں جو کاغذ لگے ہوئے تھے، وہ اشاراتی زبان میں تھے۔ ابتدائی حصّے میں جو ایک فل اسکیپ سائز کا کاغذ لگا ہُوا تھا، اس پر انگریزی ٹائپ میں ایک تحریر تھی، جس میں کسی جیک کروشر کو ہدایات جاری کی گئی تھیں۔ جیک کروشر سے کہا گیا تھا کہ اس فائل کو وہ متعلقہ اشیا کے ساتھ لائن آف کروزل لے جائے اور مائیکرو پوائنٹ نمبر تین پر پہنچ کر متعلقہ افراد سے ملے۔ فائل کے ساتھ جو اور چیزیں اسے دی جا رہی ہیں، یہ بھی اُنھی افراد تک بہ احتیاط پہنچانا ہیں اور یہ کام اُسے بہ حُسن و خوبی انجام دینا ہے۔ اس کے بعد چند نام لکھے گئے تھے، جن سے جیک کروشر کو ملاقات کرنا تھی۔ بریف کیس کی اُوپری جیب سے ایک اور کاغذ برآمد ہُوا جس میں لائن آف کروزل کے مائیکرو پوائنٹ نمبر تین تک کے نقشے ترتیب دیے گئے تھے۔ یہ نقشے بڑی مہارت سے علاقوں کی نشاندہی کرتے ہوئے بنائے گئے تھے۔ اشاراتی زبان میں جو تحریریں موجود تھیں، اُنھیں نہ سائیکا مائیلر سمجھ سکی تھی اور نہ ہی میں اُن سے کوئی اندازہ لگا سکا، ہاں اُن میں جگہ جگہ انگریزی میں کچھ فقرے لکھے ہوئے تھے، جن سے اُن کے بارے میں اندازہ ہوتا تھا کہ کچھ خاص جگہوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

سائیکا مائیلر نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ ”ان فقروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن جگہوں کی نشاندہی کی گئی ہے علی! یہ وہ اسلحہ ساز فیکٹریاں ہیں، جو سنہ لوں کے سرمائے سے تعمیر ہوئی ہیں اور اب اس بات میں کوئی شک و شُبہ نہیں ہے کہ اسٹیفن براگوڈا ان علاقوں میں اپنا جال مضبوط کرنے میں مصروف ہے لیکن علی کیا ضروری ہے کہ ہم براہِ راست براگوڈا تک ہی پہنچنے کی کوشش کریں؟ ہم ان سازشوں کو سازش ہی کے ذریعے بھی تو ناکام بنا سکتے ہیں؟“

میں نے سائیکا مائیلر کی طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔

”کیوں؟ کیا تم مجھ سے متفق نہیں ہو؟“

”نہیں سائیکا، یہ بات نہیں ہے بلکہ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم بلاشبہ انتہائی ذہین لڑکی ہو۔ تمھارا یہ آئیڈیا غلط نہیں ہے۔ اسٹیفن براگوڈا تک اگر ہم اتفاقیہ طور پر جا پہنچیں تو یہی ہو سکتا ہے کہ اسے ختم کرنے کی کوشش کریں لیکن اس تک پہنچنے سے پہلے بھی تو بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔“

”بالکل علی۔ میں تمھاری اس حرکت سے متفق نہیں ہُوں کہ تم اس پارٹی کے ساتھ لگے ہوئے ہو۔“

”میں نے ان کی ملازمت سے استعفا دے دیا ہے سائیکا۔“

”کیا مطلب، کیا اب تم وہاں نہیں جاؤ گے؟“

”ہاں، اب وہاں جانے سے کوئی فائدہ نہیں۔“

”گڈ! اس کا مطلب ہے کہ اب زیادہ لطف آئے گا۔“ سائیکا نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

”کیوں؟ تم پھر ہنس پڑے؟“ وہ مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

”نہیں ڈیئر! کوئی خاص بات نہیں ہے بلکہ جو تجویز میرے ذہن میں آئی ہے، اس پر غور کرتے ہوئے مجھے پھر ہنسی آگئی ہے کہ بد قسمتی سے میرے اور تمھارے ستارے بہت دیر تک یکجا نہیں رہتے۔ ہمیں ایک بار پھر ایک دوسرے سے الگ ہونا ہے۔“

سائیکا اُوپری ہونٹ بھینچے مجھے دیکھتی رہی پھر سرد لہجے میں بولی۔ ”علی! جو کچھ میں کہنا چاہتی ہُوں، وہ نہیں کہوں گی کیونکہ میں جانتی ہُوں، اس سے تمھارا موڈ خراب ہو جائے گا۔“

”چلو وعدہ، موڈ خراب نہیں ہوگا، اگر ایسی کوئی بات ہو تو آئندہ احتیاط کر لینا۔“

”تم سمجھتے ہو علی کہ میں اپنے خاص جذبات کے تحت تمھاری قربت چاہتی ہُوں۔ اب ایسا نہیں ہے علی! جب ایک بات کا علم ہو گیا ہے تو پھر حماقتیں کرنے سے کیا فائدہ! کیا دوستی کوئی مستحکم چیز نہیں ہوتی؟“

میں نے سائیکا مائیلر کے بازو پر ہاتھ رکھ کر اُسے آہستہ سے دباتے ہوئے کہا۔ ”سائیکا، بھروسا کرو، میرے ذہن کے کسی گوشے میں ایسی کوئی بات نہیں ہے اور یقین کرو کہ یہ الفاظ کہتے ہوئے میں نے اس انداز میں سوچا بھی نہیں تھا۔“

”نہ سوچنا علی۔ میں صاف ستھرے ذہن کی مالک ہُوں اور بہت زیادہ حماقتوں کا شکار نہیں ہوتی۔ بہرحال، جس طرح تم مناسب سمجھو، کارروائی کرو، کیا پروگرام ہے تمھارے ذہن میں؟“

”تم نے ایک دلچسپ چیز دریافت کی ہے سائیکا مائیلر! جیک کروشر نامی یہ شخص یقینی طور پر ان لوگوں سے متعلق ہوگا... جو لائن آف کروزل کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں، اگر میں اس کی حیثیت اختیار کروں تو بہت سے انکشافات ہو سکتے ہیں، جن راستوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور جس جگہ کو مائیکرو پوائنٹ نمبر تین کہا گیا ہے، ممکن ہے وہاں سے ہمیں مزید مفید معلومات حاصل ہو سکیں۔ میں سمجھتا ہُوں کہ اس موقع سے فائدہ نہ اُٹھانا حماقت ہے۔“

”مگر تم اس شخص کی حیثیت کیسے اختیار کرو گے؟“

”میک اَپ، کیا تمھارے پاس میک اَپ کا سامان نہیں ہے؟“

”کیوں نہیں، جو چیزیں تم نے مجھے بتائی تھیں، وہ سب میں نے تمھاری ہدایت کے مطابق اپنے ساتھ رکھی ہیں۔“

”تو پھر اس سلسلے میں مزید کیا دقت ہو سکتی ہے؟“

”میرا مطلب ہے کہ نہ معلوم اس شخص کی کیا حیثیت ہو، نہ جانے کون کون اس کا شناسا ہو، ان تمام اُلجھنوں سے کیسے نمٹو گے؟“

”کچھ نہ کچھ کر ہی لیا جائے گا ڈیئر۔ اس موقع سے فائدہ اُٹھانا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ضروری ہے۔"

سائیکا مائیلر کچھ دیر تک سوچتی رہی، پھر ہنس پڑی "اس کا مطلب ہے کہ پھر وہی تنہائی اور وہی صحرا گردی، جس میں دلچسپی کی کوئی صُورت نہیں۔"

"کمال کی بات ہے! تم سے تو تمہارے ساتھی بہتر جا رہے ہیں کہ وہ خود کو ایک مہم جُو سمجھتے ہیں، تم نے پتا نہیں کیوں خود پر بیزاری طاری کر لی ہے۔"

"نہیں... نہیں، ایسی بات نہیں ہے، مَیں تو مذاق کر رہی تھی۔ ایلی اکثر تمہارے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرتی رہتی ہے، اس وقت بھی اس کا دھیان ہماری طرف ہی ہوگا۔ وہ سوچ رہی ہوگی کہ تمہارا یہ نرم رویّہ کہیں مجھ سے دلچسپی کا باعث تو نہیں ہے حالانکہ میں اُسے تھوڑی سی تفصیلات بتا چکی ہُوں۔"

"کیا بہتر یہ نہیں ہوگا سائیکا کہ تم دونوں خود کو عورت سمجھنا ہی چھوڑ دو؟"

"بہتر تو ہوگا لیکن ممکن نہیں ہے۔" سائیکا نے جواب دیا۔

میں ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ نواب سراج الدّین میری گُمشدگی سے پریشان ہو کر مجھے اطراف میں تلاش کرنے کی کوشش نہ کریں اور کہیں ان کے ساتھی یہاں تک نہ پہنچ جائیں۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ اس جگہ کو چھوڑ دیا جائے اور لائن آف کرونل کی جانب سفر کیا جائے۔

تقریباً صبح چار بجے تک ہم لوگ نقشوں پر غور کرتے رہے اور راستوں کے بارے میں اندازے لگانے کی کوشش کرتے رہے پھر مَیں نے سائیکا سے اپنا مقصد بیان کر دیا۔

سائیکا آہستہ سے بولی "فی الحال تو تم ہمارے ساتھ ہی سفر کرو گے نا، کسی مخصوص جگہ جا کر علیحدگی اختیار کر لینا، دن کی روشنی ہی میں باقی تمام کام آسانی سے ہو سکتے ہیں، ویسے اگر تم چاہو تو اس وقت ہم یہاں سے آگے بڑھ جائیں۔"

"تمہارے ساتھی سو رہے ہوں گے۔" مَیں نے کہا۔

"نہیں، وہ سب جفاکش انسان ہیں، اگر سو بھی رہے ہیں تو انھیں جاگ کر یہاں سے آگے بڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہوگی لیکن اس لاش کا کیا کیا جائے؟"

"اُسے یہاں چھوڑ دینا ہی زیادہ مناسب ہے۔ ظاہر ہے، اس سے زیادہ ہم اور کیا کر سکتے ہیں، اس کے لیے۔"

سائیکا مائیلر نے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دیں اور تھوڑی دیر بعد وہاں گہما گہمی ہو گئی۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد ہم لوگ روانگی کے لیے تیار تھے۔ ہمارا پروگرام یہی تھا کہ سورج نکلنے تک یہاں سے کافی آگے پہنچ جائیں اور اس کے بعد آرام سے کسی مناسب جگہ قیام کریں۔

سفر کافی تیز رفتاری سے کیا گیا اور ہم اس جگہ سے کافی دُور نکل آئے۔ پَو پھٹ رہی تھی اور ہم مسلسل آگے بڑھ رہے تھے۔ یہ ایک تنگ سی پہاڑی پگڈنڈی تھی، جو بلندی کی جانب جاتی تھی۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد ہم ایک بہت خوبصورت علاقے میں پہنچ گئے۔ چٹانوں کی دراڑوں میں اُگے ہوئے پودے پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔ شفاف پانی کی ندی پہاڑی نشیب و فراز میں چھینٹے اُڑاتی ہوئی گزر رہی تھی بے حد حسین منظر تھا چنانچہ یہی جگہ قیام کے لیے منتخب کر لی گئی اور یہاں ہم نے ڈیرا ڈال لیا۔ اب کم از کم اس بات کا اطمینان ہو گیا تھا کہ نواب سراج الدّین اتنے فاصلے تک مجھے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ سائیکا مائیلر نے ان حسین مناظر کو دیکھ کر ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر صبح کے ناشتے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئی۔ بہترین قسم کی کافی کے ساتھ چند چیزیں اُس نے میرے سامنے رکھیں اور خود بھی میرے ساتھ ہی بیٹھ کر ناشتا کرنے لگی۔

ناشتے کے دوران اُس نے کہا "درحقیقت انسان کی زندگی میں بہت سے حسین پہلو ہوتے ہیں بشرطیکہ وہی سب کچھ مل جائے جس کی اُسے طلب ہو۔ اب ایسے علاقوں کو دیکھ کر کس کا جی نہ چاہے گا کہ زندگی یہیں گزار دی جائے۔"

میں نے مُسکرا کر سائیکا کی طرف دیکھا اور بولا "زندگی کے راستے میں بے شمار حسین مقامات آتے ہیں سائیکا! مقام کو اپنی ضرورت سمجھ کر اس کی خاطر خود کو پابند تو نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ زندگی تحرّک کا نام ہے، جمود کا نہیں۔"

"یہ درست ہے لیکن وہ لوگ بھی تو ہوتے ہیں، جو کسی ایک مرکز پر خوش و خرّم ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔"

"ہاں، ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں لیکن حالات کے جبر کو زندگی کا جمود نہیں سمجھنا چاہیے۔"

"چھوڑو اس بحث کو، اب یہ بتاؤ کیا پروگرام ہے؟ آرام کریں؟"

"ہاں، رات تو برباد ہو ہی گئی، اب مناسب ہے کہ کچھ دیر آرام کر لیا جائے۔"

سائیکا نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کر دی اور اس کے بعد ہم یہاں نیند لینے کے لیے لیٹ گئے۔ شام کے تقریباً چار بجے تھے، جب میں جاگا۔ سائیکا کے ساتھی اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے تھے۔ کچھ ابھی تک سو رہے تھے۔ جو جاگ گئے تھے، وہ ندی کے پانی سے غسل کا لُطف اُٹھانے میں مصروف تھے۔ انھیں نے پکنک کا سا سماں باندھ دیا تھا۔ سائیکا بھی جاگ گئی تھی۔ وہ میرے قریب آ کھڑی ہوئی اور ان لوگوں کی خوش فعلیاں دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد اُس نے سنجیدگی سے کہا "کیا پروگرام ہے علی! آج ہی یہاں سے آگے بڑھنے کا ارادہ ہے یا رُکو گے؟"

"سائیکا! کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ یہ دن ہم یہیں گزار دیں اور دوسری تیاریاں مکمل کر لیں؟"

"جیسا تم مناسب سمجھو۔" سائیکا نے جواب دیا۔

مَیں نے اپنے ذہن کے گوشوں میں جیک کروشر کا چہرہ محفوظ رکھا تھا اور اس کا تمام سامان بھی ہمارے پاس تھا۔ اسی سامان سے اُس کی ایک تصویر بھی مل گئی تھی، جس کی مدد سے میں نے اپنے چہرے پر میک اَپ شروع کر دیا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹا اس کام میں صرف ہُوا پھر مَیں نے اپنی کارکردگی کا ناقدانہ انداز میں جائزہ لیا اور مطمئن ہو گیا۔ سائیکا نے بھی میرے کام کی تعریف کی اور اپنا اطمینان ظاہر کر دیا۔

باقی وقت ہم نے اسی موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے گزارا۔ آئندہ کے پروگرام پر تفصیلی گفتگو کی کہ کس انداز میں آگے بڑھنا ہے۔ مجھے سائیکا کے گروپ سے علیحدگی اختیار کر کے اپنا الگ سفر شروع کرنا تھا اور سائیکا کو حسبِ سابق میری نگرانی کرتے ہوئے آگے بڑھنا تھا۔ ہم نے یہ بھی طے کر لیا تھا کہ ایک دوسرے سے بہت زیادہ فاصلہ نہیں رکھیں گے تاکہ ایک دوسرے کی حرکات سے مکمل طور پر واقف رہیں اور کسی بھی خطرے پر فوری کارروائی کی جا سکے۔

رات گزر گئی اور دوسری صُبح میں اس تمام ساز و سامان کے ساتھ آگے بڑھ گیا جو جیک کروشر کا تھا۔ ایسی تمام چیزیں میں نے یہیں چھوڑ دی تھیں، جن سے میری شخصیت مشکوک ہو سکتی تھی۔ تنہا سفر کا آغاز ہو گیا۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ سائیکا دو گھنٹے کے بعد یہاں سے کوچ کرے گی اور میرے اور اس کے درمیان دو گھنٹے کا فاصلہ رہے گا۔

جیک کروشر کی حیثیت سے آگے بڑھتے ہوئے میرے ذہن میں نہ معلوم کیا کیا خیالات آ رہے تھے۔ اس وقت مَیں بلندی پر سفر کر رہا تھا۔ میرے اِردگرد اُونچی کھردری چوٹیاں سر اُٹھائے کھڑی تھیں۔ پہاڑوں میں کہیں کہیں ہموار وادیاں بھی تھیں، جو سبز گھاس کا تختہ معلوم ہوتی تھیں۔ ایک میدان میں چھوٹے چھوٹے ہرنوں کی ڈار چھلاوے کی طرح نگاہوں کے سامنے آئی اور غائب ہو گئی۔ ایک آبشار کی آواز پر میں نے قدم بڑھائے اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ ایک وسیع و عریض ندی چٹان پر سے گر کر ایک بہت بڑے تالاب میں جمع ہو رہی تھی۔ اس کے قریب ہی ایک بڑا سا غار تھا۔ دوپہر کا وقت تھا، سورج کی تمازت بڑھ گئی تھی۔ غار کے دہانے پر میں رُک گیا اور اس کے سامنے کے ریتلے فرش پر لیٹ گیا۔ ٹھنڈا ریتلا فرش بہت خوشگوار احساسات کا سبب ثابت ہُوا۔ اس مقام پر تھوڑی دیر سستانے کے بعد میں آگے چل پڑا۔

دو دن اسی طرح سفر کرتے ہوئے گزر گئے۔ اس دوران راستے کی دُشواری کے سوا کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ تیسرے دن جب سفر کرتے ہوتے شام قریب آ گئی تھی تو مجھے ایک آبادی نظر آئی۔ اس وقت مَیں اونچی نیچی پہاڑیوں کے درمیان سے گزر رہا تھا کہ میری نگاہ ایک وادی پر پڑی جس میں شہد کی مکھیوں کے چھتّوں کی طرح جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے گراں آباد تھے، مویشی چرتے نظر آ رہے تھے۔ میں اس بستی کے قریب سے گزرا مگر اس طرح کہ وہاں موجود لوگوں کی نظروں میں نہ آ سکوں۔ ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے میں ہی عافیت سمجھی۔ نقشے کے مطابق اب وہ جگہ بہت زیادہ دُور نہیں تھی، جہاں مجھے پہنچنا تھا۔ اونچے پہاڑوں کا سلسلہ دُھندلا سا نظر آ رہا تھا اور میں انہی کی جانب بڑھ رہا تھا۔

پہاڑوں تک پہنچتے ہوئے رات ہو گئی۔ یہاں بھی میں نے پہاڑوں کے نزدیک ایک آبشار کے قریب اپنے قیام کے لیے جگہ منتخب کی تھی۔ سائیکا مائیلر کی کوئی خیر خبر نہیں تھی۔ ممکن ہے راستہ بھٹک گئی ہو... یا مجھ پر نگاہ نہ رکھ پائی ہو۔

اگلی صُبح پانچ بجے کے قریب جاگا اور آگے روانہ ہو گیا۔

سفر مسلسل جاری تھا اور اس دوران ایک بار بھی مَیں نے سائیکا کو مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، مناسب نہیں سمجھا تھا۔ نقشے کے مطابق اب وہ جگہ زیادہ دُور نہیں تھی، جہاں مجھے کسی سے ملاقات کرنا تھی۔

یہ غالباً اس سفر کے چھٹے دن کی بات ہے، جب مَیں نے دُور سے اُس آبادی کو دیکھا، جہاں جیک کروشر کو پہنچنا تھا۔

افریقی طرز کے جھونپڑے تاحدِّ نگاہ بکھرے ہوئے تھے۔ آبادی بہت بڑی معلوم ہوتی تھی۔ میں تھوڑی دیر کے بعد اُس کے درمیان پہنچ گیا۔ مرد اور عورتیں مجھے دیکھنے لگے تھے۔ عورتیں موتیوں کی چولیاں اور لہنگے پہنے، چھوٹی چھوٹی کُدالوں کے ساتھ تن دہی سے کھیتوں کو مکئی کی کاشت کے لیے کھودتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ سُرخ چادروں میں لپٹے ہوئے آدمی جھونپڑیوں کے سامنے بیٹھے ہوئے گپّیں لگا رہے تھے۔ جھونپڑیوں کی دیواریں عجیب و غریب نقش و نگار سے آراستہ تھیں۔ بعض مرد گھوڑوں پر سوار نظر آ رہے تھے اور پھر ایک گہری سی وادی میں مجھے ایک ایسی چیز نظر آئی جس نے مجھے اپنی جانب متوجّہ کر لیا۔

سیاہ رنگ کی ایک لینڈ روور کھڑی ہوئی تھی جس کے اطراف میں خیمے بکھرے ہوئے تھے۔ غالباً یہی وہ جگہ تھی، جہاں مجھے جیک کروشر کی حیثیت سے پہنچنا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں اسی سمت بڑھ گیا۔ بستی کے لوگوں نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ وہ مجھے دیکھ ضرور رہے تھے لیکن کسی نے میری طرف بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بس اُن کی نگاہوں میں دلچسپی اور تجسس کے آثار نمایاں تھے۔

لینڈ روور کے نزدیک پہنچ کر میں نے اس کے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں۔ سامنے ہی درختوں کا ایک چھوٹا سا جھنڈ نظر آ رہا تھا، جس کے درمیان مجھے کچھ تحرک محسوس ہوا تھا۔ جب میں آگے بڑھا تو شاید قدموں کی آواز درختوں کے جھنڈ میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے سن لی۔ اندر سے جو تین افراد برآمد ہوئے تھے، ان میں ایک خوبصورت یورپین لڑکی، ایک موٹے تازے بدن کا آدمی اور ایک مدقوق سی شکل کا ادھیڑ عمر شخص تھا۔ ان تینوں نے مجھے دیکھا۔ لڑکی بے اختیار جیک کہہ کر آگے بڑھی اور میرے نزدیک پہنچ کر اس نے میری پیشانی چوم لی۔

"تم پہنچ گئے جیک! میرا خیال ہے تمھیں معمول سے چار دن کی دیر ہوئی ہے۔ تمھیں اندازہ نہیں ہوگا کہ ہم لوگ تمھارے لیے کس قدر پریشان تھے۔"

"افریقہ کے ان علاقوں میں سفر کرنا اور وہ بھی تنہا، جتنا دشوار ہے، تم اسے اچھی طرح جانتی ہو۔" میں نے فوراً ہی بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

لڑکی میری صورت دیکھنے لگی پھر اس نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ اس طرح سفر کرتے ہوئے تمھیں کیسی کیسی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ براہِ کرم اندر آؤ، تاکہ میں تمھارے لیے کچھ کروں۔"

وہ مجھے ساتھ لے کر لینڈ روور میں داخل ہو گئی۔ بوڑھا اور مدقوق سا آدمی دونوں کچھ نہیں بولے تھے۔ وہ اپنی جگہ کھڑے خاموشی سے زمین کریدتے رہے تھے۔ لینڈ روور خاصی بڑی تھی اور اندر آرام کا بہترین بندوبست تھا۔ لڑکی نے مجھے ایک سیٹ پر لٹایا اور مجھ سے لباس وغیرہ اُتارنے کے لیے کہا۔

"نہیں، ان تمام چیزوں کی ضرورت نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بہتر یہ ہوگا کہ مجھے کھانے پینے کے لیے کچھ دو۔ دورانِ سفر کھانے پینے کی چیزیں میرے پاس بالکل ختم ہو چکی تھیں۔"

"ابھی لو، ویسے تمھیں کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟ تمھاری آواز میں بھی بھراہٹ ہے۔"

"سرد راتیں اور گرم دن اور کیا تحفہ دے سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں! مجھے اندازہ ہے۔"

لڑکی میری خاطر مدارت میں مصروف ہو گئی۔ خاصی بے تکلف معلوم ہوتی تھی وہ جیک کروشر سے... لیکن بدقسمتی سے مجھے اس کا نام تک نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ اس کا نام مجھے اس وقت معلوم ہوا جب باہر سے کسی نے اُسے آواز دی۔ اس شخص نے اُسے میریا کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ میریا سے جیک کروشر کے کیا تعلقات تھے، اس کا اندازہ فوری طور پر کرنا مشکل ہی تھا۔

رات کو میریا لینڈ روور میں میرے پاس ہی دوسری سیٹ پر دراز ہو گئی۔ اس دوران اس نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ ہاں وہ سامان جو میرے ساتھ تھا، مدقوق سے شخص نے اپنے قبضے میں لے لیا تھا اور اسے لینڈ روور کے نیچے بنے ہوئے کسی خانے میں محفوظ کر دیا تھا۔

میریا برابر والی سیٹ پر لیٹی کچھ سوچ رہی تھی پھر اس نے کہا۔ "جیک تمھیں اندازہ ہے کہ ہم کس قدر مشکلات سے گزر رہے ہیں۔ غالباً تمھیں بتا دیا گیا ہوگا کہ ہمیں کس قسم کے مراحل درپیش تھے۔ مجھے یقین ہے کہ دشمن ہماری تاک میں ہے ہمارے کئی افراد نقصان اُٹھا چکے ہیں۔ مثلاً نمبر پانچ... نمبر پانچ کے بارے میں شاید تمھیں یہ سن کر دکھ ہوگا کہ اُسے قتل کر دیا گیا ہے۔ نمبر چھ بھی اس کے ساتھ ہی تھا وہ شدید زخمی ہے اور وہ لوگ اُسے اغوا کر کے لے گئے ہیں نمبر چھ کے پاس مکمل تفصیلات موجود تھیں لیکن افسوس، وہ ہمیں دستیاب نہ ہو سکا۔ تمھارا لایا ہوا تمام سامان مقررہ جگہ پر پہنچا دیا جائے گا... لیکن تمھارے سپرد جو ذمے داری کی گئی ہے، وہ نمبر چھ کی تلاش ہے، تاکہ اس سے مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد ہم اپنے طور پر کارروائی کا آغاز کر سکیں۔"

میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ نمبر پانچ کی موت پر گہرے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے میں نے کہا۔ "وہ ایک شاندار آدمی تھا، اس کی موت طویل عرصے تک فراموش نہیں کی جا سکے گی لیکن نمبر چھ بھی ہمارے لیے اتنا ہی قیمتی ہے۔"

"ہاں جیک تم جانتے ہو کہ اس سے ہماری کتنی توقعات وابستہ ہیں لیکن اس کی تلاش کے لیے ہمیں بدترین خطرات مول لینا پڑیں گے۔"

"اس کے علاوہ چارۂ کار ہی کیا ہے، لیکن اب تم پہلے تم کس طور پر کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"اگر تمھاری صحت بہتر ہے اور تمھیں سفر سے زیادہ تھکان محسوس نہیں ہوئی تو میرا خیال ہے ہمیں فوراً ہی تیروڈا کا رُخ کرنا چاہیے۔ وہاں پہنچنے کے بعد میں تمھیں بتاؤں گی کہ ہم اس سلسلے میں کیا اقدامات کر سکتے ہیں۔"

میرے دماغ میں خون کی گردش تیز ہو گئی۔ تیروڈا تک پہنچنا تو میرا اصل مقصد تھا، چنانچہ میں نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، ہمیں تیروڈا جانا چاہیے۔"

میں اس صورتِ حالات کی تفصیل سے ذرا بھی واقف نہیں تھا۔ میرا تو یہی خیال تھا کہ جیک کروشر کا تعلق سو فیصدی براکوڈا سے ہے لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے یہ کوئی اور ہی مسئلہ ہو، بہرطور تیروڈا تک پہنچنے کے بعد اس سلسلے میں مزید کچھ اور سوچا جا سکتا تھا مجھے اب اس موقع کی تلاش تھی، جب میں سائیکا مائیلر کو ان موجودہ حالات سے آگاہ کر دوں اور اُسے ہدایت کروں کہ وہ انتہائی محتاط انداز میں اس لینڈ روور کا تعاقب کرے، جو مجھے لے کر تیروڈا جانے والی تھی میں جانتا تھا کہ سائیکا مائیلر کو کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن مجبوری تھی، چنانچہ رات کے آخری پہر جب میریا گہری نیند سو گئی تو میں خاموشی سے لینڈ روور سے نیچے اُتر آیا۔

لینڈ روور سے تھوڑے ہی فاصلے پر درختوں کے درمیان جھولے باندھ کر میریا کے دونوں ساتھی سوئے ہوئے تھے۔ میں ان سے کافی فاصلے پر ایک سنسان جگہ پہنچ گیا۔ یہاں پہنچنے کے بعد میں نے سائیکا مائیلر سے رابطہ قائم کیا۔ اس سلسلے میں خاصا انتظار کرنا پڑا تھا پھر سائیکا کی آواز اُبھری۔

"ہیلو! کیا یہ تم ہو علی؟"

"ہاں سائیکا، اس دوران میں نے جان بوجھ کر تمھیں مخاطب نہیں کیا، کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی تھی۔"

"ٹھیک ہے اب کہو.. کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"تمھارا یہ سفر کیسا گزرا؟"

"دو آدمیوں کو کھو چکی ہوں۔ وہ بے چارے ایک حادثے کا شکار ہو گئے۔ تمھیں اس کی اطلاع دینا میں نے اس لیے مناسب نہیں سمجھا کہ جب تم نے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا تو مجھے بھی تمھیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔"

"اوہ سائیکا، مجھے انتہائی افسوس ہوا یہ سن کر، ویسے اس وقت تم کہاں ہو؟"

"تم سے زیادہ دُور نہیں ہوں۔ اس بستی سے کچھ فاصلے پر موجود ہوں، جہاں اس وقت تم موجود ہو۔ میرا خیال ہے تم مطلوبہ لوگوں تک پہنچ چکے ہو۔"

"ہاں، یہ وہی لوگ ہیں اور اب یہ لینڈ روور مجھے لے کر تیروڈا جانے والی ہے۔"

"لینڈ روور سے سفر کرو گے تم... تو میں تمھارا تعاقب کیسے کر سکوں گی؟"

"جس طرح بھی ممکن ہو سکے سائیکا، میں راستے میں تمھارے لیے نشانات چھوڑتا چلا جاؤں گا، ویسے کیا یہ بہتر نہیں ہوگا... کہ اس بستی سے تم گھوڑے حاصل کر لو، جس قدر بھی ممکن ہو سکے۔"

"اتنے گھوڑوں کا حصول ممکن نہیں ہے علی، ہم ان کے عوض انھیں کیا دے سکیں گے؟"

"پھر بھی، جس طرح بھی ممکن ہو سکے، کچھ افراد کے لیے تو گھوڑوں کا بندوبست کر ہی لو۔"

"میں کوشش کروں گی۔"

"ممکن ہے ہمارا سفر کل شروع ہو جائے تمھیں جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ کام کر لینا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ آج ہی بستی میں داخل ہو جاؤ اور کسی مناسب شخص سے ملاقات کر کے گھوڑوں کا بندوبست کرو۔"

"میں کوشش کرتی ہوں... اور کچھ؟"

"نہیں سائیکا، میں جانتا ہوں کہ تمھیں کن دشوار مراحل سے گزرنا پڑ رہا ہے لیکن حالات جو شکل اختیار کر رہے ہیں، اس کا تمھیں خود بھی اندازہ ہے۔"

"ہاں، مجھے اندازہ ہے اور کچھ کہنا چاہتے ہو؟" سائیکا نے کہا اور میں ہلکی سی جھلاہٹ کا شکار ہو گیا۔ سائیکا کا لہجہ مجھے پسند نہیں آیا تھا۔ میں نے سلسلۂ گفتگو منقطع کر دیا اور سائیکا کے بارے میں سوچنے لگا۔ بے وقوف لڑکی خواہ مخواہ اُلجھنوں کا شکار ہوئی تھی۔ میں تو یہاں تنہا بھی آ سکتا تھا۔ بلاشبہ ان لوگوں نے میری رہنمائی ایک ایسے مسئلے کی طرف کی تھی، جو بڑی اہمیت رکھتا تھا اور میرے لیے دلچسپی کا باعث تھا لیکن میں اب انھیں اپنے اوپر مسلط کر کے اپنے راستے تو مسدود نہیں کر سکتا تھا، اگر ان واقعات سے واقف نہ ہوتا تو مجبوری تھی لیکن اب ان حالات سے واقف ہونے کے بعد مجھ پر پوری طرح وہی کیفیت مسلط ہو گئی تھی، جو اس سے پہلے ہو جاتی تھی۔ یعنی میں ہر قیمت پر اس سازش کو ناکام بنانا چاہتا تھا جو عربوں کے خلاف تھی۔

سائیکا مائیلر کس طرح کام کرتی ہے، اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ ظاہر ہے وہ خود ہی میرے ساتھ آئی تھی۔ باقی ذمے داریاں سنبھالنا بھی اُس کا کام تھا۔ چنانچہ اُسے بھول کر میں اپنے آگے کے معاملات کے بارے میں سوچنے لگا اور خاموشی سے لینڈ روور میں آ کر لیٹ گیا۔ میریا کو میرے لینڈ روور سے باہر جانے کی کوئی اطلاع نہیں ہوئی تھی، وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے ایک بار بھی اس کی طرف نگاہ بھر کے نہیں دیکھا۔

میرا ذہن انہی واقعات میں اُلجھا رہا۔ میریا نے مجھ سے جو گفتگو کی تھی، میں اس سے کوئی نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ کتنا مشکل ہے، جن حالات کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا، ان کی ابجد سے بھی مجھے واقفیت نہیں تھی لیکن مجھے اسی انداز میں کام کرنا تھا، جس میں میریا چاہتی تھی اور اسی میں میری عافیت تھی۔ اس طرح میں تیروڈا اور اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں تفصیلات

WWW.PAKSOCIETY.COM

معلومات حاصل کر سکتا تھا اور اس طرح مجھے اپنے مقاصد میں کامیابی نصیب ہو سکتی تھی۔

دوسری صبح میری توقع کے مطابق میریا نے روانگی کی تیاریاں شروع کر دیں اور آن کی آن میں یہ کام مکمل کر لیا۔ مدقوق سے شخص نے لینڈ روور کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی، بوڑھا آدمی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا اور میریا پچھلے حصے میں میرے پاس آ بیٹھی۔ وہ شاید کم گو لڑکی تھی۔ آنکھوں سے ذہانت ٹپکتی تھی۔ میں نے اُس کے انداز میں ایسی کوئی حماقت نہیں دیکھی تھی، جو میرے لیے پریشانی کا باعث ہوتی البتہ اتنا اندازہ ضرور لگا لیا تھا میں نے کہ وہ جیک کروشر سے اس حد تک متاثر ہے کہ اس کے پہنچنے پر وہ اُس کی پیشانی چوم سکتی ہے، چنانچہ مجھے بھی اپنے رویے میں ایسی ہی لچک رکھنا تھی، جس سے اُسے کوئی شُبہ نہ ہو سکے۔

لینڈ روور کا سفر خاموشی سے جاری رہا۔ میریا کی کم گوئی میری معاون رہی تھی چونکہ وہ ضرورت کی تمام باتیں مجھ سے کر چکی تھی، اس لیے اُس نے مزید گفتگو کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ مجھے اب صرف اتنا معلوم تھا کہ کسی نمبر چھ کو مجھے تلاش کرنا ہے جب کہ نمبر پانچ ہلاک ہو چکا ہے۔ نمبر چھ کی تلاش سے ہمیں کیا فائدہ حاصل ہو سکتا تھا، اس کے بارے میں ابھی مجھے کچھ معلومات نہیں تھیں، جو سامان میں اپنے ساتھ لایا تھا، فائل، بریف کیس اور دوسری چیزیں وہ سب میں نے میریا کے حوالے کر دی تھیں، اور اب مجھے اُن سے کوئی خاص دلچسپی نہیں رہی تھی، سوائے اس کے کہ میریا کے آئندہ اقدامات کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیتا رہوں۔

تیروڈا تک کا پورا سفر لینڈ روور ہی کے ذریعے کیا گیا۔ راستے میں کئی چھوٹی چھوٹی بستیاں بھی نظر آئیں لیکن یہ بے ضرر لوگوں کی بستیاں تھیں اور ہمیں کہیں بھی کسی ایسی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑا، جو ہمارے لیے پریشان کن ہوتی۔ میریا کو شاید ان علاقوں سے پوری طرح سے واقفیت حاصل تھی۔

میری دلی خواہش تھی کہ کسی طرح لائن آف کروزل کی کسی ایسی بستی کو دیکھوں، جو عربوں نے آباد کی ہے لیکن لائن آف کروزل کی یہ بستیاں شاید ابھی یہاں سے کافی فاصلے پر تھیں۔

اس وقت سہ پہر کے تقریباً ساڑھے چار بجے تھے، جب ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے، جو افریقہ کے اس پسماندہ ماحول میں ایک عجوبۂ روزگار ہی معلوم ہوتی تھی۔ عام آدمی وہاں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

چھوٹی بڑی عمارتیں تا حدِ نظر پھیلی ہوئی تھیں۔ اچھی خاصی بارونق جگہ تھی۔ سڑکیں بھی تھیں، مکانات بھی تھے، قرب و جوار میں ندیوں اور نہروں کے جال پھیلے ہوئے تھے، کھیتی باڑی بھی کی گئی تھی اور باغات بھی لگائے گئے تھے۔ غرض ہر لحاظ سے اُسے ایک جدید شہر بنانے

کی کوشش کی گئی تھی اور افریقہ کے اس علاقے میں یہ انوکھا ئ ہمیں یہاں داخل ہوا تھا، وہ ایسا نہیں
لیکن بدقسمتی یہ تھی کہ جس انداز میں
واقعی قابلِ عبرت تھا۔ کر سکتا، اس کے بارے میں
ایک سرائے نما جگہ پہنچ کر لینڈ روور روک دی گئی اور پا ک میں آزادانہ طور پر تیروڈا کی سیاحت
مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے اندر داخل ہو گئی۔ سرائے نما جگہ ہم ز دہ لگا سکتا۔ دُور سے دیکھنے سے تو بہت کچھ محسوس ہوا تھا لیکن ابھی
ایک کمرا اس کے لیے مخصوص تھا۔ اندر پہنچنے کے بعد اس نے کہا کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں تھیں۔
"ہم رات کی تاریکی میں اپنی منزل کی جانب چلیں گے۔" بالآخر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے، جہاں ایک تیز رفتار اور اچھی
میں نے گردن ہلا دی تھی۔ بوڑھا اور مدقوق آدمی لینڈ روو سی چوڑی ندی بہہ رہی تھی۔ اطراف میں کوئی پل نظر نہیں آ رہا تھا لیکن
لے کر کہیں اور چلے گئے تھے، پتا نہیں کہاں۔ اس بارے میں، نا کے کنارے چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر روشنیاں ہو رہی تھیں۔ میریا نے
نے کچھ معلوم نہیں کیا۔ کشتی والے سے ندی کے پار جانے کے سلسلے میں گفتگو کی اور پھر
میریا تھوڑی دیر تک میرے پاس بیٹھی رہی پھر چونکہ اشارہ کر کے کشتی میں سوار ہو گئی۔ ملاح نے تیز رفتاری اور مہارت
کر بولی "تم کسی گہری سوچ میں مبتلا ہو جیک؟" ساتھ کشتی کھینا شروع کر دی اور ذرا سی دیر میں ہمیں دوسری طرف پہنچا
"نہیں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بس تازہ واقعات وہاں اتر کر میریا نے ملاح کو کچھ رقم ادا کی اور اس کے بعد آہستہ قدموں
بارے میں سوچ رہا ہوں۔ میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ یہاں مکانات کے اطراف میں درختوں کے
کہ نمبر چھ کو کہاں لے جانے کی کوشش کی گئی ہوگی۔" کے جھنڈ پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں سے بیشتر مکانات جو ندی کے
"جس جگہ کا مجھے شُبہ ہے، رات کو ہم اُسی جانب چلے ے تھے، اس انداز میں تعمیر کیے گئے تھے کہ ان کا کچھ حصہ ستونوں پر
رہے ہیں۔" ندی کے اندر تھا۔ انوکھی اور عجیب آبادی تھی۔
میریا نے ایک روشنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
تقریباً ساڑھے سات بجے بوڑھا آدمی ہمارے پاس آیا۔ "دیکھ رہے ہو جیک، یہی وہ جگہ ہے، جہاں ہمیں پہنچنا ہے۔ مشکل
عمدہ قسم کے دو پستول اس نے ہمارے سامنے رکھ دیے۔ یہ پستول ہمیں اس کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکی ہیں۔ یہاں
نہایت جدید ساخت کے تھے۔ میریا نے ایک پستول مجھے دیا کوئی بڑا خطرہ بھی درپیش ہو سکتا ہے، اس لیے تم جانتے ہو کہ تمھیں
اور دوسرا خود اپنے بغلی ہولسٹر میں لگا لیا پھر تقریباً آٹھ بجے ہم زیادہ محتاط رہنا ہے۔"
وہاں سے نکل آئے۔ بوڑھا اسی وقت واپس چلا گیا تھا۔ "کیا اُس کی یہاں موجودگی کے امکانات ہیں؟"
میریا میری رہنمائی کرتی ہوئی ایک ایسے علاقے میں "ہاں شُبہ ہے تمہارے آنے کے بعد اس شبہے کی تصدیق کرنے
گئی، جہاں قدیم طرز کی تعمیر شدہ عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ یہاں پہنچ کر حملہ کیا گیا تھا۔" میریا نے سرگوشی کے انداز میں جواب دیا۔ اس
میریا نے کہا "یہاں سے آگے ہمیں انتہائی احتیاط سے جانا ہے۔ بعد میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ کسی بھی مسئلے میں بہت زیادہ کرید
کیونکہ غروبِ آفتاب کے بعد عموماً لوگ اس طرف نہیں جاتے۔" خطرناک ہو سکتا تھا۔ ممکن ہے کوئی ایسی بات منہ سے نکل جائے
علاقہ کچھ سنسان سا تھا، غالباً یہ مقامی لوگوں کی کوئی قدیم میریا کے لیے ہی تعجب خیز ہو۔
آبادی تھی اور اس آبادی میں اس جدت کا کوئی گزر نہیں ہوا تھا۔ ہم اس مکان کے قریب پہنچ گئے۔ اوپر جانے کے لیے
تیروڈا کو بسانے کے سلسلے میں کی گئی تھی۔ اس طرف زیادہ تر غریبی کی سیڑھیوں کا راستہ طے کرنا پڑا تھا، اوپر ایک چوڑی سی گیلری
اور افلاس کے مناظر نظر آ رہے تھے۔ کہیں کہیں دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ ہوئی تھی۔ ہم دبے قدموں اس گیلری میں آگے بڑھتے ہوئے
لیکن یہاں بجلی کا انتظام نہیں تھا۔ مٹی کے تیل کی لالٹینیں جل رہی تھیں۔ اندر جانے کا راستہ تلاش کرنے لگے۔ مکان کی عقبی سمت ایک چوڑا
مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں صدیاں پیچھے لوٹ کر کسی پلیٹ فارم بنا ہوا تھا اور اس کے ستون بھی پانی میں اترے ہوئے
الف لیلوی شہر میں پہنچ گیا ہوں۔ نیم تاریکی میں ہر طرف شور و غل۔ لیکن اس سمت سے ہمیں اندر جانے کا راستہ مل گیا۔ پورا مکان
آوازیں پھیلی ہوئی تھیں اور ہم قدیم افریقیوں کی اس آبادی کی میں ڈوبا ہوا تھا۔ صرف سامنے کے رُخ پر وہ روشنی نظر آ رہی
درمیان سے احتیاط سے گزر رہے تھے۔ گلیوں، پُلوں اور راستوں جس کی طرف میریا نے اشارہ کیا تھا لیکن یہ روشنی صرف بیرونی
کے پیچ و خم ذہن میں کسی طرح محفوظ نہیں ہو پا رہے تھے۔ نہ جانے ہوں کے لیے تھی۔ اندرونی مکان پر اس کے بالکل اثرات نہیں تھے۔
کون سے راستوں سے گزرنا پڑ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ تاریکی میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔ کوشش یہ کر رہے تھے کہ
ان راستوں سے تنہا واپس آنا پڑا تو یقیناً میں بھٹک جاؤں گا۔ آواز نہ پیدا ہو سکے۔ اطراف کے مکانات میں روشنی بھی تھی اور
تیروڈا ایک پُراسرار الف لیلوی شہر کی طرح میرے ذہن

باتیں کرنے کی آوازیں بھی آ رہی تھیں لیکن یہ مکان بالکل تاریک اور سنسان محسوس ہوتا تھا۔

اندر پہنچنے کے بعد میریا نے سرگوشی کے انداز میں مجھ سے کہا "یہاں کوئی آہٹ نہیں محسوس ہو رہی۔ کیا خیال ہے کیا ہم ٹارچ روشن کر لیں؟"

"سب سے پہلی غور طلب بات تو یہ ہے میریا کہ یہاں داخل ہونے میں ہمیں کوئی دقت نہیں پیش آئی۔"

"ہاں لیکن یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔ کسی کے فرشتوں کو بھی گمان نہیں ہوگا کہ ہم اس جگہ سے واقف ہیں۔"

"کیا تمھیں یقین ہے کہ نمبر چھ اسی جگہ...؟" ابھی میں اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ میریا نے ایک ٹارچ روشن کر لی۔ ہم جس راستے سے اندر داخل ہوئے تھے، وہ ایک راہداری کی شکل رکھتا تھا لیکن اس کا اختتام ایک بڑے کمرے میں ہوتا تھا۔ میریا نے کمرے میں روشنی ڈالی اور دوسرے ہی لمحے اُس کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔ وہ خاموشی سے میرے سینے سے آ لگی تھی۔

تیز روشنی میں میں نے بھی اُس لاش کو دیکھ لیا تھا، جو کمرے کے عین وسط میں پڑی ہوئی تھی۔ چند لمحے میریا اسی طرح میرے سینے سے لگی کانپتی رہی پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور لاش کو روشنی کے احاطے میں لے لیا پھر اُس کی سحر زدہ سی آواز اُبھری "میرے خدا... یہ... یہ نمبر چھ ہے؟"

علمِ دُحیرت پر ایک بے حد کارآمد کتاب

ٹیلی پیتھی اور مستقبل بینی

اپنا پیغام دُوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور اُن کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ

قیمت ۲۰ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئے کہا۔

"یہ جگہ ہمارے لیے مخدوش ہوگئی ہے جیک! میرے خیال میں ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے۔"

"اگر تم مناسب سمجھتی ہو تو ٹھیک ہے۔"

"بیکر، چلو پھرتی سے یہ سامان سمیٹو اور خاموشی سے نکل چلو۔ باہر سنّاٹا ہے کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے۔"

بیکر نے تعمیل میں دیر نہیں لگائی تھی۔ چند لمحوں کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ لینڈ روور سرائے نما جگہ سے کوئی ایک فرلانگ کے فاصلے پر کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی چابی بیکر کے پاس موجود تھی۔ ساتھ لایا ہوا سامان لینڈ روور میں رکھا گیا اور پھر بیکر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"ہمارا تیسرا ساتھی کہاں ہے میریا؟"

"اُس جگہ، جہاں ہم جا رہے ہیں۔" میریا نے جواب دیا اور میں خاموش ہوگیا۔

لینڈ روور ایک سڑک پر دوڑتی رہی پھر ایک چوراہے پر پہنچ کر بیکر نے اس کی رفتار سست کر دی۔ "اب کس طرف چلوں میڈم؟" اس نے پوچھا۔

"بالکل سیدھے۔" میریا نے جواب دیا اور بیکر نے گردن خم کر دی۔

لینڈ روور کا یہ سفر تقریباً ایک گھنٹا جاری رہا۔ رفتار کافی تیز تھی اور طویل فاصلہ طے ہو چکا تھا پھر میریا نے لینڈ روور ایک کچے راستے پر اُتارنے کے لیے کہا اور بیکر بھرّائے ہوئے لہجے میں بولا "میں اس راستے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"چلتے رہو۔" میریا نے سرد لہجے میں کہا اور مجھے یہ لہجہ عجیب محسوس ہوا لیکن میں پُرسکون ہی رہا تھا۔

یہ راستہ ایک کھنڈر نما عمارت تک گیا تھا۔ اس عمارت کے سامنے میریا نے لینڈ روور رُکوا دی اور پھر نیچے اُتر گئی۔

"آؤ جیک۔ بیکر تم سامان اُتار لاؤ۔" اس نے کہا اور بیکر نے لینڈ روور سے مختصر سامان اُٹھایا اور میریا کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ عمارت کے اندرونی حصّے بالکل تاریک تھے لیکن میریا اس طرح چل رہی تھی جیسے اس سے پوری طرح واقف ہو۔ میں بھی اندھوں کی مانند آگے بڑھ رہا تھا پھر میریا نے کوئی دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگئی مگر اچانک ہی تیز روشنی پھیل گئی۔ یہ روشنی بیٹری لیمپ کی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ کھنڈر نما عمارت میریا کی کوئی خفیہ پناہ گاہ تھی۔ روشنی میں وہاں ایک مسہری پڑی نظر آ رہی تھی، دو کرسیاں اور ایک میز بھی تھی۔ بیکر نے سامان نیچے رکھ دیا اور دوسرے ہی لمحے اس کے حلق سے ایک خوفزدہ سی آواز نکل گئی۔ میں نے چونک کر اُسے دیکھا۔ اس کی پھٹی پھٹی نظریں میریا پر جمی ہوئی تھیں۔ اُس کی نگاہوں کے تعاقب میں میری نظریں بھی میریا کی طرف اُٹھ گئیں۔ میریا کے ہاتھ میں دبے پستول کی نال بیکر کی طرف اُٹھی ہوئی تھی۔

"میڈم... میڈم میرا قصور...؟" بیکر کی پھٹی پھٹی

"ان لوگوں کو ہمارے بارے میں اطلاع کس نے" میریا نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔" بیکر نے کہا۔

"بوڑھے گدھے اپنی اوقات پر غور کیا تھا، میں تجھے ... کے قابل بھی نہیں سمجھتی۔" میریا نے اس کی پیشانی کا نشانہ ... ٹرائیگر دبا دیا۔

پستول پر سائلنسر لگا ہوا تھا اور یقیناً یہ وہ پستول نہ ... بوڑھے نے ہمیں پیش کیا تھا۔ بیکر کے دونوں ہاتھ پھیل گئے ... وہ اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔

میں خاموشی سے میریا کو دیکھ رہا تھا۔ "مینسن نے ... کو ہمارے بارے میں اطلاع دی تھی، وہ خود بھی اس وقت ... کے ساتھ تھا جب ہم نمبر چھ کی تلاش میں وہاں پہنچے تھے" ... کے بعد میریا نے کہا۔

"مینسن؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"میرا دوسرا ساتھی، یہ دونوں غدار تھے۔" میریا نے جواب ...

میرا دل دھڑک اُٹھا، غدار، میں نے سوچا، کون تھے یہ ... کس کے غدار تھے؟ کیا اسٹیفن براکوڈا کے؟ اگر یہ بات ... تو...! سر بُری طرح چکرا کر رہ گیا تھا۔ میریا کون ہے؟ جیگر کون تھا، جس کے پاس لائن آف کروزل سے متعلق کاغذ ... تھے، وہ جیگر و ریکس کیا چیز تھے؟ یہ سب معلوم کرنے کے ... کروں یا اپنی فطرت کے مطابق اندھا قدم اُٹھاؤں۔ ذہن ... رہا تھا۔ دل کچھ کرنے کو چاہ رہا تھا۔

میریا گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ نہ جانے اس کے ... خیالات تھے، میں ان دونوں کے بارے میں سوچ رہا تھا ... نے ہلاک کر دیا تھا۔ اگر وہ میریا کی نگاہوں میں غدار تھے ... مطلب یہی تھا کہ وہ عربوں کے وفادار تھے۔ ان کی قومیت ... میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ بظاہر تو عرب نہیں معلوم ... لیکن سائیکا مائیلر بھی تو عرب نہیں تھی، تارینا ہارڈی بھی تو ... تھی، اس کے باوجود عربوں کے مفادات کے لیے پوری ... عمل تھیں اور پھر کچھ لوگ عربوں کا ساتھ بھی دے رہے ... اسی طرح اس بات کے امکانات بھی تھے کہ اور بھی ... کے مفادات کے لیے یہاں ضرور سرگرم عمل ہوں گے ... کروزل کا پورا پروگرام صرف عرب ہی نہیں ترتیب دے ... ہوں گے، انھیں بیرونی ہمدردوں کی حمایت بھی حاصل ... تک جس قدر معلومات ہوئی تھیں، ان سے یہ اندازہ ...

مشکل نہیں تھا۔ بدقسمتی سے ان دونوں کے بارے میں یہ سوالات اس وقت ذہن میں آئے، جب وہ زندہ نہیں رہے تھے۔

اُس شخص نے جس نے اپنا نام ڈاکٹر بیکر بتایا تھا، مجھ پر جان بوجھ کر فائرنگ کی تھی لیکن جب میرے ہاتھوں زچ ہو گیا تو غلط فہمی کا اظہار شروع کر دیا۔ شُبہ تو پہلے ہی تھا مجھے لیکن ذہن کے کسی گوشے میں یہ تصور نہیں تھا کہ وہ عربوں کے مفادات کا حامی ہوگا اور اس وقت بھی صرف غدار کا لفظ ان تمام باتوں کی توجیہ نہیں کرتا تھا۔ معاملات بے حد اُلجھے ہوئے تھے۔ اس عمارت کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں تھا کہ کس نوعیت کی ہے اور یہاں میریا کے علاوہ اور کس کس کی موجودگی کے امکانات ہو سکتے ہیں۔ ہر چند کہ بظاہر یہاں کسی اور کی موجودگی محسوس نہیں ہوتی تھی لیکن میریا کافی پُراسرار لڑکی ثابت ہوئی تھی۔ ابھی مجھے اس پر عیاں نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ممکن ہے مزید کچھ کام کی باتیں معلوم ہو سکیں۔ چنانچہ اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا ہی مناسب خیال کیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میریا نے گردن جھٹکی اور خیالات سے چھٹکارا حاصل کر لیا پھر اُس نے کہا "جو کچھ ہونا تھا جیک، وہ ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے اب ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے۔"

"میں اُس سامان کے لیے پریشان ہوں میریا، جو تم نے ان لوگوں کے سپرد کر دیا تھا، کیا تمہارے خیال میں وہ محفوظ ہاتھوں تک پہنچ گیا ہوگا؟"

"افسوس نہیں، کمبخت مینسن کو ہلاک کرتے ہوئے میرے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا اور یہ شخص بس جنون کے عالم میں مارا گیا، چونکہ نمبر چھ کی موت جہاں تک میرا خیال ہے انہی کی نشاندہی پر ہوئی تھی اور وہ ہمارے لیے بے حد کارآمد تھا۔ ہاں تم یہ بتاؤ، تم پر کیا بیتی اس عمارت سے نکلتے ہوئے؟ افسوس میں تمہارے تحفظ کے لیے کچھ نہیں کر سکی تھی۔ حالات اچانک ہی یہ رُخ اختیار کر گئے تھے۔"

"نہیں میریا، ظاہر ہے اب تمہیں میرے تحفظ کے لیے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ میں اب بہتر حالت میں ہوں لیکن ان لوگوں کی غداری کا مجھے شُبہ بھی نہیں تھا۔ آخر یہ اچانک ہی..."

"نہیں، اچانک ہی نہیں جیک! یہاں جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں، ان کا تمہیں کوئی اندازہ نہیں ہے۔ کچھ وقت یہاں گزارو گے تو صورتِ حال واضح ہو جائے گی۔ بہر طور جو کچھ تمہارے ذریعے یہاں پہنچا ہے، اس کی تلاش ہمارا اوّلین فرض ہے۔ ہمیں اس کے لیے کوشش کرنا ہوگی اور جب تک اس کے بارے میں معلومات حاصل نہ ہو جائیں، ہم کسی دوسرے کام کا آغاز نہیں کریں گے۔" میریا نے جواب دیا اور میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر میں نے اُس عمارت کے بارے میں پوچھا۔

"یہاں ہمارے علاوہ اور کون کون ہے؟ میرا مطلب ہے، یقیناً تم کسی ایسی محفوظ جگہ آئی ہو گی جہاں ہمیں کوئی فوری اُلجھن نہیں پیش آ سکتی ہو؟"

"یقیناً یقیناً، تم اس سلسلے میں بالکل مطمئن رہو۔ آؤ دوسرے کمرے میں آؤ، میں اُس کی لاش ٹھکانے لگا دوں گی، اس کی فکر نہ کرو۔" وہ مجھے ویسے ہی دوسرے کمرے میں لے آئی۔ بیٹری لیمپ اُس کے ہاتھ میں تھا جو اس کمرے میں آ کر ایک میز پر رکھ دیا گیا، پھر اُس نے کہا "کیا میں تمہارے لیے چائے یا کافی وغیرہ کا انتظام کر دوں؟"

"ممکن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل ممکن ہے۔ یہ ہماری خفیہ پناہ گاہ ہے اور اتفاق سے یہاں کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور میریا مجھے یہاں چھوڑ کر باہر نکل گئی۔ یہ اندازہ تو میں بھی لگا چکا تھا کہ میریا اس عمارت سے پوری طرح واقفیت رکھتی ہے اور اب اس نے کہہ بھی دیا تھا کہ یہ اس کی خفیہ پناہ گاہ ہے چنانچہ مجھے اس بارے میں بہت کچھ سوچنا تھا۔ بہت سے تصورات اور خیالات میرے ذہن میں تھے۔

تیروڈا کے بارے میں ابھی میں کچھ نہیں جان سکا تھا۔ یہاں تک پہنچنے کی بڑی آرزو تھی اور مجھے اس سلسلے میں بہت سی معلومات بھی تھیں۔ ظاہر ہے اگر اسٹیفن براکوڈا، تیروڈا میں مصروفِ عمل ہے تو اس کے ساتھ ساتھ ہی بہت سے عرب ممالک بھی یہاں حفاظتی انتظامات کی نگرانی کرتے ہوں گے کیونکہ یہیں سے لائن آف کروزل کو کنٹرول کیا جاتا تھا۔ ممکن ہے فلسطین کے نمائندے بھی یہاں موجود ہوں اور کم از کم ان کے لیے میں اجنبی نہیں ہو سکتا تھا۔ میری خواہش تو یہی تھی کہ خود کو ان پر ظاہر نہ کرکے صرف اپنا کام انجام دوں اور اسٹیفن براکوڈا کی کوششوں کو ناکام بنا کر اُسے فنا کر دوں۔ اگر اس دوران اُن لوگوں کو میرے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو جائیں تو دوسری بات ہے ورنہ اپنے طور پر اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتا تھا۔ بشرطیکہ مجھے ایسے ہی ناخوشگوار حالات کا سامنا نہ کرنا پڑے جس میں مجھے کسی کی امداد کی ضرورت ہو۔ میں اگر چاہتا تو فوری طور پر اپنے لیے یہاں بہت سی مراعات حاصل کر سکتا تھا لیکن ابھی دل نہیں چاہتا تھا۔ ہاں، میریا کے بارے میں ذرا گہرے انداز میں سوچنا پڑ رہا تھا۔ ایک صورت تو یہ تھی کہ یہاں اس خاموش عمارت میں جہاں میریا اور میرے علاوہ کوئی نہیں ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک ٹھنڈی سانس لے کر اندر واپس آگیا اور اس کھنڈر کا جائزہ لینے کی ٹھانی۔ بہت بڑی عمارت نہیں تھی، یہاں اس ویرانے میں اس کی موجودگی بھی سمجھ میں نہیں آئی تھی، ویسے کافی پرانی معلوم ہوتی تھی۔ پھر اچانک اُس لاش کا خیال آیا جو میریا نے بقول اُس کے ٹھکانے لگائی تھی۔ اس نظریے سے بھی کھنڈر کا جائزہ لیا لیکن لاش کھنڈر کے اندر دفن نہیں کی گئی تھی۔ کھنڈر کے باہر پھیلے کتے تو دوں میں اس کی کافی گنجائش تھی اور یقیناً میریا نے وہیں کہیں لاش ٹھکانے لگادی ہو گی۔ نہ جانے کتنی دیر گزر گئی پھر اچانک بوریت نے دوسرا رُخ اختیار کر لیا۔ میں یہاں کسی خانہ دار خاتون کی مانند میریا کا انتظار کر رہا ہوں۔ یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ میریا کا تعلق اُن خطرناک لوگوں سے ہے، جن کے خلاف میں کام کر رہا ہوں اور میریا ایک ایسی عورت ہے جس نے میرے سامنے نہایت سکون سے ایک شخص کو قتل کیا اور دوسرے کے قتل کا اعتراف کر چکی ہے، اگر کوئی دلچسپی تھی اُس سے تو صرف اتنی کہ ممکن ہے اس کے ذریعے کوئی کلیو مل جائے۔ نمبر پانچ اور نمبر چھ بھی اس کے ساتھی تھے اور ان کے قاتل... نہیں میرا یہاں چوڑیاں پہن کر بیٹھے رہنا کسی طرح جائز نہیں ہے، نکلنا چاہیے یہاں سے اور اب حالات کو دوسرا رُخ دے دینا چاہیے۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد ایک اور خیال ذہن میں آیا اور تعجب ہُوا کہ اس سے قبل اس کے بارے میں کیوں نہ سوچا۔ چنانچہ فوراً ہی ٹرانسمیٹر آن کر کے سائیکا مائیلر کو کال کرنے لگا۔ دوسری طرف سے اشارہ مل رہا تھا لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ اشارہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ سائیکا ٹرانسمیٹر کی رینج سے دُور نہیں ہے لیکن پھر جواب کیوں نہیں دے رہی۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ جواب دینے کی پوزیشن میں نہ ہو۔ ایسی حالت میں اُسے ٹرانسمیٹر آن کر دینا چاہیے تھا تاکہ میں اُس کی پوزیشن سے واقف ہو جاتا یا تو وہ سو رہی ہے یا پھر بے ہوش ہے یا ٹرانسمیٹر اُس کے پاس موجود ہی نہیں ہے۔ دوسرے نمبر پر ایلی کو کال کیا لیکن وہی کیفیت یہاں بھی تھی، کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ کئی نمبروں پر کال کرنے کے بعد تو واقعی پریشان ہو گیا۔

بالآخر میں نے طے کیا کہ کچھ بھی ہو جائے یہاں سے نکل چلا جائے۔ تیر دوڑا جا کر ہی صورتِ حال کا کوئی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس آخری فیصلے کے تحت کھنڈر سے باہر نکل آیا اور اسی پگڈنڈی کی طرف چل پڑا، جہاں سے رات کو اِدھر آیا تھا۔ سڑک نہ جانے کتنی دُور تھی، اس کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن ابھی چلتے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ دُور سے گرد اُڑاتی لینڈ روور نظر آئی جو تیز رفتاری سے اسی طرف آ رہی تھی۔

میں رُک گیا اور میریا کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے دُور ہی سے مجھے دیکھ لیا تھا۔ قریب آ کر وہ بولی "ہیلو جیک! میں نے [illegible] واپسی کی انتہائی کوشش کی ہے، آؤ اندر آ جاؤ۔" میں گھوم [illegible] طرف سے لینڈ روور میں داخل ہو گیا۔ میریا نے لینڈ روور [illegible] سڑک کی طرف موڑ دی "کوئی چیز تو نہیں رہ گئی وہاں؟"

"میرے پاس تھا ہی کیا لیکن کہاں چل رہی ہو؟" [illegible] سوال کیا۔

"ایکوئن" میریا نے جواب دیا۔

"کچھ معلوم ہُوا اُس کے بارے میں؟"

"ہاں، دریائی راستے سے چلنا ہوگا، میں انتظامات کر [illegible] ہُوں۔ افسوس سخت دھوکا ہو گیا۔"

"کیا؟"

"کمبخت میسن اور بیکر بکے ہوئے لوگ تھے، تمہارے [illegible] اشیاء اُنھوں نے اطمینان سے ہمارے دُشمنوں کے حوالے [illegible] اور اپنا کام ختم کر لیا۔ بڑا دھوکا ہُوا ہے جیک۔ اب اگر [illegible] وقت پر ایکوئن نہ پہنچ سکے تو وہ اشیاء وہاں سے آگے نکل [illegible] بڑی مشکل سے کچھ نشانات ملے ہیں۔"

میں نے خاموشی سے شانے ہلا دیے۔ یہ فیصلہ وقت [illegible] اُس نے مجھے اپنے طور پر نکلنے نہیں دیا تھا اور میریا میرے [illegible] گئی تھی، چنانچہ میں نے خود کو وقت کے حوالے کر دیا اور خاموش [illegible] لینڈ روور نے سڑک کا رُخ نہیں کیا تھا بلکہ اُسی پگڈنڈی [illegible] تقریباً دو تین میل چلنے کے بعد وہ دائیں سمت مُڑ گئی تھی [illegible] اور تھوہر کی جھاڑیوں سے بھرا ہُوا راستہ تھا جسے باقاعدہ [illegible] کہا جا سکتا تھا۔ اگر لینڈ روور نہ ہوتی تو اس راستے پر سفر ناممکن [illegible] مٹی کے ٹیلے اور اُن کے درمیان اُگی ہوئی تھوہر کی جھاڑیاں [illegible] سیاہ رنگ کے سانپ اِدھر سے اُدھر رینگتے ہوئے نظر [illegible] تھے۔ دیکھنے ہی سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ انتہائی خوفناک [illegible] ناگ ہیں۔ میریا بلاشبہ ایک نڈر لڑکی تھی کیونکہ یہ مناظر [illegible] اُس کے چہرے پر خوف کے آثار نہیں پیدا ہوئے تھے [illegible] سے اپنے کام میں مصروف تھی۔

سات یا آٹھ میل کا سفر طے کر کے قدرے ایک [illegible] آئی، جہاں مٹی سخت تھی اور اس کی وجہ چند لمحوں کے بعد [illegible] گئی۔ ایک اچھے خاصے چوڑے پاٹ کا دریا موجیں مار [illegible] کچھ اور آگے بڑھی تو میں نے انتہائی قدیم ساخت کی [illegible] چلنے والی کشتی دیکھی، جس کے اُوپر لگی ہُوئی چمنی سے [illegible] رہا تھا۔ پانی کھینچنے والی چرخی اُس کے درمیانی حصے [illegible] تھی اور اُس کشتی کے آس پاس دو تین افراد نظر آ رہے [illegible] چھوٹا سا کینوس کا شامیانہ لگا کر دھوپ سے بچنے [illegible] بنائی گئی تھی۔ لینڈ روور قریب جا کر رُک گئی اور فوراً ہی ایک آدمی اُس کے قریب پہنچ گیا۔

میریا نے نیچے اُترتے ہوئے کہا "تم اسے احتیاط سے واپس لے جاؤ۔" اس شخص نے گردن جھکا دی۔ باقی دونوں آدمی میریا کا انتظار کر رہے تھے، چنانچہ میریا مجھے ساتھ لیے ہوئے کشتی میں سوار ہو گئی۔ ایک رسّہ کھینچ کر کشتی کا انجن اسٹارٹ کیا گیا اور اُس کی چمنی سے دُھواں نکلنے لگا۔ ساتھ ہی چرخی گھومی اور پھٹ پھٹ کی آواز کے ساتھ کشتی آگے بڑھنے لگی۔

کشتی میں مزید تین افراد سوار تھے جن میں ایک بڑے گل مچھوں والا پرتگالی طرز کا بوڑھا آدمی اور دو کسی اور نسل کے افراد تھے، جن کے چہرے دُھوپ کی تمازت سے جھلسے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ دونوں کے چہروں پر جھریاں پڑی ہُوئی تھیں اور داڑھیاں بڑھی ہوئی تھیں۔ سر پر البتہ اُنھوں نے بڑے نفیس قسم کے فیلٹ ہیٹ لگائے ہوئے تھے جن کا جسم کے دوسرے لباس سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا تھا۔

میریا اور میں سائبان کے نیچے بیٹھ گئے، حالانکہ دریائی سفر ہو رہا تھا لیکن تھوڑی ہی دُور چلنے کے بعد حبس سا محسوس ہونے لگا اور ہمارے بدن پسینے میں ڈوب گئے۔ دُھوپ کی بے پناہ شدت سے دریائی پانی بخارات کی شکل میں بلند ہو رہا تھا اور فضا میں دُھند سی پھیلی ہُوئی محسوس ہوتی تھی۔

گل مچھوں والا آدمی بار بار اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ کر اُس کے قطرے فضا میں منتشر کر رہا تھا۔ کشتی کا یہ تکلیف دہ سفر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے جاری رہا۔ دریا کا پاٹ کہیں چوڑا ہو جاتا تھا اور کہیں کم۔ راستے میں جگہ جگہ سیاہ پتھروں کے انبار کے ساتھ ساتھ میں نے مگرمچھوں کو دراز دیکھا۔ بہت بڑے بڑے مگرمچھ تھے یہ، جن میں سے بعض کشتی کو دیکھ کر اپنے ڈھیلے ڈھالے بدن کو جنبش دیتے ہوئے کناروں سے ہٹ جاتے تھے۔

سفر بالآخر ختم ہُوا اور اس کا اندازہ پھٹ پھٹ کی سُست ہوتی ہوئی آواز سے ہُوا تھا۔ کشتی کا رُخ بھی ایک جانب مُڑ گیا تھا۔

اس دوران میں نے میریا سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ بالآخر کشتی کنارے پر رُک گئی، سامنے ہی جنگل پھیلا ہُوا تھا۔ میریا نے مجھے نیچے اُترنے کے لیے کہا۔ ہمارے ساتھ گل مچھوں والا شخص بھی نیچے اُتر آیا تھا۔

"یہاں تم ہماری رہنمائی کرو گے ڈیگو؟" میریا نے کہا۔

"میں حاضر ہُوں میڈم۔" وہ گردن خم کر کے بولا پھر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا "دریائی راستوں پر نگاہ رکھنا اور اگر کوئی خطرہ محسوس ہو تو نرسنگھا بجا کر ہمیں آگاہ کرنا۔" اس کے دونوں ساتھیوں نے گردنیں خم کر دی تھیں۔

کشتی کا انجن بند کر دیا گیا تھا اور اُسے کنارے پر لا کر باندھنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ ہم تینوں کشتی سے اُتر کر چل پڑے تو میں نے پہلی بار میریا سے پوچھا "تم نے یہ نہیں بتایا کہ ایکوئن میں ہمیں کیا کرنا ہوگا؟"

"صُورتِ حال معلوم ہونے کے بعد میں نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کر دی ہے کہ ایکوئن میں ہونے والی سرگرمیوں پر نگاہ رکھی جائے اور ہمارے لائے ہوئے سامان کو دُشمنوں سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔"

"کیا وہ لوگ ایک دوسرے سے اس قدر شناسا ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں، یہ بات نہیں۔ یہاں ہونے والی سرگرمیوں پر گہری نگاہ رکھی جاتی ہے اور اس طرح ہم ایک دوسرے کی کارروائیوں سے واقف رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایکوئن سے رابطہ قائم کرنے پر یہ اطلاع ملی تھی کہ پچھلی رات کچھ افراد یہاں پہنچے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ وہی لوگ ہوں گے جن کے حوالے میسن نے وہ سامان کیا ہے۔"

"اور اگر ایسا نہ ہُوا تو...؟"

"اب تو جو ہونا تھا، وہ ہو ہی چکا ہے ڈیئر جیک! بس ہم اپنی کوششوں میں کمی کرنا نہیں چاہتے۔" میریا نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔

جنگل زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن گھنا اور گنجان تھا۔ ہم تینوں آگے بڑھتے رہے اور پھر ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں گھٹنوں گھٹنوں تک اُونچی گھاس تھی۔ نیچے سے بھی یہ گھاس کچھ عجیب سی تھی اور شدید حبس محسوس ہو رہا تھا۔

ابھی ہم اس گھاس میں بمشکل تمام آگے بڑھ ہی رہے تھے کہ دفعتاً کسی گاڑی کے انجن کی آواز سُنائی دی اور ڈیگو نے ایک دم دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔ وہ کسی چیتے کی طرح چوکنا ہو گیا تھا۔ پھر اُس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر زور سے دبایا۔ مقصد یہی تھا کہ گھاس میں بیٹھ جاؤں۔ میریا نے خود بخود میری تقلید کی تھی۔ ڈیگو بھی گھاس میں چھپ گیا۔

گاڑی کے انجن کی آواز میں نے بھی صاف سُن لی تھی۔ گھاس سے شاید کچھ ہی فاصلے پر ایک چوڑی پگڈنڈی تھی، جس پر یہ آواز سُنائی دے رہی تھی اور پھر ہم نے بھورے رنگ کی ایک جیپ دیکھی، جسے شاید مٹی سے رنگ دیا گیا تھا تاکہ جنگل میں وہ دُور سے نظر نہ آئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہم ستی کے تبلے پر جیپ رک گئی اور پھر بندروں کی چیخ پکار کے درمیان لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں اور اس کے بعد کسی شخص نے چیختی ہوئی زبان میں کچھ کہا۔ غالباً افریقی زبان تھی، میری سمجھ میں کچھ نہیں آسکا لیکن میریا آہستہ سے بولی "سو فیصد یہ انہی کے ساتھی ہیں۔" میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ دفعتاً ہماری سانس رک گئی۔

رائفل چلنے کی آواز سنائی دی تھی اور اس کے ساتھ ہی درختوں پر شور مچانے والے پرندے خاموش ہو گئے۔ یہ پتا نہیں چلا تھا کہ گولی کس پر چلائی گئی ہے لیکن تھوڑی دیر کے بعد دوسری گولی چلی اور پھر بندروں کی ایسی چیخم دھاڑ سنائی دی کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ ڈیگو نے مسکراتے ہوئے سرگوشی کی "نہیں انھیں ہم پر شبہ نہیں ہوا۔ وہ اتفاقیہ طور پر ادھر آنکلے ہیں اور بندروں کو مار رہے ہیں۔" ہم خاموشی سے سانس روکے ان کے جانے کا انتظار کرتے رہے اور اس کے بعد جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔

جب جیپ کافی آگے نکل گئی تو ڈیگو نے دونوں ہاتھوں کے اشارے سے ہمیں بھی اٹھنے کے لیے کہا اور پھر ہم وہاں سے بھی آگے بڑھ گئے۔ یہ آنکھ مچولی، یہ کھیل، بظاہر تو بے مقصد ہی تھا لیکن میں صبر کیے ہوئے تھا کرتا بھی کیا، حالات جو رخ اختیار کر گئے تھے اسے تبدیل کرنا اس وقت میرے بس سے باہر تھا۔ میں آسانی سے انہی جھاڑیوں میں ان دونوں کی لاشوں کو ٹھکانے لگا سکتا تھا لیکن ابھی تو یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ میریا کا تعلق درحقیقت اسٹیفن براکوڈا سے ہے یا وہ کسی اور ہی شخصیت سے وابستہ ہے بیکر اور ملین کے بارے میں بھی کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

تقریباً دو فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم جنگل کے دوسری جانب ایک ٹوٹی پھوٹی سڑک پر پہنچ گئے۔ آگے گھاس بہت لمبی تھی اور اس کے بعد گھنا جنگل شروع ہو جاتا تھا۔ یہاں اچھی خاصی آبادی محسوس ہوتی تھی۔ کیونکہ سڑک ڈھلان کے اونچے اونچے کھیتوں کے قریب سے گزرتی تھی اور جگہ جگہ مخصوص طرز کی جھونپڑیاں بنی ہوئی نظر آتی تھیں، جن کے آس پاس بلند قامت درخت سایہ کیے ہوئے تھے اور ان جھونپڑیوں کے بیرونی حصوں پر سیاہ انگوروں کی بیلیں جھول رہی تھیں۔

ہم تینوں احتیاط سے آگے بڑھتے رہے۔ کوشش کر رہے تھے کہ جھونپڑیوں کے مکینوں کو ہمارے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو۔ بچوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

خاصا طویل سفر طے کر کے ہم اس آبادی سے دور نکل آئے۔ دریا شاید کافی دور رہ گیا تھا۔ میں نے کسی خیال کے تحت میریا سے کہا "کیا وہ کشتی ہماری واپسی کا انتظار کرے گی؟"

طویل خاموشی کے بعد میں نے پہلا سوال کیا تھا۔ میریا چونک کر مجھے دیکھنے لگی اور پھر آہستہ سے بولی "ہاں، بشرطیکہ اسے کوئی خطرہ درپیش نہ ہو۔"

"اور دوسری شکل میں؟"

"دوسری شکل میں وہ چلے جائیں گے۔"

"اور پھر ہماری یہاں سے واپسی؟"

"اس کے لیے ہمیں فکرمند نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہاں ہمارے آدمیوں کی کافی تعداد موجود ہے۔" میریا نے جواب دیا۔ ذہن ایک دم جھلاہٹ کا شکار ہو گیا تھا۔ کمبخت نے ... کر اپنے آدمیوں کے بارے میں کچھ بھی تو نہیں بتایا تھا پھر خود ہی ہنسی آنے لگی۔ ظاہر ہے میریا یہ تمام باتیں مجھے کیوں بتاتی، اصولاً تو مجھے حالات سے آگاہ ہونا چاہیے تھی کیونکہ بہرطور میں انہی کا آدمی تھا اور کم از کم یہ علم تو مجھے ہونا ہی چاہیے تھا کہ وہ کتنی تعداد میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ عجیب بے بسی کی کیفیت تھی لیکن اب اس کیفیت میں لطف بھی آنے لگا تھا۔ ذہن و دل کو ٹھنڈا نہ رکھا تو بڑی بے خبری کے عالم میں مارا جاؤں گا۔ ہمیشہ بڑے سے بڑے خطرے میں آنکھیں بند کر کے کود پڑتا تھا۔ آنے والے وقت سے بے نیاز ہو کر۔ بعض اوقات تو مجھے خود اپنی کوششیں ناقابل یقین محسوس ہوتی تھیں۔ بہت سے معاملات میں اور ایسی جگہ، جہاں بے شمار افراد اور بڑے بڑے ذہین لوگ اپنے مشن میں ناکام رہے تھے، میں نے کامیابی حاصل کر لی تھی اور اس بے سر و سامانی کے عالم میں... میرا ایمان تو یہی کہتا تھا کہ میرے ساتھ غیب کی قوتیں ہوتی ہیں جو مجھے کامیابی سے ہمکنار کراتی ہیں، ورنہ میں کیا اور میری بساط کیا۔

اس بار بھی میرے جذبے نیک تھے اور میں اپنے طور پر خود کو بالکل مطمئن پاتا تھا۔ دفعتاً ہمیں پھر کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی جو آہستہ آہستہ قریب آتی جا رہی تھی۔ سورج سر پر سے گزر چکا تھا لیکن ماحول ابھی اس قدر روشن تھا کہ ہم ہر چیز بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ آنے والی غالباً وہی جیپ تھی جسے ہم پہلے بھی دیکھا تھا۔ جیپ ہم سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر رک گئی اور پھر اس میں سے کئی آدمی نیچے اتر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں خودکار رائفلیں دبی ہوئی تھیں اور وہ متجسس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے پھر ان میں سے ایک بھاری بھرکم آدمی نے ان لوگوں کو اشارہ کیا اور وہ مختلف سمتوں میں پھیل کر گھاس میں گھس گئے۔

میریا نے سرگوشی کے انداز میں کہا "یوں لگتا ہے ڈیگو! ہماری آمد کی اطلاع ہو گئی ہے۔"

"ہاں، اور میرا خیال یہ بھی ہے کہ میرے دونوں ساتھی مارے گئے یا فرار ہو گئے۔" ڈیگو نے بھی سرگوشی کے انداز میں جواب دیا۔

بھاری بھرکم آدمی، جس نے اپنے آدمیوں کو اطراف میں پھیل جانے کی ہدایت کی تھی، جیپ سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی قمیص کی اوپری جیب سے ایک موٹا سگار نکالا اور اسے دانتوں میں دبا کر لائٹر سے سلگانے لگا۔

ڈیگو نے میریا کی طرف دیکھ کر سرگوشی کی "اگر ہماری تلاش شروع ہو گئی ہے میڈم تو تھوڑی بہت دیر کے بعد یہ لوگ ہمارا پتا لگا ہی لیں گے کیوں نہ کوئی کارروائی کر ڈالی جائے۔"

"مثلاً؟"

"اگر یہ جیپ حاصل ہو جائے تو ممکن ہے ہمارا بقیہ سفر تیز رفتاری سے طے ہو سکے۔ اپنی منزل پر پہنچ کر ہم کم از کم تھوڑے سے محفوظ تو ہو سکتے ہیں ممکن ہے، ہمارے آدمی ہماری صحیح رہنمائی کر سکیں۔"

میریا نے گردن ہلائی اور ڈیگو نے اپنے لباس سے ایک چوڑے پھل والا خنجر نکال لیا پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور جھاڑیوں میں حرکت پیدا کیے بغیر اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں جیپ کھڑی ہوئی تھی پھر جھاڑیوں سے نکلنے میں اس نے بڑی برق رفتاری کا مظاہرہ کیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے خنجر کی نوک جیپ کے قریب کھڑے ہوئے بھاری بھرکم شخص کی گردن پر رکھ کر شاید اس نے اسے حرکت نہ کرنے کی ہدایت کی تھی۔ بھاری بھرکم شخص کا منہ کھلا اور سگار نیچے گر پڑا، وہ جیسے منجمد ہو گیا تھا۔

میں نے میریا کو اشارہ کیا اور ہم دونوں بھی تیز تیز چلتے ہوئے جیپ کے پاس پہنچ گئے۔ ڈیگو نے بھاری بھرکم آدمی کی گردن کے گرد اپنی چوڑی کلائی کا حصار قائم کر لیا تھا۔ میریا نے مجھے اشارہ کیا کہ میں ان لوگوں پر نگاہ رکھوں جو ہمیں تلاش کرنے کے لیے چاروں طرف پھیل گئے ہیں اور پھر وہ بھاری بھرکم آدمی سے بولی۔ "تم لوگ کسے تلاش کر رہے ہو؟"

"گک... گک... کسی کو نہیں، ہم تو یہاں... میرا مطلب ہے..." بھاری بھرکم آدمی نے ہکلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ خنجر کی نوک اب اس کی گدی میں چبھ رہی تھی۔

"اگر تم نے ایک لمحے کی بھی تاخیر کی تو تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"پ... پتا نہیں، تم لوگ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ خنجر میری گردن سے ہٹاؤ۔"

"ہٹ جائے گا، بشرطیکہ تم جواب دینا پسند کرو۔" میریا نے کہا۔ اسی وقت کہیں جھاڑیوں میں سرسراہٹ محسوس ہوئی جو ہم

HOW TO WRITE A LETTER

خطوط نویسی کے لیے قیمت ۱۰/ روپے

HOW TO WRITE AN ESSAY

مضمون نگاری کے لیے قیمت ۱۰/ روپے

HOW TO WRITE AN EXPLANATION

وضاحت و تشریح کے لیے قیمت ۱۰/ روپے

HOW TO LEARN CORRECT SPELLING

صحیح ہجے لکھنے کے لیے قیمت ۱۰/ روپے

HOW TO DO COMPREHENSION

ادراک و فہم کا اظہار کرنے کے لیے قیمت ۱۰/ روپے

CORRECT POSITIONS OF PREPOSITIONS

پری پوزیشن کے صحیح استعمال کے لیے قیمت ۱۰/ روپے

HOW TO PUNCTUATE

رموز اوقاف جاننے کے لیے قیمت ۱۰/ روپے

40 DAYS TO TRANSLATION

اردو سے انگلش میں ترجمہ کرنے کے لیے قیمت: ۱۵ روپے

○ اندرون ملک ڈاک خرچ ایک یا ایک سے زائد کتابوں کا ۱۰/ روپے ہوگا۔ پورا سیٹ منگانے پر ڈاک خرچ معاف (صرف اندرون ملک کے لیے) ○ کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا نام و پتا اور کتابوں کا نام ضرور لکھیں ○ کسی قسم کی نقد رقم خط میں ڈال کر ہرگز نہ بھیجیں۔ منی آرڈر ارسال کرنے کا پتا: مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ سید منشن بلیمویا اسٹریٹ، کراچی ۱
○ بیرون ملک پورے سیٹ کی قیمتیں مع ڈاک خرچ: مشرق وسطیٰ ۲۵۰ پاکستانی روپے، یورپ اور مشرق بعید ۲۵۰/ پاکستانی روپے، آسٹریلیا، امریکا، افریقہ ۲۵۰/ پاکستانی روپے ○ بیرون ملک کتابیں منگانے کے لیے رقم بذریعہ ڈرافٹ روانہ کریں۔ ڈرافٹ پر نام اس طرح لکھوائیں۔

MAKTABA NAFSIAT A/C 688 H. B. L
MANSFIELD STR. BR. KARACHI

Sales Office: ذاتی طور پر حاصل کرنے کے لیے:
MAKTABA NAFSIAT 404 HUSSAIN
CENTRE, SHAHRAHE IRAQ SADDAR
KARACHI - PHONE: 526689

WWW.PAKSOCIETY.COM

تینوں لے ہی سُنی۔ ایک لمحے کے لیے ڈیگو کی توجہ بھاری بھر کم شخص پر سے ہٹی اور اُس نے پوری قوت سے دونوں ہاتھوں کی کہنیاں ڈیگو کی پسلیوں پر ماریں اور دوسرے ہی لمحے گنجان اور گھنی جھاڑیوں کی طرف چھلانگ لگا دی لیکن ڈیگو نے بھی کوئی تاخیر کیے بغیر اُس کے پیچھے ہی چھلانگ لگائی تھی اور شاید جھاڑیوں میں اُسے دبوچ لیا تھا کیونکہ چند لمحے بعد ہی وہ اُسے کھینچتا ہُوا باہر لے آیا تھا۔

بھاری بھر کم آدمی نے چونکہ جھاڑیوں میں ہونے والی آہٹ سُن لی تھی، اس لیے اُس نے حلق پھاڑ کر چیخنے کی کوشش کی لیکن ڈیگو کا زوردار گھونسا اُس کی گردن کی پشت پر پڑا اور اُس کی چیخ دم توڑ گئی، وہ زمین پر گر گیا تھا اب وہ اوندھے مُنہ ڈیگو کے نیچے دبا ہُوا تھا اور ڈیگو نے ایک بار پھر خنجر کی نوک اُس کی گردن پر رکھ دی تھی۔

جھاڑیوں میں ہونے والی آہٹ ایک چیونٹی خور کی تھی جو ان جھاڑیوں سے نکل کر سامنے کی جھاڑیوں میں بھاگ گیا تھا۔ ڈیگو نے ایک بار پھر اُس کا گریبان پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور وہ سیدھا ہو گیا لیکن سیدھا ہوتے ہی اُس نے پوری قوت سے ڈیگو کے مُنہ پر ایک گھونسا مارا، ڈیگو کے لیے بلاشبہ یہ حملہ غیر متوقع تھا، وہ پیچھے جا گرا اور بھاری بھر کم آدمی اپنی جسامت کے باوجود حیرت انگیز سرعت سے اُٹھا اور اُس نے ایک بار پھر جھاڑیوں کی طرف دوڑ لگا دی لیکن اب ڈیگو پر دیوانگی طاری ہو گئی تھی، وہ تیزی سے اُٹھا اور بھاری بھر کم آدمی کو چند ہی گز کے فاصلے پر جا لیا اور اس کے بعد ڈیگو کے خوفناک گھونسے اُس کے جبڑوں اور پیشانی پر پڑتے رہے۔ ایک بار پھر وہ بے بس ہو گیا تھا، اُس کے ہونٹ پھٹ گئے تھے اور ناک سے خون بہہ رہا تھا۔

”میرے خیال میں اب یہاں رُکنا مناسب نہیں ہے بہتر ہوگا کہ ہم اسے لے کر یہاں سے نکل چلیں“ میریا بولی۔

”اور اس کے آدمی... !“ مَیں نے درمیان میں دخل دیا، اب تک مَیں ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔

”جہنّم میں جائیں۔ زیادہ سے زیادہ وہ یہی کر سکتے ہیں کہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو اطلاع دے دیں، یہ خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا“ میریا نے جواب دیا اور پھر ڈیگو کو ہدایت دینے لگی۔

ڈیگو نے خنجر اُس شخص کی گردن پر رکھے رکھے اُسے گاڑی کی طرف چلنے کے لیے کہا اور گاڑی کے قریب پہنچنے کے بعد اُس نے ایک جُما تُلا ہاتھ بھاری بھر کم آدمی کی کنپٹی پر مارا، جس سے وہ چکرا کر جیپ پر اوندھا گر گیا۔ ڈیگو نے اُسے کسی بے کار سامان کی طرح جیپ میں ٹھونس دیا تھا اور اس کے بعد وہ پھرتی سے اسٹیرنگ پر جا بیٹھا۔

”نہیں، ڈرائیونگ مَیں کرتی ہُوں۔ تم ذرا اسے سنبھالے رکھو“ میریا نے کہا اور پھرتی سے ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھی۔ میں اور ڈیگو عقبی حصے میں آ گئے تھے۔ ڈیگو نے بھاری بھر کم شخص کی قمیص پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور پھر اُسے اس کے بدن سے علیحدہ کر لیا۔ اب بھاری بھر کم آدمی صرف ایک بنیان اور پتلون میں ملبوس تھا۔

ڈیگو نے اُس کے دونوں ہاتھ کس کر پُشت پر باندھ دیے اور پھر اُس کی گردن کے ایک مخصوص حصّے کو آہستہ آہستہ تھپتھپانے لگا پھر اُس نے میری طرف رُخ کر کے کہا ”کیا خیال ہے سر، یہ ہوش میں نہ آئے تو میرے خیال سے ہمیں اس کی گردن کاٹ کر اس کی لاش یہیں پھینک دینا چاہیے۔ بلاوجہ ہمارے لیے مصیبت بنا رہے گا۔“

”نن... نہیں نہیں، مَیں ہوش میں ہُوں“ بھاری بھر کم آدمی کی بوکھلائی ہُوئی آواز سنائی دی اور ڈیگو مجھے آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔

”اگر تم ہوش میں ہو تو یہ بتاؤ کہ ہماری تلاش میں کس کی ہدایت پر نکلے تھے؟“

”میکنو... میکنو نے ہمیں یہاں بھیجا ہے۔“

”ہُوں، تو اس کا مطلب ہے کہ مینس کا کوئی پیغام اس تک پہنچا ہے۔“

”تو تم... تم... ؟“

”جواب، صرف جواب“ ڈیگو نے ایک بار پھر خنجر کی نوک اُس کی گردن میں چُبھاتے ہوئے کہا اور اس بار نوک شاید اُس کی گردن میں تھوڑی سی گھس گئی تھی کیونکہ بھاری بھر کم آدمی کے حلق سے گھُٹی گھُٹی سی چیخ نکل گئی تھی اور خون کی دھار اس جگہ سے پُھوٹ نکلی تھی۔

”نہیں نہیں، مجھے قتل نہ کرو، میں تمھیں سب کچھ بتا دوں گا، سب کچھ۔“

”ہاں، جلدی بول دو پیارے، زیادہ وقت نہیں ہے ہمارے پاس۔ ہم تمھیں یہیں کہیں جھاڑیوں میں پھینک دیں گے، اس طرح کم از کم تمھاری جان تو بچ جائے گی۔“

”اور اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو؟“

”تب بھی ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا لیکن اگر تم سچ سچ بتا دو گے تو پھر شاید تمھیں قتل نہ کیا جائے۔“

”ہاں، تیرو ڈا میں وہ بریف کیس ہمارے حوالے کر دیا گیا، اس وقت وہ میکنو کے پاس ہی ہے۔ تم لوگوں کے بارے میں مینس نے ہی مجھے اطلاع دی تھی اور میں ہی وہ بریف کیس میکنو کے پاس پہنچا تھا۔ یہ میری ذمّے داری تھی۔“

”گڈ، ویری گڈ۔ میکنو کہاں ہے؟“ اس بار میریا نے سوال کیا۔

”ہاں، ڈبے ونگ میں ہے وہ، وہیں کی کیمپنگ میں موجود ہے لیکن تم اس راستے سے اُس تک نہیں پہنچ سکتے۔ تھوڑے فاصلے پر تمھیں وہ لوگ گشت کرتے ملیں گے۔“

”ٹھیک ہے، ہم راستہ تبدیل کیے دیتے ہیں جانِ من“ میریا نے کہا اور پھر ڈیگو کی طرف رُخ کر کے بولی ”بہتر یہ ہوگا کہ ہم اپنے کیمپ چلیں۔ پتا نہیں ان بے وقوفوں نے ہمارے لیے کوئی کارروائی ابھی تک کیوں نہیں کی“ میریا کا اشارہ شاید اپنے آدمیوں کی سمت تھا، مَیں تو اس دوران خاموشی ہی اختیار کیے رہا تھا۔

شام کی سیاہی تیزی سے بڑھتی چلی آ رہی تھی، میریا نے جیپ کا رُخ نیم شکستہ سڑک سے جنگل میں سے گزرتی ہُوئی ایک پگڈنڈی کی طرف موڑ دیا تھا۔ جنگل خاصا گھنا تھا اور کہیں دور بلندیوں سے گرتے ہوئے کسی آبشار کا شور سُنائی دے رہا تھا۔

ڈیگو نے بھرّائے ہوئے لہجے میں کہا ”یہ راستہ بہت خطرناک ہے، آگے چل کر ہمیں سانپوں اور دلدلوں سے واسطہ پڑے گا۔ اس طرف سے گزرنا میرے خیال میں ممکن نہیں ہے۔“

”مَیں جانتی ہُوں لیکن تم اطمینان رکھو، مجھے اس راستے سے گزر کر اپنے کیمپ تک پہنچنا آتا ہے“ میریا نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

شام کی پھیلتی ہُوئی سیاہی میں ہم اس پگڈنڈی کے ایک دوشاخے پر پہنچ گئے۔ بائیں طرف پگڈنڈی کے نشانات خودرو گھاس اور انگوروں کی لمبی لمبی بیلوں میں گم ہو چکے تھے چنانچہ میریا نے داہنی سمت کا رُخ کیا۔ یہاں بھی راستہ صاف اور واضح نہیں تھا لیکن بہرحال، جیپ گزر سکتی تھی۔ یہ راستہ بڑا ہی دشوار گزار تھا اور جگہ جگہ جھاڑیوں کے جُھنڈ کچل کر جیپ کو آگے بڑھانا پڑ رہا تھا۔ رفتہ رفتہ ماحول پر بالکل تاریکی چھا گئی اور یہ تاریکی آسمان پر اچانک چھا جانے والے بادلوں کی وجہ سے اور گہری ہو گئی تھی۔ ان بادلوں کے عقب میں طوفانی بجلیاں چُھپی ہُوئی تھیں جو چند ہی لمحوں کے بعد چمکنے لگیں۔

مَیں محسوس کر رہا تھا کہ ڈیگو کی حالت بھی اب بہتر نہیں رہی تھی۔ وہ شاید میریا کو اس طرف بڑھنے سے روکنا چاہتا تھا لیکن اتنی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ بجلی اب بار بار چمکنے لگی تھی۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ بھی سُنائی دے رہی تھی۔ دفعتاً تاریک جنگل روشنیوں سے منوّر ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی فائروں کی آوازیں سُنائی دیں لیکن گولیاں ہماری طرف نہیں آئی تھیں البتہ تیز روشنیوں نے ہمیں اپنے دائرے میں لے لیا تھا اور ان تیز روشنیوں کی وجہ سے ہماری آنکھیں چکا چوند ہو گئی تھیں۔

میریا نے گھبرا کر جیپ کو بریک لگا دیے اور دونوں ہاتھ بلند کر دیے پھر وہ تیز لہجے میں بولی ”تم لوگ بھی اپنے ہاتھ اُوپر اُٹھا لو۔ اگر اُنھیں ہماری کسی ذرا سی جنبش کا بھی احساس ہُوا تو وہ ہمیں گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔“

مَیں نے ایک گہری سانس لے کر ہاتھ اُوپر اُٹھا دیے تھے۔

یہ سارا ڈراما عجیب و غریب تھا اور میرا ذہن مجھے اپنا ساتھ چھوڑتا ہُوا محسوس ہو رہا تھا۔ روشنیوں والے تیز رفتاری سے ہماری جانب بڑھنے لگے اور ہمیں ذرا بھی موقع نہیں ملا کہ ہم جیپ سے چھلانگیں ہی لگا سکتے۔ ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا اور پھر ایک قوی ہیکل شخص ہمارے نزدیک آ کر کسی قدر شکستہ انگریزی میں بولا ”تم سب ہاتھ بلند کیے ہوئے نیچے اُتر آؤ۔ خیال رکھنا، تم چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہو۔“

میریا نے ایک گہری سانس لی اور پھر اسی طرح ہاتھ بلند کیے کیے نیچے اُتر آئی۔ مَیں نے اور ڈیگو نے بھی اُس کی تقلید کی تھی۔

آنے والے برق رفتاری سے ہمارے پاس پہنچ گئے اور تھوڑی دیر قبل ہم نے جو حشر اُس بھاری بھر کم آدمی کا کیا تھا، وہی ہمارا کر دیا گیا، یعنی ہمارے ہاتھ کس کر پُشت پر باندھ دیے گئے۔ اس کے بعد اُنھوں نے سرچ لائٹوں کی روشنی میں جیپ کا معائنہ کیا اور دوسرے ہی لمحے ان میں سے ایک کے حلق سے ایک تیز آواز نکل گئی۔ اُس نے افریقی زبان میں دوسروں سے کچھ کہا اور دو آدمی جیپ میں پڑے ہوئے بھاری بھر کم آدمی کو سنبھالنے لگے۔

ایک بار پھر اُن کی آپس میں گفتگو شروع ہو گئی تھی، اُنھوں نے بھاری بھر کم آدمی کے ہاتھ کھولے اور بھاری بھر کم آدمی غرّاتے ہوئے انداز میں ڈیگو کی طرف جھپٹ پڑا۔ اُس نے ڈیگو کو کئی گھونسے رسید کیے تھے۔ ہمیں گرفتار کرنے والوں نے اُسے روکا۔ وہ آپے سے باہر ہو رہا تھا اور پھر اُس نے انگریزی میں کہا ”ان سب کو کتّوں کی موت مار دو۔ یہ... یہ... !“ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

جیپ وہیں چھوڑ دی گئی اور اُس کے بعد وہ ہمیں رائفلوں کی زد پر وہاں سے آگے لے چلے۔ مَیں، میریا اور ڈیگو ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ میریا نے آہستہ سے ڈیگو سے کہا ”یقیناً ان کا تعلق میکنو سے ہے۔“ ڈیگو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھتا رہا تھا۔ میریا میری طرف متوجہ ہو کر بولی ”تم فکر نہ کرنا۔ بہرحال، کسی نہ کسی طرح ہم اپنا بچاؤ کر لیں گے اور ہاں سُنو، کسی قسم کی کوئی احمقانہ کوشش نہ کرنا کیونکہ ان جنگلوں میں یہ لوگ چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں۔“

مَیں نے طنزیہ انداز میں کہا ”مَیں نے تو ابتدا ہی سے کسی قسم کی کوئی فکر نہیں کی میڈم میریا، آپ کا ہر قدم شاندار ہے۔“

میرے یہ طنزیہ الفاظ سُن کر میریا کے چہرے پر کیا تاثرات پیدا ہوئے، اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

ایک گھنٹے کے قریب سفر کرنا پڑا لیکن یوں محسوس ہوتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا' جیسے ساری زندگی اسی ہیبت ناک سفر میں طے ہو جائے گی۔ ہم لوگ زندگی سے بیزار ہو رہے تھے کہ ایک وادی میں ہمیں کچھ روشنیاں نظر آئیں اور میریا نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہالی ڈے ونگ۔"

میں خاموش ہی رہا لیکن مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم وہاں پہنچ چکے ہیں' جہاں یہ لوگ ہمیں لے جانا چاہتے تھے۔ میکنو کون ہے اور ان تمام لوگوں نے کیا چکر چلایا ہوا ہے' یہ بات میں اب بھی نہیں سمجھ سکا تھا۔ بار ہا دل میں سائیکا مائیلر کا خیال ابھرا تھا اور یہ سوچ سوچ کر دل دکھتا رہتا تھا کہ بے چاری لڑکی کسی حادثے کا شکار نہ ہو گئی ہو' وہ بڑے مخلصانہ جذبے کے ساتھ افریقہ کے ان دشوار گزار حصوں میں آئی تھی۔

جوں جوں روشنیاں قریب آتی جا رہی تھیں' ہمیں لانے والوں کی رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی اور وہ ہمیں مزید تیز چلنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ پتا نہیں' اس جگہ کو ہالی ڈے ونگ کا نام کیوں دیا گیا تھا' میری سمجھ میں تو کوئی بات آ ہی نہیں رہی تھی۔

چاروں طرف اونچے نیچے پہاڑی ٹیلے بکھرے ہوئے تھے اور یہ روشنیاں انہی ٹیلوں کے درمیان سے آ رہی تھیں۔ وہاں میں نے چھولداریوں کی ایک چھوٹی سی بستی دیکھی۔ ان چھولداریوں کے اوپری حصے مٹیالے رنگ کے تھے' جن کی وجہ سے شاید انھیں اوپر سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

ایک بڑے سے پہاڑی ٹیلے کے دامن میں لگی ہوئی چھولداری کے سامنے چند لوگوں نے ہمارا استقبال کیا۔ انہی میں ایک چست وردی میں ملبوس شخص موجود تھا جو افریقی تھا۔ پھیلی ہوئی ناک' چوڑا جبڑا اور انتہائی بلند قامت۔ اس کا تن و توش بھی قابل دید تھا۔ اوپر چمڑے کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی' جس پر ایک چوڑی بیلٹ بندھی ہوئی تھی۔ نیچے گھٹنوں تک کے جوتے پہنے ہوئے تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور شخص بھی موجود تھا جو گہرے رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ رنگ تو اس کا بھی سانولا تھا لیکن خدوخال تیکھے تھے اور وہ افریقی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ان دونوں نے ہمیں بغور دیکھا اور پھر گہرے سوٹ والا متحیرانہ انداز میں آگے بڑھ آیا اور اس کے منہ سے ایک عجیب سی آواز نکلی۔ یہ آواز غالباً میریا کو دیکھ کر نکلی تھی۔ میں نے صاف محسوس کیا تھا کہ میریا نے اسے کوئی اشارہ کیا ہے۔ میں ایک لمحے کے لیے چونک پڑا تھا لیکن میں نے اس بات کا اظہار نہیں ہونے دیا۔

ملگجی روشنی میں یہ اشارہ شاید گہرے سوٹ والے نے دیکھ لیا تھا۔ اس نے ساتھ کھڑے ہوئے قوی ہیکل شخص کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "لڑکی کو الگ بند کرو اور ان دونوں کو الگ۔"

ہمیں ساتھ لانے والے مجھے اور ڈیگو کو لے کر پہاڑی ٹیلے کے دامن میں پہنچ گئے۔ یہاں ایک چھولداری لگی ہوئی تھی۔ ہمیں تو ہمیں چھولداری ہی میں سے ہونا پڑا تھا لیکن چھولداری کا عقبی حصہ غار کی طرف کھلتا تھا۔ اس غار میں ہمیں قید کر دیا گیا۔

عجیب و غریب قید خانہ تھا۔ ہمیں تقریباً پانچ فٹ نیچے اترنا پڑا تھا اور اس کے بعد ہم جس جگہ پہنچے' وہ انتہائی ستھری اور شفاف تھی۔ لوہے کی سلاخوں والا ایک دروازہ لگا ہوا تھا' بالکل چھت پر ایک قدرتی سوراخ تھا جو غالباً یہاں زندگی کا ضامن تھا۔ ہمیں لانے والوں نے دروازہ باہر سے بند کر دیا اور چلے گئے۔ ڈیگو کافی پریشان نظر آ رہا تھا۔ قید خانے میں جلتی ہوئی پیلی روشنی اس کے چہرے کو عجیب تر بنا کر پیش کر رہی تھی۔ وہ اپنے گل مچھوں سے بار بار ایک بال توڑ لیتا اور انگلیوں میں مسلتا رہتا۔ ابھی تک اس نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ جیسے چونک پڑا۔

اس نے میری طرف دیکھا اور غرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تمھیں موجودہ صورت حال کا احساس ہو چکا ہے؟"

"میں نہیں سمجھا مسٹر ڈیگو۔"

"تمھارا نام جیک کروشر ہے نا؟"

"ہاں' یہی نام ہے میرا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو ڈیئر جیک کروشر' اپنی بدنصیبی کا ماتم کرو کہ ہم دشمنوں کے ہاتھوں میں آ پھنسے ہیں۔"

"یہ بات تو میں بھی جانتا ہوں۔"

"نہیں' تم نہیں جانتے' افسوس کی بات تو یہی ہے کہ تم نہیں جانتے۔ کیا تم اس گہرے سوٹ والے کو پہچانتے ہو؟" ڈیگو نے پوچھا۔

"نہیں' میں نے اس سے قبل اسے کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں نے اس کی تصویر دیکھی ہے اور میری آنکھیں جو خدوخال ایک بار دیکھ لیتی ہیں' انھیں کبھی نہیں بھولتیں۔ میں کبھی نہیں بھولتا میں اس چہرے کو..."

"مگر وہ کون ہے؟"

"ابوحاتم... مصری ایجنٹ ابوحاتم اور یہ میکنو... میکنو اسی کا نمائندہ ہے۔"

میرے ذہن میں جیسے ہزاروں شیشے ٹوٹ گئے۔ آئی کا چھناکا ہوا تھا کہ کان جھنجنا گئے تھے۔ ابوحاتم... بن حاتم... میں سے کوئی نام گولڈین اسپائرو نے لیا تھا اور مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کا آدمی ہوں۔ تو کیا... تو کیا ڈیگو کا کہنا درست ہے؟ وہ بڑے اعتماد سے یہ بات کہہ رہا تھا۔ میں خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔ اگر واقعی ڈیگو کا کہنا درست ہے تو میں اس سے زیادہ

ڈیگو کی آواز نے چونکا دیا تھا۔
سکا۔ ڈیگو... میری آنکھوں نے کچھ اور بھی دیکھا ہے جو شاید اس کے علاوہ تم نہیں دیکھ سکے۔"

"وہ کیا؟" میں نے گھٹے گھٹے لہجے میں پوچھا۔

"میریا اور ان کے درمیان کچھ اشارے بازی بھی ہوئی تھی اور پھر فوراً ہی ہمیں الگ قید کرنے کی ہدایت جاری کی گئی تھی۔"

"اوہ! کیا واقعی؟" میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہاں' ہم دلدل میں غرق ہو گئے ہیں۔ بہت گہری چال چلی گئی ہے۔ یہ لڑکی میریا نہیں معلوم ہوتی۔"

"میں پاگل ہو جاؤں گا ڈیگو... میں پاگل ہو جاؤں گا۔ یہ بتاؤ' تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"تمھارے بارے میں...؟"

"ہاں' میرے بارے میں۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ تم بریف کیس لائے تھے۔" ڈیگو نے کہا۔

"تمھیں علم ہے کہ بریف کیس میں کیا تھا؟"

"ہمیں ان چیزوں کی کھوج میں رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ کام ہائی کمان کے ہیں۔"

"بدقسمتی سے میں ہائی کمان کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا۔"

"نہیں جانتے تو خاموش بیٹھو' میرے کان کیوں کھا رہے ہو؟" ڈیگو جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ میں خاموش ہو گیا۔ اندازہ ہو گیا تھا کہ ڈیگو سے معلومات حاصل کرنا مشکل ہے۔ جاہل قسم کا آدمی تھا' چڑ گیا تو خواہ مخواہ الجھنا پڑے گا۔

رات بھر کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوئی۔ ڈیگو پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا تھا اور شاید ان حالات کے باوجود تھوڑی بہت دیر کے لیے نیند آ جاتی لیکن ڈیگو کے خوفناک خراٹوں نے ایک لمحے پلک نہیں جھپکنے دی تھی۔ چھت کے سوراخ سے روشنی چمکی اور صبح ہو گئی۔ رات کی تاریکی میں' میں نے کئی بار ٹرانسمیٹر پر سائیکا کو ٹرائی کیا لیکن اب دوسری طرف سے سگنل بھی نہیں مل رہے تھے۔ سائیکا یقیناً اپنے تمام ساتھیوں سمیت کسی حادثے کا شکار ہو گئی تھی۔ اس کے لیے دل ضرور دکھا تھا لیکن میں بے بس تھا' فوری طور پر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

ڈیگو اٹھ کر بیٹھ گیا تھا لیکن اس نے گھٹنوں میں سر دے کر اونگھنا شروع کر دیا اور اس کی یہ کیفیت دیکھ کر مجھے غصہ آ رہا تھا۔ دفعتاً قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور چار مسلح افریقی سلاخوں والے دروازے کے پاس پہنچ گئے۔ ان میں سے دو نے ہم پر اسٹین گنیں تان لیں اور پھر ایک نے سلاخوں والے دروازے کو کھول دیا۔ ڈیگو اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ایک مسلح افریقی نے اسٹین گن کا رخ اس طرف کر لیا' دوسرے نے میری طرف انگلی اٹھا دی۔ گویا صرف مجھے باہر آنے کا اشارہ کیا گیا تھا۔

میں دروازے کی طرف چل پڑا۔ "کتے کے بچو! میرے ساتھیوں کے بارے میں تو کچھ بتا دو۔" ڈیگو دہاڑا لیکن کتے کے بچے شاید اس کی بات کا مفہوم ہی نہیں سمجھے تھے۔ مجھے باہر نکال کر انھوں نے سلاخوں والا دروازہ دوبارہ بند کر دیا اور پھر مجھے پیچھے سے دھکیلتے ہوئے لے چلے۔

دروازے سے باہر چھولداری میں اور پھر وہاں سے ایک اور چھولداری میں' جس کے عقب میں بالکل ویسا ہی ایک کشادہ غار موجود تھا لیکن اس غار میں عمدہ فرنیچر موجود تھا۔ ایک بڑی سی میز کے پیچھے کچھ لوگ موجود تھے۔ طویل القامت میکنو بھی تھا اور وہ شخص بھی جسے ڈیگو نے ابوحاتم کہا تھا لیکن مجھے میریا کو دیکھ کر حیرت ہوئی جو ان کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ دلکش اور پُروقار لگ رہی تھی۔ لباس بھی بہت خوبصورت پہن رکھا تھا اس نے۔

مجھے لانے والوں نے فوجی انداز میں سیلیوٹ کیا اور میرے عقب میں کھڑے ہو گئے۔ ابوحاتم نے انگریزی میں کہا۔ "اسے کرسی دو... اس طرف..." اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔

میرے پیچھے کھڑے ہوئے آدمیوں میں سے ایک نے کرسی اس جگہ رکھ دی۔

"بیٹھو مسٹر کروشر... بیٹھ جاؤ۔" ابوحاتم نرم لہجے میں بولا اور میں بیٹھ گیا۔ "ہم سے واقف ہو؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ان کو جانتے ہو؟" اس بار اس نے میریا کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں۔"

"اگر میں کہوں کہ تم انھیں نہیں جانتے تو؟"

"تو میں کہوں گا کہ نہیں جانتا۔" میں نے قدرے ظرافت سے کہا اور ابوحاتم بے اختیار مسکرایا۔ میریا بھی اس جواب سے محظوظ ہوئی تھی۔

ابوحاتم چند لمحے مسکراتا رہا پھر بولا۔ "مسٹر جیک کروشر! آپ کا تعلق یقیناً کسی ایسے ڈیپارٹمنٹ سے ہوگا جو اس قسم کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم لوگ ابھی آپ کے بارے میں کچھ معلومات حاصل نہیں کر سکے لیکن ہماری تمام تر کوششیں اس بات پر صرف ہو رہی ہیں کہ کوئی کام کا آدمی ہمارے ہاتھ لگ جائے اور ہم اس سے کچھ اہم باتیں معلوم کر لیں۔ اس کوشش کے دوران صرف تین افراد ہمارے ہاتھ لگے۔ ان میں سے ایک نے خودکشی کر لی' دوسرا اذیتوں کے دوران ہلاک ہو گیا۔ تیسرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پر ہم ہاتھ نہیں ڈال پانے تھے کہ وہ کسی کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ وہ سب سے اہم آدمی تھا۔ بہرحال، ہمارا فیصلہ ہے کہ اگر اس سلسلے میں کسی شخص نے ہم سے تعاون کیا تو ہم اُسے زندگی کا اعزاز دیں گے اور اس اعزاز کی پیشکش آپ کو بھی کی جاتی ہے۔ آپ ہماری محنت کا ثمر بن جائیں تو ہم آپ کو بہ عزّت رہائی دیں گے۔ دوسری صورت میں آپ کو اذیتیں دے کر زبان کھولنے پر مجبور کیا جائے گا اور اس میں ناکامی ہوئی تو قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ آپ خودکشی وغیرہ کرنا چاہیں تو آزاد ہیں۔ کوئی کیپسول وغیرہ ہے آپ کے پاس؟"

"افسوس نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ضرورت محسوس کرتے ہیں؟"

"ہرگز نہیں۔"

"پھر؟" ابوحاتم نے بدستور مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ناشتے کی البتہ ضرورت ہے۔ میرے خیال میں یہ وقت ناشتے ہی کا ہے۔" میں نے جواب دیا اور ابوحاتم چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ میری بے باکی پر وہ حیران ہو رہا تھا پھر اُس نے میریا کی طرف دیکھا اور میریا شانے ہلا کر بولی "یہ اصولی بات ہے۔"

"اور پھر دیکھیے نا، انسان کو خالی پیٹ تو خودکشی بھی نہیں کرنا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے، ناشتا کر لیں لیکن اگر یہ وقت ضائع کرنے یا کچھ کرنے کی کوشش کی تو آپ کو ناکامی ہوگی۔"

"صرف ناشتے کے حصول میں ناکامی نہیں ہونا چاہیے، باقی ہر طرح کی ناکامی برداشت کی جا سکتی ہے۔" میں نے جواب دیا اور ابوحاتم خاموش ہوگیا۔

میری تواضع عمدہ قسم کی کافی، سینڈوچ اور دوسری چیزوں سے کی گئی تھی۔ میریا اور ابوحاتم نے صرف کافی پی اور پھر ابوحاتم مسکرانے لگا۔

"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟" ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے کہا۔

"آپ کی تنظیم کا سربراہ کون ہے؟"

"یہ آخری سوال ہونا چاہیے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس سے قبل آپ کو دوسرے سوالات کرنا چاہئیں۔"

"مثلاً؟"

"گولڈن اسپائرو۔ غالباً وہ آخری آدمی جسے کسی نے قتل کر دیا۔ میرے خیال میں وہ واحد آدمی تھا جسے آپ کے بارے میں اطلاع ہو گئی تھی۔ کیا آپ اس کے راستے سے ہٹ گئے تھے مسٹر ابوحاتم؟"

"ویری گڈ۔ یہ سمجھداری کی علامت ہے، گویا آپ ان معاملات سے واقفیت کا اظہار کرتے ہیں۔"

"مس میریا یہاں موجود ہیں۔ انھوں نے بریف کیس مجھ سے وصول کیا ہے۔ ان کی موجودگی میں، میں انحراف کیسے کر سکتا ہوں، مس میریا۔ اگر آپ میرے چند سوالات کے جواب دے دیں تو ذاتی طور پر آپ کا شکرگزار ہوں گا۔ ویسے آپ لوگوں نے [جس] ماحول میں مجھے پوچھ گچھ کے لیے بلایا ہے، اس نے مجھے متاثر کیا ہے۔"

"ہمارے مذہب کے بارے میں جانتے ہو گے جبکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ معاملہ ہماری بقا کا ہے اور [اس] کے لیے ہم اپنے خلاف کام کرنے والوں کو معاف نہیں کرتے لیکن جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے، یہ کوشش کی جاتی ہے کہ اس کا جس حد تک خیال رکھا جا سکتا ہے، رکھا جائے۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"آپ کا نام یقیناً میریا نہیں ہوگا؟"

"ہاں، میرا نام میریا نہیں ہے اور ابوحاتم نے اسی لیے پوچھا تھا کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو۔ جس کے جواب میں تم [...] کے درمیان کچھ دلچسپ گفتگو بھی ہوئی تھی۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔ یہ بات مان لی گئی کہ آپ درحقیقت [...] نہیں ہیں۔ جو بن کر میرے سامنے آئی تھیں اور جس حیثیت سے آپ نے بریف کیس مجھ سے لیا تھا۔ میرا پہلا سوال ہے مس [...] یا جو بھی آپ کا نام ہو کہ اصل میریا کہاں ہے؟"

"وہ ہماری تحویل میں ہے اور ہم اس سے معلومات حاصل کر رہے ہیں۔"

"کوئی کامیابی ہوئی؟" میں نے سوال کیا۔

"ابھی تک نہیں۔" لڑکی نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔ ابوحاتم اب سپاٹ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ غالباً اُسے میرے انداز پر جھنجلاہٹ ہو رہی تھی۔

"دوسرا سوال یہ ہے مس میریا یعنی صرف مس کہ بریف کیس آپ کے ہاتھ سے نکل گیا یا آپ کے پاس محفوظ ہے؟"

"دلچسپ بات یہ ہے کہ میسن اپنے طور پر کچھ کمانا چاہتا تھا اور وہ درمیان ہی سے ہمیں چیٹ کر گیا یعنی اُس نے بریف [کیس] کچھ ایسے لوگوں کے حوالے کر دیا، جن کے آلۂ کار کی حیثیت سے وہ اپنی پارٹی کو ڈبل کراس کر رہا تھا اور اس کے عوض اسے بھاری رقم ادا کر دی گئی۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اس رقم کو استعمال نہیں کر سکا۔"

"اور آپ کے ہاتھوں مارا گیا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، صرف غلط فہمی کی بنیاد پر۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"نمبر پانچ اور نمبر چھ کیا حیثیت رکھتے تھے؟"

"جس حیثیت سے میں کام کر رہی تھی، اس میں وہ دونوں نمایاں حیثیت کے حامل تھے لیکن ہمارے دشمنوں کو اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ ہمارے جال میں پھنس گئے ہیں، اس لیے انھوں نے انھیں قتل کر دیا۔ میں نمبر چھ کو مرنے سے پہلے حاصل کرنا چاہتی تھی۔"

"یہ پتا چل سکا کہ بریف کیس میں لائے ہوئے سامان میں جو کوربکس کیا حیثیت رکھتے ہیں؟"

"تھیں اس کا علم نہیں ہے مسٹر جیک کروشر؟" لڑکی نے سوال کیا۔

"ہاں، مجھے اس کا علم نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور اب تم اس بات کا اظہار کرنے کی کوشش کرو گے کہ تم ان لوگوں کے ایک معمولی سے آلۂ کار ہو جس کا کام صرف اتنا تھا کہ وہ اس بریف کیس کو مقررہ جگہ پر ایک مخصوص شخصیت تک پہنچا دے۔" ابوحاتم نے درمیان میں دخل اندازی کی۔

"نہیں مسٹر ابوحاتم، وعدہ کرتا ہوں کہ یہ الفاظ نہیں کہوں گا بلکہ آپ کو اس شخص کے بارے میں ضرور بتاؤں گا جو آپ کی راہ پر لگ گیا تھا۔ میرے خیال میں گولڈن اسپائرو سے آپ کو خاصی توقعات وابستہ تھیں۔"

"پُراسرار بننے کی کوشش مت کرو نوجوان! میرے خیال میں ہمارے درمیان کافی طویل گفتگو ہو چکی ہے اور اب کام کی باتیں ہونا چاہئیں۔ اخلاقیات کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ ان حدود سے تجاوز خطرناک ہو سکتا ہے۔" ابوحاتم خشک اور کھردرے لہجے میں بولا۔

میریا نے ابوحاتم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "مسٹر جیک کروشر کے ساتھ میں کچھ وقت گزار چکی ہوں۔ ابوحاتم! میرے خیال میں یہ ایک سلجھے ہوئے انسان ہیں۔ مسٹر جیک کروشر، براہِ کرم آپ یہ بتائیے کہ کیا آپ اپنی ٹیم کے سربراہ سے واقف ہیں؟"

"اگر مجھے دو منٹ دے دیے جائیں تو اس کے بعد تیسرے منٹ کا آغاز اسی گفتگو سے ہوگا، میرا وعدہ ہے۔" میں نے کہا۔

ابوحاتم پہلو بدل کر رہ گیا۔ اُس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر میریا کی طرف دیکھ کر جھنجلاتے ہوئے انداز میں بولا "وقت ضائع کرنے کی کوئی بھی کوشش آپ جانتی ہیں، بے سود ہے۔ کیا بہتر یہ نہیں ہوگا کہ اس شخص کو کام کی باتوں پر آمادہ کر لیا جائے؟"

"میں آپ کو دو منٹ اور دیتی ہوں مسٹر جیک کروشر۔" میریا نے اُس کی بات کو نظرانداز کر کے کہا۔

"تو پھر میں آپ کی اصلیت جاننا چاہتا ہوں۔ ابوحاتم نے کہا تھا کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں یا نہیں۔ اس پر میں نے جواب دیا تھا کہ پہچانتا ہوں۔ جب انھوں نے اس کی نفی کی تو میں نے ان سے تعاون کیا۔ بہتر یہ نہیں ہوگا مس میریا کہ آپ مجھے اپنی حقیقت بتا دیں؟"

"میرا تعلق تنظیمِ آزادیٔ فلسطین سے ہے۔ ہم لوگ یہاں ایجنٹوں کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ اس بارے میں جتنی معلومات تمھیں حاصل ہیں، بس انھی سے کام چلاؤ۔"

"آپ کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"حماقت ہے۔" میریا نے بھی جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تو پھر آپ لوگ مجھے یہاں سے اُٹھائیے اور تشدد گاہ میں لے جائیے، جہاں آپ میری زبان کھلوا سکتی ہیں۔ دوسری صورت یہی ہو سکتی ہے کہ آپ مجھے اپنا چہرہ دکھا دیں۔"

میریا نے اُلجھی ہوئی نگاہوں سے ابوحاتم کی طرف دیکھا اور ابوحاتم مجھے گھورتا ہوا بولا "ٹھیک ہے، دو منٹ پورے ہونے میں ابھی کچھ لمحات باقی ہیں، یہ کام بھی کر دیں تاکہ اس شخص کے پاس کہنے کو کچھ نہ رہ جائے۔"

میریا نے اپنی گردن کے پاس کچھ ٹٹولا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اس کے چہرے پر انتہائی جدید ساخت کی ماسک لگی ہوئی ہے۔ اُس نے یہ ماسک اپنے چہرے سے اُتار دی۔ بال اصل ہی تھے، صرف بالوں کے نیچے ربر کا خول چڑھا ہوا تھا لیکن جو چہرہ میں نے دیکھا اُس کی مجھے توقع نہیں تھی۔ پتا نہیں کیا ہے یہ سب کچھ! پتا نہیں اتفاقات کیا چیز ہیں اور کیوں ہوتے ہیں، جو چہرہ میرے سامنے تھا اُس کے بارے میں میری توقع تھی کہ ممکن ہے کوئی شناسا شکل نظر آ جائے اور میں خود کو اُس پر ظاہر کر دوں تاکہ وہ میری حقیقت کو پہچان لے اور میری یہ خواہش جس طرح پوری ہوئی تھی اُس کے لیے میں واقعی حیران تھا۔ گوئٹے ہل میں میری ملاقات فاخرہ یعقوبی سے ہوئی تھی اور میں نے اُس کے ساتھ کچھ کام کیا تھا۔ یہ ملاقات اتنی مختصر نہیں تھی کہ اس کا نام، اُس کی شخصیت اُس کے چہرے کے نقوش ذہن سے فراموش ہو جاتے۔ میریا کے رُوپ میں جو شخصیت میرے سامنے تھی، وہ فاخرہ یعقوبی ہوگی، اس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور یہ معلوم کرنے کے بعد کہ وہ فاخرہ یعقوبی ہے، میرے ذہن میں بہت سے دلچسپ احساسات اُبھر آئے تھے۔

میں نے گردن خم کر کے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر آہستہ سے بولا "آپ نے میری اس خواہش کا جس طرح احترام کیا ہے خاتون، میں اس کے لیے آپ کا دلی شکرگزار ہوں اور جیسا کہ آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ اب تک ہمارے درمیان نہایت خوشگوار حالات میں گفتگو ہوئی ہے، چنانچہ میں اب آپ کے تمام سوالات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

[illegible] جواب دینے کے لیے تیار [illegible]

ابو حاتم نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بھاری لہجے میں بولا "اگر یہ دوستانہ تعلقات اب کسی نہج پر پہنچ گئے ہوں تو مجھے سوالات کرنے کی اجازت دی جائے۔"

"میں نے عرض کیا نا، میں حاضر ہوں مسٹر حاتم۔"

"سب سے پہلی بات مجھے یہ بتاؤ مسٹر جیک کروشر کہ تم اس گروہ میں کیا حیثیت رکھتے ہو یا اپنے ڈیپارٹمنٹ میں تمہارا کیا مقام ہے؟"

"ایک ادنیٰ سے کارکن کے علاوہ اور کچھ نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"بطورِ انکساری کہہ رہے ہو یا یہ حقیقت ہے؟"

"نہیں، یہ حقیقت ہے۔" میں نرم لہجے میں بولا۔

"اس کا مقصد ہے ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے اب تم یہ رعایت حاصل کرنے کی کوشش کرو گے کہ بہت سے معاملات کا تمہیں علم نہیں ہے۔"

"اب تک کی جو گفتگو ہوئی ہے ہمارے درمیان، اس میں صاف گوئی سے کام لیا گیا ہے اور ایک دوسرے پر تقریباً اعتماد ہی کر لیا گیا ہے، چنانچہ بلاوجہ شک و شبہات کی فضا پیدا کرنے کی کوشش نہ کیجیے اور یقین کیجیے کہ میں ایسی کوئی بات آپ سے نہیں چھپاؤں گا جو مجھے معلوم ہو۔"

"تمہارا تعلق کون سے ملک سے ہے؟"

"میرا تعلق کسی ملک سے نہیں ہے، جن لوگوں کے ساتھ میں کام کر رہا ہوں، وہ معقول معاوضہ لے کر دنیا کا ہر کام کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔"

"تمہاری اپنی معلومات اس سلسلے میں کیا ہیں؟ مثلاً کیا تم اپنے گروہ کے سربراہ کا نام بتانا پسند کرو گے؟"

"ہاں، بشرطیکہ آپ اس سے واقف ہوں۔"

"کیا وہ کوئی گمنام شخصیت ہے؟"

"نہیں، کم از کم آپ کی فیلڈ میں کام کرنے والوں کے لیے وہ گمنام نہیں ہو سکتا، چونکہ دنیا کی تمام سیکرٹ سروسز اس کے بارے میں جانتی ہیں۔"

ابو حاتم کے چہرے پر تجسس کے آثار پیدا ہو گئے۔ فاخرہ یعقوبی بھی دلچسپی سے مجھے دیکھ رہی تھی، تب ابو حاتم نے کہا "کون ہے وہ؟"

"اس کا نام اسٹیفن براکوڈا ہے۔" میں نے جواب دیا اور فاخرہ یعقوبی اور ابو حاتم کا چہرہ سوچ میں ڈوب گیا اور پھر وہ دونوں ساتھ ساتھ ہی چونکے تھے۔

"اسٹیفن براکوڈا، کیا وہ شخص جس نے...؟"

"ہاں، میں اُسی اسٹیفن براکوڈا کی بات کر رہا ہوں۔" میں نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔

ابو حاتم کے چہرے سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ انتہائی حیرت کا شکار ہو۔ اُس کی آنکھوں میں شدید حیرت تھی لیکن وہ خود کو سنبھالے رہا۔ اس نے میرے چہرے پر نگاہیں گاڑتے ہوئے کہا "اور تم نے اس ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ کا نام انتہائی اطمینان سے ہمیں بتا دیا۔"

"میں نہیں سمجھا ابو حاتم! اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"میرا مطلب ہے کہ کیا... کیا تمہیں اس جرم کی سزا نہیں دی جا سکتی؟"

"سزا تو مجھے یہاں بھی دی جا سکتی ہے، اب آپ بتائیے کہ فوری سزا سے بچنا ضروری ہے یا آنے والی سزا سے۔"

"اسٹیفن براکوڈا کس کے لیے کام کر رہا ہے؟"

"امریکی یہودیوں کے ایما پر اسرائیل کے لیے۔" میں نے پُرسکون انداز میں جواب دیا۔ ابو حاتم کی حالت سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کس قدر اضطراب کا شکار ہے، اُس کا چہرہ سُرخ ہو گیا تھا اور اس کی آنکھیں ابلی پڑ رہی تھیں۔

فاخرہ یعقوبی نے کہا "کیا اسٹیفن براکوڈا کے منصوبوں کے بارے میں تم کچھ بتا سکتے ہو جیک کروشر؟"

"ہاں، میں نے کہا نا کہ جس حد تک مجھے معلوم ہے، میں سب کچھ بتانے کے لیے تیار ہوں۔ پہلی بات تو یہ بتا دوں، میں آپ کو میڈم کہ اسٹیفن براکوڈا یہاں افریقہ ہی میں موجود ہے۔" میں نے کہا اور ابو حاتم بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔

"کہاں، کس جگہ؟"

"اس بات پر بھی یقین کر لیجیے ابو حاتم کہ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ ایک شخصیت ایسی تھی جو اُس کے ٹھکانے کے بارے میں بتا سکتی تھی لیکن افسوس وہ اب اس دنیا میں نہیں رہی۔"

"کون؟"

"گولڈین اسپارو۔ یہ ممبارڈو میں اسٹیفن براکوڈا کا سب سے بڑا نمائندہ تھا، جس کی ذمے داری تھی کہ لائن آف کروزل کے تمام معاملات سے واقفیت رکھے اور خاص طور سے ممبارڈو میں داخل ہونے والے ان لوگوں پر نگاہ رکھے جو لائن آف کروزل کی طرف پیش قدمی کا ارادہ رکھتے ہوں۔ لائن آف کروزل کے بارے میں آپ کو بھی یہ اندازہ ہوگا کہ اسرائیلی حکومت اور امریکی یہودی اس میں کتنی دلچسپی لے سکتے ہیں اور اس کی خاطر کیا کچھ کر سکتے ہیں... اسٹیفن براکوڈا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور لائن آف کروزل کو جو نقصانات اُٹھانا پڑے ہیں، وہ اسی کی بدولت ہیں۔"

"اسٹیفن براکوڈا نے یہاں آ کر جو کچھ کیا ہے اس کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟" ابو حاتم نے کہا۔

"آپ جانتے ہیں کہ یہاں اسلحہ ساز فیکٹریوں کی تباہی قدرتی طور پر نہیں ہوئی تھی۔" میں نے جواب دیا اور ابو حاتم نے کرسی کی پُشت سے سر ٹکا لیا۔ وہ بُری طرح نروس ہو گیا تھا۔ فاخرہ یعقوبی بھی پتھر کے بُت کی مانند ساکت و جامد بیٹھی رہی تھی۔

چند لمحے خاموشی رہی پھر فاخرہ یعقوبی نے کہا "گولڈین اسپارو کو قتل کیوں کیا گیا؟"

"اس کی وجہ میرے علم میں نہیں ہے میڈم۔"

"کیا اس کے قاتلوں کے بارے میں کوئی اندازہ ہو سکا؟"

"کیا آپ لوگ اس کے قاتل نہیں ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ کیونکہ... کیونکہ..." ابو حاتم نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر خاموش ہو گیا۔

"ٹھیک ہے ممکن ہے اس کے قتل کا مسئلہ کسی اور سلسلے سے منسلک ہو۔ بہرحال، اس کے قتل سے اسٹیفن براکوڈا کا پروگرام متاثر نہیں ہوتا۔ براکوڈا اپنے کام میں مصروف ہے اور غالباً کسی مخصوص طریقے سے اس کا رابطہ اسرائیلی حکومت یا موساد کے ایجنٹوں سے قائم ہے۔ یہاں وہ کیا کچھ کر رہے ہیں، میں اس کے بارے میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا، اس لیے کہ مجھے نہیں معلوم۔ آپ لوگ اپنی تمام توجہ اگر صرف ایک جانب موڑ دیں تو میرا خیال ہے کہ آپ کو کامیابی ہو سکتی ہے۔ اسرائیلی حکومت شاید طویل عرصے تک براہِ راست یہاں مداخلت کرنے کی پوزیشن میں نہ آ سکے۔ اس کا سبب کچھ سیاسی اُلجھنیں بھی ہو سکتی ہیں کیونکہ لائن آف کروزل میں بے شمار ممالک کے ٹیکنیشن موجود ہیں اور عربوں نے انہیں باقاعدہ معاوضہ دے کر حاصل کیا ہے۔ جو کچھ عرب یہاں کر رہے ہیں وہ بین الاقوامی سطح پر قابلِ اعتراض بھی نہیں ہے۔ اس قسم کے اقدامات کیے جا سکتے ہیں۔ بہرحال، میرا یہ سب کہنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اگر اس وقت صرف اور صرف اسٹیفن براکوڈا کو تلاش اور اُسے ختم کرنے پر تمام قوت صرف کی جائے تو بہتر نتائج سامنے آ سکتے ہیں اور فوری طور پر مزید نقصانات سے بچا جا سکتا ہے۔"

"تو تم یہ نہیں جانتے کہ خود اسٹیفن براکوڈا کہاں ہے؟"

"میں نے کہا نا، ایک عام کارکن کو یہ بات نہیں معلوم ہو سکتی۔"

"تم جو بریف کیس لائے تھے، وہ تمہیں کہاں سے ملا تھا؟"

"موساد کے کچھ ایجنٹوں سے۔"

"بریف کیس میں کیا ہے؟"

"اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں بتایا گیا تھا۔ اگر وہ بریف کیس آپ کے قبضے میں ہے تو ان چوکور ٹکیوں کو کسی ماہر کے حوالے کر کے اُن کی حقیقت معلوم کر سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اُن کی آنکھوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ سخت حیرت کا شکار ہو گئے ہیں۔ انہیں اس بات کی اُمید نہیں تھی کہ میں اتنی صاف گوئی سے تمام صورتِ حال بتا دوں گا۔ میری شخصیت بھی اُن کے لیے پُراسرار ہو گئی تھی اور وہ میرے بارے میں خاصی اُلجھن کا شکار نظر آ رہے تھے۔

ابو حاتم نے تھوڑی دیر بعد کہا "اس کے علاوہ اور کچھ مسٹر جیک کروشر؟"

"نہیں، البتہ اگر آپ لوگ مجھے تازہ صُورتِ حال بتائیں تو ممکن ہے، میں مزید اس سلسلے میں آپ کی کوئی مدد کر سکوں۔"

"ہونہہ۔" ابو حاتم نے گہری سانس لی۔ وہ اپنی حالت سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا، پھر اُس نے آہستہ سے کہا "اور یہ معلومات ہمیں فراہم کرنے کے بعد کیا تمہیں اس بات کی اُمید ہے کہ... اسٹیفن براکوڈا تمہیں زندہ چھوڑ دے گا؟"

"اگر میری تقدیر میں اُس کے ہاتھوں موت لکھی ہے تو پھر بھلا میں اُسے کیسے روک سکتا ہوں۔"

"تم عجیب آدمی ہو، میری سمجھ میں تمہاری شخصیت نہیں آ رہی جیک کروشر۔" فاخرہ یعقوبی نے کہا۔

"ٹھیک ہے میڈم! میری شخصیت کو پہچاننے کے بجائے آپ میرے مطلب کی بات کیجیے۔"

"وہ کیا؟" فاخرہ یعقوبی نے سوال کیا۔

"اب آپ لوگوں کا کیا ارادہ ہے، میری رہائی کے لیے آپ نے کیا فیصلہ کیا؟ کیا آپ اپنے قول سے پھرنا چاہیں گی یا پھر مجھے رہا کر دیا جائے گا؟"

"یہ فیصلہ بھی تو ہونا ہے کہ جو کچھ تم نے کہا ہے، وہ حقیقت ہے یا غلط؟"

"یہ فیصلہ کتنے دن میں کر لیا جائے گا؟" میں نے سوال کیا۔

"چند گھنٹوں کے اندر اندر۔ تمہیں اس کے لیے فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔" ابو حاتم نے کہا۔

"گویا اس کے بعد آپ لوگ مجھے رہا کر دیں گے؟"

"ہاں، جو وعدہ کیا گیا ہے ہم اس سے انحراف نہیں کریں گے۔" ابو حاتم سرد اور ٹھوس لہجے میں بولا اور مجھے اندازہ ہوا کہ اس وقت وہ بالکل سچ بول رہا ہے۔

"بہت بہت شکریہ لیکن ایک درخواست اور ہے، اب مجھے ڈیگو کے ساتھ قید نہ کیا جائے۔"

"نہیں ڈیئر، تم اطمینان رکھو، تمہیں جتنی مراعات دی جا سکتی ہیں، دی جائیں گی، اس کے علاوہ ہم تم سے چند ملاقاتیں اور کریں گے اور پھر تم دنیا کے جس ملک میں جانا چاہو گے تمہیں باعزت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

طریقے سے پہنچا دیا جائے گا۔" ابو حاتم نے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ فاخرہ سے مخاطب ہوا۔" فاخرہ! تم اس سلسلے میں انتظامات کرو، میں دوسرا کام کرتا ہوں۔"

فاخرہ یعقوبی نے بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر گردن خم کر دی اور پھر وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے وہاں سے باہر نکل آئی۔ مسلح افریقی ہمارے ساتھ ہی چل رہے تھے کیونکہ فاخرہ یعقوبی نے انھیں ابھی چلے جانے کی ہدایت نہیں کی تھی۔ مجھے ایک اور جھولداری میں لایا گیا، جس کے پیچھے بنے ہوئے غار میں ضروریاتِ زندگی کا تمام سامان موجود تھا۔ فاخرہ یعقوبی نے مجھے وہاں چھوڑتے ہوئے کہا۔" تمھیں یہاں تمام سہولیات فراہم کی جائیں گی۔ کچھ وقت انتظار کرنے کی زحمت گوارا کرو۔ ایک وضاحت اور کر دوں، ہم نے جو وعدہ کیا ہے اُسے ہر قیمت پر پورا کریں گے۔ کچھ وقت لگ جائے تو تردد نہ کرنا۔ اب آرام کرو۔" وہ باہر نکل گئی اور میں گہری سانس لے کر اس آرام گاہ کا جائزہ لینے لگا۔

بات کچھ بنی تھی، دل کو سکون ملا تھا۔ اب اگر کوئی پریشانی تھی تو صرف سائیکا مائیلر کے لیے۔ نہ جانے بے چاری کس عذاب کا شکار ہو گئی تھی۔ ایک بار پھر ٹرانسمیٹر پر اُس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن نہ صرف اُس کا بلکہ کوئی نمبر کارگر نہیں ہوا۔ دوسرے تمام نمبر بھی ڈیڈ تھے۔ پتا نہیں کیا ہُوا تھا۔

اس کے بعد تازہ حالات کے بارے میں سوچنے لگا۔ ان لوگوں کو اسٹیفن کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ کسی سازش کی بُو تو سُونگھ چکے تھے وہ لیکن ابھی اس کے سلسلے میں کچھ معلوم نہیں کر سکے تھے۔ میں ان لوگوں میں آ کر خوش تھا۔ کم از کم کام آگے تو بڑھے گا۔ ابھی میں نے فاخرہ یعقوبی کو اپنے بارے میں نہیں بتایا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ حقیقت معلوم ہونے پر وہ کتنا خوش ہو گی۔ البتہ یہ فیصلہ بہتر تھا کہ میں نے ابو حاتم کے سامنے خود کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ اس بات کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ فاخرہ پر خود کو ظاہر کر دینا چاہیے۔

میری ہر طرح سے خاطر مدارت کی گئی۔ ضرورت کی ہر شے مہیا کر دی گئی تھی۔ بہترین ناشتا اور کھانا دیا گیا۔ دو افراد میری خدمت پر مامور کر دیے گئے تھے۔

چوبیس گھنٹے گزر گئے۔ میں نے خوب آرام کیا تھا اور ساری تھکن اُتار لی تھی۔ دوسری دوپہر میں نے کھانا لانے والے سے ابو حاتم کے بارے میں پوچھا تو اُس نے جواب دیا۔" ابو حاتم اس وقت موجود نہیں ہیں۔"

"میڈم؟"

"کیا آپ اُن سے ملنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں۔"

"آپ کا پیغام انھیں پہنچا دیا جائے گا۔" جواب ملا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ فاخرہ اندر داخل ہو گئی۔

"ہیلو جیک۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو میڈم! اپنی رہائی کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"ہمیں کچھ وقت اور دو جیک۔ جو وعدہ کیا ہے اس کی پابندی کی جائے گی۔ ویسے جیک تم کہاں جانا پسند کرو گے؟"

"اس کا فیصلہ ابھی نہیں کر سکا۔"

"کیا براکوڈا اور اس کے ساتھی اب تک تمھاری طرف سے مشکوک نہ ہو گئے ہوں گے؟"

"ہو سکتا ہے۔ کیا ایکوئن میں براکوڈا کے دوسرے آدمیوں کی موجودگی کے کچھ امکانات ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھ سے زیادہ یہ بات تم بہتر طور پر جان سکتے ہو۔" فاخرہ نے مسکرا کر کہا۔

"اس سے قبل آپ ان لوگوں کو کیسے جانتی تھیں میڈم؟"

"ہمیں کافی عرصے سے ان کی کارروائیوں کی اطلاعات مل رہی ہیں۔ کئی ایجنسیاں یہاں کام کر رہی ہیں۔ تم سے قبل کوئی کام کا آدمی ہاتھ نہیں لگ سکا تھا۔"

"مجھے آپ کام کا آدمی سمجھتی ہیں؟" میں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"یقیناً تم نے ہم پر احسان کیا ہے۔"

"آپ نے اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں؟"

"ہاں، اس کام میں دیر تو نہیں کی جا سکتی تھی۔"

"اور اس بات کا یقین بھی کر لیا کہ ان واقعات کے پس پشت براکوڈا ہی ہے۔"

"آج رات اس کے ثبوت بھی مل جائیں گے۔"

"کیسے؟"

"یہ ہمارا کام ہے، یہ سوال نہ کرو۔"

"اگر میں یہ عرض کروں میڈم کہ آپ لوگ اب بھی اپنے کام میں سقم چھوڑتے جا رہے ہیں تو آپ یقیناً بُرا مان جائیں گی۔" میں نے کہا اور فاخرہ چونک پڑی۔

"میں سمجھی نہیں؟" اس نے کہا۔

"اسٹیفن براکوڈا کی حیثیت معلوم ہو چکی ہے آپ کو؟"

"کافی حد تک۔"

"کام اس معیار کا نہیں ہو رہا میڈم جیسا کہ براکوڈا جیسے شخص کے لیے ہونا چاہیے۔ وہ بہت بڑا سازشی ہے اور امریکی یہودیوں

نے اُسے بلا وجہ اس مہم پر مامور نہیں کیا۔ براکوڈا کو اتنا موقع مل گیا کہ اُس نے آپ کی تین فیکٹریوں کو شدید نقصان پہنچا دیا اور آپ لوگ ابھی تک یہی فیصلہ نہیں کر پائے کہ یہ کوئی سازش تھی یا اتفاقی حادثہ۔"

"نہیں، اب تو یہ سازش ثابت ہو چکی ہے اور...!" فاخرہ دفعتاً رک گئی۔ وہ چونکی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ دیر تک کچھ نہ بول سکی، شاید صحیح الفاظ نہیں مل رہے تھے۔

"اور آپ لوگوں نے کام شروع کر دیا ہے، کیوں؟"

"ہاں لیکن..."

"جی فرمائیے۔"

"جیک! کیا تمھاری کوئی اور حیثیت بھی ہے؟"

"مثلاً؟" میں نے کہا۔" اور کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟"

"یہی فیصلہ تو نہیں کر پا رہی میں۔ یوں لگتا ہے جیسے تم... تم جان بوجھ کر براکوڈا کے بارے میں انکشاف کر رہے ہو۔ اس وقت تو تم پر کوئی دباؤ بھی نہیں ہے۔"

"اتنی دیر میں ایسی باتوں پر توجہ دیں گی! حالانکہ یہ شبہ آپ کو پہلے ہی ہونا چاہیے تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم؟" وہ تیز لہجے میں بولی۔

"جیک کروشر۔" میں نے مسکراتے ہوئے نہایت پُرسکون انداز میں کہا۔

"اسٹیفن ہی کے آدمی ہو، نا؟" اس نے اُلجھن زدہ انداز میں کہا۔

"آپ نے اسی حیثیت سے مجھے ریسیو کیا تھا۔" میں بدستور مُسکراتا ہُوا بولا۔

فاخرہ اب ہیجان کا شکار ہوتی جا رہی تھی، وہ اپنی کلائی بُری طرح مَسل رہی تھی پھر اُس نے کہا۔" لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ دیکھو جیک! یہ مناسب ہو گا کہ اگر تمھاری کوئی اور حیثیت ہے تو مجھے بتا دو۔"

"اتنا سچا کیوں سمجھ لیا ہے آپ نے مجھے میڈم کہ ہر بات کُھل کر بتا دوں گا۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ آپ امونیا سے میرا چہرہ دھو کر دیکھیں۔" میں نے کہا۔

"اوہ...!" وہ بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اور پھر دوڑتی ہُوئی باہر نکل گئی تھی۔ میں مسکرایا۔

فاخرہ یعقوبی بہت کچھ تھی لیکن انسان تھی، نوجوان تھی۔ حالات نے اُسے بہت کچھ بتا دیا تھا لیکن ابھی تجربے کی کمی تھی۔

وہ واپس آئی تو ہاتھ میں امونیا کی بوتل موجود تھی، جس پر سائیفن لگا ہُوا تھا۔ اُس نے تیزی سے میرے چہرے پر سائیفن سے پھواریں مارنا شروع کر دیں۔

"ارے ارے! میری آنکھیں پھوڑنے کا ارادہ ہے کیا؟" میں نے آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا لیکن وہ نہ رُکی اور میرے چہرے کو امونیا سے بُری طرح بھگو دیا۔ پلاسٹک میک اپ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد امونیا کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔ پلاسٹک کے ٹکڑے جگہ چھوڑ رہے تھے اور فاخرہ کا چہرہ تجسّس سے چمک رہا تھا۔ پھر اُس نے خود ہی اُکھڑے ہوئے ٹکڑے میرے چہرے سے صاف کر دیے اور میرا چہرہ نمایاں ہو گیا۔

فاخرہ بغور مجھے دیکھ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے محسوس ہُوا، جیسے وہ مجھے پہچان نہ سکی ہو اور پھر اچانک اُس نے خود کو سنبھالا جیسے چکر آ گیا ہو۔ اس کے ہونٹ دو تین بار ہلے لیکن اُن سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔

"آپ کو یقیناً میں یاد نہیں آ سکا فاخرہ یعقوبی۔" میں نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"علی...!" اس نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

"شکر ہے میرا چہرہ آپ کو یاد رہ گیا۔"

"علی...!" وہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور میرے نزدیک بیٹھ کر اُس نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ کوشش کے باوجود اس کی زبان ساتھ نہ دے پا رہی تھی۔ البتہ ہاتھوں پر گرفت سے اس کے ذہنی ہیجان کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"پلیز فاخرہ! یہ میں ہی ہُوں آپ کا خادم۔" میں نے کہا۔

فاخرہ کا ہیجان آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ اُس نے خود کو سنبھال لیا اور پھر مضمحل سے انداز میں بیٹھ گئی۔

"آپ کے سامنے تو ہم طالبِ علم ہیں علی! آپ کے عظیم جذبے کے سامنے تو ہماری گردنیں خم ہیں لیکن ہمیں اس سلسلے میں کچھ بھی تو نہیں معلوم تھا، کوئی اشارہ بھی تو نہیں تھا۔ اب سوچ رہی ہُوں تو آپ کا وہ ٹھہراؤ اور اپنا ہلکا پن یاد آ گیا ہے۔ اب اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ خاموش تماشائی کیوں نظر آ رہے تھے۔" میں مُسکراتا رہا، فاخرہ دیر تک جذباتی کیفیت کا شکار رہی پھر بھرّائی ہُوئی آواز میں بولی۔" اور آپ نے اس شخصیت کا انکشاف کر دیا، جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا... کوئی بھی نہیں۔"

"اب آپ مجھے سامری جادوگر تو نہ سمجھیں مس یعقوبی۔ چند باتوں کے علاوہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ ویسے ابو حاتم کہاں ہیں؟"

"تیروڈا گئے ہیں، رات تک واپس آ جائیں گے۔ کیا کیفیت ہو گی ان کی آپ کے بارے میں معلوم کر کے، مجھے ہی شرمندہ ہونا پڑے گا لیکن کوئی بات نہیں، میں اس شرمندگی پر بھی مسرور ہُوں۔"

"ابو حاتم مجھے جانتے ہیں؟" میں نے کہا۔

"آپ بہت انکساری برتتے ہیں علی، کون نہیں جانتا آپ کو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بس بس، آتا آگے نہ بڑھاؤ مجھے فاخرہ، مغرور ہو جاؤں گا۔"

"غرور تو ہمیں ہے آپ پر علی۔ بلیک پلان کی خبریں پوری دُنیا میں چھپی ہیں، ادلیو ہاورڈ کے بارے میں بھی سب ہی کو معلوم ہو گیا ہے۔ بہت بڑا اعزاز چھینا ہے آپ نے اس سے علی! بہت ذلیل کیا ہے اُسے۔ آپ کو علم ہے کہ اس سلسلے میں بیروت میں کتنی خوشیاں منائی گئی ہیں... آپ امریکا سے اتنی جلد یہاں کیسے پہنچے علی اور آپ نے یہ سب کچھ... اوہ! نہ جانے کیا کیا پوچھنے کو جی چاہ رہا ہے۔"

میں ہنستا رہا پھر میں نے کہا "ہم تو کافی وقت ساتھ گزار چکے ہیں فاخرہ۔"

"علی، گوٹے ہل سے واپس جا کر میں نے آپ کے بارے میں ساری تفصیلات معلوم کی تھیں۔ گوٹے ہل میں نائمہ برق نے بھی تو آپ سے ملاقات کی تھی۔"

"ہاں، کیسے ہیں یہ لوگ؟"

"سب ٹھیک ہیں۔ آپ کی یادیں انھیں کچوکے لگاتی ہیں بلکہ شاید آپ یقین نہ کریں، کچھ لوگ آپ کے لیے ایک دوسرے سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ آپ نے ایک عظیم الشان رقم بھی تو بھجوائی تھی خیمہ بستیوں کے لیے"

"وہ میرا فرض تھا فاخرہ۔"

"اور ایک چھوٹی سی رقم کے لیے آپ پر شبہ کیا گیا تھا۔"

"گزری ہوئی بات ہے، میں بھول گیا۔"

"آپ بھولے نہیں ہیں علی، ورنہ واپس بیروت آ گئے ہوتے۔"

"کیا میں باہر رہ کر اپنا فرض بھول گیا ہوں فاخرہ؟"

"ہرگز نہیں جو کچھ آپ کر رہے ہیں علی، اُسے ہماری قوم کبھی نہ بھلا سکے گی۔ آپ نے مائیل جوشیو کو فنا کیا تھا اور..."

"چھوڑو فاخرہ، یہاں کی بات کرو۔ ابو حاتم تو شاید مصری نژاد ہیں؟" میں نے موضوع تبدیل کرنے کی غرض سے کہا۔

"ہاں سو فیصدی، لائن آف کروزل کے بارے میں آپ کو کچھ بھی معلوم ہو علی لیکن میں دوبارہ آپ کو تفصیل بتاؤں گی مشترکہ عرب یونین نے افریقہ کی کچھ مسلمان ریاستوں کے تعاون سے لائن آف کروزل قائم کی ہے اور اس کے لیے خطرناک اندرونی علاقے منتخب کیے گئے ہیں، جہاں بیرونی ٹیکنیشنز اور عرب ممالک کے انجینئروں نے اسلحہ ساز فیکٹریاں لگائی ہیں تاکہ ہتھیاروں کے سلسلے میں دوسرے ممالک پر انحصار کم ہو۔ یہ نہایت کامیاب منصوبہ ہے لیکن ظاہر ہے یہ مکمل راز نہیں رہ سکتا تھا، اس کے لیے حتی الامکان انتظامات کیے گئے جو ابھی تک ناکافی ہیں ہمیں عظیم سازشوں کا سامنا ہے، جس کی تفصیل یقیناً آپ کو معلوم ہو گی۔"

"جس حد تک مجھے معلومات ہیں ان کا کچھ حصہ تمھیں معلوم ہے۔"

"ہاں یقیناً، چنانچہ انتظامی امور کے لیے بھی یہاں کئی ملکوں نے اپنے سیکرٹ ایجنٹ بھیجے ہیں فلسطینی گروپ یہ[illegible] آیا ہے۔ گوٹے ہل میں اسرائیلی منصوبے کو ناکام بنانے کے بڑے اعزازات دیے گئے ہیں حالانکہ میں نے مخلصانہ طور پر رپورٹ دی تھی اور صاف کہہ دیا تھا کہ میری کامیابی علی کی رہین[illegible] ہے۔ یہاں ابو حاتم مصر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اسی طرح ہشام[illegible] غازی ناصر، فرہاد سلامہ اور مسعود طلحہ وغیرہ ہیں۔ ہم لوگ افریقہ[illegible] مختلف حصوں میں رہ کر جس حد تک ممکن ہو رہا ہے بیرونی کارر[illegible] پر نگاہ رکھ رہے ہیں لیکن صحرائے اعظم کے ایک ایک گوشے کو[illegible] میں نہیں رکھا جا سکتا۔ ہم ایک دوسرے سے رابطہ بھی رکھتے[illegible] فیکٹریوں کی تباہی نے ہمیں چونکا دیا تھا ہر چند کہ تحقیقات کے[illegible] یہی رپورٹ ہے کہ تینوں جگہ اتفاقیہ حادثات ہوئے ہیں لیکن[illegible] نہیں مانتا تھا اور ہماری مشترکہ رائے تھی کہ کچھ نہ کچھ ضرور دال میں[illegible] ہے۔ آہستہ آہستہ اس کے شواہد ملتے گئے لیکن نہایت مبہم اور[illegible] ہماری تمام سوچیں گولڈین اسپائرو کی حد تک تھیں لیکن آپ کا اک[illegible]"

"شواہد کیا تھے فاخرہ؟"

"پُراسرار لوگوں کی پُراسرار سرگرمیاں۔ وہ لڑکی میریا اور[illegible] کے ساتھی۔ میں نے میریا پر براہِ راست ہاتھ ڈال کر ایک لمبی[illegible] چھلانگ لگانے کی کوشش کی تھی اور ان لوگوں کو ٹریس آؤٹ[illegible] کر لیا تھا جو اس کے ساتھ کام کر رہے تھے لیکن اس کے چند ساتھی پُراسرار طور پر قتل کر دیے گئے اور مجھے یہ بھی شبہ ہوا[illegible] میین اور بیکر بھی کچھ مشتبہ ہو گئے ہیں، اس لیے میں نے انھیں ہلاک کر دیا۔"

"یہ صورتِ حال ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں علی، ہماری یہی معلومات ہیں جو آپ کی معلومات آگے کچھ بھی نہیں ہیں۔" فاخرہ نے کہا۔

"نہیں فاخرہ، میرے سلسلے میں بہت زیادہ خوش فہمی[illegible] میں نہ مبتلا ہو، میں بھی ابھی ابتدائی منزلوں میں ہوں۔ ہاں اب کام ذرا بہتر انداز میں شروع ہو جائے گا کیونکہ مجھے اپنے گرو[illegible] میں جگہ ضرور مل جائے گی۔"

"اپنے گروہ میں؟" فاخرہ نے نہ سمجھنے والے انداز میں کہا۔

"کیا میں فلسطینی گروہ میں داخلے کی درخواست پیش کر سکتا ہوں؟" میں نے کہا اور فاخرہ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

"آپ... آپ مذاق کر رہے ہیں علی۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا یہ ممکن ہے... کیا یہ ہو سکتا ہے؟"

"یہ فیصلہ تو آپ کو کرنا ہے فاخرہ۔"

"علی آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ مجھ پر تو اس تصور سے شادیٔ مرگ کی کیفیت طاری ہو جائے گی کہ آپ پھر میری سرپرستی کریں گے۔ خدا کی قسم اس تصور سے ہی میں خوشی سے کانپ رہی ہوں۔"

"تو پھر کانپنا بند کر دیں اور میری درخواست قبول کر لیں۔"

"میں خود کو آپ کی ماتحتی میں دے کر فخر محسوس کروں گی۔"

"یہ غلط ہو جائے گا فاخرہ، مجھے اپنے درمیان ایک گمنام کارکن ہی رہنے دو اسی میں فائدہ ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"میرا نام منظرِ عام پر آ گیا تو بہت سے دوسرے لوگ اس طرف چل پڑیں گے، جن میں ادلیو ہاورڈ سرِ فہرست ہو گا اس پاگل کو میں ابھی امریکا ہی میں بھٹکانا چاہتا ہوں۔"

"جیسا آپ پسند کریں علی لیکن آپ کو چھپایا کس طرح جا سکتا ہے۔"

"نمایاں کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے، میں ابھی ابو حاتم کی حد تک اپنا تعارف مناسب سمجھتا ہوں، اگر وہ قابلِ بھروسا انسان ہے تو بات زیادہ سے زیادہ اس تک رہنے دو، ورنہ اُسے بھی حقیقت نہ بتاؤ، میں یہاں سے فرار ہو جاؤں گا۔"

فاخرہ سوچ میں ڈوب گئی پھر بولی "ابو حاتم مخلص اور جری انسان ہے، اگر ہم اس سے یہ راز، راز رکھنے کی درخواست کریں تو وہ ہم سے تعاون کرے گا۔"

"میں بھی یہ نہیں چاہتا کہ اُسے بعد میں تم سے شکایت ہو جائے اور وہ سوچے کہ تم نے اُس پر بھروسا نہیں کیا۔"

"خود میرے ذہن میں بھی یہی خیال ہے علی، ویسے مکمل اطمینان رکھیں آپ، ابو حاتم سے اگر اس سلسلے میں منع کر دیا جائے گا تو وہ یقیناً ہم سے پورا تعاون کرے گا۔ بہت نفیس طبیعت انسان ہے وہ، کسی حد تک آپ نے بھی اندازہ لگا لیا ہو گا۔"

"ہاں اُس کے اندر وحشت نہیں بلکہ سمجھداری ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی یہاں آئے تھے فاخرہ، جو مجھ سے بچھڑ گئے ہیں۔ سائیکا مائیلر ریڈ پینتھرز نامی ایک گروہ کی سربراہ ہے اور چند افراد کے ساتھ میری مدد کے لیے افریقہ آئی تھی۔ تیروڈا روانہ ہوتے ہوئے میں نے اُسے آخری ہدایات دی تھیں کہ وہ تیروڈا کی جانب چل پڑے لیکن اُس کے بعد میرا اُس سے رابطہ ٹوٹ گیا۔ میری کلائی پر جو یہ گھڑی بندھی ہوئی دیکھ رہی ہو، یہ ٹرانسمیٹر ہے اور اس کے ذریعے ہم ایک دوسرے سے رابطہ قائم رکھتے تھے لیکن اب دوسری طرف سے سگنل ملنا بند ہو گئے ہیں، مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہ دشمنوں کے ہاتھوں میں نہ پھنس گئی ہو۔ اس دوران سب سے زیادہ وہی بے چاری نقصان اُٹھاتی رہی ہے۔ مختصراً میں تمھیں اس پروگرام میں اپنی شمولیت کی تفصیل بھی بتا دوں فاخرہ! میرے کچھ کرم فرما، مثلاً وہ لوگ جو مائیل جوشیو کے کیس میں میری معاونت سے اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب ہوئے تھے، در اصل فلسطینی مقاصد کے حامی لوگ ہیں۔ ان کا تعلق حالانکہ ایک غیر اسلامی ملک سے ہے لیکن فلسطینی معاملات میں وہ اتنے ہی سرگرم ہیں جتنے ہم لوگ... اور سائیکا مائیلر اور تارینا ہارڈو ہی نے میری رہنمائی اسٹیفن براکوڈا کی جانب کی تھی اور اُنھی کے تعاون سے میں یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا ہوں۔ سائیکا مائیلر تو میرے ساتھ سفر کرتی ہوئی یہاں تک بھی آئی ہے۔ میں نے اُسے اسی لیے اپنے آپ سے دور رکھا کہ میں اپنے طور پر آزادانہ کام کر سکوں لیکن اُس کی گمشدگی میرے لیے بہرحال، پریشان کن ہے۔"

"کتنے افراد ہیں وہ؟"

"کافی ہیں، اُن میں سے کچھ زندگی سے ہاتھ بھی دھو بیٹھے ہیں، لیکن میں سائیکا مائیلر کے لیے خاص طور پر متردد ہوں۔"

"بالکل فکر نہ کرو علی! بے شمار افراد اُس لڑکی کی تلاش میں پھیل جائیں گے۔ اس پریشانی کو اپنے ذہن سے نکال دیں مسٹر علی، یہ ذمے داری آپ میرے سپرد کر دیں، اُنھیں تلاش کر کے بہت جلد آپ تک پہنچا دیا جائے گا۔"

"گڈ، جیک کروشر کے سلسلے میں تمھارے ذہن میں یقیناً کچھ سوالات ہوں گے تو اُس کی مختصراً کہانی بھی میں تمھیں سنائے دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور خود کو جیک کروشر کے روپ میں لانے کی تفصیل فاخرہ یعقوبی کو سُنا دی۔ "اس کے علاوہ گولڈین اسپائرو کا قتل بھی میرے ہی ہاتھوں ہوا تھا۔" میں نے اُسے بتایا۔

"کیا...؟" فاخرہ بُری طرح اُچھل پڑی۔

"ہاں، ممبارڈو میں تھوڑی سی غلطی کی بنیاد پر گولڈین اسپائرو میری جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ اُس شخص سے مجھے اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں مزید تھوڑی سی معلومات حاصل ہوئیں لیکن اُس کا مزید زندہ رہنا میرے نزدیک مناسب نہ تھا۔ ابو حاتم کا نام بھی پہلی بار گولڈین اسپائرو ہی کی زبانی میرے علم میں آیا وہ مجھے ابو حاتم کا آدمی سمجھتا تھا۔"

"اتنی بڑی شخصیت کو آپ نے اتنی آسانی سے ہلاک کر دیا۔ گولڈین اسپائرو، ممبارڈو میں جس طرح قدم جمائے ہوئے تھا، وہ ہمارے لیے تشویشناک تھا اور بارہا اس بارے میں سوچا گیا تھا کہ کسی طرح اس شخص کو راستے سے ہٹا دیا جائے تاکہ ہماری آمد و رفت میں آسانی پیدا ہو جائے۔ غازی ناصر خاص طور سے گولڈین اسپائرو کے قتل سے خوش ہے اور اُس نے ایک میٹنگ کے دوران کہا تھا کہ جس شخص نے یہ کارروائی کی ہے اُس نے بلاشبہ ہمارے مشن پر احسان کیا ہے۔ بے چارہ غازی ناصر، بھلا یہ بات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہاں جانتا تھا کہ احسان کرنے والا وہی شخص ہے جو مسلسل ہم پر احسان کیے جا رہا ہے۔"

بار بار ان باتوں کا تذکرہ کر کے مجھے شرمندہ نہ کیا کرو فاخرہ! ہاں، اب تمام صورتِ حال تمھارے علم میں آگئی ہے اور آئندہ اقدامات کے لیے ہمیں بہت سوچ سمجھ کر فیصلے کرنے ہیں۔ ابو حاتم آجائے تو مجھے اس کے بارے میں اطلاع فوری طور پر دینا۔"

"بالکل، آپ اب آرام کریں، ہمارے درمیان طویل گفتگو ہو چکی ہے۔ ہاں، کیا آپ فوری طور پر میک اپ کرنا پسند کریں گے؟ اس کے لیے تمام سامان بہ آسانی مہیا ہو جائے گا۔"

"ابو حاتم سے ملاقات کر لی جائے، اس کے بعد باقی کام ہو جائیں گے۔"

"تو پھر مجھے اجازت دیجیے۔ سب سے پہلے میں اپنی پہلی ذمے داری نبھاؤں گی، یعنی آپ کی ساتھی سائیکا مائیلر کی تلاش، خدا حافظ۔" فاخرہ لیعقوبی باہر نکل گئی اور میں اپنی آرام گاہ میں خیالات کے بھنور میں گھر گیا۔

یہ سب کچھ قابلِ اطمینان تھا۔ صرف ایک تردد تھا اور وہ تھا سائیکا مائیلر کے بارے میں، اس لڑکی کی زندگی مجھے بہت عزیز تھی۔

رات کو تقریباً ساڑھے گیارہ بجے فاخرہ لیعقوبی، ابو حاتم کے ساتھ اندر آئی۔ ابو حاتم بھی اس کی طرح پُرجوش نظر آتا تھا۔ گہری آنکھوں والا یہ مصری نژاد شخص دیر تک کھڑا مجھے دیکھتا رہا۔ غالباً فاخرہ لیعقوبی نے اسے تمام صورتِ حال بتا دی تھی پھر اس نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ جیسی شخصیت سے ملاقات کر کے کسی عام انسان کو جس قدر حیرت ہو سکتی ہے مسٹر علی! آپ اس حیرت کو کم از کم ہزار سے ضرب دے لیں، حاصل وہی ہوگا جو اس وقت میری کیفیت ہے۔"

"یہ اچھا ہوا مسٹر ابو حاتم کہ فاخرہ لیعقوبی نے آپ کو تفصیلات بتا دیں اور ڈرامائی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کیا باقی صورتِ حال بھی آپ کے علم میں آچکی ہے؟"

"ہاں، تقریباً آپ سے متعلق سب کچھ، فاخرہ بہت زیادہ جذباتی ہو رہی ہیں، انھوں نے اس برق رفتاری سے مجھے یہ سارے واقعات سنائے کہ ابتدا میں تو خود میری عقل بھی میرا ساتھ نہیں دے سکی پھر بہ مشکل تمام، میں نے اپنے آپ کو سنبھالا ہے۔ میں آپ سے متفق ہوں علی اور ایک بات کا آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ بات صرف ہم دونوں کے درمیان رہے گی کہ ہمارے ساتھ ہماری رہنمائی کرنے والا علی یار خان ہے۔"

بہت شکریہ ابو حاتم! یہ صرف آپ لوگوں کی محبت ہے کہ آپ نے مجھے اتنا بڑا مقام دے دیا ہے۔ ہم دوسری باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے کام کی باتوں پر آجائیں۔ آپ نے تیروڈا میں اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں تحقیقات کر لی ہیں؟"

"ممبارڈو سے موصول شدہ رپورٹ وصول کر کے ہی یہاں تک پہنچا ہوں۔ بلاشبہ ان حالات میں اسٹیفن براکوڈا کی موجودگی تسلیم کی جا سکتی ہے اور اب تو وہ یقین کی حد میں ہو گئی ہے کیونکہ پہلے ہمیں آپ کی شخصیت کا علم نہیں تھا۔ اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں جو معلومات مجھے حاصل ہوئی ہیں، پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"لائن آف کروزل میں اس کی موجودگی کے بارے میں رپورٹ ہے، میں صرف یہ بات جاننے کا خواہش مند ہوں کہ اس سلسلے میں آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا مسٹر علی! ہم تو ابھی اس بات ہی واقف نہیں تھے کہ وہ یہاں موجود ہے، آپ کو تمام ترذمے داری سنبھالنا ہوں گی، اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو یہاں موجود گروپس کا کنٹرول بنا سکتے ہیں۔"

"میں عرض کر چکا ہوں کہ ابھی میں زیادہ الجھنیں نہیں پالنا چاہتا۔ ہاں، اگر آنے والے وقت میں اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں اپنے آپ کو سامنے لا کر اپنے دشمنوں کو چوکنا کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ وہ اپنی کارروائیوں کا رُخ تبدیل کریں اور مجھے ان کی تلاش میں آسانی ہو لیکن ابھی میں ایک گمنام آدمی کی حیثیت سے فاخرہ لیعقوبی کے ساتھ چند چھوٹے موٹے کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہم سب آپ کے ساتھ مکمل تعاون کرنے کے لیے بسر و چشم حاضر ہیں مسٹر علی! آپ یقین کریں کہ یہاں ہماری خواہش مخلصانہ طور پر یہی تھی کہ عرب مشترکہ تنظیم جس نے پہلی بار یہ قدم اٹھایا ہے پورے اعتماد کے ساتھ اپنے مشن کو آگے بڑھانے میں کامیاب ہو جائے اور اس کے لیے ہماری اپنی کوئی انا نہیں ہے، ہمیں صرف اپنے دشمنوں کے خلاف نبرد آزما رہنا ہے یہی ہمارا سب سے بڑا مقصد ہے۔"

"اس میں، میں آپ کے ساتھ ہوں ابو حاتم۔" میں نے جواب دیا۔

کافی دیر تک ابو حاتم اپنی حیرت و عقیدت کا اظہار کرتا رہا، مجھ سے سوالات کرتا رہا، چونکہ فاخرہ لیعقوبی نے اسے تمام تفصیلات بتا دی تھیں، اس لیے ان کی روشنی میں بھی اس نے چند سوالات کیے اور پھر مجھے آرام کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

اس رات کافی دیر تک میں موجودہ صورتِ حالات کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ بلاشبہ بڑی ذمے داری تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اسے پورا کرنے کے لیے کیا اقدامات کیے جائیں۔ سائیکا مائیلر کی بظاہر اب کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن سب سے بڑی بات تو یہی تھی کہ کم از کم اس کی خیریت تو معلوم ہو جائے، یہ تو پتا چل جائے کہ وہ کن حالات میں ہے اور اس کی موجودہ پوزیشن کیا ہے۔

دوسرے دن بھی کئی ملاقاتیں ان لوگوں سے ہوئیں، ابو حاتم نے مجھے بتایا کہ سائیکا مائیلر کی تلاش کے لیے ان تمام راستوں کی چھان بین کی جا رہی ہے جو اس کی گزرگاہ تھے اور بہت جلد یقیناً کچھ نہ کچھ پتا چل جائے گا۔

میں خاموش رہا تھا۔ تین دن اسی جگہ گزر گئے۔ سائیکا مائیلر یا اس کے ساتھیوں کی تلاش میں مکمل طور پر ناکامی ہوئی تھی ٹرانسمیٹر تو مکمل طور پر ہی ڈیڈ ہو گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے دوسری طرف کے ٹرانسمیٹر ضائع کر دیے گئے ہوں۔

تین دن کے بعد میں نے ذہن سے سائیکا مائیلر کا خیال نکال دیا اور یہ تصور کر لیا کہ یا تو وہ مر چکی ہے یا پھر کسی ایسی مصیبت کا شکار ہو گئی ہے، جس کے بارے میں پتا لگانا تقریباً ناممکن ہے۔ سائیکا مائیلر کی وجہ سے میں اپنے اس مشن کو پسِ پشت نہیں ڈال سکتا تھا۔ چنانچہ چوتھے دن دوپہر کو میں نے فاخرہ لیعقوبی کو طلب کر لیا۔ ابو حاتم صبح کے ناشتے پر ہی مجھے اطلاع دے چکا تھا کہ وہ ممبارڈو جا رہا ہے اور شاید اس کی واپسی میں دو تین دن لگ جائیں۔ جاتے ہوئے میں نے اس سے اتنا کہہ دیا تھا کہ ممکن ہے، واپسی میں اس سے ملاقات نہ ہو۔

فاخرہ لیعقوبی نے پُرتجسس نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیسے علی! کوئی پروگرام ترتیب دیا آپ نے؟"

"بات یہ ہے فاخرہ کہ تمھارے ساتھ آتے ہوئے تمام ایجنٹ اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں اور وہ سب، ظاہر ہے کہ معمولی صلاحیتوں کے مالک افراد نہیں ہوں گے۔ میں اپنی تمام تر توجہ اسٹیفن براکوڈا کی تلاش میں صرف کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میری خواہش ہے کہ صرف چند افراد پر مشتمل ایک گروپ بنایا جائے۔"

"کیا اس میں، میں بھی شامل ہو سکتی ہوں؟" فاخرہ لیعقوبی نے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں، تمھاری شمولیت تو بے حد ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"اس گروپ کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟" فاخرہ نے سوال کیا۔

"ہم ہاتھی دانت تلاش کرنے والے مہم جو افراد کی حیثیت سے لائن آف کروزل کے آس پاس سفر کریں گے۔ اس پٹی کے بارے میں تمھاری معلومات یقینی طور پر مکمل ہوں گی۔ اس پر سفر کرتے ہوئے ہم اطراف پر نگاہ رکھیں گے۔ میرا اصل مقصد اسٹیفن براکوڈا تک پہنچنا ہے۔ اسٹیفن براکوڈا تک پہنچ جاؤں اس کے بعد آئندہ اقدامات کا فیصلہ کروں گا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں علی۔ ہماری یہ پارٹی کم از کم کتنے افراد پر مشتمل ہونا چاہیے؟"

"زیادہ سے زیادہ چھ افراد، جن میں ہم دونوں بھی شامل ہوں۔ ایسے چار افراد کا تعین تمھیں کرنا ہے جو مجموعی طور پر ایک پوری فوجی یونٹ کی حیثیت رکھتے ہوں۔"

"یہ میری ذمے داری ہے۔ اس مہم کی دیگر تیاریوں کے لیے ایک فہرست بنانا ہو گی علی! کیا مجھے اس کی اجازت ہے؟"

"ہاں یقیناً۔" میں نے کہا۔

چند گھنٹوں کے اندر فاخرہ نے مجھے فہرست پیش کر دی۔ ضروریات کی جن چیزوں کا اس نے انتخاب کیا تھا اسی سے اس کی ذہانت کا اندازہ ہوتا تھا۔ اس نے کہا کہ ان کے حصول کے لیے اُسے تیروڈا جانا ہوگا۔ "اگر آپ میرے ساتھ تیروڈا چلنا پسند کریں علی تو مجھے خوشی ہو گی۔"

"ضرور... میں ممبارڈو دیکھ چکا ہوں لیکن تیروڈا دیکھنے کا زیادہ وقت نہیں ملا۔"

"تو پھر ضرور چلیے۔" فاخرہ نے پُرمسرت انداز میں کہا۔

میں تیروڈا کی ایک جھلک دیکھ چکا تھا لیکن وہ نہ دیکھنے کے برابر تھی۔ لینڈ روور کا پُرخطر سفر اس بار دلچسپ محسوس ہوا تھا۔ ایکوئن سے تیروڈا جاتے ہوئے پہاڑی راستے افریقہ کی دلچسپ مناظر کشی کرتے تھے۔ راستے میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔

فاخرہ نے کہا۔ "عرب سرمایہ کاری نے مقامی لوگوں بلکہ لائن آف کروزل کے تمام قبیلوں کو زندگی کی بہت سی پریشانیوں سے آزاد کر دیا ہے۔ پہلے یہ لوگ بہت سخت اور پریشان کن زندگی گزارتے تھے لیکن اب یہ خوش حال ہیں لیکن اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ خوش حالی آرام طلبی کی حد تک نہ ہو جائے، یہی انھیں کنٹرول کرنے کا طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ تیروڈا... یا لائن آف کروزل کو سیاحوں سے دور رکھنے کی خاص کوشش کی گئی ہے اس لیے یہاں ہوٹل ٹائپ کی کوئی چیز نہیں بنائی گئی۔ البتہ مقامی کارکنوں کے لیے سرکاری گیسٹ ہاؤس ہیں، جہاں خصوصی کارڈ رکھنے والے لوگ قیام کر سکتے ہیں۔ سیاحوں کے لیے کوئی بہتر انتظام نہیں ہے بلکہ انھیں پریشان کرنے کے لیے یہاں کے لوگوں کو آزادی ہے۔ یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ یہاں بے مقصد لوگ نہ آئیں جائیں۔"

"لکڑی کے وہ مکانات کیا حیثیت رکھتے ہیں، جہاں تم نے چھ نمبر کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مقامی لوگوں نے اپنے طور پر یہ مکانات بنائے ہیں، جہاں لوگ قیام کرتے ہیں لیکن عموماً لُٹ جاتے ہیں۔ یہ علاقہ خطرناک علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔"

"شہری آبادی کی کیا پوزیشن ہے؟"

"ملی جُلی آبادی ہے۔ ریسرچ کے بہت سے بین الاقوامی ادارے بھی ہیں جو مقامی لوگوں کی اجازت سے یہاں موجود ہیں لیکن ان کی افرادی حیثیت محدود ہے اور ان پر نگاہ رکھی جاتی ہے، اُن کے لیے قوانین ہیں۔"

"قوانین کون نافذ کرتا ہے؟"

"یہ حق مقامی سرداروں کو حاصل ہے، جنھیں تربیت دی گئی ہے۔"

"انوکھی جگہ ہے۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔

پھر ہم اُس انوکھی آبادی میں پہنچ گئے۔ سرکاری ریسٹ ہاؤس بہت عمدہ بنے ہوئے تھے، جن میں تمام سہولتیں موجود تھیں۔

فاخرہ نے کہا، "میں اپنے کام انجام دے لوں۔ جن لوگوں سے میں ملوں گی، اُن سے آپ کا تعارف مناسب نہیں ہے، اس لیے۔۔۔!"

"تم مطمئن ہوکر اپنا کام کرو، میں اپنے طور پر یہاں کی سیاحت کروں گا۔" میں نے اس کا مطلب سمجھ کر کہا۔

"کہیں کسی اُلجھن میں پھنس جاؤ تو یہ سُرخ کارڈ دکھا دینا۔ اسے یہاں کے تمام باشندے پہچانتے ہیں۔" فاخرہ نے سُرخ رنگ کا ایک چھوٹا سا کارڈ میرے حوالے کرتے ہوئے کہا، جس پر ایک سنہری گائے کی تصویر بنی ہُوئی تھی۔

فاخرہ چلی گئی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہاں کتنا وقت لگ جائے گا، اس لیے میں ریسٹ ہاؤس سے باہر نکل آیا۔ باہر نکلتے ہوئے ناک کے نیچے گھنی مونچھوں کے اسٹیپ اور تاریک شیشوں والے چشمے کا اضافہ کرلیا تھا، جس سے عارضی طور پر شکل تبدیل ہوگئی تھی۔

فاخرہ کافی حد تک مجھے تیروڈا کے بارے میں بتا چکی تھی۔ میں جنوب کی قدیم آبادیوں کی طرف نکل گیا۔ سیاہ فام لوگوں کی بدلی ہُوئی حالت کا اندازہ صاف ہو رہا تھا، ان لوگوں کے لیے اتنی ہی خوشحالی کافی تھی۔ ان کی آنکھوں میں خیر مقدم کے آثار تھے۔ عورتیں موتیوں کی جھالروں والے لہنگے پہنے چھوٹی چھوٹی کدالوں کے ساتھ زمین کھودتی نظر آتی تھیں، جہاں مکئی کی کاشت شروع ہونے والی تھی۔ سُرخ چادروں اور کھیسوں میں لپٹے مرد مٹی کے جھونپڑوں کے سامنے بیٹھے گپیں لگاتے نظر آتے تھے۔ جھونپڑوں کی دیواریں روایتی نقش و نگار سے آراستہ تھیں۔ کچھ لوگ گھوڑوں پر سوار اتراتے پھر رہے تھے۔ ننگ دھڑنگ بچے طرح طرح کے کھیلوں میں مصروف تھے۔ اُن میں تیرہ اور چودہ سال کی لڑکیاں بھی تھیں، جن کی آنکھوں کی معصومیت ان کی خود سپردگی کا اظہار کرتی تھی۔ کچھ اور آگے بڑھا تو اُونچے نیچے پہاڑی سلسلے نظر آئے، جن کے درمیان ایک گہری وادی اور اس میں گرتا ہُوا ایک آبشار موجود تھا۔

شام کو تیروڈا کی مہذب آبادی دیکھی۔ یہاں غیر ملکیوں کی خاصی تعداد نظر آئی تھی۔ عرب باشندے بھی تھے۔ سڑکوں پر کوزال جمائے گئے تھے، جہاں کھانے پینے کی اشیاء مل رہی تھیں۔

رات کو فاخرہ واپس آگئی۔ میں اس سے قبل ہی رہائش گاہ پر پہنچ گیا تھا۔

"ہیلو علی!" اُس نے تھکے تھکے انداز میں کہا اور نڈھال سی ہوکر ایک کرسی پر دراز ہوگئی۔

"تھکی ہُوئی معلوم ہوتی ہو۔" میں نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت تھک گئی ہُوں۔" اُس نے کہا اور جواباً مُسکرائی۔

"اوہو! کیا بہت بھاگ دوڑ کرنا پڑی؟"

"ہاں! مختلف لوگوں سے ملاقات کرنا پڑی۔ تھوڑا سا ناخوشگوار سفر بھی کرنا پڑا، خچروں کا سفر بدن کے جوڑ کھول دیتا ہے۔"

"خچروں کا سفر!" میں نے تعجب سے کہا۔

"تیروڈا کی مغربی پہاڑیوں میں اسٹور ہے۔ کوئی بارہ میل کے فاصلے پر وہاں جانا پڑا تھا، اُس طرف صرف خچروں پر یا پیدل سفر کیا جاسکتا ہے۔"

"اسٹور۔۔۔؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"جہاں ضرورت کی اشیاء ذخیرہ ہیں۔" اُس نے وضاحت کی۔

"ہُوں، کام ہوگیا؟"

"مکمل۔ میں نے بہت وقت بچالیا، ہم چاہیں تو واپس چل سکتے ہیں۔"

"کیوں نہ چاہیں گے۔" میں نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن صُبح سے پہلے نہیں۔" فاخرہ ہنس پڑی۔ اسی وقت ایک سیاہ فام کافی کے برتن اُٹھائے اندر داخل ہوگیا۔ اُس نے برتن رکھے اور خاموشی سے واپس مُڑ گیا۔ "میں کہہ کر آئی تھی۔"

"میں بناتا ہُوں۔" میں نے آگے جُھکتے ہوئے کہا۔

"نہیں علی، یہ اعزاز میرے پاس رہنے دیں۔" وہ جلدی سے سیدھی ہوگئی اور پھر اُس نے کافی بنا کر مجھے دے دی۔ "میں نے یہاں بھی لوگوں کو سائیکا کی تلاش پر مقرر کردیا ہے اور انھیں حکم دیا ہے کہ اگر میڈم سائیکا مل جائیں تو تیروڈا میں اُنھیں قیام کی بہترین سہولتیں مہیا کی جائیں اور ایک پیغام دے دیں کہ علی کا انتظار کیا جائے۔"

"گڈ! یہ تم نے اچھا کیا۔"

"آپ کا وقت کیسا گزرا؟ آرام کیا یا۔۔۔؟"

"سیر کو نکل گیا تھا۔" میں نے مختصراً کہا۔

"گڈ، مطلوبہ اشیاء رات ہی کو مل جائیں گی۔ سفر کے لیے لینڈ روور استعمال کریں گے یا گھوڑے؟"

"میرے خیال میں لینڈ روور زیادہ مناسب رہے گی۔"

"ہاں، جہاں تک ممکن ہوسکا۔ ویسے اگر گھوڑے مطلوب ہوئے تو راستے سے بھی لیے جاسکتے ہیں۔" فاخرہ نے مُسکراتے ہوئے کہا، "دو آدمی یہاں سے ہمارے ساتھ چلیں گے۔ ایک میکنو ہو جائے گا اور چوتھا بڈ۔ بڈ کو ہم سنگی سولجر کہتے ہیں لیکن وہ ہر مرض کی دوا ہے۔ ہڈیوں کی تکالیف کا ماہر، جڑی بوٹیوں سے علاج کرتا ہے۔ بہترین موٹر مکینک، بہترین نشانہ باز اور نہ جانے کیا کیا۔"

"کہاں پایا جاتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"وہیں ایکوٹن میں۔" فاخرہ ہنس کر بولی۔

"سنگی سولجر کیوں کہتے ہو تم اُسے؟"

"بس ذرا کِھسکا ہُوا ہے لیکن احکامات کی پابندی کرتا ہے۔ اگر وہ مسخرہ ہے تو نہایت سنجیدہ۔ تمھیں اس کی حرکات میں لطف آئے گا علی! ویسے بھی دورانِ سفر ہمارے لیے بہت دلچسپ ہوگا۔"

"دوسرے لوگوں کے بارے میں کیا تفصیل ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"عاطف اور لطفی ہمارے ساتھ یہیں تیروڈا سے چلیں گے۔ دونوں فلسطینی باشندے ہیں، انتہائی دلیر، نڈر، طاقت ور۔۔۔ اور چُست و چالاک۔ موقع کی نزاکت کو سمجھنے والے اور ہر حکم پر آنکھیں بند کرکے عمل کرنے والے۔"

"گڈ! میکنو، غالباً وہی طویل القامت افریقی ہے جو ایکوٹن میں۔۔۔"

"ہاں، میکنو بے حد وفادار انسان ہے، یوں سمجھو یہی ایک باہر کا آدمی ہے، جسے ہم ساتھ لیں گے لیکن ابوحاتم کا بہت قدیم دوست ہے اور ابوحاتم اس پر مکمل اعتماد کرتا ہے۔ افریقہ کی لاتعداد زبانوں سے واقف ہے اور جسمانی طور پر تم اسے ایک بلڈوزر کہہ سکتے ہو۔ یقین کرو بعض اوقات تو وہ چھوٹے موٹے درخت تک اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ ہمارے لیے بہت کام کا آدمی ثابت ہوگا۔"

"ٹھیک ہے، اس طرح یہ چاروں افراد مکمل ہوگئے۔"

"ہاں اور اس طرح ہماری چھ آدمیوں پر مشتمل فوج مکمل ہو جاتی ہے۔ باقی چیزیں فہرست کے مطابق حاصل کرلی گئی ہیں علی، اگر کوئی اور چیز آپ کے ذہن میں ہو تو براہِ کرم مجھے بتادیں۔"

"نقشوں کے بارے میں کچھ ذہن میں رکھا ہے؟"

"میکنو ان علاقوں سے بخوبی واقف ہے لیکن میرے خیال میں جیسا کہ ہم نے طے کیا ہے کہ ہم لائن آف کروزل کے ساتھ ساتھ سفر کرتے رہیں گے تو یہی مناسب ہوگا کہ ہم کسی بھی صُورت میں اس سے زیادہ دُور نہ ہٹیں۔"

"نہیں فاخرہ! اسٹیفی براکوڈا کے بارے میں میری معلومات زیادہ نہیں ہیں لیکن میں یہ سمجھتا ہُوں کہ وہ اپنی جڑیں مضبوط کرکے ہی یہاں داخل ہُوا ہوگا لہٰذا ہمیں بھی ہر بات کے لیے تیار رہنا چاہیے اور اپنی تیاریوں کے سلسلے میں کسی بھی امکان کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔"

"میکنو سے مشورے کے بعد یہ کام بھی کرلیا جائے گا۔ یہ زیادہ پریشانی کی بات نہیں ہے۔" فاخرہ نے جواب دیا۔

رات کو عاطف اور لطفی پہنچ گئے تھے۔ وہ دونوں خوش شکل نوجوان تھے۔ چہروں ہی سے زندہ دل معلوم ہوتے تھے۔ فاخرہ نے مجھ سے تعارف کرایا لیکن شاید اس نے انھیں میرے بارے میں زیادہ تفصیلات نہیں بتائی تھیں۔ انھوں نے رسمی طور پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس مہم میں تمام احکامات کی تعمیل کریں گے۔ فاخرہ نے اُنھیں اسی ریسٹ ہاؤس میں قیام کرنے کی پیشکش کردی اور ان میں سے ایک نے کہا کہ انھیں تھوڑی

☆ جرائم
☆ جادُو
☆ ارواح
☆ شیطان ازم
☆ ذہانت
☆ فطانت
☆ اسرار
☆ طنز و مزاح

★ ایک افسانوی کردار جو زندہ ہوگیا تھا۔
★ ایک حیرت انگیز قبیلہ جو اپنی ہیئت بدل سکتا تھا۔
★ ایک مجہول سا آدمی جس کے پاس پچاس ملین ڈالر کا نقشہ تھا۔
★ وہ شخص جس نے حیاتِ ابدی کا راز پالیا تھا۔
★ ایک پُراسرار پرندہ جس کے پاس ماورائی طاقتیں تھیں۔
★ ایک قلم جس کے اندر ایک جن بند تھا۔
★ وہ اشتہاری مجرم جس نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔

قیمت :- ۴۰ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دیر کی اجازت دی جائے کیونکہ وہ اپنا سامان نہیں لائے۔

وہ چلے گئے تو فاخرہ نے مجھ سے کہا۔ "علی! اگر میں تمہارا ان سے مکمل تعارف کرا دیتی تو ان کی حالت قابلِ دید ہوتی۔"

"مناسب نہیں ہے فاخرہ! یہ تم نے اچھا کیا، مجھے اس بات سے خوشی ہوئی۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ دونوں بھی تنظیم ہی سے تعلق رکھتے ہیں، مخلص اور جری لوگ ہیں لیکن شاید تمہارے صورت آشنا نہیں ہیں۔"

"تنظیم کے تمام افراد تو مجھے نہیں جانتے۔"

"یہ بات نہیں، انھیں نام بتادو پھر تماشا دیکھو۔" فاخرہ نے کہا۔

۔طف اور لطفی تھوڑی دیر کے بعد واپس آگئے تھے۔

دوسری صبح ہم واپس ایکوئن پہنچ گئے۔ ابو حاتم واپس نہیں آیا تھا لیکن ہمیں اس کی واپسی کا انتظار بھی نہیں تھا۔ میکنو اور بڈ سے بھی ایکوئن میں میرا تعارف کرایا گیا۔ بڈ ایک پستہ قامت اور مٹیالے رنگ کا آدمی تھا۔ چہرہ داڑھی مونچھوں سے بے نیاز۔ بدن بھاری، ہاتھ پاؤں مضبوط۔

"میرے تمام ساتھی پوری توجہ اور دلچسپی سے اس مہم کے لیے تیار ہیں مسٹر علی! میں ان سب سے بات کر چکی ہوں۔ بڈ نے لینڈ روور چیک کی ہے اور ایک کیریئر کے اضافے کی تجویز پیش کی ہے جو چھت پر لگایا جائے گا۔"

"اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ کیریئر اس کے پاس موجود ہے جسے صرف دس منٹ میں فٹ کیا جا سکتا ہے۔" بڈ نے انگلی اٹھا کر سُرخ گول گول آنکھیں نچاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر بڈ کے ذمّے اس سفر کے اہم معاملات ہیں۔ ویسے فاخرہ! کیا ہمارے ساتھیوں کو اس مہم کی پوری تفصیل معلوم ہے؟"

"نہیں۔ یہ کام لیڈر کا ہے، میں اُس کی اجازت کے بغیر یہ کیسے کر سکتی تھی۔" فاخرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہمیں ہدایات ملتی رہیں، ہم اس کے مطابق کام کرتے رہیں گے مسٹر علی! اس سے زیادہ کی کیا ضرورت ہے۔" میکنو بولا۔

"اس اعتماد کا شکریہ میکنو لیکن میں خود بھی اپنے ساتھیوں کو اتنا اعتماد دینا چاہتا ہوں۔ لائن آف کروزل کے تحفظ کے لیے ہم سب نے خود کو وقف کیا ہے اور ہمارا ایک بدترین دشمن اسٹیفن براکوڈا ہمارے مقابلے پر ہے۔ یہ شخص لائن آف کروزل کی تین فیکٹریاں تباہ کر چکا ہے، ہمیں اُسے تلاش کر کے ختم کرنا ہے۔ وہ کہاں ہے اور کس حیثیت سے ہے، یہ ہمیں نہیں معلوم۔ یہ مہم اس کی تلاش کے لیے ہے۔"

"ہماری خدمات حاضر ہیں چیف! آپ ہمیں کہیں پیچھے نہ پائیں گے۔"

"کل صبح ہمارے اس سفر کا آغاز ہوگا۔"

"ہم صبح کا انتظار کر رہے ہیں۔" بڈ نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔

"بہتر ہے یہ انتظام تم اپنی رہائش گاہ میں جا کر کرو۔"

"او کے میڈم۔" بڈ نے جواب دیا اور کان دبائے ہوئے خاموشی سے باہر نکل گیا۔ باقی لوگ بھی اُس کے ساتھ ہی چلے گئے۔

"تمام لوگ اطمینان بخش اور دلچسپ ہیں۔" میں نے فاخرہ سے کہا۔

"شکریہ علی۔ ہاں! ابھی تھوڑی دیر قبل ابو حاتم نے وائرلیس پر رابطہ قائم کیا تھا۔ ان چوکور بکسوں کے بارے میں رپورٹ مل گئی ہے جو تم بریف کیس میں لائے تھے۔"

"اوہ گڈ۔ کیا رپورٹ ہے؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔

"وہ اٹامک ڈائنا مائیٹ ہیں، انتہائی خوفناک۔ ایک چھوٹے سے بکس میں ڈیڑھ ٹن بارود کی قوت ہے۔ انھیں بیروت روانہ کر دیا گیا ہے۔"

"کاغذات کی جانچ پڑتال ہوئی؟"

"ان کی رپورٹ ابھی نہیں ملی۔" فاخرہ نے کہا۔

میں گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

"کچھ توقف کے بعد میں نے پوچھا۔ "ڈیگو کا کیا رہا؟"

"اُسے تیرو ڈالے جایا گیا ہے، ابو حاتم اُس کے بارے میں جو مناسب سمجھیں گے کریں گے۔" فاخرہ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

رات کو بے آرامی رہی تھی، میں صورتِ حالات پر غور کرتا رہا تھا۔ گولڈن اپھائروسے مجھے صرف اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ اسٹیفن براکوڈا تیرو ڈا میں ہے لیکن کہاں اور کس حیثیت میں ہے؟ یہ نہیں معلوم ہو سکا تھا پھر اس اطلاع کا یہ بھی مطلب نہیں تھا کہ اُسے صرف تیرو ڈا کی شہری آبادی میں ہی تلاش کیا جائے۔ اگر ایسا کیا بھی جاتا تو وہ اس اعتبار سے بھی غلط ہوتا کہ ہم براکوڈا کو ہوشیار کر دیتے۔ لہٰذا میں نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ تیرو ڈا سے دُور رہتے ہوئے براکوڈا کا سُراغ لگایا جائے۔ اس طرح ہمیں ایک اور فائدہ بھی حاصل ہو سکتا تھا اور وہ یہ کہ براکوڈا کے جو آدمی لائن آف کروزل کے سلسلے میں یہاں پھیلے ہوئے تھے وہ بھی نظر میں آجاتے۔

دوسری صبح مزید کوئی تاخیر نہ کی گئی اور ہم لوگ تیار ہو کر چل پڑے۔ ایکوئن کے بارے میں شبہ تھا کہ وہاں کچھ پُراسرار لوگ موجود ہیں، اس لیے وہاں سے اصل شکلوں ہی میں نکلا گیا لیکن تقریباً پانچ میل کے سفر کے بعد ایک جگہ قیام کر کے حُلیے تبدیل کر لیے گئے۔ عاطف اور لطفی نے افریقیوں کی شکلیں اختیار کر لیں۔ بڈ نے اُسی لباس پر عقال باندھ لیا۔ میکنو جینت لباس میں آگیا۔ اس نے اوپری بدن برہنہ کر لیا تھا اور پیشانی پر

پیلے رنگ کی پٹی باندھ لی تھی۔ اُس کا دیو قامت بدن، خوفناک خدوخال بہت متاثر کن تھے۔ بڈ لینڈ روور ڈرائیو کر رہا تھا، میں اور فاخرہ اُس کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ سرزمینِ افریقہ کے دلچسپ مناظر ہمارے سامنے آتے جا رہے تھے اور درحقیقت ذہنی کیفیت کسی سیاح ہی کی سی ہو گئی تھی۔

لینڈ روور جوں جوں آگے بڑھتی جا رہی تھی، مناظر تبدیل ہوتے جا رہے تھے۔ عمودی پہاڑ اور مُہیب گھاٹیاں دُور تک ہمارے ساتھ سفر کرتی رہیں پھر منظر میں کچھ تبدیلی ہوئی۔ اب جس جگہ ہم موجود تھے وہاں چٹانوں کی دراڑوں میں پھول اُگے ہوئے تھے۔ شفاف پانی کی ندیاں جگہ جگہ آبشار بنا رہی تھیں۔

دوپہر تک ایک طویل فاصلہ طے ہو چکا تھا۔ سورج چمک رہا تھا اور موسم خوب گرم تھا۔ بڈ نے کہا۔ "دن جتنا گرم ہے، رات اتنی سرد ہوگی۔ موسم کے اس تغیّر سے محفوظ رہ کر ہی ہم بیماری سے دُور رہ سکتے ہیں۔"

"اس کے لیے کیا احتیاط ضروری ہے بڈ؟"

"موسیقی... جدید ترین تحقیق کے مطابق موسیقی کی لہریں موسم پر اثر انداز ہوتی ہیں اور انسانی بدن ان تغیّرات سے محفوظ رہتا ہے۔" بڈ نے پوری سنجیدگی سے جواب دیا۔

"افسوس! اس کا تو کوئی بندوبست نہیں کیا ہم نے۔" فاخرہ مسکرا کر بولی۔

"میں نے کیا ہے۔" بڈ جلدی سے بولا اور اُس نے ایک مرید ساخت کا ٹیپ ریکارڈر نکال کر سوئچ آن کر دیا۔ اُس کی یہ شرارت سبھی کو بھائی تھی چنانچہ سب موسیقی سے لطف اندوز ہونے لگے۔

دوپہر ڈھلے ایک جگہ رُک کر تھوڑی دیر آرام کیا گیا اور اس کے بعد پھر سفر شروع کر دیا گیا۔

اس سفر کی پہلی رات ایک خوبصورت مقام پر ہوئی تھی۔ سرسبز و شاداب علاقہ تھا۔ ایک آبشار گر رہا تھا اور ندی چٹان سے گر کر بہت بڑے تالاب میں جمع ہو رہی تھی۔ اس کے قریب ہی ایک بہت بڑے غار کا دہانہ نظر آ رہا تھا۔ لینڈ روور ایک مناسب جگہ کھڑی کر دی گئی اور ہم سب نیچے اُتر کر ہاتھ پاؤں سیدھے کرنے لگے۔ بڈ ورزش کر رہا تھا۔ عاطف اور لطفی بھی اپنے جسموں کو حرکت دے کر دن بھر کی تھکن دُور کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میکنو ایک اُونچی چٹان پر چڑھ کر اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ یوں تو سورج چھپتے ہی ہواؤں میں ٹھنڈک پیدا ہو گئی تھی لیکن بڈ کے کہنے کے مطابق آہستہ آہستہ یہ ٹھنڈک تیز خنکی میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔

میں اور فاخرہ یعقوبی غار کے دہانے کے قریب نرم ریت پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئے، فاخرہ یعقوبی کہنے لگی۔ "دل میں کئی بار یہ خیال اُبھرا تھا علی کہ اگر کوئی ایسی جگہ نظر آئے تو ٹھنڈے پانی کے کسی تالاب میں غسل کیا جائے لیکن اس وقت اُس کی ہمّت نہیں ہو رہی۔"

تھوڑی دیر بعد وہ لوگ اپنے بدن درست کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ آس پاس سے سُوکھی گھاس جمع کی گئی اور اُن میں خشک ٹہنیوں کو اس طرح شامل کر دیا گیا کہ ایک جال سا بن گیا۔ غالباً رات کو وہ یہاں الاؤ جلانا چاہتے تھے۔ بڈ نے بتایا کہ سونے کی تلاش میں آنے والے یا پھر افریقہ کی سیاحت کے شوقین اسی طرح الاؤ روشن کر کے یہاں زندگی بسر کرتے ہیں اور ان علاقوں میں ایسے الاؤ زندگی کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔ اس طرح جنگلی درندوں سے بھی پناہ مل جاتی ہے اور سرد راتیں بھی کسی قدر حرارت کا باعث بن جاتی ہیں۔ ان سب لوگوں نے مل کر خشک لکڑیوں اور گھاس کا ایک حصار بنا لیا تھا جو قابلِ دید تھا۔ اس کے بعد سامان سے کھانے پینے کی اشیا نکال لی گئیں اور تمام لوگوں کو کھانے کی فراہمی کی ذمّے داری فاخرہ نے قبول کر لی۔

سب کو کھانا پیش کر دیا گیا تھا۔ میں نے غار کے ریتیلے فرش پر سُوکھی گھاس کا بستر بچھا لیا اور پتھر کے ایک ٹکڑے کو گھاس میں لپیٹ کر تکیے کی حیثیت دے لی۔ فاخرہ یعقوبی میری اس حکمتِ عملی کو دیکھ کر مسکرائی تھی، پھر اُس نے کہا۔ "ہمارے پاس ربر کا بستر اور تکیہ بھی موجود ہے علی! کیا آپ وہ نہیں استعمال کریں گے؟"

"نہیں، یہ قدرتی بستر بھی میرے لیے آرام دہ ہوگا۔ ہاں جب ہمارا قیام کسی ایسے چٹیل علاقے میں ہوگا، جہاں یہ چیزیں میسّر نہیں آئیں گی، تب دیکھا جائے گا۔"

فاخرہ مسکرا کر خاموش ہو گئی تھی۔ ہم رسمی باتیں کرتے رہے۔ بڈ نے بدستور کیسٹ لگائے ہوئے تھے۔ اُس کے نفیس ٹیپ ریکارڈر میں تقریباً ایک انچ کے سائز کے کیسٹ لگا کرتے تھے اور طویل وقت تک بجتے تھے۔ بڈ کے اس انتظام نے سب ہی کو لُطف اندوز کیا تھا لیکن جب ذہن پر غنودگی سی طاری ہو گئی تو بڈ نے خود ہی کیسٹ بند کر دیا۔ رات کو چوکس رہنے کے لیے عاطف نے پیشکش کی اور دو دو گھنٹے کے وقفے سے ہم لوگوں نے جاگنے کا فیصلہ کر لیا۔ فاخرہ یعقوبی کو اس ڈیوٹی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ فاخرہ نے بھی غار کے ایک کونے میں ہی بستر لگا لیا تھا۔

بڈ نے آگ روشن کر دی۔ میکنو کی ڈیوٹی سب سے پہلے تھی چنانچہ وہ ایک رائفل سنبھال کر آگ کے دائرے کے اندر ہی ایک اُونچے پتھر پر بیٹھ گیا، بھلا اس پہلی رات کو پُرسکون نیند کیا آتی حالانکہ دن بھر کے تھکے ہوئے تھے لیکن نیند آنکھوں سے کوسوں دُور تھی۔ وقت خاموشی سے گزرتا رہا۔ بڈ کے خرّاٹے گونج رہے تھے۔ دفعتاً ایک پہاڑ کی چوٹی کے پیچھے سے چاند نکل آیا۔ چاندنی اور سایوں کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جال سا ماحول پر تن گیا اور میں عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا۔ فاخرہ شاید نیم غنودگی کی کیفیت میں تھی۔ میں نے اُسے ڈسٹرب نہیں کیا اور خاموشی سے ان مناظر سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ میری ڈیوٹی میکنو کے بعد تھی۔ چنانچہ جب میکنو نے اپنی ڈیوٹی کے دو گھنٹے پورے کر لیے تو میں گھڑی دیکھ کر خود ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔

میکنو کے سیاہ چہرے کے نیچے اُس کے مضبوط اور چوڑے دانت چمکنے لگے۔ اُس نے نرم لہجے میں کہا۔ "آپ کی ڈیوٹی چار گھنٹے کی ہو گئی چیف! آپ سو نہیں سکے، مجھے اندازہ ہے۔"

"کوئی بات نہیں میکنو، مگر تم ضرور سو جانے کی کوشش کرنا۔"

"افریقہ کی یہ زندگی میرے لیے اجنبی نہیں ہے چیف اُس لیے مجھے سونے میں دقت نہیں ہو گی۔" وہ آگ کے حصار سے کچھ فاصلے پر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ سرد ہوائیں واقعی بدن میں کپکپی پیدا کر رہی تھیں۔ میں رائفل ہاتھ میں تھامے چاندنی میں اس عجیب ماحول کو دیکھ رہا تھا۔ کئی بار آہٹیں سُنائی دی تھیں لیکن کوئی چیز نظر نہیں آئی تھی البتہ میری ڈیوٹی کے دوسرے گھنٹے کے یہ آخری چند لمحات تھے، جب میں نے کچھ فاصلے پر ایک چٹان سے ایک گلدار کو چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھا۔ میں نے چونک کر رائفل سیدھی کر لی تھی۔ گلدار غصیلے انداز میں دانت نکالے مجھ پر نگاہ جمائے کھڑا ہوا تھا۔ اگر آگ روشن نہ ہوتی تو یقینی طور پر گلدار اس وقت ہم پر حملہ کرنے سے نہ چوکتا لیکن وہ آگ سے دہشت زدہ تھا۔ چند لمحے وہ اسی طرح کھڑا رہا اور پھر پلٹ کر وہاں سے بھاگ گیا۔ اُسی وقت عاطف میرے قریب پہنچ گیا تھا۔

"لُطف آ رہا ہے چیف۔" اُس نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، یہی سمجھ لو۔"

"اس سے پہلے کبھی افریقہ آنا نہیں ہوا چیف؟"

"نہیں۔"

"ٹھیک ہے اب آپ جا کر آرام سے لیٹ جائیے، ورنہ کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

میں پھر اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ فاخرہ کی گہری گہری سانسیں بتا رہی تھیں کہ وہ گہری نیند سو گئی ہے۔ آنکھیں بند کر کے میں نے خود کو خیالات کے دھارے پر چھوڑ دیا اور یہ ترکیب کارگر رہی۔ ذہن خیالات کا شکار ہوا تو خود ہی اُلجھ کر سو گیا۔

دوسرے دن صبح کو اُٹھے تو حیرت انگیز طور پر ہشاش بشاش تھے حالانکہ رات کو بے آرامی اور بے سکونی رہی تھی لیکن جو تھوڑی سی نیند ملی تھی، وہ یوں محسوس ہوتی تھی، جیسے جسموں میں امرت گھول گئی ہو۔ میں نے اس کا تذکرہ بڈ سے کیا تو وہ کہنے لگا۔ "یہ افریقہ کی دُھوئیں سے محفوظ اور فضائی آلودگی سے پاک ہوا کا عطیہ ہے۔ بعض علاقے آپ کو بیشک موسم کے لحاظ سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خراب ملیں گے لیکن زیادہ تر علاقوں میں راتیں گزارنے کے بعد صبح کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پوری نیند لے کر جاگے ہیں۔“

وقت ضائع کیے بغیر ہم نے سفر کا آغاز کر دیا۔ راستوں میں جگہ جگہ رکاوٹیں پیش آ رہی تھیں اور بعض جگہ تو ایسا محسوس ہوتا تھا، جیسے لینڈ روور کا سفر ممکن نہیں ہو گا لیکن بڈ کی مہارت بے مثال تھی۔

دوپہر کے وقت ہم ایک عجیب سی جگہ پہنچے۔ ایک ویران آبادی تھی۔ مکانات نیم پختہ اور کہیں پختہ بھی تھے لیکن سب کے سب بوسیدہ اور ٹوٹے پھوٹے۔ وہاں کوئی انسانی وجود نہیں تھا۔ میری متجسس نگاہیں پورے ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں۔ شہر خموشاں کی اصطلاح اس قصبے پر صادق تھی۔ ہم اس بستی کے آثار میں کوئی ایسی شے تلاش کرتے رہے، جس سے اس ویرانی کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔ لیکن یوں لگتا تھا، جیسے یہاں سے جانے والے زندگی کا ہر نشان ساتھ لے گئے ہیں، سوائے مکانوں کے اس ملبے کے۔

میکنو نے کہا۔ ”کوئی ایسی بستی معلوم ہوتی ہے جہاں کوئی وبا پھیل گئی ہو اور یہاں کے مکین راتوں رات یہاں سے فرار ہو گئے ہوں، یہاں سے نکل جانا اچھا ہے۔“

میکنو کی ہدایت پر عمل کیا گیا اور ہم نے لینڈ روور میں دوبارہ سوار ہو کر تیز رفتاری سے سفر شروع کر دیا۔ پھر جب تک خوب تاریکی نہ ہو گئی، کہیں قیام نہ کیا گیا۔ یہ رات ایک ایسی جگہ گزاری گئی جو بلندی پر تھی۔ بائیں سمت ایک چوڑی وادی پھیلی ہوئی تھی۔

رات کو حسبِ معمول آگ روشن کر لی گئی اور ہم سب آرام کرنے لیٹ گئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد بڈ نے اطلاع دی۔

”نیچے وادی میں بھی آگ روشن ہے۔“ ہم سب چونک کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ماحول حد درجہ تاریک تھا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے، جن کی وجہ سے آج چاند نہیں نکلا تھا۔ وادی کے ایک دُور دراز گوشے میں نارنجی رنگ کے شعلے نظر آ رہے تھے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

”کون لوگ ہو سکتے ہیں؟“ میں نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

”یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔“ میکنو بولا۔

”کوئی سیاح پارٹی بھی ہو سکتی ہے اور...“

”ہمارے دشمن بھی۔“ عاطف بولا۔

”دوست بھی تو ہو سکتے ہیں۔ اکثر پارٹیاں صحرا گردی کرتی رہتی ہیں۔“ بڈ بولا۔

”میکنو! اس جگہ کا فاصلہ کتنا ہو گا؟“ میں نے سوال کیا۔

”کم از کم تین میل۔“ میکنو نے جواب دیا۔

”پیدل وہاں تک پہنچنے کا تو اس وقت سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“ بڈ نے کہا۔

آگ مسلسل جلتی رہی، وہ جو کوئی بھی تھے، ہمیں دیکھ اُنھوں نے آگ بجھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

دوسری صبح سب سے پہلے اُسی طرف نظریں دوڑائی وادی کے اُس گوشے میں سرسبز درختوں کے جھنڈ نظر آ اُسی طرف چلنے کا فیصلہ کیا گیا۔ بڈ نے اطمینان سے ایک متوازن ڈھلان دیکھ کر لینڈ روور وادی میں اُتار لی اور ہم کچھ بعد درختوں کے قریب پہنچ گئے۔ تمام لوگ رائفلیں سنبھالے درختوں کے قریب ایک کٹیا نظر آ رہی تھی جس

دروازے سے کچھ فاصلے پر ایک بوڑھا جوڑا کھڑا تھا۔ ہاف پینٹ اور دھاری دار جرسی پہنی ہوئی تھی۔ جو پیڑ پاس سے پھٹی ہوئی تھی۔ عورت ننوں کے سے لباس میں تھی۔ دونوں کے چہروں پر جھرّیاں نظر آ رہی تھیں۔ دھوپ خشک ہوا نے اُن کا رنگ گہرا بھورا کر دیا تھا۔

”ہیلو شریف لوگو! ہم تمھارا ہی انتظار کر رہے تھے“ نے لرزتی آواز میں کہا۔ اُس کی آنکھوں میں خوف تھا۔

”ہیلو۔“ بڈ نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھو اُترتے ہوئے کہا۔

”اپنی اس آخری آرام گاہ پر میں اور میری بیوی تمھیں کہتے ہیں۔“ بوڑھا بولا۔

ہم سب گاڑیوں سے نیچے اُتر آئے تھے۔

”یہاں تمھارے علاوہ اور کون موجود ہے؟“ عاطف سوال کیا۔

”تلاشی لے سکتے ہو، صرف ہم دونوں ہیں۔“

”نہیں بزرگ! آپ کہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔“ مجھے بو کی حالت پر ترس آنے لگا۔ بے چارہ بہت خوف زدہ تھا۔ عورت ابھی تک بالکل خاموش کھڑی ہوئی تھی۔

فاخرہ اُس کے قریب پہنچ کر خوش اخلاقی سے بولی ”لوگ ہماری طرف سے کسی خوف کا شکار ہیں تو ایسا ہر احساس نکال دیں۔ ہم سیاح ہیں اور ہمارے ہاتھوں آپ کو کوئی نہیں پہنچے گی۔“

”ہُرّا!“ بوڑھے نے اچانک خوشی سے کلکاری مار ٹوئسٹ کرنے لگا۔ اُس نے جیب سے ایک زنگ خور آرگن نکالا اور اُسے مُنہ سے لگا کر بے تکی آوازیں نک بڈ نے اس کے ساتھ رقص کرنا شروع کر دیا۔ عاطف اور بجا کر پاؤں تھرکانے لگے۔ دفعتاً بوڑھے نے چیخ کر کہا۔ معزز مہمانوں کے لیے مچھلی کا سُوپ اور گنی تیار کرو۔ بات بچو! کہ اب ہماری عمر صرف خوف کی عمر ہے۔ اب ہم

ڈر ڈر کر جی رہے ہیں، لڑنے کی عمر نہیں ہے نا ہماری۔ میرے پاس ایک رائفل تھی اور بیس گولیاں جن کی حفاظت میں نے پورے دس سال تک کی پھر ایک دن جب میں رائفل صاف کر رہا تھا تو مجھے محسوس ہوا کہ رائفل میرے ہاتھوں میں لرز رہی ہے اور مجھے اس کا وزن پہلے سے کچھ زیادہ محسوس ہو رہا ہے تو میں نے وہ رائفل گولیوں سمیت ندی میں پھینک دی۔ میں اُس کو استعمال کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ کیا فائدہ ایسی چیز کا جسے صحیح طور پر استعمال نہ کیا جا سکے۔ اس کے بعد سے... اس کے بعد سے...“ بوڑھے کی آواز بھرا گئی۔

میں اُس کے احساسات سمجھ رہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر اُس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”ہم آپ کا احترام کرتے ہیں مسٹر...“

”لنکاسٹر... بڈ لنکاسٹر۔“ بوڑھے نے کہا اور بڈ چونک کر اُسے دیکھنے لگا پھر اُس نے آگے بڑھ کر بوڑھے کا رخسار چُوم لیا۔

جینی، فاخرہ کو اندر جھونپڑی میں لے گئی تھی۔

”آج کے دن میرے مہمان رہو، مجھے خوشی ہو گی۔“

”ہم نے رات گزارنے کے بعد ابھی سفر کا آغاز کیا ہے مسٹر لنکاسٹر۔“ میں نے کہا۔

”اس میں میری خوشی ہے اور خوشیاں بہت کم اِدھر کا رُخ کرتی ہیں۔ تمھارا احسان ہو گا۔“

”ٹھیک ہے بڈ! آج کا سفر ملتوی۔“ میں نے بڈ سے کہا اور اس بار بوڑھے نے چونک کر بڈ کو دیکھا، دیکھتا رہا پھر اُس نے بڈھی کے انداز میں آگے بڑھ کر اُس کا رخسار چُوم لیا۔ اس کی اس دلچسپ حرکت پر سب نے دل کھول کر قہقہے لگائے تھے۔

لینڈ روور ایک سمت کر کے کھڑی کر دی گئی اور سب نے جُوتے اُتار دیے۔ ایسا عموماً کیا جاتا تھا تاکہ سخت اور تھکا دینے والے سفر میں سکون کا احساس ہو۔ پھر تمام لوگ اس نخلستان کی گھاس میں چہل قدمی کرنے لگے۔ لطفی کپڑے اُتار کر ندی میں کُود گیا تھا۔

میں بوڑھے لنکاسٹر کے پاس بیٹھ گیا۔ ”آپ یہاں کب سے رہتے ہیں مسٹر لنکاسٹر؟“

”تقریباً... تقریباً اٹھائیس سال ہو گئے۔“

”اتنا طویل عرصہ!“ میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

”ہاں! اس کے پسِ پردہ ایک طویل کہانی ہے... اس عرصے سے کہیں زیادہ طویل۔“

”یہاں جنگلی درندے نہیں ہیں؟“

”بہت پہلے تھے لیکن پھر شاید اُنھوں نے ہمیں امان دے دی۔ یہ بات تمھیں مذاق معلوم ہو گی نوجوان لیکن یقین کرو ایسا ہی ہُوا ہے۔ شاید پندرہ یا شاید بیس سال گزر گئے کوئی خونخوار درندہ اس طرف نہیں آیا۔ جانوروں کا اخلاق ابھی انسانوں جیسا نہیں ہُوا ہے۔“

”انسان بھی نہیں آتے اس طرف؟“

”آتے ہیں، کبھی کبھی آ جاتے ہیں۔ میں اور جینی بس انسانوں سے خوف زدہ ہوتے ہیں لیکن تقدیر ہم پر مہربان ہی رہی ہے اور اب تو... اب تو بہت سال گزر گئے، کوئی نہیں آیا۔ میرے آخری مہمان مسٹر ہیمرسن تھے۔ ایک ماہر شکاری جو ایک ماہ میرے مہمان رہے تھے“ بوڑھے نے جواب دیا۔ اُسی وقت فاخرہ اور جینی باہر نکل آئیں جن کی وجہ سے سلسلۂ گفتگو منقطع ہو گیا۔

اس جوڑے کی شخصیت اور یہاں موجودگی میرے لیے بہت دلچسپ تھی اور میں بوڑھے لنکاسٹر کی کہانی سُننے کے لیے بے چین تھا۔

بڈ لنکاسٹر نے اپنی کہانی سُنائی۔ وہ نیوزی لینڈ کا باشندہ تھا۔ چھوٹا موٹا کاروباری۔ بڑی مچھلیوں کے ہتھے چڑھ کر کاروبار سے ہاتھ دھو بیٹھا اور پھر فریاد کی تو جان کے لالے پڑ گئے۔ اُسے ایک قتل کے الزام میں پھنسایا گیا لیکن چند دوستوں کی مدد سے وہ گرفتار ہونے سے قبل نکل بھاگا اور دونوں میاں بیوی دُنیا سے بیزار ہو کر ان ویرانوں میں آ بسے۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی لیکن دونوں خوش تھے۔

کہانی کے کچھ حصّے دردناک تھے، افسوس ہُوا۔ بوڑھے نے مچھلی کے سُوپ اور جنگلی پھلوں کے نمکین مُربّے سے ہماری تواضع کی۔ اُس نے ہم سے ہمارے سفر کا مقصد بھی پوچھا اور ہم نے ایک من گھڑت کہانی اُسے سُنا دی۔ ظاہر ہے، اس شریف آدمی کو بھی اپنا راز دار نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ بوڑھے نے آنکھیں بند کر کے ہماری کہانی پر یقین کر لیا۔ وہ سادہ لوح آدمی تھا۔ افریقہ کی زندگی کے بارے میں اُسے کافی معلومات تھیں۔ وہ یہاں کے موسم وغیرہ کے بارے میں بتاتا رہا۔

دوپہر کے بعد ہم نے اس سے آگے بڑھنے کی اجازت مانگی تو اُس نے لجاجت سے کہا۔ ”تمھیں جانا ہی ہے دوستو! ایک دن کا وعدہ کیا ہے تو پورا کرو۔ تمھارے ساتھ گزرے ہوئے یہ لمحات ہماری زندگی کے چند سال بڑھا دیں گے۔ زندگی کے چند سال...“

رات کو پھر بوڑھے اور اُس کی بیوی نے ہماری خاطر مدارت کی۔ ان گوشہ نشین لوگوں سے خدمت لینا ہمیں پسند نہیں تھا لیکن اُن کی محبّت کے آگے کچھ نہ بول سکے۔ البتہ دوسری صبح یہاں سے روانہ ہوتے ہوئے ہم نے بھی اُنھیں کافی تحائف دیے تھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔ بڈلنکاسٹر اور اُس کی بیوی نے اُداس چہروں سے ہمیں الوداع کہا تھا۔
لینڈ روور نے کوئی دس منٹ سفر کیا تھا کہ یکایک میکنو نے بڈ کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "رکو۔" اور بڈ نے بریک لگا دیے۔
"چیف! آدھے گھنٹے کی اجازت چاہتا ہوں۔ ایک ضروری کام یاد آگیا ہے، بس آدھے گھنٹے میں واپس پہنچ جاؤں گا۔"
"کہاں؟ میکنو! کہاں؟" فاخرہ نے حیرت سے پوچھا۔
"بس آدھا گھنٹا۔ پلیز، ہم اپنے سفر میں تھوڑی سی تیز رفتاری پیدا کر کے یہ وقت کور کر لیں گے۔"
"ٹھیک ہے میکنو! ہم اس پہاڑی چٹان کی آڑ میں ملیں گے۔" فاخرہ نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا اور میکنو نیچے اُتر گیا۔ ہم نے اس دیو نما انسان کو برق رفتاری سے واپس اسی راستے پر جاتے دیکھا تھا، جدھر سے گزر کر ہم آئے تھے۔ سب ہی خاموشی سے اُسے دوڑتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔
"یوں لگتا ہے، جیسے میکنو اپنی کوئی چیز بڈلنکاسٹر کی جھونپڑی میں بھول آیا ہے۔" فاخرہ نے کہا۔
"احمق آدمی ہے، اگر ایسی بات تھی تو ہم گاڑی میں ہی واپس جا سکتے تھے۔ اس طرح وقت بھی بچتا۔ یوں بھی ایک دن بلا وجہ ضائع ہوا ہے۔" لطفی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
جس چٹان کے بارے میں فاخرہ نے کہا تھا، وہاں لے جا کر بڈ نے گاڑی روک دی اور میں اطراف کے مناظر دیکھنے لگا۔ موسم تیزی سے بدلتا جا رہا تھا۔ جُوں جُوں سورج بلند ہو رہا تھا، گرمی شدت اختیار کر رہی تھی۔ میکنو کو گئے ہوئے تقریباً بارہ منٹ گزر چکے تھے، سب ہی انتظار کی بوریت کا شکار تھے۔ فضا میں ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی اور پھر کچھ آوازوں نے یہ خاموشی توڑ دی۔
"فائرنگ!" فاخرہ چونک کر بولی۔
"آواز اُسی سمت سے آئی ہے۔" بڈ نے بوڑھے کی جھونپڑی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"میکنو...؟" عاطف کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ گولیاں چلنے کی آوازیں مسلسل آ رہی تھیں۔ فائر پستول یا رائفل سے ہی ہو رہے تھے۔
"سو فیصدی اُدھر کی آواز ہے۔ بڈ! چلو۔" میں نے کہا اور بڈ نے فوراً سیلف لگا کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ پھر اُس نے تیز رفتاری سے لینڈ روور موڑی اور اسے جھونپڑی کی طرف دوڑا دیا۔ فائرنگ اب بھی ہو رہی تھی اور ہم شدید حیرت کا شکار تھے۔ جب ہم جھونپڑی کے قریب پہنچے تو فائرنگ رُک چکی تھی۔ فضا میں ہلکا سا ارتعاش تھا۔ بڈ نے درختوں کی آڑ میں [illegible] روک کر فوراً انجن بند کر دیا۔ ہم سب نیچے کود آئے اور متر[illegible] سے چاروں طرف دیکھنے لگے۔ پھر دفعتاً بڈ نے دونوں ہاتھوں [illegible] بھونپو بنا کر میکنو کو پکارا اور سب اچھل پڑے۔
بڈ کی یہ حرکت غیر متوقع تھی اور کسی کو اس کا انداز[illegible] تھا۔ ہم سب ہتھیار سنبھالے کھڑے تھے اور کسی بھی اچانک واقعے کے لیے تیار تھے۔ جھونپڑی کے دروازے سے [illegible] برآمد ہوا۔ اُس کا بایاں شانہ خون آلود تھا۔ اسی ہاتھ میں اُس [illegible] رائفل پکڑی ہوئی تھی اور دوسرے ہاتھ سے وہ کسی انسانی بدن [illegible] گھسیٹتا ہوا باہر لا رہا تھا۔
فاخرہ یعقوبی تیزی سے آگے بڑھی اور اُس کے حلق [illegible] سی آواز نکلی۔
میکنو نے بوڑھے بڈلنکاسٹر کی لاش زمین پر ڈال دی اور غرّاتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "اُس کُتیا کو تلاش کرو، وہ فرار ہو گئی [illegible]"
"کون؟ جینی لنکاسٹر؟" فاخرہ نے پوچھا۔
"ہاں، اُسے تلاش کرو۔" بڈ، لطفی اور عاطف رائفلیں [illegible] اِدھر اُدھر پھیل گئے اور دُور تک جینی لنکاسٹر کی تلاش میں [illegible] میں اور فاخرہ یعقوبی، میکنو کے قریب پہنچ گئے [illegible] میکنو کی یہ حرکت اور بڈ کی لاش ہمارے لیے اتنی حیرت انگیز [illegible] کہ ہماری زبانیں تک گنگ ہو گئی تھیں۔
تب میکنو نے کہا۔ "سوری چیف! ذرا دیر سے خیال [illegible] لیکن میں اُسے اپنا وہم سمجھ رہا تھا۔ آئیے جھونپڑی کے اندر [illegible]"
"میکنو تمھارا شانہ زخمی ہے۔"
"بالکل نہیں، گولی صرف گوشت کو چھوتی ہوئی گزر گئی [illegible] کوئی خاص بات نہیں۔" میکنو بے پروائی سے بولا لیکن فاخرہ [illegible] نے پھرتی سے اپنے لباس سے رُومال نکال کر میکنو کے شانے [illegible] کس دیا۔ میکنو کا زخم تقریباً آدھا انچ گہرا تھا۔ اس کے بعد ہم [illegible] کے ساتھ جھونپڑی میں داخل ہو گئے۔ پتا نہیں میکنو کیا دکھانا چاہ[illegible]
جھونپڑی کے ایک حصّے میں چند چیزیں بکھری ہوئی [illegible] ایک ٹرانسمیٹر نما چیز جس کے ٹکڑے زمین پر بکھرے ہوئے [illegible] الگنی پر ایک فلم کا رول لٹکا ہوا تھا۔ یہ تمام چیزیں یہاں [illegible] نہیں تھیں۔
میکنو نے اُن اشیاء کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "[illegible] رات کو سوتے ہوئے مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا تھا [illegible] خوابیدگی کے عالم میں تھا، اس لیے کوئی توجہ نہیں دی۔ مجھے محسوس ہوا تھا جیسے ہم پر روشنیوں کے جھماکے پڑے ہو[illegible] حواس تو اس کا صحیح تجزیہ نہیں کر سکتے تھے لیکن لاشعور [illegible] چُبھن تھی۔ بڈلنکاسٹر کی طرف تو میری توجہ بھی نہیں گئی تھی چیف۔ صبح کو جاگنے کے بعد میں اپنے ذہن میں چُبھنے والی اُس شے کا تجزیہ کرتا رہا لیکن کچھ یاد نہ آیا۔ جیپ میں سفر کرتے ہوئے جب سورج کی روشنی عقب نما آئینے پر پڑی اور تیز چمک پیدا ہوئی تو میرے ذہن کی گرہ کھل گئی اور مجھے احساس ہوا کہ روشنی کے یہ جھماکے ہی میرے ذہن میں محفوظ ہیں اور اس کے بعد چیف، مجھے شبہ ہوا تو میں آپ سے جیپ رکوا کر اس طرف چل پڑا۔ بڈلنکاسٹر یہ فلم ڈیولپ کر کے الگنی پر لٹکا رہا تھا اور جینی لنکاسٹر کسی کو ٹرانسمیٹر پر ہمارے بارے میں اطلاع دے رہی تھی۔ اُس کے آخری الفاظ میں نے سُنے تھے اور وہ یہ تھے۔ 'یقیناً جناب، وہ تمام کے تمام مستند شخصیت کے مالک ہیں۔ میرا خیال ہے انھیں سنجیدگی سے چیک کیا جائے۔' میں کچھ اور بھی سُننا چاہتا تھا لیکن اُنھوں نے میری آہٹ سُن لی اور وہ دونوں پستول سنبھال کر باہر نکلے۔ اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا کہ اُن سے استفسار کیے بغیر میں ان پر حملہ کر دوں۔ بدقسمتی یہ رہی کہ جینی کو عورت سمجھ کر میں اُس پر ہاتھ نہیں ڈال سکا اور اُس نے فوراً ہی مجھ پر گولی چلا دی۔ بڈلنکاسٹر نے بھی مجھ پر فائرنگ کی لیکن اس سے بچ کر میں نے اُس پر چھلانگ لگا دی اور اُسے لیے ہوئے نیچے آ رہا۔ جینی نے آگے بڑھ کر مجھ پر پستول تانا تو میں نے لنکاسٹر کو اُس پر اُچھال دیا لیکن جینی پتا نہیں، بوڑھی ہے بھی یا نہیں۔ اتنی پھرتی سے اُس نے اپنے آپ کو بچایا کہ میں حیران رہ گیا۔ یہ ٹرانسمیٹر بوڑھے لنکاسٹر کی لپیٹ میں آ گیا تھا، اس لیے نیچے گر پڑا۔ جینی نے پلٹ کر تین گولیاں چلائیں جن میں سے دو گولیاں بڈلنکاسٹر کو لگ گئیں۔ میں نے اُسے زندہ ہی پکڑنا چاہا تھا لیکن چیف، ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے وہ چھلاوا ہو، اسی طرح جینی بھی یوں غائب ہوئی کہ پتا ہی نہ چل سکا کہ کہاں روپوش ہو گئی۔ میں نے ہر اُس مشتبہ جگہ پر فائرنگ کی جہاں اُس کے چھپے ہونے کے امکانات ہو سکتے تھے لیکن اس فائرنگ کے جواب میں کوئی چیخ نہ سُنائی دی اور نہ ہی جینی لنکاسٹر نے جوابی فائرنگ کی۔"
میں اور فاخرہ یعقوبی پوری توجّہ سے میکنو کی بات سُن رہے تھے۔ گزرے ہوئے واقعات کا ایک ایک لمحہ نگاہوں میں اُبھر رہا تھا۔ وہ معصوم بوڑھا اور وہ مجسّم خلوص عورت! کیا غلط لوگ تھے؟ کیا یہ بات قابلِ یقین ہے؟ بالکل ناممکن محسوس ہوتا تھا۔ دونوں کا تھکا تھکا انداز، دونوں کا حُلیہ... ایک لمحے کے لیے بھی یہ احساس نہیں ہو پایا تھا کہ یہ غلط لوگ ہیں۔ بوڑھے نے اپنی کہانی سُنائی تھی اور جواب میں ہم نے اُنھیں ایک من گھڑت کہانی سُنائی تھی بلکہ یہ کہانی سُناتے ہوئے یہ احساس بھی دل میں رہا تھا کہ ہم ان معصوم لوگوں سے جھوٹ بول رہے ہیں لیکن وہ معصوم لوگ! میں نے ٹھنڈی سانس لی۔
فاخرہ یعقوبی بھی یقیناً انھی احساسات کا شکار تھی۔ میکنو آہستہ سے بولا۔ "چیف، یہ ہماری ہی تصویریں بنائی گئی ہیں جو یقیناً کسی کو ارسال کر دی جاتیں۔"
میں نے آگے بڑھ کر فلم الگنی سے اُتار لی جو تقریباً خشک ہو چکی تھی۔
فاخرہ یعقوبی، میکنو کے ساتھ مل کر جھونپڑی کی تلاشی لینے لگی۔ بہ ظاہر کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی تھی جو قابلِ اعتراض ہوتی لیکن

انکا
دو حصّے مکمل، قیمت: ۴۰ روپے فی حصّہ
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
فارا
دو حصّے مکمل
قیمت: ۴۰ روپے فی حصّہ
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
غلام روحیں
قیمت: ۳۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM
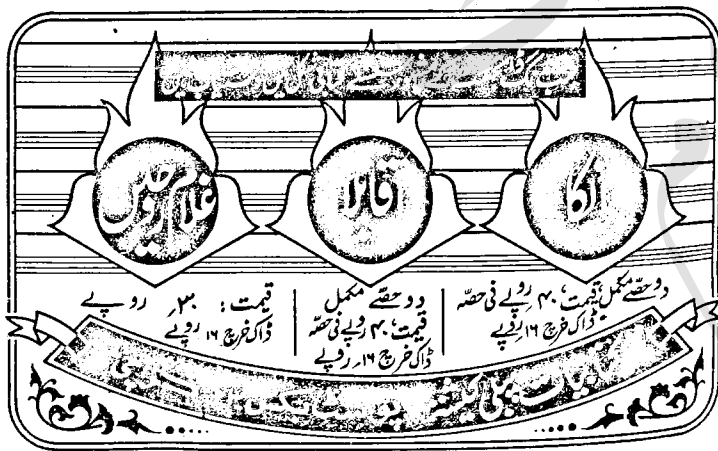
پھر گھاس پھوس کے ایک ڈھیر کی طرف ہماری توجہ مبذول ہوگئی اور فاخرہ یعقوبی نے کسی خیال کے تحت وہاں سے گھاس ہٹانا شروع کر دی۔

گھاس کے نیچے ایک چوکور خلا نظر آ رہا تھا جس میں ایک بڑا سا سُوٹ کیس رکھا ہُوا تھا۔ فاخرہ یعقوبی نے اُسے کھول کر دیکھا اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولی "ذرا دیکھو علی۔"

میری نگاہیں بھی اس چوکور خلا میں رکھے ہوئے بکس کا جائزہ لے رہی تھیں۔ بکس میں انتہائی جدید ساخت کی مشین گن رکھی ہُوئی تھی اور اس کے ساتھ ہی دستی بموں کا ایک بڑا ذخیرہ بھی موجود تھا۔ ہم نے بکس احتیاط سے باہر نکال لیا اور اس کے بعد تو ہم نے جھونپڑی کے چپّے چپّے کی تلاشی لے ڈالی۔ کاغذات نام کی کوئی شے یہاں موجود نہیں تھی۔ جھونپڑی کے ارد گرد کا علاقہ بھی اچھی طرح دیکھ ڈالا گیا۔ اتنی دیر میں عاطف اور لطفی واپس آ گئے تھے، انھوں نے اطلاع دی کہ بوڑھی جبینی لنکاسٹر کا کہیں کوئی نشان نہیں ملا۔

ہم سب جھونپڑی سے باہر نکل آئے۔ لینڈ روور قریب ہی کھڑی ہُوئی تھی۔ کچھ دیر کے لیے ہم نے اُسے فراموش کر دیا تھا، سو اب احساس ہُوا کہ یہ انتہائی خطرناک بات تھی، اگر بوڑھی جبینی لینڈ روور تک پہنچ جاتی تو اُسے لے کر فرار بھی ہو سکتی تھی۔ عاطف اور لطفی نے اسلحے کا بکس باہر نکالا اور اُسے لینڈ روور میں لے جا کر رکھ دیا۔ وہاں موجود کھانے پینے کی اشیا بھی ہم نے اپنے قبضے میں لے لیں اور لینڈ روور میں آ بیٹھے۔

"چیف! اب اُس عورت کی تلاش ممکن نہیں ہے اور پھر ہم یہ خطرہ مول لے بھی نہیں سکتے۔" فاخرہ نے کہا۔

"ہُوں لیکن کچھ لوگوں کو ہمارے بارے میں اطلاع دے دی گئی ہے فاخرہ! اس بات کو ذہن میں رکھنا۔" میں نے کہا اور فاخرہ گردن ہلانے لگی۔

میکنو آرام سے بیٹھا ہُوا تھا۔ بازو کے زخم پر اُس نے ذرا بھی توجّہ نہیں دی تھی لیکن فاخرہ نے عاطف کو اشارہ کیا اور عاطف نے لینڈ روور میں رکھا ہُوا فرسٹ ایڈ بکس نکال کر میکنو کے زخم کو جراثیم سے پاک دواؤں سے دھو کر اس پر بینڈیج کر دی۔ اس دوران لطفی مشین گن، لینڈ روور کے عقبی حصّے میں نصب کرنے میں مصروف رہا تھا۔ غالباً وہ اس سلسلے میں ماہر آدمی تھا۔ اپنے کام سے مطمئن ہونے کے بعد وہ وہاں سے ہٹ گیا اور وہ سیٹ عاطف نے سنبھال لی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم وہیں پہنچ گئے، جہاں تک یہ سفر پہلے کیا گیا تھا اور اس کے بعد ایک مخصوص سمت اختیار کر کے آگے بڑھ گئے۔

خاموشی مسلسل چھائی ہُوئی تھی۔ بڈ نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا "جب انسان ایک مہم پر نکلے تو اُسے صرف ایک مہم ہونا چاہیے۔ انکسار اور محبت جیسی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔"

"میں تم سے متفق ہُوں بڈ... لیکن یہ بتاؤ اس تارکِ... بوڑھے جوڑے کے لیے ہم میں سے کسی کے ذہن میں بُرے خیال اُبھر سکتے تھے؟"

بڈ نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ خاموشی سے ڈرائیونگ میں مصروف رہا تھا۔ اس واقعے نے ذہن کو خاصے تکدر کا شکار کر دیا تھا۔ وقفے وقفے سے کوئی نہ کوئی کچھ نہ کچھ بول پڑتا تھا تاکہ خاموشی فضا اعصاب پر اثر انداز نہ ہو۔

"میرے خیال میں وہ دونوں اگر چاہتے تو ہمیں رات کو ہلاک کر سکتے تھے لیکن شاید وہ خود بھی ہمارے بارے میں تذبذب کا شکار تھے۔" عاطف نے کہا مگر کسی نے عاطف کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں تھا۔

میری نگاہیں صحرائے اعظم کے بدلتے ہوئے مناظر پر مرکوز تھیں۔ جس پگڈنڈی پر ہم سفر کر رہے تھے آگے جا کر وہ ایک تنگ میدان میں تبدیل ہو گئی تھی لیکن یہ میدان لینڈ روور کے لیے ناقابلِ عبور نہیں تھا۔ البتہ اطراف میں دندانے دار چٹانوں کا ایک فرش بکھرا ہُوا تھا۔ ان چٹانوں کا رنگ سُرخ تھا، یوں محسوس ہوتا تھا کہ ریت پر خون آلود دانت اُگ آئے ہوں۔ ہم مناسب رفتار سے بڑھ رہے تھے، نگاہیں اطراف میں بھٹک رہی تھیں اور اب خاص طور سے اس لیے محتاط ہو جانا پڑا تھا کہ ہمیں شبہ تھا کہ ہمارے بارے میں کہیں نہ کہیں اطلاع ضرور دے دی گئی تھی۔ جُوں جُوں ہم آگے بڑھ رہے تھے، گرمی تیز ہوتی جا رہی تھی اور پھر جب شام ہونے لگی تو ہوائیں ٹھنڈی ہو گئیں۔

تقریباً چھ گھنٹے تک یہ سفر کیا گیا اور اس وقت شام کے پانچ بجے تھے، جب بڈ نے فاخرہ یعقوبی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "میڈم! اگر آپ اجازت دیں تو قیام کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کر لی جائے۔ دن بھر کی سخت دھوپ نے گاڑی کے انجن کو خاصا گرم کر دیا ہے۔"

"کچھ اور آگے بڑھتے ہیں بڈ! کوئی مناسب جگہ مل جائے تو اچھی بات ہے۔"

بڈ نے گردن خم کر کے لینڈ روور کی رفتار کچھ تیز کر دی۔ چٹیل علاقے ہی نظر آ رہے تھے لیکن جب شام کی کجلاہٹیں پر مسلط ہو گئیں تو دفعتاً ہمیں اس پتھریلے میدان کے اختتام پر سبزہ زار نظر آئے۔ آگے چل کر یہ راستہ گھنے درختوں کے جنگل میں

تبدیل ہو گیا تھا اور جنگل کے اس سرے پر ہم نے قیام کا فیصلہ کر لیا۔ جنگل سرسبز اور شاداب تھا، درختوں کے نیچے اُونچی اُونچی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ اُوپر درختوں کی شاخیں آپس میں گتھی ہوئی تھیں اور ان پر طرح طرح کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں جن میں سے بعض بیلوں پر مختلف اقسام کے پھل لگے ہوئے تھے لیکن ان بیلوں میں تقریباً انگلی کے برابر کانٹے بھی لگے ہوئے تھے اور اس طرح ان کے قریب پہنچنا یا اُن پھلوں کو توڑنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا چنانچہ ہم میں سے کوئی اس طرف متوجہ نہ ہُوا۔ رات انتہائی پُرسکون گزری اور کوئی ایسا واقعہ نہیں ہُوا جو قابلِ ذکر ہوتا۔

صبح کو سب ہی روشنی ہونے سے پہلے جاگ گئے تھے۔ بڈ نے سب کو نفیس قسم کی چائے پیش کی۔ فاخرہ یعقوبی راستے کے نقشوں کے بارے میں مجھ سے گفتگو کرنے لگی اور چند لمحے بعد ہم لوگ اس بات پر متفق ہو گئے کہ ہمیں لائن آف کروزل کی کسی آبادی کا رُخ کرنا چاہیے۔ جس مقصد کے لیے اس سفر پر نکلے تھے ابھی تک ہمیں اس میں ذرا بھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

فاخرہ یعقوبی کہنے لگی "اس جنگل میں داخل ہوئے بغیر اگر ہم بائیں سمت سفر کریں تو نقشوں کے مطابق ہمیں ساحلی علاقے میں پہنچنے کا موقع مل سکتا ہے پھر اگر دائیں سمت سفر کیا جائے تو لائن آف کروزل کی ایک آبادی تک پہنچا جا سکتا ہے۔"

"لائن آف کروزل کی کسی آبادی میں داخل ہو کر کیا ہمیں وہاں سے کچھ مراعات حاصل ہو سکتی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ میرا خیال ہے وہاں پہنچ کر ہم کوئی مؤثر کارروائی کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے فاخرہ! دراصل ہمارا اپنا منصوبہ کوئی باقاعدہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ہم تو صرف افریقہ کے ان علاقوں میں اسٹیفن براکوڈا کو تلاش کرنے کے خواہش مند ہیں اور یہ جاننا چاہتے ہیں کہ لائن آف کروزل کے خلاف کام کرنے والوں کا طریقۂ کار کیا ہے اور کہاں سے وہ اپنے اس مشن کو آپریٹ کر رہے ہیں۔ مَیں اپنے طور پر یہ سمجھتا ہُوں کہ اگر ہم اسٹیفن براکوڈا کو پالیں اور اس کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی کر لیں تو فی الحال لائن آف کروزل محفوظ ہو جاتی ہے کیونکہ اسٹیفن براکوڈا کے علاوہ ہمیں کوئی اور ایسا اشارہ نہیں مل سکا، جس کے تحت یہ سوچا جائے کہ لائن آف کروزل کے خلاف اور بھی کوئی کام کر رہا ہے۔"

"میرے ذہن میں ابتدا ہی سے یہ خیال تھا علی! کہ ہم تیرو ڈا ہی میں مضبوط منصوبہ بندی کر کے صرف ممبارڈو اور تیرو ڈا پر گہری نگاہ رکھتے۔ کیا یہ اس سلسلے میں زیادہ مؤثر نہ ہوتا؟"

مَیں نے مُسکراتے ہوئے فاخرہ یعقوبی کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا "میرے الفاظ کا بُرا نہ ماننا فاخرہ! بلاشبہ تمھیں یہی کرنا چاہیے تھا لیکن میں ایک مختصر مدت کے لیے اس مشن پر آیا ہُوں اور جتنی جلد ممکن ہو سکے، لائن آف کروزل کے سلسلے میں اپنی خدمات انجام دے کر یہاں سے واپس چلے جانے کا خواہش مند ہُوں... تمھارے طریقۂ کار کے مطابق تو یہ معاملہ بہت طول پکڑ جاتا۔"

"ٹھیک ہے علی، مَیں اپنے الفاظ واپس لیتی ہُوں۔" فاخرہ یعقوبی نے کہا اور مَیں مُسکرانے لگا۔

ہم ابھی اس سلسلے میں گفتگو کر ہی رہے تھے کہ دفعتاً بڈ اُچھل پڑا "چیف... چیف! میرے کان ایک آواز سُن رہے ہیں۔"

ہم سب خاموش ہو کر سماعت پر زور دینے لگے۔ ہَوا کے دوش پر ہیلی کاپٹر کے پَروں کی پھڑپھڑاہٹ صاف سُنائی دی تھی۔ مَیں نے فاخرہ یعقوبی کو دیکھا۔ فاخرہ ایک دم اُٹھ کھڑی ہُوئی تھی۔

"میرا خیال ہے علی، لینڈ روور کو ان کی نگاہوں سے محفوظ رکھا جائے۔"

"بالکل۔" مَیں نے جواب دیا اور ہم سب برق رفتاری سے لینڈ روور میں گھس گئے۔ بڈ نے تیزی سے لینڈ روور اسٹارٹ کی اور اُسے درختوں میں لے گیا۔ گھنے درختوں میں لینڈ روور کے داخل ہونے کے لیے بظاہر کوئی جگہ نظر نہیں آتی تھی لیکن اتنا ضرور ہُوا کہ آن کی آن میں لینڈ روور درختوں کے نیچے پہنچ گئی۔ ہم وہیں رُک کر لینڈ روور سے نیچے اُتر آئے اور پھر درختوں کی آڑ سے ہی ہیلی کاپٹر کو دیکھنے لگے۔

مَیں گہری نگاہوں سے ہیلی کاپٹر کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ تھوڑا سا بلند ہُوا اور ہمارے سروں پر سے پرواز کرتا ہُوا جنگل کے دوسرے سرے کی سمت چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کی آواز بھی معدوم ہو گئی تھی۔

فاخرہ یعقوبی پُرخیال انداز میں گال کھجا رہی تھی پھر اُس نے کہا "یہ ہیلی کاپٹر عرب ممالک کا بھی ہو سکتا ہے۔ مَیں نے سُنا تھا کہ ہر طریقے سے یہاں دیکھ بھال کی جاتی ہے۔"

"اور دُشمن کا بھی ہو سکتا ہے؟" مَیں نے سوال کیا۔

"ہاں، اس امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔"

"ٹھیک ہے، وہ جو کوئی بھی ہیں، ہمیں اُن سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔"

ہم ہیلی کاپٹر کی واپسی کا انتظار کرتے رہے لیکن اس کے بعد اُس کی آواز نہیں سُنائی دی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کہیں دُور چلا گیا ہو۔

میکنو نے جو بہت کم بولتا تھا، آہستہ سے کہا "لائن آف کروزل کی کسی آبادی تک جانے کے لیے میڈم آپ نے جو ساحل کے بارے میں کہا ہے، میرے خیال میں وہ مناسب نہیں ہوگا۔ جس طرح بھی بن پڑے ہمیں انہی درختوں کے درمیان سے گزرنا چاہیے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

فاخرہ یعقوبی نے میکنو کی تائید کرتے ہوئے کہا "ہاں ہم اس ہیلی کاپٹر کو نظر انداز نہیں کر سکتے کھلے علاقے میں ہمیں آسانی سے شکار کیا جا سکتا ہے۔"

میں بھی انھی لائنوں پر سوچ رہا تھا نہ جانے کیوں میرے ذہن میں یہ بات آ رہی تھی کہ ہیلی کاپٹر عرب محافظوں کا نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق دشمن سے ہے اور ہمیں دیکھ لیا گیا ہے۔ چنانچہ میں نے بھی اُن کے اس پروگرام کی مخالفت نہیں کی۔

بڈ نے ایک بار پھر اسٹیئرنگ سنبھال لیا گھنے درختوں کے درمیان سفر انتہائی مشکل کام تھا۔ لینڈ روور کے تمام شیشے وغیرہ چڑھا لیے گئے اور ایک دشوار سفر کا آغاز ہو گیا۔

بڈ کے بارے میں، میں نے اب تک جو اندازہ لگایا تھا وہ یہی تھا کہ بلاشبہ وہ سنکی سو لجر ہے اور آنکھیں بند کر کے اقدامات کرنے کا عادی ہے اُسے لینڈ روور پر مکمل کنٹرول حاصل تھا اور پتا نہیں اُس کی آنکھوں میں ایسی کون سی قوتیں پوشیدہ تھیں کہ وہ صحیح راستے بھی منتخب کرتا جا رہا تھا۔ بار ہا ایسے مواقع آئے کہ ہمیں محسوس ہوا کہ آگے کے درخت ہمیں اب ایک انچ آگے نہیں بڑھنے دیں گے لیکن بڈ نے اس مہارت سے لینڈ روور نکال لی کہ حیرت ہوتی تھی ہم دل ہی دل میں اس کی ڈرائیونگ کی تعریف کر رہے تھے۔

تقریباً ایک گھنٹا سفر کرنے کے بعد بھی ہم چند فرلانگ سے زیادہ آگے نہیں جا سکے تھے سست رفتاری کے سبب سب کے چہروں پر اُلجھن کے آثار تھے۔ اچانک میکنو نے آہستہ سے کہا۔

"بڈ، تھوڑا سا ریورس کرو۔" بڈ نے گاڑی کے بریکوں پر دباؤ ڈالا اور اُسے گیئر سے نکال کر میکنو کی طرف دیکھنے لگا۔ "میرا خیال ہے اگر ہم کوئی دو سو گز پیچھے چلے جائیں تو داہنی سمت ایک راستہ گزرتا ہے جہاں سے گاڑی کے آسانی سے گزرنے کے امکانات ہیں۔"

"تو یہ بات دو سو گز پہلے کیوں نہیں بتائی؟" بڈ نے کہا اور پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑا پھر اُس نے گاڑی ریورس گیئر میں ڈال کر اُسے پیچھے کرنا شروع کر دیا۔

دو سو گز گاڑی پیچھے لے جانے کے بعد دائیں سمت کے اس راستے کو دیکھا گیا، جس کی نشاندہی میکنو نے کی تھی اور اس کا اندازہ واقعی درست ہی تھا۔ درخت یہاں بھی موجود تھے اور ان کے اُوپری حصے آپس میں ملے ہوئے تھے لیکن ان کے درمیان ایک ایسا راستہ موجود تھا، جس پر گاڑی بہتر طور پر سفر کر سکتی تھی۔ چنانچہ لینڈ روور کو اسی راستے پر ڈال دیا گیا۔

فاخرہ یعقوبی نے تھوڑی دیر بعد پُرخیال انداز میں کہا "ابھی تک تو ہمیں دوبارہ ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی نہیں دی۔ ممکن ہے وہ لوگ ہمیں دیکھ نہ سکے ہوں... یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ان کا تعلق دونوں گروہوں میں سے کسی سے بھی نہ ہو اور وہ کچھ اور ہی لوگ ہوں میرا مطلب ہے مہم جُو۔ صحرائے اعظم میں لوگ طرح طرح کی مہمات پر آتے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ میں بڈ کی ڈرائیونگ کی طرف متوجہ تھا۔ اب اُس نے رفتار کچھ تیز کر دی تھی لیکن یہ ڈرائیونگ ناقابلِ یقین تھی۔ بار بار درخت راستہ روک لیتے تھے اور یوں لگتا تھا، جیسے اب گاڑی ٹکرا جائے گی، اب راستہ بند ہو جائے گا لیکن بڈ کمال دکھا رہا تھا۔ درختوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہوشربا مناظر سامنے آ رہے تھے۔ بدصورت سانپ ان درختوں کی شاخوں میں جگہ جگہ لٹکے ہوئے تھے۔ ایک بار ایک شاخ سے جیپ کا اُوپری حصہ ٹکرایا تو ایک تقریباً پانچ انچ موٹا اژدہا جو پیلے اور سیاہ رنگ کا تھا، بانٹ پر آ پڑا۔ اُس کی لمبائی دس بارہ فٹ سے کم نہیں ہو گی۔ وہ دُور تک ہمارے ساتھ بانٹ پر سفر کرتا رہا۔ بار بار وہ ونڈ شیلڈ پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چھت پر چڑھ کر وہ پچھلے حصے میں آ جاتا تو اندر بھی گھس سکتا تھا کیونکہ مشین گن کی وجہ سے پچھلا حصہ کھلا رکھا گیا تھا۔ بڈ اطمینان سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

فاخرہ نے کہا "بڈ اسے گراؤ، کیا تم ایسا نہیں کر سکتے؟"

"کیوں نہیں میڈم! یہ لیجیے!" بڈ نے ایک دم بریک لگائے اور پھر ایکسیلیٹر دے کر کلچ چھوڑ دیا۔ اژدہا پھسل کر نیچے جا پڑا اور پھر شاید گاڑی کے نیچے کچلا بھی گیا۔ اچانک ہی بڈ نے بریک لگائے آگے جنگل بھی ختم ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا؟" فاخرہ نے کہا، جس کی توجہ اب تک اژدہے کی طرف تھی۔

"ملاحظہ فرمائیے!" بڈ نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور انجن بند کر دیا۔ درختوں کے دوسری طرف ایک ایسا منظر نظر آیا کہ آنکھیں خوف سے بند ہونے لگیں۔ جس جگہ درخت ختم ہوئے تھے وہاں سے نیچے اتنی گہرائی تھی کہ دیکھ کر خوف آتا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ جنگل ہمالیہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہو اور اس کے بہت نیچے کہیں زمین ہو۔

"وہ بائیں سمت دیکھو۔" میکنو نے کہا اور ہماری نگاہیں اُس کے اشارے کی سمت اُٹھ گئیں۔

تقریباً سو گز کے فاصلے پر جنگل سے ایک راستہ ڈھلوان کی شکل میں نیچے اُترتا تھا پھر یہ ڈھلوان تقریباً پچاس ساٹھ گز تک آگے جا کر سیدھی ہو گئی تھی اور اس کے متوازی ایک چوڑی دیوار سی اس وسیع و عریض گہری کھائی میں دُور تک چلی گئی تھی۔ اس دیوار کا اختتام کھائی کے دوسرے کنارے پر تھا۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیوار کی لمبائی کوئی تین میل ہو گی۔ اُوپر سے زمین تک گہرائی میں اس کے بارے میں کوئی اندازہ کرنا ممکن نہ تھا۔

"خدا کی پناہ!" عاطف نے کہا۔ اُس کے لہجے میں لرزش تھی ہم سب حیرت زدہ انداز میں اس طرف دیکھ رہے تھے۔ سب کے چہروں پر اُلجھن کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس مرحلے پر واپسی کا تصور بھی انتہائی اندوہناک تھا۔

"اب کیا کیا جائے علی؟" فاخرہ نے بجھے بجھے سے لہجے میں کہا۔

"میکنو، تم ہماری کچھ مدد نہیں کر سکتے؟" میں نے میکنو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"چیف! میں نے زندگی کے گیارہ سال افریقہ کے اندرونی خطوں میں گزارے ہیں، اس کے بعد میری عمر یورپ میں گزری ہے موجودہ صورتِ حالات میرے لیے بھی اُلجھن کا سبب ہے۔ میں بھی اس وقت خود کو بے بس محسوس کر رہا ہوں۔" میکنو نے جواب دیا۔

"بولو علی، اسی راستے سے واپس چلیں... یا پھر جنگل میں اور کوئی سمت اختیار کی جائے؟"

"ایک چیز کا اندازہ آپ یہیں سے لگا سکتی ہیں میڈم! وہ یہ کہ جہاں تک نگاہ کام کر رہی ہے، یہ کھائی پھیلی ہوئی ہے یا پھر جنگل ہے۔ چنانچہ صرف واپسی کے بارے میں ہی سوچا جا سکتا ہے۔" لطفی نے کہا اور بڈ مسکرانے لگا تھا۔

"کیوں بڈ، تم کیا کہتے ہو؟" فاخرہ نے اُسے مسکراتے دیکھ کر کہا۔

"جو کچھ میں کہوں گا اُسے کوئی نہیں مانے گا میڈم۔" بڈ نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کہو، تم بھی کہو، میں بہت پریشان ہوں۔" فاخرہ نے کہا۔

"واپسی کا سفر اس سے زیادہ مشکل ہو گا جتنا یہاں آنے کا تھا اور پھر فائدہ کیا ہو گا، ہم کہاں جائیں گے؟"

"پھر؟ تمھارے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" فاخرہ نے کہا۔

"کیوں نہ اس قدرتی سڑک کو استعمال کیا جائے؟"

"کیا...؟" فاخرہ چیختے ہوئے بولی "وہ سڑک ہے؟"

"ہے تو نہیں مگر اس پر سفر کیا جا سکتا ہے۔" بڈ نے اطمینان سے جواب دیا۔

"یہ خطرناک حد تک احمقانہ کوشش ہو گی۔ اس کھائی میں ایستادہ یہ دیوار اتنی بھی چوڑی نہیں کہ اس پر لینڈ روور بہ آسانی دوڑائی جا سکے پھر ہمیں یہ بھی اندازہ نہیں کہ دیوار کی چوڑائی آگے جا کر کیا صورت اختیار کرتی ہے۔ بڈ! یہ کوشش خودکشی کے مترادف ہو گی۔"

"پھر جو حکم ہو۔" بڈ نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر دوسری طرف جانے کے بارے میں ہی کیوں سوچیں، ہمارے سامنے کوئی منزل تو ہے نہیں، اس ہولناک کھائی کو عبور کرنے کی حماقت ہی کیوں کی جائے، اگر دوسری طرف جانا اتنا ہی ضروری ہوتا تو دوسری بات تھی۔" عاطف نے کہا پھر اچانک ہی اُچھل پڑا "وہ سانپ...!" اُس کے مُنہ سے بے اختیار نکلا۔ ایک سیاہ کوبرا ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ لطفی نے جلدی سے پستول نکالا تو میکنو نے اُس کی کلائی پکڑ لی۔

"نہیں، فائر نہیں۔" اُس نے جھک کر ایک ٹوٹی ہوئی شاخ اُٹھا لی اور سانپ پر نگاہ جما دی پھر اُس نے پاؤں زمین پر مار کر ہلکی سی آہٹ پیدا کی تو سانپ رُک گیا۔ دوسرے لمحے وہ پھن پھیلا کر کھڑا ہو گیا تھا میکنو کو اسی کا انتظار تھا۔ اُس نے بڑی مہارت سے شاخ سانپ پر پھینک ماری اور پھر خود بھی اُس پر چھلانگ لگا دی، اُس نے سانپ کے سر کو اپنے جوتے سے نشانہ بنایا تھا اور اسے کچلتا ہوا اُچھل کر دُور کھڑا ہو گیا تھا۔

سانپ کا بدن شاخ کے گرد لپٹ کر بَل کھا رہا تھا میکنو نے اس کام سے فارغ ہو کر کہا "میں نے سامنے درخت کی جڑ میں پھیلی مکڑیاں دیکھی ہیں جو اُچھل کر حملہ آور ہوتی ہیں اور بے حد زہریلی ہوتی ہیں، اس لیے نیچے رُکنا مناسب نہیں ہے۔"

سب ہی لینڈ روور کی طرف لپکے اور اُس پر چڑھ گئے۔

"چیف! تم آخری فیصلہ کرو، کیا کرنا ہے؟" بڈ نے کہا۔

"بڈ، اسی طرف آگے بڑھو۔" میں نے اس سمت اشارہ کیا، جدھر وہ ڈھلان اور دیوار نما سڑک تھی۔ بڈ نے فوراً ہی لینڈ روور اسٹارٹ کر کے اُس طرف گھما دی اور پھر اس جگہ پہنچ گیا۔ یہاں ہم لوگ پھر نیچے اُتر گئے تھے۔ میں آگے بڑھ کر ڈھلان پر اُترنے لگا۔ ڈھلان ناقابلِ عبور نہیں تھی۔ میں کافی نیچے اُتر آیا، میرا ساتھ صرف بڈ دے رہا تھا۔

"اوّل تو بڈ گاڑی نہیں چھوڑی جا سکتی، آگے کے سفر کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس دیوار کا سفر بہت طویل ہے۔ دیکھو تین میل سے کم راستہ نہیں ہے۔"

"پیدل تو یہ راستہ طے ہی نہیں کیا جا سکتا چیف!"

"تو کیا؟"

"ہاں چیف، میں اس دیوار پر ڈرائیونگ کروں گا۔"

"بہت خطرناک ہو گا بڈ۔"

"ہاں ہو گا، لیکن اس کی ایک ترکیب ہے۔"

"کیا؟" میں نے کہا۔

"سب کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی جائے۔" بڈ نے کہا اور ہنس پڑا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اور تم... تم سب سے بہادر انسان ہو۔" میں نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"نہیں چیف، میں بھی پٹّی باندھ لوں گا۔" بڈ نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔

"کچھ سوچنا ضروری ہے بڈ۔"

"چیف! میں اس دیوار پر گاڑی چلانے کے لیے تیار ہوں، باقی فیصلے تم خود کرلو۔"

میں چند لمحے بڈ کو گھورتا رہا پھر واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ باقی لوگ اُوپر کھڑے متوحش نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔

"فاخرہ! ہم یہ دیوار عبور کریں گے؟"

فاخرہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے پتھریلے لہجے میں کہا۔

"عاطف، لطفی، میکنو! چلو لینڈ روور میں بیٹھ جاؤ۔" کسی نے فاخرہ سے اختلاف نہیں کیا جبکہ پہلے یہ سب لوگ مخالفت کر رہے تھے لیکن اس کے لہجے میں کوئی خاص بات تھی جس سے وہ سب پُرسکون ہو گئے اور اطمینان سے لینڈ روور میں جا بیٹھے۔ بڈ نے معنی خیز انداز میں آنکھیں نچائیں اور ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا پھر اُس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ میں اُس کے برابر بیٹھ گیا۔ بڈ واقعی بہت بے جگر تھا۔ اس نے گاڑی زور سے گھمائی اور پھر ایک دم ڈھلان پر آتار دی۔

سفر شروع ہو گیا۔ چشمِ زدن میں ڈھلان عبور ہو گئی تھی اور پھر سیدھی جگہ آ کر بڈ نے تیز رفتاری سے لینڈ روور آگے بڑھانی شروع کر دی۔ کسی کی ہمّت نہیں ہو رہی تھی کہ دائیں یا بائیں جھانک لے۔ ایسی کسی کوشش پر دل کی دھڑکن بند بھی ہو سکتی تھی۔ بڈ کا چہرہ اتنا پُرسکون تھا کہ یقین نہیں آتا تھا۔ اس وقت اُس نے اہم ذمّے داری سنبھال رکھی تھی لیکن اُس کا انداز بے پروائی کا سا تھا۔ میں بھی دانت پر دانت جمائے بیٹھا تھا۔ بار ہا یوں ہُوا کہ سڑک بہت پتلی محسوس ہُوئی اور میں نے سوچا کہ اب بڈ گاڑی روک لے گا لیکن بڈ بریک چھو بھی نہیں رہا تھا۔ عقب میں دھول اُڑ رہی تھی اور سڑک کے کناروں سے پتھر لڑھک کر شور کرتے ہوئے نیچے گہرائی میں جا رہے تھے۔ خیال یہ تھا کہ بڈ یہاں بہت سست رفتاری سے گاڑی چلائے گا لیکن بڈ پر تو جیسے جنون سوار ہو گیا تھا۔ دفعتاً فاخرہ کے حلق سے ایک ہذیانی چیخ نکل گئی۔ اس وقت یہ چیخ خطرناک ہو سکتی تھی۔ بڈ کی توجہ اگر ایک لمحے کے لیے بھی ٹوٹتی... یا اُسے کوئی اعصابی جھٹکا لگتا تو اسٹیئرنگ بہک سکتا تھا لیکن بڈ نے خود کو قابو میں رکھا۔ میں نے گردن گھما کر فاخرہ کو دیکھا تو اس نے اُنگلی سے اشارہ کر دیا۔

"ہیلی کاپٹر!" لطفی سرسراتی آواز میں بولا۔ ایک لمحے کے لیے میرے بدن میں بھی گرم گرم لہریں دوڑ گئی تھیں۔

"اسی طرف... اس کا رُخ اسی طرف ہے۔" فاخرہ کی آواز سُنائی دی، اور اب ہیلی کاپٹر کی آواز واضح ہو گئی تھی۔

بڈ نے بھی صورتِ حال کا اندازہ لگا لیا اور وہ چہکتے ہوئے لہجے میں بولا: "دیکھو چیف! میری ڈیوٹی گاڑی کنٹرول کرنا ہے، سب لوگ مل کر اُسے سنبھالو، گاڑی میں سنبھالوں گا۔" میں لگا... سے اندر ہی اندر پچھلے حصّے میں آ گیا۔ فاخرہ، عاطف کو ہدایات دے رہی تھی اور عاطف مشین گن پر ہوشیار ہو گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر قریب آ گیا تھا۔ اُن کے خیال میں ہم لوگ اس وقت بالکل بے بس تھے، نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن، جاتے تو کہاں جاتے۔ اچانک اُوپر سے گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ عاطف نے مشین گن سے فائر کرنا چاہی لیکن میں نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اُسے روک... عاطف چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔

"کیوں؟" اُس نے تعجب سے پوچھا۔

"صرف رائفلوں سے گولیاں چلاؤ۔ اُنھیں مشین گن کی موجودگی کا پتا نہیں چلنا چاہیے۔"

"علی جو کہہ رہے ہیں کرو۔" فاخرہ نے سرد لہجے میں کہا۔ ... نے مشین گن چھوڑ کر رائفل سنبھال لی۔ بڈ کے بارے میں میں اندازہ لگا لیا کہ وہ فولادی اعصاب کا مالک ہے۔ ان حالات... اپنی توجہ صرف ڈرائیونگ پر رکھنا انسانی کام نہیں تھا اور پھر... بھی ایسی جو موت و زندگی کا کھیل ہو لیکن وہ مسلسل اپنی مخصوص رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا۔

ہیلی کاپٹر سے چلائی ہوئی گولیاں کارگر نہیں ہوئی تھیں، ہمارے اُوپر سے گزر کر آگے بڑھ گیا تھا لیکن تھوڑی دُور... پھر پلٹ پڑا۔ اس بار اُس پر شدّت سے گولیاں چلائی گئی تھیں، اس لیے وہ کسی قدر بدحواسی کے عالم میں آگے بڑھ گیا لیکن اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ صورتِ حال ہمارے لیے سودمند نہیں، بہرحال، ہیلی کاپٹر صحیح نشانہ لگانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ میں نے جو سوچا تھا، اُس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ لینڈ روور... سے نصب مشین گن کے بولٹ کھول کر میں نے اُسے باڈی سے الگ کر لیا تھا۔

اس بار ہیلی کاپٹر میں موجود دُشمنوں نے بھی چالاکی... لیا۔ ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر آنے کے بجائے بغلی سمت... تھا اور پھر تقریباً ہمارے متوازی ہو کر اُس نے گولیاں برسا... تقدیر ہی تھی کہ ٹائر بچ گئے اور ہم بھی بچ گئے۔ لینڈ روور کی باڈی کا نچلا حصّہ چھلنی ہو گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر آگے بڑھ گیا اور یہی موقع... میں اپنا کام کر لیتا چنانچہ میں نے لطفی سے کہا: "لطفی! مشین... مجھے اُوپر دے دینا۔"

"اُوپر!" لطفی نہ سمجھنے والے انداز میں بولا لیکن اس دوران... سب کچھ سمجھ گئے، جب میں پچھلے حصّے میں لٹک کر اُوپر جانے لگا۔ فاخرہ کے منہ سے سسکاری سی نکل گئی تھی۔ میں لینڈ روور کے اُوپر پہنچ گیا۔ کوئی روک نہیں تھی۔ اُوپر سپاٹ چھت تھی۔ لینڈ روور اگر کسی پتھر پر چڑھ کر ایک بھی جھٹکا کھاتی تو میں یقیناً نیچے جا گرتا اور یہاں گہرائی کا کوئی ناپ نہیں تھا لیکن میں نے خود کو سنبھالے رکھا اور مضبوطی سے اُوپر جمنے لگا۔

ہیلی کاپٹر دُور جا کر پھر پلٹ پڑا تھا۔ میں نے نہایت پھرتی سے مشین گن سنبھال لی۔ پتا نہیں ہیلی کاپٹر والوں کو اس صورتِ حال کا کوئی اندازہ ہُوا تھا یا نہیں، میں ان لوگوں کو موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ جونہی ہیلی کاپٹر رینج میں آیا، میں نے فائر کھول دیا۔ وہ لوگ دھوکا کھا گئے۔ اس بار اُنھوں نے رُخ بدل لیا تھا اور مجھے اس کا اندازہ ہو گیا تھا چنانچہ میری پہلی ہی کوشش کامیاب رہی۔ ہیلی کاپٹر واپس پلٹا لیکن وہ زیادہ دُور نہیں جا سکا اور فضا ہی میں ایک دھماکے سے اُس کے پرخچے اُڑ گئے۔ جلتے ہوئے ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے گہرائی کی طرف گر گئے۔ نیچے سے مسرت بھری چیخیں اُبھری تھیں پھر میں نے مشین گن نیچے کھڑے ہوئے میکنو کو تھما دی اور سنبھل کر خود بھی نیچے اُتر آیا۔ کسی کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی۔ بڈ خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں پھر اس کے پاس پہنچ گیا۔ بڈ نے صرف ایک بار مسکرا کر مجھے دیکھا اور پھر سامنے متوجہ ہو گیا۔ یہ خوفناک سفر اب آخری مرحلے میں تھا۔ تھوڑی دُور وہ... چڑھائی نظر آ رہی تھی، جسے عبور کر کے کھائی کے دوسرے کنارے پر جا پہنچنا تھا مگر اس سے پہلے کہ ہم چڑھائی تک پہنچتے، ایک اور مسئلہ سامنے آ گیا تھا۔ بڈ نے اچانک ہی رفتار کم کرنا شروع کی... اور لینڈ روور کو روک دیا۔

اُس نے ڈرائیونگ کا جو ناقابلِ یقین کارنامہ انجام دیا تھا، وہ اپنی مثال آپ تھا۔ ہم لوگوں کو اس پر کافی اعتماد ہو گیا تھا۔ لینڈ روور روک کر وہ نیچے اُترا تو میں بھی اُس کے ساتھ نیچے آ گیا۔ باقی لوگ خاموشی سے گاڑی میں بیٹھے رہے۔

"چیف! اب تک کے سفر میں مجھے کوئی مشکل نہیں ہوئی، لیکن یہ جگہ خطرناک ہے۔ کیا تم آخری سرے تک میرے ساتھ چلو گے؟"

"چلو۔" میں نے کہا اور ہم دونوں چڑھائی کی طرف بڑھنے لگے۔

"ایک خوفناک صورتِ حال درپیش ہے چیف!" بڈ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اس جگہ دیوار کی چوڑائی اب تک کے راستے کے مقابلے میں کم ہے۔ ذرا غور کرو چیف۔"

"ہاں بڈ! میں دیکھ رہا ہوں۔"

"لینڈ روور کے پہیوں کی چوڑائی اس کے برابر ہی ہو گی۔ دیوار کے کنارے اتنے مضبوط نہیں ہیں کہ ٹائر ان پر جم سکیں۔ ذرا اُوپر تک دیکھ لیں چیف، کیا صورتِ حال ہے۔"

"آؤ۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور ہم دونوں تیز رفتاری سے چڑھائی طے کرنے لگے۔ باقی لوگ اپنی جگہ پر ہی موجود تھے۔

بڈ واقعی تجربے کار تھا۔ اب تک وہ سکون سے لینڈ روور ڈرائیو کرتا رہا تھا لیکن اس جگہ رُک کر اُس نے دانش مندی کا ثبوت دیا تھا کیونکہ چڑھائی پر اندھا دھند دوڑ جانا کسی طور مناسب نہیں تھا۔ آگے چل کر یہ جگہ اتنی پتلی ہو گئی تھی کہ گاڑی کے اس سے گزرنے کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"دیکھا چیف! مجھے اس کا اندیشہ تھا۔" بڈ نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے بڈ! لینڈ روور یہیں چھوڑنی ہو گی؟"

"سو فیصدی۔" بڈ نے جواب دیا۔

ہم واپس آ گئے اور ان لوگوں کو صورتِ حال بتائی۔ فاخرہ گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ عاطف اور لطفی کے چہرے بگڑ گئے تھے۔

"اس طرف آنا ہی غلط تھا۔" لطفی نے آہستہ سے کہا۔

فاخرہ چونک کر اُسے دیکھنے لگی۔ اُس کے چہرے پر ناگواری کے آثار اُبھر آئے تھے پھر وہ برداشت نہ کر سکی تو بولی: "ہم لوگ سوئٹزرلینڈ کی سیاحت پر نہیں آئے ہیں، ظاہر ہے کوئی بھی غیر متوقع بات کسی بھی وقت ہو سکتی ہے۔" فاخرہ کی بات کا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میکنو ہمیشہ کی مانند تھا، وہ صرف عمل کرنا جانتا تھا، کیوں کرنا ہے، اس سے اُسے کوئی غرض نہیں تھی۔

لینڈ روور نہایت احتیاط سے خالی کی جانے لگی۔ تمام سامان کے پیکٹ بنائے گئے اور اُنھیں کینوس کے بیگ میں رکھ کر کندھوں پر چڑھا لیا گیا۔ میکنو نے مشین گن سنبھال لی تھی۔ اس کے بعد ہم لوگ احتیاط سے آگے سفر کرنے لگے۔ دائیں بائیں وہی خوفناک گہرائی تھی، جس میں جھانکنا بھی دہشت طاری کرتا تھا۔

سب سے پہلے اُوپر پہنچنے والا میکنو تھا۔ اس کے بعد فاخرہ پھر لطفی اور عاطف تھے اور آخر میں بڈ اور میں۔ ہم کھائی کے کنارے سے کچھ فاصلے پر جا رُکے اور سامان زمین پر پھینک کر لمبے لمبے لیٹ گئے۔ یہ سفر واقعی ناقابلِ یقین تھا اور اس میں کامیابی کی اُمید کسی کو نہیں تھی پھر ہیلی کاپٹر کا واقعہ۔ ایسی حالت میں ذہن واقعی عجیب سی کیفیات کا شکار ہو گیا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے تک مسلسل خاموشی رہی پھر بڈ نے کہا: "کیا لینڈ روور کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے گا؟"

"تو پھر...؟" فاخرہ نے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اب وہ نہ جانے کب تک اس بلندی پر ٹکی رہے گی، اگر کسی سیاح کا یہاں سے گزر ہوا تو وہ دنیا کے اس آٹھویں عجوبے کو بڑی حیرت سے دیکھے گا۔"

"ایک اور بات بھی ہے بڈ۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا چیف؟"

"اگر ہیلی کاپٹر کی تباہی کا علم ہمارے دشمنوں کو ہو گیا اور وہ ہیلی کاپٹر تباہ کرنے والوں کی تلاش میں نکلے تو لینڈ روور ان کی رہنمائی کرے گی اور وہ یہ اندازہ لگا لیں گے کہ کسی نہ کسی طرح ہم نے اس دیوار کو عبور کر کے ان جنگلوں کا رخ کیا ہے جبکہ اس کے برعکس اگر انھیں ہیلی کاپٹر کی تباہی کا علم ہو بھی گیا تو وہ یہ نہیں معلوم کر سکیں گے کہ ہم نے کس طرح اسے تباہ کیا اور ہم خود کہاں ہیں۔"

فاخرہ نے تائیدی انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ بات تو درست ہے علی۔"

"تو پھر کیا پروگرام ہے اس کے لیے؟" بڈ نے سوال کیا۔

"ہم اس سے ہاتھ تو دھو ہی بیٹھے ہیں تو کیوں نہ اسے تباہ کر دیا جائے۔"

"ایک منٹ۔" بڈ اپنی جگہ سے اٹھا۔ میکنو سے مشین گن لی اور کنارے پر آ بیٹھا۔ یہ قدم اس نے اچانک ہی اٹھایا تھا۔ مشین گن سے لینڈ روور کو کس طرح گرایا جا سکتا ہے، یہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی لیکن بڈ واقعی ذہین آدمی تھا۔ اس نے مشین گن سے لینڈ روور کے ایک سمت کے ٹائروں کا نشانہ لیا اور اس کے بعد فائر کھول دیا۔ مشین گن کی گولیوں سے لینڈ روور کے دونوں ٹائر اچانک پھٹ گئے اور اسے ایک زوردار جھٹکا لگا، جس کی وجہ سے اس کا بیلنس قائم نہ رہ سکا۔ کناروں سے ٹائروں کا فاصلہ ایک فٹ سے کسی طرح زیادہ نہیں تھا۔ چنانچہ جونہی اس کا بیلنس بگڑا، وہ اسی سمت لڑھک گئی جدھر کے ٹائر برسٹ کیے گئے تھے اور اس کے دوسرے ٹائروں نے فوراً ہی اپنی جگہ چھوڑ دی۔ اس کے بعد ہم لینڈ روور کو نیچے گہرائیوں میں گرتا دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ایک دھبے کی شکل میں رہ گئی پھر بہت نیچے گہرائیوں میں کچھ ننھے ننھے شعلے سے چمکے اور ہم واپس اپنی جگہ آ بیٹھے۔

لینڈ روور کا کھیل ختم ہو گیا تھا۔ لطفی اور عاطف کے چہروں پر ناخوشگواری کے تاثرات تھے۔ فاخرہ نے اسے محسوس کیا تھا اور اس کی تیوریاں بھی چڑھ گئی تھیں۔ اسے ان کا یہ انداز پسند نہیں آیا تھا۔ میکنو خاموش بیٹھا خلا میں گھور رہا تھا۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کیا کیا خیالات تھے۔

میں نے ماحول کو تبدیل کرنے کی غرض سے کہا۔ "بڈ کیا تم کوئی ساز نہیں بجا سکتے؟"

"فی الحال میرے پاس ماؤتھ آرگن ہے چیف، اگر اجازت ہو تو...؟" بڈ نے کہا اور جیب سے ماؤتھ آرگن نکال کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ بلاشبہ اسے ماؤتھ آرگن بجانے میں بھی کمال حاصل تھا۔ ایک لمحے میں اس نے ماحول میں تبدیلی پیدا کر دی اور عاطف اب بھی اپنی جگہ بیٹھے سرد سی نگاہوں سے بڈ کو دیکھ رہے تھے۔

بڈ کافی دیر تک ماؤتھ آرگن بجاتا رہا۔ اس کے بعد کہا۔ "پھیپھڑوں کی ہوا خارج ہو جانے کی وجہ سے پتا نہیں معدے پر اثر پڑا ہے چیف، اگر کھانے پینے کا پروگرام ہو جائے..."

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی اور تھوڑی دیر بعد ہم سب اپنے ساتھ لائی ہوئی چیزوں سے پیٹ کا جہنم بھرنے لگے۔ میکنو اپنی خوراک لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ جنگلوں میں کچھ تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اس کی شخصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فاخرہ سے کہا۔ "میکنو ہر قسم کے حالات سے بے پروا معلوم ہوتا ہے۔ ویسے بڑی شاندار شخصیت کا مالک ہے۔"

"اس کے بارے میں میں نے کچھ داستانیں سنی تھیں۔ تمھیں شاید اس بات پر حیرت ہو علی کہ میکنو ایک آدم خور قبیلے کا زرخرید غلام ہے۔ اس آدم خور قبیلے میں کچھ لوگ جا پھنسے تھے۔ انھیں نکلنے کا راستہ مل گیا۔ میکنو کو وہ اپنے ساتھ اغوا کر لائے تھے۔ وہ شاید قبیلے کے سردار کا بیٹا تھا۔ ان لوگوں کے کچھ ساتھی آدم خوروں کا لقمہ بن گئے تھے۔ چنانچہ انتقاماً میکنو کو اغوا کیا گیا تھا لیکن تقدیر اچھی تھی کہ وہ ان کے انتقام کا شکار نہ ہو سکا اور مہذب دنیا میں پہنچ کر اس نے یہیں پرورش پائی۔"

تھوڑی دیر کے بعد میکنو واپس آ گیا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ "چیف آگے بڑھا جا سکتا ہے، درخت یہاں زیادہ گھنے نہیں ہیں اور جتنی دور تک میں گیا ہوں، وہاں میں نے زمین بھی ٹھیک ہی پائی ہے۔"

"تو پھر ہمیں یہاں سے آگے چل دینا چاہیے۔" فاخرہ بولی۔

"میڈم! جس جان لیوا اور ہولناک سفر کے بعد ہم یہاں تک پہنچے ہیں، اس نے اعصاب کو بری طرح کشیدہ کر دیا ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم یہاں آج کا دن آرام کریں اور کل صبح سفر شروع کیا جائے۔" عاطف نے کہا۔

"میں اس بات کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتی لیکن اگر تم لوگ چاہتے ہو تو ٹھیک ہے، مجبوراً یہ فیصلہ کر لیا جائے گا۔"

"دراصل میڈم! ہمارے ذہن اب الجھن کا شکار ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی عاطف؟" فاخرہ نے سرد لہجے میں کہا۔

"دیکھیے نا، ہر انسان کے سامنے منزل کا کوئی تصور ہوتا ہے۔ ہم اسٹیفن براکوڈا کی تلاش میں سرگرداں ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ ہمارا موجودہ سفر جس انداز میں جاری ہے، اس کا کوئی نتیجہ برآمد ہوتا نظر نہیں آتا۔ اس صورت میں آپ خود سوچیں کہ ہمارا بددل ہونا کس حد تک درست ہے۔ اسٹیفن براکوڈا کی تلاش کے ساتھ ساتھ اگر اس سفر میں کچھ مالی فوائد بھی حاصل کر لیے جائیں تو کیا ہرج ہے؟"

"کس قسم کے فائدے چاہتے ہو عاطف؟" فاخرہ نے سوال کیا۔

"صحرائے اعظم میں بے شمار قیمتی اشیا موجود ہوتی ہیں۔ ہمیں اجازت دی جائے کہ اگر کوئی ایسی صورت سامنے آئے تو ہم اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔"

فاخرہ یعقوبی متعجبانہ انداز میں ان دونوں کو دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔ "مجھے تمھاری بات سن کر تعجب ہوا ہے عاطف! کیا ان حالات میں فرض کی ادائیگی سے بڑھ کر بھی کوئی اور طلب ہو سکتی ہے؟"

"میں مانتا ہوں میڈم لیکن اس فرض کی ادائیگی کے لیے — ایک بے نام سے تصور کے ساتھ ہمیں اتنا ہولناک سفر نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آپ بتائیے، اگر یہاں سے واپسی کے بارے میں سوچا گیا تو اس دیوار کو کیسے عبور کیا جائے گا۔ تین میل لمبی اس دیوار پر واپسی کا سفر پیدل طے کرنا میرے خیال میں کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"میں تمھاری کمانڈر ہوں لیکن ہم سب کسی طمع یا لالچ کی بنا پر یہ کام نہیں کر رہے۔ تم اگر اس چیز کو پسند کرتے ہو تو میں تم سے اختلاف نہیں کروں گی۔ تم دونوں اپنے طور پر جتنے مالی فوائد حاصل کر سکتے ہو، مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔" فاخرہ یعقوبی نے جواب دیا۔

میکنو اب بھی ہماری گفتگو سے لاتعلق ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے کھڑا، ایک مڑے ہوئے چاقو سے درخت کی چھوٹی سی ٹہنی چھیل رہا تھا۔ اس کی نگاہیں اطراف میں بھٹک رہی تھیں۔

چند لمحے کے لیے ناگوار سی خاموشی چھا گئی تھی۔ پھر فاخرہ نے بڈ سے کہا۔ "بڈ! میں نے ان دونوں کو اس کی اجازت دے دی ہے اگر تم چاہو تو..."

"ہاں میڈم! میں اگر اپنا کوئی فائدہ دیکھوں گا تو اس کے حصول کے لیے ضرور کوشش کروں گا۔ آپ مطمئن رہیں لیکن ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں ہمیں زیادہ وقت نہیں گزارنا چاہیے۔ اتنی دیر آرام کرنے کے بعد اعصاب پرسکون ہو گئے ہوں گے۔ بہتر ہے کہ یہاں سے آگے بڑھا جائے۔"

فاخرہ نے میری طرف دیکھا اور بولی۔ "ٹھیک ہے عاطف، لطفی، ہمیں آگے کا سفر ابھی شروع کرنا ہے۔" اس کے بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی، اس نے ان لوگوں سے مزید کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ جب ہم اپنے بیگ شانوں پر لاد کر تیار ہو گئے تو عاطف اور لطفی بھی طوعاً و کرہاً اٹھے اور ہمارے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ سفر کی رفتار خاصی تیز رکھی گئی تھی۔

کچھ دیر سفر کرنے کے بعد میں نے سرگوشی کے انداز میں فاخرہ سے کہا۔ "ان دونوں کا برگشتہ ہو جانا ٹھیک نہیں ہے فاخرہ! یہ تو عدم تعاون والی بات ہے۔"

"مجھے خود تعجب ہے۔ بظاہر تو یہ بڑے ٹھیک قسم کے لوگ تھے۔"

"مجھے ان کی اس برگشتگی کی ذرا بھی پروا نہیں ہے۔ یہ خود ان کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔"

"میں جانتی ہوں علی۔" فاخرہ نے کہا۔ "پلیز انھیں اسی طرح رہنے دو، ہمیں گزارا تو کرنا ہی ہے۔ شاید مجھ سے ان کے انتخاب میں غلطی ہو گئی۔"

"ہاں، ٹھیک ہے لیکن انھیں سمجھانے کی اگر ضرورت پیش آئے تو مجھے اس کے لیے اجازت دو۔"

"ایسا ہو نہیں سکتا۔ کسی جگہ قیام کریں گے تو میں ان سے خود بات کروں گی۔" فاخرہ نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

اس وقت شام جھکنے لگی تھی، جب دفعتاً میکنو کے قدم رک گئے۔ اس نے اپنے شاخوں جیسے دونوں ہاتھ پھیلا دیے تھے اور اس کے کان عجیب سے انداز میں ہل رہے تھے پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"چیف گڑبڑ ہے۔"

"کیسی گڑبڑ؟" میں نے چونک کر کہا۔

"اطراف میں کوئی موجود ہے یا کچھ لوگ جو ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"اور تمھیں یہ خیال اب سو گز چلنے کے بعد آیا ہو گا۔" بڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں بڈ ایسی بات نہیں ہے۔ یہ آہٹیں ہمارے ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ میں نے جنگلی درندوں کے بارے میں بھی سوچا تھا لیکن جنگلی درندے اتنے محتاط نہیں ہوتے۔ شکار پر حملہ کرتے وقت بے شک وہ اس کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ایسی بات نہیں ہے، وہ یقینی طور پر انسانی قدموں کی آوازیں ہیں۔"

میں نے فاخرہ یعقوبی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی کچھ الجھ سی گئی تھی پھر اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا کرنا چاہیے؟"

"آگے بڑھتے رہو۔ بہتر یہ ہے کہ ہم سفر کی رفتار مزید تیز کر دیں اور اس جنگل سے نکلنے کی کوشش کریں۔" میں نے جواب دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

فاخرہ نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم زیادہ تیز رفتاری سے سفر کرنے لگے۔

اندھیرا اُترتا چلا آ رہا تھا۔ ہم نے ان آہٹوں کو محسوس نہیں کیا تھا جن کا تذکرہ میکنو نے کیا تھا لیکن بہر حال، اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا کہ میکنو افریقہ کا باشندہ تھا اور اس کی حسیات ہم سے زیادہ تیز تھیں پھر ایک قدرے صاف ستھری جگہ قیام کے لیے منتخب کر لی گئی اور وہیں پر ہم نے ڈیرے ڈال دیے۔

رات تیزی سے قدم بڑھا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جنگل میں گھرا اندھیرا چھا گیا۔ بڈ نے دو کاربائیڈ لیمپ روشن کر دیے تھے... لیکن ہم اس جگہ خود کو نہایت غیر محفوظ سمجھ رہے تھے چنانچہ سب ہی پوری طرح تیار تھے۔ میکنو مشین گن سنبھالے بیٹھا ہُوا تھا۔ اسی عالم میں ہم نے کھانا وغیرہ کھایا۔ بڈ تو مست آدمی تھا، وہ چائے بنانے کے لیے بیٹھ گیا۔

مَیں چائے کا آخری گھونٹ بھی نہ لے پایا تھا کہ دفعتاً یوں محسوس ہُوا جیسے ہم سے کچھ فاصلے پر ہی کوئی نیچے گرا ہو۔ آواز خاصی نمایاں تھی۔ مَیں اُچھل کر کھڑا ہو گیا لیکن یہ حماقت تھی میری۔ فوراً ہی ایک فائر ہُوا اور گولی میرے کپڑوں کو چھوتی ہُوئی گزر گئی۔ دوسرے ہی لمحے مَیں نے خود کو زمین پر گرا دیا۔

بڈ، فاخرہ اور دوسرے لوگ بھی محتاط ہو گئے تھے لیکن اب فائرنگ شروع ہو گئی تھی۔ اندھا دُھند گولیاں برس رہی تھیں۔ درختوں کی شاخیں ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں اور یکایک ہی جنگل کا سکون درہم برہم ہو گیا۔ فوری طور پر ہم کوئی مؤثر کارروائی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ سوائے اپنا بچاؤ کرنے کے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ لوگ یقیناً بہت دیر سے ہمارے تعاقب میں تھے۔ اب اچانک ان کا پول کھُل گیا تھا چنانچہ وہ مقابلے پر آ گئے تھے۔

بڈ نے لات مار کر لیمپ لُڑھکا دیے تھے اور تاریکی میں چاروں طرف گولیاں برسا رہا تھا۔ ہم سب ہی اندھا دُھند فائرنگ کر رہے تھے۔ دفعتاً چند چیخیں لہرائیں اور اس کے بعد دوسری طرف سے اسٹین گنوں سے گولیاں برسائی شروع کر دی گئیں۔ یہاں تک تو صورتِ حال غنیمت تھی لیکن جب ایک دستی بم ہم سے کچھ فاصلے پر آ کر ایک درخت کی جڑ میں پھٹا تو ہمیں صورتِ حال کی شدید سنگینی کا احساس ہُوا، وہ لوگ بموں سے بھی مسلح تھے۔

"فاخرہ!" مَیں نے کہا۔ "فوراً ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے۔"

اس کے بعد دوسرے لوگوں سے بھی کھِسک کر آگے بڑھنے کے لیے کہا گیا۔ خوش نصیبی سے کوئی پچیس گز پیچھے ہٹنے کے بعد ہمیں ایک گہرا کٹاؤ نظر آ گیا اور سب سے پہلے مَیں اُس کٹاؤ میں کُود گیا۔ باقی لوگوں کو بھی یہ جگہ غنیمت محسوس ہُوئی تھی۔

فاخرہ یعقوبی آہستہ سے بولی: "اس کے اندر ہی اندر سے آگے کھِسک لینا چاہیے تاکہ وہ لوگ غلط فہمی کا شکار..."

"ٹھیک ہے۔" مَیں نے کہا۔

ہم سب ایک سمت طے کر کے برق رفتاری سے... میں آگے بڑھنے لگے۔ ہماری کوشش یہی تھی کہ ہمارے قدم... آوازیں نہ پیدا ہونے پائیں لیکن درختوں کے سُوکھے پتّے... نیچے آ کر چیخ رہے تھے۔ ہم نے گولیاں چلانا بند کر دی تھیں جبکہ... طرف سے اس انداز میں فائرنگ کی جا رہی تھی، جیسے کوئی... فوج مقابلے پر آ گئی ہو۔ ہم کٹاؤ میں راستے کا تعین کیے بغیر برق... سے آگے بڑھتے جا رہے تھے پھر شاید ہمارے دُشمنوں کو... احساس ہو گیا کہ ہم کٹاؤ میں موجود ہیں، چنانچہ ہمارے پیچھے دو... اور پھٹے، وہ شاید ہمارے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکے... تھوڑے سے آگے پھینک دیے جاتے تو یقینی طور پر ہمارے... خوفناک ثابت ہو سکتے تھے۔

جس کٹاؤ میں ہم دوڑ رہے تھے، وہ تقریباً چھ فٹ... تھا چنانچہ ہم ان کی نگاہوں سے پوشیدہ تو تھے لیکن خطرہ... اگر اُوپر سے بموں کا استعمال شدید کر دیا گیا تو پھر زندگی محال ہو... گی۔ بڈ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک سمت گھسیٹ لیا۔ کٹاؤ آ... کر بائیں سمت گھوم گیا تھا۔ مَیں آگے جا کر دیوار سے ٹکرانے ہی... کہ بڈ نے مجھے اس سے بچایا اور مَیں صورتِ حال کا اندازہ کر... کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

"میرا خیال ہے چیف کہ میری آنکھیں اُلّو کی آنکھوں... مشابہت رکھتی ہیں کیونکہ رات کی تاریکی میں بھی مَیں بہ آسا... لیتا ہُوں۔ آگے بڑھو چیف... آگے بڑھو۔" مَیں تیزی سے... لگا۔ فاخرہ میرے بالکل ساتھ ساتھ تھی اور مَیں اُس کے قد... آوازیں بھی سُن سکتا تھا۔ میکنو شاید سب سے پیچھے تھا... آگے لطفی اور عاطف دوڑ رہے تھے۔

پھر یہ زمینی کٹاؤ ختم ہو گیا اور مجبوراً ہمیں اُوپر آنا پڑا... درخت زیادہ تھے۔ اندھیرا بھی یہاں زیادہ تھا لیکن دُشمنی کو... اس جگہ پر موجودگی کا بھی علم ہو گیا تھا چنانچہ اب گولیاں اس... رُخ کرنے لگی تھیں۔

میکنو یہاں رُک گیا۔ ایک درخت کی آڑ میں کھڑ... کر اُس نے مشین گن کو سیٹ کیا اور پھر اچانک ہی فائرنگ... کر دی۔ اُس کی فائرنگ نے بڑا سہارا دیا تھا کیونکہ ہمارا تعاقب... والے لوگ کسی حد تک غیر محتاط ہو کر آگے آ گئے تھے۔ مشین... گولیوں نے اُنھیں بھُون کر رکھ دیا۔ بہت سی چیخیں فضا میں... اور اس کے بعد چند لمحے کے لیے فائرنگ بند ہو گئی تھی۔

میں عاطف اور لطفی نے تیزی سے پیچھے کی طرف دوڑ لگا دی۔ فاخرہ غرّاتے ہوئے انداز میں چیخی: "بے وقوفو! کہاں بھاگ رہے ہو، ساتھ رہو ورنہ مر جاؤ گے۔" لیکن عاطف اور لطفی یا تو فاخرہ کی آواز نہیں سُن سکے تھے یا پھر اُنھوں نے اس آواز پر توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ تب فاخرہ نے پریشان لہجے میں کہا: "یہ احمق موت کے مُنہ میں جا رہے ہیں۔"

"خود جا رہے ہیں تو جانے دو فاخرہ! کیا کیا جا سکتا ہے۔" مَیں نے کہا۔

دوسری طرف سے شاید کچھ اور لوگ بھی آ گئے تھے۔ کیونکہ اسٹین گنوں سے برسائی ہُوئی گولیاں اب ہمارے آس پاس سے گزر رہی تھیں، مجبوراً یہ جگہ بھی چھوڑنا پڑی۔

میکنو نے دفعتاً گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا: "چیف! مشین گن ساتھ چھوڑ گئی ہے۔ اس کا آخری کارتوس بھی ختم ہو گیا ہے۔"

"اسے یہیں پڑا رہنے دو، آؤ۔" مَیں نے کہا اور میکنو ہمارے ساتھ دوڑنے لگا۔ فاخرہ کو ایک بار ٹھوکر لگی تو میکنو نے آگے بڑھ کر اُسے سنبھال لیا اور آہستہ سے بولا: "سوری میڈم! براہِ کرم میرا سہارا لیے رہیں۔" فاخرہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ہم دوڑ رہے تھے اور گولیاں ہمارا تعاقب کر رہی تھیں پھر دوڑتے ہوئے بڈ میرے قریب آیا اور بولا: "چیف! کیا خیال ہے ہم درخت پر چڑھ کر اُنھیں روکنے کی کوشش کیوں نہ کریں؟"

"اور باقی لوگ؟"

"انھیں آگے نکل جانے دیں۔ ہم بالآخر ان سے مل ہی لیں گے۔"

مَیں نے فاخرہ کو اس تجویز سے آگاہ کیا تو وہ بولی: "نہیں، چلیں گے تو سب ہی ساتھ چلیں گے۔"

"بڈ کا کہنا درست ہے میڈم! ہم سیدھے چلتے رہیں گے اور اتنی دُور پہنچ جائیں گے کہ بڈ کا انتظار کیا جا سکے۔" میکنو نے کہا۔

"یہ عاطف اور لطفی نہ جانے کہاں مر گئے؟"

"وہ سامنے جا رہے ہیں، میں اُن کی آہٹیں محسوس کر رہا ہُوں۔"

"بڈ، جلدی آنا، ہم تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔" فاخرہ نے کہا۔

"آپ مطمئن رہیں۔ آئیں چیف۔" بڈ بولا اور ایک درخت کی جانب بڑھ گیا۔

درخت پر چڑھنے میں مجھے بھی کوئی دقّت نہیں ہُوئی تھی۔ بڈ درخت کی ایک شاخ پر پہنچ گیا تھا اور صورتِ حال کا جائزہ لے رہا تھا۔

"مَیں اُنھیں دیکھ رہا ہُوں چیف۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "وہ پہاڑی کٹاؤ عبور کر رہے ہیں، وہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ ہم بہت آگے جا چکے ہیں اور جب وہ اس کٹاؤ کو عبور کر کے اُوپر آئیں گے تو ہم اُنھیں نشانہ بنا لیں گے۔"

"مگر مجھے تو نظر نہیں آ رہا۔"

"رائفل کی نال اس طرف کر لو چیف! بس یہ بہتر جگہ ہے۔ پھرتی سے کام لینا ہے، اسی سیدھ میں گولیاں برسانا شروع کر دینا۔"

مَیں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بڈ کو دیکھا، وہ ایک دوشاخے پر بیٹھا ہُوا تھا۔ ماحول اب آہستہ آہستہ میری نگاہوں میں بھی واضح ہوتا جا رہا تھا۔ کم از کم ہیولے محسوس کر سکتا تھا۔ دفعتاً مَیں نے ایک ہولناک پھنکار سُنی اور چونکنا ہو گیا۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میرے اندازے کے مطابق یہ پھنکار اسی جگہ اُبھری تھی، جہاں بڈ بیٹھا ہُوا تھا اور پھر مَیں نے بڈ کی تکلیف زدہ آواز سُنی۔ اُس نے سانپ کو گالی دی تھی۔

مَیں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں اُس سے اُس کی خیریت دریافت کی تو بڈ بولا: "چیف! یہ خنزیر زادہ پتا نہیں کہاں سے نکل آیا ہے۔ مَیں نے اس کا سر تو پکڑ لیا ہے لیکن اب یہ پھرتی سے اپنے بدن کو میرے بدن پر لپیٹ رہا ہے۔"

"اوہ بڈ... !مَیں تمھاری کیا مدد کر سکتا ہُوں؟"

مَیں آگے بڑھا تو بڈ جلدی سے بولا: "چیف پلیز اپنی جگہ جمے رہو۔ مَیں اسے کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ بس ان لوگوں کا خیال کرو۔ دیکھو شاید وہ اُوپر آ گئے ہیں۔" اس وقت بڈ واقعی ایک مافوق الفطرت ہستی کی طرح میرے ذہن پر مسلّط ہو گیا تھا جو کچھ مَیں دیکھ رہا تھا، وہ ناقابلِ یقین تھا۔ بڈ نے اپنے ایک ہاتھ سے سانپ کا سر پکڑا ہُوا تھا اور دوسرے ہاتھ میں رائفل سنبھالے ہوئے حملہ اُس کی اعصابی قوتوں سے مَیں پہلے ہی واقف تھا لیکن اس وقت جو کچھ میری نگاہیں دیکھ رہی تھیں، وہ بھی کم حیرت انگیز نہیں تھا۔

سانپ کافی بڑا اور تقریباً تین انچ موٹا تھا اور اپنی قوت سے بڈ کو دوشاخے سے اکھاڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بڈ اپنی پوری قوت سے اُس کے سر کو قابو میں کیے ہوئے تھا۔ اس دوران اُس نے ایک ہاتھ سے رائفل سیدھی کر کے فائرنگ بھی شروع کر دی۔

مَیں رات کے اندھیرے میں دُنیا کا حیرت انگیز منظر دیکھ رہا تھا۔ مَیں نے بہ مشکل تمام بڈ سے کہا: "بڈ! تم ان لوگوں کی فکر نہ کرو، اُنھیں مَیں سنبھال لوں گا، اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرو۔" لیکن بڈ نے میری بات سُنے بغیر کئی فائر دوسری طرف جھونک دیے۔

وہ لوگ یہ اندازہ نہیں لگا سکے تھے کہ گولیاں بُلندی سے چلائی جا رہی ہیں۔ چنانچہ وہ برق رفتاری سے فائرنگ کرنے لگے اور گولیاں اُس درخت کے تنے میں پیوست ہونے لگیں جس پر ہم موجود تھے۔ اب بڈ کو اپنی فکر ہو گئی تھی کیونکہ رائفل وہ دوبارہ لوڈ نہیں کر سکتا تھا۔ میری توجہ اُس کی طرف ہی تھی لیکن موقع موقع

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے جب بھی کوئی ہیولا میری نظر میں آتا میں اُس پر گولی چلا دیتا تھا۔ یہاں شاید ان لوگوں کی تعداد کچھ کم ہوگئی تھی کیونکہ فائرنگ میں بھی شدّت نہیں تھی اور زیادہ لوگ نظر نہیں آ رہے تھے۔

مَیں بڈ کی طرف دیکھنے لگا۔ بڈ نے اپنی رائفل نیچے پھینک دی تھی اور اب دوسرے ہاتھ سے اپنی پُشت پر بندھا ہوا کینوس کا تھیلا کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُسی وقت ایک گولی درخت کی کوئی شاخ توڑتی ہوئی نکل گئی اور مَیں چونک کر سامنے دیکھنے لگا۔ تین سائے آگے کی طرف حرکت کر رہے تھے۔ مَیں نے پُھرتی سے تین فائر کیے اور اُنھیں قلابازی کھاتے ہوئے دیکھا۔

دفعتاً دھب کی ایک آواز اُبھری اور کوئی چیز نیچے گری۔ میرا دل ہول گیا تھا۔ مَیں یہی سمجھا کہ بڈ نیچے گرا ہے لیکن پتا چلا کہ بڈ کا کینوس کا بیگ نیچے گر پڑا ہے پھر مَیں نے ایک ہلکی سی چمک دیکھی جو یقینی طور پر بڈ کے چاقو کی تھی اور اس کے بعد دفعتاً بڈ نے ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ اپنے پورے بدن کو زور سے جھٹکا دیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کہ اُس نے کیا کیا ہے۔ سانپ کے بل خود بخود آہستہ آہستہ کُھلتے جا رہے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد بڈ نے اُسے نیچے دھکیل دیا۔

”بڈ! کیا تم سانپ کی مصیبت سے آزاد ہوگئے ہو؟“

”سانپ زندگی کی مصیبت سے آزاد ہوگیا ہے چیف! مَیں نے اس کمبخت کا سر کاٹ کر پھینک دیا ہے۔“

”اوہ!“ مَیں نے اطمینان کی سانس لی ”ویری گڈ، بڈ ویری گریٹ۔“

”شکریہ چیف، مَیں آپ کے یہ الفاظ یاد رکھوں گا، مگر یہ کمبخت کہاں مر گئے؟“

مجھے بھی اب احساس ہُوا کہ دیر سے کوئی گولی نہیں چلائی گئی ہے۔ ہم دونوں درخت کے اُوپر بیٹھے متعجبانہ نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھتے رہے۔ خدشہ یہ تھا کہ شاید وہ لوگ ہمارے برآمد ہونے کا انتظار کر رہے ہیں لہٰذا فوری طور پر نیچے اُترنا خطرناک تھا، ہم اپنی جگہ جمے رہے مگر تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد مجھے خیال آیا کہ ہمارا زیادہ دیر تک فاخرہ وغیرہ سے دُور رہنا اُنھیں تشویش میں مُبتلا کر سکتا ہے۔

”ہمیں نیچے اُترنے کا خطرہ مول لینا ہوگا بڈ!“ مَیں نے کہا۔ ”یہاں بیٹھ کر مزید انتظار نہیں کیا جا سکتا۔“

”اوکے چیف!“ بڈ آہستہ سے بولا اور ہم دونوں درخت سے نیچے اُترنے لگے۔

نیچے پہنچنے کے بعد ہم بڑے محتاط انداز میں آہٹیں لیتے ہوئے اسی سمت چل پڑے جدھر فاخرہ یعقوبی وغیرہ گئے تھے۔ ہر طرف تقریباً خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہمارے کان ہر لمحہ کسی آہٹ کے منتظر تھے لیکن کسی بھی قسم کی کوئی آہٹ کہیں سے نہیں اُبھری تھی، ہم محتاط انداز میں آگے بڑھتے گئے۔

تقریباً سوڈیڑھ سو گز کا سفر طے ہوگیا تھا۔ بڈ میرے ساتھ ساتھ ہی چل رہا تھا، وہ سرگوشی کے انداز میں بولا ”چیف! یہ خاموشی حیرت انگیز نہیں ہے؟“

”بالکل ہے۔“ مَیں نے جواب دیا۔

”یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ سب ہمارے ہاتھوں ہلاک ہو گئے، پھر کہاں مر گئے یہ کمبخت؟“

”کچھ نہیں کہا جا سکتا۔“

”میڈم وغیرہ کے لیے مَیں نہ جانے کیوں پریشان ہوگیا ہُوں، کیا خیال ہے، اُنھیں آواز دی جائے؟“

”کوشش کر دیکھو لیکن احتیاط سے، ہماری آواز پر کوئی گولی بھی لپک سکتی ہے۔“ مَیں نے کہا۔

بڈ ایک چوڑے درخت کے تنے کی آڑ میں رُکا اور پھر اُس نے مُنہ کے آگے دونوں ہاتھ رکھ کر زور سے آواز لگائی ”میڈم، ہماری رہنمائی کریں، کدھر ہیں آپ؟“ دیر تک آواز کی بازگشت رہی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ بڈ ایک بار پھر آگے بڑھنے لگا۔ مَیں اُس کا ساتھ دے رہا تھا۔ تھوڑی دُور پہنچنے کے بعد اُس نے پھر اسی انداز میں فاخرہ یعقوبی کو پُکارا لیکن جواب ندارد۔ اب میری تشویش میں اضافہ ہونے لگا۔ یہ صورتِ حال پریشان کُن تھی۔ اُن لوگوں کو یہیں کہیں ہونا چاہیے تھا۔ ہمارے بغیر وہ مزید آگے نہیں جا سکتے تھے۔ آخر فاخرہ یعقوبی کس طرف نکل گئی؟ کیا حادثہ یا واقعہ پیش آیا اُن کے ساتھ؟

مَیں نے بھی دو تین آوازیں فاخرہ، میکنو اور عاطف وغیرہ کو دیں لیکن کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ تب ہم نے آگے بڑھنے کی رفتار تیز کر دی اور تقریباً دوڑنے کے سے انداز میں راستہ طے کرنے لگے۔ کوئی ایک فرلانگ کے قریب راستہ طے ہُوا تو ہم نے ایک بار پھر آوازیں لگائیں اور مختلف سمتوں میں رُخ کر کے اُن لوگوں کو پُکارتے رہے لیکن نہ تو ہمارے دُشمنوں کا کوئی سُراغ ملا تھا اور نہ فاخرہ یعقوبی وغیرہ کی طرف سے کوئی جواب ملا تھا۔ بڈ نے بھرّائے ہوئے لہجے میں کہا ”چیف! مَیں کسی حادثے کی بُو سُونگھ رہا ہُوں۔ غالباً میڈم وغیرہ کسی چکر میں پھنس گئے ہیں۔“

مَیں سنّاٹے میں رہ گیا، یہی خدشات میرے ذہن میں بھی سر اُبھار رہے تھے۔ ہم رُکے بغیر آگے بڑھتے رہے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر ہم اُنھیں آواز دیتے تھے لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس جنگل میں اب ہمارے سوا کوئی اور نہ ہو۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ پُراسرار اور ہولناک رات آہستہ آہستہ اپنا سفر طے کرتی جا رہی تھی پھر نہ جانے کس وقت چاند نکل آیا۔ رات آدھی سے زیادہ ہو چُکی تھی۔ چاندنی درختوں کے پتّوں سے چھن چھن کر نیچے آنے لگی اور ماحول کافی حد تک منوّر ہوگیا۔ روشنی میں ہم نے دُور دُور تک آنکھیں پھاڑ کر دیکھا کہ کہیں کوئی تحریک محسوس ہو لیکن ہر طرف سنّاٹا تھا۔

ہم بڑھتے رہے، یہاں تک کہ جنگل کا یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ آگے کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کس نوعیت کی جگہ ہے لیکن آخری درخت سے نکل کر ہم نے اس جگہ کو دیکھا تو زمین کچھ روشن روشن سی تھی۔ جگہ جگہ اس میں سوراخ سے نظر آ رہے تھے۔ دوسرے لمحے مَیں اور بڈ نیچے کُود گئے۔ درختوں کا سلسلہ جہاں ختم ہوتا تھا وہاں سے تقریباً تین فٹ نیچے یہ زمین تھی۔ ہم نیچے کُود تو گئے لیکن دفعتاً یوں محسوس ہُوا تھا، جیسے زمین ہمارے پیروں کے نیچے آ کر دبنے لگی ہو۔ میرے حلق سے ایک وحشت بھری آواز نکل گئی۔

بڈ جلدی سے زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ اُس نے آہستہ سے کہا ”بیٹھ جاؤ چیف ... بیٹھ جاؤ۔“ مَیں بیٹھ گیا۔ بڈ زمین کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھنے لگا تھا۔ بھُربھُری مٹّی تھی۔ اُسے دلدل نہیں کہا جا سکتا تھا لیکن عجیب زمین تھی۔ ”چیف! واپس اُوپر چلو، یہ جگہ خطرناک معلوم ہوتی ہے۔“

مَیں نے بڈ سے اتفاق کیا اور ہم بہ مشکل تمام اُوپر پہنچنے میں کامیاب ہو سکے۔ یہ عجیب و غریب خشک دلدل ہماری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ زمین بھُربھُری تھی اور کسی قدر چمک دار بھی۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ تھی کہ صبح ہونے کا انتظار کیا جاتا اور سورج کی روشنی میں راستے کا صحیح تعیّن کیا جاتا۔ چنانچہ ہم تھکے تھکے سے انداز میں بیٹھ گئے۔

میں فاخرہ یعقوبی اور دوسرے لوگوں کے لیے پریشان تھا۔ بڈ کے انداز میں بھی پریشانی پائی جاتی تھی لیکن اس وقت ان کے لیے کچھ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں تھی۔ دفعتاً بڈ نے سنسنی خیز لہجے میں کہا ”چیف! کہیں وہ لوگ اس زمین پر آ کر کسی حادثے کا شکار نہ ہو گئے ہوں؟“ بڈ کا یہ قیاس چونکا دینے والا تھا۔ اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میرے مُنہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ یہ زمین واقعی اتنی پُراسرار اور پُرخطر تھی کہ یہاں ہر قسم کے حادثات کی توقع کی جا سکتی تھی لیکن مَیں نے خود کو سنبھالے رکھا۔ اب صبح ہونے کا انتظار کیے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

بقیہ رات آنکھوں میں کٹ گئی۔ کوئی ایسی قابلِ ذکر بات نہیں ہُوئی تھی، جس پر غور کیا جا سکتا۔ صبح کی روشنی نمودار ہُوئی تو ہم نے اپنے سامان میں سے پانی نکالا اور چہرے پر چھینٹے مارنے لگے۔ آنکھوں کی جلن کسی حد تک کم ہوگئی تھی۔ درخت سے اُتر کر بڈ نے سب سے پہلے اپنا تھیلا سنبھال کر شانوں سے باندھ لیا تھا، جس میں اُس کا سارا سامان محفوظ تھا۔ اس وقت اُس کا تھیلا اُس کے سامنے رکھا ہُوا تھا، وہ اس میں سے کوئی چیز نکال رہا تھا پھر ایک چھوٹا سا چوکور بکس نکال کر اُس نے سامنے رکھ لیا اور اُس میں سے ایک باریک سا ایریل کھینچ لیا۔

”کیا یہ ٹرانسمیٹر ہے؟“ مَیں نے سوال کیا۔

”ایک ٹرائی کر رہا ہُوں چیف! ممکن ہے کامیاب ہو جاؤں۔ یہ ٹرانسمیٹر میرے پاس پہلے ہی سے موجود تھا، اس سفر کے لیے خاص طور سے ساتھ رکھ لیا تھا اور ایک ایسا ہی ٹرانسمیٹر میڈم کے پاس بھی رہتا ہے اگر خوش قسمتی سے وہ ان کے پاس ہُوا تو مجھے جواب ضرور مل جائے گا۔“

”گویا تمھیں یقین نہیں ہے کہ اس کا ریسیور فاخرہ کے پاس ہوگا؟“

”نہیں چیف!“ مَیں نے کہا نا، مَیں کباڑیے قسم کا آدمی ہُوں۔ عموماً فضول چیزیں بھی میرے پاس پڑی رہتی ہیں۔ یہ میری کوٹ کی جیب میں ہی تھا اور مَیں نے اسے خواہ مخواہ ہی اپنے بیگ میں ڈال لیا تھا۔ پہلے ہم اسے استعمال کرتے تھے۔ میرے اور میڈم کے درمیان عموماً اسی پر رابطہ ہوتا تھا۔ اب یہ معلوم نہیں کہ میڈم نے اس کا سیٹ ساتھ لیا تھا یا نہیں۔ ممکن ہے سفر پر روانہ ہوتے ہوئے اُنھوں نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ہو۔“

بڈ دیر تک ٹرانسمیٹر پر فاخرہ یعقوبی کو پُکارتا رہا لیکن دوسری طرف سے کوئی اشارہ ہی نہیں موصول ہو رہا تھا۔ اُس نے مایوسی سے ہونٹ سکیڑتے ہوئے کہا ”نہیں چیف! میڈم کے پاس اس کا دوسرا سیٹ موجود نہیں ہے۔ کوئی اشارہ ہی نہیں ملتا۔“

مَیں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگیا پھر جب روشنی اس قدر ہوگئی کہ آس پاس کی چیزیں دیکھی جا سکیں تو مَیں سب سے پہلے کنارے پر آ کر زمین کو دیکھنے لگا۔ عجیب سی جگہ تھی۔ بہ ظاہر یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے زمین پر چُونا بکھرا ہُوا ہے۔ وہ بڑے بڑے سوراخ جو زمین میں نظر آ رہے تھے، بالکل اس انداز کے تھے، جیسے سمندر کے کنارے کیڑے ریت میں سوراخ کر لیتے ہیں اور اس میں چھُپ جاتے ہیں۔ جگہ جگہ زمین میں ایسے گڑھے نظر آ رہے تھے۔

”کیا خیال ہے بڈ! کیا ہم اس زمین کو عبور کریں گے؟“ مَیں نے بڈ سے کہا۔

”چیف! یہ خطرناک ہے۔ بہرحال، ایک کام کرتے ہیں۔“ یہ کہہ کر بڈ نے اپنا کینوس بیگ کھولا اور اس میں سے نائلون کی رسّی کا ایک لچھا نکال لیا پھر اُس نے اس کا ایک سرا درخت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے تنے میں کس کر باندھا اور دوسرا سرا اپنی کمر سے کس لیا۔ مَیں اس کا مقصد سمجھ رہا تھا۔ رسّی کی مضبوطی کا اندازہ لگا کر مَیں نے اُسے نیچے جانے کی اجازت دے دی اور بڈ نیچے اُتر گیا۔ رسّی تقریباً اسّی فٹ لمبی تھی۔ بڈ جہاں تک رسّی دراز ہوئی، وہاں تک گیا۔ اور پھر واپس آ گیا۔

"عجیب و غریب زمین ہے چیف، یوں لگتا ہے جیسے پاؤں زمین میں دھنس رہے ہوں لیکن زیادہ گہرے نہیں۔ تم ان نشانات کو دیکھ رہے ہو جو میرے پیروں سے بن گئے ہیں؟"

"ہاں" مَیں نے بڈ کے قدموں کے نشانات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"اس سے مَیں نے ایک اور اندازہ بھی لگایا ہے چیف! دُور دُور تک ایسے نشانات اور نظر نہیں آتے جبکہ میرا خیال ہے میرے پیروں کے یہ نشانات بہت دیر تک برقرار رہ سکیں گے۔ گویا میڈم اور اُن کے ساتھی اس طرف سے نہیں گزرے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے بڈ لیکن اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" مَیں نے سوال کیا۔

بڈ پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔ "ان لوگوں کو تلاش تو کرنا ہی پڑے گا چیف...!"

"مَیں تم سے متفق ہوں۔" مَیں نے کہا۔

ہم تھوڑی دیر وہاں اور رُکے تھے پھر واپس جنگل میں آ کر بھٹکنے لگے تھے۔ خاصی تگ و دو کے بعد بھی ہمیں کوئی ایسا سُراغ تک نہ مل سکا، جس سے یہ اندازہ ہی لگایا جا سکتا کہ وہ لوگ کس طرف گئے ہوں گے یا اُن پر کیا بیتی ہوگی۔ یہ صورتِ حال بہت مایوس کُن اور پریشان کر دینے والی تھی۔ مزید اُلجھن کا سبب یہ بھی تھا کہ وہ لوگ کہاں غائب ہو گئے تھے جو ہمارا تعاقب کر رہے تھے اور ہم سے برسرِ پیکار تھے۔ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ سب کے سب ہماری چلائی ہوئی گولیوں کا نشانہ بن گئے ہوں۔ ایسی صورت میں بھی ہمیں اُن کی لاشیں کہیں نہ کہیں تو نظر آنا چاہیے تھیں۔

دوپہر تک ہم جنگل میں بھٹکتے رہے۔ میرا ذہن بُری طرح پراگندہ ہو رہا تھا۔ کوئی ایسی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی جو ان لوگوں کی پُراسرار گمشدگی کی توجیح کر سکے۔ بالآخر ہم تقریباً اُسی جگہ پہنچ گئے، جہاں سے چلے تھے۔ سانپ کی لاش اپنی جگہ موجود تھی۔ کٹاؤ کے کنارے پہنچے تو زمین پر جگہ جگہ خون کے دھبّے نظر آئے۔ بعض جگہ خون اتنی مقدار میں تھا کہ یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے کسی بکرے کو ذبح کر کے یہاں ڈال دیا گیا ہو لیکن کوئی لاش وغیرہ وہاں موجود نہیں تھی۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ ان لوگوں نے زخمیوں اور لاشوں کو یہاں سے ہٹا دیا تھا لیکن کیوں...؟ اس کی کیا ضرورت تھی؟ اس سوال کا جواب فی الحال نہ میرے پاس تھا اور نہ بڈ کے پاس۔ پریشانی اور اُلجھنوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ ہم دوپہر تک واپس جنگل کے اسی کنارے کی طرف آ گئے تھے، جہاں سے وہ انوکھی زمین شروع ہو جاتی تھی۔ مَیں نے اور بڈ نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ ابھی آگے کے سفر کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہم ان لوگوں کا انتظار کریں گے۔ چنانچہ ہم اس قدرتی کٹاؤ کے ساتھ ساتھ چل پڑے، جس کے بعد وہ بھُربھُری زمین شروع ہوتی تھی۔

زمین کا یہ کٹاؤ بھی خاصا حیرت انگیز تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے جنگل کے اختتام پر یہاں کوئی گہری جھیل تھی جو خشک ہو گئی تھی۔ ہم کنارے کنارے آگے بڑھتے رہے۔ راستے میں اردگرد کا جائزہ بھی لیتے جا رہے تھے۔ کہیں کہیں جانوروں کے قدموں کے نشانات تو نظر آتے تھے مگر انسانی قدموں کا کوئی نشان کہیں نظر نہیں آیا تھا۔

شام ہو گئی اور ہم تھکن سے بُری طرح چُور ہو گئے تو بڈ نے تھکی تھکی مُسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "چیف! زندگی کا بہت ہی نازک موڑ آ گیا ہے، فیصلہ کرنے میں مشکل ہو رہی ہے، کیا کیا جائے؟"

"تمہارا اپنا کیا نظریہ ہے بڈ؟"

"میڈم کے ساتھ کام کر رہا تھا لیکن اب صورتِ حال میرے اپنے ہاتھ میں بھی نہیں رہی ہے۔ دل رو رہا ہے کہ مَیں اُن کی کوئی مدد نہیں کر سکا۔ نہ معلوم اُن پر کیا بیت گئی۔ اور شاید یہ پہلا موقع ہے چیف کہ مَیں اپنے کسی مشن میں اس طرح تنہا رہ گیا ہوں لیکن بہرحال، زندگی کے مشن کو جاری تو رکھنا ہی پڑے گا، اگر تم بھی ان لوگوں کی طرف سے مایوس ہو گئے ہو چیف تو پھر اپنے طور پر فیصلہ کر دو۔ ظاہر ہے مَیں کسی بھی زندہ ساتھی کا ساتھ دینا پسند کروں گا۔" بڈ کا انداز بڑا مایوس کُن تھا۔ اور مَیں بھی اپنے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک سوچتے رہنے کے بعد مَیں نے کہا۔ "بڈ! موجودہ صورتِ حالات میرے لیے بھی تقریباً ویسی ہی ہے، جیسے تمہارے لیے لیکن مَیں تمہیں ایک بات اپنے بارے میں بتا دینا چاہتا ہوں، مَیں نے کبھی کسی بھی قسم کے حالات میں مایوس ہونا نہیں سیکھا۔ ایک انسان ہونے کے ناتے، بعض انسانی کمزوریاں مجھ میں بھی ہیں یعنی حالات کی سختی اور پیچیدگی کے سبب مَیں بھی وقتی طور پر پریشان اور ہراساں ہو جاتا ہوں لیکن مکمل طور پر مایوسی کبھی میرے دل میں گھر نہیں کرتی اور مَیں حالات سے نبرد آزما ہوتا ہُوا اپنی منزل کی جانب بڑھتا رہتا ہوں پھر میرا خدا میری رہنمائی کرتا ہے۔ اس پروگرام میں جو ہم نے اسٹیفن براکوڈا اور اس کے لیے کام کرنے والوں کی تلاش کے لیے بنایا تھا، یہ بات سرِفہرست تھی کہ ہمارا یہ سفر لائن آف کروزل کی آبادیوں کے متوازی رہے گا مگر بدقسمتی سے یا تو ہم راستہ بھٹک گئے یا ہمیں بھٹکایا گیا ہے لہٰذا میرے خیال میں بہتر یہی ہوگا کہ ہم لائن آف کروزل کی کسی بستی تک پہنچنے کی کوشش کریں اور جب تک کامیاب نہ ہو جائیں، اپنا سفر جاری رکھیں۔"

"مگر چیف! میرے اندازے کے مطابق ہم لائن آف کروزل سے بہت دُور کہیں بھٹک کر آ گئے ہیں۔"

"مَیں بھی ایسا ہی محسوس کرتا ہوں بڈ! یہ علاقہ یقیناً لائن آف کروزل سے بہت ہٹ کر ہے جہاں ہم بھٹک رہے ہیں مگر فی الحال ہم سفر جاری رکھنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے چیف! مَیں آپ سے اختلاف نہیں کروں گا۔ میرا خیال ہے کہ آج رات یہاں اور گزار لیں، کل صبح ہم اس عجیب و غریب زمین کو عبور کریں گے اور دوسری طرف دیکھیں گے کہ کیا ہے۔"

مَیں نے بڈ کی رائے سے اتفاق کر لیا تھا۔ رات بڑی بے آرامی میں کٹی۔ پچھلی رات بھی جاگتے ہوئے گزاری تھی، اس لیے آج جب درختوں کی جڑوں میں لیٹے تو گہری نیند آ گئی۔ رات میں کئی بار آنکھ کھُلی تھی لیکن ذہن پر جیسے مدہوشی سی طاری تھی۔ صبح تک سوتے رہے۔ یہاں تک کہ سورج سر پر چڑھ آیا اور ہم اُٹھنے پر مجبور ہو گئے۔ پانی کو اب احتیاط سے خرچ کیا جا رہا تھا۔ گو خوراک اور دیگر ضروریات کی چیزیں ہمارے بیگوں میں بھری ہوئی تھیں لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کب تک یہ سفر جاری رہے گا چنانچہ طے کر لیا گیا تھا کہ پانی اور غذا انتہائی احتیاط سے خرچ کی جائے گی۔

ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد مَیں اور بڈ اُس خشک جھیل میں اُتر گئے۔ بڈ نے ذہانت سے کام لیتے ہوئے اپنی رسّی کا ایک سرا میری کمر سے باندھا اور دوسرا سرا اپنی کمر سے باندھ لیا تھا اور ہم نے یہ طے کیا تھا کہ تقریباً چالیس گز کا فاصلہ رکھ کر سفر کریں گے تاکہ آگے چلنے والے کو اگر کوئی دُشواری پیش آئے تو دوسرا اس کی مدد کر سکے۔

اس بھُربھُری اور عجیب و غریب زمین کو عبور کرنا زندگی کا ایک حیرت انگیز تجربہ تھا۔ پتا نہیں کیا چیز تھی وہ! بعض جگہ یہ محسوس ہوتا، جیسے زمین نم ہو اور کیچڑ ہو لیکن جھُک کر مٹّی اُٹھاتے تو وہی سفید سفید بھُربھُری مٹّی ہمارے ہاتھوں میں آ جاتی جو بالکل خشک ہوتی۔ یہاں موجود سوراخوں کے پاس سے گزرتے ہوئے دل میں یہ دہشت ہوتی کہ کہیں ان کے آس پاس کی زمین کھوکھلی نہ ہو لیکن ایسا نہیں تھا۔ یہ سوراخ زمین کی گہرائیوں میں سیدھے چلے گئے تھے۔ ہم نے جھانکنے یا ان کے بارے میں ریسرچ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

زمین کا یہ ٹکڑا پورے دن میں طے کیا گیا اور اس وقت شام کے تقریباً ساڑھے چار بجے تھے جب ہم اُسے عبور کر کے ایک وسیع میدان میں پہنچ گئے۔ بہت دُور میدان کے دوسرے کنارے پر کچھ درختوں کے ہیولے نظر آ رہے تھے، جس کا مطلب تھا کہ اس میدان کے اختتام پر پھر جنگل شروع ہو جائے گا۔

رات قریب تھی لہٰذا مزید سفر کی بہ نسبت ہم نے وہیں قیام مناسب سمجھا۔ وہ رات بھی سخت بے چینی اور اضطراب میں گزری۔ مجھے بہت دیر تک نیند نہیں آ سکی تھی۔ ذہن اچانک ہی پرواز کرتا ہُوا امریکا میں تہذیب کے پاس پہنچ گیا تھا پھر نہ معلوم کب تہذیب کی یادوں نے تھپک تھپک کر مجھے سُلا دیا۔

صبح ایک بار پھر ہمارے سفر کا آغاز ہو گیا۔ جیسے جیسے فاصلہ کم ہوتا گیا، سامنے کا منظر صاف ہوتا گیا۔ شام کے قریب ہی ہم اُس میدان کو عبور کر سکے تھے اور میدان کے بعد شروع ہونے والے جنگل میں داخل ہو گئے تھے۔

جنگل میں ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔ چھوٹی چھوٹی سخت چٹانوں کے درمیان جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ درخت یہاں کم تھے اور ایک دوسرے سے فاصلے پر بھی تھے۔

بڈ نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔ "شام ہونے والی ہے چیف، کیا خیال ہے آگے بڑھیں؟"

مَیں نے پھیکی سی مُسکراہٹ کے ساتھ گردن ہلا دی اور کہا۔ "یقیناً" مگر اس سے پہلے ہمیں اپنے سامان کو درست کر لینا چاہیے، اس بہانے ہم کچھ سستا بھی لیں گے۔"

رائفلیں، کارتوس ختم ہونے کے سبب ناکارہ ہو چکی تھیں چنانچہ اُنھیں وہیں پھینک دیا گیا، البتہ ہمارے پستول ابھی کارآمد تھے اور ان کے فالتو راؤنڈز بھی موجود تھے۔ سامان کا ازسرِنو جائزہ لینے کے بعد ہم ایک اُبھری ہوئی چٹان پر بیٹھ گئے اور بڈ نے تھیلا کھول کر اس میں سے خوراک نکالی جو اب اپنی آخری منزل میں تھی۔ اُس نے میرے اور اپنے بیگ سے کھانے پینے کا تمام سامان نکال لیا اور پھر مُسکرا کر بولا۔ "چیف! یہ سب کھا لو، اگر ہم تھوڑا تھوڑا کر کے اسے استعمال کریں گے تو نہ تو بھوک کی شدّت کم ہوگی اور نہ طبیعت سیر ہوگی، جب زندگی یہاں تک لائی ہے تو آگے بھی کچھ نہ کچھ بندوبست ہو ہی جائے گا۔"

خوراک اتنی ہی مقدار میں تھی کہ اسے کھا کر صرف اس وقت پیٹ کی آگ بجھائی جا سکتی تھی۔ مَیں نے بڈ سے اختلاف نہیں کیا اور ہم دونوں نے بچی کھچی خوراک معدے میں اُتار لی۔ اس کے بعد

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بڈ تھیلا کمر پر کس کر آگے چل پڑا۔

تھوڑی دیر بعد ہم زمین میں اُگی ہُوئی چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کے اُس جنگل میں پہنچ گئے جو ہمیں پہلے نظر نہیں آیا تھا۔ یہ لکڑیاں پیلی رنگت کی تھیں اور ان کی جڑیں زمین کے اُوپر ہی پھیلی ہوئی تھیں۔ سورج غروب ہو رہا تھا اور تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔

بڈ نے وہیں قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا اور مَیں نے اپنا بیگ کھول کر نیچے ڈال دیا۔ رات کی تاریکی میں اس جنگل کو عبور کرنا مناسب نہیں تھا لیکن جب تک روشنی رہی، ہم نے ان لکڑیوں کو جڑوں سے اُکھاڑ کر انھیں ایک جگہ جمع کرنے کا عمل جاری رکھا۔ لکڑیوں کا ایک حصار سا بنا لیا گیا تھا اور اس کے بعد ہم اُس حصار کے درمیان بیٹھ گئے۔ بڈ خاموش نگاہوں سے تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے تاریک ویرانوں کو دیکھ رہا تھا، جن کا ایک ایک منظر اب نگاہوں سے اوجھل ہونے لگا تھا۔

آگ ابھی روشن نہیں کی گئی تھی۔ بڈ نے اپنا پستول نکال کر گھٹنوں پر رکھ لیا پھر آہستہ سے بولا "چیف، آدھی رات تک مَیں پہرا دوں گا، آدھی رات کے بعد مَیں تمھیں جگا دوں گا لیکن خدا کے لیے سو جانا، ہم ابھی اور کئی دن تک اپنے بدن کی تھکن دُور نہیں کر سکیں گے۔ مَیں چاہتا ہُوں کہ آرام کرتے ہوئے چلیں۔ ہمارے سامنے کوئی ایسا خاص مقصد تو ہے نہیں، جس کے لیے ہمیں تیز رفتاری اختیار کرنا پڑے۔"

مَیں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ ہماری توقع کے مطابق رات سرد ہونا شروع ہو گئی تھی۔ ٹھنڈی ہوائیں فضا میں گردش کر رہی تھیں اور رونگٹے کھڑے ہوتے جا رہے تھے۔ بڈ نے تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد آگ روشن کر دی۔ لکڑیوں کا کافی ذخیرہ محفوظ رکھا گیا تھا تاکہ ساری رات اس الاؤ کو روشن رکھا جا سکے۔ لکڑیاں بالکل خشک نہیں تھیں لیکن اتنی گیلی بھی نہیں تھیں کہ جل نہ سکیں۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ ان سے دُھواں نہیں اُٹھ رہا تھا بلکہ ہلکے نیلے رنگ کی گیس خارج ہو رہی تھی۔ مَیں نے اس گیس کا تجزیہ کیا اور یہ اندازہ لگایا کہ یہ کم از کم زندگی کے لیے مُضر نہیں ہے اور پھر چونکہ کھلی جگہ تھی، اس لیے گیس منتشر بھی ہو رہی تھی۔ مَیں زمین پر لیٹ گیا۔

بڈ کہنے لگا "اگر نیند آ رہی ہے تو ضرور سو جاؤ چیف، مَیں بالکل چاق و چوبند ہُوں۔"

"نیند نہیں آ رہی بڈ، کچھ باتیں کرو۔"

"کیا یہ سب ایک دلچسپ خواب نہیں محسوس ہوتا چیف! چند ہی دنوں کے اندر اندر کتنی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔"

"ہاں بڈ، میری زندگی میں ایسے انقلاب پہلے بھی آتے رہے ہیں۔"

"پتا نہیں، میڈم اور اُن کے ساتھیوں پر کیا گزری ہے۔ ایک بات بتاؤ چیف، اگر میڈم ختم ہو گئی ہوں... معاف کرنا، مَیں یہ الفاظ بے رحمی سے نہیں کہہ رہا بلکہ چند حقیقتوں کو ہمیں نگاہوں کے سامنے رکھنا ہی ہوگا۔ تو مَیں کہہ رہا تھا، اگر میڈم ختم ہو چکی ہوں اور ہمارے دوسرے ساتھی بھی ہمیں دوبارہ نہ مل سکیں تو پھر ہمارا آئندہ پروگرام کیا ہوگا؟"

"زندگی اگر موت سے ہمکنار ہو رہی ہو بڈ! تب بھی مَیں یہ خیال دل سے نہیں نکال سکتا کہ بالآخر مجھے اسٹیفن براکو ڈا تک پہنچنا ہے۔ مَیں اُس کو تلاش کروں گا اور اُس سے معلوم کروں گا کہ لائن آف کروزل کی تین فیکٹریاں کس نے تباہ کیں اور اسرائیل، لائن آف کروزل کے خلاف کیا منصوبے بنا رہے ہیں اور پھر اسٹیفن براکو ڈا کو ہلاک کر دوں گا۔"

میرے لہجے میں کوئی ایسی بات تھی کہ بڈ آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا اور پھر اس نے متاثر لہجے میں کہا "درحقیقت چیف، تم اس وقت تک اس دُنیا میں رہو گے، جب تک اسٹیفن براکو ڈا ہلاک نہیں ہو جاتا۔ لکھ لو، اس بات کو لکھ لو۔ بڈ نجومی نہیں ہے لیکن جب وہ بات اتنے اعتماد سے کہتا ہے تو اس کی ایک حیثیت ہوتی ہے۔" مَیں خاموشی سے خلا میں گھورنے لگا۔ بڈ تھوڑی دیر تک میرے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا مگر خاموش ہی رہا۔

"نہیں بڈ، مَیں سو نہیں رہا۔" مَیں نے کہا۔

"دیکھو چیف! تم ضرور سو جاؤ۔ ہمارے پاس بہت وقت ہے سوچنے کے لیے۔ نیند ذہنی تھکن دُور کر دے گی۔ پلیز سو جاؤ۔"

"تم ایک ہمدرد انسان ہو بڈ! مَیں سوچ رہا ہُوں اب جب فاخرہ ہمارے ساتھ نہیں ہے تو تم میرا ساتھ کیوں دے رہے ہو، تم اپنی زندگی کیوں خطرے میں ڈالے ہوئے ہو؟"

"نہیں چیف! تمھیں اس وقت کچھ سوچنے کی اجازت نہیں ہے، سو جاؤ۔ دن کی روشنی میں تم اگر چاہو تو مجھ سے اس موضوع پر بات کر سکتے ہو۔" بڈ نے کہا اور مَیں نے مُسکرا کر آنکھیں بند کر لیں۔

رات آدھی گزر گئی، آسمان شفاف تھا۔ بڈ نے مجھے جگایا تو مجھے حیرت ہُوئی۔ کیا مَیں سو گیا تھا؟ کچھ یاد نہیں تھا۔ بڈ کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم تھا کہ وہ کیا کرتا رہا لیکن آنکھوں میں نیند کی کیفیت بھی نہیں تھی۔ مَیں نے بڈ سے اپنی اس کیفیت کا تذکرہ نہیں کیا اور اُسے آرام کرنے کے لیے کہا۔ بڈ نے اپنا تھیلا سر کے نیچے رکھا اور آرام سے کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔ جی چاہا کہ آنکھوں پر پانی کے چھینٹے ماروں۔ پانی کی چھاگل اُٹھا کر پلٹی تو اُس سے چند قطرے ٹپک کر رہ گئے۔ یہ ایک خوفناک انکشاف تھا۔ اب ہم خوراک اور پانی سے محروم ہو چکے تھے۔ مَیں نے آسمان کی طرف دیکھا اور میرے لبوں سے یہ دُعا نکل گئی۔

"معبود! اب ہمیں تیرا فضل درکار ہے، ہم بے دست و پا ہو چکے ہیں۔ تیری طرف سے طلبی ہے تو مَیں حاضر ہُوں اور اگر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت کرنے کے لیے چند سانسیں اور عطا کرنا چاہتا ہے تو مجھے زندگی کی سہولتیں تیسر کر۔" بڑا اعتماد تھا اس دُعا میں اور آسمانوں سے اس کا جواب ملا۔ میرے معبود نے مجھے مایوس نہ کیا۔ شفاف آسمان پر دُھند طاری ہونے لگی اور بہت دُور روشنی کے کوندے لپکنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی بادلوں کی گرج بھی سُنائی دی تھی۔ کچھ دیر بھی تو نہیں گزری تھی مجھ گناہگار کو اپنے رب سے کچھ مانگے ہوئے کہ اُس نے عطا کر دیا تھا۔

بارش کی پہلی بوند زمین تک پہنچی تو بڈ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اُس کے حلق سے کلکاری سی نکلی۔ "بارش!"

لیکن مَیں اب کچھ نہیں سُننا چاہتا تھا۔ احسان کرنے والے کا شکریہ ادا کرنے کی خواہش دل میں مچل رہی تھی۔ مَیں سربسجود ہو گیا۔ بارش زور سے شروع ہو گئی تھی اور بڈ نے سارے کپڑے اُتار دیے تھے، وہ اُچھل کُود مچا رہا تھا اور میری زبان پر صرف اور صرف "سُبحان رَبّی الاعلیٰ" تھا اور کچھ کہنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ آگ بارش سے بُجھ گئی تھی اور حیرت انگیز طور پر سردی کا احساس جاتا رہا تھا۔ لکڑیوں کے وہ انبار بھیگ رہے تھے جو ہم نے سردی سے بچاؤ کے لیے جمع کیے تھے۔

"چیف! بارش... اوہ مائی گاڈ! ہمارے پاس پانی بھی نہیں رہا تھا چیف! نہانے کو کتنا جی چاہ رہا تھا۔ سارے بدن میں ایسی گُورَچ گئی تھی کہ خود سے کراہیت محسوس ہو رہی تھی۔ چیف! ارے یہ کیا کر رہے ہو؟" بڈ چونک کر رُک گیا تھا۔

میرا دل سیر نہیں ہُوا تھا۔ بس یہی خواہش تھی کہ اسی طرح سجدے میں پڑا اُس کا شکریہ ادا کرتا رہوں لیکن بے وقوف بڈ نے میری یہ خواہش پوری نہ ہونے دی۔ وہ تشویش زدہ ہو کر میرے پاس آ بیٹھا۔

"چیف! تمھیں کیا ہو گیا، کیا سردی لگ رہی ہے؟" وہ مجھے جھنجھوڑنے لگا اور پھر اُس گدھے نے مجھے سیدھا کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ مجبوراً مَیں سجدے سے اُٹھ گیا۔

"بڈ! احمق... کیا فضول حرکت ہے؟" مَیں نے برہمی سے کہا۔

"تمھیں کیا ہو گیا تھا چیف؟ شاید سردی سے...؟"

"بالکل بے وقوف ہو بڈ۔"

"کیا تم اس طرح اوندھے ہو کر میری بے وقوفی پر غور کر رہے تھے چیف؟" بڈ نے متحیرانہ انداز میں کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"ہاں۔" مَیں بھی ہنس پڑا۔

"یہ کوئی جدید سائنٹیفک طریقہ ہے غور کرنے کا؟"

"شاید۔" مَیں نے بدستور ہنستے ہوئے کہا اور پھر اُٹھ کھڑا ہُوا۔ بارش خوب زوردار ہونے لگی تھی۔ مَیں بھی نہانے میں مصروف ہو گیا۔ ہم نے پانی کا ذخیرہ بھی کر لیا۔ بارش کوئی دو گھنٹے جاری رہی اور پھر آسمان پہلے کی مانند شفاف ہو گیا۔ اس بارش نے دل کی کثافت دھو دی تھی۔ یہ میرے لیے تائیدِ غیبی تھی۔ اس سے بڑا سہارا، اس سے بڑی کوئی اور اُمید بھی ہو سکتی تھی؟ مَیں اُس کی نگاہ میں تھا جو ہر جگہ موجود ہے۔ اُس سے رابطے کے لیے کسی ٹرانسمیٹر کی، کسی مادّی ذریعے کی ضرورت نہیں ہوتی، جہاں ہو، جس حال میں ہو، اُسے آواز دے لو، بس لگن اور سچائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کلیجا ہاتھ بھر کا ہو گیا تھا۔

"یہ بارش خوب ہُوئی چیف! حالانکہ آسمان شفاف تھا۔" بڈ نے کہا۔

"ہاں بڈ! یہ کسی کا تحفہ تھا ہمارے لیے۔" مَیں نے آہستہ سے کہا۔

بڈ مجھے دیکھنے لگا پھر بولا "کس کا؟"

"پوچھنے کی ضرورت ہے بڈ؟"

"تم مذہبی انسان ہو چیف!"

"خدا کے فضل سے بڈ! کیا تم نہیں ہو؟"

"مَیں...؟" بڈ نے سوالیہ انداز میں کہا "مَیں نے کبھی خود سے یہ سوال نہیں کیا۔"

"کبھی کر کے دیکھنا۔"

"ہاں۔" بڈ کھوئے کھوئے انداز میں بولا "ضرور کروں گا۔ مَیں نے..." وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ مَیں بڈ کی صورت دیکھ رہا تھا مگر اُس نے اس کے بعد کچھ نہیں کہا۔

"تمھارے بارے میں، مَیں کچھ نہیں جانتا بڈ!"

"بس چیف! مَیں نے بڑے اہتمام سے ماضی کی ایک قبر بنائی ہے اور اُس پر پتھر کی موٹی موٹی سلیں ڈھک دی ہیں۔ مَیں نے طویل عرصے تک ان وزنی سلوں میں کبھی جنبش نہیں ہونے دی۔ لیکن اب کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے زلزلہ آ رہا ہو۔ یہ سلیں ہلنے لگتی ہیں اور ان کے رخنوں سے ماضی کے ناگ پھن لہراتے نظر آتے ہیں پھر ان لہراتے ہوئے ناگوں کے سر کچلنے میں بڑی دقت ہوتی ہے، بہت پریشان ہو جاتا ہُوں مَیں۔" بڈ کے لہجے میں تلخی آ گئی تھی۔

"کیا ماضی ہے تمھارا بڈ؟"

"چھوڑو چیف، کیا فائدہ، کیا کرو گے اس کے بارے میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جان کر...؟" بڈ نے افسردگی سے کہا۔
"میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا بڈ... لیکن میرے دل میں تمھارا ایک مقام ہے، تم بے جگر اور دلیر انسان ہو۔ یہ بتاؤ، فاخرہ یعقوبی کے ساتھ کب سے کام کر رہے ہو؟"
"دو سال ہوئے۔"
"کیا تم اُس کے کسی سلسلے میں احسان مند ہو؟"
"اس کا تو نہیں چیف۔ ایک بڑے آدمی کا جو ایک عرب ملک کا باشندہ ہے، اُس نے مجھ پر کچھ احسانات کیے تھے اور پھر اُس کی خواہش ہوئی کہ میں اس سلسلے میں کام کروں، میں نے قبول کر لیا، اُسی نے مجھے میڈم کے سپرد کیا تھا۔"
"تم بہت دلیر انسان ہو، انتہائی مضبوط اعصاب کے مالک اور میں ایسے لوگوں سے عشق کرتا ہوں۔"
"مجھے یقین ہے چیف! میں جانتا ہوں کہ تم ہی ایسا کر سکتے ہو، تم جو کسی سہارے کے بغیر لینڈ روور کی چھت پر چڑھ کر ہیلی کاپٹر گرا سکتے ہو، اپنی بات بھی تو کرو چیف۔" میں مسکرا دیا۔ بڈ کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا پھر اُس نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا "یہ بارش بار بار مجھے حیرت میں مبتلا کر رہی ہے چیف!"
"چھوڑو بڈ! آرام کرو۔"
"آرام؟" بڈ کے لہجے کی تلخی ابھی برقرار تھی۔
"ہاں، تم سو نہیں سکے۔"
"یہ تو ٹھیک ہے چیف لیکن اب مجھے نیند نہیں آ رہی۔" اُس نے بیزاری سے کہا۔
"کیوں؟" میں نے مسکرا کر اُسے دیکھا۔
"تم شاید عبادت کر رہے تھے؟ میں نے تمھارے ہم مذہبوں کو اسی طرح عبادت کرتے دیکھا ہے۔"
"ہاں بڈ! میں سجدۂ شکر ادا کر رہا تھا۔ میں نے بارش کی دُعا مانگی تھی اور آسمان سے پانی ٹپکنے لگا۔"
"کیا ایسا ہو جاتا ہے؟" وہ کسی قدر تعجب سے بولا۔
"ضرور ہوتا ہے بڈ، کبھی سچے دل سے کوئی دُعا مانگو۔"
"کیا مانگوں، کس کے لیے مانگوں؟ کچھ بھی تو نہیں چاہیے مجھے۔ کرنا بھی کیا ہے کسی چیز کا... زندہ ہوں اور جب تک زندگی ہے، زندہ رہوں گا۔ ہر کام اسی اعتماد سے کرتا ہوں کہ جو ہونا ہے وہ ضرور ہو گا، اسے روکا نہیں جا سکتا اور جو نہیں ہونا وہ نہیں ہو گا۔ مجھے تو کچھ بھی نہیں چاہیے چیف، کسی شے کی ضرورت نہیں ہے، زندگی کی بھی نہیں۔" اب اُس کے لہجے میں یاسیت عود کر آئی تھی۔
"دل ہلکا کرو بڈ... اپنے بارے میں بتاؤ۔" میں نے نرمی اور محبت سے کہا۔

"بتانے کی کوئی بات ہی نہیں ہے چیف! کوئی کہانی ... سناؤں۔ انسانوں ہی کی ایک بستی کا باشندہ ہوں۔ کوئی بھی ... فرض کر لو اسی بستی کا۔ انسان ہر جگہ یکساں ہوتے ہیں۔ ایک ... جہاں ہوش سنبھالا تھا۔ آرام کی جگہ تھی، کوئی تکلیف نہیں تھی ... گھر میں خوشحال زندگی تھی۔ ایک ماں تھی، ایک باپ بھی ... ایک ننھی سی بہن جو مجھے سب سے اچھی لگتی تھی، سب ... اچھی... نیگی نیلسن۔ سبز آنکھوں والی مسکراتی گڑیا جو میرے دل ... پر حکمراں تھی پھر کچھ مضحکہ خیز واقعات ہوئے، جن میں پہلا واقعہ میری ماں کی موت کا تھا، وہ مر گئی اور ہم دونوں بہن بھائی پریشان ہو گئے۔ وہ کون کرتا جو ماں کرتی تھی، ہم خود تو نہ کر سکتے تھے ... پریشانیوں کا کوئی حل نہیں تھا۔ باپ نام کا شخص بھی ہمارے ... وہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا، میں نے نیگی کے لیے وہ سب کچھ کرنا ... کر دیا جو ماں کرتی تھی۔ اُسے بناتا سنوارتا، غسل کراتا، اسکول بھیجتا ... وقت پر کھانا کھلاتا لیکن جس طرح ہمیں اپنی ماں کی کمی کا احساس ہوتا تھا، ڈیڈی بھی اپنی بیوی کے لیے پریشان ہو گئے تھے۔ ڈیڈی کے پاس وسائل تھے، دولت تھی سو انھوں نے ایک بیوی خرید لی ... ہماری ماں سے زیادہ خوبصورت، اُس سے زیادہ جوان۔ ہم دونوں بہن بھائی غریب تھے، اس لیے ماں نہ خرید سکے۔ ڈیڈی ہمیں چھوڑ ... گئے۔ وہ اپنی دولت سے بھی ہمارے لیے ماں نہیں لا سکتے تھے۔ پھر ایک اور دلچسپ واقعہ ہوا یعنی ڈیڈی بھی مر گئے۔ نئی عورت ... سے ہماری کوئی شناسائی نہیں تھی، وہ ہمارے لیے اجنبی تھی ... بھی شوہر کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ ایک شوہر لے آئی ... سے زیادہ جوان، اُن سے زیادہ اسمارٹ۔ اب بتاؤ چیف! ... کون ہوتے اُن کے؟ نہ وہ عورت ہماری ماں تھی اور نہ وہ شخص ہمارا باپ۔ اگر کچھ قانونی مجبوریاں نہ ہوتیں تو وہ دونوں ہم سے چھٹکارا پا لیتے لیکن ان کے پیروں میں کچھ بیڑیاں تھیں۔ اس ... ہم اس چھت سے محروم نہ ہوئے۔ ہاں، جب نیگی کے رخسار ... پر جوانی کی شفق پھوٹی تو ماں نے اپنے کسی رشتے دار کو ... تحفتہً دے دیا۔ دُنیا کے دکھانے کو وہ ایک شادی تھی ... ایک شرابی اور جواری شخص تھا، کسی وقت ہوش میں نہ ... والا۔ نیگی کے رخساروں کی شفق ڈوبنے لگی۔ اُس کی آنکھوں ... گرد حلقے نمودار ہو گئے، وہ کھانسنے لگی۔ ایک دن میں اپنی ... فلیٹ میں داخل ہوا تو ویڈن میری بہن کو بُری طرح پیٹ ... وہ سسکیاں لے رہی تھی، میں نے ویڈن کو پکڑ لیا۔
"یہ کیا کر رہے ہو تم؟" میں نے غصے سے چیخ کر کہا۔
"کون ہو تم؟" وہ دہاڑا۔
"میں نیگی کا بھائی ہوں۔" میں نے کہا۔

"اور میں اس کا شوہر سمجھے! فوراً باہر نکل جاؤ۔ میاں بیوی کے معاملات میں کسی اور کو دخل نہیں دینا چاہیے۔" اُس نے مجھے سمجھایا۔
"ویڈن! نیگی میری بہن ہے، ایسی بہن جس کی پرورش خود میرے ہاتھوں ہوئی ہے۔"
"اور اس کے بعد تم نے اسے میرے حوالے کر دیا ہے، یہ یاد ہے تمھیں؟"
"ہاں یاد ہے لیکن اس کی یہ حالت بنانے کے لیے نہیں۔"
"دیکھو مسٹر بڈ! جو چیز میری ملکیت ہے، اس کے ساتھ میں جو کچھ بھی کروں، اس میں کسی دوسرے کو مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔ دروازہ کھلا ہے، باہر نکل جاؤ... فوراً۔" اُس نے اُنگلی سے اشارہ کیا۔
میں نے نیگی کی طرف دیکھا، وہ سسکیاں لے رہی تھی تب میں نے آہستہ سے کہا "خود کو تبدیل کرو ویڈن! میں اپنے ہاتھوں سے سینچے ہوئے پودے کو مرجھاتے نہیں دیکھ سکتا۔"
"گیٹ آؤٹ۔" ویڈن دہاڑا اور میں خاموشی سے باہر نکل آیا لیکن میرا دماغ کھول رہا تھا، نیگی کی زندگی کے لیے یہ عذاب مجھے گوارا نہیں تھا۔ بہت سے منصوبے میرے ذہن میں آ رہے تھے لیکن نیگی سے مشورہ کیے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ پھر ایک بار میں اُس سے تنہائی میں ملا۔
"نیگی! میں تمھیں اس حال میں نہیں دیکھ سکتا، اس طرح تو تم مر جاؤ گی۔"
"میں کیا کروں بڈ، تم بتاؤ؟"
"اس سے علیٰحدگی اختیار کر لو۔"
"اس کے بعد کیا ہو گا؟"
"کیا مطلب؟" میں نے حیرانی سے کہا۔
"کہاں جاؤں گی میں؟ کیا واپس اُسی گھر میں، جہاں ہمارے لیے کچھ نہیں ہے۔"
"تم ایک گھر حاصل کر لو، اس کے بعد بھی اگر ویڈن نے اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو میں... !" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر سسکیاں لینے لگی۔
"ٹھیک ہے نیگی، تیرے لیے میں یہ سب کچھ کروں گا۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں نے ملازمت تلاش کی۔ ایک شناسا نے مجھے ایک کمپنی میں ملازم کرا دیا۔ ویڈن بھی اُسی کمپنی میں کام کرتا تھا، وہ مجھ سے اعلیٰ عہدے پر تھا، اس لیے میرے ساتھ ہمیشہ حقارت کا سلوک کرتا تھا۔ ایک دن میں نیگی سے ملا تو اُس نے بتایا کہ ویڈن نے اپنا رویہ کچھ تبدیل کر لیا ہے اور ایک اچھا انسان بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ اگر وہ خوش ہے تو مجھے ویڈن سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں نے دفتر میں ویڈن کی عزت کرنا شروع کر دی جبکہ پہلے سب کچھ اس کے برعکس تھا لیکن ویڈن کا رویہ بدستور رہا۔ ویڈن کے اچھے انسان بننے کے کچھ اثرات نیگی کے چہرے پر نمایاں نہ تھے اور ایک دن میں نے اس اچھے انسان کی اچھائیاں پھر اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ میں اچانک اُن کے فلیٹ میں داخل ہوا تھا۔ اندر سے رونے اور چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ویڈن، نیگی کو بُری طرح پیٹ رہا تھا۔ تھپڑ، لاتیں، گھونسے اور اِن کے درمیان نیگی کی چیخ و پکار۔
"تم یہاں کیوں آئے ہو؟" وہ مجھے دیکھتے ہی چلایا۔
"یہ کیا ہو رہا ہے؟" میں نے برہمی سے کہا۔
"تم سے مطلب؟"
"ویڈن!" میں نے سرد لہجے میں کہا "کیا تم خود کو نہیں سنبھال سکتے؟" جواب میں اُس نے مجھے گالی دی اور نیگی کو چھوڑ کر مجھ پر جھپٹا لیکن اُس کے اُٹھے ہوئے ہاتھ کو میں نے پکڑ لیا اور سرد لہجے میں بولا "میں تمھارے اس ہاتھ کو شانے سے اکھاڑ سکتا ہوں ویڈن! لیکن ایک موقع اور دیتا ہوں، خود کو سنبھالو۔"
"نکل جاؤ میرے گھر سے۔"
"نہیں ویڈن! یہ اتنا آسان نہیں ہے، جتنا تم سوچ رہے ہو۔"
"میں تمھیں گرفتار کرا سکتا ہوں۔"
"ممکن ہے تم ایسا کر سکو لیکن اس کے باوجود میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا، خیال رکھنا۔" میں نے تنبیہ کے انداز میں کہا۔
ویڈن نے جو کہا تھا کر دکھایا۔ اُس نے اپنے ایک انسپکٹر دوست سے مل کر میرے خلاف ایک کیس بنایا اور مجھے ایک سال کی سزا کرا دی۔ میں بے گناہ جیل پہنچ گیا اور میرے دل میں ویڈن کے خلاف نفرت کا طوفان اُمڈ آیا۔ ملاقات کے دن کوئی مجھ سے ملنے آیا۔ نیگی کے علاوہ کون ہو سکتا تھا۔ اُس کی حالت پہلے سے بھی خراب تھی۔ پوری کائنات میں چیف، اُس کے علاوہ کوئی نہیں تھا میرا، وہ ہر ملاقات کے دن ویڈن سے چھپ کر آتی، میرے لیے کھانا اور ضرورت کی دوسری چیزیں لاتی۔ وہ مجھے بے حد چاہتی تھی لیکن چار ماہ کے بعد اُس نے آنا چھوڑ دیا۔ میں اُس کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہ آئی۔ میرا دل کسی بے بس پرندے کی مانند سینے میں پھڑپھڑاتا رہتا تھا لیکن میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ نیگی پھر کبھی نہیں آئی۔ میں افسردگی کی زندگی گزارنے لگا۔ اس دوران جیل کے افسران کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہوئی اور اسی وجہ سے آٹھ ماہ بعد ہی مجھے رہا کر دیا گیا۔ ویڈن یقیناً مطمئن ہو گا کہ میں ایک سال تک جیل میں رہوں گا، اس لیے میرے پاس موقع تھا۔ میں خاموشی سے پہلے نیگی کی خیریت معلوم کرنے گیا۔ اُس کے فلیٹ میں کوئی دوسرا خاندان آباد تھا۔ میرا دل دھک سے رہ گیا پھر وہی ہوا جس کا مجھے خدشہ تھا۔ مجھے علم ہو گیا کہ نیگی مر چکی ہے۔ اُس کی موت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی وجہ میں جانتا تھا۔ میں نے بڑی احتیاط سے ویڈن کے بارے میں معلومات حاصل کیں، وہ اُسی کمپنی میں کام کر رہا تھا اور ان دنوں اپنی محبوب کے ساتھ مقیم تھا۔ اُس سے انتقام لینے کے علاوہ اب میری زندگی میں اور کچھ نہیں تھا۔ میں ویڈن کے معمولات کے بارے میں چھان بین کرنے لگا اور پھر میں نے ایک منصوبہ تیار کر لیا۔ ویڈن اکثر ہوٹل ڈینیوب جاتا تھا۔ وہ اُس کی پسندیدہ جگہ تھی۔ اُس کے آنے جانے کا وقت نوٹ کر کے ایک دن میں نے تیاریاں کر لیں اور مقررہ وقت پر میں ہوٹل کے اُس کمرے میں داخل ہو گیا، جہاں گوشت محفوظ رکھا جاتا تھا۔ میں نے ایک بڑی چھری اپنے قبضے میں کر لی تھی اور ویڈن کا انتظار کر رہا تھا۔ جونہی ویڈن مجھے نظر آیا، میں نے خود کو تیار کر لیا اور پھر چشم زدن میں وہ میری گرفت میں تھا۔ میں نے اُسے اندر گھسیٹ لیا۔ میری صورت دیکھ کر ویڈن کی آواز بند ہو گئی تھی۔

"نیگی کیسے مری ویڈن؟" میں نے سوال کیا لیکن وہ کیا جواب دیتا۔ "میں نے تمہیں سمجھایا تھا ویڈن لیکن افسوس۔" چھری کے ایک ہی وار نے ویڈن کی انتڑیاں باہر نکال دیں۔ اس کے بعد میں اُس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے لگا۔ ان تمام ٹکڑوں کو میں نے گوشت ٹانگنے والے کانٹوں میں پھنسا کر دوسرے گوشت کے ساتھ ٹانگ دیا اور چیف! اس کے بعد میں نے اپنی دُنیا چھوڑ دی کیا رکھا تھا اس دُنیا میں۔ نہ جانے کہاں کہاں مارا مارا پھرا۔ کچھ اور واقعات ہوئے اس کے بعد۔ بہرحال اب میں تمہارے ساتھ ہوں۔" بڈ ہنس پڑا۔ "زندگی بے وقعت ہے میرے لیے، بالکل بے وقعت۔"

"تمہاری کہانی دُکھ بھری ہے بڈ، میں تمہارے لیے افسردہ ہوں۔"

"اوہ نہیں چیف! میں خود اپنے لیے افسردہ نہیں ہوں تو تم کیوں ہوتے ہو۔" بڈ ہنستے ہوئے بولا لیکن اُس کی ہنسی میں کتنی کراہیں تھیں، میں اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔

ایک غمناک سی خاموشی ہمارے درمیان چھا گئی تھی۔ صبح کا اُجالا رینگتا آ رہا تھا۔ پھر روشنی ہو گئی۔ میں اور بڈ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ ہم نے تھوڑا تھوڑا پانی پیا اور آگے بڑھ گئے۔ کچھ دُور چلنے کے بعد اُفق میں ایک پہاڑی دیوار سی نظر آئی تھی۔ ہم نے عزم اور حوصلے کے ساتھ بڑھتے رہے، اب کچھ زندگی کے آثار محسوس ہونے لگے تھے۔ چند آبی پرندے اُڑتے نظر آئے۔ پھر ایک جانور بھی ہمارے سامنے سے گزر گیا، جس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ کیا ہے۔ ہمارا رُخ دھندلکوں سے جھانکتی ہوئی اُسی پہاڑی کی جانب تھا لیکن اس کا فاصلہ کم نہیں تھا۔

وہ پورا دن بھی سفر کی نذر ہو گیا۔ ہم آپس میں مختلف امور پر گفتگو کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے، اب ہمیں کسی بھی کی جلدی نہیں تھی۔ بس پیروں تلے آنے والے راستے طے کرنا اور یہ سلسلہ اُس وقت تک جاری رکھنا تھا جب تک کسی کا سُراغ نہ مل جائے۔

ایک بار پھر شام قریب آ گئی تھی۔ بھوک نے بھی خاصا [illegible] کر دیا تھا۔ یہ تمام دن ہم نے صرف پانی کے سہارے ہی گزارا تھا۔ اس دوران چونکہ زندگی کے کچھ آثار سفر کے دوران نظر آئے تھے لہٰذا کچھ اُمید بندھ گئی تھی کہ شاید آگے جا کر شکم بھرنے کا بندوبست ہو سکے۔

اس وقت سورج مغرب کی دہلیز پر سر جھکا رہا تھا۔ ہوا کے ساتھ کیچڑ اور پانی کی بُو آنے لگی۔ غالباً قریب ہی کوئی ندی موجود تھی۔

مزید ایک میل سفر کرنے کے بعد ہمیں ندی نظر آ گئی جو [illegible] کی طرح بل کھاتی ہوئی سلسلۂ کوہ میں داخل ہو جاتی تھی۔ اس کا [illegible] شفاف نہیں تھا، اس میں کیڑے بھی نظر آ رہے تھے۔ ہم کنارے پر کھڑے ہو کر ندی میں اُچھلتے کُودتے مینڈکوں کو دیکھنے لگے [illegible] بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ جگہ جگہ اُن کے انڈے پڑے ہوئے تھے۔ بڈ اُن پر جھپٹ پڑا اور بہت سے انڈے [illegible] نے اپنے بیگ میں بھر لیے۔

"یہ انڈے ہمارے لیے بہترین غذا بنیں گے چیف..." بڈ نے مسرور لہجے میں کہا۔

میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

بڈ ان انڈوں کو محفوظ کرنے کے بعد بولا۔ "اس ندی کو [illegible] کریں چیف؟"

"ہاں یہی سوچ رہا ہوں۔"

میرے اندازے کے مطابق ندی کی چوڑائی پچاس ساٹھ گز سے زیادہ نہیں تھی۔ بعض جگہوں پر کچھ خشکی سی نظر آ رہی [illegible] غالباً ندی زیادہ گہری نہیں تھی اور اس میں چٹانیں زیادہ تھیں۔ یہ چٹانیں جگہ جگہ پانی میں اُبھری ہوئی تھیں۔ ندی کے کنارے [illegible] ایسی ہی چٹانوں سے پٹے پڑے تھے۔ دوسرے کنارے پر [illegible] پتھریلے حصے کے بعد درختوں کا سلسلہ نظر آ رہا تھا۔

"چیف! اگر ہم پانی میں اُبھری ہوئی چٹانوں پر قدم رکھتے ہوئے دوسری طرف جائیں تو کیسا رہے گا۔ میرے خیال میں تو یہ زیادہ محفوظ طریقہ ہوگا۔"

"ہاں، میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"تو آؤ۔" بڈ نے کہا اور کنارے سے پانی کی طرف چل [illegible] اُس نے ایک چٹان پر چھلانگ لگائی پھر دوسری اور وہاں سے تیسری چٹان پر۔ میں بھی رُکے بغیر اُس کے پیچھے چل پڑا تھا۔ پہلی ہی چٹان پر کُودنے کے بعد مجھے ایک عجیب سا احساس ہُوا تھا لیکن چونکہ بڈ رُکے بغیر تیزی سے چھلانگیں لگاتا ہُوا آگے نکل گیا تھا لہٰذا میں نے بھی رُک کر کچھ سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور اُس کے پیچھے چھلانگیں لگاتا ہُوا آگے بڑھتا رہا۔ پچاس ساٹھ گز کا فاصلہ کم نہیں ہوتا لیکن ہم جس تیزی سے اُسے طے کر رہے تھے، وہ بھی قابلِ دید تھا۔ چنانچہ جلد ہی دوسرے کنارے کے قریب پہنچ گئے۔ بڈ نے آخری چٹان سے کنارے پر چھلانگ لگائی اور پھر اس کے حلق سے ایک وحشت زدہ آواز نکل گئی۔ میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹکا تو اچانک مجھے اپنے پیروں کے نیچے چٹان ہلتی محسوس ہوئی۔ میں نے بے اختیار ایک لمبی چھلانگ لگا دی اور کنارے پر کُود گیا۔ بڈ حلق سے عجیب سی آوازیں نکال رہا تھا اور بُری طرح اُچھل کُود کر رہا تھا، جس آخری چٹان سے میں نے خشکی پر چھلانگ لگائی تھی اُس کا حجم بڑھتا جا رہا تھا اور پھر اس کی لمبی سی دندانوں والی دُم پانی سے باہر نکل آئی، تب مجھے خیال آیا کہ پہلی چھلانگ پر میں نے کچھ عجیب سا کیوں محسوس کیا تھا۔

وہ مگرمچھ تھے جو پانی میں پڑے ہوئے تھے۔ ابھی اس بات پر حیرت زدہ بھی نہیں ہو سکا تھا کہ بڈ چلّایا۔ "بھاگو چیف... بھاگو۔" میں نے پلٹ کر اُسے دیکھا اور میرے بدن کے سارے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کنارے پر جو چٹانیں اُبھری ہوئی تھیں، وہ بھی مگرمچھوں کی کوئی عظیم الشان فوج تھی۔ ہماری اُچھل کُود سے اُن میں تحریک پیدا ہو گئی اور وہ کلبلانے لگے۔ اُن کی خوفناک دُمیں بلند ہونے لگیں لیکن جائے پناہ کہاں تھی۔ ایک مگرمچھ پر سے اُچھلتے تو دوسرے پر جا کُودتے۔ پندرہ بیس گز کے فاصلے پر درخت نظر آ رہے تھے، گھنے اور تناور درخت، سو اُسی طرف بھاگ پڑے تھے۔

ایک درخت کے قریب پہنچ کر بڈ پھر چیخ کر بولا۔ "درخت... چیف درخت...!" اور پھر اُس نے ایک مگرمچھ کی پُشت سے درخت کے تنے پر چھلانگ لگائی اور کسی بندر کی طرح اُس سے چپک گیا پھر نہایت پھُرتی سے وہ تنے پر چڑھتا چلا گیا۔ میں اُس درخت تک تو نہیں پہنچ سکا تھا لیکن دوسرا درخت جو اُس سے کوئی پانچ گز کے فاصلے پر تھا، میری پناہ گاہ بنا اور میں تیزی سے اُس کی بُلند شاخ پر پہنچ گیا۔

درخت سے کچھ فاصلے پر ایک بڑا سا مگرمچھ اپنی خوفناک دُم اُٹھائے درخت کی طرف آ رہا تھا۔ اُس کے پیچھے ہی دوسرے بے شمار مگرمچھ مُنہ پھاڑے چھپکلیوں کی طرح چلتے ہوئے درخت کی طرف بڑھ رہے تھے، اُن کی دُمیں کافی لمبی لمبی تھیں۔

دفعتاً درخت کے نیچے پہنچ جانے والے مگرمچھوں نے درخت کے تنے پر دُم مارنا شروع کر دی اور درخت لرزنے لگے۔ ایسے ہی بقیہ مگرمچھ بڈ کے درخت کے نیچے بھی پہنچ گئے تھے مگر اب وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ فوری طور پر ہم ان خونخوار بلاؤں سے محفوظ ہو گئے تھے مگر ان سے مکمل طور پر نجات کی فی الحال کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی، وہ سب مل کر تواتر سے اپنی دُمیں درخت کے تنے پر مار رہے تھے، جس کے سبب درخت اس طرح ہل رہا تھا، جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ اب پستول استعمال کیے بغیر چارۂ کار نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے پستول نکال لیا اور پھر ایک مگرمچھ کے کھُلے ہوئے مُنہ کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ گولی مگرمچھ کے حلق میں گھُس گئی، وہ تڑپ کر پیچھے ہٹا تو میں نے اُس کے سر کا نشانہ لیا۔ یہ فائر بھی کارگر ہُوا تھا۔ مگرمچھ بُری طرح اپنے دوسرے ساتھیوں کو دھکیلتا ہُوا بھاگا لیکن کمبخت دوسرے مگرمچھ اس سے خوفزدہ نہیں ہوئے تھے۔ کئی مگرمچھ اپنی چھوٹی چھوٹی للچائی ہوئی آنکھوں سے مجھے گھُورتے ہوئے درخت کے گرد چکر لگا رہے تھے۔

بڈ ابھی تک خاموش بیٹھا ہُوا تھا۔ میں نے اُسے آواز دی تو وہ مطمئن لہجے میں بولا۔ "ٹھیک جا رہے ہو چیف، میرے لیے کوئی حکم؟"

"نہیں عیش کرو۔" میں نے بھی تمسخرانہ انداز میں کہا۔

دیر تک مگرمچھ ہنگامہ کرتے رہے پھر وہ پُرسکون ہوتے چلے گئے اور وہیں زمین پر اس طرح بے حس و حرکت پڑ گئے، جیسے زمین ہی کا ایک حصّہ ہوں۔

"بڈ! اب یہ انتظار کر رہے ہیں۔" تھوڑی دیر بعد میں نے اُسے مخاطب کیا۔

"کرنے دو چیف! ہم ان کی قسمت میں نہیں ہیں۔" بڈ نے جواب دیا۔

رات کا اندھیرا پھیلنے لگا۔ وہ خوفناک رات ہمیں درختوں پر ہی گزارنا پڑی تھی۔ مگرمچھوں کے خوف کے علاوہ دیگر جنگلی جانوروں کی آوازیں بھی ہمیں بیدار رکھنے کے لیے کافی تھیں لیکن کمبخت تھکن اس طرح غالب تھی کہ آنکھیں کھُلی رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ ہر لحظہ خطرہ تھا کہ کہیں نیچے نہ جا پڑیں۔ میں بُری طرح ٹوٹ رہا تھا۔ خود کو مستعد رکھنے کے لیے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بڈ اور میں باتیں کرنے لگتے تھے۔

صبح کا اُجالا پھیل رہا تھا جب بڈ نے اچانک کہا۔ "چیف! وہ جا رہے ہیں۔" لیکن اس کے بولنے سے قبل ہی میں بھی وہ حیرت انگیز منظر دیکھ چکا تھا۔ مگرمچھوں کا لشکرِ عظیم دریا کا رُخ کر رہا تھا، سب کے سب اُسی طرف جا رہے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"غسل کو دل تو میرا ابھی چاہ رہا ہے چیف... لیکن یہ کمبخت اپنے درمیان جگہ کہاں دیں گے۔" بڈ کی چہکتی ہُوئی آواز دوبارہ آئی اور مجھے خوشی ہُوئی کہ ان حالات میں بھی اس کی زندہ دلی برقرار تھی۔

"غسلِ زندگی کرلو تو غنیمت ہے بڈ! یہ ذرا اور آگے بڑھ جائیں تو نیچے اُتر کر دوڑ لگا دو ورنہ اس کے بعد یہ لنچ کرنے واپس آئیں گے۔"

"او مائی گاڈ! ہم ناشتا تو بھول ہی گئے چیف۔ غسل کر کے یہ ناشتا کریں گے۔" بڈ بولا اور پھر اُس نے برق رفتاری سے نیچے اُترنا شروع کر دیا۔

آس پاس اب کوئی گوریلا نہیں تھا، اس لیے میں نے بھی درخت سے اُترنے میں دیر نہیں کی۔ زمین چھوتے ہی ہم اس طرح بھاگے، جیسے بدروحیں تعاقب کر رہی ہُوں۔ اس وقت تک دوڑتے رہے، جب تک پھیپھڑے کام کرتے رہے۔ اس دوران ہم نے اطراف کی صورتِ حال پر بھی غور نہیں کیا تھا۔ درختوں کے درمیان دوڑ رہے تھے اور بس اس احتیاط کے ساتھ کہ خود کو کسی درخت سے ٹکرانے سے بچائیں۔

دفعتاً بڈ ایک درخت سے ٹکرایا اور پھر اُچھل کر پشت کے بل ایک طرف گرا۔ اس کے مُنہ سے ایک طویل کراہ نکل گئی تھی۔ میں تیزی سے اُس کی طرف بڑھا تو وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ "لعنت ہے۔"

"کیا ہُوا بڈ، کیا چوٹ آ گئی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں چیف، نقصان ہو گیا۔ اتنا وزن کمر پر لاد کر بھاگتے ہوئے مجھے بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن..." بڈ نے افسوسناک لہجے میں کہا اور میں بڈ کو دیکھنے لگا۔ واقعی بے چارے بڈ کی محنت اکارت ہو گئی تھی۔ کچھوؤں کے انڈوں کا اُس نے درخت پر چڑھتے ہوئے بھی خیال رکھا تھا لیکن اب اس بُری طرح درخت سے ٹکرا کر گرا تھا کہ سارے انڈے ٹوٹ گئے تھے اور ان کا سیّال اُس کے زیریں بدن پر بہہ رہا تھا۔ میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا اور بڈ شکایتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تم ہنس رہے ہو چیف! میں ساری رات اس خیال سے لُطف اُٹھاتا رہا ہُوں کہ ان انڈوں کو آگ پر بھونوں گا اور ایک بہترین خوراک تیار ہو جائے گی۔ یقین کرو چیف! اتنے لذیذ ہوتے ہیں یہ کہ مزہ آ جاتا ہے۔"

"بہرحال، اب تو یہ تمہارے بدن پر مالش ہی کے لیے مناسب ہیں بڈ۔ ویسے بھی کم از کم میں ان انڈوں کو نہیں کھا سکتا تھا۔"

"کیوں چیف؟" بڈ نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"میرے مذہب میں یہ جائز نہیں ہیں۔" میں نے جواب دیا اور بڈ متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھنے لگا۔

"گویا... گویا چیف یہاں بھی... ان حالات میں بھی تم اپنے مذہب کے اصولوں کو مدِنظر رکھو گے؟"

"ہاں بڈ! یہاں بھی اور ان حالات میں بھی میرا ایمان [illegible] سے ہے۔ اُس سے جس سے میں نے پانی مانگا تو اُس نے انکار نہ کیا۔"

بڈ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا "تب تو مجھے بھی اب ان کے ٹوٹ جانے کا افسوس نہیں چیف! تھوڑا تھوڑا سا میرا بھی رابطہ تمہارے خدا سے ہوتا جا رہا ہے۔"

ہم دونوں گفتگو کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ زمین پر گھاس کی چادر پھیلی ہُوئی تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم کسی ایسی جگہ پہنچ جائیں جو محفوظ اور صاف ستھری ہو، اس کے بعد آرام کرنے بیٹھیں۔ گوریلوں کا اب کوئی خطرہ نہیں رہا تھا چنانچہ ہم اُن کی طرف سے مطمئن تھے۔

ہمارا سفر جاری رہا لیکن مصیبتوں نے ابھی ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ ہم دونوں قدم سے قدم ملا کر چل رہے تھے، اچانک گھاس کے اُوپر ایک عجیب سی لجلجی سیاہ ریشوں سے بنی ہُوئی کوئی شے نظر آئی۔ ہم ابھی پوری طرح اس پر توجہ بھی نہیں دے سکے تھے کہ دفعتاً ہمارے جسموں کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور اس کے ساتھ ہی ہمارے پاؤں زمین سے اُکھڑ گئے۔ ہم برق رفتاری سے فضا میں پرواز کر رہے تھے۔

چند ہی لمحے بعد ہمیں یہ اندازہ ہو گیا کہ ہم کسی جال میں پھنس چکے ہیں جو عجیب سی لجلجی شے سے بنایا گیا تھا۔ ہمارے چاروں طرف بلند درخت تھے اور ایک درخت ہی کی مضبوط شاخ سے اس جال کے سِرے بندھے ہوئے تھے۔ ہم زمین سے تقریباً پندرہ فٹ اُوپر خلا میں جھولنے لگے۔

بڈ میرے اُوپر آ پڑا تھا لیکن پھر اُس نے خود کو فوراً سنبھالا اور جال کی لجلجی رسیاں پکڑ کر بُری طرح مچلنے لگا۔ میں نے بھی خود کو سنبھال لیا اور جال کے سوراخوں میں اُنگلیاں پھنسا کر بڈ کے اُوپر گرنے سے بچا۔ بڈ متوحش نگاہوں سے درخت کی اُس شاخ کو دیکھ رہا تھا، جس پر جال بندھا ہُوا تھا۔ اطراف میں کوئی آہٹ وغیرہ نہیں تھی۔

بڈ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اُس نے پستول نکال لیا اور درخت کی اُس شاخ پر بندشوں کا نشانہ لے کر گولیاں چلانے لگا جس پر جال بندھا ہُوا تھا لیکن اُس کی یہ کوشش ابھی کارگر نہیں ہُوئی تھی کہ دفعتاً جھاڑیوں میں سرسراہٹیں ہوئیں اور پھر انتہائی بدہیئت اور بدنما شکلوں نے جھانکنا شروع کر دیا۔ اُن کے لمبے لمبے بال ایک مخصوص انداز میں سروں کے اُوپر بندھے ہوئے تھے، چہرے رنگین نقش و نگار سے سجے ہوئے تھے۔ ناکیں انتہائی چوڑی [illegible] چہرے پر پھیلی ہُوئی تھیں، ہونٹ موٹے موٹے، انتہائی بدنما اور بھیانک تھے۔ جسموں کی رنگت سیاہ کے بجائے سلیٹی محسوس ہوتی تھی۔ اُن کے ہاتھوں میں ایک ایک گز لمبے خاص قسم کے نیزے تھے۔ باقی جسموں پر لباس نام کی کوئی شے نہیں تھی۔ تعداد کے اعتبار سے یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے زمین کے سوراخوں سے اُبل پڑے ہوں۔

بڈ نے فوراً ہی پستول نکالا تو میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "نہیں بڈ، کیا اپنی موت کو دعوت دینا چاہتے ہو؟ ایسی کوئی کوشش کرو، اگر ان میں سے ایک بھی تمہارے ہاتھوں ہلاک ہو گیا تو ہم ان کے نیزوں میں چھد کر رہ جائیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ امن پسندی کا ثبوت دو۔"

میری بات بڈ کی سمجھ میں آ گئی تھی، اگر ہم اپنے پاس موجود تمام کارتوس استعمال کر لیتے، تب بھی ان سب کو ہلاک نہیں کر سکتے تھے اور نتیجے میں ہمیں ان کے انتقام کا شکار ہونا پڑتا۔ احتیاطاً ہم نے اپنے پستول اپنے لباسوں میں محفوظ کر لیے تھے۔

وحشی، نیزے تانے جال کی طرف بڑھ رہے تھے اور پھر وہ ہمارے بالکل قریب پہنچ گئے۔ اُن کی آنکھوں میں خوشی کی چمک نظر آتی تھی۔ اُنھوں نے ہمیں نیزوں سے چھو کر دیکھا اور پھر آپس میں کچھ باتیں کرنے لگے۔ اس کے بعد دو آدمی اس درخت پر چڑھنے لگے، جس کی شاخ پر جال لٹکا ہُوا تھا۔ اُنھوں نے جال کھولا اور ہم بھد سے نیچے آ گرے۔ پندرہ فٹ کی بُلندی سے گرتے ہوئے خود کو سنبھالنا آسان کام نہیں تھا۔ خاصی چوٹ لگی تھی اور ہم زمین سے اُٹھ نہیں سکے تھے۔ اُٹھنے کی کوشش بھی کرتے تو کامیاب نہیں ہو پاتے کیونکہ زمین پر گرتے ہی ہمارے جسموں سے بے شمار اَنیاں آ کر لگ گئی تھیں۔

ہم دونوں چاروں شانے چت لیٹ گئے اور ہاتھ پاؤں پھیلا دیے۔ وہ لوگ گہری نگاہوں سے ہمارا جائزہ لے رہے تھے اور جب انھیں یہ اندازہ ہو گیا کہ ہم کسی قسم کی مدافعت کا ارادہ نہیں رکھتے تو اُنھوں نے اپنے نیزوں کی اَنیاں ہمارے جسموں پر سے ہٹا لیں۔ میں نے اُن کے بارے میں سوچا کہ شاید وہ آتشیں ہتھیاروں کے استعمال سے واقف نہ ہوں اور ہمارے سامان کو اسی طرح چھوڑ دیں لیکن دوسرے ہی لمحے میرا خیال غلط ثابت ہو گیا۔ بے شمار افراد ہم پر ٹوٹ پڑے تھے۔ مدافعت کی ہر کوشش ناکام رہی تھی۔ کمبختوں نے ہمارے لباس تک جسموں سے نوچ لیے تھے، ایک انڈرویئر کے سوائے جسم پر لباس نام کی کوئی شے نہ رہی تھی۔ اُنھوں نے بالوں سے پکڑ کر ہمیں سیدھا کھڑا کر دیا۔ اب ہماری ایک ایک چیز اُن کے قبضے میں تھی پھر نیزوں کی اَنیاں ہماری پشت پر چبھو کر ہمیں آگے بڑھنے کا اشارہ کیا گیا۔

بڈ کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ میں بھی اس وقت خاصا خوفزدہ ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے، یہ صُورتِ حال میرے لیے بالکل نئی تھی۔ مہذب دُنیا کے انسانوں سے تو واسطہ رہا تھا لیکن افریقہ کے یہ وحشی میرے لیے ناقابلِ فہم تھے۔ بہرطور، ہم اُن کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ تقریباً ایک فرلانگ چلنے کے بعد گھنے درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور سامنے ہی ایک وسیع و عریض میدان نظر آیا، جس میں نوکدار جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ جھونپڑیاں ایک دوسرے سے خاصے فاصلے پر تھیں۔ ان کے اطراف میں درخت بھی نظر آ رہے تھے۔ خاص طور سے ناریل کے درخت۔

بڈ نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ "چیف! مجھے ایک اور خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔"

"وہ کیا، بڈ؟"

"کہیں یہ آدم خور نہ ہوں۔ ان کمبختوں کے انداز سے ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔"

میں تھوک نگل کر رہ گیا۔ بے بسی کا احساس خاصا شدید تھا۔ بہ ظاہر کوئی تدبیر نظر نہیں آ رہی تھی۔

بقیہ سفر بھی طے ہو گیا اور ہم ان نوکدار جھونپڑیوں کے درمیان پہنچ گئے۔ ایک بڑے سے احاطے میں جہاں ناریل کے درختوں کا ایک جھنڈ نظر آ رہا تھا، ہم نے کچھ لوگوں کو بندھے ہوئے دیکھا۔ اُنھیں اسی لجلجی چیز کی رسّیوں سے باندھا گیا تھا، جس کا جال بنایا گیا تھا۔ بالکل ایسا ہی محسوس ہوتا تھا، جیسے کیچوؤں کو آپس میں ملا کر یہ رسّیاں بنائی گئی ہوں۔ نہ وہ بید تھا اور نہ ہی کسی درخت وغیرہ کی چھال معلوم ہوتی تھی، جن سے یہ رسّیاں بنائی گئی تھیں لیکن اس کا اندازہ ہمیں بہت جلد ہو گیا کہ یہ رسّیاں کسی بھی قیمت پر توڑی نہیں جا سکتی تھیں۔ اُنھیں کھینچا جاتا تو یہ کچھ لمبی ہو جاتی تھیں لیکن ان کا ٹوٹنا ناممکن تھا۔

درختوں کے قریب لے جا کر ہمیں بھی اُن کے تنوں سے باندھ دیا گیا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُن لوگوں کو دیکھا جو درختوں سے بندھے ہوئے تھے۔ اُن میں ایک سفید فام بوڑھا تھا، دو نوجوان تھے لیکن چوتھے شخص پر میری نگاہ پڑی تو میں چونک پڑا۔ یہ چہرہ میرا آشنا سا تھا، تباہ حالی کے باوجود خدوخال پہچاننا میرے لیے مشکل ثابت نہ ہُوا، وہ نواب سراج الدّین تھے۔ لباس کے نام پر ایک دھجّی بھی اُن کے بدن پر نہ تھی۔ داڑھی بڑھی ہُوئی تھی، بال چپک کر ایک عجیب سی شکل اختیار کر گئے تھے، آنکھوں میں گہری سُرخی تھی اور چہرے پر دیوانگی کے آثار۔

بڈ نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔ "کمبختوں نے اس بُری طرح باندھا ہے کہ بدن ٹکڑوں میں تقسیم ہوتا ہُوا محسوس ہو رہا ہے۔ میرا خیال ہے چیف! یہاں ہماری تمام کوششیں ناکام ہو جائیں گی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیا کہتے ہو؟"

مَیں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری نگاہیں نواب سراج الدّین پر جمی ہوئی تھیں۔ اُن کو اس حالت میں دیکھ کر مجھے شدید دُکھ کا احساس ہُوا تھا۔ مَیں نے متلاشی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ یہاں اور لوگ بھی ہیں یا نہیں۔ خاص طور سے دلنشیں اور نواب سراج الدّین کے دوسرے ساتھیوں کی تلاش تھی مجھے۔

میری نگاہ ایک گوشے پر پڑی اور میرا بدن کانپ کر رہ گیا۔ وہاں انسانی ہڈیوں اور کھوپڑیوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ ہڈیاں اور کھوپڑیاں ایسی تھیں جو تازہ محسوس ہوتی تھیں۔ بڑے بالوں والی ایک کھوپڑی بھی دُور پڑی ہُوئی نظر آ رہی تھی۔ بعض ہڈیوں میں گوشت چپکا ہُوا تھا اور اطراف میں سڑاند پھیلی ہوئی تھی۔ اس نظارے کے بعد اب یہ ثابت ہو گیا تھا کہ ہم آدم خوروں کے درمیان تھے اور اس تصوّر ہی سے رونگٹے کھڑے ہوئے جا رہے تھے۔

درختوں سے بندھے ہوئے بقیہ لوگ شاید ذہنی توازن قائم نہیں رکھ سکے تھے۔ نواب سراج الدّین کی یہ حالت دیکھ کر مجھے شدید افسوس ہو رہا تھا۔ وحشی ہمارے درمیان گھومتے پھرتے رہے۔ اُن کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہمارا یہاں لایا جانا کوئی انوکھی بات نہ ہو۔ اس کا مطلب تھا کہ صحرائے اعظم میں بھٹکنے والے اکثر ان کے ہاتھ لگتے رہتے تھے اور وہ اُن کی مدافعتی کارروائیوں سے واقف تھے۔

ہمارا سامان اس طرح غائب کر دیا گیا تھا کہ ہمیں اس کا نشان بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ ہمارے درمیان رہے اور پھر اپنی اپنی جھونپڑیوں کی جانب چلے گئے۔ یہاں سے اُن کی نقل و حرکت نظر آ رہی تھی لیکن ہم یہ اندازہ نہیں لگا پا رہے تھے کہ اُن کے رہن سہن کا انداز کیا ہے اور اب وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔

جب آخری وحشی بھی چلا گیا تو مَیں نے نواب سراج الدّین کو زور سے پکارا اور بڈ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ نواب سراج الدّین کا فاصلہ مجھ سے اتنا زیادہ نہیں تھا کہ وہ میری آواز نہ سُن پاتے۔ لیکن میرے زور زور سے چیخنے پر بھی اُنھوں نے میری جانب رُخ نہیں کیا تھا اور نہ ہی اُن دو سفید فاموں نے میری آواز پر غور کیا تھا۔

"نواب صاحب... نواب سراج الدّین صاحب! اِدھر دیکھیے... اِدھر دیکھیے پلیز!"

جواب میں نواب سراج الدّین کے ہونٹوں پر کچھ بڑبڑاہٹ اُبھری تھی لیکن اتنی مدھم کہ مجھ تک ان کی آواز نہیں پہنچی۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ ان کا ذہنی توازن درست نہیں ہے اور اس کی وجہ ان کے بقیہ ساتھیوں کی موت بھی ہو سکتی تھی۔

سارا دن اسی طرح گزر گیا۔ رات ہونے لگی۔ ہمارے بندھے ہوئے بدن شل ہو چکے تھے۔ ایک ایک عضو چیخ چیخ کر فریاد کر رہا تھا اور ہم دم بہ خود انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں اب پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے لیکن وحشی ہمیں یہاں لانے کے بعد بھول گئے تھے۔ ابھی تک کوئی کارروائی نہیں ہُوئی تھی۔ بڈ اس دوران بالکل خاموش رہا تھا۔ بہر طور انسان تھا اور ان حالات میں دلیر سے دلیر انسان بھی خوف کے جذبات سے عاری نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر رات سروں پر آ گئی۔ ہم بھوک اور پیاس کی شدت سے نڈھال تھے لیکن ان تکلیفوں کا کوئی علاج نہیں تھا ہمارے پاس...

رات اپنی تمام تر ہولناکی کے ساتھ بیت گئی۔ نیم مدہوشی کی سی کیفیت طاری تھی۔ جب صبح ہوئی، مَیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر قرب و جوار میں دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پتا نہیں نواب صاحب اور دوسرے لوگ کب سے یہاں بندھے ہوئے تھے۔ اس ماحول میں اُن کی ذہنی کیفیت کا بگڑ جانا کوئی تعجب کی بات نہیں تھی۔ بڈ بھی خاموش تھا اور بُجھا بُجھا سا نظر آ رہا تھا۔ مَیں خود بھی اُسے مخاطب نہیں کر رہا تھا۔

ابھی سورج کی روشنی پوری طرح پھیلی بھی نہ تھی کہ بستی سے ایک جمِ غفیر برآمد ہُوا۔ وحشی چھوٹے چھوٹے گروہوں کی شکل میں اسی طرف آ رہے تھے۔ اُن کے درمیان ایک طویل القامت شخص تھا جو غالباً اُن کا سردار معلوم ہوتا تھا۔ سردار کے سر پر رنگین ہوئے پروں کی کلغی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک منحنی سا بوڑھا آدمی بھی موجود تھا، جس کے گلے میں انسانی سروں کی مالا پڑی تھی۔ بالکل چھوٹے چھوٹے سر، جن کے بارے میں کبھی مَیں نے پڑھا تھا کہ افریقہ کے وحشی کسی خاص طریقے سے اپنے دشمنوں کے سر کاٹ کر اس طرح سکیڑ لیتے ہیں کہ ان کے خدوخال اور نقوش میں فرق نہیں آتا اور پھر انھیں اپنے پاس فتح کے نشان کے طور پر محفوظ رکھتے ہیں۔

وحشی ہمارے قریب آ گئے تو مَیں نے ان کا بہ غور جائزہ لیا۔ منحنی بوڑھے کا سینہ کھلا ہُوا تھا اور اُس کے لمبے لمبے بال پُشت اور کمر پر پھیلے ہوئے تھے۔ پیٹ کے اُوپر سانپ کے پھن کا نشان بنا ہُوا تھا۔ دیکھنے سے یوں نظر آتا تھا جیسے سانپ نے اُسے اپنی کنڈلی میں جکڑ رکھا ہو۔ دوسرے وحشیوں کے جسموں پر رنگوں سے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ ہی میں نے عورتوں اور بچّوں کو دیکھا۔ سب کے سب ایک ہی حُلیے میں تھے۔

سردار ہماری جانب متوجہ ہُوا اور اس طرح ہمارا جائزہ لینے لگا، جیسے قصائی ریوڑ پر نگاہ ڈال کر موٹے تازے بکرے کا انتخاب کرتا ہے پھر اُس نے آگے بڑھ کر داڑھی والے تنومند سفید فام کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وحشیوں نے ایک زوردار نعرہ لگایا اور مستی سے اُچھلنے کُودنے لگے پھر چند افراد نے آگے بڑھ کر سردار کی خدمت میں کھوپڑیوں کا تحفہ پیش کیا۔ اس کارروائی کے بعد وحشی آگے بڑھ کر سفید فام کی بندشیں کھولنے لگے، جیسے ہی وہ بندشوں سے آزاد ہُوا، زمین پر گر پڑا۔ اُس میں کھڑے ہونے کی سکت نہیں تھی اور پھر ایک وحشت ناک منظر میری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔

انھوں نے مخصوص قسم کی لکڑیوں میں سفید فام کے جسم کو کَسا اور اُسے ٹکٹکی نُما لکڑیوں پر اُلٹا لٹکا دیا گیا پھر ایک لمبے نیزے سے سفید فام کے پیٹ کو چیر دیا گیا اور ایک شخص اُس کی آنتیں نکال کر باہر پھینکنے لگا۔ یہ سب کچھ میرے اور بڈ کے لیے انتہائی کراہت آمیز اور وحشت ناک تھا۔ مَیں نے فوراً اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ یہ نظارہ میرے لیے ناقابلِ برداشت تھا لیکن مَیں اپنے کان تو بند نہیں کر سکتا تھا۔ سفید فام کی چیخوں نے میرا دل ہلا کر رکھ دیا تھا۔ دماغ میں پے در پے دھماکے ہو رہے تھے۔ اپنی بے بسی کے احساس سے میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

وحشیوں نے سفید فام کے بدن کے نیچے لکڑیاں جمع کر کے اس میں آگ لگا دی تھی۔ جلے ہوئے گوشت اور چربی کی بُو پھیلنے لگی تو مَیں نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور میرا بدن خوف سے کانپنے لگا۔ حلق خشک ہو رہا تھا اور لرزتے ہوئے پیروں نے جسم کا بوجھ سنبھالنے سے انکار کر دیا تھا لیکن جس طرح مجھے باندھا گیا تھا، اس کی وجہ سے صرف اتنا ہی کر سکتا تھا کہ اپنے پیروں کو بدن کے بوجھ سے آزاد کر دوں۔ مَیں نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو جسم کی بندشیں گوشت میں گھُسنے لگیں۔ اعصاب جواب دیتے جا رہے تھے۔ اب اپنا عبرت ناک انجام بھی سامنے نظر آ رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ درندے سفید فام کا کچّا پکّا گوشت ناخنوں اور دانتوں سے نوچ کر ضیافت اُڑا رہے تھے لیکن سردار اُن میں شامل نہیں تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے سفید فام کی ہڈیوں کا ڈھانچا لکڑی پر لٹکا رہ گیا۔ کہیں کہیں تھوڑا تھوڑا گوشت اُس کے بدن سے چپکا ہُوا تھا۔ مَیں نے ایک زوردار چیخ ماری تو سردار میری جانب متوجہ ہو گیا۔ مَیں نے زور زور سے چیخنا شروع کر دیا تھا۔

بہت سے وحشی دلچسپی سے میری طرف دیکھنے لگے پھر سردار اپنی جگہ سے اُٹھا اور میرے قریب آ گیا۔ مَیں نے چیخ چیخ کر اُس سے کہا کہ وہ ہماری جان بخشی کر دے لیکن وہ میرا ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکا، بس زرد غلیظ دانت نکالے احمقوں کی طرح ہنستا رہا۔

یہ تمام کوششیں بے سود تھیں۔ تھوڑی دیر تک وہ میرے سامنے کھڑا رہا اور پھر بے پروائی سے شانے ہلا کر واپس اپنے ساتھیوں کے قریب پہنچ گیا۔ دفعتاً مجھے بڈ کی آواز سُنائی دی، "چیف! بھوک کا کیا حال ہے؟" بڈ کی آواز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ موت کو یقینی سمجھنے کے بعد شاید اب وہ موت کے خوف سے آزاد ہو گیا تھا۔ مَیں نے نگاہیں گھُما کر اس کی طرف دیکھا تو وہ مُسکرا دیا، "کمبخت بہت ہی بداخلاق معلوم ہوتے ہیں۔ تھوڑا بہت گوشت ہمیں بھی دے دیتے تو کیا حرج تھا۔"

"کیا فضول بکواس کر رہے ہو بڈ! ان حالات میں بھی ایسا مذاق کر سکتے ہو تم؟" میں نے غصّے سے کہا۔

"دیکھو چیف! جب تک خوف دامن گیر تھا، مَیں نے اپنے ذہن کو قابو میں رکھا لیکن اب جب ہمیں موت سے نجات کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا تو کیا فائدہ رونے بسورنے سے، ممکن ہے تھوڑی دیر بعد یہ سردار ہم میں سے کسی پر ہاتھ رکھ

ایک مقبول ترین نایاب کتاب
دوبارہ دستیاب ہے
چھ علوم
قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۲ روپے
اے۔ ایس صدیقی کے قلم سے
پانسہ پھینکیے۔ قسمت کا حال معلوم کیجیے
تاش کے پتوں سے قسمت شناسی
ماتھے کی لکیریں کیا بتاتی ہیں
خال اور تل سے کردار معلوم کیجیے
شگون — سعد و نحس
خواب — مستقبل کے پیغامبر
ایک کتاب چھ علوم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے اور اس کے بعد... واہ چیف! کمبخت بھون کر کھاتے ہیں۔ پتا نہیں، انسانی گوشت کیسا لگتا ہوگا۔ ان کمبختوں کو کھاتے دیکھ کر ان پر رشک آرہا ہے۔" بڈ قہقہے لگانے لگا لیکن اس کے لہجے کی کیفیت میں ایک عجیب سی بے بسی تھی۔

گوشت صاف ہو چکا تھا اور اس وقت شاید وہ لوگ مزید کھانا نہیں چاہتے تھے۔ یہ رسم، ممکن ہے تبرک کے طور پر ہوتی ہو، ورنہ ظاہر ہے چند افراد ان آدم خوروں کا پیٹ نہیں بھر سکتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بستی کی جانب واپس چلے گئے۔ البتہ کچھ وحشی پہرے داروں کے طور پر ہم سے کچھ فاصلے پر بیٹھے رہ گئے تھے۔ سورج سر پہ پہنچا تو بستی سے پھر ایک جلوس برآمد ہُوا۔

چند وحشی ایک اور قیدی کو کھینچتے ہوئے لائے اور اسے ہم سے کچھ فاصلے پر ایک درخت سے باندھ دیا گیا۔ مَیں اور بڈ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُس قیدی کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے، وہ ایک نوجوان آدمی تھا جس کی شکل ہمارے لیے اجنبی تھی۔ وہ چیخ رہا تھا، چلّا رہا تھا لیکن وحشیوں پر اُس کے چیخنے چلّانے کا کوئی اثر نہ ہُوا۔ اُنھوں نے اُسے مضبوطی سے باندھ دیا، تب وہ زور زور سے گالیاں بکنے لگا لیکن اُس کی گالیوں پر بھی کسی نے توجہ نہ دی۔

کچھ وقت اور گزرا تو بستی ہی کی طرف سے معزز وحشی خواتین کا ایک جلوس برآمد ہُوا۔ اس جلوس کے ساتھ وہ بدبخت سردار بھی موجود تھا۔ عورتوں کی تعداد بیس پچیس کے قریب تھی، جن کے سروں پر کلغیاں لگی ہوئی تھیں اور اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان کا تعلق سردار کے خاندان سے ہے۔

تب ایک عجیب اور خون آشام رقص کا آغاز ہُوا۔ پہلے آنے والے تمام لوگ مناسب فاصلے پر قطاریں باندھ کر بیٹھ گئے۔ درخت سے بندھا ہُوا قیدی اب بھی مسلسل چیخے جا رہا تھا۔ وہ شاید ڈچ تھا اور اُسی زبان میں گالیاں بک رہا تھا۔ وہ منحنی بوڑھا بھی کسی طرف سے برآمد ہُوا اور چیختے ہوئے قیدی کے قریب پہنچ گیا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک مشعل دبی ہوئی تھی۔ قیدی کے قریب پہنچ کر وہ رقص کرنے لگا اور پھر اُس نے آگے بڑھ کر قیدی کے سینے پر جلتی ہوئی مشعل سے ایک نشان بنا دیا۔ رقص کرتی ہوئی عورتوں نے ایک ہولناک چیخ ماری اور رقص کی شدّت میں اضافہ ہوگیا۔

قیدی کی درد بھری چیخ ان کی آوازوں میں دب گئی تھی۔ عورتوں کے ہاتھوں میں پتلی پتلی اور نوکدار لکڑیاں تھیں جنھیں وہ ہلا ہلا کر رقص کر رہی تھیں پھر اچانک کچھ عجیب قسم کے ساز بجائے جانے لگے اور اس کے ساتھ ہی رقص کی رفتار بھی تیز ہوگئی۔ اس کے بعد ایک عورت جھومتی جھامتی درخت کی جانب بڑھی اور قیدی کی دردناک چیخ فضا میں گونج اُٹھی، نوکدار لکڑی اُس کی ٹھوڑی کے نیچے سے زبان کو چیرتی ہوئی تالو میں پیوست ہو چکی تھی اور اُس کے سینے پر خون کی دھاریں گر رہی تھیں۔ تکلیف اور درد کی شدّت سے وہ اپنا سر زور زور سے درخت کے تنے سے ٹکرا رہا تھا۔ یکے بعد دیگرے دوسری رقاصائیں بھی آگے بڑھیں اور قیدی کے سینے پر بہتا ہُوا خون اپنی زبانوں سے چاٹ کر گویا ایک فریضہ انجام دینے لگیں۔

جب قیدی کی گردن سے بہنے والا خون ختم ہوگیا تو ایک رقاصہ نے نوکیلی لکڑی قیدی کے بدن کے داہنے بازو میں پیوست کر دی اور پھر لمحہ بھر بعد اُس بدنصیب قیدی کے بدن میں جگہ جگہ لکڑی کی میخیں گڑی ہوئی نظر آنے لگیں۔ اس کی آواز بند ہوگئی تھی۔ گردن سینے پر ڈھلک گئی تھی۔ شاید وہ مر چکا تھا۔

چند لمحوں کے بعد سردار آگے بڑھا، اُس کے ہاتھ میں چمکتا ہُوا خنجر تھا۔ مَیں نے سرد نگاہوں سے اس خنجر کو دیکھا اور پھر میرے بدن پر تھرتھری طاری ہوگئی۔ یہ خونی منظر اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ سردار نے اس بدنصیب قیدی کا سینہ چاک کر کے اُس کا دھڑکتا ہُوا دل نوچ لیا تھا اور اُسے کچا ہی چبا رہا تھا۔

اس سے زیادہ انسانی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ مَیں نے بڈ کو پکارا لیکن بڈ کے مُنہ سے آواز نہیں نکل سکی تھی۔ دو تین بار بڈ کو آواز دی لیکن وہ جواب نہیں دے سکا۔ مظلوم قیدی کی لاش اب درخت سے ہٹا کر بھونی جا رہی تھی اور پھر عورتیں اس لاش پر بھی ٹوٹ پڑیں۔ اُن کی رفتار کچھ زیادہ ہی تیز تھی، بالکل ایسا محسوس ہُوا تھا، جیسے مکھیوں کا کوئی غول شہد کے چھتّے پر پل پڑا ہو۔ ان کی ہولناک آوازیں اُبھر رہی تھیں پھر جب وہ ایک ساتھ پیچھے ہٹیں تو قیدی کی ہڈّیوں کا پنجر ہماری نگاہوں کے سامنے آگیا۔

بڈ نے ایک ہذیانی سا قہقہہ لگا کر کہا۔ "دیکھا چیف... عورتیں یہاں بھی کفایت شعار ہیں۔ مردوں نے اس پہلے شخص کے بدن پر گوشت کی کچھ بوٹیاں لگی چھوڑ دی تھیں لیکن یہ کمبخت تو اُس کی ہڈیاں تک چاٹ گئیں۔"

مَیں نے بڈ کی طرف دیکھا۔ اُس کی ذہنی کیفیت کا مجھے اندازہ ہو رہا تھا۔ اب کچھ ہی لمحے جا رہے تھے کہ ہماری باری بھی آنے والی تھی اور بڈ اس بات کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔

انسان پر کبھی کبھی عجیب کیفیات طاری ہوتی ہیں۔ حیرت انگیز حالات اور واقعات سے سابقہ پڑتا ہے۔ ایسے لمحات آجاتے ہیں جب وہ خود کو بالکل بے بس اور کسی حقیر کیچوے کے مانند سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی وقت میں خدا یاد آتا ہے، ان کو بھی جو ساری زندگی خود کو خدا سمجھتے رہے اور مالکِ حقیقی کو کبھی ایک سجدہ کرنا تو درکنار، اس کے وجود کی نفی کرتے رہے، وہ بھی ایسے وقت میں خدا کو یاد کرنے اور اُس سے مدد مانگنے لگتے ہیں لیکن اس وقت میری عجیب حالت ہوگئی تھی کہ مجھے کسی بات کا بھی ہوش ہی نہ رہا تھا۔ شاید یہ زندگی میں پہلا موقع تھا کہ مَیں نے ایسے مرحلے پر بھی اُسے یاد کرنے میں غفلت برتی مگر وہ تو مجھے نہیں بھولا تھا۔

دفعتاً جھونپڑیوں کے عقبی حصّے سے ایک کثیف بادل بُلند ہُوا اور وہ سب درندے چونک کر اُدھر دیکھنے لگے پھر چیخ و پکار کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں۔ اب جھونپڑیوں سے شعلے بھی بُلند ہونے لگے تھے۔

مَیں اور بڈ بھی اس عجیب و غریب منظر کو دیکھنے لگے تھے۔ وحشیوں کے سردار نے دفعتاً چیخ کر کچھ کہا اور تمام وحشی آدم خوری چھوڑ کر اپنی جھونپڑیوں کی طرف بھاگے مگر وہ آگ تو جنگل کی آگ تھی۔ اتنی برق رفتاری سے جھونپڑیاں آگ پکڑ رہی تھیں کہ حیرت ہوتی تھی۔ اطراف کا ماحول ایک جلتی ہوئی مشعل میں تبدیل ہوتا جا رہا تھا اور آدم خور وحشی اس کے درمیان بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے۔

پھر ہمیں اسٹین گنوں کی آوازیں سُنائی دیں۔ اسٹین گنیں رُکے بغیر گولیاں برسا رہی تھیں اور چیخ و پکار کی آوازیں کانوں کے پردے پھاڑے دے رہی تھیں۔ مَیں اور بڈ بیوقوفوں کی طرح مُنہ اُٹھائے یہ سارا ہنگامہ دیکھ رہے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جن لوگوں پر گولیاں برسائی جا رہی ہیں، وہ کون سے حصّے میں ہیں۔

جلتی ہوئی جھونپڑیوں میں سے وحشی نکل نکل کر بھاگ رہے تھے اور ہر طرف بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ سیاہ فام مکروہ شکل عورتیں اپنے بچّوں کو برہنہ جسموں سے چپکائے ہوئے اِدھر اُدھر دوڑتی پھر رہی تھیں۔ ان پر قہر نازل ہو رہا تھا، یہاں تک کہ آگ نے ان جھونپڑیوں کو بھی اپنے حصار میں لے لیا جو ہماری نگاہوں کے عین سامنے تھیں۔ آگ کا ایک الاؤ تھا جو چاروں طرف روشن تھا اور اُس کی شدید تپش فضا میں حبس پیدا کر رہی تھی۔ اگر ہم جھونپڑیوں کے قریب کہیں بندھے ہوئے ہوتے تو یقیناً خود بھی جھلس جاتے۔

ہمیں صورتِ حال کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ایک لفظ بھی ہمارے منہ سے نہیں نکل سکا تھا کہ دفعتاً ہمیں عقب سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سُنائی دیں اور اس کے بعد مخصوص قسم کے لباسوں میں ملبوس چند جوان ہمارے پاس پہنچ گئے، اُن کے ساتھ ایک دیو قامت آدمی بھی تھا جو ویسے ہی لباس میں ملبوس تھا۔ گھٹنوں تک کے فل بوٹ، جسم پر چمڑے کی جیکٹیں اور سر پر ہیٹ۔ سب کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ قوی ہیکل شخص ہمارے سامنے پہنچا تو ہمیں اپنی بصارت پر شُبہ ہونے لگا۔ یہ میکنو تھا۔ اُس کی آنکھوں پر سیاہ رنگ کا چشمہ چڑھا ہُوا تھا۔

ہمارے نزدیک پہنچ کر اُس نے جیب سے لمبا چاقو نکالا اور پہلے بڈ کی اور پھر میری رسّیاں کاٹ دیں۔ ہمارے بدن شل ہو رہے تھے۔ بڈ گرنے لگا تو میکنو نے جُھک کر اُسے اُٹھایا اور کندھے پر ڈال لیا پھر اُس نے انگریزی زبان میں اپنے دوسرے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے بھی اُٹھا لیا جائے۔ باقی جوان دوسرے آدمی کو کھولنے میں مصروف ہوگئے تھے اور دو آدمی نواب سراج الدّین کو بندشوں سے آزاد کر رہے تھے۔ اس کے بعد وہ انھیں کندھوں پر لاد کر عقبی سمت میں دوڑ گئے۔

مجھے بھی اُنھوں نے اُٹھانے کی کوشش کی لیکن مَیں نے اُن سے درخواست کی کہ مجھے صرف سہارا دے دیا جائے، مَیں اپنے قدموں ہی سے چلوں گا۔ جسم میں خون کی گردش انتہائی سُست پڑ گئی تھی۔ بندشوں سے آزاد ہونے کے بعد ٹانگیں بے جان اور سوئی سوئی سی محسوس ہو رہی تھیں لیکن ان کے سہارے سے چلتے ہوئے مَیں نے پاؤں میں خون کی گردش بحال کرنے کی کوشش شروع کر دی اور حتّی الامکان اپنے پیروں کو استعمال کرتا رہا۔ بس یہی سمت ایسی تھی جو آگ سے محفوظ تھی ورنہ چاروں طرف آگ کے بادل سے چھائے ہوئے تھے۔

جب ہم جھونپڑیوں کے حصار سے دُور نکل آئے تو مَیں نے پلٹ کر دیکھا، اُسی لباس میں ملبوس مزید چند افراد اُس سمت بھی آگئے تھے اور بھاگتے ہوئے وحشیوں کو گولیوں کا نشانہ بنا رہے تھے۔ وحشیوں کی لاشوں کے انبار لگتے جا رہے تھے۔ حملہ آوروں نے عورتوں اور بچّوں کو بھی نہیں چھوڑا تھا لیکن اس وقت اُن سے کچھ کہنا فضول تھا۔ مَیں اور بڈ اُن کے ساتھ کافی دُور نکل آئے۔ جب اتنا فاصلہ طے ہوگیا کہ ہمیں کوئی خطرہ نہ رہا تو میکنو نے بڈ کو زمین پر لٹا دیا اور جُھک کر اُس کے پیروں کی مالش کرنے لگا۔

میرے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جا رہا تھا لیکن نواب سراج الدّین اور اُس دوسرے شخص کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ ابھی تک میرے اور میکنو کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے بعد میکنو نے بڈ سے پوچھا "کیا تمہاری حالت کچھ بہتر ہوئی بڈ؟"

"بہت بہت شکریہ میکنو، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم اگر کسی اور کام میں مصروف ہونا چاہتے ہو تو اب میری طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔"

میکنو اُٹھا اور اپنی اسٹین گن سنبھال کر واپس اسی طرف چل پڑا، جہاں ابھی تک گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ میری نگاہیں اُسی سمت لگی رہیں۔ بڈ نے میرے نزدیک کھسکنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہو گیا۔

"کیا حال ہے چیف؟"

"ٹھیک ہوں بڈ" میں نے کہا اور اُٹھ کر پھرتی سے نواب سراج الدین کے پاس پہنچا اور جھک کر ان کے پیروں کی مالش کرنے لگا۔ میں اُن کے دورانِ خون کو بھی بحال کرنا چاہتا تھا لیکن اُن کے بدن پر ہاتھ رکھا تو ایک عجیب سا احساس ہوا۔ بدن بالکل ٹھنڈا تھا۔ میں نے متوحش نگاہوں سے نواب سراج الدین کی صورت دیکھی، اُن کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر موت کا سکوت طاری تھا۔ میں نے اُن کے سینے پر کان رکھ کر دل کی دھڑکن سُننے کی کوشش کی لیکن دل کمبخت دغا دے گیا تھا۔ غالباً اس ہولناک منظر نے کسی وقت نواب سراج الدین کے دل کی دھڑکن بند کر دی تھی اور اب وہ زندہ نہیں تھے۔

ایک بے اختیار آہ میرے مُنہ سے نکل گئی اور میں اُنھیں چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ بے چارے نواب سراج الدین کی کہانی ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی تھی۔ یہی کیفیت اُس دوسرے یورپین کی تھی، وہ بھی مر چکا تھا۔ ہم دونوں تو غیر معمولی قوتوں کے مالک تھے کہ اس منظر کو دیکھنے کے بعد بھی زندہ رہے تھے۔ بھُلا دیا تھا ہم نے اس بات کو کہ ہماری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں، ورنہ ہمارا حال بھی ان سے مختلف نہ ہوتا۔

میں بڈ کے پاس واپس آ گیا۔ بڈ کو بھی صورتِ حال کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اُس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر گردن جھٹکی اور پھر آہستہ سے بولا "زندگی اور موت کا یہ کھیل کتنا عجیب ہے چیف اور شاید ناقابلِ یقین بھی۔ اتفاقات بلاشبہ زندگی میں ایک حیثیت رکھتے ہیں لیکن ایسے اتفاقات! کیا ضروری تھا کہ وہ لوگ اس بوڑھے انگریز ہی کا انتخاب کرتے، ہم دونوں میں سے کوئی بھی ان آدم خوروں کا شکار ہو سکتا تھا لیکن ہم پھر بچ گئے۔"

"میکنو کے ساتھ فاخرہ یعقوبی بھی ہو گی لیکن دیگر لوگ تمہارے خیال میں کون ہو سکتے ہیں بڈ؟"

"صحرائی محافظ۔ یقیناً وہ لوگ جولائن آف کرونل کے اطراف میں بھٹکنے والوں پر نظر رکھتے ہیں۔ میرا مطلب ہے عرب نائف" میں خاموش ہو گیا۔

خون ریزی اور تباہی کا یہ کھیل تقریباً چالیس منٹ تک جاری رہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اسٹین گن بردار آدم خور قبیلے کے ایک فرد کو بھی زندہ نہ چھوڑنا چاہتے ہوں۔ بڑی عجیب کیفیت ہو گئی تھی۔ چالیس منٹ کے بعد گولیوں کی آوازیں بالکل بند ہو گئیں اور پھر تقریباً بیس تیس کے قریب افراد ہماری طرف بڑھتے نظر آئے۔ اُن میں میکنو بھی تھا۔ میں نے فاخرہ یعقوبی کو بھی دیکھ لیا تھا، اُس کے ساتھ بھاری جسامت کا ایک چست و چالاک عرب بھی آ رہا تھا۔ اپنے مشن سے فارغ ہو کر یہ لوگ ہماری خبرگیری کے لیے چل پڑے تھے۔

فاخرہ یعقوبی نے مجھے دیکھا تو تیر کی طرح سیدھی میری طرف آئی۔ اُس کی آنکھوں کی چمک اور چہرے کے تاثرات سے اُس کے دلی جذبات کا اندازہ مجھے بہ خوبی ہو رہا تھا۔ قریب آ کر اُس نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ تھام لیا اور بولی "علی! تمھیں زندہ دیکھ کر مجھے نئی زندگی ملی ہے، اگر تمھیں کچھ ہو جاتا تو میں اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکتی تھی اور اس کے بعد۔۔۔ اس کے بعد شاید میری تمام زندگی ہی بے عمل ہو جاتی۔"

میں خاموش نگاہوں سے فاخرہ یعقوبی کو دیکھتا رہا۔ وہ طویل القامت عرب بھی میرے قریب ہی پہنچ گیا تھا۔ وہ کرخت چہرے والا آدمی تھا۔ عمر تیس پینتیس کے درمیان ہو گی۔

فاخرہ یعقوبی نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہم صحیح وقت پر پہنچے غازی ناصر۔ خدانخواستہ کچھ دیر ہو جاتی تو۔۔۔" اُس نے جُملہ ادھورا چھوڑ دیا اور میری طرف دیکھنے لگی۔

"بہت سے لوگ شکار ہو چکے ہیں، میں ان کے لیے افسردہ ہوں" طویل القامت شخص نے کہا۔

فاخرہ یعقوبی میرے سامنے پہلے بھی غازی ناصر کا نام لے چکی تھی اور میں غائبانہ طور پر اس شخص سے واقف تھا، پتا نہیں اس نے غازی ناصر کو میرے بارے میں کچھ بتایا تھا یا نہیں۔۔۔ پھر فاخرہ، نواب سراج الدین اور دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہوئی اور وہاں موجود ایک شخص نے کہا "یہ دونوں مر چکے ہیں۔"

فاخرہ نے گردن جھٹکی اور پھر ان لوگوں سے بولی "ان کی تدفین کر دو۔"

"جو لوگ ان درندوں کے ہاتھوں موت کا شکار ہو چکے ہیں ان کے لیے افسوس کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا لیکن میں نے اس علاقے میں آدم خوروں کا نام و نشان مٹا دیا ہے، کسی ذی روح کو نہیں چھوڑا میں نے" غازی ناصر نے کہا۔

چند افراد گڑھا کھودنے لگے تھے پھر جب نواب سراج الدین اور اُس انگریز کو ایک ہی گڑھے میں اُتارا جانے لگا تو میں نے آگے بڑھ کر کہا "نہیں، وہ مسلمان ہے، اسے علیحدہ قبر میں دفن کرو۔" غازی ناصر چونک پڑا پھر اُس نے دوسری قبر تیار کرنے کا حکم دیا اور انگریز کو پہلے کھودی ہوئی قبر میں دفن کر دیا گیا۔

"کوئی شناسا تھا علی؟" فاخرہ نے پوچھا۔

"ہاں، ایک بے ضرر اور شریف ایشیائی جو بہت پہلے ملا تھا مجھے۔ بہت سے لوگ تھے اس کے ساتھ، اس کی بیٹی بھی تھی۔"

"اوہ!" فاخرہ نے افسوسناک لہجے میں کہا اور پھر بڈ کی طرف متوجہ ہو گئی "بڈ، مجھے افسوس ہے۔۔۔"

"کہ تم زندہ بچ گئے" بڈ نے قہقہہ لگا کر کہا "لیکن فکر نہ کریں میڈم جی، چند لمحات جاتے ہیں کہ ہماری لاشیں بھی یہیں پڑی ہوں گی۔"

"کیا فضول بکواس ہے" فاخرہ نے بُرا مانتے ہوئے کہا۔

"یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے میڈم! ہم صرف قوتِ ارادی کے بل پر زندہ ہیں اور یہ بھول گئے ہیں کہ آخری بار خوراک اور پانی ہمیں کہاں ملا تھا۔"

فاخرہ نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا اور پھر چند لوگوں کو اشارہ کر کے پاس بلایا اور اُنھیں ہدایات دینے لگی، وہ لوگ دوڑتے چلے گئے تھے۔

نواب سراج الدین کو بھی دفن کر دیا گیا۔ چند لمحات میں ہم نے چھ سات شاندار قسم کی لینڈ روورز اس طرف آتے دیکھیں۔ انھیں وہی لوگ ڈرائیو کرتے ہوئے لا رہے تھے جنھیں فاخرہ نے ہدایت دی تھی۔

لینڈ روورز ہمارے قریب رُک گئیں۔ فاخرہ نے کچھ اور لوگوں کو ہدایت کی اور پھر ہمارے لیے نفیس قسم کی کافی اور تازہ سینڈوچز لائے گئے۔ اس وقت اُن کی لذت ناقابلِ بیان تھی ــــ غازی ناصر وحشیوں کی جلی ہوئی جھونپڑیوں کا جائزہ لینے چلا گیا تھا۔

فاخرہ عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ کافی کی کئی پیالیاں پینے کے بعد سیری ہوئی۔ اتنی دیر میں غازی ناصر واپس آ گیا تھا۔

"کوئی خاص بات ناصر؟"

"نہیں مس یعقوبی، کوئی باقی نہیں بچا۔ ان عفریتوں کا ختم ہو جانا ہی بہتر ہوا۔ یہاں ہمارے لوگ گھومتے ہی رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو آدم خوروں کے کسی ایک قبیلے سے تو نجات ملی۔"

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی

مشہور ماہرینِ نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب

احساسِ کمتری

اسباب ــ تدارک ــ علاج

اِس کتاب کا مُطالعہ آپ کو بتائے گا کہ

- احساسِ کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔
- کامیاب زندگی گزارنے کے اصُول کیا ہیں
- کیا آپ واقعی احساسِ کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔
- ہو سکتا ہے کہ صرف اِس کتاب کے مُطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے۔

مشہور نفسیاتی ادیب
اسلام حسین
قیمت ۲۵/- روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

SALIM-82

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"چلیں؟" فاخرہ نے پوچھا۔

"اگر آپ کے دوست سفر کے قابل ہوں۔۔۔ تو یقیناً۔۔۔"

"اس وحشت کدے سے نکل کر ہمیں ذہنی سکون ہوگا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"تب پھر فوراً چلتے ہیں، تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔" فاخرہ نے کہا۔

سفر کے لیے بھی عمدہ بندوبست کیا گیا تھا۔ ایک لینڈ روور میں صرف ڈرائیور، فاخرہ اور ہم دونوں تھے۔ اس میں آرام دہ سیٹیں لگی ہوئی تھیں، جن پر ہم دراز ہوگئے تھے۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں فاخرہ؟"

"ناٹونیا، لائن آف کروزل کی ایک بستی ہے۔"

"کتنے فاصلے پر ہے؟"

"کوئی اسّی میل دور ہے، یہی سب سے قریبی بستی ہے۔"

"تم ہم تک کیسے پہنچ گئیں؟"

"ہمارے دو آدمیوں نے تمھیں اس وقت دیکھا تھا جب تم مگرمچھوں سے بچ کر بھاگے تھے لیکن وہ دریا کے دوسرے کنارے پر تھے اور پھر وہ ہمیں اطلاع دینے کے لیے چھ میل دور آئے۔ نہ جانے کیوں میرے دل نے کہا، یہ تم لوگ ہو اور میں غازی ناصر کو لے کر چل پڑی۔"

"اس وقت ہمیں واقعی تمھاری ضرورت تھی۔ جنگل میں تم ہم سے بچھڑ کر کدھر نکل گئی تھیں؟" میں نے پوچھا۔

"کافی دور، ان کمبختوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ ایک دن اور ایک رات ہمارا تعاقب کرتے رہے تھے۔ عاطف اور لُطفی اُن کے ہاتھوں ہلاک ہوگئے۔" فاخرہ نے بتایا۔

"افسوس!"

"ہاں، وہ اپنی ضد کا شکار ہوگئے۔ اُنھوں نے تعاون کرنا چھوڑ دیا تھا، موت ہی منڈلا رہی تھی اُن کے سروں پر۔ اُنھوں نے ہماری زندگی بھی خطرے میں ڈال دی تھی لیکن میکنو نے اس وقت بڑی مدد کی۔"

"کیا تم اس علاقے سے گزری تھیں، جہاں خشک جھیل ہے؟"

"سوناتارا؟ تمھیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟" فاخرہ نے تعجب سے کہا۔

"لمبی کہانی ہے، ہم اُسی طرف نکل گئے تھے۔"

"میکنو نے اس بات کا خدشہ ظاہر کیا تھا کہ کہیں تم اُس طرف نہ جا نکلے ہو، اُسی نے اس کے بارے میں بتایا تھا۔"

لینڈ روور کی رفتار خاصی تیز تھی۔ کچھ دور جا کر کسی قدر خراب راستہ آگیا تو رفتار سست ہوگئی۔ ان لوگوں کے بارے میں مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ اکثر صحراؤں میں بھٹکتے رہتے ہیں، اس لیے ان راستوں کی شناخت ان کے لیے مشکل نہ تھی۔ راستے میں جنگلی بھینسوں کا ایک غول حملہ آور ہوا تو کچھ دیر کے لیے سفر رُک گیا، اُن پر فائرنگ کی گئی۔ کچھ بھینسے زخمی ہو کر بھاگے تو دوسرے بھی اُن کے پیچھے لگ گئے۔ پھر رات ہوگئی اور بڑی عمدگی سے تمام گاڑیوں کو زنجیروں میں جکڑ کر کھڑا کر دیا گیا۔ آگ بھی روشن کر لی گئی تھی۔ خوراک کے لیے شکار کیا ہوا گوشت موجود تھا جسے تیار کیا گیا۔

رات گاڑیوں ہی میں گزاری گئی۔ فاخرہ میرے ساتھ تھی۔ ہم لوگ باتیں کرتے رہے، وہ خطرناک لوگ زیرِ بحث تھے جو ہم پر حملہ آور ہوئے تھے۔ فاخرہ نے کہا "غازی ناصر سے معلوم ہوا ہے کہ اُن کی اچھی خاصی تعداد یہاں موجود ہے۔ بارہا چند پُراسرار گروہوں سے صحراگردوں کی مڈبھیڑ ہوئی ہے۔ بس پریشانی یہ ہے کہ ان کی شناخت نہیں ہو پائی۔ صحرا میں اکثر مہم جُو پارٹیاں آتی رہتی ہیں، کچھ ہاتھی دانت کی تلاش میں، کچھ پُراسرار دفینوں کے چکر میں، سونے کی تلاش بھی عام طور سے کی جاتی ہے لیکن یہ اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے کون لوگ، کس مقصد سے یہاں آتے ہیں۔"

"اب تو سب کو یقین ہوگیا ہوگا کہ لائن آف کروزل کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں؟"

"ہاں، سب اس پر متفق ہیں۔ ویسے پہلے بھی اس کا اندازہ تھا کہ یہ سب کچھ ہوگا، اسی لیے ہر ملک نے اپنے سیکرٹ ایجنٹوں کو بھیجا ہے۔ اس دوران ہمارے کچھ لوگ اغوا بھی ہوئے ہیں مگر ان کا کوئی سُراغ نہیں مل سکا۔"

"کیا یہ اہم لوگ تھے؟"

"یقیناً، نہایت اہم۔" فاخرہ نے کہا۔

"یہ کیسے معلوم ہوا کہ اُنھیں اغوا کیا گیا ہے؟"

"یونس فارہی نامی ایک ایجنٹ نے اس بارے میں اطلاع دی تھی۔ اس کے دو ساتھیوں کو اغوا کر لیا گیا تھا اور وہ اتفاق سے بچ گیا تھا۔"

"یونس فارہی اب کہاں ہے؟"

"بنگانہ میں۔"

"بنگانہ۔۔۔؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"لائن آف کروزل کی ایک آبادی ہے۔" فاخرہ نے جواب دیا۔

میں خاموش ہوگیا تھا مگر پھر دفعتاً ایک خیال کے تحت میں نے پوچھا "کیا غازی ناصر کو میری اصلیت معلوم ہے؟"

"نہیں صرف نام۔"

"یعنی۔۔۔؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"علی۔۔۔ علی یار خان نہیں۔ تمھاری ہدایت کے مطابق میں نے کسی کو تمھارے بارے میں تفصیل نہیں بتائی۔"

"یہ میرے حق میں بہتر ہے فاخرہ۔"

دوسری صبح پھر سفر شروع ہوگیا اور شام کو تقریباً پانچ بج رہے تھے، جب جنگل میں منگل نظر آیا۔ ویران جنگلوں میں ایسی کسی آبادی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ عمارتیں لکڑی اور پتھروں کی سُرخ سِلوں سے بنی ہوئی تھیں لیکن کافی عمدہ تھیں۔ ان میں ایئرکنڈیشنر نظر آرہے تھے۔ اطراف میں جھونپڑے پھیلے ہوئے تھے لیکن یہ بھی بہت عمدگی سے بنائے گئے تھے۔ کھیتوں میں ٹریکٹر نظر آرہے تھے۔

"بجلی ہے یہاں؟" میں نے دریافت کیا۔

"ہاں لیکن محدود۔ پٹرول اور مٹی کے تیل سے بجلی پیدا کی جاتی ہے، اس لیے بہت مہنگی پڑتی ہے۔ ان آبادیوں میں رہنے والے بہت پسماندہ لوگ تھے، ضروریاتِ زندگی کے لیے کچھ وسائل نہیں رکھتے تھے لیکن اب یہاں پر پیدا ہونے والے بچے کے لیے بھی زندگی کی سہولتیں سرکاری طور پر مہیا کی جاتی ہیں۔ جھونپڑوں کی زندگی خود اُنھیں پسند ہے، ورنہ شاید اُنھیں مکانات بھی تعمیر کرا دیے جاتے۔"

"اور یہ عمارتیں؟" میں نے پوچھا۔

"سب سرکاری ہیں۔"

گاڑیاں ایک چیک پوسٹ پر پہنچ گئیں۔ ایک ایک شخص کو نیچے اُتارا گیا، سب کی شناخت ہوئی۔ انتظامات بہت بہتر تھے۔ غازی ناصر کی معرفت ہمارا رجسٹریشن ہوا، اس کے بعد آگے جانے کی اجازت دی گئی۔ آبادی میں عمدہ سڑکیں تھیں، سوئمنگ پول اور پارک بنے ہوئے تھے۔ درختوں کی بہتات تھی، جن کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ قدیم ہیں، بس ان کی ترتیب کر لی گئی ہے۔

اپنی رہائش گاہ تک آتے ہوئے میں نے بہت کچھ دیکھ لیا تھا۔ جس عمارت میں ہمیں ٹھہرایا گیا، یہ گیسٹ ہاؤس کہلاتی تھی۔ بالکل کسی شاندار ہوٹل کی سی حیثیت تھی اس کی۔ البتہ یہاں قیام و طعام مفت تھا۔ سروس کے لیے ویٹر موجود تھے جو بڑی مستعدی سے ہدایات کی پابندی کرتے تھے۔ فاخرہ، غازی ناصر کے ساتھ چلی گئی تھی۔ بڈ میرے پاس ہی تھا۔

"تم پہلے کبھی ناٹونیا آئے ہو بڈ؟"

"نہیں چیف، میں نے لائن آف کروزل کی یہ دوسری آبادی دیکھی ہے۔ اس سے قبل میں ٹڈوفیاؤ دیکھ چکا ہوں، ورنہ میں زیادہ تر ایکوئن میں رہتا ہوں۔"

"اور میکنو؟"

"میکنو اہم نمائندہ شمار کیا جاتا ہے اور شاید اس کے لیے کہیں کوئی پابندی نہیں ہے۔" بڈ نے جواب دیا اور میں خاموش ہوگیا، پھر ہمارے درمیان مزید بات چیت نہیں ہوئی۔

رات کو فاخرہ آگئی۔ اُس نے مسکراتے ہوئے ہمیں دیکھا اور پھر دو مخصوص طرز کے بیج ہمیں دیتے ہوئے بولی۔ "ناٹونیا میں آپ لوگ معزز مہمانوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور آپ کا تعلق میرے گروپ سے ہے۔ گروپ آر آر سیلون، یہ آپ کا کوڈ نمبر بھی ہے۔ ناٹونیا کے کسی بھی علاقے میں جاسکتے ہیں، کوئی پابندی، کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ بس باہر نکلتے ہوئے یہ نشان اپنے لباس پر لگا لیا کریں۔"

"گڈ! یہاں تمھاری مصروفیات کیا رہیں گی فاخرہ؟"

"کچھ نہیں لیکن شاید مجھے تیرو ڈاجانا پڑے اور وہاں سے ایکوئن لیکن علی، اگر ایسا ہوا بھی تو زیادہ وقت نہیں لگاؤں گی۔ تم کچھ وقت آرام کر لو، خوب سیر و تفریح کرو، اس کے بعد ہم اپنے مشن کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا لیکن دل میں یہی بات تھی میرے کہ شاید میں تمھارا انتظار نہ کرسکوں فاخرہ۔

تھوڑی دیر کے بعد فاخرہ چلی گئی۔ بڈ نے انٹرکام پر رُوم سروس کو فون کر کے رات کا کھانا طلب کر لیا اور ویٹر چند ہی لمحے بعد ہماری پسندیدہ چیزوں کا آرڈر لینے آگیا۔

کھانے سے فراغت کے بعد بڈ نے مسکراتے ہوئے کہا "آج رات طویل عرصے کے بعد سکون کی نیند آئے گی چیف، کیا خیال ہے؟"

"ہاں، میں بھی جلدی سونا چاہتا ہوں۔"

کہنے کو تو میں نے کہہ دیا تھا کہ جلد سو جاؤں گا لیکن بستر پر لیٹا تو نیند کوسوں دُور چلی گئی۔ نہ جانے کیا کیا خیالات ذہن میں آرہے تھے، تہذیب، مائکم ایکس، اپنا مشن، گزرے ہوئے ہولناک واقعات۔۔۔ نہ جانے کیا کیا۔۔۔ نیند بہت مشکل سے آئی تھی۔

صبح کو خوب دن چڑھے جاگا۔ بڈ تولیے سے سر رگڑتا، غسل خانے سے باہر آرہا تھا۔ "جاگ گئے چیف! غسل کر لو پھر ناشتا منگواتے ہیں۔ ہاں ایک خوشخبری سُنو۔"

"کیا؟"

"ہمیں یہاں لباس بھی مل سکتے ہیں۔ نیچے ایک اسٹور موجود ہے اور اس میں ضرورت کا دوسرا سامان بھی ہوتا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیسے معلوم ہوا یہ سب کچھ؟"

"ویٹر سے پوچھا تھا۔" بڈ نے جواب دیا اور میں غسل خانے کی طرف بڑھ گیا۔

ناشتے کے بعد ہم اپنے کمرے سے باہر نکل آئے۔ ہوٹل کے بیرونی حصّے میں بہت بڑا ڈیپارٹمنٹل اسٹور تھا، جس میں چند راہبر بھی موجود تھے۔ اُنھوں نے ہمارے شانوں پر آویزاں نشان دیکھے اور ہمیں تعظیم دی۔

میں نے ایک راہبر سے پوچھا۔ "اگر ہمارے پاس کرنسی نہ ہو اور ہمیں کسی شے کی ضرورت ہو تو ہمیں کیا کرنا ہوگا؟"

راہبر نے جو عرب ہی تھا، مسکراتے ہوئے کہا۔ "اپنی پسندیدہ چیزوں کا انتخاب اور اس کے بعد ان کا استعمال، یہاں کرنسی نہیں ہوتی جناب، نہ ہی اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔" راہبر کی بات بڑی عجیب اور دلچسپ محسوس ہوئی تھی۔ یعنی جس شے کی ضرورت ہو اُسے حاصل کر لیا جائے اور اس کے حصول کے لیے رقم وغیرہ کی ضرورت ہی نہیں۔

بڈ اُس راہبر سے بہت سی باتیں کرتا رہا۔ میں اپنی پسندیدہ چیزوں کے انتخاب میں مصروف ہو گیا تھا۔ دل میں ایک جھجک تھی کہ مفت کا مال ہے، اتنا نہ لیا جائے کہ کسی کو اعتراض ہو۔ تاہم اپنی پسند کے چند جوڑے کپڑے، شیو بنانے کا سامان، چاکلیٹ کے پیکٹ اور چند ایسی ہی چیزیں ٹرالی میں رکھ کر میں کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔

بڈ مسلسل اس راہبر سے گفتگو کر رہا تھا۔ اُس نے مجھے دیکھ کر معذرت کرتے ہوئے کہا۔ "سوری چیف! میں کچھ ایسا باتوں میں مصروف ہوا کہ تمھارا ساتھ نہ دے سکا جبکہ مجھے بھی کچھ چیزوں کی ضرورت ہے۔"

کاؤنٹر پر ایک ملازم نے تمام چیزیں نکال کر سجا دیں اور ان کا اندراج رجسٹر میں کیا جانے لگا۔ اس کے بعد اُنھیں ایک چرمی سوٹ کیس میں پیک کر دیا گیا اور مجھ سے صرف دستخط لیے گئے۔

بڈ اپنی ضرورت کی اشیاء جمع کر رہا تھا جو تعداد میں مجھ سے کچھ زیادہ تھیں لیکن کسی کی پیشانی پر کوئی شکن نہیں تھی۔ یہ سامان لے کر ہمیں واپس اپنے کمرے میں آنا پڑا کیونکہ اُسے یہاں محفوظ کرنا ضروری تھا۔

میں نے متحیّرانہ انداز میں بڈ سے کہا۔ "بڈ! کیا یہ سب کچھ عجیب نہیں لگتا؟"

"نہیں چیف، دراصل تمھیں علم ہے کہ لائن آف کروزل مشترکہ عرب سرمائے سے وجود میں آئی ہے اور یہاں ... افراد کا کوئی گزر نہیں۔ متعلقہ افراد کے لیے یہ سہولت ... گئی ہے۔ میں نے اس راہبر سے بہت سی ایسی باتیں معلوم ... جن کا علم پہلے مجھے بھی نہیں تھا کیونکہ یکوئن، لائن آف کر... میں شمار نہیں ہوتا بلکہ اُسے ایک سرحدی چوکی کی سی ... حاصل ہے اور وہاں یہ تمام سہولتیں نہیں ہیں۔"

"اور کیا خاص بات معلوم کی تم نے اس راہبر سے؟"

"چیف، اس بستی کا نام ناٹونیا ہے۔ ناٹونیا میں ... کے بہت سے قبائل کو جمع کر کے انھیں تربیت دی گئی ... واقع فیکٹری میں کام پر لگا دیا۔ ان کے لیے بے شمار ... اسٹور کھول دیے گئے، جہاں سے انھیں بغیر کسی پریشا... ضرورت کی اشیاء دستیاب ہو جاتی ہیں اور وہ فکرِ معا... فکرِ زندگی سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ اطراف میں ... قبائل ایسے بھی ہیں جنھوں نے عربوں کی محکومی قبول نہیں ... ہے لیکن ان سے کوئی تعرض بھی نہیں کیا ہے، وہ اپنے طو... زندگی گزار رہے ہیں۔ ناٹونیا کے شمال، مشرق اور جنوب ... تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ایسے بہت سے قبائل موجو... لیکن وہ ناٹونیا والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے ... اپنے طور پر زندگی گزارنے کے خواہاں ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ ... عربوں سے تعاون نہیں کرتے۔"

"بڈ!" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "کیا تمھارے خیا... ایسے قبائل میں ہمارے دشمن پناہ نہیں لے سکتے؟"

"اس امکان کو نظر انداز تو نہیں کیا جا سکتا چیف ... ہے، انھیں آزادی ہوگی اس کی اور اپنے طور پر وہ وہاں ... حاصل کر سکتے ہیں۔"

"کیا اس طرف توجّہ نہیں دی گئی؟"

"افسوس! اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"بہرحال، آگے کہو۔"

"آگے کچھ نہیں، بس یہی تمام باتیں تھیں۔ ہاں ایک ... اور... ناٹونیا کے اطراف میں اور یہیں نہیں دوسر... سی جگہوں پر بھی عیسائی تبلیغی مشن اپنی کارروائیوں ... ہیں اور یہ بہت طویل عرصے سے اپنا یہ کام انجام دے ... ہیں۔ ان لوگوں میں بھی ہمارے دشمنوں کی موجودگی ممکن ..."

"بے شک بلکہ اس طرح انھیں کافی آسانیاں حا... سکتی ہیں۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا بڈ کہ ہم ان علاقوں کا دورا... کر لیں؟"

"میرے خیال میں ہمیں اس میں دقّت نہیں ہوگی۔ ... یہ بھی بتایا تھا کہ اگر ہم اطراف کے علاقوں کی سیر کرنا چاہیں تو ہمیں فارم ہاؤس سے گھوڑے بھی فراہم ہو سکتے ہیں لیکن ایک مخصوص حد سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ بھی صرف اس لیے کہ اس کے بعد خطرات شروع ہو جاتے ہیں۔"

"گڈ! اس کا مطلب ہے کہ تم نے راہبر سے بہت سی کام کی باتیں معلوم کی ہیں۔"

"ہاں چیف، اسی لیے اتنا وقت اس کے ساتھ گزارا میں نے۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہم نے نئے لباس پہنے جو کافی اچھے اور آرام دہ تھے اور پھر باہر نکل آئے۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ پہلے اطراف کی آبادی پر نگاہ ڈالوں گا۔ ہم پتا معلوم کرتے ہوئے فارم ہاؤس تک پہنچ گئے جہاں ہمیں گھوڑے دستیاب ہو سکتے تھے۔ ہم نے اپنے سینوں پر وہ نشان آویزاں کر لیے تھے، ہر علاقے کا متعلقہ شخص ان نشانات پر نگاہ ڈالتا اور وہی کرتا جو ہماری خواہش ہوتی۔

گھوڑے حاصل کرنے کے بعد ہم لائن آف کروزل کی آبادی سے باہر نکل آئے۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ اندرونی آبادی کو ہم بعد ہی میں دیکھیں گے۔ ہم نے اپنے پاس ضرورت کی تھوڑی سی چیزیں محفوظ کر لی تھیں۔ آگے چل کر پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا تھا چنانچہ ہم اس کے دامن میں سفر کرتے رہے۔

تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چھوٹی چھوٹی ندیاں یا چشمے مل جاتے تھے۔ ہمیں سفر کرتے ہوئے کافی وقت گزر گیا پھر ایک طویل و عریض دریا کے کنارے پہنچے جو ایک پُرہیبت گھاٹی سے نکل کر نہ معلوم کہاں جا رہا تھا۔ ہم نے دریا کے متوازی سفر کرتے ہوئے کافی دور تک جانے کا فیصلہ کیا لیکن کچھ دُور چلنے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ دریا کے متوازی چلنا تقریباً ناممکن ہے کیونکہ پام کے درختوں اور کانٹے دار جھاڑیوں کا ایک وسیع جنگل یہاں بکھرا ہوا تھا۔

دوپہر ہو گئی۔ سخت گرمی نے پیاس کی شدّت میں اضافہ کر دیا تھا۔ ہم پانی احتیاط سے خرچ کر رہے تھے۔ جوں جوں آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے، زمین بھٹی کی مانند تپ رہی تھی اور ہوا بند تھی۔

جھٹپٹے کا وقت آیا تو ہم گھوڑوں سے اُتر آئے اور پیدل چلنے لگے۔

شام، رات میں تبدیل ہو گئی اور ہم ایک جگہ قیام کے لیے رُک گئے۔ نہ جانے کیا وقت ہوگا کہ کسی گاڑی کے انجن کی آواز سنائی دی اور آہستہ آہستہ قریب آتی گئی۔ ہم نے روشنیاں دیکھ لی تھیں۔ گاڑی سیدھی ہمارے قریب آئی اور ہم نے اشارہ کر دیا۔ گاڑی، بس نما تھی۔ ہم نے ان لوگوں سے کسی قریبی بستی کے بارے میں معلومات حاصل کی تو وہ حیرت سے ہمیں گھورنے لگے پھر اُنھوں نے ہمیں پیش کش کی کہ اگر ہم ان کے ساتھ چلنا چاہیں تو چل سکتے ہیں لیکن میں نے ڈرائیور کا شکریہ ادا کر دیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

صبح کو ہم ایک بار پھر سفر کے لیے تیار تھے، یہاں سے تقریباً دو میل آگے بڑھے تھے کہ ایک سرسبز قطعۂ زمین نظر آیا۔ گھوڑوں کو ہم نے یہاں کچھ دیر چرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔

دوپہر کے قریب ہم ایک نواحی آبادی میں داخل ہو رہے تھے۔ ان لوگوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کے قبیلے کا نام بوٹا واٹ ہے۔ قبیلے میں افریقہ کی وہی زندگی نظر آ رہی تھی جس کا نظارہ میں پہلے ہی کر چکا تھا۔ برہنگی عام تھی۔ ایک چھوٹے سے کمبل کے ٹکڑے کو کندھے پر ڈال کر یہاں کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ان کی لباس کی ضرورت پوری ہو گئی ہے۔ ہر ایک کے نچلے ہونٹ میں ٹھوڑی کے درمیانی حصّے کے قریب ہڈی کی ایک ٹکیا سی پھنسی ہوتی تھی جس سے نچلا ہونٹ لٹک کر ٹھوڑی پر آ گرتا تھا۔ ان کے جسموں پر عموماً مٹی اور کیچڑ ملی ہوتی تھی اور اس کیچڑ سے ان کے بال جمے ہوئے تھے۔ اس میں اُنھوں نے آرائش کے لیے رنگین پتھر پرو دیے تھے۔ ایک دو رنگین پر بھی لگا رکھے تھے۔ عورتوں کے جسموں پر طرح طرح کے نشانات کندہ تھے اور گردنوں میں منکوں کی مالائیں تھیں۔ بکری کی کھال کا آدھا ایپرن نما ٹکڑا پہن کر انھوں نے لباس کی ضرورت پوری کی تھی لیکن ان کے اس لباس میں بھی سجاوٹ کے لیے منکے ٹکے ہوئے تھے۔ صحراؤں میں رہنے والے یہ افریقی خاردار جھاڑیوں کی شاخوں سے گنبد نما جھونپڑیاں بنا کر رہتے تھے۔ یہ جھونپڑیاں ہوادار تھیں اور اندر کی فضا میں ٹھنڈک رہتی تھی۔ جھونپڑیوں کے اندر ان لوگوں کا کُل سامان چند ہی چیزوں پر مشتمل تھا۔ چند پرانے ٹین، دو چار کدو کے خول کے بنائے ہوئے برتن، لکڑی کے چند پیالے اور تقریبات میں پہننے کے لیے چوڑیاں وغیرہ۔ یہ لوگ اونٹ پالتے تھے اور اونٹ کے گوشت اور دودھ پر گزارا کرتے تھے۔ پانی کے لیے یہ لوگ خشک گزرگاہوں میں گڑھے کھودتے۔ بعض جگہ پانی سطح کے قریب مل جاتا۔ اکثر اوقات دس فٹ گہرا گڑھا کھودنا پڑتا۔

ہم ان دلچسپ مناظر کو دیکھتے ہوئے تقریباً تیسرے دن واپس ناٹونیا پہنچ گئے۔ ہم اچانک ہی چل پڑے تھے اور کسی کو ہمارے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا چنانچہ جب ہم اپنے کمرے میں داخل ہوئے تو شاید ہمارے بارے میں فاخرہ کو اطلاع دے دی گئی تھی کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ ہم سے ملنے کے لیے آ پہنچی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

فاخرہ نے متحیرانہ انداز میں مجھے مخاطب کیا اور بولی۔ "خیریت تو ہے علی! کہاں چلے گئے تھے آپ لوگ! بغیر کسی اطلاع کے، بغیر کسی پروگرام کے؟"

"کیا اس طرح نہیں جانا چاہیے تھا ہمیں فاخرہ؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ بات نہیں ہے، بس میں پریشان ہوگئی تھی۔ تم نے تو ٹھیک سے آرام بھی نہیں کیا علی۔"

"ہاں، بس ایسے ہی فاخرہ! میں ایک اطلاع پر اطراف کے علاقوں میں نکل گیا تھا۔"

"تم اگر چاہو تو آئندہ بھی ان علاقوں میں جا سکتے ہو لیکن وہ اطلاع کیا تھی؟" میں نے ان مشنریوں کے بارے میں فاخرہ کو اپنے خدشے سے آگاہ کیا اور فاخرہ پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی پھر اُس نے آہستہ سے کہا "ان مشنریوں پر پوری نگاہ رکھی جارہی ہے۔ ہمارے آدمی غافل نہیں ہیں اور ان کی نقل و حرکت کا اچھی طرح جائزہ لے رہے ہیں۔"

"لیکن یہاں سے جتنے فاصلے پر میں گیا تھا، وہاں تک تو میں نے مشنری کی کوئی عمارت نہیں دیکھی۔"

"ہوسکتا ہے اس طرف نہ ہو لیکن اطراف میں تمھیں ایسی بہت سی عمارتیں نظر آجائیں گی جن کا تعلق عیسائی مشنری سے ہے۔ وہاں پادری ہوتے ہیں اور تبلیغ کرتے ہیں۔ بظاہر ان میں ایک بھی غلط آدمی نہیں ہے۔ بس احتیاط کی خاطر ہم نے ان پر نگاہ رکھی ہے اور ہاں علی، میں شاید آج ہی روانہ ہو جاؤں، تمھارے لیے یہاں کوئی اُلجھن نہیں ہے، تم نے خود بھی محسوس کرلیا ہوگا۔ اس وقت تک میرا انتظار کرنا، جب تک میں واپس نہ آجاؤں، میں خود بھی زیادہ وقت صرف نہیں کروں گی۔ اچانک کچھ ذمے داریاں میرے سپرد کردی گئی ہیں۔" فاخرہ سے اس سلسلے میں کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی پھر وہ چلی گئی۔

میں اور بڈ دیر تک اس کے بارے میں گفتگو کرتے رہے تھے۔ بڈ نے مجھ سے کہا "چیف کل ہم ناٹونیا کے اندرونی حصوں کا جائزہ لیں گے، کیا خیال ہے؟"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

دوسرے دن ہم اپنے اس پروگرام کے تحت باہر نکل آئے۔ کوئی باقاعدہ شہر آباد نہیں کیا گیا تھا لیکن اس کی ترتیب بہت عمدگی سے کی گئی تھی۔ سڑکیں اندرونی حصوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ سرکاری عمارتوں پر پہرا لگا ہوا تھا اور وہاں واضح الفاظ میں عربی اور انگریزی میں لکھا ہوا تھا کہ اندر جانا منع ہے۔

ڈیپارٹمنٹل اسٹور جگہ جگہ موجود تھے اور ان پر ہر جگہ آدمی تعینات تھے۔ مقامی لوگ جو لائن آف کروزل کی اسلحہ فیکٹری میں کام کرتے تھے، مہذب لباس میں نظر آتے تھے سخت کپڑے کی پتلونیں اور قمیصیں۔ عورتیں اور بچے بھی جدید قسم کے لباسوں میں ملبوس تھے لیکن اُن کے چہروں پر وہی کیفیات تھیں جو یہاں کے باشندوں کا خاصہ تھیں۔ میں نے متعجبانہ انداز میں بڈ سے پوچھا کہ ان لوگوں کو فیکٹریوں میں کام کرنے کی تربیت کیسے دی گئی ہوگی۔

"تفصیلات تو مجھے معلوم نہیں چیف لیکن بہرحال، ان پر [illegible] کی گئی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اچھی زندگی کے لیے [illegible] کیا ہے۔"

ان لوگوں کی جھونپڑیاں اندرونی حصے ہی میں بنائی گئی تھیں پھر ہم فیکٹری ایریا پہنچ گئے۔ زمین پر کنکریٹ کے مضبوط گنبد اُبھرے ہوئے تھے، جن کی بلندی زیادہ سے زیادہ چھ فٹ تھی اور یہ گنبد انتہائی وسیع و عریض علاقے میں تھے۔ اُن تک جانے کے لیے راستہ نہیں تھا، پتھریلی دیواریں جن پر تقریباً [illegible] فٹ اونچی لوہے کے تاروں کی باڑ لگی ہوئی تھی، ان گنبدوں کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔ دروازے پر جدید قسم کی مشینوں کے ساتھ حفاظتی انتظامات تھے اور مشینیں ہر اندر آنے اور باہر جانے والے کا جسمانی جغرافیہ ایک لمحے میں آپریٹرز کے سامنے پیش کردیتی تھیں۔

ہم نے کافی دُور سے ان کا مشاہدہ کیا۔ صورتِ حال کا ہمیں پوری طرح اندازہ تھا اور ہم کوئی ایسی حرکت نہیں کرنا چاہتے تھے جس کی وجہ سے ہماری موجودگی کسی کو ناگوار گزرے۔

لکڑی کی عمارتیں بعض جگہ کافی وسیع تھیں۔ ایک بڑی عمارت پر اسپتال کا بورڈ بھی نظر آیا۔ غرض یہ کہ ایک انوکھی دُنیا یہاں آباد تھی۔ اس آبادی کو دیکھنے میں ہمیں چند گھنٹوں سے زیادہ نہ لگے۔ عربوں کے علاوہ یہاں کہیں کہیں غیر ملکی لوگ بھی نظر آجاتے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہر شخص کے بارے میں چھان بین آسان کام تو نہیں ہے۔ اس سلسلے میں نہ معلوم کیا طریقہ اختیار کیا گیا ہوگا، جن لوگوں نے یہ سب کچھ کیا تھا، وہ اپنے طور پر یقیناً مطمئن ہوں گے۔

ہم واپس اپنی قیام گاہ میں آگئے اور اپنے کمرے میں آ [illegible]

"اب پروگرام کیا ہے چیف؟"

"مجھے بہت زیادہ دلچسپی نہیں ہے یہاں قیام کرنے کی بڈ لیکن فاخرہ یعقوبی کا انتظار تو کرنا ہی ہوگا۔ ویسے میں خود کو معطل محسوس کر رہا ہوں جو میری فطرت کے خلاف ہے۔"

اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ جن حالات میں ہم گھر گئے تھے، اُن میں ہمیں بیرونی امداد کی ضرورت تھی۔ میں تنہا ہوتا تو شاید میری زندگی کی شام ہوگئی ہوتی لیکن تم نے خود بھی اندازہ لگایا ہوگا بڈ کہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے مجھے صبح و شام کی فکر نہیں ہے۔"

"یقیناً چیف، اس سلسلے میں مجھ سے کچھ کہنا ہی بیکار ہے۔" بڈ نے کہا "تو جب تک میڈم نہیں واپس آجاتیں کیوں نہ ہم اطراف کی سیر ہی کریں، کوئی پابندی تو ہے نہیں ہم پر۔ فارم ہاؤس سے گھوڑے بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں اور اگر پیدل ہی یہ سفر کرنا چاہو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔"

"میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا، ممکن ہے کوئی کام کی بات ہی معلوم ہوجائے۔"

"بڈ تمھارے ساتھ ہے۔" بڈ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر خم ہوتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں مطمئن ہوگیا تھا۔ اس سفر کے لیے ہم نے کوئی تیاری کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی تھی۔ ظاہر ہے ارادہ صرف اردگرد کے علاقوں کا جائزہ لینے کا تھا۔ کوئی خاص مہم تو درپیش نہیں تھی البتہ ممکنہ ضروریات کا سامان ضرور ساتھ لے لیا تھا، خیال یہی تھا کہ زیادہ سے زیادہ سفر کرکے تمام اطراف کا جائزہ لیا جائے۔ گھوڑے حاصل کرنے کے بعد ہم ناٹونیا سے نکل پڑے تھے۔

صحرا میں ہمارے گھوڑے اطمینان سے سفر کرنے لگے۔ ہم جوں جوں آگے بڑھ رہے تھے، زمین خشک، ویران اور بنجر ہوتی جارہی تھی۔ روئیدگی کم ہوتی جارہی تھی۔ گھاس بھی آہستہ آہستہ ناپید ہورہی تھی اور جھاڑیوں کی جگہ ہر طرف قسم قسم کا تھوہر نظر آتا تھا۔ ہم نے سُوکھی گھاس کی چند گانٹھیں اپنے ساتھ رکھ لی تھیں، جس سے کم از کم ہمیں یہ اطمینان تھا کہ اگر گھوڑوں کے لیے چارے کا مسئلہ پیدا ہُوا تو ہم انھیں خوراک مہیا کردیں گے، اس کے علاوہ ہم نے ایک لائن بنالی تھی اور یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ ناٹونیا کے اطراف میں زیادہ سے زیادہ پچاس یا ساٹھ میل تک نکلیں گے اور اس سے آگے کا سفر نہیں کریں گے تاکہ راستہ نہ بھٹک جائیں۔

پہلا کیمپ ہم نے تقریباً ناٹونیا سے تیرہ میل کے فاصلے پر لگایا تھا۔ ہم نے گھوڑوں کو چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا۔ آدھی رات کا وقت تھا جب اچانک گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سُنائی دیں اور ہم چونک کر اُٹھ بیٹھے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے گھوڑے درد کی شدت سے چیخ رہے ہوں پھر ایک گھوڑے کے بھاگنے کی آواز آئی اور ہم فوراً کھڑے ہو گئے۔ بڈ نے ایک لمبا چاقو ہاتھ میں نکال لیا اور دوڑتا ہُوا اُس طرف پہنچ گیا جہاں ایک دھبا متحرک نظر آرہا تھا حالانکہ اندھیرا تھا لیکن تاروں کی چھاؤں اتنی ضرور تھی کہ ہم اُس دھبے کو دیکھ سکیں۔

میں جب بڈ کے قریب پہنچا تو بڈ متحیرانہ انداز میں زمین پر پڑے گھوڑے کو دیکھ رہا تھا جو ابھی زندہ تھا مگر اُس کے جسم کے مختلف حصوں سے خون کی دھاریں پھوٹ رہی تھیں۔ بڑی بے دردی سے خنجروں کے پے درپے وار کرکے اُسے زخمی کر دیا گیا تھا۔ اُس کی اگلی ٹانگیں کٹ کر قریب قریب جسم سے الگ ہوچکی تھیں۔ ہم حیرت سے مُنہ پھاڑ کر رہ گئے۔ یہاں ہمارے پاس پستول بھی نہیں تھے کیونکہ وہ ہم سے لے لیے گئے تھے۔ البتہ لمبے چاقو رکھنے پر اعتراض نہیں کیا گیا تھا۔ ہمیں احساس ہُوا کہ اگر گھوڑوں کو قتل کرنے کی کوشش کرنے والے آس پاس ہی ہوئے تو ہم اُن سے کس طرح مقابلہ کرسکیں گے۔ یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ گھوڑے کو اتنی بے دردی سے کیوں زخمی کر دیا گیا۔ دوسرا گھوڑا شاید جان بچا کر بھاگ گیا تھا۔

بڈ نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا "اس کے علاوہ اور کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی چیف کہ وہ لوگ اس کا گوشت کھانا چاہتے تھے۔"

ماھنامہ پاکیزہ کا مقبول ترین سلسلہ
نامید سلطانہ اختر کے طلسماتی قلم کا ایک شاہکار معاشرتی ناول
بہتے پانی پہ محل
بابل کی گلیوں سے پیا کے آنگن سدھارنے والی ایک نصیبوں جلی کی داستان
مقبول ٹی وی سیریل
آنچ
کی کہانی اس کتاب پر مبنی ہے
قیمت ۱۰۰ روپے، ڈاک خرچ: ۱۹ روپے
وہ خود اپنی نہیں رہی مگر دوسروں کو اپنا لیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مگر وہ لوگ کون ہو سکتے ہیں؟"

"مقامی لوگوں کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو وہ ہم پر بھی حملہ کر سکتے ہیں۔"

"ہاں چیف، اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔" بڈ نے جواب دیا۔

اس حادثے کے بعد ہم رات بھر سو نہیں سکے تھے۔ یہ سنسنی خیز واقعہ سخت اُلجھن کا باعث بن گیا تھا ہمارے لیے۔

صبح کو بڈ اچانک ہنسنے لگا اور مَیں چونک کر اُس کی طرف متوجّہ ہو گیا۔ "کیوں بڈ! کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں چیف، بس موجودہ صورتِ حالات پر ہنسی آ گئی تھی۔"

مَیں نے پھر کچھ نہیں کہا اور اپنے سامان کی طرف متوجّہ ہو گیا۔ بڈ نے بھی میری تقلید کی اور ہم سامان اپنے کاندھوں پر لاد کر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ گھوڑے کی موت بار بار نگاہوں میں گھوم جاتی تھی اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر ایسا کیوں کیا گیا۔ دوسرا گھوڑا بھی ایسا بدحواس ہو کر بھاگ گیا تھا کہ ہمیں صبح بھی کہیں نظر نہیں آیا تھا۔

مزید چھ سات میل سفر کرنے کے بعد ایک سوکھی ندی کے قریب کیمپ لگایا۔ دن بھر کی گرمی اور پیاس نے نڈھال کر دیا تھا۔ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ دفعتاً بیس بائیس مقامی آدمیوں کا ایک گروہ ہم نے اپنی طرف آتے دیکھا۔

بڈ نے میری طرف رُخ کر کے کہا "چیف! چاقو موجود ہے؟"

"ہاں موجود ہے۔" مَیں نے جواب دیا۔

"تو پھر ہوشیار۔"

وہ لوگ لمبی لمبی نوکیلی چھڑیاں ہاتھ میں لیے ہمارے نزدیک پہنچ گئے اور ہمیں چوکے لگانے کی کوشش کرنے لگے۔ کچھ دیر تو ہم خاموش رہے، اس کے بعد مَیں نے چاقو سنبھال لیا اور غصیلے انداز میں اُن کی طرف بڑھا تو وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔ بڈ نے بھی میرا ساتھ دیا تھا، وہ چند قدم پیچھے ہٹ کر وحشیانہ انداز میں رقص کرنے لگے۔ زمین سے چھوٹی چھوٹی کنکریاں اٹھا کر وہ ہماری طرف پھینک رہے تھے۔ اُسی طرح رقص کرتے ہوئے اُن میں سے ایک نے ہمارے سامان پر ہاتھ ڈالا لیکن میری لات اُس کے مُنہ پر پڑی اور وہ اُلٹ کر دُور جا گرا۔ اس زوردار ضرب نے ان لوگوں کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ اُن میں سے کچھ کے چہروں پر سراسیمگی کے آثار نظر آئے تھے اور وہ کافی پیچھے ہٹ گئے تھے۔

تھوڑی دیر تک وہ ہمارے گرد ناچتے رہے اور جب اُنھیں یہ احساس ہو گیا کہ ہم ان سے خوفزدہ نہیں ہوئے بلکہ ہمارا غصّہ بڑھ رہا ہے تو وہ واپس چلے گئے۔

مَیں نے ایک گہری سانس لے کر بڈ کی طرف دیکھا اور بڈ ٹھوڑی کھجاتے ہوئے بولا "یہ صورتِ حال ٹھیک ہی رہی چیف۔"

"یہ کون لوگ تھے؟"

"یقیناً آس پاس کے کسی قبیلے سے ہی تعلق ہو گا ان کا۔ انھوں نے سوچا ہو گا کہ چلو اور کچھ نہیں تو لوٹ مار ہی کی جائے۔ یہ بھی ممکن ہے چیف کہ انھی لوگوں نے ہمارے گھوڑے کو قتل کیا ہو۔"

"کیا رات کی تاریکی میں یہ لوگ خطرناک نہیں ثابت ہو سکتے؟"

"ہو سکتے ہیں، ہمیں ہوشیار رہنا ہو گا۔" بڈ نے جواب دیا اور مَیں پیشانی مسلنے لگا۔

"کیا ناٹونیا میں ہمیں ہتھیار نہیں مل سکتے تھے بڈ؟"

"شاید نہیں، اگر ایسا ہوتا تو ہمیں ضرور ہتھیار فراہم کر دیے جاتے۔"

مَیں خاموشی سے گردن ہلانے لگا۔

ہم اگر چاہتے تو واپس ناٹونیا کی طرف سفر کا آغاز کر سکتے تھے لیکن بڈ بھی میری ہی طرح سرپھرا تھا، اس موضوع پر گفتگو ہوئی تو اس نے کہا "چیف! زندگی آگے بڑھتے رہنے کا نام ہے۔ آگے بڑھیں، دیکھا جائے گا، ابھی سے ناٹونیا جا کر کیا کریں گے۔"

مَیں نے مسکراتے ہوئے اُس کا شانہ تھپتھپایا پھر مَیں نے اُس سے کہا "بڈ! شاید ساری زندگی مجھے تم جیسے ساتھی کی ضرورت رہے۔ کاش! مَیں تمھیں اپنے مستقل ساتھیوں میں شمار کر سکتا۔"

بڈ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر گہری سانس لے کر بولا "کچھ وقت اور گزرنے دو چیف، وقت بہت سے فیصلے خود کر دیتا ہے۔"

ہم تقریباً چھ گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد ایک وسیع صحرا میں جا نکلے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر چند جھونپڑیاں نظر آ رہی تھیں، جن کے درمیان زندگی محسوس ہوتی تھی۔ ہمّت تو نہیں پڑ رہی تھی کہ اس طرف جائیں لیکن پھر یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ خطرہ مول لیا جائے۔ جھونپڑیوں کے آس پاس ناریل کے درخت اُگے ہوئے تھے۔ ایک درخت کے نیچے سیاہ رنگ کا ایک اونٹ بندھا ہُوا تھا۔

بڈ نے آہستہ سے کہا "چیف! کیا خیال ہے، کیوں نہ ہم بھی یہاں چوری کریں؟"

"اونٹ کو دیکھ کر یہ تصوّر تمھارے ذہن میں اُبھرا ہے؟" مَیں نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں چیف، اگر تم چاہو تو اپنے ساتھ موجود چیزوں میں سے کچھ چیزیں معاوضے کے طور پر اس جگہ رکھ دو، جہاں اونٹ بندھا ہُوا ہے۔"

"اگر وہ لوگ خود ہی ہمیں یہ اونٹ دینے پر آمادہ ہو جائیں تو کیا ہرج ہے؟"

"اور اگر راضی نہ ہوئے تو؟ اس کے بعد تو ہم اُسے چُرا بھی نہیں سکیں گے۔"

بالآخر بڈ نے مجھے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ رات کی تاریکی میں ہم اونٹ کھول کر آگے بڑھ جائیں اور ہم نے ایسا ہی کیا۔ آدھی رات کے قریب ہم اپنی کمین گاہ سے نکل کر اونٹ کے قریب پہنچے اور اُس کی رسّیاں کھول کر خاموشی سے آگے بڑھ گئے۔ گو دل اس بات پر عجیب سے احساس کا شکار ہُوا تھا، پتا نہیں کس کی ملکیت تھی وہ لیکن بڈ نے کہا کہ اگر واپس یہاں آنے کا موقع ملا تو ایسی ہی کسی رات خاموشی سے اس اونٹ کو اس کی جگہ باندھ کر پیدل آگے بڑھ جائیں گے۔ اس بات پر مَیں ہنسنے لگا تھا۔

اونٹ کی چوری کے بعد وہاں رُکنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا چنانچہ ہم اُونٹ پر بیٹھ کر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ اونٹ نے تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا تھا، وہ ہمارے مختصر سے سامان کے ساتھ ہم دونوں کو لے کر برق رفتاری سے صحرا میں دوڑ رہا تھا۔ صبح تک ہم نے یہ سفر جاری رکھا اور اس کے بعد ایک نخلستان میں قیام کیا۔ صحرا کے سفر میں پانی کی اہمیت کا ہمیں اندازہ تھا اور ہم بہت احتیاط سے پانی خرچ کر رہے تھے۔ صحرا کی تپش سے پیاس کی شدّت میں جو اضافہ ہوتا تھا، اس کا بھی ہمیں تجربہ تھا۔ ایک گھونٹ پانی حلق میں ڈالنے کے بعد دل چاہتا تھا کہ پوری بوتل خالی کر دی جائے پھر گرم پانی پیاس بجھانے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتا۔ سخت قوّتِ ارادی سے کام لے کر ہی پانی کے استعمال پر کنٹرول ممکن ہوتا ہے اور بعض اوقات قوّتِ ارادی بھی پیاس کے سامنے ہتھیار ڈال دیتی ہے۔ ان صحراؤں میں رہنے والے خود کو اس کا عادی بنا لیتے ہیں اور پانی کے کم استعمال پر قادر ہوتے ہیں، اس کے علاوہ بڈ نے مجھے بتایا تھا کہ افریقہ کے صحراؤں میں سفر کرنے والے اپنے جسموں پر چربی مل لیا کرتے ہیں تا کہ پانی پسینے کی شکل میں جسم سے باہر نہ نکل سکے اور جسم میں پانی موجود رہے۔

آخرکار ہم ایک ایسی بستی میں پہنچ گئے جو تقریباً دو سو جھونپڑیوں پر مشتمل تھی اور یہاں ہمیں ایک مشنری کی عمارت بھی نظر آئی۔ ہم نے قیام کے لیے وہی جگہ منتخب کی تھی۔ بڈ عیسائی تھا اور مَیں مسلمان لیکن ہم دونوں نے اپنا مذہب ظاہر نہیں کیا تھا۔

عمارت میں دو پادری موجود تھے۔ انھوں نے ہمارا پُرخلوص استقبال کیا اور ہم سے ہمارے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ رات کو اُنھوں نے اُبلے ہوئے چاول اور ایک خاص قسم کا سبزیوں کا سالن ہمارے سامنے پیش کیا۔ ہم اُن سے اس علاقے کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے۔ ایک پادری نے ہم سے سوال کیا کہ کیا ہمارا تعلق لائن آف کرونڈل کی کسی بستی سے ہے تو مَیں ذرا چونک گیا اور مَیں نے بڈ کے بولنے سے پہلے ہی اس بات کا اعتراف بھی کر لیا۔ پادری بےچارے نے اس سلسلے میں پھر مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا نہ ہی اُس کے رویّے اور گرم جوشی میں کوئی کمی آئی تھی۔ پادری سے گفتگو کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ بےضرر لوگ ہیں۔

دوسرے دن ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ پادریوں سے ہم نے آگے کے راستے کے بارے میں معلومات حاصل

توجّہ کیجیے
اُن کے لیے جو دست شناسی کے فن کی تہہ میں اُترنا چاہتے ہیں
★ فرسودہ اور پُرانی کتابوں سے بالکل مختلف
★ ماضی حال اور مستقبل کی اسرار کشا
★ دنیا کے عظیم پامسٹوں کی تازہ ریسرچ کا نچوڑ
جس کے ذریعے کوئی بھی اپنے ہاتھ کو فوراً پڑھ سکتا ہے
قیمت:- ۳۰ روپے ڈاک خرچ: ۱۶/=
مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر لی تھیں۔ پتا چلا کہ یہاں سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر ایک جھیل آتی ہے جس کے بائیں سمت افریقیوں کی ایک بڑی آبادی ہے، وہ لوگ عیسائی مذہب قبول کر چکے ہیں اور اچھے انداز میں زندگی گزار رہے ہیں۔

ہم اُس جھیل کی تلاش میں چل پڑے اور بالآخر دوپہر تک سفر کرنے کے بعد ہمیں جھیل کا پانی دُور سے نظر آنے لگا۔ انتہائی خوبصورت جگہ تھی۔ کہیں کہیں اُس کے کنارے پر ریت کے ٹیلے بھی تھے اور سیاہی مائل سبز پتّوں والے پام کے درختوں کے جھنڈ بھی۔

ہم اس جھیل کے قریب پہنچ کر اُس میں اُتر گئے اور خوب اچھی طرح نہائے۔ نہانے سے ایک خوشگوار کیفیت کا احساس ہُوا تھا۔ اس کے بعد ہم نے دوبارہ سفر شروع کر دیا۔

صُبح سے لے کر شام تک بدلتے ہوئے مناظر نے ہمیں مسحور کیے رکھا اور شام کے جھٹپٹے میں ہمیں وہ بستی نظر آئی، جس کے بارے میں نشاندہی کی گئی تھی۔ ہم بستی کی جانب چل پڑے۔

خاصی وسیع و عریض آبادی تھی، وہاں کے لوگ خاصے معقول نظر آتے تھے۔ بستی سے تھوڑے ہی فاصلے پر مشن کی عمارت نظر آ رہی تھی۔ میں نے اور بڈ نے فیصلہ کیا کہ رات کو عمارت میں جائیں گے اور وہاں پادریوں وغیرہ سے ملاقات کریں گے۔

قیام کے لیے ہم نے آبادی کے قریب ہی ایک درخت کے نیچے ڈیرا ڈال دیا تھا۔ چوری کا اونٹ وہیں باندھ دیا گیا اور ہم لوگ جُوتے اُتار کر آرام سے پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئے۔

دُھندلکا پھیل چُکا تھا۔ جھونپڑیوں میں خال خال روشنی نظر آ رہی تھی جو چربی سے جلائے جانے والے چراغوں کی تھی۔ دفعتاً مجھے اپنے پاؤں میں یوں محسوس ہُوا جیسے کسی نے خنجر کی تیز نوک چبھو دی ہو۔ تکلیف اتنی شدید تھی کہ میرے حلق سے بے اختیار ایک ہلکی سی کراہ نکل گئی۔

"کیا ہُوا؟" بڈ نے گھبرا کر پوچھا۔

"پتا نہیں بڈ، ایڑی میں شاید کسی کیڑے نے کاٹا ہے۔"

بڈ نے جلدی سے ماچس کی تیلی جلا کر دیکھا تو میری ایڑی پر خون کی پتلی سی لکیر بہہ رہی تھی۔ ڈنک کا نشان صاف نظر آ رہا تھا اور تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بڑا سا بچھو روشنی سے گھبرا کر بھاگ رہا تھا۔

بڈ نے جُوتا اُٹھایا اور بچھو پر پل پڑا۔ اُس نے بچھو کو وہیں مار ڈالا۔ میرے پاؤں میں ایسی شدید تکلیف ہو رہی تھی کہ بیان نہیں کر سکتا۔ بڈ نے مجھے سہارا دے کر اُٹھایا اور کہا۔ "آؤ، میں تمھیں مشن کی عمارت میں لے چلوں۔ ممکن ہے وہاں اس کا کوئی بندوبست ہو جائے۔"

میں بڈ کے سہارے آہستہ آہستہ عمارت میں پہنچ گیا۔ سامنے ہی کے حصّے میں ایک راہبہ سے میری ملاقات ہوئی۔ اُس نے سر سے لے کر پاؤں تک مجھے دیکھا اور پھر بڈ کو۔ اُس کی کھُردری آواز اُبھری۔ "کیا بات ہے؟" بڈ نے صورتِ حال بتائی تو وہ آہستہ سے بولی۔ "اُوپر چلے جاؤ۔ ممکن ہے تمھاری مدد کی جا سکے۔"

اُس کی سرد مہری بڑی عجیب سی محسوس ہوئی تھی، خاص طور سے اس لیے کہ وہ مذہبی لوگ تھے۔ درد کی شدّت کے سبب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے جسم مختلف حصّوں میں تقسیم ہو رہا ہے۔ بہت ہی کربناک حالت تھی۔ بدن سُن ہوتا جا رہا تھا۔

ہم اُوپر پہنچے تو ان لوگوں نے انتہائی سرد مہری سے ہماری باتیں سُنیں پھر ایک پادری نے وہاں موجود ایک نرس سے کہا کہ مجھے کوئی انجکشن لگا دے اور اُس نے ایک انجکشن میرے جسم میں انجکٹ کر دیا، جو زہر کو روکنے کے لیے تھا پھر پادری آہستہ سے بولا۔ "اب تم لوگ جا سکتے ہو۔"

بڈ نے غصیلی نگاہوں سے پادری کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ "فادر! یہ شخص سخت تکلیف میں ہے، کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ یہاں رات گزارنے کے لیے کوئی بندوبست کر دیں؟"

"نہیں، اس عمارت میں کسی اجنبی کو قیام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"لیکن یہ سخت تکلیف میں ہے فادر۔"

"آسمانی باپ تم پر رحم کرے گا۔" فادر نے جواب دیا اور مُنہ بنا کر واپس چلے گئے۔

بڈ کے چہرے پر غصّے کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "لعنت ہے ان لوگوں پر، میرا خیال ہے، ان کی تمام تر ہمدردیاں مقامی لوگوں کے ساتھ ہیں مگر یہ کوئی انسانیت تو نہیں ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بڈ مجھے واپس لے آیا اور وہیں درخت کے نیچے لٹا دیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے پاؤں کچے گوشت کے لوتھڑے میں تبدیل ہو گیا ہو، یہ عجیب و غریب حادثہ بہت ہی پریشان کن تھا لیکن بڈ کو سب سے زیادہ غصّہ اس مشنری عمارت پر آ رہا تھا۔

"میں اس عمارت کو مٹی کا ڈھیر بھی بنا سکتا ہوں چیف مگر... مگر تمھاری حالت زیادہ بہتر نہیں ہے۔" اُس نے انداز میں کہا۔

میں خود اُن کی سنگدلی اور سرد مہری پر حیرت زدہ تھا۔ مشن کے رویّے سے مجھے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ پوری صبح ہوتے ہوتے پاؤں کی تکلیف میں خاصی کمی ہو گئی لیکن اس کے باوجود ہم نے وہیں قیام کیا۔

گیارہ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب بستی کے کچھ افراد اس طرف آ نکلے۔ اُن میں ایک بوڑھا آدمی بھی تھا جو ٹوٹی پھوٹی انگریزی جانتا تھا۔ اس نے بہت ہی شکستہ الفاظ میں ہم سے ہماری روداد پوچھی اور بڈ نے ویسی ہی شکستہ انگریزی میں اپنی بپتا سُنائی، جس کے جواب میں بوڑھے نے افریقی زبان میں اپنے ساتھیوں کو کچھ کہہ کر بستی کی طرف دوڑا دیا اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک بھورے رنگ کا عجیب سا لیپ لے کر آ گئے جسے پتّے پر پھیلا کر میرے زخم پر رکھ دیا گیا اور پھر میرا رومال اُس پر باندھ دیا گیا۔

بوڑھے نے ہمارے ساتھ کافی ہمدردی کی کھانے پینے کی کچھ چیزیں بھی اُس نے ہمیں بھجوائیں۔

بڈ نفرت بھرے انداز میں کہنے لگا۔ "اُن سے تو یہ لوگ بہتر ہیں جو بہر طور، انسانیت رکھتے ہیں۔"

وہ رات بھی وہیں گزاری گئی۔ میری تکلیف میں کافی افاقہ ہو گیا تھا چنانچہ میں نے صُبح کو وہاں سے آگے بڑھ جانے کا فیصلہ کیا اور ہم اپنے اونٹ پر بیٹھ کر واپس چل پڑے۔ خیال یہ تھا کہ اب نالُونیا واپس چلا جائے۔ راستہ بدل لیا گیا تھا۔ چوری کا اونٹ ہمارے پاس موجود تھا اور بڈ کے خیال میں یہ ضروری نہیں تھا کہ ہم اونٹ اُس کے مالکوں کو واپس بھی کریں، وہ مشنری کے رویّے سے بھی بہت زیادہ شرمندہ تھا۔

اس بار ہم نے جو راستہ اختیار کیا تھا وہ بنجر اور جلے ہوئے قدیم پہاڑوں کے درمیان سے گزرتا تھا۔ یہاں سے ہمیں قرمزی، نارنجی اور زرد رنگ کے پتھروں کے نہایت نادر نمونے ملے۔ پہاڑوں میں پانی ملنے کی اُمید تو نہیں تھی لیکن ہمیں خوش قسمتی سے ٹھنڈے پانی کے چشمے ان پہاڑوں میں کئی مقامات پر نظر آئے۔ کبھی کبھار ہمیں کچھ لوگ بھی مل جاتے تھے جو بعض جگہ تو جانوروں کا ریوڑ چراتے نظر آتے تھے اور بعض جگہ گدھوں اور خچروں پر بیٹھ کر سفر کرتے ہوئے۔ ان لوگوں نے ہمیں کئی جگہ بکریوں کا تازہ دودھ پلایا۔ ان پہاڑوں میں بعض مقامات ایسے بھی آ جاتے، جہاں کی شادابی ہمیں مسحور کر دیتی۔ پہلے میں نے افریقہ کی پُراسرار سرزمین کے بارے میں صرف قصّے کہانیوں میں پڑھا یا دوسروں سے سُنا تھا لیکن اب سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور وہ سب کچھ میرے تجربے میں آ رہا تھا جو کبھی میرے لیے بڑی حیرت کا باعث تھا۔

واپسی کا سفر طے ہو گیا اور ہم نالُونیا کی اُس چوکی کے پاس پہنچ گئے، جہاں ہمارے کاغذات وغیرہ چیک کیے جاتے تھے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ اونٹ کو نالُونیا میں داخل ہونے کی اجازت نہیں مل تھی۔ چوکی کے محافظوں نے ہمیں اس بارے میں اجمالاً بتلایا اور ہم نے ان سے اتفاق کر لیا۔ چنانچہ اونٹ کو وہیں چھوڑ دیا گیا، جسے محافظوں نے جنگل میں ہنکا دیا اور ہم آبادی میں داخل ہو گئے۔

ہماری رہائش گاہ ہمارے لیے محفوظ تھی۔ وہاں داخل ہوتے ہوئے کسی نے ہم سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ میں نے بڈ سے کہا۔ "یہ کیسے معلوم ہو بڈ کہ فاخرہ یعقوبی واپس آ گئی ہے؟"

بڈ نے رُوم سروس کے ویٹر کو طلب کر کے اُس سے ہمارے لیے کسی پیغام کے بارے میں پوچھا لیکن ویٹر نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا کہ ہمارے لیے کوئی پیغام نہیں ہے، نہ ہی کسی نے ہمارے بارے میں کوئی پوچھ گچھ کی ہے، اس سے زیادہ کچھ کرنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ ہم تن بہ تقدیر ہو گئے۔

بچھو کے کاٹنے سے جو اثرات بدن پر نمایاں ہوئے تھے، وہ اب مفقود ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود بڈ کو شبہ تھا کہ میرے جسم میں کچھ کمزوریاں ہیں۔ اُس نے کہا کہ وہ میرے چہرے پر کچھ پیلاہٹ محسوس کر رہا ہے پھر وہ ضد کرنے لگا کہ میں کسی ڈاکٹر سے مشورہ کر لوں۔

"مگر بڈ! میں اندرونی طور پر خود کو بہتر محسوس کرتا ہُوں۔" میں نے کہا۔

"تم نہیں جانتے چیف، صحرائے اعظم کے پُراسرار ویرانوں میں رہنے والے یہ جانور بعض حالات میں انتہائی خطرناک ہوتے ہیں اور ان کی چیرہ دستیوں کے اثرات بعد میں نمایاں ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر تمھارے خون کا تجزیہ کر کے یہ بتا سکے گا کہ بچھو کے زہر کا اثر تمھارے خون میں ہے یا نہیں اور اس کے آئندہ کچھ اثرات تو نہیں ہو سکتے۔ میکسو سے ایک بار میں نے سُنا تھا کہ یہاں بعض بچھو ایسے ہوتے ہیں جو اگر کاٹ لیں تو طویل عرصے کے بعد جسم پر فالج کے اثرات ہو جاتے ہیں۔ احتیاطاً چیک کرا لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔"

"اگر تم ضروری سمجھتے ہو تو تمھاری تسلّی کے لیے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور ہم اسپتال کے لیے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

روانہ ہوگئے

دن کے دس بجے تھے اس وقت جب ہم اسپتال میں داخل ہوئے۔ ایمرجنسی ڈیپارٹمنٹ میں چند ڈاکٹر موجود تھے، ان میں دو عرب تھے اور ایک غالباً یورپین تھا۔ عرب ڈاکٹروں میں سے ایک نے میری رُوداد سُنی اور اس کے بعد اُس نے بُڈ کو بتایا کہ مجھے چوبیس گھنٹے اسپتال میں رہنا پڑے گا۔ بچھو کے زہر کے بارے میں اُس نے بھی انہی تمام خدشات کا اظہار کیا تھا جن کا بُڈ نے۔

بُڈ نے شانے ہلا کر مجھے دیکھا اور مُسکرا کر بولا۔ "ٹھیک ہے چیف، تم لائف آف کروزل کی اس آبادی کے اسپتال میں بھی رہ کر دیکھ لو، یہ تجربہ بھی تمھیں یاد رہے گا۔"

ڈاکٹروں نے مجھ پر کافی توجہ دی تھی، کوئی سوال نہیں کیا گیا تھا مجھ سے میرے بارے میں، ممکن ہے اس کی وجہ وہ نشانات ہوں جو اب بھی ہمارے پاس موجود تھے اور یہاں خصوصی لوگوں کو دیے جاتے تھے۔ اسپتال اندر سے کافی کشادہ اور نفیس فرنیچر سے آراستہ تھا۔ اندر داخل ہو کر یہ احساس بھی نہیں ہوتا تھا کہ عمارت لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ مجھے ایک بیڈ پر جگہ دے دی گئی اور اس کے بعد دو نرسیں اور ایک ڈاکٹر مجھ پر مصروف ہوگئے۔

نرس نے سرنج میں میرا تھوڑا سا خون لیا اور اُسے ٹیسٹ کے لیے لیبارٹری بھیجا دیا گیا۔ ڈاکٹر نے ایک انجکشن دیا، دو ٹیبلٹ کھلائیں اور ایک گھنٹے کے بعد میرا معائنہ کرنے کے لیے کہہ کر اُٹھ گیا۔

اسپتال میں رہ کر خاصے سکون کا احساس ہُوا تھا۔ بُڈ بھی میرے نزدیک ہی موجود تھا اور بیٹھا ہُوا مجھ سے باتیں کر رہا تھا کہ ایک انوکھا واقعہ پیش آگیا۔

دُبلے پتلے بدن کا ایک آدمی ہاتھوں میں ٹرے لیے ہوئے اُس جگہ سے گزرا جہاں میرا بیڈ تھا۔ اس نے سرسری سی نگاہ مجھ پر ڈالی تھی اور پھر دفعتاً یوں محسوس ہُوا جیسے ٹرے اُس کے ہاتھ سے چھُوٹ کر نیچے جاگرے گی۔ اُس نے ٹرے کو سنبھالا اور متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا پھر وہ جھجکتا ہُوا میرے قریب پہنچ گیا۔

"ایکسکیوزمی سر۔" اُس نے کہا اور جُھک کر مجھے دیکھنے لگا۔ ٹرے اُس نے ایک طرف رکھ دی تھی۔ چند لمحات مجھے دیکھتا رہا اور پھر سیدھا کھڑا ہوگیا۔

بُڈ تمسخرانہ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ سیدھا کھڑا ہُوا تو بُڈ نے مُسکرا کر کہا۔ "اگر اور دیکھنا چاہتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"نہیں سر... نہیں... تھینک یُو ویری مچ۔" اُس نے کہا اور پھر ٹرے سنبھال کر وہاں سے نکل گیا۔

"اسے کیا ہُوا تھا؟" بُڈ نے تعجب سے سوال کیا۔

"مَیں نہیں جانتا۔" مَیں نے کہا۔ ویسے مَیں اس شخص کی اس حرکت کے بارے میں غور کر رہا تھا۔

دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ شخص ایک بار پھر مجھے نظر آیا اور اس بار اُس کے ساتھ ایک اور ہستی بھی تھی لیکن اس شخصیت کو دیکھ کر میرے ذہن میں اس زور کا دھماکا ہُوا کہ مَیں ششدر رہ گیا۔ میری آنکھیں یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھیں لیکن آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں، وہ بھی غلط نہیں تھا۔

یہ سائیکا مائیلر تھی۔ اسپتال کے لباس میں ملبوس چہرے پر وہ شوخی، وہ تازگی نہیں تھی جو اُس کی شخصیت کا خاصہ تھی بلکہ اس کے برعکس کچھ زردی سی کھنڈی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں ایک ویران سی کیفیت تھی، بال منتشر تھے اور جو سب سے زیادہ تعجب خیز چیز تھی، وہ اُس کی بغل میں دبی ہوئی بیساکھی تھی۔ وہ اس بیساکھی کے سہارے آہستہ آہستہ میرے نزدیک پہنچ گئی اور مَیں متحیرانہ انداز میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"سائیکا!" میرے مُنہ سے تحیر زدہ آواز نکلی۔ بُڈ بھی چونک کر سائیکا کو دیکھنے لگا تھا۔ سائیکا پتھر کے بُت کے مانند میرے سامنے خاموش کھڑی تھی۔ مَیں اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ظاہر ہے، مجھے کوئی ایسی بیماری تو تھی نہیں جس کی وجہ سے مَیں بستر پر لیٹا ہی رہتا۔ سائیکا کے قریب پہنچ کر مَیں نے بےاختیارانہ انداز میں اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیے۔ یہ بیساکھی دیکھ کر مجھے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ بیساکھی کے نیچے اُس کی ٹانگ کی جگہ خالی نظر آ رہی تھی اور یہ اتنا کربناک انکشاف تھا کہ میرا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ مَیں نے بڑے پیار سے اُسے آگے بڑھایا اور پھر اپنے بستر پر بٹھا دیا۔

"سائیکا! کیا واقعی یہ تم ہو؟" مَیں نے آہستہ سے کہا۔

سائیکا نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا پھر بُڈ کی طرف اور پھر میری طرف اور اُس کے خشک ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ "ہاں علی! مَیں سائیکا ہُوں۔" وہ افسردہ لہجے میں بولی اور اُس کی گردن جُھک گئی۔ اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو موٹے موٹے قطرے اُس کے رخساروں پر پھسل پڑے۔

مَیں نے پیار بھرے انداز میں اُس کی ٹھوڑی اُٹھائی اور دردانگیز لہجے میں بولا۔ "سائیکا، تمھاری ٹانگ...؟"

"کوئی بات نہیں ہے علی! زندگی میں ہر طرح کے مرحلے آتے ہیں۔ تم مل گئے، تم زندہ ہو، میرے لیے یہ بہت بڑی خوشی ہے۔ شاید تم میری مسرتوں کا اندازہ نہ کر سکو، شاید تم ان کی حدود کو نہ پا سکو۔" سائیکا کی آواز میں لرزش تھی اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئی تھیں۔

"سائیکا! مجھے بتاؤ، تمھاری ٹانگ کو کیا ہُوا اور تمھارے دوسرے ساتھی... میرا مطلب ہے، ریڈ پینتھرز...؟"

سائیکا نے اُداس نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔ "وہ سب موت کے گھاٹ اُتر گئے، سب مارے گئے، صرف ویلس بچا ہے۔" اُس نے اپنے ساتھ کھڑے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس نے تمھیں پہچان لیا تھا علی اور اس کے بعد اس نے مجھے اطلاع دی۔"

"لیکن تم اس اسپتال میں...! اوہ، کتنے سوالات ہیں میرے ذہن میں، کتنا اُلجھا ہُوا ہُوں مَیں تمھارے لیے۔"

"تمھیں کیا تکلیف ہے علی؟ تم کیوں اس اسپتال میں داخل ہو؟"

"کچھ نہیں، مَیں بالکل ٹھیک ہُوں، میرے پاؤں میں ایک زہریلے کیڑے نے کاٹ لیا تھا۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ مجھے اپنے خون کا تجزیہ کرالینا چاہیے لیکن مَیں یہاں اب نہیں رُکوں گا، تمھارا قیام کہاں ہے؟"

"اسی اسپتال میں ہُوں مَیں علی۔ ڈاکٹر ابھی میرا علاج کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ میری جسمانی کیفیت درست نہیں ہے۔ چنانچہ وہ مجھے زیرِ نگرانی رکھنا چاہتے ہیں۔" سائیکا نے جواب دیا۔

"تم کب سے یہاں ہو سائیکا؟"

"دنوں کا حساب نہیں رکھا مَیں نے لیکن کافی دن گزر چکے ہیں۔"

"کیا تمھیں یہاں سے چھٹی مل سکتی ہے؟ میرا مطلب ہے، اگر تم ایک آدھ دن کے لیے ہی یہاں سے باہر جانا چاہو تو...؟"

"ہاں علی، مَیں ڈاکٹروں سے بات کر سکتی ہُوں۔"

"مَیں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہُوں سائیکا، تنہائی میں تم سے بہت سی باتیں کرنے کا خواہش مند ہُوں مَیں۔ پلیز میرے لیے یہ اجازت لے لو۔"

بُڈ ایکدم اُٹھ کھڑا ہُوا تھا۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔ "میڈم سائیکا! آپ مجھے بتا دیجیے کہ اس سلسلے میں کس سے بات کرنا ہوگی، مَیں اور یہ مسٹر، کیا نام بتایا تھا آپ نے ان کا؟"

"ویلس۔" ویلس نے خود آگے بڑھ کر کہا۔

"آئیے مسٹر ویلس، ہم بات چیت کیے لیتے ہیں ڈاکٹروں سے، میرا خیال ہے انھیں اعتراض نہیں ہوگا۔" بُڈ نے کہا۔ ویلس، بُڈ کے ساتھ باہر چلا گیا۔

سائیکا نے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے بولی۔ "تم یقین کرو علی کہ مَیں ان حالات سے ذرا بھی دل برداشتہ نہیں ہُوں، مجھے صرف تمھارا خیال تھا، مَیں صرف تمھارے بارے میں سوچتی رہی ہُوں کہ تم نہ جانے کن حالات کا شکار ہو۔"

"مَیں ٹھیک ہُوں سائیکا، تفصیلی گفتگو ہم تنہائی میں کریں گے۔ تمھیں زندہ دیکھ کر مجھے بےحد مسرّت ہوئی ہے لیکن یہ...؟"

مَیں نے اُس کے پاؤں کو افسردگی سے دیکھا۔

"ہاں علی، مَیں اپاہج ہوگئی ہُوں۔ میری زندگی بچ گئی لیکن مَیں اس زندگی سے خوش نہیں ہُوں کیونکہ مَیں جانتی ہُوں کہ اس کے بعد کی زندگی میرے لیے کتنی کربناک ہوگی۔"

میرے دل میں سائیکا کے لیے بےپناہ دُکھ اُمڈ آیا تھا لیکن اس دُکھ کا اظہار کر کے مَیں سائیکا کو مزید ملول نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مَیں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "سائیکا، زندگی تغیّرات کا نام ہے، کوئی نہیں جانتا کہ کل کون سی تبدیلی اس کے لیے کیا خبر لانے والی ہے۔ ممکن ہے یہ سب کچھ بھی تمھارے لیے بہتر ہو۔ جو ہوچکا ہے اُسے بھولنے کی کوشش کرو۔"

"کوشش کر رہی ہُوں علی۔" وہ خود کلامی کے انداز میں بولی۔

تھوڑی دیر کے بعد بُڈ اور ویلس اندر آگئے۔ اُن کے ساتھ ایک ڈاکٹر بھی تھا۔

"کیا مسٹر علی کے ساتھ آپ بھی جانا چاہتی ہیں میڈم...؟" ڈاکٹر نے سائیکا سے کہا۔

"ہاں، خواہ ایک دن کے لیے سہی۔"

"مسٹر علی تو جا سکتے ہیں لیکن آپ ڈاکٹر عبداللہ کا انتظار کرلیں، آپ کو وہی اجازت دے سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، ہم اُن کا انتظار کریں گے۔" مَیں نے کہا۔

"چیف، تمھاری رپورٹ تو کل بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ مَیں ذرا باہر ڈاکٹر عبداللہ کے بارے میں معلوم کرلوں۔" بُڈ بولا۔

"شکریہ بُڈ، ذرا معلوم کرو۔"

"آؤ ویلس۔" بُڈ نے کہا اور دونوں باہر نکل گئے۔

آدھے گھنٹے کے بعد ڈاکٹر عبداللہ سے ہمیں اجازت مل گئی اور مَیں سائیکا کو سہارا دے کر اسپتال سے باہر نکل آیا۔

"مجھے چھوڑ دو علی، اس دوران مَیں بیساکھی کے سہارے چلنے کی کافی مشق کر چکی ہُوں۔" سائیکا کے لہجے میں اُداسی گھُلی ہوئی تھی۔

"تم باہمت لڑکی ہو سائیکا، یقیناً تمھیں کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔" مَیں نے کہا اور الگ ہٹ گیا۔

سائیکا ہنسنے لگی پھر بیساکھی ٹیک کر میرے ساتھ چلتے ہوئے بولی۔ "علی! لوگ ایک ہی انداز میں دلاسا کیوں دیتے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہیں، کوئی تو تبدیلی ہونی چاہیے الفاظ میں۔ کوئی ٹھوس بات جس سے سکون کا احساس ہو۔"

"چیف! ایمبولنس تیار ہے۔" بڈ نے کہا۔

سائیکا کو ایمبولنس میں بٹھا کر میں، بڈ اور ویلس کے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔

سائیکا میرے کمرے میں داخل ہو گئی تو بڈ نے آہستہ سے کہا۔ "میری اور مسٹر ویلس کی فکر نہ کرنا چیف، ہم دونوں دوست بن گئے ہیں اور مسٹر ویلس کا خیال ہے کہ میری باتیں بہت دلچسپ ہوتی ہیں، کیوں ویلس؟"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے مسٹر بڈ۔" ویلس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آؤ ڈیئر۔ ڈائننگ ہال میں چل کر کچھ مال مفت پر ہاتھ صاف کریں۔" بڈ نے ویلس کو دھکیلتے ہوئے کہا۔

میں نے شکر گزار نگاہوں سے بڈ کو دیکھا۔ بے حد معقول انسان تھا وہ، میں اندر آ گیا۔ سائیکا مسہری پر بیٹھ گئی تھی۔ بیساکھی نزدیک رکھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر دل شدید دکھ رہا تھا۔ میں اس کی سیمابی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔ شوخ مسکراہٹیں بکھیرنے والی یہ لڑکی کسی قدر مرجھا گئی تھی۔ میں کرسی اس کے قریب گھسیٹ لایا۔ "کچھ پیو گی سائیکا؟" میں نے اپنائیت سے پوچھا۔

"کافی۔" اس نے کہا۔

میں نے روم سروس کو انٹر کام پر کافی کے لیے کہہ دیا۔ چند منٹ میں کافی آ گئی۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اسے کافی بنا کر دی اور سائیکا نے شکریے کے ساتھ اسے قبول کر لیا۔

"پہلے میری حالت کافی خراب ہو گئی تھی علی۔ ہاتھ پاؤں بے جان ہو گئے تھے لیکن اب ٹھیک ہوں۔ بس تمہارے سامنے آ کر یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تمام کمزوریاں ابھر آئی ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم خود کو سنبھال لو گی سائیکا۔"

"تمہیں خوشی ہو گی؟" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"یہ سوال کرنے کی ضرورت ہے؟" میں نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

"تو سمجھ لو میں سنبھل گئی۔" وہ مسکرائی۔

"گڈ! تم عام لڑکی نہیں ہو سائیکا، میں جانتا ہوں۔ اب مجھے بتاؤ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟"

"اس وقت سے بتاؤں جب ہمارے درمیان رابطہ منقطع ہو گیا تھا؟" سائیکا نے تیوری چڑھا کر کچھ شوخ لہجے میں کہا۔

"ہاں یقیناً۔" میں اس جملے کی گہرائی کا اندازہ نہیں لگا

وہ ہنس پڑی پھر اس نے کہا۔ "نہیں علی، تم بور ہو جاؤ گے، میں صرف اس وقت کے بعد کی کہانی سناؤں گی جب صحرائے اعظم میں تم سے جدا ہو گئی تھی۔"

میں نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگا لیکن اس کی بات میری سمجھ میں آ گئی۔ مجھے تارینا مارٹھ کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ سائیکا مجھ سے محبت کرنے لگی ہے پھر اسے اور تہذیب مائم ایکس کے بارے میں تارینا سے پتا چلا تو اس نے اپنے قدم روک لیے تھے۔ رابطوں کا حوالہ غالباً احساس کے تحت دیا تھا اس نے۔

"ہمارے درمیان ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم تھا۔" ایک لمحے توقف کے بعد سائیکا نے کہا۔ "لیکن گولڈن اسپائروکے ہماری تاک میں لگے ہوئے تھے۔ تم سے آخری گفتگو ہونے کے بعد اچانک ایک رات کچھ خوفناک لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے ان سے مقابلہ ہوا اور میرے بہت سے آدمی مارے گئے۔ میں، ایلی اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک گاڑی میں سوار ہو گئی۔ ہم اندھا دھند بھاگے تھے، اس لیے کسی صحیح راستے کا تعین نہیں کر سکے تھے پھر ہم خوفناک جنگلات میں جا پھنسے، جہاں طرح طرح کی ہولناک صعوبتیں ہماری منتظر تھیں۔ ٹرانسمیٹر بھاگ دوڑ میں کہیں گر چکا تھا اور تم سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا تھا۔ گاڑی کا پٹرول ختم ہو گیا، خوراک نہ رہی۔ ہم میں سے پانچ افراد بھوک سے مر گئے۔ ایلی کو سانپ نے ڈس لیا۔ پھر ایک رات بھیڑیوں کا ایک غول حملہ آور ہوا، انہی میں سے ایک بھیڑیے نے میری ٹانگ چبا ڈالی۔ صرف ایک ساتھی بچا تھا جس نے میرا ساتھ دیا۔ بھیڑیے کے دانتوں کا زہر میرے بدن میں سرایت کر رہا تھا۔ میں صرف موت کی منتظر تھی، زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی لیکن تمہیں دیکھنا تقدیر میں تھا۔ مسعود طلحہ نے اپنی پارٹی کے ساتھ مجھے دیکھ لیا اور موت کے جبڑوں سے نکال لایا۔ اس وقت سے ناتواں اس اسپتال میں زیرِ علاج ہوں۔"

"مسعود طلحہ...؟" مجھے یہ نام شناسا محسوس ہوا۔

"لائن آف کروزل کے نگرانوں میں سے ایک ہے۔ بہت نیک فطرت عرب نوجوان ہے۔ شاید میرے اپنے بھی مجھ سے اتنی ہمدردی نہ کر سکتے جو اس نے کی ہے۔" سائیکا نے بتایا۔

مجھے یہ نام یاد آ گیا۔ فاخرہ نے مسعود طلحہ کا نام لیا تھا۔ میں گردن جھکا کر ان واقعات پر غور کرنے لگا۔ سائیکا بے چاری

میری وجہ سے اس حادثے سے دوچار ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "اب مسعود طلحہ کہاں ہے؟"

"انیس تاریخ کو ناٹونیا آئے گا۔" وہ بولی۔ "اس سے مل لینا، تمہارا زبردست مداح ہے۔"

میں چونکا۔ "کیا تم نے اسے میری یہاں موجودگی کے بارے میں بتا دیا ہے؟"

"علی! وہ ایک شریف نوجوان ہے اور پھر اس نے مجھ پر جو احسانات کیے ہیں، اس کے بعد میں اس سے جھوٹ بولنے کا خیال بھی دل میں نہ لا سکی۔ اس حادثے کے بعد ظاہر ہے، مجھے سب کچھ بے کم و کاست اسے بتانا پڑا۔" اس نے نظریں جھکا لی تھیں۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسعود طلحہ ہماری یہاں آمد اور پروگرام کے بارے میں ہر راز سے واقف ہے؟" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"نہیں علی! اب ایسا بھی نہیں ہے، وہ صرف اتنا ہی جانتا ہے کہ میں ایک مشن کے تحت تمہارے ساتھ یہاں آئی تھی۔ اپنے مشن کے بارے میں، میں نے اسے کچھ نہیں بتایا۔ کیونکہ میری حیثیت بہرحال تمہارے ایک ماتحت کی تھی اور تم مجھے ضرورت سے زیادہ باخبر نہیں رکھتے۔"

"بہرحال، اب اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔" میں نے کہا اور پھر ہم موجودہ صورتِ حالات پر گفتگو کرتے رہے۔

شام سے کچھ پہلے میں سائیکا کو اسپتال چھوڑ آیا اور دوسرے دن آنے کا وعدہ کیا۔ واپسی پر بڈ نے مجھ سے سائیکا کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا، وہ کچھ اسی قسم کا آدمی تھا، اپنے کام سے کام رکھنے والا، اپنے حال میں مگن۔

دوسری صبح ہمیں بلڈ ٹیسٹ کی رپورٹ مل گئی، جس کے مطابق خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔ میرے خون میں بچھو کے زہر کے اثرات نہیں تھے، جس کا کہ بڈ کو اندیشہ تھا۔ اس کے بعد میں سائیکا سے ملا، وہ مجھے دیکھ کر کھل اٹھی، دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی۔ میں بھی اس کی دلجوئی کی خاطر اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتا تھا۔

چند روز اسی طرح گزر گئے۔ بڈ اپنی تفریحات میں مگن تھا اور میری کوشش یہ تھی کہ سائیکا جلد از جلد صحت یاب ہو جائے تاکہ کسی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے میں اسے واپس بھیج دوں، کیونکہ اب سائیکا کا مزید یہاں رہنا مناسب نہیں تھا۔ اپنی معذوری کے سبب وہ یہاں کی سخت زندگی کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

میں اسپتال پہنچا تو سائیکا میری منتظر تھی، وہ مجھے دیکھ کر بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی اور مسکراتے ہوئے بولی۔ "علی! بہت جلد مجھے اسپتال سے چھٹی ملنے والی ہے۔ آج ڈاکٹر عبداللہ نے میرا معائنہ کیا تھا اور وہ میری طرف سے بہت مطمئن تھے۔"

"گڈ! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے اپنی مسرت کا اظہار کیا۔

"ڈاکٹر کا خیال ہے کہ میری صحت گزشتہ چند روز میں تیزی سے بہتر ہوئی ہے۔"

"ہاں، میں نے بھی یہ بات محسوس کی ہے۔" میں نے کہا۔

"جانتے ہو علی، اس کی وجہ کیا ہے؟"

"کیا؟" میں نے انجان بنتے ہوئے کہا حالانکہ میں سمجھ گیا تھا، وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔

"تم ——" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "تم ہو اس کی وجہ علی، اگر تم نہ ملتے تو میں شاید اتنی جلدی نہ سنبھل پاتی۔ تم نے مجھے بہت حوصلہ دیا ہے۔"

ابھی ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ فاخرہ یعقوبی ایک عرب نوجوان کے ساتھ پہنچ گئی۔

"ہیلو علی! میں تمہاری رہائش گاہ سے آ رہی ہوں، وہاں سے معلوم ہوا کہ تم اسپتال میں ہو۔" پھر اس نے عرب نوجوان کی طرف اشارہ کیا۔ "ان سے ملو علی، یہ مسعود طلحہ ہیں، تم سے ملنے کے لیے سخت بے چین تھے۔"

مسعود نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو میں نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا۔ "تم سے غائبانہ تعارف سائیکا کے ذریعے ہو چکا ہے میرے عزیز! میں تمہارا احسان مند ہوں۔ تم نے سائیکا کے لیے جو کچھ کیا ہے، اس کے لیے میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں علی، یہ تو میرا فرض تھا۔" مسعود طلحہ نے سائیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر ہم مزید سائیکا کے پاس ٹھہرے پھر واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گئے۔ فاخرہ یعقوبی میرے ساتھ تھی البتہ مسعود کو کسی کام کے سلسلے میں جانا تھا لہٰذا وہ اجازت لے کر راستے ہی میں ہم سے جدا ہو گیا تھا۔

فاخرہ نے مجھے بتایا کہ لائن آف کروزل کے لیے کام کرنے والے تمام اہم افراد ناٹونیا پہنچ رہے ہیں تاکہ مجھ سے ملاقات کر سکیں۔ اس انکشاف پر میں چونکا۔ "اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تمام لوگ میری اصل حیثیت سے واقف ہو گئے ہیں؟" میں نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تمام لوگ نہیں، صرف چند افراد جو یہاں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔" فاخرہ نے جواب دیا۔

"فاخرہ! مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ میری یہاں موجودگی کا راز فاش ہو جائے۔ یہ تو محض ایک احتیاطی تدبیر تھی کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرا نام جب لائن آف کروزل کے حوالے سے مشہور ہوگا تو اور بھی بہت سی بلائیں اس طرف کا رُخ کریں گی اور پھر ممکن ہے کہ معاملات کو سنبھالنا مشکل ہو جائے۔ ہمارے دُشمن پوری طرح چوکنا ہو جائیں گے اور اپنی کارروائیاں تیز تر کر دیں گے۔ بہتر تو یہی تھا کہ میں پس پردہ رہ کر کام کروں۔"

"علی، میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ ان چند افراد کے علاوہ کوئی تمہارے بارے میں نہیں جان سکے گا۔" فاخرہ نے کہا۔

میرے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی۔

"تم ٹھیک کہتی ہو۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "پہلے صرف تم یہاں میری موجودگی سے واقف تھیں پھر مسعود طلحہ کو سائیکا نے بتایا اور اب لائن آف کروزل کے تمام ذمے دار افراد واقف ہو گئے ہیں آئندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔"

فاخرہ نے فوراً ہی میرے جملوں کی کاٹ کو محسوس کر لیا تھا۔ اس نے نظریں جھکا لیں، وہ شرمندہ سی ہو گئی تھی پھر شاید اس نے اس موضوع سے بچنے کے لیے کہا۔ "سائیکا کے بارے میں کیا سوچا ہے علی؟"

"سائیکا کو واپس بھیجنا پڑے گا۔"

"وہ تم سے بہت متاثر ہے علی! شاید تہذیب مالکم ایکس کی وجہ سے اس نے اپنی پیش قدمی روک دی ورنہ..." اس نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا اور مجھے دیکھنے لگی۔

"ورنہ کیا ہوتا؟ کیا تمہارے خیال میں وہ مجھے متاثر کرنے میں کامیاب ہو جاتی؟"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا علی، میں جانتی ہوں کہ علی یار خاں کون ہے، غیر معمولی لوگوں سے عام نوعیت کی باتوں کی توقع نہیں رکھنا چاہیے مگر اس میں سائیکا کا کوئی قصور بھی تو نہیں ہے۔ تمہاری شخصیت ہی ایسی ہے کہ لوگ فوراً تم سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں خود کو بھی اس حادثے سے نہ بچا سکی تھی، وہ تو بروقت بریک پر پاؤں پڑ گیا اور میری گاڑی ایک بہت گہرے کھڈ میں گرنے سے بچ گئی۔ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تم تہذیب کے ہو چکے ہو۔ چنانچہ میں نے فوراً اسٹیئرنگ گھما دیا۔"

"خوب!" میں مسکرایا پھر میں نے پُر مزاح انداز میں کہا۔ "اور اب اس گاڑی کا رُخ کس سمت ہے؟"

فاخرہ ہنس پڑی۔ "کسی سمت نہیں، بیچ چوراہے پر کھڑی ہے۔" وہ بولی۔ "اچھا خیر چھوڑو، میں تمہیں ایک بات بتاؤں، مسعود طلحہ، سائیکا کو پسند کرنے لگا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔

"مطلب یہ کہ وہ سائیکا سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"کیا اس نے یہ بات تم سے کہی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، مجھ سے کھل کر تو اس کا اظہار نہیں کیا مگر میں جانتی ہوں کہ وہ سائیکا سے شدید محبت کرنے لگا ہے۔"

"تم اتنے یقین سے یہ بات کیسے کہہ سکتی ہو، تم جانتی ہو کہ سائیکا اب معذور ہو چکی ہے۔ ممکن ہے، تم اظہارِ ہمدردی کو محبت سمجھ رہی ہو۔"

"علی! میں ایک عورت ہوں اور مرد کی نگاہوں کو پہچانتی ہوں۔ ہمدردی اور محبت میں فرق محسوس کر سکتی ہوں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، پُرخیال نظروں سے فاخرہ کو دیکھنے لگا۔

چند لمحے توقف کے بعد اس نے کہا۔ "مسعود ایک اچھا انسان ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ وہ سائیکا کے لیے بہترین ہمسفر ثابت ہوگا۔"

"میں تم سے اختلاف نہیں کروں گا فاخرہ۔" میں نے کہا۔ "لیکن سائیکا کو اس پر آمادہ کرنا کہ وہ مسعود کے لیے اپنے دل میں گنجائش پیدا کرے، بہت مشکل ہے۔"

"یہ کام تمہارے لیے مشکل نہیں ہے علی۔ اگر مناسب سمجھو تو سائیکا سے بات کرنا۔" فاخرہ نے کہا اور پھر اُٹھ گئی۔ "اچھا علی، اب میں چلتی ہوں۔ جیسے ہی تمام لوگ نائٹونیب پہنچیں گے، میں تمہیں اطلاع دے دوں گی پھر ہم میٹنگ کے لیے کوئی وقت طے کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے، جیسا تم مناسب سمجھو۔" میں نے کہا اور پھر دروازے تک آ کر اسے رخصت کر دیا۔

فاخرہ کے جانے کے بعد میں غور و فکر میں مصروف ہو گیا۔ بہت سے خیالات ذہن میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ آئندہ ہونے والی میٹنگ اور اس کے شرکا کا خیال آیا۔ اب تک اس مہم کے سلسلے میں جن حالات و واقعات سے سابقہ پڑا تھا میں ان کا تجزیہ کرتا رہا پھر سائیکا، ماٹر اور مسعود طلحہ کی طرف ذہن بھٹک گیا۔ ایک بات تو طے تھی کہ اب سائیکا کو ایک نئی زندگی کے بارے میں سوچنا پڑے گا، ایسی زندگی کے بارے میں جس میں ماضی کی ہنگامہ خیزیاں نہیں ہوں گی بلکہ خود اپنے لیے ایک مضبوط سہارے کی ضرورت محسوس ہو گی اور مسعود طلحہ بہرحال، ایک مناسب شریکِ زندگی ثابت ہو سکتا تھا۔

شام کے قریب میں اسپتال گیا اور سائیکا کو اپنے ساتھ لے آیا۔ اب مجھے اس سلسلے میں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اپنی رہائش گاہ پر واپس پہنچنے کے بعد میں نے کافی منگوائی پھر اِدھر اُدھر کی باتوں کے دوران سائیکا سے کہا۔ "آئندہ کے لیے کیا پروگرام ہے سائیکا؟"

میرے اس سوال پر وہ ایک ثانیے کے لیے چونکی پھر خود کو سنبھال کر بولی۔ "ظاہر ہے، اب مجھے واپس جانا ہوگا۔"

"میرا مطلب تھا کہ واپس جا کر کیا کرو گی؟" میں نے اپنے سوال کی وضاحت کی۔

"اس بارے میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکی ہوں، سوچ رہی ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟ اگر مجھے کچھ بتانا پسند کرو تو...؟"

سائیکا نے مجھے جملہ مکمل نہیں کرنے دیا، جلدی سے بولی۔ "کیسی باتیں کرتے ہو علی، میں جو بھی پروگرام بناؤں گی وہ ظاہر ہے تمہارے مشورے ہی سے بناؤں گی۔ تم سے کوئی بات چھپانے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ، تم کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ چند لمحے خالی خالی نگاہوں سے خلا میں گھورتی رہی پھر افسردہ لہجے میں بولی۔ "علی! سچی بات تو یہ ہے کہ اب کچھ بھی کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ ریڈ پینتھرز ختم ہو گئے، میں چاہوں بھی تو اب دوبارہ کوئی گروہ ترتیب نہیں دے سکتی کیونکہ اس کام کے لیے ایک فعال شخصیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بس اب تو دل یہ چاہتا ہے کہ سوئٹزر لینڈ میں کوئی چھوٹا سا ہوٹل کھول لوں اور باقی زندگی اس کی معذور مالکہ کی حیثیت سے گزار دوں۔"

"میرے مذہب میں مایوسی گناہ ہے سائیکا۔" میں نے کہا۔ "پھر تم خود کو تنہا کیوں سمجھنے لگی ہو؟"

"کیا مجھے ایسا نہیں سمجھنا چاہیے علی؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں چونک گیا۔ اس سے پہلے کہ اس کا ذہن کسی اور طرف بھٹکتا، میں نے فوراً پینترا بدل لیا۔

"میرے علاوہ تارینا، تہذیب، فاخرہ یعقوبی اور مسعود طلحہ سب تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتے سائیکا۔"

"تمہارے ذہن میں میرے لیے کیا پروگرام ہے علی، تم صاف کیوں نہیں کہتے؟"

"سائیکا! مسعود طلحہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ!" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔ "کیا اس نے تم سے اس خواہش کا اظہار کیا ہے؟"

"نہیں، میری معلومات کا ذریعہ فاخرہ ہے، وہ تم سے محبت کرنے لگا ہے سائیکا۔"

"ایک لنگڑی لڑکی پر احسان کرنا چاہتا ہے۔" اس نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اس طرح مت سوچو سائیکا، کسی کو آزمائے بغیر اس کے جذبے پر شک کرنا مناسب بات تو نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن میں کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتی اور مسعود کے تو پہلے ہی مجھ پر بہت احسانات ہیں۔"

"میں تمہیں اس کے لیے مجبور نہیں کر رہا۔ ایک بات میرے علم میں آئی تھی، وہ تم تک پہنچا دی۔ آخر میں اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر کبھی تم بھی اپنے دل میں مسعود کے لیے کوئی نرم گوشہ محسوس کرو تو اس کی پیشکش پر ضرور غور کرنا، میری درخواست سمجھ کر۔"

"شکر ہے تم نے حکم نہیں دیا۔" سائیکا ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولی۔ "بہرحال، میں تمہاری درخواست کو بھی نظرانداز نہیں کر سکتی علی۔"

"شکریہ سائیکا۔" میں نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ "آؤ تھوڑا سا گھوم پھر لیں، اگر تم دقت محسوس نہ کرو تو۔"

"نہیں علی، میں تمہارے ساتھ کوئی دقت محسوس نہیں کرتی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی اور اپنی بیساکھی سنبھالتے ہوئے اُٹھ گئی۔

میں سائیکا کو ہمراہ لے کر وہاں سے باہر آ گیا پھر ہم چہل قدمی کے انداز میں ایک طرف چل پڑے۔ ابھی تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ ایک جیپ ہمارے قریب آ کر رُکی جسے مسعود طلحہ ڈرائیو کر رہا تھا۔ بڈ اس کے ساتھ برابر والی سیٹ پر براجمان تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ چہکا۔ "کدھر چیف! ہم تو آپ ہی کی طرف آ رہے تھے۔"

"خیریت! کوئی خاص بات؟" میں نے پوچھا۔

"خاص بات تو کوئی نہیں چیف، البتہ مسعود طلحہ بہ ضد ہیں کہ ہم ان کے ساتھ ان کی رہائش گاہ پر رہیں لہٰذا یہ آپ کو لینے آئے تھے۔"

میں نے مسعود کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا تو وہ بولا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ جگہ آپ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ یہاں مجھے خاصا کشادہ مکان رہنے کے لیے دیا گیا ہے، اس کے ہوتے ہوئے آپ کو کہیں اور رہنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"میرے خیال میں ان تکلفات کی موجودہ حالات میں کوئی ضرورت تو نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ درست کہتے ہیں مگر میری خواہش ہے کہ آپ مجھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

شرفِ میزبانی بخشیں، پلیز علی۔" وہ ملتجیانہ لہجے میں بولا۔

میں نے سائیکا کی طرف دیکھا تو وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"مسعود کی خواہش کا تو خیال رکھنا ہی پڑے گا علی!"

سائیکا کا جملہ بڑا معنی خیز تھا لیکن میں نے یہ کہہ کر حساب فوراً ہی برابر کر دیا۔ "صحیح کہتی ہو سائیکا، میرا بھی یہی خیال ہے۔" میرے اس جواب پر وہ فوراً دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اس معنی خیز گفتگو کا اصل مفہوم شاید بڈ اور مسعود کی سمجھ میں بھی نہیں آیا تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے سائیکا سے جیپ میں بیٹھنے کے لیے کہا اور پھر اُسے سہارا دے کر اندر بٹھا دیا۔ اس کے بعد میں بھی جیپ میں سوار ہو گیا اور مسعود سے کہا کہ پہلے سائیکا کو اسپتال پہنچا دیا جائے اور بعد میں ہم اپنا سامان لے کر اس کے ساتھ چلیں گے۔ مسعود نے اثبات میں سر کو جنبش دی اور گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

میں بڈ کے ہمراہ مسعود طلحہ کے کشادہ اور آرام دہ مکان میں آ گیا تھا۔ یہاں ہمیں زیادہ آرام اور سہولیات میسر تھیں۔ فاخرہ یعقوبی روز مجھ سے ملنے آ جاتی تھی۔ سائیکا کو بھی ہم یہاں لے آئے تھے۔ ابھی تک صرف غازی ناصر نائوٹنیا پہنچا تھا، باقی لوگ بھی آنے والے تھے۔ اس دوران میری مصروفیت کچھ نہ رہی تھی اور میں خود کو بے بس اور بندھا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ اپنی اس بیزاری کا اظہار میں نے فاخرہ سے بھی کیا تھا حالانکہ مجھے یہاں ہر طرح کی آزادی کے ساتھ تمام تفریحی سہولتیں بھی میسر تھیں جن سے میں لطف اندوز ہو سکتا تھا لیکن یہ سب میری بے چین فطرت کے خلاف تھا۔ میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتا تھا، خصوصاً اس وقت جب مجھے یہ محسوس ہو رہا ہو کہ دُشمن مصروفِ کار ہے اور ہم اب تک اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے۔

بالآخر ایک دن غازی ناصر اور فاخرہ یعقوبی میرے پاس آ گئے۔

"تمام لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں علی! میٹنگ کا وقت اور دن کا تعین کر لو۔" فاخرہ نے کہا۔

"جو دن تم لوگ مقرر کر دو گے، میں حاضر ہوں۔"

"کل شام پانچ بجے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور وہ دونوں چلے گئے۔

دوسرے دن شام پانچ بجے تمام لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ اس میٹنگ میں صورتِ حالات پر خاصا سیر حاصل تبصرہ ہوا، سب نے اپنے اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں اظہارِ رائے کیا اور بالآخر ہم ایک متفقہ لائحہ عمل طے کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اس میٹنگ میں موجود تمام افراد مجھ سے بے حد متاثر اور مرعوب تھے، لہٰذا سب کی کوشش یہی تھی کہ مجھے زیادہ سے زیادہ اظہارِ رائے کا موقع دیا جائے اور میں جس طرح چاہوں اس معاملے کو نمٹاؤں۔ چنانچہ میں نے اپنی تجاویز اُن کے سامنے پیش کیں۔

میرے پروگرام کے تحت تین محاذوں پر کام کر کے مسئلے سے پوری طرح نمٹا جا سکتا تھا۔ اوّل مسئلہ اسلحے کی فیکٹریوں کے تحفظ کا تھا۔ ان کے لیے سیکیورٹی کے ایسے انتظامات کی ضرورت تھی، جس کے تحت دوبارہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔ دوم لائن آف کروزل کے اردگرد صحرا و جنگلات میں چھان بین کی ضرورت تھی۔ اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ دُشمن نے اپنے کچھ خفیہ ٹھکانے وہاں بنا رکھے ہوں۔ تیسرا سب سے بڑا اور اہم مسئلہ اسٹیفن براکوڈا کی تلاش کا تھا، جس میں ہم اب تک ناکام رہے تھے۔

میری تجاویز سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ مجھے سیکیورٹی کے انتظامات کا جائزہ لینے اور اُسے مزید بہتر بنانے کی ذمے داری سونپی گئی حالانکہ میں اسٹیفن براکوڈا کی تلاش میں دلچسپی رکھتا تھا۔ یہ کام غازی ناصر کے سپرد ہوا اور اطراف کے جنگلات اور صحرا کی چھان بین کی ذمے داری ابوحاتم نے قبول کی۔

میٹنگ ختم ہو گئی۔ حقیقت یہ تھی کہ میں سیکیورٹی کا شعبہ نہیں لینا چاہتا تھا۔ اس میں میرے لیے بے شمار اُلجھنیں تھیں لیکن بہرحال، ان لوگوں نے مجھ سے یہی چاہا تھا اور میں نے منظور کر لیا تھا۔

اپنی آرام گاہ میں کئی گھنٹے تک میں نے اس کے لیے پلاننگ کی۔ بندھے ٹکے اصولوں پر تو کام ہو ہی رہا تھا اور انھوں نے اس سلسلے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن میں ایسے دوستوں کا انتخاب چاہتا تھا جو عام لوگوں سے ہٹ کر ہوں اور کارآمد رہیں۔ بالآخر میں نے ایک دلچسپ پروگرام بنا لیا جو میری اپنی پسند کے مطابق تھا۔

دوسرے دن میں نے ان لوگوں سے کہا۔ "میں نے ایک لائحہ عمل تیار کر لیا ہے۔"

"آج دوپہر میں ہم لوگ لنچ پر اس بارے میں گفتگو کر رہے ہیں اور ہمارے درمیان شرطیں بھی طے ہیں۔" مسعود طلحہ نے کہا۔

"خوب!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پہلی شرط آپ کی ٹیم میں شامل ہونے والوں کے سلسلے میں ہے مسٹر علی، آپ بتائیے آپ کن لوگوں کو ساتھ رکھنا پسند کریں گے۔ ہم نے وہ نام لکھ لیے ہیں، جن کا انتخاب آپ کریں گے۔"

"آپ لوگ بتا دیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"آپ اُن ناموں کو اپنے پاس لکھ لیں، تاکہ تصدیق ہو جائے۔" مسعود نے مجھے کاغذ اور بال پوائنٹ دے کر کہا۔

میں نے کاغذ پر لکھ کر رکھ لیا پھر اُن سے کہا کہ بتائیں۔

"فاخرہ یعقوبی، بڈ، میکنو، یہ تین خاص نام ہیں۔"

"میں نہیں جانتا شرط کن لوگوں کے درمیان اور کیا ہے لیکن میرا کاغذ آپ لوگوں کے سامنے ہے۔" میں نے کاغذ اُن کے سامنے رکھ دیا، جس پر لکھا تھا کہ میں تنہا کام کروں گا۔

"تنہا؟" سب حیران ہو کر مجھے دیکھنے لگے۔

"جی بالکل تنہا، میں جانتا ہوں سیکیورٹی کے لیے بہترین لوگوں کا انتخاب کیا گیا ہوگا، وہ سب اگر خوش اسلوبی سے اپنا کام انجام نہ دے رہے ہوتے تو اب تک کچھ اور بھی ہو سکتا تھا۔ میں صرف ان کمزور پہلوؤں کا جائزہ لینا چاہتا ہوں جہاں سے ہمارے دُشمن اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔"

"لیکن تنہا؟"

"ابتدا میں بالکل تنہا بھی نہیں ہوں گا۔ کچھ لوگ میری مدد کریں گے لیکن ذرا مختلف انداز میں۔"

"مثلاً؟" مسعود طلحہ نے تعجب سے پوچھا اور میں ان لوگوں کو اپنے پروگرام کے بارے میں بتانے لگا۔ سب کے چہرے حیرت زدہ تھے۔

ابوحاتم نے کہا۔ "نہیں علی! میں اس سے اختلاف کروں گا۔"

"یہ میرا اسٹائل ہے ابوحاتم! میں اس سے بہتر فوائد حاصل کر لوں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"علی، کم از کم اتنی اجازت تو دو کہ ہم ان لوگوں کو..." فاخرہ بولی۔

"سارا کھیل خراب ہو جائے گا فاخرہ، پھر فائدہ ہی کیا۔ میں ڈبل گیم کھیلنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"وہ کس طرح؟"

"یہ نہ پوچھو تو بہتر ہے، تھوڑا سا غور کرو گی تو خود سمجھ میں آ جائے گا۔"

"بڑی اُلجھن میں ڈال دیا ہے آپ نے۔" مسعود نے کہا۔

"زیادہ سے زیادہ آپ میرے لیے ایک کام کر دیں مسعود۔"

"جی علی، کہیے۔"

"لائن آف کروزل کی تمام بستیوں میں سیکیورٹی والوں کو وہ مخصوص کوڈ بتا دیں جو ہمارے درمیان مقرر ہوا ہے، اگر کوئی بہت خطرناک صورتِ حال پیش آ گئی تو میں اُن سے مدد حاصل کر لوں گا۔"

"ٹھیک ہے، یہ کام کر لیا جائے گا۔" مسعود نے گہری سانس لے کر کہا۔

صحرائے اعظم کے راز ہائے سربستہ کھل رہے تھے۔ میں پچھلے ستائیس گھنٹے سے بھٹک رہا تھا۔ لینڈ روور میں سفر کے لیے ضرورت کی تمام چیزیں موجود تھیں۔ میرے چہرے پر بہترین میک اپ تھا جس میں کئی گھنٹے صرف کیے گئے تھے۔ میں اس میک اپ میں تانبے جیسی رنگت کا مالک کوئی اسپینش لگتا تھا۔ اب تک کا سفر نہایت پُرسکون تھا۔ اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا اور پوری دلجمعی سے اپنا کام کرنے کے لیے خود کو تیار کر لیا تھا۔ میرا رُخ لائن آف کروزل کی ایک آبادی کی طرف تھا۔ اس علاقے میں گرمی شدید تھی۔ ہر سمت چٹانیں آسمان کی طرف نگراں تھیں۔ سورج کی سُلگتی کرنیں بدن کو چھید رہی تھیں۔ میں مناسب رفتار سے لینڈ روور ڈرائیو کر رہا تھا۔ دفعتاً ایک ہلکی سی آواز میری سماعت سے ٹکرائی اور میں نے لینڈ روور کو بریک لگا دیے۔ انجن اسٹارٹ تھا۔ آواز دوبارہ میرے کانوں میں آئی اور اس بار سمت کا اندازہ بھی ہو گیا۔ ایک بلند چٹان پر کوئی ہاتھ ہلا رہا تھا۔ میں نے چٹان تک جانے والے راستے پر نگاہ دوڑائی اور پھر لینڈ روور کو اُس طرف بڑھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں چٹان کے قریب پہنچ گیا۔ ایک قوی ہیکل آدمی سنبھل سنبھل کر چٹان سے نیچے اُتر رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں رائفل تھی۔ چال میں کسی حد تک لنگڑاہٹ تھی۔ میں اُسے دیکھتا رہا۔ جوان العمر تھا، خوش شکل بھی تھا۔ لباس چیتھڑوں کی شکل میں بدن پر جھول رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ میرے پاس پہنچ گیا۔

"سوری فرینڈ، میں سخت بھوکا اور پیاسا ہوں، میری کچھ مدد کر سکتے ہو؟" اُس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"ضرور۔"

میں نے لینڈ روور کا انجن بند کر دیا اور پھر ایک پیکٹ کھول کر اُس کے سامنے رکھ دیا۔ اُس میں سینڈوچ بھرے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی کافی کا تھرماس بھی اُسے تھما دیا۔ اُس نے شکریے کے ساتھ یہ چیزیں قبول کر لیں۔ میں اُس کا گہری نگاہ سے جائزہ لے رہا تھا۔ عجیب سی شخصیت کا مالک تھا۔ اچھی طرح کھانے کے بعد اُس نے میرا شکریہ ادا کیا اور بولا۔ "بہت بُرے وقت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یں تم نے میری مدد کی ہے دوست۔ میں اس احسان کو یاد رکھوں گا۔ میرے پاس کارتوس ختم ہو چکے ہیں ورنہ اس حالت کو نہ پہنچتا۔ کیا ہم تعارف حاصل کر سکتے ہیں؟"

"میرا نام ودنا وستونیا ہے۔" میں نے کہا۔

"اسپینش؟" اس نے مسکرا کر کہا

"ہاں۔" میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"افریقہ کے ان جلتے پہاڑوں کے درمیان کیوں بھٹک رہے ہو؟"

"افریقہ میں لوگ کیوں بھٹکتے ہیں؟" میں نے اس سے اُلٹا سوال کر دیا۔

"سونے کی تلاش، ہیروں اور قیمتی پتھروں کی کھوج، یہی نا؟"

"اپنے بارے میں نہیں بتایا تم نے؟"

"ایلیٹ ہے میرا نام ... جنکارڈ ایلیٹ، ویسے تم تنہا کیوں ہو؟"

"تنہا ہونا بُری بات ہے کیا؟"

"نہیں، عموماً یہاں لوگ تنہا نہیں آتے، پارٹیاں آتی ہیں۔"

"میں تنہا ہی ہوں۔" میں نے کہا۔

"بڑے دل والے معلوم ہوتے ہو ویسے شاید افریقہ میں داخل ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا۔ تمھارے سامان کی تازگی بتاتی ہے، خود بھی تر و تازہ ہو۔" اس نے کہا۔

"یہی سمجھ لو۔"

"ایلیٹ کے دوست بنو گے؟ اگر کوئی بڑا منصوبہ نہیں لے کر آئے ہو تو فائدے میں رہو گے۔"

"میں نہیں سمجھا؟" میں نے غور سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اتنی جلدی نہ سمجھو دوست، خود کو سمجھنے کے لیے بھی تو کچھ وقت دو۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"ہُوں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے، تمھارا لباس اب پہننے کے قابل نہیں رہا ہے۔"

"میرے پاس اس خالی بندوق کے علاوہ اور کچھ نہیں رہا ہے دوست لیکن اس کھوپڑی میں بہت کچھ ہے۔" اس نے اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

میں نے پیچھے پڑے ہوئے سُوٹ کیس میں سے ایک سُوٹ اُسے نکال کر دیا۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے ایک چٹان کی اوٹ میں جا کر لباس تبدیل کیا اور میرے پاس آ گیا۔

"ایک بار پھر تمھارا شکریہ ادا کرنے پر مجبور ہوں وستونیا۔ تم میرے لیے بہت قیمتی انسان ثابت ہوئے ہو ورنہ شاید اس کسمپرسی کے عالم میں مجھے کوئی نقصان پہنچ جاتا۔ اب دیکھو نا، موسم کتنا شدید ہے اور میرے پاس نہ تو کوئی کارتوس تھا اور نہ ہی پانی۔"

"اب پروگرام کیا ہے؟" میں نے اُسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"سب سے پہلے یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو، کسی ایسے علاقے میں جہاں ہم سایہ دار درختوں کے نیچے پناہ لے سکیں۔ گرمی کی شدت خوفناک ہے۔" اس نے جواب دیا اور میں نے لینڈ روور اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

وہ میرے نزدیک بیٹھا ہوا پُرخیال نگاہوں سے سامنے پھیلی ہوئی پہاڑیوں کو دیکھ رہا تھا۔ یہ علاقہ آگ کی طرح تپ رہا تھا۔ آگے چل کر تاحدِ نگاہ ریت کا ایک ویران صحرا نظر آیا جس کے چاروں طرف خشک پہاڑیوں کی ایک قطار سی بنی ہوئی تھی۔ دُور دُور تک کسی درخت کا نشان بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

اُس نے آہستہ سے کہا "ہمیں یہ پہاڑیاں عبور کرنا ہوں گی اور اس کے بعد ہم ایک بہترین حصے میں جا پہنچیں گے۔"

"تم اس علاقے سے اچھی طرح واقف معلوم ہوتے ہو!"

"ہاں، نہ جانے کب سے ان ویرانوں میں بھٹک رہا ہوں۔"

"وجہ؟" میں نے سوال کیا اور وہ مسکرانے لگا۔

"جلد باز معلوم ہوتے ہو لیکن میں انسانی فطرت کے اس پہلو کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ہر شخص ایک دوسرے کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جان لینا چاہتا ہے۔ میں تمھیں مایوس نہیں کروں گا۔ میں تنہا ان علاقوں میں نہیں آیا تھا بلکہ ایک پوری پارٹی میرے ساتھ تھی۔ اس پارٹی میں مفاد پرست لوگوں کی تعداد زیادہ تھی اور وہ جس مقصد کے لیے آئے تھے اس میں اپنے ساتھ کم سے کم لوگ رکھنا چاہتے تھے۔"

"تو پھر ساتھ آئے ہی کیوں تھے؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ یہاں تک پہنچنے کے لیے انھیں بہت سے لوگوں کی ضرورت تھی۔"

"پھر اس کے بعد کیا ہُوا؟"

"اس کے بعد جب انھیں اس بات کا احساس ہو گیا کہ اُن کی منزل قریب آ گئی ہے تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے بھڑ گئے۔ سولہ آدمیوں نے چھ آدمیوں کو قتل کر دیا اور دو افراد اُن کے درمیان سے نکل بھاگے لیکن یہ بھاگنے والے افراد بڑے کارآمد تھے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سوال کیا۔

"اُن میں سے ایک میں ہوں اور ایک میری ساتھی۔"

"خوب! کیا نام ہے تمھاری اُس ساتھی لڑکی کا؟" میں نے دریافت کیا۔

"ڈیریگی۔" اُس نے جواب دیا۔

"تو وہ بھی فرار ہو گئی ہے مگر وہ تو تمھارے ساتھ نظر نہیں آتی۔"

"بدقسمتی سے ہم دونوں کا ساتھ چھوٹ گیا ہے اور مجھے شبہ ہے کہ وہ اُن کے ہتھے چڑھ گئی ہے۔" ایلیٹ نے جواب دیا۔

"پھر سوال وہیں پہنچ جاتا ہے کہ معاملہ کیا تھا؟"

"ہیروں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جو ایک جگہ پوشیدہ کر دیا گیا تھا۔ جن لوگوں نے یہ ہیرے دریافت کیے تھے، وہ انھیں یہاں سے لے جانے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ شدید زخمی ہونے کی وجہ سے انھوں نے ہیروں کے اس ذخیرے کو ایک جگہ پوشیدہ کر دیا، جگہ کا نقشہ بنایا اور اس کے بعد اس اُمید پر صحرائے اعظم سے واپس چلے گئے کہ صحت یاب ہونے کے بعد دوبارہ آئیں گے لیکن وہ نہ آ سکے اور وہ نقشہ کچھ دوسرے لوگوں کے ہاتھ لگ گیا۔ نئے سرے سے ایک پارٹی تشکیل دی گئی جس میں، میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا تھا لیکن پھر آپس کی پھُوٹ نے ہم سب کو منتشر کر دیا۔ نقشے کے کئی ٹکڑے کر لیے گئے تھے جن میں سے ایک ٹکڑا میرے پاس محفوظ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میں ذاتی طور پر بھی ہیروں کی اُس ذخیرہ گاہ کو جانتا ہُوں جب کہ وہ احمق لوگ یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ میرے پاس نقشے کے بقیہ ٹکڑے چونکہ موجود نہیں ہیں، اس لیے میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔ کاش ... کاش ڈریگی مجھے مل جاتی تو صورتِ حال مختلف ہوتی۔"

"ہُوں تو کیا وہ ہیرے انہی اطراف میں موجود ہیں؟"

"ہاں، ہم اس جگہ سے بہت قریب ہیں لیکن میرے جوان دوست، میں وہی کہانی پھر نہیں دُہرانا چاہتا۔ مجھے ڈریگی کی تلاش ہے، اگر تم میرا ساتھ دو گے تو میں اُس ذخیرے میں سے تمھیں ایک چھوٹا سا حصہ دینے میں ذرا بھی دُکھ محسوس نہیں کروں گا چونکہ جب انسان کسی بڑی چیز سے محروم ہو جاتا ہے تو چھوٹی چیزوں کی کوئی وقعت اُس کی نگاہ میں نہیں رہتی۔ میں خلوص دل سے تمھیں اس کی پیش کش کرتا ہُوں۔ اب میں یہ نہیں جانتا کہ خود تمھارا منصوبہ کتنا بڑا ہے، ویسے ایک بات میں تمھیں بتاؤں کہ اگر تم نے مجھ سے سچ بولا ہے اور صحرائے اعظم افریقہ میں تنہا ہی نکل آئے ہو تو میرا خیال ہے کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ ویسے بھی تمھاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ایک تنہا انسان کوئی بہت بڑا معرکہ کیسے سرانجام دے سکتا ہے۔"

"میرا کوئی معرکہ نہیں ہے اور میں کسی ہیروں کے ذخیرے اور سونے کی تلاش میں نہیں ہوں، میں دراصل جڑی بوٹیوں پر ریسرچ کرنے والا ایک چھوٹا سا سائنس دان ہُوں اور یہاں صرف اس لیے بھٹک رہا ہُوں کہ مجھے اپنے مقصد کی بوٹیاں درکار ہیں۔ نہ سونے کا کوئی ذخیرہ میری نگاہوں کے سامنے ہے اور نہ ہیروں کے انبار۔"

ایلیٹ نے سامنے سے نگاہ ہٹا کر میرے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر ہلکا سا قہقہہ لگا کر ہنس پڑا "اگر تم نے یہ الفاظ اپنی حفاظت کے لیے کہے ہیں، تب بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تو تمھیں اپنے طور پر صرف یہ پیش کش کر رہا ہُوں کہ میری تھوڑی سی مدد کرو اور ہیروں کا یہ چھوٹا سا ذخیرہ تم بھی حاصل کر لو۔ میں دعوے سے کہتا ہُوں کہ میں تمھیں بہ آسانی اس ذخیرے تک لے جاؤں گا۔"

"افسوس! مجھے ہیروں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میرا اپنا فن دُنیا کے تمام قیمتی خزانوں سے کہیں زیادہ اہم ہے تاہم ایک انسانی ناتے سے میں تمھاری مدد کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتا۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے دونوں شانے ہلائے اور پھر دوسری طرف دیکھنے لگا اور اسی وقت میں نے محسوس کیا کہ

خوابوں کی تعبیر، اُن کی حقیقت اور ان کی افادیت کے بارے میں ایک نادر کتاب

خوابوں کے اسرار

قیمت: ۲۵ روپے ڈاک خرچ: ۱۶ روپے

خواب کیا ہوتے ہیں؟
ان کی تعبیر کیا ہوتی ہے؟
خواب کیوں نظر آتے ہیں؟

خوابوں کے بارے میں مکمل معلومات

کتاب کے چند عنوانات:

■ نیند ■ خوابی اصطلاحیں ■ تحلیل نفسی کے طریقے
■ بچوں کے خواب ■ الہامی خواب ■ رویائے صادقہ
■ کثرت سے نظر آنے والے خواب ■ خواب اور الجھنیں ■ خواب اور آدمی
■ خواب اور یہودیت ■ خواب اور اسلام ■ خواب اور مستقبل
■ خوابوں کی عددی اہمیت ■ خوابوں کی لغت

خوابوں پر ایک مکمل اور مستند کتاب

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ بُری طرح چونک پڑا ہے۔ میں نے بھی عقب میں تیز روشنی محسوس کی تھی، یہ روشنی یقیناً دھوپ میں چمکتے ہوئے کسی شیشے کی تھی۔

ایلیٹ پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگا پھر اُس نے لینڈ روور کی کھڑکی میں سے گردن نکالی اور اپنی سیٹ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ وہ اپنے آدھے بدن کو کھڑکی سے نکال کر غالباً پیچھے کی سمت دیکھ رہا تھا۔

چند لمحے وہ اسی طرح کھڑا رہا اور اس کے بعد سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اُس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "شاید وہ لوگ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"کون لوگ؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"وہی جن کا میں نے تذکرہ کیا ہے۔"

"اوہ! اس کا مقصد ہے کہ وہ مسلسل تمھاری تاک میں لگے ہوئے تھے۔"

"ہاں۔ ہیروں کے اُس ذخیرے کا نقشہ جو میرے پاس ہے وہ میرے حصّے کا ٹکڑا بھی حاصل کر لینا چاہتے ہوں گے۔"

"مگر یہ صورتِ حال تو بہتر نہیں ہے، اس طرح تو ہم...."

"ہاں میرے دوست، تمھیں خاصی مشکلات سے گزرنا پڑے گا۔ یہ ریگستانی علاقہ بہت زیادہ طویل نہیں ہے۔ ہم جلد ہی مغرب کی سمت مُڑ کر ایک ایسے حصّے میں جا نکلیں گے جہاں اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں۔ ایسی چٹانیں ہیں جن کے نیچے طویل سائے پھیلے ہوئے ہیں۔ تم انھیں دیکھ کر یہی محسوس کرو گے کہ یہ زمانۂ قدیم کے کھنڈرات ہیں لیکن درحقیقت وہ کھنڈرات نہیں ہیں بلکہ اس قسم کی کھوکھلی چٹانیں ہیں جو انسانی ہاتھوں کی تعمیر کردہ معلوم ہوتی ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس شخص کے الفاظ میں مجھے جھوٹ کی آمیزش محسوس ہو رہی تھی۔ مسئلہ کچھ اور ہی تھا۔

سورج مشرق میں جھکتے جھکتے آگ کی ایک بڑی گیند کے مانند ہو گیا تھا اور اب دھوپ کی تمازت کسی حد تک کم ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ ہمارا تعاقب ہو رہا ہے لیکن تعاقب کرنے والی گاڑی یا گاڑیاں اتنا فاصلہ رکھ کر سفر کر رہی تھیں کہ ہماری نگاہوں میں نہ آ سکیں۔ میں نے بارہا عقب نما شیشے میں اُن کی جھلک دیکھنے کی کوشش کی لیکن ایک بار بھی اس میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا، اگر دھوپ کی وجہ سے اُن کے شیشے نہ چمکتے تو یقیناً ہمیں کوئی اندازہ نہ ہوتا۔ ایلیٹ جیسا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ کئی دن سے ان پہاڑوں میں بھٹک رہا ہے اور اس کے پاس نہ ایمونیشن رہا ہے اور نہ کھانا پانی ہے تو پھر وہ لوگ اُسے کیوں نہ پکڑ سکے اور اب کسی گاڑی کو دیکھ کر اُس کے پیچھے کیوں لگ گئے ہیں، یہ ذرا تعجب خیز بات ہے۔ اس سلسلے میں، میں نے اُس سے سوال کر ہی لیا۔

"اُنھیں کیسے اندازہ ہُوا کہ اس گاڑی میں تم موجود ہو؟"

چونکہ یہ سوال اچانک کیا گیا تھا اور وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہُوا تھا، اس لیے چونک کر خالی خالی نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر اُس نے کہا۔ "میں نہیں سمجھا، کیا کہہ رہے ہو؟"

"میرا مطلب ہے کہ تعاقب کرنے والوں کو یہ اندازہ ہُوا کہ تم اس گاڑی میں میرے ساتھ موجود ہو۔ کیا تم ایسی گاڑی لے کر بھاگے تھے؟"

"نہیں، مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا لیکن ان لوگوں نے اس بات کا اندازہ کر لیا ہو گا کہ یہ اجنبی گاڑی یقیناً میری مددگار ہو سکتی ہے یا پھر ممکن ہے، وہ صرف اندازے کی بنیاد پر پیچھے چلے آ رہے ہوں۔ میرا یہی خیال ہے کہ اُن گاڑیوں میں وہی لوگ ہیں۔"

میں نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر گردن ہلائی اور نگاہیں جمائے ہوئے گاڑی چلاتا رہا۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک یہ سفر جاری رہا۔ بے آب و گیاہ ریگستان ختم ہوتا جا رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد لینڈ روور خشک پہاڑیوں کے ایک سلسلے کے نزدیک پہنچ گئی جس کے درمیان ریت کے گرم تودے حائل تھے۔

ایلیٹ بار بار عقب میں دیکھ لیتا تھا اور ہر بار اُس کے چہرے پر مایوسی کے آثار پھیل جاتے تھے۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔ "وہ لوگ مسلسل تعاقب کر رہے ہیں۔ کچھ فاصلے پر آگے جا کر پہاڑی کے دامن میں وہی جگہ مل جائے گی جس کے بارے میں، میں نے تم سے کہا تھا۔"

"لیکن مجھے تو...." میں نے کہنا چاہا مگر اُس نے درمیان سے میری بات کاٹ دی۔

"ہاں ہاں، میں جانتا ہُوں لیکن آگے چل کر بائیں سمت مُڑ جاؤ تو ہم ان سے نجات پانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔"

میں نے اُس کی ہدایت پر عمل کیا۔ میں جھوٹے گاؤں تک پہنچنا چاہتا تھا لیکن اس کا کہنا درست تھا، ہم تھوڑی دیر کے بعد اس علاقے میں جا نکلے جہاں چٹانیں اس طرح کھڑی تھیں جیسے بہت پُرانے اور بوسیدہ کھنڈر بنے ہوئے ہوں۔ چٹانوں کی ٹوٹی ہوئی دیواریں، اُبھرے ہوئے گنبد واقعی یہی منظر پیش کر رہے تھے۔ کہیں کہیں پتھروں کے ستون نظر آتے تھے۔

شام کا دھندلکا پھیل چکا تھا۔ میں نے ایلیٹ کی طرف دیکھا تو اُس نے آہستہ سے کہا۔ "وہ سامنے ایک خول نما چٹان نظر آ رہی ہے، میرا خیال ہے لینڈ روور اس کی آڑ میں لے جاؤ، کشادہ جگہ ہے اور ہاں یہ تو بتاؤ، کیا تمھارے پاس ہتھیار وغیرہ بھی ہیں؟"

"ہاں، ایک چھوٹا سا پستول ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔" میں نے اپنے اندرونی لباس سے ایک پستول نکال کر اُسے دکھایا۔ حالانکہ یہ صرف نمائشی چیز تھی۔ لینڈ روور کی سیٹوں کے نیچے اتنا ایمونیشن موجود تھا کہ اگر میں چاہتا تو باقاعدہ ایک گروہ کا مقابلہ کر سکتا تھا اور اُسے شکست دے سکتا تھا۔

اُس نے پریشان کُن نگاہوں سے گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔ "اور یقیناً تم اس کے استعمال سے بھی واقف ہو گے۔"

"پستول اسی لیے رکھا جاتا ہے کہ اسے استعمال کیا جائے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، میں تم سے یہ نہیں کہوں گا کہ یہ پستول تم مجھے دے دو۔ کاش تمھارے پاس رائفل کے کچھ کارتوس بھی موجود ہوتے۔" اس نے شانے ہلائے۔

میں اُس کی ہدایت کے مطابق گاڑی لے چلا اور جو جگہ اُس نے بتائی تھی اُسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ چٹان ہی تھی لیکن بالکل خول کی شکل میں۔ لینڈ روور اس کے اندر آسانی سے سما گئی اور یہ حقیقت تھی کہ اب اُسے دُور سے دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ کوئی بالکل ہی قریب آ کر دیکھنے کی کوشش کرتا تو پھر لینڈ روور نظر آ سکتی تھی۔ میں نے لینڈ روور کا انجن بند کیا اور نیچے اُتر آیا۔ کھانے پینے کی چیزیں وافر مقدار میں میرے پاس موجود تھیں...... اور میں نے اس طرح کا بندوبست کر لیا تھا کہ اگر صحرا میں طویل عرصہ گزارنا پڑے تو کم از کم کھانے پینے کی تکلیف نہ ہو۔

وہ لنگڑاتا ہُوا میرے ساتھ نیچے اُتر آیا تو میں نے اُس سے اس کے لنگڑے پن کی وجہ پوچھی۔

"کچھ نہیں، پاؤں میں موچ آگئی ہے۔ ایک اُونچی سی چٹان سے کُودا تھا جس کی وجہ سے تلوے کی ہڈّی میں چوٹ لگی ہے اور اسی وجہ سے چلنے میں تکلیف ہو رہی ہے لیکن کوئی خاص بات نہیں ہے۔" اُس نے جواب دیا۔

تاریکی تقریباً پھیل چکی تھی۔ ہم ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھ گئے تھے۔ ان اطراف میں کسی گاڑی کا کوئی وجود نظر نہیں آتا تھا اور آہستہ آہستہ مجھے یہ یقین ہوتا جا رہا تھا کہ متعاقب ہمارا نشان پانے میں ناکام ہو گئے ہیں۔ اس بات کا اظہار میں نے ایلیٹ سے بھی کر دیا۔

"نہیں، وہ شیطان کی نسل سے ہیں۔ ہمیں نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا ہو گا اُنھوں نے اور یقیناً اُنھوں نے بھی کوئی ایسی جگہ تلاش کر لی ہو گی جس کی وجہ سے ہم اُنھیں نہیں دیکھ پا رہے۔"

"گویا ہم ان کی نگاہ میں ہیں؟"

"میرا خیال ہے۔ خدا کرے ایسا نہ ہو۔" ایلیٹ نے جواب دیا اور میں خاموشی سے گردن ہلانے لگا پھر میں نے لینڈ روور میں سے کھانے پینے کی کچھ چیزیں نکالیں، مجھے بہت بھوک لگ رہی تھی۔

مشرقی پہاڑیوں سے آہستہ آہستہ چاند طلوع ہو رہا تھا۔ میں نے ایلیٹ کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا تو وہ بے تکلفی سے میرے ساتھ بیٹھ گیا اور پھر کھاتے ہوئے بولا۔ "سوری ڈیئر، سوری۔ لیکن مجبوری ہے، کیا کیا جائے۔"

"کس سلسلے میں؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا مطلب ہے کہ میں بھی تمھاری ضرورت کی چیزوں میں حصّہ بٹا رہا ہُوں۔"

"اوہ نہیں ایلیٹ، میں اس طرح نہیں سوچتا، آرام سے کھاؤ۔"

"ویسے تمھاری لینڈ روور میں کافی چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔"

"ہاں، میں نے خشک چیزوں کی مقدار زیادہ رکھی ہے، کیروسین کا چُولھا بھی ہے میرے پاس اور کافی وغیرہ میں خود ہی بنا لیتا ہُوں۔"

ٹیلی پیتھی اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے اور دوسروں کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ

آسان اُردو زبان میں

اُردو زبان کی ٹیلی پیتھی پر سب سے پہلی کتاب
ٹیلی پیتھی کی مفصل معلومات
ٹیلی پیتھی کی ماہیت، اس کے فوائد
ٹیلی پیتھی کی عملی مشقیں، ان کے فوائد و نقصانات

قیمت ۳۰ روپے
ڈاک خرچ ۰۰ روپے

باتصویر
ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات
قیمت ۳۰ روپے
ڈاک خرچ ۰ روپے

جس میں ٹیلی پیتھی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے
تمام تازہ ترین تحقیقات اور مشقیں اس میں شامل ہیں
شمع بینی کے بارے میں ایک مفصل باب مع سوال و جواب۔
ٹیلی پیتھی کے بارے میں بے شمار قارئین کے سوالوں کے جواب اس میں موجود ہیں۔

مکتبہ نفسیات ۔ پوسٹ بکس ۹۲۴۴ کراچی!

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بہت عمدہ انتظامات کیے ہیں تم نے، درحقیقت صحرائے اعظم میں آنے سے پہلے یہی سب کچھ کرنا چاہیے، ویسے تمہاری زندگی میں دولت کی کیا اہمیت ہے؟"

"بس اس حد تک کہ ضرورت پوری ہو جائے" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گیا۔

چاند اب پوری طرح طلوع ہو گیا تھا اور چاروں طرف چاندنی پھیل رہی تھی۔ ہم اس چاندنی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتے رہے لیکن کہیں کوئی تحریک محسوس نہیں ہوئی۔ ہر طرف سناٹا تھا، کوئی آہٹ بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔

تب ایلٹ کہنے لگا "بہتر یہ ہے دستو نیا کہ اب ہم سو جائیں تاکہ چاق و چوبند رہیں۔"

"جاگنے کی ضرورت تو نہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ ہم لوگ ایک ایک کر کے پہرہ دیں؟"

"ہاں، اگر تم ضرورت محسوس کرو تو۔"

"یہ بات میں تم سے کہہ نہیں سکتا تھا دوست لیکن یہ بہت بہتر رہے گا تم اگر چاہو تو سو جاؤ، مجھے نیند نہیں آ رہی، میں جاگتا رہوں گا۔"

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا اور ایک صاف ستھری جگہ دیکھ کر لیٹ گیا۔ طے یہ ہوا تھا کہ آدھی رات کو ایلٹ مجھے جگا دے گا اور پھر خود سو جائے گا۔

میں کھلی جگہ میں تھا اور دن کی خوفناک گرمی کے بعد اب خنکی پھیل گئی تھی۔ چاند کو دیکھتے دیکھتے نہ جانے کب پلکیں جڑ گئیں۔ حالانکہ یہ خلافِ مصلحت تھا۔ ایلٹ پر مجھے شروع ہی سے بھروسا نہیں تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ سونے کی کوشش نہیں کروں گا، چاہے رات آنکھوں میں ہی گزر جائے۔ ایلٹ سے محتاط رہنا ضروری تھا۔ لیکن نیند کم بخت نہ جانے کب حملہ آور ہوئی کہ میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ اس خنکی کا بھی احساس نہ رہا جو مجھے بدن سکوڑنے پر مجبور کر رہی تھی۔ گٹھڑی بنا ہوا نہ جانے کب تک پڑا رہا۔ شاید ساری رات اسی طرح گزر جاتی لیکن وہ گولیاں چلنے کی آوازیں تھیں جنھوں نے مجھے نیند سے جگا دیا۔

میں نیم خوابیدہ ذہن کے ساتھ ان آوازوں کو سنتا رہا۔ ماحول آہستہ آہستہ میری نگاہوں میں واضح ہو گیا۔ چاند آدھا سفر طے کر چکا تھا اور فضا میں خاصی ٹھنڈک تھی پھر جونہی میرا ذہن جاگا، میں ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ میں نے پریشانی سے ادھر اُدھر دیکھا۔ پتا نہیں کس سمت یہ ہنگامہ ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے سمت کا اندازہ بھی ہو گیا۔ میں نے سرسراتی آواز میں ایلٹ کو پکارا لیکن جواب نہیں ملا تھا۔ دفعتاً میرے ذہن پر جمی ہوئی دھند چھٹ گئی اور دوسرے لمحے میں اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے پیچھے آگیا۔ سب سے پہلے میں نے ہراساں نگاہوں سے لینڈ روور کو دیکھا اور اُسے اپنی جگہ موجود پا کر سکون کی گہری سانس لی۔ اس کے بعد میں نے اطراف میں گھوم پھر کے ایلٹ کو پکارا لیکن ایلٹ موجود نہیں تھا۔ دفعتاً ہی مجھے کچھ خیال آیا۔ میں نے اپنے لباس کو چیک کیا تو پستول میرے لباس میں موجود نہیں تھا اور اس کے بعد یہ اندازہ لگانے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی کہ ایلٹ اب یہاں موجود نہیں ہے۔ لینڈ روور پتا نہیں کیوں وہ میرے لیے چھوڑ گیا تھا، تعجب کی بات تھی۔ میں لینڈ روور میں داخل ہو گیا اور مدھم سی روشنی کر کے اس کے اندر کا جائزہ لینے لگا۔ یہاں آنے کے بعد اس خیال کو مزید تقویت پہنچ گئی تھی کہ ایلٹ جانے بوجھے منصوبے کے تحت فرار ہوا ہے۔ لینڈ روور سے اس نے کچھ کھانے پینے کی چیزیں اور پانی وغیرہ نکال لیا تھا لیکن صرف اتنا کہ اس کے کام آ جائے۔

اگر وہ چاہتا تو ہوس میں آ کر تمام چیزیں بھی لے جا سکتا تھا لیکن آدمی شاید کچھ معقول ہی تھا، صرف اپنا حصہ لے گیا تھا۔ شکر ہے اُس نے لینڈ روور میں کچھ اور تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، ورنہ واقعی مجھے نقصان ہو جاتا۔

وہ کون تھا اور اس کے دشمن کون تھے؟ یہ بات ابھی تک میرے ذہن میں واضح نہیں تھی۔ اتنا جانتا تھا کہ جو کہانی اُس نے سنائی تھی، وہ حقیقی نہیں تھی۔ کیا اس کا تعلق لائن آف کروزلا کے کسی سلسلے سے ہے، میں نے دل میں سوچا۔ نہ جانے کیوں ایلٹ کی پُراسرار شخصیت سے یہی احساس ہو رہا تھا کہ اُس کا تعلق میرے مسئلے سے ضرور ہے لیکن پھر اس کے دشمن؟ یقیناً یہ گولیاں ہواؤں میں نہیں چلائی جا رہی ہوں گی اور دن میں سفر کرتے ہوئے میں نے بھی کسی تعاقب گاڑی کے شیشے چمکتے ہوئے محسوس کیے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ نظر نہیں آئی تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لی اور اس کے بعد میں نے لینڈ روور کی سیٹ ہٹا کر اُس کے نیچے سے ایک جدید ساخت کی رائفل نکال لی جو کافی دور تک مار کر سکتی تھی۔ رائفل کے کارتوس کا ایک پیکٹ بھی میں نے نکال کر کھولا اور کارتوس جیبوں میں ٹھونس لیے۔ غیر مسلح رہنا کسی بھی طور مناسب نہیں تھا۔ فائرنگ کرنے والے ادھر بھی متوجہ ہو سکتے تھے۔ پھر گولیوں کا شور آہستہ آہستہ معدوم ہو گیا اور اس کے بعد میں نے کسی گاڑی کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ پھر چار سرخ روشنیاں بھی دیکھیں

جو مخالف سمت میں آگے بڑھ رہی تھیں گویا وہ دو گاڑیاں تھیں جو دن میں ہمارا تعاقب کر رہی تھیں اور شاید اب انھوں نے ایلٹ کا پتا پا لیا تھا۔ "بے وقوف آدمی!" میں نے دل میں کہا، اگر میرے ساتھ ہی رہتا تو کیا بُرا تھا۔

میں نے ذہن کو جھٹک دیا اور خود بھی وہاں سے روانگی کے لیے تیار ہو گیا۔

لینڈ روور اسٹارٹ کر کے میں آگے بڑھ گیا۔ سارے ریگستان میں چاندنی بکھری ہوئی تھی اور سرد ہوا سے جسم میں کپکپی محسوس ہو رہی تھی۔

صبح ہونے میں ابھی دیر تھی۔ راستہ سراب محسوس رہا تھا۔ وہ پہاڑیاں اب بھی اتنے ہی فاصلے پر نظر آ رہی تھیں جو بظاہر یوں محسوس ہوتی تھیں جیسے تھوڑی ہی دور ہوں اور پھر اچانک پتھریلا راستہ شروع ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر میں نے لینڈ روور کو روکا اور اطراف میں نگاہ دوڑانے لگا۔ میں اس جگہ سے کافی دور نکل آیا تھا جہاں ہنگامہ ہوا تھا۔ ذہن کے کسی گوشے میں ایلٹ سے متعلق کوئی کھٹک سی تھی، وہ کم از کم وہ نہیں تھا جو خود کو ظاہر کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر تک میں وہیں رُکا رہا۔ اس وقت سردی خاصی ہو رہی تھی اور میں جانتا تھا کہ سورج نکلتے ہی ایک بار پھر یہ پہاڑیاں جہنم زار بن جائیں گی لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ دن میں سفر کے لیے وہ پہاڑی سلسلہ زیادہ موزوں رہے گا کم از کم سائبان تو مل جائیں گے۔ چنانچہ میں نے لینڈ روور پھر آگے بڑھا دی۔

صبح ہونے سے کچھ دیر قبل میں اُس پہاڑی سلسلے کے قریب پہنچ گیا جس کے کنگورے اتنے بلند اور سپاٹ تھے کہ بظاہر وہاں تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ بڑی بڑی اور چوڑی چٹانیں چھجے کی طرح سامنے نکلی ہوئی تھیں۔ میں نے ایک مناسب جگہ منتخب کر کے لینڈ روور ایک چٹان کے سائے میں روک دی۔

صبح کی روشنی پھیلتی جا رہی تھی۔ اطراف کا ماحول واضح ہوتا جا رہا تھا۔ میرے عین سامنے ایک پتلی سی پگڈنڈی بلندی کی طرف چلی گئی تھی۔ اس کے دوسری جانب نہ جانے کیا تھا۔ تھوڑی دیر تک میں قرب و جوار کا جائزہ لیتا رہا پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر لینڈ روور میں آ گیا۔ ایلٹ کا یہی احسان کیا کم تھا کہ وہ میرے لیے کھانے پینے کی چیزیں چھوڑ گیا تھا۔ ناشتا کرتے ہوئے میں اس کے بارے میں سوچتا رہا پھر میں نے کافی کا تھرماس دیکھا وہ خالی ہو گیا تھا۔ کیروسین کا چولھا نکال کر میں نے ملایا اور کافی کے لیے پانی چڑھا دیا۔ کافی کا ڈبا، خشک کریم اور شکر کے کیوب نکال کر کافی تیار کی۔

صبح کی خوشگوار خنکی میں کافی کی سوندھی بُو پھیل گئی۔ ایک پیالی کافی اپنے لیے نکال کر میں نے بقیہ کافی تھرماس میں انڈیل دی اور پھر اپنا کپ اُٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن کپ میرے ہاتھ میں نہیں آ سکا تھا۔ چونک کر گردن گھمائی تو دو پاؤں نظر آئے جن میں فُل بوٹ تھے۔ میں اُچھل پڑا اور پھر میں نے اُسے دیکھ لیا۔

وہ ایک دراز قامت اور غیر معمولی خوبصورت لڑکی تھی۔

چہرہ دمکتا ہوا، بھرا بھرا صحت مند جسم اور آنکھیں بے حد چمکدار تھیں لیکن اُس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا رُخ میری ہی طرف تھا۔ دوسرے ہاتھ میں کافی کا وہ کپ دبا ہوا تھا جو میں نے اپنے لیے تیار کیا تھا۔

آنکھیں بڑی نعمت ہیں
* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں بھینگی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟
تو کتاب
کم نظری اور اُس کا سدِباب
قیمت ۲۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے
آپ کو بتائے گی کہ
عینک سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بغیر دواؤں کے اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں صحت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جا سکتا ہے
ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کچھ کھانے کو ہے؟" اس کی دلنشیں آواز اُبھری اور میرے ہونٹ بھنچ گئے۔ مجھے حیرت تھی کہ میں نے اُس کے قدموں کی ہلکی سی چاپ بھی نہیں سُنی تھی۔

"لعنت ہے تم پر" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "تمام بھوکے ننگے مجھے ہی ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔"

"مجھے کھانے کے لیے دو۔" وہ غرائی۔

"کتنے دن سے بھوکی ہو؟"

"سُنا نہیں تم نے، مجھے کھانے کے لیے دو، ورنہ میں اس پستول کی تمام گولیاں تمہارے بھیجے میں اُتار دوں گی۔"

"ٹھیک ہے، تم بھی اپنا حصّہ وصول کرلو۔"

میں نے چند سینڈوچ اس کی طرف بڑھادیے پہلے اُس نے کافی کا کپ نیچے رکھا پھر سینڈوچ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور پھر ایک مناسب جگہ بیٹھ گئی۔ اس دوران میں نے ایک لمحے کے لیے بھی اُسے اپنی طرف سے غافل نہیں پایا تھا۔ اُس کے کھانے کے انداز میں بڑی وحشت تھی۔ میں اُس کا جائزہ لیتا رہا۔ اُس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور لباس پر جگہ جگہ مٹی لگی ہوئی تھی۔ پیٹ کے پاس لباس خون سے سُرخ ہو رہا تھا لیکن لڑکی کے چہرے پر کسی طرح کی تکلیف کے آثار نہیں نظر آرہے تھے۔

سینڈوچ اُس نے آن کی آن میں ختم کرلیے اور پھر وہ کافی پینے لگی۔ جب اس کا کپ خالی ہوگیا تو میں نے کہا۔ "اور کافی دوں؟"

وہ چونک پڑی پھر بولی۔ "دے سکتے ہو؟"

"لاؤ کپ دو۔" میں نے کہا اور اُس نے کپ میری طرف بڑھادیا۔ میں نے تھرماس سے اور کافی انڈیل دی پھر تھرماس کے کپ میں اپنے لیے کافی ڈالنے لگا۔

"تمہارا بے حد شکریہ۔" اُس نے دوسرا کپ خالی کرنے کے بعد کہا۔

"تم زخمی ہو؟" میں نے اُس کی کھلی ہوئی جیکٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"جیکٹ اُتار دو۔" میں نے کہا۔

"بکواس مت۔" وہ پھر غرانے لگی اور مجھے ہنسی آگئی۔

"اوکے! میں تمہاری مزید کیا خدمت کرسکتا ہوں؟" میں نے کہا۔

"یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"جھک مار رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اسی جگہ جھک مارتے رہوگے یا یہاں سے آگے بڑھنے کا خیال بھی ہے؟"

"مطلب بتاؤ۔"

"کچھ خطرناک لوگ یہاں پہنچنے والے ہیں، تم بھی اُن کے چکر میں آجاؤ گے، اس لیے بہتر ہے یہاں سے نکل چلو۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو، تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد اُتر جاؤں گی۔"

"میں تمہیں صورت سے بے وقوف نظر آتا ہوں؟" میں نے کہا۔

"اُٹھو، اُٹھ جاؤ یہاں سے جو کچھ میں کہہ رہی ہوں کرو ورنہ یہ لینڈ روور مجھے ڈرائیو کرنا پڑے گی۔"

"اور میرا کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں، تمہاری لاش گدھ کھالیں گے۔" اُس نے لہجے کو سفاک بناتے ہوئے کہا۔

میں نے ایک گہری سانس لی اور پھر چونک کر اُس کے عقب میں دیکھنے لگا۔ پُرانا حربہ تھا لیکن انسانی نفسیات میں ابھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اُس نے ناگن کی طرح بل کھا کر دوسری طرف دیکھا اور اس کا پستول میرے ہاتھ میں آگیا۔ اُس کے حلق سے غراہٹ سی نکلی اور پھر شاید وہ پاگل ہوگئی۔ اُس نے میرے ہاتھ میں پہنچ جانے والے پستول کی پروا کیے بغیر ٹانگ گھمائی۔ میں نے اُسے کلائی پر روک لیا لیکن اُس نے فوراً ہی پلٹ کر دوسری ٹانگ گھمادی۔ اس بار میں نے اُس کی ٹانگ پکڑ لی تھی۔ لڑکی پھرتیلی تھی، سانپ کی طرح بل کھا گئی لیکن اُس کی ٹانگ میری گرفت میں رہی۔ مُنہ کے بل گرتے ہوئے اُسے دونوں ہاتھوں کا سہارا لینا پڑا۔

"دوسری کوشش پر معاف نہیں کروں گا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور اُس کی ٹانگ چھوڑدی۔

وہ جہاں تھی، اُسی جگہ بیٹھ گئی۔ میں نے پستول کھول کر اُس کے چیمبر خالی کردیے اور کارتوس جیب میں ڈال کر پستول ایک طرف اُچھال دیا۔ اس کے بعد میں لینڈ روور میں داخل ہوگیا۔ فرسٹ ایڈ بکس لے کر میں اُس کے قریب پہنچا اور سرد لہجے میں بولا۔ "جیکٹ اُتار دو۔" اُس نے ایک بار نگاہ اُٹھا کر مجھے دیکھا پھر جیکٹ اُتارنے لگی۔ میں نے اُس کی مدد کی تھی پھر اُس نے قمیص بھی پتلون سے باہر کھینچ لی۔

گولی کا زخم تھا جو اُس کی کمر سے رگڑتی ہوئی گزری تھی۔ میں نے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا اور اُس کے زخم پر بینڈیج کردی، وہ ساکت بیٹھی رہی تھی۔ چند منٹ کے بعد میں اپنے کام سے فارغ ہوگیا تو اس نے دوبارہ جیکٹ پہن لی۔ اب وہ خاموش خاموش سی تھی۔

اچانک ہوا کے دوش پر ایک آواز اُبھری اور وہ کسی دہشت زدہ ہرنی کی طرح چونک پڑی۔ "وہ آگئے۔" بے اختیار اس کے مُنہ سے نکلا اور پھر اُس نے کہا۔ "پستول دے سکتے ہو مجھے؟"

"نہیں، آؤ۔" میں نے کہا اور اُسے سہارا دے کر اُٹھا لیا۔

میں نے اُسے لینڈ روور میں سوار کرایا اور خود لینڈ روور میں داخل ہونے ہی والا تھا کہ ایک فائر ہُوا اور گولی میرے کان کو چھُوتی ہوئی گزر گئی، میں پھرتی سے نیچے بیٹھ گیا لیکن حملہ آور شاید قریب آگئے تھے۔ چٹان کے عقب سے ایک غراہٹ اُبھری اور پھر کسی نے مجھ پر چھلانگ لگادی۔ وہ ایک بھاری بھرکم اور مضبوط آدمی تھا۔ ایک چمک سی میری آنکھوں کے سامنے لہرائی اور میں بروقت سنبھل گیا۔ میں نے زمین پر لوٹ لگائی اور اُس کے وار سے بچ گیا۔ حملہ آور کسی اژدہے بھینسے کی مانند تھا۔ اُس نے یکے بعد دیگرے کئی وار مجھ پر کیے اور میں بچتا رہا پھر ایک بار مجھے موقع مل گیا اور میں نے دونوں پاؤں جوڑ کر زمین پر لیٹے لیٹے اُس کے پیٹ پر مارے، طاقت کچھ زیادہ ہی صرف ہوگئی، وہ اُچھل کر پیچھے گرا اور اُس کا سر ایک اُبھرے ہوئے پتھر سے ٹکرا گیا۔ اس کے بعد وہ اُٹھ نہیں سکا تھا۔

شکر تھا کہ لینڈ روور کی چابی اگنیشن میں نہیں تھی ورنہ شاید لڑکی ہم دونوں کو روندتی ہوئی آگے بڑھ جاتی، وہ ساکت نگاہوں سے اس لڑائی کا منظر دیکھ رہی تھی۔ میں جلدی سے لینڈ روور کا دروازہ کھول کر اندر آبیٹھا اور پھر میں نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ تھوڑا سا آگے بڑھا تھا کہ سیاہ رنگ کی ایک اور گاڑی نظر آئی جو اسی طرف آرہی تھی اور اس کے ساتھ ہی بہت سے فائر ہوئے لیکن کوئی گولی لینڈ روور تک نہیں آئی تھی۔ میں نے رفتار بڑھادی اور پہاڑ کے دامن کی طرف چل دیا۔ راستہ بہت خطرناک تھا اور ذراسی لغزش زندگی چھین سکتی تھی لیکن میں پوری مہارت کے ساتھ گاڑی چلا رہا تھا۔ لڑکی نے جھٹکوں سے بچنے کے لیے کھڑکی زور سے پکڑ لی تھی۔ دوسری طرف سے مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی۔

"انھوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے، اب وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔" لڑکی آہستہ سے بولی۔

"اطمینان سے بیٹھی رہو، اگر اُنھوں نے زیادہ گڑبڑ کی تو مارے جائیں گے۔" میں نے کہا اور رفتار میں مزید اضافہ کردیا۔ تعاقب کرنے والے واقعی بے جگر لوگ تھے، وہ فاصلہ زیادہ نہیں ہونے دے رہے تھے۔ مجھے خطرہ تھا کہ لینڈ روور اُن کی رینج میں نہ آجائے۔ دفعتاً لڑکی حلق پھاڑ کر چیخی۔ جس راستے پر ہم سفر کر رہے تھے، وہ اچانک ہی ختم ہوگیا تھا اور اب ہمارے سامنے تقریباً سات فٹ چوڑی ایک کھائی تھی جو تیزی سے ہماری طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کے بعد پھر ہموار پتھریلی سطح تھی۔ رفتار اتنی زیادہ تھی کہ لینڈ روور کو روکا نہیں جاسکتا تھا۔ میں نے گیئر تبدیل کیا اور ایکسیلریٹر پر پاؤں کا پورا دباؤ ڈال دیا۔ گاڑی چونکہ بلندی پر تھی اور میں نے انتہائی کنٹرول اور چابک دستی سے یہ خلا عبور کرنے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ مجھے اس میں کامیابی حاصل ہوگئی۔ طاقت ور لینڈ روور اس خوفناک خلا کو عبور کرکے دوسرے ہموار کنارے پر پہنچ گئی۔ لڑکی پوری قوت سے چھت سے ٹکرائی تھی اور اس کے حلق سے ایک بے اختیار چیخ نکل گئی تھی۔ گاڑی کے اسٹیئرنگ پر مجھے مکمل کنٹرول حاصل تھا لہٰذا کھائی عبور کرتے ہی ہم بہت تیز رفتاری سے خاصی دُور نکل گئے۔ یہاں تک کہ ان کی رائفلوں کی رینج سے بھی بہت دُور۔ تب میں نے لینڈ روور کی رفتار سُست کی اور اُسے روک دیا۔

کھائی کے دوسرے کنارے پر کچھ گاڑیاں نظر آئیں لیکن وہ لوگ میری طرح اس کو عبور کرنے کی ہمت نہیں کرسکے تھے۔ اُنھوں نے وہیں سے گولیاں برسانا شروع کردیں اور میں اس خطرے کے پیشِ نظر کہ کہیں ان کی گولیاں کارآمد نہ ہوجائیں، لینڈ روور کو وہاں سے بھی آگے بڑھا لے گیا۔ لڑکی کے چہرے پر کسی قدر تکلیف کے آثار نظر آرہے تھے۔ غالباً شدید جھٹکے سے اُس کے زخم کو نقصان پہنچا ہوگا۔

کافی دُور پہنچنے کے بعد میں نے لینڈ روور روکی اور اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ "تم شاید شدید تکلیف محسوس کر رہی ہو؟" میں نے کہا۔

"نہیں، میں برداشت کرلوں گی، تم آگے بڑھتے رہو۔"

میں نے گردن خم کرکے لینڈ روور آگے بڑھادی، میرے نزدیک بھی اس وقت سفر جاری رکھنا ہی مناسب تھا۔

چند منٹ کے بعد وہ بولی۔ "ممکن ہے اس خلا کے علاوہ اور کوئی ایسا راستہ بھی ہو جسے طے کرکے وہ ہم تک پہنچ سکیں، اس لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ دُور نکل جانا چاہیے۔"

"اوکے۔" میں نے جواب دیا اور پھر مسلسل کئی گھنٹے تک میں لینڈ روور ڈرائیو کرتا رہا۔ لڑکی نے اس دوران مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی پھر ایک مناسب جگہ پہنچ کر جہاں درختوں کے جھنڈ نظر آرہے تھے اور پانی کی ایک چھوٹی سی جھیل بھی موجود تھی، میں نے لینڈ روور روک دی اور انجن بند کردیا۔

"کیوں، آگے نہیں بڑھو گے؟" وہ بولی۔

"میرا خیال ہے، اب ہمیں آرام کرنا چاہیے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں نے تمھارے پاس رائفل دیکھی تھی۔ میرا پستول تو تم نے بیکار کر ہی دیا۔"

"ہاں، رائفل پچھلے حصے میں موجود ہے۔" وہ گردن گھما کر دیکھنے لگی۔ اس جھٹکے سے تمام چیزیں اُلٹ پلٹ ہو گئی تھیں لیکن شکر ہے کوئی ایسا نقصان نہیں ہوا تھا جو ناقابلِ برداشت ہوتا۔ اچانک اُس نے آگے بڑھ کر رائفل اُٹھالی۔ میں نے چونک کر اُسے دیکھا لیکن تعرض نہیں کیا۔ وہ پھیکے سے انداز میں مُسکرا دی۔

"میں بھی کوئی افریقی جانور نہیں ہوں کہ تمھاری ان مہربانیوں کو نظر انداز کر کے تمھارے خلاف کچھ کرنے کی کوشش کروں۔" اُس نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

میں بھی کوئی جواب دیے بغیر صرف مُسکرا دیا تھا۔ لڑکی لینڈ روور سے نیچے اُتر گئی پھر اُس نے رائفل ایک پتھر پر رکھی اور جھیل کے قریب پہنچ کر پانی کے چھینٹے مُنہ پر مارنے لگی۔ اُس نے اپنی گردن اور چہرے پر کافی پانی ڈالا۔ اس دوران اُس نے جیکٹ اُتار دی تھی۔ میں نے اُس کے زخم کی طرف دیکھا لیکن بینڈیج اتنی کمزور نہیں تھی کہ کھل جاتی البتہ پٹی پر اور شرٹ پر خون کی سُرخی مزید اُبھر آئی تھی۔

لڑکی کے بارے میں، میں نے جو اندازے لگائے تھے، یقیناً درست تھے اور اس کی موجودگی سے ایلٹ کی ایک بات کی تصدیق ضرور ہو جاتی تھی، اس کے علاوہ ایلٹ نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا وہ کس حد تک درست تھا، یہ ابھی تصدیق طلب معاملہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد لڑکی نے میری طرف رُخ کر کے آواز لگائی۔

"اے! تم نیچے نہیں اُترو گے کیا؟ آؤ نیچے آ جاؤ، پانی بہت عمدہ ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لی اور اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا نیچے اُتر آیا۔ آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔

میں نے بھی جھیل کے قریب جا کر مُنہ ہاتھ دھویا اور اس کے بعد لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بجری پر لیٹ گئی تھی، میں اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔ دفعتاً میں نے چونک کر کہا۔ "کافی تھرماس میں موجود ہے، میرا خیال ہے تمھیں بھوک بھی لگ رہی ہوگی۔"

"کیا تمھارے پاس کھانے پینے کی چیزیں وافر مقدار میں موجود ہیں؟"

"ہاں، اتنی کہ فی الحال چند روز ہمارا کام چل سکتا ہے لیکن اس کے بعد ہمیں شکار کی ضرورت پیش آئے گی۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں لینڈ روور کی طرف بڑھ گیا اور تھوڑی دیر بعد ہم کھانے پینے میں مصروف ہو گئے۔ کھاتے کھاتے دفعتاً وہ میری طرف دیکھ کر مُسکرا دی۔ "یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ہم ایک دوسرے سے ابھی تک متعارف نہیں ہو سکے۔ تمھاری کارکردگی قابلِ تحسین ہے۔ حالات سے نمٹ سکتے ہو تم۔ ایسے لوگ جو ضرورت کے تحت کامیابی سے فوری عمل کریں، معمولی لوگ نہیں ہوتے۔ تم کون ہو؟" لڑکی نے سوال کیا۔

"بس ایک ایڈونچر پسند سمجھ لو، غلط آدمی نہیں ہوں۔"

"مجھے اندازہ ہو گیا ہے۔ تم نے ابھی تک مجھ سے میرا نام نہیں پوچھا۔"

"بیکار باتوں میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتا میں۔ بہرحال تمھارا نام معلوم ہے۔"

"کیا؟" وہ چونک پڑی۔

"ہاں مس ڈریگی! میں تمھیں جانتا ہوں۔" میں نے پورے اعتماد سے کہا اور لڑکی کے چہرے کے عضلات میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ ایک بار پھر وہ مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔ اس دوران میں اپنے ہاتھوں سے کھیلتا رہا۔ میں نے بارہا انگوٹھے جوڑ کر ہاتھوں کی اُنگلیاں اُڑتی ہوئی چیل کے انداز میں پھیلائیں لیکن اُس نے میری اس حرکت پر کوئی توجہ نہیں دی تھی جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ میرے اس مخصوص کوڈ سے ناواقف ہے اور اس کا تعلق لائن آف کرونل کے کسی محافظ گروہ سے نہیں۔

تھوڑی دیر تک میری طرف دیکھنے کے بعد وہ آہستہ سے بولی۔ "تمھیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"

"تم خود غور کرو اس پر۔"

"غور کر چکی ہوں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس اعتماد سے تم نے مجھے مخاطب کیا ہے کہ میں ششدر رہ گئی ہوں۔"

"کوئی بہت اہم مسئلہ نہیں ہے مس ڈریگی! ایک شخص ملا تھا جس نے اپنا نام ایلٹ بتایا تھا۔ اس نے ہیروں کے ایک ذخیرے کا تذکرہ بھی کیا تھا مجھ سے اور پھر رات میرے ساتھ گزارنے کے بعد وہ صبح ہونے سے قبل فرار ہو گیا تھا۔ اُس نے مجھے تمھارے بارے میں بتایا تھا اور میرا اندازہ یہی ہے کہ تم ڈریگی ہو۔"

"ہاں، میں ڈریگی ہوں۔ ایلٹ تمھیں مل چکا ہے مگر وہ فرار کیوں ہو گیا؟"

"شاید ان لوگوں کے تعاقب سے خوفزدہ ہو کر۔" میں نے جواب دیا۔

"وہی بات ہوگی، سو فیصد یہی بات ہوگی۔ ویسے افسوس ہوا یہ سُن کر، اگر وہ تمھارے ساتھ ہوتا تو میری اُس سے ملاقات ہو سکتی تھی۔" ڈریگی کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے پھر گردن اُٹھائی اور آہستہ سے بولی۔ "مگر تمھارا نام... بتاؤ"

"دونیا وستونیا۔" میں نے جواب دیا۔

"خوب! مسٹر وستونیا... فرام اسپین؟"

"ہاں۔" میں نے گردن ہلائی۔

"اب افریقہ میں آمد کی وجہ بھی بتا دو۔"

"جڑی بوٹیوں پر ریسرچ۔ جس میں بُری طرح ناکام رہا ہوں۔ دراصل زیادہ خود اعتمادی بھی انسان کے لیے مشکلات کا باعث ہوتی ہے، اگر میں کسی افریقی گائیڈ کو ساتھ لے لیتا تو آسانی ہو جاتی۔"

"خوب! دلچسپ مشغلہ ہے، جڑی بوٹیوں پر ریسرچ۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ زمین پر اُگنے والی بہت سی چیزیں حیرت انگیز خصوصیات کی مالک ہوتی ہیں لیکن یہ تو بڑا خشک موضوع ہے۔ تم جیسا شاندار آدمی کہاں ضائع ہو رہا ہے۔"

"میں نے اپنی زندگی کے سولہ سال اسی کام پر صرف کیے ہیں۔"

"تب تو تم بہت ساری کامیابیاں حاصل کر چکے ہو گے؟"

"انسان ساری زندگی تجربات کرتا رہتا ہے، تب بھی اس کا علم نامکمل رہتا ہے۔ خیر ڈریگی، یہ بات تو تعارف کی حد تک محدود تھی۔ اب یہ بتاؤ میں تمھاری مزید کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو؟" وہ مُسکرا کر بولی۔

"نہیں، اپنا کام شروع کرنا چاہتا ہوں، خاصا وقت ضائع ہو گیا ہے۔"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ میں تمھارے کام میں دخل انداز نہیں ہوں گی، اپنا کام جاری رکھو اور مجھے اس وقت تک کے لیے اپنے ساتھ رہنے دو جب تک کہ میں کوئی بہتر راستہ نہ پا لوں۔ کیا تمھیں اس پر کوئی اعتراض ہوگا؟"

میں نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "نہیں، کوئی اعتراض تو نہیں ہے لیکن کیا تم راستوں کے بارے میں کوئی اندازہ قائم کر سکتی ہو؟ میرا مطلب ہے کہ میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر تمھیں وہاں تک پہنچا سکتا ہوں، جہاں سے تمھیں اپنی منزل کی تلاش میں دقت نہ ہو۔ اس کے بعد میں زیادہ سکون سے اپنا کام کر سکوں گا۔"

"شریف آدمی، چوبیس گھنٹے دے دو مجھے، اس کے بعد میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمھاری جان چھوڑ دوں گی۔"

"ٹھیک ہے، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیا ہم سفر کا آغاز کریں؟"

"میرا خیال ہے، لینڈ روور کے اندر خاصی ابتری پھیلی ہے، پہلے اسے درست کر لو، کچھ دیر آرام بھی ہو جائے گا۔ اس کے بعد ہم یہاں سے بائیں سمت چل پڑیں گے، اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے اور اس جگہ کے بارے میں کسی شبہے کا شکار نہیں ہوں تو ہم بائیں سمت چلتے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچ جائیں گے، جہاں ایک چھوٹی سی افریقی بستی موجود ہے۔ بس تم مجھے اس بستی سے کچھ پہلے چھوڑ دینا، باقی کام میں خود کر لوں گی۔"

"او کے۔" میں نے کہا۔

لینڈ روور میں واقعی خاصی ابتری پھیل گئی تھی۔ شکر تھا کہ سیٹیں اپنی جگہ سے نہیں ہٹی تھیں۔ کیروسین کے ڈبے اور لینڈ روور کے ساتھ کسے ہوئے ڈیزل کے بیرل بھی ڈسٹرب ہو گئے تھے۔ میں نے اُنھیں سنبھال کر رکھا۔ کھانے پینے کی چیزیں ایک سمت ہٹائیں اور پھر باہر نکل آیا۔

باخبری
قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۶ روپے
1 2 3 4 5 6 7 8
علامتوں کا انتخاب نہ صرف آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کرے گا بلکہ یہ بھی بتائے گا کہ ان حالات میں معقول ترین راہِ عمل کیا ہو سکتی ہے۔
ہر اچھے بک سٹال سے طلب کریں یا ہم سے منگوائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"سب کچھ ٹھیک ہے ڈریگی۔" میں نے کہا۔

ڈریگی لینڈ روور کے پچھلے حصے کے قریب آ کر کھڑی ہوگئی۔ "تو پھر آؤ چلیں۔" وہ بولی۔

ہم نے بائیں سمت سفر شروع کر دیا۔

بیس میل کا یہ سفر صبر و سکون سے طے کر لیا گیا۔ راستے میں بہت سی باتیں ہوئیں پھر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے ڈھلان نظر آتے تھے۔ ان ڈھلانوں پر چھوٹے چھوٹے چند جھونپڑے بنے ہوئے تھے لیکن ڈھلانوں سے اُترنے کا راستہ بہت خطرناک تھا۔ اُوپر سے بہنے والے پانی نے جگہ جگہ ایسی دراڑیں ڈال دی تھیں کہ لینڈ روور کو نیچے نہیں اُتارا جا سکتا تھا۔

رُکی ایک ایسی جگہ اُتری تھی جہاں انتہائی چوڑے تنے والے درخت کھڑے ہوئے تھے۔ اُس نے میری طرف دیکھ کر مُسکراتے ہوئے کہا "بہت شکریہ مسٹر وستونیا! اس سے زیادہ میں آپ کو تکلیف دینا پسند نہیں کروں گی۔ ہاں اگر ایلیٹ سے ملنا چاہیں تو یہاں قیام کر سکتے ہیں۔"

"اوہ!" میں نے متعجبانہ انداز میں اُسے دیکھا۔

"کیا تمھیں یقین ہے کہ مسٹر ایلیٹ یہاں پہنچ جائیں گے؟"

"مکمّل یقین تو نہیں لیکن میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے کہ میں یہاں رُک کر ان کا انتظار کروں۔"

"اگر تم زخمی نہ ہوتیں ڈریگی تو میں واقعی آگے بڑھ جاتا لیکن میں کم از کم اس وقت تک تمھارے پاس ضرور رُکنا چاہوں گا، جب تک ایلیٹ نہیں پہنچ جاتا۔ اگر تم چاہو تو ہم لینڈ روور یہاں چھوڑ کر بستی کی طرف رُخ کریں؟"

"نہیں، میرا اندازہ اس بستی کے بارے میں بالکل درست تھا لہٰذا میں یہاں تک پہنچ گئی لیکن بستی میں رہنے والوں کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم بلکہ میں تو چاہوں گی کہ ہم یہاں محتاط رہیں اور سچی بات یہ ہے کہ مجھے تمھاری ضرورت بھی ہے۔ تم نے میرا پستول ضائع کر دیا اور ظاہر ہے اپنی یہ رائفل تم مجھے دے نہیں سکتے۔ چنانچہ اگر بستی والوں کی طرف سے مجھے کوئی خطرہ درپیش ہُوا تو میرے پاس اپنے دفاع کے لیے کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں تمھارے ساتھ ہُوں۔" میں نے کہا۔

ڈریگی کا کہنا درست تھا۔ بستی کے افریقی باشندوں سے دُور رہنا ہی اچھا تھا۔ لینڈ روور درخت کے چوڑے تنے کے عقب میں اس طرح کھڑی کر دی گئی کہ آسانی سے نظر نہ آ سکے اور اس کے بعد ہم نیچے اُتر آئے۔

ڈریگی نے درخت کی بلندیوں کو دیکھتے ہوئے کہا "رات گزارنے کے لیے ان درختوں کی چوڑی شاخیں ہماری معاون ہو سکتی ہیں، زمین پر تو سونا مناسب نہیں ہوگا۔"

میں نے اس معاملے میں اس سے کوئی اختلاف نہیں کیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ڈریگی کا یہ اعتماد بے معنی نہیں ہے۔ ممکن ہے اُنھوں نے اسی جگہ ملاقات کا پروگرام بنایا ہو لیکن اس طرح ایلیٹ کے بیان میں تضاد ہو جاتا تھا۔

مجھے یہ دونوں کردار دلچسپ محسوس ہوئے تھے اور ان کے بارے میں جھان بین کیے بغیر میں آگے نہیں بڑھنا چاہتا تھا۔ رات ہوگئی۔ ڈریگی میرا سہارا لے کر درخت پر چڑھ گئی تھی۔ اس تناور درخت میں بے شمار ایسی اُلجھی ہوئی شاخیں موجود تھیں، جن پر بسیرا کیا جا سکتا تھا لیکن لینڈ روور کی موجودگی میں ہم دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے تھے۔ ہمیں درخت پر بھی تلاش کیا جاتا۔ میں نے اس بات کا اظہار ڈریگی سے کیا تو وہ بھی چونک پڑی۔

"ارے ہاں، میں نے اس بارے میں تو سوچا ہی نہیں تھا، پھر کیا کیا جائے؟"

"میرا خیال ہے، میں لینڈ روور کو ان چٹانوں کے عقب میں کھڑا کر آتا ہُوں جو سامنے نظر آ رہی ہیں۔"

"رائفل...؟"

"وہ میں اپنے پاس ہی رکھوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

میں لینڈ روور کو اُن چٹانوں کی آڑ میں لے گیا۔ جو یہاں سے تقریباً کوئی ڈھائی سو گز کے فاصلے پر تھیں پھر میں واپس ڈریگی کے پاس پہنچ گیا اور میں نے بھی درختوں کی شاخوں پر ہی پناہ لی۔ کافی کا تھرماس اور دوسری چیزیں میں اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

"کاش! یہ لمحات کسی تفریحی پروگرام کے ہوتے۔" اُس نے مُسکرا کر کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

تاحدِ نگاہ تاریکی پھیل گئی۔ صرف ڈھلانوں پر موجود بستی میں کچھ مدھم مدھم روشنیاں نظر آئیں جو مشعلوں کی تھیں۔ پتا نہیں، اس آبادی کے لوگ کیسے ہیں؟ ان کے درمیان جانا مناسب بھی ہوگا یا نہیں؟ میں سوچتا رہا۔

ڈریگی سو گئی تھی۔ میں رائفل سنبھالے جاگتا رہا۔ ذہن میں خیالات کی بھرمار ہو تو پھر نیند کہاں آتی ہے۔ ویسے بھی ایلیٹ کا تجربہ تازہ ہی تھا اور میری کوشش یہی تھی کہ میں جاگتا رہوں۔ ڈریگی کی طرف سے دل مطمئن نہیں تھا۔ وہ بہرحال، ایلیٹ کی ساتھی تھی اور یہ دونوں کردار اس صحرا میں مجھے خاصے پُراسرار نظر آ رہے تھے۔

رات کا تقریباً ڈیڑھ بجا تھا۔ چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ افریقہ کے پُراسرار ماحول کو منوّر کیے ہوئے تھا کہ میں نے ایک سایہ اُس درخت کی سمت آتے دیکھا اور رائفل پر میری گرفت مضبوط ہوگئی۔

ذہن فوری طور پر جھونپڑوں کے باسیوں کی طرف گیا تھا کہ شاید ان میں سے کوئی ہو مگر دوسرے لمحے مجھے ایلیٹ کا خیال آیا۔ ڈریگی کی حیرت انگیز پیشن گوئی اس قدر جلد سچ ثابت ہو جائے گی، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ آنے والا آہستہ آہستہ میرے قریب آ گیا اور میں نے اُسے پہچان لیا۔

وہ ایلیٹ ہی تھا پھر وہ درخت کے بالکل نزدیک پہنچ گیا اور درخت کے تنے کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ میں اُسے دیکھتا رہا پھر میں نے آہستہ سے ڈریگی کے پاؤں کو ہلایا۔ وہ ہوشیار نیند کی عادی معلوم ہوتی تھی، فوراً ہی جاگ گئی۔ میں نے اس کے مُنہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ ڈریگی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں نے نیچے اشارہ کر دیا اور وہ شاید میرے اشارے کو سمجھ گئی۔ اس نے سرسراہٹ پیدا کیے بغیر نیچے جھانکا اور پھر دوسرے لمحے اُس کے مُنہ سے مسرت بھری آواز نکلی "ایلیٹ!"

درخت کے تنے کے پاس بیٹھا ہُوا آدمی اس بُری طرح اُچھلا کہ توازن برقرار نہ رکھ سکا، وہ گرا لیکن پھر فوراً ہی سنبھل گیا۔ ڈریگی درخت سے نیچے اُترنے کی کوشش کرنے لگی۔ ایلیٹ نے اُسے سہارا دے کر نیچے اُتار لیا تھا۔

"اوہ ڈریگی ڈارلنگ! تم یہاں پہنچ چکی ہو۔ میں..." وہ ایک دم خاموش ہوگیا۔

تب ڈریگی نے میری طرف رُخ کر کے کہا "نیچے آ جائیے مسٹر وستونیا! ایلیٹ آ گیا ہے۔"

"ک... کیا... وستونیا!" ایلیٹ متحیّرانہ انداز میں بولا۔ میں مُسکراتا ہُوا نیچے آ گیا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ! تم یہاں، تم دونوں...!" اس نے متحیّرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں مسٹر ایلیٹ، آپ تو مجھے تنہا چھوڑ کر چلے آئے تھے لیکن میں نے آپ کو تلاش کر لیا۔"

ایلیٹ جھینپے ہوئے انداز میں ہنسنے لگا۔ پھر ڈریگی کی طرف دیکھ کر آہستہ سے بولا۔ "تم ٹھیک تو ہو ڈارلنگ؟"

"ہاں، بس ایک گولی کمر کو چھوتی ہوئی گزر گئی تھی، اس کا زخم ذرا تکلیف دیتا ہے۔" ڈریگی نے بتایا۔

"کوئی تشویش کی بات تو نہیں ہے ڈریگی؟"

"نہیں، زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، معمولی زخم ہے۔"

"مسٹر وستونیا تمھیں کہاں سے ٹکرا گئے؟ یوں لگتا ہے، جیسے صحرائے اعظم میں جڑی بوٹیوں کا متلاشی یہ شخص یہاں بھٹکنے والوں کے لیے ایک درویش کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسٹر وستونیا! آپ نے سوچا تو ہوگا کہ کتنا ناسپاس آدمی ہے یہ ایلیٹ بھی کہ آپ کی مہربانیوں کے باوجود آپ کو دھوکا دے کر اور آپ کا کچھ سامان لے کر فرار ہوگیا لیکن آپ یقین کریں کہ صورتِ حال ایسی تھی کہ میرے دُشمن اس علاقے میں پہنچ چکے تھے اور میری بُو سونگھتے پھر رہے تھے۔ میں آپ کو جگا دیتا لیکن میں جانتا تھا کہ وہ لوگ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ انھیں صرف مجھ سے ہی پرخاش ہے، اس لیے میں..."

"میں نے اس موضوع پر آپ سے کوئی بات تو نہیں کی مسٹر ایلیٹ اور نہ ہی مس ڈریگی سے آپ کی شکایت کی۔ آپ نے تو مجھ پر ایک بہت بڑا احسان کیا تھا، اگر آپ لینڈ روور لے بھاگتے تو پھر میرا کیا ہوتا۔"

ایلیٹ ہنسنے لگا "آپ بہت ہی شریف آدمی ہیں مسٹر وستونیا۔ میں دوبارہ آپ سے ملنا نہیں چاہتا تھا لیکن یوں لگتا ہے جیسے تقدیر ہمیں دوست بنانے پر تُلی ہوئی ہے۔ بہرطور، اگر میری اس حرکت سے آپ کو کوئی دلی صدمہ پہنچا ہے تو میں آپ سے معافی چاہتا ہُوں۔"

"بس بس، بات ختم ہوگئی۔" میں نے خوش اخلاقی سے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر وستونیا واقعی شاندار آدمی ہیں ایلیٹ، میں بھی ان کی مہربانیوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہُوں۔ انھوں نے میری بھی مدد کی ہے۔ بے جگر آدمی ہیں اور جس طرح مجھے دُشمنوں کے نرغے سے نکال کر یہاں لائے ہیں، اس کا تم تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔"

"مجھے یقین ہے، میں بھی انسان شناس ہُوں۔" ایلیٹ نے جواب دیا۔

"تو پھر اب کیا پروگرام ہے ایلیٹ؟ نیند تو فرار ہوگئی۔ غالباً تم تھکے ہوئے ہو۔"

"نہیں، میں بارہ بجے سے سات بجے شام تک ان پہاڑیوں کے درمیان سوتا رہا ہُوں۔" ایلیٹ نے اُسی سمت اشارہ کیا جدھر میں نے لینڈ روور کھڑی کی تھی۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم چاق و چوبند ہو؟"

"ہاں۔"

"تو پھر کیا پروگرام ہے، کیوں نہ ہم مسٹر وستونیا سے اجازت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

طلب کریں۔"

"مسٹر وستونیا سے جُدا ہونے کو جی تو نہیں چاہتا لیکن میں مزید شرمندگی اُٹھانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے مسٹر وستونیا کو جو کہانی سُنائی ہے، وہ ایک جھوٹی کہانی ہے اور ظاہر ہے کہ اب تک ان پر میرا جھوٹ ظاہر ہو چکا ہوگا کیونکہ تم نے انھیں کوئی اور ہی کہانی سُنائی ہوگی۔"

"میں نے تو مسٹر وستونیا کو کوئی کہانی نہیں سُنائی... بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ انھوں نے مجھ سے کچھ پوچھا ہی نہیں،" ڈریگی نے کہا۔

"پوچھنے کی ضرورت بھی کیا تھی؟" میں نے کہا۔ "جب میں نے تمھیں مسٹر ایلیٹ کی ساتھی کی حیثیت سے شناخت کر لیا تھا، مسٹر ایلیٹ کی کہانی میں سُن ہی چکا تھا۔"

"مسٹر وستونیا! درحقیقت میں نے آپ سے جو کچھ کہا تھا، وہ غلط تھا۔ آپ چونکہ ایک انتہائی شریف اور بے غرض انسان ثابت ہو چکے ہیں، اس لیے ہم آپ کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتے۔"

"مجھے کہانیوں سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے مسٹر ایلیٹ۔ اگر کوئی کہانی آپ کے کسی مقصد کو چھپاتی ہے تو اُسے ہی قائم رہنے دیجیے۔ میں آپ کی ذات میں دلچسپی لے رہا تھا اور وہ بھی ایک انسان کی حیثیت سے۔ باقی چیزوں سے مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں آپ کو حقیقت بتا دینا چاہتا ہوں۔"

"آپ کی مرضی ہے۔" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

ایلیٹ اور ڈریگی بھی بیٹھ گئے تھے۔ تب ایلیٹ نے کہا۔ "اگر آپ حالاتِ حاضرہ سے واقف ہیں تو صحرائے اعظم میں داخل ہونے سے پہلے آپ کو لائن آف کروزل کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئی ہوں گی؟"

"ہاں، یہ نام کچھ دنوں سے اخبارات کا موضوع بنا ہوا ہے۔ غالباً یہ عربوں کی کسی تنظیم کا نام ہے۔"

"بالکل درست۔ لائن آف کروزل عربوں کا ایک منصوبہ ہے جس کے تحت وہ اپنے تحفظ کا بندوبست کر رہے ہیں اور اس میں مکمل طور پر حق بجانب ہیں۔ ہم دونوں ایک آرگنائزیشن سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمیں عربوں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ملازم رکھا ہے۔ ہمارا کام یہی ہے کہ ہم ان جنگلوں اور ویرانوں میں رہ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ عربوں کی اس کاوش کے سلسلے میں کون کون سی تخریبی کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ ہم اسی کام میں مصروف تھے۔ ہم نے ایک ایسے خفیہ گروہ کا پتا لگا لیا ہے جو لائن آف کروزل کو نقصان پہنچانے کے لیے سرگرمِ عمل ہے اور وہ لوگ جو ہمارے تعاقب میں سرگرداں ہیں، اسی گروہ کے افراد ہیں۔ ہم نے ان میں سے چند ایسے لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں جن کے نام عربوں کے لیے باعثِ دلچسپی ہو سکتے ہیں۔ اب ہمارے دُشمن نہیں چاہتے کہ ہم یہ نام لائن آف کروزل کی کسی آبادی تک پہنچا سکیں، اس لیے وہ ہمیں راستے ہی میں ہلاک کر دینا چاہتے ہیں، یہ ہے اصل کہانی۔"

میں سرد اور سپاٹ نگاہوں سے ایلیٹ اور ڈریگی کو دیکھ رہا تھا لیکن میرے ذہن میں پھلجھڑیاں سی چھوٹ رہی تھیں۔ گویا اب تک کی محنت بےکار نہیں گئی تھی۔ یہ دونوں میری نظر میں مشکوک تو پہلے ہی تھے مگر اب مجھے یقین ہو چلا تھا کہ وہ یا تو اسٹیفن براکوڈا کے آدمی ہیں یا پھر کسی اور حوالے سے لائن آف کروزل کے خلاف مصروفِ کار ہیں۔

ایلیٹ خاموش ہوا تو میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "مسٹر ایلیٹ! آپ کا جو بھی مشن ہو، اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ اس بات کو آپ نے تسلیم کیا ہے کہ میں نے صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر آپ کی تھوڑی بہت مدد کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب اپنے کام میں مصروف ہو جاؤں۔"

"ہم آپ کو کسی بات کے لیے مجبور نہیں کر سکتے مسٹر وستونیا لیکن ڈریگی کا زخم مجھے تشویش کا شکار کر رہا ہے۔"

"میری کوئی بات نہیں ہے ایلیٹ، میں ہر قسم کے حالات سے سمجھوتا کر لیتی ہوں۔" ڈریگی نے جواب دیا۔

"بس تو ٹھیک ہے، آرام کرو ڈریگی۔ کل ہم یہاں سے آگے بڑھ جائیں گے اور میرا خیال ہے مسٹر وستونیا! آپ بھی صبح سے پہلے یہاں سے روانگی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔"

"ہاں، رات تو گزارنا ہی ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ آرام سے اپنے لیے کوئی جگہ منتخب کر کے سو جائیے، ہم لوگ آپس میں کچھ گفتگو کریں گے۔"

میں نے درخت کی طرف قدم بڑھا دیے تھے۔ ڈریگی اور ایلیٹ مجھ سے کچھ فاصلے پر جا بیٹھے۔ میں اپنی جگہ پہنچ کر لیٹ گیا لیکن میں نے اپنے کان انھی کی طرف مرکوز رکھے تھے۔ وہ لوگ سرگوشیوں کے انداز میں باتیں کر رہے تھے لیکن رات کے اس سنّاٹے میں انھوں نے اس بات پر توجہ نہیں دی تھی کہ یہ سرگوشیاں بھی واضح انداز میں میرے کانوں تک پہنچ سکتی ہیں۔

ایلیٹ کہہ رہا تھا۔ "ڈریگی، یہ شخص بے ضرر لگتا ہے، اگر ہم اس سے کچھ کام لے لیں تو کیا ہرج ہے۔ اس کی شخصیت دوسروں کی نگاہوں میں مشتبہ نہیں ہو سکتی۔ ہم اس سے کیوں نہ فائدہ اُٹھائیں؟"

"لیکن اسے کس طرح روکو گے؟" ڈریگی بولی۔

"میرا خیال ہے صبح کو تم شدید بخار میں مبتلا ہو جاؤ، اس کے بعد اس بے وقوف کو متاثر کر لینا مشکل نہیں ہوگا۔ ہمیں ہر قیمت پر بنگازی پہنچ جانا چاہیے اور اس سفر کے لیے یہی شخص ہماری مدد کر سکتا ہے۔ پوائنٹ پر پہنچ کر ہمیں کوئی خاص دقت نہیں ہوگی۔ اب تک جتنا وقت ہم ان کم بختوں کی وجہ سے ضائع کر چکے ہیں، اسے کوَر کرنا ضروری ہے۔"

"اسے قابو میں رکھنا آسان نہیں ہوگا۔ نڈر اور باہمت آدمی ہے، کچھ اور کام بھی لے سکتے ہیں ہم اس سے۔ میرا خیال ہے، مجھے صرف بخار ہی میں نہیں، اس کے عشق میں بھی مبتلا ہونا پڑے گا۔" ڈریگی نے کہا اور ایلیٹ اس کی تائید کرنے لگا۔

میں مسکراتا رہا۔ ان بے وقوفوں کو کیا معلوم تھا کہ میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خود بھی یہی چاہتا ہوں۔ان کی گفتگو سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ میری لاعلمی میں غائب ہونے کی کوشش نہیں کریں گے۔ لینڈ روور کی چابی میرے پاس محفوظ تھی اس لیے میں نے سوچا کہ کچھ دیر سو جاؤں۔

صبح کو پرندوں کے شور نے جگا دیا تھا۔ ہوا میں خنکی رچی ہوئی تھی اور اطراف میں کہر سا چھایا ہوا تھا۔ نیچے ایلٹ اور ڈریگی کے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں شاخوں کے درمیان گہری نیند سو گیا تھا۔ جس پر مجھے تعجب ہوا۔ بہرحال' ان دونوں کو دیکھ کر اطمینان ہوا پھر میں نیچے اتر آیا۔

"ہیلو مسٹر وستونیا!" ایلٹ نے پھیکی سی مسکراہٹ سے میرا خیر مقدم کیا۔

"ہیلو" میں نے کہا۔

"ڈریگی ساری رات تکلیف کا شکار رہی ہے" ایلٹ نے کہا۔

"اوہ خیریت، کیا بات ہے؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"اس کے زخم میں تکلیف بڑھ گئی ہے۔اس نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے اسے ان لوگوں کے چنگل سے بچانے کے لیے لینڈ روور کو جمپ کیا تھا۔میرے خیال میں اسی وجہ سے زخم متاثر ہوا ہے۔"

"بینڈیج تبدیل کر دی جائے تو بہتر ہو گا" میں نے مشورہ دیا۔

"اب تم ہمارے لیے اور کتنا پریشان ہو گے وستونیا' رہنے دو" ایلٹ نے اداسی سے کہا۔

میں ڈریگی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک جگہ چت لیٹی ہوئی تھی اور اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں "میں تمھیں ایک بہادر لڑکی سمجھتا ہوں ڈریگی" میں نے کہا۔

"ہیلو وستونیا" اس نے خود کو سنبھال لیا۔

"میرا خیال تھا تم گرم کافی تیار کر چکی ہو گی جو اس وقت لطف دے جائے گی لیکن تم..."

"کافی! میں کیسے تیار کرتی؟"

"کیوں تمھیں علم نہیں ہے کہ لینڈ روور میں تمام سامان موجود ہے"

"ہاں لیکن اس کی چابی میرے پاس نہیں تھی" وہ مسکرا دی۔

"اوہ! سوری' میں بھول گیا کیا تکلیف بڑھ گئی ہے؟"

"ہاں"

"سوری ڈریگی' مجھے احتیاط کرنا چاہیے تھی"

"شرمندہ کر رہے ہو وستونیا' تم نے میرے لیے زندگی کی بازی لگا دی تھی" وہ بڑی لگاوٹ سے بولی۔

"آؤ لینڈ روور تک چل سکتی ہو یا میں اسے یہیں لے آؤں؟"

"نہیں' میں چل سکتی ہوں' دن کی روشنی میں یہ جگہ ویسے بھی مخدوش ہے' ہمیں کوئی بھی دیکھ سکتا ہے" وہ اٹھ گئی۔ میں اور ایلٹ اسے سہارا دے کر لینڈ روور تک لے گئے اور پھر میں نے اسے لینڈ روور کے پاس ہی ایک جگہ بٹھا دیا۔

"ایلٹ! تمھیں کافی تیار کرنا ہو گی"

"جو حکم سر" ایلٹ نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے تمام سامان اس کے حوالے کر دیا پھر فرسٹ ایڈ بکس لے کر ڈریگی کے پاس آ گیا۔

"یہاں نہیں" وہ آہستہ سے بولی "پلیز' اس طرف چلو" اس نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا۔

ایلٹ ہم سے بے نیاز کیروسین اسٹوو درست کرنے میں مصروف تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ڈریگی اپنے تمام ہتھیار استعمال کرنے پر تل گئی تھی۔ اس نے چٹان سے ٹیک کر آنکھیں بند کر لیں اور مجھے خود ہی اس کی جیکٹ وغیرہ اتارنا پڑی۔ اس کے بعد میں نے اس کے زخم پر دوا لگائی اور نفاست سے بینڈیج کر دی۔

ڈریگی اس دوران آنکھیں بند کیے رہی تھی۔ وہ عجیب سے انداز کا مظاہرہ کر رہی تھی پھر جب میں نے اسے جیکٹ پہنا کر بٹن لگائے تو اس نے اپنی پیشانی میرے سینے پر رکھ دی۔

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا "ایلٹ صرف میرا ایک ساتھی ہے' صرف ایک ساتھی اس کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا"

میں ان الفاظ کے مفہوم پر غور کر رہا تھا کہ ایلٹ کی آواز ابھری "کافی تیار ہے"

ناشتے سے فارغ ہو کر ایلٹ نے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا "اب کیا پروگرام ہے وستونیا؟"

"ڈیئر ایلٹ' تمھارے معاملات سے تو مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے میں ایک آزاد منش ہوں' میری خواہش ہے کہ صرف اپنے کام میں مصروف رہوں لیکن انسانیت کے ناتے جو ذمے داریاں انسان پر عائد ہوتی ہے' انھیں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے بہت غور کیا اور آخر کار اس نتیجے پر پہنچا کہ ان حالات میں تمھیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑا جا سکتا۔ میں چاہتا ہوں تمھیں کسی ایسی جگہ پہنچا دوں جہاں سے تم اپنے لیے سہولتیں حاصل کر لو' میں اس وقت تک کے لیے اپنا پروگرام ملتوی کر سکتا ہوں۔ تم لوگ دہری پریشانی کا شکار ہو اور میرا ضمیر اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں تمھیں اس طرح چھوڑ کر اپنی راہ لگوں۔ ڈریگی زخمی ہے اور تمھارے دشمن تاک میں ہیں۔ ایسی صورت میں تم کیا کرو گے؟"

ایلٹ نے ممنونیت سے میرے ہاتھ پکڑ لیے تھے "میں پر نہیں کہہ سکوں گا وستونیا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تمھاری اس دوستی کا خاطر خواہ جواب بھی نہیں دے سکتا"

"کوئی منزل ہے تمھارے ذہن میں؟"

"ہاں اگر ہم بنگا نہ پہنچ جائیں تو ہماری ساری مشکلیں آسان ہو سکتی ہیں" ایلٹ نے کہا۔

"بنگانہ کہاں ہے؟"

"کافی دور ہے یہاں سے۔ لائن آف کروزل کی ایک بستی' وہاں ہمارے مددگار موجود ہیں"

"میں تمھیں بنگانہ پہنچا دوں گا"

"بے حد شکریہ وستونیا" ایلٹ نے گردن جھکا لی۔ ڈریگی سحر طراز آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی' مجھ سے نگاہیں ملیں تو وہ خوشی سے مسکرا دی۔

اس کے بعد وہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ تیاریاں کرنے کے بعد ہم نے وہ جگہ چھوڑ دی اور ایلٹ کی تعین کردہ سمت چل پڑے۔ دوپہر تک رکے بغیر سفر جاری رہا۔ اس دوران ہمیں کوئی نظر نہیں آیا تھا لیکن دوپہر کے کھانے کے بعد جب ہم نے دوبارہ سفر کا آغاز کیا تو کوئی ایک گھنٹا چلنے کے بعد ہمیں ایک نشیبی درے میں کچھ گاڑیاں نظر آئیں اور میں نے فوراً انجن بند کر دیا۔ دن کی روشنی میں مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ صحرائی محافظ ہیں۔

ڈریگی اور ایلٹ نے بھی انھیں دیکھ لیا تھا۔ ایلٹ نے وہ پستول نکال لیا جو اس نے چرایا تھا۔ میں نے بھی رائفل سنبھال لی تھی۔

"یہ غالباً وہی لوگ ہیں؟" میں آہستہ سے بولا۔

"سو فیصدی' میں انھیں پہچانتا ہوں" ایلٹ نے فوراً جواب دیا۔

میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ ان لوگوں کو میں بھی پہچانتا تھا۔ "گویا یہ ابھی ہماری تلاش میں ہیں؟" میں نے کہا۔

"بے حد خطرناک لوگ ہیں وستونیا' ہمیں کسی قیمت پر ان کے ہاتھ نہیں لگنا چاہیے" ہم درے سے گزرتی گاڑیوں کا جائزہ لیتے رہے اور پھر وہ ایک موڑ پر گھوم کر نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں "ہمیں اب رخ بدل لینا چاہیے۔ میرے خیال میں یہاں سے راستہ کاٹ دو۔ اس ٹیکری کے عقب سے نکل کر ہم ایک پتلے درے میں داخل ہو جائیں گے"

میں نے ایلٹ کے بتائے ہوئے رخ پر لینڈ روور موڑ دی۔ اس سے مجھے ایک اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ یہ کہ ایلٹ اور ڈریگی اس علاقے کے بارے میں بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ بہرحال' میں مطمئن تھا' جو پروگرام لے کر چلا تھا' اس میں کامیابی کی امید پیدا ہو گئی تھی۔

اس کے بعد راستے میں صحرائی محافظ نظر نہیں آئے۔ میں نے ایک صحرائی بکرا شکار کیا اور اسے اپنے ہاتھوں سے ذبح کیا تاکہ حلال گوشت کھانے کو ملے۔ باقی کام ایلٹ نے کیا تھا۔ رات ایک جنگل میں ہوئی تھی۔ علاقہ خوفناک تھا اور درندوں کی موجودگی کا خطرہ تھا' اس لیے طے کیا گیا کہ رات لینڈ روور کے اندر بسر کی جائے گی۔ ایلٹ نے جھاڑ جھنکاڑ جمع کیے اور گوشت بھوننے لگا۔ ڈریگی میرے ساتھ تھی اور مسلسل برق پاشی کر رہی تھی۔ میں نے بھی احتیاطاً مسکرانا شروع کر دیا تھا تاکہ تعاون کی فضا برقرار رہے۔ رات کو مجھے اس سے احتیاط برتنا پڑی اور یہ سوچنا پڑا کہ بعض اوقات ذرا سی نرمی بھی نقصان دہ ثابت ہو جاتی ہے۔

دوسرے دن سفر پھر جاری ہو گیا۔ ڈریگی اب ٹھیک تھی اور بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ آج کا سفر بہت خوشگوار رہا۔ پتا نہیں' یہ علاقائی تبدیلی تھی یا پھر آسمان پر ابر ہونے کی وجہ سے موسم بہتر ہو گیا تھا۔ بہرحال' یہ دن اتنا گرم نہیں تھا۔ شام تک سفر جاری رہا۔ وہ دونوں سمتوں کے سلسلے میں رہنمائی کر رہے تھے۔ تیسرے دن کوئی گیارہ بجے کا وقت تھا جب ہم ایک پتھریلے میدان میں پہنچ گئے۔ بائیں سمت ایک بلند پہاڑی

مشہور ماہر نفسیات ڈاکٹر جی ایم ناز کی شہرہ آفاق تصنیف

قیمت: ۴۰ روپے

ڈاک خرچ: ۲ روپے

ازدواجی نفسیات

یہ کتاب ڈاکٹر ناز نے کئی سال کی محنت سے ان تمام خطوط کی روشنی میں لکھی ہے جو کہ ہزاروں عورتوں نے اپنے مسائل پر مشوروں کے لیے ان کو لکھے تھے۔
اس کتاب میں خواتین کے ان تمام مسائل پر بحث کی گئی ہے جو ان کی ازدواجی زندگی کو گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں۔

کتاب کے چند عنوانات

○ زندگی کے ساتھی کا آئیڈیل ○ تصوراتی محبوب کی تلاش ○ لڑکیوں کا تصوراتی محبوب ○ منگنی اور آئیڈیل ○ بچپن کی منگنی کے نقصانات ○ لڑکے کی طرف سے منگنی توڑنے کے اسباب ○ ازدواجی ہم آہنگی ○ بے حس لوگ ○ رومان پسند جوڑے ○ ازدواجی ہم آہنگی کے چند حقائق ○ اقتصادی ترقی اور اخلاقی پستی ○ لڑکیوں کی باپ سے وابستگی یا نفرت ○ دوہری شخصیت ○ انتہا پسندی ○ مذہبی احساس اور ناپاکی کا تصور ○ جنس پرستی کے الزام کا خوف ○ پاکستانی لڑکیاں کیا چاہتی ہیں؟

یہ کتاب ہر شادی شدہ جوڑے کے لیے پڑھنا ضروری ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ٹیلا نظر آ رہا تھا۔ اب تک سفر کرتے ہوئے وہ دونوں بالکل مطمئن رہے تھے۔ ڈریگی پر میں نے خاصے اثرات قائم کر لیے تھے اور اب اس کے اندر ایک تبدیلی سی محسوس ہو رہی تھی۔

"اس ٹیلے کے پاس چلو دستونیا۔" ایلیٹ نے کہا۔

"کوئی خاص بات؟"

"ہاں، چلو۔" ایلیٹ بولا اور میں نے لینڈ روور کا رُخ تبدیل کر دیا۔ ٹیلے سے کوئی ایک فرلانگ پہلے میں نے ایک پگڈنڈی دیکھی جس پر گاڑیوں کی آمد و رفت کے نشانات نظر آئے۔ یہ پگڈنڈی نہ جانے کہاں تک جاتی تھی۔ ٹیلے تک کا سفر زیادہ دیر کا ثابت نہ ہوا اور ہم اس کے قریب پہنچ گئے۔

"انجن بند کر دو۔" ایلیٹ نے کہا اور میں نے اس کی خواہش پر عمل کیا۔ ایلیٹ لینڈ روور سے اُتر کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔ "اگر میں یہ کہوں دستونیا کہ بس یہی ہماری منزل ہے تو تمھیں حیرت تو ہوگی؟"

"یہ... !" میں نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔

"ہاں، اگر ہم یہیں رُک جائیں تو پھر تمھارا کیا پروگرام ہوگا؟"

"میں تمھیں خدا حافظ کہہ کر آگے بڑھ جاؤں گا۔"

"کہاں جاؤ گے؟"

"مجھے تو ابھی طویل عرصے تک ان ویرانوں میں بھٹکنا ہے۔ کون سی منزل کی نشاندہی کر دوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور اگر تمھیں وہ لوگ مل جائیں جو ہمارے دشمن ہیں تو تم انھیں کس طرح مطمئن کر سکو گے؟"

"ظاہر ہے، انھیں مجھ سے کوئی دشمنی نہ ہوگی۔"

"یہ تمھارا خیال ہے۔ تمھاری لینڈ روور اُن کی نگاہوں میں ہوگی اور وہ یہ جانتے ہیں کہ تم نے ہماری مدد کی ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو ایلیٹ؟" میں نے کچھ مضطرب انداز میں کہا۔

"یہی کہ تمھاری اس محبت کے جواب میں ہم تم سے دشمنی نہیں کر سکتے۔" ایلیٹ نے سرد لہجے میں کہا۔

"اب تو واقعی مجھے خوف محسوس ہونے لگا ہے۔ میں نے اس بارے میں تو سوچا ہی نہیں تھا۔" میں نے جلدی سے کہا۔ میں جانتا تھا کہ ایلیٹ کیا کہنا چاہتا ہے۔

"یہ خوف ایک حقیقت ہے دستونیا! اس سلسلے میں، میں تم سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں، میری رہنمائی کرو۔ واقعی یہ بے حد پریشان کن خیال ہے۔ میں نے اس بارے میں بالکل نہیں سوچا تھا۔"

"میں کچھ دن اور تمھیں مہمان رکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میرا وعدہ ہے کہ میں تمھاری پسندیدہ جگہ پہنچانے میں تمھاری مدد کروں گا اور تمھیں ان لوگوں سے اتنی دور کر دوں گا کہ وہ تمھارا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔"

میں گردن جھکا کر کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر میری نگاہیں ڈریگی کی طرف اُٹھ گئیں۔ ڈریگی نے آنکھیں بند کرتے ہوئے گردن خم کی۔ مقصد یہی تھا کہ میں یہ تجویز قبول کر لوں۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے ایلیٹ لیکن یہاں! اس جگہ! کیا یہ جگہ تم محفوظ سمجھتے ہو؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"تم تیار رہو؟" وہ میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

"ہاں ایلیٹ! میں خود بھی تم لوگوں سے متاثر ہو گیا ہوں اور اتنی جلدی تمھیں نہیں چھوڑنا چاہتا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تو پھر یوں سمجھ لو میرے دوست کہ تم نے ایک سنہرے مستقبل کی جانب قدم بڑھا دیا ہے۔ میرے یہ الفاظ تمھیں عجیب ضرور لگ رہے ہوں گے لیکن میں تمھیں اس کی حقیقت سے بھی ضرور آگاہ کر دوں گا اور تم اس بات کو تسلیم کرو گے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے، غلط نہیں کہا۔ میں نہیں جانتا کہ تمھارے اپنے وطن میں تمھاری مالی حیثیت کیا ہوگی لیکن جو آدمی صحرائے اعظم میں اتنی شاندار تیاری کے ساتھ جڑی بوٹیوں پر ریسرچ کرنے کے لیے آئے، اُس کی مالی پوزیشن یقیناً بہتر ہی ہوگی۔ کیا یہ ایک عمدہ بات نہ ہوگی کہ تمھارا کام بھی پورا ہوتا رہے اور اس کے ساتھ ہی تمھیں کچھ مالی منفعت بھی حاصل ہو جائے۔"

"میری سمجھ میں ایک بات بھی نہیں آ رہی مسٹر ایلیٹ! اور نہ ہی میں ذہن پر اس بارے میں زیادہ زور ڈالنا چاہتا ہوں۔ بس میں نے تمھاری محبت میں یہ سب کچھ قبول کر لیا ہے اور اب تم جس طرح چاہو میرے بارے میں فیصلہ کرو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں اپنی منزل سے دُور ہو گیا ہوں لیکن کچھ راستے ایسے بھی ہوتے ہیں، جن پر بھٹک جانے کو ہی جی چاہتا ہے۔" میں نے ایک بار پھر ڈریگی کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں مسرت کی کرنیں رقصاں تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ یہ اشارہ اُسی کی جانب ہے۔

ایلیٹ بھی مسکرانے لگا اور پھر اُس نے میرے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تمھیں احساس ہو جائے گا کہ تم نقصان میں نہیں رہے۔"

"نفع نقصان تو زندگی کے ساتھ ہے۔ میں نے تمھاری محبت قبول کی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" ایلیٹ نے جواب دیا اور پھر مجھے لے کر ٹیلے کے عقبی حصے کی جانب چل پڑا۔

عجیب سی جگہ تھی۔ ٹیلا کافی پھیلاؤ میں تھا اور جگہ جگہ اس میں اس طرح چٹانیں اُبھری ہوئی تھیں جیسے انھیں انسانی ہاتھوں نے تراش دیا ہو اور میرا یہ اندازہ بھی غلط نہیں نکلا۔ ایک اُبھرے ہوئے پتھر کے قریب پہنچ کر ایلیٹ نے اس میں نیچے ہاتھ ڈالا اور دفعتاً ہی میں نے ایک پُر شور آواز کے ساتھ پتھر کی ایک چوڑی دیوار اپنی جگہ سے ہٹتے ہوئے دیکھی۔ میری آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ یہ حیرت مصنوعی نہیں، حقیقی تھی۔ کیونکہ اس جگہ، اس ویرانے میں کسی ایسے مصنوعی میکینزم کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دیوار کے دوسری جانب نیم تاریک سا ماحول تھا۔ ایلیٹ نے مجھے اشارہ کیا اور ڈریگی کے ساتھ اس ہٹی ہوئی دیوار کے خلا میں داخل ہو گیا۔

پورا ٹیلا اندر سے کھوکھلا تھا۔ چھت اس کی بلندی تک چلی گئی تھی اور کسی گنبد کی سی شکل رکھتی تھی۔ یہاں سائیڈوں میں لکڑی کی الماریاں لگی ہوئی تھیں۔ اندر عمدہ قسم کا سامان ضرورت موجود تھا جس میں ہلکا پھلکا فرنیچر بھی تھا۔ زمین پر قالین بچھا ہوا تھا۔ ویرانے میں اس عیش گاہ کا تصور کوئی الف لیلوی تصور ہی معلوم ہوتا تھا لیکن جو کچھ تھا، میری نگاہوں کے سامنے تھا۔

ایلیٹ نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا۔ میری آنکھیں شدتِ حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ میں نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "یہ سب... یہ سب... !"

"یہ سب جادو کی کارنامہ ہے۔ تم اسے ہمارا کارنامہ کہہ سکتے ہو۔" ایلیٹ نے کہا۔

"لیکن یہ تو ناقابلِ یقین بات ہے! مجھے عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔"

"بلاشبہ ہو رہا ہوگا لیکن جو کچھ نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے، ہم اُسے حقیقت کا نام ہی دیتے ہیں۔ آج تک تم ہماری ضیافت کرتے رہے ہو اور تم نے انتہائی مشکل حالات میں بھی اس بات کی پروا نہیں کی کہ تمھارے پاس کیا موجود ہے۔ اب کچھ وقت ہمارے مہمان رہو۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے زور سے گردن جھٹکی اور پھر ایک صوفے کی جانب بڑھ گیا۔ میرے ذہن میں چنگاریاں سی پھوٹ رہی تھیں۔ اس کا مطلب ہے میں اسٹیفن براکوڈا کی راہ پر لگ چکا ہوں۔ یہاں اس ویرانے میں اس قسم کا ہنگامی انتظام یقیناً عام لوگوں کا کام نہیں ہو سکتا۔

ڈریگی اور ایلیٹ وہاں سے چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد میں نے لینڈ روور کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ میں بے اختیار اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا لیکن پھر بیٹھ جانا ہی مناسب سمجھا۔ وہ لوگ مجھے اس جگہ چھوڑ کر فرار نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ یہ اُن کا ایک اہم ٹھکانا تھا۔

میں نے ہال کا پوری طرح سے جائزہ لیا۔ کتنی محنت سے اُسے تراشا گیا ہوگا، کتنی محنت سے بنایا گیا ہوگا، معمولی بات نہیں تھی۔ باہر سے اس ٹیلے کو بالکل اُس کی اصلی شکل میں رہنے دیا گیا تھا اور یہاں سے گزرنے والوں میں سے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ ٹیلا کوئی انسانی رہائش گاہ ہے۔

انجن بند ہو گیا۔ پتا نہیں اُنھوں نے لینڈ روور کیوں اسٹارٹ کی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس میرے پاس آ گئے۔

"اب تم بہترین قسم کا کھانا تیار کرو گی ڈریگی؟" ایلیٹ نے کہا۔

"او کے۔" ڈریگی نے جواب دیا اور ایک بار پھر اُسی دروازے سے باہر نکل گئی۔

ایلیٹ نے اندرونی حصے میں کچھ ٹٹولا اور چوڑی دیوار اپنی جگہ سے آگے بڑھی اور پھر تھوڑی سی جگہ کھلی رہ گئی، جس سے ایک آدمی اندر داخل ہو سکے۔

"یہاں جنریٹر بھی موجود ہے جسے اسٹارٹ کر کے ہم اندر روشنی کر سکتے ہیں لیکن یہ اُسی وقت ممکن ہے جب ہم یہ دیوار مکمل طور پر بند کر دیں۔ دیوار بند ہونے کے بعد جنریٹر کی آواز باہر نہیں جائے گی لیکن اگر کھلی ہو تو پھر جنگل کا یہ سناٹا اس آواز کو اصل سے کئی گنا بڑھا کر فضا میں منتشر کر دے گا۔"

"مگر ایلیٹ! یہ سب کچھ... یہ سب کچھ...؟"

"ہاں میرے دوست! آہستہ آہستہ تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ ہم لائن آف کروزل کے محافظ ہیں اور ہمیں لائن آف کروزل کی تمام بستیوں کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے طرح طرح کے انتظامات کرنے پڑے ہیں۔" ایلیٹ نے کہا۔

"مگر یہ ویرانہ... میرا مطلب ہے، اس ویرانے میں رہ کر تم کیا کر رہے ہو؟" میں نے حیرت کا انداز برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

"بظاہر تم اسے ویرانہ کہہ سکتے ہو لیکن تم نے راستے میں ایک چوڑی پگڈنڈی دیکھی ہوگی جو پہاڑ سے گزر کر دوسری سمت جاتی ہے۔ دوسری جانب صرف چند میل کے فاصلے پر بنگالہ ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بنگانہ کیا چیز ہے؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں سوال کیا۔

"لائن آف کروزل کی ایک بستی جہاں ایک بہت بڑی فیکٹری کام کر رہی ہے۔"

"عربوں نے واقعی اس سلسلے میں تو کمال کیا ہے۔"

"ہاں، یہ اُن کی اب تک کی کوششوں میں سب سے مؤثر اور سب سے خطرناک منصوبہ ہے۔" ایلیٹ نے جواب دیا۔

"تب تو پھر عربوں کے دُشمن اس منصوبے سے بہت خوفزدہ ہوں گے؟"

"میں نہیں جانتا لیکن ان کی کارروائیوں سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس منصوبے کو سخت تشویش کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔"

"میں اس سلسلے میں زیادہ رائے زنی نہیں کرسکوں گا مسٹر ایلیٹ کیونکہ یہ میرا شعبہ نہیں ہے لیکن تم نے مجھے جن حیرتوں سے دوچار کیا ہے، میرا خیال ہے صحرائے اعظم کے عجائبات بھی اتنی زبردست حیثیت نہیں رکھتے۔" ایلیٹ ہنسنے لگا تھا۔ میں نے چونک کر پوچھا۔ "یہ ڈریگی کہاں گئی؟"

"اس ٹیلے کے مختلف حصّے ہیں، یہ جگہ صرف ایک پورشن کہی جاسکتی ہے۔ تمہاری لینڈ روور میں نے ایک گیرج میں محفوظ کر دی ہے۔"

"گیرج!" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں، یہاں گیرج بھی ہے، کچن بھی ہے جس کا اس حصّے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" ایلیٹ بولا۔

میں نے آنکھیں بند کر کے صوفے کی پُشت سے گردن ٹکا دی جیسے بہت زیادہ تحیّر کا شکار ہو گیا ہوں۔

چند لمحے بعد ایلیٹ نے لکڑی کی ایک الماری سے چھوٹا سا کیسٹ ریکارڈر نکالا اور اُس پر ایک عمدہ سا نغمہ لگا دیا۔ مدھم سُروں میں مغربی موسیقی گونجنے لگی اور ایلیٹ ایک صوفے پر نیم دراز ہو گیا پھر اُس نے جیسے خود سے کہا۔ "واقعی بڑے عجیب و غریب مراحل سے گزرنا پڑا ہے۔ مجھے یہاں تک پہنچ جانے کا یقین نہیں تھا۔" پھر وہ چونک کر میری صُورت دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔ "اور میں بلاشُبہ تمہیں اس سلسلے میں اپنا مددگار کہہ سکتا ہُوں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے موسیقی کی لہروں میں کھویا رہا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ غار کے ایک حصّے میں ہلکی سی سرسراہٹ ہوئی اور پھر ایک مدھم سی آواز کے ساتھ ایک چھوٹا سا دروازہ نمودار ہو گیا۔ دروازے سے ڈریگی ایک ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر داخل ہوئی پھر اُس نے ٹرالی ہمارے سامنے لا کر روک دی۔ میں متعجبانہ انداز میں اس نمودار ہو جانے والے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔

ٹرالی پر بہترین قسم کے پنیر سے بنے ہوئے سینڈوچ، عمدہ قسم کی کافی، بسکٹ اور ایسی ہی دوسری چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔

"اب تم لوگ مجھے جادُوگر محسوس ہونے لگے ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

ڈریگی نے ایلیٹ کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا۔ "ایلیٹ دروازہ بند کر دو۔ باہر اب ہمارا کوئی نشان موجود نہیں ہے۔"

"اوکے ڈریگی۔" ایلیٹ نے کہا اور ایک بار پھر اُٹھ کر دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ اس بار دیوار بالکل بند ہو گئی تھی۔ اندر بالکل تاریکی پھیل گئی لیکن چند لمحوں کے بعد ڈریگی نے چند مومی شمعدان روشن کر دیے، جن کی مدھم اور پیلی روشنی ہال میں پھیل گئی۔

"یہ تم نے اچھا کیا، جنریٹر چلانے کو ابھی جی نہیں چاہ رہا تھا اور پھر کافی دن سے بند پڑا ہُوا ہے، ذرا اسے چیک بھی کرنا تھا۔"

"ضرورت ہی کیا ہے اس کی، یہ روشنی بھی کافی ہے۔" ڈریگی آہستہ سے بولی اور اس کے بعد وہ میرے بالکل قریب صوفے پر آ بیٹھی۔

"تمہیں اب ان حیرتوں سے باہر نکل آنا چاہیے دستونیا! ہم لوگ تمہیں اپنے بارے میں بتا چکے ہیں اور اب اس سے تم اندازہ لگا لو کہ ہم لوگ کتنی محنت سے یہاں اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔ یہ سب کچھ ان فیکٹریوں کو دُشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ لو پلیز! یہ سینڈوچ کھاؤ، میں نے بڑے شوق سے بنائے ہیں۔"

"شکریہ ڈریگی۔" میں نے سینڈوچ اُٹھا کر اُسے دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا۔ "مجھے حیرت صرف اس بات پر ہے کہ تم لوگوں نے اس جگہ کو ایک ایسی عیش گاہ بنا دیا ہے، جہاں انسان حیرت کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ بھلا کوئی سوچ بھی سکتا ہے اس بارے میں؟"

ایلیٹ نے کافی بنا کر میرے سامنے رکھ دی اور پھر خود بھی کافی کی چھوٹی چھوٹی چُسکیاں لینے لگا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہُوا تھا۔ ڈریگی بھی خاموشی سے کافی پیتی رہی پھر اس نے کہا۔ "ایلیٹ، میں مسٹر دستونیا کو اپنی اس عیش گاہ کی سیر کرا دوں، تم آرام کرو۔"

"ہاں یقیناً۔" ایلیٹ نے کہا اور ڈریگی مجھے اشارہ کر کے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

چند لمحوں کے بعد ہم باہر نکل آئے۔ میں نے اپنی آنکھوں میں حیرت کے نقوش برقرار رکھے تھے۔ ایک جگہ کھڑے ہو کر میں نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں۔ تاحدِ نگاہ ویرانی اور خاموشی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

ڈریگی مسلسل میرا جائزہ لے رہی تھی پھر اس نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ "آؤ تمہیں گیرج دکھاؤں۔"

وہ ٹیلے کے دوسرے حصّے میں پہنچ گئی اور اُس نے ویسے ہی ایک پتّھر کو نیچے سے ٹٹول کر ایک خلا پیدا کی۔ لینڈ روور اس خلا میں کھڑی نظر آ رہی تھی پھر وہاں سے نکلنے کے بعد وہ ایک دوسرے حصّے میں پہنچی۔ یہاں بھی خاصی بڑی جگہ تھی اور اس حصّے میں بہترین قسم کا باتھ رُوم بنا ہُوا تھا، کچن تھا جو نفیس ترین تھا۔

میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔ "لیکن اس کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟"

"بس اس لیے کہ اگر کبھی خطرناک حالات سے واسطہ پڑ جائے تو یہاں پناہ لی جاسکے۔ تم نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ کوئی اس جگہ کے بارے میں یہ سب کچھ سوچ بھی نہیں سکتا، اگر ہمارا تعاقب کرنے والے یہاں تک آ جاتے اور ہم ان کی نگاہوں سے روپوش ہو جاتے تو وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ ہم جادُوگر تھے جو خلا میں پرواز کر گئے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن کیا ایسی بہت سی جگہیں بنائی گئی ہیں؟ میرا مطلب ہے ایسی جگہوں کی ضرورت تو پورے صحرائے اعظم میں پیش آ سکتی ہے۔"

"خیر، پورے صحرائے اعظم میں تو نہیں لیکن اس قسم کی بہت سی جگہیں بنائی گئی ہیں جہاں سے ہم اپنا خفیہ نگرانی کا کام کرتے رہتے ہیں۔"

"کمال ہے!" میں نے کہا۔

ڈریگی وہاں سے بھی نکل آئی۔ میں نے پوچھا کہ وہ باہر جانے کے بعد اندرونی دروازے سے واپس آئی تھی، وہ دروازہ کہاں ہے؟

"کچن ہی سے گزر کر ایسا ہی راستہ اندر جانے کے لیے ہے۔" ڈریگی نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ باہر چہل قدمی کرتے رہے اور پھر ڈریگی ہال میں واپس آ گئی۔ میں ایلیٹ کو دیکھنے لگا جو ایک الماری کے پاس کھڑا ہُوا کچھ کر رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اُس نے الماری بند کی اور مُسکراتا ہُوا صوفے پر آ بیٹھا۔

"مسٹر دستونیا کو ہمارا یہ ٹھکانا پسند آیا ڈریگی؟"

"بہت، مسٹر دستونیا بہت زیادہ حیران نظر آ رہے ہیں۔" ایلیٹ صرف مُسکرا تا رہا تھا۔

ہم آرام کرنے کے لیے وہیں ایک حصّے میں لیٹ گئے، اس دوران ہم بہت سی باتیں کرتے رہے تھے اور میں محسوس کر رہا تھا کہ ان باتوں میں ایلیٹ اور ڈریگی مجھے اپنے مشن سے رغبت دلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں تو خود دل سے یہی سب کچھ چاہتا تھا۔ میرے ذہن میں پتا نہیں کیا کیا منصوبے آ رہے تھے۔ اب مجھے یقین ہو چلا تھا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شامل رہ کر ہی اسٹیفن براکوڈا کا سُراغ پا سکتا تھا۔

اس وقت تقریباً رات کے ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ ہم لوگ ہلکے پھلکے کھانے سے فارغ ہو چکے تھے، جب ایلیٹ گھڑی دیکھ کر اپنی جگہ سے اُٹھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

ڈریگی میری طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ میرے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولی۔ "دستونیا! تمہاری ان سیاہ آنکھوں میں نہ جانے کیا قوّت پوشیدہ ہے کہ میرا ذہن مسحور ہوتا جا رہا ہے۔"

"ڈریگی! میں اس قربت کے انجام سے خوفزدہ ہُوں۔" میں نے کہا۔

"انجام!" وہ بھنویں چڑھاتے ہوئے بولی۔

"ہاں ڈریگی، تم اگر زیادہ گہرائیوں تک میرے وجود میں اُتر گئیں تو پھر میرا کیا ہوگا؟"

"میں تمہارے وجود کی گہرائیوں میں رہ کر تمہیں سنبھالے رکھوں گی۔ ویسے اپنے بارے میں تم نے مزید کچھ نہیں بتایا دستونیا۔ اسپین میں تمہارے اہلِ خاندان تو ہوں گے؟"

"ہاں، پورا خاندان ہے۔"

"شادی شدہ ہو تم؟"

"نہیں، زندگی کے اس پہلو سے ابھی نا آشنا ہُوں۔ میں اپنی تحقیق میں اس قدر کھویا ہُوا تھا کہ زندگی میں کبھی کسی اور رشتے کے بارے میں سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا۔"

"تو پھر اپنی تحقیق کے تمام راستے میری سمت موڑ دو۔ مجھ پر غور کرو، مجھے سمجھو، مجھے سوچو، کیا رکھا ہے جڑی بُوٹیوں کی ریسرچ میں۔ تم دُنیا کو زیادہ سے زیادہ کیا دے سکتے ہو اور دُنیا اس کے جواب میں تمہیں زیادہ سے زیادہ کیا دے سکتی ہے؟ یقین کرو دستونیا! محبت ایک ایسا عظیم جذبہ ہے جسے پانے کے بعد انسان دُنیا کی وسعتوں کو پا لیتا ہے۔ ہم اگر ایک دوسرے کے قریب آ جائیں اور ہمیشہ کے لیے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک نوگمان کی لوا اپنا لیں تو تم محسوس کرو گے کہ تمھیں اپنی زندگی کی تمام محنتوں کا ثمر مل گیا ہے اور یقین کرو، میں بھی تمھارے بارے میں اسی انداز میں سوچتی ہوں۔ ہم یکجا رہیں گے جو کچھ میں کر رہی ہوں وہ دائمی نہیں ہے بلکہ عارضی ہے۔ ہم اپنے اس مشن سے فارغ ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میں تمھیں یہاں سے لے چلوں گی۔"

"کہاں؟" میں نے سوال کیا۔

"اپنے وطن۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"تم نے اپنے وطن کے بارے میں مجھے کچھ نہیں بتایا؟"

"بتا دوں گی، آہستہ آہستہ سب کچھ بتا دوں گی، جلدی کیا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ چالاک لومڑی اس بات پر بہت نازاں و مسرور نظر آتی تھی کہ مجھے اپنے دام میں گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ میں دل ہی دل میں اس پر ہنس دیا۔

ایلٹ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد واپس آیا۔ اس نے واپس آکر کہا "ڈریگی، کیا تم نے اپنے دوست کو تیار کر لیا ہے؟"

"اوہ، سوری ایلٹ! اس موضوع پر تو بات ہی نہیں ہوئی۔" وہ چونک کر بولی۔

"کمال ہے! حالانکہ تمھیں مسٹر وستونیا کو بتا دینا چاہیے تھا۔"

"کیا بات ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں مسٹر وستونیا! اب ہم اپنی اس عیش گاہ کو چھوڑ رہے ہیں۔"

"کہاں جا رہے ہیں ہم؟"

"آؤ، تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔" ایلٹ نے پُراسرار انداز میں کہا اور میں ان دونوں کے ساتھ اس طلسم کدے سے باہر نکل آیا۔

دروازے کے عین سامنے ایک بڑے سے ٹرک کو دیکھ کر میں بُری طرح چونک پڑا۔ مجھے اس ٹرک کے آنے کی کوئی خبر نہیں ہو سکی تھی۔ ٹرک کے پاس دو افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ایلٹ مجھے لے کر ان کے پاس پہنچ گیا پھر اس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"ہمیں اس ٹرک میں سفر کرنا ہے۔ تمھیں لینڈرور یہاں چھوڑتے ہوئے کوئی پریشانی تو نہیں ہے؟"

"نہیں لیکن وہ محفوظ تو رہے گی نا؟"

"بالکل اسی طرح جیسے یہاں تمام سامان محفوظ ہے۔ تمھیں خود اندازہ ہوگا کہ اس جگہ کے بارے میں کوئی نہیں جان سکتا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ٹرک کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ عام قسم کے استعمال کا ٹرک تھا جس پر اوپر تک سبزیاں لدی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں آدمی جو اس ٹرک کے قریب کھڑے ہوئے تھے، تاریکی کی وجہ سے پہچانے نہیں جا رہے تھے۔

"ہمارا یہ سفر ذرا مختلف انداز میں ہوگا وستونیا۔" ایلٹ نے کہا۔

"کیا مطلب! میں سمجھا نہیں؟"

"ابھی سمجھا دیتا ہوں۔" ایلٹ بولا اور ٹرک کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اس نے ٹرک کی باڈی کے بغلی حصے کو ٹٹول کر اسے کھول دیا اور ایک تختہ سا نیچے لٹک گیا پھر اس نے ٹارچ کی روشنی اندر ڈالی اور میری طرف رُخ کر کے بولا "آؤ دیکھو، ہماری یہ سفر گاہ کیسی ہے؟"

میں نے متحیرانہ انداز میں ٹارچ کی روشنی میں اندر جھانک کر دیکھا تو میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ٹرک کی باڈی دوہری تھی۔ یعنی سب سے اوپر کے حصے میں سبزیاں لدی ہوئی تھیں اور یہ چھوٹا سا خلا نچلے حصے میں تھا، اگر کوئی ٹرک میں داخل ہو کر ان سبزیوں کو ہٹا کر اس کی تلاشی لیتا تو اسے یہ احساس بھی نہ ہوتا کہ اس زمین کے نیچے ایک اور چھوٹا سا خلا بھی ہے۔ اس خلا میں آٹھ دس آدمی بلکہ اس سے کچھ زیادہ افراد اطمینان سے لیٹ سکتے تھے اور دوسروں کی نگاہ سے پوشیدہ رہ سکتے تھے۔ اندر عمدہ قسم کا قالین بچھا ہوا تھا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ ٹرک اس مقصد کے لیے عموماً استعمال کیا جاتا ہوگا۔

"ہمیں اس خلا میں لیٹ کر سفر کرنا ہوگا؟"

"یقیناً! لیکن تمھیں ذرا بھی گھٹن کا احساس نہیں ہوگا کیوں کہ اس خلا میں ایسی جگہ رکھی گئی ہے جہاں سے ہوا اندر آ سکے اور میرا خیال ہے اب ہمیں زیادہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

اس نے سب سے پہلے ڈریگی کو سہارا دے کر اندر داخل کر دیا۔ اس کے بعد میں اور پھر وہ خود بھی اس خلا میں اندر رینگ آیا۔ اس کے بعد باہر موجود لوگوں نے تختے کو لگا کر... وہ جگہ برابر کر دی اور اندر سے اس میں چٹخنیاں لگا دی گئیں۔ چند لمحوں کے بعد ٹرک اسٹارٹ ہوا اور زوردار آواز کے ساتھ آگے کی سمت بڑھ گیا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اب وہ اس پگڈنڈی کے راستے بنگانہ کی جانب سفر کرے گا۔

سفر شروع ہو گیا تھا۔ میرا ذہن مسلسل سوچ میں مصروف تھا۔ ظاہر ہے اس طرح بنگانہ میں داخل ہونے والے لائن آف کنٹرول کے محافظ نہیں ہو سکتے تھے اور یقیناً ان کا تعلق ان فیکٹریوں کے دشمنوں سے تھا۔ راستہ ناہموار تھا، اس لیے جھٹکے لگ رہے تھے اور بار بار ہمیں لڑھکنے سے بچنے کے لیے ٹرک کی باڈی کو پکڑنا پڑتا تھا پھر جب ٹرک چڑھائی پر چڑھنے لگا تو ڈریگی لڑھکتی کھاتی ہوئی میرے اوپر آ پڑی اور اس نے مضبوطی سے مجھے جکڑ لیا۔ جھٹکوں کے سبب اِدھر اُدھر لڑھکنا تو ممکن تھا لیکن ڈریگی کی یہ حرکت دانستہ تھی۔

میں نے آہستگی سے اسے ایک طرف ہٹا دیا۔ اور وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی "یہ سفر بھی تمھاری زندگی کا یادگار سفر ہے گا وستونیا۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ ٹرک کا سفر مسلسل جاری رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ڈھلان پر پہنچ گیا۔ یہاں بھی لڑھکنے کی وہی کیفیت تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان لوگوں نے مجھے اپنے ساتھ رکھنے کا خطرہ کیوں مول لیا حالانکہ اس کے بجائے کچھ اور ہونا چاہیے تھا۔ کسی اجنبی آدمی کو اپنے راز میں شریک کرنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔ وہ کسی بھی طرح مجھ پر قابو پا کر اس لینڈرور کو اپنے قبضے میں کر سکتے تھے تاکہ اپنے ٹھکانے تک پہنچ سکیں۔ ممکن ہے وہاں انھوں نے سوچا ہو کہ میں ان کے لیے بے ضرر ہوں، اس لیے انھوں نے اپنے ساتھ ایک آدمی کا اضافہ مناسب سمجھا ہو۔ بہر حال، جو بھی صورت رہی ہو، مجھے اب اس بات کی پروا بھی نہیں تھی کہ وہ مجھ سے کتنے مخلص تھے۔ مجھے یہ اطمینان حاصل ہو گیا تھا کہ میں صحیح سمت میں آگے بڑھ رہا ہوں۔ اب آئندہ جو بھی حالات پیش آئیں، ان سے نمٹنے کے لیے میں پوری طرح تیار تھا۔

اس ٹرک کی آمد بھی ابتدا میں میرے لیے حیران کن رہی تھی لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ اس پناہ گاہ میں یقیناً بنگانہ سے رابطے کا کوئی انتظام ضرور ہوگا۔ جس وقت ڈریگی مجھے اس جگہ کی سیر کرانے لے گئی تھی، اس وقت ایلٹ نے بنگانہ میں کسی کو پیغام بھیجا ہوگا اور یہ ٹرک طلب کیا ہوگا۔

رات گہری تاریک تھی جب ٹرک اپنا سفر طے کر کے آبادی تک پہنچ گیا۔ بنگانہ میں داخل ہونے کے لیے بیرونی محافظوں سے انھیں کیا گفتگو کرنا پڑی، اس کا مجھے اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن چند ہی منٹ کے بعد ٹرک آبادی میں داخل ہو گیا اور پھر مختلف موڑ کاٹتا ہوا بالآخر ایک جگہ رُک گیا۔ یہاں بہت سی آوازیں اُبھرنے لگی تھیں جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ٹرک اس جگہ ہے جہاں اسے یہ سبزی سپلائی کرنی ہے۔ یہاں ہم لوگوں نے سانس روک لیا تھا۔ ڈریگی نے خاص طور سے میرے کان میں کہا تھا کہ میں اپنے آپ کو بالکل مستعد رکھوں کیونکہ اب ٹرک سے سبزی اُتاری جائے گی اور اس دوران ہمیں یہیں پر خاموش پڑے رہنا ہے۔ اوپر بہت سی آوازیں اُبھرنے لگیں۔ لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ غالباً یہ خلاصی تھے جو ٹرک سے سبزی اُتار رہے تھے۔ اس کام میں تقریباً ایک گھنٹا صرف ہو گیا۔ اس دوران ہم لوگ اطمینان سے لیٹے رہے تھے۔ آخر ٹرک دوبارہ اسٹارٹ ہوا اور ایلٹ نے گہری سانس لی۔

"بعض اوقات ایسے مواقع پر کوئی اعصابی تحریک بہت مشکلات پیدا کر دیتی ہے۔ شکر ہے کہ ہم اس مرحلے سے نکل آئے۔ اب تمھیں دو چار منٹ سے زیادہ یہاں نہیں رہنا پڑے گا وستونیا۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ایلٹ کا کہنا درست ثابت ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹرک پھر ایک جگہ رُک گیا اور باہر موجود لوگوں نے وہ پٹی کھول دی جو ہمارے باہر آنے کے راستے میں رکاوٹ تھی۔

یہ ایک وسیع و عریض عمارت تھی، جس کے بیرونی حصے میں ہر حال گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ اندر کسی گوشے میں مدھم سی روشنی ٹمٹماتی نظر آ رہی تھی۔ میں، ایلٹ اور ڈریگی کے ساتھ نیچے اُتر آیا پھر ہم لوگ دوستانہ انداز میں آگے بڑھ کر عمارت کے صدر دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔

میں بڑے تجسس کا شکار تھا۔ ٹرک کے ایک حصے پر میں نے فائن فوڈز لکھا ہوا دیکھ لیا تھا جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اس ٹرک کا تعلق کسی ادارے یا کمپنی سے ہے جو یہاں سبزیاں وغیرہ سپلائی کرتی ہے۔ فائن فوڈز کے اس نام کو میں نے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔

عمارت اندر سے کافی کشادہ تھی، طرزِ تعمیر بھی خوبصورت تھا۔ وہ لوگ مجھے لیے ہوئے ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ گئے۔ ڈریگی نے ہنستے ہوئے کہا "یہ ہے ہماری منزل وستونیا! تم یہاں آرام سے رہ سکتے ہو۔ تمھیں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حالانکہ بہت سے سوالات ذہن میں اُبھرے تھے۔

ڈریگی کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر ایلٹ کی طرف رُخ کر کے بولی "ایلٹ، تم رُکو گے یا جانا پسند کرو گے؟"

"ڈریگی! مجھے تو بس اجازت ہی دو۔ میرا خیال ہے، وقت ضائع کیے بغیر ان لوگوں کو میں اپنی رپورٹ دے دوں۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی تو وستونیا کے ساتھ ہوں۔ صبح کو ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کر لوں گی۔"

"او کے! اچھا وستونیا! خدا حافظ، اب ملاقات کل دن ہی میں ہو گی۔"

ڈریگی مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا "کسی چیز کی ضرورت تو نہیں محسوس کر رہے ہو وستونیا؟"

"نہیں ڈریگی! بس ذرا اُلجھن کا شکار ہوں، ذہن میں کچھ سوالات گردش کر رہے ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اوہو! مثلاً، کیا سوالات ہیں، مجھے بتانا پسند کرو گے؟"

"تم خود بھی اس کا اندازہ کر سکتی ہو ڈریگی! میں جس دُنیا کا آدمی ہُوں، اس میں اس قسم کے واقعات سے مجھے کبھی سابقہ نہیں پڑا۔"

ڈریگی کے ہونٹوں پر ایک شرارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے کہا "ڈیئر دستونیا! اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ مَیں کسی بھی طور تمھیں تمھاری مرضی کے خلاف مجبور نہیں کروں گی۔ جو کچھ تم چاہو گے، اس میں تم سے تعاون کروں گی۔ ایک مہمان کی حیثیت ہی سے کچھ وقت یہاں گزار لو، اس کے بعد اگر تم جانا بھی چاہو گے تو... تو..." اُس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور چونک کر میری شکل دیکھنے لگی پھر ایک دم ہنس پڑی۔

"مگر یہ اسی صورت میں ممکن ہو گا جب تم میرے ساتھ رہنا پسند نہ کرو۔ اس کے علاوہ اگر تمھارے ذہن میں کوئی خاص سوال ہے تو مجھ سے اس بارے میں گفتگو کر سکتے ہو۔"

"بس کچھ عجیب سی باتیں ہیں ڈریگی.. مثلاً اگر مَیں تم سے یہ سوال کروں کہ جب تم لائن آف کروزل کے محافظوں میں سے ہو تو پھر تمھیں اس طرح چوری چھپے ٹرک کے نچلے حصّے میں سفر کر کے یہاں تک آنے کی کیا ضرورت تھی؟ تم اپنی اصل حیثیت میں بھی یہاں آ سکتی تھیں۔"

"دراصل لائن آف کروزل کے سلسلے میں عربوں کو عجیب و غریب پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ یہ بات تو اب یقینی ہو گئی ہے کہ لائن آف کروزل کے دُشمن اس کے خلاف زبردست سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ تمھیں یقیناً اس کا علم نہیں ہو گا چونکہ تم ان معاملات سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے لیکن مَیں تمھیں بتاؤں کہ یہاں کچھ فیکٹریوں کو تباہ کر دیا گیا ہے اور اس بات کا خدشہ ہے کہ مزید فیکٹریوں کے لیے کوئی نہ کوئی کارروائی کی جا رہی ہو گی۔ چنانچہ ہم لوگ عام نگاہوں سے بالکل محفوظ رہ کر کام کرتے ہیں تاکہ لائن آف کروزل کے دُشمن ہماری تاک میں بھی ہوں تو ہمارے چہرے اُن کی نظروں میں نہ آ سکیں۔ کسی جگہ کے بارے میں فیصلہ کُن طور پر کوئی بات نہیں کہی جا سکتی کہ وہاں کون دُشمن ہے اور کون دوست؟ لائن آف کروزل کو تباہ کرنے کا بیڑا اُٹھا کر یہاں داخل ہونے والے اتنی چالاکیوں کے ساتھ اپنا کام کر رہے ہیں کہ ابھی تک عربوں کو ان کی حقیقت نہیں معلوم ہو سکی۔"

"یہ لوگ کون ہیں؟" مَیں نے سوال کیا۔

"عربوں کے دُشمن۔ ان کے مفادات پر ضربیں لگانے کے خواہش مند تاکہ عرب کوئی مضبوط طاقت نہ حاصل کر سکیں۔"

"کیا اسرائیلی؟"

"ہاں، اسرائیلی بھی۔ اس کے علاوہ وہ لوگ بھی جو اسرائیلی مفادات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ میرا خیال ہے، تم ان خیالات کو ذہن سے جھٹک کر اب سونے کی کوشش کرو۔ کل دن میں بھی دیر سے سوتے رہنا کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔"

"او کے ڈریگی۔ دراصل ٹرک میں جس انداز میں سفر کیا ہے اس سے بدن بہت تھکن محسوس کر رہا ہے۔ واقعی مجھے آرام کی ضرورت ہے۔"

"بالکل فکر مت کرو، آرام سے سو جاؤ۔" ڈریگی بولی اور پھر مجھ سے رخصت ہو کر باہر نکل گئی۔

ڈریگی سے مَیں نے جو گفتگو کی تھی، وہ میرے لیے خاصی اہم تھی۔ اس گفتگو کا تجزیہ کر کے میں ان لوگوں کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کون ہیں اور یہاں اُن کے مقاصد اور ذمّے داریاں کیا ہیں۔ مجھے اُمّید ہو چلی تھی کہ مَیں اب بہت جلد اسٹیفن برکوڈا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

دیر تک میں خیالات میں ڈوبا رہا پھر نہ جانے کب نیند کی نرم اور پُرسکون آغوش نے مجھے اپنے حلقے میں لے لیا۔

دوسرے دن تقریباً گیارہ بجے ہی جاگا تھا۔ ملحقہ غسل خانے میں غسل کیا اور وہی لباس پہن لیا جو پہلے سے پہنے ہوئے تھا۔ وہاں سے آتے ہوئے مَیں لینڈ روور سے اپنا سامان بھی نہیں لا سکا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر میں ایک ملازمہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ یہ ایک نوخیز سی خوبصورت لڑکی تھی۔ اس کے پاس میرے لیے لباس موجود تھا۔

"سر.. اگر آپ نے غسل نہ کیا ہو تو یہ لباس... مگر میرا خیال ہے آپ غسل کر چکے ہیں۔" وہ بولی۔

"ہاں مگر یہ لباس کہاں سے آیا؟"

"میڈم ڈریگی نے بھیجا ہے آپ کے لیے۔"

"شکریہ۔ اسے یہاں رکھ دو۔"

"ناشتا لے آؤں سر؟"

"کیا ڈریگی ناشتا کر چکی ہے؟"

"ہاں، میڈم تو بہت پہلے یہاں سے جا چکی ہیں۔"

"اور مسٹر ایلیٹ؟"

"وہ بھی نہیں ہیں لیکن میڈم کہہ گئی ہیں کہ دوپہر کے کھانے پر آپ کے ساتھ شریک ہوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" مَیں نے جواب دیا "تو تم ناشتے کا بندوبست کرو۔"

تھوڑی ہی دیر بعد لڑکی نے میرے سامنے ناشتا لا کر رکھ دیا۔

"کیا نام ہے تمھارا؟" مَیں نے اُس سے پوچھا۔

"جی...؟" وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"مَیں نے تمھارا نام پوچھا تھا؟" مَیں نے کہا۔

"میرا نام کورنیل ہے۔" وہ بولی۔

"مس کورنیل، اس عمارت کے بارے میں آپ مجھے کچھ بتا سکتی ہیں؟"

"کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ سر؟"

"میرا مطلب ہے کہ یہ عمارت بنگانہ کے کون سے حصّے میں واقع ہے اور کیا حیثیت رکھتی ہے۔ شاید ڈریگی نے تم کو یہ بات بتائی ہو کہ مَیں زندگی میں پہلی بار بنگانہ آیا ہُوں اور یہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"یہ بنگانہ کی ایک سرکاری عمارت ہے اور یہاں مسٹر عدیل کواری رہتے ہیں۔"

"یہ کون صاحب ہیں؟"

"مسٹر عدیل کواری، لائن آف کروزل کی بنگانہ فیکٹری کے چیف انجینئر ہیں۔"

"اچھا، اچھا... لیکن میڈم ڈریگی کا مسٹر عدیل کواری سے کیا تعلق ہے؟"

"وہی جو باپ کا بیٹی سے ہوتا ہے۔" کورنیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خوب! کیا مسٹر عدیل کواری یہاں موجود ہیں؟"

"نہیں، وہ یہاں بہت کم آتے ہیں، بس کبھی کبھی فرصت کے اوقات میں یہاں آ جاتے ہیں، ورنہ ان کی رہائش گاہ فیکٹری ہی میں ہے۔"

"ٹھیک... اور ان کی بیگم... میرا مطلب ہے میڈم کواری؟"

"نہیں، اُن کا کوئی وجود نہیں ہے، وہ شاید مر چکی ہیں۔"

"اور تم کورنیل...؟ میرا مطلب ہے.. تمھاری کیا حیثیت ہے یہاں؟"

"میں ملازمہ ہُوں... ایک معمولی سی ملازمہ۔" وہ آہستہ سے سر جھکا کر بولی۔

"تمھارا تعلق کہاں سے ہے؟"

"مَیں بھی کینیڈین ہُوں۔" لڑکی نے جواب دیا اور اس جواب میں لفظ 'بھی' بہت غور طلب تھا میرے لیے لیکن مَیں نے کورنیل سے اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ اس کا مطلب تھا کہ مسٹر عدیل کواری کینیڈا سے تعلق رکھتے تھے لیکن یہ نام کینیڈین تو نہیں تھا۔ مَیں نے اس پوائنٹ کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔ ایک اور سوال بھی میرے ذہن میں آیا۔ عدیل کواری جیسا کہ نام سے ظاہر ہوتا تھا، کینیڈین نہیں تھا لیکن اس کی بیٹی کا نام ڈریگی تھا، خالص مغربی نام۔ اس سے کیا مُراد ہو سکتی تھی سوائے اس کے کہ ڈریگی، عدیل کواری کی بیٹی نہیں تھی اور ہو بھی نہیں سکتی تھی۔ یہ تمام لوگ، عدیل کواری... دفعتاً میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہُوا۔ کورنیل جا چکی تھی۔ اب مَیں کافی پُرجوش ہو گیا تھا۔ عدیل کواری لائن آف کروزل کی اسلحہ فیکٹری کا چیف انجینئر، ڈریگی اس کی بیٹی اور ایلیٹ... اوہ.. خطرناک بے حد خطرناک، میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ بنگانہ فیکٹری خطرے میں تھی، یقیناً خطرے میں تھی اور مَیں حالات کے ہاتھوں فی الحال بے دست و پا ہو گیا تھا۔ یہاں داخل ہوتے ہوئے لینڈ روور ساتھ نہیں لا سکا تھا اور میرا وہ تمام اہم سامان لینڈ روور میں محفوظ تھا جس کے ذریعے مَیں اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کر سکتا تھا۔ ٹرک نے جتنا طویل سفر طے کیا تھا اس سے یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ میرا آسانی سے واپس وہاں پہنچنا تقریباً ناممکن ہے۔ مَیں نہ جانے کب تک اس بارے میں غور کرتا رہا۔ بنگانہ فیکٹری کا دفاع ضروری ہو گیا تھا اور اس سلسلے میں اب مَیں جو کچھ بھی کر سکتا تھا، مجھے تنہا ہی کرنا تھا۔

دوپہر کا کھانا بھی تنہا ہی کھانا پڑا۔ لنچ لے کر وہی لڑکی کورنیل آئی تھی۔ اُس نے معذرت کے انداز میں کہا "میڈم کا ٹیلی فون موصول ہُوا تھا مجھے، انھوں نے آپ سے معذرت کرنے کے لیے کہا ہے۔ کچھ اچانک کام پیش آ گئے ہیں اُنھیں جن کی وجہ سے وہ اس وقت واپس نہیں آ سکیں۔"

"ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں مس کورنیل۔ آپ تو موجود ہیں۔"

"جی میں... مَیں کیا حیثیت رکھتی ہُوں، ایک معمولی سی خادمہ ہُوں۔" میرے آخری جملے پر وہ کچھ بوکھلا سی گئی تھی۔

"معمولی کیا ہوتا ہے، یہ آج تک میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔ آپ کو دیکھ کر یہ تصوّر ہی ذہن میں نہیں اُبھرتا کہ آپ خادمہ ہو سکتی ہیں۔"

کورنیل نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر باہر نکل گئی۔ مجھے اس کے اس خوف پر ہنسی آ گئی تھی۔

کھانے کے بعد مَیں تھوڑی دیر تک وہیں بیٹھا رہا پھر اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ کچھ فاصلے پر کورنیل نظر آئی۔ مجھے دیکھ کر چونک پڑی اور پھر جلدی سے میرے قریب پہنچ گئی۔

"جی... کوئی ضرورت ہے؟"

"نہیں، کیوں کیا مَیں اپنے کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جی.....وہ.....دراصل.. مسٹر ایلٹ کہہ گئے تھے کہ آپ اگر باہر جانے کی کوشش کریں تو آپ کو یہ بتادیا جائے کہ ابھی حالات آپ کے لیے سازگار نہیں ہیں۔"

"گویا فی الحال مجھے یہیں قید رہنا ہوگا؟"

"اپنے گھر میں قید نہیں رہا جاتا جناب۔" وہ بولی۔

"خوب! مس کورنیل، آپ نے اسے میرا گھر کیسے قرار دے دیا؟"

"مہمان ہی سہی، مہمان قابلِ احترام ہوتے ہیں اور مجھے اخلاقاً یہی الفاظ کہنے چاہئیں۔"

"آپ بہت بااخلاق ہیں مس کورنیل لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ حد سے زیادہ محتاط بھی ہیں۔"

"ایک ملازمہ کو محتاط رہنا ہی چاہیے جناب!" کورنیل نے آہستہ سے کہا۔

"افسوس، نہ جانے کیوں میرا دل آپ کو ملازمہ سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہے میں نے جب سے آپ کو دیکھا ہے....."

"سوری سر... میں... ابھی حاضر ہوتی ہوں میرا خیال ہے ٹیلی فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔" اس نے کہا اور ایک بار پھر دوڑتی ہوئی وہاں سے نکل گئی۔

میں سوچنے لگا کہ اگر اس طرح میں اس عمارت سے باہر نکلنے کی کوشش کروں تو کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے تھوڑا سا وقت انتظار میں گزار لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

شام کی چائے پر میں نے کورنیل سے کہا کہ اگر مسٹر عدیل کواری آئیں تو انھیں میرے بارے میں ضرور اطلاع دے دی جائے۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔

"آپ کا یہ پیغام ضرور ان تک پہنچا دیا جائے گا سر۔" وہ بولی۔

"میرا نام شاید تمھیں نہیں بتایا گیا؟"

"مسٹر وستونیا!" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر جلدی سے سنبھل گئی جیسے یہ مسکراہٹ غلطی سے اس کے ہونٹوں پر آگئی ہو۔ بے حد محتاط لڑکی تھی۔

وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ رات آگئی۔ رات کے کھانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ بھوک ہی نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے کورنیل سے معذرت کرلی اور اطمینان سے اپنے بیڈروم میں سو گیا۔

صبح مجھے ڈریگی نے آکر جگادیا۔ وہ میرے بالکل قریب بیٹھی ہوئی تھی اور بہت ہی بے تکلف انداز میں اسے اتنے قریب دیکھ کر میں نے ایک لمحے کے لیے بوکھلاتے ہوئے انداز میں کھوپڑی سہلائی اور اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا تو میں مسکرا کر پھر مسہری پر دراز ہو گیا۔

"تمھاری مسکراہٹ بتاتی ہے کہ تم مجھ سے ناراض نہیں ہو۔" وہ بولی۔

"نہیں ڈریگی، تمھاری مصروفیت سے میں کیسے انکار کرسکتا ہوں، البتہ ایک بات ذرا پریشان کن ہے۔"

"کیا؟"

"میں اس عمارت سے باہر نہیں نکل سکتا۔"

"یہ وقتی بات ہے، ہم جس طرح یہاں داخل ہوئے ہیں، اس سے تم نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ ہمیں اپنے دشمنوں سے کس قدر محتاط رہنا پڑتا ہے۔ میں اپنا کام کرلوں، اس کے بعد بہت سے لوگوں سے تمھارا تعارف کراؤں گی تمھیں مکمل آزادی ہو گی، پلیز۔ اس بات کو محسوس نہ کرنا۔"

"ٹھیک ہے، اب تمھاری مصروفیات کا کیا عالم ہے؟"

"بس کچھ وقت اور لگے گا، شاید ایک دن یا زیادہ سے زیادہ دو دن۔ ایلیٹ ایک کام سے گیا ہے، وہ واپس آجائے تو ہمارا کام ختم ہو جائے گا۔"

"یہ عمارت کیا حیثیت رکھتی ہے؟"

"میری رہائش گاہ ہے۔" ڈریگی آنکھیں پھیلا کر بولی۔

"تنہا رہتی ہو؟"

"تقریباً۔ ڈیڈی مصروف آدمی ہیں۔"

"تمھارے ڈیڈی...؟"

"مسٹر عدیل کواری۔" وہ جلدی سے بولی۔

"کیا مطلب؟ یہ نام تو...؟" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔

"وہ مسلمان ہیں؟"

"اور تم؟"

"عیسائی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ "میں اپنی ماں کے مذہب پر عمل پیرا ہوں۔ میری ماں کینیڈین تھی۔" اس نے بتایا۔

"گڈ۔ مسٹر عدیل کواری یہاں کیا کرتے ہیں؟"

"اسلحہ فیکٹری میں چیف انجینئر ہیں، انھوں نے ہی میری یہ ڈیوٹی لگائی ہے۔"

"کتنا عرصہ ہو گیا تمھیں یہاں آئے ہوئے؟"

"میں تو تقریباً آٹھ ماہ سے یہاں ہوں البتہ ڈیڈی کو کئی سال ہو گئے۔"

"تمھارے ڈیڈی تم سے میرے بارے میں نہیں پوچھیں گے؟"

"تو میں انھیں بتادوں گی، اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے اٹھنے دو۔ ناشتا نہیں کرو گی؟"

"ناشتا...؟" اس نے شریر نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا پھر اٹھ گئی۔ "یہ جاؤ، تم بھی کیا یاد کرو گے۔"

ناشتے سے فارغ ہو کر وہ مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی لیکن ساڑھے دس بجے کے قریب اس نے فون پر مجھ سے بات کی۔

"ہیلو وستونیا۔"

"کہاں سے بول رہی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"جگہ کے بارے میں نہیں بتاؤں گی، ہاں! ڈیڈی سے ملاقات ہو گئی ہے۔"

"گڈ! میرے بارے میں ذکر کردیا ان سے؟"

"ہاں، وہ لنچ تمھارے ساتھ کریں گے، ممکن ہے میں تم لوگوں کے ساتھ لنچ پر موجود نہ ہوں۔"

"ان سے میرا تعارف کون کرائے گا؟"

"میں کرا چکی ہوں، تم فکر مت کرو۔ اب وہ تم سے پوری طرح واقف ہیں۔"

"اوکے ڈیئر اور کچھ؟"

"بس رات کو ملوں گی، بائی۔" اس نے فون بند کردیا۔ میں خود کو مسٹر عدیل کواری سے ملاقات کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنے لگا۔

ساڑھے بارہ بجے کورنیل میرے پاس آگئی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور پھر فوراً سنبھل گئی۔

"کیا بات ہے کورنیل؟"

"وہ سر... سوری... مسٹر عدیل کا فون آیا تھا ابھی۔" کورنیل نے کہا۔

"خیریت؟"

"جی ہاں، لنچ وہ یہاں نہیں کریں گے، آپ کو انھوں نے کہیں اور بلایا ہے۔"

"کہاں؟"

"یہ میں نہیں جانتی، ابھی ولسن آپ کو یہاں سے لے جائے گا۔"

"ولسن کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مسٹر عدیل کا ڈرائیور۔"

"ہوں۔ تم مجھے دیکھ کر مسکرائی کیوں تھیں؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں تو... نہیں تو سر... سوری سر۔" وہ بوکھلا گئی۔

"تم جانتی ہو، تمھاری مسکراہٹ مجھے کتنی خوبصورت لگتی ہے؟"

"ابھی تھوڑی دیر میں ولسن آجائے گا سر، میں آپ کو اطلاع دوں گی۔" اس نے کھسکنے کی کوشش کی تو میں نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔

"کورنیل!" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"سر۔" وہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"کیا میں بہت بھیانک ہوں؟ آخر تم مجھ سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہو؟"

"سر میں جانا چاہتی ہوں۔"

"مگر میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ دیکھو کورنیل! ڈریگی یا مسٹر عدیل کواری کے نزدیک تمھاری جو بھی حیثیت ہو لیکن میں تمھیں اپنے جیسا ہی ایک انسان سمجھتا ہوں اور انسانیت کے ناتے سے میری نظر میں تم ڈریگی سے کسی طور کم تر نہیں ہو۔"

"میرے لیے خطرات پیدا ہو جائیں گے سر... آپ پلیز... پلیز سر۔" وہ اپنا بازو چھڑانے لگی۔

"کیسے خطرات پیدا ہو جائیں گے؟ تمھارا کیا خیال ہے، میں کسی کو اس بارے میں کچھ بتادوں گا؟"

"سر مجھے چھوڑ دیجیے۔" وہ روہانسے انداز میں بولی۔

"اوہ سوری کورنیل... ویری سوری۔" میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا لیکن اس نے اس بار بھاگ جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"میڈم نے مجھے سختی سے منع کیا ہے سر کہ میں آپ سے کسی قسم کی گفتگو نہ کروں۔ انھوں نے مجھ سے خاص طور سے پوچھا تھا کہ آپ نے مجھ سے کوئی بات تو نہیں کی۔ میں نے اپنے اور آپ کے درمیان ہونے والی گفتگو انھیں بتادی تھی۔ جس پر انھوں نے کہا کہ آئندہ میں آپ سے کوئی بات نہ کروں۔"

"ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں کورنیل، اگر یہ بات ہے تو میں تمھیں گفتگو پر مجبور نہیں کروں گا۔"

"میں بہت ادنیٰ سی ملازمہ ہوں سر، بہت معمولی حیثیت کی مالک ہوں۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی۔

کوئی دس منٹ کے بعد کورنیل پھر واپس آئی اور سپاٹ لہجے میں بولی۔ "ولسن آپ کا منتظر ہے سر۔"

میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ کورنیل میرے ساتھ چلتی ہوئی عمارت کے احاطے میں آئی اور ایک بند گاڑی کے قریب پہنچ گئی۔ ایک پستہ قامت غیر ملکی میرا انتظار کر رہا تھا۔ "میرا نام ولسن ہے مسٹر وستونیا! آئیے۔"

بند گاڑی کا سفر کوئی پندرہ منٹ جاری رہا اور اس کے بعد وہ ایک عمارت میں داخل ہو گئی۔ مکان کے برآمدے میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

درمیانی جسامت کا ایک خوش لباس شخص کھڑا ہوا اُسی طرف دیکھ رہا تھا۔ ولسن نے نیچے اُتر کر دروازہ کھول دیا اور مَیں نیچے اُتر آیا۔

"مسٹر عدیل" ولسن نے برآمدے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور مَیں اُس طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو" پتلے اور بھینچے ہوئے ہونٹوں والے شخص نے پُرتپاک انداز میں کہا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ اُس کا ہاتھ ٹھنڈا اور بے جان تھا۔ مَیں نے اُس سے مصافحہ کیا۔ اس عرصے میں ولسن واپس گاڑی میں جا بیٹھا اور اُسے ریورس کر کے خاموشی سے باہر نکل گیا۔ عدیل مجھے لے کر اندر داخل ہو گیا تھا۔

مجھے ایک طویل راہداری عبور کرنا پڑی۔ اس دوران اس عمارت میں کوئی آواز نہیں سُنائی دی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے یہاں عدیل کے سوا اور کوئی موجود نہ ہو۔ ایک اور راہداری عبور کر کے ہم ایک کشادہ کمرے میں داخل ہو گئے جس کے وسط میں ایک میز اور اس کے گرد چار کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ عدیل مُسکراتا ہوا ایک کرسی کی طرف بڑھ گیا۔ کرسی پر بیٹھ کر اُس نے میز کی سطح پر ہاتھ مارا اور اُسی وقت دروازے سے دو قوی ہیکل آدمی اندر آ گئے۔ ان میں سے ایک نے دروازہ بند کر دیا پھر وہ دونوں دروازے پر جم گئے۔ صورتِ حال یکلخت تبدیل ہو گئی تھی اور مَیں نے اندازہ کر لیا تھا کہ اب کیا ہو گا۔

"اب آپ مجھے بتائیں گے مسٹر وستونیا کہ درحقیقت آپ کون ہیں؟" عدیل کی آواز اُبھری۔

مَیں نے پہلے حیران اور سہمے ہوئے انداز میں ان دونوں کو دیکھا اور پھر بوکھلائے ہوئے انداز میں عدیل کواری کی طرف متوجہ ہوا "مَیں ... مَیں نہیں سمجھا مسٹر کواری!"

"آپ کون ہیں مسٹر وستونیا؟" اُس نے اپنا سوال دُہرایا۔

"مس کواری مجھے جانتی ہیں مسٹر عدیل، شاید کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے آپ کو۔ مَیں ان کے بہترین دوستوں میں شمار ہوتا ہوں۔"

"اگر مَیں آپ کی طرف سے مطمئن ہو گیا تو مجھے بھی آپ اپنے بہترین دوستوں میں پائیں گے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن مجھے تعجب ہے کہ آپ میری طرف سے غیر مطمئن کیوں ہیں؟"

"صرف مَیں ہی نہیں، تمھاری دوست ڈریگی بھی اب تمھاری طرف سے مشکوک ہے اور اُس نے تمھارا کیس مجھے دے دیا ہے اور تمھاری طرف سے بے اطمینانی کی وجہ تمھاری لینڈ روور ہے مسٹر وستونیا۔ وہ چلتا پھرتا اسلحہ خانہ جسے تم نے بنگلے میں داخلے کے شوق میں بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔"

میرا دل دھک سے ہو گیا۔ امکان تھا اس بات کا... لینڈ روور چھوڑ کر مَیں نے واقعی حماقت کی تھی لیکن حالات تقریباً میرے بس سے باہر ہو گئے تھے، اس وقت اور کوئی چارۂ کار بھی تو نہیں تھا لیکن اب... مَیں بہت تیزی سے سوچ رہا تھا۔

"تم اس سے انکار کرو گے مسٹر وستونیا؟" اُس نے سوال کیا اور میں پلکیں جھپکاتے ہوئے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ اس دوران مَیں ایک فیصلہ کر چکا تھا "مَیں انتظار کا عادی نہیں ہوں۔" عدیل کواری نے پھر کہا۔

"اس بارے میں مَیں کوئی جواب نہیں دینا چاہتا" بالآخر مَیں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اسی لیے ان دونوں کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ چلو، مسٹر وستونیا کی زبان کھلواؤ" عدیل نے ان دونوں کو اشارہ کیا۔ وہ آگے بڑھنے لگے۔

مَیں خوفزدہ انداز میں ایک دیوار سے جا لگا تھا۔ وہ میرے قریب پہنچ گئے اور پھر ان میں سے ایک نے میرے گریبان کو پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا۔ اب اتنا طاقتور بھی نہیں تھا وہ کہ مجھے کمرے کے وسط میں پھینک دیتا لیکن اس بُری طرح گرنے میں میری اداکاری کو بھی دخل تھا۔

"رُک جاؤ، مَیں کوئی جدوجہد نہیں کرنا چاہتا، رُک جاؤ پلیز" مَیں نے ان دونوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر کہا۔

"اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ زبان کھول دو" عدیل کواری نے کہا۔

"اس کے بعد بھی مجھے موت کے علاوہ کچھ نہ مل سکے گا۔"

"ممکن ہے اس میں رعایت ہو جائے" کواری مُسکرایا۔

"ان دونوں کو یہاں سے باہر نکال دو۔"

"کیا مطلب؟" عدیل نے بھویں چڑھاتے ہوئے کہا۔

"ان کی ضرورت نہیں ہے، مَیں تم سے صاف صاف بات کرنا چاہتا ہوں" مَیں نے اپنے منصوبے کے مطابق کہا۔

"ان کی موجودگی میں ہی کرو" عدیل بولا۔

"ہرگز نہیں۔ دوسری صورت میں اگر یہ مجھے قتل بھی کر دیں گے تو مَیں زبان نہیں کھولوں گا۔"

عدیل گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اُس نے ان دونوں سے کہا "اس کی تلاشی لو۔"

دونوں نے مجھے کھڑا کیا اور پھر میری تمام جیبیں خالی کر دی گئیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

”ٹھیک ہے، تم باہر رکو۔“ عدیل نے کہا اور دونوں مجھے گھورتے ہوئے باہر نکل گئے۔ عدیل سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

”تمھارا تعلق لائن آف کرونل سے ہے؟“ مَیں نے کہا۔

”یہ سب کچھ تمھیں معلوم ہے۔“ عدیل نے جواب دیا۔

”مَیں تم سے ایک سودا کرنا چاہتا ہُوں۔“

”خوب! اس کی نوعیت؟“

”میرا انکشاف تمھاری آنکھیں کھول دے گا لیکن اس کے عوض تم مجھے کیا دو گے؟“

”تم کیا چاہتے ہو؟“ عدیل کواری نے سوال کیا۔

”ایک لاکھ ڈالر، یہی معاوضہ میرا کسی اور سے طے ہُوا تھا۔“

”کیا تمھارا انکشاف اتنا قیمتی ہے؟“ وہ بولا۔

”اس کا اندازہ تم خود کر لینا۔“ مَیں نے کسی قدر اعتماد سے جواب دیا۔

”چلو ٹھیک ہے، تمھاری زندگی اور ایک لاکھ ڈالر نقد بشرطیکہ تم مجھے متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔“

”اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم اپنے وعدے کی پابندی کرو گے؟“

”کوئی ضمانت نہیں ہے، صرف اعتماد کرنا ہو گا۔“ عدیل کواری نے کہا۔

”مسٹر عدیل کواری! آپ کا تعلق لائن آف کرونل سے ہے اور مَیں اُن لوگوں میں سے ہُوں جو لائن آف کرونل کو نقصانات پہنچا کر عربوں کے اس منصوبے کو تباہ کر دینا چاہتے ہیں۔“

عدیل کواری کے چہرے پر چونکنے کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ ایک لمحہ وہ میری آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا ”وضاحت کرو، اپنی بات کی وضاحت کرو۔“

”شاید تمھیں اس بات کا علم نہ ہو کہ لائن آف کرونل کی تمام فیکٹریاں اسرائیلی ایجنٹوں کی زد پر ہیں اور صحرائے اعظم میں اُن کو تباہ و برباد کرنے کے لیے زبردست کوششیں ہو رہی ہیں۔ تمھاری تین فیکٹریاں تباہ ہو چکی ہیں، ممکن ہے اُن کی تباہی کو تم نے اتفاقی حادثات قرار دیا ہو لیکن حقیقت یہ ہے۔ وہ اسرائیلی منصوبوں کی کامیابی تھی اور مزید فیکٹریاں اسرائیلی ایجنٹوں کی زد پر ہیں۔ میرا تعلق بھی ایک ایسی شخصیت سے ہے جو اسرائیل نواز ہے۔ وہ بہ ذاتِ خود اسرائیلی باشندہ نہیں بلکہ اس کا تعلق امریکا سے ہے۔ امریکی سی آئی اے میں وہ ایک عظیم حیثیت رکھتا تھا لیکن فلسطینی ایجنٹوں کی کوششوں سے اُسے امریکن سی آئی اے میں معتوب قرار دیا گیا اور وہاں سے نکل کر وہ اسرائیل پہنچ گیا۔ شاید تم نے اُس کا نام سُنا ہو، وہ اولیو ہاورڈ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔“ مَیں نے محسوس کیا کہ عدیل کواری میری گفتگو کے جال میں پھنستا چلا جا رہا ہے۔ جو نام مَیں نے اُس کے سامنے لیا تھا، یقیناً اس کے لیے باعثِ کشش تھا۔

وہ کسی قدر بدلے ہوئے انداز میں مجھے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا ”اولیو ہاورڈ سے تمھارا کیا تعلق ہے؟“

”مسٹر اولیو ہاورڈ بین الاقوامی شخصیت کے مالک ہیں۔ مَیں بہ ذاتِ خود کسی تنظیم سے تعلق نہیں رکھتا لیکن بے شمار تنظیموں کے لیے کام کرتا رہا ہُوں اور مناسب معاوضہ لے کر ہر کام انجام دیتا ہُوں۔ مسٹر اولیو ہاورڈ سے میری ملاقات بیروت میں ہوئی اور اُنھوں نے میری خدمات حاصل کر لیں۔ شاید آپ کو یہ معلوم نہ ہو مسٹر عدیل کواری کہ صحرائے اعظم میں موساد کے لاتعداد ایجنٹ مصروفِ عمل ہیں اور اسی سلسلے میں کام کر رہے ہیں لیکن مسٹر اولیو ہاورڈ ذاتی طور پر بھی لائن آف کرونل کی تباہی کے حامی ہیں اور انھیں بہت سے امریکی یہودی مالی امداد دے رہے ہیں۔ بیروت میں مجھ سے اُن کی ملاقات اتفاقیہ طور پر ہو گئی تھی چنانچہ اُنھوں نے مجھے ایک پیش کش کر دی۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر ذاتی طور پر مَیں لائن آف کرونل کی ایک بھی فیکٹری تباہ کر دوں تو وہ مجھے اپنے اس خصوصی فنڈ سے جو امریکی یہودیوں نے انھیں دیا ہے، ایک لاکھ ڈالر ادا کریں گے۔“

”ہُوں، تو تم اولیو ہاورڈ کے ایما پر لائن آف کرونل کے خلاف مصروفِ کار ہو۔ اسرائیلی ایجنٹوں کے بارے میں مزید کیا معلومات رکھتے ہو؟“ اُس نے بہ غور مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اسرائیلی حکومت نے ایک ایسے شخص کی خدمات حاصل کی ہیں جو جرائم کی دُنیا کا بے تاج بادشاہ ہے اور وہ اپنی کارکردگی میں منفرد ہے۔ آپ کو یقیناً یہ سُن کر حیرت ہو گی کہ آپ کی تین فیکٹریوں کی تباہی کا ذمّے دار وہی شخص ہے اور اگر آپ کوئی باخبر انسان ہیں تو اسٹیفن براکوڈا کا نام آپ کے لیے اجنبی نہیں ہو گا۔“

عدیل میرے ان الفاظ پر بالکل ہی چِت ہو گیا۔ اب وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

میرے خاموش ہونے پر بھی وہ چند لمحات خاموش رہا پھر آہستہ سے بولا ”کیا مسٹر اولیو ہاورڈ کے علاوہ بھی تمھارا تعلق کسی سے ہے؟“

”مَیں تمھیں بتا چکا ہُوں کہ میرا براہِ راست تعلق کسی سے نہیں ہے۔ مَیں صرف اپنا کام کرتا ہُوں اور یہی وجہ تھی کہ جب مس ڈریگی نے مجھے صورتِ حال سے آگاہ کیا تو مَیں نے ہر قیمت پر بنگانہ میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ یہاں مَیں اسی مقصد کے تحت داخل ہُوا تھا کہ اگر مجھے موقع مل جائے تو مَیں یہیں روپوش ہو جاؤں اور اس کے بعد اپنا کام کر دوں۔ حالات اس طرح اچانک پیش آئے تھے کہ مَیں اپنی لینڈ رووَر یہاں تک نہیں لا سکا اور آپ لوگوں کے علم میں آ گیا۔ بہرطور نہ مجھے اسرائیلی مقاصد سے دلچسپی ہے اور نہ آپ لوگوں کے مفادات سے، مَیں اپنا کام کر کے اپنا معاوضہ وصول کرنا چاہتا تھا اور اس کے بعد اپنی دُنیا میں گم ہو جانے کا خواہش مند تھا۔ ایک لاکھ ڈالر مَیں نے کبھی یک مُشت نہیں کمائے۔ چنانچہ میری تمام دلچسپیاں اس پروگرام کے ساتھ تھیں البتہ مَیں اس کا قائل ہُوں کہ جب کوئی کام دائرۂ اختیار میں نہ رہے تو پھر اُس سے الگ ہٹ جانا چاہیے۔ مجھے اپنی زندگی درکار ہے اور دولت بھی۔ آپ پر مَیں نے یہ انکشافات کر کے اپنے ہاتھ کاٹ لیے ہیں لیکن مَیں نے ہمیشہ زندگی میں اسی قسم کے رِسک لیے ہیں، اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ میرے یہ انکشافات آپ کے لیے کار آمد ہیں تو پھر آپ مجھے میرا معاوضہ ادا کر دیجیے، باقی سب کچھ آپ پر منحصر ہے۔“

عدیل کواری متحیّرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ ”اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو، وہ درست ہے؟“

”کیا ثبوت مہیا کر سکتا ہُوں، مَیں آپ کو، آپ کے اپنے ذرائع ہیں۔ آپ کے نمائندے بھی کام کر رہے ہوں گے۔ اُن سے کہیے کہ اسٹیفن براکوڈا کی لائن پر کام کریں اور اُسے تلاش کر لیں۔ میری بات کی تصدیق ہو جائے گی، اس کے علاوہ میرے پاس کوئی اور ثبوت نہیں ہے آپ کے لیے۔“

عدیل کواری چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر اُس نے گردن ہلا کر کہا ”تمھاری گفتگو نے واقعی مجھے متاثر کیا ہے لیکن تصدیق کیے بغیر مَیں کوئی کام نہیں کروں گا مسٹر دستونیا۔“

”اور اگر تصدیق ہو جائے مسٹر کواری، تو کیا آپ عربوں سے اس قیمتی انکشاف کے عوض مجھے ایک لاکھ ڈالر دلوانا پسند نہیں کریں گے؟“

”بالکل، تم یوں سمجھ لو، ایک لاکھ ڈالر تمھارے ہوئے ...“ عدیل کواری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مَیں نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔ خدا کا شکر تھا کہ مَیں اس جِن کو بوتل میں اُتارنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ عارضی طور پر ہی سہی لیکن یہ خطرناک سچویشن کسی قدر بہتر ہو گئی تھی۔

عدیل کواری تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ ”تمھیں ایک مخصوص کمرے میں پہنچا دیا جائے گا، وہاں پُرسکون سے رہو۔ میرے خیال میں وہ لڑکی جس سے تم نے میرے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں، وہ تم سے بے تکلف ہے۔ مَیں اُسے تمھاری خدمت پر مامور کیے دیتا ہُوں لیکن ایک بات ذہن نشین کر لو کہ یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو بنگانہ کے کسی بھی گوشے میں تمھاری زندگی محفوظ نہیں ہو گی۔“

”مَیں زندگی کو بلاوجہ داؤ پر لگانے کا عادی نہیں ہُوں۔ یوں بھی مَیں زیادہ لڑائی بھِڑائی کا عادی نہیں ہُوں۔ مَیں صرف ذہن سے کام لیتا ہُوں چنانچہ آپ مطمئن رہیں، ایسی کوئی کوشش نہیں کی جائے گی۔“

”ٹھیک ہے۔“ عدیل کواری کا رویّہ بہت نرم ہو گیا تھا اور مَیں اس سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ مجھے دوستانہ انداز میں ساتھ لیے ہوئے باہر نکل آیا۔

باہر اُس کے وہی دونوں خونخوار آدمی موجود تھے، اُنھوں نے سوالیہ نگاہوں سے عدیل کواری کی طرف دیکھا تو عدیل نے گردن ہلاتے ہوئے کہا ”نہیں، یہ دوست ہے۔“ وہ دونوں حیران رہ گئے۔ عدیل کواری مجھے ساتھ لیے ہوئے اسی عمارت کے ایک اندرونی گوشے میں آیا اور پھر ایک کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا ”یہ تمھاری رہائش گاہ ہے، یہاں بہت سے لوگ پہرے پر رہیں گے۔ مَیں نے جو کچھ کہا ہے، اس کا خاص طور سے خیال رکھنا۔ یہ تمھارے حق میں ہی بہتر ہے اور ایک بار پھر مَیں تمھیں اطمینان دلاتا ہُوں کہ تمھاری ہر بات پر پوری طرح توجّہ دی جائے گی۔“

”میری طرف سے بالکل مطمئن رہیں۔ آپ پچاس پہرے دار بٹھا دیں۔ ظاہر ہے، مجھے اپنے مقصد سے دلچسپی ہے۔“

”شکریہ۔“ عدیل کواری نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد مَیں نے اس کمرے کا جائزہ لیا۔ ہتھیار کی صورت میں کوئی چیز میرے پاس نہیں رہی تھی جو کچھ ہو گیا تھا، اُسے نبھانا انتہائی مشکل کام تھا۔ یہ شاندار تدبیر اچانک ہی میرے ذہن میں آئی تھی اور مَیں اس میں وقتی طور پر پوری طرح کامیاب رہا تھا لیکن مَیں نے اپنے طور پر بہت بڑا خطرہ بھی مول لیا تھا۔ اولیو ہاورڈ ابھی تک اس بات سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وعلم تھا کہ میں لائن آف کروزل کے لیے کام کرتا ہوا افریقہ پہنچ چکا ہوں۔ اب جب عدیل کواری اس سے میرے بارے میں تصدیق کرے گا تو اولیو ہاورڈ کو یقیناً اس بات پر شبہ ہو جائے گا کہ وہ شخصیت کون سی ہو سکتی ہے اور ممکن ہے وہ خود ہی اس طرف چڑھ دوڑے چنانچہ اس سے قبل کہ عدیل کواری اس سلسلے میں کوئی مؤثر کارروائی کر سکے، مجھے کوئی عملی قدم اُٹھا لینا چاہیے تھا۔ کمرے میں کوئی ایسی شے نظر نہیں آئی جو میرے لیے کارآمد ہوتی۔ ایک رائٹنگ ٹیبل پر کاغذات و قلم کے ساتھ ایک چھوٹا سا انتہائی خوبصورت قلم تراش موجود تھا جو فرانس کا بنا ہوا تھا۔ مضبوط اسٹیل کے اس قلم تراش کی لمبائی تقریباً چار انچ تھی۔ وہ بالکل پتلا اور نوک دار تھا۔ کسی چھوٹے سے ہتھیار کے طور پر اُسے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ کچھ نہ ہونے سے ہونا بہتر سمجھ کر میں نے اُسے اپنی جیب میں ڈال لیا اور اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں سوچنے لگا۔ تقدیر اگر ساتھ دے جائے تو شاید کوئی کام بن جائے ورنہ فی الحال میں اپنی ہی کوششوں کی زد میں آگیا تھا۔

تقریباً پون گھنٹا گزر گیا۔ اس کے بعد دفعتاً دروازے پر قدموں کی آہٹ اُبھری اور پھر دروازہ کھل گیا۔ آنے والا عدیل کواری ہی تھا۔

"سوری دستو نیا! تم سے کچھ باتوں کی وضاحت چاہتا ہوں۔ میں تمھاری بہتری کے لیے بالکل سنجیدہ ہوں۔ ڈریگی اس وقت موجود نہیں ہے، ورنہ یہ ذمّے داری میں اُسے سونپ دیتا۔ مجھے اپنے بارے میں مکمل تفصیلات فراہم کر دو۔ اگر مسٹر اولیو ہاورڈ اس بات کی تصدیق کر دیتے ہیں کہ تم اُن کے مقرر کردہ آدمی ہو تو یوں سمجھ لو کہ تمھارا کام بن گیا۔ دوسری صورت میں، میں تمھارے لیے کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہہ سکتا۔"

"مسٹر کواری! میں ہر طرح تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

مسٹر کواری ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ اُنھوں نے میز کی دراز سے ایک رائٹنگ پیڈ نکالا اور اُسے گھٹنے پر رکھ کر مجھے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ "تمھارا نام؟"

"دونیا دستو نیا۔" میں نے جواب دیا۔

"اسپینش ہو؟"

"ہاں، میں بتا چکا ہوں۔"

"اس سے پہلے تمھارا دائرۂ عمل کن ملکوں میں رہا ہے؟"

"دُنیا کے مختلف ملکوں میں کام کر چکا ہوں۔ مسٹر اولیو ہاورڈ اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"اولیو ہاورڈ کے لیے کوئی ایسا پیغام جو تم دینا چاہتے ہو؟"

"بس اس قدر کہ حالات نے مجھے یہاں ناکام کر دیا ہے تاہم میں آخری کوشش کر رہا ہوں لیکن ان سوالات کے ساتھ ساتھ ہی جو سوال میرے ذہن میں اُبھر رہا ہے مسٹر عدیل کواری، کیا آپ اس کا جواب دینا پسند نہیں کریں گے؟ میں سخت حیران ہوں آپ کے ان الفاظ پر۔ آپ نے کہا ہے کہ آپ اولیو ہاورڈ سے میرے بارے میں تصدیق کریں گے۔"

"ہاں۔" مسٹر کواری نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمھیں اس پریشانی کا شکار نہیں ہونا چاہیے دونیا، بات صرف تمھارا کام بن جانے کی ہے۔"

"لیکن اگر اولیو ہاورڈ کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ میں نے اس معاملے سے آپ کو آگاہ کر دیا ہے تو میرا کیا بنے گا؟"

"کچھ نہیں، کچھ نہیں ہوگا تمھارا، مطمئن رہو۔"

"مجھے اس بات پر ہمیشہ تعجب رہے گا۔"

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، میں ابھی یہاں سے جانے کے بعد اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کرتا ہوں، بس تین چار روز لگیں گے اور مجھے اس کی طرف سے جواب مل جائے گا۔"

میں نے عدیل کواری کی طرف دیکھا اور میری نگاہوں میں تاسف کے آثار اُبھر آئے۔ یہ شخص بلاشبہ کام کا آدمی ہے لیکن افسوس اس نے اپنی موت قریب سے قریب تر بلا لی ہے۔ میں جانتا تھا کہ بعد کے حالات انتہائی پریشان کن ہوں گے۔ ان لوگوں کے لیے بھی اور میرے لیے بھی لیکن بعد کی پروا کون کرتا۔ اس وقت جو ضرورت تھی اُسے پورا کرنا میرا اوّلین فرض تھا۔ میں نے جیب میں قلم تراش کو ٹٹولا۔ مسٹر کواری پیڈ سے کاغذ پھاڑ کر اُسے تہ کرتے ہوئے دروازے کی جانب چل پڑے اور میں بالکل ہی بے آواز اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ قلم تراش کھول کر میں نے اپنی مٹھی میں دبا لیا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ مسٹر کواری دروازے تک پہنچتے، میں اُن کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ میں جانتا تھا کہ یہ عمارت میرے لیے بالکل مخدوش ہے اور اگر مسٹر کواری کے حلق سے ایک بھی آواز نکل گئی تو پھر میری سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی چنانچہ ایک لمحہ انتظار کیے بغیر میں نے چھوٹے سے چاقو کا بھرپور وار مسٹر کواری کے نرخرے پر کیا تو تیز اور پتلا چاقو انتہائی صفائی سے اُن کا نرخرہ کاٹتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ مسٹر کواری کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھیل گئیں۔ خون کا فوارہ اُن کے حلق سے نکل پڑا۔ اُنھوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھا۔ دونوں ہاتھ سامنے کیے اور پھر منہ کے بل نیچے آ رہے۔ میں نے خطرے کے پیشِ نظر ایک مخصوص ضرب اُن کی گردن کی ہڈی پر لگائی، جو فیصلہ کن ثابت ہوئی اور مسٹر کواری پلٹ گئے۔ اُن کی آنکھیں چھت کی طرف نگراں تھیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اُنھوں نے دم توڑ دیا۔ سارا فرش خون سے رنگین ہو رہا تھا۔ میں نے قلم تراش اُن کے جسم سے صاف کر کے جیب میں ڈالا اور پھر جھک کر اُن کا لباس ٹٹولنے لگا۔ مسٹر کواری کے بغلی ہولسٹر میں مجھے پستول نظر آگیا تھا اور اس وقت یہ پستول میرے لیے نہایت قیمتی تھا چنانچہ میں نے اُسے اپنے قبضے میں کر لیا۔ بس یہی موقع تھا کہ میں کوئی عمل کر سکتا تھا۔ جس قدر جلد ممکن ہوتا، یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرتا۔ باہر میرے لیے خطرات ضرور تھے مگر اس سے کم جو مجھے اس عمارت میں درپیش تھے چنانچہ میں برق رفتاری سے دروازے کی طرف بڑھا لیکن شاید مجھے دیر ہو چکی تھی۔

جونہی میں نے دروازہ کھولا، مجھے چھ سات افراد نظر آئے جو دروازے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ سب سے آگے ایک پستہ قامت داڑھی والا شخص موجود تھا جس نے سوچے سمجھے بغیر کسی ارنے بھینسے کی طرح میرے سینے پر ٹکر ماری، وہ کمبخت واقعی کسی ایسے بھینسے کے مانند تھا جو درختوں کو جڑوں سے اُکھاڑ دیتے ہیں۔ میں بُری طرح سے کمرے کے وسط میں آ کر گرا اور دوسرے لمحے اُس نے میرے اُوپر چھلانگ لگا دی۔ غالباً اُس نے میرے ہاتھ میں پستول دیکھ لیا تھا۔ پستول میرے ہاتھ سے نکل گیا اور اس کے ساتھ ہی بھینسے نما شخص نے گریبان سے پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیا۔ پھر میں نے ایک تیز اور نسوانی چیخ سُنی۔ میرے ہوش و حواس تو اُس ٹکر نے ہی چھین لیے تھے۔ چیخ کی آواز کو میں نے سُنا ضرور لیکن پہچان نہیں سکا۔ پھر میں نے کسی لڑکی کے الفاظ سُنے۔

"اوہ ڈیڈی... ڈیڈی! اس ذلیل نے، اس وحشی نے، اس جانور نے ڈیڈی کو قتل کر دیا۔ میرے ڈیڈی کو قتل کر دیا۔ آہ ڈیڈی قتل ہو گئے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ تب میں نے اُسے پہچانا، وہ ڈریگی تھی۔ میری توجہ ایک لمحے کے لیے اُس کی سمت ہوئی تھی کہ دفعتاً میرے جبڑے پر ایک زوردار گھونسا پڑا اور اس بار پھر میں اپنا توازن سنبھال نہیں سکا تھا۔ یہ پستہ قامت شخص کمبخت فولاد کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اُس کے گھونسے سے یوں لگتا تھا جیسے جبڑے نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہو۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بے پناہ طاقت ور آدمی ہے۔ وہ پھر آگے بڑھا اور اُس نے میرے دونوں بازو موڑ کر میرا رُخ تبدیل کر دیا۔ اس کے بعد میرے ہاتھوں کو مضبوطی سے کس کر باندھ دیا گیا۔

مختلف آوازیں کمرے میں گونج رہی تھیں۔ وہ غالباً مسٹر عدیل کواری کو سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔ "مسٹر کواری مر چکے ہیں۔"

"نہیں۔" ڈریگی پھر دل دوز آواز میں چیخی اور اس کے ساتھ ہی وہ میری طرف گھوم گئی۔ اُس کی آنکھوں میں خون جھلک رہا تھا۔ میرے ہونٹوں پر نفرت بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے خود بھی تو مجھے دھوکا دیا تھا جب کہ میں نے اُس کی جان بچائی تھی۔ وہ میرے قریب پہنچی اور زور زور سے میرے منہ پر تھپڑ لگاتے ہوئے بولی۔ "کمینے، کتّے، میں تیرا گوشت اپنے دانتوں سے چبا ڈالوں گی، میں تیرا نرخرہ اُدھیڑ ڈالوں گی، زندہ نہیں چھوڑوں گی تجھے... زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" وہ وحشیوں کی طرح مجھ پر پل پڑی لیکن دو آدمیوں نے اُسے سنبھال لیا۔

"پلیز مس ڈریگی، اپنے آپ کو سنبھالیے، پلیز!"

چند افراد مسٹر عدیل کواری کی لاش کو وہاں سے اُٹھا کر لے گئے۔ میرے بال عقب سے پکڑ لیے گئے تھے۔ وہ لوگ مجھے بُری طرح بھنبھوڑ رہے تھے لیکن اپنے طور پر میں پُرسکون تھا۔ میرے دل میں یہ احساس اُبھر رہا تھا کہ میں نے لائن آف کروزل کے اُس چیف انجینئر کو قتل کر دیا جو اس فیکٹری کو نقصان پہنچانے کے درپے تھا اور میں تو صرف اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے سرگرداں تھا۔ زندگی تو بارہا داؤ پر لگائی تھی، اگر اس بار کوئی گڑبڑ ہو جاتی ہے تو اللہ کی مرضی، میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس خیال نے میرے دل کو بڑا اطمینان بخشا تھا۔

میں اُن لوگوں کی تمام زیادتیاں خاموشی سے برداشت کرتا رہا۔ مجھے بُری طرح گھسیٹتے ہوئے باہر لایا گیا اور پھر مجھے اس کمرے سے ایک ایسے کمرے میں منتقل کر دیا گیا جس میں فرش کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ دروازے کھڑکیاں بھی نہیں تھے۔ چھت میں بس ایک چھوٹا سا روشن دان تھا، لیکن اتنا کہ جس سے صرف ہوا گزر سکے۔ انسان کے گزرنے کا اس میں سے کوئی تصور نہ تھا۔ یقیناً یہ کمرا قید خانے کے لیے نہایت موزوں تھا۔ یہاں مجھے دھکیل کر دروازہ بند کر دیا گیا۔

باہر کے ہنگاموں سے اب میں قطعی لاعلم ہو چکا تھا اور اس کمرے کے ایک گوشے میں بیٹھ کر میں یہ سوچ رہا تھا کہ تقدیر نے یہاں میرا ساتھ نہیں دیا، اگر یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتا تو بڑی آسانیاں فراہم ہو سکتی تھیں۔ اب تک کی اس تمام کارروائی میں میرے پیشِ نگاہ یہی بات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہی تھی کہ لائن آف کرونزل میں ہونے والی سازشوں کے بارے میں معلومات حاصل کرسکوں کہ کس طرح وہ لوگ لائن آف کرونزل کی ان فیکٹریوں میں موجود ہیں اور کس انداز میں کام کر رہے ہیں۔

مسعود طلحہ اور دوسرے لوگوں نے مجھے اس بارے میں تمام معلومات فراہم کی تھیں کہ اُنھوں نے اپنے طور پر مشکوک لوگوں سے فیکٹری کے علاقے کو پاک رکھنے کے لیے کیا کچھ کیا ہے لیکن اس کے باوجود اتنے اعلیٰ پیمانے پر یہ لوگ یہاں موجود تھے! یقیناً اپنی اس حیثیت کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے زبردست پیمانے پر کام کیا ہوگا اور اس طرح ان فیکٹریوں کے علاقے میں اعتماد حاصل کیا ہوگا کہ کسی کو ان پر کوئی شک نہ ہو۔ یہ صورتِ حال کافی خطرناک تھی۔ اسٹیفی براکوڈا کی ذہانت آہستہ آہستہ مجھ پر آشکارا ہو رہی تھی اور مَیں سمجھ چکا تھا کہ اُس کا پھیلایا ہُوا جال معمولی نہیں ہے۔

زندگی سے مایوس ہونا کفر تھا۔ اب بھی کوئی ایسا موقع نکل سکتا تھا کہ میری جان بچ جائے چنانچہ اب مَیں اطمینان سے بیٹھا ہُوا تھا، کوئی تردّد نہیں تھا۔ صرف جبڑا اور پیٹ دُکھ رہا تھا۔ مَیں نے اُس شخص کے بارے میں سوچا جسے وہ لوگ لے کر آئے تھے۔ ڈریگی کی آمد کا مقصد کیا تھا۔ اُسے یہ بات تو معلوم نہیں تھی کہ میرے اور عدیل کواری کے درمیان کیا گفتگو ہُو چکی ہے۔ کیا وہ کوئی خاص معلومات حاصل کر کے آئی تھی! اُس کا پُرجوش انداز یہی بتاتا تھا۔ باپ کی موت نے اُسے ایک دم سے حواس باختہ کر دیا تھا ورنہ شاید کچھ اور بھی ہوتا۔ اب آنے والا وقت میرے لیے جس قدر ہولناک ہو سکتا تھا، اس کا اندازہ مجھے بہ خوبی ہو رہا تھا۔ فی الحال فرار کے تمام امکانات مسدود ہو گئے تھے۔

وقت گزرتا رہا۔ اب تو مَیں نے گھڑی کی طرف دیکھنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ فی الحال میرے پاس کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ ویسے اس بات کے امکانات تھے کہ لائن آف کرونزل میں مسٹر عدیل کی موت کو عجیب نگاہوں سے دیکھا جائے گا اور سوچا جائے گا کہ اچانک ہی وہ کیسے مارے گئے۔ اُن کے نعم البدل کے طور پر کسی نہ کسی کا انتخاب ضرور کیا جائے گا۔ ممکن ہے اسی طرح ان لوگوں کی پوزیشن مشکوک ہو جائے لیکن ان تمام چیزوں سے مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔

تھوڑی دیر مزید گزری تھی کہ دروازے کے قفل میں چابی گھومنے کی آواز سُنائی دی اور پھر دروازہ اچانک ہی پوری قوت سے کھُل گیا لیکن جو شخصیت دروازے کے اندر داخل ہُوئی تھی، اُسے دیکھ کر میں سنّاٹے میں آگیا۔ یہ کورنیل تھی، وہی ملازمہ جسے میری خدمت پر مامور کرنے کی مجھے اطلاع دی گئی تھی اور جس سے مَیں پہلے بھی ملاقات کر چکا تھا۔

کورنیل کے چہرے پر خوف و دہشت کے آثار منجمد تھے، اُس کے مُنہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ اُس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا "بالکل اتفاق سے مجھے وہ جگہ معلوم ہو گئی تھی جہاں تمھارے اس قید خانے کے دروازے کی چابی رکھی ہوئی تھی۔ مَیں زندگی کی بازی لگا کر تمھارے پاس آئی ہُوں، صرف چند لمحوں کے لیے۔"

"کورنیل! تم نے اپنی زندگی کیوں خطرے میں ڈال دی۔ مجھے تم سے روزِ اوّل ہی سے ایک عجیب سی اُنسیت محسوس ہوتی ہے۔ پلیز کورنیل، تم واپس چلی جاؤ۔ مَیں تمھاری مدد نہیں چاہتا۔ کہیں تمھیں کوئی حادثہ پیش نہ آجائے۔" مَیں نے کہا اور کورنیل کی آنکھوں میں آنسو اُمنڈ آئے۔

"بس مسٹر وستونیا، میرا دل چاہ رہا ہے کہ تمھارے لیے جان دے دوں۔"

"نہیں کورنیل، یہ مناسب نہ ہوگا۔" پھر مَیں نے پوچھا "کیا باہر کی پوزیشن محفوظ ہے؟"

"نہیں، ایسے تمام راستوں پر پہرا ہے جو یہاں سے باہر جانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ تم کسی بھی قیمت پر یہاں سے نکل نہیں سکو گے۔ مَیں اچھی طرح جانتی ہُوں۔"

"تو پھر تم نے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کیوں کی کورنیل؟"

"مَیں تمھیں صرف یہی بتانے آئی تھی کہ تم پریشان نہیں ہونا، مَیں تمھاری مدد کے لیے یہاں موجود ہُوں۔ دراصل مجھے مسٹر عدیل کواری نے تمھارے لیے بُلایا تھا لیکن تم نے جلد بازی کر ڈالی۔ عدیل کواری کی موت کے نتائج اچھے نہیں نکلیں گے۔ ڈریگی پاگل ہو رہی ہے، اگر اُسے چھوڑ دیا جائے تو وہ درحقیقت دانتوں سے تمھارا گوشت نوچ ڈالے گی۔"

"اچھا کورنیل، مَیں نے تمھاری اطلاع نوٹ کر لی، میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوگا، وہ دیکھ لیا جائے گا لیکن پہلے تم اپنی جان بچاؤ، مَیں تمھاری زندگی چاہتا ہُوں۔"

"میری کوشش تو یہی ہے مسٹر وستونیا کہ ان کی نظر میں مشکوک نہ بنوں۔ درحقیقت میں یہیں رہ کر تمھاری مدد کرنا چاہتی ہُوں۔ مجھ سے ایک وعدہ ضرور کر لو کہ اپنے طور پر یہاں سے فرار ہو جانے کی اُس وقت تک کوشش نہیں کرو گے جب تک مَیں تمھیں میدان صاف ہو جانے کی اطلاع نہ دوں۔"

"ٹھیک ہے، مَیں تم سے وعدہ کرتا ہُوں، اب تم جاؤ۔"

مَیں نے کہا اور کورنیل عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی چلی گئی۔

مَیں نے دروازے میں چابی گھومنے کی آواز سُنی اور ٹھنڈی سانس لے کر پھر اپنی جگہ جا بیٹھا۔ میرا خیال تھا کہ قدرت میرے لیے مواقع فراہم کر رہی تھی۔ بشرطیکہ ڈریگی کا جنون اپنی شدت پر نہ پہنچ جائے اور مجھے اس وقت تک کی زندگی مل جائے جب تک کورنیل میرے لیے راہِ فرار تلاش نہ کر لے۔ مَیں اس سے سو فیصدی متفق تھا۔ اس وقت واقعی باہر نکل جانا ناممکنات میں سے تھا۔ مَیں اُن لوگوں کو انتہائی احمق سمجھتا، اگر وہ اس کی گنجائش چھوڑ دیتے لیکن وہ احمق نہیں تھے۔ بے چاری کورنیل نے میرے چند الفاظ سے متاثر ہو کر زندگی کی بازی لگا دی تھی ہر چند کہ وہ بھی انھی لوگوں کی ساتھی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ اُس کا تعلق کینیڈا سے ہے اور عدیل کواری کا تعلق بھی کینیڈا سے تھا۔ مجھے اس شخص کی قومیت صحیح طرح سے معلوم نہیں ہو سکی تھی۔ پتا نہیں کون تھا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُس نے عدیل کواری کا میک اپ کر رکھا ہو اور اصل عدیل کواری کہیں اور موجود ہو۔ اس بات کے امکانات بہت زیادہ تھے لیکن ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ خطرات میرے لیے جُوں کے تُوں تھے بلکہ اب تو کورنیل کی زندگی کے لیے بھی مَیں پریشان ہو گیا تھا۔ ڈریگی کو اگر یہ بات معلوم ہو جاتی کہ کورنیل نے مجھ سے ملاقات کی تھی اور وہ میری مدد کرنے پر آمادہ ہے تو مجھ سے پہلے شاید وہ کورنیل ہی کو ٹھکانے لگا دے گی۔ ظاہر ہے، وہ اپنے باپ کی موت پر پاگل ہو گئی تھی۔ مَیں اُس کی وحشی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔

شاید رات ہو چکی تھی کیونکہ چھت میں بلب روشن ہو گیا تھا۔ دروازے پر ایک بار پھر آہٹیں سُنائی دیں اور دروازہ کھُلتے ہی سب سے پہلے جو صورت مجھے نظر آئی، وہ اُسی پستہ قامت گینڈے کی تھی۔ مَیں نے اُسے کینہ توز نگاہوں سے دیکھا۔ بہت عرصے کے بعد کوئی ایسا مدِمقابل ملا تھا جس نے اپنی پے در پے ضربات سے مجھے تھوڑی دیر کے لیے مفلوج کر دیا تھا۔ مَیں نے دل ہی دل میں سوچا کہ بیٹے، اگر زندگی رہی تو تم سے ایک بار دو دو ہاتھ ضرور کروں گا۔

وہ اندر آگیا، اُس کے پیچھے ڈریگی بھی اندر آئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک چابک دبا ہُوا تھا۔ باہر شاید کچھ اور لوگ بھی موجود تھے لیکن وہ اندر نہیں آئے تھے۔ ڈریگی کی آنکھیں سُوج رہی تھیں۔ چہرہ بگڑا ہُوا تھا۔ غصّے کی شدت سے وہ اس وقت دیوانی ہو رہی تھی۔ اُس نے غرّائی ہوئی آواز میں پوچھا "اپنے بارے میں حقیقت بتا دو اور یہ بتا دو کہ تمھیں میرے باپ کو قتل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

مَیں نے پُرسکون نگاہوں سے ڈریگی کو دیکھا اور آہستہ سے بولا "ڈریگی! مَیں تمھارے باپ کو حقیقت بتا چکا تھا لیکن اُن کا قتل ایک اضطراری کیفیت کا نتیجہ تھا۔ وہ نہ جانے کیوں غصّے سے پاگل ہو گئے تھے جبکہ مَیں اُنھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"کُتّے! تم نے اُنھیں قتل کر دیا، تم سچ بتا دو کہ تم کون ہو؟ ورنہ میں تمھیں ایسی عبرت ناک سزا دوں گی کہ موت کے بعد بھی تم اُسے نہ بھُول سکو گے۔"

"مَیں نے تمھاری جان بچائی تھی ڈریگی، مَیں نے تم پر احسان کیا تھا۔ اس کے صلے میں تم مجھے جو کچھ بھی دینا چاہو، دے سکتی ہو۔"

"احسان تو مَیں نے بھی تجھ پر کیا تھا ذلیل انسان، مَیں نے تجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی تھیں۔ اس وقت تک مجھے اس بات کا گمان بھی نہیں تھا کہ تو کوئی غلط انسان ہو سکتا ہے، جب تک تیری لینڈ رووَر میں مجھے اسلحہ خانہ نظر نہیں آگیا تھا۔ یقیناً تیرا تعلق فلسطینیوں سے ہے۔ مَیں صرف صحیح جواب چاہتی ہُوں۔"

"بہتر ہوگا بے بی، یہ جواب مجھے اس سے حاصل کرنے دو۔" پستہ قامت نے مجھے گھُورتے ہوئے کہا۔

"نہیں، بکواس مت کرو، خاموش اپنی جگہ کھڑے رہو۔"

"لیکن بے بی، اسے مرنا نہیں چاہیے، تم جانتی ہو، یہ کس کا حکم ہے۔"

"مگر مَیں اسے زندہ درگور ضرور کر دوں گی۔ جواب دے جانور، جواب دے۔" ڈریگی نے کہا۔ اور وہ کوڑا لے کر مجھ پر پل پڑی۔ اُس نے سڑاک سڑاک کی آواز کے ساتھ پے در پے کئی کوڑے میرے جسم پر رسید کر دیے۔ نہ جانے کمبخت کیسا کوڑا تھا، بدن میں آگ لگتی محسوس ہو رہی تھی۔ ڈریگی پر جنون طاری ہو گیا تھا۔ وہ بڑی بے دردی سے مجھے مار رہی تھی اور میرے جسم پر خون اُگلتی خراشیں بنتی چلی جا رہی تھی پھر دفعتاً پستہ قامت نے پیچھے سے آکر کوڑا پکڑ لیا۔

"مَیں تم سے کہہ چکا ہُوں بے بی کہ تمھیں صرف اس سے معلومات حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے، اسے مرنا نہیں چاہیے ورنہ میری اپنی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"مَیں کہتی ہُوں، پیچھے ہٹ جاؤ۔" ڈریگی اپنے آپ کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اُس سے چھڑاتے ہوئے بولی۔

"نہیں، تم وعدہ کر کے آئی تھیں کہ معلومات حاصل کرنے کے سلسلے میں صرف تشدد کرو گی، اسے ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کرو گی۔"

"مَیں... مَیں اس کی کھال اُدھیڑ دوں گی۔ مَیں جب تک اس کے جسم کی بوٹی بوٹی الگ نہیں کر دوں گی، مجھے سکون نہیں آئے گا۔" ڈریگی نے جواب دیا۔

"چلو بے بی، واپس چلو، یہ سوالات ہم خود ہی اس سے کر لیں گے۔" پستہ قامت نے اُسے پیچھے گھسیٹتے ہوئے کہا۔ ڈریگی نے دو تین بار اُس کی گرفت میں پھڑپھڑانے کی کوشش بھی کی لیکن پستہ قامت اُسے گھسیٹتا ہُوا باہر لے گیا تھا۔

مَیں دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ بدن میں شدید ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ دل چاہ رہا تھا کہ ان زخموں پر جی بھر کر پانی ڈالوں لیکن پانی کا کوئی وجود نہیں تھا۔ دروازہ باہر سے بند ہو گیا اور مَیں اپنے زخموں کو دیکھنے لگا۔ لباس کئی جگہ سے پھٹ گیا تھا اور خون کی لکیریں باہر رینگ آئی تھیں۔ مَیں اپنے ان زخموں پر اُنگلی پھیرنے لگا۔ پورے بدن میں کرب کی لہریں دوڑ رہی تھیں لیکن میرے ہونٹوں پر مُسکراہٹ پھیل گئی۔ مَیں نے آہستہ سے کہا۔ "یہ سب کچھ تو برداشت کرنا ہی ہو گا علی یار خان، یہ سب کچھ تو برداشت کرنا ہی ہو گا۔"

مَیں نے اپنی قوّتِ ارادی کو کام میں لاتے ہوئے اپنے حواس کو مجتمع کیا اور ذہنی طور پر خود کو پُرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ وقت گزرتا رہا اور مجھے کوئی اندازہ نہ ہو سکا کہ کتنا وقت گزر گیا۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا تو دس بج کر پچیس منٹ ہوئے تھے۔ مَیں نے فرش پر ہی ٹانگیں پھیلا دیں اور بازو پر ہاتھ رکھ کر کروٹ لینے کی کوشش کی لیکن اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا کیونکہ دائیں بائیں دونوں سمت خاصے زخم لگے ہوئے تھے۔

اُس وقت رات کا تقریباً ایک بجا تھا جب دروازے پر قدموں کی چاپ سُنائی دی اور مَیں اُچھل کر بیٹھ گیا۔ میری نگاہیں دروازے پر لگ گئیں۔ دروازہ کھُلا اور کورنیل کا چہرہ نظر آیا۔ وہ سہمی ہوئی سی اندر آ گئی۔ چہرہ خوف سے سفید پڑا ہُوا تھا۔ مجھے دیکھا اور دیکھنے کے بعد جیسے اُسے شدید ذہنی اذیت ہوئی۔ وہ اپنا خوف بھول کر میرے نزدیک آ گئی اور پھر دفعتاً اُس نے اپنا سر میرے سینے پر ٹکا دیا۔

"آہ! تمھارے ساتھ یہ سب کچھ ہو چکا ہے۔ مجھے یقین تھا... مجھے یقین تھا کہ وہ کُتیا ایسا ہی کرے گی، مَیں جانتی تھی۔"

وہ سِسکنے لگی۔ مَیں نے ممنون نگاہوں سے اُسے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "کیا باہر نکل جانے کی کوئی صورت پیدا ہوئی ہے کورنیل؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔ اس وقت کوئی پرندہ بھی یہاں سے پرواز نہیں کر سکتا۔ تم یقین کرو، مَیں غلط نہیں کہہ رہی۔"

"اس کے باوجود کورنیل، مَیں فرار کی کوشش کرنا چاہتا ہوں۔"

"میری بات مان لو دستونیا، مَیں تمھاری دُشمن نہیں ہُوں۔ مَیں تمھیں یہاں سے نکال لے جانا چاہتی ہُوں۔ اب مَیں تمھیں اس جگہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"کیا مطلب، مَیں سمجھا نہیں!" مَیں نے کہا اور اُسی وقت عقب میں پھر آہٹیں سُنائی دیں۔ کورنیل سہم کر پلٹی۔ مَیں نے بھی دروازے کی سمت دیکھا۔ ڈریگی بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ اُس کے ہاتھ میں اس وقت بھی وہی کوڑا دبا ہُوا تھا اور وہ خونخوار نظروں سے کورنیل کو اور مجھے دیکھ رہی تھی پھر اُس کے حلق سے غرّاہٹ نکلی۔

"کُتیا، تو یہاں کیوں آئی تھی؟"

کورنیل ساکت و جامد رہ گئی تھی۔ ڈریگی آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور اُس نے دروازہ بند کر دیا۔ وہ خونی نگاہوں سے کورنیل کو دیکھتی ہوئی، اُس کی سمت بڑھ رہی تھی اور کورنیل پیچھے ہٹتی ہوئی دیوار سے جا لگی تھی۔

"اس کے ساتھ ہی مَیں تیری قبر بھی بنا دوں گی۔ غدّار! میرے ٹکڑوں پر پلنے والی، تجھے یہ جرأت کیسے ہوئی کہ تُو اسے آزادی دلانے کے لیے یہاں آئے۔"

"مس ڈریگی، آپ یقین کیجیے... آپ... مَیں..."

لیکن دفعتاً ڈریگی نے کوڑا کھول لیا اور پھر اُسے کورنیل کے سامنے گھُمانے لگی لیکن مَیں جانتا تھا کہ کورنیل اس کوڑے کی ضرب کی تاب نہیں لا سکے گی چنانچہ مَیں نے پھُرتی سے آگے بڑھ کر درمیان ہی میں کوڑا اپنی کلائی پر روک لیا اور پھر فوراً کلائی گھُما کر اُسے پکڑ لیا۔ اس کے ساتھ ہی مَیں نے ڈریگی کو زور سے کھینچا اور وہ جھونک میں آگے بڑھ آئی۔

شدّتِ دیوانگی میں وہ اس طرف نکل تو آئی تھی لیکن بے وقوف نے یہ نہیں سوچا تھا کہ مَیں بہر طور زندہ ہوں۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھی، مَیں نے اُس کے بال پکڑے اور پوری قوّت سے اُسے دیوار کی طرف واپس دھکیل دیا۔ ڈریگی کا سر دیوار سے ٹکرایا اور خون کی دھار اُس کے سر کے پچھلے حصّے سے بہہ نکلی۔ دیوار سے ٹکرا کر وہ وہیں ڈھیر ہو گئی، غالباً بے ہوش ہو گئی تھی۔

کورنیل پھٹی پھٹی آنکھوں سے ڈریگی کو دیکھ رہی تھی پھر اُس نے میری طرف دیکھا اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ "آؤ جلدی چلو، ورنہ ہم مارے جائیں گے، زندہ نہیں بچیں گے۔"

"آؤ۔" مَیں نے کہا اور دروازے سے باہر نکل آیا۔

"تم مجھے بیرونی حصّے میں لے چلو، مَیں دیکھوں گا کہ یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔"

"اگر اُنھوں نے تمھارے سائے کو بھی دیکھ لیا تو بُری طرح بھُون ڈالیں گے۔ یقین کرو اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے، ہم اس وقت باہر نہیں نکل سکتے۔"

"تو پھر کیا کریں کورنیل، بتاؤ؟"

"میرے ساتھ آؤ، مَیں تمھیں ایک ایسی جگہ لیے چلتی ہُوں جہاں تم اُن کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکو گے۔" کورنیل نے کہا اور ایک راہداری میں مُڑ گئی۔

عمارت اس وقت خاموش اور سنسان تھی۔ کوئی بھی آس پاس نظر نہیں آ رہا تھا۔ غالباً مجھے اس کمرے میں قید کرنے کے بعد وہ اس بات سے مطمئن ہو گئے تھے کہ میرے لیے یہاں سے نکلنے کا کوئی چانس نہیں ہے۔ کورنیل مجھے لیے ہوئے ایک اور کمرے میں پہنچی۔ اُس نے کمرے کا دروازہ کھولا اور پھر اندر داخل ہو گئی۔

"کیا یہ کمرا محفوظ ہے؟" مَیں نے سوال کیا۔

"نہیں لیکن اس میں اُس تہ خانے کا راستہ ہے جس کے بارے میں شاید مسٹر عدیل کواری کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا۔ میرے ساتھ آؤ، یہاں ہم روشنی نہیں کر سکتے۔" اُس نے کہا اور پھر اندازے سے قدم اُٹھاتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

چند لمحوں کے بعد وہ ایک دیوار کے قریب تھی پھر وہ تاریکی میں دیوار پر ہاتھ پھیر کر کچھ ٹٹولنے لگی اور اس کے بعد ایک تیز سرسراہٹ کی آواز مجھے سُنائی دی۔ یہ آواز میرے بائیں سمت سے آئی تھی لیکن تاریکی کے سبب یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ کیا ہُوا ہے۔

کورنیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور آہستہ آہستہ بائیں سمت سرکنے لگی۔ اُس کی پُشت دیوار سے لگی ہوئی تھی۔

"احتیاط سے، کہیں کسی چیز سے نہ ٹکرا جائیں، ایک ایک انچ سرکو تاکہ ہماری اس کمرے میں موجودگی کا اندازہ کسی کو نہ ہو سکے۔"

مَیں، کورنیل کے ساتھ سرکتا رہا۔ ساتھ ہی میرا ہاتھ بھی پھیلا ہُوا تھا اور پھر دفعتاً ہمارے پاؤں لڑکھڑا گئے۔ کورنیل ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ مجھ پر آ رہی اور ہم دونوں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے۔ مَیں نیچے گرا، کورنیل بھی مجھ سے لپٹی ہوئی نیچے گری اور ہم دونوں سیڑھیوں سے لڑھکتے ہوئے کافی نیچے چلے گئے لیکن کمرے میں یہ سیڑھیاں کہاں سے آئیں اس کا مجھے اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ کورنیل سنبھل کر اُٹھی اور پھر مجھے اُسی جگہ رہنے کی ہدایت کر کے کسی سمت بڑھ گئی۔ دو تین منٹ اسی طرح گزر گئے۔ کورنیل کے قدموں کی چاپ مجھے ضرور سُنائی دے رہی تھی مگر وہ کیا کر رہی تھی، اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا پھر مجھے ویسی ہی سرسراہٹ سُنائی دی جیسی مَیں نے کمرے میں سُنی تھی اور اس کے بعد شاید تہ خانے کا دروازہ بند ہو گیا اور چند ہی لمحوں کے بعد مدھم روشنی پھیل گئی۔ روشنی پھیلنے سے قبل چٹ کی آواز سُنائی دی تھی جیسے کوئی سوئچ آن کیا گیا ہو۔ کورنیل کے چہرے پر اب بھی دہشت کے آثار تھے۔ اس کا بدن ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

مَیں حیرت سے اُس تہ خانے کو دیکھ رہا تھا جو ایک وسیع و عریض ہال کی شکل رکھتا تھا۔ اس ہال میں دبیز قالین بچھا ہُوا تھا۔ عنّابی رنگ کے اس قالین پر بہترین فرنیچر موجود تھا۔ ایک جانب مسہری بچھی تھی جس پر اعلیٰ قسم کا بستر موجود تھا۔ دوسری طرف ایک وسیع و عریض رائٹنگ ٹیبل تھی جس کے پیچھے ریوالونگ چیئر تھی۔ ایک سمت ایک چھوٹا سا کیبن بنا ہُوا تھا جس میں نہ جانے کیا تھا۔ دوسری سمت ٹوائلٹ لکھا ہُوا نظر آ رہا تھا۔ ایک سمت کتابوں کی ایک عظیم الشان الماری لگی ہوئی تھی جس میں بہترین کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔

کورنیل فرش پر بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی تھی۔ مَیں اس کے قریب پہنچا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے ایک کُرسی کے قریب لے گیا اور کُرسی پر بٹھا دیا۔ کورنیل کے جسم پر اب بھی کپکپی طاری تھی۔

"خود کو پُرسکون کرو کورنیل، میرے خیال میں اب ہم خطرے سے باہر ہیں۔"

کورنیل نے تھکی تھکی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔ "تم بھی اس بات کا یقین کر لو دستونیا کہ اب ہم خطرے سے باہر ہیں۔"

"مجھے یقین ہے میری محسنہ لیکن مَیں سخت حیران ہُوں، یہ جگہ تمھیں کیسے معلوم ہوئی جبکہ تم کہتی ہو کہ مسٹر عدیل کواری کے علاوہ کسی اور کو اس بارے میں معلوم نہیں؟"

"مَیں اس عمارت میں پہلی بار نہیں آئی، اس سے قبل بھی یہاں آ چکی ہُوں۔ مَیں نے ایک بار عدیل کواری کو چوروں کی طرح سر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

طرف سے مطمئن ہو کر اِدھر آتے ہوئے دیکھا تھا اور پھر وہ اسی انداز میں تہ خانے کا دروازہ کھول کر اندر اُتر گئے تھے، جب وہ چلے گئے تو میرے تجسس نے مجھے مجبور کیا کہ میں اس کا جائزہ لوں اور میں اس تہ خانے کو دیکھنے میں کامیاب ہو گئی۔"

"لیکن ہو سکتا ہے کہ ڈریگی کو اس کے بارے میں معلوم ہو۔"

"میں نہیں کہہ سکتی، ممکن ہے ایسا ہو لیکن اگر یہ بات ہے بھی تو کم از کم وہ یہ بات نہیں سوچے گی کہ ہم لوگ اس تہ خانے میں آ گئے ہیں کیونکہ اتنا میں جانتی ہوں کہ عام لوگ اس تہ خانے کے بارے میں بالکل علم نہیں رکھتے۔"

"خیر، کوئی بات نہیں جو ہو گا، دیکھا جائے گا موقع ملتے ہی ہم یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔"

"میرے ذہن میں بھی یہی خیال تھا میں جانتی ہوں، اس وقت وہ لوگ پوری طرح مستعد ہیں لیکن جب انھیں تمھاری غیر موجودگی کا احساس ہو گا تو وہ اپنی تمام توجہ باہر کی طرف مرکوز کریں گے۔ تہ خانے کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتے، پھر جب وہ تم سے مایوس ہو جائیں گے تو عمارت پر سے پہرا ختم ہو جائے گا اور میں تمھیں یہاں سے نکال دوں گی۔"

"یہ سب باتیں بعد کی ہیں کورنیل، اس وقت تم نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے مگر اس کے صلے میں، میں تمھیں کچھ بھی نہیں دے سکتا۔"

"پلیز، ایسا نہ کہیں۔" اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھکتے ہوئے کہا۔

دفعتاً مجھے اس کیبن کا خیال آیا جو بظاہر سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ میں نے کورنیل کی طرف رُخ کر کے کہا۔ "کورنیل! ذرا اس کیبن میں دیکھو، وہاں کیا ہے؟"

کورنیل کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ غالباً اُس نے میرے الفاظ سُنے بھی نہیں تھے، جب میں نے دوبارہ اپنے الفاظ دُہرائے تو وہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور کیبن کی جانب بڑھ گئی۔ چند لمحے بعد وہ کیبن سے برآمد ہوئی تو کہنے لگی۔ "وہ چھوٹا موٹا کچن ہے، وہاں الیکٹرک اسٹوو ہے، ریفریجریٹر ہے، جس میں کھانے پینے کی اشیاء موجود ہیں۔"

یہ سُن کر میں نے اُس سے کہا۔ "کورنیل، تم جانتی ہو میں کب سے بھوکا ہوں؟"

"ہاں، میں ابھی تمھارے لیے کچھ تیار کرتی ہوں۔" اُس نے کہا اور کچن میں داخل ہو گئی۔

کورنیل تقریباً بیس منٹ وہاں مصروف رہی۔ وہ کافی مطمئن نظر آ رہی تھی جب کہ میری نگاہیں بار بار تہ خانے کے اُس دروازے کی سمت اُٹھ جاتی تھیں جہاں سے ہم اندر آئے تھے۔ تقریباً سترہ سیڑھیاں تھیں۔ نیچے سے اوپر تک اور وہ کوئی آٹھ انچ اونچی ضرور تھی۔ اس طرح وہ جگہ خاصی بلندی پر تھی، جس سے ہم نیچے لڑھکے تھے۔

بیس منٹ کے بعد کورنیل ایک چھوٹی سی خوبصورت ٹرے میں کافی کے برتن اور سینڈوچ سنبھالے اندر آ گئی۔ پانی کا چھوٹا سا جگ بھی رکھا ہوا تھا اور ایک گلاس بھی۔ میں بے تحاشا کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ کورنیل مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اُسے بھی اپنے ساتھ شامل ہونے کی پیش کش کی تو وہ مسکرا کر کہنے لگی۔

"میں صرف کافی پیوں گی آپ کے ساتھ مسٹر وستونیا۔"

میں سینڈوچ کھاتا رہا۔ ساری پلیٹ میں نے صاف کر دی تھی۔ اس کے بعد میں نے پانی پیا اور پھر کافی کا کپ لے کر بیٹھ گیا۔

"ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کورنیل۔"

"جی، اب آپ جتنے سوال کرنا چاہتے ہیں مجھ سے کریں۔ میں اُس خوف سے آزاد ہو گئی ہوں جو اب تک مجھ پر طاری تھا۔"

"تمھارے دل میں میرے لیے یہ ہمدردی کیوں پیدا ہوئی؟"

"اس لیے کہ پہلی بار کسی نے مجھے عزت و احترام کی نظر سے دیکھا تھا۔ اس سے قبل میں خود کو ایک خادمہ ہی تصور کر رہی ہوں، جس سے گفتگو کرنے کے انداز میں صرف کرختگی ہونا چاہیے۔ بہت عرصہ پہلے جب میں چھوٹی سی تھی، میری ماں مسٹر ڈیوڈ ہارڈ کی ملازمہ تھی۔ میں نے انھی کی کوٹھی میں جنم لیا۔ میرا باپ بھی تھا۔ یوں سمجھ لو کہ میں اپنی ماں کے زمانے سے مسٹر ڈیوڈ ہارڈ کی ملازمہ ہوں۔ ڈریگی کو میں نے اپنے ساتھ جوان ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں مسٹر ڈیوڈ ہارڈ سے کسی طرح کا بغض نہیں رکھتی، نہ ہی میں اُن کے خلاف کوئی کام کرنے کے لیے تیار ہوتی لیکن نہ جانے کیوں میرے سینے میں یہ طوفان اُمڈ آیا کہ میں آپ کی مدد کروں اور یہ طوفان میرا احساس کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔ مجھے بس یہ یاد رہا کہ جس طرح بھی ممکن ہو میں آپ کے کام آؤں۔ اپنے فرائض، اپنی ذمے داریاں کچھ بھی یاد نہیں رہیں مجھے اور اس بات پر یقین کریں مسٹر وستونیا کہ آپ سے تعاون میں صرف انسانیت کا جذبہ کارفرما تھا اور کوئی بات میرے پیش نظر نہیں تھی۔"

میں چونک کر کورنیل کی شکل دیکھنے لگا۔ یہ لڑکی تو کچھ اونچا ہی مقام اختیار کرتی جا رہی تھی۔ کافی کا آخری گھونٹ لینے کے بعد میں نے پیالی ایک طرف رکھ دی اور پھر اس سے پوچھا۔

"بائم نیلا یہودی ہو کورنیل؟"

"نہیں، میں عیسائی ہوں۔ میری ماں بھی عیسائی تھی۔"

"اور مسٹر ڈیوڈ ہارڈ؟"

"ڈیوڈ ہارڈ بھی عیسائی ہیں۔"

"عدیل کواری کا دوسرا نام ڈیوڈ ہارڈ ہی ہے نا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، میں عدیل کواری کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں جانتی۔ بس مجھ سے یہ ہی کہا گیا کہ یہاں مسٹر ڈیوڈ ہارڈ، عدیل کواری ہیں۔"

"خوب! اب تم آرام سے اس مسہری پر لیٹ جاؤ، میں کچھ کام کروں گا۔"

"کاش! یہاں فرسٹ ایڈ بکس بھی ہوتا۔ تمھارے لباس پر لگے ہوئے یہ خون کے دھبے مجھے دلی دکھ دے رہے ہیں۔"

"انھیں بھول جاؤ۔ ویسے اگر فرسٹ ایڈ بکس مل جائے تو تلاش کر لو ورنہ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ ہاں کورنیل! کیا تم مجھ سے میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھو گی؟"

"نہیں، تم سے تمھارے بارے میں پوچھنے کا مقصد یہ ہو گا کہ میں اپنا اطمینان چاہتی ہوں اور تمھاری طرف سے کسی اندیشے کا شکار ہوں، اس لیے نہ تم مجھے کچھ بتانے کی کوشش کرو اور نہ میں تم سے کوئی سوال کروں گی۔"

میں نے گردن ہلائی اور دل ہی دل میں خدا سے دُعا مانگی کہ مجھے آسانی کے ساتھ یہاں سے گلوخلاصی مل جائے۔ اس لڑکی نے بے پناہ قرض لاد دیے تھے مجھ پر۔ ان قرضوں کا بوجھ بہرطور اُتارنا تھا۔

اب میں عدیل کواری یا دوسرے معنوں میں ڈیوڈ ہارڈ کی طرف سے اس بات کا یقین کر چکا تھا کہ یہ شخص یہودی آلۂ کار تھا اور بنگالہ فیکٹری کے خلاف تخریب کاری میں مصروف تھا لیکن اس کا منصوبہ کیا تھا؟ وہ کس نوعیت کی کارروائیوں میں یہاں مصروف تھا، یہ سب کچھ ابھی پردۂ راز میں تھا۔

میں اس الماری کے قریب پہنچ گیا جس میں کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا پھر اُس کی تلاشی لینا شروع کر دی اور تقریباً دو گھنٹے تک اس کام میں مصروف رہا۔

کورنیل فرسٹ ایڈ بکس کی تلاش میں ناکام ہو کر ایک کُرسی پر جا بیٹھی تھی۔ جب میں الماری کی تلاشی لے کر فارغ ہوا تو میں نے اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "پلیز، کورنیل، تم آرام کرو، مجھے خوشی ہو گی۔"

"نہیں، میں اس کی عادی نہیں ہوں۔ آپ کام میں مصروف

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیا

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں؛

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

مقناطیسیت

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دے گی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجیے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجیے!

قیمت -/۳۰ روپے

مکتبۂ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

آپ کی کیا مدد کرسکتی ہوں؟"

"دیکھو کورنیل! میرے اور تمھارے درمیان آقا اور ملازم کا رشتہ نہیں ہے۔ ایسی باتیں کرکے تم مجھے شرمندہ کررہی ہو۔ میری دلی خواہش ہے کہ تم اس مسہری پر جاکر لیٹ جاؤ اور اطمینان سے سوجاؤ، تمھارے آرام اور تمھاری حفاظت کا خیال رکھنا اب میری ذمّے داری ہے۔"

کورنیل چند لمحے سوچتی رہی پھر خاموشی سے اُٹھی اور مسہری پر جاکر لیٹ گئی۔ مَیں الماری کے معائنے سے فارغ ہو چُکا تھا۔ ڈرائنگ ٹیبل کی طرف متوجّہ ہُوا اور تمام درازیں نکال کر باہر رکھ دیں۔ ان میں بے شمار کاغذات تھے۔ ان کاغذات میں مجھے عنابی جلد کی ایک بڑی سی نوٹ بُک بھی ملی جو میری خصوصی توجّہ کا مرکز بن گئی۔

نوٹ بُک میں اندراجات تھے اور یہ اندراجات اتنے دلچسپ اور حیرت انگیز تھے کہ مَیں یہ بھی بُھول گیا کہ میرے جسم پر ٹیسیں دیتے ہوئے زخم موجود ہیں اور مَیں دُشمنوں کے نرغے میں ہُوں۔ اس نوٹ بُک میں لائن آف کروزل کے حوالے سے اسٹیفن براکوڈا کی ہدایات کے مطابق جگہ جگہ کچھ اندراجات تھے۔ کتاب کی جلد میں مجھے ایک اور کاغذ ملا جس میں ایک نقشہ اور ایک عجیب وغریب گراف بنا ہُوا تھا۔ نقشے پر شیر کا سر نمایاں تھا۔ جو ایک کونے میں بنا ہوا تھا۔ شیر کے سر سے شروع ہوکر کچھ لائنیں مختلف سمتوں میں چلی گئی تھیں۔ یہ لائنیں ایک دوسرے سے اس طرح مربوط کی گئی تھیں کہ ایک عجیب سا جال بن گیا تھا۔ مَیں اس نقشے میں سر کھپاتا رہا اور گھڑی کی سُوئیاں آگے بڑھتی رہیں۔

اس وقت تقریباً ساڑھے تین بجے تھے جب مَیں نے نوٹ بُک کو ایک طرف رکھا اور نقشے سے بھی جان چُھڑائی کیونکہ انتہائی غور وخوض کے باوجود میری سمجھ میں کچھ نہ آسکا تھا۔

کورنیل کی تیز تیز سانسیں اس سے قبل مَیں نے نہیں سُنی تھیں۔ اب جو گردن گُھما کر دیکھا تو وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر پھیکی سی مُسکراہٹ پھیل گئی۔ نیند بھی کیا شے ہوتی ہے لیکن کیا مجھے بھی نیند آسکے گی؟ نوٹ بُک کے مطالعے اور اس نقشے نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی تھی۔ مَیں سخت اضطرابی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔ خاص طور پر نقشہ میرے ذہن سے چپک کر رہ گیا تھا۔ نقشہ کیسا ہے؟ کس لیے ترتیب دیا گیا ہے؟ لائنوں پر بنے ہوئے نشانات کا کیا مطلب ہے۔ ایسے ہی بہت سے سوالات ذہن میں گردش کررہے تھے لہٰذا مجھے نیند آنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

جم گیا تھا اور جب بھی میرا جسم کوئی بل کھاتا تو زخموں میں تکلیف ہونے لگتی لیکن ان سے بے نیاز ہونا ہی تھا۔ تھکن دُور کرنے کے لیے مَیں قالین پر لیٹ گیا جو خاصا نرم تھا اور چھت کو تکنے لگا۔ ذہن بدستور مصروف تھا اور نقشے کی لائنوں میں اُلجھا ہُوا تھا۔

دفعتاً میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا اور مَیں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ میری نگاہ سامنے دیوار پر جم گئی تھی جس پر شیر کے سر کی صورت میں ایک ڈیکوریشن پیس آویزاں تھا۔ غالباً پلاسٹر آف پیرس سے بنا ہُوا شیر کے سر کا یہ مجسّمہ دیوار میں آرائش کے لیے نصب کیا گیا تھا لیکن نقشے میں جو شیر کا سر نمایاں تھا، وہ اس مجسّمے سے ذرا بھی مختلف نہیں تھا۔

مَیں تیزی سے اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہُوا اور مجسّمے کے قریب پہنچ گیا۔ شیر کے اس سر کا اس نقشے سے کوئی تعلق ہے؟ مَیں بغور اُسے دیکھتا رہا اور پھر مَیں نے ڈرتے ڈرتے اُس پر ہاتھ رکھ دیا۔ چکنے چہرے پر میری انگلیاں سرکنے لگیں۔ مَیں دماغ کی تمام تر قوّتوں کے ساتھ اس کا جائزہ لیتا رہا۔ دفعتاً مجھے شیر کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی۔ یہ آنکھیں صرف پینٹ نہیں کی گئی تھیں بلکہ انھیں اندر سے اس سر میں نصب کیا گیا تھا۔

مَیں نے احتیاط سے شیر کی ایک آنکھ دبائی تو ایک ہلکی سی آواز ہال میں گونج اُٹھی۔ مَیں نے پلٹ کر دیکھا تو سامنے کی دیوار کے ایک حصّے میں ایک شیلف گھوم رہا تھا۔ اس شیلف میں بہت سی کتابیں اور رسالے چُنے ہوئے تھے۔ شیلف گھوم کر دیوار سے ہٹ گیا تو دیوار میں مجھے ایک نشان سا نظر آیا۔ دروازے کا سا نشان۔ مَیں اُس کے قریب پہنچا اور اس نشان کو بغور دیکھنے لگا لیکن اس میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے پکڑ کر اُسے کھولا جاسکے۔ تب مجھے شیر کی دوسری آنکھ کا خیال آیا اور مَیں اُس کے قریب پہنچ گیا۔

میرا اندازہ بالکل درست تھا۔ شیر کی دوسری آنکھ دباتے ہی وہ دروازہ کسی صندوق کے ڈھکن کی طرح کُھل گیا تھا اور اس کے اندر تاریکی نظر آرہی تھی۔ میرا ذہن خاصی سنسنی محسوس کررہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے مَیں کسی بہت اہم راز کی طرف پیش قدمی کررہا ہُوں لیکن اس تاریک خلا میں داخل ہونے کے لیے روشنی کا کیا بندوبست کیا جائے؟

چند لمحے تک میرے ذہن میں کوئی بات نہ آسکی پھر مَیں اُس کیبن کی طرف بڑھ گیا جو درحقیقت کچن تھا۔ یہاں مجھے موم شمع مل گئی۔ ایک موٹی موم بتّی کو روشن کرکے مَیں اُس خلا کی طرف چل پڑا۔

خلا کی چوڑائی تقریباً ڈھائی فٹ تھی اور بلندی تقریباً ساڑھے چار فٹ۔ گویا اُس میں کھڑے ہوکر سفر نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن کچھ جُھک کر اس میں داخل ہُوا جاسکتا تھا۔ مَیں نے خدا کا نام لیا اور اس خلا میں قدم رکھ دیا۔ اندر گہری تاریکی اور حبس تھا۔ میرے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ شمع کی لَو لرز رہی تھی لیکن میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ تب میری آنکھوں نے وہ عجیب وغریب منظر دیکھا جسے دیکھنے کے بعد اس نقشے کی ترتیب میرے ذہن میں آگئی تھی۔ یہ تاروں کے جال تھے۔ جو یہاں سے پھیلتے چلے گئے تھے لیکن اُن کا آخری سِرا کہاں ہے، اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔

مَیں ان تاروں کو بغور دیکھتا ہُوا احتیاط کے ساتھ آگے بڑھتا رہا، وہ سُرخ نقطے بھی میرے ذہن میں تھے جو جگہ جگہ نقشے میں تھے۔ اُن کا بھی سُراغ لگانا ضروری تھا۔ یہ سُرنگ نہ جانے کتنی طویل تھی۔ مَیں آگے بڑھتا ہُوا تقریباً دو ڈھائی سو گز دُور نکل گیا۔ بدن کے مسامات پسینہ اُگل رہے تھے، حبس کی وجہ سے سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا لیکن تجسّس مجھے واپس نہیں لوٹنے دے رہا تھا۔

تقریباً ایک فرلانگ چلنے کے بعد مَیں رُک گیا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ یہ سُرنگ مجھے یقیناً ہنگانہ کی اسلحہ فیکٹری کے نیچے لے جائے گی۔ اب مجھے آگے بڑھنے میں دُشواری پیش آرہی تھی۔ دفعتاً سُرنگ کے داہنی سمت موم بتی کی لرزتی لَو نے ایک چوکور دروازے کی نشاندہی کی جسے دیکھ کر مَیں رُک گیا۔ مَیں نے احتیاط سے اس دروازے کی کنڈی کھولی اور اندر جھانک کر دیکھا تو میری آنکھیں شدّتِ حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ یہ ویسے ہی چوکور بکس تھے جیسے مَیں نے ایک دفعہ ایکوین میں بکھرے تھے اور جن کے بارے میں بعد میں مجھے علم ہُوا تھا کہ یہ ڈائنامائٹ تھے۔ چوکور بکس سے باریک باریک تار نکلے ہوئے تھے جو ایک دوسرے سے منسلک تھے۔ ان بکسوں کی تعداد اس جگہ بیس تھی اور اب مجھے ان سُرخ نکتوں کا راز بھی معلوم ہو چُکا تھا۔ مَیں نے اپنی تمام تر قوّت ارادی مجتمع کی۔ پھیپھڑوں میں سانس کھینچی اور ہلکی ہلکی آکسیجن جو مٹی میں جذب ہوتی ہے، میرے سانسوں کو بحال کرنے لگی۔ اس کے بعد مَیں وہاں سے آگے بڑھ گیا اور پھر نیم دیوانگی کے عالم میں مَیں نے سُرنگ کا بقیہ سفر طے کیا۔ وہ تمام زخم پسینے سے دُھل چُکے تھے جن پر خون جما ہُوا تھا۔ پھیپھڑے آکسیجن کی کمی کی وجہ سے پھٹے جارہے تھے لیکن میرا عزم ان تمام چیزوں کو فراموش کیے ہوئے تھا اور مَیں مسلسل اُن تاروں کا پتا لگاتا ہُوا آگے بڑھتا چلا جارہا تھا۔ پورا نقشہ اب

میری سمجھ میں آگیا تھا۔ یہ ڈائنامائٹ لائن آف کروزل کی اس فیکٹری کو تباہ کرنے کے لیے لگائے گئے تھے اور یہ کام ڈیوڈ ہارڈیا عدیل کواری کے علاوہ اور کسی کا نہیں تھا۔ اب مجھے اوپر دھمک سُنائی دینے لگی تھی، یہ یقیناً بھاری مشینوں کے چلنے کی آواز تھی۔ اس کا مقصد تھا کہ اب میں لائن آف کروزل کی فیکٹری کے نیچے ہُوں یہاں مَیں نے ڈائنامائٹ کے ذخائر کا اتنا بڑا انبار دیکھا کہ میرے دل کی دھڑکن بند ہوتے ہوتے رہ گئی۔ یقیناً یہ ذخائر پوری فیکٹری کو دھماکے سے اُڑانے کے لیے کافی تھے اور جب ان میں برقی رَو دوڑے گی تو لائن آف کروزل کی یہ چوتھی فیکٹری بھی تباہ ہو جائے گی لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ ریڈیو کنٹرول ڈائنامائٹ لگانے کے بجائے یہ الیکٹرک ڈائنامائٹ کیوں استعمال کیے گئے تھے، شاید اس لیے کہ ان کی قوّت زیادہ ہو گی لیکن انھیں بلاسٹ کرنے کے لیے کہاں انتظام کیا گیا تھا کیونکہ اگر اس تہ خانے میں اُن کا بلاسٹ کنٹرول ہوتا تو وہ تہ خانہ بھی دھماکوں سے تباہ ہوسکتا تھا لیکن فوری طور پر یہ سب کچھ جاننے کا وقت نہیں تھا۔ مَیں نے اپنی اُن کوششوں میں کامیابی حاصل کرلی تھی جن کا بیڑا اُٹھا کر مَیں نے اس سفر کا آغاز کیا تھا۔

واپسی میں مَیں نے اپنی رفتار اس حد تک تیز رکھی جس حد تک ممکن ہوسکتی تھی۔ گردن جُھکائے جُھکائے چلنے کے باعث بدن اور زیادہ تھکن محسوس کررہا تھا۔ حبس اور گرمی سے بُرا حال تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ کسی بھی لمحے چکرا کر گر پڑوں گا لیکن مَیں اپنے اعصاب سنبھالے ہوئے تھا۔ شمع گُل ہو چُکی تھی لیکن اب میری آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی اس قدر عادی ہو چُکی تھیں کہ مجھے چلنے میں کوئی دقّت نہیں ہو رہی تھی۔

جب مَیں تہ خانے میں پہنچا تو مجھے ایسا ہی محسوس ہُوا جیسے جہنّم سے نکل کر جنّت میں آگیا ہُوں۔ تہ خانے میں تازہ ہَوا کی آمد کا معقول بندوبست کیا گیا تھا اور شاید تھوڑی بہت آکسیجن اس چوکور کُھلے ہوئے دروازے ہی سے اندر داخل ہو رہی تھی جس نے مجھے زندہ رہنے میں مدد دی تھی، ورنہ پھیپھڑے ہی پھٹ جاتے۔ واپس آکر مَیں قالین پر اس طرح گر پڑا جیسے میرے بدن میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں رہی ہو۔

کورنیل اُسی طرح مسہری پر آرام کی نیند سو رہی تھی۔ جب کہ مَیں اس دوران ایک ایسے راز کا سُراغ لگانے میں کامیاب ہو گیا تھا جو زبردست اہمیت رکھتا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہت دیر تک میں اسی طرح بے حس و حرکت پڑا رہا اور لمبے لمبے سانس لیتا رہا پھر جب طبیعت بحال ہوگئی تو اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے لائن آف کورنل کی یہ فیکٹری ایک لمحے میں برباد ہونے والی ہو حالانکہ یہ میرے اپنے احساسات تھے ورنہ درحقیقت چیف انجینئر کی موت کے بعد یہ کام فی الحال معطل ہوگیا تھا۔

دفعتاً ایک اور خیال کے تحت میں بُری طرح چونک پڑا، اگر ان سُرنگوں تک جانے کا راستہ یہی تہ خانہ ہے تو یقیناً اب اس کلچارج لینے کی کوئی اور کوشش کرے گا اور جلد یا بدیر وہ شخص یہاں پہنچنے والا ہوگا۔ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ صرف ڈیوڈ ہارڈ نے یہ تمام ذمّے داری سنبھالی ہوئی ہو۔ اُس کے رازدار دوسرے لوگ بھی ہوں گے، سُرنگ خود بخود تو نہیں بن گئی ہوگی۔ پتا نہیں، کتنے طویل عرصے تک اس سُرنگ کی تعمیر کے لیے مشقّت کی گئی ہوگی۔ یقیناً اس تہ خانے کا راز صرف ڈیوڈ ہارڈ تک محدود نہیں ہوگا، یہ دوسری بات ہے کہ عام لوگوں کو اس کے بارے میں ہَوا نہ لگنے دی گئی ہو۔

یہ خیال آتے ہی میں اُٹھ کھڑا ہُوا۔ تھوڑی دیر پہلے کی وہ تھکن وغیرہ نہ جانے کہاں گُم ہوگئی۔ میرے بدن میں نیا جوش اور نئی چنگاریاں بھر گئی تھیں۔ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میرے پاس وقت بہت کم ہے، مجھے فوری طور پر کچھ کرلینا چاہیے۔ میں فوراً ہی کچن کی جانب بڑھ گیا۔

میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ کچن میں مجھے ایک تیز چھُری مل گئی جو یقیناً یہاں پھل وغیرہ کاٹنے کے کام آتی ہوگی لیکن اب اُس سُرنگ میں دوبارہ داخلے کا تصوّر بڑا خوفناک تھا جب کہ اس بار مجھے وہاں کئی کام کرنا تھے اور زیادہ دیر تک وہاں رُکنا تھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی صورت بھی نہیں تھی۔

میں چھُری ہاتھ میں لیے باہر نکل آیا پھر چند لمحے سُرنگ کے چوکور دروازے کے پاس کھڑا ہو کر لمبے لمبے سانس لیتا رہا تاکہ تازہ دم ہو جاؤں۔ اس کے بعد خدا کا نام لے کر سُرنگ میں قدم رکھ دیا۔

پہلے میں نے سُرنگ کے آغاز پر تاروں کے جو گچھے دیوار سے دوسری طرف نکل گئے تھے انھیں ایک ایک کرکے کاٹنا شروع کردیا۔ اپنی پہلی کوشش میں کامیاب ہونے کے بعد میرا اعتماد بحال ہوگیا۔ میں کچھ اور آگے بڑھا اور اس کے بعد پہلے ڈائنامائٹ کے ذخیرے کے پاس پہنچ کر میں نے انتہائی احتیاط سے اس کے تمام تار کاٹ دیے۔ یہ تار میں نے اس طرح کاٹے تھے کہ آسانی سے جوڑے نہ جاسکیں اور پھر مجھے اپنے آپ پر مکمل اعتماد ہوتا چلا گیا اور میں بہت دُور تک تاروں کے یہ ذخیرے کاٹتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آخری حد پر پہنچ گیا۔ تاروں کے بڑے بڑے ٹکڑے نکال کر میں نے اپنے پاس محفوظ کرلیے تھے تاکہ اگر فوری طور پر انھیں جوڑنے کی کوشش کی جائے تو اس میں اُنھیں آسانی نہ ہو۔

اس کام میں مجھے نہ جانے کتنی دیر لگی تھی۔ کوئی اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی تھی میں نے، بس اپنی تمام تر قوّتوں کے ساتھ کام کرتا رہا تھا اور ذہن کو ہر قسم کی تکلیف کے احساس سے بے نیاز کرلیا تھا۔ تاروں کا آخری سلسلہ کاٹنے کے بعد میں واپس پلٹ پڑا اور طوفانی رفتار سے چلتا ہُوا تہ خانے میں آگیا۔

میرا پورا بدن اس طرح بھیگ رہا تھا جیسے پانی کے نل کے نیچے بیٹھا رہا ہوں۔ ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا، کان بے حد گرم ہو گئے تھے۔ میں نے کورنیل کی مسہری کی طرف نگاہ اُٹھائی تو وہ وہاں موجود نہیں تھی۔ تب میری نظریں ٹوائلٹ کی طرف اُٹھ گئیں۔ ممکن ہے، وہ وہاں ہو۔ تھوڑی دیر تک میں کھڑا اپنے حواس درست کرتا رہا، لمبی لمبی سانسیں لے کر پھیپھڑوں میں تازہ ہوا بھرتا اور نکالتا رہا، یہاں تک کہ نارمل ہوگیا۔ تب مجھے احساس ہُوا کہ کورنیل کو غیر معمولی طور پر کافی دیر ہوچکی ہے۔ کیا وہ ٹوائلٹ میں نہیں ہے، اگر وہ ٹوائلٹ میں نہیں ہے تو کہاں گئی۔

ٹوائلٹ کے دروازے پر پہنچ کر میں نے انگلی سے آہستہ سے دستک دی اور تین بار اُسے پکارا پھر دروازہ کھول کر دیکھا لیکن کورنیل وہاں نہیں تھی، کہیں اور بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ میں بدحواسی کے عالم میں سوچنے لگا کہ کورنیل کہاں گئی۔ کہیں وہ میرے لیے کسی پریشانی کا باعث نہ بن جائے۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ تہ خانے کے داخلی دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور میں ایک گوشے میں سمٹ گیا لیکن سیڑھیوں پر مجھے کورنیل نظر آئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ نیچے اُتر رہی تھی اور اُس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے پھر اُس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گئی۔

"اوہ دستونیا! کہاں چلے گئے تھے؟" اُس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"کیا تم مجھے تلاش کرتی پھر رہی تھیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، میں سمجھی کہ تم... کہ تم..."

"نہیں کورنیل، جب ایک بار اعتبار قائم ہو جائے تو پھر اسے شکوک وشبہات کی نذر نہیں کرنا چاہیے،" میں نے تنبیہ کے انداز میں کہا۔

"خدا کی قسم! ایسی کوئی بات نہیں تھی میرے ذہن میں کہ تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہو۔ میں نے یہ نہیں سوچا تھا بلکہ میں یہ سمجھی کہ تم اُوپر کا احول دیکھنے گئے ہو۔"

"میں تو نہیں گیا تھا لیکن تم تو ہو آئی ہو، کیا پوزیشن ہے؟"

"میرے خیال میں اس وقت یہاں سے نکلنے کے لیے سب سے مناسب موقع ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"پوری عمارت میں کوئی نظر نہیں آرہا۔ یوں لگ رہا ہے جیسے اُنھوں نے یہ عمارت چھوڑ دی ہے۔"

"ویری گڈ، ویری گڈ۔" میں نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

کورنیل نے ایک پستول مجھے دیتے ہوئے کہا "اس میں چھ گولیاں ہیں، یہ مجھے ایک کمرے میں مل گیا تھا۔ میں نے سوچا، شاید ہمارے کام آسکے۔"

"بالکل ٹھیک سوچا تم نے کورنیل، واقعی ہمیں اس کی ضرورت تھی تو پھر کیا خیال ہے، کیوں نہ ہم یہاں سے نکل چلیں؟"

کورنیل چند لمحے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی "جیسا تم پسند کرو لیکن نکل کر جاؤ گے کہاں؟"

"یہ باہر نکل کر ہی سوچیں گے کورنیل۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر میں تیار ہُوں۔" وہ بولی۔

ہم دونوں تہ خانے کی سیڑھیاں عبور کرنے لگے اور بالآخر باہر پہنچ گئے۔ کورنیل کے بیان کے مطابق ہر طرف سنّاٹا طاری تھا۔ باہر نکلنے کے لیے ہم نے ایک سمت منتخب کی اور عمارت کے بیرونی حصّے میں آگئے لیکن ابھی ہم عمارت کے سامنے کا حصہ عبور بھی نہیں کر پائے تھے کہ دفعتاً سیاہ رنگ کی ایک بڑی لینڈ روور عمارت کے مین گیٹ پر نمودار ہوئی اور لینڈ روور میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے ہمیں دیکھ لیا۔ لینڈ روور کے بریک لگے تھے اور دوسرے ہی لمحے اُس میں سے کئی آدمی نیچے کُود آئے تھے جن کے ہاتھوں میں ریوالور وغیرہ موجود تھے۔

صُورتِ حالات کا یہ رُخ میرے لیے غیر متوقع تھا۔ فوری طور پر میں دیوار کی طرف دوڑ پڑا۔ کورنیل کا میں نے ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ کئی گولیاں سنسناتی ہوئی ہمارے آس پاس سے گزر گئیں۔ دیوار کے پاس پہنچ کر میں نے پھُرتی سے کورنیل کو دونوں ہاتھوں پر اُٹھایا اور دیوار پر چڑھا دیا۔ کورنیل نے دوسری سمت کُودنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ میں نے بھی دونوں ہاتھوں سے دیوار کے کنارے پکڑے اور پوری قوّت سے اپنے جسم کو اُوپر کی طرف اس طرح اُچھالا کہ ایک ہی لمحے میں دیوار کے دوسری طرف پہنچ گیا۔

کورنیل کپڑے جھاڑتی ہُوئی اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ خدا کا شکر تھا کہ اُسے کوئی چوٹ نہیں آئی تھی۔ میں عقب میں بھاگ دوڑ کی آوازیں سُن رہا تھا۔ کئی آدمی ہمارے پیچھے دوڑ پڑے تھے ہم اس عمارت میں بائیں سمت دوڑ پڑے اور کافی دُور نکل آئے۔ اس وقت رُکنا موت کو دعوت دینا تھا۔ چنانچہ جس سمت مُنہ اُٹھا تھا، ہم لوگ دوڑ پڑے تھے۔ فائرنگ کی اب کوئی آواز نہیں سُنائی دی تھی۔ غالباً اُنھیں اس بات کا ہوش آگیا تھا کہ اس طرح گولیاں چلانا دوسروں کو بھی اُن کی طرف متوجّہ کرسکتا ہے۔ میں اور کورنیل پوری قوّت سے دوڑتے رہے۔ اس وقت ہم نے یہ اندازہ لگانا ضروری نہیں سمجھا تھا کہ جس سمت ہم دوڑ رہے ہیں، وہ درست ہے یا غلط۔ بس یہی خواہش تھی کہ اُن کی پہنچ سے دُور نکل جائیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ہمیں اندازہ ہُوا کہ ہم آبادی سے دُور نکل آئے ہیں۔ دُور دُور تک کسی ذی رُوح کا پتا نہیں تھا۔ سورج نکل آیا تھا اور چاروں طرف روشنی پھیل گئی تھی۔

ہم آگے بڑھتے رہے اور ایک بُلند پہاڑی ٹیلے کے نزدیک پہنچ گئے۔ یہاں چاروں طرف چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں تھیں۔ ہماری داہنی سمت ایک گھنا جنگل نظر آرہا تھا لیکن وہاں تک پہنچنے کے لیے ہمیں ابھی کافی فاصلہ طے کرنا تھا۔ میں نے اور کورنیل نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ جنگل کا رُخ کیا جائے، اس طرح ہم ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کی کوشش کرسکتے تھے۔ چنانچہ ہم جنگل کی طرف چل پڑے۔

راستہ خاصا دُشوار گزار تھا۔ جگہ جگہ گڑھے اور جھاڑیوں کے سلسلے ہمیں اپنا رُخ تبدیل کرنے پر مجبور کردیتے تھے۔ بالآخر ہم ایک ایسے مقام پر جا نکلے جو کسی قدر محفوظ محسوس ہوتا تھا۔ جنگل اب بالکل قریب تھا۔

خاصا گھنا جنگل تھا، درخت ایک دوسرے سے قریب قریب تھے۔ نہ معلوم یہ بنگانہ کا کون سا حصہ تھا لیکن یہ ساری باتیں معلوم کرنے کے بجائے ہمارا جنگل میں روپوش ہو جانا زیادہ بہتر تھا۔ چنانچہ ہم دوڑتے ہوئے اُن درختوں کے درمیان پہنچ گئے۔ کورنیل کا سینہ دھونکنی بنا ہُوا تھا۔ اس کا سانس بُری طرح پھُولا ہُوا تھا اور چہرے پر نقاہت کے آثار تھے۔ میں نے رفتار سُست کرلی لیکن آگے بڑھنے کا سلسلہ ترک نہیں کیا اور تھوڑی دیر کے بعد جنگل میں خاصی دُور تک اندر پہنچ گیا۔ ایک نسبتاً صاف سُتھری جگہ دیکھ کر میں نے کورنیل سے وہاں بیٹھ جانے کے لیے کہا اور وہ سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میرا خیال ہے کہ اب کچھ دیر سستا لیا جائے۔ اب تک کا سفر بھی تم نے جس عزم اور حوصلے سے طے کیا ہے، وہ قابلِ داد ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم بالکل بھی چلنے کے قابل نہ رہو۔"

کورنیل نے گہری گہری سانسیں لے کر آنکھیں بند کرلیں۔ میں متجسسانہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتا رہا۔ ذہن میں بہت سے خیالات گردش کررہے تھے۔ گولیاں چلنے کی آوازیں ضرور سنی گئی ہوں گی۔ کیا بنگانہ کے محافظ اُن کی جانب متوجّہ نہیں ہوئے ہوں گے۔ کیا وہ لوگ مسلسل ہمارے تعاقب میں ہیں یا اُنھوں نے تعاقب ترک کردیا ہے، کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ ابھی تو ہمیں رُک کر حالات کا جائزہ لینا ضروری تھا۔

تقریباً ایک گھنٹا گزر گیا، ہمیں کوئی آواز کسی طرف سے نہیں سُنائی دی تھی۔ تب میں نے کورنیل سے پوچھا۔ "کیا تم اس بارے میں اندازہ لگا سکتی ہو کورنیل کہ ہم بنگانہ سے کس سمت میں ہیں؟"

"نہیں وستونیا، مجھے تو کچھ بھی نہیں معلوم۔" اس نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "البتہ بنگانہ کے اِردگرد واقع جنگلات کے بارے میں سُنا ضرور ہے کہ وہ خطرناک خیال کیے جاتے ہیں۔"

"کیا ان اطراف میں درندوں کا وجود بھی ہے؟"

"یقیناً، اکثر وحشی درندے، بنگانہ کی آبادی میں گھس آتے ہیں اور قبائلیوں کو ہلاک کردیتے ہیں۔ ایسی خبریں یہاں گشت کرتی رہتی ہیں۔" کورنیل نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس کے باوجود فکر کی ضرورت نہیں کورنیل۔" میں نے اُسے تسلّی دی۔

دفعتاً ایک سرسراہٹ سی سُنائی دی اور میں چونک پڑا۔

پستول میں نے فوراً ہی اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ کوئی جانور بھی ہوسکتا ہے، میں نے سوچا۔ میری عقابی نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں پھر کچھ فاصلے پر مجھے ایک سیاہ سی چیز نظر آئی جو آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی اور میں نے اُسے بخوبی پہچان لیا، وہ رائفل کی نال تھی۔ اس کا مطلب ہے، جانور نہیں، یہاں انسان موجود ہیں اور یہ انسان جس انداز میں سفر کر رہا تھا یا کر رہے تھے، اس سے یہ اندازہ بھی ہوتا تھا کہ یہ یقیناً ہمارے دشمن ہیں جو ہمیں تلاش کر رہے ہیں۔

تین چار آدمیوں کے قدموں کی آوازیں تھیں جو نمایاں ہوگئی تھیں۔ میں اُنھیں دیکھ نہیں پایا کیونکہ وہ گھنی جھاڑیوں کی آڑ میں چل رہے تھے لیکن میں نے ان کی سمت کا اندازہ لگا لیا تھا۔ اب یہاں خاموشی سے بیٹھے رہنا مناسب نہیں تھا کیونکہ جب وہ یہاں تک پہنچ چکے ہیں تو پھر اطراف کی ایک ایک جگہ کو تلاش کرنے سے باز نہیں رہیں گے چنانچہ میں نے کورنیل کا شانہ تھپتھپایا اور اُسے اُٹھنے کا اشارہ کیا پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر میں اُن کی مخالف سمت چلنے لگا۔

ہم دیر تک سفر کرتے رہے۔ اس کے بعد ہمیں کوئی آواز سُنائی نہیں دی تھی۔ آگے جاکر یہ جنگل زیادہ گھنا اور خوفناک ہوتا چلا گیا تھا۔ بعض جگہ زمین پر دلدل بھی محسوس ہورہی تھی جو گھاس میں چھپی ہوئی تھی لہٰذا سفر میں سخت دُشواری پیش آرہی تھی۔ کورنیل کا بُرا حال تھا لیکن وہ بہرصورت میرا ساتھ دے رہی تھی، اس کے سوا اب کوئی چارہ بھی تو نہ رہا تھا۔ وہ لوگ اب جنگل میں گھس آئے تھے اور ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ ہم اُن کے لیے اب بڑی اہمیت اختیار کر گئے تھے۔ ہمارا بچ کر نکل جانا ان کی موت تھا۔ چنانچہ وہ ہمیں پانے کے لیے ہر ممکن اقدام کرسکتے تھے۔

کافی دُور پہنچنے کے بعد ایک بار پھر ہم نے ایک جھنڈ میں پناہ لی۔ درختوں کے درمیان قدِآدم گھاس اُگی ہوئی تھی اور اس گھاس کے درمیان زمین کا کچھ حصّہ خاصا صاف تھا۔ حالانکہ ایسی جگہ حشرات الارض کا مسکن ہوتی ہے لیکن یہاں ہم انسانوں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ میرے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے اور میں دُور دُور تک کی آوازیں سُننے کی کوشش کر رہا تھا۔ پرندوں کی آوازیں اُبھر رہی تھیں، کبھی کبھی گھاس میں سرسراہٹیں بھی سُنائی دے جاتی تھیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہاں سانپ بھی ہوسکتے ہیں۔ لیکن میں نے کورنیل سے اس خیال کا اظہار نہیں کیا۔

ہم اُس جگہ تقریباً سارا دن چھپے رہے اور جب رات کی تاریکیاں پھیل گئیں تو میں نے کورنیل کو مخاطب کیا "کیا خیال ہے کورنیل، کیا اب ہم یہ جگہ چھوڑ دیں؟"

"لیکن اب کس طرف جاؤ گے؟" کورنیل نے سوال کیا۔

"آبادی کی سمت۔"

"کیا وہاں ہمارے لیے خطرات نہیں ہوں گے؟"

"یقیناً ہوسکتے ہیں لیکن ان جنگلوں میں بھی تو وقت گزارا نہیں جاسکتا۔"

"تو پھر جیسا تم پسند کرو۔"

میں سمت کا تعین کھو چکا تھا لیکن کوئی نہ کوئی سمت تو اختیار کرنا ہی تھی چنانچہ میں کورنیل کا ہاتھ پکڑ کر چل پڑا۔

ہم لوگ صرف اندازے کی بنا پر سفر کر رہے تھے لیکن کافی فاصلہ طے کرنے کے باوجود ہمیں جنگل کے ختم ہونے کے آثار نظر نہیں آرہے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ کہیں راستہ بھٹک کر ہم کسی نئی مصیبت کا شکار نہ ہوجائیں۔ یہاں کے جنگلات کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ انسان کو کس مقام پر لے جاکر چھوڑ دیں۔

چاند نکل آیا تھا اور چاندنی درختوں سے چھن چھن کر نیچے پہنچ رہی تھی جس سے بعض حصّے اچھے خاصے روشن ہوگئے تھے۔ درخت یہاں بھی گھنے اور آپس میں جُڑے ہوئے تھے۔ زمین کی حالت بتاتی تھی کہ وہ انسانی قدموں سے ناآشنا ہے۔ بعض مقامات پر ہمیں جانوروں کی خشک ہڈیاں بکھری ہوئی نظر آئیں۔ ان میں بڑے جانور بھی تھے اور چھوٹے بھی۔

کئی گھنٹے تک ہمارا سفر جاری رہا یہاں تک کہ درختوں کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک ندی نظر آرہی تھی۔ گھنے جنگل کے قریب یہ ندی ہمارے لیے خطرناک ثابت ہوسکتی تھی کیونکہ میں جانتا تھا کہ جنگلی درندے ایسی ہی جگہوں کے آس پاس چھپے ہوتے ہیں۔

سارا دن کھائے پیے بغیر گزر گیا تھا، اس لیے میں نے سوچا کہ ندی کے شفاف پانی سے کم ازکم پیاس تو بجھالی جائے۔ کورنیل نے ابھی تک کوئی شکوہ شکایت نہیں کی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ یہ نرم و نازک لڑکی اس قسم کے حالات کی عادی نہیں ہوگی۔ میں نے اُسے بھی پانی پینے کے لیے کہا اور ہم دونوں نے ندی کے بہتے ہوئے پانی سے اپنی پیاس بجھائی۔ کورنیل اب بُری طرح نڈھال نظر آرہی تھی۔ مجھے افسوس تھا کہ اس بے چاری لڑکی کو میری وجہ سے ان حالات کا شکار ہونا پڑا۔

میں نے اس کا اظہار کورنیل سے کیا تو وہ ہاتھ اُٹھا کر کمزور لہجے میں بولی "نہیں وستونیا، نہیں تم اس طرح نہ سوچو۔ یقین کرو کہ تمہارے ساتھ سفر کرتے ہوئے مجھے لُطف آرہا ہے۔ میں نے زندگی میں کبھی اس قسم کے مصائب کا سامنا نہیں کیا لیکن بعض اوقات مصائب بھی لذّت دیتے ہیں۔ مجھے اس کا اب احساس ہورہا ہے۔"

میں گہری نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ کورنیل کیا کہنا چاہتی تھی، میں جانتا تھا لیکن اس سے صرفِ نظر ضروری تھا۔

سفر کرتے ہوئے جب ہم بُری طرح تھک گئے تو میں نے ایک محفوظ مقام منتخب کرکے کچھ دیر آرام کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ نیند آنے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا البتہ یہ ضرور ہوا کہ ہماری جسمانی حالت کچھ دیر زمین پر لیٹنے سے بہتر ہوگئی۔

جب سورج کی روشنی چمکی تو ہم کسی حد تک تازہ دم ہوچکے تھے۔ اس مرتبہ میں نے ندی کی مخالف سمت سفر شروع کیا اور ہم ندی کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کافی دُور نکل گئے۔ اس راستے میں گھنے اور بُلند درخت بہت کم تھے البتہ چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں بکثرت موجود تھیں۔ اس کے علاوہ اس علاقے کی زمین بھی ناہموار تھی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر چھوٹے چھوٹے ٹیلے زمین پر اُبھرے ہوئے نظر آرہے تھے پھر ایک زیادہ بُلند ٹیلا ہمارے راستے میں آگیا۔ میں نے سوچا کہ اس بُلند ٹیلے پر چڑھ کر چاروں طرف کا جائزہ لوں تاکہ کسی مناسب سمت کا تعین کرنے میں مدد ملے۔

میں کورنیل کا ہاتھ پکڑ کر ٹیلے کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

ٹیلے کے قریب پہنچ کر ہم نے احتیاط کے ساتھ اُوپر چڑھنا شروع کردیا لیکن ابھی ہم آدھے راستے ہی میں تھے کہ میں نے دوسری طرف کچھ آوازیں سُنیں اور میرے قدم رُک گئے۔

اُسی وقت ایک بڑا سا پتھر کورنیل کے پیروں کے نیچے آکر لڑھک گیا اور اس کے لڑھکنے کی آواز خاصی زوردار ہوئی۔ دوسرے لمحے میں نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سُنیں اور میرے ذہن میں ہیجان برپا ہوگیا۔ اس کا مطلب تھا کہ دوسری طرف موجود افراد کو ہماری یہاں موجودگی کا احساس ہوگیا تھا اور میرا یہ اندازہ درست ثابت ہُوا۔

ٹیلے کی دوسری سمت سے چند مسلّح افراد دوڑتے ہوئے اس طرف آگئے تھے اور انھوں نے اپنی رائفلوں کا رُخ ہماری جانب کردیا تھا۔ وہ مخصوص قسم کے لباس میں تھے جس سے مجھے اندازہ ہُوا کہ وہ لائن آف کروزل کے صحرائی محافظوں میں سے ہیں۔ میرے لیے فوری طور پر یہ اطمینان کی بات تھی مگر مکمل طور پر ان سے کوئی خوش آئند توقع بھی نہیں باندھی جاسکتی تھی۔ میرے پستول میں چھ گولیاں موجود تھیں لیکن ان کا استعمال اس موقع پر ایک احمقانہ حرکت تھی لہٰذا میں نے اپنے ہاتھ اُوپر اُٹھا دیے، کورنیل نے بھی میری تقلید کی تھی۔

وہ سب گھورتی ہوئی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ کسی نے مُنہ سے کچھ نہیں کہا تھا۔ رائفلوں کے رُخ ہم دونوں کی جانب تھے پھر وہ ہم دونوں کو ٹیلے کی دوسری طرف لے گئے۔ یہاں دو لینڈ روورز موجود تھیں۔

وہ سب کینہ توز نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ میں نے کسی خیال کے تحت اپنے بُلند ہاتھوں کے انگوٹھوں کو آپس میں جوڑا اور انھیں چیل کی شکل میں پھیلا دیا۔ میں اپنی اُنگلیوں کو جُنبش بھی دے رہا تھا تاکہ اُن کی توجّہ اُن کی جانب ہوجائے اور نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ عقب میں موجود ایک آدمی دوسرے لوگوں کو ہٹاتا ہُوا سامنے آیا اور متحیّرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ یہ ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

طویل القامت آدمی تھا، شکل و صورت سے عرب معلوم ہوتا تھا۔ وہ میرے ہاتھوں کی جنبش دیکھتا رہا پھر اُس نے بھی اپنے دونوں انگوٹھے ملائے اور انگلیوں کو چیل کے پروں کی شکل میں پھیلا دیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ میں نے اُٹھے ہوئے ہاتھ نیچے گرا دیے لیکن اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگوں نے رائفلوں کی نالیں سیدھی کر لی تھیں۔

"میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اُس نے اپنے آدمیوں کو گردن سے اشارہ کر دیا پھر وہ مجھے بازو سے پکڑ کر تھوڑا سا آگے لے آیا۔ دوسرے لوگوں سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر اس نے کہا "کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کیا میں نے جو نشان تمھیں دکھایا ہے، کافی نہیں ہے؟"

"کافی ہے لیکن تم کون ہو اور یہ لڑکی کون ہے؟"

"میرا تعلق اسی مشن سے ہے دوست جس کے لیے ہم نے ایک دوسرے سے اپنے کوڈ کا تبادلہ کیا ہے۔"

وہ شخص گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا اور پھر آہستہ سے بولا "اگر یہ بات ہے تو تمھیں میرے ساتھ بنگانہ چلنا ہوگا۔"

"میں خود بھی یہی چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں تم سے درخواست ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے، مجھے بنگانہ پہنچا دو۔"

"یہ لڑکی بھی ساتھ جائے گی؟" اُس نے سوال کیا۔

"یقیناً۔ اس میں بھلا کیا شک ہو سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

وہ اپنے ساتھیوں کے نزدیک پہنچا اور اُن سے مدھم لہجے میں گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد اُس نے مجھے اور کورنیل کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا لیکن شاید اب بھی وہ میری طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ لوگ نہایت مستعدی سے مجھ پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ایک لینڈ روور ہم دونوں کو لے کر بنگانہ چل پڑی۔ اُن کی تعداد خاصی تھی جس شخص نے مجھ سے گفتگو کی تھی، وہ ہمارے ساتھ ہی تھا۔ لینڈ روور میں داخل ہونے سے پہلے اُس نے میری اور کورنیل کی تلاشی بھی لے ڈالی تھی اور میرا پستول اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ میں ان احتیاطی تدابیر سے ناخوش نہیں تھا۔ اُنھیں اپنے فرائضِ منصبی انجام دیتے ہوئے اتنا ہی چوکس ہونا چاہیے تھا۔

بنگانہ تک کا سفر بہت طویل نہیں ثابت ہوا۔ وہ لوگ ایسے مخصوص راستوں سے واقف تھے جو شاید بہت مختصر تھے۔ ہم اپنی لاعلمی کے باعث غالباً وسیع و عریض جنگل میں ہی بھٹکتے رہے تھے۔

دوپہر کے وقت ہم بنگانہ میں داخل ہو گئے۔ لینڈ روور ایک عمارت کے سامنے رُک گئی تھی جس کے صدر دروازے پر مسلح افراد موجود تھے۔ اندر داخل ہونے کے لیے اُنھوں نے باقاعدہ اجازت نامے دیکھے۔ ہم لوگوں پر گہری نگاہیں ڈالیں اور اس کے بعد لینڈ روور کو اندر جانے کی اجازت دے دی گئی۔

ہمیں یہاں لانے والا اب بھی مستعدی سے ہمارے ساتھ چل رہا تھا۔ عمارت کے ایک کمرے میں پہنچ کر اُس نے سپاٹ لہجے میں کہا "میں آپ دونوں کے بارے میں چیف کو اطلاع دے دیتا ہوں۔ چیف اس سلسلے میں آپ سے جلد ہی ملاقات کریں گے۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی اور وہ چلا گیا۔ کورنیل اب تک حیران تھی۔ ویسے اس دوران اُس نے کچھ بولنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جب وہ چلا گیا تو اُس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی "تم نے ان لوگوں کو شیشے میں کیسے اُتار لیا؟ یہ تو سو فیصد عرب محافظ ہیں۔"

"تماشا دیکھتی رہو کورنیل، کیا ہوتا ہے۔" میں نے گول مول جواب دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد چند افراد کمرے کے دروازے کے پاس پہنچ گئے۔ اُن میں وہی شخص نمایاں تھا جو مجھے یہاں لایا تھا پھر اُس نے کہا "تم دونوں چیف کے پاس چلو گے یا کوئی ایک؟"

"میرا خیال ہے میری ساتھی لڑکی کو یہیں رہنے دیا جائے۔"

کورنیل کا منہ ایک لمحے کے لیے کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ وہ میرے فیصلے پر سر جھکانے کی عادی ہو چکی تھی۔

ایک راہداری سے گزارنے کے بعد مجھے ایک بڑے کمرے میں لایا گیا جس کے درمیان ایک میز پڑی ہوئی تھی اور اس میز کے پیچھے ایک بھاری بھر کم عرب بیٹھا ہوا تھا۔ چہرے سے ذہین آدمی معلوم ہوتا تھا۔ دو اور افراد بھی اُس کے پاس موجود تھے جو کھڑے ہوئے تھے۔ میرے لیے ایک کرسی اُس کی میز کے سامنے کھسکا دی گئی۔ لانے والے مجھے یہاں چھوڑ کر واپس چلے گئے تھے۔

میں اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا پھر میں نے آہستہ سے کہا "کیا میں آپ کا تعارف حاصل کر سکتا ہوں مسٹر...؟"

"تم مجھے حسن بن ابراہیم کہہ سکتے ہو۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ ویسے اُس کی تیز نگاہیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"سنا ہے تم نے اپنے دونوں انگوٹھے ملا کر چیل کا نشان بنایا تھا۔ اس نشان کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"یہ نشان لائن آف کروزل کے محافظوں کے لیے حال ہی میں منتخب کیا گیا ہے اور ایک مخصوص مشن پر کام کرنے والوں کے درمیان شناخت کا ذریعہ ہے۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمھارا تعلق لائن آف کروزل کے محافظوں سے ہے؟"

"ہاں مسٹر حسن!"

"کون سے گروپ سے تعلق ہے تمھارا اور کس حیثیت کے مالک ہو؟" اُس نے نرم لہجے میں سوال کیا۔

"بس عربوں کے مفادات کے لیے کام کرنے والا ایک ناچیز خادم ہوں۔ کوئی حیثیت نہیں ہے میری۔ میں چاہتا ہوں کہ لائن آف کروزل کے تحفظ کے لیے کام کرنے والے اہم افراد میں سے کسی سے فوری طور پر میرا رابطہ قائم کرا دیا جائے۔"

"اُن میں سے کسی کا نام بتا سکتے ہو؟"

"غازی ناصر، مسعود طلحہ، ہشام نصیری، فرہاد سلامہ یا ابو حاتم۔ ان میں سے جو بھی قریب تر موجود ہو اُسے میرے بارے میں اطلاع دے دو۔"

"تمھارا نام کیا بتایا جائے؟"

"تم اُن سے کہہ سکتے ہو کہ علی یار خان تمھارے پاس پہنچا ہے۔"

"کیا...!" اُس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ پھر وہ کرسی چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ "کیا نام لیا تم نے؟"

"علی یار خان۔"

وہ شخص ساکت رہ گیا تھا۔ چند لمحے پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر آہستہ سے میز پر کہنیاں رکھ کر کھڑے کھڑے جھکا اور میرے چہرے کو بہ غور دیکھنے لگا۔ "اگر یہ بات ہے تو مجھے چاہیے کہ میں اپنے تمام آدمیوں کو یہاں بلا کر کوڑے لگواؤں، اُنھیں سب سے پہلے آپ کا نام پوچھنا چاہیے تھا۔"

"نہیں حسن، میں اُن کی کارکردگی سے خوش ہوں۔ اُنھوں نے میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی اور وہی کیا جو اُنھیں کرنا چاہیے تھا۔"

"پھر بھی کم از کم اُنھیں آپ کا نام تو معلوم کرنا چاہیے تھا۔ بہرحال، میں آپ کا مداح ہوں اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آج آپ سے ملاقات ہو گئی۔" اُس نے دونوں ہاتھ مصافحے کے لیے بڑھا دیے۔

صورتِ حال بالکل بدل گئی تھی۔ میں نے اُس سے پُرتپاک مصافحہ کیا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "اگر آپ چاہیں تو میں اپنے چہرے سے یہ میک اپ اُتار دوں۔"

"ارے نہیں۔" حسن نے ایک بار پھر میرے قریب پہنچ کر میری پیشانی کو بوسہ دیا اور کہنے لگا۔ "میں اپنے جذبات کا اظہار نہیں کر سکتا علی یار خان صاحب! آپ ہمارے لیے کس حد تک قابلِ احترام ہیں، میں اس کا اظہار نہیں کر سکتا، آپ فرمائیں، میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

حسن بن ابراہیم کے چہرے کی تمام کرختگی دور ہو گئی تھی اور وہ میرے سامنے بچھا جا رہا تھا۔

"میں چاہتا ہوں حسن کہ جن افراد کا میں نے نام لیا ہے، اُن میں سے کسی سے میری ملاقات جلد از جلد کرا دی جائے۔"

"میں ابھی اپنا آدمی بھیجتا ہوں۔ ابو حاتم یہاں موجود ہیں، اُن سے ملاقات مناسب ہوگی؟"

"بالکل، فوراً ابو حاتم کو یہاں بلا لیں۔"

"لیکن آپ یہاں نہ رُکیں، آئیے میں آپ کو آرام گاہ دکھا دیتا ہوں۔ گو وہ آپ کے قابل تو نہیں ہوگی مسٹر علی لیکن بہرطور آپ اُسے قبول کیجیے گا۔" حسن نے کہا اور اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

اب سارا کھیل میرے قابو میں تھا۔ جس عمارت میں مجھے پہنچایا گیا، وہ اس عمارت سے چند گز کے فاصلے پر تھی لیکن خاصی بہتر تھی۔

ایک آرام دہ کمرے میں مجھے پہنچا کر حسن بن ابراہیم نے کہا۔ "کوئی ضرورت ہو تو میں نے ایک خادم دروازے پر چھوڑ دیا ہے، آپ اُسے بتا دیں۔"

"میرے ساتھ ایک لڑکی بھی ہے حسن، اُسے یہیں پہنچا دیں۔" میں نے کہا۔

"بہت بہتر۔ ابھی تھوڑی دیر میں وہ آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔" حسن نے کہا اور چلا گیا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ کورنیل میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کے چہرے پر بدستور تجسس تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اُس کا خیر مقدم کیا اور کورنیل بھی مسکراتی ہوئی مجھ سے تھوڑے فاصلے پر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کی مسکراہٹ کا سبب اس سے پوچھا تو وہ آہستہ سے بولی۔ "کوئی خاص بات نہیں، بس تمھاری شخصیت پر غور کر کے ہنس رہی تھی۔ تم حالات کو کس طرح قابو میں کر لیتے ہو، یہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"کوئی خاص بات نہیں کورنیل، لگن سچی ہو اور مقاصد نیک ہوں تو کوئی مشکل، مشکل نہیں رہتی، خود بخود راستے بنتے چلے جاتے ہیں اور انسان منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ تم اپنی مثال لے لو، تمھارا تعلق میرے مخالفین سے تھا لیکن تم میری مدد پر آمادہ ہو گئیں۔ اب بتاؤ، تم نے میرے لیے اتنا بڑا خطرہ کیوں مول لیا تھا؟"

"اس لیے کہ میں پاگل ہوں۔" کورنیل نے جواب دیا۔

"تو پھر... ممکن ہے یہ لوگ بھی پاگل ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کورنیل بے اختیار ہنس پڑی۔

میں دلچسپ نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ وہ ہنستی رہی پھر بولی۔ "نہیں، یہ میری طرح کے پاگل نہیں ہو سکتے۔"

کورنیل کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہی خادم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اندر آگیا۔ اس نے ایک ٹرے ہمارے سامنے رکھ دی۔ ٹرے میں خشک میوے اور کافی کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ یہ سامان سرد کر کے وہ چلا گیا۔ کورنیل کو میں نے اشارہ کیا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی اور کافی کی ایک پیالی بنا کر میرے سامنے رکھ دی پھر دوسری پیالی خود لے کر بیٹھ گئی۔

ہم میوہ اور کافی سے شغل کرتے رہے۔ باقی وقت ہم نے باتیں کر کے گزارا پھر رات ہو گئی۔ ہمیں کمرے ہی میں کھانا دیا گیا، پھر ہم آرام کرنے لیٹ گئے۔

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔ نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے کورنیل کی طرف دیکھا، وہ بھی جاگ رہی تھی۔ تب میں نے اسے مخاطب کیا۔ "کورنیل! کیا بات ہے، تم ابھی تک جاگ رہی ہو؟"

"آپ بھی تو نہیں سوئے ہیں۔" وہ بولی۔

"تم میری فکر نہ کرو، جب نیند آ جائے گی، سو جاؤں گا۔"

"نیند تو مجھے بھی نہیں آ رہی، ورنہ اب تک سو گئی ہوتی۔"

"ہوں۔ تو یہ بات ہے۔ چلو ٹھیک ہے، جب تک نیند نہیں آتی، ہم باتیں کریں گے۔ ویسے بھی میں تم سے کھل کر کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا۔"

"ضرور مسٹر وستونیا، ضرور۔ میں منتظر ہوں۔" وہ بے تابی سے بولی۔

"کورنیل! میں تمھارا احسان مند ہوں۔ تم نے جس طرح اور جن حالات میں مجھ پر بھروسا کیا، اس کے بعد یہ ممکن نہیں کہ میں تمھیں کسی مرحلے پر بھی بے سہارا چھوڑ کر آگے بڑھ جاؤں۔ حالانکہ میری زندگی جس انداز میں گزر رہی ہے اور جو ہنگامے میرے ساتھ سفر کرتے ہیں، ان کے پیشِ نظر یہ بھی ممکن نہیں کہ میں تمھیں مستقل طور پر اپنے ساتھ رکھوں۔ بہت دیر سے میں اسی حوالے سے تمھارے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن میں فیصلہ نہیں کر پایا کہ تمھارے لیے کیا کروں۔ کورنیل، تم مجھے بتاؤ میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔"

کورنیل خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ وہ اپنے طور پر کچھ فیصلے کرنے کی کوششیں کر رہی تھی۔ ظاہر ہے احمق نہیں تھی، اور میرے ان الفاظ کا مطلب سمجھ رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ کسی احسان کے بدلے میں بہت سے احسان تو کیے جا سکتے ہیں لیکن زندگی بھر کا ساتھ کون نبھاتا ہے جب تک کہ دلوں کے درمیان وہ تعلق نہ ہو جو زندگی بھر ساتھ رہنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اور میں نے اُسے ابھی تک اِس قسم کا کوئی تاثر نہیں دیا تھا۔ سمجھ دار لڑکی تھی، چند ہی لمحات میں اُس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "میں سمجھ رہی ہوں مسٹر وستونیا تمھاری الجھن کو اور میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ اپنی اس چھوٹی سی کارکردگی کے صلے میں تم سے میں کچھ نہیں مانگوں گی۔ اب رہی میرے مستقبل کی بات تو اس سلسلے میں بھی پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ میرا ماضی ہی کیا تھا جو مستقبل کے بارے میں زیادہ سوچا جائے۔ میں پہلے بھی ایک خادمہ کی حیثیت سے زندگی گزارتی رہی ہوں، آئندہ بھی کسی نہ کسی صورت باقی زندگی گزر ہی جائے گی۔ تم ایک کرم کرو مسٹر وستونیا، کہ مجھے اسپین بھجوا دو۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو دنیا کے کسی بھی ملک میں بھجوا دو۔ بس مجھے اتنی ہی مدد کی ضرورت ہے کہ میں محنت مزدوری کر کے اپنی گزر اوقات کر سکوں۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتی۔"

اُس کے لہجے میں کوئی لرزش نہیں تھی۔ بہت ہی صاف الفاظ میں نہایت اعتماد کے ساتھ اس نے اپنا مدعا بیان کیا تھا مگر اُس کی باتیں سن کر میں اپنے دل پر ایک بوجھ سا محسوس کرنے لگا تھا۔ کورنیل اب میری نظر میں کوئی معمولی لڑکی نہیں رہی تھی اور میں اُسے بے سہارا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میرے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ اس کے لیے مستقل طور پر زندگی گزارنے کا معقول انتظام کروں۔ اسے تنہا چھوڑنے کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ میرے دشمنوں کے انتقام کا شکار ہو جائے۔

میں نے چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد ایک فیصلہ کر لیا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "تب تمھیں امریکا جانا پڑے گا کورنیل۔"

"امریکا!" کورنیل نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"ہاں، کیوں؟"

"نہیں، میرا مطلب ہے وہاں کیوں؟" اس نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ وہاں ایک ایسی شخصیت موجود ہے جس کا مجھ سے گہرا تعلق ہے۔ میں تمھیں اُسی کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں، تمھیں اُس کے پاس جا کر خوشی ہو گی۔"

"کون ہے وہ؟"

"یہ تمھیں اس سے مل کر ہی پتا چلے گا۔"

"تمھاری کوئی اپنی محبوب شخصیت ہے؟" کورنیل نے سوال کیا۔

"ہاں۔" میں نے مختصراً کہا۔

"تو پھر مجھے اس کی خدمت گزاری کے لیے بھیج دو۔ کیا وہ مجھے قبول کر لے گی؟"

"بالکل۔ کیوں نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ یقیناً تمھاری بیوی ہو گی۔" کورنیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

"تمھیں میرے کچھ پیغامات اس تک لے جانے ہوں گے۔" میں نے کہا۔ "اور اُسے یہ اطمینان دِلا دینا کہ میں ٹھیک ہوں اور اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف ہوں۔"

وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی، پھر بولی۔ "اچھا ایک سوال کروں۔"

"ہاں ضرور۔"

"تمھارا مشن کیا ہے؟"

"کورنیل، یوں سمجھ لو کہ جن لوگوں کے ساتھ تم تھیں، میں اُن کے مخالف گروپ میں ہوں۔"

"وہ تو میں جانتی ہوں لیکن یہاں، میرا مطلب ہے۔۔۔"

"ہاں، میں عرب مفادات کا حامی ہوں اور اُنھی کے لیے کام کر رہا ہوں۔"

"اوہ۔" کورنیل نے ایک لمبی سانس لے کر کہا اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔

میں دیر تک اُسے دیکھتا رہا، پھر میں نے پوچھا "تمھیں امریکا جانے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟"

"نہیں، اگر تم میرے لیے یہ مناسب سمجھتے ہو تو مجھے امریکا بھجوا دو۔ درحقیقت میں دوسروں پر ہی بھروسا کرتی آئی ہوں۔ اپنی زندگی میں خود آگے بڑھ کر کچھ نہیں کیا۔"

"تو بس مطمئن ہو جاؤ، میں تمھیں امریکا بھجوانے کی تیاریاں کیے دیتا ہوں۔"

رات کافی گزر چکی تھی۔ اب مجھے بھی نیند آ رہی تھی چنانچہ میں نے بمشکل تمام کورنیل کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ بستر پر آرام کرے اور خود ایک اور جگہ منتخب کر کے لیٹ گیا۔ لیٹتے ہی نیند نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔

دوسری صبح خوب سورج نکل آیا تھا، جب میں جاگا۔ چونک کر بستر کی طرف دیکھا تو کورنیل بستر پر موجود نہیں تھی۔ میں اٹھ گیا اور دروازے سے باہر نکل آیا۔ جس خادم کو حسن نے میرے لیے مخصوص کیا تھا، وہ باہر موجود تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ مستعد ہو گیا۔

"غسل کر لیں جناب، ناشتا تیار ہے۔" اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"کیا ابو حاتم نہیں آئے؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ تقریباً ایک گھنٹے سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کی ساتھی خاتون اُنھی کے پاس موجود ہیں۔" خادم نے جواب دیا۔

غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر میں اس کے ساتھ اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں ابو حاتم بیٹھا ہوا تھا۔ کورنیل اس کے نزدیک ہی موجود تھی۔

ابو حاتم نے کھڑے ہو کر میرا خیر مقدم کیا اور مجھ سے گلے ملتے ہوئے بولا۔ "علی، گو آپ سے جدا ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا لیکن آپ کی یاد ہمیں مضطرب کرتی رہی۔"

کورنیل نے چونک کر ابو حاتم کو دیکھا اور پھر مجھے دیکھنے لگی۔ غالباً میرے بدلے ہوئے نام پر اُسے حیرت ہوئی تھی۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ابو حاتم، کیا کورنیل سے متعارف ہو چکے ہو؟"

"ہاں، محترمہ سے میں نے آپ کے بارے میں بہت سے سوالات کیے لیکن آپ کی نہایت قابلِ اعتماد ساتھی معلوم ہوتی ہیں۔ کیا یہ بول نہیں سکتیں؟"

"بول سکتی ہیں لیکن ہر جگہ نہیں۔"

ابو حاتم ہنسنے لگا، پھر وہ کورنیل سے مخاطب ہو کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اب آپ کو مجھ پر اعتماد ہو گیا ہو گا کہ میں علی کے ساتھیوں میں سے ایک ہوں۔"

کورنیل نے میری طرف دیکھا اور میں ہنس کر بولا۔ "کورنیل مجھے علی کے نام سے نہیں جانتی ابو حاتم۔ میرا نام وستونیا ہے۔"

"نہیں، اب میں آپ کو علی کے نام سے جانتی ہوں مسٹر وستونیا۔" کورنیل نے کہا۔

ابو حاتم معذرت آمیز انداز میں مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔ "شرمندہ ہوں، مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی۔"

"کوئی بات نہیں ہے ابو حاتم، کورنیل کو مجھے یہ سب کچھ بتانا ہی تھا۔ خیر چھوڑو اس مسئلے کو، میں تم سے کچھ اہم موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں لیکن بہتر ہے اس سے قبل ہم لوگ ناشتا کر لیں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ میں نے تو صبح سے اب تک چائے بھی نہیں پی۔" ابو حاتم نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہمیں اسی کمرے میں ناشتا سرو کر دیا گیا۔

ناشتے کے بعد کورنیل اپنی جگہ سے اُٹھ گئی اور کہنے لگی۔ "میں کمرے میں جا رہی ہوں علی، آپ اپنے دوست سے گفتگو کیجیے۔"

اس کے علی کہنے پر مجھے عجیب سا احساس ہوا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کر دی اور کورنیل باہر نکل گئی۔

"علی، میری جلدبازی نے کوئی نقصان تو نہیں پہنچا دیا آپ کو؟" ابو حاتم نے پوچھا۔

"نہیں ابو حاتم، کورنیل میری مددگار رہی ہے۔ ایک ایسی لڑکی جس نے میرے لیے اپنے زندگی بھر کے ساتھیوں کا ساتھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چھوڑ دیا۔"

"آپ کے لیے تو لوگ دنیا چھوڑ سکتے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "مجھے تو آپ کے میک اَپ پر حیرت ہے۔ غالباً کوئی اسپیشلسٹ بھی آپ کو دیکھے تو نظر انداز نہیں کر سکے گا۔"

"بہرحال، کورنیل کے بارے میں، میں تم سے پھر گفتگو کروں گا۔ یہ اچھی بات ہے ابو حاتم کہ تم بنگانہ میں موجود ہو۔ ویسے یہاں کس سلسلے میں آنا ہوا؟"

"کوئی اہم سلسلہ نہیں تھا، بس کچھ چھوٹے موٹے کام تھے جن کی وجہ سے میں یہاں آگیا۔ یہاں سے مجھے تیروڑا جانا تھا۔"

"ٹھیک ٹھیک۔ تو ابو حاتم، ابھی تم تیروڑا نہیں جا سکو گے۔ میں تمھیں ایک اہم راز سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور، آپ کی طلبی پر ہی میں سمجھ گیا تھا کہ آپ نے یقیناً کچھ کام کر لیا ہے۔"

"ہاں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ہم سے چند روز کی غفلت ہو جاتی تو بنگانہ کی اسلحہ فیکٹری کو کسی بھی قیمت پر بچایا نہیں جا سکتا تھا۔"

میری بات سُن کر ابو حاتم کے چہرے پر شدید سنسنی پھیل گئی۔ وہ ساکت نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔

"لائن آف کروزل کی تمام فیکٹریوں کے سلسلے میں میرا خیال ہے ابو حاتم کہ ابھی ان کے تحفظ کا وہ معقول بندوبست نہیں ہو سکا جو ہونا چاہیے۔ میرا اندازہ ہے کہ یہ تمام فیکٹریاں خطرے میں ہیں اور ان کے خلاف کام ہو رہا ہے۔"

"مجھے اس سلسلے میں تفصیل بتائیے مسٹر علی۔" ابو حاتم نے کہا۔ تشویش کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہو گئے تھے۔

"تفصیل بہت طویل ہے، فی الحال مجھے اس بات کا جواب دو کہ بنگانہ میں محافظوں کی کتنی تعداد موجود ہے؟"

'کافی ہے اور ضرورت پڑنے پر دوسری جگہ سے بھی مدد حاصل کی جا سکتی ہے۔"

"یہاں سیکورٹی کا نظام کون سنبھالے ہوئے ہے؟"

"طارق فہدی۔ اگر تم چاہو تو ہم اُن سے ابھی ملاقات کر کے تمام صورتِ حال اُن پر واضح کیے دیتے ہیں۔"

"بنگانہ میں طارق فہدی کے علاوہ اور کون سی شخصیت ایسی ہے جو بنگانہ فیکٹری کو مکمل طور پر کنٹرول کرتی ہو۔"

"مختلف ذمّے داریاں تقسیم ہیں لیکن سیکورٹی کا پورا نظام طارق فہدی ہی کے سپرد ہے۔"

"تو پھر میں تمھیں مختصراً بتا دیتا ہوں ابو حاتم۔ اس کی روشنی میں اب تم جس طرح بھی مناسب سمجھو کارروائی کرو۔"

"ہاں، میں منتظر ہوں۔"

میں نے ابو حاتم کو عدیل کواری کے بارے میں تمام معلومات فراہم کر دیں۔ مختصراً یہ بھی بتا دیا کہ میں کس طرح اُن لوگوں تک پہنچا اور اس کے بعد اس عمارت اور تہ خانے کا تذکرہ بھی کیا اور اس سرنگ کے بارے میں بھی ابو حاتم کو بتایا جس میں ڈائنامائٹ کا بڑا ذخیرہ موجود تھا جو لائن آف کروزل کی اس فیکٹری کو بخوبی تباہ کر سکتا تھا۔

ابو حاتم کا چہرہ انگارے کی طرح سُرخ ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے اس بات کا اظہار ہوتا تھا کہ وہ کس قدر متحیّر اور متجسّس ہے۔ میرے خاموش ہو جانے کے بعد وہ دیر تک خاموش اور ساکت بیٹھا رہا پھر اچانک پھرتی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ "اب ہمیں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔" وہ بولا۔ "آئیے ہم فوراً طارق فہدی سے ملیں۔"

میں تیار ہو گیا۔ کورنیل کو اس سلسلے میں فوری طور پر کوئی اطلاع نہیں دی جا سکتی تھی چنانچہ ہم دونوں چل پڑے۔

طارق فہدی ایک پُروقار شخصیت کا مالک انسان تھا۔ ابو حاتم کے ساتھ مجھ سے مل کر اُس نے مسرّت کا اظہار کیا اور پھر ابو حاتم کے متجسّس چہرے کو دیکھ کر بولا۔ "کوئی خاص اطلاع لے کر آئے ہیں آپ ابو حاتم، آپ کے چہرے سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے۔"

"ہاں، طارق فہدی۔ میں اپنے دوست کا تعارف تم سے کن الفاظ میں کراؤں، بس یوں سمجھ لو کہ لائن آف کروزل کے لیے نئے نظام کی جو بنیاد ڈالی گئی ہے، وہ ان ہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ یہ علی بارخان ہیں۔" طارق فہدی نے کہا اور ابو حاتم مسکرا دیا۔

"تم نے درست اندازہ لگایا میرے دوست۔ اب ایک اطلاع اور ہے تمھارے لیے اور وہ یہ کہ تمھارا سیکورٹی کا نظام یہاں بالکل ناکارہ ثابت ہوا ہے۔"

"اوہ۔ میری بدقسمتی ہے یہ... لیکن کیسے؟"

جواب میں میری سنائی ہوئی کہانی ابو حاتم نے مختصراً طارق فہدی کو سُنا دی۔

طارق کی کیفیت بھی ابو حاتم سے مختلف نہیں ہوئی تھی، وہ دیر تک سنّاٹے میں رہا پھر اُس نے پھیکے سے لہجے میں کہا۔ "تب تو واقعی مجھے اپنے اس عہدے سے مستعفی ہو جانا چاہیے میں بالکل نااہل ثابت ہوا ہوں۔"

"میرے بھائی، عہدے سے بعد میں مستعفی ہونا، پہلے اُن لوگوں کے لیے کوئی مناسب کارروائی کرو۔"

"یقیناً۔ مسٹر علی، مجھے اس سلسلے میں مکمل تفصیل بتائیے اور اُن لوگوں کے بارے میں بھی جن سے آپ روشناس ہو چکے ہیں۔"

میں نے عمارت کے بارے میں تفصیلات اُسے فراہم کر دیں۔ ڈریگی، ڈیوڈ ہارڈ، ایلیٹ وغیرہ کی نشاندہی بھی میں نے کر دی اور اس ٹرک کے بارے میں بھی تفصیلات بتا دیں جس میں مجھے چھپا کر یہاں لایا گیا تھا۔

طارق فہدی ضروری پوائنٹ نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ اس کے بعد اُس نے کہا۔ "یہ میری رہائش گاہ ہے، یہاں ہم نو افراد رہتے ہیں۔ جن میں مجھے اپنی ایک بیوی، ایک بیٹی اور دو بیٹوں پر مکمل اعتماد ہے۔ اس کے علاوہ یہاں جو شخص بھی موجود ہے اُسے فوری طور پر اس عمارت سے نکال کر اس علاقے میں پہنچا دیا جائے گا، جہاں ہم اُن کی چھان بین کریں گے، چنانچہ مسٹر علی آپ اور مسٹر حاتم آپ، اپنے اُن پُراعتماد لوگوں کے ساتھ اس عمارت میں تشریف لے آئیے جن کے بارے میں آپ کو یہ یقین ہو کہ وہ غلط نہیں ہو سکتے کیونکہ کل دن کی روشنی میں جو بھی کچھ ہوگا وہ کافی سخت ہوگا اور میں نہیں چاہتا کہ آپ کو کسی شکایت کا موقع دوں۔"

ابو حاتم نے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "یہ بات ٹھیک ہے علی۔"

"تو پھر میں یہیں رُک جاتا ہوں ابو حاتم، تم صرف کورنیل کو یہاں پہنچا دو اور باقی تمام ذمّے داریاں تمھاری ہیں۔"

اس گفتگو کے بعد طارق فہدی ضروری انتظامات کے سلسلے میں وہاں سے چلا گیا۔

میں نے ہنستے ہوئے ابو حاتم سے کہا۔ "اگر یہ شخص خود ہی غلط آدمی ہو تو اس طرح تو اُن لوگوں کو نکل جانے کا موقع مل جائے گا۔"

ابو حاتم میرے اس تبصرے پر بُری طرح چونک پڑا تھا مگر ابھی مجھے یہ بات کہے ہوئے تھوڑی دیر گزری تھی کہ طارق فہدی، ایک جوان العمر عورت، ایک چودہ پندرہ سالہ لڑکی اور دو چھوٹے لڑکوں کے ساتھ اندر آ گیا جو بہت خوب صورت تھے۔ طارق کے ہاتھ میں ایمونیا کی بوتل موجود تھی جس پر سائفن لگا ہوا تھا۔ اس نے ابو حاتم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ابو حاتم، میرا نام طارق فہدی ہے۔ یہ میری بیوی زبیدہ اور یہ میری بیٹی آسیہ ہے اور یہ میرے دونوں بچے نومان فہدی اور آصف فہدی ہیں۔ پلیز، سب سے پہلے ہم لوگوں کی شناخت کر لو۔ مجھے اب

محی الدین نواب
جن کی کہانیاں آنکھوں سے نہیں دلوں سے پڑھی جاتی ہیں، اُن کی بہترین کہانیوں کا دُوسرا مجموعہ
شائع ہو گیا ہے
آخرا آخر
محی الدین نواب کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ "ایمان کا سفر" بھی دستیاب ہے
قیمت ۱۰۰ روپے
ڈاک خرچ: ۱۶ روپے
ملنے کا پتہ
کتابیات پبلی کیشنز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کسی پر اعتماد نہیں رہا ہے، اور تمھیں بھی نہیں ہونا چاہیے۔"

ابو حاتم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ "طارق فہدی میں آپ کے چہرے کا جائزہ ضرور لوں گا۔"

اس نے ایمونیا کی بوتل سے سالٹن کی پھواریں طارق کے چہرے پر ماریں اور یہی عمل اس کی بیوی کے ساتھ دہرایا۔ بیٹی اور بچوں کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ چونکہ وہ نوخیز اور معصوم تھے۔ طارق فہدی نے اس دوران اپنے اور اپنی بیوی کے کاغذات نکال کر ہمارے سامنے رکھ دیے اور ہم سے ان کی تصدیق چاہی۔ ابو حاتم نے ان کاغذات کا اچھی طرح جائزہ لیا تھا۔ اس کے بعد ابو حاتم نے طارق فہدی کا چہرہ تولیا سے اچھی طرح صاف کیا اور یہی تولیا اُس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی بیوی کے چہرے کو بھی اس سے صاف کر کے دیکھ لے۔ ان لوگوں کے چہرے کسی بھی قسم کے میک اپ وغیرہ سے پاک تھے۔

ابو حاتم نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہمیں تم پر اعتماد ہے طارق فہدی۔"

"پھر مجھے اجازت دیں۔ میری بیوی اور بچّے ضمانت کے طور پر آپ کے پاس رہیں گے۔ حالات ہی ایسے ہیں، میں کیا کروں۔" طارق فہدی کچھ زیادہ ہی بد دل نظر آتا تھا۔ اس کے بعد وہ کیا کچھ کرتا رہا، مجھے نہیں معلوم۔

تھوڑی دیر کے بعد ابو حاتم کے پانچ ساتھی اور کورنیل اس عمارت میں آ گئے اور اس کے بعد اس عمارت کے گرد پہرا لگا دیا گیا۔

دوسرے دن کے حالات ہمیں معلوم نہیں ہو سکے تھے۔ دوپہر کے ایک بجے تک طارق فہدی واپس نہیں آیا لیکن ایک بج کر چالیس منٹ کے قریب وہ واپس آ گیا۔ اس نے مجھ سے اور ابو حاتم سے سرد لہجے میں کہا۔ "آپ لوگ بھی ان کا جائزہ لے لیں جنھیں ہم نے گرفتار کیا ہے۔ اور ہاں میں نے لائن آف کروزل کی تمام آبادیوں کو بھی اس واردات کی اطلاع دے دی ہے، اُن سے کہہ دیا ہے کہ وہ فوری طور پر اپنا کام بند کر کے اپنی آبادیوں میں موجود ایک ایک فرد کے بارے میں چھان بین کر لیں۔"

"یہ آپ نے بہت اچھا کیا طارق، یہ کام ہمیں اس کے بعد کرنا تھا۔"

پھر ہم طارق فہدی کے ساتھ باہر نکل آئے۔ میں اور ابو حاتم ایک جیپ میں بیٹھ کر اس احاطے میں پہنچ گئے جو بہت وسیع و عریض تھا اور جس کے چاروں طرف سیکیورٹی کے مسلح افراد نے گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ اُن افریقیوں کو بھی نہیں بخشا گیا تھا جو فیکٹری میں معمولی نوعیت کے مختلف کام انجام دیتے تھے سب سہمی ہوئی نگاہوں سے سیکیورٹی والوں کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں اس کمپنی کے تمام افراد موجود تھے جو سبزی سپلائی کرتی تھی۔ اس کے علاوہ زخمی ڈریگی کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا ایلیٹ بھی تھا اور دوسرے بہت سے افراد جن کے بارے میں اب یہ تصدیق ہو گئی تھی کہ وہ عدیل کواری وغیرہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ طارق فہدی نے اس سلسلے میں اپنی کارگزاری کی رپورٹ دیتے ہوئے کہا کہ چند افراد کو گرفتار کر کے اُن پر تشدد کیا گیا تھا، انھوں نے اپنے ایک ایک ساتھی کی نشاندہی کر دی ہے۔ اس عمارت کو قبضے میں لے لیا گیا ہے اور ڈائنا مائٹ کے برتن وہاں سے وہ بکس نکال لائے ہیں۔ اسلحہ فیکٹری میں کام بند کر دیا گیا ہے اور ہر شخص کو یہاں احاطے میں طلب کر لیا گیا ہے۔ اب بنگانہ کے اطراف میں تقریباً پانچ پانچ میل میں کوئی ایسا فرد نہیں ہے جو اس وقت یہاں محصور نہ ہو۔

طارق فہدی نے یہ بھی بتایا کہ چند افراد یہاں پہنچ رہے ہیں جن میں لائن آف کروزل کے کنٹرولر اور دوسرے ذمے دار ارکان شامل ہیں۔

یہ تمام کارروائی جاری رہی۔ پانچ دن تک نہ صرف بنگانہ بلکہ لائن آف کروزل کی تمام فیکٹریوں میں ایک ایک شخص کی چیکنگ کا کام ہوتا رہا۔ دوسرے دن وہ تمام لوگ پہنچ گئے تھے جو سیکیورٹی سے متعلق تھے۔ میری درخواست پر مجھے ان ہنگاموں سے دُور رکھا گیا تھا۔ بس میں نے تمام معلومات انھیں فراہم کر دی تھیں اور اب وہ لوگ اپنے طور پر کام کر رہے تھے چنانچہ دو مزید فیکٹریوں کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ وہاں بھی ایسی سرنگیں موجود تھیں جو فیکٹری کو تباہ کرنے کے لیے بنائی گئی تھیں۔ یہ سارے ہنگامے بڑے زور شور سے جاری تھے۔ اور اس سلسلے میں بار بار میرا نام لیا جا رہا تھا۔ میں یہ سب کچھ نہیں چاہتا تھا کہ میرا نام لائن آف کروزل کے حوالے سے مشہور ہو۔ اب میرے سب سے پیارے دوست اولیوہاورڈ کا اس طرف متوجہ ہونا ضروری تھا۔ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ میں لائن آف کروزل کے لیے کام کر رہا ہوں، وہ یقیناً بے چین ہو جائے گا اور اس طرف دوڑا چلا آئے گا۔ اس طرح میری توجہ دو محاذوں پر بٹ سکتی تھی اور میں یکسوئی سے اسٹیفن براکوڈا کو تلاش نہیں کر سکتا تھا۔

مسعود طلحہ، غازی ناصر اور ہشام نصیری بھی بنگانہ آ گئے تھے۔ فاخرہ یعقوبی بھی پہنچ گئی تھی۔ ان لوگوں نے مجھ سے ملاقات کی تھی لیکن ابھی تفصیلی گفتگو کا موقع نہیں ملا تھا۔ وہ سب کے سب اس نئی صورتِ حالات سے نمٹنے میں مصروف تھے۔

پانچ دن کے بعد تقریباً تمام کام ختم ہو گیا۔ بنگانہ فیکٹری میں چھٹے دن سے دوبارہ کام شروع ہو گیا تھا لیکن بہت سے ایسے لوگوں کی کمی ہو گئی تھی جو اس فیکٹری میں اہم عہدوں پر موجود تھے۔ ان کی جگہ نئے لوگوں کو لانا تھا۔ یہ تمام عہدے دار جنھیں اُن کی جگہ سے معزول کر کے گرفتار کر لیا گیا تھا، دشمنوں کے آلۂ کار ثابت ہوئے تھے۔ ساتویں دن تقریباً سب ہی فارغ ہو گئے۔ جمبارڈو اور تیروڈا سے آنے والے واپس چلے گئے۔

اسی رات بنگانہ کی ایک خوب صورت عمارت میں مجھے رات کے کھانے پر مدعو کیا گیا اور میں کورنیل کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ایک بڑے سے ہال میں گنے چنے افراد موجود تھے۔ میرے تمام شناسا طارق فہدی اور ابو حاتم وغیرہ بھی۔

فاخرہ یعقوبی نے پُرجوش انداز میں میرا استقبال کیا اور پھر میرے حوالے سے ایک تعارفی تقریر بھی کر ڈالی۔ تقریر کے بعد اس نے تمام حاضرین اور لائن آف کروزل کے اہم عہدیداروں کی جانب سے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "لائن آف کروزل کے کنٹرولر آپ سے ملنا چاہتے تھے علی یار، لیکن ہم نے سوچا کہ ہماری ناکامیوں پر سرزنش ہمیں آپ کے سامنے نہ کی جائے چنانچہ ہم نے آپ کو اُن سے دُور رکھا۔ اب آپ ہمیں بتائیں کہ آپ کا آئندہ پروگرام کیا ہوگا اور ہمارے لیے آپ کے احکامات کیا ہیں؟"

فاخرہ کے بیٹھ جانے پر میں نے کہا۔ "یہاں مجھے جو عزت دی جا رہی ہے اور جس انداز میں میری تعریف کی گئی ہے میں خود کو اس کے لائق نہیں پاتا، البتہ آپ سب کی محبت اور بے پایاں خلوص نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں یہی کہوں گا کہ میرا مشن ہی یہاں اسٹیفن براکوڈا کی تلاش ہے، میں جب تک اس کو کیفرِ کردار کو نہیں پہنچا دوں گا، چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ اس موقع پر میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے اُن کے خلاف کیا کارروائی کی گئی۔"

"اُن سب کو تیروڈا پہنچا دیا گیا ہے اور وہاں انھیں قید کر دیا گیا ہے۔ کنٹرولر اس سلسلے میں تمام ممالک سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہیں، اور وہاں سے اُن کے لیے ہدایات کا انتظار کیا جا رہا ہے۔" فاخرہ نے جواب دیا۔

"گڈ، چلیے ٹھیک ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اُن کے لیے مناسب ہی فیصلہ کیا جائے گا۔ البتہ آپ لوگوں نے میری پبلسٹی کر کے اولیوہاورڈ کو صحرائے اعظم کا سفر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یقیناً وہ یہاں پہنچے گا۔ میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں لیکن یوں سمجھیے کہ اب مجھے دو طاغوتی قوتوں سے مقابلہ کرنا ہوگا یعنی اسٹیفن براکوڈا اور اولیوہاورڈ چنانچہ اب اس سلسلے میں مجھے کچھ نئے پروگرام ترتیب دینے ہوں گے، جن کے لیے میں کم از کم پندرہ دن کا وقت ضرور لوں گا۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں، ہم میں سے ہر شخص آپ سے ہر وقت تعاون کرنے کے لیے تیار ہے۔ ہم اندازہ لگا چکے ہیں علی کہ آپ کی رہنمائی کے بغیر ہمارے لیے کچھ کرنا ممکن نہیں ہے چنانچہ میں تجویز پیش کرتی ہوں کہ اس بار آپ اپنے لیے کوئی الگ پروگرام ترتیب نہ دیں بلکہ ہم سب کو بھی اپنے ساتھ رکھتے ہوئے منصوبے کے کام کا آغاز کریں۔ ہم آپ کی ماتحتی میں کام کرتے ہوئے خوشی محسوس کریں گے۔"

"اس موضوع پر ہم دوسری میٹنگ میں گفتگو کر لیں گے۔" میں نے کہا۔

"یقیناً یقیناً۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ اب کھانے کی طرف توجہ دی جائے۔" غازی ناصر نے مسکراتے ہوئے کہا اور تمام افراد اُٹھ کھڑے ہوئے۔

ہم سب کھانے کی میز پر جا بیٹھے۔ کھانے کے دوران بھی مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ کورنیل بے چاری اس محفل میں احساسِ کمتری کا شکار ہو رہی تھی۔ میں نے اس کے لیے بھی اسی وقت گفتگو کر لینا مناسب سمجھا۔

اس مسئلے کے لیے میں نے مسعود طلحہ کا انتخاب کیا تھا چنانچہ کھانے کے اختتام پر جبکہ تمام لوگ اپنے اپنے طور پر گفتگو میں مصروف تھے، میں نے مسعود طلحہ کو اشارے سے اپنے قریب بلا لیا۔

"مجھے تم سے ذاتی طور پر کچھ کام ہے مسعود طلحہ۔"

"میری خوش نصیبی ہے علی، کہیے؟" مسعود طلحہ بولا۔

"یہ لڑکی جو میرے ساتھ موجود ہے اس کے بارے میں تقریباً سب کچھ میں تمھیں بتا چکا ہوں۔ میں اسے امریکا بھجوانا چاہتا ہوں۔"

"مطمئن رہیے، بہ آسانی یہ کام ہو جائے گا۔"

"نہیں مسعود، جتنا آسان تم سمجھ رہے ہو، یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔ یہ مت سمجھنا کہ جن لوگوں کو تم نے گرفتار کر لیا ہے صرف وہی یہاں مصروفِ کار تھے۔ نہ معلوم ابھی ان کے کتنے ساتھی کہاں کہاں موجود ہیں۔ وہ اس لڑکی کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ یوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سمجھ لو کہ یہ میری امانت ہے جس کی حفاظت تم لوگوں کو کرنی ہے۔"

"پورے اعتماد کے ساتھ آپ یہ ذمّے داری ہمارے سپرد کر دیجیے، مس کورنیل کو امریکا پہنچا دیا جائے گا، اور اس کے لیے میں براہِ راست کنٹرولر سے بات کرلوں گا، جب بھی آپ چاہیں، انھیں تیروڈا بھجوا دیں۔ بس یہ ذمّے داری مسعود طلحہ کی ہے کہ وہ آپ کو ان کے بہ خیریت امریکا پہنچ جانے کی اطلاع دے۔"

"اس کے ہاتھ مجھے کچھ پیغامات بھی بھجوانے ہیں، تہذیب عالم ایکس کے لیے چنانچہ یہ سمجھ لو کہ اس کا حفاظت کے ساتھ رازداری سے امریکا پہنچنا ضروری ہے۔"

"میں کل ہی اس سلسلے میں اقدام کرنے کے بعد آپ کو اطلاع دے دوں گا۔" مسعود طلحہ نے کہا اور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

دیر تک محفل جاری رہی پھر مجھے اور کورنیل کو رہائش گاہ پر پہنچا دیا گیا۔

رات گزر گئی اور دوسری صبح آگئی۔ اب چونکہ ابتدائی کام ہو چکے تھے، صرف سیکورٹی کے افراد مصروف تھے اور بنگانہ میں خاصی ہنگامہ خیز سرگرمیاں جاری تھیں۔ فیکٹری کے چپّے چپّے کو چھانا جا رہا تھا اور ہر اس شخص کا اچھی طرح جائزہ لیا جا رہا تھا جو کسی طرح بھی شبہے کی زد میں آسکتا تھا۔ یہ لوگ کافی محتاط ہو گئے تھے، مجھے ان تمام کارروائیوں کی اطلاعات قاخرہ یعقوبی اور مسعود طلحہ وغیرہ سے ملتی رہتی تھیں۔ کورنیل کے بارے میں مسعود طلحہ نے مجھے ابھی تک کوئی خاص بات نہیں بتائی تھی لیکن میں نے اُسے دوبارہ یاددہانی کرانا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا۔

تقریباً چار یا پانچ روز اسی طرح گزر گئے اس کے بعد ایک شام مسعود طلحہ چند لوگوں کے ساتھ میرے پاس پہنچا اس نے ان سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ وہ تیروڈا سے آئے ہیں اور میرے لیے کنٹرولر کا ایک پیغام لائے ہیں۔

آنے والوں میں سے ایک نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "محترم! لائن آف کروزل کے کنٹرولر آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے آپ سے درخواست کی ہے کہ آپ اپنی مصروفیات میں سے تھوڑا سا وقت ان کے لیے نکال لیں، یہ انتہائی ضروری ہے۔"

"آپ کے ساتھ ہم لوگوں کو بھی تیروڈا پہنچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔" مسعود طلحہ نے کہا۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ کب جانا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جب آپ آمادہ ہو جائیں۔" آنے والوں میں سے ایک نے کہا۔

"میں تیار ہوں، آپ کل صبح روانگی کا بندوبست کرلیں۔" میں نے جواب دیا اور وہ دونوں رخصت ہو گئے۔

دوسرے دن صبح کو ایک لینڈ رودر مجھے اور کورنیل کو لے کر چل پڑی۔ ہمیں بنگانہ کے مشرقی حصّے میں لے جایا گیا جہاں ایک ہیلی پیڈ بنا ہوا تھا۔ ہیلی پیڈ پر جدید مسافت کے تین بڑے ہیلی کاپٹر کھڑے ہوئے تھے جن کے گرد بے شمار افراد پہرا دے رہے تھے۔ تمام لوگ ہیلی کاپٹروں پر سوار ہو گئے اور ہم تیروڈا چل پڑے۔ کورنیل کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

ہیلی کاپٹر تیروڈا پہنچ گئے اور افریقہ کے اس حیرت انگیز شہر میں ہمارا استقبال لائن آف کروزل کے کنٹرولر نے کیا۔ انھوں نے بڑی گرمجوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا اور اپنے ساتھ کھڑے ہوئے افراد کا تعارف کرانے لگے، پھر مجھے کنٹرولر کی خصوصی رہائش گاہ پر لے جایا گیا، یہاں کچھ گھنٹے آرام کرنے کے بعد مجھے میٹنگ روم میں طلب کرلیا گیا۔

ایک لمبی چوڑی میز پر بے شمار افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں میرے شناسا بھی موجود تھے۔ یعنی غازی ناصر، فرہاد سلامہ وغیرہ اور لائن آف کروزل کے لیے کام کرنے والے وہ تمام لوگ جو نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔

کنٹرولر نے میٹنگ کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ علی یار خان پاکستان کا وہ نوجوان ہے جس نے صرف محبت اور اخوت کی بنیادوں پر اپنی زندگی عربوں کے مفاد کے لیے وقف کر دی ہے۔ کنٹرولر نے میرے بارے میں حاصل شدہ معلومات کے تحت اپنی تقریر میں کہا۔ "پاکستان ہمارا برادر ملک ہے اور آج بھی ہماری تاریخ میں وہ تمام واقعات بدلی ہوئی شکلوں میں موجود ہیں جو مسلمانوں کا طرۂ امتیاز رہے ہیں۔ کہیں بھی کسی بھی جگہ مذہب اسلام سے وابستہ لوگ ایک دوسرے کی تکلیف سے ناآشنا نہیں رہتے اور.... ایک دوسرے کے دکھ درد کا اسی طرح احساس رکھتے ہیں جس طرح ایک بھائی دوسرے بھائی کے لیے رکھتا ہے۔ علی یار خان کو پاکستان کا نمائندہ سمجھا جا سکتا ہے۔ گو ان کی حیثیت سرکاری نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ صرف جذبۂ محبت سے سرشار ہو کر کام کرنے والے اس نوجوان کو کتنے مسائل درپیش ہوں گے لیکن اس کے باوجود اس کی ثابت قدمی قابلِ ستائش ہے۔ یہ کسی دعوت کے بغیر، کسی لالچ کے بغیر عربوں کے مفادات کے لیے کام کر رہا ہے۔ میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ خداوند عالم اسے اس کی ان کاوشوں کا اجر دے۔ لائن آف کروزل ہمارا وہ پہلا قدم ہے، جو ہمیں بہت پہلے اٹھا لینا چاہیے تھا۔ ہم آج تک سپر طاقتوں پر انحصار کیے بیٹھے ہیں، حالانکہ یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ ہمارے یہ نام نہاد دوست کسی بھی قیمت پر مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ اسلام ہی ایک ایسی قوت ہے، جس سے وہ روزِ اوّل سے خوفزدہ رہے ہیں۔ ان سب کی مشترکہ کاوشیں یہی رہی ہیں کہ اسلام کو نقصان پہنچاتے رہیں۔ آج اگر کوئی ہماری دوستی کا دعویٰ کر کے آگے بڑھتا ہے تو اس کے پسِ پردہ سچائی نہیں ہوتی بلکہ کچھ کاروباری مفادات انھیں اس بات کے لیے اکساتے ہیں اور وہ ہمدردیوں کی آڑ میں ہم سے دولت بٹورتے ہیں۔ اس ضمن میں انھیں موردِ الزام ٹھہراتے ہوئے ہمیں اپنی کوتاہیوں پر بھی نظر ڈالنا چاہیے۔ ہمیں اپنے طور پر بھی اپنے دفاع اور عالمِ اسلام کی بقا کے لیے سرگرمِ عمل رہنا چاہیے۔ آپس کے اختلافات ختم کر کے بھائی چارے کی فضا قائم کرنی چاہیے اور دنیا بھر میں موجود مسلمانوں کو ایک آواز بن کر ابھرنا چاہیے۔ خداوندِ عالم ہمیں اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

لائن آف کروزل میں ہونے والا کام مشرقِ وسطیٰ کے تمام چھوٹے بڑے ملکوں کی مشترکہ کاوشوں کا نتیجہ ہے اور ہم یہاں متحد ہو کر جو کچھ کر رہے ہیں، وہ آنے والے وقت کے بہترین مفاد میں ہے۔ کم از کم اسلحے کے سلسلے میں ہمیں خود کفیل ہونا چاہیے جبکہ ہمارا دشمن اسرائیل دن رات اسلحہ تیار کر رہا ہے اور تمام جدید ٹیکنالوجی حاصل کر چکا ہے۔ اگر ہم نے لائن آف کروزل کے تحفظ کا بندوبست نہیں کیا تو ہمیں شدید نقصانات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ مسٹر علی یار خان نے جس ذہانت سے اس سازش کو پارہ پارہ کیا ہے یہ ان کے لیے کوئی لاینحل بات نہیں ہے، کیونکہ اس سے قبل بھی وہ ایسے کارنامے انجام دیتے رہے ہیں۔ میں انھیں ذاتی طور پر خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔

علی یار خان صاحب! ہم نے اپنے طور پر جس قدر ممکن ہو سکتا تھا، لائن آف کروزل کی ان فیکٹریوں کا تحفظ کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن یہ احساس ہو چکا ہے ہمیں کہ ہم مکمل طور پر اس میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ ہم آپ سے ایسی تجاویز چاہتے ہیں جن کی بنیاد پر ہم ان کا مناسب تحفظ کر سکیں۔ کیا آپ اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کر سکیں گے؟"

سوالیہ نگاہیں میری جانب اُٹھ گئی تھیں۔ میں نے چند لمحات سوچنے کے بعد ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "دراصل مجھے اس طلبی کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا کہ یہ کس سلسلے میں ہے۔ اس لیے فوری طور پر اس سلسلے میں کوئی تجویز پیش

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔ مجھے بھی اس پر سوچنے کا موقع دیا جائے۔ اس کے علاوہ جناب عالی، لائن آف کروزل کی کسی فیکٹری کو آج تک میں نے اندر سے دیکھا بھی نہیں ہے اور نہ ہی مجھے یہ تفصیلات معلوم ہیں کہ ان کے تحفظ کے لیے کیا بندوبست کیا گیا ہے لیکن میری رائے ہے کہ فیکٹری میں کام کرنے والوں کو ہر طرح کی جانچ پڑتال کے بعد اس میں داخل ہونے کا موقع دیا جائے۔ نیز ایسی مشینیں حاصل کی جائیں جو کسی بھی قسم کی بارودی قوت کا جائزہ لے سکیں۔ باہر کی دنیا میں ایسی لاتعداد چیزیں موجود ہیں، جو اس قسم کی سازشوں کا پتا چلا سکتی ہیں۔ لائن آف کروزل کے ترتیب کنندگان کو اس سلسلے میں جس قدر بہتر معلومات حاصل ہیں، میں ان سے محروم ہوں، جیسا کہ میں نے اپنے معزز دوستوں کی معرفت عرض کر دیا تھا کہ لائن آف کروزل کے لیے موساد کے لاتعداد ایجنٹوں کے علاوہ ایک بین الاقوامی مجرم اسٹیفن براکوڈا کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ چنانچہ میری اوّلین خواہش یہی تھی کہ پہلے اسٹیفن براکوڈا کو نیست و نابود کر دیا جائے تاکہ صحرائے اعظم میں ان کارروائیوں کا ہیڈ کوارٹر ختم ہو جائے۔ یہاں بے شمار ایسے ماہرین موجود ہیں جو میری اس نشاندہی کے بعد صورتِ حال کا جائزہ لے کر اپنے طور پر زیادہ مؤثر انداز میں کام کر سکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ اس کے لیے انھیں ہی زحمت دی جائے۔ مجھے امید ہے کہ اسے میری معذرت نہیں سمجھا جائے گا بلکہ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں اُسے حقیقت تصور کیا جائے گا۔"

"یقیناً علی یار خان، یقیناً۔ ہمیں آپ پر مکمل اعتماد ہے۔ بہرطور اگر کوئی بہتر تجویز آپ کے ذہن میں آئے، تو اس سلسلے میں آپ ضرور ہماری مدد کیجیے۔ آپ نے بنگا نہ فیکٹری کو بچا کر جو کارنامہ انجام دیا ہے اس کی تمام تفصیلات عرب دنیا کو پہنچا دی گئی ہیں اور وہاں آپ کے سلسلے میں گفتگو شروع ہو چکی ہے۔ فوری طور پر آپ جو کچھ کرنا چاہیں اس کے لیے یہاں موجود ایک ایک فرد کی محبت اور تعاون آپ کو حاصل ہے۔ اور اس گفتگو کے ساتھ ہی میں ایک مشترکہ فیصلے کے تحت آپ کو ایک اعزاز دینا چاہتا ہوں۔ یہ اعزاز ہمارا خراجِ عقیدت ہے اور اس کے تحت آپ کو لائن آف کروزل کی تمام آبادیوں میں ایک کنٹرولر کے اختیارات حاصل ہوں گے۔ آپ اپنے طور پر کسی بھی فوری آرڈیننس کے تحت کوئی تبدیلی کرنے کے مجاز ہیں، یہ اعزاز قبول فرمائیے۔"

سفید رنگ کا چمکتا ہوا ایک خوب صورت کراؤن، کنٹرولر نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے پر آویزاں کیا اور اس سے متعلق کاغذات کا رول میرے حوالے کر دیا گیا جسے میں نے نہایت شکریے کے ساتھ قبول کیا۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا میرے لیے جسے پا کر میں نے دل میں فرحت محسوس کی تھی۔ اس کے بعد مزید رسمی کارروائیاں ہوتی رہیں۔ لائن آف کروزل کی فیکٹریوں کے تحفظ کے لیے کچھ لوگوں نے اپنی تجاویز تحریری شکل میں پیش کیں۔ اُن پر غور کرنے کے لیے انھیں محفوظ کر لیا گیا اور پھر یہ کانفرنس ختم ہو گئی۔

میرے تمام ساتھیوں نے مجھے اس اعزاز پر مبارکباد پیش کی تھی۔ بے چاری کورنیل کو ابھی تک صورتِ حال کے بارے میں تفصیل نہیں بتائی گئی تھی لیکن وہ بے وقوف بھی نہیں تھی۔ سب سمجھ رہی تھی لیکن خاموش تھی۔ میرے چہرے پر اب بھی دستونیا کا میک اَپ تھا، اور میں کورنیل کی وجہ سے اسے نہیں اُتار رہا تھا کہ میری بدلی ہوئی شکل دیکھ کر اس کے ذہن کو دھچکا لگے گا۔ کانفرنس میں شرکت کے لیے بھی مجھ سے اصل شکل میں آنے کی درخواست نہیں کی گئی تھی۔ انھیں میری ذات سے غرض تھی، میرے چہرے سے نہیں۔

مسعود طلحہ نے دوسرے دن مجھے اطلاع دی۔ "کورنیل کی امریکا روانگی کا بندوبست ہو چکا ہے۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ کب اسے روانہ کرتے ہیں۔"

"جلد از جلد۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔"

"تو پھر کل کا دن مناسب ہے۔"

"کس وقت؟"

"کل سہ پہر ساڑھے بارہ بجے۔"

"بہت مناسب ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد میں نے کورنیل سے ملاقات کی: "کورنیل، کل دوپہر ساڑھے بارہ بجے تمھیں یہاں سے روانہ ہونا ہے۔"

"میں تیار ہوں۔"

"میں تمھیں چند پیغامات دوں گا، جنھیں تم اس ہستی تک پہنچا دینا جس کے پاس میں تمھیں بھیج رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" کورنیل نے سادگی سے کہا۔

"امریکا روانہ ہوتے ہوئے تمھارے ذہن پر کوئی بوجھ تو نہیں ہے کورنیل؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں دستونیا... بالکل نہیں اور میں تمھیں اس کی وجہ بتا چکی ہوں۔" وہ بولی۔

"تم نے میرے بارے میں بھی کسی تجسس کا اظہار نہیں کیا۔"

"تمھارے بارے میں صرف اتنا ہی کہہ سکتی ہوں دستونیا کہ میں نے تمھاری مدد کی جرأت کر کے اپنی زندگی کو ایک مقصد دیا ہے ورنہ شاید پوری زندگی ہی بیکار ہوتی۔"

"شکریہ کورنیل۔" میں نے ممنونیت سے کہا۔

تہذیب کے لیے میں نے ایک تفصیلی خط لکھا تھا جس میں اس سے جدائی کے تاثرات قلمبند کیے تھے۔ لائن آف کروزل کی تازہ صورتِ حال لکھی تھی اور لکھا تھا کہ میں بھی اس سے ملاقات کے لیے بے چین ہوں۔ کام کی تکمیل ہوتے ہی اس کے پاس پہنچوں گا۔ پھر میں نے کورنیل کے بارے میں اسے تفصیل لکھی تھی اور لکھا تھا کہ اسے ہر طرح کا ذہنی سکون مہیا کرے، اس کے رجحانات کا اندازہ لگائے اور وہ کسی نوجوان کی طرف مائل ہو تو اس کی مدد کرے اور اسے ایک بہتر مستقبل کی طرف بڑھنے میں مدد دے۔

دوسری دوپہر میں نے کورنیل کو رخصت کر دیا۔ بہرحال، وہ ایک اچھی ساتھی ثابت ہوئی تھی۔ واپس اپنی رہائش گاہ پر پہنچا تو فاخرہ یعقوبی دوسرے لوگوں کے ساتھ موجود تھی۔ سب سے پہلے میں نے اپنے میک اَپ سے نجات حاصل کی تھی۔

"کیا آپ تیروڈا میں کچھ عرصہ قیام کرنا چاہتے ہیں علی؟" فاخرہ نے پوچھا۔

"نہیں... کیوں؟"

"تب پھر تیار ہو جائیے۔ ہم لوگ "ویسٹ ونگ" چل رہے ہیں۔"

"یہ کیا ہے؟"

"لائن آف کروزل کی سب سے خوب صورت آبادی جہاں آپ کے اعزاز میں ایک تقریب کا بندوبست کیا گیا ہے۔"

"اوہ۔ اس کی گنجائش ہے ان حالات میں!" میں نے حیرانی سے کہا۔

"ہاں ہے؟"

"ایسی بات ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ تقریب کی نوعیت کیا ہے؟"

"یہ آپ کو وہیں چل کر معلوم ہوگا۔" فاخرہ نے کہا۔ اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

ویسٹ ونگ روانہ ہونے سے پہلے کنٹرولر نے مجھ سے ملاقات کی، اور جب میں بدلی ہوئی شکل میں ان کے سامنے پہنچا تو وہ اس انداز میں میرے عقب میں دیکھنے لگے جیسے اُنھیں علی کی تلاش ہو۔ فاخرہ نے جب ان سے میرا تعارف کرایا تو وہ حیران رہ گئے۔ فاخرہ نے انھیں صورتِ حال بتاتے ہوئے کہا کہ پہلی ملاقات کے وقت میں اس میک اَپ میں تھا کہ میک اَپ میں، میں نے اپنا یہ کارنامہ انجام دیا تھا۔ اس بات سے کنٹرولر خوب محظوظ ہوئے تھے۔ رسمی گفتگو کے بعد ہم ہیلی کاپٹروں میں بیٹھ کر ویسٹ ونگ روانہ ہو گئے۔

ہیلی کاپٹر پہلے تو اونچی پرواز کرتے رہے اور پھر جب ویسٹ ونگ کے قریب پہنچے تو خاصے نیچے آ گئے۔ لائن آف کروزل کی یہ آبادی میرے لیے بالکل نئی تھی۔ چاروں طرف پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں، ایک وسیع و عریض پہاڑی کی دیوار دُور تک چلی گئی تھی، جس میں سے جگہ جگہ سفید پانی کی دھاریں پھوٹ رہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے آبشار تھے جو تھوڑے تھوڑے فاصلے سے گر رہے تھے، چاروں طرف سرسبز جنگل اور باغات پھیلے ہوئے تھے۔ فاخرہ یعقوبی نے غلط نہیں کہا تھا۔ ویسٹ ونگ کی آبادی لائن آف کروزل کی سب سے حسین آبادی تھی۔ چھوٹی چھوٹی خوش نما عمارتیں، گھاس کے فرش پر پھیلے ہوئے خوب صورت کھلونوں کی مانند محسوس ہوتی تھیں۔ بالآخر ہیلی کاپٹر ایک عمارت کے احاطے میں اُتر گئے۔

یہی عمارت یہاں ہماری رہائش گاہ تھی۔ عمارت کے احاطے میں مسلح اور وردی میں ملبوس لوگوں نے مجھے گارڈ آف آنر پیش کیا۔ وہائٹ کراؤن درحقیقت بہت بڑا اعزاز تھا۔ اس کا احساس یہاں مجھے اپنے استقبال سے ہوا تھا۔

تمام لوگوں نے میرے ساتھ ہی قیام کیا تھا۔ یہ عمارت جس کے احاطے میں ہم اُترے تھے، بہت وسیع و عریض تھی۔ فاخرہ یعقوبی، مسعود طلحہ اور ابو حاتم تھوڑی دیر بعد کہیں چلے گئے تھے۔ غازی ناصر، فرہاد سلامہ، ہشام نصیری میرے پاس موجود تھے، اور ہم لوگ مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیالات کرتے رہے تھے۔

تیسرے دن شام کو فاخرہ یعقوبی نے مجھے اطلاع دی کہ آج مجھے تقریب میں شریک ہونا ہے۔

صحرائے اعظم میں جہاں زندگی بہت خشک تھی، وہاں ان لوگوں نے اپنے جینے کے لیے مختلف قسم کی تفریحات کا بندوبست بھی کر رکھا تھا۔ مجھے ایک دریا کے کنارے لایا گیا، جس میں چھوٹی چھوٹی ڈونگیاں پڑی ہوئی تھیں اور مقامی لوگ ان ڈونگیوں میں پتوار ہاتھوں میں لیے ہمارے منتظر تھے۔ ہم ڈونگیوں میں بیٹھ گئے۔ ڈونگیوں کا سفر کافی دلچسپ تھا۔ قرمزی پھولوں کی بیلیں دریا میں پڑی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان سے گزرنا خاصا مشکل کام تھا۔ کنارے پر درخت پانی میں ڈوبے ہوئے تھے اور بعض جگہ ان کے نیچے سے گزرتے ہوئے سروں کو جھکا لینا پڑتا تھا، ڈونگیاں بے شمار دوسری ڈونگیوں کے ساتھ دریا کے پانی پر بڑی آہستہ خرامی سے چل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہی تھیں۔ راستے میں دو تین بار ہمیں دریائی گھوڑوں سے بھی واسطہ پڑا، لیکن وہ ہم سے بچ کر نکل گئے۔

بالآخر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد ڈونگیاں کنارے سے جا لگیں اور ہم کنارے پر اُتر گئے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر قدرتی رنگوں سے بھرے ہوئے درختوں کے درمیان بے شمار مقامی لوگوں کا مجمع نظر آیا جو شاید ہمارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ افریقی اپنے بہترین لباسوں میں ملبوس تھے جو خاص قسم کی گھاس کے لنگوں کی شکل کے تھے۔ بازوؤں اور ٹانگوں پر انھوں نے چمکیلے کپڑے باندھ رکھے تھے۔ اور ان کے سینے پر سفید رنگ سے نقش کاری عجیب سی معلوم ہو رہی تھی، جب ہم ان کے درمیان پہنچ کر ایک چمڑا منڈھے ہوئے پتھر پر بیٹھ گئے تو ڈھول پیٹنے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اور ٹین کے ڈبوں میں پتھروں کے ٹکڑے بھر کر انھیں بجایا جانے لگا۔ سینگھ کا سنکھ بجنے سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

پھر دس بارہ رقاصائیں دائرے میں آگئیں اور انھوں نے افریقہ کا روایتی رقص شروع کر دیا۔ دیر تک یہ ہنگامہ آرائی جاری رہی اور اس کے بعد درختوں کے عقب سے کوئی اندر داخل ہوا۔ اس کے بدن پر روایتی لباس تھا۔ اور چہرہ پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ایک اور رنگین پتھر پر اس نووارد کو بٹھا دیا گیا، میں حیرت اور دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

چند ہی لمحات کے بعد پھولوں سے لدی ہوئی ایک اور شخصیت کو باہر لایا گیا جس کے کھلے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ کر نسوانیت کا احساس ہوتا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر اُسے بھی بٹھا دیا گیا لیکن جب میں نے ایک باریش شخص کو وہاں آکر بیٹھتے دیکھا تو مجھے حیرت ہوئی۔ باریش شخص نے نکاح کا خطبہ شروع کیا اور میں متعجبانہ انداز میں پھولوں سے ڈھکے ہوئے شخص کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن مجھے اپنی اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔

نکاح کے وقت جب باریش شخص نے مسعود طلحہ کا نام لیا اور پوچھا کہ وہ عائشہ کو اپنی زوجیت میں قبول کرتے ہیں، تو میں حیرت سے اُچھل پڑا۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر پھولوں سے لدے ہوئے شخص کا چہرہ کھول دیا۔ وہ مسعود طلحہ ہی تھا جو شرمگیں انداز میں مسکرا رہا تھا لیکن یہ عائشہ کون ہے؟ میں دلچسپی سے تماشا دیکھتا رہا۔

مسعود طلحہ نے عائشہ کو اپنے عقد میں قبول کر لیا تھا اور اس کے بعد عائشہ کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔

فاخرہ یعقوبی میرے قریب پہنچی اور میرے بازو پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔ "عائشہ کو رخصت کرنے میں مدد نہیں دیں گے آپ؟"

"تم نے خوب تماشا کیا ہے، مگر یہ عائشہ ہے کون؟"

"آپ کے لیے محرم ہے۔ آپ چاہیں تو اسے دیکھ سکتے ہیں۔"

میں نے آگے بڑھ کر لڑکی کے چہرے سے پھول ہٹائے اور چونک پڑا۔ یہ سائیکا مائلر تھی، جس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں اور چہرے پر مسرت نظر آ رہی تھی۔ میں نے فرطِ مسرت سے آنکھیں بند کر لیں، پھر کسی خیال کے تحت حیران ہو کر اس کے پاؤں دیکھنے لگا۔ وہ بیساکھیوں کے بغیر چل کر وہاں پہنچی تھی اور اب بھی بیساکھیوں کے بغیر ہی جا رہی تھی۔

فاخرہ کی طرف میں نے دیکھا تو وہ آہستہ سے بولی "زلیکا نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اپنی خوشی سے مسعود طلحہ سے شادی کر لی ہے۔"

"خدا کی قسم فاخرہ، تم نے اب تک کی تمام محنت کا صلہ دے دیا ہے مجھے۔"

دُلہا اور دُلہن کو پُرخلوص مبارکباد دی تھی میں نے۔ درختوں کے درمیان ایک خوب صورت پھولوں کی جھونپڑی بنا کر اُسے حجلۂ عروسی کی حیثیت دی گئی تھی، اور مسعود طلحہ وغیرہ کو وہیں رہنا تھا۔ رات کو ہم واپس چل پڑے۔ مجھے اس تقریب میں واقعی لطف آگیا تھا۔ آدھی رات تک میں لوگوں سے اس دلچسپ تقریب کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ میں نے اپنی انتہائی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ رات کو جب سب چلے گئے تو میں اپنی آرام گاہ میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ ایک چہرہ آج بُری طرح یاد آ رہا تھا اور نہ جانے میری آنکھیں اُسے کس کس روپ میں دیکھ رہی تھیں۔ تہذیب مالکم ایکس کے علاوہ اور کس کا چہرہ ہو سکتا تھا وہ۔ لیکن ابھی نہ جانے کب تک... نہ جانے کب تک مجھے وہ چہرہ اس روپ میں دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔ میں نے اپنا ذہن جھٹکا اور سوچنے لگا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، مجھے اسٹیفن براکوڈا کا فیصلہ کر دینا چاہیے تاکہ اس کے بعد میں تہذیب سے جا ملوں۔ یہ احساس اس وقت بے پناہ شدت اختیار کر چکا تھا اور شاید صبح ہوتے تک میں اپنے ذہن میں یہی فیصلے کرتا رہا تھا کہ اسٹیفن براکوڈا کی تلاش کے سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔

اس وقت صبح کی روشنی چمکنے لگی تھی، جب ایلٹ میرے ذہن میں آیا۔ بلاشبہ اگر میں ایلٹ سے اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوششیں کروں تو شاید مجھے کچھ کامیابی نصیب ہو جائے۔ ایلٹ بہرطور ایک تیز طرار آدمی تھا۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ ان معاملات سے قطعی نا واقف

ہوگا۔ ناشتے کے بعد میں نے ابو حاتم سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو مجھے اطلاع دی گئی کہ ابو حاتم دن کے دس بجے واپس آئیں گے۔ وہ کہیں گئے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی رہائش گاہ پر ہی ابو حاتم کا انتظار کیا۔ اُن لوگوں سے میں نے کہہ دیا تھا کہ ابو حاتم جوں ہی واپس آئیں مجھے اُن سے ملا دیا جائے۔

دن کو تقریباً ساڑھے نو بجے فاخرہ یعقوبی آگئی، اور مجھ سے پچھلے دن کی تفریحات کے بارے میں گفتگو کرنے لگی... مسعود طلحہ اور سائیکا مائلر کی شادی میرے لیے ایک دلچسپ واقعہ تھی۔ میں اس گفتگو میں دلچسپی لیتا رہا۔ میں نے سائیکا مائلر کے بارے میں فاخرہ یعقوبی سے بہت سے سوالات کیے۔ تھوڑی سی حیرت بھی تھی مجھے کہ وہ اس وقت شادی پر کیسے رضامند ہوگئی۔ بہرحال مسعود طلحہ کی محبت رنگ لائی تھی۔ اور اپنے خیال میں مسعود طلحہ نے ایک نیک کام ہی کیا تھا۔

دس بجے مجھے ابو حاتم کی واپسی کی اطلاع دی گئی، اور تقریباً ساڑھے دس بجے ابو حاتم میرے سامنے پہنچ گیا۔ اب ہر شخص مجھ سے متاثر تھا۔ ابو حاتم بھی اُن ہی میں سے ایک تھا۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے مجھے طلب کیا ہے علی۔" ابو حاتم نے کہا۔

"ہاں ابو حاتم۔ گرفتار ہونے والوں میں ایک شخص ایلٹ بھی ہے، مجھے اُس کی ضرورت ہے۔" میں نے ابو حاتم کو ایلٹ کے بارے میں بتایا۔

ابو حاتم نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ہاں، وہ شخص ہماری قید میں ہے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ اُسے میرے حوالے کر دیا جائے۔ کچھ معلومات حاصل کرنا ہیں، اُس سے۔"

"ٹھیک ہے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد پہنچا دیا جائے گا۔" ابو حاتم نے جواب دیا۔ پھر وہ چلا گیا۔

دوپہر کا کھانا وہیں عمارت میں کھایا۔ اس وقت کوئی میرے ساتھ شریک نہیں تھا۔ اور پھر تقریباً سوا دو بجے ایلٹ کو میرے پاس پہنچا دیا گیا۔ اُس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں وغیرہ نہیں تھیں۔ لباس بھی ٹھیک ٹھاک ہی پہنے ہوئے تھا۔ اور چہرے سے مضمحل نظر آتا تھا۔ اُس نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مجھے میری اپنی شکل میں بھی نہیں پہچان سکے گا۔ اور میں اُسے اپنے بارے میں بتانا بھی ضروری نہیں سمجھتا تھا۔

میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ کر اُس نے خشک لہجے میں کہا "جی! کیا چاہتے ہیں آپ مجھ سے؟"

"مسٹر ایلٹ، میں آپ کے بارے میں خاصی معلومات رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپ یہ کہنے میں حق بجانب نہیں ہوں گے کہ جو سوال میں آپ سے کر رہا ہوں، اُس کا آپ جواب نہیں دے سکتے۔"

"مسٹر! آپ کا کوئی بھی نام ہو، مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہے۔ البتہ اتنا میں جانتا ہوں کہ آپ عربوں کے مفادات کے حامی ہیں۔ ممکن ہے عرب ہی ہوں۔ یا ممکن ہے کسی اور نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ میں اپنی بازی ہار چکا ہوں اور کسی قسم کی مزاحمت کا ارادہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ میرا مستقبل میرے سامنے ہے۔ آپ اگر چاہیں تو اس بات پر یقین کر لیں کہ جو کچھ آپ پوچھیں گے، میں اپنے طور پر اُس کا صحیح جواب دوں گا۔"

"میں بھی اسی کا قائل ہوں ایلٹ کہ اگر بازی اپنے ہاتھ سے نکل جائے تو پھر زندگی کے تحفظ کا بندوبست کر لینا چاہیے۔"

"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"اسٹیفن براکوڈا کہاں ہے؟" میں نے بغیر کسی تمہید کے سوال کیا۔

ایلٹ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "آفیسر، کیا آپ اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں مکمل تفصیلات جانتے ہیں؟"

"کسی حد تک۔" میں نے مختصراً کہا۔

"جو کمی ہے وہ میں پوری کیے دیتا ہوں۔ اسٹیفن براکوڈا جس پائے کا انسان ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اسرائیلی حکومت نے امریکی تعاون کے ساتھ اسٹیفن براکوڈا کو لائن آف کروزل کا مکمل کنٹرولر بنا کر بھیجا ہے اور یہاں صحرائے اعظم میں عربوں کی مشترکہ کاوشوں کے خلاف جو کچھ بھی ہو رہا ہے، بے شک اس میں مختلف ادارے ملوث ہیں اور بعض ادارے صرف اپنے طور پر کام کر رہے ہیں۔ لیکن اسٹیفن براکوڈا ان میں سب سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ کسی بھی ادارے کی کارروائیوں کو وہ ختم کر سکتا ہے یا انھیں احکامات دے سکتا ہے کہ وہ اس کے مشورے کے مطابق کام کریں اور ان تمام اداروں کے لیے یہی ہدایت ہے کہ وہ اسٹیفن براکوڈا سے مکمل تعاون کریں۔ اس طویل گفتگو سے میرا مقصد یہ ہے کہ اسٹیفن براکوڈا بہت بڑی شخصیت کا مالک ہے۔ اور کیا آپ کے خیال میں مجھ جیسا چھوٹا آدمی اس کا پتا جانتا ہوگا؟"

"لیکن کم از کم آپ مجھے اُن ذرائع کے بارے میں تو بتا سکتے ہیں، جن کے تحت آپ کا یا آپ کے اعلیٰ افسران کا رابطہ اسٹیفن براکوڈا سے ہو جاتا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں اپنی ٹیم میں پانچویں درجے کا آدمی تھا۔ مختلف مدارج مقرر کیے گئے ہیں اس سلسلے میں۔ اور ہر درجے کا آدمی اپنے طور پر اپنے فرائض انجام دیتا ہے۔ میں صرف اُن احکامات کی پابندی کرتا تھا، جو مجھے چوتھے درجے کے آدمی سے ملتے تھے۔ آپ یوں سمجھ لیجیے کہ اسٹیفن براکوڈا اس منصوبے کا چیف ہے۔ اس کے بعد بات نمبر ایک پر آتی ہے پھر دو، تین، چار اور پانچ۔ اسی طرح چھ، سات، آٹھ نمبر بھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ آٹھ نمبر کے لوگ وہ ہیں جو صرف گولیاں چلاتے ہیں، جس طرف اور جس سمت اُن کا رُخ پھیر دیا جائے۔ تو میں پانچویں درجے کا انسان چار آدمیوں کے احکامات کے بعد اپنا کام سرانجام دیتا تھا۔ بھلا مجھ جیسے آدمی کو اسٹیفن براکوڈا کے بارے کچھ معلومات ہو سکتی ہیں۔"

"تو تم کسی نمبر ایک کا پتا بتاؤ جس سے میں رابطہ قائم کر سکوں۔"

"آپ یقین کیجیے، مجھے کسی نمبر تین کا بھی پتا معلوم نہیں ہے۔ ہمارا رابطہ عموماً ٹرانسمیٹر پر رہتا تھا، اور اگر کبھی براہِ راست رابطے کی ضرورت پیش آبھی گئی تو چار نمبر کسی اطلاع کے بغیر خود پانچ نمبر تک پہنچ جاتا تھا۔"

"تم عدم تعاون کر رہے ہو ایلیٹ۔"

"نہیں، ایک ایسی حقیقت بیان کی ہے، میں نے آپ سے جو بہر طور ہم تک ہی محدود ہے۔"

"ہوں۔ ویسے کم از کم اپنا اندازہ تو بتا سکتے ہو ایلیٹ۔ تمھارے خیال کے مطابق اسٹیفن براکوڈا کہاں ہو سکتا ہے؟"

"کسی انتہائی محفوظ مقام پر۔ کسی ایسی جگہ جہاں اُس کے خلاف کوئی سازش یا کوئی کارروائی نہ ہو سکے۔ اور وہ ایسی جگہ صحرائے اعظم کا کوئی تاریک گوشہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اسٹیفن براکوڈا صرف دماغ ہے اور دماغ ایک مخصوص حصّے میں بیٹھ کر بھی ہر جگہ اپنا کنٹرول قائم کر سکتا ہے۔ بالکل وہی کیفیت ہے، جو انسانی دماغ کی ہوتی ہے۔ آپ یقین کیجیے، مجھے اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ مجھ پر کچھ تشدد وغیرہ کرنا چاہیں تو بہتر ہے کہ نہ کریں۔ اس کے جواب میں، میں مر جاؤں گا۔ یا آپ سے جھوٹ بول دوں گا۔ مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

ایلیٹ کے بیان میں سچائی جھلک رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مایوس سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں جانتا تھا کہ اس کے بعد ایلیٹ سے اس بارے میں کوئی سوال کرنا بے کار ہے۔ تاہم میں نے اُس سے مزید کچھ سوالات کیے یعنی یہ کہ اُس کی ذمے داریاں کیا تھیں اور وہ کون سے احکامات تھے جو اسٹیفن براکوڈا کی طرف سے جاری ہوئے اور اُس کے کون کون سے احکامات پر وہ عمل کر چکا ہے۔ ایلیٹ نے مجھے جانے بوجھے بغیر اپنی اُن تمام کارروائیوں کے بارے میں بتا دیا جن میں میرا ذکر بھی تھا۔ یعنی وستونیا کی حیثیت سے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے اُسے جانے کی اجازت دے دی۔ ایلیٹ شکریہ ادا کر کے کھڑا ہو گیا۔ اور پھر آہستہ سے بولا "آقا! مجھے تعجب ہے آپ لوگوں پر۔ آپ نے ابھی تک ہم میں سے کسی پر تشدد نہیں کیا۔ میں آپ کی تعریف نہیں کر رہا لیکن یہ ایک اچھی بات ہے۔"

"تشدد کی ضرورت پیش آئے گی تو وہ بھی کر لیا جائے گا۔" میں نے کہا اور ایلیٹ کو اُن لوگوں کے حوالے کر دیا جو اُسے لے کر یہاں آئے تھے اور اب باہر میرے آئندہ حکم کے منتظر تھے۔

وہ لوگ ایلیٹ کو لے کر چلے گئے۔ میں نے رات بھر غور و فکر کے بعد جو منصوبہ بنایا تھا، ایلیٹ کی ملاقات نے اُسے ختم کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود ایلیٹ نے کم از کم مجھے یہ ضرور بتا دیا تھا کہ اسٹیفن براکوڈا کا طریقۂ کار کیا ہے۔

یہ حقیقت تھی کہ اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں میرے پاس کوئی واضح لائحہ عمل نہیں تھا اور میں دعوے سے کوئی بات نہیں کر سکتا تھا لیکن یہ بات بھی بار بار ذہن میں آتی تھی کہ یہاں سے ناکام واپسی مناسب نہیں ہے۔ اور پھر اب تو تمام لوگ اس بات سے واقف ہو چکے تھے کہ علی یار خان، لائن آف کروزل کے تحفظ کے لیے مصروفِ عمل ہے۔ جس طرح اُن لوگوں نے میری پذیرائی کی تھی اور مجھے نوازا تھا اس کے پیشِ نظر یہ بات کسی طور میرے لیے مناسب نہیں تھی۔ کچھ نہ کچھ کوششیں تو کرنا ہی تھیں۔

ایک اجتماعی نشست میں مجھ سے اس سلسلے میں سوالات کیے گئے۔ اور میں نے ہر سوال کے جواب میں یہی کہا کہ میں طویل عرصہ یہاں صَرف نہیں کر سکتا، اور یقیناً یہ میرے لیے ممکن نہیں ہو گا کہ میں لائن آف کروزل کے ہر سیکٹر میں جا کر وہاں ہونے والی سازشوں کے بارے میں پتا چلاؤں۔ میں صرف اسٹیفن براکوڈا پر ہاتھ ڈال دینے کا خواہشمند ہوں۔ تاکہ کم از کم ایک خطرناک شخصیت سے نجات مل جائے۔

اسی نشست میں مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا اس کے لیے میں نے کوئی جامع منصوبہ بنایا ہے، تو میں نے جواب دیا۔ "نہیں، بدقسمتی سے میرے ہاتھ کوئی ایسا پوائنٹ نہیں لگ سکا جس کی بنیاد پر میں سیدھا اسٹیفن براکوڈا کی طرف رُخ کر سکوں، یہی مجبوری ہے مجھے صحرا گردی پر مجبور کر رہی ہے، اس وقت تک کے لیے جب تک کوئی ایسا سراغ ہاتھ نہ آ جائے جو براہِ راست ہماری رہنمائی براکوڈا تک کر سکے، میں ایک بار پھر تنہا ہی اس مہم پر روانہ ہونا چاہتا ہوں۔"

میری اس بات پر کچھ لوگوں نے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں۔ خود ابو حاتم نے میرے تنہا رہنے کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ علی ہم سب کے لیے قیمتی سرمایہ ہیں۔ اور وہ ہر لمحہ اس خدشے کا شکار رہتے ہیں کہ کہیں علی کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ علی سے یہ درخواست کی جائے گی کہ کم از کم اسٹیفن براکوڈا جیسی شخصیت کی تلاش کے لیے وہ خود کو تنہا نہ رکھیں۔ اور اپنے لیے کچھ ایسے ساتھیوں کا انتخاب کر لیں جو اُن کے معاون ہوں۔

جواب میں، میں نے ابو حاتم سے کہا: "میں کسی گروہ یا گروپ کو ساتھ لینے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتا۔ لیکن کوئی منصوبہ تو ہو کسی کے پاس۔ میں جب اپنے لیے کوئی منصوبہ نہیں رکھتا تو اُن لوگوں کو کون سی لائنوں پر لگا کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ میں خود تو ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کا فیصلہ کر چکا ہوں لیکن دوسروں کو اپنی اس آوارہ گردی کا شکار بنانا میرے لیے تکلیف دہ ہو جائے گا۔"

"مسٹر علی، آپ کے سلسلے میں ہم میں سے ہر شخص بہت کچھ سوچ رہا ہے اور ہم سب آپ کے اس مؤقف سے مکمل اتفاق کرتے ہیں کہ آپ صرف اسٹیفن براکوڈا کو تلاش کریں ــــ لیکن کچھ تجاویز ہم میں سے چند افراد کے ذہنوں میں بھی ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں گے تو پیش کر دی جائیں گی۔ البتہ یہ آپ پر منحصر ہے کہ انھیں قبول کریں یا رَد کر دیں۔"

"اگر یہ تجاویز قابلِ قبول ہوئیں تو یقیناً میں ان سے انحراف نہیں کروں گا۔"

فاخرہ یعقوبی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "مسٹر علی! آپ اسٹیفن براکوڈا کی تلاش میں صحرائے اعظم کے وسیع و عریض علاقے میں بھٹکتے پھریں گے۔ تنہائی بے شمار خطرات کو جنم دے سکتی ہے کم از کم آپ کے ساتھ کچھ ایسے لوگ ضرور ہونا چاہئیں۔ جو آپ کی خدمت ہی کر سکیں۔ میں نے اپنے تمام ساتھیوں کی مدد سے ایسے چند افراد کا انتخاب کیا ہے۔ آپ اپنے طور پر بھی اُن ضروریات کے بارے میں بتا دیں جو آپ کو اس سفر کے لیے درپیش ہو سکتی ہیں۔"

"ضروریات کی عام اشیا کے علاوہ اور کیا درکار ہو گا مجھے۔"

"آپ کو صحرائے اعظم کے بیشتر ایسے علاقوں میں جانا پڑے گا جو دشوار گزار ہوں گے اور جہاں کوئی بھی مشینی ذریعہ کارآمد نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ آپ کے لیے گھوڑوں کی سواری منتخب کی گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ گھوڑوں کا سفر بھی میرے لیے دلچسپ ہو گا۔" میں نے کہا۔

"ایک شخصیت ہے جس نے شکایت کی ہے کہ علی نے اُسے اپنے ذہن سے نکال پھینکا ہے جس پر وہ بہت افسردہ ہے۔"

"کون؟" میں نے سوال کیا۔

"بڈ" فاخرہ یعقوبی نے جواب دیا۔ اور میں مسکراتے ہوئے گردن ہلانے لگا۔

"ہاں۔ بڈ بلاشبہ ایک اچھا ساتھی ہے۔ اگر بڈ میرے ساتھ اس مہم پر جانے کی خواہش رکھتا ہے تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"شکریہ مسٹر علی۔ آپ نے گنجائش تو نکالی کسی کے لیے۔ دوسری شخصیت کا انتخاب جو میں نے ذاتی طور پر کیا ہے، وہ میکنو ہے۔ علی آپ جانتے ہیں کہ میکنو خود بھی صحرائے اعظم کا باشندہ ہے۔ بہت سے قبیلوں کی زبانیں جانتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں کچھ ایسی نمایاں خصوصیات اور بھی ہیں جن کی بنا پر وہ صحرائے اعظم میں اُمنڈنے والے طوفانوں کی تجربہ دے سکتا ہے۔ انتہائی فاصلوں سے دلدلی علاقوں کو سونگھ کر بتا سکتا ہے۔ وحشی درندوں اور جانوروں کی بُو سے اُن کی شناخت کر لیتا ہے۔ اور پھر جسمانی طور پر وہ انتہائی طاقتور آدمی ہے۔ ایک ایسا شخص اس سفر میں آپ کی رفاقت کے لیے انتہائی موزوں رہے گا۔ یہ میرا انتخاب ہے۔ آپ اگر چاہیں تو اسے مسترد کر سکتے ہیں۔"

"میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے فاخرہ۔ اب جب تم لوگوں نے یہ پروگرام بنا ہی لیا ہے کہ مجھے تنہا نہیں رہنے دو گے۔ تو پھر میکنو کو قبول کرنا کون سا مشکل کام ہے۔"

"مزید شکریہ علی۔ تیسری شخصیت اپنا تعارف خود ہی کرا دے گی۔" فاخرہ یعقوبی نے ایک معمّر شخص کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ تھا اور جس کی داڑھی انتہائی خوب صورت تھی۔ اچھا خاصا عمر رسیدہ انسان تھا۔ لیکن دراز قامت اور تنومند، سفید سوٹ کے نیچے اس نے سُرخ قمیص اور سفید ٹائی پہنی ہوئی تھی اور اس کی شخصیت کافی جاذبِ نگاہ تھی۔

"مجھے جوناتھن کہتے ہیں۔ آپ اگر میری عمر کا احترام کرنا چاہیں تو مجھے پروفیسر جوناتھن بھی کہہ لیں مسٹر علی۔ میں اپنی افادیت کے بارے میں آپ سے صرف اتنا عرض کروں گا کہ میں بڑے کام کی چیز ہوں۔" پروفیسر جوناتھن خوش مزاجی سے بولا۔ "مثلاً ہر قسم کی فری کونسی پر میں اشارتی زبان سمجھ لینے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ اس کی ایک تھیوری ہے مسٹر علی۔ دراصل میں نے دنیا کے بے شمار خطوں کی زبانیں سیکھی ہیں۔ جن میں افریقی زبان بھی شامل ہے۔ اور تقریباً میں آدھی دنیا کی زبانیں بول اور سمجھ لیتا ہوں۔ ہم جب کچھ کوڈ ورڈز ترتیب دیتے ہیں، تو اُن میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہماری سمجھ بوجھ، اور ہماری زبان شامل ہوتی ہے۔ اور اسی کے تحت اشارتی زبان تخلیق ہوتی ہے۔ اگر آپ کسی ملک کی زبان سے واقف ہیں تو پھر اس کے ایجاد کیے ہوئے اشارتی جملے سمجھنے میں آپ کو آسانی ہو سکتی ہے۔ میرے پاس بے شمار ملکوں کی سندیں موجود ہیں جو میں آپ کے ملاحظے کے لیے پیش کر سکتا ہوں۔"

پروفیسر جوناتھن نے ایک بریف کیس اٹھا لیا۔ اور میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "نہیں پروفیسر، آپ کی شخصیت اسناد کے بغیر ہی مستند ہے، اس طرح میرے سامنے اپنی توہین نہ کیجیے۔"

پروفیسر نے ممنونیت کی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا۔

"مہماتی زندگی سے مجھے دلچسپی ہے۔ اور میں آپ کے لیے انتہائی کارآمد انسان ثابت ہو سکتا ہوں۔ ہر قسم کے اسلحے کا استعمال اور اس کی شناخت میں بھی مجھے مہارت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ..."

"بس مسٹر پروفیسر، پلیز۔ اس سے زیادہ آپ کا تعارف ضروری نہیں ہے۔ میں انتہائی خلوص سے آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"ہم نے آپ کے ساتھ جانے کے لیے ان ہی تین افراد کا انتخاب کیا ہے مسٹر علی۔" فاخرہ نے کہا۔ "اور میرے خیال میں یہ تعداد مناسب ہے۔ اس طرح آپ کی اختصار پسندی بھی قائم رہتی ہے۔"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "اس اہم میٹنگ میں، میں یہ اعلان بھی کر دینا چاہتا ہوں کہ میں چوبیس گھنٹے کے اندر اندر یہ جگہ چھوڑ دوں گا، اور اپنی مہم کے لیے روانہ ہو جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے، ہم جو انتظامات کر چکے ہیں، اُن کے تحت ہم چوبیس گھنٹے سے زیادہ لیں گے بھی نہیں۔ بلکہ اگر آپ چاہیں تو اس سے قبل بھی اپنے سفر کا آغاز کر سکتے ہیں۔" غازی ناصر نے کہا۔ "اس مرحلے پر میں آپ کو پروفیسر جوناتھن کی ایک اور صفت کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ وہ جدید اسلحے کے ماہر ہیں اور انتہائی نامساعد حالات میں بھی اپنے لیے مؤثر ہتھیاروں کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ آپ کے ہمراہ گھوڑوں پر دس دس پونڈ وزن مزید ہوگا جو پیدل سفر کے دوران آپ کو اپنے شانوں پر اٹھانا پڑے گا، لیکن یہ دس پونڈ وزن آپ میں سے ہر شخص کو اُن جدید ہتھیاروں سے مسلح کر دے گا، جن کی مدد سے آپ کسی بھی مسلح گروپ سے جنگ کر سکتے ہیں۔"

"خوب! اس کا مطلب ہے کہ اس بار آپ لوگ مجھے بہت مضبوط کر کے بھیجنا چاہتے ہیں۔"

"آپ کا مقابلہ جس شخصیت سے ہے مسٹر علی، اس کے لیے ہمیں بہت کچھ سوچنا پڑا ہے۔"

"میں ان ہتھیاروں کی تفصیل جان سکتا ہوں؟"

"اگر آپ اجازت دیں تو آج شام کو آپ کی رہائش گاہ پر یہ کام ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے، میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

اس کے بعد مزید کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی۔ پھر یہ میٹنگ برخاست ہو گئی۔ میں اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ اور میرے وہاں پہنچنے کے تقریباً ایک گھنٹے کے بعد بڈ میرے پاس آیا۔ اس کا منہ پھولا ہوا تھا۔

"ہیلو بڈ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر علی، میں نے آپ سے بہت کچھ کہا تھا اپنے بارے میں۔ اور اس کے بعد بھی آپ نے مجھے نظر انداز کر دیا تھا۔ اس بات سے میں بہت دل برداشتہ ہو گیا ہوں۔"

"سوری بڈ۔ یہ بات نہیں تھی۔ تم نے دیکھا کہ میں نے تمہارا کرایک کام کر ڈالا۔ اس وقت تنہائی ہی میرے لیے ضروری تھی۔"

"میں نے خصوصی طور پر ان لوگوں سے داد فریاد کی تھی کہ کم از کم نئی مہم میں تو مجھے مسٹر علی کے ساتھ کر دیا جائے۔ اگر آپ نامنظور کر دیتے تو آپ یقین نہیں کر سکتے کہ میں کیا قدم اٹھا لیتا۔"

"کیا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بس میں خاموشی سے صحرائے اعظم سے واپس چلا جاتا۔ اور اُن لوگوں سے ہمیشہ کے لیے معذرت کر لیتا۔"

"ارے نہیں بڈ، اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"ہے نا مسٹر علی! آپ نہیں جانتے میری ذہنی کیفیت کیا ہے۔ آپ واحد انسان ہیں جسے میں نے اپنے بارے میں ایک ایک لفظ بتا دیا ہے اور اس کے بعد بھی اگر مجھے نظر انداز کر دیا جاتا تو مجھے کیا..."

"چلو اس کے لیے میں تم سے معافی مانگ لیتا ہوں۔"

"مسٹر علی... پلیز اب اتنا زیادہ اوپر نہ چڑھائیے مجھے کہ پھر نیچے گرتے ہی چکنا چور ہو جاؤں۔"

"نہیں بڈ۔ میں تمہیں اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ اگر مجبور نہ ہوتا تو یقینی طور پر تمہارا ساتھ نہ چھوڑتا لیکن یہ عارضی جدائی تھی، اس کے بعد یقیناً میں تم سے ملاقات کرتا۔ میں نے تمہیں پہلے بھی پیشکش کی تھی کہ اگر تمہیں بہت زیادہ مصروفیت یا دل لگاؤ نہ ہو، ان علاقوں سے تو میرا ساتھ دینا اور میرے ساتھ اس مہم کے اختتام پر امریکا چلنا۔"

"یقین نہیں آتا اس پیشکش پر۔"

"تو پھر اب یقین کر لو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بڈ مجھے گھورنے لگا۔ پھر آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ کر اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔

"مسٹر علی، میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔"

"شکریہ بڈ۔ مجھے تمہارے الفاظ پر مکمل اعتماد ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اب میرے ہر معاملے کے تم واحد رازدار ہو گے۔"

"بہت شکریہ مسٹر علی۔"

"چنانچہ بڈ، مجھے میکنو کے بارے میں بتاؤ۔ کیا ہم میکنو پر مکمل بھروسا کر سکتے ہیں؟"

"ہاں چیف، بہت عرصے سے میں اُسے جانتا ہوں، بہت ہی اچھا انسان ہے۔ ضرورت پڑنے پر انتہائی کارآمد اور علم حالات میں وفادار اور جاں نثار۔ ہم اُس پر پورا بھروسا کر سکتے ہیں!"

"اچھا کیا تم پروفیسر جوناتھن کے بارے میں جانتے ہو؟"

"نہیں چیف، یہ کون ہے؟"

"یہ ہمارا چوتھا ساتھی ہوگا۔ اُس کے بارے میں جن خوبیوں کا اظہار کیا گیا ہے، وہ تو واقعی قابلِ ستائش ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ دنیا کی بے شمار زبانیں جانتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ اسلحہ سازی کا ماہر ہے۔ اور ساتھ ہی ہر قسم کے کوڈ ورڈز کو حل کر لیتا ہے۔ یہ معمولی خوبی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے ہمیں بہت بڑا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔"

"یقیناً چیف، یقیناً ہو سکتا ہے۔ ایسے آدمی کو ہم ضرور ساتھ رکھیں گے۔ ویسے اس کی جسمانی ساخت کیا ہے؟" بڈ نے پوچھا۔

"عمر رسیدہ ہے۔ لیکن پوری طرح چست و چالاک۔"

"تو پھر کوئی ہرج نہیں ہے۔ کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اور شخص ہے؟"

"ہماری یہ ٹیم اب صرف چار افراد پر مشتمل ہوگی۔"

"مناسب بھی ہے چیف۔ بہت زیادہ لوگوں کی وجہ سے دشواریاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔" بڈ نے کہا۔

شام کو پانچ بجے غازی ناصر، پروفیسر جوناتھن، فاخرہ یعقوبی اور چار نئے افراد میری رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ ان کے پاس لمبے لمبے سوٹ کیس تھے۔ ایک وسیع و عریض کمرے میں ایک بڑی سی میز بچھائی گئی۔ اور پھر پروفیسر جوناتھن نے اُن لوگوں کو سوٹ کیس کھولنے کا اشارہ کیا۔ سب سے پہلے تقریباً چار انچ اسکوائر اور سوا انچ موٹی ایک ڈبیا نکال کر سامنے رکھی گئی۔ جس کے اوپری حصے پر سفید بٹنوں کی ایک قطار نظر آ رہی تھی۔ ان بٹنوں پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔ کوئی ڈیڑھ انچ چوڑی ایک سفید رنگ کی اسکرین بھی ڈبیا پر نظر آ رہی تھی، اور اس کے نیچے کچھ خاص انداز کی گھڑیاں بھی نصب تھیں جن میں ایک ایک سوئی لگی ہوئی تھی۔ سب سے نچلے حصے میں اسپیکر تھے۔ جو بہت چھوٹے چھوٹے اور کافی تعداد میں تھے۔

پروفیسر جوناتھن نے وہ مشین میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"یہ میری ایجاد ہے مسٹر علی۔ ہم اس پر اپنا کوئی پیغام کسی کو نہیں دے سکتے۔ لیکن تقریباً ایک ہزار مختلف فری کوئنسیز کے ٹرانسمیٹرز کے پیغامات اس مشین پر موصول کیے جا سکتے ہیں۔ یہ خودکار ہے۔ اور ہر فری کوئنسی اپنے طور پر کمپوز کر لیتی ہے۔ آپ اسے فری کوئنسیز کمپیوٹر بھی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی اگر خلا میں کوئی پیغام موجود ہے اور وہ کسی بھی فری کوئنسی پر دیا جا رہا ہے تو یہ سفید بٹن جس پر نمبر ایک لکھا ہوا ہے، آن کرنے کے بعد اس کی مشین حرکت میں آ جاتی ہے اور پھر وہ اپنی فری کوئنسی سیٹ کر لیتی ہے۔ یہ تمام کام آٹومیٹک طریقے پر ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ پیغام نشر ہونے لگتا ہے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ چونکہ یہ خود ٹرانسمیٹر نہیں ہے۔ چنانچہ اس کی ڈسٹربنس کہیں بھی ریسیو نہیں کی جا سکتی۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں نا مسٹر علی۔"

"نہ صرف سمجھ رہا ہوں۔ بلکہ حیران بھی ہو رہا ہوں پروفیسر۔"

"شکریہ مسٹر علی۔۔۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اگر صحرائے اعظم میں ٹرانسمیٹر پر کوئی پیغام کسی کو دیا جا رہا ہو تو ہم اُس سے روشناس ہو سکتے ہیں۔"

"اس کی رینج کیا ہے؟"

"ایک ہزار کلومیٹر۔" پروفیسر نے جواب دیا اور پھر اُس نے مجھے تجربہ کر کے دکھایا۔

گو ہم اس وقت ایک بند کمرے میں تھے۔ لیکن پروفیسر کے سفید بٹن دبانے کے ساتھ ساتھ ہی ٹرانسمیٹر سے بے شمار آوازیں ابھرنے لگیں۔ یہ انسانی آوازیں تھیں۔ مختلف قسم کی زبانیں استعمال کی جا رہی تھیں۔ لیکن ان میں کوئی زبان واضح نہیں تھی۔ تب پروفیسر نے ایک آواز کو نمایاں کیا اور اس کے بعد ایک بٹن اور دبا دیا۔ لمحہ بھر بعد آواز واضح ہو گئی، اور دوسری تمام آوازیں ختم ہو گئیں۔ یہ آواز کوئی خفیہ پیغام دے رہی تھی جو ایک ملک سے دوسرے ملک کو ٹرانسفر ہو رہا تھا۔ زبان میرے لیے اجنبی تھی لیکن پروفیسر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے بٹن دبا دیا۔ مشین بند ہو گئی۔

"یہ کون سی زبان تھی پروفیسر؟"

"ہمارے مطلب کی نہیں تھی۔" پروفیسر معنی خیز انداز میں مسکراتا ہوا بولا۔

میں حیرت سے پروفیسر کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "گویا آپ نے امریکا کی طرح خلا میں اپنا سٹلائٹ چھوڑا ہوا ہے پروفیسر۔ آپ تو انتہائی خطرناک آدمی ہیں۔ اس طرح تو آپ مختلف ممالک کے درمیان جاسوسی کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سکتے ہیں اور دنیا کے اہم ترین رازوں سے واقف ہو سکتے ہیں۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اگر میری یہ ایجاد منظرِ عام پر آجائے تو دنیا میں فساد برپا ہو جائے۔ اسی لیے اسے میں نے خود تک محدود رکھا ہوا ہے۔ دوسری صورت میں یہ بھی ممکن تھا کہ تمام سپر طاقتوں کے ایجنٹ میرے پیچھے لگ جاتے اور میرا جینا حرام کر دیتے۔"

"یقیناً۔ میں آپ کے خیال سے اتفاق کرتا ہوں، اور مجھے خوشی ہے کہ آپ جیسا باکمال انسان میرا رفیقِ کار ہے۔"

"گویا آپ کی طرف سے اس بات کی اجازت ہے کہ ہم یہ مشین ساتھ رکھیں۔"

"کیوں نہیں، میں خوشی سے اس کی اجازت دیتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"شکریہ۔" پھر پروفیسر نے ساتھ آنے والوں کو اشارہ کیا جو غالباً اُس کے ساتھی تھے۔ ایک پیکٹ نکالا گیا، اور اُسے کھول کر اُس میں سے پتلی پتلی اسٹیل کی نلکیاں، چھوٹی چھوٹی گراریاں اور ایسی ہی چند دوسری چیزیں نکالی گئیں جن کے سروں پر چوڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ پروفیسر نے انھیں آپس میں جوڑا اور انتہائی عجیب ساخت کی تقریباً ایک ایک فٹ لمبی پستولیں یا بندوقیں تیار ہو گئیں لیکن یہ کافی ہلکی تھیں۔

پروفیسر نے ایک اور پیکٹ میں سے وِکس کی شیشیاں نکالیں، جن کی لمبائی چوڑائی تقریباً ایک ایک انچ تھی۔ اس نے اُن میں سے ایک شیشی کا ڈھکن کھولا اور مجھے دیتے ہوئے بولا۔ "اسے سونگھیے مسٹر علی۔ آپ کو لطف آئے گا۔"

میں نے وِکس کو سونگھا تو انتہائی تیز اور نفیس خوشبو میری ناک سے ٹکرائی اور میرا دماغ کھُل گیا۔ لیکن ایک بات میں نے بھی محسوس کی تھی۔ وہ یہ کہ یہ شیشی عام وِکس کی شیشیوں کی نسبت کچھ وزنی تھی۔ میں نے پروفیسر کو وہ شیشی واپس کر دی۔ اور پروفیسر نے اس کا ڈھکن بند کر دیا۔

"ایسی چھ شیشیاں اگر آپ کے پاس ہوں تو میرا خیال ہے، آپ ہر قسم کے نزلے یا ناک کی خرابیوں سے محفوظ رہیں گے۔"

"کیا ایک شیشی کافی نہیں رہے گی؟"

"نہیں، اس لیے کہ ہمارا واسطہ زیادہ دشمنوں سے بھی پڑ سکتا ہے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا پروفیسر۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"یہ ایک بہترین قسم کا بم ہے۔ آپ نے اس کے وزن کو محسوس کیا ہوگا۔ اوپری حصّے میں وِکس بھری ہوئی ہے، اور نچلے حصّے میں زبردست دھماکا خیز مادّہ، جو اپنے ساتھ بڑی بڑی چٹانوں کو اُڑا سکتا ہے۔ اگر آپ اس چھوٹی سی رائفل میں یہ شیشی رکھ کر اسے فائر کر دیں تو دو سو گز کی رینج میں یہ بہترین کارکردگی انجام دے سکتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ اس رائفل کو درمیان کے کسی بھی حصّے سے استعمال کر سکتے ہیں۔ مثلاً دیکھیے میں نے اس میں سے یہ آدھا حصّہ نکال لیا۔ اب یہ صرف سات انچ کا پستول رہ جاتا ہے۔ اور اس پستول کے لیے یہ خصوصی گولیاں استعمال کی جائیں گی۔" پروفیسر نے ایک اور پیکٹ کھول کر پستول کے کارتوس دِکھائے اور میں دلچسپی سے ان حیرتناک چیزوں کو دیکھنے لگا۔

اس کے بعد انتہائی عجیب و غریب ساخت کے ایسے ہتھیار مجھے دکھائے گئے کہ میری آنکھیں شدّتِ حیرت سے پھیل گئیں۔ میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔ "کیا یہ سب آپ کی ایجاد ہیں پروفیسر؟"

"نہیں۔ میری ایجاد صرف وہ مشین ہے۔ باقی یہ تمام چیزیں دنیا کے جدید ترین ممالک میں تیار کی گئی ہیں اور عموماً انھیں خاص قسم کے ایجنٹوں کے حوالے کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر آپ ہماری تعریف کرنا چاہتے ہیں تو صرف اس حوالے سے کہ ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں بہت جدّ و جہد کرنا پڑی ہے۔"

"کمال ہے پروفیسر اور اب وہ بات میری سمجھ میں آ رہی ہے کہ صرف دس پونڈ وزن ساتھ لے جا کر ہم پورا ایک اسلحہ خانہ لے جا سکتے ہیں۔"

"یہ چیزیں مختلف حصّوں میں رکھی جا سکتی ہیں، اور یہ حصّے ہم اس انداز میں پھیلا سکتے ہیں کہ کسی کو شبہ بھی نہ ہو۔"

"پروفیسر جوناتھن، مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کی موجودگی میری اس مہم کی کامیابی کی ضمانت ہے۔"

"شکریہ علی۔ ہم آپ سے مکمل تعاون کریں گے۔"

تمام سامان سمیٹ کر بند کر لیا گیا اور اس کے بعد وہ چاروں افراد وہاں سے واپس چلے گئے۔ سامان وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ بڈ، پروفیسر جوناتھن سے بہت سے سوالات کرتا رہا تھا، اور پھر ہم نے طے کر لیا کہ دوسرے دن صبح ہم اپنے سفر کا آغاز کر دیں گے۔

فاخرہ نے مجھ سے گھوڑوں کے سلیکشن کے بارے میں کہا تو میں نے یہ ذمّے داری اُسی پر چھوڑ دی۔ البتہ میں نے غازی ناصر سے ایک درخواست کی۔

"ہم اس مہم کو سیاحوں کی حیثیت سے سرانجام دیں گے، غازی ناصر۔ چنانچہ ہمیں کچھ ایسے کاغذات کی ضرورت بھی ہوگی جو ہماری یہ حیثیت ظاہر کر سکیں۔ اس کے علاوہ میک اَپ بھی ضروری ہے تاکہ کم از کم میری شناخت نہ کی جا سکے۔"

"آپ کی تمام ضروریات کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے علی۔" غازی ناصر نے کہا۔ "ہر کام آپ کی منشا کے مطابق ہو جائے گا۔"

"تو پھر آج ہی رات آپ اپنے میک اَپ مین کو بھیج دیجیے۔ بڈ کے چہرے میں معمولی سی تبدیلی کرالی جائے گی، البتہ پروفیسر جوناتھن کے حلیے میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔"

رات کو غازی ناصر اور فاخرہ ایک میک اَپ مین کو لے کر میرے پاس پہنچ گئے اور اس نے میرے چہرے کا بہترین میک اَپ کیا۔ صرف چند ایسی معمولی تبدیلیاں کر دی گئی تھیں جن سے میرے خدوخال بدل گئے تھے اور اتنی نفاست تھی اس میک اَپ میں کہ ان معمولی سی تبدیلیوں کے باوجود میرا کوئی شناسا بھی مجھے نہیں پہچان سکتا تھا۔ پھر بڈ کے چہرے کی تھوڑی سی مرمّت کی گئی۔ اس کام کی تکمیل کے بعد ہماری تیاریاں تقریباً مکمل ہو گئیں۔

فاخرہ یعقوبی، غازی ناصر، مسعود طلحہ، سائیکا مائلر اور دوسرے تمام لوگ تقریباً بارہ بجے میرے پاس پہنچ گئے۔ اور پھر ڈیڑھ دو بجے تک میرے ساتھ رہے۔ اس کے بعد خصوصی طور پر ہمیں آرام کی اجازت دے دی گئی کیونکہ دوسرے دن علی الصبح ہمیں اپنی مہم کے لیے یہاں سے نکل جانا تھا۔ وہ لوگ نہیں چاہتے تھے کہ دن کی روشنی میں ہمیں یہاں سے نکلتے ہوئے دیکھا جائے۔ کیونکہ اس بات کا خدشہ موجود تھا کہ اسرائیلی ایجنٹ یہاں بھی کہیں نہ کہیں موجود ہوں گے۔

صبح تقریباً سوا چار بجے ہم سب تیار ہو گئے۔ اس کے بعد ایک جیپ میں بیٹھ کر باہر نکل گئے۔ رات کو لائن آف کروزل کی بستیوں کے اطراف میں پٹرولنگ ہوتی رہتی تھی۔ چنانچہ ہمیں یہاں سے نکالنے کے لیے محافظوں کی جیپ ہی استعمال کی گئی تھی، جس میں صرف تین افراد نظر آ رہے تھے اور ہم چاروں جیپ کے پچھلے حصّے میں اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ دُور سے دیکھنے والے کو نظر نہ آئیں۔

پیٹرولنگ جیپ نے ہمیں آبادی سے تقریباً پانچ میل دُور ایک پہاڑی سلسلے کے نزدیک پہنچا دیا۔ یہاں چند افراد ہمارے وہ گھوڑے سنبھالے کھڑے تھے، جنھیں اس سفر کے لیے استعمال کرنا تھا۔ انتہائی قدآور اور شاندار گھوڑے تھے۔ میری خواہش کے مطابق مجھے وہ کاغذات بھی فراہم کر دیے گئے تھے جن میں ہم چاروں کے بدلے ہوئے نام، پتے اور ہماری حکومتوں کے اجازت نامے شامل تھے۔ ان اجازت ناموں میں ہماری حیثیت سیاحوں کی ہی ظاہر کی گئی تھی۔

فاخرہ یعقوبی وغیرہ نے ہمیں الوداع کہا اور ہم گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ میں نے ان سب لوگوں کی طرف ہاتھ ہلایا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ میرے تینوں ساتھی میری تقلید کر رہے تھے۔ بڈ، میکنو اور پروفیسر جوناتھن خاصے خوش نظر آ رہے تھے۔ لیکن میں آنے والے وقت کے بارے میں سوچ رہا تھا اور میرے ذہن میں عجیب عجیب سے خیالات آ رہے تھے۔ اس مہم میں سب ہی اپنے اپنے طور پر ذمّے دار تھے لیکن مجھ پر ان تمام افراد کو کنٹرول کرنے کی ذمّے داری بھی تھی اور اسٹیفن بلاکوڈا کی تلاش کا بیڑا بھی میں نے ہی اُٹھایا تھا۔ چنانچہ میرا ذہن اپنی اس کامیابی کے لیے اُلجھا ہوا تھا۔

صبح کی روشنی آہستہ آہستہ پھوٹتی جا رہی تھی، اور اس کے ساتھ ہی صحرائے اعظم میں حیوانی زندگی کا آغاز ہو چکا تھا۔ پرندوں کی ڈاریں صبح کے دھندلکوں میں آسمان کی جانب پرواز کر رہی تھیں، اور ان کی حسین آوازیں کانوں میں رس گھول رہی تھیں۔ یہ حسین صبح ایک نئی مہم کا آغاز تھی۔ اور میں دل ہی دل میں اپنی اس مہم کی کامیابی کے لیے دعائیں مانگ رہا تھا۔ کسی سمت کا تعیّن نہیں کیا گیا تھا۔ سب سے پہلے تو ہمیں لائن آف کروزل کی اس آبادی سے اتنی دُور نکل جانا تھا کہ اگر کوئی ہمیں دیکھ لے تو یہ اندازہ نہ لگا سکے کہ ہم کہاں سے آئے ہیں، اس کے لیے ہم نے گھوڑوں کی رفتار کافی تیز رکھی تھی۔

بہت دُور پہاڑیوں کے درمیان سے سورج کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ اور دھندلکے غائب ہوتے چلے جا رہے تھے۔ ہرنوں کی ایک ڈار تھوڑے ہی فاصلے پر گھاس چر رہی تھی۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سُن کر ہرن قلانچیں بھرنے لگے۔ ہم سب کی نگاہیں، دلچسپی سے قدرت کے ان مناظر کو دیکھ رہی تھیں۔ صحرائے اعظم کے بارے میں اب میری معلومات اس قدر محدود نہیں تھیں۔ میں نے یہاں خوش رنگ پھولوں اور چاندی کے آبشاروں کو بھی دیکھا تھا۔ اور وہ خوفناک سیاہ دلدلیں بھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں رہی تھیں —— جو ہر ذی روح کو ہڑپ کرنے کے لیے تیار رہتی ہیں۔ چنانچہ میں جانتا تھا کہ اپنے اس سفر میں اسٹیفن بلاکوڈا کی تلاش کے ساتھ ساتھ ہی مجھے افریقہ کی پُراسرار سرزمین پر موجود خطرات سے بھی خود کو محفوظ رکھنا ہوگا۔

میرے ساتھیوں میں ہر شخص اپنے فن کا ماہر تھا۔ بڈ ایک شاندار آدمی تھا۔ اور اس کی معیت میں مجھے بڑی طمانیت رہتی تھی۔ اسی طرح میکنو ایک طاقتور اور وفادار ساتھی تھا۔ وہ کسی بھی لمحہ پشت دکھانے والوں میں سے نہیں تھا۔ جہاں تک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پروفیسر جوناتھن کی بات تھی، تو یہ شخص تو مجھے مکمل طور پر ایک سائنسی عجوبہ نظر آتا تھا، خوش دل اور ہنسنے بولنے والا۔ ہم چاروں افراد میں سے صرف میکنو ہی ایسا تھا جو طبعاً خاموش تھا۔ ورنہ بڈ اور پروفیسر جوناتھن راستے میں لطیفہ بازی بھی کرتے جا رہے تھے۔ پروفیسر جوناتھن کو خاص طور سے لطیفے سنانے کا فن آتا تھا۔

سفر کے تقریباً آٹھ گھنٹے گزر گئے۔ اس کے بعد ہم نے ایک جگہ قیام کے لیے منتخب کر لی۔ ایک صاف ستھرا پہاڑی ٹیلا تھا۔ اطراف میں چھدرے چھدرے درختوں والا جنگل پھیلا ہوا تھا۔ افریقہ کی روایتی ویرانی چاروں طرف طاری تھی۔ یوں بھی شام کے دھندلکے گہرے ہوتے جا رہے تھے اور آہستہ آہستہ پرندوں کی آوازیں بھی معدوم ہو رہی تھیں۔ پلاسٹک کے چھوٹے چھوٹے خیمے جو ایک چھوٹے سے پیکٹ میں تبدیل ہو جاتے تھے، اور ضرورت کے وقت اتنی جگہ فراہم کر دیتے تھے کہ انسان اُن کے نیچے پناہ لے سکے، نصب کر لیے گئے۔ جدید ترین ساز و سامان سے آراستہ کر دیا گیا تھا ہمیں۔ ضرورت کی وہ تمام چیزیں مختصر ترین کر کے ہمارے سپرد کر دی گئی تھیں جو اس مہم میں ہمارے کام آ سکتی تھیں اور بلاشبہ پچھلی تمام مہمات کے برعکس اس وقت ہم پوری طرح مضبوط تھے۔ پلاسٹک کے چار خیمے اس طرح نصب کر لیے گئے کہ اُن کا رابطہ آپس میں ایک دوسرے سے رہے اور چاروں الگ الگ بھی ہوں۔

گھوڑوں کو نہایت مضبوطی سے ایسی جگہ باندھ دیا گیا جہاں وہ محفوظ رہیں۔ اس کے بعد ہم دیگر ضروریاتِ زندگی کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

بڈ نے تجویز پیش کی کہ رات کو تھوڑے تھوڑے وقفے سے پہرے کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ اس تجویز کو سب نے منظور کر لیا تھا۔ چنانچہ تقریباً بارہ بجے تک تو سبھی جاگتے رہے۔ اور اس کے بعد پہرے کی پہلی ذمے داری میں نے سنبھال لی۔ مجھے دو بجے تک پہرا دینا تھا۔ دو بجے سے چار بجے تک بڈ کی باری تھی اور اس کے بعد میکنو کی، چھ بجے کے بعد پہرا دینے کی خاص ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی، اس لیے پروفیسر جوناتھن کو اس ذمے داری سے آزاد کر دیا گیا۔

میں خیموں کے باہر آ کر بیٹھ گیا۔ رات سرد ہو گئی تھی۔ سردی سے بچاؤ کا معقول انتظام تھا جو لباس کی شکل میں میرے بدن پر موجود تھا۔ چھوٹی سی خود کار رائفل میں نے اپنے ہاتھوں میں سنبھالی ہوئی تھی، یہ اُن ہتھیاروں سے الگ تھی، جو ہنگامی حالات کے لیے ہم نے اپنے لباسوں میں چھپا لیے تھے۔

خیموں کے اندر موجود تینوں افراد سو گئے تھے۔ اُن کے تیز سانسوں کی آوازیں فضا میں رچی ہوئی تھیں۔ میرا ذہن ہوا میں اُڑنے لگا۔ خیالات کی رو سفر کرتی ہوئی نہ جانے کہاں کہاں بھٹکتی رہی۔ آنکھوں کے پردوں پر بہت پُرانی تصویریں رقصاں ہو گئیں۔ مجھے میرا وطن یاد آیا۔ یہ یادیں ہی زندگی کا سرمایہ تھیں۔ جب بھی دل میں ویرانی محسوس ہوتی، ان یادوں کے سہارے خود کو بہلا لیا کرتا۔ زندگی کا سفر کہاں سے شروع ہوا تھا، اور اب میں کہاں پہنچ گیا تھا، اس کا تذکرہ ہی کرنا بیکار تھا۔ اب تو ان یادوں نے مجھے افسردہ کرنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ اب ان کی آنچ دل کو فرحت بخشتی تھی۔ دماغ پر چلنے والی فلم اپنا آخری سفر طے کر کے تہذیب عالم ایکس کے چہرے تک پہنچی تو دو بج گئے اور اس کے بعد بڈ ہنستا مسکراتا باہر نکل آیا۔

"ہیلو چیف، سب خیریت ہے نا؟"

"ہاں بڈ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"بس اب تم جاؤ اور سو جاؤ... اور ہاں دیکھو! یقیناً سو جانا۔ ورنہ دوسرے دن کا سفر بہتر نہیں رہے گا۔"

"ٹھیک ہے بڈ۔" میں نے کہا اور اُٹھ کر خیمے میں آ گیا۔

سونے کی کوشش میں کامیابی نصیب ہو گئی تھی اور پھر اُس وقت تقریباً ساڑھے پانچ بجے تھے جب میکنو اور بڈ کے گفتگو کرنے کی آوازیں سنائی دیں اور میری آنکھ کھل گئی۔ بڈ اُٹھ کر باہر جانے لگا تو میں نے اُس سے پوچھا کہ کیا باہر خیریت ہے؟"

"اوہ چیف! تم جاگ گئے۔ چلو کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے بھی ساڑھے پانچ بج چکے ہیں۔ آؤ باہر آ جاؤ۔"

"کوئی خاص بات ہے بڈ؟"

"ہاں۔ میکنو کہتا ہے کہ خاص بات ہے۔" میں نے اپنی رائفل سنبھال لی۔ بڈ اور میکنو بھی رائفلیں اُٹھائے ہوئے تھے۔ بڈ نے پوچھا۔ "کیا پروفیسر کو بھی جگا لیا جائے؟"

"اگر کوئی خطرناک صورتِ حال ہے تو پھر جگا دینا مناسب ہے۔"

"نہیں، ہم اسے خطرناک نہیں کہہ سکتے۔ میرا خیال ہے کہ پروفیسر کو نیند پوری کر لینے دی جائے۔" میکنو سرگوشی کے انداز میں بولا اور ہم تینوں خیمے سے باہر نکل آئے۔

"کیا بات ہے میکنو؟"

"اُدھر، اس وادی میں، میں نے کچھ انسانی آوازیں سُنی ہیں۔ میں نے بڈ کو جگا دینا مناسب سمجھا تاکہ اگر کوئی ہماری طرف رُخ کرے تو ہم محتاط ہوں۔"

میکنو نے جس سمت اشارہ کیا تھا، میں اُدھر دیکھنے لگا بظاہر کچھ بھی نہیں تھا۔ ہم ہوا کی سرگوشیاں سُنتے رہے لیکن پھر

...یں کوئی آواز محسوس نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ دن کی روشنی ...ونے لگی۔ نیند بھری تو نہیں تھی۔ آنکھوں میں جلن باقی تھی۔ ...ن ٹھنڈے پانی کے چھینٹے اور پھر بڈ کی تیار کردہ کافی نے ...ند بھگا دی۔

پروفیسر جوناتھن شاید کافی کی خوشبو سے جاگا تھا... باہر ...ا اور جلدی سے بولا۔ "ارے ارے! سب ختم نہ کر جانا۔ ویسے ...ھے شکایت ہے تم لوگوں سے کہ تم نے مجھے کافی میں شریک نہیں کیا۔"

"آپ کو نیند پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا پروفیسر۔"

"بھئی تم جو رعایت میرے ساتھ کرنا چاہو کر لو، حالانکہ میں ...س کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ میرا خیال ہے پوری رات کی ...ند کے لیے ہم میں سے کسی ایک آدمی کو روزانہ منتخب کر لیا جائے ...ا کوئی بھی شخص بہت زیادہ تھکن یا کسلمندی کا شکار نہ ہو۔ ...و ذرا کافی تو دو۔ کہیں سب تو ختم نہیں کر گئے تم لوگ۔"

ایک مگ میں انھیں بھی کافی دے دی گئی اور پھر ہم ...نے انھیں صورتِ حال بتائی۔

"کس سمت؟" انھوں نے چونک کر پوچھا۔

"وہ نیچے وادی میں۔" بڈ نے اشارہ کیا اور پروفیسر جوناتھن ...یے میں داخل ہو کر اپنی دوربین نکال لایا۔ اس نے دوربین سے ...ی کا جائزہ لیا اور پھر بے اختیار اُچھل پڑا۔

"یقیناً اُدھر انسان موجود ہیں... لیفٹیننٹ علی۔ ذرا دیکھنا۔" میں نے جلدی سے دوربین پروفیسر کے ہاتھوں سے ...لی اور اُسے فوکس کر کے اُس سمت دیکھنے لگا جہاں پروفیسر ...نے اشارہ کیا تھا۔ میں نے کچھ لوگوں کی نقل و حرکت محسوس کر ...ی۔ لیکن فاصلہ اتنا تھا کہ دوربین اُنھیں صحیح طور پر فوکس ...ہیں کر پا رہی تھی۔

چند لمحے اُدھر دیکھنے کے بعد میں نے دوربین بڈ کی طرف ...ھا دی اور پھر پروفیسر سے بولا۔ "اگر وہاں کچھ انسان موجود ...یں پروفیسر تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"کیا میں تمھیں مشورہ دینے کی جرأت کر سکتا ہوں علی؟"

"یقیناً۔ میں اپنے بارے میں یہ بات آپ کو بتا دوں پروفیسر ...م چاروں میں سے کوئی کسی پر فوقیت نہیں رکھتا۔ ہر شخص ...دوسرے کو اپنی تجاویز پیش کر سکتا ہے اور اسی طرح ...ں کامیابی نصیب ہو گی۔ کسی ایک شخص کی ذہنی قوتوں کو پامال ...ں کیا جانا چاہیے۔"

"تو پھر میری رائے ہے کہ ہمیں اُن کی سمت چلنا چاہیے۔ ...جنگلوں میں پیش آنے والا کوئی بھی واقعہ ہماری رہنمائی کر سکتا ...ر کسی بھی شخص سے ہمیں کوئی ایسا سراغ مل سکتا ہے جو ہمیں ہماری منزل تک لے جائے۔"

"مگر فاصلہ اتنا ہے پروفیسر کہ ہمارے وہاں تک پہنچنے تک ممکن ہے وہاں کچھ بھی نہ رہے اور پھر ہمیں واپس یہیں آنا پڑے۔"

"واپس آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فوری طور پر تیاریاں کر لو۔ اور اُن کی سمت چل پڑو۔ میرا خیال ہے صبح کا ناشتا ہم انہی کے قریب پہنچ کر کریں گے۔ اور اگر کوئی خطرناک صورتِ حال ہوئی تو پہلے اس سے نمٹ لیں گے۔"

"گڈ۔ مجھے آپ کی تجویز سے اتفاق ہے۔" میں نے کہا۔

ہم برق رفتاری سے خیمے اکھاڑنے لگے۔ خیموں کو لپیٹ کر رکھ لیا گیا۔ تمام سامان باندھ کر گھوڑوں پر بار کیا گیا، اور اس کے بعد ہم گھوڑوں کو کھول کر اُن پر سوار ہو گئے۔ ہتھیار البتہ ہم نے اپنے ہاتھوں میں تیار رکھے تھے۔ تاکہ کسی بھی ناگہانی صورتِ حال کا مقابلہ کیا جا سکے۔

تقریباً آدھا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے تجویز پیش کی کہ ہم دو دو کی ٹولیوں میں دو سمتوں سے اس طرف جائیں تاکہ ہمیں کسی بھی خطرے کے پیشِ نظر دوسری طرف سے مدد مل سکے۔ سب نے میری اس بات سے اتفاق کیا۔ اور اس طرح میں اور بڈ ایک سمت، میکنو اور پروفیسر دوسری سمت پہنچ گئے اور پھر دونوں طرف سے درمیان میں فاصلہ چھوڑ کر ہم اس علاقے کی طرف بڑھنے لگے جہاں نقل و حرکت محسوس ہوئی تھی۔

راستہ بہت زیادہ دشوار گزار نہیں تھا۔ گھوڑوں نے بہت جلدی یہ فاصلہ طے کر لیا اور ہم اس جگہ پہنچ گئے لیکن وہاں پہنچنے کے بعد جو منظر دیکھا، وہ بڑا عجیب تھا۔ ایک شدید زخمی شخص زمین پر پڑا ہوا تھا اور اس کے قریب ہی ایک بُرے احوال نوجوان لڑکی موجود تھی۔ زخمی شخص کی شخصیت اچھی خاصی پُروقار تھی۔ لڑکی بھی اچھی شکل و صورت کی مالک تھی۔ لیکن اس ویرانے میں ان دونوں کی موجودگی بڑی تعجب خیز تھی۔

بڈ نے آہستہ سے مجھ سے کہا۔ "کوئی نئی بات نہیں ہے چیف۔ صحرائے اعظم میں سرپھرے عموماً داخل ہوتے رہتے ہیں۔ اور اسی قسم کے مصائب سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے ان لوگوں کو بھی ایسی ہی کوئی صورتِ حال پیش آئی ہے۔ بظاہر مظلوم ہی نظر آتے ہیں۔"

لڑکی نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُن کر گردن اٹھائی اور پھر چیختی ہوئی ہماری طرف دوڑی۔ وہ ہم سے مدد طلب کر رہی تھی۔ زبان انگریزی تھی۔ آواز میں انتہائی خوف اور دہشت تھی۔ میں گھوڑے کی پشت سے اُتر گیا۔ دوسری سمت سے میکنو اور پروفیسر بھی آ گئے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھے۔ لڑکی پاگلوں کی طرح چکرا رہی تھی، اس نے آگے بڑھ کر بڈ کا بازو پکڑ لیا۔

"مسٹر پلیز، پلیز مسٹر۔۔۔ ہماری مدد کیجیے۔۔۔ ہماری مدد کیجیے، میرے انکل۔۔۔ میرے انکل موت کی آغوش میں جا رہے ہیں۔"

بڈ نے اس کا شانہ تھپتھپا کر اُسے تسلی دی اور پھر ہم دونوں معمر شخص کے قریب پہنچ گئے جس کا سینہ خون سے لتھڑا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سینے کا گوشت نوچ لیا گیا ہو۔

کوئی اور گفتگو کیے بغیر پروفیسر جوناتھن نے اپنا کٹ بیگ کھولا اور اس میں سے فرسٹ ایڈ کا سامان نکال لیا۔ سب سے پہلے اس نے ایک شیشی سے اس کے زخم پر اسپرے کیا اور اس کے بعد ایک مرہم لگا کر زخم پر روئی رکھی اور سینے پر پٹی کس دی۔ معمر شخص بھاری بدن کا مالک تھا لیکن اس اتنے بڑے زخم سے یقیناً اتنا زیادہ خون بہا ہوگا کہ اب اس میں زندگی نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی۔ پروفیسر جوناتھن نے اُسے دو انجکشن بھی دیے اور اس کے بعد بڈ سے کہا کہ اگر تھوڑی سی کافی تھرماس میں ہو تو اس شخص کو دے دی جائے۔

بڈ نے فوراً ہی اُسے کافی دی جسے قطرہ قطرہ کر کے معمر شخص کے حلق میں ٹپکایا گیا اور یہ کوشش انتہائی کارگر رہی۔ معمر شخص نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ وہ لمحہ بھر ہم لوگوں کی شکلیں دیکھتا رہا اور اس کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

بڈ نے ہمدردی سے کہا "مسٹر، آپ اب محفوظ ہاتھوں میں ہیں۔ اطمینان رکھیں، جو تکلیف آپ کو پہنچ چکی ہے، ہم اس کا کوئی بدلہ تو نہیں دے سکتے لیکن اب آپ کو مزید کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔"

لڑکی آہستہ آہستہ رو رہی تھی۔ میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے بھی تسلی دی تو وہ بے اختیار میرے سینے سے آلگی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "تمھیں رونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب پریشانی کی کوئی بات نہیں، ہم تمھاری مدد کے لیے موجود ہیں۔" پھر میں نے پوچھا "یہ تمھارے انکل کیسے زخمی ہوئے؟"

"شیر۔۔۔ ایک خوفناک شیر، جو ہم میں سے تین آدمیوں کو ختم کر چکا ہے۔ دراصل ہم لوگ سی فور سے کیپ سی کی جانب جا رہے تھے۔ کیپ سی میں میرے انکل رہتے ہیں۔ انکل مجھے لینے کے لیے آئے تھے۔ یہ سب میری ہی ضد تھی۔ ہمارے تین آدمی راستے میں آدم خور شیر کا شکار ہو گئے اور ہم اُن سے محروم ہو گئے۔ ہم راستہ بھی کھو چکے ہیں، وہ دیکھو! اُس سمت دیکھو، شیر نے ہمارے آخری گھوڑے کو بھی ہلاک کر دیا۔"

لڑکی نے جس سمت اشارہ کیا تھا، وہاں ایک گھوڑے کی گردن ٹوٹی ہوئی لاش پڑی ہوئی تھی۔ میں نے قریب جا کر اس لاش کو دیکھا۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ گردن پر شیر کے پنجے کا نشان تھا۔ لڑکی روتے ہوئے مجھے بتا رہی تھی۔

"۔۔۔ اور اسی شیر نے رات کو انکل پر بھی حملہ کیا تھا، میں بال بال بچ گئی اور انکل۔۔۔ انکل کا سینہ شدید زخمی ہو گیا لیکن اتفاق کی بات تھی کہ شیر بھاگ گیا۔ غالباً دور کہیں گھوڑے ہنہنائے تھے جن کی وجہ سے شیر کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ رُک گیا۔ ورنہ وہ یقیناً ہم دونوں کو بھی ہلاک کر دیتا۔"

"تمھارے انکل کیپ سی میں رہتے ہیں، یہ کیپ سی کیا ہے؟"

"ایک آبادی کا نام ہے جناب اور میرے انکل کا نام ایش مین ہے اور میں نینی گراہم ہوں۔ انکل یہاں کیپ سی میں رہتے ہیں اور افریقہ میں کچھ تحقیقات کر رہے ہیں۔ میں نے لندن سے یہاں تک کا سفر طے کیا اور انکل مجھے لینے کے لیے سی فور پہنچ گئے لیکن یہ سفر ہمارے لیے موت کا سفر ثابت ہوا۔ کیپ سی تک آتے ہوئے انکل کے تین ساتھی اُن سے جدا ہو گئے۔"

"کیا آدم خور شیر نے اُنھیں ہلاک کر دیا؟"

"ایک کو تو ہمارے سامنے ہی ہلاک کر دیا تھا۔ دو فرار ہو گئے لیکن اس رات سے پہلے ہم نے ایک جگہ قیام کے دوران ان دونوں کی دہشتناک آوازیں سنی تھیں اور ان آوازوں میں شیر کی آواز بھی شامل تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ دونوں بھی ہلاک ہو گئے۔ ہمارے پاس صرف ایک ہی گھوڑا رہ گیا تھا جس پر بیٹھ کر ہم یہاں تک پہنچ گئے۔ رات اتنی تاریک ہو چکی تھی کہ آگے بڑھنا انتہائی خوفناک تھا چنانچہ یہاں قیام کیا لیکن آدم خور شیر نے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا۔" لڑکی پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کی آواز میں دہشت تھی اور اس سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے غلط نہیں کہہ رہی۔

"کیپ سی یہاں سے کتنی دور ہے؟" میں نے گھوڑے کی لاش سے واپس پلٹتے ہوئے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی، یہ بات تو انکل ہی جانتے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اب کیپ سی زیادہ دور نہیں ہے۔ ہم دن کی روشنی میں کسی بھی وقت وہاں پہنچ جائیں گے لیکن اب تو ہمارے پاس گھوڑا بھی نہیں ہے۔"

"فکر مت کرو۔ ہم تمھیں کیپ سی پہنچا دیں گے۔" میں نے کہا۔ اور اس کے بعد ہم ایش مین کے قریب پہنچ گئے۔

ایش مین کی حالت اب کافی بہتر نظر آ رہی تھی۔ یہ ان انجکشنوں کا اثر تھا جو پروفیسر جوناتھن نے اُسے دیے تھے۔ ایش مین

WWW.PAKSOCIETY.COM

[پرو]فیسر جوناتھن سے مدھم لہجے میں گفتگو کر رہا تھا۔۔۔ [...] نے اس گفتگو میں کوئی دخل نہیں دیا۔ بڈ اور میکنو ایک طرف [...] پروائی سے کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے جب بڈ کو صورتِ حال [...] تو وہ چوکنا ہو گیا اور پھر میکنو کو ساتھ لے کر وہ شیر کے پنجوں کے نشان تلاش کرنے لگا۔ میں ایش مین کے پاس بیٹھ گیا۔ ایش مین پروفیسر کو بتا رہا تھا۔

"جی ہاں، دراصل میں یہاں ایک تحقیقاتی مشن پر آیا ہوں۔ میرا تعلق لندن سے ہے لیکن بدقسمتی سے میں اس حادثے کا شکار ہو گیا۔ کیپ سی میں، میں نے اپنے رہنے کے لیے ایک ٹھکانا بنایا ہوا ہے۔ وہ افریقہ کے امن پسندوں کی بستی ہے اور میرے ساتھ ان لوگوں کا سلوک بُرا نہیں ہے۔ یہ آدم خور بہت عرصے سے کیپ سی کے باشندوں کو پریشان کیے ہوئے ہے اور بہت سے لوگ اس کا شکار ہو چکے ہیں۔ ہم نے بے حد کوششیں کیں کہ اُس شیر کو ہلاک کر دیں لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔ یہ راستہ طے کرتے ہوئے میں نے اپنے ساتھ تین افراد کو رکھا تھا جو بہترین شکاری تھے لیکن افسوس وہ خود اس خوفناک شیر کا شکار ہو گئے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ایش مین! اب جو کچھ ہو چکا، سو ہو چکا لیکن اب آپ مطمئن رہیں۔ آپ کو کیپ سی پہنچانے کے لیے ہماری خدمات حاضر ہیں۔"

"آپ لوگ ہمارے لیے مسیحا بن کر آئے ہیں۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"کیا آپ گھوڑے پر سفر کر سکیں گے؟"

"میں نہایت مضبوط آدمی ہوں۔ خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے بس ذرا کمزوری اور نقاہت طاری ہو گئی ہے لیکن آپ لوگوں نے میرے سینے پر جو بینڈیج کی ہے، اس نے مجھے بے حد سکون بخشا ہے، اب تو تکلیف کا احساس بھی نہیں ہو رہا۔"

"آپ کے زخم کو بالکل سُن کر دیا گیا ہے۔ آپ اطمینان رکھیں، میں آپ کا پورا پورا علاج کروں گا۔" پروفیسر جوناتھن نے کہا۔

"میرے پاس آدمی موجود ہیں۔ آپ صرف مجھے کیپ سی تک پہنچانے کی زحمت کر لیں۔"

"ٹھیک ہے۔" پروفیسر جوناتھن نے کہا اور اس کے بعد بڈ اور میکنو کی طرف دیکھنے لگا جو پنجوں کے نشانات دیکھتے ہوئے کافی دور نکل گئے تھے۔

میں نے بڈ کو آواز دی تو وہ واپس پلٹ پڑا اور میرے قریب پہنچ گیا۔ "بڈ! ناشتے کی چیزیں نکال لو۔ ہمارے دو مہمان بھی ہیں۔"

بڈ نے بلا چون و چرا تعمیل کی اور ہم لوگوں نے ہلکا پھلکا سا ناشتا کیا۔ ایش مین کو ایک کپ کافی اور کچھ بسکٹ دیے گئے جو اس نے شکریے کے ساتھ قبول کر لیے۔ لڑکی کے انداز میں اب وحشت ختم ہو چکی تھی اور وہ ہماری ممنون نظر آ رہی تھی۔ اس نے بھی خاموشی سے ہمارے ساتھ ناشتا کیا تھا۔

پروفیسر جوناتھن نے لڑکی کو اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھا لیا۔ میں نے ایش مین کو اپنا گھوڑا دینے کی پیشکش کی تو بڈ نے فوراً ہی اُسے مسترد کر دیا اور ایش مین کو اپنے ساتھ سنبھال کر گھوڑے کی پشت پر بٹھا لیا۔ میکنو اور میں ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

"چیف، شیر کے پنجوں کے نشانات جا بجا نظر آ رہے ہیں۔" بڈ نے کہا "میرا خیال ہے اگر ہم تھوڑی سی کوشش کریں تو اس کی سمت کا تعین بھی کر سکتے ہیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں بڈ۔ پہلے مسٹر ایش مین کو ان کے ٹھکانے تک پہنچا دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" بڈ نے مجھ سے اتفاق کیا اور ہم چلتے رہے۔

آگے چل کر راستہ ذرا دشوار گزار ہوتا جا رہا تھا۔ درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ جگہ جگہ راستہ روک لیتے تھے اور ان کے درمیان سے گزرنا خاصا مشکل تھا۔ ان کی شاخیں اور ٹہنیاں ایک دوسرے سے گتھی ہوئی تھیں جن کے درمیان بندروں کی اُچھل کود جاری تھی اور اُن کی آوازیں جنگل کے سناٹے کو مجروح کر رہی تھی۔ میں نے ایش مین سے راستے کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ ان راستوں سے گزرے بنا کیپ سی تک پہنچنا ممکن نہیں ہے اور ہمیں ان ہی راستوں پر سفر کرنا پڑے گا۔ اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا کہ راستہ بہت پُرخطر ہے اور کسی بھی لمحے شیر سے مڈبھیڑ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ہمیں چوکنا رہنا چاہیے۔ میں نے یہ ذمے داری اپنے سر لے لی اور میکنو کو بھی ہوشیار کر دیا۔ ہم دونوں کو بقیہ لوگوں کی حفاظت کرنا تھی۔ راستہ واقعی دشوار گزار تھا۔ جنگل پر ہیبتناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ درختوں کے اوپری حصے اتنے گھنے تھے کہ آگے تقریباً اندھیرا سا ہو گیا تھا۔ جھکی ہوئی شاخیں جگہ جگہ راستہ روک رہی تھیں اور بعض جگہوں پر اُن کے درمیان راستہ بنا کر آگے بڑھنا پڑتا تھا۔

میں نے ایش مین سے پوچھا "کیا سی فور سے کیپ سی تک پہنچنے کے لیے کوئی باقاعدہ راستہ نہیں ہے؟"

"نہیں، کیپ سی بالکل اندرونی علاقے میں ہے اور اگر ہم پتھریلے راستے سے سی فور تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں تقریباً پچاس کلومیٹر کا فرق پڑتا ہے۔ عموماً اس سمت سے سفر نہیں کیا جاتا بلکہ سی فور تک پہنچنے کے لیے انھی جنگلوں میں راستہ بنا کر آگے بڑھنا پڑتا ہے، کوئی ایک ایسا راستہ آج تک نہیں تعمیر کیا گیا جو ان دشواریوں سے پاک ہو۔" ایش مین نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

جواب دیا۔

"کیا سی فور سے کیپ سی تک باقاعدہ آمد و رفت نہیں ہے؟"

"نہیں۔ کیپ سی خالص جنگلیوں کا علاقہ ہے۔ سی فور البتہ کسی حد تک مہذب بستی ہے۔ جب کہ وہاں تک پہنچنے کے لیے بھی کوئی باقاعدہ راستہ نہیں ہے۔ میں نے نینی گراہم کو اسی راستے پر آنے کے لیے کہا تھا اور وہ بمشکل تمام سی فور تک پہنچ سکی تھی۔ دراصل میرا بھائی گراہم مرچکا ہے اور نینی لندن میں بالکل تنہا تھی۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد اسے یہ تنہائی شدید محسوس ہوئی اور اس نے مجھ سے رابطہ قائم کرکے مجھ تک آنے کی اجازت چاہی۔ کچھ اس طرح کے خطوط لکھے اس نے مجھے کہ میں اسے یہاں بلانے پر مجبور ہوگیا۔"

"کیا آپ طویل عرصے سے کیپ سی میں مقیم ہیں؟"

"ہاں، جنگل کی زندگی مجھے بے حد پسند ہے اور میں یہاں اپنے طور پر کچھ کام کر رہا ہوں لیکن ایسے کسی حادثے سے میں پہلی بار دوچار ہوا ہوں اس سے پہلے بھی کیپ سی کے علاقے میں مختلف قسم کے حادثات ہوئے لیکن ان میں انسانی جانوں کا اس قدر نقصان نہیں ہوا تھا۔ یہ شیر انتہائی خوفناک ہے اور ہم اسے بہت عرصے سے تلاش کر رہے ہیں لیکن کم بخت اتنا چالاک ہے کہ ہمارے ہاتھ نہیں آتا۔"

مزید کچھ سفر طے کرنے کے بعد ہمیں پانی کی آواز سنائی دی اور ایش مین نے بتایا کہ بائیں سمت ایک نہر ہے جو آگے چل کر راستہ روک لیتی ہے اور ہمیں اس نہر کو عبور کرکے دوسری طرف جانا ہوگا۔ تھوڑی دور آگے بڑھے تو درختوں کے آدھے آدھے تنے اونچی اونچی جھاڑیوں میں چھپے ہوئے نظر آئے۔ یہاں بالکل ہی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے بُڈ وغیرہ کو ہوشیار رہنے کی تاکید کی اور خود بھی کافی احتیاط سے آگے بڑھنے لگا۔

ایک مقام پر جھاڑیوں سے گزرتے ہوئے دفعتاً میرے کانوں نے کچھ سرسراہٹیں سنیں اور میں نے آہستہ سے ان لوگوں کو رُکنے کی ہدایت کردی لیکن اس کے بعد سرسراہٹیں سنائی نہیں دی تھیں۔ ایش مین نے بتایا کہ کوئی اژدہا جھاڑیوں سے گزرا ہوگا۔

"کیا یہاں اژدہے موجود ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، اکثر نظر آجاتے ہیں۔" ایش مین بولا اور پھر لجاجت آمیز انداز میں کہنے لگا۔ "اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو کوئی پستول وغیرہ میرے ہاتھ میں بھی دے دو۔ ان راستوں سے میں دو تین مرتبہ گزر چکا ہوں، ممکن ہے اس کی ضرورت پیش آجائے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایش مین کی یہ خواہش پوری کردی اور ایک لوڈڈ پستول اس کے حوالے کردیا۔

گنجان درختوں کا یہ سلسلہ ساتھ ساتھ چلتا رہا لیکن اب ان کی اتنی زیادہ نہیں رہی تھی اور سورج کی روشنی درختوں سے چھن چھن کر آرہی تھی۔ آگے چل کر زمین کی سطح کچھ بلند ہونے لگی تھی اور گھوڑوں کو چڑھائی چڑھنی پڑ رہی تھی۔ ایش مین نے تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد بتایا کہ اس چڑھائی کے بعد ایک ڈھلان ہے جہاں ایک بڑی سی جھیل نظر آتی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد گنجان درختوں کا یہ سلسلہ ختم ہونے لگا۔ ڈھلان شروع ہوگئے تھے۔ ہم لوگوں نے اس گھٹے ہوئے تکلیف دہ سفر سے نجات پانے کے بعد اطمینان کی سانس لی اور خوشگوار ٹھنڈی ہواؤں کے درمیان جھیل کی جانب سفر کرنے لگے۔

خاصی وسیع و عریض جھیل تھی۔ پروفیسر جوناتھن کہنے لگا۔ "اس قسم کے گھنے جنگلوں میں ایسی جھیلیں انتہائی خطرناک ہوتی ہیں، چونکہ یہاں تمام وحشی جانور پانی پینے آتے ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں جھیل سے ہٹ کر سفر کرنا چاہیے۔ کسی بھی لمحے ہمارا واسطہ خوفناک جنگلی درندوں سے پڑسکتا ہے۔"

میں نے پروفیسر جوناتھن سے اتفاق کیا اور ہم جھیل سے ہٹ کر سفر کرنے لگے۔ جس سمت ہم نے سفر شروع کیا تھا، اُدھر نسبتاً چھدرے درخت تھے۔ باقی جھیل سے داہنی طرف کا حصہ گھنے درختوں میں چھپا ہوا تھا۔ جھیل کو چھوڑ کر ہم آگے بڑھتے رہے اور پھر دفعتاً ہمارے گھوڑے ہنہنانے لگے اور انھوں نے آگے بڑھنے سے انکار کردیا۔ پروفیسر جوناتھن نے فوراً ہی اپنی رائفل سنبھال لی تھی اور چوکنا ہوکر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہ شاید جنگلوں کے بارے میں بھی خاصی معلومات رکھتا تھا۔

"یقیناً کوئی جنگلی درندہ . . ." ابھی پروفیسر نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً شیر کی دہاڑ سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ایک انسانی آواز بھی۔ کوئی کسی کو مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ نینی گراہم بے اختیار دہشت زدہ انداز میں چیخنے لگی تو پروفیسر جوناتھن نے اس کا منہ دبالیا۔ نینی بری طرح کانپ رہی تھی۔

ایش مین بولا۔ "یقیناً کوئی بدنصیب شیر کا شکار ہوا ہے لیکن یہ کون ہے؟ آہ! کہیں میرے ساتھیوں میں سے کوئی نہ ہو۔ میں تمھیں بتاچکا ہوں کہ اُن میں سے دو فرار ہوگئے تھے۔"

ہم نے گھوڑوں کو آگے بڑھانے کی کوشش کی لیکن گھوڑے مسلسل خوفزدہ تھے اور اپنی ہی جگہ اچھل کود مچا رہے تھے۔ چنانچہ میں اور میکنو نیچے اتر گئے اور اپنی اپنی رائفلیں سنبھال کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے لیکن ہم اس سلسلے میں کوئی بھاگ دوڑ نہیں کرسکتے تھے۔ کیونکہ ہمیں شیر کی سمت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ البتہ چیخنے والے کے لیے ہمارے دل میں دکھ تھا۔ جھیل کا یہ کنارا بدبودار دلدل سے بھرا ہوا تھا جس میں جھاڑ جھنکاڑ بھرے ہوئے تھے۔

بالآخر میں اور میکنو نتائج سے بے پروا ہوکر آگے بڑھنے لگے اور ہمارے کان کسی آواز یا آہٹ کو سننے کی کوشش کرنے لگے۔ کچھ فاصلے پر پہنچ کر گھنے درختوں کے جھنڈ کے درمیان ہم نے خون کے قطرے دیکھے اور رُک گئے۔ یقیناً خوفناک درندہ اپنے شکار کو لے کر اِسی جھنڈ سے گزرا تھا اور ممکن ہے اب بھی وہ کسی آس پاس کی جھاڑی یا گھاس کے اندر چھپا بیٹھا ہو۔

یہاں رک کر ہم دیر تک بے حس و حرکت کوئی آواز سننے کی کوشش کرتے رہے لیکن بے سود۔ ہر طرف ہُو کا عالم طاری تھا اور یہ حصہ بالکل ویران نظر آرہا تھا۔ پتا نہیں وہ کون بدنصیب تھا جسے شیر نے شکار کیا تھا۔ اس بات کے امکانات زیادہ محسوس ہو رہے تھے کہ وہ ایش مین ہی کا کوئی گمشدہ ساتھی ہو جو زندگی بچانے کے لیے اپنے طور پر کیپ سی کی طرف جا رہا ہو۔

چند لمحے بعد میں نے میکنو کو اشارہ کیا اور ہم محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگے۔ اس جھنڈ سے گزرے تو اندازہ ہوا کہ اس کے درمیان کافی کشادہ جگہ موجود ہے۔ ہماری نگاہیں زمین پر خون کے دھبّے تلاش کررہی تھیں لیکن یہاں ہمیں دھبّے نظر نہیں آرہے تھے البتہ بائیں سمت گھومنے کے بعد دفعتاً میکنو نے مجھے خون کے ان دھبّوں کی طرف متوجہ کیا جو یہاں کافی تعداد میں تھے۔

میں نے تیزی سے میکنو کے قریب پہنچ کر اس خون کو دیکھا۔ چھوٹی چھوٹی بوندیں ایک سمت اشارہ کررہی تھیں۔ چنانچہ ہم رائفل سنبھالے آگے بڑھے اور خون کی ان بوندوں کے نشان پر چلتے ہوئے بالآخر ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک انسانی لاش، ایک خاردار جھاڑی کے قریب پڑی ہوئی تھی۔ ایک نظر دیکھتے ہی پتا چل گیا کہ وہ کوئی مہذب انسان ہے۔ اس کا لباس تار تار ہوچکا تھا اور جسم پر جابجا شیر کے پنجوں اور دانتوں کے نشانات نمایاں تھے۔ گردن اور سینے پر گہرے زخم تھے جن سے تازہ خون اُبل رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خوفناک درندہ ہماری آمد سے واقف ہوگیا ہے اور اپنے شکار کو چھوڑ کر کہیں آس پاس ہی جا چھپا ہے۔

میکنو نے فوراً ہی میرے اس خیال کی تصدیق کردی اور سرگوشی کے لہجے میں بولا۔ "صورتِ حال یہاں کافی خطرناک ہے۔ وہ بائیں سمت جو درخت نظر آرہا ہے، میرا خیال ہے ہمیں فوراً اس پر پناہ لینی چاہیے۔ وہاں سے ہم ہر سمت نظر رکھ سکتے ہیں۔"

"میکنو! وہ لوگ بھی خطرے میں ہیں۔ کہیں وہ آدم خور سے دھوکا نہ کھاجائیں۔"

"وہ اپنے طور پر ہوشیار رہیں گے چیف۔ اس وقت انھیں کوئی پیغام بھی نہیں دیا جاسکتا۔ ویسے بُڈ ہوشیار آدمی ہے، وہ چوکنا رہے گا۔" میکنو درخت کی طرف بڑھتا ہوا بولا اور چند لمحے بعد ہم دونوں درخت پر پہنچ گئے۔

انسانی لاش ہمارے سامنے کوئی پندرہ بیس گز کے فاصلے پر پڑی ہوئی تھی۔ ایک ایک لمحہ اعصاب شکن تھا۔ جب کافی دیر تک خوفناک درندہ کہیں سے ظاہر نہیں ہوا تو ہم درخت سے نیچے اُتر آئے۔ لاش کے قریب پہنچے اور اسے اُٹھا کر واپس چل پڑے۔

تمام لوگ ہمارا انتظار کر رہے تھے اور ہمارے لیے پریشان تھے۔ ہمیں جھاڑیوں سے نمودار ہوتے دیکھ کر بُڈ برق رفتاری سے ہماری طرف بڑھا۔ دوسرے لوگ بھی دیکھ چکے تھے کہ ہم ایک لاش اٹھائے چلے آرہے ہیں۔

ایش مین نے لاش دیکھنے کے بعد تصدیق کردی کہ یہ اسی کے ساتھیوں میں سے ایک کی ہے۔ بے چاری نینی گراہم بے حد خوفزدہ ہوگئی تھی اور بار بار ایش مین سے کہہ رہی تھی کہ کیپ سی پہنچ کر فوراً اس کی واپسی کا بندوبست کردیا جائے۔ اس نے لندن سے یہاں آکر غلطی کی ہے۔

اس لاش کو وہیں ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ کیونکہ درندے کے حملے کا خطرہ ابھی تک موجود تھا۔ اس کے بعد کا سفر مزید خوف و دہشت کے عالم میں طے کیا گیا۔ مناظر تبدیل ہوتے رہے۔ ایش مین کی حالت اب کچھ بہتر تھی جبکہ سہمی ہوئی نینی گراہم بدستور پروفیسر جوناتھن سے لپٹی ہوئی تھی ــــــ وہ بار بار خوف سے رونے لگتی تھی۔

ایک ایسی کتاب جو عورت کو اپنی حقیقتوں سے آشنا کرتی ہے اور مرد کو اُسے سمجھنے کے قابل بناتی ہے

مشہور نفسیاتی مصنف سلام حسین کے قلم سے

عورتوں کی نفسیات

یہ ایک ایسی نفسیاتی تخلیق ہے جسے ماں اپنی بیٹی کو اس اعتماد کے ساتھ دے سکتی ہے کہ اس کا مطالعہ اُسے اپنی زندگی کی دشواریوں کو حل کرنے میں مدد دے گا۔ اس کتاب کا مطالعہ عورتوں کو ایک نئی دُنیا سے آشنا کراتا ہے اور اُن راہوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو انہیں اپنے جذباتی اور روحانی ارتقاء میں مدد دیں گی۔ یہ کتاب عورتوں کو اپنی زندگی کے تقاضوں کو سمجھنے اور زندگی کی اصل مسرتوں اور حقیقی کامیابیوں کو حاصل کرنے کے قابل بنادے گی۔

محبت۔ دوستی۔ کام۔ نفسیاتی اور ازدواجی تعلقات۔ زچگی۔ طلاق اور زندگی کے دیگر مسائل پر ایک بے مثال نفسیاتی تحقیق۔

قیمت ۴۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۹/ روپے

ان خواتین کے لیے جو اپنے آپ کو سمجھنا چاہتی ہیں اور اُن مردوں کے لیے جو خواتین کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

یہ کتاب دُنیا کی ہر زبان میں شائع ہوچکی ہے اور اُردو میں پندرھویں بار شائع ہوئی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس وقت شام کی سرخی جھلکنے لگی تھی اور جنگلی پرندے قطار در قطار اپنے اپنے گھونسلوں کی طرف آ رہے تھے جب ہم نے بہت دور گہرائی میں دھوئیں کی لکیریں بلند ہوتے ہوئے دیکھیں۔ ایش مین نے اس بات کی تصدیق کر دی تھی کہ وہی کیپ سی نامی بستی ہے۔ چنانچہ ہم نے گھوڑوں کی رفتار تیز کر دی۔ فضا میں طوطوں کی ٹیں ٹیں سے ایک شور برپا تھا اور جنگل کے اندر بسیرا کرنے والی چڑیوں کی چہکار سے کان پڑی آواز نہیں سُنائی دے رہی تھی۔

بالآخر یہ فاصلہ طے ہو گیا اور جیسے ہی ہم بستی کے قریب پہنچے، ہم نے بہت سے افریقی جوانوں کو اپنی جانب لپکتے ہوئے دیکھا اور اس کے بعد وہ ہمارے گرد جمع ہو گئے تھے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ ایش مین کی یہاں کافی عزت کی جاتی ہے۔ اُسے زخمی دیکھ کر جنگلی جوان بے قابو ہو گئے اور ہر طرح سے اس کی دل جوئی کرنے لگے۔ بستی کے مغربی حصّے میں تین درختوں کے ایک مثلّث کے درمیان زمین سے تقریباً دس فٹ اونچا ایک خوبصورت مکان بنایا گیا تھا جس کی تعمیر میں موٹے موٹے شہتیر استعمال کیے گئے تھے۔ اوپر جانے کے لیے باقاعدہ سیڑھی لگی ہوئی تھی۔ ہم سب اس سیڑھی سے گزر کر مکان میں داخل ہو گئے۔ ایک پُرآسائش زندگی کے لیے جو کچھ لوازمات اکھٹے کیے جا سکتے تھے، وہ سب اس مکان میں جمع تھے، ایش مین غالباً اس مکان میں تنہا ہی رہتا تھا کیونکہ یہاں صرف ایک آدمی کے زندگی گزارنے کے آثار نظر آ رہے تھے۔

ایش مین کو بستر پر لٹا دیا گیا۔ جنگلی اس کے لیے مسلسل بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ فوراً ہی ایک بوڑھا لکڑی کے پیالے میں سبز رنگ کا جڑی بوٹیوں سے بنایا ہوا ایک گاڑھا گاڑھا محلول لے آیا اور اس نے ایش مین کے سینے سے بینڈیج کھول کر اس محلول کی کافی مقدار اس کے زخم پر ڈال دی۔

میں نے ایش مین سے کہا کہ کیا یہ محلول اس کے لیے تسلی بخش ہے تو ایش مین نے مسکرا کر کہا۔ "جڑی بوٹیوں سے یہ لوگ جو دوائیں تیار کرتے ہیں، وہ بلاشبہ جدید دنیا کی دواؤں سے کہیں زیادہ مؤثر ہیں۔ ان لوگوں کو ایسے واقعات سے واسطہ پڑتا رہتا ہے اور انھوں نے اپنے لیے علاج کا بندوبست خود ہی کر لیا ہے۔ تم لوگ مطمئن رہو۔ یہ محلول یقیناً میرے اس زخم کے لیے کارآمد ہو گا۔"

نینی بے چاری اب بھی ایک کونے میں سمٹی ہوئی بیٹھی تھی۔

ایش مین کو جب ان لوگوں سے نجات ملی تو اس نے معذرت کرنے والے انداز میں کہا۔ "اب تک میں اپنی ہی مصیبت کا شکار رہا تھا۔ درحقیقت اگر آپ لوگوں کی مدد حاصل نہ ہو جاتی تو نہ جانے میرا کیا حشر ہوتا۔ ظاہر ہے، بے چاری لڑکی مجھے سنبھال نہیں سکتی تھی۔ لیکن میں نے اس دوران آپ لوگوں سے تعارف تک حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"یہ رسمیات بعد میں بھی پوری ہو سکتی ہیں مسٹر ایش مین، یہ خوشی ہے کہ ہم آپ کے کسی کام آ سکے۔" پروفیسر جوناتھن نے کہا۔

"آپ لوگ اطمینان سے بیٹھ جائیے۔ میں آپ کے لیے بستروں وغیرہ کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔ ابھی میں آپ کو جانے نہیں دوں گا۔ دو تین دن میرے ساتھ گزاریے بشرطیکہ آپ کے کسی خاص کام کا کوئی حرج نہ ہو رہا ہو۔"

"خاص کام!" پروفیسر ہنسنے لگا۔ "خاص کام یہی آوارہ گردی ہے جو بعد میں بھی کی جا سکتی ہے۔"

"آپ بے فکر ہو کر یہاں قیام کریں، مجھے مسرت ہو گی۔ میری حالت ذرا بہتر ہو جائے پھر میں آپ لوگوں کو یہاں کے اطراف سے روشناس کراؤں گا۔"

ہم میں سے کسی کو ایش مین کے ساتھ قیام کرنے میں کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ایش مین نے تھوڑی دیر کے بعد ہماری رہائش کے لیے انتظامات کرا دیے۔ یہاں ہم نے پانچ سفید فام اور دیکھے جو ایش مین ہی کی نسل سے معلوم ہوتے تھے۔ وہ بھی ایش مین کے پاس پہنچ گئے تھے۔ ایش مین نے انھیں اپنے تینوں ساتھیوں کے بارے میں بتایا اور وہ سب افسردہ ہو گئے۔

ایش مین نے مزید کسی واردات کے بارے میں پوچھا تو پتا چلا کہ اطراف میں اور کوئی واردات نہیں ہوئی ہے۔ "یقیناً شیر دور نکل گیا ہے اور اس وقت وہ انھی علاقوں میں ہے جہاں ہم نے اُسے پایا تھا۔"

"کیا یہاں جنگلی درندوں کی تعداد محدود ہے مسٹر ایش مین؟ میرا مطلب ہے کہ یہاں اور بھی تو شیر ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں۔ ان اطراف میں کوششیں کر کے درندوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے لیکن پھر بھی دُور دراز سے کوئی نہ کوئی درندہ بھٹکتا ہوا اس طرف آ نکلتا ہے اور دو چار انسانی جانوں کو ختم کرنے کے بعد گم ہو جاتا ہے یا مارا جاتا ہے۔ میں نے یہاں تقریباً گیارہ شیر شکار کیے ہیں لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اس آدم خور کو قابو میں نہیں کر سکے اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ شیر بالکل شیطان صفت ہے۔ اتنا چالاک کہ بس کچھ کہا نہیں جا سکتا۔"

نینی گراہم خوفزدہ نگاہوں سے ایش مین کو دیکھ رہی تھی۔ ایک بار پھر اس نے مطالبہ کر دیا کہ اس کی واپسی کا بندوبست کر دیا جائے۔

ایش مین نے بُرا ماننے کے بجائے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "نینی، میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا بیٹے! کہ اس علاقے میں آنا تمھارے لیے سودمند نہیں ہو گا۔ تاہم اس جگہ جہاں تم موجود ہو، کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم بے فکر رہو۔ میں بہت جلد حالات سازگار ہوتے ہی تمھیں واپس پہنچانے کی کوشش کروں گا۔"

میں نے ایش مین سے سوال کیا۔ "مسٹر ایش مین، اس مکان میں آپ تنہا ہی رہتے ہیں؟"

"جی ہاں۔ یہاں اتنی ہی گنجائش ہے۔"

"میرا مطلب ہے آپ کے دوسرے ساتھی . . . ؟"

"وہ جنگلیوں کے درمیان جھونپڑیوں میں رہتے ہیں۔"

"ان کی تعداد کتنی ہے؟"

"کُل آٹھ افراد تھے جن میں سے تین ہم سے جُدا ہو گئے، تم میرے ساتھیوں کے غم کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

ایش مین نے جنگلیوں سے شاید ہماری خاطر مدارات کے لیے کہہ دیا تھا۔ ابھی پوری طرح رات نہیں ہوئی تھی کہ جنگلیوں نے ہمارے سامنے مختلف کھانوں کے ڈھیر لگا دیے۔ ان میں بُھنا ہوا گوشت، سبزیاں اور کسی سبزی سے تیار کی ہوئی روٹیاں بھی موجود تھیں۔

ایش مین نے ہم سے درخواست کی کہ ہم بلاتکلف یہ کھانا کھائیں۔ اس نے کہا۔ "اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے آپ لوگ اپنے طور پر پسند نہ کرتے ہوں یا یہ آپ کی صحت کے لیے مُضر ہو۔ یہ روٹیاں ایک مخصوص قسم کی سبزی کے پتّوں سے بنائی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ گوشت بھی ہرن کا ہے۔ ہرنوں کی ڈاریں یہاں بکثرت مل جاتی ہیں اور انھیں شکار کرنے میں کوئی دقّت نہیں ہوتی۔ جو لوگ ہمارے لیے کھانا تیار کرتے ہیں، میں نے انھیں خاص طور سے ہدایت کر دی ہے کہ ہمیں کیسے کیسے کھانوں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

ایش مین کی اس وضاحت سے ہم مطمئن ہو گئے اور ہم نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کھانے پینے کی ہمارے پاس بھی بہت سی چیزیں موجود تھیں لیکن انھیں کسی بُرے وقت کے لیے محفوظ کر لیا گیا تھا۔ یہ روٹیاں انتہائی لذیذ تھیں اور ان میں شاید نمک بھی شامل کیا گیا تھا۔ پروفیسر جوناتھن نے اس ڈش کے بارے میں پوچھا جو سبزیوں سے تیار کی گئی تھی تو ایش مین نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے روانہ ہوتے ہوئے وہ ایسی خشک سبزی کا کافی بڑا ذخیرہ ان کے ساتھ کر دے گا تاکہ ہم آئندہ بھی اس سے لذّت اٹھائیں۔"

ایش مین کا رویّہ ہمارے ساتھ بہت اچھا تھا۔ شدید زخمی ہونے کے باوجود اس نے اب تک کسی قسم کی نقاہت وغیرہ کا اظہار نہیں کیا تھا۔ البتہ بستر سے اُٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ نینی گراہم کو بھی اب قرار آ گیا تھا۔ چنانچہ جب رات کافی گزر گئی تو ایش مین نے اسے آرام کرنے کے لیے کہا اور خود بھی آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ نینی گراہم نے بھی ایک گوشہ سنبھال لیا تھا۔ ہم سب آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ گھوڑے نیچے باندھ دیے گئے تھے اور ایش مین کی ہدایت پر چند افریقی نوجوان ان کی حفاظت پر مامور کر دیے گئے تھے۔

ہم چاروں قریب قریب ہی لیٹے ہوئے تھے پھر جب ایش مین کے خرّاٹے کمرے میں گونجنے لگے تو پروفیسر جوناتھن نے آہستہ سے میرے کان میں کہا۔ "اس شخص کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

"آپ جس انداز میں سوچ رہے ہیں پروفیسر، میرا ذہن بھی اسی میں اُلجھا رہا ہے۔" بُڈ نے ہماری گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ "کیا اس سے اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں؟ یا کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ شخص بھی اسٹیفن براکوڈا کا ہی کوئی ساتھی ہو۔"

"کیا اس کو چیک کرنے کے لیے فوری طور پر کچھ جا سکتا ہے پروفیسر؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں یقیناً۔ میرا خیال ہے، ہم اس لڑکی کو اور اس شخص کو بہ آسانی بے ہوش کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ ہم ان دونوں کو بے ہوش کر کے اس مکان کی تلاشی لیں گے۔ ایک ایک چیز کا جائزہ لے کر یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ اس شخص کا تعلق کسی طور اسٹیفن براکوڈا سے تو نہیں ہے۔"

پروفیسر جوناتھن نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی چپٹی شیشی نکال کر دکھائی جو بظاہر کسی خوبصورت سینٹ کا سیمپل معلوم ہوتی تھی۔ اس کے اوپر سائفن لگا ہوا تھا۔

"یہ کلوروفارم ہے۔ انتہائی لطیف و نفیس خوشبو والا کلوروفارم جو آن کی آن میں انسان کو چند گھنٹوں کے لیے بے ہوش کر دیتا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ جاگنے کے بعد اسے بے ہوشی کے اثرات کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔"

"تو پھر آپ اپنا یہ کام کتنی دیر میں شروع کر رہے ہیں پروفیسر؟" میں نے سوال کیا۔

"اگر تمھاری اجازت ہو علی . . . تو ابھی فوراً۔"

"اجازت ہے۔" میں نے کہا۔

پروفیسر جوناتھن اپنی جگہ سے رینگتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس بستر کے قریب پہنچ کر اٹھ کھڑا ہوا جہاں ایش مین سو رہا تھا۔ اس نے سائفن کی ایک ہلکی سی پھوار ایش مین کی ناک پر ماری اور ایش مین کے جسم میں تھوڑی سی کسمساہٹ پیدا ہوئی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بے سُدھ ہو گیا تھا۔ یہی عمل نینی کے ساتھ دُہرایا گیا اور وہ بھی بے سُدھ ہو گئی۔ اس کے بعد میں، بُڈ اور پروفیسر جوناتھن مکان کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گئے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہم نے سب سے پہلے دروازوں کی وہ جھریاں کپڑوں سے ڈھک دیں جن سے ٹارچ کی روشنی باہر جاسکتی تھی۔ ویسے بھی تختوں سے جڑے ہوئے مکان میں کسی بھی جگہ سے روشنی باہر نکل سکتی تھی۔ چنانچہ ہم نے اس کا خاص طور سے خیال رکھا اور ٹارچ کے شیشوں پر ایسے کپڑے ڈال دیے جن کی وجہ سے روشنی محدود رہے۔ اس کے بعد لکڑی کے اس مکان میں جو جگہ بھی ممکن ہوسکتی تھی، اس کی تلاشی لے ڈالی۔ بہت سی کتابیں، کاغذات، رجسٹر، ان پر بنے ہوئے نقشے اور ہندسے ہمیں نظر آئے لیکن ان میں سے ایک بھی چیز اس بات کی نشاندہی نہیں کرتی تھی کہ ایش مین کا تعلق کسی طور اسٹیفن براکوڈا سے ہوسکتا ہے۔ یا وہ کسی بھی نوعیت کی تخریبی سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ رجسٹروں کے اندراجات سے پروفیسر جوناتھن نے جو نتیجہ اخذ کیا، وہ یہی تھا کہ ایش مین یہاں کسی خاص چیز پر ریسرچ کر رہا ہے اور اس کے اعداد و شمار نوٹ کرتا جاتا ہے لیکن وہ خاص چیز کیا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہوسکا تھا۔ جوناتھن دیر تک ان کاغذات کا جائزہ لیتا رہا۔ چھت وغیرہ اور تمام دیواریں تک ٹٹول لی گئی تھیں۔ لیکن کوئی ایسی چیز نہیں نظر آئی جو مشتبہ ہوتی بالآخر ہم نے اپنا یہ خیال ترک کر دیا کہ ایش مین کا تعلق کسی طور اسٹیفن براکوڈا سے ہے۔

بُڈ نے البتہ یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ ممکن ہے ایش مین نے اس مکان میں کوئی ایسی چیز نہ رکھی ہو اور اس کے لیے اپنے ساتھیوں کو مخصوص کیا ہوا ہو لیکن اب یہ کسی طور ممکن نہیں تھا کہ ہم اس کے بقیہ ساتھیوں کے مکانات کی تلاشی بھی لے سکیں۔

پروفیسر جوناتھن نے کہا: "اب یہ ضروری بھی نہیں ہے کہ اس شخص کا تعلق اسٹیفن براکوڈا سے ضرور ہو۔ تاہم اگر تم محتاط گفتگو کرتے ہوئے اس سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرو تو شاید کوئی سراغ مل سکے۔ بظاہر کوئی ایسی چیز یہاں موجود نہیں ہے جس سے اس کی شخصیت مشکوک ہوجائے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں پروفیسر، بہرطور ہم اس کو مہمان نوازی کا موقع ضرور دیں گے۔" میں نے کہا اور پروفیسر نے میری بات سے اتفاق کیا۔

اس کے بعد ہم تمام سامان جوں کا توں رکھ کر اپنی جگہ آ گئے۔ کوئی ایسا نشان نہیں چھوڑا گیا تھا جس سے ایش مین کو اس بات کا کوئی شک ہوجائے کہ ہم نے اس کے مکان کی تلاشی لی ہے، لیٹنے کے بعد بھی ہم دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے تھے۔

میں نے پروفیسر جوناتھن سے کہا: "پروفیسر، آپ نے اپنا ٹرانسمیٹر ابھی تک استعمال نہیں کیا؟"

"اوہ! ڈیئر علی، یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں نے اپنا ٹرانسمیٹر استعمال نہیں کیا۔"

"اس لیے کہ میں نے آپ کو ٹرانسمیٹر استعمال کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ ٹرانسمیٹر کا عمل جب شروع ہوگا تو مجھے اس کے بارے میں خود بخود اطلاع مل جائے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جب سے ہم نے سفر کا آغاز کیا ہے، ان اطراف میں کہیں بھی کوئی لاسلکی پیغام کسی کو نہیں دیا گیا۔ یہ مشین اس پیغام سے مجھے خود بخود آگاہ کر دے گی۔ تم اطمینان رکھو مسٹر علی، جو فرائض داریاں تم نے میرے سپرد کی ہیں، ان میں مجھ سے کہیں کوئی کوتاہی نہیں ہوگی۔"

"شکریہ پروفیسر۔ بس ایسے ہی میرے ذہن میں خیال آ گیا تھا۔"

"نہیں۔ اطمینان رکھو۔" پروفیسر نے کہا اور ہم لوگ گہری نیند سو گئے۔

صبح کو خوب دیر میں آنکھ کھلی تھی۔ باہر سے طرح طرح کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جو مقامی باشندوں کی تھیں۔ وہ لوگ اپنی اپنی مصروفیات میں مصروف ہوگئے تھے۔ میں نے اطراف میں دیکھا تو صرف پروفیسر جاگ رہا تھا۔ بُڈ اور میکنو گہری نیند سو رہے تھے۔ دوسری طرف نینی گراہم کا کہیں پتا نہیں تھا۔ البتہ ایش مین ایک تکیے کے سہارے کہنیاں ٹکائے بیٹھا تھا۔ مجھے جاگتے دیکھ کر وہ مسکرایا اور پھر بھاری لہجے میں بولا: "صبح بخیر۔"

"صبح بخیر مسٹر ایش مین۔ کہیے کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"

"بہت ٹھیک ہوں۔ اس سے قبل میں نے اپنے ان ساتھیوں کو دوسروں کا علاج کرتے ہوئے دیکھا تھا لیکن ان کا طریقۂ علاج اس قدر مؤثر ہے، اس کا اندازہ مجھے اب ہو رہا ہے۔ میرے زخم سے حیرت انگیز طور پر تکلیف غائب ہوگئی ہے۔ البتہ نقاہت موجود ہے اور میرا خیال ہے انھوں نے میرے جسم میں خون کی کمی پوری کرنے کے لیے بھی کوئی دوا تیار کی ہے۔ صبح ہی صبح ایک انتہائی بدذائقہ سیال کا ایک پیالہ مجھے پلایا گیا ہے لیکن اسے پینے کے بعد مجھ میں اتنی قوت پیدا ہوگئی ہے کہ دیکھ لو، اُٹھ کر بیٹھ گیا ہوں۔"

ہماری آواز سے دوسرے لوگ بھی بیدار ہوگئے۔ پروفیسر جوناتھن نے ایش مین کو سلام کیا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"نامعلوم لوگو! تمھیں شاید اس بات پر تعجب ہو کہ میں نے تم سے تمھارے بارے میں کوئی بات نہیں پوچھی۔ یہاں تک کہ ہمارے درمیان تعارف بھی نہیں ہوا لیکن میری جو کیفیت تھی، اس کا تمھیں اندازہ ہے۔ بہتر ہے کہ اب ہم ایک دوسرے سے پوری طرح روشناس ہوجائیں۔ میں بار بار تم لوگوں کے احسان کا تذکرہ نہیں کرنا چاہتا لیکن کسی کی زندگی بچانے کا کبھی کوئی صلہ بھی تو نہیں دیا جاسکتا۔ میں تمھاری ہر خدمت کر کے فخر محسوس کروں گا۔"

"شکریہ ایش مین! ہم تمھاری صحت کے لیے دعا کرتے ہیں۔" پروفیسر جوناتھن نے کہا۔

ایش مین نے پروفیسر جوناتھن سے اس کے بارے میں پوچھا تو پروفیسر نے مختصراً اپنا نام بتا دیا۔ میں نے البتہ اپنا نام تبدیل کر دیا تھا۔ پھر ہم نے اپنے دونوں ساتھیوں کا تعارف بھی ان کے اصل ناموں سے کرا دیا جو ابھی سو رہے تھے۔

ایش مین نے ہم سے ہماری آوارہ گردی کی وجہ پوچھی تو پروفیسر جوناتھن مسکرا دیا اور کہنے لگا: "بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں مسٹر ایش مین جو کسی بڑے لالچ کے بغیر اپنی زندگی خطرے میں ڈالتے ہیں۔ تم نے ہمیں بتایا ہے کہ تم..... کچھ خاص چیزوں پر ریسرچ کے لیے یہاں مقیم ہو تو تم ہم سے منفرد اور اعلیٰ حیثیت کے مالک ہو۔ ہم تو اسی دیوانگی کا شکار ہوکر گھومتے پھر رہے ہیں جس کا شکار ہوکر بے شمار لوگ صحرائے اعظم میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔"

"دولت، ہیرے، سونے کے انبار؟" ایش مین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں، سو فیصدی۔"

"خزانے کا کوئی نقشہ یا کوئی خاص سمت؟" ایش مین نے سوال کیا۔

"نہیں۔ کوئی نقشہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے لیکن صحرائے اعظم میں تلاش کرنے والے بہت کچھ پا لیتے ہیں۔"

"تمھارے ساتھ ایک افریقی بھی ہے۔"

"ہاں۔ یہ کبھی یہیں رہتا تھا لیکن اب مہذب دنیا میں رہتا ہے۔"

"کوئی سراغ ملا؟"

"نہیں مسٹر ایش مین۔ ابھی تک تقدیر نے ہمارا ساتھ نہیں دیا۔ بس بھٹکتے پھر رہے ہیں۔"

"تمھارے گھوڑے بہت شاندار ہیں۔"

"ہاں۔ یہ ہم نے ایک افریقی تاجر سے خریدے ہیں۔"

"گڈ۔ میری دعا ہے کہ تمھیں کامیابی نصیب ہو۔"

"کیپ سی کے بارے میں ہمیں بتائیے مسٹر ایش مین۔" میں نے کہا۔

"افریقہ کے کافی اندرونی علاقے میں یہ آبادی واقع ہے۔ سیدھے سادے معصوم لوگوں کی بستی ہے۔ یہاں کوئی ایسی قابلِ ذکر چیز نہیں ہے جس کے باعث یہ بیرونی دنیا کے لیے پُرکشش ہو۔ سی فور بھی ایک ایسی ہی بستی ہے، وہ بھی ان جیسے ہی لوگوں کی ہے لیکن وہاں سے مہذب دنیا کے لیے راستے کھلے ہوئے ہیں اور ان راستوں سے چھوٹے چھوٹے قافلے سی فور تک پہنچ جاتے ہیں۔ میری بھتیجی بھی اسی راستے آئی ہے کیونکہ دوسرے راستے زیادہ دشوار تھے اس کے لیے۔ سی فور سے یہاں تک آنے کا راستہ البتہ کافی خطرناک ہے اور یہی وجہ ہے کہ مجھے اسے لینے کے لیے سی فور جانا پڑا۔"

"اس وقت وہ کہاں گئی ہے؟"

"میں نے اسے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھیج دیا ہے۔ اتنی دہشت زدہ تھی وہ کہ مجھ سے فوراً ہی واپسی کا تقاضا کر رہی تھی۔ بہرحال، رفتہ رفتہ میں اُسے سنبھال لوں گا۔ اُسے زیادہ عرصہ تو یہاں نہیں رکھ سکتا لیکن جب تک میں خود ٹھیک نہ ہوجاؤں، اس کی لندن واپسی کا بندوبست کرنا بھی میرے لیے مشکل ہوگا۔"

اسی دوران بُڈ اور میکنو بھی اُٹھ گئے تھے۔

"اب تم لوگ یہاں سے نیچے اُتر جاؤ اور سیدھے چلے جاؤ۔ تقریباً پچاس گز جانے کے بعد ایک چشمہ نظر آئے گا۔ اگر چاہو تو غسل کر لینا۔ پانی بہت ٹھنڈا محسوس ہو تو پھر منہ ہاتھ دھونے پر ہی اکتفا کرنا۔ واپس آؤ گے تو ناشتا تیار ملے گا۔"

میں نے ایش مین کا شکریہ ادا کیا اور ہم اس کی ہدایت کے مطابق لکڑی کے مکان سے نیچے آ گئے۔ کیپ سی کے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ ہر طرف کمبل پوشوں کا ہجوم تھا۔ چہروں پر سرخ اور سفید رنگوں سے نقش و نگار بنے ہوئے، گلے میں منکوں کی مالائیں پڑی ہوئیں، غرض اپنے مخصوص انداز میں افریقی زندگی نظر آ رہی تھی۔

ہم لوگ ایش مین کے بتائے ہوئے راستے پر آگے بڑھتے رہے اور اس چشمے پر پہنچ گئے جس کا تذکرہ اس نے کیا تھا۔ چشمے کا پانی نہایت شفاف تھا لیکن اتنا ہی ٹھنڈا بھی تھا اور اس میں نہانے کا مطلب تھا نمونیہ۔ چنانچہ کسی نے اس کی جرأت نہیں کی۔ البتہ ہاتھ پاؤں اور چہرہ گردن تک اچھی طرح ہاتھوں میں پانی لے کر دھو لیا۔ اور تازہ دم ہوکر واپس جھونپڑے میں پہنچ گئے۔ ایک دسترخوان سا بچھوا دیا گیا تھا جس پر بیل کا بُھنا ہوا گوشت اور مخصوص سبزی کی روٹیاں چُنی ہوئی تھیں۔ ساتھ میں گرم دودھ کے برتن بھی رکھے ہوئے تھے اور لکڑی کے پیالے جن میں گھونٹ گھونٹ دودھ کو پیتے ہوئے بہت لطف آیا تھا۔

ایش مین خاصا خلیق انسان تھا۔ ہم نے سارا دن اس کے ساتھ گزارا۔ نینی گراہم بھی اب کسی حد تک مطمئن نظر آ رہی تھی۔ رات کے کھانے پر اس نے مسکراتے ہوئے کہا: "انکل، یہاں تک آنے کے راستے بہت خراب ہیں جبکہ آپ کا یہ علاقہ بہت اچھا ہے۔ کیا یہاں جنگلی درندے غول کی شکل میں حملہ آور تو نہیں ہوجاتے؟"

"مطلب بتاؤ ڈیئر؟" ایش مین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مطلب یہ کہ میں ابھی واپس نہیں جاؤں گی۔" اور ایش مین زور سے ہنس پڑا۔

"یہ صرف ایک دن کی بات ہے۔ ممکن ہے چند روز یہاں

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہنے کے بعد تم کبھی یہاں سے جانے کا نام نہ لو۔ ان لوگوں کے درمیان زندگی بہت خوبصورت لگتی ہے۔" نینی گراہم یہ سن کر خاموش ہی رہی۔

دوسری رات بھی ہم لوگ دیر تک جاگتے رہے تھے۔ اس دوران ہم یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتے رہے کہ ایش مین کس قسم کا آدمی ہے اور یہاں کیا کر رہا ہے لیکن ہمیں اس میں کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آئی۔

ہم نے دن کی روشنی میں اس کے ان ساتھیوں کے جھونپڑے بھی دیکھے تھے جو ایش مین کی طرح مہذب دنیا کے لوگ تھے۔ ان جھونپڑوں میں عام جھونپڑوں کی نسبت خاصی تبدیلیاں تھیں۔ وہ پانچوں افراد اپنے تینوں ساتھیوں کے لیے افسردہ تھے۔ ایش مین پر اس کا کوئی خاص اثر نظر نہیں آتا تھا۔ پتا نہیں کیوں۔ بہرطور، ہم نے اس بات پر بہت زیادہ غور کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی تھی۔ اسی رات ہم نے ایش مین سے کہا کہ کل صبح ہم لوگ یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔

"ایسی کیا جلدی ہے۔ کیا تم لوگوں کو یہ جگہ ناپسند ہے؟ تم لوگوں کے آجانے کی وجہ سے مجھے بہت مسرت ہوئی ہے اور پھر اپنے محسنوں کی میں ابھی تک کوئی خدمت بھی نہیں کر سکا۔ خود تو بستر پر پڑا ہوا ہوں، ذرا حالات بہتر ہو جائیں اور میں صحت مند ہو جاؤں تو پھر تمھیں یہاں کے نواح کی سیر کراؤں گا۔"

"نہیں مسٹر ایش مین! اگر زندہ رہے تو واپسی میں آپ کے ساتھ وقت گزاریں گے۔"

"فی الحال تم لوگوں کا کوئی خاص سمت اختیار کرنے کا ارادہ ہے؟"

"نہیں، جدھر منہ اُٹھا، چلے جائیں گے۔ دراصل ہم سے بہت پہلے ایک شخص یہاں آیا تھا اور اس نے ہی ہمیں یہاں آنے کی دعوت دی تھی لیکن بعد میں اس کی طرف سے ہمیں کوئی پیغام موصول نہیں ہوا۔ اس نے راستے کا جو نقشہ ہمیں دیا تھا، ہم اسی کے تحت مصروفِ سفر تھے مگر وہ ہمیں نہیں مل سکا۔"

"ممکن ہے، میں تمھاری کچھ مدد کر سکوں، مجھے بتاؤ۔"

"کس سلسلے میں، اس شخص کے بارے میں یا نقشے کے بارے میں؟"

"دونوں کے بارے میں۔"

"اس کا نام اسٹیفن براکوڈا ہے۔" میں نے بغور ایش مین کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا لیکن اس کے چہرے پر ذرہ برابر بھی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔

"اور نقشہ؟"

"بس اس نے ان ہی اطراف کا نقشہ بنا کر ہمیں دیا تھا لیکن اتفاق سے وہ بھی ہمارے پاس محفوظ نہیں رہا۔ ہم صرف یادداشت کے سہارے آگے بڑھ رہے ہیں۔"

"یہ راستے بہت خطرناک ہیں۔ صحرائے اعظم میں جگہ جگہ موت رقصاں نظر آتی ہے۔ چنانچہ میری رائے ہے کہ اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے ہمیشہ محتاط رہنا۔" ایش مین نے کہا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ میری بات سے مطمئن نہیں ہوا تھا۔

ایش مین ہم سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتا رہا۔ ہمیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ایش مین بذاتِ خود غلط آدمی نہیں ہے اور اسٹیفن براکوڈا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

دوسری صبح ہم نے پروگرام کے مطابق تیاریاں شروع کر دیں پھر ایش مین اور نینی گراہم سے رخصت ہو کر وہاں سے چل پڑے۔ ہم نے ایک سمت کا تعین کر لیا تھا اور سست رفتاری سے گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ اس دوران ہمارے گھوڑوں کی بھی اچھی طرح دیکھ بھال کی گئی تھی۔

ہم جُوں جُوں آگے بڑھتے گئے، ہم نے محسوس کیا کہ علاقہ خشک اور بنجر ہوتا جا رہا ہے پھر راستے میں پتھریلی چٹانیں بھی ملنے لگیں۔ ہمارا سفر جاری رہا۔ ابھی تک ہم کسی بھی قسم کا کوئی سراغ پانے میں ناکام رہے تھے اور صرف امید کے سہارے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ اس بار تو ہم نے راستوں کا تعین بھی نہیں کیا تھا۔

ہم جس پتھریلے علاقے میں سفر کر رہے تھے، وہاں دور دور تک سبزے یا کسی درخت کا نام و نشان تک نہ تھا۔ چنانچہ یہی فیصلہ کیا گیا کہ کسی بھی جگہ رُکے بغیر سفر جاری رکھا جائے اور اس علاقے سے گزر کر ہی کہیں قیام کیا جائے۔ جوناتھن کا خیال تھا کہ بہت دور جو ایک لکیر سی نظر آ رہی ہے وہ درختوں کا کوئی سلسلہ ہے اور قیام کے لیے وہی علاقہ مناسب رہے گا۔

"لیکن وہاں تک پہنچتے پہنچتے کم از کم گھوڑے تو ہمارا ساتھ چھوڑ ہی دیں گے۔" بڈ بولا۔

"نہیں، یہ جگہ غیر محفوظ ہے، کھلی جگہ ہے، اس لیے میں یہاں قیام مناسب نہیں سمجھتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور بڈ نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

ہم اس لکیر کی جانب سفر کرنے لگے۔ میکنو حسبِ معمول خاموش تھا۔ پروفیسر جوناتھن اس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اس علاقے میں ویسے بھی گھوڑوں کی رفتار سست تھی اور ہم بھی انھیں زیادہ دوڑانا نہیں چاہتے تھے۔ ویسے چونکہ پچھلے دنوں انھیں آرام ملا تھا، اس لیے اس سفر سے وہ زیادہ تھکے ہوئے نہیں محسوس ہوتے تھے۔ ٹیلوں کے درمیان سفر جاری رہا لیکن وہ سرمئی لکیر سراب ثابت ہو رہی تھی۔ کیونکہ جتنا فاصلہ ہم طے کر چکے تھے، اس کے بعد اسے قریب نظر آنا چاہیے تھا لیکن اس کا فاصلہ بدستور اتنا

ہی تھا۔ البتہ اب ٹیلے ختم ہو گئے تھے اور زمین کسی حد تک پہلے سے بہتر نظر آنے لگی تھی۔ جہاں گھوڑوں کی رفتار خود بخود تیز ہو گئی۔

ہم لوگ آپس میں گفتگو کرتے ہوئے مستقل آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ لکیر ہماری نظروں میں نمایاں ہو گئی۔ ہمیں جھولتے ہوئے درخت نظر آ رہے تھے لیکن جنگل زیادہ گھنا نہیں تھا۔ درمیان میں جگہ جگہ ٹیلے ابھرے ہوئے تھے۔ سفر تقریباً چار بجے تک جاری رہا اور ہم اس علاقے تک پہنچ گئے۔ صحرائے اعظم کی تمام روائتیں یہاں زندہ تھیں۔ جنگلی بھینسے اور دوسرے جانور نظر آ رہے تھے اور بہرطور ان سے خطرہ محسوس کیا جا سکتا تھا۔ ہم اگر چاہتے تو درختوں پر بھی پناہ لے سکتے تھے لیکن اس طرح ہمارے گھوڑے غیر محفوظ ہو جاتے۔ اس کے لیے میکنو ہی نے ایک تجویز پیش کر دی۔

"چیف! ہم اگر درختوں پر قیام کریں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ جانوروں کی جتنی تعداد یہاں نظر آ رہی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں جنگلی درندے بہت زیادہ ہوں گے۔ رات کو کوئی بھی سو نہیں سکے گا۔ میرے خیال میں ہم جھاڑ جھنکاڑ جمع کر کے آگ کا ایک حصار بنا دیں اور درختوں پر ہی رات گزاریں۔"

میکنو کی اس تجویز پر ہم سب نے غور کیا اور پھر اس پر اتفاق کر لیا۔ چنانچہ بڈ اور میکنو ایسی خشک ٹہنیاں اکٹھی کرنے لگے جن میں آگ لگائی جا سکے۔ ویسے بھی راتیں کافی سرد ہو جاتی تھیں۔ اس لیے آگ کی تپش ہمارے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتی تھی۔ آگ روشن کر دی گئی۔ سورج بہت دور درختوں کی چوٹیوں کے پیچھے غائب ہوتا جا رہا تھا اور پرندوں کی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔ شیر کے دہاڑنے کی آواز بھی بارہا سنائی دے چکی تھی۔ جنگلی بھینسوں کے غول کے غول زمین کو ہلاتے ہوئے گزر جاتے تھے کہیں دور سے ہاتھی کی چنگھاڑ بھی سنائی دی تھی۔

ٹہنیوں میں آگ لگا دی گئی۔ بہت ساری ٹہنیاں حصار کے گرد جمع کر لی گئی تھیں۔ میں گھوڑوں کے لیے گھاس کی تلاش میں کافی دور نکل گیا تھا اور محتاط انداز میں چوکنا رہ کر بہت سی گھاس اور ایسے پودے جمع کر لایا تھا جن سے گھوڑوں کا پیٹ بھر سکتا تھا۔ وفادار جانور پیٹ کی آگ بجھانے میں مصروف ہو گئے۔ ہم نے ان کی خاصی دیکھ بھال کی تھی کیونکہ یہی ہمارے سفر کے ساتھی تھے۔

اس کے بعد ان درختوں کی چھان بین بھی کر لی گئی کیونکہ درختوں پر سانپ بھی ہو سکتے تھے۔ اوپر ہماری ملاقات کچھ بندروں سے تو ضرور ہوئی جو ہماری آمد پر ناخوشی کا اظہار کر رہے تھے لیکن ہمارے دھمکانے پر مان گئے اور انھوں نے اپنی رہائش گاہ ہمارے لیے خالی کر دی۔ گھنی شاخوں کے درمیان ایسی جگہ موجود تھی جہاں لیٹا جا سکتا تھا۔ پہرے کا وقت طے ہو گیا۔ پروفیسر جوناتھن نے ضد کر کے ابتدائی پہرا اپنے ذمے لے لیا تھا۔ باتوں کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔ کوئی موضوع نہیں تھا جس پر بات چیت کی جاتی۔ چنانچہ سب ہی اونگھنے لگے۔

پروفیسر جوناتھن رائفل سنبھال کر درخت پر بیٹھ گئے۔ ان کی نگاہیں دہکتی آگ کی دوسری طرف نگرانی کر رہی تھیں۔ دوربین انھوں نے گلے میں ڈال رکھی تھی۔ پروگرام کے مطابق رات کے ایک بجے تک پروفیسر جوناتھن کی ڈیوٹی تھی۔ ایک سے تین تک میری۔ اور پھر بڈ اور میکنو کی۔

سونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن نہ جانے کیوں نیند نہیں آ رہی تھی۔ دفعتاً فضا میں ایک ہلکی سی آواز اُبھری۔ یہ آواز سیٹی کی تھی۔ میں نے اس آواز کو اچھی طرح سُن لیا تھا۔ جوں ہی میں نے پروفیسر جوناتھن کی طرف دیکھا، مجھے احساس ہوا کہ جوناتھن چونک پڑا ہے۔ اس نے رائفل رکھی اور جیب سے جلدی سے وہ آلہ نکال لیا جسے اس نے ہر فری کوئنسی کا ریسیور کہا تھا۔ میں بھی چونک کر اٹھ بیٹھا۔ ہمارے سفر میں پہلی بار اس آلے کا کام شروع ہوا تھا۔ پروفیسر نے جیب سے ایک چھوٹی سی جیبی ٹارچ نکالی اور اسے کسی ایسی جگہ فکس کرنے کے لیے نگاہیں دوڑانے لگا۔ جہاں اس کی روشنی آلے پر رہے۔ میرے اندر انھوں نے تحریک پائی تو جلدی سے بولے۔

"پلیز، ذرا جلدی سے میرے کٹ بیگ میں سے کاغذ اور بال پوائنٹ نکال لو۔ میں اس مشین کو آپریٹ کرتا ہوں۔"

میں نے پروفیسر کی ہدایت پر ان کے بیگ میں سے ایک چھوٹا سا رائٹنگ پیڈ اور ایک بال پوائنٹ نکال کر ان کے حوالے کر دیا۔ اس دوران پروفیسر نے جیبی ٹارچ ایک شاخ میں لٹکا دی تھی اور مشین پر مصروف ہو گئے تھے۔ مشین سے اب ٹکل، ٹکل، ٹکل کی آوازیں اُبھر رہی تھیں پھر رات کے سناٹے میں ایک بھرّائی ہوئی انسانی آواز سنائی دینے لگی۔

"پی ٹی ایکس، پی ٹی ایکس، اوور۔" ہواؤں کے شور کے بعد دفعتاً ایک اور آواز سُنائی دی۔

"پی ٹی ایکس، جیک بول رہا ہے جناب۔"

"مسٹر جیک، آپ اپنی موجودہ پوزیشن کے بارے میں بتائیے۔"

"میں پوائنٹ زیرو ڈن نائین پر ہوں۔ میرے اطراف میں چھدرا جنگل ہے اور ہم سب خیریت سے ہیں۔"

"مسٹر جیک، آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ہمیں عرب محافظوں کی ایک ٹولی کے اس طرف نکل آنے کی اطلاع ملی ہے۔ یہ ٹولی چار افراد پر مشتمل ہے۔ دو براؤن رنگ کے گھوڑے ہیں، ایک لائیٹ براؤن اور ایک براؤن اور سفید دھبوں والا۔ ان کے جسموں پر شکاریوں کے سے لباس ہیں۔ اُن کے بارے میں تصدیق ہو چکی ہے کہ انھوں نے بنگانہ سے سفر کا آغاز کیا ہے لیکن ان کا رخ اسی طرف ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور یہ پہلا موقع ہے کہ کوئی محافظ ٹولی مخصوص راستوں سے ہٹی ہے' یہ لوگ جو کوئی بھی ہیں ان کی موت ضروری ہے۔ اوور۔"

"ان کی موجودہ پوزیشن کیا ہے جناب؟ اوور۔"

"او۔ ون۔ نائین سے گزر کر وہ او ایٹ سکس کی طرف آ رہے ہیں۔ ان راستوں پر انھیں چیک کرو اور نظر آجائیں تو ختم کردو۔"

"کیا ان میں سے کسی کو زندہ بھی پکڑنا ہے جناب؟"

"نہیں۔ ضروری نہیں ہے۔ لیکن تمھیں اپنا کام ہوشیاری سے کرنا ہے۔"

"او کے۔ اوور۔"

"اوور اینڈ آل۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور خاموشی چھا گئی۔

پروفیسر کا ہاتھ برق رفتاری سے پیڈ پر چل رہا تھا۔ وہ صرف آواز ہی نہیں سن رہے تھے بلکہ ان کی نگاہیں مشین پر لگے ہوئے ڈائیلوں کی گھومتی ہوئی سوئیوں پر بھی جمی ہوئی تھیں اور وہ شاید ان سوئیوں کے زاویوں کے بارے میں بھی نوٹ لکھ رہے تھے۔ پروفیسر چند لمحے مشین کو دیکھتے رہے اور اس کے بعد انھوں نے بٹن آف کر دیا۔

یہ سنسنی خیز گفتگو میں بھی سن چکا تھا۔ دو براؤن رنگ کے گھوڑے' ایک ہلکا براؤن اور دوسرا براؤن اور سفید دھبوں والا ہمارے ہی پاس تھے اور ہم ہی نے بنگانہ سے سفر کا آغاز کیا تھا۔ وہ لوگ ہمیں عرب محافظ سمجھے تھے۔ میں نے پروفیسر کی سوچ میں مداخلت نہیں کی۔ بلکہ میکنو اور بُڈ کی طرف دیکھنے لگا۔

دونوں اپنے آرام کے وقفے سے فائدہ اُٹھا رہے تھے اُن کی تیز تیز سانسیں جنگل کے سناٹے میں اُبھر رہی تھیں۔ پروفیسر نے مشین اپنی جگہ واپس رکھی ٹارچ کی روشنی میں پیڈ کو دیکھتے رہے اور پھر گہری سانس لے کر انھوں نے ٹارچ بجھا دی۔

"یہ بھی بہتر ہوا مسٹر علی کہ آپ جاگ رہے تھے اور آپ نے بھی یہ پیغام سُن لیا۔ دوسری بات یہ کہ انھوں نے اپنی فری کوئنسی کو بالکل محفوظ سمجھ کر اشارتی زبان میں گفتگو نہیں کی۔ بلکہ سیدھے سادے الفاظ استعمال کیے۔ اور ہمیں اس میں دماغ کھپانے کی ضرورت نہیں پڑی۔"

"اس کا مطلب ہے پروفیسر کہ ہم اُن کی نگاہوں میں ہیں؟"

"اس گفتگو سے کئی پہلو سامنے آئے ہیں۔ آپ نے اس پر غور کیا ہو گا۔ کوئی خاص بات پائی آپ نے؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں پروفیسر۔"

"بتائیے؟" پروفیسر نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"انھوں نے کہا تھا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ عرب محافظ اپنی لائن سے کٹے ہیں۔ میرے خیال میں ان کا یہ جملہ خاصی توجہ کا محتاج ہے۔"

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا مسٹر علی۔ یعنی ہم صحیح راستے پر ہیں اور ہمارا یہ سفر ان لوگوں کے لیے باعثِ تشویش ہے۔"

"ہاں، ہماری مہم کا صحیح طور پر آغاز ہو چکا ہے۔" میں نے کہا۔ "اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ روشن آگ ہمارے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔"

"ہاں۔ اس سے ہماری نشاندہی ہو جاتی ہے۔ جن لوگوں کو ہمارے بارے میں اطلاع دی گئی ہے' وہ یقیناً ہماری سمت سے بے خبر ہیں۔ کیا خیال ہے' یہ آگ بجھا دی جائے؟"

"یقیناً' چونکہ اطلاع ابھی دی گئی ہے' اس لیے وہ فوری طور پر ہم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"تو پھر آئیے۔ ہم دونوں ہی یہ کارروائی کریں۔ ہمیں درندوں کا خطرہ مول لینا ہو گا۔" پروفیسر جوناتھن نے مستعدی سے کہا اور ہم نیچے اُتر آئے۔

آگ کے پورے دائرے کو بجھانا کافی دِقت طلب کام تھا' ہم اس کے لیے پانی نہیں استعمال کر سکتے تھے۔ کیونکہ پانی کا ذخیرہ ہمارے پاس اتنا زیادہ نہیں تھا کہ اُسے بے کار ضائع کر دیا جائے چنانچہ آگ کو دوسرے ہی طریقوں سے بجھایا گیا۔ دھواں اُٹھنے لگا۔ لیکن تھوڑی سی کوششوں کے بعد ہم آگ کو مکمل ٹھنڈا کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ جب ہم واپس درختوں پر پہنچے تو بڈ اور میکنو جاگ چکے تھے اور حیرت سے ہماری اس کارروائی کو دیکھ رہے تھے۔

"چلو اچھا ہوا تم لوگ جاگ گئے۔" پروفیسر نے کہا۔

"ابھی ہماری آنکھ اس کھٹ پٹ کی آواز سے کھلی جو آپ کر رہے تھے۔ یہ آگ آپ لوگوں نے کیوں بجھا دی؟" میکنو نے پوچھا۔

جواب میں پروفیسر نے بڈ اور میکنو کو صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔ وہ دونوں پروفیسر کی بات پوری توجہ سے سُن رہے تھے۔ پروفیسر کی بات ختم ہوئی تو بڈ نے کہا۔ "ہمیں اپنی کٹ تیار کر لینی چاہیے۔ کسی بھی لمحے اُن سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ ممکن ہے آگ بجھنے سے قبل اُنھوں نے اُسے دیکھ لیا ہو اور اب ہمارے اطراف میں موجود ہوں۔"

"ہاں، یہ بھی ہو سکتا ہے۔ بہر صورت' ہمیں اپنے طور پر تیار رہنا چاہیے۔"

رات کا بقیہ حصہ کسی کو بھی نیند نہیں آئی تھی۔ پروفیسر جوناتھن جیبی ٹارچ روشن کرنے سے کترا رہا تھا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا "میں نے شاید آپ کو بتایا تھا مسٹر علی کہ میں اپنی اس ایجاد کردہ مشین کے ذریعے صوتی لہروں کی سمت کا بھی تعین کر سکتا ہوں۔ دراصل نوٹ کرنے والی چیز اُن کے الفاظ نہیں تھے۔ بلکہ اس مشین پر لگی ہوئی سوئیاں مجھے سمتوں سے روشناس کرا رہی تھیں۔ ہم کل صبح جس سفر کا آغاز کریں گے، وہ یہاں سے واپسی کا سفر ہو گا۔"

"میں نہیں سمجھا مسٹر جوناتھن!" میں نے کہا۔

"واپس جانے کے بعد ہمیں ترچھی سمت اختیار کر کے جنوب مغرب کا رُخ کرنا پڑے گا۔ کیونکہ یہ پیغام اُسی سمت سے موصول ہوا تھا۔" پروفیسر جوناتھن نے کہا۔

میں پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔ "لیکن یہ کیا ضروری ہے مسٹر جوناتھن کہ پیغام دینے والا کسی ایسی سمت ہو جو ہمیں اسٹیفن براکوڈا تک لے جائے۔"

"تو پھر اس کا فیصلہ آپ خود کریں مسٹر علی۔ البتہ میں یہ تجویز پیش کر سکتا ہوں کہ ہمیں اُسی سمت سفر کرنا چاہیے۔ اگر پیغام دینے والا اسٹیفن براکوڈا کے قریب یا آس پاس نہیں ہے، تب بھی اگر وہ ہمارے ہاتھ لگ جاتا ہے تو ہم اُس سے اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔"

"ہاں' یہ دوسری بات ہے۔ ہم صرف یہ سوچ کر کہ وہ اسٹیفن براکوڈا کی سمت نہیں ہے' اس شخص کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔" میں نے کہا۔

صبح کی روشنی پھوٹنے سے قبل ہی ہم درختوں سے نیچے اُتر آئے تھے۔ اپنا سامان سنبھالنے کے بعد ہم گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور جس سمت کا تعین پروفیسر جوناتھن نے کیا تھا' اُس طرف چل پڑے۔ پروفیسر کے اندازے کے مطابق ہمیں تقریباً تین میل پیچھے جا کر ایک اور سمت اختیار کرنی تھی۔ گھوڑے مناسب رفتار سے سفر کرتے رہے۔ بڈ بار بار گھوڑے کی پُشت پر کھڑے ہو کر دُور دُور تک نگاہ دوڑا لیتا تھا۔ میکنو نے بھی کئی بار اس کا ساتھ دیا تھا۔ غالباً وہ اپنے اِرد گرد کے ماحول کا دُور تک جائزہ لینے کے لیے ایسا کرتے تھے۔ ممکن ہے' ان کے ذہن میں یہ خیال ہو کہ ہم دشمنوں کی نظر میں آ گئے ہیں تو اُن کے آدمی دُور رہ کر ہماری نقل و حرکت کی نگرانی کر رہے ہوں اور کسی مناسب موقع کے انتظار میں ہوں۔

ہم اُس جنگل سے واپس پلٹ آئے تھے جہاں درندوں کی بہتات تھی۔ چنانچہ اب راستے میں اس قسم کا خطرہ بھی نہیں رہا تھا۔ یہ درندے جنگل تک ہی محدود تھے۔ اس پتھریلے راستے میں ہمیں کہیں کہیں بہت بڑے بڑے کچھوے رینگتے نظر آ جاتے تھے۔ دُور سے تو یہی نظر آتا تھا کہ کوئی چھوٹی سی چٹان راستے میں موجود ہے لیکن جب کوئی چٹان اپنی جگہ سے حرکت کرتی تو پتا چلتا کہ وہ ایک قوی ہیکل کچھوا ہے۔ کئی بار ہمارے گھوڑے ان کچھوؤں کی وجہ سے بدکے تھے اور انھیں سنبھالنے کے لیے ہمیں کافی محنت کرنا پڑی تھی۔ ایک بار تو میکنو کا گھوڑا بھڑک کر کافی تیزی سے بھاگ نکلا تھا' لیکن میکنو جیسا آدمی اس کی پُشت پر نہ ہوتا تو گھوڑے کو کنٹرول کرنا مشکل تھا۔

اب ہم ایسے علاقے میں پہنچ گئے تھے جہاں گہری کھائیاں اور اونچے اونچے ٹیلے موجود تھے۔ یہاں سفر دشوار ہو گیا تھا اور ہمارے آگے بڑھنے کی رفتار سُست ہو گئی تھی۔

پروفیسر نے اپنے بنائے ہوئے چارٹ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور اندازے سے اپنی متعین کردہ سمت چل رہا تھا۔ پھر اُس وقت ہمیں سفر کرتے ہوئے تین ساڑھے تین گھنٹے گزرے تھے، جب دفعتاً ہی میکنو نے اپنا ایک ہاتھ بلند کیا اور ہمیں رُکنے کا اشارہ کر دیا۔ ہم ایک بلندی سے ڈھلان میں اُتر رہے تھے۔ میکنو کا گھوڑا کچھ آگے تھا۔ آن کی آن میں ہم اس کے قریب پہنچ گئے۔

"پوزیشن چیف، پوزیشن۔" میکنو برق رفتاری سے گھوڑے سے کود گیا۔

میں نے اور بڈ نے بھی برق رفتاری سے اس کی تقلید کی تھی۔ پروفیسر جوناتھن اتنی برق رفتاری نہ دِکھا سکے تھے اس لیے گولی اُن کے داہنے شانے کو چھوتی ہوئی گزر گئی تھی۔ یہ پہلی گولی سامنے والے ٹیلوں کی آڑ سے چلائی گئی تھی اور غالباً کسی رائفل سے نکلی تھی۔ پروفیسر کے بازو پر ہلکا سا زخم آیا تھا۔ اگر گولی بازو کے ذرا سا اور قریب آتی تو یقیناً بازو کی ہڈی توڑ دیتی۔ اس زخم سے خون کی دھار بہہ نکلی تھی۔ پروفیسر نے اُسے دیکھا اور ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "بالکل نہیں... اس کے لیے ذرا بھی فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ گھوڑوں کو پچھلی سمت ہانک دو۔ کہیں گولیاں گھوڑوں کو نہ لگ جائیں۔"

میکنو نے تیزی سے اپنے گھوڑے کو پیچھے ہٹایا اور پھر باقی گھوڑوں کی لگامیں بھی پکڑ لیں۔ وہ تیزی سے انھیں ایک بڑی چٹان کے عقب میں لے گیا اور پھر اُسی چٹان کے عقب میں اُس نے پوزیشن سنبھال لی' ہم تینوں بھی مورچا جما کر مستعد ہو گئے تھے۔

گولیاں وقفے وقفے سے چل رہی تھیں اور ہم یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ کتنے آدمیوں نے ہم پر حملہ کیا ہے۔ چند ہی لمحات کے بعد مجھے عجیب سا احساس ہوا۔ اگرچہ گولیاں کسی خاص ترتیب سے نہیں چلائی جا رہیں تو پھر گولیاں چلانے والے زیادہ افراد نہیں ہیں۔ سمت کا اندازہ ہو چکا تھا۔ گولیاں مسلسل چل رہی تھیں۔ پھر سامنے کے حصے میں کسی کی حرکت محسوس ہوئی۔ دفعتاً' بڈ لیٹے لیٹے پاؤں پیچھے کھسکنے لگا۔ غالباً وہ اپنی پوزیشن

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تبدیل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن چٹان کی آڑ سے نکلنے کے بعد جب وہ لڑھکتا ہوا ایک کھلی جگہ پہنچ گیا تو دفعتاً جوناتھن نے دانت بھینچ کر کہا۔ "اے بڈ! او بے وقوف، یہ کیا کر رہا ہے۔"

لیکن بے وقوف بڈ نے پروفیسر کی بات جیسے سُنی ہی نہیں تھی۔ وہ لڑھکتا ہوا کوئی پچیس فٹ آگے نکل گیا تھا۔ میں پریشان نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ ویسے بڈ کی خوبیوں کا مجھے اندازہ تھا جبکہ پروفیسر جوناتھن اس منچلے کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے تھے۔

میں نے پروفیسر جوناتھن سے کہا۔ "اپنی توجہ سامنے کی طرف رکھیں پروفیسر۔ کہیں دھوکا نہ کھا جائیں۔"

ہم لوگوں نے جواب میں گولیاں چلانے کی ضرورت ابھی تک نہیں سمجھی تھی۔ صورتِ حال کا صحیح اندازہ کیے بغیر ہم اپنا ایمونیشن ضائع کرنا نہیں چاہتے تھے اور پھر دشمنوں کی صحیح تعداد کا اندازہ بھی ہونا ضروری تھا۔ میری نگاہیں سامنے کا جائزہ بھی لے رہی تھیں اور کبھی کبھی وہاں سے نگاہیں ہٹا کر میں بڈ کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا۔ بڈ پچیس تیس فٹ آگے بڑھنے کے بعد ایک چھوٹے سے ٹیلے کی آڑ میں سیدھا لیٹ گیا تھا۔ یہ ٹیلا زیادہ بڑا نہیں تھا اور اس کی آڑ میں بیٹھا نہیں جا سکتا تھا۔ میری توجہ ایک لمحے کے لیے ہٹی تھی کہ دفعتاً کئی گولیاں ہمارے اوپر سے شائیں شائیں کرتی ہوئی گزر گئیں۔ اور ہم پھرتی سے زمین پر لیٹ گئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے بہت ہی قریب سے فائر کیے ہوں۔ ابھی ہماری نگاہیں نیچے ہی تھیں کہ دفعتاً ایک فائر کی آواز گونجی۔ اس کے ساتھ ہی ایک دلدوز چیخ ابھری۔ اور پھر خاموشی چھا گئی۔ یہ فائر سامنے کی سمت سے نہیں ہوا تھا۔ میری توجہ بڈ کی طرف گئی اور میں نے کسی مینڈک کی طرح گھٹنے ٹیک کر خود کو تھوڑا سا اوپر اُٹھایا اور بڈ کو دیکھنے لگا۔ بڈ ایک بار پھر برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا اور اس کا رُخ اُسی بڑی سی چٹان کی طرف تھا جہاں سے ہم پر گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ اس بار مجھے خیال ہوا کہ بڈ غلطی کر رہا ہے۔ اگر یہ فائر بڈ ہی نے کیا تھا تو وہ چیخ دھوکا بھی ہو سکتی تھی۔ اور پھر چونکہ ایک ہی چیخ ابھری تھی اس لیے ضروری نہیں تھا کہ وہاں ایک ہی آدمی ہو۔ لیکن بڈ کو کیسے روکا جا سکتا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور میں پریشان انداز میں گردن اُٹھا کر اُدھر دیکھنے لگا۔ فائرنگ حیرت انگیز طور پر بند ہو گئی تھی اور اس سے یہ احساس ہو رہا تھا کہ گولی چلانے والا یقیناً ایک ہی آدمی ہے۔ دفعتاً بڈ کی آواز اُبھری۔

"آ جاؤ چیف! اس طرف آ جاؤ۔ یہاں آس پاس کوئی خطرہ نہیں ہے۔" پھر فوراً ہی ہمیں اس چٹان کے پیچھے بڈ نظر آیا۔ وہ اطمینان سے اپنی رائفل ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔

ہم تینوں چٹان کی اوٹ سے نکل کر برق رفتاری سے بڈ کی طرف دوڑ پڑے۔ چٹان کے عقب میں ایک شخص خون میں نہایا ہوا اوندھا پڑا تھا۔ اس کی پیشانی کے چیتھڑے اُڑ گئے تھے اور یقیناً یہ بڈ ہی کی گولی کا کرشمہ تھا۔ میں نے اُسے دیکھ کر گہری سانس لی اور پھر اطراف میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ یہاں سے نیچے گہرائی میں دُور دُور تک کا منظر ہماری نگاہوں کے سامنے تھا۔ آس پاس اس شخص کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا لیکن سامنے کے حصے میں لکڑیوں کا ایک سُلگتا ہوا ڈھیر موجود تھا جس سے دھواں اُٹھ رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ شخص تنِ تنہا یہاں کیا کر رہا تھا؟ اس کے باقی ساتھی کہاں ہیں؟ اطراف میں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی بھی انسان موجود نہیں ہے۔

اس دوران بڈ مرنے والے کے لباس کی تلاشی لے رہا تھا۔ اُس نے کچھ سامان نکال کر سامنے رکھ دیا۔ اس میں تھوڑی سی کرنسی، پائپ اور تمباکو کا پاؤچ، ایک پستول اور ایک چاقو کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ کاغذ قسم کی کوئی چیز اس کے لباس سے برآمد نہیں ہوئی تھی۔

جوناتھن نے کہا۔ "یہ بات مشکوک ہے کہ یہ شخص اکیلا ہی یہاں تھا اور اکیلا ہی تھا تو اس نے حماقت کی کہ فائرنگ کر کے ہمیں چوکنّا کر دیا۔"

"ہوں۔ ممکن ہے، یہاں آس پاس اُن کی کوئی پناہ گاہ ہو اور بقیہ لوگ اسے یہاں پہرے پر چھوڑ کر ہماری تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ہوں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر کوئی پناہ گاہ ہے تو کہاں ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ جو چٹانیں نظر آ رہی ہیں، ان کے عقب میں غار بھی ہو سکتے ہیں۔" جوناتھن نے خیال ظاہر کیا۔

"اور ان غاروں میں دوسرے لوگ بھی۔" بڈ نے کہا۔

"نہیں مسٹر بڈ... یہ ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اگر دوسرے لوگ موجود ہوتے تو کم از کم فائرنگ کی آواز سُن کر ضرور باہر نکل آتے یا اگر ہمارے سامنے نہ آتے تو اطراف میں چھپے ہوئے ہوتے۔ اور اب تک ہمیں گولیوں کا نشانہ بنایا جا چکا ہوتا۔" میکنو نے سمجھداری کی بات کی۔

"یہ بھی تو سوچا جا سکتا ہے چیف کہ اس آدمی کا تعلق... اُن لوگوں سے نہ ہو جنھیں رات کو پیغام دیا گیا تھا۔ ویسے اس رائفل کو دیکھیں جس سے وہ ہم پر گولیاں برسا رہا تھا۔ میرا خیال ہے اس پر کوئی نشان نہیں ہے۔" بڈ نے رائفل میری جانب

بڑھاتے ہوئے کہا اور میں رائفل کا جائزہ لینے لگا۔

جدید ساخت کی آٹومیٹک رائفل تھی۔ لیکن اس پر کہیں بھی کمپنی کا کوئی نشان نہیں تھا، اور اس قسم کے ہتھیار ایسے ہی لوگوں کو دیے جاتے ہیں جنھیں کوئی خفیہ کام سرانجام دینا ہوتا ہے۔ ہمیں تلاش کے باوجود رائفل پر کوئی نشان نہیں ملا تھا۔ بہرحال لاش کو وہاں سے گھسیٹ کر اُسی چٹان کی آڑ میں ڈال دیا گیا، جہاں سے وہ گولیاں برسا رہا تھا۔ اس شخص کی قومیت کے بارے میں بھی کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن یہ بات طے تھی کہ وہ افریقی نہیں تھا۔ میں نے میکنو سے کہا کہ وہ چاروں گھوڑوں کی لگامیں پکڑ کر یہاں لے آئے۔

تھوڑی دیر کے بعد میکنو گھوڑے لیے ہوئے ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے بعد ہم نے اُس ڈھلان پر سفر شروع کر دیا جو سامنے کی سمت پھیلی ہوئی تھی اور اس کے بعد ٹیلے نظر آ رہے تھے، جن کے عقب میں ہمیں غار کا شبہ تھا۔

ہم نہایت محتاط انداز میں گھوڑوں کی لگامیں پکڑ کر سفر کر رہے تھے۔ ڈھلان لمبی اور دشوار گزار تھی لیکن بالآخر ہم اُن پہاڑی ٹیلوں تک پہنچ گئے جن میں ہمارے اندازے کے مطابق غار ہو سکتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ بعض ٹیلوں میں غاروں کے دہانے نظر آ رہے تھے لیکن وہاں کسی انسان کا وجود نہیں تھا۔ ہر طرف خاموشی کا راج تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہاں کسی انسان کا گزر نہیں ہوا ہو۔ لیکن انسان تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ میکنو نے پروفیسر جوناتھن کے ساتھ ایک دو غاروں میں جا کر بھی دیکھا اور واپس آ کر بتایا کہ غاروں میں کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ بالکل خالی اور سنسان پڑے ہیں۔ یہاں تک کہ پروفیسر جوناتھن نے ٹارچ روشن کر کے اُن غاروں کے فرش کا بھی جائزہ لے لیا — جس پر انسانی قدموں کے نشان تک نظر نہیں آئے۔

"ٹیلوں کا یہ سلسلہ دُور تک چلا گیا ہے مسٹر جوناتھن۔" میں نے کہا۔ "آخر یہ شخص کہیں نہ کہیں سے تو آیا ہی ہوگا جس نے ہم پر گولیاں برسائی تھیں۔"

"ظاہر ہے۔" پروفیسر نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

"ایک بات بتائیں پروفیسر! کیا آپ کی مشین اب بھی اسی فریکوئنسی پر سیٹ ہے جس پر ہم نے وہ پیغام سُنا تھا؟"

"ہاں بالکل۔" پروفیسر نے چونک کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ پھر کوئی پیغام کہیں نہیں بھیجا گیا۔"

"یقیناً یہی بات ہے۔ میں نے مشین کو خاص طور سے اس فریکوئنسی پر سیٹ کر دیا تھا، جس کے ٹرانسمیٹر یہ لوگ استعمال کر رہے ہیں۔ اب یہ مشین آٹومیٹک ریکارڈنگ بھی کر سکتی ہے اور ہمیں اطلاع بھی دے سکتی ہے۔"

"ریکارڈنگ؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، سمتوں کی ریکارڈنگ۔" پروفیسر جوناتھن نے جواب دیا۔

"کیا آپ کی یہ مشین عمرو عیار کی زنبیل نہیں ہے پروفیسر؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا؟" پروفیسر نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "یہ نیا نام استعمال کیا ہے تم نے۔ میں نہیں سمجھ سکا۔"

"آپ سمجھ بھی نہیں سکیں گے۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ "خیر چھوڑیے۔ تو پھر اب کیا خیال ہے، یہاں رُکنا تو بے مقصد ہے۔ ہم لوگوں کو چلنا چاہیے؟"

"ہاں، یقیناً۔ یہاں اب رُکنا مناسب نہیں ہے۔" پروفیسر نے کہا۔

"آپ کا کیا خیال ہے، کیا ہمیں اب اس سمت کو ترک کر دینا چاہیے؟"

"نہیں، ہرگز نہیں۔ اگر ہم اُن ہی لہروں کی سمت سفر کرتے رہیں جن کی نشاندہی ہماری مشین نے کی ہے، تو پھر یہ سامنے ہی کا رُخ زیادہ موزوں ہے۔ لیکن اس بات کو ذہن میں رکھنا کہ ان ٹیلوں میں سے کسی بھی ٹیلے کی آڑ میں وہ غار ہو سکتا ہے جہاں سے اُس مردہ شخص کے ساتھی برآمد ہو جائیں۔"

قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
زندگی بنانے اور سنوارنے کے سلسلے کی ایک کڑی
تمباکو نوشی اور دیگر بُری عادات سے چھٹکارا حاصل کیجیے
سگریٹ پینا چھوڑیے
جینا شروع کیجیے
ذاتی کوششوں کے ذریعے پورے اعتماد کے ساتھ تمباکو نوشی سے نجات حاصل کریں۔ صرف چند دنوں میں۔
اس کتاب کو پڑھنے کی خواہش ہی تمباکو نوشی چھوڑنے کی پہلی کڑی ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہمیں اپنے گھوڑوں کو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر رکھنا چاہیے۔ اور آگے پیچھے سفر کرنا چاہیے۔ تاکہ اگر کوئی دشواری پیش آئے تو صرف ایک ہی شخص اُس سے متاثر ہو۔" میں نے یہ ہدایات دیں اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

ہم نے دس دس گز کے فاصلے پر اپنے اپنے گھوڑے کر لیے اور آگے کی جانب سفر شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ بھی ہم لوگ اپنے گھوڑوں کی پوزیشن بدلتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے لیکن اُن پہاڑی ٹیلوں کے درمیان تقریباً دو گھنٹے کے سفر میں ہمارے ساتھ کوئی خاص ایسا واقعہ نہیں پیش آیا جو پریشان کُن ہوتا۔ اتفاق کی بات یہ تھی کہ ہم جس سمت سے گزرے وہاں ٹیلوں میں کوئی غار بھی نظر نہیں آیا تھا، جس سے یہ شبہ ہوتا کہ یہ اُن لوگوں کی کمین گاہ ہے۔

بڈ نے راستے میں اس بات کا اظہار خاص طور سے کیا تھا۔ "چیف، یا تو ہم اُس جگہ کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ آئے ہیں جہاں اس شخص کا قیام تھا۔ یا پھر ممکن ہے، وہ ہماری اس گزرگاہ کے درمیان نہ ہو۔ کیونکہ اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ یہ شخص یہاں تنہا تھا، اور کسی گزرنے والے کے بارے میں کسی کو اطلاعات دیتا تھا تو بھی اس کی کوئی نہ کوئی کمین گاہ تو ضرور ہو گی۔ وہاں ٹرانسمیٹر بھی ہو گا اور اس کے کھانے پینے کی اشیاء بھی۔ ورنہ اس ویرانے میں زندگی گزارنے کا اور کیا ذریعہ ہو سکتا ہے؟ کیا صرف ایک رائفل، ایک پستول، ایک چاقو یا کرنسی نوٹ؟ یا پھر یہ پائپ اور تمباکو۔ ہرگز نہیں چیف! کوئی نہ کوئی ایسی جگہ ضرور باقی رہ گئی ہے جسے ہم نے درمیان میں چھوڑ دیا ہے۔"

"یقیناً ایسا ہی ہے بڈ، میں مانتا ہوں لیکن اس بات کا تو تم اقرار کرو گے کہ یہاں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ یا اگر تھا تو اب نہیں ہے، کیونکہ اس کھلے علاقے میں دُور دُور تک کوئی نظر نہیں آ رہا۔ اب وہ لوگ کسی ہیلی کاپٹر میں تو ہمارا تعاقب نہیں کر رہے ہوں گے۔ اور اگر ہیلی کاپٹر بھی ہوتا تو کم از کم اس کی آواز تو ضرور سنائی دیتی اور وہ نظر بھی آتا۔"

پروفیسر جوناتھن نے اپنا پیڈ دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس کے باوجود میں جس سمت میں سفر کر رہا ہوں، وہ ان اشاروں کے مطابق بالکل درست ہے۔ کم از کم بیس میل کی رینج میں۔ میں نے اُن کی سمت کا تعین کر لیا ہے اور ہم صحیح راستے سے نہیں ہٹے ہیں۔"

"تو بہتر یہی ہے کہ چلتے رہیں۔ اور انتظار کریں کہ وہ کوئی دوسرا پیغام نشر کریں۔"

"اس کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ کم از کم یہ اندازہ تو ہو گیا ہے ہمیں کہ اسٹیفن براگوڈا یا اس کا کوئی کیمپ ان علاقوں میں ضرور کہیں موجود ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کا فاصلہ سو میل سے زیادہ ہو۔"

"کیا آپ اس بات کا تعین نہیں کر سکے پروفیسر کہ پیغام کتنے فاصلے سے نشر کیا گیا تھا؟"

"نہیں۔ مجھے اس کمی کا شدّت سے احساس ہوا تھا۔"

گھوڑے بے چارے ہمارا ساتھ مسلسل دیے جا رہے تھے ابھی تک اُن کے انداز میں تھکن نہیں پیدا ہوئی تھی اور ہمیں یقین تھا کہ اگر موسم معتدل رہا تو گھوڑے ہمارا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ جگہ جگہ اُن کے لیے خوراک کا بندوبست ہو جاتا تھا۔ جس کی یہاں صحرائے اعظم میں کمی نہیں تھی۔ اب ٹیلوں کا علاقہ پیچھے رہ گیا تھا اور شام ہونے لگی تھی۔ یوں بھی سفر کی رفتار بہت زیادہ تیز نہیں رکھی گئی تھی۔

پھر ہم نے ایک جگہ قیام کے لیے منتخب کر لی۔ ایک بڑا سا ٹیلا چپٹ پر تھا۔ اور اس کے درمیانی کٹاؤ میں ہم آسانی سے سما سکتے تھے۔ گھوڑوں کو بھی اسی جگہ محفوظ کیا جا سکتا تھا۔ لیکن آگ وغیرہ جلانے کا اوّل تو کوئی بندوبست نہیں تھا اور اگر بندوبست بھی ہوتا تو ہم آگ روشن کرنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس طرح تو اُن لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا جاتا۔ وقت پُرسکون گزرا اور دوسری صبح ہم نے دوبارہ سفر کا آغاز کر دیا۔

پروفیسر جوناتھن نے بتایا کہ اس کے متعیّن کردہ بیس میل شاید دوپہر تک پورے ہو جائیں گے اور اس کے بعد جو بھی جگہ ملے گی وہاں قیام کرنا ہو گا اور کسی دوسرے پیغام کا انتظار کرنا ہو گا۔

سفر جاری رہا اور بالآخر بیس میل پورے ہو گئے۔ جس جگہ ہم لوگ موجود تھے، وہاں اچھا خاصا جنگل تھا۔ کہیں کہیں ٹیلے بھی موجود تھے۔ موسم سرد ہو گیا تھا اور تیز ہوائیں چل رہی تھیں جن کی وجہ سے لباس کا ہمیں خاص طور سے بندوبست کرنا پڑا۔ پھر معمول کے مطابق ہم لوگ اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر مستعد ہو گئے۔ تین آدمی سو گئے تھے۔ ایک آدمی جاگتا رہا اور یہ پروفیسر جوناتھن تھا۔ باقی لوگوں کو ذرا زیادہ ہی نیند آ گئی تھی۔ کیونکہ جب صبح کو میری آنکھ کھلی تو پانچ بج چکے تھے۔ اور پروفیسر جوناتھن اپنی جگہ تھا۔ بڈ اور میکنو کو اس نے ان کی ڈیوٹی کے وقت نہیں اُٹھایا تھا۔ میرا نمبر ان دونوں کے بعد تھا، لہٰذا میں بھی دیر تک سوتا رہا تھا۔ جوناتھن کی اس مشقت پر مجھے افسوس ہوا اور میں جلدی سے اُٹھ کر اُس کے پاس پہنچ گیا۔

"یہ بات غلط ہے مسٹر جوناتھن؟" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ اب تک جاگ رہے ہیں۔ آپ کو چاہیے تھا کہ ڈیوٹی کا وقت ختم ہونے پر ان لوگوں کو اُٹھا دیتے۔"

"بھئی انسان زندگی میں جس قدر مشقّت کر لے، خود اُسی کے لیے فائدہ مند ہوتی ہے۔ یہ لوگ ایسی مست نیند سو رہے تھے کہ مجھے ان میں سے کسی کو اُٹھاتے ہوئے دُکھ محسوس ہوا۔ تاہم کوئی بات نہیں ہے، ابھی پانچ بجے ہیں۔ اب میں آرام کیے لیتا ہوں۔ تم تو اب جاگ ہی گئے ہو۔"

میں نے پروفیسر کو سونے کے لیے ہدایت کر دی اور وہ تھوڑی دیر بعد سو گیا۔ پھر خوب دن چمک اُٹھا تھا جب بڈ اور میکنو جاگے۔ وہ بے چارے بھی شرمندہ نظر آ رہے تھے۔ مجھے ڈیوٹی پر مستعد دیکھ کر انھوں نے وہی باتیں مجھ سے کیں جو میں نے پروفیسر سے کی تھیں اور میں ہنس پڑا۔ میں نے اُنھیں بتایا کہ میں پانچ بجے جاگا ہوں اور اس وقت تک بے چارہ پروفیسر ڈیوٹی دیتا رہا تھا۔

"ویسے یہ غلط ہے چیف۔ ہر شخص کو اس کی ذمّے داری پوری کرنے دی جائے۔"

"چلو۔ تم اپنی سزا اس طرح پوری کر لو کہ جلدی سے ناشتا تیار کر لو۔" میں نے بڈ سے کہا۔ اور بڈ مستعدی سے اپنا کام کرنے میں مصروف ہو گیا۔

ہم نے ناشتا کیا اور یہ دیکھ کر ذرا سی تشویش ہوئی کہ اب ہماری کھانے پینے کی اشیا زیادہ عرصے تک ہمارا ساتھ نہیں دے سکتی تھیں۔ ہر چیز آہستہ آہستہ ختم ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے لیے ہم لوگوں نے آپس میں مشورت کی اور طے یہ کیا کہ اب راستے میں کھانے پینے کی جو بھی چیز دستیاب ہو سکے گی، اُسے حاصل کریں گے۔ خاص طور سے گوشت کا بندوبست کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ اس کا حصول مشکل نہیں تھا۔ اس کے علاوہ پانی کی فکر بھی تھی۔

"حیرت کی بات ہے چیف کہ ان راستوں پر ہمیں کوئی افریقی بستی نہیں مل سکی۔ اگر ایسی کوئی بستی مل جائے تو وہاں سے ہمیں کھانے پینے کی چیزیں ضرور دستیاب ہو سکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ قدرت ہمارے لیے جو راستے منتخب کرے گی، ہم اُن سے الگ تو نہیں ہٹ سکتے۔" میں نے کہا۔

ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے گھوڑوں کو گھاس کھلائی، پانی پلایا۔ اور اس کے بعد اُن پر سوار ہو کر

زندگی کے نشیب و فراز

گُناہ و ثواب

اندھیروں اور اُجالوں

وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک

بصیرت افروز کہانی۔

غلام رُوحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے۔ ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھربار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔۔۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اُس کا سینہ فگار تھا۔ انتقام کے شعلے اُس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ۔۔۔۔ ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کر دی۔۔!!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈُوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت:- ۳۰/ روپے

ملنے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آگے بڑھنے لگے۔ میں نے پروفیسر جوناتھن سے پوچھا کہ کیا اس نے اپنی ٹرانسمیٹر مشین پر کوئی پیغام سُنا۔ تو پروفیسر جوناتھن نے مسکراتے ہوئے گردن ہلادی۔

"کیا مطلب!" میں حیرت سے چونک پڑا۔ آپ نے اس بارے میں کوئی تذکرہ تو نہیں کیا۔"

"تم نے پوچھا ہی نہیں تھا، اور پھر اس وقت مجھے بہت شدید نیند آرہی تھی۔" پروفیسر نے کہا۔

"کیا پیغام تھا؟"

"اس شخص کا مسئلہ حل ہوگیا۔ وہ صرف ایک پوائنٹ کا چوکیدار تھا۔ اُن لوگوں کو توقع نہیں تھی کہ ہم لوگ اس پوائنٹ کی طرف نکل جائیں گے لیکن شاید ابھی تک انھیں اس پوائنٹ کے چوکیدار کی موت کا علم نہیں ہوا۔ اس بات پر حیرت کا اظہار کیا گیا تھا کہ پوائنٹ نائن سے کوئی جواب نہیں ملا۔ بلکہ چند لوگوں کو ہدایت بھی کردی گئی ہے کہ پوائنٹ نائن کا جائزہ لے لیا جائے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ان لوگوں کو ہماری سمت کا اندازہ ہو جائے گا۔"

"ہاں۔ لیکن ہم جتنا فاصلہ طے کر کے آچکے ہیں، اس فاصلے کو اُن کے لیے جلد عبور کرنا آسان نہیں ہے۔ اب آگے چل کر ہمیں بائیں سمت کا رُخ اختیار کرنا ہے۔" پروفیسر نے کہا۔

"آپ کی مشین اس سمت کا اشارہ کرتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" پروفیسر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایک سوال اور کرنا چاہتا ہوں پروفیسر! کیا اُن لوگوں کو یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ کسی طرح ہم اُن کا پیغام سُن رہے ہیں؟"

"بظاہر تو اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"میرا مطلب ہے، آپ کی یہ مشین اپنا کوئی اشارہ تو نہیں چھوڑتی؟"

"یہ صرف ریسیور ہے۔ اس میں نشریاتی نظام ہی نہیں ہے۔ جس کی بنا پر یہ اندازہ ہوسکے کہ کوئی مشین اُن کی گفتگو میں مداخلت کر رہی ہے۔"

"گڈ... یہ اچھی بات ہے۔"

پروفیسر کے بتائے ہوئے راستے پر پہنچنے کے بعد ہم لوگ بائیں سمت کو گھوم گئے۔ یہ ایک چھوٹا سا درہ تھا جس کے دونوں سمت چٹانی ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ درے میں کسی قدر گہرائی تھی۔ ہم اُس گہرائی میں اترتے چلے گئے۔ اور تقریباً چار میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد بلندی پر چڑھنے لگے۔ جب اس درے کا اختتام ہوا تو ہمیں پتھریلے ٹیلوں کا ایک سلسلہ نظر آیا۔ جن کے درمیان قدرتی پھولوں کے تختے لگے ہوئے تھے یہاں آس پاس خودرو جنگلی پھلوں کے درخت تھے جن کے بارے میں یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ پھل کیا حیثیت رکھتے ہیں لیکن خوراک کے ذخیرے میں کمی ہونے کی وجہ سے ہمیں ان پھلوں کی جانب راغب ہونا پڑا۔ چھوٹے چھوٹے تقریباً دو انچ سائز کے پھل تھے۔ جن کا رنگ اوپر سے زرد تھا اور اندر سے وہ گہرے سرخ نکلے۔ اُن میں مالٹوں کی سی مٹھاس اور پانی موجود تھا۔ بہرحال یہ پھل ہمارے لیے اجنبی تھے۔ میکنو نے البتہ ہماری الجھن کی تردید کردی۔

"نہیں۔ افریقی زبان میں یہ پھل لوگوس کہلاتے ہیں اور چیف، آپ انھیں بخوبی استعمال کرسکتے ہیں۔ بلکہ یہ انتہائی لذیذ اور توانائی بخش پھل ہیں۔ آپ انھیں کھا کر دیکھیے۔ آپ کو اپنے جسم میں ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوگا۔"

میکنو کا کہنا درحقیقت درست تھا۔ پھل یہاں اتنی تعداد میں موجود تھے کہ اگر اُن کو توڑ کر جمع کیا جاتا تو کئی ٹرک بھر جاتے۔ ہم نے ضرورت کے مطابق انھیں توڑ لیا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ پروفیسر جوناتھن کی نگاہیں اس دوران چاروں طرف بھٹکتی رہی تھیں۔ پھر اچانک انھوں نے قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ ابھی ہمیں سفر کرتے ہوئے اتنا وقت نہیں گزرا تھا کہ قیام کی ضرورت پیش آتی۔

پروفیسر جوناتھن کے اصرار پر ہم سب آمادہ ہوگئے اور ایک جگہ منتخب کر کے ایک خیمہ لگا لیا۔ گھوڑے چرنے کے لیے چھوڑ دیے گئے اور وہ ہم سے زیادہ ذہین نکلے کیونکہ انھوں نے ہم سے آزادی حاصل کرتے ہی پھلوں والی جھاڑیوں پر مُنہ مارے تھے اور توانائی حاصل کرنے میں مصروف ہوگئے تھے۔ پروفیسر جوناتھن اپنا وہی پیڈ سامنے رکھے ہوئے بیٹھا تھا اور پینسل سے اس پر کچھ نشان لگاتا جا رہا تھا۔ ہم سب آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے تھے۔ بُڈ چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے زمین پہ نشانات بنا رہا تھا اور اُن پر کنکریاں رکھتا جا رہا تھا۔ اس کا ذہن کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پروفیسر تھوڑی دیر تک بیٹھا کاغذ پر حسابات لگاتا رہا۔ اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھ کر ایک سمت بڑھ گیا۔ اطراف کے ماحول میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو ہمارے لیے تشویشناک ہوتی۔ صرف اُن لوگوں کا خیال تھا جو بقول پروفیسر، پوائنٹ نائن پر پہنچ کر مرنے والے کا سراغ لگالیں گے اور پھر ہماری تلاش میں چل پڑیں گے لیکن ابھی تک کسی کی آمد کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔

پروفیسر ٹیلوں کی آڑ میں روپوش ہوگیا۔ غالباً چہل قدمی کر رہا تھا۔ دس منٹ گزر گئے، پھر پندرہ اور پھر بیس، اور پھر دفعتاً ہمیں پروفیسر کی آواز سنائی دی، وہ چیخ چیخ کر مجھے پکار رہا تھا۔ ہم اُس کی دوسری آواز پر ہی اُٹھ کر مستعد ہوگئے تھے اور اپنی رائفلیں سنبھال کر پروفیسر کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ میکنو پھرتی سے ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا تھا اور وہاں کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ اسی نے پروفیسر کی طرف ہماری رہنمائی کی لیکن خود ٹیلے پر جما رہا۔ میں اور بُڈ، پروفیسر کے نزدیک پہنچے تو پروفیسر ایک ٹیلے کی آڑ میں بنے ہوئے غار کے دہانے پر کھڑا نظر آیا۔

"خیریت پروفیسر؟" میں نے مضطربانہ انداز میں سوال کیا۔

"ہاں میکنو کو بھی بُلا لو۔ میں کسی بیرونی خطرے کی وجہ سے نہیں چیخا تھا۔ آؤ اندر آؤ۔ یہ غار یقیناً تمھارے لیے دلچسپی کا باعث ہوگا۔" پروفیسر نے کہا۔

میں حیرت سے غار کے دہانے کی سمت دیکھنے لگا۔ پھر میں نے میکنو کو آواز دی اور بُڈ کو وہاں چھوڑ کر پروفیسر کے ساتھ غار میں داخل ہوگیا۔ اندر تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن غار میں قدم رکھتے ہی پروفیسر نے ٹارچ روشن کرلی۔ ٹارچ کی روشنی نے غار کا جو اندرونی منظر پیش کیا، اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ ٹارچ کی روشنی ایک ایسے حصے کو منور کر رہی تھی جہاں کافی سامان موجود تھا۔ خوراک کے ڈبے، کھانے پینے کی دوسری اشیا، آئل اسٹو، کیروسین آئل کے خاص قسم کے سربمہر ڈبے اور چند برتن وغیرہ۔ ابھی میں ان چیزوں کو دیکھ ہی رہا تھا کہ دفعتاً مجھے ایک کراہ سُنائی دی اور میں اچھل پڑا۔ تب آہستہ آہستہ پروفیسر کی ٹارچ کی روشنی کا دائرہ اپنی جگہ سے حرکت کر کے دو انسانی جسموں پر مرکوز ہوگیا۔ دونوں جسم گٹھڑی کی سی شکل میں لپٹے پڑے تھے۔ میں بے اختیار آگے بڑھا۔ اور انھیں قریب سے دیکھنے لگا۔

وہ دونوں عورتیں تھیں۔ میں نے متحیرانہ انداز میں پلٹ کر پروفیسر جوناتھن کی شکل دیکھی لیکن اس کا چہرہ تاریکی میں ہونے کی وجہ سے اُس کے تاثرات کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ اُسی وقت بُڈ اور میکنو بھی اندر داخل ہوگئے۔ انھوں نے اپنی ٹارچیں روشن کر رکھی تھیں۔ جس کی وجہ سے غار کا ماحول کچھ اور منور ہوگیا۔ اُن میں سے کسی نے صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے زبان کھولی ہی تھی کہ اُن کی نگاہیں بھی ان انسانی جسموں پر پڑ گئیں۔

بُڈ نزدیک آگیا اور اُس نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "میرے خدا! لاشیں۔" اسی وقت ایک لاش میں اچانک جنبش ہوئی اور اس نے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر اُٹھنے کی کوشش کی پھر دوسرے ہی لمحے اس کے حلق سے ایک دہشت زدہ چیخ نکلی اور وہ پھر زمین پر گر پڑی۔ اب اس کے بدن میں نمایاں لرزش محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیے اور دہشت زدہ لہجے میں چیخنے لگی۔

"معاف کردو... معاف کردو ہمیں... کیا ملے گا تمھیں ہم دونوں کی زندگی لے کر... کیا ملے گا... خدا کے لیے معاف کردو۔"

اُس آواز میں بڑی بے بسی اور دہشت کا عنصر نمایاں تھا۔ پروفیسر نے ایک گہری سانس لی اور پھر اس کے قریب پہنچ گیا۔ "اُٹھ کر بیٹھ جاؤ۔" وہ بولا۔ "ہم تمھارے دشمن نہیں ہیں اور تمھاری زندگی نہیں لینا چاہتے۔"

"جھوٹ بولتے ہو، بکواس کرتے ہو۔ تم نے... تم نے میرے پپّا کو مار ڈالا۔ اور تم... میں کچھ نہیں جانتی... یقین کرو، میں کچھ نہیں جانتی۔ اگر میں کچھ جانتی ہوتی تو تمھیں سب کچھ بتا دیتی۔ مجھے اپنی اور کینس کی زندگی عزیز ہے۔ خدا کے لیے ہمیں معاف کردو۔"

"میں کہتا ہوں اُٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ ہم وہ نہیں ہیں جو تم سمجھ رہی ہو۔ ہم تو اتفاقیہ طور پر تم تک پہنچ گئے ہیں۔ اپنے آپ کو سنبھالو لڑکی۔" پروفیسر سرد لہجے میں بولا۔

میں ٹارچ کی روشنی میں ان دونوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ دوسری لڑکی بھی زندہ تھی اور غالباً گہری نیند سو رہی تھی۔ کیونکہ اس آواز پر بھی اس کے بدن میں جنبش نہیں پیدا ہوئی تھی۔ لڑکی نے چہرے سے ہاتھ ہٹا لیے۔ پروفیسر کی ہدایت پر ٹارچ کی روشنی کا دائرہ اس پر سے ہٹا لیا گیا تھا۔

"آؤ... ہمارے ساتھ باہر آؤ... باہر چل کر تم سے بات چیت کی جائے گی۔" پروفیسر نے کہا۔

"نہیں جاؤں گی، میں نہیں جاؤں گی۔ تم دھوکا دے رہے ہو مجھے... تم غلط فہمیوں کا شکار ہو، جو کچھ بھی جانتے تھے، وہی لوگ جانتے تھے۔ ہم تو صرف تفریحاً ہی اُن کے ساتھ چلے آئے تھے۔ افریقہ کو دیکھنے کے شوق میں... ہم کچھ نہیں جانتے۔ یقین کرو، میں اور کینس اس سلسلے میں بالکل لاعلم ہیں۔"

"تمھیں سمجھانے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے؟ باہر آؤ لڑکی! تمھارے فائدے ہی کی بات ہے۔"

"ٹھہرو... میں کینس کو جگا لوں۔" لڑکی نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا اور پھر دوسری لڑکی کو جھنجھوڑنے لگی۔ "کینس اُٹھو... اُٹھو کینس، جاگ جاؤ... ہم ایک بار پھر خطرات میں گھر چکے ہیں۔ جاگ جاؤ کینس۔" بہ مشکل تمام دوسری لڑکی جاگی، اور آنکھیں کھولتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئی اُٹھ گئی۔ بُڈ نے میکنو کی طرف رُخ کر کے آہستہ سے کچھ کہا تھا۔ الفاظ میری سمجھ میں نہیں آسکے لیکن میکنو تو ویسے بھی پتھریلا انسان تھا۔ بہت کم کسی بات سے متاثر ہوتا تھا۔

بہ مشکل تمام ہم لڑکیوں کو باہر نکال کر لائے۔ اب ہم نے ان کا حلیہ غور سے دیکھا۔ بوسیدہ لباس تھے۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ لیکن دونوں بے حد خوب صورت تھیں اور کسی یورپین نسل ہی کی لڑکیاں معلوم ہوتی تھیں۔ زبان بھی شستہ قسم کی انگریزی تھی جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ انگریز ہیں۔ دونوں کے چہرے خوف کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ انھوں نے گہری نگاہوں سے مجھے، پروفیسر کو، پھر بُڈ اور میکنو کو دیکھا۔ پھر وہ لڑکی جس سے پروفیسر کی گفتگو ہوئی تھی، خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر دوسری لڑکی سے بولی۔ "کینس! یہ واقعی وہ لوگ نہیں ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی وہ نہیں ہے... گینیے مسٹر! کیا واقعی آپ کا تعلق ہمارے دشمنوں سے نہیں ہے؟"

"ایک ہی جملے کو بار بار دُہراتے ہوئے افسوس ہوتا ہے۔" پروفیسر نے کہا۔

"میں لزی ہوں... لزی والٹر جون... والٹر جون ہمارے ڈیڈی تھے اور ہم... اور ہم... لیکن آپ لوگ کون ہیں؟"

"مہم جو... صحرائے اعظم میں مہمات سر کرنے کے لیے آئے ہیں۔ شکار اور ہاتھی دانت کی تلاش ہمارا مشغلہ ہے۔ تم مجھے جوناتھن کے نام سے پکار سکتی ہیں۔ یہ مسٹر اے بی ہیں۔ اور یہ میرے ساتھی بُڈ اور میکنو۔" پروفیسر جوناتھن نے اُسے بتایا۔

"آہ جناب! ہماری مدد کیجیے۔ اگر آپ واقعی ہمارے دشمنوں میں سے نہیں ہیں تو ہماری مدد کیجیے۔ ہم... ہم سخت مصیبت کا شکار ہیں۔ میرے ڈیڈی اُن کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔ پپا بے حد اچھے انسان تھے۔ بہت خوش مزاج اور بہت بہادر۔ لیکن خدا غارت کرے میتھائس کو۔ جس نے پپا جیسے انسان کی جان لے لی۔ اُس نے پپا کے بدن کو گولیوں سے چھلنی کر ڈالا تھا۔ میرے پپا، میرے بہت اچھے پپا..."

لزی والٹر جون سسکیاں لینے لگی... اور پھر اُس کی آواز تیز ہونے لگی۔

پروفیسر نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "سوری لزی! مجھے بہت افسوس ہے۔ ہم سب کو بے حد افسوس ہے... لیکن یہ میتھائس کون تھا؟"

"پپا کا سیکریٹری... سب کچھ، سب کچھ پپا نے اُسے سونپ کر بہت بڑی غلطی کی تھی۔ اس قسم کے لوگ قابلِ بھروسا نہیں ہوتے۔ لیکن پپا طبیعتاً بہت معصوم تھے۔ وہ گولیاں چلانا جانتے تھے لیکن دوستوں پر نہیں... اور دوستوں ہی نے اُنھیں دھوکا دیا۔"

"بیٹھ جاؤ... مجھے اپنے بارے میں پوری تفصیل بتاؤ۔"

"جناب، آپ ہماری مدد کیجیے... ہمیں بس کسی ایسی جگہ چھوڑ دیجیے جہاں سے ہم اپنے وطن واپس جا سکیں۔"

"کہاں سے تعلق ہے تمہارا؟"

"آئرلینڈ سے۔ پپا وہیں رہتے تھے۔ میتھائس اُن کا اسسٹنٹ تھا۔ پپا بہت سی مہمات سر کر چکے تھے اور اس بار بھی وہ صحرائے اعظم میں کسی خزانے کے چکر میں آئے تھے۔ اُن کے پاس خزانے کا نقشہ موجود تھا۔ میتھائس اُن کا اسسٹنٹ تھا۔ سارا گروہ اُسی نے اکٹھا کیا اور یہیں پپا سے غلطی ہوگئی۔ اُنھیں یہ بات جان لینا چاہیے تھی کہ میتھائس غداری بھی کر سکتا ہے۔ تمام لوگ اُسی کے ساتھی تھے اور پپا یہ سمجھتے تھے کہ وہ سب اُن کے غلام ہیں۔ پپا نے خزانے کے بارے میں خاصی معلومات حاصل کر لی تھیں۔ لیکن میتھائس نہیں چاہتا تھا کہ اس خزانے میں کسی اور کا بھی حصّہ ہو۔ اُسے تو صرف دس پرسنٹ ملنا تھا۔ اور اس دس پرسنٹ میں اُسے پورے گروہ کو بھی کچھ نہ کچھ دینا تھا۔ بھلا وہ یہ کیونکر پسند کرتا کہ صرف دس پرسنٹ پر گزارا کرے۔"

"ہوں۔ تو یہ کسی خزانے کا معاملہ ہے۔" پروفیسر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"جنابِ عالی! آپ یقین کیجیے، ہم لوگوں میں سے کسی کو بھی اس خزانے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ ہم نے تو ضد کر کے پپا کو اس بات پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔ ہم تو افریقہ کی زندگی دیکھنا چاہتے تھے۔ ہم بڑے ہولناک مصائب سے گزرے ہیں۔ آپ ہماری مدد کیجیے سر! آپ ہماری مدد کیجیے۔ صرف کسی ایسی جگہ پہنچا دیجیے ہمیں، جہاں سے ہم وطن واپس جا سکیں۔ ہم آپ سے کچھ نہیں مانگیں گے۔ چاہے ہمیں بھیک مانگنی پڑے۔ ہم کرائے کا بندوبست بھی کر لیں گے۔"

"اے بی! اس کے لیے میں تم سے معذرت خواہ ہوں چونکہ ہم جس خطے میں آنکلے ہیں، اس کے بارے میں ہمیں خود بھی کچھ معلوم نہیں۔ کیا تم ہمیں اس علاقے کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہو؟"

"نہیں... ہم کیسے بتا سکتے ہیں، ہمیں تو کچھ بھی نہیں معلوم۔"

"تمہارا ذریعہ سفر کیا تھا؟"

"پہلے پپا لینڈ روور میں آئے تھے۔ تین گاڑیاں تھیں ہمارے ساتھ۔ لیکن اس کے بعد جب لینڈ روور ناقابلِ عبور راستوں کے قریب پہنچیں تو اُنھیں چھوڑ دیا گیا۔ پھر ہم نے پیدل ہی سفر

جاری رکھا تھا۔"

"تم کافی سامان کے ساتھ اس غار میں موجود ہو؟"

"ہاں... یہ سامان میں نے ہمت کر کے اُٹھا لیا تھا۔ کینس پر بھی میں نے کافی سامان بار کر دیا تھا۔ کیا کرتے، وہ لوگ ہمیں اپنی دانست میں باندھ کر چلے گئے تھے۔ لیکن ہم لوگوں نے چالاکی سے کام لیا۔"

"پورا قصّہ کیا ہے؟" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"پپا خزانے کے سراغ تک پہنچ چکے تھے۔ لیکن میتھائس اُن سے غداری کر گیا۔ اس نے پپا سے کہا کہ وہ اس خزانے میں اُن کا حصّہ نہیں چاہتا۔ چنانچہ وہ واپس لوٹ جائیں۔ پپا بھی غصہ ور تھے۔ مقابلہ ہوا۔ لیکن سارے گروہ نے میتھائس کا ساتھ دیا اور میتھائس نے پپا کے پورے بدن میں گولیاں ہی گولیاں اُتار دیں۔ اس کے بعد اس نے ہمیں ساتھ لیا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اس نے ہمارے ہاتھ پُشت پر کس کر باندھ دیے تھے۔ لیکن اس سے غلطی ہوگئی تھی۔ پپا نے نقشے کا تھوڑا سا حصّہ اپنے ذہن میں محفوظ رکھا تھا۔ میتھائس بہت سر مارتا رہا لیکن وہ خزانے تک نہیں پہنچ سکا اور اس کے بعد اس نے ہم پر تشدد شروع کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ ہم ضرور اس خزانے کے معاملے میں تفصیلات جانتے ہیں۔ لیکن بھلا ہمیں کیا معلوم تھا۔ میتھائس نے ہمیں بہت دھمکیاں دیں۔ وہ پاگل کتے کی طرح ہو گیا تھا۔ ہر ایک کو کاٹنے کے لیے دوڑتا تھا۔ خزانے کے نزدیک آکر خزانے کا حاصل نہ ہوتا، اس کے لیے انتہائی دُکھ کی بات تھی اور اب اُسے افسوس ہو رہا تھا کہ اُس نے وقت سے پہلے کیوں پپا کو قتل کر دیا۔ خزانہ حاصل کرنے کے بعد بھی وہ یہ کام کر سکتا تھا۔ وہ ہم پر تشدد کرتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے گروہ کے ساتھ خزانے کی تلاش میں سرگرداں بھی رہتا تھا۔ اُس رات... یہ اب سے چھ یا سات دن پہلے کی بات ہے۔ وہ ہمیں اسی طرح بندھا ہوا چھوڑ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلا گیا۔ اُس نے ایک کیمپ لگا رکھا تھا۔ میں نے اور کینس نے ایک دوسرے کی مدد کی۔ ہم نے ایک دوسرے کے ہاتھ کھول دیے اور اس کے بعد ہم وہاں سے یہ سب سامان اُٹھا کر نکل بھاگے۔ ہمیں کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں ہم اُن کی نگاہوں سے محفوظ رہیں۔ کافی فاصلہ طے کر کے ہمیں یہ غار نظر آیا اور ہم اس میں داخل ہو گئے۔ جب سے ہم اسی غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ کھانے پینے کی چیزیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ لیکن کھانے کو دل کس کا چاہتا ہے۔ پپا کی موت نے ہمیں نڈھال کر دیا ہے اور پھر ان واقعات نے۔ آخر ہم کیسے اپنے وطن واپس جا سکتے تھے؟ ہمیں تو راستہ بھی نہیں معلوم تھا۔" لڑکی نے روتے ہوئے بتایا۔

بُڈ کی آنکھوں میں ہمدردی کے آثار اُبھر آئے تھے۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر کینس کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "تم فکر مت کرو خوب صورت لڑکی! میرا نام بُڈ ہے اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمھیں تمھاری منزل پر پہنچا کر ہی دم لوں گا۔"

رو لزی رہی تھی لیکن بُڈ تسلی کینس کو دے رہا تھا۔ یہ اس کی شریر فطرت کا ایک پہلو تھا۔ بلکہ اُس نے بہت زیادہ ہمدردی جتانے کی کوششیں کرتے ہوئے کینس کی کمر میں ہاتھ بھی ڈال دیا تھا۔ اس پر لڑکی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ لزی برابر روتے ہوئے اپنی کہانی سُنا رہی تھی اور بار بار درخواست کر رہی تھی کہ ہم لوگوں کو تکلیف تو ہوگی، لیکن اُنھیں کسی بھی ایسی جگہ پہنچا دیا جائے جہاں سے وہ اپنی منزل پا سکیں۔ بالآخر پروفیسر جوناتھن نے لزی سے وعدہ کیا کہ اگر کوئی بستی نظر آئی تو وہ وہاں سے سمت کا تعین کر لیں گے۔ اس کے بعد یقیناً انھیں کسی ایسی جگہ پہنچا دیا جائے گا، جہاں سے وہ اپنے وطن واپس جا سکیں۔ لزی کو کسی قدر اطمینان ہوا۔ اور پھر اس کی ہچکیاں رُک گئیں۔

"اُس وقت تک آپ ہمیں اپنے ساتھ ہی رکھیے جناب! ہم اپنے دشمنوں سے بہت خوف زدہ ہیں۔" لزی نے کہا۔

"میتھائس کے ساتھ کتنے افراد ہیں؟" پروفیسر نے پوچھا۔

"تقریباً بارہ۔ ہم کُل سولہ افراد تھے۔ ایک پپا، دو ہم، ایک میتھائس اور بارہ افراد وہ جنھیں میتھائس گروہ کی شکل میں اپنے ساتھ لایا تھا۔"

"ٹھیک ہے، تم لوگ اپنے سامان کی پیکنگ کر لو، اور ہمارے ساتھ چلو۔ ہم تمھاری مدد کریں گے۔"

لزی نے کینس کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور کینس خاموشی سے اس کے ساتھ غار میں داخل ہو گئی۔ میں گہری نگاہوں سے پروفیسر جوناتھن کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ جس پر عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ ان لڑکیوں کی دُکھ بھری داستان سے متاثر نہیں معلوم ہوتے تھے۔ میں نے سوالیہ انداز میں انھیں دیکھا تو انھوں نے شانے ہلا دیے جیسے اظہار کر رہے ہوں کہ اس سلسلے میں وہ کیا کہہ سکتے ہیں۔

بُڈ نے اس سلسلے میں بڑی مسرت کا اظہار کیا تھا۔ اُس نے سرگوشی کے انداز میں پروفیسر سے کہا۔ "تو پھر اب کیا پروگرام ہے؟ کیا اب لڑکیوں کو ان کی منزل تک پہنچانا ہے؟ بلکہ میرا خیال ہے، یہ مناسب نہیں ہوگا۔ ہم اپنے مشن میں انھیں بھی اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ پھر جب ہم واپس لوٹیں گے تو یقیناً ان کے لیے کوئی مناسب بندوبست

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کردیں گے۔ بھلا ابھی سے اپنا راستہ کاٹ کر ان کے لیے سرگرم عمل ہو جانا کیا معنی رکھتا ہے۔"

پروفیسر مسکراتی نگاہوں سے بُڈّ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے کہا: "ٹھیک ہے، ہم ان کو اپنے ساتھ رکھیں گے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ وہ ہمارے تحفظ میں ہیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد لڑکیاں اپنے سامان کے بیگ اٹھائے ہوئے غار سے باہر آگئیں۔ خاصے وزنی بیگ تھے... جنھیں سنبھال کر چلنا اُن کے بس کی بات نہیں تھی۔

پروفیسر نے مسکراتے ہوئے لزی کو دیکھا اور آہستہ سے بولا: "یہ سامان اپنے شانے پر لاد لو۔"

"ہاں، یقیناً۔" لزی نے کہا۔ لیکن وہ اس وزنی بوجھ کو اُٹھا نہیں سکی تھی۔ یہی کیفیت کینس کی بھی تھی۔

"کیوں، اب تمھیں یہ وزن اُٹھاتے ہوئے کیوں دقت محسوس ہو رہی ہے؟"

"وزن بہت زیادہ ہے۔ میرا خیال ہے، ہم اس میں سے کچھ سامان ضائع کردیں۔" لزی نے کمزور لہجے میں کہا۔

"حالانکہ تم یہ وزن اُٹھا کر اچھا خاصا سفر طے کرچکی ہو۔"

"اس وقت کی بات دوسری تھی جناب! اس وقت تو ہم خوفزدہ تھے۔"

"اور خوف کے عالم میں بھی تم نے بڑی صحیح چیزوں کا انتخاب کیا لزی! اچھی بات ہے، میں ذہین لڑکیوں کو پسند کرتا ہوں۔ لیکن پریشان ہونے کی ضرورت نہیں... ہم یہ سامان تھوڑا تھوڑا آپس میں تقسیم کرلیتے ہیں۔ ویسے ہمارے پاس چار گھوڑے ہیں۔ تمھیں ہم ہی لوگوں میں سے کسی کے ساتھ سفر کرنا ہوگا۔"

لزی نے گردن ہلا دی۔ اُس نے آمادگی کا اظہار کردیا تھا۔ کینس کے لیے بُڈّ نے فوراً ہی اپنی خدمات پیش کردی تھیں اور صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے اس کی پیشکش کو قبول بھی کر لیا گیا تھا۔ ظاہر ہے، ان لڑکیوں کو کسی نہ کسی کے ساتھ تو سوار ہونا ہی تھا۔ لزی کو البتہ نہ میں نے قبول کیا نہ میکنو نے۔ چنانچہ اس کا جوناتھن کے ساتھ سفر کرنا ایک فطری عمل تھا۔ ویسے ان لوگوں کے ساتھ کھانے پینے کا اتنا سامان موجود تھا کہ ہماری وقتی مشکلات دُور ہوگئی تھیں۔

ہم نے ایک بار پھر سست رفتاری سے سفر کا آغاز کر دیا۔ میں ان دونوں لڑکیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ پروفیسر نے اُن سے چند چبھتے ہوئے سوالات کرکے اس سلسلے میں مزید کچھ جاننا چاہا۔ ویسے پروفیسر نے اپنے طور پر ہی ان لڑکیوں کے سلسلے میں فیصلہ کرلیا تھا، لیکن میں سوچ رہا تھا کہ اگر پروفیسر اس بات پر آمادگی کا اظہار نہ بھی کرتے تو کیا میں ان دونوں کو اس طرح یہاں چھوڑ سکتا تھا۔ اب دونوں کی اصلیت کیا ہے، اس کے بارے میں تو وہ خود ہی جانتی تھیں۔ بظاہر جو حالت نظر آ رہی تھی، اُس سے اُن کی کہانی غلط نہیں معلوم ہوتی تھی اور پھر صحرائے اعظم میں اس قسم کے لاتعداد احمق چکراتے ہی پھرتے تھے اور ان کے ساتھ تقریباً یہی سب کچھ ہوتا تھا، جو ان دونوں لڑکیوں نے سنایا تھا۔

پروفیسر نے اپنا راستہ نہیں چھوڑا تھا۔ وہ بدستور اُسی سمت چل رہا تھا جس کے بارے میں اُس نے تعین کیا تھا۔ وہی دیکھے بھالے مناظر تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ ہمارے سامنے تھے۔ کہیں جانوروں کے غول نظر آجاتے تھے اور کہیں چٹیل میدان، چٹانیں، سوکھی ہوئی گھاس وغیرہ لیکن جب ایک ڈھلان کو عبور کرکے ہم بلندی پر پہنچے تو اُس کی دوسری طرف دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ایک حسین و شاداب وادی ہمارے سامنے اچانک ہی آگئی تھی۔ زمین اگرچہ کھردری اور بے ڈھب تھی مگر دُور دُور تک سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ کہیں کہیں قدرتی تالابوں کی چمک بھی نظر آرہی تھی، جن میں یقیناً پانی موجود تھا۔ چنانچہ ہم لوگوں نے رفتار ذرا تیز کردی۔ اس خوب صورت وادی کو دیکھ کر دل مچل اُٹھا تھا۔ سفر کی ابتدا کیے کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ اس لیے ہم وادی میں آرام کرسکتے تھے۔

ایک چشمے کے سامنے ہم لوگوں نے ڈیرے ڈال دیے۔ چشمے کے بالکل سامنے زمین میں ایک اُبھار سا تھا جو ٹیلے کی شکل میں کافی آگے تک چلا گیا تھا اور اس کے دوسری طرف کا منظر نظر نہیں آرہا تھا۔ گھوڑوں کو گھاس چرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ اور ہم سب چشمے کے پانی سے لطف اندوز ہونے لگے۔ بُڈّ تو فوراً ہی کپڑے اُتار کر پانی میں داخل ہوگیا تھا اور اس نے کینس کو بھی دعوت دے دی تھی لیکن کینس نے یہ دعوت قبول نہیں کی تھی۔ میں نے بھی چشمے پر مُنہ ہاتھ دھویا۔ نہانے کا اس وقت موقع نہیں تھا۔ پھر میں ٹہلتا ہوا اُس ٹیلے کے آخری کنارے تک جا پہنچا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ دوسری طرف کیا ہے لیکن دوسری طرف میں نے جو کچھ دیکھا اُسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رہ گیا۔ چار عمدہ قسم کی لینڈ روورز کھڑی ہوئی تھیں جن کے آس پاس بہت سے لوگ نظر آرہے تھے۔

میں برق رفتاری سے واپس پلٹا، اور پروفیسر جوناتھن کو آواز دی۔ جوناتھن جو حسبِ عادت اپنے اس نقشے کو ہاتھ میں لیے بیٹھے تھے جو انھوں نے خود ترتیب دیا تھا، میری آواز پر چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ پھر میرے اشارے پر اُٹھ کر میرے قریب پہنچ گئے۔

میں نے دوسری طرف اشارہ کیا اور پروفیسر جوناتھن کی نگاہیں اس طرف اُٹھ گئیں۔ اُن کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ پھر انھوں نے متحیرانہ انداز میں کہا: "یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں؟"

"ہمارے دشمن بھی ہوسکتے ہیں پروفیسر۔"

"اور وہ لوگ بھی ہوسکتے ہیں، جن کے بارے میں لڑکیوں نے کہا تھا یعنی میتھائس اور اس کے ساتھی۔"

"مگر لڑکیوں نے تو کہا تھا کہ لینڈ روورز چھوڑ دی گئی تھیں۔"

"کیوں نہ اُن سے بھی شناخت کرالی جائے؟" پروفیسر کے انداز میں ایک عجیب سی بات تھی جسے میں اس وقت نہیں سمجھ سکا لیکن بعد میں یہ بات میری سمجھ میں آگئی تھی۔ کینس اور لزی کو بُلایا گیا اور اُن سے لینڈ روورز کے بارے میں پوچھا گیا۔ لیکن انھوں نے ان سے لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔

"تو پھر یہ کون لوگ ہوسکتے ہیں؟"

"اگر آپ لوگ مناسب سمجھیں تو اُن سے رابطہ قائم کریں۔ ممکن ہے، اُن کا رُخ کسی آبادی کی جانب ہو۔" لزی کہنے لگی۔

میں اور پروفیسر سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ پھر ہم نے میکنو اور بُڈّ سے مشورہ کیا اور میکنو نے فوراً تجویز پیش کردی کہ کیوں نہ بُڈّ کے ساتھ وہ ان لوگوں سے جاکر ملے۔ میکنو نے کہا: "آپ اور پروفیسر یہاں مستعد رہیں۔ اگر اُن لوگوں نے ہمارے ساتھ تعاون نہیں کیا اور کوئی خطرناک صورتِ حال درپیش ہوئی تو پھر آپ ہماری مدد کرسکتے ہیں۔"

ہم لوگوں نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد یہ بات طے کرلی۔ چنانچہ بُڈّ اور میکنو گھوڑے پر سوار ہوکر وہاں سے روانہ ہوگئے۔ اس دوران میں، پروفیسر، لزی اور کینس اس ٹیلے پر پہنچ گئے تھے۔ میں نے اور پروفیسر نے رائفلیں سنبھال لی تھیں۔

بُڈّ اور میکنو تقریباً پچیس تیس فٹ آگے گئے تھے کہ دفعتاً دوسری طرف سے ایک فائر ہوا اور گولی بُڈّ کے گھوڑے کا کان چھوتی ہوئی نکل گئی۔ گھوڑا الف ہوگیا تھا۔ میکنو زور زور سے ہاتھ ہلانے لگا لیکن بالآخر اُسے بھی برق رفتاری سے گھوڑے کی پُشت سے کود جانا پڑا تھا۔ دوسری طرف سے مسلسل گولیاں چلنا شروع ہوگئی تھیں۔ اب اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ وہ دونوں واپس ٹیلے کی آڑ میں آجائیں۔ چنانچہ وہ جھکے جھکے گھوڑوں کی لگامیں پکڑے ہوئے اندھا دُھند دوڑنے لگے۔ بڑی خطرناک صورتِ حال ہوگئی تھی۔ لیکن قسمت یاور تھی کہ اُنھیں واپسی میں کسی خطرے سے دوچار نہ ہونا پڑا۔

واپس آتے ہی انھوں نے گھوڑوں کو جلدی سے ٹیلے کی آڑ میں کردیا۔ اور اس کے بعد رائفلیں سنبھال کر ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ دوسری طرف سے اب اندھا دُھند گولیاں برسنا شروع ہوگئی تھیں اور ہم ٹیلے کی آڑ میں اوندھے لیٹ گئے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمارے جسم چھلنی ہوجاتے لیکن ہمارے دشمن عجیب و غریب تھے اگر وہ ہماری تاک ہی میں تھے تو کم از کم ہمیں اس کا موقع تو دیا جاتا کہ ہم اُن سے اپنے بارے میں کوئی گفتگو کرتے۔ اگر ہم اُن تک پہنچ جاتے تو یقیناً وہ آسانی سے ہم پر قابو پاسکتے تھے لیکن انھوں نے ہمیں دیکھتے ہی گولیاں برسانا شروع کردی تھیں۔ فائرنگ کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے پاس کافی ایمونیشن موجود ہے۔ اب انھوں نے باقاعدہ مورچا بندی کرلی تھی۔ گولیاں ہمارے سروں پر سے اس طرح سنسناتی ہوئی گزر رہی تھیں کہ گردن اٹھانے تک کا موقع بھی نہیں مل رہا تھا۔

چند لمحے سوچنے کے بعد میں نے سب لوگوں کو نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔ ہم سب اُلٹے پیروں پیچھے کھسکنے لگے اور ٹیلے سے نیچے اُتر آئے۔ اُن بدحواس دشمنوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کون ہوسکتے ہیں۔ لڑکیاں بتا چکی تھیں کہ اُن لوگوں کا تعلق ان کے سابق ساتھیوں سے یعنی میتھائس وغیرہ سے نہیں ہے۔ دوسری صورت میں وہ پھر ہمارے دشمنوں میں سے ہوسکتے تھے جنھیں ہدایت دی گئی تھی کہ ہمیں ہلاک کر دیا جائے مگر اپنی اس کوشش میں بھی انھوں نے بے وقوفی اور جلد بازی کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر بھی وہ تعداد میں ہم سے زیادہ تھے اور اگر ہمیں گھیرنے کی کوشش کرتے تو اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتے تھے۔ چنانچہ اس سے قبل ہی کچھ کرلینا مناسب تھا۔

میں نے پروفیسر جوناتھن سے مشورہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ اُن لوگوں سے بھرپور جنگ کی جائے۔ "اگر ہم اُن کی گاڑیاں تباہ کردیں پروفیسر، تو ان پر خوف طاری ہوسکتا ہے اور اس کے لیے میری خواہش ہے کہ ہم اپنے وہ خصوصی ہتھیار استعمال کریں۔ ورنہ جس انداز میں یہ لوگ حملہ آور ہوئے ہیں، اس سے اس کا اظہار ہوتا ہے کہ یہ ہمیں اسی جگہ ختم کر دینا چاہتے ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بالکل ٹھیک مسٹر علی، جیسا آپ فرمائیں گے' وہی ہوگا۔"

پروفیسر نے برق رفتاری سے وہ رائفلیں جوڑنا شروع کردیں جو اس موقع پہ اُن کی گاڑیوں کو تباہ کرنے میں کارآمد ثابت ہوسکتی تھیں اور جن میں وِکس کی تیشتی جیسے کارتوس چلتے تھے۔ ایک رائفل جوڑنے کے بعد میں نے بُڈ کو اشارے سے اپنے قریب بُلایا اور اُسے اس سلسلے میں ہدایات دیں۔ بُڈ ہمیشہ کا مستعد آدمی تھا۔ اُس نے رائفل میرے ہاتھ سے لی، گردن خم کی اور پھر برق رفتاری سے چلتا ہوا ٹیلے کے کنارے پر پہنچ گیا۔ یہاں سے اُسے اس دوسری پوزیشن پر پہنچنا تھا جہاں سے وہ اُن لوگوں کو نشانہ بناسکتا تھا۔

اس دوران ہم لوگوں نے اپنی پوزیشن دوبارہ سنبھال لی تھی اور ہماری طرف سے بھی فائرنگ کا آغاز ہوگیا تھا لیکن ہم اندھا دُھند فائرنگ کرنے کے بجائے محتاط انداز میں گولیاں چلا رہے تھے۔ ہمارا مقصد صرف اس قدر تھا کہ ادھر سے فائرنگ کرنے والوں کی توجہ زیادہ سے زیادہ ہماری جانب رہے اور بُڈ کو مناسب پوزیشن حاصل کرنے کا موقع مل جائے۔ تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد ہم بالآخر اس میں کامیاب ہوگئے کہ اُن کی ساری توجہ صرف اس حصّے کی طرف ہوگئی جدھر سے ہم فائرنگ کررہے تھے۔ بُڈ ایسے ہی کسی لمحے کا منتظر تھا۔ وہ کسی چھلاوے کے مانند اپنی جگہ سے اُٹھا اور برق رفتاری سے اس چٹان تک پہنچ گیا جس کے بارے میں اسے میں نے ہدایت دی تھی۔ اب ہماری کامیابی کا تمام دارومدار بُڈ پر تھا اور مجھے بُڈ کی صلاحیتوں پر کوئی شبہ نہیں تھا۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے فائرنگ بند کرنے کی ہدایت کی اور ہم لوگ اپنی جگہ سے کچھ پیچھے ہٹ آئے۔

اچانک بُڈ کی تیز آواز میرے کانوں سے ٹکرائی "چیف، اُن کی تعداد پچیس اور تیس کے درمیان ہے۔ چار لینڈ روورز ہیں اُن کے پاس اور اب وہ لینڈ روورز اسٹارٹ کرکے سُست رفتاری سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ان کا اگلا مورچا لینڈ روورز سے تقریباً پچاس قدم آگے ہے جہاں سے وہ تم لوگوں پر گولیاں برسا رہے ہیں۔"

پروفیسر جوناتھن چند قدم پیچھے ہٹ کر ٹیلے سے نیچے اُتر آئے پھر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولے۔ "ایک وہ چٹان ہے جس کے عقب میں پہنچ کر اُن لوگوں کی دوسری سمت کور کی جاسکتی ہے۔ میرا خیال ہے یہ کوشش میں کرتا ہوں۔"

"نہیں مسٹر جوناتھن، یہ ذمّے داری آپ میرے سپرد کردیں۔" میکنو نے کہا اور پھر وہ اپنی رائفل سنبھال کر زمین پر چھپکلی کی طرح چلتا ہوا اس چٹان کی جانب جانے لگا۔

اُسے نہیں دیکھا جاسکا تھا۔ اب صورتِ حال یہ تھی کہ میکنو دائیں جانب کی ایک چٹان پر تھا۔ بُڈ بائیں سمت تھا اور ہم دونوں درمیان میں ٹیلے کے پیچھے۔ میں نے چند لمحات کچھ سوچا۔ گولیاں اب بھی بارش کی طرح برس رہی تھیں۔ غالباً وہ لوگ ہمیں اس کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے کہ ہم بھی کوئی مؤثر کارروائی ان کے خلاف کرسکیں۔ گولیوں کی اس بارش میں وہ آسانی سے آگے بڑھ کر ہمیں گھیرے میں لے سکتے تھے۔

بُڈ نے اس سلسلے میں خود ہی فیصلہ کرلیا، ایک خوفناک گرزح سنائی دی اور دوسری طرف سے گولیاں چلنا اچانک بند ہوگئیں۔ بُڈ کا زوردار قہقہہ اُبھرا تھا۔ لیکن دوسری گرزح کی آواز میں وہ قہقہہ دب گیا۔ یہ میکنو کا فائر تھا۔ جو اُس نے اُن پر کیا تھا۔ صورتِ حال کا ہمیں کوئی اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ اُن دونوں کے ان فائروں کے نتیجے میں کیا ہوا لیکن گولیاں چلنا یک لخت بند ہوگئی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی انسانی آوازوں کا شور اُبھر رہا تھا۔ پھر دفعتاً یکے بعد دیگرے دو اور دھماکے سنائی دیے۔

میں نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر ٹیلے کی دوسری طرف جھانک کر دیکھا تو ایک عجیب تماشا نظر آیا۔ دو لینڈ روورز تباہ ہوگئی تھیں اور بقیہ دو کے ہڈ میں آگ لگ گئی تھی۔ وہ لوگ ساری مورچابندی بھول گئے تھے اور بقیہ دو گاڑیوں کو بچانے کی کوششیں کررہے تھے۔ لیکن اب بُڈ اور میکنو نے انتظار نہیں کیا اور اُن پر مسلسل فائرنگ کرنے لگے جس کے نتیجے میں بقیہ دونوں لینڈ روورز بھی تباہ ہوگئیں۔ اور اُن لوگوں نے راہِ فرار اختیار کی۔ جنگل کے ہولناک سناٹے میں گولیوں کی آوازیں ابھی تک بازگشت پیدا کررہی تھیں اور دھوئیں کے مرغولے فضا میں بلند ہورہے تھے۔ چاروں لینڈ روورز تباہ ہوگئی تھیں اور یہ ہماری شاندار کامیابی تھی۔

لزی اور کیتس کانوں پر ہاتھ رکھے گھٹنوں میں مُنہ دیے ٹیلے کے نیچے اوندھی پڑی ہوئی تھیں اور اُن کے بدن خوف سے کانپ رہے تھے۔ پروفیسر جوناتھن نے بھی یہ منظر دیکھا اور اس کے بعد بُڈ اور میکنو کو واپس آنے کے لیے کہا۔ اب میدان بالکل صاف تھا۔ اُن لوگوں میں سے اگر کچھ افراد زندہ بچے تھے تو وہ فرار ہوگئے تھے۔ ہمیں حیرت انگیز طور پر ان کے خلاف کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ سب لوگ ایک جگہ جمع ہوئے تو خوشی کے نعرے لگانے لگے۔ کیتس اور لزی بھی اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ اُن کے چہرے ہلدی کی طرح زرد نظر آرہے تھے۔

جوناتھن نے اُن کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا "تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے لڑکیو! اب وہ جو کوئی بھی تھے، ہم نے انھیں شکست دے دی ہے۔ تاہم میرا خیال ہے مسٹر علی کہ اب ہمیں سامنے کا رُخ نہیں اختیار کرنا چاہیے۔ بلکہ ہمیں سمت تبدیل کرنا ہوگی۔ ان لڑکیوں کو بہ حفاظت ان کی منزل تک پہنچانا بھی ہمارا فرض ہے اور اپنی زندگی بچانا بھی ضروری ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" میں نے جوناتھن سے اتفاق کرتے ہوئے کہا اور اس کے بعد ہم نے اپنے گھوڑے سنبھال لیے۔

جس راستے کو ہم نے اختیار کیا تھا، وہ ہماری موجودہ پوزیشن سے بائیں سمت چلا جاتا تھا اور یہ ایک بالکل ہی مخالف سمت تھی، اس سمت سے جس کی نشاندہی آواز کی لہروں نے کی تھی۔ لیکن میں جانتا تھا کہ پروفیسر نے اپنی ذہانت سے کام لے کر اُسی نقشے کے مطابق عمل کیا ہوگا لیکن راہ ایسی اختیار کی ہے کہ اُن لوگوں کو دھوکا ہو۔

بقیہ دن اسی انتظار میں گزر گیا کہ اب دشمن کس طرف سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ رات ایک پہاڑی علاقے میں ہوئی تھی۔ پروفیسر جوناتھن نے خاموشی سے اپنی وہ حیرت انگیز مشین نکال لی تھی اور اس پر آواز کی لہروں کو سُننے کی کوششیں کررہا تھا۔ میں، بُڈ اور میکنو خیمہ لگا رہے تھے۔ لڑکیوں نے حیرت سے ہماری ان تیاریوں کو دیکھا۔ ویسے اس دوران انھوں نے بولنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

رات کو سردی اچھی خاصی تھی۔ دونوں لڑکیوں کو ایک ہی خیمے میں ٹھونس دیا گیا۔ بقیہ تین خیمے ہم نے آباد کرلیے تھے۔ میں نے پروفیسر جوناتھن کے نزدیک بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیوں پروفیسر! کیا اس بدلی ہوئی سمت سے ہم اپنی منزل نہیں کھو بیٹھے؟"

"نہیں، ہرگز نہیں۔ میں نے ایک تجربہ کیا ہے۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

"کوئی خاص بات؟" میں نے تجسّس کے تحت سوال کیا۔

"ہاں۔ میں تمھیں ایک بات بتا دوں علی کہ ان لڑکیوں کا ہم سے ملنا بلاوجہ نہیں تھا۔ ان کے لباس میں ٹرانسمیٹر موجود ہے اور اسی ٹرانسمیٹر پر انھیں ہدایات دی گئی تھیں کہ وہ ہم لوگوں سے آملیں۔"

پروفیسر کے اس انکشاف نے مجھے چونکا دیا تھا۔ لڑکیوں کے بارے میں، میں بھی ذرا تذبذب کا شکار تھا لیکن پروفیسر نے جو بات بتائی تھی، وہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔

"تو پھر کیوں نہ ان سے نجات پالی جائے پروفیسر؟"

"نہیں علی، جذباتی بن کر نہیں سوچو۔ اگر ہم ان کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہوگئے تو اس سے اچھی کیا بات ہوسکتی ہے۔"

"کیا اُن کے پاس ہتھیار وغیرہ بھی ہیں؟"

"اس کا اندازہ تو نہیں لگایا جاسکتا لیکن اس کا علاج یہی ہے کہ تم ان کا وہ سامان جو ہم غار سے اُٹھا کر لائے ہیں، اس طرح قبضے میں کرلو کہ اگر وہ اُس تک پہنچنا چاہیں تو نہیں پہنچ سکیں۔"

"اور ٹرانسمیٹر؟"

"ٹرانسمیٹر اُن کے اپنے لباس ہی میں کہیں پوشیدہ ہوگا۔ اُسے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ویسے میں انتظار کروں گا کہ رات کی تاریکی میں وہ اُن لوگوں سے کچھ گفتگو کریں۔"

"یہ خطرناک ہوجائے گا پروفیسر! اگر انھوں نے ہماری بدلی ہوئی سمت کے بارے میں اُنھیں بتا دیا تو پھر کسی بھی لمحے ہم کسی اور خطرے سے دوچار ہوسکتے ہیں۔"

پروفیسر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر گردن ہلانے لگا تھا۔ پھر اس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں... یہ حقیقت ہے۔ تو پھر کیوں نہ اُن سے ٹرانسمیٹر طلب ہی کرلیا جائے؟"

"ابھی کوئی آخری فیصلہ نہ کریں پروفیسر۔" میں نے ایک اچانک خیال کے تحت کہا۔ "میرا خیال ہے اُن لوگوں کو ایک بار اور ٹرانسمیٹر کے استعمال کا موقع دیا جائے اور جب وہ گفتگو کررہی ہوں تب ہی ہم انھیں پکڑ لیں۔ اس طرح بات بن جائے گی۔" پروفیسر نے کوئی جواب نہیں دیا۔

جس علاقے میں ہم نے قیام کیا تھا، وہاں چاروں طرف پتھریلی زمین تھی۔ اونچے اونچے ٹیلے تھے۔ البتہ ہم نے یہ بات خاص طور سے محسوس کی تھی کہ یہاں روئیدگی نہیں ہے۔ کوئی جھاڑی تک آس پاس نظر نہیں آرہی تھی۔ پتا نہیں اس کی کیا وجہ تھی لیکن صحرائے اعظم میں کوئی بھی منظر حیران کُن نہیں ہوتا تھا۔ یہ تو سرزمینِ حیرت ہی تھی۔ ہم اس مسلسل جدّوجہد سے جو تھکن محسوس کررہے تھے، اس کا اظہار کوئی نہیں کررہا تھا لیکن سب کے چہروں سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اب کم ازکم دو تین دن تک کسی جگہ آرام کی ضرورت ہے لیکن جگہ کم ازکم ایسی تو ہونی چاہیے تھی جو قیام کے لیے موزوں ہوتی۔

رات کو ہم چوکنے ہوکر لیٹ گئے۔ بُڈ کی ڈیوٹی لگادی گئی تھی لیکن اس وقت بُڈ کی ڈیوٹی ختم بھی نہیں ہوئی تھی، جب اچانک ہی زمین پر ہمارے بدن ہلنے لگے۔ میں بھی اس وقت گہری نیند ہی سو رہا تھا لیکن یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے سر نیچے اور پاؤں اوپر کردیے ہوں۔ ایک دم سے چکر سا آیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی دونوں لڑکیوں کی چیخیں اُبھریں اور میں پھرتی سے خیمے سے باہر نکل آیا۔ لیکن اپنا توازن برقرار نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رکھ سکا۔ اور اس بُری طرح گرا کہ اگر دونوں ہاتھ زمین پہ نہ ٹِک جاتے تو شاید سر ہی پھٹ جاتا۔ فضا میں ایک ہلکی سی سنسناہٹ پھیل رہی تھی۔ اور بہت دُور کہیں آگ کی سرخی سی جھلک رہی تھی۔ مجھے اچانک ہی احساس ہوا کہ قرب و جوار میں کوئی آتش فشاں موجود ہے۔ اور شاید آتش فشانی پر آمادہ ہے۔

زمین ہل رہی تھی۔ پروفیسر میکنو بھی اپنے خیمے میں جاگ گئے تھے۔ لیکن انھوں نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی... پروفیسر نے خوف زدہ لہجے میں کہا "زلزلہ... خوفناک زلزلہ" لیکن اس کی آواز دب گئی۔ ایک ہیبت ناک دھماکا ہوا اور پھر گڑگڑاہٹ سی سنائی دینے لگی۔ یقیناً یہ بڑے بڑے پتھروں اور چٹانوں کے لُڑھکنے کی آواز تھی۔ اور پھر اسی جگہ آتش بازی چھوٹنے لگی جہاں میں نے آگ کی سرخی دیکھی تھی۔

"ہمیں یہاں سے آگے بڑھنا چاہیے... ہمیں یہاں سے۔"

ابھی پروفیسر نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً گھوڑے خوف زدہ انداز میں ہنہنانے لگے اور سب کے سب افراتفری کا شکار ہو گئے۔ زلزلے کا جھٹکا رُک گیا تھا۔ ہم لوگوں نے کھڑے ہو کر جلدی جلدی سامان سمیٹا۔ گھوڑوں کی باگیں تھامیں، اور وہاں سے آگے بڑھنے لگے۔

لڑکیوں کا خوف و دہشت سے بُرا حال تھا۔ انھیں بُڈّا اور پروفیسر جوناتھن نے سنبھالا ہوا تھا۔ میکنو دو گھوڑوں کی لگامیں تھامے ہوئے تھا۔ باقی دو گھوڑوں کی لگامیں میں نے پکڑی ہوئی تھیں۔ ہم لوگ تیز تیز قدم بڑھا رہے تھے۔ ہمیں خوف تھا کہ ہم ان ٹیلوں کے درمیان پتھروں کا شکار نہ ہو جائیں۔

دفعتاً پھر ایک خوفناک دھماکا ہوا۔ اور فضا میں گہری دُھند پھیلنے لگی۔ غالباً آتش فشاں نے مزید لاوا باہر اُگل دیا تھا۔

ہم برق رفتاری سے ایک سمت متعین کر کے آگے بڑھ رہے تھے۔ مقصد یہی تھا کہ آتش فشاں پہاڑ کے علاقے سے دُور نکل جائیں۔ تاکہ اس کی حشر سامانیوں سے بچ سکیں۔ لڑکیوں نے اب رونا شروع کر دیا تھا۔ بُڈّا، کینس کو تسلیاں دے رہا تھا۔ پروفیسر جوناتھن بھی خوف زدہ لہجے میں لزی وال لڑجن سے کہہ رہا تھا کہ وہ حواس قابو میں رکھے۔ ہم لوگ کافی دیر تک سفر کرتے رہے۔ گھوڑوں کو سنبھالے رکھنا بڑا مشکل ہو رہا تھا —— کیونکہ ہر دھماکے پر وہ بدک جاتے تھے۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ اب زلزلہ نہیں آ رہا تھا۔ بلکہ آتش فشانی کے سبب جو دھماکے ہو رہے تھے، وہی ارتعاش کا باعث تھے۔ بار بار روشنی بھی ہو جاتی تھی اور اطراف کے مناظر نظر آنے لگتے تھے۔ اس خوفناک آتش فشانی نے درحقیقت مجھے بھی سہما دیا تھا۔

بہرطور، ہم وہاں سے کافی دُور نکل آئے۔ اس کے بعد ہمیں روئیدگی نظر آنے لگی۔ چھوٹے چھوٹے گھاس کے جھنڈ اور اس کے بعد درختوں کا سلسلہ۔ کافی فاصلہ طے ہو گیا تھا۔ حالانکہ ہم گھوڑوں کی پُشت پر نہیں تھے۔ گھوڑوں کو تو اس وقت قابو میں رکھنا ہی مشکل ہو رہا تھا لیکن یہاں پہنچ کر ہمیں خاصا سکون محسوس ہوا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہم کون سی سمت نکل آئے ہیں سب ہی بُری طرح بدحواس تھے۔ پھر جب آگے بڑھنا ممکن نہ رہا تو پروفیسر نے ایک جگہ قیام کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنا سامان وغیرہ وہیں ڈال دیا۔

"اس سے زیادہ پیدل چلنا ممکن نہیں ہے اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ رات کی تاریکی میں ہم کہاں سے کہاں پہنچ جائیں۔ اس لیے یہیں رُک کر حالات کا جائزہ لیا جائے۔" پروفیسر نے کہا۔

دُور بہت دُور اب بھی دھماکے سنائی دے رہے تھے اور رات کی تاریکی میں اس طرف روشنی بھی دِکھائی دے جاتی تھی...... دفعتاً کچھ فاصلے پر ریچھوں کے چلّانے کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ حواس باختہ درندے اور پرندے بھی آتش فشانی سے خوف زدہ ہو کر بھاگ رہے تھے۔ پروفیسر جوناتھن گہری گہری سانسیں لے کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر ایک سمت اشارہ کر کے بولا: "میرا خیال ہے ہمیں اُن درختوں کی اوٹ میں ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ یہ جانوروں کی گزرگاہ ہے۔ اگر خونخوار درندے اس طرف آ نکلے تو ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

میں نے پروفیسر کی بات سے اتفاق کیا اور اپنا سامان اُٹھا کر ہم سب اس طرف چل پڑے۔ رات کے مٹیالے اندھیرے میں درختوں کے صرف ہیولے ہی دیکھے جا سکتے تھے۔ چوڑے قسم کے جھاڑ جھنکاڑ نما درخت تھے۔ ہم نے اُن سے تھوڑے فاصلے پر اپنا سامان ڈال دیا اور وہیں بیٹھ گئے۔ ہمارے گھوڑے ہم سے کچھ فاصلے پر موجود تھے انھیں آپس میں رسّیاں باندھ کر ایک بڑے سے پتھر سے باندھ دیا گیا تھا لیکن وہ بے چارے خوف زدہ تھے اور ہماری کوششوں کے باوجود قابو میں نہیں آ رہے تھے۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُن کے نزدیک آ گیا اور اُن کی عیال پر ہاتھ پھیر کر اُنھیں تسلیاں دینے لگا۔ باقی لوگ سب سہمے سمٹے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس قدرتی آفت نے سبھی کو خوف زدہ کر دیا تھا۔ گھوڑوں کو تھوڑی دیر تک پچکارنے کے بعد میں واپس آ گیا۔ ہماری پشت پر درخت ہم سے تقریباً دس بارہ گز کے فاصلے پر تھے... میں سامان کے نزدیک ہی بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتاً میں نے اپنے پیروں کے پاس کوئی چیز رینگتی ہوئی محسوس کی۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں سانپ کا تصور اُبھرا۔ میں نے وحشت زدہ ہو کر پاؤں سمیٹ لیے۔ یقیناً وہ سانپ ہی تھا۔ ایک لمبی سی لجلجی سی شے سامان کے گرد احاطہ کر رہی تھی۔ میں اُچھل کر سامان پر سے ہٹ گیا۔ لیکن یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ لجلجی سی شے سانپ نہیں بلکہ درختوں کی بھوری مٹیالی شاخ ہے جو درختوں سے منسلک ہے لیکن آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی ہے۔

دیکھتے ہی دیکھتے درخت کی اس شاخ نے میرے نیچے رکھے ہوئے سامان کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور پیچھے ہٹنے لگی۔ اسی وقت میرے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل گئی تھی۔ یہ حیرت انگیز چیز میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میری چیخ پر دوسرے لوگوں نے میری طرف دیکھا۔ میں پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا تھا اور اس کے بعد میری نگاہیں اطراف میں بھٹکنے لگی تھیں۔ تب مجھے احساس ہوا کہ درخت کی ایک ہی شاخ آگے نہیں بڑھی تھی بلکہ چار پانچ شاخیں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھیں اور ان کا انداز سانپوں کی طرح رینگنے والا تھا۔ اس حیرت انگیز منظر کو سبھی نے دیکھ لیا۔ کینس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور وہ اپنی جگہ سے اُچھل کر پیچھے جا پڑی۔ لیکن وہ ایک درخت کی شاخ پہ گری تھی۔ دوسرے لمحے میں نے درخت کی شاخ کو اس کی کمر کے گرد لپٹتے دیکھا۔ ہمارے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ اور ہم خوف زدہ نگاہوں سے درختوں کو دیکھ رہے تھے۔ دفعتاً میکنو نے سامان آگے کو گھسیٹنا شروع کر دیا تھا... شاید وہ اس صورتِ حال کو سمجھ گیا تھا۔ جب کہ ہم باقی تمام لوگ اس سے ناواقف تھے۔ بُڈّا آنکھیں پھاڑے ان لجلجی شاخوں کو حرکت کرتے دیکھ رہا تھا۔ اور یہی کیفیت پروفیسر جوناتھن کی بھی تھی۔

کینس کی دوبارہ چیخ اُبھری تو ہم نے چونک کر اُسے دیکھا اب اس کی دہشت زدہ آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں اور درختوں کی دو تین شاخیں اس کے جسم سے لپٹ گئی تھیں۔ یقینی طور پر یہ خون آشام درخت تھے جن کے بارے میں ہم نے پڑھا ضرور تھا مگر دیکھنے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا۔ ان کی شاخیں ہر جاندار کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں اور اس کے بعد اس کا خون چوس کر اُسے پھینک دیتی ہیں۔

کینس ان کی گرفت میں پھنس گئی تھی۔ ہرچند کے مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ اس کا تعلق اُن خطرناک لوگوں سے ہے جنھیں اسٹیفن بلاکوڈا کا ساتھی کہا جا سکتا تھا لیکن اس کے باوجود انسانی ہمدردی مجھ پر غالب آ گئی۔ میں نے پھرتی سے اپنا پستول نکال کر درخت کی شاخوں پر فائر کرنا شروع کر دیے لیکن میرا نشانہ کارگر ثابت نہیں ہو رہا تھا۔ اسی وقت میں نے بُڈّا کو دیکھا جس نے ایک لمبا چاقو نکالا اور دیوانہ وار شاخ کی طرف لپکا۔ عقب سے کچھ شاخیں اس کی طرف بڑھیں اور ایک شاخ نے اس کی ٹانگ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

لیکن اس دوران بُڈّا اس دوسری شاخ کو پکڑ چکا تھا جو کینس کے گرد اپنا دائرہ تنگ کر رہی تھی۔ بُڈّا نے لمبے چاقو کی مدد سے شاخ پر وار کرنا شروع کر دیے۔ لیکن شاخیں بہت سی تھیں ایک کے بعد دوسری شاخ کینس کو اپنی گرفت میں لے رہی تھی۔ دوسری طرف وہ شاخ بھی اپنا کام کر رہی تھی جس نے بُڈّا کی ٹانگ کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا اور اب عجیب صورتِ حال ہو گئی تھی۔ ایک شاخ میں کینس لٹکی ہوئی تھی اور بُڈّا اُسے گھسیٹ رہا تھا، اس کے ہاتھ میں کینس کی ٹانگ آ گئی تھی اور دوسری شاخ بُڈّا کو اپنی جانب گھسیٹ رہی تھی۔

میں اس موقع پر اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکا چنانچہ میں نے بھی ایک لمبا چاقو لیا اور شاخوں کی طرف لپکا۔ میکنو البتہ اس کے قریب نہیں پہنچ سکا تھا۔ شاید وہ اس درخت سے واقف ہونے کے باوجود سب سے زیادہ خوف زدہ ہو گیا تھا حالانکہ وہ ایسی فطرت کا مالک نہیں تھا۔ ایک درخت کی شاخ میری طرف بڑھی تو میں نے اپنے آپ کو اس کی گرفت سے بچا لیا اور دوسرے لمحے میں نے اس شاخ کو کاٹ دیا جس نے بُڈّا کی پنڈلی کے گرد احاطہ کیا ہوا تھا۔ شاخ سے آزاد ہونے کے باوجود بُڈّا نے کینس کو نہیں چھوڑا۔ اور پے در پے شاخوں پر وار کرنے لگا۔ وہ ہر قیمت پر کینس کو اُن شاخوں کی زد سے بچانا چاہتا تھا اور بالآخر وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ وہ تمام شاخیں جو کینس کے گرد لپٹی ہوئی تھیں بُڈّا کے چاقو سے کٹ چکی تھیں۔ لیکن دوسری شاخیں کینس اور بُڈّا کی جانب آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھیں۔ اس موقع پر میں نے پھرتی سے کام لیا اور دونوں کو ان شاخوں کی زد سے گھسیٹ لیا۔ اس کے بعد ہم اپنا سامان اُٹھا کر سرپٹ بھاگے اور گھوڑوں کے قریب پہنچ کر دم لیا، جو یہاں سے مزید چند گز کے فاصلے پر تھے اور درختوں کی شاخوں کی لمبائی اتنی نہیں تھی کہ ہم اُن کی رینج میں آتے۔ کٹی ہوئی درخت کی شاخیں اب بھی کینس کے گرد لپٹی ہوئی تھیں اور کینس دیوانوں کی طرح چیخ رہی تھی۔ چیختے چیختے دفعتاً اس کی آواز ایک دم بند ہو گئی۔ شدتِ خوف سے یا تو اس کے دل کی دھڑکن بند ہو گئی تھی یا پھر وہ بے ہوش ہو گئی تھی ہم ان شاخوں کو اس کے جسم کے گرد سے ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اتنی سخت گرفت تھی کہ ہمیں شدید حیرت ہوئی۔ بہرطور ہم نے کینس کو شاخوں کی گرفت سے آزاد کر لیا۔

دوسری طرف لزی پاگلوں کی طرح آنکھیں پھاڑے سکتے کی سی کیفیت میں اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔ اگر ہم اُسے گھسیٹ کر شاخوں کی رینج سے باہر نہ لے آتے تو یقیناً وہ بھی شاخوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی زد میں آ گئی ہوتی۔ کینس کو اٹھا کر گھوڑوں سے تھوڑے فاصلے پر زمین پر لٹا دیا گیا اور اُسے ہوش میں لانے کی کوششیں کی جانے لگیں لیکن کافی دیر تک کینس ہوش میں نہیں آئی تھی۔ ہم نے درختوں کی شاخوں کی زد سے زیادہ سے زیادہ فاصلہ اختیار کر لیا۔ اور گھوڑوں کو بھی وہاں سے کھول کر زیادہ دُور لے آیا گیا۔ تاکہ یہ خوفناک درخت ہم پر دوبارہ حملہ آور نہ ہو سکیں۔ لیکن ہماری دہشت کا عالم ناقابلِ بیان تھا۔ ایک طرف دھماکے ہو رہے تھے۔ دوسری طرف خون آشام درختوں کے خوف نے ہمیں پاگل کر رکھا تھا۔ اب تک کے صحرائے اعظم کے سفر کے دوران اس سے زیادہ خوفناک لمحات ہمیں پیش نہیں آئے تھے۔

مبڈ نے کینس کی پیشانی پر کپڑا بھگو کر پھیرنا شروع کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد مبڈ کی آغوش ہی میں کینس کو ہوش آ گیا۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مبڈ کے چہرے کو دیکھا۔ اور ایک بار پھر اُس کے حلق سے دلدوز چیخ نکلی۔ لیکن مبڈ نے اس کے سر کو اپنے سینے سے لگا کر بھینچ لیا تھا۔

"نہیں کینس، نہیں۔ اب تم اُن آدم خور درختوں کی زد سے دُور ہو۔ بالکل بے فکر رہو۔۔۔ تم بچ گئی ہو کینس۔۔۔ تم بچ گئی ہو۔" مبڈ نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اس کے انداز میں ایک عجیب سی محبت نمایاں تھی۔ اس وقت کا مبڈ وہ آوارہ مزاج شخص نظر نہیں آ رہا تھا جو عورتوں کو دیکھ کر پاگل ہو جایا کرتا تھا۔ اس وقت اُس کے انداز میں صرف محبت اور انسانی ہمدردی نمایاں تھی۔ کینس نے ایک بار پھر آنکھیں کھولیں۔ مبڈ کو دیکھتی رہی اور پھر اس کے سینے سے لپٹ گئی۔ غالباً اُسے بھی اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ مبڈ ہی تھا جس نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر اُس کی زندگی بچائی تھی۔

وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ آتش فشانی بھی شاید کم ہو گئی تھی۔ کیونکہ فضا اب کسی حد تک صاف ہوتی نظر آ رہی تھی۔ پھر آدھی رات کے چاند نے آسمان پر سر اُبھارا اور آہستہ آہستہ بلند ہوتا چلا گیا۔ ماحول روشن ہو گیا تھا۔ مبڈ ابھی تک کینس کی تیمارداری کر رہا تھا۔ اور لزی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس تمام منظر کو دیکھ رہی تھی۔ پروفیسر جوناتھن، میکنو اور میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ لزی ہم سے کچھ فاصلے پر تھی۔ ہمارے ذہن ابھی تک ماؤف سے تھے۔ اپنے اپنے طور پر نہ جانے کیا کیا سوچ رہے تھے ہم لوگ۔ بہت دیر اسی خاموشی کے عالم میں ہو گئی۔ پھر دفعتاً لزی نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپایا، اور سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ ہم نے چونک کر اُسے دیکھا۔ ہماری نگاہیں اس کا جائزہ لیتی رہی تھیں۔ وہ روتی رہی۔۔۔ خاصی دیر تک روتی رہی۔ اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھی اور کینس کے پاس پہنچ گئی۔

"کینس! میری بہن، میری بہن۔" اُس نے کینس کو سینے سے لپٹا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کینس بھی سسکیاں لینے لگی۔ پھر لزی، مبڈ کی طرف متوجہ ہو کر بولی: "میں نے دیکھا تھا۔۔۔ میں نے دیکھا تھا۔۔۔ تم نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر میری بہن کی جان بچائی تھی۔"

"اوہ۔۔۔ وہ کوئی خاص بات نہیں۔۔۔ یہ سب کچھ تو کرنا ہی تھا۔ اگر ہم یہ کوشش نہ کرتے تو پھر اور کون کرتا۔" مبڈ نے چہکتے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔۔۔ لوگ کسی کے لیے اپنی زندگی خطرے میں نہیں ڈالتے۔۔۔ تم۔۔۔ تم نے۔۔۔ تم نے وہ کیا ہے جو مجھے پاگل کر دینے کے لیے کافی ہے۔۔۔ میں پاگل ہو گئی ہوں۔۔۔ مسٹر جوناتھن، مسٹر اے لی۔۔۔ سنو۔۔۔ اِدھر آؤ۔۔۔ میرے قریب آ جاؤ۔۔۔ میں جذباتی ہو گئی ہوں۔۔۔ میری اس جذباتی کیفیت سے فائدہ اُٹھاؤ۔ کہیں یوں نہ ہو کہ کل زندگی کا خوف اور کوئی لالچ مجھے دوبارہ اپنے خیال سے منحرف کر دے۔"

لزی کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ جوناتھن جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ میں اور میکنو بھی اس کے قریب پہنچ گئے۔ لزی بدستور کینس کو سینے سے لگائے ہوئے تھی۔

"تم لوگوں نے ہمارے لیے اپنی زندگیاں کیوں داؤ پر لگائیں؟"

"کیسی باتیں کر رہی ہو لزی! تم ستم رسیدہ ہو، ہم زندگی کی قیمت پر تمہارا تحفظ اپنا فرض سمجھتے ہیں۔" جوناتھن نے کہا۔

"اور میں۔۔۔ میں تمہارے دشمنوں کی ساتھی ہوں۔۔۔ ہم دونوں۔۔۔ ہم دونوں تمہارے دشمنوں کے لیے کام کر رہے ہیں۔ سمجھے۔۔۔ ہم دونوں اسٹیفن براکوڈا کے لیے کام کر رہی ہیں۔ جس کا کہنا ہے کہ تم لوگوں کو یا تو کہیں کسی جگہ ٹھکانے لگا دیا جائے یا پھر تمہاری تمام پوزیشن سے اُن لوگوں کو آگاہ رکھا جائے۔ یہ دیکھو، یہ ٹرانسمیٹر ہے۔۔۔ اس ٹرانسمیٹر پر ہم اُنھیں اطلاع دے رہے ہیں کہ اب تم کس سمت بڑھ رہے ہو۔ تمھیں شاید اب تک قتل بھی کر دیا جاتا یا تمھیں شاید اب تک قیدی بھی بنا لیا جاتا۔۔۔ لیکن وہ لوگ ابھی یہ بات نہیں جانتے کہ تمہارے اطراف میں کتنے لوگ تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔۔۔ وہ صرف اُن سے خوفزدہ ہیں۔۔۔ ورنہ تم پر ہاتھ ڈالا جا چکا ہوتا۔۔۔ سمجھے تم۔۔۔ ہم دونوں وہ نہیں ہیں، جو تمھیں بتا چکے ہیں۔ ہمارا تعلق باقاعدہ ایک گروہ سے ہے۔۔۔ سمجھے تم لوگ، سمجھے۔" لزی چیخ چیخ کر کہنے لگی۔۔۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی ہسٹریائی دورے کے زیرِ اثر ہو۔ جوناتھن کھڑے میں رہ گیا تھا۔ میری کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں تھی۔ مبڈ اور میکنو تعجب سے دونوں لڑکیوں کو دیکھ رہے تھے۔

کینس آہستہ سے بولی: "ہاں، یہ حقیقت ہے۔۔۔ یہ حقیقت ہے۔۔۔ ہم تو مر چکے ہیں۔۔۔ کم از کم میں تو مر چکی تھی۔۔۔ اگر میں مر جاتی تو میری بہن۔۔۔ میری بہن۔۔۔" وہ لزی کی طرف دیکھنے لگی۔

"نہیں کینس۔۔۔ تو مر جاتی تو میں ایک لمحے کے لیے بھی زندہ نہیں رہتی۔ تو جانتی ہے کہ تیری وجہ سے، صرف تیری وجہ سے میں اس لعنت میں گرفتار ہوئی ہوں۔ کینس، میری بہن، میری بہن۔" لزی نے ایک بار پھر کینس کو اپنے سینے سے لپٹا لیا۔ جوناتھن نے معنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں گردن ہلا کر لزی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اسٹیفن براکوڈا ہمارے قتل یا گرفتاری کا خواہش مند کیوں ہے لزی؟" میں نے لزی سے سوال کیا۔

لزی ڈبڈبائی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اُس نے آہستہ سے کہا: "میں زبان کھول چکی ہوں۔۔۔ سب کچھ بتا دوں گی، سب کچھ تمھیں تفصیل سے بتا دوں گی۔۔۔ بے فکر رہو۔۔۔ اب ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔۔۔ جس طرح تم نے ہماری زندگیوں کی حفاظت کی ہے، اسی طرح ہم پر بھی فرض ہو گیا ہے کہ ہم تمھیں حالات سے غافل نہ رکھیں۔"

پروفیسر جوناتھن بدستور مجھے معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اُسے اشارہ کیا کہ اس وقت لزی کو کچھ بتانے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اُسے آرام کرنے دیا جائے۔ چنانچہ ہم اس کی خاطر مدارات میں مصروف ہو گئے۔ ہم نے کینس کو ایک جگہ لٹا دیا اور اس کی ہر طرح سے دیکھ بھال کی جانے لگی۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ چاند اپنا سفر طے کر کے صبح کی کرنوں سے دُھندلا گیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ روشنی پھیل گئی۔ ماحول کی ویرانی بڑی دہشت ناک تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر وہ خون آشام درخت نظر آ رہے تھے، جن کی شاخیں کسی بھی ذی روح کو دیکھ کر اس کی طرف لپکتی تھیں اور آن کی آن میں ہڈیوں کا پنجر بنا کر پھینک دیتی تھیں۔

ہم نے دن کی روشنی میں ایسے ایسے ہولناک مناظر دیکھے کہ دل کانپ اُٹھا۔ چھوٹے چھوٹے خرگوش دوڑ لگاتے آگے بڑھتے تو یہ شاخیں بہ آسانی اُنھیں اپنی لپیٹ میں لے لیتیں۔ جوناتھن نے بتایا کہ یہ شاخیں کافی طاقتور ہوتی ہیں اور ہمارا ان کی زد سے بچ کر نکل آنا کمال ہے۔ بہرطور پھر ہم نے وہ جگہ چھوڑ دی اور کینس کو تنہا ہی گھوڑے پر بٹھا کر گھوڑوں کی لگامیں پکڑ کر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

تھوڑی دیر بعد لزی نے کہا: "تمیں، یہ رُخ اختیار نہ کرو۔ بائیں سمت چلتے رہو۔ یہاں ایک درّہ ہے جس میں بڑے صاف ستھرے غار ہیں۔ اگر پناہ لینا چاہتے ہو تو وہ غار محفوظ ترین ہیں۔"

لزی کی اس بات پر عمل کیا گیا۔ ویسے ہمیں اس بات پر حیرت ہوئی تھی کہ لزی یہاں کے راستوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ جبکہ ہمارا خیال تھا کہ آتش فشانی کے خوف سے دہشت زدہ ہو کر ہم جس طرح منہ اُٹھا کر بھاگ نکلے ہیں، اس سے ہم نے راستہ کھو دیا ہے۔ حالانکہ پروفیسر جوناتھن کے پاس ایسے انتظامات تھے کہ صحیح راستہ اختیار کیا جا سکتا تھا لیکن ابھی اس کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔

کچھ دیر کے سفر کے بعد ہم اس درّے میں پہنچ گئے۔ جس کی نشاندہی لزی نے کی تھی۔ درّہ زیادہ وسیع نہیں تھا لیکن اس کی چٹانوں میں دہانے نظر آ رہے تھے۔ لزی نے خود ہی ہماری رہنمائی ایک دہانے کی سمت کی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک صاف اور کشادہ غار میں داخل ہو گئے۔ غار اتنا کشادہ تھا کہ ہم گھوڑوں کو بھی اندر لے جا سکتے تھے۔ چنانچہ اندر کا جائزہ لینے کے بعد ہم گھوڑوں کو بھی غار کے اندر لے آئے تاکہ وہ بیرونی خطرات سے بچے رہیں۔

پروفیسر جوناتھن ایک گوشہ منتخب کر کے زمین پر بیٹھ گیا۔ اُس نے سامان سے پُشت ٹکالی تھی۔ تھکن اور جان لیوا واقعات نے درحقیقت ہمیں نڈھال کر دیا تھا۔ اور اس وقت کسی ایسی ہی آرام گاہ کی ضرورت تھی۔ یہاں ہم باہر کے موسمی اثرات سے بھی محفوظ رہ سکتے تھے۔ لزی مسلسل کینس کی دلجوئی کرتی جا رہی تھی۔ کینس اس واقعے سے بہت زیادہ دہشت زدہ ہو گئی تھی اور اس دوران مسلسل خاموش رہی تھی۔ ہم سب بھی لزی کی مدد کر رہے تھے۔ کینس کو ہر طرح کی تسلّی اور دلاسے دیے جا رہے تھے۔

لزی تھوڑی دیر کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی: "آپ لوگوں کو یقیناً اس بات پر حیرت ہو گی کہ میں نے اس درّے اور اس غار کی نشاندہی کیسے کر دی۔"

"حیرت کی بات تو ہے لزی، کیا تم صحرائے اعظم کے ان ویران علاقوں کے بارے میں اس قدر تفصیلات جانتی ہو؟"

"ہاں۔ ہمیں اس پورے علاقے کو فلموں کی شکل میں دکھا کر ذہن نشین کرا دیا گیا ہے، تاکہ کسی مرحلے پر ہم کسی جگہ راستہ نہ بھولیں۔"

"لزی، تم نے کہا تھا کہ تم ہمیں تفصیلات سے آگاہ کر دو گی؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں۔ اب میں اس کے لیے بالکل تیار ہوں۔ زندگی میں بہت کچھ کیا ہے میں نے۔ یہ میری سگی بہن ہے۔ یوں سمجھ لیجیے آپ کہ میں اس کے لیے ماں کا درجہ رکھتی ہوں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اسی کی حماقتیں تھیں جن کی وجہ سے میں اسٹیفن براکوڈا کے گروہ میں آنے پر مجبور ہوئی۔ یہ اپنے ایک بوائے فرینڈ کے فریب میں آکر اپنے آپ کو بُرے راستے پر لگا چکی تھی اور اس طرح دلدل میں پھنس گئی تھی کہ اگر میں اپنی زندگی داؤ پر لگا کر اس کی مدد نہ کرتی تو یقیناً یہ ایک دن زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتی۔ میں نے اس کے مستقبل کی بقا کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ میں بھی ان برائیوں میں گرفتار ہو جاؤں اور اس کے بعد اس کوشش میں مصروف رہوں کہ کسی وقت اسے اُن کے چنگل سے نکال کر زندگی کے سیدھے راستے پر لگا دوں۔ اسے آپ ایک احمقانہ سوچ کہہ سکتے ہیں پروفیسر۔ اگر آپ اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں جانتے ہیں تو آپ کو اتنا اندازہ ضرور ہو گا کہ اس کے چنگل میں پھنس جانے کے بعد کسی شخص کا نکل جانا بہت مشکل ہے۔ لیکن اس کے قریب رہنے کے لیے میں اس کے سوا اور کیا کر سکتی تھی اور اب جب اس کی زندگی خطرے میں پڑ گئی تھی اور ایک شخص نے اسے بچانے کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی تو میں کس دل سے آپ لوگوں کو اسٹیفن براکوڈا کے عذاب میں گرفتار کرا دوں۔ میرا ضمیر مجھے جھنجوڑ رہا ہے کہ میں آپ کو تمام تفصیلات بتا دوں۔ آپ کو غالباً بنگانہ کے علاقے میں دیکھا گیا تھا اور اس کے بعد آپ نے جو سمت اختیار کی وہ اسٹیفن براکوڈا کی طرف جاتی تھی۔ جبکہ اس سے پہلے لائن آف کروزل کی حفاظت اور نگرانی کرنے والے صرف ایسے حصے میں گشت کرتے رہے ہیں جہاں انھیں سفر کے دوران کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ کسی نے بھی اس سمت آنے کی کوشش نہیں کی۔ اسٹیفن براکوڈا نے جن لوگوں کو آپ کی ہلاکت کے لیے بھیجا تھا، وہ قطعی اس بات سے واقف نہیں تھے کہ آپ کے پاس اتنا خطرناک اسلحہ بھی موجود ہو گا۔ اُن کا مقصد بھی آپ کو قتل کرنا نہیں تھا۔ بلکہ وہ آپ کو گھیر کر گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ اُنھیں دراصل یہ شبہ تھا کہ آپ چاروں ہی اس مہم کو سر کرنے نہ نکل کھڑے ہوئے ہوں گے بلکہ آپ کے اطراف میں اور بھی لوگ موجود ہوں گے لہٰذا وہ چاہتے تھے کہ آپ کے بارے میں پہلے مکمل معلومات حاصل کر لیں۔"

"تم دونوں کو کس مشن پر بھیجا گیا تھا لزی؟" میں نے سوال کیا۔

"ہمارے سپرد یہ ذمے داری کی گئی تھی کہ آپ کے ساتھ رہ کر آپ کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ وہ حملہ آپ کو نقصان پہنچانے کے لیے نہیں تھا۔ جیسا کہ میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں، وہ لوگ صرف آپ کو گھیر کر پکڑ لینے کی کوشش کرتے اور پھر کسی مرحلے پر آپ کو آزادی بھی مل جاتی اور اس طرح ہماری پوزیشن بھی آپ کے درمیان مستحکم ہو جاتی۔ اس پہلو پر بھی غور کر لیا گیا تھا کہ آپ فوراً ہی ہماری باتوں سے متاثر ہو کر ہم پر اعتبار نہیں کر لیں گے۔ اور اعتبار کے لیے ہمیں بھی آپ کے ساتھ وہی سزائیں بھگتنا تھیں جو آپ لوگوں کو دی جاتیں۔ یوں آپ ہم پر اعتماد کرنے لگتے اور ہم آپ کے پروگرام سے اُنھیں آگاہ کرتے رہتے۔"

"لیکن کیا تمھیں یقین ہے کہ ہم وہی ہیں جو ہمیں سمجھا گیا ہے؟" میں نے کہا۔

"میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ آپ لوگوں کو سب سے پہلے بنگانہ کے علاقے میں دیکھا گیا تھا اور بنگانہ میں جو کچھ ہوا ہے، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اسٹیفن براکوڈا اس سے بے خبر ہے اور اس کی بنگانہ اور دوسرے علاقوں پر مکمل نظر نہیں ہے۔"

"شکریہ مس لزی! میں آپ کی بات کا مطلب سمجھ گیا ہوں کیا آپ ہمیں اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں معلومات فراہم کر سکتی ہیں؟"

"سب کچھ کر سکتی ہوں۔" وہ پُراعتماد لہجے میں بولی: "میں نہیں کہہ سکتی کہ یہ معلومات آپ لوگوں کو فراہم کرنے کے بعد میرا مستقبل کیا ہو گا لیکن اب مجھے کسی بات کی بھی پروا نہیں رہی۔ میں اس لمحے کو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گی جب مسٹر بڈ پاگلوں کی طرح کیتس کی جان بچانے کے لیے اپنی زندگی کو داؤ پر لگا بیٹھے تھے اور مسٹر لے لی آپ نے بھی اُن کی مدد کی تھی۔ پھر میں کس دل سے آپ لوگوں کو موت کے منہ میں جھونک سکتی ہوں۔"

"تو پھر ہمیں اسٹیفن براکوڈا کے متعلق بتائیے؟" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"پوچھیے آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"کیا آپ اسٹیفن براکوڈا کے بہت قریبی ساتھیوں میں سے ہیں؟"

"ہاں۔ ہم پر بھروسا کیا جاتا ہے اور ہم اُن چند افراد میں سے ہیں، جنھیں اسٹیفن براکوڈا کی قربت حاصل رہی ہے۔"

"اسٹیفن براکوڈا کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ لوگ ابھی اس سے بہت فاصلے پر ہیں جس جگہ آپ اس وقت موجود ہیں، اس کے شمال مشرق میں تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر قبیلہ بونیکا آباد ہے۔ یہ افریقہ کا ساحلی علاقہ ہے اور یہ قبیلہ ساحلی قبائل میں سے ایک ہے۔ گو سمندر اس سے کافی دُور ہے۔ لیکن ایک کھاڑی سمندر سے نکل کر اس قبیلے کی پُشت پر پہنچتی ہے۔ اور یہی کھاڑی سمندر تک آنے جانے کا راستہ ہے۔ خشکی کے راستوں سے سفر کرتے ہوئے آپ اس کھاڑی تک نہیں پہنچ سکتے تاوقتیکہ قبیلہ بونیکا سے نہ گزریں۔ قبیلہ بونیکا تک پہنچنے کے لیے بھی کوئی عام راستہ نہیں ہے، کئی دیگر قبائل سے گزرتے ہوئے آپ وہاں تک پہنچ سکیں گے۔ یوں سمجھ لیں کہ یہ قبیلہ سمندر کی طرف آخری آبادی ہے۔ میں اس سلسلے میں بھی آپ کی مدد کروں گی اور اس ساحلی علاقے کا مکمل نقشہ آپ کی رہنمائی کے لیے تیار کر دوں گی۔"

"اسٹیفن براکوڈا مستقل قبیلہ بونیکا میں ہی رہتا ہے؟"

"ہاں۔ وہاں اُسے بے شمار سہولتیں حاصل ہیں۔ وہاں سے اس کا بیرونی دنیا سے براہِ راست رابطہ ہے۔ دو آبدوزیں جو اسٹیفن براکوڈا کی ذاتی ملکیت ہیں کھلے سمندر میں اس کے اشارے کی منتظر رہتی ہیں۔ وہ اُن کے ذریعے بیرونی دنیا سے ضرورت کا سامان منگواتا رہتا ہے اور بونیکا میں اس نے بہت مضبوط قوت حاصل کر لی ہے۔ اسٹیفن براکوڈا بونیکا میں ایک روحانی پیشوا کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ اور وہاں کا وِچ ڈاکٹر ہے۔ قبیلے کے لوگ اور صرف بونیکا قبیلے ہی کے نہیں بلکہ آس پاس جتنے چھوٹے چھوٹے قبائل ہیں، ان کے رہنے والے اسٹیفن براکوڈا کو اپنا روحانی پیشوا سمجھتے ہیں اور دل سے اس کی عزت کرتے ہیں، اسے دیوتا کی حیثیت دیتے ہیں۔ اسٹیفن براکوڈا نے بونیکا کے وسط میں ایک آتشیں بُت تعمیر کرایا ہے۔ اور اس بُت کی کرامات افریقہ ہی کے رہنے والوں کو کیا، مہذب دُنیا کے لوگوں کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال سکتی ہیں۔ براکوڈا کی خانقاہ میں ہر مرض کا علاج موجود ہے۔ افریقی قبائل اپنے شدید بیمار لوگوں کو لے کر وہاں آتے ہیں اور شفایاب ہو کر جاتے ہیں۔ براکوڈا سائنسی ذرائع سے ان کا علاج کرتا ہے۔ وہ بہت ذہین ڈاکٹر اور سرجن ہے۔ اس کے علاوہ نہ جانے کیا کیا ہے۔ اس نے وہاں اپنا سکہ جما لیا ہے اور قبیلے والوں پر اپنی گرفت اتنی مضبوط کر لی ہے کہ اب اُنھیں بہکایا بھی نہیں جا سکتا۔ اس طرح وہ وہاں کامیابی سے اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہے۔ لائن آف کروزل اس کے لیے ایک چیلنج ہے اور وہ اُسے ہر قیمت پر تباہ کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ چھوٹی چھوٹی جو کوششیں وہ مختلف لوگوں کے ذریعے کر رہا ہے، وہ شاید آپ کے علم میں ہوں، لیکن ایک بڑا منصوبہ ایسا بھی ہے جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ آپ لوگوں کو ابھی کچھ پتا نہیں ہو گا۔"

"وہ کیا؟" جوناتھن کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"لائن آف کروزل کے اطراف میں بے شمار آبادیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ دُور دراز علاقوں میں بھی قبائلیوں کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کرتی ہے۔ افریقہ کے ان وحشی اور جنگجو قبیلوں کو اس بات کے لیے آمادہ کیا جا رہا ہے کہ وہ لائن آف کروزل کے خلاف کام کریں۔ اسٹیفن براکوڈا اُن لوگوں کے دلوں میں لائن آف کروزل کے لیے نفرت کے شعلے بھڑکا رہا ہے اور انھیں یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ تمام قبائل کی بقا کا دار و مدار اسی پر ہے کہ لائن آف کروزل کو تباہ کر کے غیر ملکیوں کو اپنی سرزمین سے نکال دیا جائے۔ اس کام کو تمام قبائل قومی فریضہ سمجھتے ہوئے انجام دیں۔ یہ لاوا آہستہ آہستہ پکایا جا رہا ہے۔ لائن آف کروزل کے حوالے سے کچھ ایسی کارروائیاں براکوڈا ہی کے آدمیوں کے ذریعے ہوتی رہتی ہیں، جو ان قبائلیوں کو مشتعل کرتی رہیں۔ اس طرح قبائلیوں کے درمیان کافی نفرت پھیل گئی ہے۔ اور وہ اجتماعی طور پر متحد ہو کر لائن آف کروزل پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنا رہے ہیں تاکہ ان اسلحہ ساز فیکٹریوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے جو ان کے خیال میں انھیں ختم کرنے کے لیے اسلحہ تیار کر رہی ہیں۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں نا؟" لزی نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور میں جو نہایت انہماک سے اس کی گفتگو سُن رہا تھا، چونک پڑا۔

"یقیناً مس لزی! میں پوری طرح ہمہ تن گوش ہوں آپ اپنا بیان جاری رکھیں۔" میں نے کہا اور پروفیسر نے میری تائید میں گردن ہلا دی۔

لزی سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی: "براکوڈا نہایت چالاکی و ہوشیاری سے اپنے منصوبے پر عمل پیرا ہے۔ قبائلیوں کے گروہ کے گروہ اس کے پاس آتے ہیں اور وہ ایک روحانی پیشوا کی حیثیت سے اُنھیں لائن آف کروزل کی طرف سے پہنچنے والے نقصانات سے آگاہ کرتا ہے اور آئندہ پیش آنے والی تباہی سے ڈراتا ہے۔ ابتدا میں اس نے یہاں اپنا اثر و رسوخ قائم کرنے کے لیے بہت کام کیا۔ قبائلیوں کو ایسے ایسے فائدے پہنچائے کہ بالآخر وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ خود بونیکا میں اُس نے نئے سردار ساگون کو متعین کیا۔ ساگون جو ایک عتاب زدہ شخص تھا اور جسے قربان گاہ پر موت کے گھاٹ اُتارا جا رہا تھا، زندگی پانے کے بعد وہ بھلا اسٹیفن براکوڈا کا احسان مند کیوں نہ ہوتا۔ یہی نہیں بلکہ اسٹیفن براکوڈا نے روحانی پیشوا اور وِچ ڈاکٹر کی حیثیت سے ساگون کو وہ مقام دلایا، جو اُسے کبھی نہیں حاصل ہو سکتا تھا۔ ساگون کے ذریعے اس نے بونیکا میں ایسے ایسے کام کرائے جو بونیکا والوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھے اور انھوں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تسلیم کرلیا کہ دیوتاؤں کا چہیتا ساگون ہی اُن کا نجات دہندہ ہوسکتا ہے۔ خود ساگون کو اسٹیفن براکوڈا نے اس قدر بھڑکا دیا ہے کہ وہ اس منصوبہ بندی میں سب سے زیادہ پیش پیش ہے۔ دوسری طرف اس نے لائن آف کروزل میں اپنے چند ایجنٹ بھیج کر کچھ تخریبی کارروائیاں کی ہیں تاکہ لائن آف کروزل کے محافظ اور ہمدرد ایجنٹ وہیں الجھے رہیں۔ ان کا دائرۂ تحقیق لائن آف کروزل کی آبادیوں سے کبھی باہر نہ نکلنے پائے۔ اور اس مہلت سے فائدہ اُٹھا کر وہ اپنا کام کر جائے۔ لائن آف کروزل میں عرب محافظ یا اُن کے ہمدرد مصروف رہیں اور ان ایجنٹوں ہی کو تلاش کرتے رہیں جو ان کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ اصل کام تو اسٹیفن براکوڈا بونیکا میں بیٹھ کر کر رہا ہے۔ یہ ہیں وہ تمام مکمل تفصیلات۔ وہ آتشیں بُت جو بونیکا قبیلے کے ایک چوک میں نصب کیا گیا ہے، عجیب و غریب صفات کا حامل ہے۔ ہر مہینے کی ایک مخصوص رات کو وہ خود بہ خود روشن ہو جاتا اور اس سے شعاعیں پھوٹنے لگتی ہیں۔ اس رات کو قبیلے کے لوگ وہاں عبادت کے لیے آتے ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ بونیکا اب ایک مقدس مقام بن چکا ہے۔ آس پاس کے تمام قبیلے اسے احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لائن آف کروزل کی جانب سے اگر اس کے خلاف کوئی بڑی فوجی کارروائی بھی کی گئی تو وہ آسانی سے اس میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔"

لزی کے انکشافات نے ہمارے ہوش اُڑا دیے تھے۔

یہ کام جس قدر آسان سمجھ لیا گیا تھا، درحقیقت اتنا آسان نہیں تھا۔ اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں بھی میرے تمام اندازے غلط ثابت ہوئے تھے۔ وہ میری توقعات سے کہیں زیادہ خطرناک آدمی ثابت ہوا تھا۔ اس نے خود کو یہاں اس قدر مضبوط کر لیا تھا کہ اب اس کے خلاف کام کرنا آسان نہیں رہا تھا۔ لیکن لزی نے یہ تمام تفصیلات بتا کر ہماری جتنی مدد کی تھی، اس کا ہمارے پاس کوئی بدل نہیں تھا۔ اب گویا ہمارا سفر ایک طرح سے رُک گیا تھا کیونکہ ہم چار افراد اسٹیفن براکوڈا کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر ہمیں اپنی مضحکہ خیز کیفیت کا احساس تھا۔ یہ بھی اچھی ہی بات تھی کہ اسٹیفن براکوڈا ہمارے بارے میں اس غلط فہمی کا شکار تھا کہ ہم اپنے ساتھ لوگوں کا لشکر لے کر چلے ہیں۔ اگر وہ اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوتا تو ہمیں تو واقعی آسانی سے کسی بھی جگہ مارا جاسکتا تھا۔

ہم دیر تک خاموش رہے، ہر شخص اپنے اپنے طور پر سوچ رہا تھا اور اس کے بعد ہم نے لزی کا نہایت خلوص سے شکریہ ادا کیا اور اس سے کہا کہ اب جبکہ اس نے اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں یہ معلومات ہمیں فراہم کر دی ہیں تو اس کا اپنا پروگرام کیا ہے؟ کیا وہ واپس اسٹیفن براکوڈا کے پاس جانا چاہتی ہے یا پھر اُس کے ذہن میں کچھ اور ہے؟

"دراصل کینس عجیب و غریب حالات کا شکار ہو کر براکوڈا کے چنگل میں پھنسی تھی اور جیسا کہ میں آپ لوگوں کو بتا چکی ہوں کہ میں صرف اپنی بہن کی وجہ سے اُن لوگوں کی آلۂ کار بنی تھی لیکن میں نے مجرموں کے اس گروہ سے ہمیشہ نفرت کی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بے شمار موقعوں پر مجھے خود بھی اُن کے ساتھ کام کرنا پڑا ہے۔ لیکن میری دلی آرزو ہے کہ کسی طرح کینس کو اُن کے چنگل سے نکال کر لے جاؤں۔ اگر آپ لوگ اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہیں تو یہ آپ کا ہم دونوں پر ایک اور احسانِ عظیم ہوگا۔ ورنہ مجھے میری تقدیر پر چھوڑ دیجیے۔" آخری جملہ اس نے بڑے ہی افسردہ لہجے میں کہا تھا۔

"ہم آپ سے صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں مس لزی کہ آپ کے اس احسان کے بعد ہم سب آپ کے بے حد ممنون ہیں اور آپ جو کچھ بھی ہم سے چاہیں گی، اُسے پورا کرنا ہمارا فرض ہوگا۔ اگر آپ افریقہ سے نکلنا چاہتی ہیں اور کسی ایسے خطے میں پناہ لینا چاہتی ہیں جہاں اسٹیفن براکوڈا کی پہنچ آپ تک نہ ہوسکے تو آپ ہمیں بتائیے۔ ہم آپ کو وہاں پہنچانے کا بندوبست کر دیں گے۔"

لزی خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "اگر مجھے ایشیا کے کسی حصے میں آپ لوگ بھجوا سکتے ہیں تو میں محسوس کرتی ہوں کہ وہاں میں اپنا تحفظ کر سکوں گی۔ لیکن میں نہیں چاہتی کہ آپ لوگ مزید کسی مصیبت میں گرفتار ہوں۔"

"نہیں مس لزی، آپ کے بارے میں یقیناً بہتر انداز میں سوچا جائے گا۔ آپ ذرا کینس کی دیکھ بھال کریں۔ ہم لوگ آپس میں مشورہ کرتے ہیں۔ ویسے یہ جگہ تو محفوظ ہے نا؟"

"ہاں۔ اگر مجھ سے رابطہ قائم کیا جائے گا تو میں اُنھیں کسی غلط راستے پر ڈال دوں گی۔ آپ لوگ اطمینان رکھیے۔ میں آپ لوگوں کا مکمل طور پر ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔" لزی نے کہا۔ اور اس کے بعد ہم اُٹھ گئے۔

غار کے ایک دُور افتادہ گوشے میں بیٹھ کر پروفیسر جوناتھن نے میری طرف دیکھا اور پھر پھیکی سی ہنسی ہنس پڑا۔ "کہیے مسٹر علی، اب کیا ارادہ ہے آپ کا؟"

"بساط ہی پلٹ گئی ہے مسٹر جوناتھن یوں سمجھ لیجیے کہ ہماری خوش قسمتی نے ہمیں راستے ہی میں روک لیا۔ اگر ہم براکوڈا کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے فرض کیجیے بونیکا پہنچ بھی جاتے تو ہمارا کیا حشر ہوتا۔"

"ہم سب اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔" پروفیسر نے جواب دیا۔ "میرا اپنا مشورہ یہ ہے کہ اب جس قدر جلد ممکن ہوسکے، ہم یہاں سے واپس نکل چلیں۔ ہمیں خوش بختی سے اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں ایسی معلومات حاصل ہو گئی ہیں جو انتہائی کارآمد ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں ہم باقاعدہ دوسروں کی مدد حاصل کیے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ اب واپسی کا سفر کریں اور اس سلسلے میں اعلیٰ حکام کو اطلاع دیں۔"

"لائن آف کروزل کے سلسلے میں صرف کوئی ایک تنظیم نہیں بلکہ بے شمار عرب ممالک دلچسپی لے رہے ہیں اور اس کی بقا چاہتے ہیں، چنانچہ اس مشترکہ مسئلے کے حل کے لیے مشترکہ طور پر ہی کوئی سکیم ترتیب دینا ہوگا اور یہ سب کچھ آسان نہیں ہوگا۔ چنانچہ اب اس سلسلے میں ازسرِنو غور کرنا پڑے گا۔ جہاں تک میرا خیال ہے، وہ افریقی قبائل جن کے دلوں میں لائن آف کروزل کے لیے نفرت ڈالی گئی ہے کوئی فوری کارروائی نہیں کر سکتے تاہم اگر کوئی ایسی کوشش کی بھی گئی تو اس کے لیے ضروری ہے کہ لائن آف کروزل کا اعلیٰ پیمانے پر تحفظ کیا جائے۔" میں نے کہا۔

"بالکل ٹھیک، ہم آپ سے سو فیصدی متفق ہیں۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔ وقت ضائع کیے بغیر لزی وغیرہ کی مدد سے یہاں سے نکل جانے کا بندوبست کیا جائے۔ ویسے کیا آپ کسی ایسے مختصر ترین راستے کی نشاندہی کر سکتے ہیں پروفیسر، جو ہمیں جلد از جلد لائن آف کروزل کی کسی آبادی تک پہنچا دے؟"

"اس کے لیے مجھے کچھ کام کرنا ہوگا۔ ویسے لزی سے بھی گفتگو کر لیتے ہیں، ممکن ہے وہ ہماری رہنمائی کر سکے۔" پروفیسر نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہماری یہ میٹنگ برخواست ہوگئی، اور ایک بار پھر ہمیں لزی سے رجوع کرنا پڑا۔ پروفیسر نے اس سے دریافت کیا۔ "مس لزی، کیا تم ہمیں بتا سکتی ہو کہ یہاں سے لائن آف کروزل کی قریب ترین آبادی کون سی ہے؟"

"جس علاقے میں آپ لوگ موجود ہیں پروفیسر! یہاں سے لائن آف کروزل کی سب سے پہلی آبادی بھی بہت فاصلے پر ہے۔ لیکن ہم اگر تھوڑے سے دشوار گذار راستے اختیار کریں تو ہمارا یہ سفر مختصر ہوسکتا ہے۔ البتہ ہمیں اس بات کا خدشہ مسلسل ہے گا کہ وہ لوگ ہمارا پیچھا کریں گے اور اگر میں اُن سے رابطہ قائم نہ کر پاؤں تو پھر اس سلسلے میں مزید مشکلات درپیش ہوں گی۔"

"تو پھر کیوں نہ ہم عقل سے کام لیں مس لزی۔" پروفیسر نے کہا۔

"وہ کس طرح؟ میں تو کہہ چکی ہوں کہ آپ سے ہر طرح تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"کیا آپ باقاعدہ ٹرانسمیٹر پر اُن لوگوں سے رابطہ قائم کرتی ہیں؟"

"نہیں لیکن اگر کوئی اہم مسئلہ ہوتا ہے تو پھر مجھے اُن سے رجوع کرنا ہوتا ہے۔"

"تو ابھی ہمیں یہاں سے سفر کا آغاز کر دینا چاہیے اور جیسا کہ آپ نے کہا کہ اگر ہم دشوار گزار راستے اختیار کریں تو ہمارا یہ سفر مختصر ہوسکتا ہے۔ ہم کون سی آبادی تک پہنچ سکتے ہیں؟"

"ایکوتُن نامی جگہ سب سے قریب پڑے گی۔" لزی نے کہا۔

"کمال ہے، آپ کو واقعی بہترین معلومات حاصل ہیں۔"

"صرف مجھے ہی نہیں۔ بلکہ یہاں اسٹیفن براکوڈا کے لیے کام کرنے والے ہر فرد کو۔" لزی نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ جس وقت مناسب سمجھیں اُن سے رابطہ قائم کر کے اُنھیں اطلاع دیں کہ ہم کس پوزیشن پر ہیں۔ بس اُنھیں غلط اطلاعات فراہم کرتی رہیں۔ اور اس کے لیے منصوبہ بندی کر لی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے، میں تیار ہوں لیکن اگر یہی خیال ہے تو ہمیں آرام کرنے کے بجائے سفر کا آغاز کر دینا چاہیے۔ اس درّے سے نکلنے کے بعد ہمیں ایک عجیب و غریب پہاڑی سلسلے سے واسطہ پڑے گا۔ لیکن اگر ہم اُسے عبور کرنے میں آسانی سے کامیاب ہو گئے تو اتنا سفر پورا کر لیں گے، جتنا پانچ چھ دن کی کاوشوں کے بعد کیا جاسکتا ہے۔"

لزی جو کچھ کہہ رہی تھی، اس میں اب ذرّہ برابر بھی جھوٹ کا شائبہ نہیں تھا۔ اس بات پر بھی غور کیا گیا تھا کہ کہیں لزی کسی گہرے منصوبے کے تحت ہمیں غلط راستے پر نہیں ڈال رہی ہو۔ لیکن اب اس کی گنجائش نہیں تھی۔

تمام تیاریاں آن کی آن میں مکمل کر لی گئیں اور اس کے بعد ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر برق رفتاری سے اس درّے کے اختتام کی طرف چل پڑے۔ میرے ذہن میں عجیب و غریب خیالات آرہے تھے۔ درحقیقت اس بار مجھے اپنے اس مشن میں مکمل طور پر ناکامی ہوئی تھی۔ اور اس ناکامی کا احساس میرے ذہن کے ہر گوشے میں موجود تھا۔ اسٹیفن براکوڈا درحقیقت ایسا نرم چارا نہیں تھا جسے آسانی سے کھا لیا جاتا۔ تاہم اب ہم ایک بڑے راز کا انکشاف کرنے جا رہے تھے۔ اور یہ بہرحال ہمارے شب و روز کی محنتوں اور جدّوجہد کا ہی نتیجہ تھا۔

ایکوتُن تک کا سفر اندیشوں اور وسوسوں کے درمیان طے ہوا تھا لیکن اسی دوران یہ اندازہ بھی ہوگیا تھا کہ لزی بے پناہ صلاحیتوں کی مالک تھی۔ افریقہ اسے اس طرح ازبر تھا کہ شاید ہی کسی افریقی باشندے کو اس سے زیادہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

معلومات حاصل ہوں۔ اس کے برعکس کینس الھڑ طبیعت کی مالک تھی اور کسی بھی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیتی تھی۔ اس کی وجہ شاید اس کا بڑی بہن پر بے پناہ اعتماد تھا۔ بُڈ سے اس کی گہری دوستی ہو گئی تھی اور بُڈ ایسے معاملات میں کمال رکھتا تھا، لیکن شاید یہ دوستی صرف دوستی کی حدود میں ہی تھی، کیونکہ کینس اپنی فطرت کے مطابق اُسے بھی بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتی تھی۔

لزی ہماری رہنمائی کرتی رہی لیکن اس کے باوجود پروفیسر جوناتھن نے اس پر مکمل انحصار نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے طور پر اپنے ذرائع سے راستوں کے بارے میں اندازہ لگا رہا تھا اور اسی بنیاد پر لزی پر اعتماد قائم ہوتا جا رہا تھا۔

میں دورانِ سفر جہاں اپنی ذمّے داریاں پوری کر رہا تھا، وہیں ذہنی طور پر لزی کے بیان اور اسٹیفن براکوڈا پر بھی غور کرتا رہا تھا۔ دل میں وَسوسے آتے تو اپنے آپ کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیتا کہ بہر طور میں بھی انسان ہوں اور سُپر نیچرل قوتیں نہیں رکھتا۔ موافق حالات مجھے کامیابی عطا کرتے ہیں لیکن ناموافق حالات بھی تو ہو سکتے ہیں۔ اب ضروری تو نہیں تھا کہ اسٹیفن براکوڈا میرے مقابلے میں چوہا ثابت ہوتا۔ وہ زبردست تیاریوں کے بعد لائن آف کروزل کے مقابلے پر آیا تھا۔ میں نے یہ فیصلہ بھی کیا تھا کہ لائن آف کروزل کی کسی آبادی تک پہنچنے کے بعد یہ تمام صورتِ حال ان لوگوں کے سامنے رکھ دوں گا اور صاف صاف کہہ دوں گا کہ آئندہ ہر قسم کی صورتِ حال کے لیے تیار رہا جائے۔ حالات کوئی بھی رُخ اختیار کر سکتے ہیں۔ ہر چند کہ میں اپنی ذمّے داریاں پوری کرنے کے سلسلے میں کوتاہی نہیں برت رہا تھا لیکن حاصل شدہ معلومات کے تحت میں تنہا اسٹیفن براکوڈا پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔

ہمارا یہ سفر افریقہ کی دلچسپ روایتوں کے ساتھ جاری رہا۔ واپسی کے راستے میں بہت سے ایسے واقعات بھی پیش آئے جو پریشانی اور دشواری کا باعث بنے لیکن سفر جاری رہا۔ پھر ایک دن میکنو نے اعلان کیا کہ ہم ایکوئن کے قریب ہیں۔

میکنو کا ایکوئن سے گہرا تعلق تھا اور وہ اس کے اطراف میں بہت دُور دُور تک کے علاقے پہچانتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک آبشار کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ گرین فال ہے، قرب و جوار کے سرسبز علاقے کا عکس پہاڑوں سے بہتے آبشار کے اوپر پڑتا ہے تو اس کا رنگ گہرا سبز محسوس ہوتا ہے۔ آپ ذرا اس سمت آ کر دیکھیے۔“

میکنو کا کہنا درست ہی تھا۔ ہم سب نے پہاڑوں سے گرتے ہوئے سبز پانی کو دیکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میکنو نے یہ اعلان کیا کہ اس آبشار والے پہاڑ کے پیچھے ایکوئن آباد ہے۔ تھوڑا سا فاصلہ ایک درّے سے گزر کر طے کرنا ہوتا ہے۔

ہماری رفتار خود بہ خود تیز ہو گئی تھی۔ سبز آبشار کی حسین وادی کو طے کرنے کے بعد ہم درّے میں پہنچ گئے اور جب یہ درّہ ختم ہوا تو ہم نے پیالہ نما وادی میں ایکوئن کو آباد دیکھ لیا۔

لزی نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”خدا کا شکر ہے کہ میں اپنی ذمّے داریاں پوری کرنے میں کامیاب ہو گئی۔“

ایکوئن میں داخلہ بڑا سنسنی خیز تھا۔ یہاں میکنو ہمارا رہنما اور تھوڑی دیر کے بعد ہم آبادی کے ایک خوب صورت مکان میں پہنچ گئے جس کے گرد موجود محافظوں نے تلاشی لیے بغیر ہمیں اندر نہیں جانے دیا تھا اور وہ تمام چیزیں جو اس وقت ہمارے پاس موجود تھیں، محافظوں کے قبضے میں پہنچ گئی تھیں۔ ہم نے اس پر تعرض نہیں کیا۔ نئے احکامات کے تحت ہر شخص کو قانون کی پابندی کرنا ہوتی تھی۔ چنانچہ صرف جسموں پر لباس ہی لے کر ہم اس مکان میں داخل ہوئے تھے۔

میکنو یہاں کافی اثر و رسوخ رکھتا تھا اور یہ اسی کی کوشش تھی کہ بہت جلد ہمارا رابطہ دوسری جگہوں سے قائم ہو گیا۔ اس ٹیم کے سربراہ کی حیثیت سے مجھ سے سوال کیا گیا کہ کیا میں ایکوئن میں ہی قیام کروں گا یا لائن آف کروزل کی کسی اور آبادی میں جانا چاہوں گا؟ جس کے جواب میں، میں نے کہا کہ آگے کا سفر ابھی نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم میری واپسی کی اطلاع متعلقہ افراد کو دے دی جائے۔

صحرائے اعظم کے اس طویل ترین اور دشوار سفر کے بعد یہ آرام گاہ جنت محسوس ہو رہی تھی۔ ہمیں کھانے پینے کی بہترین چیزیں فراہم کی گئیں۔ میکنو البتہ ہمارے ساتھ نہیں تھا۔ جبکہ باقی تمام افراد اسی مکان میں موجود تھے۔

شام کو ساڑھے سات بجے مجھے کسی کی آمد کی اطلاع ملی اور یہ بتایا گیا کہ میرا کوئی شناسا مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں مکان کے بیرونی حصّے میں نکل آیا جہاں ملاقاتیوں کے لیے نشست گاہ تھی۔ یہاں سائیکا مائیلر اور مسعود طلحہ کو دیکھ کر میری آنکھوں میں مسرّت کے چراغ جل اُٹھے۔ دونوں ہی مجھ سے لپٹ گئے تھے۔ میں نے ان کی اس محبت کا جواب اسی شفقت سے دیا تھا جو کسی بزرگ کے دل میں ہو سکتی ہے۔ میرا ہاتھ سائیکا کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ ”تم لوگ یہاں؟“ میں نے مسرورانہ انداز میں سوال کیا۔

”ہمیں افسوس ہے مسٹر علی کہ ہمیں آپ کی آمد کی فوری اطلاع نہیں مل سکی۔ دراصل میکنو کو بھی نہیں معلوم تھا کہ ہم لوگ ایکوئن میں رہ رہے ہیں۔“ مسعود نے کہا۔

”کیا تم لوگوں نے ایکوئن میں مستقل ٹھکانا بنا لیا ہے؟“

”ہاں، آب و ہوا اور قدرتی مناظر کے لحاظ سے ایکوئن بے مثال ہے اور میری بیوی نے اس کو اپنے مستقل قیام کے لیے موزوں تصوّر کیا۔“ مسعود طلحہ نے جواب دیا۔

سائیکا مائیلر جس کا اسلامی نام عائشہ رکھا گیا تھا، مسکراتے ہوئے بولی۔ ”اور اب جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ آپ ایکوئن آئے ہیں تو ہمارے لیے ناگزیر ہو گیا کہ آپ کو ایک لمحہ بھی کہیں اور رہنے دیا جائے۔ چنانچہ آپ فوری طور پر ہمارے ساتھ چلیے۔“

میں نے مسعود طلحہ کو دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ ”تم نے اپنی بیوی کو ابھی تک صورتِ حال کی نزاکت کا احساس نہیں دلایا، عائشہ کو بتاؤ کہ میرے ساتھ دوسرے لوگ بھی ہیں اور تمام لوگوں کو تمھاری رہائش گاہ میں نہیں رکھا جا سکتا۔“

”یہ بات نہیں ہے مسٹر علی! میں یہاں انچارج کی حیثیت سے مقیم ہوں۔ میری رہائش گاہ بہت وسیع و عریض ہے اور ہم بہ آسانی آپ کے تمام ساتھیوں کو اپنے یہاں جگہ دے سکتے ہیں۔ چنانچہ ان تمام لوگوں کو ساتھ لے کر آپ ہمارے ہاں چلیے، ہمیں دلی مسرّت ہو گی۔“

”میکنو سے بات ہوئی ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اپنی مصروفیت سے فارغ ہونے کے بعد وہ میری رہائش گاہ پر پہنچ جائے۔ اب اس سے ملاقات اور تفصیلی بات وہیں ہو سکتی ہے۔“ مسعود طلحہ نے کہا۔

”تب پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ہمارا سامان محافظوں کے پاس موجود ہے۔ احتیاط سے اس سامان کو حاصل کر لو۔“

”وہ سب کچھ ہو جائے گا۔ آپ بس تیاریاں کیجیے۔“

میں نے چند لمحات کے بعد پروفیسر جوناتھن، بُڈ وغیرہ کو اپنے کمرے میں بُلا لیا۔ کینس اور لزی بھی ان میں شامل تھیں۔ مسعود طلحہ ہم سب کو لے کر اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

ایک پہاڑی کے دامن میں ایک بہت ہی خوبصورت مکان جو لکڑی کے تختوں اور ستونوں سے بنا ہوا تھا، نظر آیا۔ اس کے اطراف میں حسین سبزہ زار تھا۔ خوب صورت پھولوں کے تختے جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ اس مکان میں مسعود طلحہ اور عائشہ کی رہائش تھی۔

مکان درحقیقت بہت وسیع تھا اور مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں قیام میں کوئی پریشانی نہیں ہو سکتی تھی۔ ہم لوگ مکان کے اندرونی حصّے میں پہنچ گئے۔

رات کا کھانا ہم سب نے مل کر مسعود طلحہ اور عائشہ کے ساتھ کھایا۔ لزی اور کینس کا تعارف بھی کرا دیا گیا تھا۔ مسعود طلحہ نے سب کے لیے بہترین آرام کا بندوبست کیا تھا۔ اور پھر رات کو وہ دونوں مجھے اغوا کر کے اپنی نشست گاہ میں لے گئے۔

طلحہ کہنے لگا۔ ”یہ دونوں لڑکیاں میری دلچسپی کا مرکز بن گئی ہیں ــ کیا آپ ان کے بارے میں کچھ بتانا مناسب سمجھیں گے؟“

”کیوں نہیں مگر سوچ لو، اپنی دلچسپی کا اظہار تم عائشہ کی موجودگی میں کر رہے ہو۔“ میں نے شرارت سے کہا۔

میری بات کا مفہوم سمجھتے ہی مسعود نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ پھر عائشہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ”تم نے دیکھا، علی نے میری بات کو کیا رُخ دیا ہے۔“ وہ صرف مسکرا کر رہ گئی تھی پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ ”میرا مطلب صرف آپ کی نئی دریافت سے آگاہی حاصل کرنا تھا۔ کیونکہ مجھے ہر اس لڑکی سے ہمدردی ہے جو آپ کے قریب ہو۔“

”اوہو، معلوم ہوتا ہے عائشہ نے میرے خلاف تمھارے بہت کان بھرے ہیں، خاص طور پر لڑکیوں کے حوالے سے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرا نام لینے کی کیا ضرورت ہے، آپ کی شہرت ویسے بھی کیا کم ہے۔“ عائشہ نے چہکتے ہوئے کہا۔

”ہاں، خوب صورت خواتین کے لیے آپ بہت بڑا خطرہ ہیں علی۔“ مسعود بولا۔ ”مجھے پتا چلا ہے کہ آپ کے کشتگان کی فہرست بہت طویل ہے۔ مجھے تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں۔ اس لیے میں ان خواتین کے بارے میں پریشان تھا اور سوچ رہا تھا کہ ان کی ملاقات کسی بھی شکل میں آپ سے ہوئی ہو لیکن تان وہیں ٹوٹے گی۔“

میں ہنسنے لگا۔ ”یہ مفت کی بدنامی میرے سر ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں مسعود۔“

اس گفتگو کے دوران نفیس قسم کی کافی کا دور چلتا رہا۔ پھر ہم نے سنجیدہ گفتگو شروع کر دی۔

”اور اب میں آپ کی اس اچانک واپسی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“ مسعود نے کہا۔ ”آپ جس مشن پر گئے تھے، اُس میں کس حد تک کامیاب رہے؟“

”مسعود طلحہ، خوش قسمتی سے تم ایکوئن میں موجود ہو، تم سے میں مکمل بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کر سکتا ہوں۔ پہلے میرے اس مشن کی پوری تفصیلات سُن لو، اس کے بعد میں تمھیں اپ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ضرورتوں سے آگاہ کر دوں گا۔" میں نے کہا اور پھر میں نے مسعود طلحہ کو اس مشن پر روانہ ہونے کے بعد سے لے کر اب تک کی روداد بےکم و کاست سنا دی۔ مسعود طلحہ اور سائیکا مائیلر یعنی عائشہ کے چہرے پر سنسنی کے آثار تھے۔ یہ ان کے لیے ایک دلچسپ انکشاف بھی تھا۔ مسعود طلحہ مجھ سے ان راستوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا جن سے ہم گزرے تھے۔ میں جس حد تک اس بارے میں اُسے بتا سکتا تھا بتاتا رہا۔

"اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں جو انکشاف آپ نے کیا ہے کیا وہ انتہائی خوفناک نہیں ہے علی؟" مسعود نے کہا۔ "اگر افریقہ کے وحشی قبائل، لائن آف کروزل کی تباہی کو اپنا مشن بنا لیں تو آپ غور کیجیے کہ ہمارے لیے کس قدر خوفناک صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ ہم کسی بھی طور ان افریقی قبائل کو نقصان پہنچانے کے مجاز نہیں ہیں۔ لائن آف کروزل کے یہاں قیام کے لیے ہمیں کئی حکومتوں سے این او سی لینے پڑے ہیں اور معاہدے کرنے پڑے ہیں۔ ان معاہدوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ افریقہ کی اندرونی آبادی کو ہمارے ہاتھوں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، اور ہم ابھی تک ان معاہدوں پر سختی سے عملدرآمد کرتے آئے ہیں۔ اگر ان قبائل نے ہم پر حملہ کیا تو پھر لائن آف کروزل کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسرائیل اور عربوں کو قوتیں حاصل کرنے سے روکنے والوں کی جماعتوں نے یہ سب سے خوفناک منصوبہ ترتیب دیا ہے، اگر ایسا ہوگیا اور فرض کیجیے، ہم نے ان قبائل سے جنگ کر کے انھیں پسپا بھی کر دیا تو ہمارا معاہدہ ختم ہو جائے گا اور اس کے بعد لائن آف کروزل کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ ہم کسی بھی قیمت پر ان فیکٹریوں کو یہاں برقرار نہیں رکھ سکتے۔"

"مجھے صورتِ حال کی سنگینی کا پورا پورا احساس ہے مسعود طلحہ اور اسی لیے میں نے فوری واپسی مناسب سمجھی۔ اگر میں چاہتا تو بونیکا پہنچ کر خود بھی اس سلسلے میں کچھ کام کر سکتا تھا لیکن میں نے ایک لمحہ ضائع نہیں کیا اور یہ بات اب ہماری سطح سے بہت اونچی چلی گئی ہے، چنانچہ تم سے، میں اس سلسلے میں درخواست کرتا ہوں کہ فوری طور پر یہ پوری تفصیل فرقے دار ارکان تک پہنچا دو اور میرے لیے احکامات حاصل کر لو۔"

"بالکل فکر نہ کریں آپ۔ میں فوراً ہی ایکوئن سے روانہ ہو جاتا ہوں اور تیروڈا پہنچ کر اس سلسلے میں کارروائی کرتا ہوں۔ اس وقت تک آپ یہاں آرام و سکون سے رہیں۔"

میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ مسعود طلحہ کا مل جانا میرے لیے واقعہ ایک نیک فال تھا اور اس کی وجہ سے میری ذمّے داریاں کم ہوگئی تھیں۔ اس نے مہمانوں کی دیکھ بھال کی ذمّے داری عائشہ کے سپرد کر دی اور خود تیروڈا روانہ ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔ اس سلسلے میں اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اپنی رپورٹ تحریر کر دوں تاکہ اُسے حکام کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ میں نے تفصیلی رپورٹ مسعود طلحہ کے مشوروں کی روشنی میں تحریر کر دی تھی۔ اور پھر دوسری شام مسعود طلحہ ایکوئن سے روانہ ہوگیا۔

مسعود طلحہ کی حسین رہائش گاہ ایسے پُرفضا مقام پر واقع تھی کہ وہاں سے کہیں اور جانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

میکنو نے اسی شام مجھ سے کہا۔ "چیف، ایکوئن میرا مستقل ٹھکانا رہا ہے، یہاں میرے بہت سے دوست رہتے ہیں۔ اگر میرے لیے کوئی خاص ذمّے داری نہ ہو تو ان چھٹی کے دنوں میں مجھے اجازت دے دیں کہ میں ان کے ساتھ وقت گزار لوں لیکن اگر کوئی کام میرے سپرد کرنا چاہیں تو میں اپنی یہ درخواست فوراً واپس لے لوں گا۔"

"بس محتاط رہنے کی ہدایت کرتا ہوں میکنو! دن میں ایک بار مجھے اپنی خیریت کی رپورٹ دیتے رہو۔"

"بہتر چیف... شکریہ۔"

"میں بھی بہت محتاط رہوں گا چیف! تم تو میرے بارے میں جانتے ہو کہ میں عام زندگی میں کتنا محتاط ہوں۔" بڈ نے مسخرے پن سے کہا۔

"تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ تمھارے کون سے دوست ہیں ایکوئن میں؟"

"اوہ چیف! میں بائیں ہاتھ سے دوست بنا لیا کرتا ہوں۔ میری ان صلاحیتوں کو تم نے کبھی آزمانے کی کوشش ہی نہیں کی۔ کبھی بڈ کو آزما کر دیکھو۔"

"بس بس رہنے دو، مجھے تمھاری ظاہری و باطنی تمام صلاحیتوں کا خوب علم ہے، تم شرارت سے کبھی باز نہیں آتے۔"

"شرارت ہی کا نام تو زندگی ہے چیف۔" بڈ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"زندگی کی یہ تعریف غالباً تم نے خود مقرر کی ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا آپ اس سے متفق نہیں ہیں۔"

"اس حد تک ضرور متفق ہوں کہ یہ تمھاری زندگی پر ہی چسپاں رہے۔"

میری اس بات پر پروفیسر جوناتھن اور میکنو ہنس پڑے پھر میکنو نے مجھ سے کہا۔ "تو چیف پھر اجازت ہے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے بڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے بڈ کہ تم میری ذمّے داریوں کو ہر حالت میں محسوس کرو گے۔"

"بڈ کی سابقہ رپورٹ خراب نہیں ہے چیف۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ان دونوں کے جانے کے بعد میں نے ہنستے ہوئے پروفیسر جوناتھن کو دیکھا تو وہ ٹھنڈی سانس بھر کر بولے۔ "میری سابقہ رپورٹ بھی تمھارے علم میں ہے چیف! مجھے بس اسی عمارت کا کوئی گوشہ دے دو، جہاں میں اپنے تجربی کاموں میں مصروف رہوں۔ تفریح کے لیے قرب و جوار قدرتی مناظر سے بھرے پڑے ہیں۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔"

پروفیسر جوناتھن نے اس انداز سے کہا کہ میرے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ میں نے کہا۔ "نہیں پروفیسر، میں دل سے آپ کی عزت کرتا ہوں۔ بہتر ہے کہ آپ کا ساتھ رہے۔ اس دوران ہم لوگ آئندہ کے لیے لائحہ عمل بھی مرتب کرتے رہیں گے۔"

"میں حاضر ہوں۔" پروفیسر جوناتھن نے جواب دیا۔

بڈ اور میکنو چلے گئے تھے۔ پروفیسر جوناتھن بھی اپنے کمرے میں چلے گئے اور میں ان سے رخصت ہو کر عائشہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ عمارت کے ایک خوب صورت بالائی برآمدے میں بیٹھی گرین فال دیکھ رہی تھی۔

میری آہٹ محسوس کر کے عائشہ نے رُخ بدلا۔ اور مسکرا دی۔ "آئیے آئیے! میں نے آپ کو مصروف دیکھ کر خلل اندازی مناسب نہیں سمجھی تھی اور یہاں چلی آئی تھی۔" وہ بولی۔

"کیسی ہو عائشہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے اپنا نیا نام سُن کر خوشی ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے کوئی مجھے اعزاز دے رہا ہو۔"

"نیا مذہب قبول کر کے تم مطمئن ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"خدا کی قسم، بہت خوش ہوں۔ مطمئن ہونا بہت ہلکی بات ہے۔ مسعود نے مجھے بےشمار اسلامی کتابیں مہیا کر دی ہیں، میں عربی زبان بھی سیکھ رہی ہوں۔ ایک بات کہوں؟"

"ہاں ضرور۔" میں نے جواب دیا۔

"اسلام روحانی طمانیت بخشتا ہے۔"

"تمھاری اس زندگی پر میں بھی مسرور ہوں عائشہ۔"

"علی، آپ ایک طویل عرصے سے اپنی زندگی کو ہنگاموں کی آغوش میں ہچکولے دے رہے ہیں، میں یہ نہیں کہتی کہ یہ ہنگامے بےمقصد ہیں۔ لیکن راہ میں آنے والوں کو نظر انداز بھی تو نہیں کیا جا سکتا، اور وہ جو دل و جان سے قریب ہوتے ہیں، تڑپتے ہی رہتے ہیں۔ تہذیب کو خود میں شامل کیوں نہیں کر لیتے؟"

ایک لمحے کے لیے میرے دل میں ہوک سی اُٹھی۔ وہ چہرہ یاد آیا، جو مجھ سے بہت دُور امریکا میں تھا، اور جس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا کہ کس حال میں ہے۔ مجھ سے منسلک ہو کر اس نے کیا کیا دکھ نہیں اُٹھائے تھے۔ اپنے طور پر حسین زندگی گزار رہی تھی۔ لیکن میں نے اس کے لیے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔

عائشہ میری صورت دیکھ رہی تھی۔ چند لمحے کے بعد وہ بولی: "اگر آپ اجازت دیں علی تو میں تہذیب کو یہاں بُلا لوں اور جس بندھن میں تم سب نے مجھے جکڑ دیا ہے، اُسی میں تہذیب کو بھی جکڑ دوں۔ جب تک یہاں ہو، ہمارے ساتھ رہنا اور جب واپس جانا چاہو گے تو ہم تمھیں خدا حافظ کہہ دیں گے۔"

"ابھی نہیں عائشہ... ابھی نہیں... تہذیب کو اپنے آپ سے منسلک کر کے میں اپنے اُن راستوں کو ترک نہیں کر سکتا جن کے لیے میں نے اپنی آدھی زندگی کھو دی ہے۔ میرا مشن مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ تہذیب کو یقیناً میں اپنی زندگی کا دوسرا اہم ترین مقصد قرار دیتا ہوں لیکن دونوں میں سے کسی کو کسی پر فوقیت نہیں دے سکتا۔"

یادداشت بڑھانے، مطالعہ کرنے اور امتحان دینے کے کارآمد نفسیاتی طریقے۔
ہر شخص کے لیے کارآمد۔ طالب علموں کے لیے بےبہا تحفہ۔
امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے
اگر آپ بھول جانے کے مرض میں مبتلا ہیں تو یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ یادداشت کس طرح بہتر بنائی جا سکتی ہے۔
اس کتاب کا مطالعہ کر کے آپ بھول جانے کے مرض سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔
کتاب کے چند عنوانات
- کامیاب مطالعہ کے چند نفسیاتی اصول۔
- کتابوں کے کیڑے نہ بنیے۔
- تعبیر کا صحیح مصرف
- مطالعے میں یکسوئی پیدا کرنے کے طریقے۔
- ہمارا ذہن اور قوت یادداشت۔
- ہم بھولتے کیوں ہیں؟
- مطالعہ کے گیارہ اہم اصول۔
- مطالعے سے کیا مراد ہے؟
- دماغی انتشار اور اس کا سدِباب۔
- آپ کی یادداشت بھی اچھی ہے۔
- خود اعتمادی کس طرح پیدا کی جا سکتی ہے؟
قیمت ۲۵ روپے — اس کتاب سے بہتر اور کوئی تحفہ نہیں — ڈاک خرچ ۱۲ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، تہذیب کے بارے میں مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔ وہ آپ کے مشن میں آپ کی بہترین شریکِ کار ہوتی ہے۔ آپ دونوں مل کر بھی اپنا کام جاری رکھ سکتے ہیں، کون سی مشکل پیش آجائے گی؟"

"میں جانتا ہوں کہ کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ فلسطین آزاد ہو جائے گا عائشہ، بیروت کے کیمپوں میں بے خانماں پڑے ہوئے لوگ اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو جائیں گے۔ اُن کے مسرت آمیز دمکتے چہرے دیکھوں گا تو میرے دل میں لاکھوں روشنیاں جگمگا اٹھیں گی۔ اس وقت میں سوچوں گا۔ روشنی جینے والے کو بھی کم سے کم اک دیا چاہیے اپنے گھر کے لیے۔ پھر میرے اور تہذیب کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں رہے گا۔ پھر میں ایک پل کے لیے بھی تہذیب سے دُور نہیں رہ سکوں گا۔"

میں کچھ جذباتی ہو گیا تھا اور میری نگاہیں دُور کہیں دیکھ رہی تھیں۔ شاید تہذیب کی آنکھیں تلاش کرتی تھیں اور آخر میرے تصور نے اس کے چہرے کا احاطہ کر لیا۔ وہ مسکرائی مگر اُسی وقت عائشہ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"میں سمجھ رہی ہوں علی، آپ کے جذبات کو سمجھ رہی ہوں۔ محبت کی ہلکی ہلکی آنچ، بڑی دلگداز ہوتی ہے۔ اور آپ اس لطف سے محروم نہیں ہونا چاہتے جو دلوں کے پگھلنے سے حاصل ہوتا ہے۔"

"درست کہا تم نے عائشہ۔"

"اچھا بھئی ٹھیک ہے۔۔۔ ارے ہاں، تارتیا بارڈو کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں پوچھا۔"

"تم نے اس شاندار عورت کا نام لے کر میرے ذہن میں اس کا تصور جگا دیا ہے۔ کیا تم سے اس کا رابطہ قائم ہوا؟"

"بالکل نہیں۔ ویسے دل چاہتا ہے علی، اُن سب سے ملنے کے لیے۔ میں کوشش کروں گی کہ کسی طرح تارتیا بارڈو کو یہاں بلالوں۔ اگر کسی طرح تم سے اس کی ملاقات پہلے ہو جائے تو اسے میری نئی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں بتانا۔"

"ٹھیک، میں نہیں بتاؤں گا۔" میں نے کہا۔

عائشہ سے بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ رات کے کھانے پر پروفیسر جوناتھن بھی موجود تھے۔ اُن سے بھی باتیں ہوتی رہیں۔ پروفیسر جوناتھن نے مجھے بتایا کہ وہ اپنی سائنسی ایجادات کا از سرِ نو جائزہ لے رہے ہیں، اور کوشش کر رہے ہیں کہ اُن میں اور کوئی ندرت پیدا ہو سکے۔ پھر ہم سونے کے لیے چلے گئے۔

دوسرے دن میکنو اور بُڈّا مجھ سے ملاقات کرنے آئے۔ پھر اُن کے جانے کے بعد میں عائشہ کو ساتھ لے کر گرین فال کی جانب چل پڑا۔ اُسے چلنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔ اور کسی بھی طرح یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپاہج ہے۔ اتفاق سے وہ بھی اس وقت یہی سوچ رہی تھی۔

میری طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا: "تمہیں میری چال میں کوئی خاص فرق محسوس ہوتا ہے علی؟"

"کمال ہے عائشہ! تم بھی یہی سوچ رہی تھیں جو میں سوچ رہا تھا۔"

"کیا تم بھی اسی بارے میں سوچ رہے تھے؟"

"ہاں۔ تم نے واقعی کمال کیا ہے۔"

"کمال میں نے نہیں کیا، یہ مسعود طلحہ کا کمال ہے کہ اس نے اپنی محبت سے میری معذوری دُور کر دی۔ یقین کرو۔۔۔ اگر میں تھوڑی سی مشق اور کرلوں تو دوڑ بھی سکتی ہوں۔"

"یقیناً۔۔۔ تمہاری چال میں ذرا بھی بے اعتمادی یا لغزش نہیں ہے۔"

مسعود نے مجھ پر بہت محنت کی ہے۔ یہ اعتماد قائم کرنے کے لیے انھوں نے کئی کئی گھنٹے میرے ساتھ گزارے ہیں اور مجھے چلنا سکھایا ہے۔"

"مسعود بہت اچھا انسان ہے۔" میں نے دل سے اس کی تعریف کی۔ تھوڑی دیر تفریح کرنے کے بعد ہم واپس آگئے تھے۔

تقریباً سات دن اسی طرح گزر گئے۔ آٹھویں دن مسعود طلحہ واپس آگیا۔ وہ مطمئن تھا اور چہرے پر سنسنی کے آثار بھی تھے۔ فوراً ہی میرے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھ گیا۔

"تیروڈا میں تمہاری رپورٹ نے کھلبلی مچا دی ہے۔ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اسٹیفن براکوڈا ایسی خوفناک سازش کر رہا ہے۔ یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ اگر اس سازش پر عمل درآمد ہو جاتا ہے، تو یقینی طور پر لائن آف کورزل کی بقا ناممکن ہو جائے گی۔ کیونکہ افریقی آبادیوں کے محافظ کبھی اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ اندرونی قبائل کو جانی نقصان پہنچے، لیکن یہ قبائل اگر لائن آف کورزل پر حملہ آور ہو جاتے ہیں، تو ہمیں صرف ان اسلحہ فیکٹریوں کے دفاع کے لیے ہی نہیں، اپنی بقا کے لیے بھی جنگ کرنا پڑے گی چنانچہ سارا کھیل ختم ہو جائے گا۔ منحوس یہودیوں نے واقعی بڑی ہولناک سازش کی ہے۔ بہرحال میں نے تمام صورتِ حال سے ذمے دار ارکان کو آگاہ کر دیا۔ اور وہ فوراً ایکشن میں آگئے۔ مختلف ملکوں سے رابطہ قائم کیا گیا۔ سربراہانِ مملکت سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور اس کے بعد تقریباً سات ملکوں کے سربراہ اس سلسلے میں میٹنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ ان ممالک نے اپنے خصوصی محکموں کے بہترین دماغوں سے رجوع کیا ہے تاکہ تمہاری

اطلاعات کی روشنی میں اُن سے مشورے مانگے ہیں۔ طے یہ کیا گیا ہے علی یار خان کہ تم میرے ساتھ تیروڈا چلو گے۔ اور وہاں ایک خفیہ اجلاس منعقد کیا جائے گا جس میں سات سربراہانِ مملکت کے خصوصی نمائندے بھی شریک ہوں گے۔ اس میٹنگ میں یہ طے کیا جائے گا کہ اسٹیفن براکوڈا سے نمٹنے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے، یہ مناسب رہے گا۔ میں متفق ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر ہم کل ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ ہمارے لیے ایک ہیلی کاپٹر آجائے گا کیونکہ زمینی سفر کے خطرات ایسے حالات میں ہم مول نہیں لے سکتے۔ میں اس کا انتظام کر کے آیا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، میرے ساتھ صرف مسٹر جوناتھن جائیں گے۔ بُڈّا اور میکنو کو یہیں ایکوئن میں ہی رہنے دیا جائے۔ بعد میں ہم انھیں اپنے پروگرام میں شامل کر لیں گے۔"

"بالکل درست۔" مسعود طلحہ نے گردن ہلا کر کہا۔

میں نے اس سلسلے میں مسٹر جوناتھن سے بھی گفتگو کی۔ انھوں نے مجھ سے اتفاق کرتے ہوئے کہا: "اس وقت اسی کی ضرورت تھی۔ چند بہترین دماغ مل بیٹھیں گے تو یقیناً کوئی عمدہ پروگرام تیار کر لیں گے۔ میں نے بھی ایک منصوبہ تیار کیا ہے۔ مناسب خیال کریں تو اس پر بھی نگاہ ڈال لیں۔ اگر قابلِ قبول ہو تو اپنی تجویز کے طور پر اُسے اس کانفرنس میں پیش کر دیجیے گا۔ تاکہ اس پر بھی گفتگو ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر جوناتھن آپ اس منصوبے پر رات ہی کو مجھ سے بات کر لیں۔ پھر ممکن ہے ہمیں تفصیلی گفتگو کا زیادہ موقع نہ مل سکے۔"

رات کو جب مسعود طلحہ اپنی آرام گاہ میں چلا گیا تو میں اور مسٹر جوناتھن کمرے میں بیٹھ کر اس منصوبے کی تفصیلات پر گفتگو کرنے لگے۔

مسٹر جوناتھن نے اسٹیفن براکوڈا کی سرکوبی کے لیے جو منصوبہ تیار کیا تھا، وہ بلاشبہ ان کی اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کا مُنہ بولتا ثبوت تھا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ میرے رفیقِ کار بہترین صلاحیتوں کے مالک اور میرے مشن سے مخلص تھے۔ اس منصوبے میں جو خامیاں تھیں، میں نے ان کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کے بہتر متبادل تجویز کیے جنھیں پروفیسر نے خندہ پیشانی سے قبول کر لیا۔ ہماری یہ نشست خاصی طویل رہی۔ ہم ہر پہلو سے اس منصوبے کا جائزہ لیتے رہے اور ہر امکان پر بحث کرتے رہے۔ بالآخر ہم اسے ایک آخری شکل دینے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر یہ طے ہو گیا کہ میں تیروڈا میں ہونے والی میٹنگ میں یہ منصوبہ پیش کروں گا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر بُڈّا اور میکنو بھی موجود تھے۔ میں نے اُن دونوں کو اطلاع دی کہ میں ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے تیروڈا جا رہا ہوں، اس دوران انھیں مزید آرام و تفریح کا موقع ملے گا پھر جس وقت بھی ان کی ضرورت ہوئی انھیں طلب کر لیا جائے گا۔

اسی دن گیارہ بجے ایک ہیلی کاپٹر گرین فال کے نزدیک ہموار جگہ پر اُتر گیا۔ مسعود طلحہ اس دوران تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔ میرے پاس کوئی خاص سامان نہیں تھا بس چند جوڑے کپڑے ایک اٹیچی کیس میں رکھ لیے تھے۔ البتہ پروفیسر جوناتھن کا ساز و سامان کافی تھا جسے انھوں نے ایک بڑے چرمی سوٹ کیس میں پیک کر دیا۔ لباس کے دو جوڑے ایک بریف کیس میں رکھ لیے۔ اس کے علاوہ انھیں اور کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔

ہیلی کاپٹر میں پائلٹ کے علاوہ ایک اور شخص موجود تھا۔ ہم بھی اس میں سوار ہو گئے اور پھر چند لمحے بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا۔ اس کا رُخ تیروڈا کی جانب تھا۔

ہیلی کاپٹر کا یہ سفر بغیر کسی قابلِ تذکرہ واقعے کے مکمل ہو گیا اور ہم تیروڈا پہنچ گئے۔ یہاں سیکورٹی کے لوگوں سے نمٹنے کے بعد ہم ایک رہائشی عمارت کی جانب چل پڑے، جس میں ہمارے قیام کا بندوبست کیا گیا تھا۔ مسعود طلحہ کو بھی میرے ساتھ ہی قیام کرنا تھا چنانچہ ہم تینوں نے ایک ہی کمرا منتخب کیا۔ زیادہ وسعت اور آسائشوں کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔

مسعود طلحہ نے ضروری لوگوں سے گفتگو کرنے کے بعد مجھ سے کہا: "کانفرنس کے لیے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ایک بار انتظامات کا جائزہ لے لیں۔"

میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور پھر پروفیسر جوناتھن کو بھی ساتھ لے لیا۔

ایک کار ہمیں لے کر اس عمارت کی جانب چل پڑی جو سات سربراہانِ مملکت کے نمائندوں کی کانفرنس کے لیے منتخب کی گئی تھی۔ اس وسیع و عریض عمارت کی دیواریں بلند و بالا اور مضبوط تھیں۔ گیٹ پر مسلح پہرے دار مستعد تھے۔ اس کے علاوہ عمارت کے چاروں طرف مسلح محافظ بکھرے ہوئے تھے۔ اس تمام کارروائی کو دیکھتے ہوئے ہم عمارت میں داخل ہو گئے۔ عمارت میں زیادہ کمرے وغیرہ نہیں تھے۔ بیرونی برآمدہ تھا اور اس کے دونوں سمت کوئی راہداری نہیں چھوڑی گئی تھی۔ بہت بلند چھت والا ہال تھا، جس کے اُوپری حصے میں ایئرکنڈیشنر لگے ہوئے تھے۔ میرے خیال میں یہ کسی خفیہ کانفرنس کے لیے موزوں ترین جگہ تھی۔ ہمارا تعارف سیکورٹی کے افسران سے کرایا گیا۔

تمام انتظامات کا جائزہ لینے کے بعد میں نے اپنے اطمینان

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کا اظہار کر دیا۔ اس کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ پر لوٹ آئے۔

دوسرے دن لائن آف کرونزل کے وہ تمام خصوصی ایجنٹ تیروڈا پہنچ گئے، جن سے میرا تعارف تھا اور جن سے میرا بارہا واسطہ پڑ چکا تھا، یعنی ابو حاتم، غازی ناصر، فاخرہ یعقوبی اور وہ تمام دوسرے افراد جو یہاں ہونے والی کارروائیوں میں پیش پیش تھے، اب ہمیں اُن نمائندگان کا انتظار تھا جو سربراہان مملکت کی طرف سے بھیجے جا رہے تھے۔

بالآخر یہ انتظار ختم ہُوا اور نمائندگان کی آمد شروع ہو گئی۔ سیکیورٹی سے متعلق افراد سخت نگرانی میں انھیں اُن کی رہائش گاہ ہول تک پہنچانے لگے۔ سارا پروگرام بڑی عمدگی سے انجام پا رہا تھا کسی مرحلے پر بھی کوئی دُشواری پیش نہیں آئی۔ کانفرنس کے دوران ہر مسئلے پر گرما گرم بحثیں ہوئیں۔ تمام صورتِ حال کا از سرِ نو جائزہ لیا گیا۔ لائن آف کرونزل کے سلسلے میں میری خدمات کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا اور انھیں سراہا گیا پھر مختلف نمائندوں نے تجاویز پیش کیں اور آخر میں مجھ سے بھی درخواست کی گئی کہ اس سلسلے میں اگر کوئی مؤثر اور قابلِ عمل منصوبہ میرے ذہن میں ہے تو پیش کروں۔

میں نے اپنی جگہ کھڑے ہو کر کہا "ہمارے ایک بہترین ساتھی مسٹر جوناتھن جو یہاں موجود ہیں، بہترین صلاحیتوں اور اعلیٰ دماغی قوتوں کے مالک ہیں۔ ان کی رفاقت سے مجھے بڑی تقویت ملی ہے۔ اس وقت میں جو منصوبہ پیش کرنا چاہتا ہُوں، وہ پروفیسر جوناتھن ہی نے ترتیب دیا ہے۔"

میں نے پروفیسر کی طرف دیکھا، وہ حیران و پریشان میری طرف دیکھ رہے تھے۔ شاید انھیں یہ توقع نہیں تھی کہ میں اس طرح ان کا تعارف کراؤں گا اور منصوبہ ان کے نام سے پیش کروں گا۔ بہت سی نگاہیں پروفیسر کی طرف اُٹھ گئی تھیں اور وہ اب اپنی نشست پر پہلو بدل رہے تھے۔

مجھے منصوبہ پیش کرنے کی اجازت دے دی گئی تو میں نے کہا۔ "ہمیں بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر اسٹیفن براکوڈا کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے تیاریاں کرنی ہیں۔ اس کے لیے ہم نے بہت غور و خوض کے بعد تین ایسے افریقی ملکوں کا انتخاب کیا ہے جن کی کم از کم بیس سالہ پالیسی اس بات کی مظہر ہے کہ وہ ذہنی طور پر عربوں کے مفادات کے حامی ہیں اور مختلف مواقع پر اُن سے تعاون کرتے رہے ہیں۔ میں اس سلسلے میں ایک خصوصی افریقی ریاست کا نام لوں گا، جس کے سربراہ مسلمان ہیں اور انھوں نے ہر موقع پر جہاں تک ممکن ہو سکا، ہماری بھرپور اعانت کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ انھیں اس مشن کا سربراہ بنایا جائے اور اُن کے ذریعے باقی دو ممالک سے بھی رابطہ قائم کیا جائے۔ میرے منصوبے کا دوسرا مرحلہ ان آبدوزوں کو تباہ کرنا ہے جو اسٹیفن براکوڈا کی ملکیت ہیں، اس کے لیے بھی ہمیں انتہائی جدید پیمانے پر تیاری کرنی ہو گی۔"

میں نے جوناتھن کے منصوبے کی تمام جزئیات پر روشنی ڈالی اور نہایت باریک بینی سے اس کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک ایک بات واضح کر دی۔ جب میں خاموش ہُوا تو تقریباً دس منٹ تک پورے ہال پر اس طرح سکوت طاری رہا جیسے وہاں کوئی موجود نہ ہو۔ سب ہی کے چہروں پر سنسنی نظر آ رہی تھی پھر اس منصوبے پر بحث ہونے لگی اور ہال میں مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ دیر تک گونجتی رہی۔ باہر سے آئے ہوئے نمائندوں نے اپنے اپنے فیصلے تحریری شکل میں ایک دوسرے کو دکھائے، ووٹنگ ہوئی اور ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا، جس نے اس منصوبے کی مخالفت کی ہو۔ اس کے بعد یہ اعلان کیا گیا کہ ہمارا پیش کیا ہُوا منصوبہ اُن تمام منصوبوں سے کہیں بہتر ہے جو اب تک پیش کیے گئے تھے۔ بالآخر متفقہ طور پر اس منصوبے کی منظوری دے دی گئی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ کون سی ذمّے داری کون قبول کرے۔ چنانچہ اس کے لیے نامزدگی کی جانے لگی۔ ایک وفد کو ان تین افریقی سربراہوں سے ملنے کے لیے منتخب کیا گیا۔ دوسرے وفد کے سپرد وہ تیاریاں کی گئیں جو اُن آبدوزوں کو تباہ کرنے کے سلسلے میں تھیں۔ اس سلسلے میں کچھ متبادل تجاویز بھی زیرِ بحث آئیں تاکہ اگر کسی موقع پر کوئی نئی صورتِ حال پیش آ جائے تو اُن پر عمل کیا جا سکے۔

یہ کانفرنس غیر متوقع طور پر طویل وقت تک جاری رہی اور پورے گیارہ گھنٹے اس میں صرف ہو گئے لیکن اس کے باوجود بھی کچھ کام باقی رہ گیا تھا، جس کے لیے فیصلہ کیا گیا کہ دوسرے دن بھی کانفرنس کی کارروائی جاری رکھی جائے۔ تمام لوگ پوری پوری دلچسپی لے رہے تھے اور میں تقریباً سب کی نگاہوں کا مرکز تھا۔

دوسرے دن کی کانفرنس میں ایک ملک کے نمائندے نے تجویز پیش کی کہ مجھے اس تمام پروگرام کا نگرانِ اعلیٰ بنا دیا جائے۔ میں نے مؤدبانہ عرض کیا کہ اس طرح میں تقسیم ہو جاؤں گا اور جامع طور پر اپنی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکوں گا، چنانچہ بہتر یہی ہو گا کہ اس منصب کے لیے کسی اور کا انتخاب کیا جائے البتہ میں نے خود کو بڑے آپریشن کے لیے انچارج کی حیثیت سے پیش کر دیا، اس کے علاوہ مجھے خصوصی طور پر یہ ذمّے داری سونپی گئی کہ پروگرام نمبر آٹھ پر میری نگرانی رہے۔ پچھلے دن کی پلاننگ کے مطابق اس تمام پروگرام کو بارہ حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور اس کے لیے گروپنگ کر دی گئی تھی۔ چنانچہ گروپ نمبر آٹھ کے ساتھ مجھے ایک افریقی ریاست بھی جانا تھا جہاں کئی انتہائی اہم امور نمٹانا تھے۔ اس سفر کے لیے وقت کا تعین بھی کر لیا گیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی بجٹ کا معاملہ بھی طے ہو گیا تھا۔ سربراہ ملک نے فراخدلانہ پیش کش کی تھی۔ سلائن آف کرونزل کی بقا کے لیے سب ہی مستعد تھے۔

میرے قیام کے لیے فی الحال مسعود طلحہ کی خواہش پر ایکوٹمن ہی مخصوص کر دیا گیا تھا کیونکہ اس سلسلے کی ابتدائی کارروائیاں اعلیٰ سطح پر ہونا تھیں، اس کے بعد ہی ہمارے اصل کام کا آغاز ہونا تھا۔ کانفرنس کے اختتام پر مجھے اور پروفیسر جوناتھن کو خصوصی مبارک باد پیش کی گئی۔ اس کے بعد نہایت محبّت اور اپنائیت کے ساتھ تمام خصوصی نمائندوں نے مجھ سے ذاتی طور پر ملاقات کی اور پھر رخصت ہو گئے۔ مجھے بہت سی پیش کشیں بھی کر دی گئی تھیں۔ درحقیقت یہ میری خدمات کا بھرپور صلہ تھا اور مجھے اپنے اس کیریئر کے دوران اس وقت سے زیادہ خوشی کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔

تیروڈا میں بہت زیادہ قیام نہیں رہا البتہ پروفیسر جوناتھن نے مجھ سے کچھ دن کی رخصت چاہی تھی۔ وہ اپنے طور پر تیروڈا میں رہ کر کچھ کرنا چاہتے تھے اور انھوں نے مجھ سے کہا تھا "علی! میں واپس آؤں گا تو اس نئے پروگرام کے حوالے سے تمھارے لیے دلچسپ تحائف لاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے پروفیسر، میں ایکوٹمن میں آپ کا انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

مسعود طلحہ کے ساتھ میں ایکوٹمن چل پڑا۔ یہاں کے معمولات بدستور تھے، کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ مسعود طلحہ بھی ایک گروپ میں شامل ہو گیا تھا اور اسے اپنے کام کی تکمیل کے لیے روانہ ہونا تھا۔ چنانچہ دوسرے دن وہ مجھے عائشہ کے سپرد کر کے چلا گیا۔

عائشہ نے مجھ سے اس نئے مشن کے بارے میں تمام تفصیلات پوچھیں اور اس کے بعد بولی "علی، اگر تہذیب یہاں ہوتی تو تمھاری کامیابیوں کو دیکھ کر کتنا خوش ہوتی۔ سان لو میری بات، جب تک تم مصروف نہیں ہوتے، اس وقت تک کے لیے ہی سہی، تہذیب کو یہاں بُلا لو۔"

"نہیں عائشہ، پلیز اس کے لیے ضد نہ کرو۔ میں تمھیں اپنے جذبات سے آگاہ کر چکا ہوں۔" عائشہ خاموش ہو گئی۔

بُڈا اور میکنو کو جب میری آمد کی اطلاع ملی تو دونوں میرے پاس پہنچ گئے۔ میں نے اُن سے اُن کی مصروفیات کے بارے میں پوچھا تو بڈا نے اپنی آوارگیوں کی رپورٹ دینا شروع کر دی لیکن میں نے اُسے ڈانٹ کر چُپ کرا دیا اور میکنو کی طرف دیکھا۔

"کیا تم بھی بڈا کے ساتھ ہی آوارہ گردی کر رہے ہو میکنو؟"

"نہیں چیف! مجھے اس قسم کی فضولیات سے دلچسپی نہیں ہے۔ یہاں میرے بہت سے دوست موجود ہیں اور میں اُن کے ساتھ بہت خوش ہوں۔"

"ایک بات بتاؤ میکنو! سان بین کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"مشرقی علاقے کا ایک قبیلہ ہے اور اس علاقے کے طاقتور قبائل میں اس کا شمار ہوتا ہے۔"

"اس کی زبان کیا افریقہ کی تمام زبانوں سے مختلف ہے؟"

"نہیں چیف! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"کبھی اس طرف کا رُخ کیا ہے؟"

"نہیں، صرف سُنا ہے اس کے بارے میں۔ کوئی خاص بات؟"

"ہاں، ممکن ہے تمھیں میرے ساتھ سان بین چلنا پڑے۔"

"چلوں گا چیف، مجھے آپ کے حکم کا انتظار رہے گا۔" میکنو نے جواب دیا۔

اُس کے بعد میں اس پُرسکون علاقے میں وقت گزاری کرنے لگا۔ عائشہ سے زیادہ خیال رکھنے والی میزبان اور کون ہو سکتی تھی۔ ایک ایک لمحہ میرا خیال رکھتی تھی۔

مسعود طلحہ پانچویں دن واپس آیا اور ایک دن قیام کر کے پھر چلا گیا۔ اس طرح تقریباً چھبیس دن یہاں گزر گئے۔ ستائیسویں دن مسعود طلحہ پھر واپس آیا۔ اس بار اُس کی واپسی بذریعہ ہیلی کاپٹر ہوئی تھی۔ اُس نے مجھے اپنی اس دوران کی مصروفیات سے آگاہ کرنے کے بعد روانگی کی تیاری کے لیے کہا۔ اس کے ساتھ چلنے کے لیے مجھے بھلا کیا تیاری کرنی تھی، میں ہر طرح تیار تھا، چنانچہ مسعود طلحہ کے ساتھ چل پڑا۔

پہلے ہمیں تیروڈا جانا تھا پھر وہاں سے آگے سفر کرنا تھا۔ تیروڈا تک ہیلی کاپٹر کا سفر خاموشی سے ہی طے ہُوا۔ میں اور مسعود اپنی اپنی سوچوں میں گُم رہے اور پھر اس وقت ہی چونکے جب ہیلی کاپٹر نے تیروڈا کے ہیلی پیڈ پر لینڈ کیا۔ یہاں سب سے پہلے میری ملاقات پروفیسر جوناتھن سے ہوئی۔

"جب مجھے معلوم ہُوا کہ آپ خود یہاں آ رہے ہیں چیف، تو میں نے ایکوٹمن آنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔" پروفیسر نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ سُنائیں پروفیسر۔" میں نے کہا "روز و شب کیسے گزر رہے ہیں؟"

"انتہائی پُرسکون اور اطمینان بخش۔ رمبارڈو گیا تھا، وہاں سے آگے بھی گیا تھا اور اب مسٹر شہاب فائق کے ساتھ یہاں موجود ہُوں۔ شہاب فائق رمبارڈو ہی سے میرے ساتھ آئے ہیں۔"

میں نے سوالیہ نگاہوں سے مسعود طلحہ کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگا "گروپ نمبر آٹھ کے سربراہ شہاب فائق ہی ہیں اور اب آپ کو اُن کے ساتھ جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

مسعود طلحہ نے مجھے شہاب فائق سے ملایا۔ وہ ایک دراز قامت عرب تھے۔ چہرے ہی سے ذہانت ٹپکتی تھی اور جسم کسی پُھرتیلے برق رفتار چیتے کی مانند تھا۔ پروگرام نمبر آٹھ کا مکمل چارٹ اُن ہی کے پاس تھا۔ مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے انھوں نے مسرور لہجے میں کہا "آپ سے مل کر دلی مسرت ہوئی مسٹر علی! آپ کے ساتھ کام کرتے ہوئے میں فخر محسوس کروں گا۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا "بہتر ہو گا کہ ہم تکلّفات کو بالائے طاق رکھ دیں اور اپنے اصل مقصد پر توجہ دیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یقیناً، یقیناً" شہاب فائق نے جلدی سے کہا "میں آپ کے سامنے اپنے آئندہ پروگرام کی تفصیلات پیش کرنا چاہتا ہوں"

"میں ہمہ تن گوش ہوں"

شہاب فائق نے مجھے تمام تفصیلات سے آگاہ کیا اور میں مسرور انداز میں گردن ہلانے لگا۔ شہاب نے مجھے کچھ تصاویر بھی دکھائی تھیں جو ایک جہاز کی تھیں اور یہی وہ جہاز تھا جو ہماری اس مہم میں ایک اہم کردار ادا کرنے والا تھا۔

شہاب، پروفیسر جوناتھن، طلحہ اور میں ایک نئے سفر پر روانہ ہوگئے جس کا اختتام ایک ایسی افریقی ریاست میں ہوا جو تمام افریقی ریاستوں میں ایک نمایاں مقام رکھتی تھی۔ وہاں ہمارا استقبال بڑی سادگی سے کیا گیا پھر ہمیں صدارتی محل میں پہنچا دیا گیا، جہاں افریقی ریاست کے ایک نامور صدر نے ہمارا استقبال کیا۔ اس کی سحر انگیز شخصیت فوراً ہی دل پر اثر انداز ہوئی تھی۔

ہمیں نہایت عزت و احترام کے ساتھ رات کے کھانے میں شریک کیا گیا اور اس کے بعد کافی دیر تک میں اس معزز و محترم شخصیت سے گفتگو کرتا رہا۔ دوسرے دن صدرِ مملکت ہمیں بذاتِ خود اس منصوبے کا معائنہ کرانے لے گئے جو اس سلسلے میں سب سے نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ شہاب فائق نے اس عجیب و غریب جہاز پر پہنچ کر مجھے اس کے بارے میں تفصیلات بتانا شروع کردیں۔ یہ جہاز پرانا ہی تھا اور اس کا اوپری حصہ جو سامنے نظر آتا تھا، انتہائی معمولی نوعیت کا تھا لیکن جب میں اس کے تہ خانے میں اُترا تو یہ دیکھ کر مجھے اطمینان ہوا کہ پورا تہ خانہ جدید ترین جنگی آلات سے آراستہ تھا۔ مجھے اس تیز ترین کارکردگی پر حیرت بھی ہوئی کیونکہ جو کچھ بھی میری نظروں کے سامنے تھا، وہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ بہرحال جن لوگوں کو بھی یہ ذمے داری سونپی گئی تھی، انھوں نے کمال مہارت و برق رفتاری کا ثبوت دیا تھا۔

جہاز پر موجود آپریٹرز نے شہاب فائق کے ساتھ مل کر مجھے اس جہاز کی کارکردگی سے روشناس کرایا اور اس کی خوفناک قوتوں کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ میں ایک ایک چیز کو بڑی دلچسپی اور حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ شہاب فائق اس جہاز کا کیپٹن تھا اور اُسی کی نگرانی میں پروگرام نمبر آٹھ کے تحت اس جہاز کی تکمیل ہوئی تھی۔ وہ تمام سامان اس میں بار کر دیا گیا تھا جس کی ہمیں ضرورت پیش آسکتی تھی۔ خصوصی نقشے جہاز میں موجود تھے جن کے ذریعے ہم عام سمندری راستوں سے ہٹ کر لونیکا کی جانب سفر کرسکتے تھے۔۔۔۔

شہاب فائق ایک باقاعدہ تربیت یافتہ کپتان تھا۔ اُس نے اپنی مہارت اور تجربے کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور پھر میں نے اُن سب کو اس کامیاب کوشش پر اپنی طرف سے دلی مبارکباد دی۔ یقیناً اُن کی یہ کاوش قابلِ داد تھی اور سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اتنے مختصر وقت میں اتنی جامع تیاریاں کی گئی تھیں، یہ معمولی بات نہیں تھی۔ اس سلسلے میں شہاب فائق نے مجھے بتایا کہ جنابِ صدر کی ذاتی دلچسپی اور توجہ اس برق رفتاری سے کام کرنے کا باعث بنی، ورنہ بہت سی مشکلات پیدا ہوسکتی تھیں۔ شہاب فائق نے مجھے بتایا، اس سلسلے میں مقامی حکومت کے سربراہ نے ذاتی طور پر کافی سرمایہ فراہم کیا ہے اور خود اپنے خصوصی طیارے میں دُنیا کے دو ترقی یافتہ ممالک کا سفر کیا ہے جہاں سے انھوں نے اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے کام لے کر وہ چیزیں مہیا کی ہیں، جن کا حصول کسی حد تک مشکل نظر آتا تھا۔

کافی دیر تک جہاز پر رہنے کے بعد میں نے پُراعتماد انداز میں گردن ہلادی اور اس کے بعد شہاب فائق سے اس سلسلے میں سوال کیا "روانگی کے لیے کتنا وقت درکار ہوگا؟"

"آج سے تیسرے دن ہم لوگ یہاں سے روانہ ہوجائیں گے اور اب آپ کو اپنے ڈیپارٹمنٹ کی ترتیب کرلینی ہے"

اسی دن مجھے اس خوبصورت شہر کے ایک دُور دراز پہاڑی علاقے میں لے جایا گیا، جہاں ایک پرانا محل نظر آرہا تھا۔ یہ پرانا محل بھی سربراہِ مملکت کا تھا۔ یہاں پہنچ کر مجھے محل کے ایک اندرونی گوشے میں لے جایا گیا اور تقریباً اسی افراد کو وہاں موجود دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ عجیب و غریب شکلوں کے مالک تھے لیکن بعد میں مجھے اندازہ ہوا کہ انھوں نے یہ سوانگ بھرا تھا۔ اُن کے چہروں پر کدو جیسی کسی ترکاری کے خول چڑھے ہوئے تھے، جن پر مختلف قسم کے نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ جسم تندرست و توانا تھے اور اُن پر بھی عجیب و غریب نقوش بنے ہوئے تھے۔ کوئی ڈھانچے کی شکل میں رنگا ہوا نظر آرہا تھا، کسی نے اپنے بدن پر جلی جیسے بال بنائے تھے۔ ہڈیوں اور منکوں کی مالائیں اُن کے جسموں پر پڑی ہوئی تھیں۔ زیریں بدن ڈھکے ہوئے تھے۔ اُن سب نے کھڑے ہوکر میرا استقبال کیا۔ میں تو انھیں دیکھ کر ہی متحیر رہ گیا تھا۔

شہاب فائق نے بتایا "ان سب کا تعلق سان بین سے ہے لیکن یہ اس ریاست میں طویل عرصے سے زندگی گزار رہے ہیں اور تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ اچھے اچھے عہدوں پر فائز ہیں لیکن جو شکل انھوں نے اس وقت آپ کے سامنے پیش کی ہے مسٹر علی، یہ سان بین کے رہنے والوں کی اصلی شکل ہے، وہ اسی طرح سوانگ بھرا کرتے ہیں اور یہی اُن کی روایات ہیں"

"نہایت شاندار میرے خیال میں یہ انتظام ہماری توقع سے زیادہ ہے"

"ہاں، یہ بھی جنابِ صدر کی کاوشیں ہیں، جب سان بین کا نام اُن کے سامنے پیش کیا گیا اور صورتِ حال کسی حد تک اُن کے علم میں لائی گئی تو انھوں نے ان افراد کے بارے میں بتایا جو یہاں موجود تھے اور سان بین ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ اب آپ فرمائیں، آپ کا کیا خیال ہے؟"

"میں اس انتظام سے مطمئن ہوں اب ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سان بین قبیلے کے افراد لونیکا کے لیے روانہ ہوئے یا نہیں؟"

"اس سلسلے میں ہمیں تھوڑا سا رسک لینا پڑے گا یعنی اگر سان بین کے لوگ بھی لونیکا کے لیے چل پڑے ہیں تو ہمیں بھی اپنے طور پر وہاں جگہ بنانا پڑے گی کس طرح؟ یہ آئندہ کے حالات پر منحصر ہے۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ سان بین قبیلے کے تھوڑے ہی افراد وہاں پہنچیں اور مزید اُن میں شامل ہوجائیں تو بہت زیادہ پریشانی کی بات بھی نہیں ہے تاہم یہ خطرہ مول لینا پڑے گا"

"ٹھیک ہے شہاب، میں اس میں کوئی ہرج نہیں سمجھتا۔ ویسے یہ لوگ کیا جدید اسلحہ بھی استعمال کرسکتے ہیں؟"

"کیا مسٹر جوناتھن نے اپنی اس تجویز کے بارے میں نہیں بتایا جو اس سلسلے میں انھوں نے پیش کی تھی؟" شہاب فائق نے کہا۔ اور میں چونک کر جوناتھن کی طرف دیکھنے لگا۔

"میری تو مسٹر علی سے ابھی کوئی بات ہی نہیں ہوئی شہاب صاحب!"

"اوہ! ویسے مسٹر علی، مسٹر جوناتھن ہتھیاروں کی ڈیزائننگ میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ یہ دیکھیے، یہ کلہاڑی ہے، کیا آپ اس بات سے انکار کرسکتے ہیں؟" شہاب نے اُن لوگوں کے پاس رکھی ہوئی ایک کلہاڑی اُٹھالی اور اُسے میری طرف بڑھادیا۔

میں نے کلہاڑی ہاتھ میں لے کر دیکھی۔ زیادہ وزنی نہیں تھی۔ اُس کے دستے کا رنگ لکڑی کی مانند تھا لیکن وہ دستہ لکڑی کا نہیں تھا۔ سامنے کے حصے میں ایک خول چڑھا ہوا تھا اور کلہاڑی کا پھل ہاتھ میں لینے کے بعد عجیب و غریب ثابت ہوا۔ بہ ظاہر وہ کلہاڑی کا پھل نظر آتا تھا، اس کے نچلے حصے میں دھار بھی تھی لیکن مجھے اندازہ ہوگیا کہ دھار سے اوپر کا حصہ ٹھوس لوہے کا بنا ہوا نہیں ہے بلکہ اُس میں کچھ اور تھا۔ شہاب فائق نے اس کلہاڑی کا استعمال مجھے بتایا اور میں نے دل ہی دل میں جوناتھن کی تعریف کی، یہ کلہاڑی نہیں بلکہ ایک طرح کی چھوٹی بریِن گن تھی، جس کا دستہ نال کی حیثیت سے استعمال ہوتا تھا اور پھل میں تھوڑی سی تبدیلی کرلینے سے ٹرائیگر نکل آتا تھا۔ اس کا میگزین بھی بہت ہی عجیب و غریب طریقے سے ایک حصے میں لگایا جاتا تھا اور یہ مسلسل گولیاں اُگل سکتی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے حیران نگاہوں سے شہاب فائق کی طرف دیکھا تو اُس نے مسکراتے ہوئے پروفیسر جوناتھن کی طرف اشارہ کردیا۔

"میں آپ سے یہی تو عرض کر رہا تھا، یہ ڈیزائننگ اور ان ہتھیاروں کی یہ کارکردگی پروفیسر جوناتھن کی ذہانت و محنت کا نتیجہ ہے اور یہی نہیں، آپ ذرا یہ نیزے دیکھیے! کیا آپ کو یہ نیزے نہیں معلوم ہوتے؟"

"اس میں بھی کچھ ہے؟" میں نے گہری سانس لے کر پوچھا۔

"ہاں، تھوڑی سی تبدیلی سے یہ نیزے دُور مار دُنالوں میں تبدیل ہوسکتے ہیں۔ یہ دیکھیے اس طرح" شہاب فائق نے ایک چھوٹی سی نال اُٹھائی اور نیزے کے نچلے حصے میں فٹ کردی اور اس کے بعد ایک بٹ اُٹھایا اور اُسے نیزے کے پھل کے قریب فٹ کردیا پھر اس میں تھوڑی سی اُلٹ پلٹ کرنے کے بعد اُس نے نیزہ میرے ہاتھ میں تھمادیا۔ میں حیران نگاہوں سے اس تمام کارروائی کو دیکھ رہا تھا پھر میں نے پروفیسر جوناتھن کی طرف دیکھا اور جوناتھن مسکرانے لگا۔

"اور اس قسم کے کتنے ہتھیار تیار کرائے گئے ہیں؟"

"جتنی آپ کو ضرورت ہو۔ دراصل پروفیسر جوناتھن نے تو ہم کو اور بھی دوسری بہت سی راہیں دکھائی ہیں" شہاب فائق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ ان انتظامات سے بحیثیت کپتان بالکل مطمئن ہیں شہاب صاحب؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، یہ حقیقت ہے کہ میں جہاز رانی سے متعلق رہا ہوں اور سمندری سفر کا مجھے خاصا تجربہ ہے لیکن کسی جنگی جہاز سے میری کبھی وابستگی نہیں رہی ہے۔ یہاں جو جنگی اسلحہ نصب کیا گیا ہے اس کے صحیح استعمال سے میں واقف نہیں ہوں۔ سوائے اس حد تک کہ جس حد تک مجھے بتایا گیا ہے"

"اس سلسلے میں جنگی کارروائیوں کا انچارج کسے مقرر کیا گیا ہے؟"

"اس کے بارے میں ہمیں ابھی تک اطلاع نہیں دی گئی۔ تمام کام نہایت رازداری سے ہو رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس جہاز میں جنگی کارروائیوں کی کمان کون سنبھالے گا لیکن یقیناً کوئی ایسا ہی آدمی ہوگا جو ان ہتھیاروں کے استعمال سے پوری پوری واقفیت رکھتا ہو"

"بہرطور جہاں تک میں نے دیکھا ہے، اُس سے تو بڑا اطمینان محسوس ہوتا ہے اور یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ ہمیں اپنی کوششوں میں کامیابی ہوگی"

ہم وہاں سے واپس چلے آئے۔

میں نے پروفیسر جوناتھن سے ان ہتھیاروں کو ڈیزائن کرنے کے بارے میں تفصیلات پوچھیں تو پروفیسر جوناتھن نے کہا "یہی تو سب کچھ کرتا رہا ہوں میں لیکن لائن آف کروزل کی اسلحہ فیکٹریوں کی کارکردگی کا تمھیں اس بات سے اندازہ ہوجانا چاہیے علی کہ میرے ڈیزائن کیے ہوئے ہتھیار نہایت آسانی سے تیار کردیے گئے۔ یہ لائن آف کروزل ہی کی ایک فیکٹری کے تیار کردہ ہتھیار ہیں"

"بہت نفیس ہیں، خاص طور سے ان کی ڈیزائننگ کا کوئی جواب نہیں پروفیسر جوناتھن۔ آپ نے صورتِ حال کا صحیح اندازہ لگایا۔ ہمیں ان سے بڑی مدد مل سکتی ہے"

"اور بھی بہت سی چیزیں ہوں گی علی جو ہم ضرورت پڑنے پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

استعمال کر سکتے ہیں۔ تمہیں یہ بات مدِنظر رکھنی چاہیے کہ اسٹیفن براکووا کو جدید ترین ہتھیاروں کی سہولت حاصل ہوگی اور ہمیں اُن ہتھیاروں کا مقابلہ کرنا ہے۔"

"یہ اندازہ نہیں ہو رہا مسٹر جوناتھن کہ اسٹیفن براکووڈا اپنے کام میں تساہل کیوں برت رہا ہے یا یہ کہ اُسے ابھی تیاریوں کے لیے مزید کتنا وقت درکار ہے۔ میں تو یوں سمجھ لیجیے کہ ہر دن اور ہر رات کو طویل تر محسوس کرتا ہوں۔"

"بلاشبہ، یہ معلومات نہ ہونے سے ہمیں بعض اُلجھنوں کا سامنا تو ہے تاہم یہ کارروائیاں جتنے مختصر وقت میں ہوئی ہیں، یہ بھی معمولی بات نہیں ہے۔"

یہاں تین دن قیام کرنا پڑا اور اس کے بعد ہم وہاں سے رخصت ہو کر واپس تیروڈا چلے آئے جہاں اس پروگرام کو آخری شکل دی جا رہی تھی۔ تیروڈا میں میری ملاقات فیضان نشتر سے کرائی گئی جو صورت ہی سے ایک کٹر فوجی معلوم ہوتا تھا۔ انتہائی پُررعب چہرہ، بہترین قدوقامت، عمر تقریباً پچاس سال، آنکھوں میں ذہانت کی چمک، بدن میں پھرتی۔ اس شخص کے بارے میں مجھے بتایا گیا کہ یہ جہاز پر جنگی کمانڈر ہوگا اور اسی کی کمان میں جہاز سے جنگی کارروائیاں کی جائیں گی۔ فیضان ایک پھرتیلا انسان تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک لمحے کے لیے بھی شگفتگی یا مسکراہٹ نہیں آتی تھی۔ بس ایک روبوٹ معلوم ہوتا تھا جو مشینی انداز میں عمل کرنے کا عادی ہو۔ پھر تیروڈا میں میری ملاقات آخری بار لزی اور کینس سے ہوئی۔ یہ ملاقات مسعود طلحہ نے کرائی تھی۔ لزی بالکل سنجیدہ تھی اور غیر مطمئن نظر نہیں آ رہی تھی جب کہ کینس کے انداز میں وہی بے پروائی اور شگفتگی تھی۔ اُس نے بے اختیار مجھ سے پوچھا۔

"بڈ کہاں گیا؟ کون سے ایسے اہم مشن پر گیا ہے وہ کہ اُسے فرصت ہی نہیں مل رہی۔ حالانکہ اُس نے مجھ سے بہت سے وعدے کیے تھے لیکن سخت دغاباز انسان ہے۔"

"وہ مصروف ہے کینس۔" میں نے مختصراً کہا۔

"تمہیں بڈ میں دلچسپی نہیں لینا چاہیے کینس، ہماری اور اُس کی راہیں الگ الگ ہیں۔" لزی نے کینس کو سرزنش کی۔

"میں تو ایسے ہی پوچھ رہی ہوں، دلچسپی لینے کا کیا سوال ہے۔" کینس نے بے پروائی سے کہا۔

"ہمارے لیے کینیڈا جا کا بندوبست کر دیا گیا ہے علی۔ میں نے خود ہی وہاں کی فرمائش کی تھی۔ میرا خیال ہے یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ مجھے بیارڈو پہنچا دیا جائے گا اور وہاں سے میں کینیڈا کے لیے روانہ ہو جاؤں گی۔ بہرطور علی، تمہارا بہت بہت شکریہ اور میں مطمئن ہوں کہ میں نے غلط لوگوں سے رابطہ نہیں قائم کیا۔ میرے لیے دُعا کرنا کہ زندگی کے نئے مرحلے میں داخل ہو کر کامیابی سے آگے بڑھ سکوں۔" لزی نے کہا۔

"لزی! تمہارے تعاون کو ہم میں سے کوئی کبھی نظرانداز نہیں کرے گا اور اگر زندگی میں کبھی موقع ملا تو تم سے ملاقات ضرور ہوگی۔ ویسے تم اطمینان رکھو، کینیڈا جا کر تمہیں فوری طور پر کسی قسم کی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ میں اس کے لیے بھی ان لوگوں سے بات کر لوں گا۔"

"نہیں علی، اب کسی بات کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ وہاں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ یہ انتخاب میں نے خود کیا ہے کیونکہ میری یادداشت میں کچھ ایسے لوگ محفوظ ہیں، جن کا قیام کینیڈا میں ہے۔ اگر میں اُن سے ملاقات کروں تو وہ میری مدد کر سکتے ہیں۔"

پھر میں لزی اور کینس سے رخصت ہو گیا۔ مسعود طلحہ نے مجھے بتایا کہ بڈ اور میکنو کو بھی طلب کر لیا گیا ہے تاکہ وہ اس مشن میں تمہارے ساتھ شریک ہو جائیں۔

بڈ اور میکنو سے میری ملاقات ہوئی اور پھر اُس کے بعد ہم لوگ ساتھ ہی مقیم ہو گئے۔ میں اب بے چینی سے اس آپریشن کی ابتدا کا انتظار کر رہا تھا۔ تقریباً تمام مراحل سے فراغت حاصل ہو گئی تھی اور اب میرے ذہن پر یہ مہم سوار تھی۔

پھر ایک دن شہاب فائق نے مجھ سے ملاقات کی اور بولا۔ "ہم آج ہی شام روانہ ہو رہے ہیں۔ یوں سمجھ لیجیے ہمارے کام کا آغاز آج رات سے ہو جائے گا۔ میرا مطلب ہے آدھی رات یا اُس کے بعد کا کوئی وقت۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گردن ہلا دی تھی۔ اُس افریقی ریاست روانہ ہونے کے لیے میرے ساتھ فیضان نشتر، پروفیسر جوناتھن، شہاب فائق، بڈ اور میکنو تھے

ہم چھ افراد ایک ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہی وہاں پہنچے تھے اور ہیلی کاپٹر سیدھا اس پورٹ پر اترا تھا جو عام پورٹ سے ذرا ہٹ کر تھا اور یہی وہ جگہ تھی جہاں میں نے وہ جنگی جہاز دیکھا تھا جسے روانہ ہونا تھا۔ یہاں تمام تیاریاں مکمل کر دی گئی تھیں۔

افریقی ریاست کے صدر نے ہمیں پُرجوش انداز میں الوداع کہا اور اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ وہ خود اس مہم میں شریک نہیں ہو رہے، جب کہ یہ اُن کی دلی خواہش تھی۔ اسٹیمر نے ہمیں جہاز پر پہنچا دیا۔ شہاب فائق نے فوراً ہی کیپٹن کا منصب سنبھال لیا جبکہ فیضان نشتر جہاز کے نچلے حصے میں پہنچ گیا تھا۔ غالباً اُس کا رابطہ اس عملے سے تھا جو جہاز کے نچلے حصے میں جدید ساخت کی مشین کنٹرول کر رہا تھا۔ نچلے حصے سے ہمیں کوئی غرض نہیں تھی۔ فیضان نشتر نے وہاں اپنی کمان قائم کر لی تھی اور اس نے پروفیسر جوناتھن کو ساتھ رکھا تھا۔ شہاب فائق نے مجھے ہر چیز کی شناخت کرا دی۔ وہ اسّی افراد جن کا تعلق قبیلہ سان بین سے بتایا گیا تھا، جہاز پر موجود تھے اور اس وقت اچھے خاصے معقول لباس میں تھے۔

مکمل تیاریوں کے بعد صبح کو تقریباً پونے پانچ بجے جہاز نے ساحل چھوڑ دیا، لنگر اُٹھا لیے گئے اور ہم اپنی نئی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ بڈ اور میکنو عرشے پر کھڑے عجیب سی نظروں سے ساحل کو گھور رہے تھے۔ میں ایک الگ گوشے میں جا کھڑا ہوا تھا۔ اس وقت تنہائی زیادہ اچھی لگ رہی تھی کیونکہ اس طرح ذہن کو سوچنے کی آزادی ہوتی ہے۔ ساحل آہستہ آہستہ نگاہوں سے دُور ہوتا رہا اور جب صبح کی روشنی پھوٹی تو آبادی کے دُھندلے سائے گم ہو چکے تھے۔ اب چاروں طرف بیکراں سمندر تھا، دیوپیکر موجیں تھیں اور خیالات کے وہ عظیم طوفان تھے، جو ذہن میں برپا تھے۔

شہاب فائق نے جہاز پر مکمل کنٹرول قائم کرنے کے بعد اور اُسے صحیح سمت روانہ کرنے کے بعد مجھ سے ملاقات کی۔

"مسٹر علی! اپنے آپ کو یوں تن تنہا نہ چھوڑا کریں۔ آپ کی معیت ہم سب کے لیے باعثِ دلکشی ہے۔ ویسے اس سفر کے بارے میں آپ کے کیا خیالات ہیں؟"

"کوئی خاص نہیں شہاب، بس میں کامیابی کا خواہاں ہوں۔"

"ہمیں کامیابی ہوگی علی! خدا کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی، ہم نیک جذبات لے کر نکلے ہیں۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"علی، میں آپ کو ایک شخص سے ملانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ نے ابھی تک اپنے ساتھیوں سے ملاقات نہیں کی؟"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کا گروپ ابھی تک آپ سے صحیح طور پر متعارف نہیں ہو سکا۔ آئیے میں آپ کو اُن لوگوں سے ملاؤں جن کا تعلق سان بین سے ہے اور جو مشن کے دوسرے مرحلے پر آپ کے ماتحت ہوں گے۔"

سان بین قبیلے کے لوگوں میں تقریباً تمام افراد پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ تھے۔ مجھے شہاب فائق نے ایک شخص سے ملایا جس کا نام اوٹوکان تھا۔ اُسے انگریزی میں گفتگو کرتے دیکھ کر مجھے مسرت ہوئی۔ میں نے اوٹوکان سے ہاتھ ملاتے ہوئے اُس سے اس کی خیریت پوچھی اور اُس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "گو آپ سے ہماری اب تک کوئی تفصیلی گفتگو نہیں ہوئی جناب لیکن ہم سب جانتے ہیں کہ آپ ہمارے مشن کے چیف ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں آئندہ پروگرام کے بارے میں بریف کریں۔"

"یقیناً مسٹر اوٹوکان۔" میں نے جواب دیا۔ "آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔"

اوٹوکان سیاہ رُو ضرور تھا لیکن اس کی شخصیت بہت دلچسپ ثابت ہوئی۔ شہاب نے اُس سے ملاقات کرا کے اپنا کام ختم کر دیا تھا۔ اس کے بعد میں اوٹوکان کے ساتھ اُن تمام بقیہ افراد سے ملا، جنہیں آئندہ اس مشن میں میرے ساتھ اہم کردار انجام دینا تھا۔

کافی دیر تک ہم گفتگو کرتے رہے۔ جوناتھن، بڈ اور میکنو بھی آ کر اس گفتگو میں شامل ہو گئے تھے۔ اور میں نے ان تینوں کا تعارف بھی اُن لوگوں سے کرا دیا تھا کیونکہ مشن میں جوناتھن، بڈ اور میکنو کی شمولیت بھی میرے ساتھ ہی تھی۔

رات کے کھانے پر جہاں جوناتھن، بڈ، میکنو اور میں موجود تھے، وہیں فیضان نشتر بھی تھا لیکن ہمیشہ کے مانند خاموش اور سنجیدہ۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے اس کی سنجیدگی کے بارے میں پوچھا۔

"خاموشی مجھے پسند ہے مسٹر علی، آپ میری طرف سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، میں آپ سے مکمل تعاون کروں گا۔ مسٹر جوناتھن میرے بہترین رفیق ثابت ہوئے ہیں، مجھے ان سے بہت مدد مل رہی ہے۔"

"مسٹر فیضان، میں آپ کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ یہ سفر دلچسپ انداز میں جاری رہے اور ہم آپس میں ایک دوسرے سے دوری محسوس نہ کریں۔"

"میں اپنے کام میں مصروف تھا اور میرا خیال ہے، مزید کچھ گھنٹے مصروف رہوں گا، اس کے بعد میں آپ کو کمپنی دے [illegible] گا۔" فیضان نشتر نے جواب دیا۔

کھانے کے بعد میں اپنے آرام دہ کیبن میں جا کر لیٹ گیا۔ پچھلی رات بھی سو نہیں سکا تھا۔ چنانچہ گہری نیند سو گیا۔ صبح کو بھی دیر تک سوتا رہا۔ طلوعِ صبح کا منظر گزر چکا تھا اور سورج نکل آیا تھا۔ پھر میں نے ناشتا کیا۔ جہاز کا سفر بدستور جاری تھا اور ابھی تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا جو قابلِ ذکر ہوتا۔

فیضان نشتر نے ناشتے کی میز پر مجھ سے ملاقات کی اور مسکرائے بغیر بولا۔ "میں نے اپنے آپ کو تبدیل کرنے کے بارے میں بہت سوچا ہے لیکن جو زندگی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے مسٹر علی، اس کے بعد مسکرانے کو میرا جی نہیں چاہتا۔ ذرا فلسفی قسم کا آدمی ہوں، اس دُنیا پر اکثر غور کرتا رہتا ہوں اور ذہن عجیب سی کیفیت کا شکار رہتا ہے۔"

میں فیضان سے دیر تک گفتگو کرتا رہا۔ پھر ہم ناشتے کے بعد ٹہلتے ہوئے عرشے پر نکل آئے۔ میں نے اس سے اُن جنگی ہتھیاروں کے بارے میں پوچھا جو جہاز میں موجود تھے۔

"یہ ہتھیار بہترین کارکردگی کے حامل ہیں۔" وہ بولا۔ "اور اگر خدا نے چاہا تو ہم اپنے دشمنوں پر ان کے ذریعے مکمل فتح حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ان کی تمام تفصیلات سے آگاہ کر دوں۔"

"یقیناً میری یہی خواہش ہے لیکن اس کا اظہار میں اس لیے نہیں کر سکا تھا کہ کہیں آپ اسے مداخلتِ بے جا نہ سمجھیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں، آئیے۔" فیضان نشتر نے نرم لہجے میں کہا۔

میں نے محسوس کیا کہ یہ شخص فطرتاً ہی خاموش طبع ہے لیکن دل کا بُرا نہیں ہے۔ جہاز کی نچلی سطح پر لے جانے کے بعد اس نے مجھے آپریشن کی تفصیلات بتانا شروع کر دیں۔ ایک بڑا سا اسکرین نظر آ رہا تھا جس کی نچلی سطح پر بٹن لگے ہوئے تھے۔ مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کی پیش کش کر کے اس نے اسکرین کے سامنے والی سیٹ سنبھال لی اور پھر کچھ بٹن آن کر دیے۔ اسکرین پر سمندر نظر آ رہا تھا۔ مچھلیاں پانی کی سطح پر نمودار ہوتیں اور پھر غائب ہو جاتیں۔ ان میں بعض بڑی بڑی مچھلیاں بھی تھیں۔ شارک مچھلیوں کے گھرانے سمندر میں آباد تھے اور ان کے غول کے غول نظر آ رہے تھے۔ غرض سمندر اور آسمان کے علاوہ اور کوئی ایسی چیز نہ تھی جو سامنے ہو۔ پھر اس نے کچھ اور بٹن دبائے اور اسکرین پر دوسرے مناظر اُبھرنے لگے۔ میں نے حیرت سے دیکھا۔ بہت سے آبی پودے نظر آ رہے تھے، چٹانیں اور نہ جانے کیا کیا۔ فیضان نے مجھے بتایا کہ اب ویژن کیمرے سمندر کی تہ کا جائزہ لے رہے ہیں۔

"اس طرح ہم اُن آبدوزوں کی تلاش میں آسانی سے کامیاب ہو سکتے ہیں۔" وہ بولا۔ "یہ جدید ترین آلات ہیں، ورنہ اس سے قبل صرف آبدوزوں کے سگنل موصول کیے جاتے تھے لیکن یہ تمام مشینیں اس دور کی جدید ترین ایجاد ہیں۔ ان کے ذریعے آبدوزوں کو سطحِ سمندر سے نیچے بھی دیکھا جا سکتا ہے اور ان کا نشانہ لیا جا سکتا ہے۔ مثلاً آپ وہ پہاڑی دیکھ رہے ہیں، وہ جس پر ایک بہت بڑا آکٹوپس نظر آ رہا ہے۔" فیضان نشتر نے ایک لیور کو دبانا شروع کر دیا اور پہاڑی کا منظر نمایاں ہوتا گیا۔ انتہائی خوفناک اور بہت بڑا آکٹوپس اس پہاڑی کے ایک حصّے میں موجود تھا۔ اس کے بعد اسکرین کا ایک حصّہ تاریک ہو گیا اور اس پر نمبر اُبھرنے لگے۔ میں غور سے ان نمبروں کو دیکھ رہا تھا۔ فیضان نے کہا۔ "یہ... یہ اس پہاڑی کا ناپ تول ہے۔ اس کی چوڑائی تقریباً ایک سو دس فٹ ہے اور اس کا فاصلہ اس وقت اس جہاز سے تقریباً تیرہ کلومیٹر ہے۔ اس طرح ہم وہ تمام اعداد و شمار حاصل کر سکتے ہیں جو ہمیں درکار ہوں۔ میں آپ کو تجربتاً یہ پہاڑی تباہ کر کے دکھاتا ہوں۔"

اس کے بعد اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے ایک گول سے پیالے نما آلے کو قریب کر لیا اور پھر کوڈ ورڈز میں اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا۔ اسکرین پر پہاڑی کا منظر نمایاں ہوتا جا رہا تھا۔ وہ مختلف نمبر دہرا رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے آخری حکم دیا۔ اسکرین پر ایک روشن نقطہ نمودار ہوا جس میں کئی رنگوں کی شعاعیں تھیں۔ وہ نقطہ اس برق رفتاری سے آگے بڑھا کہ اس پر نگاہ جمانا مشکل ہو گیا۔ پھر اس کے بعد روشنی کا ایک تیز جھماکا ہوا اور اسکرین پر چنگاریاں سی بکھر گئیں لیکن صرف ایک لمحے کے لیے اور اس کے بعد پہاڑی کے ٹکڑے سمندر میں منتشر نظر آئے۔

تھوڑی دیر کے بعد منظر صاف ہوتا چلا گیا اور فیضان کی آواز اُبھری۔ "آپ نے دیکھا مسٹر علی! پہاڑی کا کیا حشر ہوا ہے۔"

میری آنکھوں میں مسرت کی جھلکیاں نظر آنے لگیں۔ میں نے مسرور انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "نہایت اعلیٰ کارکردگی ہے مسٹر فیضان، میری طرف سے مبارک باد قبول کیجیے۔"

"شکریہ۔ انشاءاللہ ہم اپنے مشن میں سرخرو ہوں گے۔"

اس واقعے نے مجھے بہت متاثر کیا تھا اور میں بڑا پُرامید ہو گیا تھا۔ فیضان سے بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور اس کی طرف سے میرے دل میں جو اندیشے تھے، وہ سب کے سب دُور ہو گئے۔

میں وہاں سے نکل آیا اور باہر کے معاملات کا جائزہ لینے لگا۔ بڈ اور میکنو عموماً ساتھ دیکھے جاتے تھے۔ اس وقت بھی وہ عرشے پر کھڑے سمندر کو دیکھ رہے تھے۔ میں ٹہلتا ہوا ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

بڈ کہنے لگا۔ "چیف! مغرب میں کم از کم یہ خوبی ضرور ہے، وہ لوگ انسان کو زندگی سے بیزار نہیں ہونے دیتے۔ اگر اس جہاز پر چند خواتین بھی موجود ہوتیں تو سفر اس قدر خشک اور بور ثابت نہ ہوتا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ماحول میں دلکشی رہتی۔ میں اس احمق افریقی کو یہی بتا رہا تھا لیکن یہ مجھ سے متفق نہیں ہے۔"

"میں بھی تم سے متفق نہیں ہوں بڈ، لہٰذا اب اس مسئلے پر پروفیسر جوناتھن سے اور گفتگو کر کے دیکھ لو۔"

"کس کا نام لیا ہے چیف آپ نے، وہ بڑے میاں تو ویسے ہی زندگی سے بیزار رہتے ہیں۔" بڈ نے گہری سانس لے کر کہا۔

شہاب فائق تھوڑے فاصلے پر کھڑا نظر آیا تو میں مسکراتا ہوا اُس کی طرف بڑھ گیا اور اس سے اس سفر کے متعلق باتیں کرنے لگا۔

اوڈلو کان اور اس کے تمام ساتھی بالکل مطمئن تھے۔ میں نے اُن کے ساتھ ایک میٹنگ کی اور پھر اپنے منصوبے کی تفصیلات اُنھیں بتائیں۔ اوڈلو کان کہنے لگا۔ "چیف! کیا آپ نے وہ کشتیاں دیکھ لیں، جن کے ذریعے ہمیں سفر کرنا ہے؟"

"ہاں، مجھے وہ کشتیاں دکھا دی گئی ہیں۔"

"ایک بات ذرا مضطرب کر رہی ہے چیف!" اوڈلو کان نے کہا۔

"وہ کیا اوڈلو کان؟" میں نے سوال کیا۔

"اگر میرے قبیلے کے لوگ بھی بونیکا پہنچ گئے تو بونیکا میں آپریشن کے دوران اُنھیں ہمارا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے، میں ان

میں سے ہوں اور میرے ساتھی بھی، چنانچہ یہ ایک ناپسندیدہ بات ہو گی کہ ہم اپنے قبیلے کے افراد پر ہاتھ اُٹھائیں۔ آپ میرے کہنے کو سمجھ رہے ہوں گے؟"

"یقیناً، تم خاص طور سے اس بات کا خیال رکھنا اوڈلو کان، ویسے بھی میں سمجھتا ہوں کہ اُن بے چاروں کی سادگی نے اُنھیں سٹیفن برکوڈا کے ساتھ کر دیا ہے، ورنہ ظاہر ہے اُنھیں لائن آف کرونل سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔"

"بالکل بالکل چیف، میں اس کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔"

"تم مطمئن رہو اوڈلو کان، یہ نہ سمجھو کہ میں صرف چیف ہوں بلکہ میں تمھارا دوست بھی ہوں اور ہر مرحلے پر تم سے تعاون کروں گا۔" اوڈلو کان نے پھر میرا شکریہ ادا کیا اور گردن خم کر دی۔

تمام لوگ مستعدی سے اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ پھر اس سفر کی آٹھویں رات شہاب فائق نے مجھے بتایا کہ ہم منزل پر پہنچ گئے ہیں اور اب عام سمندری راستے سے ہٹنا ہے۔ وہ مجھے ساتھ لے کر پائلٹ کیبن کی جانب چل پڑا۔ اندر پہنچ کر اس نے ایک نقشے پر اس راستے کی نشاندہی کی جس پر اب ہمیں سفر کرنا تھا۔

"ہمیں تقریباً تیس گھنٹے سفر کرنا ہو گا اور اس کے بعد ہم اس جگہ پہنچ جائیں گے۔" اس نے نقشے پر ایک چھڑی سے نشاندہی کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہاں سے جہاز کا رُخ تبدیل کرنا ہے۔ تقریباً دس گھنٹے کے سفر کے بعد ہم جہاز پر اس قسم کے حالات پیدا کر دیں گے کہ وہ سمندری طوفان کا شکار معلوم ہو۔ اس کے بعد اُسے منزل کی جانب اس انداز میں بڑھانا ہے، جس سے یہ ظاہر ہو کہ ہم طوفان کے بعد راستہ بھٹک گئے ہیں۔ ظاہر ہے، وہاں نگرانی کا بندوبست ضرور کیا گیا ہو گا۔ اس کے لیے اُن لوگوں نے کیا انتظامات کیے ہیں، اس کے بارے میں قبل از وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

میں نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے اس کی بات کی تائید کی۔ صورتِ حال میری توقع کے مطابق تھی۔ شہاب فائق اپنی ذمے داریوں کے سلسلے میں پوری طرح چوکس تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد شہاب فائق نے انجن روم کو ہدایات جاری کرنا شروع کر دیں اور جہاز اپنا رُخ تبدیل کرنے لگا۔ عام سمندری راستے سے ہٹ کر اب ہم ایک ایسی سمت اختیار کر رہے تھے جس کا دوسرے جہاز رُخ نہیں کرتے تھے۔

اس راستے پر سفر کرتے ہوئے سمندر میں کوئی خاص تبدیلی میں نے نہیں محسوس کی۔ سوائے اس کے کہ یہاں سمندر میں وہیل مچھلیاں نظر آ رہی تھیں۔ سمندر میں اچانک سیاہ جزیرے سے اُبھرتے، پانی کے فوارے بلند ہوتے اور وہیل مچھلی سطح پر اُبھرنے کے بعد پھر پانی میں غوطہ لگا جاتی۔ اس سے پہلے ایسی مچھلیوں کے بارے میں صرف سُنا ہی تھا، آنکھوں سے دیکھنے کا اتفاق پہلی بار ہو رہا تھا۔

شہاب فائق نے شاید نیچے فیضان نشتر کو بھی اپنے اس بدلے ہوئے رُخ کے بارے میں تفصیلات بتا دی تھیں۔ دس گھنٹے تک یہ سفر جاری رہا۔ شام ہو گئی تھی اور فضا میں سیاہی پھیل گئی تھی۔ اس وقت شام کے تقریباً سات بج چکے تھے۔ کیپٹن شہاب فائق اپنے ماتحتوں کو ہدایات دینے کے بعد عرشے پر پہنچ گیا۔ جہاز کے خلاصی اور وہ لوگ جو مسافروں کی حیثیت رکھتے تھے لیکن درحقیقت اُن کا تعلق بھی لائن آف کرونل کے محافظوں سے تھا، مصروفِ عمل ہو گئے۔ پانی کے بڑے بڑے پائپ جوڑے جانے لگے اور اُن کا تعلق اُس خصوصی مشین سے کر دیا گیا، جو سمندر سے پانی کھینچ سکتی تھی۔ پھر اُن پائپوں کے ذریعے جہاز کی ہر شے بھگوئی جانے لگی۔ دو مستول توڑ دیے گئے اور اس طرح کے آثار پیدا کیے گئے، جس سے پتا چلے کہ جہاز کسی سمندری طوفان کے سبب تباہی کا شکار ہوا ہے۔

میں خاموش نگاہوں سے اُن کی کارروائی کا جائزہ لے رہا تھا۔ شہاب فائق مسکراتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا اور اس نے آہستہ سے کہا۔ "اس جہاز سے میرا کوئی پُرانا تعلق نہیں ہے لیکن کپتان جہاز کا باپ ہوتا ہے، اگر وہ ایک سچا اور مخلص انسان ہو تو اُسے اپنے جہاز سے اپنی اولاد ہی کی طرح محبت ہوتی ہے۔ مجھے بھی جہاز کی یہ دُرگت بنتے دیکھ کر دُکھ ہو رہا ہے۔"

میں مسکرا کر گردن ہلانے لگا۔ اس کام سے فیضان نشتر کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ جہاز کی نچلی منزل میں اپنی ذمے داریاں سنبھالے ہوئے تھا۔ اور اُوپر ہونے والی کارروائی کے بارے میں اس نے معلومات تک حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ایک بلند جگہ کھڑے ہو کر شہاب فائق نے اس تمام کارروائی کو مطمئن نگاہوں سے دیکھا اور پھر وہیں سے چیخ چیخ کر ان لوگوں کو ہدایات دینے لگا کہ اب یہ کارروائی بند کر دی جائے، کام مکمل ہو چکا ہے۔ پائپ سمیٹے گئے اور اُنھیں سمندر ہی میں پھینک دیا گیا۔ جہاز مسلسل ایک مخصوص سمت میں آگے بڑھ رہا تھا اور شہاب فائق کے اندازے کے مطابق ابھی اُسے مزید بیس گھنٹے کا سفر طے کرنا تھا۔ ہم سب اب ایک سنسنی سی محسوس کر رہے تھے جو منزل کے لمحہ بہ لمحہ قریب آنے سے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔

رات کا کھانا کھایا گیا اور اسی دوران شہاب فائق اور فیضان نشتر کے درمیان پروگرام کے متعلق گفتگو ہوتی رہی، جس میں میں بھی حصّہ لیتا رہا۔ اب ذرا مستعد رہنے کا وقت تھا۔ رات کو تقریباً ایک بجے تک میں بھی عرشے پر موجود رہا۔ باقی لوگ بھی جاگ رہے تھے اور اطراف پر نگاہیں رکھے ہوئے تھے۔ شہاب فائق کا مسلسل فیضان سے رابطہ تھا اور فیضان اپنے مخصوص مشینی ذریعے سے جو کچھ دیکھ رہا تھا اس کی رپورٹ شہاب فائق کو دے رہا تھا۔ دونوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مشترکہ طور پر مصروف عمل تھے۔ میرے لیے چونکہ اس وقت کوئی خاص [illegible] نہیں تھا چنانچہ میں واپس چل پڑا اور اپنے کیبن میں آکر لیٹ گیا، چند گھنٹے نیند لے لینا مناسب تھا۔

اس وقت تقریباً صبح کے ساڑھے چھ بجے تھے، جب اوڈوکان نے دستک دے کر مجھے جگا دیا۔ میں نے کیبن کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔

"چیف، ایک اسٹیمر دیکھا گیا ہے، جس کا رُخ اسی جانب ہے۔ سمندر کے اس حصّے میں کسی اسٹیمر کی موجودگی، سوائے اس کے کسی اور بات کا پتا نہیں دیتی کہ اس کا تعلق اُنھی لوگوں سے ہے۔"

"ایک منٹ اوڈوکان، میں ذرا منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر کسل دُور کرلوں، ابھی آتا ہوں۔" میں نے کہا اور اوڈوکان میرا انتظار کرنے لگا۔

پھر میں جلدی ہی باہر نکل آیا اور ہم دونوں عرشے کی جانب چل پڑے۔ پائلٹ کیبن سے شہاب فائق نے شاید مجھے دیکھ لیا تھا، کیونکہ چند لمحے بعد ہی اس کا سیکنڈ آفیسر میرے نزدیک پہنچ گیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ شہاب فائق مجھے اپنے پاس بلا رہا ہے۔ میں پائلٹ کیبن میں پہنچ گیا، جہاں شہاب فائق دُوربین آنکھوں سے لگائے اسی سمت دیکھ رہا تھا، جدھر اسٹیمر کی موجودگی کا پتا چلا تھا۔ اس نے خاموشی سے دُوربین میرے ہاتھوں میں تھما دی اور میں اس سفید دھبّے کو دیکھنے لگا، جس کی رفتار زیادہ تیز نہیں محسوس ہوتی تھی پھر میں نے اس کے آس پاس دُور دُور تک نگاہیں دوڑائیں لیکن اس اسٹیمر کے علاوہ اور کوئی شے نظر نہیں آرہی تھی۔ تب میں نے دُوربین شہاب کی طرف بڑھا دی۔

"یقیناً وہی لوگ ہوسکتے ہیں اور ویسے بھی اب ہم لوگ اُن کے قریب ہیں۔" شہاب نے کہا۔

"نیچے سے کیا رپورٹ ہے؟"

"ابھی تک فیضان کو کوئی پوائنٹ نہیں مل سکا۔"

"پتا نہیں اُس کے مشینی ذرائع کتنی رینج میں دیکھ سکتے ہیں۔"

"آپ یوں سمجھ لیجیے کہ چالیس سمندری میل کی رینج میں۔" شہاب فائق نے جواب دیا۔

"گڈ۔" میں نے آہستہ سے زیرِ لب کہا۔

اسٹیمر کا سفید دھبّا اب بغیر دُوربین کے بھی نظر آرہا تھا اور واضح سے واضح تر ہوتا چلا جارہا تھا۔ اُوپر سے جہاز کی تہ میں موجود فیضان سے ایک خاص مشینی ذریعے سے رابطہ رکھا جارہا تھا اور وہ چھوٹی سی مشین آن تھی جو اس گفتگو کا ذریعہ تھی۔ دفعتاً اس میں سے آواز اُبھری۔

"ہیلو کیپٹن ہیلو!"

"ہاں مسٹر فیضان، تازہ ترین رپورٹ؟" شہاب نے [illegible]

"کافی بڑا اسٹیمر ہے اور اس پر مشین گنیں نصب ہیں، اس کا رُخ اسی جانب ہے۔ بہ ظاہر تقریباً آٹھ افراد اس پر موجود ہیں۔ اسٹیمر کی اندرونی حالت کا صحیح جائزہ نہیں لیا جاسکا۔ کچھ اور آگے آجائے گا تو سب کچھ واضح ہوجائے گا۔ وہ سب دُوربین لگائے ہوئے جہاز کو دیکھ رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے آپ کے علم میں پورا پروگرام ہے مسٹر فیضان! میں آپ سے مسلسل رابطہ قائم رکھوں گا۔"

"بالکل فکر نہ کریں آپ، سب ٹھیک ہوجائے گا لیکن عرشے سے لوگوں کو ہٹا لیا جائے تاکہ اگر وہ لوگ کوئی کارروائی کریں تو ہمارے کسی آدمی کو نقصان نہ پہنچے۔"

"او کے مسٹر فیضان۔" شہاب فائق نے جواب دیا۔

جہاز آگے بڑھتا رہا اور پھر اسٹیمر اس کے قریب پہنچ گیا۔ اسٹیمر سے میگا فون پر جہاز کے انجن بند کرنے کی ہدایات جاری کی گئیں اور کیپٹن شہاب نے انجن رُوم کو ہدایت کردی کہ انجن بند کردیے جائیں۔ چنانچہ اس کی تعمیل ہوئی۔ اسٹیمر اب اتنا نزدیک پہنچ چکا تھا کہ اُن لوگوں کو بہ خوبی دیکھا جاسکتا تھا۔ فائق نے مجھ سے درخواست کی کہ اُن لوگوں سے گفتگو کی جائے چنانچہ میں عرشے کی طرف بڑھ گیا اور اسٹیمر میں جھانکنے لگا۔ مشین گنوں کا رُخ اُوپر کردیا گیا تھا اور دو آدمی اُن پر مستعد کھڑے ہوئے تھے۔ عقب میں راکٹ لانچر بھی نظر آرہے تھے، جنھیں چند افراد سنبھالے ہوئے تھے۔

دو آدمی ایک مخصوص وردی میں ملبوس میگا فون لیے کھڑے تھے۔ اُن میں سے ایک نے میگا فون پر کہا۔ "تم جانتے ہو، یہ عام سمندری راستہ نہیں ہے، اس طرف کیسے آنا ہُوا؟"

"تم لوگ کون ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہمارا تعلق اس سمندری پٹّی کی سرحد سے ہے اور ہم بین الاقوامی معاہدے کے تحت اس علاقے میں گشت کرتے ہیں، اس طرف کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہے، تم اس غلط سمت کیوں آنکلے ہو؟"

"کیا تمھیں نظر نہیں آرہا کہ جہاز طوفان کا شکار ہُوا ہے اور ہم راستہ بھٹک گئے ہیں، کیا تم ہماری رہنمائی کرسکتے ہو؟"

میرے اس سوال پر وہ دونوں آپس میں کچھ گفتگو کرنے لگے جو یہاں سے سُنائی نہیں دے رہی تھی پھر اُن میں سے ایک نے کہا۔ "ہم جہاز کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، تم میں سے دو ذمّے دار آدمی جہاز کے اُوپر آجائیں، سیڑھی لٹکائی جارہی ہے۔"

"ہم چار افراد آئیں گے، تم پر نگاہ رکھنا ہمارے لیے ضروری ہے۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا، چار آدمی آسکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

پھر میں نے خلاصیوں کو سیڑھیاں لگانے کا اشارہ کیا۔ انھوں نے مخصوص قسم کی آہنی سیڑھیاں مشینی ذریعے سے نکالیں اور نیچے لٹکا دیں۔ پہلے دو آدمی اُوپر چڑھے جو میگا فون سنبھالے ہوئے تھے اور اس کے بعد اُن کے عقب میں دو افراد اور آگئے جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ اُن کے جسموں کی وردی گہرے کلر کی تھی اور خاصے تنومند لوگ تھے۔ چہروں سے قومیت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ مخصوص قسم کے چوڑے چوڑے چہرے اور گھنی مونچھیں۔ اسٹین گن والوں نے پوزیشن لی۔ باقی دو افراد میرے نزدیک آگئے۔

"کیا تم جہاز کے کپتان ہو؟" اُن میں سے ایک نے کہا۔

"نہیں، کپتان اپنے کیبن میں ہے، آپ مجھے سیکنڈ آفیسر سمجھ سکتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

وہ دونوں جہاز کا جائزہ لینے لگے۔ ایک نظر ہی میں اندازہ ہوجاتا تھا کہ جہاز شدید تباہی کا شکار ہُوا ہے۔ جگہ جگہ پانی بھرا ہُوا تھا۔ ہر چیز تہ و بالا نظر آرہی تھی۔ اُن میں سے ایک نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "لیکن آگے کم از کم ڈیڑھ ڈیڑھ سو میل تک تو کوئی طوفان نہیں تھا، تم کون سے علاقے میں طوفان کا شکار ہوئے؟"

"ہم سیدھی پٹّی پر جارہے تھے اور اسی پٹّی پر ہمیں طو[illegible] سے دوچار ہونا پڑا۔"

"لیکن اس طرف تو کوئی طوفان نہیں تھا۔" وہ اپنی بات [illegible] زور دیتے ہوئے بولا۔

"نہیں تھا تو اب آسکتا ہے۔" دفعتاً میں نے جواب دیا۔ کیونکہ میں نے دیکھ لیا تھا کہ پائلٹ کیبن سے اُن دونوں اسٹین گن برداروں کا نشانہ لیا جاچکا تھا جو اسٹین گنیں ہماری سمت تانے ہوئے کھڑے تھے۔

"کیا مطلب؟" آگے والے شخص نے چونکتے ہوئے لہجے میں پوچھا لیکن اسی وقت اس پر مطلب واضح ہوگیا۔ اُوپر سے فائرنگ ہوئی اور دونوں اسٹین گن برداروں کی چیخیں فضا میں اُبھریں۔ اُنھوں نے اسٹین گنیں اُٹھا کر فائرنگ کی اور اس کے بعد زمین پر ڈھیر ہوگئے۔ بقیہ دونوں افراد نے متوحش نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور اُسی وقت نیچے سے مشین گنوں سے گولیاں برسنے لگیں لیکن اُن لوگوں کو حسرت ہی رہ گئی کہ کوئی مؤثر کارروائی کر لیتے۔

دفعتاً ہی جہاز کے نچلے حصّے سے ایک خوفناک دھماکا سُنائی دیا اور اسٹیمر کا اگلا حصّہ مکمل طور پر تباہ ہوگیا۔ دوسرے دھماکے سے اسٹیمر کے پرخچے اُڑ گئے تھے اور اس میں موجود لوگوں کی لاشیں پانی میں رنگین لہریے بنانے لگی تھیں۔ میں نے ایک لمحہ ضائع نہیں کیا اور اُن دونوں افراد پر چھلانگ لگا دی جو تقریباً قریب قریب کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن عقب سے بڈ نے اُن میں سے ایک کو سنبھال لیا تھا۔ اُس کا زوردار گھونسا باوردی شخص کے جبڑے پر پڑا اور وہ دو تین قلابازیاں کھاتا ہوا دور جاگرا۔ میرے شکار نے پستول نکالنے کی کوشش کی تھی لیکن میرے ایک ہاتھ نے اُسے ٹھنڈا کردیا اور وہ اپنی اس حسرت کو پورا نہیں کرسکا۔ دونوں بے ہوش ہوگئے تھے۔

پائلٹ کیبن سے شہاب فائق نے مجھے چیخ کر مبارک باد دی اور اس کے بعد خود بھی نیچے اُتر آیا۔ اسٹیمر کے تختے پانی کی لہروں میں منتشر ہورہے تھے اور اس کا بقیہ حصّہ تیزی سے پانی میں غرق ہوتا جارہا تھا۔ کیپٹن فائق کے اشارے پر جہاز کے انجن دوبارہ اسٹارٹ کردیے گئے اور وہ سُست روی سے آگے بڑھنے لگا۔ جبکہ میں اور بڈ دونوں بے ہوش آدمیوں کو کندھوں پر ڈال کر کیبن کی جانب بڑھ گئے تھے۔

تھوڑی دیر میں شہاب فائق ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی فیضان بھی تھا۔ فیضان نے دونوں بے ہوش آدمیوں کو دیکھا پھر فائق نے ایک اور شخص کو طلب کیا جو شاید ڈاکٹر تھا۔ اُس نے اُن دونوں کو ہوش میں لانے کی کوششیں شروع کردیں۔ ایسی ضربیں نہیں لگائی گئی تھیں اُن پر کہ بے ہوشی طویل ہوسکتی۔ کچھ ہی دیر کے بعد اُنھوں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں اور پھر دہشت زدہ نگاہوں سے ہمیں دیکھنے لگے۔ اُن کی آنکھوں میں سراسیمگی کے آثار تھے۔ پھر اُن میں سے ایک نے بے اختیارانہ انداز میں اپنے بغلی ہولسٹر کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن ہولسٹر کے پستول پہلے ہی ہمارے قبضے میں آچکے تھے۔ اُن کے لباسوں کی تلاشی بھی لے لی گئی تھی تاکہ وہ کسی قسم کی [illegible]ت نہ کرسکیں۔

ہم تینوں خاموشی سے انھیں دیکھ رہے تھے۔ پھر اُس شخص نے کہا جو میگا فون پر ہم سے گفتگو کرتا رہا تھا۔ "تم لوگ... تم لوگ... شاید..." وہ کوئی جملہ مکمل نہ کرسکا۔

ہم تینوں اب بھی خاموشی سے اُنھیں گھور رہے تھے پھر دوسرے آدمی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "تم لوگ چاہتے کیا ہو اور اس تمام حرکت کا مقصد کیا ہے؟ تم نہیں جانتے کہ اس حرکت کے نتیجے میں تمھارے ساتھ کیا ہوسکتا ہے۔"

"جو کچھ ہم نہیں جانتے دوست، وہ تم ہمیں بتا دو۔" فیضان نے سرد لہجے میں کہا۔

"تم کہہ رہے تھے کہ تمھارا جہاز تباہی کا شکار ہوا ہے لیکن کیا... اوہ! تم نے ہمارے دو آدمی بھی ہلاک کردیے اور... یقیناً اب تم نہیں بچ سکوگے۔"

"فی الحال تمھارا مسئلہ ہے۔ کیا تم ہمارے سوالات کے جواب دینے کے لیے تیار ہو؟"

"کیسے سوالات؟ اور ہم کیوں تیار ہوں گے۔ ہمارا تعلق...."

"اشیفن براکوڈا سے ہے۔" فیضان نے کہا اور وہ دونوں بُری طرح اُچھل پڑے۔ اب اُن کے چہروں پر سراسیمگی نمایاں ہوتی جارہی تھی۔

"کک... کون اشیفن براکوڈا؟"

"تمھارا چیف۔ وہی جس [illegible] ایما پر تم سمندری محافظ بنے پھر رہے ہو جبکہ اس علاقے میں ایسی کو[illegible] نومت نہیں ہے۔ یا یہ علاقہ کسی بھی حکومت کے زیرِ اثر نہیں ہے اور سمندر کی حفاظت کا سوال ہی نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پیدا ہوتا۔ دیکھو تمھیں صرف دس منٹ دیے جاتے ہیں۔ ان دس منٹ کے اندر یہ بتادو کہ اسٹیفن براکوڈا کی آبدوزیں سمندر کے کون سے حصے میں ہیں؟"

وہ دونوں پھٹی پھٹی آنکھوں سے فیضان کو دیکھ رہے تھے فیضان نے جیب سے پستول نکال لیا اور اس کا رُخ ان میں سے ایک کی طرف کردیا۔ پھر اس کی نگاہ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر جم گئی۔ وہ خاموشی سے اُن لوگوں کو گھور رہا تھا۔ جس شخص کی طرف پستول کا رُخ کیا گیا تھا، اس کے بدن میں اب ہلکی سی کپکپاہٹ شروع ہو گئی تھی۔

"ہم . . . ہم . . . کسی اسٹیفن براکوڈا کو نہیں جانتے۔" وہ لرزاں لہجے میں بولا۔

"تم لوگوں کی تعداد کتنی ہے؟" فیضان نے غرّاتے ہوئے لہجے میں کہا وہ فوجی آدمی تھا۔ اس کے انداز میں بڑی سفاکی جھلک رہی تھی۔

میں اور فائق خاموش تھے۔ فیضان انہیں دیکھتا رہا اور پھر تقریباً چار منٹ گزر گئے۔ فیضان کی نگاہ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر تھی اور کیبن میں ہولناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ بڈ، میکنو اور ایک اور افراد کیبن کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ فائق شاید اپنے سیکنڈ آفیسر کو ہدایات دے کر آیا تھا اور اسی طرح یقیناً فیضان بھی۔

دفعتاً وہ شخص دہشت زدہ لہجے میں بولا۔ "کچھ بھی کرو، جو دل چاہے کرو۔ میں، میں، . . ." ابھی اس کے منہ سے اتنا ہی نکلا تھا کہ فیضان کا ہاتھ اٹھا لیکن اس نے جس شخص کی پیشانی کا نشانہ لیا ہوا تھا اور جو دہشت زدہ انداز میں چیخا تھا، فیضان نے اُسے گولی کا نشانہ بنانے کے بجائے، اس کے دوسرے ساتھی کی طرف رُخ کرکے فائر کردیا اور گولی اُس شخص کی پیشانی میں داخل ہوگئی۔ اُس کے دونوں ہاتھ فضا میں اُٹھے اور پھر وہ اوندھے منہ زمین پر آرہا۔ پہلا آدمی دہشت زدہ انداز میں کھڑا ہوگیا اور پھر وہ فیضان کے پستول کا خیال کیے بغیر ہی بے تحاشا دروازے کی طرف بھاگا لیکن جس تیزی سے اس نے حرکت کی تھی، اسی تیز رفتاری سے میری ٹانگ بھی چلی تھی اور وہ قلابازی کھاتا ہوا دوسری طرف جا گرا تھا۔

"صرف ساڑھے چار منٹ باقی رہ گئے ہیں۔ جواب دو۔"

"آبدوزیں . . . آبدوزیں، پوائنٹ زیرو تھری پر ہیں۔ میرا مطلب ہے وہ جگہ جو ہم نے متعین کی ہے۔"

"کتنی تعداد ہے اُن کی؟"

"تین، صرف تین۔"

"یہاں سے پوائنٹ زیرو تھری کا کتنا فاصلہ ہے؟"

"زیادہ نہیں۔ زیادہ سے زیادہ پانچ یا چھ میل۔" اس شخص نے جواب دیا اور اُسی وقت فیضان کے لباس کے کسی حصّے سے ہلکی ہلکی سیٹی کی سی آوازیں اُبھرنے لگیں۔

فیضان نے اپنی ہپ پاکٹ سے ایک چھوٹا سا پچوکورآلہ نکالا اور اُسے منہ کے قریب کرتے ہوئے بولا۔ "کیا بات ہے؟"

"سر سب میرین دیکھ لی گئیں۔ اُن کی تعداد تین ہے۔ اُن کے سگنل موصول ہو رہے ہیں۔ زیرو ایٹ، زیرو ایٹ۔ فائیو فور، زیرو ٹو۔ یہ اُن کی پوزیشن ہے۔"

فیضان نے آلہ بند کرکے جیب میں رکھا اور پھر میری طرف رُخ کرکے بولا۔ "اب یہ آپ کے حوالے۔ ممکن ہے، آپ کے کچھ کام آسکے۔"

پھر شہاب فائق نے بھی مجھ سے اجازت طلب کرلی۔ "مسٹر علی، میں بھی اب جاکر اپنی ذمّے داریاں سنبھالتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور پھر میکنو کو طلب کرکے وہ لاش وہاں سے اٹھانے کے لیے کہا جس کی پیشانی سے اُبلتا ہوا خون کیبن کے قالین کو داغدار کر رہا تھا۔

میکنو نے بڈ کی مدد سے لاش کو ہاتھ اور پاؤں کی طرف سے پکڑ کر اُٹھایا اور اس کے بعد عرشے پر لے گیا۔ وہ شخص سکتے کے عالم میں نظر آرہا تھا جو زندہ بچ گیا تھا۔ فائق بھی چلا گیا تھا اور فیضان بھی۔

میں نے پلٹ کر اُس شخص کو دیکھا جو اب میرے رحم و کرم پر رہ گیا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دہشت زدہ لہجے میں کہا۔ "نہیں۔ مجھے ہلاک کرنے سے تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ تمام صورتِ حال میں نے بتادی ہے۔ اس سے زیادہ میرے علم میں کچھ نہیں ہے۔"

"یہ اسٹیمر تم نے کہاں سے حاصل کیا تھا؟"

"یہ ہماری ہی ملکیت ہے۔ میرا مطلب ہے ہمارے ہی تصرف میں رہتا ہے۔ ہماری ذمّے داریاں یہ ہیں کہ بیس سے تیس میل کے دائرے میں گردش کرتے رہیں اور اس طرف آنے والوں پر نظر رکھیں۔"

"یہ احکامات تمھیں اسٹیفن براکوڈا سے ملے ہیں؟"

"اب یہ نام چھپانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔" اس نے بھرّائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمھارا رابطہ اسٹیفن براکوڈا سے کس طرح قائم ہوتا ہے؟"

"براہِ راست چیف سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بس ہم سمندر کے سینے پر زندگی گزارتے ہیں۔ ایک ایک ماہ ہماری ڈیوٹی رہتی ہے اور اس کے بعد ہمیں خشکی پر پہنچا دیا جاتا ہے۔"

"خشکی پر کس جگہ؟"

"جنگل میں ہم نے اپنے ٹھکانے بنا رکھے ہیں۔"

"اُن ٹھکانوں کی نشاندہی کرو۔" میں نے کہا اور وہ شخص اُن ٹھکانوں کے بارے میں بتانے لگا۔ لیکن زیادہ موقع نہیں ملا۔ دفعتاً ہی ایک گرج سُنائی دی تھی اور اس کے ساتھ ہی جہاز ہلتا ہوا سا محسوس ہوا تھا۔

میں چونک پڑا۔ اُسی لمحے بڈ اور میکنو آگئے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اُنھیں دیکھا تو بڈ نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے نہیں معلوم چیف۔"

"اسے کس کر باندھ دو اور اُس کے بعد اس کی نگرانی کرو۔" میں نے کہا پھر میں اُٹھا اور تیزی سے کیبن سے باہر نکل آیا۔

یہ دھماکے شاید جہاز سے استعمال کیے جانے والے اسلحے کے تھے لیکن اُن کی طاقت اتنی زیادہ تھی کہ جہاز ہر دھماکے پر بُری طرح ہل جاتا تھا۔ بہت سی چیزیں اِدھر سے اُدھر گرنے لگیں۔ میں نے اپنے آپ کو ہلتے ہوئے جہاز میں سہارا لے کر سنبھالا اور اس کے بعد برق رفتاری سے کیپٹن فائق کے کیبن کی جانب دوڑنے لگا۔ بلندی پر واقع ایک کیبن میں کیپٹن فائق جہاز کا کنٹرول سنبھالے ہوئے تھا۔ سیکنڈ آفیسر، تھرڈ آفیسر اور دوسرے چند افراد پوری طرح مستعد تھے۔

فائق نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اٹیک کردیا گیا ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ ٹرانسمیٹر نما مشین کھلی ہوئی تھی جس پر نیچے سے رابطہ قائم رہتا تھا اور شاید دوسری طرف سے اسے آن ہی رکھا گیا تھا تاکہ کیپٹن فائق سے رابطہ قائم کرنے میں کوئی دقّت نہ ہو۔ چنانچہ نیچے سے آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ فیضان نشتر اپنے ساتھیوں کو مختلف ہدایتیں دے رہا تھا۔ اُس کی آواز پُرجوش تھی۔

میری نگاہیں دور دور تک بھٹکنے لگیں تو کیپٹن فائق نے ایک دُوربین اُٹھا کر مجھے دے دی۔ پھر اُس نے مجھے مخاطب کرکے کہا۔ "خود کو سنبھالے رکھیے مسٹر علی۔"

میں نے دوربین آنکھوں سے لگا کر چاروں طرف دیکھا۔ سطحِ سمندر پُرسکون تھی لیکن نیچے ہی نیچے جو ہنگامے ہو رہے تھے، وہ انتہائی خوفناک تھے اور جہاز بار بار ہل رہا تھا۔ ابھی تک شاید دوسری طرف سے مقابلہ شروع نہیں کیا گیا تھا۔ ہمارے جہاز ہی سے حملے ہو رہے تھے لیکن یہ تصور ہی غلط تھا کہ دوسری طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوگی۔ پھر چند ہی لمحے بعد دو برق رفتار لکیریں پانی کی سطح پر نمودار ہوئیں اور کوئی چیز پانی کو چیرتی ہوئی فضا میں نکل گئی۔

کیپٹن فائق نے فوراً ہی مائیک پر انجن روم کو ہدایات دینا شروع کردیں۔ وہ چیخ رہا تھا۔ "میں رُخ تبدیل کر رہا ہوں۔ تار پیڈو ہم سے کچھ فاصلے پر پانی سے اوپر نکل گئے ہیں۔ وہ جہاز کا صحیح طور پر نشانہ نہیں لے سکے۔"

اُسی وقت دو اور لکیریں جہاز سے تقریباً سو گز دور فضا میں پرواز کر گئیں۔ اس بار پھر نشانہ چوک گیا تھا لیکن آئندہ کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ اسی لیے کیپٹن فائق جہاز کا رُخ بار بار تبدیل کر رہا تھا اور اس کی یہ حکمتِ عملی کامیاب بھی ثابت ہو رہی تھی۔ وہ ایک اعلیٰ درجے کا جہاز راں تھا اور بڑی مہارت سے جہاز کو کنٹرول کر رہا تھا۔ نیچے فیضان نشتر اپنی مہارت کا ثبوت دے رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس کی کوششوں کا نتیجہ ظاہر ہونے لگا۔ سمندر میں خاصے فاصلے پر میں نے ایک آبدوز کو سطحِ آب پر اُبھرتے ہوئے دیکھا۔ اُس کی حالت کافی تباہ معلوم ہو رہی تھی۔ وہ سطح پر اُبھری اور بہت سے افراد اُس کے خاص دروازے سے تیزی سے باہر نکلنے لگے۔ اُن کے ہاتھ میں سفید جھنڈا تھا، جسے وہ لہرا رہے تھے لیکن دفعتاً آبدوز میں ایک خوفناک دھماکا ہوا اور آگ اور دھوئیں کا بادل فضا میں بلند ہوگیا۔ اُس کے ساتھ ہی وہ لوگ اُچھل اُچھل کر پانی میں جا پڑے۔ آبدوز پھٹ گئی اور پھر سمندر میں انسانی لاشیں پھیل گئیں۔

جہاز سے مسلسل حملے کیے جا رہے تھے۔ کئی بار ہم نے پانی کے مختلف حصّوں سے تار پیڈو باہر نکلتے ہوئے دیکھے۔ وہ ایک بار بھی جہاز کا صحیح نشانہ نہیں لے سکے تھے۔ اُس کی غالباً وجہ یہ تھی کہ تینوں آبدوزوں میں افراتفری پھیل گئی تھی، عملہ بدحواس ہوگیا تھا اور عمدہ کارکردگی ان کے بس کی بات نہیں رہی تھی۔ بدحواسی کے عالم میں اُن کے تمام نشانے غلط ہو رہے تھے۔ جبکہ فیضان نشتر ایک تجربہ کار انسان تھا اور اس نے کم از کم ایک آبدوز کو مکمل طور پر تباہ کردیا تھا۔

دفعتاً میں نے کافی فاصلے پر ایک بار پھر پانی کا ایک فوارہ سا بلند ہوتے دیکھا۔ حیرت ناک بات یہ تھی کہ اس فوارے کے ساتھ ہی انسانی بدن بھی اچھل رہے تھے اور پھر ویسا ہی دوسرا دھماکا سُنائی دیا۔ پتا نہیں کیا ہو رہا تھا۔ آبدوزیں سطحِ آب پر آکر تباہ ہو رہی تھیں۔ یہ دوسری آبدوز تھی اور جیسا کہ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ یہاں پر اسٹیفن براکوڈا کی صرف تین آبدوزیں موجود تھیں جن میں سے دو تباہ ہوگئیں اور ایک باقی رہ گئی تھی۔ پھر اچانک فیضان کی آواز اُبھری۔ "مسٹر فائق، میں نے اپنا کام ختم کرلیا ہے۔ تینوں آبدوزیں تباہ ہوچکی ہیں۔" فائق نے خوشی کا ایک نعرہ مارا اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ اُس کے چہرے پر مسرّت رقصاں تھی۔ میں بھی مسرور تھا۔

ہم دونوں دیر تک چپٹے رہے۔ جہاز سے ہونے والے حملے بند ہوگئے تھے اور ایک عجیب سا سکوت پھیل گیا تھا۔ فائق مجھ سے چمٹا رہا اور پھر اُس نے سمندر پر نگاہ دوڑائی۔ دور دور تک نہ جانے کیا کیا بکھرا ہوا تھا۔ وہ چیزیں جو پانی میں نہیں ڈوب سکتی تھیں، پانی پر اُبھر آئی تھیں اور یہی کیفیت تینوں آبدوزوں کی تباہی کی نشاندہی کرتی تھی۔ کم از کم دو آبدوزیں سطحِ آب پر آکر ہمارے سامنے تباہ ہوئی تھیں۔ ایک کا ابھی تک کوئی پتا نہیں تھا لیکن فیضان کا اندازہ غلط نہیں ہوسکتا تھا۔ نیچے اسکرین پر میں جو کچھ دیکھ چکا تھا، اس کی بنا پر مجھے یقین تھا کہ فیضان نے تیسری آبدوز کی تباہی کی اطلاع بھی بلاوجہ ہی نہیں دی ہوگی۔ یقیناً وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوگیا ہوگا۔

ذرا سی دیر گزری تھی کہ فیضان نشتر پائلٹ کیبن میں پہنچ گیا اور اس نے ہم دونوں کو مبارک باد دی لیکن اس کے ہونٹوں پر اس وقت بھی مسکراہٹ نہیں تھی۔ وہی سپاٹ چہرہ، وہی پتھرائی ہوئی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آنکھیں۔ کیپٹن فائق جو جوشِ مسرت سے دیوانہ ہو رہا تھا، آگے بڑھ کر فیضان نشتر سے لپٹ گیا اور فیضان نے بھی اُسی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا. پھر اس نے مجھ سے دونوں ہاتھ ملائے لیکن اس کے چہرے کو کیا کہا جاتا. جو مسکرانا ہی نہیں جانتا تھا. نہ ہی اس کی آنکھوں سے کسی خاص تاثر کا اظہار ہوتا تھا. بہر طور، ہم اس کی فطرت سے واقف ہو چکے تھے. چنانچہ ہمیں اس بات پر حیرت نہیں ہوئی اور پھر جشنِ مسرت شروع ہو گیا. یہ جاننے کے بعد کہ ہم اپنے دشمنوں کو فنا کر چکے ہیں، جہاز کے عملے کے تمام ہی لوگ خوشی سے اچھل رہے تھے. بُڈا اور میکنو بھی اس خوشی میں شریک تھے.

وہ شخص کیبن ہی میں بندھا ہوا پڑا تھا جس کو ہم نے گرفتار کیا تھا اور یہ شاید اس سلسلے میں کام کرنے والوں میں سے واحد شخص تھا جو زندہ بچ گیا تھا. زیرِ آب اگر کوئی بچ گیا ہو اور کسی طرح نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہو تو کیا کہا جا سکتا تھا. اب سطحِ سمندر پر جگہ جگہ انسانی لاشیں تیرتی نظر آ رہی تھیں. تھوڑی ہی دیر کے بعد ہم نے شارک مچھلیوں کے ایک غول کو اُن لاشوں پر جھپٹتے دیکھا. یہ ہولناک منظر دیر تک ہمارے دلوں کو لرزاتا رہا. شارک مچھلیاں انسانی اعضا کو اطمینان سے کاٹ کاٹ کر اپنا حصہ وصول کر کے لے جا رہی تھیں.

ہمیں اپنے اس ابتدائی کام میں خاطر خواہ کامیابی نصیب ہوئی تھی اور ہم نے اسٹیفن براگوڈا کی وہ قوت ختم کر دی تھی جس کے ذریعے وہ بیرونی دُنیا سے رابطہ قائم رکھے ہوئے تھا. اس کامیابی پر جتنی بھی خوشی کا اظہار کیا جاتا کم تھا لیکن ہمارے پاس وقت بھی بہت کم تھا. اس لیے مسرتوں کے اظہار کو ملتوی کر دیا گیا اور فوراً ہی مشترکہ طور پر یہ طے پایا کہ دوسرے مرحلے کے لیے کام شروع ہو جائے. اس کے لیے جہاز کو یہاں سے ہٹ کر ایک اور جگہ پہنچنا تھا جہاں سے ہم اپنی منزل کی طرف روانہ ہونے والے تھے. چنانچہ شہاب فائق نے مجھ سے کہا کہ میں اپنا کام مکمل کر لوں. وہ جہاز آگے بڑھا رہا ہے.

میں پائلٹ کیبن سے باہر نکل کر نیچے اُتر آیا اور میں نے بُڈے سے کہا کہ اوڈوکان کو بلا لائے. اوڈوکان ذہین آدمی تھا. ہر چند کہ اس کا تعلق افریقہ کے ایک وحشی قبیلے سے تھا لیکن یہ بہت پہلے کی بات تھی، اب تو صورتِ حال ہی تبدیل ہو چکی تھی. بُڈ اُسے بُلا کر لایا تو اس کی آنکھوں میں سوالیہ تاثرات تھے.

"فرمائیے چیف، کیسے طلب کیا مجھے؟"

"اوڈوکان، اب ہمارے کام کا آغاز ہونا ہے. اس لیے اب میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے آدمیوں کو تیار کر لو."

"چیف، ہمارے سارے آدمی فوراً ہی اپنی تیاریوں میں معروف ہو گئے ہیں. اگر آپ چاہیں تو اُن کا جائزہ لے سکتے ہیں."

"گڈ. یہ مستعدی مجھے پسند آئی اوڈوکان، آؤ ذرا دیکھیں." میں نے کہا اور ہم جہاز کے اس حصے میں پہنچ گئے جہاں وہ تمام سیاہ فام افراد موجود تھے جنھیں میرے ساتھ اس مہم پر جانا تھا.

تمام لوگ مصروف تھے. وہ کشتیاں جو عجیب و غریب شکل کی تھیں، آراستہ کی جا رہی تھیں. کھانے پینے کا سامان مختصر مقدار میں اُن پر بار کر لیا گیا تھا. تمام کشتیاں تقریباً تیار تھیں اور بس اُنھیں نیچے اُتارا جانا باقی تھا. اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ لوگ اپنے مخصوص نیزوں اور کلہاڑوں سے مسلح ہو چکے تھے. اُنھوں نے اپنے زیریں لباس میں جو انتہائی بے ہنگم اور عجیب سا تھا، کارتوسوں کی کافی تعداد اس طرح چھپالی تھی کہ دیکھنے میں وہ محسوس نہ ہو لیکن استعمال کے وقت بھی کوئی دقت پیش نہ آئے.

میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور پھر بُڈا اور میکنو کی طرف دیکھا. "اب ہم لوگوں کو بھی اپنا حلیہ تبدیل کر لینا چاہیے." میں نے کہا.

اس کے لیے بھی انتظامات تھے. چنانچہ چند افراد ہم چاروں پر معروف ہو گئے. میکنو ہر چند کہ افریقی نژاد تھا لیکن چونکہ اس کا تعلق سان بین سے نہیں تھا اور اس میں کچھ ایسی نشانیاں تھیں جن کی وجہ سے اُسے پہچانا جا سکتا تھا چنانچہ اس کی صورت بھی تبدیل کرنا تھی. سان بین قبیلے کے رنگ میں ایک عجیب سی بات تھی. گہرے سیاہ رنگ میں اگر سلور کلر ملا دیا جائے تو اس کے بعد جو رنگ بن سکتا ہے، وہ سان بین قبیلے کے لوگوں کا تھا. چنانچہ ہمارے میک اپ میں خاص طور سے اس بات کا خیال رکھا گیا تھا کہ خدوخال موٹے اور افریقی طرز کے بنائے جائیں. آنکھوں کی بناوٹ کو البتہ تبدیل نہیں کیا جا سکتا تھا. لیکن ہم میں سے کسی کی آنکھیں ایسی نہیں تھیں جو بہت زیادہ مختلف ہوتیں. چنانچہ اس میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے کی کاوشوں کے بعد ہمارا میک اپ کرنے والوں نے ہمیں فارغ کر دیا. اب میرے بدن پر بھی ویسا ہی بے تکا لباس تھا جسے پہن کر شرم آ رہی تھی لیکن اپنے مشن کی تکمیل کے لیے سب کچھ گوارا تھا.

پروفیسر جوناتھن بُڈ کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے اور بُڈ عجیب سی شکل بنائے بیٹھا تھا. پروفیسر کو مسکراتے دیکھ کر بگڑ گیا اور بولا: "آپ جب کبھی مسکراتے ہیں تو مجھے نہ جانے کیا یاد آ جاتا ہے."

پروفیسر نے ایک قہقہہ لگایا پھر بولے: "اور تمھیں دیکھ کر مجھے خود نہ جانے کیا کیا یاد آ رہا ہے." پروفیسر نے اس انداز میں کہا کہ میں بھی ہنسی نہ روک سکا.

"اب فضول باتوں سے گریز کیا جائے. تیاریاں مکمل کر دو." میں نے کہا.

"آہ چیف! اس کے علاوہ بھی کچھ تیاریاں کرنا باقی ہیں. وہ سب ہو گیا جو کبھی نہ ہوتا." بُڈ نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا اور ہم سب لوگ ہنسنے لگے.

باقی تمام لوگ پہلے ہی تیار ہو چکے تھے. اب صرف اس بات کا انتظار تھا کہ ہمارا یہ سفر ختم ہو جائے لیکن اتنا مختصر سفر بھی نہیں تھا. جہاز کو خاصا لمبا چکر کاٹ کر اُس جگہ پہنچنا تھا جہاں سے ہمیں اپنی کاروائی

"ہوں، دراصل میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ بونیکا قبیلے تک پہنچنے کے لیے ہمیں کتنا سفر طے کرنا پڑے گا."

"اگر آپ کہیں تو میں دوسروں سے معلوم کروں. ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو بچپن کی حد گزرنے کے بعد سان بین سے نکلے تھے."

"اگر اس کشتی میں موجود لوگوں میں سے کسی کو یہ بات معلوم ہو تو ٹھیک ہے. ورنہ ہم کنارے پر تو پہنچ ہی رہے ہیں." میں نے کہا.

کشتی میں کوئی ایسا نہیں نکلا تھا جو یہ تفصیلات بتلا سکتا. البتہ ہمیں وہ کھاڑی نظر آ گئی تھی جس کے بارے میں لزی نے ہمیں تفصیلات بتائی تھیں چنانچہ ہم کھاڑی میں داخل ہو گئے اور اس کے بعد ہمارا یہ سفر زیادہ طویل نہ رہا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد کشتیاں کناروں سے جا لگیں. ہم اُنھیں گھسیٹ کر اوپر لے آئے. یہاں سے اوڈوکان اور اس کے ساتھیوں کا کام شروع ہوتا تھا. درختوں کے کھوکھلے تنوں کو ڈھول کی شکل دے دی گئی تھی اور اُن پر جنگلی جانوروں کی کھالیں منڈھی ہوئی تھیں. اسی جگہ سے اوڈوکان اور اس کے ساتھیوں نے ڈھول بجانا شروع کر دیے اور اُن میں سے اکثر بے ہنگم انداز میں اُچھلنے کودنے لگے.

اوڈوکان نے مسکراتے ہوئے کہا: "چیف، اگر آپ لوگ اس اچھل کود سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمارے درمیان رہیں. تاکہ کوئی یہ محسوس نہ کر سکے کہ آپ رقص میں حصہ لینے والوں میں سے نہیں ہیں."

"نہیں اوڈوکان، ابھی چلتے رہو جب اس کی ضرورت پیش آئی تو ہم اچھل کود بھی کر لیں گے." میں نے ہنستے ہوئے کہا اور اوڈوکان نے گردن ہلا دی.

بے ہنگم سا رقص تھا لیکن یہ تمام تربیت یافتہ لوگ سان بین کے رہنے والوں کی طرح رقص کرتے اور ڈھول بجاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے. کریہی جشن میں شامل ہونے کے طریقے ہوتے تھے اور اسی سے اُن کے قبیلوں کی پہچان ہوتی تھی. عجیب و غریب شکلوں میں ہم مضحکہ خیز انداز میں اُچھلتے کودتے آگے بڑھ رہے تھے.

گھنے جنگلوں میں تقریباً ایک میل کا سفر طے کرنے کے بعد جب ہم ایک کھلے چٹیل علاقے میں آ نکلے تو مجھے احساس ہوا کہ بونیکا قبیلہ تو ان گھنے جنگلوں میں ڈھکا ہوا تھا. ورنہ اس کا فاصلہ یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا. چٹیل میدانوں کے انتہائی سرے پر چھوٹے چھوٹے ٹیلے نظر آ رہے تھے جو بھورے رنگ کے پتھر کے معلوم ہوتے تھے لیکن درحقیقت وہ بونیکا قبیلوں کے جھونپڑے تھے. جو مخصوص ٹیلوں کی شکل رکھتے تھے. غالباً فضائی جائزے سے محفوظ رہنے کے لیے اُنھیں ٹیلوں کی شکل دی گئی تھی. پتا نہیں یہ کام اسٹیفن براگوڈا نے کیا تھا یا پہلے ہی سے یہاں کے رہنے والے اس قسم کے جھونپڑے بنا کر رہنے کے عادی تھے. بہر طور آبادی شروع ہو گئی تھی اور ہم لوگ ڈھول بجاتے ہوئے مسلسل آگے بڑھ رہے تھے. زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دوسری جانب سے ہمیں اُسی رنگت کے لوگ اپنی جانب آتے ہوئے نظر آئے جو بونیکا کے رہنے والے تھے. اُن کے ہاتھوں میں لمبی لمبی چھڑیاں تھیں جن پر جانوروں کے پر سجے ہوئے تھے. وہ ان چھڑیوں کو عجیب سے انداز سے لہراتے ہوئے ہماری طرف آ رہے تھے اور اُن کی تعداد تقریباً بیس تھی. اوڈوکان نے مجھے بتایا کہ یہ اُن کا استقبالیہ انداز ہے. گویا اُن میں سے کسی کو ہمارے اوپر شبہ نہیں ہوا ہے. چنانچہ میں نے اوڈوکان سے کہا کہ وہ آگے رہے. تاکہ اُن سے اُن کے لہجے اور اُن کی زبان میں بات کر سکے. اوڈوکان نے اپنے ساتھ چند افراد کو اور بھی شامل کر لیا تاکہ کسی قسم کا کوئی شبہ ہی باقی نہ رہے. میرا دل دھڑک رہا تھا. ہم اب اُس منزل کے قریب پہنچتے جا رہے تھے جو اسٹیفن براگوڈا کے سلسلے میں ہماری مہم کا پہلا مرحلہ تھا.

تھوڑی دیر کے بعد وہ تمام لوگ ہمارے قریب پہنچ گئے. اوڈوکان اور اس کے ساتھی بے ہنگم اچھل کود کے ساتھ ساتھ سان بین کی زبان میں کچھ گانے بھی لگے تھے. سامنے کھڑے ہوئے لوگوں کے چہروں پر استقبالیہ تاثرات تھے. پھر اُن میں سے دو افراد آگے بڑھے اور اُنھوں نے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی چھڑیاں اوڈوکان کے ساتھیوں کے سروں پر آہستہ آہستہ ماریں اور جس شخص کے چھڑی لگی وہ خاموش ہو گیا. ہم لوگ بھی چھڑیوں کی اس ضرب سے محفوظ نہیں رہے تھے. اوڈوکان دلچسپ اور ذہین آدمی تھا. اُچھل کود کے درمیان وہ بولتا بھی جا رہا تھا.

"حالات پُرسکون ہیں، سب کچھ معمول کے مطابق ہے، یہ لوگ ہمارا استقبال کر رہے ہیں."

تمام لوگ خاموش ہو گئے تو میزبان واپس پلٹ پڑے اور ہمیں ساتھ آنے کا اشارہ کرنے لگے. ہم اُن کے ساتھ چل پڑے تھے. ٹیلا نما جھونپڑیوں کے درمیان سے ایک پگڈنڈی بلندی کی طرف جاتی تھی. پہلے ہم جھونپڑیوں کے پاس پہنچے اور میرے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی یقیناً حیرت ہوئی ہو گی کیونکہ یہ جھونپڑیاں غیر آباد تھیں. نہ جانے کیوں پھر جب ہم نے بلندی عبور کر کے دوسری طرف دیکھا تو ششدر رہ گئے. دوسری طرف صحرائے اعظم کا سب سے انوکھا شہر آباد تھا. اس کی ترتیب گول دائرے کی شکل میں تھی اور اس وسیع دائرے کے وسط میں ایک عظیم الشان بُت نصب تھا. ایک بھیانک شکل کا بُت جس کی ایک انگلی آسمان کی طرف اُٹھی ہوئی تھی. وہ کسی مٹیالے رنگ کے پتھر سے تراشا گیا تھا یا پتھر جوڑ کر بنایا گیا تھا لیکن یقیناً اس کی تعمیر حیرت انگیز تھی.

بُت کے اور جھونپڑوں کے درمیان وسیع و عریض میدان تھا جس میں ہزاروں افراد سما سکتے تھے. یہی وہ بُت تھا جو صحرائے اعظم میں سحر پھونک رہا تھا. اس آبادی سے کوئی ایک فرلانگ کے فاصلے پر وسیع جھیل چمک رہی تھی جس کے اطراف ہزاروں افراد آباد تھے. یہ وہ غیر قبائل تھے جو صحرائے اعظم کے مختلف گوشوں سے آئے تھے.

ہمارے میزبان ہمیں بھی اسی طرف لے گئے. اوڈوکان اور اس کے ساتھیوں نے بہ آسانی صورتِ حال سنبھال لی تھی اور مقامی لوگوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے گفتگو کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ ہمیں ان نوآباد قبائل کے نزدیک ایک جگہ بتادی گئی اور اوڈوکان نے ہاتھ اٹھا دیے۔ پھر اس نے سان بین کی زبان میں اپنے ساتھیوں سے زور زور سے کچھ کہا اور وہ دونوں ہاتھ بلند کر کے اچھلنے لگے۔

پروفیسر جوناتھن نے کہا۔ "اس وقت سان بین کے لوگ ہمارے لیے نعمت ہیں۔"

"آپ ان کی زبان سمجھ رہے ہیں پروفیسر؟"

"یہاں میری زبان دانی کی ایسی تیسی ہو گئی ہے۔" پروفیسر جوناتھن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" میں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس زبان میں عام افریقی زبان کے کچھ الفاظ ضرور ہیں لیکن نہ ہونے کے برابر۔ باقی زبان اجنبی ہے اور ان الفاظ سے کوئی نتیجہ بھی اخذ نہیں کیا جا سکتا۔"

"وہی مہذب دُنیا کی کیفیت ہے۔ کسی ایک ملک میں ایک ہی زبان مختلف انداز میں بولی جاتی ہے اور بعض علاقوں کی زبان سے دوسرے علاقے کے لوگ بھی صحیح طور سے واقف نہیں ہوتے۔"

"سو فیصدی، دُنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان انگریزی بھی مختلف لہجوں میں بولی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جو سب سے اہم بات ہے وہ یہ کہ زبان کے ساتھ صحیح جسمانی حرکات بھی۔"

"بالکل درست پروفیسر، یہ سیکھنا ناممکن ہے۔"

"سیکھنے والی چیز ہی نہیں۔" پروفیسر نے کہا۔

ہمیں لانے والے میزبان واپس چلے گئے تو اوڈوکان اور پولان نامی ایک شخص میرے پاس پہنچ گئے۔ اوڈوکان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ابھی تک سب ٹھیک ہے چیف، ہماری آمد ان لوگوں کے لیے کسی شک کا باعث نہیں ہے۔ لیکن چیف آپ نے ایک بات پر غور نہیں کیا۔"

"وہ کیا؟"

"جس طرح ہم لوگ کھچڑی ہیں اسی طرح ان میں بھی مقامی زبان سے ناواقف لوگ شامل ہیں لیکن شکل و صورت میں وہ بھی ان جیسے ہی ہیں۔"

اوڈوکان کے اس انکشاف نے ہمیں حیران کر دیا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔ "کیا مطلب اوڈوکان؟"

"دو افراد ان میں ایسے تھے چیف جو مقامی زبان نہیں سمجھتے تھے اور چونکہ ان لوگوں کو ہم پر کوئی شبہ نہیں تھا اس لیے اُن میں سے ایک شخص ہماری گفتگو کا ترجمہ کرتا جا رہا تھا۔ مجھے حیرانی تو ہوئی تھی لیکن میں نے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا، جو شخص ترجمہ کر رہا تھا وہ بھی مجھے مختلف ہی محسوس ہوا تھا اور میرے اندازے کے مطابق یہ شخص بھی بونیکا کا باشندہ نہیں تھا، بلکہ بونیکا والوں کا اس نے روپ دھار رکھا تھا اور وہ افریقی زبان سے بخوبی واقف معلوم ہوتا تھا۔ یعنی اس زبان سے جو یہاں بولی جاتی ہے۔"

"یقیناً ایسی ہی بات ہوگی، اس سے کم از کم یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اُن لوگوں نے بونیکا کے باشندوں کا روپ دھار رکھا ہے، ہمیں سخت محتاط رہنا ہوگا۔"

"یقیناً چیف۔"

"کیا گفتگو ہوئی اُن کے اور تمہارے درمیان؟"

"میں اس کا ترجمہ کیے دیتا ہوں چیف۔ وہاں ساحل سے آگے انھوں نے ہمارا استقبال جسمانی حرکات سے کیا جو مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کی علامت تھی، ہماری اُچھل کود بھی جسم کی زبان تھی اور اس اچھل کود کے ذریعے ہم نے انھیں بتایا کہ ہم خیر سگالی کے لیے آنے والوں میں سے ہیں اور بونیکا کی تقدیر پر رشک کرتے ہیں کہ وہ دیوتاؤں کی سرزمین کہلائی اور وہ عظیم دیوتا جو ہمارے تمام قبیلوں کو آفتوں سے محفوظ رکھنے کے لیے آسمان سے زمین پر اُترا ہے، بونیکا میں قیام پزیر ہے۔ ہم نے بونیکا کے لوگوں کو دلی مبارک باد دی اور اُن سے کہا کہ ہم اُن کے مہمان ہیں اور برکتیں حاصل کرنے آئے ہیں، اور چیف یہی انداز ہوتا ہے آنے والوں کا اور اسی انداز میں گفتگو کی جاتی ہے بونیکا کے لوگوں سے جو اپنی تقدیر پر نازاں ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے ہمیں بطور میزبان دل سے خوش آمدید کہا اور پھر یہ بھی بتایا کہ ہم اُن کے مہمان ہیں اور برکتیں حاصل کر کے اپنے قبیلوں میں جا سکتے ہیں اور یہ محبت اور یگانگت افریقی قبیلوں کی ضمانت ہے اور ضمانت دینے کے لیے دیوتا نے آسمان سے زمین کا رُخ کیا ہے چنانچہ ہمارے لیے قیام کی جگہ موجود ہے جہاں ہمیں ضروریاتِ زندگی کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور اس کے بعد چیف یہ جگہ ہمارے لیے منتخب کر دی گئی ہے۔ ہاں، یہاں ہم اپنے جھونپڑے نہیں بنا سکتے۔ قبیلے آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ ہم بھی اس وقت تک یہاں مقیم رہیں گے جب تک دیوتا کی طرف سے ہدایات ہمیں نہ مل جائیں۔"

اوڈوکان خاموش ہو گیا۔ میں، پروفیسر جوناتھن، بُڈ وغیرہ گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے۔ اس کے بعد ہم نے اپنی قیام گاہوں کا انتخاب شروع کر دیا۔ چھوٹے بڑے پتھروں کی یہاں بہتات تھی اور دوسرے قبائل جو آس پاس یہاں آباد تھے اور جن سے ہمارا فاصلہ خاصا رکھا گیا تھا اور سارے قبیلوں کے فاصلے ایک دوسرے سے اتنے ہی تھے، اُن کے مانند ہم نے بھی پتھروں کے ڈھیر لگا لگا کر اپنے لیے پناہ گاہیں بنا لیں۔

ہمارے میزبانوں نے ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنے دیا اور بہت سے ایسے لوگ ہمیں دور سے آتے ہوئے نظر آئے جن کے کاندھوں پر بہنگی قسم کی چیز تھی۔ یعنی ایک لکڑی جس میں ترازو جیسے دو پلڑے لٹکے ہوئے تھے اور ان پلڑوں میں عجیب و غریب قسم کے پھل، پتے اور نہ جانے کیا کیا چیزیں بھری ہوئی تھیں۔ ایسے بہت سے لوگ برق رفتاری سے ہماری جانب بڑھ رہے تھے اور اُن کی رہنمائی اُنھی میں سے چند افراد کر رہے تھے جو پہلے ہمارے استقبال کے لیے آئے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اوڈوکان نے آہستہ سے کہا۔ "پولان، تم اور سالون چلے جاؤ اور ان لوگوں کا استقبال کرو۔ ایک ہی آدمی کا بار بار سامنے جانا ٹھیک نہیں ہے، کہیں انھیں شبہ نہ ہو جائے۔"

آنے والوں نے وہ سامان ہمارے سامنے انبار کر دیا اور وصول کرنے والوں سے کچھ کہتے رہے۔ اس سامان میں پانی کے برتن بھی شامل تھے جو لکڑی کے تختے جوڑ کر بنائے گئے تھے، اوپر سے اُن کے منہ چھوٹے چھوٹے تھے اور اُن میں پانی بھرا ہوا تھا۔ گویا ہمارے طعام و قیام کا معقول بندوبست کر دیا گیا تھا۔ شکریہ ادا کرنے کے بعد اُن لوگوں کو روانہ کر دیا گیا اور ہم ان تحائف کو دیکھنے لگے جو ہمارے لیے آئے تھے۔ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی تھے، پھل اور سبزیاں بھی تھیں۔ اس سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی جاتی تھی کہ ان لوگوں کے لیے یہی خوراک انتہائی عمدہ غذا تصور کی جاتی تھی۔ اس خوراک کو احتیاط سے محفوظ کر لیا گیا۔ پانی کے برتن جگہ جگہ رکھ دیے گئے۔ پولان اور دوسرے آدمی نے بتایا کہ ان لوگوں نے کہا ہے، مزید جس چیز کی بھی ضرورت ہو وہ مانگ لی جائے۔

"یہ بات معلوم ہونی چاہیے اوڈوکان کہ ہمیں اُن کی بستی میں داخل ہونے کی آزادی ہے یا کچھ پابندیاں ہیں۔"

"میرے خیال میں یہ بات ہمیں اُن لوگوں سے نہیں معلوم کرنا چاہیے چیف بلکہ تم مجھے اجازت دو کہ میں یہاں موجود دوسرے قبیلے کے لوگوں سے رابطہ قائم کروں۔ یقیناً ہمیں اُن سے بہتر معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے اوڈوکان، لیکن فوراً ہی کسی دوسرے قبیلے کے لوگوں سے جا ملنا ذرا مناسب نہیں ہوگا۔ کچھ وقت یہاں گزار لو۔ ممکن ہے اس کے بعد وہی لوگ تمہیں دیوتا کی زیارت کے آداب بتائیں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے چیف۔" اوڈوکان نے مجھ سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

ہم کھانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ اوڈوکان نے دوسرے لوگوں کو دور ہی سے دیکھ کر یہ اندازہ لگا لیا کہ یہاں کی زندگی میں کسی طرح کی پابندیاں نہیں ہیں۔ کچھ لوگ وہ تھے جو کچی ترکاریاں، کچا گوشت کھانے کے عادی تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے جگہ جگہ آگ روشن کر رکھی تھی۔ چنانچہ ہم نے بھی مٹی کے ڈھیلے اور پتھروں کو جمع کر کے اُن کے درمیان جھاڑ جھنکاڑ سے آگ روشن کر لی۔ اس گوشت کو تو میں ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہتا تھا جو لایا گیا تھا اور جس کے بارے میں یہ تصدیق نہیں ہو سکتی تھی کہ کون سے جانور کا ہے لیکن سبزیاں اور پھل کھا کر پیٹ کا جہنم بھرا جا سکتا تھا۔

تمام تیاریاں جاری رہیں، بالکل اسی طرح زندگی کا آغاز کر دیا گیا جیسے دوسرے جنگلی لوگ کر رہے تھے، ہم نے انھیں ذرا بھی شبہے کا موقع نہیں دیا۔ میری نگاہیں اطراف میں بھٹکتی رہیں۔ یہاں سے بھی اس عظیم الشان بُت کے درشن کیے جا سکتے تھے جو اُن جھونپڑوں کے درمیان بلند و بالا حیثیت رکھتا تھا اور بہ دستور آسمان کی جانب انگلی اٹھائے ہوئے کھڑا تھا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ وہ بُت روشن کب ہوتا ہے۔ آیا ہر رات ایسا ہوتا ہے یا پھر کسی خاص موقع پر۔ ایک پتھر پر بیٹھ کر میں نے اپنی نظریں بُت کی طرف مرکوز کر لیں اور اس کا بہ غور جائزہ لینے لگا۔ پھر میرا ذہن بھٹک کر اسٹیفن براکوڈا کی جانب چلا گیا۔ یہاں اس کی رہائش گاہ کہاں ہو سکتی ہے؟ ایک بات تو ثابت ہو چکی تھی کہ براکوڈا انتہائی عیار و مکار شخص تھا۔ اس نے یہاں جس عمدگی سے اپنا جال بچھایا تھا، وہ کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔

میں بہت دیر تک اس پتھر پر بیٹھا براکوڈا کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس دوران میں اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش بھی کر رہا تھا کہ قبیلے کے لوگوں کا بستی میں آنا جانا ہے یا نہیں اور یہ اندازہ لگانے میں مجھے دقت نہیں ہوئی کہ قبیلوں میں آباد لوگ بہ آسانی بستی کی جانب آجا رہے ہیں، ان پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی ہے اور یہ بات باعثِ اطمینان تھی اور شاید اسٹیفن براکوڈا کی سب سے بڑی حماقت کیونکہ کم از کم اپنی بستی کے اس حصے کو جہاں وہ خود آباد تھا، اُسے اجنبی لوگوں سے پاک رکھنا چاہیے تھا لیکن ہر برائی کا خاتمہ کسی نہ کسی کمزوری یا غلطی کی بنا پر ہوتا ہے۔ اسٹیفن براکوڈا اس بات سے مطمئن ہوگا کہ آنے والوں میں کوئی بھی اس حیثیت کا حامل نہیں ہو سکتا جو اُسے نقصان پہنچا سکے۔ وہ اُن کی طرف سے مطمئن تھا اور اُس نے انھیں اعتماد میں لینے کے لیے ہر طرح کی آزادی فراہم کر رکھی تھی لیکن یہی آزادی اس کے لیے مصیبت کا باعث ہو سکتی تھی۔

اوڈوکان اپنا مشن پورا کرنے کے لیے چلا گیا۔ وہ ٹہلتا ہوا ایک قبیلے کے لوگوں کے پاس پہنچ گیا تھا، ہم اُسے دیکھتے رہے لیکن کوئی خاص بات نہیں ہوئی اور اوڈوکان تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد واپس آیا۔ اس وقت شام کا جھٹپٹا فضا پر مسلط ہو چکا تھا اور جگہ جگہ روشنی ہونے لگی تھی جو مشعلوں کی تھی، مشعلوں کی بُو سے فضا میں چراند سی پیدا ہو گئی تھی اور ہوا اس ناخوشگوار بُو کو اِدھر سے اُدھر اُڑائے لیے پھر رہی تھی۔

اوڈوکان سیدھا میرے پاس پہنچ گیا، اس نے کہا۔ "چیف میں نے ان لوگوں سے بہت سی معلومات حاصل کی ہیں، جو یقیناً آپ کے لیے کارآمد ہو سکتی ہیں۔"

"ہاں اوڈوکان مجھے اس بارے میں بتاؤ؟"

"جس قبیلے کے لوگوں سے میں نے ملاقات کی وہ بہت دور دراز سے آیا ہے اور اس کا نام کاناٹا ہے۔ کاناٹا قبیلے کے لوگوں میں کچھ ایسے لوگ پہنچے تھے جن کا تعلق ایک خاص مشن سے تھا۔ انھوں نے کاناٹا کے لوگوں کو پیغام دیا کہ بونیکا میں دیوتا کا نزول ہوا ہے اور یہ دیوتا برکتیں نازل کرنے والا ہے اور اگر اس کے حضور حاضری دے کر اُس کے احکامات

کی پیروی کرلی جائے تو قبیلوں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ کچھ لوگوں نے مخالفت کی اور کچھ لوگوں نے کہا کہ دیوتاؤں کی توہین ہمیشہ قبیلوں پر تباہی کا باعث بنی ہے۔ چنانچہ دیوتا سے برکت حاصل کرنا ضروری ہے اس کے بعد ہی قبیلے کے تقریباً ساٹھ افراد یہاں آئے ہیں۔ ان لوگوں کو کھلی اجازت ہے کہ دیوتا کی زیارت کریں اور جب تک دل چاہے کرتے رہیں۔ لونیکا کی طرف آنے والے مہمانوں کی ہر طرح خاطر مدارت کی جاتی ہے اور وہ جتنے دن بھی یہاں قیام کرنا چاہیں، قیام کر سکتے ہیں۔ دیوتا کی طرف سے انھیں پیغامات ملتے ہیں اور کازاٹا قبیلے کو بھی دیوتا کا پیغام مل چکا ہے۔"

"خوب! پیغام کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"پیغام یہ ہے چیف کہ صحرائے اعظم میں رہنے والے قبیلوں کو ایک بہت بڑا خطرہ لاحق ہے۔ باہر سے آنے والے ان کا وجود، ان کی بستیوں کا وجود مٹا دینا چاہتے ہیں اور اس کے لیے زبردست پیمانے پر تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ باہر سے آنے والوں نے افریقہ کے مختلف حصوں کو اپنی کارروائیوں کے لیے منتخب کرلیا ہے اور وہاں اُن کا قیام ہے۔ قبیلوں کو اطلاع دی گئی ہے کہ وہ جنگی تیاریاں کریں اور ایسے جوانوں کو تیار کرلیں جو اُن لوگوں سے جنگ کرسکیں کہ قربانی کے بغیر قوموں کی بقا بہت مشکل ہوتی ہے۔ دیوتا نے اُن سے کہا ہے کہ ایک موزوں وقت کا انتظار کیا جا رہا ہے پھر اس موزوں وقت پر لاتعداد قبیلے جمع ہوکر باہر سے آنے والوں کی سمت یلغار کریں گے اور انھیں مٹا دیں گے۔ یہی پیغام ہر قبیلے کے لوگوں کو دیا جاتا ہے اور کازاٹا والوں کو بھی یہ پیغام مل چکا ہے۔ وہ اب واپسی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

"کیا انھیں لونیکا کی خاص بستی میں آنے جانے کی آزادی ہے؟"

"وہ ہر جگہ آسانی سے گھوم پھر سکتے ہیں۔ لونیکا میں بازاروں کا سلسلہ شروع ہوچکا ہے۔ وہاں سے اُنھیں مفت اشیاء ملتی ہیں اور اگر وہ ان کے عوض کچھ دینا چاہیں تو وہ بھی قبول کرلیا جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے اڈوکان، تمھاری معلومات ہمارے لیے انتہائی قیمتی ہیں۔"

"اور کوئی حکم چیف؟" اڈوکان نے فرماں برداری سے کہا۔

"نہیں . . . میرا خیال ہے فی الحال اتنی ہی معلومات کافی ہیں اور یہ اچھی بات ہے کہ کم از کم ان لوگوں کے درمیان آنے جانے کی پابندی نہیں ہے اور کوئی ایسی خاص بات تو نہیں اڈوکان جس سے ہمیں محتاط رہنا ہو؟"

"نہیں چیف، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں معلوم ہوسکا، لیکن تم اطمینان رکھو، ابھی میں دوسرے قبیلوں کے لوگوں سے بھی ملوں گا۔"

"ہاں، یہاں بہت سے قبیلے موجود ہیں۔" میں نے کہا اور اڈوکان خاموش ہوگیا۔ پروفیسر جوناتھن اور بُڈ بھی میرے نزدیک موجود تھے۔ پروفیسر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

رات گہری ہوگئی اور دفعتاً ہم نے فضا میں ایک تیز روشنی محسوس کی۔ اس وقت ہماری آنکھیں حیرت اور دلچسپی سے چمک اُٹھیں جب ہم نے اس بھورے پتھر کے بُت کو کسی سونے کے مجسمے کے مانند چمکتے دیکھا۔ یقیناً چاند نہیں نکلا تھا۔ یہ روشنی اس بُت کے اندر ہی سے منعکس ہو رہی تھی۔ جبکہ دور سے دیکھنے پر وہ شیشے کا بھی نظر نہیں آتا تھا۔ بُت کی اس کیفیت پر ہم سب ہی لوگ اس کی جانب متوجہ ہوگئے تھے اور ایک بلند جگہ سے اس کا نظارہ کر رہے تھے۔ تب ہم نے عجیب و غریب مناظر دیکھے۔ وہ ہاتھ جو آسمان کی جانب اُٹھا ہوا تھا، آہستہ آہستہ نیچے گرا اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر سیدھا ہوگیا اور ہم نے اس ہاتھ سے سُرخ رنگ کے پھولوں کی بوچھار ہوتے دیکھی۔ یہ آتشیں پھول تھے جو بُت کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں منتشر ہو رہے تھے اور پرواز کرتے ہوئے دور دور تک جا رہے تھے۔ پروفیسر جوناتھن جلدی سے اپنے کچھ آلات نکال کر مصروف ہوگیا۔ اس نے اپنے لیے ایک تنہا جگہ منتخب کرلی تھی اور یہاں وہ اپنے آلات کی مدد سے اس بُت کے بارے میں کچھ تجزیہ کر رہا تھا۔ میں نے یا کسی اور نے اُسے ڈسٹرب کرنے کی کوشش نہیں کی، بس ہم اپنے طور پر اُس کا جائزہ لیتے رہے۔ بُت کا ہاتھ تھوڑی دیر تک پھول برساتا رہا اور وہ سونے کی طرح چمکتا رہا پھر ہم نے ایک آواز بھی سُنی جس کا مفہوم دوری کے سبب ہماری سمجھ میں نہیں آسکا لیکن یہ اندازہ ضرور ہوگیا کہ وہ یقیناً کوئی انسانی آواز تھی اور اسی بُت سے نشر ہو رہی تھی۔

افریقہ کے رہنے والے سادہ لوح انسانوں کو متاثر کرنے کے لیے یہ جادوئی اعجاز بہت کافی تھا اور یقیناً پتھر کے اس روشن اور بولتے بُت کو دیکھ کر کون تھا جو اپنے ذہن پر قابو پاسکتا جبکہ افریقہ کے سادہ دل وحشی صرف توہمات پر ہی یقین کرلینے کے عادی تھے، انھیں متاثر کرنے کے لیے اس سے اچھا طریقہ اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔

آتشیں پھول نکلنا بند ہوگئے اور بُت کا ہاتھ پھر اپنی جگہ پر واپس آگیا۔ اب اُس کی اُنگلی اسی انداز میں آسمان کی جانب اُٹھی ہوئی تھی اور رفتہ رفتہ اُس کی روشنیاں مدھم پڑتی جا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ فضا میں پھیلا ہوا سنہرا اُجالا ختم ہوگیا اور پھر عجیب و غریب قسم کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ جن میں ڈھول بجنے اور درختوں کے تنے پیٹنے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ غالباً کوئی قبیلہ زیارت کے لیے گیا تھا اور اب وہ فیض یاب ہوکر واپس آرہا تھا۔ میں نے گہری سانس لی اور پروفیسر جوناتھن کی طرف دیکھنے لگا۔ بُڈ کے چہرے پر بھی گہری سنجیدگی کے آثار تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر جوناتھن اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اپنے پاس موجود آلات سنبھال کر رکھ لیے تھے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا تو وہ مسکرا کر بولا: "وہی سب کچھ جس کی توقع تھی۔"

"کیا پروفیسر؟" میں نے وضاحت طلب نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ بُت یقینی طور پر کسی ایسے مادّے سے بنایا گیا ہے جو روشنی کو جذب کرتا ہے۔ اس روشنی کو پورے بُت میں پھیلانے کے لیے شاید کسی جنریٹر وغیرہ سے کام لیا جاتا ہے جو یقینی طور پر زیرِ زمین ہوگا کیونکہ اس کی ہلکی سی بھی آواز فضا میں منتشر نہیں ہوتی۔ وہ آواز جو بُت کے مُنہ سے نکلی تھی، طاقتور اسپیکرز کا کمال تھا جن کی پُشت پر یقیناً کوئی انسان رہا ہوگا۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے علی جو قابلِ حیرت ہو۔ یہ سب کچھ کرنا نہایت آسان ہے لیکن ان توہم پرست افریقیوں کے لیے یہ بہت بڑی بات ہے۔"

"سو فیصدی پروفیسر سو فیصدی۔"

"یہاں آکر ہمیں یہ اندازہ ہوچکا ہے کہ اشٹیفن براکوڈا کس طریقے سے کام کر رہا ہے۔ اب اس میں اپنے لیے گنجائش نکالنی ہے۔"

"اڈوکان کے بیان کے مطابق، ابھی قبیلے تیاریوں کی منزل میں ہیں۔ ان کو پیغامات بھیجے گئے ہیں اور یہ بات ہمارے لیے قابلِ اطمینان ہے کہ فوری طور پر یہ قبائل لائن آف کروزل کی جانب حملے کی غرض سے نہیں بڑھیں گے۔ بلکہ جب انھیں ہدایت ملے گی تب وہ اپنے لشکر لونیکا کی طرف روانہ کریں گے۔ لونیکا ہی سے ان لشکروں کو لائن آف کروزل کی جانب روانہ کیا جائے گا۔ گویا کم از کم اس بات کا تو اطمینان ہوگیا کہ فوری طور پر لائن آف کروزل کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اگر ہم لونیکا میں اِن کا پورا منصوبہ تلپٹ کر دیتے ہیں تو میرے خیال میں یہ خطرہ ٹل سکتا ہے۔"

"ہاں۔ لیکن علی . . . قبائلیوں کے ذہن میں جو بات بیٹھ گئی ہے اس کے لیے کیا کرو گے؟"

"ہاں۔ یہ سوچنے کا مسئلہ ہے لیکن اگر یہی چمکتا ہوا دیوتا اُن لوگوں سے کہے کہ افریقہ میں قیام کرنے والے اُن کے دُشمن نہیں ہیں بلکہ اُن کے لیے دوستی اور امن کا پیغام رکھتے ہیں تو قبیلوں کا جوش ٹھنڈا پڑ سکتا ہے۔"

پروفیسر جوناتھن پُرخیال انداز میں سر ہلانے لگا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا: "لیکن سب سے پہلے تو ہمیں اشٹیفن براکوڈا کی قوت توڑنا پڑے گی۔"

"یقیناً۔ ہمارا پہلا کام یہی ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"بُڈ کہنے لگا "چیف جب ہمیں لونیکا کی بستی میں جانے کی اجازت ہے تو پھر کیا یہ ضروری ہے کہ ہم یہیں قیام کریں؟"

"یقیناً، لونیکا والے اس کی اجازت نہیں دیں گے کہ ہم اُن کے درمیان رہیں اور پھر ہمارے وہاں رہنے کا کوئی جواز بھی تو نہیں ہے۔"

"لیکن اُن سے دوستی تو بڑھائی جاسکتی ہے۔"

"میں تمھاری بات کا مطلب نہیں سمجھا، تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں بستی میں جانے کی اجازت چاہتا ہوں چیف۔"

"بُڈ! تم یہاں کی زبان صحیح طور پر نہیں جانتے اس لیے تمھیں دِقت تو نہیں پیش آئے گی؟"

"اشاروں کی زبان ساری دُنیا میں سمجھی جاتی ہے چیف اور ساری دُنیا میں گونگے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ میں ایک گونگا ہوں اور اپنے دوستوں سے اشاروں کی زبان ہی میں گفتگو کرسکتا ہوں۔"

"اگر تم اپنے طور پر اسے مناسب سمجھتے ہو تو جیسا تم پسند کرو بُڈ لیکن اگر اشٹیفن براکوڈا کے کسی بھی آدمی کو تم پر شبہ ہوگیا تو یوں سمجھ لو سارے لوگوں پر آفت آئے گی۔"

"میں کوشش کروں گا کہ ایسا نہ ہوسکے۔"

"یہی اجازت میں بھی تم سے چاہتا ہوں علی۔" پروفیسر جوناتھن نے کہا۔

"گویا آپ بھی وہاں دوستی کرنے جا رہے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں، کیا حرج ہے۔"

پروفیسر جوناتھن ذہین اور سنجیدہ آدمی تھا۔ اس کی اس خواہش کو میں رد نہیں کرسکتا تھا۔ یقیناً اس نے کچھ سوچا ہی ہوگا۔ چنانچہ میں نے

ایک کارآمد کتاب جس کی آپ کو بھی ضرورت ہے
مسائل اور حل
قیمت ۳۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۲ روپے
ہر شخص کسی نہ کسی اُلجھن یا مسئلہ سے دوچار ہے۔ جذباتی، ازدواجی، ملازمت دیگر بے شمار مسائل کا حل
اس کتاب کا مطالعہ یقینی طور پر آپ کے سکون کا باعث ہوگا

WWW.PAKSOCIETY.COM

شانے ہلا کر کہا۔ "ٹھیک ہے پروفیسر! اگر آپ لوگ یہ مناسب سمجھتے ہیں تو میں تو پہلے بھی اسے ٹیم ورک قرار دیتا رہا ہوں۔ میں کسی پر اپنی رائے مسلط نہیں کرنا چاہتا۔ اس سلسلے میں جو کوئی جو کچھ کرنا چاہتا ہے، پورے اعتماد اور ہوشیاری کے ساتھ کر سکتا ہے۔"

"شکریہ علی۔" جوناتھن نے کہا۔

"ویسے میں ایک اہم ذمے داری اوڈوکان یا اس کے کسی اور ساتھی کے سپرد بھی کرنا چاہتا ہوں جو انتہائی ضروری ہے۔"

"وہ کیا؟" اوڈوکان کے کان کھڑے ہو گئے۔

"اوڈوکان، ہم لوگ سان بین سے تعلق رکھتے ہیں اور یقیناً سان بین والے ابھی اس طرف نہیں آئے، ورنہ ہماری آمد کو تعجب کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ تم ساحلی علاقے پر یا ان راستوں پر نگاہ رکھو جو بونیکا کی سمت آتے ہیں تاکہ اگر سان بین کے لوگ آ رہے ہوں تو ہم اپنے طور پر محتاط ہو جائیں۔"

"درست کہتے ہو چیف۔ اس ممکنہ خطرے کا سدِباب کرنے کے لیے یہ احتیاط ضروری ہے۔ آپ اطمینان رکھیں، میں چند آدمیوں کی ڈیوٹیاں لگائے دیتا ہوں۔"

اوڈوکان سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے اپنے لیے ایک جگہ منتخب کی، پھر پتھروں سے چُنے ہوئے ایک ڈھیر کے قریب زمین صاف کر کے میں لیٹ گیا۔ ذہن مستقل مصروفِ عمل تھا اور مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ میں صورتِ حال کا ہر پہلو سے جائزہ لے رہا تھا اور کسی امکان کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسٹیفن براکوڈا سے جنگ اب انتہائی اہم مرحلے میں داخل ہو گئی تھی۔ ہماری کوئی بھول یا غلطی ہماری شکست کا سبب بن سکتی تھی۔

رات کے کسی حصے میں نیند آ گئی اور صبح تک سوتا رہا۔ جاگا تو تمام لوگ اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ کھانے پینے کی جو اشیاء موجود تھیں ان سے ناشتے کا بندوبست کیا جا رہا تھا۔ میں نے اپنے لیے چند پھلوں کا انتخاب کیا۔ اس کے علاوہ بھلا یہاں اور کیا مل سکتا تھا۔ پروفیسر بھی میرے ساتھ ناشتے میں شریک ہو گئے۔ میں نے بُڈ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں لیکن بُڈ مجھے نظر نہیں آیا تھا۔

"بُڈ کہاں گیا پروفیسر؟" میں نے پوچھا۔

"بُڈ؟" پروفیسر نے گردن اٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر چونک کر بولا۔ "ارے وہ تو مجھے صبح سے نظر نہیں آیا۔ حالانکہ میں بہت پہلے کا جاگا ہوا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا خیال ہے بُڈ یہاں موجود نہیں ہے۔"

میں کھڑا ہو گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا لیکن بُڈ موجود نہیں تھا۔

بُڈ کو ہر ممکن جگہ تلاش کر لیا گیا لیکن وہ کہیں نہیں نظر آیا۔ سب لوگوں نے پریشانی کا اظہار کیا لیکن میں نے مطمئن انداز میں کہا۔

"نہیں پروفیسر، اس کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنی حفاظت کرنا جانتا ہے۔ ضرور وہ اپنے پروگرام کے تحت گیا ہے۔"

"مجھے بھی یقین ہے لیکن ہمیں یہاں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا چاہیے۔ کیونکہ کسی کی ذرا سی بھی غلطی سے حالات ہمارے خلاف ہو سکتے ہیں۔"

"آپ کا کہنا بالکل درست ہے مسٹر جوناتھن لیکن ایک بات بارہا میرے مشاہدے میں آئی ہے۔ بعض اوقات جتنی زیادہ احتیاط برتی جائے، اتنی ہی نقصان دہ ہو جاتی ہے اور پھر ہمیں تیز رفتاری سے اپنا کام کرنے کے لیے اس قسم کے خطرات مول لینا ہی پڑیں گے۔"

جوناتھن نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں، یہ بات میں جانتا ہوں۔ اگر آپ مطمئن ہیں مسٹر علی تو پھر مجھے کوئی تشویش نہیں۔ میرے خیال میں بُڈ خود بھی سمجھ دار آدمی ہے۔ میرے ساتھ مہمات میں شریک ہو چکا ہے۔ اس کی حرکتیں بعض اوقات بچگانہ ضرور ہوتی ہیں لیکن اس نے ہمارے لیے کبھی کوئی بڑا خطرہ پیدا نہیں کیا۔" جوناتھن خاموش ہو گیا۔

سارا دن بُڈ کا کوئی پتا نہیں چل سکا تھا۔ اوڈوکان اور میکنو کو میں نے اس پروگرام کے تحت بھیج دیا تھا جو ہم پہلے ترتیب دے چکے تھے۔ یعنی یہ کہ اگر اتفاق سے سان بین کے باشندے بھی اسی دوران اِدھر کا رُخ کر لیں تو اُن پر نگاہ رکھی جائے۔

یہ رات بھی اسی انداز میں گزر گئی۔ بُڈ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ اس کی اس طویل گمشدگی نے اب کسی قدر مجھے بھی تشویش کا شکار کر دیا تھا۔ چنانچہ دوسرے دن کے لیے میں نے کچھ منصوبے ترتیب دے لیے۔ پروفیسر جوناتھن سے میں نے دوسری صبح کہا کہ میں خود بھی اب بستی میں پہل قدمی کروں گا۔

جوناتھن نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ان کی آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ پھر انھوں نے کہا۔ "میں رات کو بھی اپنے کام میں مصروف رہا ہوں۔ یہاں انتہائی منظم پیمانے پر لاسلکی پیغامات کے ذریعے طویل گفتگو رائج ہے۔ جگہ جگہ ایک دوسرے کو پیغامات نشر کیے جاتے ہیں۔"

"خوب پروفیسر! آپ کی مشین تو کام کر رہی ہو گی؟"

"ہاں لیکن ابھی تک کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہو سکی جو کارآمد ثابت ہو۔ ایک بات میں بھی آپ کو بتا دوں مسٹر علی کہ جب آپ واپس آئیں تو ممکن ہے میں بھی آپ کو نہ مل سکوں۔ لیکن میرے بارے میں کسی تشویش کا شکار نہ ہوں۔"

"ہم سب کو ان حالات میں اپنی فہم و فراست کے مطابق

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کام کرنا ہے پروفیسر جوناتھن۔ اس لیے میری طرف سے کسی پر کوئی پابندی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور پروفیسر نے سر خم کر کے میرا شکریہ ادا کیا۔

میں اپنے لیے جو لائحہ عمل منتخب کر چکا تھا، اس کے تحت کام کرنے نکل گیا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ بستی کے اندرونی حصّوں میں داخل ہو کر ان لوگوں کے معمولات کا جائزہ لوں۔ لہٰذا اس پروگرام کے تحت میں بستی کی جانب چل پڑا۔ بونیکا پوری طرح آباد تھا اور وہاں کی زندگی میں ایک سلیقہ پیدا ہو چکا تھا۔ یقیناً اسٹیفن براکوڈا نے ان لوگوں پر دسترس حاصل کرنے کے بعد انھیں تہذیب سے آشنا کرنے کی کوشش کی ہوگی جس کے سبب ان کی بود و باش میں کچھ بہتری پیدا ہوئی ہوگی لیکن مکمل طور پر تو بہرحال یہ ممکن نہیں تھا کہ انھیں مہذب بنایا جا سکتا اور پھر یہ براکوڈا کے مفاد میں بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا افریقہ کی وحشی زندگی کے آثار بھی نظر آ رہے تھے۔ بونیکا کے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ بستی کے اطراف میں کھیتی باڑی کے آثار بھی نظر آ رہے تھے۔ زمین سے پانی نکالنے کے لیے ایک باقاعدہ نظام قائم کر دیا گیا تھا جس سے یہ افریقہ کے غیر مہذب وحشی پورا پورا فائدہ اُٹھا رہے تھے، اور انھیں اس کے استعمال کا طریقہ بھی سکھا دیا گیا تھا۔ میں ان تمام چیزوں کا جائزہ لیتا رہا۔ اور ایک بار پھر بستی کی آبادی میں داخل ہو گیا۔ اب میرا رُخ اس آتشیں بُت کی جانب تھا جو دن میں صرف بھورے پتھر کا ایک مجسمہ نظر آتا تھا لیکن رات میں روشن ہو جاتا تھا۔ مجسمہ طویل و عریض تھا۔ اُس کے قدموں میں ایک سیاہ رنگ کا چبوترہ بنا ہوا تھا، جس کے سامنے کے حصّے میں قربان گاہ نظر آ رہی تھی۔ اس قربان گاہ کے سامنے ایک بڑا سا پیالہ زمین پر بنا ہوا تھا جس میں گاڑھا گہرا سیاہ خون جما ہوا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ یہاں انسانوں کی قربانی بھی دی جاتی تھی۔ اسٹیفن براکوڈا نے یہاں کی وحشیانہ رسموں کو زندہ رکھا ہوا تھا اور ان وحشیوں کو مطمئن رکھنے کے لیے نہایت سائنٹیفک طریقے سے کام لیا گیا تھا۔ تاکہ وہ بالکل ہی اس سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ میں اس قربان گاہ سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا یہاں کے مناظر دیکھتا رہا۔ کسی نے میری جانب توجہ نہیں دی تھی۔ میری نگاہیں اس دوران ایسے لوگوں کو بھی تلاش کرتی رہی تھیں، جو میرے اندازے کے مطابق افریقہ کے باشندے نہ ہوں بلکہ اُن کی شکل اپنا کر ان میں گھل مل گئے ہوں لیکن میں ایک بھی ایسا شخص تلاش نہ کر سکا تھا۔ وہاں سے ہٹ کر میں ایک ایسے حصّے کی جانب جا نکلا جسے بازار کہا جا سکتا تھا۔ باقاعدہ دکانیں نہیں تھیں۔ چیزوں کے انبار جگہ جگہ لگے ہوئے تھے اور اُن کے عقب میں انھیں فروخت کرنے والے موجود تھے۔ پتا نہیں، خرید و فروخت کا یہ طریقہ کس بنیاد پر تھا۔ میں جائزہ لیتا رہا۔ لوگ آتے اور اپنی ضرورت کی چیزیں حاصل کر لیتے۔ کوئی کسی کو کچھ دیتا اور کوئی کچھ نہ دیتا اور وہ آگے بڑھ جاتے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سلسلے میں کیا نظام قائم کیا گیا ہے۔ پھر میری نگاہ ایک شخص پر پڑی۔ یہ ایک دراز قامت بوڑھا تھا جس کی گردن میں اژدہا لپٹا ہوا تھا اور لوگوں کا ہجوم اس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ بوڑھا کچھ خبط الحواس معلوم ہوتا تھا۔ مقامی ہی تھا۔ پتا نہیں، لوگ اس سے کیا کہہ رہے تھے۔ وہ بار بار انھیں جھڑک دیا کرتا تھا۔ پھر اچانک ایک عورت اس کے سامنے پہنچ گئی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں اور اس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچّہ موجود تھا جو غالباً سو رہا تھا۔ عورت، بوڑھے کے سامنے رُک گئی۔ اور روتے ہوئے اُس نے بچّے کو بوڑھے کے قدموں میں ڈال دیا۔ بوڑھا ٹھٹک کر رُک گیا تھا۔ وہ عورت کو گھورتا رہا اور عورت روتی رہی۔ پھر اس نے بچّے کو دیکھا اور اس کے بعد اس نے اپنی جھولی میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز نکالی اور انتہائی بے دردی سے بچّے کے مُنہ میں ٹھونس دی۔ اس کے بعد وہ بچّے کو اپنے پاؤں سے ایک طرف ہٹاتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ سب کیا تھا۔ عورت کے انداز سے بڑی عقیدت جھلک رہی تھی۔ وہ بچّے کو گود میں اٹھا کر خوشی خوشی ایک طرف چلی گئی۔ بوڑھا کچھ قدم آگے بڑھ گیا تھا۔ دفعتاً کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور میں ایک دم چونک پڑا۔ پلٹ کر دیکھا تو بُڈ کو پہچاننے میں دقت نہیں ہوئی۔ میرے چہرے پر ایک لمحے کے لیے مسرّت و حیرت کے آثار نمودار ہوئے تھے۔

"چلتے رہو، چلتے رہو چیف۔ تماشے دیکھ رہے ہو نا۔ اس پوری بستی میں کھیل تماشے بکھرے ہوئے ہیں۔"

"تم نے اُس شخص کو دیکھا؟"

"ہاں۔ یہ وِچ ڈاکٹر ہے اور یہاں لوگوں کا علاج کرتا ہے بہت بڑا عالم ہے اس علاقے کا۔"

"ہوں اور لوگ اس سے عقیدت رکھتے ہیں؟"

"بہت زیادہ۔ اگر یقین نہ ہو تو سانی سے پوچھ لو۔" بُڈ نے کہا اور اپنے ساتھ کچھ فاصلے سے آنے والی لڑکی کی طرف اشارہ کر دیا۔

میں نے متحیّرانہ نگاہوں سے پلٹ کر دیکھا۔ لڑکی تقریباً اٹھارہ اُنیس سال کی تھی۔ بہت ہی خوب صورت جسم کی مالک اور خدوخال بھی افریقی ہونے کے باوجود دلکش تھے۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں محبت بھری مسکراہٹ تھی۔ وہ بُڈ کے قریب پہنچ گئی اور بُڈ افریقی زبان میں اُسے میرے بارے میں بتانے لگا۔ لڑکی شاید بُڈ کی ٹوٹی پھوٹی زبان سمجھ رہی تھی۔ اُس نے ہنستے ہوئے گردن ہلائی اور پھر کچھ کہا۔

"سانی کا کہنا ہے کہ یہ وِچ ڈاکٹر یہاں بہت مقبول ہے۔ لیکن اپنی مرضی سے علاج کرتا ہے۔ کسی کو قابلِ علاج سمجھتا ہے تو علاج کرتا ہے۔ ورنہ اپنا اژدہا اس پر چھوڑ دیتا ہے۔ تاکہ اس کی زندگی کے تکلیف دہ لمحات مختصر ہو جائیں۔"

"اور یہ اژدہا؟"

"یہ اژدہا نہیں ہے۔ بڑی نسل کا سانپ ہے جو انتہائی زہریلا ہے۔ وہ لوگوں کو وِچ ڈاکٹر کے اشارے پر کاٹ لیتا ہے اور اُن کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔"

"تب تو وہ بڑا خطرناک آدمی ہے۔"

"صورت سے نہیں معلوم ہوتا۔ تم نے شاید اس پر غور نہیں کیا چیف۔" بُڈ نے کہا۔

"میں تو تم پر غور کر رہا ہوں۔ تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟" میں نے سوال کیا۔

"سانی سے میں نے زندگی بھر کے عہد و پیماں کر لیے ہیں۔ اس سے وعدہ کیا ہے کہ اب کبھی واپس سان بین نہیں جاؤں گا۔"

"ہوں۔ تو تم اپنی آوارگی میں مصروف ہو گئے ہو۔"

"تم کچھ بھی سمجھ لو چیف۔ میرا خیال ہے ہمیں بہت زیادہ دیر تک گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔"

"تم واپس کب آؤ گے؟"

"ذرا سانی پر اپنی محبت کا مکمل اعتماد قائم کر لوں۔ پھر واپس پہنچ جاؤں گا اور تمھارے لیے بہت سی معلومات بھی لے کر آؤں گا۔ اب میں چلتا ہوں۔" بُڈ نے کہا۔ اور میں نے بے پروائی سے شانے اُچکا دیے۔

بُڈ، سانی کا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بُڈ جہاں ہوتا، اپنے لیے تفریحات ڈھونڈ نکالتا تھا۔ اب اس لڑکی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے اُسے نہ جانے کیا کچھ کرنا پڑا ہوگا۔ دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک خیال پیدا ہوا تھا۔ اگر میں بھی یہاں پر کسی سے شناسائی پیدا کر لوں تو یہ میرے لیے مفید ثابت ہو سکتا تھا۔

میں پُرخیال انداز میں گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔ وِچ ڈاکٹر اب نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ لیکن بستی کا چکّر لگاتے ہوئے ایک بار پھر وہ میری نظروں میں آ گیا۔ اور میں اپنے ذہن میں ایک فیصلہ کر کے وہیں کھڑا ہو گیا۔ اس کی حرکات و سکنات عجیب تھیں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ بستی کے مختلف گوشوں کا گشت کر رہا ہے۔ میں بھی کچھ فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے اس کی نگرانی کرنے لگا۔

تقریباً تین گھنٹے اس وِچ ڈاکٹر نے بستی میں گزارے اور پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ میں بڑی احتیاط سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ نہ جانے کیوں یہ وِچ ڈاکٹر مجھے بے حد پُراسرار محسوس ہوا تھا۔ وِچ ڈاکٹر بستی کی جھونپڑیوں کے درمیان سے نکل آیا اور اب اس کا رُخ ان چٹانوں کی طرف تھا جو بستی سے کچھ فاصلے پر نظر آ رہی تھیں۔ راستے میں جگہ جگہ جھاڑیاں اور درخت موجود تھے اور اُن کی آڑ میں اس شخص کا تعاقب کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ چنانچہ میں اُن کی آڑ لیتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ پہاڑی ٹیلوں کا وسیع و عریض سلسلہ قریب آ گیا تو میں نے دیکھا کہ اکثر ٹیلوں کے دامن میں غاروں کے دہانے موجود تھے۔ میں اس کی نگاہوں سے بچنے کے لیے اب ٹیلوں کی آڑ لے رہا تھا۔ بعض اوقات مجھے چند لمحات کے لیے روپوش بھی رہنا پڑتا تھا۔ ایسے ہی ایک موقع پر جب میں ٹیلے کی آڑ سے نکلا، تو وہ مجھے نظر نہیں آیا۔ میں نے پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھا، پھر ایک ٹیلے پر چڑھ کر چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں لیکن وِچ ڈاکٹر کا کہیں پتا نہیں تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ ٹیلوں میں موجود کسی غار میں داخل ہو گیا ہے۔ اس سے زیادہ جستجو کرنا میرے لیے مناسب نہیں تھا۔

تھوڑی دیر تک میں ان ٹیلوں کے اطراف میں چکّر لگاتا رہا اور پھر واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ اپنی قیام گاہ تک پہنچنے کے

سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ (کتابی شکل میں)
مکمل تین حصّے
قیمت فی حصہ ۸۰/ روپے
ڈاک خرچ ۱۶/ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سیلے بستی سے ہی گزرنا پڑتا تھا لیکن جب ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر میں نے بستی کی طرف دیکھا تو مجھے اپنی داہنی سمت ایک پگڈنڈی سی نظر آئی جو خاصی دُور تک چلی گئی تھی اور یہ راستہ ایک دوسرے مہمان قبیلے کے درمیان سے ہوتا ہوا، ہمارے پڑاؤ تک مجھے پہنچا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسی طرف سے سفر کا آغاز کر دیا۔

تھوڑی دُور چلنے کے بعد ہی مجھے احساس ہوا کہ میں نے اپنے لوگوں کے پاس پہنچنے کا جو پروگرام بنایا تھا، وہ غلط تھا۔ یہ راستہ سیدھا نہیں جاتا تھا۔ بلکہ کافی ٹیڑھا میڑھا ہو کر گزرتا تھا۔ اطراف میں درخت پھیلے ہوئے تھے۔ اور ان درختوں کے درمیان سے گزرنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ چند لمحے سوچنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے پلٹ پڑنا چاہیے۔ اور سیدھے راستے سے اپنے پڑاؤ کا رُخ کرنا چاہیے۔ ابھی میں واپس پلٹا ہی تھا کہ بائیں سمت مجھے ایک چھوٹی سی جھیل نظر آئی جو گھاس کے درمیان گھری ہوئی تھی۔ بے اختیار ہی میرے قدم اس جھیل کی جانب بڑھ گئے تھے اور پھر انتہائی تعجب سے میں نے اس لڑکی کو دیکھا جو جھیل کے پانی سے باہر نکل رہی تھی۔ اس کے بدن پر مقامی لوگوں کی طرح پورا لباس نہیں تھا اور اس کا چہرہ بھی یہاں کے باشندوں سے مختلف تھا۔ خدوخال میں ایک نمایاں تبدیلی پائی جاتی تھی۔ انتہائی تیکھے نقوش تھے۔ آنکھوں میں بھی بھوری بھوری پتلیاں نظر آ رہی تھیں۔ اُس نے مجھے دیکھ لیا تھا اور حیران سی نگاہوں سے مجھے گھورے جا رہی تھی۔ میں بے اختیار اس کی جانب چل پڑا اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ تب لڑکی نے نامانوس زبان میں کچھ الفاظ کہے اور میں احمقوں کی طرح اس کی شکل دیکھتا رہا۔ لڑکی بے اختیار ہنس پڑی تھی۔ پھر اس نے ایک جملہ کہا جس نے مجھے شدید حیرت کا شکار کر دیا۔

"کیا بے وقوفوں کی طرح دیکھ رہا ہے، احمق کہیں کا۔"

حیرت مجھے اس لیے ہوئی تھی کہ یہ جملہ انگریزی زبان میں ادا کیا گیا تھا اور انگریزی بھی نہایت پختہ تھی یا چانک میرے دل میں خیال آیا کہ اس لڑکی کا تعلق کسی نہ کسی طرح اسٹیفن براکوڈا سے ہو سکتا ہے اور اس کے انگریزی بولنے کی یہی وجہ ہے۔ چنانچہ میں نے لمحہ بھر میں ایک فیصلہ کر لیا اور انگریزی ہی میں اُسے مخاطب کیا۔ "تم نے پہلے جو زبان استعمال کی تھی، وہ میرے لیے نامانوس تھی۔"

لڑکی کا چہرہ مجھ سے زیادہ حیرت زدہ ہو گیا۔ "اوہ! تم... لیکن تم... میں تو تمھیں نہیں جانتی..."

"لیکن میں تمھیں جانتا ہوں۔"

"کیا جانتے ہو میرے بارے میں؟" اس نے سوال کیا۔

"یہی کہ تم انتہائی حسین لڑکی ہو۔" میں نے انگریزی میں جواب دیا۔

اس کا انگریزی بولنے کا انداز انتہائی نفیس تھا... مجھے بہت پسند آیا تھا۔ میرے اس جواب پر وہ ہنس پڑی۔ "یہ تو کوئی جواب نہیں ہوا۔ حیرت تاک تو تم ہو کہ اس حلیے میں نظر آنے کے باوجود اتنی عمدہ انگریزی بول رہے ہو۔"

"یہی حیرت مجھے بھی تمھیں دیکھ کر ہوئی ہے۔"

"میری بات مختلف ہے کیا نام ہے تمھارا؟"

"علی۔" میں نے جواب دیا۔

"اے لی... کیا تم موزیل کے آدمی ہو؟ موزیل کے لوگوں میں تو تمھیں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا؟"

"اب اس میں میرا کیا قصور ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"گویا تم موزیل ہی کے آدمی ہو؟" لڑکی کی مسکراہٹ اچانک رخصت ہو گئی۔

"اور اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں موزیل کا آدمی نہیں ہوں تو؟"

"تو ظاہر ہے، میں یقین نہیں کروں گی۔"

"اور اگر تمھیں یہ یقین آ جائے کہ میں موزیل کا آدمی نہیں ہوں تب؟"

"پتا نہیں تم کیسی گفتگو کر رہے ہو۔" اس نے کہا اور پلٹ کر واپس چل دی۔

"سُنو! یہ غلط بات ہے۔ تم نے مجھ سے میرا نام پوچھ لیا لیکن اپنا نام نہیں بتایا۔"

"میرا نام پوچھ کر کیا کرو گے؟ میں کسی سے زیادہ دوستی نہیں رکھتی، یہ میرے باپ کا حکم بھی ہے۔"

"پھر بھی کم از کم اپنا نام تو تمھیں بتانا ہی چاہیے... جبکہ تم نے مجھ سے میرا نام پوچھا ہے۔"

"عجیب آدمی ہو۔ میرا نام اینا ہے۔"

"اور تمھارے باپ کا نام؟"

"اس کا نام، اس کا نام ہوندو ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"اینا ہوندو۔" میں نے کہا۔ "اینا! اگر میں تمھیں واقعی یقین دلا دوں کہ میں موزیل کا آدمی نہیں ہوں، تو تمھارا رویہ میرے ساتھ کیا ہو گا؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"لیکن میں جاننا چاہتا ہوں۔"

لڑکی چند لمحے مجھے گھورتی رہی۔ پھر یکبارگی ہنس پڑی۔

"بس اب جاؤ، پلیز میرا وقت مت برباد کرو۔"

"کمال ہے، کم از کم زبان کے رشتے سے تو ہم دونوں کو دوست ہو جانا چاہیے تھا۔"

"لیکن میں موزیل کے کسی آدمی سے گفتگو نہیں کر سکتی۔"

"میں موزیل کا آدمی نہیں ہوں، اس بات پر یقین کر لو۔" میں نے جواب دیا۔

وہ بے یقینی کے انداز میں مجھے دیکھتی رہی، پھر بولی۔ "موزیل کے آدمی نہیں ہو تو اس حلیے میں یہاں کیوں ہو؟"

"اس کا جواب ذرا تفصیل ہی سے دیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ تم میرے پاس تھوڑی دیر بیٹھنا پسند کرو... اب دیکھو نا، تم اتنی عمدہ انگریزی بول رہی ہو لیکن تمھارا لباس یہاں کے لوگوں کا سا ہے مگر تمھارا چہرہ یہاں کے لوگوں کا سا نہیں ہے۔ یہاں کوئی بھی تمھارا مدِمقابل نہیں ہو سکتا۔ کیا تم اس علاقے کی سب سے حسین لڑکی نہیں ہو؟"

"اوہ... نہیں، موزیل کی دوسری لڑکیاں بھی ہیں۔ وہ سب یہاں کی نہیں ہیں، یہاں کے باشندوں کے خدوخال واقعی خراب ہوتے ہیں۔"

"تم کون ہو؟"

"میں نے کہا نا، اینا... اور بس اس سے زیادہ میں تم سے گفتگو نہیں کر سکتی۔" لڑکی نے جواب دیا اور تیز قدموں سے واپس چلی گئی۔

میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا تھا لیکن بہت سے سوالات میرے ذہن میں چکرانے لگے تھے۔ لڑکی جب نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو میں واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ موزیل، موزیل۔ میرے ذہن میں یہی لفظ چکرا رہا تھا۔ پھر میں واپس اس جگہ پہنچا جہاں سے سیدھا راستہ اختیار کیا جا سکتا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے درمیان پہنچ گیا۔

پروفیسر جوناتھن بھی اس وقت موجود نہیں تھا۔ باقی لوگ اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھے۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی، چنانچہ میں آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔ لیکن میرے ذہن میں بہت سے سوالات چکرا رہے تھے۔ لڑکی کی طرف میں جس ارادے کے تحت بڑھا تھا، وہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا تھا لیکن میں نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ اُسے دوبارہ تلاش کروں گا ممکن ہے لڑکی میرے لیے کارآمد ثابت ہو، اس کے انداز سے کسی قدر معصومیت کا اظہار ہوتا تھا لیکن ہوندو کی بیٹی اینا آخر ہے کون؟ اور یہ موزیل... موزیل کون ہے؟

موزیل کا مسئلہ بڈھ کی آمد پر حل ہو گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے عقب سے مجھے مخاطب کیا تھا۔ اُسے دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی۔ "ہوں... تو تمھیں اپنی محبوبہ سے چھٹکارا مل گیا۔"

"ہاں چیف، اجازت لے کر آیا ہوں۔ رات کو پھر اُس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"جلد ہی مارے جاؤ گے۔"

"اگر مارا بھی جاؤں چیف تو تمھارے لیے کچھ نہ کچھ کر کے ہی جاؤں گا، اطمینان رکھو... میں کچھ معلومات حاصل کر کے آیا ہوں۔"

"کیسی معلومات؟ اس طرف آ جاؤ۔" میں نے کہا اور بڈھ قریب آ کر میرے ساتھ بیٹھ گیا۔ "ہاں... اب بتاؤ کیا معلوم ہوا ہے؟"

"بہت کچھ معلوم ہوا ہے چیف، یہاں قربانی کی رسم بھی ادا کی جاتی ہے لیکن قربان صرف وہ لوگ کیے جاتے ہیں جو کسی بھی طرح اسٹیفن براکوڈا کے مخالف ہوتے ہیں اور یہ بات شاید تمھیں معلوم کر کے حیرت ہو کہ اسٹیفن براکوڈا کو یہاں موزیل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"

"اوہ..." میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا۔ "تو مقامی باشندے اُسے موزیل کہتے ہیں۔"

"ہاں... احترام سے، پیار سے، محبت سے اُسے موزیل ہی کہا جاتا ہے۔"

"وہ یہاں کس حیثیت سے رہتا ہے؟"

"ایک عظیم دیوتا کی حیثیت سے جس کی زیارت صرف اس وقت ہوتی ہے جب کوئی قربانی دینی ہو یا کوئی خاص مسئلہ سامنے آئے۔" بڈھ نے جواب دیا۔

"اور یہ تمام معلومات تمھیں ساقی سے حاصل ہوئی ہیں؟"

"واہ چیف، تم نے اس کا نام خوب یاد رکھا۔"

"ہاں۔ آخر وہ تمھاری محبوبہ تھی، کیوں نہ یاد رکھتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن... موزیل رہتا کہاں ہے؟"

"یہ کوئی نہیں جانتا۔ وہ پہاڑوں ہی میں کہیں رہتا ہے لیکن کہیں بھی، کسی بھی جگہ نمودار ہو جاتا ہے۔ بس یوں محسوس ہوتا ہے جیسے زمین نے مُنہ کھولا ہو اور موزیل اُس میں سے برآمد ہو گیا ہو۔"

"گویا اس کی کوئی رہائش گاہ نہیں ہے؟" میں نے کہا۔

"کیوں نہیں ہو گی چیف لیکن آہستہ آہستہ ہی معلوم ہو گا، بشرطیکہ تم مجھے ساقی کے ساتھ وقت گزارنے کی اجازت دے دو۔"

"وقت گزارنے کی اجازت دے سکتا ہوں بڈھ لیکن زندگی گزارنے کی نہیں۔"

"کمال کرتے ہو چیف، یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں یہاں زندگی گزار دوں گا۔" بڈھ نے ہنستے ہوئے کہا اور میں خاموشی سے اُس کی صورت دیکھنے لگا۔

"اس کے علاوہ اور کچھ بڈھ؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں چیف۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں معلوم ہو سکا لیکن مجھے یقین ہے کہ میں رفتہ رفتہ بہت کچھ معلوم کر لوں گا۔"

"میں تمھارے اس رفتہ رفتہ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر ہماری گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں پروفیسر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جوناتھن کے بارے میں سوچنے لگا تھا جو بُدھ کی طرح غائب ہو گیا تھا۔

پہاڑوں کی اوٹ سے چاند نے سر اُبھارا تو بُدھ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔ اُسے اپنی محبوبہ کے پاس پہنچنا تھا۔ پروفیسر جوناتھن کا ابھی تک کوئی پتا نہیں تھا۔ چنانچہ میں بھی آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا اور نہ معلوم کب مجھے نیند آگئی۔

دوسری صبح اُن میں سے کسی کا انتظار کیے بغیر میں اس چھوٹی سی جھیل کی جانب چل پڑا جو پچھلے دن دیکھ چکا تھا۔ جب میں جھیل کے نزدیک پہنچا تو تقریباً نو بج رہے تھے اور حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ لڑکی جھیل میں پیراکی کر رہی تھی۔ غالباً یہ کام بھی اس کے روزانہ کے معمولات میں سے ایک تھا۔ اس نے جو لباس اس وقت پہنا ہوا تھا، وہ پیراکی کے لیے موزوں تھا۔ اس کا لباس بھی میرے لیے حیرت کا سبب تھا۔

میں جھیل کے کنارے جا کھڑا ہوا۔ وہ پانی میں کسی مچھلی کی مانند تیر رہی تھی اور بے حد حسین لگ رہی تھی۔ بھیگے ہوئے بال شانوں سے چپکے ہوئے تھے۔ یکبارگی اُس نے سر اُبھار کر مجھے دیکھا تو اس کے حلق سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی اور پھر وہ تیرنا بھول کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں خاموشی سے ہاتھ باندھے کھڑا مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا۔

دفعتاً وہ تیر کی طرح کنارے کی طرف آئی اور غصیلے انداز میں میری شکل دیکھنے لگی۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"تم سے ملاقات کرنے۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر میں... تم سے نہیں ملنا چاہتی۔"

"کیوں۔ کوئی غلطی ہو گئی ہے مجھ سے؟"

"نہیں۔ میں اجنبیوں سے بے تکلفی کی قائل نہیں ہوں۔"

"لیکن میں ساری رات تمھیں خواب میں دیکھتا رہا ہوں۔" میں نے نہایت معصومیت سے افسردہ لہجے میں کہا۔

"کیوں دیکھتے رہے ہو۔ پاگل ہو تم۔"

"ہاں شاید... تھا نہیں، ہو گیا ہوں۔"

"اوہ! حماقت کی باتیں مت کرو۔ کیوں مصیبت کا شکار ہو رہے ہو۔ میں کہتی ہوں، موزیل کو اگر یہ بات معلوم ہو گئی تو جانتے ہو تمھارا کیا حشر ہو گا؟"

"جو بھی ہو... مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔"

"لیکن مجھے موزیل کے آدمیوں سے نفرت ہے۔ میرا باپ بھی اُن سے نفرت کرتا ہے، سمجھے اب تم اس کے بدلے میں ہم دونوں کو چاہے موت کے گھاٹ اُتار دو لیکن میں نے حقیقت کہی ہے حالانکہ میرا باپ کہتا ہے کہ مجھے سچ سے گریز کرنا چاہیے لیکن تم خود سوچو، میں سچ سے گریز کیسے کر سکتی ہوں۔"

"کیا تمھارا باپ موزیل کے آدمیوں کو پہچانتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، کیوں نہیں۔ وہ وِچ ڈاکٹر ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"تو پھر مجھے اس کے پاس لے چلو۔ اگر وہ یہ کہہ دے کہ میں موزیل کا آدمی ہوں تو پھر تم لوگ میرے ساتھ جو دل چاہے سلوک کر سکتے ہو۔"

لڑکی میری اس پیشکش پر تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی۔ "اگر تم موزیل کے آدمی نہیں ہو تو پھر انگریزی کیسے بول لیتے ہو؟"

"یہ بات میں تمھارے بابا ہی کو بتاؤں گا۔"

"تو پھر چلو۔ مگر ٹھہرو، کیا تمھارے پاس کوئی ہتھیار ہے؟"

"نہیں... تم چاہو تو میری تلاشی لے سکتی ہو۔"

"نہیں... میں تمھارے بدن کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔"

لڑکی مجھے ایک راستے پر لے چلی، جو درختوں کے درمیان سے ہو کر گزرتا تھا۔ دُور سے دیکھنے پر یہ درخت بالکل آپس میں جُڑے ہوئے محسوس ہوتے تھے اور یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ان کے درمیان سے گزرنے کا کوئی راستہ نہیں ہو گا، لیکن نیچے ہی نیچے کافی جگہ تھی۔ اوپر درختوں کی شاخوں نے آپس میں گُتھ کر چھت کی سی شکل اختیار کر لی تھی۔ ہم اس درختوں کی سرنگ سے گزرتے ہوئے کافی دُور نکل آئے۔

اس سفر کا اختتام ایک ایسے جھونپڑے پر ہوا تھا، جو زمین سے صرف چار فٹ اونچا تھا لیکن جب ہم اس کے چھوٹے سے دروازے سے گزر کر اندر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ اندر سے گہرا تھا اور اس طرح اس کی چھت کافی بلند ہو جاتی تھی۔ اس حیرت انگیز جگہ پہنچ کر میں نے حیرانی سے اِدھر اُدھر دیکھا اور لڑکی نے ایک اور گہرے سوراخ کی طرف اشارہ کیا جو یقیناً کسی پتھریلے غار کا دہانہ تھا۔ گویا یہ جھونپڑا تہ در تہ تھا۔ میں اس سے اندر داخل ہوا اور ایک بڑے وسیع و عریض ہال نما غار میں پہنچ گیا جہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا اور اُسے دیکھ کر میری آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئیں۔ حالانکہ لڑکی نے کہا تھا کہ اس کا باپ وِچ ڈاکٹر ہے لیکن مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ میں دوبارہ اس شخص کو دیکھوں گا جسے میں بستی میں دیکھ چکا تھا یعنی وہ جو گلے میں سانپ ڈالے ہوئے تھا اور جس نے ایک بوڑھی عورت کے بچے کو ٹھوکر مار کر زندگی بخش دی تھی۔

اس دلچسپ ترین کہانی کے بقیہ واقعات چھٹے حصے میں ملاحظہ فرمائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

مجاہد

چھٹا حصہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک راندۂ درگاہ قوم کی عیاریوں کا طلسم خانہ
ایک ٹھکرائے ہوئے قبیلے کی وحشتوں کا خوں رنگ فسانہ

[illegible]

وچ ڈاکٹر نے تیز نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے انگریزی زبان میں پوچھا: "کیا بات ہے اینا! تم اسے یہاں کیوں لائی ہو؟"

"تم اس کے سامنے انگریزی بول رہے ہو بابا، جبکہ یہ خود بھی انگریزی زبان سے اچھی طرح واقف ہے۔"

بوڑھا چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر وہ آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا۔ اس نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور چند لمحات اس طرح مجھے ٹٹولتا رہا جیسے اندھا ہو۔ اس کے بعد وہ پیچھے ہٹ گیا اور متحیرانہ انداز میں بولا۔ "کون ہو تم؟"

"اینا کو میں اپنا نام بتا چکا ہوں۔ میرا نام ایلی ہے۔"

"لیکن اس سے پہلے تو تمہیں بونیکا میں نہیں دیکھا گیا۔"

"ہاں... اس سے پہلے مجھے بونیکا میں نہیں دیکھا گیا۔" میں نے جواب دیا۔

"کون ہو...؟ اپنے بارے میں تفصیل بتاؤ ورنہ مصیبت کا شکار ہو جاؤ گے۔"

"اینا نے مجھ سے کہا ہے مسٹر ہوندو کہ تم موزیل سے نفرت کرتے ہو۔" میں نے کہا اور اینا خوف زدہ ہو کر دیوار سے جا لگی۔

بوڑھا اینا کو گھورنے لگا تھا۔ پھر اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "یہ بے وقوف ہے، اپنے جذبات کا اظہار سرعام کر دیتی ہے، لیکن نوجوان دوست، ہم سب تو موزیل کے غلام ہیں۔ اگر یہ لڑکی اپنی معصومیت میں ایسی احمقانہ بات کرتی ہے تو بھلا اس کی کیا حیثیت یا کیا اہمیت ہو سکتی ہے۔"

"کاش! اس بات میں حقیقت ہوتی۔"

"کیا مطلب...؟"

"کاش تم موزیل کے دشمن ہوتے۔"

"تو پھر اس سے کیا ہوتا؟"

"میرے اور تمہارے درمیان اشتراک ہو جاتا اور ہم دونوں مل کر وہ کرتے جو بونیکا کے باشندوں نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا۔"

اگر تم موزیل کے آدمی نہیں ہو تو مجھے اپنی اصلیت بتاؤ تم کون ہو اور کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟"

"اور اس کے بعد تم مجھے قتل کر دو... کیوں؟"

"نہیں... ایسا نہیں ہوگا۔" بوڑھے کے لہجے میں ایک عجیب سی سختی تھی۔

میں دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا، پھر میں نے کہا: "پہلے میرے سوالات کا جواب دو مسٹر ہوندو۔ اس کے بعد میں تمہارے ہر سوال کا جواب دے دوں گا۔"

"دیکھو! اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ دھوکے سے مجھ سے گفتگو کر کے یہاں سے زندہ نکل جاؤ گے تو یہ ممکن نہیں ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہاں تم تنہا ہو اور موزیل کو کبھی پتا نہیں چل سکے گا کہ اس جھونپڑے میں کسی کا قتل ہوا اور اسے دفن کر دیا گیا۔ یہ سانپ دیکھ رہے ہو؟" بوڑھے نے کہا۔ اور دفعتاً سانپ کو اپنے بدن سے کھول کر نیچے پھینک دیا۔

میں چونک پڑا تھا۔ میں نے جلدی سے سانپ کی زد سے بچنے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دی، لیکن سانپ میری طرف آنے کے بجائے دروازے کی جانب چل پڑا تھا اور پھر دروازے پر پہنچ کر اس طرح پھنکار کر کھڑا ہو گیا کہ جیسے اب کسی کو دروازے سے گزرنے نہیں دے گا۔

بوڑھے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی: "یہ تمھیں یہاں سے جانے سے روکے گا اور تمھاری کسی بھی غلط حرکت پر میری مدد کرے گا۔"

"مسٹر ہوندو، آپ یقین کر لیں کہ میں موزیل کا آدمی نہیں ہوں۔"

"تو پھر کون ہو؟"

"اگر میں آپ کو یہ بتاؤں کہ میں اس کے دشمنوں میں سے ہوں تو؟" میں نے سوال کیا۔

"موزیل کے آدمیوں میں سے کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ تم جانتے ہو، یہ کہنے والے کا کیا انجام ہو سکتا ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ اس لیے کہ میں بونیکا میں اجنبی ہوں۔" میں نے کہا۔

بوڑھا خاموشی سے میری آنکھوں میں دیکھتا رہا اور تقریباً دو یا تین منٹ اسی طرح گزر گئے۔ اس نے ایک بار بھی پلکیں نہیں جھپکائی تھیں اور میری آنکھیں بھی نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں سے جا ملی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے متعجبانہ انداز میں کہا: "اگر تم موزیل کے آدمی نہیں ہو تو پھر کون ہو؟ بیٹھو... آؤ ذرا مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤ۔ یہ سانپ تمھارا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ اور یہ بات بھی سُن لو کہ تم جو کوئی بھی ہو، میں تمھیں زندگی کی ضمانت دیتا ہوں اور میں جھوٹا انسان نہیں ہوں۔"

"اپنے بارے میں بتانے سے پہلے میں تم سے چند سوالات ضرور کروں گا ہوندو۔"

"چلو پوچھو ضدی آدمی، کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"تم کون ہو؟"

"وِچ ڈاکٹر ہوں... بونیکا کا۔"

"وہ تو ہو... لیکن اینا مقامی لڑکی نہیں ہے۔"

"ہاں... یہ اپنی ماں کی بیٹی ہے۔"

"کیا مطلب ہوا تمھاری اس بات کا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"سُنو نوجوان! اگر سننا ہی چاہتے ہو تو تفصیل سے سُنو۔ میرا نام ہوندو ہی ہے۔ بچپن میں افریقہ کے کسی قبیلے میں رہتا تھا۔ کہاں، مجھے یاد نہیں۔ اغوا کر لیا گیا اور غلاموں کے سفید فام سوداگر مجھے یہاں سے لے گئے۔ اس کے بعد میں مختلف ہاتھوں میں پرورش پاتا رہا۔ جوان ہوا تو ایک نیک اور مہربان آدمی کے گھر میں تھا جس نے مرتے ہوئے مجھے اس گھر کی ذمّے داری سونپ دی تھی۔ میں بہ حسن و خوبی اپنی تمام ذمّے داریاں پوری کرتا رہا لیکن اینا کی ماں کیتھرائن مجھ سے محبت کرنے لگی تھی۔ وہ ایک حسین لڑکی تھی، جبکہ میں افریقہ کی روایتی شکل و صورت کا مالک تھا لیکن وہ مجھ سے اس طرح متاثر ہوئی تھی کہ خود ہی میرے سامنے اظہارِ محبت کر بیٹھی۔ اس نے رو رو کر مجھ سے کہا کہ اگر میں نے اُسے اپنی زندگی میں شامل نہیں کیا تو وہ خودکشی کر لے گی۔ مجھ پر اس شخص کے بڑے احسانات تھے اور پھر کیتھرائن بھی بہت اچھی لڑکی تھی چنانچہ میں نے اس سے شادی کر لی اور عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ ہماری زندگی بڑے سکون سے گزر رہی تھی پھر اینا پیدا ہو گئی۔ اس کی پیدائش کے کچھ عرصے بعد میں ایک ایسے شخص کے جال میں پھنس گیا جو بے حد خطرناک تھا۔ اس شخص کا نام اسٹیفن براکوڈا تھا۔ ایک جرائم پیشہ جو آہستہ آہستہ بہت بڑا جرائم پیشہ بن گیا۔ اس نے اس طرح میرے ساتھ مہربانیاں کی تھیں کہ میں عجیب و غریب حالات کا شکار ہو کر رہ گیا۔ براکوڈا نے مجھے ایک مخصوص شعبے سے متعارف کرایا۔ وہ خود ایک بہت بڑا ڈاکٹر اور کیمیا داں ہے۔ جڑی بوٹیوں سے طرح طرح کے علاج کرتا ہے۔ اس نے یہ شعبہ میرے سپرد کر دیا اور میں اس کے ساتھ کام کرنے لگا۔ وہ تو عجیب و غریب انسان تھا جڑی بوٹیوں کی مدد سے وہ منشیات کشید کیا کرتا تھا اور منشیات کا یہ کاروبار عظیم پیمانے پر پھیلا رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی قتل و غارت گری اور دہشت گردی بھی اس کا پیشہ تھا۔ میں بہرطور اس کے ساتھ منسلک رہا اور گردن تک جرائم کی اس دلدل میں غرق ہو گیا۔ اسی دوران کیتھرائن مجھ سے جدا ہو گئی۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ مجھ پر اینا کی پرورش کی ذمّے داری بھی آ پڑی تھی۔ پھر اسٹیفن براکوڈا کے ساتھ مجھے بھی افریقہ کے اس حصّے میں آنا پڑا۔ میں اس کے لیے ہر وہ کام کرتا تھا جس کا وہ خواہشمند ہوتا تھا۔ چنانچہ یہاں آ کر اس نے مجھے وِچ ڈاکٹر بنا دیا۔ افریقی زبان میں اچھی طرح جانتا تھا۔ چنانچہ میں ان لوگوں میں گھل مل گیا اور اب طویل عرصے سے میں یہاں وِچ ڈاکٹر کی حیثیت سے رہ رہا ہوں۔ لیکن میرا دل اس سے نہیں ملتا۔ میں قیدی ہوں، ایک بے بس قیدی جسے براکوڈا کی مرضی پر چلنا ہوتا ہے اور اگر میں اس کی مرضی لے کر چلنے سے انکار کر دوں تو میری بیٹی اینا کو مجھ سے جدا کر دیا جائے۔ اس کی دھمکیاں اسٹیفن براکوڈا کئی بار مجھے دے چکا ہے۔ یہ ہے میری مختصر سی داستان اور اسی لیے اینا بھی اس سے نفرت کرتی ہے، جسے موزیل کہا جاتا ہے۔ مقامی لوگ اُسے موزیل کے نام سے پکارتے ہیں۔ میری کہانی تم نے سُن لی نوجوان! لیکن میرے دل کے اضطراب کا شاید تمھیں اندازہ نہ ہو، اگر تم نے اپنے بارے میں نہیں بتایا تو یقین کرو، میں انسان سے جانور بن جاؤں گا۔"

"نہیں ڈیئر ہوندو! تمھیں جانور بننے کی ضرورت نہیں، میں نے تمھاری کہانی پر پوری طرح یقین کر لیا ہے اور میں تمھیں اپنے بارے میں وہ سب کچھ بتا دوں گا جو شاید کوئی مجھ سے کبھی نہیں پوچھ سکتا تھا، خواہ وہ میرے بدن کی پوری کھال اُتار پھینکتا۔"

ہوندو حیرت سے مجھے دیکھنے لگا تھا پھر اس نے کہا: "تم یہ بتاؤ، تم ہو کون؟"

"اسٹیفن براکوڈا کا بدترین دشمن اور اس کی ہلاکت کے لیے یہاں آنے والا۔" میں نے کہا۔

ہوندو کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ دفعتاً اس نے زمین کو انگلی سے دو تین بار کھٹکھٹایا۔ میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا لیکن پھر فوراً ہی میری سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔ دروازے پر چوکیدار کی طرح مستعد سانپ پھن ڈال کر آہستہ آہستہ رینگتا ہوا آیا اور ہوندو کے قریب پہنچ گیا۔ ہوندو نے اُسے حسبِ سابق اپنے بدن سے لپیٹ لیا۔

"جو کچھ تم نے کہا ہے، وہ انتہائی حیرت انگیز اور خوفناک ہے۔ نہ صرف تمھارے بلکہ میرے لیے بھی انتہائی خوفناک۔" چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد ہوندو نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔" میں نے بے خوفی سے کہا۔ "میں نے جو کچھ کہا ہے خوب سوچ سمجھ کر کہا ہے۔"

"ہُوں۔ کیا نام بتایا تم نے اپنا ڈیئر؟"

"ایلی۔" میں نے مختصراً کہا۔

"تو ڈیئر ایلی، تم اسٹیفن براکوڈا کے دشمن کیوں ہو؟"

"تفصیل ہی بتانا مقصود ہے تو پھر تم سے کوئی بات کیوں چھپائی جائے۔ لائن آف کروزل کا نام سُنا ہے؟"

"تو تمھارا تعلق لائن آف کروزل سے ہے؟"

"ہاں۔ میں عربوں کے مفاد میں لائن آف کروزل ہی کے لیے کام کر رہا ہوں اور یہ بات ہمارے علم میں آ چکی ہے کہ اسٹیفن براکوڈا، لائن آف کروزل پر حملے کے لیے قبیلوں کو جمع کر رہا ہے۔ ہمیں اس کی اس سازش کو ناکام بنانے کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔"

"ہمیں سے تمھاری کیا مراد ہے؟"

"ہمیں سے میری مراد تقریباً نو سّو افراد سے ہے، جو یہاں مسلح موجود ہیں۔"

"اوہ! وہ کس طرح؟" ہوندو نے سوال کیا۔ اور میں ہوندو کو تفصیلات بتانے لگا۔

ہوندو اگر یہ سمجھتا تھا کہ میں یہاں تنہا ہوں اور وہ مجھے ہلاک کر دے گا، تو مجھے بھی اپنے خدا پر اعتماد تھا کہ اگر ہوندو میرے لیے خطرناک نکلا تو میں اُسے اس سانپ سمیت ہلاک کر سکتا ہوں لیکن اس وقت اندر سے یہ آواز اُبھر رہی تھی کہ ہوندو غلط انسان نہیں ہے اور اُسے اپنے ساتھ شامل کرنا میرے لیے نیک فال ثابت ہو گا۔

مجھ سے تفصیل سننے کے بعد ہوندو دیر تک گردن جھکائے خاموش بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے پر کش مکش کے آثار نظر آ رہے تھے۔ جب یہ خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے خود ہی اس سے سوال کیا۔ "کس سوچ میں ڈوب گئے ہوندو؟"

"بڑی الجھن میں ڈال دیا ہے تم نے مجھے مسٹر ایلی! سوچ رہا ہوں کہ اس کے بعد مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آیا اسٹیفن براکوڈا کو تمھارے بارے میں اطلاع دے کر اس کی نگاہوں میں عزت اور اعتماد حاصل کروں یا زندگی کے اس بھیانک راستے کی جانب تمھارے ساتھ قدم بڑھا دوں، جو موت کا راستہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ یقین کرو نوجوان دوست! مجھے اپنی زندگی کی بالکل پروا نہیں ہے۔ لیکن کیتھرائن جو ذمّے داری میرے سپرد کر گئی ہے، میں اُسے بہ حسن و خوبی پورا کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی بیٹی کو بہتر مستقبل کی جانب گامزن دیکھنا چاہتا ہوں۔ اینا میری زندگی کا اوّل و آخر ہے اور اگر میں اسے ایک حسین زندگی دینے میں کامیاب ہو گیا تو سمجھوں گا کہ میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔"

"لیکن ہوندو، تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اسٹیفن براکوڈا کے چکّر میں پھنسنے کے بعد تمھارے لیے یہ ممکن نہیں ہو گا۔ تمھیں اور تمھاری بیٹی کو جس جہنّم میں ڈال دیا گیا ہے، اس جہنّم سے نکلنا آسان کام نہیں ہو گا۔ اسٹیفن براکوڈا جب تک زندہ رہے گا تمھیں اپنے جال میں پھانسے رکھے گا۔ اس قسم کے مجرموں کے بارے میں کم از کم تمھیں اس بات کا اندازہ بھی ہو گا کہ جب یہ کسی کو اپنا مکمل رازدار بنا لیتے ہیں تو پھر اس کی زندگی میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا ہوندو کہ تم... تم اسٹیفن براکوڈا سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرو؟"

"میں..." ہوندو بے بسی کے انداز میں ہنسا۔ "کیا یہ میرے لیے ممکن ہے کہ میں اسٹیفن براکوڈا سے نجات حاصل کر سکوں؟"

"ہاں، ممکن ہے۔ مقصد کے حصول کے لیے محنت اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا کے کسی بھی انسان کو تم نے اس وقت تک کامیابی کی طرف سفر کرتے دیکھا ہے، جب تک وہ اس کے لیے زندگی کی بازی نہ لگا دے؟"

ہونڈو پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا، پھر اس نے کہا: "میں خود بھی اس زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔ میں جرم کی دُنیا کا انسان نہیں ہوں۔ جڑی بوٹیوں کی شناخت میں مجھے کافی مہارت حاصل ہو چکی ہے اور نوجوان، تم یقین کرو کہ جڑی بوٹیاں اپنے اندر حیرت انگیز اثرات رکھتی ہیں، ان کا علم بڑا دلچسپ اور انوکھا ہے۔ میں اس سلسلے میں اسٹیفن براکوڈا کو بہت بڑا آدمی سمجھتا ہوں کہ جڑی بوٹیوں کی شناخت میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا اور اسی کی بنیاد پر اس نے بہت سے کام کیے ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے ایسے لوگوں کو اپنے جال میں پھانسا ہوا ہے جو بہترین قسم کے سائنسدان ہیں، وہ اس کے لیے کام کرتے ہیں۔ تم خود سوچو کہ افریقہ کے یہ نیم وحشی قبائل بلکہ وحشی قبائل جن میں بیشمار ایسے ہیں، جنھوں نے زندگی میں جنگلوں اور پہاڑوں کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا، جنگلی جانوروں کا شکار کرنا اور خود اُن کا شکار ہونا ہی ان کی زندگی کا معمول رہا ہے۔ اگر ان کے سامنے ایسے عجوبے پیش کر دیے جائیں جو تم شاید بونیکا میں دیکھ چکے ہو تو کیا وہ ان عجوبوں کے زیرِ اثر نہیں آ جائیں گے، ہاں... وہ ان عجوبوں کے تحت دنیا کا ہر کام کر سکتے ہیں۔ قربانی کی رسم ان لوگوں کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اور بہتا ہوا خون ان کی زندگی میں بڑی نمایاں قدریں رکھتا ہے۔ چنانچہ اسٹیفن براکوڈا نے یہاں قربانی کی رسم بھی رائج کر رکھی ہے اور ان لوگوں کو وہ بُت کے سامنے چبوترے پر قربان کر دیتا ہے جو کسی بھی طرح اس کی مرضی کے خلاف چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگ قربانی کے لیے بہترین تصور کیے جاتے ہیں۔ بہر طور ایلی، اگر تم اپنے طور پر یہ کارروائی کرنا چاہتے ہو تو مجھے بھی اپنا شریک سمجھو۔ میں تمھاری اس جدوجہد میں شامل ہونے کے لیے تیار ہوں۔ ایک بے بس اور تنہا انسان کبھی کچھ نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر تم اپنے ساتھ ایک معقول تعداد جاں نثاروں کی رکھتے ہو اور منظم طریقے پر کام کرنا چاہتے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے لیے اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ تم ہونڈو کو اپنا ساتھی سمجھو... اور سنو! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، پورے خلوص سے کہہ رہا ہوں۔ اس پر شک نہ کرنا ورنہ مجھے دُکھ ہو گا۔"

"نہیں ہونڈو... میں نے بھی تمھیں اپنی زندگی کے سب سے اہم راز سے صرف اس لیے آگاہ کیا ہے کہ میرا دل اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ تم میرے لیے ایک اچھے انسان ثابت ہو گے۔"

"چھوڑو اب ان تمام باتوں کو، ہمارے درمیان ابتدائی گفتگو مکمل ہو چکی ہے۔ یہ بتاؤ یہاں آنے کے بعد اب تک تم نے جو جائزہ لیا، اس میں سے اپنے لیے راستہ بنانے کی کیا گنجائش نکالی ہے؟"

"ابھی تک تو کچھ نہیں ہونڈو! میں صرف جائزہ ہی لے رہا ہوں اور جائزہ لیتے ہوئے ہی تم تک پہنچا ہوں۔"

"تمھارے پاس تقریباً نو سو افراد ہیں اور تم کتنے ہو؟ یہ مسلح ہیں۔ حالانکہ مسلح لوگوں کی آمد پر یہاں خاص طور سے نگاہ رکھی جاتی ہے۔ افریقی قبائل اپنے روایتی ہتھیار لے کر تو یہاں آ سکتے ہیں لیکن اس سے زیادہ کی اجازت نہیں دی جا سکتی جبکہ اسٹیفن براکوڈا کے پاس بہترین آتشیں ہتھیاروں کے ذخائر موجود ہیں۔"

میں نے ہونڈو کو بتایا کہ ہم ہتھیاروں کو کس طرح نئی شکل دے کر یہاں تک لائے ہیں۔

ہونڈو نے دلچسپی سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا: "واہ! میں تو ان ہتھیاروں کو دیکھنے کا اشتیاق اپنے دل میں پا رہا ہوں۔"

"ابھی ان باتوں کو چھوڑو ہونڈو، مجھے یہ بتاؤ کہ اسٹیفن براکوڈا نے جو سونے کا بُت تیار کیا ہے، وہ کیا حیثیت رکھتا ہے؟"

"وہ سونے کا بُت نہیں ہے بلکہ ایک مخصوص قسم کی دھات سے بنایا گیا ہے جس کا اوپری حصہ بھورے پتھر کا بنا ہوا محسوس ہوتا ہے لیکن اس دھات کے نیچے اسٹیفن براکوڈا نے انتہائی مہارت سے یہ انتظامات کر رکھے ہیں کہ وہ اندر سے روشن ہو جائے۔ بہت سے جنریٹر یہاں زیرِ زمین نصب کیے گئے ہیں جن سے بجلی سپلائی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی آتش بازی کے ذریعے رنگین پھولوں کا انتظام کیا گیا ہے جو بُت کے ہاتھ بکھیرتے ہیں اور وہ اگر کبھی برہمی اور غصے کا اظہار کرتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے شعاعیں نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ اس کے لیے ہاتھ کی انگلیوں کے خلا میں ٹارچیں نصب ہیں جو آن ہونے کے بعد مختلف رنگوں کی روشنی خارج کرتی ہیں۔ جدید دنیا کے لیے تو یہ شعبدہ بازی کوئی حقیقت نہیں رکھتی لیکن افریقہ کے وحشی اور توہم پرست قبائل اسے بڑی اہمیت دیتے ہیں۔"

"اچھا، اب ایک اہم سوال مسٹر ہونڈو۔"

"ہاں، پوچھو پوچھو۔ اب کسی بھی سلسلے میں کوئی تردد نہ کرو جو کچھ مجھے معلوم ہے، میں تمھیں بتانے کے لیے تیار ہوں۔"

"اسٹیفن براکوڈا کہاں رہتا ہے؟"

"پہاڑوں میں۔ تم نے مشرقی حصے میں پہاڑوں کا ایک سلسلہ دیکھا ہو گا۔ وہ اسٹیفن براکوڈا کا مسکن ہے اور اسی کے نیچے اس کا تمام کارخانۂ حیات ہے۔ وہیں پر اس نے مشینیں نصب کر رکھی ہیں اور میں تمھیں سب سے اہم بات جو بتانے والا ہوں، وہ یہ ہے کہ اسٹیفن براکوڈا نے زیرِ زمین سرنگوں کے جال بچھا رکھے ہیں۔ سرنگوں کے یہ جال میرے دیکھے ہوئے ہیں اور ان کے ان پوائنٹس کے بارے میں، میں تمھیں بتا سکتا ہوں جہاں سے داخلی راستے ہیں۔"

"وہ پوائنٹ کہاں کہاں ہیں؟"

"ٹھہرو۔ میں تمھیں زمین پر نقشہ بنا کر بتاتا ہوں۔"

پھر وہ ایک چھوٹی سی لکڑی سے زمین پر لکیریں کھینچ کھینچ کر مجھے بونیکا کے گرد و نواح کے بارے میں تفصیل بتانے لگا اور اس نے مجھے وہ جگہیں بھی اچھی طرح ذہن نشین کرا دیں جہاں سرنگوں کے راستے نکلتے تھے۔

"اسٹیفن براکوڈا کی اپنی رہائش گاہ کے عقب میں ایک بڑا سا چٹیل میدان ہے۔" ہونڈو نے کہا۔ "اوپر سے دیکھنے پر وہ بالکل گھاس کا میدان معلوم ہوتا ہے۔ اس حصے میں جانے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔ بس یوں سمجھو، وہیں اسٹیفن براکوڈا کی مستقل رہائش گاہ ہے۔ سرنگوں کے اس جال میں داخل ہونے کے بعد تم بہت سے ایسے مقامات پر پہنچ جاؤ گے جو اسٹیفن براکوڈا کے نزدیک بہت اہم ہیں۔ ایک سرنگ اس بُت کے نچلے حصے تک بھی جاتی ہے اور اس کے قدموں میں جا کر ختم ہوتی ہے۔ بُت کے اندر سے گزر کر اوپر جانے کا راستہ ہے اور اس کے آخری سرے تک پہنچ کر بُت کی آنکھوں تک جا سکتے ہو اور ان آنکھوں سے تم بونیکا کے اطراف میں پھیلے ہوئے دور دور تک کے مناظر دیکھ سکتے ہو۔ بُت کے قدموں کے نیچے جو چھوٹا سا غار ہے اور جہاں سے اندر جانے کا راستہ ہے، وہیں وہ جنریٹر نصب ہیں جو بُت کو روشن کرتے ہیں اور وہیں سے وہ آوازیں بھی نشر کی جاتی ہیں جو بونیکا والوں کے لیے دیوتا کی آوازیں ہیں۔ وہاں تک پہنچنے کا راستہ ایک غار سے گزرتا ہے اور اس غار کے آس پاس بہت زیادہ پہرا نہیں ہوتا۔ دراصل اسٹیفن براکوڈا کو اپنی زیرِ زمین دنیا پر بڑا ناز ہے اور اس کا خیال ہے کہ وہاں تک کسی انسان کی رسائی ناممکن ہے۔"

"خوب۔ اچھا اب ایک سوال اور۔ ان سرنگوں میں اگر کسی اجنبی شخص کو دیکھ لیا جائے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے؟"

"اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے کیونکہ اجنبیوں کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

"سرنگوں کے جو پوائنٹس ہیں، وہاں پہرا رہتا ہے؟"

"بعض جگہ رہتا ہے، بعض جگہ نہیں بھی رہتا۔ میں نے کہا نا، کہ وہ سرنگوں کے اس نظام سے بے حد مطمئن ہے اور اندرونی راستوں پر اُسے کسی بیرونی آدمی کے آنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ اپنی دانست میں وہ یہاں انتہائی محفوظ ہے اور اس نے بڑے غور و خوض کے بعد اس علاقے کا انتخاب کیا ہے۔ مقامی قبیلے کا سردار ایک بے ضرر سا آدمی ہے اور وہ اسٹیفن براکوڈا کا ممنون ہے جس کی بنا پر وہ کبھی اس کے خلاف قدم نہیں اٹھا سکتا۔ پھر ہر کسی کے یہاں آنے جانے پر نگاہ رکھی جاتی ہے، اسی طرح بیرونی راستوں پر بھی پوری توجہ مبذول ہے۔"

"تم یہاں اکیلے وچ ڈاکٹر ہو ہونڈو؟"

"نہیں نہیں، بے شمار افراد میری ہی شکل اور میرے ہی حلیے کے قبیلے میں گشت کرتے پھرتے ہیں اور ضرورت مندوں کی حاجت پوری کرتے ہیں۔"

"ان کی تعداد کتنی ہو گی؟"

"میرے خیال میں تقریباً ستائیس۔"

"اچھا، کیا وچ ڈاکٹر اگر سرنگوں میں داخل ہو جائے تو اس پر کوئی پابندی ہوتی ہے؟"

"نہیں ہوتی۔ یہ وہ بات تھی جو میں تمھیں بتانے ہی والا تھا اور میرے خیال میں اگر تم وچ ڈاکٹر کی حیثیت سے آوارہ گردی کرتے ہوئے کسی سرنگ کی جانب نکل جاؤ اور اس میں داخل ہو جاؤ تو تمھیں بہت زیادہ خطرہ پیش نہیں آ سکتا۔ دراصل وچ ڈاکٹر کو پورے غور و خوض اور چھان بین کے بعد منتخب کیا جاتا ہے اور انھیں نہایت قابلِ اعتماد سمجھا جاتا ہے۔"

"ہُوں۔ وچ ڈاکٹروں کا حلیہ یہی ہوتا ہے، جو تمھارا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ ان کے لیے یہ حلیہ ضروری ہے لیکن تم اس کے لیے فکرمند نہ ہو، اگر تم وچ ڈاکٹر کا بھیس بھرنا چاہتے ہو تو میں تمھاری مدد کر سکتا ہوں۔"

"وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"مردہ سانپ میرے پاس موجود ہے، ایک ایسا سانپ جو دیکھنے میں بالکل اصلی معلوم ہو لیکن درحقیقت اس کی کھال کے اندر سبز گھاس کی پتیاں بھر دی گئی ہیں اور وہ اصل سانپ محسوس ہوتا ہے۔ تم چاہو تو ذرا سی کوشش سے اسے جنبش بھی دے سکتے ہو کہ دوسروں کو اس کے بارے میں شبہ نہ ہو۔"

"کیا یہ کارروائی تم نے کسی خاص خیال کے تحت کی تھی؟"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بس یہ میرا شوق تھا جو اس وقت میرے لیے کارآمد ثابت ہو گا۔ میں تمھیں مکمل طور پر وچ ڈاکٹر بنا دوں گا لیکن اٹھائیسویں وچ ڈاکٹر کی موجودگی ذرا تشویش ناک ہو سکتی ہے۔"

"اس کے لیے تم فکر مت کرو ہونڈو! اگر تم میرا یہ کام کر سکتے ہو تو میں تم سے درخواست کروں گا کہ اوّلین فرصت میں یہ کا کرو۔"

"میں حاضر ہوں۔" ہونڈو نے جواب دیا۔

میرے ذہن میں بہت سے خدشات سر اُبھارنے لگے تھے۔ پوری طرح غور کرنے کے بعد میں نے ہونڈو سے کہا کہ اگر وہ مجھے ایک دن کی اجازت دے دے تو میں اپنے ساتھیوں میں واپس جا کر انھیں اپنی طرف سے ہوشیار کر دوں۔

"کوئی حرج نہیں ہے۔ واپس تمھیں اسی جگہ آنا ہے۔ ذرا خیال رکھنا کہ یہاں آتے ہوئے کسی کی نظر میں نہ آؤ۔" ہونڈو نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ٹھیک ہے ہوندو! میں تمھاری اس مہربانی کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔ اب میں چلتا ہوں۔"

"اینا تمھیں تمھارے قبیلے تک چھوڑ آئے گی۔" ہوندو نے کہا اور اینا کو اشارہ کر دیا۔

واپسی میں اینا مسکرا رہی تھی، اس نے دلچسپ انداز میں کہا "تم تو بہت تیز نکلے مسٹر ایلی! تم نے تو میرے باپ ہی کو قبضے میں لے لیا۔"

"اینا! تمھارا شکریہ ادا کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔"

"میں اس کی کوئی خاص ضرورت بھی محسوس نہیں کرتی۔" اینا نے مجھے دیکھتے ہوئے عجیب سے انداز میں کہا۔

تھوڑی دیر کے سفر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے میرا پڑاؤ قریب تھا۔ باقی راستہ ہم نے خاموشی سے ہی طے کیا تھا۔

"وہ سامنے تمھارا قبیلہ ہے۔" اینا نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا "اب میں واپس چلتی ہوں۔"

اینا واپس چلی گئی اور میں اس کے اس انداز پر ہنستا ہوا اپنے قبیلے کی جانب چل پڑا۔

قبیلے میں واپس آیا تو نہ بڈ سے ملاقات ہوئی، نہ پروفیسر جوناتھن سے۔ میکنو اور میرے تمام دوسرے ساتھی اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ میں نے بڈ اور جوناتھن کے بارے میں معلوم کیا لیکن جب یہ پتا چلا کہ جوناتھن تو شروع ہی سے غائب ہے، بڈ ایک بار آیا تھا اور پھر چلا گیا تو میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا کہ ان دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ اس کے بعد میں تمام افراد کو بٹھا کر اپنے مشن کی تفصیلات بتانے لگا لیکن صرف اس حد تک جس حد تک انھیں بتانا ضروری تھا۔ میں نے انھیں ہدایت کی کہ اگر میں کچھ عرصے کے لیے غائب ہو جاؤں تو وہ اپنے طور پر نظم و ضبط برقرار رکھیں اور کسی قسم کی بدنظمی و ابتری کا مظاہرہ نہ کریں۔

پلولان اور دوسرے لوگوں کو یہ تمام ہدایات دینے کے بعد میں وہاں سے چل پڑا۔ جس کام کی تکمیل کا میں نے بیڑا اٹھایا تھا، اس کے لیے اب زیادہ دیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ خود ہوندو کو اس بات کی امید نہیں تھی کہ میں رات کے اس حصے میں اس کے پاس واپس پہنچ جاؤں گا۔

جب میں اس کے سامنے پہنچا تو اس نے تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا "تمھاری بے چینی بتاتی ہے کہ تم اپنے مقصد کی تکمیل ضرور کر لو گے۔ میں بھی اب اس زندگی سے اکتا گیا ہوں اور تمھاری بھرپور مدد کرنے کو تیار ہوں۔ آؤ پھر آج ہی رات میں تمھیں لوبنیکا کا وچ ڈاکٹر بنا دوں۔"

میں نے ہوندو کا شکریہ ادا کیا۔ اینا اس وقت کہیں اور تھی، اس لیے اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔

ہوندو نے عجیب قسم کی جڑی بوٹیوں کے عرق سے میرے بدن کی رنگت تبدیل کرنا شروع کر دی اور کافی دیر تک وہ اپنی کاوشوں میں مصروف رہا۔ اس نے میرے چہرے پر ایک محلول آزمایا اور میرے چہرے کے خدوخال تبدیل ہونے لگے۔ یہ محلول چہرے کو متورم کر دیتا تھا اور اس کے استعمال سے دفعتاً مجھے ایک اور شخصیت یاد آ گئی، میرے دل میں عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ یہ شخصیت میرے عظیم دوست جوشو کی تھی سالے! یہی محلول اس چینی رہنما نے استعمال کیا تھا اور دوسری بار یہ مجھے ہوندو کے پاس ملا تھا۔ میں نے خاص طور سے اس کے بارے میں سوال کیا۔

"ہاں۔ یہ خاص قسم کی بوٹی کا محلول ہے جو چہرے کو متورم کر دیتا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ جب چہرہ ٹھنڈے پانی سے دھو لو تو معمول پر آ جاتا ہے۔ ٹھنڈے پانی کے علاوہ اور کوئی چیز اس پر کارآمد نہیں ہوتی۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلا دی اور ہوندو مجھ پر کام کرنے میں مصروف رہا۔ میں اس سے وچ ڈاکٹروں کے اختیارات کے بارے میں دریافت کر رہا تھا اور ان معلومات کا لبِ لباب یہ تھا کہ وچ ڈاکٹر دن اور رات کے کسی بھی حصے میں کہیں بھی جا سکتے ہیں۔ ایک طرح سے وہ موزیل کے نمائندے ہوتے تھے۔ موزیل یعنی اسٹیفن براکوڈا اور اسٹیفن براکوڈا بعض اوقات ان لوگوں سے براہِ راست بھی رابطہ قائم کر لیا کرتا تھا۔

ہوندو نے مجھے بتایا "وہ ایک عظیم رہنما کی حیثیت سے یہاں متعارف ہے لیکن اس کی شخصیت بڑی حیرت انگیز ہے۔ کبھی وہ تمھیں معمولی آدمی کی حیثیت سے عام راستوں پر پڑا مل جائے گا اور کبھی اس کی شخصیت بہت ہی محترم ہو جاتی ہے۔ وہ درحقیقت اعلیٰ کارکردگی و صفات کا واحد شخص ہے۔ بہ ذاتِ خود بے حد خطرناک بھی ہے۔ اس لیے تم اس سے ہر جگہ محتاط رہو گے۔ یہ بات صرف اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تم حتی الامکان خود کو چھپائے رکھو اور یہ سوچ کر مطمئن نہ ہو جاؤ کہ وچ ڈاکٹر کی حیثیت سے اب تمھیں کوئی خطرہ ہی نہیں۔"

میں نے تمام ہدایات لینے کے بعد گردن ہلا دی اور اس کے بعد ہوندو نے وہ مُردہ سانپ میرے بدن پر لاد دیا جو اگر اپنی اصل حالت میں ہوتا تو کم از کم من ڈیڑھ من سے کم نہیں ہوتا لیکن چونکہ سوکھا ہوا خشک سانپ تھا جس میں کھال اور گھاس کے علاوہ کسی چیز کا وزن نہیں تھا اس لیے مجھے اپنے بدن پر زیادہ بار محسوس بھی نہ ہوا لیکن اس قدر شاندار اور جاندار چیز تھی وہ کہ میں خود حیران ہو گیا۔

میں نے ہوندو سے کہا "یہ تو ربر کا معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں۔ دراصل اس کی کھال ایک خاص طریقے سے حنوط کی گئی ہے۔ تمھیں مصری طریقۂ حنوط معلوم ہوگا، اس کھال کو اسی طریقے سے محفوظ رکھا گیا ہے اور یہ لچک جو اس سانپ میں پائی جاتی ہے، اس گھاس کی وجہ سے ہے جو اس کے جسم میں محفوظ ہے۔ یہ گھاس ربر کی طرح ہی لچکدار ہے۔ تمھیں یقیناً اس بات کا علم بھی ہوگا کہ ربر بھی درختوں ہی سے پیدا ہوتی ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں مسٹر ہوندو۔" میں نے معترف انداز میں گردن ہلائی۔

"تم اب مکمل ہو، اگر میرے پاس آئینہ ہوتا تو میں تمھارے سامنے پیش کر دیتا۔ اس وقت کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم وچ ڈاکٹر نہیں ہو۔ سانپ کی اسی لچک سے تم فائدہ اٹھا سکتے ہو اور اس کو ذرا مہارت سے جنبش دے سکتے ہو۔"

"یہ تمام کام میں خود کر لوں گا۔"

"تو بس اب جاؤ اور مزید کسی شے کی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔" ہوندو نے کہا۔

"نہیں، شکریہ۔ اس کے علاوہ مجھے اور کچھ درکار نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

اس وقت شاید رات کا تیسرا پہر تھا جب میں ہوندو کے ٹھکانے سے باہر نکل آیا۔ اب میری شخصیت بالکل بدل چکی تھی۔ میں ننگے پاؤں بستی کی جانب چل پڑا جہاں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں اِکا دُکا افراد کسی مصروفیت میں الجھے ہوئے نظر آ جاتے تھے لیکن میں نے ان میں سے کسی کی جانب توجہ نہیں دی اور بستی کے مختلف گوشوں میں چکراتا پھرا۔ یہاں تک کہ میرا رخ اس بُت کی جانب ہو گیا جو یہاں فساد کی جڑ بنا ہوا تھا اور جس کی وجہ سے افریقہ کے یہ نیم وحشی قبائل اسٹیفن براکوڈا کے قبضے میں آ گئے تھے۔ بُت کے اطراف میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ قربان گاہ کے چبوترے پر خون بکھرا ہوا تھا جو جم کر سوکھ گیا تھا۔ اُسے غالباً صاف کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی جاتی تھی۔

میں وہاں سے ہٹا اور اب میرا رُخ ان پہاڑیوں کی جانب تھا جن کے بارے میں ہوندو نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اسٹیفن براکوڈا کا مسکن ہیں۔ جرائم کی دنیا کے اس خطرناک آدمی نے اپنے تحفظ کے لیے کیا کچھ بندوبست نہ کیا ہوگا، اس بات کا احساس میرے دل میں موجود تھا لیکن میں ان راستوں کا اجنبی راہی نہیں تھا، میں اس قسم کے جرائم پیشہ لوگوں کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا۔ اگر ان سے غلطی نہ ہو تو ان کو فنا کرنا ممکن نہ ہو لیکن غلطیاں ہوتی ہی ہیں اور یہ بات میرے ذہن میں پوری طرح پختہ تھی کہ اسٹیفن براکوڈا نے اپنی تباہی کے لیے کچھ نہ کچھ راستے ضرور چھوڑے ہوں گے، مجھے انھی راستوں کی تلاش تھی۔

پہاڑیوں تک کا راستہ بہت زیادہ دشوار نہیں ثابت ہوا، میں ان تک پہنچ گیا۔ وہاں گھنے درخت موجود تھے۔ ایک جگہ ایک درخت کی جڑ میں، میں نے ایک وچ ڈاکٹر کو سوتے ہوئے دیکھا۔ اس کا سانپ اس کے سینے پر موجود تھا اور پھنکار رہا تھا۔ میں اس سے بچتا ہوا آگے بڑھ گیا اور پھر ان پہاڑیوں کے نزدیک پہنچ گیا۔

ایک عظیم الشان غار کا دہانہ میری نگاہوں کے سامنے تھا لیکن اس غار میں داخل ہونے کے بجائے میں اس کے عقبی حصّے کی طرف چل پڑا۔ عقبی حصّے میں مَیں نے تقریباً ایک فرلانگ کا سفر طے کرنے کے بعد ایک عجیب و غریب جگہ دیکھی۔ یہ جگہ ایک پیالہ نما وادی کی شکل میں تھی لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس کے اوپر چوڑے پتّوں والے درخت اس طرح جھکے ہوئے تھے کہ وادی تقریباً چھپ جاتی تھی۔ مجھے اس کا سراغ بھی بڑے عجیب انداز میں ملا تھا۔ میں جب اس پیالہ نما وادی کے قریب پہنچا تو مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ پتّوں سے ڈھکے ہوئے اس میدان کے نیچے ایک گہری وادی موجود ہے البتہ ہموار زمین کے ساتھ ساتھ ان پتّوں کو دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی تھی اور میں نے وہاں قدم رکھ دیا تھا لیکن میرا یہ قدم تحت الثریٰ کی جانب سفر کرتا ہوا محسوس ہوا۔ میرے پیروں کے نیچے سے ایکدم زمین نکل گئی تھی۔ بے اختیارانہ انداز میں، مَیں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کوئی غیر مرئی شے پکڑنے کی کوشش کی تو ایک چوڑے پتّوں والی شاخ میرے ہاتھ میں آ گئی اور اس شاخ میں اتنی لچک تھی کہ وہ میرا وزن سنبھال نہ پائی اور نیچے جھک گئی۔ البتہ اگر اس شاخ میں ایسی لچک نہ ہوتی اور وہ کمزور ہوتی تو یقیناً میں نقصان اٹھاتا۔ میں اس طرح نیچے جھکتا چلا گیا جیسے کسی پیراشوٹ کے ذریعے خلا سے زمین کی طرف سفر کر رہا ہوں۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ اس میں میرے کسی ارادے کو کوئی دخل نہ تھا۔ شاخ پکڑنے سے لے کر نیچے زمین تک پہنچنے کا عمل قطعی غیر اختیاری تھا۔ میرے ہاتھ پاؤں کسی خودکار نظام کے تحت خود بہ خود حرکت کرتے چلے گئے تھے اور جب میرے پاؤں زمین سے لگے تو میں نے فوراً ہی شاخ چھوڑ دی۔ خاصی زوردار آواز کے ساتھ وہ شاخ مُڑ کر اپنی جگہ واپس پہنچ گئی۔

میں تقریباً پندرہ فٹ کی گہرائی میں اُتر گیا تھا اور یہاں میں نے ان درختوں کے تنے دیکھے جو بالکل پتلے پتلے رسّیوں کی شکل میں تھے لیکن اتنے مضبوط اور اتنے لچکدار کہ حیرت ہوتی تھی۔ یہاں سے مجھے وہ دیواریں صاف نظر آ رہی تھیں جو قدرتی پہاڑوں ہی کی تھیں لیکن سپاٹ اور پیالہ نما ڈھلان کی مانند۔ میرا دل سینے میں بُری طرح دھڑک رہا تھا۔ اگر درخت کی یہ شاخ اس قدر لچکدار نہ ہوتی اور میرے ہاتھ نہ آتی تو یقیناً پندرہ فٹ کی بلندی سے بے اختیار ہو کر گرتے ہوئے پتا نہیں میرے بدن کے کون کون سے حصّے ٹوٹ پھوٹ جاتے۔ بہرطور، یہ بھی تائیدِ غیبی تھی۔ خدا نے یہاں بھی میری مدد کی تھی اور میں اس ہولناک جگہ پہنچنے کے بعد یہ سوچ رہا تھا کہ یہ بُرا ہوا یا بہتر ہوا! یقیناً خدائے قدّوس نے مجھے یہاں تک پہنچانے میں کوئی مصلحت ہی سمجھی ہوگی اور یہ مصلحت تھوڑی ہی دیر کے بعد میری نگاہوں میں آ گئی۔

پیالہ نما وادی کے عین درمیان میں ایک شاندار قسم کا ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ یہ ہیلی کاپٹر کینوس سے ڈھکا ہوا تھا لیکن مکمل طور پر نہیں، اس کا پچھلا حصّہ نمایاں تھا جس کی وجہ سے مجھے اس کے بارے میں اندازہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوا ورنہ کینوس سے ڈھکی ہوئی شے کو میں بہ خوبی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میرے قدم ہیلی کاپٹر کی جانب بڑھ گئے اور پھر میں اس کے قریب تھا، میرے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے۔ یقیناً ہیلی کاپٹر کی حفاظت کے لیے کچھ افراد یہاں ضرور ہوں گے لیکن چند لمحے آہٹیں لینے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ کسی ذی روح کا وجود وہاں نہیں تھا۔

ہیلی کاپٹر کا کینوس ہٹا کر میں اس کے اندر داخل ہو گیا اور اس کی مشینری کا جائزہ لیتا رہا۔ دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اسٹیفن براکوڈا نے یہ ہیلی کاپٹر بلا وجہ یہاں نہ رکھ چھوڑا ہوگا۔ ویسے بڑی شاندار بات تھی۔ پتوں میں ڈھکے ہوئے اس پیالہ نما ہیلی پیڈ کے بارے میں شاید ہی کسی کو اندازہ ہو سکتا۔

ہیلی کاپٹر میں داخل ہونے کے بعد میں نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا اور پھر ہیلی کاپٹر کی مشین کو چھیڑنے لگا۔ تھوڑی دیر تک میں اُسے اِدھر اُدھر کرتا رہا پھر میں نے اس کے انجن والے حصے میں ہاتھ ڈال کر اس کے تار تلاش کرنا شروع کر دیے اور تھوڑی دیر کے بعد تاروں کے ایک گچھے کو میں اس کی جگہ سے اکھاڑنے میں کامیاب ہو گیا یہی نہیں بلکہ جو تار جہاں سے اکھڑ سکتے تھے، وہ میں نے اکھاڑ لیے اور انھیں مُٹھی میں دبائے ہوئے ہیلی کاپٹر سے باہر نکل آیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اب ہیلی کاپٹر کی مشین اسٹارٹ ہو سکتی ہے یا نہیں، اپنی دانست میں، میں نے ہیلی کاپٹر کو ناکارہ کر دیا تھا اور اسے میں اپنی ایک بڑی کامیابی سمجھتا تھا۔ تاروں کو لیے ہوئے میں آگے بڑھتا رہا۔ اب میں سوچ رہا تھا کہ درختوں سے ڈھکی ہوئی اس وادی سے باہر نکلنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ آگے بڑھتے ہوئے میں بالآخر اس دیوار کے قریب پہنچ گیا جو اس پیالہ نما وادی کی مشرقی دیوار تھی اور اس مشرقی دیوار میں مجھے ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آیا۔ سوراخ اتنا تھا کہ ایک آدمی بیٹھ کر بہ آسانی اس میں داخل ہو سکتا تھا اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ سوراخ یقیناً اسٹیفن براکوڈا کی رہائش گاہ کی جانب جاتا تھا۔

ایک لمحے تک میں دل میں سوچتا رہا اور پھر خدا کا نام لے کر سوراخ میں داخل ہو گیا۔

بیٹھ بیٹھ کر آگے بڑھتے ہوئے مجھے کم از کم بیس منٹ تک سفر کرنا پڑا۔ بیس منٹ کا یہ سفر تقریباً ساٹھ ستر گز کے قریب تھا اور اس کے بعد میں ایک کشادہ غار کے دہانے پر کھڑا ہوا تھا۔ جو بالکل سنسان اور ویران تھا۔ غار کی دیوار میں روشنی کے لیے ایک بلب لگا ہوا تھا، جس سے روشنی بکھر رہی تھی گویا یہاں الیکٹرک کا باقاعدہ نظام قائم کر دیا گیا تھا۔ غار کے تین حصوں میں تین بڑے سوراخ نظر آ رہے تھے۔ اب ان میں سے کون سا سوراخ اسٹیفن براکوڈا کی رہائش گاہ کی جانب جاتا تھا اس کا اندازہ لگانا تھا۔ بالآخر میں نے مغربی سمت کا ایک سوراخ اپنے لیے منتخب کیا اور اس میں داخل ہو گیا۔ اس میں کافی کشادہ جگہ تھی۔ صرف ایک آدمی یہاں سے گزر سکتا تھا لیکن یہ کم از کم پچاس گز لمبی سرنگ تھی جو ڈھلان میں چلی جاتی تھی۔ میں سرنگ میں اُترتا رہا۔ روشنی کا یہاں مکمل بندوبست کیا گیا تھا چنانچہ کسی بھی جگہ تاریکی نہیں پھیلی ہوئی تھی۔ اس سرنگ کو عبور کرنے کے بعد میں ایک اور غار کے دہانے میں داخل ہو گیا جس سے سیڑھیاں اوپر کی جانب جاتی تھیں اور اب جب کہ یہاں آ گیا تھا تو یہ سوچنا بیکار تھا کہ مجھے آگے بڑھنا چاہیے یا نہیں۔

میں سیڑھیاں عبور کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہ ایک بہت ہی کشادہ سرنگ تھی جو نہ جانے کہاں پہنچتی تھی۔ میں آگے بڑھتا رہا اور بالآخر ایک ایسے حصے میں پہنچ گیا، جہاں مجھے اپنے سر پر کھلا ہوا آسمان نظر آ رہا تھا اور میرے سامنے ایک کشادہ میدان نما جگہ تھی۔ اس میدان نما جگہ میں، مجھے بہت ہی حیرت انگیز قسم کی مشینیں نظر آئیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ ان مشینوں کو اس کھلی جگہ میں کیوں چھوڑ دیا گیا تھا۔ مشینوں کے پاس کوئی آپریٹر بھی موجود نہیں تھا۔ میں آگے بڑھتا رہا اور ابھی میں نے زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا تھا کہ دفعتاً عقب سے کوئی ٹھوس چیز میرے شانوں کے درمیان پڑی اور میں بلبلا کر پلٹ پڑا۔ ایک شخص جس نے اپنا چہرہ خاص قسم کے نقاب میں ڈھکا ہوا تھا اور جسم کا باقی حصہ کھلا ہوا تھا، مجھ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اپنی دانست میں اس نے وہ موٹی ڈنڈے نما شے پوری قوت سے میرے سر کی پشت پر مارنے کی کوشش کی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ میرا سر بچ گیا تھا اور وہ میرے شانوں کے درمیان پڑی تھی۔ درد کی ایک لہر میرے بدن میں اٹھی تھی لیکن اب جبکہ میرا مدِمقابل میرے سامنے آ گیا تھا تو اس سے نبرد آزما ہونا ضروری تھا۔ میں نے اس کی دوسری ضرب سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو سنبھالا۔ حملہ آور انتہائی پھرتیلا تھا۔ وہ پے در پے وار کر رہا تھا۔ دفعتاً میں زمین پر لیٹ گیا اور میں نے دونوں پاؤں اوپر اٹھا کر اس کے پیٹ پر مارے۔ میری یہ کوشش کارگر رہی تھی۔ حملہ آور کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور وہ اُچھل کر دور جا گرا لیکن کافی طاقتور آدمی معلوم ہوتا تھا۔ نیچے گرتے ہی وہ پلٹا اور کروٹ کے بل اُٹھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میرے لیے اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اسے ہلاک کر دوں۔ چنانچہ میں نے سانپ اپنے بدن سے اتار دیا اور اب میں اس سے فیصلہ کن مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔ وہ اپنا ہتھیار تولتے ہوئے پینترے بدل رہا تھا۔

"تمھاری موت اب تم سے دور نہیں ہے۔ زندگی کی آرزو ہے تو مجھ سے گفتگو کرو، ممکن ہے، اپنے مقصد کے حصول کے لیے تم سے کچھ معلومات حاصل کر کے میں تمھیں زندہ چھوڑ دوں۔" میں نے سفاک لہجے میں کہا۔

میرے ان الفاظ کا حملہ آور پر خاطر خواہ اثر ہوا اور وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اب وہ چہرے پر چڑھی نقاب کے پیچھے سے مجھے گھور رہا تھا۔

"کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہ ہتھیار میرے قدموں میں ڈال کر مجھ سے زندگی کی بھیک مانگو۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"اب تو مانگنی ہی پڑے گی کیونکہ مقابلہ علی یار خان سے ہے۔" نقاب پوش نے کہا اور اب میرے چونکنے کی باری تھی کیونکہ یہ آواز میرے لیے اجنبی نہیں تھی، یہ پروفیسر جوناتھن کی آواز تھی۔

"پروفیسر!" میں نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میرے خیال میں بال بال بچ گیا ہوں میں۔"

"تو آپ یہاں پہنچ گئے ہیں؟"

"بڑی مشکل سے۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن تم نے جو روپ دھارا ہے، وہ بھی کمال کا ہے اور میرے خیال میں خطرناک بھی۔"

"اس جگہ کے بارے میں کیا رائے ہے پروفیسر؟"

"ہاں، میری توقع کے برعکس نہیں ہے لیکن علی، یہ قدرتی بات ہے کہ مجرم اپنے تعاقب کے لیے نشان چھوڑ دیتا ہے۔ براکوڈا اپنی اس دنیا سے حد سے زیادہ مطمئن ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی اس کی بہت بڑی کمزوری ہے۔"

"اس نے اپنی تمام توجہ بیرونی راستوں پر رکھی ہے۔ اندرونی طور پر اس نے سخت انتظامات نہیں کیے۔"

"یہی میں کہہ رہا تھا۔"

"پھر اب کیا پوزیشن ہے پروفیسر؟ آپ نے یہاں کیا مشاہدہ کیا؟"

"آؤ۔ میں تمھیں اس شعبدے کی حقیقت بتاؤں۔" پروفیسر مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے چل پڑا۔

تھوڑی دیر تک ہم سرنگوں میں سفر کرتے رہے، اس کے بعد ایک جگہ پہنچ گئے۔

"اب ہم اس آسمانی دیوتا کے پیٹ میں ہیں۔ آؤ۔" پروفیسر نے کہا۔

ہم سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر پہنچ گئے۔

"یہ بُت کی آنکھیں ہیں۔" پروفیسر نے بتایا۔

میں نے ایک سوراخ سے آنکھ لگا دی۔ بونیکا گہری نیند سو رہا تھا۔ بہت دور قیام پذیر قبیلوں میں آگ روشن تھی۔ قربانی کا چبوترہ صاف نظر آ رہا تھا۔

"عمدہ جگہ ہے۔" میں نے تبصرہ کیا۔

"دیواروں میں اسپیکر لگے ہوئے ہیں۔" پروفیسر بولا۔

"میں اس کے نظام کے بارے میں کچھ باتیں معلوم کر چکا ہوں۔"

"یقیناً کر چکے ہوگے۔ اس جگہ سے اس بُت کے ذریعے حالات کنٹرول کیے جاتے ہیں۔ یہاں مختلف طریقوں سے کام کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی براہِ راست بھی نشریات کی جاتی ہیں اور اگر اس کی ضرورت نہ ہو تو پھر ریکارڈ کیا ہوا کیسٹ اس جگہ سے کام کرتا ہے۔"

"ویری گڈ۔ اس کا مطلب ہے پروفیسر کہ آپ نے کافی کام کر لیا ہے۔"

"ہاں علی، میں تو تمھارے پاس آ کر اپنے اس کارنامے کی اطلاع دینا چاہتا تھا لیکن کیسی دلچسپ بات ہے کہ تم خود یہاں موجود ہو اور وہ بھی ایسی شکل میں جو سب سے زیادہ معتبر سمجھی جاتی ہے۔ وِچ ڈاکٹر پر یہاں کبھی کوئی شبہ نہیں کرتا۔ بلکہ اسے ہمیشہ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ تم نے ان لوگوں کی سب سے کمزور رگ دبائی ہے۔"

"یہ بتائیے کہ اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟ میرے خیال میں تو اب ہمیں واپسی کے بارے میں سوچنا چاہیے۔"

"ہاں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں۔ اس کے لیے میں نے ایک مختصر راستہ دریافت کیا ہے چلو اگر یہاں اور کوئی منصوبہ نہیں ہے تو پھر واپس چلتے ہیں۔"

"میں یقیناً وہ مختصر راستہ دیکھنا پسند کروں گا۔"

پروفیسر جوناتھن مجھے جس راستے سے باہر لایا وہ واقعی انتہائی مختصر تھا مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس راستے سے گزرتے ہوئے ہمارے بدن پسینے میں شرابور ہو گئے تھے اور کسی سانپ ہی کی طرح ہمیں رینگ رینگ کر بلندی کی طرف چڑھنا پڑا تھا۔ کیونکہ اس غیر قدرتی سرنگ کا قطر ڈھائی یا پونے تین فٹ سے زیادہ نہیں تھا۔ بڑی گھٹن اس سفر کی ابتدا میں محسوس ہوئی تھی لیکن ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ہمیں تھوڑی ہی دیر کے بعد محسوس ہونے لگے اور اس کے بعد ہم ایک چٹان کے اوپری حصے پر باہر نکل آئے جو کسی مکان پر بنی ہوئی چمنی کی مانند تھی۔ دور سے دیکھنے پر یہ سوراخ نظر نہیں آ سکتا تھا۔ غالباً اس قسم کی کارروائی ہوا کے لیے کی گئی تھی انھوں نے شاید یہ سوچا بھی نہیں ہوگا کہ اس کے ذریعے کوئی انسان بھی اندر آ سکتا ہے۔

باہر آ کر ہم گہری گہری سانسیں لینے لگے اور پھر میں نے اطراف کا ماحول دیکھا۔ بائیں سمت ایک ڈھلان نیچے اُتر کر لمبی لمبی گھاس میں روپوش ہو جاتی تھی اور اسی کے ذریعے پروفیسر جوناتھن یہاں تک پہنچا تھا۔ خاصا طویل سفر طے کرنے کے بعد اور کوئی گفتگو کیے بغیر ہم اپنے قبیلے کے نزدیک پہنچ گئے اور اب قبیلے کے لوگ ہمارے سامنے تھے لیکن ان لوگوں کے درمیان جانے کے بجائے ہم نے ایک چٹان کی آڑ منتخب کی اور وہاں بیٹھ گئے۔

"ویسے یہ سب کچھ بہت عجیب محسوس ہوتا ہے پروفیسر۔ اسٹیفن براکوڈا شیطانی ذہن رکھتا ہے لیکن کیا اُسے کسی اندرونی سازش کا خدشہ نہیں ہے؟"

"بظاہر تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہاں جتنے لوگوں کے ساتھ موجود ہے، ان سے پوری طرح مطمئن ہے۔"

"میں اسے اس کی بہت بڑی حماقت قرار دیتا ہوں پروفیسر! اس کا یہ خیال غلط ہے کہ اس کے درمیان غدار یا اس کے دشمن موجود

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں ہیں۔"

"دعوے سے کیوں کہہ رہے ہو یہ بات؟"

"اس لیے کہ ایک ایسی شخصیت ہی نے ... امداد کی ہے۔" میں نے کہا اور مختصراً ہوندو کے بارے ... جوناتھن کو بتا دیا۔

پروفیسر جوناتھن آنکھیں بند کیے گردن ہلانے لگا تھا، پھر اس نے کہا "...! میں مذہبی انسان نہیں ہوں لیکن چند باتوں پر پورا پورا یقین رکھتا ہوں۔ بُرائی بہرحال ختم ہوتی ہے اور اس کے لیے ایسے ذرائع مہیا ہو جاتے ہیں کہ اس کا خاتمہ ہو جائے۔"

"میں خود بھی آپ سے متفق ہوں پروفیسر۔ اب یہ سوچیے کہ ہمارا دوسرا قدم کیا ہوگا؟"

"اس سلسلے میں فوری طور پر کوئی بات کہنا ذرا مشکل ہی ہے۔ ہم کسی مناسب موقع کا انتظار کیوں نہ کریں؟"

"مگر ہم بہت زیادہ انتظار بھی تو نہیں کر سکتے۔ اگر سان بین قبیلے کے لوگ اس طرف آ گئے تو ہمارے لیے بڑے مسائل پیدا ہو جائیں گے۔"

"میں مانتا ہوں اس بات کو لیکن فی الحال آئندہ چند روز کے لیے منصوبہ بندی کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ اس مرحلے پر بغیر سوچے سمجھے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔"

"تو ٹھیک ہے۔ اگر یہ بات ہے تو میں اپنا حلیہ تبدیل کیے لیتا ہوں۔ اس طرح تو ظاہر ہے اپنے لوگوں میں داخل ہونا بڑا عجیب ہوگا۔ میں اصل صورتِ حال اُن پر بھی واضح کرنا نہیں چاہتا۔"

"اگر تم مناسب سمجھتے ہو تو ٹھیک ہے لیکن دوبارہ یہ حلیہ اختیار کرنے میں دقت ہوگی۔ چنانچہ قبیلے کے لوگوں میں داخل مت ہو بلکہ اسی طرح اسی حلیے میں گھومتے پھرتے رہو اور حالات معلوم کرتے رہو۔ قبیلے کے لوگوں کے بارے میں اطلاعات میں تمھیں فراہم کرتا رہوں گا۔"

پروفیسر کی اس تجویز کو میں نے رد نہیں کیا اور کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہا "تو پھر یہیں کہیں ڈیرا ڈال لیا جائے۔ درویشوں کو ظاہر ہے کسی خاص چیز کی ضرورت تو ہوتی نہیں ہے۔"

پروفیسر جوناتھن مسکرانے لگا پھر اس نے کہا "اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو سکیں؟"

"ہاں، اس کی رہائش گاہ کی نشاندہی ہو گئی ہے لیکن پروفیسر، میں پورے دعوے سے یہ بات کہتا ہوں کہ وہاں پہنچنا آسان کام نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ خود ہی اپنے بِل سے باہر نہ نکل آئے۔"

چند لمحات سوچتے رہنے کے بعد پروفیسر پھر بولا "ٹھیک ہے، ہم انتظار کریں گے۔ اتنا خطرہ تو مول لیا ہی جا سکتا ہے، اگر سان بین کے لوگ آ بھی پہنچے تو پھر جو بھی صورتِ حال ہوگی، اس کے مطابق عمل کر لیا جائے گا لیکن میرے خیال میں ہمیں ایک ہنگامی پروگرام بھی تیار کر لینا چاہیے۔ مثلاً جیسے ہی سان بین کے لوگ یہاں آتے ہیں تو ہم ان کے لیے کوئی ایسی افواہ پھیلا دیں کہ یہاں کے لوگ خود ہی ان کے مخالف ہو جائیں اور انھیں ہلاک کر دیں۔ یا پھر کوئی ایسی تجویز جو تمھارے ذہن میں ہو۔"

"نہیں پروفیسر، ہم یہاں کسی بھی بے گناہ کی زندگی سے نہیں کھیلیں گے۔ آپ اسے جذباتی بات نہ سمجھیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو انسان کے قتل پر اسی وقت آمادہ ہونا پڑتا ہے جب صورتِ حال ناگزیر ہو ورنہ ہم اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اتنے سارے افراد کو موت کی نیند سُلا کر اپنے ضمیر کو مطمئن نہیں رکھ سکتے۔"

"ٹھیک کہتے ہو علی، بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ بہرحال یہ معاملہ بھی ہم نے تقدیر کے سپرد کر دیا۔ جب تقدیر نے ہماری یہاں تک رہنمائی کی ہے تو آئندہ بھی ہمارے لیے حالات بہتر ہوں گے۔"

"میں آپ سے اس سلسلے میں متفق ہوں پروفیسر۔" میں نے کہا۔

پروفیسر جوناتھن اس کے بعد تھوڑی دیر تک میرے ساتھ رہا اور پھر اپنے لوگوں کے درمیان چلا گیا۔

میں وقت گزارنے کے لیے کوئی جگہ منتخب کرنے لگا۔ ویسے بھی رات بہت زیادہ گزر چکی تھی اور صبح کا اجالا پھیلنے میں اب زیادہ دیر نہیں رہ گئی تھی۔ ایک چٹان کی آڑ میں لیٹ کر میں نے اپنا سر گھٹنوں میں دے دیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں نیند آ گئی پھر آنکھ اس وقت کھلی جب سورج کی تمازت نے مجھے بے چین کر دیا۔ پیٹ میں چوہے دوڑ لگا رہے تھے۔ چنانچہ خوراک کی تلاش میں اٹھ کھڑا ہوا۔ بھلا ایک وچ ڈاکٹر کو کھانے پینے کی اشیاء کی کیا کمی ہو سکتی تھی۔ جس جگہ پہنچا، جو چاہا طلب کر لیا۔ لوگ مجھ سے طرح طرح کی درخواستیں کر رہے تھے اور میں صرف ان کی حرکات و سکنات سے صورتِ حال کو سمجھ کر ان کی مرضی کے مطابق کام کر رہا تھا۔ اب ضروری تو نہیں تھا کہ ہر وچ ڈاکٹر یہاں مسیحا ہو۔

تین یا چار روز اسی طرح گزر گئے۔ اس دوران پروفیسر جوناتھن ہر رات مجھ سے ملاقات کرتا تھا۔ بڈ کے بارے میں اس نے بتایا تھا کہ وہ دو تین بار قبیلے میں آ چکا ہے اور اس کے ساتھ وہی لڑکی سالکو ہوتی ہے۔ بڈ وہاں کی خبریں لا لا کر دیتا ہے۔

"یہ شخص عجیب و غریب فطرت کا مالک ہے۔" پروفیسر نے بڈ کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں پروفیسر! انتہائی کارآمد اور وفادار آدمی ہے۔" میں نے کہا۔

اور پھر آخری اطلاع بھی بڈ نے ہی پروفیسر جوناتھن کو پہنچائی تھی اور پروفیسر نے وہ اطلاع مجھ تک پہنچائی تھی۔

"میرے خیال میں وہ وقت آ گیا ہے علی، جب ہمیں آپریشن کرنا ہوگا۔ کل کی رات... یقیناً کل کی رات ہمارے لیے اہمیت کی حامل ہے۔" پروفیسر نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"خیریت پروفیسر! کون سی نئی بات معلوم ہو گئی؟" میں نے پوچھا۔

"کل رات قربانی کی رسم ادا کی جا رہی ہے اور قربانی کی یہ رسم موزیل اپنے ہاتھ سے ادا کرے گا۔"

"گڈ۔ اطلاع کہاں سے ملی؟" میں نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔

"اسی حیرت انگیز آدمی نے یہ اطلاع دی ہے اور نہ صرف اطلاع دی ہے بلکہ یہ بھی بتایا ہے کہ وہ تین افراد کون ہیں جنھیں قربان کیا جائے گا۔ موزیل ان کی قربانی کو اپنے ہاتھوں سے سرانجام دے گا۔"

"ہوں، تو پروفیسر! اب اس سلسلے میں منصوبہ کیا ہے؟"

"اسی پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں علی!" جوناتھن نے کہا۔

میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلا دی۔ جوناتھن کافی دیر تک خاموش رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا میں نے کہا "پروفیسر یقیناً جو منصوبہ آپ کے ذہن میں ہوگا وہ میرے منصوبے سے بہتر ہی ہوگا لیکن پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اپنا منصوبہ بتا دوں۔"

"ہاں، ضرور بلکہ یہ زیادہ بہتر بات ہوگی۔" پروفیسر نے خوشدلی سے کہا۔

"پروفیسر، میرے خیال میں واقعی اس سے بہتر موقع ہمیں اور کوئی نصیب نہیں ہوگا۔ کل ہم پورا پورا رسک لیں گے۔ ہمارے تمام آدمی اپنے اپنے ہتھیاروں کو سنبھال کر اس مجمعِ عظیم میں شامل ہوں گے اور ایسی جگہوں پر پوزیشن لے لیں گے جہاں سے کارروائی کرنے والوں سے نمٹا جا سکے۔ دوسرا کام یہ ہوگا کہ اولوکان کو اس کی جگہ سے واپس بلا لیا جائے۔" میں نے کہا اور پھر تفصیل کے ساتھ پورا منصوبہ پروفیسر کے سامنے بیان کر دیا۔

پروفیسر نے پوری توجہ سے میری بات سُنی پھر بولا "ہوں لیکن اس کے لیے ہمیں مزید کچھ کارروائیاں بھی کرنا پڑیں گی۔ یعنی اس وقت تو ہم چھپتے چھپاتے بُت تک پہنچ جائیں گے لیکن بعد میں اس اندرونی نظام کو کنٹرول کرنے والوں سے بھی نمٹنا ہوگا۔"

"بعد میں نہیں پروفیسر! بلکہ پہلے ہی ہم کسی بھی طرح ان لوگوں کو ناکارہ بنا دیں گے۔"

"کسی بھی طرح والی بات سمجھ میں نہیں آتی؟"

"میرا خیال ہے اس سلسلے میں بڈ کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں۔"

"بہت ہی مشکل مرحلہ ہوگا۔ میرے اپنے مشورے کے مطابق ... تینوں حصوں میں تقسیم کر دو۔ بڈ کے سپرد ان لوگوں کو سنبھالنے کی ذمے داری کر دو۔ میں اور اولوکان اندرونی حصے میں چلے جاتے ہیں پھر تم باہر کے معاملات سنبھالو۔ اس کے لیے اپنے ساتھیوں کا انتخاب کر لو تاکہ موزیل کے اطراف میں اس کے محافظوں کو سنبھالا جا سکے۔"

"یقیناً پروفیسر! اس سلسلے میں میں پانچ آدمیوں کو منتخب کروں گا جو مسلح ہوں گے اور ہر اس شخص کو ہلاک کر دیں گے جو مداخلت کرے گا۔ ہم کوشش کریں گے کہ خود لوبیکا کے لوگ ان لوگوں سے نمٹ لیں اور ہمارے آدمی محفوظ رہیں۔"

جوناتھن سے مختلف امور پر کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ میرے دل کی دھڑکنیں کافی تیز ہو گئی تھیں۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ میں اتنی جلدی کامیابی سے ہمکنار ہو جاؤں گا لیکن اس ... میں یہ امر بھی یقینی تھا کہ پروفیسر جوناتھن اور بڈ نے میری بھرپور ... کی تھی۔ خاص طور سے پروفیسر جوناتھن اپنے فن میں یکتا تھا۔ وہ اتنا ذہین آدمی تھا کہ لمحے بھر میں بات کی تہہ تک پہنچ جاتا تھا۔ بہرحال اب مجھے ان تمام باتوں کو نظر انداز کر کے آنے والے دن کے بارے میں سوچنا تھا۔ فی الحال مجھے کوئی کام نہ تھا۔ تمام انتظامات اب پروفیسر کو کرنا تھے۔ مجھے صرف وقت پر عمل کرنا تھا۔ تاہم اس سلسلے میں میں نے بہت سی باتیں ذہن میں رکھی تھیں اور اپنے کام کے لیے پوری طرح تیار ہو گیا تھا۔

ایک مرحلہ ہوندو سے ملاقات کا ابھی باقی تھا جس کے لیے میں وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں اسی وقت ہوندو کی جانب چل پڑا اور خاصا طویل فاصلہ طے کر کے بالآخر میں اس کے جھونپڑے پر پہنچ گیا۔ ہوندو اپنے جھونپڑے میں موجود تھا۔ اینا البتہ موجود نہیں تھی۔ وہ سو رہا تھا۔ میرے قدموں کی چاپ پر اس کا سانپ پھنکارنے لگا تو وہ خود بھی جاگ گیا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے پہچاننے کی کوشش کرنے لگا تو میں نے کہا "ہوندو! میں ایلی ہوں۔"

"اوہ۔ ہاں، میں نے پہچان لیا۔ آؤ بیٹھو۔"

"ہوندو! میں اپنے مشن کی تکمیل کے لیے تیاریاں مکمل کر چکا ہوں اور اب صرف آخری مرحلہ باقی رہ گیا ہے۔"

"بیٹھو، بیٹھ جاؤ۔" اس نے اسی انداز میں کہا اور میں بیٹھ گیا۔

"میں نے تمھیں اطلاع دینا ضروری سمجھا ہوندو۔ اس مرحلے پر اگر تم سے ممکن ہو سکے تو میری مدد بھی کرو۔"

"مجھے تفصیل بتاؤ، اگر مناسب سمجھو تو۔"

"تفصیل زیادہ طویل نہیں ہے ہوندو۔ کل قربانی کی رات ہے نا۔"

"ہاں۔ ان تین بے گناہوں کو قتل کیا جا رہا ہے جنھوں نے یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کی تھی۔ یہ تینوں ہی تعلیم یافتہ نوجوان ہیں اور موزیل کے اس منصوبے کے خلاف ہیں جو اس نے بنایا ہے۔ جانتے ہو، یہ تینوں کون ہیں؟"

"نہیں ہوندو۔ میں نہیں جانتا۔"

"ان کا تعلق چیکوسلواکیہ سے ہے۔ تینوں ہی موزیل کے کارندے تھے اور یہاں اس کے لیے نمایاں کام انجام دے رہے تھے۔ لائن آف کروزل کے سلسلے میں موزیل نے جو منصوبہ بنایا ہے، انھوں نے کہیں دورانِ گفتگو اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی مخالفت کر دی تھی اور موزیل کبھی کسی ایسے آدمی کو معاف نہیں کرتا جو اس کے مقاصد کے خلاف ایک لفظ بھی مُنہ سے نکالے۔ اس نے تصدیق کی اور ان

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لوگوں سے پوچھا کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے اس منصوبے کی مخالفت کی ہے۔ تب انھوں نے اپنے مؤقف کا اظہار کر دیا اور موزیل نے خوشی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا کہ وہ ان لوگوں سے خوش ہوتا ہے جو خود اپنی زبان بھی رکھتے ہیں اور اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ پھر اس نے اُن سے بہت ہی فراخدلی سے سوالات کیے اور پوچھا کہ وہ اس منصوبے کے خلاف کیوں ہیں تو انھوں نے کہا کہ وہ بے گھر و بے خانماں فلسطینیوں سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ موزیل نے ان سے پوچھا کہ اگر وہ موزیل کے خلاف ہیں اور یہاں سے جانا چاہتے ہیں تو وہ انھیں واپس بھجوا سکتا ہے جس پر انھوں نے جواب دیا کہ اگر موزیل اُن پر یہ عنایت کرتا ہے تو وہ ہمیشہ اس کا احترام کریں گے۔ موزیل نے اُن سے یہ بھی سوال کیا کہ کیا وہ بیرونی دنیا میں جا کر اس کے منصوبے کو دوسروں کے سامنے لائیں گے۔ اس بات پر وہ تینوں خاموش رہے۔ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ نہیں' وہ ایسا نہیں کریں گے۔ چنانچہ اسی رات وہ تینوں اپنی اپنی زبانوں سے محروم ہو گئے۔"

"کیا؟" میں اچھل پڑا۔

"ان کی زبانیں کسی نامعلوم طریقے سے بند کر دی گئی تھیں اور وہ خود بولنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ تم ان کے کرب کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ وہ پاگلوں کی طرح مُنہ سے گُوں گُوں کی آوازیں نکالتے پھرتے تھے۔ لوگوں کو اپنا حال بتانے کی کوشش کرتے تھے لیکن۔ لیکن۔"

"ہاں۔ آگے کہو ہونڈو۔"

"لیکن ان کے ہاتھوں کی اُنگلیاں بھی ان کا ساتھ نہیں دیتی تھیں کہ وہ لکھ کر ہی کسی کو اپنے حال سے آگاہ کر سکیں۔ ان لوگوں کے ہاتھ بھی مفلوج ہو چکے تھے۔"

"اوہ!" میں نے گہری سانس لی۔

"موزیل نے وچ ڈاکٹروں کو ان کے علاج کے لیے مامور کیا اور ان سے کہا کہ ان مظلوم لوگوں کی قوتِ گویائی واپس لائی جائے۔ لیکن کون وچ ڈاکٹر اپنی جڑی بوٹیوں کو ایسے مقاصد کے لیے استعمال کر سکتا ہے جو موزیل کو ناپسند ہوں۔ چنانچہ سب نے معذوری کا اظہار کیا۔ پھر موزیل نے درد بھرے انداز میں کہا کہ وہ ان لوگوں کی بے لسبی اور بے چارگی نہیں دیکھ سکتا۔ چنانچہ بہتر ہے کہ انھیں بُت کے قدموں میں قربان کر دیا جائے اور کل کی رات قربانی کی رات ہے۔ موزیل اپنے دشمنوں کو اسی طرح اذیتیں دے دے کر مار دیتا ہے لیکن قربانی کے اس راز سے تم کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو ایلی؟"

"ہونڈو' موزیل کی کل کی رات' اس کی آخری رات ہے اور ہم کوشش کریں گے کہ وہ ان تینوں کو ہلاک نہ کر سکے۔"

"مگر کس طرح؟"

"تم میرا ساتھ دو گے ہونڈو۔ اس کام میں صرف میں اور تم ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سے لوگ شریک ہوں گے۔"

"میں تمہارا ساتھ کیسے دے سکتا ہوں؟" ہونڈو نے پوچھا۔

"اس کے لیے تمہیں میرے ساتھ رہنا ہوگا۔ اُس وقت جب قربانی دی جا رہی ہو۔ اگر تم اپنے دل میں واقعی اسٹیفن براکوڈا کے لیے نفرت کا احساس رکھتے ہو اور تمہاری خواہش ہے کہ تم اسٹیفن براکوڈا کو ... کر دو تو تمہیں میرا ساتھ دینا چاہیے ہونڈو۔ اسی میں تمہاری نجات پوشیدہ ہے۔ باقی میں کسی بات کے لیے تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔"

ہونڈو چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ "مجھ پر اعتماد کرو ایلی میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"ٹھیک ہے ہونڈو۔ میں تم پر اعتماد کر رہا ہوں۔ اس وقت جب موزیل یعنی اسٹیفن براکوڈا ان تینوں کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوگا، تم میرے ساتھ چبوترے کے نزدیک ہو گے اور ان لوگوں کی نشاندہی کرو گے جو اسٹیفن براکوڈا کے خاص ساتھی ہیں۔ تاکہ انھیں موقع پر ہلاک کر دیا جائے۔"

"اوہ! کیا تم اس کے لیے باقاعدہ تیاریاں کر چکے ہو؟"

"ہاں۔ تیاریاں مکمل ہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا اور ابھی اسی وقت سے میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"میں خود بھی یہی چاہتا تھا ہونڈو کہ تمہیں یہ تفصیل بتانے کے بعد تنہا نہ چھوڑوں۔"

"بالکل۔ تم اس میں حق بجانب ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" ہونڈو نے جواب دیا۔

"اینا کہاں ہے؟" میں نے ہونڈو سے کہا۔

"اینا محفوظ جگہ ہے۔ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ وہ خود بھی ذہین لڑکی ہے۔ تم اس کے بارے میں فکرمند نہ ہو۔"

میں خاموش ہو گیا۔ ہونڈو اسی وقت تیاریاں کر کے میرے ساتھ نکل آیا۔ رات ختم ہونے کو تھی۔ ہم لوگ چٹانوں کی آڑ میں چھپتے چھپاتے بستی کے اندرونی حصّے میں نکل آئے۔ یہاں ہم صورتِ حال کا جائزہ لیتے رہے۔ ہونڈو اس دوران مجھے بتاتا رہا کہ بستی کے کون کون سے مکانات میں موزیل کے خصوصی آدمی رہتے ہیں۔

صبح ہو گئی اور وقت گزارنا مشکل ہونے لگا۔ ہم لوگ جہاں تک ممکن ہو سکا' دوسروں کی نگاہوں سے بچتے رہے۔ مجھے اندازہ نہیں کہ پروفیسر جوناتھن اپنے انتظامات میں کس حد تک کامیاب ہو چکا لیکن شام ہونے سے کچھ پہلے میں ٹہلتا ہوا اس طرف نکل گیا جہاں ... ساتھی قیام پذیر تھے۔ مجھے یہاں اجنبی نگاہوں سے دیکھا گیا کیونکہ وچ ڈاکٹر مہمان قبیلوں میں ذرا کم ہی جاتے تھے۔ پروفیسر جوناتھن ... افراد مجھے کہیں نظر نہیں آئے جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ اپنی ذمّے داریوں کے سلسلے میں مصروف تھے۔

سورج چھپ گیا اور ہم ایک چٹان کی آڑ میں جا بیٹھے تو تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر جوناتھن مجھے تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ ہونڈو کو دیکھ کر وہ چونکا تھا لیکن میں نے اس سے کہا۔

"گھبراؤ نہیں پروفیسر۔ ہونڈو میرا ساتھی ہے۔"

"اوہ! یہ بات ہے مسٹر علی، انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ آٹھ افراد منتخب کیے گئے ہیں، جو چبوترے کے نزدیک تمہارے استقبال کے لیے تیار ہوں گے انھیں ہدایات کر دی گئی ہیں کہ انھیں کیا کرنا ہے۔ باقی تمام کام بھی مکمل ہیں اور تم کسی کام کے لیے بھی پریشان نہیں ہو گے۔"

"الفاظ وہی ہوں گے جو ہمارے درمیان طے پائے ہیں۔"

"ہاں، اور عین وقت پر۔"

"دیگر معاملات کی کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مکمل کنٹرول حاصل کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ آج اندر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" پروفیسر نے گول مول سے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے پروفیسر۔ میں مطمئن ہوں۔ جو انتظامات آپ کر رہے ہیں، وہ یقینی طور پر کمزور نہیں ہوں گے۔"

"اس طرح گفتگو نہیں کرو۔ یہ ہماری زندگی کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ اوہ، میں چلتا ہوں۔ یہ ڈھول بجنے کی آواز غالباً اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ قربانی کرنے والوں کو قربان گاہ کی جانب لایا جا رہا ہے۔"

ہونڈو نے پروفیسر کی بات کی تائید کر دی اور جب اس نے انگریزی میں یہ کہا کہ مسٹر جوناتھن ٹھیک کہتے ہیں تو پروفیسر جوناتھن بھی چونک پڑا۔

"ہونڈو کے بارے میں، میں آپ کو مختصر سی تفصیل بتا چکا ہوں پروفیسر۔"

"ہاں ہاں۔ یہ بات میرے ذہن سے نکل گئی تھی۔ اچھا خدا حافظ۔" پروفیسر نے کہا اور ایک طرف چل پڑا۔

میں اور ہونڈو بھی تیار تھے۔ لہٰذا پروفیسر کے جاتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور قربانی کے چبوترے کی جانب چل پڑے۔

سنہرا دیوتا باجبروت انداز میں کھڑا ہوا تھا اور اس کے قدموں کے نیچے خلقت جمع ہوتی جا رہی تھی۔ ڈھول کی آواز پتا نہیں کس سمت سے آ رہی تھی لیکن لوگ قربانی کے چبوترے کے قریب پہنچنے لگے تھے۔ ان میں تمام قبیلوں کے لوگ شامل تھے اور اس طرح یونیکا میں موجود تمام ہی افراد قربانی کے چبوترے کے گرد جمع ہونے لگے تھے۔ مجھے صرف اس بات کا خوف تھا کہ یہاں جو قتل و غارت گری ہوگی، اس میں بے گناہ بھی مارے جائیں گے لیکن اپنے مشن کی تکمیل ... آنکھیں بند کر کے عمل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اگر بے گناہوں کی موت کو ذہن میں رکھا جاتا تو پھر اس کام کی تکمیل ممکن نہیں ہوتی۔ ... اس طرح لائن آف کروزل کا منصوبہ اسٹیفن براکوڈا کے ہاتھوں تباہ ہو ... میں اپنے طور پر اپنے آپ کو تیار کر چکا تھا۔

قربانی کے چبوترے کے نزدیک ہم نے مختلف جگہوں پر ایسی پوزیشن سنبھالی جہاں سے ہم بہتر طور پر کارروائی کر سکیں۔ پھر بہت دور سے مشعلیں نظر آئیں۔ ان مشعلوں کی چھاؤں میں قربان کرنے والوں کو لایا جا رہا تھا۔ میں کسی قدر بلند جگہ پر کھڑا ہوا تھا اور دور دور تک کا منظر میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس دوران میں نے یہ دیکھنے کی کوشش کی تھی کہ سان بین قبیلے والوں کے روپ میں جو لوگ یہاں آئے ہیں، وہ کہاں موجود ہیں لیکن انھوں نے اپنے آپ کو اس طرح دوسرے لوگوں میں ضم کر لیا تھا کہ اُن کے بارے میں اندازہ لگانا تقریباً ناممکن ہی تھا۔

مشعلوں کا جلوس نزدیک آتا جا رہا تھا۔ سامنے کے حصّے سے کچھ لوگ چیختے چلّاتے، بھیانک آوازیں نکالتے ہوئے چلے آ رہے تھے اور پیچھے ایک حلقہ سا بنا ہوا تھا۔ ان کے درمیان وہ بدنصیب تھے، جن کو قربان کیا جانے والا تھا لیکن جب قریب سے میں نے ان چیک باشندوں کو دیکھا تو مجھے حیرت ہی ہوئی کیونکہ اُن پر بھی ویسا ہی افریقیوں کا سا میک اَپ تھا۔ اسٹیفن براکوڈا نے ان پر بڑا ظلم کیا تھا۔ وہ بے چارے تو اپنی مظلومیت کا اظہار بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے ہاتھ مفلوج کر دیے گئے تھے اور زبانیں گُنگ کر دی گئی تھیں۔ اس کے بعد سوائے بے لسبی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دوسروں کو دیکھنے کے علاوہ اور کچھ کرنا ان کے بس میں نہیں تھا لیکن ان مظلوموں کو زندہ رکھنا میری ذمّے داری تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ سب چبوترے کے نزدیک پہنچ گئے اور ان تینوں کو قربانی کے چبوترے پر کھڑا کر دیا گیا۔ پھر جب مزید کچھ رات بھیگی تو ایک بار پھر شور ہوا اور اب وہ خطرناک شخصیت سامنے آ رہی تھی جس کا نام اسٹیفن براکوڈا تھا۔ دل کی کیفیت اس وقت عجیب سے عجیب تر ہوتی جا رہی تھی اور مجھے اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔

سولہ آدمیوں نے مل کر وہ تخت اُٹھا رکھا تھا جس پر ایک قوی ہیکل شخص سوار تھا۔ وہ افریقی حُلیے میں تھا۔ یعنی ننگ دھڑنگ، کمر میں ایک چوڑی بیلٹ بندھی ہوئی' سر پر پروں کا تاج، بدن پہلوانوں کا سا ہی تھا لیکن رنگ افریقیوں کا سا۔ جسم پر بے شمار نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ سرخ دھبّے نظر آ رہے تھے۔ یہ غالباً یاقوت تھے جو چمک رہے تھے۔ اس طرح اُس کی شخصیت بڑی بارعب اور ہیبت ناک ہو گئی تھی۔ چہرے پر جو رنگ استعمال کیے گئے تھے، وہ فلوروسینٹ تھے جو یاقوتوں کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ اسٹیفن براکوڈا نے افریقہ کے ان جاہل وحشیوں کو متاثر کرنے کے لیے خود کو جس انداز میں روشناس کرایا تھا۔ وہ اس میں بہت کامیاب تھا۔ اس کی یہ وضع قطع اور شعبدے بازیاں ان بے چارے توہم پرستوں کو اپنا عقیدت مند بنانے کے لیے کافی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسٹیفن براکوڈا اس تخت سے نیچے اُتر آیا جو اُن سولہ افراد کے کاندھوں پر رکھا ہوا تھا۔ وہ بلاشبہ دیوہیکل آدمی تھا اور اسے ایک اچھا خاصا ریسلر کہا جاسکتا تھا۔ بدن کی بناوٹ بھی اس بات کی مظہر تھی کہ اس نے اپنی صحت کا خصوصی طور پر خیال رکھا ہے۔ چوڑا سینہ، بھرے بھرے بازو، اسی انداز کی رانیں، پنڈلیاں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے جسم کو سخت مشقت کا عادی بنا چکا ہو۔ وہ کسی دیوہیکل پہلوان کی مانند کھڑا ہوگیا۔ اس کے نزدیک پتھر کے ایک پیالے میں ایک چوڑا کھانڈا رکھا ہوا تھا۔ قیدی اسے دیکھ دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگے تھے۔ اسٹیفن براکوڈا گہری نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا اور پھر چند لمحات کے بعد اس نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے تو مجمعے کی بھنبھناہٹ ختم ہوگئی۔ گویا قربانی کا وقت قریب آگیا تھا۔ اسٹیفن براکوڈا نے چند لمحوں تک ہاتھ اٹھائے رکھے اور پھر اس کی گرجدار آواز اُبھری۔

"کالی وادی کے رہنے والو! عظیم دیوتا کے لیے قربانیاں دینے والو! دیوتاؤں کی رحمت ہو تم پر۔ تم جانتے ہو کہ تمھارا موزیل ہمیشہ تمھارے لیے پریشان رہتا ہے اور سوچتا رہتا ہے کہ کس طرح تم پر برکتوں کا نزول ہو۔ دیوتا سرخ خون کی قربانی چاہتے ہیں، سو ہم کالی وادی میں سرخی بکھیرنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ سنو، باہر سے آنے والو! مختلف قبیلوں کے باشندو! اور بونیکا کے سرفروشو! آج تین آدمیوں کی قربانی طلب کی جارہی ہے جو ہم سے دیوتا نے مانگی ہے اور ہم عظیم سنہرے دیوتا کے قدموں میں تین افراد کی قربانی دے کر اپنے لیے جو برکتیں حاصل کریں گے، ان کی انتہا نہ ہوگی۔ تمھاری خوش حالی قریب سے قریب تر آتی جارہی ہے اور وہ سب کچھ تمھیں ملے گا جس کا تم صدیوں سے تصوّر کرتے آئے ہو۔ سنو! قربانی کی رسم پوری کرنے کا وقت آگیا ہے۔ ان تینوں جوانوں کی قربانی ہمارے لیے رحمتوں کی بارش برسائے گی۔"

اسی وقت ایک تیز روشنی فضا میں پھیلنے لگی اور لوگوں کی حیرت زدہ نگاہیں مجسّمے کی جانب اُٹھ گئیں لیکن سب سے زیادہ حیرت زدہ چہرہ خود اسٹیفن براکوڈا، موزیل یا ان لوگوں کے دیوتا کے نمائندے کا تھا۔ وہ تعجب سے بُت کے اندر سے جھلکنے والی روشنی کو دیکھ رہا تھا اور میری شریانوں میں خون ٹھوکریں مار رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ روشنی اسٹیفن براکوڈا کے ایما پر نہیں کی گئی بلکہ اس کے پسِ پردہ جوناتھن کا ہاتھ ہے۔ تب ہی ایک بھاری اور گرجدار آواز اُبھری۔

"بونیکا کے لوگو! تمھارا دیوتا براہِ راست تم سے اسی طرح سے مخاطب ہے جس طرح اس سے پہلے ہوتا رہا ہے۔ میرے نام پر دی جانے والی قربانیاں میں نے قبول کیں لیکن وہ جھوٹے لوگ جو میرے نام پر بونیکا کے معصوم لوگوں کو دھوکا دیں، میرے نزدیک کبھی معتبر نہیں ہوسکتے۔ یہ قربانی نہیں لی جائے گی کیونکہ قربانی دینے والا جو شخص سامنے کھڑا ہے، وہ موزیل نہیں ہے بلکہ موزیل کا قاتل ہے۔ ہاں، اسی شخص نے موزیل کو قتل کرکے اس کا روپ دھار لیا۔ تم اگر اس کا چہرہ دھو کر دیکھو تو تمھیں ایک اور شکل نظر آئے گی۔ یہ تمھارا موزیل نہیں بلکہ موزیل کا قاتل ہے۔ اس نے تمھارے موزیل کو قتل کرکے خفیہ طور پر اس کی جگہ لے لی ہے اور اس کے لو... تمھیں بے وقوف بنا رہا ہے اور سنو بونیکا والو اور باہر سے آ... والو! تم لوگ اس شخص کے دھوکے میں آگئے۔ اس شخص کے، جو تمھا... موزیل نہیں ہے اور میرا نمائندہ نہیں ہے، یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ کنا... کرلائن آف کروزل کے باسی تمھارے دشمن ہیں۔ وہ تو معصوم لوگ ہیں... تو خاموشی سے اپنا کام کررہے ہیں اور اس کے بعد چلے جائیں گے... تمھارا موزیل تم سے ہمیشہ سچ بولتا تھا لیکن یہ شخص جو موزیل نہیں ہے، اس... نے تمھیں دھوکا دیا ہے۔ بہکایا ہے اور بہکانے والوں کی سزا بالآخر موت... ہے۔ تم اسے موت کی سزا دو۔ موزیل کے روپ میں جو شخص موجود ہے... اس کو اور اس کے ایک ایک ساتھی کو چُن چُن کر ختم کردو۔ میں تمھار... دیوتا تمھیں اصل موزیل دوں گا۔ ہاں میں اس موزیل کو زندہ کردوں گا جسے اس شخص نے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کردیا ہے۔ لُوٹ پڑو اِس... تمام لوگوں پر۔ لیکن ٹھہرو۔ اگر تم اپنی تسلی چاہتے ہو تو اپنے قریب کھڑے... کسی وِچ ڈاکٹر سے درخواست کرو کہ وہ اس شخص کا چہرہ دھو کر تمھیں دکھا... پھر تمام اصلیت تمھارے سامنے آجائے گی۔"

فوراً ہی چند افراد کھڑے ہوگئے اور انھوں نے مطالبہ شروع... کردیا کہ موزیل اپنا چہرہ دکھائے۔

اسٹیفن براکوڈا ساکت و جامد کھڑا رہ گیا تھا۔ وہ اس وقت... کچھ نہیں بولا جب ہوندو اور ایک وِچ ڈاکٹر اس کی طرف بڑھے... اس کے دائیں بائیں کھڑے ہوگئے۔ ہوندو نے پھُرتی سے اپ... لباس میں ہاتھ ڈال کر چوڑے مُنہ کی ایک بوتل نکالی اور اس کا ڈھکن... کھول کر بوتل میں موجود جڑی بوٹیوں کا محلول براکوڈا کے چہرے پر پھینک... دیا۔ اس اچانک افتاد سے وہ بوکھلا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ فوراً اپ... چہرے پر گئے پھر وہ اپنی آنکھیں ملنے لگا۔ غالباً محلول اس کی آنکھوں... بھی چلا گیا تھا لیکن اس نے سنبھلنے میں بھی دیر نہیں لگائی اور تیزی... ہوندو اور وِچ ڈاکٹر کی گردنیں دبوچ لیں۔ جڑی بوٹیوں کا مخصوص محلو... اپنا اثر دکھانے لگا تھا اور اس کے چہرے سے میک اَپ صاف... گیا تھا۔ اب اسٹیفن براکوڈا اپنی اصل شکل میں سب کے سامنے موجود...

میں یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا۔ جوں ہی اس نے ہوندو... دوسرے وِچ ڈاکٹر کی گردنیں پکڑیں، میں نے پستول نکال لیا تھا... میں نے ایک لمحے کے لیے اپنے اطراف میں دیکھا۔ براکوڈا کی اصل شکل... ہوتے ہی لوگوں میں بے چینی پھیل گئی تھی۔ دفعتاً موزیل نے اُن دو... کے سر آپس میں ٹکرائے اور پھر برق رفتاری سے اپنے عقب... چھلانگ لگا دی۔ مجھے ایک لمحے کی تاخیر ہوگئی تھی۔ میں نے جو فائر... تھا وہ بُت کے گھٹنے میں جا کر لگا۔ اسٹیفن براکوڈا چھلانگ لگا کر... کے پیچھے غائب ہوگیا۔ میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

دوسری جانب شدید ہنگامہ شروع ہوگیا تھا جس میں گولیاں چلنے کی آوازیں شامل تھیں۔ ایک طوفان، ایک قیامت برپا تھی لیکن میں نے موزیل کو فرار ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ بہت لمبی لمبی چھلانگیں لگا رہا تھا۔ مجھے بھی اس وقت اپنے بدن کی تمام قوت استعمال کرنا پڑی۔ میں اس کمینے کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اسٹیفن براکوڈا کا نکل جانا میرے لیے قیامت ثابت ہوسکتا تھا کیونکہ اسی شخص کا تو سارا معاملہ تھا لیکن وہ دوڑنے میں بھی بہت تیز معلوم ہوتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ چند لمحوں کے بعد جب میں پتھر کی ایک چٹان سے نیچے اُترا تو میں نے اسے دور سے دیکھ لیا۔ وہ اسی وادی کی جانب جارہا تھا جہاں ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ اسٹیفن براکوڈا کو اگر ہیلی کاپٹر اڑانے میں ناکامی ہو تو اس کے بعد وہ کیا کرے گا۔ اس کے لیے میں اپنے آپ کو تیار کررہا تھا۔ ظاہر ہے، اس وادی میں اترنے کی مجھے ضرورت نہیں تھی کیونکہ اسٹیفن براکوڈا یا تو اسی راستے سے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا یا پھر کہیں سرنگوں میں روپوش ہوجائے گا۔ اس بات کے امکانات بھی تھے کہ اس کے پاس فرار کا اور کوئی ذریعہ ہو۔ چنانچہ میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ غاروں ہی میں کہیں پوشیدہ رہے گا یا یہاں سے نکلنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے قربانی کے چبوترے سے بھاگ جانے کا مجھے شدید رنج تھا۔

میں نے تیزی سے اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں اور کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جو بلند ہو اور جہاں سے میں دور دور تک نگاہ دوڑا سکوں۔ میں جانتا تھا کہ ہیلی کاپٹر اب ناقابلِ استعمال ہے اور اسٹیفن براکوڈا اب اس کے ذریعے فرار نہیں ہوسکے گا۔ وہ میرے ہاتھوں سے نکل تو گیا تھا لیکن اب میں اسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

میری نگاہ ایک بلند پہاڑی ٹیلے پر پڑی اور میں نے اس تک پہنچنے کے لیے دوڑ لگا دی پھر میں اس بلند ٹیلے پر چڑھ گیا۔ میری نگاہیں دور دور تک کا جائزہ لے رہی تھیں۔ میرے اندازے کے مطابق اسٹیفن براکوڈا ابھی ہیلی کاپٹر ہی میں مصروف تھا۔ ظاہر ہے، اسے اس بات کا گمان بھی نہیں ہوگا کہ ہیلی کاپٹر میں کوئی کارروائی کردی گئی ہے۔ اسی طرح کچھ وقت گزر گیا۔ دفعتاً میں نے درختوں کے پتّوں سے ڈھکی ہوئی پیالے نما وادی میں کچھ ہلچل محسوس کی اور پھر غالباً کسی لچکدار درخت کے ذریعے اسٹیفن براکوڈا کود کر باہر نکل آیا۔ گویا اس نے سرنگوں میں گم ہونے کی کوشش نہیں کی تھی اور وادی سے باہر نکل آنے میں ہی عافیت سمجھی تھی۔

اسٹیفن براکوڈا کو میں نے چند لمحے ساکت دیکھا۔ وہ غالباً صورتِ حال کا جائزہ لے کر فرار کے لیے راہ منتخب کرنا چاہتا تھا۔ میرے اور اس کے درمیان کافی فاصلہ ہوگیا تھا۔ اگر میں اس کی طرف دوڑ لگاتا تو یقیناً وہ مجھ سے باخبر ہوجاتا اور پھر وہ ایسی راہ تلاش کرسکتا تھا جہاں تک میری رسائی نہ ہوتی۔ اس طرح میں اسے کھو سکتا تھا۔

حالات بے شک میرے حق میں ہوگئے تھے اور مجھے یقین تھا کہ اب صورتِ حال بدل گئی ہے۔ پروفیسر جوناتھن نے پوری طرح حالات پر کنٹرول کرلیا تھا اور اس کی دلیل یہ تھی کہ سارے کام ہمارے حق میں ہوئے تھے۔ چند مناظر میں نے بھی دیکھے تھے لیکن اسٹیفن براکوڈا کے تعاقب کی وجہ سے میں اور کچھ نہیں دیکھ سکا تھا۔ چنانچہ اس بات کے تو امکانات نہیں تھے کہ براکوڈا اب یہاں رُکے گا۔ البتہ وہ اپنی جان بچانے کی کوشش ضرور کرے گا۔

میں اسی سوچ میں گم تھا کہ براکوڈا ایک سمت چل پڑا۔ اس کا تعاقب کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ چنانچہ میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ براکوڈا کا رخ بونیکا کے مشرقی جنگلات کی سمت تھا۔ جلد بازی خطرناک ہوسکتی تھی۔ وہ بھی غیر مسلح نہیں ہوگا اور بھرپور جوابی کارروائی کرے گا لیکن اس کی موت یا گرفتاری ضروری تھی ورنہ وہ بے حد خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔ میں نے ایک فاصلے کا تعیّن کیا اور اس کے پیچھے چل پڑا۔

براکوڈا کی رفتار بہت تیز تھی اور مجھے اسے نگاہ میں رکھنے کے لیے دوڑ لگانی پڑتی تھی لیکن دو گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد جب ہم دونوں جنگلوں کے پاس پہنچے تو میں نے براکوڈا کو جنگل میں داخل ہونے کے بجائے جنگل کے کنارے کنارے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ جنگل میں داخل ہونے سے کترا رہا تھا۔ اب میں نے فاصلہ کم کرنا شروع کردیا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے محتاط ہونا پڑا تھا۔ مزید ایک گھنٹے تک یہ تعاقب جاری رہا اور پھر دفعتاً میں نے سمندر کا شور سنا۔ صورتِ حال کسی حد تک میری سمجھ میں آرہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے ابھی آبدوزوں کی تباہی کے بارے میں

اسیرانِ زندگی کے لیے ایک کوچہ گردِ نورد کی سرگزشت
بابر زمان خان کی آپ بیتی جگ بیتی
سب رنگ میں شائع ہونے والا مقبول ترین سلسلہ
بازی گر
قیمت فی حصہ ۴۰/- روپے
ڈاک خرچ فی حصہ ۱۶/- روپے
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے منگوائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کچھ نہیں معلوم ہوسکا۔

بالآخر وہ ساحل پر پہنچ گیا۔ میں نے ایک ریت کے ٹیلے کی آڑ لے لی تھی۔ براکوڈا اس وقت مجھ سے کوئی پندرہ فٹ کے فاصلے پر تھا اور میں نے سانس روکی ہوئی تھی۔

دفعتاً میں نے ایک آواز سنی "ایگل ایگل ایگل نائن ٹو۔ سیلون۔ ایگل نائن ٹو سیلون اوور۔ ہیلو۔ براکوڈا کالنگ۔ ایگل نائن۔ ہیلو ہیلو۔ ہیلو۔ ایگل نائن ٹو سیلون۔ ہیلو۔" وہ خاموش ہوگیا مگر یہ خاموشی زیادہ طویل نہ ہوئی، چند لمحات کے بعد اس کی آواز دوبارہ سنائی دی "ایگل فائیو نائین ایٹ۔ ہیلو ایگل، کہاں مر گئے تم لوگ! ہیلو براکوڈا کالنگ۔"

دس منٹ تک وہ یہ کوشش کرتا رہا۔ آسمان سے چاند ابھرنے لگا تھا اور فضا منور ہوتی جارہی تھی۔ آگے ریتلا علاقہ پھیلا ہوا تھا۔ صاف شفاف ریت جس کے ساتھ ساتھ ساحل نظر آرہا تھا۔ براکوڈا تھوڑی دیر انتظار کرتا رہا۔ پھر اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کوئی شے ریت پر دے ماری۔ یہ غالباً ٹرانسمیٹر تھا۔ اس وقت اس کے لیے آبدوزیں ہی آخری سہارا تھیں لیکن ہم نے سب سے پہلا کام یہی کیا تھا کہ انھیں تباہ کر دیا تھا۔

میں بس موقع کا منتظر تھا۔ اس کے بارے میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ وہ کس حد تک مسلح ہے۔ وہ چند لمحے اپنی جگہ کھڑا رہا پھر کسی خیال کے تحت اس نے دوبارہ ٹرانسمیٹر اٹھا لیا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے پستول نکال لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنی جگہ تبدیل کرلی اور اس کا نشانہ لینے لگا۔ فی الحال میں اس کے پاؤں زخمی کرنا چاہتا تھا۔ صحیح پوزیشن لینے کے بعد میں نے فائر کر دیا لیکن اگر یہ میری آنکھوں کا دھوکا نہیں تھا تو براکوڈا حیرت انگیز انسان تھا۔ وہ ایکدم اچھل گیا اور گولی اس کے پیروں کے نیچے سے نکل گئی اس کے ساتھ ہی اس نے پلٹ کر دیکھا اور پھر مسلسل کئی فائر جھونک مارے۔ میں پہلے سے اس کے لیے تیار تھا۔ فائر کرنے کے بعد براکوڈا نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور پانی کی طرف دوڑنے لگا۔ یہ خطرناک بات تھی اگر وہ ماہر تیراک ہوا تو دور نکل جائے گا اور میں اسے پانی میں نہیں تلاش کرسکوں گا۔ میں نے برق رفتاری سے کئی اور فائر کیے۔ میرا نشانہ خطا نہیں ہوتا تھا لیکن براکوڈا خود کو بچا کر پانی میں کود پڑا۔ میں نے جلد بازی سے کام نہیں لیا اور خود پانی کی طرف نہیں دوڑا۔ بلکہ میں نے ایک بلند ٹیلے کی طرف چھلانگ لگادی۔ نرم ریت کے ٹیلے پر چڑھنے میں دقت ہوئی تھی بہرطور میں کامیاب ہوگیا اور پہنچ کر میں نے اس طرف نگاہ دوڑائی جدھر براکوڈا گیا تھا۔ اگر چاندنی نہ ہوتی تو وہ مجھے نظر نہ آتا لیکن چاندنی میں میں نے اسے پانی میں بہت دور دیکھا۔ وہ آگے بڑھتا جارہا تھا۔ البتہ اس نے ایک سمت اختیار کی تھی۔ میں ٹیلے سے نیچے اُتر کر اسی سمت دوڑنے لگا اور ٹیلے میرے درمیان حائل ہوتے رہے۔

براکوڈا نے زیادہ گہرے پانی میں جانے کی کوشش نہیں کی لیکن وہ مسلسل اسی سمت تیر رہا تھا۔ میں کوشش کررہا تھا کہ وہ مجھے نہ دیکھنے پائے، اس کے لیے میں ٹیلوں کی آڑ لے کر دوڑ رہا تھا۔

مزہ آرہا تھا اس بار، مقابلہ ایک خطرناک اور جاندار آدمی سے تھا۔ میں اسے بہت قریب سے دیکھ چکا تھا اور اس کے تن و توش سے مرعوب بھی تھا لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ میں دوڑتے دوڑتے تھک گیا لیکن براکوڈا برابر تیر رہا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اسے میرے تعاقب کا اندازہ نہیں ہوسکا ہے۔ پھر ساحل مغربی جانب گھوم گیا اور میں نے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرکے اس فاصلے کو عبور کرلیا لیکن مجھے ٹھٹکنا پڑا تھا۔ وہ پانی سے باہر آرہا تھا اور اس کی چال سے ذرا بھی تھکن کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ پانی سے نکل کر وہ تھوڑی دیر کھڑا چاروں طرف دیکھتا رہا۔ میں اب احتیاط کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ دوبارہ پانی میں نہ کود جائے۔ عجیب جگہ تھی۔ دور دور تک ریت ہی ریت نظر آتی تھی یا کہیں کہیں اِکا دُکا کھجور کے درخت دکھائی دے رہے تھے۔ چاندنی میلی پڑ گئی تھی اور صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں تھی۔ براکوڈا نے اب ساحل کے مخالف سفر شروع کر دیا تھا۔ شدید تھکن کے باوجود میں بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس مرحلے پر کسی سستی کا مظاہرہ میرے لیے نقصان دہ ثابت ہوسکتا تھا۔

تعاقب جاری رہا یہاں تک کہ روشنی ہوگئی۔ سورج نکل رہا تھا پاؤں جواب دے رہے تھے اور پھر میں نے براکوڈا کو بھی لڑکھڑاتے ہوئے دیکھا۔ ریت پر سفر جتنا مشقت طلب ہے اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنھیں کبھی ریت پر سفر کا اتفاق ہوا ہو۔ براکوڈا ایک جگہ بیٹھ گیا تھا میرا اور اس کا فاصلہ اس وقت نصف فرلانگ سے کم نہیں تھا۔ درمیان میں سپاٹ میدان تھا۔ میں ایک کھجور کے درخت کی آڑ میں رُک گیا۔ مجھے یقین تھا کہ اسے میری موجودگی کا شبہ نہیں ہوا ہے اور وہ کچھ دیر سستانے کے لیے وہاں رُک گیا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی تھوڑی دیر آرام کرنے کا ارادہ کرلیا اور درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ چلتے چلتے ٹانگیں درد کرنے لگی تھیں۔ دماغ نیند سے بوجھل تھا۔

پھر نہ جانے کیا ہوا۔ کب پلکیں جُڑ گئیں، احساس ہی نہیں ہوسکا کہ کب نیند آگئی اور سوتے ہوئے کتنی دیر گزر گئی۔ آنکھ کھلی تو گلا خشک تھا۔ بدن بری طرح گرم ہورہا تھا۔ گرم ہوا کے تھپیڑے بدن کے کھلے حصّوں کو جھلسا رہے تھے اور سورج کا آتشیں گولا عین سر پر چمک رہا تھا۔ درجۂ حرارت بہت بڑھ چکا تھا۔ میں بدحواس ہوگیا۔ دل خون ہوکر رہ گیا تھا۔ اپنی کیفیت بھول کر اس طرف نگاہ دوڑائی جہاں براکوڈا موجود تھا۔ وہ جگہ خالی تھی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ تمام محنت اکارت ہوگئی تھی۔ اب براکوڈا کو پانا کہاں ممکن تھا۔ مایوسی اور بے بسی کے احساس نے ذہن پر پژمردگی مسلّط کر دی۔ ایک عجیب سی محرومی کا احساس جاگ اٹھا تھا۔

کیا مجھ سے غلطی ہوئی ہے؟ میں نے خود سے سوال کیا لیکن انسانی قوتِ برداشت بھی ایک حد رکھتی ہے۔ ایک طویل جدوجہد کے بعد یہ سب کچھ فطری ہے۔ قصور میرا نہیں تھا۔ براکوڈا مجھ سے زیادہ قوتِ برداشت رکھتا تھا۔ اس میں آگے بڑھنے کی سکت تھی۔ سوال یہ تھا کہ اب کیا کیا جائے؟ واپسی۔ بونیکا کی آبادی میں پہنچنے کی کوشش۔

میں نے سمندر کی طرف جانے کے بجائے دوسری سمت کا رخ کیا اور اس میں قوتِ ارادی کا زیادہ دخل نہیں تھا۔ بس پاؤں ہی اس طرف لے چلے تھے۔ سورج کی تپش بڑھتی ہی جارہی تھی۔ ریت بری طرح گرم ہوگئی تھی۔ پیاس سے زبان خشک اور بھوک... اس کا تو ذکر ہی کیا تھا۔ آہستہ آہستہ ذہنی قوتیں ساتھ چھوڑتی جارہی تھیں۔ میں دماغ پر زور بھی نہیں دینا چاہتا تھا اب دماغ کا کھیل ختم ہوگیا تھا۔ فضا کی ناقابلِ برداشت تمازت جیسے شعلے اگل رہی تھی۔ آنکھیں جلی جارہی تھیں۔ کسی سائے کی تلاش میں بازو کی اوٹ سے دیکھنے کی کوشش کرتا تو مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آتا۔ پاؤں نہ جانے کون سی قوت کے تحت ساتھ دے رہے تھے۔ چلتا رہا یا لڑھکتا رہا لیکن تحریک کا احساس تھا۔ یہ اندازہ تھا کہ پاؤں چل رہے ہیں۔

انسانی آلام و مصائب کی انتہا کیا ہوتی ہے؟ اس کا اندازہ خود انسان نہیں کرسکتا۔ ہاں العبض اوقات اسے اپنے اندر مخفی قوتوں کا احساس اتفاقیہ طور پر ہوجاتا ہے اور زندگی برقرار رہتی ہے۔ یہی کیفیت میری تھی۔

سورج کب ڈھلا، کوئی اندازہ نہیں ہوسکا۔ پاؤں کب رُکے، یہ بھی پتا نہ چل سکا۔ ہاں حواس بحال ہوئے تو دن ڈھل چکا تھا۔ فضا کی حدّت میں کمی آگئی تھی لیکن دن بھر مجھ پر جو کچھ گزر گئی تھی، اس کے بعد مزید آگے بڑھنے کی ہمت نہ تھی جہاں نڈھال ہوکر گر پڑا تھا، وہیں پڑا رہا۔ ہوش اور بے ہوشی کے اس وقفے میں پتا بھی نہیں چلا کہ کب شام ہوئی اور کب رات گہری ہوگئی لیکن صبح ہونے کا احساس ہوا تھا۔ اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش میں بھی قوتِ ارادی کا کوئی دخل نہیں تھا۔ دور کی چیزیں نظر نہیں آرہی تھیں۔ بہرحال اٹھا اور آگے بڑھنے لگا۔ کیوں آگے بڑھ رہا تھا؟ کہاں جارہا تھا؟ کوئی احساس نہیں تھا۔

آج آسمان کچھ مہربان نظر آیا۔ بادلوں کے سائبان نے سورج کو چھپا لیا تھا۔ ہوا بھی ناخوشگوار نہیں تھی۔ پچھلے دن کی سی کیفیت نہیں تھی لیکن بھوک، پیاس سے حالت خراب تھی۔ کیا کروں... کیا کرنا چاہیے؟ اور پھر دھندلائی ہوئی آنکھوں نے ایک خواب دیکھا اسے خواب ہی کہا جاسکتا تھا۔ کچھ لمبی لمبی لکیریں آسمان کی جانب اشارہ کررہی تھیں، کہہ رہی تھیں کہ خدا کو بھول رہے ہو۔ اسے جو بار ہا تمھاری مدد کرتا رہا ہے۔ اس احساس نے شرمندہ کر دیا۔ دل و دماغ شرم محسوس کرنے لگے۔ میں نے مایوسی اور دھندلی آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھا اور نہ جانے کس طرح منہ سے عجیب سی یہ الفاظ نکل پڑے۔

"قصور وار ہوں معبود! معاف کر دے۔"

لکیریں واضح ہوتی جارہی تھیں۔ جوں جوں قدم آگے بڑھتے جا رہے تھے، ریت کم ہوتی جارہی تھی۔ سیاہ اور بھورے پتھر ریت سے سر ابھارے جھانک رہے تھے۔ مزید آگے بڑھا تو ناک نے پانی کے بارے میں اندازہ لگا لیا۔ پانی کہیں قریب موجود تھا اور وہ لمبی لکیریں، ناریل اور کھجور کے درخت ہی تھے۔ یہ سراب یا خواب نہیں تھا بلکہ کوئی نخلستان تھا۔

سفر ختم ہوگیا۔ قدرت کی طرف سے ضیافت تیار تھی۔ درختوں سے گرے ہوئے ناریل نیچے پڑے تھے۔ زبان پر حمد و ثنا تھی۔ پیاس بُجھ گئی، بھوک ختم ہوگئی۔ آنکھوں میں روشنی واپس آگئی۔ جس جگہ موجود تھا وہیں زمین پر لیٹ گیا۔ آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ پھر اس وقت ہوش آیا جب کوئی بدن ٹٹول رہا تھا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا تو دل کی دھڑکنیں بند ہوتی محسوس ہوئیں۔ وہ اسٹیفن براکوڈا تھا۔ اس کا چہرہ مجھ سے دو فٹ کے فاصلے پر موجود تھا۔ گہری سرخ خونی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت موجود تھی۔

میں نے سانپ کی طرح اپنے بدن کو پیچھے سرکایا اور اسٹیفن براکوڈا اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

"گویا میرا اندازہ درست تھا۔" اس نے کہا۔ میرے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکل سکا تھا۔ "کون ہو تم؟" اس نے پُرسکون لہجے میں کہا اور میں ہاتھ پیچھے ٹکا کر اٹھ بیٹھا۔

"ایک گم کردہ راہ مسافر ہوں۔"

"تم نے مجھ پر گولیاں نہیں چلائی تھیں؟"

"میں نے... آپ پر گولیاں...؟"

"ہاں۔ تین گولیاں چلائی گئی تھیں مجھ پر۔" یہ کہہ کر اس نے میرا پستول نکال لیا اور اسے انگلیوں میں گھمانے لگا۔ "اس پستول کے تین چیمبر خالی ہیں۔"

"اگر آپ کسی ایسے حادثے کا شکار ہوئے ہیں تو اپنے ذہن کو غلط فہمی سے پاک کرلیں۔ یہ گولیاں میں نے ایک خرگوش پر چلائی تھیں۔"

"اوہ! کیا واقعی؟" براکوڈا نے کہا۔ انداز ایسا تھا جیسے کوئی بڑا انکشاف ہوا ہو۔

"بالکل جناب۔ بالکل۔ آپ تو میری مدد کریں۔ اگر آپ کسی راستے کے بارے میں جانتے ہیں تو میری رہنمائی کریں۔ اس کے عوض میں آپ کی ہر خدمت کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"غور کرنا پڑے گا، غور کرنا پڑے گا۔" براکوڈا نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا اور پستول کو انگلیوں میں نچاتا رہا۔ اس نے میری جیبیں خالی کر دی تھیں۔

"آپ ضرور غور کریں اور جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہ کریں۔"

"ہاں۔ میں غور کروں گا۔ ابھی تم محفوظ ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بے حد شکریہ" میں نے خوش ہو کر کہا۔

براکوڈا پلٹا اور پھر ایک طرف چل پڑا۔ میں نے اس کا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ نہ ہی میں نے جیبوں میں ہاتھ ڈالا۔ پتا نہیں، دوسری چیزیں بھی اس کے قبضے میں چلی گئی ہیں یا میرے پاس موجود ہیں۔ تھوڑی دیر تک میں بیٹھا رہا اور پھر اسی جگہ لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں لیکن یہ احساس بھی دل میں تھا کہ کہیں وہ کمبخت نکل ہی نہ جائے۔

تمام حسیں پوری طرح جاگ گئی تھیں اور بدن میں کسی حد تک توانائی بھی آ گئی تھی۔ سوچ رہا تھا کہ اگر دوسری چیزیں بھی اس کے قبضے میں چلی گئی ہیں تو وہ ان کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکے گا یا نہیں۔ کروٹ بدلی اور بالکل احتیاط سے ان اشیا کو ٹٹولا۔ یہ دیکھ کر دل دھک سے رہ گیا کہ اب کچھ بھی میرے پاس نہیں تھا۔ کمبخت گہری نیند نے کھیل خراب کر دیا تھا۔

پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کی تلاش میں چل پڑا۔ کوئی تیس گز کے فاصلے پر میں نے ریت کے ٹیلوں کے درمیان وہ چشمہ دیکھ لیا جو متوقع تھا۔ بیس گز مربع میں ایک جھیل سی بن گئی تھی اور براکوڈا اس جھیل میں موجود تھا۔ اس کا پورا لباس اس جھیل کے کنارے رکھا ہوا تھا اور اس لباس میں پستول بھی موجود تھا جو اس انداز میں رکھا ہوا تھا کہ اگر میں اس وقت ہمت کر جاتا تو اسے اٹھا سکتا تھا۔ میں بے پروائی کے انداز میں آگے بڑھتا رہا۔

براکوڈا نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ اس نے ہاتھ ہلا کر کہا "آؤ۔ پانی بہت عمدہ ہے۔ آ جاؤ"

میں پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا اور چند قدم آگے بڑھ کر اس کے لباس کے قریب پہنچ گیا۔ اب مجھے اس بات کا یقین ہو چلا تھا کہ پستول خالی ہوگا۔ براکوڈا احمق نہیں تھا لیکن اگر اس نے دوسری چیزیں ضائع نہیں کی ہیں تو... اور اگر ضائع بھی کر دی ہیں تو بھی اب کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ کم از کم اتنا فائدہ تو ہوا تھا کہ اب براکوڈا بھی میرے خلاف ہتھیار نہیں استعمال کر سکتا تھا۔ میں اس سے دوبدو جنگ کے لیے خود کو تیار کرنے لگا۔ اپنی جسمانی قوتوں کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا اور آگے بڑھ کر پستول اٹھا لیا۔

جھیل سے براکوڈا کا قہقہہ ابھرا تھا "تمہارے خیال میں، میں احمق ہوں؟" اس نے کہا۔

"نہیں جانِ من۔ میں جانتا ہوں کہ تم نے پستول خالی کر دیا ہوگا۔ تاہم اسے چیک کر لینا ضروری ہے۔" میں نے پستول کے چیمبر دیکھے، خالی تھے۔ اس دوران میری نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر میں نے اس کا بقیہ لباس اٹھا لیا لیکن میری گمشدہ اشیا اس لباس میں موجود نہیں تھیں۔ البتہ ایک لمبا چاقو مجھے مل گیا تھا جو براکوڈا کی ملکیت تھا۔

"جب تم نے مجھ پر فائر کیے تھے تو میں نے پانی میں دوڑ لگا دی تھی۔ وہ میری پہلی اور آخری حماقت تھی، میرے اپنے ہتھیار ضائع ہو گئے" اس نے پانی کے چھینٹے آنکھوں پر مارتے ہوئے کہا۔

"نہیں ڈیئر براکوڈا۔ میرے خیال میں تم بے شمار حماقتیں کرتے رہے ہو"

"مثلاً ؟"

"تمہاری سب سے بڑی حماقت حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی ہے۔ بونیکا کی سرنگوں کو محفوظ رکھنے کے لیے تم نے بہتر انتظامات نہیں کیے تھے۔ ورنہ ہم لوگ تمہارے اس بت میں داخل نہیں ہو سکتے تھے"

"درست کہتے ہو" اس نے انگلی اٹھاتے ہوئے کہا "یہ خیال رکھنا چاہیے تھا"

"دوسری حماقت۔ تم نے لائن آف کروزل کے خلاف قبائل کو آمادہ کرتے ہوئے اس بات کا خیال نہیں رکھا تھا کہ آنے والوں پر نگاہ رکھو۔ تمہارے اس پروگرام سے واقف ہو کر تمہارے دشمن بھی یہاں آ سکتے تھے"

"غالباً ایسا ہی ہوا ہے" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے اطمینان پر میں اش اش کر رہا تھا۔ اس کی حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی یہاں بھی کارفرما تھی۔ اسے خود پر ناز تھا "لیکن سب سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ تم لوگوں کے پاس ہتھیار کہاں سے آئے؟ اس پر گہری نگاہ رکھی جاتی تھی"

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا"

"کتنے افراد آئے تھے؟"

"سو کے قریب"

"ایک بات کا جواب اور دے دو"

"ضرور" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سمندر میں میری آبدوزوں سے جواب کیوں نہیں ملتا؟"

"اس لیے کہ سب سے پہلے انھی کو تباہ کیا گیا تھا"

"نہیں۔ یہ بکواس ہے، جھوٹ بول رہے ہو تم" وہ اچانک بھڑک اٹھا تھا۔

"اپنی کمزوریوں پر غور کرو براکوڈا۔ تم بہت بڑے مجرم ہو۔ تم نے لائن آف کروزل کو تباہ کرنے کا سودا کیا۔ میں نے لفظ سودا غلط تو نہیں استعمال کیا؟"

"نہیں، ظاہر ہے، میں صرف کاروباری آدمی ہوں"

"ہاں، بے شک، یہی میرے علم میں آیا ہے۔ یہ سودا کرنے کے بعد تم یہاں پہنچ گئے لیکن تم نے اپنے مخالفوں کو بہت معمولی سمجھا"

"اعتراف کرنا پڑے گا لیکن آئندہ خیال رکھوں گا۔ اس کام سے میں دستبردار نہیں ہوا ہوں"

"کیا آئندہ بھی کچھ ارادے ہیں؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"اوہ! اس چاقو پر ناز کر رہے ہو۔ صرف اس چاقو پر" براکوڈا نے کہا۔

"نہیں میرے دوست، یہ چاقو... واقعی یہ تمہاری توہین ہے" میں نے کہا اور پھر چاقو کو ایک پتھر پر رکھ کر موڑ دیا۔ دوسری بار موڑنے سے چاقو ٹوٹ گیا تھا۔ پہلی بار براکوڈا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے۔ وہ خاموشی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"علی یار خان" میں نے جواب دیا اور براکوڈا اچھل پڑا۔

"اوہ، اوہ!" اس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "پھر چوٹ ہو گئی"

"کیوں؟"

"اس نمک حرام نے تمہارا نام بتایا تھا... اس خنزیر نے خاص طور سے تمہارے بارے میں بتایا تھا"

"کس نے؟"

"تمہارے ہاتھوں چوٹ کھائے ہوئے اولیو باورڈ نے۔ وہ تم سے خوفزدہ ہے۔ ویسے تم شاندار آدمی ہو علی، تمہیں ہلاک کرتے ہوئے مجھے افسوس ہوگا" اس نے کنارے کا رخ کیا اور میں نے جھک کر اس کا لباس اٹھا لیا "بہت اچھے لیکن یقین کرو، اس لباس میں اب کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ تمہارے پاس بھی جو کچھ تھا، وہ اب اس چشمے کی تہ میں ہے"

وہ پانی سے باہر نکل آیا۔ اس کی آنکھوں میں ذرا بھی جھجک نہیں تھی۔ بے لباس تھا لیکن جیسے اسے اس کا احساس بھی نہیں تھا۔ وہ آگے بڑھنے لگا۔ میں نے اس کا لباس ایک طرف اچھال دیا اور اس کے مقابلے کے لیے تیار ہو گیا۔

براکوڈا اپنے لمبی شاخوں جیسے بازو پھیلائے ہوئے تھا اور پھر اس نے اچھل کر مجھ پر لاتیں چلائیں۔ میں نے لیٹ کر اس کا وار خالی دیا لیکن وہ زمین پر پیروں کے بل ہی آیا۔ زمین پر پاؤں ٹکاتے ہی وہ اچھلا اور اس بار وہ اونچی چھلانگ لگا کر میرے شانوں پر آیا تھا۔ میں اس کی ٹانگوں کی گرفت میں آ گیا۔ اس نے میرے کندھوں پر سوار ہو کر میری گردن میں قینچی ڈال دی لیکن میں نے حاضر دماغی سے کام لیا تھا۔ گو وہ بہت وزنی تھا لیکن میں اسے لیے ہوئے پانی کی طرف دوڑ گیا اور پھر نیچے گر پڑا۔ اس کا آدھا بدن پانی میں ڈوب گیا تھا۔ اس نے بوکھلا کر میری گردن چھوڑ دی اور میں برق رفتاری سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے پانی میں دو تین غوطے کھائے اور پھر کنارے پر آ گیا۔ میں پھر پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"اگر تم مجھے زمین پر پٹختے تو میں اس کے لیے تیار تھا۔ زمین پکڑ کر میں ٹانگوں کو بل دیتا اور تم نیچے آ جاتے لیکن تم نے مجھے پانی میں پٹخا۔ عمدہ ذہن ہے، اچھا لڑتے ہو، سنبھلو" اس نے کہا اور مجھ پر تیسری چھلانگ لگا دی۔ اس بار اس نے دھوکا دیا تھا۔ اپنی چھلانگ کو راستے ہی میں روک کر وہ پلٹ گیا اور دوسری بار ترچھا ہو کر اڑتا ہوا میری طرف آیا اور میں اس کی زد میں آ گیا لیکن نیچے گرتے ہوئے میں نے بدن کی پوری قوت صرف کر کے خود کو اس کے اوپر کر لیا اور وہ پشت کے بل نیچے گرا لیکن نیچے گرتے ہی اس نے مجھے دونوں پاؤں اڑا کر پیچھے دھکیل دیا۔ پھر خود بھی الٹی قلابازی کھا کر اٹھ گیا۔

"ایک منٹ، ایک منٹ" اس نے دونوں ہاتھ سامنے کرتے ہوئے کہا "بات کچھ عجیب سی ضرور ہے لیکن عجوبے بھی بہرحال زندگی ہی کا حصہ ہوتے ہیں۔ میں نے تم پر تین بھرپور وار کیے اور تم نے انھیں بڑی ذہانت... نہ صرف ذہانت بلکہ جسمانی قوت کے ذریعے ناکام بنا دیا۔ جس وقت میں نے مارشل آرٹس کی تربیت مکمل کی تھی تو اپنے استاد کے سامنے ایک قسم کھائی تھی کہ اگر کوئی میرے تین حملوں سے بچ گیا تو میں اس سے شکست مان لوں گا اور اسے اپنا دوست تصور کروں گا۔ یہ قسم میری تھی، ظاہر ہے تمہاری نہیں۔ لہٰذا میں نے دل سے تمہیں اپنا دوست مان لیا ہے لیکن تمہیں دوستی کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔ اب میں تم پر کوئی وار نہیں کروں گا بلکہ یہاں سے بھاگ جاؤں گا۔ اگر تم مجھے پکڑ لو گے تو ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر مر جاؤں گا، گرفتار کرنا چاہو گے تو خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دوں گا لیکن اسی وقت جب تم مجھے پکڑ لو گے یا دوڑ کر میرے بدن کو چھو لو گے۔ علی، میری جان، تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ میں کسی بھی تیز رفتار گھوڑے کو دوڑ کر پکڑ سکتا ہوں، میرے دوڑنے کی رفتار ساٹھ میل فی گھنٹا بلکہ خاص حالات میں اس سے بھی کچھ زیادہ ہو سکتی ہے۔ ایک منٹ میری جان، ایک منٹ۔ یہ مردوں کے کھیل ہیں اور مرد فراخ دل ہوتے ہیں، جلد بازی نہ کرو۔ پوری بات سن لو۔ آج سے لائن آف کروزل کی مخالفت ختم کر رہا ہوں۔ کم از کم میں اس کے لیے کچھ نہیں کروں گا۔ افریقہ سے واپس چلا جاؤں گا اور ہاں تحفے کے طور پر تمہیں ان لوگوں کے بارے میں تفصیل بھی فراہم کر دوں گا جو موساد کے ایجنٹ ہیں اور لائن آف کروزل کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ بولو، سودا کرو گے؟"

بڑا ہی عجیب انسان تھا، اسٹیفن براکوڈا اور بڑے حیرت انگیز انداز میں سامنے آیا تھا۔ اس کی پیشکش نے مجھے چند لمحوں کے لیے مبہوت کر دیا تھا۔ یہ خیال بھی آیا کہ ممکن ہے کوئی نئی چال چل رہا ہو۔ اس نے مجھے مخمصے میں پھنسا دیا تھا۔ کمبخت چہرہ پڑھنے کا ماہر بھی معلوم ہوتا تھا۔

"ٹھیک سوچ رہے ہو" وہ اچانک بولا "ایسا ناممکن نہیں ہے۔ یوں کرتے ہیں، دیکھو، وہ تین ٹیلے ہیں۔ اس طرف دو ٹیلے ہیں اور ان کا درمیانی قطر کوئی دو فرلانگ ہے۔ میں اسے دائرہ منتخب کرتا ہوں۔ تم مجھے پکڑ لو۔ پکڑ سکے تو شرط ختم اور نہ پکڑ سکو تو میری بات مان لینا۔ دیکھو، نا میں سیدھا دوڑ کر بھی تمہاری رینج سے نکل سکتا ہوں، مثال کے طور پر..." اس نے کہا اور دفعتاً دوڑ لگا دی۔

میں دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔ وہ چھلاوہ تھا۔ پلک جھپکتے ہی اتنا دور نکل گیا کہ میں دیکھتا رہ گیا۔ میری حیرت دور بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ ایک دھبے کی مانند نظر آنے لگا۔ میں اسے چھونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک ٹیلے سے دوسرے ٹیلے تک اور پھر وہاں سے واپس آنے میں اس نے ایک منٹ بھی نہ لگنے دیا تھا۔ حیرتناک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بات یہ تھی کہ اس کا تنفس بھی تیز نہیں ہوا تھا۔
اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں اس کی تیز رفتاری کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بلاشبہ وہ اگر چاہتا تو نکل سکتا تھا، اب کیا آڑ تھی اور پھر میں بھی ایڈونچر پسند تھا۔ پوری زندگی ہی ان دلچسپیوں میں گزری تھی۔ نفع نقصان کی کسے پروا تھی۔ میں نے ہاتھ پھیلا دیا اور وہ میرے قریب پہنچ گیا پھر اس نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"زندگی میں بہت کم لوگوں کو پسند کیا ہے۔ ایک تم ہو علی۔"

"شکریہ براکوڈا۔ میں نے بھی تسلیم کرلیا ہے کہ میں تمھیں گرفتار نہیں کرسکتا۔ میں خود بھی کھلے دل سے اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرنے والوں میں سے ہوں۔ یہ خیال میرے ذہن میں موجود ہے کہ ممکن ہے، تم ابھی تک چال چل رہے ہو لیکن...۔"

"ٹھیک ہے علی۔ خطرات ذہانت کو جلا بخشتے ہیں، محتاط رہو، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" براکوڈا نے کہا اور پھر ہنس دیا۔ "لباس پہن لوں؟"

"ضرور۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا اور براکوڈا اپنے لباس کی طرف بڑھ گیا۔ پتا نہیں، اس شخص کے دل میں کیا ہے، میں نے سوچا لیکن اگر وہ سچا ہے تو پھر یہ کیس میری زندگی میں عجیب اور دلچسپ نوعیت کا ہے۔

براکوڈا لباس پہن کر میرے پاس آگیا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تمھارے ساتھی تمھیں تلاش کرتے ہوئے یہاں تک آسکتے ہیں۔"

"اس جگہ کا کوئی تعین کرسکتے ہو؟"

"ہم بونیکا سے بہت دور نکل آئے ہیں۔ واپسی کے لیے پیدل سفر بہت مشکل ہوگا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے، ہم بونیکا کے جنوب مشرق میں تلکانہ کے ریگستان میں ہیں۔ سمندر کا راستہ بے کار ہے، ویسے کیا واقعی میری آبدوزیں تباہ ہوچکی ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔"

"تب مجھے یہ سودا بہت مہنگا پڑا۔ خیر، یہ کوئی خاص بات نہیں، ہوتا ہے۔ اب تمھارا کیا پروگرام ہے علی؟"

"بونیکا ہی جانا چاہتا ہوں۔"

"تب میری رائے ہے کہ ہم آگے کا سفر جاری رکھیں، تلکانہ کا یہ ریتیلا صحرا عبور کرکے ہم بیری گو پہنچ سکتے ہیں جہاں سے تم سفر کرکے بونیکا جاسکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے، واپسی کا سفر میرے لیے بھی بہت خوفناک ہے۔" میں نے کہا۔

"آؤ تیاریاں کریں۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔

یہ تیاریاں بھی خوب تھیں۔ اسٹیفن براکوڈا نے ناریل اور کھجوروں کے پتے کافی تعداد میں توڑے اور تقریباً پانچ فٹ کے قطر کی دو چھتریاں بنائیں جن کے نچلے حصوں میں لمبی ڈنڈیاں لگی ہوئی تھیں، بہت سے پتے توڑ کر اس نے کرکٹ کے کھلاڑیوں کی مانند پیڈ بنائے اور انھیں شانوں اور رانوں سے باندھ لیا۔ پھر اس نے کافی تعداد میں ناریل اور کھجوروں کا ذخیرہ کیا اور انھیں ایک مخصوص انداز میں ایک دوسرے سے منسلک کرکے لڑیاں سی بنالیں۔ میں اس تمام کارروائی میں اس کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔ یوں ہم نے خود کو خوراک کے ذخیرے سے لیس کرلیا۔ ریت پر سفر کرنے کے لیے ناریل کے پتوں سے ہی جوتے بنائے گئے جو زیادہ وزنی نہیں تھے۔ چشمے کا پانی لے جانے کے لیے ہمارے پاس کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس لیے جب ہم وہاں سے آگے بڑھے تو خوب پانی پی لیا اور غسل بھی کیا۔

میں اس بدترین شخص کے ساتھ ریت کے ٹیلوں کا سفر کر رہا تھا جس کی تلاش میں ہم نے ممبارڈو، تیرودڈا اور لائن آف کروزل کی دوسری آبادیوں میں بہت سا وقت ضائع کیا تھا۔ رات ہونے تک ہم سفر کرتے رہے اور پھر تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے ریت کے ٹیلوں کے درمیان ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا۔ دن بھر کی شدید دھوپ ان انوکھی چھتریوں نے روک دی تھی اور یہ کافی کارآمد ثابت ہوئی تھیں۔ پتوں کے لباس نے بھی جلتی ہوئی ریت سے محفوظ رکھنے میں کافی مدد کی تھی۔ کھجوروں سے پیٹ بھرا، ناریل کا پانی پیا اور ٹھنڈی ریت پر چھتریاں گاڑ کر ان کے نیچے لیٹ گئے۔

براکوڈا نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ "تمھاری یادداشت کیسی ہے علی؟"

"کیوں؟"

"جو نام میں تمھیں بتاؤں انھیں ذہن نشین کرسکتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"اصل میں ہمارے پاس لکھنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے اس لیے تمھیں اپنے حافظے ہی سے کام چلانا پڑے گا۔"

"ٹھیک ہے، میں اس کے لیے تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"ایکوٹن میں ڈاکٹر فرزین۔ اسرائیلی ہے اور ایکوٹن کے اسپتال کا انچارج ہے۔ اسپتال کے نیچے اس نے بہت بڑا ٹرانسمیشن اسٹیشن قائم رکھا ہے اور مسد کے تمام ایجنٹ اسی کے ذریعے اپنے پیغامات اسرائیل پہنچاتے ہیں۔ ڈیگوریا فیکٹری کا سپروائزر میگن فورس، مسد کا ایجنٹ ہے اس فیکٹری کو تباہ کرنے کے مشن کا انچارج۔ ایڈوتیا میں مشرقی چرپا اسلحہ خانہ ہے اور تمام تباہ کن ہتھیار وہیں سے سپلائی ہوتے ہیں اور...۔" اسٹیفن براکوڈا بولتا رہا اور میں حیرت سے اس کے انکشافات سنتا رہا۔ اس نے کہا۔ "تم یہ نام یاد رکھ سکو گے؟"

"کوشش کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"بس یہی معلومات مجھے حاصل ہیں، باقی کام تم کرہی چکے ہو!"

"تب تو تمھارا شکریہ ادا کرنا ہی پڑے گا براکوڈا۔ ویسے تمھیں اس کام کے لیے کس نے مخصوص کیا تھا؟"

"اولیو ہاورڈ جب سی آئی اے میں تھا تو مجھ سے کام لیتا تھا۔ بہت چالاک اور کینہ پرور آدمی ہے۔ اس کے ذریعے مجھے اسرائیلی پیغامات ملتے تھے اور اسی کے ذریعے سودا طے ہوا تھا لیکن...۔"

"میرا تذکرہ ہاورڈ نے کس انداز میں کیا تھا؟"

"وہ بہت مغرور ہے۔ تمھارے بارے میں اس نے کہا تھا کہ تم ایک خطرناک آدمی ہو اور اس بات کے امکانات ہیں کہ لائن آف کروزل کے سلسلے میں تم سے مڈبھیڑ ہوجائے اور بھی چند نام اس نے مجھے دیے تھے لیکن تمھارا تذکرہ بار بار کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر کبھی تمھاری بھنک بھی میرے کانوں میں پڑے تو اسے فوراً اطلاع بھجوائی جائے۔"

"ہاں، میری اس کی پرانی دوستی ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

ریگستان میں سفر جاری رہا، چار دن اور چار راتیں گزر گئیں۔ یہ پانچواں دن تھا۔ ریگستان میں سفر بہت سست رفتار رہا تھا، اس دوران براکوڈا نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی تھی جو شبہے کا باعث ہوتی۔ وہ نسلاً یہودی نہیں تھا اس لیے میں ذاتی طور پر اس کا دشمن بھی نہیں تھا اور اس کے انکشافات نے مجھے مزید متاثر کردیا تھا۔ اگر اس کی تمام اطلاعات درست تھیں تو پھر اس کا مطلب تھا کہ لائن آف کروزل طویل عرصے کے لیے اسرائیلی سازشوں سے پاک ہوجائے گا اور یہ بہت بڑا کام تھا۔

رات کو گہری نیند سویا اور جلدی سو گیا تھا، اس لیے صبح جلدی آنکھ کھل گئی۔ ابھی اُجالا نہیں پھوٹا تھا۔ میں نے دو گز کے فاصلے پر آگ روشن دیکھی اور چونک پڑا۔ یہ آگ کس نے جلائی؟ کیا براکوڈا نے؟ میں نے اس کی تلاش میں نگاہ دوڑائی لیکن وہ موجود نہیں تھا۔ دور دور تک اس کا نشان نظر نہیں آرہا تھا۔ تب میں نے جلتی ہوئی چیز کو دیکھا، وہ ابھی پوری طرح نہیں جلی تھی اور مجھے فوراً پتا چل گیا کہ یہ براکوڈا کا لباس تھا۔ میں حیران رہ گیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد سب کچھ سمجھ میں آگیا۔ آٹھ آدمیوں پر مشتمل اونٹوں کا ایک قافلہ اسی طرف آرہا تھا اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو یہ آگ اس قافلے کو اس طرف متوجہ کرنے کے لیے جلائی گئی تھی۔ قریب ہی ریت پر لکھا تھا۔ "گڈ بائی علی۔"

آنے والوں کا تعلق لائن آف کروزل کے محافظوں سے ہی تھا۔ یقیناً اسٹیفن براکوڈا نے پہلے ان کے بارے میں اندازہ کرلیا ہوگا۔ اس کے بعد ہی اس نے انھیں میری طرف متوجہ کرنے کے لیے اپنا لباس جلادیا تھا ایک عجیب سا تاثر چھوڑا تھا اس نے میرے ذہن پر۔ مجرم تھا اور مجرم بھی اعلیٰ درجے کا، لیکن بات کا دھنی تھا۔

میں نے اس محافظ دستے کو اپنی شناخت کرائی اور انھیں یہ انکشاف کیا کہ اونٹوں سے سفر کے ذریعے چار دن کے سفر کے بعد میں ولاسارنگ اور وہاں سے ایکوٹن پہنچ سکتا ہوں۔

"میرے پاس اہم اطلاعات ہیں، اس لیے میرا جلد از جلد ایکوٹن پہنچنا بہت ضروری ہے۔" دستے کے سالار نے وعدہ کیا کہ وہ مجھے بحفاظت ولاسارنگ پہنچا دے گا اور میں اس کا شکریہ ادا کرکے اونٹ پر سوار ہوگیا۔

میری نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں، تاحدِ نگاہ ریت شفاف تھی اور کہیں کوئی دھبا نہیں نظر آرہا تھا۔ میں نے خلا میں ہاتھ ہلاکر نادیدہ براکوڈا کو الوداع کہا اور ایک عجیب سے تاثر کے ساتھ اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ شاید زندگی میں پھر کسی نئے موڑ پر اس عجیب انسان سے ملاقات ہو۔

صحرائے اعظم میں اونٹ کی پشت پر سفر کا آغاز ہوگیا تھا۔ قافلے کا سالار ایک تعلیم یافتہ آدمی تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ میری شخصیت سے واقف ہے اور اسے ہدایت کی گئی تھی کہ اگر کبھی لائن آف کروزل کے لیے کام کرنے والوں کو اس کی مدد کی ضرورت پیش آئے تو وہ تساہل نہ برتے۔

راستے میں اس نے میری آسائشوں کا پورا پورا خیال رکھا۔ میں اپنی سوچوں میں مگن مسلسل سفر کرتا رہا۔ کوئی اہم کام نہ ہو، کوئی خاص مسئلہ درپیش نہ ہو تو انسانی ذہن نہ معلوم کہاں کہاں بھٹکتا رہتا ہے۔ یہی کیفیت اس سفر کے دوران میری تھی۔ کبھی تہذیب مسکراتی ہوئی میرے تصور میں آ کھڑی ہوتی اور میں اس سے باتیں کرنے لگتا۔ اس کے شکوے سنتا اور اپنی مجبوریاں اس کے سامنے بیان کرتا۔ پھر اسے تسلی دلا سے دے کر رخصت کردیتا۔ ایک ذرا صبر کہ ’فریاد کے دن تھوڑے ہیں۔ جانِ من! ظلم کی میعاد کے دن تھوڑے ہیں‘ کبھی میری نگاہوں کے سامنے مظلوم و بے سہارا فلسطینیوں کے کیمپ آجاتے اور میں دانت پر دانت سختی سے جمالیتا، مٹھیاں بھنچ جاتیں، جبڑوں کی ہڈیاں ابھر آتیں۔ اسی پیچ و تاب میں سفر تیزی سے طے ہوتا رہا اور میں اپنی منزل کی جانب بڑھتا رہا۔

اونٹوں کی رفتار چونکہ بہت زیادہ تیز نہیں ہوسکتی تھی، اس لیے اس سفر کی رفتار کسی قدر سست تھی تاہم سفر کے دوران کوئی دقت پیش نہیں آئی اور بالآخر میں لائن آف کروزل کی ایک چھوٹی سی آبادی میں داخل ہوگیا جو معمول کے مطابق افریقی روایات کی حامل تھی۔ میں نے یہاں بھی اپنے آپ کو اجنبی نہیں پایا، جن لوگوں سے میری ملاقات ہوئی انھیں جب میرے بارے میں علم ہوا تو وہ میری راہ میں بچھ گئے اور انھوں نے مجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کیں۔ یہ نسلاً عرب تھے۔ ولاسارنگ کے بارے میں اسٹیفن براکوڈا نے کوئی خاص بات نہیں کہی تھی لیکن مجھے شبہ تھا کہ یہاں بھی "مسد" کے ایجنٹ موجود ہوں گے چنانچہ میں محتاط رہا تھا۔ میں نے ان لوگوں سے فرمائش کی کہ فوری طور پر مجھے ایکوٹن کے سفر کے لیے ضروری سہولتیں فراہم کردی جائیں۔ میری اس خواہش کی تکمیل کردی گئی۔ بہترین ساخت کی نئی لینڈ روور مہیا کی گئی اور اس کے ساتھ ہی ایک ڈرائیور بھی۔ سفر کے خطرات کے پیشِ نظر لینڈ روور میں مشین گن نصب کردی گئی تھی اور ہمیں ضرورت کا وہ تمام اسلحہ مہیا کردیا گیا تھا جو کسی بھی موقع پر کام

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آسکتا تھا۔ ان تیاریوں کے بعد میں ولاسارنگ سے ایکوٹن کی جانب روانہ ہوگیا۔

اس راستے میں بھی مختلف خیالات نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ مسعود طلحہ اور عائشہ ذہن میں آرہے تھے۔ پتا نہیں بونیکا سے ان لوگوں کو کیا رپورٹ موصول ہوئی۔ ظاہر ہے میری گم شدگی ہڈ اور پروفیسر وغیرہ کے لیے تشویش ناک ہوگی اور انھوں نے اس کی اطلاع یہاں کر دی ہوگی۔ بہر حال بونیکا کا معاملہ ختم ہوگیا تھا اور میرے پاس ایسی معلومات تھیں جو لائین آف کروزل کے لیے بے حد کارآمد تھیں۔

ایکوٹن تک جاتے ہوئے کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ راستے میں بھی کسی سے ملاقات نہیں ہوئی اور پھر میں ایکوٹن میں داخل ہوگیا۔

لینڈ روور جس وقت ایکوٹن پہنچی، رات کے گیارہ بجے تھے۔ چیک پوسٹ پر ہماری شناخت کی گئی اور فوراً ہی ہمیں اندر داخل ہونے دیا گیا۔ میں نے لینڈ روور کے ڈرائیور سے مسعود طلحہ کی رہائش گاہ کی طرف چلنے کے لیے کہا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں تاریکی میں ڈوبی ہوئی اس عمارت تک پہنچ گیا جہاں مسعود طلحہ اور عائشہ رہائش پذیر تھے۔

دروازے پر ہی معلوم ہوگیا کہ عائشہ اور مسعود طلحہ ایکوٹن میں موجود ہیں۔ وہ اپنی خواب گاہ میں جا چکے تھے لیکن میں یہاں اجنبی نہیں تھا چنانچہ فوراً ہی انھیں اطلاع دی گئی اور تھوڑی ہی دیر کے بعد مسعود طلحہ شب خوابی کے لباس میں آنکھیں ملتا ہوا، دوڑتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں میں موجود تھا۔ وہ فوراً ہی مجھ سے لپٹ گیا تھا۔

"علی... علی! یہ تم ہی ہو؟ یقین دلادو کہ یہ تم ہی ہو۔ مجھے یقین نہیں آرہا۔" اس نے کہا۔ میں مسکرانے لگا۔

"ٹٹول کر دیکھ لو مجھے، میرا خیال ہے تمھیں یقین کرلینا چاہیے۔"

"اوہ! علی تم بھی انوکھے انسان ہو، نہ جانے کیا کیا شعبدے دکھاتے ہو۔ درحقیقت اب تو تمھاری شخصیت ہمارے لیے اتنی پُراسرار ہوگئی ہے کہ بعض اوقات ہم یہ سوچنے لگتے ہیں کہ تمھیں روحانی قوتیں حاصل ہیں۔"

اسی وقت عائشہ بھی اندر داخل ہوگئی۔ اس کی چال میں اب ذرا بھی لڑکھڑاہٹ باقی نہیں رہ گئی تھی اور اس نے لکڑی کی ٹانگ سے چلنے کی پوری پوری مشق کرلی تھی۔ اس کے الفاظ بھی مسعود طلحہ سے مختلف نہیں تھے۔ دونوں نے مجھے دیکھ کر بے پناہ مسرتوں کا اظہار کیا تھا، ان کی نیند اُڑ چکی تھی۔

مسعود طلحہ نے مجھ سے کہا "کیا تمھیں بونیکا کے حالات معلوم ہیں، یہ علم ہے کہ تمھاری گم شدگی کے بعد وہاں کیا ہوا ہے؟"

"نہیں، کوئی خاص بات؟" میں نے بے اختیار سوال کیا۔

"نہیں، نہیں، ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے کہ تشویش ناک ہو۔ قبائل منتشر ہوگئے، انھیں یہ یقین دلادیا گیا کہ لائن آف کروزل ان کے لیے خطرناک نہیں ہے۔ پروفیسر جوناتھن اور ہڈ نے مکمل رپورٹ بھجوا دی ہے اور وہ ابھی تک وہیں موجود ہیں۔ تمھاری تلاش زور و شور سے جاری ہے۔ بس اس کے سوا اور کوئی خاص بات نہیں۔"

"تم نے تو مجھے خوف زدہ کردیا تھا مسعود۔ بہر طور دیکھ لو، میں واپس آگیا ہوں۔"

"علی! اوّل تو نیند سے اٹھ کے آیا ہوں، دوم تمھاری اچانک آمد نے بوکھلا دیا ہے۔"

"عائشہ، میرا خیال ہے عمدہ قسم کی کافی مسعود طلحہ کو پُرسکون کرنے میں معاون ثابت ہوسکتی ہے۔" میں نے کہا۔

"میں ابھی لائی۔" عائشہ نے کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ مسعود طلحہ مسلسل سحر زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "گویا! ان لوگوں کو یہ اطلاع نہیں ہوسکی ہے علی کہ تم بخیریت ہو اور ایکوٹن واپس آگئے ہو؟"

"کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں، کافی آجانے دو۔ اس کے بعد تمھارا ذہن خود بخود تمھیں ان تمام سوالات کے جواب دے دے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"علی، تم ناقابلِ تسخیر ہو، یقیناً تم ناقابلِ تسخیر ہو۔ اسٹیفن براکوڈا کا کیا ہوا اور کیا یہ اطلاع بھی میں ہی دوسرے لوگوں کو پہنچاؤں گا کہ علی بخیریت واپس آگئے ہیں یا اوروں کو بھی اطلاع مل چکی ہے؟"

"نہیں، یہ ذمّے داری بھی تمھارے ہی سپرد ہے اور اس کے علاوہ کچھ مزید ذمّے داریاں بھی۔"

خوش نصیبی سمجھوں گا میں اسے اپنی۔ لیکن اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں تم نے نہیں بتایا علی کہ اس کا کیا رہا؟"

"یہ بات تمھیں معلوم ہوچکی ہے کہ میں اسٹیفن براکوڈا کے پیچھے گیا تھا؟"

"ہاں۔ پروفیسر جوناتھن کی رپورٹ موصول ہوچکی ہے اور انھوں نے ہر بات تفصیل سے لکھی ہے۔ وہ خود بھی تمھارے لیے بے حد پریشان ہیں۔ تین چار بار یہاں سے رابطہ قائم کرکے یہ پوچھ چکے ہیں کہ تمھارے بارے میں کوئی اطلاع ملی یا نہیں۔ ویسے پروفیسر جوناتھن کی آخری رپورٹ یہی ہے کہ وہاں کے معاملات مکمل ہوچکے ہیں قبیلوں کو پوری طرح اطمینان دلادیا گیا ہے کہ لائن آف کروزل سے ان کا کوئی جھگڑا نہیں ہے اور انھیں اس بات پر یقین آگیا ہے کیونکہ ان سے ان کے دیوتا نے کہا ہے۔ وہ بُت اسی طرح رہنے دیا گیا ہے لیکن پروفیسر جوناتھن کا خیال ہے کہ وہ بونیکا کے لوگوں کو آخری بیغام دے کر بت کو تباہ کردیں گے تاکہ کوئی اور اس سے فائدہ نہ اُٹھائے۔ ہمارے جہاز وہاں موجود ہیں اور وہی ان لوگوں کو واپس لے کر آئیں گے۔ اب ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، بس وہ تمھارے لیے سرگرداں ہیں۔"

"ان تک اطلاع پہنچانے کا ذریعہ کیا ہے مسعود؟" میں نے سوال کیا۔

"مختلف ذرائع سے پیغامات بھجوائے جاتے ہیں۔ اس کا انتظام بھی پروفیسر جوناتھن نے کیا ہے۔"

"تو پھر سب سے پہلے تم پروفیسر جوناتھن اور ہڈ کو یہ اطلاع بھجوا دو کہ میں واپس پہنچ چکا ہوں تاکہ میرے سلسلے میں ان کی پریشانی ختم ہوجائے۔"

"ٹھیک۔ یہ انتظام فوراً کرلیا جائے گا۔ اس کے علاوہ اور کچھ؟" مسعود نے پوچھا۔

"ہاں، میری واپسی کی اطلاع ان لوگوں کو بھی پہنچادو جن سے ان معاملات کا تعلق ہے اور بہتر یہ ہے کہ وہ سب لوگ فوری طور پر ایکوٹن پہنچ جائیں۔ اب میں مزید کہاں تک سفر کرتا پھروں گا۔"

"اور یقیناً ان کے سامنے تم اہم انکشافات کروگے علی؟" مسعود نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"بھائی، سانس تو لینے دو۔ میں اپنی تمام رپورٹ تمھارے ذریعے ہی لکھواؤں گا چنانچہ سب سے پہلے تم ہی اس سے واقف ہوگے۔" میں نے اس کی بات کا مفہوم سمجھتے ہوئے کہا۔

عائشہ واپس آگئی۔ وہ اپنے ساتھ کافی لے کر آئی تھی۔ اس نے کافی کی پیالیاں سب کے سامنے سرکادیں۔

کافی پینے کے دوران رسمی نوعیت کی گفتگو ہوتی رہی۔ کافی ختم ہوئی تو مسعود تھوڑی دیر کے لیے اجازت لے کر چلا گیا۔ تاکہ وہ پروفیسر جوناتھن کو میری واپسی کی اطلاع کردے۔ اس کے لیے مسعود کے پاس کیا ذرائع تھے، مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں سائیکا ماٹلر کی طرف دیکھنے لگا جس کی آنکھوں میں میرے لیے عقیدت و خلوص کے آثار تھے۔

میں نے مسکرا کر پوچھا "کہو عائشہ، کیسی زندگی گزر رہی ہے؟"

"مسعود جتنے اچھے انسان ہیں، کوئی بھی آنکھیں بند کرکے ان کے بارے میں جان سکتا ہے۔ میں مسعود کے ساتھ زندگی سے بہت مطمئن ہوں۔ اس کے علاوہ جو دین مجھے ملا ہے، یقین کرو وہ میرے لیے انتہائی خوش نصیبی کا باعث ہے کیونکہ اس کے راستوں پر چل کر میں اپنی روح کو بے حد پُرسکون محسوس کرتی ہوں۔"

مسعود طلحہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آگیا۔ اس نے کہا "علی میں تو مصروف رہوں گا۔ اس سے زیادہ حسین مصروفیت میرے لیے اور کیا ہوسکتی ہے۔ اب گویا نیند کے عالم میں رہنا اپنی خوش بختی کو ٹھکرانا ہے لیکن تم تھکے ہوئے ہو، سوجاؤ۔ کل اس وقت ملاقات ہوگی، جب تم اپنی نیند پوری کرکے ہشاش بشاش ہوچکے ہوگے۔ مجھے اندازہ ہے کہ ان دنوں تم نے کس طرح محنت کی ہوگی۔"

"شکریہ مسعود! میں واقعی سونا چاہتا ہوں۔"

"عائشہ، تم علی کے آرام کے لیے بندوبست کردو۔"

"آپ اپنے کام میں مصروف ہوجائیں مسٹر مسعود، علی کے لیے مجھے آپ کی ہدایات کی ضرورت نہیں ہے۔" عائشہ نے کہا اور مسعود مسکراتا ہوا چلا گیا۔

اس کے بعد مجھے ایک پُرسکون خواب گاہ فراہم کردی گئی اور میں مسہری پر لیٹ کر نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ سوچنے کو تو بہت کچھ تھا لیکن ذہن کو سکون دینا بھی ضروری تھا۔

دن کو تقریباً ساڑھے دس بجے آنکھ کھلی تو عائشہ ناشتا لیے انتظار میں تھی۔ مسعود حسبِ معمول مصروف تھا۔ ناشتے کی میز پر عائشہ نے بتایا کہ مسعود کئی کام نمٹا چکا ہے لیکن ابھی کچھ مصروفیات باقی ہیں۔ شام کو تقریباً ساڑھے سات بجے مسعود طلحہ تھکا ہارا واپس آیا اور مسکراتا ہوا میرے سامنے بیٹھ گیا۔

"میں نے تہلکہ مچادیا ہے۔" وہ پُرجوش لہجے میں بولا "اسٹیفن براکوڈا کے سلسلے میں چاروں طرف سے سوالات کیے گئے تھے اور مجھ سے پوچھا جارہا تھا کہ اس کا کیا رہا لیکن میں نے اس طرح بات کو گول کردیا جیسے حقیقت مجھے معلوم ہے لیکن میں جان بوجھ کر اسے چھپا رہا ہوں۔"

"اوہ! مختصراً اتنا تو بتا ہی دیتے کہ اسٹیفن براکوڈا اب اس دنیا میں نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"واہ! کیسے بتادیتا، مجھے معلوم ہی نہیں تھا۔" مسعود نے مسکراتے ہوئے کہا "خیر، وہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اپنی تمام ذمّے داریاں پوری کرچکا ہوں۔ ممبار ڈوا اور تمام جگہوں پر میں نے اطلاعات بھیج دی ہیں۔ خاص طور سے پروفیسر جوناتھن اور دوسرے لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ وہ اپنا کام مکمل کرکے واپس آجائیں۔ تمھاری یہ ہدایات بھی تمام لوگوں تک پہنچادی ہیں کہ تم انھیں فوراً ایکوٹن میں طلب کررہے ہو۔"

"ٹھیک ہے مسعود! آج ہم لوگ بیٹھ کر رپورٹ تیار کرلیتے ہیں۔"

"او کے۔ لیکن کیا واقعی اسٹیفن براکوڈا تمھارے ہاتھوں مارا گیا؟"

"میں نے محاورتاً کہا تھا کہ وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس دنیا سے میری مراد صحرائے اعظم ہے۔ ممکن ہے، وہ ابھی یہیں ہو لیکن لائن آف کروزل کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں سے وہ بالکل الگ ہوچکا ہے۔"

"نہایت پُراسرار اور بڑی سنسنی خیز بات ہے۔" مسعود نے کہا۔ "اب تم تیاریاں کرو تاکہ ہم اپنی رپورٹ تیار کرلیں۔"

مسعود کے ساتھ میں نے عائشہ کو بھی شریک کرلیا تھا۔ وہ بہترین معاون تھی۔ چنانچہ میں نے مسعود اور عائشہ کے ساتھ مل کر اسٹیفن براکوڈا کی دی ہوئی تفصیلات کے مطابق ان تمام جگہوں کی نشان دہی تحریری شکل میں کردی جہاں مسد کے ایجنٹ اور براکوڈا کے آدمی کام کررہے تھے میں نے ان لوگوں کے بارے میں مکمل تفصیلات بھی تحریری شکل میں درج کرادیں اور وہ تمام نام پوائنٹ آؤٹ کردیے جو اس سلسلے میں بڑی حیثیت رکھتے تھے۔ مسعود طلحہ نے سنسنی خیز لہجے میں کہا "اور یہ تمام معلومات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

... میرا مطلب ہے اتنی تفصیل سے تمہیں کیسے حاصل ہوئیں علی؟"

"تم اسے ہی اسٹیفن براکوڈا کی موت کہہ سکتے ہو مسعود طلحہ۔ اسٹیفن براکوڈا کو میں نے اس کے مقصد سمیت قتل کر دیا ہے اور یہ تمام معلومات مجھے فراہم کر کے اب وہ اس دنیا سے چلا گیا ہے اور شاید کبھی اسرائیلی حکام کے ایما پر یا امریکی یہودیوں کے مقصد کی تکمیل کے لیے عربوں کے مدِمقابل نہ آئے۔"

"گویا تمہارے ہاتھوں وہ ایک انوکھی موت مارا گیا ہے۔" مسعود نے ستائشی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

رپورٹوں کی تیاری میں رات کے کھانے کا وقت بھی نکل گیا تھا اور اس وقت جب ہم نے گردن اٹھائی تو ایک بج چکا تھا۔ عائشہ بوکھلا گئی۔

"ارے، رات کا کھانا؟"

"کوئی ہلکی پھلکی چیز کھا کر ہم لوگ زیادہ سکون سے رات گزار سکتے ہیں، باقی تکلفات کل سہی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دراصل واقعات اتنے سنسنی خیز تھے علی کہ میں سب کچھ بھول گئی۔" عائشہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے بھئی! تم لوگ اپنائیت کے باوجود ایسی پُرتکلف گفتگو کرنے سے نہیں چُوکتے۔ میں اگر ضرورت محسوس کرتا تو خود بھی کھانے کے لیے کہہ سکتا تھا۔ بہرحال، اب کافی کے ساتھ کچھ بسکٹ یا سینڈوچز وغیرہ ہو جائیں۔ باقی کل کا دن کھانے پینے میں گزرے گا۔"

دوسرا دن ہماری توقعات کے مطابق نہیں تھا، جن لوگوں کو ایکوئن میں طلب کیا گیا تھا، وہ شاید بہت مضطرب تھے۔ کیونکہ صبح سات بجے سے ہی ان کی آمد شروع ہو گئی تھی جو نزدیکی آبادیوں میں تھے، وہ گاڑیوں کے ذریعے پہنچے تھے اور جو فاصلے پر تھے، وہ ہیلی کاپٹروں سے آئے تھے۔ مسعود طلحہ کو بھی ان کے اس قدر جلد آنے کی اُمید نہیں تھی۔ ایکوئن کے انچارج کی حیثیت سے اسے فوری طور پر مصروف ہو جانا پڑا اور صبح کا ناشتا بھی وہ ہمارے ساتھ نہیں کر سکا۔

گیارہ بجے سے مجھ سے ملاقات کا سلسلہ جاری ہو گیا اور تمام ہی لوگوں نے یکے بعد دیگرے مجھ سے رسمی ملاقاتیں کیں۔ وہ سب ہی سنسنی کا شکار تھے۔ بونیکا میں ہونے والی کارروائی کی مفصل رپورٹ انہیں دستیاب ہو چکی تھی اور میرے لیے مبارکباد کے انبار لگے ہوئے تھے۔ میری محنت و جذبے کو سراہا جا رہا تھا۔ تعلقات اور یگانگت سے کام لے کر قبل از وقت اسٹیفن براکوڈا کے بارے میں سوالات کیے جا رہے تھے اور بہرطور ان لوگوں کو مطمئن کرنا بھی ضروری تھا، جو میں کر رہا تھا۔

لنچ کے بعد باقاعدہ میٹنگ ہوئی۔ اس میٹنگ میں لائن آف کروزل کے چیف کنٹرولر نے خود بھی شمولیت کی تھی جو لنچ سے ذرا پہلے ہی پہنچے تھے۔ مسعود طلحہ نے میرے معاون کی حیثیت سے پہلے اس کارروائی کی رپورٹ مختصر الفاظ میں سنائی جو اسٹیفن براکوڈا کے لیے کی گئی تھی۔ اس کے بعد میرے الفاظ میں اس نے بتایا کہ اسٹیفن براکوڈا زندہ ہے لیکن لائن آف کروزل کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں سے تائب ہو کر افریقہ چھوڑ چکا ہے۔

ہر طرف سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ مزید سنسنی ان انکشافات سے پھیل گئی جو اس رپورٹ کے ذریعے کیے گئے تھے۔ ان لوگوں کے ناموں کی نشاندہی اُن سب کے لیے بہت ہی سنسنی کا باعث تھی جو یہاں لائن آف کروزل کے خلاف عربوں میں شامل ہو کر کام کر رہے تھے۔ یہ میٹنگ رات کے ساڑھے نو بجے تک جاری رہی اور وہ تمام تفصیلات یہاں طے کر لی گئیں جن کے تحت فوری عمل کر کے لائن آف کروزل میں اسرائیلی منصوبوں کو ناکام بنانا تھا۔ ایک باقاعدہ کمیشن قائم کر دیا گیا جس کی سربراہی کے لیے مجھے منتخب کیا گیا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے یہ اجازت بھی دی گئی تھی کہ میں ایکوئن ہی میں رہ کر تمام معاملات کو کنٹرول کرتا رہوں اور یہاں مجھے ہر اطلاع فراہم کرنے کے انتظامات بھی کر دیے جائیں گے۔ میں نے خوشی سے اس ذمے داری کو قبول کر لیا تھا۔ درحقیقت یہ ذمے داری میرے لیے زیادہ پریشانی کا باعث نہیں تھی کیونکہ عملی طور پر مجھے خود کچھ نہیں کرنا تھا بلکہ ان لوگوں کے کام کی نگرانی کرنا تھی۔ جو اَب متد کے ایجنٹوں سے لائن آف کروزل کو پاک کرنے کے لیے حرکت میں آتے۔ ان کی رہنمائی کرنا تھی تاکہ کسی موقع پر غلطی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔

پروفیسر جوناتھن اور بڈ بھی چند دن بعد ایکوئن پہنچ گئے اور مجھ سے ملاقات کی۔ مجھے زندہ سلامت دیکھ کر انھوں نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ پروفیسر جوناتھن مجھ سے ان حالات کے بارے میں پوچھنے لگا جو اسٹیفن براکوڈا کے فرار کے بعد پیش آئے تھے اور میں نے پروفیسر جوناتھن کو مختصراً تفصیل بتا دی۔ اس کے بعد وہ مجھے اپنے اقدامات کی تفصیل بتاتا رہا۔ بلاشبہ بونیکا میں کامیابی دلانے کا سہرا پروفیسر جوناتھن کے سر تھا۔ اس نے اپنی سائنسی صلاحیتوں سے کام لے کر میرے لیے جو آسانیاں پیدا کر دی تھیں، اُن سے میں انکار نہیں کر سکتا تھا۔ پروفیسر جوناتھن کو بھی میں نے اپنے ساتھ ہی روک لیا۔ وہ ایک بہترین مددگار اور ایک بہترین ساتھی تھا۔

لائن آف کروزل کی آبادیوں میں متد کے بے شمار ایجنٹوں کو گرفتار کیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان تمام لوگوں کو بھی جو لائن آف کروزل کی اسلحہ فیکٹریوں میں ان کے آلۂ کار تھے۔ یوں کافی دن مجھے ایکوئن میں اس کارروائی کے انچارج کی حیثیت سے گزارنے پڑے۔ میں مطمئن اور مسرور تھا کہ میں اپنا وہ مقصد پورا کرنے میں کامیاب ہو گیا جس کے لیے میں نے اس طرف قدم بڑھائے تھے۔ باقی معاملات کے بارے میں گفتگو ہونا باقی تھی۔ یہاں تک کہ یہ تمام کام ختم ہو گیا پھر ممبارڈو میں مجھے طلب کر کے میرے لیے ایک میٹنگ کی گئی جس میں مجھے خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔

اس کام کا اختتام ہونے کے بعد بھلا اس کے علاوہ میری اور کیا خواہش ہو سکتی تھی کہ میں اپنی دنیا میں لوٹ جاؤں۔ تہذیب مالکم ایکس سے ملے ہوئے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے صدیاں گزر گئی ہوں۔ اس دوران اس کے بارے میں کچھ بھی تو پتا نہیں چل سکا تھا حالانکہ امریکا میں میں اسے ایسے حالات میں چھوڑ آیا تھا جن کو اگر ذہن میں لاتا تو بڑی تشویش ہو جاتی تھی۔ وہ دشمنوں کے درمیان گھری ہوئی تھی لیکن تہذیب مالکم ایکس کی شخصیت کے بارے میں مجھے اندازہ تھا کہ وہ کیا چیز ہے۔ گرین پول کی نمبر ۲ جس کے سپرد بڑی بڑی ذمے داریاں کی جاتی تھیں۔ مجھ سے منسلک ہونے کے بعد وہ اپنے آپ کو بے حد تبدیل کر چکی تھی لیکن اتنا میں بھی جانتا تھا کہ اگر خطرناک حالات ہو جائیں تو پھر تہذیب اپنی پرانی زندگی میں واپس آ جاتی تھی۔

میں ممبارڈو سے تیروڈا واپس آ گیا۔ میرے لیے ہر جگہ آسائشیں فراہم کی گئی تھیں۔ تیروڈا میں ایک خوبصورت عمارت میں مجھے ٹھہرایا گیا تھا اور پھر ذمے دار حضرات نے مجھ سے میرے آئندہ پروگرام کے بارے میں دریافت کیا۔ بڈ میرے ساتھ تھا۔ پروفیسر جوناتھن، ایکنو اور دوسرے وہ تمام لوگ جو اِن مہمات میں میرے ساتھ رہے تھے، اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔ پروفیسر جوناتھن سے میں ممبارڈو ہی میں جدا ہو گیا تھا اور مجھ سے رخصت ہوتے ہوئے پروفیسر جوناتھن نے کہا تھا کہ زندگی رہی تو میں تم سے دوبارہ ملنے کا خواہشمند رہوں گا۔ فلسطینی مقاصد کے لیے کام کرتے ہوئے یقیناً وہ مواقع ضرور آئیں گے جب ہم تم کہیں بھی یکجا ہو سکتے ہیں۔ میں نے بھی پروفیسر جوناتھن سے ان کی اس رفاقت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایک حیرت انگیز انسان کی حیثیت سے میں انہیں یاد رکھوں گا۔

البتہ بڈ جان کو اٹک گیا تھا۔ اس کی شخصیت ذرا ایسی ہی تھی۔ وہ بے حد آزردہ ہو گیا اور کہنے لگا "مسٹر علی، یہ سمجھ لیجیے کہ آپ نے اگر مجھے چھوڑ دیا تو پھر میں فلسطینی مفادات کے لیے کام نہیں کروں گا۔ میں سرپھرا آدمی ہوں۔ دنیا کی کوئی بھی قوت مجھے میری مرضی کے خلاف کام پر آمادہ نہیں کر سکتی۔ اپنی مرضی سے جیتا رہا ہوں، آپ کو اپنے بارے میں تمام ہی تفصیل بتا دی ہے۔ آئندہ بھی اپنی خوشی ہی سے جینا چاہتا ہوں۔ آپ نے اپنی زندگی فلسطینیوں کے لیے وقف کر دی ہے اگر بڈ کے بارے میں بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ فلسطین کے لیے برسرِپیکار رہے تو پھر مجھے آپ کا ساتھ درکار ہے۔"

"ٹھیک ہے بڈ، جیسی تمہاری مرضی لیکن اگر کسی وقت تم اپنے اس فیصلے پر شرمندگی یا الجھن محسوس کرو تو ایک اچھے دوست کے مانند مجھے بتا دینا۔ میں خوشی سے تمہیں اپنا ساتھ چھوڑنے کی اجازت دے دوں گا۔"

"تم صرف خوشی سے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دو چیف! باقی ذمے داری میری اپنی ہے۔" بڈ نے کہا اور پھر وہ میرے ساتھ ممبارڈو سے تیروڈا آ گیا تھا۔

تیروڈا میں میں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کر دیا کہ میں امریکا واپس جانا چاہتا ہوں۔ مجھ سے چند دن کی مہلت لے لی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ فوری طور پر میری واپسی کے لیے کسی طیارے کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ میں جانتا تھا کہ امریکا کے لیے خصوصی فلائٹ ہوا کرتی تھی اور عام طور سے جہازوں کا آنا جانا نہیں تھا۔ چنانچہ میں انتظار کرتا رہا۔

مسعود طلحہ اور عائشہ چند روز کے بعد تیروڈا آ گئے۔ مسعود طلحہ نے کہا "یہ آپ کی سائیکا مائلر جو ہے نا۔ اس کا دل اب ایکوئن میں نہیں لگ رہا، اس کی خواہش ہے کہ یہ بھی کچھ عرصے کے لیے بیرونی دنیا کی سیر کرے۔ تو کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا مسٹر علی کہ میں اور سائیکا آپ کے ساتھ ہی چلیں۔"

"بھئی، تمہیں اپنا مہمان بنا کر مجھے خوشی ہو گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایک بات کا آپ یقین کریں کہ ہم لوگ آپ کے اور تہذیب مالکم ایکس کے لیے کسی پریشانی کا سبب نہیں بنیں گے۔"

"نہیں... نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

تقریباً بیس دن یہاں قیام کرنا پڑا اور پھر مجھے اطلاع دی گئی کہ ایک طیارہ خصوصی طور پر میرے لیے چارٹرڈ کیا گیا ہے جو مجھے نیویارک لے جائے گا۔ میں نے اپنی تیاریاں مکمل کیں۔ آخری رات میرے اعزاز میں ایک پارٹی دی گئی، جس میں ایک بار پھر مجھے خراجِ عقیدت پیش کیا گیا اور اس بات کا اعتراف کیا گیا کہ لائن آف کروزل کے لیے میری خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

طیارہ بوئنگ تھا اور اس میں چند دیگر افراد بھی میرے ساتھ سفر کرنے والے تھے۔ سائیکا مائلر یعنی عائشہ اور مسعود طلحہ بھی میرے ساتھ تھے۔ بڈ بھی تھا۔ باقی لوگ اجنبی تھے لیکن بہرطور انہیں بھی میرے ساتھ سفر کرنا تھا۔ طیارے نے رن وے چھوڑ دیا اور فضا میں بلند ہو گیا۔ میں ذہنی سکون چاہتا تھا لیکن ذہن کو سکون کہاں ملتا ہے؟ تنہائی خیالات کے لیے ذہن کے دروازے کھول دیتی ہے۔ تہذیب مالکم ایکس کا حسین چہرہ میری نگاہوں میں گردش کر رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ میری اس کامیاب واپسی پر تہذیب کا ردِعمل کیا ہو گا۔ کبھی کبھی دل میں کچھ ایسے خیالات بھی آ جاتے تھے جو پریشان کرتے تھے۔ میں سوچنے لگتا تھا کہ پتا نہیں وہاں تہذیب کس حال میں ہے اسے کسی پریشانی یا الجھن کا سامنا تو نہیں کرنا پڑا۔

اس وقت تقریباً رات کے پونے بارہ بجے تھے جب طیارے نے رن وے پر اُترنے کے لیے چکر لگانے شروع کر دیے۔ میں چونک پڑا۔ میرے حساب سے ابھی اتنا وقت نہیں گزرا تھا کہ ہم منزلِ مقصود تک پہنچ گئے ہوں۔ ہمارا یہ سفر تو خاصا طویل اور وقت طلب تھا۔

میں نے مسعود طلحہ سے پوچھا "یہ طیارہ تو شاید لینڈنگ کر رہا ہے؟"

"ہاں چیف۔" مسعود طلحہ نے سادگی سے جواب دیا۔

"ہم اس وقت کہاں ہیں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم میرا خیال ہے ایندھن وغیرہ کے لیے نیچے اُترنا پڑ رہا ہے۔"

"اوہ!" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور خاموش ہو گیا۔

کچھ دیر بعد طیارے نے رن وے کو چھو لیا۔ میں کھڑکی سے باہر کا جائزہ لینے لگا اور دوسرے ہی لمحے میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ بیروت ایئرپورٹ کو میں نے اچھی طرح پہچان لیا تھا اور یہاں طیارے کا اترنا میرے لیے حیرت کی بات تھی۔ تیرو ڈا سے امریکا جاتے ہوئے بیروت تو راستے میں بھی نہیں آتا تھا۔ لہٰذا طیارے کا بیروت ایئرپورٹ پر اترنا مجھے کچھ عجیب سا ضرور معلوم ہوا لیکن ایک خیال یہ بھی ذہن میں آیا کہ ممکن ہے طویل سفر کے پیشِ نظر طیارے کے ایندھن کے لیے بیروت کو اس وجہ سے مناسب سمجھا گیا ہو کہ وہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کا مرکز تھا اور یہاں ہمارے طیارے کا ایندھن کے لیے رُکنا کسی غیر ملک کی بہ نسبت زیادہ محفوظ اقدام تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہم لوگ طیارے سے نکل کر ویٹنگ ہال میں آ گئے۔ طیارے میں سوار دیگر افراد بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ویٹنگ ہال میں ایک ایئرہوسٹس نے میرا استقبال کیا۔ اس نے میرے نزدیک پہنچ کر میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا: "میں بیروت واپسی پر آپ کو خوش آمدید کہتی ہوں علی۔"

یہ آواز جانی پہچانی تھی لیکن ایئرہوسٹس کی شکل میرے لیے بالکل اجنبی تھی۔

"شکریہ خاتون! لیکن یہاں طیارہ کتنی دیر قیام کرے گا؟"

"میرا خیال ہے، یہ قیام تو کافی طویل ہو گا۔ بہرحال، آپ کو اس سلسلے میں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ چلیے، باہر گاڑی تیار ہے۔"

"لیکن آپ... آپ... آپ کی آواز نہ جانے کیوں مجھے جانی پہچانی لگ رہی ہے۔"

"شکر ہے کہ آپ نے اس آواز سے شناسائی کا اظہار تو کیا۔"

ایئرہوسٹس نے اپنی گردن کے قریب کوئی چیز ٹٹولی اور پھر اس کے چہرے سے پلاسٹک ماسک علیحدہ ہو گیا۔ پلاسٹک ماسک کے نیچے سے نائمہ برق کا چہرہ برآمد ہوا تھا۔ میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

"اوہ نائمہ!" میرے مُنہ سے نکلا۔

"جی ہاں۔ یہ تمام افراد جو آپ کو گرفتار کر کے بیروت لائے ہیں، آپ کے جانے پہچانے ہیں۔ ابھی ان سے آپ کا تعارف کرا دیا جاتا ہے۔" نائمہ نے کہا۔

ویٹنگ ہال میں ایک عجیب سا تماشا شروع ہو گیا تھا۔ ایک اور شخص نے اپنے چہرے سے ماسک اتاری تو وہ فواد نکلا۔ تمام ہی لوگ میرے جانے پہچانے تھے لیکن یہ انداز، یہ طریقۂ کار مجھے حیرت میں ڈال دینے والا تھا۔ میں عجیب سے انداز میں ان سب کو دیکھ رہا تھا اور نہ جانے میرے ذہن میں کیسے کیسے خیالات آ رہے تھے۔

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "آپ لوگوں نے واقعی ایک دلچسپ ڈراما کیا ہے لیکن اس کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آسکا۔"

"مقصد سمجھنے کے لیے آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔"

"ظاہر ہے، میں انکار نہیں کر سکتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک خوبصورت گاڑی ہمیں لے کر چل پڑی۔ مجھے تنظیمِ آزادیٔ فلسطین کے ہیڈ کوارٹر میں جانا پڑا تھا جہاں پہلے سے میرے استقبال کا باقاعدہ بندوبست تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے یہ جو کچھ ہو رہا ہے، وہ باقاعدہ ایک پروگرام کے تحت ہو رہا ہے۔ حالات پر غور کرنے سے صورتِ حال کا کافی حد تک اندازہ ہو جاتا تھا۔ مجھے تیرو ڈا میں تقریباً بیس دن قیام کرایا گیا تھا۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ میرے لیے طیارہ منگوایا جا رہا ہے اور یہ طیارہ جب پہنچا تو اس کا پورا عملہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے افراد پر مشتمل تھا۔ یہ تمام لوگ چہرے بدل کر وہاں پہنچے تھے۔ مقصد شاید یہی ہو گا کہ مجھے خاص طور سے بیروت لایا جائے۔ ان کی اس کوشش پر مجھے ہنسی بھی آنے لگی۔ بہرطور، کچھ غلط فہمیاں ہمارے درمیان ہوئی تھیں لیکن اس کے باوجود میرے دل میں نفرت نہیں اُبھری تھی بلکہ بارہا ان لوگوں نے مجھ سے معذرت کرنے کی کوشش کی تھی، خاص طور سے نائمہ برق نے میرا دل صاف کرنے کے لیے انتہائی خلوص سے کوشش کی تھی لیکن میں نے کہہ دیا تھا کہ یہ گھر فلسطینی آج بھی میرے لیے باعثِ احترام و عزت ہیں اور میں اپنی ذات کو ان کے لیے وقف کر چکا ہوں۔ اگر ان کے لیے مجھے زندگی کے کسی بھی حصے میں کچھ کرنا پڑا تو میں اس سے گریز نہیں کروں گا اور اس بات کا ثبوت میں نے بار بار دیا تھا۔ لائن آف کرو زل کے سلسلے میں کام کرنے کے لیے مجھے کسی نے مجبور نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی اور جگہ میں نے کسی کے مجبور کرنے سے کام کیا تھا۔ مسئلہ چونکہ عالمِ اسلام کے مفاد کا تھا اس لیے میں اپنا کام کرتا رہا تھا۔

تنظیم آزادیٔ فلسطین کے ہیڈ کوارٹر میں جن شخصیتوں نے مجھ سے ملاقات کی تھی وہ بہت ہی عظیم اور قابلِ احترام تھیں اور میرے دل میں ان کی عزت بھی تھی۔ مجھے انتہائی خلوص کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا۔ وہ تمام لوگ میرے گرد جمع تھے جن سے میرا تعلق رہ چکا تھا۔ تب سربراہ نے کہا: "علی، تم سے اب کچھ کہتے ہوئے ایک شرمندگی کا سا احساس ہوتا ہے اور میں اس وقت کے لیے شاید اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کر سکوں، جب تم پر شبہے کا اظہار کیا گیا تھا لیکن میرے دوست! ہم جس راہِ پُرخطر کے راہی ہیں اس میں ہر قدم نہایت احتیاط اور ہوش مندی کا تقاضا کرتا ہے۔ اولیو باورڈ نے ایک جال بچھایا تھا تمھارے خلاف اور بدقسمتی سے ہمارے چند ساتھی اس جال میں پھنس گئے۔ تم پر شک کیا گیا اور اس کے بعد تم ہم سے بددل ہو گئے لیکن درحقیقت یہ ہمارے لیے ایک بڑا نقصان تھا جو تمھاری جدائی کی شکل میں ہمیں برداشت کرنا پڑا۔ تم نے قدم قدم پر ہمیں ہماری غلطی کا احساس دلایا اور ہم تڑپتے رہ گئے لیکن اب لائن آف کرو زل میں تم نے جو کچھ کیا ہے، اس کے بعد ہم میں قوتِ برداشت نہ رہی، ہم جانتے تھے کہ اگر تمھیں باقاعدہ بیروت میں مدعو کیا گیا تو تم کبھی یہاں نہیں آؤ گے۔ چنانچہ تمھیں اس طرح یہاں لایا گیا۔ ممکن ہے تمھیں یہ بات بھی ناگوار گزری ہو لیکن ہم تمھیں تمام ناگوار باتوں کی معذرت کے لیے ہی یہاں لائے ہیں۔"

میں خاموشی سے یہ سب سن رہا تھا۔ پھر میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا: "یہ حقیقت ہے جناب کہ مجھے اپنی ذات پر کیے گئے شک سے بے پناہ صدمہ پہنچا تھا اور میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ دوبارہ کبھی بیروت کا رخ نہیں کروں گا۔ جہاں تک لائن آف کرو زل کے لیے یا فلسطینی مفادات کے لیے کام کرنے کا تعلق ہے تو یہ میرے اپنے روحانی سکون کا معاملہ ہے۔ اس سلسلے میں نہ میں نے کبھی کوئی دباؤ قبول کیا اور نہ ہی میرے پیشِ نظر کبھی کوئی مالی مفاد رہا ہے۔ بس اپنی حیثیت اور صلاحیت کے مطابق کام کرتا رہتا ہوں۔ اس بات سے بے نیاز ہو کر میرے بارے میں لوگوں کی کیا رائے ہے۔ بہرطور آپ نے مجھے یہاں بلایا، میں اس کے لیے آپ کا شکرگزار ہوں۔ جہاں تک معافی تلافی کا مسئلہ ہے تو آپ مجھے اس کے لیے شرمندہ نہ کریں۔ میں خلوصِ دل سے کہتا ہوں کہ میرا دل ان لوگوں کی جانب سے صاف ہو چکا ہے جنھوں نے اُسے زخمی کرنے کی کوشش کی تھی۔ البتہ ایک مؤدبانہ گزارش یہ ضرور کروں گا کہ اب مجھے اس کے لیے مجبور نہ کیا جائے کہ میں کسی مخصوص ڈیپارٹمنٹ کی ہدایات کے تحت کام کروں۔ میں نے بغیر کسی لالچ کے اپنے آپ کو فلسطینیوں کے لیے وقف کیا ہے اور زندگی میں جب تک حالات نے مجھے موقع دیا، اپنے اس مشن کو آگے بڑھاتا رہوں گا۔ اس کے لیے میں خود کو کسی خاص تنظیم یا ادارے سے وابستہ کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ میں کہیں بھی ہوں، جب بھی یہ محسوس کروں گا کہ فلسطینیوں کو میری ضرورت ہے۔ فوری طور پر سرگرمِ عمل ہو جاؤں گا۔"

"نہیں علی، اب تمھیں باقاعدہ ہمارے ساتھ شامل ہو کر کام کرنا ہو گا، یہ میری دلی خواہش ہے۔" ان کے لہجے میں تحکم کے ساتھ محبت و اپنائیت تھی جیسے کوئی باپ اپنے سرکش بیٹے سے مخاطب ہو۔ چنانچہ اب میرے لیے مزید انکار کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔

چند لمحے سر جھکائے میں خاموش رہا پھر میں نے نرم لہجے میں کہا: "آپ کی خواہش کا احترام مجھ پر فرض ہے اور آپ کے حکم سے انحراف کی میں جرأت نہیں کر سکتا۔"

وہ آگے بڑھے اور مجھے سینے سے لگا لیا پھر بولے: "آفرین ہے تم پر علی، میں تم سے خوش ہوں۔ فی الحال تمھارا قیام بھی بیروت ہی میں رہے گا۔"

"اگر... اس کے لیے مجھے مجبور نہ کیا جائے تو..."

"ہاں، اس موضوع پر تم سے بعد میں گفتگو ہو جائے گی۔"

وہ میری پیٹھ تھپکتے ہوئے بولے۔

میری قیام گاہ کے لیے ایک خوبصورت عمارت منتخب کی گئی تھی۔ نائمہ برق مجھے اپنے ساتھ لے کر چل پڑی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا: "سوری علی، تمھیں احساس ہو رہا ہو گا کہ ہم سب نے تمھارے خلاف سازش کی ہے لیکن یہ تو بتاؤ، آخر تم کب تک ہم سے جدا رہ سکتے تھے۔ تمھارے سینے میں ہماری محبت کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی ہے اور اس کا ثبوت تم ہمیشہ دیتے رہے ہو۔ تو کیا تمھارے خیال میں ہم اتنے ہی بے حس تھے کہ اپنی حماقتوں کا ازالہ کرنے کی کوشش بھی نہ کرتے؟"

"ٹھیک ہے نائمہ، جو کچھ ہوا اس پر تبصرہ کرنا بے کار ہے۔ لیکن محترمہ، میں زیادہ عرصے یہاں قیام نہیں کروں گا۔ مجھے امریکا جانے کی اجازت ضرور دی جائے۔"

"تمھیں بھلا کون روک سکتا ہے؟" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

نائمہ، مجھے ایک شاندار عمارت میں لے آئی۔ یہاں ایک خوبصورت خوابگاہ میرے لیے آراستہ تھی۔ بڈ کو ایک دوسری عمارت میں بھیج دیا گیا تھا اور مجھے اس بارے میں کوئی تفصیل بھی نہیں بتائی گئی تھی۔ نہ ہی مسعود طلحہ اور عائشہ کی رہائش گاہ میرے علم میں تھی۔

رات کا وقت تھا اور اب میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا لہٰذا نائمہ مجھ سے اجازت لے کر رخصت ہو گئی اور میں اپنی خوابگاہ میں مسہری پر دراز ہو گیا۔ ذہن میں بے شمار خیالات تھے۔ تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں سوچ رہا تھا، ان لوگوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو کچھ مجھ سے کہا گیا تھا اس کے بارے میں سوچ رہا تھا اور انھی سوچوں میں میرا ذہن الجھا ہوا تھا کہ دفعتاً دروازے پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔

"کون ہے؟ آجاؤ۔" میں نے بلند آواز سے کہا۔

دروازہ کھلا اور کوئی دبے قدموں سر جھکائے اندر داخل ہوا، ساتھ ہی ایک مانوس سی خوشبو کمرے میں پھیل گئی جس نے مجھے چونکا دیا اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے آنے والے کو دیکھا اور دوسرے ہی لمحے جیسے میرا ذہن جھنجھنا اٹھا، میں حیرت سے اسے دیکھتا ہی رہ گیا، پھر مجھے خیال آیا کہ کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں؟ لیکن وہ خواب نہیں تھا، ایک زندہ حقیقت تھی۔

تہذیب مالکم ایکس میرے سامنے موجود تھی۔ اپنی اس وقت کی کیفیت کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا تھا، وہ فوری طور پر میرے لیے ناقابلِ یقین تھا۔ میں آنکھوں کو مسلنے لگا۔ وہ دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد چند قدم آگے بڑھ آئی تھی اور یقیناً تہذیب ہی تھی۔ میری بصارت مجھے دھوکا نہیں دے رہی تھی۔ میں مسہری سے نیچے اُتر آیا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ ایک خیال ذہن میں یہ بھی آیا تھا کہ ممکن ہے اس کے چہرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پر کوئی ماسک وغیرہ ہو۔

"اگر یہ کوئی مذاق ہے تو میرا خیال ہے، میرے ساتھ اس سے زیادہ سخت مذاق اور نہیں کیا جا سکتا۔"

"اگر اسے مذاق سمجھتے ہو علی، تو پھر تمھاری مرضی۔" آواز تہذیب مالکم ایکس ہی کی تھی۔

"اور اگر یہ تم ہی ہو تو... تو شاید ان لوگوں نے اپنے پچھلے تمام گناہ دھو ڈالے۔"

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور اپنی پیشانی میرے سینے سے ٹکا دی۔ "علی! کیا بدن سے اٹھنے والی لہریں ایک دوسرے کو نہیں پہچان سکتیں۔ چہروں پر تو ماسک لگائے جا سکتے ہیں لیکن... لیکن...!"

"آہ تہذیب! خدا کی قسم... خدا کی قسم..." میرے منہ سے صرف اتنا ہی نکلا تھا۔

تہذیب کے اس طرح مل جانے کی توقع نہیں تھی۔ اس وقت میرے دل کی سب سے بڑی آرزو یہی تھی کہ میں امریکا پہنچ جاؤں، تہذیب سے ملاقات کروں لیکن ان لوگوں نے میرے سلسلے میں اچھا خاصا ڈراما کیا تھا۔ بہت دیر تک ہم سانسوں کا سنگیت اور دھڑکنوں کی سرگوشیاں سنتے رہے پھر میں تہذیب کا ہاتھ پکڑ کر مسہری تک لے آیا اور اُسے مسہری پر بٹھا دیا۔

"آپ کی صحت کافی اچھی ہو رہی ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"تم بھی مجھے مطمئن نظر آتی ہو تہذیب۔"

"ہاں! کیوں نہیں۔ ظاہر ہے آپ کے مل جانے کی خوشی جو ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"تہذیب، یقین کرو، میں تمھیں اپنے اس وقت کے جذبات کے بارے میں الفاظ میں نہیں بتا سکتا۔"

"الفاظ میں بتانے کی ضرورت ہی نہیں جو دیکھ رہی ہوں، اس پر پورا پورا یقین ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔

میں کرسی پر جا بیٹھا۔ درحقیقت میں اسے دیر تک دیکھنا چاہتا تھا اور پھر میں اسے دیر تک دیکھتا رہا۔ وہ بھی خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے احساسات کی دنیا اس وقت عجیب تھی۔ پھر میں اچانک ہنس پڑا۔ "ان لوگوں نے واقعی میرے ساتھ ایک دلچسپ شرارت کی ہے۔ ایک ایسی شرارت جو اُن کا احسان بن کر ہمیشہ مجھے یاد رہے گی۔"

"بہت جذباتی ہو رہے ہو علی۔" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم میری کیفیت کا اندازہ نہیں لگا سکتیں تہذیب۔ میں تم سے ملنے کے لیے سخت بے چین تھا۔ میں جلد از جلد ان لوگوں سے نجات حاصل کر کے تمھارے پاس پہنچنا چاہتا تھا لیکن انھوں نے میرے اور تمھارے درمیان فاصلے کم کر کے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔"

"چلو ان کا شکریہ ادا کر دینا۔" تہذیب ہنس دی۔ پھر کہنے لگی۔ "لائن آف کرونزل کے سلسلے میں عظیم الشان کامیابی پر مبارکباد قبول کرو علی۔"

"شکریہ تہذیب، یہ بڑی ہنگامہ خیز مہم رہی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے تفصیلات معلوم ہوتی رہی ہیں۔ یہ لوگ واقعی تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔"

"اب مجھے یقین آگیا ہے۔" میں نے کہا۔

اس کے بعد دیر تک میں خاموشی سے تہذیب کو دیکھتا رہا۔ وہ شرما رہی تھی۔ یہ خاموشی کافی طویل ہو گئی تو تہذیب نے کہا "اب سو جاؤ علی، تھکے ہوئے ہو۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"کیوں؟" تہذیب مسکرا کر بولی۔

"اب تم یہ بتاؤ کہ امریکا میں تم پر کیا گزری؟"

"سب کچھ ٹھیک ٹھاک رہا۔ تم نے مجھے ہدایت کر دی تھی کہ خاموشی سے وقت گزاروں اور میرے لیے یہ ضروری تھا کہ میں اس ہدایت پر عمل کروں۔"

"کسی قسم کی کوئی الجھن تو نہیں پیش آئی؟"

"نہیں۔ میں نے اپنے آپ کو بالکل محدود کر لیا تھا۔ چنانچہ کوئی بھی میری گرد کو نہ پا سکا۔ ہاں، اخبارات مسلسل چھپتے رہے تھے اس دوران۔"

"یہاں کب پہنچیں؟"

"آج گیارھواں دن ہے۔"

"تمھیں یہاں تک لانے والا کون تھا؟"

"ناصر عزیزی۔ بہت ہی نیک طبع انسان ہیں۔"

"کس بنیاد پر تمھیں یہاں لایا گیا تھا؟"

"تمام حقیقت مجھے بتا دی گئی تھی اور پھر ناصر عزیزی صاحب کی شخصیت ہی کچھ ایسی تھی کہ میں ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی۔ وہ ایک انتہائی نیک نفس بزرگ ہیں۔ ان کی باتوں پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لینے کو جی چاہتا ہے۔ تمھارے بارے میں جو کچھ گفتگو ناصر صاحب نے کی تھی، اس کی تقریباً اسّی فیصد تفصیل مجھے معلوم تھی۔ اس کے بعد انھوں نے کہا کہ روٹھے ہوئے علی یار خان کو منانے کے لیے میں ان کی مدد کر دوں۔ تمام منصوبہ انھوں نے مجھے بتا دیا تھا۔ چنانچہ میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا اور پھر یہ بات بھی میرے لیے بہت دلکش تھی کہ میں وقت سے بہت پہلے بیروت میں تم سے ملاقات کر لوں۔ ایک ایک لمحہ شاق تھا مجھ پر۔ چنانچہ میں تیار ہو گئی۔"

"اس میں کوئی دھوکا بھی ہو سکتا تھا تہذیب۔"

"نہیں علی، تہذیب پر اتنا بھی بھروسا نہیں تمھیں؟" تہذیب

نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ان لوگوں نے تمھیں پوری طرح اس بات کا یقین دلا دیا تھا کہ ان کے ذہن میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔"

"میں نے یقین کر لیا تھا۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"بہر طور، میں ان سب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے تمھاری صورت دکھائی۔"

وہ رات اس طرح گزر گئی کہ ہمیں وقت گزرنے کا احساس تک نہ رہا۔ کبھی میں کہتا اور تہذیب سنتی رہتی پھر وہ بولتی اور میں ہمہ تن گوش ہو جاتا۔ بیتے ہوئے لمحوں کو زبان مل رہی تھی۔ جدائی کے طویل عرصے میں ہم دونوں پر جو کچھ گزری تھی، وہ ایک دوسرے کو سنا کر دل کا بوجھ ہلکا کر رہے تھے۔

سورج کی روشنی نے ہمیں چونکایا تو یہ احساس ہوا کہ اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔ ہم دونوں بے حد مسرور تھے۔ صبح ملازمین نے اطلاع دی کہ کچھ لوگ ملاقات کے لیے آئے ہیں۔ چنانچہ جلدی جلدی ہم لوگوں نے غسل خانے میں جا کر منہ ہاتھ دھویا اور پھر ملازمین ہی کی رہنمائی میں ہم دونوں ناشتے کے کمرے میں پہنچ گئے۔ یہاں مسعود طلحہ اور سائیکا مائکر یعنی عائشہ کے ساتھ ایک باریش بزرگ موجود تھے جن کی صحت اس عمر میں بھی قابلِ رشک تھی۔ تمام بال سفید لیکن چہرے سے صحت کی رعنائی جھلک رہی تھی۔ بڑی ہی دلکش شخصیت تھی۔ مسعود طلحہ نے مسکراتے ہوئے مجھ سے ہاتھ ملایا اور جب میں ان بزرگ کی جانب متوجہ ہوا تو انھوں نے معانقے کے لیے دونوں بازو پھیلا دیے۔

ان سے معانقہ کر کے میں نے ان سے تعارف چاہا تو مسعود طلحہ کہنے لگا "یہ ناصر عزیزی ہیں۔"

"اوہ!" میں مسکرا دیا۔

ناصر عزیزی کہنے لگے "کہنے کو تو بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں تمھارے بارے میں علی لیکن ڈرتا ہوں کہ میرے الفاظ میرے جذبات کا ساتھ نہیں دے سکیں گے لہٰذا اس نامکمل اظہار سے میں خاموشی کو ہی بہتر سمجھتا ہوں۔"

"شکریہ ناصری صاحب! تشریف رکھیے۔ میں تو یہاں آتے ہی آپ کے احسان تلے دب گیا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تہذیب کی طرف دیکھا۔ اس نے سر جھکا لیا تھا۔

"میں تو ابھی تم پر بہت سے احسانات کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں علی، لیکن ان کی تفصیل بعد میں۔" ناصر عزیزی نے کہا۔ میں اُن کے الفاظ کا مفہوم نہیں سمجھ سکا تھا۔

پُر تکلف ناشتا شروع ہو گیا جس کا انتظام نہ جانے کس نے کیا تھا۔ اس بارے میں مجھے کچھ پتا نہیں تھا۔ مسعود طلحہ مسکرا رہا تھا اور عائشہ، تہذیب مالکم ایکس سے چپکی جا رہی تھی۔ نہ معلوم وہ سرگوشیوں میں کیا باتیں کر رہی تھیں۔

ناشتے کے کمرے سے اُٹھ کر ہم ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے اور اس کے بعد رسمی گفتگو شروع ہو گئی۔ مسعود طلحہ نے ہنستے ہوئے بتایا کہ اس منصوبے میں وہ بھی برابر کا شریک ہے اور یہ منصوبہ درحقیقت عائشہ کے ذہن کی اختراع ہے۔

"کیا مطلب؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"عائشہ نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ کیوں نہ تہذیب مالکم ایکس کو بیروت میں بلوا لیا جائے اور علی سے اس کی وہیں ملاقات کرائی جائے۔ عائشہ کی یہ تجویز مجھے اس قدر پسند آئی کہ میں نے فوراً ہی دوسروں سے رجوع کیا اور نائمہ برق میرے پاس پہنچ گئیں۔ اس کے بعد مجھے تمام صورت حال بتائی گئی کہ علی تنظیم سے برگشتہ ہیں اور اس کی بنیاد کیا ہے۔ تمھاری برگشتگی بے شک، درست اور جائز تھی لیکن علی، اس کے بعد تم نے جو کچھ کیا، اسے کون نظر انداز کر سکتا ہے اور تم سے دوری کیسے برداشت کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ یہ پروگرام عزیزی صاحب کے ہاتھوں تکمیل پایا۔"

"ہوں! بہر طور، میں تم سب کا شکر گزار ہوں، خاص طور سے بزرگ عزیزی صاحب کا جنھوں نے مجھے تہذیب کی صورت دکھائی۔"

ناصری صاحب کہنے لگے "مگر میاں، یہ تمھاری تہذیب جو ہے نا، یہ میری بیٹی ہے اور میرے پاس رہتی ہے۔ اس وقت تو میں نے اسے تم سے ملنے کی اجازت دے دی تھی مگر آئندہ اگر تم اس سے ملنا چاہو تو غریب خانے تک آنے کی زحمت کرنا پڑے گی، میں اسے یہاں رہنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

ناصر عزیزی صاحب کی شفقت و محبت کا یہ انداز مجھے بہت بھلا لگا۔ ان کی بات سن کر میں ہنسنے لگا۔

عزیزی صاحب بولے "یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے علی، بیٹیاں شادی سے پہلے باپ کے گھر میں ہی رہیں تو بہتر ہے۔ میں اس سلسلے میں کسی رعایت کا قائل نہیں ہوں۔"

"میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں اور آپ کے اختیارات کو چیلنج کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔" میں نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں، یہ ہوئی نا بات۔ چنانچہ عزیزم، اب یہ مناسب ہوگا کہ تم رات کے کھانے پر میرے یہاں آؤ اپنے دوستوں کے ساتھ۔ وہاں تہذیب تمھاری میزبانی کرے گی۔"

میں نے تہذیب کی جانب دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ خاصی دیر تک ناصر عزیزی صاحب، مسعود طلحہ اور عائشہ میرے ساتھ رہے۔ عائشہ کہنے لگی "اگر تہذیب یہاں سے جا رہی ہے تو میں بھی عزیزی صاحب ہی کے ساتھ قیام کروں گی۔ بلاشبہ علی، تمھارا انتخاب ایسا ہی ہے کہ اس پر رشک کیا جائے۔"

"اچھا... اچھا، ٹھیک ہے بھائی۔ اب میری حیثیت کچھ نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہی۔ تہذیب ہی سب کا مقصود بن گئی ہے تو پھر یہی سہی۔"

"تو پھر اجازت دو، شام کو تمھارا انتظار کیا جائے گا۔"

"مسعود! کیا تم بھی جا رہے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"اگر چاہو تو رک جاؤں۔"

"ہاں، میرا خیال ہے، مجھے تم سے کچھ گفتگو کرنی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے لیکن ایک بات کا وعدہ تم عزیزی صاحب کے سامنے کرو کہ ان لوگوں کے جانے کے بعد میری شامت نہیں آئے گی۔"

"شامت!" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں بھئی، بس کچھ ہے ایسا ہی معاملہ" مسعود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میاں، اب یہ تمھارا کام ہے کہ اپنے دوست سے کس طرح نمٹتے ہو۔ میں اس سلسلے میں تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔" ناصر عزیزی صاحب نے کہا۔

اس کے بعد وہ تہذیب اور عائشہ کو لے کر چلے گئے۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے مسعود کو دیکھا، وہ اداکاری کر رہا تھا۔

"یقین کرو، میرا صرف اتنا ہی قصور تھا کہ میں نے عائشہ کی بات پر عمل درآمد کر ڈالا۔"

"ٹھیک ہے یار، ویسے یہ بہت اچھا ہوا کہ تہذیب یہاں آگئی۔"

"اور کیا یہ اچھا نہیں ہوا کہ تنظیم کے لوگوں سے اختلاف ختم ہو گیا؟"

"نہیں مسعود، تنظیم کے لوگوں سے میرا کوئی اختلاف نہیں تھا۔ صورتِ حال تمھارے علم میں آ گئی ہوگی۔ میری نیت پر شک کیا گیا تھا۔ میں نے سوچا، اب ان کے درمیان کام کرنے کا مزہ نہیں رہا۔ چنانچہ اپنے طور پر کچھ کیا جائے، اس لیے میں باہر نکل گیا لیکن میرا نکل جانا بھی میرے لیے بہتر ہی ہوا۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ مجھے علم ہوا ہے کہ گوٹے ہل میں تہذیب سے تمھاری ملاقات ہوئی تھی۔"

"بہت کچھ معلوم کر چکے ہو تم لوگ میرے بارے میں،" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"اپنے ہیرو کے بارے میں تفصیلات کیوں نہ معلوم کی جائیں؟" اس نے فوراً ہی کہا اور میں مسکرا دیا۔

"مگر یہ بزرگ جو تہذیب پر قبضہ جما چکے ہیں، اسے ختم کرانے کی کیا ترکیب ہوگی۔ یار! ابھی تو میں اس سے پوری طرح مل بھی نہیں سکا ہوں۔"

"یہ بات ذرا قابلِ غور ہے۔ ناصر عزیزی صاحب واقعی سخت آدمی ہیں۔ تہذیب کو اپنی بیٹی بنا کر لائے ہیں تو باپ ہی کی طرح سرپرست بھی بننے کے خواہاں ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے لیکن اب کیا پروگرام ہے، یہ بتاؤ؟"

"میرا تو فی الحال کوئی پروگرام نہیں۔ ہاں اگر آپ کے ذہن میں کچھ ہے تو میں حکم کا منتظر ہوں۔" وہ شوخ لہجے میں بولا۔

"یار! میرا مطلب ہے کہ ہمیں یہاں سے روانگی کی اجازت کب ملے گی؟"

"ہمیں! یعنی تمھیں اور تہذیب کو؟"

"ہاں بھئی، ظاہر ہے، بیروت میں مستقل قیام تو ممکن نہیں ہے،" میں نے کہا۔

"ویسے جو تمھارا دل چاہے کرنا۔ ظاہر ہے، اس سے تمھیں کون روک سکتا ہے لیکن اب امریکا وغیرہ جا کر کیا کرو گے۔ بیروت میں قیام کرو اور اگر دل میں تنظیم کے لیے کام کرتے رہنے کی خواہش موجود ہے تو پھر یہیں سے کام جاری رکھو، اس میں کیا ہرج ہے؟"

"کوئی ہرج نہیں ہے، بس ایسے ہی سوچ رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔"

"یہ سوچنے کی فی الحال کوئی ضرورت نہیں۔ ویسے، مجھے تم پر رشک آتا ہے۔ تم لوگ بیروت میں قیام کرو گے اور مجھے واپس افریقہ جانا پڑے گا۔"

"کب جاؤ گے؟"

"خیر، ابھی تو جلدی نہیں ہے لیکن بہرطور جو امن و امان اور جو تحفظ تم نے لائن آف کروزل کو دیا ہے، اسے برقرار رکھنے کی ذمے داری ہم پر بھی تو عائد ہوتی ہے اور میں اپنے فرائض سے غفلت نہیں برتنا چاہتا۔ اس وقت تک جب تک خود مجھے وہاں سے ہٹنے کی اجازت نہ دے دی جائے لیکن علی! یقین کرو، تم سے الگ رہ کر دل نہیں لگتا۔ کچھ ایسی ہی انسیت ہو گئی ہے تم سے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا یار کہ تم مجھے اپنے ساتھ ہی گھسیٹ لو؟"

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"تمھارے شانہ بہ شانہ رہنا چاہتا ہوں... ارے ہاں! خوب یاد آیا، یہ تو بتاؤ کہ لائن آف کروزل کے لیے کام کرنے کے سلسلے میں کیا تم نے کوئی معاہدہ کیا تھا؟"

"ہاں، میں خود اس موضوع کو چھیڑنا چاہتا تھا۔"

"میرا خیال ہے علی، جو معاوضہ تم نے اس سلسلے میں طلب کیا تھا، وہ تمھارا حق ہے۔ ظاہری صاحب، میرا مطلب محمود ظاہری سے ہے، جانتے ہو نا انھیں؟"

"افسوس! تعارف نہیں ہو سکا۔"

"بہرطور وہ اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں اور انھوں نے اپنے طور پر اس معاوضے کی ادائیگی کے لیے کاغذات بھی داخل کر دیے ہیں جو تم نے مقرر کیا تھا۔"

میں مسکرانے لگا پھر میں نے کہا۔ "واقعی مسعود، مجھے وہ معاوضہ ملنا چاہیے۔"

"یقیناً ملے گا۔ میرا خیال ہے، اس میں دیر نہیں کی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے، اگر یہ بات ہے تو اپنے مالی مفاد کے لیے بھی مجھے بیروت میں قیام کرنا ہوگا۔"

مسعود طلحہ مسکرانے لگا تھا۔

"کیوں اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے؟" میں نے کہا۔

"تم نے تو ہائیل جوشیو کے سلسلے میں بھی ایک گراں قدر معاوضہ حاصل کیا تھا۔"

"تو پھر؟"

"کچھ نہیں، کچھ نہیں بھئی، جانے دیں اس بات کو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں... نہیں۔ جو کہنا چاہتے ہو کہو۔"

"وہ گراں قدر رقم تم نے شتیلا کیمپ بھجوا دی تھی۔"

"ٹھیک ہے، میں جن لوگوں کے لیے کماتا ہوں، ان تک اپنی کمائی پہنچا دیتا ہوں۔ اس میں کسی کو کیا اعتراض ہے؟"

"کوئی اعتراض نہیں۔ اعتراض کر بھی کون سکتا ہے؟"

مسعود طلحہ کافی دیر تک مجھ سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر اس نے جانے کے لیے اجازت مانگی۔

"کیوں! کہاں جاؤ گے؟"

"بھئی، کچھ ذمے داریاں ہیں جو نبھانی ہیں۔ ویسے رات کو میری بھی دعوت ہے۔ چونکہ میری بیوی چالاکی سے کام لے کر تہذیب مالکم ایکس کے پیچھے لگ گئی ہے، اس لیے ہم لوگوں کو بھی لفٹ ملتی رہے گی۔"

میں ہنسنے لگا۔

مسعود طلحہ چلا گیا تو میرے پاس سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ تہذیب مالکم ایکس کو ناصر عزیزی لے گئے تھے۔ ان سے میں کوئی اختلاف نہیں کر سکتا تھا۔ بالآخر تہذیب میری تھی اور ناصر صاحب اسے کب تک اپنے قبضے میں رکھ سکتے تھے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ شام کو اس سلسلے میں بات چیت ہو جائے گی۔ رات بھر کا جاگا ہوا تھا۔ اس لیے آنکھیں بوجھل تھیں۔ آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا اور گہری نیند سو گیا۔

سات بجے کے قریب مجھے ایک ملازم نے جگایا تھا۔ جاگا تو وقت پوچھا۔ سات بجنے کا سن کر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ تیاری بھی کرنی تھی۔ اس کے بعد ناصر عزیزی کے یہاں پہنچنا تھا۔ فی الحال اپنے ذہن کو دوسرے تمام معاملات سے آزاد رکھنا چاہتا تھا اس لیے کسی اور بارے میں نہیں سوچا تھا۔ یوں بھی لائن آف کروزل میں کامیابی کے بعد فی الحال کوئی ہدف میرے سامنے نہیں تھا سوائے اس کے کہ تہذیب کے ساتھ وقت گزاروں۔ بیروت میں قیام سے بھی مجھے کوئی عار نہیں تھا۔

تیار ہونے کے بعد میں بال سنوار رہا تھا کہ مسعود طلحہ میرے پاس آگیا۔ "مجھے بھی دعوت نامہ مل گیا ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور بھی لوگ ہوں گے وہاں؟"

"ہاں۔ خاصے بڑے پیمانے پر انتظام کیا گیا ہے،" مسعود طلحہ نے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں مسعود طلحہ کے ساتھ ایک کار میں بیٹھ کر جا رہا تھا۔

ایک مختصر سے سفر کے بعد ایک خوبصورت عمارت کے سامنے ہم لوگ رک گئے۔

ناصر عزیزی، تہذیب مالکم ایکس اور کچھ دوسری خواتین نے جن میں نائمہ برق بھی تھی، ہمارا استقبال کیا۔ اس کے بعد وہ لوگ ہمیں لے کر اندر داخل ہو گئے۔ وسیع و عریض ہال نما کمرے میں طعام کا انتظام کیا گیا تھا جہاں تقریباً سترہ افراد موجود تھے۔ ان میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ شخصیت ناصر عزیزی کی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ سب لوگ ان کا احترام کرتے ہیں۔ عائشہ، تہذیب مالکم ایکس سے بدستور چپکی ہوئی تھی اور بھی کچھ خواتین تھیں جو تہذیب کو اپنے نرغے میں لیے ہوئے تھیں۔ رسمی اور غیر رسمی گفتگو شروع ہو گئی۔ مختلف ٹولیوں کی صورت میں لوگ ہال میں گردش کرنے لگے۔ تہذیب بہت مطمئن اور مسرور تھی اور اس کے اس سکون کا احساس مجھے بھی اپنے سینے میں ہو رہا تھا۔ بہرطور یہ مسرتوں کا دن تھا۔ مسرتوں کی شام اور میں ان مسرتوں میں برابر کا شریک تھا۔

پُر تکلف ڈنر کے بعد ایک نشست اور ہوئی۔ اس نشست میں بھی مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی اور پھر مہمان رخصت ہونے لگے۔ آخر میں چند خواتین ہی رہ گئی تھیں جن میں ناصر عزیزی صاحب کی بیگم بھی تھیں۔ یہ خاتون بھی بہت ہی پُر وقار شخصیت کی مالک تھیں۔ مجھ سے کافی دیر تک گفتگو کرتی رہی تھیں۔ پاکستان میں میرے اپنے عزیز و اقارب کے بارے میں انھوں نے مجھ سے متعدد سوالات کیے تھے اور میں انھیں اپنے دیس کی باتیں بتا رہا تھا۔

جب کافی رات ہو گئی تو مسعود طلحہ نے میرے کان میں کہا۔ "برادرم! یہ بات تو میں جانتا ہوں کہ تم یہاں سے جانے کا نام بھی نہیں لو گے لیکن میرے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"نہیں مسعود، بس اب چلتے ہیں۔ البتہ تہذیب سے تنہائی میں ملنے کا موقع نہیں مل سکا۔"

"اس سلسلے میں اب میں آپ کو صبر کرنے کا مشورہ ہی دے

مشہور ترین جیوریک ویلوٹ
کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۲۲ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
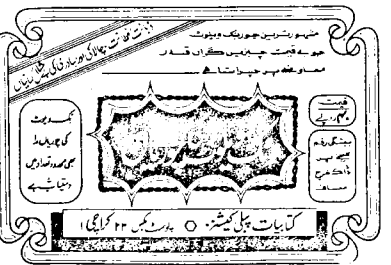
سکتا ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہوں، ٹھیک ہے بھئی۔" میں نے آہستہ سے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

ناصر صاحب سے اجازت طلب کی تو وہ مسکرانے لگے پھر بولے۔

"ٹھیک ہے علی، لیکن اب کب ملاقات ہوگی؟"

"جب آپ حکم دیں۔"

"تو پھر کل دوپہر کو میرے ساتھ کھانا رہے گا۔"

"نہیں، اگر آپ لوگ پسند کریں تو ایک تجویز میں بھی پیش کرتا ہوں۔" مسعود طلحہ کہنے لگا۔

"کیا؟"

"کل لنچ میری طرف سے کیوں نہ ہو جائے؟"

"کوئی ہرج نہیں ہے لیکن تم تو خود غریب الوطن ہو۔"

"اب اتنا غریب بھی نہیں ہوں۔ کوئی نہ کوئی بندوبست کر ہی لوں گا۔ کل دوپہر کا کھانا آپ حضرات میرے ساتھ کھائیں گے۔"

تھوڑی دیر کے بعد وہ سب مجھے برآمدے میں رخصت کر رہے تھے۔

اپنی رہائش گاہ پر پہنچ کر میں سخت بوریت محسوس کر رہا تھا۔ ناصر عزیزی صاحب میرے اور تہذیب کے درمیان دیوار بن گئے تھے۔ وہ رات بھی سخت بے چینی کے عالم میں گزری۔ دوسرے دن مسعود طلحہ نے ایک ہوٹل میں لنچ کا اہتمام کیا تھا۔ تمام لوگ اس دعوت میں شریک ہوئے۔ میں نے نائمہ برق سے صدف العیش کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ کسی مہم کے سلسلے میں بیروت سے باہر کہیں گئی ہوئی ہے۔ لنچ سے واپسی پر ایک بار پھر بوریت شروع ہوگئی۔ کبھی کبھی سخت جھنجلاہٹ کا شکار ہو کر سوچتا کہ ناصر عزیزی کے گھر جاؤں اور تہذیب کو اپنے ساتھ لے آؤں مگر پھر ناصر صاحب کی محبت و شفقت کا خیال آتا۔ میں ان کا دل بھی توڑنا نہیں چاہتا تھا۔ تہذیب پر بھی غصہ آ رہا تھا۔ وہ اگر چاہتی تو موقع نکال کر مجھ سے ملنے آ سکتی تھی۔ لیکن نہ معلوم کیوں اس نے بھی اس کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

دوسرے دن نائمہ برق، عائشہ اور مسعود طلحہ میرے پاس آئے، تہذیب ان کے ساتھ بھی نہیں آئی تھی۔ نائمہ برق کے ہونٹوں پر ایک سنجیدہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے چند لمحوں کے بعد گلا صاف کر کے کہا۔ "میں آپ سے ایک بہت ہی اہم موضوع پر گفتگو کرنے آئی ہوں۔ کیا آپ اس کے لیے مجھے وقت دے سکیں گے علی؟"

"کیا تنہائی ضروری ہے نائمہ؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ مسعود اور عائشہ کی موجودگی میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"تو پھر کہیے، کیا بات ہے؟" میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

"میں نے اس گفتگو کے لیے اہم کا لفظ استعمال کیا ہے علی، اور مجھے یقین ہے کہ آپ اسے پوری سنجیدگی کے ساتھ سنیں گے اور اس پر غور کریں گے۔"

"ہاں، ہاں ضرور۔ کہیے؟"

"ناصر عزیزی صاحب چاہتے ہیں کہ وہ اپنی بیٹی تہذیب مالکم کی شادی کر دیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے تہذیب مالکم ایکس سے گفتگو بھی کی ہے اور اس کے خیالات معلوم کیے ہیں۔ تہذیب شادی کے لیے آمادہ ہے۔ اب ناصر صاحب کی یہ خواہش ہے کہ آپ دونوں کو جلد از جلد رشتۂ ازدواج میں باندھ دیا جائے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کے خیالات معلوم کروں اور آپ سے اس کی اجازت لے لی جائے۔"

میں تعجب سے نائمہ برق کو دیکھنے لگا پھر میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں مسعود طلحہ اور عائشہ کی طرف دیکھا۔

"یہ حقیقت ہے۔" مسعود نے کہا۔ "ناصر عزیزی صاحب سے یہ گفتگو میرے سامنے ہی ہوئی تھی۔"

"پتا نہیں کیا کہہ رہے ہو تم لوگ!" میں نے حیرت سے کہا۔

"مسٹر علی! آپ یقین کر لیں کہ آپ نے جو کچھ سنا ہے، ہم نے وہی کہا ہے۔ ناصر صاحب، تہذیب کے سرپرست اور متولی ہونے کی حیثیت سے آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ بھی اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار کر دیں۔"

"لیکن... لیکن... میں...؟" میں اچانک بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا تھا۔ بات ہی کچھ ایسی تھی۔

"کیوں؟ اس سلسلے میں آپ کو کوئی اعتراض ہے؟" نائمہ برق نے سوال کیا۔

"نہیں نائمہ، لیکن میرا مشن ابھی تک مکمل نہیں ہو سکا ہے اور پھر تم یہ بات کیسے کہہ سکتی ہو کہ تہذیب بھی اس کے لیے تیار ہے۔ تہذیب سے میری اس موضوع پر جب بھی گفتگو ہوئی ہے، اس میں ہم نے یہی طے کیا ہے کہ جب تک فلسطین آزاد نہیں ہو جاتا، جب تک بے گھر اور کیمپوں میں آباد لوگ اپنے اپنے گھروں کی چھاؤں میں نہیں پہنچ جاتے ہم بھی اپنا گھر بسانے کے بارے میں نہیں سوچیں گے۔"

"ناصر عزیزی صاحب نے تہذیب سے اس موضوع پر گفتگو کی ہے اور وہ اس بات کی قائل ہو گئی ہے کہ یہ مشن اس فریضے کی ادائیگی کے بعد بھی جاری رکھا جا سکتا ہے، چنانچہ آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے علی۔ یہ بات ہم لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔" میں ایک عجیب کیفیت محسوس کرنے لگا تھا۔ تہذیب سے آج تک میری جتنی گفتگو ہوئی تھی، اس میں یہ بات بہت کم زیر بحث آئی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو دل و جان سے چاہتے تھے اور ذہنی طور پر ایک دوسرے کو ہمیشہ کے لیے قبول کر چکے تھے لیکن اپنے مقصد کے لیے میں نے خود کو جس طرح وقف کیا تھا، تہذیب نے کبھی اس کی مخالفت نہیں کی تھی تو پھر وہ کون

سے عوامل تھے جن کی وجہ سے تہذیب، ناصر عزیزی کی اس تجویز سے متفق ہو گئی تھی؟ میں الجھی ہوئی نظروں سے ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔

مجھے خاموش دیکھ کر نائمہ نے پھر کہا۔ "میں سمجھتی ہوں کہ آپ مجھ سے اس موضوع پر جس طرح چاہیں بحث کر سکتے ہیں۔ تہذیب سے آپ کی شادی کے بعد کوئی ایسی الجھن سامنے نہیں آئے گی جو آپ کو آپ کے مقصد سے روکے۔"

"اس کے لیے صرف ایک ہی بات میں تم سے کہوں گا نائمہ۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ہاں۔ فرمائیے؟"

"تہذیب کو میرے پاس بھیج دو۔ اس سے گفتگو کیے بغیر میں کسی فیصلے کا اظہار نہیں کروں گا۔"

"تو کیا آپ ہمیں احمق سمجھتے ہیں! تہذیب ابھی چند منٹ کے بعد یہاں پہنچنے والی ہے اور آپ کو اس کی آمد سے پہلے ہمیں یہ بات بتانی ہے کہ ہم آپ کا جواب کس وقت تک وصول کر سکتے ہیں؟"

"ہوں۔ تو گویا آپ لوگ پوری طرح تیار ہو کر آئے ہیں۔ بہرطور چند گھنٹے کی مہلت تو ہمیں لازمی چاہیے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ شام کی چائے کا بندوبست ہمارے لیے کر لیجیے گا۔ ہم ٹھیک پانچ بجے پہنچ جائیں گے۔" نائمہ برق نے کہا اور پھر وہ تینوں مجھ سے رخصت ہو کر چلے گئے لیکن جو کچھ وہ کہہ کر گئے تھے، وہ ایک ناقابلِ یقین سی بات تھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا اور اب میں بے چینی سے تہذیب مالکم ایکس کا منتظر تھا۔

ایک ایک لمحہ گزارنا دشوار ہو رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ تہذیب ان لوگوں کے کہنے سے اس بات پر کیسے تیار ہو گئی۔ ایک لمحے کے لیے بیٹھ کر غور کیا اور تہذیب کو اپنی زندگی میں اپنی بیوی کی حیثیت سے محسوس کیا تو دل کو ایک انوکھی سی فرحت کا احساس ہوا۔ ہاں، یہ حقیقت تھی۔ اگر ہم دونوں ایک دوسرے کی زندگی میں اس انداز میں شامل ہو بھی جائیں تو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ ہم اپنا مشن تو جاری رکھ سکتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہمیں اپنے لیے کچھ تبدیلیاں کرنی پڑیں گی لیکن یہ تبدیلیاں ناخوشگوار تو نہ ہوں گی۔ میرے رگ و پے میں مسرت کی لہریں دوڑنے لگیں۔ یہ کام میں جب چاہتا کر سکتا تھا۔ تہذیب سے اگر میں براہِ راست اس خواہش کا اظہار کرتا تو وہ بھلا کہاں انکار کرتی لیکن ہم دونوں نے اپنی اپنی زبان کو قفل لگا رکھے تھے اور اپنے مشن کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا محور بنا لیا تھا۔

دفعتاً ایک ملازم نے مجھے تہذیب کی آمد کی اطلاع دی اور میں بے اختیارانہ انداز میں برآمدے کی طرف دوڑا چلا گیا۔

تہذیب کار سے نیچے اتر رہی تھی۔ وہ خود ہی کار ڈرائیو کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی تھی۔

وہ سنجیدہ چہرہ لیے میرے نزدیک پہنچ گئی۔ میں اسے بڑی متعجب نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ تہذیب کی سنجیدگی نے مجھے بھی سنجیدہ ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس وقت جذباتیت سے کام نہیں لینا تھا۔ ہم دونوں خاموشی سے اندر آ گئے اور میں نے تہذیب کو اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ البتہ ایک بات میں نے محسوس کی تھی کہ وہ مجھ سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔ چند لمحے میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور پھر میں نے کہا۔ "تہذیب، تم سے اس انداز میں گفتگو کرتے ہوئے بڑا عجیب سا محسوس ہو رہا ہے مجھے۔ درحقیقت یہ لوگ ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہمارے لیے نیک جذبات رکھتے ہیں لیکن جو کچھ فیصلہ کرنا ہے، ہمیں خود ہی کرنا ہے۔ میں زیادہ تمہید نہیں باندھوں گا۔ مسعود طلحہ، نائمہ برق اور عائشہ میرے پاس آئے تھے، انھوں نے مجھے ناصر عزیزی کا ایک پیغام دیا۔ میں اس بات کو بہت ہی سرسری انداز میں لیتا لیکن نائمہ برق نے کہا کہ ناصر عزیزی نے تم سے بھی اس موضوع پر گفتگو کی ہے اور تم نے آمادگی کا اظہار کر دیا ہے۔"

"ہاں۔" تہذیب نے انتہائی ٹھوس لہجے میں کہا اور میں تعجب سے اس کی صورت دیکھنے لگا۔ پھر میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

"تو یہ سب کچھ کیا مجھ سے نہیں کہا جا سکتا تھا؟"

"نہیں۔" تہذیب پھر اسی انداز میں بولی۔ وہ مسکرائی تک نہیں تھی۔

"ٹھیک ہے، مجھے اس جواب سے خوشی ہوئی کیونکہ تم نے جو کچھ کہا ہے، صاف گوئی سے کہا ہے لیکن پھر بھی میں یہ ضرور جاننا چاہوں گا کہ آخر اس سب کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"بس، اس لیے کہ پہلے یہ خیال میرے ذہن میں نہیں آیا تھا۔" تہذیب بولی۔

"اچانک کیوں پیدا ہوا؟" میں نے زور دے کر کہا۔

"ناصر عزیزی نے اور نائمہ برق نے مجھ سے یہ بات کی تھی، عائشہ بھی اس میں شریک تھی۔"

"کیا کہا تھا انھوں نے؟"

"یہی کہا تھا کہ اگر ہم دونوں یکجا ہو جائیں تو اس میں کیا ہرج ہے۔"

"تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے انھیں بتایا کہ میں علی کے مشن میں رخنہ اندازی نہیں چاہتی۔ میں نہیں چاہتی کہ علی اپنے معمولات تبدیل کریں اور میری وجہ سے انھیں کسی الجھن کا سامنا کرنا پڑے۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ ازدواجی زندگی کے مسائل کچھ اور ہو جاتے ہیں اور ہمارے پاس ان مسائل سے نمٹنے کے لیے وقت نہیں ہے، علی کا مشن اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی اجازت نہیں دیتا۔"

"ہُوں، توپھر انھوں نے کیا جواب دیا؟"

"انھوں نے کہا کہ اس سے کوئی بہت بڑا فرق نہیں پڑے گا بلکہ دو ذہن زیادہ یکسو ہوکر کام کرسکتے ہیں۔ کافی بحث کے بعد انھوں نے مجھے اس کے لیے قائل کردیا۔ میں نے جب ان سے گفتگو کے بعد اپنے آپ کو ٹٹولا تو یہ محسوس کیا کہ یہ خواہش تو میرے پورے وجود میں جاگزیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ کبھی زبان تک نہیں آسکی یا ذہن نے اس انداز میں نہیں سوچا۔ اب جب کچھ سوچنے والے اس انداز میں سوچ رہے ہیں اور انھوں نے یہ بات میرے کانوں میں ڈالی ہے تو میرے اندر سے یہ آواز ابھرتی ہے کہ یہ سب کچھ تو یقیناً ہونا چاہیے تھا بلکہ بہت پہلے ہوجانا چاہیے تھا۔"

تہذیب اس وقت انتہائی ٹھوس اور صاف لہجے میں بول رہی تھی۔ اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا بلکہ جو الفاظ وہ اپنے مُنہ سے ادا کررہی تھی، وہ اس کے دلی جذبات کے آئینہ دار تھے۔

میں نے آنکھیں بند کرلیں اور غور کرنے لگا۔ تہذیب کو میں نے مختلف رنگوں میں اپنے ساتھ دیکھا اور میرا رُواں رُواں مسرت سے کانپنے لگا۔ واقعی... واقعی... تہذیب تو میری زندگی کا ایک حصّہ ہی تھی اور اس حصّے کو اپنے آپ سے دور رکھ کر میں نے خود پر بھی اور اس پر بھی ظلم کیا تھا۔ اس سے زیادہ واضح الفاظ میں وہ اور کیا کہہ سکتی تھی۔

تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد میں نے آنکھیں کھولیں اور پھر آہستہ سے بولا "ٹھیک ہے تہذیب، میں بھی اپنے آپ کو ان جذبوں سے علیٰحدہ نہیں کرسکتا۔ اگر یہاں پر یہی سب کچھ ہونا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ خداوندِ عالم ہمیں کچھ اور مسرتیں دینا چاہتا ہے۔ میں نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ تہذیب سے گفتگو کیے بغیر میں ان لوگوں کو کوئی جواب نہیں دے سکتا لیکن اب میں انھیں جواب دے دوں گا کہ مجھے یہ تجویز منظور ہے۔"

تہذیب نے آنکھیں بند کرلیں۔ اس کا چہرہ مسرت سے چمک اٹھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ اٹھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور ہونٹ لرز رہے تھے۔ میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیے تو تہذیب نے آنکھیں کھول دیں۔

"علی، یہ مت سوچنا کہ میں نے اپنے جذبات کے ہاتھوں میں کھیل کر تمھارے راستے روک دیے ہیں۔ تمھیں خدا کا واسطہ علی، یہ مت محسوس کرنا۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

میں نے اس کا سر اپنے سینے سے لگالیا اور بولا "نہیں تہذیب، میں بھی اپنے آپ کو اس خواہش سے باز رکھنے کے لیے نہ معلوم کیا کیا جتن کرتا رہا ہوں، یہ تم نہیں جان سکتیں۔"

کافی دیر تک ہم دونوں جذبات میں ڈوبے رہے۔ پھر تہذیب دو قدم پیچھے ہٹ کر بولی "اب فی الحال ہماری ملاقات نہیں ہوگی۔ تمام معاملات آپ کو ناصر عزیزی سے طے کرنا ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے بھئی، وہ اچانک ہی ہمارے سُسر بن گئے ہیں۔ سُسر سمجھتی ہونا؟"

"کیوں نہیں۔" تہذیب نے ناز بھرے انداز میں کہا۔

"تو پھر اب ہم ان کی خدمت میں حاضری دیں گے اور اب جبکہ یہ پروگرام سامنے آگیا ہے تو مزید انتظار بھی ممکن نہیں رہا ہے چنانچہ میں یہی چاہوں گا کہ جس قدر جلد از جلد یہ سب کچھ ہوجائے، بہتر ہے۔"

تہذیب مسکرانے لگی پھر وہ مجھ سے اجازت لے کر واپس مُڑ گئی۔ میں اُسے باہر تک چھوڑنے آیا تھا۔

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے کار اسٹارٹ کی، میری طرف ہاتھ ہلایا اور کار عمارت سے باہر نکل گئی۔ میں اس کی جاتی ہوئی کار کو عقب سے دیکھتا رہا۔ میرے دل میں مسرتوں کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ واقعی وہ سب کچھ اچانک ہوگیا تھا جس کی مجھے امید نہیں تھی اور جسے میں صرف ایک آرزو کی حیثیت دیتا تھا جس کی تکمیل بظاہر مجھے ممکن نظر نہیں آتی تھی لیکن حالات نے اچانک ہی یہ رُخ اختیار کرلیا تھا تو میری مسرتوں کا ٹھکانا نہیں رہا تھا۔ واقعی... واقعی تہذیب کو میری زندگی میں شامل ہوجانا چاہیے، کم از کم یہ حسرت لے کر تو اس دنیا سے رخصت نہیں ہوں گا کہ میں اپنا محبوب بھی نہیں پاسکا۔ یہ حقیقت ہے کہ تہذیب ہر طرح سے میری معاون تھی اور اس شادی کے بعد بھی اگر میں اپنے مشن کو جاری رکھتا تو کم از کم تہذیب اس میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتی تھی۔ آنے والے خوشگوار مستقبل کو آنکھوں میں سجائے میں اس آرام گاہ کے ایک گوشے میں جا بیٹھا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک ملازمہ نے پھر میری خاموشی میں مداخلت کی اور میرے قریب پہنچ گئی۔

"معاف کیجیے گا، مسٹر بڈ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ بڈ!" میں نے کہا۔ بڈ بھی میرے ساتھ ہی آیا تھا لیکن چونکہ وہ نسلاً عرب نہیں تھا اور اس کے معاملے میں ذرا کچھ الجھنیں تھیں، اس لیے اسے میری خواہش پر ایک الگ جگہ دے دی گئی تھی اور مجھے اس بات کا تھوڑا سا افسوس بھی ہوا کہ اس دوران میں بڈ سے بالکل لاتعلق رہا تھا۔

بڈ میرے نزدیک پہنچ گیا اور میں نے اس سے پُرجوش مصافحہ کیا۔

"سوری چیف! حقیقت یہ ہے کہ میں آپ کے معاملات میں اس وقت تک مداخلت نہیں کرنا چاہتا تھا جب تک آپ خود میری ضرورت محسوس نہ کریں۔ ویسے یہ بھی حقیقت ہے کہ امریکا جانے کے بجائے بیروت میں اترتے ہوئے مجھے عجیب سا لگا تھا لیکن میں کیا کہتا میں تو چیف کا سایہ ہوں اور مجھے ایسے معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے لیکن آپ سے ملاقات کیے ہوئے چونکہ کافی دن گزر گئے تھے اس لیے حاضری دینے آگیا ہوں۔"

"سوری بڈ۔ واقعی یہاں بے پناہ مصروفیات رہیں اور ان مصروفیتوں کے درمیان میں تم سے ملاقات نہیں کرسکا۔" مجھے اپنی اس کوتاہی کا شدت سے احساس ہورہا تھا۔ بڈ واقعی معزز حیثیت کا مالک تھا لیکن یہاں کچھ ذہن ایسا اُلجھا تھا کہ میں اُسے تقریباً بھول ہی گیا تھا۔

"اس میں سوری کی کیا بات ہے چیف، اور پھر بیروت ایسی جگہ تو نہیں جہاں بڈ جیسے آدمی کو تنہائی کا احساس ہو اور پھر یہاں تو میری بہت سی شناسائیں نکل آئیں۔" بڈ نے اس انداز میں کہا کہ مجھے ہنسی آگئی۔

"شناسائیں!" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ہاں چیف، بڈ کی شناسائیں کہاں نہیں ہیں۔"

"گویا عیش ہی عیش ہیں۔"

"تمھارے راج میں چیف، تمھارے راج میں۔"

"اچھا ہوا بڈ تم آگئے، ورنہ مجھے تم سے رابطہ قائم کرنے کے لیے دوسرے لوگوں کی مدد حاصل کرنا پڑتی۔ یہاں جو واقعات پیش آئے ہیں اس میں کچھ ایسی باتیں ہیں کہ تم سنو گے تو ہنسو گے۔"

"وعدہ کرتا ہوں چیف، نہیں ہنسوں گا۔"

"میں شادی کررہا ہوں۔"

"تو تمھارا کیا خیال ہے چیف، کیا تم سے دور رہ کر میں تم سے اس قدر لاعلم رہوں گا؟"

"کیا مطلب!" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"مطلب یہ کہ یہ اطلاع اب سے تھوڑی دیر قبل میرے کانوں تک پہنچی ہے۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ تو اس کا مطلب ہے کہ تمھارا جاسوسی کا نظام خاصا بہتر ہے۔"

"ہاں چیف، اسے بہتر ہونا ہی چاہیے۔ میری طرف سے مبارک باد قبول کرو اور بڈ کو اس کی خدمات کے بارے میں تفصیلات بتادو۔"

"ابھی نہیں بڈ۔ تمھارا قیام کہاں ہے؟"

"ہوٹل گیلارڈ میں۔ بڑا عمدہ ہوٹل ہے چیف، بڑے اچھے لوگوں کی قیام گاہ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ابھی فی الحال تم گیلارڈ میں ہی قیام کرو، میں جلد ہی تمام صورت حال سے تمھیں آگاہ کردوں گا۔"

"او کے چیف۔ بڈ ہر خدمت کے لیے حاضر ہے۔"

"بس ذرا اپنی شناساؤں سے محتاط رہنا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ تو میں ہمیشہ ہی رہتا ہوں چیف۔"

بڈ تھوڑی دیر تک مزید بیٹھا اور اس کے بعد اجازت لے کر چلا گیا اور میں ایک بار پھر اپنے تصورات میں ڈوب گیا۔ میں نے پہلی بار سنجیدگی سے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میرا مشن میری زندگی کی ہر شے سے زیادہ قیمتی تھا لیکن تہذیب مالکم ایکس اگر میری زندگی میں شامل ہورہی تھی تو اس کے بعد مجھ پر کچھ اور ذمّے داریاں بھی عائد ہوجاتی تھیں۔ دنیا کے کسی بھی ملک، کسی بھی خطّے میں مَیں جاکر رہ سکتا تھا۔ تہذیب کے ساتھ پُرسکون لمحات میں وقت گزار سکتا تھا اور پھر موجودہ صورت حال تو میرے لیے بہت ہی زیادہ دلکش تھی۔ دنیا کے کئی ملکوں نے مجھے نیشنلٹی پیش کی تھی، جہاں بھی جاتا میری پذیرائی ہی ہوتی لیکن اگر بیروت ہی کو مستقل ٹھکانا بنا یا جائے تو کیا ہرج ہے؟ میں نے سوچا۔ یہاں میرے دوستوں کی کمی بھی نہیں تھی اور پھر اس معاوضے کی بات بھی چل رہی تھی جو لائن آف کروزل کے تحفظ کے لیے مجھے دیا جانے والا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں کیے جانے والے اقدام کو مناسب خیال کیا۔ یہ ضروری تھا۔ اس طرح کچھ رقم میرے ہاتھ آجاتی جسے میں اپنی مرضی سے استعمال کرسکتا تھا۔

ناصر عزیزی نے ایک بار پھر مجھے ڈنر پر مدعو کیا اور اس سلسلے میں مجھ سے گفتگو کی تو میں نے انھیں اپنا مقصد صاف صاف بتادیا۔

میں نے انھیں بتایا کہ اس سلسلے میں مجھے کچھ وقت بھی درکار ہوگا۔ تاکہ میں اپنے چند ضروری کام نمٹالوں۔

یادداشت بڑھانے، مطالعہ کرنے اور امتحان دینے کے کارآمد نفسیاتی طریقے۔
ہر شخص کے لیے کارآمد۔ طالب علموں کے لیے بے بہا تحفہ۔
امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے
اگر آپ بھول جانے کے مرض میں مبتلا ہیں تو یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ یادداشت کس طرح بہتر بنائی جاسکتی ہے۔
اس کتاب کا مطالعہ کرکے آپ بھول جانے کے مرض سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کرلیں گے۔
کتاب کے چند عنوانات
کامیاب مطالعہ کے لیے چند نفسیاتی اصول۔
کتابوں کے کیڑے نہ بنیے۔
تعبیر کا صحیح مصرف
مطالعہ میں یکسوئی پیدا کرنے کے طریقے۔
ہمارا ذہن اور قوت یادداشت۔
ہم بھولتے کیوں ہیں؟
مطالعہ کے گُر و اہم اصول
مطالعے سے کیا مراد ہے؟
دماغی انتشار اور اس کا سدِ باب۔
آپ کی یادداشت بھی اچھی ہے۔
خود اعتمادی کس طرح پیدا کی جاسکتی ہے؟
قیمت ۲۵ روپے — اس کتاب سے بہتر اور کوئی تحفہ نہیں — ڈاک خرچ — روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میری کاوشوں اور میرے ساتھیوں کی مدد نے بالآخر مجھے وہ خطیر رقم دلوادی جو لائن آف کرڈزل کے لیے معاوضے کے طور پر طے ہوئی تھی۔ اس عظیم الشان رقم کو حاصل کرنے کے بعد میں نے اپنے دوست فواد اور چند دوسرے ساتھیوں کی مدد سے بیروت کے ایک خوبصورت علاقے میں ایک حسین رہائش گاہ خریدی جس کا انتظام آناً فاناً کردیا گیا تھا۔

بڈ کو اس کے ہوٹل سے طلب کرکے میں نے اس رہائش گاہ کی تمام تر ذمّے داریاں سونپ دی تھیں اور بڈ نے یہ ذمّے داریاں بڑی خوشی سے قبول کرلی تھیں لیکن جو رقم مجھے اس سلسلے میں حاصل ہوئی تھی، اس کا ایک فیصد بھی اس مشلے پر خرچ نہیں ہوا تھا بلکہ میرے لیے وہ تمام چیزیں مہیا ہوگئی تھیں جن کی مجھے شادی کے بعد ضرورت پیش آسکتی تھی۔

وقت پَر لگا کر اُڑ رہا تھا۔ بیروت آئے ہوئے تقریباً ایک ماہ اور سترہ دن گزر گئے تھے۔ مصروف ترین لوگ بھی میرے معمولات میں دلچسپی لے رہے تھے اور وقت نکال کر مجھ سے ملتے رہتے تھے۔ نائمہ برق اور دوسری کچھ خواتین تو بالکل گھریلو عورتیں ہوکر رہ گئی تھیں اور اکثر اب وہ میری رہائش گاہ پر آکر شادی کی تیاریاں کرتی رہتی تھیں۔ ان ہنگاموں میں کئی بار گھر یاد آیا۔ اپنے یاد آئے، وہ لوگ جو ان ذمّے داریوں کو سنبھالنے کا حق رکھتے تھے لیکن ان کے ساتھ بہت سی تلخ یادیں ابھر آتی تھیں۔ زندگی نے وفا کی اور حالات نے کبھی اجازت دی تو ایک بار ضرور اپنے وطن جاکر ان سے ملوں گا اور تہذیب کو بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ اس دوران تہذیب سے ملاقاتیں بند ہوگئی تھیں۔ وہ ناصر عزیزی کے پاس ہی تھی اور بس ٹیلی فون پر دو تین بار اس سے مختصر گفتگو ہوئی تھی۔ محتاط گفتگو، ہم اپنے جذبات کو عامیانہ شکل دینے کے روادار نہیں تھے۔

پھر ایک دن شام کو ناصر عزیزی کے مکان پر ایک نشست ہوئی اور اس نشست میں وہ دن طے ہوگیا جب تہذیب کو مجھ سے منسوب کیا جانے والا تھا۔ یہ کام پانچویں دن ہونا طے پایا تھا۔ شادی کے لیے بیروت کے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل کا انتخاب کیا گیا تھا۔ احساسات اب عجیب سی شکل اختیار کرگئے تھے۔ نہ جانے کیوں مجھے ان تمام باتوں پر یقین نہیں آتا تھا۔ نکاح کی تقریب میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے۔ اس شام میں نائمہ اور بڈ کے ساتھ بیٹھا گفتگو کررہا تھا کہ ایک کوچ آکر رُکی اور اس میں سے ابوحاتم، فاخرہ یعقوبی اور وہ دوسرے تمام لوگ جو لائن آف کرڈزل میں میرے ہمراہ تھے، برآمد ہوئے۔ میں انھیں دیکھ کر چونک پڑا تھا۔ میں نے مسرور انداز میں ان کا استقبال کیا۔

فاخرہ کہنے لگی "تم سے اس زیادتی کی امید نہیں تھی علی "

"اب تم لوگ مجھے شرمندہ کرو گے۔ حالانکہ کئی بار میرے ذہن میں تمہارا خیال آیا لیکن میں جانتا تھا کہ تمہارے پاس ایسی تقریبوں میں ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔"

"یہ عذر بھی خوب ہے۔ آخر مسعود طلحہ کی شادی میں تمھیں بطور خاص شریک کیا گیا تھا۔"

"چلو میں شرمندہ ہوا جاتا ہوں۔" میں نے ڈھٹائی سے کہا۔

"ہم لوگ اس شادی میں شرکت کے بعد دوسرے دن واپس چلے جائیں گے اور ہم نے اچھے دوستوں کے مانند تم پر بار بننے کی کوشش نہیں کی ہے۔ ہمارا قیام مختلف ہوٹلوں میں ہے۔" فاخرہ نے کہا۔

"یہ نہیں ہوسکتا۔ میری رہائش گاہ میں تم سب لوگ سما سکتے ہو۔"

میں نے ان کی ایک نہ چلنے دی اور بالآخر انھیں ہوٹلوں سے اپنے گھر منتقل کردیا۔ ان سب کے آجانے سے عمارت بھر گئی تھی، وقت کی رفتار اور تیز ہوگئی۔ دن اور رات کی تمیز ختم ہوگئی تھی۔ جنگ و جدل اور ہنگامہ خیزیوں کے رسیا یہ لوگ بھی ایک بار زندگی کی انھی دلچسپیوں میں لوٹ آئے تھے جو ازل سے انسان کے لیے باعث دلکشی ہیں۔ وہ تمام ہنگامے ہو رہے تھے جو ہوسکتے تھے۔ ہر شخص اپنا کردار ادا کر رہا تھا اور کسی نے مجھ پر کوئی بار نہ پڑنے دیا تھا۔

بالآخر وہ دن آگیا جس کے عجیب تاثرات ذہن پر چھائے ہوئے تھے۔ میں ایک باہوش انسان ہونے کے باوجود سحر زدہ سا ہوکر رہ گیا تھا۔ بہت عجیب لگ رہا تھا مجھے۔ ہوٹل سی ویو کے ایک وسیع و عریض لان پر اس تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اپنے لاتعداد دوستوں کے ساتھ میں سی ویو میں داخل ہوگیا۔ لان پر دو نشستیں بنائی گئی تھیں۔ ایک دُلہا کے لیے اور دوسری دلہن کے لیے۔ قاضی صاحب آچکے تھے اور تقریب انتہائی رنگین تھی۔ اسلامی اصولوں کے مطابق اب ایجاب و قبول کی رسم ادا ہونے کا وقت آگیا تھا۔ قاضی صاحب نے قرآنی آیات پڑھیں اور نکاح کے کاغذات تہذیب کے سامنے پہنچ گئے۔ وہ دلہن بنی ہوئی تھی۔ گرین پول کی ایک خطرناک رکن جو زندگی میں سنگین ترین واقعات میں اُلجھی رہی تھی، اس وقت عورت کے حقیقی روپ میں نظر آرہی تھی۔ اس پر نگاہ نہیں ٹکتی تھی۔ کاغذات اس کے سامنے رکھ دیے گئے اور تہذیب نے ان پر دستخط کیے۔ دوسروں کی طرح میری نگاہ بھی اس پر جمی ہوئی تھی۔ تہذیب کے بدن میں ہلکی ہلکی کپکپاہٹ تھی۔ دفعتاً وہ زور سے اچھل پڑی۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیل گئے۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا قلم اچھل کر قریب بیٹھی ہوئی نائمہ برق کے مُنہ پر پڑا۔ پھر وہ دوبارہ اچھلی اور پھر تیسری بار۔ اس بار اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی تھی اور پھر بے شمار چیخیں سنائی دیں۔ تہذیب کے بدن میں ہونے والے سوراخوں سے خون کے فوارے بلند ہوگئے۔ قرب و جوار میں بیٹھی خواتین خون سے سرخ ہوگئیں۔ میرا بدن سُن ہوگیا۔ لاکھ کوشش کے باوجود میں اپنے ہاتھ پاؤں کو جنبش نہیں دے پا رہا تھا۔

مچ گئی تھی، لوگ پاگلوں کی طرح [illegible] رہے تھے۔ مجھے سب کچھ نظر آرہا تھا لیکن میری حیثیت ایک خاموش تماشائی کی سی تھی۔ یلیوں لگ رہا تھا جیسے کوئی فلم میری نگاہوں کے سامنے چل رہا ہو اور میں اس کے مناظر میں کھویا ہوا ہوں۔ خود میں اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکا تھا۔ وہی لوگ بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے۔ مجھے کچھ لوگوں نے اٹھایا، میں کھڑا ہوگیا۔ تہذیب مالکم ایکس کے گرد مجمع جمع تھا۔ لوگ طرح طرح کی باتیں کررہے تھے۔ مجھے بہت زور سے چکر آیا اور اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔

نہ جانے بے ہوشی کس قدر طویل تھی۔ بالآخر ہوش آگیا۔ میں نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں، کسی اسپتال کا کمرا تھا۔ میری ناک میں نلکی لگی ہوئی تھی۔ میں حالات پر غور کرنے لگا۔ سب کچھ یاد آگیا تھا، سب کچھ۔ وہ بھیانک المیہ جو رونما ہوچکا تھا۔ تہذیب کو کسی نے قتل کردیا تھا، اس وقت جب وہ ساری زندگی کے لیے میری ہونے والی تھی، ساری زندگی کے لیے۔ اس نے غلط اقرار تو نہیں کیا تھا۔ اس کی زندگی ہی اتنی تھی۔

اس شادی کے سلسلے میں جو کچھ ہو رہا تھا، اس پر مجھے بھی یقین نہیں آرہا تھا۔ واقعی بڑی عجیب بات تھی۔ میں نے تو امریکا میں یہی فیصلہ کیا تھا کہ اب میری زندگی میری نہیں ہے، ایک مشن کے لیے وقف ہے اور جب تک میں زندہ ہوں، ایک مشن زندہ ہے۔ پھر یہ سب کچھ... واقعی یہ انحراف تھا، وعدہ خلافی تھی، یہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مجھے اس طرح کی کوئی حرکت نہیں کرنا چاہیے تھی۔ بے چاری تہذیب۔ میری وعدہ خلافی کا شکار ہوگئی۔ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ میں نے نلکی ناک سے نوچ کر پھینک دی۔ مشن زندہ ہے۔ بس غلطی ہوگئی تھی لیکن اب اس کا ازالہ ہوگا۔ کوئی بات نہیں ہے اگر وہ نہیں ہوسکا جو اپنی خوشی کے لیے تھا۔ آہ! اب کوئی آس نہیں ہوگی، کوئی امید نہیں ہوگی، بس ایک مشن ہوگا، صرف ایک مشن۔

"کوئی ہے؟" میں نے زور سے آواز لگائی اور دوسرے ہی لمحے ایک نرس، اس کے پیچھے فاخرہ یعقوبی اور چند لوگ اندر آگئے۔

نرس نے چیخ کر کہا "اوہ! نلکی۔ پلیز مسٹر..."

"پلیز نرس! یہ کیا تماشا ہے؟" میں نے کہا۔

"آپ لیٹ جائیے۔" نرس بولی۔

"نہیں، شکریہ۔ میں ٹھیک ہوں۔" میں نے حلیمی سے کہا اور نرس، فاخرہ یعقوبی کی طرف دیکھنے لگی۔

"آپ ڈاکٹر کو بُلالیں۔" فاخرہ نے کہا اور نرس برق رفتاری سے باہر نکل گئی۔ فاخرہ کی آنکھیں متورم تھیں، چہرہ اُترا ہوا تھا۔

"کیا تدفین ہوگئی فاخرہ؟" میں نے سوال کیا اور فاخرہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

"فاخرہ! مجھے ان تمام باتوں سے الجھن ہوگی۔ رنج و الم کے اس اظہار سے اب کیا فائدہ ہوگا۔ بتاؤ، کیا اس کی تدفین ہوگئی؟"

"ہاں۔" فاخرہ نے ایک سسکی لے کر کہا۔ اسی وقت ڈاکٹر اندر داخل ہوگیا۔

"مسٹر علی! ابھی آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔" اس نے کہا۔

"نہیں ڈاکٹر، میں ٹھیک ہوں۔ آپ مجھے اجازت دیں۔"

"آپ کو خطرہ نہیں مول لینا چاہیے۔"

"میں زخمی تو نہیں ہوں ڈاکٹر۔ بس ایک شاک تھا۔ اب ٹھیک ہوں۔"

"پھر بھی..."

"سوری۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، وہی درست ہے۔ فاخرہ میرا لباس نکلواؤ۔"

"اگر مسٹر علی یہی پسند کرتے ہیں تو جیسی ان کی مرضی۔" ڈاکٹر نے کہا۔

نرس نے میرا لباس مجھے لا دیا لیکن یہ وہ سوٹ نہیں تھا جو میں نے شادی کے وقت پہنا ہوا تھا۔ لباس پہن کر میں باہر نکل آیا۔ فاخرہ مسلسل سسکیاں لے رہی تھی۔

"ہم لوگوں کو یہ سب کچھ زیب نہیں دیتا فاخرہ۔ بے شمار لوگ ہمارے ہاتھوں ہلاک ہوگئے، ہمیں خود بھی ہر نقصان کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ آؤ یہاں سے چلیں۔ ورنہ دوسروں کے لیے تماشا بنیں گے۔"

"میں نے ناصر عزیزی کو فون کردیا ہے، وہ آرہے ہیں۔" فاخرہ نے کہا۔ جس وقت میں لباس تبدیل کررہا تھا، فاخرہ نے اس وقت فون کیا ہوگا۔

"آؤ، باہر انتظار کرلیں گے۔" میں نے ضد کرتے ہوئے کہا اور فاخرہ میرے ساتھ باہر آگئی۔

ناصر عزیزی تنہا نہیں آئے تھے، بہت سے لوگ تھے ان کے ساتھ، سب کا حلیہ عجیب ہو رہا تھا۔ ناصر عزیزی کا چہرہ سُتا ہوا تھا۔ کسی نے مجھ سے ایک لفظ بھی تعزیت کے لیے نہ کہا۔

"ڈاکٹر نے اجازت دے دی؟" ناصر عزیزی نے پوچھا۔

"نہیں عزیزی صاحب، میں اب ٹھیک ہوں۔ آپ لوگ فکر نہ کریں۔"

"بڈ کے پاس کون ہے فاخرہ؟" ناصر صاحب نے پوچھا۔

"وہ... دوسرے لوگ ہیں۔" فاخرہ نے کچھ ہچکچاتے ہوئے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بڈ!" میں چونک پڑا۔

"ہاں، وہ بھی یہیں ہے۔" فاخرہ نے کہا۔

"اسے کیا ہوگیا؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"وہ زخمی ہے۔"

"اوہ! کیسے زخمی ہوا؟ کہاں ہے وہ فاخرہ مجھے نہیں بتایا۔ آؤ، میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ کیسے زخمی ہوگیا؟" میں نے کہا اور پھر اُن لوگوں کے ساتھ میں اسپتال کے ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ جہاں بڈ ایک بستر پر پڑا تھا۔ اس کے سر اور دونوں شانوں پر بینڈیج تھی اور وہ بے ہوش تھا۔ بدن میں خون کی نلکیاں لگی ہوئی تھیں۔

"کیا اس کی حالت تشویشناک ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ سر کا آپریشن کر کے گولی نکال لی گئی ہے۔ دونوں بازوؤں کی ہڈیاں جوڑ دی گئی ہیں لیکن ڈاکٹر ابھی اس کی طرف سے تشویش کا شکار ہیں۔" فاخرہ نے کہا۔

"یہ کیسے زخمی ہوگیا؟"

"آؤ علی، یہاں سے چلیں۔ تمھیں سب کچھ بتا دیا جائے گا۔" عزیزی صاحب نے کہا اور میں بڈ کے کمرے سے نکل آیا۔ اس کے بعد میں ان لوگوں کے ساتھ چل پڑا۔ بڑی عجیب سی طبیعت ہو رہی تھی۔ سب کچھ یاد تھا، سب کچھ دیکھ اور سمجھ رہا تھا لیکن دل کو نہ جانے کیسے قرار آگیا تھا۔ نہ جانے یہ بے پناہ قوتِ برداشت کس کا عطیہ تھی۔

ناصر صاحب مجھے اپنی قیام گاہ پر لائے تھے۔ تمام لوگ موجود تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھ سے کیا کہے۔ "ناصر صاحب! مجھے کافی پلوائیے۔ فاخرہ، میری بے ہوشی شاید طویل رہی ہے؟"

"ہاں علی، تم ساٹھ گھنٹے کے بعد ہوش میں آئے ہو۔" فاخرہ نے کہا۔

"اوہ! تب تو تہذیب کی تدفین واقعی ضروری ہوگئی ہوگی۔ بہرحال، یہ ہونا تھا۔" میں نے کہا اور سب لوگ سسک پڑے۔

"نہیں دوستو! خود کو سنبھالو۔ شاید آپ لوگوں کو میری بات پر یقین نہ آئے۔ جو کچھ ہو رہا تھا، مجھے شروع ہی سے مصنوعی مصنوعی سا لگ رہا تھا۔ آپ لوگ یقین کریں، میں نے بارہا سوچا کہ یہ سب کچھ میرے لیے نہیں ہے، یہ کیسے ممکن تھا۔ لاتعداد فلسطینی باشندے اپنی زندگی کی بقا کی جدوجہد میں مصروف ہیں، اسرائیلی وحشی ان کے کیمپوں پر بمباری کرتے ہیں، ان کے دلوں میں خوشیوں کی تمام شمعیں بجھی پڑی ہیں اور میں مسرتوں کی سیج کی جانب قدم بڑھا رہا ہوں۔ میرا ضمیر مجھے اس جرم کا احساس دلا رہا تھا لیکن حالات کچھ ایسے ہوگئے تھے کہ میں خود بھی کچھ نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ یہ سب کچھ تو ہونا تھا کیونکہ وہ جو کچھ ہو رہا تھا کسی طرح مناسب نہیں تھا۔"

"علی! سب سے بڑا مجرم میں ہوں بیٹے... سب سے بڑا مجرم میں ہوں۔" عزیزی صاحب پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔

"کوئی مجرم نہیں ہے۔ یہ سب کچھ خلافِ عقل نہیں تھا۔ بہتر ہے آپ لوگ مجھے حوصلہ دیں۔ میں اندر سے بہت کمزور ہوگیا ہوں۔ تہذیب میرے لیے ان تاریک لمحات میں روشنی کی حیثیت رکھتی تھی جب میں دشمنوں کے نرغے میں گھر جاتا تھا اور میری راہیں مسدود ہو جاتی تھیں۔ اس وقت بہت دُور بیٹھی وہ محبت کرنے والی لڑکی مجھے یاد آتی تو مجھے محسوس ہوتا کہ میری زندگی اس کی امانت ہے۔ مجھے اس کے لیے جینا ہے، اس سے ملنا ہے اور میرے بدن میں ہزاروں گنا قوت پیدا ہو جاتی تھی۔ میرا وجود اب اس قوت سے خالی ہوگیا ہے۔ مجھے حوصلہ دیں آپ لوگ۔"

رقت آمیز مناظر جاری رہے۔ ڈاکٹر سے فون پر میرے لیے کافی کی اجازت لے لی گئی تھی۔ ساٹھ گھنٹے میں مجھے کوئی خوراک نہیں ملی تھی، صرف نلکیوں کے ذریعے گلوکوز وغیرہ دیا جاتا رہا تھا۔

کافی پینے کے بعد بدن میں سنسناہٹ ہونے لگی اور میں نے آرام کی اجازت مانگی۔ ایک کمرے میں مجھے پہنچا دیا گیا اور میں بستر پر لیٹ کر چھت کو تکنے لگا۔

تہذیب اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی۔ میری اپنی حماقت تھی، کسی سے کیا شکایت۔ کیا ضرورت تھی شادی کا ہنگامہ کرنے کی۔ یہ سب کچھ خاموشی اور سادگی سے بھی ہو سکتا تھا۔ اب ایک کسک زندگی بھر بے چین رکھے گی۔ کوئی چلا جاتا ہے تو اس کی یادیں بے چین کرتی ہیں، جانے والے کو کون روک سکتا ہے لیکن وہ.... وہ بہت اچھی تھی، بہت چاہتی تھی مجھے۔ میرے لیے اس نے خود کو کتنا بدل لیا تھا۔ سوچتے سوچتے اچانک دل بیٹھنے لگا۔ بالکل ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے کوئی بوجھ سا دل پر آ پڑا ہو۔ میرے ہاتھ سے ضبط کا دامن چھوٹنے لگا اور پھر آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

جانے کب تک روتا رہا، پھر فیصلہ کیا کہ اب کبھی نہیں روؤں گا۔ دعا مانگی، معبود! شاید یہی وقت ہے جب مجھے سب سے زیادہ... پوری زندگی میں سب سے زیادہ تیری مدد کی ضرورت ہے۔ اس وقت میرے حال پر کرم فرما۔ مجھے وہ سکون و صبر دے جو صرف تو ہی دے سکتا ہے۔ یہ بھٹک جانے کا وقت ہے، مجھے بھٹکنے سے بچا۔

پتا نہیں، کب مجھے نیند آگئی، گہری نیند۔ جاگا تو رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ چاروں طرف گہرا سناٹا تھا۔ میرے کمرے میں اندھیرا تھا۔ میں نے اٹھ کر دیوار پر سوئچ بورڈ تلاش کیا اور روشنی کر دی۔ پھر ملحقہ غسل خانے میں داخل ہوگیا۔ غسل کر کے باہر نکلا تو فاخرہ موجود تھی۔

"کیا وقت ہوا ہے فاخرہ؟" میں نے پوچھا۔

"بارہ بجے ہیں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیا تم باہر بیٹھی ہوئی تھیں؟"

"ہاں، دوسرے لوگ بھی ہیں۔"

"کہاں؟ مجھے تو ان کی آواز بھی نہیں سنائی دے رہی۔"

"باہر لان پر ہیں۔"

"بھئی، میں سخت نقاہت محسوس کر رہا ہوں، مجھے کچھ کھانے کو دو۔"

"یخنی بنائی ہے، ابھی لاتی ہوں۔" فاخرہ نے کہا۔

"فاخرہ مجھے ٹھوس غذا درکار ہے۔ میں بیمار نہیں ہوں، پلیز فاخرہ۔" میں نے کہا۔

"بیٹھو۔ میں لاتی ہوں۔" فاخرہ نے کہا۔ پھر وہ کچھ دیر میں آگئی۔ ڈبل روٹی، انڈوں کا آملیٹ اور یخنی۔

"آؤ، میرے ساتھ شریک ہو جاؤ۔" میں نے اسے دعوت دی۔

"علی...!" فاخرہ نے آنسو بھری آواز میں کہا۔

"کم آن فاخرہ! کم آن۔" میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ شریک ہوگئی۔

"بڈ کیسے زخمی ہوا؟" میں نے سوال کیا۔

"اس نے حملہ آور کو دیکھ لیا تھا۔"

"اوہ! پھر؟"

"وہ اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔ حملہ آور نے اس پر گولی چلائی جو اس کے ایک شانے پر لگی۔" فاخرہ مجھے بتانے لگی۔ "اس نے حملہ آور کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ دوسری گولی اس کے دوسرے شانے میں پیوست ہوگئی، پھر وہ اس پر جا پڑا۔ کافی دور نکل گیا تھا، دوسرے لوگ اس کی فوری مدد کو نہ پہنچ سکے۔ اس نے اپنے بازوؤں میں حملہ آور کو جکڑ لیا اور حملہ آور نے اس کے سر میں گولی مار دی لیکن وہ خود کو بڈ کی گرفت سے آزاد نہ کرا سکا۔"

"حملہ آور پکڑا گیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، اس اثنا میں دوسرے لوگ پہنچ گئے تھے۔" فاخرہ یعقوبی نے کہا۔

"فاخرہ! بڈ بے چارہ مر جائے گا... وہ ضرور مر جائے گا۔" میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"ایسا کیوں کہہ رہے ہو علی؟" فاخرہ نے بڑے دُکھ سے کہا۔

"اس لیے کہ وہ ایک اچھا انسان ہے اور اچھے لوگ مر جاتے ہیں، وقت سے پہلے مر جاتے ہیں۔" فاخرہ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ "نہیں فاخرہ، پلیز خود کو سنبھالو۔ مجھے تم سے اور بھی کچھ پوچھنا ہے۔"

"میں کچھ نہیں بتا سکوں گی علی... میں کچھ بھی نہیں بتا سکوں گی۔" فاخرہ روتی ہوئی بولی۔ میں خاموشی سے سامنے رکھی ہوئی چیزیں کھاتا رہا اور پھر فارغ ہوگیا۔

"آؤ باہر چلیں۔" میں نے فاخرہ کا بازو پکڑا اور ہم لوگ باہر نکل آئے۔ لان پر واقعی بہت سے لوگ موجود تھے۔ عمارت کی فضا پر سوگ طاری تھا۔ ناصر صاحب سر جھکائے بیٹھے تھے۔ میں ان کے درمیان جا بیٹھا۔

"علی!" کسی کی آواز اُبھری۔

"میں آپ تمام دوستوں کے خلوص کو پوری طرح محسوس کر رہا ہوں لیکن حادثے زندگی سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ میں اسے بہت چاہتا تھا، بے پناہ چاہت تھی میرے دل میں اس کے لیے۔ لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ یوں ہوگا۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یوں بھی ہو جاتا ہے اور ہو گیا ہے اور اس طرح جو ہو جائے اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ آپ لوگ میرے لیے صبر کی دعا کریں اور بس۔ اس سے زیادہ کچھ کہا آپ نے تو مجھے دُکھ ہوگا۔ میں کوئی تعزیت نہیں چاہتا۔ اس حوالے سے اب کوئی تذکرہ نہیں چاہتا۔ یہ سب کچھ میرے لیے بہت اذیت ناک ہوگا۔ اس لیے اب اس سے آگے کی بات کریں۔"

"علی حوصلہ مند ہے، وہ درست کہتا ہے۔" کسی نے تبصرہ کیا۔

"کچھ لوگ ایک تعزیتی جلسہ کرنا چاہتے ہیں علی۔" ناصر صاحب نے کہا۔

"مجھے اس کارروائی کی اطلاع بھی نہ دی جائے، شریک ہونا تو دُور کی بات ہے۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں علی سے متفق ہوں۔ اس دلگداز حادثے کو اب بھولنا ہی بہتر ہے۔" کسی اور نے کہا۔

کافی دیر تک میں ان لوگوں کے ساتھ رہا اور پھر اٹھ گیا۔

"فاخرہ! کیا مجھے میری رہائش گاہ پر چھوڑ دو گی؟"

"ابھی نہیں علی، تم مسلسل ساٹھ گھنٹے بے ہوش رہے ہو، میرے خیال میں تم یہیں آرام کرو۔" عزیزی صاحب بولے۔

"نہیں، میں جانا چاہتا ہوں۔" میں نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"وہاں تنہائی میں..." ناصر عزیزی نے کہا۔

"ہاں۔ میں ٹھیک رہوں گا۔ فاخرہ پلیز، اگر تمھیں محسوس نہ ہو تو...؟"

"نہیں علی، چلو۔" فاخرہ نے کہا اور ان لوگوں کے نہ چاہنے کے باوجود میں فاخرہ کی کار میں بیٹھ کر چل پڑا۔ "علی، میں وہاں تمھارے ساتھ رہوں گی۔ تم مجھ سے واپسی کے لیے نہیں کہو گے۔"

"مجھے کچھ دیر کی تنہائی نہیں دو گی فاخرہ؟"

"نہیں علی۔"

"میرا نام علی یار خان ہے اور میں وہ ہوں جس سے اس لڑکی کی شادی ہو رہی تھی، جسے تم نے قتل کیا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں جانتا ہوں" نوجوان نے کہا۔

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ تم نے تہذیب مالکم ایکس کو کیوں قتل کیا؟"

"کیا تم میری زبان کھلوانے کی قدرت رکھتے ہو؟ اگر میں اس بارے میں نہ بتانا پسند کروں تو تم میرا کیا کر لو گے؟" نوجوان بولا۔

"نوجوان! تم نے یقیناً زندگی کو داؤ پر لگا کر یہ کام کیا ہے اور یہ سوچ کر ہی کیا ہوگا کہ اگر تم اس کوشش میں مارے گئے تو تمھیں زیادہ افسوس نہیں ہوگا لیکن اس کے باوجود میں تمھاری زبان کھلوانے کی قدرت رکھتا ہوں۔ خدا کی قسم، تم اس بات پر افسوس کرو گے کہ تم نے میرے سامنے زبان کیوں نہ کھول دی تھی۔ ایک بار کہو کہ تم مجھے اس قتل کی وجہ نہیں بتاؤ گے، اس کے بعد میرا عمل شروع ہوگا" نہ جانے میری آواز میں کیا اثر تھا کہ وہ بوکھلا گیا۔ "ایک بار کہہ کر تو دیکھو، صرف ایک بار" میں نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے انگلی رکھ کر کہا۔

"نہیں۔ میں تمھیں خود بتانا چاہتا ہوں۔ موت سے پہلے میں اپنا دل کھولنا چاہتا ہوں۔ میں تمھیں سب کچھ بتاؤں گا۔ . . . ضرور بتاؤں گا" اس نے کہا اور دوسرے لوگ حیران رہ گئے۔

"کیا نام ہے تمھارا؟"

"احتشام اصغری"

"کہاں سے تعلق ہے؟"

"شتیلا کیمپ سے"

"تہذیب کو کیوں قتل کیا؟" میں نے سوال کیا اور نوجوان کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ اس کی آنکھوں سے چنگاریاں چھوٹنے لگیں۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"اس لیے کہ منیبہ جواب اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ منیبہ، جسے میں اس کائنات میں سب سے زیادہ چاہتا تھا۔ وہ منیبہ جس سے میں بچپن سے منسوب تھا اور جس کے خواب دیکھتے ہوئے میں جوانی کی سرحدوں میں داخل ہوا تھا۔ اس منیبہ کو قتل کر دیا گیا مسٹر علی، وہ بے کسی کی موت مر گئی اور میرے دل میں جہنم سلگ اٹھا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ دنیا میں کسی کو ان خوشیوں سے ہمکنار نہ ہونے دوں۔ جو مجھے اور منیبہ کو نہ مل سکیں۔ تم مجاہد ہو علی یار خان۔ تمھارے گیت گائے جاتے ہیں۔ لوگ تم پر فخر کرتے ہیں۔ کیا تمھیں یہ بات زیب دیتی تھی کہ ہم بے شمار انسانوں کو موت اور زندگی کی کشمکش میں گرفتار رہنے دو اور اپنی خوشیوں کی دنیا آباد کر لو۔ تمھیں اس کا کوئی حق نہیں پہنچتا مسٹر علی، لیکن جب تم نے ہمارے اس حق کو تسلیم نہیں کیا تو میں نے آگے بڑھ کر تم سے تمھاری خوشیاں چھین لیں۔ ہاں، میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے پوری پلاننگ کے ساتھ تمھاری ہونے والی بیوی کو قتل کر دیا۔ اس لیے کہ منیبہ میری زندگی میں شامل نہ ہو سکی تھی۔ تم بتاؤ، تمھیں اس کا کیا حق پہنچتا تھا۔ تمھیں اپنی خوشیوں کے درمیان ہمیں بھولنے کا کیا حق پہنچتا تھا۔ جبکہ تمھارا دعویٰ ہے، تم ہمارے محسن ہو۔ جواب دو علی؟ میں تم سے جواب طلب کرتا ہوں"

"ذلیل انسان . . . ذلیل انسان، تیرا تعلق فلسطینیوں سے ہے، تو ہم میں سے ہوگا، اس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔" ناصر عزیزی نے غرّاتے ہوئے لہجے میں کہا لیکن میں نے ہاتھ بلند کر کے انھیں روک دیا۔

"منیبہ کیسے ہلاک ہوئی تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"اُسے بھی قتل کر دیا گیا تھا۔ اسرائیلی درندوں نے اُسے مجھ سے چھین لیا تھا اور اس کے بعد سے میں تنظیم میں شامل ہو کر ان درندوں کو بے دریغ قتل کرتا رہا۔ میرے یہ ہاتھ بے شمار اسرائیلی وحشیوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ انھیں ہلاک کرنا تو میرا مشن تھا لیکن میں کسی اور کی خوشیاں بھی برداشت نہیں کر سکتا، سمجھے علی۔ میں جانتا ہوں کہ تم لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے لیکن میں اپنی اس موت پر قطعی شرمندہ نہیں ہوں گا۔ کسی کو حق نہیں ہے کہ اگر منیبہ مر گئی ہے تو وہ اپنی محبت کو آباد کرے۔ میں اس کائنات میں کسی بھی محبت کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ میرا عہد ہے۔"

"تو جانتا ہے کتے . . . تو جانتا ہے کہ علی فلسطینی نہیں ہے۔ وہ صرف انسانیت کے نام پر ہم سے تعاون کر رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں کیا حق پہنچتا ہے بے غیرت کہ ہم اس کی خوشیاں چھین لیں۔ تو نے انتہائی ناسپاسی کا ثبوت دیا ہے۔ ہم لوگ اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکتے۔ ابھی تک تو ذہن میں صرف یہ خیال تھا کہ یہ علی کے خلاف کوئی اسرائیلی سازش ہے لیکن یہ جان کر کہ یہ ساری کارروائی ہم میں سے کسی ایک نے کی ہے۔ ہماری پوری قوم کے سر جھک گئے ہیں۔ احتشام، تو نے ہمیں ہمیشہ کے لیے اپنی ہی نگاہوں میں ذلیل کر دیا ہے۔" ناصر عزیزی کی آواز بھرّا گئی۔

"میں کچھ نہیں جانتا، بس میں اس شخص کو مسرتوں سے ہمکنار ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا اور میں نے وہی کیا، جو میرے دل نے کہا"

"اس کتے کو سنگسار کیا جائے گا علی۔ اس کے بدن کے اتنے ٹکڑے کیے جائیں گے کہ کوئی ان ٹکڑوں کو گن بھی نہ سکے۔ میں اس کے پورے خاندان کو فنا کر دوں گا، میں انھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا"

ناصر عزیزی کے لہجے میں بے پناہ غیظ و غضب تھا۔ میرے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نہیں ناصر صاحب نہیں، اسے چھوڑ دیجیے، اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ جذباتی ہے، پاگل ہے۔ اس احمق نے بلاوجہ تہذیب کی زندگی لے لی۔ ارے پاگل، ہم تو خود نہیں چاہتے تھے،

"چلو کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں فاخرہ، یہ مسعود اور عائشہ مجھے نہیں نظر آئے"

"وہ چلے گئے" فاخرہ نے کہا۔

"کہاں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ایکوش۔ عائشہ کی حالت بے حد خراب ہو گئی تھی۔ اس پر شدید دورہ پڑا تھا۔ مسعود مجبوراً اسے لے گیا۔ اس کا خیال تھا کہ تمھارے ہوش میں آنے کے بعد اور تمھاری کیفیت دیکھ کر اس کی حالت اور خراب ہو جائے گی۔ اس لیے وہ اسے لے گیا"

میں فاخرہ کے ساتھ کوٹھی پہنچ گیا۔ یہ عمارت میں نے تہذیب کے لیے خریدی تھی لیکن . . . .

فاخرہ کے ساتھ میں اپنی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔

"بات یہ ہے فاخرہ، کہ میں عمل دنیا کا انسان ہوں۔ فلسطینیوں کے لیے کام کرتے ہوئے میں نے موت کو بارہا بہت قریب سے دیکھا ہے۔ جو لوگ خود میرے ہاتھوں فنا ہوئے ہیں، مجھے ان کی تعداد بھی نہیں معلوم۔ انھیں قتل کرتے ہوئے میرے دل میں کبھی رحم کے جذبات نہیں اُبھرے کیونکہ وہ میرے مشن کے دشمن تھے۔ تہذیب کو بھی کسی ایسے ہی شخص نے قتل کیا ہوگا جسے اس قتل سے کچھ فائدے حاصل ہوں گے۔ میرے دشمن مجھے بھی تو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ انھیں اس کا حق حاصل ہے۔ انھوں نے مجھے چوٹ دے دی۔ ہاں، یہ تو بتاؤ، وہ کون ہے؟"

"ایک نیم خبطی نوجوان ہے"

"پولیس کی تحویل میں ہوگا؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"نہیں۔ اسے تنظیم نے اپنے قبضے میں لے لیا ہے"

"پولیس کے حوالے نہیں کیا؟"

"نہیں۔ اسے خفیہ طور پر غائب کر دیا گیا ہے۔ پولیس اسے تلاش کر رہی ہے۔ شاید تم سے بھی پوچھ گچھ ہو"

"مگر، ایسا کیوں کیا گیا ہے؟"

"ہمیں اس کی زبان کھلوانی ہے۔ پولیس اس سے کوئی بھی بیان لے سکتی تھی اور اس کا تحفظ کر سکتی تھی"

"تو کیا اس نے زبان کھول دی؟"

"وہ بے ہوش ہے" فاخرہ نے کہا۔

"اس پر تشدد کیا گیا ہوگا" میں نے کہا۔

"بس اسی وقت جب اسے گرفتار کیا گیا تھا، وہ وہیں لوگوں کے ہاتھوں زخمی ہو گیا تھا"

"بے چارہ بڈ۔ کیا خیال ہے فاخرہ، بڈ کے پاس چلیں؟"

"اس وقت نہیں علی۔ دیکھو تو رات کے پونے دو بج رہے ہیں" فاخرہ نے کہا۔

"ہاں، صبح چلیں گے۔ تم لائٹ آف کرو، تم کب جا رہی ہو؟"

"میں نے ایک ماہ کی چھٹی لے لی ہے"

"دراصل فاخرہ، میری ذہنی کیفیت کافی خراب ہے۔ اگر بار بار مجھے تہذیب یاد دلائی جاتی رہی تو میں اسے نہ بھول سکوں گا۔ اس لیے میں تنہائی چاہتا ہوں۔ تم بلاوجہ میرے لیے وقت ضائع کرو گی، تم واپس چلی جاؤ"

"اتنی جلدی نہیں ہے علی، اور تم اطمینان رکھو۔ میں تمھیں زیادہ پریشان نہیں کروں گی"

"یہ بات نہیں فاخرہ۔ دراصل میں اس ماحول سے خوفزدہ ہوں۔ میں شاید اسے برداشت نہ کر پاؤں گا۔ میں ایک عملی انسان ہوں۔ عمل کو زیادہ اہمیت دیتا ہوں اور یہاں سب سوگوار ہو گئے ہیں۔ میں جانتا ہوں، یہ لوگ ابھی ایک عرصے تک نارمل نہیں ہو سکیں گے۔ مجھے ہمدردی کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔ مجھے بہت عجیب محسوس ہوگا، بے حد عجیب"

"میں کوشش کروں گی کہ یہ سب نہ ہو"

"پلیز۔ یہ ضرور کرو" میں نے کہا اور فاخرہ خاموش ہو گئی۔ رات بہت زیادہ بیت چکی تھی۔ فاخرہ کو میں نے سونے کے لیے مجبور کر دیا اور پھر خود باہر نکل آیا۔ درختوں کے پاس پہنچ گیا۔ تہذیب کو یاد کرتا رہا۔ پھر جب نیند آئی تو وہیں گھاس پر لیٹ کر سو گیا۔ جاگا تو سورج سر پر چمک رہا تھا۔ فاخرہ مجھ سے کچھ فاصلے پر گھاس پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"ہیلو علی!"

"ہیلو" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"اٹھو، آؤ غسل کر لو"

ناشتے پر فاخرہ نے مجھے بتایا کہ قاتل ہوش میں آ گیا ہے اور بڈ بھی۔ "ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ اب بڈ کی حالت خطرے سے باہر ہے"

"گڈ، ایک اچھی خبر سنائی ہے تم نے"

"قاتل سے ملو گے علی؟"

"ہاں۔ اس نے زبان کھولی؟"

"ابھی اس سے گفتگو نہیں کی گئی" فاخرہ نے بتایا۔

"تم فون پر ان لوگوں کو اطلاع دے دو، جن کی تحویل میں قاتل ہے کہ ابھی اس سے گفتگو نہ کریں۔ میں خود اس سے بات کروں گا"

"ٹھیک ہے۔ میں اطلاع دے دوں گی" فاخرہ نے کہا اور پھر اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ واپس آ کر اس نے مجھے بتایا کہ وہ لوگ میرا انتظار کریں گے۔

"تب پھر چلو فاخرہ" میں نے کہا۔

"تم لباس وغیرہ تبدیل کر لو علی"

"ہاں، بس چند منٹ لگیں گے"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لباس تبدیل کر کے باہر نکلا تو فاخرہ، ناصر عزیزی سے باتیں کر رہی تھی۔ "ہیلو علی"۔ ناصر صاحب نے آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کیا۔ "ابھی فاخرہ سے تمھارے بارے میں ہی گفتگو ہو رہی تھی۔"

"آپ ہمارے ساتھ چلیں گے؟"

"ہاں ضرور۔ میں تم سے یہی درخواست کرنے والا تھا۔ تم پسند کرو گے علی؟" عزیزی صاحب بولے۔

"آپ لوگ ضرورت سے زیادہ تکلّف کرتے ہیں۔ مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ آؤ چلیں فاخرہ۔"

راستے میں ناصر صاحب بولے "تم واقعی ایک عظیم مجاہد ہو بیٹے، خداوندِ عالم نے تمھیں بہترین صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ جس صبر کا مظاہرہ تم نے کیا ہے، وہ بے مثال ہے۔ لوگ اس پر اش اش کر رہے ہیں۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ فاخرہ ڈرائیونگ کر رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ ایک اجنبی عمارت تک پہنچ گئے۔ عمارت کے برآمدے میں مسلح افراد موجود تھے۔ فاخرہ نے ان سے گفتگو کی اور آگے بڑھ گئی۔ اندر چند اور لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ پھر مجھے، فاخرہ اور ناصر عزیزی کو اس کمرے میں لے جایا گیا جہاں قیدی موجود تھا۔ اس کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں، ہاتھ آزاد تھے اور وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ پیشانی اور رخسار پر ٹیپ چپکے ہوئے تھے۔ ایک آنکھ نیچے سے نیلی پڑی ہوئی تھی۔

ہم تو یہ سب کچھ خود نہیں چاہتے تھے۔ ہمارے ذہن میں تو تم لوگوں کے لیے آگ سلگ رہی تھی، ہماری تو یہی خواہش تھی اور ہم نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ جب تک فلسطین کا ایک ایک باشندہ اپنی چھت کے نیچے واپس نہیں پہنچ جائے گا، ہم اپنی خوشیوں کا آغاز نہیں کریں گے اور وہ بھی اس کے لیے تیار تھی۔ اس نے ہمیشہ خلوصِ دل سے یہی کہا تھا کہ وہ انتظار کرے گی اس وقت کا جب ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جب ایک ایک فلسطینی کو اس کی خوشیاں نصیب ہو جائیں گی لیکن یہاں... یہاں کچھ لوگوں نے اپنی مجبتوں کے ساتھ ہمیں بھی فنا کر دیا۔ ہم لوگ یہ خود نہیں چاہتے تھے۔ احتشام اصغری خدا کی قسم، ہم لوگ یہ خود نہیں چاہتے تھے۔" اس وقت میرے لیے جذبات پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ "نہیں ناصر صاحب۔ نہیں۔ اس شخص کو میں کوئی سزا نہیں دے سکتا، میں اسے موت کی سزا نہیں دے سکتا۔ آپ اس کے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں لیکن اس میں میری مرضی شامل نہیں ہو گی۔ ٹھیک ہے احتشام ٹھیک ہے۔ لیکن تیری منیبہ کو ہم لوگوں میں سے کسی نے قتل نہیں کیا تھا۔ اگر تو میری تہذیب کو زندہ رہنے دیتا تو تیرا احسان ہوتا لیکن تو نے یہ احسان مجھ پر نہیں کیا۔ ٹھیک ہے... ٹھیک ہے۔" میں تیزی سے مڑ کر

وہاں سے چل پڑا۔ اب مجھ میں وہاں رکنے کی تاب نہیں تھی۔ یہ جان کر کہ ایک فلسطینی نوجوان نے مجھے میری کاوشوں کا یہ [illegible] دیا ہے، میرے دل میں ایک بار پھر غم و غصے کا طوفان لہریں [illegible] لگا تھا۔ کیسے ہیں یہ لوگ! کیسے ہیں! کم از کم انھیں غور تو کرنا [illegible] مجھ پر شک کیا، مجھ سے بددل ہوئے، میں ان سے دور چلا گیا لیکن ان کے مفادات کی خاطر لڑتا رہا۔ انھوں نے اس پر بھی [illegible] نہ جینے دیا۔ بالآخر انھوں نے میری زندگی کی وہ سب سے بڑی [illegible] چھین لی۔ جو میری زندگی کا واحد سہارا تھی اور اب جینے کے لیے بھی نہیں رہا تھا، کچھ بھی تو نہیں۔

فاخرہ یعقوبی تیزی سے میرے قریب آئی، اس نے میرا بازو پکڑ لیا تو میں جھنجلائے ہوئے انداز میں بولا "نہیں۔ فاخرہ پلیز، میرا خیال ہے میری کشادہ دلی ختم ہو گئی ہے، شاید میں اب رسمِ دنیا بھی نہ نبھا سکوں۔ مجھے مزید پریشان نہ کرو۔ اب مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش مت کرو، تم خود غور کرو فاخرہ۔ میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟" میں نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا اور میری آنکھیں آنسو برسانے لگیں۔

فاخرہ خود بھی سسکیاں لینے لگی تھی۔ میں اسے وہیں چھوڑ کر تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔ ناصر عزیزی صاحب نے میرے [illegible] پیچھے لپکنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اپنی رفتار بڑھا دی اور پھر میں اس عمارت سے باہر نکل آیا۔ میں ان لوگوں کی نگاہوں سے دور ہو جانا چاہتا تھا، ان سے دور چلا جانا چاہتا تھا۔

میں برق رفتاری سے چلتا ہوا شہر کی بھیڑ میں گم ہو گیا۔ فاخرہ یا ناصر عزیزی صاحب مجھے تلاش نہیں کر سکے تھے۔ کافی د[یر] نکلنے کے بعد میں ایک ریستوران میں پہنچ گیا۔ ریستوران میں ایک گوشے کی میز تلاش کر کے بیٹھ گیا اور اپنے لیے کافی منگوالی۔ کافی کے کئی کپ پی کر میں نے اپنے جلتے ہوئے سینے کو ٹھنڈک د[ینے] کی کوشش کی تھی لیکن میرا وجود شعلے اگل رہا تھا، کنپٹیاں سلگ رہی تھیں، صبر و ضبط کا وہ بند ٹوٹ گیا تھا جو اب تک میں نے قائم کر رکھا تھا، یہ سب کچھ، یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا، ج[ن] لوگوں نے یہ سب کچھ کیا ہے، انھوں نے مجھ پر ظلم کیا۔ وہ میرے بارے میں اس قدر اختیار نہیں رکھتے تھے۔ میں تو خود ہی ان سے دور ہو گیا تھا۔ اپنی الگ دنیا بسالی تھی، میں خود ہی جو کچھ بھی میرے بس میں تھا، وہ کر رہا تھا لیکن اس کے بعد انھوں نے یہ سب کچھ کیوں کیا؟ میری آخری پونجی بھی چھین لی۔ ہاں انھی سب لوگوں نے مل کر مجھے لوٹ لیا تھا۔

بیروت نائٹ کلبوں اور شراب خانوں کا شہر، جلتے ہوئے ذہنوں کو سکون دینے کے لیے یہاں بے شمار عارضی سہارے موجود تھے لیکن

[illegible] اپنے دل کو ان کی طرف مائل نہ کر سکا۔ میں اس اعتماد کو کھونا نہیں [چا]ہتا تھا جو میرے اور خدا کے درمیان قائم تھا۔ میں جان بوجھ کر جذبات کے ہاتھوں بھٹک کر ان راستوں پر نہیں نکلنا چاہتا تھا جو بہر طور برائی کے [را]ستے تھے لیکن اپنی اس رہائش گاہ میں جانے کا یہ مطلب تھا کہ ایک بار پھر مجھے انھی تمام لوگوں سے ملنا پڑے گا، ان کی فضول باتیں سننا پڑیں گی۔ نہیں یہ سب کچھ میرے لیے ممکن نہیں تھا، اب قطعی ممکن نہیں [تھا]۔ میں ان سے خاصا برگشتہ ہو گیا تھا۔ نہیں، میں اپنی رہائش گاہ میں نہیں جاؤں گا۔ قیام کے لیے کسی اور ہی جگہ کا بندوبست کرنا پڑے گا۔ میں بیروت سے چلا جاؤں گا، نکل جاؤں گا یہاں سے۔ میں نے سوچا اور اس کے بعد ایک ہوٹل کا انتخاب کر لیا جو اتفاقیہ طور پر ہی میرے سامنے آ گیا تھا۔ میں اپنے قیام کے لیے اس ہوٹل میں ایک کمرا حاصل کرنے چل پڑا اور چند ہی لمحے بعد مجھے اس میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ میرے پاس دولت کے انبار تھے۔ بینکوں میں میرا اتنا سرمایہ محفوظ تھا کہ اگر میں چاہتا تو ساری زندگی بیروت میں ایک معزول شہنشاہ کی حیثیت سے گزار سکتا تھا۔

میں اپنے کمرے کے آرام دہ بستر پر لیٹ کر سوچنے لگا کہ یہ سرمایہ میرے کس کام آئے گا۔ اس سرمائے کا میں کیا کروں گا۔ اب [illegible] مجھے خوشیاں درکار ہیں۔ میری اپنی ذات؟ میری اپنی ذات [illegible] کیا حیثیت رہ گئی ہے اور کیا میں اپنے مشن کے سلسلے میں [illegible] اتنا ہی مخلص رہ سکوں گا جتنا کہ تھا؟ کیا یہ لوگ ناسپاس نہیں ہیں؟

میں سوچتا رہا اور میرا ذہن سلگتا رہا۔ تہذیب کا معصوم سراپا میرے تصور کو روشن کرتا رہا۔ تہذیب! آہ تہذیب! ان لوگوں نے تیرے ساتھ بہت ظلم کیا ہے۔ میں اس واقعے کو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا... کبھی نہیں بھول سکوں گا۔

میں بلک بلک کر رونے لگا اور اب تک میرے ذہن پر جو بوجھ تھا، آنکھوں سے آنسوؤں کی شکل میں بہنے لگا۔ میرا تکیہ بھیگ گیا تھا۔ میں تڑپ رہا تھا۔ کرب سے، اذیت سے۔

بہت دیر تک میں روتا رہا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھا، غسل خانے میں گیا۔ ٹھنڈے پانی کا شاور کھولا اور پھر اس کے نیچے بیٹھ گیا، بیٹھا رہا۔ میرے ذہن پر مدہوشی کی سی کیفیت طاری تھی اور اسی مدہوشی کے عالم میں، میں شاور کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ کافی دیر گزر گئی، جب بے حساب پانی میرے سر کے اوپر سے بہہ گیا تو میں وہاں سے نکل آیا۔ میرے جلتے ہوئے وجود کے لیے کہیں بھی سکون نہیں تھا۔ کوئی بھی جگہ ایسی نہیں تھی جو تھوڑی دیر کے لیے مجھے اپنی آغوش میں لے کے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دے یا کم از کم تھوڑی دیر کے لیے تہذیب کی یاد سے ہی نجات دلا دے۔ تہذیب کی یاد۔ تہذیب کی یاد تو شاید میں زندگی کے آخری لمحے تک نہ بھلا سکوں لیکن خود کو سنبھالنا

ضروری تھا۔ اس طرح تو میں پاگل قرار دیا جاؤں گا اور میں پاگل نہیں بننا چاہتا تھا۔ "میرے معبود! میرے معبود! سکون۔ سکون دے مجھے میرے معبود!" میری آواز آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھی اور میں رو رہا تھا۔ دفعتاً فضا دھماکوں کی آواز سے لرز اٹھی۔ بے شمار دھماکے، خوفناک دھماکے۔ دھماکوں کی یہ آوازیں بہت دور سے ابھر رہی تھیں لیکن صاف سنی جا سکتی تھیں۔

میں نے اپنے آپ کو سنبھالا، اٹھا اور باہر نکل آیا۔ پتا نہیں، میرا حلیہ کیا ہو رہا تھا۔ لوگ ایک دوسرے سے استفسار کرتے پھر رہے تھے، پھر کسی نے بتایا کہ شتیلا کیمپ پر بمباری کی جا رہی ہے۔ اسرائیلی جہاز شتیلا کیمپ کو نیست و نابود کر رہے ہیں۔

میرے دماغ میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ لاکھوں مظلوم بچّوں اور عورتوں کی چیخیں میرے کانوں میں ابھرنے لگیں اور نہ جانے کیوں میرے ذہن میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ مجرم ایک تھا، صرف ایک۔ وہ جس نے اپنی دیوانگی میں مجھے خاک میں ملا دیا۔ لیکن یہ معصوم آوازیں، یہ تڑپتے بلکتے لوگ! کیا یہ سب مجرم تھے؟ نہیں، مجرم تو صرف ایک تھا، وہ جس نے اپنا نام احتشام اصغری بتایا تھا۔ ہاں بے شک اس کی حالت مجھ سے الگ نہیں ہو گی جب اس کی منیبہ نے دم توڑا ہو گا، وہ دیوانہ ہو گیا ہو گا لیکن کیا وہ قابلِ سزا ہے؟ شاید نہیں۔ لیکن یہ دھماکے، یہ دھماکے مجھے بے چین کر رہے تھے لیکن شتیلا کیمپ پہنچنا آسان کام نہیں تھا۔ راستے بند کر دیے گئے تھے۔

دوسری صبح وہاں جانا میرے لیے مشکل نہ ہوا۔ جو تباہی اور بربادی پھیلائی گئی تھی، وہ میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ وہی سب کچھ ہوا تھا، جو میں نے سوچا تھا اور نہ جانے کیوں ایک بار پھر میرے دل میں ان کی محبت امڈ آئی اور میں ان کی دلداریوں میں مصروف ہو گیا کہ اسی میں سکون تھا۔ ہاں، اسی میں سکون تھا۔

یہ سب مجھے میرے اپنے لگ رہے تھے۔ کوئی بھی تو غیر نہیں تھا، ایک بھی تو اجنبی نہیں تھا۔ ایک بوڑھی عورت کو میں نے سہارا دیا تو وہ خوف زدہ لہجے میں بولی "نہیں! خدا تجھے زندہ رکھے۔ مجھے پڑا رہنے دے، مجھے ہاتھ مت لگا۔" بوڑھی کی دونوں ٹانگیں ریزہ ریزہ ہو گئی تھیں۔ گوشت کے لوتھڑے خون میں ڈوبے لٹک رہے تھے لیکن وہ ہوش میں تھی، زندہ تھی۔ میں اسے اٹھا کر وہاں لے گیا جہاں زخمیوں کی مرہم پٹی کی جا رہی تھی۔

"برا کیا تو نے، برا کیا اے خدا، یہ میرا بیٹا نہیں ہے۔ تو جانتا ہے، میں نے اسے جنم نہیں دیا۔ اسے زندہ رکھنا، اسے سلامت رکھنا۔"

ڈاکٹر نے مجھے بتایا کہ بوڑھی کے دونوں پاؤں مفلوج تھے، بقیہ جسم سے ان کا رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ اس لیے ان کی ہڈیوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے کپل جانے کے اثرات اس کے بقیہ بدن پر نہیں ہیں۔ تاہم اب ان کو کاٹنا بہت ضروری ہے۔ ڈاکٹروں نے بوڑھی عورت کے پاؤں کاٹ دیے۔ میں نے اسے اپنی ماں قرار دیا تھا۔

شتیلہ کیمپ میں امدادی کارروائیاں ہو رہی تھیں۔ تنظیم کے ارکان تندہی سے کام کر رہے تھے۔ بہت سے شناساؤں کو میں نے دیکھا لیکن میں ان کی نگاہوں سے بچتا رہا تھا۔ میں نے بوڑھی کے جھونپڑے میں پناہ لی تھی، جو بمباری سے بچ گیا تھا۔

مجھے وہاں پانچ دن گذر گئے۔ ایک صبح ڈاکٹر نے بوڑھی کی مرہم پٹی کرتے ہوئے کہا۔ "تمھارے بیٹے نے بروقت تمھارا علاج کرا کے تمھاری زندگی بچالی ہے، بہت اچھا ہے تمھارا بیٹا۔"

بوڑھی نے ڈاکٹر کا گریبان پکڑ لیا۔ اس پر جنونی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ "مت بکواس کرو ڈاکٹر! وہ میرا بیٹا نہیں ہے، وہ صرف میرا محسن ہے۔ اسے مت کوسو ڈاکٹر۔ اسے میرا بیٹا مت کہو، وہ مر جائے گا۔" بمشکل تمام ڈاکٹر نے اس سے گریبان چھڑایا تھا۔

"کیا میں تمھارے بیٹے کی مانند نہیں ہوں ماں۔ تم اتنی سنگدل ہو کہ مجھے بیٹا بھی نہیں کہہ سکتیں؟"

بوڑھی بلک بلک کر رو پڑی۔ "ایسا مت کہہ لڑکے ایسا مت کہہ۔ تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ میرے آٹھ بیٹے تھے، ایک سے ایک کڑیل جوان، لیکن میری بدنصیبی انھیں کھا گئی۔ میں ایک بدنصیب ماں ہوں۔ ایک تو بچ جاتا، ایک ہی بچ جاتا، مجھے ماں کہنے والا کوئی نہیں ہے... کوئی نہیں ہے۔ میں خوفزدہ ہوں اپنی بدنصیبی سے۔ جانتی ہوں کہ کوئی مجھے ماں کہے گا تو مر جائے گا۔ اس لیے تو مجھے ماں نہ کہنا بیٹے۔ خدا کرے تو زندہ رہے... خدا کرے..."

میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ بوڑھی مسلسل رو رہی تھی۔ پھر دوسرے دن وہ مر گئی۔ اس نے میری زندگی کے لیے اپنی جان دے دی۔ اس کے خیال میں شاید یہی میری زندگی کے لیے ضروری تھا۔

زخم بھرنے لگے۔ زندگی رواں دواں ہو گئی۔ اپنے بارے میں میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ ابھی کچھ کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن کوئی مشغلہ تو ہونا چاہیے، کچھ تو کروں۔ میں نے بینکوں سے اپنا سرمایہ نکالنا شروع کر دیا۔ لاکھوں ڈالر کا پہلا عطیہ میں نے شتیلا کیمپ کی انتظامی کمیٹی کو دیا۔ مجھ سے میرا نام پوچھا گیا تو میں نے بتانے سے انکار کر دیا۔

"نہیں، میں نام کی تشہیر نہیں چاہتا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں انھیں جانتا ہوں صابری صاحب۔" ایک نوجوان نے کہا۔ جو اس کیمپ میں کام کرتا تھا۔

"کون ہیں یہ؟"

"علی یار خان!"

"میرے نام کی تشہیر نہ کی جائے۔ ان سب کو آباد کر دو، میں اور رقم دوں گا، میں نے انھیں کے لیے تو کمائی ہے۔"

دوسرے دن میں نے پھر کئی لاکھ ڈالر انتظامی کیمپ کو... اور ابھی وہیں موجود تھا کہ فواد آ گیا۔ میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

"میں صرف تمھارا دوست ہوں علی۔" اس نے کہا۔

"معاف کرنا فواد۔ میں دوستوں کو بھول جانا چاہتا ہوں، اگر تمھارے دل میں میرے لیے کوئی بھی جگہ ہے تو میری مدد کر... مجھے پریشان نہ کرو۔"

"تم ہم لوگوں کو نہیں بھول سکتے علی۔ بھول گئے ہو تو بڑے... کہ اتنے بڑے عطیات ان بے گھروں کو کیوں دے رہے ہو؟ یہ بے پناہ دولت ان پر کیوں لٹا رہے ہو؟"

"کوئی جواب نہیں ہے میرے پاس۔ میں کوئی جواب نہ... دوں گا۔" میں تیز قدموں سے چلتا ہوا وہاں سے نکل آیا۔ ایک ٹیکسی... بیٹھ کر ہوٹل واپس چل پڑا۔

کمرا بدستور میرے نام بک تھا۔ اپنے کمرے میں آ کر... مسہری پر لیٹ گیا۔ فواد کے ساتھ میں نے ناروا سلوک کیا تھا... طبیعت ہی ایسی ہو رہی تھی، بس خود کو آزاد رکھنا چاہتا تھا۔ کسی... کوئی پابندی مجھے قبول نہیں تھی۔ میں کسی سے کچھ نہیں سننا چاہتا تھا۔ رات ہو گئی تھی۔ ہوٹل کے فلور پر موسیقی لہریں لے رہی... دل حسب معمول گھبرا رہا تھا۔ کوئی فیصلہ مشکل ہو رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں... تھا، کیا کروں۔ دفعتاً بڈ کا خیال آیا اور میں اچھل پڑا۔ بڈ! جس کا... تنظیم سے نہیں تھا، جو ایک بے لوث مخلص دوست تھا، جس نے... تہذیب کے قاتل کو گرفتار کیا تھا۔ میں اپنی ذہنی الجھنوں میں بڈ کو... کر بیٹھا تھا۔ وہ بھولنے کی چیز نہیں تھا۔ غلطی ہو گئی، واقعی غلطی ہو گئی...

میں اٹھ گیا۔ گو خاصی رات ہو گئی تھی اور اتنی رات گئے اسپتال... جانے کی کوئی تک نہیں تھی لیکن میں خود کو باز نہ رکھ سکا اور پھر ایک... ٹیکسی نے مجھے اس اسپتال پر اتار دیا۔

"اس وقت! میرا خیال ہے مریض سو چکا ہو گا۔" ایک نر... نے مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"اس کے باوجود میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ بہت ضرو... کام ہے۔" میں نے لجاجت سے کہا۔

"معافی چاہتی ہوں جناب...."

"نہیں، معافی مت مانگو۔ یہ دیکھو۔" میں نے جیب سے... بہت سے نوٹ نکال لیے اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر یہ نوٹ ہاتھ...

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رکھ دیے۔

"رہنے دیں، اگر مریض جاگ رہا ہے تو پھر آپ۔۔" نرس نے "رہنے دیں" نہ جانے کیوں کہا تھا کیونکہ نوٹ تو اس نے مٹھی میں دبا لیے تھے۔ بہرحال اس نے مجھے بڈ کے پاس پہنچا دیا۔

"ہیلو بڈ؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو چیف۔" بڈ پھیکی سی مسکراہٹ سے بولا۔

"مجھ سے اظہارِ تعزیت نہ کرنا بڈ۔ مسکرا کر بات کرو۔"

"بڈ شاید چیف کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔" بڈ نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"گڈ! اب یہ بتاؤ کیسے ہو؟"

"ٹھیک ہوں چیف! سر کا زخم کافی حد تک بھر چکا ہے، بازو بھی ٹھیک ہیں۔ اب تو بس ڈاکٹروں کے چونچلے رہ گئے ہیں۔"

"نہیں بڈ۔ جب تک ڈاکٹر مطمئن نہ ہوں اسپتال مت چھوڑنا۔"

"اوکے چیف! تم کہاں ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"سب لوگ مجھ سے ملنے آتے ہیں، تمھارے بارے میں پوری تفصیل مجھے معلوم ہے۔"

"ایک ہوٹل میں ہوں۔ انھیں کچھ نہ بتانا۔" میں نے کہا۔

"اوکے چیف۔" بڈ نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"کیا کہتے ہیں وہ لوگ؟" میں نے پوچھا۔

"ہر شخص شرمندہ ہے۔ میں نے بھی ان سے یہی کہا کہ چیف کی حیثیت کے مطابق انتظامات نہیں کیے گئے۔ سب جانتے تھے کہ چیف کے دشمن اس وقت جھلس رہے ہیں، وہ ہر وہ قدم اٹھائیں گے جس سے چیف کو نقصان پہنچے۔ انھیں یہ سب کچھ کم از کم بیروت میں نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"مطلب یہی چیف کہ دشمن نے تم پر کاری وار کر دیا۔"

"دشمن نے؟" میں چونک پڑا۔

"تو اور کیا دوست نے؟"

"کیا ان لوگوں نے تمھیں احتشام اصغری کے بارے میں نہیں بتایا؟"

"بتایا ہے چیف۔ اس نے جو کچھ بتایا ہے، وہ بھی مجھے معلوم ہے لیکن تمھارا کیا خیال ہے، کیا میں اس کے بیان سے متفق ہوں؟"

"میں سمجھا نہیں بڈ، تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"کیا تم نے اس کی بات پر یقین کر لیا ہے چیف؟ میں جانتا ہوں تمھاری سوچ اتنی کچی نہیں ہے۔" بڈ نے کہا اور میرا دماغ چکرا گیا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے بڈ کو دیکھتا رہا۔

"کھل کر بات کرو بڈ۔"

"احتشام اصغری نے جو کہانی سنائی ہے، مجھے وہ حقیقت نہیں لگتی۔ مانتا ہوں کہ وہ فلسطینی ہے۔ مانتا ہوں کہ وہ شتیلا کیمپ میں رہتا ہے لیکن چیف! اس کی کہانی جھوٹ ہو سکتی ہے۔ کیا ظلم کیمپوں میں شادیاں نہیں ہوتیں؟ کیا فلسطینی باشندے ضروریات سے کنارہ کشی اختیار کر چکے ہیں، نہیں چیف! سب کچھ جاری سب کچھ ہو رہا ہے۔ شادیاں بھی ہوتی ہیں، کلب اور کیفے بھی آباد ہوتے ہیں، بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ صرف تم رہ گئے تھے تمھاری شادی اسے ناگوار گزری۔ مجھے اس کی کہانی فراڈ لگتی ہے، فیصدی فراڈ۔"

"لیکن بڈ۔۔۔"

"تہذیب مالکم ایکس ان لوگوں کی وحشت اور ان لوگوں کی حماقت کا شکار ہو گئی چیف، لیکن تم جیسا شخص حقیقت کا کھوج لگا سکتا ہے۔ اس فلسطینی باشندے کی منیبہ کا کھوج لگا لو۔ تم حقیقت کی تہ تک پہنچ جاؤ گے۔"

"لیکن وہ فلسطینی ہے۔"

"وہ انسان بھی ہے چیف اور ایک معقول رقم اچھے اچھوں کو بھٹکا سکتی ہے۔ میں اگر ٹھیک ہوتا چیف تو اپنا کام شروع کر چکا ہوتا۔ میں نے بہرے سے اس کی کہانی تسلیم نہیں کی ہے، نہیں کی ہے۔ میرے ذہن میں وہ منظر ہے چیف، جب وہ چلا کر بھاگ رہا تھا۔ اگر وہ ایک محبت کرنے والا ہوتا تو خود ہو کر فرار ہونے کی کوشش نہ کرتا۔ وہیں مجمع عام میں کہتا کہ ہوئے بیروت کے بے خانماں یہ عیاشیاں برداشت نہیں کر وہ احتجاجاً یہ اقدام کر کے جان دے رہا ہے اور اس کی محبت ہو جاتی۔ اپنی محبوبہ کی موت کے بعد احتجاجاً کسی دوسرے کی محبوبہ کو قتل کر کے اسے اپنی جان بچانے کی فکر تھی۔ کمال کا عاشق وہ۔ نہیں چیف، میری چھٹی حس کہتی ہے کہ یہ سب ڈھونگ۔ اسے کسی اور نے اس کام کے لیے مجبور کیا ہے اور پھر چیف سی بات معلوم کرنا کون سا مشکل ہے۔ ہم یہ سب کچھ کریں گے، تم چاہو تو میں ڈاکٹر سے بات کر کے چھٹی لے لوں۔" بڈ نے کہا۔ میرا ذہن سائیں سائیں کرنے لگا۔ واقعی بڈ کے الفاظ ایک نئی بیدار کرتے تھے۔ کیا وہ سچ کہہ رہا ہے؟ کیا تہذیب کے قتل کے پسِ پردہ کچھ اور ہاتھ ہیں؟

بڈ نے واقعی دماغ کی چولیں ہلا دی تھیں۔ میں بہت کچھ سوچ رہا تھا۔ کیا واقعی یہ کوئی اور سازش ہو سکتی ہے؟ کیا یہ سب کچھ صرف اس لیے نہیں ہوا کہ فلسطینی نوجوان کی محبوبہ اس سے چھن گئی تھی۔ اس میں کسی اور کا ہاتھ ہے۔ اگر ایسی بات ہے

"مجھے حقیقت معلوم ہونی چاہیے۔ احتشام اصغری سے ملاقات کیے بغیر یہ ممکن نہیں تھا، لیکن احتشام اصغری۔۔۔

"بڈ۔ تمھیں اس نوجوان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔"

"میں خود بھی یہی ارادہ رکھتا تھا چیف۔" بڈ نے فوراً جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"بڈ کے بھی کچھ فرائض ہیں۔ میں نے تمھاری ماتحتی صرف اس لیے تو نہیں قبول کی کہ تم ایک نرم دل انسان ہو اور ماتحتوں کو ماتحت سمجھنے کے قائل نہیں ہو۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے چیف۔"

"ہاں بڈ۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں اس کا کھوج نکال لوں گا چیف۔ اس کی پوری کہانی معلوم کر لوں گا لیکن اس دوران مجھے تمھاری طرف سے اطمینان ہونا چاہیے۔"

"کیسا اطمینان؟" میں نے پوچھا اور بڈ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ "کیسا اطمینان بڈ؟" میں نے دوبارہ پوچھا۔

"تم خود کو سنبھالے رکھو گے چیف۔"

"ہاں بڈ، سنبھالنا ہی ہوگا۔ میں اب ٹھیک ہوں، جو کچھ ہو چکا ہے، اس کی تلافی ممکن نہیں ہے اور ظاہر ہے، میں خودکشی تو نہیں کروں گا۔ آج بھی میرے دل میں ان لوگوں کے لیے پیار ہے۔ جو قصور کرتا ہے، سزاوار بھی وہی ہوتا ہے۔ یہی قانونِ قدرت ہے۔ دوسرے لوگوں کا تو اس میں کوئی ہاتھ نہیں۔"

"یس چیف! بڈ کی یہی خواہش ہے۔ چنانچہ بڈ کی طرف سے اسپتال کی چھٹی۔"

میں اسپتال سے نکل آیا اور آئندہ ملاقات کے بارے میں سوچنے لگا۔ بڈ نے میرے ذہن کو ایک نئی روشنی دی تھی۔ غدار ہر جگہ پلٹے جاتے ہیں، ضرورت انسان کو گری سے گری حرکت پر مجبور کر دیتی ہے۔ ممکن ہے اس سازش کے پسِ پردہ کوئی گہرائی ہو۔ مجھے ان لوگوں سے بدظن کرنے کی کوئی اور کوشش کی گئی ہو۔ ماضی میں بھی ایسا ہو چکا تھا اور اب۔۔۔ بھلا کوئی کیوں چاہے گا کہ میں ایک بار پھر ان لوگوں سے منسلک ہو جاؤں لیکن اس بار۔۔ دفعتاً میرے ذہن میں چنگاریاں بھر گئیں۔ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے میرے دشمنوں نے اگر یہ چال چلی ہے تو خدا کی قسم۔۔۔ اس بار۔۔۔ اس بار میرے انتقام کی شکل بدلی ہوئی ہو گی۔ میری آنکھیں خون اگلتی رہیں۔ احتشام اصغری نے تہذیب کو قتل کر دیا۔ وہ سب اس کی جان کے درپے تھے لیکن میں نے ان کو منع کر دیا ـــــ صرف اس خیال کے تحت کہ وہ دل جلا تھا، غم رسیدہ تھا لیکن اگر وہ سازشی ہے تو۔۔۔ تو۔۔۔؟

وقت گزرتا رہا۔ بڈ سے دوسرے دن ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اسپتال سے نکل آیا تھا۔ اس نے کہا "چیف! میں نے احتشام اصغری کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔"

"کیا رپورٹ ہے بڈ؟"

"وہ شتیلا کیمپ ہی کا باسی ہے لیکن چیف منیبہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس کے بہت قریبی دوست بھی منیبہ کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکے بلکہ اس کے بارے میں کچھ اور بھی معلوم ہوا ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ اوباش فطرت کا مالک ہے۔ چوری کا الزام بھی لگ چکا ہے اس پر۔ اکثر ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں دیکھا جاتا ہے۔ خاص بات یہ ہے چیف کہ چند روز قبل اس نے اپنے دوستوں کی ایک شاندار دعوت کی تھی جس میں اس نے ایک لمبی رقم خرچ کی جو بہرحال ایک مشکوک بات ہے۔"

"ہوں۔" میں نے خشک ہونٹوں کو زبان سے تر کرتے ہوئے بڈ کو دیکھا۔

"سب سے بڑی بات یہ ہے چیف کہ منیبہ کا کوئی سراغ نہیں ملتا، وہ صرف ایک خیالی کردار ہے۔"

"گویا تم اس کی طرف سے مشکوک ہو؟"

"ہاں چیف، سو فیصد۔"

"تو کوئی مشورہ دو۔ کیا کرنا چاہیے؟"

"بڈ مشورہ دے چیف۔" بڈ نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"ہاں، کیوں نہیں بڈ۔ تم نے کہا تھا کہ میں تمھارا دستِ راست ہوں چیف اور کسی آزمائش کے موقع پر مجھے آزمانا، میں تمھارے لیے بے حد کارآمد نکلوں گا۔"

"بالکل کہا تھا چیف، بالکل کہا تھا۔"

"تو پھر اس وقت میں تمھارے مشوروں پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ نئی روشنی تم نے ہی مجھے دکھائی ہے اور اب تم خود ہی ان حالات کو سنبھالو گے۔ میرا ذہن ان دنوں ماؤف ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں اپنے آپ کو سنبھال لوں تو ایک بار پھر وہی علی یار خان بن جاؤں۔"

"اگر بڈ پر اتنا ہی بھروسا کیا ہے چیف تو بڈ اپنی زندگی کی قیمت پر تمھارے اس اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچنے دے گا۔ مجھے کچھ گھنٹوں کی مہلت دو چیف۔"

میں نے بڈ کو مہلت دے دی تھی۔ بڈ کے اس انکشاف نے ایک بار پھر میرے دل و دماغ کو مجروح کر دیا تھا اور میں بڈ کی معلومات کی روشنی میں سوچنے لگا تھا۔

دوسری ملاقات اس نے مجھ سے اسی شام کی اور میرے نزدیک آ بیٹھا۔ "چیف! میں نے ایک منصوبہ بنایا ہے لیکن بہرحال

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تمھاری مدد کے بغیر میں تنہا کچھ نہیں کر سکتا۔"

میں سوالیہ نگاہوں سے بڈ کو دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے آہستہ آہستہ مجھے اپنے منصوبے کی تفصیلات بتانا شروع کر دیں۔ بڈ کا منصوبہ بہت عمدہ تھا اور مجھے کہیں بھی اس پر اعتراض نہیں ہوا۔ جب وہ یہ سب کچھ بتا چکا تو میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "اچھا منصوبہ ہے بڈ! میں تم سے متفق ہوں۔"

"تو پھر چیف، زیادہ وقت نہیں برباد کرنا چاہیے۔ میرا خیال ہے، اگر ہم آج ہی رات اپنا کام کر ڈالیں تو کیا بہتر نہیں ہوگا؟"

"ٹھیک ہے۔ میں چلتا ہوں، تم ضروری انتظامات کر لو۔" میں نے کہا اور اس کے بعد بڈ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں تیار ہو کر باہر نکل آیا تھا۔ پہلی ملاقات میں نے ناصر عزیزی ہی سے کی۔ میں اُن کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا تھا۔ ناصر صاحب کسی کام میں مشغول تھے۔ مجھے دیکھ کر چونک پڑے۔ اُن کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔ میں سلام کر کے ان کے سامنے جا بیٹھا اور وہ خاموشی سے مجھے دیکھتے رہے۔ غالباً اپنے جذبات کا اظہار صحیح طور پر نہیں کر پا رہے تھے۔

کافی دیر کی خاموشی کے بعد انھوں نے کہا۔ "اور تم وہی سب کچھ کرتے پھر رہے ہو جو تمھارے خمیر میں ہے۔ میں تمھیں کون سے نام سے یاد کروں علی، کیا کہوں تمھیں، کتنے احسانات کرو گے ہم پر۔ کتنا شرمندہ کرو گے ہمیں؟"

"میں نہیں سمجھا ناصر صاحب۔" میں نے کہا۔

"شتیلا کیمپ میں اُس عظیم اور نیک دل انسان کے نام کا چرچا ہے جس نے بے پناہ دولت خرچ کر کے ان لوگوں کے آرام کا بندوبست کیا ہے۔ بہت سے لوگ علی یار خان کو پہچانتے ہیں۔"

"سب بے کار باتیں ہیں ناصر صاحب، سب بے کار باتیں ہیں۔ میں جو کچھ کرتا ہوں، وہ میرے اندر کی آواز ہے۔ نہ میں کسی پر احسان کرتا ہوں، نہ میں کسی پر احسان لادنا چاہتا ہوں۔ براہِ کرم ان باتوں کا تذکرہ کر کے مجھے شرمندہ نہ کریں۔"

ناصر عزیزی صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دیر تک ان کے رُخسار بھیگتے رہے۔ پھر انھوں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کاش ہمارے پاس بھی ایسے ذرائع ہوتے جن کی بنا پر ہم سرخرو ہو سکتے۔ ہم تو بڑے ہی شرمندہ ہیں تم سے، بڑے ہی غم زدہ ہیں ہم لوگ۔ یقین کرو، ہم اپنے دل کے اس داغ کو کبھی دھو نہیں سکتے۔ تم نے ہمارے لیے کیا کیا اور اس کے صلے میں تمھیں کیا ملا؟ کاش! ہم اتنے جذباتی نہ ہوتے، کاش تہذیب کو امریکہ سے واپس نہ لایا جاتا۔"

"جو کچھ ہونا تھا، ہو چکا ہے ناصر صاحب! بہر طور
کا قائل ہوں اور اس سے منحرف نہیں لیکن ایک اور تصور پر
میں آیا ہے اور میں اس کے لیے کام کرنا چاہتا ہوں۔ آپ
پاس اسی غرض سے آیا ہوں۔"

"عزیزم! اگر ہمارے جسم کی کھال بھی تمھارے کام آ
تو ہم یہ بات الفاظ تک ہی نہ رہنے دیں گے۔" ناصر عزیزی
پُر درد لہجے میں کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

پھر میں نے ناصر عزیزی کو اپنا وہ منصوبہ بتایا جو
میں ان لوگوں کی مدد سے کرنا چاہتا تھا۔

ناصر عزیزی کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو گیا۔ ان کی
چمکنے لگی تھیں اور ان آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ انھوں
بڑے جذباتی انداز میں کہا۔ "علی! کیا تم اس حقیقت کو تسلیم
کہ ہم لوگ اسی انداز میں سوچ رہے تھے۔ ہمارے ذہن میں
کے وہ لمحات زندہ تھے جن میں تم پر ایک مذموم الزام لگا
ہم سے برگشتہ کیا گیا تھا اور ہمارے اور تمھارے درمیان ایک
خلیج حائل کر دی گئی تھی۔ ہم اسی انداز میں سوچتے رہے ہیں۔
اور وہ دوسرے تمام لوگ جو اس سلسلے میں تم سے ہمدردی
رکھتے ہیں، یہی سب کچھ سوچتے رہے ہیں لیکن ہماری ہمت نہیں
کہ تم سے اس کا تذکرہ کرتے۔ یہ سب کچھ کہنے کے لیے کسی بھی
پر ہم اپنے آپ کو تیار نہ کر سکے کہ کہیں تم اس پر بھی شک نہ کر

"چھوڑیے ناصر صاحب ان باتوں کو، ان میں کیا رکھا ہے
لوگوں نے جو کچھ نہیں کیا، بہر طور وہ میرے ذہن میں آ
اب اس سلسلے میں میری مدد کیجیے۔"

"یوں سمجھ لو کہ سب کچھ تمھاری خواہش کے مطابق ہی
میں وہ تمام انتظامات کر لوں گا جن کے بارے میں تم
کہا ہے، بس باقی منصوبہ تمھارا اپنا ہے لیکن اگر اس سلسلے
تمھیں کوئی مدد درکار ہو تو میں حاضر ہوں۔"

"اس حد تک کر دیجیے آپ، جتنا میں نے کہا ہے۔ اس
بعد کے حالات میرے اوپر چھوڑ دیجیے۔"

"ٹھیک ہے۔" ناصر صاحب نے کہا اور پھر کافی دیر
وہ مجھ سے اس منصوبے کے بارے میں گفتگو کرتے رہے
کے بعد میں ان سے اجازت لے کر چلا آیا۔

میری منزل اب وہی عمارت تھی، جس میں میں نے
کے استقبال کی تیاریاں کی تھیں۔ عمارت ابھی تک میری تو
تھی۔ ظاہر ہے، اس پر کسی اور کا حق نہیں تھا۔ اندر داخل ہو
عجیب سے جذبات جاگ اُٹھے۔ یہاں تو میں نے کچھ اور ہی
کیا تھا۔ اس عمارت میں تو میں نے تہذیب کو اپنی بیوی کی حیثیت سے

تے دیکھا تھا۔ اس عمارت سے تو میں نے اپنا مستقبل وابستہ کر لیا
ا۔ بہت کچھ سوچا تھا اُن دنوں لیکن [illegible] میں یہ سب کچھ نہیں تھا۔
اندر پہنچا تو بڈ سے ملاقات ہو گئی۔ ذمے دار شخص اپنے کاموں
میں مصروف تھا۔ مجھ سے ملا اور مجھے اس کمرے میں لے گیا جہاں
ہمیں اپنا کام کرنا تھا۔ وسیع و عریض کمرے کو خالی کر لیا تھا اور اب
س میں فرنیچر نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ البتہ وہ ایک خوفناک اذیت گاہ
نظر آ رہی تھی۔ بڈ نے وہ تمام ضروری انتظامات کر لیے تھے جو
کسی کی زبان کھلوانے کے لیے کیے جا سکتے تھے۔ پھر اس نے سوالیہ
نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں بڈ، میں ناصر عزیزی سے مل چکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے چیف! تو پھر آج رات کو بہت سی باتوں کا انکشاف
ہو گا۔" میں خاموش ہو گیا۔ بڈ نے دوسرے کمرے میں لے جا کر مجھے
یک اَپ کا سامان مہیا کر دیا جو وہ بازار سے خرید کر لایا تھا اور میں
نے ابھی سے تیاریاں شروع کر دیں۔

میں نے اپنے اور بڈ کے چہرے میں نمایاں تبدیلی پیدا کر لی۔
ب میں شکل و صورت سے ایک غیر ملکی نظر آ رہا تھا۔ میں نے سر پر
نہرے بالوں کی وگ بھی لگائی اور میری شخصیت بالکل تبدیل ہو گئی۔
یک عمدہ سا سوٹ پہن کر میں مطمئن ہو گیا۔ بڈ کو بھی میں نے مکمل طور
سے تبدیل کر دیا۔ رات کو تقریباً پونے گیارہ بجے میں اور بڈ اس
ارت سے نکل آئے۔ میرے پاس سیاہ رنگ کی ایک ویگن تھی جسے
ڈرائیو کر رہا تھا اور میں ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر
بیٹھا ہوا تھا۔ ایک پبلک کال بوتھ سے میں نے ناصر عزیزی کو ٹیلیفون
کیا اور فوراً ہی اُن کی آواز ریسیور سے اُبھری۔

"تمھارے ٹیلیفون کا منتظر تھا میں۔" انھوں نے کہا۔

"کیا پوزیشن ہے ناصر صاحب؟"

"تمھاری توقع کے مطابق ہے، وہیں پہنچ جاؤ جہاں کا حوالہ میں
نے تمھیں دیا ہے۔ سب کچھ تمھاری مرضی کے مطابق ہی ہو گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور ٹیلیفون بند کر دیا۔
اس سے زیادہ گفتگو کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں نے بڈ کو اس جگہ
کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور بڈ نے گردن ہلا دی۔

تھوڑی دیر کے بعد ویگن ایک پُراسرار عمارت کے نزدیک
پہنچ گئی جہاں خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ رات کا دوسرا پہر شروع
ہو چکا تھا اور اطراف میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں اور بڈ
نیچے اتر آئے۔ ویگن کو ہم نے ایک جگہ آڑ میں کھڑا کر دیا تھا۔
میں نے اپنے چہرے پر سیاہ رنگ کی ایک نقاب لگا لی اور دوسری
نقاب بڈ نے اپنے چہرے پر لگا لی تھی۔ ہم لوگ عمارت میں داخل
ہوئے تو ہماری ملاقات ایک دُبلے پتلے بدن کے مالک شخص سے

ہوئی۔ میں نے اس کے سامنے صرف دو لفظ کہے اور اس شخص نے گردن خم کر کے مجھے اپنے ساتھ آنے کے لیے کہا۔

دو راہ داریوں سے گزرنے کے بعد بالآخر ہم ایک کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر اس شخص نے مجھ سے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "آپ اپنا کام شروع کر دیجیے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور دوسرے ہی لمحے فضا میں ایک دلدوز چیخ گونج اٹھی جو اسی شخص کے منہ سے نکلی تھی۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ اس شخص نے اپنے لباس میں سے ایک غبارہ نکالا جس میں سرخ رنگ بھرا ہوا تھا اور پھر یہ سرخ رنگ اس کے اطراف میں پھیل گیا۔ وہ اوندھے منہ نیچے لیٹ گیا تھا اور اسی وقت دوسرا شخص بھی قریب آ گیا۔ اس نے بھی اسی انداز میں چیخ کر اپنے آپ کو سرخ رنگ سے رنگین کر لیا۔ وہ دونوں زمین پر اوندھے لیٹ گئے۔ میں اور بڈ اُس دروازے کی جانب بڑھ گئے جو باہر سے بند تھا۔ تالا وغیرہ کھول دیا گیا تھا۔ میں نے ایک لمبی ٹارچ نکالی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ دروازے سے داخل ہوتے ہی میں نے احتشام اصغری کو دیکھا جو بدحواسی کے انداز میں کھڑا ہوا دروازے کی جانب آنکھیں پھاڑ رہا تھا۔ ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر پڑی تو اس نے جلدی سے دونوں ہاتھوں سے مُنہ ڈھانپ لیا۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔

"آؤ۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا اور وہ پھرتی سے میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"آ گئے آپ لوگ، آ گئے۔" اس کے الفاظ نے میرے پورے بدن میں سنسنی دوڑا دی تھی۔

"ہاں، آ جاؤ۔ جلدی آؤ۔"

احتشام اصغری تیزی سے ہمارے ساتھ چل پڑا۔ باہر نکل کر اس نے ان دونوں اوندھے سیدھے پڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا جن کے اطراف میں سرخ رنگ یا کسی جانور کا خون بکھرا ہوا تھا۔ احتشام اصغری نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور پھر کپکپاتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "اور کوئی تو نہیں ہے؟"

"چلیے آؤ، تمھیں ان تمام باتوں سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔" میں نے غیر ملکی لہجہ بناتے ہوئے کہا اور احتشام اصغری خاموش ہو گیا۔

میں اور بڈ اُسے لیے ہوئے سیاہ ویگن تک آ گئے۔ احتشام خوش نظر آ رہا تھا۔ میں نے اُسے ویگن کے پچھلے حصے میں بٹھایا اور دروازہ باہر سے لاک کر دیا۔ میں خود بڈ کے پاس ہی ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا تھا۔ بڈ نے پھرتی سے ویگن اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ہم ویگن کے درمیانی شیشے سے احتشام اصغری کو دیکھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چکے تھے۔ وہ اب مسرورانہ انداز میں ویگن کی سیٹ سے پشت لگائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا انداز بتاتا تھا کہ ہم نے جو کچھ اس کے بارے میں سوچا تھا، غلط نہیں تھا۔ گویا اسے کسی کی آمد کی اُمید تھی۔ بڈ نے واقعی ایک عجیب و غریب انکشاف کیا تھا اور اب اس انکشاف کی سچائی کے ثبوت آہستہ آہستہ مل رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ویگن عمارت میں داخل ہوگئی۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ احتشام اصغری کو عمارت کے بارے میں کوئی اندازہ نہ ہونے دیں۔ ممکن ہے، وہ اس عمارت سے بھی واقف ہو۔ چنانچہ جب اُسے ویگن سے اُتارا گیا تو اس کی آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھ دی گئی تھی۔

"یہ کس لیے؟" اس نے سوال کیا۔

"جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے وہ ضروری ہے۔ اس لیے خاموش رہو۔"

میں نے احتشام اصغری کا بازو پکڑ لیا اور اس کے بعد ہم اسے لیے ہوئے ایک کمرے میں پہنچ گئے جو آرام دہ فرنیچر سے آراستہ تھا۔ یہاں کمرے کا دروازہ بند کیا گیا اور ہم نے احتشام اصغری کی آنکھوں کی پٹی کھول دی۔

"بہت بہت شکریہ جناب! کیا میں آپ لوگوں کا چہرہ دیکھ سکتا ہوں؟"

"کیا تم اس بات سے مایوس ہوگئے تھے کہ ہم تمھاری مدد نہیں کریں گے؟"

"حقیقت یہی ہے۔ میں اس حقیقت سے انکار نہیں کرتا۔" احتشام اصغری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم نہیں جانتے کہ تم سے کیا وعدہ کیا گیا تھا۔ بہرطور ہمیں تو صرف یہ ہدایت ملی کہ تمھیں اس عمارت سے نکال لائیں۔"

"مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ بالآخر مجھے ان لوگوں کے چنگل سے رہا کرا لیا جائے گا۔"

"ہوں اور اس کے بعد تمھارا کیا پروگرام ہے؟"

"اگر آپ لوگ اس بارے میں نہیں جانتے تو آپ کو بتانا مناسب بھی نہیں ہے۔ آپ صرف یہ اطلاع دے دیجیے کہ آپ نے مجھے وہاں سے نکال لیا ہے لیکن کیا یہ عمارت محفوظ ہے؟"

"تمھیں اطمینان رکھنا چاہیے۔ ویسے مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ میں تمھیں سنبھالوں اور تمھاری جو ضروریات ہوں، وہ پوری کر دوں۔"

"اوہ! گویا آپ ہی کو میرا بقیہ کام بھی کرنا ہے!"

"ہاں۔"

"تو پھر مجھے یہاں سے لندن بھجوا دیجیے، آپ جس طرح بھی چاہیں انتظامات کریں، مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ مجھے میری پسندیدہ جگہ پہنچا دیا جائے گا۔"

"تو پھر آؤ، میں تمھیں تمھاری پسندیدہ جگہ لے چلوں" نے اپنے لہجے کی غراہٹ کو بمشکل تمام دبائے رکھا تھا۔ اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ یہ سب کچھ ایک سوچی سازش تھی۔ بڈ کا کہنا بالکل درست تھا۔

میں نے اس شخص کو ساتھ لیا اور پھر ہم اس اذیت پہنچ گئے جو بڈ نے تیار کی تھی۔ الیکٹرک کی انگیٹھی پر سلاخیں رہی تھیں۔ اطراف میں اذیت رسانی کے بہت سے آلات سجے ہوئے تھے۔ اس کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں بڈ نے چہرے سے نقاب اُتار لی۔ احتشام اصغری حیران نگا سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا اور پھر شاید وہ سب کچھ سمجھ گیا رنگ زرد ہوگیا۔ میں اور بڈ خاموشی سے ایک دیوار سے اُسے دیکھ رہے تھے۔

"یہ... یہ کیا، یہ سب کیا ہے؟" اس نے سوال

"ابھی اس بارے میں بھی تمھیں بتا دیا جائے گا احتشام ایک منٹ رک جاؤ۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں نے چہرے سے میک اپ اتار دیا۔ احتشام اصغری چندھیائی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں تیز روشنی پھیلی ہوئی دوسرے لمحے میں نے اُسے چکرا کر زمین پر بیٹھتے ہوئے دیکھا نے مجھے پہچان لیا تھا۔ اب وہ زمین پر بیٹھا پھٹی پھٹی نگاہوں مجھے دیکھ رہا تھا۔

"تو تم نے مجھے پہچان لیا ہے؟"

"مم... میں... میں تو کچھ نہیں جانتا۔ کون ہو تم اور اسے یہ سب کیا ہے؟... یہ سب کیا ہے؟ تم... تم سب ہو؟ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ اور یہ... یہ؟" اس کا لہجہ لیکن میری آنکھوں میں اب خون ہی خون تھا۔ یہ میری تہذ قاتل تھا۔ یہ میرے مستقبل کا قاتل تھا۔ اس نے مجھ سے چھین لی تھیں۔

بڈ خاموشی سے اُسی گوشے میں کھڑا رہا۔ میں نے گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور کھڑا کر دیا۔ "اب تم مجھے یہ بتاؤ لوگ تھے جنھوں نے تمھیں تہذیب کے قتل پر آمادہ کیا؟"

"کک... کیسا قتل! کیا کہہ رہے ہو تم... مم... میں کچھ نہیں آ رہا۔ آہ! میرا دماغ چکرا رہا ہے۔" وہ ایک زمین پر ڈھے گیا۔

میں اطمینان سے آگے بڑھا اور الیکٹرک کی انگ رکھی ہوئی سلاخ اُٹھا لی جو گہری سرخ ہو رہی تھی۔

"سُنو... میں نہیں چاہتا کہ میں تمھیں اس انگیٹھی پر بھون دوں، چنانچہ اگر اپنی [illegible] چاہتے ہو تو بالکل صاف الفاظ میں یہ بتاؤ کہ وہ کون لوگ تھے جنھوں نے تمھیں اس کے لیے آمادہ کیا تھا؟"

"میں کچھ نہیں بتاؤں گا... میں کچھ نہیں جانتا... تم مجھ سے کچھ نہیں پوچھ سکتے، کوشش کر لو... جلا دو مجھے، خاک کر دو مجھے۔ میں زبان نہیں کھولوں گا۔" اس نے کہا اور میں نے سلاخ اس کے پیروں کے نیچے سے لگا دی۔ اس کی دلدوز چیخ گونج اُٹھی اور وہ زمین پر تڑپنے لگا۔ میں نے اس کو دو تین جگہ سے داغ دیا، وہ ہیبت ناک آوازوں میں دھاڑنے لگا لیکن میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا۔

"تم اس اذیت سے صرف اسی صورت میں بچ سکتے ہو احتشام اصغری کہ سچ بول دو۔"

"آہ... آہ سنو تو سہی... میری بات تو سُنو... میں... میں کچھ بھی نہیں جانتا... یقین کرو میں کچھ بھی نہیں جانتا۔"

"میں تمھیں ایسی ایسی اذیتیں دوں گا احتشام کہ شاید اس روئے زمین پر کسی نے کسی کو اتنی اذیت نہ دی ہو۔" میں نے کہا اور سلاخ انگیٹھی پر سے جا کر واپس رکھ دی۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ تب میں آگے بڑھا اور اس کی قمیص کا گریبان نیچے تک پھاڑ دیا اور اس کے بعد میں نے اس کے بدن سے اوپری لباس علیحدہ کر دیا۔ پھر میں نے جیب سے ایک چھوٹا سا قلم تراش نکالا اور اطمینان سے اس کے سینے پر ایک لمبی لکیر بنا دی۔ وہ ایک بار پھر دھاڑا اور اس نے پیچھے ہٹ کر دیوار سے ٹکنے کی کوشش کی۔ میں نے اُسے بالوں سے پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا اور وہ چاروں شانے زمین پر چت گر پڑا۔ تب میں نے اس کے کٹے ہوئے حصّے کو ناخن سے کریدا اور اس کی کھال پکڑ کر چٹکی میں دبالی اس کے بعد میں نے اس کی کھال کافی قوت سے نیچے کھینچ دی اور احتشام اصغری پاگلوں کی طرح مجھے بھنبوڑنے لگا۔ لیکن اس کی کھال کافی حد تک گوشت سے جُدا ہو گئی تھی اور وہ سینے پر ہاتھ رکھے تڑپ رہا تھا۔

"مر گیا... آہ مر گیا!"

"اب میں تیرے بدن کے اس حصّے کو پسی ہوئی سُرخ مرچوں سے بھر دوں گا اور اس کے بعد تو اپنی زبان کھولے گا، یقیناً تو اپنی زبان کھولے گا۔"

"نہیں... نہیں، تم یہ نہیں کر سکتے۔" اس نے دفعتاً ایک لمبی چھلانگ لگائی اور دروازے سے جا ٹکرایا۔

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

ابجدِ موسیقی

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے

سُر، لَے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور
موسیقی کے دیگر اسرار و رموز
آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب

برِصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

قیمت: 100/- روپے ○ ڈاک خرچ: 18 روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سعید منیشن بلیموریا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں خاموشی سے اُسے یہ کوششیں کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس کی ذہنی حالت کافی خراب ہوتی جا رہی تھی۔ وہ دیواروں سے ٹکرا رہا تھا۔ اپنے آپ کو پیٹ رہا تھا۔ جس جس جگہ لوہے کی سلاخ لگی تھی وہاں سے گوشت باہر نکل آیا تھا اور اس کے پورے بدن سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ دفعتاً اس نے انگیٹھی کی جانب چھلانگ لگائی اور اس پر رکھی ہوئی دونوں سلاخیں ہاتھوں میں اُٹھالیں۔

"میں تم دونوں کو فنا کر دوں گا... میں تم دونوں کو مار دوں گا۔" اس نے پوری قوت سے ایک سلاخ بڈ پر دے ماری لیکن بڈ اطمینان سے ایک سمت ہٹ گیا اور سلاخ دیوار سے ٹکرا کر زمین پر گر پڑی۔ دوسری سلاخ کو دستے سے تھامے ہوئے وہ خونی نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا اور میرے ہونٹوں پر بھیانک مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک ہے... ٹھیک ہے، کوشش کر، تو واقعی دل جلا ہے احتشام! کیونکہ... کیونکہ تیری محبوبہ مر گئی تھی۔ اس کا انتقام تو نے مجھ سے لیا۔ تو نے تہذیب کو ہلاک کر دیا۔ سُن احتشام! غور سے سُن۔ یہ کمرا ہی تیرا مقتل بنے گا۔ تو یہاں سے زندہ واپس جا نہیں سکتا... کُتّے! بہتر یہ ہوگا کہ مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتا دے تاکہ میں تجھے کوئی اذیت ناک موت نہ دوں!"

"میں کچھ نہیں جانتا... تم لوگ مجھ سے کچھ نہیں معلوم کر سکتے۔" وہ پاگلوں کی طرح چیخا اور پھر اُس نے پھرتی سے میری طرف چھلانگ لگائی۔ میں نے اُسے اپنے نزدیک آتے ہوئے دیکھا اور جب اس نے سلاخ دستے سے پکڑ کر میرے پیٹ میں بھونکنے کی کوشش کی تو میں ہٹ گیا۔ وہ پوری قوت سے دیوار سے ٹکرایا۔ سلاخ واپس پلٹی اور اس کے پیٹ سے جا لگی لیکن مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ وہ اپنی دیوانگی میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ سلاخ اس کے پیٹ میں اُتر کر پشت سے باہر نکل گئی تھی اور وہ اس طرح زمین سے اونچا اُچھل رہا تھا جیسے موت اسے اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کر رہی ہو۔ ظاہر ہے جلتی ہوئی سلاخ اُس کے پیٹ میں پیوست تھی۔ دوسرے ہی لمحے وہ زمین پر گرا اور اس کا مُنہ اور آنکھیں کُھلی رہ گئیں۔

"اوہ چیف... یہ اس بدبخت نے بُرا کیا... اسے مرنا تو تھا لیکن جلدی مر گیا... جلدی مر گیا۔"

میں خاموشی سے احتشام اصغری کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھیں کربناک انداز میں پھٹی ہوئی تھیں۔ مُنہ دہشت سے کُھلا ہوا تھا اور چہرے پر خوف کے آثار منجمد تھے۔ میں نے اس کے چہرے پر تھوک دیا۔

"اس کی موت کُتّے کی موت سے بدتر ہونی چاہیے تھی... یہ ثابت ہو گیا ہے بڈ کہ تمھاری سوچ غلط نہیں تھی۔ یہ کچھ [illegible] کا آلۂ کار تھا۔ مُنیبہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس نے صرف [illegible] کے لیے میری تہذیب کو قتل کیا تھا، صرف اور صرف دولت کے لیے۔"

"ہاں چیف... حیرت انگیز طور پر ہمارے اس تجربے کے نتائج اچھے نکلے۔ اب اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا ہے لیکن کاش! اپنے ساتھیوں کے نام بتا دیتا۔"

"کیا ضروری ہے بڈ؟ کیا تم اُن لوگوں کا نام نہیں جانتے؟ کیا میں اُنھیں نہیں جانتا... وہ ہماری نگاہوں میں ہیں، ہم انھیں بخوبی جانتے ہیں۔ تمھیں خود اندازہ ہوگا کہ وہ کون ہو سکتے ہیں۔"

بڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اِسے جلتا رہنے دو، پڑا رہنے دو، ابھی اِسے اسے دیکھ کر مجھے روحانی سکون ہوتا ہے... آؤ باہر آؤ۔"

"ایک منٹ چیف! میں ذرا انگیٹھی وغیرہ بند کر دوں۔" بڈ نے کہا اور میں گردن ہلا کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

احتشام اصغری مر چکا تھا لیکن میرے دل کی آگ بدستور بھڑک رہی تھی۔ یہ آگ سرد نہیں ہوئی تھی۔ میں ایک خواب گاہ میں آ کر مسہری پر دراز ہو گیا۔ تہذیب کی یاد میرے دل میں نشتر چلا رہی تھی اور میری آنکھیں بھیگ جانے کے لیے بے چین تھیں۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد بڈ واپس آ گیا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ ایک صوفے پر بیٹھ کر وہ بھی خاموشی سے کچھ سوچتا رہا۔ پھر جب یہ خاموشی طویل ہوئی تو اُس نے کہا۔ "چیف! یہ بات ثابت ہو گئی کہ تہذیب کا قتل کسی سازش کا نتیجہ تھا بلکہ وہ لوگ اس سلسلے میں پیش پیش ہیں جو آپ کے اور تنظیم کے درمیان دیواریں کھڑی رکھنا چاہتے ہیں۔ انھیں بھلا یہ بات کیسے گوارا ہو سکتی تھی کہ تنظیم سے آپ کی مفاہمت ہو جائے اور آپ پھر اس کے لیے سرگرمِ عمل ہو جائیں۔"

"ہوں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کچھ میں کروں گا بڈ، اس سے تہذیب تو واپس نہیں آ سکتی لیکن دل کو سکون ملے گا۔ اتنے لوگوں کا خون بہانا چاہتا ہوں کہ ان کی تعداد کا شمار نہ کیا جا سکے۔ اُن لوگوں کا خون ہی اب میرے دل کی آگ کو بُجھا سکتا ہے۔ خدا کی قسم... میں اُنھیں تہذیب کے قتل کے سلسلے میں اتنی اذیتیں دوں گا کہ وہ اپنے کیے پر پچھتاتے رہیں، زندگی اُن پر تنگ ہو جائے۔" میں گرجتا رہا اور بڈ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھا، باہر سے ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس لے کر آیا۔

"پانی پیو چیف... پانی پیو۔"

مجھے واقعی شدید پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ پانی کا گلاس ایک ہی سانس میں ختم کر کے میں نے ایک میز پر رکھ دیا۔

"ہمیں اس انکشاف سے بہت کچھ ملا ہے چیف! کم از کم اب یہ احساس دل سے نکال دو کہ فلسطینیوں نے تم سے تمھاری محبت کو چھینا ہے۔"

"ہاں بڈ، اس احساس کا نکل جانا بہت اہمیت رکھتا ہے۔ کم از کم یہ تو ہے کہ میں اپنے دوستوں سے بدظن نہیں ہوں۔ وہ لوگ بلاوجہ اس مصیبت کا شکار ہوتے رہے ہیں۔ پہلے بھی ایسا ہی کیا گیا اور اب بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ ناصر عزیزی، مسعود طلحہ اور دوسرے لوگ اپنی کوششوں میں مخلص تھے۔ بلاشبہ انھوں نے مجھے وہ انعام دیا تھا جس کے بعد کسی انعام کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن میرے دشمن بھی اپنی کوششوں میں مصروف تھے۔ وہ اپنے ان زخموں کی جلن نہیں بھول سکتے، جو انھیں میرے ہاتھوں لگے ہیں لیکن تہذیب کو قتل کرا کے انھوں نے انسانیت کے تمام رشتے میرے ذہن سے مٹا دیے ہیں۔ میں شاید درندوں سے بھی اتنی نفرت نہ کر سکتا جتنی اب اُن سے کرتا ہوں۔ اور اب وہ میری درندگی کا شکار ہوتے رہیں گے۔"

"بڈ تمھارے ساتھ ہے چیف! بڈ ہر لمحے تمھارے ساتھ ہے۔" بڈ نے پُراعتماد لہجے میں کہا اور پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ بڈ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا پھر وہ بولا۔ "پچھلی بار تنظیم آزادیٔ فلسطین سے تمھارے تعلقات خراب کرانے میں کس کا ہاتھ تھا چیف؟ کیا تم اُن لوگوں کو تلاش کر سکتے ہو؟"

"ہاں... امریکی یہودیوں کے ساتھ میری جنگ چلتی رہی ہے۔ میں اُن کے بڑے بڑے لوگوں کو ٹھکانے لگا چکا ہوں۔ اور اُنھیں شدید ترین نقصانات پہنچا چکا ہوں۔ اُنھی میں اولیو ہاورڈ کا نام سرِفہرست ہے۔ اولیو ہاورڈ میری وجہ سے جتنے شدید نقصانات اُٹھا چکا ہے اُن کا شمار ممکن نہیں ہے۔ یہاں تک کہ امریکن سی آئی اے سے اُسے اسی بنیاد پر نکال دیا گیا کہ اپنی دشمنی میں وہ امریکی تنظیم کے مفادات کو نقصان پہنچانے سے نہیں چوکتا تھا۔ میں اسے اولیو ہاورڈ کی انتقامی کارروائی بھی سمجھ سکتا ہوں۔"

بڈ پُرخیال نظروں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "ہاورڈ کافی ذہین آدمی ہے چیف... میں بھی اس سے ناواقف نہیں ہوں۔ ظاہر ہے میرا تعلق بھی انھی تمام لوگوں سے رہا ہے... لیکن ہاورڈ... ہاورڈ کو تلاش کرنا آسان کام تو نہیں ہوگا، وہ ایک زخمی سانپ ہے۔ اور اس وقت اُس سے زیادہ خوشی کسی اور کو نہیں ہوگی۔"

میں خاموشی سے بڈ کی باتیں سنتا رہا پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "بڈ آرام کرو، ہمیں کام کرنا ہے اور اس کے لیے اپنے آپ کو پُرسکون رکھنا ضروری ہوگا۔"

"چیف! میں تو صرف تمھیں پُرسکون دیکھنا چاہتا ہوں۔ تمھیں اس طرح مضطرب دیکھ کر مجھے وحشت ہوتی ہے... میں تمھیں ایسے خوف ناک حالات میں مسکراتے دیکھتا رہا ہوں جہاں انسانوں کے چہرے خشک ہو جاتے ہیں اور ان پر مسکراہٹ کی رمق تک نہیں آتی لیکن چیف، یہ صدمہ بلاشبہ تمھارے لیے بہت تکلیف دہ ہے۔ تم جیسے مضبوط اعصاب کے انسان کو اس صدمے کو برداشت کرنے کے لیے اپنی خصوصی قوتوں سے کام لینا ہوگا۔"

"میں انتہائی کوشش کر رہا ہوں بڈ، تم دیکھ لو میں نے کوئی سوگ نہیں منایا۔ جو کچھ مجھ سے چھن چکا ہے، وہ کبھی واپس نہیں آ سکتا۔ لیکن آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ جاؤ تم آرام کرو۔"

بڈ مجھے خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گیا۔ اس عمارت میں دوبارہ واپس آنے کا تصور بھی ذہن میں نہیں تھا۔ میں نے یہ تہذیب کے لیے خریدی تھی لیکن جب تہذیب یہاں نہیں آ سکی تو میں یہاں کیسے رہ سکتا تھا لیکن اس وقت احتشام اصغری کی زبان کھلوانے کے لیے اس سے زیادہ محفوظ جگہ بھی تو نہیں تھی۔ کچھ وقت یہاں گزار لوں، اُس کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔ میری تو اب کوئی منزل نہیں تھی۔ بہت دیر تک بستر پر پڑا اپنی تنہائیوں کو محسوس کرتا رہا پھر نیند نے ایک مہربان ماں کی طرح اپنی آغوش میں لے لیا اور پھر میں پُرسکون ہو گیا۔ نہ جانے کتنی دیر تک سویا ہوں گا۔ خواب گاہ کا دروازہ اندر سے بند نہیں کیا تھا۔ دفعتاً

شاطر
قیمت فی حصہ ۴۰ روپے
دو حصے مکمل
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
شاطر کو مشہور انعام یافتہ مصنف شکیل انجم نے اپنے خاص انداز میں تحریر کیا ہے
ایک ایسی دلچسپ، ہنگامہ آرا اور سنسنی خیز داستان ہے جس میں قدم قدم سسپنس اور سحر قیامت آرائی ہے۔
آج ہی طلب فرمائیں
واحد تقسیم کار
کتابیات پبلیکیشنز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کسی نے میرے پیروں کو پکڑ کر زور سے ہلایا اور میں جاگ گیا۔ میں نے بے اختیارانہ انداز میں پلٹ کر اپنا پاؤں ہلانے والے کو دیکھا تو وہ بڈ تھا۔ ایکدم میرے حواس جاگ گئے اور میں پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے سہراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے چیف! لیکن تمھیں جگانا بے حد ضروری تھا۔ اٹھ جاؤ چیف، غسل خانے میں جاکر منہ ہاتھ دھولو۔"

"وجہ تو بتاؤ بڈ؟"

"بس تم اسے بڈ کی دیوانگی سمجھ لو اور اس دیوانگی کے لیے چیف، بڈ تم سے پیشگی معافی مانگتا ہے۔ اٹھو منہ ہاتھ دھو لو اپنے آپ کو تازہ دم کرلو۔" بڈ نے کہا اور میں حیرانی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ سے اٹھ کر غسل خانے میں چلا گیا۔ یہ بے وقوف آدمی کیا چاہتا ہے۔ کچی نیند سے جاگ جانے کی وجہ سے سر میں ہلکا ہلکا سا درد ہونے لگا۔ میں نے کافی دیر تک منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ سر پر پانی ڈالا اور پھر بال سنوار کر باہر نکل آیا۔

"ہمیں باہر چلنا ہے چیف۔"

"اس وقت کیا بجا ہے بڈ؟"

"پونے چار بج رہے ہیں۔۔ معافی چاہتا ہوں۔"

"کہاں چلو گے؟"

"بس یوں سمجھ لو کہ چلنا بے حد ضروری ہے۔ بتادوں گا پہلے تیار ہو جاؤ۔" میں نے بڈ کے کہنے پر لباس وغیرہ تبدیل کیا اور بڈ میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ میری حیرتیں عروج پر تھیں۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن بڈ پاگل نہیں تھا، یقیناً کوئی ایسی ہی بات ہوگی جس کی وجہ سے وہ اتنی رات کو مجھے اس عمارت سے نکال کر باہر لے جارہا تھا۔

باہر وہی سیاہ رنگ کی وین کھڑی ہوئی تھی جس میں ہم احتشام اصغری کو اغوا کرکے لائے تھے۔ بڈ نے وین کا اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔ "مجھے بتاؤ گے نہیں بڈ کہ کہاں چل رہے ہو؟"

"چیف تم تو سو گئے تھے؟" بڈ نے کہا۔ وین عمارت سے باہر نکل آئی تھی اور ایک سڑک پر دوڑنے لگی تھی۔

"ہاں، مجھے بہت مشکل سے نیند آئی تھی۔"

"تم یقین کرو چیف! میری آنکھ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں لگی۔"

"مگر اب چل کہاں رہے ہو بڈ؟ کیا یہ وقت سفر کے لیے مناسب ہے؟"

"ضروری ہے چیف! یہی وقت مناسب ہے۔" بڈ نے کہا اور میں سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر بیٹھ گیا۔

وین رات کی تاریکیوں کو چیرتی ہوئی کسی نامعلوم مقام کی جانب جارہی تھی۔ میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ بڈ اگر مجھے کچھ نہیں بتانا چاہتا تو مجھے بھی اسے مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ پھر ایک پراسرار سے علاقے میں داخل ہوکر وین ایک بہت بڑے احاطے کے اندر داخل ہوگئی۔ میں تعجب سے اچھل پڑا۔ یہ قبرستان تھا۔ رات کی ہولناک تاریکی تاحد نگاہ پھیلی ہوئی تھی۔ دور کہیں روشنی ٹمٹما رہی تھی۔ قبریں خاموش اور سنسان تھیں۔ ان کے درمیان ہلکی سی آواز بہت تیز معلوم ہوتی تھی۔

بڈ وین کا انجن بند کرکے نیچے اتر آیا۔ اس نے مجھے نیچے اترنے کے لیے کہا اور پھر وین کے پچھلے حصے میں پہنچ کر پچھلا دروازہ کھول کر اس نے اندر سے کچھ سامان نکالا۔ یہ ایک بیلچہ اور پھاوڑا تھا۔ تیز روشنی والی ایک ٹارچ اس نے میرے ہاتھ میں تھمادی اور دونوں چیزیں لے کر قبرستان کے اندرونی حصے کی جانب چل پڑا۔

"بڈ کچھ منہ سے تو پھوٹو۔ کیا کرنا چاہتے ہو؟" اب مجھے الجھن سی ہونے لگی تھی۔

"چیف۔۔۔ بس چلے آؤ میرے ساتھ۔" بڈ نے کہا اور چند لمحوں کے بعد وہ تہذیب مالکم ایکس کی قبر پر پہنچ گیا۔ اس نے ٹارچ مجھے دی اور کہا کہ میں اسے روشن نہ رکھوں بس جب ضرورت محسوس ہو ایک لمحے کے لیے اسے جلالوں۔

"لیکن تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

"تابوت کو قبر سے نکالنا ہے۔"

"کیوں؟" میں نے بھاری لہجے میں سوال کیا۔

"بس چیف تم چاہو تو اس بات پر میرے سر پر دس جوتے لگا لینا لیکن جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، وہ کرو۔"

میں پریشان نگاہوں سے بڈ کو دیکھتا رہا اور بڈ نے کھودنا شروع کردی۔ کافی دیر تک وہ اپنے کام میں مصروف رہا۔ اس کے بعد اس نے قبر کا اوپری حصہ پوری طرح کھول لیا۔

"اس تابوت کو قبر سے نکالنے میں میری مدد کرو چیف" وہ بولا۔

میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ تہذیب مالکم ایکس کے تابوت کو قبر سے نکالا اور ایک طرف رکھ دیا۔ بڈ نے قبر کے اوپر رکھی ہوئی پتھر کی سلیں دوبارہ قبر پر جمائیں اور دونوں برابر کرنے لگا۔ اس کام میں کافی دیر صرف ہوئی تھی لیکن بڈ نے تھوڑی دیر کے بعد قبر کو اسی طرح کردیا جیسی وہ تھی تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو سکے کہ قبر کھودی گئی ہے۔ بڈ کا یہ خوفناک کام میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا میرے دل میں ہلکی ہلکی سی اینٹھن ہونے لگی تھی۔ تہذیب مالکم ایکس جسے میں اس تابوت میں میری زندگی سو رہی ہے۔ تہذیب مالکم ایکس جسے میں شاید ساری دنیا میں سب سے زیادہ چاہنے لگا تھا لیکن جو مجھ سے چھن گئی تھی۔

میں دکھ بھرے انداز میں سوچتا رہا اور بڈ نے اپنا کام مکمل کرلیا پھر اس نے لجاجت بھرے لہجے میں مجھ سے کہا۔ "اس تابوت کو وین تک لے جانا ہے چیف۔"

"بڈ کیا تم بالکل ہی احمق ہو گئے ہو! کہاں لے جاؤ گے اسے؟"

"اٹھاؤ چیف، اٹھاؤ۔۔۔ یہاں موقع نہیں ہے۔۔۔ اس لیے ہمیں یہ کام کوٹھی ہی میں جاکر انجام دینا ہوگا۔"

"لیکن کیا کام؟" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"کمال ہے چیف! کیا تم بڈ کی اتنی سی بات بھی نہیں مان سکتے۔ چلو، ایک طرف سے اس تابوت کو سہارا دو۔"

میں تابوت کو سرہانے سے پکڑ کر بڈ کے ساتھ وین تک پہنچا اور تابوت وین کے پچھلے حصے میں رکھ دیا گیا۔ بڈ نے تمام اوزار بھی اندر رکھے، اس کے بعد ہم پھر گاڑی میں جا بیٹھے۔ بڈ نے وین اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی تھی۔ راستے میں، میں بالکل خاموش رہا۔ عجیب سے احساسات نے گھیر لیا تھا۔ اس وقت ویسے بھی میری عقل خبط ہوکر رہ گئی تھی۔ یہ احساس ہی بہت اذیت ناک تھا کہ میں تہذیب کی لاش کے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔

بالآخر ہم کوٹھی واپس پہنچ گئے اور بڈ نے پہلے ہی کے مانند تابوت میرے ذریعے پکڑوا کر اندر پہنچایا۔

"اگر تم اب بھی مجھے نہیں بتاؤ گے بڈ کہ یہ سب کچھ تم نے کیوں کیا ہے تو شاید میں اپنے ذہن پر قابو نہ پاسکوں۔"

"اب تم چاہو تو آرام سے اپنی خواب گاہ میں چلے جاؤ چیف، مجھے کچھ کام کرنا ہے۔"

"کیا تم بالکل ہی پاگل ہو گئے ہو بڈ، یہ کیسے ممکن ہے؟" میں پھٹ پڑا۔

"تو بس ایک منٹ۔" بڈ بولا اور پھر وہاں سے باہر نکل گیا۔

میں دکھ بھرے انداز میں تہذیب مالکم ایکس کے تابوت کی جانب دیکھ رہا تھا۔ چند لمحے بعد بڈ واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں جو چیز دبی ہوئی تھی اسے دیکھ کر واقعی تعجب ہوا۔ یہ ایمونیا کی بوتل تھی جس پر سائیفن لگا ہوا تھا۔ بڈ نے تابوت کے ڈھکن کو کھولا، میں دھڑکتے دل سے اندر دیکھ رہا تھا۔ تہذیب کی لاش تابوت کے اندر موجود تھی۔ ابھی تک اس میں بگڑنے کے آثار پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس پر ایک خاص قسم کا محلول چھڑک دیا گیا تھا جو لاش کو کیڑوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ہلکی ہلکی سی بو کمرے میں پھیل رہی تھی۔ تہذیب کا چہرہ میرے سامنے تھا۔ وہ جو ہمیشہ کے لیے گم ہوگئی تھی لیکن اس کمبخت بڈ نے اسے کیوں نکالا ہے؟ اس کی اس آخری نیند کو کیوں خراب کر رہا ہے وہ۔ میں نے غصیلے انداز میں بڈ کی طرف دیکھا لیکن بڈ میری پروا کیے بغیر تہذیب کے مردہ چہرے پر سائیفن کی پھواریں مارنے لگا۔ اس نے کمرے میں انتہائی تیز روشنی کردی تھی۔ اور اس کی آنکھیں شیشے کی گولیوں کی مانند چمک رہی تھیں۔۔۔ وہ تہذیب کے چہرے پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ دوبارہ اس نے سائیفن کی پھوار اس کے چہرے پر ماری اور پھر انگلی سے چہرے کی جلد کو ٹٹولنے لگا۔ میں نے اب اس سے کچھ پوچھنے کا ارادہ ہی ترک کردیا تھا۔ دفعتاً بڈ کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی جس میں خوشی کا عنصر شامل تھا۔ اس نے چٹکی سے تہذیب کے چہرے پر ایک جگہ نوچا اور یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کہ پلاسٹک کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں آگیا اور اب میرے ذہن کے بند دروازے بھی کھل گئے تھے۔ میں برق رفتاری سے آگے بڑھا اور دوسرے ہی لمحے تہذیب کے بال پکڑ کر زور سے کھینچے۔ میرے ہاتھوں میں ایک وگ آگئی تھی اور اس کے نیچے جو بال نظر آئے تھے ان کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ بڈ نے لاش کی پیشانی صاف کرنا شروع کردی، اس کے بعد رخسار، ٹھوڑی اور گردن اور چند ہی لمحات کے بعد میں اپنا دل پکڑے کھڑا ہوا تھا۔ جو چہرہ پلاسٹک کے ان ٹکڑوں کے نیچے سے برآمد ہوا تھا، وہ تہذیب کا نہیں تھا۔ بڈ نے اسے بغور دیکھا اور پھر ایک چیخ مار کر مجھ سے لپٹ گیا۔ اس نے مجھے اپنے سینے سے بھینچ لیا تھا۔

"چیف۔۔۔ مبارک ہو۔۔۔ مبارک ہو چیف، تہذیب مالکم ایکس نہیں مری، وہ زندہ ہے چیف۔۔۔ وہ زندہ ہے۔۔۔ مبارک ہو تمھیں چیف۔" بڈ نے انتہائی جذباتی لہجے میں کہا۔ "میری تعریف کرو چیف، مجھے بھی اپنے آپ سے لپٹا لو۔۔۔ میں تمھاری اس خوشی میں تم سے زیادہ شریک ہوں۔۔۔ تمھاری تہذیب زندہ ہے۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ تہذیب نہیں ہے۔۔۔ دیکھ لو۔۔۔ دیکھ لو اسے چیف۔۔۔ بغور دیکھ لو۔۔۔" بڈ پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ وہ خوشی سے ناچ رہا تھا، مجھے جھنجوڑ رہا تھا۔ خود میری بھی عجیب حالت تھی۔ میں نے بڈ کو بھینچ لیا تھا۔

"مم۔۔۔ مم مگر بڈ۔۔۔ بڈ۔۔۔" میں نے بھی مسرت بھرے لہجے میں کچھ کہنا چاہا، مگر کہہ نہ سکا۔ ایک دم سے میرے پورے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ ذہن ماؤف سا ہوا جارہا تھا۔ میری آنکھیں میرا ساتھ نہیں دے پارہی تھیں۔ ہاں، یہ تہذیب نہیں تھی۔ ہم نے اسے تہذیب ہی کی قبر سے نکالا تھا اور تھوڑی دیر پہلے یہ تہذیب ہی کا چہرہ تھا۔ سو فیصدی تہذیب کا لیکن۔۔۔ اب تک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بڈ اُسے دیکھتا رہا۔ مسرت میں ڈوب کر نہ جانے کیا کیا بکتا رہا۔۔ میں بھی اس کی طرح پاگل ہو گیا تھا۔۔۔ میں تہذیب کو مختلف زاویوں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ اس لاش کو دیکھ رہا تھا، لیکن واقعی وہ تہذیب نہیں تھی۔ اُس کے جسم پر گولیوں کے نشانات اب بھی موجود تھے۔ لیکن وہ قطعی تہذیب نہیں تھی۔ کوئی اور تھی۔ میرا دماغ بالکل ماؤف ہو رہا تھا۔ مسرت نے میرے اعصاب بالکل سُن کر ڈالے تھے۔ میں وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔ بڈ اب بھی خوشی سے ناچ رہا تھا پھر اُس نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا۔

"افسوس! میں اس وقت ایک لاش کے پاس کھڑے ہو کر اتنی مسرت کا اظہار کر رہا ہوں لیکن وہ جو بُرائی کی جانب قدم بڑھاتے ہیں، بُرائی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اب تم اس لڑکی کو اس کی قبر تک پہنچا دو۔ ہم دوبارہ اس کے چہرے پر وہ میک اپ نہیں کر سکتے۔۔ چلو چیف، چلو، تمھیں اب بھی میری مدد کرنا ہو گی۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔۔ ساری مسرتوں کو دبا لو۔"

بمشکل تمام میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ ہاتھ پاؤں اس طرح بے جان ہوئے جا رہے تھے جیسے ان میں ذرا بھی دم نہ ہو لیکن کسی نہ کسی طرح خود کو گھسیٹ رہا تھا۔ تابوت اُٹھا کر واپس وین میں رکھا اور پھر وہی ساری کارروائی دوبارہ دُہرانی پڑی جو اس سے پہلے کر چکے تھے۔ دن کا اُجالا پھوٹ چکا تھا اور اس وقت جب ہم نے لاش کو قبر میں اُتار کر قبر دوبارہ بند کی تو سورج کی روشنی پوری طرح نمودار ہو گئی تھی۔ قبرستان ایسے علاقے میں واقع تھا جہاں زیادہ چہل پہل نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے ہمیں اپنا کام انجام دے کر واپس آنے میں بہت زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔

کوٹھی میں داخل ہونے کے بعد بڈ اسی طرح مسرتوں سے ناچتا ہوا مجھے ساتھ لیے ہوئے اندر آ گیا۔ اور پھر بولا "نہا لو چیف۔۔۔ نہا لو، میں بھی نہاؤں گا۔ نہانے سے یہ نیند کا خمار دُور ہو جائے گا۔ خوب نہاؤ چیف بلکہ گنگناؤ۔۔۔ غسل خانے میں جا کر گانے گاؤ، قہقہے لگاؤ۔۔۔ میں تمھاری آواز سننا چاہتا ہوں۔"

"پاگل آدمی، بہت زیادہ پُرجوش ہونے کی کوشش مت کرو، جاؤ تم غسل کر لو۔"

"نہیں چیف، تم بھی غسل کرو گے۔" بڈ بچوں کے سے انداز میں ضد کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے بھئی، ٹھیک ہے۔" میں ہار ماننے والے انداز میں بولا۔

"میں غسل کرنے کے بعد کافی بنا کر لے آؤں گا بلکہ میں غسل خانے میں جانے سے پہلے کافی کا پانی چڑھائے دیتا ہوں۔ بس چیف، تم بھی غسل کر کے باہر آؤ، دونوں کافی پئیں گے، بلکہ کئی کئی پیالیاں پئیں گے تاکہ نیند بالکل ہی بھاگ جائے۔"

بڈ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اور میں دروازے کو تکتا رہا۔ پھر میں غسل خانے کی طرف بڑھ گیا حالانکہ موسم گرم نہیں تھا لیکن میں نے ٹھنڈے پانی کا شاور کھولا اور اس کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ ٹھنڈے پانی کی پھواریں نہ جانے کب تک میرے سر تک بہتی رہیں۔۔۔ اور پھر غسل خانے کے دروازے پر بڈ کی آواز سنائی دی۔

"اب میں نے اتنی دیر بھی نہانے کے لیے نہیں کہا تھا۔ نکل آؤ تمھیں خدا کا واسطہ۔" بڈ کے انداز میں ایک عجیب مضحکہ خیز کیفیت تھی۔ میں چونک پڑا اور پھر میں نے شاور بند کر دیا۔

باہر کافی تیار تھی۔۔۔ اُس کی سوندھی، سوندھی بھاپ فضا میں بلند ہو رہی تھی۔

بڈ نے کافی کی پیالی مجھے پیش کرتے ہوئے کہا "اپنے دوست کی طرف سے تہذیب مالکم ایکس کی زندگی کی مبارک باد قبول کرو۔"

"بڈ، یہ حقیقت ہے کہ اس وقت میں دنیا کا سب سے بے وقوف آدمی ہوں اور میرا ذہن کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہے۔"

"تم فیصلے مت کرو چیف، میں تمھاری ذہنی کیفیت کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔"

"بڈ، واقعی تم نے ناقابلِ یقین کارنامہ انجام دیا ہے۔ واقعی تمھاری اس شخصیت کو میں نے کبھی غور سے نہیں دیکھا تھا۔"

"اب دیکھا کرو چیف۔۔۔ اب دیکھا کرو۔۔۔ اور یہ بات سمجھ لو کہ تم نے مجھے اپنا ماتحت بنا کر کوئی غلطی نہیں کی ہے۔ بڈ ایسے نازک موقعوں پر تمھاری مدد کرے گا۔ یہ بات دل سے تسلیم کر لو۔ بڈ تمھارے لیے ناگزیر ہے۔"

"ٹھیک ہے بھائی۔۔۔ ٹھیک ہے۔" میں نے مسرت سے کہا۔

"دیکھو چیف، کم از کم اب یہ بات ثابت ہو گئی کہ تمھارے خلاف سازش کی گئی ہے۔۔۔ مقصد وہی تھا، یعنی تمھیں تنظیم کے خلاف بھڑکا دیا جائے اور تم طوفانی انداز میں یہ سوچ کر کام کرو کہ جس تنظیم کے لیے تم نے اپنی ساری زندگی برباد کر دی، اس نے تمھیں کیا دیا۔ ایک بار تم پر شبہ کیا گیا اور دوسری بار تمھاری محبوبہ ہی تم سے چھین لی گئی، اس کا ردِعمل واقعی خطرناک بھی ہو سکتا تھا چیف، اگر تم اتنی ٹھنڈی طبیعت کے مالک نہ ہوتے، لیکن دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو گیا ہے۔ ہمیں اولیو ہاورڈ کے مقابلے میں اُسی جیسی شیطانی ذہانت سے کام کرنا ہو گا۔ چنانچہ چیف اس کے لیے ایک بہتر منصوبہ بندی ضروری ہے۔"

میں نے اس کے چہرے پر نظر جماتے ہوئے کہا "تم خود ہی بتاؤ بڈ، ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"چیف، مجھے یقین تھا کہ بالآخر ایک دن تم بڈ کی اہمیت کو تسلیم کرو گے اور اس سے مشورے مانگو گے۔۔۔" بڈ ضرورت سے زیادہ خوش نظر آ رہا تھا اور بہت بڑھ چڑھ کر بول رہا تھا۔

میں نے مسکرا کر کہا "ہاں بھئی، تم نے اپنی یہ حیثیت منوا لی ہے۔"

"سب سے پہلے تو چیف، میرا مشورہ ہے کہ تم اپنے اس سوگ کو برقرار رکھو۔ کوئی بھی تمھیں دیکھ کر یہ اندازہ نہ لگا سکے کہ تم نے حقیقت کو جان لیا ہے۔ ہم اس کوٹھی میں نہیں رہیں گے چیف۔ تم نے جس ہوٹل کا انتخاب کیا ہے، اسی میں ایک کمرا میں بھی حاصل کیے لیتا ہوں۔ بیروت سے کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک دل شکستہ انسان کو جو کچھ کرنا چاہیے۔۔۔ وہی تم کرتے رہو۔۔۔ اگر تم نے اپنی ذات میں نمایاں تبدیلیاں پیدا نہ کیں تو بس یوں سمجھ لو، اولیو ہاورڈ ہوشیار ہو جائے گا اور ہم اپنا کام نہیں کر سکیں گے۔"

"ان تبدیلیوں سے تمھاری کیا مراد ہے؟"

"خود کو دیوانہ ظاہر کرو۔۔۔ وہ کرو چیف، جو اس سے پہلے تم نے کبھی نہیں کیا۔۔۔ دیکھو چیف، بڈ نے ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔ کم از کم اس مسئلے میں تو اس کی حیثیت سربراہ کی رہنے دو۔ زندگی بھر یاد کرے گا بڈ بھی۔"

"ٹھیک ہے بھائی، ٹھیک ہے۔۔۔ مگر تم مجھے گائیڈ کرتے رہنا۔"

"بالکل۔۔۔ بالکل۔۔۔ بیروت کے ہوٹلوں، نائٹ کلبوں کا رُخ کرو۔۔۔ شراب تم نہیں پیتے، نہ پیو۔۔۔ میں تمھیں اس کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔۔۔ لیکن اپنے آپ کو بالکل بدلی ہوئی زندگی میں ڈھال لو، رقص و سرود سے دلچسپی لو اور اگر۔۔۔ اگر کچھ لوگ۔۔۔ میرا مطلب ہے کچھ حسینائیں تم تک پہنچنے کی کوشش کریں تو انھیں مایوس نہ کرو۔۔۔ خود کو ایک ایسے انسان کی حیثیت سے پوز کرو جو اپنے راستے سے بھٹک گیا ہو۔۔۔ اگر تم نے اپنے پُرانے طور طریقے جاری رکھے تو اولیو ہاورڈ ہوشیار ہو جائے گا۔ ویسے تنظیم کے سلسلے میں بھی میں تم سے یہی کہوں گا کہ ان لوگوں سے بھی زیادہ ربط رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ پہلے تہذیب مالکم ایکس ہمارے ہاتھ آ جائے، اس کے بعد ہم دوسرے معاملات دیکھیں گے میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے۔ اگر کسی ذریعے سے ہم لوگوں سے رابطہ قائم کیا جاتا ہے تو ہم اس رابطے کو اہمیت دیں گے۔ تنظیم کے کچھ افراد کی دل شکنی بھی کرنی پڑے تو اس سے پرہیز مت کرنا۔ ویسے ان لوگوں کے بارے میں میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ تمھارے غم میں برابر کے شریک ہیں اور اپنے آپ کو بلاوجہ مجرم محسوس کر رہے ہیں۔"

"ہاں بڈ۔۔۔ اب مجھے اس بات سے شرمندگی بھی ہوتی ہے۔"

"نہیں چیف۔۔۔ مقابلہ ایک خطرناک دشمن سے ہے۔ اپنے جذبات کو گہری نیند سلا دو۔ ہمیں اسی انداز میں کام کرنا ہے جس کا تقاضا حالات کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہم اپنے دشمن کو بے نقاب کر سکیں گے۔ بلکہ اس کے سینے میں اتر سکیں گے، یہ بہت ضروری ہے۔"

"ٹھیک کہتے ہو بڈ۔۔۔ میں تمھاری بات سے اتفاق کرتا ہوں۔"

"تھینک یو چیف۔۔۔ تھینک یو ویری مچ۔۔۔ بڈ کو اپنی تمام محنتوں کا پھل مل گیا۔"

"احتشام اصغری کی لاش کے سلسلے میں کیا کیا ہے؟"

"سوری چیف۔۔۔ دراصل اس بدنصیب کو ایسے ہی پڑا نہیں رہنے دیا جا سکتا تھا۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا اس کا۔ چنانچہ میں نے اُسے درگور کر دیا، میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے تم؟"

"کہاں؟" میں نے سوال کیا۔

"بس یہ مت پوچھو چیف، یہ سمجھ لو کہ اسی کوٹھی میں لیکن اس کا سراغ ملنا ناممکن ہے۔"

"ہوں۔۔۔ تو تم یہ کام کر چکے ہو؟"

"پہلے ہی کر چکا تھا چیف، تمھیں بتانا ضروری تو نہیں تھا۔ ظاہر ہے اُس کی لاش سے تمھیں کیا لینا تھا۔"

"تم نے واقعی میرے لیے ایک بہترین دوست کا کردار ادا کیا ہے۔" میں تجسس آمیز لہجے میں بولا۔

"بڈ کس قابل ہے چیف۔ بس اس کے صلے میں مجھے۔۔۔ میرا مطلب ہے زندگی میں اگر کچھ رنگینیاں بھی شامل رہیں تو کیا حرج ہے؟" بڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے تمھیں کب ان سے روکا ہے۔"

"تو پھر میں آج پورا دن ڈینس کے ساتھ گزاروں گا۔" بڈ نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"اوکے بڈ، اوکے۔"

"چیف، میرا خیال ہے ہمیں یہ کوٹھی چھوڑ دینی چاہیے۔۔۔ ہمارا مقصد تو پورا ہو ہی چکا ہے۔ ویسے تم اگر ناصر عزیزی سے ملاقات کرو تو اُسے یہ ہدایت ضرور دے دینا کہ احتشام اصغری کے معاملے کو خود ہی ہینڈل کرے اور یہ بات کسی طرح بھی منظرِ عام پر نہ آنے دے کہ احتشام اصغری کو تم نے کسی طور حاصل کیا تھا اور اس کے بعد سے وہ گم ہے۔"

"ہاں، میں یہ کام کر لوں گا۔" میں نے کہا۔

"تو پھر میں جاؤں چیف؟"

"ساری رات جاگتے رہے ہو، سوؤ گے نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ضرور سوؤں گا چیف۔۔۔ ضرور سوؤں گا، لیکن ڈینس سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ملنے کے بعد۔" بڈ نے کہا اور پھر وہ باہر نکل گیا۔ اُس کے جانے کے بعد میں دیر تک اُس کی اِس شرارت کے بارے میں سوچتا رہا۔ دل مسرور ہو گیا تھا۔ جی چاہ رہا تھا کہ میں چیخ چیخ کر ساری دنیا کو بتا دوں کہ میں جس کرب کا شکار تھا، وہ صرف میری غلط فہمی ہی تھی۔ میری تہذیب زندہ ہے، یقیناً میری تہذیب زندہ ہے۔ اور اس کا زندہ ہونا ہی میرے لیے کافی ہے۔ اگر وہ میرے دشمنوں کے قبضے میں ہے تو بہر طور اتنی معذور نہیں کہ نکل نہ سکے اور نہ ہی میرے بازو ابھی شل ہوئے ہیں۔ میں اس کی خاطر کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ کچھ اور سوچیں بھی میرے ذہن پر حاوی ہونے لگی تھیں۔ تہذیب مالکم ایکس بیروت آئی بھی تھی یا نہیں؟ وہ لڑکی جو تہذیب مالکم ایکس کی جگہ قتل کر دی گئی، کیا شروع ہی سے تہذیب مالکم ایکس بنی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے ذہن میں تہذیب مالکم ایکس سے کی ہوئی ملاقاتیں تازہ کیں اور میرے دل کے انتہائی گوشوں سے آواز نکلی کہ جو لڑکی ناصر عزیزی کے گھر سے مجھ تک پہنچی تھی، وہ تہذیب مالکم ایکس ہی تھی۔ اس کی ایک ایک جنبش، ایک ایک ادا میری جانی پہچانی تھی۔ یقیناً تہذیب مجھ سے اس وقت تک ملتی رہی ہے، جب تک ہماری شادی کا آخری دن نہیں آ گیا۔۔۔ وہ تہذیب ہی تھی۔ اگر یہ منصوبہ اولیو ہاورڈ ہی نے بنایا تھا تو پھر یقیناً حیرت کی کوئی بات نہیں تھی۔ اولیو ہاورڈ جیسا شخص یہ سارا کھیل کھیل سکتا تھا۔ ناصر عزیزی، مسعود طلحہ، تہذیب کو امریکا سے لے کر آئے تھے۔ ناصر عزیزی نے اسے اپنے یہاں رکھا اور اس کے بعد جتنی بھی ملاقاتیں تہذیب سے ہوئیں، وہ اصل تہذیب ہی سے ہوئی تھیں۔ شادی سے کچھ وقت پہلے اولیو ہاورڈ نے اصل تہذیب کو کسی بھی طرح اپنی تحویل میں لے لیا اور پہلے سے تیار کی ہوئی اس کی نقل شادی کے لیے پیش کر دی۔ یقیناً اس بدنصیب لڑکی کے تصور میں بھی یہ بات نہیں ہو گی کہ اُس کے ساتھ کیا سلوک کیا جانے والا ہے۔ اسے کوئی ایسا ہی بڑا لالچ دیا گیا ہو گا جس کی بنیاد پر وہ تہذیب کا روپ دھار کر مجھ سے شادی کرنے پر آمادہ ہو گئی ہو گی۔ بات صرف اتنی حد تک تھی۔ ظاہر ہے اُسے میری خلوت میں نہیں پہنچنا تھا۔ ورنہ اولیو ہاورڈ اتنا بڑا خطرہ مول نہ لیتا۔ غور کیا تو اولیو ہاورڈ کی اسکیم انتہائی شاندار اور جامع نظر آئی۔ بلاشبہ اُس جیسا شاطر شخص ہی اتنا بڑا کھیل کھیل سکتا تھا۔ اُس نے اپنی دانست میں میرے ذہن سے تہذیب مالکم ایکس کو ختم کر دیا تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ حالات نے اس بار بھی اُسے شکست دی اور یہ بات میرے علم میں آ گئی۔

اس ذہنی کیفیت سے نکلنے کے بعد اگر میں خود اس بارے میں سوچتا تو وہی فیصلہ کرتا جو بڈ نے کیا تھا اور اب بھی مجھے وہی سب کچھ کرنا تھا۔ تہذیب ممکن ہے بیروت سے نکال دی گئی ہو لیکن بس اس کی زندگی مجھے عزیز تھی۔ یہ پتا چل چکا تھا کہ وہ زندہ ہے، اتنا ہی کافی تھا۔ ایک بار وہ پھر گم ہو گئی تھی لیکن پہلی بار تو نہیں ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ تہذیب ان لوگوں کے لیے اتنا تر نوالہ نہیں ثابت ہو گی۔ کسی نہ کسی طور وہ اپنی گلو خلاصی کا بندوبست کر ہی لے گی۔ چنانچہ اب کافی اطمینان تھا لیکن اگر اداکاری میں کوئی کمی واقع ہو گئی تو پھر اولیو ہاورڈ ہوشیار ہو گا اور اس کے اور تہذیب کے لیے اصل خطرہ شروع ہو گا۔ تہذیب کی زندگی کے لیے اور اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اولیو ہاورڈ کی شکست کے لیے مجھے اپنے آپ کو ایک غمزدہ بنا کر پیش کرنا تھا۔ تنظیم سے برگشتگی بھی برابر جاری رہنی چاہیے۔ ممکن ہے اس کے لیے مجھے کوئی لمبا کھیل کھیلنا پڑے۔ میں نے اپنے ذہن کو پوری طرح اس کھیل کے لیے تیار کیا۔ بڈ کی یہ بات بھی مجھے یاد تھی کہ اولیو ہاورڈ ہزار آنکھوں سے میری نگرانی کر رہا ہو گا۔ لیکن اب یہ تو ممکن نہیں تھا کہ اُسے میرے اب تک کے حالات بھی معلوم ہوں۔ بظاہر ایسی کوئی بات منظر عام پر نہیں آئی۔ چنانچہ میرے لیے ضروری تھا کہ میں اس کوٹھی کو چھوڑ دوں جس نے اپنی دانست میں اپنی موجودگی کے یہاں تمام نشانات مٹا دیے۔ کوٹھی کے ٹیلیفون کو ناصر عزیزی سے گفتگو کرنے کے لیے استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس کے عقبی حصے سے باہر نکل کر دور تک پیدل چلا گیا۔ پھر کافی لمبا چکر کاٹنے کے بعد میں نے پبلک ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو کر ناصر عزیزی کے نمبر ڈائل کیے۔ بوتھ کے آس پاس کسی انسان کا وجود نہیں تھا۔ ناصر عزیزی نے کئی سیکنڈ کے بعد ریسیور اٹھایا تھا۔ غالباً وہ ابھی تک سو رہے تھے۔

"ہیلو، ناصر صاحب سے بات کرنی ہے۔" میں نے کہا۔

"میں ہی بول رہا ہوں۔۔۔ کون صاحب ہیں؟" ناصر کی آواز اُبھری۔

"میں علی یار خان بول رہا ہوں۔"

"اوہ علی! کہو، خیریت؟ کام ہو گیا؟"

"ہاں ناصری صاحب، مختصر الفاظ میں میری ایک بات سُن لیجیے۔ احتشام اصغری کے معاملے کو بالکل گول رکھا جائے۔ اس کی کسی بھی قسم کی پبلسٹی نہیں ہوتی چاہیے۔ ایک طرح آپ لوگ اُسے بھول ہی جائیں اور اگر کسی طرف سے اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوششیں کی جائیں تو یہ آپ بہتر جانتے ہیں کہ آپ کس طرح لوگوں کو ٹالیں گے۔ اُسے گم شدہ بھی ثابت کر سکتے ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ بہر طور یہ کسی کو معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ میں نے احتشام اصغری سے کوئی رابطہ قائم کیا تھا۔"

"بہتر ہے ایسا ہی ہو گا۔ میں کچھ صورت حالات تو مجھے بتاؤ۔"

"بس یوں سمجھیے کہ ٹھیک ٹھاک ہیں۔"

"تمہاری ذہنی کیفیت کیسی ہے؟ میں تمہیں صرف صبر کی تلقین ہی کر سکتا ہوں علی، خود کو سنبھالو۔"

"کوشش کروں گا۔ جو غم میرے سینے کو لگا ہے اُسے بھولنا اتنا آسان نہیں ہے۔ آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ میں نے۔۔۔ میں نے۔۔۔" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"میں جانتا ہوں۔۔۔ میں جانتا ہوں، بہر طور ہماری تقدیر میں یہ لکھا تھا۔ ہم اسے نہیں ٹال سکتے تھے۔" ناصر عزیزی صاحب نے کہا۔

"خدا حافظ۔ بس یہی عرض کرنا تھا مجھے۔" میں نے کہا اور ٹیلیفون بند کر دیا، اس سے زیادہ ناصر عزیزی سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا، پھر میں نے اپنے ہوٹل ہی کا رُخ کیا تھا۔ ہوٹل کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد میں نے دروازہ بند کر لیا۔ خود بھی تقریباً ساری رات ہی جاگتے گزر گئی تھی اس لیے سونا چاہتا تھا۔ میں نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ نیند آ گئی اور اس وقت دوپہر کے غالباً ڈھائی بجے کا وقت تھا، جب آنکھ کھلی۔ مجھے کمرے میں کچھ آہٹیں محسوس ہوئی تھیں۔ چونک کر دیکھا تو ہوٹل کا ایک ویٹر صفائی میں مصروف تھا۔ وہ ایک گلدان کو اُٹھا کر اُسے کپڑے سے صاف کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور پھر دوسری چیزوں کی جھاڑ پونچھ کرنے لگا۔

"کیا وقت ہوا ہے ویٹر؟" میں نے سوال کیا۔

"ڈھائی بجے ہیں سر۔" وہ بولا۔

"میرے لیے کھانے پینے کی کچھ ہلکی پھلکی چیزیں لے آؤ۔ صبح کا ناشتا بھی نہیں کیا اور دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا۔"

"بہت بہتر سر۔" ویٹر نے جواب دیا اور گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔

میں غسل خانے میں داخل ہو گیا تھا۔ ٹھنڈے پانی کی پھواریں پہلے سے کہیں زیادہ خوشگوار تھیں۔ اب ہر چیز میں ایک شگفتگی نظر آ رہی تھی اور اس کی وجہ میں جانتا تھا۔

میں لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔ ویٹر ابھی تک نہیں آیا تھا۔ میں یوں ہی بیٹھا ہوا دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا، دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک ہلکی سی کلک ہوئی۔ وہ ویٹر اس وقت دروازہ کھول کر میرے کمرے کے اندر آیا تھا، جب میں سو رہا تھا اور اس نے صفائی شروع کر دی تھی۔ کیا اس میں بھی کوئی راز ہے؟ یہ کام وہ اس وقت بھی کر سکتا تھا، جب میں جاگ جاتا۔ میرے سونے کے دوران اُس نے ایسا کیوں کیا؟ ذہن میں گرید پیدا ہو گئی تھی۔ ویٹر تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا تو میں اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ میری گہری نگاہوں کو دیکھ کر وہ کسی قدر گھبرا سا گیا تھا۔ میں نے فوراً اُس پر سے اپنی نگاہیں ہٹا لیں۔ ویٹر نے اپنی لائی ہوئی اشیا میز پر لگا دیں اور میں اُن کے قریب جا بیٹھا۔ ویٹر گردن جھکا کر واپس چلا گیا تھا۔ میں خاموشی سے کھانا کھاتا رہا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں یونہی بے خیالی کے سے انداز میں کمرے میں ٹہلنے لگا اور ٹہلتے ٹہلتے دروازے تک آیا پھر دفعتاً میں نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا، ویٹر دروازے کے سامنے ہی موجود تھا۔

"برتن لے جاؤں سر؟" اس نے کہا۔

"ہاں ضرور۔" میں نے جواب دیا لیکن ویٹر کی اس طرح دروازے کے سامنے موجودگی مجھے بُری طرح کھٹکی تھی اور اب یہ بات میرے دل میں جڑ پکڑتی جا رہی تھی کہ ہوٹل میں میرے لیے کوئی جال بُنا جا رہا ہے۔ میں تو خود اس کا منتظر تھا۔ کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے تھا۔ اور اگر ان لوگوں نے اس کا آغاز کر دیا تھا تو وہ ایک طرح سے میری مشکل آسان کر رہے تھے۔

ویٹر چلا گیا۔ میں نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا۔ چند لمحے بعد میں نے باہر جھانکا، اب راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی چنانچہ واپس آ کر میں کمرے کے وسط میں کھڑا ہو گیا اور پورے کمرے میں میں نے اس انداز سے نگاہیں دوڑانا شروع کر دیں جیسے کسی چیز کی تلاش ہو۔ کوئی ٹرانسمیٹر یا ڈکٹا فون وغیرہ اگر یہاں چھپایا گیا ہے تو وہ کہاں چھپایا جا سکتا ہے؟ دفعتاً مجھے وہ گلدان یاد آ گیا جسے میرے جاگتے وقت ویٹر اٹھا کر صاف کر رہا تھا اور میں برق رفتاری سے گلدان کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے گلدان کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا اُس میں سے پھول نکالے۔ گلدان میں مٹی بھری ہوئی تھی، پھول بھی صاف ستھرے تھے۔ اس کا نچلا حصہ بھی ٹھیک ٹھاک تھا لیکن دفعتاً ہی مجھے وہ تین سوراخ نظر آئے جو گلدان کے عین درمیان میں تھے۔ دھات کے بنے ہوئے اِس گلدان میں ان تین سوراخوں کی موجودگی کا کوئی جواز نہیں تھا۔ میں نے اُسے بغور دیکھنا شروع کر دیا اور پھر اُسے رکھ کر دوبارہ دروازے پر پہنچا، راہداری ابھی تک سنسان پڑی ہوئی تھی۔ واپس آ کر میں نے گلدان کا اچھی طرح جائزہ لیا اور دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ ایک بار پھر میں نے گلدان سے پھول نکالے اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اخبار جو سینٹر ٹیبل پر رکھا ہوا تھا اُٹھا کر میں گلدان کے قریب آ گیا اور گلدان میں بھری ہوئی مٹی کو جو خشک تھی، اخبار پر اُلٹ دیا۔ میرا خیال غلط نہیں تھا۔ گلدان کے حجم میں اگر پوری طرح مٹی بھری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئی ہوتی تو اُس کا وزن اتنا کم نہیں ہوتا۔ مٹی گلدان کے آدھے حصّے میں بھری ہوئی تھی اور باقی آدھے حصّے میں سیاہ رنگ کی ایک پلیٹ سی لگی ہوئی تھی جو کسی ڈھکن کی مانند تھی اور اُسے اٹھانے کے لیے ایک چھوٹا سا کُنڈا بھی لگا ہوا تھا۔ میں نے گلدان کے اُس کُنڈے کو اُٹھایا اور اس کے بعد ساری بات میری سمجھ میں آگئی۔

گلدان کے نچلے حصّے میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا اور دو ننھی ننھی سُرخ بتیاں روشن تھیں۔ یقیناً یہ طاقتور ٹرانسمیٹر یہاں کی تمام آہٹیں کہیں اور منتقل کر رہا تھا۔ یہ تین ننھے ننھے سوراخ باہر سے آنے والی آوازوں کو اندر تک پہنچانے کا ذریعہ تھے میں نے فوراً ہی پلیٹ واپس اُس کی جگہ رکھ دی اور پھر تمام مٹی اس گلدان میں پلٹ دی۔ پھول بھی اُسی طرح لگا دیے اور گلدان کو واپس اُسی جگہ رکھ کر اخبار کو غسل خانے کے بیسن میں لے جا کر صاف کر دیا تاکہ شبہ نہ ہو سکے میں جانتا تھا کہ ہر طرح کی آہٹیں سنی جا رہی ہوں گی لیکن تھوڑی ہی دیر قبل ویٹر بھی تو گلدان کی صفائی کر رہا تھا۔

میرے شبے کی تصدیق ہوگئی تھی۔ وہ جو کوئی بھی تھے میرے سلسلے میں پوری طرح سرگرم تھے اور میری اس نئی رہائش گاہ کا پتا چلا چکے تھے۔

فی الحال تنظیم کی طرف سے بھی مجھے کوئی ذمّے داری نہیں سونپی جا سکتی تھی اور ایسا کوئی اہم مسئلہ میرے سامنے بھی نہیں تھا جس کے لیے کام نہ کر کے میں ضمیر کی ملامت کا شکار رہوتا۔ اس لیے یہی فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کے مقصد کی تکمیل کروں اور تہذیب کو تحفظ دوں۔ میں خاموشی سے تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا اور پھر لباس تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔

موسم خوشگوار ہی تھا۔ میں ہوٹل سے باہر نکل آیا اور بیروت کی سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے لگا۔ ماضی کے اس حسین شہر کی رونقیں اب پہلے کی مانند نہیں رہی تھیں۔ پے در پے ہنگاموں نے اس کے حسن کو اجاڑ دیا تھا لیکن پھر بھی بہت کچھ تھا۔ دنیا کے بیشتر ممالک کے لوگ نظر آرہے تھے۔

شام تک میں ایک ایسے انسان کی مانند آوارہ گردی کرتا رہا جو اُجڑا ہوا ہو۔ ہوٹل سے کچھ دُور نکلنے کے بعد ہی میں نے ایک متعاقب کار کو دیکھ لیا تھا جو شام تک مسلسل میرے پیچھے لگی رہی تھی لیکن میں نے اُس کے لیے تجسس نہیں کیا اور اپنے معمولات جاری رکھے۔ رات کو ایک نائٹ کلب میں داخل ہوگیا۔ ایسی تفریحات سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی تھی لیکن حالات کے تحت یہ ضروری تھا۔ اپنی نگرانی کرنے والوں کو یہ تاثر دینا ضروری تھا کہ میں آہستہ آہستہ بدل رہا ہوں۔ کلب میں رقّاصاؤں کے تھرکتے ہوئے جسموں کو دیکھتا رہا جو اخلاق اور انسانی قدروں کی قاتل تھیں اور چند کرنسی نوٹوں کے لیے کائنات کی دلکشی کو پامال کر رہی تھیں۔ بے حیائی کے یہ مظاہر یہاں کے کلبوں میں عام تھے۔

کافی رات گئے وہاں سے اُٹھا اور شرابیوں کے سے انداز میں چلتا ہوا باہر نکل آیا۔ ایک ٹیکسی مجھے لے کر میرے ہوٹل چل پڑی۔ باقی رات کسی خاص واقعے سے خالی تھی۔ دوسری صبح ناشتے سے فارغ ہوا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے آجاؤ۔" میں نے کہا۔ دروازے سے اندر داخل ہونے والا بُڈ تھا۔

"ہیلو چیف!" بُڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے جلدی سے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر گلدان کی طرف اشارہ کر دیا۔ بُڈ چونک کر گلدان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"ہیلو بُڈ..." میں نے افسردگی سے کہا۔ لیکن میں مسلسل گلدان کی طرف انگلی اُٹھائے اشاروں میں اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور بُڈ جیسے ذہین انسان کے لیے صورتِ حال کو سمجھنا مشکل نہیں تھا۔ وہ میرے نزدیک آکر بیٹھ گیا۔

"خود کو سنبھالو چیف... یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے!" چالاک بُڈ حقیقت کی تہ تک پہنچ گیا تھا۔

میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی اور بدستور افسردہ لہجے میں بولا "ٹھیک حالت ہے میری بُڈ... اور کیا کروں؟"

"زندگی اتنی محدود تو نہیں ہے، بعض اوقات ہم بہت بڑے بڑے خساروں سے دوچار ہوتے ہیں لیکن بہرحال وقت بہت کچھ بھلا دیتا ہے۔ جو گم ہو چکا ہے، وہ واپس نہیں مل سکتا۔ خود کو ملال سے کیا فائدہ۔"

"مشکل ہے بُڈ... وقت لگے گا اس میں... کافی وقت لگے گا... مجھے اپنی حماقتوں کا ماتم کرنے دو۔"

"کونسی حماقتیں چیف؟"

"یہ سوال ضروری ہے بُڈ؟ یہ کیسے لوگ ہیں! میں نے ان کے لیے کیا نہیں کیا بُڈ... کیا یہ سب کچھ مجھ پر قرض تھا، لیکن اس کا یہ صلہ دیا انھوں نے کہ مجھ سے میری زندگی چھین لی۔"

"ابھی تم صدمے کا شکار ہو چیف... کچھ وقت گزر جانے دو، تب میں تم سے بات کروں گا۔"

"کیا بات کرو گے بُڈ... اب کوئی بات کرنے سے فائدہ نہیں"

"بیروت سے نکل چلو چیف... کچھ وقت کہیں اور گزارو، تمھیں سکون ملے گا۔"

"کوئی فیصلہ نہیں کر سکا ہوں بُڈ... میں تنہائی چاہتا ہوں، مکمل تنہائی۔"

"ایک بات تم اچھی طرح جانتے ہو چیف۔ بُڈ تمہارا وفادار ہے، تنظیم کا نہیں۔ اگر تم تنظیم کے لیے کام نہیں کرو گے تو تمہارا کیا خیال ہے، بُڈ تمھیں چھوڑ دے گا؟ ہرگز نہیں چیف، بُڈ کی ہر سوچ تم سے منسلک ہے۔ اگر تم تنظیم کے خلاف بھی کام شروع کرو گے تو بُڈ تمہارے ساتھ ہوگا۔ اس بات کو کبھی آزما لینا چیف۔ بُڈ صرف تمہارا وفادار ہے، صرف تمہارا۔"

"میں جانتا ہوں بُڈ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اُٹھو چیف، میرے کمرے میں چلو... میرا کمرا تمہارے نیچے والی منزل میں ہے... آؤ اس طرح کمرے میں گھسے رہو گے تو مر جاؤ گے۔ کب سے باہر نہیں نکلے؟"

"نہیں بُڈ... میں صرف کمرے میں نہیں گھسا رہا۔"

"کہاں گئے تھے؟"

"کل رات تک آوارہ گردی کرتا رہا تھا۔"

"تنہا؟"

"ہاں بُڈ... اب تو میں ساری کائنات میں تنہا ہوں۔"

"اُٹھو چیف، میرے کمرے میں چلو... آؤ پلیز... آؤ۔" بُڈ ضد کرنے لگا اور میں اُٹھ گیا۔

کمرے کے دروازے کو تالا لگا کر میں اور بُڈ نیچے جانے والی سیڑھیوں کی طرف چل پڑے۔

بُڈ نے بے صبری سے پوچھا۔ "کیا چکر ہے چیف؟"

"ٹرانسمیٹر۔"

"گلدان میں؟"

"ہاں۔"

"گڈ... اس کا مطلب ہے کہ کھیل شروع ہوگیا ہے۔ ہمارے دوست ہم سے غافل نہیں ہیں۔"

"بالکل نہیں... کل جب میں ہوٹل سے نکلا تو میرا تعاقب کیا گیا اور رات کو ہوٹل واپسی تک وہ لوگ میرے پیچھے لگے رہے۔ اب تو مجھے ایک اور خطرہ بھی محسوس ہو رہا ہے۔"

"کیا چیف؟" بُڈ نے آہستہ آہستہ سیڑھیاں اُترتے ہوئے پوچھا۔

"کہیں وہ لوگ ہماری اس کارروائی سے بھی واقف نہ ہو گئے ہوں۔" میں نے تشویش سے کہا اور بُڈ کسی سوچ میں گم ہوگیا۔

"نہیں چیف، میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے۔" وہ بولا۔

"اس کی وجہ؟"

"بس میرا اندازہ ہے۔ احتشام اصغری کے معاملے کے بارے میں، میں اس وثوق سے نہیں کہہ سکتا لیکن دوسرا معاملہ کسی طور ان کے علم میں نہیں ہو سکتا۔ وہ جو کچھ ہوا، ایسے وقت ہوا جب کسی کارروائی کی امید کسی کو نہیں ہو سکتی تھی۔"

"ہاں، منطقی طور پر تم درست کہہ رہے ہو۔"

"اس کے علاوہ اگر وہ کسی بات سے واقف ہو بھی گئے ہیں تو ہمارا کیا بگاڑ لیں گے... چھوڑو اس تشویش کو، آئندہ کے بارے میں سوچو اور اپنا کھیل جاری رکھو۔"

بُڈ اپنے کمرے کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے تالا کھولا اور ہم دونوں کمرے میں داخل ہو گئے۔ حالانکہ اس کا کوئی امکان نہیں تھا لیکن احتیاطاً میرے اشارے پر بُڈ نے اپنے کمرے میں رکھے ہوئے ویسے ہی گلدان کا جائزہ لے لیا جیسا میرے کمرے میں موجود تھا... دوسری چیزوں کو بھی دیکھ لیا گیا تھا۔

"میرے کمرے میں بھی کارروائی ضرور ہوگی چیف لیکن اس وقت کے بعد ابھی کسی کو میرے بارے میں علم نہیں ہو سکتا۔"

"کب آئے ہو تم اس کمرے میں؟"

"رات کو چیف، وہ بھی تقریباً بارہ بجے۔"

"ڈینس کا کیا حال ہے؟"

"رقابت کا شکار ہے، انگارے چبا رہی ہے... ساڑھے گیارہ بجے اُسے چھوڑ کر بھاگا ہوں۔" بُڈ نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ساڑھے گیارہ بجے تک مجھے جلی کٹی سناتی رہی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ میں ایک شاطر آدمی ہوں اور اس سے فلرٹ کر رہا ہوں۔"

"اس خیال کی وجہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سو فیصدی سوئیل۔" بُڈ نے جواب دیا۔

"کون سوئیل؟"

"وہ نیل کی بیٹی ہے، مصری نژاد ہے۔ اب تم خود بتاؤ چیف! اگر کلوپیٹرا صرف میرے لیے اس دنیا میں دوسرا جنم لے کر آجائے تو میں اسے کیسے ٹھکرا سکتا ہوں۔ سوئیل کلوپیٹرا کا دوسرا روپ ہے۔ ڈینس تو اس کی کنیز لگتی ہے۔ کہاں سوئیل اور کہاں ڈینس، لیکن یہ لڑکیاں! بس چمٹ جاتی ہیں تو چھوڑنے کا نام نہیں لیتیں... تم خود بتاؤ چیف، کیا مرد اُن کی ملکیت ہوتے ہیں؟"

"بہت شوخ ہو تم بُڈ۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں چیف۔ اس کائنات کی رنگینیوں کو جاننے میں کوشاں ہوں اور بس... چنانچہ ڈینس سے ایک عمدہ سی لڑائی لڑ کر نکل بھاگا ہوں۔ ویسے بھی اس ہوٹل میں آنا تھا تاکہ تم سے قریب رہ سکوں۔" میں ہنستا رہا۔ بُڈ نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ "مجھے یقین ہے چیف کہ وہ اس کمرے میں بھی انتظام کر لیں گے بلکہ ہم خود ہی انھیں موقع بھی دیں گے۔ اس لیے اب ان دونوں کمروں میں ہونے والی گفتگو صرف دو دوستوں کے لیے ہوگی۔ فی الحال اور کوئی خاص بات تو نہیں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں، بس اور کوئی بات نہیں ہے۔ تمام منصوبے تمیں پوری کر لی گئی ہیں۔ میرا مطلب ہے، وہ جس کے بارے میں ہماری گفتگو ہوئی تھی۔"
"گڈ... میرے لیے کوئی ہدایت؟"
"اس وقت تک نہیں جب تک ہمارے دوستوں کی طرف سے کوئی اقدام نہ ہو۔" میں نے کہا۔
پھر بڑ سے دوسرے موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ دوپہر کو بڑ چلا گیا اور میں بھی کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر ہوٹل سے نکل آیا۔ میں نے خود پر اُداسی طاری کر لی تھی۔ ویسے بھی طبیعت پر اضمحلال تھا۔ لائن آف کروزل کیس کے خاتمے کے بعد سوچا تھا کہ تہذیب کے ساتھ کافی وقت کسی پُرسکون گوشے میں گزاروں گا۔ اس کے وجود کی خوشبو ہی میرے لیے بہت کچھ تھی لیکن... یہ نہیں ہو سکا تھا۔ بہرحال بیروت کے نائٹ کلب دیکھتا رہا۔ بُڑ نے دوسرے دن ہی اطلاع دے دی تھی کہ اس کے کمرے میں بھی ٹرانسمیٹر لگا دیا گیا ہے۔ ہم دونوں محتاط تھے۔ چوتھے دن پھر ایک تحریک ہوئی۔ دن کے گیارہ بجے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میری اجازت پر اندر آنے والی نائمہ برق تھی۔ میں اُسے دیکھ کر چونک پڑا۔ نائمہ اداس تھی جس کا مطلب تھا کہ نائمہ عزیزی نے میرے راز کو راز رکھا تھا۔
"ہیلو نائمہ۔"
"ہیلو علی... کیسے ہو؟"
"زندہ ہوں... یا یوں سمجھ لو کہ خود کو زندہ رکھنے کی کوششوں میں مصروف ہوں۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔
"تمہارے لیے کیا کروں علی؟" نائمہ دُکھ سے بولی۔
"میرے لیے پریشان نہ ہو نائمہ، سب ٹھیک ہے اور جو ٹھیک نہیں ہے، وہ ٹھیک ہو جائے گا۔"
"بعض اوقات علی، نیکیاں بھی کس طرح الٹ جاتی ہیں۔ اب تو ہم سب اس احساس کا شکار ہیں کہ کاش ہم تہذیب کو امریکا سے واپس نہ لاتے۔"
"ہاں نائمہ! میرے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ تم لوگوں نے یہ سب کچھ کیا تھا تو اس کی حفاظت بھی تم پر فرض تھی۔ تم خود سوچو کیا صلہ ملا ہے میری اب تک کی کاوشوں کا۔ ایک بار تم لوگوں نے مجھے ذلیل کیا اور مجھ پر ایک گھناؤنا الزام لگایا۔ میں پلتے جملوں کو لے کر خاموشی سے یہاں سے چلا گیا لیکن جن کے لیے میں نے اپنا مستقبل قربان کیا تھا، انھیں نہ بھول سکا اور جو کچھ مجھ سے بن پڑا کرتا رہا۔ تم لوگوں نے مجھے بیروت واپس لانے کی کوششیں کیں لیکن میرا دل نہیں چاہتا تھا یہاں واپس آنے کو۔ میں نے اپنی دنیا الگ کر لی تھی، اپنے لیے میں نے ایک سہارا تلاش کر لیا تھا۔
تم نے وہ سہارا بھی مجھ سے چھین لیا۔ بتاؤ کیا چھوڑا [illegible] میرے لیے؟ کیا میں اسی کا مستحق تھا؟ مجھے دھوکے سے [illegible] لایا گیا۔ تہذیب کے ساتھ بھی یہی کیا گیا۔ تمہاری وجہ سے ہم ہزاروں دشمن بنا لیے تھے نائمہ... ہم اُن سے لڑ رہے تھے... تہذیب کسی دشمن کا نشانہ بنتی تو شاید میرے سینے میں یہ آگ نہ ہوتی۔ دُکھ تو یہی ہے کہ وہ اُن کا شکار ہوئی جن کے لیے [illegible] ہمیشہ اچھے انداز میں سوچا۔"
"میرے پاس کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے علی... [illegible] کہہ سکتی... سوائے اس کے کہ ہم بدنصیب ہیں۔" نائمہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔
"جو کچھ ہونا تھا، ہو چکا ہے نائمہ... اب کچھ کہنے [illegible] بھی کچھ نہیں۔"
"علی، صدف العیش واپس آگئی ہے۔ تم سے ملنا چاہتی [illegible]"
"ایک احسان کر سکتی ہو مجھ پر نائمہ؟" میں نے کہا۔
"کیا؟"
"مجھے تنہا چھوڑ دو... بیروت بہت جلد چھوڑ دوں گا۔ تہذیب یہاں دفن ہے کچھ دن اس کے قریب گزار لینے دو [illegible] کچھ دن... پھر میں ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلا جاؤں گا... میں [illegible] سے نہیں ملنا چاہتا... کسی سے بھی نہیں... سب سے کہہ دو کوئی مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کرے۔ میں نے سب کچھ چھوڑ [illegible] ہے نائمہ۔ خاموشی سے اس ہوٹل میں پڑا ہوا ہوں۔ تم نے اپنا [illegible] دوبارہ شروع کر دیا۔ اب اور مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"
"کچھ نہیں علی... کچھ بھی نہیں۔" وہ افسردہ لہجے میں بولی۔
"سنو نائمہ! اب یہ تصور ذہن سے نکال دو کہ میں دوبارہ [illegible] لوگوں کے چنگل میں پھنسوں گا۔ میں نے اپنے ان جذبوں کو [illegible] دیا ہے، جنھوں نے مجھے کچھ نہیں دیا۔ میں ایک اجنبی ہوں تم [illegible] کے لیے... مجھے کسی انتقامی کارروائی کے لیے مجبور مت کرنا [illegible] میں معافی چاہتا ہوں... بس میرا صبر یہیں تک میرا ساتھ [illegible] سکتا تھا۔"
"اچھا علی! خدا تمہیں سکون دے... خدا تمہیں سکون [illegible]" نائمہ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا اور باہر نکل گئی۔ مجھے بے [illegible] افسوس ہوا تھا لیکن مصلحت کا یہی تقاضا تھا۔ اس وقت کوئی لغزش [illegible] نہیں کی جا سکتی تھی۔
وہ تین دن اور گزر گئے۔ اس دوران میری مصروفیات [illegible] کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اس رات بھی ایک ریستوران میں کھانا [illegible] داخل ہوا تھا۔ ایک میز پر بیٹھ کر میں نے مینو طلب کیا۔ میرے [illegible] کی میز اس وقت خالی تھی۔ ویٹر نے کھانا میرے سامنے لگا دیا [illegible]

پھر میں نے پہلا لقمہ ہی مُنہ میں رکھا تھا کہ میرے سامنے کی میز پُر ہو گئی۔ اتفاقیہ طور پر ہی نگاہ اس طرف اُٹھی تھی لیکن میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔
وہ تہذیب تھی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھتا رہ گیا۔ دل کی حرکت بند ہوئی جا رہی تھی۔ اس نے بڑی تمکنت سے ویٹر کو آرڈر نوٹ کرایا۔ ایک سرسری سی نگاہ مجھ پر ڈالی اور پھر دوسری میزوں کی طرف دیکھنے لگی۔ لیکن رفتہ رفتہ مجھے احساس ہونے لگا کہ وہ تہذیب نہیں ہے۔ اس کے نقوش تقریباً نوے فیصد تہذیب سے ملتے جلتے تھے۔ لیکن وہ تہذیب نہیں تھی۔ تہذیب کی نسبت اس کا بدن ہلکا تھا۔ ہونٹوں کی تراش تھوڑی سی مختلف تھی اور بالکل مختلف چیز اس کے دانتوں کی بناوٹ تھی۔ لیکن اس قدر مماثلت بھی حیرت انگیز تھی۔
'میک اپ؟' میں نے دل میں سوچا اور دوبارہ کھانا شروع کر دیا۔ اتفاق بھی ہو سکتا ہے اور کوئی چال بھی۔ میں تو ان دنوں دوسری طرف سے ہونے والی کارروائی کے انتظار میں ہی تھا۔ اگر اس عورت کو کسی خاص مقصد کے تحت میرے سامنے لایا گیا ہے تو پھر اس میک اپ میں یہ کمی کیوں چھوڑی گئی؟
دماغ چکرا کر رہ گیا تھا اور میں نہ چاہنے کے باوجود بار بار اُسے دیکھ رہا تھا۔ جس لڑکی کو تہذیب کے میک اپ میں قتل کرایا گیا تھا، اس کا میک اپ اتنا مکمل تھا کہ کوئی بھی اس کو شناخت نہیں کر سکا تھا۔ اگر دوبارہ کسی منصوبے کے تحت یہ کوشش کی گئی ہے تو کم از کم ہاورڈ جیسے شخص سے اس کوتاہی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ گویا اتفاق... اس کے باوجود وہ تہذیب سے بہت ملتی تھی۔ لڑکی کو میرے بار بار دیکھنے کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ بھی خاموشی سے کھانا کھاتی رہی۔ اور پھر اس وقت مجھے سنبھلنا پڑا جب وہ اپنی میز سے اُٹھ کر سیدھی میرے پاس آگئی۔
"ہیلو۔" اس نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔
"ہیلو۔" میرے مُنہ سے بمشکل نکلا۔ قریب سے دیکھنے پر یہ تصور مکمل ہو گیا تھا کہ وہ تہذیب نہیں ہے۔ اس کی آواز بھی مختلف تھی۔
"آپ مجھے بار بار دیکھ رہے تھے۔" اس نے کہا۔
"سوری... معافی چاہتا ہوں۔" میں نے خجالت سے کہا۔
"ویسے یہ کوئی معذرت کی بات نہیں ہے، میں جاذبِ نگاہ ہوں... اور عموماً لوگ مجھے ایک بار دیکھ کر نظر انداز نہیں کرتے۔ لیکن بدقسمتی سے میں نفسیات کی طالبہ رہ چکی ہوں اور انسان شناسی میری ہابی ہے۔"
"جی...؟" میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔
"گھورنے والے کسی نوجوان لڑکی کو اس طرح نہیں گھورتے جیسے آپ..." وہ مسکرا کر بولی۔
"میں نہیں سمجھا محترمہ۔" میں نے پریشانی سے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔
"ان کی نگاہوں کے زاویے مختلف ہوتے ہیں، وہ نگاہیں صرف چہرے تک ہی محدود نہیں رہتیں..."
"جو کچھ آپ کہہ رہی ہیں، میری سمجھ میں نہیں آیا۔" میں نے بے بسی کے انداز میں کہا۔ لڑکی بہت ذہین معلوم ہوتی تھی اور مجھ پر چھا جانے کی کوشش کر رہی تھی۔
"پہلے آپ یہ بتائیے کہ کیا میں نے آپ پر الزام تراشی کی ہے؟ کس سلسلے میں؟"
"یہی کہ آپ مجھے گھور رہے تھے؟"
"کیا گھورنے اور دیکھنے میں کوئی فرق نہیں ہوتا ہے؟" [illegible] نے سوال کیا اور وہ انگلی سے گال کھجانے لگی۔
"ہاں ہوتا ہے۔" وہ سر ہلاتے ہوئے بولی۔
"تب غور کر کے بتائیے کہ میں گھور رہا تھا یا دیکھ رہا تھا؟"
"سوری، آپ صرف دیکھ رہے تھے۔" وہ مسکرا کر بولی۔
"اس کے لیے معافی مانگوں؟"

علم روحانیت پر ایک بے حد کارآمد کتاب
ٹیلی پیتھی اور مستقبل بینی
اپنا پیغام دوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور اُن کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ
قیمت * ۳۰ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں بھئی، آپ کے ایک ہی سوال نے مجھے چکرا دیا۔ میرے الفاظ شاید آپ بھول گئے ہیں۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میں نفسیات کی طالبہ رہ چکی ہوں۔ لفظ گھورنا یقیناً غلط استعمال کیا ہے میں نے، ہاں آپ مجھے دیکھ ضرور رہے تھے۔"

"میں نے اعتراف کیا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ آپ جاذبِ نگاہ ہیں۔"

"اوہ... میرا خیال ہے آپ نے میری ساری نفسیات خاک میں ملا دی، کہنا کچھ چاہتی تھی کہہ کچھ گئی اور آپ نے میرے الفاظ کو گرفت میں لے لیا۔" وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"آپ کا خیال درست ہے۔ میری نظریں صرف آپ کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں اور یہ کہ آپ کو دیکھتے ہوئے میرا ذہن ہر آلائش سے پاک تھا۔"

"میں بھی تو یہی کہنا چاہتی تھی۔" اس نے ٹھنکتے ہوئے کہا۔

"چلیے ٹھیک ہے آپ نے میرے اس طرح دیکھنے کا بُرا تو نہیں مانا؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"شکریہ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اب میں کیا کروں... اصولاً تو بات ختم ہو گئی ہے اور مجھے یہاں سے اُٹھ جانا چاہیے۔"

"نہیں، آپ اگر ناپسند نہ کریں تو بیٹھیے۔"

"اب آپ کا بھی شکریہ۔ بعض اوقات ایسا ہو جاتا ہے، آئی تھی آپ پر نفسیات کا رعب ڈالنے اور خود مرعوب ہو کر رہ گئی۔"

"کچھ پئیں گی آپ؟"

"کافی... میں زیادہ سے زیادہ کافی پیتی ہوں۔" اس نے کہا اور میں نے ویٹر کو اشارہ کر کے بلایا پھر کافی کے لیے کہہ دیا۔ "اس میز کا بل بھی اِدھر ہی لے آنا۔" وہ بولی۔ میں دلچسپی سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ "اب کم از کم میرا نام تو پوچھ لیں۔" وہ عجیب سے انداز میں بولی۔

"کیا نام ہے آپ کا؟" میں نے مسکراتے ہوئے ذرا شریر لہجے میں کہا۔

"جیولٹ... نینسی جیولٹ۔"

"میرا نام علی یار خان ہے... آپ مجھے علی کہہ سکتی ہیں۔"

"میں آوارہ گرد ہوں، بہت سے ملک دیکھتی ہوئی لبنان پہنچی ہوں۔ تم مقامی باشندے ہو؟" اس نے پہلی بار مجھے آپ کے بجائے تم کہہ کر مخاطب کیا۔

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تم یقین کرو علی... انسانی نفسیات سے دلچسپی تمھاری طرف متوجہ کیا تھا۔ تمھاری آنکھوں میں کچھ عجیب تاثرات تھے۔"

"شاید۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

اسی وقت ویٹر نے کافی لا کر رکھ دی۔ میں نے ہاتھ تو وہ جلدی سے بولی۔ "میں دوستوں کا احترام کرتی ہوں۔" خود کافی کے برتن اپنی طرف سرکا لیے۔ کافی پیتے ہوئے کہا: "تم نے میرے بارے میں کوئی رائے قائم کی، میں کیسی لگی تم

"اچھی ہو۔ نہ جانے کیوں..." میں نے جملہ ادھورا چھوڑ

"میں ہوٹل ڈائنوسر میں ٹھہری ہوں۔ ابھی کافی دن بیروت میں رہوں گی، مجھ سے ملتے رہو گے؟"

"کب سے قیام ہے وہاں؟" میں نے پوچھا۔ یہ میرے ہوٹل کا نام تھا۔

"آج ہی پہنچی ہوں۔ روم نمبر چار سو ایک۔"

"خوب۔" میں نے گہری سانس لی۔ اسی منزل پر بُڈ کا قیام بھی تھا۔

"تم کہاں رہتے ہو؟"

"ہوٹل ڈائنوسر میں... عین تمھارے سر پر۔"

"او مائی گاڈ! سچ کہہ رہے ہو؟" وہ پُر مسرت انداز میں بولی

"ہاں۔"

"لیکن تم تو مقامی ہو۔"

"مقامی آوارہ گرد۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمھاری مسکراہٹ میں ایک آزردگی ہے، ایک دُکھ سا محسوس ہوتا ہے، تمھارا انداز ہی ایسا ہے یا کسی غم کا شکار ہو؟"

"اتنی جلدی سب کچھ جان لینا مناسب ہے؟" میں نے پوچھا

"اوہ! سوری۔ واقعی میں بہت جلد باز ہوں۔" اس نے کافی کا آخری گھونٹ بھی حلق سے اتار لیا۔ اور پھر وہ گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ میں اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا اور غور کر رہا تھا کہ اس کے میک اپ میں کیا کیا خامی رہ گئی ہے... "کیا دیکھ رہے ہو؟" اس نے ایکدم پوچھا۔ انداز میں شرارت تھی۔

"نہیں بتاؤں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہاں کب تک بیٹھو گے؟ چلیں؟"

"ہاں۔" میں نے ویٹر کو اشارہ کیا۔ اور ویٹر نے دونوں میزوں کے بل لا کر رکھ دیے۔ اس نے جلدی سے بل جھپٹ لیے تھے۔

"یہ کیا؟" میں نے کہا۔

"بل میں دوں گی۔" وہ بولی۔

"مناسب نہیں ہو گا، تم مہمان ہو۔"

"اگر اس کے لیے ضد کی تو اسی وقت دوستی ختم ہو جائے

میری پوزیشن پر غور کرو۔ میں خود اُٹھ کر تمھاری میز تک آئی گی۔ میری پوزیشن... نے خود ہی ویٹر سے دونوں بل ساتھ بنا کر لانے کے لیے کہا تھا۔ اب اگر تم بل ادا کرتے ہو تو میری پوزیشن خاصی مشکوک ہو جائے گی۔ پلیز، مجھے اتنا نہ گراؤ۔" وہ لجاجت سے بولی۔

اور میں خاموش ہو گیا۔

بل ادا کر کے ہم دونوں وہاں سے اُٹھ گئے۔ باہر آ کر ٹیکسی روکی اور میں نے ڈرائیور کو ہوٹل کا پتا بتا دیا۔ ڈائنوسر تک مکمل خاموشی طاری رہی تھی۔

"آؤ... میرے کمرے میں چلو۔" اس نے دعوت دی۔

"یہاں میری پوزیشن خراب ہو جائے گی۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟" وہ بھویں چڑھا کر بولی۔

"تم سوچ سکتی ہو کہ میں نے تمھارے ہوٹل کے بارے میں جاننے کے بعد یہاں کمرا حاصل کیا ہے... آؤ تھوڑی دیر میرے ساتھ گزارو۔"

"اوہ!" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "چلو۔"

میں اسے اپنے کمرے میں لے آیا۔

"کمال ہے۔" اس نے میرے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ ایک دلچسپ اتفاق نہیں ہے؟"

"یہی اتفاقاتِ زندگی ہیں جیولٹ۔" میں نے کہا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"کیا مشاغل ہیں تمھارے؟"

"ہم عام لوگوں کے انداز سے ہٹ کر باتیں نہ کریں؟"

"کیا مطلب ہے تمھارا؟"

"ایک دوسرے کے بارے میں جاننے کی کوئی کوشش نہ کی جائے کیونکہ سب لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ صرف آنے والے وقت کے بارے میں گفتگو کریں، تمھارا پروگرام کیا ہے؟"

"بیروت کی زندگی دیکھنا چاہتی ہوں... خاص طور سے وہ فلسطینی کیمپ جہاں اسرائیلی وحشت کے شکار رہتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"تم نسلاً انگریز ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں... پوری دنیا میں انسانیت پر ہونے والے مظالم کی دل سے مخالف... مجھے فلسطینیوں سے ہمدردی ہے، اور میں نے کئی رسالوں میں اس سلسلے میں مضمون بھی لکھے ہیں۔"

"تم واقعی اچھی انسان ہو جیولٹ۔ مجھے تم سے مل کر خوشی ہوئی ہے۔"

"شکریہ مسٹر علی، تم نے بھی یقین کرو، مجھے متاثر کیا ہے، یوں تو میں بہت سے لوگوں سے ملاقات کرتی رہی ہوں۔ ظاہر ہے، زندگی میں ہر طرح کے انسانوں سے سابقہ پڑتا رہتا ہے لیکن ایسے بہت کم ہوتے ہیں جو صرف اپنی شخصیت سے متاثر کرتے ہیں۔ تمھاری شخصیت میں ایک وقار ہے، چہرے پر ایک تمکنت

ہے۔ میں واقعی تم سے متاثر ہوئی ہوں اور جب تک میرا بیروت میں قیام ہے اگر تمھیں ناگوار نہ گزرے تو میں تم سے ملتے رہنا چاہتی ہوں۔ میں توہم پرست نہیں ہوں لیکن اتفاقات کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ریستوران میں تم سے ملاقات ہوئی اور اس کے بعد یہ بات بھی کافی دلچسپ رہی کہ ہم دونوں کا قیام ایک ہی ہوٹل میں نکلا۔ اس کا مطلب ہے کہ تقدیر ہمیں قریب لانا چاہتی تھی۔ میں نہیں جانتی کہ تم میری طرف کیوں متوجہ ہوئے تھے۔"

ابھی میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی اور دوسرے لمحے بُڈ ایک لڑکی کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ بُڈ کا اس طرح اندر آ جانا شاید لڑکی کے لیے تعجب خیز تھا لیکن میں مسکرا کر اسے دیکھنے لگا اور پھر میں نے اس کے ساتھ آنے والی لڑکی کو دیکھا۔ دراز قامت اور خوبصورت چہرے والی سانولے سے رنگ کی لڑکی یقیناً مصری نژاد ہو سکتی تھی۔

"ہیلو بُڈ۔" میں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔

"ہیلو چیف... میڈم، میرا مطلب ہے..." لمحے کے لیے رکا، اُس نے جیولٹ کا چہرہ دیکھا اور دوسرے لمحے وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے کشادہ ہو گئی تھیں پھر اُس کے مُنہ سے عجیب سی آواز نکلی: "نن... نہیں نہیں، او میرے خدا! میرے خدا... کک کیا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں، وہ حقیقت ہے؟ کیا یہ سب حقیقت ہے؟ او چیف! یہ کیسے ممکن ہوا؟ کیسے ممکن ہوا؟" وہ ایک بار پھر آگے بڑھا، اُس کی بوکھلاہٹ دیکھنے کے قابل تھی۔

میں اس بات کا اندازہ لگا چکا تھا کہ بُڈ کو کیا غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ بھی جیولٹ کو تہذیب سمجھ رہا تھا۔ جیولٹ بھی بُڈ کو عجیب سے انداز میں دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ تھی۔

بُڈ نے پُر مسرت انداز میں میری طرف دیکھا اور بولا: "مگر چیف..." میں نے بُڈ کو آنکھیں دکھائیں، مقصد یہی تھا کہ کمرے میں پوشیدہ ٹرانسمیٹر کا خیال رکھا جائے۔ بُڈ نے فوراً سنبھل لیا لیکن وہ اپنی حیرت پر قابو نہیں پا سکا تھا اور اپنے آپ کو روک نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ پھر بولا: "مگر چیف، کیا مُردے زندہ ہو جاتے ہیں... مجھے بتاؤ چیف، ورنہ میری کھوپڑی پھٹ جائے گی اور دماغ کا گودا باہر نکل آئے گا۔ پلیز چیف، مجھے بتاؤ یہ سب کیا ہے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے جیولٹ کو دیکھا اور بولا: "یہ اتفاق ہے کہ بُڈ اس طرح اندر آ گیا اور اب یہی شخص تمھیں اس بات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کا جواب دے گا کہ میں ریستوران میں تمھیں کیوں گھور رہا تھا۔"

"میں نہیں سمجھی مسٹر علی!"

"کیا نام لیا تم نے ان کا چیف، جیولٹ؟ وہ رومیو والی مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں نے میڈم تہذیب مالکم ایکس کو خود دیکھا ہے، یہ میڈم تہذیب اچانک جیولٹ کیسے ہو گئیں۔"

"بڈ... یہ تنسی جیولٹ ہیں... کیا سمجھے۔"

"گویا... گویا چیف، یہ میڈم تہذیب نہیں ہیں؟"

"نہیں... اتفاق سے ہم ایک ریستوران میں یکجا ہو گئے تھے۔ تم اس لیے یہ بات کہہ سکتے ہو بڈ کہ تم نے تہذیب کو سرسری نگاہ سے دیکھا تھا لیکن میرا معاملہ دوسرا ہے۔ مس جیولٹ حیرت انگیز طور پر مرحومہ تہذیب مالکم ایکس سے ملتی ہیں اور انھیں دیکھ کر میرے ذہن میں انہی کی یاد تازہ ہو گئی تھی۔ میں غیر اختیاری طور پر انھیں دیکھتا رہا تھا جس کی وجہ سے مس جیولٹ نہ معلوم کس احساس کا شکار ہو گئیں۔ پھر ہماری ملاقات ہوئی اور یہ ملاقات دوستی میں تبدیل ہو گئی۔ یہ بھی قطعی اتفاق ہے کہ مس جیولٹ بھی اسی ہوٹل میں مقیم ہیں بلکہ تمھاری والی منزل پر۔"

"... مائی گاڈ... یقین کرو چیف، انھیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ میڈم تہذیب نہیں ہو سکتیں۔ اتنی زبردست مشابہت شاید ہی اس سے پہلے دیکھنے میں آئی ہو۔" بڈ کے لہجے میں بے انتہا حیرت تھی، جیولٹ بھی حیرت سے بڈ کے الفاظ سن رہی تھی۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب آپ کی یہ شکایت بھی دُور ہو گئی ہو گی جیولٹ کہ میں کسی پبلک مقام پر بیٹھا ہوا آپ کو گھور گھور کر کیوں دیکھ رہا تھا۔"

"... تم لوگوں نے تو مجھے شرمندہ کر دیا ہے لیکن خوش بھی ہوں، اس بات پر کہ اتفاق سے جس دوست سے میرا سابقہ پڑا ہے، وہ بہت ہی اچھا انسان ہے لیکن جس لڑکی کا ان صاحب نے نام لیا... ان کا کیا نام ہے؟" اس نے بڈ کی طرف اشارہ کیا۔

"بڈ۔" میں نے کہا۔

"ہاں... تو میں کہہ رہی تھی جس لڑکی کا مسٹر بڈ نے نام لیا وہ کون ہے؟"

"وہ ہے نہیں بلکہ تھی... میری زندگی میں اُسے بہت اہم مقام حاصل تھا مس جیولٹ... اب وہ اِس دنیا میں نہیں ہے۔" میں نے سوگوار لہجے میں کہا۔

"اوہ! مجھے بے حد افسوس ہوا۔ میری صورت اس لڑکی سے بہت ملتی ہے کیا؟" اس نے ایسے بھولپن سے پوچھا کہ مجھے اس پر پیار آ گیا۔

"تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا جیولٹ" بڈ کی حیرت...

"تعجب ہے! اُس کی تصویریں وغیرہ تو آپ کے پاس ہوں گی۔ میرے دل میں بھی اُسے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔ واقعی بڑی عجیب سی بات بلکہ ساری ہی باتیں عجیب ہو رہی ہیں۔"

"بیٹھو بڈ... تم کھڑے کیوں ہو اور یہ... خاتون لیتی سوئیل ہوں گی؟" میں نے پوچھا۔

"اے نن... نہیں چیف... اچھا میں چلتا ہوں، بعد میں ملاقات ہو گی تم سے۔" بڈ نے کسی قدر بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور اپنی ساتھی لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

جیولٹ تعجب بھری نگاہوں سے بڈ کو دیکھ رہی تھی، اس کے جانے کے بعد وہ گہری سانس لے کر بولی۔ "میں ان دلچسپ اتفاقات کو کبھی نہیں بھول سکوں گی... مسٹر علی! وہ لڑکی کیا آپ کو محبوب تھی؟"

"ہاں... جیولٹ اور اس کی موت کے بعد میں بھی ایک لاش بن گیا ہوں۔"

"کاش! میں اس لاش میں جان ڈال سکوں... میرا مطلب تھا... ایک دوست کی حیثیت سے آپ کے لیے کچھ کر سکوں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد ماحول پر کچھ سوگواری سی چھا گئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جیولٹ اُٹھ گئی۔

"اب میں چلوں... کل صبح ملاقات ہو گی۔" اس نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ جیولٹ... کل صبح کا ناشتہ میرے ساتھ ہی کرو تو کیا حرج ہے؟" میں نے اُسے دعوت دی۔

"کوئی حرج نہیں ہے۔" جیولٹ نے جواب دیا اور میں اُسے باہر تک چھوڑنے کے لیے آیا۔

"نہیں، یہاں تک نہیں، مجھے میرے کمرے تک پہنچاؤ۔" وہ بولی۔ اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی پھر میں جیولٹ کو اُس کے کمرے تک چھوڑنے گیا تھا۔ اس نے کمرے کا تالا کھولا اور دروازے پر مجھے خدا حافظ کہہ کر اندر چلی گئی۔ میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا اور اب میرے پاس سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ ملاقات اتفاقی حیثیت رکھتی تھی، میں تو انتظار کر رہا تھا کہ ان کی طرف سے کسی کارروائی کا آغاز ہو اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو کارروائی شروع ہو چکی تھی۔ لڑکی اتفاقیہ طور پر مجھ تک نہیں پہنچی تھی بلکہ اُسے میرے پاس پہنچایا گیا تھا۔ مجھے سوچنے کا زیادہ وقت نہیں ملا کیونکہ ایک بار پھر دروازے پر دستک ہوئی۔

میں نے دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دے دی، بڈ اندر داخل ہوا اور اُس نے آواز تبدیل کر کے کہا۔ "سر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیجیے۔"

میں فوراً ہی بڈ کی بات نہ سمجھ سکا لیکن پھر اس کا مقصد سمجھ گیا۔ "نہیں ویٹر، شکریہ۔ بس اب میں آرام کروں گا۔" میں نے کہا۔ بڈ مجھے باہر آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ پھر اُس نے بہ آوازِ بلند شب بخیر کہا اور باہر نکل گیا۔

چند لمحات کے بعد میں بھی باہر آ گیا تھا۔ دروازے سے کچھ دور ہٹ کر اُس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "چیف اندر بڑی گڑبڑ ہو رہی ہے۔"

"کہاں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"میں اپنے پیٹ کے اندر کی بات کر رہا ہوں۔" بڈ عجیب سی شکل بنا کر بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"میں جانتا تھا لیکن تعجب ہے، سوئیل نے بھی تمھارے پیٹ کی اس گڑبڑ کو درست نہیں کیا۔"

"چھوڑو چیف، اس وقت اس کا نام نہ لو۔ میرا خیال ہے ہم ہوٹل کے لان میں چل کر گفتگو کریں گے۔" بڈ دانت پیستا ہوا بولا۔

"ہوں۔" میں نے گہری نظروں سے اسے دیکھا پھر کہا۔ "چلو، جیسے تمھاری مرضی۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ ہوٹل کے بیرونی لان پر ایک پُرسکون جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ بڈ نے گہری سانس لے کر کہا۔ "تم نے کمرے میں بھی اُسے سوئیل کے نام سے پکار کر میرا کباڑا کر دیا تھا چیف۔ براہِ کرم ذرا نام میں تبدیلی کر لو۔ اُس کا نام سوئیل نہیں بلکہ لیشی ہے، لیشی گراہم۔"

"سوئیل کہاں گئی، اسے کہاں بھول آئے تھے؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بس چیف، خدا غارت کرے اُس ڈینس کو، وہ سوئیل پر جادو کرنے میں کامیاب ہو گئی، اُسے میرے خلاف بھڑکا دیا اور وہ اُلو کی پٹھی سوئیل مجھے دس بیس گالیاں سنا کر دفع ہو گئی۔ اب اُس کا غم بھلانے کے لیے مجبوراً مجھے لیشی گراہم سے دوستی کرنا پڑی لیکن راستے میں وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ یہ سوئیل کون ہے۔ مجبوراً میں نے اُسے تمھاری دماغی کیفیت کے بارے میں تفصیلات بتا دی ہیں، میں نے اُسے کہہ دیا کہ سوئیل کا نام میرے چیف کے ذہن پر سوار ہے۔" بڈ نے کہا اور مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"سور ہو تم۔ بہت اعلیٰ پائے کے سور۔"

"میں تو جو کچھ بھی ہوں چیف لیکن اب تم مجھے ان محترمہ کا جغرافیہ بتا دو۔"

"بہت دلچسپ بڈ۔ بس یوں سمجھ لو کہ کھیل کا آغاز ہو گیا ہے۔ اور ہمارے کام کا نتیجہ نکل آیا ہے۔"

"ذرا اور تفصیل سے چیف۔"

"یہ لڑکی ایک ریستوران میں مجھے اُس وقت ملی جب میں کھانا کھا رہا تھا۔ جو صورت تم نے دیکھی اُس سے بہرطور اس بات کا اندازہ تو لگا سکتے ہو کہ مجھے فطری طور پر اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا تھا۔ میں اسے تعجب کی نگاہوں سے دیکھتا رہا اور محترمہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر میری میز پر آ گئیں۔ ایک نفسیات داں کی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا اور مجھ پر رعب ڈالنے کی کوشش کی۔ تعارف کراتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ ان کا قیام اسی ہوٹل میں ہے اور اتفاق سے پچھلے ہی روز اس ہوٹل میں آ کر مقیم ہوئی ہیں۔"

"مگر چیف کیا یہ حماقت نہیں کی ہے ... پہلے میڈم تہذیب کے نام پر ایک لڑکی کو قتل کر دیا اور پھر دوبارہ اُسی نسل میں ایک لڑکی کو پیش کر دیا۔"

"تم نے ذرا دماغ استعمال نہیں کیا بڈ۔ یہ ایک دلچسپ سازش ہے، ایک انتہائی دلچسپ سازش۔"

"دراصل ذہن لیشی گراہم میں الجھا ہوا ہے، میں اُسے ایک ضروری کام کے لیے کہہ کر آیا ہوں اور وہ میرے کمرے ہی میں ہے۔"

"تو اس وقت آنے کی کیا ضرورت تھی، کل تفصیل سے گفتگو ہو جاتی۔"

"کام اتنا ہی ضروری تھا چیف۔ اگر دل و دماغ درست نہ ہوئے تو پھر لیشی کو یہ یقین کیسے دلا سکوں گا کہ میں ایک انتہائی دلچسپ آدمی ہوں۔"

"ہوں! تو پھر ٹھیک ہے، بات کرو۔"

"کیا سازش ہو سکتی ہے یہ چیف؟"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ ہمارے امتحان کا نتیجہ نکل آیا ہے یعنی وہ لوگ جو اس پروگرام میں پس پردہ کام کر رہے ہیں، کم از کم یہ بات قطعی نہیں جانتے کہ ہم حقیقت سے واقف ہو گئے ہیں۔ اس لڑکی کو سو فیصد تہذیب مالکم ایکس کی شخصیت دی جا سکتی تھی لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے، وہ اُسے تہذیب کا ہم شکل بنا کر پیش کرنا چاہتے ہیں، تہذیب نہیں۔"

"مگر اس کا فائدہ چیف؟" بڈ نے سوال کیا۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے، مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا چیف کہ یہ صرف اتفاق ہو اور یہ لڑکی بالکل ہی غیر متعلق شخصیت ہو؟"

"ہو بھی سکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے میں اس انداز میں نہیں سوچ سکتا۔ میں ایسے کسی واقعے کا انتظار کر رہا تھا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تو بس ٹھیک ہے، ہم بھی تو اُن کے قریب ہونا چاہتے تھے، انہوں نے خود ہی یہ کوشش کر ڈالی ہے تو اُن کی مہربانی ہے۔ ویسے تمہارا یہ اندازہ درست ہے کہ ہم اپنے امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں۔ کچھ باتیں واقعی دلچسپ ہیں یعنی اس کا اسی ہوٹل میں قیام اور تہذیب کا ہم شکل ہونا۔ یہ باتیں اہمیت تو رکھتی ہیں مگر چیف تم ان راستوں پر ان کی مرضی کے مطابق ہی آگے بڑھو۔"

"یقیناً بڈ، ایسا ہی ہوگا۔ اب مجھے فرصت ہے اور جو کام میں کرنا چاہتا ہوں اُس کے لیے ہمیں ایک طویل جدوجہد کرنا ہوگی۔"

"کمال کی زندگی ہے تمہاری بھی چیف۔ یہ بتاؤ کبھی اس جدوجہد سے نجات بھی ملے گی تمہیں؟"

"زخموں کو مت کریدو بڈ۔ تکلیف بڑھ جائے گی، جاؤ وہ بے چاری لڑکی تمہارا انتظار کر رہی ہوگی۔"

"...رہا ہے چیف، چلتا ہوں لیکن کل تم سے ملاقات..."

"تم مصروف رہو۔ ہماری ملاقات یہیں مناسب رہے گی۔ کل دن میں اُسے ذرا اور ٹٹول کر یہ اطمینان کر لوں گا کہ وہ انہی سے تعلق رکھتی ہے یا پھر یہ سب کچھ اتفاق ہے۔"

"تم جاگ اٹھے ہو چیف۔ جو نیند تم پر طاری ہو گئی تھی، میرا خیال ہے اب ٹوٹ گئی ہے مجھے یقین ہے کہ تم اپنا کام کر لو گے لیکن میرے لیے کوئی خدمت ہو تو ضرور بتا دو۔ لیٹی جیسی لڑکیاں تو سڑکوں پر مل جاتی ہیں، مجھے اپنا کام زیادہ عزیز ہے۔"

"اُس کی توہین مت کرو بڈ، وہ تمہاری دوست ہے۔"

"ارے نہیں چیف، چھوڑو ان باتوں کو، میں تو صبح شام اس قسم کی دوستوں کو بدلنے کا عادی ہوں، کیا فرق پڑتا ہے۔" اس نے بے پروائی سے کہا۔

"اچھا اچھا، فی الحال جاؤ۔ میں بھی چلتا ہوں۔" میں نے بڈ کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا اور اس کے بعد ہم دونوں واپسی کے لیے چل پڑے۔

بڈ اپنی منزل پر اتر گیا اور میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ میں نے پیتل کے اُس گلدان کی طرف دیکھا جو کمرے میں ہونے والی ہر آہٹ کو کسی اور جگہ منتقل کر دیتا تھا چنانچہ آہٹوں کا بھی حساب رکھنا پڑ رہا تھا۔ کمرے میں چوروں کی طرح داخل ہوا تھا اور بے آواز مسہری تک پہنچ گیا تھا۔ پُرسکون ہو کر لیٹا تو دماغ پر خیالات کی یلغار ہو گئی۔ میں فیصلے کرنے لگا کہ اگر یہ لڑکی انہی لوگوں سے تعلق رکھتی ہے تو اس کی زبان کھلوانے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا۔

بہت دیر تک اس سلسلے میں پروگرام ترتیب دیتا رہا پھر کھڑکی سے آنے والی ہواؤں کے ساتھ تہذیب مالکم ایکس کی یاد بھی سرسراتی ہوئی دل کے پوشیدہ گوشوں تک پہنچ گئی اور دل میں ایک کسک سی ہونے لگی۔ یہ احساس بہرحال زندگی بخش تھا کہ جسے میں اس کائنات سے دور تصور کر بیٹھا تھا۔ ابھی اس کے وجود کی مہک زمین پر چلنے والی ہواؤں میں موجود ہے۔

دوسری صبح جیولٹ کی دستک نے جگایا تھا۔ وہ نکھری ہوئی خوشگوار صبح کی مانند نظر آ رہی تھی۔

"اتنی دیر میں جاگتے ہو۔" وہ بھویں چڑھاتے ہوئے بولی۔ "جاؤ غسل کرو، میں ناشتا منگواتی ہوں۔"

"او کے ہنی۔" میں نے بے تکلفی سے کہا۔ اور پھر باتھ روم کی جانب چل دیا۔

غسل وغیرہ کر کے ایک سادہ لباس پہنا اور جیولٹ کے سامنے آ بیٹھا۔ وہ غالباً چیونگم چبا رہی تھی۔ اُس نے مجھے چیونگم پیش کی تو میں نے شکریہ کے ساتھ منع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ویٹر ناشتا لے آیا۔ جیولٹ کے انداز میں بڑی اپنائیت تھی۔ وہ ناشتے کے دوران بار بار میری صورت دیکھنے لگتی تھی لیکن میں نے اُس سے اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ بالآخر ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے۔

"سگریٹ نہیں پیتے؟" اس نے پوچھا۔

"سگریٹ اور شراب جیسی چیزیں میری زندگی میں کبھی نہیں آئیں۔"

"گڈ۔ آئیڈیل نوجوان ہو علی! ویسے یقین کرو میرا خیال ہے آدھی رات تک میں تمہارے بارے ہی میں سوچتی رہی ہوں۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"بس یہی کہ بعض اوقات کیسے اچھے اچھے لوگ کس آسانی سے مل جاتے ہیں۔ میں نے تفریحاً ہی تمہیں نروس کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ یہ سوچا تھا کہ جب میں تم پر اپنی نفسیات دانی کا انکشاف کروں گی تو تم بوکھلا جاؤ گے۔ اگر زیادہ ڈھیٹ ہوئے تو لمبی لمبی چھلانگیں لگا کر مجھ پر چھا جانے کی کوشش کرو گے۔ لیکن میں خود ہی تم سے مرعوب ہو گئی۔ اب تمہارے بارے میں سوچتی ہوں...."

میں نے اسے جملہ پورا کرنے کا موقع نہیں دیا اور بول پڑا۔ "کیسے احمق آدمی سے دوستی کر لی۔"

"نہیں، نہیں۔" وہ جلدی سے بولی۔ "تمہارے اُس دوست نے جو تفصیل رات کو بتائی تھی، یقین کرو اُس نے مجھے بہت متاثر کیا اور میرا دل چاہتا ہے کہ تم سے اُس لڑکی کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کروں حالانکہ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ ایک دوسرے کے ذاتی معاملات کو نہیں کریدیں گے۔"

"جیولٹ! شاید کچھ عرصے کے بعد تم اس بات پر یقین کر لو کہ میں بہت ہی مختلف فطرت کا انسان ہوں۔ لڑکیوں سے دوستی میری فطرت نہیں رہی ہے۔ میری زندگی بہت عجیب حالات میں گزری ہے۔ برکلے یونیورسٹی آف کیلیفورنیا میں قانون کا طالب علم تھا۔ ایک جذباتی حادثے کا شکار ہو کر ساری زندگی داؤ پر لگا دی۔ نہ جانے دنیا کے کون کون سے حصوں میں بھٹکتا پھرا۔ دل میں یہی تصور تھا کہ اس کائنات میں محبت نام کی کوئی شے کم از کم میرے مقدر میں نہیں ہے۔ جس لڑکی کا تم سے بڈ نے تذکرہ کیا، وہ اتفاقیہ طور پر میری زندگی میں آ گئی اور کچھ اس طرح مجھ پر چھائی کہ اُس کے بعد میں نے اپنی زندگی کے دو مقصد بنا لیے۔ لیکن پہلے مقصد سے میں مخلص تھا۔ تفصیل کیا بتاؤں تمہیں، تمہیں خود دکھ ہوگا۔ بس یوں سمجھ لو کہ جن لوگوں کے لیے میں نے اپنی زندگی کے سنہرے سال برباد کر دیے انہی کے ہاتھوں مجھے وہ صدمہ پہنچا جو ناقابلِ بیان ہے۔ یوں سمجھ لو کہ انہوں نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا۔"

"بڑے ناسپاس لوگ تھے وہ! کون تھے؟"

"بس جیولٹ پلیز! اس سلسلے میں زیادہ تفصیلات مت پوچھو۔ تہذیب مالکم ایکس... تھا اُس لڑکی کا نام۔ میری ہم مذہب تھی۔ میری ہم مزاج تھی لیکن وہ انہی لوگوں کے ہاتھوں فنا ہو گئی جنہیں میں نے اپنا دوست سمجھا تھا۔ جیولٹ دل تو یہ چاہتا ہے کہ ان لوگوں کا نام و نشان مٹا دوں، اتنا نقصان پہنچاؤں اُنہیں جتنا اُنہیں فائدہ نہیں پہنچایا ہو گا لیکن میری بدقسمتی ہے کہ مجرم صرف چند لوگ ہیں۔ اور سزا اُن بے گناہوں کو ملے گی جن سے مجھے اب بھی کوئی پرخاش نہیں ہے۔ بس یہی احساس مجھے درندگی سے باز رکھتا ہے لیکن ایک انسان ہونے کے ناتے مجھ میں انسانی کمزوریاں بھی ہیں چنانچہ اب میرے لیے کم از کم یہ ممکن نہیں کہ اُن کے لیے کام کروں۔ تم خود بتاؤ جیولٹ، کیا کوئی ایسا کر سکتا ہے؟"

"میں تو حیران ہوں! کیسے لوگ ہیں وہ، اس قدر احسان فراموش!" جیولٹ نے کہا۔

بظاہر میرے چہرے پر غم کے آثار نظر آ رہے تھے میں ایک نڈھال سی کیفیت کا اظہار کر رہا تھا لیکن میری تیز نگاہیں جیولٹ کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں اور اس دوران میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش بھی کر رہا تھا کہ آیا وہ میک اَپ میں ہے یا پھر اولیو ہاورڈ نے اپنے بے پناہ وسائل اور بہترین صلاحیتوں سے کام لے کر تہذیب مالکم ایکس کی ایسی ہم شکل کو تلاش کیا ہے جو واقعی مجھے دھوکا دے سکتی ہے یا جو تہذیب کی شخصیت اپنا سکتی ہے اور یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ اس کے چہرے پر میک اَپ نہیں تھا میک اَپ کی صورت میں چہرے کے تاثرات کا اندازہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔

جیولٹ گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے بولی۔ "تو پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے علی؟"

"کچھ نہیں جیولٹ۔ بے کار سا آدمی ہوں، وقت گزار رہا ہوں، نا سمجھنے کی منزل میں ہوں۔ کچھ سمجھ جاؤں گا، کوئی فیصلہ کر لوں گا تو اپنے لیے کوئی بھی راستہ منتخب کر لوں گا۔ فی الحال میں ایسی کٹی ہوئی پتنگ کی مانند ہوں جو فضا میں ہوا کے دوش پر ناچ رہی ہے۔ کبھی کہیں اور کسی بھی جگہ گر سکتی ہے۔"

"میں بہت بڑی باتیں نہیں کرتی علی۔ شاید تمہیں بھی مجھ پر یقین کرنے میں کچھ وقت لگے کہ میں بے کردار لڑکی نہیں ہوں۔ زندگی میں مرد دوست کبھی نہیں بنائے۔ ہاں اُن سے گریز بھی نہیں کیا لیکن وہ تمام حدود برقرار رکھی ہیں جو بہرطور اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں لیکن تمہارے دکھے ہوئے دل کو اگر میری ذات سے کوئی سہارا مل سکا تو مجھے مسرت ہوگی۔ میں اُس لڑکی کا نعم البدل تو نہیں بننا چاہتی جو تمہیں بے انتہا عزیز تھی لیکن ایک اچھی دوست کی مانند تمہیں ہر سہارا دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"شکریہ جیولٹ۔ تمہارے یہ الفاظ میرے لیے بے حد قیمتی ہیں کیونکہ تمہاری شکل ہی نہیں، تمہارے کردار میں بھی تہذیب کی جھلک نظر آتی ہے۔ تم بلاشبہ ایک مہربان لڑکی ہو، ایک اچھی دوست اور اگر تم یہ پیش کش کرتی ہو تو میں خلوصِ دل سے اسے قبول کرتا ہوں۔ جیولٹ تمہیں دیکھ کر کم از کم میں اپنے دل میں تہذیب کی یاد کو تازہ رکھ سکوں گا۔ بس اس سے زیادہ مجھے کسی سے کچھ درکار بھی نہیں ہے۔"

"نہیں علی، میں تمہیں زندگی کی طرف واپس لاؤں گی میں تمہارے وجود میں وہی علی بیدار کروں گی جو آپ سے کچھ عرصے پہلے تھا۔ یقیناً میں تمہیں سمجھ رہی ہوں۔ میں تمہیں پہچان رہی ہوں۔ اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو علی اور اُس کے بعد سب کچھ بھول جاؤ، سب کچھ!" جیولٹ کا لہجہ پُرجوش تھا۔ اُس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ لڑکی نے نہ صرف یہ کہ تہذیب کا کردار ادا کرنے کے لیے خود کو تیار کیا ہے بلکہ وہ اولیو ہاورڈ کی تربیت یافتہ بھی ہے اور گفتگو کرنے کا فن بھی جانتی ہے۔

پھر ہم دوسرے پروگرام ترتیب دینے لگے۔ میں نے اپنے رویے میں کافی نرمی اور محبت پیدا کر لی تھی۔ اُس کی فرمائش پر میں نے ایک لباس پہنا اور پھر ہم ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ بڈ کی خبرگیری کرنا سب نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اُس سے ملاقات کی کوشش نہیں کی۔ بیروت کی سڑکوں اور مختلف تفریح گاہوں کی آوارہ گردی ہوتی رہی۔ وہ اس شہر سے اجنبیت کا اظہار کر رہی تھی اور یہ ہو بھی سکتا تھا کہ وہ پہلی بار یہاں آئی ہو۔ میں نے اس ڈرامے کے حوالے سے اولیو ہاورڈ کا صرف تصور کر لیا تھا اور حالات بھی یہی نشاندہی کرتے تھے کہ اولیو ہاورڈ اس کارروائی کی پشت پر ہے۔ چنانچہ اب جب بھی میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس بارے میں سوچیتا' اُسے ہی اپنا مدِمقابل تصور کرتا تھا۔

تقریباً شام کے سات بجے تک ہم لوگ بیروت کے مختلف علاقوں میں آوارہ گردی کرتے رہے۔ میں نے اس دوران اپنے طرزِ عمل سے جیولٹ کو یقین دلا دیا تھا کہ میں نے اُسے تہذیب کا نعم البدل تصور کر لیا ہے۔

سات بجے جب ہم ہوٹل واپس پہنچے تو بڈ ہمیں پیچھے ہی مل گیا، وہ تنہا تھا۔ جیولٹ نے اُسے دیکھا اور اُس کی جانب ہاتھ ہلایا تو بڈ ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔ "ہیلو چیف! ہیلو میڈم!" اُس نے ہم دونوں کو مسکراتے ہوئے مخاطب کیا۔

"تم تنہا ہو بڈ؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں چیف۔ وہ آج نہیں آئے گی، کچھ مصروف ہے۔ ویسے تم لوگ اگر مناسب سمجھو تو ہوٹل کے اُس گوشے میں میری طرف سے کسی مشروب کی دعوت قبول کرو۔"

"کیا خیال ہے جیولٹ؟" میں نے جیولٹ سے پوچھا اور اُس نے شانے ہلا کر آمادگی کا اظہار کر دیا۔

بڈ ہمارا میزبان بن گیا۔ ایک خوش رنگ مشروب کے سِپ لیتے ہوئے ہم اُس سے گفتگو کرتے رہے۔ وہ کافی دلچسپ باتیں کر رہا تھا۔ جیولٹ ہنسنے لگی اُس نے تعریفی انداز میں کہا۔ "تمہارا یہ دوست بہت دلچسپ انسان ہے علی!"

"ہاں، یہ میرا بہت قریبی ساتھی ہے۔"

"مجھے اندازہ ہو گیا ہے۔"

"تم لوگ کہاں کہاں گھوم آئے ہو؟" بڈ نے سوال کیا۔

"بڈ! میرے لیے تو بیروت اجنبی نہیں ہے۔ لیکن مس جیولٹ یہاں پہلی مرتبہ آئی ہیں۔ انہیں بیروت بہت پسند آیا ہے۔"

"کوئی جواب نہیں اس کا۔" وہ بولی۔ "ویسے پلیز اگر آپ لوگ مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دے دیں تو میں اپنے کمرے میں جانا چاہتی ہوں۔"

"ضرور جیولٹ، ہم لوگ ابھی یہیں ہیں۔ تم اگر جلدی آنا چاہو تو یہاں آ جانا ورنہ پھر جیسا پروگرام ہو۔"

"نہیں، میرا خیال ہے، ساڑھے نو بجے ہم ڈائننگ ہال میں ملاقات کریں گے۔ ساتھ ہی کھانا کھائیں گے۔"

"او کے جیولٹ، او کے۔" میں نے کہا اور جیولٹ اُٹھ کر چلی گئی۔

بڈ اُسے دیر تک دیکھتا رہا پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "خدا کا شکر ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے اُس نے جان چھوڑ دی ورنہ میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ اب شاید تم سے ملاقات ہی ممکن نہ ہو چیف۔"

"کوئی خاص بات ہے بڈ؟"

"نہیں، کوئی خاص بات نہیں چیف۔ بس ایسے ہی صبح سے تم سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ کیسی جا رہی ہے یہ لڑکی؟ کوئی اندازہ لگایا اس کے بارے میں؟"

"مجھے اس بات کا کامل یقین ہے بڈ کہ یہ خاص طور سے ہم پر مسلط کی گئی ہے اور انہی لوگوں کی طرف سے یہ کارروائی ہوئی ہے۔"

"پھر تو چیف، اس کارڈ کو ہاتھ سے مت نکلنے دو۔ یہی لڑکی ہمیں اصل لوگوں تک پہنچائے گی۔"

"ٹھیک ہے بڈ، ٹھیک ہے۔ میں نے آج کا دن بلاوجہ نہیں ضائع کیا۔ بہت جلد میں اسے کارآمد بنا لوں گا پھر خود اس کے لیے کارآمد بن جاؤں گا۔"

"یقیناً چیف، اگر کوئی موقع ہاتھ آئے تو اُس کے لیے اب بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت نہیں، جتنا ہم لوگ کر چکے ہیں بس اتنا ہی کافی ہے۔"

"بالکل، میں تم سے متفق ہوں۔ تمہارے ساتھ تو اور کوئی خاص واقعہ نہیں پیش آیا؟"

"نہیں، خاص واقعہ، آج ذرا مصروف ہے اور کل مجھے اس کا انتظار کرنا ہے۔ اس دوران میں کسی دوسرے خاص واقعے کے لیے تیار نہیں ہوں۔" بڈ نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اٹھ گئے۔ کوئی اور قابلِ ذکر بات نہیں ہوئی تھی۔

رات کو بڈ کے ساتھ کھانا کھایا۔ کافی دیر تک ہال میں بیٹھے رہے اور جب بہت رات گزر گئی تو ہم اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ بڈ پہلے ہی جا چکا تھا۔ جیولٹ میرے ساتھ لفٹ میں داخل ہوئی اور میری صورت دیکھتی ہوئی بولی۔ "آؤ علی، اگر نیند نہ آ رہی ہو تو میرے ساتھ میرے کمرے میں آؤ۔ تم سے الگ ہونے کو دل ہی نہیں چاہتا۔"

میں مسکرا کر جیولٹ کے ساتھ اُس کے کمرے کی جانب چل پڑا۔ میری موجودگی میں اُس نے غسل خانے میں جا کر لباس تبدیل کیا اور پھر میرے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"تم تو کسی کی محبت میں گرفتار ہو اور میں تمہارے لیے اگرچہ شکل و صورت کی وجہ سے قابلِ قبول ہوں لیکن تم میرے دل کی گہرائی میں کیوں اترتے جا رہے ہو علی، میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم بہت ہی ساحرانہ قوتوں کے مالک ہو۔ پتا نہیں کیوں میں تمہاری شخصیت کے سحر میں گرفتار ہوتی جا رہی ہوں۔"

"خود کو بہت زیادہ نہ الجھاؤ جیولٹ۔ بعض اوقات انسان کو وہ سب کچھ نہیں ملتا جس کا وہ خواہشمند ہوتا ہے۔" جیولٹ خاموش ہو گئی تھی اُس نے مزید گفتگو نہیں کی تھی پھر میں نے اُس سے اجازت مانگی تو وہ بے بسی کے انداز میں گردن ہلانے لگی اور میں کمرے سے باہر نکل آیا۔

دوسرا دن بھی اسی طرح گزرا اور تیسرا دن بھی لیکن چوتھے دن بڈ نے مجھ سے رات کو اُس وقت ملاقات کی جب جیولٹ اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔ وہ ہمیشہ کی مانند مجھے باہر لے آیا۔ پھر ایک اور کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ میں نے تعجب سے بڈ کو دیکھا تھا۔

"چیف! ہم نے اس ہوٹل کو اپنا مستقل اڈا بنا لیا ہے۔ دو کمرے تو ہمارے پاس ایسے ہیں جو اُن کی نگاہوں میں ہیں۔ لیکن یہ تیسرا کمرا میں نے خاص طور سے اپنے لیے حاصل کیا ہے۔ کم از کم کوئی جگہ تو ایسی ہونی چاہیے جہاں ہم لوگ بھی گفتگو کر سکیں۔"

"گڈ، ویری گڈ! کوئی خاص بات؟"

"ہاں چیف، کچھ سنانا چاہتا ہوں تمہیں۔"

"کہو۔" میں نے کہا اور بڈ نے اپنے لباس سے دو چھوٹے چھوٹے بجو ر بکس نکال کر میز پر رکھ دیے۔

"یہ کیا ہے؟"

"دیکھتے رہو چیف۔" بڈ نے اُن کے ڈھکن کھولے اور اندر سے بہت ہی نفیس قسم کے اسپول والے ٹیپ ریکارڈر برآمد ہوئے۔ ان میں ایک ٹرانسمیٹر تھا اور دوسرا اُس کا ریسیور۔ دونوں پر اسپول لگے ہوئے تھے۔ بڈ نے کچھ کارروائی کی اور چند لمحات کے بعد کمرے میں ایک آواز ابھری۔

"ہیلو جیولٹ۔"

"ہیلو چیف، جیولٹ بول رہی ہے۔"

"کیا ہو رہا ہے؟" دوسری آواز نے سوال کیا۔

"چیف اس سے ناواقف نہیں ہوں گے۔" یہ آواز جیولٹ کی تھی۔

"ہوں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ تم بہت اچھی جا رہی ہو۔ اُس نے کبھی تمہارے چہرے کے نقوش کی جانچ پڑتال تو نہیں کی؟"

"نہیں چیف۔"

"کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ اُس نے یہ کیسے تسلیم کر لیا کہ تمہارے نقوش اصلی ہیں۔"

"چیف! آپ اسے میری محنت سمجھ سکتے ہیں۔"

"مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ تم اپنا کردار بہترین طریقے سے انجام دے رہی ہو لیکن اب ہمیں بہت زیادہ وقت نہیں گزارنا چاہیے۔ تم اُسے آہستہ آہستہ اپنے خاص پروگرام کی جانب لے آؤ اور اس سلسلے میں پہلا قدم یہی ہو گا کہ تم اُسے بیروت سے لندن لے جاؤ۔ کیا تم اپنا اُس پر اتنا تسلط سمجھتی ہو کہ وہ تمہارے ساتھ لندن جانے کے لیے تیار ہو جائے گا۔"

"میں دعوے نہیں کرتی چیف، لیکن اس سلسلے میں کوشش کر سکتی ہوں۔"

"تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں جیولٹ کہ یہ شخص معمولی سطح کا انسان نہیں ہے۔ ایک بار پھر ہوشیار کرتا ہوں کہ جو کچھ کرو پورے اعتماد کے ساتھ کرنا اگر اُسے کسی قسم کا شک ہو گیا تو پھر سارا پروگرام خراب ہو جائے گا۔"

"میں سمجھتی ہوں چیف اور آپ کو اطمینان دلانا چاہتی ہوں کہ جیولٹ پر آپ نے جو اعتماد کیا ہے، وہ بے مقصد نہیں ہے اور اس کا نتیجہ آپ کی توقع کے مطابق ہی ہو گا۔ ویسے چیف، یہ حقیقت ہے کہ یہ شخص بے حد ذہین ہے لیکن جو چوٹ اس نے کھائی ہے، اس کے تحت بُری طرح تلملا رہا ہے۔ صورتِ حال ذرا کچھ عجیب ہے، ورنہ شاید وہ ان لوگوں سے انتقام لینے پر بھی آمادہ ہو جاتا۔ اس کی سوچ کا انداز یہی ہے کہ جرم کرنے والے کچھ اور لوگ ہیں اور اس کی کسی کوشش کے نتیجے میں متاثر ہونے والے دوسرے ہوں گے۔"

"چھوڑو ان باتوں کو جیولٹ، ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ کر بھی کیا سکتا ہے ان لوگوں کے خلاف لیکن اگر ہم اُسے اس کے اصل راستوں سے ہٹا دیں تو یہ کام بھی کم نہیں ہو گا۔"

"جیولٹ کے ذمے جو خدمات آپ نے مقرر کر دی ہیں چیف، وہ انہیں مکمل طور سے پورا کرے گی۔"

"او کے جیولٹ اب میں تمہاری اطلاع کا منتظر رہوں گا، اُسے لندن جانے کے لیے آمادہ کر لو۔ باقی سارے کام بعد میں ہوں گے۔"

"بہت بہتر چیف۔" اور اس کے بعد ہلکی سی آواز سنائی دی جیسے کہیں سے سلسلہ منقطع ہو گیا ہو۔

میں دلچسپی سے بڈ کو دیکھ رہا تھا اور میری آنکھیں عجیب سے انداز میں پھیل گئی تھیں۔ بڈ نے یہ عجیب و غریب قسم کا ٹیپ ریکارڈر بند کیا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "بس ایک بات بتا دو چیف! یہ دوسری آواز کس کی تھی؟"

"ایک ہزار فیصد ولیم اوروڈ کی۔ میرا یہ دوست میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ بارہا میرا اس سے واسطہ رہ چکا ہے۔"

بڈ نے پُرمسرت انداز میں چٹکی بجائی اور کہنے لگا۔ "چیف، ویسے تو مجھے پہلے ہی یقین ہو گیا تھا لیکن تمہاری تصدیق ضروری تھی۔ میڈم ایکس زندہ ہیں اور سو فیصدی اس شخص کے قبضے میں ہیں۔ اس نے بڑا ہی لمبا جال پھیلایا ہے اور تمہیں اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کی ہے۔ اب بڈ کی رائے ہے چیف کہ تم اس کی گرفت میں آ جاؤ۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں غور کر رہا ہوں بڈ" میں نے پرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"بس یوں سمجھ لو چیف! اس سلسلے میں بڈ کی ڈائرکشن میں کام ہوگا۔ دیکھو چیف! اگر یہ لڑکی تم سے لندن جانے کے لیے کہتی ہے تو تمہیں تیار ہو جانا چاہیے۔ ویسے بھی تمہاری بیزاری عروج کو پہنچی ہوئی ہے اور اب دنیا کے کسی کام میں تمہارا دل نہیں لگتا، تو کیوں نہ پھر لندن ہی کی سیر ہو جائے۔"

"ہاں ٹھیک ہے بڈ۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کارنامہ کس طرح انجام دیا" میں نے کہا اور بڈ مسکرانے لگا۔

"چیف۔ بس کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا نا مجھے آخر تم نے مجھے اپنا دست راست کہا ہے۔ میں اس لڑکی کی حقیقت کھولنا چاہتا تھا اور مجھے اس بات پر یقین تھا کہ اس کا رابطہ یقیناً ان شخصیتوں سے ہوگا جو پس پردہ کام کر رہی ہیں۔ ان لوگوں نے اگر ہمارے کمروں میں ڈکٹا فون لگا رکھے ہیں تو کیا میں یہ کوشش نہیں کر سکتا تھا، بس ذرا اس نایاب انسٹرومنٹ کے حصول میں دقت پیش آئی تھی۔ تاہم میں نے اسے حاصل کر لیا اور اس کے بعد میں نے اسے لڑکی کے کمرے میں پوشیدہ کر دیا۔ ریسیور میرے کمرے میں تھا لعد یہ چوبیس گھنٹے کام کر رہا تھا۔ اس نے رابطہ قائم کیا اور اس کی گفتگو ریکارڈ ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے ریسیور اس کے کمرے سے ہٹا لیا۔ دراصل میں محتاط رہنا چاہتا تھا چیف، لیکن یہ دوبارہ اس کے کمرے میں پہنچ سکتا ہے، اس کے لیے میں نے ایک بہت ہی مناسب جگہ منتخب کر لی ہے۔"

"ہوں۔ میرے خیال میں اس ریسیور کو اس کے کمرے میں رہنے دو۔"

"ٹھیک ہے چیف۔ اب تم جاؤ گے نا تو یہ دوبارہ اس کے کمرے میں پہنچ جائے گا۔ میں نے اسے اس کی مسہری کے نچلے حصے میں ایک بہت ہی مناسب جگہ تیار کر کے لگایا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے وہیں دوبارہ لگا دو اور اپنا یہ کام جاری رکھو۔"

"او کے چیف، یہ اپنی جگہ پہنچ جائے گا۔ ویسے تم نے کیا فیصلہ کیا، میں ذرا سا پریشان ہوں۔"

"نہیں بڈ۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، میرے خیال میں، میں اس کی یہ بات مان لوں گا۔ ویسے بھی یہاں اور کوئی کام نہیں ہے، یہ سب بے چارے پھر الجھنوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ صرف نامر عزیزی ہیں جنہیں یہ بات معلوم ہے کہ میں کسی طور تنظیم سے برگشتہ نہیں ہوں اور پھر بڈ میں نے شتیلا کیمپ میں جو کچھ کیا ہے اس کی اطلاع بھی اتفاق سے ان لوگوں کو ہو گئی ہے۔ حالانکہ میں یہ سب کچھ ظاہر کر کے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اب یہ بتاؤ کہ تم میرے [...] طرح رہو گے؟"

"بالکل اسی طرح جیسے انسان کے ساتھ سایہ رہتا ہے [...] میں تمہیں کہیں بھی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا [...] لوگوں کو بھی پتا نہیں چل سکے گا کم از کم اس سلسلے میں بڈ پر نگاہ [...] رکھو۔ میں ظاہر یہی کروں گا کہ میرا تعلق تنظیم سے ہے اور تم [...] خلاف مجھ سے جو بھی گفتگو کرو گے میں اس سے اختلاف کروں [...]"

"نہیں، تم ایسا ہرگز نہیں کرو گے۔ یہ بات ان کو شک [میں] ڈال سکتی ہے۔ وہ لوگ یقیناً یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے [کہ انہیں] دھوکا دیا جا رہا ہے۔"

"دو کھوپڑیاں مل کر ہی صحیح کام انجام دے سکتی ہیں [...] تم درست کہتے ہو۔ البتہ تم یوں کرنا کہ مجھے اپنے پروگرام [سے] مت آگاہ کرنا سمجھ رہے ہو نا میری بات۔ ظاہر ہے وہ لوگ [...] تمام باتیں ہمارے کمرے میں سنتے ہیں، جب محترمہ سے گفتگو [...] اور تم جانے کا فیصلہ کر لو تو کچھ ایسی باتیں ہم آپس میں کریں گے [جس] سے یہ اندازہ ہو جائے کہ تم مجھے اپنے راز میں شریک نہیں [کرنا] چاہتے۔"

"ٹھیک ہے۔ ایسا کر لیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر اب خاموشی سے باہر نکل جاؤ۔ ممکن ہے محترمہ [...] تمہاری ضرورت محسوس کریں۔" بڈ بولا اور میں نے گردن ہلا دی۔

میں نے دروازے سے جھانک کر باہر دیکھا، راہداری [...] پا کر میں باہر نکل آیا اور پھر ٹہلتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچ گیا [...] بلاشبہ ایک بڑا کام کیا تھا۔ اور اس طرح کم از کم یہ بات واضح [ہو گئی] تھی کہ اولیو ہاورڈ براہ راست میرے مدمقابل ہے۔ ویسے [...] بھی بڑا عجیب تھا، جس طرح میں اس کی موت نہیں چاہتا تھا [...] سے مقابلے کا خواہش مند تھا، اسی طرح وہ بھی میرے مقابلے [پر] ڈٹا ہوا تھا ورنہ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ [...] بہت سے مواقع ایسے ملے تھے، جب وہ میری زندگی ختم [کر سکتا] تھا لیکن میرے اور اس کے درمیان ایک بہت ہی دلچسپ [جنگ] جاری تھی۔

توقع کے مطابق دوسرے ہی دن جیولٹ نے اس گفتگو [کا آغاز] کر دیا۔ صبح کو وہ حسب معمول میرے کمرے میں آ گئی تھی۔ میرے ناشتا وغیرہ بنانا، میرے لباسوں کی دیکھ بھال کرنا، اب اس [نے] اپنا معمول بنا لیا تھا اور میں اس بات سے بہت زیادہ متاثر [تھا اور اس] کا اظہار کرتا تھا۔ اس وقت بھی اس نے میرے رات کے کپڑے درست کر کے رکھے، باقی کپڑوں کی دیکھ بھال کی بلکہ غسل خانے [سے] واپس آنے کے بعد لباس بھی مجھے اسی کے ہاتھوں ملا اور [...] ہی تھا کہ ناشتا آ گیا۔ اس نے میرے لیے ناشتا تیار کر کے میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا "شروع ہو جاؤ۔"

"تم بھی لو جیولٹ۔" میں نے کہا۔

"تو کیا نہیں لوں گی۔ میں ناشتا کر رہی ہوں اور دیکھو، یہ اتنا مختصر سا ناشتا مجھے ناپسند ہے۔ تم اپنی خوراک کا خیال رکھو، علی پلیز۔"

"تم میرے ذہن کو عجیب سے احساسات میں مبتلا کر رہی ہو جیولٹ، بہت پریشان ہوں میں آج کل۔" میں نے ٹوسٹ کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟" وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

میں چند لمحے خاموش رہا تھا۔ پھر میں نے آزردہ لہجے میں کہا۔ "میرا کب تک ساتھ دے سکو گی جیولٹ۔"

"مطلب کیا ہے تمہاری اس بات کا؟"

"جیولٹ! انسان کو حقیقت سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ میں جانتا ہوں کہ تم بہت ہی اچھی لڑکی ہو۔ دردمند اور دوسروں کا دکھ سمیٹنے والی لیکن تمہاری اپنی ایک زندگی ہے، تمہارے اپنے بھی کچھ مسائل ہوں گے، ذمے داریاں ہوں گی جن کی طرف بہرحال تمہیں توجہ دینا پڑے گی۔ اس طرح کب تک تم میرا خیال رکھو گی۔ میں اس زندگی کا عادی ہو گیا اور پھر تم چلی گئیں تو کیا یہ زندگی میرے لیے ایک عذاب نہیں بن جائے گی؟"

وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی۔ کھانا پینا تقریباً موقوف ہو گیا تھا۔ پھر وہ چونکی اور بولی "کیا حماقت ہے، ناشتا کرتے رہو۔"

"ہاں سوری! ذرا جذباتی ہو گیا تھا۔" میں نے کہا اور وہ مسکرانے لگی۔

"کم از کم پچیس سال کا ٹھیکا مجھے دے دو علی۔ اس کے بعد کا نہیں کہہ سکتی... کہ میرے اندر کیا تبدیلی پیدا ہو گی۔"

"میں نہیں سمجھا؟"

"بھئی سیدھی سی بات کہہ رہی ہوں کہ تمہاری اس دیکھ بھال کے لیے پچیس سال قبول کرتی ہوں بشرطیکہ اتنے عرصے زندہ رہی۔"

"جیولٹ!" میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیوں علی! اعتبار نہیں کر سکتے مجھ پر؟" اس نے بہت ہی معصومانہ انداز میں کہا۔

"جیولٹ... میں... میں اس بات کا کیا جواب دوں؟"

"کوئی جواب نہ دو، ایک ہی بات کہو گے نا کہ تم مجھ سے شادی نہیں کر سکتے۔ مجھے اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکتے۔ یقین کرو، میں خود کبھی یہ اصرار نہیں کروں گی۔ بلکہ اگر کبھی تم نے اس کے لیے مجبور بھی کیا تو میں انکار کر دوں گی۔ تہذیب مالکم ایکس تو میں نہیں ہوں لیکن جیسے وہ ایک لڑکی تھی، ایسے ہی میں بھی ایک لڑکی ہوں جیسے وہ تمہیں چاہتی تھی، ایسے ہی میں بھی تمہیں چاہ سکتی ہوں۔ مجھے اس بات کا جواب دو علی کہ کیا ایک ہی جذبہ دو دلوں میں نہیں پیدا ہو سکتا؟"

"ٹھیک ہے جیولٹ، لیکن میں... میں کیا تمہارے اس جذبے کا جواب اس جذبے سے دے سکتا ہوں؟"

"قطعی نہیں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہیں جھوٹا اور فریبی سمجھوں گی۔ میں سمجھ لوں گی کہ تہذیب سے تمہاری محبت محض بوالہوسی تھی۔ علی! میں ایک مثال قائم کرنا چاہتی ہوں، صرف ایک دوست کی حیثیت سے میں تمہاری دیکھ بھال کروں گی، صرف ایک دوست کی حیثیت سے۔"

میں نے اس کمبخت کی باتوں پر غور کیا، بہ ظاہر کتنی پاکیزگی اور بلندی تھی اس کے الفاظ میں لیکن اس کے باطن کا حال میں خوب جانتا تھا۔ ہمارے درمیان فریب کا کھیل ہو رہا تھا۔ تو میں اس کھیل میں خود کو پیچھے کیسے رہنے دیتا۔ میں نے کہا۔ "اگر تم میرے لیے اتنی بڑی قربانی دے رہی ہو جیولٹ تو میں... کیا میں تمہارا احترام نہ کروں، کیا میں تمہیں وہ محبت نہ دوں جو ایک اچھے اور سچے دوست کو دی جا سکتی ہے۔"

"بس علی۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ اپنے ٹوٹے ہوئے وجود کو مجھے سونپ دو علی۔ میں اسے سنوارنا چاہتی ہوں۔ میں اسے بنانا چاہتی ہوں، یہ صرف اتفاق ہے کہ میں تہذیب مالکم ایکس کی ہم شکل ہوں۔ اگر نہ ہوتی تب بھی میں تم سے یہی درخواست کرتی کہ مجھے اپنے نزدیک رہنے کا موقع دو، میں ایک بہت اچھے انسان کو فنا ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔"

میں نے شکر گزاری کے انداز میں گردن جھکا لی اور پھر میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ "تمہارا شکریہ جیولٹ۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"شکریہ سے کام نہیں چلے گا، بس اب جو کچھ میں کہوں گی، تمہیں وہی کچھ کرنا پڑے گا لیکن یہ وعدہ کرنے کے بعد کہ تم مجھے اپنی سچی دوست تسلیم کرتے ہو۔"

"ہاں جیولٹ۔ اب مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے، تم میری بہت ہی اچھی دوست ہو، ایک مخلص ساتھی۔"

"بے حد شکریہ۔ علی میں یہ سوچ رہی ہوں کہ ہم زیادہ وقت بیروت میں نہیں گزاریں گے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"میں نے تمہارے بارے میں بہت سی باتیں معلوم کر لی ہیں، سارے واقعات مجھے معلوم ہو گئے ہیں۔ مجھے معاف کرنا، یہ تمہارے سلسلے میں کوئی سراغ رسانی نہیں تھی۔ بلکہ تمہارے وجود میں مجھے ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایسی کشش محسوس ہوئی علی کہ میں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی اور اس کے بعد میں نے تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم کرلیا۔ دیکھو نا، تجسس تو انسان کی فطرت کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ یہ معلومات حاصل کرتے ہوئے میرے دل میں کوئی کھوٹ نہیں تھی۔"

"اب تم بار بار یہ کہہ کر مجھے شرمندہ کیوں کرتی ہو۔"

"ہاں۔ تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ بیروت تمہارے لیے دکھوں کا گہوارہ ہے۔ یہاں تمہارے ساتھ جو کچھ ہو چکا ہے، یقیناً اس کی یادیں تمہیں مضطرب کرتی ہوں گی۔ میں تمہیں یہاں سے نکال کر لے چلوں گی، تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا، انکار نہیں سنوں گی میں۔"

"مگر کہاں جائیں گے جیولٹ؟"

"فی الحال لندن۔ اس کے بعد پیرس۔ پھر کہیں اور۔ اور پھر کہیں اور میری سیاحت کا شوق بھی پورا ہو جائے گا اور تمہارے دل کا دکھ بھی کچھ نہ کچھ کم ہو ہی جائے گا۔ مجھے اس سے زیادہ خوشی اور کسی بات کی نہیں ہوگی علی کہ تم اپنی پرانی زندگی میں واپس آجاؤ۔"

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا اور پھر گہری سانس لے کر میں نے کہا۔ "جیسا تم پسند کرو جیولٹ۔ جیسا تم پسند کرو۔"

جیولٹ کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے مسرّت کی سُرخی نمودار ہو گئی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور بولی۔

"میں تمہاری وہی زندگی چاہتی ہوں علی جو ماضی میں رہی ہے۔ تمہیں اسی روپ میں دیکھنا چاہتی ہوں جو تمہارا اصل روپ ہے۔"

میں نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلادی۔ میں جانتا تھا کہ جیولٹ کا وہ مقصد پورا ہو گیا ہے جس کے لیے اُسے مخصوص کیا گیا ہے۔ چنانچہ اب میں اسی راستے پر آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ آمادگی کا اظہار کر چکا تھا، باقی ذمّے داریاں خود جیولٹ ہی کی رہ گئی تھیں۔ لیکن اسی شام بڈ نے مجھے اپنے اس مخصوص کمرے میں بلایا جسے اس نے نہایت ذہانت سے حاصل کیا تھا اور جو واقعی ضروری تھا۔

بڈ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ وہ دونوں ٹیپ ریکارڈر اس کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ جن میں ایک ریسیور تھا۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے بڈ کو دیکھا تو بڈ نے مسکراتے ہوئے گردن ہلادی۔

"تمہارا پورا پروگرام میرے علم میں آچکا ہے چیف۔ سننا چاہتے ہو جو تمہارے ساتھ پیش آنے والا ہے، وہ بڈ کو معلوم ہے؟"

"کہو بڈ دی گریٹ، کیا پروگرام ہے میرا؟"

"آج سے تیسرے دن تم بیروت سے روانہ ہو جاؤ گے۔ تمہارے لیے انتظامات کر دیے گئے ہیں۔ لندن پہنچو گے، لیکن تم

لندن کے کسی ہوٹل میں قیام نہیں کرو گے چیف بلکہ وہاں کے خوبصورت علاقے ہالیڈے پوائنٹ میں رہو گے جہاں تمہارے لیے ایک ٹرالر مخصوص کرلیا گیا ہے۔ کیا سمجھے چیف؟" بڈ بولا۔

میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا میرے ہونٹ سکڑ گئے تھے اس انکشاف پر۔

بڈ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے وغیرہ اٹھا کر سمیٹ لیے اور بولا "لندن کا سفر مبارک ہو اور میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ تم ہمیشہ کی مانند اپنے پر حاوی رہو گے۔ اس بار ہمیں ایک برتری حاصل ہے ہم اپنے دشمنوں کے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں اور طرف سے ہونے والے ہر اقدام سے واقف ہیں لیکن بار انہیں ایسا سبق ملنا چاہیے کہ وہ یاد رکھیں۔"

"یہ ساری باتیں تو ٹھیک ہیں بڈ، لیکن تم میرا دو گے؟"

"کمال کی بات ہے چیف! بڈ سے یہ بات کر رہے چیف! بڈ کی صلاحیتوں سے شاید تم ابھی پوری طرح واقف ہو، بڈ کا شیطان سے بہت قریبی رشتہ ہے اور شیطان جہاں پکارو گے، وہ وہیں موجود ہوگا تم بالکل اطمینان رکھو کسی بھی جگہ تم سے دُور نہیں رہے گا۔"

"گویا تم میرا تعاقب کرو گے۔"

"سایہ تو ہمیشہ ہی تعاقب میں ہوتا ہے چیف، یہ کون نئی بات ہے لیکن اب میں آپ کے ساتھ زیادہ وقت نہیں میڈم جیولٹ اپنا کام مکمل کرکے آپ کے پاس پہنچ جا چنانچہ لندن تک کے لیے خدا حافظ۔"

میں نے بھی بڈ کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھی اپنے میں واپس آنے کے بعد میں اس کے اس انکشاف پر غور کر بڈ میرا قابلِ اعتماد ساتھی تھا۔ اس سے کسی غلط بیانی کی توقع نہیں جا سکتی تھی۔ اس کی سچائی کا ثبوت مجھے بہت جلد مل گیا۔

جیولٹ نے مجھے پُرمسرت لہجے میں بتایا "ہم کل کی فلائٹ سے لندن چل رہے ہیں علی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے انجان بن کر پوچھا۔

"نہیں، تمہیں اس سلسلے میں سوال کرنے کی ضرورت نہیں بس جو کچھ میں کر رہی ہوں تمہارے لیے، خاموشی سے دیکھتے جب تم نے خود کو میرے حوالے کر دیا ہے تو پھر اطمینان رکھو جو کچھ کروں گی وہ تمہارے مفاد میں ہی ہوگا۔"

میں نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ دوسرے دن واقعی

ملاقات نہ ہو گئی ہوتی تو بڑی مشکل میں بہت نہیں ملی۔ اگر بڈ سے ساتھ بیروت کے بازاروں میں کچھ شاپنگ تم نہیں جانتا۔ جیولٹ میرے شام کو وہ تیار ہو کر ہوٹل سے نکل آئی تھی۔ اچھی اور پھر اس نے کہا "میں چاہتی ہوں کہ بقیہ وقت ایئرپورٹ راستے ہیں تاکہ ہم کسی اور اُلجھن میں نہ پھنس سکیں۔ ویسے علی مجھے افسوس ہے کہ تمہاری ملاقات اپنے اس دوست سے نہیں ہو سکی لیکن ہم اپنے معاملات میں دوسروں پر تو انحصار نہیں کر سکتے۔"

"ویسے بھی وہ تنظیم کا آدمی ہے جیولٹ! اور مجھے بہر طور ان سے رابطہ منقطع کرنا ہی تھا۔"

وقت مقررہ پر ہم ایک بوئنگ میں داخل ہو گئے اور ایک بار پھر مجھے بیروت کو خیرباد کہنا پڑا۔ بیروت جو میری زندگی میں ایک اہم حیثیت رکھتا تھا، اس کی روشنیاں نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں تو میں نے ٹھنڈی سانس لے کر اپنی سیٹ سے پشت لگالی۔ جیولٹ نے اس دوران مجھے ڈسٹرب نہیں کیا تھا۔ طیارہ فضا کی وسعتوں میں پرواز کرتا رہا۔ جیولٹ نے بھی آنکھیں بند کرلی تھیں اور پھر نہ جانے کب مجھ پر غنودگی سی طاری ہو گئی۔ ذہن کو بہت زیادہ تھکانے سے کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔ میں نئی منزل اور نئے راستوں پر سفر کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا تھا۔ آنے والا کوئی لمحہ میرے لیے اجنبی نہیں ہوتا تھا۔ جن لمحوں کو پہچاننے کی کوشش کی تھی، وہ ہی اجنبی ثابت ہوئے تھے۔ میرے اور تہذیب مالکم ایکس کے درمیان ہمیشہ ہی فاصلوں کی دیواریں رہی تھیں۔ جب بھی کبھی اس کا قربت نصیب ہوتی، کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ رونما ہوتا کہ ہم پھر سے جدا ہو جاتے اور اس مرتبہ تو مجھے گویا نئی زندگی ملی تھی اگر یہ فاصلے اتنے طویل ہو جاتے کہ زمین سے آسمان تک کا سفر کرنا پڑتا شاید میں خودکشی بھی نہ کر سکتا۔

نہ جانے کب تک سوتا رہا۔ آنکھ کھلی تو طیارہ محوِ پرواز تھا۔ کیبن سے لندن کے بارے میں معلومات فراہم کی جا رہی ہیں اور پھر خوبصورت ایئر ہوسٹس نے بیلٹ کس لینے کی درخواست کی۔ گویا ہم لندن ایئرپورٹ پر پہنچ گئے تھے۔ میں پہلے بھی یہاں آ چکا تھا لیکن اس طرح کہ حادثات میرے تعاقب میں تھے۔ لندن ایئرپورٹ کے بہت سے حادثے یاد تھے۔ یہاں میں ایک اجنبی مرد کے روپ میں داخل ہوا تھا اور لندن پولیس نے مجھے گرفتار کرلیا تھا پھر اس کے بعد ایک بیوی بھی برداشت کرنا پڑی تھی۔ ماضی کے دلچسپ واقعات اب تک میرے حافظے میں محفوظ تھے۔

کسٹمز وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہم ایئرپورٹ سامیں آگئے۔ جیولٹ مجھے ساتھ لے کر ایک صوفے پر آ بیٹھی اور پاؤں پھیلا کر تھکی تھکی سانسیں لینے لگی۔ اس کے چہرے پر مسّرت کے آثار تھے۔ مجھے دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "علی! میں تمہارے چہرے پر زندگی کی بھرپور چمک دیکھنا چاہتی ہوں۔ تمہیں میرے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں علی، تم کیا جانو، میں نے زندگی کو کیسے کیسے رنگوں میں دیکھا ہے لیکن یہ میرا تجربہ ہے کہ انسان بہر طور اپنے لیے ہی جیتا ہے، باقی کرداروں کا تعلق اس کی ذات سے ضرور ہوتا ہے لیکن ان کی حیثیت بہرحال ثانوی ہی ہوتی ہے۔ بہرصورت میں انسان کی ذات کو ہی اوّلیت حاصل ہے، جیسے تمہارے معاملے میں تہذیب مالکم ایکس کتنا پیار تھا تمہیں اس سے لیکن کیا وہ تمہارا ساتھ دے سکی؟"

"چھوڑو جیولٹ، میں ماضی میں نہیں جھانکنا چاہتا۔"

"یہی تو میں بھی چاہتی ہوں علی۔ حال میں مست رہو، ماضی کبھی ساتھ نہیں چھوڑتا لیکن ہم اپنے ماضی کے ہاتھوں ہلاک ہونا بھی تو پسند نہیں کر سکتے۔ دیکھو لندن کا موسم اپنی روایتوں کے ساتھ زندہ ہے۔ علی، میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ لندن کے بارے میں میری معلومات کافی وسیع ہیں۔ یہاں ساؤتھ وِنگ میں ہالی ڈے پوائنٹ نامی ایک جگہ ہے۔ انتہائی خوبصورت اور حسین زندگی ہے وہاں کی۔ بہت سی کمپنیاں وہاں ٹرالر کرائے پر دیتی ہیں۔ انسانوں سے بھرے کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام کرنے کے بجائے اگر ہم

ماہنامہ پاکیزہ کا مقبول ترین سلسلہ
ناہید سلطانہ اختر کے طلسماتی قلم کا ایک شاہکار معاشرتی ناول
بہتے پانی پہ مکاں
بابل کی گلیوں سے پیا کے آنگن سدھارنے والی ایک نصیبوں جلی کی داستان
مقبول ٹی وی سیریل
آنچ
کی کہانی اس کتاب پر مبنی ہے
قیمت ۱۰۰ روپے، ڈاک خرچ: ۱۶ روپے
وہ خود اپنی نہیں رہی مگر دوسروں کو اپنا لیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہالی ڈے پوائنٹ پر ایک ٹرالر حاصل کریں تو کیا خیال ہے، ندرت نہیں پیدا ہو جائے گی؟"

"جیسا تم پسند کرو۔"

"باہر ان کمپنیوں کے دفاتر موجود ہیں، آؤ باہر نکلیں۔ میں یہیں سے ٹرالر حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور جیولٹ کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پھر ایک الگ جگہ کھڑا ہو گیا کیونکہ جیولٹ کو مواقع فراہم کرنا چاہتا تھا میرے ساتھ لگے رہنے سے بلا وجہ اُسے پریشانی ہوتی۔ جیولٹ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا تھا۔ کمپنیوں کے کیبن واقعی وہاں موجود تھے۔ جیولٹ بہت جلد واپس آ گئی۔ اُس کے ہاتھ میں ایک کاغذ کی سلپ دبی ہوئی تھی۔

اُس نے سلپ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہمارے ٹرالر کا نمبر بیس ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھے ہالی ڈے پوائنٹ کی جانب جا رہے تھے۔ ساؤتھ وِنگ کی بلند و بالا عمارتوں کے پیچھے ہرے بھرے میدانوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، یہ سب کے سب مصنوعی تھے اور سمندر سے کچھ فاصلے پر خاص طور سے بنائے گئے تھے۔ عام طور سے یہاں چھٹیاں گزارنے والوں کے گروہ رہا کرتے تھے۔ ٹرالروں کی ایک دُنیا آباد تھی۔ ایک بالکل ہی نئی زندگی لوگ یہاں گزارتے تھے لیکن میں اس سے قبل بھی یہ زندگی دیکھ چکا تھا ایک حسین لڑکی کے ساتھ کسی خوبصورت ٹرالر میں قیام کرنے کا مقصد لوگ اچھی طرح جانتے ہیں لیکن میری زندگی میں یہ مقصد کبھی نہیں آیا تھا۔

ہمارا ٹرالر کافی کشادہ اور خوبصورت تھا۔ کمپنی کے ایک اٹینڈینٹ نے ہماری رہنمائی اُس تک کی تھی اور پھر اُس نے ہمیں ضرورتوں کی ساری چیزوں سے آگاہ کر دیا تھا۔ ہمارے ٹرالر سے کوئی دو سو گز کے فاصلے پر ہوٹل سورینٹو تھا جسے فائیو اسٹار تو نہیں کہا جا سکتا تھا لیکن اس میں سہولتیں فائیو اسٹار ہوٹل ہی کی سی تھیں۔ ٹرالر کے لیے بیرونی سروس بھی ہوتی تھی بشرطیکہ آپ کسی ویٹر کو مستقل بُک کر لیں۔ خاص قسم کے وائرلیس، واکی ٹاکی فراہم کر دیے جاتے تھے تاکہ ویٹروں کو اتنے فاصلے سے بُلانے کے لیے ہوٹل تک نہ جانا پڑے۔ بلاشبہ یہاں کی زندگی نہایت حسین تھی بشرطیکہ آپ مالی طور پر اس کے متحمل ہو سکیں۔ سو اس طرف سے مجھے کوئی پریشانی نہیں تھی۔ ہاں ذہنی طور پر میں ضرور پریشان تھا۔ ایک اضطراب، ایک بے چینی دل میں کروٹیں لیتی رہتی تھی۔

ٹرالروں کے اطراف کی دُنیا طرح طرح کے لوگوں سے آباد تھی۔ مجھے اس میں کچھ ہندوستانی سکھ بھی نظر آئے جن کی چپکی ہوئی پگڑیاں

اور مخصوص داڑھیاں اُن کی نشاندہی کر دیتی تھیں۔ کچھ چہرے بھی تھے جن میں ممکن ہے پاکستان سے تعلق رکھنے والے بھی ہوں۔ میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ چند روز اس ٹرالر میں گزاروں گا۔ ویسے بھی اُس وقت تک میں کچھ نہیں کر سکتا جب تک کہ میرے کرم فرماؤں کی طرف سے کسی کارروائی کا آغاز نہ ہو۔ میں جانتا تھا کہ وہ لوگ پہلے مجھے آزمانے کی کوشش کریں گے۔

جیولٹ یہاں آ کر بہت خوش تھی لیکن کبھی کبھی اُس کے چہرے پر پھیکا پن نمودار ہو جاتا تھا۔ ہمارے عقب میں ایک ٹرالر تھا، جس میں ایک سکھ جوڑا قیام پذیر تھا۔ ٹرالر کے باہر نکلتے ہوئے میں نے اسے دیکھا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے اُن کی صورت میں اپنے جگری دوست ہربنس کی جھلکیاں نظر آئیں۔ اُس کی ساتھی عورت بھی دراز قامت اور سانولے سلونے رنگ کی مالک تھی۔ اُس کی سیاہ آنکھوں میں ہندوستان کا حُسن تھا۔ میرا دل بے اختیار چاہا کہ ان لوگوں سے دوستی کروں اور میں نے جیولٹ سے بھی کر دیا۔

"مگر وہ ہندوستانی ہیں اور تم پاکستانی۔" وہ بولی۔

"ہم دونوں کے جسموں سے مشرق کی بُو آتی ہے اور نہیں صرف مجھے ہی اُس کی جانب متوجہ کر رہی ہے یا اُس کے بارے میں سوچ رہا ہو گا۔"

"میں تمھیں روکوں گی نہیں علی! حالانکہ میں زیادہ سے زیادہ تمھارا قرب چاہتی ہوں۔ ایک لمحے کے لیے بھی تمھیں خود سے جُدا نہیں کرنا چاہتی تاہم تم اگر اُس سے ملنا چاہتے ہو تو..."

"اتنی جلدی نہیں ہے جیولٹ! ابھی ہم ذرا اطراف کی سیر کریں گے۔" میں نے کہا۔

"یہاں سے کچھ فاصلے پر جھیلوں کی بستی آباد ہے، نوں کا سفر ہے اگر ہم کوشش کریں گے تو ہمیں یہاں سے کار بھی مل جائے گی۔ میں تمھیں لیک ڈسٹرکٹ ضرور دکھاؤں گی۔"

"بہت کچھ دیکھیں گے جیولٹ... بہت کچھ دیکھیں گے" میں نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا اور جیولٹ مضبوط اعصاب کی لڑکی تھی۔ میری طرح اس کے اندر بھی تھا اور وہ خود بھی کسی جھیل کی مانند پُرسکون نظر آتی تھی۔ میں نے پہلے ہی کر لیا تھا کہ وہ غیر معمولی لڑکی ہے اور اُسے کراس کرنا آسان نہیں ہو گا لیکن کراس کرنے کے مواقع تھا۔ میں نے تو اپنے آپ کو چند قمر ایک بنا لیا تھا اور مسلسل کا فیصلہ کر لیا تھا تاوقتیکہ میری باری نہ آ جائے۔

شام کو تقریباً ساڑھے چار بجے ہم ساحلِ سمندر پر جہاں زندگی کی اخلاقی قدروں سے بے نیاز لوگ

کچھ ہم جیسے بھی تھے جو اخلاقی حدود میں رہ کر خراجِ تحسین ادا کر رہے تھے اپنی اپنی تفریحات میں مشغول تھے۔ سورج ڈوبنے کا منظر ہم نے ساحل پر ہی دیکھا اور پھر وہاں سے سمٹتے ہوئے سورینٹو کے لان پر پہنچ گئے جہاں کے چہل قدمی کرتے ہوئے ایک تاریک گوشے میں ایک لمبا تڑنگا حبشی ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنے بیٹھا تھا۔ سورینٹو کے پُرانے سور فلیٹ بیٹ جانے بڑی ترنگ میں گا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی حبشیوں کی ایک پوری پلٹن ڈھول تاشے بجانے میں مصروف تھی۔ حبشی کی تان بہت عجیب سی محسوس ہو رہی تھی۔ میری نگاہ اپنے عقب میں اُٹھی تو میں نے اُسی سکھ جوڑے کو دیکھا جو مجھ سے بالکل ہی قریب میری پچھلی نشست پر بیٹھا تھا۔ میں نے مسکرا کر جیولٹ کو اُن کی طرف متوجہ کیا اور وہ اُن دونوں کو دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑی۔ وہ جوڑا اس وقت حلق پھاڑ پھاڑ کر گاتے ہوئے حبشی کو دیکھ رہا تھا۔

میں نے جیولٹ سے اس کی ہنسی کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگی۔ "وہ ایک سوا ایک ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اس کی میز ہماری میز کے بالکل پیچھے ہے اور اس کا ٹرالر ہمارے ٹرالر کے بالکل پیچھے کیسی دلچسپ بات ہے۔"

"اوہ!" میں بھی مسکرا دیا۔

"اگر تم چاہو تو اُن دونوں کو اپنی میز پر مدعو کر سکتے ہو۔" جیولٹ نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

چند لمحے بعد میں اپنی میز سے اُٹھا اور اُن دونوں کی میز کے قریب پہنچ گیا۔

"ست سری اکال سردار جی!" میں نے خم ہو کر کہا۔

نوجوان سردار چونک کر میری شکل دیکھنے لگا پھر اُس نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ "او ست سری اکال جی، ست سری اکال... بیٹھو جی... جی خوش کر دیا۔ بیٹھو بھائی جی... کدھر کے ہو؟" سردار نے روایتی خوش اخلاقی سے کہا اور میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"سردار جی، میں پاکستانی ہوں۔"

"او جیو باشاؤ! پاکستان کے کون سے شہر کے ہو؟" سردار نے اندازہ پوچھا۔

"قصور کا رہنے والا ہوں سردار جی!" میں نے جواب دیا۔

"او نے واہ بھی واہ، سوہنا شہر، میرا سوہنا شہر قصور۔" سردار مسکرا کر بولا اور پھر اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی عورت سے کہنے لگا۔ "رما! پردیسی دیس میں اگر کوئی اپنا بندہ مل جاتا ہے تو کتنی خوشی ہوتی ہے۔ ویسے بھی یہاں بہت سے لوگ ہیں مگر ہر نئے آدمی سے مل کر اچھا لگتا ہے۔ نام کیا ہے تمھارا بھائی جی؟" سردار نے پوچھا۔

"علی یار خان۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا نام ہرنام سنگھ ہے جی اور یہ میری دوہٹی رما سنگھ ہے۔" سانولی سلونی عورت نے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ اُس کے چہرے پر وہی روایتی ملاحت تھی جو مشرق کا خاصہ ہے۔ میں نے اُس کی طرف بھی دیکھ کر گردن خم کی تھی۔

"بھابی جی، تھوڑا سا فاصلہ ہے میرے اور آپ کے وطن میں لیکن اپنے وطن سے اتنی دُور اس لندن میں ایسا لگتا ہے جیسے ہمارے درمیان کوئی فاصلہ ہی نہ ہو۔"

"سچ کہتے ہو بھائی جی، بالکل سچ کہتے ہو۔" وہ بولی۔

"آپ لوگ لندن کس سلسلے میں آئے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"بس جی ہنی مون منانے آ گئے تھے۔ ابھی پچھلے سال ہماری شادی ہوئی ہے لیکن چھٹی اب ملی ہے۔" ہرنام سنگھ نے کہا۔

"خوب! بس آپ کو دیکھ کر جی مچل گیا سردار جی! آپ ہندوستان میں کون سے شہر کے رہنے والے ہیں؟"

"خاص پٹیالہ کا۔" ہرنام سنگھ نے جواب دیا۔

"بڑی خوشی ہوئی۔ میں اپنی دوست کے ساتھ بیٹھا ہوا اپنے علاقے کی بات کر رہا تھا۔ آپ لوگ نظر آ گئے۔ پہلے بھی میں نے آپ لوگوں کو دیکھا تھا اور بے اختیار جی چاہا تھا کہ آپ سے ملاقات کروں۔ بہت دن سے اپنے وطن سے بچھڑا ہوا ہوں۔ ایشیا کی خوشبو کے لیے دل ترستا رہتا ہے۔ آپ لوگوں کو دیکھ کر دل پر قابو نہ رکھ سکا۔"

"بڑا اچھا کیا جی آپ نے، ملاقات کے لیے آ گئے۔ دوست کدھر ہے آپ کی؟"

"وہ اُس کرسی پر بیٹھی ہوئی ہے۔" میں نے اشارہ کیا۔ وہ

سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے

مفرور (۶ حصے مکمل)
طالوت (۳ حصے مکمل)
صدیوں کا بیٹا (۵ حصے مکمل)

کتابی شکل میں تیار ہیں

آج ہی خط لکھ کر طلب فرمائیں یا اپنے قریبی بک اسٹال سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی نمبر۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دونوں جیولٹ کی طرف دیکھنے لگے۔ جیولٹ ہماری طرف متوجہ نہیں تھی۔

"تو پھر اُسے بھی ادھر ہی بُلا لیں نا، وہاں اکیلی بیٹھی کیا کر رہی ہے؟"

"اُس کی خواہش ہے کہ آپ رات کا کھانا ہماری میز پر کھائیں۔"

"ٹھیک ہے جی، مجھے اور میری بیوی کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

رما سنگھ نے جلدی سے کہا۔ "تو کتنے کنجوس ہو تم ہرنامی... نہیں بھیا جی، اپنی دوست کو یہیں بُلا لیں، ہم آپ کو ڈنر دیں گے۔"

"نہیں بھائی جی، میں آپ کو پہلے دعوت دے چکا ہوں۔ آپ کی طرف سے پھر کبھی سہی۔"

"اوہ، اٹھو رما۔" ہرنام سنگھ جلدی سے بولا۔ "پھر کی پھر دیکھی جائے گی، اٹھو بھئی۔"

ہرنام سنگھ نے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کے اُسے اُٹھایا اور پھر تقریباً اُسے کھینچتا ہُوا ہی ہماری میز تک آیا تھا۔ جیولٹ نے کرسی سے اُٹھ کر گردن خم کر کے اُن کا استقبال کیا تھا۔ رما نے جیولٹ سے ہاتھ ملایا اور پھر ہرنام سنگھ نے بھی جیولٹ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ جیولٹ کا ہاتھ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ جیولٹ نے خود ہی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اُس سے ہاتھ چھڑایا تھا۔

"معاف کرنا بہن جی، پرانی عادت ہے، جوانی میں جس کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے، بس چھوڑتے نہیں تھے۔" ہرنام سنگھ نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ اور رما بھی مسکرانے لگی۔

"ہرنامی، ہر جگہ اپنی بدنامی مت کرتے پھرا کرو۔" وہ بولی۔

"بدنامی کس بات کی، مرد ہیں مرد۔ کیوں بھائی جی؟" وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے ہرنام سنگھ، ٹھیک ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

ان لوگوں کی آمد سے ذہن کو خاصی فرحت کا احساس ہُوا تھا۔ ہرنام سنگھ واقعی خوش مزاج آدمی تھا۔ بات بات پر قہقہے لگانا اُس کی عادت تھی۔ رما سنگھ شرمیلی لڑکی تھی اور ہرنامی کی ہر بات پر شرمندہ ہونے لگتی تھی۔ ان لوگوں کے ساتھ کافی دلچسپ وقت گزرا۔ جیولٹ نے بھی ان کے ساتھ ہنسی مذاق میں بھرپور حصّہ لیا تھا۔ پھر جب ہم لوگ ہوٹل سے باہر نکلے تو ہرنام سنگھ اور رما سنگھ بھی ہمارے ساتھ تھے۔

"بھائی جی، تم کدھر جاؤ گے؟" ہرنام سنگھ نے پوچھا۔

"ڈنر تم نے ہمارے ساتھ کیا ہے ہرنام سنگھ، قیام ہم تمہارے ساتھ کریں گے، کیا خیال ہے؟" میں نے کہا اور ہرنام سنگھ ہنس کر رک گیا۔

"کیا کہتے ہو بھائی جی؟ رما، یہ کیا کہہ رہے ہیں بھائی جی، ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔"

"ٹھیک تو ہے، بات برابر ہو جائے گی۔" رما مسکراتی ہوئی بولی۔

"او کیا کہہ رہی ہے بھئی! کیا پروگرام تھا تیرا میرا؟" ہرنام سنگھ نے لڑنے والے انداز میں کہا مگر اس دوران رما آگے بڑھ کر جیولٹ کے پاس پہنچ گئی تھی۔

"چلو جیولٹ، یہ تو یونہی بکواس کرتا رہتا ہے۔" رما جیولٹ کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

ہرنام سنگھ میرے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔ "بھائی جی، تو تمہیں اپنے ساتھ رکھنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں... لیکن یار، سمجھا کرو، ابھی ہماری شادی کو بہت زیادہ دن نہیں ہُوا ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہرنام سنگھ، ہم تمہارے ہنی مون میں مداخلت نہیں کریں گے۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا اور ہرنام سنگھ نے شانے ہلا دیے۔

"ٹھیک ہے بھائی جی، اگر ایسا ہے تو یہی سہی، تم ہم کو ایک ہندوستانی بندے کے تمہاری اتنی سی بات نہیں مانی۔"

ہرنام سنگھ، رما، میں اور جیولٹ بالآخر ٹرالرز تک پہنچ گئے۔ ایک سو ایک نمبر ٹرالر ہرنام سنگھ کا تھا اور اُس کے سامنے بیس نمبر ہمارا۔

جیولٹ نے ٹرالر نمبر ایک سو ایک کے قریب پہنچ کر کہا۔ "جی، اب کیا کہتے ہیں ہرنام سنگھ جی؟"

"کچھ نہیں دیوی جی، ہرنامی کیا کہے گا۔ ہم دونوں ٹرالر میں بستر لگا لیں گے، تم پروا مت کرو۔" وہ مُردہ سی آواز میں بولا۔

"نہیں، نہیں! اب ایسی بھی بات نہیں۔" جیولٹ ہنستے ہوئے بولی۔ "ہم آپ کو ڈسٹرب نہیں کریں گے۔ اچھا کل صبح ملاقات ہو گی۔"

"ایں! آپ کہاں جا رہی ہیں دیوی جی؟" ہرنام سنگھ نے چونک کر پوچھا۔

"کچھ نہیں ہرنام سنگھ جی! ہم تمہیں پریشان نہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں، یہ بیس نمبر ٹرالر ہمارا ہے۔" میں نے کہا اور ہرنام سنگھ نے لپک کر مجھے لپٹا لیا۔

"اوئے خوشی ڈبل کر دتی بادشاہو، سچ مچ خوشی ہوئی۔ کیوں دیوی جی، یہ بھیا جی سچ کہہ رہے ہیں نا؟" ہرنام سنگھ نے رما سے تصدیق کرنے والے انداز میں بولا۔

"ہاں ہرنام سنگھ جی، یہ ٹرالر ہمارا ہی ہے اور ہم نے پہلے ہی آپ کو ٹرالر نمبر ایک سو ایک میں دیکھا تھا۔ اس بات پر ہمیں ہنسی آئی تھی کہ ہمارے ٹرالر بھی آس پاس ہی ہیں اور ہماری میزیں بھی آس پاس ہی تھیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی، سچ جی بڑی خوشی ہوئی۔ کل صبح کا ناشتا ہم آپ کے ساتھ کریں گے۔ ست سری اکال۔" ہرنام سنگھ نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا اور ہم دونوں ہنستے ہوئے اپنے ٹرالر کی جانب واپس آ گئے۔

"بڑا خوش مزاج ہے یہ سکھ۔" جیولٹ نے ہنستے ہوئے کہا۔

ٹرالر میں داخل ہونے کے بعد ہم لوگ اپنے اپنے بستروں پر پہنچ گئے۔ آج کا دن خاصا خوشگوار رہا تھا۔ جیولٹ اپنی مسہری پر تکیے پر ٹھوڑی رکھے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے پھر میں کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا۔

جب میری نگاہ دوبارہ جیولٹ پر پڑی تو میں چونک پڑا۔

"ابھی نیند نہیں آ رہی نا؟" میں نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، نہیں آ رہی۔" جیولٹ بوجھل سے لہجے میں بولی۔

"سو جاؤ، میرا خیال ہے، روشنی گُل کر دی جائے۔"

"نہیں پلیز، روشنی گُل مت کرنا۔"

"کیوں؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"جب تک روشنی رہتی ہے، حواس قائم رہتے ہیں، وعدے یاد رہتے ہیں۔ روشنی گُل ہو جائے تو ذہن خود بخود بھٹکنے لگتا ہے۔"

میں نے جیولٹ کے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "ہمارے درمیان جو معاہدہ ہُوا ہے جیولٹ، ہم دونوں کو اس کی پابندی کرنا ہو گی۔"

جیولٹ نے کوئی جواب نہ دیا۔ چند لمحے مجھے دیکھتی رہی اور پھر اپنی جگہ سے اُٹھی اور آگے بڑھی۔ میرے اوسان خطا ہونے لگے تھے۔ میں سہمی ہوئی نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا لیکن جیولٹ نے اچانک سوئچ بورڈ کے قریب پہنچ کر لائٹ آف کر دی اور پھر اندھیرے ہی میں واپس چلی گئی۔ میں اُس کے قدموں کی آہٹیں محسوس کرتا رہا اور جب مجھے احساس ہُوا کہ وہ اپنے بستر پر لیٹ گئی ہے تو میں نے بھی کروٹ بدل لی۔

رات کو نہ جانے جیولٹ کی کیا کیفیت رہی۔ مجھے البتہ پُرسکون نیند آ گئی تھی۔

صبح واقعی خوشگوار تھی۔ آسمان ابر آلود تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دن کے کسی حصّے میں بارش ہو جائے گی لیکن لندن کے موسم میں آسمان زیادہ تر ابر آلود ہی رہتا ہے۔ جیولٹ باتھ روم میں تھی، باہر نکلی تو مجھے دیکھ کر مسکرائی۔

"ہیلو، اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو وہ سکھ جوڑا آتا ہی ہو گا۔"

"ناشتے کا کیا بندوبست کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے واکی ٹاکی پر سورینٹو کو ہدایت دے دی ہے۔ چار آدمیوں کا ناشتا پہنچنے والا ہے۔"

"میرا خیال ہے جیولٹ، وہ لڑکی رما اُسے منع کر دے گی اور ناشتا وہ لوگ ہمارے ساتھ نہیں کریں گے۔"

ابھی ہم یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ باہر کچھ آوازیں سنائی دیں۔ دروازہ کھول کر دیکھا تو رما اور ہرنام سنگھ تھے۔

"او بھائی جی، اب تم ہی بتاؤ اسے، جب دوستی ہو گئی ہے تو ان تکلفات کی کیا گنجائش ہے۔ رات کو ہم نے کہہ ہی دیا تھا کہ ناشتا آپ کے ساتھ کریں گے، یہ کہہ رہی ہے، یہ اچھی بات نہیں ہے۔ بتاؤ کیا یہ بہت بُری بات ہے؟"

"آؤ، اندر آؤ ہرنام۔" میں نے کہا اور ہرنام سنگھ ٹرالر میں داخل ہو گیا۔ رما بھی اُس کے پیچھے پیچھے آ گئی تھی۔

"ہرنام، یہ ساری باتیں مذاق میں بھی اچھی نہیں لگتیں۔"

"مذاق کر کون رہا ہے، کیوں بھائی جی! کیا تم ہمیں ناشتا نہیں کراؤ گے؟"

"غور کیا جا سکتا ہے ہرنام سنگھ۔"

"او جی، غور کرنے کی کیا بات ہے، ہوٹل کو آرڈر دو، ناشتا آ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے، اگر تم مجبور کرتے ہو تو یہی سہی۔" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

رما بے چاری بہت شرمندہ ہو رہی تھی لیکن پھر اُن کی شرمندگی خود بخود دُور ہو گئی کیونکہ چند ہی لمحے بعد ویٹر ناشتا لے کر آ گیا تھا۔

بہترین قسم کا ناشتا ہمارے سامنے لگا دیا گیا اور ہرنام سنگھ نے خوش ہو کر کہا۔ "دیکھا جی، یہ ہوتی ہے یاری۔ ارے اپنے ولیس کی بات ہی نرالی ہے، یہ رما تو بلاوجہ تکلف کرتی ہے، بھلا بھائی بھائی میں کیا تکلف۔" ہرنام سنگھ ناشتے پر جٹ گیا۔ رما اور جیولٹ بھی ہمارے ساتھ ناشتے میں شریک ہو گئی تھیں۔ "پھر آج کا پروگرام کیا ہے؟ کہیں گھومنے چلو گے... یا پھر آسمان کے نیچے اسی علاقے میں سیر و تفریح کی جائے گی؟"

"آج کہیں گھومنے نہیں جائیں گے، آج آرام کا دن ہے۔" رما بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہُوں، میں سمجھتا ہُوں یہ کیوں کہہ رہی ہے۔ پر جی پرواہ مت کرو، اِسے کہنے دو۔"

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟" میں نے سوال کیا۔

"بس جی، یہ اس لیے کہہ رہی ہے کہ کہیں دوپہر کے کھانے کے لیے بھی ہم آپ سے نہ کہہ دیں بھائی جی، اب بھلا بتاؤ یاری دوستی میں یہ تکلف کب چلتا ہے، اگر کہہ بھی دیا تو کون سا نقصان ہو جائے گا۔"

"نہیں، میں کہیں نہیں جاؤں گی، اگر تم جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔" رما نے کہا اور جیولٹ ہنسنے لگی۔

"رما، آپ بلاوجہ اتنی سی بات کو اہمیت دے رہی ہیں، ویسے میرے خیال میں آج یہیں قیام اچھا رہے گا، آؤ باہر گھومتے ہیں۔"

ناشتے کے بعد ہم بادلوں کی چھاؤں میں باہر نکل آئے۔ فضا گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی اور ہوائیں بوجھل ہونے لگی تھیں۔ بہت دیر تک ہم اِدھر اُدھر گھومتے رہے اور پھر واپس ٹرالروں میں آ گئے۔

ہرنام سنگھ کہنے لگا: "بھائی جی! راستے میں رما مسلسل میرے چٹکیاں کاٹتی رہی ہے، کہتی ہے، دوپہر کا کھانا میں منگوالوں، چلو ٹھیک ہے بھائی جی! زندگی میں نفع نقصان تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ آؤ جی، اپنے ٹرالر میں آ جاؤ۔ دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ کھالو۔" جیولٹ نے تکلفاً انکسار کیا تھا لیکن رما کہنے لگی۔

"نہیں جیولٹ، پلیز۔"

دوپہر کے کھانے کے بعد ہم واپس اپنے ٹرالر میں آ گئے تھے، جیولٹ آرام کرنے لیٹ گئی۔ میں بھی تھوڑی دیر تک سکون سے آنکھیں بند کیے رہا اور اس کے بعد اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ جیولٹ شاید سو گئی تھی۔ میں ٹرالر سے باہر نکل آیا۔ آسمان پر اب بھی گہرا ابر چھایا ہُوا تھا۔ میں ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گیا اور پھر دُور تک کا ایک چکر لگا کر واپس ٹرالر میں پہنچا تو جیولٹ دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"کہاں چلے گئے تھے علی؟"

"بس ایسے ہی گھومنے نکل گیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"آؤ سمندر کے کنارے چلیں۔" جیولٹ بولی۔

"چلو۔" میں نے کہا اور ہم دونوں ٹہلتے ہوئے سمندر کی طرف بڑھنے لگے۔

ساحل پر حسبِ معمول رونق تھی۔ رنگ برنگی چھتریاں لگی ہوئی تھیں اور رنگ دھڑنگ لوگ وہاں سرمستیاں کر رہے تھے۔ میں، جیولٹ کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ لہریں ہمارے قدموں کو چھو رہی تھیں۔ کافی دُور جانے کے بعد ہم واپس پلٹے تو دفعتاً ہی میری نگاہ ایک خوبصورت لڑکی کی جانب اُٹھ گئی جو اپنے ... کے سینے پر سر رکھے پاؤں پھیلائے لہروں سے لطف ... رہی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے ایک عجیب سا احساس ہو ... کے ساتھی کے چہرے پر سفید رنگ کا خوبصورت ہیٹ ... تھا۔ جب میں قریب پہنچا تو اُس شخص نے ہاتھ بڑھا کر ... اور گردن خم کر کے مجھے سلام کیا۔ میرے چہرے پر ایک ... کے آثار پھیل گئے۔ بڈ کی مخصوص مسکراہٹ کو میں کیسے نظر ... سکتا تھا۔ وہ سو فیصد بڈ ہی تھا لیکن جو لڑکی اُس کے ساتھ ... میرے لیے بالکل ہی اجنبی تھی۔ بڈ نے فوراً ہی ہیٹ ... پر رکھ لیا۔ اُس کا انداز ایسا تھا جیسے جتا رہا ہو کہ وہ اب ... ایک ایک قدم کا نگران رہا ہے۔ میں نے چور نگاہوں سے ... کی طرف دیکھا لیکن جیولٹ دوسری طرف متوجہ تھی ... طرف توجہ نہیں دی تھی۔ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ... میں نے پیچھے مڑ کر بڈ کی ساتھی لڑکی کی طرف دیکھا تھا ... تھی اور کافی خوبصورت تھی۔ اس بدمعاش بڈ کو یہ فن خوب ... دوستی گانٹھ لینے کا فن۔ بہرطور بڈ کو یہاں دیکھ کر مجھے ... ہوئی تھی۔

ہم کافی دیر تک سمندر کے کنارے پانی سے لطف ... ہوتے رہے۔ بڈ کی موجودگی سے مجھے ایک عجیب سی ... ہوئی تھی۔ ٹرالر میں واپس پہنچے تو ہمارے کرم فرما ہمارا انتظار ...

"او بھائی جی، اکیلے ہی اکیلے کہاں نکل گئے تھے؟"

"کہیں نہیں ہرنام سنگھ، بس ایسے ہی۔" میں نے جواب ...

"تم سے پاکستان کے بارے میں کچھ گفتگو ہو جائے ... اجازت ہے؟" ہرنام سنگھ نے رما سے پوچھا۔

"میں جیولٹ کو ساتھ لے کر جا رہی ہوں، تمہارا ... کرتے رہو۔" رما مسکرا کر بولی اور ہرنام سنگھ میرے ساتھ ... گوشے میں آ بیٹھا۔

"پاکستان کے بارے میں کیا گفتگو کرنا چاہتے ہو؟"

"او کچھ نہیں بھائی جی۔ ظاہر ہے میں جاسوسی کے ... یہاں نہیں آیا۔ بس ایسے ہی اپنے شہر قصور کی باتیں۔ میرے ... بڑے رشتے دار ہیں وہاں۔ ویسے علی جی آپ کرتے کیا ہو؟" ... نے پوچھا۔

"آوارہ گردی، سیر و سیاحت۔"

"کسی بڑے باپ کے بیٹے ہو گے۔ باپ کی اجازت ... نکلے ہو یا گھر سے بھاگ کر؟" میں ہنس پڑا۔

"جو دل چاہے سمجھ لو ہرنام سنگھ۔"

"او بھائی صاحب، آپ بتانا نہیں چاہتے تو خیر کوئی ...

... ہرنام سنگھ کاروبار کرتا ہے۔ ماں باپ بھی ہیں، بھائی بہن ... ہیں۔ اب شادی کرے ... میں پھنسے رہنے کی وجہ سے ... فیصلہ نہیں کر سکا مگر اب نکلا ہوں ... دنوں تک باہر ... ذرا گھوم پھر کر ہی جاؤں گا۔ یہ ہے ہرنام سنگھ کی کہانی۔"

"علی کی کہانی کوئی خاص نہیں ہے ہرنام سنگھ۔ بس یوں سمجھ ... ایک آوارہ گرد ہوں۔ ماں باپ ہیں بھی اور نہیں بھی ہیں اپنے ... اور پرائی زندگی گزار رہا ہوں۔"

"او ہو، اس کا مطلب ہے گھر سے رُوٹھے ہوئے ہو۔ ... علی نہ، گھر والوں سے رُوٹھنا اچھی بات نہیں ہوتی۔ اپنوں کے ... بھی کہیں زندگی گزرتی ہے۔" ہرنام سنگھ کے اس جملے نے ... ایک کسک بیدار کر دی تھی۔ واقعی اپنوں کے بغیر زندگی نہیں ... ایک ہی تو اپنا تھا، اس کائنات میں لیکن وہ بھی اپنے ... ساتھ نہیں رہا۔

بہت دیر تک ہرنام سے باتیں کرتا رہا۔ اس کے بعد ... واپس ٹرالر میں چلا گیا۔ جیولٹ اور رما شاید کافی دُور نکل گئی تھیں۔ ... ہرنام سنگھ بھی اپنے ٹرالر میں چلا گیا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ... دفعتاً میرے ذہن میں بڈ کا خیال آیا۔ اس وقت موقع اچھا ہے۔ بڈ سے کیوں نہ ملاقات کی جائے۔ ممکن ہے یہیں کہیں ... مل جائے۔ اب ظاہر ہے میں جیولٹ کا قیدی بن ... نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ ایک بار پھر ٹرالر سے باہر نکل آیا ... ساحل کی جانب چل پڑا۔ ساحل پر اب رش کم ہو گیا تھا۔ ... چند ہی افراد تھے جو پانی سے اٹکھیلیاں کر رہے تھے یا ... سمندر کے کنارے اپنے اپنے سامان سمیٹ رہے تھے۔ میں ... دوڑتا آگے بڑھتا رہا لیکن بڈ کا ان اطراف میں کہیں پتا ... نہیں تھا۔ اس کے بعد میں نے ٹرالروں کی آبادی کھنگالنے کا ... فیصلہ کیا اور چہل قدمی کرتا ہوا ٹرالروں کے درمیان آ نکلا۔ اس ... میں رات ہو گئی تھی۔ سورج چھپا تو چاروں طرف روشنیاں جل ... گئیں۔ سورینٹو میں شاید کوئی خصوصی پروگرام تھا۔ میں نے سوچا ... بڈ اس قسم کے پروگراموں کو نظرانداز نہیں کرے گا۔ چنانچہ کیوں ... سورینٹو ہی میں اُسے تلاش کیا جائے۔ چنانچہ سورینٹو کی ... جانب چل پڑا۔

اس وقت سورینٹو کے بیرونی پارک میں رش ہو رہا تھا۔ شربات کی ٹرالیاں گردش کر رہی تھیں۔ میں بڈ کو تلاش کرتا ہُوا چاروں طرف گھومتا رہا پھر ایک سنگل ٹیبل پر بیٹھ کر میں نے شربت کا ایک گلاس طلب کیا اور چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا لیکن بڈ مجھے نظر نہیں آیا تھا۔ یہاں تک کہ خاصی رات ہو گئی۔ سورینٹو کے اندرونی ہال میں پروگرام کا آغاز ہو گیا تھا۔ آرکسٹرا مدھم سُروں میں موسیقی بکھیر رہا تھا۔ میں نے ہال کا بھی جائزہ لیا لیکن وہاں پر بھی بڈ نظر نہیں آیا تو میں نے سوچا کہ اب اُس کی تلاش بےکار ہے۔ ویسے اس پروگرام میں اگر شرکت کرتا تو یقینی طور پر جیولٹ کو شدید اعتراض ہوتا، وہ اگر ساتھ ہوتی تو دوسری بات تھی چنانچہ واپس چل پڑا۔

ٹرالر سے کچھ فاصلے پر ہی تھا کہ میں نے چند افراد کو ٹرالر کے گرد جمع دیکھا، اس میں ہرنام سنگھ اور رما بھی تھے۔ قدموں کی رفتار تیز ہو گئی۔ اُن لوگوں کے کھڑے ہونے کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی خاص بات ہو گئی ہو پھر میں دوڑتا ہُوا ہی ٹرالر کے نزدیک پہنچا تھا۔ ہرنام سنگھ نے مجھے دیکھا اور دوسرے لوگ بھی میری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"کیا بات ہے ہرنام سنگھ، کیا ہُوا؟" میں نے تعجب سے سوال کیا۔

"او بھائی جی... بھائی جی، بہن جی کو... بہن جی کو...."

ہرنام سنگھ ہکلاتے ہوئے لہجے میں بولا۔ رما کا چہرہ زرد پڑا ہُوا تھا۔

"کیا ہُوا جیولٹ؟" میں نے آواز لگائی۔

"نہیں بھائی جی... وہ ٹرالر میں نہیں ہے۔ چار پانچ آدمی تھے وہ، اُنھوں نے اپنے چہرے نقابوں سے ڈھکے ہوئے تھے کالے رنگ کی ایک لمبی سی وین میں آئے تھے، نمبر پلیٹ ڈھکی ہوئی تھی، وہ بہن جی کو ٹرالر سے کھینچتے ہوئے باہر لائے اور گاڑی میں بٹھا کر فرار ہو گئے۔ چلتے ہوئے انھوں نے دھمکی دی تھی کہ اگر کسی نے پیچھا کرنے کی کوشش کی تو اُسے گولی مار دی جائے گی۔ اُن کے ہاتھوں میں ریوالور دبے ہوئے تھے۔"

میں سناٹے میں رہ گیا۔ جیولٹ کو اغوا کیا گیا تھا! جیولٹ کو۔ ایک لمحے کو تو میرا ذہن سنسنانے لگا تھا لیکن پھر میں نے اپنے آپ کو پُرسکون کر لیا۔ جیولٹ کا کردار مجھے معلوم تھا تاہم ان لوگوں کے سامنے پریشانی کا اظہار کرنا ضروری تھا۔ میں نے پریشان لہجے میں کہا: "لیکن.... لیکن.... وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں؟ ہرنام سنگھ، کون ہو سکتے ہیں وہ؟"

"کیا پتا بھائی جی، چلو پولیس اسٹیشن چل کر رپورٹ لکھا دیں۔ بڑی افسوس ناک بات ہے۔ چلو رما تم یہاں رکو، میں ابھی آیا۔"

"میں بھی ساتھ چلتی ہُوں، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" رما نے کہا۔

"تو پھر آ جاؤ۔"

ہالی ڈے پوائنٹ کا پولیس اسٹیشن بہت زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ چند لوگوں نے ہماری رہنمائی کی۔ چھوٹے سے پولیس اسٹیشن میں چند افراد موجود تھے۔ ایک خوبصورت سے کمرے میں ہماری روداد سُنی گئی۔ پولیس آفیسر نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر پر پیٹرولنگ گاڑیوں کو ہدایات دیں۔ ہرنام سنگھ سے اُس گاڑی کی ساخت کے بارے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یں پوچھا گیا، جس میں جیولٹ کو اغوا کیا گیا تھا اور ہرنام سنگھ کے بتانے پر اس گاڑی کی ساخت کے بارے میں بھی پیٹرولنگ گاڑیوں کو اطلاع دے دی گئی۔

پولیس آفیسر نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "آپ اپنے بارے میں پوری تفصیلات بتا دیں، کہاں سے آئے ہوئے ہیں؟ جس لڑکی کو اغوا کیا گیا ہے اُس سے آپ کا کیا تعلق تھا؟"

میں نے مختصراً پولیس آفیسر کو اپنے بارے میں تفصیلات بتا دیں۔ میں نے اُس سے کہا کہ میں بیروت کا باشندہ ہوں اور وہیں کا شہری بھی ہوں۔ جیولٹ میری دوست تھی اور ہم دونوں سیاحت کے لیے لندن آئے تھے اور یہاں ہالی ڈے پوائنٹ پر قیام کیا تھا۔ میں نے اپنا ٹرالر نمبر بھی بتا دیا۔

پولیس آفیسر نے مجھ سے کہا "آپ اطمینان رکھیے، مس جیولٹ کو تلاش کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جائے گی لیکن آپ کو اُس وقت تک ٹرالر نہیں چھوڑنا چاہیے، جب تک کہ ہم اپنی کارروائی مکمل نہ کریں اور مس جیولٹ دستیاب نہ ہو جائیں۔ معاف کیجیے گا، اگر آپ اپنے اخراجات پر ایسے ٹرالر میں قیام نہیں کر سکتے تو آپ کے اخراجات پولیس ادا کرے گی۔"

"نہیں آفیسر، بے حد شکریہ۔ میں اپنی دوست کے بغیر یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔" میں نے وعدہ کیا اور پھر مضمحل سا ہرنام سنگھ کے ساتھ واپس لوٹ آیا۔

رما اور ہرنام سنگھ میرے ٹرالر میں آ بیٹھے تھے۔ ہرنام سنگھ بہت ملول نظر آ رہا تھا۔ اُس نے کہا "کیسی خوش خوش بسر ہو رہی تھی، پتا نہیں کون کمبخت تھے اور... اور... ویسے جب سے ہم یہاں ہالی ڈے کیمپ میں موجود ہیں، یہ پہلا ہی واقعہ ہے۔ ممکن ہے یہاں ایسا ہوتا رہتا ہو، اگر ایسی بات ہے پھر تو یہ جگہ بڑی غیر محفوظ ہے۔"

"یہاں سے فوراً چلو ہرنامی، مجھے تو اب اس جگہ سے وحشت ہونے لگی ہے۔" رما نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"چلیں گے جی، چلیں گے، اب علی کو ایسے تو نہیں چھوڑ سکتے ہم۔"

"نہیں ہرنام سنگھ، تمہارا بے حد شکریہ، اگر بھابی کو یہاں خوف محسوس ہوتا ہے تو میرے خیال میں تم اس جگہ کوئی تفریح نہیں کر سکو گے، بہتر ہے یہ جگہ تبدیل کر دو۔"

"او سوچ لیں گے بھائی جی اس سلسلے میں بھی، پہلے یہ بتاؤ، اب ہرنام سنگھ تمہارے لیے کیا کرے؟"

"نہیں ہرنام سنگھ، پولیس میں رپورٹ درج کرا دی ہے اور پھر جیولٹ میری دوست ہی تو تھی، میرا اُس سے کوئی بہت گہرا رشتہ نہیں تھا، وہ بیروت میں مجھے ملی تھی، سیاح تھی اور پھر دوست بن گئی۔ اُس کا لندن آنے کا ارادہ تھا، میں ساتھ لندن چلا آیا مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے معاملات... پتا نہیں جان بوجھ کر اُسے اغوا کیا گیا ہے یا یہ صرف اتفاق ہے، اغوا کرنے والے مجھ سے اُس کے لیے کوئی بڑی رقم... کریں۔"

"او بھائی جی، پروا مت کرنا، ہرنام سنگھ کنجوس ضرور... اب ایسا بھی نہیں، جو کچھ بھی ہو گا مل جل کر کریں گے۔" ... نے پیش کش کی۔

"نہیں ہرنام سنگھ، شکریہ۔ ویسے جیولٹ کے لیے... کوئی رقم مجھ سے طلب کی تو میں فوراً ادا کر دوں گا اور اس لیے پولیس کے چکر میں نہیں پڑوں گا۔"

"میں نے کہا نا جی، ہمارے پاس بھی جو کچھ ہے اُس کا بڑا حصہ آپ کو مل سکتا ہے اور پھر ضرورت پڑی تو میں... لوں گا، تم پروا مت کرو۔ انسان ہی ایک دوسرے کے... آتا ہے۔"

"شکریہ ہرنام سنگھ، اگر واقعی ایسا ہوا تو میں ضرور تمہیں زحمت دوں گا۔" میں نے کہا۔

کافی دیر تک ہرنام سنگھ اور رما سنگھ میرے ٹرالر میں بیٹھے تھے اور پھر وہ واپس چلے گئے۔ دوسرے لوگ بھی اب... تھے اور کوئی میرے پاس موجود نہیں تھا۔ ٹرالر میں آ کر میں... دراز ہو گیا۔ اس اغوا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جیولٹ... لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ میں تو اُسے صرف ایک... تھا، اولیو ہارڈ تک پہنچنے کی اور مجھے اس بات پر بھی یقین... اولیو ہارڈ کی کسی نمائندہ کو اغوا کرنا آسان کام نہیں ہے... کہ اس اغوا کا مقصد ڈرامے کا آغاز بھی ہو سکتا تھا۔ بہت... میں اس بارے میں سوچتا رہا۔ میرے ذہن کے کسی گوشے... کی کوئی کیفیت نہیں تھی۔ میں تو بس یہ سوچ رہا تھا کہ اب... انداز میں شروع ہوتا ہے۔

اُس وقت رات کے تقریباً ڈیڑھ بجے ہوں گے جب... کے دروازے پر ہلکی ہلکی دستک سنائی دی اور میں پھرتی... گیا۔ نیند نہیں آئی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو... کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ وہ عزاپ سے اندر آ گیا۔ بڈ کا... جلدی سے ٹرالر کا دروازہ بند کر دیا تھا۔

ٹرالر میں مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ میں نے اُس میں... کوئی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ بڈ ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور میری... دیکھنے لگا۔

"کہو بڈ! کیا تمہیں صورتِ حال معلوم ہے؟"

"کیوں نہیں معلوم ہو گی چیف! بڈ تم سے اس قدر غافل کیسے... سکتا ہے؟" بڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کیا رائے ہے تمہاری اس سلسلے میں؟"

"تمہارا اپنا کیا خیال ہے چیف؟" بڈ نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے، یہ ڈرامے کا آغاز ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یقیناً چیف... سو فیصدی... ویسے اغوا کا منظر میں نے بس دیکھا لیکن لوگوں کی زبانی مجھے فوراً ہی معلوم ہو گیا تھا۔"

"تم کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟"

"ٹرالر نمبر تین سو دو میں۔" بڈ نے جواب دیا۔

"اور وہ لڑکی؟"

"چھوڑو چیف، کون سی لڑکی کی بات کر رہے ہو، صبح والی یا شام والی؟" بڈ نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی ہنسنے لگا۔

"مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے چیف کہ تم اس اغوا سے فکر مند نہیں ہوئے۔ ویسے معاف کرنا، بڈ اب تمہاری شان میں گستاخی کرنے لگا ہے لیکن بڈ کا کوئی قصور نہیں ہے، تم نے اُسے ماتحتوں کے بجائے دوستوں میں جگہ دی ہے۔"

"نہیں بڈ، اب تو تم میرے ماتحت نہیں ہو، ہم لوگ آزادانہ... کر رہے ہیں۔ کیا تم تنظیم کو اپنے لندن آنے کی اطلاع دے کر آئے ہو؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو چیف! تنظیم کو میں اپنے لندن آنے کی اطلاع دے کر کیوں آتا۔" بڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے بڈ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ...اغوا کے نتیجے میں وہ کیا چاہتے ہیں؟"

"صاف ظاہر ہے چیف! ابھی تم ان کے لیے امتحان کی منزل میں ہو گے، وہ یقیناً یہ دیکھنا پسند کریں گے کہ تم جیولٹ کے لیے کتنے پریشان ہوتے ہو۔ اب تک کی باتوں سے تو اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں تم پر یقین ہے۔ یعنی وہ یہ نہیں سوچ رہے کہ تم جیولٹ کو کوئی مشتبہ شخصیت سمجھ رہے ہو لیکن صرف اور صرف تہذیب مالکم ایکس کا تھوڑا سا ہم شکل ہونا ہی کافی نہیں ہے، وہ یہ بھی دیکھنا پسند کریں گے کہ تم جیولٹ سے کس قدر محبت کرتے ہو۔ ...اُن کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہو یا اطمینان سے بیٹھ جاتے ہو۔ بڈ کا مشورہ ہے چیف کہ جیولٹ سے بہت زیادہ محبت کا اظہار... ہی ہمارے لیے تہذیب مالکم ایکس تک پہنچنے کا باعث بنے... یہ بات تو تم بھی جانتے ہو کہ وہ اولیو ہارڈ کی کارکن ہے۔"

میں پیشانی کھجانے لگا۔ بڈ کا مشورہ بالکل درست تھا۔ مجھے ...واقعی دیوانگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے، کل سے جیولٹ کی تلاش شروع کر دی جائے گی۔"

بڈ تھوڑی دیر کے بعد چلا گیا۔ اس کے بعد ظاہر ہے میرے لیے کوئی اور کام نہیں تھا لیکن دوسری صبح ناشتے سے پہلے ہی میں پولیس اسٹیشن پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر میں نے کافی واویلا کیا۔ پولیس انسپکٹر نے پوری ہمدردی کے ساتھ مجھے اس بات کا یقین دلایا کہ مس جیولٹ کو تلاش کرنے کے لیے پولیس کوئی کسر نہیں چھوڑے گی اور یہ کہ مسلسل کوشش کی جا رہی ہے۔ یقیناً اس سیاہ گاڑی کا پتا چل جائے گا اور اس کے بعد پولیس ان مجرموں کو گرفتار کرے گی۔ پولیس آفیسر نے مجھے بہت تسلیاں دیں تھیں، اس کے بعد میں وہاں سے نکل آیا۔ اتفاق کی بات تھی کہ رما یا ہرنام سنگھ نظر نہیں آئے تھے۔ چند لمحوں کے لیے میرے دل میں ان لوگوں کے خلاف بھی شبہات پیدا ہوئے لیکن کم از کم ہرنس کا تصور مجھے اس بات سے باز رکھتا تھا کہ میں ان پر شبہ کروں۔

سورینٹو میں پہنچ کر ناشتا کیا اور اس کے بعد ہالی ڈے پوائنٹ سے چل پڑا۔ شہر کا رُخ کیا تھا۔ لندن کی سیاحت ناخوشگوار نہیں تھی، یہ دوسری بات ہے کہ اس سیاحت میں میرے چہرے پر یتیمی برس رہی تھی اور میں کسی ایسے پریشان حال آدمی کی مانند نظر آ رہا تھا جو کسی کی تلاش میں سرگرداں ہو۔ جانے پہچانے مناظر نگاہوں کے سامنے تھے۔ اس سے پہلے بھی لندن کے یہ مناظر دیکھ چکا تھا۔ لیکن ان سے دلچسپی کم نہیں ہو رہی تھی۔ لندن تھی ہی اتنی خوبصورت جگہ۔ میں جانے پہچانے راستوں کو ناپتا ہوا ٹرافلگر اسکوائر میں آ گیا۔ صبح کی ہلکی دھوپ ابھی تک چوک کے وسط میں ایستادہ بلند و بالا ستون کی چوٹی پر اکڑوں کھڑے ہوئے لارڈ نیلسن کی ترچھی ٹوپی تک ہی آئی تھی۔ ٹرافلگر اسکوائر کے مشہورِ زمانہ کبوتر بھی ابھی تک شاید نیشنل گیلری کے یونانی ستونوں اور سینٹ پال گرجا کے گنبد میں محوِ خواب تھے۔ وہاں سے آگے بڑھا اور اس بڑے فوارے کے سامنے پہنچ گیا جس کے وسط میں ایک عظیم الشان مچھلی کا مجسمہ گلپھڑے پھیلائے مُنہ سے گیلنوں پانی اُگل رہا تھا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ریجنٹ اسٹریٹ اور اس کے ختم ہونے پر آکسفورڈ اسٹریٹ، سامنے شافبری ایوینو اور ان سڑکوں کے درمیان مشہورِ زمانہ پکاڈلی سرکس، تمام جگہیں میری جانی پہچانی تھیں، ہر چیز اسی طرح تھی اور کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ کارن بی اسٹریٹ ایک سیدھی سادی سڑک جس کے دونوں طرف جدید ترین فیشن کے ملبوسات کی دکانیں تھیں۔ ہر دکان کا مالک وہاں بکنے والے ملبوسات خود ڈیزائن کر کے اپنے درزیوں سے سلواتا ہے۔ دوپہر کا کھانا میں نے سوہو کے ایک ہوٹل میں کھایا اور پھر وہاں سے بھی آگے بڑھ آیا۔ آہستہ آہستہ دوپہر ڈھل رہی تھی۔ شام کو ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بار پھر ٹرافلگر اسکوائر کی طرف آ گیا۔ نیشنل گیلری کے فٹ پاتھ پر پینٹوں کا ایک ریوڑ پڑا ہُوا تھا۔ ان تمام چیزوں کو دیکھنے کے بعد میں وہاں سے چل پڑا اور ایک بار پھر ہلی ڈے پوائنٹ پہنچ گیا۔ کسی کی تلاش میں اس سے زیادہ آوارہ گردی نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس دوران میں نے سرسری نگاہوں سے کسی ایسے شخص کی تلاش بھی کی تھی جو میرے تعاقب میں ہو لیکن درحقیقت اگر ایسا کچھ کیا بھی جارہا تھا تو نہایت احتیاط سے کیونکہ مجھے کسی بھی تعاقب کرنے والے کا شبہ نہیں ہو سکا تھا۔

ٹرالر میں داخل ہونے سے پہلے میں نے ٹرالر نمبر ایک سو ایک کی طرف دیکھا لیکن ٹرالر بند تھا۔ ہرنام اور رَما شاید کہیں گئے ہوئے تھے۔ ابھی ٹرالر میں پہنچے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ پولیس کی ایک گاڑی ٹرالر کے سامنے آکر رک گئی اور وہی خوش اخلاق پولیس آفیسر میرے سامنے پہنچ گیا۔

"مسٹر علی یار خان! کیا آپ کے پاس مس جیولٹ کی کوئی تصویر موجود ہے؟"

"افسوس، نہیں... لیکن میرا خیال ہے اس کے کاغذات یہاں موجود ہیں، آپ چاہیں تو اس کا پاسپورٹ لے جاسکتے ہیں۔"

"ہاں پلیز! وہ آپ کو احتیاط کے ساتھ واپس کر دیا جائے گا۔ ہمیں اس کی تصویر درکار ہے۔"

جیولٹ کے کاغذات جوں کے توں تھے۔ میں نے پاسپورٹ پولیس آفیسر کے حوالے کر دیا۔ پولیس آفیسر نے ایک بار پھر نرمی اور ہمدردی سے مجھے اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا تھا اور اس کے بعد وہ چلا گیا۔ میں پُراطمینان انداز میں اپنے ٹرالر میں آ لیٹا تھا۔ بڈ کے لیے بھی میں نے سوچا تھا لیکن اس وقت یہی مناسب تھا کہ بڈ سے الگ تھلگ رہوں۔ البتہ ہرنام اور رَما کے بارے میں مجھے نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ ویسے رَما خوفزدہ تھی۔ ممکن ہے ہرنام کو یہ ٹرالر چھوڑنا پڑا ہو۔

نو بجے کے قریب ایک بار پھر میرے ٹرالر پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو ہرنام سنگھ تنہا کھڑا ہُوا تھا۔ میں نے اُسے اندر آنے کا راستہ دے دیا۔

وہ کہنے لگا "نہیں بھائی جی، زیادہ دیر رُکوں گا نہیں، یہ ٹرالر میں نے چھوڑ دیا ہے۔ رَما بہت ڈر رہی تھی۔ اس وقت میں ہوٹل کیسینو میں ہُوں، رُوم نمبر ایک سو چار۔ رَما کی وجہ سے یہ جگہ چھوڑنا پڑی ہے مگر یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ تمہارا یہاں رہنا تو ایک مجبوری ہے، ورنہ میں تمہیں بھی ساتھ لے جاتا۔"

"شکریہ ہرنام سنگھ، میں جیولٹ کی طرف سے بہت پریشان ہُوں اور یہاں اس وقت تک قیام کروں گا جب تک جیولٹ کے بارے میں کوئی صحیح صورتِ حال معلوم نہیں ہو جاتی۔"

"میری پیشکش برقرار ہے بھائی جی! بار بار ہرنام لگتا لیکن اگر تم نے مجھے نظر انداز کیا تو مجھے دُکھ ہوگا۔"

"ہرنام سنگھ، تم سے پہلے بھی میرا ایک دوست سکھ اپنے اس دوست کی دوستی پر مجھے مرتے دم تک فخر رہے اُس کا نام ہربنس سنگھ تھا اور وہ میرے ایسے دوستوں میں تھا جس کے نام پر بہت کچھ لٹایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ تم یہ مت سمجھنا کہ میں کسی بھی جگہ تمہیں نظر انداز کروں گا۔"

"بس بھائی جی! ایک بار پھر میں کہتا ہُوں کہ انسان ہی کے کام آتا ہے۔"

ہرنام سنگھ چلا گیا لیکن یہ رات شاید سونے کے لیے تھی جب کہ میں سکون سے سو جانا چاہتا تھا۔ ایک بار پھر آہٹیں ہوئیں اور گھڑی میں وقت دیکھ کر میں نے اندازہ کہ یہ بڈ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ دروازہ کھولا تو ایک سی آواز کے ساتھ جیولٹ ٹرالر میں آ گری۔ میں دنگ رہ گیا لیکن فوراً ہی میں نے خود کو سنبھال لیا اور بے چینی سے آگے کر جیولٹ کو اُٹھایا۔

"جیولٹ... جیولٹ... میری جیولٹ! کیا ہُوا تھا لے گیا تھا تمہیں؟ کیا ہو گیا جیولٹ؟ تم خیریت سے تو ہو؟" نے پھرتی سے اُسے سنبھالا اور اُسے اُس کے بستر پر لٹا دیا۔ جیولٹ کی حالت غیر نظر آ رہی تھی۔ میں نے پھرتی ٹرالر میں روشنی کر دی اور جیولٹ کو دیکھنے لگا۔ اُس کے بال ہوئے تھے، آنکھیں گہری سُرخ ہو رہی تھیں، چہرے پر جا بجا خراشوں کے نشان تھے۔ لباس وہی تھا جو وہ پہن کر گئی تھی۔ بالکل بے ترتیب اور میلا کچیلا ہو رہا تھا۔ دیکھنے میں اُس کی حالت کافی خراب نظر آتی تھی۔ میں نے جلدی سے اُسے پانی پلایا اور کے بالکل قریب بیٹھ گیا۔

"کیا ہُوا جیولٹ؟ مجھے بتاؤ کیا ہُوا؟ کون لوگ تھے تمہیں اغوا کر کے لے گئے تھے؟ آپ کیسا محسوس کر رہی ہو تم؟"

"اب ٹھیک ہُوں علی... اب ٹھیک ہُوں۔" جیولٹ کمزور سے لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن جیولٹ... لیکن... آہ! تم نہیں جانتیں، کتنا پریشان تھا میں تمہارے لیے۔ پاگل ہو رہا تھا میں، سارا دن میں لندن گلی کوچوں میں تمہیں تلاش کرتا پھرا ہُوں۔ جیولٹ... میں... بے حد بدنصیب انسان ہُوں، جس کسی کے قریب آنے کی کرتا ہُوں، وہ مجھ سے دُور چلا جاتا ہے۔ جیولٹ! یہ صرف میری بدنصیبی تھی، جس نے تمہیں مصیبت کا شکار کیا۔ مجھے بتاؤ وہ کون

وحشی تھے؟ کیا گزری تم پر، کیا ہُوا تمہارے ساتھ؟"

"میں بالکل ٹھیک ہُوں علی... بالکل ٹھیک۔ تفصیل کیا بتاؤں تمہیں علی، کیا کہوں میں تم سے، کس طرح کہوں۔" اُس نے اذیت ناک انداز میں کہا۔

"مجھے سب کچھ بتا دو جیولٹ، میں تم پر اعتماد کرتا ہُوں، جو کچھ تم پر بیتی اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہوگا، وہ کون لوگ تھے اور تم ان کے چنگل سے کیسے نکل آئیں؟"

جیولٹ نے آنکھیں بند کر لیں۔ اُس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے پھر وہ سنبھل کر مسہری کی پُشت سے ٹیک کر بیٹھ گئی۔ اُس کی غم آلود نگاہیں سامنے ٹرالر کی دیوار پر جمی ہوئی تھیں۔

میں نے اُس کے بستر کے نزدیک ایک کُرسی گھسیٹ لی اور بولا "کچھ منگواؤں تمہارے لیے جیولٹ؟ کچھ پیو گی؟"

"نہیں پلیز! اس وقت کچھ نہیں۔" جیولٹ بولی "ایک گلاس ٹھنڈا پانی پلا دو مجھے بس۔ میں شدید پیاس محسوس کر رہی ہُوں۔"

میں نے جیولٹ کو پانی پلایا اور پھر کُرسی پر بیٹھ کر اُسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"علی! تم بے حد نیک انسان ہو۔ بہت شریف اور بہت ہی پاکیزہ فطرت کے مالک۔ علی، میں دل سے تمہاری عزت کرتی ہُوں اور اب جب یہ حالات سامنے آ گئے ہیں تو تمہارے سامنے بہت شرمندہ ہُوں۔ میں نے سوچا تھا کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ رہنے کا موقع دو گے تو میں زندگی میں کبھی تمہیں اپنے بارے میں نہیں بتاؤں گی لیکن تقدیر نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا علی! اور اب اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے کہ میں حقیقت تم پر منکشف کر دوں۔"

"حقیقت؟" میں نے گہری نگاہوں سے جیولٹ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، تم نے کبھی میرے بارے میں کوئی تفصیل نہیں پوچھی، یہ تمہاری اعلیٰ شخصیت اور شرافت کا ثبوت ہے لیکن میں نے تمہیں اپنے بارے میں خود بھی کبھی کچھ نہیں بتایا۔ کاش! اس کی نوبت نہ آتی۔"

"اگر تم چاہو تو مجھے ضرور بتا دو جیولٹ! میں وعدہ کرتا ہُوں کہ تم پر کوئی شک نہیں کروں گا، اگر کوئی بات تم نے مجھ سے چھپائی ہے تو یقیناً وہ تمہاری مجبوری ہوگی۔ میں بھی تمہارے لیے مجبور ہو گیا ہُوں جیولٹ! میں بھی اب تمہارے سوا اور کوئی سہارا نہیں پاتا۔"

جیولٹ بے ساختہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ میں کُرسی سے گرتے گرتے بچا تھا۔ بہرحال، میں نے اُسے سنبھالا اور اس کے بعد اُس کے نزدیک ہی مسہری پر بیٹھ گیا۔ جیولٹ کا بدن کپکپا رہا تھا۔ میں اُس کی شاندار اداکاری پر غور کر رہا تھا اور کسی بھی قیمت پر اپنے آپ کو یہ دھوکا دینے کے لیے تیار نہیں تھا کہ یہ اداکاری نہیں، حقیقت ہے۔ تاہم مقابلہ اداکاری کا ہو رہا تھا تو میں بھلا کس طرح اس سے پیچھے رہ سکتا تھا چنانچہ میں اُسے تسلّیاں دیتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد جیولٹ کی سسکیاں رُک گئیں۔ میں نے اس کے نزدیک بیٹھے بیٹھے اُس سے پوچھا "سب کچھ کہہ دو جیولٹ، اپنے اوپر کوئی بوجھ نہ رکھو۔"

"علی! میرا تعلق جرائم پیشہ افراد کے ایک گروہ سے ہے۔ بہت عرصہ سے میں ان کے ساتھ رہی ہُوں۔ میری ایک ماں ہے، دو چھوٹی بہنیں ہیں اور ایک بھائی ہے جو سب سے چھوٹا ہے۔ میری چھوٹی بہن کی عمر گیارہ سال ہے، اس سے بڑی سترہ سال کی ہے اور بھائی اس وقت صرف نو سال کا ہے۔ ہم فن لینڈ میں رہتے تھے۔ باپ کی موت کے بعد ہمارا کوئی سرپرست نہیں رہا تھا۔ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد ایک جنرل اسٹور میں سیلز گرل کی حیثیت سے اپنے کیرئیر کا آغاز کیا تھا۔ میری ماں بھی کام کرتی تھی اور اس طرح ہم فن لینڈ میں غربت کی زندگی گزار رہے تھے لیکن یہ زندگی مجھے پسند نہیں تھی۔ میں نے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے اور ایک اچھے مستقبل کی تلاش میں سرگرداں ہو گئی۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ سیدھے سادے طریقے سے مجھے کبھی خوش حالی نصیب نہیں ہوگی۔ چنانچہ میں ایسے لوگوں کی تلاش میں رہنے لگی جو جرائم کی زندگی بسر کرتے ہیں اور دولت کماتے ہیں۔ بالآخر میرا رابطہ ایسے چند افراد سے ہو گیا۔ یہ منشیات کے تاجر تھے اور اسمگلنگ وغیرہ کرتے تھے۔ میں نے ان سے پینگیں بڑھائیں اور اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گئی۔ ماں، بہنوں اور بھائیوں کو ایک اچھی زندگی مہیا کرنے کے لیے میں نے شدید جدّوجہد کی۔ جرائم کی دُنیا سے پوری طرح واقفیت حاصل کی اور اس کے بعد آگے سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ جرائم پیشہ افراد کے ایک بین الاقوامی گروہ تک پہنچ گئی۔ علی، تمہیں میری شخصیت کا یہ نیا رُوپ بہت عجیب لگ رہا ہوگا اور ممکن ہے کہ اس داستان کو سُننے کے بعد تمہیں مجھ سے نفرت ہو جائے لیکن میں حقیقت بتلائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں نے بہت کچھ کیا ان لوگوں کے لیے اور ان میں ایک مقبول حیثیت اختیار کر گئی۔ بالآخر اُنھوں نے ایک ایسی مہم کے لیے مجھے منتخب کیا جو کافی مشکل تھی۔ میں نے اس مہم پر جانے سے انکار کر دیا تھا لیکن اس گروہ کے سربراہان جن سے میں قطعی واقف نہیں ہُوں، کسی بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کارکن کی سرکشی نہیں برداشت کر سکتے تھے۔ مجھ پر سختی کی گئی اور میں فن لینڈ سے فرار ہو گئی۔ میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اب جو کچھ بھی کروں گی، اپنے طور پر کروں گی اور کسی بھی مناسب وقت اپنے خاندان کو فن لینڈ سے کہیں اور منتقل کر دوں گی۔ جب جرم کی دُنیا ہی میں رہنا تھا تو پھر بگے بندھے اصولوں پر کیوں کام کیا جائے۔ چنانچہ میں نے وہاں سے راہِ فرار اختیار کی اور دُنیا کے مختلف حصّوں میں گھومتی ہوئی بالآخر بیروت پہنچ گئی۔ بیروت میں میری ملاقات تم سے ہوئی علی اور نہ جانے کیوں تمھاری شرافت نے مجھے بے حد متاثر کر دیا۔ میں نے تمھیں غلط سمجھا تھا لیکن جب حقیقت سامنے آئی تو میرے دل میں تمھارے لیے گداز پیدا ہو گیا۔ میں نے اپنے آپ کو ایک بدلے ہوئے رنگ میں محسوس کیا علی! اور یہ خیال پہلی بار میرے ذہن میں آیا کہ جرم کی دُنیا سے ہٹ کر بھی تو ایک دُنیا ہوتی ہے محبت، شرافت اور پاکیزگی کی دُنیا۔ زندگی کے وہ مدارج یہاں بھی بہ آسانی طے کیے جا سکتے ہیں جو انسان کی دلی خواہش ہوتے ہیں لیکن اگر ان میں شرافت اور اقدار کا عنصر شامل رہے تو شاید ان کی لطافتیں ہی کچھ اور ہوتی ہوں گی۔ اسی تصوّر کے ساتھ میں نے تمھارا قرب حاصل کیا تھا۔ میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر میں تمھیں متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئی تو اپنے پروگرام کو تبدیل کر دوں گی اور کسی پُرسکون گوشے میں پناہ لوں گی، اپنے خاندان کو وہیں بلالوں گی اور تم سے شادی کر کے ایک گھریلو عورت کی طرح زندگی گزاروں گی۔ اس کام کے لیے مناسب وقت کا انتظار ضروری تھا لیکن تقدیر میرا ساتھ دینے پر تیار نہیں علی۔ وہ سب کچھ نہیں ہو سکتا جو میں نے سوچا تھا۔" جیولٹ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

میں کھوپڑی کھجا رہا تھا۔ اس کہانی کو کیا سمجھوں۔ ایک پُردرد اور دلچسپ کہانی جو کسی کے ذہن کی تخلیق ہے... یا اس میں کوئی حقیقت ہے؟ کیا جیولٹ مجھے حقیقت سے رُوشناس کرانا چاہتی ہے، کیا یہ آنسو سچے ہیں لیکن میں کیسے مان لیتا۔ میں نے اپنے آپ کو دل ہی دل میں بُرا بھلا کہا۔ ایک بار پھر مجھے میری فطری شرافت کسی کے دُکھ سے متاثر کر رہی تھی لیکن ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا اور چالاکی سے جیولٹ کے بازو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا "خود کو سنبھالو جیولٹ.. خود کو سنبھالو پلیز! میں تمھارے آنسو نہیں دیکھ سکتا۔"

جیولٹ سسکیاں لیتی رہی پھر تھوڑی دیر کے بعد اُس نے خود پر قابو پالیا اور بولی "وہ ایک بار پھر مجھے مل گئے علی، ایک بار پھر اُنھوں نے مجھے پا لیا ہے، نہ جانے کس طرح۔ مجھے اُنھوں نے ہی اغوا کیا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ مجھے لندن کی کون سی عمارت میں لے جایا گیا تھا اور وہ عمارت کون ... واقع ہے، جس گاڑی میں وہ مجھے لے گئے تھے، وہ بالکل ... تھی اور اس وقت میرے حواس بھی قابو میں نہیں تھے۔ میں نے اس عمارت میں آنکھ کھولی تو اپنے سامنے انھی ... کو کھڑے پایا جن سے میرا ماضی میں تعلق رہ چکا ہے۔ میں ... کچھ سمجھ گئی تھی، سب کچھ معلوم ہو گیا تھا مجھے۔ سر امیر المقتدر ... چنانچہ اُنھوں نے مجھے سزا دی۔ دیکھو علی، کس طرح مارا ... لوگوں نے مجھے۔" جیولٹ نے یہ کہہ کر اپنی پُشت میرے ... کر دی۔

اُس کی پُشت میرے سامنے تھی جس پر سُرخ دھاریاں ... ہوئی تھیں۔ ان دھاریوں میں خون چمک رہا تھا۔ یقیناً یہ کوڑ... نشانات تھے۔ ایک لمحے کے لیے ذہن میں پھر بھونچال سا ... ہوا لیکن فوراً ہی میں نے خود کو سنبھال لیا۔ اولیو ہاورڈ ہر ... سکتا ہے، ہر کھیل۔ تاہم اداکاری کا مقابلہ تھا تو میں کسی سے ... کیسے رہ سکتا تھا۔ میں نے ایک سسکی سی لی اور پھر اپنے سخت ... کا اظہار کیا، وہ دوبارہ رونے لگی۔ میں نے اُس کا لباس نیچے ... اور اُسے اپنی طرف موڑتے ہوئے بولا "آہ! جیولٹ، کس ... کیا ہے یہ سب کچھ تمھارے ساتھ؟ کون درندے ہیں وہ؟ ... کے بارے میں بتاؤ؟ بتاؤ مجھے اُن کے بارے میں؟ میں اُن ... کر دوں گا، اتنے زخم لگاؤں گا اُن کے جسموں پر کہ وہ اُنھیں ... بھی نہیں سکیں گے۔ اُن کی نشاندہی کرو پلیز۔ جیولٹ ... کے بارے میں بتاؤ۔"

"نہیں کر سکتی علی... میں یہ نہیں کر سکتی... خدا کی ... یہ نہیں کر سکتی۔" جیولٹ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور میں ... اُسے سینے سے لگا لیا، وہ سسکتی رہی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے اُس کا چہرہ اپنی نگاہوں ... سامنے کیا اور آہستہ سے بولا "تم مجھے اُن کے بارے میں کیوں ... نہیں بتاتیں جیولٹ؟ ایسی کیا مجبوری ہے؟"

"اب میں اُن کے خلاف ایک کام بھی نہیں کر سکتی۔ اُنھوں نے میری شہ رگ پکڑ لی ہے۔ میری ماں، میری دو ... بہنیں اور میرا بھائی اُن کے قبضے میں ہے۔ مجھے اچھی طرح ... مارا پیٹا گیا۔ اُنھوں نے مجھ سے سوالات کیے میرے بارے ... اور اس کے بعد دھمکی دی کہ اگر میں نے اُن کے حکم سے انحراف ... کیا تو میرے خاندان کے تمام افراد کو قتل کر دیا جائے گا۔ علی! ... بہنیں اُن کی قید میں سسک رہی تھیں، میرا بھائی معصومیت ... سے مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ میں کہاں چلی گئی تھی اور میں نے ... اُن درندوں کے حوالے کیوں کر دیا ہے۔ میری ماں گھٹنوں ... تھی علی! ایسا دردناک منظر تھا کہ شاید... شاید ... دیکھنے والے ... رہی بھی برداشت نہ کر پاتا۔ علی! تم یقین کرو، مجھے اپنے زخموں کا کوئی بھی احساس نہیں ہے۔ وہ زخم جو اپنوں کو وہاں دیکھ کر ذرہ برابر بھی ... میرے سینے پر لگے ہیں، ان سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ تقدیر بعض اوقات انسان کو کس طرح بے بس کر دیتی ہے۔ میری دلی کیفیت کو تم پوری طرح نہیں سمجھ سکتے علی۔ کاش! میں تمھیں اپنا سینہ چیر کر دکھا سکتی۔"

وہ بلک بلک کر رو رہی تھی اور میں اُس کی کہانی پر غور کر رہا تھا۔ اس کہانی کے پس منظر میں جھانک رہا تھا اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو ڈرامے کا آغاز ہو گیا تھا۔ پوری طرح بہت مکمل اور جامع انداز میں لیکن لڑکی کی پُشت کے زخم اصلی تھے جس کا مطلب تھا کہ وہ بے حد مضبوط ہے۔ ایک اچھی اداکارہ ہی نہیں بلکہ مضبوط قوتِ ارادی اور مضبوط اعصاب کی مالک بھی ہے۔ میں اُسے دلاسے دیتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ خاموش ہو گئی۔ اپنی جگہ سے اُٹھی اور ٹرالر کے چھوٹے سے باتھ روم میں جا کر اُس نے مُنہ ہاتھ دھویا پھر واپس آکر مسہری پر بیٹھ گئی۔

"علی! مجھے تمھارا مشورہ درکار ہے، مجھے اس وقت کسی تم جیسے ساتھی کی ضرورت ہے، مجھے بتاؤ، میں کیا کروں؟"

"وہ لوگ تم سے کیا چاہتے ہیں؟"

"وہ لوگ ایک افریقی ریاست میں کوئی کام کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے مجھے استعمال کر رہے ہیں۔ مجھے ہدایت دی گئی ہے کہ میں اپنے مشن کی تکمیل کے لیے روانہ ہو جاؤں۔"

"تو کیا تم نے اُن سے وعدہ کر لیا ہے کہ تم یہ کام کرو گی؟"

"ہاں علی، میں نے اُن سے نہیں، اپنی ماں سے وعدہ کیا ہے، اپنے بھائی بہنوں سے وعدہ کیا ہے۔ میں نے اُن سے وعدہ کیا ہے کہ میں اُنھیں اس عذاب سے نجات دلاؤں گی کیونکہ میں ہی اُنھیں اس عذاب میں پھنسانے کا باعث بنی تھی۔"

میں گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا پھر میں نے کہا "اس دردناک کہانی سے میں بے حد متاثر ہُوا ہوں جیولٹ، اب مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟ تم اگر وہاں جانا چاہتی ہو تو ظاہر ہے، میں تمھیں اس سے نہیں روکوں گا۔ کاش! میں خود بھی تمھاری کوئی مدد کر سکتا۔"

"تم مدد کر سکتے ہو علی، بلکہ تمھیں میری مدد کرنا چاہیے۔ کیا اس مصیبت کے وقت میں میرا ساتھ چھوڑ دو گے علی؟"

"نہیں جیولٹ لیکن کیا تمھارے گروہ کے لوگ یہ بات پسند کریں گے کہ ایک بالکل اجنبی شخص تمھارے ساتھ جائے؟"

"میں نے اُن سے تمھارا تذکرہ کر دیا ہے بلکہ اُنھوں نے خود ہی مجھ سے تمھارے بارے میں پوچھا تھا۔ میں نے اُنھیں بتا دیا کہ میں تمھارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر علی میرا ساتھ دینا چاہیں تو گروہ کو اس بات پر اعتراض نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے، اگر تم یہ فیصلہ کر چکی ہو جیولٹ کہ تم وہاں ضرور جاؤ گی تو میں بھی تمھارے ساتھ ہوں۔" میں نے جواب دیا اور جیولٹ ایک بار پھر مجھ سے لپٹ گئی۔

"علی... علی! میری زندگی بدترین حالات سے دوچار ہے، ایسے میں میرا ساتھ نہ چھوڑنا۔"

"تم فکر مت کرو جیولٹ۔ ہمیں کب روانہ ہونا ہے؟"

"اس کے بارے میں ہمیں بہت جلد اطلاع مل جائے گی۔" جیولٹ نے جواب دیا۔ میں اُسے تسلیاں دیتا رہا۔ اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتا تھا لیکن اب میرے لیے سوچنے کو بہت کچھ تھا۔ جیولٹ تین ساڑھے تین بجے کے قریب سو گئی لیکن مجھے نیند نہیں آئی تھی۔ میں اس تازہ صورتِ حال پر غور کر رہا تھا، اگر بڈ کے ذریعے یہ نہ معلوم ہو جاتا کہ جیولٹ کے پسِ پُشت اولیو ہاورڈ ہے تو شاید اس دوران میں جگہ جگہ بھٹکتا لیکن اب تو ایک سیدھے راستے پر کام ہو رہا تھا اور مجھے جیولٹ یا دوسرے لوگوں سے نہیں، اولیو ہاورڈ سے ہوشیار رہنا تھا۔

ذہن کے سنسان ویرانوں میں جب کبھی اکتاہٹ کا تصوّر اُبھرتا تو یہ احساس بڑی تسلّی دیتا کہ تہذیب مالکم ایکس زندہ ہے اور میں اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں، بس اسی احساس کو سینے سے لگا کر میں نے جیولٹ کا منصوبہ منظور کر لیا تھا۔ وہ کہیں بھی جائے، میں اُس کا ساتھ دوں گا، اس طرح جیسے میں اُس سے بے حد متاثر ہو گیا ہوں اور پھر اسی دوران اپنے لیے راہیں تلاش کروں گا لیکن بڈ کو اطلاع دینا ضروری تھا۔ ہر چند کہ بڈ ایک باخبر انسان تھا اور اب تک میں نے ایک لمحے کے لیے بھی اُسے غافل نہیں پایا تھا۔ اس کے باوجود انسان تو تھا، اگر بھٹک جائے تو مشکل ہو گی۔ دل تو یہی چاہا کہ ابھی جا کر ٹرالر نمبر تین سو دو میں بڈ سے ملاقات کروں اور اُسے تمام صورتِ حال بتا دوں لیکن یہ بات خطرناک ہو سکتی تھی۔ جیولٹ کی واپسی کے بعد ممکن ہے، مجھ پر نگاہ رکھنے والوں کی تعداد بڑھا دی گئی ہو اور اس وقت بڈ کے ٹرالر تک پہنچنا اس سارے منصوبے ہی کو چوپٹ کر دے، اس لیے خاموشی اختیار کی۔

صبح کو میں نے جیولٹ کو ناشتا کرایا۔ اس کے بعد اُس نے لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر اُس سے کہا کہ میں اُس کے زخموں کی ڈریسنگ کرانا چاہتا ہوں۔ جیولٹ نے آمادگی کا اظہار کر دیا تھا۔ چنانچہ میں اُسے لے کر باہر نکل آیا۔ بہت سے مسائل سے نمٹنا تھا۔ سب سے پہلے پولیس اسٹیشن پہنچا۔ اس دوران میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جیولٹ سے گفتگو کر کے ایک کہانی تیار کر لی تھی۔

پولیس اسٹیشن میں داخل ہوا تو اُسی ہمدرد اور مہربان پولیس آفیسر سے ملاقات ہوگئی۔ جیولٹ کو وہ میرے ساتھ دیکھ کر چونک پڑا اور اس نے پُر جوش انداز میں کہا۔ "مس جیولٹ آپ کے ساتھ نظر آ رہی ہیں مسٹر علی! بیٹھیے . . . . بیٹھیے، یہ تو بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ میں ابھی اس سلسلے میں اپنے ساتھیوں سے باز پُرس کر رہا تھا۔"

"جیولٹ رات کو واپس آ گئیں۔" میں نے کہا۔

"کچھ بتایا انھوں نے کہاں گئی تھیں؟"

"انھیں اغوا کرنے والوں کو غلط فہمی ہوئی تھی، وہ انھیں میڈم سارڈینا کہہ کر مخاطب کر رہے تھے۔ جب جیولٹ نے انھیں یقین دلایا کہ وہ میڈم سارڈینا نہیں ہیں تو بہ مشکل تمام انھیں یقین آیا لیکن وہ اس بات پر حیران تھے کہ جیولٹ، میڈم سارڈینا کی ہم شکل کیوں ہیں پھر انھوں نے انھیں معذرت کے ساتھ ایک جگہ چھوڑ دیا۔"

"میڈم سارڈینا۔" اس نے زیرِ لب دُہرایا پھر اپنی نوٹ بک میں یہ نام نوٹ کرتے ہوئے بولا۔ "اس کا مطلب ہے کہ اس نام کی کسی خاتون کو خطرات لاحق ہیں۔"

"یقیناً، آپ کی ہمدردی اور محبت کا شکریہ! براہِ کرم جیولٹ کا پاسپورٹ واپس کر دیجیے۔"

آفیسر نے فوراً ہی تمام کارروائی مکمل کی تھی۔ جیولٹ کا پاسپورٹ اُسے دے دیا گیا اور اس کے بعد ہم وہاں سے بھی نکل آئے۔ راستے میں جیولٹ نے کہا کہ اب یہاں قیام مناسب نہیں ہے کیوں نہ کسی ہوٹل میں قیام کیا جائے، وہ خوفزدہ ہوگئی ہے۔

"لیکن جیولٹ! کیا وہ لوگ تم سے ہوٹل میں رابطہ قائم کریں گے؟"

"تمہارا کیا خیال ہے علی؟ انھوں نے ایک لمحے کے لیے بھی مجھے نگاہوں سے اوجھل کیا ہوگا، وہ شیطان ہیں۔"

"ٹھیک ہے اگر یہ بات ہے تو پھر ہم کسی ہوٹل ہی میں قیام کریں گے، اس کے علاوہ اب ہمیں سرنام سنگھ اور رما سنگھ سے بھی بچنا ہے۔ تمہارے اغوا کے بعد رما خوفزدہ ہوگئی تھی جس کی وجہ سے سرنام سنگھ کو ایک ہوٹل میں منتقل ہونا پڑا۔ میں نہیں چاہتا کہ ہماری اس مصروفیت میں کوئی خلل اندازی ہو۔"

جیولٹ نے مجھ سے اتفاق کیا تھا۔ ایک چھوٹے سے کلینک میں جا کر میں نے جیولٹ کے زخم دکھائے اور ڈاکٹر نے ہمیں کچھ دوائیں دے دیں۔ جیولٹ کے زخموں پر بھی بینڈیج کر دی گئی تھی۔ اس کے بعد ہم وہاں سے نکل آئے پھر کسی ہوٹل کے انتخاب کا مسئلہ درپیش ہوا۔ میں جانتا تھا کہ سرنام سنگھ اور رما کون سے ہوٹل میں ہیں چنانچہ میں اُس ہوٹل سے بھی بچنا چاہتا تھا۔ بالآخر ایک غیر معروف ہوٹل میں ہم نے اپنے لیے ایک کمرا حاصل کر لیا اور پھر وہاں سے واپس ہالی ڈے پوائنٹ پہنچ گئے۔ ٹرال سے اپنا سامان بھی لیا اور ٹرال وغیرہ کے سلسلے میں ادائیگی بھی کرنا تھی۔ سان تمام کاموں کی انجام دہی کے دوران میری نگاہیں بڈ کو بھی تلاش کرتی رہی تھیں اور پھر میں بڈ کو دیکھ لینے میں کامیاب ہوگیا۔

وہ مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اور تنہا تھا۔ میں نے اشاروں کی زبان میں اُسے سمجھایا کہ ہالی ڈے پوائنٹ چھوڑ رہا ہوں اور بڈ نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی جیسے کہہ رہا ہو کہ اُسے تمام معلومات حاصل ہیں۔ بڈ کے مل جانے سے میں مطمئن ہوگیا۔ اس کے بعد ہم اپنے سامان کے ساتھ اپنی نئی رہائش گاہ میں منتقل ہوگئے۔ ہوٹل میں بھی ہم نے ایک ہی کمرا حاصل کیا تھا اور اب جیولٹ کے ساتھ تنہا رہتے ہوئے مجھے کوئی الجھن نہیں ہوتی تھی۔ وہ رات گزر گئی۔ ہم نے ہوٹل سے باہر قدم نہیں نکالا تھا۔ دوسرے دن بھی ہم ہوٹل ہی میں مقیم رہے۔

تیسرے دن صبح تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ہوٹل میں ایک ٹیلی فون موصول ہوا جسے میں نے ریسیو کیا تھا۔ دوسری طرف سے بولنے والی آواز میرے لیے قطعی اجنبی تھی۔ اُس نے کہا۔ "مسٹر علی ہیں شاید؟"

"ہاں، آپ کون صاحب ہیں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"کیا جوئل موجود ہے؟ میری مراد جیولٹ سے ہے۔"

"جی ہاں، موجود ہیں۔"

"ٹیلی فون اُسے دے دو۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور میں نے جیولٹ کو اشارہ کر دیا۔ جیولٹ جلدی سے ٹیلی فون کے قریب پہنچ گئی تھی اور اس کے بعد وہ صرف ٹیلی فون پر ہونے والی گفتگو سنتی رہی۔ ایک بار کے علاوہ اُس نے دوبارہ بولنے کی کوشش نہیں کی تھی پھر جیولٹ نے ریسیور رکھ دیا۔ اُس کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

"وہی لوگ تھے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔" اُس نے آہستگی سے کہا۔

"وہ تمھیں بہت خوبصورت نام سے پکارتے ہیں۔"

"ہاں، آرگنائزیشن میں مجھے جوئل کہا جاتا ہے۔"

"مجھے یہ نام پسند آیا ہے، چنانچہ آئندہ میں بھی تمھیں جوئل کہوں گا۔ ویسے کیا کہہ رہے تھے وہ؟"

"ہمیں رات کو ایسٹ افریکن ائیر لائن سے روانہ ہو جانا ہے۔"

"کس وقت؟"

"ساڑھے نو بجے۔" جیولٹ نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کہاں جانا ہے؟"

"ابھی کچھ نہیں بتایا گیا۔"

"تو پھر اس سلسلے میں معلوم ہو سکتا ہے۔ ایسٹ افریکن ائیر لائن کا جو طیارہ ساڑھے نو بجے روانہ ہوگا، اس کی پرواز کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔"

"اس کی ضرورت بھی کیا ہے علی، بہر طور ہمیں جانا تو ہے۔"

"یہ میں اپنے طور پر کرنا چاہتا تھا کیونکہ ان لوگوں نے مجھے میرے نام سے پکارا ہے۔"

"میں نے انھیں تمہارے بارے میں مختصراً بتا دیا تھا۔" جیولٹ نے بدستور افسردہ لہجے میں کہا۔

اس کے بعد میں نے بھی مزید کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ بس ذہنی طور پر سوچ رہا تھا کہ ایسٹ افریکن ائیر لائن سے سفر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مجھے افریقہ ہی کے کسی حصّے میں جانا ہوگا۔ کیا لائن آف کرونل، کیا اولیو ہاورڈ میرے ہی ذریعے لائن آف کرونل میں کوئی کام لینا چاہتا ہے؟ میں نے دل میں سوچا کہ اگر ایسا ہوا تو بُرا نہیں ہوگا۔ کیونکہ لائن آف کرونل پہنچ کر میں اپنے بہت سے دوستوں کی مدد حاصل کر سکتا تھا۔

تقریباً پونے نو بجے ہم لوگ مکمل تیاریوں کے بعد باہر نکل آئے اور تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ائیر پورٹ چل پڑے۔ نو بج کر دو منٹ پر ائیر پورٹ پہنچے تھے۔ ابھی طیارے کی روانگی میں کچھ وقت تھا۔ میں، جیولٹ کے ساتھ ویٹنگ روم میں آ بیٹھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک معمّر اور مدقوق عورت سفید اسکرٹ میں ملبوس، چہرے پر بے شمار جھرّیاں اور آنکھوں میں کرب کے آثار لیے جیولٹ کے پاس پہنچ گئی۔

جیولٹ اُسے دیکھ کر بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ معمّر عورت نے آگے بڑھ کر جیولٹ سے لپٹ جانے کی کوشش کی لیکن پیچھے کھڑے ہوئے آدمی نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سخت اور کھُردرے لہجے میں کہا۔ "نہیں، یہاں یہ سب کچھ مناسب نہیں ہے مادام! آپ سے جو کچھ کہا گیا ہے اُس سے زیادہ نہ کیجیے۔" معمّر عورت رُک گئی۔ اس کی آنکھوں میں بے بسی نمایاں تھی۔ جیولٹ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے جس پر اُسے بھی سرزنش کی گئی۔

معمّر عورت نے کہا۔ "تمہاری کامیابی پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے جوئل!"

"ممی . . . . !" جوئل کے مُنہ سے صرف اتنا ہی نکل سکا۔ اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی تھی۔ میں خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا اور میرا ذہن عجیب سے احساسات کا شکار تھا۔ میری نگاہیں تو درحقیقت بڈ کو تلاش کر رہی تھیں۔ پتا نہیں اُس کو ہماری روانگی کے بارے میں اطلاع تھی یا نہیں۔ بہ صورت دیگر وہ لندن کی خاک ہی چھانتا پھرے گا۔ میرے لیے تو یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا کہ بڈ میرے ساتھ رہے یا نہ رہے، میں تو ویسے بھی تنہا کام کرنے کا عادی تھا۔

اُنھی میں سے ایک شخص نے ہمیں کاغذات اور ٹکٹ وغیرہ دے دیے لیکن میری جو منزل تھی اُسے دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ میں گوسٹے ہل جا رہا تھا۔ گوسٹے ہل جو میرے لیے کافی دلکش جگہ تھی، میرے ماضی کا ایک اہم باب اس علاقے سے وابستہ تھا۔ ہمیں کالموکیمپو پہنچنا تھا اور کالموکیمپو میں پہلے بھی جا چکا تھا سو وہاں سے گوسٹے ہل کا سفر دوسرے ذرائع سے کیا جانا تھا۔ نہ جانے کیوں ذہن میں ایک خلش سی بیدار ہوگئی اور دورانِ سفر میں اور جیولٹ تقریباً خاموش ہی رہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ آخر ہمیں گوسٹے ہل کیوں بھیجا جا رہا ہے، وہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ اولیو ہاورڈ کو گوسٹے ہل میں میرے ہاتھوں زک اُٹھانا پڑی تھی۔ میرا ذہن اس سلسلے میں سوچتا رہا۔

جیولٹ بہ دستور اُداسی کا مظاہرہ کر رہی تھی لیکن نصف سفر کے بعد اُس نے خود کو نارمل کر لیا اور میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "بالکل خاموش ہو علی، کوئی گفتگو نہیں کرو گے؟"

"میں تمہارے لیے افسردہ ہوں جیولٹ! کیا گفتگو کروں۔"

"افسردگی ہمارے مسائل کا حل نہیں ہے علی! ہمیں اپنے آپ کو سنبھالنا ہوگا۔ تم نے میری ممی کو دیکھا، وہ بدبخت مجھ پر دباؤ ڈالنے کے لیے میری ماں کو اپنے ساتھ ائیر پورٹ لے آئے تھے۔ تاکہ میں اپنا کام یقینی طور پر انجام دوں اور کہیں بھٹکنے کی کوشش نہ کروں۔"

"لیکن ہمیں گوسٹے ہل جانا پڑ رہا ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا تم اس علاقے کے بارے میں کچھ معلومات رکھتی ہو جیولٹ؟"

"نہیں علی، بلکہ نام ہی میں نے پہلی بار سُنا ہے اس افریقی ریاست کا۔"

"ہوں لیکن میں پہلے بھی وہاں جا چکا ہوں۔"

"اوہ! کس سلسلے میں؟ کس قسم کی جگہ ہے وہ؟" جیولٹ چونک کر تجسس سے بولی۔

"میں ذرا مختلف انداز میں سوچ رہا ہوں جیولٹ! مجھے یہ بتاؤ کہ کیا انھوں نے پہلے بھی تم سے گوسٹے ہل کا تذکرہ کیا تھا؟"

"میں نے تمھیں بتایا تھا علی کہ مجھے اس مہم کے بارے میں تفصیلات نہیں بتائی گئی تھیں بس مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ مجھے افریقہ جانا ہوگا۔ دیگر تفصیلات مجھے اب بھی نہیں معلوم، یہ تو مطلوبہ جگہ پہنچنے کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا کہ ہمیں وہاں کیوں بھیجا گیا ہے۔" جیولٹ نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جواب دیا۔

خاموشی کے علاوہ اور چارہ کار بھی کیا تھا۔ آخر وہ لوگ مجھ سے گوٹے ہل میں کیا کام لینا چاہتے ہیں، میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ میں آنکھیں بند کرکے گوٹے ہل کے تصوّر میں ڈوب گیا۔ جنرل ٹیرس اور اُس کی محبوبہ کیتھی براؤن۔ پتا نہیں میری واپسی کے بعد ان لوگوں کا کیا ہُوا۔ بظاہر جنرل ٹیرس نے حالات پر قابو پا لیا تھا۔ گوٹے ہل پہنچ کر اگر مجھے موقع ملا تو ان دونوں سے ضرور ملاقات کروں گا لیکن اگر مجھے وہاں ایسی کوئی کارروائی کرنا پڑی جس سے جنرل ٹیرس کو نقصان پہنچا تو کیا ہوگا؟ کیا میں اس کارروائی کے لیے مجبور ہوں گا؟ دل ہی دل میں، میں نے اپنے آپ سے سوال کیا اور میرے دل نے مجھے ایک حتمی جواب دے دیا، اگر اولیو ہاورڈ یہ چاہتا ہے کہ جو پودا میں نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا اُسے اپنے ہی ہاتھوں تباہ کر دوں تو اولیو ہاورڈ کو مُنہ کی کھانا پڑے گی تہذیب کی قیمت پر اگر اُس نے مجھے کسی ایسے کام کے لیے مجبور کیا جس کے لیے میرا ضمیر مجھے اجازت نہ دے سکا تو میں وہ کام انجام نہیں دوں گا، یہ میرا آخری فیصلہ تھا۔

طیارے کا سفر جاری رہا اور پھر یہ سفر بالآخر کالموکیمپو پر ختم ہوگیا۔ حسین پہاڑیوں میں گھرا ہُوا خوبصورت شہر میری نگاہوں میں تھا۔ کالموکیمپو نامی جگہ یہاں سے کچھ فاصلے پر تھی لیکن یہ شہر خود بھی اُس کی وجہ سے کالموکیمپو کہلاتا تھا۔

ائرپورٹ سے نکلنے کے بعد جیولٹ نے مجھ سے کہا۔ "ہمیں اپنے لیے خود ہی کوئی پناہ گاہ تلاش کرنا ہوگی۔ یہاں خوبصورت ہوٹل بھی ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے کسی ہوٹل ہی کا رُخ کرنا چاہیے۔"

ابھی ہم کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پائے تھے کہ دُبلے پتلے بدن کا ایک مجہول سا آدمی ہمارے قریب پہنچ گیا اور اُس نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔ "موسیو ایلی اور میڈم جیولٹ۔"

جیولٹ نے چونک کر اُسے دیکھا تھا پھر اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں، کیا بات ہے؟"

"آپ کو ہوٹل سیزانو میں قیام کرنا ہے۔ رُوم نمبر دو سو دس آپ کے لیے مخصوص ہے۔ وہ سامنے سیزانو کی گاڑی کھڑی ہے۔ آپ وہاں پہنچ کر اُنھیں اپنے رُوم نمبر کے بارے میں بتا دیجیے۔ آپ کو آپ کے اصل ناموں سے پہچانا جائے گا۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ جیولٹ مجھے دیکھنے لگی تھی۔

میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "چلو، آگے بڑھو۔"

ہم دونوں اس گاڑی کے قریب پہنچ گئے جس پر ہوٹل سیزانو کا مونوگرام تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک آدمی بیٹھا ہُوا تھا اور دوسرا اُس کے نزدیک کھڑا کھڑکی پر ہاتھ رکھے اُس کے باتیں کر رہا تھا جب ہم اُس کے قریب پہنچے تو وہ چونک کر ہماری جانب متوجہ ہوگیا۔

"ہمیں سیزانو میں قیام کرنا ہے، رُوم نمبر دو سو دس ہمارے لیے بک ہے۔"

"تشریف لائیے جناب۔" اُس نے اداب سے کہا اور گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے ہم سے ہمارا سامان لے کر گاڑی کی ڈکی میں رکھ دیا تھا۔

ہم دونوں اندر جا بیٹھے اور ڈرائیور نے اسٹارٹ کرکے گاڑی آگے بڑھا دی۔

کالموکیمپو کے وہ مناظر میری نگاہوں کے سامنے آ گئے تھے، جن سے میرا گہرا تعلق رہ چکا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس یہاں آکر بہت زیادہ یاد آ رہی تھی کیونکہ میری اور اُس کی زندگی کا ایک اہم حصّہ یہاں سے تعلق رکھتا تھا۔ ہوٹل سیزانو ایک بڑی سی جھیل کے کنارے تھا اور جھیل کے بعد پہاڑی مناظر بکھرے ہوئے تھے جو ہوٹل سیزانو کے کمرا نمبر دو سو دس سے بہت خوبصورت نظر آتے تھے۔ کمرا بھی کافی کشادہ تھا اور اُس میں دُہرے بستر کا انتظام تھا۔ باتھ رُوم میں جاکر میں دیر تک غسل کرتا رہا تھا لیکن درحقیقت میں اپنے ذہن کو اُن پریشان کُن خیالات سے نجات دلانے کی کوشاں تھا جو میرے ذہن پر حملہ آور ہوگئے تھے۔ بار بار یہی خیال آ رہا تھا کہ جیولٹ اس معاملے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اصل لوگ صرف مجھ سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں لیکن یہ فائدہ کیسا ہوگا، مجھے یہاں کیا کرنا ہوگا؟ گوٹے ہل کے علاوہ اگر کوئی اور جگہ ہوتی تو شاید میں کسی تشویش کا شکار نہیں ہوتا لیکن گوٹے ہل میں جنرل ٹیرس تھا۔ میرا ایک اچھا دوست اور مجھ سے بے حد مخلص۔ کہیں مجھے یہاں لاکر اُس کے خلوص سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے۔ اسی تشویش نے مجھے ذہنی طور پر مضطرب کر دیا تھا۔

غسل سے فارغ ہو کر باہر آیا تو جیولٹ کو صوفے کی پُشت سے گردن ٹکائے گہری سوچ میں غرق پایا۔ مجھے دیکھ کر وہ بھی تھکے تھکے انداز میں اُٹھی اور غسل خانے کی جانب بڑھ گئی۔ ذہن میں بغاوت سی اُبھر رہی تھی۔ جی چاہ رہا تھا کہ جیولٹ کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتا ہُوا لے جاؤں اور دروازہ کھول کر اُسے باہر دھکا دے دوں۔ یہ کیا، تہذیب مالکم ایکس کا نعم البدل بننا چاہتی تھی۔ بھلا تہذیب میں اور اس میں کیا مماثلت، مکار فطرت کی مالک یہ لڑکی، بلاشبہ بہترین اداکارہ تھی، انتہائی شیطان صفت تھی جب کہ تہذیب بھی ایک خطرناک گروہ یعنی گرین لول سے تعلق رکھتی تھی لیکن اُس کی شخصیت اس سے بالکل مختلف تھی۔

میرا ذہن کافی پریشان رہا تھا۔ لندن کے پُرفضا ماحول کے برعکس افریقہ کا یہ علاقہ اُن کی اپنی روایتوں کے ساتھ تھا۔ بلاشبہ یہاں خوبصورت قدرتی مناظر بکھرے ہوئے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی سورج کی تمازت، گھنے پُراسرار اور ہیبت ناک جنگل بھی موجود تھے۔

اُسی رات سیزانو کے ڈائننگ ہال میں ایک دراز قامت شخص نے ہم سے ملاقات کی۔ بھُوری آنکھوں والا یہ شخص پتا نہیں کون سے ملک سے تعلق رکھتا تھا۔ اُس نے جیولٹ کے سامنے اپنا کارڈ رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کو مطمئن کرنے کے لیے یہ نشان کافی ہوگا میڈم۔ کل دن کو گیارہ بجے آپ کو کینل ہال میں ہمارے خصوصی نمائندوں سے ملاقات کرنا ہے جو یہاں آپ کی ذمّے داریاں آپ کو سونپ دیں گے، اگر آپ چاہیں تو اپنے دوست کو بھی اس میٹنگ میں لا سکتی ہیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"کینل ہال کے بارے میں کس طرح معلوم ہوگا؟" جیولٹ نے پوچھا۔

"سُرخ رنگ کی ایک مرسیڈیز ٹھیک گیارہ بجے سیزانو کے بیرونی گیٹ کے برابر آکر کھڑی ہو جائے گی، آپ اُس میں سفر کرکے کینل ہال تک پہنچ سکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" جیولٹ نے گہری سانس لے کر جواب دیا اور وہ شخص گردن خم کرکے اُٹھ گیا۔ جیولٹ میری طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ اُس پر اُداسی کا حملہ مسلسل جاری تھا اور میں اب اُس کی قربت سے کچھ بیزاری سی محسوس کر رہا تھا لیکن اپنے آپ کو سنبھالنا بھی ضروری تھا۔

کافی دیر تک ہال میں بیٹھے رہنے کے بعد میں اُٹھ گیا۔ ذرا بھی فرصت نہیں دیتی تھی یہ بدبخت۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں۔ بہرطور رات کو بھی میں اس سلسلے میں سوچتا رہا۔ دوسرے دن صُبح ناشتے کے وقت وہ کہنے لگی۔

"اگر تم میرے ساتھ نہ جانا چاہو علی، تو میں تمھیں مجبور نہیں کروں گی لیکن بہتر یہ تھا کہ تم میرے ساتھ چلتے۔ تمھاری موجودگی سے میری ڈھارس بندھی رہتی ہے۔"

"ٹھیک ہے میں چلوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

ہم لوگ تیار ہو کر ٹھیک گیارہ بجے ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ سُرخ رنگ کی مرسیڈیز موجود تھی۔ ڈرائیور نے ہم دونوں کے لیے دروازہ کھول دیا اور میں جیولٹ کے ساتھ پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔

کینل ہال ایک قدیم طرز کی عمارت تھی۔ باہر سے خستہ حال نظر آتی تھی لیکن اندر سے کافی خوبصورت تھی۔ زمین پر قالین بچھے ہوئے تھے۔ ہماری رہنمائی کرنے والا ہمیں لیے ہوئے ایک بہت بڑے ہال میں داخل ہوگیا۔ انتہائی بلند چھت کا یہ ہال بہت ہی شاندار اشیا سے آراستہ تھا۔ قدیم طرز کی آبنوسی میز بچھی ہوئی تھی جس کے اطراف تین افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ تینوں ہی صورت سے جغادری نظر آتے تھے۔ اُنھوں نے مسکرائے بغیر ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ صرف دو کُرسیاں اس میز کے گرد اور خالی تھیں، جن پر ہم دونوں بیٹھ گئے۔

اُن میں سے ایک چوڑے شانوں والا کوتاہ گردن شخص اپنے پتلے پتلے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہُوا بولا۔

"تمہید کی ضرورت نہیں ہے مس جیولٹ! میں آپ کو حقیقت سے روشناس کرائے دیتا ہوں۔" اُس نے اپنے پاس رکھی ہوئی ایک چھوٹی سی ٹیبل سے ایک بہت بڑی فائل اُٹھائی، جس میں بے شمار صفحات لگے ہوئے تھے۔ فائل درمیان سے کھولنے کے بعد وہ کہنے لگا۔ "اس فائل میں گوٹے ہل سے متعلق تقریباً تمام نقشے، رپورٹیں اور تصویریں موجود ہیں۔ آپ فرصت کے وقت ضرورت کے مطابق اس کا مطالعہ کرسکتی ہیں۔ میں آپ کو صرف وہ حقیقت بتا رہا ہوں، جس کے لیے ہمیں آپ کی خدمات کی ضرورت پیش آئیں۔" اُس شخص نے فائل میں سے ایک بڑا سا کاغذ نکالا اور اُسے میز پر پھیلا دیا پھر ہاتھ کے اشارے سے اُس پر بنی ہوئی لکیروں کے متعلق تفصیلات بتانے لگا۔

"یہ گوٹے ہل کا مکمل نقشہ ہے۔ درمیان میں یہ جگہ جو آپ دیکھ رہی ہیں، یہی ہماری توجّہ کا مرکز ہے۔ اگر آپ اس سیدھی سڑک پر چلی جاتی ہیں تو ایک اور افریقی ملک میں داخل ہو جائیں گی اور یہاں سے بائیں سمت جو ساحلی علاقہ ہے یہی گوٹے ہل کا وہ مخصوص حصّہ ہے جہاں ہم اپنا کام کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرف دریائے ویلین بہتا ہے اور یہاں سے پہاڑی علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ مشرقی سمت میں جنگلات ہیں، اس سمت دو بڑے قبیلے آباد ہیں۔ دریا کے مشرق میں ایک قبیلہ وحشیانہ زندگی بسر کرتا ہے اور کبھی اپنے ٹھکانوں سے نکل کر دریا پار جانے کی تمنّا نہیں کرتا۔ دوسرا قبیلہ جس کی آبادی تقریباً اسّی ہزار افراد پر مشتمل ہے، مقامی سربراہ جنرل ٹیرس کے خلاف ہے اور پُرانے سربراہ والٹوموبائے کا حامی ہے چنانچہ ان جنگلات میں ہونے والی کارروائیوں کی اگر کوئی مخالفت کی جا سکتی ہے تو وہ صرف اسی قبیلے سے متوقع ہو سکتی ہے۔ ہماری آرگنائزیشن اس علاقے یعنی سارڈان سے دلچسپی رکھتی ہے۔ سارڈان کی ان پہاڑیوں میں کچھ ایسی اشیا موجود ہیں جو اگر ہمیں حاصل ہو جائیں تو ہم بہت بڑا منافع حاصل کر سکتے ہیں۔ ابھی تھوڑے ہی دن قبل کی بات ہے کہ ایک شخص ان پہاڑیوں سے کچھ نمونے لے کر کالموکیمپو میں ٹھہرا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا اور اتفاق سے وہ ہمارے آدمیوں کے ہاتھ لگ گیا۔ اسے قتل کر دیا گیا اور وہ نمونے حاصل کر لیے گئے۔ انہی سے اندازہ ہوا کہ ان پہاڑیوں میں پائی جانے والی قیمتی دھات کتنی اہمیت کی حامل ہے۔ آپ یہ بھی جانتی ہیں میڈم جیولٹ کہ پارٹی ان دنوں شدید مالی بحران کا شکار ہے۔ اعلیٰ پیمانے پر کچھ ملکوں سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا گیا لیکن انھیں حقیقت نہیں بتائی گئی۔ اس دھات کو ان پہاڑیوں سے نکال لینے کے لیے ہم غیر قانونی ذرائع نہیں اختیار کر سکتے کیونکہ یہ انتہائی مشکل کام ہے لیکن خوش بختی یہ ہے کہ ان پہاڑیوں میں مختلف قسم کی اشیا تلاش کرنے کے ٹھیکے غیر ملکی کمپنیوں کو دیے جاتے ہیں اور ہم اسی کوشش میں مصروف ہیں کہ اس علاقے کا ٹھیکہ حاصل کر لیں لیکن وہ شخص جسے ہم نے قتل کر دیا تھا شاید کالوکیمپو میں تنہا نہیں تھا، اس کے ساتھی بھی موجود تھے اور اس کی اپنی پارٹی کو اس حقیقت کا علم ہو گیا تھا کہ سارڈان کی پہاڑیوں میں موجود دھات کس قدر اہمیت کی حامل ہے۔ چنانچہ اس وقت ایک شدید بحران آیا ہوا ہے۔ وزیر قدرتی وسائل مسٹر آلڈس کو بہت سی پیش کشیں موصول ہوئی ہیں۔ ہر چند کہ یہ پیش کشیں کسی باقاعدہ ملک کی طرف سے نہیں ہیں بلکہ معدنیات تلاش کرنے والی کمپنیاں ہی ان پیش کشوں کی حامل ہیں۔ اب انھیں فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا ہے کہ یہ ٹھیکہ وہ کس کو دیں۔ ہم نے اس کے لیے سب سے بڑا ٹینڈر بھرا تھا لیکن سنا گیا ہے کہ جنرل کیرانو ایک اور کمپنی کے حق میں ہے۔ ہر چند کہ جنرل کیرانو کا قدرتی وسائل اور معدنیات کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن وہ جنرل ٹیرس کی ناک کا بال ہے اور اس بات کا خطرہ ہے کہ ٹھیکہ اس کمپنی کو نہ مل جائے جو جنرل کیرانو کی منظور نظر ہے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ جنرل کیرانو کو ایک بہت بڑی رشوت پیش کی گئی ہے جس کی ادائیگی سوئس بینکوں کی معرفت ہوگی۔ ہم خود بھی بڑی سے بڑی رشوت پیش کرنے کے لیے تیار تھے لیکن ہمارے ذرائع ہمارا ساتھ نہ دے سکے۔ مسٹر آلڈس کو بھی خفیہ طور پر رشوت کی پیش کش کی گئی ہے لیکن مسٹر آلڈس اس سلسلے میں جنرل کیرانو کے سامنے بے بس ہیں اور انھوں نے ہماری مدد کرنے سے معذوری کا اظہار کیا ہے۔"

جیولٹ خاموشی سے یہ گفتگو سنتی رہی تھی۔ جب وہ شخص خاموش ہو گیا تو جیولٹ نے کہا۔ "لیکن جناب! میں ایک ناچیز ہستی بھلا اتنے بڑے کام کے سلسلے میں کیا مدد کر سکتی ہوں؟"

"جنرل کیرانو کے بارے میں جو معلومات اکٹھا کی گئی ہیں ان کی روشنی میں ... تم یہ کام کر سکتی ہو۔ وہ شراب کا رسیا ہے، اس کے علاوہ سفید چمڑی والی خوبصورت لڑکیاں اس کی بہت بڑی کمزوری ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ اسے ایک مخصوص طرز کی لڑکیاں پسند ہیں اور تم اس کے معیار پر پوری اترتی ہو میڈم جیولٹ۔ ... نے تمہارا انتخاب بلاوجہ نہیں کیا تھا، اگر تم درمیان میں ... کی کوشش نہ کرتیں تو غالباً ہمیں اتنی مشکلات پیش نہ آتیں ... ہم اب تک اپنا مقصد حاصل کر چکے ہوتے۔ بہرحال، اب ... صورت میں جنرل کیرانو کو اپنے جال میں پھانسنا ہے۔ اس کے ... ایک شاندار منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ تمھیں بہت ہی حسین ... جنرل کیرانو کے سامنے لایا جائے گا۔ وہ شراب اور شباب ... سامنے سب کچھ بھول جاتا ہے۔ تم صرف اس کے دستخط چند کاغذ... پر لے لو، بعد کا سارا کام ہم لوگ خود کر لیں گے۔"

میں نے جیولٹ کے چہرے پر بدحواسی کے آثار ... تھے، وہ چند لمحے سکتے کی سی کیفیت میں بیٹھی رہی تھی۔ اس ... منہ سے دیر تک کوئی آواز نہیں نکل سکی پھر اس نے روہانسے ... میں کہا۔ "میں سمجھتی ہوں جناب کہ یہ کام میری بساط سے بہت ... ہے۔ جنرل کیرانو معمولی پائے کا انسان نہیں ہوگا۔ کیا میں اس ... عظیم شخص کو اپنے جال میں پھانس سکتی ہوں؟"

"اگر جنرل کیرانو حسن پرست نہ ہوتا میڈم جولی، تو پھر ... کو اس کام کے لیے منتخب نہ کیا جاتا لیکن اس کے بارے میں ... طرح تحقیقات کر لی گئی ہے۔ ہم اس کے لیے ایک منصوبہ ... کو پیش کر رہے ہیں جس کے تحت آپ اس کی منظور نظر بننے ... کامیابی حاصل کر لیں گی۔ کسی کو یہ شک بھی نہ ہونے پائے گا ... آپ آرگنائزیشن کے لیے کام کر رہی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ لوگ ... یہی سمجھیں گے کہ ایک شکاری لڑکی ہیں اور جنرل کیرانو کو شکار ... دولت سمیٹنا چاہتی ہیں۔"

"اگر آرگنائزیشن کا یہی فیصلہ ہے تو میں اس سے انحراف کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ میری طرف سے اس بات کو منظور ... سمجھیں۔ میں جس حد تک بھی ممکن ہو سکا اپنی ذمے داری پوری کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"آپ کی ذہانت سے ہمیں بڑی امیدیں ہیں میڈم جیولٹ۔ ... اپنے ساتھی کو جس طرح چاہیں استعمال کر سکتی ہیں یا اگر آپ اس دوران ... ہم سے اس بات کی خواہش مند ہوں کہ مسٹر علی کا خیال رکھا ... تو ہم اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ اس کام کی تکمیل کے بعد آپ ... مسٹر علی کے ساتھ واپس لندن یا کسی بھی ملک بھیج دیا جائے گا ... وہیں آپ اپنے معاوضے کے علاوہ اپنے اہل خاندان سے بھی ... گی۔ اس کے بعد آپ کو تقریباً چھ ماہ کی چھٹی دے دی جائے گی۔ ... آرگنائزیشن کی طرف سے وعدہ ہے۔"

جیولٹ کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا پھر اس نے ...

"فی الوقت میرے لیے کیا حکم ہے۔ کیا یہاں سے مجھے آپ کے ... کے مطابق آپ کے ساتھ چلے جانا ہوگا یا اس کے لیے مجھے کچھ وقت دیا جا سکتا ہے؟"

"آپ کی منظوری کی اطلاع آرگنائزیشن کے دوسرے ارکان کو دی جائے گی۔ اس دوران آپ ہوٹل سیزانو ہی میں قیام کریں۔ جس وقت بھی ضرورت ہوئی آپ سے رابطہ قائم کر لیا جائے گا۔"

"بہت بہتر۔" جیولٹ نے جواب دیا۔ اس کے بعد یہ چھوٹی سی میٹنگ برخاست ہو گئی۔ میں اس دوران ایک خاموش تماشائی بنا رہا تھا اور میں نے ان لوگوں کی گفتگو میں کوئی دخل دینے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ہمیں واپس ہوٹل سیزانو پہنچا دیا گیا۔ جیولٹ نڈھال نظر آ رہی تھی۔ واپس آنے کے بعد وہ اپنی مسہری پر گر پڑی اور اوندھے منہ لیٹ کر سسکنے لگی۔ میں بہت عجیب سے انداز میں سوچ رہا تھا۔ ابھی میں کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ ویٹر نے دروازے پر دستک دی اور اجازت ملنے پر اندر آ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں کافی کے برتن تھے۔

"جناب عالی کافی۔" اس نے کہا۔

"اس وقت؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہوٹل کی طرف سے مہمانوں کو یہ کافی سرو کی جاتی ہے۔"

ویٹر نے گردن خم کرتے ہوئے کہا اور کافی کی ٹرے ایک میز پر رکھ کر دو پیالیاں بنائیں پھر ایک مجھے پیش کی اور دوسری جیولٹ کے نزدیک لے گیا۔ "میڈم پلیز!" اس نے کافی کی پیالی جیولٹ کے نزدیک رکھی اور پھر گردن خم کر کے واپس چلا گیا۔

میں نے کافی کے چھوٹے چھوٹے دو گھونٹ لیے اور پھر جیولٹ سے کہا۔ "جیولٹ! خود کو سنبھالو، کیا حماقت ہے۔ ہر مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ہوتا ہے۔ ہم اس کا بھی کوئی حل نکال لیں گے۔ چلو کافی پیو۔ میرا خیال ہے کافی تمھیں سکون دے گی۔"

جیولٹ نے گردن اٹھائی، سرخ آنکھوں کو رومال سے صاف کیا اور پھر کافی کی پیالی اٹھا کر بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ بجھا بجھا سا تھا۔ اسے دیکھ کر میں کچھ الجھن میں پڑ گیا۔ کیا اس معیار کی اداکاری آسانی سے کی جا سکتی ہے؟ اس لڑکی کے انداز میں ابھی تک کوئی جھول نظر نہیں آیا تھا۔ بعض اوقات تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ کہیں میں نے خود ہی کوئی غلط تصور تو قائم نہیں کر لیا ہے۔ ذہن بڑا عجیب سا ہو رہا تھا۔ دفعتاً میں نے جیولٹ کے ہاتھ سے کافی کی پیالی گرتے ہوئے دیکھی اور میں جلدی سے اپنی پیالی رکھ کر چونک کر کھڑا ہو گیا۔ شاید جیولٹ کو چکر آ گیا تھا۔ کافی میز پر گر گئی تھی۔ پیالی گرنے کی آواز سنتے ہی ویٹر جلدی سے اندر آ گیا اور ہاتھ میں پکڑے ہوئے ڈسٹر سے گری ہوئی کافی پھرتی سے صاف کرنے لگا۔ جیولٹ اونگھ سی گئی تھی اور پھر وہ ایک سمت لڑھک گئی۔ ویٹر نے کافی کی گری ہوئی پیالی اٹھا کر میز پر رکھی اور پھر جیولٹ کو اطمینان سے مسہری پر لٹا دیا پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے جناب! اس وقت اسے بے ہوش کرنا ضروری تھا۔" میں نے ویٹر کی آواز سنی تو میرا منہ تعجب سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

ویٹر سیاہ فام اور مقامی آدمی معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی آواز صرف اور صرف بڈ کی آواز تھی۔ یقینی طور پر یہ بڈ ہی تھا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہا۔

بڈ مسکرا کر بولا۔ "میں نے اس کمرے کا اچھی طرح جائزہ لے لیا ہے چیف! اس میں کوئی ڈکٹا فون وغیرہ نہیں ہے لہٰذا ہمارے لیے احتیاط کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔"

"بڈ! کیا یہ تم ہی ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"بہت معمولی سی بات ہے چیف! اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، میری جگہ جس ویٹر کو یہاں موجود ہونا چاہیے تھا وہ یہاں سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر ایک بہت ہی مناسب جگہ بے ہوش اور بندھا ہوا پڑا ہے۔ فی الحال چند گھنٹے مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے، مجھے تو صرف تم سے ملاقات کر کے اس بات کا اظہار کرنا تھا کہ میں اب تک تمھاری طرف سے غافل نہیں رہا ہوں بلکہ شاید یہ سن کے تمھیں مزید حیرت ہو کہ جس میٹنگ میں تم نے شرکت کی تھی میں وہاں بھی خفیہ طور سے موجود تھا اور میں نے میٹنگ میں ہونے والی تمام گفتگو ریکارڈ کر لی ہے۔"

یہ انکشاف میرے لیے انتہائی حیرت انگیز تھا کہ بڈ نے وہ گفتگو بھی ریکارڈ کر لی ہے۔ بڈ کی صلاحیتوں کا تو مجھے پہلے ہی اعتراف تھا لیکن یہ شخص اس قدر آگے نکل جائے گا، اس کی مجھے امید نہیں تھی۔ میں متحیرانہ انداز میں بڈ کو دیکھتا رہا۔

بڈ نے دروازے کے پاس جا کر باہر جھانکا اور پھر مطمئن انداز میں گردن ہلا کر واپس آ گیا۔ "میں تم سے اس موضوع پر کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں چیف!" اس نے میرے سامنے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"پہلے مجھے اس بات کا یقین ..." میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ج : ۱۶/- روپے

"چھوڑو چیف! وقت ضائع کرنے سے کوئی ... بڈ تمھارے سامنے موجود ہے اور تمھیں اس بات پر یقین کر لینا چاہیے۔"

"بڈ! گوٹے ہل کے بارے میں مجھے اس وقت معلوم ہوا تھا جب میں ایئرپورٹ پہنچ چکا تھا اور اس کے بعد میں گوٹے ہل آ گیا۔ آخر تمھیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ ہم لوگ گوٹے ہل

WWW.PAKSOCIETY.COM

جا رہے ہیں؟"

"اگر میں تمہارے سامنے مسلسل پیش گوئیاں کرتا رہتا چیف تو تم بھی اُن سے اُکتا جاتے، یہ حقیقت ہے کہ تمہاری روانگی سے کافی دیر پہلے مجھے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ تمہارا سفر گوٹے ہل کی جانب ہو گا۔"

"کس طرح؟" میں نے سوال کیا۔

"چیف! بڈ تمہاری دوسری آنکھ ہے، وہ خفیہ آنکھ جو ہر وقت کھلی رہتی ہے۔ بس اس سے زیادہ اور کیا کہوں۔ تم سے تھوڑے ہی وقت کے بعد میں بھی گوٹے ہل پہنچ گیا اور تمہارے اطراف میں بکھرے ہوئے لوگوں کو چیک کرنے لگا، بس وہی میرے معاون بنے۔"

"مجھ سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ تو تم کر رہے ہو بڈ، جب کہ میں تو صرف ایک لڑکی کی ذات میں اُلجھا ہوا ہوں۔"

"بڈ کو اس کا حقِ محنت مل گیا چیف، بس اب اس موضوع کو ختم کر دو۔ ویسے چیف اس میٹنگ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں تمہیں کچھ اور بھی بتانا چاہتا ہوں بڈ، ممکن ہے یہ بات بھی پہلے سے تمہارے علم میں ہو۔ گوٹے ہل کی موجودہ حکومت میری اور تہذیب مالکم ایکس کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ گوٹے ہل میں کچھ عرصہ قبل ایک انقلاب آیا تھا، جس میں موجودہ حکمران جنرل ٹیرس برسرِ اقتدار آیا اور اس کے اقتدار کے لیے میں نے بہت کام کیا تھا۔"

"او... یہ وہی معاملہ ہے نا چیف! جس میں اسرائیلی مفادات کو گوٹے ہل کی پہاڑیوں میں شدید نقصان پہنچا تھا اور تم نے یہاں اُس حکومت کو برسرِ اقتدار آنے میں مدد دی تھی جو فلسطینی مفادات کی حامی تھی۔"

"ہاں، یہ وہی گوٹے ہل ہے۔ تم نے اس بارے میں کہاں سُنا؟"

"تمہارے بارے میں جب گفتگو ہوتی ہے چیف تو تمہاری کہانیاں بڑے دلکش انداز میں سُنائی جاتی ہیں، وہ لوگ اعتراف کرتے ہیں کہ علی یار خان نے دُنیا کے مختلف ممالک میں فلسطینیوں کے مفادات کے لیے بے شمار کارنامے انجام دیئے ہیں۔ یوں سمجھو، تمہاری جو فائل تیار کی جاتی ہے اُس میں پورے خلوص کے ساتھ تمہاری کاوشوں کا اندراج کیا جاتا ہے مگر چیف! میں اس بات کو سُن کر بہت حیران ہوں بلکہ یوں سمجھ لو کہ اس بات نے میری خاموشی ... بھلا اتنے بڑے کام کے ...

"جنرل کیرالو چیف کہ میں ابھی تک اسی اُلجھن کا شکار تھا کہ روشنی ... گوٹے ہل میں تم سے کیا کام لینا چاہتے ہیں، وہ لڑکی جیولٹ کیوں تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے لیکن اب اس بات کا اندازہ ہُوا کہ وہ یہاں جو کچھ چاہتے ہیں اُس میں اُن کے لیے تم سے زیادہ

اہم اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں نے ٹیپ ریکارڈر پر جو گفتگو کی ہے اس سے یہ اندازہ ہُوا کہ یہاں معاملہ وزیرِ قدرتی ... اور معدنیات مسٹر آلڈس اور جنرل کیرالو کے درمیان ہے ... دونوں کی جنرل ٹیرس کے سامنے کیا حیثیت رہ جاتی ہے ... پانسہ پلٹ سکتے ہو اور چیف! اب یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ ... انتہائی خفیہ میٹنگ میں ایک غیر متعلق آدمی کی شمولیت کیسے ... لی گئی۔ کیا تم نے اس بات پر توجہ نہیں دی چیف؟ جیولٹ ... اجنبی دوست کو بھلا اس بات کی اجازت کیسے دی جا سکتی ... وہ آرگنائزیشن کی اس خفیہ میٹنگ میں شرکت کرے ... اس خفیہ میٹنگ میں تمہاری شرکت کا مقصد یہی تھا کہ تمام ... تمہارے سامنے پیش آئیں۔ تمام کہانی تمہارے سامنے آ جائے ... تم رضاکارانہ طور پر جیولٹ کو جنرل کیرالو سے بچانے کے لیے ... بڑھو۔ اس لڑکی کو ابھی موقع نہیں مل سکا ہے چیف! یہ تمہارے سامنے بڑی زبردست اداکاری کرے گی اور اس بات پر ... آپ کو بہت دُکھی ظاہر کرے گی کہ اس کی عزّت و آبرو داؤ پر ... دی گئی ہے۔ اب ایسے وقت میں تم ایک جانباز عاشق کے ... اپنی خدمات نہ پیش کرو تو کم از کم یہ بات اُن پر ضرور کُھل جائے گی کہ تم نے جیولٹ کو دل میں جگہ نہیں دی ہے۔"

"میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں بڈ لیکن ایک بار ... اندازہ بے حد ضروری ہے۔"

"وہ کیا چیف؟" بڈ نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھتے ہوئے ...

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ سارڈان کی پہاڑیوں میں جس ... وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے۔ تمہیں اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ معاملہ اولیو ہاورڈ سے تعلق رکھتا ہے ... یہودی کتا میرے ہاتھوں گوٹے ہل میں کھائے ہوئے اپنے زخم ... تک چاٹ رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم نادانستگی میں اس کی کسی ... گہری چال کا شکار ہو کر جیتی ہوئی بازی ہار بیٹھیں۔ جیولٹ تو کیا ... مجھ سے انتقام لینے کے لیے اپنے آپ کو داؤ پر لگا سکتا ہے ... سازش کے پس پردہ اگر کوئی اور بات ہے تو ہمارا اُس سے آگاہ ... ضروری ہے۔ اگر معاملہ واقعی ان پہاڑیوں سے کسی خاص قسم کی ... کو نکالنے کا ہے تو میرے خیال میں مجھے یہ کام کرنے میں کوئی عار ... ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس طرح میں کم از کم اس بات کا اظہار کر سکوں ... کہ میں تنظیم سے برگشتہ ہو گیا ہوں اور اب اس کے لیے کام کرنے ... کے بجائے دوسرے کاموں کو ترجیح دیتا ہوں۔ اس بات کا ... یقین ہو جائے گا کہ میں نے جیولٹ کو تہذیب مالکم ایکس کی ... دے دی ہے۔ ویسے ذاتی طور پر میں تمہیں یہ بتا دوں بڈ کہ جیولٹ ... سے مجھے نفرت ہے بے پناہ نفرت... اور اب یہ نفرت ...

... کے ساتھ کہ اس جیسی بے کردار لڑکی تہذیب ... کا کردار ادا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"ارے نہیں نہیں چیف! اس انداز میں زیادہ نہ سوچو، تمہارا ... جیولٹ سے والہانہ لگاؤ ہی تو اولیو ہاورڈ کو احمق بنائے گا۔ یوں ... سمجھو کہ اس لڑکی کو برداشت کر کے تم اولیو ہاورڈ پر ایک اور کاری ... ضرب لگانے کی کوشش کر رہے ہو اور پھر مسئلہ میڈم مالکم ایکس ... کے حصول کا ہے۔ اس کے لیے ہمیں بہت سی قربانیاں دینا پڑیں ... اپنے جذبات کو قطعی طور پر نظر انداز کر دینا پڑے گا۔ میری تو ... یہی ہے چیف کہ اس بار تم اولیو ہاورڈ کا زیادہ سے زیادہ ... قرب حاصل کر لو۔ اُسے اعتماد میں لے لو اور پھر دیکھو کہ وہ تم سے ... چاہتا ہے۔ یہ بات بھی میں کہہ سکتا ہوں کہ اولیو ہاورڈ تمہیں ختم ... نہیں کرنا چاہتا۔ تمہاری موت اُس کے مقاصد کی تکمیل نہیں کرتی۔ ... شاید خود بھی یہ فیصلہ نہ کر پایا ہو کہ اتنے نقصانات کے بعد تم سے ... کس طرح انتقام لیا جائے۔ تمہاری موت اس کے انتقام کی تکمیل ... نہیں کرتی چنانچہ اس کے ارادوں کو جاننے کے لیے یہ ضروری ہے ... کہ اس بار تم انہی راستوں پر چلو جن کی نشاندہی وہ کرتا جا رہا ہے۔ ... بڈ کی ناقص رائے تو یہی ہے۔"

بڈ نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ واقعی اگر اس بار اولیو ہاورڈ کی قربت حاصل کر لی جائے تو کیا ہرج ہے؟ میں تنظیم سے برگشتگی کا اظہار تو کرتا ہی رہا ہوں۔ اولیو ہاورڈ کو کم از کم اس بات پر یقین آ گیا ہے کہ میں ذہنی طور پر تنظیم سے بہت اختلاف کرنے لگا ہوں اور اب اس کے لیے کچھ کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ ممکن ہے اولیو ہاورڈ کا اعتماد حاصل کرنے کے بعد مجھے کچھ ایسے پوائنٹ مل جائیں جو اُن بے خانماں لوگوں کے لیے کارآمد ہوں۔ چنانچہ میں نے مسکرا کے بڈ کی بات سے اتفاق کر لیا۔

"بڈ! تم سارڈان کی پہاڑیوں کے بارے میں حقائق معلوم کرو اور مجھے رپورٹ دو۔" میں نے کہا۔

"میں سارڈان کی پہاڑیوں کے بارے میں تمہیں مکمل تفصیلات فراہم کروں گا چیف اور تم اپنا یہ کام شروع کر دو۔ میرا خیال ہے فوراً ہی وہ لوگ تمہیں جنرل ٹیرس کے پاس نہیں بھیج دیں گے۔ اس میں ابھی کچھ وقت لگے گا۔" پھر بڈ نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔ "بس چیف! اطمینان سے اپنا کام شروع کر دو۔ میں اپنا کام شروع کرتا ہوں، جاؤں؟"

"احتیاط رکھنا بڈ، تم میری زندگی کا ایک حصّہ بن چکے ہو بلکہ فی الحال تو تم میرے دونوں بازوؤں کی حیثیت رکھتے ہو۔"

"... چیف! اور ہاں سُنو! کافی کی یہ پیالی تم بھی ختم کر دو اور تمہیں بستر پر نہیں ہونا چاہیے۔ یہ کافی دیر تک ہوش

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے

ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

باتصویر

ہپناٹزم کی جدید تحقیقات

قیمت ۳۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۶ روپے

اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پُورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے ۱۶/- روپے

ملنے کا پتہ

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۰۴۰ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نہیں آئے گی لیکن ممکن ہے' اس کی اعصابی قوتیں کچھ زیادہ ہوں اور صبح سے پہلے یہ ہوش میں آجائے۔ چنانچہ بہتر ہے یہ رات تم بھی قالین پر ہی گزار دو اور صبح اس سے اس بات کا اظہار کرو کہ تم بھی کافی پی کر بے ہوش ہو گئے تھے۔"

میں نے ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلا دی، یہ بڈ تو قیامت ڈھا رہا تھا، وہ مجھے خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گیا اور میں ایک جگہ بیٹھ کر بڈ کی تمام گفتگو پر غور کرنے لگا۔ بڈ نے درحقیقت میری عقل ٹھکانے لگا دی تھی لیکن اس نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی کام کی بات ہی تھی اور میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب میں اولیو ہارورڈ کے بتائے ہوئے راستوں پر چلوں گا اور اُس کی شہ رگ تک پہنچوں گا بس ایک بار تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں معلوم ہو جائے ممکن ہے اولیو ہارورڈ کسی مرحلے پر مجھے خود ہی تہذیب مالکم ایکس ... کی کوشش کرے۔ بشرطیکہ اُس کے ذہن میں کوئی اور خوفناک منصوبہ نہ ہو۔ ویسے بھی بہ ظاہر یہ معاملہ کسی بھی طور تنظیم آزادیٔ فلسطین سے متعلق نہیں تھا، اگر ان کے مفادات کو کوئی نقصان پہنچتا تو شاید میں کسی بھی قیمت پر یہ کام انجام نہیں دے سکتا۔ بالآخر اس فیصلے نے مجھے مطمئن کر دیا تھا اور پھر بقیہ کام بڈ کی خواہش ... مجھے نیند ...

مجھے خود جیولٹ نے جھنجوڑ جھنجوڑ کر جگایا تھا۔ اُس نے میرے منہ پر پانی کے چھینٹے بھی مارے تھے اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔ جیولٹ پریشان نظر آ رہی تھی۔ اُس نے مجھے سہارا دے کر اُٹھایا اور پھر بولی "یہ سب کیا ہے علی؟" اُس کے چہرے سے حیرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

"کہاں جیولٹ؟" میں نے سوال کیا۔

"تمھیں احساس ہے کہ تم رات بھر فرش پر پڑے رہے ہو۔"

"رات بھر! کیا وقت ہو گیا؟" میں نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"... سورج نکل آیا ہے، سات بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں علی۔" جیولٹ پریشان لہجے میں بولی۔

"تو پھر؟" میں نے بہ دستور حیرت سے کہا۔

"اوہ! شاید تمھیں رات کے واقعات یاد نہیں آ رہے۔ میرا خاموش ہو لیا۔ ہم لوگ ... واپس آئے تھے، کافی پی تھی ہم نے بھلا اتنے بڑے کام کے بعد ... نہیں رہا، یہ دیکھو، تمھاری کافی کی پیالی ... جنرل کیرانو ... ہے اور میری بھی، پتا نہیں یہ کیوں ہوا علی؟ کس روشنی ... میں نے بہت ذہن دوڑایا ہے لیکن میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔"

میں متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا اور پھر میں نے کہا "واقعی، واقعی! جیولٹ اب مجھے یاد آ رہا ہے۔ ہم لوگ کافی ہی تو پی رہے تھے۔"

"ہاں اور وہ کافی ہم نے نہیں منگوائی تھی، بلکہ ویٹر لایا تھا۔"

"ہاں اور اُس نے کہا تھا کہ یہ موسم کافی کے لیے بہتر ہے اور یہ کافی ہوٹل کی جانب سے پیش کی جا رہی ہے۔"

"ہاں، بالکل... بالکل۔" اُس نے گردن ہلاتے ہوئے ... میں اُٹھ کر مسہری پر بیٹھ گیا۔ جیولٹ بہت پریشان نظر آ رہی تھی۔

چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد اُس نے کہا "وہ اور کیا چاہتے تھے؟ ظاہر ہے اب تو ہم اپنے ساتھیوں سے مفاہمت کر چکے ہیں، اب اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"ممکن ہے جیولٹ، تمھاری تنظیم کے افراد بھی ہم پر نظر رکھتے ہوں۔ ممکن ہے اُنھوں نے ہمارے سامان وغیرہ کی تلاشی لی ہو۔"

"لیکن اس طرح! مجھے تعجب ہے!"

"میں بھی سخت حیران ہوں جیولٹ... سخت حیران ہوں میں بھی۔" میں نے کہا اور جیولٹ ایک کراہ کے ساتھ اُٹھ گئی۔

"میرا تو سر ابھی تک چکرا رہا ہے، پتا نہیں کمبختوں نے کافی میں کیا ملا دیا تھا۔ میں ذرا باتھ روم میں ہو آؤں علی۔"

"جاؤ، اس کے بعد میں بھی غسل کرنا چاہتا ہوں۔"

جیولٹ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد غسل خانے سے برآمد ہوئی، وہ کسی قدر بہتر نظر آ رہی تھی۔ میں اُس پر توجہ دیے بغیر اندر چلا گیا۔ اس کے بعد میں نے بھی غسل کر لیا۔

"اب تو یہ ہوٹل مجھے مشکوک نظر آنے لگا ہے، کیا ضروری ہے ہم سیزانو ہی میں قیام کریں یا پھر میں اس بات کی اطلاع اُن کو دوں؟" وہ بولی۔

"جیسا تم مناسب سمجھو، میں تو اب تمھارے ساتھ ہی ساتھ اُٹھ رہا ہوں، مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

جیولٹ کچھ سوچتی رہی پھر اُس نے کہا "پہلے ناشتا، اس کے بعد اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کریں گے لیکن نہ جانے اب مجھے یہاں خوف محسوس ہونے لگا ہے، وہ کون لوگ یہاں ہمارے نگراں ہیں؟"

"بہ ظاہر تو تمھارے اپنے ساتھیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔" میں نے کہا "بہرحال، ناشتا منگوالو، ظاہر ہے وہ زہر نہیں دینا چاہتے، اس کے لیے پچھلی رات ہی کافی ... اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی تھی۔"

جیولٹ نے گردن ہلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمارے سامنے ناشتا آگیا لیکن ہم دونوں ہی مطمئن نہیں تھے۔ میں تو صرف اداکاری کر رہا تھا لیکن جیولٹ کے بارے میں، میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ پریشان ہو گئی ہے۔

ناشتے کے بعد اُس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا "نہیں ٹھیک ہے، ہم خاموش رہیں گے۔ اس سلسلے میں ہمیں کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہیے۔ علی! یہ حقیقت ہے کہ میری زندگی یہیں تک تھی۔ ... زندگی کے راستے پر آئندہ بھی تمھارا ساتھ دے سکتی۔ میری تو یہی کاوش میں خواہشات تھیں علی کہ میں تمھاری اتنی خدمت کروں، اتنی خدمت کروں کہ تمھارے دل سے تہذیب مالکم ایکس نکل جائے لیکن تقدیر شاید مجھے اس کا موقع نہ دے۔ حالات مجھے اب ایک ایسے ہی موڑ پر لے آئے ہیں۔" پھر وہ ہنس پڑی۔ ایک اُداس ہنسی تھی اس کی۔ میں نے اُس کی اداکاری کی داد دی۔ "ظاہر ہے سب لوگ تہذیب مالکم ایکس کی طرح خوش نصیب نہیں ہو سکتے، وہ تمھارے سینے میں زندہ ہے، اس دنیا میں نہیں ہے تو کیا ہوا لیکن میں اس دنیا میں ہوں گی لیکن تمھارے دل میں نہیں۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو جیولٹ! کیا ہو گیا تم کو؟" میں نے کہا۔

"اب ان باتوں کے سوا اور رہ بھی کیا گیا ہے علی۔" وہ افسردگی سے بولی "مجھے بتاؤ، مجھے کس حیثیت سے جنرل کیرانو کے پاس بھیجا جا رہا ہے۔ کیا تمھارے خیال میں جنرل کیرانو میری پوجا کرے گا؟ نہیں علی، تم یقین کرو۔ میں بہت آزاد ماحول کی لڑکی ہوں، میں نے مجرموں کے درمیان زندگی گزاری ہے لیکن میں بے کردار و بے عزت نہیں ہوں علی۔" اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور میں حیرت سے اُس کی اداکارانہ صلاحیتوں کو دیکھتا رہ گیا۔

"جیولٹ!... جیولٹ ڈیئر! کیسی باتیں کر رہی ہو تم۔ حوصلہ رکھو، ابھی کیا ہوا ہے، کچھ نہیں بگڑا ابھی۔ ہم کوئی صورت نکال لیں گے اس مسئلے کے حل کے لیے۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں علی! میری اور تمھاری دنیا یہیں تک محدود تھی۔ خدا حافظ! خدا حافظ علی۔" جیولٹ نے کہا اور سسکیاں لینے لگی۔ اس نے اُس کام کا آغاز کر دیا تھا جو اُسے کرنا چاہیے تھا۔

میں نے آہستہ سے کہا "جیولٹ، تم نے مجھے اپنی محبت دی ہے۔ تمھاری صورت اُس لڑکی کی صورت ہے جو میرے لیے بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ لہٰذا میں تمھیں کسی عذاب سے دوچار نہیں ہونے دوں گا، میں تمھیں اس مشکل سے نکالنے کی پوری کوشش کروں گا۔ اطمینان رکھو، مجھ پر یقین کرو۔ میں تمھیں اس مصیبت میں نہیں پھنسنے دوں گا۔"

جیولٹ آنسو بھری آنکھوں سے میری طرف دیکھنے لگی اور پھر بولی۔

"مگر کیسے علی، کیسے؟"

"سنو! تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک اور میٹنگ کا بندوبست کر لو، میں انھیں بتاؤں گا کہ یہ کام کس طرح کیا جا سکتا ہے، اس میں تمھیں جنرل کیرانو کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔"

"مگر کیسے علی، پلیز، مجھے بتاؤ۔ بیشک میری وجہ سے انھوں نے تمھیں بھی اہمیت دی ہے اور تمھیں ہر طرح کی آسانیاں فراہم کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن وہ اچھے لوگ بہرحال نہیں ہیں۔ مجھے تو خود تعجب ہے کہ انھوں نے تمھیں کس طرح برداشت کر لیا۔ تم اُن سے کیا کہو گے علی؟... کوئی چالاکی کوئی سازش ہمارا ساتھ نہیں دے سکتی۔ اب تو ہمارے ہاتھ کٹ چکے ہیں۔ ہمیں وہی سب کچھ کرنا پڑے گا جو وہ چاہتے ہیں۔"

"میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا جیولٹ۔ تم اُن سے رابطہ قائم کر کے کہو کہ میں انھیں کچھ خاص باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے ایک میٹنگ اور ضروری ہے۔"

سسپنس، جاسوسی، ایڈونچر اور خوفناک کہانیوں کا بہترین انتخاب
ان کہی کہانیاں
قیمت: ۴۰/- روپے
ڈاک خرچ: ۱۶/- روپے
شکیل انجم کی ان تمام کہانیوں کا بے مثال انتخاب جنھیں مختلف ڈائجسٹوں نے اوّل انعام کا مستحق قرار دیا ____ آج ہی طلب فرمائیں۔
کتابیات پبلی کیشنز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کہیں وہ اس بات پر ناراض نہ ہو جائیں؟" اس نے اندیشہ ظاہر کیا۔

"اگر ایسا ہوا تو پھر جو تمھارا دل چاہے کرنا لیکن میری یہ خواہش اُن تک پہنچا تو دو۔"

"ٹھیک ہے، میں اس سلسلے میں اُن سے بات کیے لیتی ہوں۔" جیولٹ نے کہا۔

اُس کے بعد وہ ٹیلی فون کے نزدیک پہنچ گئی۔ ٹیلی فون پر اُس نے وہی سب کچھ کہا جو میں نے اُس سے کہا تھا۔ اور چند ہی لمحات کے بعد وہ ٹیلی فون رکھ کر میری طرف مُڑی۔

"ٹھیک ہے علی، تھوڑی دیر کے بعد وہی سرخ گاڑی دوبارہ یہاں پہنچ جائے گی، انھوں نے ہمیں طلب کیا ہے۔"

میں نے گردن ہلا دی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ لوگ اس بات کے منتظر ہی ہوں گے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ تیار ہو کر نیچے اتر آئے۔ سرخ مرسڈیز ہمارا انتظار کر رہی تھی اور پھر دوسری بار ہم اُسی عمارت میں داخل ہو گئے جہاں پہلی میٹنگ ہوئی تھی۔ وہی تینوں افراد میٹنگ ہال میں موجود تھے۔ انھوں نے حسبِ معمول سپاٹ چہروں سے ہمارا استقبال کیا۔ بقیہ دو کرسیاں مسلسل خالی پڑی ہوئی تھیں۔ چنانچہ ہم اُن پر بیٹھ گئے۔

"کہو میڈم جیولٹ، کوئی اور منصوبہ تمھارے ذہن میں آیا ہے یا اس سلسلے میں کچھ معلومات درکار ہیں؟"

"میرے دوست مسٹر علی آپ سے اس موضوع پر کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔" جیولٹ نے کہا۔

"اس موضوع پر؟" اُسی شخص نے کہا، جو اس سے پہلے جیولٹ سے گفتگو کرتا رہا تھا۔

"ہاں۔ میں اس موضوع پر آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"فرمائیے۔"

"آپ لوگ سارڈان کے علاقے میں کان کنی کا ٹھیکا لینا چاہتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"تمام گفتگو آپ کے سامنے ہی ہوئی تھی مسٹر علی، آپ نے یقیناً سب کچھ ہی سُنا ہوگا۔ لہٰذا دُہرانے سے فائدہ؟"

"فرض کیجیے جیولٹ اس سلسلے میں کامیاب نہ ہو سکی تو آپ لوگ کیا کریں گے؟"

"امکان نہیں ہے اس بات کا، تاہم اگر ایسا ہو گیا تو پھر دوسری کوئی کوشش کی جائے گی۔ ہم نے کئی کارڈ اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں۔"

"میں آپ کو ایک پیش کش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ میں یہ ٹھیکا آپ کو دلوا دوں گا۔ جیولٹ کو جنرل کیرانو کے پاس بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آپ!" اس شخص نے پہلے چونک کر مجھے دیکھا، دونوں ساتھیوں کی طرف، پھر جیولٹ کی طرف۔ اور پھر ہلا کر بولا۔ "مسٹر علی! آپ شاید ہم لوگوں کے ساتھ کوئی مذاق کر رہے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں آپ کو جیولٹ مشورہ ضرور کر لینا چاہیے تھا۔ ہم لوگ اس سنجیدہ مسئلے مذاق نہیں پسند کرتے۔"

"ایک منٹ۔" میں نے انگلی اُٹھا کر کہا۔ "آپ کو بات سے غرض ہے کہ سارڈان کی اُن پہاڑیوں میں کان آپ کو ملنا چاہیے۔ یا اس کے علاوہ بھی آپ اس سلسلے اور چاہتے ہیں؟"

"نہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان پہاڑیوں سے جو دھا جائے وہ ہماری ملکیت ہو۔"

"تو پھر یہ کام میں کر دوں گا۔"

"لیکن کس طرح؟ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں اس بات کا خطرہ قطعی مول نہیں لے سکتے کہ تجربات کر یہ کام کس طرح کر سکتے ہیں جناب آپ کی شخصیت کے بار ہمیں بہت زیادہ معلوم نہیں ہے لیکن کم از کم کچھ تو پتا چلے کہ آپ کس بنیاد پر یہ بات کہہ رہے ہیں؟"

"اس بنیاد پر مسٹر کہ جنرل ٹیرس میرا دوست ہے۔"

"کون جنرل ٹیرس؟" اُس شخص نے سوال کیا۔

"گوٹے ہل کا موجودہ سربراہ۔" میں نے جواب دیا۔ اُن کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کمبخت سارے کے سا تھیٹر کے اداکار معلوم ہوتے تھے۔

چند لمحے خاموشی رہی پھر اُس شخص نے کہا۔ "کیا آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں مسٹر علی؟"

"میں طویل گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ آپ نے جو منصوبہ ہے اُسے آپ بالکل کینسل کر دیں۔ میں جنرل ٹیرس سے کروں گا اور اُس کے بعد بہت مختصر وقت میں آپ کو ٹھیکے کے کاغذات مل جائیں گے۔ اس سے زیادہ میں آپ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"

"اگر کسی طرح آپ کی پہنچ جنرل ٹیرس تک ہے تو کہنا چاہیے کہ ہمارے سارے مسائل حل ہو جائیں گے لیکن کچھ ایسی عجیب ہے کہ آسانی سے ذہن اسے قبول نہیں بہرحال، آپ جنرل ٹیرس سے کب ملاقات کریں گے اور فیصلہ کتنے دن میں ہو جائے گا؟"

"جس قدر جلد ممکن ہو سکا۔" میں نے جواب دیا۔

"ایک سوال میں کر سکتا ہوں؟" دوسرے آدمی نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی فرمائیے۔" میں نے کہا۔

"کل کی میٹنگ میں آپ نے یہ پیش کش نہیں کی تھی؟"

"کیا یہ ضروری تھا؟ ایک بات آپ لوگ بھی سُن لیجیے کہ یہ سب کچھ میں جیولٹ کے لیے کر رہا ہوں۔ نہ مجھے اس سلسلے میں آپ سے کوئی معاوضہ درکار ہے اور نہ میں آپ پر احسان کر رہا ہوں۔ جیولٹ سے میرا گہرا تعلق ہے اور میں کسی قیمت پر یہ نہیں پسند کروں گا کہ جیولٹ کی زندگی جنرل کیرانو کے ہاتھوں تباہ ہو جائے۔ آپ لوگ مجھ سے معاہدہ کریں گے کہ جیولٹ کے ساتھ آپ نے جو کچھ کیا ہے، کان کنی کا ٹھیکا ملنے کے ساتھ ہی آپ اُس کا ازالہ کر دیں گے۔ اس کے اہلِ خاندان کو اسی جگہ گوٹے ہل میں اس کے حوالے کرنا ہوگا آپ کو اور اس کے بعد آپ اسے اس آرگنائزیشن سے آزاد کر دیں گے۔ میں جیولٹ کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا اور جہاں بھی مناسب سمجھوں گا زندگی بسر کروں گا۔ لیکن اگر آپ لوگوں نے بدعہدی کی اور اس معاہدے کی تکمیل نہیں کی تو اس بات کو ذہن میں رکھیے کہ کان کنی کا وہ ٹھیکا نہ صرف کینسل ہو سکتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی گوٹے ہل میں آپ کے لیے مصیبتوں کا طوفان آ جائے گا۔"

"جیولٹ کے سپرد جو کام کیا گیا تھا، وہ بس اتنا ہی تھا اور چونکہ آپ اس کے لیے کام کر رہے ہیں اس لیے ہم اُس معاہدے کے پابند رہیں گے جو جیولٹ سے کیا گیا ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ لوگ بالکل مطمئن رہیں۔ میں کل تک جنرل ٹیرس سے رابطہ قائم کر لوں گا۔ اس دوران جیولٹ آپ کے پاس میری امانت کے طور پر رہے گی اور میں جب بھی چاہوں گا، اسے طلب کر سکوں گا۔"

"بالکل ٹھیک ہے مسٹر علی لیکن کیا آپ خود جا کر جنرل ٹیرس سے ملیں گے؟"

"ہاں۔"

"بہت بہتر۔ ہمارا ایک نمائندہ وہاں موجود ہے اُسے آپ کے بارے میں مکمل اطلاعات دے دی جائیں گی۔ وہ آپ سے ملاقات کرے گا اور تمام صورتِ حال سے ہمیں آگاہ کرتا رہے گا۔ آپ بھی اُس سے مل سکتے ہیں، لیکن پلیز، ہمارے آدمی کی حیثیت کا خاص طور سے خیال رکھیے۔ اگر مس جیولٹ کو آپ نے اپنی امانت کے طور پر ہمارے سپرد کیا ہے تو پھر ہمارا راز بھی ہماری امانت ہے آپ کے پاس۔ مسٹر جیمس مورے وہاں ہمارے نمائندے ہیں اور جنرل ٹیرس کے ایک خصوصی مشیر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ اُسی کے محل میں وہ آپ سے ملاقات کریں گے آپ اُنھیں تمام صورتِ حال سے آگاہ رکھیے گا۔"

"ٹھیک ہے، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ویسے مسٹر علی، اگر آپ نے ہمارا یہ کام کر دیا تو آرگنائزیشن ذاتی طور پر بھی آپ کی شکر گزار ہوگی۔ ہمارے لیے یہ کام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔"

"بس اس سے زیادہ مجھے کچھ اور نہیں کہنا تھا۔" میں نے جواب دیا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

اُسی سرخ مرسڈیز سے ہمیں واپس ہوٹل بھیج دیا گیا۔

جیولٹ کے چہرے پر بے پناہ مسرتیں کھلی ہوئی تھیں۔ اُس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔ "علی! یہ سب کچھ میری توقع کے خلاف ہے۔"

"تم یہ بتاؤ، میری غیر موجودگی میں ان لوگوں کے ساتھ مطمئن رہو گی؟"

"ہاں، بالکل۔ تم نے میرا مان بڑھا دیا ہے۔ بہت بڑی حیثیت دے دی ہے مجھے۔ اب یہ لوگ میرے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کر سکیں گے۔"

میں نے پھر اس موضوع پر جیولٹ سے زیادہ گفتگو نہیں کی تھی۔ جیولٹ ہی کے ذریعے میں نے اُن لوگوں کو ایک بار پھر پیغام بھجوایا کہ مجھے گوٹے ہل کے دارالحکومت پہنچانے کا بندوبست کر دیا جائے۔ وہی سرخ مرسڈیز میرے لیے بھیج دی گئی تھی۔ میں نے ہوٹل میں جیولٹ کو خدا حافظ کہا اور اُس کے بعد مرسڈیز میں بیٹھ کر چل دیا۔

ڈرائیور خاموشی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ کافی طویل سفر تھا اور اب میں اپنے مشن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ پہلے کسی سلسلے میں کام کرتے ہوئے میرے دل میں یہ تصور رہتا تھا کہ یہ کام میں تنظیم کے مفادات کے لیے کر رہا ہوں۔ بڑا عزم، بڑا حوصلہ ہوتا تھا لیکن اس بار یہ سب کچھ میں تنظیم کے لیے نہیں کر رہا تھا بلکہ میرے ذہن میں تہذیب تھی۔ پتا نہیں بے چاری کس حال میں ہو گی۔

گوٹے ہل کے خوبصورت مناظر میری نگاہوں کے سامنے سے گزرتے رہے۔ سفر کافی طویل تھا، میں جنرل ٹیرس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اُس کی شخصیت کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ مجھے علم تھا کہ مجھے اچانک دیکھ کر وہ کتنا مسرور ہوگا۔ ایک طویل سفر کے بعد مرسڈیز گوٹے ہل کے دارالحکومت میں داخل ہو گئی اور میں نے ڈرائیور سے شاہی محل کی طرف چلنے کے لیے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

شاہی محل کی آن بان حسبِ سابق تھی، کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ مجھے محل کے دروازے پر اتار دیا گیا۔ ڈرائیور نے مجھ سے پوچھا کہ اُس کے لیے کیا حکم ہے؟ میں نے اُسے جواب دیا کہ اب وہ واپس جا سکتا ہے۔ باقی معاملات میں خود ہی دیکھ لوں گا۔ ایک بہت خوبصورت ہال نما کمرے میں شاہی محل سے متعلق امور کی انجام دہی کی جاتی تھی۔ اسے ریسپشن بھی کہا جا سکتا تھا۔ کئی سیاہ فام مرد اور چند لڑکیاں وہاں اپنے اپنے کاموں میں منہمک تھے۔ میں مہمانوں کی گیلری میں جا بیٹھا اور میں نے اپنا نام لکھ کر اندر بھجوا دیا۔

تقریباً پانچ منٹ کے بعد مجھے طلب کر لیا گیا۔ جس شخصیت کے سامنے میں پہنچا تھا وہ ایک پُر وقار قسم کی تقریباً تیس، تینتیس سالہ عورت تھی۔ سیاہ فام ہونے کے باوجود اُس کا چہرہ دلکش تھا۔ اُس نے ایک خلیق مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا اور مجھے بیٹھنے کی پیش کش کی۔

"جی فرمائیے! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟"

"میں جنرل ٹیرس سے ملاقات کرنے کا خواہش مند ہوں۔" میں نے جواب دیا اور سیاہ فام عورت چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ شاید کوئی بھی براہِ راست ٹیرس سے اس طرح ملاقات نہ کر پاتا ہو۔

پھر اُس نے نرم لہجے میں کہا۔ "شاید آپ غیر ملکی ہیں۔ یہی اندازہ ہوتا ہے مجھے۔ جنرل ٹیرس اس وقت دورے پر ہیں اور ایک نزدیکی ریاست گئے ہوئے ہیں۔ تین دن سے قبل اُن کی واپسی ممکن نہیں ہے۔ آپ کا یہ پیغام . . ."

"ایک منٹ میڈم! ایک منٹ۔" میں نے کہا اور وہ رُک گئی۔

"جی فرمائیے؟"

"کیا میڈم براؤن بھی موجود نہیں ہیں؟ میری مراد کیتھی براؤن سے ہے؟"

"جی ہاں . . . وہ تو موجود ہیں، لیکن کیا . . ." وہ کچھ کہتے کہتے ہچکچا کر رہ گئی۔

"اگر آپ کسی ذریعے سے میڈم کیتھی براؤن سے رابطہ قائم کر سکیں تو میں ان سے بات کرنا چاہوں گا۔"

"ایک سوال کرنے کی جسارت کر سکتی ہوں؟" وہ بولی۔

"ضرور، کیوں نہیں۔" میں نے فراخ دلی سے کہا۔

"کیا آپ کا جنرل سے براہِ راست کوئی تعلق ہے؟"

"جنرل مجھے اپنے دوستوں میں شمار کرتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوں۔ تب میں میڈم سے ابھی رابطہ قائم کر کے آپ کے لیے ہدایت لے لیتی ہوں۔" اُس نے کہا اور پھر وہ وہاں سے اُٹھ کر دوسری میز پر پہنچ گئی جہاں انٹرکام رکھا ہوا تھا۔

اُس نے چند لمحے انٹرکام پر مختلف جگہوں سے رابطہ ... اور پھر شاید اس کا رابطہ کیتھی براؤن کے کمرے سے ہوگیا۔ میں ... کر اُس کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے ایک نگاہ مجھے دیکھ ... انتظار کرتی رہی۔ غالباً کیتھی براؤن فوراً ہی ریسیور تک نہیں آ...

"معافی چاہتی ہوں میڈم۔" اچانک وہ چونک کر بولی۔ "... صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے پہلے جنرل سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی اور جب میں نے انھیں بتایا کہ جنرل دورے پر ہیں تو انھوں نے آپ کا نام لیا، وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" ... طرف سے نہ معلوم کیا کہا گیا۔ جواب میں وہ پھر بولی۔ "وہ میرے پاس موجود ہیں۔ اگر پسند فرمائیں تو اُن سے گفتگو کر لیں۔"

ایک لمحے بعد انٹرکام کا ریسیور میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے ماؤتھ پیس میں ...

"ہیلو میڈم کیتھی براؤن۔"

"ہیلو، میں آپ کو پہچان نہیں سکی جناب۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"میرا نام علی یار خان ہے، شاید آپ کے ذہن کے کسی گوشے میں محفوظ ہو۔"

"کیا!" کیتھی براؤن کی آواز چونکی ہوئی تھی۔

"جی ہاں، علی یار خان۔ بیروت سے آیا ہوں۔"

"علی . . . علی . . . کیا . . . کیا؟" شاید حیرت کی زیادتی نے اُسے ہکلانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"جی ہاں، میں علی ہوں، علی یار خان۔" میں نے بدستور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میرے خدا! میرے خدا!" ایک لمحے کے لیے لائن بے جان ہو گئی پھر اس نے کہا کہ میں ریسیور اسی عورت کو دے دوں۔

"یس میڈم . . . جی بہتر . . . بالکل، بالکل . . . آپ فکر نہ کریں۔" پھر اس نے بڑے گھبرائے ہوئے انداز میں ریسیور دوبارہ میرے حوالے کر دیا۔

"ہیلو علی، ہیلو۔"

"جی میڈم کیتھی براؤن۔"

"فوراً آجاؤ پلیز، فوراً آجاؤ۔ اس تصور نے مجھے پاگل کر دیا ہے کہ تم آئے ہو۔ میں اب کوئی بات نہیں کروں گی علی، فوراً آجاؤ، فوراً آجاؤ۔" کیتھی براؤن کے لہجے میں بڑا جوش تھا جسے ریسپشنسٹ نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ بہرطور اُسے ہدایات بھی مل چکی تھیں۔ وہ فوراً ہی انٹرکام بند کر کے دوڑ گئی۔

ایک خوبصورت گاڑی مجھے لے کر چل پڑی۔ حالانکہ چند قدم کا فاصلہ تھا لیکن مجھے کار میں بٹھا کر کیتھی براؤن کی رہائش گاہ پر پہنچایا گیا تھا۔ کیتھی براؤن ایک خوبصورت لباس میں ملبوس اپنی آرام گاہ کے بیرونی دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ وہ قدرے موٹی ہو گئی تھی، اس پر نکھار بھی آگیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اب وہ جنرل ٹیرس کی بیوی ہو گی۔ اطراف میں بہت فاصلے پر مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے۔ کیتھی براؤن نے آگے بڑھ کر بڑے پُرخلوص انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا اور پھر میرا بازو پکڑ کر واپسی کے لیے مڑتی ہوئی بولی۔ "تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا علی کہ تم اتنی خاموشی سے گوٹے ہل میں داخل ہو گے اور یوں مجھ سے رابطہ قائم کرو گے، میں تو بڑی شرمندگی سی محسوس کر رہی ہوں۔"

"کیسی ہیں آپ میڈم کیتھی براؤن؟" میں اس کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔

"جیسی بھی ہوں، تمھیں نظر آرہی ہوں، سمجھ لو بالکل ٹھیک ہوں۔"

"کیا میں آپ کو مسز ٹیرس کہہ سکتا ہوں؟"

"یقیناً کہہ سکتے ہو، اس کا مطلب ہے کہ تم ہم لوگوں سے اس دوران بالکل ہی لاعلم رہے۔"

"ہاں، اس اعتراف سے گریز نہیں کروں گا۔"

کیتھی براؤن مجھے اندرونی گوشے میں لے گئی اور پھر ایک خوبصورت سجے ہوئے ڈرائنگ روم میں بٹھاتے ہوئے بولی۔ "یقین کرو علی، تم سے ہمیں ہمیشہ بڑی الفت رہی اور اکثر تمھیں مختلف مواقع پر یاد کیا گیا۔"

"میں شکر گزار ہوں میڈم، بہرطور مجھے آپ نے کافی اعزاز دیا ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو علی، تم نے ہمیں حکومت دی ہے۔" کیتھی براؤن نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ کیتھی براؤن میری آمد سے بے حد خوش تھی۔ جنرل ٹیرس کے بارے میں اُس نے بتایا کہ وہ ایک ملک کے دورے پر گیا ہوا ہے۔ تقریباً تین دن اُسے واپسی میں لگ جائیں گے۔ پھر اُس نے کہا۔ "میں جنرل کو فوراً ہی تمھارے بارے میں اطلاع دوں گی۔ ممکن ہے، وہ جلد واپس آجائے۔"

"اب اتنی جلدی بھی نہیں ہے مجھے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن جنرل مجھ سے شکایت کریں گے۔ تم ہمارے لیے ایک بڑی پُرسحر شخصیت ہو علی۔" کیتھی براؤن بے پناہ خوشی کا اظہار کرتی رہی۔

میری رہائش کے لیے محل کے ایک شاندار گوشے میں بندوبست کیا گیا اور یہاں بے شمار ملازمین کو میری خدمت پر مامور کر دیا گیا تھا۔ ان لوگوں نے بلاشبہ اپنی دوستی کا حق نبھایا تھا اور پھر مجھے جس بات کی امید بھی نہیں تھی، وہی ہو گئی، یعنی اُسی رات ساڑھے چار بجے جنرل ٹیرس واپس آگیا اور صبح کو جب میں ناشتے کی میز پر پہنچا تو جنرل میرا منتظر تھا۔ اُس نے بڑے پُرجوش انداز میں مجھے گلے لگایا تھا۔ خوشی کے کلمات اور رسمی گفتگو جاری رہی۔ اسی دوران ہم نے ناشتا کیا۔ جنرل مجھ سے میری خیریت معلوم کرتا رہا۔ میں نے اُس سے اُس کے ملک کے حالات پوچھے۔

"ملک کے معاملات میں تو اونچ نیچ چلتی ہی رہتی ہے۔ ویسے تھوڑی سی الجھنیں ہیں ابھی میرے لیے۔ لیکن اس قدر نہیں کہ مجھے پریشان کر دیں۔ میں نے تقریباً تمام نظام سنبھال لیا ہے اور سرکاری کاروبار جاری ہے۔ تم سناؤ علی، تمھاری مصروفیات حسبِ معمول جاری ہیں یا کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ان میں؟"

"میں مستقل مزاج آدمی ہوں، وہی سب کچھ کر رہا ہوں جو کرتا آیا ہوں۔"

"گڈ، ویری گڈ۔ ویسے تم نے واقعی ہم پر بڑا احسان کیا تھا علی، اور ہم ہمیشہ اس سلسلے میں تمھارے ممنون رہیں گے۔"

"نہیں جنرل، جب تم نے مجھے اپنوں میں شامل کر لیا ہے تو پھر ان باتوں کی کیا گنجائش ہے۔"

دوپہر کو کھانے پر بہت سے افراد تھے۔ انھی میں میری ملاقات جنرل کیرانو سے کرائی گئی۔ جنرل کیرانو ایک دراز قامت مقامی آدمی تھا لیکن اُس کے چہرے سے کینہ توزی جھلکتی تھی۔ ویسے بھی شاطر شخصیت کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ وہیں پر میری ملاقات ایک بندروں جیسی شکل والے سفید فام سے کرائی گئی جس کا نام جیمس مورلے تھا۔ جیمس مورلے نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو دیر تک دباتے رہا۔ میں جانتا تھا کہ اُسے میری شخصیت کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کر دی گئی ہوں گی۔ وہ چہرے سے بہت مطمئن نظر آرہا تھا۔ جنرل کیرانو کے انداز سے بھی کوئی خاص بات نہیں جھلک رہی تھی۔

شام کو چائے کی میز پر البتہ یہ افراد موجود نہیں تھے، صرف کیتھی براؤن اور جنرل ٹیرس تھے۔ ٹیرس نے کہا۔ "اصولاً مجھے اُس وقت تک تمام مصروفیات ترک کر دینی چاہئیں جب تک تم یہاں موجود ہو لیکن اب جبکہ تم یہاں آگئے ہو تو میں آسانی سے تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔ تمھارا نام سنتے ہی میں اپنی تمام مصروفیات ترک کر کے دوڑا چلا آیا ہوں تاہم کچھ ایسی اہم ذمے داریاں باقی ہیں جنھیں پورا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ اُس کے لیے میں تم سے صرف دو دن کی مہلت مانگتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے جنرل، آپ اپنا کام انجام دیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کے سپرد کتنی ذمے داریاں ہیں۔ ویسے میری خواہش ہے کہ میری یہاں آمد کی تشہیر نہ کی جائے۔ میں ایک کام سے آپ کے پاس آیا تھا اور میں چاہتا ہوں کہ اُس کا تذکرہ بھی آپ سے فوری طور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پر کر دوں۔"

"ہاں، یہ میری خوش بختی ہوگی، اگر میں تمہارے لیے کچھ کر سکا۔ کہو کیا کام ہے؟"

"کچھ لوگوں نے مجھے اس کے لیے مجبور کر دیا ہے جنرل کہ میں اُن کی سفارش تم سے کروں۔ وہ یہاں سارڈان کے علاقے میں کسی مخصوص حصے میں کان کنی کا ٹھیکا لینا چاہتے ہیں۔ سارڈان کے علاقے میں، آپ بہتر جانتے ہوں گے جنرل کہ کیا صورتِ حال ہے۔ غالباً اس ٹھیکے کے بارے میں کچھ اور لوگ بھی کوشش کر رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر کوئی بڑی اُلجھن نہ پیش آئے تو ٹھیکا اُس کمپنی کو دے دیا جائے جس کے افراد نے مجھ سے اس کی درخواست کی ہے۔"

"اوہ! بس علی، یہ تو کوئی کام نہ ہوا۔ بیشک ہم اپنے ملک کے مختلف حصّوں میں کان کنی وغیرہ کے لیے مختلف کمپنیوں کو ٹھیکے دے رہے ہیں۔ ان میں ہر قسم کی معدنیات اور دوسری اشیاء کے لیے وہ لوگ کُھدائی کر رہے ہیں اور ہمیں اُس کی رائلٹی دی جاتی ہے۔ ملک کو میری ان کاوشوں سے کافی مالی فائدہ ہوا ہے۔ کمپنی اگر تمہارے اعتماد کی ہے تو بس یوں سمجھ لو کہ ٹھیکا اُس کے نام ہی رہے گا۔ رات کو میں مسٹر آلڈس کو ڈنر پر بلا لوں گا اور انھیں تمہارے سامنے ہدایت دے دوں گا۔ میں سمجھا شاید کوئی بہت بڑی بات ہے۔ ان لوگوں نے تمھیں تکلیف دی۔ ویسے تو تمہارا یہاں آنا ہمارے لیے جس قدر دل خوش کُن ہے اُس کا شاید تم صحیح طور پر اندازہ نہ کر سکو۔ اس کام کے لیے اگر وہ صرف تمہارا نام بھی لے دیتے تو پھر ٹھیکا اُن کے علاوہ کسی اور کو کیسے مل سکتا تھا۔"

"بہرطور میں جس اعتماد کے ساتھ یہاں پہنچا تھا، آپ نے اُس کی لاج رکھ لی جنرل، اس کے لیے شکریہ۔"

"علی، شرمندہ نہ کرو، تم نے مجھے یہ ملک دیا ہے اور میں تمھیں ایک چھوٹے سے علاقے کا ٹھیکا بھی نہیں دے سکتا۔ بہت معمولی بات کی ہے تم نے۔" جنرل ٹیرس نے پُرخلوص لہجے میں کہا۔ میں مطمئن ہو گیا تھا۔

رات کو ڈنر پر جنرل نے آلڈس کو بھی دعوت دے ڈالی تھی۔ ویسے بھی کافی افراد موجود تھے۔ ان میں کچھ وہ بھی تھے جنھوں نے گوٹے ہل کی بغاوت میں براہِ راست حصّہ لیا تھا اور جن کا تھوڑا بہت تعلق مجھ سے بھی رہ چکا تھا۔ سب ہی نے میری آمد پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ جنرل کیرانو بھی تھا اور بندر جیسی صورت والا موبلے، یعنی جیمس موبلے، جنرل ٹیرس کے خصوصی مشیروں میں شمار ہوتا تھا۔ یہ بات کسی قدر تشویشناک تھی کیونکہ میں جانتا تھا کہ اُس کا تعلق کسی طور اولیو ہارڈ سے بھی ہے اور اولیو ہارڈ

اُن لوگوں میں سے ہے جو والٹو موباٹے کے خلاف تھے۔ جنرل ٹیرس جیسے مخلص شخص کو اس بات سے آگاہ کرنا بھی تھا لیکن اس کے لیے یہ وقت مناسب نہیں تھا۔ پہلے یہ ابتدائی کام کر لوں، اس کے بعد اگر موقع ملا تو جنرل ٹیرس کو اس حقیقت سے آگاہ کر دوں گا یا پھر کیتھی براؤن تو موجود ہی تھی۔ جانتا تھا کہ وہ جنرل ٹیرس کی بیوی ہی نہیں اُس کی دستِ راست بھی ہے اور سیاسی امور میں براہِ راست حصّہ لیتی ہے۔ چنانچہ کیتھی براؤن بھی اس سلسلے میں بہت مناسب ہو سکتی تھی۔ پہلے ایک کام نمٹا لیا جائے۔

کھانے کے بعد جنرل ٹیرس نے غیر متعلق افراد کو رخصت کر دیا اور پھر آلڈس سے کہنے لگا۔ "مسٹر آلڈس! میری مصروفیات کا آپ لوگوں کو علم ہے۔ علی یہاں آئے ہوئے ہیں لیکن ابھی مجھے دو دن تک ان سے جدا رہنا پڑے گا۔ علی نے میرے سپرد ایک ذمّے داری کی ہے اور میں وہ ذمّے داری آپ کو منتقل کر رہا ہوں۔"

"میں حاضر ہوں جنرل۔" آلڈس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"سارڈان کے کسی مخصوص علاقے میں پہاڑیوں میں کان کا کوئی ٹھیکا دیا جاتا ہے جس کی اطلاع یقیناً آپ کے پاس موجود ہوگی۔ سُنا ہے مختلف کمپنیاں اس ٹھیکے کے حصول میں دلچسپی رکھتی ہیں لیکن کوئی ایک کمپنی ان میں ایسی بھی ہے جس کی سفارش علی کرنا چاہتے ہیں۔ مسٹر آلڈس علی سے معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ وہ ٹھیکا اُس کمپنی کو دے دیجیے، جس کے لیے علی کہتے ہیں۔"

جنرل کیرانو بُری طرح چونکا تھا پھر اُس نے دبی زبان میں کہا۔ "آپ کون سی کمپنی کی سفارش کر رہے ہیں مسٹر علی؟"

"جنرل، اس سلسلے میں، میں ابھی تمام معاملات صیغۂ راز میں رکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیرانو، مسٹر علی جس کمپنی کا نام لے دیں، بس آپ یوں سمجھ لیجیے کہ کمپنی کا ٹھیکا اُس کے نام کر دیا جائے گا۔"

"سوری، جنرل ٹیرس۔ درحقیقت اس سلسلے میں ایک کمپنی سے بات ہو چکی ہے اور میں سو فیصدی کاربوریٹ کے حق میں ہوں۔ مسٹر علی، کیا آپ کاربوریٹ کی سفارش کرنا چاہتے ہیں؟"

"جی نہیں۔ وہ کمپنی دوسری ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تب جنرل، یہ بات ذرا مشکل ہو جائے گی۔ کاربوریٹ ہمارے بہت سے علاقوں میں کام کر رہی ہے اور یہ اُس کا حق بنتا ہے۔ اسی بات کی بنیاد پر میں نے اُن لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ یہ نیا ٹھیکا بھی اُنھی کو دیا جائے گا۔۔۔"

"آپ نے اگر وعدہ کر لیا ہے جنرل، تو یقیناً اُس کی ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اہمیت ہے۔ اور بلاشبہ آپ کے وعدوں کو مسترد نہیں کیا جاسکتا لیکن معاملہ علی کا ہے۔ جن لوگوں سے آپ نے وعدہ کرلیا ہے، براہ کرم ان سے معذرت کرلیں۔ مسٹر آلڈس! آپ اس سلسلے میں تمام ضروری کارروائیاں کرکے علی سے ملاقات کرلیں اور ٹھیکا اُس کمپنی کو دے دیں جس سے علی نے وعدہ کیا ہے۔ اور اب اس موضوع پر مزید کوئی گفتگو ممکن نہیں ہے۔" جنرل ٹیرس نے آخری بات کہی اور پھر میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بولا۔

"ابھی تو کچھ دیر آپ سے ملاقات رہے گی علی، آئیے پلیز۔ مسٹر آلڈس! آپ اپنا کام کیجیے۔ جنرل کیرالو مجھے امید ہے کہ آپ اس بات کو محسوس نہیں کریں گے۔ آئیے علی۔"

جنرل ٹیرس میرا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ میں نے جنرل کیرالو کی آنکھوں میں آگ سلگتی محسوس کی تھی لیکن اس کے بعد اُسے کچھ بولنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔ ہم لوگ مختلف امور پر گفتگو کرتے رہے اور پھر جنرل نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ "میں اب سے ٹھیک تیس منٹ کے بعد روانہ ہوجاؤں گا۔ کیتھی تمہارا پورا پورا خیال رکھے گی۔ اور مطمئن رہو، جو کچھ تم نے کہا ہے اُس میں اب بھلا کم ازکم گوٹے بل میں کون ترمیم کرسکتا ہے۔ چنانچہ اگر تم چاہو تو ان لوگوں کو اُن کی کامیابی کی اطلاع دے دو۔"

میں نے شکرگزاری کے انداز میں گردن ہلادی تھی۔ لیکن جنرل کیرالو کی آنکھوں میں سلگتی ہوئی آگ کو نظرانداز کرنا بھی مناسب نہیں تھا۔ مجھے اس کا خیال رکھنا ہوگا۔ میں نے دل میں سوچا تھا۔

جنرل ٹیرس مجھے کیتھی براؤن کے سپرد کرکے چلا گیا۔ میں اُس کی ذمے داریاں اچھی طرح جانتا تھا اور پھر میرے ذہن میں کوئی احمقانہ سوچ ویسے بھی پیدا نہیں ہوسکتی تھی۔ کیتھی براؤن نے البتہ جنرل ٹیرس کی کمی پوری کردی۔ اس نے ایک لمحے کے لیے بھی مجھے تنہا نہیں چھوڑا۔ پرانی باتیں اُسے لفظ بہ لفظ یاد تھیں۔

ڈنر کے بعد اس نے مجھ سے کہا۔ "تھکے ہوئے ہو آرام کرنا چاہتے ہو علی یا کچھ باتیں کروگے؟"

"نہیں، میں بالکل نہیں تھکا، اگر آپ کے پاس وقت ہے تو . . ."

کیتھی براؤن مسکراتی ہوئی میرے ساتھ چل پڑی اور پھر وہ مجھے لیے ہوئے محل کے ایک ایسے گوشے میں پہنچ گئی جو بے حد حسین تھا۔ درختوں کے کنج کے درمیان ایک پیالہ سا بنا ہوا تھا جس میں ایک گول میز اور پیالے نما کرسیاں پڑی تھیں۔ داخلے کے لیے بس ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔ اندر بڑی خوبصورتی سے مدھم روشنیوں کا اہتمام کیا گیا تھا۔ پھولوں کی خوشبو سے فضا مہکی ہوئی تھی۔

کیتھی براؤن نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ب[illegible] پینے کے لیے کچھ منگوایا جائے؟"

"اگر آپ ضرورت محسوس کرتی ہیں تو ٹھیک ہے" [illegible] بے نیازی سے کہا۔

"کافی پی لی جائے۔" کیتھی براؤن نے کہا اور پھر [illegible] کو ٹٹول کر پتا نہیں کیا کیا کہ میز کے عین درمیان ایک [illegible] جل اُٹھی۔ ایک جگہ ایک چوکور جالی نظر آرہی تھی۔ کیتھی [illegible] اُس پر جھک کر کہا۔ "بلوروم میں ہمارے لیے کافی بھ[illegible]"

"بہتر میڈم۔" جواب ملا اور کیتھی براؤن نے نیچے [illegible] بٹن آف کردیا۔

میں مسکراتی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ پھ[illegible] غالباً کوئی دوسرا بٹن آن کیا اور پھولوں کے کنج کے در[illegible] مدھم مدھم موسیقی کی آوازیں اُبھرنے لگیں لیکن یہ آو[illegible] ہی ہلکی تھیں اور ہماری گفتگو میں حارج نہیں ہوسکتی تھ[illegible] کیتھی براؤن کہنے لگی۔ "اور سناؤ علی! گوٹے بل سے وا[illegible] بعد تمہاری مصروفیات کیا رہیں؟"

"آوارہ گردی کرتا رہا۔" میں نے کہا۔ "بہت زیادہ [illegible] پہاڑوں اور جنگلوں میں گھومتے ہوئے گزار دیا۔"

"تعجب ہے! تم ایک انسان نما مشین ہو۔ میں نے [illegible] زندگی میں کبھی عورت کو شامل نہیں دیکھا۔ کیا وجہ ہے [illegible] مسائل تو ہر شخص کی زندگی کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن . . ."

جنرل ٹیرس ہی کو دیکھ لو، وہ اپنی زندگی کے مشکل ترین وقت [illegible] مجھ سے پیار کرتا تھا۔ مسائل ختم ہوئے تو اُس نے جو ب[illegible] وہ مجھ سے شادی تھی۔ ہم دونوں بے حد خوش ہیں اور [illegible] نہایت سکون سے گزار رہے ہیں۔ جنرل کے سامنے بے شما[illegible] ہیں لیکن باہر کے مسائل سے نمٹنے کے بعد جب وہ میرے [illegible] پہنچتا ہے تو صرف ایک شوہر ہوتا ہے۔ علی، تم نے اپن[illegible] اس پہلو پر بھی کبھی توجہ دی ہے یا نہیں؟"

"میڈم براؤن، انسان ایک ہی جیسی صفات رکھت[illegible] میں بھی ان سے مبرا نہیں ہوں لیکن بس میری زندگی میں [illegible] طرف توجہ دینے کا وقت نہیں آیا ہے۔"

"گویا تم کسی کو چاہتے ضرور ہو؟"

"ہاں۔" میں نے ایک لمبی سانس کھینچتے ہوئے کہا۔ "[illegible] کسی کو چاہتا ہوں اور بہت چاہتا ہوں۔"

"کہاں ہے وہ؟ کتنے فاصلے پر ہے؟" اس [illegible] سے پوچھا۔

"افسوس! فاصلوں کا تعین ممکن نہیں ہے، بس یوں ہ[illegible]

[illegible] دونوں دو مختلف سمتوں میں دوڑ رہے ہیں اور ہمارے درمیان [illegible] فاصلے کم نہیں ہوتے، بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔"

"عجیب سی بات ہے! ویسے علی، تمہاری شخصیت نہ بھولنے [illegible] ہے۔ میں جب بھی تمہیں یاد کرتی ہوں تو مجھے وہ واقعات [illegible] طرح یاد آجاتے ہیں۔ میں تمہاری بے حد شکرگزار ہوں۔"

"بہت پرانی بات ہے میڈم، کیا فائدہ اُن باتوں کا تذکرہ [illegible] مجھے خوشی ہے کہ آپ لوگ پُرسکون ہیں اور اس [illegible] علاوہ میں آپ کا شکرگزار بھی ہوں کہ آپ نے مجھے اپنا دوست [illegible] مجھے بھی آپ پر اعتماد تھا اور اسی اعتماد کی بنیاد پر جب ایک [illegible] میرے سپرد کیا گیا تو میں نے وعدہ کرلیا۔ یقین تھا کہ جنرل مجھے [illegible] نہیں کریں گے۔"

"ارے چھوڑو، بہت چھوٹی سی بات تھی وہ۔ ہم تو تمہارے [illegible] نہ جانے کیا کچھ کرنے کو تیار ہیں۔"

کیتی براؤن کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک نشست [illegible] اور اس کے بعد اُس نے مجھے میری خواب گاہ کے دروازے [illegible] خدا حافظ کہا۔

رات کو دیر تک سوچتا رہا اور سوچتے سوچتے سو گیا۔ صبح کو [illegible] تھی براؤن کے ساتھ ناشتا کیا اور پھر میں نے اُسے پُرخلوص انداز [illegible] اجازت دے دی کہ وہ اپنے معمولات جاری رکھ سکتی ہے۔ [illegible] نہیں چاہتا کہ وہ میری وجہ سے اپنی ذمے داریوں کو نظرانداز [illegible]

کیتی براؤن نے کہا۔ "میں نے جنرل کے بہت سے کام [illegible] سنبھال رکھے ہیں اور حکومت میں مجھے ایک عہدہ بھی دیا گیا ہے جو [illegible] کے خصوصی مشیر کا ہے۔ اس طرح جنرل کو بھی آسانیاں رہتی [illegible] چند گھنٹے میں اپنی مصروفیات میں گزاروں گی۔ لنچ پر تمہارے [illegible] ساتھ ہوں گی۔ ہاں، تمہارے لیے مسٹر آلڈس کا ایک پیغام ہے۔ [illegible] مسٹر آلڈس نے کہا ہے کہ وہ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے یہاں پہنچیں [illegible] گے اور تم سے کچھ ضروری امور پر گفتگو کریں گے۔ اُن کا انتظار [illegible] کرنا علی۔"

"ٹھیک ہے میڈم براؤن۔" میں نے جواب دیا۔

ساڑھے گیارہ بجے ملازم نے مجھے بتایا کہ مسٹر آلڈس، ڈرائنگ روم میں میرا انتظار کررہے ہیں۔ ملازم ہی نے میری رہنمائی ڈرائنگ روم تک کی تھی۔ آلڈس کے علاوہ جیمس مورلے بھی موجود تھا۔ جیمس مورلے کے بارے میں مجھے بتادیا گیا تھا کہ وہ ان لوگوں کا نمائندہ ہے جن کے لیے میں کام کررہا ہوں اور اُس کے بارے میں، میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ اپنے اس کام کی تکمیل کے بعد جنرل ٹیرس کو اُس کی شخصیت سے آگاہ کردوں گا اور بتادوں گا کہ وہ اولیو اورڈ کا آدمی ہے۔ گویا اس طرح وہ جنرل ٹیرس کے مفادات کا مخالف تھا اور یہاں رہ کر جنرل کے خلاف بہت کچھ کرسکتا تھا۔

میں نے اُن دونوں سے پُرتپاک انداز میں مصافحہ کیا۔ آلڈس کے سامنے کچھ فائل رکھے ہوئے تھے۔ وہ رسمی گفتگو کے بعد فائل کھول کر بیٹھ گیا۔

"جنرل ٹیرس کی ہدایت کے مطابق میں نے سارڈان کے شمالی علاقے کی پہاڑیوں میں کان کنی کے ٹھیکے کے کاغذات مکمل کرادیے ہیں مسٹر علی۔ بس اس میں ایک بات رہ گئی تھی جس کے لیے آپ سے گفتگو کرنا ضروری تھا۔"

"شکریہ جناب! آپ نے اس کام میں غیرمعمولی تیزی دکھائی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"درحقیقت یہ کاغذات تو پہلے ہی مکمل ہوچکے تھے۔ خیال یہ تھا کہ یہ ٹھیکا جنرل کیرالو کی ہدایت کے مطابق کاربوریٹ کو دے دیا جائے گا۔ کاربوریٹ ہمارے یہاں تقریباً دس مختلف مقامات پر کان کنی کررہی ہے اور اُس کی جانب سے مکمل طور پر تعاون کیا جارہا ہے۔ رائلٹی کی پرسنٹیج سالانہ بڑھ جاتی ہے اور اُس کی ادائیگی میں بھی کبھی کوئی دقت نہیں ہوتی۔ دراصل دوسری کچھ کمپنیاں جن کے نام میرے پاس موجود ہیں، پہلے سے رجسٹرڈ نہیں ہیں ہمارے پاس۔ ان میں چند تو بالکل ہی نئی ہیں۔ اس لیے کاربوریٹ کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔ اُس کے نمائندوں کے تعلقات ہم لوگوں سے کافی اچھے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض تو براہِ راست جنرل ٹیرس تک رسائی رکھتے ہیں۔ اسی لیے رسمی کارروائیاں کی جارہی ہیں تاکہ دوسری کمپنیاں بددل نہ ہوجائیں۔ ٹھیکا کاربوریٹ ہی کو ملنا تھا۔ جنرل کی نئی ہدایت کے مطابق اب اس میں تبدیلی کرلی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کاغذات تیار رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں صرف یہ درج کرنا ہے کہ ٹھیکا کون سی کمپنی کو دیا گیا۔ اس بار یہ کاربوریٹ کے مقدر میں نہیں تھا۔ میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں مسٹر علی کہ ٹھیکا کس کے نام دیا جانا ہے؟"

"آپ اس کام کو دو دن کے لیے ملتوی کردیجیے مسٹر آلڈس، یہ کاغذات مکمل کرکے میرے حوالے کردیجیے۔ اس پر نام بعد میں درج کردیا جائے گا۔"

"جنرل ٹیرس نے آپ کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے اُس کے بعد میری یہ مجال نہیں ہے کہ میں کچھ اور سوچوں، لیکن اگر آپ ذاتی طور پر ہماری کچھ مشکلات حل کرسکیں تو میں بہت شکرگزار رہوں گا۔ اس سلسلے میں بہتر یہی ہوگا کہ اس ٹھیکے کو آپ اپنے ہی نام سے منسوب رکھیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا مطلب؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"یوں سمجھ لیجیے کہ یہ ٹھیکا ہم مسٹر علی یار خان کے سپرد کر دیتے ہیں اور اُس کے بعد آپ کو اختیار ہوگا کہ آپ اپنا معاون کسی بھی کمپنی کو بنائیں۔ اس میں بہت سی آسانیاں ہو جائیں گی ہمارے لیے۔ دراصل ہم کارپوریٹ کو ناراض بھی نہیں کرنا چاہتے۔ جنرل کی آپ سے محبت اپنی جگہ، آپ اُن کے اہم دوست ہیں لیکن کچھ کاروباری اصول بھی ہوتے ہیں اور میرا جہاں تک خیال ہے اگر یہ ٹھیکا علی یار خان کے نام سے منظرِ عام پر آئے تو یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ جنرل ٹیرس نے ذاتی وجوہات کی بنا پر ایک غیر متعلق شخص کو یہ ٹھیکا دے دیا۔ اس طرح کارپوریٹ کمپنی ہم سے ناراض نہیں ہو گی۔ اب دیکھیے نا، دوستیاں بھی تو کوئی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہاں اگر یہ ٹھیکا کسی اور کمپنی کو دے دیا گیا تو پھر یہ کارپوریٹ جیسی بڑی کمپنی کی توہین ہوگی اور ایک طرح سے اُسے کاروباری شکست ہوگی کیونکہ بہت سی کمپنیاں یہاں اس ٹھیکے کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔"

میں ایک لمحے کے لیے اُلجھ گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ ٹھیکا اگر میرے نام ہو گیا تو یہ براہِ راست مجھ پر احسان ہوگا، حالانکہ مجھے اس سے کوئی مالی مفاد حاصل نہیں کرنا تھا اور نہ ہی میں اس کا خواہش مند تھا۔ یہ زبردستی کا احسان میرے اوپر لد رہا تھا۔

جیمس مورلے نے فوراً ہی اس گفتگو میں دخل اندازی کی "معاف کیجیے گا مسٹر علی، میرا خیال ہے اس میں کوئی ہرج نہیں ہے بلکہ یہ بات موزوں ترین ہے۔ ٹھیکا آپ کے نام سے ہو جائے گا اور اُس کے بعد آپ اپنی پسندیدہ کمپنی کو اپنے طور پر کام میں لا سکتے ہیں۔ بات وہی رہے گی یعنی فائدہ اُس کمپنی کو پہنچے گا جسے آپ چاہیں گے۔ بس آپ کا نام ٹائٹل پر رہے گا۔" جیمس مورلے کے یہ الفاظ گویا اُن لوگوں کی نمائندگی کرتے تھے کیونکہ مجھ سے کہہ دیا گیا تھا کہ جیمس مورلے وہاں اُن کے مفادات کا نگراں ہے۔ جب اُس نے اس بات کی توثیق کر دی تو پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ احسان تو ویسے بھی جنرل ٹیرس کا مول لیا تھا میں نے۔

چنانچہ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے، اگر ایسی بات ہے تو یہ ٹھیکا آپ لوگ میرے نام ہی منتقل کر دیجیے۔"

"شکریہ مسٹر علی، اس طرح ساری مشکلات ختم ہو جائیں گی۔ جنرل کیرانو کو بھی کوئی الجھن نہیں ہوگی کیونکہ وہ کارپوریٹ سے کہہ سکتے ہیں کہ اس بار یہ معاملہ جنرل ٹیرس کے ایک خاص دوست کی وجہ سے ذرا مختلف ہو گیا ہے۔ لیجیے، آپ ان کاغذات پر دستخط کر دیجیے۔" مسٹر آلڈس نے فائل میں سے کاغذات نکال کر، اپنی جیب سے پین نکالا اور اُسے کھول کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔

میں نے اُس کی بتائی ہوئی جگہوں پر دستخط کر دیے تھے۔

اُن کاغذات پر بھی میں نے نگاہ ڈالی تھی جو اس ٹھیکے کے لیے تیار کیے گئے تھے۔ کوئی ایسی بات نہیں تھی جو قابلِ تشویش ... میں مطمئن تھا۔

تمام کاغذات پر دستخط لینے کے بعد مسٹر آلڈس ... "میں آج شام تک یہ کاغذات مکمل کر کے آپ کے ... گا مسٹر علی یار خان اور اُس کے بعد آپ اپنے کام کا ..."

"بے حد شکریہ مسٹر آلڈس۔" میں نے کہا اور آلڈس ... سمیٹنے کے بعد اُٹھ گیا۔ جیمس مورلے اُس کے ساتھ ہی ... گیا تھا۔

کیتھی براؤن ابھی واپس نہیں آئی تھی۔ میں خود ... روم سے باہر آیا اور اپنی آرام گاہ کی جانب چل پڑا۔ ابھی ... میں پہنچے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ دروازے ... دستک ہوئی اور پھر جیمس مورلے مسکراتا ہوا اندر داخل ...

"شکریہ علی یار خان اور دلی مبارک باد۔ آپ نے ... جس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ میرا خیال ہے ہمارے ... ٹھیکے کے مل جانے سے خوشی سے پھولا نہیں سمائے گا۔"

میں نے اس تعریف و خوشامد کو نظرانداز کرتے ... "مسٹر مورلے، جنرل کیرانو کے بارے میں آپ کی کیا رائے ..."

"نہایت ہی کینہ پرور اور خطرناک آدمی ہے۔ ہمیں ... ہوشیار رہنا ہوگا۔ اُسے اس سلسلے میں بدترین شکست ... اور وہ کسی زخمی سانپ کی طرح بل کھا رہا ہے۔"

"ہوں۔ اب یہ بتائیے کہ مجھے مزید کیا کرنا ہوگا؟"

"میں اب سے تھوڑی دیر کے بعد متعلقہ افراد کو اس کی اطلاع دیے دیتا ہوں۔ اُس کے بعد آپ سے مناسب رابطہ قائم کروں گا۔ مناسب وقت سے میری مراد یہ ہے ... آپ بالکل ہی فرصت سے ہوں گے اور کسی کی مداخلت نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ اور کوئی خاص بات؟"

"نہیں مسٹر علی۔ بس میں آپ کو مبارک باد دینے ... بھی بتلانے آیا تھا کہ آپ نے جو فوری فیصلہ کیا، وہ بے ... تھا۔ ہمیں اس بات سے غرض نہیں ہے کہ ٹھیکے پر کس ... ہے بلکہ یہ تو ہمارے لیے اور اچھی بات ہے کہ آپ ... شخصیت ہماری پشت پناہ ہو گئی۔ اب ہمیں کوئی نقصان ... سکتا۔ اگر آپ یہ ٹھیکا ہمارے نام منتقل کر دیتے تو اس ... امکانات تھے کہ آپ کی یہاں سے واپسی کے بعد جنرل ... ہمارے خلاف کوئی سازش کرتا لیکن اب اس کے امکا... ہو گئے ہیں۔ یوں سمجھیے کہ اب ہمیں آپ کے ذریعے جنر... پشت پناہی حاصل ہے۔"

میں پُرخیال نگاہوں سے مورلے کو دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر ... بعد مورلے رخصت ہو گیا۔ پھر کیتھی براؤن پہنچ گئی۔ میں نے لنچ اُس کے ساتھ کیا۔ وہ مجھ سے میری مصروفیات کے بارے میں پوچھنے لگی تو میں نے اُسے تفصیل بتا دی۔ کیتھی براؤن نے مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "شکر ہے، ہم تمہاری کچھ تو خدمت کر سکے۔"

بقیہ وقت پُرسکون گزرا تھا، کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ مورلے سے میری ملاقات رات تک نہیں ہو سکی، رات کو البتہ جب چند افراد کیتھی براؤن کے پاس کسی خاص مسئلے کے لیے پہنچے تو میں محل کے عقبی حصّے میں نکل گیا اور چہل قدمی کرنے لگا۔ ذرا بھی دیر نہیں گزری تھی کہ مورلے میرے پاس پہنچ گیا۔

"میں مسلسل آپ کی تاک میں تھا مسٹر علی، لیکن کوئی موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔"

"ہاں، آپ نے متعلقہ افراد کو اطلاع دے دی؟"

"دے دی اور وہی سب کچھ ہوا جس کی امید تھی۔ آپ کے لیے انتہائی شکرگزاری کے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ آپ کی امانت کو وہ مراعات دی جائیں گی جن کا فیصلہ آپ نے کیا تھا۔ کمپنی آپ سے بے حد خوش ہے۔"

"اس کے علاوہ مسٹر مورلے؟"

"اس کے علاوہ یہ کہ کمپنی یہاں فوری طور پر اپنا ایک دفتر قائم کر رہی ہے۔ گوٹے ہل میں ہمارا ایک چھوٹا سا دفتر موجود ہے لیکن وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اب گوٹے ہل کی کسی خوبصورت عمارت میں ہماری کمپنی کا ایک شاندار دفتر قائم ہوگا۔"

"مجھے یہ تو بتا دو کہ تمہاری کمپنی کا نام کیا ہے؟" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور مسٹر مورلے مسکرانے لگے۔

"گرے اسٹون لمیٹڈ۔ آپ اس ٹھیکے کی تمام ذمّے داریاں 'گرے اسٹون' کو سونپیں گے مسٹر علی۔"

"ٹھیک ہے، لیکن مسٹر جیمس مورلے، جیولٹ کے سلسلے میں، میں نے جو ہدایات آپ کے ساتھیوں کو دی ہیں، آپ نے اُن کی یاددہانی کرا دی ہے؟"

"میں نے تو یاددہانی نہیں کرائی بلکہ شکرگزاری کے جذبات کے ساتھ یہ پیغام آپ کے لیے بھیجا گیا ہے کہ جیولٹ کو وہ تمام آسانیاں فراہم کی جائیں گی جن سے وہ خوش رہ سکے۔" جیمس مورلے نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"اب مزید میری ذمّے داریاں کیا ہوں گی؟" میں نے پوچھا۔

"کاغذات مسٹر آلڈس کی طرف سے آپ کو مل جائیں تو ایک آدھ دن آپ کو مزید مصروف رہنا پڑے گا اور اُس کے بعد آپ کو فراغت مل جائے گی۔ پھر آپ اپنی مرضی سے جس طرح چاہیں وقت گزار سکتے ہیں۔"

مورلے تھوڑی دیر کے بعد واپس چلا گیا۔ میرے کوئی خاص معمولات نہیں تھے۔ کیتھی براؤن نے رات کو بتایا کہ جنرل ٹیرس کی طرف سے اُسے پیغام ملا ہے کہ جنرل کی مصروفیات مزید کچھ دن کے لیے بڑھ گئی ہیں۔ جنرل نے انتہائی معذرت کرتے ہوئے کہا ہے کہ علی یار خان کو یہاں کوئی زحمت نہیں ہونی چاہیے۔ انھوں نے یہ ذمّے داری میرے سپرد کی ہے علی کہ میں آپ کی تفریح کا سامان کروں اور آپ کو گوٹے ہل کی سیاحت کے لیے بھیج دوں۔ جنرل نے تم سے شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اُن کی بدقسمتی ہے کہ تم گوٹے ہل میں موجود ہو اور وہ تم سے دور ایسی مصروفیات میں لگے ہوئے ہیں جن سے چھٹکارا مشکل نظر آ رہا ہے تاہم وہ کوشش کر رہے ہیں کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے، اپنی ان مصروفیات کو ختم کر کے تمہارے پاس پہنچیں۔"

"تعجب ہے میڈم براؤن! آپ جانتی ہیں کہ میں یہاں ایک مقصد کے تحت آیا تھا جسے جنرل نے اپنی محبت سے کام لیتے ہوئے چند ہی لمحے میں پورا کر دیا۔ میرا صرف ایک کام تھا جبکہ جنرل ایک پوری حکومت کو سنبھالنے کے لیے نہ جانے کتنی مصروفیات کا شکار ہوں گے۔ ایک سمجھدار انسان کی حیثیت سے میں بھی جانتا ہوں۔ پھر جنرل کو اتنی عجلت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ براہِ کرم اب جب اُن سے گفتگو ہو، میرا مطلب ہے کسی بھی ذریعے سے تو آپ اُن سے کہہ دیجیے کہ میں ابھی گوٹے ہل میں موجود ہوں اور بہت خوش ہوں۔ چنانچہ وہ اطمینان سے اپنا کام کر کے یہاں واپس پہنچیں۔ مجھے اسی میں مسرت ہوگی اور اگر جنرل نے میری وجہ سے اپنی مصروفیات ترک کیں تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"اوہ! تمہارے یہ الفاظ بہت خوفناک ہیں کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم کسی بھی وقت اچانک یہاں سے غائب ہو جاؤ گے۔ پہلے کے مانند۔" کیتھی براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن ٹھیک ہے، میں جنرل کو تمہارا یہ پیغام دے دوں گی۔ ہاں اب تم یہ بتاؤ کہ گوٹے ہل کی سیاحت کے لیے میں کیا انتظامات کروں؟"

"فی الحال کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ مجھے ایک عام آدمی کی حیثیت سے گوٹے ہل میں گھومنے پھرنے کی اجازت دے دو۔ میں شاہی مہمان بن کر محل میں نہیں پڑا رہنا چاہتا۔"

"کمال ہے! اس کے لیے میں نے کب انکار کیا ہے؟ میں تمہارے لیے صبح ہی کو ایک لینڈ روور ڈرائیور کے ساتھ مخصوص

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

کر دوں گی، جہاں دل چاہے جانا۔ یہ تو ادراچھی بات ہے کہ تم اپنے آپ کو گوٹے ہل میں اجنبی نہ سمجھو۔ ویسے یہ سب کچھ کہتے ہوئے مجھے شدت سے احساس ہے کہ ہم تمہیں وہ کمپنی نہیں دے سکے جو دینی چاہیے تھی۔"

"اور میڈم، آپ یہ بات کہہ کر مجھے احساس دلا رہی ہیں کہ میں یہاں اجنبی ہوں۔"

"نہیں، پلیز نہیں، ایسی بات نہیں، بس ایک احساس دل میں ہے۔"

"تو پھر اُسے نکال دیجیے۔ درحقیقت میں جب گوٹے ہل میں پہلی بار آیا تھا تو اس کے اطراف کا جائزہ نہیں لیا تھا، نہ مجھے یہاں کی ثقافت اور روایات کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے نواحی علاقے کی سیر کر لوں۔"

"تب پھر میں موبے کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گی۔ موبے نہ صرف ایک بہترین ڈرائیور ہے بلکہ نواحی علاقے کا باشندہ ہے۔ وہ تمہیں گوٹے ہل کے اطراف سے روشناس کرائے گا۔ اور وہ تمام تفریحات مہیا کر دے گا جو یقیناً تمہیں پسند آئیں گی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔ دوسری صبح ناشتے پر کیتھی براؤن نے میری ملاقات موبے سے کرائی۔ وہ ایک سیاہ فام اور دیو ہیکل آدمی تھا۔ چہرے ہی سے خوش اخلاق معلوم ہوتا تھا۔ کیتھی براؤن اُسے میرے بارے میں ہدایات دینے لگی۔

"علی کی فرمائش کے مطابق عمل کرنا، اُنھیں کوئی شکایات نہ ہونے پائے۔"

"یس میڈم، آپ اطمینان رکھیے۔" موبے نے جواب دیا۔ میں نے اُس سے کہا کہ سیاحت کے لیے بندوبست کر لے اور موبے باہر نکل گیا۔ ذہنی طور پر اب تک میں بہت زیادہ پُرسکون نہیں تھا۔ لاتعداد خیالات ذہن میں چکراتے رہتے تھے۔ تہذیب مالکم ایکس کا خیال آتا تو دل کی عجیب سی حالت ہو جاتی۔ نہ جانے کیوں یہ محسوس ہوتا تھا کہ اب کے وہ بچھڑی ہے تو شاید کبھی نہ ملے۔ دُشمن تو اُسے میرے لیے مردہ قرار دے چکے ہیں لیکن بس یہی کافی ہے کہ وہ زندہ ہے۔ بُڈ کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم تھا۔ اُس نے کالمو کیمپو میں مجھ سے ایک عجیب و غریب ملاقات کی تھی اور اُس کے بعد سے اب تک غائب تھا۔ کئی بار نگاہوں نے غیر اختیاری طور پر بُڈ کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن میں جانتا تھا کہ وہ بھی انسان ہی ہے۔ ممکن ہے یہاں تک نہ پہنچ سکا ہو ورنہ پھر جنرل ٹیرس کا محل کوئی ہوٹل تو نہیں تھا کہ کوئی اجنبی آسانی سے یہاں داخل ہو جائے۔ ممکن ہے گوٹے ہل کی سیر و سیاحت کے دوران بُڈ سے ملاقات بھی ہو

ابھی میں تیاریاں ہی کر رہا تھا کہ جیمس مورے بھی پہنچ گیا۔ میں نے اُس کی آمد کو کسی قدر پریشانی کی نگاہ سے دیکھا تھا۔

جیمس مورے خوش اخلاقی سے بولا۔ "کہیں جانے کا ارادہ ہے مسٹر علی؟"

"ہاں، آپ نے کہا تھا کہ ابھی کچھ دن تک آپ کے کام نہیں ہوگا۔ میں نے سوچا کہ اس دوران اطراف کی سیر ہی کر لوں۔"

جیمس مورے اس جواب پر گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ اس کے چہرے پر کشمکش کے آثار نظر آ رہے تھے۔ تب میں نے ہی اس سے سوال کر دیا۔ "کیا بات ہے مسٹر مورے؟ کیا میرے باہر جانے سے کچھ خدشات لاحق ہیں؟"

"ہاں، آپ نے جو کچھ کیا ہے وہ بہت سے لوگوں کو ناپسندیدہ ہے اور وہ مختلف انداز میں اپنی برہمی کا اظہار کر رہے ہیں۔ آپ کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ تاہم آپ پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی لیکن بس اتنی ہی درخواست ہے کہ ہوشیار رہیں اور اپنے اطراف سے باخبر۔ ویسے بھی ہم ابھی اپنے کام کا آغاز نہیں کر سکتے۔ کچھ ایسے معاملات ہیں جو اس ٹھیکے کے مل جانے کے بعد نمٹانے ہیں۔ گرے اسٹون افرادی قوت جمع کر رہی ہے تاکہ سارڈان کے علاقے کا رُخ کیا جا سکے اور اس میں ابھی کچھ وقت لگے گا۔ تاہم اگر آپ پسند کریں تو میں کمپنی کو ہدایات دے دوں کہ وہ آپ کے تحفظ کے لیے چند افراد مہیا کر دیں؟"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے جیمس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس سلسلے میں بالکل فکر نہ کرے۔ میں اپنا تحفظ کرنا جانتا ہوں۔

"بہت بہتر۔ تاہم کم از کم اتنا تو بتا دیجیے کہ آپ کی واپسی کب تک ہو جائے گی؟"

"اس سلسلے میں بھی تفصیل بتانا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ لاأبالی آدمی ہوں، جدھر بھی منہ اُٹھ گیا، چلا جاؤں گا۔ تو درحقیقت اس کام کی تکمیل کا انتظار ہے تاکہ اُس کے بعد میں گوٹے ہل ہی سے چلا جاؤں۔"

"یقیناً۔ لیکن اس کے لیے کچھ انتظار کرنا پڑے گا۔ خدا حافظ۔"

موبے تھوڑی دیر کے بعد میرے پاس واپس آیا۔ اُس نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔ "چیف، تیاریاں مکمل ہیں اگر آپ چلنا پسند کریں؟"

میں نے اپنا چھوٹا سا بریف کیس موبے کے حوالے کر دیا جس میں چند جوڑے کپڑے اور شیونگ وغیرہ کا سامان ساتھ رکھ لیا تھا۔ موبے احترام سے اس بریف کیس کو لے کر میرے ساتھ باہر چل پڑا۔ کیتھی براؤن سے اس دوران ملاقات نہیں ہوئی تھی ویسے بھی میں ان لوگوں پر بار نہیں بننا چاہتا تھا۔ ان کی محبتیں یقیناً قابل احترام تھیں لیکن میں اُن کی مصروفیات کے بارے میں بھی جانتا تھا اور سچی بات یہ ہے کہ میں ان دنوں حد سے زیادہ اُلجھا ہوا تھا۔ جو کچھ کر رہا تھا اُس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا کہ اُس کے نتائج کیا ہوں گے۔ یہ راستہ مجھے تہذیب مالکم ایکس کی طرف لے بھی جائے گا یا صرف وقت کا زیاں ہے۔ ان تمام کارروائیوں کے نتیجے میں میری خواہش صرف اتنی تھی کہ میں کسی نہ کسی طرح اولیور ہارڈ تک جا پہنچوں اور اُس کا اعتماد حاصل کر لوں۔ اس کے لیے میں نے طویل سفر کیا تھا۔

موبے مجھے جس لینڈ روور کے نزدیک لے گیا، وہ انتہائی شاندار تھی اور ساخت میں ذرا مختلف تھی۔ اس کا پچھلا حصہ ضرورت سے زیادہ لمبا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ کے اور اُس کے درمیان کوئی پارٹیشن نہیں تھا۔ بلکہ دونوں حصے ملے ہوئے تھے لیکن اس میں بہترین بستر کا بندوبست کیا گیا تھا۔ موبے مجھے اس گاڑی سے متعارف کرانے لگا۔

"چیف! کھانے پینے کی اشیاء کا اتنا ذخیرہ کر لیا ہے میں نے کہ ہمیں پندرہ دن کے لیے کافی ہو۔ اس کے علاوہ یہ دوربین، چاقو اور پستول بھی ہیں اور ان کا فالتو ایمونیشن بھی۔ اس کے علاوہ اگر کسی شے کی ضرورت ہو تو آپ نشاندہی کر دیں، راستے میں مہیا ہو جائے گی۔"

"تم نے تو بہترین انتظامات کر لیے ہیں موبے۔ ابھی میں یہ نہیں بتا سکتا کہ ہم کہاں تک جائیں گے۔"

"بہتر یہ ہوگا چیف کہ آپ مشرقی علاقے پوتامانیہ کی طرف چلیں۔ وہاں آپ کو قدیم افریقی ثقافت کے مشاہدے کا موقع ملے گا۔"

میں نے اس علاقے کا نام پہلے کبھی نہیں سُنا تھا چنانچہ آمادگی کا اظہار کر دیا۔ اُس کے بعد موبے نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ ہم خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگے۔ سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا اور گوٹے ہل کے بازاروں میں رونق ہو گئی تھی لیکن زیادہ دیر تک اُس رونق کا جائزہ لینے کا موقع نہیں ملا، کیونکہ تیز رفتار لینڈ روور نے تھوڑی دیر کے بعد شہری آبادی کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ بائیں سمت ایک اونچا پہاڑی سلسلہ ہمارے ساتھ ساتھ سفر کر رہا تھا۔

موبے نے لینڈ روور کی رفتار کو ابھی تک کم نہیں کیا تھا۔ میں اُس کے نزدیک بیٹھا اطراف میں نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ تب موبے نے کہا۔ "میں آپ کو پوتامانیہ کے نزدیک لے چلوں گا تو آپ دیکھیں گے کہ ہمارا یہ علاقہ کتنا خوبصورت ہے۔ وہاں آج تک قبائلی حکومتیں قائم ہیں۔ ان سب قبیلوں کے سربراہ جنرل ٹیرس کے ہمنوا ہیں اور اپنے خاص مسائل کے لیے ہم سے ہی رجوع کرتے ہیں۔ پوتامانیہ کی سربراہ ایک عورت ہے اور بڑی ذہانت اور عمدگی سے وہاں کا نظام چلا رہی ہے۔ شاید تمہیں اس بات پر حیرت ہو کہ یہ عورت آکسفورڈ یونیورسٹی کی تعلیم یافتہ ہے لیکن اس کا حُلیہ دیکھ کر تمہیں خود ہی لطف آ جائے گا۔"

موبے کی باتوں نے میری دلچسپی میں بے پناہ اضافہ کر دیا تھا۔ میں نے اُس عورت کے بارے میں دیر تک موبے سے گفتگو کی۔ مناظر بدلتے جا رہے تھے، ایک پُراسرار دُنیا سامنے تھی۔ اس وقت ہم جس علاقے سے گزر رہے تھے، وہ خشک سالی کے سبب ویران اور سنسان پڑا تھا۔

لینڈ روور اس علاقے کو پیچھے چھوڑ گئی اور پھر ایک چھوٹے سے سرحدی نالے کو عبور کر کے وہ پوتامانیہ کی سرحد میں داخل ہو گئی۔ سفر کے بہت سے گھنٹے بیت چکے تھے اور اس دوران ہم اردگرد کے مناظر سے لطف اندوز ہوتے رہے تھے۔ موبے بہت اچھا ساتھی تھا۔ بہت اچھا گائیڈ تھا۔ وہ ہر چیز کے بارے میں مجھے تفصیل سے بتاتا جا رہا تھا۔ اس دوران کئی بار مجھے بُڈ بھی یاد آیا تھا۔ جو فطرتاً موبے سے بہت ملتا جلتا تھا۔ پھر ہمیں ایک ترائی میں ایک عظیم الشان بستی نظر آئی اور ہم اُس بستی کے قریب پہنچ گئے۔ موبے نے لینڈ روور روک دی۔ شاید یہی پوتامانیہ بستی تھی۔

چاروں طرف زمین پر جانوروں کی ہڈیاں پڑی تھیں۔ تاحدِ نگاہ جھونپڑے تھے۔ سرداروں کے جھونپڑے الگ بنے ہوئے تھے۔ اور عام باشندوں کے الگ۔ آس پاس فصلوں کا نشان نہیں تھا۔ حالانکہ ہم ایک پہاڑی نالے سے گزر کر یہاں تک پہنچے تھے جو خاصا تیز رفتار تھا۔ لیکن یہاں سے نالے کا فاصلہ کافی تھا۔

میں نے موبے سے اس خشک سالی کے بارے میں پوچھا تو اُس نے کہا۔ "ان علاقوں میں بارش قطعی نہیں ہوتی۔ بس دور دراز کے پہاڑی علاقوں سے آنے والے کچھ نالے ان لوگوں کو پانی مہیا کر دیتے ہیں۔"

"لیکن تم نے کہا تھا کہ یہاں کی سردار ایک تعلیم یافتہ عورت ہے۔ کیا اُس نے اپنے قبیلے کی بہتری کے لیے کچھ نہیں کیا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اُس نے جنرل ٹیریس سے ملاقات کی تھی۔ کچھ منصوبے بھی پیش کیے تھے۔ اس سے قبل والٹو موبائے کی حکومت نے ان لوگوں کو پس ماندہ رکھنے کے لیے کافی محنت کی ہے اور یہ سب والٹو موبائے کے شدید مخالفوں میں شمار ہوتے ہیں۔ دراصل والٹو موبائے ان قبائلیوں کو طاقتور نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر انھیں پیٹ بھر کر کھانا مل جائے تو پھر یہ بہت زیادہ شرارتوں پر اُتر آتے ہیں۔ بھوک اور افلاس نے انھیں ان کی اوقات میں رکھا ہے۔ لیکن میں اس بات سے متفق نہیں ہوں۔ ویسے یہ حقیقت ہے کہ یہاں ان لوگوں کو زندگی کی جدید سہولیات مہیا کرنے کے لیے بے شمار دولت اور محنت درکار ہو گی اور کسی بھی حکومت کے پاس اتنا وقت کہاں ہے کہ وہ اپنی عیش گاہوں سے نکل کر ان جنگلوں پر توجہ دے۔" میں نے موبے کے لہجے میں ایک شکایت سی محسوس کی تھی۔ کیتھی براؤن نے مجھے بتایا تھا کہ موبے کا تعلق اسی علاقے کے قبائل سے ہے۔ ممکن ہے موبے کے ذہن میں اپنے علاقے کے حوالے سے حکومت کے لیے کوئی تلخی موجود ہو۔

میں نے اُس سے پوچھا "موبے! کیا لوتامانیہ کی اُس تعلیم یافتہ سردار سے ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"ہاں، کیوں نہیں، لیکن کل دن کی روشنی میں۔ آج یہ ممکن نہیں ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، میرا خیال ہے ہم بستی سے کچھ دور قیام کریں گے۔ اور کل تم میری ملاقات اُس عورت سے کرا دیں۔ اُس کے خیالات جاننا چاہتا ہوں۔"

موبے نے میری ہدایت پر عمل کیا، لینڈ روور کو بستی سے کافی دور لا کر روک دیا گیا۔ اُس کے بعد ہم رات کے استقبال کی تیاریاں کرنے لگے۔

رات گزر گئی، کوئی ایسا قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا تھا جو ہماری توجہ اپنی جانب مبذول کر لیتا۔ صبح کا سورج چمکا ہی تھا کہ عجیب طرح کے ڈھول بجنے کی آوازیں سُنائی دیں۔ ہم بستی سے کافی دور نکل آئے تھے لیکن یہاں سے بستی کو ہم بہ آسانی دیکھ سکتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ جھونپڑیوں کے درمیان سے انسانوں کے غول نکل رہے ہیں۔ وہ تیز رفتاری سے ایک طرف بڑھ رہے تھے۔

موبے نے میری طرف دیکھا اور بولا "دوسری ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے بہتر ہے کہ ان لوگوں کے سردار کو دیکھ لیا جائے۔" میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

موبے نے لینڈ روور اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی اور بستی کے ایک حصّے میں لے جا کر روک دی۔ گزرنے [illegible] حیران نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ لیکن کسی نے کوئی تعرّض کیا، نہ گفتگو کرنے کی کوشش کی۔ [illegible] لیے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔

میرے ذہن میں اُس تعلیم یافتہ عورت کی بہتر تصویریں بن رہی تھیں جو آکسفورڈ یونیورسٹی سے تعلیم کے باوجود ایک نیم وحشی قبیلے کی سرداری کر رہی تھی۔ خیال تھا کہ کوئی شاندار عورت ہو گی لیکن جب میں نے دیکھا تو سخت ذہنی کوفت ہوئی۔ وہ ایک درمیانے قد کی لاغر سی عورت نکلی۔ عمر تقریباً پینتیس، چالیس سال رہی ہو گی۔ چہرہ خشک، ہونٹ بھنچے ہوئے۔ کٹے ہوئے سر پر درمیان میں چھوٹے چھوٹے گھونگریالے بالوں کا [illegible] وہ ایک خوبصورت آرام دہ کرسی پر بیٹھی تھی۔ چیتے کی [illegible] پر لپیٹ رکھی تھی۔ ننگے پاؤں بھی چیتے کی کھال پر رکھے ہوئے تھے۔ پاؤں کے پاس مڑا ہوا لکڑی کا ایک ڈنڈا [illegible] تھا جس پر رنگین تار لپیٹ دیے گئے تھے اور جس کی [illegible] خاص چیز کی بنی ہوئی تھی۔ اُس کے سامنے بہت سے [illegible] بیٹھے تھے۔ وہ ان کے مسائل سُن رہی تھی۔ مرد [illegible] جسموں کے بہت کم حصّے ڈھانپے ہوئے تھے۔ ان کے [illegible] اور سینے مضبوط اور چمکدار نظر آ رہے تھے۔

میں نے حیرانی سے موبے کی طرف دیکھا اور [illegible] بند کر کے گردن ہلا کر بولا "ہاں، یہی ان لوگوں کی سردار [illegible]" مجھے موبے کی باتیں مذاق محسوس ہو رہی تھیں۔ ابھی [illegible] اُس سلسلے میں کوئی اور سوال نہیں کیا تھا کہ دفعتاً وہاں [illegible] ہوئے تمام لوگوں کی گردنیں ہماری جانب گھوم گئیں [illegible] آہستہ سے مجھ سے بولا "غالباً سردار نے تمھیں دیکھ لیا [illegible] شاید وہ تمھیں طلب کرے۔"

دو افریقی تیز رفتاری سے نکل کر ہماری طرف [illegible] اور افریقی زبان میں موبے سے ہماری آمد کی وجہ پوچھی [illegible] پھر اُنھوں نے اُس سے غالباً یہی کہا تھا کہ مجھے اُن کے پاس لے چلے۔ موبے نے مجھے آگے بڑھنے کا [illegible] کیا اور چند لمحے بعد ہم سردار کے قریب پہنچ گئے۔

دور سے میں نے اس عورت کو دیکھا تھا اور میرے ذہن پر بڑا عجیب سا تاثر قائم ہوا تھا لیکن قریب پر ایک احساس ضرور ہوا۔ اُس کا چہرہ مہرہ اور حلیہ جیسا [illegible] لیکن آنکھوں کی چمک بتاتی تھی کہ وہ ایک تعلیم یافتہ زیرک عورت ہے۔ خشک ہونٹ بھنچے ہوئے تھے [illegible] میرے سراپے کا جائزہ لیا اور پھر مسکرائے بغیر سپاٹ [illegible]

بولی، "ہماری بے [بسی] کا تماشا دیکھنے آئے ہو اجنبی!" اُس کا لہجہ انتہائی تلخ تھا اور انگریزی انتہائی شاندار تھی۔

"نہیں معزز سردار! انسان کو انسان کی بے بسی کا تماشا دیکھنے کے لیے اُس کے قریب نہیں آنا چاہیے۔ کوئی اگر کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تو کم از کم اظہارِ ہمدردی تو کر سکتا ہے۔"

"اظہارِ ہمدردی سے کسی کو کچھ نہیں ملتا ہے۔ ہم اپنے آپ کو رسوا کرنے کے قائل نہیں ہیں۔"

"بہت اچھی بات ہے۔ اگر سردار کو میری آمد ناگوار گزری ہے تو بلاشبہ مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ میں فوراً واپس چلا جاؤں۔"

"تمھارے لیے واپس چلے جانا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ تم بیرونی دنیا میں جا کر ہماری بے کسی کی کیا داستان سناؤ گے اور داستانیں صرف ذہنی تفریح کے لیے ہوتی ہیں، عملی طور پر کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔" اس کے لہجے میں بلا کی تلخی تھی، میں اس تلخی کو محسوس کر رہا تھا۔ اُس نے خشک سے انداز میں کہا: "اگر ہمارے دل میں تمھارے لیے کوئی گنجائش ہوتی تو یقیناً ہم تمھارا استقبال کرتے۔ لیکن افسوس ان حالات میں، میں تمھیں صرف واپس جانے کے لیے کہوں گی۔ میں نے تمھاری آمد کو پسندیدگی کی نگاہوں سے نہیں دیکھا ہے۔ ممکن ہے تم کوئی اخباری رپوٹر ہو۔ ممکن ہے کسی حکومت کے نمائندے ہو اور ممکن ہے صرف ایک سیاح ہو، میں تمھیں کوئی تصویر بنانے کی اجازت بھی نہیں دوں گی۔ افریقہ کے ننگے بھوکے عوام کی تصاویر پہلے ہی بہت انعامات حاصل کر چکی ہیں۔ لیکن انعامات وصول کرنے والوں نے انعام کی رقم کا ایک پیسہ بھی افریقہ کے ان بھوکے ننگے عوام کے لیے نہیں بھیجا۔ جن لوگوں کو انھوں نے اپنی تصاویر کے لیے ماڈل بنایا، وہ بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گئے البتہ انعامات لینے والوں نے اپنے لیے خوب صورت مکانات ضرورت بنوا لیے۔ تم لوگ افریقہ کے سیاہ فاموں کو اُن کی تیرہ بختیوں کا..... احساس دلانے کے لیے یہاں کیوں آ جاتے ہو؟ ہمارے جلتے ہوئے زخموں کو کیوں کریدتے ہو۔ جاؤ، واپس چلے جاؤ، ہم تمھاری منحوس آمد کو کسی بھی طور پر برداشت نہیں کر سکتے۔ تم لوگ آج بھی پہلے کے مانند ہو۔ موقع مل جائے اور غلاموں کی تجارت عام ہو جائے تو تم ہمارے نوجوانوں کو پکڑ کر جانوروں کی طرح ہانکتے ہوئے لے جاؤ گے اور اپنی دنیا میں لے جا کر انھیں غلام بنا لو گے کہ اس کے علاوہ ان کالے جسموں اور کالی تقدیر والوں کے لیے تمھارے دل میں اور کوئی جگہ نہیں ہے۔" اس کا لہجہ بے حد تلخ، بے حد زہریلا تھا۔

زندگی کا ایک نیا باب مجھ پر کھلا تھا۔ دل میں تو بڑی خواہش تھی کہ اُس سے کچھ اور گفتگو کروں۔ اُس سے پوچھوں کہ اپنے مسائل کے حل کے لیے اُس نے خود کیا کیا اقدامات کیے؟ لیکن اس کے لہجے کی نفرت بتاتی تھی کہ وہ اب یہاں ہماری ایک لمحے... کی موجودگی بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ چنانچہ میں نے موبے کو واپسی کا اشارہ کیا، اور موبے میرا بازو پکڑ کر واپس چل پڑا۔ وہ سب کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ پتا نہیں اپنے سردار کی باتیں انھوں نے سمجھی تھیں یا نہیں۔ لیکن یہ اندازہ ضرور لگا لیا تھا کہ ان کی سردار ہماری آمد سے ناخوش ہے۔ چنانچہ اُن سب کی نگاہوں میں بھی ہمارے لیے نفرت کے آثار پیدا ہو گئے تھے۔

موبے نے لینڈ روور اسٹارٹ کر کے واپس موڑ دی۔ اور اپنی عادت کے مطابق تیز رفتاری سے وہاں سے چل پڑا۔ اُس کے چہرے پر گہری اداسی طاری تھی۔ میں بھی خاموش تھا۔ میں جانتا تھا کہ موبے بھی سردار کی گفتگو سے متاثر ہوا ہے۔

کافی دُور نکل آنے کے بعد وہ یک بہ یک ہنس پڑا۔ پھر بولا "سوری سر! اس عورت نے کافی تلخ گفتگو کی ہے، یقیناً تمھیں پسند نہیں آئی ہو گی۔ لیکن کیا کیا جائے۔ حقیقت یہی ہے کہ افریقیوں کی تقدیر بھی اُن کے جسموں کی مانند ہی سیاہ ہے۔ بھلا کوئی ان کے لیے کیا کر سکتا ہے؟"

موبے کے طنز کو میں محسوس کر رہا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا "ہاں موبے! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بے چارے پسماندہ ہیں اور نہ جانے کب تک انھیں اس پسماندگی کا شکار رہنا پڑے گا۔ لیکن مجھے حیرت ہے کہ جنرل ٹیریس نے ان کی فلاح و بہبود کے لیے اب تک کوئی قدم کیوں نہیں اُٹھایا۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے، اگوٹے بل کے وسائل ابھی اتنے زیادہ نہیں ہیں کہ جنرل ٹیریس اس طرف توجہ دے سکیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تمھیں اس طرف لے آیا۔ خیر چھوڑو، میں تمھیں ایک حسین علاقے کی طرف لے چلتا ہوں۔ ویسے یہ عورت کچھ زیادہ ہی تلخ ہو گئی تھی اور اس کی وجہ یہی ہے۔ والٹو موبائے کے جانے کے بعد ان قبیلوں میں امید کی ایک لہر دوڑ گئی تھی اور ان کا خیال تھا کہ شاید جنرل ٹیریس ان کی جانب فوری توجہ دیں گے۔ لیکن جنرل ابھی تک الجھنوں ہی میں گھرے ہوئے ہیں۔ بہت سی مخالفتیں برداشت کرنا پڑ رہی ہیں انھیں۔ والٹو موبائے ایک مخصوص طبقے کو نوازتا تھا۔ چنانچہ اس مراعات یافتہ اور ملی طور پر مطلق طبقے نے جنرل ٹیریس کے لیے کافی مشکلات کھڑی کر رکھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جنرل ابھی بہت سے ایسے کاموں کی طرف توجہ نہیں دے سکے۔"

موبے نے لینڈ روور کا رُخ تبدیل کر دیا تھا۔ پہلا تجربہ کچھ زیادہ خوش گوار نہیں تھا۔ لیکن بہر طور مجھے نئے نئے تجربات کرنے کا شوق تھا۔ چنانچہ میں نے موبے کے کام میں مداخلت نہیں کی۔ اس بار

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ جس علاقے میں مجھے لایا تھا، وہ واقعی بے حد خوب صورت تھا۔
"یہ ہاتھیوں کا علاقہ کہلاتا ہے۔" اس نے بتایا۔ "یہاں ہاتھی بہت زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ کیا تمھیں ہاتھیوں کا شکار پسند ہے؟"

"نہیں موبے! میں تو صرف اُن لوگوں کا شکار کرتا ہوں جو میرے مشن کے خلاف ہوں۔" میرے مُنہ سے بے اختیار نکل گیا۔
موبے چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہرطور آپ نے تسلیم کیا ہے کہ شکاری آپ بھی ہیں۔"
"ہاں موبے! ہر شخص کی زندگی کا کوئی نہ کوئی مشن ضرور ہوتا ہے اور وہ اپنے مشن کی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔"

ہم نے ایک حسین آبشار کے کنارے لینڈ روور روک دی اور یہاں کچھ وقت گزارنے کا فیصلہ کیا گیا۔ میں بھی بس دل بہلا رہا تھا ورنہ اس سیر و سیاحت کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔ آبشار کے پانی سے بننے والی ندی اس قدر شفاف تھی کہ اس کی تہ میں پڑی ایک ایک شے نظر آرہی تھی۔ میں اس پانی میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گیا۔ موبے لینڈ روور میں مصروف ہوگیا تھا۔ اس نے رائفل تیار کر کے باہر نکال لی۔ اُسے لینڈ روور کے بونٹ پر رکھا۔ اور پھر خود بھی زمین پر بیٹھ کر جوتے کھولنے لگا۔ پھر اُس نے کپڑے اتارے اور پانی میں چھلانگ لگا دی۔
"بے حد خوشگوار پانی ہے... کیا تم نہانا پسند نہیں کرو گے؟" وہ بولا۔

"ہاں موبے، کیوں نہیں۔" میں نے کہا اور میں بھی لباس اتارنے لگا۔
ٹھنڈے اور بے حد شفاف پانی میں غسل کرتے ہوئے میں نے موبے سے اس علاقے کے بارے میں پوچھا، اور وہ مجھے یہاں کے حالات سے آگاہ کرنے لگا۔
"اطراف میں کوئی آبادی نہیں ہے موبے؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں، کوئی قبائلی آبادی نہیں ہے۔ لیکن بائیں سمت چند میل کے فاصلے پر لیوٹولونہ کا علاقہ ہے۔ یوٹولونہ میں کارلو ویٹ کمپنی کچھ کام کررہی ہے۔ پتا نہیں کیا۔ اس بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔"
پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "کمپنی کے لیے کام کرنے والوں نے تو اپنی آبادی الگ ہی بنا رکھی ہوگی؟"
"ہاں، یہ لوگ ہر طرح کے وسائل رکھتے ہیں۔ آمد و رفت کے لیے ان کے پاس جدید سہولیات بھی ہیں۔ چنانچہ انھیں ان ویرانوں میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ یہ اپنے لیے ایک محفوظ حصار بنا لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ علاقہ ہاتھیوں کا علاقہ کہلاتا ہے۔ اور اوقات ہاتھی یہاں خوفناک تباہی مچاتے ہیں۔ لیکن اس کے کام کرنے والے ایسی چیزوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔ ان کے پاس بہترین شکاری موجود ہیں۔ جو ہاتھیوں کو بھگانے کا فن"
"بھگانے کا فن!" میں نے حیرت سے پوچھا۔
"ہاں۔ ہاتھیوں کے شکار کی اجازت نہیں ہے۔ علاقے میں بغیر لائسنس کے ہاتھی کا شکار نہیں کیا جاسکتا۔ بھگانے کے لیے جو دل چاہے کیا جائے۔ یا پھر کوئی ہاتھی بدمست ہو جائے اور زندگیوں کے درپے ہو... تو بہرطور اُسے ہلاک کیا جاسکتا ہے۔"
تھوڑی دیر کے بعد میں پانی سے نکل آیا۔ لیکن میرا دل نہانے سے نہیں بھرا تھا۔ وہ مسلسل پانی میں گہری ڈبکیاں لگا رہا تھا۔ میں لباس تبدیل کر کے لینڈ روور کے بونٹ پر آ بیٹھا۔ وقت گزرتا جارہا تھا۔ ٹھنڈی اور خوشگوار ہوائیں بدن کو چھو کر گزرتیں تو یوں محسوس ہوتا جیسے نشہ سا طاری کرتی جارہی ہوں۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ ذہن پر غنودگی کا کوئی غلبہ نہیں تھا۔ بس آنکھیں بند کرنے سے سرور سا مل رہا تھا۔ لیکن دفعتاً میں نے موبے کی آواز سُنی اور میری آنکھیں خود بخود کھُل گئیں۔ یہ آواز چیخنے کے سے انداز میں تھی۔
میں چونک کر سیدھا ہوا۔ اور میری نگاہیں ندی کی جانب اُٹھ گئیں۔ تب میں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ ایک سیاہ فام قوی ہیکل آدمی موبے سے لپٹا ہوا تھا۔ اور دونوں میں کشمکش ہورہی تھی۔ پانی اُچھل رہا تھا۔ موبے چونکہ خود بھی طاقتور تھا، اس نے حملہ آور کی کلائی پکڑی ہوئی تھی۔ اور دونوں بار بار پانی میں غوطے کھارہے تھے۔ میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ بے اختیارانہ انداز میں، میں نے بونٹ پر رکھی ہوئی رائفل اٹھائی لیکن سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ کوئی چیز سنسناتی ہوئی قریب سے گزری اور لینڈ روور کا شیشہ ایک چھناکے سے چور چور ہوگیا... چھوٹے چھوٹے ذرات سے آنکھوں کو بچانے کے لیے میں نے آنکھیں بند کرلیں اور لینڈ روور سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ یہ میرے حق میں بہتر ہی ہوا۔ کیونکہ دوسرا تیر عین اس جگہ لگا تھا جہاں ابھی صرف ایک لمحے قبل میں موجود تھا۔ میں مستعد ہوگیا۔ اور تیزی سے پیچھے ہٹ کر لینڈ روور کے عقب میں پہنچ گیا۔ مجھے وہ لوگ نظر نہیں آئے تھے جو مجھ پر تیر چلا رہے تھے۔ یہاں سے البتہ موبے نظر آرہا تھا جو اپنے مدِمقابل سے الجھا ہوا تھا۔ میں نے رائفل کا گھوڑا چڑھایا۔ اور چوکنّی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اس کے بعد مجھ پر کوئی تیر نہیں چلایا گیا تھا۔ لیکن موبے بدستور خطرے میں تھا۔ میری نگاہیں اُس پر جم گئیں۔ اپنے قریب آنے والوں سے تو میں ایک لمحے میں نمٹ سکتا تھا۔ لیکن اگر موبے اُس حملہ آور کا شکار ہوجاتا تو بہت بُرا ہوتا۔ اور پھر میں نے اپنی زندگی کا بہترین کارنامہ انجام دیا۔ حالانکہ ایسا نشانہ لینا دیوانگی ہی کہی جاسکتی تھی۔ لیکن میں نے یہ خطرہ مول لے لیا تھا۔ اس بار جب وہ دونوں پانی سے اوپر ابھرے تو میں نے حملہ آور کی پشت کا نشانہ لے کر رائفل کا ٹریگر دبا دیا۔
میں اپنی اِس کوشش میں کامیاب رہا تھا۔ دفعتاً ہی حملہ آور کا جسم پانی میں اچھلا۔ اور شفاف پانی میں خون کے دھبے پھیل گئے۔ لیکن حملہ آور بھی کافی طاقتور تھا۔ زخمی ہوتے ہی اُس نے موبے کو چھوڑ دیا۔ اور اپنے شدید زخم کے باوجود برق رفتاری سے ساحل کی جانب دوڑا، اور ساحل پر پہنچ گیا۔ لیکن میں نے اُسے فرار ہونے کا موقع نہیں دیا تھا۔ میری دوسری چلائی ہوئی گولی اس کی ٹانگ میں لگی اور وہ اچھل کر نیچے گر پڑا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کئی اور تیر سنسناتے ہوئے میری اور موبے کی طرف آئے۔ موبے نے تو پانی میں چھلانگ لگا دی تھی۔ لیکن مجھے بچنے کے لیے تیزی سے گرنا پڑا۔ اب مجھ پر دیوانگی طاری ہوگئی تھی۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اور اس بار میں نے تیروں کی سمت کا اندازہ کر کے گولی چلائی۔ میرا نشانہ بالکل سچا تھا۔ ایک بلند درخت سے میں نے ویسے ہی ایک سیاہ بدن کو نیچے گرتے ہوئے دیکھا۔ وہ چند لمحے تڑپا۔ اور اُس کے بعد ساکت ہوگیا۔
موبے اب پانی میں تیرے بدلتا ہوا کنارے کی طرف آرہا تھا۔ چند ہی لمحے بعد وہ ندی سے نکل آیا۔ اور پھر کسی مگرمچھ کی مانند چاروں ہاتھ پاؤں سے تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا لینڈ روور کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے جسم کے بہت سے حصّوں سے خون رِس رہا تھا۔ لیکن لینڈ روور کے نزدیک آکر اُس نے مجھ سے مخاطب ہونے کے بجائے پھرتی سے اندر داخل ہوکر دوسری رائفل نکال لی۔ اور پھر لینڈ روور کی چھت پر چڑھ گیا۔ اُس نے وحشیانہ انداز میں چاروں طرف فائرنگ شروع کردی تھی۔ لیکن اس فائرنگ کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اندازہ یہ ہوتا تھا کہ ہم پر حملہ کرنے والے صرف دو افراد ہی تھے اور دونوں ہی ہلاک ہوچکے تھے۔
کافی دیر تک ہم دُور دُور تک نگاہیں جمائے رہے۔ لیکن اس کے بعد کہیں کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی۔ رائفل دوبارہ لوڈ کرلی گئی۔ اور ہم دونوں آگے بڑھ کر درخت سے گرے ہوئے سیاہ فام کے قریب پہنچ گئے۔ ہم نے جھک کر اُسے دیکھا۔ اس کے نزدیک ہی ایک جدید ساخت کی مشینی کمان پڑی ہوئی تھی۔ اس کمان کو دیکھ کر موبے کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یہ کمان اِن جنگلیوں کے پاس تو نہیں ہوسکتی۔" موبے نے کہا۔
"ہوں۔" میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ "تمھارے زخموں کی کیا کیفیت ہے؟"
"خنجر کی ہلکی ہلکی خراشیں ہیں۔ وہ کامیاب نہیں ہوسکا۔ لیکن کمبخت بے حد طاقتور تھا کسی جنگلی بھینسے کی طرح۔ تاہم میں ٹھیک ہوں۔"
ہم دونوں دوسری لاش کے قریب پہنچ گئے۔ جو اس حملہ آور کی تھی جس نے موبے پر پانی میں حملہ کیا تھا۔ ہم جھک کر اس لاش کو دیکھنے لگے۔ دفعتاً میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ میں نے اس سیاہ فام کے ٹخنے کے پاس دو سفید دھبے دیکھے تھے۔ مجھے یہ دھبے کچھ عجیب سے محسوس ہوئے۔ میں نیچے بیٹھ گیا۔ میں نے جیب سے رومال نکالا۔ اور اُن دھبّوں کے کناروں کو رگڑ رگڑ کر رومال سے صاف کرنے لگا۔ موبے نے میری یہ عجیب و غریب حرکت حیرت سے دیکھی تھی۔ لیکن اس وقت وہ مزید حیرت زدہ ہوگیا جب اُس نے اس سفیدی کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔ رومال پر ایک عجیب سی براؤن رنگ کی سیاہی لگ گئی تھی۔ میں نے زور سے اس کی پوری پنڈلی پر ایک رگڑ لگائی تو پوری پنڈلی سفید ہوگئی۔ اب موبے بھی حیران ہوکر نیچے بیٹھ گیا تھا۔ پھر میں نے لاش کے چہرے پر رومال رگڑا اور چہرہ بھی سفید ہونے لگا۔
موبے کے مُنہ سے متحیّرانہ انداز میں نکلا۔ "اوہ مائی گاڈ! یہ سیاہ فام نہیں ہے۔ بلکہ شاید اس نے پینٹ کیا ہے اپنے چہرے پر۔"
میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب میں اس کے چہرے پر میک اَپ کا جائزہ لے رہا تھا کیونکہ اس کے خدوخال مقامی لوگوں جیسے ہی تھے۔ میرا اندازہ غلط نہیں نکلا۔ ربر کا ایک بڑا سا پیڈ ناک سے اکھاڑا گیا تو ناک کا ڈیزائن تبدیل ہوگیا۔ پیشانی اور رخساروں پر بھی ربر کے ٹکڑے لگائے گئے تھے۔ اور جب ہم نے وہ چہرہ مکمل طور پر صاف کیا تو وہ ایک نیلی آنکھوں والے سفید فام کا چہرہ تھا۔
موبے آنکھیں اور مُنہ پھاڑے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے متعجبانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔ "یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آرہا!"
"کوئی خاص بات نہیں موبے! کیا خیال ہے، یہاں رکنا ہے یا چلا جائے؟"
"جیسا مناسب سمجھیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"
"دراصل میں یہاں کسی نئی الجھن میں گرفتار نہیں ہونا چاہتا۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ یہاں سے نکل لیا جائے۔"
موبے نے شانے ہلائے۔ اور ہم رائفلیں سنبھال کر واپس چل پڑے۔ لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ ابھی کچھ اور بھی مصیبتیں ہمارا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آسظار کر رہی ہیں۔

ہم ابھی لینڈ روور کے دروازے بھی نہیں کھول پائے تھے کہ دفعتاً ہم پر گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ اور اگر میں پھرتی سے موبیے کو زمین پر دھکا نہ دے دیتا۔ اور خود بھی زمین پر نہ گر پڑتا تو یقیناً ہم دونوں اس باراں کا شکار ہو جاتے۔ لینڈ روور البتہ تباہ ہو گئی تھی۔ اس کے ایک سمت کے دونوں ٹائر بھی بیکار ہو گئے تھے۔ گولیاں اب اتنی شدت سے برسائی جا رہی تھیں کہ جیسے بہت سے افراد فائرنگ کر رہے ہوں۔ ان بہت سے لوگوں سے مقابلہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے موبیے کو اشارہ کیا۔ اور ہم دونوں برق رفتاری سے لینڈ روور کی دوسری سمت پہنچ کر جھکے جھکے ندی کی سمت بھاگنے لگے۔ گولیوں کی سمت سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ دوسری سمت سے آ رہی ہیں۔ برق رفتاری سے ندی عبور کرتے ہوئے ہم اس کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ اس طرف درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ چنانچہ ہم بھاگتے ہوئے درختوں میں گھس گئے۔ لیکن گولیاں مسلسل ہمارا تعاقب کر رہی تھیں۔ جس درخت کے تنے کے پیچھے ہم نے پہلی پناہ لی، بے شمار گولیاں اس کے تنے میں پیوست ہو گئی تھیں۔ یہاں رکنا بھی مناسب نہیں تھا۔ ان لوگوں سے بچنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ ہم گھنے جنگل میں زیادہ دُور تک نکل جائیں۔ چنانچہ ہم دوڑتے رہے۔ اور چند منٹ کے اندر اندر انتہائی گھنے جنگل میں پہنچ گئے۔ ہماری بائیں سمت ایک دلدلی میدان میلوں دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ ہم اُس طرف سے بچتے ہوئے داہنی سمت دوڑتے رہے۔ اب ہمیں فضا میں عجیب عجیب آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سیٹیوں کی آوازیں۔ باتیں کرنے کی آوازیں۔ وہ لوگ ہم سے بہت زیادہ دُور نہیں تھے اور ان سے بچنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ ان کی پہنچ سے بہت دُور نکل جایا جائے۔

سورج غروب ہوتا جا رہا تھا۔ درختوں کے درمیان جگہ جگہ دلدلی گڑھے تھے اور کئی بار ہم ان گڑھوں میں دھنستے دھنستے بچے تھے۔ اب چاروں طرف گہری تاریکی پھیل گئی تھی۔ اندازے کے مطابق ہم نے اس طرح دوڑتے ہوئے کئی میل کا سفر طے کر لیا تھا۔ بدن پسینے سے تر تھے۔ ہمیں یقین تھا کہ اگر ہم رُکے تو وہ لوگ ہمارے نزدیک پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ جنگل میں ان کی موجودگی کا اندازہ وقتاً فوقتاً آنے والی آوازوں سے بخوبی ہو رہا تھا۔ رات کی تاریکی میں ہم محفوظ تھے۔ لیکن صبح کی روشنی میں ان سے چھپنے کے لیے سخت جدوجہد کرنا پڑتی۔ اگر صبح ہونے سے قبل ہم اپنے لیے کوئی مناسب پناہ گاہ تلاش کر لیتے تو پھر شاید بچت کا کوئی راستہ نکل آتا۔

موبیے کا سانس مجھ سے زیادہ تیز رفتاری سے چل [illegible] نے ایک لمحے کے لیے رُک کر اُسے دیکھا اور آہستہ سے بولا "دوڑنے میں تکلیف محسوس کر رہے ہو موبیے؟"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن اب ان زخموں سے خون کا اخراج زیادہ ہو گیا ہے جو اس کمبخت کے چاقو سے بدن پر لگی تھیں۔ میں اپنے بدن کو کئی جگہ سے بھیگا بھیگا محسوس کر رہا ہوں۔"

"یہ تو خطرناک صورتِ حال ہے، میرا خیال ہے ہم کسی درخت کی بلندی پر پناہ لیں۔ اس وقت یہ ہمارے لیے [illegible]"

"بالکل درست کہا۔ ویسے بھی ہم رات کی تاریکی میں زیادہ نہیں دوڑ سکتے۔ کسی بھی جگہ کوئی بھی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ کیونکہ تو زمین بھی نظر نہیں آ رہی۔" موبیے نے میری بات کی تائید کی۔

"ٹھیک ہے موبیے آؤ... دیکھو وہ درخت کیسا ہے؟" میں نے ایک سمت اشارہ کیا اور موبیے نے مجھ سے اتفاق کرتے ہوئے گردن ہلا دی۔

میں نے سہارا دے کر موبیے کو درخت پر چڑھا دیا۔ درخت کی موٹی شاخیں بہت زیادہ وسعت میں پھیلی ہوئی تھیں اور وہ کافی گھنا تھا اور اوپر پہنچنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ اگر ان لوگوں کی توجہ خصوصی طور پر اس درخت کی جانب مبذول نہ ہوئی تو صبح کی روشنی میں بھی اُن کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

موبیے درخت کی ایک موٹی شاخ پر لمبا لمبا لیٹ گیا۔ میں نے بھی اپنے آپ کو سنبھالا۔ دونوں رائفلیں ایک ایسی جگہ [illegible] جہاں سے ان کے گرنے کا خدشہ نہیں تھا۔ اور پھر میں موبیے کو ٹٹولنے لگا۔

موبیے آہستہ سے بولا "نہیں، اب ایسی بھی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ البتہ خون بہہ رہا ہے، بس اس سے ذرا [illegible]"

"لباس اتارو موبیے! میں تمہارے زخموں کو دیکھتا ہوں۔"

"سوری، ویری سوری! میں تمہارے لیے بھی مصیبت بن گیا۔" موبیے نے کہا۔

میں نے اُس کے اوپری لباس کو اتروا کر اس کا جائزہ لیا اور پھر اپنی دونوں آستینیں بازو کے پاس سے پھاڑ دیں اور پٹی کے طور پر موبیے کے ان زخموں پر کس دیا، جن سے خون کی مقدار زیادہ تھی۔ خون رک گیا تھا۔

موبیے نے شکر گزار نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا "[illegible] ہوں اب، بالکل ٹھیک ہوں، میرے لیے فکرمند نہ ہوں۔"

درخت کی شاخ پر رات کس طرح گزر گئی، اس کا اندازہ نہ ہو سکا۔ حالانکہ نیچے بھی گر سکتا تھا میں لیکن [illegible] حفاظت کی تھی۔ صبح کی روشنی جب پتوں سے چھن کر آنکھوں کو لگی تو آنکھ کھل گئی۔ موبیے کی گہری گہری سانسیں بتا رہی تھیں کہ وہ گہری نیند سو رہا ہے۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر موبیے کے بازو پر ہاتھ رکھ کر اُسے جگایا تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ سخت بخار میں تپ رہا ہے۔ میں پریشان سا ہو گیا۔ موبیے نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ پھر وہ اٹھ کر شاخ پر بیٹھ گیا۔

"کیسی طبیعت ہے موبیے؟ تمہیں بخار ہے۔"

"ہاں۔" وہ ایک گہری سانس لینے کے بعد بولا۔ "حالات مجھ پر ذرا زیادہ ہی اثر انداز ہو گئے ہیں۔ تاہم فکر نہیں ہے۔ اب تو جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ کیا تم نے اردگرد کوئی آہٹ سنی؟ میں تو رات میں شاید نیم بے ہوشی کی کیفیت کا شکار رہا ہوں۔"

"نہیں، کوئی خاص بات نہیں موبیے یہ بتاؤ کہ اب ہمیں کون سی سمت اختیار کرنا ہو گی۔ کیا تم اِس علاقے سے واقفیت رکھتے ہو؟"

"پوری طرح تو نہیں، لیکن اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو ان جنگلوں کو عبور کرنے کے بعد ہم دریائے سالو پہنچ جائیں گے۔ دریائے سالو گوٹے ہل ہی کی جانب بہتا ہے۔ اگر ہم اس کے کنارے کنارے سفر کرتے رہیں... یا پھر کسی طرح کوئی کشتی وغیرہ حاصل کر لیں یا بنا لیں تو ہم گوٹے ہل کے مغربی گوشے کی طرف نکل سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں شہر تک پہنچنے میں دشواری نہیں ہو گی۔"

"تو گویا ہمیں سامنے ہی کی سمت چلنا ہے؟"

"ہاں بالکل، یہی مناسب رہے گا۔"

"چلو، میرا خیال ہے وہ لوگ مایوس ہو کر واپس جا چکے ہیں۔ لیکن اگر انھوں نے زیادہ تیاریوں کے ساتھ دوبارہ ہماری طرف رُخ کیا تو پھر ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

ہم دونوں درخت سے نیچے اتر آئے اور سمت کا تعین کر کے آگے بڑھ گئے۔

راستے دشوار گزار تھے، ابھی ہم ایک میل کا فاصلہ بھی نہیں طے کر پائے تھے کہ ہم نے کتوں کے بھونکنے کی ہلکی ہلکی آوازیں سنیں اور میں ٹھٹک گیا۔ موبیے شاید ان آوازوں کو نہیں سن سکا تھا۔ اس نے میری طرف دیکھا۔

"وہ لوگ کتے لے آئے ہیں موبیے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

موبیے کو بھی ان آوازوں کا احساس ہونے لگا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں خوف کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے چند لمحے پریشانی کے انداز میں اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر بولا۔ "واپس بھاگنے کے علاوہ اب کوئی صورت نہیں ہے۔ غالباً وہ لوگ چکر کاٹ کر دریائے سالو کے ذریعے اس سمت پہنچے ہیں۔ یقیناً انھوں نے یہاں تک آنے کے لیے کوئی موٹر بوٹ وغیرہ استعمال کی ہو گی۔ وہ یقیناً ہمیں گھیر لینے کی کوشش کریں گے۔ ہمیں اب ایسی جگہ تلاش کرنی چاہیے جہاں ان کے کتے نہ آ سکیں۔ ورنہ وہ ہماری بوٹیاں اُڑا دیں گے۔"

مجھے بھی یہی اندازہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ ہم دیوانہ وار واپس اسی راستے پر دوڑنے لگے جدھر سے یہاں تک پہنچے تھے۔

کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آہستہ آہستہ قریب آتی جا رہی تھیں۔ اور ہماری رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ ہم رائفلوں کو سنبھالے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ بہت دور پہنچ کر ہم ایک لمحے کے لیے رُکے اور سماعت کی پوری قوت سے آوازوں کو سننے کی کوشش کرنے لگے۔ علاقہ بہت ہی خطرناک تھا۔ دلدلی گڑھے جگہ جگہ نظر آ رہے تھے۔ جن کے اوپر گھاس پھونس اُگی ہوئی تھی۔ اگر ان گڑھوں سے محتاط نہ رہا جاتا تو یقیناً یہ آسانی سے ہمیں نگل جاتے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان لوگوں سے بچنے کے لیے ہم کیا کریں...؟ ایک بار میں نے موبیے کی طرف دیکھا تو وہ بڑی حالت میں نظر آیا۔ شدید بخار کی وجہ سے اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں اور چہرہ بھی لال بھبوکا ہو رہا تھا۔ یہ مزید پریشانی کی بات تھی۔

"ایک درخواست کروں، مان لوگے؟" موبیے نے کہا۔

"کہو۔"

"میں یہاں رکتا ہوں، تم آگے نکل جاؤ۔ ہمیں اب ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانا چاہیے، تاکہ اُنھیں دھوکا دینے میں آسانی ہو۔"

"ایثار کرنا چاہتے ہو موبیے، یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔"

"پلیز، سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں انھیں روکتا ہوں۔ اِس دوران آپ دُور نکل جائیں گے۔ اور پھر صورتِ حال کو بہتر پاتے ہی میں بھی آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"فضول باتیں مت کرو۔" میں نے خفگی سے کہا۔

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، وہ کیجیے۔ میں کسی بھی طور آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ ہمیں دو مختلف سمتیں اختیار کرنا ہی ہوں گی۔" موبیے کے لہجے میں درشتگی پیدا ہو گئی۔ مجھے اس کی آنکھوں میں وحشت کی ایک چمک سی نظر آئی تھی۔ میں تعجب سے اُسے دیکھنے لگا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو موبیے، تمھاری حالت ایسی نہیں ہے کہ تمھیں تنہا چھوڑ دیا جائے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے، اگر آپ میری بات نہیں مانتے تو پھر میں مجبور ہوں۔" اس نے کہا اور واپس اسی سمت چھلانگ لگا دی، جدھر سے ہم بھاگ کر آئے تھے اور جس طرف سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

میں موبیے کو آواز بھی نہ دے سکا۔ آن کی آن میں وہ میری

WWW.PAKSOCIETY.COM

نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تھا۔ غالباً اُس پر دیوانگی ہی طاری ہو گئی تھی لیکن میں تو دیوانہ نہیں تھا۔ میں اگر اس کے پیچھے جاتا تو یہ جانتا تھا کہ اُن لوگوں کا شکار ہو جاؤں گا۔ اور ان جنگلوں میں موت کو اتنی آسانی سے قبول کرنا میرے لیے ممکن نہ تھا۔ چنانچہ چند لمحے افسوس کرنے کے بعد میں واپس دوڑنے لگا۔ اب مجھے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اپنی جان کس طرح بچاؤں۔ کتّوں کے بھونکنے کی آوازیں ہوا کے دوش پر تیرتی ہوئی کبھی سنائی دیتیں اور کبھی بند ہو جاتیں۔ وہ لوگ سرگرمی سے ہماری تلاش میں مصروف تھے، اور اپنی دانست میں ہمارے گرد ایک لمبا گھیرا ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انھیں کم از کم یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ہم لوگ دریائے سانو تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں اونچی اونچی خاردار جھاڑیاں اور گنجان درخت بکھرے ہوئے تھے۔ اگر ان لوگوں کے ساتھ کتّے نہ ہوتے تو یہ جگہ چھپنے کے لیے اتنی موزوں تھی کہ وہ کسی قیمت پر مجھے تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ میں دیر تک اسی فکر میں کھویا رہا کہ کیا کروں۔ دفعتاً مجھے بائیں جانب آہٹ سی سنائی دی۔ اور میں فوراً پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ میری نگاہیں اسی سمت جمی ہوئی تھیں، لیکن غالباً وہ کوئی جنگلی جانور تھا جو میرے قدموں کی آہٹ سے ڈر کر بھاگا تھا۔ میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ میں نے فائرنگ کی آواز سُنی۔ اور اس کے ساتھ ہی بے شمار دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں موبیے کا خیال آیا۔ اور میں دُکھ بھرے انداز میں ہونٹ سکیڑ کر رہ گیا۔ اس فائرنگ کا ہدف موبیے بھی ہو سکتا تھا۔

میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک پے در پے فائروں کی آواز سے جنگل دوبارہ گونج اٹھا اور میں نے اپنا سانس تک روک لیا۔ گولیوں کی آوازیں بہت زیادہ دُور سے نہیں سنائی دی تھیں۔ لیکن اس کے بعد یہ آوازیں بند ہو گئیں۔ مجھے صحیح طور پر کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ کافی دیر تک میں انھی گھنی جھاڑیوں میں لیٹا رہا۔ اس وقت یہ مناسب نہیں تھا کہ باہر نکل کر حالات کا جائزہ لیا جائے۔ خاموشی کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ موبیے اگر ان لوگوں کے ہاتھوں مارا گیا تو یہ واقعی ایک دردناک بات تھی۔ لیکن میں کر بھی کیا سکتا تھا، صورتِ حال ہی ایسی تھی کہ اس وقت اُسے روکنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔

وقت گزرتا رہا اور شاید ڈیڑھ یا دو گھنٹے گزر گئے۔ اب کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ یہاں تک کہ کتّوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی معدوم ہو گئی تھیں۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ وہ لوگ یہاں سے چلے گئے تھے لیکن میں تنہا رہ گیا تھا۔ یہیں موبیے کی لاش کو تلاش کرنا بھی آسان کام نہیں تھا۔ اُس کی لاش مجھے مل بھی جاتی تو میں کیا کر سکتا تھا۔ جو کچھ اُس کی تقدیر میں لکھا تھا، وہ ہو گیا تھا لیکن ان بدبختوں نے موقع سے مجھے گھیرا تھا۔ میں نے ان گھنی جھاڑیوں سے کہیں اور جانے کی کوشش نہیں کی۔ رات ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ اور رات ہو گئی۔ چاروں طرف سے اندھیرا اُمڈ آیا اور گہری ہو گئی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے۔ میں جانتا تھا کہ ان جنگلوں میں حشرات الارض اور درندوں کی کمی نہیں ہو گی۔ اور باہر نکلوں تو کسی بھی حادثے کا شکار ہو سکتا ہوں۔ لیکن بھی تو زندگی نہیں گزاری جا سکتی تھی۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا تھا۔ چنانچہ خدا کا نام لے کر نکل کھڑا ہوا۔ گھنی جھاڑیوں اور درختوں سے ٹکراتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ سمت کا اندازہ ضرور کر لیا تھا۔ دریائے سانو ہی کی طرف جانا تھا۔ رات کی تاریکی میں نہ جانے کب تک بھٹکتا رہا۔ پھر شاید آسمان پر چاند نکل آیا۔ چاندنی گھنے درختوں سے چھن کر نیچے پہنچنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ میں اس مدھم روشنی کے سہارے آگے بڑھتا رہا۔ لیکن رات بھر کے باوجود یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ کس طرف اور کتنی دور ہوں؟

اور پھر میں نے ہوا کے جھونکے محسوس کیے، جن سے میرے اور جسم میں تازگی اور بشاشت کی لہریں دوڑنے لگیں مجھے ہونے لگا تھا کہ میں دریا کے قریب ہوتا جا رہا ہوں۔ میرا دل زور سے دھڑکنے لگا اور میں نے رفتار تیز کر دی۔ اب میں دوڑ رہا تھا۔ اور چاندنی میری رہنمائی کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ میرے کانوں نے پانی بہنے کی آواز سن لی تھی۔ تیز رفتار دریا میرے سامنے تھا۔ یہاں پہنچ کر مجھے ایک عجیب سی فرحت کا احساس ہوا۔ تاحدِ نگاہ خاموش اور سنّاٹا پھیلا ہوا تھا۔ سوائے پانی کے شور کے اور کوئی آواز تھی اور میرے علاوہ کسی اور جاندار کا وجود نہیں تھا۔

میری زندگی بارہا ایسے خطرناک مراحل سے دوچار ہوئی تھی اس لیے خوف اور دہشت کا تو کوئی تصوّر میرے ذہن کے گوشے میں موجود نہیں تھا۔ لیکن میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ موبیے کے الفاظ رہنمائی کر رہے تھے۔ موبیے نے بتایا تھا کہ یہ دریا گوٹے ہل کی جانب بہتا ہے۔ میں اس میں تیر کر تک پہنچ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت بھی نہیں تھی کہ اپنے آپ کو دریا کے حوالے کر دوں۔

میں نے حقارت سے رائفل پانی میں پھینک دی اور نیچے بیٹھ کر اپنے جوتے اتارنے لگا۔ لباس میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں تھی جس کے بھیگنے یا ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو۔ البتہ وہ خنجر میرے پاس موجود تھا، جو موبیے اس شخص کے پاس سے اُٹھا لایا تھا، جس نے اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے خنجر کو احتیاط سے اپنے لباس میں باندھ لیا۔ جوتے اتار کر اُن میں دریا کی ریت بھری اور انھیں دریا میں پھینک دیا۔ تاکہ وہ بھی ڈوب جائیں۔ نہ بھی ڈوبتے تو زیادہ سے زیادہ وہ اُسی سمت بہتے، جدھر دریا بہہ رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے خدا کا نام لے کر دریا میں چھلانگ لگا دی۔ بپھری ہوئی موجوں نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔ برف کی مانند ٹھنڈے پانی نے بدن کو ایک لمحے میں سُن کر دیا تھا۔ اس صورتِ حال سے بچنے کے لیے میں نے پھرتی سے ہاتھ پاؤں چلانا شروع کر دیے اور اس طرح خون کی روانی برقرار رکھی۔

پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا، اور اب میں نیلے آسمان کے نیچے پُرشور دریا میں بہتا چلا جا رہا تھا۔ آنے والے خطرات سے بے نیاز ہو کر۔ خنجر البتہ میں نے محفوظ رکھا تھا۔

تھوڑی دُور پہنچنے کے بعد مچھلیوں کا ایک غول میرے پیچھے لگ گیا لیکن وہ خطرناک قسم کی مچھلیاں نہیں تھیں۔ بلکہ چھوٹی نسل کی غالباً مردہ خور مچھلیاں تھیں۔ جنھوں نے خاصی دُور تک میرا تعاقب کیا۔ لیکن یہ محسوس کر کے کہ مجھ میں زندگی موجود ہے، وہ میرے قریب نہیں آئیں۔

کافی دور نکل آنے کے بعد دریا کا پاٹ اتنا وسیع ہو گیا کہ اس کے دونوں کناروں پر پھیلا ہوا جنگل اور اونچے اونچے درخت جھاڑیوں کی مانند دکھائی دینے لگے۔ یہاں دریا کا بہاؤ کم ہو گیا تھا۔ سورج نکل آیا تھا اور ہر شے منوّر ہو گئی تھی۔ سورج کی شعاعوں نے ٹھنڈے پانی میں کچھ حرارت پیدا کر دی۔ جس کی وجہ سے مجھے بھی اپنے بدن میں حرارت سی محسوس ہوئی۔ تیز رفتار دریا کا یہ سفر میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ کتنے میل فی گھنٹے کی رفتار سے طے ہوا تھا۔ لیکن بہرطور میں اس میں کئی گھنٹے گزار چکا تھا۔

دن کو تقریباً ساڑھے دس بجے مجھے دریا کا پاٹ پھر کچھ تنگ ہوتا ہوا محسوس ہوا اور پھر بہت دُور میں نے کچھ انسانی سائے بھی دیکھے۔ دل تو چاہا کہ کنارے کی طرف تیرنا شروع کر دوں۔ لیکن کسی آبادی کا نام و نشان نہیں تھا۔ جب تک کہ کوئی آبادی باقاعدہ نظر آ جائے، میرا کنارے کی طرف رُخ کرنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا، اور یہ مسئلہ تقریباً دوپہر کو پونے دو بجے حل ہو گیا۔ میں نے بہت سے کچے پکے اور مخصوص قسم کے جھونپڑے اور مکانات دیکھے۔ اب پانی میں رہنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو روکا اور پھر رُخ تبدیل کر کے کنارے کی سمت تیرنے لگا۔ یہ انتہائی جسمانی قوت کا کام تھا لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری اور بالآخر کنارے پر پہنچ گیا۔

کنارے سے چند ہی گز کے فاصلے پر کچھ افریقی عورتیں کسی کام میں مصروف تھیں۔ مجھے دیکھ کر ان کے حلق سے عجیب عجیب آوازیں نکلیں اور وہ اُٹھ کر وہاں سے بھاگ گئیں۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد چند مرد بھی آ گئے تھے۔ وہ سب تجسّس خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں اُن سے اُن کی زبان میں تو صحیح طور سے گفتگو نہیں کر سکتا تھا لیکن جو تھوڑی بہت افریقی زبان میں نے سیکھ لی تھی، اُس ہی کو استعمال کرنے کی کوشش کی اور تقدیر نے مجھے اس میں کامیابی دلائی۔ میں انھیں یہ بتانے میں کامیاب ہو گیا کہ میں حادثے کا شکار رہا ہوں اور گوٹے ہل جانا چاہتا ہوں۔ اُن لوگوں نے گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور ایک جھونپڑے میں مجھے بٹھا کر میرے لیے خوراک کا بندوبست کیا گیا۔

خوب سیر ہو کر کھانا کھانے کے بعد میری پلکیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں۔ غذا کا نشہ اپنا کام دکھا رہا تھا۔ میں وہیں جھونپڑے کے فرش پر لیٹ کر نیم بے ہوشی کی کیفیت کا شکار ہو گیا اور پھر نہ معلوم کب گہری نیند میرے اعصاب پر طاری ہو گئی۔

جاگا تو رات ہو چکی تھی۔ میں اُٹھا اور جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔ باہر کچھ افریقی بیٹھے ہوئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر درمیانی عمر کا ایک شخص اُٹھا اور میرے قریب آ پہنچا۔

"گوٹے ہل، گوٹے ہل؟" اس نے زور زور سے گردن ہلاتے ہوئے مجھ سے سوال کیا۔

"ہاں، گوٹے ہل۔" میں نے اثبات میں جواب دیا اور وہ تسلّی دینے والے انداز میں میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر مجھے بتانے لگا کہ صبح کو وہ مجھے گوٹے ہل پہنچانے کا بندوبست کر دے گا۔ میں رات کو جھونپڑے ہی میں آرام کروں۔

رات میں مجھے پھر کھانے کے لیے کچھ دیا گیا اور میں نے شکریے کے ساتھ اُسے قبول کر لیا۔ یہ رات جھونپڑے میں ہی مہربان افریقیوں کے ساتھ گزاری اور دوسری صبح مجھے ایک گھوڑا مہیا کر دیا گیا۔ دوسرے گھوڑے پر میرا رہبر سوار تھا جو مجھے گوٹے ہل تک لے جانے کے لیے تیار ہوا تھا۔

میں نے خلوصِ دل سے ان لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد اپنے رہبر کی رہنمائی میں گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑا۔ لباس کا مسئلہ یہاں سے حل نہیں ہو سکتا تھا حالانکہ لباس کی جو حالت تھی اُسے بیان نہیں کیا جا سکتا، دریا کے پانی سے بھیگ کر وہ اور بھی عجیب و غریب شکل اختیار کر گیا تھا، میرا اپنا حلیہ کیا تھا،

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ نہ ہی میں نے اس حلیے کو درست کرنے کی کوشش کی تھی۔ میرے ذہن پر اب بس یہی دھن سوار تھی کہ گوٹے ہل پہنچ جاؤں۔ میرا راہبر بے چارہ اشاروں کی زبان بھی نہیں سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس سے یہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش بالکل ناکام رہی کہ گوٹے ہل کا فاصلہ کتنا ہے۔

سفر کے دوران ہمارے کھانے پینے کے لیے کچھ اشیا بھی ساتھ کردی گئی تھیں جن سے استفادہ کیا گیا اور ہم گھوڑوں پر سفر کرتے رہے۔ یہ سفر خاصا طویل تھا اور اس کے دوران ہمیں ایک رات قیام کرنا پڑا تھا۔ پھر دوسرے دن سفر کا آغاز کیا گیا تو زیادہ وقت نہ لگا۔ دوپہر کے گیارہ بجے تھے، جب ہمیں گوٹے ہل کے نواحی آبادی نظر آگئی۔

آبادی میں داخل ہونے کے بعد میں نے اپنے راہبر سے کہا کہ اگر وہ واپس جانا چاہتا ہے تو چلا جائے۔ یہاں سے میں اپنی راہ اختیار کرلوں گا۔ اور میرا راہبر گھوڑے سے اتر گیا۔ میں نے انتہائی شکریے کے ساتھ اپنے سفر میں استعمال ہونے والا گھوڑا اسے واپس کیا اور وہ دوسرے گھوڑے کی لگام پکڑ کر واپس چلا گیا۔

میں اپنے اسی مضحکہ خیز حلیے میں آبادی میں داخل ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی مجھے لے کر گوٹے ہل کے شاہی محل میں داخل ہوگئی۔ یہاں داخل ہونے کے بعد مجھے اسی خاتون سے رجوع کرنا پڑا تھا جس نے پہلی بار مجھے کیتھی براؤن کے پاس پہنچایا تھا، اس کے سوا اس حلیے میں کوئی بھی مجھے نہیں پہچان سکا تھا۔ میں کیتھی براؤن کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ اور یہاں میری ملاقات سب سے پہلے مسٹر جیمس مورلے سے ہوئی جو مجھے دیکھ کر شدتِ حیرت سے اچھل پڑے تھے۔ انھوں نے میرا بازو پکڑا اور تشویش زدہ لہجے میں بولے: "مسٹر علی! آپ خیریت سے تو ہیں؟ آپ کے بارے میں ہم لوگ سخت پریشان تھے۔ بڑی تشویشناک صورتِ حال پیدا ہوگئی ہے مسٹر علی... آئیے، اِدھر آئیے... میں آپ کے لیے جتنا پریشان تھا، بتا نہیں سکتا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے جیمس مورلے سے کہا: "میرا حلیہ دیکھ رہے ہیں آپ! کیا آپ مجھے اس کی اجازت نہیں دیں گے کہ غسل کرلوں اور لباس تبدیل کرلوں؟"

"سوری مسٹر علی، سوری... کیا میں آپ کے ساتھ آپ کے کمرے تک چل سکتا ہوں؟" جیمس مورلے بہت زیادہ پُرجوش اور بدحواس نظر آرہا تھا۔ میں نے شانے ہلا کر اس کو اجازت دے دی اور جیمس مورلے میرے ساتھ چلتا ہوا اُس جگہ پہنچ گیا جہاں میرا کمرا تھا۔

میں نے اپنے کمرے میں داخل ہوکر سب سے پہلے غسل وغیرہ کیا۔ لباس تبدیل کیا اور پھر باہر آکر جیمس مورلے سے کہا: "جیمس مورلے، اگر آپ اجازت دیں تو میں صرف میڈم براؤن کو اپنی واپسی کی اطلاع دے دوں۔"

"میڈم براؤن یہاں نہیں ہیں، وہ آپ کی تلاش میں گئی ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"مسٹر علی، آپ کے سلسلے میں تو یہاں کافی ہنگامہ ہوا۔ موبے زخمی حالت میں یہاں پہنچا تھا۔ یہ وہی ڈرائیور تھا جو آپ کے ساتھ گیا تھا۔ یہاں آنے کے بعد اس نے آپ کے بارے میں اطلاع دی اور میڈم براؤن سخت پریشان ہوگئیں۔ انھوں نے فوری طور پر ریزرو فورس کو آپ کی تلاش کے لیے بھیجا۔ اکتفا نہیں کیا بلکہ خود بھی ایک ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر غالباً اسی جانب چل پڑیں۔ وہیں آپ کو تلاش کیا جارہا ہے۔"

"اوہ! موبے خیریت سے یہاں پہنچ گیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں... مجھے کچھ زیادہ تو نہیں معلوم لیکن میں نے سنا ہے..."

"جنرل ٹیرس کو اس سلسلے میں کوئی اطلاع ملی؟"

"میں نہیں جانتا لیکن مجھے یقین ہے کہ میڈم براؤن نے جنرل کو یہ اطلاع بھجوا دی ہوگی۔"

"مسٹر مورلے! میں نہایت سخت حالات کا شکار رہا اور بمشکل تمام اپنی جان بچا کر یہاں پہنچ سکا ہوں۔ اب مجھے آپ کی کمپنی کی طرف سے اپنی ذمے داریاں ختم ہونے کا انتظار ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اب میری گلوخلاصی کرادی جائے۔ اس سے زیادہ میں آپ کے لیے مزید کچھ نہیں کرسکوں گا۔ کیا فائدہ کہ بددل ہوکر خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤں اور آپ کا معاملہ رہ جائے۔"

جیمس مورلے نے آگے بڑھ کر میرے بازو پر ہاتھ رکھا اور کہا: "نہیں مسٹر علی نہیں۔ بات اگر کان کنی کا ٹھیکا حاصل کرنے ہی محدود ہوتی تو کوئی مسئلہ نہ تھا لیکن موجودہ حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابھی ہماری مشکلات میں کمی نہیں ہوئی ہے۔ اور ہمیں آپ کے تعاون کی مزید ضرورت پیش آئے گی۔ جب آپ نے ہمارے لیے یہ سب کچھ کیا ہے تو اس کے استحکام تک اپنا تھوڑا سا وقت اور صرف کردیں۔ ہم ذاتی طور پر بھی آپ کے شکرگزار ہوں گے۔ میں نے اس سلسلے میں کمپنی کو بھی اطلاع دے دی ہے۔ اور وہاں سے پیش کش کی گئی ہے کہ آپ کے لیے جو کچھ بھی کیا جاسکتا ہے، کمپنی اس کے لیے تیار ہے۔"

میں ابھی جیمس مورلے سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ ایک دراز قامت شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ یہ دبلا پتلا

میں پایا جاتا تھا، بھوری آنکھوں اور گندمی رنگ کا مالک تھا۔ اس نے مؤدبانہ انداز میں گردن جھکا کر کہا: "سر! آپ کے لیے ایک پیغام ہے۔"

"میرے لیے؟" جیمس مورلے نے سوال کیا۔

"نہیں، مسٹر علی کے لیے۔" اس نے کہا۔ "جنرل ٹیرس واپس آگئے ہیں اور انھوں نے آپ کو فوری طور پر گولٹ ہاؤس طلب کیا ہے۔ وہاں وہ آپ کا انتظار کررہے ہیں۔"

"لیکن جنرل کو کیسے معلوم ہوا کہ مسٹر علی واپس آگئے ہیں؟" جیمس مورلے نے پوچھا۔

"جنرل نے ہم سے مسلسل رابطہ قائم رکھا تھا۔ کئی بار مسٹر علی کی واپسی کے سلسلے میں پوچھ چکے تھے۔ ابھی چند منٹ قبل جب انھیں واپسی کی اطلاع دی گئی تو انھوں نے مسٹر علی کی خیریت کے بارے میں دریافت کیا۔ میڈم مالیتا نے بتایا کہ مسٹر علی جسمانی طور پر بالکل تندرست ہیں تو جنرل نے کہا کہ مسٹر علی کو حفاظت کے ساتھ گولٹ ہاؤس پہنچا دیا جائے۔ وہاں جنرل ان کا انتظار کررہے ہیں۔"

جیمس مورلے نے مجھے دیکھا۔ میں نے اس شخص سے کہا: "تو پھر آپ نے میرے گولٹ ہاؤس پہنچنے کا کوئی بندوبست کیا؟"

"ہاں، کیا آپ گولٹ ہاؤس جانا پسند کریں گے؟"

"یقیناً۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا اور وہ گردن جھکا کر نکل گیا۔

میں نے سوالیہ نگاہوں سے جیمس مورلے کی طرف دیکھا اور جیمس مورلے کہنے لگا: "گولٹ ہاؤس، جنرل ٹیرس کا ایک خصوصی دفتر ہے۔ میرا خیال ہے جنرل ان ہنگامی حالات میں وہیں پہنچے ہیں۔ پتا نہیں میڈم براؤن کو تمھاری واپسی کی اطلاع ملی یا نہیں ویسے یہ سب تمھارے لیے بے حد پریشان ہوگئے تھے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر جیمس مورلے، واپسی پر آپ سے تفصیلی ملاقات ہوگی لیکن کمپنی سے میرے سلسلے میں بات ضرور کرلیں۔"

"آپ مطمئن رہیں مسٹر علی۔ کمپنی آپ کے سلسلے میں جس انداز سے سوچ رہی ہے اس کا آپ تصور بھی نہیں کرسکتے۔ آپ کو ہمارے درمیان اب ایک ڈائریکٹر کی سی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ آپ گولٹ ہاؤس سے واپس آجائیں۔ اس کے بعد ہمارے درمیان تفصیلی گفتگو ہوگی۔"

میں تھوڑی دیر کے بعد باہر نکل آیا۔ دراز قد آدمی میری ہی سمت آرہا تھا۔ میں نے سیاہ رنگ کی ایک وین دیکھی۔ جو غالباً مجھے لے جانے کے لیے تیار کی گئی تھی۔ دراز قد آدمی نے وین کا عقبی دروازہ کھول دیا اور میں اندر داخل ہوگیا۔ ایئرکنڈیشنڈ گاڑی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ کے اور پچھلے حصے کے درمیان پارٹیشن تھا اور بیچ میں صرف ایک شیشہ لگا ہوا تھا۔ میں وین کی آرام دہ سیٹ پر بیٹھ گیا اور دراز قد آدمی نے دروازہ بند کردیا۔ پھر وہ خود ہی ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا تھا۔

وین اسٹارٹ ہوکر محل سے باہر نکل آئی اور برق رفتاری سے دوڑنے لگی۔ انجن بے آواز تھا اور نشستیں آرام دہ... میں جنرل کی اس ہنگامی طلبی پر غور کرنے لگا۔ اس دوران بُڈھے سے کوئی رابطہ نہیں قائم ہوسکا تھا..... نہ معلوم وہ کہاں تھا اور کس حال میں تھا۔ اگر میرے آس پاس ہوتا اور صورتِ حال سے واقف ہوتا تو یقیناً کسی نہ کسی طرح مجھ سے ملاقات کرنے کی کوشش کرتا۔

وین کا سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک عمارت میں رُک گئی۔ یہ عمارت سُرخ پتھر کی سلوں سے بنائی گئی تھی۔ میں بالکل دروازے کے قریب تھا۔ دراز قد آدمی نے دروازہ کھولا اور احترام سے مجھے اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

عمارت کے صدر دروازے سے داخل ہوکر چھ سیڑھیاں اُترنا پڑیں اور اُس کے بعد ہم ایک بڑے ہال میں داخل ہوگئے۔ سامنے ایک محراب نما دروازہ نظر آرہا تھا۔ دراز قد آدمی نے اس دروازے کے قریب رُک کر مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا اور کہنے لگا: "آپ کو سیڑھیاں اُترنا پڑیں گی، جنرل نچلے حصے میں موجود ہیں۔"

میں نے گردن ہلائی اور اطمینان سے اندر داخل ہوگیا لیکن جیسے ہی میں دوسری طرف پہنچا، مجھے اپنے عقب میں دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ یہ سب کچھ بڑی تیزی سے ہوا تھا۔ دروازہ بند ہونا کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن جس برق رفتاری کا مظاہرہ کیا گیا تھا اس نے ایک لمحے کے لیے مجھے اُلجھن میں ڈال دیا تھا۔ میں نے سامنے کی طرف دیکھا۔ مدھم روشنی میں مجھے نیچے جانے والی سیڑھیاں نظر آرہی تھیں۔ میری چھٹی حس خطرے کا سگنل دے رہی تھی لیکن اب کوئی تشویش بے کار ہی تھی۔

میں سیڑھیاں اُتر کر نیچے پہنچ گیا۔ یہاں ایک آرام دہ خوابگاہ سجی ہوئی تھی۔ مدھم روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایک سمت بستر لگا ہوا تھا۔ نزدیک ہی ریفریجریٹر رکھا ہوا تھا۔ اٹیچ باتھ روم بھی تھا لیکن مجھے کوئی شخص نظر نہیں آرہا تھا۔ اس عجیب و غریب کمرے میں کھڑے ہوکر میں نے چاروں طرف دیکھا پھر باتھ روم کے قریب پہنچ کر اس پر ہلکی سی دستک دی۔ دروازے کا ہینڈل گھمایا تو دروازہ کھل گیا۔ باتھ روم خالی تھا۔ گویا اب یہاں کسی اور کی موجودگی کے امکانات نہیں تھے۔

غلطی ہوگئی تھی۔ میں ایک بار پھر چوہے دان میں آپھنسا تھا اور ان لوگوں نے مجھے کیتھی براؤن یا کسی دوسرے شخص سے ملنے کا موقع فراہم نہیں کیا تھا۔ واقعی غلطی ہوگئی تھی۔ بعض اوقات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہت زیادہ خوداعتمادی بھی انسان کو غفلت کا شکار کردیتی ہے۔ لیکن میرا قصور اتنا زیادہ بھی نہ تھا۔ اُن لوگوں نے ایک نفسیاتی حربہ استعمال کیا تھا اور فوراً ہی مجھے وہاں سے اغوا کرلیا تھا۔ ظاہر ہے جب جیمس مورلے جیسی شخصیت جنرل ٹیرس کے محل میں موجود تھی تو پھر دوسرے لوگوں کی موجودگی بھی تعجب خیز تو نہیں ہوسکتی۔ اور بھی کچھ افراد تھے جن میں وہ کمبخت دراز قامت بھی شامل تھا جس نے مجھے جنرل ٹیرس کا پیغام دیا تھا۔ ایک اور خیال بھی میرے ذہن میں اُبھرا' یہ عمارت گولٹ ہاؤس ہے بھی یا نہیں۔ میں خود گولٹ ہاؤس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ لیکن اب خیال آرہا تھا کہ یہ عمارت گولٹ ہاؤس نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ جیمس مورلے نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ گولٹ ہاؤس، جنرل ٹیرس کا خصوصی دفتر ہے۔ دیکھنا یہ تھا کہ یہاں میرے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ اگر اولیو ہارڈے سے یہاں ملاقات ہوجائے تو سارا کھیل ہی ختم ہوجاتا ہے۔ اور اس کے بعد مجھے مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

کافی دیر تک میں اسی طرح بیٹھا سوچتا رہا' پھر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ دروازے پر زور آزمائی کی لیکن نتیجے سے خود ہی واقف تھا۔ ظاہر ہے میرا قید خانہ معمولی تو نہیں ہوسکتا تھا۔ چنانچہ اب اِس کے علاوہ کوئی صورت نہیں تھی کہ مسہری پر آبیٹھوں۔

وقت گزرتا رہا۔ سخت جدّوجہد کے بعد یہ سوچا تھا کہ کچھ وقت آرام کروں گا۔ لیکن انھوں نے ایک لمحے کے لیے بھی موقع نہیں دیا تھا۔ وقت کا بھی یہاں کوئی صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا تھا۔ چنانچہ مسہری پر لیٹا رہا' پھر نہ جانے کیا وقت تھا کہ بھوک نے پریشان کرنا شروع کردیا۔ تہ خانے میں مدّھم سی روشنی بدستور تھی۔ اگر یہ نہ ہوتی تو پھر تاریکی کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔ خواہ دن ہی کا وقت کیوں نہ ہوتا۔ دفعتاً مجھے ریفریجریٹر کا خیال آیا۔ یہاں اس کی موجودگی کیا معنی رکھتی ہے؟ بے اختیار قدم اُٹھے اور میں نے ریفریجریٹر کھول کر دیکھا۔ پھر کم از کم دل ہی دل میں، میں نے ان لوگوں کی اس انسانیت کا اعتراف کیا تھا کہ انھوں نے یہاں میرے کھانے پینے کا معقول بندوبست کردیا تھا۔ ریفریجریٹر میں بہت سی چیزیں موجود تھیں۔ عمدہ قسم کے سینڈوچز کافی تعداد میں تھے۔ مکھن، سادہ ڈبل روٹی، اُبلے ہوئے انڈے، پنیر، آئس کریم اور پانی وغیرہ۔ اس سامان کی موجودگی سے اس بات کا اندازہ ہوجاتا تھا کہ وہ شاید کئی دن تک مجھے یہاں قید رکھنا چاہتے ہیں۔

کھانے پینے کے بعد میں نے تھوڑی سی چہل قدمی کی اور پھر مسہری پر جا لیٹا۔ نیند آئی تو سوگیا۔ بھوک لگی تو کھا پی لیا اور اس کے بعد تہ خانے ہی میں قلابازیاں کھاتا رہا۔ طبیعت بیزار ہوگئی تھی۔ شاید دو دن اور دو راتیں گزر چکی تھیں اور دیواروں سے سر پھوڑنے کے علاوہ کسی اور بات پر غور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں یہ کام بھی کر بیٹھتا، اگر اس طرح مجھے اس سے رہائی کی کوئی امید ہوتی۔ طبیعت کی بیزاری بڑھتی جارہی تھی۔ خود پر بھی غصّہ آنے لگا تھا کہ اس طرح یہاں دوڑے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ دراز قد شخص کے پیغام پر کچھ تو غور کرنا چاہیے تھا۔ پھر ان لوگوں پر غصّہ آنے لگا جو مجھے اس تنہائی میں ڈال کر تقریباً بھول ہی گئے تھے۔ دل چاہتا تھا کہ ایک بار باہر نکلنے کا موقع مل جائے تو سامنے آنے والے ہر شخص کی گردن توڑ دوں۔ دروازے کو مختلف طریقے سے آزما چکا تھا۔ کمرے میں کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے کی کوشش بھی کی تھی جہاں سے نکلنے کے لیے موقع فراہم ہوجائے، لیکن پتھر کی مضبوط سلوں سے بنی ہوئی یہ عمارت کسی بھی طور کمزور نہیں تھی۔

اس وقت میں سو رہا تھا کہ دفعتاً ایک اتنا خوفناک دھماکا سنائی دیا کہ کمرے میں رکھی ہوئی ہر چیز لرز گئی۔ ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے پوری عمارت بم سے اُڑا دی گئی ہو۔ ابھی میں اپنے اعصاب کو دھماکے کے اثرات سے آزاد بھی نہیں کرا پایا تھا کہ ویسا ہی دوسرا دھماکا ہوا اور پھر اُس سے کسی قدر ہلکے دھماکے مسلسل ہونے لگے۔ عمارت میں گویا بھونچال آگیا تھا۔ کوئی خاص ہی بات ہوگئی تھی۔ اس کے بعد دھماکوں کا یہ سلسلہ رُک گیا۔

تقریباً ایک گھنٹا اسی طرح گزر گیا۔ دھماکے اب بالکل نہیں ہورہے تھے، لیکن اوپر سے قدموں کی دھمک سنائی دینے لگی تھی۔ شاید کچھ بھاگ دوڑ ہورہی تھی۔ میں دروازے کے پاس آ کھڑا ہوا اور اس سے کان لگا دیے۔ دروازہ کسی دھات کا بنا ہوا تھا لیکن ہلکی ہلکی آوازیں اب مجھے آسانی سے سنائی دینے لگی تھیں، پھر دفعتاً کچھ آوازیں مجھے دروازے کے قریب ہی سنائی دیں اور میں ایکدم پیچھے ہٹ گیا۔ کوئی یقیناً اس طرف آرہا تھا۔ دروازہ ایکدم کھُلا اور عجیب سے لباس میں ملبوس ایک شخص اندر داخل ہوگیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبا سا پائپ دبا ہوا تھا۔ جسے دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ شخص فائرمین ہے۔ شاید عمارت میں آگ لگ گئی تھی۔ اس کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔ پورے بدن پر فائر پروف لباس تھا لیکن اس کے ہاتھوں میں دبے ہوئے پائپ سے پانی نہیں نکل رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے پائپ چھوڑ دیا اور اپنے لباس سے ہلکی اسٹین گن نکال کر اس کا رُخ میری طرف کردیا۔

ایک لمحے کے ہزارویں حصّے میں، میں نے صورتِ حال کا اندازہ لگالیا' چنانچہ میں نے برق رفتاری سے اس کی مخالف سمت چھلانگ لگائی' اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی کارروائی کرتا... دوسری جست میں، میں اُڑتا ہوا اس کی طرف گیا اور میری فلائنگ کِک نے اُسے اپنی جگہ سے اُکھاڑ دیا۔ اسٹین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور وہ سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس کے بعد میں نے اسے سنبھلنے کی مہلت نہیں دی۔

چند ہی لمحات کے بعد اس کا بدن ساکت ہوگیا۔ میں نے وقت نہیں ضائع کیا اور فوراً ہی اس کے فائر پروف لباس کی زپ کھول کر اس کا لباس اُتار لیا' پھر اس لباس کو اپنے بدن پر پہننے میں مجھے ایک منٹ سے بھی کم وقفہ لگا تھا۔ اُس کا فائر پروف ماسک اُتار کر میں نے اپنا چہرہ اس میں چھپالیا۔ اسٹین گن اسی انداز میں لباس میں چھپائی جس طرح وہ خود چھپائے ہوئے تھا اور پھر اس کی لاش کو مسہری کے نیچے دھکیل کر میں تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔ وہ خالی پائپ اُٹھایا جو فائرمین کے پاس ہوتا ہے اور کھُلے ہوئے دروازے سے باہر نکل گیا۔ جوں ہی میں باہر نکلا سامنے سے آتے ہوئے دو آدمیوں سے مڈبھیڑ ہوگئی۔

"کیا رہا؟" ایک آدمی نے سوال کیا۔ اس سوال کا جواب بہت خطرناک تھا۔ لیکن اب میرا ذہن برق رفتاری سے کام کررہا تھا۔

"ٹھیک ہے، وہ موجود تھا۔" میں نے دبی دبی آواز میں جواب دیا۔

"کام ہوگیا؟" سوال کیا گیا۔

"ہاں۔"

"اب وہ کہاں ہے؟"

"اس کی لاش مسہری کے نیچے پڑی ہوئی ہے۔" میں نے بھنّائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"گڈ، نکل جاؤ۔" ان دونوں نے کہا اور خود بھی پلٹ کر باہر کی طرف دوڑ پڑے۔

میں پائپ ہاتھوں میں پکڑے باہر نکل آیا تھا۔ لیکن باہر کا منظر بے حد ہولناک تھا جگہ جگہ سے آگ کے شعلے بلند ہورہے تھے اور فائرمین اُن کے درمیان آگ بجھانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ اس وقت یہ اندازہ لگانے کی فرصت نہیں تھی کہ یہ فائرمین بھی اُنہی لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں... جنھوں نے تہ خانے میں مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی یا پھر یہ وہ لوگ نہیں ہیں۔ وہ دونوں میری نگاہوں سے اوجھل ہوچکے تھے جو اپنے ساتھی کے کام کی نگرانی کررہے تھے۔ چنانچہ اب میرے لیے بھی اس عمارت میں رُکے رہنا مناسب نہیں تھا۔ پتا نہیں کیا صورتِ حال پیش آئے۔ چنانچہ میں فائرمین کا لباس پہنے ہوئے عمارت سے باہر نکل آیا اور کافی دُور پہنچنے کے بعد دم لیا۔ بہت سی فوجی گاڑیاں عمارت کے نزدیک کھڑی ہوئی تھیں۔ اگر میں فائرمین کے لباس میں نہ ہوتا تو یقیناً مجھے روک لیا جاتا۔ لیکن فائرمین کا عملہ آگ بجھانے میں مصروف تھا اور میری ہی طرح کے بہت سے فائرمین باہر آ اور جا رہے تھے۔ چنانچہ مجھ سے تعرض نہیں کیا گیا۔ یہ صورتِ حال میری سمجھ میں ذرہ برابر نہیں آئی تھی کہ عمارت پر دھماکے کس نے کیے؟ فوجی گاڑیاں یہاں کیوں کھڑی ہوئی ہیں؟ یہ سب سلسلہ کیا ہے؟ کوئی اندازہ نہیں ہوسکتا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑا کر کوئی ایسی جگہ تلاش کی جہاں میں فائرمین کے لباس سے چھٹکارا حاصل کرسکتا لیکن آس پاس مجھے ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آئی۔ اس کے لیے کافی دُور جانا پڑا تھا۔ خوش بختی سے کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ایک محفوظ گوشے میں پہنچ کر میں نے جلدی سے لباس کی زِپ کھولی اور اسے اُتار کر پھینک دیا... البتہ وہ اسٹین گن میں نے اپنے ساتھ رکھ لی تھی جو کسی بھی لمحے میرا ساتھ دے سکتی تھی۔ اس کے بعد وہاں رُکنا بے معنی تھا۔

مجھے اس شہر سے خاصی شناسائی ہوگئی تھی لیکن یہ عمارت شاید شہر سے باہر کسی حصّے میں واقع تھی۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دوسری عمارتیں نظر آرہی تھیں، لیکن ان سے راستوں کی شناخت نہ ہوسکی۔ تاہم میں سفر کرتا رہا' پھر ایک عمارت کے سامنے مجھے ایک موٹر سائیکل نظر آئی اور میں ٹہلتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ موٹر سائیکل کا مالک عمارت کے صدر دروازے پر کھڑا کسی سے گفتگو کررہا تھا اس لیے موٹر سائیکل کی چابی نکالی نہیں گئی تھی۔ میں نے سیٹ پر بیٹھ کر برق رفتاری سے اُسے اسٹارٹ کیا اور دروازے پر گفتگو کرتا ہوا شخص چونک پڑا لیکن اتنی دیر میں، میں موٹر سائیکل آگے بڑھا چکا تھا۔ اور پھر جو بھی راستہ سامنے نظر آیا میں اسی پر چل پڑا۔ پھر مجھے اس سمت کا اندازہ ہوگیا' جدھر میرا قید خانہ واقع تھا اور اس کے بعد ظاہر ہے جنرل ٹیرس کے محل کی جانب ہی رُخ کرسکتا تھا۔ موٹر سائیکل کی رفتار کافی تیز تھی۔ شہر کے معمولات پر ان دھماکوں کا کوئی اثر نہیں پڑا تھا۔ غالباً ان کی آوازیں وہاں تک نہیں سُنی گئی تھیں۔ میں پُررونق سڑکوں سے گزرتا ہوا بالآخر جنرل ٹیرس کے محل پہنچ گیا اور پھر اندر داخل ہونے میں مجھے کوئی دِقّت نہیں ہوئی تھی۔

محل میں پہلی ملاقات جیمس مورلے ہی سے ہوئی تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر آنکھیں بند کرلیں۔ گردن جھٹکتا رہا۔ پھر آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر میرے قریب پہنچ گیا۔

"مسٹر علی! سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا چیز ہیں... میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

درحقیقت اتنا خوش نصیب اور اتنی اعلیٰ کارکردگی کا مالک دوسرا کوئی شخص کبھی نہیں دیکھا... کیا ہوا؟ کس طرح آپ کو اُن لوگوں کے چنگل سے رہائی ملی؟"

"مسٹر جیمس مورلے! میں ابھی اس سلسلے میں کوئی گفتگو کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ امید ہے آپ محسوس نہیں کریں گے۔ مجھے کچھ دیر بالکل پُرسکون رہنے کا موقع دیجیے۔"

"ہاں ہاں، سوری، معافی چاہتا ہوں، لیکن جو حالات پیش آئے ہیں، اُن کے تحت آپ خود غور کیجیے کہ مجھ جیسے آدمی کی ذہنی کیفیت کیا ہو سکتی ہے؟ کیتھی کی طرف سے غیر متوقع طور پر مجھ سے ہر گھنٹے کے بعد رابطہ قائم کیا جا رہا ہے اور میرے لیے آپ کے بارے میں وضاحت کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ تاہم میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ ٹھیک ہے، آپ آرام کیجیے... تفصیلی ملاقات رات کو بارہ بجے کے بعد ہو گی۔ تاکہ ہم آئندہ پروگرام منتخب کر لیں۔"

میں جیمس مورلے سے رخصت ہو کر اندر آ گیا۔ اور اس کے بعد اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر میں نے غسل خانے کا رُخ کیا تھا۔ دماغی کیفیت نیم دیوانگی کی حدود میں داخل ہو گئی تھی۔ حالانکہ موسم سرد تھا۔ لیکن ٹھنڈے پانی کے شاور کے نیچے میں تقریباً آدھے گھنٹے بیٹھا اپنے اوپر پانی بہاتا رہا تھا۔ پھر میں سونے کے لیے لیٹ گیا۔ ذہن کو تمام اُلجھنوں سے آزاد کر کے پُرسکون کرنا چاہتا تھا۔ کمبختوں نے دو تین دن اور برباد کر دیے تھے اور اس میں میری ذہنی کیفیت بے حد خراب ہو گئی تھی۔

رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے تک سوتا رہا۔ کسی نے مجھے ڈسٹرب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ساڑھے آٹھ بجے خود ہی جاگا۔ لباس تبدیل کیا۔ مُنہ ہاتھ دھویا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ باہر میرا خصوصی ملازم موجود تھا۔ جو ایک سیاہ فام تھا۔ اُس نے مؤدبانہ انداز میں مجھے سلام کیا اور کہا کہ اُسے میڈم کیتھی براؤن کی ہدایت ہے کہ جب بھی آپ جاگیں... اُنھیں اطلاع دے دی جائے اور آپ کو اُن کے پاس پہنچا دیا جائے۔

"کہاں ہیں وہ اس وقت؟" میں نے سوال کیا۔

"راؤنڈ پیلس میں موجود ہیں۔"

راؤنڈ پیلس کے بارے میں مجھے علم تھا کہ یہ محل کے ایک گوشے میں بلندی پر بنا ہوا ایک مینار ہے۔ جس کی چھت گھومنے والی ہے۔ اور وہاں بیٹھ کر گوتے ہل کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ میں ایک لفٹ کے ذریعے راؤنڈ پیلس پہنچ گیا۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن وہاں بیٹھے کسی مشروب سے شغل کر رہے تھے۔

مجھے دیکھ کر دونوں کھڑے ہو گئے۔ جنرل ٹیرس نے آگے بڑھ کر مجھے سینے سے لگا لیا تھا۔ اور پھر اس نے ملازم سے کہا: "کسی کو بھی مداخلت کی اجازت نہیں ہے۔ تم باہر رُکو اور کوئی ٹیلیفون وغیرہ مجھ تک نہ پہنچنے دو۔ اگر کوئی اہم بات ہو تو جیمس مورلے وغیرہ سے کہہ دینا۔"

"بہتر۔" ملازم نے گردن خم کر کے کہا اور باہر نکل گیا۔

راؤنڈ پیلس کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ کیتھی نے فوراً میرے لیے ایک گلاس منگوایا اور اس میں ایک مشروب بھر کر میرے سامنے پیش کر دیا۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"تم بالکل خیریت سے تو ہو نا علی؟" وہ بولی اور میں ہنس پڑا۔

"ہاں میڈم! میں خیریت ہی سے ہوں۔" میری ہنسی پر جنرل بھی مسکرا دیا تھا۔ کیتھی براؤن بھی تھکے تھکے انداز میں ہنسنے لگی۔

"گوتے ہل کی حکومت سنبھالنے کے بعد ہمیں اس وقت تک اب تک لاتعداد اُلجھنوں سے سابقہ ہے۔ اور ہم بہت سے مسائل حل کرنے کے لیے سرگرداں رہتے ہیں لیکن یہ معاملہ ایک حکومت کا ہے۔ کم از کم اِن مسائل کے صلے میں ہمیں حکومت تو ملی ہے۔ لیکن تم یہاں ایک چھوٹے سے مشن کے لیے آئے تھے اور اس قدر ہنگاموں سے دوچار ہو گئے۔ تمھاری زندگی اگر یہی ہے علی! تو مجھے وہ لمحات بتاؤ جو تم نے سکون سے گزارے ہوں؟"

"اگر یقین کریں میڈم براؤن! تو یہ حقیقت ہے کہ سکون کے لمحات کا تصور ہی میری زندگی سے نکل چکا ہے۔ یہ ہنگامے تو اب روزمرّہ کا معمول ہو گئے ہیں۔"

"تمھیں دشمن بنانے کی عادت ہے علی! کیا تم دشمنوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے؟"

"یہی سمجھ لیں لیکن آپ یقین کیجیے میں نہیں جانتا کہ لوگ مجھ سے دشمنی پر کیوں آمادہ ہو جاتے ہیں۔ بس ہر جگہ، ہر شہر میں میرے دشمن زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں اور میرے خلاف سرگرمِ عمل ہو جاتے ہیں۔"

"شاید وہ تمھاری ذہنی اور جسمانی تربیت کر رہے ہیں۔" کیتھی براؤن نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور مشروب کا گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ میں جنرل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"آپ کب آئے جنرل؟"

"بھئی تم سے دُور رہ کر دل خوش نہیں تھا، جو کام ہفتوں میں نمٹائے جا سکتے ہیں، وہ میں نے دنوں اور گھنٹوں میں نمٹائے اور فراغت حاصل کر لی۔ لیکن یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ تم نے باقاعدہ میری مصروفیت کا بندوبست کر رکھا ہے۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"کیا کروں جنرل! میں اپنے بارے میں بتا چکا ہوں... اب دیکھیے نا، گوتے ہل کا سکون میں نے کس طرح درہم برہم کر دیا۔"

"نہیں، گوتے ہل اتنا پُرسکون بھی نہیں ہے۔ میں نے یہاں کے مسائل پر قابو پانے کے لیے اب تک شدید جدّوجہد کی ہے لیکن ابھی بہت سا کام باقی ہے، بہت کام باقی ہے علی! میرے ذہن میں لاتعداد سوالات مچل رہے ہیں۔ کیا تم اس موڈ میں ہو کہ مجھے میرے سوالات کا جواب دے سکو؟ بات یہ ہے علی! کہ میں تو گوتے ہل کے مسائل سلجھانے کے سلسلے میں بے شمار افراد اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ لیکن تمھاری حکومت کے مسائل غالباً تم تک ہی محدود ہیں۔"

"حکومت؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے تو یہی محسوس ہوتا ہے جیسے تم اپنی ایک باقاعدہ حکومت رکھتے ہو اور اس حکومت میں تم نے صرف دشمن پالے ہیں۔"

"دوست بھی ہیں میرے جنرل ٹیرس... آپ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں، کیوں میڈم براؤن! آپ مجھے بتائیے۔"

کیتھی براؤن میرا اشارہ سمجھ گئی تھی۔ اُس نے پُرخلوص انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہاں، تمھارے دوست بھی ہیں اور تمھارے دوست تمھارے دشمنوں سے زیادہ جاں نثار ہیں۔"

میں نے تشکر گزار نگاہوں سے کیتھی براؤن کو دیکھا اور کہا "میں جانتا ہوں، مجھے یقین ہے۔ اگر انسان کو اس بات کا یقین نہ ہو تو اُس کا زندہ رہنا مشکل ہو جائے۔"

جنرل ٹیرس نے اپنا گلاس کیتھی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے ایک گلاس اور دو کیتھی، درحقیقت میں اس جذباتی گفتگو کو برداشت نہیں کر پا رہا۔ میری خواہش ہے کہ علی سے ساری باتیں پوچھ لوں۔" کیتھی نے جنرل ٹیرس کا گلاس دوبارہ مشروب سے بھر دیا اور جنرل ٹیرس اُس کے چھوٹے چھوٹے سِپ لینے لگا۔ پھر اُس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "علی... پوچھنے کے لیے بہت سی باتیں ہیں... لیکن تم اگر ترتیب وار میرے سوالات کا جواب دو تو میں تمھارا شکر گزار ہوں گا۔"

"میں تیار ہوں جنرل۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"پہلا سوال میں تم سے یہ کرنا چاہتا ہوں علی کہ سارڈان کے علاقے میں کان کنی کا ٹھیکا تم نے اپنے ذاتی مفاد کے لیے لیا ہے یا کسی اور کے لیے اور جس کے لیے تم نے یہ ٹھیکا لیا ہے، اُس سے تمھارا کیا تعلق ہے؟"

"جنرل! یہ حقیقت ہے کہ سارڈان کے علاقے میں کان کنی کے لیے جو ہنگامہ ہو رہا ہے، مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں نہیں جانتا کہ سارڈان کی چٹانوں میں کیا چیز پوشیدہ ہے اور لوگ اس کے لیے اتنے مضطرب کیوں ہیں۔ دوسری بات یہ کہ میں یہ سب کچھ گرے اسٹون کے لیے کر رہا ہوں۔ گرے اسٹون سے میرا کوئی بھی جذباتی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ ہی میں اس کے مفادات کا حامی ہوں۔ لیکن گرے اسٹون کا ہاتھ میری جس دُکھتی رگ پر آ گیا ہے، اس سے میرا رشتۂ جاں وابستہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اُن کے راستے پر چل رہا ہوں اور اُن کی خواہشات کی تکمیل کر رہا ہوں۔ میڈم براؤن نے ایک بار مجھ سے سوال کیا تھا کہ کیا میری زندگی میں کوئی جذباتی رشتہ بھی ہے؟ تو میں نے اس کا جواب اثبات میں دیا تھا۔ میری عزیز ترین ہستی کو میڈم براؤن اچھی طرح جانتی ہیں۔ لیکن براہِ کرم اس کے بارے میں مجھ سے زیادہ تفصیلات نہ پوچھیں۔"

"اوہو! کون ہے وہ؟" کیتھی براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کو گرین پول کی تہذیب مالکم ایکس یاد ہو گی جسے صرف میری درخواست پر گوتے ہل سے باہر نکال دیا گیا تھا۔"

"ہاں!" کیتھی براؤن تعجب سے بولی۔

"وہی تہذیب مالکم ایکس میری زندگی میں ایک نمایاں حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ وہ میری روح ہے۔"

"گڈ، ویری گڈ! اس انکشاف پر مجھے حیرت ہے۔ مجھے تو اب اُس لڑکی کی صورت بھی اچھی طرح یاد نہیں رہی۔ بہرحال، میری طرف سے مبارکباد۔ لیکن وہ ہے کہاں؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ اُسے عجیب و غریب انداز میں اغوا کیا

خوابوں کی تعبیر، ان کی حقیقت اور ان کی افادیت کے بارے میں ایک نادر کتاب

خوابوں کے اسرار

قیمت: ۲۵ روپے ڈاک خرچ: ۱۶ روپے

خواب کیا ہوتے ہیں؟
ان کی تعبیر کیا ہوتی ہے؟
خواب کیوں نظر آتے ہیں؟
خوابوں کے بارے میں مکمل معلومات

کتاب کے چند عنوانات:
- نیند
- بچوں کے خواب
- کثرت سے نظر آنے والے خواب
- خواب اور یہودیت
- خوابوں کی صدری اہمیت
- خوابی اصطلاحیں
- الہامی خواب
- خواب اور الجنیں
- خواب اور اسلام
- خوابوں کی لغت
- تحلیل نفسی کے طریقے
- رویائے صادقہ
- خواب اور آدمی
- خواب اور مستقبل

خوابوں پر ایک مکمل اور مستند کتاب

WWW.PAKSOCIETY.COM

گیا ہے۔ اور اسی کی خاطر میں اس کام کے لیے مجبور ہوا ہوں۔"

"اوہ!" جنرل پیٹرس کے ہونٹ سکڑ گئے۔ پھر اس نے کہا "تم یہ نہیں جانتے کہ اس کارروائی کے پس پُشت کون لوگ ہیں؟"

"نام لوں گا جنرل تو آپ حیرت سے اچھل پڑیں گے۔"

"نہیں نہیں۔ مجھے بتاؤ کون ہیں وہ؟"

"آپ کا جانا پہچانا یہودی کردار... اوبیوہا ورڈ۔" میں نے کہا

"اوبیوہا ورڈ! وہ جو امریکن سی آئی اے... میں نے تو اُس کے بارے میں طرح طرح کی داستانیں سنی تھیں۔ مجھے تو علم ہوا تھا کہ سی آئی اے سے اُسے نکال دیا گیا ہے اور اب وہ اسرائیلی مفادات کے لیے کام کررہا ہے۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہی اوبیوہا ورڈ اس وقت مجھے تہذیب کے حوالے سے بلیک میل کررہا ہے۔"

"خدا کی پناہ! لیکن تم گریے اسٹون کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کرتے؟ تم اگر چاہو تو گریے اسٹون کے تمام افراد کو میں یہاں گرفتار کرلوں اور اُن کے بدلے ہم تہذیب مالکم ایکس کو طلب کریں۔"

"نہیں، یہ کام اتنا آسان نہیں ہے ڈیئر پیٹرس... میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"یقیناً، صورتِ حالات کو تم مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہوگے تو یہ بات تو طے ہوئی کہ سارڈان کی پہاڑیوں میں کان کنی کا جو تم نے ٹھیکا لیا ہے، وہ اپنے لیے نہیں لیا، بلکہ ایک مجبوری کے تحت ایسا کرنے پر مجبور ہوگئے ہو۔"

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے... سارڈان کی پہاڑیوں میں کیا ہے؟ دراصل یہ میں بھی نہیں جانتا۔ لیکن ابھی ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں کہ ہم اپنے طور پر اپنے ملک کی معدنیات تلاش کریں۔ اور اُن سے فائدہ اُٹھائیں۔ چنانچہ غیر ملکی کمپنیوں کو اُن کے لیے ٹھیکے دیے جاتے ہیں اور ہمیں اچھی خاصی رائلٹی مل جاتی ہے... ہم منتظر ہیں اُس وقت کے جب ہمارے پاس اتنے وسائل ہو جائیں کہ ہم خود یہ کام کرسکیں۔ اس کے بعد ہم یہ ٹھیکے کینسل کردیں گے۔ ہمارے معاہدوں میں یہ بات رکھی جاتی ہے۔"

"مجھے اندازہ ہے۔ بہرطور یہاں میں صرف انہی لوگوں کے ایما پر آیا تھا۔ اور میرا کام جاری ہے۔ لیکن کچھ اور لوگ... میرا مطلب ہے وہ لوگ جنھیں یہ ٹھیکے نہیں مل سکے، میرے خلاف ہیں۔"

"کیا تمھیں علم ہے کہ کاربوریٹ کے خلاف زبردست کارروائی کی گئی ہے؟" جنرل پیٹرس نے کہا۔

"میں نہیں سمجھا۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"تم تفریحاً ہی ان علاقوں میں جا نکلے تھے علی۔ موبنہ معتمد ڈرائیور ہے۔ اور میں اس پر پورا پورا بھروسا کرتا ہوں۔ اس نے انکشاف کیا ہے کہ تمھارے خلاف یہ کارروائی کرنے والے تمھیں ہلاک کرنے کی کوشش کرنے والی کاربوریٹ کمپنی کے تھے۔ اُس نے کاربوریٹ کمپنی کے نمائندوں کی گاڑیاں دیکھی تھیں جو تمھیں جنگلوں میں تلاش کرتی پھر رہی تھیں۔ اُن گاڑیوں پر نشان ہوتے ہیں۔ اس سے موبنہ نے اندازہ لگایا کہ کاربوریٹ تمھارے خلاف صف آرا ہے۔ اور پھر اس علاقے میں کاربوریٹ ایک جگہ کھدائی بھی کررہی تھی۔ یہاں آنے کے بعد جب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ کاربوریٹ تمھارے خلاف ہے تو میں اس لیے مجبور ہوگیا کہ کاربوریٹ کے خلاف کارروائی کروں... چنانچہ میں نے اُن لوگوں کو سزا دے ڈالی ہے۔ کاربوریٹ کمپنی کے جتنے ٹھیکے یہاں تھے سب کے سب کینسل کردیے گئے ہیں۔ اور اُس کے ان تمام ارکان کو جو ہمارے ہاتھ لگ سکے، گرفتار کرلیا گیا ہے۔ ہم انھیں کوئی سزا تو نہیں دے سکتے۔ لیکن اب کاربوریٹ کمپنی کم از کم گوٹے ہل میں کوئی ٹھیکا نہیں حاصل کرسکتی۔ اُس کے تمام اثاثے اور مشنریاں ضبط کرلی گئی ہیں۔ اور ان لوگوں کو تین دن کے اندر اندر گوٹے ہل سے باہر نکال دیا جائے گا۔ علی! میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن اس سلسلے میں ایک اور پریشانی بھی لاحق ہوگئی ہے مجھے۔"

"وہ کیا جنرل؟" میں نے سوال کیا۔

"جنرل کیرانو سے تمھاری ملاقات ہوئی تھی نا؟ جنرل کیرانو بظاہر میرا اعتماد کا آدمی تھا۔ اور کافی عرصے سے میرا ساتھی تھا۔ لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کاربوریٹ سے اس حد تک منسلک ہے۔ اس نے مجھ سے ملاقات کرکے یہ درخواست کی کہ کاربوریٹ کے ساتھ یہ سب کچھ نہ کیا جائے۔ لیکن میں نے غصّے کے عالم میں اس کی اس درخواست کو مسترد کردیا تو کیرانو نے مجھے دھمکی دی کہ وہ استعفا دے دے گا۔ میں نے شدید غصّے کے عالم میں اُس سے یہی کہا کہ وہ اگر استعفا دینا چاہتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میرا خیال تھا کہ کیرانو اس بات پر غور کرے گا۔ اور اس کے بعد مجھ سے معافی مانگ لے گا۔ لیکن کیرانو اپنے اہلِ خاندان سمیت انتہائی خاموشی سے اپنی رہائش گاہ چھوڑ کر کسی نامعلوم سمت کو نکل گیا ہے۔ گویا وہ اس سلسلے میں اتنا ہی جذباتی تھا کہ اس نے اپنے شاندار کیریئر کی بھی پروا نہ کی۔ جنرل کیرانو کے بارے میں علی! میں تمھیں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ بہت ہی سازشی اور جنگجو قسم کا آدمی ہے۔ اور درحقیقت والٹو موبانے کے سلسلے میں وہ میرا دستِ راست تھا۔ مجھے اُس سے اس بات کی امید نہیں تھی۔ پتا نہیں کاربوریٹ سے اس کے کیا مفادات وابستہ تھے۔ بہرطور یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے چونکہ انسان سب سے پہلے اپنے بارے میں سوچتا ہے اور اس کے بعد دوسروں کے لیے... جنرل کیرانو کے اس طرح چلے جانے سے مجھے کافی تشویش لاحق ہو گئی ہے۔ ویسے میں اور کیتھی براؤن تمھیں تلاش کرتے پھر رہے تھے جب ہم یہاں واپس پہنچے تو مسٹر جیمس مورلے نے بتایا کہ تم مجھ سے ملنے کے لیے گولٹ ہاؤس گئے ہو۔ جب کہ میں نے گولٹ ہاؤس میں تمھیں طلب نہیں کیا تھا۔ محل میں کچھ افراد ایسے موجود ہیں جو جنرل کیرانو وغیرہ کے لیے کام کررہے ہیں۔ اس بات کا اندازہ مجھے تمھارے اغوا کے بعد ہوا۔ ہم نے تمھیں تلاش کرنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے پھر کاربوریٹ کمپنی کی تمام عمارات کا جائزہ لیا گیا — انھی میں وہ سرخ پتھروں والی عمارت بھی تھی جس کے بارے میں پتا چلا کہ تمھیں وہاں لایا گیا ہے۔ ہم لوگ وہاں پہنچے تو انھوں نے عمارت کو دھماکوں سے اڑانے کی کوشش کی اور پوری عمارت میں آگ لگا کر اُسے تباہ کردیا۔ تم ہمیں وہاں بھی نہیں مل سکے تھے، تمھیں اس دوران کہاں قید رکھا گیا تھا؟"

"اُسی سرخ پتھروں والی عمارت میں۔" میں نے جواب دیا اور جنرل حیرانی سے میری صورت دیکھنے لگا۔ تب میں نے تمام واقعات تفصیل سے سنا دیے۔ وہ اور کیتھی براؤن حیرت سے میری بپتا سُنتے رہے۔

میرے خاموش ہونے کے بعد کیتھی نے کہا۔ "علی! تم ناقابلِ تسخیر ہو اور ہمیں پہلے ہی یہ بات سمجھ لینی چاہیے تھی۔ گوٹے ہل کے حصول کے لیے تم نے ہماری جس طرح مدد کی، وہ معمولی بات تو نہیں تھی۔"

"بے شک علی ناقابلِ تسخیر ہیں۔" جنرل نے بھی کیتھی کی تائید کی۔ "بہرطور علی، یہاں آنے کے بعد تمھارے ساتھ جو زیادتی ہوئی، وہ میرے حساب میں ہے۔ اور میں اس کے لیے تم سے شرمندہ ہوں۔ کاربوریٹ کو میں تین دن کے اندر اندر گوٹے ہل سے نکال دوں گا۔ اور اس وارننگ کے ساتھ کہ اگر اس کے بعد کاربوریٹ کا کوئی بھی نمائندہ گوٹے ہل میں دیکھا گیا تو اُسے مقدمہ چلائے بغیر گولی ماردی جائے گی۔"

"جنرل! بہت بڑا اقدام کیا ہے آپ نے۔ مسٹر آلڈس سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ کاربوریٹ یہاں بہت سے علاقوں میں کام کررہی ہے۔ اور اس سے تمھارے بہت سے مفادات وابستہ ہیں۔"

"جو کچھ بھی ہے علی! اس کا تذکرہ اب بیکار ہے۔ میں نے جو فیصلہ کیا اور جو قدم اٹھایا، اس کے بعد اس سلسلے میں کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔ تم اپنا کام جاری رکھو۔ میں باقی معاملات خود دیکھ لوں گا۔ لیکن اب تمھیں پہلے سے زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔ میں گریے اسٹون کو ہر طرح کی مراعات دینے کے لیے تیار ہوں۔ بشرطیکہ وہ تمھارے لیے کارآمد ہوں۔"

"اب یہ سب کچھ کرنا ہوگا جنرل اور میں اس کے لیے تم سے معذرت خواہ ہوں۔"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

جنرل پیٹرس اور کیتھی براؤن سے کافی دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور اُس کے بعد میں ڈنر کے لیے اُن کے ساتھ اُٹھ گیا۔ ڈنر کے بعد تھوڑی دیر تک چہل قدمی رہی۔ اور پھر ہم سب ایک دوسرے کو خدا حافظ کہہ کر اپنی اپنی خواب گاہوں کی جانب چل پڑے۔

جنرل پیٹرس نے میرے لیے جو کچھ کیا تھا، اُس نے واقعی مجھے جنرل کا ممنون کردیا تھا۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی۔ جسے میں تہذیب کے حصول کے لیے کوئی مؤثر کارروائی قرار دیتا۔ اور اب تو میں بُڈ کے لیے بھی پریشان ہوگیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بُڈ اتنے عرصے تک مجھ سے جدا کیوں رہا۔ وہ کارآمد آدمی تھا میرا دوست میرا ہمدرد... اور ہر کام میں میرے ساتھ تعاون

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی

قیمت:- ۴۰/- روپے ◎ ڈاک خرچ:- ۱۶ روپے

- ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مرگیا تھا لیکن اس کی لاش مندر کے تہ خانے میں اصلی حالت میں موجود تھی۔
- سوناگھاٹ کے علاقے پر اس مُردہ پجاری کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر جگہ زندہ نظر آتا تھا۔
- ایک مظلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آکر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا۔ اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کرلیں۔
- وہ طاقتور ترین شخص بن گیا لیکن ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔

بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟
ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کتابی شکل میں دستیاب ہے۔
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں۔

سب رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

انکا (مکمل، دو حصے)	اقابلا (مکمل، دو حصے)	غلام روحیں (مکمل)
قیمت فی حصہ ۴۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۶ روپے	قیمت فی حصہ ۴۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۶ روپے	قیمت ۳۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۶ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرتے والا۔ نہ جانے اس کی یہ طویل گمشدگی کیا معنی رکھتی تھی؟ کہیں اس بے چارے کو کوئی نقصان نہ پہنچ گیا ہو۔ لیکن میں تنہا آدمی ان سارے معاملات میں کچھ کر بھی تو نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ بڈ کو ذہن سے محو رکھنا ہی بہتر تھا۔

بارہ بجے کے قریب جیمس مورلے نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے دروازہ کھولا اور جیمس مورلے اندر آگیا۔

"سوری مسٹر علی! حالانکہ آپ۔۔۔"

"نہیں مسٹر جیمس مورلے، میں ٹھیک ہوں۔ آیئے تشریف رکھیے۔"

"میں نے تمام صورتِ حال کی رپورٹ کمپنی کو دے دی ہے مسٹر علی۔۔۔ کیا آپ یہ بات جانتے ہیں کہ کاربوریٹ کو یہاں فوری طور پر معطل کر دیا گیا ہے۔ اُس سے تمام ٹھیکے چھین لیے گئے ہیں اور اس کے تمام کارندوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ کچھ لوگ خفیہ طور پر فرار ہو گئے ہیں۔ جہاں جہاں کان کنی کی جا رہی تھی، وہاں اُن کے تمام اثاثے قبضے میں لے کر اُن کے آدمیوں کو حراست میں لے لیا ہے۔"

"ہاں، جنرل سے میری ملاقات ہو چکی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور یہ سب کچھ تمھارے لیے کیا گیا ہے، صرف تمھارے لیے۔" جیمس مورلے نے بہت زیادہ مسرت کے عالم میں کہا۔

"تاہم اس سے جنرل ٹیرس کا بے حد نقصان ہوا ہے اور یہ سارا نقصان بہر طور میری وجہ سے ہوا ہے۔ میں اس بات سے شرمندہ ہوں۔"

"لیکن گریس اسٹون کی تقدیر جاگ اُٹھی ہے۔ اور گریس اسٹون اپنی تمام کامیابیوں کو تم سے منسوب کرتی ہے۔ اس کے صلے میں تمھیں وہ سب کچھ دیا جا سکتا ہے، جو تم طلب کرو۔"

"مسٹر جیمس مورلے! میں اس جذباتی گفتگو کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ مجھ سے جس طرح کام لیا جا رہا ہے، وہ صرف بلیک میلنگ ہے۔ گریس اسٹون کی اصلیت تک تو مجھے نہیں معلوم۔ تاہم اگر تمھارے مفادات میرے ذریعے پورے ہو رہے ہیں تو میں انھیں جاری رکھنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن میں نے جو کام اُن لوگوں کے سپرد کیا ہے، اس کی تکمیل بھی ہوتی رہنی چاہیے۔ کمپنی کو اس سلسلے میں اطلاع دے دینا۔ اگر کمپنی مجھ سے اتنی ہی مخلص ہے تو کیا مجھے یہ بات نہیں بتائی جا سکتی کہ اس کمپنی کا سربراہ کون ہے؟ اس کے ڈائریکٹرز میں۔۔۔ کون کون لوگ شامل ہیں۔ اور سارڈان کی پہاڑیوں میں کیا چیز پوشیدہ ہے؟"

"مسٹر علی! یہ بات تو کبھی نہیں بتائی جا سکتی۔ کیونکہ اگر یہ بات منظرِ عام پر آ جائے تو شاید گریس اسٹون کا وجود ہی فنا کر دیا جائے۔ آپ یقین کیجیے کہ شاید چند ماہرین کو اور سربراہ کو یہ بات معلوم ہو گی کہ سارڈان کی کان کنی کے ٹھیکے کے لیے اتنی جدوجہد کیوں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی عام آدمی یہ بات نہیں جانتا۔"

میں نے بے پروائی سے شانے ہلائے اور بولا۔ "مجھے اس بات سے دلچسپی ہے کہ اب میری گلو خلاصی کر دی جائے۔ میں نے اپنا کام کر دیا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا کام لینا چاہتے ہیں مجھ سے؟"

"میں نے کمپنی سے یہ سوال کیا تھا مسٹر علی۔ جس کے جواب میں مجھ سے کہا گیا ہے کہ علی سے انتہائی عاجزی کے ساتھ درخواست کی جائے کہ ابھی اُن کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ ہمیں تازہ ترین حالات کی امید نہیں تھی۔ کاربوریٹ کا کردار جس طرح سامنے آیا ہے، اس کے پیشِ نظر ہمیں یہاں قدم جمانے کے لیے آپ کی ضرورت پڑے گی۔"

"گویا مجھے یہاں پوری زندگی کے لیے ملازمت دے دی گئی ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ آپ صرف سارڈان کے علاقے میں ہمارے قدم جمانے میں ہماری مدد کریں۔ اور اس میں زیادہ وقت نہ صرف ہوگا۔ اس کے عوض آپ جو معاوضہ طلب کریں، دیا جا رہا ہے۔ باقی رہا مس جیولٹ کا مسئلہ۔ تو اگر آپ چاہیں تو مس جیولٹ سے آپ کی ملاقات کا بندوبست کرایا جا سکتا ہے۔ انھیں شہزادیوں کی سی مراعات دی گئی ہیں۔ اور وہ نہایت سکون سے ہیں۔"

"نہیں، میں جیولٹ سے اُسی وقت ملاقات کرنا چاہتا ہوں، جب مجھے تمام معاملات سے فراغت حاصل ہو جائے۔" میں نے جواب دیا۔

"بس اس سے زیادہ اور کوئی بات نہیں ہے مسٹر علی۔ میرا خیال ہے ہم اب فوری طور پر اپنے کام کا آغاز کر دیں گے۔ کمپنی کے دفاتر عمارت میں منتقل ہو چکے ہیں اور تمام کاغذی کارروائیاں مکمل ہو گئی ہے۔ کسی بھی دن ہم آپ کو سارڈان چلنے کی دعوت دیں گے۔"

جیمس مورلے کے جانے کے بعد میں ان حالات پر غور کرنے لگا۔ میں جانتا تھا کہ ابھی میرے سامنے کوئی پروگرام نہیں ہے۔ اور فی الحال اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا کہ ان لوگوں کی ہدایات پر عمل کرتا رہوں۔

دو تین دن گزر گئے۔ تیسرے دن مجھے اطلاع ملی کہ کاربوریٹ کے تمام افراد کو ملک بدر کر دیا گیا ہے لیکن اس سلسلے میں کسی اور کارروائی کی اطلاع نہیں ملی تھی۔ جنرل بھی اس دوران کافی مصروف رہا تھا۔ کیتھی براؤن سے البتہ تمام حالات معلوم ہوتے رہتے تھے۔

چوتھی رات ڈنر کے بعد جنرل نے پھر مجھ سے ملاقات کی اور اپنے نشست کے کمرے میں لے گیا۔ کیتھی براؤن بھی ساتھ تھی۔ اُس کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ جنرل عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے آہستہ سے کہا۔ "علی! مجھے ایک بار پھر تمہاری مدد کی ضرورت پیش آگئی ہے۔"

میں نے چونک کر جنرل کو دیکھا۔ دل ہی دل میں بڑے زور کی ہنسی آئی تھی۔ میں سوالیہ نگاہوں سے جنرل کو دیکھتا رہا۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں علی۔" جنرل دوبارہ گویا ہوا۔ "کہ جنرل کیرانو یہاں سے اپنے اہلِ خاندان کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔ اگر وہ صرف کاربوریٹ کی معطلی کے سلسلے میں برہمی کا اظہار کرتے ہوئے اپنا استعفا پیش کرتا تو شاید یہ اتنی زیادہ تشویشناک بات نہیں ہوتی۔ لیکن اُس کا اپنے اہلِ خاندان کے ساتھ خفیہ طور سے گوٹے ہل سے نکل جانا اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ وہ ذہن میں خطرناک منصوبے لے کر گیا ہے۔ اس دوران جنرل کیرانو کے بارے میں باقاعدہ تفتیش کی جاتی رہی ہے۔ اور اس تفتیش سے جو انکشافات ہوئے ہیں، وہ میرے لیے انتہائی پریشان کن ہیں۔ سارڈان کے جنوبی علاقے میں کچھ قبائل والٹو موبانے سے آج بھی عقیدت رکھتے ہیں۔ اور اُن کی کیفیت باغیوں جیسی رہی ہے۔ یہ قبائل انتہائی دشوار گزار راستوں پر آباد ہیں۔ اور انھوں نے اپنے دفاعی مورچے بنا رکھے ہیں۔ میں نے ان قبائل سے نمٹنے کے لیے اس سال کے آخری مہینے کا انتخاب کیا تھا۔ اور اس کے لیے انتہائی خفیہ طور پر تیاریاں کر رہا تھا۔ لیکن ابھی تو اس کارروائی کی ابتدا میں بھی تقریباً سات ماہ باقی ہیں۔ جنرل کیرانو کے بارے میں مجھے علم ہوا ہے کہ وہ لیماٹو سے ملاقات کرتا رہا ہے۔ لیماٹو باغی قبائل کا سربراہ ہے۔ اور اس نے چھوٹے چھوٹے قبیلوں کی ایک مشترکہ آرگنائزیشن بنالی ہے۔ لیماٹو کے بارے میں جہاں تک مجھے اطلاعات فراہم ہو سکی ہیں۔ وہ ایک زیرک، ذہین اور تعلیم یافتہ نوجوان ہے۔ بیرونی ممالک میں اس نے تعلیم حاصل کی ہے اور اپنے قبیلے میں آکر اس کا نظام سنبھال لیا ہے۔ لیماٹو نے اب تک جس انداز میں اُن قبائلیوں کو کنٹرول کیا ہے، وہ بلاشبہ قابلِ داد ہے اور میں اس کے اقدامات کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا رہا ہوں۔ لیکن یہ معلوم ہونے کے بعد کہ لیماٹو کئی بار یہاں دارالحکومت گوٹے ہل میں جنرل کیرانو سے ملاقات کر چکا ہے۔ مجھے خاصی تشویش ہو گئی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جنرل کیرانو درپردہ میرے خلاف کسی سازش میں مصروف تھا اور اب اس کے فرار کے بعد اس بات کا بھی مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ سیدھا لیماٹو کے پاس پہنچا ہوگا۔ جنرل کیرانو ایک تجربہ کار فوجی ہے۔ والٹو موبانے کے خلاف اُس نے میرا بھرپور ساتھ دیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ لیماٹو سے اُس نے کیا ساز باز کی ہے۔ لیکن اگر وہ لیماٹو کے ساتھ شامل ہو جائے تو بلاشبہ مجھے اس بات کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے کہ میری حکومت کا تختہ اُلٹ دیا جائے۔ علی! یہ صورتِ حال اِس شکل میں ظاہر ہوئی کہ تم نے گریس اسٹون کی سفارش کی اور جنرل نے اس کی مخالفت کی۔ لیکن اب اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ درحقیقت جنرل کیرانو پہلے سے اِس کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اور اِس وقت اُس نے اِس موقع سے فائدہ اٹھایا ہے۔" جنرل ٹیرس کے چہرے سے پریشانی کا صاف اظہار ہو رہا تھا۔ کیتھی براؤن بھی اُلجھی ہوئی تھی۔

کافی دیر تک میں اس گفتگو پر غور کرتا رہا۔ پھر میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "جنرل! میں اس سلسلے میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

"اس وقت مجھے کسی تم جیسے قابلِ اعتماد اور مضبوط رفیقِ کار کی ضرورت ہے جو میری مدد کر سکے۔ شاید میری قسمت نے ہی تمھیں اس چھوٹے سے مسئلے میں اُلجھا کر یہاں بھیجا ہے۔ اس وقت مجھے تمھارے علاوہ کوئی اور شخصیت ایسی نظر نہیں آتی، جو ایک باقاعدہ فوج ہو۔ ایک باقاعدہ ذہن ہو۔ ایک باقاعدہ آرگنائزیشن ہو، علی! یہ باتیں کہہ کر میں تمھیں خوش کرنے کی کوشش نہیں کر رہا۔ یہ میرے دل کی آواز ہے۔ جس پودے کو تم نے لگایا ہے، اُسے ابھی تمھارے سہارے کی ضرورت ہے۔ لیماٹو پر قابو پانے کے بعد میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ گوٹے ہل پر میری گرفت مضبوط ہو جائے گی۔ اور شاید اس کے بعد میں تمھیں کوئی زحمت نہ دوں۔"

"ظاہر ہے میں اس سلسلے میں انکار نہیں کر سکتا۔۔۔ ہمارے درمیان دوستی کا مضبوط رشتہ موجود ہے اور جب کسی کو دوست کہا جاتا ہے یا بنایا جاتا ہے۔ تو بہت سی ذمے داریاں خود بخود انسان پر عائد ہو جاتی ہیں۔ تم نے جس طرح کھلے دل سے میری ایک خواہش کو پورا کیا، کیا اُس کے بعد اس بات کی گنجائش ہے کہ میں تمھیں تنہا چھوڑ دوں؟"

جنرل ٹیرس نے جذباتی انداز میں میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ دیر تک وہ میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے رہا۔ پھر آہستہ سے پیچھے ہٹا اور جیب سے سگار نکال کر دانتوں میں دبا لیا۔

"ہاں علی! مجھے اس وقت تمھاری ہی ضرورت ہے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میرے اس مسئلے کو صرف تم ہی حل کر سکو گے۔ لیماٹو کے بارے میں، میں تمھیں تمام معلومات فراہم کروں گا اور اس راز کو میں صرف تین افراد تک محدود رکھوں گا۔ میں، تم اور کیتھی۔ ظاہر ہے ان حالات میں ہم اس سے زیادہ افراد پر بھروسا نہیں کر سکتے۔ ویسے بہت سے جنرل میرے وفادار ہیں۔ وہ میری ہدایت پر پورا پورا عمل کریں گے۔ اس دوران میں نے ان لوگوں کا بھی گہرا جائزہ لیا ہے۔ کیرانو کے بارے میں درحقیقت مجھے دھوکا ہوا۔ اور اس کا میں کھلے دل سے اعتراف کرتا ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لیکن اِس سلسلے میں پروگرام کیا رہے گا؟" میں نے سوال کیا۔
"گرے اسٹون پر اپنی گرفت مضبوط کر لو علی... اُس کے مفادات کے لیے اور بھی جو کچھ کرنا چاہتے ہو، سوچو اور کر دو... ہمیں گرے اسٹون سے بھی کام لینا ہے۔ یہ لوگ اپنے کچھ بھی مقاصد رکھتے ہوں۔ لیکن اس وقت ان کی ضرورت ہمیں پیش آ گئی ہے۔ سارڈان کی پہاڑیوں میں جس قدر جلد ممکن ہو سکے کام شروع کرا دو... وہاں گرے اسٹون کے یونٹ پہنچ جانے چاہئیں۔ اور اس میں دیر کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ میں تمہیں سارڈان کے جغرافیائی حالات سے مکمل طور پر آگاہ کر دوں گا۔ مختصراً اتنا سمجھ لو کہ گوٹے ہل سے کافی فاصلے پر یہ جگہ دشوار گزار سمجھی جاتی ہے لیکن جس علاقے میں کان کنی کے ٹھیکے لیے جا رہے ہیں، وہاں دُور دُور تک پہاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور اِن پہاڑیوں میں عظیم الشان غار موجود ہیں۔ جس علاقے میں کان کنی کی جائے گی، اس کے گرد حصار بندی کر لی جائے۔ اور گرے اسٹون کے لیے کام کرنے والوں کو اس بات کی ہدایت کر دی جائے کہ وہ صرف اِس حصار ہی میں رہ کر اپنا کام انجام دیں۔ گرے اسٹون کی گاڑیاں تھوڑے تھوڑے وقفے سے سامان لینے کے لیے گوٹے ہل آتی رہیں گی اُن کی آمدورفت کا خرچ ہم خود برداشت کریں گے۔ لیکن جب یہ گاڑیاں واپس جائیں گی تو گوٹے ہل کے فوجی ان میں پوشیدہ ہوں گے۔ اور ان فوجیوں کو انتہائی خفیہ انداز میں اُن غاروں میں منتقل کر دیا جائے گا۔ وہاں وہ تمام تیاریاں مکمل کریں گے اور ہم لیماٹو کے خلاف ان پہاڑیوں میں رہ کر جنگی منصوبہ بندی مکمل کر لیں گے۔ نقشوں کی مدد سے تمہیں یہ معلومات فراہم ہو سکیں گی کہ باغی قبائل کہاں کہاں آباد ہیں۔ اور ان پر حملہ کرنے کے لیے کون کون سے راستے اختیار کرنا ہوں گے؟ ہم اتنی فوجی قوت وہاں جمع کر دیں گے کہ لیماٹو کے باغی قبائل سے آسانی سے نمٹا جا سکے اور پھر وقتِ مقررہ پر ہم لیماٹو پر حملہ کریں گے اور پوری قوت سے اُسے نیست و نابود کر دیں گے۔ یہ منصوبہ میں نے اور کیتھی نے بڑے غور و فکر کے بعد بنایا ہے۔ اور اب اس میں صرف تمہارا کردار رہ جاتا ہے۔ گرے اسٹون کو تم یہ لالچ دے سکتے ہو کہ کارپوریشن کے چھوڑے ہوئے تمام ٹھیکے اُس کے حوالے کر دیے جائیں گے۔ بہت بڑا کام ہے یہ۔ وہ تمام مشینری جو میں نے اپنے قبضے میں لی ہے، گرے اسٹون کے حوالے کر دی جائے گی۔ اور اس طرح گرے اسٹون کو گوٹے ہل سے بہت کچھ مل سکتا ہے۔ میرا خیال ہے یہ لالچ اُن لوگوں کو سب کچھ کرنے پر آمادہ کر دے گا۔ اور وہ تم سے تعاون کریں گے۔ تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو گے علی؟"

"ہاں مسٹر ٹیرس! میں سمجھ رہا ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ہر طور میں جنرل ٹیرس کو مایوس نہیں کر سکتا تھا۔

اُس کے بعد اِس سلسلے میں عملی اقدامات شروع ہو گئے۔ موورلے میرے ساتھ تھا۔ ابھی تک میں نے جنرل ٹیرس کو یہ بات نہیں بتائی تھی کہ جیمس موورلے صرف اس کا قانونی مشیر ہی نہیں بلکہ در پردہ کچھ اور بھی ہے۔ اِس دوران میں محل کے حالات کا جائزہ بھی لیتا رہا تھا اور گہری نگاہ سے دیکھنے پر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ جنرل ٹیرس ابھی بہت سے مصائب میں گھرا ہوا ہے۔ حالانکہ خاصا وقت گزر چکا تھا۔ لیکن جنرل ٹیرس نے ابھی تک پورے حالات اپنے قابو میں نہیں کیے تھے۔ یہاں اس کے دوستوں کی کمی تھی۔ بہت سے افراد ایسے تھے جنرل ٹیرس کے ساتھ جو اس کے لیے ہر طرح کا کام کر سکتے تھے۔ لیکن سازشیوں کی بھی کمی نہ تھی۔ جنرل سے عموماً ان معاملات پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ میں نے پوتا مانیر کی اس تعلیم یافتہ سردار کے بارے میں بھی گفتگو کی تھی۔ اور جنرل ٹیرس کو بتایا تھا کہ اُس کے کیا خیالات ہیں۔ اس کے جواب میں جنرل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"یقین کرو علی، مجھے اِن لوگوں سے بے پناہ ہمدردی اور محبت ہے۔ میں اِن سب کو زندگی کی تمام آسائشیں فراہم کر دینا چاہتا ہوں لیکن حالات کا جائزہ تم بھی لے چکے ہو۔ ابھی مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا ہے۔ میں زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کر کے اِن علاقوں میں اصلاحات کرنے کا خواہشمند ہوں۔ کاش میں اُن لوگوں کو اپنا دل چیر کر دکھا سکتا۔ میں ان کی تمام مایوسیاں دور کرنے کا خواہش مند ہوں۔ لیکن اس کے لیے ابھی مجھے وقت درکار ہے۔ کسی علاقے کو بنانا آسان کام نہیں ہوتا۔ مجھے اگر زندگی ملی تو میں تمہیں ایک نیا گوٹے ہل دکھاؤں گا، بلکہ یہ الفاظ کہتے ہوئے مجھے تم سے شرم بھی محسوس ہوتی ہے کیونکہ ابھی اپنے معاملات میں، میں بیرونی افراد کا سہارا لینے پر مجبور ہوں۔"

"اگر اشارہ میری طرف ہے جنرل ٹیرس... تو تم نے مجھے بیرونی فرد کہہ کر میری توہین کی ہے۔"

"نہیں علی! میرا اشارہ تمہاری طرف نہیں ہے۔" جنرل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

⊙

تمام ہی لوگ تعاون کر رہے تھے۔ عمارت کا افتتاح ہو چکا تھا جس میں گرے اسٹون کے دفاتر قائم کیے گئے تھے۔ چند اجنبی لوگوں نے بھی مجھ سے ملاقات کی تھی اور ان کا رویہ میرے ساتھ نہایت مودبانہ تھا۔ مجھے ہر معاملے میں نمایاں حیثیت دی گئی تھی۔ اور میں نے جیمس موورلے کے ذریعے اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا تھا کہ

سارڈان کی پہاڑیوں میں اس وقت تک اُن لوگوں کے ساتھ رہوں گا۔ جب تک وہاں وہ اپنے قدم جما لینے میں کامیاب نہیں ہو جاتے۔ ان لوگوں کے اپنے خیال میں میری شمولیت اُن کے لیے باعثِ تقویت تھی کہ انھیں جنرل ٹیرس کی افواج کا سہارا حاصل رہے گا اور جنرل ٹیرس بھی یہ ہی چاہتا تھا کہ ان غاروں میں خفیہ طور پر فوجی پہنچا دیے جائیں۔ چنانچہ میرا کام دونوں سمت سے بن رہا تھا۔ میں نے اُن تمام لوگوں کے ساتھ آخری میٹنگ کی جو سارڈان کی کھدائی کے لیے نگرانِ اعلیٰ مقرر کیے گئے تھے۔ ان میں انجینئر بھی تھے، ماہر تعمیرات بھی تھے اور ماہر معدنیات بھی۔ اِن تمام لوگوں نے مجھ سے اپنی اپنی ضرورتیں بیان کیں۔

"سارڈان تک سامان کی ترسیل کا تھوڑا سا کام آپ کو بھی کرنا ہوگا مسٹر علی! جنرل سے گفتگو کر کے آپ ہمیں تھوڑی سی افرادی قوت بھی فراہم کریں اور ان لوگوں کی نگرانی میں یہ مشینیں سارڈان تک پہنچائی جائیں۔ کیا آپ اس سلسلے میں ہمیں جنرل سے مدد دلوا سکتے ہیں۔"

"ہاں یہ ذمّے داری آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ ان مشینوں کو پورے تحفظ کے ساتھ پہاڑوں تک پہنچایا جائے گا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اس علاقے میں، میں جنرل کے فوجی دستے بھی خفیہ طور پر تعینات کرا دوں گا۔ تاکہ کسی بھی قسم کی سازش کا احتمال نہ رہے۔"

اس بات پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا گیا تھا اور حسبِ عادت ان لوگوں نے میری برتری کے گیت گائے تھے۔ لیکن میں جانتا تھا کہ اس طرح میرا اپنا کام بھی ہو رہا ہے۔ یعنی جنرل ٹیرس کے سلسلے میں۔ چنانچہ ابتدائی تیاریاں مکمل ہو گئیں اور پھر آٹھ ٹرکوں اور چھ جیپوں پر مشتمل ایک قافلہ سارڈان کی طرف روانہ ہو گیا۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن نے بہترین دعاؤں کے ساتھ ہمیں رخصت کیا تھا۔ اس سے قبل انھوں نے گرے اسٹون کے ان اعلیٰ عہدیداروں کو محل میں ایک دعوت بھی دی تھی۔ جس میں جنرل ٹیرس نے انھیں اپنے تعاون کا پورا پورا یقین دلایا تھا۔ اور اس کی وجہ مجھے ہی قرار دیا گیا تھا۔

قافلہ گوٹے ہل سے نکل کر پہاڑی راستوں پر پہنچ گیا... فوجی سادہ لباس میں تھے۔ اور ہتھیاروں کی بہترین کھیپ پہلی ہی ٹکڑی کے ساتھ روانہ کی جا رہی تھی۔ ٹرکوں میں تھوڑی سی مشینیں وغیرہ بھی تھیں۔ تعمیرات کا سامان تھا۔ تاکہ اس جگہ کو احاطے میں لے لیا جائے، جہاں کھدائی کرنی تھی۔ ہمارا یہ قافلہ تقریباً دس گھنٹے تک سفر کرتا رہا۔ اور گیارھویں گھنٹے میں ہم سارڈان کے علاقے میں داخل ہو گئے تھے۔

مشہور ماہرینِ نفسیات کی آراء پر مشتمل کتاب

احساسِ کمتری

اس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ:

- احساسِ کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔
- کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں۔
- کیا آپ واقعی احساسِ کمتری کا شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔ ہو سکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے

اسباب
تدارک
علاج

قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ماحدِ نگاہ

اونچی نیچی پہاڑیوں اور گھنے جنگلوں سے ڈھکا ہوا یہ علاقہ بے حد عجیب اور پُراسرار تھا۔ اِس کے بارے میں ہمیں مکمل معلومات فراہم کر دی گئی تھیں۔ ہم اور خود گرے اسٹون کے انجینیئروں کے پاس بھی اِس علاقے کے بارے میں تفصیلی رپورٹ موجود تھی۔ راستے میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو قابلِ ذکر ہوتا۔

سارڈان کے اس مخصوص حصّے میں پہنچنے کے بعد جو ہماری منزل تھا' ہم لوگ رک گئے۔ بڑے بڑے پول نصب کیے گئے۔ جن پر چند گھنٹوں کے اندر اندر سرچ لائٹس لگا دی گئیں۔ دن رات کام کرکے وہ سب سے پہلے اس علاقے کے گرد ایک حصار قائم کرلینا چاہتے تھے۔ جہاں انھیں کھدائی کرنی تھی۔ فوری طور پر انھوں نے ٹرکوں کو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ایک دائرے کی شکل میں کھڑا کردیا۔ جیپیں اُن کے درمیان آگئیں اور اس طرح ایک چھوٹا سا کیمپ قائم کرلیا گیا جس میں خیمے نصب کیے جانے لگے۔

ایک خیمہ میرے لیے مخصوص کردیا گیا تھا' جو اس علاقے کے عین درمیان ایک پہاڑی ٹیلے کے دامن میں تھا۔ میں خود بھی اس کام کا ساری رات جائزہ لیتا رہا۔ خاردار تاروں کی باڑھ بھی لگادی گئی اور اس کا ایک بڑا دروازہ قائم کردیا گیا۔ اُن تاروں کے ساتھ ساتھ ہی وہ پول لگائے گئے تھے جن کے اوپر سرچ لائٹس نصب تھیں۔ ان میں سے کچھ لائٹوں کے رُخ بیرونی سمت تھے اور کچھ کے اندرونی حصّے کی طرف۔ بڑے بڑے جنریٹر ان سرچ لائٹوں کو بجلی فراہم کررہے تھے۔ صبح ہوتے ہی انھوں نے انتہائی برق رفتاری سے کام لے کر اپنا یہ کیمپ مکمل طور پر قائم کرلیا۔ تمام خیمے نصب ہوگئے۔ اور اس کے بعد شام تک آرام کرنے کی آزادی تھی۔ جگہ جگہ ایسے مچان بنائے گئے تھے جن پر گھومنے والی سرچ لائٹس نصب تھیں۔ اُدھر یہاں پہریداروں کو ہتھیاروں کے ساتھ تعینات کردیا گیا تھا تاکہ وہ باہر کی سمت نگاہ رکھیں۔ دروازے کو خاص طور سے روشنی کی زد میں لے لیا گیا تھا۔

میں بھی چونکہ ساری رات جاگتا رہا تھا اور بُری طرح تھک گیا تھا' اس لیے اپنے خیمے میں آکر لیٹ گیا جس میں جنریٹر کی مدد سے ایک پنکھے کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ لیٹنے کے بعد تھوڑی دیر تک میں مختلف قسم کے خیالات میں ڈوبا رہا۔ پھر گہری نیند سو گیا۔

شام کو پانچ بجے میری آنکھ کھلی تھی۔ میرے لیے یہاں بھی ایک ملازم کو مخصوص کردیا گیا تھا۔ جو میرے کھانے پینے اور دوسری آسائشوں کا خیال رکھتا تھا۔

انجینیئر وغیرہ اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ انھوں نے بہت تھوڑی دیر آرام کیا تھا۔ میری فرائض داریاں صرف ... تک ہی تھیں۔ جو لوگ میرے ساتھ آئے تھے یعنی وہ جو جنرل ٹیرس کے آدمی تھے، انھیں الگ خیموں میں رکھا گیا تھا۔ ستّر افراد کی اس چھوٹی سی کمپنی کا سربراہ میجر لوبو تھا۔ جس کا ... سے پہلے ہی تعارف کرادیا گیا تھا۔ شام کی چائے پر لوبو میرے ساتھ شریک تھا۔ ہم دونوں ایک چھوٹی سی ٹیبل کے گرد ... ہوئی کرسیوں پر بیٹھ کر چائے پینے لگے اور اس دوران آپس میں گفتگو بھی کرتے رہے۔

"آپ نے اس علاقے کے تمام نقشے دیکھ لیے مسٹر علی؟" ... نے کہا۔

"ہاں، مجھے تھوڑی بہت واقفیت اس علاقے پر حاصل ہوگئی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ دراصل مجھے ہدایت ... گئی تھی کہ مجھے صرف آپ سے احکامات لینے ہیں۔"

"چونکہ آپ لوگ گرے اسٹون کے تمام افراد کی نگاہوں ... ہیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کیمپ میں ہی قیام کریں۔ ... ہماری دوسری کھیپ جب یہاں پہنچے گی تو ہم اس وقت تک اُن کے لیے غاروں کا بندوبست کرچکے ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے، ابتدا اسی طرح ہونا چاہیے۔ لیکن کیا آج شام ان غاروں کا جائزہ لینے کے لیے نکلیں گے؟"

"نہیں! میرا خیال ہے آج اور آرام کرو لوبو۔ کل صبح ہم جائزہ مہم کا آغاز کریں گے۔ دن کی روشنی اس کام کے لیے موزوں رہے گی۔"

لوبو نے مجھ سے اتفاق کیا تھا۔ بہت دیر تک ... لوگ بیٹھے گفتگو کرتے رہے۔ اور اس کے بعد انجینیئروں کے پاس آکر اُن کے کام کا جائزہ لینے لگے۔ میں نے پہریداروں کے لیے گوٹے ہل کے فوجیوں کی پیش کش بھی کردی تھی۔ جسے خوشی کے ساتھ قبول کرلیا گیا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ دوسری کھیپ تقریباً تین دن کے بعد یہاں پہنچے گی اور اس کے لیے رابطہ قائم کرلیا گیا ہے۔ بالآخر یہ رات بھی پُرسکون گزری تھی، کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔

دوسرے دن صبح کو ناشتے وغیرہ سے فارغ ہوکر میں ... کے ساتھ ٹہلتا ہوا کیمپ کے گیٹ سے باہر نکل آیا۔ کام مسلسل جاری تھا۔ مشینیں نصب کی جارہی تھیں۔ کیمپ کے باہر بھی یہ کام ہورہا تھا۔ مجھے ابھی تک اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ اس علاقے میں وہ لوگ کون سی چیز تلاش کررہے ہیں۔ ... یا معدنیات کا کوئی قیمتی ذخیرہ۔ اس بات کو ابھی تک مجھ سے پوشیدہ رکھا گیا تھا اور میرے پوچھنے پر بھی اس سلسلے میں کوئی جواب نہیں دیا گیا تھا۔ بلکہ اسے ایک راز کہہ کر معذرت کرلی گئی تھی۔

میں لوبو کے ساتھ کافی دُور نکل آیا۔ ہم ٹہلتے ہوئے ان بلند و بالا پہاڑوں کے دامن میں پہنچ گئے۔ جہاں غار تھے۔ میں نے لوبو کو ساتھ لے کر ایک غار کے دہانے کا رُخ کیا اور پھر اس غار میں داخل ہوگیا۔ بہت ہی وسیع غار تھے۔ آدھی آدھی پہاڑیاں اندر سے کھوکھلی تھیں۔

لوبو نے اس غار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے مسٹر علی، ہمارے تقریباً دو سو فوجی اسی ایک غار میں قیام کرسکتے ہیں اور یہ چڑھائی جو سرنگ کی شکل میں اوپر کی سمت جارہی ہے۔ اگر اسے مزید آگے بڑھایا جائے تو ہم پہاڑی کی چوٹی پر اندر ہی اندر چلتے ہوئے پہنچ سکتے ہیں اور پھر وہاں اپنے لیے عمدہ مورچا بندی کرسکتے ہیں۔"

"یقیناً لوبو! تمھارا خیال بالکل درست ہے۔" میں نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

ہم اس غار سے باہر نکل آئے اور پھر اُس سے تقریباً آدھے فرلانگ کے فاصلے پر ہم نے ویسا ہی ایک دوسرا غار دیکھا۔ یہاں غاروں کی بھرمار تھی اور ان غاروں میں بے شمار افراد سما سکتے تھے۔ مزید کچھ دیر تک ہم ان غاروں کا معائنہ کرتے رہے اور آئندہ کے لیے منصوبے بناتے رہے پھر واپس کیمپ کی طرف پلٹ آئے جہاں بدستور کام جاری تھا۔

میجر لوبو کی خوبیاں مجھ پر عیاں ہوتی جارہی تھیں۔ وہ اچھی سوجھ بوجھ کا مالک تھا اور میرے سامنے مستعد رہتا تھا۔ جنرل ٹیرس نے بھی اس کی اس خوبی کی نشاندہی کی تھی۔

لوبو نے دوسری شام میری رہائش گاہ پر مجھ سے ملاقات کی۔ اور میں نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"کہو لوبو! معاملات ٹھیک ٹھاک چل رہے ہیں نا؟"

"جی ہاں، یہ لوگ بڑی مستعدی سے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے بہت جلد یہ کھدائی کا آغاز کردیں گے۔ آخر یہاں سارڈان کی ان چٹانوں میں ایسی کیا چیز موجود ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ اتنی مستعدی سے کام کررہے ہیں؟"

لوبو کے اس سوال پر مجھے ہنسی آگئی۔ لوبو کو کم از کم یہ بات ضرور معلوم ہوگی کہ سارڈان کی پہاڑیوں میں کان کنی کا ٹھیکا علی یار خان نے لیا ہے۔ اور وہی گرے اسٹون نامی کمپنی کے ذریعے یہ کھدائی کرا رہا ہے۔ اب اگر میں اس سے یہ کہوں کہ میں خود بھی اِس بارے میں کچھ نہیں جانتا تو یقیناً وہ اس بات پر یقین نہیں کرے گا۔ چنانچہ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

"دراصل کان کنی کا یہ ٹھیکا گرے اسٹون کمپنی کو ہی ملا ہے۔ لیکن میری سفارش پر... میں نہیں جانتا کہ گرے اسٹون یہاں کیا تلاش کررہی ہے۔ درحقیقت میں اس کے لیے نہیں بلکہ جنرل ٹیرس کے لیے کام کررہا ہوں۔ کان کنی کا یہ ٹھیکا میرے نام سے ضرور دیا گیا ہے لیکن اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ چنانچہ میں بھی اس بات سے لاعلم ہوں لوبو! کہ یہ لوگ یہاں کررہے ہیں۔"

"اوہ! اب سمجھا۔ ویسے آج میری ان لوگوں سے گفتگو ہوئی تھی۔ ان میں سے کچھ لوگ اس بات پر حیران ہیں کہ کان کنی کے کام کی حفاظت کے لیے حکومت گوٹے ہل اتنی مستعد کیوں ہے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے مجھ سے پوچھا بھی تھا کہ اِن اطراف میں اتنے زیادہ فوجیوں کی کیا ضرورت ہے... چونکہ صورتِ حال تھوڑی بہت میرے علم میں تھی اس لیے میں نے اس کی روشنی میں اُن سے بات کی۔ میں نے انھیں بتایا کہ یہ علاقہ باغی قبائلیوں کا علاقہ کہلاتا ہے اور یہاں کے قبائل جنرل ٹیرس کے ہر منصوبے کو فیل کرنے کے خواہاں رہتے ہیں' چنانچہ جب حکومت نے سارڈان کے علاقے میں کان کنی کا ٹھیکا دیا ہے تو اُس کے تحفظ کی تمام ذمّے داریاں بھی قبول کی ہیں۔ میں نے اُن لوگوں کو کافی حد تک مطمئن کردیا ہے۔ ایک اور بات بھی میں آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں جس نے مجھے چونکا دیا ہے۔ کان کنی سے متعلق تھوڑی بہت معلومات میں بھی رکھتا ہوں لیکن یہاں میں نے ایک نئی بات دیکھی ہے۔ ان لوگوں نے آج کچھ چٹانوں پر اسپرے کیا ہے، کالے رنگ کی کسی سیّال شے کا اسپرے' جس نے اِن چٹانوں کا رنگ تبدیل کردیا ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ان چٹانوں کا رنگ بدلنے کی کوشش کیوں کی گئی ہے۔ اگر یہ کوئی کھدائی کے سلسلے کی کڑی ہے تو اس سے پہلے میں نے یہ انداز نہیں دیکھا۔ دوسری صورت میں مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہم سے کچھ چھپانے کی کوشش کررہے ہیں۔ اور اب جبکہ میرے علم میں یہ بات آگئی ہے کہ آپ ان کے لیے نہیں بلکہ جنرل ٹیرس کے لیے کام کررہے ہیں تو میں نے اس بات کا انکشاف آپ کے سامنے کردینا ضروری سمجھا۔"

میں خاموشی سے لوبو کی صورت دیکھتا رہا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ بھی وہ یہاں سے برآمد کریں گے، وہ ہمارے علم میں آہی جائے گا اور اگر وہ اسے چھپانے کی کوشش کریں گے تو ظاہر ہے ہم انھیں کامیاب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں ہونے دیں گے۔ اب اگر کوئی قیمتی شے یہاں سے نکلتی ہے تو وہ اس کی اہمیت کے حساب سے ہی ہمیں اس کی رائیلٹی دیں گے اور اگر اس میں کوئی فریب کیا گیا تو تمھارا کیا خیال ہے، انھیں معاف کر دیا جائے گا؟ نہیں، ہرگز نہیں چنانچہ یہ بات ہمارے لیے اتنی باعثِ تشویش نہیں ہے۔ وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں کرنے دو... فی الحال صرف ہمیں اس سلسلے میں سوچنا ہے کہ لیماٹو کے خلاف ہم کیا کر سکتے۔"

"شکریہ، بے حد شکریہ! آپ سے گفتگو کر کے مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے ذہن کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہو۔" لوبو نے کہا۔

تھوڑی دیر تک مزید گفتگو کرنے کے بعد وہ چلا گیا۔

سب کچھ پروگرام کے مطابق ہو رہا تھا۔ جنرل ٹیرس کو پیغام بھیج دیا گیا تھا کہ ہم نے ضروری انتظامات کر لیے ہیں، فوجیوں کو بھیجا جائے۔ دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ لیکن یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں تھی۔ کیونکہ اس کام میں وقت تو صرف ہونا ہی تھا۔ مشینیں وغیرہ کافی حد تک فٹ ہو گئی تھیں۔ پھر ایک دن بارش شروع ہو گئی۔ جب سے ہم لوگ یہاں آئے تھے آسمان ابر آلود ہی تھا۔ دن رات بادل چھائے رہتے تھے جس کی وجہ سے موسم بے حد خوشگوار تھا اور اس خوشگوار موسم میں ہمیں کم از کم شدید دھوپ یا گرمی کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی تھی۔ شام کو تو اچھی خاصی خنکی ہو جاتی تھی۔ بادلوں کی چھاؤں میں کام کرنے والے مزدوروں اور انجینیئرز کی ٹولیاں اکثر کیمپ سے نکل کر دُور دُور تک چلی جاتی تھیں۔ بعض اوقات تو یہ لوگ باقاعدہ پکنک منانے لگتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی جب بارش شروع ہوئی تو کیمپ میں موجود لوگ چیختے چلّاتے باہر نکل آئے۔ وہ بارش ہونے پر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ بارش مسلسل ہو رہی تھی اور ٹولیاں اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے دُور دُور تک نکل گئی تھیں۔

ہاگن نامی ایک انجینیئر سے میری اچھی خاصی شناسائی ہو گئی تھی۔ اچھی طبیعت کا ہنس مکھ انسان تھا، سیر و سیاحت کا رسیا۔ اکثر مجھے اپنے عشق کی داستانیں سناتا رہتا تھا۔ لطیفے سنانے کا عادی بھی تھا اور عموماً وہ میرے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔ لوبو اپنے ساتھیوں کے ساتھ خفیہ طور پر ان غاروں کی تعمیر میں مصروف ہو گیا تھا اور زیادہ تر وہیں لگا رہتا تھا۔ ہاگن نے اس شام مجھ سے کہا کہ بارش کا یہ موسم کیمپ میں رہ کر گزارنا کوئی عقل مندی کی بات نہیں ہے۔ کیوں [...] فاصلے پر چل کر تھوڑی سی سیر و تفریح کی جائے۔ اس [...] رائفل بھی دکھائی جو اس نے خصوصی طور پر یہاں آ[...] اپنے لیے خریدی تھی اور اس کا باقاعدہ لائسنس حاصل [...] کہنے لگا۔ "مسٹر علی! ہم بے شک ایک اہم کام میں [...] ہیں اور ہماری تمام توجہ اس طرف ہی ہونا چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی تھوڑی سی تفریح بھی ہو جا[ئے تو] کیا حرج ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کچھ گھومیں پھریں [...] اس موسم میں کیمپ میں رہ کر یوں محسوس ہوتا ہے [...] قیدیوں کی زندگی گزار رہے ہوں۔"

میں تیار ہو گیا۔ ہاگن نے دو گھوڑے حاصل کیے [...] شانے سے لٹکائی اور ہم آگے چل پڑے۔

زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ ہاگن نے کسی جنگلی جانو[ر کو] دیکھا اور دوربین میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "لطف آ گیا مسٹر علی! ذرا دیکھیے تو سہی، کیا یہ پہاڑی بکرا نہیں [...]"

میں نے جلدی سے دوربین اس کے ہاتھوں سے لے [لی] اور اس کی بتائی ہوئی سمت دیکھنے لگا۔

وہ پہاڑی بکرا ہی تھا لیکن مجھے تعجب تھا کہ اس [...] میں یہ شاندار سینگوں والے بکرے کہاں سے آ گئے۔

ہاگن اس بات پر بہ ضد ہو گیا کہ بکرے کا شکار کرے [...] چنانچہ ہم نے گھوڑوں کا رُخ اس سمت کر دیا، جہاں بکرا [نظر] آیا تھا۔ رفتار کافی تیز تھی لیکن ابھی بہت زیادہ دُور کا [فاصلہ] نہیں کیا تھا کہ دفعتہً ہاگن کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی [...] ہاگن قلابازیاں کھاتا ہوا زمین پر آ رہا۔ پھر ایک دم چیخا۔ "[...] دلدل... دلدل۔"

میں نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لی تھیں [...] جگہ ہاگن گرا تھا۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے میں نے اُسے [سہارا] دیا اور اس کے بعد اس دلدل کو دیکھا، جس کی جانب اُس [نے] اشارہ کیا تھا۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ دراصل یہاں زمین نرم تھی [...] کی وجہ سے جا بجا گڑھے پانی سے بھر گئے تھے اور پانی [...] کے بعد وہ جگہ نرم ہو گئی تھی جسے ہاگن نے دلدل قرار د[یا] سامنے ایک پہاڑی نظر آ رہی تھی۔ بکرا اسی کی طرف گیا تھا [...] ہاگن بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میرا خیال ہے، اب تک تو وہ نکل بھی گیا ہو گا۔ تاہم ہم اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے [...] تازہ گوشت کھائے ہوئے کافی وقت گزر گیا ہے۔"

ہم نے سنبھل کر پہاڑی کی جانب پھر رُخ کیا۔ یہ [...] دیکھنے میں بہت قریب نظر آتی تھی لیکن یہ نِگاہوں کا [...]

[...]ے دامن تک پہنچنے کے لیے کافی لمبا سفر طے [...] تھا۔ ہمیں اس کرنا پڑا اور پھر ہم اس کے قریب پہنچ گئے۔ اطراف میں پھیلا ہوا سناٹا طاری تھا۔ نرم زمین پر جنگلی بکرے کے پیروں کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ ہم نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی... لیکن دفعتہً ہی میں کچھ نشانات دیکھ کر چونک پڑا۔ یہ انسانی قدموں کے نشانات تھے۔ مجھے شدید حیرت ہوئی۔ کیونکہ کیمپ سے کوئی بھی تفریحی پارٹی اس طرف نہیں آئی تھی۔ گھوڑوں پر ہم نے جتنا سفر کیا تھا، وہ بھی اتنا طویل تھا کہ کم از کم کیمپ کے لوگ پیادہ یہاں نہیں پہنچ پاتے۔ اس کے علاوہ جو فوجی لوبو کی تحویل میں تھے۔ وہ بھی غاروں کو چھوڑ کر یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ لیکن پھر یہ انسانی قدموں کے نشانات کس کے تھے؟ میں تشویش کا شکار ہو گیا۔

ہم گھوڑوں سے نیچے اتر آئے تھے۔ ہاگن جنگلی بکرے کی تلاش میں نگاہیں دوڑا رہا تھا لیکن میں زمین پر جھکا قدموں کے ان نشانات کو دیکھ رہا تھا۔ تب ہاگن میری طرف متوجہ ہو گیا۔

"کیا بات ہے مسٹر علی، خیریت؟ کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟"

"ہاگن، ذرا اس طرف آؤ۔" میں نے اُسے اشارہ کیا اور ہاگن میرے قریب پہنچ گیا۔ "کیا یہ انسانی قدموں کے نشانات نہیں ہیں؟"

"سو فیصدی، سو فیصدی!" ہاگن کے چہرے پر بھی تعجب کے آثار نمودار ہو گئے۔ پھر وہ چونک کر اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا بولا۔ "لیکن یہاں کون آ سکتا ہے؟ کم از کم ہمارے ساتھیوں میں سے تو کسی نے اس طرف کا رُخ نہیں کیا ہو گا... لیکن ان اطراف میں... اوہ مسٹر علی! آپ نے ایک بات پر غور نہیں کیا۔"

"کیا؟"

"جو کوئی بھی یہاں سے گزرا ہے، ننگے پاؤں ہے اور کم از کم ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کسی ایک انسان کے قدموں کے نشانات نہیں ہیں... دیکھیے! پاؤں کے نشانات تمام کے تمام یکساں نہیں ہیں۔" ہاگن نے کچھ اور کہنا چاہا لیکن میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اُسے اپنے ساتھ ایک سمت بڑھنے کا اشارہ کیا۔ گھوڑے ہم لوگوں نے اسی جگہ چھوڑ دیے۔ ہاگن نے احتیاطاً اپنی رائفل شانے سے اتار کر ہاتھ میں لے لی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے ہم جنگلی بکرے کا شکار بھول گئے تھے اور ان نشانات کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

قدموں کے نشانات ایک ہی جگہ محدود نہیں تھے بلکہ ایک وسیع حصّے میں بکھرے ہوئے تھے۔ اور یقیناً کم از کم دس یا پندرہ افراد یہاں موجود رہے تھے۔ لیکن وہ کون ہیں؟ کہاں سے آئے اور کہاں گئے؟ اس بات کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ نشانات چونکہ کسی ایک سمت نہیں تھے۔ اس لیے ہم زیادہ دُور نہیں گئے۔ ایک طرف جاتے اور دوسری طرف نگاہ دوڑاتے تو اُدھر بھی ویسے ہی نشانات نظر آتے۔ میری چھٹی حس کسی خطرے کا اظہار کر رہی تھی۔

میں نے ہاگن سے کہا۔ "آؤ ہاگن، واپس چلیں۔"

"لیکن وہ جنگلی بکرے اور قدموں کے نشانات؟" ہاگن بولا۔ "جنگلی بکرے نہ ملیں، نہ سہی لیکن کم از کم ان نشانات کا سراغ تو لگنا ہی چاہیے۔"

میں چند لمحے سوچتا رہا اور پھر میں نے بھی ہاگن کی بات سے اتفاق کر لیا۔ واقعی ان قدموں کا سراغ ضرور لگانا چاہیے۔ چنانچہ ہم گھوڑوں کے قریب پہنچ کر ان کی پشت پر سوار ہو گئے اور پھر انھیں آہستہ آہستہ بڑھایا۔ ہماری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔

ابھی ہم زیادہ دُور نہیں گئے تھے کہ دفعتہً ہاگن نے رائفل سیدھی کر لی اور میں بھی سنبھل گیا۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اُسے دیکھا تو وہ ایک سمت اشارہ کرتا ہوا بولا۔ "اُس طرف... اس طرف کوئی تحریک ہوئی ہے۔ آپ یقین کریں مسٹر علی، میں نے محسوس کیا ہے کہ کوئی وہاں موجود ہے۔"

میں خاموشی سے ہاگن کی صورت دیکھنے لگا۔ میرے پاس اس وقت ایک لمبے شکاری چاقو کے علاوہ اور کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ قدموں کے نشانات بتاتے تھے کہ اطراف میں کافی آدمی موجود ہیں اور ننگے پاؤں ہیں۔ وہ لیماٹو قبائل کے لوگ بھی ہو سکتے تھے لیکن اتنے قریب ان کی موجودگی کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

ہاگن پُرجوش آدمی تھا، وہ میری طرف سے کسی اشارے کا انتظار کیے بغیر خود ہی آگے بڑھ کر وہاں پہنچ گیا جہاں بہت سے گھنے درخت نظر آ رہے تھے۔ میں نے بحالتِ مجبوری اس کا ساتھ دیا تھا۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ ہاگن کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ ایک بلند و بالا درخت پر کوئی موجود تھا... درخت کی شاخیں اس طرح ہل رہی تھیں جیسے کوئی ان میں چھپنے کی کوشش کر رہا ہو۔ میرے کچھ بولنے سے پہلے ہی ہاگن نے دفعتہً درخت کی جانب فائرنگ شروع کر دی اور گولیاں شاخوں اور تنے میں پیوست ہو گئیں۔ لیکن مجھے کوئی صحیح

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اندازہ بھی نہیں ہو سکا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ دفعتہً درخت پر سے ایک تیر چھوڑا گیا۔ جو میرے بائیں بازو کو چھوتا ہوا گزر گیا تھا اور اب اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ درخت پر کوئی موجود ہے۔

ہاگن نے جلدی سے رائفل دوبارہ لوڈ کر لی تھی اور اپنے گھوڑے کو درخت کے چاروں طرف دوڑا رہا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھ کر ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں کم از کم تیروں سے محفوظ رہ سکوں۔ پتا نہیں کیوں مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی خطرناک بات ہونے والی ہے۔

ہاگن نے ایک بار پھر درخت کی شاخوں پر گولیاں چلائیں لیکن نتیجہ کچھ برآمد نہ ہوا البتہ غالباً دوسری طرف سے اس شخص کو جو درخت پر موجود تھا، تیر چلانے کی مہلت نہیں ملی تھی۔ پھر اچانک ہی ایک ہولناک آواز کے ساتھ کسی نے درخت سے ہاگن پر چھلانگ لگا دی۔ بڑی نپی تُلی چھلانگ تھی۔ چھلانگ لگانے والا ہاگن کو گھوڑے سے رگیدتا ہوا، زمین پر لے گیا۔ تب میں نے ایک تقریباً نیم برہنہ سیاہ فام کو ہاگن سے لپٹے ہوئے دیکھا۔ ہاگن کی رائفل زمین پر گر پڑی تھی۔ حملہ آور کافی قوی ہیکل تھا اور یقیناً ہاگن سے کہیں زیادہ طاقتور۔۔۔ میرے لیے اب یہ ضروری ہو گیا تھا کہ میں ہاگن کی مدد کروں چنانچہ میں نے برق رفتاری سے اپنی جگہ چھوڑی، گھوڑا دوڑاتا ہوا ہاگن کے قریب پہنچا اور پھر دفعتہً ہی میں نے سیاہ فام حملہ آور پر چھلانگ لگا دی۔۔۔ میری دونوں ٹانگیں اس کے سینے پر پڑیں تھیں اور وہ اچھل کر دُور جا گرا تھا۔ اگر کوئی معمولی قوت کا انسان ہوتا تو شاید دوبارہ نہ اُٹھ پاتا لیکن وہ قوی ہیکل سیاہ دیو فوراً ہی اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

میں نے اُس کے خدوخال دیکھے۔ گوٹے ہل کے لوگوں سے مختلف نہیں تھے لیکن اُس کے چہرے پر بے پناہ وحشت نظر آ رہی تھی۔ اس کا قد سوا چھ فٹ سے کسی طرح کم نہیں ہو گا۔ اسی تناسب سے بدن کا پھیلاؤ بھی تھا۔ اور کافی ورزشی بدن بھی تھا۔ میں نے برق رفتاری سے اپنا شکاری چاقو نکال لیا لیکن اس سے پہلے کہ میں اس پر وار کر سکوں وہ اُچھل کر ایک طرف دوڑ پڑا۔ میں نے خنجر پھینک کر اس کو مارنے کی [...] تھی لیکن وہ میرے اس وار سے بھی بچ گیا اور آگے جا کر جھاڑیوں میں روپوش ہو گیا۔ تب میں ہاگن کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اُٹھ کر اپنا لباس صاف کر رہا تھا۔ اس کی گردن اور بائیں گال پر گہری خراشیں نظر آ رہی تھیں جن میں خون چمکنے لگا تھا۔

لیکن وہ سنبھل گیا تھا اور اب یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے [...] کا جوش و خروش کچھ کم ہو گیا ہو۔ اس نے پیچھے ہٹ کر اپنے گھوڑے کو سنبھالا اور رائفل اُٹھا کر اس سمت دیکھنے لگا جدھر وہ سیاہ فام دوڑتا چلا گیا تھا۔

"کیا خیال ہے علی، ہم اس کا تعاقب کریں؟"

"خطرناک ہو گا ہاگن۔۔۔ خطرناک ہو گا۔" میں نے کہا۔

"اوہ! اُدھر دیکھیے۔۔۔ اُدھر دیکھیے۔۔۔ شاید وہ واپس آ رہا ہے۔" ہاگن نے کہا اور میری نگاہیں بھی بے اختیار اُس طرف اُٹھ گئیں۔ لیکن میں نے اچھی طرح اندازہ لگا لیا تھا کہ نیا آنے والا وہ نہیں ہے جو ابھی یہاں سے فرار ہوا ہے۔ بلاشبہ وہ اُسی کے قد و قامت کا آدمی تھا اور تنہا ہی تھا لیکن یہ پہلے سے کہیں زیادہ پھرتیلا نظر آ رہا تھا۔ وہ نہایت برق رفتاری سے ہمارے سروں پر پہنچ گیا اور اسی تیزی سے اس نے حملہ کیا۔ ہاگن ایک بار پھر الٹ کر پشت کے بل جا گرا۔ اس کی تیز آواز سنائی دی تھی۔ گھوڑا بھی کچھ اس طرح غیر متوازن ہوا کہ اُس کے اگلے دونوں پاؤں فضا میں بلند ہو گئے پھر وہ اچانک ہی ایک طرف کو بھاگ کھڑا ہوا۔

میں نے دیکھا کہ سیاہ فام اور ہاگن آپس میں گتھم گتھا ہو گئے ہیں۔ وحشی انسان کسی خونخوار اور بھوکے چیتے کی مانند ہاگن کو جھنجھوڑ رہا تھا۔ ہاگن کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخیں نکل رہی تھیں۔ اس وقت میرے لیے ہاگن کی رائفل سے فائر کرنا تو مناسب نہیں تھا۔ البتہ میں نے رائفل اٹھا کر اس کا بٹ پوری قوت سے حملہ آور کے سر پر دے مارا لیکن میں حیران رہ گیا، اِن لوگوں کے سر فولاد کی طرح مضبوط تھے۔ اُس نے ہاگن کو تو چھوڑ دیا اور میری طرف لپک پڑا۔ میں نے اُسے موقع نہیں دیا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے رائفل کی نال اُس کی طرف کی اور گولی چلا دی۔ گولی اس کی گردن سے پار ہو گئی تھی اور خون کا ایک آبشار اُس کی گردن سے پھوٹ نکلا تھا۔ لیکن کمال کا انسان تھا۔ اس کاری وار کے باوجود اُس نے دو تین لمبی لمبی چھلانگیں لگائیں اور میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے دوسری گولی چلائی تھی جو اُسے نہ لگ سکی۔ میں بے اختیار آگے دوڑتا چلا گیا تھا۔ لیکن کافی دُور جانے کے بعد بھی وہ مجھے نظر نہیں آیا۔ چنانچہ واپسی کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔

میں نے ہاگن کو یہی مشورہ دیا کہ اس وقت واپسی ہی مناسب ہے، اگر یہ لوگ اجتماعی طور پر حملہ آور ہو گئے تو پھر ان سے مقابلہ کرنا ممکن نہ رہے گا۔ ہاگن کے ہوش و حواس ہی اب

[...] پیچھے تھے چنانچہ وہ بھی واپسی کے لیے پلٹ پڑا اور ہم دونوں نے اپنے گھوڑے برق رفتاری سے کیمپ کی جانب چھوڑ دیے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ہم کیمپ میں پہنچ گئے تھے لیکن کیمپ میں ہمارے لیے ایک نئی اطلاع موجود تھی۔ کیمپ میں رہنے والے چار مزدور مشرقی حصے میں نکل گئے تھے اور ان میں سے صرف ایک زندہ واپس آ سکا تھا۔ اس نے اطلاع دی تھی کہ وحشی حملہ آوروں کے ایک گروہ نے اُن پر بُری طرح تیر برسائے اور اُن میں سے تین آدمی ہلاک ہو گئے۔ صرف ایک تھا جو بچ کر واپس آ سکا۔ ان تینوں آدمیوں کی لاشیں ابھی وہیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور فیصلہ نہیں کیا جا سکا تھا کہ ان لاشوں کو لانے کے لیے کیا کیا جائے۔ کیمپ کے اعلیٰ عہدے دار لوگ اس سلسلے میں سخت پریشان نظر آ رہے تھے مجھے فوراً ہی اس کی اطلاع دی گئی لیکن یہ اطلاع اس وقت انوکھی نہیں محسوس ہوئی۔ کیونکہ میں اور ہاگن خود بھی دیکھ چکے تھے کہ ہمارے خلاف کارروائیوں کا آغاز ہو گیا ہے۔

ایک انجینیئر نے مجھ سے کہا۔ "مسٹر علی، یہ صورت حال تو بے حد خوفناک ہے۔ اس طرح یہاں کام کرنے والوں میں بددلی پھیل جائے گی اور ہم لوگوں کے لیے مشکلات کھڑی ہو جائیں گی۔"

میں نے اس انجینیئر کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "سادڑان میں کام کا آغاز کرنے سے پہلے آپ کو اس کے لیے بھی تیاریاں کرنی چاہیے تھیں۔"

"مسٹر علی، آپ کو یہ بات بتانے کا مقصد قطعی یہ نہیں ہے کہ آپ اس سلسلے میں ذمے دار ہیں۔ ہم صرف آپ کو آگاہ کرنا چاہتے تھے کہ صورتِ حال کیا ہو گئی ہے۔ تاہم گرے اسٹون اپنے طور اس سلسلے میں بھی کام کرے گی۔ لیکن ہمیں کچھ وقت درکار ہو گا۔ اس دوران اگر آپ تھوڑی سی ذمے داریاں اِن لوگوں پر بھی ڈال دیں جو آپ کے ساتھ یہاں آئے ہیں تو کیا یہ مناسب نہ ہو گا؟"

"ہاں، اب یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ آپ اپنے تمام ساتھیوں کو خاردار تاروں کے اندر ہی رہنے کی ہدایت کریں اور کسی بھی طرح انھیں یہاں سے باہر نہ جانے دیا جائے۔ اگر آپ باہر جانا کسی خاص وجہ سے ضروری ہی سمجھتے ہوں تو پھر اس کے لیے چند مسلح افراد کو ساتھ رکھا جائے۔ اس سے زیادہ فی الحال اور کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"یقیناً۔۔۔ ہمارے تین ساتھی کام شروع ہونے سے پہلے ہی ہمیں داغِ مفارقت دے گئے ہیں۔ کیا ان موجود لوگوں میں سے [...] کر لایا جا سکتا ہے؟"

یہ چند افراد شدید زخمی ہو گئے تھے۔

"ہاں۔۔۔ اس کا بندوبست [...]" کا نام و نشان بھی مٹ گیا تھا جو کیمپ میں نے کہا۔ لوبو بھی تھے، شدید افراتفری کا عالم تھا۔ نے گفتگو میں حصہ [...] پھر لوبو صورتِ حال پر گفتگو کرنے کے بجائے زخمیوں بلایا اور [...] بھال میں مصروف ہو گیا۔ آگ بجھا دی گئی، زخمیوں کو سے لائی ہیں؟

"کون لوٹ کر لیا گیا اور جو شدید زخمی تھے اُن کے بارے میں پر اُتر آئے ہیں؟" انھیں ٹرکوں میں ڈال کر گوٹے ہل لے جایا

"لیماٹو کے باغیوں کے علاوہ اور کسی کیمپ کے ڈاکٹروں خود بھی تمھیں ایک اطلاع دینے والا تھا۔ ان باغیوں میں سے ایک آدمی کو میں نے ہلاک کر دیا ہے۔" پھر میں نے لوبو کو پہاڑی کے دامن میں نظر آنے والے نشانات اور اپنے آپ پر ہونے والے حملے کے بارے میں تفصیل بتائی۔

لوبو نے فوراً ہی کہا۔ "وہ لوگ سو فیصدی لیماٹو قبائل ہی سے تعلق رکھتے تھے لیکن آپ کہتے ہیں کہ اُن کے قدموں کے نشانات بہت زیادہ تھے، اس کا مطلب ہے کہ ہمارے بہت نزدیک ان کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔"

"تمھارا اندازہ درست ہے لوبو۔ اور اگر ہم فوری طور محتاط نہ ہوئے تو ہمیں کوئی بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"بالکل، بالکل۔" وہ سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"ہم اس موضوع پر بعد میں گفتگو کریں گے لوبو۔۔۔ پہلے چند افراد کو تیار کر لو، وہ لاشیں اُٹھا کر لانی ہیں۔"

لوبو نے دس مسلح افراد کو اپنے ساتھ لیا اور اس شخص کی رہنمائی میں ہم لوگ اس طرف چل پڑے جہاں ان لوگوں کو ہلاک کیا گیا تھا۔ تینوں لاشیں وہاں پڑی ہوئی تھیں۔ اُن کے جسم تیروں سے چھلنی تھے۔ ہم لوگ ان کی لاشیں وہاں سے اُٹھا لائے اور کیمپ ہی کے احاطے میں ان کی تدفین کر دی گئی۔ گرے اسٹون کے تمام کارکنوں میں رنج و غم کی لہر دوڑ گئی تھی اور وہ سب لوگ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد خاردار احاطے کو مزید مضبوط کرنے میں مصروف ہو گئے۔

اس انجینیئر نے مجھے بتایا جس سے میری بات چیت ہوئی تھی کہ اس نے تمام لوگوں کو ہدایات دے دی ہیں کہ وہ کسی بھی قیمت پر احاطے سے باہر نہ جائیں۔

رات کو لوبو میرے پاس پہنچ گیا۔ اُس کی آنکھوں میں بدستور تشویش کے آثار پائے جاتے تھے۔ اس نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "مسٹر علی، لیماٹو قبائل کی تعداد بھی کم نہیں ہے۔ اگر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اندازہ بھی نہیں ہو سکا تھا۔ ان کے آنے سے قبل ہی ان لوگوں نے ہم پر سے ایک تیر چھوڑا گیا۔ جو یہ مشکل نہیں ہو جائے گی یا پھر جو گزر گیا تھا اور اب اس میں کوئی شبہ نہیں وہ کسی وقت کیمپ پر کوئی موجود ہے۔ ۔۔۔ فوری طور پر کیا بندوبست

ہاگن نے جلدی سے رائفل دوبارہ لوڈ کر لی تھی

گھوڑے کو درخت کے چاروں طرف دوڑا رہا تھا۔ میں ۔۔۔ ہے ماؤ اِدھر اُدھر دیکھ کر ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں کم ۔۔۔ رات کے تیروں سے محفوظ رہ سکوں۔ پتا نہیں کیوں مجھے محسوس ۔۔۔ اف پر نگاہ تھا کہ جیسے کوئی خطرناک بات ہونے والی ہے۔ ۔۔۔ ن رکھی جائے تاکہ

ہاگن نے ایک بار پھر دو ۔۔۔ تنے ادجھل نہ ہوں اور تم بھی اپنے جیلا ۔۔۔ دیکیوں کو مستعد رہنے کی تاکید کردو تاکہ کسی بھی خطرناک صورت حال سے آسانی سے نمٹا جا سکے۔“

”میں سب کچھ آپ کی ہدایات کے مطابق ہی کروں گا اور اس کے ساتھ ہی ہمیں دارالحکومت کو پیغام دے دینا چاہیے کہ لیمالوٹو سے چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی ہے۔“

لوبو نے میری ہدایات کے مطابق ہی عمل کیا۔ چھوٹے چھوٹے ٹیلوں پر مشین گنیں فٹ کر لی گئیں۔ یہ ٹیلے کیمپ کے تین اطراف میں تھے لیکن ایسی جگہ تھے کہ کیمپ کے ہر حصے پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔ خصوصی طور پر کارروائی کر کے تار بچھائے گئے اور ان ٹیلوں تک روشنی لے جائی گئی تاکہ رات کے وقت نہ صرف اطراف پر نگاہ رکھی جائی بلکہ ان ٹیلوں کے ذریعے سرچ لائٹیں گردش کرتی رہیں اور آس پاس بھی نگاہ رکھی جا سکے... یہی طریقہ تھا فی الحال لیما لوٹو سے مقابلہ کرنے کا ورنہ ہمارے ساتھیوں کی تعداد ابھی بہت کم تھی۔

تین دن گزر گئے۔ ابرآلود موسم بدستور تھا اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ لوبو کے انکشاف کے بعد میں نے اُن چٹانوں کا جائزہ لیا تھا جہاں سیاہ رنگ کا کوئی سیّال اسپرے کیا گیا تھا۔ مشینیں چاروں طرف لگا دی گئی تھیں اور میں نے محسوس کیا تھا کہ جہاں سے کھدائی کا آغاز ہونے والا ہے اس جگہ کو انھوں نے عام نگاہوں سے پوشیدہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ظاہر ہے یہ عام نگاہیں میری یا جنرل ٹیرس کے ساتھیوں کی ہی ہو سکتی تھیں۔ یہ تجسس میرے ذہن میں جڑ پکڑتا جا رہا تھا کہ آخر وہ یہاں سے کیا چیز برآمد کرنا چاہتے ہیں؟

رات کا گشت کرنے والی ٹولیاں ایک مخصوص فاصلے پر گشت کرتی رہتی تھیں۔ لیکن اس عرصے میں کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اب ان اطراف میں کوئی نہ ہو لیکن ایک صبح ہمارے اس خیال کی تردید ہو گئی۔ نہ صرف تردید ہوئی بلکہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو انتہائی ہولناک تھا۔

موسم بدستور ابرآلود تھا۔ اور ہلکی ہلکی بوندا باندی ۔۔۔ تھی، ہوا بند ہو گئی تھی، فضا پر حبس طاری تھا۔ دفعتاً ۔۔۔ پہاڑی ٹیکری سے سیٹیوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ یہ سیٹیاں مورچا بندوں کی تھیں جو بلندیوں پر اطراف میں نگاہیں ۔۔۔ بیٹھے تھے۔ سیٹیوں کی آواز پر دوسری طرف سے بھی سیٹیاں ۔۔۔ لگیں اور میں فوراً ہی اپنی رہائش گاہ سے باہر نکل آیا۔ ۔۔۔ کے اندر ہی میں نے ایک ایسی جگہ کا رُخ کیا جو ایک ٹیلے کی شکل میں تھی اور بلندی پر پہنچ گیا۔

وہ منظر میری نگاہوں کے سامنے ہی تھا۔ پانچ ۔۔۔ تھے جن کے جسم سیاہ توے کی مانند تھے۔ وہ پانچوں ۔۔۔ رفتاری سے کیمپ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ گھوڑوں ۔۔۔ پر وہ پتھر کے بتوں کی مانند ساکت تھے۔ اُن کے جسم بھی ۔۔۔ کی طرح برہنہ تھے جنھیں ہم نے خود پر حملہ آور ہوتے ہوئے ۔۔۔ تھا لیکن ان کی گردنوں میں ایک عجیب سی مالا پڑی ہوئی جو چھوٹے چھوٹے چوکور ڈلیوں کی شکل میں تھی۔ کمر پر بھی ۔۔۔ ہی ڈبے بندھے ہوئے تھے اور بازوؤں پر بھی۔ ان کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔ سیٹیوں کی آوازیں اُنھیں کی آمد کا اشارہ ۔۔۔ رہی تھیں۔ وہ لوگ اس وقت کیمپ سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھے اور ہمارے آدمیوں کے نشانے پر تھے۔ اگر وہ کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرتے تو اُن پر گولیاں ۔۔۔ ماری جا سکتی تھی۔ ان کے پاس ہمیں تیر کمان بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ کیمپ سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر آ کر وہ رک گئے۔ چند لمحے اسی طرح خاموش کھڑے رہے۔ پھر دفعتاً ان کے منہ سے وحشت زدہ آوازیں نکلیں اور انھوں نے اپنے گھوڑے ۔۔۔ برق رفتاری سے ایک دوسرے سے الگ کر لیے۔ پھر وہ ۔۔۔ نصف دائرے کی صورت بنا کر کیمپ کی طرف دوڑے۔ ان کا انداز اتنا وحشت ناک تھا کہ میں خود بھی متحیر رہ گیا۔ لیکن دفعتاً ایک ٹیکری پر سے ان پر فائرنگ ہوئی۔ یہ اندازہ لگا لیا گیا تھا کہ وہ کسی خیرسگالی کے مشن پر نہیں آئے تھے۔ ٹیکری پر سے چلی ہوئی گولیاں ایک گھڑ سوار کے بدن پر لگیں۔ میری آنکھوں میں چکاچوند پیدا ہو گئی۔ گولیوں نے جیسے ہی سوار کو چھوا، دفعتاً ہی فضا میں ایک ایسا ہولناک دھماکا سنائی دیا کہ چند لمحے کے لیے انسان سماعت سے محروم ۔۔۔ بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے کئی ہزار ٹن وزنی بم پھٹ گیا ہو۔ ۔۔۔ میں اتنی تیز روشنی پیدا ہوئی تھی کہ آنکھیں بند ہو گئیں۔ گھوڑے کے اور اس شخص کے چیتھڑے کیا شاید خون کی بوندیں ۔۔۔

دستیاب نہ ہو سکتیں۔ جس جگہ وہ تھا، وہاں ایک گہرا گڑھا پڑ گیا تھا۔ لیکن باقی چار گھڑ سوار محفوظ تھے۔ مجھے بھی صورت حال کا کسی حد تک اندازہ ہو گیا تھا اور میں ہکا بکا کھڑا تھا۔ دفعتاً ہی ٹیکری پر سے گولیوں کی دوسری باڑھ ماری گئی اور پھر ویسا ہی ہولناک دھماکا سنائی دیا۔ بدن لرز گیا تھا۔

کیمپ میں اس طرح سکوت چھا گیا تھا جیسے وہاں کسی ذی روح کا وجود ہی نہ ہو۔ کسی کی سمجھ میں کوئی بات ہی نہیں آ رہی تھی۔ اور دوسروں کو کیا کہتا، خود میری اپنی کیفیت بھی اُن سے مختلف نہیں تھی۔ آن کی آن میں گھوڑے سوار خاردار تاروں کے قریب پہنچے اور چونکہ اس کا پھاٹک بہت زیادہ بلند نہیں تھا۔ اس لیے دفعتاً ان کے گھوڑوں نے زقندیں بھریں اور پھاٹک کو عبور کرتے ہوئے احاطے میں داخل ہو گئے۔ مجھے ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں یہ احساس ہو گیا تھا کہ کوئی خوفناک واقعہ پیش آنے والا ہے، اور ایسا ہی ہوا۔ کیمپ کے اندر بھی ان کی مزاحمت کی گئی تھی اور اس مزاحمت کے نتیجے میں ویسے ہی دھماکے پیدا ہوئے تھے۔ میں ٹیلے سے نیچے لڑھک آیا تھا اس لیے جسم کے کھلے ہوئے حصوں پر گہری خراشیں بھی آئی تھیں۔ اعصاب اس حد تک کشیدہ ہو رہے تھے کہ گرنے کے بعد چند لمحے تک اُٹھ بھی نہ سکا۔ پورے کیمپ میں شور بلند ہو رہا تھا اور کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ پتا نہیں ان دھماکوں سے چھوٹے پہاڑی ٹیلوں پر بیٹھے ہوئے گوٹے ہل کے فوجی جوانوں پر کیا بیتی تھی۔ میرے لیے خود پر ہی قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ بہرحال سنبھل کر اُٹھا اور احمقوں کی طرح ہی چاروں طرف دوڑنے لگا۔ میجر لوبو اس وقت کیمپ بھی موجود نہیں تھا۔ میں آگ اور دھوئیں کے اس بادل کو دیکھنے لگا جو چند خیموں سے بلند ہو رہا تھا... باقی خیمے محفوظ تھے۔ البتہ بے شمار لوگ زخموں سے کراہ رہے تھے اور جو شدید زخمی نہیں تھے، وہ اِدھر اُدھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ میں ذہنی طور پر معطل سا ہو گیا تھا۔ ایک بات بھی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ کیا کیا جائے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد میجر لوبو بہت سے فوجی جوانوں کے ساتھ اندر داخل ہو گیا اور اس نے امدادی کارروائی شروع کر دی۔ سولہ آدمی زخمی ہوئے تھے۔ اور ایک جگہ چٹانوں کے درمیان کافی تباہی پھیلی تھی۔ یہاں موجود مشینیں بری طرح تباہ و برباد ہو گئی تھیں۔ چٹانیں درمیان سے پھٹ گئی تھیں اور ان پر گوشت کے لوتھڑے چپکے ہوئے تھے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ان خوفناک دھماکوں سے مشینوں اور زمین کو تو شدید نقصان پہنچا تھا لیکن کیمپ میں موجود لوگوں میں سے کسی کی جان نہیں گئی تھی۔ البتہ چند افراد شدید زخمی ہو گئے تھے۔ ان تینوں گھڑ سواروں کا نام و نشان بھی مٹ گیا تھا جو کیمپ میں داخل ہوئے تھے۔ شدید افراتفری کا عالم تھا۔

میجر لوبو صورتِ حال پر گفتگو کرنے کے بجائے زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گیا۔ آگ بجھا دی گئی، زخمیوں کو ایک جگہ جمع کر لیا گیا اور جو شدید زخمی تھے اُن کے بارے میں فوری فیصلہ کیا گیا کہ انھیں ٹرکوں میں ڈال کر گوٹے ہل لے جایا جائے تاکہ ان کا علاج ہو سکے۔ باقیوں کے لیے کیمپ کے ڈاکٹروں سے رجوع کیا گیا تھا۔ گرے اسٹون نے یہاں میڈیکل سینٹر بھی قائم کیا تھا۔ شدید زخمیوں کو بھی فوری طبی امداد دی گئی اور پھر پانچ مسلح نوجوانوں کی سرکردگی میں ان زخمیوں کو ٹرکوں میں لٹا کر روانہ کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے جنرل ٹیرس کو ایک خصوصی پیغام بھی بھجوایا تھا۔ جس میں اس سے درخواست کی تھی کہ لیمالوٹو کی طرف سے کارروائی شروع ہو گئی ہے۔ چنانچہ فوری طور پر جس قدر مسلح فوجی بھجوائے جا سکیں بھجوا دیے جائیں۔

یہ ہنگامہ شام تک جاری رہا تھا۔ کیمپ کی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ لوبو بے چارہ اپنے فرائض پورے کر رہا تھا۔ دوسری طرف گرے اسٹون کے کارکن اور اعلیٰ عہدے دار اپنی کارروائیوں میں مصروف تھے۔

یہ حقیقت تھی کہ یہاں کھدائی کے لیے ٹھیکا دیا گیا تھا۔ کارپوریٹ کے ساتھ کبھی ایسا کوئی واقعہ نہیں پیش آیا تھا اور یہ کان کنی کرنے والوں کی اپنی ذمے داری تھی کہ وہ جس علاقے میں کام کریں وہاں اپنے تحفظ کا بندوبست بھی کریں۔ اصولاً گوٹے ہل کا ایک بھی فوجی ان لوگوں کی حفاظت کا ذمے دار نہیں تھا۔ یہ تو مسئلہ ہی دوسرا تھا۔ اگر گرے اسٹون اس حادثے سے متاثر ہو کر یہاں اپنا کام بند کرنا چاہے تو یہ اس کا مسئلہ تھا۔ لیکن اس کی آڑ میں جنرل ٹیرس جو کچھ کرنا چاہتا تھا۔ ہمیں صرف اس سے دلچسپی تھی۔ اس سے قبل گرے اسٹون کے ذمے داروں سے میری بات چیت بھی ہو چکی تھی۔ چنانچہ مجھ سے اس بارے میں کچھ نہ کہا گیا۔ جو مشینیں تباہ ہو گئی تھیں، وہ اب اس قابل نہیں رہی تھیں کہ ان کے لیے کارآمد ہو سکیں۔ ان کی جگہ نئی مشینیں ہی منگوائی جا سکتی تھیں۔

ان زخمیوں کے ساتھ گرے اسٹون کے دو نمائندے بھی گئے تھے جنھیں کمپنی سے رابطہ قائم کر کے صورتِ حال کی اطلاع دینی تھی۔ شام کو سات بجے کے قریب گرے اسٹون کے چند اعلیٰ عہدے دار مجھ سے ملاقات کے لیے آئے۔ میجر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لوبو کو بھی میں نے بلا لیا تھا۔ اُن سب کے چہروں پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔

ان میں سے ایک نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ "مسٹر علی! ہم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ سارڈان کے علاقے میں ایسے وحشی پل رہے ہیں جو یہاں ہماری موجودگی ناپسند کریں گے۔ ورنہ ہم اس کے لیے بھی مناسب بندوبست کرتے۔ جنرل نے ہمارے تحفظ کے لیے جو بندوبست کیا ہے، وہ اتنا ناکافی ہوگا، اس کا ہمیں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ہم شدید نقصانات سے دوچار ہوئے ہیں اور غالباً ہمارا کام مہینوں پیچھے چلا گیا ہے۔ جو مشینیں تباہ ہوئی ہیں اور جن لوگوں کو شدید زخم آئے ہیں ان کی کمی پورا کرنا آسان کام نہیں ہوگا۔ اس صورتِ حال میں آپ ہمیں بتائیں کہ ہم کیا کریں؟"

"اس کا فیصلہ آپ خود ہی بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی آپ کو یہ بتایا تھا کہ آپ کے تحفظ کی ذمے داری گوٹے ہل کی حکومت پر نہیں ہے۔ اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ ان حالات میں آپ کام نہیں کر سکیں گے تو بہتر یہ ہے کہ ارادہ ترک کر دیں اور ان لوگوں سے مشورہ لے لیں جو اس سلسلے میں آپ کی راہنمائی کر سکتے ہیں۔"

وہ لوگ میرے اس جواب پر پریشانی کا شکار ہو گئے تھے، پھر دوسرے آدمی نے کہا۔ "لیکن مسٹر علی، کم از کم اُس وقت تک کے لیے تو آپ ہمارے تحفظ کا انتظام کر دیں جب تک ہمیں اپنے سربراہان سے ہدایت موصول نہ ہو جائے۔"

"آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ جتنے افراد ہمارے ساتھ آئے تھے، وہ سب کے سب اپنی جگہ مستعد تھے لیکن ایک طوفانِ برق و باد کو کس طرح روکا جا سکتا ہے۔ آپ کوئی مشورہ دے سکتے ہیں؟"

"نہیں مسٹر علی۔ آپ یقین کیجیے کہ آپ پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی جا رہی۔ دراصل غلطی ہمارے ہی سربراہوں کی ہے جو اس علاقے میں وحشیوں کے وجود سے بالکل ہی غافل ہو گئے یا انھیں نظر انداز کر کے پروگرام بنایا گیا۔ حالانکہ اس سلسلے میں بھی معلومات کر کے اس کے انتظامات کرنے چاہئیں تھے کہ اگر یہاں ایسی کوئی صورتِ حال ہو تو اس سے نمٹا جا سکے۔ ہم تو اس ناگہانی افتاد کے بارے میں آپ سے مشورہ چاہتے ہیں۔ اگر دوبارہ زیادہ افراد کے ساتھ یہی عمل دہرایا گیا تو کیا ہم میں سے کوئی شخص زندہ رہ سکے گا؟"

"ہرگز نہیں۔ آپ اس کی اطلاع تفصیل کے ساتھ اپنے سربراہ کو دے دیجیے۔ اس صورتِ حال کے مکمل ذمے دار وہی ہیں۔" میجر لوبو کہنے لگا۔

"یہ بات تو آپ کو پہلے بھی شاید بتا دی گئی ہو۔ اطراف میں لیماٹو کے وحشی قبائل آباد ہیں جو ہنگامہ آرا رہتے ہیں اور ان کے خلاف حکومت گوٹے ہل نا... کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔" میں نے کہا۔

تھوڑی دیر تک مزید بحث و مباحثہ ہوتا رہا، ... کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا اور وہ سب پریشان واپس ... کام وہ کئی دن سے کر رہے تھے، وہ سب کا سب ملیا... گیا تھا، اور اب از سرِ نو نئے ساز و سامان کے ساتھ ... ضروری تھا۔ چنانچہ گرے اسٹون کا منصوبہ تعطل کا شکار ... میں نے تو اب حالات سے بیزار ہونا ہی چھوڑ ... جنرل ٹیرس کے معاملے کو اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد ... خیالات ذہن سے نکال دیے تھے۔ گرے اسٹون کی ... ناکامی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں لیماٹو کے خلاف ... مؤثر کارروائی کرنے کا خواہشمند تھا مگر ابھی حالات اس ... لیے سازگار نہیں ہوئے تھے۔

ان لوگوں کے جانے کے بعد ہم اپنی رہائش گاہ سے باہر نکل آئے۔ لوبو بھی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "میں ایک بات سوچ رہا ہوں۔"

"کیا لوبو؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ان بموں کی ساخت بہت عجیب تھی۔ اس ... بات کا اظہار ہوتا ہے کہ لیماٹو قبائل کو مسلح کیا گیا ہے۔ خود ... میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ آتشیں اسلحہ بنا سکیں یا ... طور پر استعمال کر سکیں۔ پانچ افراد نے جس طرح اپنی قربانی ... اس سے آپ یہ بھی اندازہ لگا سکتے ہیں مسٹر علی کہ ان کے ... میں بغاوت کو ایمان کا درجہ دیا گیا ہے۔ ورنہ خودکشی آسان ... نہیں ہوتی۔ انھیں بتا دیا گیا ہوگا کہ جو کچھ وہ کرنے جا رہے ہیں ... کے نتیجے میں انھیں صرف موت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ... اس کے باوجود انھوں نے اس کام کا بیڑا اٹھا لیا۔ مسٹر ... یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آنے والے وقت میں ہمیں بڑے ... پیچیدہ حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے لوبو اور میں تمھاری ... بات سے بھی متفق ہوں کہ انھوں نے آتشیں اسلحہ خود ... ہوگا۔ کوئی انھیں جدید ہتھیار فراہم کر رہا ہے۔ کون؟ اس ... سوال کا جواب میں نہیں دے سکتا۔"

میری بات سن کر لوبو خاموش ہو گیا تھا۔

آسمان پر چھایا ہوا ابر چھٹ گیا تھا۔ اور کافی دن ... بعد صاف نیلا آسمان نظر آیا تھا۔ پھر رات کی سیاہی اُس پر مسلط ہوتی ... چلی گئی۔ کیمپ کے مختلف حصے ہولناک منظر پیش کر رہے ... تھے۔ انجینیئر اور باقی بچے ہوئے افراد مشینوں وغیرہ کو سنبھالنے ... میں مصروف تھے۔ سب کے سب مضمحل تھے اور ان کے چہروں ... سے پریشانی کے آثار جھلک رہے تھے۔ میں کیمپ کے دروازے ... سے باہر نکل کر اُن ٹیکریوں کا جائزہ لینے کے لیے چل پڑا جہاں ... اب ساتھ لائے ہوئے تمام لوگوں کو پھیلا دیا گیا تھا ... اور پہلے سے زیادہ مستعد کر دیا گیا تھا۔ وہ سب کے ... سب چوکنے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد لوبو بھی مجھے مل گیا۔ ہم نے رات کا کھانا باہر ایک ٹیکری پر ہی کھایا۔ میں خود بھی آدھی رات تک جاگنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

شفاف آسمان پر ستارے جگمگانے لگے۔ چاند ذرا دیر بعد نکلنے والا تھا۔ پھر اس وقت رات کے تقریباً سوا بارہ بجے ہوں گے۔ جب چاند نے سر ابھارا اور آہستہ آہستہ اس کی روشنی علاقے کے تاریک ماحول کو منور کرنے لگی۔ ٹیکری ہی سے بیٹھے بیٹھے میں نے کیمپ میں کچھ افراتفری دیکھی۔ نہ جانے وہ لوگ کس الجھن کا شکار تھے۔ میں نے دوربین آنکھوں سے لگائی اور اُن لوگوں کی بھاگ دوڑ دیکھنے لگا۔ پھر دفعتاً میں چونک پڑا۔ کیمپ کے اندرونی حصے میں چٹانوں میں پڑی ہوئی دراڑیں روشنی اگل رہی تھیں۔ یہ وہی علاقہ تھا جہاں کھدائی شروع ہونے والی تھی اور یہ وہی چٹانیں تھیں جن پر سیاہ رنگ کا پینٹ کر دیا گیا تھا لیکن آج دن کے واقعے نے ان میں سے چند چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا اور اطراف کی بے شمار چٹانیں ایسی تھیں جن میں گہری دراڑیں پڑ گئی تھیں۔ لوبو اور ٹیکریوں پر بیٹھے ہوئے تمام ہی افراد ہڑبڑا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اس انوکھی روشنی کا راز ان کی سمجھ میں بھی نہیں آیا تھا۔ روشنی انتہائی عجیب تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ٹوٹی ہوئی چٹانوں کے رخنے سفید اور ٹھنڈی آگ اُگل رہے ہوں۔ اُن کی شعاعیں دُور دُور تک پھیل گئی تھیں۔ تب مجھے کیمپ میں افراتفری کے سبب کا اندازہ ہوا۔ وہ لوگ برق رفتاری سے سیاہ رنگ کا سیال ان چٹانوں پر چھڑکتے پھر رہے تھے تاکہ یہ راز راز ہی رہے۔

تب لوبو نے مجھ سے آہستہ سے کہا۔ "مسٹر علی کچھ سمجھے آپ؟"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں...."

"یہ پلاٹینم ہے... سو فیصد پلاٹینم۔ دنیا کی سب سے قیمتی دھات۔"

"پلاٹینم!" میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا... ساری حقیقت میرے علم میں آ گئی تھی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ساری کارروائی کس لیے کی گئی ہے اور اب تک میرے ساتھ جو ڈراما کھیلا گیا ہے اس کا اصل مقصد کیا ہے؟

نیچے کیمپ میں وہاں موجود تمام افراد اس روشنی کو چھپانے کی کوشش میں مصروف تھے۔ وہ سب کے سب ہر اُس جگہ سیاہ رنگ کا وہ سیال اسپرے کر رہے تھے جہاں سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ یہ سیال بھی یقیناً کوئی خاص اہمیت رکھتا تھا کیونکہ جہاں بھی سیال کا اسپرے ہو جاتا، وہاں چمک معدوم ہو جاتی۔

بالآخر وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے اور روشنی معدوم ہو گئی۔ لیکن اب ان کا یہ راز، راز نہیں رہا تھا۔ میرے نزدیک پلاٹینم کے یہ ذخائر بڑی اہمیت کے حامل تھے اور ان پر اصل حق گوٹے ہل کے عوام کا تھا۔ جنرل ٹیرس کو اب اس کی اطلاع دینا ضروری ہو گیا تھا تاکہ کان کنی سے حاصل ہونے والی دھات کے سلسلے میں رائلٹی کا مسئلہ پلاٹینم کی قیمت کو مدِنظر رکھ کر طے کیا جائے۔ ورنہ جنرل ٹیرس جیسا دوست کسی بھی وقت یہ سوچ سکتا تھا کہ اُسے صرف دوستی کی بنیاد پر اس عظیم خسارے سے دوچار ہونا پڑا۔ گرے اسٹون کا تعلق کسی بھی شخصیت سے ہو، اصولوں اور بین الاقوامی قانون کے مطابق جو چیز بھی حاصل کی جائے اس کی قیمت کا تعین کرنے کے بعد ہی رائلٹی کا تعین ہوتا ہے اور گرے اسٹون کو جنرل ٹیرس کو وہی رائلٹی ادا کرنی چاہیے لیکن یہ بعد کا مسئلہ تھا۔ پتا نہیں اُن لوگوں نے کیا انتظامات کیے تھے اور اس کھدائی سے برآمد ہونے والی چیز کو کیا نام دینا چاہتے تھے۔ ابھی اس سلسلے میں خاموشی اختیار کرنا ہی مناسب تھا۔ کیونکہ دوسرے بہت سے مسائل سامنے تھے۔

دو تین دن پُرسکون گزر گئے اور ایسا کوئی اور واقعہ نہیں ہوا جو قابلِ ذکر ہوتا۔ انجینیئر اُن مشینوں کی مرمت میں مصروف ہو گئے جو کسی طور بھی ٹھیک ہو سکتی تھیں۔ اُن نشانات کو ختم کر دیا گیا جو اس خوفناک واقعے کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے۔ زخمیوں کا علاج کیا جا رہا تھا۔

چوتھے دن ٹیکری پر چڑھے ہوئے فوجیوں نے پھر سیٹیاں بجانا شروع کر دیں اور سب ہی خوف زدہ ہو کر باہر نکل آئے۔ لیکن ٹیکری سے چند فوجی جوان دوڑتے ہوئے کیمپ میں پہنچ گئے تھے۔ غالباً اُنھیں بھی احساس ہو گیا تھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہ ان کی بجائی ہوئی سیٹیاں غلط فہمی پیدا کر سکتی ہیں۔ انھوں نے فوراً ہی بتایا کہ بہت سے فوجی ٹرک اِس طرف آرہے ہیں۔ غالباً گوسٹے ہل سے فوجی جوان آرہے ہیں۔ یہ سُن کر کسی قدر تسلی ہوئی تھی۔ ورنہ میں خود بھی بوکھلا گیا تھا۔ کیونکہ پانچ گھنٹر سوارکا کا خوفناک واقعہ ذہن میں تازہ تھا۔

میں نے باہر نکل کر ایک بلند جگہ سے آنے والے ٹرکوں کو دیکھا۔ اُن کی تعداد ساٹھ ستر کے قریب تھی، اور اُن میں گوسٹے ہل کے فوجی جوان بھرے ہوئے تھے۔ اتنی بڑی تعداد میں فوجیوں کی آمد ہمارے لیے باعثِ تقویت تھی۔

میجر لوبو بھی میرے نزدیک ہی آکھڑا ہوا تھا۔ اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "بہر حال اِن فوجیوں کی آمد بھی دشمن کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوگی۔ وہ لوگ باقاعدہ ہماری نقل و حرکت کی نگرانی کررہے ہوں گے۔"

"تم درست کہہ رہے ہو لوبو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ "یہ ہو سکتا ہے۔"

ہم نے آنے والوں کا استقبال کیمپ سے کچھ فاصلے پر ہی کیا تھا۔ کیمپ میں موجود لوگوں کو بھی اُن کی آمد سے خوشی ہورہی تھی۔ ان ہی میں پانچ ٹرک گرے اسٹون کمپنی کے بھی تھے۔ گرے اسٹون کمپنی نے فوری طور پر نئی مشینری فراہم کی تھی تاکہ دوبارہ کام کا آغاز بہ آسانی ہو سکے۔ نئے فوجیوں کا کمانڈر جنرل ڈیبو تھا۔ جس کا تعارف لوبو نے مجھ سے کرایا۔

جنرل ڈیبو نے اپنے چوڑے ہاتھ میں میرا ہاتھ لے کر مسکراتے ہوئے اُسے دبایا اور آہستہ سے بولا۔ "مسٹر علی! آپ مجھے نہیں پہچان سکے ہوں گے۔ لیکن میں آپ سے بخوبی واقف ہوں۔"

"گڈ! آپ مجھے کیسے جانتے ہیں جنرل؟"

"میں آپ کو ہی نہیں بلکہ فاخرہ یعقوبی کو بھی جانتا ہوں۔ ایک زمانے میں، میں نے آپ کی نگرانی میں تھوڑا سا کام کیا تھا۔"

بات میری سمجھ میں آگئی۔ میں نے گرمجوشی سے جنرل ڈیبو کا ہاتھ دبایا تھا۔ گویا اس سے زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لوبو اپنے آفیسر کے سامنے مؤدب ہو گیا تھا۔ گرے اسٹون کمپنی نے جو ٹرک روانہ کیے تھے اُن میں اس کے اپنے نمائندے بھی تھے، جن کی تعداد اٹھائیس کے قریب تھی۔ یہ سب کے سب تجربہ کار افراد تھے۔ ہمارے ساتھ وہ کیمپ میں پہنچے اور انھوں نے کیمپ میں ہونے والی تباہ کاری کا جائزہ لیا۔ دوسری طرف لوبو، جنرل ڈیبو کو ان غاروں کی طرف لے گیا تھا جو فوجیوں کی قیام گاہ کے لیے پہلے سے منتخب کر لیے گئے تھے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ

جنرل ڈیبو نے اُن غاروں کو دیکھ کر کیا کہا، میں سائی... کے ان نمائندوں کے ساتھ تھا اور وہ مجھ سے... میں گفتگو کررہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ جنرل ٹیرس...

طور پر ان کی پریشانی پر توجہ دی ہے اور مسٹر لو... آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ ہم آپ کے بے حد... دراصل ہمیں یہ بات نہیں معلوم تھی کہ اس علا... خلاف اتنی شدید مزاحمت کی جائے گی۔ ورنہ... بہتر بندوبست کر لیتے۔ جنرل کی خصوصی اجازت... لوگ اپنے ساتھ اسلحہ بھی لائے ہیں تاکہ اگر ا... ہو تو اپنے طور پر بھی دفاع کر سکیں۔ ویسے جنرل... فوجیوں کی تعداد بھیجی ہے۔ ہمارے خیال میں وہ... یہ تو باقاعدہ فوج آگئی ہے۔

"یہ بات مجھے جنرل نے پہلے ہی بتائی تھی... میں وحشی باشندوں کی مزاحمت کا خطرہ ہے۔ خا... لیماڈو کے قبیلے کی طرف سے جو جنرل سے بغض... اسی کے پیشِ نظر جنرل نے میرے ساتھ پہلے ہی... کمپنی روانہ کردی تھی۔ لیکن جو کچھ ہوا ہے، وہ ہما... سے بہت مختلف تھا۔ اسی لیے ہم فوری طور پر ا... نہ کر سکے اور گرے اسٹون کو خاصا نقصان اُٹھانا پ... نے جواباً کہا۔

ان لوگوں سے گفتگو کے بعد میں غاروں کی... چل پڑا اور یہاں میں نے دوبارہ جنرل ڈیبو سے ... جنرل مجھے بالکل ہی تنہا ایک جگہ لے گیا۔ اور ایک... کی چٹان پر بیٹھ کر ہم دونوں بے تکلفی سے گفتگو کرنے... جنرل نے کہا۔ "ہمیں خطرہ تو تھا مسٹر علی کہ لیما... علاقے میں کوئی کیمپ نہیں قائم ہونے دے گا... بات کی امید نہیں تھی کہ اس نے اتنے زبردست ... کر رکھے ہوں گے۔ ویسے جو واقعہ ہمارے علم میں آ... کے سلسلے میں جنرل ٹیرس کا خیال ہے کہ یہ صرف... ذہانت نہیں تھی۔ بلکہ اس میں جنرل کیرانو کا بھی ہاتھ... بات کے ثبوت مل چکے ہیں کہ جنرل کیرانو اپنے ا... کے ساتھ لیماڈو کی طرف ہی آیا ہے اور اب لیما... کا تعاون حاصل ہے۔"

"یقیناً ایسا ہوا ہو گا مسٹر ڈیبو! اب آپ کیا کر... ارادہ رکھتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"یہ غار جو آپ لوگوں نے منتخب کیے ہیں... بے حد پسند آئے ہیں۔ فوجیوں کی رہائش گاہ کے...

نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ یہ کیمپ

سے بہتر جگہ کا انتخاب... بالکل قریب ہے۔ میں فوری طور پر ایسی چھوٹی چھوٹی چوکیاں قائم کر دوں گا جو کافی دُور تک اس علاقے کی نگرانی کر سکیں اور کسی بھی سمت سے لیماڈو کی طرف سے اگر کوئی کارروائی ہو تو فوری طور پر اُسے سنبھال لیں... آپ اطمینان رکھیے۔ اس کے علاوہ ہمیں چند جاسوس مختلف حصوں میں چھوڑنے پڑیں گے۔ یہ جاسوس لیماڈو قبیلے کے باشندوں کا روپ دھار کر جنگلوں اور پہاڑوں میں پھیل جائیں گے۔ اور ... کے ذریعے ہم سے رابطہ قائم رکھیں گے۔ اس طرح ہم لیماڈو کے آئندہ عزائم سے ہر وقت باخبر رہ سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جنرل ٹیرس بھی اب لیماڈو کے خطرے کو مستقل طور پر ختم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"گڈ! ویسے پروگرام کافی مناسب ہے جنرل! آپ اپنی کارروائی کا آغاز کب کر رہے ہیں؟"

"آج ہی رات ہم تاخیر کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ ویسے یہ ایک وائرلیس سیٹ آپ کے لیے ہے مسٹر علی... اسے اپنے پاس محفوظ رکھیے اور اس کا طریقِ استعمال سمجھ لیجیے۔" اس نے ایک چھوٹا سا ماچس کی ڈبیا کے برابر وائرلیس سیٹ مجھے دیتے ہوئے کہا اور میں نے اس کے استعمال کا طریقہ جنرل سے سمجھا پھر اُسے اپنے لباس میں محفوظ کر لیا۔

جنرل ڈیبو کے آنے کے بعد تمام لوگوں کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ رات کو میں کیمپ ہی میں رہا۔ رات پُرسکون رہی تھی۔ ایک طرف تو جنرل ڈیبو فوجی چوکیاں بنانے میں لگا ہوا تھا۔ اور دوسری طرف کیمپ کے ٹیکنیشنز اپنے کام میں مصروف تھے۔ انجینئروں نے مشینوں کی تنصیب کے لیے کام شروع کر دیا تھا۔ غالباً وہ ضائع شدہ وقت کا ازالہ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ساری رات ہی کام ہوتا رہا تھا۔ مجھے اس کی اطلاع صبح کو ملی۔

صبح کو ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد میں غاروں کی طرف چل پڑا۔

جنرل ڈیبو اور لوبو نے کینوس کی کرسیاں بچھا رکھی تھیں۔ درمیان میں میز رکھی ہوئی تھی۔ ایک غار کے دہانے کے باہر وہ لوگ مزے سے بیٹھے ناشتا کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر انھوں نے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا، اور ناشتے میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ میں نے کافی پینا قبول کر لیا تھا۔

کافی کے دوران جنرل ڈیبو نے اپنی رات کی کارکردگی کے بارے میں بتایا اور کہنے لگا۔ "ایک میل کے دائرے کے اندر اندر

چاروں طرف فوجی چوکیاں قائم کر دی گئی ہیں۔ اور بیس بیس جوانوں کو ہر چوکی پر متعین کر دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے جاسوس بھی رات کی تاریکی میں دُور دُور تک نکل گئے ہیں۔ یہ تربیت یافتہ گوریلے ہیں اور لیماڈو قبیلے کی زبان سے بخوبی واقف ہیں۔"

"آپ نے ایک رات میں بہت کام کر لیا جنرل۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"ہاں! یہ ضروری تھا مسٹر علی۔ اب آپ اطمینان سے یہاں قیام کیجیے۔ اور جنرل ٹیرس کا انتظار کیجیے۔ باقی اِن لوگوں کو بھی اطلاع دے دیجیے کہ یہ اپنا کام سکون سے کریں۔ اب پہلے جیسا کوئی واقعہ دُہرایا نہیں جا سکتا۔"

جنرل ڈیبو نے اپنا ہیڈ کوارٹر اسی غار میں بنایا تھا جس کے سامنے وہ بیٹھے ناشتا کر رہے تھے۔ کافی بہتر انتظامات تھے۔ چار آدمی ہر وقت اطراف کی اطلاعات وصول کرنے کے لیے تعینات کر دیے گئے تھے۔ اس کے علاوہ گشت کا بندوبست بھی کیا گیا تھا۔ ٹرکوں کے ساتھ ساتھ جیپیں بھی تھیں جو ٹرکوں پر لاد کر لائی گئی تھیں اور جنرل نے مجھے بھی پیش کش کی تھی کہ اگر میں چاہوں تو ان میں سے ایک جیپ لے کر اطراف کے معائنے کے لیے جا سکتا ہوں۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ ایک میل کے دائرے کے اندر اندر مجھے مکمل تحفظ حاصل ہے اور کسی بھی جگہ کسی واقعے پر مجھے فوری مدد حاصل ہو جائے گی۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اُٹھایا اور اسی دن ایک جیپ لے کر نکل گیا۔

میرا رُخ اسی علاقے کی طرف تھا۔ جہاں میں نے اُس دن ہاگن کے ساتھ قدموں کے نشانات دیکھے تھے۔ پہاڑی کے دامن میں پہنچ کر میں جیپ سے نیچے اتر گیا۔ اور قدموں کے نشانات کا جائزہ لینے لگا۔ پُرانے نشانات اب تقریباً معدوم ہو گئے تھے۔ اور آس پاس نئے نشانات کہیں نظر نہیں آرہے تھے۔ پہاڑی سلسلہ گو بہت زیادہ بلند نہیں تھا لیکن یہ بات نہیں کہی جا سکتی تھی کہ اس کی دوسری سمت کیا ہے۔ ویسے یہ جگہ ایک میل کے اندر اندر ہی تھی۔ چنانچہ کرنل کے کہنے کے مطابق میں یہاں مطمئن تھا۔ میں نے دورانِ سفر فوجی چوکیاں بھی دیکھی تھیں۔ جو انتہائی معقول طریقے سے تیار کی گئی تھیں اور فوجی ان چوکیوں میں تعینات تھے۔ یہ تمام جائزہ لے کر میں واپس پلٹ آیا۔

دوسرا دن بھی بالکل پُرسکون تھا لیکن شام کو سات بجے کے قریب جنرل نے مجھ سے ملاقات کر کے کہا۔ "اگر آپ پسند

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کریں تو آج رات ہم مشرقی پہاڑیوں کی دوسری طرف کا جائزہ لیں۔ وہاں سے مجھے کچھ ایسی اطلاعات ملی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ لیماٹو نے مشرقی پہاڑیوں کے عقبی درّے سے کوئی کارروائی کرنے کا پروگرام بنا لیا ہے۔ جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ کچھ مشتبہ افراد دیکھے گئے ہیں، جو آن کی آن میں نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے اور یہ افراد ہمارے ساتھیوں میں سے نہیں تھے۔ میرا خیال ہے کہ ہم آج پہاڑیوں پر چڑھ کر دوسری سمت کا جائزہ لیں۔"

"ٹھیک ہے جنرل! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

رات کو تقریباً ساڑھے نو بجے ہلکے پھلکے کھانے سے فارغ ہو کر میں اور جنرل مشرقی پہاڑیوں کی سمت چل پڑے۔ یہ مشرقی پہاڑیاں وہی تھیں جہاں میں نے کل دن میں بھی چکر لگایا تھا اور اس سے پہلے یہاں میرا ٹکراؤ سیاہ فام باشندوں سے ہو چکا تھا۔ پہاڑیوں کے دامن تک ہم جیپ ہی میں پہنچے۔ اور پھر جیپ کو ایک جگہ پوشیدہ کر دیا گیا۔ میں جنرل کے ساتھ پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ اور خاصا مشکل راستہ عبور کر کے ہم بالآخر بلندی پر پہنچ گئے۔ یہاں سے دوسری سمت دیکھا جا سکتا تھا۔ تاحدِ نگاہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور جنگل تھے لیکن یہ جنگل گھنے نہیں تھے بس چھدرے چھدرے درختوں کے جھنڈ جگہ جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے بیچ میں پہاڑی ٹیلے تھے۔ ایک طرف ایک چھوٹا سا پہاڑی نالا بھی نظر آ رہا تھا۔ ان پہاڑیوں کے دوسری طرف ایک تنگ درّہ تھا... جو بل کھاتا ہوا ایک طرف گھوم جاتا تھا۔ جنرل آنکھوں سے دوربین لگائے بیٹھا رہا اور تقریباً ایک گھنٹا اسی طرح گزر گیا۔ تب جنرل نے گہری سانس لے کر دوربین گلے میں لٹکائی اور اپنا چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اس کا بٹن آن کر دیا۔ لیکن ابھی وہ کچھ بولنے بھی نہ پایا تھا کہ دفعتہً بہت دور پہاڑیوں میں ایک سرخ روشنی چمکی اور ہم لوگ چونک پڑے۔

جنرل نے مجھے اس سمت متوجہ کیا۔ ٹرانسمیٹر جیب میں رکھا اور دوربین آنکھوں سے لگا لی۔ پھر اس نے دوربین میری طرف بڑھائی اور میں بھی اس سرخ روشنی کی سمت دیکھنے لگا۔ روشنی بہت باریک سی تھی اور کسی جگنو کی طرح آہستہ آہستہ چمک رہی تھی۔ غالباً یہ کسی قسم کا اشارہ تھا۔ میں نے دوربین واپس جنرل کو دی اور خود چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ اگر یہ اشارہ کسی کے لیے تھا تو اس اشارے کا جواب بھی ملنا چاہیے تھا۔ اور میرا اندازہ غلط نہ نکلا۔ میں نے درّے کے آخری سرے پر سبز رنگ کی ایک ویسی ہی روشنی دیکھی۔ سرخ رنگ اور پھر سبز رنگ صاف ظاہر کر رہا تھا کہ راستہ کلیئر ہونے کا سگنل دیا جا رہا ہے۔ جنرل کو بھی میں نے اس جانب متوجہ کیا اور وہ بغور اس روشنی کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر دوبارہ نکالا، اور اس کا بٹن دبا کر سرد لہجے میں کہنے لگا۔

"پوائنٹ تھری، پوائنٹ فور، فائیو، سکس ایٹ۔ مشرقی پہاڑیوں کی طرف دوڑ پڑو۔ لیکن پورے ساتھ اسلحہ لے کر پہاڑیوں پر چڑھ کر تمھیں اوپر پوزیشن لینی ہے۔ نقشے کے مطابق تمھیں دس گیارہ اور بارہ کی سمت جانا ہے۔ باقی افراد دو تین اور پانچ کی سمت جائیں۔ ہوشیار! اگر کوئی سگنل ملے تو عمل کرنا۔" وہ بار بار یہ ہدایت دیتا رہا۔ اور اُسے جوابات ملتے رہے۔ میں بغور جنرل ڈیو کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ پوائنٹ تھری، فور، فائیو وغیرہ کیا ہیں؟"

"عارضی طور پر اس علاقے کا ایک نقشہ ترتیب دے لیا ہے، مسٹر علی! اور اپنے فوجیوں کو سمجھا دیا ہے۔"

"لیکن تمھارا کیا خیال ہے جنرل... یہ روشنی کس بات کی غمازی کرتی ہے؟"

"ابھی جو کچھ ہے سامنے آ جائے گا مسٹر علی! ممکن ہے مجھے غلط فہمی ہوئی ہو لیکن ان سگنلز کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے۔"

ایک بار پھر ہمیں خاموش ہو جانا پڑا۔ کیونکہ بہت فاصلے پر مدھم مدھم روشنیاں چمک رہی تھیں۔ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ یہ روشنیاں کیسی ہیں۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد یہ روشنیاں جلتی اور پھر بجھ جاتیں۔ جنرل ڈیو تاریکی میں آنکھیں گاڑے بیٹھا ہوا تھا۔ پھر چاند نکل آیا۔ اور اس چاند نے ان لوگوں کے لیے مشکلات پیدا کر دیں جو خفیہ طور پر اس درّے کو عبور کرنا چاہتے تھے۔ اب تو میں نے بھی دیکھ لیا تھا کہ درّے کے آخری سرے پر اس جگہ جہاں سرخ روشنی چمکی تھی، بہت سے افراد نظر آ رہے تھے۔ کچھ جانور بھی تھے جو آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کا رخ اسی سمت تھا جہاں ہم لوگ موجود تھے اور یہیں سے گزر کر انھیں اس درّے کے اس سرے تک پہنچنا تھا، جہاں سے سبز روشنی کے سگنل مل رہے تھے۔ پہلے وہ تاریکی میں غالباً پینسل ٹارچ جلا کر راستے کا تعین کر رہے تھے لیکن چاند نے اُن کی یہ مشکل بھی حل کر دی تھی کہ انھیں راستہ نظر آ گیا تھا اور ہماری مشکل بھی حل کر دی تھی کہ ہمیں وہ نظر آ گئے تھے۔ جوں جوں وہ آگے بڑھتے آ رہے تھے، صورت واضح ہو رہی تھی۔ تنگ دھڑنگ وحشیوں کا ایک غول تھا اور اس کے درمیان غالباً خچر تھے جنھیں وہ گھسیٹتے ہوئے پیدل آگے لا رہے تھے۔ ان خچروں کی پشت پر کوئی شے لدی تھی۔ بوروں سے بنے ہوئے بڑے بڑے جھولے سے تھے جو بہت زیادہ بلند تھے۔ اور خچروں کی پشت پر لدے ہوئے تھے۔ جنرل ڈیو نے کئی بار اس دوران ٹرانسمیٹر پر اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اور اُن سے اُن کی پوزیشن پوچھتا رہا تھا۔ اس نے ان سے یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا وہ درّے میں آنے والوں کو دیکھ رہے ہیں۔ اور ہر طرف سے یہی جواب ملا تھا کہ درّے میں آنے والے ان کی نگاہوں میں ہیں۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ جنرل نے اُن لوگوں کو پوری طرح گھیر لیا ہے۔ بس اب دیکھنا یہ تھا کہ وہ لوگ مدافعتی کارروائی کے طور پر کیا کرتے ہیں۔

رفتہ رفتہ وہ قریب آتے جا رہے تھے۔ جنرل نے اپنی جگہ چھوڑنے کی کوشش نہیں کی تھی اور یہیں سے کمانڈ کر رہا تھا۔ پھر وہ لوگ بالکل قریب آ گئے۔ جنرل ڈیو مستعد تھا۔ اس نے ایک بار پھر اپنی کمپنیوں سے رابطہ قائم کیا، اور اس کے بعد اُس نے حملے کا حکم دے دیا۔ پہلا حملہ اسٹین گنوں سے کیا گیا تھا اور اس کے بعد دستی بموں کا استعمال شروع ہو گیا تھا۔ آنے والوں کی تعداد سو کے لگ بھگ تھی۔ اور ان کے درمیان چلنے والے خچر پچاس کے قریب تھے... جن پر نہ جانے کیا لدا ہوا تھا۔ پہلے ہی حملے کے بعد اُن میں ابتری پھیل گئی۔ غالباً انھیں صحیح طور پر کمان کرنے والا کوئی نہیں تھا اور اُن کے پاس اسلحہ بھی نہیں تھا۔ اِکّا دُکّا فائر ہوئے جس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ دستی بموں نے انھیں اُدھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ خچر سامان پھینک پھینک کر بھاگ رہے تھے۔ لیکن اوپر موجود لوگوں نے ان پر ذرا بھی رحم نہیں کھایا۔ جو بھی اُن کی زد پر آیا اُسے ہلاک کر دیا گیا اور بمشکل تمام چند ہی افراد ایسے ہوں گے جو درہ عبور کر کے اِدھر اُدھر بھاگ گئے ہوں گے۔ پورے درّے میں اب زخمیوں کے چیخنے کراہنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ خچر بھی چیخ رہے تھے۔ اور وحشت زدہ ہو کر اِدھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے۔ لیکن انھیں بھی بھاگنے کا موقع نہیں دیا گیا اور گولیوں کا نشانہ بنا دیا گیا۔

میں قتل و غارت گری کے یہ خونی مناظر دیکھتا رہا۔ میں نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ لیماٹو کے آدمی تھے لیکن خچر کیا چیز لا رہے تھے؟ اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ اور یہ اندازہ لگانے کے لیے اس وقت درّے میں اترا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ حالانکہ اب اُدھر کوئی تحریک نظر نہیں آتی تھی۔ بس کچھ زخمی تھے جو اب بھی کراہ رہے تھے۔ فوجی اپنا کام کر کے فارغ ہو چکے تھے۔ اوپر سے ٹارچوں کی روشنی نیچے درّے میں ڈالی جا رہی تھی۔ اور یہ جائزہ لیا جا رہا تھا کہ کوئی زندہ تو نہیں بچ سکا ہے۔ اس جگہ جہاں سے سبز اور سرخ روشنی کے سگنل دیے گئے تھے، کیا ہو رہا ہے؟ اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن فوجیوں نے دونوں طرف پوزیشن سنبھال رکھی تھی.... اور سامنے بھی اسٹین گنوں اور مشین گنوں کا رُخ کیے ہوئے تھے تاکہ اُدھر سے کوئی کارروائی ہو تو اس کا جواب دیا جا سکے۔ لیکن کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔

البتہ جنرل ڈیو نے آہستہ سے مجھ سے کہا۔ "ہمیں صبح ہونے کا انتظار کرنا ہو گا مسٹر علی! اس وقت درّے میں اترنا ہمارے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ کہاں کہاں چھپے ہیں، اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

میں نے جنرل ڈیو کی بات سے اختلاف نہیں کیا تھا۔ رات طویل ہو گئی تھی۔ اور صبح کسی طور نہیں ہو رہی تھی۔ یقیناً رات کے سناٹے میں اس ہنگامے اور دھماکے کی آوازیں کیمپ تک پہنچ گئی ہوں گی۔ اور کیمپ والے بھی دم بخود ہوں گے لیکن کسی نے اس طرف آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یقیناً وہ لوگ اتنی ہمت نہیں کر سکتے تھے۔

خدا خدا کر کے صبح کی روشنی نمودار ہوئی اور درّے کے ہولناک مناظر نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ بلا مبالغہ تقریباً اسّی پچاسی لاشیں تھیں، جو درّے میں بکھری ہوئی تھیں۔ اِن کے علاوہ خچروں کی لاشیں الگ تھیں۔ ایک بھی خچر کو زندہ نہیں نکلنے دیا گیا تھا۔ اِن بے زبان جانوروں کی موت بھی بڑی دردناک تھی۔ وہ زخمی جو رات کو بُری حالت میں تھے اور کراہ رہے تھے، صبح ہوتے ہوتے سرد ہو گئے تھے۔ ٹانگیں، ہاتھ اور سر جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے۔ اس دہشت ناک منظر نے بدن پر لرزہ طاری کر دیا۔ جنرل نے ٹرانسمیٹر پر اپنے آدمیوں کو ہدایت کی اور اس کے بعد مجھے اشارہ کر کے خود بھی نیچے اترنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم درّے میں پہنچ گئے۔ اور یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کہ خچروں پر لاد کر لائی جانے والی چیز اسلحہ تھی۔ انتہائی جدید قسم کی رائفلیں، اسٹین گنیں اور کارتوس۔

جنرل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس نے مجھ سے کہا۔ "آپ یقین کیجیے مسٹر علی! میرا یہی اندازہ تھا۔ جنرل کیرانو با اثر آدمی ہے۔ اس نے لیماٹو کے آدمیوں کو آتشیں ہتھیاروں کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

استعمال سکھانا شروع کر دیا ہو گا تاکہ وہ مضبوط ہو کر جنرل ٹیرس کے خلاف بغاوت کر سکیں۔"

جنرل ڈیبو نے ایک رائفل اُٹھائی اور اس کی ساخت کا جائزہ لینے لگا۔ رائفل پر کوئی ایسا نشان نہیں تھا، جو اس بات کی نشاندہی کر سکے کہ یہ کہاں تیار کی گئی ہے۔ ایسی بہت سی چیزوں کو دیکھا گیا۔ لیکن اس طرح کا کوئی نشان نہیں چھوڑا گیا تھا، جو کسی ملک کی نشاندہی کر سکے۔ جنرل ڈیبو کے اشارے پر فوجی اسلحہ سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ مزید افراد کو یہاں طلب کر لیا گیا تھا اور غالباً میجر لوبو کو بھی ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ خالی ٹرک لے کر اس علاقے میں آجائے۔ اسلحہ درّے سے پہاڑی بلندی تک انسانوں ہی کے ذریعے لایا گیا اور پھر وہاں اُسے ٹرکوں میں لاد دیا گیا۔ جو لوبو کی تحویل میں تھے۔

میجر لوبو سخت حیران تھا۔ اس نے بتایا کہ رات کے معرکے کی اطلاع کیمپ میں پہنچ چکی ہے اور تمام لوگ رات بھر جاگتے رہے ہیں۔ حالانکہ انھیں اطمینان دلانے کی کوشش کی گئی تھی کہ جو کچھ ہو رہا ہے کیمپ سے دُور ہی ہو گا، اور یہاں اُن کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن کیمپ کے خوفزدہ لوگ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سو سکے۔ میجر لوبو اس دوران مجھ سے بے تکلف ہو چکا تھا۔ چنانچہ جنرل کو مصروف پا کر وہ مجھ سے صورتِ حال کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا اور میں نے اُسے تفصیلات بتا دیں۔ اسلحے کا یہ ذخیرہ غاروں میں منتقل کر دیا گیا... جنرل ڈیبو بہت خوش تھا کہ اس نے جنرل کیرانو کی ایک بڑی سازش کو ناکام بنا دیا تھا۔ اس نے کہا کہ دوبارہ اتنا اسلحہ حاصل کرنے کے لیے جنرل کو کافی دن انتظار کرنا پڑے گا اور اس دوران جنرل ٹیرس ان لوگوں کے خلاف اپنی کارروائی مکمل کر لے گا۔ ہم لوگ اس سلسلے میں کافی دیر تک بحث کرتے رہے تھے۔

تمام کو جنرل ڈیبو نے بتایا کہ اب اس نے کیمپ کے اطراف اپنی گرفت بڑھا دی ہے اور اس کی چوکیاں تقریباً تین میل کے علاقے کا احاطہ کر چکی ہیں۔ اس نے کہا کہ بھاگنے والوں کا کوئی نشان نہیں مل سکا۔ لیکن اب ان پہاڑیوں سے دو دو میل آگے۔ ایسی تمام جگہوں کو قبضے میں لے لیا گیا ہے جہاں سے آمد و رفت کا امکان ہو سکتا تھا۔ جنرل نے بتایا کہ اب لیماٹو کے قبائل کی باقاعدہ بستیاں صرف دس یا بارہ میل کے فاصلے پر رہ گئی ہیں۔ اور اُن کے بیرونی راستے تقریباً کٹ گئے ہیں۔ اگر وہ بہت طویل راستہ اختیار کر کے کیمپ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ تب بھی انھیں کامیابی نہیں حاصل ہو گی کیونکہ کیمپ سے تین میل دُور تک فوجی چوکیاں قائم ہیں۔

میں جنرل ڈیبو کی ذہانت کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ بہرحال مجھے اس تمام صورتِ حال کا افسوس تھا کہ انسانی جانیں ضائع ہو رہی تھیں۔ کاش ایسا نہ ہوتا۔ ان کا تعلق کہیں سے بھی ہو، بہرطور وہ انسان ہی ہوتے۔ جنرل ٹیرس کے خلاف صف آرا تھا۔ اور جنرل ٹیرس اس کی بغاوت کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ میں خواہ مخواہ درمیان میں پھنسا تھا۔ اگر مجھے کوٹے بل نہ لایا جاتا تو ظاہر ہے ان کے مفادات سے مجھے کیا دلچسپی تھی کہ میں اس کے جنگلوں میں آپڑتا۔ عجیب کہانی تھی میری بھی۔ ناول جیسی الجھنیں میری تقدیر میں لکھی ہوئی تھیں۔

کیمپ میں انجینئروں کی نئی کھیپ نے زیادہ تیزی سے کام شروع کر دیا تھا۔ مشینیں آن کی آن میں نصب ہو گئی تھیں۔ اس کے علاوہ کیمپ میں اندرونی طور پر بھی اونچے ٹاور بنا کر ان پر اسلحہ پہنچا دیا گیا تھا کہ اپنے آدمی ان ٹاوروں پر تعینات ہو گئے تھے۔ اور یہ احساس تھا کہ یہاں سے نہ صرف لیماٹو کے سلسلے میں نگرانی کی جاتی تھی۔ بلکہ شاید جنرل ٹیرس کے فوجیوں پر بھی نگاہ رکھی جاتی تھی۔

کھدائی کا کام شروع ہو گیا تھا اور ابھی مزید بہت کچھ آنا باقی تھا۔ اس سلسلے میں ہاگن نے مجھے تفصیل بتائی تھی۔ ہاگن ذرا مختلف مزاج کا انسان تھا۔ بے پرواہ اور یار باش۔ اکثر وہ میرے پاس آجاتا تھا اور مجھ سے بڑی شگفتگی سے گفتگو کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اس کی تکمیل کے بعد جب وہ اپنے وطن واپس جائے گا تو ان لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لے گا۔ اس کے لیے اسے اجازت دی گئی ہے۔ اپنے وطن میں وہ ایک پُرسکون زندگی گزارنے کا خواہاں تھا۔

"حالات اب کافی پُرسکون نظر آتے ہیں مسٹر علی!" اس نے کہا۔ "جنرل ڈیبو نے یہاں خاصی بہتر پوزیشن حاصل کر لی ہے اور اس کے اقدامات اسے ایک اچھا منتظم ثابت کرتے ہیں۔"

"ہاں ہاگن! جنرل کے آنے سے کافی تحفظ مل گیا ہے تم لوگوں کو۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ کے پاس جیپ ہے مسٹر علی۔ کیوں نہ ہم تھوڑی دُور آوارہ گردی کے لیے نکل جایا کریں۔ اب تو کوئی خطرہ بھی نہیں ہے۔ دراصل میں اپنے آپ کو ذہنی طور پر کچھ تھکا تھکا محسوس کر رہا ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کوئی حرج نہیں ہے۔ شام کو جس وقت بھی تم مناسب سمجھو میرے پاس آجانا، ہم چلیں گے۔"

آسمان چند روز تک شفاف رہا تھا لیکن اس علاقے میں زیادہ تر بادل چھائے رہتے تھے، یا پھر اس موسم کی خصوصیت تھی۔ آسمان صبح سے شام تک گہرے بادلوں سے ڈھکا رہتا تھا۔ رات بھی گہری تاریک ہوتی تھی۔ شام کو تقریباً ساڑھے چار بجے ہاگن تیار ہو کر میرے پاس آگیا اور میں جیپ لے کر اس کے ساتھ نکل آیا۔ صحرا میں وہ پہلی بار آیا تھا۔ اور یہاں کی کہانیوں سے بہت متاثر تھا۔ کہنے لگا۔ "اس دن مسٹر علی! پہلی بار ہمارا سابقہ سیاہ فام وحشیوں سے پڑا تھا۔ میں نے بہت عجیب محسوس کیا۔ کیونکہ اس قسم کے واقعات میں امریکن فلموں میں دیکھا کرتا ہوں لیکن مجھے وہ صرف کہانیاں محسوس ہوتی تھیں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہمارے ساتھ بھی ایسا کوئی واقعہ پیش آسکتا ہے۔"

میں مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ جانتا تھا کہ ہاگن نے ایسا صرف ایک ہی واقعہ دیکھا ہے جبکہ میری زندگی میں اس کے علاوہ کچھ تھا ہی نہیں۔ ہم لوگوں نے ایک سمت کا تعین کیا اور چل پڑے۔ چند روز کے امن کے بعد یہ احساس ہو گیا تھا کہ لیماٹو کے قبائل اب ایک مخصوص دائرے میں کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔ اور انھیں احساس ہو گیا ہے کہ خطرہ اُن کے سروں پر موجود ہے۔ جس علاقے کی طرف ہم نے رُخ کیا تھا وہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی خوبصورت تھا... جنگلی پھولوں کے تختے دُور دُور تک بچھے ہوئے تھے اور ان کے درمیان قدرتی پگڈنڈیاں سی بن گئی تھیں۔ کچھ اور آگے بڑھے تو جانور نظر آنے لگے۔ چھوٹے خوشنما پرندے نکلنے کی قسم کا ایک عجیب و غریب پرندہ جسے اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کچھ اور آگے بڑھے تو ہرنوں کی ایک ڈار چرتی نظر آئی۔ میں نے ہاگن سے کہا کہ اگر یہاں یہ جانور ہیں تو ممکن ہے درندے بھی موجود ہوں۔

ہاگن نے اپنی چھوٹی سی سب مشین گن نکال کر دکھائی اور بولا۔ "جنگلی جانوروں کا تو مجھے کوئی ڈر نہیں ہے۔ اگر سامنے آگئے تو بے موت مارے جائیں گے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حسین مناظر نے اس طرح اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا کہ راستے کا بھی کوئی اندازہ نہیں رہا۔ خوشنما پرندے اور چھوٹے چھوٹے جانور اپنے ارد گرد کے ماحول سے مجھے غافل کرتے جا رہے تھے۔ بے تاب ہو گئے تھے اور میں شاید اس رنج کو بھول گیا تھا جس میں ہمیں رہنا تھا۔

جیپ کافی دُور نکل آئی، پھر بہت دُور جانے کے بعد ہلکی سی ڈھلان کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور میں نے وہ پہاڑی نالا دیکھا۔ جو سفید جھاگ اُڑاتا ہوا تیزی سے بہہ رہا تھا۔ نالے کے کنارے ہرنوں کی ڈار قلانچیں بھر رہی تھی۔ ہاگن نے ایک طرف اشارہ کیا اور ہم اسی سمت چل پڑے۔ جیپ دیکھ کر ہرنوں نے قلانچیں بھریں اور آن کی آن میں ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ اس خوبصورت منظر نے اتنا اچھا اثر ڈالا تھا کہ ہم اپنی طبیعتوں میں فرحت محسوس کر رہے تھے لیکن بعد میں یہ منظر کچھ مہنگا پڑ گیا۔

دفعتاً ہی فائرنگ کی آواز سے یہ گہرا سناٹا ٹوٹ گیا۔ گولیاں تیروں کی طرح سنسناتی ہوئی ہمارے سروں پر سے گزر گئیں۔ کچھ جیپ کے ٹائروں اور باڈی کو تباہ کر گئیں... ونڈ اسکرین بھی ٹوٹ گیا تھا۔ ہم نے ایک دم جیپ سے باہر چھلانگ لگا دی۔ اگر ایک لمحے کی تاخیر ہو جاتی تو ہمارے جسموں میں بھی سوراخ ہو جاتے۔

یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ دشمن کہاں سے گولیاں برسا رہا ہے۔ فائرنگ برابر ہو رہی تھی۔ اور گولیاں ہمارے اوپر سے سنسناتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ درختوں کی شاخیں اور پتے ان گولیوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گر رہے تھے۔ ہمیں سر اُٹھانے کی مہلت بھی نہیں مل رہی تھی۔ ہاگن کی سب مشین گن جیپ ہی میں رہ گئی تھی۔ دفعتاً میں نے ہاگن کا ہاتھ پکڑا اور برق رفتاری سے نالے میں چھلانگ لگا دی۔ میرا یہ اقدام بروقت رہا تھا، کیونکہ جیپ فوراً ہی ایک دھماکے سے اُڑ گئی تھی اور فضا میں شعلے بکھر گئے تھے۔ یہ لمحہ بھی میری زندگی کا بہت ہی سنسنی خیز لمحہ تھا۔ مجھے اچانک ہی احساس ہوا تھا کہ کوئی گولی جیپ کے پیٹرول ٹینک کو بھی لگ سکتی ہے۔ اور میں نے فوری عمل کیا تھا۔ پھر وہی ہوا تھا جو میں نے سوچا تھا۔ اگر ہم جیپ کے نزدیک ہوتے تو پھر ہمیں بچانے والا اس روئے زمین پر کوئی نہ ہوتا، سوائے خدا کے۔

نالے میں کود تو گئے تھے لیکن ٹھنڈے پانی نے ہاتھ پاؤں ایک دم سُن کر دیے۔ ہم جیپ سے دُور نکل آئے اور پھر ہم نے مخالف سمت تیرنے کی کوشش کی۔ نالے کے بہاؤ میں خاصی تندی و تیزی تھی۔ لیکن ہمیں اس کے کنارے تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ کنارے پر قدم رکھے ہی تھے کہ سیاہ جسموں کے مالک بے شمار افراد ہمیں اپنے آس پاس کھڑے ہوئے نظر آئے۔ اُن کے ہاتھوں میں جدید

ساخت کا اسلحہ موجود تھا۔ اور آنکھیں خونخوار انداز میں ہم پر جمی ہوئی تھیں۔

افریقہ کی دلکش زندگی کے رسیا اور ایڈونچر فلموں کے شائق ہاگن کا چہرہ اتر گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُن لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ... یہ تو وہی لوگ ہیں۔"

"ہاں... ساکت ہو جاؤ۔ ان کے پاس ہتھیار ہیں۔ اگر انھیں ذرا بھی شبہ ہو گیا کہ ہم کوئی جوابی کارروائی کرنے کی کوشش کریں گے تو وہ اسی جگہ ہمیں بھون ڈالیں گے۔"

ہاگن ساکت و جامد کھڑا رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس طرح سامنے کر لیے کہ ان لوگوں کو اس کے خالی ہاتھوں کا اندازہ ہو جائے۔ وہ بے شمار افراد تھے اور پوری طرح چوکس نظر آ رہے تھے۔ پھر ایک قوی ہیکل شخص آگے بڑھا۔ اس کا چہرہ بے حد خونخوار اور بدن بے حد مضبوط تھا۔ ہم سے کوئی پچاس فٹ کے قریب آ کر وہ رُکا، پھر اس نے اشارے سے ہمیں اپنے قریب آنے کے لیے کہا۔

ہم دونوں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ آگے بڑھتے ہوئے ہم نے اپنے ہاتھ اوپر اُٹھا لیے تھے۔ حالت بُری طرح خراب ہو رہی تھی۔ ٹھنڈے پانی نے بدن میں جو سنسنی پیدا کی تھی، وہ ایک دم دُور ہو گئی تھی اور اب بدن میں گرم گرم لہریں دوڑ رہی تھیں۔ قوی ہیکل آدمی نے اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا اور دس پندرہ افراد دوڑتے ہوئے ہماری طرف آئے، انھوں نے ہمیں گھیر لیا۔ ان کے اندر ایک تنظیم پائی جاتی تھی جبکہ افریقہ کے وحشی قبائلیوں میں یہ تنظیم ممکن نہیں تھی۔ اُن کی رائفلوں کا رُخ ہمارے سینوں ہی کی جانب تھا۔

قوی ہیکل شخص کے اشارے پر آگے بڑھ کر اُن لوگوں نے ہمارے بھیگے ہوئے لباسوں کی تلاشی لی۔ اور ہر چیز ہمارے لباس سے نکال لی۔ قوی ہیکل آدمی میرے نزدیک پہنچا۔ اُس نے میرا گریبان پکڑ کر مجھے اُٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن اس کوشش میں وہ کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ اور ناکامی سے جھنجلا کر اس نے مجھے زور سے دھکا دیا۔ میں گر پڑا۔ تمام رائفلوں کا رُخ میری ہی جانب تھا اور ان کی انگلیاں ٹرائیگر پر تھیں۔

قوی ہیکل آدمی مجھے گھورتا رہا۔ پھر اس نے اپنی گردن پر انگلی پھیر کر مجھے سمجھایا کہ مجھے گولی مارنے کے بجائے ذبح کیا جائے گا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس وقت ہاگن کی کیفیت کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا، لیکن یقیناً وہ مجھ سے زیادہ خراب ہو گی۔ ان لوگوں کا انداز ایسا ہی تھا۔

تھوڑی دیر بعد انھوں نے ہمیں بے دردی سے رسیوں میں جکڑ لیا۔ غالباً وہ ہمیں حیوان سمجھ رہے تھے یا ایسا دشمن جسے زیادہ سے زیادہ اذیت پہنچا کر ہی تسکین حاصل ہو سکتی تھی۔ اس کے بعد وہ ہمیں آگے کی طرف دھکا دینے لگے گویا آگے بڑھنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ دو قدم چلنا دشوار تھا اس حالت میں لیکن اب ان کے حکم کی تعمیل کے سوا ہم کیا کر سکتے تھے۔ وہ ہمیں گھسیٹتے ہوئے آگے لے چلے۔ ہمارے رسے اور پسلیوں میں نشتر سے چبھ رہے تھے۔ ہاتھوں اور بازوؤں اور کمر کے علاوہ انھوں نے ہماری گردن میں بھی پھندے ڈال دیے تھے تاکہ ہمارے بھاگنے کا کوئی امکان نہ رہے۔ چلتے چلتے ہمارے قدم سست پڑتے تو وہ بُری طرح لاتیں اور گھونسے برسانے لگتے۔ قوی ہیکل آدمی چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو ہدایت کیے جا رہا تھا۔ ہاگن مجھ سے زیادہ بُری حالت میں تھا۔ اس کی ایڈونچر پسندی نے نہ صرف اُسے بلکہ مجھے بھی عذاب میں گرفتار کرا دیا تھا۔ میں بار بار اُسے دیکھتا۔ اس کا چہرہ اب تاریک ہو گیا تھا۔ لاتوں اور گھونسوں نے اس کی حالت تباہ کر دی تھی۔ وہ بار بار گرتا تو وہ لوگ اُسے بالوں سے پکڑ کر کھڑا کر دیتے پھر دھکے دے کر آگے بڑھانے لگتے۔

بالآخر یہ طویل سفر ایک دریا کے کنارے ختم ہوا۔ ٹھنڈی ہوا کے فرحت بخش جھونکوں اور درختوں کے سائے نے ہمارا استقبال کیا اور کچھ جان میں جان آئی۔

دریا کے پار دوسرے کنارے پر ایک بستی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے اور کچی مٹی سے بنے ہوئے مکانات بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے۔ غالباً یہ لیماٹو کے قبائل ہی کی کوئی بستی تھی۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ ہم جیپ کے ذریعے بہت طویل سفر طے کر کے یہاں تک پہنچے تھے اور ہمیں اس کا اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا ورنہ جرمن نے بتایا تھا کہ جہاں تک اس نے فوجی چوکیاں قائم کی ہیں وہاں سے لیماٹو کا علاقہ صرف دس بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ گویا ہم نے دس بارہ میل کا فاصلہ بھی عبور کر لیا تھا۔

وہ لوگ ہمیں ہانکتے اس بستی کی طرف لے جانے لگے۔ بستی کے مکانوں کے آس پاس دوسرے لوگ نظر نہیں آ رہے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ کوئی ویران بستی ہو، اور یہاں انسانی آبادی نہ ہو۔

ہم بستی میں داخل ہو گئے اور مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ اس بستی میں عام آبادی نہیں ہے۔ بلکہ اگر کبھی آبادی تھی تو اب اُسے یہاں سے کہیں اور منتقل کر دیا گیا تھا۔ ہمیں ایک مکان کے احاطے میں لے جایا گیا جو کچی مٹی کے گارے سے بنایا گیا تھا۔ لیکن کافی مضبوط تھا۔ احاطے کے اندر داخل کرنے کے بعد ہمیں ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں پہنچا دیا گیا جس کا فرش ناہموار تھا۔ اس کمرے میں تاریکی تھی... اور حد درجہ سیلن کی وجہ سے ایک ناگوار سی بو نتھنوں میں گھس کر دماغ کو پریشان کر رہی تھی۔ ایک گوشے میں گھاس کے انبار پڑے ہوئے تھے۔ ہمیں اندر لانے والے اس گھاس پر بیٹھ گئے اور ہمیں بھی وہیں بیٹھنے کے لیے کہا گیا۔ اس سفر سے بدن ٹوٹ گیا تھا۔ رسّے جو ہمارے جسم سے بندھے ہوئے تھے، مسلسل ہماری پسلیوں، کہنیوں اور کمر میں چبھ رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں سے جو ہمیں یہاں تک لائے تھے، فریاد کی کہ کم از کم ہماری یہ بندشیں ہی ڈھیلی کر دی جائیں۔ لیکن وہ لوگ ہماری بات نہ سمجھ کر صرف ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر رہ گئے تھے۔

اب ہماری آنکھیں اس نیم تاریکی سے مانوس ہو گئی تھیں... کمرے میں ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ وہ لوگ بھی اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جیسے یہاں سے جائیں گے نہیں۔

رات بھیگنے لگی۔ تھکن اور رسّوں کی چبھن جسموں کا جوڑ جوڑ توڑے دے رہی تھی۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ اور اس کے بعد غالباً ہمارے بدن اس تکلیف کے بھی عادی ہو گئے۔ ہم زمین پر لیٹ گئے تھے۔ رسّے جسم میں گھُسے جا رہے تھے لیکن پلکیں بوجھل ہونے لگی تھیں۔ نہ جانے کب تک ہمیں اس دُکھن کا احساس رہا۔ پھر ہم اس سے بے نیاز ہو گئے۔

رات گزر گئی اور کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آیا جو قابلِ ذکر ہوتا۔ صبح کو انھوں نے ہمیں لکڑی کے پیالوں میں کچے پکے اُبلے ہوئے چاول جن پر نمک چھڑک دیا گیا تھا، ناشتے کے لیے دیے۔ لیکن ابھی بدن میں جان باقی تھی اور بھوک نے اس قدر نڈھال نہیں کیا تھا کہ ہم یہ چاول معدے سے اتار سکتے۔ یہ تو اس وقت کی بات ہوتی ہے جب انسان گھاس پھوس بھی کھا لینا پسند کر لیتا ہے۔ یہ چاول اس گھاس پھوس سے مختلف نہیں تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہم ان کا دیا ہوا ناشتا قبول نہیں کر رہے تو وہ پیالے اُٹھا کر لے گئے اور اس کے بعد کسی نے ہم سے دوبارہ ناشتے کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔

دن کے دس بجے تھے جب ہمارے نگرانوں نے ہماری لگامیں سنبھال لیں اور ہمیں گھوڑوں کیا بلکہ گدھوں کی طرح ہانکتے ہوئے مکان کے احاطے سے باہر نکال لائے اور پھر سیدھے ہمیں چلنے کے لیے کہا۔

ہاگن کی آنکھوں میں آنسو آ رہے تھے۔ اس نے بھرّائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کاش، یہ کمبخت ہمارے بدن کی یہ بندشیں ہی ڈھیلی کر دیں۔ میرا خیال ہے رسّے گوشت پھاڑ کر اندر گھُس گئے ہیں۔ اس طرح تو ہم مر جائیں گے۔"

"نہیں ڈیئر ہاگن... چلتے رہو۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے جسم پسینوں سے بھیگ کر خود ہی گنجائش پیدا کر لیں گے۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"لعنت ہے مجھ پر، خواہ مخواہ سیاحت کی سوجھی تھی۔ مجھے اعتراف ہے مسٹر علی کہ میں نے ہی آپ کو اس مصیبت میں پھنسایا ہے... لیکن خدا کے لیے اب یہ تو بتائیے کہ یہ لوگ ہمارا اب کیا کریں گے؟"

"حوصلہ رکھو ہاگن! تم خود سوچ سکتے ہو کہ میں تمھیں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔" میں نے ہاگن کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے بعد زندہ بچنا ممکن نہیں ہو گا۔"

"جو ہو گا، دیکھا جائے گا۔ پہلے سے اپنی جان ہلکان کرنا بے معنی ہے۔" میں نے کہا اور ہاگن خاموش ہو گیا۔ میں خود بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ آنے والا وقت ہمارے لیے کیا فیصلہ کرے گا۔

اس بار بھی سفر کافی طویل تھا۔ وہ خالی بستی اب اتنی پیچھے رہ گئی تھی کہ نگاہوں سے معدوم ہو گئی تھی۔ ہمیں بستی سے نکال کر گھنے جنگلوں میں لایا گیا اور پھر جُڑی ہوئی شاخوں والے گھنے درختوں کے نیچے سے گزار کر ایک اور بستی میں لایا گیا جو آباد تھی۔ اس آباد بستی میں شاید ہماری تقدیر کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ نیم برہنہ لباسوں میں ملبوس مرد اور عورتیں اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا، جیسے ان لوگوں کو خود سے کچھ دُور منڈلاتے ہوئے خطرے کا کوئی خدشہ نہ ہو۔ وہ سب کے سب پُرسکون نظر آتے تھے۔

اس بار ہمیں جس نئے قید خانے میں پہنچایا گیا تھا، وہ لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ یہاں لا کر ہمیں رسّوں کی قید سے آزاد کر دیا گیا تھا اور اس تکلیف دہ بندش سے نجات پانے کے بعد گویا نئی زندگی ملی تھی۔ ہاگن تو بے چارہ لمبا لمبا زمین پر لیٹ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں شدید کرب کا اظہار کر رہی تھیں۔ لکڑی کے اس مکان میں ہمیں تقریباً دو گھنٹے تک اسی طرح رکھا گیا۔ دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔ ٹھیک دو گھنٹے کے بعد لکڑی کے مکان کا دروازہ کھُلنے کی آواز سنائی دی اور پھر چند وحشی نظر آئے، جو اندر گھُس آئے تھے انھوں نے ہم سے اُٹھنے کے لیے کہا۔ ہاگن کو اُٹھنے میں دیر ہوئی تو وحشیوں

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

میں سے ایک کی ٹھوکر اس کی کمر پر پڑی اور اس طرح پڑی کہ وہ اچھل کر دروازے سے باہر آ گرا اور غالباً بے ہوش ہو گیا۔

میری آنکھوں میں خون اتر آیا تھا لیکن برداشت کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ تو نہیں تھا۔ میں لکڑی کے اس مکان سے باہر نکل آیا اور جھک کر ماگن کو دیکھنے لگا۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

میں نے سیدھے ہو کر خونخوار نگاہوں سے اپنے سامنے کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھا لیکن اس وقت ایک شخص آگے بڑھا اور تعجب خیز لہجے میں بولا۔ "اوہ، مسٹر علی آپ!"

میں نے اس شخص کو ایک ہی نظر میں پہچان لیا۔ یہ جنرل کیرانو تھا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ آپ ہوں گے . . . واقعی میرے ذہن میں یہ گمان نہیں تھا۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ دو آدمی پکڑے گئے ہیں، لیکن آپ . . . یہ کون ہے؟"

میں نے جنرل کیرانو کو کوئی جواب نہیں دیا، خاموشی سے اُسے گھورتا رہا۔

تب وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مُنہ کر کے بولا۔ "انھیں میری رہائش گاہ پہ لے آؤ اور اس بے ہوش شخص کو واپس اسی بیرک میں پہنچا دو۔ اس کی نگہداشت ضروری ہے۔"

جنرل کی ہدایت پر عمل کیا گیا۔ وہ واپس پلٹ گیا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ ایک دیو قامت شخص کو دیکھا جو تیندوے کی کھال میں ملبوس بلاشبہ کوئی دیو ہی نظر آتا تھا۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہی شخص لیماٹو ہو سکتا ہے گویا جنرل ٹیرس کو موصول شدہ اطلاعات بالکل درست تھیں۔ کیرانو سیدھا لیماٹو کے پاس پہنچ گیا تھا۔ بہرحال میں جانتا تھا کہ کیرانو بھی میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرے گا۔

چند سیاہ فام وحشیوں نے مجھے ہتھیاروں کی زد پر لے کر ایک اور لکڑی کے بنے ہوئے مکان میں پہنچا دیا جو خاصا کشادہ تھا۔ مکان کے احاطے میں پھولوں کی بہتات تھی۔ سامنے ہی چند سیڑھیاں چڑھ کر ایک برآمدہ نظر آ رہا تھا جس پر ایک کرسی پر جنرل کیرانو بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے چند کرسیاں خالی پڑی تھیں۔ لانے والوں نے مجھے اس کی طرف دھکیل دیا۔ جنرل کیرانو نے مقامی زبان میں اُن لوگوں کو کچھ ہدایات دیں۔ وہ سب احاطے کے آخری حصّے میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ غالباً میری نگرانی کر رہے تھے۔

جنرل کیرانو نے ایک سمت اشارہ کر کے کہا۔ "بیٹھ جاؤ مسٹر علی! بیٹھ جاؤ۔ ۔ ۔ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے کبھی اس کا موقع نہیں مل سکا۔ یہ اچھی بات ہے کہ اس

وقت میں تمہارے مؤقف سے واقف ہو جاؤں۔

خاموشی سے کیرانو کو دیکھتا رہا۔ تب اس نے دوبارہ "بیٹھ جاؤ مسٹر علی! بیٹھ جاؤ۔"

جنرل کیرانو عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ پھر اس نے کہا۔ "تم نے سارڈان میں کان کنی کا ٹھیکا لے کے مجھے جو زک پہنچائی ہے، اس کا کوئی نعم البدل نہ سکتا اور یہی نہیں بلکہ تمہاری وجہ سے کاربوریٹ کو جو نقصان پہنچا ہے، وہ بھی ایسا نہیں ہے جو قابلِ معافی ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ تمہاری اس کوشش کے بعد کاربوریٹ کے نمائندوں نے تم سے نفرت کے اظہار کے طور پر تم کو قتل کرنا چاہا تھا لیکن تم خوش نصیب ہو کہ بچ گئے۔ میں تمہارے بارے اس دوران کافی چھان بین کرتا رہا ہوں اور مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جنرل ٹیرس کو برسرِ اقتدار لانے والوں میں سرِفہرست تھے۔ والٹو موبانے نے تمہارے ہاتھوں شکست کھائی اور یقیناً جنرل ٹیرس کی تم سے بہت زیادہ محبت تمہاری بات پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کر لینا اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ تم نے اس کے ساتھ کوئی اتنا بڑا ہی احسان کیا تھا۔ لیکن مسٹر علی! ان ساری باتوں کو نظر انداز کر کے اگر تم سے صرف تمہارے بارے میں پوچھوں تو کیا تم مجھے جواب دینا پسند کرو گے؟"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو جنرل؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہارے بارے میں تجسس ایک فطری چیز تھی۔ اسی تجسس کا شکار ہو کر میں نے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کیں تو تمہاری تمام ہسٹری میرے سامنے آ گئی۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے مسٹر علی کہ تم نے اپنی آدھی زندگی عربوں کے مفادات کے لیے گزار دی اور ہمیشہ اسرائیل کے خلاف کام کرتے رہے۔ امریکی یہودیوں میں خصوصی طور پر تمہارا نام ایک خوف کی علامت ہے اور تم نے کبھی عربوں کے مفادات کے لیے سودے بازی نہیں کی۔ بلکہ اپنی تنہا ذات سے ان کے لیے ایسے ایسے کارنامے انجام دیے جن پر یقین نہیں آتا . . . یہ بھی سنا گیا ہے مسٹر علی کہ جنرل ٹیرس کے خلاف والٹو موبانے نے تمہارا اعتماد حاصل کیا تھا لیکن جب تمھیں یہ معلوم ہوا کہ والٹو موبانے اسرائیلی مفادات کا حامی ہے تو تم والٹو موبانے کے خلاف ہو گئے اور بالآخر جنرل ٹیرس کو اقتدار دلا دیا . . . کیا یہ سب کچھ سچ نہیں ہے؟"

"ان باتوں کا اس سلسلے سے کیا تعلق ہے جنرل؟" میں

نے سنجیدگی سے کہا۔

"بہت گہرا تعلق ہے . . . یا تو تم ایکٹنگ کر رہے ہو اور تمہارے بارے میں مجھے موصول شدہ معلومات ناقص ہیں، یا پھر تم نے بہت بڑا دھوکا کھایا ہے۔ دونوں ہی میں سے کوئی بات یقینی ہے۔ ہر شخص زندگی میں اپنے مفادات کے لیے بھی سوچتا ہے۔ تم نے اگر سوچ لیا تو کچھ زیادہ حیرت کی بات نہیں ہے۔ گرے اسٹون کمپنی کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟ کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ موشے ہرموس کی ملکیت ہے۔ کیا تم یہ بھی نہیں جانتے کہ ہرموس کٹر یہودی ہے۔ ایک ایسا اسرائیلی باشندہ جو امریکا میں آباد ہے اور اسرائیل کے مفادات کے لیے امریکی حکومت پر ہمیشہ دباؤ ڈالنے کا باعث بنا ہے۔ میں صرف یہ بات جاننا چاہتا ہوں مسٹر علی کہ تم نے گرے اسٹون سے کاروبار کر کے کیا عربوں کے مفادات کو بھی بار نقصان نہیں پہنچایا؟ کیا تم نے اسرائیلیوں کے لیے بہت بڑی خدمات انجام نہیں دیں۔ اگر ایسی بات ہے مسٹر علی تو مجھے بتاؤ کہ اس کا محرک کیا تھا؟ دولت؟ کوئی بہت بڑا لالچ یا عربوں سے کوئی اختلاف؟"

میں نے جنرل کیرانو کی صورت دیکھی۔ اس کے الفاظ پر غور کیا اور دفعتاً میرے بدن میں سرد لہریں دوڑنے لگیں۔ یہ انکشاف میرے لیے بے حد تکلیف دہ تھا۔ ناقابلِ یقین۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے جنرل کیرانو کو دیکھتا رہا۔ کیرانو بھی بغور میرے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا اور شاید اپنے طور پر کچھ اندازے قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چند لمحے بعد اس نے کہا۔ "یوں محسوس ہوتا ہے مسٹر علی کہ آپ خود بھی اس بات سے ناواقف ہیں کہ گرے اسٹون موشے ہرموس کی کمپنی ہے۔ لیکن کیا یہ بات عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ کسی ایسی کمپنی کے لیے آپ اپنے اختیارات کو استعمال کریں گے جس کے سربراہ تک کے بارے میں آپ کو معلومات حاصل نہ ہوں . . . وہ کون سی وجوہات تھیں جن کی وجہ سے آپ نے گرے اسٹون کو یہ ٹھیکا دلوایا۔ کیا آپ یہ بھی نہیں جانتے مسٹر علی کہ سارڈان کی پہاڑیوں میں جس چیز کی کھدائی کی جا رہی ہے، وہ کیا ہے؟ کیا آپ یہ بات نہیں جانتے کہ اربوں ڈالر کا پلاٹینم دنیا کی بہت بڑی دولت . . . موشے ہرموس کو ملنے والی ہے اور ظاہر ہے اس کے تمام فوائد اسرائیل کو حاصل ہوں گے۔ موشے ہرموس نے ایبرن ہال آف کیلی فورنیا میں اس بات کا اعلان کیا تھا کہ وہ اپنے تمام اثاثے اسرائیلی مفادات کے لیے وقف کرتا ہے اور اس کے بعد سے آج تک وہ اس سلسلے میں کام کر رہا ہے۔ کیا آپ یہ بات بھی نہیں جانتے کہ پندرہ ہاک آئی طیارے اپنی ذاتی رقم سے خرید کر اس نے اسرائیل کو دیے ہیں اور ایک بہت بڑا بحری جہاز فرانس میں اسرائیلی بحریہ کے لیے تیار کرا رہا ہے۔ کیا آپ ان تمام باتوں سے لاعلم ہیں مسٹر علی؟ کیا آپ یہ بات بھی نہیں جانتے کہ سارڈان کی پہاڑیوں میں پلاٹینم کا جتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے، دنیا کے کسی اور حصّے میں پلاٹینم کا اتنا بڑا ذخیرہ نہیں پایا گیا۔ اگر آپ یہ تمام باتیں جانتے ہیں تو پھر مجھے صرف اتنا بتا دیجیے کہ یہ ٹھیکا موشے ہرموس کو دلوانے کے لیے آپ کو کیا پیش کیا گیا۔ وہ کون سی ایسی پیش کش تھی جس نے آپ کو عربوں کے خلاف کر دیا۔"

میں اب اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا۔ جو کچھ ہوا تھا، واقعی مجھے اس کا علم نہیں تھا لیکن جس انداز میں ہوا تھا، وہ ناقابلِ یقین تھا۔ میں سرد نگاہوں سے جنرل کیرانو کو دیکھنے لگا۔ یہ جنرل کی کوئی چال بھی ہو سکتی تھی اور میں اس سلسلے میں کوئی تحقیق کیے بغیر کیرانو پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔

تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔ "کیا آپ یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ گرے اسٹون کسی اسرائیلی کی کمپنی ہے؟"

"میں اس بات پر پھر حیرت کا اظہار کروں گا کہ آپ کو اس بارے میں معلوم نہیں!"

"لیکن، کچھ ایسے سوالات میرے ذہن میں ہیں جنرل جو مجھے حیران کر رہے ہیں۔"

"آپ پوچھ سکتے ہیں مسٹر علی۔"

"یہ لیماٹو کا علاقہ ہے؟"

"ہاں . . ."

"لیکن لیماٹو والٹو موبانے کا حامی تھا۔"

"بالکل درست۔"

"اور والٹو موبانے اسرائیلی مفادات کا حامی تھا۔"

"خوب! تو تم اس طرح کڑیاں ملانے کی کوشش کر رہے ہو . . . سنو! ڈیئر علی . . . اس میں کوئی شک نہیں کہ لیماٹو، . . . والٹو موبانے کا حامی ہے . . . اور اس نے ایک دن کے لیے بھی جنرل ٹیرس کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ والٹو موبانے کی موت کے بعد سے آج تک وہ جنرل ٹیرس کے خلاف صف آرا رہا ہے۔ لیکن اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ اسرائیل یا امریکا کا حاشیہ بردار ہے۔ وہ صرف والٹو موبانے کا دوست ہے اور اپنے دوست کی موت کے بعد وہ اس کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ دیگر معاملات سے اس کا تعلق نہیں ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لیکن جنرل، تمھارا لیمالو سے کیا رابطہ ہے اور تم کاربوریٹ کے حق میں کیوں کام کرنا چاہتے تھے؟"

"مائی ڈیئر مسٹر علی... سارڈان کی پہاڑیوں میں پلاٹینم کے عظیم الشان ذخیرے سے اگر دس فیصد حصّہ دنیا کے کسی بھی شخص کو مل جائے تو وہ اپنی ساری زندگی اس حصّے کے حصول کے لیے صرف کر سکتا ہے۔ میں کاربوریٹ سے اپنے لیے بات کر چکا تھا اور اس کے بعد میری کئی نسلوں کے لیے اتنا بندوبست ہو جاتا کہ وہ خود بھی کسی شہنشاہ کی مانند زندگی گزار سکتی تھیں۔ مجھے نہ موشے ہرموس سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ کاربوریٹ سے، میں صرف اپنا مفاد دیکھتا ہوں۔"

"کاربوریٹ کا تعلق کون سے ملک سے ہے؟"

"اتفاق سے میری تحقیقات کے نتیجے میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ کاربوریٹ کمپنی جن تین ممالک سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ ان میں سے ہیں جو تمھارے ملک کو اپنا دوست سمجھتے ہیں اور اس کی ہر ممکن مدد کے لیے کمربستہ رہتے ہیں۔"

کیرانو کا یہ انکشاف میرے لیے اور خوفناک تھا۔ دماغ چکرا کر رہ گیا۔ میں اس ہولناک سازش کے بارے میں سوچ رہا تھا جو میرے ذریعے کی گئی تھی۔ بلاشبہ اگر اس کے پیچھے... اولیو ہارڈ کا ذہن کام کر رہا تھا تو اس شخص کو میں دنیا کا عیار ترین شاطر تسلیم کر سکتا تھا۔

میں نے جنرل کیرانو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب جبکہ میں تمھارے قبضے میں آ گیا ہوں جنرل کیرانو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرنے کے خواہشمند ہو؟"

"میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہمیں یہ بات معلوم نہیں تھی کہ گرفتار ہونے والے تم ہو... یہ دوسرا آدمی کیا گرے اسٹون سے تعلق رکھتا ہے؟"

"ہاں... یہ اسی کا نمائندہ ہے۔"

"ویسے مسٹر علی، جہاں تک تمھارے ساتھ کیے جانے والے سلوک کا تعلق ہے تو لیمالو میری مرضی کے بغیر تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا... تم خود کیا چاہتے ہو؟"

"شاید تم اسے جھوٹ سمجھو کیرانو! لیکن یہ حقیقت ہے کہ مجھے واقعی یہ بات معلوم نہیں تھی کہ گرے اسٹون کسی اسرائیلی کی ملکیت ہے۔ میرے کچھ مفادات ضرور ان لوگوں سے وابستہ تھے جن کی تفصیلات میں تمھیں نہیں بتاؤں گا لیکن اگر تم میری ہسٹری معلوم کر چکے ہو تو تمھیں یہ بات ضرور معلوم ہو گی کہ میں نے اپنے بڑے سے بڑے مفادات کو فلسطینیوں پر قربان کر دیا ہے اور یہ چھوٹا سا فائدہ جو اس کمپنی کو ٹھیکا دلانے کے بعد مجھے حاصل ہونے والا تھا، وہ میرے لیے کوئی اہ[میت نہیں] رکھتا۔ میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر انتظار [کر سکتے] ہو تو کرو۔ گرے اسٹون تباہ کر دی جائے گی۔ وہ سارڈان [کے] علاقے سے کچھ حاصل نہیں کر سکیں گے لیکن میں یہ نہیں [کہوں] گا کہ اس کے بعد سارڈان کے علاقے میں کان کنی کا ٹھیکا [کاربوریٹ] کو دلا دیا جائے گا۔"

"علی! کیا میں تمھاری بات پر اعتبار کر لوں؟" وہ [...] سے لہجے میں بولا۔

"ہاں جنرل کیرانو، بالکل۔" میں نے ٹھوس لہجے میں [کہا]۔

"تو ٹھیک ہے... میں بھی تمھیں بتا چکا ہوں کہ [...] سے میرا اشتراک صرف اس لیے ہوا ہے کہ میں سارڈان [...] سے حاصل شدہ دولت کا دس فیصد حاصل کرنا چاہتا [ہوں]۔ اگر یہ ٹھیکا ہمارے حق میں ہو گیا تو میں وعدہ کرتا ہوں [کہ تمھیں] بھی اس میں سے ایک بڑا سرمایہ دیا جائے گا۔ گرے [اسٹون] اور موشے ہرموس کے بارے میں تحقیق کرنے کے بعد مجھے [یقین] ہے کہ تم کاربوریٹ کے حق میں فیصلہ دو گے اور میری [ہی] حمایت کرو گے۔ اس وقت تک کے لیے تم آزاد ہو۔ [تمھیں] حفاظت کے ساتھ واپس پہنچا دیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے جنرل۔ میں اسرائیل کے علاوہ دنیا کے [کسی] بھی ملک کے لیے کام کر سکتا ہوں اور سنو! میری ہسٹری [معلوم] کرتے ہوئے تمھیں یہ بات نہیں معلوم ہوئی کہ میں نے [کروڑوں] روپے کی دولت ٹھکرا دی ہے؟ مجھے دولت سے [کوئی] دلچسپی نہیں ہے۔ میں صرف اپنے مشن کی تکمیل چاہتا ہوں۔"

کیرانو نے دُور کھڑے ہوئے لوگوں کو اشارہ کیا [اور وہ] قریب آ گئے۔ تب وہ انھیں افریقی زبان میں کچھ ہدایا[ت] دینے لگا اور ان لوگوں نے گردنیں جھکا دیں۔ ان کا رو[یہ] تبدیل ہو گیا تھا۔

جب میں واپس لکڑی کے اس مکان میں پہنچا [جہاں] ہاگن کو بے ہوش چھوڑ آیا تھا تو ہاگن ہوش میں آ چکا تھا۔ [مجھے] دیکھ کر اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور میں [نے] اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "ڈیئر ہاگن! میں [نے] ان لوگوں سے ایک چال چلی ہے۔ ممکن ہے یہ لوگ ہما[ری] طرف سے مطمئن ہو جائیں اور ہمیں واپس پہنچا دیں۔"

"کیا واقعی؟" ہاگن نے بے اعتمادی سے کہا۔

"میرا خیال ہے بہت جلد میری اس چال کا نتیجہ سا[منے] آ جائے گا۔" میں نے کہا اور ہاگن نے گردن جھکا لی۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ چند افراد دو گھوڑے [لیے] ہوئے ہمارے قریب پہنچ گئے اور انھوں نے ہمیں اشارہ کیا۔ ہاگن کی باچھیں خوشی سے کھل گئی تھیں۔ اُسے شاید یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ گھوڑے ہمارے ہی لیے بھیجے گئے ہیں لیکن ان لوگوں کے ایما پر میں نے اُسے گھوڑے پر سوار کیا اور پھر خود بھی گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ایک وحشی ہماری رہنمائی کے لیے ہمارے ساتھ چل پڑا تھا۔ یہ ہمیں کیمپ تک جانے کا صحیح راستہ بتانے آیا تھا اور پھر ہم اس بستی سے باہر نکل آئے۔

ہاگن کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ وہ چونک چونک کر اس وحشی کو دیکھنے لگتا تھا، شاید اس بات کا منتظر تھا کہ اب اس کی طرف سے کوئی کارروائی ہو لیکن ایسا نہیں ہوا، وحشی نے اپنے علاقے کی سرحد پر پہنچ کر ہمیں راستہ بتایا اور اس کے بعد اپنے گھوڑے کو واپس موڑ دیا۔ ہاگن اور میں رُک کر اُسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے تھے۔ وہاں سے ہم کیمپ کی راہ اختیار کر سکتے تھے، حالانکہ فاصلہ اتنا تھا کہ ابھی کیمپ کا نام و نشان بھی دُور دُور تک نہیں تھا۔

ہم وہاں رُک کر چند لمحے اطراف کا جائزہ لیتے رہے۔ دفعتاً ہی ہاگن کے مُنہ سے نکلا۔ "اوہ... مسٹر علی، اِدھر اس طرف... اس طرف۔" اس کی نگاہیں جس سمت سے ہم آئے تھے اس کے عقبی حصّے کی جانب اُٹھی ہوئی تھیں، فضا میں ہلکی ہلکی گھڑگھڑاہٹ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ جب میں نے اس طرف دیکھا تو دفعتاً میری آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں۔

تقریباً بیس یا بائیس ہیلی کاپٹر تھے جو برق رفتاری سے فضا میں پرواز کرتے ہوئے اسی علاقے کی طرف سفر کر رہے تھے جہاں سے ہم آئے تھے، ہم دونوں میں سے کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا اور ہم احمقوں کی طرح کھڑے اُدھر دیکھتے رہے تھے، لیکن زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہماری سمجھ میں سب کچھ آ گیا۔ ہیلی کاپٹر دفعتاً ہی فضا میں منتشر ہو گئے تھے۔ اور پھر خوفناک دھماکے سنائی دینے لگے۔ لیمالو کی بستی پر ہیلی کاپٹروں سے حملہ کیا گیا تھا اور اچھا خاصا فاصلہ ہونے کے باوجود ہم ہولناک دھماکوں کی آوازیں بہ خوبی سُن رہے تھے۔ ان آوازوں میں مشین گنوں کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ وہاں سے ہیلی کاپٹروں کی کارروائی کا اندازہ کیا جا سکتا تھا۔

میں نے ہاگن سے کہا۔ "چلو ہاگن، جتنی تیز رفتاری سے کیمپ کی طرف دوڑ سکتے ہو، دوڑو۔ ورنہ ہم خود بھی اس جنگ کی زد میں آ جائیں گے۔"

ہم نے گھوڑوں کا رُخ تبدیل کر کے ایڑ لگا دی تھی۔ پھر ہم نے کیمپ کی سمت سے بھی چند ہیلی کاپٹر اس طرف آتے ہوئے دیکھے لیکن انھوں نے شاید ہماری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ وہ اسی سمت جا رہے تھے۔ میرا اندازہ اگر غلط نہیں تھا تو یہ صرف جنرل ٹیرس ہی کی کارروائی ہو سکتی تھی۔

کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم نے کیمپ کی طرف سے فوجی ٹرکوں کو اس طرف آتے ہوئے دیکھا۔ لیکن ان حالات میں ہمارے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ ہم ان کے سامنے آئیں ظاہر ہے لیمالو، گوتے ہل کا باغی تھا اور اگر جنرل ٹیرس نے اس کے خلاف کوئی کارروائی کی تھی تو یہ اس کے منصوبے کا ایک حصّہ تھی۔ میں خود اس سلسلے میں اس سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ہم نے گھوڑوں کا رُخ تبدیل کر دیا۔ ہاگن نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ میں نے یہ تبدیلی کس لیے کی ہے۔ بس وہ میری پیروی کر رہا تھا۔ اس کی اپنی زندگی بچ گئی تھی اور اس نے اسی کو بہت کچھ سمجھ لیا ہو گا۔

ٹرک ہم سے آگے نکل گئے۔ میرے بدن میں شدید سنسنی ہو رہی تھی۔ لیمالو، جنرل کیرانو اور باغی قبائل کا جو کچھ بھی حشر ہو، مجھے اب اس سے غرض نہیں رہی تھی۔ تازہ انکشاف نے درحقیقت مجھے بے حد نڈھال کر دیا تھا۔ ہر چند کہ یہ

ایک مقبول ترین نایاب کتاب
دوبارہ دستیاب ہے
قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
اے۔ ایس صدیقی کے قلم سے
پانسہ پھینکیے۔ قسمت کا حال معلوم کیجیے
تاش کے پتّوں سے قسمت شناسی
ماتھے کی لکیریں کیا بتاتی ہیں
خال اور تل سے کردار معلوم کیجیے
شگون ــــ سعد و نحس
خواب ــــ مستقبل کے پیغامبر
ایک کتاب چھ علوم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سب کچھ ایک سازش کا نتیجہ تھا لیکن انتہائی دکھ کی بات تھی کہ میں اس سازش کا ایک حصہ بن چکا تھا۔ میرے ذہن پر شدید جھنجلاہٹ طاری تھی۔ یہ سب تہذیب مالکم ایکس کی وجہ سے ہوا تھا۔ نہ میں اس سے محبت کرتا اور نہ اپنے لیے ایسی مصیبتیں خریدتا۔ تنہائی کی زندگی کتنی خوب صورت تھی۔ کوئی غم، کوئی فکر نہیں۔ کسی بھی لمحے مرنے کے لیے تیار۔ کسی بھی الجھن میں خوف نہیں محسوس ہوتا تھا لیکن اب میں نہ جانے کیسی کیسی مصیبتوں کا شکار ہو گیا تھا۔

بہت دور سے کیمپ نظر آ رہا تھا اور اب چند منٹ کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا۔ ہم دونوں بالآخر کیمپ تک پہنچ گئے۔ ہمیں دور ہی سے دیکھ لیا گیا تھا۔ میجر لوبو اور کیمپ کے کچھ انجینئر ایک بلند جگہ کھڑے دوڑتے ہوئے گھوڑوں کو دیکھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے نیچے اتر کر ہمارا استقبال کیا۔ میجر لوبو دوڑتا ہوا میرے قریب پہنچا اور میرے گھوڑے کی باگیں پکڑ لیں۔

"مسٹر علی، آپ خیریت سے تو ہیں؟" اس نے جلدی سے پوچھا۔

"ہاں لوبو۔ کیا لیماٹو پر حملہ کیا گیا ہے؟"

"ہاں مسٹر علی... آپ کی گمشدگی کی اطلاع جنرل ٹیرس کو دی گئی تھی۔ ہمیں اس قسم کے ثبوت مل گئے تھے کہ آپ لیماٹو کے قبضے میں ہیں تو جنرل یہ برداشت نہ کر سکے اور انھوں نے آن کی آن میں انتظامات مکمل کر کے ہیلی کاپٹروں سے لیماٹو کے علاقے پر حملہ کر دیا ہے۔ جنرل ڈیبو بھی یہاں سے روانہ ہو چکے ہیں۔ دائیں اور بائیں سمت سے بھی فوجی دستے ان کی بستیاں تباہ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ فیصلہ کیا گیا ہے کہ لیماٹو کی بغاوت ہمیشہ کے لیے کچل دی جائے۔ جنرل بہت زیادہ پریشان ہیں آپ کے لیے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی اور پھر ہاگن سے بولا۔
"ہاگن، تم کیمپ میں جا کر آرام کرو۔ میں میجر لوبو کے ساتھ غاروں میں جا رہا ہوں۔"

ہاگن گھوڑے سے اتر کر کیمپ کی جانب چل پڑا تھا اور میں غاروں کی طرف۔

میجر لوبو سے اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو اب بیکار ہی تھی۔ میں نے مختصراً اسے بتایا کہ کس طرح ہم غلط علاقے میں چلے گئے تھے اور ان لوگوں کے ہاتھوں میں جا پڑے، لیکن بہرحال ہمیں ان کے چنگل سے رہائی نصیب ہو گئی۔

"جنرل ٹیرس نے تو قسم کھائی ہے کہ اگر علی کو لیماٹو میں نقصان پہنچ گیا، تو وہ اتنا خون بہائیں گے کہ لیماٹو کی [...] سرخ ہو جائے گی۔"

"کاش! جنرل کو اطلاع دی جا سکتی کہ میں خیریت سے واپس پہنچ چکا ہوں۔ بغاوت ضرور کچل دی جائے لیکن انسانوں کا خون بہانا اور وہ بھی صرف میرے لیے، میرے نزدیک مناسب نہیں ہے۔ کیا جنرل ٹیرس سے رابطے کا کوئی ذریعہ ہو سکتا ہے؟"

"ابھی ممکن نہیں ہے لیکن اگر آپ چاہیں تو میں جنرل ڈیبو کو ٹرانسمیٹر پر اس سلسلے میں اطلاع دے دوں؟"

"ہاں۔ فوراً ہی جنرل ڈیبو کو یہ بتا دو کہ ہم خیریت سے واپس پہنچ گئے ہیں۔ اور یہ اطلاع جنرل ٹیرس کو بھی دے دی جائے۔"

میجر لوبو چلا گیا۔ جو غار ہم نے دریافت کیے تھے ان میں اتنی سہولتیں فراہم کر لی گئی تھیں کہ وہ لوگ آسانی کے ساتھ رہ سکیں۔ میں ایک بستر پر لیٹ گیا اور اپنے سنسناتے ہوئے ذہن کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرنے لگا۔ اولیو ہاورڈ بدبخت نے ایک بار پھر مجھے ایک بدترین جال میں پھانس لیا تھا اور یہ جال ایسا تھا کہ میری پوزیشن پہلے سے زیادہ خراب ہو سکتی تھی۔ تنظیم کی نظروں میں ایک بار پھر میرا کردار مجروح ہو سکتا تھا۔ میں اپنے دوستوں اور چاہنے والوں کی نظر میں مجرم بن سکتا تھا۔ چنانچہ اب میرے لیے یہ بہت ضروری ہو گیا تھا کہ اولیو ہاورڈ کی اس سازش کو ناکام بنا دوں۔ جنرل ٹیرس کو میں نے یہ بات بتا دی تھی کہ گرے اسٹون کو سارڈان کی کھدائی کا کنٹریکٹ دلانے سے میرا کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہیں ہے؟ بلکہ میں کسی اور ہی وجہ سے ان لوگوں کے چکر میں پھنسا ہوں، اب اگر میں چاہتا تو جنرل ٹیرس سے کہہ کر گرے اسٹون کا بھی وہی حشر کرا سکتا تھا جو گوٹے ہل میں کارپوریٹ کا ہوا تھا اس طرح کم از کم فوری طور پر اولیو ہاورڈ کا یہ... منصوبہ تو ناکام ہو جاتا اور موشے ہرموس کو بھی زبردست مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑتا۔ لیکن یہ کوئی مناسب حل نہیں تھا اس طرح اولیو ہاورڈ کو اس کی سازش کا جواب بھرپور انداز میں نہیں مل سکتا تھا اور تہذیب مالکم ایکس بھی مزید خطرے میں پڑ جاتی۔ کوئی ایسی تدبیر ہونی چاہیے تھی جس سے اولیو ہاورڈ کو اس کی اس سازش کا منہ توڑ جواب ملے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ اب خاموشی سے جنرل ٹیرس کے فارغ ہونے کا انتظار کیا جائے۔ کم از کم لیماٹو سے فارغ ہونے کے بعد جنرل ٹیرس کو بھی کچھ سکون حاصل ہو گا اور وہ [...] بھی سوچے گا کہ میں نے یہاں بھی اس کی کچھ نہ کچھ مدد کی ہے، حالانکہ اس کارروائی میں میرا کیا ہاتھ تھا۔ جنرل اگر چاہتا تو یہی کارروائی پہلے بھی کر سکتا تھا۔ میرے خیال میں اس نے شدید خطرہ مول لے کر لیماٹو پر حملہ کرنے کا یہ منصوبہ ہیجان کے عالم میں بنایا تھا، ورنہ اگر یہ سب کچھ اتنا ہی آسان ہوتا، تو اس سے پہلے بھی وہ یہ کام کر سکتا تھا۔

لوبو نے آ کر مجھے اطلاع دی کہ اس نے جنرل ڈیبو کو میری واپسی کے بارے میں بتا دیا ہے اور اب یہ اطلاع جنرل ٹیرس تک پہنچ جائے گی۔ پتا نہیں جنرل ٹیرس کو لیماٹو کے خلاف اس کارروائی میں کیا کامیابی نصیب ہوئی۔ اسے کوئی خطرہ بھی پیش آ سکتا تھا لیکن یہاں کے معاملات یہی لوگ بہتر طور سے جان سکتے تھے۔ میں تو اب صرف غاروں میں فروکش تھا۔ میجر لوبو براہِ راست محاذِ جنگ سے رابطہ قائم رکھے ہوا تھا۔ رات کو دو بجے اس نے مجھے اطلاع دی کہ جنگ برابر جاری ہے۔ چھ ہیلی کاپٹر گرا لیے گئے ہیں اور لیماٹو قبائل متحد ہو کر جنرل کے خلاف صف آرا ہو گئے ہیں۔ ہیلی کاپٹر بمباری کر رہے ہیں... دراصل ان علاقوں میں جہاں لیماٹو قبائل آباد ہیں، ہوائی جہاز کام نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ان کے اطراف میں اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں۔ اسی لیے ہیلی کاپٹر منتخب کیے گئے تھے۔ جنگ کا نتیجہ جنرل ٹیرس کے خلاف بھی نکل سکتا تھا۔ اس سلسلے میں ظاہر ہے میں کوئی عملی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ چنانچہ انتظار کے سوا اور کچھ نہ کر سکا۔ البتہ میرا ذہن گہری سوچ میں ڈوبا رہا تھا۔ کیمپ میں بھی کام بند ہو گیا تھا۔ وہ سب لوگ اس جنگ کے نتائج کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے لیماٹو قبائل کو جس قدر بے خوف دیکھا تھا اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بے جگری سے مقابلہ کر رہے ہوں گے اور جنرل ٹیرس کے لیے انھیں زیر کرنا آسان نہیں ہو گا۔

پہلا دن، دوسرا دن اور تیسرا دن بھی گزر گیا... لوبو کی طرف سے صرف یہی اطلاعات مل رہی تھیں کہ گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے اور دارالحکومت گوٹے ہل سے مزید فوج پہنچ رہی ہے۔ کیمپ کا کام مسلسل بند تھا اور انجینئرز اپنے طور پر اس کے لیے تیار تھے کہ اگر جنرل ٹیرس کو لیماٹو کے مقابلے میں شکست ہو جائے تو وہ اپنے مزار کا بندوبست کر سکیں۔ کیونکہ اس کے بعد یہ ممکن نہیں تھا کہ لیماٹو قبائل ان لوگوں کو چھوڑ دیں گے۔ کافی سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی۔ اور یہ سب کے سب افراتفری کا شکار تھے۔

پانچویں شام میجر لوبو خوشی سے مسکراتا ہوا میرے پاس پہنچا اور اس نے مجھے اطلاع دی کہ جنرل ٹیرس کی طرف سے فتح کی مبارکباد دی گئی ہے لیماٹو مارا جا چکا ہے۔ جنرل کیرانو کا خاندان بھی ہلاک ہو گیا ہے لیکن جنرل کیرانو کی لاش نہیں مل سکی۔ لیماٹو قبائل منتشر ہو کر اندرونی جنگلوں میں جا گھسے ہیں۔ وہاں سے ابھی وہ گوریلا کارروائیاں کر رہے ہیں، لیکن یہ کارروائیاں اب زیادہ مؤثر نہیں رہیں۔ جنرل ٹیرس ان علاقوں پر کنٹرول حاصل کرنے میں مصروف ہے اور ابھی اسے کچھ دن وہیں رہنا ہو گا۔ کیمپ میں خوشیوں کے نعرے لگائے گئے تھے اور رات کو اچھی خاصی رونق رہی تھی۔ یہ لوگ اسی طرح خوشیاں منا رہے تھے جیسے یہ فتح انھیں حاصل ہوئی ہو۔ مجھے بھی اس جشنِ مسرت میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی لیکن میں نے طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے ان لوگوں کو خوش اسلوبی سے ٹال دیا۔ میرے دل میں تو ان کے خلاف نفرت کا جہنم سلگ رہا تھا۔ ابھی تو ان لوگوں کو بدترین حالات سے دوچار ہونا ہو گا۔ اتنے دن کی سوچ بچار کے بعد میں نے ابتدائی طور پر کچھ فیصلے کر لیے تھے اور طے کیا تھا کہ ہلکے پن سے کام نہیں لوں گا۔ بلکہ ہوشیاری سے جنرل کو اس بات سے آگاہ کروں گا کہ مجھے خود بھی اس سلسلے میں دھوکا کھانا پڑا ہے ہر چند کہ اولیو ہاورڈ کے پاس اس وقت میرے خلاف بہت سے کارڈ تھے لیکن میں اس سے شکست ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔

مزید کئی دن صرف ہو گئے اور پھر ایک دوپہر جنرل ڈیبو واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ بے شمار فوجی ٹرک تھے۔ جنرل ڈیبو نے مجھ سے ملاقات کی۔ ٹیرس اس کے ساتھ اس طرف نہیں آیا تھا لیکن اس کا پیغام مجھے ملا۔ جنرل ٹیرس نے مجھے دارالحکومت طلب کیا تھا اور ایک ہیلی کاپٹر مجھے لینے کے لیے آنے والا تھا۔ میں نے اس بات پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ البتہ کیمپ کے انجینئروں کو اس بات کی اطلاع ضرور دے دی گئی تھی کہ میں کچھ عرصے کے لیے واپس جا رہا ہوں۔ جنرل ڈیبو نے میرے ساتھ ان سے ملاقات میں شرکت کی تھی۔ اس نے کہا کہ کیمپ کے اطراف کو لیماٹو کے خطرے سے پاک کر دیا گیا ہے اور اب گرے اسٹون اپنا کام پُرسکون طریقے سے انجام دے سکتی ہے۔ فوجیں فی الحال یہاں تعینات رہیں گی اور اس کے بعد ان لوگوں کو خود ہی اپنے لیے انتظامات کرتے ہوں گے۔ اس اطلاع پر انجینئروں نے جنرل ڈیبو کا شکریہ ادا کیا تھا۔

اسی شام سات بجے وہ ہیلی کاپٹر پہنچ گیا۔ جو صرف مجھے لینے آیا تھا۔ میں چند افراد کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر گوٹے ہل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی طرف چل پڑا۔ اور بالآخر ہیلی کاپٹر کا یہ سفر جنرل ٹیرس کے محل پر ختم ہوگیا۔

جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن نے میرا استقبال کیا تھا۔ جنرل بہت خوش نظر آرہا تھا۔ اپنی خصوصی رہائش گاہ میں پہنچ کر اس نے کہا۔ "علی! تم جب بھی یہاں آتے ہو، میرے لیے خوش بختی کے راستے کھل جاتے ہیں۔"

"مجھے انسان ہی رہنے دو جنرل! میں نہیں سمجھتا کہ اس سلسلے میں، میں نے تمہاری کوئی مدد کی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر تم عجیب واقعات پر یقین رکھتے ہو تو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُسے سچ سمجھو۔ بہت عرصے سے لیماٹو میرے لیے دردِ سر بنا ہوا تھا لیکن اس کی قوت کے افسانے میں نے سن رکھے تھے اور اس پر ہاتھ ڈالتے ہوئے مجھے بہت کچھ سوچنا پڑتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اب تک آزاد تھا۔ حالانکہ گوٹے ہل میں اس وقت وہ میرا دشمن نمبر ایک شمار ہوتا تھا... میں نے براہِ راست اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کی بلکہ سارڈان کے علاقے میں جب تم نے کیمپ قائم کیا تو میری کچھ ہمت بندھی اور بالآخر میں نے اس مہم کو سر کرنے کا ارادہ کرلیا۔ جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ تم اُن لوگوں کے چنگل میں جا پھنسے ہو تو میرا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا اور میں نے ایک اندھا قدم اٹھایا۔ عام حالات میں شاید میں یہ قدم آئندہ دس سال تک نہیں اٹھا سکتا تھا۔ بالآخر مجھے کامیابی نصیب ہوگئی اور یہ انہونی صرف تمہاری وجہ سے ممکن ہوسکی، ورنہ ابھی اس میں بہت وقت صرف ہوجاتا اور پتا نہیں لیماٹو کو اس سلسلے میں کتنی کامیابیاں حاصل ہوجاتیں۔"

"جنرل، اپنے طور پر اگر تم یہ بات کہتے ہو تو میں صرف خاموش ہوجاؤں گا، ورنہ میں اس میں اپنا کوئی حصہ نہیں سمجھتا۔"

"تم نہ سمجھو، میں نے تو تمہیں صرف اپنے تاثرات سے آگاہ کیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہی قیام کرتے۔ کیمپ کے معاملات اب پریشان کن نہیں رہے ہیں تمہیں اس پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟"

میں چند لمحے خاموش رہا پھر میں نے کہا۔ "اس بار میں بہت سی الجھنوں کا شکار ہوگیا ہوں جنرل! میں نے سوچا تھا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے اس سے خود ہی نمٹوں اور تمہیں الجھنوں کا شکار نہ بناؤں لیکن ابھی صرف ایک لمحے میں میں نے اپنا خیال بدل دیا ہے۔ تمہاری محبت سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ سارڈان میں کان کنی کے لیے گرے اسٹون کی سفارش کسی مالی مفاد کے لیے نہیں تھی بلکہ ایک طرح سے مجھے بلیک میل کیا گیا ہے اور تم سے تعلقات کا فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ یہ ٹھیکا بہرحال دیا جانا تھا، کسی نہ کسی کو، نہ سہی کارپوریٹ یا کسی اور کمپنی کو۔ گرے اسٹون ہی اگر کام کر رہا ہے تو جو ہوچکا ہے اس میں کوئی ردّوبدل ضروری نہیں ہے۔ ہاں اس بات پر مجھے حیرت ہے۔ گرے اسٹون سے یا مجھ سے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی کہ ان پہاڑیوں سے کیا برآمد کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ ضروری نہیں ہے جنرل؟"

"بالکل ضروری ہے۔ کاغذات پُر کرتے ہوئے شاید تم نے اس کالم پر غور نہیں کیا علی۔ کوئی کمپنی اس کی مجاز نہیں ہوتی کہ برآمد شدہ چیز پر اپنا تسلط قائم کرے۔ اس چیز کی قسم، کوالٹی وغیرہ کے نمونے مجھے دیے جاتے ہیں۔ ان کا تجزیہ کرکے ان کی مالیت کا تعین کیا جاتا ہے اور اس پر رائلٹی مقرر کی جاتی ہے لیکن آلڈس نے صرف تمہاری وجہ سے اس کالم کو خالی چھوڑ دیا ہے۔ اسے میری ہدایت کا پاس تھا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ تمہیں میری وجہ سے اپنے بنائے ہوئے اہم قوانین میں ترمیم کرنا پڑی۔ بہرحال میں نہیں چاہتا کہ تمہاری زمین کی دولت تمہارے بجائے دوسروں کے کام آئے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ وہاں تمہاری فوجیں تعینات ہیں۔ کسی مناسب وقت پر چند ماہرین کو وہاں اور بھیج دو اور فوجیوں کی ایک اچھی تعداد کو وہاں متعین رہنا چاہیے جو کمپنی کے کیمپ پر نگرانی رکھیں اور وہاں جو کچھ بھی ہو اُن فوجیوں کی اطلاع کے بغیر نہ ہو۔ کوئی چیز اس وقت تک وہاں سے نہ لے جائی جائے جب تک اس کی صحیح حقیقت ماہرین کے علم میں نہ آجائے۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ ہے علی؟" جنرل ٹیرس نے پوچھا۔

"ہاں۔ ان پہاڑیوں میں پلاٹینم ہے جنرل۔ دُنیا کی سب سے قیمتی دھات اور میرا اندازہ ہے کہ وہ اسے کسی اور شکل میں پیش کرکے یہاں سے باہر لے جانے کی کوشش کریں گے۔ اس کا فائدہ اسرائیل کو حاصل ہوگا کیونکہ گرے اسٹون ایک یہودی کی ملکیت ہے۔"

میرے اس انکشاف پر جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن ششدر رہ گئے تھے۔

کافی دیر خاموش رہنے کے بعد کیتھی براؤن نے کہا۔ "یقیناً تمہیں پہلے سے اس کا علم نہ ہوگا علی۔"

"ہاں۔ پہلے نہیں تھا۔" میں نے جواب دیا۔ "حال ہی میں مجھے یہ معلوم ہوا ہے۔"

"یہ ناممکن ہے علی کہ گوٹے ہل سے کوئی چیز اس طرح نکل جائے۔ ہر طرح کی چشم پوشی صرف تمہاری وجہ سے کی جاسکتی تھی لیکن اب صورتِ حال واضح ہوگئی ہے۔" جنرل ٹیرس بولا۔

"میں چاہتا ہوں جنرل کہ ابھی اس سلسلے میں کوئی خاص قدم اٹھایا جائے لیکن کڑی نگرانی رکھی جائے۔ تمہاری اطلاع کے لیے ریلیشونگ پشت پر سی آئی اے کا معزول ایجنٹ اولیور وڈ ہے جو نسلاً یہودی ہے اور اب موساد کے لیے کام کرتا ہے۔"

"اوہ! میں اس شخص سے اچھی طرح واقف ہوں۔"

"اس سلسلے میں اسی کی وجہ سے میں دھوکا کھا گیا ہوں۔ اگر اس طرح کا معاملہ نہ ہوتا تو..."

"میں سمجھ رہا ہوں علی۔ اطمینان رکھو، اب میں اس کیس پر پوری توجہ دوں گا۔ وہ گوٹے ہل کی دولت اس طرح نہیں لے جاسکیں گے۔ جنرل ڈیبو میرا وفادار ہے اور مجھے اس پر مکمل اعتماد ہے۔ بس اسے صورتِ حال سے آگاہ کرنا ہوگا۔ ہم وہاں فوج تعینات رکھیں گے اور اس بات کی پبلسٹی کریں گے کہ ابھی لیماٹو قبائل کا خطرہ باقی ہے لیکن وہاں موجود فوج کا اصل کام ان لوگوں پر نگاہ رکھنا ہوگا۔ اس کے علاوہ، معاہدہ اپنی جگہ لیکن جب وہ کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے اور اس کا اظہار کریں گے تو رائلٹی طے کرلی جائے گی اور مجھے یقین ہے کہ جو کچھ میں مانگوں گا وہ اتنا ہوگا کہ ان لوگوں کی آنکھیں نکل پڑیں گی۔ اگر اس سلسلے میں معاہدے کے مطابق تم سے بات کرنی پڑی تو علی تمہاری اجازت ہے میں تم سے بھی سودے بازی کروں گا اور وہاں تم مجبوری کا اظہار کردینا۔"

"بہت مناسب ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے صورتِ حال کو سمجھ لیا ہے۔" میں نے مسرورانہ انداز میں کہا۔

"ان لوگوں کے سلسلے میں اگر کوئی کام میرے لائق ہو تو مجھے بھی خدمت کا موقع دو۔"

"کاش میرا مسئلہ تمہاری مدد سے حل ہوسکتا۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا، پھر چونک کر بولا۔ "ہاں جنرل، ایک بات اور سن لو۔ تم ابھی اپنے گرد موجود خطرناک لوگوں سے چھٹکارا نہیں حاصل کرسکے ہو۔ تمہیں اس معاملے پر بھی توجہ دینی ہے۔ تمہارے محل میں بھی بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو دوسروں کے آلۂ کار ہوں۔ ان لوگوں کو تمہارے اتنا قریب نہیں ہونا چاہیے جیسے جنرل کیرانو۔"

"ہاں، جنرل کیرانو کے سلسلے میں مجھے سخت حیرت، افسوس اور شرمندگی ہے۔ بہت پرانا ساتھی تھا وہ میرا۔"

"ایک اور شخصیت کی نشاندہی بھی کرتا ہوں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ابھی اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروگے اور نہ اپنا انداز تبدیل کروگے۔"

"کون ہے وہ؟" کیتھی براؤن نے پُرجوش لہجے میں پوچھا۔

"میری شرط یاد رکھی جائے گی؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"سو فیصدی، کون ہے وہ؟" کیتھی نے کہا۔

"جیمس مورلے۔ وہ اولیور وڈ کا ایجنٹ ہے۔" میں نے کہا اور وہ دونوں سکتے میں رہ گئے۔ ان کی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں میں نے انھیں جیمس مورلے کے بارے میں پوری تفصیل بتادی۔ کیتھی سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔

"تم نے تو واقعی خوفزدہ کردیا علی۔" جنرل ٹیرس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا۔ پھر وہ گردن ہلا کر بولا۔ "کچھ نہیں، ابھی اس وقت تک کچھ نہیں کیا جاسکتا جب تک تمہاری طرف سے وضاحت نہ مل جائے۔ لیکن اس کے بعد... اس کے بعد علی، گوٹے ہل میں ایک اور انقلاب آئے گا۔ ایک خونی انقلاب۔ میں اس کے بارے میں پہلے سے کچھ نہیں کہوں گا۔ لیکن اس بات کا تم یقین کرلو کہ..." جنرل ٹیرس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ میں نے بھی اور کچھ نہیں کہا تھا۔

اپنی آرام گاہ میں داخل ہوکر میں نے بہت سکون محسوس کیا تھا۔ دل سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا۔ جنرل ٹیرس کے سامنے میری پوزیشن خراب ہوسکتی تھی اور پھر میں کسی قیمت پر یہ نہیں برداشت کرسکتا تھا کہ کسی یہودی کو میرے نام پر اتنا بڑا فائدہ حاصل ہو۔ حالانکہ پہلے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ جنرل کو ابھی صورتِ حال سے آگاہ نہیں کروں گا اور اپنے طور پر ہی کچھ کروں گا لیکن اچانک ہی میری زبان جنرل کے سامنے کھل گئی تھی اور اب احساس ہو رہا تھا کہ یہ دوسرا فیصلہ ہی درست ہے۔ اپنے بارے میں کیا کہہ سکتا تھا کہ کب کیسے حالات کا شکار ہوجاؤں۔ ممکن ہے گوٹے ہل سے کہیں جانا ہی پڑ جائے اور بے چارہ جنرل ٹیرس حالات سے بے خبر ہی رہے۔ اب کم از کم جنرل یہ سمت سنبھال لے گا اور وہ لوگ کوئی فائدہ نہ حاصل کرسکیں گے اور...

دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی اور میں چونک پڑا۔ میں نے دروازہ کھولا تو جیمس مورلے کھڑا تھا۔

"ہیلو علی!" وہ مجھے دیکھتے ہی بولا۔

"آؤ۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور جیمس مورلے اندر داخل ہوگیا۔

"دلی مبارک باد علی۔ وہ سب کچھ ہوگیا جو کمپنی چاہتی تھی اور اس کا سہرا تمہارے سر ہے۔ تم نے جو کچھ کیا ہے وہ کبھی نہیں بھلایا جاسکتا۔ تمہارے لیے ایک پیغام ہے۔"

"کیا؟" میں نے سرد مہری سے کہا۔

"کالموکیمپو چلے جاؤ۔ سربراہان تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔"

میں چند لمحات جیمس مورلے کو دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔ "سارڈان میں اب میری ضرورت تو نہیں ہے؟"

"میرے خیال میں نہیں۔ لیکن اس کا صحیح جواب تمہیں کالموکیمپو میں ملے گا۔" جیمس مورلے نے جواب دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کب جانا ہے؟"

"کل صبح۔ گرے اسٹون کی گاڑی تمہیں وہاں تک لے جائے گی۔ دوسرے معاملات تم خود ہینڈل کرو گے۔"

"دوسرے معاملات؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"میری مراد جنرل وغیرہ کی اجازت سے ہے۔" جیمس مورلے نے کہا اور پھر ایک آنکھ دبا کر بولا۔ "تم خود بھی اپنی محبوبہ سے ملاقات کے لیے بے چین ہو گے۔"

"اور کچھ جیمس مورلے؟"

"نہیں بس، کل صبح۔ اس سے زیادہ تمہارے پاس اس وقت رکنا خطرے سے خالی نہیں ہے اس لیے خدا حافظ۔" جیمس مورلے نے کہا اور پھر وہ گردن خم کر کے چلا گیا۔

دوسری صبح ناشتے پر میں نے جنرل سے اجازت طلب کی تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ "کیوں؟" اس نے سوال کیا۔

"گرے اسٹون کے کچھ سربراہان ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں کوئی انتظام کروں؟" جنرل نے پوچھا۔

"ابھی بالکل ضرورت نہیں ہے، اطمینان رکھو۔ ہاں، میں نے جو کچھ تمہیں بتایا ہے اس پر پوری توجہ رکھنا۔ ممکن ہے کوئی اور ذمّے داری مجھے سونپ دی جائے اور میں مصروف ہو جاؤں لیکن گوٹے ہل کی دولت ضائع نہیں ہونی چاہیے۔"

"ہم تمہاری واپسی کا انتظار کریں گے علی۔"

"ضرور واپس آؤں گا لیکن کب، اس کے بارے میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیتھی سے میری کافی گفتگو ہوئی ہے اس بارے میں ہم نے ایک منصوبہ بنا لیا ہے۔ تم اطمینان رکھو گرے اسٹون کو ایسے جال میں پھانسا جائے گا کہ وہ لوگ چوکڑی بھول جائیں گے۔ میں اس کے سارے اثاثے تک ضبط کر لوں گا۔" جنرل نے کہا۔

"ایسا ہی ہونا چاہیے جنرل۔" میں نے تلملاتے ہوئے کہا۔

وقتِ مقررہ پر گرے اسٹون کی گاڑی آگئی، مجھے اس بارے میں اطلاع دی گئی تو میں تیار ہو گیا۔

ٹیرس اور کیتھی نے مجھے رخصت کرتے ہوئے کہا۔ "علی، ہم تمہاری واپسی کا انتظار کریں گے۔ تمہارے قدم ہمارے لیے ہمیشہ مبارک ہوتے ہیں۔ ڈان کی کان کنی کا ٹھیکا دے کر ہم خوش ہوتے تھے کہ چلو علی کے لیے کچھ تو کیا لیکن یہ خوشی بھی ہمیں نہیں مل سکی بلکہ تم الٹا ہمیں پلاٹینم کے ذخیرے کر جا رہے ہو۔ میرا بدترین دشمن لیماٹو طویل عرصے سے میرے لیے دردِ سر بنا ہوا تھا، نہ جانے کب تک وہ آزاد رہ کر مجھے نقصان پہنچاتا رہتا۔ تمہاری وجہ سے وہ بھی راستے سے ہٹ گیا اور... ہم پر تمہارے کچھ اور احسانات ہو گئے۔"

"دوستوں کا دوستوں پر کوئی احسان نہیں ہوتا جنرل۔ خدا حافظ۔" میں نے کہا اور باہر نکل آیا۔

ایک شاندار لینڈ روور جس پر گرے اسٹون کا مونوگرام چسپاں تھا، مجھے لے کر چل پڑی۔ میرے ساتھ ایک ڈرائیور اور دو اور افراد تھے جو بہت مؤدب نظر آ رہے تھے۔

کالوکیمپو تک کا سفر کسی خاص واقعے کے بغیر طے ہو گیا۔ راستے میں زیادہ تر سوچتا ہی رہا تھا۔ بالآخر کالوکیمپو آ گیا۔ مجھے سرخ پتھروں سے بنی ہوئی ایک قلعہ نما عمارت میں پہنچا دیا گیا تھا۔ عمارت کے ایک وسیع و عریض کمرے میں جو انتہائی اعلیٰ درجے کے سیاہ فرنیچر سے آراستہ تھا، میری ملاقات دو افراد سے ہوئی۔ ان میں ایک کوتاہ قد اور شانوں کے اندر دھنسی ہوئی گردن کا فربہ اندام ادھیڑ عمر شخص تھا جس نے چغہ سا پہنا ہوا تھا۔ چمکدار ہیروں کی دس انگشتریاں اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں چڑھی ہوئی تھیں۔ دوسری شخصیت ایک پاگل کر دینے والی حد تک خوبصورت لڑکی تھی جس نے سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ گلے سے گھٹنوں تک بے داغ سفید ہیروں کی مالا پڑی ہوئی تھی۔ ایک ایک عضو سانچے میں ڈھلا لگتا تھا۔ خدوخال اتنے دلکش تھے کہ نگاہ جم کر رہ جائے۔ میں نے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور اس کا ایک ایک نقش مسکرا دیا۔ یوں ہی محسوس ہوا تھا جیسے وہ سر سے پاؤں تک ہنس پڑی ہو۔

کوتاہ گردن اور چھوٹی چمکیلی آنکھوں والے نے مجھے دیکھا اور ایک مکروہ مسکراہٹ سے میرا استقبال کرتے ہوئے بولا۔ "ایبرن ہل کی تاریخی شخصیت سے ملاقات میرے لیے بے حد سنسنی خیز ہے۔ علی یا پاکستانی کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔" اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

"سوری دوست، تم سے تعارف حاصل کیے بغیر مصافحہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہم پاکستانی صرف اس سے مصافحہ کرتے ہیں جسے سچائی سے دوست مانتے ہیں، منافقانہ مصافحہ ہمارے مذہب میں جائز نہیں ہے۔ تم کون ہو؟"

"سرکش، مغرور، دلکش۔" لڑکی آہستہ سے بولی۔

"اور جاہل۔" کوتاہ قامت نے کہا اور ہنس پڑا۔

"یہودی ہو؟" میں نے طنزیہ کہا۔

"ہاں۔ موشے ہرموس کے نام سے پکار سکتے ہو تم مجھے۔"

"کافی ہے۔ تمہاری سر سے پاؤں تک بناوٹ اس کا اظہار کرتی ہے۔"

"نڈر، شیر سے زیادہ۔" لڑکی بولی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اس کے لیے رنگ ماسٹر کا ہنر ضروری ہے۔ رنگ ماسٹر کو بلالو بے بی!" موشے ہرموس نے کہا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے ڈیڈی۔ کچھ باتیں کریں اس سے۔ تو تمھارا نام علی یار خان ہے؟" وہ مجھ سے بولی اور میں مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔ "بڑی کہانیاں وابستہ ہیں تمھارے نام سے۔"

"ہاں، تمھاری قوم رات کے وقت میرا نام نہیں لیتی کیونکہ اس کے بعد اُسے نیند نہیں آتی۔" میں نے جواب دیا۔

"ویری گڈ! مجھ سے دوستی کر لو کیونکہ میری ماں یہودی نہیں تھی وہ نسلاً آئرش اور پکی کرسچین تھی۔ اس نے مرتے وقت تک یہودی مذہب قبول نہیں کیا تھا۔" وہ آگے بڑھ کر ہاتھ میری طرف بڑھا کر بولی۔

"تمھاری بلڈ رپورٹ دیکھے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بلڈ رپورٹ!" اس نے حیرانی سے پلکیں جھپکاتے ہوئے مجھے دیکھا۔

"اگر اس میں یہودیت کے جراثیم ہوئے تو میرا ہاتھ گندا ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

"اوہ بے بی! ہر وقت کی فضولیات اچھی نہیں ہوتیں۔ رنگ ماسٹر کو بلاؤ۔" کوتاہ قامت نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا اور پھر خود ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی چال بڑی مضحکہ خیز تھی۔ ہر دو قدم چلنے کے بعد وہ پُھدکتا ضرور تھا۔ پھر اس نے ایک دیوار کے قریب لگے بٹن پر انگلی رکھی لیکن اسی وقت دروازے سے آواز سنائی دی۔

"میں آگیا ہوں موشے ہرموس۔ فکر مت کرو۔"

"اوہ رنگ ماسٹر! اس جنگلی بلّے کو سنبھالو' غرائے جا رہا ہے۔" موشے ہرموس نے کہا۔ میری گردن بھی گھوم گئی تھی۔

دروازے میں میرا قدیم دشمن اولیو ہارڈ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ کا انداز فاتحانہ تھا۔

میں خاموشی سے اُسے دیکھنے لگا' پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "تو یہ ہے تمھارا رنگ ماسٹر، موشے ہرموس!" میرے لہجے میں طنز تھا۔

"یہ شخص بہت زیادہ دلیری کا مظاہرہ کر رہا ہے ہارڈ اور مسلسل میری توہین کیے جا رہا ہے حالانکہ میں نے اس کا استقبال بُرے انداز میں نہیں کیا تھا۔"

"دلیر تو یہ ہے مسٹر ہرموس اور جہاں تک اس کی باتوں کا تعلق ہے تو جو شخص زمانۂ طالب علمی میں ایبرن ہال جیسی جگہ کھڑے ہو کر ہمیں بُرا بھلا کہہ سکتا ہے وہ بھلا تمھارے سامنے کیسے خاموش رہے گا۔ نہیں' نہیں موشے ہرموس' اس کی یہ باتیں تو تمھیں برداشت کرنا ہوں گی۔ کیوں بے بی، تمھارا کیا خیال ہے؟" اولیو ہارڈ نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے انکل ہارڈ، آپ نے مجھے ایک ایسی شخصیت سے روشناس کرایا ہے جس نے چند ہی لمحے میں میرے دل پہ ... ہے۔ مسٹر علی نے مجھ سے اس لیے ہاتھ نہیں ملایا کہ میرے خون میں ... کے اثرات موجود ہیں۔ دو بڑے آدمیوں کے سامنے اتنی بڑی بات ... معمولی آدمی کا کام نہیں ہے اور مجھے غیر معمولی آدمیوں سے بے ... "

"ہارڈ! اس شخص سے کہو کہ دوستوں کی طرح گفتگو کرے ... زیادہ سخت باتیں برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"تب پھر تم کیسے اسرائیلی ہو موشے ہرموس! تم جانتے ہو دو... دینے والی گائے اگر سینگ مارے تو انسان کو خوشی سے یہ چوٹ برداشت کر لینی چاہیے۔ ارے تم بیٹھو علی! کھڑے کیوں ہو۔ تمھاری جیسی شخصیت کا احترام کرنا بہت ضروری ہے اور میں بہرحال ہر بڑائی کا اعتراف کرتا ہوں۔ تم یقین کرو میرے دوست، اب تو تمھارے لیے پریشان ... پڑتا ہے کہ کہیں اپنے جذباتی پن میں تم کسی حادثے کا شکار نہ ہو جاؤ۔ تم جیسے دشمن ملتے کہاں ہیں۔ تمھارے دم سے تو دُشمنی کا لطف ہے۔ علی، پلیز بیٹھ جاؤ۔"

اولیو ہارڈ نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور میں خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اولیو ہارڈ نے موشے ہرموس کو بھی بٹھا دیا اور پھر خود اُس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

"بہت دن کے بعد ہماری ملاقات ہو رہی ہے۔ درحقیقت موشے ہرموس تم سے پوری طرح واقف نہیں ہیں علی حالانکہ انھوں نے تمھارے بارے میں ہمیشہ دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور میری تجاویز کو سراہا ہے لیکن یہ کمزوری ہے ان کی بلکہ شاید عمر کا تقاضا ہے کہ ہلکی پھلکی باتوں پر مشتعل ہو جاتے ہیں۔ نہیں موشے ہرموس، علی کی شخصیت کا احترام نہ کرنا ایک بددیانتی ہوگی۔ آپ اگر مجھ سے یہ پوچھیں کہ میرے لیے اس وقت دُنیا میں کیا کیا پریشانیاں ہیں تو میں سب سے پہلے یہی کہوں گا کہ میں اپنے دُشمن کی زندگی کا خواہاں ہوں کیونکہ اس نے مجھے دُشمنی کا لطف دیا ہے۔ دوست دوستی کرتے ہیں، محبت کرتے ہیں، سراہتے ہیں، مدد کرتے ہیں۔ دُشمن دُشمنی کرتا ہے اور ہمیشہ زندگی کے خوف کا شکار رکھتا ہے۔ اس طرح انسان کے اندر صلاحیتیں بیدار رہتی ہیں اپنے دُشمن سے محفوظ رہنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ موشے ہرموس! شاید تم نے کسی سے دُشمنی کی ہی نہیں۔ اس دُشمنی میں جو مزہ ہے، وہ دوستی میں نہیں۔ علی میرا بہترین دُشمن ہے اور مجھے یقین ہے کہ علی بھی یہی تصور میرے لیے ذہن میں رکھتا ہوگا۔ شاید تم یقین نہ کرو اس بات پر موشے ہرموس کہ ہم دونوں کو بارہا موقع ملا کہ ایک دوسرے کو ختم کر دیں۔ اُس وقت شدّتِ جوش میں ہماری جذباتی کیفیت ایسی ہی تھی کہ اگر ہم میں سے کوئی دوسرے کے قبضے میں آجاتے تو دانتوں سے اُس کی بوٹیاں چبا ڈالی جائیں۔ لیکن ہم جب بھی ایک دوسرے کے مدِمقابل آئے ہمارا ہاتھ ایک دوسرے پر نہیں اُٹھا۔ کیونکہ ہم ذہنی اور جسمانی طور پر ٹکّر کے دُشمن تھے۔ ہم نے یا کم از کم میں نے یہی سوچا کہ اگر علی میرے ہاتھوں ہلاک ہو گیا تو پھر اُس جیسا شخص دوسرا نہیں ملے گا۔ ممکن ہے علی نے بھی میرے بارے میں یہی سوچا ہو...۔"

"تمھاری تقریر کچھ زیادہ ہی طویل ہوتی جا رہی ہے ہارڈ!" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہوگا کہ ہم صرف اپنے مطلب کی بات کریں۔"

"گڈ!" اولیو ہارڈ کے مُنہ سے نکلا۔ "میں چاہتا تھا کہ اپنے اور تمھارے تعلق خصوصی سے مسٹر موشے ہرموس کو پوری طرح باخبر کر دوں۔"

"لیکن میرے پاس ان فضولیات کے لیے وقت بالکل نہیں ہے۔" میں نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

اولیو ہارڈ چند لمحے میرے چہرے پر نظر جمائے مجھے دیکھتا رہا پھر اس کے لبوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔ اس کا انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے کوئی بہت بااختیار انسان ایک حقیر کیڑے کے سامنے موجود ہو۔

"علی!" وہ بولا۔ "اب جبکہ میرے پاس تمھارے خلاف کچھ ایسے کارڈ ہیں جنھیں سامنے لا کر میں تمھیں ذہنی طور پر پریشان کر سکتا ہوں تو میں اس سے فائدہ اُٹھانا چاہتا ہوں۔ میری بات سُننے کے درمیان یہ نہ بھولنا کہ اس عمارت میں ہمارے علاوہ اور بھی لوگ موجود ہیں جو میرے ایک اشارے پر تمھارے خلاف حرکت میں آسکتے ہیں۔ چنانچہ کسی ہنگامہ آرائی کا تصور بھی ذہن سے نکال دینا۔ ایک اچھے اور دلیر دُشمن کی مانند میرے اور تمھارے درمیان کچھ گفتگو ہوگی اُس پر غور کرنا سوچنا اور فیصلہ کر لینا۔ میں جانتا ہوں کہ شاید تم زندگی کے کسی بھی حصّے میں اپنے مشن سے غداری نہیں کرو گے لیکن اگر میں تمھیں مجبور کر کے تم سے کچھ کام لینا چاہوں تو یہ میرا حق ہے۔ جب بھی تمھیں موقع ملے، میرے چنگل سے نجات پا لینا لیکن فی الحال تمھارے لیے میری بات مان لینے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں ہارڈ کہ تم ذہنی طور پر بھٹکے ہوئے ہو۔ تمھیں خود بھی اندازہ نہیں، کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور کس سے مخاطب ہو۔"

"ابھی تم یہ کہہ سکتے ہو علی۔ کیونکہ تمھیں خود بھی معلوم نہیں ہے کہ میرا جال تمھارے گرد کس حد تک پھیل چکا ہے۔ بہتر ہوگا کہ پہلے پوری توجہ سے میری بات سُن لو، اس کے بعد کوئی فیصلہ کرنے میں تمھیں بھی آسانی ہوگی اور میں بھی مزید دردِ سری سے بچ جاؤں گا۔" اولیو ہارڈ جس انداز میں مجھ سے گفتگو کر رہا تھا، اس نے اب مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کا پُراعتماد اندازِ گفتگو میرے لیے تشویش کا باعث تھا۔ یقیناً اس خبیث یہودی کے شاطر ذہن نے میرے اردگرد ایسے پھندے لگا دیے تھے جن کی بنیاد پر وہ اس وقت میرے سامنے بیٹھے بڑے ... محسوس کر رہا تھا لہٰذا میں محتاط ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا۔ "میں تمھاری بات سُن رہا ہوں ہارڈ۔ بہتر ہوگا اگر تم مختصر الفاظ میں اپنا مدعا بیان کر دو۔"

"تمھارے بارے میں سوچتے ہوئے مجھے بڑی عجیب و غریب کیفیات کا احساس ہوتا ہے۔" وہ بولا۔ "میں سوچتا ہوں کہ جن لوگوں کے لیے تم نے اتنا کچھ کیا وہ تم سے سب کچھ چھینتے رہے۔ میرا خیال تھا علی، کہ تہذیب مالکم ایکس کی موت کے بعد تمھارے نظریات تبدیل ہو جائیں گے کیونکہ اپنا سب کچھ کھونے کے بعد تم نے ایک رفیقِ زندگی کو پایا تھا۔ میں نے خود بھی اکثر ان لائنوں پر سوچا تھا کہ تم سے تہذیب چھین لی جائے لیکن فلسطینیوں نے اس سلسلے میں عمل بھی کر ڈالا اور بالآخر تمھاری محبوبہ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ علی، اس کے بعد بھی اگر تم اُن کے لیے دل میں نیک جذبات رکھتے ہو تو مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تم کس مٹی کے بنے ہوئے ہو؟"

میں خاموشی سے اولیو ہارڈ کو دیکھتا رہا۔ ذہن میں بہت سے خیالات اُمڈ رہے تھے۔ وہ شاطر انسان تہذیب مالکم ایکس کے معاملے کو ابھی مخفی ہی رکھنا چاہتا تھا۔ میرے ذہن میں تو یہی تھا کہ اگر اولیو ہارڈ کی مرضی کے مطابق کچھ کام ہو جائے تو شاید وہ تہذیب کی زندگی کا اقرار کر لے اور مجھے بتائے کہ تہذیب اُس کے قبضے میں موجود ہے۔ اُس کے بَل پر مجھے بلیک میل کرے لیکن وہ شیطان زادہ تھا، انتہائی عیار و مکّار۔ اس سے ہر بات کی توقع رکھی جا سکتی تھی۔ غالباً اس سلسلے میں اس کے ذہن میں کوئی اور ہی خوفناک منصوبہ تھا۔ میں بھی اس معاملے میں جلد بازی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مناسب موقع کا انتظار میرے لیے ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا۔ "تہذیب کے معاملے کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے اور تم جانتے ہو کہ میں اپنے مشن کی خاطر اپنا ہر ذاتی مفاد قربان کر چکا ہوں۔ اگر مجھے اپنی ذاتی خواہشات کی اتنی ہی پروا ہوتی تو پھر مجھے اس قدر سختیاں جھیلنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ لہٰذا اس معاملے کو نظر انداز کرتے ہوئے تم صرف وہی کچھ کہو جو کہنا چاہتے ہو۔"

"موشے ہرموس سے میں تمھارا تعارف کرا چکا تھا علی۔ لیکن یہ باتیں تمھارے سامنے کہنی بھی ضروری تھیں تاکہ موشے ہرموس کو علم ہو جائے کہ میں نے کسی بھی سلسلے میں غلط بیانی نہیں کی ——— کیوں موشے ہرموس؟ میں نے جو کچھ علی کی غیر موجودگی میں تم سے کہا تھا، کیا یہی سب نہیں تھا؟"

"بے شک تھا۔ لیکن اس شخص کے دل سے تم اسرائیل کے خلاف نفرت کیسے نکال سکو گے؟" موشے ہرموس نے بدستور ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"کبھی نہیں نکال سکوں گا۔ ویسے علی، گرے اسٹون کے لیے یہ سب کچھ کرنے کا شکریہ! اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے بھی مجھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ تمہاری مدد کے بغیر ہم یہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔" یہ کہتے ہوئے اس خبیث کے لبوں پر بڑی ہی طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔"گریسے اسٹون، موشے ہرموس کی ملکیت ہے اور موشے ہرموس نے اپنی تمام تر منافع کا پچھتر فیصد اسرائیل کے لیے وقف کر دیا ہے۔ سارڈان کی پہاڑیوں سے جو کچھ برآمد ہوگا اُس کا پچھتر فیصد منافع حکومتِ اسرائیل کو دیا جائے گا۔ اسرائیلی حکومت تمہاری اس کاوش کے صلے میں تمام پرانی رنجشیں بھلانے کے لیے تیار ہے اور موشے ہرموس بھی اس عظیم الشان کامیابی پر بے حد خوش ہیں اور تمہاری سفارش کرتے ہیں۔"

"حقیقت یہ ہے اولیور ہارڈ کہ میں ابھی تک تمہاری اس بکواس کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔" میں نے خشک لہجے میں کہا لیکن اولیور ہارڈ پر میرے الفاظ کا ذرہ برابر اثر نہ ہوا۔

"اس بار میرے اور تمہارے درمیان ایک دلچسپ کھیل ہوا ہے علی۔" وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولا۔"کاربوریٹ ایک امریکی کمپنی ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ حکومتِ امریکا کی منظورِ نظر ہے جبکہ گریسے اسٹون سے امریکی حکومت کو کئی جگہ شدید نقصانات پہنچ چکے ہیں۔ گریسے اسٹون ایک تنازع ہے، امریکی حکومت اور اسرائیلی حکومت کے درمیان۔ چونکہ اس میں زیادہ تر روسی حکومت کے شیئرز ہیں اور خاص طور سے کیوبا کے مفادات گریسے اسٹون سے سب سے زیادہ وابستہ ہیں اس لیے امریکی حکومت گریسے اسٹون کو ہمیشہ کڑی نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ موشے ہرموس کا تعلق بھی امریکا ہی سے ہے لیکن وہ گریسے اسٹون کو نہایت ہوشیاری سے چلا رہے ہیں۔ اگر کاربوریٹ سارڈان کی پہاڑیوں میں کان کنی کا ٹھیکا حاصل کرنے میں ناکام رہتی اور اس کی جگہ کوئی اور کمپنی کامیاب ہو جاتی تو شاید حکومتِ امریکا کے لیے یہ بات اتنی اہم نہ ہوتی جتنی یہ کامیابی گریسے اسٹون کے حصے میں آنے کی وجہ سے ہوگی۔ اور صرف یہی ایک بات اسے مشتعل کرنے کا سبب نہیں بنے گی بلکہ اس معاملے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جائے گا کہ تمہاری ہی وجہ سے گوٹے ہل میں کاربوریٹ کمپنی کے تمام اثاثے ضبط کر کے اس پر مکمل پابندی لگا دی گئی ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں صورتِ حال کا کسی حد تک اندازہ ہو چکا ہوگا۔ اس سلسلے کا سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے علی کہ گریسے اسٹون کے لیے سارڈان کی پہاڑیوں میں کان کنی کا ٹھیکا تمہارے نام سے دیا گیا ہے۔ گویا اگر اس سلسلے میں تم اپنے ذاتی اثر و رسوخ استعمال نہ کرتے تو شاید فیصلہ کاربوریٹ کے حق میں ہو جاتا۔ تمہاری کوششوں نے امریکی حکومت کو زبردست شکست سے دوچار کیا ہے لہٰذا اس معاملے کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ تم پہلے بھی امریکی حکومت کے لیے دردِ سر بنے ہوا اور ان کی بلیک لسٹ میں تمہارا نام سرِ فہرست رہا ہے۔"

میرے بدن میں سنسنی سی ہونے لگی تھی۔ اولیور ہارڈ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ فوراً ہی میری سمجھ میں آ گیا تھا۔ جو حماقت مجھ سے ہوئی تھی اُس کا احساس اب مجھے ہو رہا تھا۔ اولیور ہارڈ کی ابتدا ہی سے یہ خواہش تھی کہ مجھے میرے ملک کے خلاف استعمال کرے اور کوئی ایسا پوائنٹ حاصل کرے جس کے ذریعے میری ذات سے میرے وطن کو نقصان پہنچ۔ فلسطینی، مسلمان تھے اور جذبۂ اخوتِ اسلامی میرے دل میں موجود تھا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود وطن کی مٹی اور اہلِ وطن مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھے۔ میں نے تو خود کو جب بھی کبھی کسی سے روشناس کرایا تو اپنے وطن کا حوالہ دیا۔ میری اصل شناخت تو میرا پیارا وطن پاکستان ہی تھا۔ میں نے اس بات پر ہمیشہ فخر کیا اور اگر میرے وطن کو میرے نام پر موردِ الزام ٹھہرایا جائے اور اسے میرے حوالے سے کسی کارروائی کا ہدف بنایا جائے تو یہ میرے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ دفعتاً اولیور ہارڈ کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔" وطن سے دور رہ کر فلسطینیوں کے مفاد کے لیے سرگرم رہنا بے شک ایک اچھا اقدام ہے علی یار خان اور اس سے تمہارے ملی جذبے کا اندازہ ہوتا ہے لیکن کیا تمہیں صرف فلسطینی مسلمانوں سے دلچسپی ہے؟ کیا اپنے ہم وطنوں کا تمہارے ذہن و دل میں کوئی خیال نہیں ہے۔ کبھی اس طرف بھی دیکھا کیا ہے علی! کیا کچھ ہو رہا ہے وہاں۔ تمہارے ملک کے دشمن کس طرح اسے نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ان کی رات دن یہ کوششیں ہیں کہ کسی طرح وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اسے ایک مضبوط قوت کے طور پر نہ ابھرنے دیں۔ تمہارا ملک بے شمار بیرونی خطرات سے گھرا ہوا ہے اور تمہارے حکمراں امریکا سے بہتر تعلقات کی بنیاد پر بہت سی مراعات حاصل کر رہے ہیں۔ اواکس طیاروں کا نظام، ایف سولہ اور بے شمار ایسی دفاعی ضرورتیں امریکا کے ذریعے پوری ہو رہی ہیں جو ملک کے لیے بے حد ضروری ہیں۔ ان حالات میں تمہاری اپنی شخصیت اگر اس انداز سے سامنے آئے کہ ایک پاکستانی باشندے نے امریکا کو بین الاقوامی سطح پر شدید نقصانات پہنچائے اور اسرائیلی مفادات کے لیے کام کیا ہے تو تمہارا کیا خیال ہے، کیا امریکی سینٹ میں تمہارے بارے میں چہ میگوئیاں نہیں ہوں گی؟ کیا یہ سوال نہیں اُٹھایا جائے گا کہ کاربوریٹ کو ایک عظیم خسارے سے دوچار کرنے والا علی یار خان ایک پاکستانی ہے اور حکومتِ پاکستان اس سلسلے میں کسی نہ کسی طور ذمے دار ہے۔ تمہارے مخالف ملک کی امریکی لابی اس معاملے کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے گی اور پاکستان کو دی جانے والی امریکی امداد کو رکوانے کی کوشش کرے گی۔ میرا خیال ہے میرے دوست، اس سے زیادہ اب تمہیں سمجھانا ضروری نہیں ہے۔"

میں سکتے کے سے عالم میں اولیور ہارڈ کی صورت دیکھتا رہا۔

میں نے خود کو سنبھالا اور آہستہ سے بولا۔" اولیور ہارڈ! بلا شبہ میرے اور تمہارے درمیان بدترین دشمنی کا رشتہ قائم ہے اور قائم رہے گا۔ تم نے اس بار جو داؤ کھیلا ہے اُس نے مجھے چت کر دیا ہے۔ جہاں تک فلسطینیوں کے مفادات کے لیے کام کرنے کا معاملہ ہے تم اس کا پس منظر جانتے ہو۔ میں نے جس لیے یہ کام شروع کیا تھا اس سلسلے میں اپنی ذمے داریاں پوری کر دی ہیں لیکن بہرحال میں اپنے وطن کے لیے کوئی دشواری پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ یہ بتاؤ کہ میری اس حماقت کا ازالہ کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"بہت نفیس اور سلجھا ہوا سوال ہے۔ جو کچھ تم کر چکے ہو اسرائیل کے خلاف اُس کا کفارہ ادا کرو علی۔" اولیور ہارڈ نے کہا۔

"کس طرح؟" میں نے کچھ جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

"اسرائیلی مفادات کے لیے اُسی انداز میں کام کرو جس طرح تم فلسطینی مفادات کے لیے کام کرتے رہے ہو۔ بے شک میرے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے لیکن اگر تم چاہو تو اس آگ کو سرد کر سکتے ہو۔"

"یہ کیسے ممکن ہے اولیور ہارڈ؟" میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"یہی ضروری ہے۔ میں صرف تلافی چاہتا ہوں اور اس کا ذریعہ یہی ہے علی کہ اب تم اپنی حیثیت سے فائدہ اٹھا کر اسرائیل کے لیے کام کرو۔"

"حیثیت سے فائدہ اُٹھا کر؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں، میں جانتا ہوں کہ اگر تمہارے ہاتھوں کچھ کام بگڑ بھی جائیں تو کم از کم وہ لوگ یہ نہیں سوچ سکتے کہ تم نے جان بوجھ کر یہ کام بگاڑے ہیں۔ ابتدا تو اس انداز میں رہے، بعد میں اگر انھیں اندازہ ہو بھی جائے کہ تم نے اپنے راستے بدل دیے ہیں تو تمہیں اُن کی فکر نہیں کرنی چاہیے بلکہ تم اسرائیلی مفادات کے لیے اپنے فرائض انجام دیتے رہو گے۔"

"گویا تمہارا مطلب ہے کہ میں اُن لوگوں کو دھوکا دوں، اُن سے اہم معلومات حاصل کر کے اسرائیل کے حوالے کر دوں اور بعد میں جب انھیں معلوم ہو جائے کہ میں اُن سے غداری کر چکا ہوں تو پھر کھلم کھلا تمہارے لیے کام کروں۔"

"بالکل سیدھی اور صاف سی بات ہے۔ اس میں، میں نے کسی فریب سے کام نہیں لیا۔"

"مگر اولیور ہارڈ یہ کام میرے لیے جتنا مشکل ہے، کیا اُس کا تمہیں اندازہ ہے؟" میں نے بے چارگی سے کہا۔

"خوب اندازہ ہے لیکن اس مشکل کام کے لیے تمہیں تیار کرنے پر جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے اُس کا تم خود بھی اندازہ لگا سکتے ہو علی۔ مقصد صرف یہی نہیں تھا کہ تم سے ملاقات کر کے تمہیں چھوڑ دیا جائے بلکہ ہر قیمت پر تمہیں اس کام کے لیے تیار کرنا تھا۔"

"تب مجھے سوچنے کے لیے کچھ وقت درکار ہے۔" میں نے کہا۔

"ہونا تو یہی چاہیے کہ میں تمہیں اس سلسلے میں ایک لمحے کا وقت بھی نہ دوں لیکن میں نے کہا نا کہ تم میرے چہیتے دشمن ہو۔ سوچ لو لیکن بہرحال فیصلہ ہمارے ہی حق میں ہونا چاہیے کیونکہ یہ تمہاری بقا کے لیے بھی ضروری ہے۔ میں تمہیں اس درخواست پر مایوس نہیں کروں گا۔ کالموکیمپو میں رہو۔ یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش مت کرنا۔ اپنا دائرہ محدود رکھو۔ زیادہ لوگوں سے ملاقات اُس وقت تک مناسب نہیں ہے جب تک کہ تم ہمارے لیے کام کرنے پر آمادہ نہ ہو جاؤ اور ہم اپنا اطمینان نہ کر لیں کہ تم خلوصِ دل سے اس آمادگی کا اظہار کر رہے ہو۔ امید ہے تم پابندی کا بُرا نہیں مانو گے۔ کالموکیمپو کی بہترین رہائش گاہیں اور سب سے بڑھ کر تمہاری پسندیدہ شخصیت جیولٹ تمہاری منتظر ہے۔ سوچنے کے دوران یہ تمام چیزیں تمہیں ذہنی شگفتگی فراہم کریں گی اور تمہیں فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ کیوں موشے ہرموس! اس سلسلے میں آپ کی طرف سے تو کوئی اور تجویز نہیں ہے؟"

"نہیں رِنگ ماسٹر! میرا خیال ہے شیر کو تم نے قابو میں کر لیا ہے۔" موشے ہرموس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اولیور ہارڈ ہنسنے لگا۔

مجھے شدید توہین کا احساس ہو رہا تھا لیکن فوری طور پر یہ سب کچھ برداشت کرنا تھا۔ جو حماقت نادانستگی میں کر بیٹھا تھا اُس کی کچھ نہ کچھ سزا تو ہونی ہی چاہیے تھی۔ چنانچہ میں نے مفاہمانہ رویّہ اختیار کیا تھا۔

"اب تم چاہو تو جا سکتے ہو علی۔ یہاں تمہارے لیے گریسے اسٹون

ایک تجسس پرست نوجوان کی داستانِ حیات جسے کیمیاگری کا جنون تھا اور اس راہ میں اسے قدم قدم پر ایک نئی دنیا نے حیرت نظر آئی۔ اس کا جنونِ کیمیاگری کبھی اسے نیپال کی بھول بھلیوں میں لے گیا تو کبھی ہمالیہ کی وادیوں میں۔ اس سنسنی خیز مسافرت میں ایک روز پارس پتھر اس کے ہاتھ لگ گیا تو ایک دنیا اس کے پیچھے پڑ گئی۔ موت کے فرشتے لمحہ بہ لمحہ اس کے تعاقب میں رہنے لگے۔ کبھی وہ ہندوستان میں چھپتا رہا اور کبھی سرزمینِ عرب پر پناہ تلاش کرتا رہا۔ بالآخر اسرائیل میں جا پہنچا۔ اسرائیل نے اسے اپنا ایجنٹ بنانا چاہا۔ کیا وہ ان کا آلۂ کار بن گیا؟ اسے صرف طاقت کے معرکے ہی درپیش نہیں تھے، قدم قدم پر اس کی ذہانت و فطانت کو بھی ایک آزمائش درپیش تھی۔ ہر موڑ پر ان دیکھے دشمن پیغامِ اجل کے ساتھ اس کے منتظر تھے۔

اس طویل داستان کی ہر سطر ایک واقعہ ہے۔ ایکشن، تجسس، تحیّر اور حیرت انگیز واقعات سے بھرپور یہ لازوال کہانی کئی برس سلسلہ وار جاسوسی ڈائجسٹ میں شائع ہوتی رہی اور اب کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

مخزوار

(چھ حصوں میں مکمل) ——— قیمت فی حصہ ۴۰ روپے ——— ڈاک خرچ فی حصہ ۱۲ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی جانب سے وہ تمام سہولیات موجود ہوں گی جو کسی بڑی کمپنی کے ڈائریکٹر کو دی جاسکتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہزار آنکھیں تمہاری نگرانی بھی کریں گی اور تمہیں اس سلسلے میں محتاط رہنا چاہیے۔"

اولیوہاورڈ اپنی جگہ سے واپس پلٹا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ گویا اُس کا کام یہاں ختم ہو گیا تھا۔

موشے ہرموس اپنی تیز چمکیلی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا اور پھر اُس نے کہا۔ "کیا تمہاری واپسی کا بندوبست کروں مسٹر علی؟"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں موشے ہرموس۔" میں نے آہستگی سے کہا۔

"ڈیڈی یہ کام میں کر لوں گی۔" موشے ہرموس کی بیٹی نے اچانک کہا۔

"ہاں ہاں، ٹھیک ہے۔ مسٹر علی بہر حال ہمارے مہمان ہیں تم انھیں ان کی پسندیدہ جگہ پہنچا دو۔" موشے ہرموس نے کہا اور لڑکی ایک ادا کے ساتھ اُٹھ گئی۔

میرے نزدیک پہنچ کر اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آؤ۔" اور میں خاموشی سے اُس کے ساتھ دروازے سے باہر نکل آیا۔ وہ مجھے ایک طویل راہ داری سے گزارتی ہوئی ایک خوبصورت سجے ہوئے کمرے میں لے گئی یہاں مجھ سے اُس نے بیٹھنے کے لیے کہا۔

"لیکن میڈم . . . ."

"میڈم نہیں ایمل کہو، صرف ایمل۔ میں ایمل ہرموس ہوں۔" اُس نے جواب دیا۔

"مس ایمل لیکن آپ تو مجھے کہیں پہنچانے کے لیے لائی تھیں؟"

"اتنی جلدی کیا ہے۔ اُن لوگوں کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ تمہاری کچھ خاطر مدارات کرتے۔ میں یہ کمی پوری کرنے کے لیے تمہیں یہاں لائی ہوں۔"

"براہِ کرم یہ تکلّف نہ کیجیے گا۔ آپ نے میرے اور اولیوہاورڈ کے درمیان ہونے والی گفتگو پوری طرح سنی ہے۔ اس کے بعد یہ مناسب نہیں ہے۔ میرے دل میں اولیوہاورڈ کے خلاف بے پناہ نفرت ہے۔ موشے ہرموس سے بھی میں اتنی ہی نفرت کرتا ہوں پھر بھلا اس بات کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے کہ آپ میری خاطر مدارات کے چکر میں پڑیں۔"

ایمل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے کہا۔ "لیکن یہ بات میں نے تم سے موشے ہرموس کے سامنے ہی کہی تھی کہ مجھ سے ہاتھ ملاؤ۔ میں نسلاً یہودی نہیں ہوں۔ میری ماں آئرلینڈ سے تعلق رکھتی تھی اور مرتے وقت تک کرسچین تھی۔ میں نے بھی اپنی ماں کا مذہب نہیں چھوڑا۔ چنانچہ اگر تمہاری نفرت یہودیوں سے ہے تو یہودی میرے باپ ہیں۔ تمہاری دُشمنی کا رشتہ اولیوہاورڈ اور موشے ہرموس سے ہے تو اُن سے قائم رکھو۔ مجھ سے کیا جھگڑا، میں تو ایک غیر متعلق شخصیت ہوں۔"

عجیب لڑکی تھی وہ۔ میں حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر [اُس] نے کہا۔ "آپ کو علم ہوگا مس ایمل کہ نسل باپ سے چلتی ہے، م[اں] سے نہیں۔"

"میں مانتی ہوں لیکن میں نے کبھی اپنے باپ کے مذہب [کو] قبول نہیں کیا اور نہ اُس کے مشاغل سے متفق رہی ہوں۔ یہ اُس دَ[ور] کی بات ہے جب میں بچّی تھی۔ میرے ذہن میں کسی مذہب کا کوئی تصور نہ تھا اور نہ ہی میں یہ جانتی تھی کہ میرا باپ کیا حیثیت ر[کھتا] ہے۔ اسرائیلی مفادات کے لیے جو اقدامات میرے باپ نے کیے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ بیٹھو، میرا خیال ہے تم میری بات [سے] مطمئن ہو گئے ہو گے۔ بتاؤ کیا پیو گے؟ یہاں سب کچھ موجود ہے۔ [دنیا کے] ملکوں کی بہترین شراب اور وہ . . . ."

"نہیں مس ایمل، آپ کو میری قومیت کے بارے میں علم ہو[گا] میں مسلمان ہوں، شراب نہیں پیتا۔"

"اوہ بلیک ٹائیگر، تم بلاشبہ ٹائیگر ہو۔ شراب پینے والے [تو] کھو کھلے لوگ ہوتے ہیں۔ میں تمہارے لیے کافی تیار کراتی ہوں۔"

"اگر اس کا تکلف نہ کریں تو بہتر تھا۔" میں نے سخت اکراہ کے [لہجے] میں کہا۔

"نہیں، میں تمہیں کچھ پلائے بغیر یہاں سے نہیں جانے دوں[گی]" اُس نے ایک طرف دیوار میں لگی بیل بجائی اور ایک درمیانی عمر کی [عورت] اندر آگئی۔ "برازیل کی عمدہ کافی۔" لڑکی نے کہا اور ادھیڑ عمر عورت سر جھ[کا کر] چلی گئی۔ تب وہ میری جانب دوبارہ متوجہ ہوئی۔ "تم مجھ پر یقین کر[و یا] نہ کرو لیکن میں تمہیں اپنے بارے میں کچھ بتانا ضروری سمجھتی ہوں۔ انکل ہاورڈ نے تمہارے بارے میں جو کچھ بتایا اس نے مجھے بہت [متاثر] کیا ہے۔ کسی ایک انسان میں اتنی خوبیاں جمع ہو جانا بے حد عجیب ہے۔ میں تم سے کچھ بھی نہیں چاہتی مسٹر علی، بس میں شروع ہی سے [الجھے] ہوئے ذہن کی مالک ہوں اور اس فطرت کا ایک پس منظر ہے۔ میں [اپنے] یہودی باپ سے بے پناہ نفرت کرتی ہوں۔ یہ شخص جس کا نام موشے [ہرموس] ہے میرے لیے ایک ایسے بوڑھے سانپ کی حیثیت رکھتا ہے ج[س] کے پورے وجود میں مجھے صرف زہر ہی زہر نظر آتا ہے اور اس کی [وجہ] میری ماں تھی۔ میں تمہارے کام آنا چاہتی ہوں علی۔ میں تمہیں اپنی ما[ں] کے بارے میں بتا رہی تھی۔ میری ماں آئرلینڈ سے تعلق رکھتی تھی۔ [وہ] کرسچین تھی اور شاید عالمِ جوانی میں موشے ہرموس کی سیکریٹری [تھی۔] ہرموس نے اُسے اپنے جال میں پھانسا اور اُس سے شادی کر لی لیکن [میری] ماں نے یہودی مذہب قبول نہیں کیا۔ پتا نہیں اس وجہ سے یا کس[ی اور] وجہ سے وہ موشے ہرموس کے عتاب کا شکار ہو گئی۔ موشے ہرموس نے [اُسے] خود ہلاک نہیں کیا بلکہ اُسے اس طرح سے اذیتیں دیں کہ میری ما[ں] بدترین مریضہ بن گئی۔ وہ لاتعداد امراض کا شکار ہو گئی تھی۔ میں اتنی [چھوٹی] بھی نہیں تھی کہ میں اپنی ماں کا دُکھ بھی نہیں سمجھ سکتی۔ اور پھر میری ماں نے مجھے موشے ہرموس کے ہر ظلم کی تفصیل بتا دی تھی۔" وہ چند لمحے رک کر مجھے دیکھتی رہی پھر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "علی، تم میرے سینے میں تڑپتے ہوئے انتقام کے جذبے کو کسی قیمت پر محسوس نہیں کر سکتے۔ تم سے اس کا اظہار اس لیے کیا ہے کہ میں نے تمہارے اندر وہی کیفیات دیکھی ہیں جو میری ذات میں پوشیدہ ہیں۔ میں اپنے لیے تم سے کچھ نہیں کرانا چاہتی لیکن تمہارے لیے کچھ کرنے کی خواہش مند ہوں۔ اس شخص کو میں نے اس طرح اپنی محبت کے جال میں پھانسا ہے کہ اس وقت وہ ساری دُنیا کو میرے لیے قربان کرنے پر تیار ہے۔ وہ مجھے اتنا چاہتا ہے علی کہ شاید ہی دُنیا میں کوئی دوسرا باپ اپنی بیٹی کو چاہتا ہو اور جتنی شدید چاہت اُس کے دل میں میرے لیے ہے اُتنی ہی شدید نفرت اُس کے لیے میرے دل میں موجود ہے۔ اگر تم چاہو تو کسی مرحلے پر میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔ مجھ سے درخواست کرنا۔ دوبارہ مجھ سے ملنا۔ اگر تمہارا دل چاہے تو اور جب تم مجھ سے مل کر یہ کہو گے کہ تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے تو میں تم سے ہاتھ ملاؤں گی اور کہوں گی کہ ہاں، میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔ کس طرح؟ اس کے بارے میں، میں تم سے کچھ نہیں کہنا چاہتی۔"

میں خاموشی سے اس لڑکی کی صورت دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ اگر یہ لڑکی آئرش ہے اور ایک کرسچین ماں کی بیٹی ہے، تب بھی اس کی رگوں میں ایک یہودی باپ کا خون دوڑ رہا تھا اور مجھے وہ لطیفہ اچھی طرح یاد تھا جس میں ایک یہودی نے اپنے بیٹے کو دیوار پر کھڑا کر کے کہا کہ بیٹے نیچے کود جاؤ۔ بیٹے نے کہا۔ بابا۔ میں گر پڑوں گا تو مجھے چوٹ لگ جائے گی جس پر یہودی باپ نے کہا کہ وہ نیچے کھڑا ہوا ہے، کیا بیٹے کو اپنے باپ پر بھی اعتماد نہیں ہے۔ تب بیٹا دیوار سے کود پڑا۔ یہودی باپ پیچھے ہٹ گیا تھا۔ بچّے کو کافی زور سے چوٹ لگی اور اُس نے اپنے باپ سے شکایت کی کہ یہ کیا بابا! تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ دیوار سے کودنے پر تم مجھے زمین پر نہیں گرنے دو گے لیکن تم پیچھے ہٹ گئے۔ تب یہودی باپ نے کہا کہ بیٹے دُنیا میں رہ کر اپنے باپ پر بھی بھروسا مت کرو، وہ بھی تمہیں دھوکا دے سکتا ہے۔ یہ مزاج و ذہنیت رکھنے والی قوم پر بھلا میں کیا اعتبار کر سکتا تھا۔ اس بات کے سو فیصدی امکانات تھے کہ ایمل کی وہاں موجودگی صرف اسی لیے ہو کہ بعد میں وہ مجھ سے دوستی کا اظہار کر کے میرا راز جاننے کی کوشش کرے اور اس وقت وہ غالباً انھی کوششوں میں مصروف تھی۔

چند لمحات کے بعد کافی آگئی اور ایمل نے دو پیالیاں بنا کر ایک میرے سامنے رکھی اور دوسری خود لے کر بیٹھ گئی۔ پھر کافی کے دو تین گھونٹ لینے کے بعد اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ جیولٹ کون ہے؟"

"میری محبوبہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

جن کی کہانیاں آنکھوں سے نہیں دلوں سے پڑھی جاتی ہیں، اُن کی بہترین کہانیوں کا دُوسرا مجموعہ شائع ہو گیا ہے
محی الدین نواب
محی الدین نواب کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ "ایمان کا سفر" بھی دستیاب ہے
قیمت ۱۰۰ روپے
ڈاک خرچ: ۱۶ روپے
ملنے کا پتہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
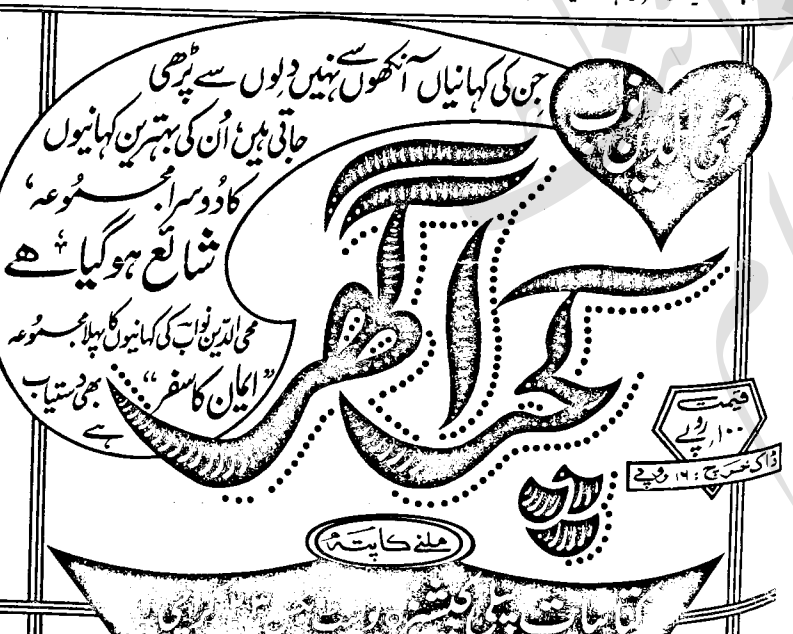
"لیکن تمہاری کسی محبوبہ کے بارے میں تو انکل ہاورڈ نے کہا تھا کہ فلسطینیوں نے اُسے تم سے چھین لیا۔"

"ہاں، یہ نمبر دو ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی ہنس پڑی۔

"میں تم سے متفق ہوں۔ انسان کو زندگی میں کسی کو بھی اس قدر اپنے اوپر مسلّط نہیں کرنا چاہیے کہ بعد میں وہ اُس کی جان کا عذاب بن جائے۔ میری زندگی میں بھی بے شمار دوست آچکے ہیں اور اپنے دوستوں کے لیے میں اپنا دل ہمیشہ کشادہ رکھتی ہوں۔ میں انھیں کبھی مایوس نہیں کرتی۔"

کافی ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ موشے برموس اندر داخل ہوا اور ہم دونوں کو دیکھ کر چونک پڑا۔ "ارے ایمل! مسٹر علی ابھی تک یہیں موجود ہیں۔"

"ہاں ڈیڈی، جس کام کا خیال آپ کو نہیں آیا، میں نے اُس کی تکمیل کر دی ہے۔ مسٹر علی کم از کم آپ کے مہمان تو تھے، کیا آپ انھیں ایک کپ کافی نہیں پلا سکتے تھے؟"

"اوہ نہیں، دراصل ہمارے درمیان کچھ ایسی گفتگو کا آغاز ہو گیا اور مسٹر علی نے ابتدا میں اتنی نفرت کا اظہار کیا کہ مہمان نوازی کے تمام جذبے ختم ہو گئے۔ بہرحال کافی کے بعد تم انھیں جہاں یہ کہیں چھوڑ آؤ۔"

"ٹھیک ہے ڈیڈی، آپ اطمینان رکھیے۔" ایمل کا جواب سن کر موشے برموس باہر نکل گیا۔ تب وہ مسکراتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوئی۔ "تم نے محسوس کیا ہوگا، ڈیڈی نے میری اس مہمان نوازی کو پسند نہیں کیا ہے۔"

"کیا تمہارے ڈیڈی، تمہاری طرف سے محتاط نہیں رہتے؟ کیا انھوں نے یہ نہیں سوچا ہوگا کہ وہ شخص جو اُن کی قوم کا بدترین دشمن ہے، تمہارے ساتھ دوستوں کی طرح بیٹھ کر کافی کیوں پی رہا ہے؟"

"ڈیڈی میرے کسی اقدام کے بارے میں کچھ نہیں سوچتے کیونکہ وہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ اب تم چلو، جیولٹ تمہارا انتظار کر رہی ہوگی۔"

باہر نکلنے کے بعد اُس نے مجھے ایک خوبصورت کار میں بٹھایا اور پھر مجھ سے میری منزل کے بارے میں پوچھا۔ میں نے اُس جگہ کا پتا بتا دیا تھا جہاں جیولٹ کو چھوڑا تھا۔

راستے میں ایمل نے کہا۔ "اگر میری بات تم پر اثر انداز ہوئی ہو اور میں نے بھی تمھیں متاثر کیا ہو تو میری پیشکش پر غور کرنا۔ میرا خیال ہے، ابھی میں طویل عرصے تک یہاں قیام کروں گی لیکن ایک بات اور ذہن میں رکھنا، میں زندگی بھر کے لیے کسی مصیبت کو اپنے سر پر مسلّط کرنے کی عادی نہیں ہوں۔ دل چاہے تو مجھ سے مل لینا، میں تمہاری پزیرائی کروں گی۔"

میں نے تلخی سے گردن ہلا دی۔ مُنہ کا مزہ خراب ہو گیا تھا اس دعوت پر۔ اس حسین اور پُرکشش لڑکی کے لیے جو نرم گوشہ میرے دل میں پیدا ہوا تھا وہ اُس کے ان بے ہودہ الفاظ نے ختم کر دیا تھا لیکن اُس کی کچھ باتیں ایسی بھی تھیں جن کی بنیاد پر مجھے اُس کے بارے میں سوچنا پڑا تھا۔ چنانچہ میں نے اُسے کوئی تلخ جواب نہیں دیا۔

بالآخر میں وہاں پہنچ گیا جہاں جیولٹ موجود تھی۔ لڑکی نے ہاتھ ہلا کر مجھے الوداع کہا اور زن سے اپنی کار کو آگے بڑھا لے گئی۔

میں چند لمحات کھڑا اُس کے بارے میں سوچتا رہا تھا اور پھر میں نے اُسے ذہن سے جھٹک دیا۔ سوچنے کے لیے میرے پاس اتنا کچھ تھا کہ اب کسی فضول بات کے سوچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کمبخت اولیو ہاورڈ نے اس بار جس طرح مجھے اپنے جال میں پھانسا تھا اُس کی مثال ممکن نہیں تھی۔ کتنا جامع اور کتنا مؤثر منصوبہ تھا۔ اُس نے موقع سے پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ لائن آف کرڈزل کے معاملات کی تکمیل کے بعد پتا نہیں اُسے کس طرح یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ مجھے بروئے کار لایا جائے گا۔ ممکن ہے تہذیب مالکم ایکس کے بیروت پہنچنے کی اطلاع اُسے ملی ہو اور اُس نے وہاں سے اپنی کارروائی کا آغاز کیا ہو۔ بیروت میں اُس نے مجھے تہذیب سے ملنے کا آزادانہ موقع دیا اور حالات اُس کے حق میں بنتے چلے گئے یعنی میرے کرم فرماؤں نے تہذیب کو میری زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا اور میں اس کے لیے تیار ہو گیا۔ اولیو ہاورڈ نے عظیم منصوبہ بندی کر کے عین وقت پر تہذیب کو اغوا کیا اور اُس کی جگہ ایک اور لڑکی کو دے دی جسے ہلاک کر دیا گیا۔ اس طرح اُس نے میرے ذہن میں تنظیم آزادیٔ فلسطین سے بغاوت کا جذبہ اُبھارا اور پھر میرے سامنے تہذیب کی ہم شکل ایک لڑکی کو پیش کر دیا گیا۔ مجھ جیسا ذہنی طور پر بھٹکا ہوا شخص لازمی طور پر اُس کی طرف متوجہ ہو سکتا تھا اور ایسا ہی ہوا بھی تھا۔ پھر اُس عظیم منصوبے کا دوسرا رخ میرے سامنے آیا۔ یہ اور بات ہے کہ تقدیر نے مجھے حقیقتوں سے روشناس کرا دیا تھا۔ بہرطور جیولٹ کے ذریعے مجھے گوٹے ہلم لایا گیا کیونکہ اولیو ہاورڈ جانتا تھا کہ جنرل ٹیرس مجھ سے انحراف نہیں کرے گا۔ معاہدہ میرے نام سے بنایا گیا اور اس کی بھی وجہ تلاش کر لی گئی اور بالآخر انھوں نے وہ سب کچھ کر لیا جس کے وہ خواہش مند تھے۔ میں تو اب تک اس لیے اولیو ہاورڈ کی بنائی ہوئی لائنوں پر قدم آگے بڑھاتا رہا تھا کہ اُس سے ملاقات ہونے کے بعد تہذیب کی زندگی کا مسئلہ سامنے آئے گا اور ممکن ہے کوئی ایسا موقع مل جائے کہ اولیو ہاورڈ خود کھل جائے لیکن اُس کمبخت نے اپنا کام بھی نکال لیا تھا اور تہذیب کے سلسلے میں زبان بھی بند رکھی تھی۔ اب میرے سامنے دو مشکلات کھڑی ہو گئی تھیں۔ نمبر ایک تو یہ کہ کس طرح تہذیب کی زندگی کے بارے میں اولیو ہاورڈ کی زبان کھلواؤں اور نمبر دو یہ کہ معاہدے کے وہ کاغذات کیسے حاصل کر کے ضائع کر دوں۔ مجھے اس سلسلے میں کامیابی کی قطعی امید نہیں تھی اور ایسی کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی جس سے میں اپنے مقصد کی تکمیل کر سکوں۔

کمبخت جیولٹ کی شکل دیکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا تھا لیکن ابھی میں جلد بازی سے کوئی کام نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ میری گردن اُن کے شکنجے میں پھنسی ہوئی تھی۔ مجبوراً مجھے جیولٹ کے سامنے پہنچنا پڑا۔ اور چالاک لڑکی نے اس قسم کی بے صبری اور والہانہ پن کا اظہار کیا کہ اچھے سے اچھا آدمی بے وقوف بن جائے۔ وہ دیوانوں کی طرح میری طرف دوڑی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ ایسا ہی لگتا تھا جیسے ایک بچھڑی ہوئی محبوبہ طویل عرصے کے بعد اپنے محبوب سے مل کر جذبات پر قابو نہ رکھ سکی ہو۔ وہ میرے سینے سے سر رگڑتی رہی اور میں نفرت بھری نگاہوں سے اُسے دیکھتا رہا۔ میں نے تو کبھی ایک لمحے کو بھی اُس کے لیے دل میں محبت نہیں پائی تھی بلکہ یہ صرف میری مجبوریاں تھیں جو مجھے جیولٹ کو برداشت کرنے پر آمادہ کرتی رہی تھیں۔ محبت کا کوئی تصور میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں تھا لیکن ابھی اپنا یہ کھیل جاری رکھنا تھا کیونکہ میں اس کے لیے مجبور کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ مجبوراً ہی مجھے اُس کی اِس چاہت کا جواب دینا پڑا۔ اور دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک ایسا منصوبہ آیا جس نے ایک لمحے کے لیے خود مجھے بھی حیران کر کے رکھ دیا۔ یہ جیولٹ سے نفرت اور اولیو ہاورڈ سے دشمنی کا ایک مِلا جُلا ردِ عمل تھا جو اس منصوبے کی شکل میں میرے ذہن تک پہنچا تھا۔ میں عجیب سی نگاہوں سے جیولٹ کو دیکھنے لگا۔ یہ لڑکی کسی حد تک تہذیب کی ہم شکل تھی لیکن اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اولیو ہاورڈ کے لیے کیا تھا۔

میں آہستہ آہستہ اپنے حواس پر قابو پاتا چلا گیا۔ ایک بار دروازے سے باہر نکل کر باہر کا منظر دیکھا۔ علاقہ سنسان پڑا تھا۔ آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ جیولٹ سراپا انتظار بنی ہوئی تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ اپنے مقصد کی تکمیل کے بعد میں اپنی محبت کا اظہار کروں گا۔ جو کچھ وہ کر چکی تھی اُس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ اُس کے ذہن میں ابھی تک میرے لیے کوئی ایسی بات نہیں پیدا ہوئی ہے جو اُس کے لیے شبہے کا باعث ہو۔ میں جیولٹ کو دیکھنے لگا۔

"اس طرح کیا دیکھ رہے ہو علی!"

"عورت کا ایک عجیب و غریب روپ۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں کچھ سمجھی نہیں!"

"جیولٹ! تم تہذیب کا وہ مقام پا سکتی ہو جو میرے سینے میں کبھی تھا لیکن اس کے لیے تمھیں ہر اُس چیز کا احترام کرنا پڑے گا جو تمہاری اور میری ذات سے وابستہ ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر میری مجبوریاں تو میرے ساتھ ہیں لیکن کم از کم ہمارے درمیان سے محبت کا وہ ڈھونگ ختم ہو جائے گا جو ہم دونوں نے رچا رکھا ہے۔"

"میں اب بھی کچھ نہیں سمجھی علی!" وہ حیران ہوتے ہوئے بولی۔

"جیولٹ! تمہارے کہنے پر میں نے وہ سب کچھ لیا ہے جو شاید میں کسی اور کی وجہ سے نہیں کر سکتا تھا۔ جنرل ٹیرس میرا دوست تھا اور تمھیں اس بات کا علم ہو گیا ہو گا کہ میری خواہش پر اُس نے اپنے تمام مفادات ترک کر کے صرف وہ کیا جو میں چاہتا تھا۔ اور جیولٹ! یقیناً تم اتنی لاعلم بھی نہیں ہو کہ تمھیں ان تمام چیزوں کی وجہ نہ معلوم ہو۔ کیا تم اس بات پر یقین کرو گی کہ وقت سے پہلے مجھے بھی سب کچھ معلوم تھا۔ لیکن تہذیب کی ہم شکل ہونے کی حیثیت سے میرے دل میں تمہارے لیے ہمدردی پیدا ہو گئی تھی اور وہی ہمدردی مجھے اس کے لیے مجبور کر رہی تھی کہ میں تمھیں پامال نہ ہونے دوں۔"

"میں جانتی ہوں اور اس بات پر فخر بھی کرتی ہوں کہ تم نے یہ سب کچھ میرے لیے کیا۔"

"نہیں جیولٹ! دُکھ تو یہی ہے کہ اس بات کا احساس کرنے کے باوجود کہ تمہاری ذات کو کس قدر عزیز رکھتا ہوں۔ تم آج تک مجھ سے سچ بولنے پر آمادہ نہیں ہوئی ہو۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی؟" جیولٹ کا رنگ پھیکا پڑنے لگا۔

"انسانی ضرورتیں انسانی زندگی پر حاوی ہوتی ہیں جیولٹ! لیکن بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن پر ہر ضرورت ترک کی جا سکتی ہے۔ میں نے تم سے اپنے بارے میں سب کچھ کہہ دیا۔ یہ بھی بتا دیا تمھیں کہ میرے سینے میں تہذیب مالکم ایکس کی یاد آج تک زندہ ہے۔ اور میں تمھیں اُسی کے روپ میں دیکھتا ہوں۔ لیکن جیولٹ! تمہارا کیا خیال ہے، کیا تم مجھ سے اب تک سچ بولتی رہی ہو؟"

"مم... میں۔ میں..."

"نہیں جیولٹ، تمہاری ہکلاہٹ بتاتی ہے کہ تمہارے دل میں بہرطور تھوڑی بہت انسانیت موجود ہے۔ کم از کم جھوٹ اس انداز میں نہیں بول سکتیں کہ تمہارا ضمیر تمھیں کچوکے نہ دے۔"

"نہ جانے کیا کہہ رہے ہو تم! نہ جانے کیا کہہ رہے ہو؟"

"جیولٹ! یوں سمجھ لو کہ میں تمہاری زندگی کے ایک ایک لمحے سے آگاہ ہوں۔ اُس وقت سے جب سے تم نے مجھ سے ملاقات کی۔ کیا تم اس بات سے انکار کرتی ہو کہ تم اولیو ہاورڈ کی آلۂ کار نہیں ہو؟ کیا تم اس بات سے انکار کرتی ہو کہ تم جان بوجھ کر مجھ تک نہیں پہنچی تھیں۔ کیا تم اس بات سے انکار کرتی ہو کہ اولیو ہاورڈ ہی کے ایما پر تم مجھے بیروت سے یہاں تک لائی تھیں۔ بولو جیولٹ! کیا میں نے یہ سب کچھ غلط کہا ہے؟ کیا تم اس حقیقت کو تسلیم کرو گی کہ میں ابتدا ہی سے یہ بات جانتا تھا لیکن میرے دل میں تمہارے لیے ہمدردی کا ایک ایسا عنصر پیدا ہو گیا تھا جس نے مجھے یہ سب نظر انداز کرنے پر مجبور کر دیا۔ آج تک میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہی کرتا رہا ہوں جو تم مجھ سے کراتی رہی ہو۔ یہ سوچ کر کہ میں حقیقت سے واقف نہیں ہوں۔ لیکن آج اس حقیقت کو بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ میں روزِ اوّل ہی سے اس تمام صورتِ حال سے پوری طرح واقف تھا لیکن اس کے باوجود میں نے وہی سب کچھ کیا جو تم چاہتی تھیں۔ میرا دل بار بار مجھے مجبور کرتا تھا کہ میں تمہیں حقیقت بتا دوں اور تم سے کہہ دوں کہ میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تمہارے سینے میں موجود ہے لیکن میں یہ سوچتا تھا کہ ایک دن ایسا ضرور آجائے گا کہ میری محبت تمہیں زبان کھولنے پر مجبور کر دے گی۔"

"علی۔۔۔"

"ہاں جیولٹ! بالکل سچ کہہ رہا ہوں میں۔ ایک ایک لفظ سچ۔ اور اس سچ کا احساس تمہارے سینے میں موجود ہوگا۔ تمہیں کہیں نہیں بھیجا جانا تھا۔ یہ صرف میری محبت کو آزمانے کا ایک طریقہ تھا اور میں نے اپنی محبت کا ثبوت دے دیا جیولٹ! میں نے وہ سب کچھ کر دیا جو وہ لوگ چاہتے تھے۔ لیکن تم۔۔۔ تم اس کے باوجود مجھ سے الفت کا اظہار کر رہی ہو لیکن اُس جذبے کے تحت نہیں جو جذبہ خود میرے سینے میں موجود ہے۔ کیا یہ بات تمہیں یہ سب کچھ سوچنے پر مجبور نہیں کرتی کہ تہذیب مالکم ایکس صرف تہذیب تھی اور تم جیولٹ ہو۔ وہ مجھے چاہتی تھی اور تم مصلحتاً مجھ سے محبت کا اظہار کر رہی ہو جیولٹ! کم از کم اتنا اقرار تو کر لو کہ یہ سب کچھ۔۔۔ یہ سب کچھ ڈھونگ ہے اور یہ بھی بتا دو کہ یہ ڈھونگ کب تک جاری رکھو گی۔ میں اب بھی وہ سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہوں، جو تم چاہتی ہو۔ تم یقین کرو، یہ گفتگو کرنے کے بعد میں خاموش ہو جاؤں گا اور اُس کے بعد وہی سب کچھ کروں گا جو اس کے بعد کا منصوبہ ہوگا۔"

جیولٹ کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ اُس نے چکراتے ہوئے ذہن کو قابو میں کرنے کے لیے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا۔ کافی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ اولیو ہورڈ کی کسی نمائندہ لڑکی کے ساتھ میں کوئی رعایت نہیں کر سکتا تھا اور پھر یہ جیولٹ! اس نے تو میری تہذیب کا مذاق اڑایا تھا۔ آج تک مذاق اڑاتی رہی تھی۔ یہ سمجھتی رہی تھی کہ اُس کی بھونڈی نقل ہونے کے باوجود میں اُس سے محبت کرنے لگا۔ میں نے اپنا پیار منتقل کر دیا ہے۔ لیکن یہ صرف اُس کی خام خیالی تھی۔ میرے سینے میں جیولٹ کے لیے جو کچھ موجود تھا وہ میں ہی جانتا تھا۔ بھلا وہ تہذیب کی جگہ کس طرح لے سکتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد اُس نے گردن اٹھائی اور سرسراتے لہجے میں بولی۔ "میں جانتی تھی علی! میں جانتی تھی۔ حماقت تھی اُن لوگوں کی کہ انھوں نے یہ سوچ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیا کہ تم کبھی کچھ نہیں جان سکو گے۔ لیکن تم یقین کرو میرے دل میں بارہا یہ تصوّر ابھرا کہ جب تمہیں حقیقت معلوم ہوگی تو میرے لیے تمہاری اپنی کیا رائے ہوگی۔"

"بہت کچلا ہوا محسوس کر رہا ہوں اپنے آپ کو جیولٹ! بہت افسردہ ہوں میں، اس خیال سے کہ میں تمہارے دل کی گہرائیوں میں وہ مقام نہیں حاصل کر سکتا جو ایک محبت کرنے والے کو دوسرے محبت کرنے والے کے دل میں حاصل ہوتا ہے۔ نہیں جیولٹ! میں فریب کی اس دُنیا میں اب زیادہ عرصے زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"نہیں علی! بلاشبہ تم نے جو کچھ کہا، وہ بالکل سچ ہے۔"

"غلط، میں اس بات کو نہیں مانتا۔ اس سچ کو اس وقت تم اپنی زبان سے ادا کر رہی ہو۔ لیکن آنے والے وقت میں تم لوگوں سے کہو گی کہ تم نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ میں اس حقیقت کو نہیں مانتا۔"

"مان لو علی! اس وقت میں بالکل سنجیدہ ہوں۔ جو کچھ کہنا چاہتی ہوں یا جو کچھ کہہ رہی ہوں۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔"

"نہیں، اگر اس کا ثبوت دینا چاہتی ہو تو مجھے تحریری طور پر دو۔" میں نے کہا۔

"میں جیسا تم کہو، ویسا کرنے کے لیے تیار ہوں۔" وہ بولی۔

"تو لاؤ پیڈ اور قلم۔ اور لکھو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔" میں نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

جیولٹ جوش میں آگئی۔ اُس نے ایک ڈریسنگ ٹیبل سے پیڈ اور ایک خوبصورت بال پوائنٹ نکالا اور اُسے لے کر میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"لکھو جیولٹ! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، لکھو۔"

"ہاں کہو۔ بولو۔"

"لکھو علی۔ میں جیولٹ پورے ہوش و حواس کے ساتھ تم سے ایک حقیقت کا اعتراف کرنا چاہتی ہوں۔ میرے دل کی گہرائیوں میں تمہارا پیار بیدار ہو چکا ہے حالانکہ میں کچھ لوگوں کی آلۂ کار ہوں۔ لیکن اب جب اپنے دل کو ٹٹولتی ہوں تو اُس میں مجھے تمہاری محبت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ہاں، میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ لکھا جیولٹ؟"

"ہاں، میں لکھ رہی ہوں۔ چاہو تو دیکھ سکتے ہو۔" جیولٹ نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"لکھو۔" میں نے اُس سے کہا اور اُس نے لکھنا شروع کر دیا۔ "یہ اعتراف یقیناً تمہارے لیے تکلیف دہ ہوگا۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ میرے دل کا بوجھ اسی طرح ہلکا ہو سکتا ہے۔ علی! سب سے پہلے تو میں تم پر اس حقیقت کا انکشاف کروں کہ دراصل تہذیب مالکم ایکس قتل نہیں ہوئی بلکہ وہ زندہ ہے۔ تہذیب مالکم ایکس کی جگہ ایک اور لڑکی کو قتل کر دیا گیا تھا اور اُس کے چہرے پر تہذیب مالکم ایکس کا میک اپ کر دیا گیا تھا تاکہ تم فلسطین کی تنظیم سے یہ سوچ کر برگشتہ ہو جاؤ کہ انھوں نے تمہاری تہذیب کو قتل کر دیا۔ یہ سارا منصوبہ وقت کے ایک بااختیار شخص اولیو ہورڈ کا ہے اور میں بھی اولیو ہورڈ ہی کی آلۂ کار ہوں۔ میری یہ شکل و صورت عمل ہے اور میں تہذیب مالکم ایکس سے ملتی جلتی ہوں لیکن ظاہر ہے میں تہذیب مالکم ایکس نہیں ہوں اور مجھے یہی ہدایت کی گئی تھی کہ میں اپنے آپ کو تہذیب مالکم ایکس بنا کر ہی پیش کروں لیکن تمہارا دل جیتنے کی کوشش کروں۔ مقصد یہی تھا کہ گوٹے ہل میں سارڈان کی پہاڑیوں میں کان کنی کا ٹھیکا حاصل کیا جائے اور علی! وہ سب کچھ بھی غلط تھا کہ مجھے رشوت کے طور پر جنرل کیرانو کی خدمت میں پیش کیا جا رہا تھا۔ وہ صرف ایک ڈھونگ تھا۔ صرف تمہیں اس بات پر آمادہ کرنے کے لیے کہ تم اُن کے مقصد کے لیے کام کرو۔ جو کچھ میں لکھ رہی ہوں، پورے ہوش و حواس کے ساتھ لکھ رہی ہوں۔ میرے دل میں تمہاری محبت اور اپنے گھٹیا پن کا احساس جاگ اٹھا ہے اور یہی احساس مجھے اس بات کے لیے مجبور کر رہا ہے کہ میں تمہیں حقیقت بتاؤں اور خودکشی کر لوں علی! میں اب ان حالات میں جینا نہیں چاہتی۔ میں خودکشی کر رہی ہوں خودکشی۔ لیکن میری اس محبت کو اب اپنے دل میں ایک حقیقت کی حیثیت سے تسلیم کر لینا۔ تمہاری مہربانی ہوگی۔"

جیولٹ کا ہاتھ رُکا نہیں تھا حالانکہ جو کچھ میں نے اُس سے لکھوایا تھا۔ وہ اُس کے لیے چونکا دینے والی چیز ہو سکتی تھی لیکن میں نے کچھ اس طرح اُسے چکر میں پھانسا تھا کہ وہ وہی سب کچھ لکھ گئی جو میں چاہتا تھا۔ اُس نے نیچے اپنے دستخط بھی کر دیے اور پھر کاغذ پھاڑ کر میری جانب بڑھا دیا۔

"لو اب بولو۔ اب کیا کہنا چاہتے ہو۔ کیا اب بھی اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرو گے کہ میں۔۔۔"

"نہیں جیولٹ! یہ تحریر پڑھنے کے بعد میرا دل تمہاری طرف سے صاف ہو گیا ہے۔"

میں نے جیب سے رومال نکالا اور اُسے اپنے ہاتھ پر لپیٹ کر جیولٹ کے قریب پہنچ گیا۔ جیولٹ نے مجھ پر توجہ بھی نہیں دی تھی۔

تب میں نے آہستہ سے اُس سے کہا۔ "کُتیا، تو تہذیب مالکم ایکس کی جگہ لینا چاہتی تھی۔ تو نے ایک بدترین فریب دے کر مجھے اس حد تک پہنچا دیا کہ آج میرا وطن میری وجہ سے مشکلات کا شکار ہو گیا ہے اور اُس کے بعد تو چاہتی ہے کہ میں تجھ سے محبت کروں۔ تجھ سے پیار کروں۔ کیوں؟" میں نے پھرتی سے اُس کے بالوں کو اپنے اُلٹے ہاتھ کی گرفت میں جکڑ لیا اور سیدھا ہاتھ اُس کی گردن کے نرخرے پر رکھ دیا۔ جیولٹ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ کچھ بھی نہیں سمجھ پائی لیکن میری نفرت عروج پر تھی۔ میری انگلیوں کا شکنجہ اُس کے حلقوم کے گرد تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ جیولٹ کی آنکھیں باہر نکلنے لگیں اور اب اُس نے جدوجہد کرنا شروع کر دی لیکن جدوجہد بے مقصد تھی۔ میں نے اُس کی گردن کو پوری قوت سے دبانا شروع کیا اور اُس کی زبان باہر نکل آئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ دم توڑ چکی تھی۔ میری نفرت عروج پر تھی۔ احمق لڑکی مجھے بے وقوف بنا رہی تھی۔ جھوٹی سچی کہانیاں سنا کر۔ اُس کے بعد میں نے اپنی دوسری کارروائی شروع کر دی۔ رسّی کا ایک پھندا جیولٹ کی گردن میں فٹ ہو گیا اور اُس کے بعد اس رسّی کو اوپر لگے ہوئے پنکھے کی راڈ سے باندھ دیا گیا۔ میں نے جیولٹ کے وزن کو کھینچ کر اونچا کیا۔ ایک کرسی اُس کے پیروں کے نیچے رکھی۔ اس طرح وہ اسی کے سہارے لٹک گئی تھی۔ پھر میں نے رسّی راڈ کے گرد تنگ کر دی اور کرسی کو لڑھکا دیا بالکل وہی رنگ دے دیا تھا میں نے اس منظر کو جو خودکشی کے ڈرامے کا ہوتا ہے۔ اُس کے بعد وہ پرچا میں نے احتیاط سے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا اور برق رفتاری سے باہر نکل آیا۔ میں نے جیولٹ سے اپنی آج تک کی توہین کے تمام بدلے لے لیے تھے اور اس کے علاوہ ایک ایسی چیز حاصل کر لی تھی جس کی بنیاد پر بالآخر اولیو ہاورڈ کو یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ تہذیب مالکم ایکس زندہ ہے۔ اب اُس سے میری گفتگو کا موضوع یہی ہوگا اور میں اس وقت تک کوئی کام کرنے پر آمادگی کا اظہار نہیں کروں گا۔ جب تک اولیو ہاورڈ تہذیب مالکم ایکس کو میرے حوالے کرنے کا فیصلہ نہ کرے۔ کمبخت نہایت صفائی سے اپنا تمام کام نکالنے کے باوجود تہذیب کا تذکرہ گول کر گیا تھا اور اس نے یہی ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ تہذیب کو تنظیم کے لوگوں ہی نے قتل کیا ہے۔ لیکن جیولٹ کا یہ اعتراف اولیو ہاورڈ کے تمام منصوبوں پر پانی پھیر دینے والا تھا۔

ہوٹل سے باہر آنے کے بعد میں نے ایک گاڑی لی اور موشے ہرموس کی جانب چل پڑا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اولیو ہاورڈ وہاں موجود ہوگا یا نہیں لیکن اتنا ضرور معلوم تھا کہ موشے ہرموس سے اُس کا رابطہ قائم ہوگا اور یہ کام موشے ہرموس ہی کر سکتا تھا۔

میں آندھی اور طوفان کی طرح موشے ہرموس کی رہائش گاہ میں داخل ہوا تھا۔ دو تین ملازموں سے معلومات کیں اور موشے ہرموس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس وقت ایل ہرموس بھی موشے ہرموس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں مجھے دیکھ کر چونک پڑے۔ باپ بیٹی کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔

موشے ہرموس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔ "مجھے تمہاری اس قدر جلد واپسی کی توقع نہیں تھی علی! خیریت! کیا بات ہے؟"

میں کمر پر دونوں ہاتھ رکھ کر موشے ہرموس کو گھورنے لگا اور پھر میں نے سرد لہجے میں اُس سے کہا۔ "اولیو ہاورڈ کہاں ہے؟"

"کیوں؟ کیا بات ہے؟ مجھے بتاؤ۔ اولیو ہاورڈ اس وقت کالمبو میں نہیں ہے۔"

"وہ جہاں بھی ہے اُس سے کہو، جس قدر جلد ممکن ہو سکے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہاں پہنچ جائے۔"

"لیکن ڈیئر علی! بات کیا ہے؟" موشے ہرموس نے نرم لہجے میں کہا لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی اور وہ پرچا نکال کر نفرت بھرے انداز میں موشے ہرموس کی جانب پھینک دیا۔

موشے ہرموس نے حیرت سے پرچے کو دیکھا۔ ایمل نے آگے بڑھ کر اُسے اٹھایا اور پھر پڑھنے لگی۔ وہ پرچے کی پوری تحریر زور زور سے پڑھتی رہی اور موشے ہرموس کے چہرے پر زردی پھیلنے لگی۔ چند لمحے کے بعد جب پرچے کی تحریر ختم ہو گئی تو اُس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے خوفزدہ سے لہجے میں پوچھا۔

"تو کیا... جیولٹ نے خودکشی کر لی؟"

"ہاں! اُس کی لاش کمرے سے بندھے ہوئے پنکھے سے لٹکی ہوئی ہے۔"

"نہیں! ہرگز نہیں! ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"موشے ہرموس! ان حالات کے باوجود تم مجھ سے کسی اچھی بات کے خواہاں ہو؟ مجھے جواب دو۔ اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کرو۔ اُس سے پوچھو کہ اُس کے پاس ان تمام باتوں کا کیا جواب ہے؟ دیکھو موشے ہرموس! طویل عرصہ ہو گیا مجھے اپنے وطن سے جُدا ہوئے۔ میں نہیں جانتا کہ میرے اپنوں میں وہاں کون زندہ ہے اور کون مر چکا ہے۔ بلاشبہ اپنے وطن کا پیار، اپنے لوگوں سے محبت میرے دل میں آج بھی موجود ہے لیکن بعض اوقات انسان ایسے کسی مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے جہاں اُسے صرف اپنی ذات سے پیار ہوتا ہے۔ تہذیب مالکم ایکس کی زندگی کا انکشاف میرے لیے انتہائی مسرت انگیز ہے۔ اگر اولیو ہاورڈ شرافت کے ساتھ اُسے میرے حوالے کر دیتا ہے تو ممکن ہے میں اُس کی اب تک کی سازشوں کو بھول جاؤں اور اس کام کو اسی طرح جاری رہنے دوں جس طرح یہ چل رہا ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا اور مسلسل مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کی جاتی رہی تو تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا میں اپنے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا؟ میں ہر قیمت پر تہذیب مالکم ایکس کی بازیابی چاہتا ہوں اور اگر چند گھنٹوں کے اندر اندر ایسا نہ ہوا تو اُس کے بعد جو کچھ ہوگا اُس کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔"

"ارے نہیں نہیں! اتنی جلد بازی مت کرو۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اولیو ہاورڈ یہاں موجود نہیں ہے۔ میں اس سارے مسئلے پر اُس سے بات چیت کرتا ہوں۔ لیکن پہلے اس بات کی تصدیق تو ہو جائے کہ جیولٹ نے خودکشی کی ہے یا نہیں۔"

"یہ جیولٹ کی تحریر تمہارے پاس موجود ہے۔ تم جس طرح چاہو ان تمام باتوں کی تصدیق کر لو۔ لیکن میں تمہیں زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔ فوراً ابھی اسی وقت اس سلسلے میں کارروائی کرو۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔" موشے ہرموس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تو پھر جو ممکن ہوگا، میں وہ کروں گا۔ میں جا رہا ہوں۔ یہ... ہے اب کالو کیمپو میں رکنا میرے لیے بالکل مناسب نہیں ہے... گوٹے ہل پہنچنا چاہیے اور اُس کے بعد جنرل ٹیرس کو تمام صورت... سے آگاہ کر دینا چاہیے۔ اُسے بتا دینا چاہیے کہ مجھے مجبور کر کے... کارروائی کروائی گئی تھی اور گرے اسٹون سے میرا کوئی ذاتی مفاد... نہیں ہے۔ سارڈان کی پہاڑیوں میں کان کنی کا تمام پروگرام کینسل کر دیا جائے اور گرے اسٹون کے تمام آدمیوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ میں یہ سب کچھ کرنے پر مجبور ہوں موشے ہرموس! اور اس بات کا یقین کر لو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہی کروں گا۔"

"لیکن اگر تم مجھے وقت نہیں دو گے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"میرے پاس وقت ہے ہی نہیں۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن... کر لو۔"

"بے وقوف آدمی ہو تم! میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن تم ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے ہو۔ جاؤ! ٹھیک ہے تم جو کچھ کر سکتے ہو، کرو اور مجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ میں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے موشے ہرموس! ٹھیک ہے۔"

"ایمل! اس احمق آدمی کو سمجھاؤ۔ یہ بنا بنایا کھیل بگاڑ رہا ہے۔" وہ چلایا۔

"مسٹر علی! درحقیقت مسٹر اولیو ہاورڈ موجود نہیں ہیں۔ وہ کالو کیمپو سے کہیں گئے ہوئے ہیں۔ کم از کم اُس وقت تک تو انتظار کرو جب تک مسٹر اولیو ہاورڈ واپس نہ آ جائیں۔ آؤ، پلیز میرے ساتھ آؤ۔ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے ایمل کی طرف دیکھا تو اُس نے غیر محسوس طور پر اپنی آنکھ دبا دی۔ گویا مجھے کچھ اشارہ کر رہی تھی۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے ایمل! اگر تم موشے ہرموس کی بیٹی ہونے کے ساتھ ساتھ انسان بھی ہو، ذرا غور کرو، کسی ایسے شخص کے بارے میں جو ان اذیتوں سے دوچار کیا گیا ہو۔ میں نے حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود سب کچھ کیا ہے۔ لیکن اس کے صلے میں اگر تہذیب مالکم ایکس مجھے نہ ملی تو پھر اس کے نتائج بہت بُرے ہوں گے۔"

"تم آؤ تو سہی۔ میرے ساتھ آؤ۔" ایمل نے کہا۔ وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے اپنے کمرے میں واپس آ گئی۔ اُس کے ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ تھی۔ اُس نے تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تہذیب مالکم ایکس کو تم بہت زیادہ چاہتے ہو؟"

"سوری ایمل! یہ حقیقت ہے کہ میں اُسے اپنی زندگی سے زیادہ چاہتا ہوں۔"

"پتا نہیں لوگ کسی کو اتنا کیوں چاہتے ہیں؟ میرا خیال تو یہ ہے

ہاتھوں کا تصور اُس وقت تک ہونا چاہیے جب تک انسان کے لیے ایک دوسرے میں کشش رہے۔ کیا اُس کے بعد ایک دوسرے کو بھول جانا بہتر نہیں ہوتا؟"

"یہ میرے نظریے کے خلاف ہے ایمل! ایسا ممکن نہیں ہے۔"

"خیر میں ایسے کسی نظریے پر بحث نہیں کرنا چاہتی۔ لیکن کیا تم واقعی انتہائی اقدام پر آمادہ ہو؟"

"ہاں ایمل! میں اس کے لیے مجبور ہوں۔"

"تو پھر میری بات غور سے سنو! ابھی تمہیں ہوشیاری سے کام لینا چاہیے۔ ممکن ہے اولیو ہاورڈ اس سلسلے میں اپنے اندر لچک پیدا کرے اور کم از کم تہذیب کو تمہارے حوالے کر دیا جائے۔ ایک بات ذہن میں رکھنا علی! میں تمہارے ساتھ..."

ابھی ایمل نے اتنا ہی کہا تھا کہ دفعتاً دروازہ بہت زور سے کھلا اور چار پانچ آدمی دندناتے ہوئے اندر گھس آئے۔ اُن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ اُن میں سے ایک نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اپنے ہاتھ بلند کر دو اور کسی قسم کی جنبش کرنے کی کوشش مت کرو۔ ورنہ ہمیں ہدایت ملی ہے کہ تمہارے پورے بدن کو چھلنی کر دیا جائے۔"

ایمل غصیلے انداز میں کھڑی ہو گئی۔ "یہ ہدایت تمہیں کس نے دی ہے؟"

"مس آپ کے پاپا نے۔" آگے والے شخص نے کہا۔

"یہ بے ایمانی ہے، غداری ہے، پاپا کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ انہوں نے علی سے بات کی ہے۔"

عقب سے موشے ہرموس کی آواز سنائی دی۔ "بیٹے! کسی بھی یہودی کو کبھی کسی سے ایسا وعدہ نہیں کرنا چاہیے جو اُسے پورا کرنا پڑے۔ تم اپنے پاپا کی ہدایات بار بار بھول جاتی ہو۔" ایمل نے موشے ہرموس کی طرف دیکھا۔ ایمل دیکھتی رہی اور پھر اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سوری پاپا! میں جذباتی ہو گئی تھی، لیکن آپ نے ہی تو مجھے کہا تھا کہ میں علی کو سمجھاؤں۔"

"میں نے تمہیں دیر کے لیے کہا تھا اتنی دیر ہو چکی ہے۔ چلو اسے لے چلو۔" موشے ہرموس نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ سب مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ میرے لباس کی تلاشی لے کر ہر چیز نکال لی گئی اور اس کے بعد مجھے رسیوں سے جکڑ دیا گیا۔

میرا قید خانہ ایک تہ خانہ تھا۔ جو اُس عمارت کے نچلے حصے میں واقع تھا۔ جب وہ لوگ مجھے تہ خانے میں چھوڑ کر چلے گئے تو میں نے صورتِ حال پر غور کیا۔ کچھ غلطیاں مجھ سے بھی ہوئی تھیں لیکن ایمل! ایمل کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ بہر طور کم از کم اتنا تو میں جانتا تھا کہ وہ لوگ مجھے فوراً قتل نہیں کریں گے اور پھر ابھی تو سارڈان کا معاملہ تھا، چنانچہ انہیں صرف وقت گزارنا تھا۔

میں اپنے اس قید خانے میں تقریباً چار گھنٹے بیٹھا رہا۔ اُس کے بعد کچھ لوگ آئے اور مجھے چائے وغیرہ دے گئے۔ میرے ہاتھ رسیوں سے آزاد کر دیے گئے تھے۔ البتہ پاؤں بدستور کسے ہوئے تھے لیکن جب ہاتھ آزاد ہو جائیں تو پیروں کو باندھے رکھنا حماقت ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ چائے پینے سے پہلے میں نے اپنے پاؤں کھول لیے تھے اور پھر اطمینان سے چائے بنا کر پینے لگا۔ تہ خانے کے بارے میں، میں نے ایک لمحے میں اندازہ لگا لیا تھا کہ اسے اندر سے کھولنا یا یہاں سے فرار ہونا کسی کے لیے ممکن نہیں ہے۔ موشے ہرموس جیسے شاطر نے معمولی انتظامات نہیں کیے ہوں گے۔ چنانچہ یہ حماقت کم از کم مجھ جیسا آدمی نہیں کر سکتا تھا۔ میں صرف وقت کا انتظار کرتا رہا۔ اگر ان حالات میں اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم ہوتا ہے تو میں کم از کم اُس سے بات تو کر سکتا ہوں۔ جو کچھ ہوگا، بعد میں دیکھا جائے گا۔ چنانچہ قید خانے میں گزرنے والا وقت میرے لیے پریشان کُن نہیں تھا۔

اُس وقت غالباً رات ہو چکی تھی اور شاید دو یا تین بجے تھے۔ میں قید خانے کے فرش پر اطمینان سے لیٹا ہوا چھت کو گھور رہا تھا کہ دفعتاً قید خانے کے دروازے پر کچھ آہٹ محسوس ہوئی اور میں گردن گھما کر دیکھنے لگا۔ دروازہ کھلا۔ اندر آنے والی ایمل ہی تھی۔ اُس کے پاس ایک چھوٹا سا بیگ تھا جو اُس نے شانے سے لٹکا رکھا تھا۔ ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا۔ میں اُسے اس انداز میں دیکھ کر چونک پڑا۔ میں نے متعجبانہ نگاہوں سے اُسے دیکھا تو اُس نے آنکھیں بند کر کے زور سے گردن جھٹکی۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم رسیوں سے بندھے ہوئے نہیں ہو۔ چلو اٹھو، جلدی کرو۔"

میں نے ایمل کی صورت دیکھی اور دیر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ کوئی سوال کیے بغیر اُس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

تہ خانے سے اوپر پہنچنے کے بعد ایمل نے ایک راہداری کا انتخاب کیا لیکن وہ اس راہداری میں سیدھی نہیں گئی تھی۔ بلکہ راہداری کے تقریباً پچاس گز طے کرنے کے بعد وہ ایک کھلے ہوئے حصے سے نیچے کود گئی تھی۔ دوسری طرف تقریباً سات فٹ گہرائی تھی لیکن ایمل کو ادھر کودنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ ایک لمحے بعد، میں بھی اُس کے نزدیک تھا۔ یہ عمارت کا عقبی حصہ تھا۔ اس کے بعد ایک چھوٹا سا لان کا ٹکڑا تھا۔ پھر باہر نکلنے والی دیوار۔ ایمل نے پورا انتظام کر رکھا تھا۔ ہم دیوار کود کر دوسری طرف آئے تو باہر ایک چھوٹی سی جیپ کھڑی ہوئی تھی جس کے اگنیشن میں چابی لگی ہوئی تھی۔

"چلو تم ڈرائیو کرو۔ میں اِدھر اُدھر نگاہ رکھتی ہوں۔"

میں نے ایمل کی اس بات پر بھی کوئی تعرض نہیں کیا تھا جب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسٹارٹ ہوئی اور آگے بڑھ گئی۔ چاروں طرف ہُو کا عالم طاری تھا۔ کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔ ظاہر ہے رات کا یہ وقت لوگوں کے سونے کا وقت ہوتا ہے۔

ہم عمارت سے بہت دور نکل آئے۔ ایمل مجھے راستہ بتاتی جا رہی تھی۔ کالموکیمپو سے مجھے تھوڑی بہت واقفیت تھی لیکن اتنی بھی نہیں کہ میں اُس کے ہر گلی کوچے سے واقف ہوتا۔ کئی موڑ کاٹنے کے بعد ایک چوراہے سے ہم بائیں سمت گھوم گئے۔ اس طرف ایک بورڈ لگا ہوا تھا لیکن رات کی تاریکی میں مجھے وہ بورڈ صاف نظر نہیں آ سکتا تھا۔ لیکن ایمل کے اشارے پر ہم اُس طرف چلتے چلے گئے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد میں نے آبادی ختم ہوتی محسوس کی اور جیپ کی رفتار کسی قدر سُست کرتے ہوئے ایمل کی جانب دیکھا۔

"بالکل فکر مت کرو۔ جیپ میں کھانے پینے کی کافی اشیاء موجود ہیں۔ اور اس کے علاوہ پستول وغیرہ بھی۔ تمھیں کوئی دِقت نہیں ہوگی۔"

"لیکن ایمل!"

"مجھ پر بھروسا نہیں ہے تمھیں علی! چلتے رہو۔ میں کہہ رہی ہوں چلتے رہو۔"

میں نے شانے ہلائے۔ جیپ کا فیول میٹر دیکھا۔ ٹنکی فل تھی۔ گویا ہمیں کوئی دِقت پیش نہیں آ سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی سوچ بچار سے بے نیاز ہو کر جیپ کی رفتار مزید بڑھا دی۔ پکی سڑک صاف و شفاف تھی اور نہ جانے کہاں سے کہاں تک چلی جاتی تھی۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد ہمیں ایک دوراہا ملا اور یہاں مجھے سڑک کے بارے میں اندازہ ہوا۔ اس میں سے ایک سڑک گوٹے ہل چلی جاتی تھی اور دوسری نہ جانے کہاں۔ لیکن یہ دوسری سڑک تقریباً تین چار میل آگے جانے کے بعد ختم ہو گئی تھی۔ اور اس کے بعد کچا راستہ تھا جو تھوڑے سے ڈھلان میں اتر کر جنگلوں میں جا کر گم ہو جاتا تھا۔ میں نے گہری سانس لی۔ ایمل کی طرف دیکھا تو ایمل نے آگے بڑھتے رہنے کا اشارہ کر دیا۔ بڑی پُراسرار، بڑی عجیب، بڑی حیرت انگیز اور بے حد دلکش لڑکی تھی۔ رات کی اس تاریکی میں بھی اُس کا چہرہ روشن تھا۔ میں اُس کی ہدایات پر عمل کرتا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد جیپ جنگلوں میں داخل ہو گئی۔ مجھے ان جنگلوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ میں نے ایمل سے اس سلسلے میں سوال کیا تو وہ کہنے لگی۔

"ہاں! یہ جنگلات خطرات سے پُر ہیں۔ ظاہر ہے افریقہ کا علاقہ ہے۔ تم یہاں کسی بہتری کی توقع مت رکھو۔ بس مستعدی ہی ہمیں زندہ رکھ سکتی ہے۔"

"لیکن ایمل! تم نے میرے لیے اپنے آپ کو خطرے میں کیوں ڈالا ہے؟"

"میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں ایڈونچر پسند ہوں اور یہ بھی کہہ چکی ہوں میں تم سے کہ میں نارمل نہیں ہوں۔ یقیناً میرے ذہن میں کہیں نہ کہیں کوئی خرابی موجود ہے اور یہی خرابی مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں ایسے اقدامات کروں جو کسی بھی طرح میرے لیے بہتر نہ ہوں۔ تم میری طرف تو دیکھو بھی نہیں۔ بس جو کچھ میں کہہ رہی ہوں کرتے رہو۔"

میں محتاط انداز میں جیپ چلاتا رہا۔ درختوں کے درمیان جیپ گزارنا خاصا مشکل کام تھا۔ کسی بھی لمحے کسی خونخوار درندے سے ملاقات ہو سکتی تھی۔ ایمل پستول سنبھالے بیٹھی ہوئی تھی۔

ہم تقریباً ڈھائی گھنٹے تک جنگلوں میں سفر کرتے رہے لیکن خدا کے فضل سے کوئی ایسا خطرناک واقعہ پیش نہیں آیا جو ہمارے لیے پریشانی کا باعث ہوتا۔ جنگل کا یہ ٹکڑا بہت زیادہ وسیع نہیں تھا۔ یہاں سے ہم ایک وسیع و عریض میدان میں نکل آئے۔ جہاں چاروں طرف پہاڑ بکھرے ہوئے تھے۔

ایمل نے کہا۔ "ان پہاڑیوں کی دوسری طرف جب ہم بڑے پہاڑی سلسلے کے دامن میں پہنچیں گے تو وہاں ہمیں ایسے غار مل جائیں گے جہاں جیپ کو بھی چھپایا جا سکتا ہے اور ہم خود بھی رہ سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے یہ پہاڑی ٹکڑا ہم ایک ڈیڑھ گھنٹے میں طے کر لیں گے اور صبح ہونے سے پہلے وہاں پہنچ جائیں گے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر اُس وقت رات کی گہری تاریکیاں صبح کی سفیدی میں بدلنے لگیں جب ہمیں وہ پہاڑی سلسلہ نظر آ گیا جو کافی بلند تھا اور تا حدِ نگاہ دونوں طرف پھیلا ہوا تھا۔ ایمل نے یہاں بھی مجھے گائیڈ کیا اور ہم نے بائیں سمت کا رخ اختیار کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم پہاڑی دیوار کے پاس پہنچ گئے۔ اب صبح کی روشنی نمودار ہو گئی تھی۔

ایمل نے کہا۔ "باقی تو اور کوئی خطرہ نہیں ہے۔ صرف میدان میں جیپ کے ٹائروں کے نشانات تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ کوئی ایسی ترکیب ہونی چاہیے مگر نہیں۔ فکر مت کرو۔ ہوائیں چلتی رہتی ہیں اور خاص طور سے اس کھلے میدان میں ہوائیں تیز ہوتی ہیں۔ وہ یقیناً ٹائروں کے نشانات کو مٹا ڈالیں گی اور اگر نہ بھی مٹیں تو فوراً ہی کسی کی توجہ اس طرف تو نہیں جا سکتی۔ وہ دیکھو! ادھر غار کا دہانہ نظر آ رہا ہے۔ لیکن ذرا ہوشیاری سے۔ اُس میں کوئی بھی چھپا ہو سکتا ہے۔"

میں نے جیپ کا رُخ اُسی غار کی جانب کر دیا۔ دہانہ تقریباً ... فٹ کے قطر کا تھا اور اس میں تھوڑا سا جھک کر اندر داخل ہوا جا سکتا تھا۔ ایمل نے اپنے بائیں سمت کچھ ٹٹولا اور پھر ایک بڑی سی ٹارچ نکال کر میرے ہاتھ میں تھما دی اور اُس کے ساتھ ہی ... ن بھی۔

"چلو! غار کی تلاشی لیتے ہیں۔ لیکن ذرا احتیاط کے ساتھ۔"

ہم دونوں جیپ سے اتر کر غار میں داخل ہوئے اور اندر پہنچ ... بڑا عجیب و غریب غار تھا۔ اندر سے بالکل کشادہ اور بالکل صاف۔ ... دور بلندی پر ایک سوراخ سا نظر آ رہا تھا جس سے روشنی کی ... یں اندر داخل ہو رہی تھیں اور ان شعاعوں نے غار کو اچھا خاصا ... شن کر دیا تھا لیکن یہاں کوئی جانور وغیرہ نہیں تھا اور نہ ہی اس ... کے نشانات تھے جس سے یہ احساس ہو کہ کسی جانور نے کبھی ... طرف کا رُخ کیا ہوگا۔

ایمل نے مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ابتدا بہت ... ہی ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے یہ غار ہمارے لیے بہترین پناہ گاہ ... سکتا ہے۔ چنانچہ یہیں ڈیرا ڈال دیا جائے۔" میں نے ایک گہری ... انس لی۔ ایمل مجھے چھوڑ کر باہر نکل گئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنا بیگ اٹھائے ہوئے اندر آ گئی اور ... نے بیگ ایک طرف ڈال دیا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ باہر چلی ... میں بھی اُس کے ساتھ تھا۔ جیپ کی سیٹوں کے نیچے طرح طرح ... کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ باسکٹیں جن میں پھل اور خشک چیزیں موجود ... تھیں۔ ایک کیروسین آئل اسٹوو کچھ کمبل اور نیچے بچھانے کے لیے کچھ ... چیزیں۔ غرض وہ تمام انتظامات تھے جو کافی دن تک ہمارا ساتھ دے سکتے تھے۔ پانی کے کنستر بھی رکھے ہوئے تھے جو بہرحال ایمل سے ... نہ اٹھائے گئے۔ میں ہی انھیں اٹھا کر اندر لایا تھا۔

میں نے تعجب خیز نگاہوں سے ایمل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا یہاں ہمیں طویل قیام کرنا پڑے گا؟"

"ہاں! بتا دوں گی۔ سب کچھ بتا دوں گی۔ اب جب ابھی تک کچھ نہیں پوچھا تو تھوڑی دیر تک اور انتظار کر لو۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ اس لڑکی نے واقعی مجھے حیران کر دیا تھا۔ ایمل نے زمین پر بستر بچھایا اور اس کے بعد اطمینان سے ... کر لیٹ گئی۔

"کیسی سکون بخش جگہ ہے۔ اوہ! لیکن ایک بات تو میں بھول ... گئی۔ چلو چلو! باہر آ جاؤ۔" اُس نے کہا اور ایک بار پھر میں اُس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ "اب ہمیں ایسی جگہ تلاش کرنی ہے۔ جہاں ہم جیپ کو دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھ سکیں۔"

ہم ایسی جگہ کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگے۔ ایک پہاڑی ... نظر آیا۔ جو اس غار سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر تھا۔ اس کٹاؤ ... سے گزرنے کے بعد ایک ایسی جگہ آتی تھی جہاں اگر جیپ کو پوشیدہ کر دیا جاتا تو سوائے بلندی کے اُسے اور کہیں سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ ... نے بھی پسند کی اور ہم نے جیپ کو وہاں کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد ہم سو گز کا فاصلہ واپس طے کر کے اُسی غار میں داخل ہو گئے۔

ایمل اندر آئی اور پھر اپنے بچھائے ہوئے بستر پر بیٹھ گئی۔

"بیٹھو! یہ بتاؤ۔ ناشتا تیار کروں؟ ویسے بھی صبح ہو چکی ہے۔"

"ایمل! میں نہیں سمجھتا کہ تمھارے یہ احسانات...."

"بے کار باتیں مت کرو۔ تم یوں سمجھو کہ پاگل خانے سے ایک پاگل چھوٹا اور تم تک پہنچ گیا اور اب وہ اپنے پاگل پن ہی میں یہ حرکتیں کر رہا ہے۔ اِس دیوانگی کا تم پر کوئی احسان تو نہیں ہے۔" ایمل نے کہا اور میں خاموشی سے اُس کی صورت دیکھنے لگا۔

ایمل نے اُٹھ کر کیروسین اسٹوو جلایا۔ وہ تمام انتظامات کر کے لائی تھی۔ کیروسین اسٹوو پر اُس نے کافی کے لیے پانی چڑھا دیا اور پھر کافی کے دوسرے لوازمات کے ڈبے کھولنے لگی۔ کافی مقدار میں وہ یہ تمام چیزیں اپنے ساتھ لائی تھی۔ میں اُسے کافی بناتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کچھ ڈبل روٹیاں نکالیں اور اُن میں مکھن وغیرہ لگانے لگی۔ ٹوسٹ تیار کیے، ہنٹر بریف نکال کر سامنے رکھا اور پھر کافی کی پیالیاں لے کر میرے پاس آ بیٹھی۔

"چلو ناشتا شروع کرو۔" میں نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور اُس کے ساتھ اُس کے بنائے ہوئے سینڈوچ کھانے لگا۔ ایمل خود بھی میرے ساتھ مصروف تھی۔ اُس کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت تڑپ رہی تھی اور میں عقیدت کی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ موتیے ہر موڑ کی اِس کرسچین لڑکی نے میرا دل جیت لیا تھا اور میں اُس کا بے حد شکر گزار تھا۔ عجیب سی لڑکی تھی۔ ہر کیفیت، ہر احساس سے بے نیاز۔ بس بے مقصد کسی پر احسان کرنے کی عادی اور جب اُسے اس احسان کا احساس دلایا جاتا تو وہ بُرا مان جاتی تھی۔

بہترین ناشتا کرنے کے بعد وہ پھر اپنی جگہ جا لیٹی اور مجھ سے بھی لیٹنے کے لیے کہا۔ میں اُس کے نزدیک بیٹھ گیا تھا اور مسلسل اُس کی صورت دیکھے جا رہا تھا۔ وہ مسکرا دی۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں ایمل! کچھ نہیں۔"

"میں تم سے بہت متاثر ہوئی ہوں علی! تمھارے کردار میں بڑی خوبیاں ہیں۔ درحقیقت میری یہ ایک کمزوری ہے۔ مجھے ایسے لوگ بے حد پسند ہیں جو اپنی زندگی میں کچھ ایسے کارنامے انجام دے چکے ہوتے ہیں جو دوسروں کے لیے باعثِ حیرت ہوں۔ انکل ہاورڈ نے تمھارے بارے میں جو کہانیاں سُنائیں، وہ حیرت انگیز ہیں۔ تم تو زبردست ایڈونچر پسند انسان ہو اور بس یوں سمجھ لو کہ اسی چیز نے مجھے تمھاری طرف متوجہ کیا ہے۔ مجھے معاف کرنا۔ ظاہر ہے میں ایک عورت ہوں۔ کسی تہذیب یافتہ ملک سے مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ میری دلچسپیاں تو صرف تم سے وابستہ ہیں۔ میں تمھیں پسند کرنے لگی ہوں اور اس پسندیدگی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کا کوئی خاص صلہ وصول نہیں کروں گی تم سے۔ تم میری طرف سے مطمئن رہو۔ جو کچھ تم چاہو گے وہی ہوگا اور جو کچھ تم نہیں چاہو گے، اس کے لیے میں تمھیں مجبور نہیں کروں گی۔ بھئی دیکھو ناجب آدمی کسی کے لیے کچھ کرے تو پھر اپنے مفادات سے بے نیاز ہو جائے۔"

"میں نہیں سمجھا کہ تمھارے اندر کون سی روح موجود ہے۔"

"ایک گندی روح، جس کی بہرحال کوئی تعریف نہیں کی جاسکتی۔" ایمل نے جواب دیا۔

"نہیں ایمل! جو کچھ تم نے میرے لیے کیا ہے اور اب تک جس طرح بے لوث ہو کر کیا ہے اس کے تحت میں، میں ..."

"چھوڑو یار! کن باتوں میں پڑ گئے۔" ایمل نے بے پروائی سے کہا اور پھر اپنے ہاتھ پاؤں زمین پر پھیلا دیے۔

روشنی تیز ہوتی جارہی تھی۔ غار بے حد ٹھنڈا تھا اور ماحول بہت ہی عجیب اور دلکش۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے ایمل سے پوچھا۔ "یہ کون سی جگہ ہے؟ اس کے بارے میں تم کچھ بتا سکتی ہو؟"

"کالموکیمپو کا مشرقی علاقہ لیکن ہم کالموکیمپو سے تقریباً ساٹھ میل دور نکل آئے ہیں یا پھر ممکن ہے اس سے بھی کچھ زیادہ یعنی اگر ہماری تلاش بھی کی جائے گی تو اس طرف اول تو ان کا ذہن مشکل سے پہنچے گا۔ وہ یہی تصور کریں گے کہ ہم لوگ شہر ہی میں کہیں موجود ہیں اور پھر جب وہ اس طرف کا رخ کریں گے تو کافی وقت گزر گیا ہوگا اور اس وقت تک ہم اپنے کام کے لیے کچھ نہ کچھ کر سکتے ہیں۔"

"کون سے کام کے لیے؟" میں نے سوال کیا اور ایمل پھر مجھے دیکھنے لگی پھر وہ ہلکے سے ہنس پڑی۔

"وہی کام جس کے لیے ہم یہاں تک آئے ہیں۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا ایمل۔"

"تم اموشے ہرموس کو اس بات کے لیے مجبور کر سکتے ہو کہ وہ اولیہر ہاورڈ سے بات کرے اور تہذیب مالکم ایکس کو تمھارے حوالے کر دے۔ اس کے علاوہ وہ معاہدہ بھی جو تمھارے نام سے ہے اور جس کی وجہ سے تم پریشان ہو سکتے ہو۔"

"لیکن معاہدے کے کاغذات تو گوٹے ہل میں ہوں گے!"

"ممکن ہے ایسا ہو۔ میں بہت زیادہ گہری سوچ نہیں رکھتی لیکن عارضی طور پر میں اگر کسی بات پر غور کرتی ہوں تو میرا خیال ہے کچھ باتیں میری سمجھ میں ضرور آجاتی ہیں۔ انکل ہاورڈ نے اگر اس معاہدے کے ذریعے تمھیں بلیک میل کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو پھر معاہدے کے کاغذات انکل ہاورڈ کے پاس ہوں گے۔"

"انکل ہاورڈ کو تم کب سے جانتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"بہت زیادہ عرصے سے نہیں لیکن ان کا نام میں اپنے ڈیڈی کی زبانی بہت عرصے سے سنتی آرہی ہوں۔ ڈیڈی اکثر ان کی تعریفیں کیا کرتے تھے۔ دراصل پہلے ہمارا قیام نیویارک ہی میں تھا ... انکل ہاورڈ نے نیویارک چھوڑا تو ڈیڈی بھی وہاں سے چلے ... مختلف شہروں میں رہتے رہے ہیں۔ کچھ عرصے قبل ہی ہم کا... ہیں۔ ویسے ڈیڈی کا کاروبار بہت وسیع ہے۔ ہم کینیڈا ... ہالینڈ میں بھی اپنے رہائشی مکانات رکھتے ہیں اور میں ان ... پر کافی عرصے رہی ہوں۔"

"ایمل! تم واقعی بے حد عجیب ہو۔"

"ہوں نا؟ چلو تم نے یہ اعتراف کر لیا۔ میرے لیے خو... ہے حالانکہ تمھارے بارے میں میں نے جو کچھ سنا ہے، وہ ... ہے کہ تم مجھے ایک آسمانی مخلوق لگتے ہو۔" میں ہنسنے لگا تو ا...

"ہم لوگ ساری رات جاگتے رہے ہیں۔ میرا خیال ہے آرا... ہمیں کم از کم آج کے دن کوئی خطرہ درپیش نہیں۔" میں نے ... ایمل نے خود بھی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ میں کروٹ ... گیا اور پھر نہ جانے کب میری آنکھوں میں نیند رینگ آئی۔ ... سروں پر سے گزر چکا تھا۔ غار میں اب اتنا خوشگوار موسم ... باہر بے پناہ تپش پھیلی ہوئی تھی لیکن اس کے باوجود اند... تھی اور ماحول ناخوشگوار نہیں محسوس ہو رہا تھا۔ ایمل بے سُد... تھی۔ میں سوچنے لگا کہ یہ انتہائی بے باک اور سرکش لڑکی نہ جا... میں پروان چڑھی ہے۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایمل بھی جاگ گئی۔ مجھے ... مسکرائی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"سوری! کتنی دیر سے جاگے ہوئے ہو؟"

"زیادہ دیر نہیں ہوئی۔"

"کیا وقت ہو گیا؟" اس نے کہا اور کلائی پر بندھی ہوا... میں وقت دیکھنے لگی۔ "اوہ! پونے تین بج رہے ہیں۔ تمھیں بھو... رہی ہوگی؟"

"نہیں ایمل! اب میری ضروریات کا اتنا زیادہ خیال ... کہ مجھے شرمندگی ہو۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ جو ذمے داری میری ہے ... پوری کروں گی۔"

اِس بار ایمل نے ایک ڈبا نکالا اور آئل اسٹوو جلا کر ... کرنے لگی۔ ڈبل روٹیاں کافی مقدار میں وہ اپنے ساتھ لائی ... ہم نے اِس وقت بہترین کھانا کھایا۔ جو سالن ایمل ... تھا وہ خاص قسم کا تھا اور غالباً بند ڈبوں میں موجود تھا۔

"ایمل! تم نے یہ انتظامات کافی دیر میں کیے ہوں ..."

"ہاں! میں نے اسی وقت یہ فیصلہ کر لیا تھا جب ڈ... تمھیں پہلے میرے پاس بھیجا اور پھر پیچھے سے آکر تمھیں گرفت... میں نے اسی وقت سے تیاریاں شروع کر دی تھیں اور یہ ...

...نہیں نکال کر لے جاؤں گی۔"

"یہ ساری باتیں تو ٹھیک ہیں ایمل! لیکن اب ہم کیا کریں گے؟"

"کچھ نہیں! عیش، آرام۔ یہ جگہ کافی دلکش ہے۔ افریقہ کے بے شمار ...ں کے بارے میں لوگوں کو صحیح طور پر اندازہ نہیں ہے۔ باہر نکل کر ... بس ذرا شام ہو جائے۔ منظر بہت دلکش ہو جاتا ہے۔" ایمل نے کہا ... ہنس پڑا۔

"کیوں۔ اِس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"ایمل! اِس طرح یہاں کب تک وقت گزارا جائے گا؟"

"جب تک وہ لوگ تمھارے کام کے لیے آمادہ نہ ہو جائیں۔"

"یہاں رہ کر ہم انھیں اپنے کام کے لیے کس طرح آمادہ کریں گے؟"

"جلد بازی کے عادی ہو علی! میں نے جب یہ سب کچھ کیا ہے تو ...کیا خیال ہے کہ ان سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہ رکھا ہوگا!"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔

"اُف! تو تمھیں بتانا ہی پڑے گا۔" ایمل نے کہا اور پھر اٹھ کر ...وہ بیگ کھولنے لگی جس میں اس کے کچھ لباس رکھے ہوئے تھے ...ایک چھوٹا سا چوکور بکس بھی، جس میں اوپر کی جانب ایریَل لگا ہوا ... درمیان میں کچھ سوراخ اور بٹن نظر آرہے تھے۔

"یہ کیا ہے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ٹرانسمیٹر۔"

"اوہ! اور اِس کا ریسیور کہاں ہے؟"

"اموشے ہرموس کے پاس۔" ایمل نے رک رک کر کہا اور ...کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر میں مسکرا اٹھا۔

"اوہ ڈیئر ایمل! تم تو واقعی گریٹ ہو۔"

"شکریہ شکریہ! میرے بارے میں ابھی تمھارے خیالات کافی ... ہوں گے اور بالآخر... بالآخر۔" وہ شرارت سے مسکرانے لگی۔ ...بالآخر کے بعد کا مطلب میں سمجھ رہا تھا اور مجھے ایک ملنے کے ...الجھن سی پیدا ہو گئی تھی۔ یہ بے باک لڑکی مجھے کھلی دعوت دے ... تھی۔ اس نے ٹرانسمیٹر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ "ابھی نہیں! ہم ...سے میں رات کو کوشش کریں گے۔"

"لیکن تمھارا منصوبہ کیا ہے ایمل؟"

"کچھ نہیں! بس تم نے انتقامی جذبوں سے مجبور ہو کر مجھے اغوا ... اور مجھے سخت اذیتیں دے رہے ہو۔ میں بے حد اذیت ... ہوں اور روتے ہوئے میں اپنے ڈیڈی سے درخواست کروں گی ... شرائط مان لی جائیں اور تمھیں مطمئن کر دیا جائے۔ ورنہ تم مجھے ... دھمکی دے چکے ہو اور راستے ہی درندہ صفت ہو کہ تم مجھے قتل ...گزرو گے۔ ہاں علی! یہ سب کچھ ضروری ہے ۔ میں جانتی ہوں کہ ... ساری دنیا میں صرف ایک ہی چیز کو چاہتے ہیں اور وہ ... تمھیں شاید پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ میرے بعد اگر انھیں کسی شے سے دلچسپی ہے تو وہ بے پناہ دولت ہے۔ بلاشبہ وہ ایک مذہبی آدمی ہیں اور ہیکلِ سلیمانؑ کی تعمیر کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکے ہیں۔ اپنی آمدنی کا پچھتر فیصد حصہ حکومتِ اسرائیل کو دیتے ہیں۔ لیکن اِن ساری باتوں سے کہیں زیادہ وہ مجھے چاہتے ہیں۔ اگر میرے عوض کوئی اُن سے اُن کی تمام دولت بھی مانگے تو وہ اُسے دے دیں گے۔ لیکن علی! میرے دل میں اُن کے لیے پیار نہیں ہے اور اس کی وجہ میری ماں کا وہ تڑپتا اور سسکتا ہوا چہرہ ہے جو آج بھی میری نگاہوں کے سامنے رہتا ہے۔"

"کاش ایمل! میں، میں تمھیں تمھاری ماں واپس دلا سکتا۔"

"ایسے الفاظ ہی کیوں ادا کیے جائیں علی! جنھیں پورا نہ کیا جا سکتا ہو۔ چھوڑو، مجھے غمزدہ مت کرو۔ میں سب کچھ بھول جانے کی خواہش مند ہوں۔"

رات کو ہم دونوں باہر نکل آئے۔ آسمان پر چاند نکلا ہوا تھا۔ ابتدائی راتوں کا چاند تھا جو آخری راتوں میں ڈوب جاتا تھا۔ پہاڑیوں پر پُراسرار سناٹا چھایا ہوا تھا۔ بہت دور نظر آنے والے جنگل سے پرندوں کی آوازیں اُبھر رہی تھیں۔ پچھلی رات یا تو ہم نے ان آوازوں پر غور نہیں کیا تھا کیونکہ اپنی ہی مصیبت میں گرفتار تھے یا پھر یہ آوازیں سنائی نہیں دی تھیں۔ ہم ایک اونچی چٹان پر بیٹھ گئے۔ پستول ہم دونوں ہی کے پاس موجود تھے اور کسی بھی لمحے ہم کسی خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھے لیکن یہاں اِن چٹانوں پر کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اگر کوئی درندہ اِس طرف کا رُخ کرنے کی کوشش بھی کرتا تو بہرطور اُسے خاصا فاصلہ طے کرنا پڑتا۔ یہ پستول درندوں کے شکار کے لیے کافی تو نہیں تھے لیکن بہرطور اپنا بچاؤ تو کیا ہی جا سکتا تھا۔

ایمل خاموش تھی وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کافی دیر کی خاموشی کے بعد اُسی نے سلسلۂ گفتگو شروع کیا۔ "علی! اگر تہذیب تمھیں مل جائے تو تم اِس کے بعد کیا کرو گے؟"

"تہذیب مالکم ایکس کا مسئلہ ذرا مختلف ہے۔ تم یقین کرو ایمل! کہ وہ میری زندگی کا اتنا گہرا داغ ہے جسے محسوس کر کے بعض اوقات مجھے شدید اذیتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔"

"داغ؟"

"داغ ہی تو کہا جائے گا اِسے۔ میں اپنے طور پر زندگی گزار رہا تھا کہ وہ لڑکی میری زندگی میں شامل ہو گئی اور اس کے بعد کچھ اِس طرح اس نے مجھ پر گرفت کی کہ میں کسی قابل نہیں رہ سکا۔"

"محبت عجیب چیز ہے علی! میں اسی لیے اِس جذبے سے دور رہنا چاہتی ہوں۔"

"نہیں! تم اِس جذبے سے دور کہاں ہو ایمل۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکی۔

"جو شخص دوسروں کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتا ہے، جو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اپنی آسائشیں ترک کر کے اس حد تک جا سکتا ہے، وہ محبت کے جذبے سے دور نہیں ہوتا۔"

"نہیں علی! خبردار! یہ بات مجھ سے کبھی مت کہنا۔ مجھے اس لفظ سے نفرت محسوس ہوتی ہے۔ تم یقین کرو، میں دنیا میں کسی کو نہیں چاہتی۔ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں موڈی لڑکی ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں تمھاری بدترین دشمن بن جاؤں۔ ایسا ہی دماغ ہے میرا۔"

"نہیں ایمل! خدا کے لیے میری دشمن مت بننا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ "نہیں ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے ویسے کیا خیال ہے، ہم ٹرائی کریں۔ میرا خیال ہے پپّا اب کافی پریشان ہوں گے اور یہ بات بہرطور انھیں معلوم ہو چکی ہوگی کہ میں تمھارے ساتھ ہی غائب ہوں۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ وہ ذرا مختلف انداز میں سوچ رہے ہوں گے۔ اُن کے خیال میں اُن کی نازک اندام بیٹی اس قسم کا کوئی اقدام نہیں کر سکتی۔"

"ہوں! ٹھیک ہے۔ کوشش کرو۔ بات کرتے ہیں۔" میں نے کہا۔

ایمل ٹرانسمیٹر پر فریکوئینسی سیٹ کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد ٹرانسمیٹر پر ہلکی ہلکی آوازیں ابھرنے لگیں لیکن کئی بار موشے ہرموس کو پکارنے کے باوجود ایمل کو جواب نہیں ملا۔ تب اُس نے بٹن بند کر دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے ہیں اور ابھی ٹرانسمیٹر کے پاس موجود نہیں ہیں۔ انھیں اندازہ ہی نہیں ہو سکا ہوگا کہ ٹرانسمیٹر کا ایک سیٹ غائب ہو چکا ہے۔"

"ٹرانسمیٹر کا دوسرا سیٹ کس جگہ ہے؟"

"موشے ہرموس کی خواب گاہ میں، مسہری کے پاس لیکن ظاہر ہے وہ اپنی جان سے زیادہ پیاری بیٹی کی گمشدگی کے بعد خواب گاہ میں آرام نہیں کر سکے۔ ہمیں انتظار کرنا ہوگا علی! تمھیں نیند تو نہیں آ رہی؟"

"سارا دن سوتے ہی رہے ہیں۔ پچھلی رات کی نیند بھی پوری ہو گئی۔ میرا خیال ہے، دو تین بجے تک تو ہمیں نیند نہیں آئے گی۔"

"میں تو عام حالات میں بھی دو ڈھائی بجے سونے کی عادی ہوں۔ لیکن اگر تم نیند محسوس کرو یا تھکن محسوس کرو تو آرام سے جا کر غار میں سو جانا۔ میری فکر بالکل مت کرنا۔"

میں خاموشی سے چاندنی میں پھیلے ہوئے پُراسرار سناٹے کو دیکھتا رہا۔ صحرائے اعظم کی ٹھنڈی ہوائیں ہمیں چھوتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ ایمل کے بال ہوا میں اُڑ رہے تھے۔ چاندنی میں وہ ایک عجیب سی مخلوق نظر آ رہی تھی۔ اس وقت اُس نے سفید رنگ کا ڈھیلا ڈھالا لبادہ پہنا ہوا تھا۔ میں اُسے دیکھتا رہا۔ وہ میری طرف دیکھ کر مسکرا دی۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ ہم نے جنگلوں سے کچھ پہاڑی بھینسوں کو باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ دس بارہ کی تعداد تھی۔ بھینسے بدحواس ہو کر بھاگ رہے تھے۔ اُن کے پیچھے ایک چیتا نظر آیا جو کافی تیز رفتاری سے اُن کا تعاقب کر رہا تھا۔ بھینسوں کے بھاگنے سے زمین پر دھمک ہونے لگی تھی لیکن چیتا بھی اُن کے ساتھ ساتھ ہی بھاگ رہا تھا۔ میں یہ دلچسپ منظر دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ چیتے نے ایک بھینسے کو غول سے علیحدہ کر لیا۔ شکار کرنے کا یہ انداز بڑا انوکھا تھا۔ اُس نے بھینسے کو ڈرا کر مختلف راستوں پر کاٹ دیا تھا اور ایسی جگہ سے چیتے نے اکلوتے بھینسے کا راستہ کاٹا تھا جہاں سے اُسے اپنے غول سے جدا ہونا ہی پڑے۔ بھینسا خونخوار انداز میں پھنکارتا ہوا دوڑ رہا تھا۔ چیتے کا حجم بھینسے کی نسبت بہت چھوٹا تھا لیکن وہ چیتا تھا۔ کافی دور تک دوڑنے کے بعد دفعتاً چیتے نے ایک جست کی اور بھینسے کو دبوچ لی۔ طاقت کا یہ عظیم مظاہرہ ہم سے بہت زیادہ فاصلے پر ہو رہا تھا۔ ہم خاموش اور ساکت بیٹھے ہوئے اس جدوجہد کو دیکھ رہے تھے۔ چیتے کو غالباً ہماری موجودگی کا احساس نہیں ہوا تھا۔ وہ بھینسے کو پکڑ کر اُسے زمین پر گرانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ بالآخر اُس نے بھینسے کو زمین پر گرا لیا اور اپنے پنجوں سے اُس کے پیٹ پر زخم لگا۔ بھینسا تڑپ رہا تھا لیکن چیتے نے اُس کی گردن کچھ اس طرح منہ میں لی ہوئی تھی کہ اُسے چھڑائے نہیں بن رہا تھا۔ حالانکہ بھینسے نے چیتے کو زمین پر رگیدا شاید چیتا زخمی بھی ہوا ہوگا لیکن اُس نے شکار کو نہیں چھوڑا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد بھینسے کی جدوجہد سست پڑتی گئی۔ چیتے نے آہستہ سے اُس کی گردن چھوڑی اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ بھینسے میں کتنی قوت باقی ہے۔ بھینسا ذرا سا تڑپا۔ چیتے نے پھر اُس کے اُسی زخم پر دانت گاڑ دیے تھے۔ ہم اتنی دور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ ایک دوسرے کا احساس بھی نہیں رہا۔ بالآخر چیتا بھینسے کی لاش کو گھسیٹ کر ایک ایسی جگہ لے جانے لگا جہاں وہ اُسے بیٹھ کر آرام سے کھا سکے۔

ایمل نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "کتنا عجیب دستور ہے اس کائنات کا۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

ہماری نگاہیں دور دور تک بھٹکتی رہیں۔ ہم اپنے اپنے اپنی سوچوں میں گم رہے۔ کافی دیر تک یہی صورت حال رہی۔

"رات کافی ہو چکی ہے۔ کیا خیال ہے سو یا جائے؟" ایمل

"ایمل! اگر ایک بار پھر..."

"ارے ہاں! تمھارا کہنا درست ہے۔ اچھا میں کوشش کرتی ہوں۔" ایمل نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر دیا۔ چند لمحے وہ کوشش کرتی رہی اور دوسرے لمحے ایک بھاری آواز ٹرانسمیٹر پر سنائی دی۔

"ہیلو۔ ہیلو!" ایمل نے ایک دم اپنا منہ بند کر لیا اور ٹرانسمیٹر میری طرف بڑھا دیا۔

میں نے ٹرانسمیٹر اُس کے ہاتھ سے لے لیا۔ دوسری طرف سے مسلسل ہیلو ہیلو کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ تب میں نے اپنے حواس مجتمع کیا اور آہستہ سے بولا۔ "موشے ہرموس! کیا یہ تم ہی ہو؟"

"تم کون ہو؟ کون بول رہا ہے؟" وہ بے تابی سے بولا۔

"میرا خیال ہے، تمھیں میری آواز پہچان لینی چاہیے۔"

"علی... علی یار خان!" موشے ہرموس کا لہجہ بدحواس تھا۔

"ہاں! علی ہی بول رہا ہے۔"

"علی! کہاں ہو تم؟ اور... اور ایمل! کیا وہ بھی تمھارے ساتھ ہے؟"

"ہاں موشے ہرموس! ایمل میرے ساتھ ہے۔ تم نے مجھے اس کام کے لیے مجبور کیا ہے، موشے ہرموس! تم کیا سمجھتے تھے۔ کیا صرف چالاکی اور ذہانت تمھارے ہی حصے میں آئی ہے۔ میں احمق ہوں۔"

"نہیں نہیں علی! تم نے میری پوزیشن پر اُس وقت بھی غور نہیں کیا تھا اور اب بھی تم بلاوجہ مجھ سے برگشتہ ہو۔ تم یقین کرو، میں آج سارا دن اولیو ہاورڈ ہی کے چکر میں رہا ہوں۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ ایمل کو تم ہی اغوا کر کے لے گئے ہو لیکن علی پلیز! اُسے کچھ نقصان مت پہنچانا۔ میں وہی کروں گا جو تم چاہتے ہو۔"

"موشے ہرموس! تمھیں وہ سب کچھ کرنا پڑے گا۔ اگر تم نے نہیں کیا تو تمھاری بیٹی کی لاش کے اتنے ٹکڑے کیے جائیں گے کہ تم اُن ٹکڑوں کو آپس میں جوڑ بھی نہیں سکو گے۔"

"ارے نہیں نہیں! ایسی بات کر کے میرے دل کی حرکت بند کرنے کی کوشش مت کرو۔ خدا کے لیے اُسے ذرا بھی نقصان مت پہنچانا۔ دیکھو! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے بھرپور تعاون کروں گا۔ وہی کروں گا جو تم چاہتے ہو لیکن ایمل کو، میری ایمل کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

"موشے ہرموس! میں نے مجبور ہو کر یہ قدم اُٹھایا ہے۔ تم نے اُس زبان کو نہیں سمجھا جو میں اب تک استعمال کر رہا تھا۔ میرے ساتھ بدترین دھوکا دہی کی گئی ہے۔ میری وجہ سے تم اربوں روپے کی دولت کمانے والے ہو لیکن میرے مسئلے پر تم نے غور نہیں کیا۔ اولیو ہاورڈ میرا بدترین دشمن ہے اور میرے خلاف ہر وہ کام کر سکتا ہے جو اُس کے بس میں ہو۔ تم خود غور کرو موشے ہرموس گوٹے ہل کے جنرل ٹیرس کی مراعات سے فائدہ اُٹھا کر یہ اربوں روپے کی دولت میں خود بھی کما سکتا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ سارڈان کی پہاڑیوں میں پلاٹینم کے ذخائر پوشیدہ ہیں اور یہ ذخائر گرے اسٹون کے ذریعے تمھاری ملکیت بننے والے ہیں۔ لیکن میں نے اُن کا لالچ نہیں کیا صرف اس بنیاد پر کہ میں تہذیب مالکم ایکس کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اولیو ہاورڈ مل جائے تو اُس سے بات کرو۔ موشے ہرموس! یہ تمھاری ذمے داری ہے کہ معاہدے کے کاغذات اور تہذیب مالکم ایکس کو تین دن کے اندر اندر میرے سپرد کر دو۔ آج سے ٹھیک تین دن کے اندر اندر اگر یہ دونوں چیزیں مجھے نہ ملیں تو پھر سمجھ لو کہ میں تمام خطرات سے بے نیاز ہو کر پہلے ایمل کو ٹھکانے لگا دوں گا اُس کے بعد نئے سرے سے کوشش کروں گا کہ تمھارے خلاف صف آرا ہو جاؤں۔"

"دیکھو علی! اولیو ہاورڈ نے میری مدد ضرور کی ہے لیکن وہ میرا محکوم نہیں ہے۔ تم مجھے موقع دو اور بار بار یہ بات مت کہو کہ تم ایمل کو قتل کر دو گے۔ میں اپنی تمام کوششیں اس بات پر صرف کر دوں گا کہ تمھیں تہذیب اور معاہدے کے کاغذات مل جائیں۔ اس کے بعد تم اس بارے میں سوچنا۔ ممکن ہے کچھ زیادہ دیر لگ جائے اب میں مجبور ہو گیا ہوں کہ اولیو ہاورڈ کو ہر طرح سے اپنے کام کے لیے آمادہ کروں سنو علی! وقت کا تعین مت کرو۔ تم مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہو۔ میں انتہائی کوشش کروں گا۔ ایمل کہاں ہے؟ اُس سے میری بات کرا دو۔ پلیز علی! مجھے اُس کی آواز سنا دو۔" میں نے ایمل کی طرف دیکھا تو اُس نے آنکھیں بند کر کے گردن خم کر دی تھی۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔ عجیب لڑکی تھی انتہائی عجیب و غریب۔

میں نے ٹرانسمیٹر اُس کی طرف بڑھا دیا تو اُس نے بھرّائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ڈیڈی۔ ڈیڈی پلیز! مجھے بچائیے۔ مجھے بچائیے ڈیڈی۔ میں... میں سخت اذیت کا شکار ہوں۔ میرے ہاتھ پاؤں رسّیوں سے جکڑے ہوئے ہیں۔ میرے ساتھ جانور جیسا سلوک کیا جا رہا ہے۔ پلیز ڈیڈی! میں مر جاؤں گی... میں مر جاؤں گی۔"

"علی! علی تم سن رہے ہو میری آواز۔ اُسے کھول دو۔ اُس کے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک مت کرو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ بہت جلد اس سلسلے میں کوئی کارروائی کروں گا۔"

"ٹھیک ہے موشے ہرموس! اب اُس وقت تک ایمل کو اذیت نہیں دی جائے گی جب تک تم مجھ سے دوبارہ رابطہ قائم نہیں کرو گے۔ لیکن اس کا وقفہ طویل نہیں ہونا چاہیے اور اس کے علاوہ اگر کسی قسم کی کوئی اور کارروائی کی گئی، موشے ہرموس تو ممکن ہے تم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاؤ۔ ممکن ہے تم دوبارہ مجھے گرفتار کر لو لیکن ایمل تمھیں زندہ نہیں ملے گی۔ میں نے جب بھی کسی کو اپنے قریب دیکھا یا کوئی خطرہ محسوس کیا تو سب سے پہلے ایمل کو ٹھکانے لگا دوں گا۔ اس بات کو تم ذہن میں رکھو کہ میرے پاس اس کے ذرائع موجود ہیں۔"

"نہیں نہیں۔ اِن حالات میں میں تمھارے خلاف کوئی سازش نہیں کر سکتا۔ لیکن براہِ کرم... براہِ کرم..."

"ٹھیک ہے۔ تم کل دن میں گیارہ بجے ایمل سے رابطہ قائم کر کے میرے رویّے کے بارے میں معلوم کر سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے۔ میں... میں ایمل... ایمل تم نے سنا۔ تمھیں اذیت نہیں دی جائے گی بیٹی۔ تمھارے ہاتھ پاؤں کھول دیے جائیں گے لیکن خدا کے لیے تم اپنے طور پر کوئی حرکت کرنے کی کوشش مت کرنا۔ میں تمھیں بچانے کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ سنا ایمل! تم نے۔" موشے ہرموس کی آواز اُبھری لیکن ایمل نے بٹن بند کر کے ٹرانسمیٹر کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

بڑی بے رحم تھی وہ۔ وہ مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی اور پھر اُس نے دونوں آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یوں سمجھو علی کہ تمھارا کام بن گیا۔"

"محسوس تو ایسا ہی ہوتا ہے ایل لیکن کیا ہاورڈ موشے ہرموس کے قابو میں آجائے گا آسانی سے اس کی بات مان لے گا؟"

"یہ بات تو میں نہیں جانتی لیکن بہر طور دونوں کا تعلق ایک ہی نسل سے ہے اور اولیو ہاورڈ اسرائیلی مفادات کے لیے مخلصانہ طور پر کام کر رہا ہے جبکہ موشے ہرموس سے اسرائیل کو بے انتہا مالی مفادات حاصل ہیں۔ ایسی حالت میں اگر ڈیڈی ضد پہ اڑ جائیں تو ہاورڈ کو مجبور کر سکتے ہیں۔"

"ہوں، دیکھو کیا ہوتا ہے؟"

"تم فکر مند کیوں ہو؟ ویسے بھی تمھارے کسی کام کا ہرج تو نہیں ہو رہا ہے اور کیا میری قربت تمھیں کچھ ناگوار ہے؟"

"نہیں ڈیئر! تم نے دوستانہ طور پر میرے لیے جو کچھ کیا ہے، اس کی میرے نزدیک بڑی اہمیت ہے۔" میں نے بے تکلفی سے کہا اور ایل مسکرانے لگی۔

"ویسے تم عجیب و غریب انسان ہو ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ کافی وقت گزار لیا ہے لیکن... لیکن...!" اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت نظر آنے لگی۔ مجھے بس خوف تھا تو اس کی اس کیفیت سے لیکن بالآخر وہ خود ہی نارمل ہو گئی۔

دوسری صبح ہم ایک بار پھر اپنے معمولات میں مصروف ہو گئے۔ میں نے موسم کے پیشِ نظر باہر نکلنے کے بارے میں سوچا تو ایل نے میرے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں علی، جلد بازی ہمارے لیے خطرناک ہو سکتی ہے تمھارا کیا خیال ہے؟ کیا ڈیڈی نے ہر اس جگہ کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی ہو گی جہاں ہم ہو سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے ساری رات ان کے ہرکارے اِدھر اُدھر دوڑتے پھرے ہوں گے۔ ہر جگہ سے معلومات حاصل کرتے پھرے ہوں گے۔ ان کے وسائل بھی محدود نہیں ہیں۔ یہاں گوٹلے ہل میں بھی وہ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ ہم اپنی جگہ محدود رہیں بلکہ آج رات ہم ایک اور کام کریں گے۔"

"وہ کیا؟"

"وراڑ میں کھڑی ہوئی اس جیپ کو درختوں کے پتّوں اور شاخوں سے چھپا دیں تاکہ اس کے اوپر سے اڑنے والے ہیلی کاپٹر اسے نہ دیکھ سکیں۔"

میں نے ایل کی بات سے اتفاق کیا اور اس کام کے لیے رات کے وقت کا انتخاب کیا گیا۔ دن آسانی سے گزر گیا اور ایسی کوئی الجھن پیش نہیں آئی۔ رات کو البتہ ہم لوگ تیار ہو کر باہر آئے۔

درختوں کی شاخیں اور پتّے حاصل کرنے کے لیے ہمیں جنگل میں جانا پڑا تھا۔ ہم نے کافی رات گئے تک یہ کام کیا اور بالآخر اتنے فاصلے سے شاخیں وغیرہ لانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کام کے لیے جیپ ہی استعمال کی گئی تھی۔ جیپ دوبارہ اسی جگہ کھڑی کر کے پتّوں اور درختوں کی شاخوں سے ڈھانپ دیا اور ایک بلندی پر ہو کر اس کا جائزہ لیا۔ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہاں کوئی جیپ کھڑی ہے۔ اس تمام کارروائی کے دوران ایل بالکل مطمئن تھی۔ موشے ہرموس کے لیے اس کے دل میں کوئی احساس نہیں ابھرا تو پہلے ہی اسے عجیب لڑکی قرار دے چکا تھا اور اس کی اس بار بھی متفق ہو گیا تھا کہ وہ نارمل نہیں بلکہ ایب نارمل ہے۔

وہ رات بھی گزر گئی۔ دوسرا دن، تیسری رات لیکن اس دوران موشے ہرموس نے ہم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اب کسی قدر بے چینی محسوس کر رہا تھا جبکہ میرے نسبت ایل مطمئن اور اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا کہ اس نے ایسی جگہ کا انتخاب کیا موشے ہرموس یا اولیو ہاورڈ کا تصور بھی اس طرف نہیں پہنچ سکتا ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ موشے ہرموس کی بے چینی رنگ نہیں دکھایا۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ موشے ہرموس فرصت میں اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کر کے اسے اس سلسلے میں کرنا لیکن اب تک کچھ نہیں ہوا تھا۔

پانچویں رات میں نے ایل سے کہا کہ کیوں نہ موشے ہرموس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ تو وہ بولی۔ "رہنے دو علی! دن اور انتظار کر لو۔ آخر یہاں کیا برا لگ رہا ہے۔ بس تمھاری کمی میں ایک کمی ہے۔ تم نے اپنی ذات پر اخلاقیات کی بے جا پابندیاں کر رکھی ہیں۔"

"ممکن ہے ایل اس کی وجہ میری ذہنی پریشانیاں ہوں اس لیے کسی چیز کی طرف راغب نہیں ہوتا۔"

"اور میں تمھیں کبھی کسی ایسی بات کے لیے مجبور نہیں کروں گی جو اپنی مرضی کے خلاف ہو۔"

"اس کے لیے میں تمھارا ہمیشہ احسان مند رہوں گا۔"

"یہ جتانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" وہ چڑ کر بولی۔

جب ساتواں دن گزر گیا تو میری قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ یہاں جنگل میں معطل پڑے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ایل سے کہا۔ "اب ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم خود ہی موشے سے رابطہ قائم کریں۔ مجھے یہ بات قطعی غیر فطری محسوس ہوتی ہے موشے ہرموس اس دوران تمھاری آواز سننے کی کوشش بھی نہ کرے۔"

"ممکن ہے ڈیڈی، انکل ہاورڈ کی تلاش میں کہیں دور نکل گئے ہوں ویسے یقیناً وہ میرے لیے بے چین ہوں گے، اس بات کا تو میں دعویٰ کرتی ہوں۔"

"وہ کہیں بھی نکل گئے ہوتے لیکن انھیں ٹرانسمیٹر پہ ایک بار رابطہ تو قائم کرنا چاہیے تھا۔"

"اس کی رینج محدود ہے۔"

"اس کے باوجود اگر تم مجھے اجازت دو تو..."

"ہاں ہاں ضرور، اس میں اجازت کی کیا بات ہے۔"

میں نے... ٹرانسمیٹر آن کیا اور موشے ہرموس کو کال کرنے لگا دوسری طرف سائیں سائیں کی آوازیں ابھرتی رہیں، یوں محسوس ہوتا جیسے دوسری طرف ٹرانسمیٹر کا ریسیور ہی موجود نہ ہو۔ بہر طور کوشش جاری رہی۔ ایل نے بھی میرا ساتھ دیا لیکن کوئی جواب نہیں مل سکا میرے چہرے پر تشویش کے آثار ابھرنے لگے تھے۔ بہت غور و خوض کیا میں نے اور پھر میرے ذہن میں نہ جانے کیوں ایک ذہن بیدار ہو گیا۔ ممکن ہے اولیو ہاورڈ نے موشے ہرموس کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہو، اس کی ہر تجویز کو مسترد کر دیا ہو کیونکہ یہ بھی عجیب کی بات تھی کہ اس تمام بلکہ طویل عرصے کے دوران ایک بار بھی ہماری تلاش کے لیے کوئی پارٹی اِس طرف نہیں آئی تھی۔ ایل کی باپ کی فطرت کا بخوبی اندازہ ہو چکا تھا لیکن اب میری عقل یہ کہتی تھی کہ موشے ہرموس کم از کم اِس پوزیشن میں نہیں ہے کہ ہم سے کسی طرح کا رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر سکے۔

میں نے بہ مشکل تمام ایل کو اس کے لیے تیار کیا کہ ہم لوگ اب یہاں نہ رکیں بلکہ واپس کالموکیمپو چلیں۔

"سوچ لو کہیں یہ بھی کوئی چال نہ ہو ان لوگوں کی اور انھوں نے سوچا ہو کہ ہم زیادہ سے زیادہ کتنے دن پوشیدہ رہ سکتے ہیں۔ جب اس طرف سے مکمل خاموشی ہو گی تو ہم خود ہی پریشان ہو کر ان تک آئیں گے۔"

"لیکن ایل کیا انھوں نے یہ نہیں سوچا ہو گا کہ اس دوران میں جھنجلا کر تمھیں کوئی نقصان پہنچا سکتا ہوں۔"

"علی تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو ان باتوں کو لیکن امکان اس بات کا ہے کہ انھوں نے یہ بات نہ سوچی ہو۔ ممکن ہے انکل ہاورڈ نے انھیں بتایا ہو کہ علی کچھ بھی سہی انسان ہے اور علی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمھارے دشمن بھی تمھاری شرافت کا اعتراف کرتے ہیں۔ میں تمھیں خوش کرنے کے لیے یہ بات نہیں کہہ رہی۔ میں نے انسان کو ہمیشہ بھیڑیے کے روپ میں دیکھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی پر کسی بھی انداز میں برتری حاصل کر سکتا ہے اپنی برتری کا اظہار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تم اتنے دن سے میرے ساتھ ہو لیکن تمھاری شخصیت میں میں نے کبھی ایسی کوئی بات نہیں دیکھی۔ ممکن ہے انکل ہاورڈ نے انھیں یہ بتایا ہو کہ تم خود ہی واپس آؤ گے۔ واقعی اگر تم سمجھتے ہو کہ ہمارا کالموکیمپو واپس جانا مناسب ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ چلو۔"

"ایل میری چھٹی حس کہتی ہے کہ کوئی غیر معمولی بات ہے جس کی بنیاد پر موشے ہرموس نے ہم سے رابطہ نہیں قائم کیا۔ وہ جس طرح تم سے محبت کا اظہار کرتے ہیں اس سے یہ یقین نہیں ہوتا کہ وہ اتنی طویل خاموشی اختیار کر لیں گے۔"

"تو پھر چلو لیکن ہم رات ہی میں سفر کریں گے۔"

اس رات چاند نہیں نکلا تھا۔ کئی دن سے بادل آسمان پر منڈلا رہے تھے لیکن بارش بھی نہیں ہوئی تھی۔ ہم تاریک رات میں سفر کرنے لگے۔ سمت کا صحیح طور پر اندازہ لگا لیا گیا تھا چنانچہ آدھی رات کے وقت ہم جنگل سے باہر نکل آئے اور پھر رفتار مزید تیز کر دی گئی۔ صبح ہونے تک ہم سڑک کے کنارے پہنچ گئے تھے۔ دن کی روشنی میں سفر خطرناک ہو سکتا تھا اس لیے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا گیا جہاں ہم پوشیدہ رہ سکتے تھے۔ یہ جگہ زیادہ خطرناک تھی۔ پورے دن محتاط رہنا پڑا۔ سڑک سے گاڑیاں آ جا رہی تھیں لیکن ہم سڑک کے نشیب میں ایک ایسی جگہ تھے جہاں سڑک پر سے کوئی گاڑی ہمیں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

دن بہ مشکل تمام گزرا اور رات کو جب ہمیں یہ اطمینان ہو گیا کہ اب سڑک پر آمد و رفت کم ہو گئی ہے تو ہم دوبارہ جیپ کو سڑک پر لے آئے اور اس کا رخ کالموکیمپو کی طرف کر دیا۔ میرا ذہن بہت سے خیالات میں الجھا ہوا تھا۔

کالموکیمپو میں داخل ہونے سے پہلے میں نے ایل سے پوچھا۔ "ایل، اب ہمارا پروگرام کیا رہے گا؟"

"جو تم کہو۔" اس نے بلا تامل جواب دیا۔

"تمھارا موشے ہرموس کے پاس جانا مناسب رہے گا؟"

"ظاہر ہے اور کہاں جا سکتے ہیں لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرا ان کے پاس پہنچنا تمھارے لیے بہتر ثابت نہ ہو۔"

"اس کے لیے جو کچھ بھی ہو گا بعد میں دیکھا جائے گا لیکن میں تو بہر حال تمھارے ساتھ نہیں جا سکتا۔"

"ہاں، یہ بات تو میں جانتی ہوں۔ تو پھر تم کہاں قیام کرو گے؟"

"کسی ایسی جگہ جو غیر معروف سی ہو۔"

"کیا تم کالموکیمپو میں کسی ایسی جگہ کے بارے میں جانتے ہو؟"

"نہیں لیکن اپنے لیے کوئی نہ کوئی ٹھکانا کر ہی لوں گا۔" میں نے کہا۔

کالموکیمپو میں داخل ہونے کے بعد میں نے ایل سے کہا کہ میں دوسری رات اسے اسی جگہ ملوں گا جہاں اس نے مجھے اتارا ہے تاکہ صورتِ حال کا صحیح طور پر اندازہ ہو سکے۔

ایل چلی گئی تو میں نے اپنے بارے میں سوچا۔ کسی ہوٹل کا رخ کرنا میرے لیے بے حد خطرناک تھا۔ کالموکیمپو میں اور کوئی ایسی جگہ بھی نہیں تھی جہاں میں قیام کر سکوں۔ صرف ایک ہی صورت نظر آتی تھی کہ کسی غیر معروف ہوٹل کا رخ کروں اور یہ غیر معروف سا ہوٹل مجھے مل گیا۔ بہت ہی گندی اور بھدی عمارت تھی۔ ہوٹل کا تو اسے صرف نام دے دیا گیا تھا۔ یہاں قیام کے لیے جگہ مجھے مل گئی تھی۔ میں نے رات وہاں گزاری۔ دوسرے دن ہمت کر کے کالموکیمپو کے بازاروں میں نکل آیا۔ مقصد صرف آوارہ گردی کرنا تھا ورنہ فوری طور پر کچھ کرنے کا کوئی موقع بھی نہیں تھا۔ مجھے اس وقت تک انتظار کرنا تھا جب تک ایل واپس آ کر صورتِ حال سے آگاہ نہیں کرتی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لت کو ایمل کا انتظار کرنے لگا جو جگہ میں نے مقرر کی تھی وہاں تقریباً دو ڈھائی گھنٹے میں نے ایمل کا انتظار کیا لیکن وہ نہیں آئی تھی۔ تب مجھے پریشانی لاحق ہوگئی۔ ایمل کیوں نہیں آئی ؟بظاہر یوں لگتا تھا کہ وہ مجھ سے مخلص ہے ویسے بھی اس لڑکی سے کچھ بعید نہ تھا کہ کب کیا کر بیٹھے۔ اس کی عجیب صفات کا میں مشاہدہ کر چکا تھا۔

ایمل کی طرف سے بالکل مایوس ہونے کے بعد میں نے موشے ہرموس کی قیام گاہ کا رُخ کرنا مناسب سمجھا اور پھر چھپتا چھپاتا وہاں پہنچ گیا۔ رہائش گاہ پر ہولناک سناٹا چھایا ہوا تھا اور ایک عجیب سی سوگوار کیفیت طاری تھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ میں بے دھڑک اندر داخل ہوگیا اور پھر اُس جگہ پہنچ گیا جہاں ایمل کی خواب گاہ تھی۔ موشے ہرموس عمارت کے کسی حصے میں نظر نہیں آیا۔ البتہ کچھ ملازمین اپنے اپنے کاموں میں مصروف نظر آرہے تھے۔ یہاں کا جائزہ لینے کے بعد کم از کم یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میری طرف کوئی متوجہ نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے ایمل کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور کی ہول سے اندر جھانکتا رہا۔ ایمل دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے کرسی پر بیٹھی تھی۔ دستک سُن کر اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر سے ہٹالیے پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھی اور اُس نے دروازہ کھول دیا۔ میں اسے دیکھتا ہوا اندر داخل ہوگیا تھا۔ ایمل نے مجھے دیکھا اور میں نے ایمل کے چہرے کو۔ ایمل کے چہرے پر ایک عجیب سی ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

"میں تمھارا انتظار کر رہا تھا ایمل! تم کیوں نہیں آئیں ؟" میں نے اُس سے سوال کیا لیکن ایمل خاموش رہی۔ اُس نے میرے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا تھا "کیا بات ہے ایمل کچھ بتاؤ تو مجھے ؟"

جواب میں اُس نے ایک گہری سانس لی اور پھر بولی "تمھیں کچھ نہیں معلوم ہو سکا ؟"

"کیا نہیں معلوم ہو سکا، پلیز وقت ضائع مت کرو، مجھے بتاؤ۔"

"موشے ہرموس کو قتل کر دیا گیا۔ ڈیڈی ہلاک ہو چکے ہیں۔" ایمل نے کہا اور مجھ پر بجلی سی گر پڑی۔ میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے ایمل کو دیکھنے لگا۔ ایک لفظ بھی میرے منہ سے نہیں نکل سکا تھا۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ ایمل پھر کرسی پر جا کر بیٹھ گئی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے لیکن چہرے پر بس ایک ویرانی سی چھائی ہوئی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اُس کے قریب پہنچ کر بولا۔ "کب ایمل اور کس نے ؟"

"یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ انھیں کس نے قتل کیا ہے۔ آج انھیں ہلاک ہوئے چوتھا دن ہے۔"

"اوہ! اس کا مقصد ہے موشے ہرموس نے۔۔ موشے ہرموس نے" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"کون اُن کا قاتل ہو سکتا ہے علی ! میں حیران ہوں۔"

میں چند لمحے سوچتا رہا میرے ذہن میں ایک فلم سی چل رہی تھی۔ موشے ہرموس کو قتل کرنے والا کون ہو سکتا ہے ؟ کیا اولیو ہ[illegible] کیوں ؟ اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا [illegible] کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "اس کے باوجود ایمل [illegible] کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کر دیا تھا، مجھے موشے ہ[illegible] قتل پر دکھ ہے اور میں تمھارے غم میں برابر کا شریک ہوں۔"

"لیکن انھیں قتل کس نے کر دیا اور کیوں ؟" وہ خود کلامی کے [illegible] میں بولی۔

"کاش اس بارے میں میں کچھ جان سکتا ایمل، اگر تم خود [illegible] تو شاید اندازہ لگا سکو۔"

"افسوس، میں کوشش کے باوجود کوئی اندازہ نہیں لگا سکی [illegible] اب مجھے کیا کرنا چاہیے ؟ میں عجیب سی پریشانیوں کا شکار ہوں [illegible] کچھ نہیں چاہتی تھی میں۔ میں تو بس اُن اذیتوں کا بدلہ لینا چاہتی تھی جو میری ماں کو دی گئی تھیں لیکن اس شکل میں نہیں کیا میری کسی غلطی [illegible] موشے ہرموس کے ساتھ یہ سب کچھ ہوا۔ آخر ایسا کیوں ہوا علی [illegible] کیوں ہوا ؟"

"ایمل میرا خیال ہے اگر تم تھوڑی سی کوشش کرو تو اپنے باپ [illegible] قاتل کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتی ہو۔ مجھے موشے ہرمو[illegible] سے اختلاف ضرور تھا لیکن میری خوش قسمتی ہے کہ جب موشے [illegible] کو قتل کیا گیا تو میں تمھارے ساتھ تھا ورنہ تمھارا شک میر[illegible] جا سکتا تھا۔"

"ہاں علی ! میں نے اس بارے میں بھی سوچا تھا۔ انسان بہت [illegible] ذہن کا مالک ہوتا ہے۔ بعض اوقات ہوش و حواس سے عاری [illegible] ہے۔ میں نے یہ بات سوچی تھی لیکن ظاہر ہے خود ہی مجھے اپنے [illegible] کی تردید کرنی پڑی کیونکہ تم اُس وقت میرے ساتھ تھے۔ لیکن علی [illegible] موشے ہرموس کو قتل نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مجھے ماں اور باپ دونوں [illegible] محروم کر دیا گیا۔ اب میں بالکل بے سہارا ہوں۔ حالانکہ موشے ہرمو[illegible] کی دولت میرے ساتھ ہے لیکن اس کے باوجود مجھے اچانک یو[illegible] ہو رہا ہے جیسے اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اس دنیا میں [illegible] گزارنا اب میرے لیے مشکل ہو گیا ہے۔ باپ تو بڑی قیمتی چیز ہے علی۔ اس کا مجھے اس سے پہلے کوئی احساس نہیں ہوا تھا۔"

"خود کو سنبھالو ایمل۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ موشے ہرموس کے قاتل کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں۔"

"اگر معلومات حاصل ہو بھی جائیں تو بھی ہم کیا کریں گے [illegible] موشے ہرموس کو واپس تو نہیں لا سکتے۔ سنو علی ! مجھے کسی سہارے کی ضر[illegible] ہے۔ کیا تم اپنے معاملات کو بھول کر کچھ عرصے ایک دوست کی [illegible] سے سہارا دے سکتے ہو مجھے ؟"

میں ایک عجیب سی اُلجھن کا شکار ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے علی [illegible] سے مجھے اس سے زیادہ اور کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ وہ میرے [illegible]

[illegible] تھوڑی بہت معاون ثابت ہوئی تھی۔ اس معاونت کے لیے کیا میں اپنا [illegible] ضائع کر سکتا ہوں ؟ کیا میرے پاس اتنا وقت ہے کہ میں ایمل [illegible] میں مصروف ہو جاؤں۔ ذہن سے جواب اُبھرا کہ نہیں میری [illegible] دوسری ہیں۔ میں اپنے فرض سے بہت عرصے غفلت برتتا رہا ہوں [illegible] کام جاری رکھنا چاہیے۔ ایمل جیسی بے شمار لڑکیاں زندگی میں [illegible] ہیں۔ کسی کے لیے اتنے دکھ بھرے انداز میں سوچنا کم از کم اِن [illegible] میں درست نہیں ہے۔ لیکن بہر طور ایمل کو اس طرح سے جواب [illegible] نہیں دیا جا سکتا تھا۔

میں نے آہستہ سے کہا "ایمل میں نے تم سے کہا ہے نا کہ میں [illegible] غم میں برابر کا شریک ہوں۔ کاش میں تمھاری کچھ مدد کر سکوں۔ [illegible] طور میں تم سے ملاقات کروں گا اور اس کے بعد ہم صحیح فیصلہ کریں گے۔ سوچیں [illegible] آئندہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ کاش ! موشے ہرموس قتل نہ ہوتے۔"

ایمل کی آنکھوں سے ابھی تک ایک بھی آنسو نہیں نکلا تھا۔ وہ [illegible] باپ کی موت پر آنسو بہانے کے لیے تیار نہیں تھی۔ غالباً باپ [illegible] نفرت کا جذبہ اب بھی اُس کے ذہن میں موجود تھا۔

میں اب یہاں سے چلا جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے مختلف [illegible] بہانے کر کے ایمل کو سمجھایا اور اُس سے اجازت طلب کر لی۔ واپسی کے [illegible] لیے میں نے سیدھا راستہ نہیں اختیار کیا تھا بلکہ اس عمارت کے عقبی راستے [illegible] سے باہر نکل کر میں سڑک پر آ گیا تھا۔ وقت بہت زیادہ نہیں ہوا تھا لیکن اتفاق سے اطراف میں کوئی ٹیکسی وغیرہ موجود نہیں تھی۔ میں پیدل چلتا رہا۔ مختلف راستوں سے گزرتا ہوا بالآخر میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے ٹیکسی لے کر اپنے ہوٹل جا سکتا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹیکسی مجھے لیے ہوئے میرے ہوٹل کی جانب جا رہی تھی۔

ہوٹل کی بدنما اور بھدی عمارت میں داخل ہو کر میں اپنے اُس [illegible] نام نہاد کمرے میں پہنچ گیا جو انتہائی گندہ اور بوسیدہ حالت میں تھا۔ فرنیچر وغیرہ تک یہاں موجود نہیں تھا۔ بس ایک چارپائی پڑی ہوئی تھی جس پر بستر لگا ہوا تھا۔ ایک جانب بھدی ٹین کی میز اور دو تپائیاں رکھی ہوئی تھیں اور ایک کرسی بھی تھی۔ یہ اس کمرے کی کل کائنات تھی [illegible] اُتار کر پلنگ پر جا لیٹا۔ ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔ یہ بات [illegible] میں نہیں آ رہی تھی کہ موشے ہرموس کو کس نے قتل کیا اور کیوں قتل کیا ؟ اس کا پس منظر کیا ہے۔ موشے ہرموس تو کافی بڑی شخصیت تھی۔ بہت سے خیالات ذہن میں آئے۔ کارپوریٹ کی جانب بھی ذہن دوڑایا۔ کارپوریٹ بہر طور امریکی حکومت کے زیرِ سایہ تھی اور گریے اسولٹن کے بارے میں مجھے اولیو ہاورڈ نے بتایا تھا کہ وہ امریکی مفادات کے [illegible] کام کرتی رہی ہے۔ لیکن موشے ہرموس کو قتل کرنے کے بجائے [illegible] لوگوں کو مجھے قتل کر دینا چاہیے تھا۔ وہ یہ کوشش کر بھی چکے تھے۔ بہر طور فی الحال یہ ساری باتیں میرے لیے ایک معما تھیں۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دروازے پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے بھرائے ہوئے لہجے میں دستک دینے والے سے اندر آنے کے لیے کہا۔ میں سمجھا ویٹر ہوگا۔ مسہری پر لیٹے لیٹے میں نے آنے والے کو دیکھا اور پھر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مسہری الٹ پلٹ ہو گئی ہو۔ آنے والا کوئی ویٹر وغیرہ نہیں تھا بلکہ اولیو ہاورڈ تھا۔ میں اُسے شدتِ حیرت سے دیکھتا رہ گیا۔

اولیو ہاورڈ کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ہیلو علی !" وہ سرد لہجے میں بولا۔

میں نے ایک جھرجھری سی لے کر اپنے آپ کو سنبھالا۔ اولیو ہاورڈ کے سامنے میں کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔ میں اُٹھ کر پلنگ پر بیٹھ گیا اور پھر میں نے اُس کرسی کی طرف اشارہ کر کے اولیو ہاورڈ کو بیٹھنے کے لیے کہا جو بہر طور بیٹھنے کے قابل نہیں تھی۔

اولیو ہاورڈ نے شکریہ ادا کر کے کرسی گھسیٹی اور میرے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر اُس نے کمرے کا جائزہ لیا اور آہستہ سے بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ یہاں قیام کرنا تم نے کس لیے منظور کیا ہے۔"

"مسٹر ہاورڈ آپ اور یہاں ؟" میں نے مصنوعی حیرت [illegible] کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ملاقات تو تم سے کرنا ہی تھی۔ دراصل ہمارے درمیان ایک ایسا رشتہ اور ایک ایسا گہرا ربط ہے علی کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں رہ سکتے۔ میں اپنی زندگی میں بارہا اس بات کا اعتراف کر چکا ہوں کہ مجھے ایک شاندار مدِمقابل ملا ہے۔ ہمارے درمیان بہت کچھ ہوتا رہا ہے علی۔ یہ داستان بے حد طویل ہے اور یقیناً تمھارے سامنے واقعات دہرانے کی ضرورت نہیں۔ تم بھی مجھے زندگی کی آخری سانس تک نہیں بھول سکو گے اور میں اپنے خیالات کا اظہار تو کر ہی چکا ہوں لیکن علی کیا خیال ہے، ہمارے درمیان یہ کھیل طویل نہیں ہو گیا ؟"

"یہ طویل کھیل تو اولیو ہاورڈ ابھی جاری ہے اور اس کی طوالت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔" میں نے اب اپنے آپ کو پوری طرح سنبھال لیا تھا۔

اولیو ہاورڈ نے میری اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سنجیدگی سے کچھ سوچتا رہا تھا۔ پھر اُس نے خشک لہجے میں کہا "لیکن بعض اوقات کچھ کھیل ناپسندیدہ ہو جاتے ہیں اور ایسے لمحات میں انسان یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ کیوں نہ انھیں ختم ہی کر دیا جائے۔"

"ہو سکتا ہے، تمھارے ذہن میں یہ تصور ہو اولیو ہاورڈ" میں نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ مجھے یقین تھا کہ اولیو ہاورڈ تنہا نہیں آیا ہوگا بلکہ دروازے کے باہر بہت سے لوگ موجود ہوں گے۔ اس وقت میں ایک خوفناک صورتِ حال میں گھر گیا تھا لیکن بہر طور کم از کم اولیو ہاورڈ کے سامنے میں اس کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اولیو ہاورڈ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ”کیا خیال ہے علی، یہ ملاقات کیسی رہی؟“

”اپنی آمد کا مقصد بیان کرو۔“ میں نے خشک لہجے میں کہا۔

”میں تم سے اس گیم کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں جو لائٹ آف کروزل سے واپسی کے بعد میرے اور تمہارے درمیان ہوا۔“

”گڈ، ویری گڈ۔ اگر تم اس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہو تو مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

”کچھ سوالات بھی کروں گا میں — ان میں سے جن سوالات کے جواب مناسب سمجھو دے دینا۔ جن کے جواب نہیں دو گے، مجھے اُس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“

”ظاہر ہے، ہم دونوں ایک دوسرے کو کہیں بھی مجبور نہیں کر سکتے۔“ میں نے کہا۔

”تم لائٹ آف کروزل کی جانب کیوں متوجہ ہوئے تھے اور اُس کی طرف توجہ کس نے دلائی تھی؟“

ہاتھ پر دوسرے سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ پہلے سوال کا جواب چھرے۔ دہاں عربوں کے مفادات کے لیے کام ہو رہا تھا اور دیا۔ ... ت کے بارے میں تم اچھی طرح جانتے ہو۔“

”اسٹیفن براکوڈا کیا تمہارے ہاتھوں مارا گیا؟“

”ہاں۔“ میں نے فوراً کہا۔

”بہت بڑی شخصیت تھی وہ۔ بہت ہی عظیم لیکن بہر حال وہ تمہارے ہاتھوں مارا گیا اس لیے مجھے کوئی تعجب نہیں ہے۔ ہائیل جوشیو جیسی بڑی قوت کو تم نے فنا کر دیا تو اسٹیفن براکوڈا کیا حیثیت رکھتا تھا۔“

”شکریہ! غالباً یہ الفاظ تم نے میری تعریف میں کہے ہیں۔“

”شاید۔“ ہاورڈ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی اور اُس کے بعد اُس کا چہرہ پھر سپاٹ ہو گیا۔ اُس نے کہا۔ ”تہذیب مالکم ایکس کو تمہارے دوست ہی لے کر آئے تھے لیکن میں اُس وقت بیروت میں موجود تھا اور صورت حال سے ناواقف نہیں تھا۔ یہ سچ ہے کہ تہذیب کو ہلاک نہیں کیا گیا بلکہ اُس کی جگہ ایک اور لڑکی ہلاک ہو گئی تھی، لیکن علی، کیا تم اس بات سے انکار کرو گے کہ تم شروع ہی میں اس بات سے واقف ہو گئے تھے۔“

”اس سوال کا جواب ذرا سوچ سمجھ کر دینا پڑے گا۔“

”نہیں۔ تم جواب دو یا نہ دو لیکن میں حقیقت سے آگاہ ہو گیا ہوں۔ تم نے جو چال چلی وہ بے حد شاندار تھی۔ تم جانتے تھے کہ تہذیب مالکم ایکس میرے قبضے میں ہے۔ ایسے حالات میں تم نے اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ تم اس حقیقت سے واقف ہو بلکہ تم صرف یہ بات جاننے میں مصروف ہو گئے کہ اس کے پس پردہ میرا مقصد کیا ہے؟ تم نے جیولٹ کو جس طرح اپنایا، اس سے میں کافی دن تک اس غلط فہمی کا شکار رہا کہ میں نے جو چال ... اُس کے ذریعے تمہیں دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا ہوں لیکن علی، خیر چھوڑو اس ذکر کو، اب کیا اس بات کا اعتراف نہیں کرو گے کہ جیو... نے خودکشی نہیں کی بلکہ اسے تم نے ہلاک کیا ہے اور وہ تحریری بیان ... تم نے ہی اس سے لکھوایا ہے تاکہ مجھ سے تہذیب کے بارے ... بات کر سکو کیونکہ اس روز میں نے تمام گفتگو کے دوران تہذیب کا ... ذکر نہیں کیا تھا۔ اس طرح تم نے کم از کم مجھ سے تہذیب پر بات کر... کا جواز پیدا کر لیا۔“

”ہاورڈ! چھوڑو ان باتوں کو۔ اب اس ذکر سے کیا فائدہ ... میں نے کیا کیا اور تم کیا کرتے رہے۔“

”تمہارا کیا خیال ہے علی، کیا میں تم سے اپنی شکست تسلیم ... لوں گا، تہذیب کو یا ان کاغذات کو واپس لوٹا دوں گا۔ موشے ہرموس ... تھے کہ تمہارے جال میں پھنس گیا تھا اور مجھ پر دباؤ ڈال رہا تھا ... میں تمہاری شرائط مان لوں چنانچہ مجھے اسے ختم کرنا پڑا۔ تم اندا... نہیں کر سکتے کہ موشے ہرموس کی موت سے اسرائیلی مفادات کو کت... دھچکا پہنچا ہے اور میں کبھی اس کے قتل کا اعتراف نہیں کر سکتا ... تمام یہودی لابی میرے خلاف ہو جائے گی اور یہ سب کچھ تمہاری ... سے۔ .. صرف علی یار خان کی وجہ سے ہوا ہے۔“ اس کا چہرہ سرخ ... ہونے لگا تھا۔ اس کی کیفیت اس وقت کسی زخمی سانپ کی سی تھ...

”میں ایک بار پھر اپنے پیارے دشمن سے درخواست کروں ... کہ وہ اس وقت اپنی آمد کا مقصد بیان کرے۔“ میں نے اس کی کیفیت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

”جنرل ٹیرس کے محل سے جیمس مورلے غائب ہے علی۔“ ہاو... مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ ”اور میں جانتا ہوں کہ وہ کیوں غائب ہوا ... یہ بھی جانتا ہوں کہ جنرل ٹیرس تمہارے ساتھ زیادہ سے زیادہ کیا تعا... کر سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے علی کہ جیمس مورلے کی نشاندہی تم ... کر دی تھی۔ سارڈان کی فوجی مہم میں درحقیقت لیماٹو کی بغاوت ... مسئلہ ہی نہیں تھا بلکہ اُس کے ساتھ ساتھ ہی اُس کیمپ کی نگرانی ... مقصود تھی جو سارڈان کے علاقے میں قائم کیا گیا ہے۔ میں جانتا ہو... علی کہ جنرل ٹیرس کو تم نے اس بات کے لیے تیار کر لیا تھا کہ ظا... طور پر وہ اس معاہدے کو منظور کر لے لیکن جب سارڈان کی پہاڑیوں ... سے پلاٹینم برآمد ہونے لگے تو جنرل ٹیرس اپنے اختیارات استعمال ... کے کان کنی کے اس ٹھیکے کو منسوخ کر دے اور فوری طور پر وہاں ک... کانوں پر قبضہ کر لے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ گوٹے ہل کے ماہرین جو جن... ملکوں کی زیر نگرانی سارڈان کے علاقے میں پہنچے ہیں، اب اس ... تجزیہ کر رہے ہیں کہ ان چٹانوں سے کیا شے برآمد ہونے والی ... نئے قوانین ترتیب پائے ہیں جن کے تحت ہر برآمد ہونے والی ... مالی حیثیت کا تعین کیا جائے۔ اور اُس کے بعد رائلٹی مقرر کی ... لئے۔ صورت حال یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ کسی بھی لمحے معاہدہ ... منسوخ ہو سکتا ہے۔ ماہرین نے کام بند کر دیا ہے تقریباً یہ معاہدہ ... منسوخی کے قریب پہنچ چکا ہے۔“

”گڈ۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”یہ تو تم بہت اچھی خبریں ... سنا رہے ہو۔“ میری بات سن کے وہ کچھ بولا نہیں، خاموشی سے ... میرے چہرے پر نظر جما کے بیٹھا رہا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اولیو ہاورڈ ... کے اندر طوفان امڈ رہے ہیں۔ تیز و تند ہواؤں کے جھکڑ چل رہے ... ہیں۔ لیکن اوپر سے وہ اپنے آپ کو پُرسکون کرنے کی کوشش میں ... مصروف ہے۔ میرے دل میں عجیب سا ایک احساس اُبھرا اور ... اس کے بعد میں مسرور ہو گیا یعنی جنرل ٹیرس نے اپنا کام انجام دے ... لیا ہے اور معاہدہ تقریباً منسوخ ہو گیا ہے۔ سارڈان کی پہاڑیوں ... میں اب گرے اسٹون کی برتری نہیں ہے۔ بلکہ گوٹے ہل کی فوجوں ... نے اُسے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ یقیناً جنرل ٹیرس نے ایک ... قابل تحسین عمل کیا ہے۔ اس طرح کم از کم اب معاہدے کے کاغذات ... میرے خلاف استعمال نہیں ہو سکتے تھے۔ میرے دل میں دفعتاً ہی ... مسرت کا طوفان امڈ آیا۔ اولیو ہاورڈ کو اس معرکے میں بھی بدترین ... شکست ہو گئی تھی۔ سوائے اس کے کہ تہذیب مالکم ایکس اُس کے ... قبضے میں تھی۔

میں اُسے دیکھتا رہا۔ چند لمحوں کے بعد اولیو ہاورڈ نے کہا۔ ”لیکن میں ہار ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں تمہیں ایسی خوفناک سزا دوں گا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔“

”شاید ہمیشہ کی طرح اس بار پھر تمہاری ذہنی کیفیت خراب ہو گئی ہے۔ تم نے اپنی دانست میں ایک بہترین منصوبہ ترتیب دیا تھا اور مجھے گھیر لیا تھا۔ تم نے سوچا تھا کہ میرے ذریعے میرے وطن کو نقصان پہنچاؤ گے اور اس کے لیے بلاشبہ تم نے یہ چال چل کے کچھ عرصے کے لیے مجھے ذہنی طور پر مفلوج کر دیا تھا۔ لیکن میری جان ہاورڈ! وہ معاہدہ تو اب ختم ہو گیا۔ جنرل ٹیرس گرے اسٹون کے لوگوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کے وہاں سے روانہ کر دے گا۔ بلکہ شاید گوٹے ہل سے ہی نکال دے گا۔ اُس کے بعد کون سا منصوبہ؟ کون سا معاہدہ؟ کیسی کان کنی؟ پھر وہ یہ ٹھیکا کسی کو بھی دے۔ کاربوریٹ کو دے دے یا کسی اور کمپنی کو، کم از کم میرا تو اُس سے تعلق نہیں رہ جاتا۔ کیا یہاں تمہیں ناکامی نہیں ہوئی؟“

”بکواس مت کرو۔ تم ... تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ ... کہ ...“

”کہ تم پاگل ہو گئے ہو۔“ میں نے قہقہہ لگا کر کہا اور اولیو ہاورڈ غصے میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے کرسی کو ٹھوکر ماری اور وہ دور جا پڑی۔

”معاہدہ ختم ہو گیا ہے، کاغذات بے کار ہو گئے ہیں لیکن تہذیب مالکم ایکس کو کیوں بھول جاتے ہو!“ وہ بولا۔

”ارے مسٹر اولیو ہاورڈ! دل کے سودے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ تہذیب کے اور میرے درمیان تو ہمیشہ فاصلے رہے ہیں۔ یہ فاصلے اگر آخری حدود تک پہنچ جائیں، تو ظاہر ہے، میں انہیں کم نہیں کر سکتا۔ میں نے تو اپنا مستقبل اپنی زندگی تک داؤ پر لگا دی ہے، اور سنو میرے دوست! یہ کام جاری رہے گا۔ اُس وقت تک جب تک کہ سینے میں ایک بھی سانس باقی ہے۔ نہ ملے تہذیب نہ سہی۔ قتل کر دو اُسے یا قتل کر چکے ہو، تو ٹھیک ہے۔ میں اپنا کام کرتا رہوں گا۔ میں تمہارے ہر ڈرامے کو ناکام بناؤں گا۔“

”بکواس مت کرو۔ میں تم سے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ ٹھیک ہے، اپنی تقدیر پر تاریکیوں کی مہر لگانے کے لیے بے چین ہو تو یہی سہی۔“ وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ میں نے اُسے روکنے کی کوشش نہیں کی اور وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

اُس کا تعاقب بے سود تھا۔ اس سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ میں مسکراتا رہا۔ اگرچہ تہذیب مجھے نہیں مل سکی تھی۔ لیکن اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ زندہ ہے اور اولیو ہاورڈ کے قبضے میں ہے اور وہ خدشہ بھی جو میرے دل میں پیدا ہو گیا تھا کہ معاہدے کے کاغذات کے ذریعے وہ میرے ملک کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، مٹ گیا تھا۔

تہذیب کے لیے تو میرے دل میں اب حسرت کے سوا اور کچھ نہیں رہ گیا تھا اور اس معاملے کو میں نے اب تقدیر پر چھوڑ دیا تھا۔ بے شک، اُسے تلاش کروں گا۔ لیکن اُس کی تلاش زندگی کا مقصد نہیں ہوگی۔ زندگی کا مقصد وہی رہے گا جس کے لیے میں نے خود کو وقف کیا ہے۔ ابھی اسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ دفعتاً نہ جانے کیا ہوا۔ ایک عجیب سی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوفناک دھماکا ہوا اور ہوٹل کے در و دیوار لرزنے لگے۔ میرے کمرے کی چھت اچانک اُڑ گئی اور پھر شاید کمرے کا فرش بھی نیچے کی جانب دھنسنے لگا تھا۔ فوراً ہی ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ کوئی چیز میری کمر سے ٹکرائی اور پھر میں ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

دوبارہ ہوش آیا تو میری آنکھوں نے سب سے پہلے روشنی دیکھی تھی۔ یہ روشنی ایک گول سوراخ سے اندر آ رہی تھی۔ میں بے خیالی کے انداز میں اس گول سوراخ پر نگاہیں جمائے رہا۔ میری آنکھوں میں دھندلاہٹیں رقصاں رہیں اور جب میں نے وہاں سے نگاہیں ہٹائیں تو تھوڑی دیر تک میری آنکھیں مزید کچھ دیکھنے کے قابل نہ رہیں لیکن آہستہ آہستہ منظر واضح ہوتا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سفید دیواریں تھیں۔ بالکل سفید سفید ماحول تھا۔ دروازوں پر سفید پردے پڑے ہوئے تھے اور میرے بدن کے نیچے ایک آرام دہ مسہری تھی۔ جسم کے مختلف حصّوں سے درد کی ٹیسیں ابھر رہی تھیں، میرے حلق سے کراہیں نکلنے لگیں۔ تب کسی نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ایک منٹ میں انجکشن دیتی ہوں"۔ ایک مترنم آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

چند لمحات کے بعد مجھے اپنے بازو پر سوئی کی چبھن محسوس ہوئی۔ اس چبھن کے ساتھ ساتھ ہی بدن کا درد فنا ہو گیا تھا۔ میں ایک بار پھر پُرسکون ہو گیا۔ میں نے دو تین بار آنکھیں بند کیں اور اپنے سامنے نظر آنے والے چہرے کو دیکھا۔ وہ ایک سیاہ رو لڑکی تھی۔ لیکن اچھے خد و خال کی مالک۔ نمکین نمکین سا چہرہ۔ اُس کی آنکھوں میں قندیلیں روشن تھیں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ۔

"یقیناً اب آپ خود کو بہتر محسوس کر رہے ہوں گے؟"

میں نے بولنے کی کوشش کی اور اپنی آواز پر مجھے خود ہی حیرت ہوئی۔ بڑا نقاہت بھرا لہجہ تھا۔ "آپ . . . آپ کون ہیں؟"

"نرس ہوں"۔ اس نے جواب دیا۔

"میں کہاں ہوں؟"

"جنرل ٹیرس کے محل میں"۔ اُس نے جواب دیا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ سر گھومنے لگا تھا۔ واقعات یاد آ رہے تھے۔ خوفناک دھماکا، چیخیں، آہیں، کراہیں اور اُس کے بعد بدن کا درد۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔

"کیا . . . کیا میں بہت زخمی ہوں؟"

"ہاں! آپ بم کے دھماکے میں زخمی ہو گئے تھے"۔

"مجھے یہاں کون لایا؟"

"پولیس کے افسران"۔

"کیا جنرل ٹیرس یہاں موجود ہیں؟"

"ہاں! میڈم براؤن اور جنرل ٹیرس دن رات آپ کی نگرانی کر رہے ہیں"۔

"مجھے زخمی ہوئے کتنے دن گزر گئے؟"

"آج چوتھا دن ہے"۔

"کیا ہوٹل میں اور بھی بہت سے لوگ ہلاک یا زخمی ہوئے؟"

"جی ہاں! سترہ افراد ہلاک ہوئے اور غالباً تیس افراد شدید زخمی۔ سب اسپتالوں میں موجود ہیں۔ جنرل ٹیرس نے صرف آپ کو یہاں بلوا لیا ہے"۔

"جنرل ٹیرس کو کیسے معلوم ہوا کہ میں اُس ہوٹل میں مقیم تھا؟"

"یہ بات میں نہیں جانتی"۔

"اب میری کیا کیفیت ہے؟"

"آپ بہت بہتر حالت میں ہیں۔ ابتدا میں بھی آپ خود حالت میں نہیں تھے۔ خدا نے آپ پر رحم کیا۔ دراصل ایک بڑا تختہ آپ کی پشت پر آ گرا جس نے آپ کو شدید زخمی ہونے سے بچا لیا۔ بہت چھوٹے چھوٹے زخم ہیں آپ کے بدن پر۔ اُن میں سے کوئی بھی زخم خطرناک نہیں۔ ہاں اگر وہ تختہ آپ کے بدن پر نہ آ گرتا تو یقیناً پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے آپ کو ہلاک کر دیتے . . . . آپ کو اُس تختے کے نیچے سے زندہ سلامت نکال لیا گیا اور اس کے بعد آپ کو گوٹے ہل پہنچا دیا گیا"۔

میں نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔ دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کرنے لگا۔ میں جانتا تھا کہ خدا کی طرف سے جب تک یہ زندگی لکھ دی گئی ہے، مجھے کوئی ہلاک نہیں کر سکتا۔ واقعات آہستہ آہستہ میرے ذہن میں آ رہے تھے۔ نرس شاید میرے پاس سے اُٹھ کر چلی گئی لیکن مجھے اندازہ نہیں ہو سکا۔ میں سوچتا رہا۔

واقعات ذہن کے پردے پر رقصاں تھے۔ اولیو ہاورڈ مجھے یاد آیا تھا۔ بلاشبہ اُسے شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ ایک بدترین شکست سے۔ ایک ایسی شکست سے جس کا کوئی بدل نہیں تھا۔ اس کے بعد اُس نے دیوانگی کے عالم میں مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ نہ صرف مجھے بلکہ میرے ساتھ بے شمار افراد کو۔ اولیو ہاورڈ کی ذہنی حالت کا پتا چلتا تھا اور اُس کی یہ ذہنی حالت غیر فطری نہیں تھی۔ میری وجہ سے اُسے کیسے کیسے عظیم نقصانات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس کے بارے میں وہ جانتا تھا یا میں۔ اب کیا صورتِ حال ہو گی؟ کیا اب اولیو ہاورڈ یہ جاننے کی کوشش نہیں کرے گا کہ اُس کی کوششیں بار آور ہوئیں یا نہیں؟ کیا وہ یہ نہیں چلانا چاہے گا کہ میں زندہ ہوں یا مر گیا؟ بہت سے واقعات میرے ذہن میں آ رہے تھے۔ یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ وہاں کالمو کیمپو میں جنرل ٹیرس کو کس طرح معلوم ہو گیا کہ میں دھماکے سے زخمی ہونے والوں میں شامل ہوں۔ یہ بات جنرل سے براہِ راست ملاقات کر کے معلوم ہو سکتی تھی۔ حواس پوری طرح بحال ہو گئے تھے۔ میں نے اپنا جائزہ لیا۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ میں کس قدر زخمی ہوا ہوں۔ بازوؤں، پنڈلیوں اور جسم کے مختلف حصّوں میں تکلیف تھی۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جنبش دی۔ پیروں کو جنبش دے کر دیکھا۔ چہرے کو ٹٹولا۔ لیکن چہرے پر کوئی پٹی وغیرہ نہیں تھی۔ البتہ سر پر ایک پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اندازہ ہو گیا کہ میں شدید زخمی نہیں ہوا ہوں۔ بہر طور خدا کی ذات سے یہی امید تھی۔ میں نے اپنے بدن کو جنبش دے کر کروٹ بدلی۔ دوسری کروٹ اور اُس کے بعد میں اپنے آپ سے مطمئن ہو گیا کہ کوئی ایسی شدید چوٹ نہیں ہے جو مجھے کسی طور معذور کر دے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد دروازہ کھلا اور کیتھی براؤن جنرل ٹیرس کے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ پیچھے پیچھے نرس بھی موجود تھی اور شاید ڈاکٹر بھی۔ کیونکہ اُن تینوں کے ساتھ آنے والے بدن پر ڈاکٹروں کا سا کوٹ نظر آ رہا تھا اور گلے میں اسٹیتھو اسکوپ بھی پڑا ہوا تھا۔

جنرل ٹیرس میرے قریب پہنچ کر محبت بھرے انداز میں جھکا اور اُس نے میرا بازو پکڑ کر کہا۔ "اب کیسے ہو علی؟"

"ٹھیک ہوں جنرل! تم سے میں بے حد شرمندہ ہوں"۔

"ارے! کیسی باتیں کر رہے ہو۔ اگر ایسے الفاظ ادا کرو گے تو مجھے افسوس ہو گا"۔ جنرل نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"کتنی تکلیف دوں گا آخر میں تمہیں؟"

"بالکل تکلیف نہیں دی تم نے مجھے۔ تم تو اپنے آپ پر ہی ظلم کرتے چلے آئے ہو۔ کبھی کسی کو اپنے معاملات میں شریک نہیں کرتے۔ خود ساری مصیبتوں سے نبرد آزما ہوتے رہتے ہو"۔

"ہمارے بارے میں کبھی اس انداز میں مت سوچا کرو علی! ہمیں دُکھ ہوتا ہے"۔ کیتھی براؤن نے کہا۔

"مجھے تم لوگوں کی دوستی پر ناز ہے"۔ میں نے کہا۔

"اور ہمیں تم پر۔ ڈاکٹر! پلیز! ذرا علی کو دیکھیے"۔

ڈاکٹر نے مختلف انداز سے میرا معائنہ کیا اور پھر مسکرا کر بولا۔ "علی ناقابلِ تسخیر ہیں۔ یہ خوفناک دھماکا بھی انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا"۔

"لیکن افسوس! میری بدقسمتی نے بہت سی زندگیاں چھین لیں"۔

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں ہے علی کہ بے گناہ لوگ موت کا شکار ہوئے اور بہت سے شدید زخمی ہیں۔ ویسے ڈاکٹر! کیا علی کو اٹھا کر بٹھایا جا سکتا ہے؟"

"ہاں! میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ کوئی بھی چوٹ ایسی نہیں ہے جو خطرناک ہو۔ جسم کی کسی بھی ہڈی پر کوئی ضرب شدید نہیں آئی اور یہ واقعی اُس خوفناک تباہی کے بعد معجزے کی حیثیت رکھتا ہے۔ علی کا بچ جانا انتہائی حیرت انگیز ہے۔ جبکہ اُس ہوٹل اور اُس کے آس پاس موجود افراد میں سے ایک بھی شخص ایسا نہیں ہے جو شدید زخمی نہ ہوا ہو"۔

"میں اُن سب کے لیے افسردہ ہوں ڈاکٹر!" میں نے کہا۔

"بہت شکریہ ڈاکٹر! آپ جا سکتے ہیں"۔ جنرل ٹیرس نے کہا۔

ڈاکٹر، نرس کو کچھ ہدایات دینے کے بعد وہاں سے چلا گیا۔ جنرل ٹیرس نے نرس سے کہا۔ "پلیز! میں علی سے کچھ باتیں کروں گا"۔

"روشنی کر دوں سر!" نرس نے پوچھا۔

"ہاں!" جنرل ٹیرس نے جواب دیا۔

اُس کے بعد کیتھی براؤن کرسیاں گھسیٹ کر بیڈ کے قریب لے آئی اور وہ دونوں بیٹھ گئے تھے۔ نرس کے جانے کے بعد کیتھی براؤن نے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔

"میں واقعات جاننے کے لیے بے چین ہوں علی!"

"پہلے یہ بتائیں جنرل! کہ آپ کو میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا تھا؟"

"مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ بم کے دھماکے میں جب ملبے کو ہٹایا جا رہا تھا تو کچھ پولیس افسران کو تم ملے۔ تم ایک تختے کے نیچے دبے ہوئے تھے۔ خوش قسمتی تھی تمہاری کہ وہ پولیس افسر تمہیں پہچانتا تھا۔ چنانچہ اُس نے فوری طور پر تمہیں گوٹے ہل منتقل کر دیا"۔

"کمال ہے! واقعات بعض اوقات اس طرح پیش آتے ہیں کہ اُن پر یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اب کیا ضروری تھا کہ میں بچ جاتا۔ کیا ضروری تھا کہ وہ پولیس افسر مجھے دیکھتا؟"

"یہ سب بے حد ضروری تھا علی! اس لیے کہ تمہارا زندہ رہنا ہم سب کے لیے بھی ضروری ہے علی! تم چھوٹی چھوٹی سی باتوں کا تذکرہ کرتے ہو لیکن اُن احسانات کو بھول جاتے ہو جو تم نے ہم پر کیے ہیں"۔

"یہ تمہاری محبت ہے جنرل! کہ تم ہر اُس اچھے کام کو جو تمہیں فائدہ پہنچاتا ہے، میرے نام سے منسوب کر دیتے ہو"۔

"میں اس سلسلے میں قطعی بے ایمانی سے کام نہیں لے رہا۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں، سچ کہہ رہا ہوں۔ بہر طور بات وہیں آ جاتی ہے۔ تم بتاؤ وہاں کیا ہوا؟"

"تمہیں علم ہے جنرل کہ اولیو ہاورڈ سے میری پرانی دشمنی چل رہی ہے۔ وہ میری تاک میں رہتا ہے اور میں اُس کی تاک میں"۔ میں نے مختصراً موشے ہرموس سے ملاقات، موشے ہرموس کا قتل، اولیو ہاورڈ کی آمد اور اُس کے بعد اُس کی برہمی کے بارے میں جنرل ٹیرس کو تفصیلات بتا دیں۔

جنرل ٹیرس پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔ "تمہاری نشاندہی پر میں نے جیمس مورے کو گرفتار کر لیا تھا۔ اُس کے پاس سے بہت سے ایسے کاغذات برآمد ہوئے جن سے یہ ثابت ہو گیا کہ درحقیقت وہ اسرائیلی ایجنٹ ہے اور یہاں رہ کر اسرائیل کے لیے کام کر رہا ہے لیکن میں نے جیمس مورے کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ وہ ابھی تک میری قید میں ہے۔ اُس کے بعد میں نے سارڈان کے پہاڑی علاقوں میں فوجوں کی تعداد بڑھا دی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور کیمپ کو گھیرے میں لے لیا۔ میں نے وہاں ماہرین کی ایک جماعت بھیجی جنھوں نے یہ انکشاف کیا کہ سارڈان کی چٹانوں سے پلاٹینم نکالا جا رہا ہے اور ظاہر ہے اس کے بعد گوٹے ہل کے قوانین میں کچھ ترمیم لازمی حیثیت رکھتی تھی۔ میں نے اُن لوگوں سے کہہ دیا کہ وہ اُس وقت تک کھدائی کا کام نہیں شروع کر سکتے جب تک کہ معاہدے کی تکمیل نہ ہو جائے اور یہ بات طے پا جائے کہ ہمیں اس پلاٹینم کے بدلے میں رائلٹی کیا ملے گی۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اس رائلٹی کی شرح اتنی رکھوں گا کہ وہ لوگ پاگل ہو جائیں اور اُن کے کھدائی کے اخراجات تک وہاں سے نہ نکل سکیں۔ اس طرح میں نے تمھاری ہدایت کے مطابق اس منصوبے کی تکمیل کر دی تھی۔"

"اور یہی چیز اولیو ہارڈ کو پاگل کرنے کے لیے کافی تھی۔ وہ مایوس ہو گیا تھا اس عظیم الشان دولت کی طرف سے جسے وہ اسرائیل کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔"

"یہ کیسے ممکن تھا علی! بھلا میں یہ کیسے ممکن ہونے دے سکتا تھا۔ لیکن علی! تہذیب مالکم ایکس تو اب بھی اُس کے قبضے میں ہے۔"

"وہ میرا مقصدِ حیات نہیں ہے۔ تقدیر میں اُس سے ملنا ہے تو مل جائے گی اور اگر نہیں تو پھر صورتِ حال مختلف ہو جائے گی۔" میں نے کہا۔

جنرل ٹیرس پُر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔ "تمھاری یہاں موجودگی کو بالکل خفیہ رکھا گیا ہے۔ میرا خیال ہے اولیو ہارڈ کو قطعی یہ بات نہیں معلوم ہو سکے گی کہ تم یہاں پہنچ چکے ہو۔ ویسے بھی میں نے تمھارے تحفظ کے لیے معقول بندوبست کیا ہوا ہے۔"

میں جنرل ٹیرس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ "ویسے جنرل! اولیو ہارڈ کے بارے میں، مَیں یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس آسانی سے دھوکا کھا جائے گا۔ درحقیقت اگر وہ چاہتا تو پستول کی ایک گولی سے بھی مجھے ہلاک کر سکتا تھا کیونکہ اُس وقت صورتِ حال اُس کے کنٹرول میں تھی، جب وہ مجھ سے ملنے کے لیے ہوٹل آیا تھا لیکن تم اسے خود ستائی نہ سمجھنا۔ یہ حقیقت ہے کہ اولیو ہارڈ میں اتنی جراُت نہیں کہ مجھ پر گولی چلا سکے۔ وہ جانتا ہے کہ صورتِ حال کسی بھی طرح اُلٹ سکتی ہے۔ چنانچہ اُس نے اس کے لیے دوسرے انداز میں کام کیا تاکہ اس کی اپنی ذات کے لیے کوئی خطرہ نہ رہے لیکن کمبخت نے بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر انتہائی ظالمانہ اقدام کیا ہے۔"

"یقیناً علی! تم پر وار کرنا آسان کام تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن اب اس سلسلے میں تمھارا آئندہ کیا پروگرام ہے؟"

"کچھ نہیں جنرل! فی الحال تو کوئی پروگرام ذہن میں نہیں۔"

"کاش میں یہ الفاظ تم سے کہہ سکتا کہ گوٹے ہل کی زندگی کو ہمیشہ کے لیے اپنا لو۔ جب تک جنرل ٹیرس کی جان میں جان ہے، تمھیں گوٹے ہل میں ایک ایسا مقام دے کر رکھے گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اگر کبھی دل چاہے تو میری یہ بات مان لینا، یہ پیش کش میں تمھیں پہلے بھی کر چکا ہوں۔"

میری آنکھوں میں ممنونیت کے جذبات اُبھر آئے۔ جنرل اور کیتھی براؤن محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "جب تم جیسے دوست اس دُنیا میں موجود ہیں جنرل ٹیرس، یقین کرو کہ میں کسی بھی قسم کی کمی اپنے لیے محسوس نہیں کر سکتا۔ اگر مجھے کبھی زندگی میں سکون سے وقت گزارنے کا موقع ملا تو تمھارے پاس ضرور آؤں گا۔"

"ہم اُس وقت کا انتظار کریں گے۔" کیتھی براؤن نے کہا۔ کافی دیر تک وہ لوگ میرے پاس بیٹھے رہے اور پھر چلے گئے۔ میں صورتِ حال پر غور کرنے لگا تھا۔ نہ جانے کیوں میری حِس مجھے احساس دلا رہی تھی کہ اولیو ہارڈ میری طرف سے لاعلم نہیں ہوگا۔ یقیناً کچھ نہ کچھ حالات کا اُسے علم ضرور ہوگا۔

میں غور کرتا رہا۔ ایک دن گزر گیا۔ پھر دوسرا دن۔ دوسرے دن میری کیفیت بالکل نارمل تھی۔ ڈاکٹر نے میرا معائنہ کرنے کے بعد مجھے چلنے پھرنے کی اجازت دے دی تھی۔ جو زخم تھے وہ بھرتے جا رہے تھے اور میری پوری طرح دیکھ بھال ہو رہی تھی۔ میں غور و فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ جو نرس میری تیمارداری پر مامور تھی انتہائی نفیس طبیعت کی مالک تھی۔ دوست اور ہنس مکھ۔ میں فرصت کے اوقات میں اس سے گفتگو کرتا رہتا تھا۔ جنرل اور کیتھی براؤن دن میں ایک بار باقاعدہ مجھ سے ملنے کے لیے آتے تھے۔ یہاں میری نگہداشت اور آسائش کا معقول بندوبست کیا گیا تھا۔

بالآخر میں نے چند فیصلے کیے اور اُس رات جب جنرل اور کیتھی براؤن مجھ سے ملنے آئے تو میں نے انھیں اپنے ارادوں سے آگاہ کر دیا۔

"جنرل! میرے سلسلے میں تمھیں کچھ تکلیفیں اُٹھانی پڑیں گی۔"

"ہاں ہاں! کہو۔"

"میری موت کا ایک خوبصورت جشن ہو جائے۔" میں نے کہا اور جنرل تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"بھئی ظاہر ہے اگر میرا انتقال ہو جائے تو ایک دوست کی حیثیت سے تمھیں اس کا شدید غم ہوگا۔"

"کیوں ایسی باتیں کر رہے ہو علی!" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"ہاں جنرل! یہ بھی میرے منصوبے کا ایک حصہ ہے جس میں تمھیں شریک کیے بغیر کامیابی ممکن نہیں ہے۔"

"ذرا تفصیل سے بتاؤ۔" وہ کچھ اُلجھتے ہوئے بولا۔

"مجھے خدشہ ہے جنرل! کہ اولیو ہارڈ میری طرف سے لاعلم نہیں ہوگا۔ ممکن ہے یہ بات اُسے معلوم ہو چکی ہو کہ میں اس وقت تمھارے محل میں ہوں۔ میری حالت کا ممکن ہے اُسے کوئی اندازہ نہ ہو لیکن جن لوگوں کو تم نے میرے گرد رکھا ہے، وہ یقیناً تمھارے بھروسے کے لوگ ہوں گے؟"

"ہاں! محل کے ملازمین ہیں۔ میں نے کافی ردوبدل کی ہے۔ اب تو میں کسی بھی شخص کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ میں ایسے لوگوں کو اپنے ذاتی عملے میں لایا ہوں جن سے میں تقریباً پندرہ سے زیادہ سالوں سے واقف ہوں۔ سابق ملازمین میں سے ایک ایک فرد کو میں نے نکال باہر کیا ہے۔"

"گڈ، ویری گڈ! میرے خیال میں یہ تم نے اچھا کیا۔"

"تو پھر تمھارا منصوبہ کیا ہے؟"

"میں چاہتا ہوں کہ کچھ عرصے اولیو ہارڈ کی نگاہوں سے اوجھل رہ کر تہذیب مالکم ایکس کو تلاش کروں۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن اس سلسلے میں میرے لیے کیا احکامات ہوں گے؟"

"تم میری موت کا اعلان کرو۔ اس سلسلے میں باقاعدہ ایک ڈراما اسٹیج کرو۔ اگر ڈاکٹر اور نرس مکمل طور پر تمھارے اعتماد کے ہیں تو اُن کے ذریعے یہ کام بہ آسانی کیا جا سکتا ہے۔ سرکاری طور پر تم اعلان کرو گے کہ تمھارا دوست علی یار خان بم کے حادثے میں زخمی ہو کر تمھارے پاس پہنچا۔ یہاں اُس کا علاج ہوا لیکن وہ جانبر نہیں ہو سکا۔ اس کے لیے جنرل ٹیرس! تمھیں ایک ایسی لاش حاصل کرنی پڑے گی جو اُس بم کے حادثے کا شکار ہوئی ہو اور اُس کا چہرہ وغیرہ جل گیا ہو۔ جسمانی طور پر ہلاک ہونے والا مجھ سے مطابقت رکھتا ہو۔"

"یہ کام بالکل آسان ہے، ہو جائے گا کیونکہ جو شدید زخمی اسپتالوں میں لائے گئے تھے اُن میں سے اکثر دم توڑ چکے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو قریب المرگ ہیں۔ ان میں بیشتر افراد ایسے بھی ہیں جن کے چہرے جل کر مسخ ہو گئے ہیں اور انھیں پہچانا نہیں جا سکتا۔"

"مجھے ان بدنصیبوں کے بارے میں بتا کر غم زدہ نہ کرو جنرل، لیکن اُن میں سے ایک لاش اپنے مطلوبہ معیار کی حاصل کرو۔ اُس کو یہاں محل میں لے آؤ پھر اُس کی باقاعدہ تدفین کرو سرکاری

کیا

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں!

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

مقناطیسیت

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجئے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجئے!

قیمت -/۳۰ روپے

مکتبۂ نفسیات
پوسٹ بکس ۴۴۹ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سطح پر اس بات کا اظہار کرتے ہوئے کہ علی سے تمھیں واقعی عقیدت تھی۔"

"اوہ علی! یہ کام میرے لیے کتنا مشکل ہوگا۔ میں جانتا ہوں لیکن اگر یہ تمھاری ضرورت ہے تو ایسا ہی کیا جائے گا اور صرف یہی نہیں، بلکہ گوٹے ہل میں تین دن تک تمھاری موت کا سوگ بھی منایا جائے گا۔"

"تین دن کے کاروبار کا نقصان مزید میرے شانوں پر ہو گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں علی! اگر اس ڈرامے کو انتہا تک ہی پہنچانا ہے تو پھر یہی سب کچھ مناسب ہوگا۔"

"ٹھیک ہے جنرل! میں تو تمھیں پریشان کرتا ہی آیا ہوں۔"

جنرل اور کیتھی براؤن نے میری بات مان لی۔ اور اُس کے بعد ڈراما شروع ہو گیا۔ مجھے اُس کمرے سے دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ ویسے بھی اب میں نہایت بہتر حالت میں تھا۔ میرے لیے میک اپ کا سامان منگوا دیا گیا اور میں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کر لیں۔ میری صورت بالکل تبدیل ہو گئی۔ اب میں زخمی کی حیثیت سے نہیں بلکہ محل کے ایک فرد کی حیثیت سے محل کے ایک گوشے میں منتقل ہو گیا تھا۔

اُس کے بعد جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن نے وہ ڈراما شروع کر دیا جس کی ہدایت میں نے انھیں کی تھی اور جو میری ڈائریکشن میں ہو رہا تھا۔

ایک لاش حاصل کر لی گئی۔ مجھے اُس کے چہرے کا معائنہ کرایا گیا۔ بلاشبہ بہت ہی بھیانک صورت ہو گئی تھی اُس کی لیکن وہ شخص جسامت میں میرے جیسا ہی تھا۔ جنرل ٹیرس نے بتایا کہ اس شخص کا نام پورا گوٹے ہے اور یہ پرتگال کا باشندہ ہے۔ یہاں سیاحت کے لیے آیا تھا۔

تمام تیاریاں مکمل کرنے کے بعد گوٹے ہل کے اخبارات میں علی یار خان کی موت کی خبریں چھپیں۔ تین دن کے سوگ کا اعلان کیا گیا۔ جنرل ٹیرس نے اخبارات کو ایک خصوصی مضمون لکھ کر دیا جس میں میری خدمات کا اعتراف کیا گیا تھا اور مجھ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا گیا تھا۔ سرکاری پیمانے پر میری تدفین کا بندوبست کیا گیا اور دلچسپ بات یہ تھی کہ جنرل نے خود مجھے بھی اس تدفین میں شریک رکھا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو ایک شاندار تابوت میں دفن ہوتے ہوئے دیکھا۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن بھی اس تدفین میں شریک تھے۔ میری متجسس نگاہیں چاروں طرف دیکھ رہی تھیں۔ گوٹے ہل کے بے شمار افراد اس جنازے میں شریک تھے اور سب کے سب سوگوار تھے۔ کیونکہ میں جنرل ٹیرس کا مقربِ خاص تھا۔

تدفین کے بعد میں محل میں واپس آ گیا۔ اُس رات کیتھی اور جنرل ٹیرس کافی دیر تک میرے پاس بیٹھے پُر مذاق گفتگو کرتے رہے تھے۔

"اس کام کی تکمیل تو اب ہو گئی۔ ویسے بھی اگر اولیو ہاورڈ تمھاری لاش کو قبر سے نکال کر دیکھے گا تو اُسے الجھن ہی سے دوچار ہونا پڑے گا کیونکہ اُس کے چہرے سے یہ اندازہ نہیں ہو سکتا کہ وہ تم نہیں ہو۔"

"ہوں! یہ پہلا مرحلہ تو تکمیل تک پہنچ گیا۔ یعنی علی یار خان مر گیا۔ مجھے یقین ہے کہ اس سلسلے میں تنظیم آزادیٔ فلسطین بھی تم سے رابطہ قائم کرے گی۔ لیکن کسی بھی طور اس بات کا اظہار مت کرنا کہ یہ کوئی ڈراما تھا۔"

"یقیناً، میں جانتا ہوں۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ اس لیے نہیں کیا گیا۔" جنرل ٹیرس نے جواب دیا۔

"اور اب جنرل ٹیرس! یہ بتاؤ گرے اسٹون کی سار ڈان پر کیا پوزیشن ہے؟"

"وہاں پر کیمپ ختم کر دیا گیا ہے اور گرے اسٹون کے تمام افراد کو نظر بند کر دیا گیا ہے۔"

"ہوں! کیا گرے اسٹون میں شامل افراد کی قومیتوں کے بارے میں بھی کچھ اطلاعات ہیں تمھارے پاس؟"

"نہیں! معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ البتہ گرے اسٹون کی حمایت میں کچھ کارروائیاں بیرونی ممالک سے بھی کی جا رہی ہیں۔ جن میں خاص طور سے بیلجیم سرفہرست ہے۔"

"جنرل! میں گرے اسٹون کے اسٹاف میں سے کسی ایسے شخص کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں جو میرے قد و قامت کا ہو تاکہ میں اُس کی جگہ لے سکوں۔"

"اوہ!" کیتھی براؤن نے ہونٹ سکیڑے۔ اُس کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی تھی "گویا تم . . ."

"ہاں! میں گرے اسٹون کے اسٹاف میں شامل ہونا چاہتا ہوں تاکہ اولیو ہاورڈ اور موشے ہرموس کی خباثتوں سے آگاہ ہو سکوں۔ ممکن ہے اس طرح میری پہنچ تل ابیب تک ہو جائے اور میں وہاں پہنچ کر اولیو ہاورڈ کے اطراف اپنا دائرہ تنگ کر سکوں۔ تمھیں شاید اس بات کا علم ہو کہ سی آئی سے نکالے جانے کے بعد وہ مستقلاً اسرائیل پہنچ گیا ہے اور وہیں قیام پذیر ہے۔"

جنرل ٹیرس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات اُبھر آئے تھے۔ اُس نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔ "علی! میں تمھاری ذہانت کا قائل رہا ہوں۔ تمھاری ترکیب لاجواب ہے۔ ان لوگوں کی قومیتوں کا جائزہ لیا جا سکتا ہے، یہ بات معلوم کی جا سکتی ہے کہ اُن میں سے کون کس ملک سے تعلق رکھتا ہے اور کہاں جانا چاہتا ہے۔ آخر اُن لوگوں کے پاس ان کے شناختی کاغذات تو ہوں گے ہی۔"

"یقیناً" اور ہم ان سے فائدہ اٹھانے کی پوزیشن میں بھی ہیں۔ تم خود اُن میں سے کسی شخص کا انتخاب کرو گے اور اُس کے بعد اُسے اغوا کر کے یہاں لے آؤ گے۔ اس کے بعد مجھے اُس کی جگہ پہنچا دیا جائے گا۔ کیا سمجھے؟ اس طرح سے میرے تل ابیب پہنچنے کے امکانات روشن ہو جائیں گے۔"

جنرل اور کیتھی براؤن اس موضوع پر مجھ سے کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے اور پھر جنرل نے کہا کہ وہ بذاتِ خود اس کام میں دلچسپی لے کر میرے اس مقصد کی تکمیل کرے گا۔ میں نے جنرل کا شکریہ ادا کیا تھا۔ اس کے بعد مجھے اور کوئی کام نہیں تھا چنانچہ میں اطمینان سے محل میں آرام کرتا رہا۔ زخم تقریباً ٹھیک ہی ہو گئے تھے۔

پانچویں یا چھٹے دن جنرل نے ایک رات کو مجھے اطلاع دی کہ اُس نے اُس شخص کا انتخاب کر لیا ہے جس کی جگہ مجھے لینی ہے۔

دوسرے دن دوپہر میں اُس شخص کو میرے سامنے پیش کر دیا گیا۔ وہ ایک جوان آدمی تھا۔ شکل و صورت کا اچھا خاصا مگر چہرے سے الجھا ہوا نظر آتا تھا اور اُس کی وجہ بہرحال میں جانتا تھا۔ گرے اسٹون اس وقت مصیبتوں کا شکار تھی۔ اُس کے تمام افراد کو نظر بند کر دیا گیا تھا اور وہ سب پریشان تھے۔ ایسی حالت میں کسی ایک شخص کا گوٹے ہل کے محل میں آنا، اُس کے لیے واقعی حیرت انگیز ہو سکتا تھا۔ کیتھی براؤن اور جنرل ٹیرس نے اُس سے میرا تعارف کرایا۔

"یہ مسٹر ڈینس پال گولڈے ہیں۔ گرے اسٹون میں انجینئر کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ آپ کو ان سے مل کر یقیناً خوشی ہوگی مسٹر علی!"

میں نے ڈینس پال گولڈے کو بغور دیکھا۔ جنرل کا انتخاب قابلِ داد تھا۔ اُس کے خد و خال مجھ سے ملتے ہوئے تو نہیں تھے لیکن میں آسانی سے اُس کے ان خد و خال کو اپنا سکتا تھا۔ جسامت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ میں نے پُرتپاک انداز میں اس کا خیر مقدم کیا۔ اُس سے ہاتھ ملایا اور اُسے بیٹھنے کی پیش کش کی۔

"میں آپ کا ممنون ہوں۔" وہ بولا۔ "لیکن مجھے کس لیے یہاں بلوایا گیا ہے؟"

"درحقیقت ہمیں آپ کی ضرورت تھی، مسٹر ڈینس!"

"کس سلسلے میں جناب؟"

"دراصل گرے اسٹون میں ہمیں ایسے کچھ صاحبِ حیثیت لوگوں کی تلاش ہے جو ہمارے ایک خاص مقصد کی تکمیل کر سکیں۔"

"میں اگر کسی کام آ سکتا ہوں، تو حاضر ہوں۔"

"لیکن اس سے پہلے آپ کا مکمل تعارف ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"میرا نام آپ لوگوں کو معلوم ہو ہی چکا ہے۔ انجینئر ہوں اور کان کنی کے کام میں تقریباً پندرہ سال کا تجربہ رکھتا ہوں۔ نوعمری ہی سے میں نے اس لائن کو اپنایا تھا اور گرے اسٹون میں مجھے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔"

"یقیناً ایسی ہی بات ہوگی۔ مسٹر ڈینس! آپ کا تعلق کہاں سے ہے؟"

"اس سے پہلے میں یوگوسلاویہ میں تھا۔ نسلاً میں وہاں کا باشندہ نہیں ہوں لیکن طویل عرصے سے میرے والدین وہیں مقیم تھے اور اس کے بعد ہم لوگ اسرائیل پہنچ گئے۔ نسلاً ہم لوگ جیوز ہیں۔"

"بہت خوب! اب قیام کہاں ہے آپ کا؟ میرا مطلب ہے اب آپ کا خاندان کہاں ہے؟"

"میرے خاندان میں چند ہی افراد ہیں۔ میری بیوی ہیلی گولڈے اور میری دو بہنیں۔ بس اب یہی ہمارا کل خاندان ہے۔ میں زیادہ تر باہر رہتا ہوں اور ان لوگوں سے ملاقات کم ہی ہوتی ہے۔"

"خوب! تل ابیب میں آپ کی قیام گاہ کس جگہ ہے؟" میں نے سوال کیا اور ڈینس نے اس سلسلے میں مجھے تفصیلات بتا دیں۔ "اگر آپ زیادہ تر اپنے وطن سے باہر رہتے ہیں تو پھر تل ابیب میں آپ کے شناساؤں کی کمی ہوگی؟"

"ہاں! اتفاق ہے کہ میں ذرا تنہائی پسند ہوں اور زیادہ دوستیاں وغیرہ نہیں کرتا۔ میرے تعلقات بہت کم لوگوں سے ہیں۔"

"گرے اسٹون میں آپ نے کب شمولیت اختیار کی؟"

"دس سال گزر چکے ہیں اور میں گرے اسٹون کے لیے دنیا کے مختلف ملکوں میں کام کر چکا ہوں۔"

"کتنے عرصے سے آپ تل ابیب نہیں گئے؟"

"اس بار تقریباً سات ماہ ہو چکے ہیں۔ سات ماہ سے میں تل ابیب نہیں جا سکا۔ لیکن اب میرا ارادہ ہے کہ یہاں سے تل ابیب جاؤں گا اور کچھ وقت وہاں گزاروں گا۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے، مسٹر پال گولڈے! آپ کو یقیناً تل ابیب ہی جانا چاہیے۔ کیا اس سلسلے میں آپ نے اپنے آفیسر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وغیرہ سے بات کرلی ہے؟"

"جی ہاں! دراصل اگر ہم سالڈان میں کام کرتے رہتے تو ممکن ہے اُس وقت تک مجھے یہاں سے جانے کی اجازت نہ ملتی جب تک کہ یہ کام مکمل نہ ہو جاتا لیکن اس بات کا فیصلہ بہت پہلے کر لیا گیا تھا کہ سارڈان کے کام کی تکمیل کے بعد اس پروجیکٹ پر کام کرنے والوں کو تین تین ماہ کی چھٹیاں دی جائیں گی اور میں نے اپنے اہلِ خاندان کو یہی لکھا تھا کہ وقت کا تعین تو نہیں کرسکتا لیکن اس کے بعد میں کم از کم تین ماہ کے لیے تل ابیب پہنچوں گا۔"

"بہت خوب! اب آپ یہ بتاسکیں گے مسٹر ڈینس پال! کہ گرے اسٹون کے سربراہوں نے سالڈان میں کام ختم ہونے کے بعد اپنے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"درحقیقت ہم تو اس بات پر پریشان ہیں کہ پروجیکٹ ختم کرکے ہمیں نظر بند کیوں کیا گیا ہے۔ ہم کوئی جرم تو نہیں کررہے تھے۔ ہمیں باقاعدہ یہاں کان کنی کا ٹھیکا دیا گیا تھا اور اُس کے بعد اگر یہ ٹھیکا منسوخ بھی کر دیا گیا تو ہماری نظر بندی کا کیا جواز ہے؟"

"کیا گرے اسٹون کے معزز اراکین اس سلسلے میں کسی سرکاری سطح کی کارروائی کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

"اس کے بارے میں مَیں نہیں جانتا کیونکہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ موشے ہرموس جو گرے اسٹون کے مالک ہیں، انتقال کر چکے ہیں۔ اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ گرے اسٹون قائم رہے گی یا نہیں اور اگر قائم رہے گی تو اُسے کون سنبھالے گا۔ اس سلسلے میں کوئی بات ہمیں نہیں معلوم۔"

"کیا آپ لوگوں کو یقین ہے کہ آپ کی نظر بندی ختم ہوجائے گی؟"

"ہاں یقیناً! ہم نے کوئی جرم نہیں کیا اور اگر کوئی بات جرم کی حیثیت رکھتی بھی ہے تو کم از کم عام کارکنوں سے اُس کا تعلق نہیں ہے اور اس کے لیے صرف مالکان ہی ذمے دار قرار پاتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں یقین ہے کہ ہمیں آزادی مل جائے گی۔"

"بہت خوب! اور یہ آزادی ملنے کے بعد مسٹر ڈینس! کیا آپ سیدھے تل ابیب کا رُخ کریں گے؟"

"میری درخواست میرے افسران کے پاس موجود ہے۔ اگر ہمیں فوراً ہی کوئی ایسا کام نہیں سونپا گیا جو انتہائی ضروری ہو، تو پھر تو میں یہی درخواست کروں گا کہ مجھے تین ماہ کی طویل چھٹی دے دی جائے۔"

"آپ کو یقین ہے کہ آپ کی یہ درخواست منظور ہوجائے گی؟"

"امکانات تو ہیں کیونکہ سات ماہ سے میں تل ابیب واپس نہیں گیا ہوں۔ محترم! کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ ان سوالات کا مقصد کیا ہے؟"

"ابھی کچھ اور سوالات باقی ہیں۔ اس کے بعد آپ کو تفصیل بھی بتادی جائے گی۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

"گویا آپ کے اہلِ خاندان میں صرف یہی تین افراد ہیں۔ آپ کی بہنوں کی عمر کیا ہے؟"

"اندازے کے مطابق ایک اٹھارہ سال کی ہے اور ایک بارہ سال کی۔"

"اور آپ کی بیوی؟"

"ظاہر ہے۔ اُس کی عمر میری عمر ہی سے مطابقت رکھتی ہے۔"

"اس کے علاوہ آپ کے دوست اور مزید اہلِ خاندان؟"

"چند افراد ہیں، جن سے میرا زیادہ ربط نہیں ہے۔"

"آپ کی بیوی کے اہلِ خاندان؟ کیا وہ بھی تل ابیب ہی سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"وہ ایک حادثے میں ہلاک ہوچکے ہیں اور اب ہی تنہا ہے۔ غمزدہ رہتی ہے اُن کے لیے لیکن ظاہر ہے مَیں اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں۔"

"ہوں! بہت بہت شکریہ آپ کا مسٹر ڈینس! درحقیقت صورتِ حال یہ ہے کہ میں آپ کی حیثیت سے تل ابیب جانا چاہتا ہوں اور وہاں آپ کے گھر میں رہ کر کچھ ایسی کارروائی کرنے کا خواہش مند ہوں جو میرے مفاد میں ہے۔"

"کک... کیا مطلب؟" اُس نے متحیرانہ انداز میں سوال کیا۔

"مطلب وہی ہے جو آپ سے کہا گیا ہے۔" ڈینس پال احمقوں کی طرح ہم تینوں کی صورتیں دیکھتا رہا اور پھر اس کے چہرے پر بے پناہ خوف کے آثار نظر آنے لگے۔

"لل... لیکن تم... میں..."

"مسٹر ڈینس پال گولڈے! آپ کے بارے میں یہی فیصلہ کیا گیا ہے کہ آپ کو ہلاک کردیا جائے تاکہ کسی قسم کا کوئی خدشہ نہ رہے۔" جنرل ٹیرس نے بے رحمی سے کہا۔

ڈینس پال کے بدن میں تھرتھری پیدا ہوگئی تھی۔ اس کا چہرہ خوف سے زرد ہوگیا تھا۔ اُس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "نن... نہیں! پلیز نہیں! میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے۔ کیا قصور کیا ہے؟ دیکھیے دیکھیے۔ دراصل دراصل..."

"اس میں کچھ ترمیم بھی کی جاسکتی ہے مسٹر ڈینس پال! وہ یہ کہ کم از کم تین ماہ تک آپ ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر ہمارے قیدی رہیں۔ یہ تین ماہ گزارنے کے بعد آپ کو یہاں سے چھٹی دے دی جائے گی۔ لیکن آپ گولی کے نشانے پر رہیں گے۔ جس جگہ آپ کو قید کیا جائے گا وہاں آپ کو تمام آسائشیں بھی فراہم کی جاسکتی ہیں لیکن اگر آپ نے فرار ہونے کی کوشش کی یا کوئی اور حرکت کی۔ تو پھر وہی سب

کچھ ہوگا جو اِس وقت آپ کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔"

"نہیں نہیں! آپ لوگ اگر مجھ پہ اعتماد کرسکتے ہیں تو کرلیجیے کہ میں اپنی زندگی بچانے کے لیے وہ سب کچھ کروں گا جو آپ چاہیں گے۔ آپ بالکل اطمینان رکھیے... آپ بالکل اطمینان رکھیے۔ میں کچھ نہیں کروں گا۔ میرا وعدہ ہے۔" وہ خوف سے نڈھال ہوگیا تھا۔ موت کے خوف نے اُسے زرد کردیا تھا۔

جنرل ٹیرس نے میری صورت دیکھی اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلادی۔ گویا میں جنرل ٹیرس کے سارے پروگرام سے مطمئن تھا۔

ڈینس پال گولڈے کو وہاں سے لے جاکر ایک تہ خانے میں بند کردیا گیا اور اُس کے بعد جنرل ٹیرس نے مجھ سے ملاقات کی۔

"تم مطمئن ہو علی؟"

"بہت زیادہ۔" میں نے جواب دیا۔

"تو میرے خیال میں تمھیں اپنے کام کی تکمیل کرلینی چاہیے۔ اُس کا کیمپ سے زیادہ عرصے غائب رہنا مناسب نہیں ہے۔ میں نے انتہائی خفیہ طور پر اُس کا انتخاب کیا اور پھر اُسے اغوا کرلیا۔ اب اُسے اسی جگہ چھوڑا جاسکتا ہے جہاں دوسرے لوگ نظر بند ہیں۔"

"مجھے میک اَپ کا سامان درکار ہے۔"

"وہ موجود ہے۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔

کیتھی براؤن کہنے لگی۔ "علی! کیا تم تمام زندگی اسی طرح گزار دو گے؟"

"ہاں شاید۔" میں نے مختصراً کہا اور پھر میں اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔

ڈینس پال کا میک اَپ کرنے میں مَیں نے کمال کیا تھا۔ تقریباً دس گھنٹے تک میں اپنے چہرے اور جسم کی مرمت کرتا رہا۔ اس دوران ذرا سی زیادتی سے کام لیا گیا تھا۔ میں نے اپنے سامنے ڈینس پال گولڈے کو رکھا تھا اور پوری طرح اس کے بدن و چہرے کا جائزہ لیا تھا تاکہ میرے کام میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ میں نے وہ تمام نشانات بھی چیک کیے جو ڈینس پال گولڈے کے بدن پر تھے۔ میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ یہ تمام نشانات اب میرے بدن پر بھی موجود تھے اور میں سو فیصدی ڈینس پال گولڈے بن گیا تھا۔ میں نے ڈینس پال گولڈے کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار دیکھے تھے۔ غالباً وہ خود بھی اپنی اس دوسری شکل پر حیران تھا۔ تب میں نے مطمئن ہوکر میک اَپ کا یہ کام ختم کردیا۔ اُس کے بعد میں جنرل ٹیرس سے ملا تو وہ مجھے دیکھ کر بہت حیران ہوا۔

"میرے خدا! تم علی ہو یا ڈینس پال؟"

"میں علی ہی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"آواز... آواز بھی وہی۔ کیتھی! کیتھی ذرا اِدھر آؤ۔" کیتھی اِس وقت کہیں اور تھی لیکن وہ اندرونی دروازہ کھول کر اسی کمرے میں آگئی۔

"دیکھو! یہ کون ہے؟" جنرل ٹیرس نے کہا اور کیتھی مجھے تعجب سے دیکھنے لگی۔

"اگر یہ علی ہے تو مجھے تعجب نہیں ہے۔ یہ ایسی ہی انوکھی شخصیت ہے جنرل! میرا اس سے واسطہ تم سے بہت پہلے سے رہ چکا ہے۔"

"ہوں! کمال کا میک اَپ ہے! کمال کا۔ لیکن اِس بات کا انتہائی دُکھ ہے علی! کہ اب تم ہم سے جدا ہورہے ہو۔"

"ہاں جنرل! تمھاری مہربانیوں سے میں اپنا مقصد پانے میں کامیاب ہوگیا تو بہرطور اِس میں تمھارا بہت بڑا حصہ ہوگا۔ اب مجھے اُس جگہ پہنچا دو جہاں سے اِس شخص کو اغوا کیا گیا تھا۔"

"میرا خود جانا مناسب نہیں ہے ورنہ میں خود تمھیں وہاں چھوڑ کر آتا۔ دراصل ہم لوگوں نے انھیں مختلف جگہوں پر رکھا ہے۔ میں تمھیں وہیں پہنچائے دیتا ہوں جہاں سے اِس شخص کو اُٹھایا گیا تھا۔"

"یہ بات کہنا تم سے بالکل مناسب نہیں ہے جنرل! کہ اِس شخص کی بہترین نگرانی پر ہی میری زندگی کا دار و مدار ہوگا۔"

"تم زندہ رہوگے علی! اطمینان رکھو۔" جنرل ٹیرس نے میرے بازو پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد میں محل سے باہر نکل آیا۔ مجھے ایک بند گاڑی میں لے جاکر ایک عمارت کے قریب چھوڑ دیا گیا... یہاں سے عمارت کے عقبی حصے سے مجھے خود ہی اندر داخل ہونا تھا۔ جنرل وغیرہ سے میں محل ہی سے رخصت ہو آیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں ڈینس پال کی حیثیت سے اندر پہنچ گیا۔ یہاں تقریباً نو افراد مقیم تھے۔ عمارت خاصی بڑی اور پُرانی طرز کی تھی۔ مجھے تمام تفصیلات معلوم ہوچکی تھیں۔ چنانچہ اپنی رہائش گاہ تک پہنچنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی اور دوسروں کی نگاہیں بچا کر میں وہاں داخل ہوگیا۔

کافی دیر تک میں اپنے کمرے میں قید رہا۔ میں نے اُس کی ایک ایک شے کی تلاشی لے ڈالی تھی۔ ایک سوٹ کیس تھا جس میں کافی سامان موجود تھا۔ کرنسی تھی، کچھ تصویریں تھیں جنھیں میں نے نکال لیا اور بغور اُن کا جائزہ لینے لگا۔ دو لڑکیاں ایک تصویر میں یکجا تھیں۔ دوسری تصویر الگ تھی۔ میں نے ان لڑکیوں کے چہرے میں اپنے خدوخال تلاش کرلیے۔ یعنی ڈینس پال کے۔ یقیناً یہ اُس کی بہنیں تھیں۔ دوسری اُس کی بیوی ہوسکتی تھی۔ ہیلی گولڈے۔ اِن سے اچھی طرح روشناس ہونے کے بعد میں نے تصویروں کو احتیاط سے رکھ دیا اور اُس کے بعد ایک آرام کرسی پر دراز ہوگیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص کافی کی دو پیالیاں ہاتھ میں لیے ہوئے اندر داخل ہوا اور اُس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "کہاں چلے گئے تھے تم ڈینس! میں دو بار تمھارے کمرے میں آچکا ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مر جانے کی حد تک بور ہو رہا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اب ہمارا کیا ہوگا؟ آخر یہ کیا بے تکی بات ہے۔ ہم نے کوئی جرم تو نہیں کیا اور اگر جرم کیا ہے تو اُس کے ذمّے دار تو دوسرے لوگ ہیں۔ ہم آخر یہاں کب تک نظر بند رہیں گے۔ میں ذہنی طور پر بالکل پریشان ہو چکا ہوں۔"

"تم ہی کیا ڈیئر! ہر شخص بری طرح پریشان ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ہماری نظر بندی کا کیا جواز ہے لیکن اِن سیاہ فاموں کو کیا کہا جائے جو عقل سے ہمیشہ ہی پیدل ہوتے ہیں۔"

"آخر کوئی کچھ کر تو رہا ہوگا؟ موشے ہرموس بھی اب اِس دنیا میں نہیں ہیں جو ہمارے لیے کچھ کریں۔ ہماری یہ نظر بندی کب تک برقرار رہے گی؟ اور اِس کا کیا جواز ہے؟"

"میرا خیال ہے اِس سلسلے میں کوششیں ہو رہی ہیں۔ ہمیں بہت جلد یہاں سے نکال لیا جائے گا۔"

میں سیدھا تل ابیب جانا چاہتا ہوں۔"

" اور میں اپنے گھر۔ تم یقین کرو مجھے بھی اپنے گھر سے جدا ہوئے کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ ویسے مسٹر کورنیل آج رات جنرل ٹیرس سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ یقیناً کوئی کام کی بات ہو جائے گی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اب ہوگا کیا۔ گرے اسٹون قائم رہے گی یا ختم ہو جائے گی ——— موشے ہرموس کی موت نے سارا کام بگاڑ دیا ہے۔ سُنا ہے اُنھیں قتل کیا گیا ہے۔"

"کیا معلوم۔ کون جانتا ہے۔ حقیقت ہم لوگوں تک کہاں پہنچتی ہے۔"

" ویسے یہ تمام کارروائی تھی ہی غلط۔ میں تو ابتدا ہی سے اِس کا مخالف تھا۔"

"ہمیں جو کچھ کرنا ہوتا ہے، دوسروں کی مرضی کرنا ہوتا ہے۔"

"لیکن اس کے خطرات تو ہم ہی کو بھگتنا پڑتے ہیں۔"

"ہاں اِس میں کوئی شک نہیں۔"

وہ شخص کافی دیر تک میرے پاس بیٹھا رہا۔ ڈینس کے بے تکلف دوستوں میں معلوم ہوتا تھا۔ میں اُس کا نام بھی نہیں جانتا تھا۔ مسٹر کورنیل کے بارے میں اُس نے کہا تھا لیکن میں اُنھیں بھی نہیں جانتا تھا حالانکہ علی کی حیثیت سے جب میں کیمپ میں مقیم تھا تو بہت سے افراد سے میرا تعارف ہو چکا تھا لیکن مسٹر کورنیل اُس میں شامل نہیں تھے۔

یہ رات سکون سے گزر گئی۔ کوئی اُلجھن نہیں پیش آئی تھی۔ اُن لوگوں میں میں نے خود کو ایڈجسٹ کر لیا تھا۔ دوسرے دن صبح اُسی شخص نے مجھے جگا کر خوشخبری سُنائی۔

" ہماری نظر بندی ختم کر دی گئی ہے اور ہمیں گوٹے ہل سے باہر جانے کی اجازت دے دی گئی ہے۔"

"گڈ ویری گڈ!" میں نے بھی مسرت کا اظہار کیا۔

"مسٹر کورنیل نے رات کو جنرل ٹیرس سے ملاقات کی تھی اور جنرل ٹیرس نے زبانی طور پر اُنھیں اجازت دے دی کہ اپنے تمام افراد کو وہاں سے نکال لے جائیں۔ اب اِس کے لیے ٹرانسپورٹ وغیرہ کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ میرا خیال ہے ہم یہاں سے کسی قریبی ملک جائیں گے اور پھر وہاں سے ہمارے اپنے اپنے ٹھکانوں پر روانگی کا بندوبست ہو جائے گا۔"

اُس شخص کا کہنا درست تھا۔ بہت سارے ٹرکوں اور جیپوں کا ایک قافلہ گوٹے ہل سے چل پڑا۔ میں بھی ساتھ ہی تھا۔ ہم لوگ خوشیاں منا رہے تھے اور میں بھی اُن کی خوشیوں میں برابر کا شریک تھا۔

میں نے مسٹر کورنیل کو دیکھا۔ اُن کے بارے میں مجھے معلومات حاصل ہو گئی تھیں۔ یہ گرے اسٹون کے مینجنگ ڈائریکٹر تھے۔ اچھی شخصیت کا مالک تھا یہ شخص۔ نسلاً کیا تھا، یہ مجھے نہیں معلوم تھا۔ بہرحال اب میری واقفیت بھی اُن لوگوں سے ہوتی جا رہی تھی۔ ہمیں ایک طویل سفر کے بعد گوٹے ہل کی سرحد چھوڑنا پڑی اور ایک اور چھوٹے سے افریقی ملک میں داخل ہونا پڑا جو بہرطور اُن لوگوں کے لیے خاصا بہتر ثابت ہوا۔ گرے اسٹون ہی کی طرف سے ہمیں مختلف ہوٹلوں میں ہمارے قیام کا بندوبست کیا اور ہمیں تقریباً سات یا آٹھ دن گزارنے پڑے۔ میں نے ایک میٹنگ میں مسٹر کورنیل سے درخواست کی کہ میں تل ابیب جانے کا خواہش مند ہوں اور وہ چھٹی جو سارڈان کے پروجیکٹ کی تکمیل کے بعد میرے لیے منظور کی گئی تھی ابھی سے شروع کر دی جائے۔

مسٹر کورنیل نے ہونٹ سکیڑ کر کہا، "تمام ہی لوگوں کو اُن کے گھروں کو جانے کی اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ فی الحال ہمارے سامنے کوئی نیا منصوبہ نہیں ہے۔ آپ کو بھی تل ابیب میں آپ کے نئے پروگرام کی اطلاع دے دی جائے گی۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ گرے اسٹون کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ چنانچہ آپ تیار ہو جائیے۔ ہم آپ کے لیے تل ابیب جانے کا بندوبست کر دیں گے۔"

تقریباً چھ افراد میرے ساتھ اور شریک ہو گئے اور ہماری تعداد سات ہو گئی۔ یہ سب تل ابیب ہی کے باشندے تھے۔ میں نے انتہائی چالاکی سے اُن سب سے تعارف حاصل کر لیا تاکہ تل ابیب ایئرپورٹ پر اترتے وقت میں کسی کے لیے اجنبی نہ رہوں۔ اپنے منصوبے سے میں پوری طرح مطمئن تھا اور اب اِس سلسلے میں میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ ڈینس پال گولڈے کی حیثیت سے پہلے میں تل ابیب میں پہنچ جاؤں، وہاں کچھ عرصے پُرسکون رہ کر قیام کروں اور اُس کے بعد اپنے نئے کام کا آغاز کر دوں۔ یہی فیصلہ کیا تھا میں نے۔

* *

آٹھویں دن میں اپنے ساتھیوں سمیت تل ابیب کی جانب محوِ پرواز تھا۔ میرے ساتھی بے حد خوش تھے۔ انھیں خوش ہونا بھی چاہیے تھا۔ اس لیے کہ وہ سب اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹ رہے تھے۔ سب لوگ چہک رہے تھے اور تعطیلات گزارنے کے پروگرام بنا رہے تھے۔ ستم یہ تھا کہ وہ مجھے بھی اپنی گفتگو میں شریک رکھے ہوئے تھے اور کیوں نہ شریک رکھتے۔ ان کے لیے میں علی یار خان تو تھا نہیں... میں تو ڈینس پال گولڈے تھا... گرے اسٹون کمپنی میں ان کے ساتھ طویل عرصے کام کرنے والا ایک انجینئر... ان کی دانست میں تو میں بھی انھی کی طرح طویل عرصے بعد اپنے گھر واپس لوٹ رہا تھا۔ وہ مجھ سے یہ توقع کرنے میں حق بجانب تھے کہ میں ان کا پورا پورا ساتھ دوں گا۔

میں نے انھیں مایوس نہیں کیا۔ میں انھیں مایوس کر بھی نہیں سکتا تھا۔ مایوس کرنا تو بہت دور کی بات ہے، میں انھیں اپنے کسی بھی طرزِ عمل سے مشکوک کرنے تک کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ میری ذرا سی بے احتیاطی سارے کیے دھرے پر پانی پھیر سکتی تھی۔ مجھے ہر حال میں ڈینس پال گولڈے کی حیثیت سے اسرائیل میں داخل ہو جانا تھا اور اس کے لیے ضروری تھا کہ میں کسی کو بھی اپنی موجودہ شخصیت پر ذرا بھی شک و شبے کا موقع فراہم نہ کروں۔ چنانچہ میں نہ چاہتے ہوئے بھی ان لوگوں سے گھل مل کر گفتگو کرتا رہا۔ اگرچہ میری ذہنی کیفیات ان کی کیفیات کے بالکل برعکس تھیں تاہم میں نے اپنے کسی بھی انداز سے ان پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں ان میں سے نہیں ہوں اور یہ ایک بڑی کامیابی تھی۔

مجھے ایک نئی مہم درپیش تھی اور میں اپنا ذہن اس کی تفصیلات پر مرکوز کرنا چاہتا تھا مگر ان لوگوں کی باتوں کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہو پا رہا تھا۔ ابھی مجھے نہیں معلوم تھا کہ ڈینس پال گولڈے کی حیثیت سے تل ابیب میں داخل ہونے کے بعد مجھے کیا مواقع میسر ہوں گے۔ یہ بات بہرحال طے تھی کہ ادلیو ہاورڈ تک پہنچنے کے لیے مجھے ہر ممکن کوشش کرنا ہوگی۔ تہذیب مالکم ایکس کا سراغ لگانے کے لیے ادلیو ہاورڈ ہی سب سے اہم کڑی تھی۔

آخر کار فضائی سفر اختتام کو پہنچا۔ ہمارا طیارہ تل ابیب ایئرپورٹ پر اتر چکا تھا۔ تل ابیب ایئرپورٹ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ ڈینس پال گولڈے کے بارے میں کافی تفصیلات میرے علم میں آ چکی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ ان معلومات کی روشنی میں اس کے گھر تک پہنچنے میں ذرا بھی دشواری نہیں ہوگی۔

ہم میں سے کسی نے بھی اپنے متعلقین کو اپنی آمد کی اطلاع نہیں کی تھی لہٰذا ایئرپورٹ پر کسی کو بھی ریسیو کرنے کے لیے کوئی موجود نہیں تھا۔ میرا دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ ایئرپورٹ سے صحیح سلامت نکل جانا اس وقت میرے مشن کی بنیاد بن گیا تھا۔ میرا میک اپ بہت شاندار تھا۔ میرے کاغذات ہر طرح سے مکمل تھے لیکن اس کے باوجود نامعلوم خدشات کے سانپ میرے ذہن میں سرسرا رہے تھے مگر میں اپنے چہرے سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دے رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ میں اندیشہ ہائے دور و دراز میں گھرا ہوا ہوں مگر میں ذہن میں خود بخود رینگ آنے والے خیالات سے نہیں لڑ سکتا تھا۔

امیگریشن کاؤنٹر پر پہنچ کر میں نے اپنا پاسپورٹ امیگریشن کاؤنٹر کے عقب میں موجود افسر کی طرف بڑھا دیا۔ یہ ایئرپورٹ سے باہر نکلنے کے لیے آخری مرحلہ تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ مرحلہ بھی بخیر و خوبی نمٹ جائے گا اور اس کے بعد میں آزاد فضا میں اپنی مرضی سے کام کر سکوں گا۔

امیگریشن افسر نے پاسپورٹ مجھ سے لیا اور اس کے صفحات پلٹنے لگا۔ اس کی تیز نظریں پاسپورٹ کے مندرجات پر تیزی سے دوڑ رہی تھیں۔ میری نگاہ اس مُہر کی طرف رینگ گئی جو اس افسر کے پاس ہی رکھی تھی۔ وہ تل ابیب میں داخلے کی مُہر تھی جو میرے پاسپورٹ پر لگنا تھی۔ گویا ایک طرح سے وہ مہر میرے لیے کلیدی حیثیت رکھتی تھی اور مجھے معلوم تھا کہ بس چند ہی لمحوں بعد وہ افسر میرے پاسپورٹ پر مہر لگا دے گا۔ میں پُرسکون انداز میں کھڑا اسے پاسپورٹ کے صفحات پلٹتے دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً وہ رک گیا۔ پاسپورٹ کے ایک صفحے پر وہ کچھ پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں یہ دیکھنے سے قاصر تھا کہ وہ کس صفحے پر رُکا ہے۔ پھر اس نے پاسپورٹ اپنے ساتھی افسر کی طرف بڑھایا اور اس سے سرگوشی میں کچھ کہا۔ میرا دل اچانک ہی بڑی تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ معلوم نہیں انھیں پاسپورٹ میں کون سی ایسی چیز نظر آ گئی تھی جس کی وجہ سے وہ میرے پاسپورٹ پر مہر لگانے میں تردّد کر رہے تھے۔ پھر دوسرے افسر کی نگاہ میرے چہرے پر جم گئی۔ وہ پاسپورٹ پر لگی ہوئی تصویر اور میرے چہرے کا موازنہ کر رہا تھا۔ میں نے حتی الامکان پُرسکون نظر آنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

"مسٹر ڈینس پال گولڈے؟" امیگریشن افسر نے چند لمحے بعد سوالیہ لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔" میں نے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "یہ میرا مکمل نام ہے۔"

"آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔" اس نے میرا پاسپورٹ کاؤنٹر کی ایک دراز میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "آپ تشریف رکھیے۔" اس نے ہال کی دیوار کے ساتھ نصب صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اس سے پوچھنا چاہا کہ مجھے اس طرح روکے جانے کی وجہ کیا ہے۔ مگر میرے مُنہ سے آواز ہی نہ نکل سکی۔ میرا حلق خشک ہو رہا تھا۔ میں مردہ سے انداز میں چلتا ہُوا ایک صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ میں پہلا مسافر تھا جس کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا تھا ورنہ ابھی تک انھوں نے ہر مسافر کے پاسپورٹ پر بلا تردّد مہر لگا دی تھی۔ میں اس کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ گرے اسٹون کمپنی کا کوئی بھی ملازم میری طرف سے مشکوک نہیں ہوا تھا حالاں کہ وہ سب لوگ ڈینس پال گولڈے کے ساتھ برسوں سے کام کر رہے تھے۔ جب اتنے قریبی لوگ میری شخصیت پر شبہ نہ کر سکے تو آخر اسرائیلی امیگریشن کے حکام کو کیوں کر مجھ پر شبہ ہو گیا؟

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ تو ڈینس پال گولڈے سے واقف بھی نہیں تھے۔ پاسپورٹ بھی جعلی نہیں تھا۔ کسی مخبری کا امکان بھی نہیں تھا اس لیے کہ پورے معاملے میں بے حد رازداری برتی گئی تھی۔

میں سوچتا رہا اور الجھتا رہا۔ اسرائیلی امیگریشن کے حکام کو غیب داں تو نہیں مانا جا سکتا تھا۔ الہ دین کا چراغ بھی صرف قصے کہانیوں کی چیز ہے ورنہ یہ کہا جا سکتا تھا کہ چراغ کے جن نے انھیں کوئی خبر فراہم کر دی ہو گی۔ ڈینس پال گولڈے اسی پاسپورٹ پر اسرائیل سے روانہ ہوا تھا لہٰذا پاسپورٹ میں کسی نقص کے امکان کو بھی زیرِ غور نہیں لایا جا سکتا تھا۔

امیگریشن کی قطار میں اب صرف چند مسافر رہ گئے تھے۔ میں جانتا تھا کہ ان سے فراغت پاتے ہی وہ دونوں افسران منکر نکیر کی طرح میرے سر پر آ سوار ہوں گے۔ میں اس بات سے قطعًا لاعلم تھا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جانے والا ہے لیکن اتنا اندازہ ضرور تھا کہ وہ ابھی صرف مشکوک ہی ہیں لہٰذا کوئی حتمی قدم اٹھانے سے قبل پوچھ گچھ کریں گے۔ اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ وہ پوچھ گچھ کس سلسلے میں ہو گی تو میں خود کو اس کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنے کی کوشش کرتا مگر یہاں تو ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔

ذرا دیر بعد امیگریشن کاؤنٹر مسافروں سے خالی ہو گیا۔ میری نگاہ ان دونوں افسران پر جمی تھی۔ کاؤنٹر خالی ہوتے ہی انھوں نے دراز سے پاسپورٹ نکالا اور اسے کھول کر اس پر جھک گئے۔ وہ آپس میں کچھ گفتگو بھی کرتے جا رہے تھے۔ میں نے خود کو کسی بڑے ہنگامے کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا۔ اگرچہ اس کا امکان بہت کم تھا مگر میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر انھیں میری شخصیت پر شبہ ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ مجھے گرفتار کرنے لگے تو میں ان سے ٹکرا جاؤں گا۔ اس فیصلے پر میں مطمئن ہو گیا۔

کچھ دیر بحث و تمحیص کے بعد دونوں میں سے ایک آفیسر اٹھ کر ہال میں ایک جانب بنے ہوئے کمروں میں سے ایک کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ہاتھ میں میرا پاسپورٹ دبا ہوا تھا جب کہ دوسرا آفیسر اپنی جگہ پر ہی موجود تھا۔ بظاہر وہ میری طرف سے غافل دکھائی دے رہا تھا مگر مجھے معلوم تھا کہ اس وقت اس کی تمام تر توجہ کا مرکز میں ہی تھا۔ پہلے آفیسر کو میں نے ایک کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس کمرے کے دروازے پر چیف امیگریشن آفیسر کی تختی آویزاں تھی۔ چند ہی لمحوں بعد وہ کمرے سے دوبارہ باہر آتا دکھائی دیا۔ اس نے دور ہی سے مجھے اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ میں صوفے سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"تمھیں چیف کے سامنے پیش ہونا ہے۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

میں کوئی جواب دیے بغیر چیف کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بھی میرے عقب میں کمرے میں داخل ہوا تھا۔ یہ ایک اوسط بیمائش کا آفس تھا جس میں بڑی سی میز کے عقب میں یونیفارم میں ملبوس چیف امیگریشن آفیسر بیٹھا نظر آیا۔ وہ قوی الجثہ آدمی تھا۔ اس کی آنکھوں سے سخت گیری عیاں تھی۔ میرا پاسپورٹ اس کے سامنے کھلا رکھا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نظریں مجھ پر جم گئیں۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میرے آر پار دیکھ رہا ہو لیکن میں نے اپنے اوسان خطا نہیں ہونے دیے اور باوقار انداز میں آگے بڑھا۔ اس کی میز کے نزدیک پہنچ کر رک گیا۔ "میں اس امتیازی سلوک کی وجہ جاننے سے قاصر ہوں۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑی بے خوفی سے کہا۔ صورت حال بے حد نازک تھی اور میری ذرا سی بے احتیاطی یا کمزوری مجھے کسی بڑی مصیبت میں پھنسا سکتی تھی۔

"مسٹر ڈینس پال گولڈے۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا۔ "تشریف رکھیے۔" اس نے مقابل والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ میں کچھ ناقابلِ فہم الفاظ بڑبڑاتا ہوا بیٹھ گیا۔ اسے میں یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں ایک امن پسند شہری ہوں جو اس زیادتی پر جھنجلا گیا ہے۔ میں نے نوٹ کیا کہ امیگریشن آفیسر دروازے کے نزدیک ہی کھڑا تھا۔ یوں جیسے اسے شبہ ہو کہ میں موقع ملتے ہی فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔

"آپ تل ابیب ایئرپورٹ سے کس تاریخ کو روانہ ہوئے تھے مسٹر گولڈے؟" چیف نے سوال کیا۔

"میں اس سوال کا مقصد نہیں سمجھا۔" میں نے کہا۔ "پاسپورٹ آپ کے پاس ہے اور۔۔۔"

"آپ کے حق میں بہتر یہی ہو گا مسٹر گولڈے کہ جو کچھ آپ سے پوچھا جائے صرف اس کا جواب دیں۔"

میں نے ڈینس سے متعلق ہر بات ازبر کر رکھی تھی لہٰذا مجھے اس سوال کا جواب دینے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ میں نے بڑے اطمینان سے وہ تاریخ اسے بتا دی جس تاریخ کو ڈینس پچھلی بار تل ابیب سے روانہ ہوا تھا۔ چیف نے میری بتائی ہوئی تاریخ ایک کاغذ پر نوٹ کی۔

"یہ سراسر زیادتی ہے۔" میں نے احتجاج کیا۔ "مجھے یہ جاننے کا حق ہے کہ میرے ساتھ یہ برتاؤ کیوں کیا جا رہا ہے۔"

چیف نے میری بات نظر انداز کر دی اور امیگریشن آفیسر کی جانب کاغذ کا ٹکڑا بڑھاتے ہوئے بولا۔ "ایئرلائن ریکارڈ سے معلوم کرو کہ اس تاریخ کو مسٹر ڈینس پال گولڈے تل ابیب ایئرپورٹ سے روانہ ہوئے تھے؟"

امیگریشن آفیسر کاغذ کا ٹکڑا لے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد چیف دوبارہ میری طرف متوجہ ہوا۔ "بات دراصل یہ ہے مسٹر گولڈے۔" اس نے دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا۔ "کہ آپ کے پاسپورٹ پر تل ابیب ایئرپورٹ سے خروج کی مُہر غیر واضح ہے اور یہ چیز شبہے میں ڈال دینے والی ہے۔ ہمارے لیے یہ اطمینان کر لینا ضروری ہو گیا ہے کہ اس معاملے میں کوئی جعل سازی تو نہیں ہوئی ہے۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ کوئی سنگین نوعیت کی بات نہیں تھی ورنہ میرا پورا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ جاتا مگر بظاہر میں نے سخت جھنجلاتے ہوئے لہجے میں اس سے کہا۔ "مگر اس میں میرا کیا قصور ہے۔ مجھے کس بات کی سزا دی جا رہی ہے؟"

"یقینًا آپ کا کوئی قصور نہیں ہے مسٹر گولڈے۔ مگر یہ بھی تو سوچیے کہ ہم اس سلسلے میں خاص اہتمام کرتے ہیں کہ کوئی مہر غیر واضح نہ بننے پائے۔ ایسے میں اگر کسی پاسپورٹ پر اتنی مبہم مہر پائی جائے کہ نہ تو اس پر تاریخ پڑھنے میں آ رہی ہو اور نہ ہی ایئرپورٹ کا نام پڑھے جانے کے قابل ہو تو ہمارا ردِ عمل کیا ہو گا؟"

"میں اپنی بات پر اصرار کروں گا۔" میں جھکیوں کے سے انداز میں بولا۔ "اگر مُہر غیر واضح ہے تو یہ ایئرپورٹ کے عملے کا قصور ہے۔"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کریں مسٹر گولڈے۔ ممکن ہے آپ ہی کی بات درست ہو لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ مُہر جعلی ہو اور اس جعلی مُہر کی آڑ میں کوئی غلط شخص اسرائیل میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہو۔"

"یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ جعلی کام کرنے والا تو خود کو ہر اعتبار سے شک و شبہے سے بالاتر رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص جعل سازی بھی کر رہا ہو اور اپنے لیے مشکوک فضا بھی پیدا کر دے۔"

چیف کی آنکھوں میں بے بسی کے تاثرات دکھائی دیے۔ وہ لاجواب ہو گیا تھا اور میرے لیے یہ احساس بہت دل خوش کن تھا کہ میں نے ایک یہودی کو شکست دے دی ہے۔

"میں یہاں بحث کرنے کے لیے نہیں بیٹھا ہوں۔" اس نے کہا۔ "میری اپنی کچھ ذمے داریاں ہیں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھے ان ذمے داریوں سے کس طرح عہدہ برآ ہونا ہے۔"

"لیکن مجھے جس ذہنی کرب سے گزرنا پڑ رہا ہے اس کا ذمے دار کون ہو گا؟" میں نے کہا۔

"اگر یہ ہمارے محکمے کی غلطی ہے تو جو بھی شخص اس غیر ذمے داری کا مرتکب ہوا ہے اسے سزا دی جائے گی۔"

"اور آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گا کہ اس غلطی کا ذمے دار کون شخص ہے؟" میں نے کہا۔ دراصل میں اسے چڑا رہا تھا۔ مجھے کچھ وقت تو اس کے ساتھ گزارنا ہی تھا۔ میں اپنا وقت کیوں برباد کرتا۔ اگر اس تھوڑی سی مہلت سے فائدہ اٹھا کر میں کسی یہودی کو ذہنی اذیت میں مبتلا کر سکتا تھا تو میں کیوں چوکتا۔ یہودیوں کو ہر محاذ پر زک دینا ہی تو اب پوری زندگی کا مشن بن کر رہ گیا تھا۔

میری توقع کے عین مطابق وہ چڑچڑے پن کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔ گو کہ وہ اپنی اس کیفیت کو چھپانا چاہ رہا تھا مگر اس کی آنکھیں اس کی اندرونی کیفیت کی بھرپور عکاسی کر رہی تھیں۔ "ایئرلائن کے ریکارڈ سے اس بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ تم کون سی تاریخ کو یہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ اگر تمھاری بتائی ہوئی تاریخ درست ثابت ہوئی تو ہم اپنے ریکارڈ سے یہ معلوم کر لیں گے کہ اس روز کون کون سے لوگ ڈیوٹی پر تھے اور اس کے بعد ان میں سے اس بے پروائی کے مرتکب شخص کو ڈھونڈ نکالنا کوئی مشکل نہیں ہو گا۔"

"پھر غالبًا اس شخص کو سزا بھی دی جائے گی؟" میں نے پوچھا۔

"سخت سزا دی جائے گی تاکہ آئندہ کوئی دوسرا شخص ایسی غلطی کا مرتکب نہ ہونے پائے۔"

"ایک معمولی سی کوتاہی پر کوئی سخت سزا دینا کیا زیادتی نہ ہو گی؟"

"ہرگز نہیں۔" چیف بولا۔ "اسرائیل کی بقا سے بڑھ کر ہمارے لیے کوئی چیز اہم نہیں ہے اور اس کے لیے اسرائیل میں بسنے والے ہر یہودی کو ہمہ وقت چوکس رہنا پڑے گا۔ بعض اوقات کسی معمولی سی کوتاہی کی بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑ جاتی ہے۔ ایسی کسی کوتاہی کا تدارک کرنے کے لیے سخت سزائیں بہت ضروری ہیں تاکہ دوسرے لوگ محتاط رہیں اور آئندہ کے لیے ایسی کوتاہیوں کا تدارک کیا جا سکے جو ملک کی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے کا باعث ہوں۔"

میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ یہ بھی قسمت کی عجب ستم ظریفی تھی کہ وہ اسرائیل کے سب سے بڑے دشمن سے یہ باتیں کر رہا تھا۔ دل میں تو میں بے حد خوش تھا مگر اس سے تشویش ناک لہجے میں بولا۔ "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اسرائیل کا کوئی دشمن ایجنٹ جعلی پاسپورٹ پر سفر کرتا ہوا ملک میں داخل ہو جائے؟"

"یہ قطعی ناممکن ہے مسٹر گولڈے۔" اس نے بڑے تیقن بھرے انداز میں کہا۔

مجھے اس کے جواب سے کچھ زیادہ حیرت نہیں ہوئی مگر میرے ذہن میں یہ معلوم کرنے کا تجسس ضرور پیدا ہو گیا کہ انھوں نے اس سلسلے میں کیا احتیاطی تدابیر اختیار کر رکھی ہیں۔ "ناممکن تو خیر دنیا میں کچھ نہیں ہوتا۔" میں نے اسے اکسایا۔

"نہ ہوتا ہو گا، مگر ہم نے اس کی آہنی روک تھام کر رکھی ہے کہ اسرائیل کے کسی بھی پورٹ سے کوئی شخص جعلی پاسپورٹ پر تو اسرائیل کی حدود میں داخل نہیں ہو سکتا۔" اس نے کہا۔ "میں تفصیل تو نہیں بتا سکتا لیکن اتنا ضرور بتا دوں کہ اسرائیلی امیگریشن کے ملازمین جعلی پاسپورٹ کو صرف ایک نگاہ دیکھ کر ہی پرکھ لیتے ہیں۔"

میں نے مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے اس پر زور نہیں دیا۔ میرے لیے یہ ایک بات ہی کافی تھی۔

کچھ دیر وہاں خاموشی طاری رہی۔ پھر یہ خاموشی اس وقت ٹوٹی جب امیگریشن آفیسر کمرے میں واپس آیا۔ ایئرلائن کے ریکارڈ سے میری بات کی تصدیق ہو گئی تھی۔ اب چیف کے انداز سے شرمندگی ظاہر ہونے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لگی تھی۔ اس نے امیگریشن آفیسر کو میرے پاسپورٹ پر دخول کی مہر لگانے کی ہدایت کی اور مجھ سے بولا۔ "آپ کو جو زحمت ہوئی اس کے لیے ہم آپ سے معذرت۔۔۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے شاہانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر کہا اور اس کے کمرے سے نکل آیا۔

کچھ دیر بعد میں فاتحانہ جذبے سے سرشار ائرپورٹ سے باہر نکل رہا تھا۔ تل ابیب ائرپورٹ سے بخیر و خوبی اسرائیل میں داخل ہو جانا میرے منصوبے کا بنیادی جزو تھا اور میری آئندہ کامیابی یا ناکامی کا دارومدار اسی میں پوشیدہ تھا کہ کسی پر میری شخصیت ظاہر نہ ہونے پائے۔ اس مرحلے سے کامیابی سے گزر جانے کے بعد مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں نے پچاس فیصد بازی جیت لی ہو۔

ائرپورٹ کے باہر ٹیکسیاں موجود تھیں۔ قبل اس کے کہ میں کسی ٹیکسی والے سے بات کرتا ایک ٹیکسی تیزی سے میرے قریب آ کر رک گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے نیچے اتر کر مؤدبانہ انداز میں میرے لیے ٹیکسی کا دروازہ کھول دیا۔ میں اسے ڈینس پال کے گھر کا پتا بتا کر ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

ٹیکسی تل ابیب کی سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھی اور میرا ذہن فضاؤں میں پرواز کر رہا تھا۔ میں اپنے لیے آئندہ کا لائحہ عمل ترتیب دینے میں مصروف تھا۔ مستقبل قریب میں مجھے بڑے کٹھن وقت کا سامنا تھا۔ ڈینس پال گولڈے کے بارے میں اگرچہ مجھے کافی معلومات ہو گئی تھیں لیکن اس کے باوجود میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ خود کو اس کے گھر میں ڈینس پال گولڈے کی حیثیت سے منوانے کے لیے مجھے کڑے امتحان سے گزرنا ہو گا۔ ذرا سی بھی بے احتیاطی یا غیر حاضر دماغی میری اب تک کی محنت پر پانی پھیر سکتی تھی۔ اس کے بعد مجھے اولیو ہاورڈ کو تلاش کرنا تھا جس کے ذریعے تہذیب مالکم ایکس تک پہنچا جا سکتا تھا۔

میں اپنے خیالات میں ڈوبا رہا۔ پھر میں اس وقت چونکا جب ٹیکسی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ میں نے ٹیکسی سے باہر نگاہ ڈالی۔ ٹیکسی ایک بنگلے کے سامنے رکی تھی۔ تعجب خیز بات یہ تھی کہ آس پاس کوئی اور مکان نہیں تھا۔ فاصلے فاصلے پر کچھ اور بنگلے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ گویا یہ کوئی ایسا علاقہ تھا جو ابھی پوری طرح آباد نہیں ہوا تھا۔ کہیں کہیں زیرِ تعمیر مکانات بھی نظر آ رہے تھے۔ میں متحیرانہ انداز میں ڈرائیور کی طرف متوجہ ہوا جو ٹیکسی سے اتر کر عقبی دروازہ کھول چکا تھا۔ "یہ تم مجھے کہاں لے آئے؟" میں نے اس سے پوچھا۔ میں نے اس سے قبل ڈینس پال گولڈے کی رہائش گاہ نہیں دیکھی تھی لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ اس کی رہائش گاہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ تو فلیٹ میں رہتا تھا اور یہ ایک بنگلا تھا۔

"نیچے اتر آؤ۔" ٹیکسی ڈرائیور نے پرسکون لہجے میں کہا۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ نال والا خوف ناک ریوالور تھا جو میری جانب اٹھا ہوا تھا۔

میرے پاس اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں خاموشی سے اتر گیا۔

"اب پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر بنگلے میں داخل ہو جاؤ۔" اس نے اگلا حکم صادر کیا۔

میں نے بے چون و چرا عمل کیا۔ اس کے تیور بہت خراب تھے۔ مجھے یقین تھا کہ میری معمولی سی حرکت پر وہ گولی چلانے سے دریغ نہیں کرے گا۔ وہ میرے عقب میں مجھ سے کچھ فاصلے پر چل رہا تھا۔ دو کمروں سے گزر کر ہم ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے۔ اپنی وسعت کے اعتبار سے یہ کمرا ایک بڑا ہال معلوم ہو رہا تھا۔ اس کمرے میں کوئی فرنیچر نہیں تھا البتہ چند سنگی بینچیں تھیں جو دیواروں کے ساتھ بنی ہوئی تھیں۔ ہال کے وسط میں پہنچنے کے بعد ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے رکنے کا حکم دیا۔ میں رک گیا۔

"اب میری طرف پلٹو۔" اس نے کہا۔

میں اس کی طرف پلٹا۔ ریوالور بدستور اس کے ہاتھ میں موجود تھا جس کا رخ میری ہی جانب تھا۔ میں نے پہلی بار بغور اس کا جائزہ لیا۔ اس کا قد چھ فٹ سے کچھ نکلتا ہوا تھا۔ جسم کسرتی تھا اور اس کی آنکھوں سے بے پناہ توانائی ظاہر ہو رہی تھی۔ اس کی عمر اٹھائیس سال کے لگ بھگ رہی ہو گی۔ "تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" میں نے سخت لہجے میں اس سے پوچھا۔

"تمھارا نام معلوم کرنے۔" اس نے بڑی بے پروائی سے جواب دیا۔

"ٹیکسی ڈرائیور کے بھیس میں تم شاید کوئی لٹیرے ہو۔ لیکن یاد رکھو، تم مجھے آسانی سے نہیں لوٹ سکو گے۔" میں نے کہا۔ اس عجیب و غریب صورتِ حال نے مجھے شدید الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ میں یہ اندازہ لگانے سے قاصر تھا کہ وہ کون ہے اور مجھے اس طرح یہاں لانے سے اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ واحد امکان یہی تھا کہ وہ کوئی لٹیرا ہے جو باہر سے آنے والے مسافروں کو اس طرح لوٹ لیتا ہے۔

"بس یا اور کچھ؟" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اور یہ کہ اگر تم نے مجھے لوٹا تو میں پولیس میں رپورٹ درج کرا دوں گا۔"

"واہ۔" وہ زور سے ہنس پڑا۔ "اسے کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔" پھر وہ سخت لہجے میں بولا۔ "میں نے تم سے تمھارا نام پوچھا تھا۔"

میرے ہوش اڑ گئے۔ میرا اندازہ غلط تھا۔ وہ کوئی لٹیرا ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ لٹیرے یوں نام نہیں پوچھا کرتے۔ لیکن سوال یہ تھا کہ وہ پھر کون ہے اور اس سے بھی بڑھ کر تشویش ناک بات یہ تھی کہ وہ مجھ سے میرا نام پوچھ رہا تھا یعنی وہ کسی وجہ سے میری طرف سے مشکوک ہو گیا تھا لیکن اس کے باوجود یہ سوال اپنی جگہ پر بدستور موجود تھا کہ ایک ٹیکسی ڈرائیور کو کسی بھی شخص سے کیا غرض ہو سکتی تھی۔ "تم ایک پرامن شہری کو حبسِ بے جا میں رکھنے کے مرتکب ہو رہے ہو۔" میں نے چڑچڑے پن سے کہا۔

"اگر اب تم نے کوئی فضول بات کی تو میں تمھارا بھیجا اڑا دوں گا۔ اس کے بعد بے شک تم پولیس میں میرے خلاف رپورٹ درج کرا دینا۔" اس نے ٹرائیگر پر اپنی انگلی کا دباؤ بڑھا دیا۔

"میرا نام ڈینس پال گولڈے ہے۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ اس سے کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ گولی چلا ہی دیتا اور مجھے یوں بے بسی کی موت مرنا ہرگز گوارا نہیں تھا۔

"اپنا اصل نام بتاؤ۔" وہ غرا کر بولا۔

"یہ میرا اصل نام ہے۔" میں نے بے خوفی سے کہا۔ "تم چاہو تو میرا پاسپورٹ دیکھ سکتے ہو۔" میں نے جیب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ہاتھ جیبوں سے دور رکھو۔" اس نے مجھے وارننگ دی۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم غیر مسلح ہو لیکن اس کے باوجود بھی تمھیں جیبوں میں ہاتھ ڈالنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ پاسپورٹ پر تمھارا وہی نام درج ہے جو تم نے مجھے بتایا ہے لیکن میں تمھارا اصل نام جاننا چاہتا ہوں۔"

"اصل نام اور کیا ہوتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ جو اس کے والدین رکھتے ہیں۔ یا پھر وہ جس سے آدمی پہچانا جاتا ہے۔"

"میں یوگوسلاویہ میں پیدا ہوا اور میرے والدین نے میرا نام۔۔۔"

"فضول بکواس مت کرو۔" وہ دہاڑا۔ "سیدھی طرح بتا دو کہ تم کون ہو؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھیں کیسے یقین دلاؤں۔" میں نے بے بسی سے کہا۔

وہ مجھے تیز نظروں سے گھورنے لگا۔ "مجھے پہچانتے ہو؟" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

'اوہ! تو یہ بات تھی!' میں نے طویل سانس لے کر سوچا۔ وہ یقیناً ڈینس پال گولڈے کا کوئی واقف کار تھا اور جب میں نے اسے نہیں پہچانا تو وہ میری طرف سے مشکوک ہو گیا۔ یہاں تک تو کوئی خاص بات نہیں تھی مگر اس کا طریقۂ کار مجھے خطرے کا احساس دلا رہا تھا۔ کوئی عام آدمی ان زحمتوں میں نہیں پڑتا۔ وہ تو موقع پر ہی اپنے جذبات کا اظہار کر دیتا ہے۔ مجھے اس کا رویہ یاد آ گیا۔ وہ ائرپورٹ پر اپنی ٹیکسی لے کر میری طرف آیا تھا۔ پھر وہ ٹیکسی سے اتر کر میری طرف بڑھا تھا جب میں نے پھر بھی اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تو اس نے میرے لیے ٹیکسی کا دروازہ کھول دیا۔ حالاں کہ اسے اظہارِ حیرت کرنا چاہیے تھا مگر اس نے میری طرف سے مشکوک ہوتے ہی فوری طور پر نہ صرف ذہن میں کوئی منصوبہ ترتیب دے لیا بلکہ اس پر عمل بھی کر ڈالا اور ایسا وہی شخص کر سکتا تھا جو باقاعدہ تربیت یافتہ ہو۔ اب مجھے خطرے کا شدت سے احساس ہوا۔ میری ڈینس پال گولڈے والی حیثیت ختم ہونے کا مطلب تھا کہ میرا پورا منصوبہ تباہ ہو جاتا اور یہ مجھے کسی قیمت پر بھی منظور نہیں تھا۔ اپنی موجودہ شخصیت کو برقرار رکھنے کے لیے اب اسے راستے سے ہٹانا ضروری ہو گیا تھا لیکن اس کے لیے مجھے موقع ملنا ضروری تھا۔ وہ بہت چوکس نظر آ رہا تھا اور فی الحال اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا کہ مجھے کوئی موقع مل سکے گا لہٰذا یہ ضروری ہو گیا تھا کہ اسے کسی صورت سے باتوں میں الجھا کر موقع تلاش کیا جائے۔

"نہیں، میں تمھیں نہیں پہچانتا۔" میں نے چہرے پر الجھن کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"اسی برتے پر ڈینس پال گولڈے ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو۔" اس نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "چلو خیر، میں تمھیں اپنا نام بتائے دیتا ہوں۔ شاید میرا نام سن کر تمھیں کچھ یاد آ جائے۔ میرا نام لافس ہے۔"

میں نے بڑی تیزی سے اپنی یادداشت کھنگال ڈالی مگر میں اس نام کے کسی آدمی سے واقف نہیں تھا۔ ڈینس پال گولڈے نے اس نام کے کسی آدمی کا ذکر نہیں کیا تھا اور نہ ہی اس کے کاغذات میں ایسا کوئی تذکرہ ملا تھا۔

"نہیں یاد آیا۔" لافس قہقہہ لگا کر بولا۔ "تمھیں اپنی بیوی کے کزن کا نام تک یاد نہیں رہا اور کزن بھی کون ہے جو تمھاری شادی سے قبل تمھاری بیوی کا منگیتر رہ چکا ہو۔"

میں دم بخود رہ گیا۔ واقعی بڑی ناقابلِ یقین بات ہوتی اگر ڈینس پال گولڈے اپنی بیوی کے ایسے کزن کو بھول جاتا۔ میں سکتے کے عالم میں کھڑا اس صورتِ حال سے نمٹنے کی کوئی تدبیر سوچنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن خاموش رہنے سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ کچھ نہ کچھ بولتے رہنا ضروری تھا چنانچہ میں نے اس سے پوچھا۔ "تم یہیں رہتے ہو؟"

"ہاں میں یہیں رہتا ہوں اور ڈینس کئی بار یہاں آ بھی چکا ہے۔"

"تب تو تم کوئی جرائم پیشہ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ کوئی ٹیکسی ڈرائیور تو اتنی بڑی کوٹھی میں رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔

"ٹیکسی چلاتے ہوئے تو مجھے صرف چند روز ہوئے ہیں۔ ائرپورٹ سے آنے والے لوگوں کی نگرانی کے لیے مجھے یہ کام سونپا گیا ہے۔"

"نگرانی!" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔" وہ بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ "میں اسرائیلی انٹیلی جنس سروس کا ایک ایجنٹ ہوں اور آج کل میرے سپرد یہی کام ہے کہ اگر کوئی کالی بھیڑ ملک میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اس پر نگاہ رکھوں۔"

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ہال کی چھت میرے سر پر آ پڑی ہو۔ قسمت نے مجھے اسرائیلی انٹیلی جنس کے ایک ایجنٹ کے چنگل میں پھنسوا دیا تھا۔ یہ صورتِ حال تو میرے اندازے سے بھی کہیں زیادہ سنگین تھی۔ "تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"تاکہ تمھیں اپنے محکمے کے حوالے کرنے سے قبل تمھاری اصلیت سے آگاہ ہو جاؤں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کے ایک ہی جملے نے مجھ پر یہ حقیقت عیاں کر دی کہ وہ مجھے جان سے نہیں مارے گا۔ اس خیال نے مجھے پوری طرح پُرسکون کر دیا۔ اب میں اس پر قابو پانے کے لیے کوئی ترکیب سوچ سکتا تھا۔ "تم ہیلی کے کزن ہو۔ کیا وہ تمھاری سرکاری حیثیت سے واقف ہے؟"

"نہیں، میری سرکاری حیثیت سے تو کوئی بھی واقف نہیں ہے۔ لیکن اب تم جلدی سے بتا دو کہ تم یہاں کیا عزائم لے کر آئے ہو؟"

"تم یوں کرو کہ مجھے گولی مار دو، اس کے بعد میری لاش سے پوچھ گچھ کرتے رہنا۔" میں بے خوفی سے بولا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم یوں نہیں مانو گے۔" اس نے ریوالور میری طرف اُچھال دیا جسے میں نے کیچ کر لیا۔ "اسرائیل کے دشمنوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اسرائیلی ایجنٹ ان کے لیے لوہے کے چنے ثابت ہوں گے۔"

میں ریوالور کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نقلی ریوالور تھا۔ صرف دھماکے کرنے والا۔ مجھے غصہ آگیا۔ "کیا تمھاری حکومت اتنی کنگال ہو گئی ہے کہ اپنے ایجنٹوں کو اصلی ریوالور بھی فراہم نہیں کر سکتی!"

"اسلحے پر وہ لوگ بھروسا کرتے ہیں جنھیں اپنی قوتِ بازو پر یقین نہیں ہوتا۔" لافس نخوت بھرے انداز میں بولا۔

"اگر تم لوگوں کو اپنی قوتِ بازو پر اتنا ہی ناز ہے تو اس نقلی ریوالور کی بھی کیا ضرورت ہے؟"

"یہ تو ہم صرف مصلحتاً رکھ لیتے ہیں تاکہ کسی پُرہجوم مقام پر کسی شخص کو خوف زدہ کر کے قابو میں کیا جا سکے ورنہ اسرائیل کے مخالفین تو سدا کے بزدل ہیں۔"

"اگر وہ ایسے ہی بزدل ہیں تو تم ائرپورٹ کی نگرانی کیوں کر رہے تھے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"بعض بزدل لوگوں کے سر میں خودکشی کرنے کا سودا بھی تو سما جاتا ہے اور خودکشی کرنے اسرائیل چلے آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی سرکوبی کرنا بھی تو ضروری ہے۔"

"تو تمھارے خیال میں مَیں بزدل ہوں اور خودکشی کے ارادے سے یہاں آیا ہوں۔" میں نے کہا اور ہونٹ بھینچ لیے۔

"ہاں، اور ایسے لوگوں کو میں احمق سمجھتا ہوں۔"

"دشمن کو کمزور سمجھنا بجائے خود ایک حماقت ہے۔" میں نے ناصحانہ انداز میں کہا۔

"میں ایسی فرسودہ باتیں نہیں مانتا۔ میری دانست میں تو کمزور کو طاقت ور سمجھنا حماقت ہے۔"

"تم ایک کند ذہن اور بڑبولے شخص ہو۔ جس شخص نے تمھیں اس اہم محکمے میں بھرتی کیا ہے میرے خیال میں وہ اس صدی کا سب سے بڑا احمق ہے۔" میں نے اسے غصہ دلانے کی کوشش کی۔

میری توقع کے عین مطابق اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ "تم مجھ سے واقف نہیں ہو۔ میں نے پانچ سال تک مارشل آرٹس کی تربیت لی ہے۔"

"کمال ہے!" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "مجھے نہیں معلوم تھا کہ اسرائیل میں زبان چلانے کے فن کو مارشل آرٹس کہا جاتا ہے۔ اگر یہ بات مان لی جائے تو ہمارے طرف کی عورتیں تو پیدائشی طور پر مارشل آرٹس کی ماہر ہوتی ہیں۔"

"ابھی جب میں تمھارا قیمہ بناؤں گا تو تمھیں پتا چلے گا۔" وہ آپے سے باہر ہو کر بولا۔

"قصائی بھی ہو۔" میں نے ہنس کر کہا مگر میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ کسی بھی لمحے مجھ پر حملہ کر بیٹھے گا اور میرا خدشہ درست ثابت ہوا۔ میرا جملہ ختم ہوتے ہی اس نے مجھ پر چھلانگ لگا دی تھی۔ میں بجلی کی سی تیزی سے بائیں جانب ہٹا۔ ساتھ ہی میری دائیں ٹانگ نے حرکت کی۔ میں نے پوری قوت سے اس کے پیٹ پر لات ماری تھی۔ اس کے منہ سے کرب ناک آواز نکلی اور وہ پیٹ پکڑے ہوئے منہ کے بل زمین پر ڈھیر ہو گیا لیکن اس کے بعد جتنی تیزی سے اٹھ کر وہ مجھ پر جھپٹا تھا وہ میرے لیے بھی حیران کن تھا۔ اس کے پیٹ پر پڑنے والی لات معمولی قوت کی نہیں تھی۔ میں اس کی جسمانی قوت کا معترف ہو گیا۔

اس کا دوسرا حملہ بڑا شدید تھا۔ اگر مجھ سے لمحہ بھر کی بھی چوک ہو جاتی تو اس نے مجھے رگید کر رکھ دیا ہوتا لیکن میں بروقت اسے جھکائی دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ میں نے نہ صرف اسے جھکائی دی تھی بلکہ اسے ایک اور لات بھی رسید کر دی تھی۔ اس بار ہدف اس کی کمر تھی۔ لات کھا کر وہ اپنے ہی زور میں آگے بڑھتے ہوئے لڑکھڑایا اور ایک بار پھر منہ کے بل زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ پھر اٹھ کر مجھ پر حملہ آور ہو گا.... مگر میں اسے مزید کوئی موقع دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس کے زمین پر گرتے ہی میں نے اس پر چھلانگ لگائی اور اس کی بغلوں میں سے ہاتھ ڈال کر اس کی گدی میں قینچی ڈال دی۔ اب پوزیشن یہ تھی کہ میں اس کی پشت پر سوار تھا اور اس کی گردن میرے قابو میں تھی۔ اس کے لیے ہلنا جلنا ناممکن ہو گیا۔ اگر وہ زور لگا کر گردن چھڑانے کی کوشش کرتا تو اس کی گردن کی ہڈی بھی ٹوٹ سکتی تھی۔ وہ بھی اس بات سے بخوبی واقف تھا اور اس لیے اس نے ہاتھ پیر ڈال دیے تھے۔ میں نے زور لگا کر اس کا سر زمین سے ذرا سا بلند کیا اور پھر اسے فرش پر دے مارا۔ اس کا منہ کمرے کے پختہ فرش سے ٹکرایا۔ چٹاخ کی زوردار آواز کے ساتھ اس کی ناک سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ میں نے اپنا یہی عمل کئی بار دہرایا۔ اس کے منہ سے چیخیں اور کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ اس کا پورا چہرہ خون سے لت پت ہو گیا تھا۔ شاید اس کے کئی دانت بھی ٹوٹ گئے تھے۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب اس کی قوتِ مزاحمت دم توڑ چکی ہے تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ ایک طرف ہٹ کر میں نے اسے بالوں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا۔ خون اس کی ٹھوڑی پر سے ہو کر اس کی قمیص پر گر رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں پر سے ہو کر اس کی کہنیوں سے پہلوؤں میں کپڑوں میں جذب ہو رہا تھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ دشمن کو کمزور سمجھنا نادانی ہوتی ہے۔" میں نے اس سے کہا مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ شاید اس نے میری بات سُنی ہی نہیں تھی۔ اگر سن لی تھی تو اس میں بولنے کی سکت نہیں رہ گئی تھی۔ اس کی حالت بہت دگرگوں لگ رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ کھڑا آگے پیچھے جھول رہا تھا۔ لگتا تھا کہ بس اب کسی بھی لمحے زمیں بوس ہو جائے گا مگر مجھے اس سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ وہ نہ صرف یہودی تھا بلکہ ایک غاصب مملکت کا ایجنٹ بھی تھا۔ "تم تو کہہ رہے تھے کہ تم نے پانچ سال تک مارشل آرٹس کی تربیت لی ہے۔" میں بے رحمانہ انداز میں بولا۔

اس بار اُس پر میرے جملے کا ردِعمل ظاہر ہوا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ منہ پر سے ہٹائے اور اپنی جگہ تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا خون آلود چہرہ بڑا بھیانک ہو رہا تھا۔ اس کی ناک اور منہ سے اب بھی خون بہ رہا تھا مگر اب وہ خون قدرے گاڑھا ہو چلا تھا۔

"تم میرا اصل نام جاننا چاہتے تھے نا۔" میں نے اس سے کہا۔ "میں تمھیں اپنا نام ضرور بتاؤں گا۔ ہمارے ہاں سزائے موت کے مجرم کی آخری خواہش کا بے حد احترام کیا جاتا ہے۔ تم کو چوں کہ میں نے زندگی سے محروم کر دینے کا تہیہ کر لیا ہے چنانچہ اب تمھاری اس خواہش کو پورا کرنا مجھ پر لازم ہو گیا ہے۔ میرا اصل نام علی یار خاں ہے۔"

اس کا جسم یوں لرزا جیسے اسے کرنٹ لگا ہو۔ وہ یقیناً مجھ سے اور میرے کارناموں سے واقف ہو گا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ پھر وہ یک بارگی مجھ پر جھپٹ پڑا مگر اب اس کے حملے میں پہلے کی سی شدت نہیں رہ گئی تھی۔ میں نے اسے گھونسوں پر رکھ لیا اور ایک بار پھر اسے خاک چاٹنے پر مجبور کر دیا۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ میں نے وہیں ٹھہر کر اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے کے بجائے مناسب سمجھا کہ اس دوران اس کے گھر کی تلاشی لے لی جائے۔

حسبِ توقع مجھے اس کے گھر سے کوئی کارآمد چیز نہیں مل سکی۔ دستانوں کی ایک جوڑی البتہ ایک ایسی چیز تھی جو وقتی طور پر میرے کام آسکتی تھی اور میں نے دستانے پہننے میں تاخیر بھی نہیں کی تھی۔ دستانوں کی جوڑی ہاتھوں میں پہنتے ہی میں نے رومال سے ہر وہ جگہ صاف کر دی جہاں جہاں میرے ہاتھ لگے تھے۔

میں ہال میں واپس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ لافس کے منہ سے کراہیں نکل رہی تھیں۔ اسے ہوش آرہا تھا۔ میں اس کے بارے میں سوچنے لگا۔ اسے زندہ چھوڑ کر میرا واپس چلا جانا ناممکن تھا۔ میں اسے مارنے کے طریقوں پر غور کرنے لگا اور پھر ایک نتیجے پر پہنچ کر میں مطمئن ہو گیا۔

چند لمحوں تک کراہنے کے بعد جیسے ہی اسے ہوش آیا وہ ہڑبڑائے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میں کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر ہوا میں اچھلا اور میری بھرپور قوت والی فلائنگ کک اس کے سینے پر بائیں جانب پڑی۔ اس کے حلق سے ایک کرب ناک چیخ نکلی اور وہ اچھل کر کئی فٹ پیچھے جا گرا۔ یہ انتہائی خطرناک کک تھی۔ اس کی متعدد پسلیاں ٹوٹ کر اس کے دل میں گھس گئی تھیں اور اب اس کا زندہ بچنا ناممکن ہو گیا تھا۔ میں نے احتیاطاً قریب جا کر اس کا معائنہ کیا۔ اس پر نزع کی کیفیت طاری تھی۔ میں مزید وقت ضائع کیے بغیر پلٹا اور اس کے گھر سے باہر نکل آیا۔ پھاٹک کے باہر ٹیکسی موجود تھی۔ میں ٹیکسی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اب میرے سامنے ایک نیا مسئلہ آکھڑا ہوا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کہاں ہوں اور کن راستوں سے گزر کر ڈینس کے گھر پہنچ سکوں گا۔ میں مخمصے میں پھنس گیا۔

دفعتاً میں چونک پڑا۔ کافی فاصلے پر مجھے ایک لڑکی دوڑتی نظر آئی تھی۔ وہ لڑکی مدد کے لیے چیخ رہی تھی۔ اس کے پیچھے ایک موٹر سائیکل تھی جس پر دو افراد سوار تھے۔ یہاں اس ویرانے میں جہاں صرف چند مکانات تھے اور وہ بھی ایک دوسرے سے بہت فاصلے پر تھے، اس کی چیخیں سننے والا کوئی نہیں تھا۔ میں نے فوری طور پر اس لڑکی کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے ٹیکسی اسٹارٹ کی اور طوفانی انداز میں ان کے سروں پر جا پہنچا۔ موٹر سائیکل پر سوار دونوں افراد نوجوان لڑکے تھے جن کی عمریں بمشکل بیس بائیس برس رہی ہوں گی۔ وہ صورت سے ہی لفنگے معلوم ہوتے تھے۔ ایک ٹیکسی کو یوں اپنی طرف آتے دیکھ وہ بری طرح بوکھلا گئے تھے لیکن جب میں نے بریک لگا کر گاڑی روک دی اور انھوں نے دیکھا کہ گاڑی میں صرف ایک ہی آدمی ہے تو وہ پھر شیر ہو گئے۔ لڑکی تیر کی طرح گاڑی کی طرف آئی اور فوراً دروازہ کھول کر میرے برابر والی نشست پر بیٹھ گئی۔ اس کی سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں۔

"مم... مجھے بچا لو۔" وہ گھگھیائی۔ "جلدی سے بھاگ چلو۔ یہ بڑے خطرناک لوگ ہیں۔"

مجھے ہنسی آگئی اور میں نے گاڑی کا انجن بند کر دیا۔

"یہ کک... کیا کر رہے ہو!" وہ بوکھلا کر بولی۔ "ان کے پاس چاقو ہے۔"

"توپ تو نہیں ہے۔" میں دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ وہ دونوں ابھی تک موٹر سائیکل پر بیٹھے ہوئے تھے۔ موٹر سائیکل کا انجن اسٹارٹ تھا مگر موٹر سائیکل چل نہیں رہی تھی۔

میرے نیچے اترتے ہی موٹر سائیکل حرکت میں آئی مگر اس کا رخ میری جانب نہیں تھا۔ میں بڑی دلچسپی سے موٹر سائیکل کو خود سے دور جاتے دیکھتا رہا تھا۔ پھر میں نے جھک کر لڑکی سے کہا۔ "تم تو کہہ رہی تھیں وہ بڑے خطرناک لوگ ہیں، پھر وہ بھاگ کیوں کھڑے ہوئے ہیں؟"

"اوہ سنبھلو!" لڑکی چیخی۔ "وہ واپس آرہے ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے دیکھا کہ موٹر سائیکل ایک چکر کاٹ کر واپس آرہی تھی۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ میں سمجھ گیا کہ موٹر سائیکل دُور لے جانے کا مقصد یہ تھا کہ اسے تیز رفتاری سے لا کر مجھ پر چڑھا دیا جائے۔ میں سنبھل گیا۔ موٹر سائیکل بڑی تیز رفتاری سے سیدھی میری جانب آئی مگر میں نے اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے ایک جانب چھلانگ لگا دی تھی ورنہ خطرناک تصادم مجھے بہت مہنگا پڑ سکتا تھا۔ موٹر سائیکل سیدھی نکلی چلی گئی تھی۔ میں مخالف سمت میں دوڑ پڑا۔ میں ٹیکسی سے دور نکل جانا چاہتا تھا۔ کچھ فاصلے پر پہنچ کر میں رک گیا۔ موٹر سائیکل واپس آرہی تھی مگر اس بار موٹر سائیکل مجھ پر چڑھانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ موٹر سائیکل مجھ سے کترا کر نکل گئی تھی۔ پھر وہ مجھ سے کچھ فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے میرے گرد چکر لگانے لگی۔ اس پر سوار دونوں لڑکے وحشیانہ انداز میں قہقہے لگا رہے تھے۔ میں پوری طرح چوکنا تھا اور موٹر سائیکل کے ساتھ ساتھ میں بھی چاروں طرف گھوم رہا تھا۔ ان لڑکوں نے اندازہ کر لیا تھا کہ میں ان کے لیے تر نوالہ ثابت نہیں ہوں گا۔ اسی لیے اب وہ میرے گرد چکر لگا کر نہ صرف مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے بلکہ اب ان کی کوشش تھی کہ پہلو سے مجھ پر حملہ کر سکیں۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے لڑکے کے ہاتھ میں کھلا ہوا چاقو دبا ہوا تھا۔ یہ وہی چاقو تھا جس کا حوالہ لڑکی نے دیا تھا۔ غالباً اس چاقو سے وہ لڑکی کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کرتے رہے ہوں گے۔

کچھ دیر میرے گرد چکرانے کے بعد موٹر سائیکل کا رُخ ایک بار پھر تبدیل ہُوا۔ میں سمجھ گیا کہ پہلو سے مجھ پر حملہ آور ہونے کا موقع نہ مل سکنے پر وہ دوبارہ مجھ پر موٹر سائیکل چڑھانے کی کوشش کریں گے۔ کافی دُور جا کر موٹر سائیکل پھر پلٹی۔ اس بار اس کی رفتار بے حد تیز تھی۔ میں پوری طرح تیار ہو گیا۔ ابھی موٹر سائیکل مجھ سے دس بارہ فٹ دُور تھی کہ میں نے ان پر چھلانگ لگا دی۔ ہمارے درمیان فضا میں ہونے والے اس تصادم کی رفتار پچاس میل فی گھنٹا تھی۔ ان کے نیچے سے موٹر سائیکل نکل گئی اور ہم تینوں افراد اوپر تلے زمین پر جا گرے۔ میں نے تو تیزی سے قلابازی کھائی اور اچھل کر اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں صدمے کی حالت میں مجھ سے کچھ فاصلے پر بے سُدھ پڑے تھے۔ کُھلا ہوا چاقو ان سے کافی دُور پڑا تھا۔

مَیں ان کے اٹھنے کا منتظر رہا مگر ان کے جسموں میں جنبش بھی نہیں ہوئی۔ معلوم نہیں وہ واقعی بے ہوش ہو گئے تھے یا صرف اپنی جان بچانے کے لیے بے ہوش بن گئے تھے۔ ان کی طرف سے مایوس ہو کر میں ٹیکسی کی طرف پلٹ پڑا۔ ان لڑکوں سے مجھے ویسے بھی کوئی سروکار نہ تھا۔ ان سے بھڑنے کا مقصد تو صرف اتنا تھا کہ سکون سے سفر کر سکوں۔ اگر میں انھیں نظر انداز کرتا تو وہ میرے پیچھے بھی لگ جاتے۔ اب اگر انھیں ہوش آبھی جاتا تو وہ صرف اپنی جان بچانے کی فکر کرتے۔

ٹیکسی کے قریب پہنچ کر میں نے اس شعلۂ جوّالہ کو نظر بھر کر دیکھا۔ جوان العمر تھی اور ہر یہودی لڑکی کی طرح وہ بھی بے پناہ حسین تھی۔ سُرخ رنگ کے اسکرٹ میں اس کا حُسن قیامت خیز لگ رہا تھا۔ وہ ٹیکسی سے نیچے اتر کر کھڑی تھی اور مجھے متحیّرانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم نے تو کمال ہی کر دیا۔" وہ ستائشی لہجے میں بولی۔

"یہ لوگ تو بالکل ہی بودے ثابت ہوئے۔ مجھے ذرا بھی مزہ نہیں آیا۔ کچھ مقابلہ تو کرتا۔" میں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"ایسا نہ کہو۔ وہ واقعی خطرناک لوگ ہیں مگر تمھاری مہارت نے انھیں بے بس کر دیا۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ دونوں ابھی تک بے حس و حرکت تھے اور ان سے کچھ ہی فاصلے پر ان کی موٹر سائیکل پڑی تھی جس کا پہیہ اب بھی گھومے جا رہا تھا۔ "تم یہیں رہتی ہو؟" میں نے لڑکی کی طرف مڑتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"میں اپنی ایک دوست سے ملنے آئی تھی۔ وہ لوگ چند روز قبل یہاں منتقل ہوئے ہیں۔ مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ میں نے ٹیکسی چھوڑ دی۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ سارے گھر والے کہیں گئے ہیں۔ ان کا گھر مقفل تھا۔ میں مایوس ہو کر واپسی کے ارادے سے پلٹی تو یہ دونوں لفنگے کہیں سے آ نکلے اور میرے پیچھے لگ گئے۔ اگر تم بروقت نہ پہنچ گئے ہوتے تو خدا جانے میرا کیا حشر ہوتا۔"

"اب تم کہاں جاؤ گی؟"

"گھر واپس جاؤں گی۔" اس نے کہا۔ "تم تو میرے لیے فرشتۂ رحمت بن کر نازل ہوئے ہو۔ پہلے تم نے مجھے ان بھیڑیوں سے بچایا اور اب تمھاری ہی ٹیکسی میں واپس بھی جاؤں گی ورنہ یہاں اس ویرانے میں کوئی سواری کہاں ملتی۔"

میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ فرشتۂ رحمت بے چارہ پہلے ہی کئی الجھنوں میں گھرا ہوا تھا۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ ہے کس علاقے میں اور شہر جانے کے لیے کون سا راستہ اختیار کرنا ہو گا۔ میں یہ بات اسے بتا بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ تو مجھے ایک ٹیکسی ڈرائیور سمجھ رہی تھی۔ آخر اس الجھن کا ایک حل میری سمجھ میں آگیا۔ "میں تمھیں لے تو چلتا مگر مجھے چکر آ رہے ہیں۔ اس کیفیت میں ڈرائیونگ نہیں کر سکوں گا۔"

"تو کیا ہُوا۔" وہ اِٹھلا کر بولی۔ "مجھے ڈرائیونگ آتی ہے۔ میں تمھیں لے چلوں گی۔"

میں نے سکون کی ایک طویل سانس لی۔ میرے سر سے ایک بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا۔ اب میں کم از کم شہر تو پہنچ ہی سکتا تھا۔ اس کے بعد میرے لیے کوئی مسئلہ نہ رہ جاتا۔ ہم دونوں گاڑی میں آ بیٹھے۔ اس نے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے سڑک کی طرف موڑ دی۔

"میرا نام للی ہے۔" وہ بولی۔ "للی آندرے۔"

"معاف کرنا۔ میں تم سے پوچھنا بھول ہی گیا تھا کہ تمھارا نام کیا ہے۔" میں نے خجالت آمیز لہجے میں کہا۔ "مجھے ڈینس کہتے ہیں۔"

"تم جیسے بہادر آدمی سے دوستی کرنے کو جی چاہتا ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"میں دوستی کرنے کا قائل نہیں۔ اگر دو افراد میں ذہنی مماثلت ہو تو دوستی خود بخود ہو جاتی ہے۔"

"واہ! کیا فلسفہ ہے۔ مجھے تمھاری بات بہت پسند آئی۔" اس نے قاتل نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سامنے دیکھو۔" میں تنبیہی انداز میں بولا۔ "ایکسیڈنٹ نہ کر بیٹھنا۔"

وہ سڑک کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اب ہم آبادی والے علاقے میں داخل ہو رہے تھے۔ میں راستے ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔

"تم کہاں رہتے ہو؟" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے پوچھا۔

"کیوں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"ممکن ہے کبھی ملنے کو جی چاہے . . ."

"میرا خیال ہے ہمارے درمیان اتنی جان پہچان تو نہیں ہوئی کہ میں اپنا پتا بھی بتا دوں۔" میں نے کھردرے لہجے میں کہا۔

"ارے تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔ میں تمھیں اپنا گھر بتا دیتی ہوں۔ جب چاہو بلا تکلف چلے آنا۔" اس نے ٹیکسی ایک جگہ روکتے ہوئے کہا۔ "سامنے والی بلڈنگ کی پہلی منزل پر میرا فلیٹ ہے۔" اس نے اشارے سے مجھے فلیٹ دکھایا۔ "اور یہ میرا فون نمبر ہے۔" اس نے کاغذ کے ایک پرزے پر فون نمبر لکھ کر میری طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ۔" میں نے کاغذ کا پرزہ اس سے لے کر جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"ابھی میرے فلیٹ پر کچھ دیر بیٹھو گے نہیں؟" وہ بڑی مایوسی سے بولی۔

"مجھے جلدی ہے، موقع ملا تو پھر کبھی دیکھا جائے گا۔" میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ۔" اس نے بڑے دل برداشتہ انداز میں کہا۔ "فون کرنا نہ بھولنا۔"

میں نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ میں اس وقت شدید خطرے میں گھرا ہوا تھا۔ ٹیکسی سے جلد از جلد پیچھا چھڑانا ضروری تھا۔ اگر میں اس ٹیکسی سمیت کسی کی نظروں میں آجاتا تو اسرائیلی انٹیلی جنس کا ہر رکن میری گرفتاری کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا سکتا تھا۔

چند بلاک کے فاصلے پر ایک کار پارکنگ پر میں نے ٹیکسی پارک کی اور چابیاں ٹیکسی ہی میں لگی چھوڑ کر اتر آیا۔ میں نے اِدھر اُدھر کا جائزہ لیا۔ کوئی بھی خصوصیت سے میری طرف متوجہ نہیں تھا۔ میں درمیانہ رفتار سے چلتا ہُوا ایک طرف چل دیا۔ جلد یا بدیر لافس کے قتل کا راز افشا ہو جانا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں اسرائیلی انٹیلی جنس کی دست بُرد سے محفوظ رہوں گا۔ کسی کے پاس مجھ پر شبہ کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد مجھے ایک ٹیکسی مل گئی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے ٹیکسی روکی تھی۔ میں دودھ کا جلا ہوا تھا، چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پینا چاہتا تھا۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو بڑے غور سے دیکھا، مبادا کہیں وہ بھی میرا کوئی شناسا نکلے مگر اس کی نگاہوں میں اجنبیت تھی۔ میں نے اسے ڈینس کے گھر کا پتا بتایا اور ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ پہلے کی طرح اس بار میں اپنے خیالات میں بھی نہیں کھویا تھا۔ ایک دن میں دوبار اغوا ہو جانا مجھے کسی قیمت پر بھی گوارا نہیں تھا۔

ٹیکسی نے مجھے ایک خوب صورت بلڈنگ کے سامنے اتار دیا۔ اسی فلک بوس عمارت کی تیسری منزل پر ڈینس پال گولڈے کا فلیٹ نمبر تین سو ساٹھ تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کر کے میں بلڈنگ کے اندر پہنچ گیا۔ بلڈنگ میں گو کہ لفٹ موجود تھی مگر میں نے لفٹ استعمال کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس بات کا خدشہ موجود تھا کہ لفٹ آپریٹر ڈینس کو جانتا ہو یا اس کے علاوہ بلڈنگ کے کسی اور فلیٹ کا مکین جو ڈینس پال کا واقف کار ہو، ٹکرا جائے لہٰذا زینوں کا استعمال نسبتاً محفوظ تھا۔

فلیٹ نمبر تین سو ساٹھ کے دروازے پر پہنچ کر میں رک گیا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ راہداری سنسان پڑی تھی اور میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اب میں ڈینس پال گولڈے کے اہلِ خانہ کے درمیان پہنچنے والا تھا اور یہاں مجھے بے حد محتاط رہنا تھا۔ اس فلیٹ میں تین مکین تھے اور وہ تینوں خواتین تھیں۔ ان میں سے ایک تو ڈینس پال کی بیوی تھی اور دوسری دو ڈینس کی بہنیں تھیں۔ ظاہر ہے وہ تینوں ہی ڈینس کی عادات و اطوار سے پوری طرح واقف ہوں گی۔ اس بات کا امکان تھا کہ وہ کسی معمولی سی بات سے میری طرف سے مشکوک ہو جائیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ میری کسی بڑی سے بڑی غلطی کو بھی نظر انداز کر جائیں۔

میں نے حوصلہ مجتمع کیا اور کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ دروازہ ایک خوبرو لڑکی نے کھولا۔ میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ ڈینس کی بہن تھی۔ اپنے بھائی کو یوں اچانک سامنے دیکھ کر وہ بھونچکا رہ گئی۔ پھر اس نے 'بھیّا' کا زوردار نعرہ بلند کیا اور مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"ہم دروازے میں کھڑے ہیں پگلی۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "چلو اندر چلو۔"

"آپ نے اپنی آمد کی اطلاع کیوں نہیں دی؟" وہ روٹھے ہوئے لہجے میں بولی۔ "جائیے میں آپ سے نہیں بولتی۔"

"اوہو، میری بہن تو بہت ناراض ہے مجھ سے۔" میں نے اس کے ساتھ فلیٹ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "بھئی واپسی کا پروگرام اتنا اچانک بنا کہ اطلاع دینے کی مہلت ہی نہیں ملی۔ ذرا دم لے لوں تو تمھیں تفصیل سے ساری باتیں بتاتا ہوں۔" میں متجسس انداز میں فلیٹ کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ بہترین سامانِ آرائش سے آراستہ و پیراستہ ایک خوب صورت اور کشادہ فلیٹ تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اوہ معاف کیجیے گا بھیا، میں بھی کتنی پاگل ہوں۔ آپ کے آتے ہی شکوے شکایتیں شروع کر دیں۔ آپ بیٹھیے۔ میں آپ کے لیے کافی تیار کر کے لاتی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ کافی بنا کر لے آئی۔ میں نے اس سے دوسرے افراد کے بارے میں پوچھا تو دفعتاً وہ سنجیدہ نظر آنے لگی۔

"نینس ملازمت پر گئی ہوئی ہے بھیا۔ وہ وقت گزاری کے لیے ملازمت کر رہی ہے۔ میں نے تو اس سے کہا تھا کہ ملازمت شروع کرنے سے پہلے خط لکھ کر بھیا سے اجازت لے لو مگر اس نے کہا کہ ایک باعزت ملازمت کرنے سے اس کا بھائی اسے کبھی نہیں روکے گا اور پھر اس سے کچھ آمدنی بھی ہو جائے گی۔"

"کیوں کیا تم لوگ کسی مالی پریشانی کا شکار ہو گئے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں بھیا ایسی تو کوئی بات نہیں ہے لیکن یہ بھی تو سوچیے ناکہ ہم لوگ بلاوجہ گھر میں بیٹھ کر وقت کیوں ضائع کریں۔ میں تو خود کچھ دنوں سے ملازمت کرنے پر غور کر رہی ہوں۔ مجھے ایک اچھی ملازمت مل بھی رہی ہے مگر آپ کی اجازت کے بغیر ملازمت کرنا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔"

"اور ہیلی کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس سوال پر اس کے چہرے کی رنگت اڑ گئی اور اس کے ہاتھوں میں خفیف سی لرزش بھی پیدا ہو گئی تھی۔

اس کی کیفیت محسوس کرتے ہوئے میں نے تعجب سے اس سے پوچھا۔ "ہیلی خیریت سے تو ہے نا بیکن؟"

"ہاں بھیا وہ بالکل ٹھیک ہیں، ابھی کچھ دیر قبل باہر گئی ہیں واپس آجائیں گی۔"

"لیکن تمھارے انداز سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔"

"آپ اتنے عرصے بعد واپس آئے ہیں، میرا حوصلہ نہیں ہو رہا کہ کوئی بری خبر آپ کو سناؤں۔ کاش میں اس وقت فلیٹ میں تنہا نہ ہوتی!"

میں غور کرنے لگا کہ اس بات پر میرا ردِ عمل کیا ہونا چاہیے پھر میں نے اپنے انداز میں بے تابی پیدا کرتے ہوئے پوچھا۔ "جلدی بتاؤ بیکن! ہیلی کو کیا ہو گیا ہے؟"

"انھیں کچھ نہیں ہوا بھیا لیکن ان کے مشاغل ناپسندیدہ ہو گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"مجھے آپ سے کہنا تو نہیں چاہیے بھیا لیکن میں چاہتی ہوں کہ آپ خود اس سلسلے میں کچھ کریں۔"

"مثلاً، مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"ہیلی واپس آئیں تو ان سے پوچھیے گا کہ وہ کہاں گئی تھیں۔"

"میرے سوال کا جواب دو بیکن!" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "مجھے بتاؤ کہ ہیلی کہاں ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہوں گی، لیکن یہ بات یقینی ہے کہ وہ لافس کے ساتھ کسی عیش گاہ میں گلچھرے اڑا رہی ہوں گی۔"

"لافس؟" میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "یہ وہی لافس تو نہیں جو اس کا کزن ہے اور مجھ سے شادی سے قبل وہ ہیلی کا منگیتر تھا؟"

"ہاں، یہ وہی لافس ہے۔ آج کل ان کے تعلقات ضرورت سے زیادہ آگے بڑھ چکے ہیں۔ ہفتے میں کم از کم دو راتیں تو ضرور وہ اس کے ساتھ گھر سے باہر گزارتی ہے۔ مجھ میں تو اتنی ہمت نہیں ہے کہ انھیں کچھ کہوں۔ نینس سے ان کی جھڑپ ہو چکی ہے اور انھوں نے نینس سے بہت کچھ کہا۔"

"کیا؟" میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"وہ کہتی ہیں کہ..." بیکن ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "ایک ایسا شخص ان کی ضرورتیں پوری نہیں کر سکتا جو گھر سے باہر رہتا ہو اور اس سے سال میں ایک آدھ بار ملاقات ہوتی ہو۔ وہ بوڑھی ہو جائیں گی اور..."

بیکن خاموش ہو گئی۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر بظاہر غصے کا اظہار کیا لیکن وہ سکون کی سانس تھی۔ ایک محبت کرنے والی بیوی کے بجائے میرا واسطہ ایک ایسی بیوی سے پڑا تھا جو پہلے ہی کسی اور کی محبت میں گرفتار تھی۔ سب سے زیادہ خطرہ مجھے ڈنیس کی بیوی ہی کی طرف سے تھا۔ اسے مطمئن کرنا سب سے زیادہ دشوار بلکہ شاید میرے لیے تو ناممکن ہی ہوتا لیکن قدرت نے یہاں بھی میری مدد کی تھی۔ یہ الگ بات تھی کہ اس کے عاشق کو قدرت نے اتفاقیہ طور پر پہلے ہی میرے ہاتھوں ٹھکانے لگوا دیا تھا۔ اس پر دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ ہیلی اس وقت لافس کے گھر پر نہیں پہنچ گئی جب لافس مجھے وہاں لے گیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو مجھے ڈنیس کی بیوی کو بھی ٹھکانے لگانا پڑ جاتا۔ اب یہ ممکن تھا کہ وہ میرے وہاں سے نکلنے کے بعد وہاں پہنچی ہو۔ اگر ایسا ہوا ہو گا تو پھر ہیلی کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہو گی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ انھوں نے ملاقات کے لیے کسی اور جگہ کا تعین کر رکھا ہو۔ اس صورت میں بھی وہ بہت جھلائی ہوئی گھر واپس پہنچے گی۔

بیکن بہت افسردہ ہو گئی تھی۔ رندھی ہوئی آواز میں مجھ سے کہنے لگی۔ "کاش! میں فلیٹ پر تنہا نہ ہوتی۔ ہیلی بھی یہیں موجود ہوتی تو آپ کی طویل عرصے بعد گھر واپسی کا آغاز کسی افسوس ناک گفتگو سے تو نہ ہوتا۔"

"تم کیوں افسردہ ہو گئیں بے وقوف۔ ان باتوں کی ذمے دار تم تھوڑی ہو۔ تم اپنے دل پر کوئی بوجھ نہ لو۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا۔ تم اپنی باتیں کرو۔"

"میں ٹھیک ہوں بھیا لیکن آپ سے میری درخواست ہے کہ مجھے ملازمت کرنے کی اجازت دے دیں۔ گھر میں تنہا رہنا آسان نہیں۔ آپ تو کچھ روز رہنے کے بعد واپس چلے جائیں گے۔ اس کے بعد مجھے پھر تنہا رہنا پڑے گا۔"

"اجازت ہے۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر شاہانہ انداز میں کہا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"کتنے اچھے ہیں میرے بھیا۔" وہ محبت بھرے انداز میں بولی۔

"مکھن نہیں چلے گا۔" میں نے اسے ڈانٹا اور پھر پورے فلیٹ کا جائزہ لینا شروع کر ڈالا۔ میری خواب گاہ میں میری اور ہیلی کی تصویر لگی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا اور ایک طویل سانس لے کر آرام کرسی میں نیم دراز ہو گیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ ڈنیس پال گولڈے کے بارے میں مجھے مزید بہت سی معلومات درکار ہیں۔ اس کی حیثیت سے اس کے اہلِ خانہ کے درمیان رہنے کے لیے بہت زیادہ معلومات درکار تھیں لیکن جلد بازی بنا بنایا کھیل بگاڑ سکتی تھی چنانچہ نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے اس کے بارے میں ان معلومات پر اکتفا کرنا تھا جو میرے پاس موجود تھیں۔ مزید معلومات رفتہ رفتہ حاصل ہونا ہی بہتر تھا۔

شام ساڑھے پانچ بجے ڈنیس کی دوسری بہن نینس بھی واپس آ گئی۔ وہ ڈنیس کی بڑی بہن تھی۔ مجھے اچانک گھر میں موجود پا کر وہ بھی ششدر رہ گئی۔ اس سے باتوں کے دوران مجھے پتا چلا کہ ہیلی کے تعلقات لافس کے علاوہ اور کسی سے بھی ہیں۔ ہیلی کی آوارگی کی خبریں ڈنیس کے لیے تو تکلیف دہ ہو سکتی تھیں مگر میرے لیے بہت خوش آئند تھیں۔

رات کا کھانا ہم لوگوں نے اکٹھے کھایا اور پھر اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ بجے تھے جب ڈنیس کی بیوی ہیلی گولڈے واپس آئی۔

کال بیل کے جواب میں بیکن نے دروازہ کھولا۔ میں اس وقت اپنی خواب گاہ میں موجود تھا۔ نینس اور بیکن سے چند باتیں کرنے کے بعد وہ خواب گاہ میں آ گئی۔ اس کی آنکھوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ نشے میں ہے۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر میری طرف لپکی اور میرے قریب آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے کوئی تعرض نہیں کیا لیکن میرے انداز میں سرد مہری تھی۔ اس کا شانہ تھپتھپا کر میں نے اسے خود سے علیحدہ کیا اور اسے ایک صوفے پر دھکیل دیا۔

ہیلی بہت زیادہ نشے میں تھی۔ وہ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کر رہی تھی مگر اس کی باتیں بے ربط تھیں۔ میں اس کی باتوں کے مبہم جوابات دے کر اسے ٹالتا رہا اور اسے بستر پر لٹا دیا۔ وہ آہستہ آہستہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتی جا رہی تھی۔ جب وہ سو گئی تو میں بھی خواب گاہ کے ایک گوشے میں پڑے ہوئے صوفے پر لیٹ گیا۔

ٹل ایسیب میں میرا پہلا دن خاصا ہنگامہ خیز ثابت ہوا تھا۔ اگر قدرت کی مدد شاملِ حال نہ ہوتی تو میری موجودہ شخصیت کا راز افشا ہونے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ لافس نے مجھے پہچان لیا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ ڈنیس کے میک اپ میں میں کوئی اور ہوں۔ یہ تصور بھی مجھ پر لرزہ طاری کر دینے کے لیے کافی تھا کہ اگر اس نے مجھ سے اپنے طور پر نمٹنے کی حماقت کرنے کے بجائے خاموشی سے اپنے محکمے کو میرے بارے میں مطلع کر دیا ہوتا تو کیا ہوتا۔ میری راہ میں بے شمار مشکلات کھڑی ہو جاتیں بلکہ یہ بھی ممکن تھا کہ یہ فلیٹ میرے لیے چوہے دان ثابت ہوتا اور میں بے بسی سے گرفتار ہو جاتا۔

اب مجھے اپنی توجہ اولیو ہاورڈ کی تلاش پر مرکوز کرنا تھی۔ میں اس کی رہائش گاہ سے ناواقف تھا۔ اگر میں کھلے عام اسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا تو یہ خود کو مشکوک کرنے کے مترادف ہوتا۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کس علاقے میں رہائش پذیر ہے۔ اگر مجھے علاقے کا علم ہوتا تب بھی یہ کوئی آسان کام نہ ہوتا مگر موجودہ صورتِ حال میں تو میرا کام بے حد مشکل ہو گیا تھا۔ اب مجھے اس کی تلاش کا دائرۂ کار ان تمام علاقوں تک وسیع کرنا تھا جو بڑے لوگوں کی رہائش گاہوں کے لیے مخصوص تھے۔

ہیلی کا معاملہ میرے لیے خاصا اطمینان بخش ثابت ہوا تھا۔ اس کا جو دل چاہے کرتی پھرے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن اس سے تھوڑی سی باز پرس کرنا بھی ضروری تھا۔ اس کی طرف سے زیادہ بے پروائی برتنے سے حالات بگڑ جانے کا اندیشہ تھا۔

ڈنیس کی بڑی بہن نینس، بیکن کی بہ نسبت بہت تیز تھی۔ اس نے ہیلی کے بارے میں بڑے خراب ریمارکس پاس کیے تھے۔ اگر میں وہ ریمارکس ہیلی کے سامنے دہرا دیتا تو یقیناً گھر میں کوئی ہنگامہ کھڑا ہو جاتا اور فی الحال میں ہر قسم کے ہنگاموں سے گریز کرنا چاہتا تھا۔

میں بڑی دیر تک خیالات میں الجھا رہا پھر نیند کی دیوی نے مجھے اپنی نرم آغوش میں لے لیا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر ہیلی کا رنگ فق تھا۔ اسے کل کے واقعات کا اندازہ ہو چکا تھا اور وہ میری اچانک آمد پر نروس ہو گئی تھی۔ میں بالکل خاموش تھا۔ ہیلی نے مجھ سے دو چار باتیں کیں تو میں نے مختصر جواب دینے پر اکتفا کیا۔ میری بے رخی سے ہیلی اور زیادہ نروس ہو گئی تھی۔ میری توجہ اخبار کی طرف تھی مگر اخبار میں لافس کے بارے میں کوئی خبر نہیں چھپی تھی۔

ناشتے کے بعد نینس تیار ہو کر ملازمت پر روانہ ہو گئی۔ بیکن کچھ خوف زدہ سی نظر آ رہی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میرے اور ہیلی کے درمیان کوئی سخت قسم کی جھڑپ ہو گی لیکن میں نے اس موضوع پر کوئی بھی بات کرنے سے گریز کیا۔ وہ دن تو مجھے فلیٹ میں رہ کر ہی گزارنا تھا۔ میری سرد مہری نے ہیلی کو شدید الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔

شام چار بجے کے قریب ایک فون آیا۔ ریسیور میں نے ہی اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ وہ ہیلی کو پوچھ رہا تھا۔ ہیلی وہیں موجود تھی۔ "تمھارا فون ہے۔" میں نے اس سے کہا اور ریسیور اسے دے کر خاموشی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ ٹیلی فون پر کون

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا اور ان کے درمیان کیا گفتگو ہو رہی تھی مجھے اس سلسلے میں ذرا بھی تجسّس نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہیلی خود ہی ٹینس کے کمرے میں چلی آئی۔

"تم یہاں بیٹھے ہو!" اس نے آتے ہی مجھ سے کہا۔

"میں نے سوچا ممکن ہے میرے سامنے تمھیں گفتگو کرنے میں دقّت ہو۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری بہنوں نے میری طرف سے تمھارے کان خوب بھر دیے ہیں۔"

"ہاں، انھوں نے مجھے تمھاری خیریت بتائی۔ میں نے تمھارے مشاغل کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ تم آج کل بہت زیادہ مصروف ہو۔ اب ظاہر ہے کہ شوہر ہونے کی حیثیت سے میں تمھاری مصروفیات میں دخل اندازی کرنے سے تو رہا۔"

"انھوں نے اور بھی بہت کچھ کہا ہوگا۔ تمھارا رویہ بتاتا ہے۔"

"شاید۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"یہ مناسب نہیں ہے ڈینس۔ تمھاری بہنیں میرے ساتھ مسلسل زیادتیاں کرتی رہتی ہیں مگر میں صرف تمھاری وجہ سے خاموش رہتی ہوں۔"

"میری وجہ سے تمھیں ہمیشہ ہی خاموش رہنا ہوگا ہیلی۔" میں نے سختی سے کہا۔

وہ جواب میں کچھ نہ بولی لیکن اس کے چہرے سے بدستور الجھن عیاں تھی۔

اس روز شام میں وہ کہیں نہ گئی۔ رات کو خواب گاہ میں وہ مجھ سے بے تکلّف ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ میری سرد مہری اس کے لیے اعصاب شکن ثابت ہو رہی تھی اور جمود توڑنے کے لیے اسے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا لیکن یہاں مجھے سختی سے کام لینا تھا اور میرے پاس اس کا جواز موجود تھا۔ میں نے اسے زور سے مسہری پر دھکیل دیا۔

"میں نے تمھاری حرکتوں پر کوئی بازپرس نہیں کی ہیلی۔ تمھاری ضرورتیں بلاشبہ اہمیت رکھتی ہیں لیکن تم نے ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے قابلِ اعتراض راہیں منتخب کی ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمھارے معاملات پر تمھیں نہیں ٹوکوں گا اور اپنے لیے بھی سکون کی راہیں تلاش کروں گا میرے خیال میں ہمارے لیے یہی بہتر ہوگا کہ اپنا اختلاف دوسروں کے علم میں لانے کی بجائے خاموشی سے اپنی منتخب کردہ راہوں پر چلتے رہیں۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تم اپنی راتیں لافس کے ساتھ بسر کرتی ہو یا کسی اور کے ساتھ لیکن میں تمھیں اس بات کی اجازت نہیں دوں گا کہ میرے نزدیک آنے کی کوشش کرو۔ میں مختصر عرصے کے لیے آیا ہوں۔ میری واپسی کے بعد تمھیں ایک بار پھر کھُل کھیلنے کی آزادی مل جائے گی۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو یہ بات ذہن سے ہی نکال دو کہ میں واپس آیا ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو ڈیئر۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ "میرا کردار مضبوط ہے۔ لافس میرے بچپن کا دوست ہے۔ تمھاری عدم موجودگی

میں ہم دونوں کے درمیان تفریحی پروگرام تو بنتے رہتے ہیں مگر..."

"میں نے تم سے ان کی تفصیلات نہیں پوچھیں۔" میں ... سے بولا۔ "اگر میں اس صوفے پر سونا چاہوں تو تمھیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

"لیکن..."

"اگر تم نے بحث کرنے کی کوشش کی تو میرے غصّے ... ہو جائے گا۔"

ہیلی بے بسی سے ہونٹ کاٹتے ہوئے مسہری پر جا لیٹی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سو گئی۔ میں نے بلا ٹلنے پر سکون کی سانس لی تھی۔

دوسرے دن مجھے کام کا آغاز کرنا تھا جس کے لیے رات پُرسکون نیند بہت ضروری تھی۔ میں نے ہر الجھن ذہن سے جھٹکی اور لمبی تان کے سو گیا۔

اگلی صبح بھی میں نے پوری توجّہ سے اخبار پڑھا۔ اس روز اخبار میں لافس سے متعلق کوئی خبر نہیں چھپی تھی جس کا مطلب کہ انٹیلی جنس کے حکّام نے اپنے ایجنٹ کی موت کی خبر چھپائی۔ یہ بات تو بعید از قیاس تھی کہ اس کی لاش دریافت نہیں ہوئی ہوگی۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ خبر چھُپانے کے پسِ پردہ کون مصلحتیں کارفرما تھیں لیکن یہ بات یقینی تھی کہ اگر وہ خبر اخبارات زینت بن گئی ہوتی تو میرے لیے مشکلات کھڑی ہو سکتی تھیں۔ تین افراد نے مجھے اس وقت اس علاقے میں دیکھا تھا۔ ان میں سے ایک تو للی تھی اور دیگر دو افراد وہ لفنگے تھے جو للی کے پیچھے لگے ہوئے انھیں میرے ہاتھوں زک اٹھانا پڑی تھی۔ اس بات کا قوی امکان کہ ان میں سے کوئی انتقاماً میرا حلیہ حکّام کو بتا دیتا۔ اس طرح میرے کچھ پریشانیاں تو بہرحال پیدا ہو ہی جاتیں۔

میں دل ہی دل میں اسرائیلی انٹیلی جنس کے حکّام کی کم عقلی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فلیٹ سے نکل آیا۔ گیراج سے ڈینس کی چھوٹی سی کار نکالی اور اسے اسٹارٹ کر کے چل پڑا۔ تل ابیب کے اکثر حصّے میرے دیکھے بھالے تھے۔ میں پہلے بھی وہاں جا چکا تھا اور وہ میرے لیے کوئی اجنبی علاقہ نہیں تھا۔

میں تل ابیب کی سڑکوں پر ٹریفک کے سیلاب میں کار دوڑا رہا تھا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے مگر بارش کا امکان نہیں تھا۔ میری کار سڑکوں پر دوڑتی رہی۔

دوپہر کا کھانا ایک ریستوران میں کھا کر میں تل ابیب کے اس حصّے کی طرف جا نکلا جہاں سرکاری افسروں کی رہائش گاہیں تھیں۔ یہ بات کا امکان تھا کہ اولیو ہاورڈ وہیں کہیں رہتا ہو۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سلسلے میں کس سے رابطہ قائم کروں۔ دفعتاً ایک ایسا خیال میرے ذہن میں آیا کہ جس سے مجھے اپنا مسئلہ چٹکی بجاتے میں حل ہوتا محسوس

WWW.PAKSOCIETY.COM

اولیو ہاورڈ تل ابیب کے ایک معزز شہری کی حیثیت رکھتا تھا۔ ... نہیں تھا کہ اس کے گھر پر ٹیلی فون نہ ہو۔ یقیناً ٹیلی فون ڈائریکٹری میں ... کے فون نمبر کے ساتھ اس کی رہائش گاہ کا پتا بھی درج ہوگا۔ مجھے ... بات پر حیرت تھی کہ یہ خیال اس سے پہلے میرے ذہن میں کیوں ... نہ آیا۔ اب مجھے ٹیلی فون ڈائریکٹری کی تلاش تھی۔ ٹیلی فون ڈائریکٹری ... کے فلیٹ پر بھی تھی مگر میں اس وقت وہاں واپس جانے سے ... گریز کرنا چاہتا تھا۔

میں نے ایک جنرل اسٹور کے سامنے کار روک دی۔ جنرل اسٹور میں داخل ہو کے میں نے اسٹور کے مالک سے ڈائریکٹری طلب کی جو اس نے مجھے فراہم کر دی۔ چند ہی لمحوں بعد میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ اولیو ہاورڈ کا فون نمبر ڈائریکٹری میں موجود تھا۔ میں نے اس کا فون نمبر اور پتا نوٹ کیا اور اسٹور کے مالک کا شکریہ ادا کر کے باہر نکل آیا۔ کچھ دیر قبل یہ کام مجھے جتنا مشکل نظر آ رہا تھا اتنا ہی آسان نکلا۔

اب میری کار کا رُخ اس علاقے کی طرف تھا جہاں اولیو ہاورڈ کی رہائش گاہ تھی اور اب فوری طور پر میرے پیشِ نظر یہ کام تھا کہ اس کے اہلِ خانہ کے بارے میں تفصیلات معلوم کروں۔

سبز رنگ کا خوب صورت سادہ مکان اولیو ہاورڈ کی ملکیت تھا۔ مکان ایک پہاڑی نما ٹیلے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس علاقے کو آباد ہوئے شاید زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اس لیے کہ وہاں کے سارے ہی مکانات زیرِ تعمیر شدہ نظر آ رہے تھے۔ پورا علاقہ ناہموار لیکن سبزے سے معمور تھا۔ ہر جگہ پہاڑی ٹیلے بکھرے نظر آ رہے تھے جن میں سے ان ٹیلوں کو برقرار رہنے دیا گیا تھا جن پر تعمیر ممکن ہو سکتی تھی۔ اس طرح اس علاقے میں انفرادیت پیدا ہو گئی تھی۔

اولیو ہاورڈ کا مکان ایک ایسے ہی پہاڑی ٹیلے پر تھا۔ ڈھلان کے نیچے سے اوپر تک روش موجود تھی اور اس روش کے اختتام پر مکان تھا۔ اطراف میں بھی مکانات موجود تھے مگر ایسی کوئی جگہ موجود نہیں تھی جہاں ٹھہر کے میں اس کے مکان کی نگرانی کر سکتا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اولیو ہاورڈ تل ابیب میں موجود بھی ہے یا نہیں۔ میں تو اس کے اہلِ خانہ تک سے واقف نہیں تھا بلکہ مجھے تو یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ اس کے خاندان میں کچھ لوگ ہیں بھی یا وہ تنہا رہتا ہے۔ ماضی میں اس سے میرے بہت سے معرکے ہوئے تھے لیکن کبھی اس کے اہلِ خاندان کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔ اس کی نوبت ہی نہیں آئی تھی مگر آج میں اس سفاک درندے کی رہائش گاہ کے سامنے موجود تھا جس کی ہیبت سے جرائم کی دنیا پر بھی لرزہ طاری رہتا تھا۔

میں وہاں رکے بغیر واپس آ گیا۔ ایک روز کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ ... اسرائیل کے اس خوف ناک ایجنٹ کے خلاف اس بار میں بھرپور ... کرنا چاہتا تھا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پیر بچا کر کام کرنا ضروری تھا۔

فلیٹ میں ہیلی موجود تھی۔ شاید اس نے گھر سے باہر قدم نہ نکالنے کا عزم کر لیا تھا۔ میں یہ نہیں مان سکتا تھا کہ وہ شرمندہ ہو گی اس لیے کہ وہ بہت ڈھیٹ عورت تھی مگر وہ ظاہر یہی کر رہی تھی جیسے اسے اپنے رویے پر بہت افسوس ہو۔ اس رات اس نے اپنی شرمندگی کا زبانی اظہار بھی کر دیا مگر مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

"اپنے کام سے کام رکھو ہیلی۔" میں نے اس سے تلخ لہجے میں کہا۔ "میں نے تمھیں کوئی سرزنش نہیں کی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تم جھوٹی محبّت جتا کر مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کرو۔"

"تم غلط فہمی کا شکار ہو ڈینس! یا تو اپنا ذہن صاف کر لو ورنہ ہماری زندگی تلخ ہو جائے گی۔"

"وہ تو پہلے ہی تلخ ہو چکی ہے۔ اب میں ایسا کوئی قدم اٹھانے سے گریز کرنا چاہتا ہوں جس کی وجہ سے بعد میں ہم دونوں کو پچھتانا پڑے۔"

"بات فیصلہ کن ہونی چاہیے ڈینس۔ یا تو تمھیں میرے کردار کے بارے میں یہ الفاظ کہنا ہوں گے کہ میں ایک عورت کی حیثیت سے بُری نہیں ہوں یا پھر..."

"یا پھر... کیا؟"

"یا پھر تمھیں مجھے طلاق دینا ہوگی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ شاید مجھے یہی کرنا پڑے مگر ابھی یہ فیصلہ کن قدم اٹھانے کا وقت نہیں آیا۔ میں پہلے بھی تم سے کہہ چکا ہوں کہ تم اپنے مشاغل یہ سمجھ کر جاری رکھ سکتی ہو کہ میں یہاں آیا ہی نہیں ہوں۔ اگر تم اپنے مشاغل ترک کر سکو تو کر دو مگر فیصلہ میں اسی وقت کروں گا جب دوبارہ یہاں واپس آؤں گا۔"

"گویا اس وقت تک میں سولی پر ٹنگی رہوں گی؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اگر تم خود کو سولی پر لٹکا ہوا محسوس کرتی ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں نے تو تم سے کوئی تعرّض نہیں کیا بلکہ ہر طرح سے تعاون ہی کرنے کی کوشش کی ہے۔ آخری تعاون یہ کر سکتا ہوں کہ اگر اس فلیٹ میں میری موجودگی تمھیں گراں گزر رہی ہو تو کسی ہوٹل میں منتقل ہو جاؤں۔"

وہ ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ عورت کے اس روپ کے بارے میں میں نے کتابوں میں تو بہت پڑھا تھا لیکن عملاً عورت کا یہ روپ پہلی بار میرے سامنے آیا تھا۔ وہ جیسی بھی تھی مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میری طرف سے تو وہ اور اس کا شوہر دونوں جہنم میں جائیں۔ میں تو اسے طلاق دینے کا بھی مجاز نہیں تھا۔ چند ماہ کا وقفہ البتہ میں نے اسے دے دیا تھا تاکہ جب ڈینس واپس آئے تو اپنا فیصلہ خود کر سکے۔ اس مسئلے کو ٹالتے رہنا بہرحال میری ذمّے داری تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دوسرے روز میں نے پھر اپنے مشن کا آغاز کر دیا۔ میری تمام تر توجّہ اولیو ہاورڈ کے مکان پر مرکوز تھی۔ میں نے وہاں آنے جانے والوں کو چیک کیا۔ ان کی کاروں کے نمبر تلاش کیے۔ میں بڑے محتاط انداز میں کام کر رہا تھا۔ تل ابیب میں رہ کر زیادہ سرگرمیاں میرے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھیں۔ لافس کے بارے میں ابھی کوئی خبر اخبارات میں نہیں چھپی تھی البتہ فلسطینیوں کی گوریلا کارروائیوں کی خبریں برابر چھپ رہی تھیں۔ ممکن تھا کہ لافس کے قتل کو بھی فلسطینیوں کے کھاتے میں ڈال دیا گیا ہو۔

تیسرے روز مجھے کامیابی کی جھلک نظر آئی۔ وہ لڑکی مجھے اس دوران دو بار اولیو ہاورڈ کے گھر سے کار میں نکلتی نظر آئی تھی۔ میں یہ اندازہ لگانے سے قاصر تھا کہ وہ کون ہو سکتی ہے مگر جب میں نے تیسری بار اسے گھر سے نکلتے دیکھا تو میں نے اس کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میری کار اس کی چھوٹی سی نیلی کار کے تعاقب میں چل پڑی۔

لڑکی نے بازار کا رخ کیا تھا۔ اس نے ایک جنرل اسٹور سے کچھ خریداری کی اور اس کے بعد خریدا ہُوا سامان کار کی ڈکی میں رکھ کر وہاں سے چل پڑی۔ اس کی اگلی منزل ایک بلڈنگ تھی۔ بلڈنگ کے سامنے کار روک کر وہ بلڈنگ میں داخل ہو گئی۔ میں نے بھی کچھ فاصلے پر کار روک دی اور وہیں ٹھیر کر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ وہ جلد ہی واپس آ گئی مگر وہ تنہا واپس نہیں آئی تھی۔ اس کے ساتھ ایک اور لڑکی بھی تھی۔

دونوں لڑکیاں بڑی دیر تک کار میں گھومتی رہیں۔ ان کی کوئی منزل نہیں تھی۔ وہ بے مقصد سڑک نوردی کر رہی تھیں۔ میں نے تعاقب جاری رکھا۔ دوپہر کا کھانا انھوں نے ایک ریستوران میں کھایا۔ اس کے بعد نیلی کار والی لڑکی نے دوسری لڑکی کو اسی بلڈنگ کے سامنے اتار دیا اور وہاں سے واپس اولیو ہاورڈ کے گھر چلی گئی۔ یہ اندازہ کرنا دشوار نہیں تھا کہ اس لڑکی کا اولیو ہاورڈ سے کوئی قریبی تعلق ہے۔

چوتھے روز میں کچھ کر گزرنے کے ارادے سے گھر سے نکلا تھا۔ میری کار اولیو ہاورڈ کے گھر کے اطراف طواف کر رہی تھی۔ کافی دیر بعد نیلی کار نکلتی دکھائی دی۔ حسبِ معمول لڑکی کار میں تنہا تھی۔ میں نے تہیّہ کر لیا کہ آج کہیں نہ کہیں اسے ضرور ٹکرا جاؤں گا۔ اس سے تعارف حاصل کرنا بہت ضروری تھا۔ لیکن اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ لڑکی نے رائل کلب جا کر رات کے پروگرام کے لیے دو ٹکٹ خریدے تھے۔ ٹکٹ لے کر جیسے ہی وہ پلٹی میں ونڈو پر پہنچ گیا۔ سیریل کا اگلا ٹکٹ میں نے خرید لیا تھا۔ اس کے بعد میں نے اس کا پیچھا نہیں کیا۔ اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔ اس کے بجائے میں نے رائل کلب کی تفریحات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کو ترجیح دی۔ سٹرڈے نائٹ ہونے کی وجہ سے اس رات وہاں رقص و سرود کے خصوصی پروگرام ترتیب دیے گئے تھے اس لیے وہ رائل کلب آنا چاہتی تھی۔ مگر اس نے دو ٹکٹ

خریدا ہو گا۔

اس شام رائل کلب جانے کے لیے میں نے خاص اہتمام [illegible] لباس پہنا۔ تیار ہونے کے بعد میں نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو [illegible] نگاہ سے اپنا جائزہ لیا۔ مجھے یقین تھا کہ کسی بھی لڑکی کی نگاہ مجھ [illegible] رکے بغیر نہیں گزر سکے گی۔

رائل کلب کے باہر بڑی تعداد میں گاڑیاں پارک دیکھ کر [illegible] گیا کہ وہاں بہت رش ہے۔ نیلی کار وہاں موجود تھی۔ ڈائننگ ہا[ل] داخل ہو کر میں نے ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔ نیلی کار والی لڑکی اپنی دو[ست] کے ساتھ ایک میز پر موجود تھی۔ میں نے ان کی ایک نزدیکی میز سنبھال[ی]۔ بظاہر دونوں ہنس مکھ معلوم ہو رہی تھیں۔

پروگرام کا وقت ہُوا تو ہم ڈانسنگ فلور پر پہنچ گئے۔ مجھے دونوں کے ساتھ ہی بیٹھنے کا موقع ملا۔ میں نے نہایت شائستگی کا [مظاہرہ] کرتے ہوئے پہلے انھیں بیٹھنے کی پیش کش کی۔ وہ میرا شکریہ ادا [کر کے] بیٹھ گئی۔ اس کی نگاہیں بار بار میری طرف اٹھ رہی تھیں۔

پروگرام کا آغاز ہو چکا تھا۔ مختلف رقاصائیں اپنے فن کا مظ[اہرہ] کر رہی تھیں۔ فن کے وہ مظاہرے میری نظر میں بے ہودگی کے شا[ہکار] تھے۔ میں خود پر جبر کر کے بیٹھا رہا۔

خدا خدا کر کے پروگرام کا اختتام ہُوا اور آرکسٹرا نے رقص کے موسیقی نشر کرنا شروع کر دی۔ بہت سے جوڑے رقص کرنے کے لیے اٹھے تھے۔ میں نے مہذب انداز میں لڑکی سے رقص کی درخواست [کی] جو اس نے بلا جھجک منظور کر لی اور ہم چوبی فرش پر پہنچ کر ہلکو[رے] لینے لگے۔ اس کے ساتھ رقص کرتے ہوئے مجھے احساس ہوا کہ وہ نہ [صرف] بے حد پُرکشش ہے بلکہ رقص بھی بہت عمدہ کرتی ہے۔ میں بھی تما[م] مہارت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ناممکن تھا کہ وہ مجھ سے متاثر نہ ہوتی۔

"آپ رقص بہت اچھا کرتے ہیں مسٹر!"

"میرا نام ڈینس ہے۔"

"میں لکی ہوں، لکی ہاورڈ۔"

میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ اس کی عمر کے پیشِ نظر [یہ] یقینی تھی کہ وہ اولیو ہاورڈ کی بیٹی ہو گی۔ "آپ بہت پُرکشش خاتون [ہیں]" میں نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ "میں نے زندگی میں اتنی ح[سین] لڑکی نہیں دیکھی۔ شاید میری خوش بختی مجھے رائل کلب کھینچ لائی۔"

"اوہ! نہیں۔ اب ایسا بھی کیا۔"

"آپ یقین کریں مس ہاورڈ میں آپ سے بے حد متاثر ہوا ہ[وں]"

"پلیز مسٹر ڈینس! آپ بھی تو کسی سے کم نہیں ہیں۔" وہ میر[ے] کانوں میں گنگنائی۔

"یہ تو آپ کا حسنِ نظر ہے مس ہاورڈ! ورنہ میں کیا میری بساط۔"

وہ ہنس پڑی۔ "آپ کی گفتگو بھی آپ کی طرح خوب صورت [ہے]۔"

[ا]س نے کہا۔

"مجھ میں اتنی جرأت نہیں کہ آپ کی کسی بات کی تردید کر سکوں۔"
[میں] نے اسے خود سے مزید قریب کرتے ہوئے کہا۔

اس نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔ میری شخصیت کے سحر [اور گفت]گو کے جال نے اسے منٹوں میں تسخیر کر لیا تھا۔

رقص کا پہلا راؤنڈ ختم ہُوا تو ہم ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اپنی میز [پر وا]پس آئے۔ لکی کی دوست ہمیں بڑے غور سے دیکھ رہی تھی اور اس [کے] ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"یہ جوڈن ہے، میری بہت اچھی دوست! اور جوڈن یہ مسٹر ڈینس [ہیں]" لکی نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

جوڈن نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور مسکرانے لگی۔ "آپ بڑے خوش [قسم]ت ہیں مسٹر ڈینس۔"

"میں سمجھا نہیں کہ آپ کا اشارہ کس خوش قسمتی کی طرف ہے۔" [میں] نے کہا۔ حالاں کہ میں اس کا مطلب خوب سمجھ رہا تھا۔

"لکی آسانی سے کسی پر مہربان نہیں ہوتی۔" جوڈن نے شرارت [بھ]رے انداز میں کہا۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔" میں نے قہقہہ لگایا۔ "آپ پوچھ لیجیے۔ یہ [با]ت تو میں ان سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔"

رقص کا دوسرا راؤنڈ شروع ہوا تو لکی نے خود مجھ سے رقص کرنے [کی] فرمائش کی۔

دوسرے راؤنڈ کے دوران میں نے مزید پیش رفت کی۔ "تم مجھے [بہ]ت یاد آیا کرو گی۔" میں نے کہا۔

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے دوبارہ ہماری ملاقات نہیں ہو گی۔"

"ضروری تو نہیں ایسا حسین اتفاق دوبارہ بھی ہو۔" میں نے ٹھنڈی [س]انس لی۔

"اتفاقات کی کیا ضرورت ہے۔" اس نے سر اٹھا کر میری آنکھوں میں [جھ]انکا۔ "ہم ملتے رہا کریں گے۔"

"مگر کیسے؟" میں نے مایوسی سے کہا۔ "مجھے تمھارا پتا تک تو معلوم [ن]ہیں ہے۔"

"پتا میں تمھیں بتاؤں گی۔ کل شام تم میرے گھر آنا۔"

"گگ... گھر۔" میں ہکلا کر رہ گیا۔

"کیوں۔ کیا ہُوا؟" اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہاں تمھارے ڈیڈی ہوں گے۔" میں نے خوف زدہ ہونے کی [ادا]کاری کی۔

"وہ آج کل باہر گئے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر وہ ہوتے تو بھی کیا [ہو]تا [ب]اہر جاتا یہ

"پ... پتا نہیں کیوں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ وہ بڑے خوفناک

آدمی ہوں گے؟"

"ارے نہیں... وہ تو بڑے خوش اخلاق آدمی ہیں۔ اگر وہ یہاں ہوتے تو تم سے مل کر بہت خوش ہوتے۔"

"تم کہتی ہو تو مانے لیتا ہوں۔" میں نے یوں کہا جیسے بادلِ ناخواستہ اس کی بات مانی ہو۔

"پتا نہیں تم کیسے آدمی ہو۔" وہ جھنجلا کر بولی۔

"تت... تم سمجھ نہیں رہی ہو۔" میں نے بے بسی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "تمھارے ڈیڈی کے بارے میں سوچتا ہوں تو پتا نہیں کیوں دل بیٹھنے لگتا ہے۔"

"تم بڑے دقیانوسی آدمی معلوم ہوتے ہو۔" اس نے بُرا سا مُنہ بنایا۔

"بس... سمجھنے کی کوشش کرو ڈیئر! ممکن ہے تمھارے ڈیڈی بہت اچھے آدمی ہوں مگر میرے ڈیڈی بہت خوف ناک آدمی ہیں۔ جب بھی کسی اور کے ڈیڈی کے بارے میں سوچتا ہوں مجھے اپنے ڈیڈی یاد آ جاتے ہیں۔"

"اچھا!" لکی نے متحیّرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں۔" میں بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔ "وہ بہت سخت گیر ہیں۔ غصہ آ جائے تو میری پٹائی تک کر بیٹھتے ہیں۔"

"تمھاری پٹائی!" اس نے مجھے بے یقینی سے سر سے پیر تک دیکھا۔ "کیا عمر ہو گی بھلا ان کی؟"

"عمر سے کیا ہوتا ہے۔" میرا لہجہ تلخ ہو گیا۔ "وہ پیشہ ور باکسر رہ چکے ہیں۔"

"لیکن میرے ڈیڈی کبھی باکسر نہیں رہے۔" لکی نے بے ساختہ کہا۔ "وہ تو کسی سرکاری عہدے پر فائز ہیں۔ اپنی سرکاری مصروفیات کے باعث وہ اکثر ملک سے باہر رہتے ہیں۔ کاش وہ اس وقت ملک سے باہر نہ ہوتے تو میں تمھیں ان سے ملواتی۔ مجھے یقین ہے ان سے مل کر تمھارا سارا خوف دور ہو جاتا۔"

"تم نے تو میرے دل میں آتشِ شوق بھڑکا دی ہے۔ اب میرا جی چاہ رہا ہے کہ اتنے نفیس آدمی سے جلد از جلد ملاقات کر لوں۔"

"تو کل شام ہمارے گھر آ رہے ہو؟" اس نے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا۔

"نہ آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" میں نے بے پناہ خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ لکی کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ میں اس سے ملاقات کے تصوّر سے خوش ہوا ہوں لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ اس کی نادانی سے مجھے سب سے بڑے دشمن کے خلاف کام کرنے کا کتنا سنہری موقع مل رہا ہے۔

دوسرے راؤنڈ کے اختتام پر ہم پھر اپنی میزوں کی طرف پلٹ آئے۔ جوڈن بڑے موڈ میں تھی۔ اس نے لکی سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ لکی بڑی بے باکی سے اسے جوابات دے رہی تھی۔ پھر رقص کا تیسرا راؤنڈ شروع ہوا تو کسی شخص نے جوڈن سے رقص کی درخواست

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی جو اس نے قبول کر لی۔

"ہم رقص نہیں کریں گے؟" لکی نے مایوسانہ انداز میں مجھ سے پوچھا۔

"ضرور کرتے مگر میں کچھ تھکن محسوس کر رہا ہوں لیکن اگر تم کہو تو۔۔"

"اوہ! نہیں۔ اگر تم تھکن محسوس کر رہے ہو تو رہنے دو۔"

میں نے سکون کی سانس لی۔ جوئن رقص کر رہی تھی اور میں اس تنہائی سے فائدہ اٹھا کر لکی سے مزید معلومات حاصل کر لینا چاہتا تھا۔

"تم گھر میں تنہا ہی رہتی ہو کیا؟" میں نے براہِ راست سوال کیا۔

"نہیں تو۔۔۔ ممی بھی رہتی ہیں مگر وہ بے چاری فالج کی مریض ہیں۔ زیادہ تر وہیل چیئر پر ہی رہتی ہیں۔"

"اوہ! بہت افسوس ہوا۔" میں نے افسردگی سے کہا مگر دل ہی دل میں خوش ہُوا تھا۔

"اس کے علاوہ چند ملازمین ہیں اور بس۔"

"بھائی بھی تو ہوں گے؟"

"تین بھائی ہیں۔" اس نے بتایا۔ "دو فرانس میں سرکاری عہدوں پر ہیں اور تیسرا بھائی نکل ہارڈ برطانوی انٹیلی جنس کا ایک اہم عہدے دار ہے۔"

میری خوشی دوچند ہو گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ میری راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی لیکن یہ خوشی کا اظہار کرنے کا موقع نہیں تھا۔

"تب تو تم بہت بور ہوتی ہو گی؟" میں نے لکی سے پوچھا۔

"ہاں، اب تک تو ہوتی تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"اب تم سے جو ملاقات ہو گئی ہے۔ تم آجایا کرو گے تو بوریت کہاں سے ہو گی۔"

"کیسے آجایا کروں گا۔ تم نے ابھی تک اپنا پتا بھی نہیں بتایا ہے۔"

"اوہ! معاف کرنا۔" وہ کھسیانے سے انداز میں ہنسی اور پھر اس نے فوراً ہی مجھے اپنا پتا لکھ کر دے دیا۔

میں نے بڑے غور سے اس کا پتا دیکھا۔ یوں جیسے اسے ذہن نشین کر لینا چاہتا ہوں پھر میں نے بڑی احتیاط سے وہ کاغذ تہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔

اس کے بعد میں زیادہ دیر وہاں نہیں رُکا۔ لکی نے چلتے چلتے اگلے روز گھر آنے کے لیے یاد دہانی کرائی تھی۔

اگلے روز ٹھیک پانچ بجے شام میری کار اولیو ہارڈ کے گھر میں داخل ہو رہی تھی۔ مجھے اس بات پر سخت حیرت تھی کہ اولیو ہارڈ جیسے شخص کی رہائش گاہ کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا تھا حالاں کہ یہ اشد ضروری تھا۔ شاید اس کی وجہ اسرائیلی حکام کی حد سے بڑھی ہوئی خوش فہمی رہی ہو۔ ممکن ہے ان کی دانست میں تل ابیب میں کوئی بیرونی آدمی داخل ہی نہ ہو سکتا ہو۔ اس بات کا بھی امکان تھا کہ اسرائیلی حکام کی نگاہ میں اولیو ہارڈ کی اتنی اہمیت ہی نہ ہو کہ اس کی رہائش گاہ پر حفاظتی انتظامات کیے جائیں۔ بات کچھ بھی رہی ہو

مجھے اس میں سر کھپانے کی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے تو اپنا الّو سیدھا کرنے سے غرض تھی اور وہ ہو رہا تھا۔

لکی خود میرا استقبال کرنے کے لیے موجود تھی۔ اس نے والہانہ انداز میں مجھے خوش آمدید کہا۔ "یقین نہیں آتا کہ تم نے مجھے بڑی عزت بخش دی ہے۔"

"یہ الفاظ تو مجھے کہنے چاہئیں تھے ڈیئر۔" میں نے اپنے لہجے میں پیار کا سمندر سمیٹتے ہوئے کہا۔

"پتا ہے رات بڑی دیر تک مجھے نیند نہیں آئی۔ تمھاری باتیں ذہن میں گونج رہی تھیں۔ آنکھیں بند کرتی تھی تو تمھارا سراپا نگاہوں کے سامنے گھومنے لگتا تھا۔"

"میرا اپنا بھی یہی حال تھا۔ کل رات سے میرے دل و دماغ پر تمھارا ہی قبضہ ہے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اس نے بے یقینی سے کہا۔

"میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ یقین کرو۔"

"مجھے یقین کیوں نہیں آتا ڈینس۔" وہ بے تابانہ انداز میں بولی۔ "مجھے یقین دلاؤ۔"

میں بُری طرح گڑبڑا گیا۔ اس بے یقینی کا میرے پاس کیا علاج تھا اور بھلا میں اسے یقین کیسے دلا سکتا تھا لیکن پھر مجھے بروقت سوجھ گئی۔ "یہاں، ان ملازمین کے سامنے؟" میں نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔ "میں تمھیں یقین تو دلا دوں لیکن ذرا غور کرو وہ دل میں کیا سوچیں گے۔"

میری بات سمجھ کر وہ بُری طرح جھینپ گئی۔ "اچھا اندر تو آؤ۔ کیا باہر ہی کھڑے رہو گے۔"

میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔ مسز ہارڈ ڈرائنگ روم میں موجود تھیں۔ وہ وہیل چیئر پر بیٹھی تھیں اور مجھ سے بڑے مشفقانہ انداز میں ملیں۔

"رات سے اب تک لکی کی زبان پر تمھارا ہی نام ہے۔" انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے آنٹی۔ مجھ میں تو ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے کہ کوئی اُتنا متاثر ہو جائے۔"

"یقیناً ہے۔" انھوں نے زور دے کر کہا۔ "ورنہ لکی آج تک کسی سے متاثر نہیں ہوئی۔"

کچھ دیر بعد وہ ڈرائنگ روم سے چلی گئیں اور میں لکی کے ساتھ مصروف ہو گیا۔ وہ بہت جذباتی ہو رہی تھی۔ میں اس بات پر سخت حیران تھا کہ وہ مجھ سے اتنی بُری طرح کیسے متاثر ہو گئی۔ اس کے عشقیہ مکالموں کے جواب میں مَیں بھی اس سے رومانی گفتگو کرتا رہا۔

ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد میں نے وہاں سے روانگی کے قصد کا اظہار کیا تو وہ ناراض ہو گئی۔

"یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ ابھی آئے اور ابھی چل دیے۔ کھانا کھائے بغیر نہیں جانے دوں گی۔"

"بہت دیر ہو جائے گی۔"

"میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔ تمھیں کھانا کھائے بغیر نہیں جانے دوں گی۔"

اس رات میں کوئی دس بجے کے قریب اولیو ہارڈ کے گھر سے نکلا۔ لکی مجھے چھوڑنے گیٹ تک آئی تھی۔ "کل کس وقت آؤ گے؟" اس نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔

"جس وقت بھی تم بلاؤ گی۔" میں نے وارفتہ لہجے میں کہا۔

"دن میں آجاؤ نا۔" وہ ٹھنکی۔

"جی تو چاہتا ہے صبح ہی سے یہاں آکے ڈیرا ڈال دوں۔"

"تو پھر صبح ہی آجانا۔" وہ خوش ہو کر بولی۔ "ناشتا بھی میرے ساتھ کرنا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر چلا آیا اور اگلے روز صبح ہی اس کے گھر جا پہنچا۔ ملازم مجھے اپنے ساتھ اوپری منزل کی طرف لے چلا۔

"یہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"بی بی صاحبہ نے کہا تھا کہ جیسے ہی آپ آئیں، آپ کو ان کی خواب گاہ میں پہنچا دیا جائے۔"

میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔ ملازم مجھے اس کی خواب گاہ کے دروازے پر چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے ہولے سے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے؟ اندر آجاؤ۔" اندر سے لکی کی سریلی آواز ابھری۔

میں دروازہ کھول کر اس بتِ طناز کی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ وہ بستر پر دراز تھی اور شب خوابی کے باریک لبادے میں ملبوس تھی۔ اس کے جسم کے قیامت خیز نشیب و فراز نے مجھے بے ساختہ نگاہیں جھکا لینے پر مجبور کر دیا لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہُوا تھا۔ اس کے برعکس وہ "ڈینس تم" کا نعرہ بلند کرتی ہوئی بستر سے لپک کر اٹھی اور آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے اپنی بانہیں میرے گلے میں حمائل کر دی تھیں۔ مَیں بُری طرح بوکھلا گیا۔ اصولاً مجھے پیچھے ہٹ جانا چاہیے تھا مگر میرے پاؤں میں مصلحتوں کی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ - - - - - - -

اپنے مقاصد کے حصول کے پیشِ نظر مجھے زہر کا یہ تلخ گھونٹ پینا ہی تھا۔ اس کی نگاہ میں تو مَیں ایک یہودی تھا اور ہر یہودی کے لیے ایسے اخلاقی جرائم میں گردن گردن تک غرق ہونا لازم ہوتا ہے۔

چند لمحوں بعد میں نے اسے خود سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی تو وہ مچل گئی۔ وہ کسی صورت بھی مجھ سے علیحدہ ہونے کو تیار نہیں تھی۔ "کیا ناشتے میں کچھ اور نہیں ملے گا؟" میں نے دھیرے سے کہا۔

میرے الفاظ اسے ہوش کی دنیا میں واپس لائے۔ "اوہ معاف کرنا، میں تو بھول ہی گئی تھی۔ تم بیٹھو، میں بس ابھی آئی۔"

میں اس کی خواب گاہ میں موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ملازم ناشتے کی ٹرالی لے کر آگیا۔ لکی بھی تیار ہو کر آگئی تھی۔

"تمھاری ممی ناشتا نہیں کریں گی کیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہمارے ہاں سب ناشتا اپنے اپنے کمروں میں کرتے ہیں۔"

ناشتے کے بعد میں فوراً ہی اسے نیچے اتار لایا۔ وہ تو خواب گاہ ہی میں رکنے پر مصر تھی مگر میں اس کے ساتھ اس کی خواب گاہ میں رکنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ وہ بہت مخدوش لڑکی تھی اور میں خود کو کسی بڑے امتحان میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

وہ سارا دن میں نے وہیں گزارا۔ مسز ہارڈ بھی بہت خوش دکھائی دے رہی تھیں۔ شام کو جب میں نے ان لوگوں سے اجازت چاہی تو پچھلے روز کی طرح انھوں نے پھر کھانے پر اصرار کیا۔ تھوڑی سی ردّوقدح کے بعد میں نے ان کی بات مان لی۔ میرا منصوبہ بڑی تیزی سے تکمیل کی سمت رواں دواں تھا۔

رات کا کھانا ختم ہوتے ہوتے ساڑھے نو بج گئے۔ کھانے کے بعد لکی نے مجھ سے کہا۔ "کیرم کے ایک گیم کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"مجھے دیر ہو جائے گی۔" میں نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے مگر بظاہر بوکھلا کر کہا۔

"تم کیسے آدمی ہو، کیرم کے ایک گیم میں دیر ہی کتنی لگے گی۔" وہ اٹھلا کر بولی۔

"ہاں بیٹے۔ ایک گیم کھیل لو نا۔" مسز ہارڈ نے کہا۔

میں نے چہرے پر بے بسی کے تاثرات پیدا کیے۔ "آپ کہتی ہیں تو کھیلے لیتا ہوں۔" میں نے مردہ سی آواز میں کہا۔ "کیرم بورڈ کہاں ہے؟"

"میرے کمرے میں۔" لکی خوش ہو کر بولی۔

اب میں واقعی بوکھلا گیا۔ "اسے یہیں نیچے منگوا لو۔" میں نے کہا۔

"کمال کرتے ہو تم بھی۔" مسز ہارڈ بولیں۔ "ایک گیم کے لیے کیرم بورڈ کیا نیچے آئے گا۔ وہیں اوپر جا کر کھیل لو۔"

میں پوری طرح حواس باختہ ہو گیا۔ سارا دن میں اس کی خوابگاہ سے گریزاں رہا تھا اور اب میں اس طرح شکنجے میں جکڑا گیا تھا کہ کوئی راہِ فرار بھی نہیں بچی تھی۔

"آؤ نا ڈینس، کیا سوچ رہے ہو!" لکی نے مجھے بازو سے پکڑتے ہوئے کہا۔

میں نے لکی کی بے تکلفی پر بوکھلا کر مسز ہارڈ کی طرف دیکھا مگر وہ مسکرا رہی تھی۔ دفعتاً مجھے خود پر غصہ آگیا۔ میں یہودی قوم کے مزاج سے واقف ہونے کے باوجود اس قدر احتیاط برت رہا تھا۔ ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھا رہا تھا۔ ایک میں ہی کیا پوری دنیا اس بات سے اچھی طرح واقف ہے کہ ان کے ہاں لڑکی اور لڑکے کے میل جول کو بُری نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ میں اس بات پر بھی جھنجلا گیا تھا کہ لکی لڑکی ہو کر اس قدر بے باکی کا مظاہرہ کر رہی تھی اور میں مرد ہوتے ہوئے بھی اس سے یوں خوف زدہ تھا جیسے لکی کوئی مرد ہو اور میں کوئی عفت مآب دوشیزہ جسے اپنی آبرو لٹ جانے کا خطرہ درپیش ہو۔ "چلو۔" میں نے بالآخر کھڑے ہوتے ہوئے دبنگ انداز میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہا اور لڑکی خوشی سے کھل اٹھی۔

خواب گاہ میں پہنچ کر میری توقع کے برعکس لڑکی واقعی کیرم کھیلنے بیٹھ گئی۔ اس کا کھیل بہت خراب تھا اور میں ہر قیمت پر اسے جتانا چاہتا تھا۔ جتانے کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اچانک ہی اپنا پروگرام تبدیل کر دیا تھا کہ میری خواہش تھی کہ زیادہ سے زیادہ وقت گزر جائے۔

ہمارے درمیان کیرم کا گیم تقریباً دو گھنٹے جاری رہا۔ کیرم ختم ہوا تو بارہ بج چکے تھے۔ "اوہ بارہ بج گئے۔" میں نے بوکھلانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "کھیل کے دوران وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ اب مجھے فوراً گھر روانہ ہو جانا چاہیے۔"

"اب اتنی رات ہو گئی ہے۔ گھر جا کر کیا کرو گے۔" لڑکی بے باکی سے بولی۔

"گھر تو جانا ہی پڑے گا۔ اس کے سوا چارہ بھی کیا ہے۔" میں نے بے بسی سے کہا۔

"یہیں سو جانا۔" وہ ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر بولی۔

"کیا کہہ رہی ہو۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "یہاں میں کہاں سوؤں گا۔"

"اسی کمرے میں۔" وہ قاتل انداز میں مسکرائی۔

"اور تم ..." مارے بوکھلاہٹ کے میری آواز میرا ساتھ چھوڑ گئی۔ میں جملہ بھی مکمل نہیں کر سکا۔

"میں بھی یہیں سوؤں گی۔" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"مم... مگر یہاں تو ایک ہی بیڈ ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ ایک ادائے بے نیازی سے بولی۔ "میرا دل اتنا چھوٹا بھی نہیں ہے کہ تمہارے لیے اپنے بیڈ پر ذرا سی گنجائش بھی نہ نکال سکوں۔ اور پھر چند گھنٹوں ہی کی تو بات ہے۔"

"تت... تمہاری ممی کیا سوچیں گی۔"

"وہ تو دس بجے نیند کی گولی لے کر سو بھی چکی ہوں گی۔" وہ بڑے اطمینان سے بولی۔ "صبح آٹھ بجے سے قبل نہیں اٹھیں گی۔ اگر تم اپنا یہاں رات بھر کا قیام ان سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو تو صبح سویرے ہی اٹھ کر یہاں سے نکل جانا۔ انہیں پتا ہی نہیں چلے گا کہ تم رات یہاں رکے تھے۔ اگر مجھ سے پوچھیں گی تو ان سے کہہ دوں گی کہ تم یہاں سے رات میں ہی رخصت ہو گئے تھے۔ کیوں، ٹھیک ہے نا۔" اس نے یوں مجھے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ اب بچ کر کہاں جاؤ گے۔

میں نے بمشکل تھوک نگل کر اپنا حلق تر کرنے کی کوشش کی۔ اس کے ترغیب دلانے کا انداز بڑا بے بس کر دینے والا تھا۔ مجھے خود سے خوف آنے لگا۔ خون میری کنپٹیوں پر ٹھوکریں مار رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں اس کی ترغیب سے بچ کر نہیں نکل سکوں گا۔ "مم... میرے ڈیڈی میرا کچومر نکال دیں گے۔" میں نے گویا تنکے کا سہارا لینے کی کوشش کی۔

اس کا منہ بن گیا۔ "پتا نہیں تم کیسے مرد ہو۔ اس عمر میں باپ سے اتنا ڈرتے ہو۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔ ... سنہری موقع قدرت نے عطا کیا تھا اور میں اسے کسی قیمت پر گنوانا نہیں چاہتا تھا۔ یہ بات میرے وہم و گمان میں نہیں تھی کہ وہ لڑکی میرے لیے اتنی بے تاب ہو رہی ہو گی۔ جتنی اداکاری میں کر چکا تھا ... کافی تھی۔ اگر میں رکنے میں مزید تردد کرتا تو خدشہ تھا کہ کہیں وہ ... ہو کر مجھے چلے جانے کو ہی نہ کہہ دے اور یہ چیز میرے منصوبے کے خلاف ہوتی۔ "میں رک تو جاؤں مگر ایک الجھن درپیش ہے۔" میں نے ...

"ابھی کوئی الجھن باقی ہے۔" وہ ایک طویل سانس لے کر بولی۔ "جانے تم آدمی ہو یا الجھنوں کا مرکب... بتاؤ اب کیا ہے۔"

"میرے پاس شب خوابی کا لباس نہیں ہے۔" میں نے ... سی آواز میں کہا۔

وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ "یہ بھی کوئی الجھن ہے۔ ڈیڈی کا شب خوابی کا لباس تمہارے بالکل ٹھیک آئے گا۔ ابھی لے کر آئی۔"

وہ دوڑتی ہوئی خواب گاہ سے باہر نکل گئی۔ چند منٹ بعد ... شب خوابی کا ایک لباس ہاتھوں میں سنبھالے واپس آ گئی۔ "دیکھو ... تمہارے ناپ کا ہے۔" اس نے کہا۔

میں نے اس سے لباس لیا اور باتھ روم کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "میں جلدی سے لباس تبدیل کر لوں۔ بڑی سخت نیند آ رہی ہے۔"

"کیا مصیبت ہے۔" وہ دانت پیس کر بڑبڑائی۔ "لباس ... روم میں تبدیل ہو گا۔"

"مجھ سے کچھ کہہ رہی ہو۔" میں نے یوں پوچھا جیسے میں نے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔

"نہیں تم سے کچھ نہیں کہا بابا۔" اس نے جھنجلاہٹ آمیز ... میں کہا۔ "بس تم جلدی سے لباس تبدیل کر آؤ۔"

میں اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کا گلا گھونٹتا ہوا باتھ روم میں ... گیا۔ کپڑے تبدیل کرنے سے قبل میں دروازہ لاک کرنا نہیں بھولا تھا۔ ... مادر جیسی لڑکی سے کچھ بعید نہ تھا اور میں کوئی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔

میں نے کپڑے تبدیل کرنے میں جان بوجھ کر دیر لگائی۔ میرے لیے یہ تصور ہی لذت آمیز تھا کہ میری وجہ سے ایک یہودی حسینہ ذہنی جھنجلاہٹ کا شکار ہے۔ یہودی لابی کے خلاف کام کرنا تو میری زندگی کا اولین نصب العین تھا اور میں کسی یہودی کو کسی بھی محاذ پر ... پہنچا کر عجیب قسم کی لذت محسوس کرتا تھا۔ مجھے ہر یہودی سے نفرت تھی شدید ... کپڑے تبدیل کر کے میں باتھ روم سے باہر نکلا تو کمرے کا منظر میرے ہوش اڑا دینے کے لیے کافی تھا۔ کچھ دیر قبل لڑکی کے جسم پر جو لباس تھا وہ اب کمرے کے فرش پر بچھے ہوئے قالین پر ایک جانب بے ترتیبی سے پڑا ہوا تھا اور خود وہ شب خوابی کے مہین لباس میں ملبوس تھی جس نے اسے صبیح دکھایا تھا۔ وہ لباس اس کے قیامت خیز جسمانی نشیب و فراز ...

... کر رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دیوانہ وار میری طرف لپکی اور مجھ ... وارفتگی سے بولی۔

"اتنی دیر لگا دی جان، کیا تمہیں میری بے تابیوں کا اندازہ نہیں ہے۔"

میں گم صم کھڑا تھا۔ اس کے سراپا سے اٹھنے والی مسحور کن مہک مجھے ... دے رہی تھی۔ خود کو قابو میں رکھنا مجھے دوبھر معلوم ہونے لگا تھا۔ ... تھا اسے گرفت میں لینے کے لیے حرکت میں آ گئے۔ قریب تھا کہ ... جذبات کے اس خوف ناک ریلے میں بہہ نکلتا کہ اچانک ذہن میں ... والا ایک خیال مجھے ہوش میں لے آیا۔ اگر میں جذبات کے ریلے میں ... جاتا تو یہ ایک یہودی لڑکی کی فتح ہوتی جو مجھے کسی بھی قیمت پر منظور ... تھا۔ میں یہودیوں کو شکست سے ہم کنار کرنے کے لیے میدانِ عمل ... اترا تھا، ان سے شکست کھانے کے لیے نہیں۔ کسی بھی یہودی کے ... علی یار خان ناقابلِ شکست، ناقابلِ تسخیر تھا اور یہی اس کی انفرادیت تھی۔

میں نے بڑی آہستگی سے اسے اپنے بازوؤں کے حلقے میں لے لیا مگر ... پورے ہوش و حواس میں تھا۔ "میرا حال تم سے بھی زیادہ برا ہے۔" ... میں نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ "تم کیوں میرے ضبط کا امتحان لینے کے درپے ہو۔ اگر میرے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا تو..." میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

وہ کچھ نہ بول سکی۔ اس پر ہیجانی کیفیت طاری تھی۔ "بیڈ پر چلو۔" میں ... آہستگی سے اسے خود سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔

بیڈ تک پہنچتے پہنچتے میں نے جیب سے وہ چھوٹی شیشی نکالی جس میں ... محلول بھرا ہوا تھا۔ لڑکی کے بیڈ پر لیٹنے سے قبل ہی میں نے اس ... پر چند قطرے بڑی صفائی سے گرا دیے تھے۔ "تم یہاں لیٹو میں ابھی ..." میں نے اس سے کہا۔

"مجھے چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔" اس نے مخمور لہجے میں کہا۔

میں نے اس کی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔ اس ... پر خواب آور دوا کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس کی ... بوجھل ہوتی جا رہی تھیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھیں ... ہو گئیں۔ میں نے وہ تکیہ اس کے سر کے نیچے سے نکال لیا جس پر ... خواب آور محلول گرایا تھا۔ خواب آور دوا کی بو اس کے لیے مہلک ... ثابت ہو سکتی تھی۔

اس کا تکیہ تبدیل کرنے کے بعد میں نے کمرے کی کھڑکیاں کھول ... کمرے میں اس محلول کی بو نہ بھرنے پائے۔ میرا اندازہ تھا کہ لڑکی کو ... گھنٹے سے قبل ہوش نہیں آئے گا۔ مسز ہاورڈ کی خواب گاہ پچھلی منزل ... اور وہ نیند کی گولیوں کے زیرِ اثر تھی۔ اس کے صبح آٹھ بجے سے قبل ... کا کوئی امکان نہ تھا۔ ملازمین سرونٹ کوارٹرز میں جا چکے ہوں گے۔ ... اب میں اولیو ہاورڈ کے گھر کی تلاشی لینے کے لیے پوری طرح آزاد ... میری راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہ گئی تھی۔ مجھے اس سنہری موقع ... بھرپور فائدہ اٹھانا تھا۔

میں نے اولیو ہاورڈ کی خواب گاہ کا رخ کیا جو مقفل تھی۔ میں نے نہایت اطمینان سے خواب گاہ کو غیر مقفل کیا اور اندر داخل ہو کر مدھم روشنی والا بلب جلا دیا۔ کمرے کے سارے پردے پہلے ہی کھنچے ہوئے تھے۔ میں نے خواب گاہ کا جائزہ لیا۔ وہاں بیڈ کے علاوہ تین الماریاں اور ایک رائٹنگ ٹیبل بھی موجود تھی۔ ٹیبل پر ایک لیمپ شیڈ رکھا نظر آ رہا تھا۔

تلاشی کا آغاز میں نے میز کی درازوں سے کیا تھا۔ اس کے بعد تینوں الماریوں کا نمبر آیا۔ ہر جگہ کتابیں اور کاغذات موجود تھے۔ ان سب کا تفصیلی جائزہ لینا تو ممکن نہیں تھا البتہ میں ان کاغذات پر سرسری نظریں دوڑاتا چلا جا رہا تھا۔ اولیو ہاورڈ جیسے زیرک ایجنٹ سے یہ توقع رکھنا عبث تھا کہ اس نے اس غیر محفوظ مکان میں کسی قسم کے کارآمد کاغذات رکھے ہوں گے تاہم تلاشی لینا تو پھر بھی ضروری تھا۔

اس تلاشی کے دوران چار گھنٹے گزر گئے مگر مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ خواب گاہ سے میرے کام کا ایک بھی کاغذ برآمد نہیں ہو سکا تھا۔ مجھ پر جھنجلاہٹ طاری ہو گئی اور اسی جھنجلاہٹ کے عالم میں میں نے اس کے بیڈ کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ یہ جھنجلاہٹ میرے لیے کامیابی کی نوید لے کر آئی۔ بیڈ کے گدے کے نیچے بیڈ کے سرہانے مجھے ایک پوشیدہ دراز نظر آ گئی۔ میں نے لرزتے ہاتھوں سے دراز کھول ڈالی۔ اس پوشیدہ دراز سے برآمد ہونے والی شے لازماً انتہائی اہمیت کی حامل ثابت ہو گی ورنہ اسے اتنی احتیاط سے نہ رکھا جاتا۔

اور دراز میں سے واقعی بے حد اہم چیز برآمد ہوئی۔ وہ اولیو ہاورڈ کی ڈائری تھی جس میں اس نے اپنی یادداشتیں تحریر کر رکھی تھیں۔ ساری یادداشتیں اشاراتی زبان میں لکھی گئی تھیں اور ان سے اس کی شخصیت اور کردار کی پرروشنی نہیں پڑتی تھی۔

میں بڑے انہماک سے ڈائری کی ورق گردانی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میں ڈائری کے آخری صفحے تک پہنچ گیا۔ اس صفحے پر مجھے گویا ... میں پیش آنے والے حادثے کے بعد کی تاریخ درج تھی۔ اولیو ہاورڈ نے اشاراتی زبان میں لکھا تھا کہ ایک ایسی ہستی دنیا سے رخصت ہو گئی جس سے اسے عشق تھا اور جس ہستی نے اسے ناقابلِ تلافی نقصانات پہنچائے تھے۔

میں یہ صفحہ پڑھ کر بہت محظوظ ہوا لیکن یہ حقیقت تھی کہ اس نے کئی مواقع پر مجھے زندہ چھوڑ دیا تھا جب وہ آسانی سے مجھے مار سکتا تھا لیکن آخر کار اس کے اعصاب جواب دے گئے تھے اس نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ یہ الگ بات تھی کہ اسے اپنی اس کوشش میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔

اس صفحے پر آگے چل کر اس نے لکھا تھا کہ اب وہ کام تو کرے گا مگر اس کی راہ میں شدید دشواریاں کھڑی کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔ اس یادداشت کا آخری جملہ یہ تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مجھے شی گورائے کیس میں کس حد تک اور کتنی جلد کامیابی ہوتی ہے۔

"شی گورائے کیس۔" میں نے دل میں سوچا۔ یہ بھی ایک افریقی علاقہ ...

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا اور وہاں پر قائم حکومت امریکی حکومت کے زیرِ اثر تھی۔

پانچ گھنٹے کی اعصاب شکن جدّوجہد کے بعد مجھے کام کی صرف ایک بات معلوم ہو سکی تھی اور وہ کارآمد بات یہ تھی کہ اولیو ہاورڈ ان دنوں شی گورائے میں مصروفِ کار تھا۔

میں نے ڈائری واپس رکھی اور اس کے بعد خواب گاہ کی ہر چیز کو پرانی ترتیب کے مطابق سیٹ کر کے باہر نکل آیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب مجھے تہذیب مالکم ایکس کی تلاش میں اولیو ہاورڈ کے تعاقب میں شی گورائے جانا ہوگا لیکن اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں یہ تجسس بھی انگڑائیاں لے کر بیدار ہونے لگا تھا کہ آخر اولیو ہاورڈ شی گورائے میں کیا کر رہا ہے۔ تل ابیب میں رہ کر میں اس کے بارے میں معلومات بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا اور مجھے اس حقیقت کا نہ صرف بخوبی اندازہ تھا بلکہ میں نے اپنا آئندہ کا لائحہ عمل بھی ترتیب دینا شروع کر دیا تھا۔

لکی کی خواب گاہ میں داخل ہوا تو صبح کے پونے چھ بج رہے تھے۔ لکی بے خبر سو رہی تھی۔ میں نے کمرے کی کھڑکیاں بند کیں اور پھر کپڑے تبدیل کرنے کے بعد لکی کو جھنجوڑ کر اٹھانے کی کوشش کی۔

"ہوں، کیا بات ہے۔" وہ خوابیدہ انداز میں بڑبڑائی۔

"میں جا رہا ہوں لکی، صبح ہو گئی۔"

وہ اچانک ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ پہلے تو وہ چندھیائی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی جیسے مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ شاید خواب آور محلول کا اثر اُس کے سسٹم پر ابھی تک موجود تھا۔ مجھے پہچاننے میں اُسے دُشواری ہو رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر اُلجھن تھی پھر شاید اُسے پچھلی رات کے واقعات یاد آ گئے۔ "ہاں، ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔" اس نے بمشکل کہا اور دوبارہ لیٹ کر سو گئی۔

میں نیچے اُتر آیا۔ ملازمین جاگ گئے تھے۔ انھوں نے مجھے دیکھ کر حیرت کا اظہار نہیں کیا۔ انھیں میری کار دیکھ کر ہی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میں یہیں موجود ہوں۔ ملازموں نے میرے لیے گیٹ کھولا اور میں کار میں اولیو ہاورڈ کے گھر سے نکل آیا۔

صبح کے وقت تل ابیب کی سڑکوں پر اکّا دکّا ہی گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ میں جلد ہی گھر پہنچ گیا۔ فلیٹ کا دروازہ ڈینس کی چھوٹی بہن بیکن نے کھولا تھا۔ نینس اور ہیلی ابھی تک سو رہی تھیں۔

"رات بھر کہاں رہے بھیّا؟" اس نے افسردگی سے پوچھا۔

میں نے غور سے اُسے دیکھا۔ وہ مرجھائی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ مجھے اُس پر بڑا ترس آیا۔ وہ گھریلو قسم کی لڑکی تھی اور اپنے بھائی کی طرف سے کچھ زیادہ ہی فکرمند تھی۔ اس کے علاوہ آج کل ہیلی بھی گھر سے نہیں نکل رہی تھی لہٰذا وہ بھی بیکن کے ہی کان کھاتی رہتی ہوگی۔

"ایک کام سے رُکنا پڑ گیا تھا۔" میں نے کہا۔ "لیکن تم اتنی پریشان کیوں ہو چھوٹی؟"

"میں تنہا تو پریشان نہیں ہوں بھیّا۔ ہم سب ہی پریشان ہیں۔ اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ آپ رات بھر سے غائب رہے ہوں۔"

"حالات کے ساتھ ساتھ آدمی میں بعض تبدیلیاں بھی آ جاتی ہیں۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں بھیّا۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن ان حالات کی ذمّے دار میں ہوں۔ ہیلی کے بارے میں، میں نے ہی آپ کو اطلاع دی تھی۔"

"تم نری احمق ہو۔" میں بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں ایک کام کے سلسلے میں تل ابیب آیا تھا اور کمپنی کے اس کام کے سلسلے میں مجھے باہر رُکنا پڑ گیا۔ اب بس وہ کام ختم ہونے والا ہے اور میں چند روز کے اندر اندر میں واپس چلا جاؤں گا۔"

"اگر ایسی کوئی بات تھی تو آپ فون کر کے اطلاع تو دے سکتے تھے کہ آپ رات میں نہیں آئیں گے۔"

"اوہ، یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔ دراصل کام میں اُلجھنے کے بعد خیال ہی نہیں رہا۔ آئندہ خیال رکھوں گا۔"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "چلیے، میں آپ کے لیے ناشتا تیار کر دوں۔" اُس نے کہا۔

"نہیں، ابھی تو میں سوؤں گا۔ اُٹھنے کے بعد ناشتا اور کھانا ایک ساتھ ہی ہوگا۔" میں نے کہا اور اپنے کمرے میں جا کر صوفے پر دراز ہو گیا۔ مجھے فوراً ہی نیند آ گئی تھی اور اس کے بعد ہیلی کے جگانے پر ہی میں اُٹھا تھا۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ دن کا ایک بج رہا تھا۔

"کھانا نہیں کھاؤ گے ڈینس؟" ہیلی نے بڑی میٹھی آواز میں کہا۔

میں اُس کی ڈھٹائی کا معترف ہو گیا۔ وہ اب بھی مجھے باور کرانے سے باز نہیں آ رہی تھی کہ وہ صرف مجھی سے محبت کرتی ہے۔ "تم چلو، میں آ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

دوپہر کے کھانے پر نینس موجود نہیں تھی۔ وہ آفس گئی ہوئی تھی۔ کھانے کے بعد تنہائی میسر آتے ہی ہیلی نے مجھ سے میری مصروفیات کے بارے میں پوچھا۔

"فکر نہ کرو ہیلی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "ویسے بھی تل ابیب میں زیادہ عرصہ تو رہتا نہیں ہوں لیکن اس بار محض تمھاری خاطر میں جلد از جلد واپس چلا جاؤں گا۔ مجھے احساس ہے کہ محض میری وجہ سے تمھاری مصروفیات میں خلل پڑ رہا ہے۔"

"میں بہت پریشان ہوں ڈینس۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ "میری طرف سے تمھارے خیالات اتنے خراب ہو گئے ہیں کہ اب میں کچھ بھی کر لوں، تمھارا ذہن میری طرف سے صاف نہیں ہو سکتا۔"

"یہ حقیقت ہے ہیلی۔ تم نے اس کی گنجائش بھی تو نہیں چھوڑی۔" میں نے جواب دیا۔ "یہ نوبت آ ہی گئی ہے تو تم مجھے چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟"

"میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ابھی مجھے تھوڑا سا وقت درکار ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہہ کر گفتگو ختم کر دی۔

اُس روز شام کو میں نے فون کر کے لکی کو ملاقات کے لیے ایک ریستوران میں بلا لیا۔ اس کے گھر جانے سے مجھے خوف محسوس ہونے لگا تھا۔

"تم صبح ہی صبح کہاں فرار ہو گئے تھے؟" لکی آتے ہی برس پڑی۔ "کم از کم میرے اٹھنے کا ہی انتظار کر لیا ہوتا۔"

"ارے تم کیوں مجھے مروا دینے کے درپے ہو رہی ہو۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔ "اگر ڈیڈی کو پتا چل جاتا کہ میں نے تمھارے ساتھ رات گزاری ہے تو جانتی ہو کیا ہوتا؟"

"اوہ ہاں، تمھارے ڈیڈی۔" وہ گڑبڑا گئی۔ "انھوں نے کچھ کہا تو نہیں؟"

"بس قسمت تھی کہ بچ گیا۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "رات کو اُن کی طبیعت خراب تھی اس لیے جلدی سو گئے تھے۔ صبح اُن کے اُٹھنے سے پہلے ہی میں گھر پہنچ گیا۔ ممی نے دروازہ کھولا اور میں نے بڑی مشکل سے اُنھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ میری رات بھر کی غیر حاضری سے ڈیڈی کو بے خبر رکھیں گی۔"

"شکر ہے۔" اُس نے ایک طویل سانس لی۔ "ورنہ مجھے تو ڈر تھا کہ تم سے ملنے کسی اسپتال میں نہ جانا پڑے۔"

"ارے جاؤ، بڑی آئیں میری فکر کرنے والی۔" میں نے روٹھے پن کا مظاہرہ کیا۔ "اگر میری ایسی ہی فکر ہوتی تو مجھے رکنے کو ہرگز نہ کہتیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے اُس وقت واقعی تمھارا خیال نہیں رہا تھا۔" اُس کے لہجے میں گہری شرمندگی تھی۔

"چلو کوئی بات نہیں۔" میں نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ "آئندہ خیال رکھنا۔"

"لیکن ڈینس ایک بات نے مجھے صبح سے پریشان کر رکھا ہے۔" وہ اُلجھن آمیز لہجے میں بولی۔

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کل رات مجھے جس طرح نیند آئی وہ میرے لیے عجیب ہے۔"

"بھلا نیند آنے میں کیا عجیب بات ہو سکتی ہے!"

"میں دیر سے سونے کی عادی ہوں اور پھر مجھے بستر پر لیٹنے کے بعد جلد نیند بھی نہیں آتی۔"

"میں بالکل نہیں سمجھا، تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"خیر چھوڑو، میں شاید تمھیں یہ بات سمجھا بھی نہیں سکتی لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میری ایک قیمتی رات ہی تو ضائع ہوئی ہے۔ ابھی بہت زندگی پڑی ہے۔ اور بھی بہت سی راتیں آئیں گی۔"

اُس کے لہجے نے مجھے دہلا دیا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ میری سرد مہری نے اس کی آتشِ شوق بھڑکا دی تھی۔ یہ بات اگرچہ باعثِ تشویش تھی مگر ساتھ ہی اُس کی یہ انتہائی کیفیت میرے لیے فائدے مند بھی ثابت ہو سکتی تھی۔

"میں نے اس وقت تمھیں ایک خاص بات بتلانے کے لیے یہاں بلایا ہے۔" میں نے کہا۔

"بتاؤ۔" وہ سراپا اشتیاق بن گئی۔

"شاید میں نے تمھیں بتایا ہو کہ میں نے انجینیئرنگ کی تعلیم حاصل کی ہے۔"

"ہاں تم نے بتایا تھا، پھر؟"

"آج میں ایک کمپنی میں ملازمت کے لیے انٹرویو دینے گیا تھا۔"

"پھر کیا ہوا؟ ملازمت مل گئی؟" اس نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔

"ہاں مجھے ملازمت مل گئی ہے۔"

"مبارک ہو!" وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ "اس خوشی میں میں تمھیں پارٹی دوں گی۔"

"پوری بات تو سُن لو۔ ملازمت تو مجھے مل گئی ہے مگر اس کے لیے مجھے اسرائیل سے باہر کام کرنا ہوگا۔"

"اوہ۔" وہ اچانک ہی مرجھا گئی۔ "پھر تم نے کیا فیصلہ کیا؟" اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں نے ملازمت قبول کر لی ہے۔ میرے لیے بہتر یہی ہے کہ میں ایسے ظالم باپ سے دور ہی چلا جاؤں۔"

"تم نے میرے بارے میں نہیں سوچا ڈینس۔" وہ پژمردگی سے بولی۔ "تمھارے بغیر تل ابیب میں میرا دل کیسے لگے گا؟"

"میں نے دل پر پتھر رکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے ورنہ جی تو اب بھی یہی چاہ رہا ہے کہ اُن لوگوں سے معذرت کر لوں۔"

"لیکن میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکتی۔" اُس نے فیصلہ کُن انداز میں کہا۔ "میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گی۔ تمھیں جانا کہاں ہے؟"

"مجھے افریقہ کے ملک شی گورائے جانا ہوگا۔"

"شی گورائے!" لکی حیرت سے اُچھل پڑی۔

"ہاں!" میں نے بڑی سادگی سے کہا۔ "مگر تمھیں کیوں حیرت ہو رہی ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ ڈیڈی بھی شی گورائے ہی میں مصروفِ کار ہیں۔"

"مگر اس سے پہلے تو تم نے یہ بات مجھے نہیں بتائی تھی؟"

"ڈیڈی نے بھی مجھے نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں لیکن ممی نے کسی وقت اس علاقے کا نام لیا تھا جو بعد میں میرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ذہن سے نکل گیا تھا۔ اب تمہارے منہ سے یہ نام سُن کر مجھے یاد آگیا کہ ڈیڈی بھی وہیں ہیں۔ میرا خیال ہے میں ممی سے شی گورائے جانے کی اجازت لے لوں۔ شی گورائے میں تم مجھ سے ملوگے نا؟"

"نن۔۔۔ نہیں۔" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "تم کو اگر چلنا ہے تو میرے ساتھ چلو۔ تم وہاں اپنے ڈڈ۔۔ ڈیڈی سے نہیں ملو گی۔"

"بہت ڈرپوک ہو۔" للی نے ہنس کر کہا۔ "چلو اگر تم نہیں چاہتے تو میں ممی کو یہ بھی نہیں بتاؤں گی کہ میں شی گورائے جا رہی ہوں۔ میں اُن سے کوئی اور بہانہ کر دوں گی۔ لیکن شی گورائے جانے کے لیے ہمیں انتظامات بھی تو کرنے ہوں گے؟"

"بالکل کرنے ہوں گے۔" میں نے کہا۔ "اور تم ابھی سوچ لو کیا تم یہ انتظامات کر سکو گی؟"

"تم میری مدد نہیں کرو گے ڈینس!" اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"میں اس سلسلے میں سامنے نہیں آسکتا۔ کمپنی ہرگز یہ پسند نہیں کرے گی کہ میں اپنی ذمے داریوں میں کسی اور کو بھی شریک کروں۔"

"میں سمجھ گئی! تم مطمئن رہو، میں خود ہی سب کچھ کر لوں گی۔ میرے لیے یہ زیادہ مشکل بھی نہیں ہوگا۔ تم ڈیڈی کو نہیں جانتے وہ تل ابیب کی بہت بڑی شخصیت ہیں۔ انہیں ڈیفنس کالونی میں سرکاری رہائش گاہ مل رہی تھی مگر انھوں نے عام لوگوں کے درمیان رہنے کو ترجیح دی۔ انھوں نے سرکاری محافظت کی پیشکش بھی رد کر دی۔ ڈیڈی کا مقولہ ہے کہ جو لوگ خود کو ضرورت سے زیادہ حفاظتی خول میں لپیٹ کر رکھتے ہیں وہی مصیبت میں بھی گرفتار ہوتے ہیں۔"

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمہارے ڈیڈی اتنے گریٹ آدمی ہوں گے۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "لیکن نہیں۔" میں بڑبڑایا۔ "غلطی میری ہے۔ مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا کہ تم جیسی گریٹ لڑکی کے ڈیڈی بھی کوئی گریٹ آدمی ہی ہوں گے۔"

اُس کی آنکھوں میں اپنی تعریف سُن کر چمک پیدا ہو گئی۔

"ہاں۔ وہ واقعی گریٹ ہیں اور اُن کے تعلقات بھی بے حد وسیع ہیں۔ میں بہ آسانی سارے انتظامات کر لوں گی۔"

"اس سے اچھی اور کیا بات ہوگی۔ تم اپنی روانگی کے انتظامات کر لو پھر ہم شی گورائے چلیں گے۔"

للی بہت خوش نظر آرہی تھی۔ خوش تو میں بھی تھا مگر مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ جو کچھ میں کرنے جا رہا ہوں اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ میرا تل ابیب آنا بالکل ہی رائیگاں نہیں گیا تھا۔ اس حد تک کامیابی کوئی کم تو نہیں تھی کہ ادلیو ہاورڈ کی بیٹی اب پوری طرح میرے قابو میں تھی۔ ادلیو ہاورڈ کے بارے میں زیادہ معلومات اگرچہ نہیں حاصل ہو سکی تھیں تاہم جتنا کچھ معلوم ہو گیا تھا آگے کے لیے وہی کافی تھا۔ ورنہ گاڑی بالکل ٹھپ ہو کر رہ جاتی۔

اُس روز للی سے رخصت ہونے کے بعد میں نے ۔۔۔ سے چند کتابیں اور نقشے خریدے۔ میں شی گورائے کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر لینا چاہتا تھا۔ نقشوں سے ۔۔۔ چلا کر شی گورائے اور گوتے مالا کی سرحدیں آپس میں ملتی ہیں۔ یہ دیکھ کر ایک گونہ سکون محسوس ہوا۔ میں شی گورائے سے بہ آسانی گوتے مالا جا سکتا تھا۔ وہاں جنرل ٹیرس موجود تھا اور کسی بھی مشکل وقت میں میرے لیے مددگار ثابت ہو سکتا تھا۔ جنرل ٹیرس کو بار بار ۔۔۔ دینا اچھا نہیں لگتا تھا لیکن ایک بار اُس سے ملنا بے حد ضروری تھا۔ ڈینس کی رہائی کی اور کوئی صورت بھی تو نہیں تھی۔

اگلے روز شام کے وقت میں پھر للی سے ملا۔ اُس نے ۔۔۔ کہ اُس نے اپنی ممی سے شی گورائے جانے کی اجازت حاصل کر لی ہے۔ "ڈیڈی وہاں کسی سرکاری کام کے سلسلے میں گئے ہوئے ہیں اور وہاں جنرل کے مہمان ہیں۔ جنرل بل شی گورائے کا ۔۔۔ ہے۔ میں بہت خوش ہوں ڈینس! بہت عرصے کے بعد تل ابیب سے باہر نکلنے کا موقع مل رہا ہے اور وہ بھی تمہارے ساتھ کتنا مزہ آئے گا۔"

"تم نے اپنی ممی سے یہ نہیں پوچھا کہ تمہارے ڈیڈی کا قیام شی گورائے میں کب تک رہے گا؟"

"میں نے پوچھا تھا۔ انھیں بس یہی معلوم ہے کہ وہ کسی کام سے وہاں گئے ہیں اور ابھی کافی عرصے وہیں رہیں گے۔ ممی مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ اگر میں چاہوں تو وہ ڈیڈی کو میری شی گورائے آمد سے مطلع کر دیں مگر میں نے انھیں منع کر دیا۔ میں نے کہا کہ اچانک اُن سے مل کر انھیں متحیر کر دینا چاہتی ہوں۔ اُن سے اجازت حاصل کرنے کے بعد میں نے دو تین فون کر کے معلومات حاصل کیں۔ میرے کاغذات بہ آسانی مکمل ہو جائیں گے۔"

"اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے روانہ ہونے میں کچھ وقت لگ سکتا ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں اپنی تیاریاں مکمل کر لوں تاکہ تم جب بھی کہو میں تمہارے ساتھ روانہ ہو سکوں۔"

میں سر کو جنبش دے کر مسکرا دیا۔ میرے لیے لمحۂ فکریہ پیدا ہو گیا تھا۔ مجھے شی گورائے جانے کے لیے جواز بھی پیدا کرنا تھا اور سرکاری محکموں سے اجازت بھی لینی تھی۔ اگرچہ ڈینس کی حیثیت سے میرے کاغذات مکمل تھے لیکن شی گورائے جانے کا جواز پیدا کرنے کے لیے مغز ماری تو کرنی ہی پڑتی۔

آخر ایک ترکیب میری سمجھ میں آگئی۔ اگلے روز میں نے گرے اسٹون کمپنی کا پتا معلوم کیا اور وہاں جا پہنچا۔ وہاں میری ۔۔۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

۔۔۔ مسٹر لوئیس سے ہوئی۔ میں نے اُن سے معلوم کیا کہ آئندہ ۔۔۔ اسٹون کمپنی میں میری ملازمت برقرار رہنے کا کوئی امکان ہے یا نہیں۔

"دراصل گرے اسٹون کے مالک موشے ہرموس اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ اُن کا کاروبار سنبھالنے کے لیے صرف اُن کی ۔۔۔ زادی ہیں جو ذہنی طور پر معطل ہو کر رہ گئی ہیں چنانچہ ابھی ۔۔۔ ت بڑے غیر یقینی ہیں۔ ممکن ہے حکومت اسرائیل کمپنی کو اپنی ۔۔۔ ں میں لے لے۔ بہرحال غیر یقینی صورتِ حال ختم ہونے کے ۔۔۔ ہی آپ کی بات کا کوئی حتمی جواب دیا جا سکے گا۔"

"گویا میں اپنے طور پر کہیں آنے جانے کے لیے آزاد ہوں؟" ۔۔۔ نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ اور یہ اطلاع فرداً فرداً تمام ملازمین کو دے دی ۔۔۔ ہے کہ فی الحال تمام لوگ چھٹی پر ہیں۔ چھٹی کے دورانیے کا ۔۔۔ لہ بعد میں کیا جائے گا۔"

"چھٹی گزارنے کے لیے اگر میں کسی اور ملک جانا چاہوں ۔۔۔ کیا کمپنی کے ذریعے اس کے انتظامات ہو سکیں گے؟"

"کمپنی کے لیے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔" مسٹر لوئیس نے ۔۔۔ خ دلانہ انداز میں کہا۔ "آپ صرف یہ بتا دیں کہ آپ کہاں ۔۔۔ جانا چاہتے ہیں؟"

میں نے مسٹر لوئیس کو شی گورائے کا نام بتا دیا جسے مسٹر لوئیس نے بغیر کسی حجت کے قبول کر لیا تھا۔ اس طرح میرا یہ مسئلہ ۔۔۔ حل ہو گیا۔

گرے اسٹون کمپنی کے دفتر سے باہر نکل کر میں اُس جانب ۔۔۔ بڑھا جہاں میں نے اپنی کار پارک کی تھی۔ پارکنگ کی جگہ نہ ملنے کے باعث مجھے کار خاصے فاصلے پر پارک کرنا پڑی تھی۔ ۔۔۔ میں کار سے کچھ دور تھا کہ عقب سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ارے یہ تم ہو گولڈے! مجھے نظر انداز کر کے کہاں نکلے چلے جا رہے ہو!"

میں اپنے خیالوں میں گم تھا۔ یہ آواز سُن کر میں چونک کے مڑا۔ ۔۔۔ تو میں اُسے نہیں پہچان سکا تھا مگر میں اُسے دیکھ کر بھی فوری طور پر شناخت نہیں کر سکا۔

"ارے کیا اب پہچانو گے بھی نہیں۔" وہ بڑی بے تکلفی سے ۔۔۔ "میں للی ہوں، للی آندرے۔"

میں اس کے اس طرح ملنے پر جھنجھلا گیا۔ مجھے اس وقت ۔۔۔ درکار تھا لیکن میں نے اُس پر اپنی جھنجھلاہٹ ظاہر نہیں ہونے ۔۔۔ "معاف کرنا! میں ایک خیال میں کھویا ہوا تھا اس لیے تمھیں فوری طور پر نہیں پہچان سکا۔"

"تمھاری ٹیکسی کہاں ہے؟" اُس نے دھماکا خیز سوال کیا۔

"فروخت کر دی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"اتنی اچھی ٹیکسی کیوں فروخت کر دی؟" وہ حیران ہو کر بولی۔

میرا جی چاہا اُس سے کہہ دوں کہ مجھے پاگل کتے نے کاٹا تھا اس لیے فروخت کر دی مگر میں نے خود کو سنبھال لیا۔ "ہنگامی طور پر رقم کی ضرورت پڑ گئی تھی، اس لیے فروخت کر دی۔"

"پھر اب کیا کر رہے ہو؟"

"ملازمت تلاش کر رہا ہوں۔ ابھی گرے اسٹون کمپنی میں انٹرویو دے کر آرہا ہوں۔"

"تم نے مجھ سے تذکرہ تو کیا ہوتا۔" وہ متاسفانہ انداز میں بولی۔ "میں نے تمھیں فون نمبر بھی دیا تھا۔ میرا فلیٹ بھی تم دیکھ چکے ہو۔ لیکن شاید تم نے مجھے کسی قابل ہی نہیں سمجھا۔"

"تم کیا کرتیں؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"تمہارے لیے رقم کا بندوبست بھی کر سکتی تھی اور ملازمت کا بھی۔ تمھیں اپنی ٹیکسی نہ بیچنی پڑتی۔"

"تم!" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "تم بھلا اتنی بڑی رقم کا بندوبست کیسے کرتیں؟"

"حیران کن بات تو ہے مگر اب ہم مزید گفتگو کسی ریستوران میں بیٹھ کر کریں گے۔ دوپہر کے کھانے کا وقت بھی ہو گیا ہے۔"

میں بھی یہ سوچ کر اُس کے ساتھ چل پڑا کہ میرے پاس وقت کی کمی تو ہے نہیں، کیوں نہ تھوڑا سا وقت تفریح کی نذر بھی کر دیا جائے۔

ایک ریستوران میں پہنچ کر ہم آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ للی آندرے نے کھانے کا آرڈر دے دیا تھا۔ "تم اس بات پر حیران ہو رہے ہو گے کہ اگر میرے پاس اتنی بڑی رقم ہے تو میں کار کیوں نہیں خرید لیتی۔ کیوں، یہی بات ہے نا؟" اُس نے پوچھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے اعتراف کیا۔ "میں واقعی یہی سوچ رہا تھا۔"

"تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو؟" وہ میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکرائی۔

"ہرگز نہیں۔" میں جلدی سے بولا۔ "اس کے باوجود میری حیرت اپنی جگہ موجود ہے۔"

"میرے لیے یہی کافی ہے کہ تم نے مجھے جھوٹا نہیں سمجھا۔ کار کی میرے لیے کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میرے ڈیڈی بہت امیر آدمی ہیں لیکن اُن سے کچھ اختلافات کے باعث میں نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ میں اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتی ہوں۔ ڈیڈی مجھے بہت چاہتے ہیں۔ علیحدگی کے بعد بھی انھوں نے مجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرنے کی کوشش کی مگر میں نے انکار کر دیا۔ آج بھی اگر انھیں صرف یہ علم ہو جائے کہ اُن کی بیٹی کو کسی مدد کی ضرورت ہے تو مجھے کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

پڑے گی۔"

"تم تو چھپی رستم نکلیں۔" میں نے کہا۔

"نہ تو میں رستم ہوں اور نہ ہی خود کو کسی سے چھپانے کی کوشش کرتی ہوں۔" اُس نے بڑی سادگی سے کہا۔ "میں نے اپنے لیے تو اُن سے کبھی مدد طلب نہیں کی لیکن اگر میرے کسی محسن کو ضرورت ہو تو میں ڈیڈی سے کسی قسم کی سفارش کرنے سے ذرا بھی نہیں ہچکچاؤں گی۔ میری اَنا میرے کسی محسن پر مقدم نہیں ہو سکتی۔"

"کیا بے پر کی اُڑا رہی ہو۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "کہاں کا محسن اور کیسا محسن!"

"تم نے اُن درندوں کے چنگل سے بچا کر مجھ پر جو احسان کیا ہے . . ."

"میں نے کوئی احسان نہیں کیا۔" میں نے اُس کی بات کاٹ دی۔ "یہ میری عادت ہے۔ تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا میں اُس کی مدد ضرور کرتا۔"

"ہاں، تم اچھے آدمی ہو۔ مدد کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ کس کی مدد کر رہے ہو۔ بس تمہیں یہ یقین ہونا چاہیے کہ جس کی تم مدد کر رہے ہو وہ واقعی مدد کا مستحق ہے۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟"

"میں کسی کے ساتھ زیادتی ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔"

"تمہاری گفتگو کے انداز سے مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم میری مدد قبول کرنے سے گریز کر رہے ہو؟"

"جو کام میں اپنی مرضی سے کرتا ہوں اس کا معاوضہ لینا پسند نہیں کرتا۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔" وہ اُداسی سے بولی۔ "میں تصور بھی نہیں کر سکتی کہ اپنے کسی عمل سے تمہارے کسی احسان کا بدلہ چکا سکوں گی۔"

"تو اب تم مجھ سے کیا چاہتی ہو۔" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"میں تمہارے کام آنا چاہتی ہوں۔"

"اسی حوالے سے کہ میں نے تمہاری مدد کی تھی؟"

"وہ تو محض ہماری شناسائی کا ایک بہانہ تھا۔ اور اب اگر میں تمہارے کسی کام آ سکی تو اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی۔"

"تمہارے ڈیڈی کیا کاروبار کرتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"بہت طویل فہرست ہے۔" اُس نے مسکرا کر کہا۔ "اگر تم رضا مندی ظاہر کر دو تو تمہیں اپنی مرضی کی ملازمت مل سکے گی۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اسے یہ تو پتہ چل ہی چکا تھا کہ مجھے ملازمت کی تلاش ہے اور اب اُس سے پیچھا چھڑانے کی سب سے عمدہ ترکیب یہی تھی کہ میں ملازمت کرنے کی ہامی بھر لوں۔ ورنہ اندیشہ تھا کہ وہ یونہی مجھ سے بحث کیے جاتی۔ "ملازمت کی نوعیت معلوم کیے بغیر بھلا میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"گویا تم تیار ہو۔" وہ خوش ہو گئی۔ "آج شام میں ڈیڈی سے تمہاری ملاقات کرا دوں گی۔ فکر نہ کرو، اُن کے پاس ملازمتوں کی کمی نہیں ہے۔ جیسی ملازمت تم چاہو گے، ویسی ہی مل جائے گی۔"

"اس ملازمت کے لیے مجھے کیا تیاریاں کرنا ہوں گی؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ بس یہاں سے کھانا کھا کر میں تمہیں اپنے فلیٹ لے چلوں گی اور شام کو ہم اکٹھے ہی ڈیڈی سے ملنے چلیں گے۔"

کھانے کے بعد وہ مجھے اپنے فلیٹ پر لے گئی۔ فلیٹ چھوٹا سا تھا مگر اُس کی سج دھج دیکھ کر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"تمہاری ماہانہ آمدنی کیا ہے؟" میں نے بوکھلا کر پوچھا۔

وہ ہنس پڑی۔ "یہ فلیٹ جو تم دیکھ رہے ہو، یہ میرے ڈیڈی کا ہے اور یہ وہ واحد سہولت ہے جو میں نے قبول کی ہے مگر میں اس کا باقاعدہ کرایہ ادا کرتی ہوں۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ وہ واقعی باکردار لڑکی تھی۔

"تمہارے ڈیڈی سے کہاں ملاقات ہو سکے گی؟" میں نے پوچھا۔

"یہ بتانا بہت مشکل ہے۔ اُن کی مصروفیات اس قدر ہوتی ہیں کہ اُن کے بارے میں کچھ پتا ہی نہیں چلتا کہ کب کہاں ہوں گے۔"

"پھر اُن سے ملاقات کیسے ہو گی؟"

"دیکھو، شام کو اُن کی تلاش میں نکلیں گے۔ قسمت نے یاوری کی تو کہیں نہ کہیں مل ہی جائیں گے۔"

وہ چند گھنٹے میں نے للّی آندرے کے فلیٹ میں گزارے۔ وہ بہت سلجھی ہوئی لڑکی ثابت ہوئی۔ مجھے اس بات کا قلق ہوا، لگا کہ میں نے اُسے بھی ابتدا میں عام لڑکیوں کی طرح کیوں ٹریٹ کیا تھا۔

شام کو سورج غروب ہونے کے بعد ہم فلیٹ سے نکلے۔

"تمہیں جلدی تو نہیں ہے؟" للّی نے مجھ سے پوچھا۔ "میرا ارادہ یہ ہے کہ پہلے کہیں کھانا کھا لیا جائے پھر ڈیڈی کی طرف چلیں گے۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔"

ہم نے ایک عمدہ سے ریستوران میں کھانا کھایا۔ وہ بل ادا کرنے پر مُصر تھی۔ بڑی مشکل سے میں اُسے اس بات پر قائل کرنے میں کامیاب ہوا کہ بل میں ہی ادا کروں گا۔ اس کے لیے میں نے اُسے دھمکی دی تھی کہ اگر اُس نے بل مجھے نہ ادا کرنے دیا تو میں اس کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔

کھانے کے بعد ہم پھر روانہ ہوئے۔ اس بار ہماری منزل ایک عالیشان کلب ثابت ہوا۔ میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کلب کو دیکھا۔ "یہ تم مجھے کہاں لے آئیں؟"

"تل ابیب کا سب سے بڑا کلب ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "میرے ڈیڈی کی ملکیت ہے۔"

"اوہو!" میں واقعی حیران رہ گیا۔ میرے لیے یہ اندازہ کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا کہ اس ایک ذریعے سے ہونے والی آمدنی ہزاروں ڈالر یومیہ ہوتی ہو گی۔ "ہم یہاں بھی تو کھانا کھا سکتے تھے!" میں نے کہا۔

"میری محدود آمدنی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ میں اتنی مہنگی عیاشی کی متحمل ہو سکوں۔"

"اوہ معاف کرنا! مجھے خیال نہیں رہا تھا۔" میں نے خجالت سے کہا۔ "اگر ہم یہاں کھانا کھاتے تو تم سے بل نہ لیا جاتا۔"

"یہی بات ہے۔" اُس نے کہا اور کلب کے دربان کی طرف متوجہ ہو گئی جو لپکتا ہوا ہماری طرف آیا تھا۔ للّی نے اُس سے بڑے ہمدردانہ انداز میں بات کی۔ دربان یقیناً اسے پہچانتا تھا۔

"یہاں داخلے کے لیے کچھ شرائط نہیں ہیں؟" کلب کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے میں نے للّی سے پوچھا۔

"بہت سخت شرائط ہیں۔ یہاں پر کوئی بھی ایسا شخص داخل نہیں ہو سکتا جو ممبر نہ ہو۔"

"مگر میں تو ممبر نہیں ہوں۔"

"کس کی مجال ہے جو تمہیں روکے۔" وہ بیٹھ گئی۔ "یہاں کے مستقل ممبر کے ساتھ بھی کوئی غیر ممبر اندر نہیں آ سکتا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ کلب کے مالک کی بیٹی یا اُس کے کسی مہمان کو اندر داخل ہونے سے روکا جائے گا۔"

وہ مجھے ڈائننگ ہال میں لے گئی۔ "کھانا تو ہم کھا کر آئے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہم یہاں ایک کام سے آئے ہیں، کلب کے قواعد و ضوابط کا احترام کرنے نہیں۔ لہٰذا ہم کہیں بھی بیٹھ سکتے ہیں۔"

ایک بیرا ہماری میز کی طرف آیا اور اُس نے مؤدبانہ انداز میں مینو ہمارے سامنے رکھ دیے۔

"منیجر کو بھیج دو۔" للّی نے مینو ایک طرف سرکاتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔

"جی!" بیرے کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"میں نے تم سے کہا ہے منیجر کو بھیج دو۔ کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی!" للّی نے سرد لہجے میں کہا۔

بیرا بوکھلائے ہوئے انداز میں رخصت ہو گیا۔

"یہاں کا ممبر بننے کی کیا شرائط ہیں؟" بیرے کے جانے کے بعد میں نے پوچھا۔

"بہت مہنگا کلب ہے۔" وہ میری آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ "میں اپنی پورے مہینے کی تنخواہ سے یہاں ایک شام بھی نہیں گزار سکتی۔"

"اطلاع کا شکریہ۔" میں نے کہا۔ "یہ اندازہ تو مجھے بھی ہے مگر تم غلط سمجھ رہی ہو۔ یہ میں اس لیے نہیں پوچھ رہا ہوں کہ میں یہاں کا ممبر بننا چاہتا ہوں بلکہ میں تو صرف معلومات حاصل کرنا چاہ رہا تھا۔"

"یوں سمجھ لو اسرائیل کا ہر دولت مند شخص اس کلب کا ممبر بننے کا آرزومند ہے لیکن دولت مندی کی حیثیت ثانوی ہے۔ اصل میں تو ممبر بننے کے لیے کوئی بڑا سرکاری افسر ہونا ضروری ہے۔"

میرے پورے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ اب مجھ پر للّی کی اہمیت پوری طرح آشکارا ہوئی۔ مجھے افسوس ہونے لگا کہ میں نے اُسے پہلے اتنی بُری طرح نظر انداز کیوں کر دیا تھا۔ اگر اُس کے بارے میں اتنی قیمتی اور تفصیلی معلومات مجھے پہلے روز ہی حاصل ہو گئی ہوتیں تو آج حالات کچھ اور ہوتے۔ میں نے پچھلے دنوں جو وقت برباد کیا تھا اس میں بہت سے کارآمد کام کر سکتا تھا لیکن جو وقت گزر چکا تھا اُس پر پچھتانا اور افسوس کرنا فضول تھا۔ اب تو مجھے مستقبل کے بارے میں سوچنا تھا۔ مجھے ملازمت کی ضرورت تو تھی نہیں لہٰذا میں نے فوری طور پر فیصلہ کیا کہ اُس کے ڈیڈی سے نہیں ملوں گا۔ شی گوراٹے جانے کا پروگرام التوا میں نہیں ڈالا جا سکتا تھا اور اس اسٹیج پر للّی کے ڈیڈی سے بھی کوئی فائدہ اٹھانا ممکن نہیں تھا بلکہ اُن سے ملاقات کی صورت میں فی الحال نقصان ہی کا امکان تھا۔ خواہ مخواہ میری پوزیشن خراب ہو جاتی۔

"کیا سوچنے لگے؟" للّی نے ٹھوکا دیا۔

"کچھ نہیں۔" میں نے چونک کر کہا۔ "میں سوچ رہا تھا پتا نہیں تمہارے ڈیڈی یہاں موجود بھی ہوں گے یا نہیں؟"

"تل ابیب میں موجود ہوں تو وہ یہاں ضرور آتے ہیں اور آج کل وہ یہیں ہیں۔ مجھے معلوم ہے۔ لہٰذا اگر وہ ابھی تک کلب نہیں آئے ہیں تو آئیں گے ضرور۔"

"اور کلب کب تک کھلا رہتا ہے؟"

"رات کے دو بجے تک۔"

"کیا یہاں جُوا بھی ہوتا ہے؟"

اُس کے انداز میں ہچکچاہٹ نظر آئی پھر اُس نے کہا۔ "ہاں، یہاں جُوا بھی ہوتا ہے۔ ڈیڈی سے میرے اختلاف کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ میں جُوئے کے کاروبار کی سخت مخالف ہوں لیکن اُن کا کہنا ہے کہ صرف وہ جُوا بُرا ہے جو غیر قانونی طور پر کھیلا جائے۔ دراصل ڈیڈی بھی . . ." وہ ایک لمحے کے لیے رُکی پھر بولی۔ "معاف کرنا میں ذرا صاف گوئی سے گفتگو کروں گی۔ دیگر یہودیوں کی طرح ڈیڈی بھی صرف دولت کو اہمیت دیتے ہیں۔ میں اس چیز کی سخت مخالف ہوں۔ پیسہ کمانے میں، دولت بنانے میں کوئی عار نہیں ہے لیکن ایسا بھی کیا کہ آدمی اچھے اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بُرے کی تمیز ہی کھو بیٹھے۔"
"کیا تمہاری ممی بھی یہودی ہیں؟" میں نے پوچھا۔
"ہاں، ممی بھی یہودی ہیں اور میں بھی یہودی ہوں۔" اُس نے تلخ لہجے میں کہا۔ "لیکن تم نے یہ کیوں پوچھا؟ کیا اس لیے کہ میرے نظریات یہودیوں سے مختلف ہیں؟"
"نن... نہیں۔" میں گڑبڑا گیا۔ "دراصل میں نے سوچا شاید... خیر چھوڑو۔"
"نہیں بتاؤ، تم نے ممی کے بارے میں سوال کیوں کیا تھا؟"
"ویسے ہی پوچھ لیا تھا بابا... تم تو پیچھے ہی پڑ گئیں۔ یہودیوں کے نظریات سے ہٹ کر بولو گی تو کوئی کیا سوچے گا۔"
"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" اُس نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔ "مجھے واقعی اس انداز میں نہیں سوچنا چاہیے مگر میں بھی کیا کروں۔ جو چیز میرا ذہن قبول نہیں کرتا میں اُسے کیسے تسلیم کرلوں؟"
"تمہاری بات میں وزن ہے۔" میں نے گفتگو کے اس موڑ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کہا۔ "اور اسی لیے میں سوچ رہا ہوں کہ فی الحال تمہارے ڈیڈی سے نہ ملوں۔"
"کیوں؟" وہ چونک پڑی۔ "تمہاری صحت پر کیا اثر پڑ رہا ہے؟"
"تم نے اپنے ڈیڈی کے بارے میں پہلے کچھ نہیں بتایا تھا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اُن کے کاروبار میں ایسے کلب وغیرہ بھی شامل ہوں گے۔ میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ اس وقت میری جو ذہنی کیفیت ہو رہی ہے اس میں تمہارے ڈیڈی کا سامنا کرنا مناسب نہیں رہے گا۔"
"کیا میں یہ سمجھوں کہ تم ایک بار پھر میری مدد قبول کرنے سے فرار ہو رہے ہو؟" اُس نے مشکوک نظروں سے مجھے گھورا۔
"ہرگز نہیں! بلکہ یہ محض وقتی گریز ہے۔ ایک آدھ روز میں، میں خود کو ذہنی طور پر تیار کرلوں تو پھر ضرور تمہارے ڈیڈی سے ملوں گا۔"
"اوہ، مینجر آرہا ہے۔" للی نے کہا۔
میں نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا۔ وہ ایک خوش شکل اور وجیہہ آدمی تھا۔ ہماری میز کے نزدیک آکر وہ احتراماً جھکا اور پھر سیدھا کھڑا ہوگیا۔ "خوش آمدید مس آندرے! بڑے عرصے بعد ہمارے کلب کی قسمت جاگی۔" اُس نے کہا۔ انداز بڑا فدویانہ تھا۔
"ڈیڈی موجود ہیں؟" للی نے بڑے باوقار انداز میں سوال کیا۔ اس وقت وہ ایک بالکل مختلف لڑکی نظر آرہی تھی۔
"جی ہاں مس آندرے! کیا میں اُنھیں آپ کی آمد کی اطلاع پہنچا دوں؟"
"کوئی ضرورت نہیں ہے۔" للی نے خشک لہجے میں کہا۔ "اور ہمارے لیے چائے بھجوادو۔"
"مم... مگر یہ ڈائننگ ہال ہے مس آندرے۔" مینجر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "اور ڈائننگ ہال میں..."
"چائے سرو نہیں کی جاتی۔ یہی کہنا چاہتے ہو ناتم؟" للی نے اُسے گھورا۔
"جج... جی ہاں۔" مینجر اور زیادہ بوکھلا گیا۔
"تم ایسا کرو کہ چائے کے بجائے کلب کے قواعد وضوابط کی ایک کاپی مجھے بھجوادو تاکہ میں اپنی یادداشت تازہ کرسکوں۔" للی طنزیہ لہجے میں بولی۔
مینجر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں اُبھر آئی تھیں۔
"جاؤ، جا کر چائے بھجواؤ۔" للی غرائی۔ "ہم اسی میز پر چائے پئیں گے۔"
مینجر سرپٹ دوڑا چلا گیا۔ یقیناً وہ دل ہی دل میں سستا چھوٹ جانے پر خدا کا شکر ادا کر رہا ہوگا۔ "تم نے اس بے چارے کے ساتھ زیادتی کردی۔" میں نے للی سے کہا۔
"وہ بے چارہ ہے۔" للی نے آنکھیں نکالیں۔ "دیگر یہودیوں کی طرح وہ بھی لالچی ہے۔ مجھے نفرت ہے لالچی لوگوں سے۔"
میں اُسے حیرت سے دیکھتا رہ گیا۔ وہ کتنے دھڑلے سے یہودیوں کی ذہنیت کو بُرا بھلا کہے جا رہی تھی...... جبکہ وہ خود بھی یہودی تھی اور ایک میں تھا جو دراصل یہودی نہیں تھا مگر میری زبان پر مصلحتوں نے تالے ڈال رکھے تھے۔ یہودیوں کا بہت بڑا دُشمن ہونے کے باوجود میں مارے خوف کے زبان سے ایک لفظ نہیں نکال پا رہا تھا کہ کہیں کوئی میری طرف سے مشکوک نہ ہوجائے۔ یہ اندر کا خوف تھا۔ کسی نے سچ کہا ہے، خوف کہیں باہر سے نہیں آتا، وہ تو آدمی کے اندر ہوتا ہے۔ آدمی باہر سے کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو لیکن اگر اندر سے کمزور ہے تو ہر لحظہ لرزتا رہتا ہے۔ اَن دیکھے اندیشے اور وسوسے اُسے ہر آن اپنی گرفت میں لیے رکھتے ہیں، اور اگر کوئی شخص باہر سے کمزور مگر اندر سے مضبوط ہو تو اُسے کوئی خوف نہیں ہوتا۔ اس کی زندہ مثال میرے سامنے موجود تھی۔ للی کی جرأت کی وجہ سے مجھے اُس پر رشک آنے لگا۔
"لیکن ہر جگہ کے کچھ ضابطے ہیں اور ہمیں اخلاقاً اُن ضابطوں کا احترام کرنا چاہیے۔" میں نے کہا۔
"ضرور کرنا چاہیے۔ لیکن مجھے اس جگہ سے ہی اختلاف ہے۔ یہاں جُوا کھیلا جاتا ہے۔ جُوا کھیلنا بھی اخلاقی جرم ہے۔ میں اس کلب کے اصول کی خلاف ورزی کرکے گویا ایک قسم کا احتجاج کر رہی ہوں۔"
بیرا چائے لے آیا تھا۔ اس بار وہ کچھ خوفزدہ سا نظر آرہا تھا۔

شاید مینجر نے اُسے للی کے بارے میں بتا دیا تھا۔ اور میں سوچ رہا تھا کہ مجھے کسی بھی وقت تل ابیب سے شی گورائے روانہ ہوجانا ہوگا جس کے لیے مجھے رقم کا بندوبست بھی کرنا تھا۔ اس کی دو تین صورتیں میرے ذہن میں تھیں۔ ایک صورت تو یہ تھی کہ میں گرے اسٹون کمپنی سے رقم لے لیتا جو مجھے بہ آسانی مل جاتی لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ ڈینیل کو کوئی مالی نقصان پہنچاؤں۔ اُس کے ذریعے میں نے بہت فائدے اُٹھا لیے تھے۔ اس کے عوض میں اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ بکی ہاورڈ سے کہوں کہ وہ اپنے ہمراہ کچھ رقم لے لے مگر یہ بھی میرے لیے قابلِ قبول نہیں تھا۔ بکی ہاورڈ تو خود مجھ پر انحصار کر رہی تھی۔ یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا تھا کہ میں اُس پر اپنی کوئی کمزوری ظاہر کروں۔ تیسری اور آخری صورت یہ تھی کہ میں اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر رقم حاصل کروں اور یہی ایک صورت میرے لیے قابلِ قبول تھی۔ میرے لیے رقم کا حصول کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن میں تل ابیب میں رہ کر ایسا کوئی قدم نہیں اُٹھانا چاہتا تھا جس سے میری راہ میں بلاوجہ کے مسائل پیدا ہوں لہٰذا رقم کے حصول کے لیے کوئی ایسا ذریعہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہ رہا تھا جس کے لیے مجھے قانون شکنی کا مرتکب ہونا پڑتا۔ میں ذرّہ برابر رسک لینے کا بھی متحمل نہیں ہوسکتا تھا۔ اور اس کے لیے سب سے بہترین طریقہ جُوا تھا جسے اس کلب میں سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ میں جُوا کھیل کر جو بھی رقم جیتتا وہ میرا قانونی حق ہوتی۔
"تم نے جُوئے کے بارے میں سوال کیوں کیا تھا؟" للی نے یوں پوچھا جیسے اُس نے میرے خیالات پڑھ لیے ہوں۔ "کیا تم بھی جوا کھیلتے ہو؟"
"نہیں۔" میں نے کہا۔ "تمہاری طرح میں بھی جُوا کھیلنے کو بُرا سمجھتا ہوں لیکن اگر مجھے ضرورت پڑ جائے تو میں اپنی ضرورت کی حد تک کھیلنے میں کوئی عار بھی محسوس نہیں کروں گا۔"
"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" وہ ہنسی۔ "اگر تمہاری بات درست مان لی جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم نے ٹیکسی کیوں فروخت کردی تھی؟ تم اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے جُوا بھی کھیل سکتے تھے؟"
ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ اُس وقت بھی یہی ہوا۔ میں نے اُس سے ایک جھوٹ بولا تھا اور اب تک اس ضمن میں کئی جھوٹ بول چکا تھا اور اب ایک اور جھوٹ بولنے کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔ "پہلے میں نے یہی کیا تھا۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "جب میں جُوئے میں ہار گیا تو مجھے ضرورت پوری کرنے کے لیے ٹیکسی بیچنا ہی پڑی۔"
"تم مذاق کر رہے ہو۔" اُس نے یوں کہا جیسے اُسے میرے جُوا کھیلنے کی خبر سُن کر سخت صدمہ پہنچا ہو۔
"ابھی مجھے مزید رقم کی ضرورت ہے۔" میں نے سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے کہا۔ "لہٰذا مجھے بتاؤ کہ کیا میں یہاں جُوا کھیل سکوں گا؟"
"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔" للی نے بے ساختہ کہا۔
"میں تم سے مشورہ نہیں مانگ رہا، صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ تم اس سلسلے میں میری کیا مدد کرسکو گی؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔
"میں تو تمہارے فائدے کے لیے کہہ رہی تھی... تم نہیں جانتے کہ یہاں..."
"مجھے ہاں یا نہیں جواب چاہیے۔" میں نے حتمی انداز میں کہا۔ "میں تشریحات اور وضاحتوں میں اُلجھنا نہیں چاہتا۔"
"بالکل کھیل سکتے ہو۔" وہ غصیلے لہجے میں بولی۔ "میں بہت ذلیل ہوں، پتا نہیں کب سدھروں گی! ہر ایک سے ہمدردی جتانے بیٹھ جاتی ہوں۔"
"اب جلدی سے یہ بھی بتادو کہ یہاں جوا کھیلنے کے لیے کیا شرائط پوری کرنا پڑتی ہیں؟"
"جُوا کھیلنے کے لیے ٹوکن حاصل کرنے پڑتے ہیں۔ ٹوکن صرف امریکن ڈالرز کے عوض حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ ٹوکن واپس کرنے پر بھی امریکی ڈالرز میں ہی ادائیگی کی جاتی ہے۔"
"کافی ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ جُوا ہوتا کہاں ہے؟"
"میرے ساتھ آؤ۔" للی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔
وہ مجھے مختلف راہداریوں سے گزارتی ہوئی ایک وسیع و عریض ہال میں لے گئی۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہاں ہر قسم کے جُوئے کا جدید ترین سامان موجود تھا۔ کئی اقسام کی رولیٹ مشینوں کے علاوہ وہاں بے شمار میزیں بھی تھیں جو سب کی سب بھری ہوئی نظر آرہی تھیں۔ ان سب پر تاش کھیلے جا رہے تھے۔ ہر میز پر ٹوکنوں کے علاوہ شرابوں کے جام بھی رکھے تھے۔ جُوا زور و شور سے ہو رہا تھا اور ہال کی فضا دھوئیں کی وجہ سے کثیف ہو رہی تھی۔ میں نے پورے ہال پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور پہلی ہی نگاہ میں اندازہ کرلیا کہ وہاں کھیلنے والے افراد میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو واقعی صاحبِ ثروت معلوم ہو رہے تھے اور دوسرے وہ لوگ تھے جنھوں نے لباس تو بہت اعلیٰ زیبِ تن کر رکھے تھے مگر اپنے انداز و اطوار سے اُن کا تعلق اعلیٰ طبقے سے نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ دیگر کلبوں کی طرح یہاں بھی کلب کی انتظامیہ نے ایسے کرائے کے لوگوں کا بندوبست کر رکھا ہے جو سیدھے سادے لوگوں سے بے ایمانی کے ذریعے روپیہ بٹور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہیں۔ اب مجھے صحیح طور پر اندازہ ہو رہا تھا۔ کلب کی یومیہ آمدنی بلا شبہ لاکھوں میں پہنچتی ہوگی۔

"یہاں جُوا کھیلنے کے لیے کلب کا ممبر ہونا لازمی نہیں ہے۔" للّی نے کہا۔

"لیکن پہلے تو تم کہہ رہی تھیں کہ کلب میں داخل ہونے کے لیے ممبر ہونا لازمی ہے۔" میں نے چونک کر کہا۔

"میں ٹھیک کہہ رہی تھی لیکن اس مخصوص حصّے کے لیے یہ رعایت ہے کہ ایک ممبر اپنے ہمراہ ایک آدمی لا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ آؤ واپس چلیں۔"

"کیوں، تم کھیلوگے نہیں؟"

"آج نہیں۔" میں نے کہا۔ پھر کلب سے باہر آکر میں نے ایک ٹیکسی روکی اور للّی کو اُس کے فلیٹ پر چھوڑ کر میں گرے اسٹون کے دفتر کے پاس اُتر گیا۔ میری کار وہیں موجود تھی جہاں میں نے پارک کی تھی۔ کار میں بیٹھ کر میں گھر واپس پہنچ گیا۔

اگلے روز سب سے پہلے میں نے گرے اسٹون کمپنی کے دفتر کا رخ کیا۔ اپنا پاسپورٹ اور دیگر متعلقہ کاغذات میں نے مسٹر لوئیس کے حوالے کیے اور اُن سے پوچھا کہ میرے کاغذات کب تک تیار ہو جائیں گے۔

"میرا خیال ہے تین گھنٹے کے اندر اندر سارا کام مکمل ہو جائے گا۔" مسٹر لوئیس نے کہا۔

"تین گھنٹے یا تین دن!" میں نے متحیّرانہ لہجے میں کہا۔

"گرے اسٹون کمپنی کی ساکھ بھی بہت عمدہ ہے اور سرکاری محکموں میں ہمارا اثر و رسوخ بھی بہت ہے۔" مسٹر لوئیس نے فخریہ انداز میں بتایا۔ "ہمارے کسی کام میں کبھی تاخیر نہیں ہوتی۔"

"تو میں ایک بجے آجاؤں؟" میں نے پوچھا۔

"دو بجے۔" مسٹر لوئیس نے کہا۔ "ایک بجے تو لنچ ٹائم ہوگا۔"

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی اور دفتر سے باہر نکل آیا۔ میرے پاس کافی وقت تھا چنانچہ میں نے سوچا کہ یہ وقت نکی ہاورڈ کے ساتھ گزارا جائے۔ کل اُس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اور مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ سے ملنے کے لیے بے تاب ہو رہی ہوگی۔ مغربی ماحول کی پروردہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی بے تابی کا علی الاعلان اظہار کیا کرتی تھی۔ اُس کی جگہ کوئی مشرقی لڑکی ہوتی تو اپنی بے تابی کو چھپانے کی بھرپور کوشش کرتی۔

میں اولیو ہاورڈ کے گھر پہنچ گیا۔ نکی موجود تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ میری طرف دوڑ پڑی۔ "کل کہاں غائب رہے؟" اُس نے شاکی لہجے میں کہا۔ "میں رات تک انتظار کرتی رہی۔"

"یہاں سے روانگی کے انتظامات میں بُری طرح الجھا ہوا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمھیں کوفت اُٹھانا پڑی۔"

"اپنا پتا نہیں بتاتے تو کم از کم فون نمبر ہی دے دو تاکہ میں کم از کم فون ہی کر لیا کروں۔"

"نک... کیوں میری جان کے درپے ہوئی ہو۔" میں نے بوکھلانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "ڈیڈی کو پتا چل گیا کہ کوئی لڑکی مجھے فون کرتی ہے تو میری کھال کھینچ کر اس میں بھوسا بھر دیں گے۔"

نکی نے بڑا بُرا سا مُنہ بنایا۔ "خیر تم یہ بتاؤ کہ تمھاری تیاریاں کہاں تک پہنچیں؟"

"دو ڈھائی بجے تک کاغذات مل جائیں گے اُس کے بعد صرف ٹکٹ کا مرحلہ رہ جائے گا۔"

"گویا ہم کل صبح یہاں سے روانہ ہو سکیں گے۔" نکی خوشی سے اُچھل پڑی۔ "کل صبح یہاں سے شی گو رائے کے لیے ایک فلائٹ روانہ ہوگی۔ میں معلومات حاصل کر چکی ہوں۔ میرے کاغذات تو پہلے ہی مکمل ہیں۔ صرف ٹکٹ خریدنا باقی رہ گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ یہاں سے واپسی میں، میں تمھارا پاسپورٹ لیتا جاؤں گا اور اپنے ٹکٹ کے ساتھ ہی تمھارا ٹکٹ بھی خرید لوں گا۔"

دوپہر کا کھانا نکی کے گھر پر کھانے کے بعد جب میں گرے اسٹون کمپنی کے دفتر پہنچا تو تین بج رہے تھے۔ مسٹر لوئیس نے مجھے دیکھتے ہی کاغذات میرے حوالے کر دیے۔ "وِش یو گڈ لک مسٹر ڈینی۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

کاغذات ہر اعتبار سے مکمل تھے۔ میں اُن کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے نکلا اور سیدھا ایئر لائن کے دفتر جا پہنچا۔ اگلے روز صبح پانچ بجے والی فلائٹ کے دو ٹکٹ بہ آسانی مل گئے۔ ہر کام بڑی سہولت سے ہو رہا تھا۔ میں نے اولیو ہاورڈ کے گھر جا کر نکی کا ٹکٹ اُس کے حوالے کیا۔ "اب میں گھر جا کر روانگی کی تیاریاں کروں گا۔" میں نے اُس سے کہا۔ "تم صبح تین بجے ایئرپورٹ پہنچ جانا۔ اُس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔"

"تم یہیں آجانا ڈیئر۔" اُس نے بے تکلفی سے کہا۔ "ڈرائیور ہم دونوں کو ایئرپورٹ چھوڑ دے گا۔"

"نن... نہیں، ممکن ہے ڈیڈی مجھے چھوڑنے ایئرپورٹ تک جانے کو تیار ہو جائیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر کیا ہوگا؟"

اُس نے بادلِ ناخواستہ ہامی بھر لی۔ اُس سے رُخصت ہو کر میں گھر واپس آگیا۔ ڈینس کی کار اُس کی مخصوص جگہ کھڑی کر کے میں نے اُس پر الوداعی نگاہ ڈالی اور فلیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ مختصر سے سوٹ کیس میں، میں نے ضروری سامان پیک کیا اور ڈینس کی بیوی اور ڈینس کی دونوں بہنوں کو چند ماہ کے لیے خدا حافظ کہہ کر فلیٹ سے نکل آیا۔

اب میں کار استعمال نہیں کر سکتا تھا لہٰذا میں نے صبح کے چار بجے تک کے لیے مُنہ مانگے معاوضے پر ایک ٹیکسی انگیج کر لی۔ میرے پاس موجود رقم تیزی سے جواب دیتی جا رہی تھی تاہم ٹیکسی ڈرائیور کو ادائیگی کرنے کے بعد جو رقم میرے پاس بچتی اُس سے بس للّی کے ساتھ کسی ریستوران میں رات کا کھانا ہی کھایا جا سکتا تھا۔

میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے ایئرپورٹ چلنے کو کہا اور ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ راستے میں ایک جگہ سے میں نے للّی آندرے کو فون کیا۔ وہ فلیٹ پر موجود تھی۔ "تم کہیں جانا مت۔" میں نے اُسے اپنا نام بتا کر کہا۔ "میں ایک گھنٹے بعد تمھارے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

ایئرپورٹ پر میں نے صبح والی فلائٹ کے لیے سوٹ کیس ایئر لائن کے عملے کے حوالے کر دیا۔ انھوں نے میرے سوٹ کیس پر ٹیگ لگا کر ایک ٹیگ میرے حوالے کر دیا۔ اب مجھے سوٹ کیس کی طرف سے بھی بے فکری ہو گئی تھی۔ میں آزادانہ طور پر للّی کے ساتھ کلب جا کر رقم بنا سکتا تھا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد میں اور للّی کلب پہنچے تو رات کے نو بج چکے تھے۔ "میرے پاس کھیلنے کے لیے رقم نہیں ہے۔ کیا تم ٹوکن حاصل کر سکوگی؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"جتنے تم چاہو۔" اُس نے کہا۔

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی اور ہم اُس ہال میں داخل ہو گئے جہاں سرکاری سرپرستی میں وسیع پیمانے پر جوا کھیلا جاتا تھا۔ کل کی طرح آج بھی وہاں خاصا رش تھا مگر آج چند میزیں خالی بھی نظر آرہی تھیں۔ میں نے تیزی سے ہال کا جائزہ لیا۔

ایک میز پر تین افراد بیٹھے فلیش کھیل رہے تھے۔ ان میں سے ایک کوئی معزز آدمی معلوم ہوتا تھا جبکہ بقیہ دو کلب کے گُرگے تھے۔ بظاہر وہ بھی معزز ہی دکھائی دیتے تھے مگر وہ میری تجربہ کار نگاہوں سے بچ نہیں سکتے تھے۔

للّی نے میری دلچسپی بھانپ لی۔ "کسی اور ٹیبل پر کھیلنا۔" اُس نے دبی زبان سے کہا۔ "یہ لوگ چھٹے ہوئے بدمعاش ہیں۔"

"کوئی بھی ہو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" میں نے بے پروائی سے کہا اور اسی ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔ للّی کو بھی میرا ساتھ دینا پڑا تھا۔

"تم ٹوکن منگوا لو۔" میں نے للّی سے کہا۔

"ایک منٹ ٹھہرو، میں خود منیجر سے کہہ کر آتی ہوں۔" اُس نے کہا اور ہال سے باہر نکل گئی۔

میں نے نوٹ کیا کہ وہاں میزوں پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔ جس میز کی طرف میں بڑھ رہا تھا اُس کا نمبر نو تھا۔ نو نمبر میز پر کھیلنے والے ان دو افراد نے جو کلب کے گُرگے تھے میری دلچسپی محسوس کر لی تھی اور وہ مجھے کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے۔ شاید یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ شکار کتنا تگڑا ہے۔ میں للّی کی واپسی تک اُن سے دور رہنا چاہتا تھا اس لیے میں دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ للّی جلد ہی واپس آگئی۔

"میں نے منیجر سے کہہ دیا ہے۔ وہ دس ہزار ڈالر کے ٹوکن میز نمبر نو پر بھجوا رہا ہے۔ ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں، ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور ہم نو نمبر میز کی طرف بڑھ گئے۔ وہ دونوں افراد کرسیوں سے کھڑے ہو گئے۔ تیسرا شخص بے تعلقی سے بیٹھا رہا۔ "خوش آمدید جناب۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔ "تشریف رکھیے۔"

میں نے اور للّی نے برابر برابر کرسیاں سنبھال لیں۔ "آپ لوگ شاید پہلی بار یہاں آئے ہیں؟" دوسرے شخص نے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میرا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

"اگر ہمارا خیال غلط نہیں ہے تو آپ کو یہ بتانا ضروری ہے کہ یہاں اونچا کھیل ہوتا ہے۔" اُس کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"اگر ہمیں یہ شبہ بھی ہو جائے کہ یہاں اونچا کھیل نہیں ہوتا تو ہم فوراً واپس چلے جائیں۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "ذرا ایک بار ہمارے ٹوکن آجائیں پھر تم دیکھنا یہ سلسلہ رُکے گا نہیں۔"

اُن دونوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اُسی وقت بیرا ایک ٹرے میں ٹوکن لے کر آیا اور اُس نے ٹرے میرے سامنے رکھ دی۔

"کھیل نئی گڈی سے شروع ہوگا۔" میں نے کہا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ مٹاپا عمر کم کر دیتا ہے؟
آپ چاہتے ہیں کہ آپ ایک سڈول اور صحت مند جسم کے مالک ہوں؟
ان خواتین کیلئے بھی جو ایک شاداب اور متناسب جسم چاہتی ہیں!
ہزاروں ماہرینِ طب کی آراء کی روشنی میں مرتب کردہ کتاب
موٹاپا ـــ چند حقائق
لوگ موٹے کیوں ہو جاتے ہیں
رقیق اشیاء اور موٹاپا
خوراک اور موٹاپا
تقلیری پروگرام
مضر اشیاء
گیارہ اہم ورزشیں
اور وہ سب کچھ جس پر عمل کر کے سڈول اور صحت مند جسم کا حصول ممکن ہے
تو کتاب
مٹاپا
اور اس کا سدِباب
کا مطالعہ کریں
قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جیسے آپ کی مرضی۔" انھوں نے کہا اور بیرے کو اشارہ کیا جس نے کئی گڈیاں لا کر میرے سامنے رکھ دیں۔ مجھے معلوم تھا کہ ان پیک گڈیوں کے اندر بھی نشان زدہ تاش ہوں گے لیکن نئی گڈی کے استعمال کا ایک فائدہ یہ ہوتا کہ اُن کی حرکتیں میری نظر میں رہتیں۔ میں نے ایک گڈی منتخب کی اور اپنے ہاتھ سے اُسے کھول ڈالا۔ پتّے اُسی ترتیب میں تھے جس میں کمپنی سے پیک ہو کر آتے ہیں۔ میں نے اُن سے پوچھے بغیر پتّے پھینٹے اور گڈی کٹوا کر چار افراد کے درمیان پتّے بانٹ دیے۔ کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ مجھے ایک ایک کارڈ کا علم تھا۔ سب سے بڑے پتّے اُس تیسرے شخص کے پاس گئے تھے۔

پہلا ہینڈ وہ تیسرا شخص جیتا تھا۔ نتیجتاً دوسری بار پتّے اُس نے بانٹے۔ میری تمام تر توجّہ پتّوں پر مرکوز تھی۔ کھیل ہوتا رہا۔ میں بے پروائی سے کھیل رہا تھا۔ میرے سامنے موجود ٹوکنوں کی ڈھیری تیزی سے گھٹتی جا رہی تھی۔ وہ دونوں ہی شار پر تھے اور مستقل پتّے لگا رہے تھے مگر اُن کی ایک ایک حرکت پر میری نظر تھی۔ میں نے انھیں ٹوکا نہیں اور نہ ہی میں نے اُن پر یہ ظاہر ہونے دیا کہ میں کچھ سمجھ رہا ہوں۔ کبھی کبھی وہ دکھاوے کے لیے ہار بھی جاتے تھے۔ للّی پر اضطرابی کیفیت طاری تھی۔ وہ بار بار پہلو بدل رہی تھی مگر زبان سے کچھ نہیں کہہ رہی تھی۔

ساڑھے بارہ بجے کے قریب تیسرے شخص کے سارے ٹوکن ختم ہو گئے اور وہ معذرت کر کے اُٹھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد کھیل میں تین ہی افراد رہ گئے تھے۔ میرے سامنے بہت تھوڑے سے ٹوکن بچے تھے۔ اور وہ بھی آدھے گھنٹے سے زیادہ میرا ساتھ نہ دے سکے۔ میری نگاہ اپنی رسٹ واچ کی طرف اُٹھ گئی۔ ایک بج رہا تھا۔ کلب بند ہونے میں صرف ایک گھنٹا باقی رہ گیا تھا اور میں دس ہزار کے خسارے میں تھا۔ میں نے للّی کی طرف دیکھا۔ وہ ملتجی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

"بس... یا اور کھیلو گے؟" اُن میں سے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا۔ اُس کا انداز چڑانے والا تھا۔

"ٹوکن اور منگواؤ۔" میں نے اُس کی بات نظر انداز کر کے للّی سے کہا۔

للّی اُٹھ کے بیرے کے پاس گئی اور اُس سے کچھ کہہ کے واپس آ گئی۔ تھوڑی دیر بعد میرے سامنے پھر اتنے ہی ٹوکن موجود تھے۔ کھیل دوبارہ شروع ہوا۔ آدھے گھنٹے تک کئی ہینڈ ہارنے کے بعد ڈیڑھ بجے کہیں جا کے میں ایک ہینڈ جیتا اور گڈی میرے ہاتھ میں آئی۔ مجھے معلوم تھا کہ اگر میں نے یہ ہینڈ مس کر دیا تو مجھے پھر کوئی موقع نہیں ملے گا۔ اسی ایک ہینڈ میں نہ صرف مجھے اپنے ڈوبے ہوئے تقریباً بارہ ہزار ڈالر اُن سے واپس نکلوانے تھے بلکہ مجھے اپنے لیے بھی کم از کم اتنی رقم ضرور جیتنی تھی کہ میں شی گو رہائے میں کچھ دن سکون سے گزار سکوں۔ اگر میں ناکام رہتا تو کیا ہوتا؟ اس کا تصوّر بھی میرے لیے لرزہ خیز تھا۔ صرف ڈیڑھ گھنٹے بعد بکی ہاورڈ ایئرپورٹ پر میری منتظر ہو گی۔ باہر ٹیکسی والا میرا منتظر ہو گا جسے اچھی خاصی رقم ادا کرنا تھی اور میری جیب میں اتنی رقم بھی نہیں بچی تھی کہ اُسے ادائیگی کر سکوں۔ کلب کے بارہ ہزار ڈالر کی خطیر رقم کی ادائیگی کا مسئلہ الگ تھا۔

میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ پتّے سمیٹے اور انھیں پھینٹ کر گڈی کو کاٹنے کے لیے میز پر رکھ دیا۔ گڈی کاٹی گئی اور پہلی بار یہ اتفاق ہوا کہ میری نگاہ چوک گئی۔ اب مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کس کے پاس کون سے پتّے جا رہے ہیں۔

پتّے بٹنے کے بعد چالیں چلنے کا مرحلہ شروع ہوا۔ شروع کی چند چالیں حسبِ معمول بلائنڈ چلی گئیں۔ میں ہر بار چال ڈبل کر دیتا تھا۔ چار چالوں کے بعد اُن میں سے ایک نے پتّے اٹھائے۔ اُس کے چہرے کے تاثرات سے میں نے اندازہ لگا لیا۔ اُس کے پاس یقیناً بہت بڑے پتّے آئے تھے۔ میرے دل کی دھڑکنیں مزید بے ترتیب ہو گئیں۔ اُس شخص نے چال ڈبل کر دی تھی۔

اگلی چال کے بعد دوسرے شخص نے بھی پتّے اُٹھا لیے۔ اُس نے بھی اپنا چہرہ سپاٹ رکھنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے اندازہ کر لیا کہ اُس کے پاس بھی بڑے پتّے ہیں۔ میری بے یقینی کچھ اور بڑھ گئی۔ کچھ عجب نہیں تھا کہ اُن میں سے کسی کے پاس وہ پتّے پہنچ گئے ہوں جو میں نے اپنے لیے لگائے تھے۔

وہ دونوں ہر چال ڈبل کر دینے پر تلے ہوئے تھے۔ میں مسلسل کٹ دیے جا رہا تھا اور میں خود بھی ہر بار چال ڈبل کر رہا تھا۔ میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں رہا تھا۔ میں آر یا پار کر دینے پر اُتر آیا تھا۔ گیم انتہائی سنسنی خیز حدود میں داخل ہو گیا تھا۔ ٹوکنوں کی ڈھیریاں تیزی سے میز کے وسط میں منتقل ہو رہی تھیں۔ میں اپنے پتّے اُٹھا کر دیکھنے کے لیے کسی صورت تیار نہیں تھا۔ لیکن اپنے پتّے دیکھنے سے کب تک گریز کرتا۔ جب میرے سامنے موجود آخری ٹوکن بھی میز کے وسط میں پہنچ گیا تو میں نے دھڑکتے دل سے ہاتھ پتّوں کی طرف بڑھایا۔ میں بمشکل اپنے ہاتھوں کی لرزش پر قابو پانے میں کامیاب ہو پا رہا تھا۔ اس بازی پر بیس ہزار ڈالر کے علاوہ میری عزت بھی داؤ پر لگی ہوئی تھی۔ للّی کا حال الگ تباہ تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا؟ بیس ہزار ڈالر کا اصل بوجھ تو اسی کے سر پر تھا۔

میں نے پتّے اُٹھا کر دیکھے اور دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا دل پسلیاں توڑ کر باہر نکل جائے گا۔

تین اِکّے تھے۔ میرے جسم کا رُواں رُواں مسرت سے سرشار ہو گیا۔ میری محنت [رائ]یگاں نہیں گئی تھی اور میں نے جو پتّے لگائے تھے وہی میرے [پاس] آئے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میرے دونوں حریفوں [می]ں سے ایک کے پاس تین بادشاہ اور دوسرے کے پاس تین بیگمیں [تھ]یں۔ ایک ہی لمحے میں، میں نے اپنے پتّوں کا جائزہ لیا اور انھیں [وا]پس میز پر رکھ دیا۔ مجھ پر تین افراد کی نگاہیں مرکوز تھیں۔ اُن میں [س]ے دو تو میرے حریف تھے اور تیسری للّی آندرے تھی جس کی [م]ہربانی سے میں اُس وقت نہ صرف وہاں موجود تھا بلکہ مجھے کھیلنے [ک]ا موقع بھی ملا تھا۔ میرے دونوں حریفوں کی نظریں میرے چہرے [پ]ر یوں جمی ہوئی تھیں جیسے میرے تاثرات سے میرے پتّوں کے [ب]ارے میں جان لینا چاہتے ہوں جبکہ للّی کی نظروں میں میرے [ل]یے کئی پیغام پوشیدہ تھے۔

پتّے میز پر رکھ کے میں نے جان بوجھ کر اپنے دونوں حریفوں [ک]ی طرف دیکھنے سے گریز کرتے ہوئے للّی کو دیکھا۔ میں نے اپنا [چ]ہرہ جذبات سے بالکل عاری کر رکھا تھا۔ میرے چہرے سے کسی [ب]ات کا اندازہ کرنا ناممکن تھا مگر میں.... للّی کی آنکھوں میں تحریر [پ]یغام بخوبی پڑھ سکتا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں التجا تھی کہ جتنی رقم [ڈ]وب چکی ہے اُس پر فاتحہ پڑھ لوں اور اب کھیل ختم کر دوں۔ [م]یں اُس کو وہاں کوئی جواب نہیں دے سکتا تھا۔ اُسے بتا نہیں [س]کتا تھا کہ میرے پاس وہ پتّے موجود ہیں جن کا توڑ فلیش کی دُنیا [م]یں ابھی تک دریافت نہیں ہو سکا ہے۔ ان پتّوں کی بنیاد پر تو [ک]وئی بینک بھی قرض دینے سے انکار نہیں کر سکتا۔ جس کے پاس [ی]ہ پتّے ہوں اُسے کبھی خود سے شو کرانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ [و]ہ تو بس چالیں چلتا رہتا ہے، داؤ پر لگی ہوئی رقم میں اضافہ [ک]رتا رہتا ہے۔ داؤ پر جتنی زیادہ رقم ہو گی اُتنا ہی ان پتّوں کا فائدہ [ہ]و گا۔ میں بھلا للّی کو یہ سب باتیں کیسے بتا سکتا تھا۔ میں تو اُسے [ک]وئی اشارہ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ چار آنکھیں میری نگراں تھیں۔

مجھے للّی پر ترس آنے لگا۔ میں جانتا تھا کہ اُس کے دل میں [م]یرے لیے ہمدردی کا ایک طوفان موجزن ہے۔ وہ تو مجھے [ر]یس میں دوڑنے والا ایک ایسا گھوڑا سمجھ رہی تھی جس کے مقدر [م]یں ہمیشہ ہارنا لکھا ہوتا ہے۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ میں تو دراصل [و]ہ گھوڑا ہوں جو پوری ریس میں سب سے پیچھے دوڑتا ہے اور [آ]خری مراحل میں اچانک سب کو پیچھے چھوڑتا ہوا خود اوّل آ جاتا ہے۔

"ٹوکن منگواؤ۔" میں نے للّی سے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں اب کھیل ختم کر دو۔" للّی نے کہا۔ اُس کی آواز میں خفیف سی لرزش تھی۔ "کلب بند ہونے کا وقت بھی قریب ہے۔"

"تو کیا یہ بازی درمیان میں ہی چھوڑ دوں؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔ پہلے ہی تم بہت ہار چکے ہو۔"

دونوں حریف بڑے غور سے ہماری گفتگو سن رہے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک تھی۔ "ان کے پاس اپنی آج کی شکست کو جیت میں بدلنے کا یہ آخری موقع ہے اور آپ انھیں اس موقعے سے محروم کر دینا چاہتی ہیں۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔ میں نے اُس کے لہجے میں پوشیدہ طنز کو بخوبی محسوس کر لیا مگر اپنے انداز سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"میرے لیے ہار جیت کی بہت زیادہ اہمیت نہیں ہے۔" میں نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ "کھیل کو اُس کے منطقی انجام تک پہنچانا زیادہ اہم ہے۔"

میرے جواب سے اُن دونوں کے چہرے کھل اُٹھے۔ وہ ایک ہی داؤ میں بہت بڑی رقم جیتنے کے خواب دیکھ رہے تھے جبکہ للّی کے چہرے پر مُردنی چھا گئی تھی۔ اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں کھیل ختم کیے بغیر نہیں اُٹھوں گا۔ وہ شکست خوردہ سے انداز میں اٹھی اور ایک ویٹر کے نزدیک جا کر اُس سے کچھ کہنے لگی۔ میں نے اس دوران ہال پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ ہال کی رونقیں دم توڑتی جا رہی تھیں اور اب وہاں بہت کم میزیں آباد رہ گئی تھیں۔

ویٹر سے بات کرنے کے بعد للّی میز کی طرف پلٹ آئی۔

"میں نے مزید ٹوکنوں کے لیے کہہ دیا ہے۔" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی اور داخلی دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد دروازے سے جو شخص ہال میں داخل ہوا وہ کلب کا منیجر تھا۔ منیجر سیدھا ہماری میز کی طرف آیا تھا۔

"یہاں تو بہت لمبا کھیل ہو رہا ہے۔" اُس نے میز کے وسط میں ٹوکنوں کی ڈھیری کی طرف دیکھ کر متحیرانہ انداز میں کہا۔

"میں نے ٹوکن منگوائے تھے۔" للّی جارحانہ لہجے میں بولی۔ وہ اچانک ہی ایک بدلی ہوئی لڑکی نظر آنے لگی تھی۔

منیجر گڑبڑا گیا۔ "مم... میں دراصل یہ بتلانے آیا تھا کہ پونے دو بجے کے بعد مزید ٹوکن نہیں دیے جاتے۔ اس لیے آپ کو جتنی مالیت کے ٹوکن درکار ہوں ابھی بتا دیں۔"

"آج جب تک اس ٹیبل پر کھیل ہو رہا ہے یہ اصول معطل رہے گا۔" للّی نے سرد لہجے میں کہا۔ "اگر ہمیں مزید ضرورت پڑی تو ہم تمھیں پھر زحمت دیں گے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مینجر کے چہرے پر زلزلے کے سے تاثرات نظر آئے۔

"مم... مسز آندرے..."

"میں کچھ سننا نہیں چاہتی" للّی غرّائی۔ "دفع ہو جاؤ۔"

مینجر کی بے بسی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اُس نے کچھ کہنے کے لیے مُنہ کھولا مگر اس کے مُنہ سے آواز نہیں نکلی۔ اس کے بعد اُس نے میرے دونوں حریفوں پر ایک قہر آلود نگاہ ڈالی اور مُڑ کر تیزی سے چلا گیا۔ اب میرے دونوں حریفوں کے چہروں پر بھی حیرت کے تاثرات اُبھر آئے تھے۔ للّی نے جس انداز میں مینجر سے گفتگو کی تھی اس نے انھیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

آپ لوگ کون ہیں؟" اُن میں سے ایک نے پوچھا۔

"کیا اس سوال کا ہمارے کھیل سے کوئی تعلق ہے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ میں نے اندازہ کر لیا تھا کہ مینجر اُنھیں آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی پیغام دے گیا تھا جس کے نتیجے میں اب وہ مزید کھیلنے سے گریز کریں گے۔

"نن... نہیں" وہ بوکھلا گیا "کھیل سے بھلا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ میں تو ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔"

"یہ بازی ختم ہو جائے تو پھر تعارف بھی ہو جائے گا۔ فی الحال توکھیل پر توجہ مرکوز رکھو۔"

مزید ٹوکن آ گئے اور میں نے چال چل دی۔ میں چال دُگنی کرنا نہیں بھولا تھا اس لیے کہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ اب وہ لوگ بھاگنے کے چکّر میں ہیں۔ میرا اندیشہ درست ثابت ہوا۔ میرے پہلے حریف نے دوسرے سے سائڈ شو لے لیا تھا۔ انھوں نے ایک دوسرے کو اپنے پتّے دکھائے اور میں نے اُن دونوں ہی کے چہروں پر بے پناہ حیرت کے تاثرات دیکھے۔ تین بادشاہ اور تین بیگموں نے اُنھیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہوگا۔ پھر اُس حریف نے پتّے پھینک دیے جس کے پاس تین بیگمیں تھیں۔ اب پھر میری باری تھی۔ میں نے اس بار پھر چال دُگنی کر دی۔ میرا حریف متذبذب نظر آنے لگا۔ اس کے پاس کھیل جاری رکھنے کا کوئی جواز بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اب اس کے پاس دو ہی صورتیں رہ گئی تھیں۔ یا تو ویسے ہی پتّے پھینک دے یا پھر چال سے دُگنی رقم کے ٹوکن ٹیبل کے وسط میں ڈال کر شو کرا لے۔ آخر اُس نے دوسری صورت پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا۔ تین بادشاہ پھینک دینے کا تو وہ تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اُس نے مطلوبہ رقم کے ٹوکن میز کے وسط میں ڈال دیے۔ "پتّے شو کر دو۔" اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اُسے اپنی شکست کا یقین ہو چکا ہے۔

میں نے بڑی بے پروائی سے پتّے اُلٹ دیے۔ تین اِکّے دیکھ کر اُن دونوں کی آنکھیں حلقوں سے اُبل پڑیں۔ چند لمحے وہ بے یقینی سے پتّوں کو دیکھتے رہے پھر اُنھوں نے مجھ پر ایک قہر آلود نظر ڈالی۔

"تم نے بے ایمانی کی ہے۔" مجھ سے شو کرانے والا غرّایا۔

میں ٹوکن سمیٹتے سمیٹتے رُک گیا۔ "ثابت کرو۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے پتّے لگائے تھے۔"

"بغیر ثبوت کے مُنہ سے کوئی بات نکالنے سے گریز کرو۔" میں نے ایک ویٹر کو اشارے سے بُلایا اور اُس سے کہا کہ وہ سارے ٹوکن کیش کرا لائے۔

"یہ بے ایمانی سے جیتی ہوئی رقم تم آسانی سے ہضم نہیں کر سکو گے۔" مجھ سے ہارنے والے حریف نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"تم حد سے گزر رہے ہو۔" میں نے تلخی سے کہا۔ "اگر ہار برداشت نہیں ہوتی تو کھیلتے کیوں ہو؟"

"تم بھی کن لوگوں کے مُنہ لگ رہے ہو۔" للّی نے میرا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ "آؤ چلیں۔"

میں نے اُن دونوں کی قہر آلود نگاہوں کو نظر انداز کیا اور للّی کے ساتھ ٹیبل سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ مجھے مینجر کے پاس لے جا رہی تھی۔

"تم نے تو کمال ہی کر دیا۔" کوریڈور میں اُس نے مجھ سے کہا۔ اُس کی آواز خوشی کی شدّت سے کپکپا رہی تھی۔ "جانتے ہو وہ دونوں شارپر ہیں۔"

"میں تو اس بات پر حیران ہوں کہ اتنے اعلیٰ کلب میں ایسے تھرڈ کلاس لوگوں کا کام کیا ہے۔ وہ تو شارپنگ بھی ڈھنگ سے نہیں کر سکتے۔"

ہم ایک دروازے پر رُک گئے۔ وہ مینجر کے کمرے کا دروازہ تھا۔ للّی نے دروازے پر دستک دی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ میں بھی اُس کے ساتھ تھا۔ مینجر انٹرکام کا ریسیور واپس رکھ رہا تھا۔ شاید اُس نے ابھی ابھی کسی سے بات کی تھی۔ للّی کو دیکھ کر وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"مسٹر آندرے آپ کے ساتھی سے ملاقات کے خواہش مند ہیں۔" مینجر نے للّی سے کہا۔

"کیوں؟" للّی کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

"مم... میں کیا بتا سکتا ہوں؟" مینجر ہکلایا۔ "میں نے تو ان کی خواہش آپ تک پہنچا دی ہے۔"

"لیکن فی الوقت ڈیڈی سے ملاقات ہمارے پروگرام میں شامل نہیں ہے۔"

"اگر یہ اُن کی خواہش ہے تو میں اُن سے مل لینے میں کوئی حرج بھی نہیں سمجھتا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

للّی نے میری طرف دیکھا پھر مینجر سے بولی۔ "پہلے مسٹر ڈینس کو ان کی جیتی ہوئی رقم ملنی چاہیے۔"

"ابھی یہیں منگوائے دیتا ہوں۔" مینجر نے انٹرکام کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"للّی نے جتنی رقم کے ٹوکن لیے تھے وہ رقم کاٹ لیجیے گا۔" میں نے کہا۔

مینجر نے سر کو اثباتی جنبش دی اور انٹرکام پر کسی کو ہدایات دینے لگا۔ میں اور للّی کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔

"ڈیڈی، ڈینس سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟" للّی نے مینجر سے پوچھا۔

"اگر مجھے معلوم ہوتا تو ضرور بتا دیتا۔"

"انھیں یہاں میری موجودگی کے بارے میں کس نے بتایا؟" للّی نے پوچھا۔

"شاید دربان نے بتایا ہوگا۔ انھوں نے خود ہی مجھ سے آپ کے بارے میں دریافت کیا تھا۔"

"کیا پوچھا تھا؟"

"آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ میں نے کہا آپ اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ کلب میں ہی تشریف رکھتی ہیں۔ انھوں نے کلب میں آپ کے مشاغل سے متعلق بھی پوچھا، میں نے وہ بھی بتا دیا۔"

"پھر انھوں نے کیا کہا؟" للّی نے بے تابی سے پوچھا۔

"آپ کے ساتھی کے بارے میں جاننا چاہ رہے تھے۔ ظاہر ہے میں ان سے واقف نہیں تھا لہٰذا میں نے لاعلمی ظاہر کر دی۔"

"تو انھوں نے ڈینس سے ملنے کی خواہش کب ظاہر کی؟"

"ابھی جس وقت آپ میرے کمرے میں داخل ہوئیں اُسی وقت میں نے اُن سے انٹرکام پر یہ ہدایت وصول کی تھی۔"

کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اور ایک باوردی بیرے نے اندر داخل ہو کر مؤدبانہ انداز میں ایک نقرئی طشتری مینجر کے سامنے رکھ دی۔ طشتری میں امریکی ڈالروں کے بڑے نوٹ رکھے تھے۔ مینجر نے طشتری میری جانب کھسکا دی۔ میں نے بڑی بے پروائی سے نوٹ اُٹھا کر کوٹ کی جیبوں میں ٹھونس لیے۔ میرے اندازے کے مطابق وہ بیس ہزار ڈالر سے زائد رقم تھی۔

"اب اگر آپ پسند کریں تو مسٹر آندرے سے ملاقات کر لیں۔ وہ آپ کے منتظر ہوں گے۔" مینجر نے پہلی بار مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا اُن سے بینڈ باجوں کی گونج میں ملاقات ہوگی؟" میرے مُنہ سے بے ساختہ نکلا۔

"کیا مطلب؟" مینجر کا مُنہ حیرت سے کُھل گیا۔ "میں سمجھا نہیں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"میرا مطلب ہے وہ ہیں کہاں، اور اُن سے ملاقات کے لیے مجھے کہاں جانا ہوگا؟"

"میرے ساتھ آئیے۔" مینجر اپنی کرسی سے اُٹھتے ہوئے بولا۔

میں اور للّی اُس کے ساتھ کمرے سے باہر نکلے۔ کئی طویل راہداریوں سے گزرنے کے بعد ہم جس دروازے کے سامنے رُکے وہ اپنی لمبائی چوڑائی کے اعتبار سے کسی ہال کا گیٹ معلوم ہو رہا تھا۔

"مِس للّی کے ساتھی، مسٹر ڈینس ملاقات کے لیے حاضر ہیں۔" مینجر نے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔" دروازے سے آواز آئی۔ میں نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا۔ دروازے کے اوپر اسپیکر نصب تھا اور یہ آواز اُسی اسپیکر سے اُبھری تھی۔ "صرف مسٹر ڈینس اندر آئیں گے۔"

میں نے للّی کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں سے اُلجھن مترشح تھی۔ شاید وہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ میرے ساتھ اندر جائے یا نہ جائے۔ "تم مینجر کے آفس میں میرا انتظار کرو۔" میں نے سرگوشی کی۔

اُس نے متذبذب انداز میں میری طرف دیکھا پھر آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا اور مینجر کے ساتھ واپسی کے لیے پلٹ پڑی۔ اُن کے واپس ہوتے ہی دروازہ کُھل گیا۔ "اندر آ جائیے مسٹر ڈینس۔" اسپیکر سے آواز آئی۔

میں اندر داخل ہو گیا۔ وہ ایک وسیع و عریض کمرا تھا۔ فرش پر نفیس قالین بچھا تھا اور چھت پر قیمتی فانوس روشن نظر آ رہے تھے۔ ایک جانب دیو ہیکل میز کے عقب میں کریم کلر کے سوٹ میں ملبوس ایک منحنی سا شخص نظر آیا۔ میں نے حیرت سے پلکیں جھپکا کر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اُس شخص سے بولا۔ "معاف کیجیے گا مجھے مسٹر آندرے سے ملنا ہے۔"

"میں ہی آندرے ہوں، اس کلب کا مالک۔" اُس نے کہا۔ "بیٹھو۔" اُس نے میز کے سامنے موجود کرسیوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ آندرے ایک ایسا شخص ثابت ہوا تھا جو شخصیت کے اعتبار سے صفر تھا۔ اُس کا قد بمشکل ساڑھے پانچ فٹ رہا ہوگا۔ اُس کی جسامت بھی ایسی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں تھی جو اُسے نمایاں کرنے کا سبب ہوتی۔ میں اس بات پر حیران ہو رہا تھا کہ یہ منحنی سا شخص کس قدر ذہانت کا مالک ہوگا کہ اس نے نہ صرف بے پناہ دولت کمائی بلکہ تل ابیب کے سب سے بڑے کلب کا مالک بھی ہے جہاں ملک کے ذی اثر لوگ تفریح کرنے آتے ہیں۔

"تم حیران ہو رہے ہوگے کہ میں نے تمھیں کیوں بلایا ہے؟" آندرے نے کہا۔

"للّی نے آپ سے اپنے اختلافات کا تذکرہ کیا تھا۔ ممکن ہے آپ میرے ذریعے وہ اختلافات دور کرنا چاہتے ہوں۔"

"ذہین بھی ہو۔" آندرے نے ستائشی انداز میں کہا۔ "میں ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہوں جو گومگو کے عالم میں رہنے کے بجائے اپنا ذہن استعمال کرنے کے عادی ہوں۔ تم نے اپنی محدود معلومات کی روشنی میں جو جواز تلاش کیا ہے وہ مضبوط تو ضرور ہے مگر میں نے تمھیں اس لیے نہیں بلایا۔ اصل وجہ کچھ اور ہے۔"

"آپ کے اس جواب نے تو مجھے واقعی حیران کر دیا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں، میں لوگوں کو حیران کر کے بہت خوش ہوتا ہوں۔ اسے میرا کمپلیکس کہہ لو۔"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ نے مجھے اپنے کمپلیکس پر گفتگو کرنے کے لیے ہرگز نہیں طلب کیا ہوگا۔"

آندرے کی آنکھوں میں شدید ناگواری نظر آئی۔ غالباً وہ ایسا لہجہ سننے کا عادی نہیں رہا ہوگا۔ لیکن ناگواری کا وہ تاثر لمحاتی تھا۔ اُس نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال لیا اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آنے لگی۔ "میں تمھارا بہت زیادہ وقت نہیں لوں گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم بے بی کو گھر بھیج دو پھر اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"

"اس سے کیا فرق پڑے گا!" میں نے حیرت سے کہا۔

"اُس کی کلب میں موجودگی کے احساس سے ہی میرا ذہن منتشر ہونے لگتا ہے۔ میں یکسوئی سے گفتگو نہیں کر سکوں گا۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔" میں نے کہا اور اُٹھ کر اُس کے کمرے سے نکل آیا۔ مینیجر کے کمرے تک پہنچنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ للّی وہاں موجود تھی۔

"کیا ہوا؟" اُس نے مجھے دیکھتے ہی بے تابی سے پوچھا۔

"وہ مجھ سے تفصیلی گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ تم گھر واپس چلی جاؤ۔ میں بعد میں تمھیں تفصیلات بتا دوں گا۔"

"نہیں، تم میری فکر مت کرو۔ خواہ کتنی ہی دیر کیوں نہ لگ جائے میں یہیں رہوں گی۔" للّی نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"ضد مت کرو للّی۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ تمھیں فون پر تفصیل بتا دوں گا۔"

"لیکن اتنی رات کو میں اکیلی کیسے جاؤں گی؟" اُس نے جرح کی۔

"باہر ٹیکسی موجود ہے۔ میں ڈرائیور سے کہہ دیتا ہوں، وہ تمھیں چھوڑ آئے گا۔"

وہ بادلِ ناخواستہ واپس جانے کے لیے تیار ہوئی۔ میں اُسے لیے ہوئے باہر ٹیکسی تک آیا۔ ٹیکسی ڈرائیور پچھلی نشست پر نیم دراز خراٹے لے رہا تھا۔ فضا میں ہلکی سی خنکی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو اُٹھایا اور اُسے ہدایت کی کہ للّی کو اُس کے فلیٹ پر چھوڑ کر واپس یہیں آجائے۔ احتیاطاً میں نے اُسے طے شدہ رقم بھی ادا کر دی تھی۔

"فون کرنا مت بھولنا۔" للّی نے رخصت ہوتے ہوئے کہا۔

"بے فکر رہو۔ میں فوراً تمھیں مطلع کر دوں گا۔"

چند منٹ بعد میں دوبارہ آندرے کے مقابل آرام دہ کرسی پر براجمان تھا۔ "للّی چلی گئی ہے۔ میرا خیال ہے اب آپ یکسوئی سے گفتگو کر سکیں گے؟"

"میں دراصل یہ جاننا چاہتا تھا کہ للّی سے تمھارے تعلّقات کب سے ہیں؟"

"للّی سے میرے تعلّقات تین چار ملاقاتوں کی حد تک محدود ہیں۔" میں نے کہا۔

"ناممکن!" اُس کی آنکھوں سے حیرت جھلک رہی تھی۔ "یہ نہیں ہو سکتا۔"

"میں آپ کی حیرت کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہوں مسٹر آندرے!"

"تین چار ملاقاتوں میں وہ کسی سے بھی اس قدر بے تکلّف نہیں ہو سکتی۔"

"میں تو ہرگز یہ نہیں سمجھتا کہ ہم میں کوئی زیادہ بے تکلّفی ہے۔"

"اس کے باوجود وہ تمھارے ساتھ یہاں چلی آئی۔" آندرے نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "نہ صرف چلی آئی بلکہ تمھیں یہاں جوا بھی کھلوایا۔"

"میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں تاہم میں آپ کو اپنے اور للّی کے تعلّقات کی تفصیل سے آگاہ کیے دیتا ہوں۔" میں نے مختصراً آندرے کو ساری روداد سنا دی۔

"تو وہ تمھارا احسان اُتارنے کی خاطر تمھیں میرے ذریعے کوئی ملازمت دلوانا چاہتی ہے؟" آندرے نے کہا۔

"جی ہاں! بالکل یہی بات ہے۔ اور جب میں نے اُسے مجبور کیا تو..."

"مسٹر ڈینس! میں بہت اصول پسند آدمی ہوں اور یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی میرے اصول توڑے۔ میری یہی اصول پسندی میرے اور للّی کے اختلافات کا باعث ہے۔ اب اُس نے تمھاری خاطر کلب کے کئی اصول پامال کیے ہیں۔"

"آپ یہ کیوں نہیں کہتے مسٹر آندرے کہ آپ کی صاحبزادی بھی آپ ہی کی طرح اصول پسند ہیں بلکہ اس معاملے میں وہ آپ سے کچھ آگے ہی ہیں ورنہ انھوں نے آسائشوں بھری زندگی ٹھکرانے پر آپ سے مصالحت کو ترجیح دی ہوتی۔"

"میں نے تمھیں بحث کرنے کے لیے نہیں بلایا۔" آندرے نے غصیلے انداز میں میز پر ہاتھ مارا۔ "اُسے سمجھاؤ کہ آئندہ کلب کا رُخ نہ کرے۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر آندرے۔ میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔ للّی اپنی مرضی کی مالک ہے۔ میں اُسے کسی چیز سے روک نہیں سکتا۔"

"اس کے عوض میں تمھیں ملازمت دینے کو تیار ہوں۔" آندرے نے سنی اَن سنی کرتے ہوئے کہا۔

میں اپنی کرسی پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ للّی اُس کی اکلوتی اولاد تھی، اس اعتبار سے آندرے کی پیشکش کوئی غیر متوقع بات نہیں تھی۔ اپنی اکلوتی بیٹی کے محسن کو ملازمت دے دینا اُس کے لیے بڑی بات نہیں تھی مگر نہ جانے کیوں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے بات صرف اتنی ہی نہیں ہے۔ میری چھٹی حِس کسی اَن جانے خطرے کی نشاندہی کر رہی تھی۔

"ملازمت کی نوعیت کیا ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"میرا کاروبار کئی ممالک میں پھیلا ہوا ہے۔ تین چوتھائی دُنیا میں میری فیکٹریوں کی مصنوعات فروخت ہوتی ہیں۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو! اس کلب پر مت جاؤ، اس کی تو حقیقت ہی کچھ نہیں ہے۔ یہ تو میرے شوق کی چیز ہے ورنہ میں ارب پتی ہوں۔"

مجھے معلوم تھا کہ وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہودی اسی طرح عالمی منڈیوں پر چھائے ہوئے ہیں۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ مسلمان ملکوں میں بھی اُن کی مصنوعات اُسی طرح مقبول ہیں جیسے دیگر ملکوں میں مقبول ہیں۔ اگر صرف مسلمان ہی ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیں تو ان کی بڑھتی ہوئی قوت کو خاصا دھچکا پہنچ سکتا ہے۔

"اگر آپ کا کاروبار پوری دُنیا پر محیط ہو تب بھی میں یہ جاننا چاہوں گا کہ مجھے کس نوعیت کی ملازمت ملے گی؟"

"جب مجھے کسی شخص کو ملازم رکھنا ہوتا ہے تو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ میں اُسے کس نوعیت کی ملازمت دوں گا!"

"اور جب مجھے کسی کے پاس ملازمت کرنا ہوتی ہے تو مجھے سب سے زیادہ غرض اسی بات سے ہوتی ہے کہ کام کی نوعیت کیا ہوگی؟" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ میرے ملازمین مجھ سے بحث و تمحیص کریں۔"

"اور میں ہر قیمت پر اپنی عزتِ نفس برقرار رکھنا پسند کرتا ہوں۔"

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں ایک اچھے ملازم کی کوئی بھی عادت نہیں ہے۔" آندرے نے رعونت سے کہا۔

"اور یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ آپ میں ایک بھی ایسی خوبی نہیں جو کسی اچھے مالک میں ہونا ضروری ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے میں آپ کے پاس ملازمت نہیں کر سکوں گا۔"

آندرے نے بڑے غور سے مجھے دیکھا۔ "آج تک میں سمجھتا تھا کہ للّی بہت سمجھدار لڑکی ہے لیکن اگر اُس نے واقعی تمھیں ملازمت دلوانے کی ٹھانی... تو میرے خیال میں اُس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی حماقت کی ہے۔"

"میں بھی یہی کچھ سوچ رہا ہوں۔" میں نے نہایت اطمینان سے کہا۔ "میں اس غلط فہمی میں تھا کہ آپ بھی للّی کی طرح سمجھدار ہوں گے مگر آپ سے مل کر پتا چلا کہ معاملہ قطعی برعکس ہے۔"

"تم انتہائی اجڈ، بدتمیز اور ناہنجار شخص ہو۔ تمھیں گفتگو تک کرنے کی تمیز نہیں ہے۔" آندرے کا چہرہ غصّے کے مارے سُرخ ہو گیا۔

"للّی کے ڈیڈی ہونے کے حوالے سے آپ بہرحال میرے لیے محترم ہیں، ورنہ میں آپ کو جوابی کلمات سے ضرور نوازتا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔

"تم حد سے زیادہ مغرور آدمی ہو۔ تم جیسے دو ٹکے کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں میرے ملازم ہیں۔ تمھاری اوقات ہی کیا ہے کہ تم مجھ پر طرح طرح کے الزامات عائد کر رہے ہو!"

"ابھی تک میں نے آپ پر ایک بھی الزام عائد نہیں کیا۔ جو کچھ بھی میں نے کہا ہے اُس کا ایک ایک لفظ حقیقت پر مبنی ہے۔"

"تم بکواس کرتے ہو۔" وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ "کیا تم نے یہ نہیں کہا کہ مجھ میں ایسی کوئی خوبی نہیں جو کسی اچھے مالک میں ہونا ضروری ہوتی ہے۔"

"بالکل کہا ہے اور مجھے اس کا یقین بھی ہے۔"

"میں تمھیں اس کی دلیل بھی دے سکتا ہوں کہ تمھاری بات غلط ہے اور اس کا ثبوت بھی پیش کر سکتا ہوں۔" اُس نے دانت پیس کر کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔ نہ تو میں تمھاری دلیل سُن سکوں گا اور نہ ہی کوئی ثبوت دیکھ سکوں گا۔ اوّل تو میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ اگر وقت ہوتا تو بھی تب بھی تمھارے پاس مزید نہ رُکتا۔ اس لیے کہ جب مجھے ایک ملازمت کرنی ہی نہیں ہے تو میں بلاوجہ اپنا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وقت فضولیات میں کیوں ضائع کروں۔"

"اب تم یہ جتانا چاہ رہے ہو کہ تم مجھ سے بھی زیادہ مصروف آدمی ہو۔"

"میں تو صرف یہ بتانا چاہ رہا ہوں کہ اب میں یہاں سے جا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اس کمرے میں نہ تو کوئی شخص اپنی مرضی سے داخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی اپنی مرضی سے باہر نکل سکتا ہے۔ یہاں صرف میری حکمرانی ہے۔"

میرے کان کھڑے ہو گئے۔ اُس کا انداز بتا رہا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے سو فیصد حقیقت ہے مگر میں کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ "کیا تم مجھے چیلنج کر رہے ہو؟"

"چیلنج کرنا تو بہت دُور کی بات ہے، میں تو چھوٹے آدمی کو مُنہ لگانا بھی پسند نہیں کرتا۔ اگر مجھے للی کا خیال نہ ہوتا تو تمہیں دھکے دلوا کر سڑک پر پھنکوا دیتا۔"

"میرا اندازہ بھی یہی تھا۔" میں نے دھیرے سے کہا۔

"کیا کہا تم نے؟" آندرے بھڑک اٹھا۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ کہنا ہے جلدی سے کہہ ڈالو اور پھر مجھے اجازت دو۔ مجھے بہت سے کام ہیں۔"

"مسٹر ڈینس، میں بہت باخبر آدمی ہوں۔ تم یہ بتاؤ کہ تم نے کھیل کے دوران شارپنگ کیوں کی تھی؟"

اب مجھے اندازہ ہوا کہ اُس کی مجھ میں دلچسپی کی کیا وجہ تھی۔ لیکن بظاہر میں نے غصّے سے کہا۔ "یہی الزام مجھ پر میرے حریف کھلاڑی نے بھی عائد کیا تھا۔"

"یہ الزام نہیں ہے مسٹر ڈینس، یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔"

"کہے جاؤ، میری صحت پر کیا اثر پڑے گا۔"

"تم نے خود تین اکّے رکھے تھے اور اُن دونوں کو تین بادشاہ اور تین بیگمیں دی تھیں، مقصد یہ تھا کہ اُن سے زیادہ سے زیادہ رقم بٹور سکو۔"

"میں نے وہ پتّے اُنھیں خاص طور پر گڈّی میں سے نکال کر نہیں دیے تھے بلکہ اتفاق ایسا ہوا کہ پتّے اسی ترتیب سے بٹے۔"

"میں ایسے کسی اتفاق پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔" اس نے اپنا سر بڑی شدّومد سے نفی میں ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر مجھے جادوگر تسلیم کر لو۔" میں مسکرایا۔ "اس لیے کہ اتنی اعلیٰ شارپنگ کا مظاہرہ کرنا ناممکنات میں سے ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا کہ ایسی شارپنگ ناممکن ہے مگر تم نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ ممکن ہے۔"

"مجھے وہ طریقہ معلوم نہیں ہے جس کے ذریعے یہ تمہیں یقین دلا سکوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"ہٹ دھرمی چھوڑ دو۔ تمہارے ہاتھوں میں واقعی جادو ہے۔ میرے پاس ملازمت کر لو۔ بہت جلد تم مالا مال ہو جاؤ گے۔"

"اگر میرے ہاتھوں میں ایسا ہی جادو ہوتا تو ملازمت کی تلاش میں مارا مارا نہ پھرتا۔ میں خود ہی مالا مال ہو گیا ہوتا۔"

"اچھا اور بُرا وقت ہر ایک پر آ جاتا ہے۔ تنہا ایسے کام کرنے میں بڑے خطرات ہوتے ہیں۔ میرے ساتھ رہ کر کام کرو گے تو بہت فائدے میں رہو گے۔ تنخواہ کے علاوہ میں تمہیں پچاس فیصد کمیشن بھی دوں گا۔ بولو، منظور ہے؟"

"میرے خدا! میں کس مصیبت میں پھنس گیا۔" میں نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔ اب میں واقعی یہ سوچ رہا تھا کہ کس مشکل میں پڑ گیا ہوں۔ میرے سامنے ایک اہم مشن تھا جس کی تکمیل کے لیے جلد از جلد میرا اشسی گورائے پہنچنا بہت ضروری تھا۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ ایئرپورٹ پر للی ہاورڈ میرا انتظار کرے گی اور یہاں یہ مردود میری جان کو آ گیا تھا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اس قسم کا کلب چلانے والے لوگ پیشہ ور غنڈوں کی خدمات ضرور حاصل کرتے ہیں جو دراصل اُن کے ملازم ہوتے ہیں اور آندرے تو بہت بڑا آدمی تھا۔ اُس کے پاس بے پناہ دولت تھی۔ یقیناً اُس نے کلب کی حفاظت کے لیے بہت خاص قسم کے انتظامات کر رکھے ہوں گے جنھیں دیکھنا سرسری نگاہ میں ناممکن ہو گا۔ اُس نے جو دعویٰ کیا تھا اُس کے پیچھے بھی ایسی ہی کوئی مضبوطی کارفرما تھی۔ میں کوئی ہنگامہ برپا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کلب سے مجھے پوری طرح واقفیت نہیں تھی۔ میرا اندازہ تھا کہ وہاں سیکڑوں کی تعداد میں ملازم رہے ہوں گے۔ اگر بفرضِ محال میں وہاں سے لڑ جھگڑ کر نکل جاتا تب بھی یہ امکان نہیں تھا کہ اس وقت تل ابیب سے بحفاظت باہر نکل سکوں گا۔ یہ بات یقینی تھی کہ اُن لوگوں کی مرضی کے خلاف یہاں سے باہر نکلتے ہی وہ پولیس کو فون کر کے مطلع کر دیں گے اور سڑکوں پر چیکنگ شروع ہو جائے گی۔ بصورت اس صورتِ حال سے بچ نکلنے کی کوئی تدبیر میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"تم کسی مصیبت میں نہیں پھنسے۔" آندرے نے نرم لہجے میں کہا۔ "بس یہ اعتراف کر لو کہ تم نے شارپنگ کی تھی اور میری آفر قبول کر لو۔"

مجھے اُس فرانسیسی یہودی پر بڑی شدّت سے غصّہ آ رہا تھا۔ میرا جی چاہ رہا تھا کہ اُس کا ٹینٹوا دبا دوں لیکن میں نے خود پر قابو رکھا۔ تل ابیب سے باہر نکلنے کے اس آخری مرحلے پر میں حالات بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔ "اگر مجھے شارپنگ آتی ہوتی تو مجھے تمہاری پیشکش قبول کرنے میں کیا عار ہو سکتا تھا؟"

اُس نے ایک طویل سانس لی۔ "تو تم یوں نہیں مانو گے۔" اُس نے کہا۔ "اب میں تم کو بتاتا ہوں کہ میں کتنا باخبر آدمی ہوں۔" اُس نے اپنے سامنے میز پر رکھے ہوئے انٹرکام کا بٹن دبایا۔ "فلم تیار ہو گئی ہے؟" اُس نے ریسیور میں کہا پھر دوسری طرف سے جواب سُننے کے بعد بولا۔ "ٹھیک ہے، فلم چلاؤ۔" وہ ریسیور واپس رکھ کر مسکرایا۔ "اب تمہیں میرے بارے میں اندازہ ہو گا۔"

میں پلکیں جھپکائے بغیر اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس کے ہونٹوں سے چپکی ہوئی مسکراہٹ بڑی پُراسرار تھی۔ دفعتاً کمرے کی ساری روشنیاں بجھ گئیں۔ آندرے کی عقبی دیوار میں ایک چھوٹا سا خلا نمودار ہوا تھا جس سے رنگ برنگی روشنیوں کی لہریں خارج ہو رہی تھیں۔

"اپنی عقبی دیوار کی طرف دیکھو۔" اندھیرے میں آندرے کی آواز اُبھری۔

میں نے اپنی کرسی کا رُخ تبدیل کر لیا۔ رنگ برنگی روشنیوں کی لہریں عقبی دیوار پر موجود ایک بڑے سے اسکرین پر پڑ رہی تھیں۔ اسکرین پر نظر آنے والے منظر نے میرے جسم میں سنسنی کی لہریں دوڑا دیں۔ اسکرین پر ٹیبل نمبر تو کا منظر دکھائی دے رہا تھا جہاں میرے اور للی کے علاوہ وہ افراد بھی نظر آ رہے تھے جن کے ساتھ میں کھیلا تھا۔ میں سکتے کے عالم میں اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔ اب کہیں جا کر آندرے کی صلاحیتیں مجھ پر واضح ہونا شروع ہوئی تھیں۔ وہ میرے اندازوں سے کہیں بڑھ کر شاطر آدمی تھا۔ فلم سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کی تیاری میں کئی کیمرے استعمال ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ فلم کی باقاعدہ ایڈیٹنگ بھی کی گئی تھی۔ اسکرین پر مختلف مناظر تیزی سے گزر رہے تھے پھر چند ہی منٹ بعد وہ مرحلہ آ گیا جب میں نے آخری بازی کے لیے پتّے بانٹے تھے۔ اس مرحلے پر فلم اچانک سلو موشن ہو گئی تھی۔ پورے اسکرین پر صرف میرا ہاتھ اور میز کی سطح تھی جس پر پتّے بکھرے ہوئے تھے۔ ٹیبل پر جو کچھ میں نے کیا تھا اتنی پھرتی اور صفائی سے کیا تھا کہ عام آدمی کی نگاہ اُسے دیکھ نہیں سکتی تھی لیکن یہاں تو مناظر سلو موشن میں چل رہے تھے۔ پتّوں کو یکجا کرتے وقت میں نے کچھ پتّے اِدھر اُدھر کیے تھے۔ کھیل کے دوران اس چیز کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی مگر اس وقت یہ چیز بہت اہم ہو گئی تھی۔ اسکرین پر یہ دیکھنا ذرا مشکل نہیں تھا کہ میں نے کچھ پتّے گڈّی میں ایک مخصوص جگہ پر رکھے تھے پھر پتّے پھینٹنے کے دوران وہ پتّے گڈّی میں سب سے اوپر آ گئے تھے۔ اس کے بعد میں نے گڈّی میز پر رکھی۔ گڈّی درمیان سے کاٹی گئی تھی۔ میں نے دوبارہ سارے پتّے یکجا کیے۔ اس عمل کے دوران میں نے کٹے ہوئے پتّے جنھیں گڈّی میں اوپر آنا چاہیے تھا دوبارہ نیچے رکھ دیے تھے — یہ کام میں نے اتنی صفائی سے کیا تھا کہ انسانی نگاہ تو اسے دیکھ ہی نہیں سکتی تھی مگر اس کمبخت سلو موشن نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر کے رکھ دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فلم ختم ہوئی اور روشنیاں دوبارہ جل گئیں۔ میں نے اپنا رخ آندرے کی طرف موڑ لیا۔

"اب کیا کہتے ہو؟" آندرے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "فلم بڑی محنت سے بنائی گئی ہے۔ خاص طور پر ایڈیٹنگ تو لاجواب ہے۔"

"تو تم لاجواب ہو گئے۔ تم تسلیم کرتے ہو کہ تم نے پتّے لگائے تھے؟"

"میرے تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ سب کچھ تو ثابت ہو چکا ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"تو تم ملازمت قبول کرنے پر آمادہ ہو؟"

"پہلے یہ بتاؤ کہ اور کتنے شارپر تمہارے ملازم ہیں؟"

"تمہیں اس سے کیا مطلب؟ تم تو اپنے کام سے کام رکھو۔"

"مطلب کیوں نہیں ہے۔ تم نے میرے خلاف باقاعدہ فلم بندی کی حالانکہ میرے حریف فرشتے نہیں تھے۔ وہ دونوں تو پیشہ ور شارپر ہیں۔"

"اگر انھیں شارپر تسلیم کر لیا جائے تو بھی کیا فرق پڑتا ہے۔ تم اُن سے ہارے تو نہیں؟"

"کیا تم وہ رقم واپس لینا چاہتے ہو جو میں نے جیتی ہے؟"

"اُصولاً تو اس رقم پر تمہارا حق نہیں ہے۔"

"اس لیے کہ میں نے بے ایمانی کے ذریعے وہ رقم جیتی ہے اور دوسری طرف تم اسی بے ایمانی کے لیے مجھے معقول تنخواہ کے علاوہ پچاس فیصد کمیشن کی پیشکش بھی کر رہے ہو!"

"کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تم انکار کر رہے ہو؟"

"فرض کرو میں انکار کر دیتا ہوں تو تم کیا کرو گے؟ زیادہ سے زیادہ تم یہی کرو گے ناکہ مجھ سے وہ رقم واپس لے لو گے جو میں نے یہاں جیتی ہے؟"

"نہیں، میں تمہیں اپنے پاس ملازمت کرنے کے لیے مجبور کر دوں گا۔"

"آج تک تو کوئی مجھے میری مرضی کے خلاف کسی کام کے لیے مجبور نہیں کر سکا۔ اب یہ تجربہ بھی سہی۔" میں نے کہا۔

آندرے کے ہونٹوں پر تحقیر آمیز مسکراہٹ نظر آئی۔ "بعد میں مت کہنا کہ میں نے تمہیں موقع نہیں دیا تھا۔" اُس نے کہا اور ہاتھ سے کمرے کے داہنی جانب والی دیوار کی طرف اشارہ کیا۔ میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے اُس دیوار کی جانب دیکھا۔ دیوار درمیان سے شق ہوگئی تھی اور اُس کے دونوں حصّے یوں علیحٰدہ ہوگئے تھے جیسے سلائیڈنگ ڈور ایک طرف سے دوسری طرف کھسک جاتا ہے۔ دیوار درمیان سے شق ہوکر اُس کے دونوں حصّے سرک کر غائب ہوگئے تھے۔ دیوار کے دوسری جانب بیضوی شکل کا ایک ہال تھا جو تیز روشنی سے منوّر ہو رہا تھا۔ ہال کے وسط میں ایک دیو قامت سیاہ فام کھڑا میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس سیاہ فام کا قد ساڑھے چھ فٹ سے کم تو ہرگز نہیں تھا۔ اس کا اوپری دھڑ برہنہ تھا اور اس کے بازوؤں کی مچھلیاں پھڑک رہی تھیں۔ ہال کے اوپری حصّے میں گیلری بنی تھی۔ وہاں بھی چند افراد بیٹھے نظر آرہے تھے۔ میں نے آندرے کی طرف دیکھا۔ وہ بڑے غور سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"اب بھی وقت ہے۔" آندرے نے کہا۔ "تم اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی کر سکتے ہو۔"

"میں نظرِ ثانی کرنے کے لیے فیصلے نہیں کیا کرتا۔" میں نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

"تو پھر جاؤ اور ثابت کرو۔" آندرے نے ہال کی طرف اشارہ کیا۔

"اور اگر میں خود سے جانے سے انکار کر دوں تو؟"

"اس کمرے میں موجود ایک خودکار میکینزم تمھیں ہال میں اُچھال پھینکے گا۔ اس صورت میں تمھاری ہڈیوں کی ضمانت بھی نہیں دی جا سکے گی۔"

"پھر تو مجبوری ہے۔" میں نے کاندھے اُچکا کر کہا اور ہال کی طرف چل دیا۔ "ایک بات کا خیال رہے۔" میں نے دفعتاً پلٹ کر آندرے سے کہا۔ "میں تمھارے آدمی کی کسی ٹوٹ پھوٹ کا ذمّے دار نہیں ہوں گا۔"

"میں جانتا ہوں لیکن اس کے باوجود تمھارے لیے ہر قسم کی اوور ہالنگ کا انتظام موجود ہے۔"

"وقت بتائے گا کہ اوور ہالنگ کی ضرورت کسے پڑے گی۔ مجھے یا تمھارے اس کرائے کے ٹٹو کو۔" میں نے کہا اور موسیو آندرے کے تاثرات دیکھے بغیر پلٹ کر ہال میں داخل ہوگیا۔ ہال کا فرش چوبی تھا۔ یہ فرش دیکھ کر مجھے ڈانسنگ فلور یاد آئے جو عام طور پر چوبی ہوا کرتے ہیں۔ ڈانسنگ فلور کی طرح شاید وہاں بھی بورک ایسڈ چھڑکا گیا تھا مگر اب اس کا برائے نام اثر رہ گیا تھا۔

میں سیاہ فام سے چند قدم کے فاصلے پر رُک گیا۔ وہ بے پناہ طاقتور آدمی معلوم ہو رہا تھا اور اُس کے جسم میں بجلیاں سی کوندتی معلوم ہو رہی تھیں۔ مجھے یقین ہوگیا کہ اگر میں ایک بار اُس کی گرفت میں آگیا تو پھر فرشتۂ اجل ہی اُس کی گرفت سے میری رہائی کا پروانہ لے کر آئے تو آئے ورنہ اُس کی ظاہری طاقت کو مدِنظر رکھتے ہوئے اُس کی گرفت سے نکلنا تو ناممکن ہی معلوم ہوتا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اُس سے دور ہی دور رہ کر مقابلہ کروں گا۔ اُس کے بارے میں میرا ایک اور اندازہ یہ تھا کہ اُس میں طاقت تو بے حد ہے مگر اُس میں پھرتی کی کمی ہے۔

مجھے خود سے چند قدم کے فاصلے پر رُکتے دیکھ کر اُس نے اپنا دایاں ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ وہ روایتی انداز میں مقابلہ شروع کرنے سے قبل مجھ سے ہاتھ ملانا چاہتا تھا مگر میں کوئی حماقت کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ میں مزید دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اُس نے میرے یوں پیچھے ہٹنے کو میری خوفزدگی پر محمول کیا اور اُس کے ہونٹ مسکرانے کے سے انداز میں پھیل گئے۔

"آگے بڑھ کر مردوں کی طرح مقابلہ کرو۔" ہال میں آندرے کی آواز گونجی۔ وہاں بھی دیواروں پر اسپیکر نصب تھے۔

"مجھے تو یہ دیو، آدمی کے بجائے کوئی مشین معلوم ہو رہا ہے۔" میں نے سیاہ فام دیو پر نگاہیں جمائے جمائے بلند آواز میں کہا۔

"یہ ہڈیوں کا چورا بنانے والی مشین ہے۔ ذرا خیال رکھنا، اس کے مُنہ میں زبان نہیں ہے، یہ گونگا ہے۔"

"بے زبان جانوروں کو میں ہمیشہ ترس کھا کر چھوڑ دیا کرتا ہوں۔ میرے مقابلے میں تو کوئی زبان دراز لاؤ۔"

"ذرا ہی دیر میں ساری زبان درازیاں دھری رہ جائیں گی مسٹر ڈینس۔ جتنا چہک سکو چہک لو۔"

"یہ بے زبان جانور آگے کیوں نہیں بڑھتا۔ اس سے کہو کہ مجھ پر حملہ کرے۔"

"تم اگر اس سے ہاتھ ملا لیتے تو اسے معلوم ہو جاتا کہ مقابلے کا آغاز ہو چکا ہے۔ اب وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ تم اس مقابلے سے بھاگنا چاہ رہے ہو اور یہ صرف مردوں سے مقابلہ کرنا پسند کرتا ہے۔ پیٹھ دکھانے والوں پر ہاتھ اُٹھانے سے گریز کرتا ہے۔ یہ تمھارے لیے آخری موقع ہے۔ اب بھی مان جاؤ۔"

اُس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میں دفعتاً دو قدم آگے بڑھا اور ہوا میں اُچھل کر سیاہ فام کے سینے پر فلائنگ کِک ماردی۔ میری بھرپور فلائنگ کِک کا اُس پر صرف اتنا اثر ہوا کہ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میں نے کسی ستون کے فلائنگ کِک رسید کردی ہو۔ میں داہنے ہاتھ کے بل فرش پر آیا اور بجلی کی سی سرعت سے دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوگیا۔ میں اُس کی جسمانی مضبوطی پر ششدر رہ گیا تھا۔ میری ناکامی دیکھ کر اُس کے ہونٹوں پر ایک بار پھر مسکراہٹ اُبھر آئی۔

"شاباش ڈینس!" اسپیکر سے آندرے کی آواز اُبھری۔ "تم نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

واقعی بہادری کا ثبوت دیا ہے۔ بس اب یہ سیاہ فام تمھاری چٹنی بنا کر رکھ دے گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب میں جواب دینے کی پوزیشن میں تھا بھی نہیں۔ سیاہ فام دیو قامت میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور...... آنکھیں وحشیانہ انداز میں چمک رہی تھیں۔ میری تمام تر توجہ سیاہ فام پر مرکوز تھی۔ ابھی تک میں اُس سے مقابلہ کرنے کا کوئی واضح لائحۂ عمل مرتب نہیں کر پایا تھا لیکن یہ بات تو میں نے طے کر رکھی تھی کہ اُس سے دور ہی دور رہ کر مقابلہ کرنا ہوگا۔ میں اُس کے سامنے ایک بونا معلوم ہو رہا تھا اور ہمارے درمیان طاقت کے تناسب کی کیفیت بھی یہی تھی۔

وہ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ میں بھی اُسی رفتار سے پیچھے ہٹ رہا تھا اور ہمارے درمیان فاصلہ برقرار تھا۔ پھر پیچھے ہٹتے ہٹتے میں دیوار سے جالگا۔ مزید پیچھے ہٹنے کی تو گنجائش نہیں رہ گئی تھی تاہم میں دائیں یا بائیں جانب ہٹ سکتا تھا مگر میں نے اس کے برعکس فیصلہ کیا اور اپنی جگہ رُک کر خوفزدہ انداز میں اُسے اپنی طرف بڑھتے دیکھتا رہا۔ مجھ سے دو قدم کے فاصلے پر رُک کر اُس نے گھونسا بنایا اور اپنا ہاتھ سر سے بلند کر لیا۔ پھر اُس کے گھونسے کا سفر میرے مُنہ کی سمت شروع ہوا۔ وہ بلاشبہ مُنہ کا بھوسا کر دینے والا گھونسا تھا لیکن اس کے لیے اُس کے گھونسے اور میرے مُنہ کی ملاقات ضروری تھی۔ اپنے چہرے کا مستقبل مجھے بے حد عزیز تھا لہٰذا عین اُس لمحے جب اُس کا مُکّا میرے چہرے سے ٹکرانے والا تھا، میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کا گھونسا پوری طاقت سے پختہ دیوار سے ٹکرایا۔ ہڈیاں چٹخنے کی آواز میں نے صاف سُنی تھی۔ ساتھ ہی سیاہ فام کے حلق سے کربناک چیخ برآمد ہوئی۔ اس موقعے پر اُسے کوئی موقع دینا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا چنانچہ میں نے اُس سے دور ہٹتے ہٹتے اپنے بوٹ کی بھرپور ٹھوکر اُس کے پہلو پر رسید کردی۔ ٹھوکر عین گردے کے مقام پر پڑی تھی۔ اُس کے مُنہ سے ایک اور دردناک چیخ نکلی۔ میں اُس سے دور ہٹتا چلا گیا۔

وہ غضب ناک انداز میں میری طرف مُڑا۔ اُس کا دایاں ہاتھ پہلو میں جھول رہا تھا اور بائیں ہاتھ سے اُس نے اپنا بایاں پہلو دبا رکھا تھا۔ اُس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ کافور ہو چکی تھی اور اب اس کی آنکھوں سے چنگاریاں سی نکلتی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں اُس پر پہلی کاری ضرب لگانے میں کامیاب ہوگیا تھا مگر مجھے معلوم تھا کہ اب بعد وہ پہلے سے زیادہ خطرناک ہوگیا ہے۔ اس پر مزید کئی ضربات لگانا بہت ضروری تھا۔

اُس نے سر جھٹکا اور اس بار نسبتاً تیزی سے میری طرف جھپٹا۔ اب بایاں ہاتھ اُس نے اپنے گُردے پر سے ہٹا لیا تھا۔ میں اپنی جگہ رُکا اور پھر بجلی کی سی تیزی سے اُس کی طرف بڑھتے ہوئے میں پوری قوّت سے فضا میں اُچھلا۔ اس بار میری فلائنگ کِک کا ہدف اُس کا چہرہ تھا۔ میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ وہ پھرتیلا آدمی نہیں تھا ورنہ ممکن تھا کہ مجھے جُھکائی دے جاتا۔ میری فلائنگ کِک نے اُس کے چہرے کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ اُلٹ کر فرش پر گرا تھا۔ اس کے مُنہ اور ناک سے خون جاری تھا جو چوبی فرش میں جذب ہو رہا تھا۔

میں نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ تین بجنے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے۔ گویا کِکی ہارورڈ ایئر پورٹ پہنچنے والی ہوگی۔ ممکن ہے پہنچ چکی ہو۔ وہ وہاں کتنی بے چینی سے میرا انتظار کرے گی، یہ میں اچھی طرح جانتا تھا۔ میں خود بھی کم مضطرب نہیں تھا مگر سوال یہ تھا کہ صرف مضطرب ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ اگر مضطرب ہونے سے مسائل حل ہو جایا کرتے تو دُنیا میں کوئی مسئلہ لاینحل نہ رہ جاتا لیکن دوسری طرف یہ مسئلہ تھا کہ میں کرتا تو کیا کرتا۔

"میں کرائے کے آدمیوں پر ہاتھ اُٹھانا اپنی توہین سمجھتا ہوں موسیو آندرے۔" میں نے بہ آوازِ بلند کہا۔ "تم نے دیکھ ہی لیا ہوگا کہ میں نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ اب یا تو اسے یہاں سے ہٹوا لو ورنہ یہ میرے پیروں سے ضائع ہو جائے گا۔"

"میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مسٹر ڈینس۔" آندرے کی بھرّائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "تمھارے بارے میں مجھ سے اندازے کی غلطی ہوئی تھی۔ اب میں تمھیں دیکھوں گا۔"

"یہ سراسر زیادتی ہے۔" میں نے احتجاجی انداز میں کہا۔ "میں شکست کھا جاتا تو مجھے تمھاری بات تسلیم کرنا پڑتی لیکن تمھارا آدمی شکست کھا گیا ہے تو تم مجھے یہاں سے جانے کیوں نہیں دیتے؟"

"تمھیں یہاں سے پوری دھوم دھام کے ساتھ رخصت کیا جائے گا۔" آندرے کی طنزیہ آواز آئی۔ "ہمارے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ تم اس وقت میرے رحم وکرم پر ہو۔ اگر تم نے خود کو میری نظروں میں ناقابلِ شکست ثابت کر دیا تب تو تم یہاں سے نکل سکو گے، ورنہ نہیں۔"

میں اُس وقت کو کوسنے لگا جب میں نے اس منحوس کلب میں قدم رکھا تھا۔ اگر میں نے رقم کی فراہمی کا کوئی متبادل بندوبست کر لیا ہوتا تو اس مصیبت میں نہ پھنستا۔ میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ کلب کے ملازمین میں مسلح محافظ بھی ہوں گے اور میں نہتا آدمی گولیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

"ماسٹر!" دفعتاً ہال کے اسپیکر سے آندرے کی آواز گونجی۔ "مسٹر ڈینس کے لیے کسی مدِمقابل کا نام تجویز کرو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

گیلری میں بیٹھے ہوئے افراد میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا۔ اُس کے جسم پر زرد رنگ کا لبادہ تھا۔ اوسط قد و قامت کے اس شخص کے نقوش اُسے مشرقِ بعید کے کسی ملک کا باشندہ ظاہر کر رہے تھے۔ فاصلہ زیادہ ہونے کے باعث میں اس کی عمر کے بارے میں اندازہ لگانے سے قاصر تھا۔

"پہلی فائٹ یک طرفہ ہوتی ہے آندرے۔" اُس شخص نے جسے ماسٹر کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا باوقار انداز میں جواب دیا۔ "اس لیے یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ یہ شخص کس قدر صلاحیتوں کا حامل ہے، تاہم اس کے انداز و اطوار کے پیشِ نظر میں یہ پیشین گوئی کر سکتا ہوں کہ یہ ناقابلِ شکست ثابت ہوگا۔ اس کے لڑنے کے انداز میں اگرچہ بہت زیادہ پختگی نظر نہیں آتی مگر اس میں وہ وقار موجود ہے جو صرف ماسٹروں کا خاصہ ہوا کرتا ہے۔"

"میں نے تمہیں اس کی مدح سرائی کرنے کو نہیں کہا تھا ماسٹر۔" آندرے کی غصیلی آواز آئی۔ "تم سے اس کا مدِمقابل تجویز کرنے کو کہا گیا تھا۔"

"اپنے لہجے پر توجہ دو آندرے۔" ماسٹر نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "میں تمہارا ملازم نہیں ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے لیکن میں اس شخص کو ہر قیمت پر تسخیر کرنا چاہتا ہوں۔"

"میرے مشاہدے کے مطابق یہ شخص طاقت سے تسخیر نہیں کیا جا سکتا۔"

"میں نے اسے ہر قیمت پر تسخیر کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔"

"بعد میں نہ کہنا کہ یوآن نے متنبہ نہیں کیا تھا۔" ماسٹر نے کہا اور بیٹھ گیا۔

سیاہ فام کے حلق سے غرّاہٹیں خارج ہو رہی تھیں اور وہ اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پورے ہال میں اُس کے کراہنے کی آوازوں کے سوا کوئی اور آواز نہ تھی۔

چند لمحوں کے بعد دوبارہ آندرے کی آواز سنائی دی۔ "اگر تم ڈینس کے لیے مدِمقابل کا نام تجویز کرنے سے گریز کر رہے ہو تو پھر یہ کام میں خود کر دوں گا۔ ڈیوڈ! تم ڈینس کا مقابلہ کرو گے۔"

گیلری میں ایک اور شخص کھڑا ہوا۔ اُس کے جسم پر سُرخ رنگ کا لبادہ تھا۔ اُس نے سر کو مؤدبانہ انداز میں خم کیا اور پلٹ کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ذرا ہی دیر بعد ہال کا ایک دروازہ کھلا اور اس کھلے ہوئے دروازے میں سے سُرخ لبادے میں ملبوس ڈیوڈ نامی وہ شخص اندر داخل ہوا۔ وہ امریکا کا باشندہ معلوم ہو رہا تھا۔ ہال میں داخل ہوتے ہی اُس نے کراٹے فائٹروں کے مخصوص انداز میں حلق سے لایعنی آوازیں نکالیں اور فضا میں آڑے ترچھے ہاتھ پیر چلا کر گویا مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کی۔

میں نے بظاہر اس کی آمد کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا مگر درحقیقت میں نے خود کو ایک سخت مقابلے کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنا شروع کر دیا تھا۔ دُشمن کو کمزور یا حقیر سمجھنا میری روایت کے خلاف تھا۔ میں نے ڈیوڈ کی حرکات و سکنات پر گہری نگاہ رکھی تھی۔ کراٹے کے فن پر اُسے بہت زیادہ عبور تھا لیکن میں اس بات سے بہت اچھی طرح واقف تھا کہ مقابلے صرف طاقت اور مہارت سے ہی نہیں جیتے جاتے بلکہ سب سے زیادہ اہم چیز حاضر دماغی ہوتی ہے۔ بعض اوقات بڑے طاقت ور اور ماہر لوگ لمحاتی چوک سے شکست کھا جاتے ہیں۔

سیاہ فام اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ آندرے نے اُسے ہال سے باہر جانے کی ہدایت کی۔ سیاہ فام شخص بڑی تابعداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہال سے باہر نکل گیا۔

ڈیوڈ میری جانب بڑھ رہا تھا۔ میں اُس سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار ہو چکا تھا۔ میرے قریب پہنچ کر اُس نے مجھ پر حملہ کرنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کی۔ اُس نے پہلے دائیں اور پھر بائیں کِک میری طرف اُچھالی۔ میں نے اُس کے دونوں وار خالی دیے۔ اپنے دونوں وار خالی جانے پر وہ رُک گیا۔ اُس کے دونوں ہاتھ آگے کی جانب پھیلے ہوئے تھے اور نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ اُس نے پہلے دونوں وار دراصل میری پھرتی کو پرکھنے کے لیے کیے تھے اور اب غالباً مجھ پر دوسرا حملہ کرنے کے لیے کوئی مناسب زاویہ تلاش کر رہا تھا۔

دفعتاً اُس نے نیم دائرے میں میرے گرد گھومنا شروع کر دیا۔ اُس کے ساتھ ساتھ میں بھی اپنی پوزیشن تبدیل کرتا جا رہا تھا۔ پھر اُس نے مجھ پر دوسرا حملہ بھی کر دیا۔ اُس کا دایاں ہاتھ میری طرف بڑھا۔ اُس کی کھڑی ہتھیلی کا نشانہ میری ہنسلی کی ہڈی تھی۔ اُس کا ہاتھ اوپر سے نیچے کی جانب گر رہا تھا۔ اس وار سے بچنے کے لیے مجھے ہر قیمت پر پیچھے ہٹنا تھا۔ دائیں یا بائیں ہٹ کر وار خالی دینے کی کوشش مجھے خاصی مہنگی پڑ سکتی تھی۔ ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ دائیں یا بائیں جُھکائی دینے کی صورت میں، مَیں اُس کی ہتھیلی کے وار سے تو بچ جاؤں گا مگر اس کے ساتھ ہی وہ مجھ پر دوسرا حملہ کرے گا جو وہ اُس جانب والی ٹانگ سے کرے گا جس جانب مَیں ہٹوں گا اور اس دوسرے حملے سے بچنا میرے لیے ناممکن ہو جائے گا۔

میں نے پھرتی سے ایک قدم پیچھے ہٹ کر اُس کا مُہلک وار خالی دیا۔ اُس کی آنکھوں میں لمحاتی حیرت کا تاثر نظر آیا پھر اُس نے مجھ پر تابڑ توڑ حملے کرنا شروع کر دیے۔ میں انتہائی پھرتی کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مظاہرہ کرتے ہوئے اُس کے ہر وار سے بچ رہا تھا۔ وہ مجھے چھونے تک میں کامیاب نہیں ہو پا رہا تھا۔ ہال میں اُس کے مُنہ سے نکلنے والی لایعنی آوازیں اور قدموں کی دھمک گونج رہی تھی۔ میں نے اُس پر جوابی حملے سے گریز کیا تھا۔ میں اُس پر کوئی اوچھا وار کرنے سے بچنا چاہتا تھا۔ مجھے اُس پر وار کرنے کے کئی مواقع ملے تھے مگر میں نے وہ مواقع جان بوجھ کر ضائع کر دیے تھے۔

ڈیوڈ مجھ پر جھپٹ جھپٹ کے حملے کر رہا تھا۔ غالباً یہ اُس کی زندگی میں پہلا موقع تھا کہ نہ تو اُس کے حریف نے اُس پر حملہ کیا تھا اور نہ وہ خود تابڑ توڑ حملوں کے باوجود حریف کو کوئی نقصان پہنچا پایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ رفتہ رفتہ اُس کے انداز میں جھلاہٹ پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ اُس نے کراٹے کے بنیادی اصول نظر انداز کرنا شروع کر دیے تھے اور اب اُس پر بس یہی دُھن سوار تھی کہ جیسے بھی ہو مجھے کوئی ایک ہی ضرب لگا دے۔

بالآخر وہ موقع آگیا جس کی مجھے تلاش تھی۔ اُس نے دائیں ہاتھ کی کھلی ہتھیلی اور انگلیوں سے میرے چہرے پر کاری ضرب لگانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اُس کا ہدف میری آنکھیں تھیں۔ اُس کے انداز سے میں نے محسوس کر لیا کہ یہ اُس کی آخری کوشش ہے اور اس کے بعد ممکن ہے، وہ کراٹے کو ایک طرف رکھ کر مجھ سے براہِ راست لپٹ پڑنے کی کوشش کرے۔

اُس کے دائیں ہاتھ کی اکڑی ہوئی انگلیاں میرے چہرے کی سمت بڑھ رہی تھیں مگر اُس نے اپنے دفاع کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اُس وقت اُس کا پورا جسم میرے لیے ایک آسان ہدف تھا۔ میں جہاں چاہتا وار کرتا۔ وہ اپنے بچاؤ کی پوزیشن میں بھی نہیں تھا۔ مجھے بس یہ کرنا تھا کہ اُس کے وار سے خود کو بچاتے ہوئے فوری طور پر اُس پر جوابی حملہ کر بیٹھوں۔

ابھی اُس کا ہاتھ میرے چہرے سے چند فٹ کے فاصلے پر تھا کہ میں نے دو قدم پیچھے ہٹ کر جسم کو متوازن کیا اور اُس پر فیصلہ کُن ضرب لگانے کے لیے خود کو تیار کر لیا۔ یہ ضرب مجھے اپنی دائیں ٹانگ سے لگانا تھی۔ میں نے دائیں پیر کو حرکت دی۔ میری ٹانگ سامنے کی جانب بالکل سیدھ میں اُس کے جسم کی جانب بلند ہو رہی تھی۔ ڈیوڈ کے ہاتھ کو تو اپنا ہدف نہ مل سکا مگر میری ٹانگ نے اپنا ہدف تلاش کر لیا تھا۔ بھرپور قوت والی کِک ڈیوڈ کی ٹھوڑی کے نیچے پڑی تھی۔ ٹھوڑی سے تقریباً ڈھائی انچ نیچے لگنے والی یہ کِک انتہائی مہلک ثابت ہوئی۔ میرے بوٹ کی ٹو نے اُس کی سانس کی نالی پھاڑ دی تھی۔ ضرب مکمل ہوتے ہی میں نے خود کو دائیں جانب چوبی فرش پر گرایا اور پھسلتا ہوا اس سے دور ہو گیا۔ ورنہ اُس کے حلق سے نکلنے والی خون کی پھواریں مجھے تر بہ تر کر دیتیں۔

ڈیوڈ کی آنکھوں میں ناقابلِ یقین حیرت کے تاثرات تھے۔ اُس کے حلق سے خرخراہٹ کے ساتھ دھاروں کی صورت میں خون بھی اُبل رہا تھا۔ اُس نے اپنا حلق پھٹا ہوا ہونے کے باوجود گردن گھما کر بڑی بے یقینی سے مجھے فرش پر پھسل کر دور جاتے دیکھا۔ اُس سے مقابلے کے دوران جو کچھ ہوا وہ اُس کے لیے حد درجہ ناقابلِ یقین تھا۔ پھر ڈیوڈ کے چہرے پر کرب کے تاثرات نمودار ہوئے اور اس کے ساتھ ہی اُس کے دونوں ہاتھ حلق پر پہنچ گئے۔ یہ زندہ رہنے کی ایک ناکام سی کوشش تھی۔ سانس کی ٹوٹی ہوئی نالی کا رابطہ اب جوڑا نہیں جا سکتا تھا۔ خون بہنے کی رفتار بہت تیز تھی اور یہ سلسلہ رُکنے والا نہیں تھا۔ ڈیوڈ اپنے پیروں پر کھڑا تھا مگر چند ہی لمحوں میں اُس کی ساری توانائیاں زائل ہو گئیں۔ سب سے پہلے اُس کے گھٹنے خم ہوئے اور آہستہ آہستہ زمین پر ٹک گئے اور اسی حالت پر چند سیکنڈ رُکنے کے بعد اُس کے ہاتھ حلق پر سے ہٹ کر بے جان سے انداز میں پہلوؤں میں جھول گئے اور پھر اُس کا جسم فرش پر ڈھلک گیا۔

میں ایک طویل سانس لے کر اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے کپڑے جھاڑنے لگا۔ ڈیوڈ کی روح اُس کے جسم کا ساتھ چھوڑ چکی تھی اور اُس کا جسم مُڑا تُڑا پڑا تھا۔

"تم نے اپنی ضد کا انجام دیکھ لیا آندرے!" گیلری سے ماسٹر یوآن کی آواز سنائی دی۔ "میں نے تمھیں منع کیا تھا مگر تم نہیں مانے!"

ماسٹر یوآن کی آواز ہال میں گونج کر رہ گئی۔ میں دم سادھے آندرے کے جواب کا انتظار کر رہا تھا مگر کوئی آواز نہ سنائی دی۔ ساڑھے تین بج رہے تھے اور میں ائیرپورٹ پہنچنے کی طرف سے مایوس ہو چکا تھا تاہم میں نے اُمید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ ماسٹر یوآن میری طرف داری کر رہا تھا اور وہ میرے لیے ڈوبتے کو تنکے کے سہارے کے مانند تھا۔

"بولتے کیوں نہیں آندرے، تمھیں سانپ کیوں سونگھ گیا ہے؟" ماسٹر یوآن نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اسپیکر سے آندرے کے کھنکھارنے کی آواز آئی۔ "یہ مقابلہ حرفِ آخر تو نہیں تھا ماسٹر!" آندرے کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"کیا مطلب؟"

"ہمارے پاس آدمیوں کی کمی تو نہیں ہے۔ ہم اس کے مقابلے میں کسی اور کو بھی تو لا سکتے ہیں!"

"اب کس سے مقابلہ کراؤ گے؟" یوآن نے خشک لہجے میں کہا۔ "ڈیوڈ پر میں نے سب سے زیادہ محنت کی تھی۔ میرے شاگردوں میں وہ سب سے اچھا لڑاکا تھا!"

"تم خود بھی تو ہو ماسٹر۔۔۔"

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو آندرے؟" یوآن جھٹکے دار آواز میں بولا۔ "اگر تم اس کے مقابلے پر آ جاؤ تو اس میں حرج ہی کیا ہے؟"

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ اسے چھوڑ دو مگر تم نے میری بات نہیں سُنی۔ میں تو کسی بھی مقابلے کے خلاف تھا!"

"میں تمھارے گریز کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہوں ماسٹر۔ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تم اس سے خوفزدہ ہو؟"

"نہیں آندرے!" ماسٹر یوآن نے سرد لہجے میں کہا۔ "ماسٹر نہ تو کسی سے خوفزدہ ہوتے ہیں اور نہ ہی بلا سبب کسی کے مقابلے پر آتے ہیں۔ تم نے دیکھا نہیں، اس شخص ڈینس میں یہ دونوں خوبیاں موجود ہیں!"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ڈینس بھی کوئی ماسٹر ہے؟"

"میں نے صرف یہ کہا ہے کہ اس میں ماسٹروں والی خوبیاں موجود ہیں!"

"لیکن میں اسے ہر قیمت پر تسخیر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ میری آن کا مسئلہ بن گیا ہے!"

"جو جی چاہے کرو لیکن اب میرا کوئی شاگرد اس کے مقابلے پر نہیں آئے گا۔ یہ میرا فیصلہ ہے!"

میں سکتے کے عالم میں تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ حالات کا یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ مجھے ان لوگوں سے مقابلہ کرنے میں کوئی تردد نہیں تھا۔ میں اُن سب سے بہ یک وقت لڑنے کو بھی تیار تھا مگر اس وقت میرے لیے سب سے زیادہ اہمیت وقت کی تھی۔ اگر میرے پاس مہلت ہوتی تو میں خود آندرے سے فرمائش کرتا کہ وہ یکے بعد دیگرے اپنے آدمیوں کو میرے مقابلے میں لاتا رہے۔ میں تمام سے بے تکان لڑ سکتا تھا۔ جو شخص سر سے کفن باندھ کر نکلا ہو اُسے کس چیز کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ میں بھی ایک ایسا دیوانہ پروانہ تھا جس نے اپنی آنکھوں میں بہت سے خواب سجا لیے تھے، جو آزادیٔ فلسطین کی شمع پر اپنی جان نچھاور کر دینا چاہتا تھا۔ میرے بازوؤں میں اتنی جان تھی کہ دس بیس یہودی مل کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ میں جب بھی اپنے ہاتھوں سے کسی یہودی کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرتا تھا میرے اعتماد میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا تھا۔

لیکن اس وقت میں بے یقینی کی صلیب پر لٹکا ہوا تھا۔ اس صلیب پر لٹکنے کے باوجود میں نے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نہایت صبر و سکون سے انتظار کر رہا تھا۔ امید کی وہ ننھی سی کرن بھی دم توڑ جاتی تو میں سب کچھ بھول کے اُن سب سے بھڑ جاتا مگر ابھی وقت تھا۔ صرف تین بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ ٹی گوراٹ جانے والی پرواز کو پانچ بجے روانہ ہونا تھا۔ لکی باورڈیشنگ نمبر اٹھارہ پر انتظار کر رہی ہو گی مگر اب بھی وقت تھا۔ اگر یہاں سے جان چھوٹ جاتی تو میں کوشش کر کے ائیرپورٹ پہنچ سکتا تھا۔

اسپیکر سے آنے والی آندرے کی آواز مجھے خیالوں کی دُنیا سے باہر لے آئی۔ "ٹھیک ہے ماسٹر، میں تمھاری بات مانے لیتا ہوں!"

"عقلمندی کا تقاضا بھی یہی ہے آندرے!" یوآن نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "تمھارا ایک بہترین آدمی ناکارہ ہو گیا، ایک ضائع ہو گیا!"

"تم میرے پاس آؤ ڈینس!" آندرے کی آواز آئی۔

میں نپے تُلے قدموں سے چلتا ہوا دوبارہ آندرے کے آفس میں داخل ہو گیا۔ وہ بہت بُجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی بولا۔ "تم جا سکتے ہو ڈینس!"

"شکریہ موسیو آندرے!" میں نے کہا۔ "آپ کی مہمان نوازی مجھے عرصے تک یاد رہے گی!"

"مجھ پر طنز مت کرو ڈینس، تمھارے انکار کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی، ورنہ مجھے تم سے کوئی عناد نہیں تھا نہ ہے!"

"بغیر کسی عناد کے یہ سلوک تھا۔ خدانخواستہ کوئی عناد ہوتا تو پتا نہیں میرا کیا حشر ہوتا؟"

"تم زندہ واپس نہیں جا سکتے تھے۔ میرے آفس میں موجود کسی بھی شخص کی زندگی فقط میری انگلی کی ایک جنبش کی محتاج ہوتی ہے!"

"ممکن ہے!" میں نے بے پروائی سے شانے جھٹکے اور دروازے کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو!" عقب سے آندرے کی غصیلی آواز آئی۔

"اب کیا ہے؟" میں اُس کی طرف پلٹ پڑا۔

"تمھارے لہجے میں بے یقینی تھی۔ شاید تمھیں میری بات کا یقین نہیں آیا!"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، بس خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

"میں تمھیں دکھاتا ہوں!" اُس نے کہا۔ "تم جس جگہ کھڑے ہو وہاں سے ایک قدم بائیں جانب ہٹ جاؤ!"

میں نے کچھ کہے بغیر اُس کے کہنے پر عمل کر ڈالا۔

"یہ دیکھو!" اُس نے کہا اور اُس کے ایک ہاتھ نے میز کے نیچے حرکت کی۔ شاید اُس نے وہاں پر نصب کوئی بٹن دبایا تھا۔ میں نے میز کی سامنے والی سطح میں ایک سوراخ نمودار ہوتے دیکھا۔ اُس سوراخ سے ہلکی سی آواز کے ساتھ ایک فائر ہوا اور پھر فوراً ہی میز کی سطح برابر ہو گئی۔ گولی عین اُس جگہ سے گزر کر عقبی دیوار میں پیوست ہو گئی تھی جہاں چند لمحے قبل میں خود کھڑا ہوا تھا۔ اگر میں وہیں موجود ہوتا تو وہ گولی میرے جسم میں دل کے مقام پر پیوست ہوئی ہوتی۔ مجھے جُھرجُھری سی آ گئی۔

"تم نے دیکھا!" اُس نے کہا۔ "اگلا فائر اُس مقام پر بھی ہو سکتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے جہاں تم اس وقت موجود ہو۔"

"تمھارا فلسفہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"اس میں فلسفہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ تو کاروباری باتیں ہیں۔ میں نے تمھیں ایک پیش کش کی تھی۔ تم نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا جس پر میں نے جھنجلا کر تمھیں زیر کرنے کے لیے یہ سب کچھ کیا۔ مجھے تم سے اب بھی کوئی دُشمنی نہیں ہے۔ جب بھی تمھیں میری پیش کش قابلِ قبول معلوم ہو مجھ تک کسی بھی طرح اپنا پیغام بھجوا دینا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ یہ کلب میرے لیے بے حد اہمیت کا حامل تھا۔ یہاں اسرائیل کے اعلیٰ سرکاری حکام باقاعدہ آتے تھے۔ میں اس کلب کو اپنی شکارگاہ کے طور پر بھی استعمال کر سکتا تھا۔ یہ درست تھا کہ فی الحال میں اسرائیل سے باہر جا رہا تھا لیکن کچھ عجب نہیں تھا کہ مستقبلِ قریب میں مجھے یہاں دوبارہ آنے کا موقع مل جائے۔ اُس وقت مجھے اس کلب کی ضرورت محسوس ہو گی لہٰذا عقلمندی کا تقاضا یہ تھا کہ میں موسیو آندرے سے بنا کر رکھتا۔ نرمی سے انکار کرنے میں میرا ہی فائدہ تھا۔

"مجھے افسوس ہے موسیو آندرے۔" میں نے فیصلے پر پہنچ کر کہا۔ "لیکن سرِدست تو بعض مجبوریوں کی بنا پر میں تمھاری ملازمت قبول نہیں کر سکوں گا تاہم مستقبل میں جب بھی کبھی مجھے موقع ملا یا ضرورت محسوس ہوئی تو میں تم سے ضرور رابطہ قائم کروں گا۔"

آندرے کھل اُٹھا۔ "میں اُس وقت کا انتظار کروں گا۔"

میں آندرے سے رخصت ہو کر کلب سے باہر نکل آیا۔ مجھے کسی نے نہیں روکا۔ غالباً آندرے نے اپنے کمرے میں بیٹھے بیٹھے متعلقہ افراد کو ہدایت کر دی ہو گی کہ مجھے کچھ نہ کہا جائے۔ آندرے نے جدید ترین سہولتوں سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے کلب کو بے حد ترقی یافتہ ساز و سامان سے لیس کر رکھا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ کلب کا کوئی بھی گوشہ خفیہ طور پر نصب ٹیلی وژن کیمروں کی آنکھ سے محفوظ نہیں تھا۔ آندرے اپنے کمرے میں بیٹھے بیٹھے صرف بٹن دبا کر کلب کے مطلوبہ حصّے میں ہونے والی نقل و حرکت بھی دیکھ سکتا تھا اور آوازیں بھی سُن سکتا تھا۔

چونکہ کلب کا وقت ختم ہو چکا تھا اس لیے ٹیکسی کلب کے کمپاؤنڈ سے باہر سڑک پر پارک تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ مستعد ہو گیا۔ "اب کہاں چلنا ہے صاحب؟" اُس نے آنکھیں ملتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"ایئر پورٹ چلو۔" میں نے اُس سے کہا اور گھڑی پر نگاہ ڈالی جو ساڑھے تین بجنے کا اعلان کر رہی تھی۔ ایئرپورٹ شہر سے باہر اور اس کلب سے بیس میل کے فاصلے پر تھا مگر رات کے اس پہر جب سڑکیں سنسان پڑی ہوں، وہاں تک پہنچنے میں بیس منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگ سکتا تھا۔ گویا میں لیٹ تو ہو گیا تھا مگر اتنا لیٹ نہیں ہوا تھا کہ جہاز نہ پکڑ سکتا۔ میں نے اپنی مضطربانہ کیفیت کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کرتے ہوئے آنکھیں بند کیں اور ٹیکسی کی نشست گاہ کی پُشت پر سر ٹکا لیا۔

لیکن آنکھیں بند کر لینے سے خیالات کب پیچھا چھوڑتے ہیں۔ آنکھیں بند کرتے ہی میرے پردۂ ذہن پر یکے بعد دیگرے مختلف لوگوں کی تصویریں اُبھرنا شروع ہو گئیں۔ ٹیکسی تل ابیب کی سڑکوں پر فراٹے بھر رہی تھی... اور ادھر میرے ذہن کی اسکرین پر اس سے بھی کہیں زیادہ تیز رفتاری سے ایک فلم سی چل رہی تھی۔ اس فلم میں سرِفہرست لکی ہاورڈ تھی جو اس وقت ایئرپورٹ پر نہایت بے تابی سے میرا انتظار کر رہی ہو گی۔ میرے وقت پر نہ پہنچنے کے باعث اُس کے ذہن میں پتا نہیں کیسے کیسے اندیشے سر ابھار رہے ہوں گے۔ اُسے میرے منصوبے میں بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ تہذیب مالکم ایکس جس کے بغیر زندگی مجھے بے رنگ معلوم ہوتی تھی، میرے بدترین دُشمن اولیو ہاورڈ کے قبضے میں تھی۔ تہذیب کو اولیو ہاورڈ کے چُنگل سے چھڑانے کے لیے میں نے اُس کی بیٹی لکی ہاورڈ پر جال پھینکا تھا اور اب بس مجھے اولیو ہاورڈ تک پہنچنے کی دیر تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ اُس پر یہ خبر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے کہ اُس کی بیٹی میرے پاس یرغمال ہے اور یہ کہ وہ اپنی بیٹی کے عوض تہذیب کو چھوڑنے کے لیے تیار ہوتا ہے یا نہیں۔ اُس کے تیار نہ ہونے کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے۔

ذہن کی اسکرین پہ چلنے والی اس فلم کا دوسرا کردار للّی آندرے تھی۔ میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ کلب سے نکلتے ہی فون کر کے اُسے مطلع کروں گا کہ اُس کے ڈیڈی سے میری کیا بات چیت ہوئی ہے۔ یقیناً اس وقت للّی بھی میرے فون کے انتظار میں جاگ رہی ہو گی۔ للّی جو اتفاقاً مجھ سے ٹکرائی تھی اور شروع میں میں نے اُسے نظرانداز بھی کیا مگر بعد میں ثابت یہ ہوا کہ اُسے نظرانداز کرنا میری زبردست غلطی تھی۔ وہ تو بے حد کام کی لڑکی تھی۔ اُسی کے ذریعے تل ابیب کے اہم ترین کلب تک میری رسائی ہو سکی تھی۔ کہنے کو وہ یہودی تھی مگر اپنے اعلیٰ خیالات کے باعث وہ مجھ جیسے اسرائیل اور یہودی لابی کے دُشمن کے دل میں بھی گھر کر گئی تھی۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس افراتفری میں مجھے اُسے فون کرنے کا موقع مل بھی سکے گا یا نہیں۔ میں نے نہ تو اُسے اور نہ ہی لکی ہاورڈ کو نہ صرف اپنا پتا نہیں بتایا تھا بلکہ میں نے انھیں اپنا فون نمبر تک نہیں دیا تھا۔ اگر مجھے فون کرنے کا موقع نہ ملا تو للّی آندرے کو شاید کبھی یہ پتا نہیں چل پائے گا کہ میرے اور اُس کے ڈیڈی کے درمیان کیا بات چیت ہوئی۔ خدا جانے وہ کب تک میرے فون کا انتظار کرتی رہے گی اور فون نہ کر سکنے پر میرے بارے میں کیا کیا سوچے گی۔ میرا دل اُس کے لیے ہمدردی کے جذبات سے لبریز ہو گیا۔ ایسی بے غرض لڑکی کو نظرانداز کر دینا میرے بس سے باہر تھا۔ میں نے تہیہ کر لیا کہ اگر تل ابیب سے موقع نہ مل سکا تو مراکشی گورا نے سے ٹرنک کال کر کے اُسے مطلع کروں گا۔

اس فلم کا تیسرا اہم کردار ڈینس پال گولڈے تھا جس کے کلب میں رہ کر میں نے اولیو ہاورڈ کے خلاف تل ابیب میں کام کیا تھا۔ وہ ڈینس پال گولڈے جو اس وقت گوٹے ہل کے سربراہ ایل ٹیرس کی قید میں منتظر ہو گا کہ میں کب وہاں واپس پہنچوں گا اور کب اسے قید سے رہائی ملے گی۔

دفعتاً ٹیکسی کی رفتار سُست ہو گئی۔ شاید ایئرپورٹ آ گیا تھا۔ میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ میں اپنی نگاہوں کے سامنے ایئرپورٹ بلڈنگ کی توقع کر رہا تھا مگر وہاں تو چاروں طرف گھری تاریکی مسلط تھی۔

"مجھے جلدی پہنچنا ہے۔ تم نے گاڑی کی رفتار سُست کر دی؟" میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"آگے والی گاڑی کی رفتار سُست ہو گئی ہے جناب!" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"تو اسے اوورٹیک کر لو۔"

"وہ راستہ دینے کے لیے تیار ہی نہیں ہے جناب۔" ڈرائیور نے گھبرائی ہوئی آواز میں بتایا۔

میرے کان کھڑے ہو گئے۔ میں نے سامنے سڑک پر نگاہ ڈالی۔ وہاں ٹیکسی کی ہیڈلائٹس میں سُرخ رنگ کی ایک کار نظر آ رہی تھی۔ میں نے پلٹ کر پچھلے شیشے سے باہر دیکھا۔ عقب میں خاصے فاصلے پر نزدیک آتی ہوئی کسی گاڑی کی ہیڈلائٹس چمک رہی تھیں۔ ٹیکسی کی رفتار بتدریج سُست سے سُست تر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ میں نے سامنے دیکھا۔ اگلی کار مسلسل ٹیکسی پر دباؤ ڈال رہی تھی جس کے باعث ٹیکسی کو بھی سُست روی پر مجبور ہونا پڑ گیا تھا۔ مجھے یاد آیا کہ یہی سرخ کار کلب کے باہر ٹیکسی کے نزدیک ہی موجود تھی مگر اس وقت میں نے اس کار کی وہاں موجودگی کو اہمیت نہیں دی تھی۔ اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ مجھے گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس بات کا قوی امکان تھا کہ عقبی کار میں اگلی کار والوں کے ساتھی ہوں گے۔

میں ٹیکسی کی سیٹ پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بجنا شروع ہو گئی تھیں۔ تل ابیب میں تو میں ڈینس پال گولڈے تھا۔ اگر علی یار خان کی حیثیت میں ہوتا تو یہ اندازہ لگانے میں دشواری ہوتی کہ مجھے گھیرنے کی کوشش کرنے والے کون لوگ ہیں۔ علی یار خان کے ان گنت دُشمن تھے لیکن سوال یہ تھا کہ... ڈینس پال گولڈے کا کون دُشمن نکل آیا؟ اس سوال کا ایک ہی امکانی جواب میری سمجھ میں آ رہا تھا۔ وہ یقیناً وہ لوگ تھے جنھیں میں نے جُوئے کی میز پر ہرایا تھا۔ وہ بدمعاش صفت لوگ تھے اور شاید اب اپنے دیگر ساتھیوں سمیت مجھے گھیر کر مجھ سے وہ رقم حاصل کرنا چاہتے تھے جو میں نے اُن سے جیتی تھی۔ وہ لوگ یقیناً اس بات سے بے خبر تھے کہ اُن کے مالک سے میری ملاقات ہو چکی ہے ورنہ وہ کبھی میرے مُنہ آنے کی جرأت نہ کرتے۔

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ یہ صورتِ حال میرے لیے بڑی غیر متوقع تھی اور مجھے اس سے بچ کر نکلنے کی کوئی تدبیر سوچنا تھی۔ ایئرپورٹ ابھی میلوں دور تھا اور ہم آبادی سے بھی بہت باہر نکل آئے تھے۔ سڑک کے دونوں جانب گنجان درخت اور بے ترتیب جھاڑ جھنکاڑ تھے۔ میں غیر مسلح تھا اور وہ لوگ مسلح ہوں گے۔ ایک غیر مسلح شخص مسلح لوگوں کا مقابلہ کس طرح کر سکتا تھا۔ میں کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔

عقبی کار بڑی تیزی سے ٹیکسی کے قریب آتی جا رہی تھی۔ دوسری طرف اگلی کار کی رفتار بھی بہت کم ہو گئی تھی اور پھر اگلی کار رُک گئی۔ اس کے ساتھ ہی ٹیکسی بھی رُک گئی تھی۔ اگلی کار سے دو افراد اترے۔ اُن کے ہاتھوں میں ریوالور موجود تھے۔ ٹیکسی عقبی کار کی ہیڈلائٹس کی روشنی میں نہائی ہوئی تھی۔ میں دم سادھے اُن لوگوں کے اگلے اقدام کا منتظر تھا۔ دونوں ریوالور بدست افراد ٹیکسی کے نزدیک آئے اور انھوں نے مجھے ٹیکسی سے اترنے کا حکم دیا۔ میں نے بے چون و چرا تعمیل کی۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" اُن میں سے ایک نے ڈپٹ کر کہا۔

"میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"بکواس مت کرو اور جو کچھ کہا جائے اُس پر خاموشی سے عمل کرو۔"

میں نے ہاتھ اُٹھا دیے۔ پچھلی کار سے تین افراد اُترے تھے اور وہ تینوں بھی مسلح تھے جبکہ اگلی کار میں ابھی مزید دو افراد اور بھی تھے۔ دونوں کاروں کے ڈرائیور الگ تھے۔ گویا میں بُری طرح پھنس گیا تھا۔

"رقم کہاں ہے؟" پچھلی کار سے اتر کر آنے والوں میں سے ایک نے پوچھا۔ میں نے انھیں پہچان لیا۔ اُن میں سے دو تو وہی تھے جو مجھ سے ہارے تھے اور تیسرے کو بھی میں نے ہال میں ایک نزدیکی میز پر کھیلتے دیکھا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم کون سی رقم کی بات کر رہے ہو؟" میں نے معصومیت سے پوچھا۔ اُن دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر مجھے خوں خوار انداز میں دیکھنے لگے۔ "وہی جو تم نے ہم سے جیتی ہے۔"

"وہ رقم تو میری ہے، تم مجھ سے وہ رقم کیوں مانگ رہے ہو؟" میں اُلجھن آمیز لہجے میں بولا۔

"تم نے بے ایمانی سے وہ رقم جیتی ہے۔ ہم سے بے ایمانی کرکے کوئی پنپ نہیں سکتا۔ سیدھی طرح رقم نکال دو۔"

"اگر میرے پاس رقم موجود ہوتی تو ضرور تمہارے حوالے کر دیتا۔ لیکن یقین کرو رقم میرے پاس نہیں ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے! تم تو کلب سے نکل کر آ رہے ہو نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو۔ رقم تمہارے ہی پاس ہے۔"

میری جانب پانچ ریوالور اُٹھے ہوئے تھے لیکن میرے ذہن میں خوف کا شائبہ تک نہیں تھا۔ "نہیں یقین کرتے تو مت کرو۔" میں نے بے پروائی سے شانے جھٹکے۔

"اگر رقم تمہارے پاس نہیں ہے تو پھر کہاں گئی؟" تیسرے شخص نے مجھے گھورا۔

"میرے ساتھ جو لڑکی تھی اُسے دے دی۔" میں نے کہا۔

"اُس کے بارے میں تو معلوم ہوا ہے کہ وہ باس کی بیٹی ہے۔"

"اور میرے بارے میں تمہیں کچھ معلوم نہیں ہوا۔ تم لوگ مجھے نہیں جانتے؟"

"تمہارے بارے میں بھی معلوم ہے۔ تمہارا کلب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آج تم پہلی بار کلب میں نظر آئے ہو۔"

"تم لوگوں کی معلومات بہت پرانی اور فرسودہ ہیں۔ تازہ ترین بات یہ ہے کہ موسیو آندرے نے کلب کے لیے میری خدمات حاصل کر لی ہیں۔ اب میں کلب کا باقاعدہ ملازم ہوں۔" میں نے نہایت اطمینان سے کہا۔

ایک لمحے کے لیے یوں محسوس ہوا جیسے اُن سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ میرا جھوٹ اُن کے اعصاب پر بم کے دھماکے کی طرح اثر انداز ہوا تھا۔ مگر یہ صورتِ حال زیادہ دیر برقرار نہیں رہ سکی۔ اُن میں سے ایک نے چیخ کر کہا: "اس کی باتوں میں مت آنا۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ایک اور نے اُس کی تائید کی۔ "اس کی تلاشی لو۔ ابھی اس کا پول کھل جائے گا۔ اگر رقم اس کے پاس سے برآمد ہوئی تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ابھی ابھی اس نے کہا تھا کہ رقم اس کے پاس نہیں ہے۔"

"میرے خیال میں تو اسے ٹھکانے ہی لگا دو۔ تلاشی بعد میں ہوتی رہے گی۔" ان میں سے ایک اور نے تجویز پیش کی۔

"نہیں، پہلے اس کی تلاشی لینا ضروری ہے تاکہ سچ اور جھوٹ کا اندازہ ہو سکے۔ ممکن ہے یہ سچ ہی بول رہا ہو۔" چوتھا شخص بولا۔ ذرا سی تکرار کے بعد اُن کے درمیان طے ہوا کہ پہلے میری تلاشی لی جائے۔ بعد کا فیصلہ بعد میں ہوگا۔

اُن میں سے ایک میری تلاشی لینے کے لیے میری طرف بڑھا۔ میں نے خود کو حرکت میں آنے کے لیے پوری طرح تیار کر لیا۔ رقم میرے پاس موجود تھی اور تلاشی کے نتیجے میں رقم برآمد ہو جاتی۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ رقم برآمد ہونے کے بعد وہ لوگ میرے ساتھ ذرا بھی رعایت نہ برتتے اور متفقہ طور پر مجھے مار ڈالنے کا فیصلہ کرتے۔

میں اُس شخص کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ سڑک ویران اور سنسان پڑی تھی۔ اتنی دیر میں وہاں سے ایک بھی گاڑی نہیں گزری تھی، ورنہ میری گلوخلاصی کی کوئی نہ کوئی صورت نکل ہی آتی۔ لہٰذا اب جو کچھ بھی کرنا تھا مجھے ہی کرنا تھا۔ اور کچھ کر گزرنے کا میرے پاس آخری موقع تھا۔

تلاشی کے لیے میرے نزدیک آنے والا اگرچہ خاصا محتاط تھا لیکن چونکہ اُسے میری خطرناکی کا پوری طرح اندازہ نہیں تھا لہٰذا وہ محتاط رہنے کا حق ادا نہیں کر سکا۔ اُس بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ میں وہ شخص ہوں جس نے تنِ تنہا پوری حکومتِ اسرائیل سے ٹکرانے کا عزم کر رکھا ہے۔ جو یہودیوں کے خلاف ہر محاذ پر صف آرا ہے اور جس نے پوری دُنیا میں یہودیوں کو بے شمار ناقابلِ تلافی نقصانات سے دوچار کیا ہے۔ اُس کی یہی لاعلمی اُسے لے ڈوبی۔ اُس نے غلطی یہ کی تھی کہ عقب سے میری تلاشی لینے کے بجائے سامنے آ کر میری تلاشی لینے کی کوشش کی۔

جیسے ہی وہ میرے نزدیک پہنچا میں نے ہاتھ گراتے اور اُسے پوری قوت سے اُس کے ساتھیوں پر دھکیل دیا۔ وہ سب بوکھلا گئے۔ اُنھیں بوکھلانا ہی چاہیے تھا اس لیے کہ میرا ردِعمل اُن کی توقعات کے بالکل برعکس تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ چار ریوالوروں کی زد میں کوئی شخص ایسی حرکت بھی کر سکتا ہے۔ پھر اُن کے سنبھلنے سے قبل ہی میں نے نشیب میں چھلانگ لگا دی۔ عقب سے کئی فائر ہوئے مگر اُن لوگوں نے بہت دیر کر دی تھی۔ ساری گولیاں مجھ سے کئی فٹ اوپر سے ہی گزر گئی تھیں۔

ڈھلواں زمین پر میں دور تک لڑھکتا چلا گیا پھر میں ایک جھاڑی سے ٹکرا کر رُکا..... رُکتے ہی میں نے زمین پر رینگنا شروع کر دیا اور رینگتا ہوا جھاڑیوں میں گھس گیا۔ اندھیرے کی گہری چادر مجھے پہلے ہی اپنی آغوش میں لے چکی تھی اور جھاڑیوں کے اندر تو اتنی گہری تاریکی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

جھاڑیوں کے درمیان کچھ دور جا کر میں رُک گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ سڑک کا وہ محدود حصہ کاروں کی ہیڈ لائٹس سے روشن تھا جہاں تینوں گاڑیاں کھڑی تھیں اس کے علاوہ بقیہ سڑک تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ گاڑیوں کے نزدیک وہ لوگ اب بھی موجود تھے۔ شاید وہ فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ اُن کا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔ وہ لوگ مجھے ہیولوں کے مانند نظر آ رہے تھے۔ گہرے سناٹے کی وجہ سے درمیان میں خاصا فاصلہ ہونے کے باوجود اُن کی آوازیں ہوا کے دوش پر تیرتی ہوئی مجھ تک پہنچ رہی تھیں مگر الفاظ سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ اُن کے درمیان بحث ہو رہی تھی۔ اگلی کار میں بیٹھے ہوئے دو افراد بھی اپنے ساتھیوں سے آ ملے تھے۔ اس طرح سڑک پر کل سات افراد موجود تھے۔ دونوں کاروں کے ڈرائیور نیچے نہیں اُترے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ لوگ کسی نتیجے پر پہنچ گئے۔ اُن میں سے ایک شخص نے ٹیکسی کے قریب جا کر ڈرائیور سے کچھ کہا جس کے بعد میں نے ٹیکسی کو اسٹارٹ ہوتے اور یوٹرن لے کر شہر کی سمت روانہ ہوتے دیکھا۔ میں ہیجانی کیفیت کا شکار ہو رہا تھا۔ صبح کے چار بج رہے تھے اور یہاں سے فوری طور پر نکلنا ناممکن نظر آ رہا تھا۔ اب تو وقت اتنا کم رہ گیا تھا کہ اگر میں فوری طور پر یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتا تب بھی شاید شی گو رلنے والی فلائٹ نہیں پکڑ سکتا تھا۔ اور اب تو ٹیکسی بھی واپس جا چکی تھی۔ یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ میں نے ٹیکسی چار بجے تک کے لیے انگیج کی تھی اور اُن لوگوں نے بھی ٹیکسی کو ٹھیک چار بجے رخصت کیا اور یہ بھی اتفاق تھا کہ میں نے ڈرائیور کو مطلوبہ کرایہ پہلے ہی ادا کر دیا تھا۔

میں اُن لوگوں کی نقل و حرکت پر نگاہ جمائے جھاڑیوں میں دبکا رہا۔ ویرانے میں اس بات کا شدید اندیشہ تھا کہ سانپ، بچھو یا کوئی اور زہریلا جانور کسی بھی وقت مجھے کاٹ سکتا تھا مگر یہ وہ مشکل تھی جس کا میرے پاس کوئی حل نہیں تھا۔ میں یہ خطرہ مول لینے کے لیے مجبور تھا۔

ٹیکسی واپس بھیجنے کے بعد اُن میں سے دو افراد سڑک پر کاروں کے پاس رُک گئے تھے جبکہ بقیہ پانچ افراد سڑک سے نیچے اُترنے لگے تھے۔ انھوں نے کاروں میں سے ٹارچیں نکال لی تھیں لیکن اتفاق سے انھیں دو ہی ٹارچیں مل سکی تھیں۔ انھوں نے مجھے تلاش کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اُن کا یہ فیصلہ میرے لیے حیران کن تھا اس لیے کہ جس رقم کے لیے وہ لوگ اتنی دردِ سری مول لے رہے تھے وہ بہت زیادہ نہیں تھی۔ ایسے میں اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا کہ آندرے کی طرح ان لوگوں نے بھی اسے اپنی آن کا مسئلہ بنا لیا ہے۔

میں یہ دیکھ کر مطمئن تھا کہ اُن لوگوں کے پاس صرف دو ٹارچیں ہیں۔ دو ٹارچوں کے ساتھ وہ مجھے زیادہ وسیع رقبے میں تلاش نہیں کر سکتے تھے لیکن دفعتاً میرا اطمینان تشویش میں تبدیل ہو گیا۔ کاروں کی پوزیشن تبدیل کر دی گئی تھی اور اب اُن کی روشن ہیڈ لائٹس کی روشنی اس سمت کی جھاڑیوں پر پڑ رہی تھی جہاں میں نے چھلانگ لگائی تھی۔ گویا اب وہ زیادہ وسیع علاقے میں مجھے تلاش کر سکیں گے۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ میں کاروں کی ہیڈ لائٹس کی زد میں نہیں تھا۔ جھاڑیوں میں رینگنے کے دوران ذرا سی ترچھی سمت اختیار کرنے کی وجہ سے میں ان روشنیوں کی زد سے باہر تھا۔

وہ لوگ بھوکے بھیڑیوں کی طرح جھاڑیوں میں گھس پڑے۔ انھیں میرے غیر مسلح ہونے کا تو یقین آ ہی چکا تھا تبھی وہ اتنی بے خوفی سے جھاڑیوں میں گھس پڑے تھے۔ یہ حقیقت تھی کہ اگر میرے پاس ایک ریوالور بھی رہا ہوتا تو صورتِ حال اس وقت بہت مختلف ہوتی۔

میں اُنھیں جھاڑیوں میں بکھر کر خود کو تلاش کرتے دیکھتا رہا۔ رفتہ رفتہ وہ ایک دوسرے سے دور نکلتے جا رہے تھے۔ پھر اُن میں سے ایک مجھے تلاش کرتا ہوا اُس طرف نکل آیا جہاں میں چھپا ہوا تھا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں روشن ٹارچ تھی اور دوسرے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ بڑی آہستگی سے چلتا ہوا آ رہا تھا اور ٹارچ کی روشنی ہر جھاڑی پر ڈال کر نہایت توجہ سے ہر جھاڑی کا جائزہ لیتا جا رہا تھا۔ میں نے سانس روک لی اور اُس کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔

پھر وہ مجھے ڈھونڈتا ہوا میرے اتنا قریب آ گیا کہ میں ہاتھ بڑھا کر اُس کی ٹانگ پکڑ سکتا تھا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ میں ٹارچ کی روشنی کے محدود دائرے سے محفوظ رہا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھایا اور اُس کی ٹانگ پکڑ کر پوری قوت سے کھینچ لی۔ اُس کے حلق سے ایک طویل چیخ نکلی۔ اس اچانک افتاد پر وہ بوکھلا گیا تھا۔ ٹانگ یوں کھینچے جانے کے باعث وہ بے ڈھنگے طریقے سے گرا اور جھاڑیوں میں اُلجھ کر رہ گیا۔ میں نے پھرتی سے اُسے چھاپ لیا۔ ٹارچ اُس کے ہاتھ سے پہلے ہی چھوٹ کر گر چکی تھی مگر ریوالور بدستور اُس کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ اُسے ریوالور چلانے کا ہوش ہی نہ رہ گیا ہو۔ میں نے ایک ہاتھ سے اس کا ریوالور والا ہاتھ قابو میں کیا اور دوسرا ہاتھ اُس کے گلے پر جما دیا۔ میرے ہاتھ کی مضبوط گرفت پر وہ بُری طرح مچلا اور پھر یہ جان کر کہ وہ یوں آسانی سے مجھ سے اپنا گلا نہیں چھڑا سکے گا اُس نے ریوالور چھوڑ دیا۔ اُس کے ریوالور چھوڑتے ہی میں نے بھی اُس کا ہاتھ چھوڑا اور دوسرا ہاتھ بھی اُس کے گلے پر جما دیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا گلا چھڑانے کی جدوجہد کر رہا تھا مگر دہ علی یار خان..... کی آہنی گرفت تھی کوئی مذاق نہیں تھا۔ اُس کے گلے پر میرے ہاتھوں کا دباؤ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ اُس کے حلق سے خرخراہٹ کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آوازیں خارج ہو رہی تھیں۔ بالآخر اُس کی مدافعت دم توڑ گئی۔ میں نے اُس کی گردن کو آخری جھٹکا دیا اور پھر اُسے چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کی روشن ٹارچ میں نے بجھا دی تھی اور اب اُس کا ریوالور میرے ہاتھ میں تھا۔

اُس کے ساتھیوں نے اُس کی چیخ سُن لی تھی اور اب اُن سب کا رُخ میری ہی سمت تھا۔ میں نے دوڑ کر ایک قریبی درخت کے تنے کے عقب میں پوزیشن سنبھال لی۔ وہ لوگ آگے پیچھے میری طرف بڑھتے چلے آرہے تھے۔ سب سے آگے چلنے والے کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔ جیسے ہی سب سے آگے والا شخص ریوالور کی رینج میں آیا میں نے اُس کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ وہ ایک کریہہ چیخ کے ساتھ گر پڑا۔ اُس کے عقب میں آنے والے نے جوابی فائر کیا لیکن شاید اُسے نشانہ لینے کا بھی ہوش نہیں تھا۔ میرے ریوالور کی اگلی گولی اُسے بھی چاٹ گئی۔

میں نے خود کو تلاش کرنے والے پانچ افراد میں سے تین کا صفایا کر دیا تھا۔ بقیہ دو افراد پلٹ کر دہشت زدہ انداز میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ میں خاموشی سے انھیں دیکھتا رہا۔ وہ سیدھے سڑک پر جا کر رُکے۔ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا جس کے بعد میں نے انھیں بڑی افراتفری کے عالم میں کاروں میں بیٹھ کر فرار ہوتے دیکھا۔

میں ایک طویل سانس لے کر سڑک کی طرف چل دیا۔ میری حالت اُس جواری کی سی تھی جو ایک ہی داؤ میں اپنی عمر بھر کی جمع پونجی ہار گیا ہو۔

سڑک پر پہنچ کر میں نے اپنے کپڑے ممکنہ حد تک جھاڑ کر صاف کیے اور بالوں میں کنگھی کی۔ ریوالور مخالف سمت کی جھاڑیوں میں اُچھال کر میں ایئرپورٹ کی سمت پیدل ہی چل پڑا۔ پونے پانچ بج چکے تھے۔ ایئرپورٹ جانے کا اب اس کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں رہ گیا تھا کہ وہاں سے مجھے شہر واپس جانے کے لیے کوئی ٹیکسی مل سکتی تھی۔

مجھے ایئرپورٹ کی جانب چلتے ہوئے کوئی پندرہ منٹ ہوئے ہوں گے جب میں نے پہلی گاڑی دیکھی۔ وہ گاڑی کوئی کار تھی اور ایئرپورٹ کی طرف سے آرہی تھی۔ میرا جی چاہا کہ اُس سے لفٹ لے لوں مگر میں اس خیال کے تحت خاموش رہ گیا کہ کہیں اس سے کوئی اور مصیبت نہ کھڑی ہو جائے۔

سامنے سے آنے والی گاڑی میرے برابر سے گزری تو میں نے دیکھا کہ وہ کوئی کار نہیں بلکہ ایک ٹیکسی تھی اور خالی نہیں تھی۔ ٹیکسی کی پچھلی نشست پر کوئی مسافر بیٹھا تھا۔ ٹیکسی کچھ ہی دور گئی ہو گی کہ میں نے بریک لگنے کی زوردار آواز سُنی۔

میں چونک کے رُکا اور پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگا۔ ٹیکسی نہ صرف رُکی تھی بلکہ اب ریورس گیئر میں واپس آرہی تھی۔ میں بالسٹ ہو گیا اور خود کو کسی نئی اُفتاد کے لیے تیار کرنے لگا۔

ٹیکسی میرے قریب آ کر رُک گئی۔ "تم یہاں کہاں گھوم رہے ہو؟" ٹیکسی کی عقبی کھڑکی سے سر باہر نکال کر مجھے مخاطب کرنے والی للی ہاورڈ تھی۔ "تم میں ذرا انسانیت نہیں ہے ڈینس، میں ایئرپورٹ پر دو گھنٹے تک تمھارا انتظار کرتی رہی۔"

اُس کے لہجے میں بے حد ناراضگی تھی مگر میں اُسے منا سکتا تھا۔

"تم دیکھ رہی ہو میں پیدل ایئرپورٹ کی طرف جا رہا ہوں؟" میں نے کہا۔

"آؤ ٹیکسی میں بیٹھو۔" وہ دوسری طرف کھسکتی ہوئی بولی۔ "فلائٹ تو نکل چکی۔"

میں دروازہ کھول کر اُس کے برابر میں بیٹھ گیا۔ ٹیکسی چل پڑی تو

"خیریت تو ہے۔ تم کہاں رہ گئے تھے؟" اُس نے تشویش سے پوچھا۔

"میں ایک مشکل میں پھنس گیا تھا۔ لمبی کہانی ہے۔ کیا ٹیکسی میں ہی سُنو گی؟"

"نہیں۔" وہ میرے نزدیک ہوتے ہوئے بولی۔ "مجھے کسی کہانی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تم خیریت سے ہو۔" اُس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"میں بہت بے تاب تھا جان۔" میں نے اُس کا ہاتھ ہولے ہولے سہلاتے ہوئے کہا۔ "میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ کس طرح اُڑ کر تم تک پہنچ جاؤں۔"

"اور میں نے جو قیامت کے دو گھنٹے گزارے ہیں؟" وہ ٹھنکتے ہوئے بولی۔

"مجھے احساس ہے جان۔" میں اُس کی زلفوں سے کھیلنے لگا۔ "مگر میں اس طرح پھنس گیا تھا کہ باوجود انتہائی کوشش کے نہ نکل سکا۔"

"جو ہو گیا اُسے بھول جاؤ۔" اُس نے اپنا سر میرے کاندھے پر ٹکا لیا۔

"للی! یہ ٹیکسی ہے، تمھاری آرام گاہ نہیں ہے۔" میں نے سرگوشی میں اُسے تنبیہ کی۔

"اوہ معاف کرنا۔" وہ کھسیانی سی ہو گئی۔ "تمھیں دیکھ کر پتا نہیں کیوں میں خود پر قابو نہیں رکھ پاتی۔" اُس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"میری حالت بھی تم سے مختلف نہیں ہوتی۔" میں نے ہولے سے اُس کا گال تھپتھپایا۔ "لیکن تم میرے ضبط کو داد نہیں دو گی۔"

"معلوم نہیں کیوں مجھے یوں لگتا ہے جیسے تم مجھے بہلا دیتے ہو۔" وہ اداس لہجے میں بولی۔

"ایسا نہ کہو۔" میں نے اپنے لہجے میں تڑپ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "تمھاری بے یقینی مجھے ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ یوں میرے ضد

ذہن مت کیا کرو۔"

"کاش یہ بات سچ ہو۔" وہ مجھ سے لپٹ گئی۔

"یہ سو فیصد سچ ہے جان۔" میں نے اُسے خود سے نرمی سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔

گھر پہنچ کر وہ مجھے سیدھی آرام گاہ میں لے گئی۔ "میں بہت تھک گئی ہوں۔" اُس نے صوفے پر گرتے ہوئے کہا۔

"تھک تو میں بھی بہت گیا ہوں۔"

"تو تم بھی بیٹھ جاؤ نا۔" اُس نے کہا اور صوفے پر ذرا سا کھسک کر برابر میں میرے لیے جگہ بنا دی۔ "آ جاؤ۔" اُس نے ایک قاتل مسکراہٹ کے ساتھ مجھے دعوت دی۔

میں بوکھلا گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ اُس کی بات مان کر میں کتنی بڑی مصیبت میں پھنس جاؤں گا۔ "میرے لیے یہ کرسی ہی ٹھیک ہے۔" میں نے ایک کرسی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"تم مجھ سے گریز کرتے ہو۔" وہ یک بہ یک افسردہ ہو گئی۔ "شاید تم مجھے بُری لڑکی سمجھتے ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے جان . . ."

"یہ بات نہیں ہے تو پھر تمھارا گریز کیا معنی رکھتا ہے؟" وہ بپھر گئی۔ "اسی لیے تو میں کہتی ہوں کہ تمھیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔ تم صرف زبانی دعوے کرتے ہو۔"

میں کُرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ بات بگڑ گئی تھی اور اب اُسے مطمئن کرنا بے حد ضروری ہو گیا تھا۔ میں آہستگی سے چلتا ہوا اُس کے نزدیک گیا اور اُس کے پاس صوفے پر بیٹھ گیا۔ "تم میں یہ بہت بُری عادت ہے کہ تم بہت جلد ناراض ہو جاتی ہو۔" میں نے اُس کا حسین و ملائم چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے کر کہا۔ "دوسرے کا نقطۂ نظر سمجھنے کی کوشش بھی کیا کرو۔"

"جو کچھ میں دیکھ رہی ہوں اُس کے بعد کچھ سمجھنے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔" اُس نے میرے ہاتھ جھٹک دیے۔

"کیا میں یہ سمجھ لوں کہ دُنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو میری بات سمجھ سکے؟" میں نے غم زدہ انداز میں کہا۔

"کوئی کسی کی بات نہیں سمجھتا۔ تم ہی کون سا میری بات سمجھنے کے لیے تیار ہو؟" وہ چمک کر بولی۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ سب اپنی اپنی بولیاں بولتے ہیں۔ دیوانہ بھی اپنے سوا سب کو دیوانہ سمجھتا ہے۔"

"تم مجھے پاگل کہہ رہے ہو۔ تم نے میری توہین کی انتہا کر دی ہے۔" اُس نے آنکھیں نکالیں۔

"میرا تصور یہ ہے کہ میں روحانی محبت کا قائل ہوں۔ میں اسے ایک پاکیزہ جذبہ سمجھتا ہوں۔" میں نے سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے کہا۔

وہ اُٹھ کے بیٹھ گئی۔ "مجھ سے بحث کرو گے؟" اُس نے غصیلے انداز میں کہا۔

"ہرگز نہیں۔ میں تو تمھیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرے نزدیک محبت کیا ہے۔"

"تم بہت چالاک ہو۔ لفظوں سے کھیلنا جانتے ہو۔ تم دراصل مجھ پر اپنا نظریہ تھوپنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"آدمی جس سے محبت کرتا ہے اُسے بہت عظیم دیکھنا چاہتا ہے۔ فرض کرو میں تم پر اپنا نظریہ تھوپنا چاہتا ہوں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کسی اور پر یہ نظریہ کیوں نہیں تھوپتا۔ ایک تم ہی کیوں؟"

وہ بے بسی سے مجھے دیکھنے لگی۔ اُس کے پاس اس پیچیدہ سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔

"وجہ یہ ہے۔" میں نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "کہ مجھے تم سے محبت ہے اور میں تمھیں ایک باوقار لڑکی کے روپ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ یاد رکھو محبت جسمانی آلودگی سے بہت ماورا چیز ہے۔"

"جسے تم آلودگی کہہ رہے ہو وہ محبت کا ایک جزو ہے۔ شادی سے قبل ایک دوسرے کو سمجھنا بھی تو ضروری ہوتا ہے۔"

"محبت اور ایک دوسرے کو سمجھنے کا یہ مفہوم اُن لوگوں کا گھڑا ہوا ہے جو صرف جسمانی آسودگی کے خواہاں ہوتے ہیں۔"

"گویا تم اس بات کے قائل نہیں ہو کہ شادی سے قبل ایک دوسرے کو سمجھ لیا جائے؟"

"میں نے یہ کب کہا ہے۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اس کا مفہوم مسخ کر دیا گیا ہے۔ کامیاب شادی کے لیے ذہنی ہم آہنگی بنیادی چیز ہے۔"

"تمھاری منطق میری سمجھ سے باہر ہے۔" وہ بُرا سا مُنہ بنا کر بولی۔

"میں تمھیں ایسی سیکڑوں مثالیں دے سکتا ہوں کہ ایک دوسرے کو پرکھنے کے باوجود شادیاں ناکام ہوتی ہیں۔ تم کتنی ایسی مثالیں پیش کر سکو گی جن کے مطابق شادی شدہ جوڑے میں ذہنی ہم آہنگی موجود ہوتے ہوئے بھی شادی ناکام ہو گئی ہو؟"

"تم بات کو بہت اُلجھا دیتے ہو۔" وہ کھسیانی سی ہو گئی۔ "میں کہہ رہی تھی کہ تم تھک گئے ہو گے۔ آرام کر لو۔"

"اگر اس وقت لیٹا تو سو جاؤں گا اور میں فی الحال سونا نہیں چاہتا۔"

"تو سو جاؤ، تمھیں کرنا ہی کیا ہے؟"

"اوّلین فرصت میں کمپنی کو مطلع کرنا ہے کہ میں ایک حادثے کی وجہ سے شی گورائے نہیں جا سکا۔"

"ارے ہاں۔" للی چونک کر بولی۔ "یہ تو بتاؤ کہ رات تم وقت پر ایئرپورٹ کیوں نہیں پہنچ سکے؟"

"میں گھر سے ٹیکسی میں ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہوا۔ راستے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں جو ویرانہ پڑتا ہے وہاں کچھ غنڈوں نے گھیر لیا۔ وہ مجھے لوٹنا چاہتے تھے۔"

"پھر کیا ہوا؟" نکی ہاورڈ نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔ "انھوں نے ساری رقم لوٹ لی ہوگی۔"

"نہیں۔" میں ہنس پڑا۔ "میں اُن سے بھڑ گیا تھا۔ میرے اور اُن کے درمیان ایک ڈیڑھ گھنٹے مقابلہ ہوا اور میں نے اُن میں سے تین افراد کو مار ڈالا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بقیہ فرار ہو گئے۔"

"وہ کُل کتنے افراد تھے؟" نکی نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"آٹھ دس تھے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "دو کاروں میں سوار ہو کر آئے تھے اور سب کے سب مسلح تھے۔"

"تو کیا تم بھی مسلح تھے؟"

"نہیں، میرے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔"

"تو تم نے اُن سے مقابلہ کیسے کیا؟" نکی سخت حیران تھی۔

"میں سڑک کے کنارے والی جھاڑیوں میں گھس گیا تھا۔ تاریکی میں اُن میں سے ایک میرے ہاتھ لگ گیا۔ اُس سے ریوالور چھینا اور پھر اسی ریوالور سے اُن کا مقابلہ کیا۔"

"پھر اب کیا ہوگا؟"

"معلوم کریں گے کہ اگلی فلائٹ کب شی گورائے کے لیے جا رہی ہے۔ اسی فلائٹ سے چلیں گے۔" میں نے کہا۔

"میں یہ نہیں کہہ رہی ہوں۔" وہ جھنجلا گئی۔

"پھر کیا کہہ رہی ہو؟"

"تم عجیب آدمی ہو۔ تمھارے ہاتھ سے تین افراد مارے گئے اور تم اتنے اطمینان سے بیٹھے ہو۔"

"کوئی شریف آدمی مارا گیا ہوتا تو فکر بھی کرتا۔ وہ سب کے سب بدمعاش لوگ تھے۔ مجھے تو اس بات کا غم ہے کہ بقیہ لوگ بھی کیوں بچ گئے۔"

"تمھیں چاہیے تھا کہ فوراً پولیس کو مطلع کرتے۔ ایسے بدمعاشوں کو کیفرِ کردار تک ضرور پہنچنا چاہیے۔"

"اس کام کے لیے یہ وقت مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے اُن بدمعاشوں کے پکڑے جانے تک پولیس میرے باہر جانے پر پابندی عائد کر دے۔ اگر ایسا ہو گیا تو میرا بہت نقصان ہو جائے گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ لیکن اگر پولیس ویسے ہی تم تک پہنچ گئی تو کیا ہوگا؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک اُن کے پاس کوئی کلیو نہیں ہوگا وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"اگر کیس کسی ذہین افسر کے پاس پہنچا تو ممکن ہے اُسے کوئی کلیو مل ہی جائے۔"

"کلیو ہوگا تو ملے گا۔ وہاں تو پولیس کو لاشوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں مل سکے گا۔"

"میرے خیال میں اتنا مطمئن ہونا تمھارے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے۔ خدانخواستہ اگر پولیس اچانک تم تک پہنچ گئی تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ بہتر ہوگا کہ خود کو پہلے سے تیار رکھو۔"

"تم خواہ مخواہ بے بنیاد اندیشوں میں گھر کر اپنے ذہن کو بوجھل نہ کرو۔"

"میرے اندیشے بے بنیاد نہیں ہیں۔ ایک لائن ایسی بھی ہے کہ اگر پولیس والوں کا ذہن اُدھر منتقل ہو گیا تو وہ بہ آسانی تم تک پہنچ جائیں گے۔"

"او ہو، ذرا میں بھی تو سنوں!" میں نے کہا۔

فرض کرو پولیس کو لاشیں ملتی ہیں۔ ظاہر سی بات ہے لاشوں کا پوسٹ مارٹم ہوگا۔ پوسٹ مارٹم کے ذریعے انھیں اُن لوگوں کی اموات کے وقت کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔ اب یہ دیکھو کہ لاشیں ایئر پورٹ روڈ سے ملی ہیں۔ قدرتی طور پر پولیس اُس وقت ایئر پورٹ استعمال کرنے والے مسافروں کو چیک کرے گی۔ سب سے پہلے تو اُن کے علم میں یہ بات آئے گی کہ اس دوران کوئی فلائٹ نہیں آئی البتہ باہر جانے والی ایک فلائٹ ضرور تھی جو شی گورائے جا رہی تھی۔ اب پولیس جہاز کے مسافروں کی فہرست چیک کرے گی جس سے انھیں پتا چلے گا کہ دو مسافر ایسے بھی ہیں جنھوں نے نہ تو اپنے ٹکٹ استعمال کیے اور نہ ہی منسوخ کرائے یعنی کوئی ایسی بات ہو گئی جس کی وجہ سے وہ ٹکٹ بھی منسوخ نہیں کرا سکے اور ملک سے باہر بھی نہیں جا سکے۔ تمھارا کیا خیال ہے، کیا ان حالات میں پولیس ان مسافروں تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرے گی؟"

میں حیرت سے نکی کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے بڑی جاندار تھیوری پیش کی تھی اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ پولیس انھی لائنوں پر چلتی ہوئی مجھ تک پہنچ جائے گی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" نکی شوخی سے مسکرائی۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ جب پولیس والے مجھ سے پوچھیں گے کہ اگر میں شی گورائے نہیں گیا تو میں نے رات کہاں گزاری تو میں اُن سے کہہ دوں گا کہ میں تمھارے گھر پر تھا۔ رات کا کھانا کھا کر میں اپنے گھر سے روانہ ہوا۔ چونکہ ہم دونوں کو اکٹھے روانہ ہونا تھا لہٰذا ہم نے پروگرام بنایا تھا کہ یہاں سے ایک ساتھ ہی ایئر پورٹ چلے جائیں گے۔ رات دس بجے کے قریب میں تمھارے گھر پہنچا۔ اُس کے بعد ہم یہ سوچ کر سو گئے کہ دو بجے تک اُٹھ جائیں گے مگر ہماری آنکھ نہیں کھل سکی۔ جب ہم اُٹھے تو صبح ہو چکی تھی۔"

"بہت عمدہ۔" نکی اُچھل پڑی۔

"لیکن اس منصوبے میں ایک خرابی ہے۔ پولیس تمھارے [ملاز]مین سے بھی پوچھ گچھ کر سکتی ہے۔"

"تم اس کی فکر مت کرو۔ ملازمین کو جو کچھ بتا دیا جائے گا وہ [اُ]س سے ہٹ کر ایک لفظ بھی نہیں کہیں گے۔"

"چلو یہ مسئلہ تو حل ہوا۔" میں نے سکون کی طویل سانس لی۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" نکی ہاورڈ نے پوچھا۔

"صبح تو ہو چکی ہے، بس اب میں جاؤں گا۔" میں نے کہا۔ "تم [ب]ھی کو شی گورائے نہ جا سکنے کی کیا وجہ بتاؤ گی؟"

"وہی بیان جو تم پولیس کو دو گے۔ یعنی میری آنکھ نہیں کھل [سکی]۔ ملازمین کو بھی سمجھا دوں گی۔ اگر انھوں نے ملازمین سے پوچھا [تو وہ] بھی انھیں نہیں بتائیں گے کہ میں رات میں کہیں گئی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔ اب میں چلتا ہوں۔"

"بغیر ناشتا کیے نہیں۔" اُس نے کہا۔ "میں ابھی باورچی سے [کہتی] ہوں۔ بس پندرہ منٹ میں ناشتا آ جائے گا۔"

ناشتا کرنے کے بعد میں اپنے دیرینہ دشمن اولیو ہاورڈ کے [گھر] سے نکلا تو نکی ہاورڈ کی کار چلا رہا تھا۔ میں نے اُس سے کار مانگی [تھی] اُس نے بہ خوشی کار مجھے لے جانے کی اجازت دے دی۔ یہ تو خیر [کچھ ب]ھی۔ اس کی اوقات ہی کیا تھی، وہ تو مجھ پر اس طرح مرمٹی تھی کہ اپنا [سب] کچھ نچھاور کر دینے پر آمادہ تھی۔

اس وقت میرے ذہن سے لُلی آندرے بالکل ہی محو ہو [چکی] تھی۔ میرے ذہن پر تو وہ ریوالور سوار تھا جو میں وہیں جھاڑیوں [میں] پھینک آیا تھا۔ اگرچہ وہ ریوالور میں نے مخالف سمت کی جھاڑیوں [میں] پھینکا تھا لیکن اگر وہ پولیس کے ہتھے چڑھ جاتا تو اس پر فنگر پرنٹس [م]یرے ہی تھے۔ میں بڑی مشکل میں پڑ جاتا لہٰذا یہ ضروری تھا کہ [پہلی] فرصت میں ریوالور وہاں سے غائب کر دیا جائے۔ یہی وجہ تھی [کہ ن]کی ہاورڈ کے گھر سے نکل کر سب کچھ بھول کر میں نے ایئر پورٹ [روڈ] کا رُخ کیا۔

ایئر پورٹ روڈ پر گاڑیوں کی آمد و رفت خاصی تعداد میں [جا]ری تھی۔ میرے ذہن میں وہ مقام اچھی طرح محفوظ تھا جہاں [چند] گھنٹے قبل اُن بدمعاشوں سے میرا خونیں معرکہ ہوا تھا۔ میں اُس [مق]ام پر پہنچا تو بہت محتاط تھا۔ میں وہاں پولیس کی گاڑیوں کی توقع [ک]ر رہا تھا مگر وہاں پولیس کی کوئی گاڑی نظر نہ آئی۔

میں نے گاڑی ٹھیک اس مقام پر روکی جہاں اُن لوگوں [نے ٹ]یکسی رکوائی تھی۔ سڑک کے کنارے کار پارک کر کے میں کار [سے] اُتر آیا۔ سڑک پر کاریں بہت تیز رفتاری سے گزر رہی تھیں۔ میری [طر]ف کسی نے توجہ نہیں دی تھی۔

کار سے اتر کر میں ٹہلتا ہوا جھاڑیوں کی طرف چل پڑا۔ انھی جھاڑیوں میں میرا اُن لوگوں سے مقابلہ ہوا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھ کر پہلے اچھی طرح سے یہ اطمینان کر لیا کہ کہیں کوئی میری طرف متوجہ تو نہیں ہے۔ اس طرف سے مطمئن ہوتے ہی میں جھاڑیوں کے اندر گھس گیا۔ اور پھر چند ہی منٹ بعد میں اُس جگہ موجود تھا جہاں میرے خیال میں اُن تینوں افراد کی لاشیں موجود ہونا چاہیے تھیں جو میرے ہاتھوں مارے گئے تھے لیکن یہ دیکھ کر میرے ہوش اُڑ گئے کہ وہاں ایک آدمی کی بھی لاش نہیں تھی۔

میں بوکھلا گیا۔ سب سے پہلا خیال جو میرے ذہن میں آیا وہ یہ تھا کہ شاید میں غلط مقام پر آ نکلا ہوں۔ ممکن ہے وہ کوئی اور جگہ رہی ہو جہاں ہمارے درمیان معرکہ ہوا تھا لیکن وہاں پر جگہ جگہ سے کچلی ہوئی جھاڑیاں میرے اس خیال کی نفی کر رہی تھیں۔ بلاشبہ یہ وہی جگہ تھی۔ میں غلط جگہ پر نہیں پہنچا تھا۔

تو سوال یہ تھا کہ لاشیں کہاں گئیں؟ کیا پولیس مجھ سے پہلے ہی لاشیں لے جا چکی ہے؟ میں نے اس نکتے پر غور کیا تو مجھے اپنا یہ خیال رد کر دینا پڑا۔ اوّل تو پولیس کے اتنی جلدی یہاں پہنچنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ کسی صورت سے پولیس کو اطلاع مل گئی ہوگی اور پولیس یہاں پہنچ گئی ہوگی تب بھی یہ ممکن نہیں تھا کہ تفتیشی ٹیم یہاں اپنی آمد کا کوئی نشان چھوڑے بغیر واپس چلی جاتی۔ پولیس والے تو سب سے پہلے اُس مقام کے گرد نشان لگاتے ہیں جہاں سے کوئی لاش برآمد ہوتی ہے۔ اُس کے بعد ہی وہاں سے لاش اُٹھائی جاتی ہے۔ اور وہاں اس قسم کا کوئی نشان موجود نہیں تھا۔ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ پولیس اس معاملے میں ملوث نہیں ہوئی۔

ایک بار پھر یہ سوال اپنی تمام تر سنگینیوں سمیت میرے سامنے آ موجود ہوا کہ پھر لاشیں کہاں گئیں؟ ظاہر ہے لاشیں چلنے پھرنے پر تو قادر ہوتی نہیں ورنہ یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ لاشیں خود ہی چل کر کہیں چلی گئی ہوں گی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ لاشیں غائب کی گئی ہیں۔ جوں جوں میں سوچتا گیا مجھے یقین ہوتا گیا کہ لاشیں انھی لوگوں نے غائب کی ہوں گی جن سے میرا مقابلہ ہوا تھا۔ میرے جانے کے بعد وہ واپس آئے ہوں گے اور لاشیں اُٹھا لے گئے ہوں گے۔ میں یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اُن لوگوں نے یہ حرکت اپنے طور پر کی ہوگی یا ایسا موسیو آندرے کی ہدایت پر کیا گیا ہوگا۔ زیادہ امکان اسی بات کا تھا کہ اُن لوگوں نے موسیو آندرے کو بے خبر ہی رکھا ہوگا اور لاشیں اپنے طور پر ہی غائب کی ہوں گی۔ وجہ صاف ظاہر تھی۔ اگر یہ لاشیں پولیس کے ہتھے چڑھ جاتیں تو پولیس کو یہ معلوم کرنے میں ذرا بھی وقت نہ ہوتی کہ اُن کا تعلق آندرے کے کلب سے تھا اور یوں تفتیش کے دائرۂ کار میں آندرے کا کلب اور اُس کے سارے ملازمین

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھی آجاتے۔

میں مطمئن ہو کر وہاں سے واپس روانہ ہو گیا۔ ریوالور کی اب کوئی اہمیت نہیں رہ گئی تھی۔ لاشیں تو وہ لوگ اُٹھا لے گئے تھے اور وہ ملا شہلا کا کیا کریں گے' مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

واپسی کے سفر میں کار کی رفتار بہت تیز تھی۔ میرا رُخ للی آندرے کے فلیٹ کی طرف تھا۔ میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ پہلی فرصت میں اُسے صورتِ حال سے مطلع کروں گا۔

للی کے فلیٹ کے دروازے پر پہنچ کر میں نے گھڑی دیکھی۔ آٹھ بجنے والے تھے۔ للی اپنے دفتر جانے کے لیے تیار ہو چکی ہوگی۔ گھنٹی کے جواب میں دروازہ کھلنے میں ذرا سی تاخیر ہوئی۔ دروازہ خود للی نے کھولا تھا اور اُس کی آنکھوں میں گلابی ڈورے تیر رہے تھے۔ وہ سوتے سے اُٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات اُبھرے۔

"ڈینس تم!" اُس نے حیرت سے کہا۔ "آؤ' اندر آجاؤ۔"

میں اُس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

"بیٹھو۔" اُس نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا اور خود بھی میرے برابر میں آکر بیٹھ گئی۔ "میں مستقل جاگ کر تمہارے فون کا انتظار کر رہی تھی۔ ابھی ایک گھنٹے قبل ہی آنکھ لگی تھی۔"

"مجھے اندازہ تھا کہ تم بہت بے چینی سے میری کال کی منتظر ہو گی' اس لیے میں فرصت ملتے ہی خود تمہاری طرف آگیا۔"

"ڈیڈی تم سے کیوں ملے تھے؟" اُس نے بے تابی سے پوچھا۔ "اُن سے کیا باتیں ہوئیں؟"

"وہ تمہارے کلب آنے پر برہم تھے۔ اُنھیں اطلاع مل گئی تھی کہ تم میرے ساتھ جُوئے کی میز پر موجود تھیں۔ اُنھیں یہ بات بہت ناگوار گزری ہے۔"

"میں بالغ ہوں اور اپنی مرضی کی مالک ہوں۔" وہ نخوت سے بولی۔ "ڈیڈی مجھ پر کوئی پابندی عائد نہیں کر سکتے۔ وہ خود جس کاروبار کو چلا رہے ہیں اور اسے بُرا بھی نہیں سمجھتے تو وہاں میری موجودگی کو کیوں بُرا سمجھ رہے ہیں جبکہ میں نے تو جُوا کھیلا بھی نہیں۔" وہ ایک لمحے کو رُکی پھر اُس نے پوچھا۔ "اور کیا کہہ رہے تھے؟"

میں نے اُس سے وعدہ لیا کہ جو کچھ میں اُسے بتاؤں گا اُسے اپنے تک ہی رکھے گی۔ اُس نے وعدہ کر لیا۔ مجھے اُس کے وعدے پر یقین تھا۔ وہ بڑے اوصاف کی مالک تھی' بس اُس میں خرابی یہ تھی کہ وہ یہودی تھی لیکن اُس کی خوبیاں ایسی تھیں کہ میں اُس کے یہودی ہونے کو نظر انداز کرنے پر مجبور تھا۔

میں نے اُسے تفصیل سے اُن سارے واقعات سے آگاہ کر دیا جو اُس کے جانے کے بعد کلب میں پیش آئے تھے۔ وہ حیرت سے مُنہ پھاڑے میری باتیں سُنتی رہی۔ میری داستان ختم ہونے کے بعد بھی کچھ دیر تک وہ سناٹے کے عالم میں خاموش بیٹھی رہی' پھر بھرّائی ہوئی آواز میں بولی۔ "تمہارے علاوہ کسی اور نے یہ سب باتیں بتائی ہوتیں تو میں کبھی یقین نہ کرتی۔ یہ تو الف لیلوی داستان معلوم ہوتی ہے۔ میں تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہاں ایسے خفیہ کیمرے نصب ہوں گے جو اتنی تفصیل سے کسی شخص کی حرکات سکنات کی فلم بنا سکتے ہوں گے!"

"میرے دل سے پوچھو' اُس وقت مجھ پر کیا گزری تھی جب مجھے وہ فلم دکھائی جا رہی تھی۔"

"یہ تو کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ مجھے تو اس پر حیرت ہے کہ تم نے ڈیوڈ اور جیکب جیسے ماہر اور طاقتور لوگوں کو شکست دے دی۔"

"جیکب کون؟" میں نے پوچھا۔

"اُس سیاہ فام نیگرو کا نام جیکب ہے۔ وہ کئی برس سے کلب کا ملازم ہے۔ اُسے طاقت کا سمندر کہا جاتا تھا اور ناقابلِ شکست سمجھا جاتا تھا۔"

"بس یہ اتفاق ہی تھا کہ وہ میرے ہاتھوں شکست کھا گیا ورنہ مجھے تو اپنا آخری وقت قریب نظر آنے لگا تھا۔"

"تم بڑے چھُپے رستم ہو۔ اُس کی شکست کو اتفاق قرار دے رہے ہو۔ ارے اُس دیو کو شکست دینے کے لیے تو درجن بھر اتفاقات بھی ناکافی ہوتے۔" اُس نے خاموش ہو کر مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھا پھر بڑے زور سے ہنس پڑی۔ "اگر وہ دیو ہے تو کیا ہوا' تم بھی تو کسی جن سے کم نہیں ہو۔ جن کہیں کے۔" وہ پھر بہت زور سے ہنسی۔

"مجھے آدمی ہی رہنے دو۔ جن بننے سے مجھے ذرا سی بھی دلچسپی نہیں ہے۔"

"حالانکہ تمھیں دیکھتے ہی ذہن میں کسی جن کا تصور اُبھرتا ہے۔" اُس نے شوخی سے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے آج تمھیں آفس نہیں جانا' اسی لیے بیٹھی باتیں مٹکا رہی ہو۔"

"ظاہر ہے۔ رات بھر جاگنے کے بعد آفس جا کر کیا کروں گی۔ کام تو کیا نہیں جائے گا۔"

"تو مجھے اجازت دو۔ میرے پاس خرافات کے لیے وقت نہیں ہے۔" میں نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔

"بُرا مان گئے۔" اُس نے ہنس کر میرے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ "تم بیٹھو' میں تمہارے لیے کافی بنا کر لاتی ہوں۔"

"پھر کبھی سہی' اس وقت مجھے جلدی ہے۔" میں نے اس کی باہوں کے حلقے سے اپنی گردن چھُڑاتے ہوئے کہا۔

"تم واقعی بُرا مان گئے۔ میں تو مذاق کر رہی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم ناراض ہو جاؤ گے۔" وہ اُداس لہجے میں بولی۔ "آئندہ تم سے مذاق نہیں کروں گی۔"

"ارے نہیں للی' میں بالکل بُرا نہیں مانا۔" میں نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم تو میری بہت ہی مخلص اور بے غرض دوست ہو۔ تمہاری بات کا بُرا کیسے مان سکتا ہوں؟"

"سچ کہہ رہے ہو؟" وہ یک بہ یک کھِل اُٹھی۔

"بالکل سچ' یقین کرو۔" میں نے کہا۔

وہ مجھ سے چپک گئی۔ "تو ایسے کیوں جا رہے ہو' کافی پی کر جانا۔"

اُس کے اس طرح خود سے چپک جانے پر میرے دیوتا کوچ کر گئے۔ ایک نکی ہاورڈ ہی میری جان کو کیا کم تھی کہ اب للی آندرے بھی اس قدر بے تکلفی کا مظاہرہ کرنے پر اُتر آئی تھی۔ میں ساکت و صامت بیٹھا تھا۔ میری نظریں سامنے والی دیوار پر جمی تھیں اور میرے دل و دماغ میں ایک ہیجان سا برپا تھا۔ میں نے نکی ہاورڈ سے تو کسی نہ کسی طرح پیچھا چھُڑا لیا تھا مگر اب میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ للی آندرے کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ ہر یہودی لڑکی کی طرح وہ بھی مجھے جسمانی کثافت کی طرف کھینچ لے جانا چاہتی تھی۔ مجھ سے اپنے حُسن کا خراج وصول کرنے کے درپے تھی۔ اگر اُس کے علم میں ہوتا کہ خدا کے فضل سے میں مسلمان ہوں اور میرا تعلق مشرقی تہذیب سے ہے تو شاید اُس کا رویّہ کسی قدر مختلف ہوتا۔ لیکن وہ تو مجھے بھی اسی یہودی تہذیب کا پروردہ سمجھ رہی تھی جہاں شرم و حیا کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔

میں بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ اپنے سفلی جذبات کی تسکین کے لیے ابھی اور کتنا آگے بڑھتی ہے۔ میں نے اُسے عام یہودی لڑکیوں سے کسی قدر مختلف سمجھا تھا اور یہی میری غلطی تھی۔ میں یقین کر لینا چاہتا تھا کہ اس میں اور ایک عام یہودی لڑکی میں کوئی فرق نہیں ہے تاکہ میں ہر یہودی لڑکی کی طرح اُس سے بھی نفرت کر سکوں۔ مجھے ہر اُس لڑکی سے شدید نفرت ہوتی رہی ہے جو خود کو کسی بھی مرد کی آغوش میں کسی پکے ہوئے پھل کی طرح گرا دیتی ہے۔

للی کا جسم ہولے ہولے لرزنے لگا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ میری سرد مہری کے باوجود اُس پر جذبات غالب آچکے ہیں۔ سفلی جذبات! میں خود پر جبر کیے بیٹھا رہا ورنہ جی تو یہی چاہ رہا تھا کہ اُسے زور سے دھکیلوں اور بغیر کچھ کہے سُنے اُٹھ کر چلا جاؤں لیکن اس کے لیے اس کے بے لگام ہونے کا انتظار کرنا ضروری تھا تاکہ میں اپنے اس خیال کو یقین کی سرحدوں تک پہنچا سکوں کہ وہ مجھ سے اپنے سفلی جذبات کی تسکین کی خواہاں ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اُسے قبل از وقت ٹھکرا کر بعد میں کسی اشتباہ پر... اپنے ضمیر پر کسی بھی قسم کا بوجھ محسوس کروں۔

للی کے جسم کی لرزش میں اضافہ ہو گیا پھر دفعتاً مجھے اپنے سینے پر نمی محسوس ہوئی۔ حرارت آلود نمی۔

میں نے چونک کر اُسے شانوں سے پکڑا اور... ایک جھٹکے سے خود سے علیحدہ کر دیا اور پھر اگلا لمحہ میرے لیے حیرتوں کا طوفان لے کر آیا۔ وہ رو رہی تھی۔ اُس کا حسین چہرہ آنسوؤں سے تر بہ تر تھا۔ اُس کے جسم کی لرزش جسے میں جذباتِ کثیفہ کی علامت سمجھا تھا' دراصل اس کے رونے کے سبب تھی۔ زندگی میں شاید ہی کبھی میں نے خود کو اتنا نادم محسوس کیا ہو جتنا اُس وقت کیا تھا۔ میں کافی دیر تک اُس کی طرف سے بدگمانی کا شکار رہا تھا۔ اور یہ جاننے کے باوجود میں نے اُس کی طرف سے بدگمانی کی تھی کہ وہ عام یہودی لڑکیوں کی بہ نسبت بے حد مختلف ہے۔ اپنی اس حرکت پر میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکتا تھا۔

"تت... تم رو کیوں رہی ہو؟" میں نے بوکھلا کر پوچھا۔

"کچھ نہیں ڈینس۔" اُس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھے دوست کہا تھا نا' اس لیے رونا آگیا۔"

"اس میں رونے کی بھلا کیا بات ہے؟" میں حیران ہو کر بولا۔

"تم نہیں سمجھو گے۔ تمہاری دوستی میرے لیے ایک اعزاز ہے۔ یہ میرا خواب تھا کہ مجھے کوئی ایسا دوست مل جائے جو بے غرض ہو۔ جو میرے جسم کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے کے بجائے میرے باطن پر نگاہ رکھے لیکن یہاں تو کسی کی نگاہ حصارِ جسم سے آگے بڑھنے ہی نہیں پاتی۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے میں فقط ایک جسم ہوں۔ جس روز تم سے ملاقات ہوئی مجھے اُسی روز یقین ہو گیا تھا کہ تم وہی شخص ہو جس کی مجھے برسوں سے تلاش تھی۔"

"کبھی کبھی نگاہیں دھوکا بھی کھا جاتی ہیں۔ ضروری تو نہیں ہے کہ ہر چمک دار چیز سونا ہی ثابت ہو۔"

"ایک عورت سے زیادہ مرد کی نگاہ کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ میں ہزاروں افراد سے ملی ہوں... ان میں ہر عمر کے لوگ ہیں مگر ہر ایک کی نگاہوں نے پُرہوس انداز میں میرے جسم کا طواف ضرور کیا ہے۔ تم پہلے آدمی ہو جس نے میرے جسم پر حریصانہ نگاہ نہیں ڈالی۔ نہیں ڈینس' اس معاملے میں' میں کوئی دھوکا نہیں کھا سکتی۔"

"تم شاید دوستی کے مفہوم سے واقف نہیں ہو۔ دوستی نبھانا بہت مشکل کام ہے۔ یہ تو ایک خاردار راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے ہر آن پیر زخمی ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔"

"میں خود اس چیز سے بہت خوفزدہ رہتی ہوں۔ کسی پر بھروسہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وجہ سے شی گورائے کی معاشی حالت بہت بہتر ہو گئی تھی شی گورائے میں ادلیو ہاورڈ جنرل بل کا مہمان تھا۔ اگر وہاں ہماری شخصیت چھپی نہ رہ سکی تو شدید دشواریاں پیدا ہو سکتی تھیں۔ ڈینس کے میک اپ میں ہونے کی وجہ سے مجھے تو زیادہ خطرہ نہیں تھا لیکن لکی فوراً پہچان لی جاتی۔ میں براہِ راست لکی سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ادلیو ہاورڈ سے پوشیدہ رہے۔ اور مجھے اس مسئلے کا حل دریافت کرنا تھا۔

کافی سوچ بچار کرنے کے بعد میرے ذہن میں ایک ترکیب آہی گئی۔

"لکی ڈیئر، ایک مسئلہ مجھے بہت پریشان کر رہا ہے۔"

"کیا؟" اُس نے پوچھا۔

"شی گورائے میں تمہارے داخلے کی اطلاع اگر تمہارے ڈیڈی کو مل گئی تو وہ تمہیں اپنے پاس بلوالیں گے اور ہمارے درمیان ایک بار پھر جُدائی ہو جائے گی۔"

"کیوں؟" اُس کی جبیں شکن آلود ہو گئی۔ "تم بھی میرے ساتھ ہی چلنا۔"

"اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے مگر سوچ لو، ہماری آزادی سلب ہو جائے گی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" آزادی سلب ہونے والی دھمکی کارگر ثابت ہوئی۔ "لیکن اس کا توڑ بھی تو نہیں ہے۔"

"اگر کسی طرح ہم خود کو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ کر لیں تو سیر و تفریح کرنے کے بعد تمہارے ڈیڈی سے بہ آسانی مل سکیں گے۔"

"ممکن ہے اس دوران ممی انھیں مطلع کر دیں کہ میں شی گورائے آئی ہوئی ہوں؟" اُس نے سوال کیا۔

"اگر ایسی کوئی بات ہو تو تم اپنے ڈیڈی کو یہ کہہ کر مطمئن کر سکو گی کہ تم اپنے طور پر پُراسرار افریقہ کی سیر کرنا چاہتی تھیں۔"

"یہ تو بعد کی بات ہے۔ پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ ہم وہاں خود کو پوشیدہ کیسے کریں گے؟"

"میرے پاس میک اپ کا ایسا سامان موجود ہے جس کے ذریعے عارضی طور پر شکل تبدیل کی جا سکتی ہے۔"

"کمال ہے!" لکی حیران ہو کر بولی۔ "ایسا تو فلموں میں ہوتا ہے۔ تم بھی یہ کام کر سکتے ہو؟"

"مجھے اس میں زیادہ مہارت تو نہیں ہے لیکن پھر بھی چہروں میں اتنی تبدیلی تو ہو ہی جائے گی کہ کوئی ہمیں آسانی سے نہیں پہچان سکے گا۔"

"بہت اچھے۔ تب تو بڑا مزہ آئے گا۔ ہم کُھلے عام آزادانہ طور پر خوب سیر و تفریح کریں گے۔"

شی گورائے ائیرپورٹ کی بلڈنگ بڑی شاندار تھی اور وہاں امریکی کمپنیوں کے سائن بورڈز کی بہتات سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس ریاست پر امریکی اثرات بہت گہرے ہیں۔ مجھے وہاں سے اپنا سوٹ کیس حاصل کرنے میں کوئی دقّت نہیں ہوئی۔

ہم رات کے وقت شی گورائے پہنچے تھے مگر اس وقت بھی وہاں سخت گرمی تھی۔ ائیرپورٹ سے باہر نکل کر ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر چل پڑے۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہہ دیا تھا کہ وہ ہمیں کسی نچلے درجے کے ہوٹل میں لے چلے۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی نے ہمیں ایک نچلے درجے کے ہوٹل کے سامنے اتار دیا۔ یہ کچھ زیادہ ہی نچلے درجے کا ہوٹل ثابت ہوا جو قیام کے لیے کسی طرح بھی موزوں نہیں تھا مگر میں وہاں مستقل قیام کی نیت سے تو آیا نہیں تھا۔ پروگرام یہ تھا کہ وہاں کچھ دیر رُک کر میک اپ کرنے کے بعد ہم وہاں سے نکل جائیں گے۔

میں نے پیشگی کرایہ ادا کر کے وہاں ایک کمرا حاصل کر لیا۔ وہ اُس ہوٹل کا سب سے اچھا کمرا تھا مگر اُسے کسی بھی طرح کمرا نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ممکن ہے جانور باندھنے کے لیے وہ کوئی مناسب کوٹھری کہی جا سکتی ہو مگر آدمیوں کے قیام کے لیے وہ جگہ ہر لحاظ سے نامناسب تھی۔

کمرے میں پہنچتے ہی میں نے میک اپ کا سامان نکال لیا۔ ایک مخصوص لوشن کے ذریعے لکی کی ناک، ہونٹ اور پلکیں متورم ہو کر بھاری معلوم ہونے لگی تھیں۔ دوسرے لوشن نے اُس کی دودھیا رنگت کو سیاہ کر دیا اور پھر مصنوعی رنگت کے ذریعے اُس کے بال گھنے سیاہ کرنے کے بعد کونٹیکٹ لینس کے ذریعے اُس کی آنکھیں بھی سیاہ ہو گئیں۔ ایک گھنٹے کی محنتِ شاقہ کے بعد میں نے اُسے آئینہ دکھایا۔

"اوہ میرے خدا!" آئینہ دیکھ کر وہ مارے خوف کے چیخ پڑی۔ "یہ تم نے میرا کیا حلیہ بنا دیا۔ مجھے تو خود سے بھی خوف آنے لگا ہے۔"

"بات ضرورت کی ہے لکی۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "اس معاشرے میں دوسرے کی نگاہوں سے بچنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔"

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے مگر اتنی خوفناک صورت مجھے برداشت نہیں ہو گی۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ اس روپ میں تم مجھے دُنیا کی سب سے حسین لڑکی لگ رہی ہو تو تم کیا کرو گی؟"

اُس نے عجیب نظروں سے مجھے دیکھا۔ "اگر مجھے اس بات پر یقین آجائے تو مستقل طور پر یہ روپ اختیار کر لوں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "تم یہ بتاؤ کہ تمہیں کسی قسم کی اُلجھن تو نہیں ہو رہی؟"

"ہرگز نہیں۔" لکی نے کہا۔ "میرے ہونٹ اگرچہ موٹے ہو گئے ہیں لیکن مجھے ان میں وزن محسوس نہیں ہو رہا ہے۔ سب کچھ پہلے ہی کے مانند ہے۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔ تم ذرا دیکھتی رہو، میں بھی تمہاری طرح سیاہ فام بننے جا رہا ہوں۔"

میں نے ڈینس کا میک اپ اُتار دیا اور اپنے چہرے پر بھی میک اپ کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد میں بھی سیاہ فام نظر آ رہا تھا۔ لکی اور میرے جسم کے سارے کھلے ہوئے حصے سیاہ ہو چکے تھے۔

"اسے کہتے ہیں جیسا دیس ویسا بھیس۔" لکی نے ہنس کر کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے؟"

"اب یہاں سے نکل چلتے ہیں، کسی اور ہوٹل میں مسٹر اور مسز ٹوبو کی حیثیت سے قیام کریں گے۔ اب ہمیں یہ خطرہ نہیں رہے گا کہ کوئی خصوصیت سے ہماری طرف متوجہ ہو گا۔"

بدلی ہوئی شکل کی وجہ سے باہر نکلنے میں ہمیں زیادہ دقّت نہیں ہوئی۔

ہماری اگلی منزل ایک فائیو اسٹار ہوٹل تھا۔ فائیو اسٹار ہوٹل میں ڈبل بیڈ کمرا مسٹر مائیکل ٹوبو اور مسز جل ٹوبو کے نام سے حاصل کیا گیا تھا۔ مجھے سب سے بڑا خطرہ لکی کی طرف سے تھا۔ ایک بیڈ پر اُس کے ساتھ رات گزارنا خود کو بہت بڑے امتحان میں ڈالنے کے مترادف تھا مگر خواب آور دوا کی شیشی میرے ہمراہ تھی اور اُس کے خلاف میرا سب سے مؤثر ہتھیار تھی۔

شی گورائے کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ دیگر بہت سے پسماندہ ممالک کی مانند یہاں بھی صرف دو ہی طبقے پائے جاتے ہیں۔ ایک بہت زیادہ متموّل طبقہ اور دوسرا انتہائی غریب طبقہ۔ وہ علاقہ جس میں وہ ہوٹل تھا جہاں ہم پہلے ٹھہرے تھے اُس دوسرے طبقے کے لوگوں کا علاقہ تھا جہاں کے لوگوں کی عمریں دو وقت کی روٹی کی جدّوجہد کرتے گزر جاتی ہیں جبکہ شہر کا علاقہ آنکھوں کو چکا چوند کر دیتا تھا۔ بلند و بالا شاندار عمارتیں، کاروں کے شوروم اور چمکتی دمکتی سڑکوں پر رنگ برنگے جلتے بجھتے نیون سائن دیکھ کر کسی اجنبی کو یہ گمان بھی نہیں گزر سکتا تھا کہ یہاں امارت کی طرح غربت بھی اپنی انتہا پر ہو گی۔

فائیو اسٹار ہوٹل کا کمرا حسبِ توقع بہت آرام دہ ثابت ہوا۔ لکی ہاورڈ نے جلدی جلدی سوٹ کیس کھول کر سامان ترتیب سے رکھ دیا۔

"اب کیا ارادہ ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"اس وقت تو نیند آ رہی ہے۔" میں نے جمائی لی۔ "فی الحال تو سوتے ہیں۔ صبح اُٹھ کر سوچیں گے۔"

"دن بھر تو سوتے ہو۔" وہ جھلّا کر بولی۔ "اب پھر نیند آ رہی ہے۔"

"تمہیں نیند نہیں آ رہی تو تم جاگو، میں تو اب سوؤں گا۔" میں نے کہا اور کپڑے تبدیل کرنے کے لیے باتھ روم میں گھس گیا۔ کپڑے تبدیل کر کے واپس نکلا تو لکی ..... اپنے ہاتھ میں شب خوابی کا لباس لیے کھڑی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

میں جانتا تھا کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آنے والی نہیں ہے۔ مجھے سکون سے سونے نہیں دے گی چنانچہ میں بیڈ پر جا کر لیٹ گیا اور جیب سے خواب آور دوا کی شیشی نکال لی۔ اس سے پہلے کہ وہ باتھ روم سے واپس آئی میں نے خواب آور دوا کے چند قطرے اُس کے تکیے پر گرا دیے اور آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔

"تم اس قدر شرمیلے کیوں ہو؟" چند لمحوں کے بعد مجھے اُس کی آواز سنائی دی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ مہین لباس پہنے کمرے کے وسط میں کھڑی تھی۔

"لائٹ آف کر کے نائٹ بلب جلا دو اور اگر سونا ہے تو سو جاؤ۔" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔

اُس نے بہت خوش ہو کر میری ہدایت پر عمل کیا۔ پھر بیڈ پر آتے ہی مجھ سے چپکنے کی کوشش کی۔

"تم آخر اتنی جلد باز کیوں ہو؟" میں نے [illegible]

دُنیا کے حیرت انگیز فنِ تحریر شناسی کی مدد سے دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں۔
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر و رہنما کتاب
تحریر اور شخصیت
قیمت ۲۵/- روپے
ڈاک خرچ ۱۶/- روپے
○ آپ کو بتائے گی کہ آپ کیا کچھ کر سکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دُور کی جا سکتی ہیں
ملنے کا پتہ: مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
"تم پہلے آدمی ہو جسے مجھ سے یہ شکایت پیدا ہوئی ہے ورنہ آج تک تو ہر ایک مجھے سرد مہر اور کاہل الوجود ہی کہتا چلا آیا ہے۔"
"پھر بھی اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے۔" میں مسکرایا۔ "پوری رات پڑی ہے اور میں کہیں بھاگا نہیں جا رہا ہوں۔"
"تمہاری سرد مہری دیکھتی ہوں تو محسوس ہوتا ہے جیسے میں لڑکی نہیں گھاس پھونس کا کوئی ڈھیر ہوں۔ کیا مجھ میں اتنی کشش بھی نہیں ہے کہ تم مجھے نگاہ بھر کے ہی دیکھ لو؟"
"تم نے تو میرے خرمنِ ہوش و حواس پر بجلیاں گرا دی ہیں ورنہ مجھے پاگل کتے نے تو کاٹا نہیں تھا کہ تمہیں اپنے ساتھ لے آتا۔"
"تم بہت بڑے فراڈ ہو۔ دنیا کے سب سے بڑے جھوٹے۔ تم مجھے بہلا رہے ہو۔"

اُس نے تکیے پر سر رکھ دیا تھا مجھے یقین تھا کہ اب اُسے ہوش و خرد سے بیگانہ ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔
"تم بہت کٹھور ہو، سنگدل ہو۔ تمہیں دوسروں کے جذبات کا ذرا اندازہ نہیں۔" اُس کی آواز بتدریج ڈوبتی چلی جا رہی تھی اور پھر بڑبڑاتے ہوئے وہ سو گئی اور میں نے سکون کا سانس لیا۔
رات بہ کی ایسے گزر گئی۔ صبح اُس کے بیدار ہونے سے قبل ہی میں اُٹھ گیا اور میں نے تیار ہو کر کمرے سے نکل بھاگنے میں دیر نہیں کی۔ یہ اندازہ کرنا زیادہ دشوار نہیں تھا کہ اُٹھنے کے بعد وہ کس قدر شدید ردِ عمل کا اظہار کرے گی۔ ایسے میں اُس سے دور رہنا ہی مناسب تھا۔

میں بڑے اطمینان سے چلتا ہوا ڈائننگ ہال میں جا پہنچا اور سکون سے ناشتا کرنے لگا۔ ناشتا ختم ہونے سے قبل ہی ڈائننگ ہال کے دروازے پر مجھے نکی نظر آئی۔ اُس نے صرف لباس تبدیل کیا تھا اور اُٹھتے ہی مجھے تلاش کرتی ہوئی یہاں تک آ پہنچی تھی۔ وہ شدید غصے میں نظر آ رہی تھی۔
ڈائننگ ہال میں چند ہی میزیں آباد تھیں۔ نکی کی نظر جیسے ہی مجھ پر پڑی وہ تیر کی طرح میری طرف لپکی۔ "تم سخت بے ہودہ آدمی ہو۔" اُس نے بڑے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیا بات ہو گئی؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"
وہ مجھے گھورتے ہوئے ایک کرسی کھسکا کر اُس پر بیٹھ گئی۔
"میں تمہارے ساتھ اس لیے تو نہیں آئی تھی۔ تم نے میری ایک اور رات برباد کرا دی۔"
"احمقانہ باتیں مت کرو۔" میں خشک لہجے میں بولا۔ "اپنی نیند پر تو تمہیں قابو ہے نہیں اور مجھے بے وجہ ہی بُرا بھلا کہہ رہی ہو۔"

وہ تشویش آمیز سوچ میں پڑ گئی۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن ایسا دوسری بار ہوا ہے اور دونوں بار تم ہی میرے ساتھ تھے ورنہ کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"ناشتا کرو گی؟" میں نے سُنی ان سُنی کر کے کہا۔
"اور تم نے مجھے اُٹھایا کیوں نہیں؟ اکیلے ہی ناشتا کرنے چلے آئے!"
"میں نے تمہیں کئی آوازیں دیں مگر تم تو گھوڑے بیچ کر سو رہی تھیں۔ مجبوراً میں اکیلا ہی ناشتا کرنے چلا آیا۔ بڑے زور کی بھوک لگ رہی تھی۔"
"خیر کوئی بات نہیں۔ تمہیں بھی دیکھ لوں گی۔" اُس نے مجھے گھورا۔ "منگواؤ ناشتا۔"

میں نے اُس کے لیے بھی ناشتے کا آرڈر دے دیا۔ ناشتے کے دوران وہ مسلسل میرے کان کھاتی رہی اور میں مبہم سے جوابات دے کر اُسے ٹالتا رہا۔ میرا ذہن تو اولیو ہاورڈ میں اُلجھا ہوا تھا اور میں اُس تک پہنچنے کے لیے اپنے اگلے اقدام پر غور کر رہا تھا۔
ناشتے کے بعد میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ "تم ہوٹل میں ہی رُکو۔" میں نے نکی سے کہا۔ "میں ذرا کمپنی کے آفس کو اپنی آمد سے مطلع کرا آؤں۔"
"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔" نکی نے کہا۔
"میں کہیں تفریح کرنے نہیں جا رہا ہوں جو تمہیں بھی ساتھ لے جاؤں۔ یہ میری ملازمت کا معاملہ ہے اور تمہارا میرے ساتھ جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہوگا۔"

"تمہاری واپسی کب تک ہوگی؟" نکی نے پوچھا۔
"زیادہ دیر نہیں لگے گی۔" میں نے کہا اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ شی گورائے کی سڑکوں پر ٹریفک سیلاب کی صورت بہہ رہا تھا۔ فٹ پاتھ پر کافی تعداد میں لوگ پیدل چلتے ہوئے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ میں بھی پیدل ہی چل پڑا۔ میرا ارادہ تھا کہ جنرل بل کے ذاتی نمبر پر فون کر کے اولیو ہاورڈ کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ اولیو ہاورڈ یہاں ہے بھی یا نہیں۔ اُس جیسے سیماب صفت آدمی سے کسی ایک جگہ ٹک کر بیٹھنے کی توقع کرنا عبث تھا۔ جنرل بل کا ذاتی نمبر جو نکی نے مجھے بتایا تھا میری یادداشت میں محفوظ تھا۔ معاملہ چونکہ بہت بڑی شخصیت کے فون کا تھا اس لیے میں نے ہوٹل سے فون کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ محتاط رہنا بہرحال ضروری تھا۔
کچھ دور چلنے کے بعد مجھے ایک کیمسٹ کی دُکان نظر آئی۔ میں دُکان میں داخل ہو گیا اور مالک سے اجازت لے کر جنرل بل کا فون نمبر ڈائل کر دیا۔ دوسری طرف سے ایک سُریلی نسوانی آواز

سنائی دی۔ غالباً وہ جنرل بل کی پرسنل سیکریٹری تھی۔
"مجھے مسٹر اولیو ہاورڈ سے بات کرنا ہے۔" میں نے کہا۔
"وہ تو تشریف نہیں رکھتے سر، آپ کون صاحب بات کر رہے ہیں؟"
"اُن سے کب بات ہو سکے گی؟"
"پرسوں سے قبل شاید بات نہ ہو سکے۔ آپ کون صاحب بات کر رہے ہیں؟ اگر کوئی میسج ہو تو دے دیں اُن تک پہنچ جائے گا۔"
میں نے کوئی جواب دیے بغیر فون بند کر دیا اور کال کے پیسے ادا کر کے دُکان سے باہر نکل آیا۔ اس کا مطلب تھا کہ اولیو ہاورڈ شی گورائے میں موجود نہیں ہے۔ نیز اُس کی واپسی دو روز سے قبل نہیں ہوگی۔ یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ وہ کہاں ہوگا لہٰذا اُس کی واپسی تک مجھے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا ہوگا۔ میں چاہتا تو فون پر اُس کے لیے پیغام چھوڑ سکتا تھا کہ میں علی یار خان بول رہا ہوں اور اُس کی بیٹی نکی ہاورڈ میرے قبضے میں ہے۔ اگر وہ اپنی بیٹی کی خیریت چاہتا ہے تو تہذیب مالکم ایکس کو میرے حوالے کر دے ورنہ اُس کی بیٹی کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ لیکن میں نے اُس کے لیے کوئی پیغام چھوڑنے سے گریز کیا تھا۔ اولیو ہاورڈ کے خیال میں تو میں بم کے دھماکے میں مر چکا تھا۔ وہ میری طرف سے بے فکر تھا اور میں اُسے قبل از وقت ہوشیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔
ہوٹل واپس پہنچا تو نکی کمرے میں موجود نہیں تھی۔ کچھ دیر انتظار کے بعد بھی جب وہ واپس نہیں آئی تو میں تشویش کا شکار ہو کر اُسے تلاش کرنے نکلا۔ وہ مجھے ہوٹل کے لاؤنج میں ملی۔ مگر وہ تنہا نہیں تھی۔ اُس کے ساتھ ایک طویل القامت سرخ و سفید رنگت والا شخص بھی تھا جو غالباً امریکا کا باشندہ تھا۔ دونوں بڑی بے تکلفی سے باتیں کر رہے تھے۔ نکی کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھ کر میں نے واپس پلٹ جانا چاہا مگر نکی کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ اُس نے دور ہی سے ہاتھ اُٹھا کر مجھے اشارہ کیا۔ اب میرے پاس کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔ میں چار و ناچار اُس کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ میرے شوہر ہیں مائیکل ٹولوا اور ان سے ملو مائیکل، یہ مسٹر ایلس براڈوے ہیں۔ یہ مُہم جو ہیں اور برِاعظم افریقہ کے اندرونی علاقوں کی سیاحت کے لیے آئے ہیں۔"
ایلس براڈوے نے بڑی گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ مجھے بھی مجبوراً گرم جوشی کا مظاہرہ کرنا پڑا۔ مجھے نکی پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ میں نے اُسے اجنبیوں سے بے تکلف ہونے کے لیے منع کیا تھا لیکن اُس نے میری ہدایت کی کوئی پروا نہیں کی تھی۔

مجھے خدشہ محسوس ہونے لگا کہ اپنے ساتھ وہ مجھے بھی مشکل میں پھنسا دے گی۔
"آپ کی بیوی بتا رہی تھیں کہ آپ لوگ تفریح کرنے آئے ہیں۔" ایلس براڈوے نے مجھ سے کہا۔ "شی گورائے کا جنگل گھومنے کے لیے میں نے ایک مختصر سا پروگرام بنایا ہے۔ یہاں سے تیس میل کے فاصلے پر ایک بستی میں میرا دوست راک جون رہتا ہے۔ یہ پروگرام اُسی کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ کیوں نہ آپ لوگ بھی اس پروگرام میں شریک ہو جائیں۔"

میں انکار کرنا چاہتا تھا مگر نکی کم بخت مجھ سے پہلے ہی بول پڑی۔ "کیوں نہیں مسٹر براڈوے۔ یہ موقع تو ہمیں قدرت نے فراہم کیا ہے کہ آپ جیسے مُہم جو سے ملاقات ہو گئی۔ ہم آپ کے ساتھ ضرور چلیں گے۔"

شدید غصے کی وجہ سے میرا خون کھول کر رہ گیا۔ نکی عقل سے بالکل ہی کوری ہونے کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ ذرا سی دیر کی جان پہچان میں کسی اجنبی کے ساتھ جنگلوں میں جانے کے لیے تیار ہو جانا بدترین حماقت تھی مگر اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ مجھے دل پر جبر کر کے اظہارِ رضامندی کے طور پر مسکرانا پڑا۔
"آپ مسٹر راک جون کے پاس کب جائیں گے؟" نکی نے

کڑوی کسیلی نمکین اور چٹپٹی تحریروں سے مُرصّع
جلترنگ
ماہنامہ پاکیزہ میں شائع ہونے والے طنزیہ و مزاحیہ افسانچے
زندگی کے جلتے بجھتے لمحوں پر ایک نادر کتاب
اُداس وقت میں خوشیوں کا نسخۂ نایاب
خوب صورت سرورق | کمپیوٹرائز کتابت
معیاری طباعت | مضبوط جلد
قیمت -/۵۰ روپے
ڈاک خرچ -/۱۰ روپے
منی آرڈر کے ذریعے پیشگی ارسال کرنے پر ڈاک خرچ معاف
آپ کی لائبریری میں ایک حسین اضافہ
کتابیات پبلیکیشنز
پوسٹ بکس ۲۳، رمضان چیمبرز، بلموریا اسٹریٹ، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی ۷۴۲۰۰

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایلس براڈوے سے پوچھا۔

"بس تقریباً آدھے گھنٹے میں روانہ ہو جاؤں گا۔" براڈوے نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اتنی دیر میں ہم بھی تیاری کر لیں گے۔" نکی نے اُس سے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔ "آؤ ڈیئر، ہم لوگ بھی تیاری کر لیں۔"

میں اُٹھ کر نکی کے ساتھ چل دیا اور کمرے میں پہنچتے ہی اُس پر بُری طرح برس پڑا۔ "سمجھ میں نہیں آتا تم کس پائے کی احمق ہو۔ آخر اس طرح ہامی بھرنے کی کیا تُک تھی۔"

"تو اس میں حرج ہی کیا ہے؟" نکی نے حیرت سے کہا۔ "کیا تمھارے خیال میں جنگل کی سیر کرنا حماقت ہے؟"

"وہ ہمارے لیے قطعی اجنبی ہے۔ ہم اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ پتا نہیں وہ کون ہے اور جنگل میں لے جا کر ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے؟"

"تم تو خواہ مخواہ خدشات کا شکار ہو رہے ہو۔" نکی نے ہنس کر کہا۔ "ارے وہ تو بہت عمدہ آدمی ہے۔"

میں اُس کی عقل پر ماتم کر کے رہ گیا۔ اس کے علاوہ اور میں کر بھی کیا سکتا تھا۔

"اور ہاں تمھاری ملازمت کا معاملہ بھی تو ہے۔" نکی نے دفعتاً چونک کر پوچھا۔ "تم نے کمپنی والوں کو اپنی آمد کی اطلاع دے دی؟"

"اب خیال آیا ہے تمھیں؟" میں جھنجلا کر بولا۔ "حالانکہ یہ بات تمھیں سب سے پہلے معلوم کرنا چاہیے تھی۔"

"سوری، مجھے خیال نہیں رہا تھا۔" نکی نے دھیمی آواز میں کہا۔ میں چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر میں نے شانے جھٹک کر بڑی صفائی سے جھوٹ بولا۔ "مجھے ایک ہفتے بعد سے ملازمت پر جانا ہو گا۔"

"تب تو مسٹر براڈوے کے ساتھ چلنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اُن کا پروگرام تو صرف دو دن کا ہے۔"

مختصر سا سامان لے کر ہم ایلس براڈوے کے ساتھ اُس کی لینڈ روور جیپ میں روانہ ہو گئے۔ ایک گھنٹے سے بھی کم وقت میں ہم شی گورائے سے تیس میل کے فاصلے پر واقع افریقی بستی میں پہنچ گئے۔ یہ وہ مقام تھا جہاں سے جنگل کا آغاز ہوتا تھا۔ شہر سے نزدیک ہونے کی وجہ سے اس بستی کے وحشی باشندے بڑی حد تک مہذب ہو گئے تھے مگر انھوں نے اپنا روایتی رہن سہن ترک نہیں کیا تھا۔ بستی کے مکانات سرکنڈوں، بانسوں اور چٹائیوں کے امتزاج سے بنائے گئے تھے۔ سیاہ فام بچے ننگ دھڑنگ گھوم رہے تھے۔ عورتیں اور مرد مختصر لباس میں تھے اور انھوں نے اپنے چہروں پر سفید رنگ سے نقش و نگار بنا رکھے تھے۔

اس جنگلی بستی میں ہماری جیپ پہنچی تو جیپ کے پیچھے ایک جمِ غفیر لگ گیا۔ بات یہ نہیں تھی کہ انھوں نے اس سے قبل کوئی جیپ نہیں دیکھی تھی بلکہ اُن کی دلچسپی کا مرکز تو ہم اجنبی لوگ تھے۔ نکی بڑی دلچسپی اور حیرت سے اُن لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

"فلموں میں تو میں نے بارہا ایسے مناظر دیکھے ہیں لیکن ان لوگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں زمانہ قبل از تاریخ کی کسی بستی میں پہنچ گئی ہوں۔" نکی نے مسحور ہو کر کہا۔

"یہ تو وحشی قبائل کے مہذب ترین لوگ ہیں مسٹر ٹوبو۔" ایلس براڈوے بولا۔ "ورنہ ان کی آدم خوری کی داستانیں تو آپ نے بھی سُنی ہوں گی۔"

"مجھے بڑا شوق ہے آدم خوروں کو دیکھنے کا۔" نکی نے کہا۔

"انھیں دیکھ کر زندہ بچ رہنے والوں کا تناسب بہت کم ہے مسز ٹوبو۔" براڈوے نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

جیپ ایک ایسی جھونپڑی کے سامنے رُکی جو اپنی ساخت کے اعتبار سے وہاں موجود تمام جھونپڑیوں سے الگ تھلگ تھی۔ اس جھونپڑی کے سامنے پہلے سے ایک لینڈ روور موجود تھی۔

"یہ راک جون کی قیام گاہ ہے۔" ایلس براڈوے نے بتایا۔

راک جون نے ایلس براڈوے کا بڑے پُرتپاک انداز میں استقبال کیا۔ اُس کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ وہاں پر ایک معزز شکاری کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے اور نکی سے بھی بڑی خندہ پیشانی سے ملا۔ براڈوے نے اُسے ہمارے بارے میں بتایا تھا کہ ہم سیر و سیاحت کے شوقین ہیں۔

"میں آج ہی شکار کے لیے روانہ ہونے والا تھا۔" راک جون نے کہا۔ "اچھا ہوا آپ لوگ آ گئے۔ اگر آپ تھوڑی دیر بعد آتے تو شاید میں آپ کو نہ مل پاتا۔"

نکی ہاورڈ نے اس خبر پر بڑی مسرت کا اظہار کیا تھا۔ مجھے ان خرافات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن فی الحال تو میں اس کے لیے مجبور تھا۔ اگر اولیو ہاورڈ شی گورائے میں موجود ہوتا تو میں نکی کو قابو میں رکھنے کی کوئی نہ کوئی صورت نکال لیتا مگر جب اولیو ہاورڈ ہی نظروں سے اوجھل تھا تو میں نے بھی سوچا کہ وقت گزاری کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔

راک جون کی جھونپڑی میں ہمیں زیادہ دیر نہیں رُکنا پڑا۔ اس کے آدمی تیاریاں کر رہے تھے۔ دوسری لینڈ روور پر بھی ضروری سامان بار کیا جا رہا تھا۔

"اس جانب جنگل بے حد گھنا ہے۔" راک جون بتا رہا تھا۔ "اس جانب سے چونکہ جیپوں کے ذریعے جنگل کے اندر زیادہ دور نہیں جایا جا سکتا اس لیے ہم جنگل کا چکر کاٹ کر چلیں گے۔ اس طرح ہمیں پچاس ساٹھ میل کا چکر تو پڑ جائے گا مگر شکار کا لطف بھی آ جائے گا۔"

دوپہر کی تپتی دھوپ میں دو جیپوں اور آٹھ افراد پر مشتمل اس چھوٹے سے قافلے کا سفر شروع ہوا۔ جیپیں کچے اور ناہموار راستے پر چل رہی تھیں جس کے ایک جانب گھنا جنگل تھا اور دوسری طرف دور تک بے ترتیب جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ راستے ناہموار ہونے کے باعث سفر کی رفتار بے حد سُست تھی۔ مسلسل لگنے والے جھٹکوں نے نکی کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ ایڈونچر کی شوقین تو بہت تھی مگر اُسے اندازہ نہیں تھا کہ ایڈونچر کن مشکلات کا نام ہے۔ ستم یہ تھا کہ وہ کسی سے فریاد بھی نہیں کر سکتی تھی اس لیے کہ وہ خود اس سفر پر مُصر تھی۔

شام ہوتے ہوتے ہم ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں جنگل قدرے چھدرا ہو گیا تھا اور اب زمین کی ہئیت بھی تبدیل ہونے لگی تھی۔ جگہ جگہ پہاڑی ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ اس مقام پر پہنچ کر مجھے ہوا میں کچھ زیادہ ہی نمی محسوس ہونے لگی۔ گویا یہاں نزدیک ہی یا تو کوئی آبشار تھا یا کوئی ندی وغیرہ تھی۔ میں نے راک جون سے اس بارے میں پوچھا تو اُس نے مسکرا کر کہا۔

"یہاں نہ تو کوئی ندی ہے اور نہ ہی کوئی آبشار ہے بلکہ سامنے دور جو پہاڑی دیوار نظر آ رہی ہے اُس کے عقب میں سمندر ہے۔"

"اوہ! گویا ہم کسی ساحلی علاقے میں ہیں!" میں نے کہا۔

"ہاں، یہ بہت طویل ساحلی علاقہ ہے۔ اگر ہم اس کے ساتھ ساتھ دائیں سمت میں سفر جاری رکھیں تو تقریباً ڈیڑھ سو میل کا فاصلہ طے کر کے کیرول نامی افریقی ریاست میں پہنچ جائیں گے۔ اس ریاست کی سرحدی پٹی اس سمندر سے آ ملتی ہے۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک سمندری کھاڑی ہے۔ اگر تم پسند کرو تو ہم اس کھاڑی کے کنارے شب بسری کریں۔ میں نے جنگل کے جس حصے کا تذکرہ کیا تھا وہاں تک پہنچنے کے لیے صبح بہرحال ہمیں اس کھاڑی کے نزدیک سے گزرنا پڑے گا۔"

نکی نے اپنی روایتی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا اور میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی بول پڑی۔ "سمندر کے کنارے شب بسری میں بڑا مزہ آئے گا مسٹر راک جون۔"

راک جون کے اشارے پر گاڑیوں کا رُخ کھاڑی کی جانب موڑ دیا گیا۔

ہم کھاڑی کے کنارے پہنچے تو سورج غروب ہو رہا تھا۔ نکی سحر زدہ انداز میں سورج کے نارنجی رنگ کے گولے کو سمندر کے نیلگوں پانی میں غروب ہوتے دیکھ رہی تھی۔

"کتنا حسین منظر ہے!" اُس نے میری جانب مُڑ کر کہا۔

"ہاں مگر تم سے زیادہ نہیں۔" میں برجستہ بولا۔

"میرا موڈ خراب نہ کرو۔ تم ایک چرب زبان اور بے عمل آدمی ہو۔"

راک جون نے حفظِ ماتقدم کے طور پر اپنے لوگوں میں رائفلیں تقسیم کر دی تھیں۔ ایک رائفل میرے حصّے میں بھی آئی تھی۔ جنگل اگرچہ وہاں سے بہت فاصلے پر تھا تاہم یہ امکان نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی جنگلی درندہ بھٹک کر اُس طرف آ نکلے۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور اُن لوگوں نے الاؤ روشن کر دیے تھے۔ رات کے کھانے کے لیے خشک گوشت بھوننے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

کھانا تیار ہونے کے بعد جب ہم کھانا کھانے بیٹھے تو سورج کو غروب ہوئے بہت دیر ہو چکی تھی اور مشرقی اُفق سے چاند سر اُبھار رہا تھا۔ پورا چاند تھا جس کے بلند ہوتے ہی تاحدِ نگاہ نرم، ٹھنڈی روشنی پھیل گئی۔

"کتنا دلکش منظر ہے، کیسی پُراسرار رات ہے۔" کھانے کے بعد نکی نے مجھ سے کہا۔ "آؤ کچھ دور ٹہل کر آتے ہیں۔"

کم بخت نے اُن سب کے سامنے یہ بات کہی تھی۔ میں انکار بھی نہ کر سکا۔

"زیادہ دور نہ جانا۔" راک جون نے مجھے اُٹھتے دیکھ کر تنبیہہ کی۔ "اور رائفل کو خود سے جُدا نہ کرنا۔"

میں رائفل ہاتھ میں لے کر نکی کے ساتھ چل پڑا۔ کافی دور ایک اونچے ٹیلے کے عقب میں پہنچ کر اُس نے کہا۔ "آؤ یہاں بیٹھیں گے۔"

"نہیں، اب واپس چلو۔ ہمیں اُن لوگوں سے دور نہیں رہنا چاہیے۔"

"اگر تم میرا ساتھ دو تو برِاعظم افریقہ کی اس دلکش چاندنی رات کو میں عمر بھر کے لیے یادگار بنا دوں۔" اس نے ایک پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

میرے بدترین دُشمن اولیو ہاورڈ کی بیٹی مجھ سے کیا فرمائش کر رہی تھی! اُسے کیا معلوم تھا کہ یہ زندگی تو کسی اور کے نام ہے۔ اگر نہ ہوتی تب بھی میں آلودگی گوارا نہ کرتا۔ مجھے بڑی شدت سے تہذیب مالکم ایکس یاد آئی۔ اگر اس وقت وہ میرے ساتھ ہوتی تو واقعی یہ سہانی چاندنی رات میری زندگی میں امر ہو جاتی مگر یہ قسمت کے کھیل تھے اور قسمت سے بھلا کون لڑ سکتا ہے۔

"کیا سوچ رہے ہو ڈینس؟" نکی ہاورڈ مخمور آواز میں بولی۔ "یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔"

ابھی میں نے اُسے کوئی جواب بھی نہیں دیا تھا کہ ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

فائرنگ کی آواز نے فضا پر مسلط سناٹے کا سینہ چھلنی کر دیا۔ نکی بُری طرح اُچھل پڑی تھی اور میں نے رائفل سنبھال لی تھی۔ میں اندازہ نہیں کر پا رہا تھا کہ آواز کس سمت سے آئی ہے۔

پھر پے در پے گولیاں چلنے لگیں۔ میں بڑی پھرتی سے ٹیلے کی طرف لپکا اور کسی تیز رفتار سانپ کی طرح اُس پر چڑھتا چلا گیا۔ بلندی پر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ فائرنگ کا مرکز لینڈ روور ہے۔ فائرنگ چونکہ دو طرفہ ہو رہی تھی لہٰذا میں صورتِ حال کو سمجھنے سے پھر بھی قاصر ہی رہا۔

اچانک میری نگاہ کھاڑی کی سمت اُٹھ گئی۔ کھاڑی میں ایک سفید رنگ کا اسٹیمر موجود تھا جس پر سے گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ یقیناً ایلس براڈوے اور راک جون اُن سے مقابلے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اسٹیمر کس کا ہے اور اُس پر موجود لوگ کیوں حملہ آور ہوئے ہیں۔

"یہ... یہ کون لوگ ہیں؟" میں نے نکی ہاورڈ کی لرزتی ہوئی آواز سنی۔ وہ بھی ٹیلے پر چڑھ آئی تھی۔

"معلوم نہیں۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔ اسٹیمر سے برابر گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ پھر میں نے کھاڑی میں ایک اور اسٹیمر کو متحرک دیکھا۔ دوسرا اسٹیمر کافی فاصلے پر تھا اور وہ بھی کنارے کی طرف آ رہا تھا لیکن اُس کا رُخ دوسری طرف تھا۔ وہ اسٹیمر کھاڑی کے دوسرے کنارے پر رُکا۔ وہ کنارہ لینڈ روور کی جانب سے چلائی جانے والی گولیوں کی رینج سے باہر تھا لیکن جس جگہ ہم تھے وہاں سے یہ کنارہ نسبتاً قریب تھا۔

میری تمام تر توجہ اب اس دوسرے اسٹیمر پر مرکوز تھی۔ میں نے اس اسٹیمر سے چند سایوں کو اُتر کر ٹیلوں میں غائب ہوتے دیکھا۔ اس بات کا امکان تھا کہ وہ پہلے اسٹیمر والوں کے ہی ساتھی ہوں اور عقب سے حملہ آور ہونے کی کوشش کریں۔ میں دُہری مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ اگر دوڑ کر لینڈ روور تک پہنچنے کی کوشش کرتا تو گولیوں کی زد میں آنے کا خطرہ تھا۔ اور اگر اپنی جگہ موجود رہتا تو عقب سے آنے والوں کی زد میں آنے کا خطرہ تھا۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ اسٹیمر والوں سے زیادہ دیر مقابلہ جاری نہیں رکھا جا سکے گا۔ ان کی افرادی قوت بھی بہت زیادہ تھی اور اُن کے پاس اسلحے کی کمی بھی نہیں تھی۔ مسلسل برسائی جانے والی گولیاں اس بات کا واضح ثبوت تھیں۔

دفعتاً میں نے جیپوں کو اسٹارٹ ہو کر روانہ ہوتے دیکھا اور میرے اوسان خطا ہو گئے۔ براڈوے اور راک جون اپنے ساتھیوں سمیت جنگل کی سمت فرار ہو رہے تھے۔ میں دہل کر رہ گیا۔ اگر وہ لوگ فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتے تو خدا جانے میرا کیا حشر ہوتا! ایک جانب خوں خوار درندوں سے بھرا ہوا جنگل تھا اور دوسری طرف نامعلوم حملہ آور تھے۔ میرے لیے کوئی راہِ فرار نہیں رہ گئی تھی۔

لیکن وہ لوگ فرار ہونے میں ناکام رہے۔ جیپیں بہت تیز رفتاری سے جنگل کی سمت دوڑ رہی تھیں۔ اسٹیمر سے مسلسل گولیاں برسائی جا رہی تھیں دفعتاً ایک گولی نے اگلی لینڈ روور کا اگلا ٹائر برسٹ کر دیا۔ تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی جیپ بے قابو ہو کر اُلٹ گئی۔ عقب سے آنے والی لینڈ روور اُلٹی ہوئی جیپ سے ٹکرائی اور ایک زور دار دھماکا ہوا۔ کچھ لوگوں نے جیپوں سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کی مگر وہ گولیوں کی زد میں آ گئے۔

پہلا اسٹیمر اب کنارے سے آ لگا تھا اور پھر اُس پر سے کچھ لوگ کود کر جیپوں کی طرف بھاگنے لگے۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ میرے ساتھیوں میں سے ایک بھی زندہ بچا ہو گا۔

دفعتاً نکی ہاورڈ کی چیخ اُبھری اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ جیپوں کا انجام دیکھنے کے دوران میں عقب کی طرف سے بے خبر ہو گیا تھا۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ بھورے لباس میں ملبوس کچھ افراد ٹیلے سے محض چند گز کے فاصلے پر موجود تھے۔ اُنھوں نے ہمیں اپنی بندوقوں کی زد میں لے رکھا تھا۔

"رائفل پھینک کر اپنے ہاتھ بلند کر لو۔" اُن میں سے ایک نے خوں خوار لہجے میں کہا۔

میرے پاس حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے رائفل پھینک کر ہاتھ بلند کر دیے۔ میں نے نکی کو بھی ہاتھ بلند کرنے کی ہدایت کی تھی۔ اور اُس کے بعد اُن کی اگلی ہدایت پر ہم دونوں ٹیلے سے نیچے اُتر آئے۔

ہمارے نیچے اُترتے ہی اُن میں سے دو افراد ہمارے نزدیک آئے اور اُنھوں نے بڑی بے رحمی سے ہمارے ہاتھ پُشت پر کس کے باندھ دیے۔ قریب آنے پر میں نے دیکھا کہ اُن لوگوں کا تعلق سفید فام نسل سے ہی تھا۔ ہاتھ باندھنے کے بعد اُن میں سے ایک طویل القامت شخص نے غُرّاتی ہوئی آواز میں مجھ سے سوال کیا۔

"لینڈ روور پر سوار لوگوں کے علاوہ تمھارے اور کتنے ساتھی ان ٹیلوں کے عقب میں موجود ہیں؟"

اُس کی آواز سے مجھے پتا چلا کہ مجھے رائفل پھینکنے کا حکم بھی اسی شخص نے دیا تھا۔ "اور کوئی بھی نہیں ہے۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہم میاں بیوی چاندنی رات سے لُطف اندوز ہونے اس طرف نکل آئے تھے ورنہ باقی لوگ وہیں لینڈ روور کے قریب موجود تھے۔"

"ہوں، چلو آگے بڑھو۔" اُس نے مجھے دھکا دیتے ہوئے کہا۔ میں اور نکی اُس کی ہدایت کے بموجب آگے بڑھتے رہے۔ رُخ اُسی اسٹیمر کی طرف تھا جس سے وہ لوگ اُترے تھے۔ میں براڈوے اور راک جون کے انجام سے بے خبر تھا۔ اُن لوگوں سے بھی کوئی سوال کرنا مناسب نہیں تھا چنانچہ ہم خاموشی سے چلتے رہے۔

پیچ در پیچ ٹیلوں کے درمیان کافی فاصلہ طے کر کے ہم اسٹیمر کے نزدیک پہنچ گئے۔ نکی بہت بُجھی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اُس کی چاندنی رات جو خاک میں مل گئی تھی۔

اسٹیمر میرے اندازے سے کہیں زیادہ بڑا اور جدید ترین ساخت کا تھا۔ اُس کے اوپری حصّے پر اینٹی ایئر کرافٹ گنیں اور اگلے اور پچھلے حصّوں پر مشین گنیں فٹ تھیں۔ اگر دوسرا اسٹیمر بھی ایسا ہی تھا تو براڈوے اور اُس کے ساتھی خوش قسمت تھے کہ اُن پر مشین گنوں سے فائرنگ نہیں کی گئی ورنہ وہ جیپوں ہی میں بھُن کر رہ جاتے۔

اسٹیمر تک پہنچنے کے لیے ہمیں پانی میں اُتارا گیا لیکن وہاں کمر سے زیادہ پانی نہیں تھا۔ اسٹیمر پر کچھ لوگ ہمارے منتظر تھے۔ جیسے ہی ہم قریب پہنچے انھوں نے ہماری بغلوں میں ہاتھ ڈال کر ہمیں اوپر کھینچا اور بے دردی سے اسٹیمر میں دھکیل دیا۔ نکی ہاورڈ میرے اوپر آ گری تھی اس لیے اُسے زیادہ چوٹ نہیں آئی مگر پھر بھی اُس کے مُنہ سے چیخ برآمد ہوئی تھی۔

اس کے بعد ایک ایک کر کے ان کے تمام ساتھی اسٹیمر پر آ گئے اور پھر دراز قامت شخص کے اشارے پر ہمیں اسٹیمر کے ایک دوسرے گوشے میں منتقل کر دیا گیا۔ دراز قامت شخص نے خود ہماری تلاشی لی اور جو کچھ بھی برآمد ہوا اُسے اپنے قبضے میں کر لیا اور پھر ہمیں رسیوں کے ایک ڈھیر کے قریب بٹھا دیا گیا۔ دو اسٹین گن بردار افراد ہمارے دائیں بائیں آ کر کھڑے ہو گئے تھے اور دراز قامت شخص کسی اور طرف چلا گیا تھا۔

کوئی پندرہ منٹ بعد اسٹیمر اسٹارٹ ہو کے چل پڑا۔ اسٹیمر کھاڑی کے آخری حصّے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اسٹیمر کھلے سمندر میں پہنچ گیا۔ کھلے سمندر میں پہنچنے کے بعد اسٹیمر کی سمت تبدیل کی گئی اور سفر جاری رہا۔ پھر اسٹیمر ایک بحری جہاز کے نیچے رُکا۔ جہاز پر گہرے سیاہ رنگ کا پینٹ کیا گیا تھا۔ اگر رات چاندنی نہ ہوتی اور جہاز کی روشنیاں بُجھی ہوتیں تو اس بحری جہاز کو اس کے رنگ کی وجہ سے قریب سے دیکھنا بھی ممکن نہ ہوتا۔ جہاز پر سے ایک لفٹ نما چیز آ گئی۔ مجھے اور نکی کو سب سے پہلے اس لفٹ پر سوار کیا گیا اور لفٹ نے ہمیں لے کر اوپر اُٹھنا شروع کر دیا۔ عرشے پر چند افراد نے ہمیں لفٹ سے اُتارا اور لفٹ دوبارہ نیچے چلی گئی۔ عرشے پر موجود افراد کے لباس بھی گہرے بھورے رنگ کے تھے اور انھوں نے پنڈلیوں تک لمبے جوتے پہن رکھے تھے۔ ہمیں اسٹین گنوں کی زد پر لے کر عرشے پر ہی ایک جانب بٹھا دیا گیا تھا۔

لفٹ کے ذریعے عرشے پر لوگوں کی آمد جاری تھی۔ کافی دیر بعد ایلس براڈوے، راک جون اور اُن کے دو ساتھی بھی عرشے پر آتے نظر آئے۔ بقیہ افراد کا کوئی پتا نہیں تھا۔ میں نے دھڑکتے دل سے سوچا کہ یقیناً بقیہ لوگ کام آ گئے ہوں گے۔ ان لوگوں کا زندہ بچ جانا بھی حیران کن تھا۔

ایلس براڈوے اور راک جون نے مجھے اور نکی ہاورڈ کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اُن کے چہروں پر مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ راک جون کو اُٹھا کر کھڑا کیا گیا تو اُس کے مُنہ سے چیخ نکل گئی۔ اُس کا ایک گھٹنا گولی لگنے سے ٹوٹ گیا تھا۔ اُس نے کراہتے ہوئے اُن لوگوں کو اپنے زخم کے بارے میں بتایا تو اُن میں سے ایک نے ایک رومال راک جون کے گھٹنے پر کس دیا اور پھر دوسرے شخص سے بولا۔

"اسے اُٹھا کر کیبن تک پہنچاؤ اور ان سب کو بھی کیبنوں میں پہنچا دو۔"

دو افراد نے راک جون کو اُٹھا لیا اور ہمیں بھی چلنے کا اشارہ کیا۔

ہمیں جہاز کی نچلی منزل پر لایا گیا جہاں ہم سب کو ایک بڑے سے کیبن میں دھکیل دیا گیا۔ راک جون کے حلق سے طویل چیخ نکلی۔ ہم سب کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے لہٰذا اُس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ راک جون نے خود ہی اپنے آپ کو سنبھالا اور کروٹ بدل کر اس طرح لیٹ گیا کہ اُس کی زخمی ٹانگ اوپر رہے۔

ایلس براڈوے بہت افسردہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے اُس سے اُس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھا تو اُس نے غمگین لہجے میں بتایا کہ وہ سب مارے گئے۔ میں خاموش ہو گیا۔ اُن کے بارے میں یہ اندازہ تو میں پہلے ہی لگا چکا تھا کہ وہ سب مارے جا چکے ہوں گے۔

کچھ دیر کے بعد کیبن کا دروازہ کھلا اور چند افراد دراز قامت کے ہمراہ کیبن میں داخل ہوئے۔ وہ راک جون کو ایک اسٹریچر پر ڈال کر لے گئے۔ راک جون کو آدھے گھنٹے بعد واپس لایا گیا۔ اس کے گھٹنے کی ڈریسنگ کر دی گئی تھی۔ شاید اُسے سُن کرنے والا کوئی انجکشن بھی لگایا گیا تھا کیونکہ اب اُس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نہیں تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں اس انسانیت کے لیے اُن کا شکر گزار ہوں۔" راک جون نے کہا۔ "گولی نے گھٹنے کی ہڈی توڑ دی ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ صبح پلاستر کر دیا جائے گا۔ اس وقت ڈاکٹر موجود نہیں ہے۔"

"لیکن یہ کم بخت ہیں کون اور انھوں نے ہمارے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کیوں کیا ہے؟" براڈوے نے راک جون سے سوال کیا۔

"میں خود بھی حیران ہوں۔ میں کافی عرصے سے یہاں رہ رہا ہوں۔ مجھے آس پاس کے علاقوں کی خبریں بھی ملتی ہیں لیکن یہ خبر کبھی نہیں ملی کہ اس سمندر میں کوئی جنگی جہاز بھی موجود ہے۔"

ایلس براڈوے اور راک جون کی گفتگو سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ جو کچھ ہوا وہ اُن کے لیے بھی اتنا ہی غیر متوقع تھا جتنا غیر متوقع میرے لیے تھا۔

رات یونہی سوتے جاگتے گزر گئی۔ صبح کے وقت چند نئے افراد ہمارے کیبن میں داخل ہوئے۔ اُن میں ایک قوی الجثّہ شخص بھی تھا جس کے چہرے سے سختی جھلک رہی تھی۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ہم سب کو دیوار کے سہارے بٹھا دیا جائے چنانچہ ہمیں جانوروں کی طرح گھسیٹ گھسیٹ کر دیوار کے سہارے بٹھا دیا گیا۔ قوی الجثّہ شخص نے آگے بڑھ کر باری باری ہم سب کے چہرے بغور دیکھنا شروع کیے۔ اُس کی آنکھوں میں بھوکی بلیّوں جیسی چمک تھی۔ سب لوگوں کے چہرے بغور دیکھنے کے بعد اُس نے ایلس براڈوے سے کہا۔ "اپنے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

"میرا نام ایلس براڈوے ہے۔ میں اس علاقے میں اپنے دوست راک جون اور اس کے ساتھیوں کے ہمراہ شکار کھیلنے آیا تھا۔" ایلس براڈوے اپنے بارے میں تفصیل سے بتا رہا تھا پھر اُس نے کہا۔ "آپ میرے بیان کی تصدیق میرے کاغذات سے کر سکتے ہیں۔"

"اور تم؟" وہ راک جون کی طرف متوجّہ ہوا۔

"میں طویل عرصے سے اسی علاقے میں مقیم ہوں۔ میرا نام راک جون ہے۔ میرے پاس مقامی حکومت کا اجازت نامہ موجود ہے۔ جنگلی درندوں کا شکار میرا شوق ہے۔ مقامی بستیوں کے لوگ کبھی کسی درندے کا شکار ہوتے ہیں تو مجھی سے مدد لیتے ہیں۔ یہی میرا مشغلہ ہے۔"

اُس کے بعد میرا نمبر آیا۔ "میں نہ تو شکاری ہوں اور نہ ہی مجھے جنگلوں سے بہت زیادہ دلچسپی ہے۔" میں نے کہا۔ "میں تو اپنی بیوی کے ساتھ شی گوراے آیا تھا اور تفریحاً ان لوگوں میں شامل ہو گیا تھا۔"

باری باری سب سے سوال جواب کیے گئے۔ نکی نے وہی جواب دُہرا دیا تھا جو میں نے اُن لوگوں کو دیا تھا۔

"لیکن تم لوگوں نے ہم پر گولیاں چلائی تھیں اور مقابلے پر آمادہ ہو گئے تھے؟" قوی الجثّہ شخص نے کہا۔

"وہ تو ایک اضطراری فعل تھا۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہم پر کون حملہ آور ہو گیا ہے۔" راک جون نے جواب دیا۔

"یہ ممنوعہ علاقہ ہے۔ حکومتِ کیرول کی طرف سے احکامات جاری کیے گئے ہیں کہ کوئی اس طرف نہ آئے۔ ہم اس علاقے کے محافظ ہیں اور ہماری ذمّے داری ہے کہ ہم غیر متعلقہ لوگوں کو اس علاقے سے دور رکھیں۔ ہم نے فائرنگ کر کے تمھیں ہوشیار کیا تھا مگر تم مقابلے پر اتر آئے جس کی وجہ سے ہم تمھیں گرفتار کرنے کے لیے مجبور ہو گئے۔ تم لوگوں کو جو نقصانات پہنچے ہیں وہ تمھاری اپنی حماقت کی وجہ سے پہنچے ہیں اور ان کے ذمّے دار تم خود ہو۔"

"اگر ہمیں علم ہوتا کہ آپ لوگوں کا تعلق حکومت سے ہے تو ہم ہرگز مقابلہ کرنے کی جسارت نہ کرتے۔ جو کچھ ہوا، لاعلمی کی وجہ سے ہوا۔"

"ٹھیک ہے لیکن تمھارے کچھ ساتھی ہلاک ہو گئے ہیں۔ ہم کسی صورت میں بھی اُن کی ہلاکت کی ذمّے داری قبول نہیں کریں گے۔ اس کے علاوہ تمھاری گاڑیاں بھی تباہ ہو گئی ہیں لہٰذا تم واپس تو جا نہیں سکتے اس لیے فی الحال تمھیں یہیں رُکنا ہو گا۔ چیف آئے گا تو وہی تمھارے بارے میں کوئی فیصلہ کرے گا۔ میں تم لوگوں کی بندشیں کھلوا رہا ہوں لیکن یاد رکھو کہ اگر تم میں سے کسی نے بھی کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو کیبن کے باہر مسلّح محافظ موجود ہیں۔ تمھاری لاشیں سمندر کی مچھلیوں کے لیے عمدہ غذا ثابت ہوں گی۔"

اس کے بعد ہم سب کے ہاتھ کھول دیے گئے اور وہ سب باہر چلے گئے۔ ایلس براڈوے اور راک جون خاموشی سے دروازے کو گھور رہے تھے۔

"تم نے ان لوگوں کے بارے میں کوئی اندازہ لگایا؟" نکی ہاورڈ نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"فی الحال تو کچھ کہنا مشکل ہے۔" میں نے کہا۔

"معلوم نہیں کب تک ان لوگوں کی قید میں رہنا پڑے گا۔" نکی بولی۔ "لیکن ان کا رویّہ زیادہ بُرا نہیں ہے۔ ظاہر ہے ان کا مقابلہ کیا گیا تھا اس لیے ان کا طیش میں آنا فطری بات تھی مگر دونوں گاڑیاں تباہ ہو چکی ہیں۔ کیا یہ لوگ ہمیں کسی مناسب جگہ تک پہنچانے کا بندوبست کر دیں گے؟"

"میں کیا بتا سکتا ہوں۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔ میری جھنجلاہٹ فطری تھی۔ میں خود اُن لوگوں کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا لیکن میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ اس معاملے میں اولیو ہا[رڈ] ...رور ملوث ہے۔ حالانکہ دُنیا میں ایک اولیو ہارڈ ہی مجرمانہ کارروائیوں میں مصروف نہیں تھا لیکن نہ جانے کیوں میری چھٹی حس بار بار مجھے احساس دلا رہی تھی کہ اس معاملے میں اولیو ہارڈ کا ہاتھ ضرور ہے۔

دوپہر کے وقت ہمیں کھانا کھلایا گیا اور اُس کے بعد وہ لوگ ایک بار پھر کیبن میں وارد ہو گئے۔

"تمھاری ٹانگ کا کیا حال ہے؟" قوی الجثّہ شخص نے راک جون سے پوچھا۔ "تم خود سے چل سکتے ہو یا تمھارے لیے اسٹریچر منگوایا جائے؟"

"نہیں۔" راک جون نے جواباً کہا۔ "میں سہارا لے کر چل سکتا ہوں۔"

"تو پھر چلو۔ چیف آ گیا ہے اور وہی تم لوگوں کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔"

ہم سب کھڑے ہو گئے۔ راک جون کو سہارا دے کر چلایا جا رہا تھا۔ چند اسٹین گن بردار افراد ہمارے عقب میں چل رہے تھے۔ نکی ہاورڈ میرے ساتھ چل رہی تھی اور حسبِ عادت میرے کان کھا رہی تھی۔

"پتا نہیں اب کیا ہو گا۔ خدا جانے ان لوگوں کا چیف کس قسم کا آدمی ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے ڈیئر ڈینس۔۔۔"

میں نے اُسے خاموش رہنے کو کہا۔ ہمیں اوپر عرشے پر لے جایا جا رہا تھا۔ راک جون اپنے ساتھیوں کے سہارے تقریباً گھسٹ رہا تھا۔ اُس کے حلق سے مُسلسل کراہیں نکل رہی تھیں۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے تو اُس کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔

عرشے پر ایک جگہ کئی مسلّح افراد موجود تھے جن کے درمیان ایک شخص کھڑا تھا۔ اُس شخص کے عقب میں ایک ہیلی کاپٹر بھی موجود تھا جو اس سے قبل وہاں نہیں تھا۔ یقیناً اُن کا چیف اسی ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں پہنچا ہو گا۔ نیچے کیبن میں بہرحال ہیلی کاپٹر کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔

میں اُس شخص کو گھورتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ فاصلہ کچھ کم ہوا تو اچانک ہی میرے جسم میں کپکپی سی دوڑ گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھے برف کے ٹھنڈے پانی میں غوطہ دے دیا گیا ہو۔ میں نے اُس شخص کو پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کی تھی جو مسلّح افراد کے درمیان کھڑا ہماری جانب نگراں تھا۔

اُسے پہچان کر میں ایک لمحے کو ٹھٹکا مگر پھر فوراً ہی سنبھل کر دوبارہ آگے بڑھنے لگا۔ وہ میرا سب سے بڑا حریف اولیو ہارڈ تھا جس کی تلاش میں، میں تل ابیب تک ہو آیا تھا اور اب یہاں افریقہ میں بھٹک رہا تھا۔

سچویشن بڑی ہولناک تھی۔ میں جو اولیو ہارڈ پر جال پھینکنے کے چکر میں تھا شومیٔ قسمت سے خود ہی اُس کے شکنجے میں پھنس گیا تھا۔ اولیو ہارڈ خود اس بات سے بے خبر تھا کہ اُس کے لوگوں نے انجانے میں کتنا بڑا کارنامہ سرانجام دے دیا ہے۔

میں بہت بُرے پھنس گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ابھی نکی ہاورڈ اپنے باپ کو پہچان لے گی اور بے قابو ہو جائے گی۔ دوسری طرف اولیو ہارڈ کی باریک بین نگاہیں مجھے بھی شناخت کر سکتی تھیں۔ میں اُس کے شیطانی ذہن سے بخوبی واقف تھا۔ وہ بدن کی جنبشوں سے آدمی کو شناخت کر سکتا تھا۔ مجھے خود کو اُس کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھنا دُنیا کا سب سے مشکل کام معلوم ہو رہا تھا لیکن مجھے اپنی سی کوشش تو کرنا ہی تھا۔ سب سے زیادہ تشویش مجھے نکی ہاورڈ کی طرف سے تھی۔ اُس نے شاید ابھی تک اپنے باپ کو نہیں پہچانا تھا لیکن یہ بات یقینی تھی کہ قریب سے وہ اپنے باپ کو ضرور پہچان لے گی اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہوتا وہ میری اب تک کی محنت پر پانی پھیر دیتا۔ تہذیب مالکم ایکس کو اولیو ہارڈ کے چُنگل سے نکالنے کے لیے نکی ہاورڈ میرے لیے ٹرمپ کارڈ کی حیثیت رکھتی تھی اور میں یہ ٹرمپ کارڈ اپنے ہاتھ سے کسی قیمت پر بھی نکلتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

میرا ذہن بڑی برق رفتاری سے اس صورتِ حال سے نمٹنے کی تدبیریں سوچ رہا تھا۔

تمام کتابوں کے نئے ایڈیشن شائع ہو گئے ہیں

انسان جو کبھی نہیں بدلے گا اور کبھی پُرانا نہیں ہو گا۔ اسی طرح یہ کہانیاں بھی کبھی پُرانی نہیں ہوں گی کیوں کہ یہ کہانیاں انسانوں کی کہانیاں ہیں۔
انسان! جو بادشاہ تھے، وزیر تھے، امیر تھے، فاتح تھے، ظالم تھے، رحم دل تھے۔ انسانی جذبات، احساسات، فطرت اور جبلّت جو آدم میں تھی، وہی آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ بس ماحول، حالات، معاشرتی مقام اور تہذیبوں کے عروج و زوال کے مطابق ان کا طریقۂ اظہار بدلتا رہے گا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ الیاس سیتاپوری نے ماضی کے بادشاہوں کی نہیں انسانوں کی کہانیاں لکھی ہیں۔ انسانی جبلّت اور فطرت کے ساتھ زندہ رہنے والی کہانیاں۔ ان کہانیوں میں وہ سب کچھ ہے جو انسان میں ہے — حسد، رشک، شماتت، رقابت، دوستی، دشمنی، جفاکاری، وفاشعاری، سادگی، ریاکاری، ایثار، غداری، تمرّد، انکساری، بہادری اور بُزدلی۔

انسانوں کی اثرانگیز کہانیوں کے مجموعے

راک جون

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے تیزی سے کسی فیصلے پر پہنچنا تھا اور پھر اس سے بھی زیادہ تیزی سے اُس فیصلے پر عمل پیرا ہو جانا تھا۔ وقت بالکل بھی نہیں تھا اور صورتِ حال اتنی نازک تھی کہ میں ہاتھ پیر ہلانے کا متحمل بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ عرشے پر اسٹین گن بردار مسلح افراد کی اتنی بڑی تعداد موجود تھی کہ اگر میں اُن کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی اُٹھانے کی کوشش کرتا تو وہ مجھے بھون کر رکھ دیتے۔

اس نازک موقع پر میرے پاس واحد صورت یہ رہ گئی تھی کہ میں کسی طرح نکّی ہاورڈ کو کنٹرول کرنے کی کوشش کروں۔ وہ میرے شانہ بشانہ چل رہی تھی۔ میں نے سرگوشی میں اُسے مخاطب کیا۔

"نکّی، اِدھر دیکھو میری طرف۔"

لیکن نکّی کی نگاہیں تو اولیو ہاورڈ پر مرکوز تھیں۔ "میں اُس شخص کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہوں۔" نکّی کی آواز اگرچہ دھیمی تھی مگر اُس میں ہیجانی تاثر تھا۔ "وہ ڈیڈی سے مشابہ ہے۔"

"میں کہہ رہا ہوں میری طرف دیکھو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

نکّی نے ایک جھٹکے سے چہرہ گھما کر میری طرف دیکھا اور بولی۔ "وہ شاید ڈیڈی ہی ہیں۔ اور اگر وہ واقعی ڈیڈی ہی ہیں تو ہم اس قید سے نجات پا جائیں گے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو نکّی! اگر وہ تمھارے ڈیڈی ہیں تو خود کو اُن سے چھپانے کی کوشش کرو۔ یہ نہ بھولو کہ تم میک اپ میں ہو۔"

"لیکن اس سے کیا فرق پڑے گا؟" وہ اُلجھے ہوئے انداز میں بولی۔ "تمھاری باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"اس بات کا امکان ہے کہ اگر انھوں نے تمھیں پہچان لیا تو تمھیں اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ کیا تم میری جُدائی گوارا کر لو گی؟"

"نہیں ڈینس، تمھاری جُدائی مجھ سے برداشت نہیں ہو گی۔" نکّی نے کہا۔ "مگر میں اُن سے کیسے بچوں؟ ممکن ہے وہ مجھے پہچان لیں؟"

"تم اُن کی طرف دیکھو ہی مت۔ صرف مجھے دیکھو اور مجھ سے ہی باتیں کرتی رہو مگر وہ بھی نیچی آواز میں۔ اور اگر ممکن ہو تو زیادہ سے زیادہ خاموش رہنے کی کوشش کرو۔"

نکّی خاموش ہو گئی کیونکہ ہم لوگ اولیو ہاورڈ کے نزدیک پہنچ چکے تھے۔ تمام لوگ رُک گئے تھے۔ اولیو ہاورڈ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا تھا۔ اُس کی نظریں یکے بعد دیگرے ہم سب کے چہروں پر سے پھسل رہی تھیں۔ ہم سب کا جائزہ لینے کے بعد اُس نے ایلس براڈوے سے سوال کیا۔ ایلس براڈوے سب سے آگے ہونے کی وجہ سے اولیو ہاورڈ کے سب سے زیادہ نزدیک تھا۔ میری توقع کے برعکس اولیو ہاورڈ کا لہجہ بہت نرم تھا۔

میں بڑی توجہ سے ایلس براڈوے کا جواب سُن رہا تھا۔ ایلس براڈوے نے ہم سب کے بارے میں تفصیل سے بتا کر کہا۔ "اگر ہم آپ کے کسی کام میں حارج ہوئے ہیں تو ایسا صرف نادانستگی میں ہوا ہے۔ ہمیں اس بار معاف کر دیا جائے تو آئندہ ہم ادھر کا رُخ نہیں کریں گے۔"

"ہمیں بھی آپ لوگوں سے کوئی دُشمنی نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن قانون، قانون ہے۔ یہ ممنوعہ علاقہ ہے اور۔ ۔ ۔"

ابھی وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ ایک شخص دوڑتا ہوا اولیو ہاورڈ کی طرف آیا۔ اولیو ہاورڈ چونک کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ شخص، اولیو ہاورڈ کے قریب پہنچ کر رکا اور اُس سے آہستہ آواز میں کچھ کہنے لگا۔ اُس کی بات سُن کر اولیو ہاورڈ نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر ایک اور شخص کو اپنے نزدیک بُلا کر جلدی جلدی اُس سے کچھ کہا اور پلٹ کر ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گیا۔ جو شخص دوڑتا ہوا آیا تھا وہ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ تھا۔ وہ دونوں ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ ہیلی کاپٹر کی مشین اسٹارٹ ہوئی اور پھر چند ہی لمحوں بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر ایک جانب پرواز کر گیا۔

میں نے سکون کی ایک طویل سانس لی۔ اولیو ہاورڈ کے چلے جانے کے باعث مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرے سر سے کوئی بھاری بوجھ ہٹ گیا ہو۔ میں اکیلا ہوتا تو مجھے اُس کی کوئی خاص پروا نہ ہوتی مگر میں نکّی ہاورڈ کی طرف سے متفکر تھا۔ وہ کسی وقت بھی پہچانی جا سکتی تھی۔

ہم سب کی نظریں ہیلی کاپٹر پر جمی ہوئی تھیں جو تیزی سے دور ہوتا ہوا ایک نقطے کی مانند نظر آنے لگا تھا اور پھر وہ نقطہ بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

سورج مغرب کی جانب جھکنے لگا تھا۔ دور دور تک سمندر کا نیلا پانی پھیلا ہوا تھا۔ صاف شفاف، بادلوں سے بے نیاز نیلگوں آسمان پر سمندری پرندوں کا ایک غول آوازیں نکالتا ہوا عرشے کے اوپر سے گزر گیا۔

وہ شخص جس سے اولیو ہاورڈ نے جاتے وقت کچھ کہا تھا، آگے آیا اور بولا۔ "چیف کو اچانک ایک ضروری کام سے جانا پڑ گیا ہے۔ اُن کی واپسی چند گھنٹے میں بھی ہو سکتی ہے اور اس میں چند دن بھی لگ سکتے ہیں۔ چونکہ چیف کو کوئی فیصلہ کرنے کا موقع نہیں مل سکا لہٰذا آپ لوگوں کو جہاز پر ہی رہنا ہو گا۔"

"ہمیں ایک ناکردہ گناہ کی سزا مل رہی ہے۔" ایلس براڈوے نے جھنجلا کر کہا۔

"ہمیں اس بات کا احساس ہے لیکن فی الوقت ہم مجبور ہیں۔" اُس شخص نے کاندھے اُچکائے۔

"جب یہ بات طے ہو گئی کہ ہم بے قصور ہیں تو پھر ہمارے بارے میں فیصلہ کیوں نہیں ہو رہا؟"

"مسئلہ یہ ہے کہ ہم جس مشن میں مصروف ہیں وہ خفیہ نوعیت کا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ غیر متعلقہ لوگ یہاں ہماری موجودگی سے بھی واقف ہوں، اسی لیے یہ پورا علاقہ ممنوعہ قرار دیا گیا تھا۔ اب اگر تم لوگوں کو رہا کر دیا جائے تو اندیشہ ہے کہ ہماری یہاں موجودگی راز نہیں رہ سکے گی۔ امکان یہی ہے کہ موجودہ مشن کی تکمیل تک تم لوگوں کو ہمارے ساتھ ہی رہنا ہو گا۔ تاہم حتمی فیصلہ تو چیف ہی کرے گا۔ اُس نے تمھاری رہائی کا حکم دے دیا تو ہم باعزت طور پر تمھیں واپس بھجوا دیں گے۔"

"مگر یہ تو ہمارے ساتھ سخت زیادتی ہے۔" راک جون نے کراہتے ہوئے کہا۔ گھٹنے کی ٹوٹی ہوئی ہڈی پر زور پڑنے کے باعث اُسے دوبارہ تکلیف شروع ہو گئی تھی۔

"ہمیں اس زیادتی کا احساس ہے۔ اور اس کا ازالہ کرنے کے لیے ہم محض اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں بہم پہنچائیں۔ ہماری اب تک یہی کوشش رہی ہے کہ تم لوگوں کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ تمھارے بارے میں کوئی فیصلہ ہونے تک ہم تمھاری آسائش کا ہر ممکن خیال رکھیں گے۔"

اس کے بعد مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ ہمیں خالی کیبن فراہم کر دیے گئے۔ میرے اور نکّی کے حصے میں بھی ایک کیبن آیا تھا۔ کیبن میں پہنچتے ہی نکّی نے مجھ سے کہا۔

"اگر میں ڈیڈی کو اپنی شناخت کرا دیتی تو یقین کرو اس وقت صورتِ حال بالکل ہی مختلف ہوتی۔"

"یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے ویسے ہی اس کا یقین ہے۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔ اُس وقت مجھے روک دیا اور اب کہہ رہے ہو تمھیں یقین ہے کہ حالات بڑے مختلف ہوتے!"

"میں نے اُس وقت بھی تم سے یہی کہا تھا۔ تمھارے ڈیڈی تمھیں پہچان لیتے تو تمھیں بھی ہیلی کاپٹر میں اپنے ساتھ لے جاتے اور میں یہاں جہاز پر ہی رہ جاتا۔"

"پتا نہیں کیوں یہ بات بار بار میرے ذہن سے نکل جاتی ہے۔" نکّی ہاورڈ نے طویل سانس لے کر کہا۔

"لیکن نکّی ڈیئر ایک بات تو بتاؤ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "پہلے تم بار بار ان لوگوں کے بارے میں مجھ سے میرا خیال پوچھ رہی تھیں۔ اب تمھارا ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"وہ لوگ میرے ڈیڈی کو چیف کہہ کر پکار رہے تھے۔ ظاہر ہے ڈیڈی کی طرح یہ لوگ بھی یہاں کوئی سرکاری کام ہی انجام دے رہے ہوں گے۔ کیوں، تم نے یہ بات کیوں پوچھی؟"

"ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں کوئی اور بات ہے۔ تم کچھ چھپا رہے ہو۔" نکّی مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ان لوگوں کا لباس میری اُلجھن کا باعث ہے۔ ایسی سرکاری وردی کبھی میری نظروں سے نہیں گزری۔"

"یہ تو کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔" نکّی نے ہنس کر کہا۔ "دُنیا میں بے شمار ممالک ہیں۔ تمھاری معلومات تو اس بارے میں بہت محدود ہوں گی۔"

"تم نے شاید غور نہیں کیا۔ نہ تو اُن لوگوں کی وردیوں پر اور نہ ہی جہاز پر کسی قسم کا کوئی نشان ہے جبکہ سرکاری جہازوں اور وردیوں پر مخصوص نشانات ضرور ہوتے ہیں۔"

"اب تم نے کہا ہے تو مجھے بھی خیال آ رہا ہے۔ واقعی کہیں کسی قسم کا کوئی نشان نہیں ہے۔" نکّی نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"بس یہی چیز مجھے اُلجھن میں ڈال رہی ہے۔"

"ممکن ہے یہ لوگ کوئی بہت ہی خفیہ قسم کا مشن انجام دے رہے ہوں، اسی لیے ان کی وردیوں اور جہاز کو بے نشان رکھا گیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا اور اولیو ہاورڈ کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ کسی بڑے چکر میں معلوم ہوتا تھا۔ اس جنگی جہاز سے اُس کا تعلق کسی بڑے ہنگامے کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا تھا۔

کیبن سے باہر نکلنے پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی تھی لہٰذا میں اور نکّی کیبن سے نکل کر جہاز پر گھومنے لگے۔ یہ سو فیصدی ایک جنگی جہاز تھا۔ جہاز پر موجود مختلف نوعیت کی بھاری بھرکم گنیں دیکھ کر نکّی کی آنکھیں بھی فرطِ حیرت سے پھیل گئیں۔

دفعتاً دو افراد ہمارے نزدیک آئے۔ "آپ لوگوں کو اپنے کیبن تک محدود رہنا چاہیے۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔

نکّی نے غصیلی نگاہوں سے اُس شخص کو گھورا مگر میں نے اُس کا شانہ تھپک کر اُسے پُرسکون رہنے کی تلقین کی اور اُس شخص سے کہا۔ "معاف کیجیے گا، ہمیں بتایا گیا تھا کہ ہمیں یہاں ہر طرح کی آزادی ہے۔ کیبن میں دل گھبرایا تو باہر نکل آئے۔"

"پابندی تو بے شک کوئی نہیں ہے لیکن چونکہ جہاز پر آپ کا قیام طویل نہیں ہے اس لیے آپ کو خود ہی محتاط رہنا چاہیے۔ ویسے آپ چاہیں تو عقبی عرشے پر جا سکتے ہیں۔ اُدھر جانے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"شکریہ" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "ہم نہیں چاہتے کہ ہماری وجہ سے آپ کو کوئی پریشانی ہو۔" میں نکی کے ساتھ کیبن میں واپس آ گیا۔

نکی شدید غصّے میں تھی۔ "اگر میں ان لوگوں کو بتا دوں کہ میں کون ہوں تو یہ سب میرے آگے پیچھے دُم ہلاتے پھریں گے۔"

"خود پر قابو رکھو نکی" میں نے کہا۔ "اگر تم نے ایسی کسی حماقت کا مظاہرہ کیا تو اُس کا نتیجہ ہمارے حق میں بہت بُرا نکلے گا۔"

"اسی لیے تو خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو گئی۔" نکی نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کہا۔

میرے لیے اُن لوگوں کی خوش اخلاقی حیرت کا باعث تھی۔ ادلیو ہاورڈ جیسے شیطان صفت شخص کے زیرِ اثر رہنے کے باوجود اُن لوگوں میں اتنی انسانیت کہاں سے آ گئی؟ یہ بات یقینی تھی کہ فطرتاً وہ سب لوگ سفّاک اور بے رحم تھے لیکن کسی نامعلوم وجہ کے تحت ہمارے ساتھ اُن کا سلوک بہت بہتر تھا۔ میں نے اُس وجہ پر غور کر کے اپنا دماغ تھکانا مناسب نہیں سمجھا۔ اس جہاز پر رہتے ہوئے چونکہ کچھ کر گزرنے کا موقع نہیں تھا لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ کسی بھی بات میں اپنا سر نہیں کھپاؤں گا۔

چوبیس گھنٹے ایسے ہی گزر گئے۔ اس دوران ایک آدھ بار ایلس براڈوے اور راک جون سے بھی ملاقات ہوئی۔ راک جون کے گھٹنے پر پلاسٹر کر دیا گیا تھا۔ چوبیس گھنٹے بعد وہی شخص ہمارے پاس آیا جسے ادلیو ہاورڈ جاتے وقت ہدایات دے کر گیا تھا۔

"چیف ایک اہم کام میں مصروف ہے۔ شاید کچھ دنوں تک اسے فرصت نہ مل پائے اور ہم تم لوگوں کو زیادہ عرصے تک جہاز پر رکھنے کے متحمّل نہیں ہو سکتے لہٰذا تم لوگوں کو جہاز پر سے منتقل کیا جا رہا ہے۔"

اُن لوگوں سے کچھ کہنا سُننا فضول تھا۔ ہم ہر حال میں اُن کے رحم و کرم پر تھے۔ میں نے بھی خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔

"پتا نہیں یہ لوگ جہاز پر سے ہمیں کس جگہ منتقل کریں گے؟" اُس شخص کے جانے کے بعد نکی نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"مجھے یقین ہے ہمیں جہاں بھی لے جایا جائے گا وہ جگہ اس جہاز سے تو بہرحال بہتر ہی ہو گی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

تھوڑی دیر بعد ہمیں جہاز سے ایک بڑے اسٹیمر پر منتقل کر دیا گیا۔ اسٹیمر پہ مسلّح محافظ موجود تھے اور پوری طرح چوکنا تھے۔ اسٹیمر کا سفر پچاس منٹ جاری رہا۔ اس کے بعد ہمیں دور سے خشکی نمودار ہوتی نظر آئی۔ وہ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا جس پر ایک چھوٹی سی جیٹی بھی تعمیر کی گئی تھی۔ اسٹیمر ہمیں اُس جزیرے پر اُتار کر واپس چلا گیا۔ جزیرے پر ہریالی ہی ہریالی بکھری ہوئی تھی۔

ہمیں جزیرے پر ایک ایسی جگہ پہنچا دیا گیا جہاں بہت سے کیبن بنے ہوئے تھے۔ ان چوبی کیبنوں کی چھتوں تک پر سبزہ موجود تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ لوگ اس جگہ کو پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے۔ چھتوں پر سبزہ اُگانے سے اُن کا مقصد یہی تھا کہ اگر اوپر سے کوئی ہوائی جہاز گزرے تو اُسے وہاں کسی قسم کی تعمیرات کا اندازہ نہ ہونے پائے۔

اس جزیرے پر بھی مجھے اور نکی کو ایک علیٰحدہ کیبن فراہم کیا گیا تھا۔ میں تمام دن انتظار کرتا رہا مگر کوئی نئی بات سامنے نہیں آئی۔ اس کے بعد رات بھی یونہی گزر گئی۔ اگلے روز صبح ناشتے کے بعد میں نکی کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔ یہاں لوگوں کی تعداد کم تھی۔ ہمیں راستے میں چند لوگ ملے بھی مگر کسی نے ہم سے کوئی تعرّض نہیں کیا۔

کافی دیر تک ہم جزیرے میں بھٹکتے رہے اور پھر ایک ایسے حصّے میں جا نکلے جسے دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہونے لگیں۔ اُس جگہ خاردار تاروں کی باڑھ لگی نظر آ رہی تھی۔ میں اور نکی اُس باڑھ کے نزدیک پہنچ گئے۔ باڑھ کے دوسری جانب درختوں کے جُھنڈ نظر آ رہے تھے جو ایک گول دائرے میں تھے۔ اُن سب کے تنے قدرے خمیدہ تھے اور اوپر جا کر سارے درخت ایک دوسرے سے مل گئے تھے۔ تنوں کی درمیانی جگہ پر بیلیں اُگی تھیں۔ گویا اس طرح اُس خلا کو پاٹ کر وہاں جو کچھ بھی تھا اُسے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اُس وقت اگر نکی میرے ساتھ نہ ہوتی تو یقیناً میں خاردار باڑھ کے دوسری طرف جا کر یہ معلوم کرنے کی کوشش ضرور کرتا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ نکی بھی بے حد متجسّس دکھائی دے رہی تھی۔

"یہ درخت کتنے عجیب ہیں۔" اُس نے متحیّرانہ لہجے میں کہا۔ "انھیں دیکھ کر یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے بہت سے افراد سر جُھکائے آپس میں مشورہ کرنے میں مصروف ہوں۔"

"ہاں، اور ان کے درمیان کوئی راستہ بھی ہونا چاہیے جس سے گزر کر دوسری طرف پہنچا جا سکے۔"

"لیکن وہاں ہے کیا؟" نکی متجسّسانہ انداز میں بولی۔

"آؤ دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا اور ہم دونوں خاردار باڑھ کے درمیان سے گزر کر دوسری طرف پہنچ گئے۔ وہاں نزدیک اور دور کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ درختوں کا جُھنڈ کچھ فاصلے پر تھا۔ اُس کے نزدیک پہنچنے تک میں بہت محتاط رہا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہاں واقعی کوئی نگراں نہیں ہے۔

جُھنڈ کے نزدیک پہنچ کر ہم... اندر داخل ہونے کا کوئی امکانی راستہ تلاش کرنے لگے۔ ابھی ہمیں راستہ تلاش کرتے زیادہ دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ دفعتاً عقب سے چند افراد نمودار ہوئے جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔

"تم لوگ ممنوعہ علاقے میں کیوں آئے ہو؟" اُن میں سے ایک نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ممنوعہ علاقہ؟" میرے مُنہ سے حیرت کے عالم میں نکلا۔

"کیا تم نے وہ بورڈ نہیں دیکھا؟" اُس شخص نے ایک جانب اشارہ کیا۔ "اُدھر ایک سفید تختی لگی ہوئی ہے۔"

"اوہ! مجھے افسوس ہے۔ اس پر ہماری نگاہ نہیں پڑ سکی۔"

"تو پھر خمیازہ بھی تم ہی بُھگتو گے۔" اُس شخص نے کہا اور آگے بڑھ کر مجھے دھکا دیا۔ "چلو آگے بڑھو۔"

اُنھوں نے نکی کے ساتھ بھی ایسا ہی بے رحمانہ برتاؤ کیا تھا۔ اس کے بعد مجھے نہیں معلوم ہو سکا کہ نکی کے ساتھ اُنھوں نے کیا سلوک کیا۔ مجھے ایک مختصر سے کیبن میں لے جا کر قید کر دیا گیا۔

"اگر تم نے اپنا ہاتھ بھی اس کیبن سے باہر نکالنے کی کوشش کی تو ہاتھ صحیح و سالم اندر نہیں لے جا سکو گے۔ سمجھے؟" مجھے اُس شخص نے دھمکی دی۔

"پتا نہیں تم لوگوں کا رویّہ اچانک کیوں بدل گیا۔" میں نے معصومیت سے کہا۔ "ہم تو لاعلمی کی وجہ سے اس طرف آ نکلے تھے۔ اتنی سی بات کی یہ سزا..."

"بکواس مت کرو۔" اُس شخص نے ڈپٹ کر کہا۔ "ممنوعہ علاقے میں قدم رکھنے کی سزا موت ہے۔ تمھارے لیے اگر ہدایات نہ لینا ہوتیں تو اب تک تم اپنے انجام کو پہنچ چکے ہوتے۔" اُس شخص نے کہا اور کیبن کا دروازہ بند کر کے باہر نکل گیا۔

میں اس تبدیل شدہ صورتِ حال پر غور کرنے لگا۔ اس بار نکی کو مجھ سے علیٰحدہ کر دیا گیا تھا۔ اس کیبن سے نکلنا میرے لیے دُشوار نہیں تھا مگر مسئلہ وہی تھا کہ محض یہاں سے نکلنے سے کوئی بات نہیں بنتی۔ جزیرے سے نکلنا بہت مشکل ہوتا اور پھر نکی والا معاملہ الگ تھا۔ میں اُسے چھوڑ کر نکل جاتا تو گویا اب تک کی ساری محنت پر پانی پھر جاتا۔

اُس کیبن میں مجھے بمشکل ایک گھنٹا قید رہنا پڑا۔ دروازے پر آہٹیں سُنائی دیں اور پھر دروازہ کُھلا۔ دو افراد اندر داخل ہوئے اور انھوں نے مجھ سے چلنے کو کہا۔ میں اُن سے کوئی سوال کیے بغیر اُن کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔

ہماری اگلی منزل بھی ایک کیبن تھا۔ دیگر کیبنوں کی نسبت یہ کیبن زیادہ وسیع اور آرام دہ تھا۔ وہاں نکی ہاورڈ بھی تھی اور بڑی مسرور دکھائی دے رہی تھی۔

"یقیناً ان لوگوں نے تمھیں کوئی اذیت نہیں دی ہو گی۔" نکی نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم اتنے یقین سے یہ بات کیسے کہہ رہی ہو؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"مجھے معلوم ہے تم ناراض ہو جاؤ گے مگر جو کچھ بھی میں نے کیا بڑی مجبوری کے عالم میں کیا ہے۔"

اُس کا مطلب سمجھ کر میرے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ "مجھے تفصیل سے ساری بات بتاؤ۔" میں نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

"وہ لوگ تمھیں دھکّے دیتے ہوئے کیبن تک لے گئے تھے۔ میں سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ مجھے غصّہ تو بہت آیا مگر میں نے خود پر قابو رکھا۔ میرے ساتھ بھی ان لوگوں نے اچھا سلوک نہیں کیا لیکن میں پھر بھی کچھ نہیں بولی مگر جب وہ میرے ساتھ دست درازی کرنے پر اُتر آئے تو میں مجبور ہو گئی۔ میرے پاس اور کوئی راستہ بھی تو نہیں بچا تھا۔" نکی خاموش ہو گئی۔

"خاموش مت ہو، مجھے جلدی جلدی ساری باتیں بتا ڈالو۔"

"ان کی حرکتیں میرے لیے ناقابلِ برداشت ہو گئیں تو میں نے انھیں اپنی اصلیت سے آگاہ کر دیا۔ پہلے تو انھیں یقین ہی نہیں آیا کہ میں ادلیو ہاورڈ کی بیٹی ہو سکتی ہوں مگر جب میں نے انھیں اپنے طور پر اس بات کی تصدیق کرنے کی دعوت دی تو وہ قدرے خوفزدہ ہوئے اور انھوں نے ٹرانسمیٹر پر ڈیڈی کو یہ اطلاع پہنچا دی۔"

"پھر کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔ میں بہت سخت بے چین تھا۔ "انھوں نے تم سے بھی بات کی ہو گی؟"

"ہاں، میری اُن سے بات ہوئی۔ میں نے اُنھیں بتایا کہ میں نے اُنھیں جہاز پر بھی دیکھا تھا۔ انھوں نے تفصیلات سُن کر ڈانٹ ڈپٹ کرنے کی کوشش کی مگر میں نے اُنھیں منا لیا۔ اب ایک ہیلی کاپٹر ہم دونوں کو لینے کے لیے آ رہا ہے۔"

"میرے بارے میں تم نے اُنھیں کیا بتایا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"یہی کہ تمھارا نام ڈینس ہے اور ہم دونوں افریقیوں کے میک اپ میں ہیں۔"

"تم نے اُنھیں یہ تو نہیں بتایا کہ میک اپ میں نے کیا تھا؟"

"بالکل بتا دیا۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "کیوں؟ کیا اس میں کوئی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حرج تھا؟"

میں نے جسم بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ہونے والی بات ہو چکی تھی۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا اور اب اس بارے میں فکرمند ہونا بے سود تھا۔ بکّی کی حماقت نے میرے لیے بہت بڑی مصیبت کھڑی کر دی تھی۔ "نہیں، کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے بے فکری سے کہا۔

"میں تو سمجھ رہی تھی، اس بات پر تم مجھ سے ناراض ہو جاؤ گے۔"

"اب تم نے اپنے ڈیڈی کو سب کچھ بتا ہی دیا ہے تو ناراض ہونے سے فائدہ؟" میں نے کہا اور اولیو ہاورڈ کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ یقیناً اُس شخص کی طرف سے بہت فکرمند ہو گا جس نے اُس کی بیٹی پر اتنا عمدہ میک اپ کیا کہ اُس جیسا شاطر آدمی بھی اپنی بیٹی کو نہ پہچان سکا۔

کچھ ہی دیر بعد ایک ہیلی کاپٹر ہمیں لینے آ پہنچا۔ مجھے اور بکّی کو نہایت عزّت و احترام سے ہیلی کاپٹر میں پہنچا دیا گیا۔

ہیلی کاپٹر ہمیں لے کر فضا میں بلند ہو گیا تو میں نے پائلٹ سے پوچھا، "تم ہمیں جہاز پہلے کر جا رہے ہو یا شی گورا ٹے؟"

"ہم سیدھے شی گورا ٹے جائیں گے جناب۔" پائلٹ نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔ "وہاں مسٹر ہاورڈ آپ دونوں کے منتظر ہیں۔"

میں نے مسکرا کر بکّی کی گردن میں بازو حمائل کر دیا۔ بکّی نے بڑی حیرت سے مجھے دیکھا۔ میں نے اس سے قبل ازخود اتنی پیش رفت کبھی نہیں کی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں صرف ایک لمحے کو حیرت کے تاثرات نظر آئے تھے پھر اُس نے بھی مسکرا کر اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔ میرا ہاتھ اُس کے بازو پر رینگ رہا تھا۔ پھر میں اُس کی گردن ہولے ہولے سہلانے لگا۔ بکّی مجھ سے بُری طرح چمٹ گئی تھی اور مجھ میں پیوست ہوتی جا رہی تھی۔ اُس کی گردن سہلاتے سہلاتے میں نے وہ مخصوص رگ تلاش کر لی تھی جو مجھے مطلوب تھی۔ رگ ملتے ہی اُس کی گردن پر میری گرفت اچانک ہی سخت ہو گئی۔ بکّی نے ہاتھ پیر چلانے کی کوشش کی مگر اس سے قبل ہی میری انگلیاں اپنا کام کر چکی تھیں۔ وہ بے ہوش ہو گئی۔

میں نے بکّی کو ایک طرف ہٹا کر پائلٹ کو مخاطب کیا۔ "ڈیئر مسٹر پائلٹ! گوٹے ہل بھی تو یہاں سے کہیں قریب ہی ہے۔ اندازاً کتنے فاصلے پر ہو گا؟"

"ہم اس وقت درمیان میں ہیں۔" پائلٹ نے کہا۔ "شی گورا ٹے یہاں سے تقریباً اتنے ہی فاصلے پر ہے جتنے فاصلے پر گوٹے ہل ہے۔ بس سمتوں کا فرق ہے۔ شی گورا ٹے جانے کے لیے ہمیں سیدھے سفر کرنا پڑے گا جبکہ گوٹے ہل کے لیے بائیں سمت مُڑنا ہو گا۔"

میں نے پائلٹ کی کمر سے لٹکتے ہوئے پستول کو دیکھا۔ بظاہر اُس کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ میں تیزی سے اس کے پستول پر جھپٹا اور پستول اُس کے ہولسٹر سے کھینچ لیا۔ پائلٹ نے چونک کر سر میری طرف گھمایا مگر اس سے پہلے ہی میں نے پستول کی نال اُس کی گدّی سے لگا دی...

"بات صرف اتنی سی ہے ڈیئر پائلٹ کہ اب ہمیں شی گورا ٹے کے بجائے گوٹے ہل کی سمت سفر کرنا ہو گا۔"

پائلٹ ساکت رہ گیا اور ہیلی کاپٹر نے بے قابو ہو کر غوطہ لگایا۔ میں نے اُس کی گردن پر پستول کی نال کا دباؤ بڑھا دیا۔

"میں بہ آسانی ہیلی کاپٹر اُڑا کر گوٹے ہل لے جا سکتا ہوں لیکن اُس صورت میں پہلے میں تمھیں گولی مار کر تمھاری لاش ہیلی کاپٹر سے نیچے پھینک دوں گا۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

پائلٹ کو یقین ہو گیا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اُس پر عمل بھی کر سکتا ہوں۔ اُس نے ایک جھرجھری لی اور سہمے ہوئے لہجے میں بولا۔ "لیکن جناب، دوسری صورت میں بھی میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"یہ فیصلہ تو تمھیں خود کرنا ہو گا کہ تمھارے لیے کون سی صورت موزوں رہے گی۔"

"لل... لیکن گوٹے ہل..."

"تم ہیلی کاپٹر کا رُخ تبدیل کر رہے ہو یا نہیں۔" میرا لہجہ سرد ہو گیا۔ "میں تین تک گنتی گن رہا ہوں۔ اگر تم نے میری ہدایت پر عمل نہ کیا تو میں تمھاری گدّی میں ہوادان بنا کر تمھیں باہر لڑھکا دوں گا۔ ایک..."

گنتی شروع ہوتے ہی پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کا رُخ تبدیل کر دیا۔ وہ چونکہ گوٹے ہل کی سمت سے مجھے پہلے ہی آگاہ کر چکا تھا لہٰذا کسی دھوکے کا امکان نہیں تھا۔

"شکریہ مسٹر پائلٹ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "دراصل گوٹے ہل پہنچنا واقعی بہت ضروری ہے۔"

"آپ کیا کہتی ہیں مس ہاورڈ؟" پائلٹ نے بھرّائی ہوئی آواز میں بکّی ہاورڈ کو مخاطب کیا۔

"فضولیات سے گریز کرو۔" میں نے وارننگ دی۔ "تمھیں سوالات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

پائلٹ نے ہونٹ بھینچ لیے۔ وہ اعصابی دباؤ کا شکار ہو گیا تھا اور اُس نے ہیلی کاپٹر کی رفتار بڑھا دی تھی۔ میں مستعد بیٹھا تھا۔ اُس کی کسی معمولی سی حرکت پر بھی میں اُس کے جسم میں پگھلا ہوا سیسہ اُتار سکتا تھا مگر اُس نے کوئی حرکت نہیں کی۔ وہ عقلمند آدمی معلوم ہوتا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ اگر اُس نے کچھ کرنے کی کوشش کی تو خود اُس کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔

اُس کے بعد کافی دیر تک پائلٹ کچھ نہیں بولا۔ خاصا طویل سفر طے کرنے کے بعد اُس نے مجھ سے پوچھا۔ "سیدھا گوٹے ہل چلوں یا کسی نواحی علاقے میں...؟"

"سیدھے گوٹے ہل چلو۔" میں نے کہا۔

"اور اگر نیچے سے مجھ سے بازپُرس کی گئی تو؟"

"اس کا جواب میں خود دوں گا۔" میں نے کہا اور اس کے تھوڑی ہی دیر بعد مجھے مسرّت کا احساس ہوا۔ ہیلی کاپٹر گوٹے ہل کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔

"ہیلو ہیلو مسٹر پائلٹ۔" ٹرانسمیٹر پر آواز آ رہی تھی۔ "تم اجنبی ہو اور بلا اجازت گوٹے ہل کی حدود میں داخل ہوئے ہو۔ اپنی شناخت کراؤ ورنہ تمھیں مار گرایا جائے گا۔ تمھیں ایک منٹ کی مہلت دی جا رہی ہے۔"

میں ٹرانسمیٹر کے نزدیک پہنچ گیا۔ پستول کی نال کا رُخ اب بھی پائلٹ کی طرف تھا تاکہ وہ کوئی گڑبڑ نہ کر سکے۔ "ہیلو زمینی کنٹرول۔" میں نے ٹرانسمیٹر میں کہا۔ "میں جنرل ٹیرس کا دوست ہوں۔ اگر تم چاہو تو میں نیچے آ کر اپنی شناخت کرا سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، ہیلی کاپٹر نیچے اُتار لو۔ تمھیں نیچے اُترنے کا راستہ دکھایا جا رہا ہے۔ خیال رہے کہ تمھارا ہیلی کاپٹر گنوں کی زد میں ہے۔"

"نیچے سے دی جانے والی ہدایات کے تحت ہیلی کاپٹر اُتار لو۔" میں نے پائلٹ سے کہا۔

پائلٹ نے سر کو اثباتی جنبش دی اور تھوڑی دیر بعد ہم زمین پر تھے۔ میں اور پائلٹ نیچے اُتر آئے... جبکہ بکّی بے ہوش ہونے کی وجہ سے ہیلی کاپٹر میں ہی تھی۔ پائلٹ کا پستول میں نے زمین پر پھینک دیا تھا اور ہم دونوں نے اپنے ہاتھ اُٹھا رکھے تھے۔ مسلح فوجی جوانوں کے ایک غول نے ہمیں گھیرے میں لے لیا تھا۔ ہم سے، سب سے پہلا سوال تیسرے مسافر کے بارے میں کیا گیا۔

"وہ ایک لڑکی ہے اور بے ہوش ہے۔" میں نے اُنھیں بتایا۔ "تم میں سے چند افراد اُسے جا کر باہر نکال لیں۔"

پائلٹ نے چونک کر مجھے دیکھا۔ وہ ابھی تک اس بات سے لاعلم تھا کہ بکّی ہاورڈ بے ہوش ہے۔

چند فوجی جوانوں نے بے ہوش بکّی کو ہیلی کاپٹر سے نکال لیا اور پھر گنوں کی زد پر ہمیں وہاں سے تھوڑے فاصلے پر لے جا کر ایک اعلیٰ افسر کے روبرو پیش کیا گیا۔ خوش قسمتی سے وہ کرنل میرا جانا پہچانا تھا۔ سارڈان کی پہاڑیوں والی مُہم کے دوران میری اُس سے واقفیت ہوئی تھی لیکن اس وقت وہ مجھے نہیں پہچان سکتا تھا اس لیے کہ میں تو ایک افریقی کے میک اپ میں تھا۔

کرنل نے ہم دونوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔ "اپنی شناخت کراؤ۔"

میں اپنی جگہ سے دو قدم آگے بڑھا اور بولا۔ "میرا نام علی یار خان ہے..."

"علی یار خان!" کرنل اپنی کرسی سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اُس نے پستول نکال کر اُس کا رُخ میری طرف کر دیا... جبکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم پہلے ہی کئی گنوں کی زد پر تھے۔

"ہاں کرنل۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں وہی علی یار خان ہوں..."

"بکواس مت کرو۔" کرنل غرّایا اور پھر فوجیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ "ان لوگوں کی تلاشی لے لی گئی ہے؟"

"یس سر۔" ایک فوجی نے اٹینشن ہو کر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، انھیں پانچ نمبر میں بند کر دو۔" کرنل نے حکم دیا۔ "اور ان کی سخت نگرانی کرو۔ یہ بڑے خطرناک مجرم معلوم ہوتے ہیں۔"

"اور اس لڑکی کا کیا کیا جائے سر؟" ایک فوجی نے پوچھا۔

"اسے بھی وہیں بند کر دو۔ ممکن ہے یہ ان لوگوں کی کوئی چال ہو اور یہ لڑکی درحقیقت بے ہوش نہ ہو۔ اس کی بھی سخت نگرانی کرنا اور بہت محتاط رہنا۔"

"میری بات تو سنو..." میں نے کہنا چاہا مگر ایک فوجی نے مجھے دھکا دیا۔

"چلو۔" اُس نے غرّا کر کہا۔

"چلو۔" میں نے بے بسی سے کہا اور دروازے کی طرف پلٹ پڑا۔ "جنرل ٹیرس سے بات کر لینا آفیسر۔" میں نے دروازے سے نکلتے وقت بلند آواز سے کہا۔ مجھے یقین تھا کہ کرنل نے میری بات ضرور سُن لی ہو گی اور وہ جلد یا بدیر جنرل ٹیرس سے رابطہ ضرور قائم کرے گا۔ میرا نام سُن کر اُس کا یوں بھڑک اُٹھنا غلط نہیں تھا۔ دُنیا کی نظروں میں، مَیں مر چکا تھا۔ گوٹے ہل میں سرکاری طور پر میری تدفین کی گئی تھی۔ ممکن ہے کرنل خود بھی میری تدفین میں شریک رہا ہو۔ ایسے میں اگر کوئی افریقی اُس کے سامنے آ کر یہ دعویٰ کرے کہ وہ علی یار خان ہے تو اُس کا ردِعمل اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن مجھے یہ اطمینان تھا کہ موجودہ صورتِ حال زیادہ دیر برقرار نہیں رہ سکے گی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کئی فوجی بیرکیں عبور کرنے کے بعد ہمیں ایک بیرک کے سامنے رُکنے کو کہا گیا۔ نکی ابھی تک بے ہوش تھی اور ان لوگوں نے اُسے اسٹریچر پر ڈال کر اُٹھا رکھا تھا۔ ہمیں ایک کوٹھری میں داخل ہونے کو کہا گیا۔ اس کوٹھری میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ صرف ایک دروازہ تھا جس میں آہنی سلاخیں نصب تھیں۔ نکی کو پہلے ہی کوٹھری کے فرش پر لُڑھکا دیا گیا تھا۔

ہم کوٹھری میں داخل ہوگئے اور دروازہ بند کر کے مقفل کر دیا گیا۔ دروازے کے باہر دو مسلح فوجی تعینات تھے۔

"پتا نہیں تم کون ہو" پائلٹ نے مجھے گھور کر کہا۔ "اپنے ساتھ مجھے بھی مصیبت میں پھنسا دیا۔"

"ایسی مصیبتیں تو آتی جاتی رہتی ہیں دوست!" میں نے مُسکرا کر کہا۔ "اور یہ کوئی مصیبت تو ہرگز نہیں ہے۔ یہ تو ایک وقتی سی بات ہے اور ایک بڑی معمولی سی غلط فہمی کا نتیجہ ہے ورنہ یہ لوگ میرے دوست ہیں۔ مصیبت میں تو میں اب سے تھوڑی دیر قبل تک تھا جب میں تمہارے موذی باس اولیو ہارڈ کے چنگل میں پھنسا ہوا تھا۔ دیکھ لو میں کتنی صفائی سے وہاں سے نکل آیا!"

"تم مجھے کوئی سر پھرے معلوم ہوتے ہو!" پائلٹ نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔ "باس نے ہدایت کی تھی کہ تمہیں عزت و احترام سے لایا جائے۔ اُسے تم موذی قرار دے رہے ہو اور یہ لوگ جنھوں نے تمہیں اس کال کوٹھری میں قید کر دیا ہے انھیں تم اپنا دوست سمجھ رہے ہو۔"

"میں واقعی بہت سر پھرا آدمی ہوں!" میں نے ہنس کر کہا۔ "تمہارا باس مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہے۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ میں دراصل کون ہوں ورنہ وہ میرے استقبال کے لیے خود آتا۔ تم جیسے گاؤدی کو ہرگز نہ بھیجتا۔"

"میں بھی کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں۔" پائلٹ کے تیور خراب ہوگئے۔ "اب اگر تم نے میرے لیے کوئی غلط لفظ استعمال کیا تو میں تمہارا دماغ درست کر دوں گا!"

"اوہو تم تو بُرا مان گئے۔ خیر اب تم چند باتیں غور سے سُن لو۔ یہاں سے رِہا ہونے کے بعد جب تم اولیو ہارڈ کے پاس پہنچو گے تو ظاہر ہے ساری روداد تو تم خود ہی اُسے سُنا دو گے، بس اُس میں میرے ایک پیغام کا اضافہ اور کر لینا۔ اُس سے کہنا کہ تمہاری بیٹی علی یار خان کے قبضے میں ہے!"

"تمہاری گفتگو سے دیوانگی جھلکتی ہے۔ تم کوئی ذہنی مریض تو نہیں ہو؟"

"تم سے جو کچھ میں نے کہا ہے اُسے ذہن نشین کر لو۔ میرا پیغام اپنے باس تک ضرور پہنچا دینا ورنہ جب اُسے یہ معلوم ہوگا کہ تم نے اُسے پیغام نہیں پہنچایا تھا تو تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ وہ تمہاری کیا دُرگت بنائے گا۔"

پائلٹ کی آنکھوں سے اُلجھن جھلکنے لگی۔ "میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔ فوجیوں کی قید میں بیٹھ کر یوں گفتگو کر رہے ہو جیسے وہ تمہیں ابھی رِہا کر دیں گے۔"

"اس چکر میں مت پڑو۔ بس اتنا یاد رکھو کہ میرا نام علی یار ہے ... اور اولیو ہارڈ کی بیٹی نکی ہارڈ میرے قبضے میں ہے گوٹے ہل میں، میں جنرل ٹیرس کا مہمان ہوں۔ تین روز تک میں انتظار کروں گا کہ اولیو ہارڈ مجھ سے رابطہ قائم کر لے۔ اگر اُس نے تین روز تک رابطہ قائم نہ کیا تو نکی ہارڈ کو قتل کر دیا جائے گا۔"

پائلٹ مستقل اُلجھن آمیز نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میرا اطمینان اُس کے لیے شدید حیرت کا باعث تھا۔ کچھ دیر بعد اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں نے تمہارا پیغام ذہن نشین کر لیا ہے لیکن یہ مت سمجھنا کہ مجھے تمہاری باتوں پر یقین آگیا ہے۔"

"آجائے گا، آجائے گا۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "جب تمہیں یہاں سے رہائی ملے گی تو ہر بات تمہاری سمجھ میں خود بخود آجائے گی۔"

نکی ہارڈ نے کسمسا کر کروٹ لی۔ میں لپک کر اُس کے نزدیک پہنچا اور اُس کی کنپٹیاں سہلانے لگا۔ نکی کے پپوٹوں میں جنبش ہوئی اور اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحے وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں چھت کو تکتی رہی پھر ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ اُس نے بڑی حیرت سے اس اجنبی ماحول کو دیکھا جس میں وہ اس وقت موجود تھی۔ "مم ... میں کہاں ہوں؟"

"گھبراؤ نہیں، تم محفوظ ہو۔" میں نے اُسے تسلّی دی۔

"لیکن ہم تو ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہے تھے اور ڈیڈی کے پاس جا رہے تھے!"

"دماغ پر زیادہ زور مت دو بلکہ صرف یہ سوچو کہ تمہیں میرے ساتھ ہی رکھا گیا ہے۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ تمہیں مجھ سے جُدا کر دیا جاتا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو ڈینس ... اور یہ شخص کون ہے؟" اُس نے پائلٹ کو دیکھ کر کہا۔ "یہ تو شاید ہیلی کاپٹر کا پائلٹ ہے۔"

"جی مس ہارڈ!" پائلٹ نے کہا۔ "ہم شی گورلائے کی طرف جا رہے تھے کہ اچانک ..."

"زبان سے کچھ نکالنے سے قبل اپنی نازک پوزیشن پر غور کرو۔" میں نے پائلٹ کی بات کاٹ کر تنبیہی انداز میں کہا۔ "بہتر یہی ہے کہ خاموش رہو۔ ممکن ہے تمہارے مُنہ سے نکلا ہوا کوئی غلط لفظ بعد میں نکی ہارڈ کے لیے خطرناک ثابت ہو اور تمہیں اس کے لیے جواب دہی کرنا پڑ جائے۔"

پائلٹ کی سمجھ میں میری بات آگئی اور وہ گڑبڑا کر خاموش ہوگیا۔

"تم لوگوں کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہیں!" نکی نے اُلجھ کر کہا۔

"کچھ نہیں، پائلٹ ذرا بے وقوف آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں اسے سمجھا رہا تھا کہ گفتگو کرتے ہوئے ادب ملحوظ رکھے۔ آخر یہ تمہارے ڈیڈی کا ملازم ہے۔"

"لیکن ہم کن لوگوں کی قید میں ہیں اور یہاں کیسے پہنچے؟" نکی نے کہا۔

"ہیلی کاپٹر کے کپاس میں کچھ گڑبڑ ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ہم غلط سمت میں سفر کرتے ہوئے شاید کسی اور مُلک کی سرحد میں داخل ہوگئے ہیں۔ ہمیں یہاں اُتار لیا گیا ہے لیکن یہ وقتی قید ہے۔ ابھی جب ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی تو ہمیں رہا کر دیا جائے گا۔" میں نے کہا۔

"مگر میں بے ہوش کیسے ہوگئی تھی؟"

"ممکن ہے ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے سے تمہارے اعصاب پر کسی قسم کا دباؤ پڑا ہو جس کی وجہ سے تم بے ہوش ہوگئی ہو۔"

نکی کچھ اور بھی کہتی لیکن اسی وقت کرنل ہمیں اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ وہ بہت گھبرایا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ میں سلاخوں دار دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔

کوٹھری کے قریب پہنچ کر اُس نے ایک فوجی کو دروازہ کھولنے کا حکم دیا اور مجھ سے بولا۔ "جنرل ٹیرس آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں مسٹر علی ..."

"میرا نام ڈینس ہے۔" میں نے کرنل کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"ج ... جی مسٹر ڈینس!" کرنل نے گڑبڑا کر کہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کسی وجہ سے میں اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہ رہا۔

"پائلٹ ہمارے ساتھ چلے گا اور لڑکی یہیں رُکے گی۔" میں نے سرگوشی میں کہا۔

کرنل نے میری سرگوشی سُن لی تھی جبکہ پائلٹ اور نکی ہارڈ میرے عقب میں تھے۔ اُن تک میری آواز نہیں پہنچ سکی ہوگی۔

دروازہ کُھلنے کے بعد کرنل نے مجھے اور پائلٹ کو کوٹھری سے باہر نکلنے کا حکم دیا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی!" نکی مچل گئی۔

"تم یہیں رُکو نکی!" میں نے کہا۔ "ہم ابھی واپس آجائیں گے۔"

فوجیوں نے ہمارے باہر نکلتے ہی دروازہ بند کر دیا تھا۔ میں پائلٹ کو اُس کے ساتھ چھوڑنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ میری عدم موجودگی میں وہ نکی کو تفصیلات بتانے بیٹھ جائے گا اور میری اصل شخصیت کا نکی کے علم میں آنا فی الحال مناسب نہیں تھا۔

کرنل ہمیں ساتھ لیے ہوئے اُس فوجی چھاؤنی کے آپریشن روم میں پہنچا اور مجھے ایک ٹرانسمیٹر کے سامنے پہنچا دیا گیا۔ کرنل نے آپریٹر کو جنرل ٹیرس سے رابطہ قائم کرنے کا حکم دیا۔

"پائلٹ کا خیال رکھنا!" میں نے کرنل سے کہا۔

"فکر نہ کرو!" کرنل بولا۔ "ہم فوجی لوگ ہیں۔ جب تک کسی کی طرف سے بالکل مطمئن نہ ہو جائیں اُس کی طرف سے بے فکر نہیں ہوتے!"

آپریٹر نے جنرل ٹیرس سے رابطہ قائم کر لیا تھا۔ کرنل نے مجھے ٹرانسمیٹر پر بات کرنے کا اشارہ کیا۔

"ہیلو جنرل ٹیرس۔ آپ کا خادم علی یار خان آپ سے مخاطب ہے مگر اُس کی حیثیت ایک قیدی کی سی ہے!" میں نے کہا۔

"اوہو تم کہاں ہو علی؟" جنرل ٹیرس کی مضطربانہ آواز سُنائی دی۔ "میری مملکت کی حدود میں تم ایک با اختیار آدمی ہو۔ جو کچھ ہوا وہ غلط فہمی کا نتیجہ تھا!"

"پھر اب میرے لیے کیا حکم ہے جنرل؟" میں نے کہا۔

"دوستوں کو حکم نہیں دیا جاتا علی!" جنرل کے ہنسنے کی آواز آئی۔ "تم فوراً میرے پاس آجاؤ۔ تم سے ملے بہت عرصہ ہوگیا ہے!"

"فوراً کیسے آجاؤں جنرل! تم تو جانتے ہی ہو میں تنہا کبھی نہیں رہتا۔ میری جان کو ہمیشہ کچھ جھنجٹ لگے رہتے ہیں!"

"کچھ دیر کے لیے ہر جھنجٹ سے پیچھا چھڑا کر میرے پاس چلے آؤ!"

"جھنجٹ پیچھا کہاں چھوڑتے ہیں جنرل! اگر چھوڑ دیں تو جھنجٹ نہ کہلائیں!" میں نے کہا۔ "پھر مجھے یہاں سے کچھ انتظامات کر کے چلنا ہوگا!"

"اوہو بھئی تمہیں جو انتظامات بھی کرنا ہوں کر لو۔ میرا مقصد یہ ہے کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے مجھ سے مل لو!"

"تو ذرا اپنے کرنل صاحب کو ہدایات دے دو۔ یہ تو میرا نام سُنتے ہی بھڑک اُٹھے تھے!"

"اس میں اُس بے چارے کا کوئی قصور نہیں ہے۔ آخر وہ خود تمہاری تدفین میں شریک ہوا تھا۔ بس اب دیر نہ کرو۔ میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

انتظار کر رہا ہوں۔"

سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں نے مسکرا کر کرنل کی طرف دیکھا۔

"اب تو تمھیں کوئی شبہ نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر علی،" کرنل نے کہا۔ "اب آپ فرمائیے، میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"پائلٹ واپس جائے گا ـــــ اگر ایندھن وغیرہ کی ضرورت ہو تو اسے فراہم کر دو۔"

"ہو جائے گا،" کرنل نے سر ہلا کر کہا۔ "اور کوئی بات؟"

"لڑکی میرے ساتھ جنرل ٹیرس کے پاس جائے گی مگر اُسے بے ہوشی کی حالت میں لے جانا ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری اصل شخصیت اُس کے علم میں آئے۔"

پائلٹ کا بُرا حال تھا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے مجھے گھور رہا تھا۔ "تت . . . تم کون ہو؟" اُس نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"میں ایک ایسا دیوانہ ہوں جو اسرائیل کی غاصب حکومت کے خلاف برسرِ پیکار ہے،" میں نے ہنس کر کہا۔ "میں اپنا نام تو تمھیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ اب تم میرے کام سے بھی آگاہ ہو گئے ہو۔"

کرنل مجھے اور پائلٹ کو ہمراہ لے کر اپنے آفس میں آ گیا۔

"آپ یہاں بیٹھیں مسٹر علی، میں ذرا انتظامات مکمل کر لوں۔" اُس نے مجھ سے کہا اور پھر پائلٹ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "چلو۔"

"اسے کہاں لے جا رہے ہو؟" میں نے کرنل سے پوچھا۔

"جب تک ہیلی کاپٹر میں ایندھن بھرا جائے گا اسے بند رکھا جائے گا۔"

"ارے نہیں کرنل، یہ بے چارہ تو بہت شریف اور بے ضرر آدمی ہے۔ اسے میرے پاس ہی رہنے دو۔"

"تو میں اس کی نگرانی کے لیے دو مسلح فوجی چھوڑے جاتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت بھی نہیں ہے بھئی،" میں نے کہا۔ "اسے یہاں سے واپسی کا موقع مل رہا ہے۔ یہ بھلا اس موقع کو گنوانا کیوں پسند کرے گا۔ ظاہر ہے، اس نے ذرا بھی گڑبڑ کی تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے علی،" کرنل نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ آپ کے ساتھ تنہا . . ."

"میں اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں کرنل،" میں نے قہقہہ لگایا۔ "ہاں اگر تم اس کی حفاظت کے خیال سے یہ بات کہہ رہے ہو تو اور بات ہے۔"

کرنل جھینپے ہوئے انداز میں کمرے سے چلا گیا۔

"جانتے ہو میں نے تمھیں یہاں کس لیے روکا ہے؟" میں نے پائلٹ سے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔"

"میں تمھیں نکّی ہاورڈ سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔ وہ مجھے اپنا ہمدرد سمجھتی ہے۔ تمھاری کسی حماقت سے میرا کھیل بگڑ سکتا تھا اور مجھے یقین ہے کہ اگر تمھیں موقع مل جاتا تو تم ساری تفصیلات اُس کے کانوں میں انڈیلنے سے ہرگز باز نہ رہتے۔"

"لیکن میں یہ نہیں سمجھ پایا کہ تم کیا کھیل کھیل رہے ہو؟" پائلٹ نے...

"یہ بچّوں کے سمجھنے کی باتیں نہیں ہیں۔ میرے اور تمھارے باس اولیو ہاورڈ کے درمیان جو کھیل ہو رہا ہے اُسے سمجھنا تمھارے بس کی بات نہیں ہے۔"

پائلٹ خاموش ہو گیا۔ کوئی آدھے گھنٹے بعد کرنل واپس آیا۔ "سارے انتظامات مکمل ہو گئے ہیں۔" اُس نے آتے ہی کہا۔

ہم کرنل کے ساتھ روانہ ہوئے اور تھوڑی ہی دیر میں پائلٹ اور کرنل ہیلی کاپٹر کو فضا میں بلند ہوتے دیکھ رہے تھے۔

"چلو ایک کام تو ہوا،" میں نے کرنل سے کہا۔

"باقی کام بھی ہو چکے ہیں جناب،" کرنل بولا۔ "لڑکی کو بے ہوشی کا انجکشن دیا جا چکا ہے اور ایک ہیلی کاپٹر آپ دونوں کو لے کر روانہ ہونے کے لیے تیار کھڑا ہے۔"

"ٹھیک ہے کرنل، اُسے ہیلی کاپٹر میں پہنچوا دو۔" میں نے کرنل سے کہا اور خود اپنا میک اپ اُتارنے میں مصروف ہو گیا۔

ذرا ہی دیر بعد ہیلی کاپٹر مجھے اور بے ہوش نکّی ہاورڈ کو لے کر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ جنرل ٹیرس کے محل میں ہیلی کاپٹر اترنے تک مکمل خاموشی چھائی رہی۔

جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن میرے استقبال کے لیے موجود تھے۔ میرے نیچے اُترتے ہی جنرل ٹیرس دونوں ہاتھ پھیلائے میری طرف لپکا اور مجھ سے بغل گیر ہو گیا۔

"ایک طویل عرصے بعد تم سے مل کر بے حد خوشی ہو رہی ہے میرے دوست،" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"طویل عرصہ!" میں نے حیرت سے کہا۔ "میرا خیال ہے مجھے گوٹے ہل سے رخصت ہوئے آج صرف چودھواں دن ہے۔ دو ہفتے کو طویل عرصہ تو نہیں کہا جا سکتا۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ایک ایک دن گن کر گزارا ہے،" کیتھی براؤن ہنس کر بولی۔

"کرنل ٹرانسمیٹر پر بتا رہا تھا کہ تمھارے ساتھ کوئی لڑکی بھی ہے جسے تم بے ہوش کر کے لائے ہو؟" جنرل ٹیرس نے پوچھا۔

"ہاں جنرل، اُس نے تمھیں بالکل صحیح اطلاع دی ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میری جان کو ہمیشہ کچھ جھنجھٹ ضرور لگے رہتے ہیں۔"

"اس لڑکی کا کچھ جغرافیہ تو بتاؤ،" کیتھی براؤن نے پوچھا۔

"اُس لڑکی کا نام نکّی ہاورڈ ہے اور یہ اولیو ہاورڈ کی بیٹی ہے۔"

جنرل ٹیرس اُچھل پڑا۔ "اوہو، گویا تہذیب مالکم ایکس کے بدلے . . ."

"اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا جنرل،" میں نے کہا۔

"تم نے تو کمال کر دیا علی،" جنرل ٹیرس نے مجھ سے کہا۔ پھر اپنے آدمیوں کو بے ہوش نکّی کو تہ خانے میں منتقل کرنے کا حکم دیا۔

"تہ خانے میں ڈینس پال گولڈے بھی تو قید ہے،" میں نے کہا۔

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" جنرل ٹیرس نے کہا۔ اُس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نکّی ہاورڈ سے میں ڈینس کے میک اپ میں ملا تھا۔ ابھی تک وہ میری اصلیت سے واقف نہیں ہے۔ اگر اُن دونوں کی ملاقات ہو گئی تو . . ."

"بے فکر رہو، میری ہدایت کے بغیر انھیں ایک ساتھ نہیں رکھا جائے گا۔ وہ ایک دوسرے سے فاصلے پر رہیں گے۔"

"تل ابیب میں میرا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ اب ڈینس کو قید میں رکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ اُسے رہا کر دو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ہدایات جاری کر دیتا ہوں۔ اُسے رہا کر کے اسرائیل واپس بھجوانے کا بندوبست کر دیا جائے گا۔"

"ارے ہاں جنرل! وہ سارڈان والی پہاڑی کانوں کا ٹھیکا کسی اور کمپنی کو دیا گیا یا نہیں؟"

"ہاں وہ ٹھیکا ایک اور کمپنی کو دیا جا چکا ہے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ گہرے اسٹون کی طرح یہ کمپنی بھی یہودی مفادات کے لیے کام کر رہی ہو؟" میں نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

"نہیں، اس بار میں نے پوری طرح چھان بین کرنے کے بعد ہی ٹھیکا دیا ہے۔ تم چاہو تو اپنے طور پر مزید اطمینان کر لینا۔"

ہم باتیں کرتے کرتے جنرل ٹیرس کی خصوصی نشست گاہ میں داخل ہو گئے۔

"تکلیف دہ بات یہ تھی جنرل کہ یہودی کمپنی وہاں سے پلاٹینم نکال رہی تھی اور رائیلٹی کے نام پر برائے نام رقم ادا کر رہی تھی۔"

"اس بار تو پلاٹینم کی رائیلٹی ادا کی جا رہی ہے۔ اربوں ڈالر کا ٹھیکا دیا گیا ہے۔ یوں سمجھو کہ راتوں رات گوٹے ہل کا شمار افریقہ کی امیر ترین ریاستوں میں ہونے لگا ہے۔"

"تم نے صرف دو ہفتے کے مختصر سے عرصے میں بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے علی،" کیتھی براؤن بولی۔ "تل ابیب سے کسی کو اغوا کر کے لے آنا ہنسی کھیل نہیں ہے۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "میں نے اُسے اغوا نہیں کیا۔ وہ اپنی مرضی سے میرے ساتھ آئی ہے۔"

"ناممکن!" جنرل ٹیرس نے کہا۔ "کوئی لڑکی اپنے باپ کے بدترین دشمن کے ساتھ اپنی مرضی سے کہیں نہیں جا سکتی۔"

"وہ اپنی مرضی سے تو نہیں آئی،" میں نے معصومیت سے کہا۔ "وہ اپنی ماں سے اجازت لے کر میرے ساتھ آئی ہے۔"

"ماں سے اجازت لے کر!" کیتھی براؤن بھی دنگ رہ گئی۔ "کیا تم کوئی جادوگر ہو علی یار خان؟"

"اگر دھوکا دہی کو جادوگری کہا جاتا ہے تو میرا جواب اثبات میں ہے ورنہ یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ آپ لوگوں کے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ میں اُس وقت اپنی اصل شکل میں نہیں تھا۔ میں تو ایک یہودی ڈینس پال گولڈے کے میک اپ میں تھا۔"

"تب بھی یہ کوئی آسان کام تو نہیں ہے،" کیتھی براؤن بولی۔ "انتہائی مختصر مدت میں تم نے وہ کچھ کر دکھایا ہے جو کوئی دوسرا شخص کئی مہینوں کے دوران بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

"تہذیب مالکم ایکس کا بھی کوئی سُراغ ملا یا نہیں؟" جنرل ٹیرس نے پوچھا۔

"ابھی تک تو اُس کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلا لیکن اب اولیو ہاورڈ خود اُس کے بارے میں ساری تفصیلات مہیا کرے گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی،" جنرل ٹیرس بولا۔ "اُس نے تم پر جو اوچھا وار کیا تھا اُس کے جواب میں وہ ایسے ہی سلوک کا مستحق تھا۔"

"یہ قدم بھی میں نے بہت مجبوری میں اُٹھایا ہے جنرل،" میں نے کہا۔ "اگر اولیو ہاورڈ مجھے مل گیا ہوتا تو میں تل ابیب میں ہی اُس کی تِکّا بوٹی کر کے اُس سے سارے حقائق معلوم کر لیتا لیکن معلوم نہیں یہ اُس کی خوش قسمتی تھی یا بدقسمتی کہ وہ تل ابیب میں موجود ہی نہیں تھا۔ مجبوراً میں نے مالِ غنیمت پر اکتفا کرنے کا فیصلہ کیا۔"

"میں اکثر سوچتا ہوں کہ ایک طرف تم ہو اور ایک طرف اولیو ہاورڈ ہے۔ پہلی بار جب تمھارا اُس سے تصادم ہوا اُس وقت وہ بدنامِ زمانہ امریکی سی آئی اے کا ایک بااختیار افسر تھا۔ اُس کے بارے میں یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ وہ دُنیا کے کسی بھی ملک میں بڑے سے بڑا کام کرنے کی اہلیت رکھتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔ اُس وقت تم یونیورسٹی آف کیلی فورنیا کے طالب علم تھے۔ ایک ایسے طالب علم جس کے پاس کوئی اختیار نہیں ہوتا لیکن اُس پہلے ہی معرکے میں اُسے تمہارے ہاتھوں شکست کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ اُس کے بعد سے تمہارے اور اُس کے درمیان باقاعدہ کھیل کا آغاز ہوگیا لیکن اُسے ہر محاذ پر تمہارے ہاتھوں زک اُٹھانا پڑی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ امریکی سی آئی اے سے اُسے نکال باہر کیا گیا اور اب موساد کے ایجنٹ کی حیثیت سے بھی وہ تمہارے خلاف کوئی کامیابی حاصل کرنے سے عاجز ہے۔ اسرائیلی حکام کی بلیک لسٹ میں تمہارا نام سرِفہرست ہوگا۔ میں سوچتا ہوں کہ کیا کوئی شخص تن تنہا اتنے کارنامے انجام دے سکتا ہے؟"

"میری تعریفیں مت کیا کرو جنرل!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "جو کارنامے مجھ سے سرزد ہوتے ہیں ان میں میرا کوئی کمال نہیں ہوتا۔ یہ تو خدا کی مہربانی ہے کہ میں ہر معرکے سے سُرخرو ہو کر نکلتا ہوں۔"

"تمہاری بات درست ہے۔" جنرل ٹیرس نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے بتایا تھا کہ اولیو ہاورڈ تل ابیب میں نہیں تھا۔ اُس کے بارے میں کچھ علم ہے کہ اب وہ کہاں ہے؟"

جواب میں، میں نے شی گورائے میں پیش آنے والے واقعات سے جنرل ٹیرس کو آگاہ کر دیا۔ اُس کے چہرے پر تشویش کے سائے پھیل گئے۔

"شی گورائے کا سربراہ جنرل بل، اسرائیلی مفادات کا زبردست حامی ہے۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔ "ماضی میں بھی جنرل بل کے ذریعے بہت سے اسرائیلی منصوبے پایۂ تکمیل کو پہنچتے رہے ہیں اور اس بار بھی اولیو ہاورڈ کی وہاں موجودگی سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ وہاں کوئی سازش پروان چڑھ رہی ہے۔ خصوصاً جنگی بحری جہاز کی موجودگی تو بے حد تشویش ناک ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو جنرل ٹیرس اور یہ معلوم ہونا بہت ضروری ہے کہ اولیو ہاورڈ کس کارروائی میں مصروف ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ بہت جلد تم سے رابطہ قائم کرے گا۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ اُس کی بیٹی کے ذریعے اُس سے کس طرح کام لے سکتے ہیں۔"

"بہتر ہوگا کہ اب تم آرام کر لو علی۔" کیتھی براؤن بولی۔ "رات کے کھانے پر ملاقات ہوگی۔"

کھانے کی میز پر جنرل ٹیرس نے کہا۔ "ابھی تک اولیو ہاورڈ نے رابطہ قائم نہیں کیا۔"

"ہمیں ایسی کوئی جلدی تو ہے نہیں۔" میں نے کہا۔ "جلدی تو اولیو ہاورڈ کو ہونا چاہیے۔"

"میں نے اُس جنگی جہاز کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی خاص کامیابی نہیں ہو سکی۔" جنرل ٹیرس بولا۔

"فی الحال اُس جہاز کے چکّر میں پڑنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔" میں نے جنرل ٹیرس کو مشورہ دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ اولیو ہاورڈ بہت جلد رابطہ قائم کرے گا۔ اُسی سے اگلوانے کی کوشش کریں گے کہ اُس جنگی جہاز کا کیا مصرف ہے۔"

کھانے کے بعد کافی دیر تک جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن سے خوش گپیوں میں مصروف رہنے کے بعد کوئی بارہ بجے کے قریب میں سونے کے لیے چلا گیا۔

صبح ناشتے کی میز پر جنرل ٹیرس بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

"خیریت تو ہے؟" میں نے پوچھا۔ "تم بہت خوش دکھائی دے رہے ہو؟"

"بات ہی ایسی ہے۔" جنرل ٹیرس نے مسکرا کر کہا۔ "رات ایک بجے کے قریب تمہارے اولیو ہاورڈ کا فون آیا تھا۔"

"کیا کہہ رہا تھا؟" ناشتا کرتے کرتے میرا ہاتھ رُک گیا۔

"تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ میں نے کہا ہاں، علی یار خان یہیں موجود ہے۔ پھر اُس نے تم سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔"

"لیکن تم نے تو اُس سے میری بات نہیں کرائی؟" میں نے تیزی سے کہا۔

"تم اُس وقت سو رہے تھے۔"

"تو کیا ہوا، تم مجھے اُٹھا دیتے۔ یہ معاملہ نیند سے زیادہ اہم ہے۔"

"نہیں پیارے علی یار خان! اولیو ہاورڈ کے لیے یہ معاملہ تم سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ بے تابی کا مظاہرہ تمہاری طرف سے ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔"

"پھر تم نے اُس سے کہا کیا؟" میں جھنجلا گیا۔

"میں نے کہا کہ علی یار خان سے تو صبح ہی گفتگو ہو سکے گی۔ اس وقت وہ سو رہے ہیں اور تاکید کر کے سوئے ہیں کہ انھیں سوتے سے نہ اُٹھایا جائے۔ یہ سُن کر وہ کہنے لگا کہ وہ خود یہاں آ کر تم سے ملنا چاہتا ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ وہ جب چاہے آ سکتا ہے۔"

"پھر وہ کب آ رہا ہے؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"وہ آ چکا ہے۔" جنرل ٹیرس نے دھماکا کیا۔

"کیا!" میں بوکھلا کے کُرسی سے کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو، بیٹھو۔" جنرل ٹیرس نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "وہ تمہارے بیدار ہونے سے ایک گھنٹا قبل ہی یہاں پہنچ گیا تھا۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔ میں اولیو ہاورڈ سے تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے بے چین ہو رہا تھا۔

"اُسے انتظار گاہ میں بٹھایا گیا ہے۔ وہ تم سے فوراً ملاقات کرنے پر مُصر تھا لیکن میں نے سختی سے کہہ دیا کہ جب تک تم خو... ہیں اُٹھو گے ملاقات ناممکن ہے۔"

"میں اُس سے ملنے جا رہا ہوں۔" میں نے کُرسی ایک طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

"بچپنے کی باتیں مت کرو۔" جنرل ٹیرس کے لہجے میں ہلکی سی ناگواری تھی۔ "اس وقت تمہاری طرف سے ذراسی بھی بے قراری کا مظاہرہ خاصا نامناسب ہوگا۔"

"جنرل ٹھیک کہہ رہے ہیں علی۔" کیتھی براؤن نے نرمی سے کہا۔ "تمہیں اولیو ہاورڈ سے باوقار انداز میں ملنا ہوگا۔"

میں رُک گیا۔ وہ دونوں ایک بات پر متفق تھے۔ اور کچھ نہیں تو میں احتراماً اُن کی بات ماننے پر مجبور تھا۔ آخر وہ دونوں ہی میرے محسن تھے۔ یہ بات تو سوچنا بھی محال تھا کہ وہ میرے مفاد کے خلاف کوئی مشورہ دیں گے۔ میری جذباتی کیفیت بہت خراب تھی۔ ایسے میں کوئی صحیح فیصلہ کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ میرے پاس اپنی اس جذباتی کیفیت کا کوئی علاج بھی تو نہیں تھا۔ تپتے صحرا میں سفر کرتے مسافر کو نخلستان کے آثار دکھائی دے جائیں تو وہ خود پر کیسے قابو رکھ سکتا ہے۔ پانی سے محروم پیاسے شخص کو کنویں کے کنارے لے جا کر صبر کی تلقین کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ وہ لوگ ایک دیوانے کو عقل کی تعلیم دے رہے تھے۔ اُسے خود پر قابو رکھنے کا درس دے رہے تھے۔ تہذیب مالکم ایکس کے لیے میں نے کہاں کہاں کی خاک نہیں چھانی تھی۔ اُسے تلاش کرنے کے لیے کون سے پاپڑ نہیں بیلے تھے۔ میں تو فراق کی آگ میں جل رہا تھا۔ مجھے اُن آداب کی کیا پروا ہو سکتی تھی جو مجھ پر مسلّط کیے جا رہے تھے۔ میں تو ایک ہی جست میں ساری رکاوٹیں عبور کر کے اپنی پیاری تہذیب مالکم ایکس تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ اپنے راستے میں حائل ہر دیوار گرا دینا چاہتا تھا۔ کوئی طوفان بھی میرا راستہ نہیں روک سکتا تھا۔ میرے کان کب سے تہذیب کی کوئی خبر سُننے کو بے چین تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سینے میں کوئی بھٹّی دہک رہی ہو۔ آنکھوں سے چنگاریاں نکلتی محسوس ہوتی تھیں۔ بدن کی رگوں میں خون کے بجائے ایک لاوا سا دوڑتا معلوم ہو رہا تھا۔ فراق کی آگ مجھے جلائے ڈال رہی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی کسر رہ گئی تھی۔ میں کندن نہیں بن سکا تھا۔ شاید کندن بننے کے لیے ابھی مجھے اس آگ میں مزید جلنے کی ضرورت تھی۔ میں کندن بن گیا ہوتا تو اُن لوگوں کے روکنے پر یوں ہرگز نہ رُک جاتا۔ اپنے پیروں میں مصلحتوں کی بیڑیاں پہننے سے انکار کر دیتا۔ کسی بات کی پروا کیے بغیر جا کر اولیو ہاورڈ کو گریبان سے پکڑ لیتا اور اگر وہ تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں بتلانے سے انکار کرتا تو اس کے جسم پر موجود گوشت کو چھوٹی چھوٹی بوٹیوں کی صورت میں علیحدہ کر دیتا، اُس کی ہڈیوں کا سُرمہ بنا کر ہوا میں اُڑا دیتا۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے اُس کے کان کاٹ کر پھینک دیتا، اُس کی ناک اُس کے جسم سے جُدا کر دیتا۔ وہ پھر بھی نہ مانتا تو ایک ایک کر کے اُس کے سارے دانت توڑ دیتا۔ اُس کی آنکھیں نکال کر پھینک دیتا۔ اُسے زندہ درگور کر دیتا، اُس کے جسم کو جلا کر اُس کی راکھ پانیوں میں بہا دیتا۔ اُسے اذیتیں دے دے کر سسکا سسکا کر مارتا۔ وہ میرا مجرم تھا، میری تہذیب کا مجرم تھا۔ معلوم نہیں اُس نے تہذیب کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا۔ اُس معصوم سی لڑکی کا کیا قصور تھا۔ اولیو ہاورڈ درندہ تھا اور ایک درندے کو جینے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ درندے کا تو کام ہی چیر پھاڑ کرنا ہوتا ہے۔ میں اُس درندے کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دینا چاہتا تھا مگر نہیں کر سکا۔ میرے جذبوں میں کوئی کمی تھی میں سوچ سکتا تھا، سمجھ سکتا تھا اور یہی میری خامی تھی۔ محبت کرنے والے سوچنے سمجھنے کی زحمتوں میں کہاں پڑتے ہیں۔ انھیں اچھے بُرے کی تمیز کب ہوتی ہے۔ محبت کی تو اپنی ایک الگ زبان ہوتی ہے۔ اس کے قوانین سب سے جُدا ہوتے ہیں جو دُنیا کی کسی کتاب میں تحریر نہیں ہوتے۔ یہ تو ایک ایسا سودا ہے جو سر میں سما جاتا ہے تو آدمی خود بخود اس کے قوانین سے واقف ہوتا چلا جاتا ہے۔ سودائی کو اس سے کب غرض ہوتی ہے کہ کوئی اُس کے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔ لیکن میں سوچ رہا تھا۔ یہ سودا میرے سر میں پوری طرح نہیں سما سکا تھا۔ مجھے بڑی ندامت محسوس ہوئی ـــــ میں تہذیب سے شرمندہ تھا۔ میں اُس کے لیے اپنے جذبوں کو مکمل دیکھنا چاہتا تھا لیکن یہ کوئی اختیاری چیز تو ہوتی نہیں۔ یہ جذبے تو قسمت والوں کو ودیعت ہوا کرتے ہیں اور صرف عالی ظرفوں کے حصّے میں آتے ہیں۔ آدمی کو ان پر اختیار ہوتا تو ہر کم ظرف محبت کا مدّعی بن جایا کرتا۔

میں بوجھل قدموں سے چلتا ہوا کُرسی تک واپس آیا اور بے جان سے انداز میں کُرسی میں گر کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

"شکر ہے تم واپس آ گئے۔" میں نے کیتھی براؤن کی خلیق آواز سُنی۔ "ورنہ میں تو سمجھی تھی کہ تم سیدھے اولیو ہاورڈ کے پاس جا کر ہی رُکو گے۔"

"علی کے چہرے کے تاثرات سے تو میں بھی ڈر گیا تھا شاید اسے اس طرح روکا جانا گراں گزرا ہے۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"نہیں جنرل ٹیرس نہیں۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے تو خود سے گلہ ہے۔ میں اپنے ہوش و حواس میں کیوں ہوں۔ اب تک تو مجھے اولیو ہاورڈ کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دینا چاہیے تھا۔"

"خود کو سنبھالو علی۔" جنرل ٹیرس نے ہمدردانہ انداز میں میرا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

شانہ تھپتھپایا۔ "کیا تم اسی کیفیت میں اولیو ہاورڈ سے ملو گے۔ میں مانتا ہوں کہ اُس نے تمھیں بہت گہرا زخم لگایا ہے لیکن اُس پر اپنی یہ کیفیت ظاہر کر کے تم اُس کے لیے تسکین فراہم کرو گے۔ کیا تم یہ گوارا کرو گے کہ تمھارا بدترین دُشمن تمھاری حالت سے لُطف اندوز ہو؟"

میں نے چونک کر سر اُٹھایا۔ اُس کی بات میرے دل میں بہت گہرائی تک اُتر گئی تھی۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا دُشمن کو تسکین فراہم کرنا کہاں کی دانش مندی ہے!

"پھر یہ بھی تو سوچو کہ اُس کی بیٹی تمھارے قبضے میں ہے۔" کیتھی براؤن کہہ رہی تھی۔ "اُس کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُسے اپنے سامنے موجود پا کر خود پر کیسے قابو رکھ سکوں گا۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں کوشش ضرور کروں گا۔"

"تمھیں اچانک کیا ہو گیا ہے علی!" جنرل ٹیرس نے حیرت سے کہا۔ "تم تو بہت باحوصلہ آدمی ہو۔ تہذیب مالکم ایکس کے اغوا کے بعد یہ اولیو ہاورڈ سے تمھاری پہلی ملاقات تو نہیں ہو گی۔"

"ہر چیز کی ایک انتہا ہوتی ہے جنرل۔" میں نے سُلگتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں نے بھی بڑی قوّتِ برداشت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری قوّتِ برداشت جواب دے گئی ہے۔"

"یوں سمجھ لو کہ یہ تمھارے لیے ایک امتحان ہے جس سے تمھیں سُرخرو ہو کر نکلنا ہے۔" کیتھی براؤن بولی۔

"میرا تو شیرازہ بکھر چکا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے میں اپنی شناخت کھو بیٹھا ہوں۔" مجھ پر رقّت طاری ہونے لگی۔

"جذباتی باتیں مت کرو۔" جنرل بڑے زور سے دہاڑا۔ "میں تمھارے تھپّڑ بھی رسید کر سکتا ہوں۔"

جنرل کی دہاڑ مجھے ہوش میں لے آئی۔ میں نے آنکھیں پٹ پٹا کر اُسے دیکھا۔ "بے شک تم مجھے تھپّڑ بھی مار سکتے ہو۔" میں نے دھیرے سے کہا۔ "اور مجھے یقین ہے کہ وہ تھپّڑ بھی میرے مفاد میں ہو گا۔" میں سر جُھکا کر دوبارہ ناشتا کرنے لگا۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن مجھے بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔

"مجھے افسوس ہے میری وجہ سے فضا تھوڑی دیر کے لیے مُکدّر ہو گئی تھی۔" دفعتاً میں نے سر اُٹھا کر کہا۔ "فکر نہ کرو اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"شکریہ۔" جنرل ٹیرس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اُبھر آئی۔ "میں ڈر رہا تھا کہ کہیں تمھاری یہ کیفیت طول نہ پکڑ جائے۔"

"پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا جنرل۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا..."

"آدمی کی مشینری بڑی پیچیدہ ہوتی ہے علی۔" کیتھی براؤن بولی۔ "پوری زندگی خود کو دریافت کرتے گزر جاتی ہے۔"

میں نے حیرت سے کیتھی براؤن کو دیکھا۔ اُس نے بہت بڑا فلسفہ بڑی آسانی سے بیان کر دیا تھا۔

"ناشتے کے بعد ہم اولیو ہاورڈ سے ملیں گے۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔ "تمھیں اُس کے سامنے خود پر پوری طرح قابو رکھنا ہو گا۔"

"اب مجھے کچھ نہیں ہو گا جنرل۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "معلوم نہیں وہ کیسی جذباتی رَو تھی جو مجھے بہا کر لے گئی تھی۔"

"ٹھیک ہے، اب میں مطمئن ہوں۔ اگر تم کہو تو اُسے یہیں بُلوا لیا جائے۔"

"بُلوا لو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

جنرل ٹیرس نے ایک ملازم سے اولیو ہاورڈ کو بُلانے کو کہا اور چند ہی لمحوں بعد اولیو ہاورڈ ڈائننگ ہال کے دروازے میں کھڑا نظر آیا۔ اُس کا چہرہ سُتا ہوا تھا اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے اُسے صرف دو روز قبل دیکھا تھا۔ اُس وقت وہ بہت تازہ دم معلوم ہو رہا تھا۔ اس سے قبل میں نے کسی شخص کی حالت میں اتنے قلیل عرصے میں اتنا بڑا تغیر رونما ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اُس کے جسم سے کسی نے سارا خون نچوڑ لیا ہو۔

"اندر آ جاؤ اولیو ہاورڈ۔" میں نے بلند آواز سے کہا۔

وہ نیم مُردہ سے انداز میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا ناشتے کی میز تک پہنچ گیا۔ اُس کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور اُس کے چہرے پر ناقابلِ یقین حیرت کے تاثرات تھے۔

"بیٹھ جاؤ اولیو ہاورڈ۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔

اولیو ہاورڈ ایک کُرسی کھسکا کر اُس پر بیٹھ گیا مگر اُس کی نگاہیں ایک پل کے لیے بھی میرے چہرے سے نہیں ہٹی تھیں۔

"خوب جی بھر کے مجھے دیکھ لو اولیو ہاورڈ! شاید دوبارہ دیکھنا نصیب نہ ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔" اولیو ہاورڈ بڑبڑایا۔ اُس کا انداز ایسا تھا جیسے اُس نے میری بات سُنی ہی نہ ہو۔ "شاید میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔"

"ظاہر ہے تمھیں آسانی سے یقین آ بھی نہیں سکتا۔ تم نے تو اپنی طرف سے مجھے مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

اولیو ہاورڈ نے کُرسی میں پہلو بدلا۔ "مجھے اپنے اُس اقدام پر کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ اگر تمھیں موقع مل جائے تو کیا تم مجھے مارنے کی کوشش نہیں کرو گے؟"

"میں نے تو تمھیں شرمندہ کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن تم نے خود جو حرکت کی ہے تمھیں اُس پر شرمندگی نہیں ہے؟" اولیو ہاورڈ نے میز پر گھونسا مار کر کہا۔ "دُشمنی میرے اور تمھارے درمیان ہے۔ اُس معصوم بچّی کا کیا قصور تھا جو تم نے اُسے اغوا کر لیا؟"

جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن خاموش تماشائی کی حیثیت سے ہم دونوں کو دیکھ رہے تھے۔

"ناشتا کر لو اولیو ہاورڈ۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "تمھیں بھوک لگ رہی ہو گی؟"

"میں نے کل رات سے کچھ نہیں کھایا ہے مگر مجھے بھوک نہیں ہے۔ تم تو بس میری بیٹی نکّی کو میرے حوالے کر دو۔"

"تم مجھے کم ظرف قرار دے چکے ہو اولیو ہاورڈ اور جوشِ جذبات میں تم تہذیب مالکم ایکس کو بھول گئے۔ پہل تمھاری طرف سے ہوئی تھی۔"

"وہ میری غلطی تھی علی۔" اولیو ہاورڈ گھگھیانے لگا۔ "لیکن تم میری نکّی کو میرے حوالے کر دو۔"

"بھیک مانگنے کا انداز اختیار کر کے اپنے وقار کو مجروح مت کرو اولیو ہاورڈ۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "تمھیں اپنا وقار ملحوظ رکھنا چاہیے۔"

اولیو ہاورڈ کے چہرے پر کرب کے تاثرات نظر آئے۔ اُس کی انا بُری طرح مجروح ہوئی تھی۔ وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا اور چند ہی لمحوں کے اندر اندر وہ حیرت انگیز طور پر پُرسکون دکھائی دینے لگا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی یار خان۔ مجھے واقعی باوقار انداز میں بات کرنا چاہیے۔ ہاں تو تم مجھے اپنے مطالبات سے آگاہ کر دو۔"

"میرے کوئی مطالبات نہیں ہیں۔ صرف ایک ہی مطالبہ ہے۔ تہذیب مالکم ایکس کی رہائی۔"

اولیو ہاورڈ کا چہرہ پھر تاریک ہو گیا۔ "تم شاید یقین نہیں کرو گے لیکن..." وہ کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔

میرے لہو کی گردش تیز ہو گئی اور دل بڑی تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں خود کو کوئی بُری خبر سُننے کے لیے تیار کرنے لگا۔ میں اُس سے کہنا چاہتا تھا کہ جلد از جلد اپنی بات مکمل کر دے مگر حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کے چہروں سے بھی اضطراب جھلکنے لگا تھا۔

"وہ اب میرے قبضے میں نہیں ہے۔" چند لمحے ہچکچانے کے بعد اولیو ہاورڈ نے اپنی بات مکمل کر دی۔

میں نے سکون کی ایک طویل سانس لی اور دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ یہ تو بہت اچھی خبر تھی لیکن مشکل یہ تھی کہ اس پر یقین نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے کہ یہ خبر اولیو ہاورڈ جیسے مکّار شخص کے ذریعے سُننے کو ملی تھی۔ "اگر وہ تمھارے قبضے میں نہیں ہے تو پھر کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "دو ماہ قبل وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ اُس کے بعد سے مجھے اُس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔"

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو اُس کا تمھارے پاس کوئی ثبوت بھی ہے؟" میں نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں، میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مگر میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ میری بات پر یقین کر لو۔"

"مجھے افسوس ہے اولیو ہاورڈ، بغیر ثبوت کے میں تمھاری کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا۔"

"میری بیٹی تمھارے قبضے میں ہے۔ ایسے میں، میں تم سے جھوٹ کیسے بول سکتا ہوں؟"

"تم سے کچھ بعید نہیں ہے اولیو ہاورڈ! تم کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتے ہو۔"

"ہاں، میں کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتا ہوں لیکن میں اپنی بیٹی کی زندگی کا جُوا تو نہیں کھیل سکتا۔ کاش تہذیب میرے قبضے میں ہوتی تو میں یہاں تنہا نہ آتا۔"

"میں کوئی دلیل سُننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" میں نے فیصلہ کُن انداز میں کہا۔ "نکّی ہاورڈ کی رہائی تہذیب مالکم ایکس کی واپسی کے ساتھ مشروط ہے۔"

"اگر تم صاحبِ اولاد ہوتے تو تمھیں پتا چلتا کہ اولاد کا درد کیا ہوتا ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"میں فلسفہ سُننے کے موڈ میں بھی نہیں ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "نکّی ہاورڈ کی واپسی چاہتے ہو تو تہذیب مالکم ایکس کو میرے حوالے کرو۔"

اولیو ہاورڈ مجھے بے بسی سے دیکھنے لگا۔ "میں نے اُسے بڑے ناز و نعم میں پالا ہے۔ تم نے اُسے کوئی اذیت تو نہیں پہنچائی؟"

"اگر یہی سوال میں تم سے کروں کہ تم نے تہذیب مالکم ایکس کو کوئی اذیت تو نہیں پہنچائی تھی تو تمھارا جواب کیا ہو گا؟"

"نہیں، یقین کرو میں نے اُسے کوئی اذیت نہیں پہنچائی۔ تم بھی نکّی کو کوئی اذیت نہ دینا۔ میں تہذیب کو تلاش کرنے کے لیے اپنے سارے وسائل استعمال کروں گا۔"

"تم کتنے سنگدل اور جھوٹے آدمی ہو اولیو ہاورڈ۔" میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

زہریلے لہجے میں کہا۔ "تہذیب کو تم نے اُس موقع پر اغوا کیا جب اُس کی شادی ہونے والی تھی۔ ایک لڑکی کو شادی سے محروم کر کے تم یہ کہتے ہو کہ تم نے اُسے کوئی اذیت نہیں پہنچائی؟ تم درندے ہو اولیو ہاورڈ اور کسی رعایت کے مستحق نہیں ہو۔"

اولیو ہاورڈ کا سر جھک گیا۔ "جو کچھ ہو گیا میں اس کا ازالہ تو نہیں کر سکتا مگر میں جلد از جلد تہذیب کا سُراغ لگانے کی کوشش کروں گا۔ تم نکی کو کوئی اذیت نہ دینا۔"

"مجھے اس بیان پر شبہ ہے کہ تہذیب مالکم ایکس فرار ہو گئی ہو گی۔" جنرل ٹیرس نے پہلی بار گفتگو میں شامل ہوتے ہوئے کہا۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ وہ میرے لیے نکی سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔"

"اگر وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی ہے تب بھی تل ابیب سے باہر تو نہیں نکل سکی ہو گی؟" جنرل ٹیرس نے جرح کی۔

"وہ تل ابیب میں قید نہیں تھی۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں اس انکشاف پر چونک پڑا۔ اب تک میں یہی سمجھتا رہا تھا کہ تہذیب تل ابیب سے فرار ہوئی ہو گی۔ جنرل ٹیرس کے ہونٹوں پر پُراسرار مسکراہٹ تھی اور کیتھی براؤن حیران نظر آ رہی تھی۔

"اُسے امریکا میں رکھا گیا تھا۔ وہ وہیں سے فرار ہوئی ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"جھوٹ مت بولو اولیو ہاورڈ۔" میں دانت پیس کر بولا۔ "اُسے قید رکھنے کے لیے تل ابیب سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہو سکتی تھی۔ کیا تم اُسے امریکا میں قید رکھنے کا کوئی جواز پیش کر سکتے ہو؟"

"اسرائیلی حکام اُس کے جانی دُشمن ہیں۔ اگر اُنھیں اس بات کی بھنک بھی مل جاتی کہ تہذیب مالکم ایکس تل ابیب میں میری قید میں ہے تو اُسے سرکاری تحویل میں لے کر سزائے موت دے دی جاتی۔"

"تمھیں اُس کی زندگی سے کیا دلچسپی تھی اولیو ہاورڈ کہ اُس کی جان بچانے کے خیال سے تم نے اُسے امریکا بھجوا دیا؟"

"اس کی وجہ تم تھے علی یار خان۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "میں نے سوچا تھا کہ تہذیب مالکم ایکس کے بل پر تم سے اپنی باتیں منواتا رہوں گا، اسی لیے مجھے اُس کی زندگی سے دلچسپی ہو گئی تھی۔"

"کتنی شرم ناک بات ہے اولیو ہاورڈ، گویا تم میرے مقابلے میں اپنی شکست کا اعتراف کر رہے ہو۔"

"ہاں علی یار خان۔" اولیو ہاورڈ بڑی ڈھٹائی سے بولا۔ "ماضی میں یہی ہوتا رہا ہے۔ مجھے تمھارے ہاتھوں ہمیشہ ہی زک اُٹھانا پڑی ہے لیکن میں نے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔ کسے خبر کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔"

"فی الحال تو تم اپنی خیر مناؤ اولیو ہاورڈ، تمھاری بیٹی میرے قبضے میں ہے۔"

"ہاں، اس وقت تو میں تمھارے سامنے بے بس ہوں لیکن تم اُسے صرف تہذیب مالکم ایکس کا سُراغ ملنے تک اپنے قبضے میں رکھو گے۔"

"تم اپنی شرائط پیش کرنے کی پوزیشن میں تو نہیں ہو اولیو ہاورڈ۔" میں نے کہا۔

"میں تم سے صرف ایک درخواست کر رہا ہوں علی یار خان۔"

"تمھیں ایسی کوئی درخواست کرنے کا حق بھی نہیں ہے جس کی نفی ماضی میں تم اپنے رویّے سے کر چکے ہو۔"

"تم دُشمن ضرور ہو علی مگر میں فخریہ کہہ سکتا ہوں کہ تم ایک عالی ظرف دُشمن ہو۔ میں تمھاری طرف سے کسی زیادتی کی توقع نہیں رکھ سکتا۔"

"جنگ اور محبت میں ہر بات جائز ہے اولیو ہاورڈ۔" میں بے رحمی سے مسکرایا۔

دفعتاً اولیو ہاورڈ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ "میں گوٹے ہل کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔"

"ضرور بجا دینا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "اور پھر زندگی بھر اینٹیں ہی بجاتے رہنا۔ شاید تم اس غلط فہمی کا شکار ہو کہ نکی ہاورڈ کو گوٹے ہل میں رکھا گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر کہا۔ "وہ گوٹے ہل میں نہیں ہے تو پھر کہاں ہے؟"

"نہیں اولیو ہاورڈ، میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ تمھیں اس بات سے آگاہ کر دوں۔ تم ساری زندگی سر مارتے رہو تب بھی یہ معلوم نہیں کر سکو گے کہ اُسے کہاں رکھا گیا ہے۔ ویسے بے فکر رہو۔ وہ جہاں بھی ہے محفوظ ہے۔ میرے جو دوست اُس کی نگرانی پر مامور ہیں انھیں ہدایت دے دی گئی ہے کہ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچے تو اس کا انتقام نکی ہاورڈ سے لیا جائے۔ وہ بہت اچھے لوگ ہیں۔ اُنھیں جو ہدایت بھی دی جائے اُس پر بعینہٖ عمل کرتے ہیں چنانچہ تم مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کر کے دیکھو، اگلے ہی روز تمھیں نکی ہاورڈ کی چھنگلیا موصول ہو گی۔ پہلے بائیں ہاتھ کی اور پھر دائیں ہاتھ کی اور یہ سلسلہ اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک تم انسانیت کے جامے میں واپس نہیں آ جاؤ گے۔"

اولیو ہاورڈ بے بسی سے آنکھیں پھاڑے مجھے گھور رہا تھا۔ اُس کی بے بسی پر میں نے اپنے جسم میں کیف و سرور کی عجیب سی لہریں دوڑتی محسوس کیں۔

"اور اب جبکہ تم نے گوٹے ہل کے خلاف کارروائی کر

عزم کا اظہار کیا ہے۔" میں نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تو میں اپنے اُن دوستوں کو یہ نئی ہدایات بھی بھجوا دوں گا کہ اگر گوٹے ہل کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کیا جائے تو اُس صورت میں بھی نکی کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو میں نے تمھیں ابھی ابھی بتایا ہے۔"

"بس کرو علی یار خان، بس کرو۔" اولیو ہاورڈ چیخ پڑا۔ "میرے ضبط کا مزید امتحان مت لو۔"

"جو کچھ ہو رہا ہے تم اسے برداشت کرنے کے لیے مجبور ہو۔" میں نے سفاکی سے کہا۔ "اس لیے کہ تہذیب کو اغوا کر کے پہل تم نے کی تھی۔ اب میری باری ہے۔ میں تمھیں بتاؤں گا کہ علی یار خان کا انتقام کتنا بھیانک ہوتا ہے۔ آئندہ تم اس قسم کی کوئی بات سوچنے کی جرأت بھی نہیں کر سکو گے۔"

"میں تم سے وعدہ کر رہا ہوں، تمھارے خلاف کچھ نہیں ہو گا۔ گوٹے ہل کے خلاف بھی میں کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ بس تم نکی کو کوئی اذیت نہ پہنچانا۔"

"اس کا انحصار تمھارے رویّے پر ہو گا۔ اگر تم میرے ساتھ تعاون کرتے رہو گے تو نکی ہاورڈ بھی محفوظ رہے گی ورنہ نہیں۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔ "میں پہلے ہی تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ تہذیب کا سراغ لگانے کی کوشش کروں گا۔"

"سب سے پہلے تو تم مجھے تہذیب کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"میں نے اُس کی زندگی کو درپیش خطرات کے پیشِ نظر اُسے اسرائیل میں نہیں رکھا تھا بلکہ اُسے امریکا کے ایک قصبے میں بھجوا دیا تھا۔ مجھے اس سلسلے میں خود بھی تفصیلات کا علم نہیں ہے لیکن اب سے تقریباً دو ماہ قبل وہ وہاں سات افراد کو جلا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ یہ دیکھو میں تمھارے لیے وہ اخبار لایا ہوں جس میں اس سانحے کی تفصیلات چھپی تھیں۔"

میں نے اولیو ہاورڈ سے وہ اخبار لے لیا۔ وہ دو ماہ قبل کا ایک امریکی اخبار تھا۔ اس میں اولیو ہاورڈ کے بیان کردہ واقعے کی تفصیلات موجود تھیں مگر اس میں تہذیب مالکم ایکس کا نام کہیں استعمال نہیں ہوا تھا۔ میں نے یہ بات اولیو ہاورڈ سے کہہ دی۔

"مجھے معلوم تھا تم اس خبر پر بھی یقین نہیں کرو گے لیکن میرے پاس اپنی بات کا یہ زیادہ سے زیادہ ثبوت ہے اور یہ اخبار میں نے بڑی مشکل سے تلاش کیا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ کیا تہذیب کے فرار کے بعد تم نے اُسے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی ہو گی؟" میں نے کہا۔

"میں نے اُس کی تلاش کے لیے امریکا میں اپنے وسائل استعمال کیے تھے لیکن مشکل یہ ہے کہ اب امریکا میں میرے اثرات اتنے زیادہ نہیں رہے جتنے پہلے تھے اور خود میں اس سے زیادہ اہم کاموں میں مصروف ہونے کی وجہ سے اس طرف ذاتی توجہ نہیں دے سکا لیکن اب میں خود اس معاملے کو دیکھوں گا۔"

میں خاموشی سے اخبار پر نگاہیں دوڑاتا رہا۔ مجھے اس بات پر سخت تشویش تھی کہ اگر تہذیب کو فرار ہوئے دو ماہ ہو چکے ہیں تو اُس نے اب تک مجھ سے رابطہ کیوں قائم نہیں کیا۔ میرا ذہن پریشان کن خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ کہیں وہ کسی اور مصیبت میں نہ گرفتار ہو گئی ہو؟ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مجھے تلاش کرنے میں ناکام ہو گئی ہو۔ اس لیے کہ پچھلے دو ماہ کے دوران میں خود بھی بہت مصروف رہا تھا۔ کافی دیر تک ڈائننگ ہال میں گمبھیر سناٹا مسلّط رہا۔ بالآخر میں نے ہی مُہرِ سکوت توڑی۔

"اُس بحری جہاز پر جب ایس براڈوے اور راک جون سمیت ہم سب کو تمھارے سامنے پیش کیا گیا تھا تو میں نے اندازہ لگایا تھا کہ تمھاری حیثیت ایک سربراہ کی سی تھی۔ کیا تم اس بات سے بھی انکار کرو گے؟"

"انکار کا کیا سوال ہے۔ میں اُس جہاز کا سربراہ ہوں۔"

"اور اُس جزیرے پر بھی تمھاری نگرانی میں کام ہو رہا ہے جہاں ہمیں قید رکھا گیا تھا؟" میں نے کہا۔ جنرل ٹیرس کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک بڑھ گئی تھی۔

"ہاں، وہ لوگ بھی میری ماتحتی میں کام کر رہے ہیں۔ لیکن تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں یہ معلوم کرنا چاہ رہا ہوں کہ اس بار تم کس چکّر میں ہو؟" میں نے اولیو ہاورڈ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

اولیو ہاورڈ نے ایک طویل سانس لی۔ "میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو اپنی ناکامی کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ سارڈان کی پہاڑیوں سے پلاٹینم کے حصول کے لیے ہم نے جو اسکیم بنائی تھی وہ ناکام ہو چکی تھی۔ اصولی طور پر ہمیں اُس سے دست بردار ہو جانا چاہیے تھا لیکن اسرائیلی حکومت کے لیے پلاٹینم کے اُن ذخائر میں اتنی کشش ہے کہ وہ اس سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہے۔ میرے سپرد یہ ذمّے داری کی گئی ہے کہ سارڈان کی پہاڑیوں سے ہر قیمت پر پلاٹینم کے ذخائر حاصل کر دوں۔ تم نے جو کچھ دیکھا وہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔"

"کیا تم نے ہمیں بالکل ہی بے وقوف سمجھ لیا ہے اولیو ہاورڈ؟" میں نے ناگواری سے کہا۔ "عقل کی باتیں کرو۔ کہاں سارڈان کی پہاڑیاں اور کہاں وہ سمندر! دونوں کے درمیان سیکڑوں میل کا فاصلہ تو ضرور ہو گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"پروگرام یہ تھا کہ سمندری راستے سے شی گورائے اور گوٹے ہل کے درمیان خفیہ سفر کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ شی گورائے والی سمت سے سارڈان کی پہاڑیوں تک خفیہ زیرِ زمین سرنگیں کھودی جائیں اور سارڈان کی چٹانوں تک پہنچ کر اُن ذخائر میں سے پلاٹینم کا جتنا حصّہ بھی ممکن ہو سکے حاصل کر لیا جائے۔ اسرائیل کے لیے پلاٹینم کا حصول بے حد اہمیت رکھتا ہے۔"

جنرل ٹیرس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ اُس نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا مگر میں اولیو ہاورڈ کو نگاہوں نگاہوں میں تولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کیا جنرل بل بھی اس سازش میں تمھارا شریکِ کار ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، اُس سے تو میں نے صرف دوستانہ مراعات حاصل کی ہیں۔"

"سرنگوں کی کھدائی کا کام شروع ہو چکا ہے؟"

"ابھی تک تو نہیں مگر کچھ عرصے میں ہم وہ انتظامات کرنے میں کامیاب ہو جاتے جن کے ذریعے سرنگوں کی کھدائی کی جا سکتی تھی۔"

"اور اس کے لیے تم نے کون سے سمندری راستوں کا انتخاب کیا تھا؟" اس بار جنرل ٹیرس نے سوال کیا۔

"کالموکیمپو سے ساٹھ میل جنوب مشرق میں ایک سمندری کھاڑی ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "وہاں تک ہماری پہنچ بہ آسانی ہو سکتی تھی اور وہیں سے ہم سارڈان کے لیے سرنگ کی کھدائی کا آغاز کر سکتے تھے۔"

"ناممکن۔" جنرل ٹیرس بولا۔ "اس علاقے میں بارہ قبیلے آباد ہیں اور وہ سب کے سب میری حکومت کے حامی ہیں۔ کیا تم وہاں آسانی سے سرنگیں کھود سکتے تھے؟ اور پھر وہ سرنگیں کتنی طویل ہوتیں؟"

"یہ تمام باتیں ہمارے پیشِ نظر تھیں جنرل اور ہم نے اس سلسلے میں ایک جامع منصوبہ بھی ترتیب دے لیا تھا۔ ہم پادریوں کی حیثیت سے داخل ہو کر وہاں اپنا اثر و رسوخ قائم کرتے جس کے نتیجے میں ہم اُن لوگوں سے مراعات حاصل کر سکتے تھے۔"

"کیا یہ ایک طویل منصوبہ نہیں تھا مسٹر اولیو ہاورڈ! کیا آپ نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اس دوران سارڈان کی پہاڑیوں سے پلاٹینم کے ذخائر نکالے بھی جا سکتے ہیں؟"

"منصوبہ طویل ضرور تھا لیکن یہ ناممکن تھا کہ اس کی تکمیل سے قبل سارڈان کی پہاڑیوں سے پلاٹینم کے سارے ذخائر حاصل کر لیے جاتے۔"

جنرل ٹیرس خاموش ہو گیا۔ اولیو ہاورڈ سے جو معلومات حاصل ہو سکتی تھیں وہ حاصل کر چکا تھا اور اب غالباً وہ یہ سوچ رہا تھا کہ ان معلومات کی روشنی میں اُس کا آئندہ قدم کیا ہونا چاہیے۔

"میرے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا علی؟" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اولیو ہاورڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"یہ فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے۔" میں نے دو ٹوک انداز میں کہا۔ "اگر تم میری اکلوتی بیٹی کو میرے حوالے کر دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سارڈان کے خلاف ہونے والے منصوبے پر عمل درآمد ترک کر دوں گا۔"

"بکّی کی واپسی کے لیے اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور سارڈان والا منصوبہ اب چونکہ جنرل ٹیرس کے علم میں آ چکا ہے لہٰذا تم لوگ اس پر ویسے بھی عمل نہیں کر سکو گے۔" میں نے کہا۔ "بکّی کو واپس حاصل کرنا ہے تو تہذیب مالکم ایکس کو تلاش کرو۔"

"میں تہذیب کو ضرور تلاش کر دوں گا۔ میں اُسے تلاش کرنے کے لیے مجبور ہوں لیکن فرض کرو وہ مجھے ساری زندگی نہ مل سکی تو..."

"بے فکر رہو اولیو ہاورڈ! اگر تم ساری زندگی تہذیب کو تلاش نہ کر سکے تو بکّی ہاورڈ بھی ساری زندگی تمھیں واپس نہیں مل سکے گی!"

اولیو ہاورڈ کے چہرے پر مُردنی چھا گئی۔ "فرض کرو تہذیب مالکم ایکس خود ہی تمھارے پاس پہنچ گئی تو...؟"

"اگر ایسا ہوا تو میں بکّی ہاورڈ کو رہا کر دوں گا۔" میں نے کہا۔

"کیا تم میری اُس سے ملاقات کرا سکتے ہو علی؟"

"میں تمھیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ گوٹے ہل میں نہیں ہے اگر ہوتی تب بھی میں اُس سے تمھاری ملاقات نہ کراتا۔"

"ٹھیک ہے علی۔" اولیو ہاورڈ نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے آئندہ کہاں رابطہ قائم کروں؟"

"جنرل ٹیرس کے ذریعے تم مجھ سے رابطہ قائم کر سکو گے۔ اگر میں یہاں نہ ہوا تب بھی جنرل ٹیرس کو اپنی نقل و حرکت سے باخبر رکھوں گا۔"

اولیو ہاورڈ جلد رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو گیا۔

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی علی۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔ "مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اولیو ہاورڈ نے جھوٹ بولا ہے۔ سارڈان کی پہاڑیوں تک اُس نے جس سرنگ کی کھدائی کا ذکر کیا ہے وہ عملاً ناممکن ہے۔"

"میں خود بھی اُس کی طرف سے مشکوک ہوں جنرل۔" میں نے کہا۔ "وہ انتہائی چالاک اور مکار آدمی ہے۔ اُس کے منہ سے نکلی ہوئی کسی بات پر بھی آسانی سے یقین نہیں کیا جا سکتا۔"

"مجھے تو اس بات سے خوشی ہوئی کہ تم نے اولیو ہاورڈ کے ساتھ گفتگو کے دوران بڑی غیر جذباتیت کا مظاہرہ کیا۔" کیتھی براؤن بولی۔

"تم کیا سمجھ رہی تھیں۔" جنرل ٹیرس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "میرے اس دوست کو اپنی کیفیات چھپانے میں کمال حاصل ہے۔"

دفعتاً ایک ملازم اندر آیا اور جنرل ٹیرس کے نزدیک پہنچ کر مؤدبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ جنرل ٹیرس نے اُسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"ایک خاتون آپ سے ملنا چاہتی ہیں جنرل۔" ملازم نے بتایا۔ "انھوں نے خصوصی کوڈ دیا ہے تاکہ آپ فوراً اُن سے ملاقات کر لیں۔"

"وہ خاتون کہاں ہیں؟" جنرل ٹیرس نے چونک کر پوچھا۔

"اُنھیں استقبالیہ کمرے میں بٹھایا گیا ہے۔"

میں مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ خصوصی کوڈ تہذیب مالکم ایکس کے علم میں تھا۔ یہ کوڈ میں نے ہی اُسے بتایا تھا اور اُسے یہ بھی بتایا تھا کہ اس کوڈ کے ذریعے جنرل سے فوری ملاقات کی جا سکتی ہے۔

"بیٹھو علی، بیٹھ جاؤ۔" جنرل نے کہا۔ "اُسے یہیں بُلوائے لیتے ہیں۔"

جنرل نے ملازم سے کہا کہ اُس خاتون کو ناشتے کی میز پر ہی بھیج دیا جائے۔ ملازم چلا گیا مگر میرا دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ ذرا دیر قبل ہی تو اولیو ہاورڈ کے ذریعے مجھے تہذیب کے فرار کی خبر ملی تھی اور اب وہ خود بھی پہنچ گئی تھی۔ میری بے تاب نظریں دروازے پر جمی تھیں۔ مجھے ایک ایک لمحہ گزارنا محال ہو رہا تھا۔ طویل عرصے کے بعد میں تہذیب کو دیکھنے والا تھا۔ پتا نہیں وہ کیسی لگ رہی ہوگی۔ مسلسل صعوبتیں برداشت کرتے کرتے اُس کا کیا حال ہو گیا ہوگا۔ میں اُس سے کس انداز میں ملوں گا؟

میرے دل و دماغ میں عجیب ہیجانی کیفیت برپا تھی لیکن میں بہ ہزار دقت خود پر جبر کیے بیٹھا تھا ورنہ جی چاہتا تھا کہ خود دوڑ کر تہذیب تک پہنچ جاؤں۔ لیکن جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کی موجودگی میرے ارادے کی راہ میں حائل تھی۔ اُن کے خیال میں تو میں ایک آہنی انسان تھا۔ میرے سینے میں دھڑکتا ہوا دل نہیں تھا۔ مجھے کسی چیز سے متاثر بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔

پھر دروازے میں جو نسوانی ہیولا نظر آیا اُسے دیکھ کر میری آنکھیں فرطِ حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ تارنیا ہارڈو تھی۔

جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن اُسے اجنبی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے مگر میں نے اُسے پہچان لیا تھا اور حیرت کے تاثر سے نکل کر اُس کی طرف بڑھا۔ تارنیا دوڑتی ہوئی مجھ سے آ کر لپٹ گئی۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن ہم دونوں کو عجیب سے انداز میں دیکھ رہے تھے۔

"نہیں جنرل! یہ تہذیب مالکم ایکس نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "یہ میری بہت اچھی دوست، ہمدرد اور رہنما تارنیا ہارڈو ہے۔ گوٹے ہل کیس میں..."

"تمھارا نام لینا ہی کافی ہے۔ میں نے تارنیا ہارڈو کو پہچان لیا ہے۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔

تارنیا نے اُن دونوں سے باری باری ہاتھ ملایا اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ "گزشتہ بائیس گھنٹے سے میں مسلسل سفر کر رہی ہوں۔" تارنیا ہارڈو نے کہا۔ "لیکن میرا یہ سفر رائیگاں نہیں ثابت ہوا۔ میں بالکل ٹھیک وقت پر پہنچی ہوں۔ اگر مجھے تھوڑی سی بھی تاخیر ہو جاتی تو تمھیں میرے لیے دوبارہ ناشتے کی میز لگوانا پڑتی۔"

"کیا تم نے صرف ناشتا کرنے کے لیے بائیس گھنٹے کا سفر کیا ہے؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔" تارنیا ہنس پڑی۔ "میں تو یہ سوچ کر آئی تھی کہ شاید جنرل ٹیرس سے تمھارے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم سے ہی ملاقات ہو جائے گی۔ لیکن عجیب بات ہے! تمھیں دیکھتے ہی جو اطمینان حاصل ہوا ہے اُس کے بعد سارے تفکرات ڈھل گئے اور بھوک چمک اُٹھی۔ کیا خیال ہے، شروع کروں ناشتا؟"

"ضرور شروع کرو لیکن ایک سوال کا جواب دے دو۔" میں نے کہا۔ "تہذیب کے بارے میں بھی تمھیں کچھ علم ہے؟"

"صرف اتنا کہ وہ زندہ ہے اور آزاد ہے۔" تارنیا ہارڈو نے بتایا۔

میں نے سکون کی گہری سانس لے کر آنکھیں بند لیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے سر سے کوئی بھاری بوجھ ہٹ گیا ہو۔ بڑے عرصے کے بعد میں نے خود کو اس قدر ہلکا پھلکا محسوس کیا تھا۔ مسرت کی لہریں میرے پورے جسم میں گردش کر رہی تھیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ بالآخر تقدیر مجھ پر مہربان ہونا شروع ہو گئی۔ مجھے اپنی جدوجہد کا پھل ملنے کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ پہلے اولیو ہاورڈ نے تہذیب کے فرار کی نیک خبر سنائی تھی اور اب تارنیا ہارڈو نے اُس خبر کی تصدیق کر دی تھی ورنہ اولیو ہاورڈ کی بات مشکوک ہی رہتی۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد میں تارنیا ہارڈو کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آ گیا۔ تارنیا پہلے ہی کی طرح پُرکشش اور شگفتہ نظر آ رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بیٹھو تارنیا" خواب گاہ میں پہنچ کر میں نے تارنیا سے کہا۔

وہ ایک صوفے پر بیٹھ گئی "یہاں کب سے ہو علی؟" اُس نے پوچھا۔

"میں کل ہی یہاں پہنچا ہوں لیکن کچھ روز قبل میں نے یہاں طویل قیام کیا تھا۔"

"اوہو! یہ بات میرے علم میں نہیں ہے۔"

"معلوم نہیں تارنیا تمھیں دیگر حالات کا بھی علم ہے یا نہیں لیکن میں اس دوران بڑی الجھنوں میں گرفتار رہا ہوں اور بڑے نامساعد حالات سے گزرا ہوں۔ تہذیب مالکم ایکس میرے لیے ایک بھولی بسری داستان بن گئی ہے۔ اگر تم یہ بتا سکو کہ وہ اس وقت کہاں ہے تو یہ تمھارا مجھ پر احسان ہوگا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا علی، مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہے یہ ضرور معلوم ہے کہ وہ آزاد ہے اور اُس نے تمھارے لیے ایک پیغام بھیجا ہے۔"

"پیغام تمھیں کہاں سے موصول ہوا؟" میں نے بے صبری سے پوچھا۔

"میں اس بات سے لاعلم ہوں۔" تارنیا نے کہا۔ "مسٹر آئن شلائٹر کے دفتر میں ایک بند لفافہ موصول ہوا جس پر میرا اور آئن شلائٹر کا نام تحریر تھا۔ لفافے پر نہ تو ڈاک کا کوئی ٹکٹ تھا اور نہ ہی بھیجنے والے نے اپنا نام لکھا تھا لہٰذا ہمیں اس کے بارے میں کچھ اندازہ نہ ہو سکا۔ لفافہ کھولا گیا تو اس میں سے دو پرچے برآمد ہوئے۔ ایک میرے اور مسٹر آئن شلائٹر کے نام تھا اور دوسرا تمھارے نام تھا۔ ان خطوط کو پڑھنے کے بعد پتا چلا کہ وہ لفافہ تہذیب مالکم ایکس نے بھجوایا تھا۔" تارنیا ہارڈو نے خاکی رنگ کا ایک مضبوط لفافہ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔

میں نے بے صبری سے لفافہ اُٹھایا اور اُس میں رکھے ہوئے کاغذات نکال لیے۔ پہلے میں نے وہ خط پڑھا جو تارنیا ہارڈو اور آئن شلائٹر کے نام تھا۔ لکھا تھا۔

"ڈیئر تارنیا ہارڈو اور محترم مسٹر آئن شلائٹر! علی یارخان نے جن افراد پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہے اس میں آپ دونوں سرفہرست ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں آپ کے ذریعے علی یارخان کو خط بھجوا رہی ہوں۔ میری کہانی بہت طویل ہے جسے تحریر کر کے میں آپ لوگوں کو بور نہیں کرنا چاہتی۔ مختصراً یوں سمجھ لیں کہ علی یارخان کے علم میں شاید یہ بات نہ ہو کہ میں زندہ ہوں مگر میں خدا کے فضل و کرم سے نہ صرف زندہ ہوں بلکہ اُن موذیوں کے چنگل سے بھی نکل آئی ہوں جنھوں نے مجھے زندہ درگور کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ میں نے علی یارخان کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی مگر محدود وسائل کے باعث مجھے کامیابی نہیں ہو سکی۔ میں اُن کی تلاش جاری رکھتی لیکن اتفاقاً ایک ایسی بات میرے علم میں آ گئی جس کے باعث مجھے اُن کی تلاش ترک کر دینا پڑی۔ سب جانتے ہیں کہ علی یارخان نے اپنی زندگی کی تمام دلچسپیاں ترک کر کے خود کو ایک مشن کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ مجھ پر بھی لازم ہے کہ اگر اُن کے مشن سے متعلق کوئی بات میرے علم میں آئے تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اُن کے مشن کو آگے بڑھانے کی کوشش کروں۔ میں اُن کے دُشمنوں کی راہ پر ہوں اور دوسرے خط میں، جو علی یارخان کے نام ہے، میں نے اُس سازش کا انکشاف کیا ہے جو اتفاقاً ہی میرے علم میں آ گئی ہے۔ آپ چاہیں تو اُس خط کو بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن یہ خط جلد از جلد علی یارخان تک پہنچنا بہت ضروری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ لوگ اپنے وسائل سے انھیں تلاش کر کے یہ خط اُن تک پہنچا دیں گے۔ شکریہ۔ مخلص تہذیب مالکم ایکس۔"

ایک عرصے بعد تہذیب کی خیر ملنے اور اُس کی خیریت کا علم ہونے پر میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ تارنیا ہارڈو مجھے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"کیا تم واقعی تہذیب کو مُردہ سمجھتے تھے علی؟" تارنیا نے پوچھا۔

"ابھی میں تمھارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا تارنیا۔" میں نے کہا۔ "لیکن یہ بات سُن لو کہ تم نے آج تک مجھ پر جتنے احسانات کیے ہیں اُن میں یہ سب سے بڑا احسان ہے۔"

تارنیا کے ہونٹوں سے یکلخت مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ چند لمحے وہ خالی الذہن کے سے انداز میں مجھے دیکھتی رہی پھر اُس نے سر جُھکا لیا۔

میں نے دوسرا خط نکال لیا جو کئی صفحات پر مشتمل خاصا طویل خط تھا۔ تہذیب نے بڑے جذباتی انداز میں مجھے مخاطب کیا تھا۔

"زندگی سے زیادہ عزیز علی یارخان! شاید اب تک تمھیں میری موت کا یقین آ چکا ہوگا لیکن ہم ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ میں تمھیں اس دُنیا میں تنہا چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں۔ تمھیں یہ بات بتانا ضروری ہے کہ ہمارے خلاف یہ سازش اولیو ہارڈ کی تیار کردہ تھی۔ اُس نے ایک تیر سے کئی شکار

کرنے کی ٹھانی تھی۔ وہ تمھیں ذہنی صدمہ پہنچا کر نہ صرف ماضی کی ناکامیوں کا بدلہ لینا چاہتا تھا بلکہ تمھیں فلسطینیوں سے بدظن بھی کرنا چاہتا تھا۔ بعد میں میرے ذریعے تمھیں بلیک میل کرنا بھی اُس کے پلان میں شامل تھا۔ مجھے بے ہوش کر کے اغوا کیا گیا تھا اور اُس کے بعد میں نے ایک طویل بحری سفر کیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اولیو ہارڈ کے آدمی مجھے کہاں کہاں گھماتے پھرے۔ اسی قید کے دوران اُس کے کئی منصوبے میرے علم میں آئے لیکن ظاہر ہے، میں کوئی فائدہ اٹھانے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ ایک بار میں نے اُن کی قید سے فرار ہونے کی کوشش بھی کی مگر ناکام رہی۔ آخر کار مجھے امریکا پہنچا دیا گیا۔ امریکا میں مجھے جس جگہ رکھا گیا وہاں ایک پورا خاندان میرا نگراں تھا۔ اُن میں ایک بوڑھی خاتون، دو نوجوان لڑکیاں، تین جوان العمر افراد اور ایک معمّر شخص شامل تھا۔ ان لوگوں میں آپس میں کوئی رشتہ نہیں تھا لیکن وہ وہاں ایک خاندان کی حیثیت سے رہ رہے تھے اور وہ سب کے سب اولیو ہارڈ کی طرح موساد کے ایجنٹ تھے۔ انھیں سختی سے میری نگرانی کرنے کی ہدایت کی گئی تھی اور وہ اپنا یہ فرض بخوبی ادا کر رہے تھے۔ میں کوشش کرتی رہی کہ کسی طرح اُن کے چنگل سے نکل جاؤں لیکن وہ سب مسلح اور مستعد رہتے تھے۔ میری نگرانی کرنے کے لیے اُنھوں نے باریاں مقرّر کر رکھی تھیں اور عام طور پر وہ یکجا نہیں ہوتے تھے اور منتشر رہتے تھے اس لیے وہاں سے فرار ہونا بہت مشکل تھا۔ اگر میں اُن میں سے کسی ایک کو ہلاک کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتی تو دوسرے لوگ مل کر میری تِکّا بوٹی کر ڈالتے۔ وہ صرف کھانے کی میز پر یکجا ہوتے تھے۔ اس چیز کو ذہن میں رکھ کر میں نے منصوبہ بندی شروع کی اور آخر کار ایک روز مجھے اپنے منصوبے پر عمل کرنے کا موقع مل ہی گیا۔ گرین پول کی ایک ایسی رکن کو جس پر ایک زمانے میں گرین پول مکمل اعتماد کرتی تھی، اپنے منصوبے پر عمل پیرا ہونے میں زیادہ دقّت پیش نہیں آئی۔ میں منصوبے کی تفصیلات میں نہیں جاؤں گی، بس یہ سمجھ لو کہ ایک روز میں نے اُن سب کو اُس وقت ہلاک کر دیا جب وہ کھانے کا پہلا نوالہ بھی مُنہ میں نہیں رکھ پائے تھے۔ اس کے بعد میں نے اُن کی لاشیں نذرِ آتش کر دیں۔ وہاں سے فرار ہونے کے بعد امریکا سے نکلنا میرے لیے بڑا کٹھن مرحلہ ثابت ہوا لیکن آخر کار میں اس میں بھی کامیاب ہو ہی گئی۔ امریکا سے نکلنے کے بعد میں نے تمھیں تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اولیو ہارڈ کے خوف سے میں نے کسی پر اپنی شخصیت ظاہر نہیں کی۔ تمھاری تلاش میں ناکام ہونے کے بعد مجبوراً میں یہ خط تحریر کر رہی ہوں جو میں مسٹر آئن شلائٹر اور تارنیا ہارڈو کے توسط سے تم تک پہنچوانے کی کوشش کروں گی۔ میں خود تمھاری تلاش جاری رکھتی لیکن اب میں اپنی توجہ اُس سازش پر مرکوز کر رہی ہوں جو اولیو ہارڈ کر رہا ہے اور جو ایک اتفاق کے تحت میرے علم میں آئی ہے۔ ممکن ہے میرا خط بروقت تم تک پہنچ جائے اور تم بروقت اس منصوبے سے آگاہ ہو جاؤ جو اولیو ہارڈ نے تیار کیا ہے۔ اس منصوبے کی تفصیلات یہ ہیں کہ افریقہ میں شی گورلٹے نامی ایک ریاست ہے جو سو فیصدی اسرائیلی مفادات کی حامی ہے۔ شی گورلٹے کا سربراہ جنرل بل درحقیقت اسرائیلی حکومت کا پٹھو ہے اور اسرائیلی حکومت ہی اُسے برسرِ اقتدار لائی ہے لہٰذا وہاں سے اسرائیل کے لیے کوئی بھی کام کیا جا سکتا ہے۔ گوٹے ہل سے والٹو موبلٹے کی حکومت ختم ہونے کے بعد چونکہ اسرائیل کے ہاتھوں سے ایک اہم علاقہ نکل گیا ہے لہٰذا شی گورلٹے کی اہمیت اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ شی گورلٹے کے مشرق میں جو سمندر ہے وہاں اسرائیلی حکومت کا تیار کردہ ایک جنگی جہاز لنگر انداز ہے۔ یہ جنگی جہاز مکمل طور پر اولیو ہارڈ کے کنٹرول میں ہے۔ لائن آف کروزل میں تمھارے ہاتھوں ناکامی اٹھانے کے بعد اور لائن آف کروزل کی فیکٹریوں میں اسلحے کی تیاری روکنے کی ناکام کوششوں کے بعد اولیو ہارڈ اس سازش میں مصروف ہو گیا کہ وہاں تیار ہونے والا اسلحہ عرب ممالک کو نہ پہنچنے پائے۔ لائن آف کروزل میں اسلحے کی پہلی کھیپ تیار ہو چکی ہے جو کسی بھی وقت جہازوں پر بار کر کے ایک مسلم ملک کے لیے روانہ کر دی جائے گی۔ اسرائیلی حکومت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس پہلے ہی مرحلے پر عربوں کو ناکامی سے ہمکنار کر دینا چاہتی ہے۔ چنانچہ یہ خوفناک جہاز جو خاص طور پر اسی مقصد کے لیے تیار کیا گیا ہے، اسلحہ لے جانے والے جہازوں کو روکے گا اور انہیں قابو میں کرنے کی کوشش کرے گا۔ کوشش کی جائے گی کہ اسلحہ اسرائیل پہنچا دیا جائے۔ اگر وہ اس کوشش میں ناکام ہو گیا تو ان جہازوں کو غرقاب کر دیا جائے گا۔ اس جہاز کا کنٹرول مکمل طور پر اولیو ہاورڈ کے ہاتھ میں ہے۔ شاید اپنی ساکھ بحال کرنے کے لیے یہ اُس کی آخری کوشش ہے۔ اسلحے کی فراہمی کو سبوتاژ کرنے کے لیے ایک اور اہم کڑی جزیرہ نکورو ہے۔ یہ جزیرہ شی گورائے کے مغرب میں ہے جہاں سے ان جہازوں کی آمد کے بارے میں اطلاعات فراہم کی جاتی ہیں۔ ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ لائن آف کروزل سے چند اہم افراد اغوا کر کے اُن کے ڈپلی کیٹ وہاں بھیج دیے گئے ہیں اور اُن اغوا شدہ افراد کو جزیرہ انکورو میں قید کر دیا گیا ہے۔ اگر تم تک یہ معلومات بروقت پہنچ جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں تو اس سازش کو ناکام بنانے کے لیے اپنی سی کوشش کروں گی ہی۔ اپنے بارے میں فی الوقت یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی کہ میں کہاں ہوں گی اور کیا کروں گی لیکن ممکن ہے کہ اس کارروائی کے دوران ہی کہیں تم سے ملاقات ہو جائے۔ اُس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔ صرف تمھاری، تہذیب مالکم ایکس!

تہذیب مالکم ایکس کا خط پڑھ کر میں سکتے کے سے عالم میں بیٹھا رہ گیا۔ تہذیب اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی تھی۔ مجھے اس منصوبے کی اطلاع بہت بروقت ملی تھی اور اگرچہ بہت سی باتیں میرے علم میں بھی تھیں مگر میں اُن کے اصل مقصد سے بے خبر تھا۔ اولیو ہاورڈ نے نہایت چالاکی سے اصل معاملہ گول کر کے ہمیں سارڈان کی پہاڑیوں کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔ جنرل ٹیرس سُرنگوں کے معاملے میں اولیو ہاورڈ کی بکواس سے مطمئن نہیں تھا، میں بھی شکوک و شبہات کا شکار تھا لیکن تہذیب مالکم ایکس نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا تھا۔ خدا جانے اُس نے کس طرح سے یہ معلومات حاصل کی ہوں گی۔ اُس کی زندگی کتنی بار خطرے میں پڑی ہو گی۔ اتنی خوفناک معلومات آسانی سے تو حاصل نہیں ہو سکتیں۔ یہ کسی معمولی اعصاب والے شخص کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔ ایسی معلومات حاصل کرنے کے لیے ہر قدم پر اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنا پڑتا ہے۔ مجھے یہ سب کچھ سوچتے ہوئے فخر کا احساس ہوا۔ میں نے تہذیب مالکم ایکس کو اپنی شریکِ حیات کے طور پر منتخب کیا تھا اور بلاشبہ اس میں وہ ساری خوبیاں موجود تھیں جو مجھ جیسے شخص کی شریکِ حیات میں ہونا ضروری تھیں۔

میں نے سامنے بیٹھی تارنیا ہارڈو کو دیکھا۔ اُس کا چہرہ تفکرات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

مجھے مسکراتے دیکھ کر وہ بھی مسکرانے لگی۔ "اس خط نے تم پر بہت اچھا اثر ڈالا ہے علی! میں بہت خوش ہوں۔"

"اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھارے احسانات کا صلہ کیسے ادا کروں گا۔" میں نے کہا۔

تارنیا ہنس پڑی۔ "دُنیا میں کوئی شخص بھی بے غرض نہیں ہوتا۔ جب بھی کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے کچھ کرتا ہے تو اُس کے پس پردہ اُس کی اپنی غرض ضرور کارفرما ہوتی ہے۔ تمھارے لیے میں نے اگر کچھ کیا ہے تو تم اسے ہرگز میرا احسان مت سمجھو۔"

"میری سمجھ میں تمھاری بات نہیں آئی تارنیا!" میں نے بے بسی سے کہا۔ "جو کچھ تم نے کیا ہے بے غرض ہو کر ہی تو کیا ہے۔"

"یہ تو تمھارا نکتہ نظر ہے اور کوئی شخص بھی یہی بات کہے گا لیکن میں ایسا نہیں سمجھتی۔"

میں اُلجھن زدہ انداز میں تارنیا ہارڈو کو دیکھتا رہ گیا۔ وہ کتنی بے باکی سے اپنے بے غرض ہونے سے انکار کر رہی تھی۔ یہ جرأت اور بے باکی اُسی کا حصہ تھی ورنہ میں ایسے بے شمار لوگوں کو جانتا تھا جو دوسروں سے اپنی غرض کے تحت تعلقات رکھتے ہیں مگر اس کا اعتراف کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اپنی بے خوفی کا اعلان تو بہ بانگِ دُہل کرتے ہیں لیکن دراصل اندر سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔ اگر یہ فارمولا تسلیم کر لیا جائے کہ اپنی بے خوفی کا بہت زور سے اعلان کرنے والا دراصل اندر سے خوفزدہ ہوتا ہے تو کیا اسی فارمولے کے تحت یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اپنے بے غرض نہ ہونے کا بہت زور سے اعلان کرنے والی تارنیا ہارڈو اندر سے بالکل بے غرض تھی۔ میں نے یہ سب کچھ سوچا ضرور مگر اُس سے نہیں کہا بس خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

مجھے خاموش دیکھ کر وہ مسکرائی۔ "تم چاہے مجھ سے جتنا بھی اجتناب کر دیکن میں تم سے تمھاری توجہ تو نہیں مانگتی۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں اسی لیے تمھارا کام کرنے کی خاطر اتنی تگ و دو کی ہے۔ اتنی ہی کاوش اگر میں نے کسی ایسے شخص کے لیے کی ہوتی جس کے لیے میرے دل میں یا تو سرے سے کوئی جذبہ ہی نہ ہوتا یا اگر کوئی جذبہ ہوتا بھی تو وہ منفی جذبہ ہوتا اور میں اس کے باوجود بھی اُس کا کوئی کام کر دیتی تو بے شک میں خود کو بے غرض بھی (آئی) لیتی اور یہ بھی تسلیم کر لیتی کہ میں نے تم پر کوئی احسان کیا ہے لیکن جب یہ سب کچھ میں نے اپنے جذبوں کی تسکین کے لیے کیا ہے تو میں اس کا احسان تمھارے سر تھوپنے کی کوشش کیوں کروں؟ نہیں علی یار خان! میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اگر خود کو نہیں تو کم از کم دوسروں کو دھوکا دینے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔ میں نہ تو خود کو دھوکا دینے کی کوشش کرتی ہوں اور نہ ہی دوسروں کو دھوکے میں رکھنا مجھے پسند ہے۔"

"دُنیا میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اور میں اس وقت اُن کی اقسام پر گفتگو کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"اوہ! میں معافی چاہتی ہوں علی۔" تارنیا گڑبڑا کر بولی۔ "میں تمھیں یہ بتانا تو بھول ہی گئی کہ موجودہ مہم کے لیے مسٹر آئن شلاٹر نے تمھیں ہر قسم کے تعاون کی پیشکش کی ہے۔"

"یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی تارنیا! مجھے جب بھی ضرورت ہوئی میں انھیں ضرور زحمت دوں گا لیکن اس وقت اس کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اولیو ہاورڈ کی بیٹی نکی ہاورڈ میرے قبضے میں ہے۔" میں نے کہا اور پھر بیروت سے روانہ ہونے سے لے کر اب تک کے سارے حالات مختصراً اُسے بتا دیے۔

"اوہو، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اولیو ہاورڈ اس وقت تمھارے سامنے دَم بھی نہیں مار سکتا۔" تارنیا نے جوشیلے انداز میں کہا۔

"ہاں، لیکن وہ بہت چالاک آدمی ہے۔ اتنی دبی ہوئی پوزیشن میں بھی اُس نے اپنے اصل مقصد کی طرف سے ہماری توجہ ہٹانے کی کوشش کی اور اگر تم بروقت مجھ تک نہ پہنچ گئی ہوتیں تو اُس نے تو ہمیں اپنے جال میں پھنسانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہمیں دھوکے میں رکھ کر اپنا کام کر جاتا۔ لیکن اب صورتِ حال تبدیل ہو گئی ہے۔ جنرل ٹیرس میرے ساتھ تعاون کر رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں اولیو ہاورڈ کا منصوبہ پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچنے دوں گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ٹھیک ہے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اپنی کوششوں سے اُس کے منصوبے کو ناکام بنا دو گے تو میں بھی مطمئن ہوں۔ میرے لیے کوئی ہدایت؟"

"اگر تہذیب تم تک پہنچ جائے تو اُسے روکے رکھنا۔ اس مہم سے فرصت پاتے ہی میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

"ٹھیک ہے علی یار خان۔" تارینا ہارڈو نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اب مجھے اجازت دو۔"

"اتنی جلدی؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں، میں نے اپنا کام پورا کر دیا ہے اور میرے ذمّے اور بھی بہت سے کام ہیں۔ تم تو جانتے ہی ہو۔"

"کیا جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن سے بھی نہیں ملو گی؟"

"میری طرف سے اُن سے معذرت کر لینا۔"

مجھے اُس کا اس طرح واپس جانا عجیب سا لگ رہا تھا لیکن میں نے اُسے روکنے کے لیے اصرار نہیں کیا۔ اُسے محل کے بیرونی دروازے تک چھوڑ کر میں دوبارہ خواب گاہ میں واپس آ گیا۔

دوپہر کے کھانے تک میں نے تہذیب کا خط درجنوں بار پڑھا تب کہیں جا کر مجھے قدرے سکون کا احساس ہوا۔

کھانے کی میز پر جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن نے تارینا ہارڈو کو موجود نہ پا کر اُس کے بارے میں پوچھا اور جب میں نے انھیں بتایا کہ وہ واپس جا چکی ہے تو وہ دونوں حیران رہ گئے۔

"یہ تو آدابِ میزبانی کے خلاف ہے۔" کیتھی براؤن نے ناراض ہو کر کہا۔ "تم نے اُسے اتنی جلدی واپس کیوں چلا جانے دیا؟"

"ہاں، اور وہ ہم سے ملے بغیر ہی چلی گئی۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔ اُس کے انداز میں بھی خفگی تھی۔

"وہ خود بھی آپ لوگوں سے ملے بغیر واپس جانے پر متاسف تھی لیکن اپنی مصروفیات کے باعث وہ رک بھی نہیں سکتی تھی۔" میں نے تارینا ہارڈو کی صفائی پیش کی۔

"خیر کوئی بات نہیں۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔ "لیکن اُس کے اس طرح واپس چلے جانے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی خاص کام سے تمھارے پاس آئی تھی؟"

"ہاں جنرل۔" میں نے کہا اور تہذیب مالکم ایکس کا خط نکال کر اُس کے سامنے رکھ دیا۔ کیتھی براؤن بھی خط پر جھک گئی۔

"میں نہ کہتا تھا کہ مجھے اولیو ہارڈ کی بات پر یقین نہیں ہے۔" خط پڑھنے کے بعد جنرل ٹیرس نے کہا۔ "لیکن خط میں جس جزیرے کا تذکرہ کیا گیا ہے کیا یہ وہی جزیرہ ہے جہاں سے فرار ہو کر تم یہاں پہنچے ہو؟"

"یقیناً۔" میں نے کہا۔ "اس کا نام جزیرہ انکورو ہے۔"

"تو پھر اب تمھارا کیا پروگرام ہے؟"

"اولیو ہارڈ ہمارے بس میں ہے۔ اُسے راہِ راست پر لانا پڑے گا۔ اس وقت وہ ہماری مرضی کے مطابق کام کرنے پر مجبور ہے۔"

"لیکن تم مجھے اس معاملے سے الگ نہیں رکھو گے۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔ "اولیو ہارڈ سے تم میری موجودگی میں گفتگو کرو گے۔"

"اگر تمھاری یہی مرضی ہے جنرل ٹیرس تو اطمینان رکھو، جیسا تم چاہو گے ویسا ہی ہو گا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اولیو ہارڈ کب ہم سے رابطہ قائم کرتا ہے۔"

ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کھانے کے فوراً بعد جنرل ٹیرس کو اولیو ہارڈ کا پیغام موصول ہوا کہ وہ گورنمنٹ ہال آنا چاہتا ہے۔ جنرل نے اُسے فوراً ہی آنے کی دعوت دے دی۔

شام پانچ بجے اولیو ہارڈ کا ہیلی کاپٹر جنرل ٹیرس کے محل میں اُترا۔ میری ہدایت کے مطابق محل میں لانے سے قبل اُس کی جامہ تلاشی لی گئی مگر اُس کے پاس سے کوئی قابلِ اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی۔ اولیو ہارڈ بہت نڈھال نظر آ رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں سُرخ اور پپوٹے بھاری ہو رہے تھے۔ اُس نے نہ تو مجھ سے ہاتھ ملایا اور نہ ہی جنرل ٹیرس سے معانقہ کیا۔ وہ آتے ہی ایک کرسی میں ڈھیر ہو گیا۔

"میں بدرجۂ مجبوری یہاں آیا ہوں۔" اُس نے زخمی لہجے میں کہا۔ "ورنہ میں خود کو دوستوں کے درمیان نہیں پاتا۔"

"تم سے کس نے کہا ہے کہ خود کو دوستوں کے درمیان تصور کرو۔" میں نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"تم نے اچھا انسان ہونے کا ثبوت نہیں دیا ہے علی یار خان! لکی ہارڈ کے بارے میں سُن کر میری اپاہج بیوی پر دل کا شدید دورہ پڑا ہے اور وہ اسپتال میں داخل ہے۔"

"جو کچھ تم نے بویا ہے اولیو ہارڈ اُس کے کاٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ اگر تم نے تہذیب کو اغوا کرنے کی پہل نہ کی ہوتی تو آج تمھیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔"

اولیو ہارڈ نے آنکھیں بند کر لیں اور بے جان سے انداز میں کرسی کی پُشت سے ٹک گیا۔ چند لمحوں بعد اُس نے آنکھیں کھولیں اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے کافی پلواؤ۔ میں شدید نقاہت محسوس کر رہا ہوں۔ میری بیوی کی حالت بہت خراب ہے۔ یہ ڈاکٹر کی رپورٹ ہے جو میں تمھیں دکھانے لایا ہوں۔"

اُس نے ڈاکٹری رپورٹ میری طرف بڑھائی۔ میں نے رپورٹ اس سے لے کر پڑھی۔ ڈاکٹر نے واضح طور پر لکھا تھا کہ اگر لکی ہارڈ مسز ہارڈ کے پاس نہ پہنچی تو اُن پر دل کا دوسرا دورہ پڑ سکتا ہے جو جان لیوا ثابت ہو گا چنانچہ مسز ہارڈ کی جان بچانے کے لیے لکی کی بازیابی انتہائی ضروری ہے۔

"اگر اس رپورٹ کو بنیاد بنا کر تم لکی کی واپسی چاہتے ہو تو یہ ناممکن ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ تو ڈاکٹر کا خیال ہے کہ مسز ہارڈ کی جان بچانے کے لیے لکی ہارڈ ضروری ہے۔ میں اس بات سے متفق نہیں ہوں، اس لیے کہ تم تو جوڑ توڑ کے ماہر ہو۔ میک اپ کرنے کے فن میں بھی طاق ہو۔ تم کسی بھی لڑکی کو لکی ہارڈ کے میک اپ میں مسز ہارڈ سے ملوا سکتے ہو۔ تم جیسے ماہر کے لیے تو یہ بڑی معمولی سی بات ہے۔ جب تم ایک اجنبی لڑکی کو تہذیب مالکم ایکس کی حیثیت میں دلھن بنا کر پیش کر سکتے ہو تو یہ کام تمھارے لیے کیا مشکل ہے۔ نہیں اولیو ہارڈ! تم مجھے اخلاقیات کا درس دینے کے بجائے اپنی ذمّے داریاں پوری کرو۔"

"میں تم سے کوئی رعایت طلب نہیں کر رہا ہوں علی یار خان! میں نے تم سے کہا تھا کہ میں بہت جلد تم سے دوبارہ ملاقات کروں گا۔ دیکھ لو میں کتنی جلدی تمھارے سامنے واپس آ گیا ہوں۔ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ میں وطن پرست ہوں اور یہودی منصوبوں کی تکمیل چاہتا ہوں۔ پہلے میرا خاندان ہے اُس کے بعد وطن ہے۔ بات اگر میرے گھرانے کی آ جائے تو میں وطن پرستی ترک بھی کر سکتا ہوں۔ میں اس سلسلے میں تم سے کوئی بھی سودے بازی کرنے کو تیار ہوں۔ میری یہاں آمد خفیہ ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ میں اس وقت کہاں ہوں۔"

"یہودی ایک مکار قوم ہے اولیو ہارڈ اور تم اُس قوم کی نمائندہ شخصیت ہو۔ پتا نہیں تم عبادت کرتے وقت خدا سے بھی مخلص ہوتے ہو یا نہیں!"

"لکی ہارڈ کی وجہ سے میں اس وقت سب کچھ برداشت کرنے کے لیے مجبور ہوں لیکن یاد رکھو کہ اس کے بعد میں تم سے کبھی کوئی رعایت نہیں کروں گا۔"

"شکر ہے! تم نے کوئی بات تو ایسی کی جس سے مکاری کی بُو نہیں آ رہی۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔

"میں تم سے ایک سودا کرنے آیا ہوں علی یار خاں۔ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میرا خاندان پہلے ہے اور وطن کی اہمیت ثانوی ہے۔"

"اگر میں تم سے کہوں کہ لکی ہارڈ کی واپسی کے عوض سارڈان کی پہاڑیوں سے پلاٹینم نکالنے کا خیال ترک کر دو تو تمھارا کیا جواب ہو گا؟"

"جنرل ٹیرس کے علم میں آ جانے کی وجہ سے اُس منصوبے پر تو ویسے بھی عمل درآمد ناممکن ہو گیا ہے۔" اولیو ہارڈ نے یہ سمجھ کر کہ میں لکی کو رہا کرنے پر آمادہ ہو گیا ہوں، اپنے لہجے میں بھرپور خلوص پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "لکی کی رہائی کے عوض تم مجھ سے کوئی بڑا مطالبہ بھی کر سکتے ہو۔"

"مثلاً اسلحے کی اُس پہلی کھیپ کی بات کروں جسے تم غتربود کرنے کے چکر میں ہو؟"

میرے الفاظ اولیو ہارڈ کے اعصاب پر بم کے دھماکے کی طرح اثر انداز ہوئے۔ وہ کرسی سے بُری طرح اُچھل پڑا۔ اُس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا تھا اور آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ "تت...

"نہیں، یہ سازش میں نے تیار نہیں کی۔"

"تم نے پھر اڑنے کی کوشش کی؟"

"نہیں، اب جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پلان موسادکے سربراہ کا ہے اور عمل کمیٹی چار افراد پر مشتمل ہے۔"

تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" اُس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"صرف ہاں یا نہیں میں جواب دو اولیو ہارڈ۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "تم اُس اسلحے کے چکر میں ہو یا نہیں؟"

"کیا مزید گفتگو کے لیے کسی اور وقت کا تعین نہیں کیا جا سکتا؟" اولیو ہارڈ نے مُردہ سی آواز میں کہا۔

"بالکل کیا جا سکتا ہے لیکن یہ گارنٹی نہیں دی جا سکتی کہ تمھیں آئندہ ملاقات کے لیے کتنا انتظار کرنا پڑے گا۔ ممکن ہے تمھاری مجھ سے اگلی ملاقات آئندہ ماہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مجھے پورے ایک سال تک تم سے ملاقات کا وقت نہ مل سکے۔"

اولیو ہارڈ نے بے بسی سے مجھے دیکھا اور سر جھکا لیا۔ "تم اس وقت مجھ پر حاوی ہو۔ ظاہر ہے مجھے تمھاری بات ماننا ہی پڑے گی۔ ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اصل مسئلہ اسلحے کی اُس پہلی کھیپ کا ہی ہے جو لائن آف کروزل سے عنقریب روانہ ہونے والی ہے۔"

"اب میں تمھارے سامنے دو صورتیں رکھ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "پہلی صورت تو یہ ہے کہ میں خود ہی اس سلسلے میں کام کروں اور اسلحے کی فراہمی کو یقینی بنا دوں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کام میں تم بھی مجھ سے تعاون کرو۔ یہ فیصلہ تمھیں کرنا ہے کہ کون سی صورت بہتر رہے گی لیکن یہ خیال رہے کہ پہلی صورت منتخب کرنے کے نتیجے میں تمھیں لکی سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔"

"میں دوسری صورت کا انتخاب کرنے کے لیے مجبور ہوں۔"

"میں جانتا تھا۔ تم بہت ذہین آدمی ہو۔ اب شروع ہو جاؤ۔"

"کہاں سے شروع کروں؟" اولیو ہارڈ نے بے بسی سے کہا۔

"کمال ہے اولیو ہارڈ! پوری سازش تمھاری تیار کردہ ہے اور تم مجھ سے پوچھ رہے ہو کہاں سے شروع کروں۔"

"چاروں افراد کے نام بتاؤ۔"

"موشے اولیوس، اے او ڈینیل، جنرل اوکیونو اور چوتھا فرد میں خود ہوں۔"

"بقیہ تین افراد کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"موشے اولیوس صرف بیرونی معاملات کے نگراں ہیں۔ وہ اسرائیل میں ہیں۔ ڈینیل اور جنرل اوکیونو..." ہارڈ رک گیا۔

"رکو مت، بولتے رہو۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"وہ لمبارڈو میں ہیں۔"

"کس حیثیت میں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ان میں سے ایک ابوحاتم اور دوسرا مسعود طلحہ کی حیثیت میں۔"
میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا لیکن میں نے اپنی حالت کو تیزی سے سنبھال لیا۔" یہ دونوں افراد کب سے لمبارڈو میں ہیں؟" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔
"تقریباً ایک ماہ سے۔" اولیوہاورڈ نے کہا۔
"اور اصل لوگ کہاں ہیں؟" میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ اُس سے پوچھا۔
"انھیں اغوا کر کے جزیرہ انکورو پر قید رکھا گیا ہے۔"
ابوحاتم اور مسعود طلحہ کی زندگی کی خبر سُن کر ذرا جان میں جان آئی ورنہ میرے تو ہوش ہی اُڑ گئے تھے۔" اور کتنے افراد اغوا کیے گئے ہیں؟" میں نے رُکے بغیر سوال کیا۔
"کُل چودہ افراد کو اغوا کیا گیا ہے۔" اولیوہاورڈ نے بتایا۔
"اُن کی تفصیل بھی بتاؤ۔" میں نے کہا۔
"اُن لوگوں کا تعلق اس بحری جہاز کے عملے سے ہے جو اسلحہ لے کر روانہ ہوگا۔"
"اب پورا پروگرام بتا جاؤ ڈیئر اولیوہاورڈ۔"
"اسلحہ جہاز پر بار ہو چکا ہے۔ ضروری امور طے ہو رہے ہیں۔ ابوحاتم اور مسعود طلحہ کی سرکردگی میں جہاز ایک عرب ملک کے لیے اسلحہ لے کر روانہ ہوگا لیکن راستے میں جہاز کا رُخ تبدیل کر دیا جائے گا اور جہاز انکورو پہنچ جائے گا جہاں اس کا اسلحہ اسرائیلی جہاز پر منتقل کر دیا جائے گا۔ یہ اسرائیلی جہاز اسلحہ لے کر اسرائیل روانہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد اغوا شدگان کو اصل جہاز پر منتقل کر دیا جائے گا اور بیچ سمندر میں اسرائیلی طیارے اس جہاز پر بمباری کر کے اسے غرق کر دیں گے۔"
جنرل ٹیرس کا چہرہ سُرخ ہو گیا لیکن میں نے اپنے جذبات پر قابو رکھا۔" عمدہ منصوبہ تھا اولیوہاورڈ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔" لیکن افسوس کہ یہ منصوبہ ناکام ہو گیا۔ اب یہ بتاؤ کہ کیا کیا جائے؟"
"میں کیا بتاؤں؟" اولیوہاورڈ نے حیران ہو کر کہا۔" میں نے تو اپنی ساری معلومات تمھیں منتقل کر دیں۔ اب جو تم کہو میں کرنے کو تیار ہوں۔"
"تم اس منصوبے کو ناکام بنانے کے لیے ایک منصوبہ تیار کرو گے۔" میں نے کہا۔" اس بار تم عربوں کے لیے کام کرو گے۔ مجھے یقین ہے یہ تجربہ تمھارے لیے بہت دلچسپ ثابت ہوگا۔"
"یہ سراسر زیادتی ہے۔" اُس نے احتجاجی انداز میں کہا۔
"گویا تمھیں لکی کی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟" میں نے بے پروائی سے کہا۔
"اتنی سخت گیری کا مظاہرہ مت کرو علی۔ خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو کیا ایسی خراب ذہنی کیفیت میں کوئی منصوبہ بنایا جا سکتا ہے؟"
میں نے جنرل ٹیرس کی طرف دیکھا۔" تمھارا کیا خیال ہے جنرل؟"
میں نے پوچھا۔" اس کی بات مان لی جائے؟"
"جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں ہاورڈ تم سے تعاون کرنے کو تیار ہے مگر اس وقت کوئی منصوبہ بنانے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔
"کیوں؟" میں نے اولیوہاورڈ کی طرف دیکھا۔
"میں ہر طرح تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں مگر کوئی منصوبہ بنانے کا وعدہ نہیں کر سکتا۔"
"کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا۔" کل صبح تک میں خود ہی کوئی منصوبہ تیار کر لوں گا لیکن یاد رکھو تمھیں ہر مرحلے پر ہمارا ساتھ دینا ہوگا۔"
"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔" اولیوہاورڈ نے کہا۔
اولیوہاورڈ اگلی صبح آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔
"تم نے حیرت انگیز طور پر اس شخص کو اپنے قابو میں کیا ہے۔" کیتھی بارڈن نے کہا۔
"وہ انتہائی عیار آدمی ہے اور میں کسی حال میں بھی اُس پر مکمل اعتماد نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔
"وہ احمق بھی نہیں ہے۔" جنرل ٹیرس بولا۔" جب تک اُس کی بیٹی تمھارے قبضے میں ہے وہ تمھارے سامنے چوں بھی نہیں کرے گا۔"
"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا اور پھر اُن دونوں سے اجازت لے کر خواب گاہ میں آگیا۔
رات کا بیشتر حصّہ میں نے جاگ کر گزارا اور جب میں سویا تو میرے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب پا چکا تھا۔
"تم کوئی منصوبہ بنانے میں کامیاب ہوئے علی؟" صبح ناشتے کی میز پر جنرل ٹیرس نے مجھ سے پوچھا۔
"ہاں جنرل۔" میں نے کہا۔" میں نے منصوبہ تو بنا لیا ہے لیکن یہ منصوبہ کئی مرحلوں میں مکمل ہوگا۔"
"تم مجھے پہلے مرحلے کی تفصیلات بتاؤ۔" جنرل ٹیرس بولا۔
"پہلے مرحلے میں ہمیں جزیرہ انکورو پر قبضہ کرنا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں کہ انکورو ہمارے مکمل تسلط میں آجائے۔ کیونکہ اُن لوگوں کی پلاننگ میں انکورو کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔"
"بہت عمدہ خیال ہے لیکن انکورو پر قبضہ کیونکر ممکن ہوگا؟" جنرل ٹیرس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔
"اُس کے لیے مجھے پچاس ایسے فوجیوں کی ضرورت ہوگی جو ہر کام کر سکیں۔"
"ٹھیک ہے۔ میں تمھیں ایسے پچاس فوجی مہیا کر دوں گا۔ پھر؟"
"اولیوہاورڈ ان فوجیوں کو مزدوروں کی حیثیت سے خود انکورو تک پہنچائے گا تاکہ جب اغوا شدہ جہاز وہاں پہنچے تو اُس پر سے اسلحہ تیز رفتاری سے اَن لوڈ کر کے دوسرے جہاز پر لوڈ کیا جا سکے۔ یہ فوجی مزدوروں کے بھیس میں ہوں گے مگر اسلحے سے لیس ہوں گے اور یہ اسلحہ انھیں چھپا کر لے جانا ہوگا۔ اولیوہاورڈ اُن کے لیے سارے انتظامات کرے گا۔"
"بشرطیکہ اولیوہاورڈ اس انداز میں کام کرنے پر رضامند ہو جائے۔" جنرل نے کہا۔
"اُسے رضامند ہونا پڑے گا۔"
"ٹھیک ہے۔ میں تمھاری بات سمجھ رہا ہوں۔ اس کے بعد؟"
"اس کے بعد دوسرا مرحلہ شروع ہوگا جس کے بارے میں تمھیں بعد میں بتاؤں گا۔"
"تم نے پچاس فوجیوں کا بندوبست کرنے کے لیے کہا ہے۔ میں یوں کرتا ہوں کہ چھیالیس فوجی اور اُنھیں کمانڈ کرنے کے لیے چار افسروں کا انتخاب بھی کر لیتا ہوں۔ وہ سب تمھاری ہدایات کے تحت کام کریں گے۔"
"ٹھیک ہے۔ یہ زیادہ بہتر رہے گا۔" میں نے کہا اور جنرل ٹیرس انتظامات کرنے چلا گیا۔
دن کے دو بجے جنرل ٹیرس نے اطلاع دی کہ اُس نے تمام انتظامات کر لیے ہیں۔
"اب اولیوہاورڈ کو بلوانے کا کام باقی رہ جاتا ہے۔" میں نے کہا۔
"وہ شام کے سات بجے یہاں آئے گا۔" جنرل ٹیرس نے بتایا۔
"بس تو اب اُس سے بات کرنے کے بعد مزید تفصیلات طے ہوں گی۔"
شام سات بجے اولیوہاورڈ ہمارے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھا۔ وہ بہت مطمئن نظر آ رہا تھا۔
"معلوم ہوتا ہے تم سوچنے سمجھنے کے قابل ہو گئے ہو۔" میں نے کہا۔
"جب صورتِ حال قابو سے باہر ہو جائے تو حالات سے سمجھوتا کر لینا چاہیے۔" اولیوہاورڈ نے کہا۔" میں نے بہت سوچا مگر ایسی کوئی تدبیر نظر نہیں آئی جس پر عمل کر کے میں لکی کو تمھارے چنگل سے چھڑا سکوں۔ واحد صورت یہی ہے کہ میں تم سے تعاون کروں اور میں نے اسی پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"
"تم نے بالکل درست فیصلہ کیا ہے اولیوہاورڈ۔ لکی سمیت اس میں ہم سب کی بہتری ہے۔"
"تم نے اگر کوئی منصوبہ بنا لیا ہے علی تو مجھے اُس سے آگاہ کر دو تاکہ اُس کے قابلِ عمل ہونے کا جائزہ لیا جا سکے یا اگر اُس میں کسی ترمیم کی ضرورت ہو تو اُس پر بھی غور کر لیں۔"
"پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ اسلحے کا جہاز انکورو تک کتنے دن میں پہنچے گا؟"
"جہاز کی آمد میں پانچ روز باقی رہ گئے ہیں۔" اولیوہاورڈ نے کہا۔
"گویا پانچ روز بعد جہاز انکورو پہنچ جائے گا۔"
"ہاں آج سے پانچویں روز جہاز انکورو پہنچ جائے گا۔"
"یہ حتمی پروگرام ہے یا اس میں کسی تبدیلی کا بھی امکان ہے؟" میں نے پوچھا۔
"نہیں، یہ حتمی پروگرام ہے اور اس میں کسی ردّ و بدل کی توقع نہیں ہے۔"
"اس وقت جزیرہ انکورو پر کُل کتنے افراد موجود ہیں؟"
"اس وقت تو وہاں کُل تیئس افراد ہیں۔ پانچ افراد مختلف کاموں کے سلسلے میں موجود نہیں ہیں۔ پرسوں تک وہ بھی وہاں پہنچ جائیں گے تو کُل افراد اٹھائیس ہو جائیں گے۔"
"انکورو میں کچھ لوگ قید بھی تو ہیں۔ اُن کی تعداد کتنی ہے؟"
"جزیرے میں سولہ افراد قید ہیں۔" اولیوہاورڈ نے جواب دیا۔
"گویا اسلحہ بردار جہاز سے سولہ افراد بھی آ رہے ہیں یا اس تعداد میں اضافے کا بھی امکان ہے؟"
"آخری وقت میں اگر کوئی تبدیلی ہو جائے تو نہیں کہا جا سکتا ورنہ مقررہ سولہ افراد ہی جہاز کو لے کر سفر کریں گے۔"
"اور اگر آخری وقت میں اس تعداد میں اضافہ کر دیا گیا تو تم کیا کرو گے؟"
"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" اولیوہاورڈ نے کہا۔" اگر عملے میں کچھ افراد کا اضافہ کیا گیا تو راستے میں ہمارے آدمی اُنھیں اپنے قابو میں کر لیں گے۔ جہاز پر ایک بھی فاضل آدمی برداشت نہیں کیا جا سکتا ورنہ ہمارا منصوبہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔"
"کیا ڈینیل اور راڈکیونو سے تمھارا رابطہ رہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

جاسوسی ڈائجسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ
ایک ایسے نوجوان کی داستانِ عبرت
جو حالات کے جال میں پھنس کر جرائم
کی دلدل میں پھنستا چلا گیا۔
انعام یافتہ مشہور مصنف جبار توقیر کا منفرد اندازِ تحریر
آٹھ حصے
قیمت فی حصہ ۴۰ روپے
ڈاک خرچ فی حصہ ۱۶ روپے
کتابی شکل میں تیار ہے
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست خط لکھ کر طلب کریں!

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہر وقت رہتا ہے۔ ابھی دو گھنٹے قبل انھوں نے ٹرانسمیٹر پر مجھے سب کچھ اوکے ہونے کی اطلاع دی ہے۔"

"انکورو تک جہاز کا سفر کتنا طویل ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"صرف اڑتیس گھنٹے کا سفر ہے۔ اصل سفر تو کم ہے لیکن چونکہ ابتدا میں یہ ظاہر کیا جائے گا کہ جہاز اپنی اصل منزل کی طرف بڑھ رہا ہے اس لیے سفر ذرا طویل ہو جائے گا۔"

"جہاز سے اسلحہ اَن لوڈ کرنے کا کام وہی اٹھائیس افراد انجام دیں گے جو جزیرے پر موجود ہوں گے؟"

"ہاں" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "اس کے علاوہ جہاز پر موجود سولہ افراد بھی ان کا ہاتھ بٹانے کے لیے موجود ہوں گے۔"

"یہ سارا کام تمھاری نگرانی میں ہوگا؟"

"ظاہر ہے۔ اس مہم کا انچارج میں ہی ہوں۔"

"اور وہ جنگی جہاز جس پر تمھارے آدمی موجود ہیں وہ پہلے سے وہاں موجود ہوگا یا بعد میں پہنچے گا؟"

"اسلحہ بردار جہاز کے انکورو پہنچنے کے چھ گھنٹے کے اندر اندر وہ جہاز بھی انکورو پہنچ جائے گا۔"

"اس جہاز پر کُل کتنے افراد ہوں گے؟"

"اٹھارہ" اولیو ہاورڈ نے جواب دیا۔

"ہوں تو پروگرام یہ ہے اولیو ہاورڈ کہ کل صبح تمھیں یہاں سے پچاس مزدور لے کر انکورو پہنچنا ہے۔ یہ مزدور اسلحے کی لوڈنگ اور اَن لوڈنگ میں تمھارے ساتھیوں کی معاونت کریں گے۔ انکورو پر ان کی حفاظت تمھارے ذمّے ہوگی۔"

اولیو ہاورڈ کا مُنہ حیرت سے کُھلا اور پھر بند ہو گیا۔ اُس کے چہرے پر مُردنی سی چھا گئی تھی پھر اُس نے آہستہ سے پوچھا۔ "ان پچاس افراد کا مصرف کیا ہوگا؟"

"اس سے تمھیں کوئی دلچسپی نہیں ہونا چاہیے اولیو ہاورڈ! تمھاری ذمّے داری فقط اتنی ہے کہ تم انھیں وہاں تحفظ فراہم کرو گے۔"

"میں تیار ہوں۔ لیکن کیا اس کے لیے مجھے پہلے انکورو جانے کی اجازت ہوگی؟"

"نہیں۔ تم اُن لوگوں کو ساتھ لے کر ہی وہاں جاؤ گے۔ ہاں اگر چاہو تو اس نئے انتظام کی اطلاع انکورو والوں کو دے سکتے ہو لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا۔ میں اس قسم کے انتظامات کر کے اس مشن پر روانہ ہوں گا کہ کسی سازش یا کوتاہی کی صورت میں لگی کو فوراً قتل کر دیا جائے گا۔"

"میری اس کمزوری کا بار بار تذکرہ کر کے مجھے میری بے بسی کا احساس مت دلاؤ" اولیو ہاورڈ نے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔ "میں شکست تسلیم کر چکا ہوں لہٰذا وہی کروں گا جو تم چاہو گے۔"

"شکریہ اولیو ہاورڈ لیکن اس کے باوجود تمھیں ہمارے ساتھ ہی سفر کرنا ہوگا۔ کل صبح تک ساری تیاریاں مکمل ہو جائیں گی۔ لیکن یہ بتا دو کہ اگر ہم گوٹے ہل کے کسی جہاز میں سفر کریں تو اس سے کوئی فرق تو نہیں پڑے گا؟"

"نہیں" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "میں کہہ دوں گا کہ مزدور گوٹے ہل سے لیے جا رہے ہیں۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔ میرے منصوبے کا پہلا مرحلہ یہی ہے کہ یہ پچاس مزدور انکورو پہنچ جائیں۔ دوسرے مرحلے سے میں تمھیں وقت آنے پر آگاہ کروں گا۔"

اولیو ہاورڈ کے ساتھ میٹنگ ختم ہو گئی۔ میں نے جنرل ٹیرس کو ساری باتوں سے آگاہ کر دیا اور اُسی روز رات کو ان پچاس فوجیوں سے محل میں ہی میرا تعارف کرا دیا گیا جو مزدوروں کے بھیس میں روانہ ہونے والے تھے۔

اگلی صبح ہم ایک پرائیویٹ اسٹیمر پر انکورو کی جانب روانہ ہو گئے۔ اولیو ہاورڈ ہمارے ساتھ موجود تھا اور پچاس فوجی بھی جو بظاہر مزدوروں کے بھیس میں تھے اور بے ضرر نظر آتے تھے مگر اُن کے لباسوں اور سامان میں اچھا خاصا اسلحہ پوشیدہ تھا۔ میں اولیو ہاورڈ کی طرف سے پوری طرح مطمئن نہیں تھا۔ وہ یہودی تھا اور کسی بھی یہودی پر اعتماد کرنا میری نظر میں دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے مگر میں یہ رسک لینے کے لیے مجبور تھا۔ اصل خوف مجھے اس بات کا تھا کہ کہیں میری وجہ سے جنرل ٹیرس کے آدمیوں کو نقصان نہ پہنچ جائے۔

اولیو ہاورڈ اسٹیمر کے ناخدا کی رہنمائی کر رہا تھا۔ وہ یوں پُرسکون تھا جیسے کوئی خاص بات ہوئی ہی نہ ہو۔ اُس کا پُرسکون ہونا مجھے اور بھی زیادہ تشویش میں مبتلا کر رہا تھا۔ اس بات کا امکان تھا کہ اُس نے کوئی بہت ہی گہرا منصوبہ ترتیب دے رکھا ہو۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اُس نے حالات سے ..... سمجھوتا کر لیا ہو لیکن میں نے محتاط رہنا مناسب سمجھا۔

انکورو پہنچنے تک میری نگاہیں آسمان کی وسعتوں کا جائزہ لیتی رہیں۔ گوٹے ہل کے چار فوجی افسران میں سے ایک کو میں نے یہ ذمّے داری سونپی تھی کہ وہ اولیو ہاورڈ کی نگاہ بچا کے وقتاً فوقتاً آسمان کا جائزہ لیتا رہے۔ مجھے اندیشہ تھا کہ فضائی راستے سے ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش کی جائے گی مگر ہمارا سفر بخیر و خوبی کٹ گیا۔

گوٹے ہل کا اسٹیمر ہمیں اُتار کر واپس چلا گیا۔ اولیو ہاورڈ نے مجھے اُن دو افراد سے ملوایا جو انکورو پر نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ میرا تعارف اُس نے مسٹر بل کے نام سے کرایا تھا۔

"آپ کا یہ اقدام بہت دانش مندانہ ہے جناب" اُن میں سے ایک نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔ "ہمیں کم سے کم وقت میں اپنا کام مکمل کرنے کی سہولت ہو جائے گی۔"

"ان مزدوروں کے قیام و طعام کا مناسب بندوبست کر دو" اولیو ہاورڈ نے حکم دیا اور ان میں سے ایک شخص مزدوروں کو اپنے ساتھ لے گیا۔

میں اولیو ہاورڈ کے ساتھ ہی رہا تھا۔ دنیا کے دو بدترین دشمن گہرے دوستوں کی طرح دوسروں کے سامنے تھے لیکن وہ لوگ اس بات سے ناواقف تھے کہ ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ میں اُن لوگوں کے درمیان تنہا رہ گیا تھا۔ اگر وہ چاہتے تو مجھے کسی چوہے کی طرح بے بس کر کے پکڑ لیتے، میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اچانک ایک خوف ناک خیال میرے ذہن میں آیا جس کے بارے میں پہلے میں نے نہیں سوچا تھا۔ اگر اولیو ہاورڈ مجھے گرفتار کر کے کسی اور شخص کو میرے میک اپ میں اُن مزدوروں کے سامنے پیش کر دے تو وہ مزدور کبھی حقیقت کی تہ تک نہیں پہنچ سکیں گے اور دشمن کے آلۂ کار بن جائیں گے۔ مجھے اس تصور سے ہی جُھرجُھری آ گئی۔ بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت رہ گئی تھی اور وہ یہ کہ اولیو ہاورڈ اپنی بیٹی کے سلسلے میں بہت زیادہ سنجیدہ ہو۔ میں تن بہ تقدیر ہو گیا۔

میری اور اولیو ہاورڈ کی رہائش کا بندوبست ایک آرام دہ اور کشادہ کیبن میں کیا گیا تھا۔ میں اولیو ہاورڈ کے ساتھ ہی رہا تھا کہ وہ کوئی حرکت نہ کرنے پائے۔ میں نے دن میں دو بار گوٹے ہل کے فوجیوں کا جائزہ بھی لیا۔ انھیں مخصوص قسم کی بیرکوں میں ٹھہرایا گیا تھا۔ وہ پُرسکون اور مطمئن تھے۔ میں نے انکورو میں پہلے سے مقیم افراد کے بارے میں بھی چھان بین کر لی تھی۔ شام تک میں ہر طرح کی معلومات سے لیس ہو چکا تھا۔

رات کے کھانے کے بعد میں تنہا ہی ٹہلتا ہوا مزدوروں کی بیرک کی طرف جا نکلا۔ مجھے اپنی کارروائی کا آغاز کرنا تھا اور اس کے لیے فوجی افسران کو تفصیلات سے مطلع کرنا ضروری تھا۔ جنرل ٹیرس کی طرف سے انھیں ہدایت دے دی گئی تھی کہ وہ مکمل طور پر میری کمان میں رہیں گے۔

اُن فوجی افسران کے ساتھ میں نے تقریباً ایک گھنٹے تک گفتگو کی۔ اُس کے بعد جب میں اپنی رہائش گاہ کی طرف پلٹا تو بے حد مطمئن تھا۔ فوجی افسروں نے میرا منصوبہ بخوبی سمجھ لیا تھا۔

"بہت دیر لگا دی مل" واپسی پر اولیو ہاورڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں میں ذرا ان مزدوروں کی طرف نکل گیا تھا" میں نے کہا۔ "یہ خیال رکھنا بھی تو ضروری ہے کہ انھیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔"

"میں نے تو پہلے ہی ہدایت کر دی تھی کہ اُن کے آرام کا خیال رکھا جائے" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"میں یہی چیک کرنے گیا تھا کہ تمھارے احکامات پر کس حد تک عمل ہو رہا ہے۔"

"پھر تم نے کیا دیکھا؟ اُن لوگوں کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ اگر تم موجودہ انتظام سے مطمئن نہیں ہو تو کوئی متبادل بندوبست بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"نہیں اولیو ہاورڈ! میں اس انتظام سے پوری طرح مطمئن ہوں" اولیو ہاورڈ نے مجھے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اُسے میری بات پر یقین نہیں آیا ہے مگر مجھے اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔

"سخت نیند آ رہی ہے اولیو ہاورڈ" میں نے ایک جمائی لے کر کہا۔ "لائٹ آف کرو اور اب تم بھی سو جاؤ۔"

اولیو ہاورڈ نے لائٹ آف کر دی اور میں پلنگ پر لیٹ گیا مگر نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

تقریباً دو گھنٹے تک میں یونہی کروٹیں بدلتا رہا۔ اولیو ہاورڈ البتہ سو چکا تھا۔ اور پھر اُس وقت تقریباً دو بجے تھے جب میں نے ہلکی ہلکی سیٹیوں کی آوازیں سُنیں۔ میں ہمہ تن گوش ہو گیا۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں مزید دس منٹ تک ساکت لیٹا رہا۔ جزیرے پر میرا تجویز کردہ آپریشن شروع ہو چکا تھا جس کے تحت جزیرے پر موجود ہر متنفس کو گرفتار کر لیا جانا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں تصادم کی نوبت نہ آ جائے مگر ایک بھی گولی چلنے کی آواز نہیں آئی۔ اس کا مطلب تھا کہ اولیو ہاورڈ کے سارے آدمی گرفتار کر لیے گئے تھے۔ مزید کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد میں بھی سو گیا۔

صبح جب میں اولیو ہاورڈ کے ساتھ باہر نکلا تو جزیرے کی دنیا ہی بدلی ہوئی تھی۔ ہر جگہ گوٹے ہل کے مسلّح فوجی پہرے پر موجود تھے اور انھوں نے اولیو ہاورڈ کے آدمیوں کے مخصوص گہرے بھورے رنگ والے لباس پہن رکھے تھے۔

"یہ... یہ سب کیا ہے؟" اولیو ہاورڈ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"انقلاب" میں مسکرایا۔ "تمھارے سارے آدمی گرفتار کر لیے گئے اب جزیرے پر میری حکمرانی ہے۔"

"کیا میرے آدمی مار ڈالے جائیں گے؟"

"اگر انھوں نے کوئی گڑبڑ نہ کی تو ظاہر ہے انھیں کچھ نہیں کہا جائے گا لیکن اگر میں نے محسوس کیا کہ وہ کسی بھی طرح ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں تو انھیں ٹھکانے لگانے میں کوئی پس و پیش بھی نہیں کیا جائے گا" میں نے کہا۔

"تمھیں یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں تم سے بھرپور تعاون کر رہا تھا۔ تمھاری راہ میں کوئی رکاوٹ تو نہیں تھی؟"

"اپنے منصوبے پر آزادانہ عمل کرنے کے لیے تمھارے آدمیوں پر قابو پانا بہت ضروری تھا" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"خیر! لیکن اب تم مجھے اپنے بقیہ منصوبے سے بھی آگاہ کر دو۔ یہ اندازہ تو تمھیں ہو ہی چکا ہوگا کہ میں تم سے کتنا تعاون کر رہا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خون خرابے کے بغیر تم میرے لوگوں پر قابو نہیں پا سکتے تھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بے فکر رہو اولیو ہاورڈ! جب بھی ضروری ہوا میں تمھیں اپنے منصوبے کے بقیہ حصے سے ضرور آگاہ کروں گا۔"

اولیو ہاورڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اُسے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ میں نے فوجی افسروں کے پاس پہنچ کر اُن سے جزیرے کے قیدیوں کے بارے میں معلوم کیا۔

"جزیرے سے کوئی قیدی برآمد نہیں ہوا جناب۔" انھوں نے مجھے بتایا۔

میں نے دس افراد منتخب کر کے اپنے ہمراہ لیے اور درختوں کے اُس جھنڈ کے نزدیک پہنچ گیا جہاں سے پچھلی بار پکڑا گیا تھا۔ جھنڈ کے درمیان، داخلی دروازہ تلاش کرنے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ اندر داخل ہو کر پتا چلا کہ باہر سے درختوں کا عام سا نظر آنے والا یہ سلسلہ درحقیقت ایک بہت ہی مضبوط قید خانہ ہے جو درختوں کی وجہ سے نظر نہیں آتا اور جہاں سے فرار ہونا ناممکن ہے۔

اُس قید خانے میں میں نے .... ان سولہ افراد کو دیکھا جو نہایت تباہ حالت میں تھے اور اُن کے لباس تار تار ہو رہے تھے۔ اُنھیں جانوروں کی طرح رکھا گیا تھا۔

ان سب پر نگاہ دوڑانے کے دوران مجھے مسعود طلحہ اور ابو حاتم نظر آئے۔ اُنھوں نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا مگر اُن کے انداز میں بڑی بے تعلقی تھی۔ وہ دونوں ہی مجھے یوں دیکھ رہے تھے جیسے میں اُن کے لیے اجنبی ہوں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اُن دونوں کے نزدیک پہنچ گیا۔

"مسعود طلحہ!" میں نے اُسے آواز دی۔

مسعود طلحہ نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے اور چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ اُس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے مجھے پہچاننے کے لیے ذہن پر زور دے رہا ہو۔

"علی یار خاں کو پہچاننے میں اتنی دیر طلحہ!" میں نے نرمی سے کہا۔

"علی یار خاں!" طلحہ نے اجنبیت بھرے انداز میں میرا نام دُہرایا اور پھر اچانک ہی اُس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ یوں محسوس ہوا جیسے اُس کے جسم کا سارا خون سمٹ کر چہرے پر آ گیا ہو۔ اُس نے اُچھل کر کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر ناتوانی کے باعث لڑکھڑا گیا۔ "ہاں ہاں میں نے تمھیں پہچان لیا۔ تم علی یار خاں ہو۔ تم علی یار خاں ہو۔ میں نے تمھیں پہچان لیا ہے۔" وہ جنونیوں کے سے انداز میں انھی الفاظ کی گردان کرنے لگا۔

"تمھیں کیا ہو گیا ہے طلحہ! خود کو سنبھالو۔" میں نے اُسے سہارا دیتے ہوئے کہا۔

"اب میں خود کو کیا سنبھالوں؟ ایک تمھی تو تھے جس سے کچھ اُمید میں وابستہ تھیں۔ اب تم بھی پکڑے گئے۔ اُن کا منصوبہ اب کون ناکام بنائے گا؟"

اُس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی ورنہ اُسے یہ اندازہ کرنے میں دشواری نہ ہوتی کہ میں وہاں گرفتار ہو کر نہیں آیا ہوں لیکن میرے لیے یہی بہت کافی تھا کہ اُس نے مجھے پہچان لیا ہے۔

"میں یہاں گرفتار ہو کر نہیں آیا ہوں طلحہ! میں تو تم لوگوں کو رہائی دلانے آیا ہوں۔" میں نے اُسے جھنجوڑا۔

مسعود طلحہ نے میرے ساتھ آنے والے فوجیوں پر ایک نگاہ ڈالی اور بڑے زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا۔ "پہلے ان جلادوں سے تو نمٹ لو پھر ہماری رہائی کی فکر کرنا۔"

دفعتاً سارا ماجرا میری سمجھ میں آ گیا۔ گوٹے ہل کے فوجی چونکہ اولیو ہاورڈ کے آدمیوں والی گہرے بھورے رنگ کی وردی میں ملبوس تھے اس لیے وہ لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ میرے نہیں، اولیو ہاورڈ کے ساتھی ہیں۔ "ان کی وردیوں پر مت جاؤ طلحہ۔" میں نے کہا۔ "اولیو ہاورڈ کے سارے آدمی گرفتار ہو چکے ہیں اور یہ میرے ساتھی ہیں۔"

طلحہ نے بڑی بے یقینی سے اُن لوگوں کو دیکھا مگر جب اُن کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو طلحہ زندہ باد کا نعرہ لگا کر مجھ سے لپٹ گیا۔ "تم گریٹ ہو علی یار خاں۔ ایک بار پھر تم نے دشمنوں کو شکست سے ہمکنار کر دیا ہے۔" وہ مجھے زور زور سے بھینچ رہا تھا۔

"یہ بھلا کیسے ممکن تھا طلحہ کہ تم مصیبت میں گرفتار ہو اور میں نچلا بیٹھ جاؤں! خود کو سنبھالو میرے دوست۔ اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیسے ٹھیک ہو جائے گا علی! کیسے ٹھیک ہو جائے گا؟ اُن لوگوں کا منصوبہ ہے کہ..."

"لائن آف کروزل سے روانہ ہونے والی اسلحے کی پہلی کھیپ اُڑا کر اسرائیل پہنچا دی جائے۔ یہی بتانا چاہتے ہو نا تم؟ یا کوئی اور بات ہے؟"

"تمھیں یہ بات معلوم ہو گئی۔ بس اب ٹھیک ہے۔ بس اب ٹھیک ہے۔" اُس نے ہذیانی انداز میں کہا۔

مسعود طلحہ کی ذہنی کیفیت ایسی نہیں تھی کہ میں اُس سے مزید کوئی بات کرتا چنانچہ میں نے فوجیوں کو حکم دیا کہ قیدیوں کو وہاں سے نکال کر احتیاط سے بیرکوں میں منتقل کر دیں۔

اُن سولہ افراد کو بیرکوں میں منتقل کرنے کے بعد اولیو ہاورڈ کے گرفتار شدہ سارے لوگوں کو قید خانے میں بند کر دیا گیا اور میں نے حکم دیا کہ قید خانے کے دروازے پر چوبیس گھنٹے مسلح پہرے دار موجود رہیں۔ معاملہ بہت سنگین تھا اور میں معمولی سا بھی رِسک لینے کے موڈ میں نہیں تھا۔

وہ سارا دن میں نے رہا شدہ افراد کی دیکھ بھال کرتے گزارا۔ اُنھیں ہلکی غذا دی گئی — نہانے کے لیے پانی فراہم کیا گیا اور اُن کے لباس تبدیل کرائے گئے۔ لباس تبدیل کرانے کے لیے اولیو ہاورڈ کے ساتھیوں کے کپڑے کام آئے تھے۔

مسعود طلحہ کی ذہنی کیفیت معمول پر نہیں تھی۔ وہ بار بار اُٹھ کر مجھ سے لپٹ جاتا تھا۔ وہ رویا تو نہیں مگر اُس کے چہرے سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ اب رویا تب رویا۔ اُس کے برعکس ابو حاتم نے کسی ہیجانی ردِعمل کا مظاہرہ نہیں کیا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کسی حد تک سنجیدہ طبیعت کا مالک تھا۔

سارا دن گزرنے کے بعد کہیں اُن کی حالت معمول پر آئی تو میں نے اُنھیں اپنے کیبن میں بلوایا۔ اُن کے ساتھ کافی پیتے ہوئے میں نے اُنھیں صورتِ حال سے مختصراً آگاہ کیا۔

"کیا تم یہ بات جانتے ہو مسعود طلحہ کہ اس جزیرے کا نام اکورو ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، ہمیں اس منحوس جزیرے کا نام معلوم ہو چکا ہے۔"

"تمھیں یہ اندازہ ہے کہ تمھارے اغوا کو کتنے دن ہو چکے ہیں؟"

"شروع میں ہم نے حساب رکھنے کی کوشش تھی مگر اب ہمیں کوئی اندازہ نہیں ہے۔" ابو حاتم نے بتایا۔ "ہمیں دن میں صرف ایک بار کھانا دیا جاتا تھا اور وہ بھی اتنا کم ہوتا تھا کہ اس سے پیٹ بھرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پانی بھی صرف ایک ہی بار ملتا تھا اور تشدد الگ ہوتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتے چلے گئے لیکن تمھیں کیا کیا معلوم ہے؟"

"جو کچھ مجھے معلوم تھا میں تمھیں بتا چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"لیکن اسلحے کا کیا ہو گا علی؟" مسعود طلحہ نے پریشان کن انداز میں کہا۔ "اسلحہ تو اُن کے قبضے میں چلا جائے گا اور لائن آف کروزل میں انھوں نے چونکہ ہماری جگہ سنبھال رکھی ہے، لہٰذا اس کے ذمے دار ہمی لوگ ٹھہرائے جائیں گے۔ کچھ کرو علی۔ خدا کے لیے کچھ کرو۔"

"بے فکر رہو طلحہ! میری یہاں موجودگی بے مقصد نہیں ہے۔ حالات میرے کنٹرول میں ہیں اور اولیو ہاورڈ جو اس مُہم کا انچارج تھا اس وقت میرے قبضے میں ہے۔"

"قبضے میں ہے!" طلحہ اور ابو حاتم نے بیک وقت حیرت سے کہا۔

"ہاں، وہ اسی جزیرے پر موجود ہے اور میرا قیدی ہے۔"

"تم نے ناممکن کارنامہ سرانجام دیا ہے علی!" طلحہ نے کہا۔ "لیکن تم نے یہ سب کچھ کیسے کیا؟"

میں نے اُن لوگوں کو تفصیل سے ساری باتیں بتائیں۔ وہ حیرت سے مُنہ پھاڑے میری روداد سُن رہے تھے۔

"اسلحے کی پہلی کھیپ لے کر جانے والے جہاز کے یہاں پہنچنے میں بہت وقت ہے۔" میں نے اُنھیں اگلے مرحلے کے بارے میں بتانا شروع کیا۔ "اُس جہاز کے یہاں پہنچنے کے بعد اسرائیلی جہاز کے یہاں پہنچنے کے درمیان چند گھنٹوں کا وقفہ ہو گا۔ ہمیں اس وقفے سے فائدہ اُٹھا کر اُس جہاز کے عملے کے تمام افراد کو گرفتار کر لینا ہو گا تاکہ جب اسرائیلی جہاز یہاں پہنچے تو ہم اُس کا استقبال پوری یکسوئی کے ساتھ کر سکیں۔"

"لائن آف کروزل سے اسلحہ لانے والا جہاز یہاں کب پہنچے گا؟" ابو حاتم نے پوچھا۔

"پرسوں اُس جہاز کو یہاں پہنچ جانا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"کہیں جہاز کی روانگی کے پروگرام میں کوئی ردّوبدل نہ ہو جائے۔" طلحہ نے کہا۔

"اوّل تو اس کا امکان بہت کم ہے اور اگر ایسا ہوا بھی تو ہمیں اولیو ہاورڈ کے ذریعے اس تبدیلی کی قبل از وقت اطلاع مل جائے گی۔"

"اولیو ہاورڈ جیسے مکار شخص پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کرنا خطرناک ہے۔" ابو حاتم بولا۔ "وہ کسی بھی وقت ڈنک مار سکتا ہے۔"

"میں جانتا ہوں ابو حاتم لیکن وہ اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ ہمارے خلاف اٹھایا ہوا اُس کا کوئی بھی قدم اُس کی اپنی بیٹی کے لیے تباہ کُن ثابت ہو گا۔ میں یہ ہرگز نہیں کہہ رہا ہوں کہ اولیو ہاورڈ کوئی قابلِ اعتماد آدمی ہے مگر جب تک للی ہاورڈ ہمارے قبضے میں ہے ہمیں اُس کی طرف سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی اور یہ تمھارا ہی حصّہ ہے کہ تم نے اُس شخص کو اس طرح اپنے قابو میں کیا ہے کہ وہ تمھاری مرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا۔" مسعود طلحہ نے کہا۔

"اس میں بھی اُس کی اپنی حماقت کا دخل ہے۔" میں نے کہا۔ "اگر اُس نے تہذیب مالکم ایکس کو اغوا کرنے میں پہل نہ کی ہوتی تو آج کم از کم اس نوبت کو تو نہ پہنچتا۔"

"میں تو یہ سوچتا ہوں علی کہ ہم کب سُدھریں گے۔ ہماری آنکھیں کب کھلیں گی؟" طلحہ نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"مقصد یہ کہ ایک طرف اولیو ہاورڈ ہے اور دوسری طرف ہم لوگ ہیں۔ وہ انتہائی مکّار، شاطر اور کائیاں آدمی ہے۔ اُس کے مقابلے میں ہمارے ایجنٹ ہیں جو کسی لائق ہی نہیں ہیں۔ حالانکہ ہمارے پاس بھی اس کی ٹکر کے آدمی موجود ہونا چاہئیں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو طلحہ۔" میں نے بُرا مان کر کہا۔ "تم خود سے علیحدہ سمجھتے ہو کیا؟"

"تم کب تک ہمارے مفادات کی نگرانی کرتے رہو گے؟" طلحہ بولا۔ "ہم کب اپنے پیروں پر کھڑے ہوں گے؟"

"اگر تم مجھے خود سے الگ سمجھتے ہو تو دوسری بات ہے ورنہ میں نے تو ہمیشہ خود کو تم ہی میں سے سمجھا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میری بات کو غلط رنگ مت دو علی! تم تو اور یہ ہاورڈ سے برسرِ پیکار رہتے ہو۔ ہمیں ہر محاذ پر تم جیسے لوگوں کی ضرورت ہے۔"

"وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سب کچھ ہو جاتا ہے طلحہ! ہمیشہ ایک سے حالات تو نہیں رہتے۔"

"یہ سوچ سوچ کر میرا دل کڑھتا ہے علی کہ لائن آف کوزل جیسی اہم جگہ پر انتہائی اہم عہدوں پر دو ماہ سے دشمن کے ایجنٹ کام کر رہے ہیں۔ تم اس سے ہماری کارکردگی کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہو کہ اتنے طویل عرصے میں کسی کو اُن پر شک تک نہیں ہوا۔"

"تمھاری نظر صرف اس بات پر ہے طلحہ کہ انھوں نے اس طرح ایک چھوٹی سی کامیابی حاصل کر لی۔ اس میں شبہ نہیں کہ دو ماہ تک مخالفین کے درمیان خود کو شک و شبہ سے بالاتر رکھ کر اپنے مقاصد کے لیے کام کرنا ایک کارنامہ ہے لیکن اُن لوگوں نے جس مقصد کے حصول کے لیے اتنی طویل جدوجہد کی ہے وہ تو ناکام ہونے جا رہا ہے۔ تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ اس مہم کی ناکامی پر موساد کے کرتا دھرتا اپنے سر پیٹ لیں گے۔ اسرائیل کے اربابِ اقتدار میں صفِ ماتم بچھ جائے گی اور اس کارنامے کا کریڈٹ کسی فردِ واحد کو نہیں بلکہ پوری عرب قوم کو جائے گا۔ تم یہ بات کیوں نظرانداز کر رہے ہو کہ یہ کارنامہ علی یار خاں سے اس لیے سرزد ہو رہا ہے کہ اس میں خدا کی مدد شاملِ حال رہی ہے۔ خدا کی مرضی یہی تھی کہ یہ منصوبہ ناکام ہو جائے۔ میں نہ ہوتا تو یہی کام کسی اور کے ہاتھوں سرانجام پاتا لیکن ہونا یہی تھا جو ہو رہا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی!" ابو حاتم نے کہا۔ "بے شک خدا کی مہربانی کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔"

"جذباتی گفتگو سے کچھ حاصل نہیں ہو گا طلحہ!" میں نے کہا۔ "یہ سوچو کہ ہمیں مل کر اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔"

"تمھیں کتنے افراد کا تعاون حاصل ہے علی؟" طلحہ نے پوچھا۔

"گوٹے ہل کے پچاس فوجیوں کا۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے تمھیں ذہنی تعاون کی ضرورت بھی تو ہو گی۔ گوٹے ہل کے فوجی تو صرف احکام بجا لانے کے لیے ہیں۔"

"یہی تو رونا ہے طلحہ! سب کچھ سوچنے سمجھنے کے لیے میں تنہا رہ گیا ہوں۔ مجھے تم لوگوں کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"ہمیں شرمندہ مت کرو علی! تم تو بس یہ بتاؤ کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

"میں نے تم لوگوں کو اپنے منصوبے کی تفصیلات سے آگاہ کر دیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ بقیہ کام تم لوگ آپس میں تقسیم کر لو اور ان کی تکمیل کرو۔"

"ہمارے اختیارات کیا ہوں گے علی؟ اس سلسلے میں اگر ہم اپنے طور پر کچھ کرنا چاہیں تو کیا ہمیں اس کا اختیار ہو گا؟"

"تمھارے پاس مکمل اختیارات ہوں گے۔ گوٹے ہل کے چار افسروں سے میں تمھارا تعارف کرا دوں گا اور انھیں ہدایات دے دوں گا کہ تمھارے احکامات کی تعمیل کی جائے۔ اب صرف کل کا دن باقی رہ گیا ہے۔ میں یہ ایک دن اس طرح گزارنا چاہتا ہوں کہ ذہن پر کوئی بوجھ نہ ہو۔"

"بے شک تم آرام کرو علی! ہم ساری ذمے داریاں سنبھال لیں گے۔ آرام کرنا تمھارا حق ہے۔"

"یہی مناسب رہے گا۔" میں نے ہنس کر کہا اور اس کے بعد اُن دونوں کا تعارف گوٹے ہل کے فوجی افسران سے کرانے کے بعد میں بالکل مطمئن ہو گیا۔ مسعود طلحہ اور ابو حاتم قابلِ اعتماد لوگ تھے۔ اُن میں اتنی صلاحیت تھی کہ ہر قسم کی صورتِ حال سے نمٹ سکتے۔ گوٹے ہل کے فوجیوں کے علاوہ اُن کے اپنے ساتھی بھی تھے۔

اُس رات میں بالکل بے فکر ہو کر سویا۔ علی الصباح میری آنکھ کھل گئی۔ میں ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر کیبن سے باہر نکلا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں پہلے ابو حاتم اور مسعود طلحہ سے ملوں گا لیکن بے خیالی میں ٹہلتا ہوا میں اُس طرف جا نکلا جہاں درختوں کے جھنڈ میں پوشیدہ قید خانہ تھا۔ میں صبح کی تازہ ہوا سے لطف اندوز ہوتا ہوا ٹہلتا ہوا اچھل رہا تھا کہ دفعتاً میری آنکھوں نے ایک ایسا منظر دیکھا کہ میرے ہوش اُڑ گئے۔

قید خانے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور دروازے کے باہر کوئی مسلح محافظ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے زمین نے میرے قدم جکڑ لیے ہوں۔ اس نازک موقع پر اُن لوگوں کا فرار بے انتہا مسائل پیدا کر سکتا تھا بلکہ یہ بھی ممکن تھا کہ ہمارا منصوبہ ہی ناکام ہو جاتا۔

ایک موہوم سی اُمید پر میں تیزی سے دوڑتا ہوا قید خانے کے دروازے تک پہنچ گیا۔ شاید وہ لوگ فرار نہ ہوئے ہوں! ممکن ہے کسی فوجی کی غلطی سے دروازہ کھلا رہ گیا ہو! لیکن میری وہ موہوم سی اُمید بھی دم توڑ گئی۔ خالی قید خانہ میرا منہ چڑا رہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ فوجیوں کی ذرا سی لغزش نے میرے پورے منصوبے کا ستیاناس کر دیا تھا۔

اس دلچسپ ترین کہانی کے بقیہ واقعات ساتویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنا بڑا جان جوکھم کا کام ہے۔ کیا خبر کون کب ساتھ چھوڑ جائے۔"

"میری بات چھوڑو، صرف اپنی بات کرو۔ ممکن ہے کل تمہیں یہ معلوم ہو کہ جس شخص سے تم نے دوستی کی تھی، وہ ڈینس نہیں کوئی اور ہے تو تمہارا کیا ردعمل ہوگا؟"

اس کی آنکھوں میں لمحہ بھر کو حیرت کا تاثر ابھرا اور پھر اسی تیزی سے معدوم ہوگیا۔ "پتا نہیں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" وہ ایک طویل سانس لے کر بولی۔ "ممکن ہے تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے اپنی اصل شخصیت مجھ سے چھپائی ہے۔ مجھ سے اپنے بارے میں جھوٹ بولا ہے..."

"فرض کرو یہی بات ہے۔"

"نہیں۔" وہ مسکرائی۔ "کوئی کسی سے اپنی اصل شخصیت نہیں چھپا سکتا۔ انسان کی شخصیت تو اس کی آنکھوں سے جھانکتی ہے۔ نام تو فقط شناخت کا ایک ذریعہ ہوتے ہیں۔ سترپوشی کے لیے ہر آدمی اپنی بساط کے مطابق پوشاک زیب تن کرتا ہے۔ صورت شکل خدا کی عطا کردہ ہوتی ہے اور یہ سب چیزیں دکھاوے کی ہوتی ہیں۔ انسان کی شخصیت کا ان میں سے کسی ایک سے بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا۔"

میں اس کی باتیں سن کر متحیر رہ گیا۔ اس کا انداز فکر مثالی تھا۔ کم از کم میں کسی یہودی لڑکی سے تو یہ توقع نہیں کرسکتا تھا کہ وہ ایسے اعلیٰ خیالات کی حامل ہوگی۔ میں نے اسے مزید ٹٹولنے کے لیے کہا۔ "فرض کرو میں تم سے یہ کہوں کہ میں یہودی نہیں ہوں تو تمہارا کیا ردعمل ہوگا؟"

"مجھے افسوس ہوگا۔" اس نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "غلط نہ سمجھنا، افسوس مجھے صرف اس لیے ہوگا کہ اتنے اعلیٰ اوصاف کا حامل شخص یہودی کیوں نہیں ہے۔"

میں خاموش ہوگیا۔ اس کو اس حد تک ٹٹول لینا کافی تھا۔ وہ میرے لیے کارآمد ثابت ہوسکتی تھی لیکن فی الوقت تو مجھے صرف شی گورائے پہنچنے کی فکر لاحق تھی اور میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ دوبارہ تل ابیب کب آنا ہوگا اور اگر آیا تو اس وقت کس حیثیت میں آؤں گا۔ یہ بات بہرحال طے تھی کہ للی میرے لیے ضرورت پڑنے پر بہت کارآمد ثابت ہوگی۔

مجھے سوچ میں گم دیکھ کر للی کمرے سے باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ہاتھ میں ایک ٹرے لیے کمرے میں دوبارہ داخل ہوئی۔ ٹرے میں بھاپ اڑاتی ہوئی کافی کی دو پیالیوں کے علاوہ سینڈوچ بھی تھے۔

وہ میرے پہلو میں آکر بیٹھ گئی۔ ٹرے اس نے سامنے میز پر رکھ دی تھی۔

"سینڈوچ کیوں بنا لائیں؟" میں نے کہا۔

"تم نے ناشتا نہیں کیا ہوگا نا۔ میں نے بھی نہیں کیا ہے۔ اچھا ہے تمہارے ساتھ میں بھی ناشتا کرلوں گی۔"

"نہیں، میں ناشتا کرچکا ہوں۔ صرف کافی پیوں گا۔"

"میرا ساتھ بھی نہیں دوگے؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ کھانے کی ذرا بھی خواہش نہیں ہے۔"

"میرے ہاتھ سے بھی نہیں کھاؤگے؟" اس نے ایک پیس اٹھا کر میرے ہونٹوں کی طرف بڑھایا۔

میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ وہاں معصومیت ہی معصومیت تھی۔ میں نے سینڈوچ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ "لاؤ، میں خود کھالوں گا۔"

"نہیں۔" وہ مچل گئی۔ "اب تو تمہیں اپنے ہاتھ سے ہی کھلاؤں گی۔"

"اچھا بابا کھلاؤ۔" میں زچ ہوگیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے مجھے سینڈوچ کھلایا۔ یہ بھی میرے لیے ایک عجیب تجربہ تھا۔

"میری صاف گوئی تمہیں بری تو نہیں لگی ڈینس؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"دوستوں کی باتوں کا برا نہیں مانا جاتا للی۔ اگر ان میں کوئی برائی ہو تو اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔"

کافی ختم کرکے میں اٹھ کھڑا ہوا۔ "اب میں چلوں گا للی۔" میں نے کہا۔

"پھر کب ملاقات ہوگی؟" اس نے پوچھا۔ "میرے پاس تو تمہارا کوئی پتا یا فون نمبر بھی نہیں ہے۔"

"ہوسکتا ہے کچھ دنوں تک میں تم سے نہ مل سکوں لیکن جیسے ہی موقع ملا تم سے ملوں گا ضرور۔"

للی اینڈرسے سے رخصت ہونے کے بعد میں ایک ٹریول ایجنسی کے دفتر جا پہنچا۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ شی گورائے کے لیے براہ راست فلائٹ دو روز سے قبل نہیں مل سکے گی البتہ کنکٹیڈ فلائٹ کے ذریعے ہم اسی روز شی گورائے کے لیے روانہ ہوسکتے تھے۔ مجھ میں انتظار کی تاب نہیں تھی۔ میں نے اسی فلائٹ کے دو ٹکٹ حاصل کرلیے۔ تل ابیب سے وہ فلائٹ شام چھ بجے روانہ ہونا تھی۔

ٹریول ایجنسی سے نکل کر میں سوچنے لگا کہ اب کدھر جاؤں۔ ڈینس کے فلیٹ واپس جانا مناسب معلوم نہیں ہوتا تھا۔ رات بھر جاگنے کی وجہ سے مجھ پر نیند کا بھی غلبہ ہو رہا تھا لہٰذا میں نے سوچا کہ پہلے نکی ہاورڈ کو اس کی کار واپس کردوں اور ٹکٹ بھی اس کے حوالے کردوں پھر دیکھی جائے گی۔

نکی ہاورڈ کے گھر پہنچا تو ملازم نے بتایا کہ نکی آرام گاہ میں ہے۔ "بی بی صاحبہ نے کہا تھا کہ آپ جیسے ہی آئیں آپ کو ان کے پاس بھیج دیا جائے۔"

"میں تو کار واپس کرنے آیا تھا اور اب واپس جارہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"آپ ان سے ملے بغیر نہ جائیں۔ انہوں نے خاص طور پر اس کی تاکید کی تھی۔"

"مسز ہاورڈ کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ تو اپنے کمرے میں ہیں۔ آپ سیدھے بی بی صاحبہ کے کمرے میں چلے جائیں۔"

میں چار و ناچار اوپری منزل کی طرف چل پڑا۔ نکی کی آرام گاہ بالائی منزل پر تھی۔ کمرے کا دروازہ مقفل نہیں تھا۔ میں نے دروازے پر دو بار دستک دی۔ اندر سے نکی کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟ اندر آجاؤ۔"

میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ کھڑکیوں کے پردے کھنچے ہونے کی وجہ سے اندر خاصی تاریکی تھی۔ میں چونکہ باہر تیز روشنی سے آرہا تھا اس لیے مجھے فوری طور پر کچھ نظر نہ آسکا البتہ نکی نے مجھے فوراً ہی پہچان لیا۔

"ارے ڈینس تم؟" اس بار اس کی آواز میں نیند کا اثر نہیں تھا۔ "لائٹ جلا لو۔"

میں نے سوئچ آن کیا اور کمرا روشن ہوگیا۔ نکی بیڈ پر نیم دراز تھی۔ اس کی آنکھوں میں ڈورے تیر رہے تھے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ کمرے میں میری آمد کے وقت اس نے چادر اوڑھ رکھی تھی مگر مجھے دیکھتے ہی اس نے دانستہ اپنے اوپر سے چادر ہٹا دی تھی تاکہ شب خوابی کے مہین لباس سے اپنے جھلکتے ہوئے جسم کی بجلیاں میرے خرمن ہوش و حواس پر گرا سکے۔ میری نظریں جھک گئیں اور میں کرسی کی طرف بڑھ گیا۔

"میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ میں آج شام کی فلائٹ سے شی گورائے روانہ ہو رہا ہوں۔ تمہارے لیے بھی میں نے ٹکٹ خرید لیا ہے۔" میں نے ٹکٹ اس کی سمت اچھال دیا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھلا پڑ رہا تھا۔ "لیکن کیا ہم یہاں سے اکٹھے نکلیں گے؟" اس نے کہا۔

"اکٹھے کیسے چل سکتے ہیں؟ مجھے سخت نیند آرہی ہے اور میں سونا چاہتا ہوں۔"

"تو سو جاؤ نا۔ تمہیں روکا کس نے ہے۔ میں تین بجے تک تمہیں جگا دوں گی۔"

"یہاں سونا تو مجھے ممکن نظر نہیں آتا۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "تمہاری حرکتیں مجھے سونے نہیں دیں گی۔"

"بکواس مت کرو۔" وہ جھنجلا گئی۔ "میں کیا تمہیں کاٹنے کو دوڑ رہی ہوں؟"

"لیکن میں سوؤں گا کہاں؟" میں نے بوکھلا کر پوچھا۔

"بیڈ پر آجاؤ۔ میں صوفے پر لیٹ جاؤں گی۔" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"نہیں، صوفے پر میں سو جاؤں گا۔ تم بیڈ پر ہی لیٹی رہو۔"

"کہہ جو دیا ایک بار۔" اس نے آنکھیں نکالیں اور میں نے اسی میں عافیت جانی کہ اس کی بات مان لوں۔

میں نے بیڈ پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔ کمرے کی روشنی بجھا کر نکی ہاورڈ صوفے پر جا لیٹی تھی۔

مجھے فوراً ہی نیند آگئی اور جب آنکھ کھلی تو نکی کا چہرہ میرے چہرے پر جھکا ہوا تھا۔ مجھے جاگتے دیکھ کر اس نے کہا۔ "تمہیں نیند بہت آتی ہے۔ تین بج رہے ہیں۔ اب اٹھ بھی جاؤ، کب تک سوتے رہوگے؟"

اس کی مخروطی انگلیاں میرے بال سنوارنے میں مصروف تھیں۔ وہ مجھے خاصے جذباتی موڈ میں نظر آئی۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے نکی؟" میں نے غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم چاہتی ہو کہ میں تنہا ہی شی گورائے چلا جاؤں؟" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

وہ چونک کر اچانک ہی پیچھے ہٹ گئی۔ میرے لہجے نے اس کے جذبات کو سرد کردیا تھا۔ وہ جھلاتے ہوئے انداز میں بیڈ سے اتری اور پیر پٹختی ہوئی باتھ روم میں گھس گئی۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔

**

ایک گھنٹے بعد میں اور نکی ایئرپورٹ پر تھے۔ مجھے اپنے سوٹ کیس کی فکر لاحق تھی۔ میں نے معلوم کیا تو پتا چلا کہ میرا سوٹ کیس شی گورائے پہنچ چکا ہے اور وہاں مجھے مل جائے گا۔

طیارہ تل ابیب ایئرپورٹ سے فضا میں بلند ہوا تو میں غیر مطمئن نہیں تھا۔ تل ابیب میں اگرچہ میں کوئی ایسا کام نہیں کرسکا تھا جسے فلسطینیوں کے مقاصد کے لیے بہت زیادہ کارآمد کہا جاسکتا لیکن یہ بھی کچھ کم نہیں تھا کہ مستقبل میں کوئی موثر کارروائی کرنے کے لیے تل ابیب میں میں نے چند شناسائیاں پیدا کرلی تھیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میرے برابر والی سیٹ پر لیو ہاورڈ کا بہت بڑا سرمایہ براجمان تھا۔ میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ نکی ہاورڈ کو یرغمال بنا کر لیو ہاورڈ کے چنگل سے تہذیب مالکم ایکس کو چھڑا کر ہی دم لوں گا۔

اب میرے سامنے فوری نوعیت کا مسئلہ یہ تھا کہ کیا شی گورائے میں ہم اپنی آمد کو پوشیدہ رکھ سکیں گے؟ اس افریقی ریاست کے بارے میں جو معلومات مجھے حاصل ہوئی تھیں ان کے مطابق شی گورائے کی قومی آمدنی کا انحصار کانوں سے برآمد ہونے والے تانبے پر تھا لیکن حال ہی میں وہاں تیل کے ذخائر بھی دریافت ہوئے تھے جس کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

مجاہد

ساتواں حصہ

ایم اے راحت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ ایک ایسے آشفتہ مزاج، شوریدہ سر
نوجوان کی سرگزشت ہے جس کی رگوں
میں دوڑتا ہوا لہو دہکتا ہوا لاوا بن
گیا تھا۔ اُس کے ہر مسامِ جاں سے
شرارے چھوٹنے لگے تھے۔ ایک بظاہر
چھوٹے سے واقعے نے اُس کے کاروانِ
حیات کی راہیں بدل دی تھیں
اُس کی عقابی نگاہوں میں کچھ
اور ہی منزلیں آبسی تھیں۔ ہر
جگہ، ہر کوچۂ دہر میں
فتنۂ یہود سے برسرِپیکار
رہنا ہی اس کا مقصدِ
حیات ٹھہرا۔

المجاھد

میں نے اپنی حالت سنبھالنے کی کوشش کی۔ معاملہ خاصا پُراسرار تھا۔ یہ ضروری تو نہیں تھا کہ فوجیوں سے ہی لغزش سرزد ہوئی ہو۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ قید خانے کا کوئی ایسا خُفیہ راستہ رہا ہو جس کے ذریعے وہ لوگ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔ قید خانے میں خُفیہ راستے والی بات اگرچہ بہت دور از امکان تھی لیکن واسطہ چونکہ اولیو ہاورڈ جیسے شاطر حریف سے تھا اس لیے کوئی امکان بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ورنہ قید خانوں میں خُفیہ راستوں کا کیا کام؟

میرے پاس سوچنے کے لیے وقت نہیں تھا اور میں صحیح صورتِ حال سے بھی لاعلم تھا۔ سوال یہ تھا کہ صحیح صورتِ حال معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہو سکتا ہے؟ واحد صورت یہ تھی کہ میں جزیرے پر کسی کو تلاش کرنے کی کوشش کروں۔ یہ شاید اتفاق ہی تھا کہ قید خانے تک آنے کے دوران مجھے کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔ یا شاید اولیو ہاورڈ کے فرار ہونے والے آدمیوں نے جنرل شیرس کے فوجیوں پر قابو پا لیا ہو۔ لیکن اس صورت میں بھی سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ پھر وہ قیدی کہاں گئے؟

میں تیزی سے پلٹا اور دوڑتا ہوا اولیو ہاورڈ کے کیبن کی طرف بڑھا۔ اپنے گرد و پیش سے میں پوری طرح محتاط تھا لیکن کہیں کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔ مجھے افسوس ہونے لگا کہ میں نے اولیو ہاورڈ کو اس قدر ڈھیل کیوں دی تھی۔ دیگر قیدیوں کی طرح اُس کی بھی سخت نگرانی ہونا چاہیے تھی۔ اس بات کا بھی امکان تھا کہ اُسی نے کوئی چال چل کر قیدیوں کو فرار کرا دیا ہو۔

اولیو ہاورڈ کے کیبن کے سامنے پہنچ کر میں رُک گیا۔ بے دھڑک اندر گھُسنے کی کوشش کرنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ چند لمحے ساکت و صامت رہ کر میں نے آہٹ لینے کی کوشش کی لیکن اندر سناٹا تھا۔ کسی قسم کی بھی آواز نہیں سُنائی دے رہی تھی۔ کیبن کا دروازہ بھی باہر سے بند تھا جس کا مطلب یہی تھا کہ یا تو۔۔۔ اولیو ہاورڈ اندر ہی موجود ہے یا اگر باہر کہیں گیا ہے تو دروازے کی کُنڈی باہر سے نہیں بند کی ہے۔ میں نے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ گویا اولیو ہاورڈ اندر ہی موجود تھا اور غالباً سو رہا تھا۔ اگر وہ جاگ رہا ہوتا تو اندر سے کوئی نہ کوئی آہٹ ضرور سُنائی دیتی۔

میں نے دل ہی دل میں خدا کا نام لے کر دروازے پر دستک دے ڈالی۔ چند ہی لمحے بعد دروازہ کھُلا۔ دروازہ خود اولیو ہاورڈ نے کھولا تھا اور اس کی آنکھوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ابھی ابھی سو کر اُٹھا ہے۔

"خیریت تو ہے علی یار خاں؟" اُس نے مجھے دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔ "اتنی صبح۔۔۔؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے اُسے گھور کر دیکھا مگر اُس کے تاثرات میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جس کی بنیاد پر میں اُس کی حیرت کو مصنوعی قرار دے سکتا۔ اس کا مطلب یہی ہوسکتا تھا کہ یا تو وہ جزیرے پر آنے والی تبدیلی سے بے خبر ہے یا پھر بہت اچھی اداکاری کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

"تمھیں میرے ساتھ چلنا ہے۔" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اندر آجاؤ، تھوڑی دیر بیٹھو، میں ذرا لباس تبدیل کرلوں تو..."

"اتنا وقت نہیں ہے اولیو ہاورڈ۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "لباس بعد میں تبدیل کرلینا۔"

اولیو ہاورڈ کے چہرے پر اُلجھن کے تاثرات نمودار ہوئے لیکن وہ فوراً ہی حرکت میں آگیا۔ شاید اُس نے صورتِ حال کی سنگینی محسوس کرلی تھی۔ اُس نے فوراً ہی کیبن کا دروازہ بھیڑا اور میرے ساتھ چلنے لگا۔ "کیا کوئی بہت ہی خاص بات ہوگئی ہے؟" اُس نے میرے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔

"بہت زیادہ خاص بات ہوگئی ہے اولیو ہاورڈ! ابھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔"

اس کے بعد اولیو ہاورڈ نے کچھ نہیں کہا۔ ہم تیز قدموں سے چلتے ہوئے قید خانے کے نزدیک پہنچے تو قید خانے کا کھلا ہوا دروازہ دیکھ کر اولیو ہاورڈ چونک پڑا۔ اُس کے انداز میں تصنّع نہیں تھا۔

"کیا تم نے میرے آدمیوں کو کہیں اور منتقل کرا دیا ہے؟" اُس نے تیزی سے پوچھا۔

"اُن کا غائب ہوجانا میرے لیے بھی حیران کُن ہے اولیو ہاورڈ! میں سمجھ رہا تھا کہ اُن کے فرار کی سازش میں تم بھی شریک ہوگے۔"

"فرار!" اولیو ہاورڈ نے چونک کر کہا۔ "یہ ناممکن ہے۔ یہاں سے کوئی فرار نہیں ہوسکتا۔ پھر تمھارے آدمی یہاں کی نگرانی بھی تو کر رہے تھے!"

"ذہن پر زور دو اولیو ہاورڈ! کہیں اس قید خانے سے باہر نکلنے کا کوئی خفیہ راستہ تو نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے بڑی شدت سے نفی میں سر ہلایا۔ "کوئی احمق ہی اس قسم کا رِسک لے گا۔ اگر قید خانے میں کوئی خفیہ راستہ ہو تو کوئی بھی قیدی اُسے تلاش کرسکتا ہے۔ نہیں علی یار خاں! میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ قید خانوں میں خفیہ راستے رکھوں۔"

اُس کی بات میں وزن تھا اور میں اس کی تردید نہیں کرسکتا تھا۔ اس لیے کہ میرا اپنا خیال بھی یہی تھا۔ میرا ذہن تفکّرات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس گتھی کو کس طرح سُلجھایا جائے۔ دفعتاً میری سماعت سے وزنی بوٹوں کی دھمک ٹکرائی۔ میں چونک پڑا اور خود کو ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لیے تیار کرنے لگا۔ اولیو ہاورڈ بھی پوری طرح چوکنا ہوگیا تھا۔ بوٹوں کی آوازوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کئی افراد ہیں۔ ابھی میں اپنی حفاظت کے لیے کوئی قدم بھی نہیں اُٹھانے پایا تھا کہ وہ لوگ سامنے آگئے۔ میں اُنھیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ جنرل ٹیرس کے فوجی تھے جو مسعود طلحہ اور ابوحاتم کی سرکردگی میں چلے آرہے تھے۔ اُن کی حالت دیکھ کر مجھے قدرے تعجب ہوا۔ وہ سب کے سب گرد میں اَٹے ہوئے تھے۔

"تم لوگ کہاں غائب ہوگئے تھے؟" اُن کے قریب آنے پر میں نے طلحہ سے پوچھا۔ "اور قیدی کہاں چلے گئے؟"

"اُنھیں یہاں سے منتقل کردیا گیا ہے۔" طلحہ نے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"اُنھیں کسی محفوظ مقام پر منتقل کرنا ضروری تھا تاکہ اُن میں سے کسی کے فرار کا امکان نہ رہے۔" ابوحاتم نے کہا۔

"اوہو! کیا تمھارے خیال میں اُن کے یہاں سے فرار ہوجانے کا خدشہ تھا!" میں نے کہا۔

"خدشہ تو نہیں کہہ سکتے البتہ یہ امکان نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا۔" ابوحاتم بولا۔

"لیکن اس جزیرے پر اس قید خانے سے زیادہ محفوظ جگہ اور کوئی نہیں ہوسکتی۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ وہ مجھ سے بھی زیادہ حیران دکھائی دے رہا تھا۔

"یہ صرف تمھارا خیال ہے اولیو ہاورڈ۔" طلحہ نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "ہم نے اُنھیں جس مقام پر منتقل کیا ہے تم اُسے دیکھو گے تو خود بھی ہم سے متفق ہوجاؤ گے۔"

"میں نہیں مان سکتا۔" اولیو ہاورڈ نے شدّت سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں اس جزیرے کے چپّے چپّے سے واقف ہوں اور یہ قید خانہ تو خاص طور پر اسی مقصد کے تحت بنوایا گیا تھا۔ اس کا صرف ایک دروازہ ہے جو بے حد مضبوط ہے۔ اس کے علاوہ اسے قریب سے دیکھنے پر بھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہاں کسی قسم کی تعمیر کی گئی ہوگی۔ فضا سے بھی اس کا دیکھا جانا ممکن نہیں ہے۔ یہ قید خانہ ہر طرح سے محفوظ ہے۔"

"تم نے اُن لوگوں کو کہاں منتقل کیا ہے؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"آؤ خود دیکھ لو۔" ابوحاتم نے کہا۔ "اولیو ہاورڈ تم بھی آجاؤ تاکہ تمھیں پتا چل جائے کہ اس جزیرے پر کچھ ایسی تبدیلیاں واقع ہوچکی ہیں جو تمھارے علم سے باہر ہیں۔"

مسعود طلحہ اور ابوحاتم نے فوجیوں کو اُن کی ڈیوٹیوں پر روانہ

کیا اور مجھے اور اولیو ہاورڈ کو لیے ہوئے درختوں کے جُھنڈ کے عقب کی طرف چل دیے۔ کافی طویل چکّر کاٹ کر ہم قید خانے کے عقب میں پہنچ گئے۔

"تمھارے آدمیوں کو یہاں منتقل کیا گیا ہے اولیو ہاورڈ۔" طلحہ نے میدان کی طرف اشارہ کیا۔ "اب ہم ان کی طرف سے پوری طرح بے فکر ہوسکتے ہیں۔"

میں نے میدان پر نگاہ دوڑائی اور میرے پورے جسم میں ایک جھُرجھُری سی دوڑ گئی۔ میدان میں زمین پر تیئیس قبریں اُبھری ہوئی نظر آرہی تھیں۔

اولیو ہاورڈ کے چہرے پر زردی دوڑ گئی۔ "تم نے... تم نے..." وہ ہکلایا۔

"ہاں اولیو ہاورڈ، ہم نے اُن سب کو ہلاک کردیا۔ یہ تمھارے ساتھیوں کی ہی قبریں ہیں۔" ابوحاتم نے سفّاکی سے کہا۔

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔" اولیو ہاورڈ بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں بھی تم لوگوں کے ساتھ یہی سلوک کرسکتا تھا مگر میں نے نہیں کیا۔"

"جھوٹ مت بولو اولیو ہاورڈ!" مسعود طلحہ برہم ہوگیا۔ "تم نے اگر ہمیں زندہ رکھا تو اس میں تمھارا اپنا مفاد تھا۔ ہم پر احسان جتلانے کی کوشش مت کرو۔"

"اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمھارے آدمیوں کو ہلاک کرکے زیادتی کی ہے تو ہم اس کی تلافی کرنے کو تیار ہیں۔" ابوحاتم نے کہا۔ "ہم تمھیں اسی قید خانے میں بند کردیتے ہیں اور وہاں تمھارے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو تمھارے آدمیوں نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔ بولو، منظور ہے؟"

اولیو ہاورڈ نے بے بسی سے اُن دونوں کی طرف دیکھا۔ "علی یار خاں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میرے آدمیوں نے کوئی گڑبڑ نہ کی تو اُنھیں ہلاک نہیں کیا جائے گا۔"

"پرانی بات ہوئی۔" طلحہ نے بے پروائی سے کاندھے اُچکائے۔ "اب تو اس مشن کے انچارج ہم ہیں۔ یہ فیصلہ ہمیں کرنا ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔"

اولیو ہاورڈ خاموش ہوگیا۔ شاید طلحہ اور ابوحاتم کا سفّاکانہ رویّہ اُس کے اعصاب پر اثر انداز ہوا تھا۔ اُس کے ذہن سے ہکّی ہاورڈ نکل گئی تھی اور اب اُسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔

"لائٹ آف کروزل سے اسلحہ بردار جہاز کب روانہ ہو رہا ہے ہاورڈ؟" ابوحاتم نے پوچھا۔

"ٹرانسمیٹر پر میرا لائٹ آف کروزل سے رابطہ برقرار ہے۔ اسلحہ بردار جہاز روانہ ہوچکا ہے اور وہ کل کسی وقت یہاں پہنچ جائے گا۔"

"اس جہاز پر کُل کتنے افراد سفر کر رہے ہیں؟"

"پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس جہاز پر پہلے سے طے شدہ چودہ ہی افراد سفر کر رہے ہیں۔" اولیو ہاورڈ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" ابوحاتم نے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "علی، اب ہمیں اپنا آئندہ کا لائحۂ عمل طے کرنا ہے۔"

"ضرور کرو۔" میں مسکرایا۔ "میں نے تو تم لوگوں کو اس مُہم کا انچارج بنادیا ہے۔"

"کیا ہم تمھارے مشوروں سے بھی محروم رہیں گے؟" طلحہ نے حیرت سے کہا۔

"نہیں، لیکن میں اس وقت کوئی مشورہ دوں گا جب ضرورت محسوس کروں گا ورنہ میری حیثیت خاموش تماشائی کی سی ہوگی۔" میں نے کہا۔ ابوحاتم اور طلحہ بڑے اعتماد سے کام کر رہے تھے اور میں اُن کے کام میں دخل اندازی کرکے اُن کے اعتماد کو مجروح نہیں کرنا چاہتا تھا۔ انھوں نے میرے مشورے کے بغیر جس طرح قیدیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا تھا وہ اُن کے بے پناہ اعتماد کا مظہر تھا — میں نے اولیو ہاورڈ سے وعدہ کیا تھا کہ اُن لوگوں کو بلا وجہ کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا لیکن طلحہ اور ابوحاتم نے میری لاعلمی میں اُن لوگوں کو ہلاک کردیا تھا۔ اُن کا یہ اقدام مجھے چند لمحوں کے لیے بہت کھَلا تھا لیکن مجھے یہ اندازہ کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی کہ چونکہ طلحہ اور ابوحاتم خاصے عرصے تک اُن کی قید میں رہ چکے تھے اس لیے اُن کے بارے میں وہی لوگ زیادہ بہتر فیصلہ کرسکتے تھے۔ یقیناً وہ لوگ اسی سلوک کے مستحق رہے ہوں گے تبھی تو طلحہ اور ابوحاتم نے اُن کے لیے سزائے موت تجویز کی تھی۔

"تو پھر چلو اپنے منصوبے کو حتمی شکل دے لیں۔" ابوحاتم نے کہا۔

ہم کیبن میں آگئے۔ اولیو ہاورڈ اپنے کیبن میں چلا گیا تھا۔ میرے کیبن میں پہنچ کر اُن دونوں نے میرے سامنے اپنا منصوبہ رکھ دیا۔

"ہم نے عبوری طور پر جو منصوبہ بنایا ہے اگر اس میں تمھارے مشورے بھی شامل ہوجائیں تو اس کی نوک پلک سنور جائے گی۔" ابوحاتم نے کہا۔

مجھے اُس کی یہ بات سُن کر خاصی حیرت ہوئی کہ انھوں نے کوئی منصوبہ بھی ترتیب دے لیا ہے۔ "لیکن تم لوگوں نے یہ منصوبہ کب بنایا؟" میں نے پوچھا۔

"ہمارے پاس صرف کل کی رات ہی تو تھی۔ ظاہر ہے یہ منصوبہ ہم نے رات ہی بنایا ہے۔" مسعود طلحہ نے کہا۔

"یہ تو میں بھی سمجھ رہا ہوں مگر تم نے قیدیوں کو بھی رات میں ہی ٹھکانے لگایا ہوگا۔ تمھارے پاس اتنا وقت تو نہیں تھا۔ کیا تم لوگ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رات میں سوئے نہیں؟"

"پورا عرب سو رہا ہے علی!" ابو حاتم نے بڑے کرب سے کہا۔ "اور تم ہمارے لیے جاگ رہے ہو۔ اگر ہم ایک رات نہیں سوئے تو کون سا فرق پڑ گیا!"

"لیکن کام کرنے کے لیے آرام بھی تو ضروری ہے۔" میں نے کہا۔ "کام ضرور کرو مگر اعتدال کے ساتھ۔"

"ٹھیک ہے، ہم آرام بھی کر لیں گے لیکن اس وقت کام کی اہمیت زیادہ ہے۔" ابو حاتم بولا۔ "میں نے اور طلحہ نے کافی غور و خوض کے بعد جو منصوبہ بنایا ہے وہ یہ ہے کہ جب لائٹ آف کروزل سے اسلحہ بردار جہاز انکورو پہنچے گا تو اولیو ہاورڈ جہاز کے عملے کا استقبال کرے گا..."

"اولیو ہاورڈ کا اُن لوگوں کے استقبال کے لیے جانا پہلے سے طے شدہ پروگرام ہے یا یہ بات تمہارے کہنے پر طے کی گئی ہے؟" میں نے ابو حاتم سے سوال کیا۔

"یہ اُن کا پہلے سے طے شدہ پروگرام ہے۔ اگر نہ ہوتا تو بھی ہم یہی پروگرام ترتیب دیتے۔ اس لیے کہ یہ ضروری ہے۔ اولیو ہاورڈ کے سارے آدمی مارے جا چکے ہیں۔ جیٹی پر اولیو ہاورڈ کی موجودگی سے جہاز کے عملے کو کسی قسم کے شبہے کا موقع نہیں ملے گا۔ اگر عملے کے افراد کو جیٹی پر ایک بھی شناسا چہرہ نظر نہ آیا تو وہ قبل از وقت مشکوک ہو جائیں گے جس سے صورتِ حال بگڑنے کا اندیشہ پیدا ہو جائے گا اور ہماری راہ میں بے جا رکاوٹیں پیدا ہو سکتی ہیں۔"

میں ابو حاتم کی بات بخوبی سمجھ گیا تھا لیکن میں نے اُسے مزید کُریدا۔ "تم نے اُن لوگوں کے سارے آدمی تو مار دیے، اب تم جیٹی پر مُسلح پہرے داروں کے لیے کیا کرو گے؟"

"جیٹی پر جنرل ٹیرس کے فوجی، اولیو ہاورڈ کے آدمیوں کے لباس میں پہرے پر موجود ہوں گے۔" طلحہ نے کہا۔

"جہاز کے عملے کے لوگ، اجنبی لوگوں کو پہرے پر دیکھ کر مشکوک نہیں ہوں گے؟" میں نے پوچھا۔

"جیٹی پر پہرے داروں کو کافی فاصلے پر رکھا جائے گا۔ جہاز اور پہرے داروں کے درمیان فاصلے کی وجہ سے اُنھیں شناخت نہیں کیا جا سکے گا پھر اولیو ہاورڈ کی جیٹی پر موجودگی کی وجہ سے جہاز کے عملے کے لوگ نفسیاتی طور پر مطمئن ہوں گے۔ شبہ تو صرف اُسی وقت کیا جاتا ہے جب صورتِ حال میں کسی تبدیلی کا احساس ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ اس نکتے پر میں تم سے متفق ہوں۔ اب آگے چلو۔"

"اولیو ہاورڈ جہاز کے عملے کے تمام افراد کو جہاز سے نیچے اُتارے گا اور اُنھیں جزیرے پر رُکنے کی دعوت دے گا۔ جب وہ لوگ اُس کے ساتھ جیٹی پر تعمیر شدہ سرنگ نما راستے کے وسط میں پہنچیں گے تو اُنھیں دونوں طرف سے گھیر لیا جائے گا اور پھر اُن پر قابو پانا زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔"

"منصوبہ تو اچھا ہے لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اولیو ہاورڈ جہاز کے عملے کے افراد کو جزیرے پر کس بہانے سے لے جائے گا؟" میں نے کہا۔

"یہ سوچنا اولیو ہاورڈ کا دردِ سر ہے۔ ہمیں اس معاملے میں دماغ سوزی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" طلحہ بولا۔

"یہ تو ٹھیک ہے مگر اس معاملے میں اولیو ہاورڈ سے گفتگو کر لینا مناسب ہو گا۔" میں نے کہا اور اولیو ہاورڈ کو اپنے پاس بلوا لیا۔ اولیو ہاورڈ آ گیا تو میں نے طلحہ اور ابو حاتم کا منصوبہ اُسے بتا دیا۔ منصوبے کی تفصیلات سُن کر اولیو ہاورڈ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"جہاز کے عملے کو جزیرے پر لے جانا پروگرام میں شامل نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے ہکلا کر کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" ابو حاتم نے کہا۔ "نئے پروگرام کے مطابق جہاز کا عملہ پہلے جزیرے پر رکے گا، بعد میں کچھ اور ہو گا۔"

"لیکن اس کا کوئی جواز بھی تو ہو؟" اولیو ہاورڈ نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

"جواز پیدا کرنا تمھارا کام ہے، ہمارا نہیں۔" ابو حاتم نے خاصی بے رُخی سے کہا۔

"تم مجھ سے بڑے ناممکن قسم کے کام کے لیے کہہ رہے ہو۔ اگر اُن میں سے کوئی ایک شخص بھی مشکوک ہو گیا تو تمھی لوگوں کے لیے مشکلات پیدا ہوں گی۔"

"ہم تو خیر مشکلات سے نمٹنے کے فن سے واقف ہیں۔" طلحہ بے رحمی سے مسکرایا۔ "لیکن بچّی ہاورڈ کے بارے میں سوچ لینا۔"

"اس بات سے تمھارا کیا مطلب ہے؟" اولیو ہاورڈ نے بے بسی سے ہونٹ کاٹ کر کہا۔

"مطلب یہ ہے کہ ہمیں جس قسم کا بھی نقصان پہنچے گا اُس کا بدلہ بچّی سے لیا جائے گا۔"

"تم سُن رہے ہو علی یار خاں۔" اولیو ہاورڈ مجھ سے مخاطب ہوا۔ "اس معصوم بچّی سے بدلہ لینا کتنی کم ظرفی کی بات ہے۔"

"میں سُن بھی رہا ہوں اولیو ہاورڈ اور سب کچھ سمجھ بھی رہا ہوں۔ بات ظرف کی نہیں ضرورت کی ہے اور اس وقت ہم سب ہی ضرورت کے ہاتھوں مجبور ہیں۔"

اولیو ہاورڈ کی آنکھیں غصّے سے سرخ ہو گئیں مگر اُس نے مُنہ سے کچھ نہیں کہا۔

"اسلحہ بردار جہاز یہاں پہنچنے کے کتنی دیر بعد تمھارا جنگی

جہاز یہاں آ جائے گا؟" میں نے اولیو ہاورڈ سے پوچھا۔

"پروگرام کے مطابق لائٹ آف کروزل کے اسلحہ بردار جہاز کے یہاں لنگر انداز ہوتے ہی میں جنگی جہاز کو ٹرانسمیٹر پر مطلع کروں گا اور وہ یہاں کے لیے چل پڑے گا۔ اُسے یہاں پہنچنے میں چار گھنٹے سے زیادہ نہیں لگیں گے۔"

"گویا جس وقت جنگی جہاز یہاں پہنچے گا، اسلحہ بردار جہاز سے اسلحہ اُتارا جا رہا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس لیے کہ ہمیں اُس جہاز کے عملے سے بھی نمٹنا ہو گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اگر اُس جہاز سے تمھیں کوئی نقصان پہنچا تو میں ذمّے دار نہیں ہوں گا۔ اس لیے کہ ذرا سے شُبہے پر بھی وہ لوگ جہاز پر سے ہی کارروائی کر بیٹھیں گے۔"

"مجھے یہ بات بہت اچھی طرح معلوم ہے اولیو ہاورڈ! اسی لیے میں نے تم سے یہ معلومات حاصل کی ہیں۔ جیٹی پر اسلحے کے کریٹوں کے انبار دیکھنے کے بعد کون کیا شُبہ کر سکے گا؟"

"اس کے باوجود یہ بات ذہن میں رکھنا کہ اُس جہاز کے عملے کا کوئی شخص کسی وقت بھی مشکوک ہو سکتا ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"بالکل مشکوک ہو سکتا ہے۔" مسعود طلحہ نے بڑی تیزی سے کہا۔ میں اور ابو حاتم اُسے حیرت سے دیکھنے لگے لیکن وہ ہم دونوں کے تاثرات سے بے پروا ہو کر کہے جا رہا تھا۔ "دراصل مشکوک ہونے کی اپنی ایک فلاسفی ہے۔ علی یار خاں چونکہ نہایت غیر فلسفی آدمی ہیں اس لیے اُن کی سمجھ میں تمھاری بات نہیں آئے گی۔ ابو حاتم کا بھی یہی حال ہے۔ لہٰذا اب صرف میں بچا جس کی سمجھ میں تمھاری بات آ سکتی ہے۔"

اولیو ہاورڈ کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ "میں سمجھا نہیں، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"حیرت ہے اولیو ہاورڈ! حالانکہ میں تمھاری بات کی تائید کر رہا ہوں۔ دیکھو نا ہر شخص اپنے فعل میں آزاد ہے۔ اگر کوئی شخص بلاوجہ مشکوک ہونے پر تُل ہی گیا ہو تو ظاہر سی بات ہے، ہم اُسے روک تو نہیں سکتے۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

"تم میرا مضحکہ اُڑا رہے ہو۔" اولیو ہاورڈ بپھر گیا۔

"مضحکہ تو تم ہمارا اُڑانے کی کوشش کر رہے ہو اولیو ہاورڈ!" طلحہ نے تُرکی بہ تُرکی کہا۔ "بغیر کسی وجہ کے کوئی کیسے مشکوک ہو سکتا ہے؟ اگر تمھاری یہ بے ہودہ بات مان لی جائے تب بھی یہ تمھاری ذمّے داری ہے کہ کوئی ہماری جانب سے مشکوک نہ ہونے پلٹے۔ پتا نہیں کیوں، بار بار یہ بات تمھارے ذہن سے نکل جاتی ہے کہ ہمارے مشن میں کسی بھی خرابی کا نتیجہ تمھاری بیٹی بچّی ہاورڈ کو بھگتنا پڑے گا۔"

"تم غلط سمجھے۔" اولیو ہاورڈ نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں تو کہہ رہا تھا..."

"جب وہ جنگی جہاز یہاں پہنچ جائے گا تو سب سے پہلے تم خود جہاز پر جاؤ گے۔" ابو طلحہ نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔ "اور جہاز کے ہر فرد کو نیچے اترنے کے لیے کہو گے۔ ہمیں یقین ہے کہ تمھاری ہدایات پر بے چون و چرا عمل کیا جائے گا لیکن ممکن ہے کہ جہاز کا کپتان کسی قسم کے شک و شبہے کا شکار ہو کر تمھاری بات ماننے سے انکار کرنے کی کوشش کرے۔ اگر ایسا ہو تو تم اُسے ریوالور یا پستول کے زور پر نیچے اُتار لاؤ گے۔"

اولیو ہاورڈ کی بے چارگی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ "جس طرح سے مجھے اپنے ضمیر کے خلاف کام کرنے کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے، وہ میری زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ میں یوں اپنی صلاحیتیں اپنے ہی ملک کے خلاف بروئے کار لاؤں گا۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا علی یار خاں کہ میرا وقت بھی آئے گا اور اب میں تمھارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گا۔"

طلحہ غصّے میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر میں نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے بولنے سے روک دیا۔ "یہ سب بعد کی باتیں ہیں اولیو ہاورڈ!" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "بے شک تمھارا وقت بھی آئے گا۔ تمھاری یہ بے بسی عارضی ہے لیکن فی الحال خود کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرو اور ہمارے ساتھ جیٹی پر چلو تاکہ سب مل کر کل کے لیے ریہرسل کر لیں۔"

اُس روز ہم نے جنرل ٹیرس کے فوجیوں کے ساتھ مل کر ریہرسل کی اور منصوبے کی جزئیات تک کو حتمی شکل دے دی گئی۔ اس کے بعد طلحہ اور ابو حاتم سونے چلے گئے اور میں دیگر انتظامات کا جائزہ لینے میں مشغول ہو گیا۔

اگلے روز ہم سب مستعد تھے مگر اولیو ہاورڈ کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔

"خود کو سنبھالو اولیو ہاورڈ!" میں نے کہا۔ "تمھارے انداز سے کسی کو شُبہ نہ ہونے پائے۔"

"بے فکر رہو۔" اولیو ہاورڈ نے خشک انداز میں جواب دیا۔ "وقت آنے پر تم خود دیکھ لو گے۔"

اور وقت آنے پر واقعی میں نے دیکھ لیا کہ اولیو ہاورڈ نے باکمال طریقے سے اپنے تاثرات چھپا لیے تھے۔ دوپہر کے وقت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ جہاز جیٹی سے آگر لگا۔ میں تھوڑی سی بدلی ہوئی شکل میں اولیو ہاورڈ سے نزدیک ہی موجود تھا جبکہ طلحہ اور ابو حاتم جیٹی کی گزرگاہ کے دوسری سمت جنرل ٹیرس کے فوجیوں سمیت موجود تھے۔

جہاز جیٹی پر لگا تو اولیو ہاورڈ نے عرشے پر کھڑے ہوئے اے او ڈینیل اور جنرل ادکیونو کو ہاتھ ہلا کر خوش آمدید کہا۔ اولیو ہاورڈ کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص کچھ ہی دیر قبل کس قدر ملول اور افسردہ نظر آ رہا تھا۔ جہاز سے اے او ڈینیل اور جنرل ادکیونو نیچے اُترے تھے۔ وہ مسعود طلحہ اور ابو حاتم کے میک اپ میں تھے اور اُن کے میک اپ اتنے مکمّل تھے کہ میں بھی اَش اَش کر اٹھا۔ جیٹی پر جنرل ٹیرس کے فوجی، اولیو ہاورڈ کے آدمیوں کے لباس میں پہرے پر موجود تھے مگر وہ اتنی دور تھے کہ انھیں شناخت کرنا ممکن نہیں تھا۔

اولیو ہاورڈ نے ڈینیل اور جنرل ادکیونو سے پُرجوش طریقے سے مصافحہ کیا اور مشن کی کامیابی پر مبارک باد کے کلمات ادا کیے۔ میں پوری طرح چوکنّا تھا اور اولیو ہاورڈ کی حرکات و سکنات پر میری گہری نظر تھی۔ میں اولیو ہاورڈ سے ذرا ہی فاصلے پر تھا۔ میں نے دیکھا کہ اولیو ہاورڈ نے ڈینیل سے کہا کہ وہ عملے کے تمام افراد کو جہاز سے نیچے بُلا لے۔ ڈینیل نے جواب میں شاید کوئی اعتراض کیا تھا مگر اولیو ہاورڈ نے اُسے مطمئن کر دیا اور ڈینیل جہاز پر واپس چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ڈینیل عملے کے تمام افراد سمیت جہاز سے نیچے اُتر رہا تھا۔ اُس کے ساتھ جہاز کا کپتان بھی تھا۔ نیچے آنے کے بعد اُن سب نے اولیو ہاورڈ سے ہاتھ ملایا اور پھر ہاورڈ اُن سب کو ساتھ لے کر چل پڑا۔ جہاز بالکل خالی چھوڑ دیا گیا تھا۔

جیٹی سے جزیرہ انکورو پر تعمیر شدہ رہائش گاہوں کا فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا۔ اولیو ہاورڈ اُن لوگوں سے گفتگو کرتا ہوا چل رہا تھا۔ عملے کے سارے افراد اُس کے ساتھ تھے۔ میں دانستہ سب سے پیچھے تھا۔

وہ لوگ سُرنگ نما راستے میں داخل ہوئے تو میرے ساتھ وہ چار افراد بھی آ ملے جو اُن لوگوں کو عقب سے گھیرنے پر مامور تھے۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ اولیو ہاورڈ نے اُن لوگوں کو ذرا بھی مشکوک ہونے کا موقع نہیں دیا ہے۔ وہ سب بڑے مطمئن انداز میں باتیں کرتے ہوئے چل رہے تھے۔

وہ لوگ راستے کے وسط میں پہنچے تو سامنے سے اچانک کئی مسلح فوجی نمودار ہوئے اور تمام لوگوں سے ہاتھ بلند کر لینے کو کہا۔ ڈینیل، ادکیونو اور اُن کے سارے ساتھی اس اچانک اُفتاد پر دم بخود رہ گئے تھے۔ اُن کے سنبھلنے تک وہ لوگ ہر طرف سے فوجیوں کے نرغے میں آ چکے تھے۔

پھر ڈینیل اور ادکیونو دونوں ہی سنبھل کر اولیو ہاورڈ کی طرف پلٹے اور اُس سے کچھ کہا مگر اولیو ہاورڈ کا تو سر شرمندگی کے مارے جُھکا ہوا تھا۔ اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جنرل ادکیونو نے غصیلے انداز میں اولیو ہاورڈ کا گریبان پکڑ لیا۔ وہ اُسے جھنجوڑ رہا تھا لیکن اولیو ہاورڈ جیسے غصّہ ور شخص نے کسی جوابی ردِّ عمل کا اظہار نہیں کیا۔ اُس کے چہرے پر غم آلود بے بسی طاری تھی۔

ذرا ہی دیر کے اندر اندر فوجیوں نے اُن سب کو جکڑ لیا اور اُن سب کے ہاتھ پُشت پر باندھ دیے گئے۔ پھر مسعود طلحہ اور ابو حاتم برآمد ہوئے اور جنرل ادکیونو اور اے او ڈینیل انھیں دیکھ کر سکتے کی سی حالت میں رہ گئے۔ مسعود طلحہ نے مسکراتے ہوئے اے او ڈینیل کو دیکھا اور بولا۔

"تم دوسروں کو بالکل ہی بے وقوف سمجھتے ہو۔ دیکھ لو تمھاری خوش فہمی نے تمھیں کس حال کو پہنچا دیا ہے۔" اُس نے ڈینیل کی گُدّی پر ایک گھونسا رسید کیا۔ "چلو آگے بڑھو۔"

طلحہ جذباتی نوجوان تھا اس لیے اُس نے ایسی حرکت کی ورنہ ابو حاتم بڑے تحمّل کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

اُن سب کو قید خانے میں پہنچا دیا گیا۔ قید کرنے سے قبل سب کی جامہ تلاشی لے لی گئی تھی اور اُن کے پاس کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی گئی تھی۔

اُن لوگوں کو قید خانے میں دھکیلنے کے بعد میں اولیو ہاورڈ کی طرف متوجّہ ہوا۔ "اب تمھیں فوراً جنگی جہاز سے رابطہ قائم کرنا ہے اولیو ہاورڈ! میں نہیں چاہتا کہ تاخیر کی وجہ سے وہ کسی شک و شبہے کا شکار ہو جائیں۔"

اولیو ہاورڈ نے ہماری موجودگی میں ہی جنگی جہاز سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر کے اُنھیں روانہ ہو جانے کو کہا۔ دوسری طرف سے فوراً ہی چل پڑنے کی اطلاع دی گئی۔ اولیو ہاورڈ نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور میری طرف دیکھنے لگا۔

"نکی ہاورڈ مجھے کب تک مل جائے گی؟" دفعتاً اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں مجھ سے پوچھا۔

"اُس کی واپسی تو مشن کی کامیابی کے بعد ہی ممکن ہو سکے گی۔" میں نے کہا۔

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم اپنا وعدہ پورا کرو گے اور مجھے گرفتار نہیں کرو گے؟"

"اس بات کی تو کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی اولیو ہاورڈ! تمھیں میری زبان پر بھروسا کرنا پڑے گا۔"

"لیکن یہ تو... یہ تو..."

"تمھارے شُبہات افسوس ناک ہیں۔" میں نے اُس کی بات کاٹ دی۔ "کیا ماضی میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ میں نے جو کہا ہو اُسے پورا نہ کیا ہو؟"

"تم میرے اُن ساتھیوں کو بھول رہے ہو علی یار خاں جنھیں تمھاری یقین دہانی کے باوجود مار ڈالا گیا۔"

"اگر تم اُن کی موت کو میرے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہو تو تمھاری مرضی۔" میں نے بے پروائی سے شانے اُچکائے۔

"نہیں، نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے بوکھلا کر کہا۔ "میرا یہ مطلب نہیں ہے۔" شاید اُسے یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں میں اُس کی بے اعتباری سے چڑ کر کوئی قدم نہ اٹھا بیٹھوں۔

"اس وقت میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ اسلحہ وہیں پہنچے جہاں اسے بھیجا جا رہا ہے۔ باقی چیزوں سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"فرض کرو مجھ سے نادانستگی میں کوئی چُوک ہو گئی تو تم اُس کا ذمّے دار مجھے قرار دو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ تمھاری کوئی نادانستہ بھُول ہمارے علم میں رہے گی۔ مجھے بے خبر مت سمجھو اولیو ہاورڈ۔"

وہ خاموش ہو گیا اور اس کے بعد میں اُسے ساتھ لے کر نکل آیا۔

جیٹی پر بڑی بڑی کرینوں کی مدد سے جہاز سے اسلحہ اُتارا جا رہا تھا۔ جہاز کے عملے کے لوگ مصروف تھے اور جیٹی پر اسلحے کے بڑے بڑے کارٹنوں کے ڈھیر میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔

جنگی جہاز کو انکورو تک پہنچتے پہنچتے شام ہو گئی۔ ہم نے اُن سے نمٹنے کے لیے بھی تیاری کر لی تھی اور ہمارا منصوبہ ہر طرح سے مکمّل تھا۔ جہاز کو جیٹی سے کچھ فاصلے پر لنگر انداز کرا دیا گیا تھا اس لیے کہ جیٹی پر دوسرے جہاز کی گنجائش نہیں تھی۔

جہاز لنگر انداز ہونے کے بعد ایک اسٹیمر پر نو افراد جیٹی پر آئے۔ اُن میں سے ایک جہاز کا کپتان تھا۔ اس کے علاوہ چھ افراد وہ تھے جو انکورو کے تمام آدمیوں سے واقف تھے اور وہ ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔ اُنھیں جزیرے پر رونما ہونے والی تبدیلی کا پتا فوراً ہی چل جاتا لیکن اس مسئلے کا حل یوں نکلا کہ جہاز کا کپتان تو دو افراد کے ساتھ اولیو ہاورڈ کی طرف آیا اور وہ خطرناک چھ افراد خود ہی انکورو کی طرف بڑھ گئے جہاں فوجیوں نے انھیں اس طرح چھاپا کہ اُن میں سے کسی کی آواز تک بلند نہیں ہونے پائی۔ کپتان اور اس کے دونوں ساتھی اس تبدیلی سے بے خبر رہے۔ اُنھوں نے اولیو ہاورڈ کے پاس پہنچ کر اُسے کامیابی پر مبارک باد پیش کی۔ اولیو ہاورڈ نے کپتان سے کہا کہ وہ جہاز کے سارے عملے کو جیٹی پر بُلا لے۔ اولیو ہاورڈ کے حکم کے مطابق کپتان نے ٹرانسمیٹر پر حکم جاری کر دیا۔

ذرا ہی دیر بعد جہاز کے عملے کے سارے افراد اسٹیمروں کے ذریعے جیٹی پر پہنچ گئے اور ایک بار پھر پہلے والا ڈراما دُہرایا گیا۔ اولیو ہاورڈ اُن لوگوں کو سُرنگ نما راستے میں لے گیا جہاں انھیں قابو میں کر لیا گیا۔

"تمھیں کچھ اندازہ ہے کہ تم نے میری پوزیشن کتنی خراب کر دی ہے؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"نہیں، مجھے نہیں معلوم کہ تمھاری پوزیشن پر بھی کوئی اثر پڑا ہے۔" میں نے سادگی سے کہا۔

"کیا تم نے اُن لوگوں کی چہ میگوئیاں نہیں سُنیں؟ کسی کے خیال میں، مَیں بِک گیا ہوں اور کوئی یہ سمجھ رہا ہے کہ میں سِرے سے اولیو ہاورڈ ہی نہیں ہوں۔"

"ہاں میرا خیال ہے ایسی کچھ باتیں میرے کان میں پڑی تو تھیں۔" میں نے تھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

"اب تو مجھ میں اتنی ہمّت بھی نہیں رہی کہ اُن لوگوں کا سامنا کر سکوں جو کل تک میرے ماتحت تھے۔"

"دل چھوٹا نہ کرو اولیو ہاورڈ! ابھی تو ہمیں تمھارے ذریعے ان لوگوں سے بہت کام لینا ہے۔" میں نے کہا۔

"مجھے زیادہ مجبور نہ کرو۔" اولیو ہاورڈ نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔ "میری جتنی بے عزتی ہو چکی ہے کیا اُس سے تمھیں تسکین نہیں ملی؟"

"کیسی بے عزّتی اولیو ہاورڈ۔" میں نے کہا۔ "کیا عربوں کے مفاد میں کام کرنے سے بے عزّتی ہوتی ہے؟" میرا لہجہ تمسخرانہ تھا۔

"میرا مذاق نہ اُڑاؤ علی یار خاں، میرے ماتحت مجھے غدار سمجھ رہے ہیں۔"

"تو کیا تم واقعی غدّار ہو؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"نہیں، میرا خدا جانتا ہے کہ میں نے اسرائیل سے کوئی غدّاری نہیں کی ہے۔"

"تمھارے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں ہے تو تم اتنے فکرمند کیوں ہو؟"

"بات ضمیر کی نہیں ہے۔ آخر میں کس کس کے سامنے اپنی صفائیاں پیش کرتا پھروں گا؟"

"مرضی کے مالک ہو اولیو ہاورڈ! جس کے سامنے چاہو صفائی پیش کرنا جس کے سامنے نہ چاہو نہ پیش کرنا۔ یہ تمھارا مسئلہ ہے جس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" ہاورڈ نے بے بسی سے پوچھا۔

"صبح تم ہماری رہنمائی کرو گے اور جہاز کے عملے کے افراد کو اس بات پر تیار کرو گے کہ وہ اسلحہ جنگی جہاز پر بار کرنے میں ہماری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مدد کریں "

اولیو ہارڈ کے پاس ہامی بھرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

رات سکون سے گزر گئی۔ اسرائیل کے جنگی جہاز پر گوٹے ہل کے فوجی قبضہ کر چکے تھے۔ جزیرے پر بھی ہمارا راج تھا اور صورتحال پوری طرح ہمارے قابو میں تھی۔

صبح کے وقت میں، طلحہ اور ابوحاتم، اولیو ہارڈ کو ساتھ لے کر قید خانے پہنچے۔ ہم قید خانے کے اندر داخل ہوئے تو سارے قیدی اولیو ہارڈ کو دیکھ کر مشتعل ہو گئے۔ وہ اُس کے خلاف نہ صرف نعرے لگا رہے تھے بلکہ اُن میں سے کچھ نے تو اُس پر جھپٹ پڑنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن فوجیوں نے اُن پر اسٹین گنیں تان لیں اور وہ جہاں تھے وہیں رُک گئے مگر اُن کی زبانیں نہیں رُکی تھیں، وہ مسلسل اولیو ہارڈ کو بُرا بھلا کہے جا رہے تھے۔ جہاز کا کپتان، جنرل اوکیونو اور اے او ڈینیل کے ساتھ کھڑا اولیو ہارڈ کو کینہ توز نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

میں نے مسکرا کر اولیو ہارڈ کی طرف دیکھا اور اُس سے نرم لہجے میں بولا۔ "ان لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرو اولیو ہارڈ، ورنہ ان میں سے کچھ قبل از وقت اپنی زندگیوں سے محروم ہو جائیں گے۔"

"یہ میرے ساتھ حد سے بڑھی ہوئی زیادتی ہے۔" اولیو ہارڈ نے مارے غصّے کے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اب میں ان لوگوں کو کیا جواب دوں۔ انھیں کس طرح مطمئن کروں؟"

"غصّہ کرنے کے بجائے وہ وقت یاد کرنے کی کوشش کرو ہارڈ جب تم نے میرے اکاؤنٹ میں کچھ رقم جمع کرا کے مجھے تنظیم کی نگاہوں سے گرانے کی کوشش کی تھی۔ تمھاری وہ سازش اتنی مکروہ تھی کہ میرے پاس اپنی صفائی میں کہنے کے لیے بھی کچھ نہیں رہ گیا تھا۔ تم مجھ سے کس بات کا شکوہ کر رہے ہو اولیو ہارڈ؟ تمھاری تو ساری زندگی سازشیں کرتے گزری ہے۔ مجھ سے کون واقف نہیں ہے۔ میں نے اپنی زندگی تنظیم آزادیٔ فلسطین کے مقاصد کے لیے وقف کر دی ہے مگر تمھاری سازش نے مجھے اُن کی نگاہوں میں ایک مُجرم بنا دیا اور اس کے نتیجے میں مجھے بیروت چھوڑنا پڑا اور کافی عرصہ میں نے دربدری میں گزارا۔ دراصل ہمارے درمیان حساب کتاب کا توازن بگڑ گیا ہے۔ مجھے تمھارے بہت سے حسابات چکانے ہیں۔ کل تم نے میرے ساتھ جو کچھ کیا تھا یہ اس کا جواب ہے اور اب یہ تم پر منحصر ہے کہ ان لوگوں کو کیسے مطمئن کرتے ہو۔"

اولیو ہارڈ کی پیشانی عرق آلود ہو گئی تھی اور وہ خوفزدہ انداز میں اُن لوگوں کو دیکھ رہا تھا جنھیں اگر اسٹین گنوں کا خوف نہ ہوتا تو شاید وہ اُس کی تکا بوٹی کر ڈالتے۔ دفعتاً جنرل اوکیونو نے ہاتھ اُٹھا کر لوگوں کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور وہاں اچانک ہی سناٹا چھا گیا۔

"ہم تین افراد کو آگے آنے کی اجازت دی جائے۔" جنرل اوکیونو نے مجھ سے کہا۔

میں نے سر کی جنبش سے اُنھیں اجازت دے دی اور ڈینیل، جنرل اوکیونو اور جنگی جہاز کا کپتان رولینڈ ہمارے نزدیک آ گئے۔ اُن تینوں کی نظریں اولیو ہارڈ پر مرکوز تھیں۔ وہ تینوں ہی اُسے شعلہ بار نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر اے او ڈینیل نے بولنے میں پہل کی۔

"ہمیں وہ وجہ بتا دو اولیو ہارڈ جس کے تحت تم دُشمنوں سے جا ملے۔ اس پلان کے چار بڑوں میں تو تم خود بھی شامل تھے اور تم پر اس سارے مشن کی ذمّے داری بھی تھی پھر یک بہ یک یہ تم کو کیا ہو گیا! سارے کام تمھارے ہی پروگرام کے مطابق ہوئے۔ ہم نے اپنی جان جوکھم میں ڈال کر ایک مہینے سے زیادہ عرصہ لائن آف کروزل جیسی خطرناک جگہ پر گزارا۔ تمھیں کیا اندازہ نہیں ہے کہ ہم نے یہ عرصہ کس طرح گزارا ہو گا؟ ہماری جانیں ہر وقت سولی پر لٹکی رہتی تھیں۔ ہماری ایک معمولی سی لغزش ہمیں اپنی زندگیوں سے محروم کر سکتی تھی۔ اور جب ڈیڑھ ماہ کے اس جاں گسل مرحلے کے بعد کامیابی نے ہمارے قدم چوم لیے تو پتا چلا کہ تم دُشمنوں سے مل چکے ہو۔ ہمیں بتاؤ اولیو ہارڈ کہ تمھیں کیا تکلیف پہنچی تھی جس کی وجہ سے تم دُشمنوں سے جا ملے۔"

"میں دُشمنوں کی سازش کا شکار ہوا ہوں۔" اولیو ہارڈ نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم بکواس کرتے ہو۔" جنرل اوکیونو نے گرج کر کہا۔ "اگر تم کسی سازش کا شکار ہوئے تھے تو کم از کم تم ہمیں اشارتاً ہی مُطلع کر دیتے۔ جنگی جہاز کی توپیں اس جزیرے کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتیں۔ ہم چوہوں کی طرح تو ان کے چنگل میں نہ پھنستے لیکن تم نے ہمیں کوئی اشارہ نہیں دیا اور ان لوگوں کے درمیان تمھاری آزادی دیکھ کر یہ اندازہ کرنا بہت آسان ہے کہ تم نامعلوم وجوہات کے تحت دُشمن کے آلۂ کار بن گئے ہو۔ فلسطینیوں نے ہمارے خلاف جو سازش کی ہے تم اس میں برابر کے شریک ہو۔ خود کو اس الزام سے بَری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش مت کرو بلکہ وہ وجہ بتاؤ جس کے تحت تم نے یہ بدترین حرکت کی ہے۔"

"میں کیا بتاؤں اور کیسے بتاؤں۔" اولیو ہارڈ مضطربانہ لہجے میں بولا۔

"جیسے بھی بتاؤ لیکن تمھیں بتانا پڑے گا۔" کیپٹن رولینڈ نے اولیو ہارڈ کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا اور پھر اُس کا زوردار گھونسا اولیو ہارڈ کے مُنہ پر پڑا۔

گوٹے ہل کے فوجیوں نے میری طرف دیکھا مگر میں نے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اولیو ہارڈ کا گریبان بدستور رولینڈ نے پکڑ رکھا تھا۔ اولیو ہارڈ نے مدد طلب انداز میں میری طرف دیکھا تو میں نے ایک فوجی کو اشارہ کیا جس نے آگے بڑھ کر اولیو ہارڈ کا گریبان کیپٹن رولینڈ کی گرفت سے چھڑا دیا۔

"یہودی قوم کا سر تم جیسے ننگِ دین شخص کی وجہ سے ہمیشہ شرمندگی سے جھکا رہے گا۔" اے او ڈینیل نے متنفرانہ لہجے میں کہا۔ "اور یقین کر لو کہ اگر ہم میں سے کسی ایک فرد کو بھی تل ابیب پہنچنے کا موقع مل گیا تو ہم یہ ساری کہانی اعلیٰ حکام کو ضرور سنائیں گے اور انھیں بتائیں گے کہ سی آئی اے کا یہ معزول شدہ افسر اب فلسطینیوں کے ہاتھوں بک چکا ہے۔ یہ یہودی قوم پر بدنما داغ ہے اور اس کے پورے خاندان کو نیست و نابود کر دیا جائے تاکہ کوئی بھی فرد جس کی رگوں میں اس کا گندہ خون دوڑ رہا ہو آئندہ کبھی اسرائیلی مفادات کو نقصان نہ پہنچا سکے۔"

"بس بہت ہو گیا۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "اب تم لوگ پیچھے ہٹ جاؤ۔"

اُن تینوں نے مجھ سے بھی اُلجھنے کی کوشش کی مگر فوجیوں نے اُن تینوں کو پیچھے دھکیل دیا۔

"اب اُن لوگوں کا انتخاب کر لو اولیو ہارڈ جو کرینیں آپریٹ کر سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"تم حالات دیکھ رہے ہو۔" ہارڈ نے جھلّاتے ہوئے انداز میں مجھ سے کہا۔ "ان حالات میں کوئی میری بات نہیں سُنے گا۔"

"سوچ لو اولیو ہارڈ۔" میں نے چُبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم سمجھتے کیوں نہیں۔ مجھے وہ طریقہ بتا دو جسے اختیار کر کے میں ان لوگوں کو کام پر آمادہ کر سکوں۔"

"ہوں، ٹھیک ہے اولیو ہارڈ، تم پیچھے ہٹ جاؤ، میں خود انھیں دیکھتا ہوں۔"

اولیو ہارڈ ہٹ گیا۔ میں نے کیپٹن رولینڈ کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا لیکن وہ اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھا۔

"میں تمھیں پُکار رہا ہوں کیپٹن رولینڈ۔" میں نے سخت لہجے میں اُسے پکارا۔

کیپٹن رولینڈ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

"جہاز پر کتنے کرین آپریٹر تھے؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" رولینڈ چونک پڑا۔

"تمھارے عملے میں ایسے کتنے افراد موجود ہیں جو کرینیں آپریٹ کر سکتے ہوں؟"

"میں مطلب جاننا چاہتا ہوں؟" کیپٹن نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"مطلب۔" میں نے ہونٹ بھینچ لیے اور پھر اگلے ہی لمحے میرا اُلٹا ہاتھ پوری قوت سے اُس کے مُنہ پر پڑا۔ اُس کا ہونٹ پھٹ گیا اور خون کی ایک پتلی سی لکیر بہتی ہوئی اُس کی ٹھوڑی تک آنے لگی۔ قیدیوں کے انداز میں میرے لیے غیظ و غضب پیدا ہوا لیکن گوٹے ہل کے فوجی مستعد تھے اور اُن کی اسٹین گنیں کسی بھی لمحے گولیاں اُگلنے کے لیے تیار تھیں۔ میں نے کیپٹن رولینڈ کا گریبان پکڑ لیا۔

"اگر تم نے ایک منٹ کے اندر اندر میری بات کا جواب نہ دیا تو میں تمھاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔" میں نے اُس کے گریبان کو جھٹکا دے کر کہا۔

کیپٹن رولینڈ کی آنکھوں میں خوفزدگی کے تاثرات دکھائی دیے پھر اُس نے فوراً ہی چھ افراد کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ لوگ کرینیں آپریٹ کرتے ہیں۔" اُس نے کہا۔

"ان سب کو میرے پاس بھیج دو۔" میں نے کہا۔

"لیکن تم ان کا کیا کرو گے؟" کیپٹن رولینڈ نے اُلجھن آمیز لہجے میں پوچھا۔

"وہ کام کروں گا جسے اولیو ہارڈ نے غدّاری کر کے سبوتاژ کرنے کی کوشش کی ہے۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔

"کیا مطلب؟" رولینڈ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یہ لوگ اسلحے کو جنگی جہاز پر بار کریں گے۔"

"لیکن تم ایسا کیوں کرو گے؟"

"تاکہ پروگرام کے مطابق یہ جنگی جہاز اسلحہ اسرائیل پہنچا سکے۔" میں مُسکرایا۔

"اس سے تمھارا کیا مفاد وابستہ ہے؟" کیپٹن رولینڈ نے پوچھا۔ وہ مارے حیرت کے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

"اس مرحلے پر تمھیں مزید تفصیلات نہیں بتائی جا سکتیں۔ وقت آنے پر سب کچھ تمھارے علم میں آ جائے گا۔"

کیپٹن رولینڈ کے انداز میں کچھ جھجک نظر آئی لیکن پھر اُس نے اُن چھ افراد کو حکم دیا کہ وہ میری ہدایت کے تحت کام کریں۔

چھ افراد قیدیوں کی صف سے آگے نکل آئے۔ میں نے انھیں ابوحاتم کے حوالے کر دیا۔

"کیا بقیہ افراد سے کام نہیں لیا جائے گا؟" ابوحاتم نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"یہ لوگ ہماری ضرورت ہیں ابوحاتم۔" میں نے کہا۔ "بقیہ افراد کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اور وہ اسلحہ اسرائیل لے جانے والی بات؟" ابو حاتم نے پوچھا۔

"اس سے ان لوگوں کو اُلجھانا مقصود ہے تاکہ یہ اسی اُلجھن میں گرفتار رہیں اور ہم ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام کرالیں۔"

"ٹھیک ہے۔" ابو حاتم نے کہا اور چار مسلح فوجیوں کی نگرانی میں کرین آپریٹروں کو قید خانے لے گیا۔ اولیو ہاورڈ کو بھی میں نے ابو حاتم کے ساتھ جیٹی پر بھیج دیا تاکہ اُن کی نگرانی میں اسرائیلی جہاز پر اسلحہ بار کیا جاسکے۔

اُن لوگوں کے جانے کے بعد میں نے گوٹے ہل کے فوجیوں کو قیدیوں کی نگرانی مزید سخت کرنے کا حکم دیا اور خود بھی وہاں سے روانہ ہوگیا۔ میرا رُخ کیبن کی طرف تھا۔ کیبن میں پہنچ کر میں نے ٹرانسمیٹر پر جنرل ٹیرس سے رابطہ قائم کیا۔

"علی یار خاں بات کر رہا ہوں جنرل ٹیرس۔" رابطہ قائم ہوجانے پر میں نے جنرل ٹیرس سے کہا۔

"میں تمھاری آواز پہچانتا ہوں علی یار خاں۔" جنرل ٹیرس کی آواز آئی۔ "خیریت تو ہے؟"

"ہاں جنرل ٹیرس! سب ٹھیک ٹھاک ہے۔"

"تمھارے مشن کا کیا ہوا؟"

"مشن کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے جنرل۔" میں نے کہا۔

"کامیابی مبارک ہو علی! مجھے اور کیتھی براؤن دونوں کو تمھاری کامیابی کا یقین تھا۔"

"لیکن میری کامیابی میں تمھارے فوجیوں نے بھرپور کردار ادا کیا ہے جنرل۔"

"لیڈر اگر بہادر اور حوصلہ مند ہو تو اُس کے ماتحت اُس کے لیے جان بھی لڑا دیتے ہیں علی۔"

"بے حد شکریہ جنرل! لیکن تمھارے آدمیوں نے جس طرح میرا ساتھ دیا میں اُسے بھول نہیں سکوں گا۔"

"اب کیا ارادہ ہے علی؟"

"اب تم فوری طور پر اپنے آدمیوں کو واپس بلوانے کا بندوبست کرلو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اُن لوگوں کے لیے ایک جہاز بھجوا رہا ہوں۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"لیکن خیال رہے کہ یہ کام جلدی کرنا ہے۔ اس میں تاخیر مناسب نہیں رہے گی۔"

"بے فکر رہو۔ جہاز تمھاری توقع سے بھی بہت پہلے انکورد پہنچ جائے گا۔"

"اوہو! وہ کیسے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اس لیے کہ میرا ایک جہاز انکورد سے نزدیک ہی سمندر میں گشت کر رہا ہے۔"

"انکورد کے نزدیک!" میں حیران رہ گیا۔ "لیکن تمھارا کوئی جہاز یہاں کیا کر رہا ہے؟"

"اس جہاز کے عملے کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ انکورد پہنچنے کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ یہ جہاز بہترین جنگی ساز و سامان سے لیس ہے۔"

"اس کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے مزید حیران ہوکر پوچھا۔

"میں نے سوچا ممکن ہے تمھیں کسی موقع پر مدد کی ضرورت پڑ جائے اس لیے میں نے اپنے طور پر یہ انتظام کرنا ضروری سمجھا۔"

"اس کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن خیر یہ انتظام بُرا بھی نہیں تھا۔ احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے۔ یہ بتاؤ کہ کیتھی براؤن تو خیریت سے ہے نا؟"

"ہاں، وہ بالکل خیریت سے ہے اور تمھاری کامیابی کی خبر سُن کر بہت خوش ہوگی۔"

"اور بگی ہاورڈ کا کیا حال ہے؟"

"وہ وہیں ہے جہاں تم اُسے چھوڑ کر گئے تھے۔ اُس کی طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اوکے جنرل! اُس کے سلسلے میں تفصیل سے بعد میں بات کروں گا۔ اب تم اپنے جہاز کو انکورد کی جیٹی پر پہنچنے کی ہدایت کردو۔"

"ٹھیک ہے علی یار خاں۔ جلد ہی جہاز وہاں پہنچ جائے گا۔ خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔" میں نے کہا اور رابطہ منقطع کردیا۔

جنرل ٹیرس سے بات کرنے کے بعد میں جیٹی پر جا پہنچا جہاں برق رفتاری سے جہاز پر اسلحہ بار کرنے کا کام ہو رہا تھا۔

چند ہی گھنٹوں میں یہ کام مکمل ہوگیا۔ اسی دوران وہاں گوٹے ہل کا جہاز بھی پہنچ چکا تھا۔ کام مکمل ہوتے ہی کرین آپریٹروں کو واپس قید خانے بھجوا دیا گیا اور گوٹے ہل کے پچاس فوجیوں کو گوٹے ہل کے جہاز پر بھیج دیا گیا۔

پھر تھوڑی ہی دیر بعد گوٹے ہل کا جہاز فوجیوں کو لے کر روانہ ہوگیا۔

"اب تمھیں آئندہ کا لائحۂ عمل طے کرنا ہے۔" جہاز کی روانگی کے بعد میں نے طلحہ اور ابو حاتم سے کہا۔ اولیو ہاورڈ بھی وہیں موجود تھا۔

"میرے خیال میں تم نے اُن فوجیوں کو بھجوانے میں جلدی کی ہے۔" طلحہ بولا۔

"اب یہاں اُن کی ضرورت نہیں رہی تھی۔" میں نے کہا۔

"قیدیوں کو ہم میں سے پچاس افراد کی اچانک کمی کا علم ہو گا تو وہ شیر ہوجائیں گے۔" طلحہ بولا۔

"کیا خیال ہے؟" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" اولیو ہاورڈ گڑبڑا گیا۔

"ہم قیدیوں کو بتائیں گے تبھی تو اُنھیں علم ہوگا کہ ہم میں سے کچھ لوگ کم بھی ہوگئے ہیں۔" ابو حاتم نے کہا۔

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔" میں نے ابو حاتم سے کہا۔ "یہ کوئی اتنا اہم مسئلہ نہیں ہے۔ ہم انھیں بہ آسانی قابو میں رکھ سکتے ہیں۔"

"مگر قیدیوں پر دیوانگی طاری ہو رہی ہے۔ انھیں قابو میں رکھنا آسان نہیں ہوگا۔" مسعود طلحہ نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

"اگر ایسی بات ہے تو کیوں نہ اُنھیں بھی پچھلے قیدیوں کی طرح ٹھکانے لگا دیا جائے۔" ابو حاتم نے تجویز پیش کی۔

"نہیں۔" میں نے سختی سے کہا۔ "اتنے بہت سے لوگوں کی لاشیں ٹھکانے لگانا بھی ایک بڑی دردِ سری ہوگی۔"

"پھر یقیناً تمھارے ذہن میں اس مسئلے کا کوئی متبادل حل بھی ہوگا؟" طلحہ نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے آہستگی سے کہا پھر اولیو ہاورڈ سے پوچھا۔ "کیا اس جنگی جہاز کے اسلحہ لے کر روانہ ہونے کا کوئی وقت متعین ہے؟"

"نہیں، جہاز کی روانگی کا پہلے سے کوئی وقت متعین نہیں کیا گیا ہے۔" اولیو ہاورڈ نے جواب دیا۔

"اس سلسلے میں کوئی پروگرام تو ترتیب دیا گیا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "جہاز کی روانگی کا وقت مجھے طے کرنا ہے اور میں ایک مخصوص وقت پر متعلقہ لوگوں کو جہاز کی روانگی کے وقت سے مطلع کروں گا۔"

"تم نے اس سلسلے میں کیا سوچا ہے؟ جہاز کی روانگی کب مناسب رہے گی؟" میں نے اولیو ہاورڈ سے پوچھا۔

"میرا دماغ ماؤف ہو رہا ہے۔" اولیو ہاورڈ نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔ "تمھاری وجہ سے مجھے جس اذیت ناک کیفیت سے گزرنا پڑا ہے اس کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ میں اپنے ساتھیوں، اپنے ماتحتوں کی نظروں میں رُسوا ہوکر رہ گیا ہوں۔ پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے قیدیوں کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"انھیں لائن آف کروزل والے جہاز پر سوار کرا کے یہاں سے روانہ کردیا جائے گا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق تم اپنے طیاروں کو اس جہاز پر بمباری کرنے کا حکم دو گے۔ ان لوگوں کے

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے

ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

باتصویر

ہپناٹزم جدید تحقیقات

قیمت ۳۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۴ روپے

اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔

ملنے کا پتہ

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۸۹ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیے اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ اُن کی زندگیاں ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں اس لیے مجھے افسوس ہے کہ انھیں زندہ نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

اولیو ہاورڈ نے آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحوں بعد اُس نے آنکھیں کھولیں تو اُس کا چہرہ پُرسکون تھا۔ "میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔" اُس نے بھاری آواز میں کہا اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ "تم نے یہ فیصلہ کر کے مجھے ایک اذیت سے بچا لیا ہے، ورنہ اُن میں سے اگر ایک آدمی بھی زندہ بچ کر اسرائیل پہنچ جاتا تو میں کہیں کا نہ رہتا۔ مجھ پر شاید کوئی بھی یقین نہ کرتا اور خود کو غدار کہلوانے سے بہتر میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے موت آ جائے۔"

"میں تمھاری کیفیت سمجھ رہا ہوں اولیو ہاورڈ۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔ "لیکن صرف اُن لوگوں کے مر جانے سے تو مسئلہ حل نہیں ہو جائے گا۔ تم تنہا آدمی ہو گے جو زندہ بچو گے۔ کیا تم سے اس بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا؟ تم اپنی پوزیشن کیسے صاف کرو گے؟"

"یہ میرے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے اس پر غور نہیں کیا ہو گا؟"

"ایسا لگتا ہے کہ تمھارے پاس اس کا کوئی حل موجود ہے۔" میں نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔" وہ مسکرایا۔ "میں کہہ دوں گا کہ میں جنرل بل کی قید میں تھا اور مجھے کچھ معلوم ہی نہیں کہ کیا ہوا؟"

"واہ۔" میرے مُنہ سے بے ساختہ نکلا۔ "مجھے اس بات سے بے حد خوشی ہو گی۔"

"کیوں؟ تمھیں کیوں خوشی ہو گی؟" اولیو ہاورڈ کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

"شی گورائے کا حکمران جنرل بل اسرائیلی مفادات کا حامی ہے۔ اُس کی پوزیشن خراب ہونے سے مجھے لازماً خوشی ہو گی۔"

"ہاں، میری اس بات سے وہ اسرائیلی حکومت کی نگاہوں میں مشکوک ہو جائے گا..."

"مشکوک ہو جائے گا۔" طلحہ نے حیرت سے کہا۔ "وہ تو یقینی طور پر اسرائیلی حکومت کا مخالف گردانا جائے گا۔"

"ایسا اُس وقت ہو گا جب میری بات پر یقین کر لیا جائے گا۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "جب تک معاملہ صاف نہیں ہو جاتا، ہم دونوں ہی اسرائیلی حکومت کی نظروں میں مشکوک رہیں گے۔"

"بہرحال صورت کوئی بھی ہو، نقصان اسرائیل کے کسی حامی کو ہی پہنچے گا۔" ابو حاتم نے کہا۔

"یہ بات میں بھی بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں لیکن میرے پاس اس کے سوا کوئی اور راستہ بھی تو نہیں ہے اور میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ جب انسان خود دلدل میں دھنسنے لگے تو کسی کا بھی سہارا لے سکتا ہے خواہ اُس کے ساتھ دوسرا شخص بھی دلدل میں دھنس جائے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے ساتھیوں میں سے ایک بھی شخص زندہ بچ کر میری کہانی کو عام کرے۔ اگر ایسا ہو گیا تو میری حیثیت ختم ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے اولیو ہاورڈ! تمھیں اس کا حق ہے مگر اس کے لیے شرط یہی ہے کہ تم ہمارے پروگرام کے مطابق عمل کرتے رہو۔" میں نے کہا۔

"اب اور کون سی شرائط منواؤ گے؟ میں نے ہر طرح تو تمھارا ساتھ دیا ہے۔"

"تو پھر قیدیوں کو لائٹ آف کروزل والے جہاز پر منتقل کرنے میں ہماری مدد کرو۔"

اولیو ہاورڈ کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔ "یہ تم مجھ پر چھوڑ دو لیکن یہ بتاؤ کہ جہاز پر یہ لوگ آزاد ہوں گے یا قید رہیں گے؟"

"قیدی اس بات سے تو بخوبی واقف ہوں گے کہ جہاز کا انجام کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"کم از کم ڈینیل اور اوکیونو کو تو جہاز کے ہونے والے انجام کا بہت اچھی طرح علم ہے۔" ہاورڈ نے کہا۔

"تو پھر یہ لوگ اپنی خوشی سے تو جہاز پر جانا ہرگز پسند نہیں کریں گے؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے اولیو ہاورڈ۔" میں نے طویل سانس لی۔ "اس کا بھی بندوبست کر لوں گا۔"

"لیکن جو بات میں پوچھ رہا تھا وہ تو رہ ہی گئی۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "جہاز کا کپتان کون ہو گا؟"

"اس کے لیے میرے پاس پروگرام موجود ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی بتاؤ۔" اُس نے پوچھا۔

"جنگی جہاز پر تم ہمارے ساتھ ہی سفر کرو گے اور وہیں اُن طیاروں کو بمباری کا حکم دو گے۔ ہم اتنا وقفہ رکھیں گے کہ جہاز چلانے والے لوگ اسٹیمر کے ذریعے ہمارے جہاز تک آ جائیں۔ اس طرح صرف قیدی مارے جائیں گے اور ہمارے آدمی بچ جائیں گے۔"

"نہایت مناسب تجویز ہے۔" اولیو ہاورڈ فوراً ہی متفق ہو گیا۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اولیو ہاورڈ اپنی بقا کے لیے ہمارے ساتھ مکمل تعاون کرنے پر مجبور ہو گیا ہے اور اب اُس پر کسی بھی قسم کا شبہ کرنا بے معنی ہے۔

اگلے روز صبح ناشتے کے بعد قیدیوں میں سے پانچ افراد الگ کر لیے گئے۔

"ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے؟" اُنھوں نے پوچھا۔

"تم سب کو دوسری جگہ منتقل کیا جا رہا ہے۔" طلحہ نے درشت لہجے میں کہا۔

ان پانچ افراد کو جب لائٹ آف کروزل والے جہاز پر سوار کرایا جانے لگا تو اُنھوں نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی لیکن ہم میں سے کسی نے بھی اُن کے کسی سوال کا جواب دینے کی زحمت نہیں کی اور اُنھیں باندھ کر جہاز کے ایک کیبن میں ڈال دیا۔

تمام قیدیوں کو یکے بعد دیگرے پانچ پانچ کے گروپوں میں اس جہاز پر پہنچا دیا گیا۔ آخری گروپ میں ڈینیل، اوکیونو اور جہاز کا کپتان بھی تھا۔ جب ہم اُن لوگوں کو لے کر جہاز کے نزدیک پہنچے تو جنرل اوکیونو اور ڈینیل شاید صورتِ حال سمجھ گئے۔

"ہمارے خلاف سازش کی جا رہی ہے۔" ڈینیل نے کہا اور ہاتھ پاؤں چلانے کی کوشش کی۔ طلحہ نے بڑی بے دردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُسے زخمی کر دیا۔

تمام قیدیوں کی جہاز پر منتقلی کے بعد میں نے مسعود طلحہ کو چھ افراد کے ساتھ جہاز پر بھیج دیا۔ ان لوگوں کا کام یہ تھا کہ جہاز کو کھلے سمندر میں لے جائیں۔ وہ سب اسی جہاز کے عملے کے لوگ تھے جنھیں اولیو ہاورڈ نے اغوا کر کے قید کر لیا تھا۔

سارے انتظامات مکمل ہونے کے بعد جہاز نے انگورو کا ساحل چھوڑ دیا۔ اس کے فوراً بعد ہمیں اسرائیل کا جنگی جہاز لے کر روانہ ہو جانا تھا۔

اسرائیلی جنگی جہاز کے روانہ ہوتے وقت اولیو ہاورڈ نے حسرت بھری نگاہوں سے جزیرۂ انگورو کی طرف دیکھا جہاں اب ایک بھی متنفس موجود نہیں تھا۔

"تم نے سب کچھ خاک میں ملوا دیا علی یار خان۔" اولیو ہاورڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے یہاں سے کن حالات میں روانہ ہونا تھا لیکن... لیکن..."

میں نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "حسرتوں میں گھرے رہنے کے بجائے جا کر اپنی ذمے داریاں سنبھالو۔" میں نے نرمی سے کہا۔

اولیو ہاورڈ نے زخمی نگاہوں سے مجھے دیکھا مگر کچھ کہے بغیر خاموشی سے چلا گیا۔

جہاز سمندر کے سینے پر رواں تھا۔ لائٹ آف کروزل والا جہاز ہم سے زیادہ دور نہیں تھا۔

اگلے روز جہاز اُس مقام پر پہنچ گئے جہاں اُس جہاز پر بمباری کی جانا تھی۔ میرے کہنے پر اولیو ہاورڈ نے اسرائیلی طیاروں کو ایکشن لینے کا سگنل دیا۔ اس دوران ہم نے اپنے جہاز کو اُس جہاز سے نہ صرف دور ہٹا لیا تھا بلکہ اُس جہاز کو چلانے والے لوگ بھی ہمارے جہاز پر واپس آ چکے تھے۔

پھر جس وقت فضا میں اسرائیلی طیارے نمودار ہوئے اُس وقت دونوں جہازوں کا درمیانی فاصلہ خاصا بڑھ چکا تھا۔ اسرائیل کے جدید ترین لڑاکا طیارے لائٹ آف کروزل کے جہاز پر منڈلا رہے تھے۔ یہ طیارے دہشت اور موت کے پیغامبر تھے۔ یہ اس جارحیت کے علمبردار تھے جو عرب دُنیا کے درمیان یہودی آبادی کے قیام کا باعث بنی۔ آج وہ طیارے جنھوں نے ہمیشہ یہودیت کے فروغ کے لیے جارحیت کی تھی، پہلی بار عربوں کے حق میں کام کرنے جا رہے تھے لیکن اُن بدقسمت طیاروں کے ہواباز اس سانحے سے لاعلم تھے۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ وہ اپنے ہی ساتھیوں کو ہلاک کرنے جا رہے ہیں۔

طیاروں نے ایک ساتھ فضا میں غوطہ لگایا اور لائٹ آف کروزل والے جہاز پر جھپٹتے چلے گئے۔ ہم میں سے بیشتر افراد اسرائیلی جہاز کے عرشے پر کھڑے یہ دل خوش کن منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اولیو ہاورڈ بھی ہمارے ساتھ موجود تھا مگر اُس کے لیے یہ منظر بڑا دل خراش تھا۔ اس کے چہرے پر زلزلے کے سے تاثرات تھے۔ وہ بڑے مضبوط اعصاب کا مالک تھا ورنہ اپنی آنکھوں سے اپنے ساتھیوں کی ہلاکت کا منظر دیکھنا آسان کام نہیں تھا۔

چاروں طیاروں نے ایک ساتھ جہاز پر بم گرائے اور فضا میں اوپر کی طرف اُٹھتے چلے گئے۔ زوردار دھماکوں کے ساتھ جہاز پر شعلے بھڑک اُٹھے اور گاڑھا دھواں اُٹھنے لگا۔

"واہ!" میرے مُنہ سے بے ساختہ نکلا۔ "صحیح نشانوں کا بڑا عمدہ مظاہرہ ہے۔"

اولیو ہاورڈ نے زخمی نگاہوں سے مجھے دیکھا مگر مُنہ سے کچھ نہیں بولا۔

چاروں طیارے دیر تک لائٹ آف کروزل والے جہاز پر بمباری کرتے رہے اور لائٹ آف کروزل کو مکمل تباہی سے دوچار کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔ جانے سے قبل اُنھوں نے پیغام دیا تھا کہ اب اسرائیلی جہاز کی حفاظت کے لیے دوسری کھیپ بھیجی جائے گی کیونکہ اُن کے پاس ایندھن زیادہ مقدار میں موجود نہیں ہے۔

طیاروں کے واپس جانے پر میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں نے اس حد تک کامیابی حاصل کر لی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

”مبارک ہو علی۔“ ابو حاتم نے کہا۔ ”تم نے ایک اور بڑی کامیابی حاصل کر لی ہے۔“

”اس وقتی کامیابی پر خوش ہونے کے بجائے ہمیں مستقبل کی فکر کرنی چاہیے۔“ میں نے کہا۔

”اسے وقتی کامیابی تو نہ کہو۔“ مسعود طلحہ بولا۔ ”تم نے دُشمن کا منصوبہ اُلٹ پُلٹ دیا اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔“

”جانتے ہو کچھ دیر بعد اسرائیلی طیارے اس جہاز کی حفاظت کے لیے ہمارے سروں پر پہنچ جائیں گے؟“ میں نے کہا۔

”یہ بات تو ہم سب کے ہی علم میں ہے۔“ ابو حاتم نے کہا۔

”تمھیں یہ اندازہ بھی ہوگا کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟“ میں نے کہا۔

”میں سمجھا نہیں، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“ طلحہ اُلجھن آمیز لہجے میں بولا۔

”ابھی تو جہاز اُسی راستے پر سفر کر رہا ہے جو اس کا مقررہ راستہ ہے لیکن اگر ہم نے مسلسل اسی راستے پر سفر جاری رکھا تو کیا ہوگا؟“

”اوہ! میں سمجھ گیا۔“ طلحہ اُچھل پڑا۔ ”تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ اسرائیلی طیاروں کی وجہ سے ہم جہاز کا راستہ تبدیل نہیں کر سکیں گے۔“

”دیر سے سمجھے مگر ٹھیک سمجھے۔“ میں مسکرایا۔

”بات تو واقعی تشویشناک ہے۔“ ابو حاتم نے کہا۔

”اب اتنی زیادہ تشویشناک بھی نہیں ہے۔“ میں نے ہنس کر کہا۔

”گویا تمھارے ذہن میں اس صورتِ حال کا کوئی توڑ موجود ہے؟“ طلحہ نے پوچھا۔

”ہم ایک جنگی بحری جہاز پر سفر کر رہے ہیں۔ یہ کوئی عام جہاز نہیں ہے۔“

”اوہو۔“ طلحہ کی باچھیں کھل اُٹھیں۔ ”گویا معرکہ ہوگا۔“

”اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔

”تو گویا اینٹی ایئر کرافٹ گنوں کا جائزہ لے لیا جائے۔“ ابو حاتم نے کہا۔

”ظاہر ہے۔ یہی تو ہمارے کام کا ہتھیار ہیں۔“ میں نے کہا۔

طلحہ اور ابو حاتم چند افراد کے ساتھ طیارہ شکن توپوں کا جائزہ لینے میں مشغول ہو گئے اور میں نے اولیو ہاورڈ کو جا گھیرا۔

”اپنے ساتھیوں کی ہلاکت کا تو تمھیں بہت دُکھ ہوگا؟“ میں نے اس سے کہا۔

”کیا تم میرے زخموں پر نمک چھڑکنے آئے ہو؟“

”نہیں، میں تمھیں یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ آدمی دوسرے کے لیے جو گڑھا کھودتا ہے اُس میں خود ہی گر جاتا ہے۔“

”میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں علی! مجھے اور پریشان مت کرو۔“

”مجھے معلوم ہے تم کبھی نہیں سُدھرو گے۔ تمھیں کوئی اچھی بات بتائی جائے تو وہ تمھیں ناگوار گزرتی ہے۔“

”تم جان بوجھ کر اس وقت ایسی باتیں کر رہے ہو جب میں ایک بہت بڑے صدمے سے دوچار ہوا ہوں۔“

”اوہو! بھلا میں بھی تو سنوں تمھیں کیا صدمہ پہنچا ہے۔“ میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”میرے تمام ساتھی میری آنکھوں کے سامنے ہلاک ہو گئے اور میں اُن کے لیے کچھ بھی نہ کر سکا۔“

”حیرت ہے اولیو ہاورڈ! حالانکہ جب تمھارے سامنے اُن کی ہلاکت کا منصوبہ رکھا گیا تھا تو تم نے بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا۔“

”وہ اور بات تھی۔ اُن کا مر جانا بہرحال میرے حق میں ہے لیکن میں نے طویل عرصے تک اُن کے ساتھ کام کیا ہے۔ میری اُن سے جذباتی وابستگی بھی تھی۔“

”خیر اب اُنھیں بھول جاؤ اور یہ بتاؤ کہ اسرائیلی طیارے کب تک پہنچ جائیں گے؟“

”میرا اندازہ ہے کہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر طیارے جہاز پر ہوں گے۔“

”اور اُن کی تعداد کیا ہوگی؟“ میں نے پوچھا۔

”ایک وقت میں چار طیارے جہاز کی حفاظت کے لیے آئیں گے۔“

”اس مقصد کے لیے طیاروں کی کُل تعداد کیا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”بارہ۔“ اولیو ہاورڈ نے بتایا۔ ”طیارے باری باری چار چار کی ٹکڑیوں میں جہاز پر پرواز کریں گے۔“

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک وقت میں تمام طیاروں کو ٹھکانے لگانا ممکن نہیں ہوگا؟“

”کیا مطلب؟“ اولیو ہاورڈ چونک پڑا۔ ”تمھارے ارادے کیا ہیں؟“

”تم اتنے معصوم تو نہیں ہو اولیو ہاورڈ! نہ ہی میں نے کوئی بہت پیچیدہ بات کہی ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ ہم اُن طیاروں کو مار گرانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔“

”تم ایسا نہیں کر سکتے۔“ اولیو ہاورڈ نے تیزی سے کہا۔

”ہم ایک جنگی جہاز پر سفر کر رہے ہیں اولیو ہاورڈ! ہمیں بھلا ایسا کرنے سے کون روکے گا؟“

”اگر تم نے ایسی کوئی کوشش کی تو بے پناہ خطرات کو دعوت دو گے۔“

”تم اس کی پروا مت کرو۔ خطرات سے کھیلنا میری ہابی ہے۔“ میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

”یہ مت بھولو کہ تم اس وقت جس جہاز پر سفر کر رہے ہو اُس پر گولہ بارود کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔“

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟“ میں نے تعجب سے کہا۔

”اگر اُنھوں نے جوابی کارروائی کر دی تو کیا ہوگا؟ گولے بارود کے ڈھیر میں جو آگ لگے گی اُسے کوئی بھی نہیں بجھا سکے گا۔“

”بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر ہم اس کا موقع ہی نہیں آنے دیں گے۔ اسرائیلی طیاروں کو پہلے ہی مار گرایا جائے گا۔“

”اینٹی ایئر کرافٹ گن سے طیارہ مار گرانا آسان کام نہیں ہے۔ اور تمھیں تو بارہ طیارے گرانا ہوں گے۔“

”میں بھی جانتا ہوں کہ یہ کام کتنا مشکل ہے مگر ہمارے پاس کوئی متبادل راستہ بھی تو نہیں ہے۔“

”بے وقوفی کی باتیں مت کرو علی! محض اپنی انا کی خاطر تم دوسروں کی زندگیوں سے بھی کھیل رہے ہو۔“

”میں نہیں جانتا انا کس چڑیا کا نام ہے۔ میں تو ہر کام ضرورتاً کرنے کا عادی ہوں۔“

”مجھے بھی تو بتاؤ کہ آخر اُن طیاروں کو مار گرانے کی ایسی کون سی ضرورت پیش آ گئی ہے؟“

”یہ اسرائیلی جہاز ضرور ہے اولیو ہاورڈ مگر یہ اسرائیل نہیں جا رہا ہے۔ ہمیں اس کا راستہ تبدیل کرنا ہوگا جو طیاروں کی موجودگی میں ممکن نہیں ہوگا۔“

”بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن جو طریقہ تم اختیار کرنے جا رہے ہو وہ کوئی یقینی طریقہ تو نہیں ہے۔“ اولیو ہاورڈ نے کہا۔

”اگر تم کوئی یقینی طریقہ بتا سکو تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔“ میں نے خشک لہجے میں کہا۔

اولیو ہاورڈ بغلیں جھانکنے لگا۔ کچھ دیر بعد ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”ہم لوگ جس قسم کی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں ان میں زندگیوں کی ضمانت تو کبھی بھی نہیں ہوتی۔ ہمیں اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لے کر گھومنا پڑتا ہے لیکن تمھارے ارادے سُن کر اس وقت میں اپنی زندگی کی طرف سے بالکل ہی مایوس ہو گیا ہوں۔ اگر کوئی طیارہ اس جہاز پر ایک بم بھی گرانے میں کامیاب ہو گیا تو بقیہ کام جہاز میں موجود گولہ بارود کی وجہ سے خود ہی ہو جائے گا۔“

اولیو ہاورڈ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ مجھے خود بھی یقین نہیں تھا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکوں گا مگر میں خوفزدہ نہیں تھا۔ آزادیٔ فلسطین کے لیے کام کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کرنے کا تصور اتنا خوش کُن تھا کہ کسی خطرے کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی تھی۔ صرف میرا نہیں میرے تمام ساتھیوں کا یہی حال تھا۔ ہم سب کے حوصلے بلند تھے۔ ہم میں اور اولیو ہاورڈ میں یہی بنیادی فرق تھا۔ اُسے موت کا خوف تھا جبکہ ہمیں موت کی تمنّا تھی۔

دفعتاً ابو حاتم اور مسعود طلحہ مجھے اپنی طرف آتے دکھائی دیے۔

”کیا رہا؟“ اُن کے قریب آنے پر میں نے بے چینی سے پوچھا۔

”چاروں اینٹی ایئر کرافٹ گنیں بہترین حالت میں ہیں۔“ ابو حاتم نے کہا۔

”بہت اچھے۔“ میں مسکرایا۔ ”اس کا مطلب ہے کہ قسمت ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔“

”ہم نے چاروں گنوں پر بہترین نشانے باز متعیّن کر دیے ہیں اور وہ حرکت میں آنے کے لیے بے چین ہیں۔“ طلحہ بولا۔

”علی یار خاں کو سمجھاؤ۔“ اولیو ہاورڈ نے اچانک کہا۔ ”اس کا یہ قدم ہم سب کے لیے تباہ کُن ثابت ہو سکتا ہے۔“

”اطلاع کا شکریہ اولیو ہاورڈ۔“ طلحہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ”تجربہ بتاتا ہے کہ علی یار خاں کے ہر اقدام سے ہمیشہ صرف یہودیوں اور یہودی نواز قوتوں کو ہی نقصان پہنچا ہے۔“

”وہ جدید ترین ساخت کے لڑاکا بمبار طیارے ہیں۔ اگر اُن میں سے ایک بھی بچ گیا اور جہاز پر ایک بم بھی گرانے میں کامیاب ہو گیا تو یاد رکھو کہ اس جہاز میں موجود گولے بارود کے ذخیرے کی وجہ سے ہمارے جسموں کو چیتھڑوں میں تبدیل ہونے سے روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔“

”یہ بات تم علی کو خود کیوں نہیں سمجھاتے؟“ ابو حاتم نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

”میں نے بہت کوشش کی مگر علی کی سمجھ میں میری بات نہیں آئی۔“ اولیو ہاورڈ نے بے بسی سے کہا۔

”تو تم ہمیں اس بات پر کیوں مجبور کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟“ طلحہ نے کہا۔

”اس لیے کہ اسی میں ہم سب کی بقا ہے۔ جہاز پر کوئی تباہی آئی تو ہم میں سے ایک شخص بھی نہیں بچ سکے گا۔“ اولیو ہاورڈ نے کہا۔

”علی ہمارا لیڈر ہے اولیو ہاورڈ! ہم تو فقط کارندے ہیں۔ ہمارا کام تو حکم بجا لانا ہے۔“ ابو حاتم نے کہا۔ ”اگر علی یار خاں کہے کہ جہاز سے سمندر میں چھلانگ لگا دو تو میں یہ ہرگز نہیں سوچوں گا کہ اس سے کیا فائدہ یا کیا نقصان ہوگا۔ میں تو بس سمندر میں کود پڑوں گا۔ اس یقین کے ساتھ کہ چونکہ لیڈر نے یہ حکم دیا ہے لہٰذا اس سے میری ذات کو تو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے لیکن جس مقصد کے لیے ہم کام کر رہے ہیں اُسے کوئی بڑا فائدہ ضرور پہنچے گا۔ اور کسی مقصد کے لیے کام کرنے والے ذاتی فائدے اور نقصان سے بالاتر ہوا کرتے ہیں اولیو ہاورڈ! ہمیں متاثر کرنے کی کوشش فضول ہے —— ہمیں تو لیڈر کے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اولیو ہاورڈ کا چہرہ اُتر گیا۔ اُسے اپنی جان کی بے حد فکر تھی۔ مگر جان بچتی نظر نہیں آتی تھی۔

"اب کیا پروگرام ہے؟" طلحہ نے مجھ سے پوچھا۔

"فی الحال اپنے آدمیوں کو طیارہ شکن توپوں سے ہٹا دو۔" میں نے کہا۔

"کیا تم نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ہے؟" ابوحاتم نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "طیاروں کی کُل تعداد چونکہ بارہ ہے اور وہ چار چار کی ٹکڑیوں میں باری باری جہاز پر پرواز کریں گے لہٰذا کوئی قدم اٹھانے سے قبل یہ معلوم ہونا بہت ضروری ہے کہ اُن کا طریقۂ کار کیا ہوگا تاکہ ہم یقینی کارروائی کر سکیں۔"

"تب تو اُن کو مار گرانا بہت مشکل ہوگا۔" طلحہ نے پریشان کُن لہجے میں کہا۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے کہا۔ "ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔"

طلحہ اور ابوحاتم نے طیارہ شکن توپوں پر متعیّن لوگوں کو ہٹا دیا اور اس کے فوراً بعد ہی فضا میں طیارے نمودار ہو گئے۔

"چلو اولیو ہاورڈ! طیارے ہم سے رابطہ قائم کریں گے۔ تم اُن سے بات کرو گے اور انھیں یہ احساس نہیں ہونے دو گے کہ جہاز کسی غیر معمولی صورتِ حال سے دوچار ہے۔" میں نے کہا۔

ہم دونوں جہاز کے ریڈیو روم میں پہنچ گئے۔ ریڈیو آپریٹر نے بتایا کہ طیاروں کی طرف سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں نے اولیو ہاورڈ کو اشارہ کیا اور وہ آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر کے قریب پہنچ گیا۔ ٹرانسمیٹر سے آواز آ رہی تھی: "ہیلو اِٹ از سیگل، ہیلو اِٹ از سیگل۔"

"یس سیگل اِٹ از سی وولف۔" اولیو ہاورڈ نے باوقار لہجے میں کہا۔ "تم کون ہو؟"

"میں اسکواڈرن لیڈر لارسن ہوں جناب۔"

"اور میں اولیو ہاورڈ بات کر رہا ہوں، اس مشن کا انچارج۔"

"کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہے جناب؟" اسکواڈرن لیڈر لارسن کی آواز آئی۔

"نہیں، ہمارا مشن کامیابی سے ہمکنار ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"میری طرف سے مبارک باد قبول فرمائیے جناب! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔"

"ہم سب اسرائیل کے خادم ہیں۔ اس میں اعزاز کی کوئی بات نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"پھر بھی میری معلومات کے مطابق آپ موساد کے اعلیٰ عہدے دار ہیں۔ آپ کے ساتھ کام کرنا بہرحال اعزاز ہے۔"

"اس سے معلوم کرو کہ طیارے جہاز پر کس ترتیب سے پرواز کریں گے۔" میں نے سرگوشی میں اولیو ہاورڈ سے کہا۔

اولیو ہاورڈ نے میرا سوال دُہرا دیا۔

"تین طیارے جہاز پر رہیں گے جبکہ چوتھا طیارہ دور دور تک پرواز کر کے یہ دیکھتا رہے گا کہ کہیں کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہے۔" اسکواڈرن لیڈر نے بتایا۔ "ڈیڑھ گھنٹے بعد دوسرے طیارے ہماری جگہ لے لیں گے اور ہم واپس چلے جائیں گے۔ اسی طرح ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹے کے دورانیے کے لیے طیاروں کا ہر گروپ جہاز کی حفاظت کے لیے فضا میں موجود رہے گا۔"

"تم اگلے طیاروں کے آنے کے بعد جاؤ گے یا اس درمیان کوئی وقفہ بھی ہوگا؟" اولیو ہاورڈ نے میرے کہنے پر پوچھا۔

"نہیں جناب، ہم ایک لمحے کے لیے بھی جہاز کو غیر محفوظ نہیں ہونے دیں گے۔ جب اگلے طیارے ہماری جگہ سنبھال لیں گے تبھی ہم واپس جائیں گے۔"

اولیو ہاورڈ نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا مگر میں نے سر کو نفی میں جنبش دے کر اُسے بتایا کہ اب مجھے کچھ اور نہیں پوچھنا۔

"ٹھیک ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "مشن بہت اہم ہے۔ تم لوگ ہر وقت مستعد رہنا۔ ایک لمحے کی غفلت بھی تباہی لا سکتی ہے۔"

"ہم سمجھتے ہیں جناب! آپ بالکل بے فکر رہیں۔"

اولیو ہاورڈ نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ "تم میری گفتگو سے مطمئن ہو؟" اولیو ہاورڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "آؤ اب عرشے پر چل کر ذرا طیاروں کی کارکردگی دیکھیں۔"

ہم عرشے پر آئے۔ تین طیارے جہاز کے اوپر تین مختلف سمتوں میں تھے۔ اُن کی بلندی اور رفتار بہت زیادہ نہیں تھی۔ وہ جہاز سے آگے نکل جاتے تھے اور پھر پلٹ کر عقب میں آ جاتے تھے۔ چوتھا طیارہ نسبتاً بلندی پر تھا۔ اُس کی رفتار بھی کافی تھی اور وہ جہاز سے بہت آگے نکل گیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وہ بہت دور فضا میں جہاز کی عقبی سمت میں نمودار ہوا۔ یہ وہی طیارہ تھا جسے فضا میں دور دور کا جائزہ لینا تھا۔

میں کافی دیر تک فضا میں طیاروں کی نقل و حرکت کا جائزہ لیتا رہا۔ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ آخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ پہلے مرحلے میں ہم آٹھ طیاروں کو نشانہ بنائیں گے۔ اس نتیجے پر پہنچ کر میں نے طلحہ اور ابوحاتم کو بُلوا لیا۔

"تقریباً آدھے گھنٹے بعد دوسرے چار طیارے ان طیاروں کی جگہ لینے آ جائیں گے۔" میں نے اُن سے کہا۔ "اُس وقت چند منٹ کے لیے آٹھ طیارے ہماری زد میں ہوں گے۔ ہمیں اس وقفے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُن پر حملہ کرنا ہوگا لیکن مشکل یہ ہے کہ چار طیارہ شکن توپوں کی موجودگی میں ایک وقت میں صرف چار ہی طیارے ہماری زد پر ہوں گے۔ ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ پہلے کون سے چار طیاروں کو ٹھکانے لگائیں گے۔ نئے آنے والوں کو یا پہلے سے موجود طیاروں کو؟"

"پہلے ہم اُن طیاروں کو ٹھکانے لگائیں گے جو پہلے سے یہاں موجود ہیں۔" طلحہ نے کہا۔ "نئے آنے والوں سے بعد میں نمٹ لیں گے۔"

"ہمیں بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہے۔" میں نے کہا۔ "لہٰذا تم اس فیصلے کی کوئی وجہ بھی بتاؤ۔"

"ایک وجہ تو یہ ہے کہ پہلے سے جہاز کے نزدیک موجود ہونے کی وجہ سے یہ طیارے بہتر طور پر ہمارے نشانے پر ہوں گے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نئے آنے والے ان طیاروں کو اچانک تباہ ہوتے دیکھ کر بوکھلا جائیں گے اور بوکھلائے ہوئے ہوا بازوں کے سنبھلنے سے قبل ہی ہم اُنھیں بھی ٹھکانے لگا دیں گے۔"

"تمھارا کیا خیال ہے؟" میں نے ابوحاتم کی طرف دیکھا۔

"طلحہ کی بات دل کو لگتی ہے۔" ابوحاتم نے مختصراً کہا۔

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔" میں نے کہا۔ "میرے خیال میں نئے آنے والے طیاروں کو پہلے گرانا ہوگا۔"

"اگر تمھارا یہ خیال ہے تو یوں ہی سہی۔" طلحہ نے بڑی فراخدلی سے جواب دیا۔

"یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔" میں نے طلحہ کو گھورا۔ "ہمیں ایک اہم فیصلہ کرنا ہے۔ آنکھ بند کر کے کام کرنے سے پورا مشن تباہ ہو سکتا ہے۔ تمھیں مجھ سے وجہ معلوم کیے بغیر مجھ سے متفق نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"ظاہر ہے تم نے فیصلہ کیا ہے تو کچھ سوچ کر ہی کیا ہوگا۔" طلحہ جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔

"نہیں۔" میں نے زور دے کر کہا۔ "فیصلہ مجھے تنہا نہیں کرنا۔ ہم سب مل کر بحث و تمحیص کے بعد اُس فیصلے پر عمل کریں گے جو زیادہ بہتر ہوگا۔ ہر تجویز کی موافقت اور مخالفت میں جو دلیلیں دی جائیں اُن پر ہر زاویے سے غور کرنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ ہوگا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ابوحاتم بولا۔ "اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ یہ زیادہ بہتر صورت ہے۔ لہٰذا اب تم بتاؤ کہ تم نے یہ فیصلہ کیوں کیا ہے؟"

"پہلے میں طلحہ کی دلیلوں پر تنقید کروں گا۔" میں نے کہا۔ "طلحہ کے کہنے کے مطابق نئے آنے والے طیارے پہلے سے موجود طیاروں کو تباہ ہوتے دیکھ کر بوکھلا جائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اگر پہلے سے موجود طیارے، نئے آنے والوں پر حملہ ہوتے اور اُنھیں تباہ ہوتے دیکھیں گے تو کیا وہ نہیں بوکھلا جائیں گے؟"

"ہاں، اس کا بھی امکان ہے۔" طلحہ نے کہا۔ "لیکن۔ ۔ ۔"

"نہیں طلحہ! اس کا امکان نہیں ہے بلکہ یہ بات زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ ڈیڑھ گھنٹے سے یہاں موجود ہوں گے۔ ان کا لیڈر ہم سے بات کر چکا ہے اور ہم سے پوری طرح مطمئن ہے۔ یہ لوگ نئے آنے والوں پر حملہ ہوتے دیکھنے کے باوجود فوری طور پر ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے بلکہ زیادہ سے زیادہ وہ پہلے ہم سے رابطہ قائم کر کے ہمارے اس اقدام کی وجہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کے بغیر وہ ہرگز ہمارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔"

"بات معقول ہے۔" طلحہ نے کہا۔

"اس کے برعکس نئے آنے والے چونکہ نئے ہوں گے اُنھیں کسی بات کا علم بھی نہیں ہوگا۔ جہاز پر کسی سے اُن کی بات بھی نہیں ہوئی ہوگی لہٰذا اُن کا بوکھلا جانا تو اپنی جگہ مسلّم مگر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ بوکھلاہٹ میں ہم پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کر بیٹھیں گے؟"

"کوئی ضمانت نہیں ہے۔" ابوحاتم نے کہا۔ "بلکہ میرے خیال میں تو وہ اضطراری طور پر جہاز پر حملہ کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

"اور ہم یہ خطرہ مول لینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کہ کسی ایک بھی طیارے کو جہاز پر حملہ کرنے کا موقع دیں۔ وجہ وہی ہے کہ اگر جہاز پر ایک بھی بم گر گیا تو پھر اس جہاز کو تباہ ہونے سے کوئی بھی نہیں روک سکے گا۔"

"لہٰذا یہ بات طے ہو گئی کہ نئے آنے والوں پر پہلے حملہ کیا جائے گا؟" طلحہ نے کہا۔

"ابھی کوئی بات بھی طے نہیں ہوئی۔ ابھی تو ہم مختلف امکانات کا جائزہ لے رہے ہیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "یہ مت بھولو کہ مختلف حالات میں مختلف لوگوں کا ردِ عمل مختلف ہوتا ہے۔ ہم کسی کے ردِ عمل کی گارنٹی تو نہیں دے سکتے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔" طلحہ نے بوکھلا کر کہا۔ وہ میرے لہجے کی خشکی سے گھبرا گیا تھا۔

مجھے ہنسی آ گئی۔ "یہ بھی تو ممکن ہے کہ جہاز پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرنے والے مسلسل کوششوں کے باوجود ناکام ہو جائیں۔" میں نے کہا۔ "اور جہاز کو کوئی بھی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ ممکن ہے اُن میں سے ایک آدھ تباہ بھی ہو جائے مگر سب تباہ نہ ہو سکیں۔ ایسی صورت میں بچ جانے والے ایک یا ایک سے زائد طیاروں کے ہوا بازوں کا کیا ردِ عمل ہوگا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔" ابوحاتم نے کہا۔ "یا تو وہ اپنی کوششیں جاری رکھیں گے یا فرار ہو جائیں گے۔"

"بالکل ٹھیک۔" میں نے کہا۔ "یہی سب سے اہم نکتہ ہے کہ اگر کسی نے فرار ہونے کی کوشش کی تو کیا ہوگا؟"

"میں سمجھا نہیں تم کیا واضح کرنا چاہتے ہو۔" طلحہ نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"اس کی دو صورتیں ہیں۔ یہ تو طے ہے کہ پہلے ہلّے میں ہم چار طیّاروں کو تو بہ آسانی گرالیں گے۔ اب اگر ہم نے نئے آنے والوں کو پہلے نشانہ بنا دیا تو فرار ہونے والوں کا تعلق پہلے سے موجود طیّاروں میں سے ہوگا بصورتِ دیگر وہ نئے آنے والوں میں سے کوئی ہوگا۔"

"یہ تو ظاہر سی بات ہے۔" ابوحاتم نے کہا۔ "مگر یہ بات اب بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ اس کی کیا اہمیت ہے!"

"ایندھن۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" طلحہ چونک پڑا۔

"تم لوگوں نے بنیادی چیز تو نظر انداز ہی کر دی۔ اور بنیادی چیز یہ ہے کہ فرار ہونے والے کے طیّارے میں ایندھن کی پوزیشن کیا ہوگی۔"

"میں سمجھ گیا۔" ابوحاتم اُچھل پڑا۔ "تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ اگر ہم نئے آنے والے طیّاروں کو پہلے تباہ کر دیں تو بالفرض پہلے سے موجود طیّاروں میں سے کسی نے فرار ہونے کی کوشش کی بھی تو کچھ دیر گزر جانے کے بعد ہی کرے گا اور یہ امکان موجود رہے گا کہ ایندھن کی کمی کے باعث وہ اپنے مستقر تک نہ پہنچ پائے۔ جبکہ اگر پوزیشن برعکس ہوئی تو فرار ہونے والے کا تعلق نئے آنے والے طیّاروں سے ہوگا اور اس کے پاس ایندھن کی فراوانی ہوگی۔"

"حد ہو گئی۔" طلحہ نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔ "ہم نے کتنی اہم بات نظر انداز کر دی تھی۔"

"سوچنے کی عادت ڈالو طلحہ!" میں نے نرمی سے کہا۔ "کوئی بھی قدم اُٹھانے سے قبل اُس کے ہر پہلو کا جائزہ لو۔ سرسری طور پر کوئی فیصلہ کبھی مت کرو۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ اس طرح تم ہمیشہ ہی کامیاب ہوتے رہو گے لیکن یہ ضرور ہے کہ کامیابی کے امکانات بہت بڑھ جائیں گے۔"

"کاش تم ہمارے ساتھ مل کر کام کرتے!" اولیو ہاورڈ نے حسرت آمیز لہجے میں کہا۔

"مجھ سے کچھ فرمایا؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"پہلی بار میں نے تمھیں کوئی عملی قدم اُٹھانے کے لیے منصوبہ بندی کرتے قریب سے دیکھا ہے۔ اس سے پہلے یہ اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا۔ کبھی کبھی میں سوچتا تھا کہ شاید تمھاری کامیابیاں اتفاقات کی مرہونِ منت ہوتی ہیں لیکن آج میری رائے تبدیل ہو گئی۔" اولیو ہاورڈ کہہ رہا تھا۔ "جو شخص اتنی زبردست قوتِ تجزیہ کا مالک ہو اور کوئی عملی قدم اُٹھانے سے قبل اتنی باریک بینی سے کسی منصوبے کے ایک ایک پہلو کا جائزہ لیتا ہو، اُسے مات دینا ناممکنات میں سے ہے۔"

"اس تعریف پر میں تمھارا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتا ہاورڈ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نے رسماً تمھاری تعریف نہیں کی ہے علی بلکہ یہ حقیقت ہے کہ میں تم سے بے حد متاثر ہوا ہوں ورنہ ہرگز تعریف نہ کرتا۔"

"میرے الفاظ بھی رسمی نہیں تھے۔ میں تو شرمندہ ہو رہا ہوں۔ کیونکہ ابھی اس منصوبے کے کئی پہلو تشنہ رہ گئے ہیں۔ میں نے اُن پر بحث نہیں کی۔"

"نہیں!" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ اُس کی حیرت دیدنی تھی۔ "میں یقین سے کہتا ہوں کہ تم ہر پہلو کا جائزہ لے چکے ہو۔"

"بے شک میں نے ہر پہلو کا جائزہ لیا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اُن میں سے چند ایسے ہیں جو زیرِ بحث نہیں آئے۔"

"اب اس منصوبے کا کون سا پہلو رہ گیا ہے؟" ابوحاتم نے پوچھا۔

"مجھے خوشی ہوتی اگر تم دونوں میں سے کوئی مزید امکانات زیرِ بحث لاتا۔" میں نے افسردگی سے کہا۔ "لیکن خیر! فی الحال تو ہمیں اپنی تیاریاں مکمل کرنی ہیں۔ پہلے ان آٹھ طیّاروں سے نمٹ لیں اُس کے بعد بات کریں گے۔"

"ہمیں بے حد شرمندگی ہے کہ ہم تمھاری توقعات پر پورے نہیں اُترے۔" طلحہ نے کہا۔

"شرمندہ ہونے سے کام نہیں چلے گا دوستو! غور کرنے کی عادت ڈالو۔ یقین کرو تمھیں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ تم بھی میری طرح ہر معاملے پر حاوی ہونے لگو گے۔"

"ہم کوشش کریں گے۔" طلحہ اور ابوحاتم نے بیک آواز کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب ہم اپنا لائحہ عمل طے کریں گے۔" میں نے کہا۔ "طیّاروں کی آمد کا وقت ہوا ہی چاہتا ہے۔ تم اپنے آدمیوں کو تیار رہنے کا حکم دے دو۔ جیسے ہی طیّارے فضا میں نمودار ہوں گے تمھارے آدمی طیّارہ شکن توپوں پر پوزیشن سنبھال لیں گے۔ ہر طیّارہ شکن توپ کے نشانے پر نئے آنے والے طیّاروں میں سے ایک طیّارہ ہوگا۔ تم لوگ اس بات کو یقینی بناؤ گے کہ کہیں دو مختلف توپوں کی زد پر ایک ہی طیّارہ نہ ہو۔ ہر آدمی الگ الگ طیّاروں کو زد میں لے گا اور چاروں توپیں ایک ہی وقت میں گولے اُگلنا شروع کریں گی۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی توپ کے پہلے چل جانے کے باعث دوسرے طیّاروں کو ہوشیار ہونے کا موقع ملے..."

"کہیں ان طیّاروں کے ہوا باز ہمارے آدمیوں کو طیّارہ شکن توپوں پر جاتے دیکھ کر نہ کھٹک جائیں؟" ابوحاتم نے کہا۔

"اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ جب طیّاروں کی نئی کھیپ فضا میں نمودار ہو جائے اس وقت یہ لوگ اپنی پوزیشنیں سنبھالیں۔ یہ وہ وقت ہوگا جب چاروں طیّاروں کے ہوا بازوں کی توجہ نئے آنے والے طیّاروں کی طرف ہوگی۔ اُس وقت وہ عرشے پر ہونے والی غیر معمولی نقل و حرکت کو نہیں دیکھ سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" طلحہ نے کہا۔ "اب یہ بھی بتا دو کہ چاروں طیّارہ شکن توپیں ایک وقت میں کیسے حرکت میں آئیں گی؟"

"اس کا تعین میں خود کروں گا۔" میں نے کہا۔ "میں یہاں عرشے پر موجود رہوں گا اور طیّاروں پر نظر رکھوں گا۔ اس دوران ہر توپچی اپنے حصّے میں آنے والے طیّارے کو مسلسل نشانے پر رکھے گا۔ جیسے ہی میں دیکھوں گا کہ طیّارے مناسب مقام پر آ گئے ہیں، میں پستول سے فائر کروں گا۔ فائر کی آواز سُنتے ہی بیک وقت چاروں توپیں گولے اُگلنا شروع کر دیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ پہلے چار طیّارے تو آنِ واحد میں شکار ہو جائیں گے لیکن توپچیوں کو برق سُرعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیگر طیّاروں پر بھی حملہ آور ہو جانا ہوگا۔ پہلے مرحلے کی طرح اس دوسرے مرحلے میں بھی یہ بات یقینی بنانا تم لوگوں کی ذمّے داری ہوگی کہ ہر طیّارہ شکن توپ کی زد پر ایک علیحدہ طیّارہ رہے۔ یاد رکھو، ہم کسی ایک طیّارے کے بھی بچ نکلنے کا خطرہ مول نہیں لیں گے۔"

"ٹھیک ہے، ہم ابھی جا کر سارے انتظامات کر لیتے ہیں۔" طلحہ اور ابوحاتم چلے گئے۔

"اس منصوبے میں اگر تم شریک نہ ہوتے تو سارا مزہ کرکرا ہو جائے گا۔" میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔

"اس پورے مشن میں بندوق چلانے کے لیے تم نے میرے ہی کندھے تو استعمال کیے ہیں۔"

"ظاہر ہے۔" میں مسکرایا۔ "اب جبکہ ہم آخری مراحل میں داخل ہو رہے ہیں کیا تم اپنے کندھے بچانا چاہتے ہو؟"

"نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "میں چاہوں بھی تو ایسا نہیں کر سکتا۔ بولو، مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"تم ریڈیو روم میں موجود رہو گے۔ اگر کوئی ہوا باز جہاز سے رابطہ قائم کرے تو تم اُسے باتوں میں اُلجھاؤ گے۔ سمجھ گئے؟"

"خوب اچھی طرح سمجھ گیا۔" اولیو ہاورڈ نے طویل سانس لی۔

"بس تو تم ریڈیو روم میں پہنچو۔ طیّاروں کی آمد کا وقت ہوا ہی چاہتا ہے۔"

اولیو ہاورڈ مُردہ سے انداز میں چلتا ہوا عرشے سے رخصت ہو گیا اور میں نے دور اُفق پر نظریں جما دیں جہاں سے نئے آنے والے طیّاروں کو نمودار ہونا تھا۔ جہاز کے اوپر موجود تینوں طیّارے جہاز سے نزدیک تر موجود تھے جبکہ چوتھا طیّارہ دور فضاؤں میں گشت کر رہا تھا۔

دفعتاً دور اُفق پر چار چمکدار نقطے نمودار ہوئے جو تیزی سے جہاز کی طرف آ رہے تھے۔ میں نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ مجھے یقین تھا کہ چاروں طیّارہ شکن توپوں پر متعیّن افراد بھی اپنے کام میں مصروف ہو گئے ہوں گے۔

چاروں طیّارے تیزی سے قریب آ رہے تھے۔ اس دوران پہلے سے موجود طیّاروں میں سے چوتھا طیّارہ بھی جہاز سے نزدیک آ گیا تھا۔ میں پستول ہاتھ میں لیے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگا۔

چند ہی لمحوں کے اندر اندر وہ وقت آ گیا جس کا مجھے انتظار تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب آٹھوں طیّارے یکجا ہو گئے تھے۔ میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر پستول فضا میں بلند کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ پستول چلنے کی آواز سُنتے ہی بیک وقت چاروں طیّارہ شکن توپوں کے دہانوں سے درجنوں گولے نکل کر فضا میں منتشر ہو گئے۔ طیّارہ شکن توپوں کی دھمک سے جہاز میں شدید ارتعاش پیدا ہوا تھا لیکن اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اہمیت تو اس بات کی تھی کہ پہلے ہی ہلّے میں شکار ہونے والے طیّاروں کی تعداد چار نہیں بلکہ آٹھ تھی۔ آٹھوں طیّارے قلابازیاں کھاتے ہوئے سمندر کی طرف گر رہے تھے۔ سارے ہی طیّاروں سے آگ کی لپٹیں اُٹھتی دکھائی دے رہی تھیں۔ بدنصیب طیّارے بہت آسان ہدف ثابت ہوئے تھے۔ اُن کے ہوا بازوں کو کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت تک نہیں مل سکی ہوگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آٹھوں طیّارے سمندر کی سطح سے جا ٹکرائے۔

میرا دل خوشی سے بلّیوں اُچھلنے لگا۔ اتنی آسانی سے کامیابی حاصل ہونے کا تو میں نے تصوّر بھی نہیں کیا تھا۔ جہاز کے عملے کے افراد نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ اکبر کی بلند آواز سے جہاز دہل کر رہ گیا۔

مسعود طلحہ دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے لپٹ گیا۔ "کامیابی مبارک ہو علی!" اُس نے ہیجانی آواز میں کہا۔ "یہ سب تمھارا کمال ہے۔"

"ہرگز نہیں طلحہ! یہ تو خدائے بزرگ و برتر کی رحمتِ خاص ہے جس کی وجہ سے ہم اتنی آسانی سے کامیاب ہو گئے۔" میں نے کہا۔

"بے شک۔" ابوحاتم کی بلند آواز سُنائی دی۔ "اگر اُس کا کرم شاملِ حال نہ ہوتا تو ہم لاچار بندے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔"

اولیو ہاورڈ عرشے پر نمودار ہوا۔ اُس کی حالت کسی ہارے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئے جواری کی سی تھی۔ "مبارک ہو علی!" اس نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ "اچھا ہوا میں جہازوں کے گرنے کا دل خراش منظر دیکھنے کے لیے یہاں موجود نہیں تھا۔"

"مجھے افسوس ہے ہاورڈ! تمھیں شاید اپنا کردار ادا کرنے کا موقع نہیں ملا۔" میں نے کہا۔

"نہیں، کسی ہواباز نے جہاز سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"انھیں اتنا موقع ہی نہیں ملا ہاورڈ! سب کچھ آناً فاناً ہو گیا۔"

"مجھے یقین تھا کہ یہی ہوگا۔ اگر ان لوگوں کو تم میسر نہ ہوتے علی تو صورتِ حال بالکل برعکس ہوتی۔"

"یہ تمھاری خام خیالی ہے اولیو ہاورڈ! میرے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"میں اولیو ہاورڈ سے اتفاق کرتا ہوں۔" طلحہ نے کہا۔ "علی نے جو کارنامے سرانجام دیے ہیں اُن کے باعث اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔"

"اس کی چھوٹی سی مثال تو یہی ہے کہ اسرائیل کے آٹھ جہاز کتنی کامیابی سے مار گرائے گئے۔" ابوحاتم بولا۔

"اس میں تو طیارہ شکن توپچیوں کے نشانوں کا کمال ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔" ابوحاتم بولا۔ "اگر تمھاری جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ اتنے صحیح وقت پر فائر نہ کرتا۔ مجھے یقین ہے کہ تمھاری جگہ جو بھی ہوتا وہ جلد بازی کا مظاہرہ ضرور کرتا مگر تم نے کمال کر دیا۔ کتنے سکون سے آخری لمحے تک انتظار کیا۔ حالانکہ چار جہاز بہت پہلے سے ہماری زد پر تھے۔"

"اب اگلے مرحلے کی فکر کرو۔" میں نے اُکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اب کیا بچا ہے۔" طلحہ نے کہا۔ "ڈیڑھ گھنٹے بعد جب باقی ماندہ چار طیارے آئیں گے تو اُن کا بھی یہی حشر ہوگا۔"

"یہ تم سے کس نے کہا کہ بقیہ چار طیارے ڈیڑھ گھنٹے بعد آئیں گے؟" میں نے طلحہ کو گھورا۔

"کمال ہے!" طلحہ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "تم خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ ہر ڈیڑھ گھنٹے بعد طیاروں کے گروپ تبدیل ہوا کریں گے۔"

"میں نہیں کہہ رہا تھا بلکہ ان لوگوں کا پروگرام یہی تھا۔"

"جب ان کا پروگرام ہی یہی ہے تو کس بات کی فکر ہے؟"

طلحہ حیران تھا۔

"شاید خوشی کی وجہ سے تمھاری عقل خبط ہو گئی ہے۔" ابوحاتم نے نرمی سے کہا۔ "طیاروں کو پروگرام کے مطابق ڈیڑھ گھنٹے بعد ہی آنا تھا مگر جب طیاروں کا پہلا گروپ واپس نہیں پہنچے گا تو لامحالہ انھیں تشویش لاحق ہوگی اور وہ تفتیش کی غرض سے قبل از وقت ہی یہاں پہنچ جائیں گے۔"

طلحہ بے حد شرمندہ نظر آنے لگا۔ "مجھے افسوس ہے کہ اتنی سامنے کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔ دل چھوٹا نہ کرو اور اُن چار طیاروں سے نمٹنے کی تدبیر سوچو جو یہاں قبل از وقت ہی پہنچنے والے ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"توپچیوں کے حوصلے بہت بلند ہیں۔ اللہ نے چاہا تو اُن میں سے ایک بھی طیارہ بچ کر نہیں جا سکے گا۔" طلحہ بولا۔

"یعنی آنے والے طیاروں سے نمٹنے کے لیے صرف توپچیوں کے بلند حوصلے ہی کافی رہیں گے؟" میں نے متحیّرانہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" طلحہ گڑبڑا گیا۔ "جنگ میں حوصلے کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ پھر طیارہ شکن توپیں بہترین حالت میں ہیں۔ ہمارے پاس گولوں کی کمی بھی نہیں ہے۔ میں ابھی توپچیوں کو ہدایت دے دیتا ہوں کہ وہ کسی بھی لمحے طیاروں کا استقبال کرنے کے لیے تیار رہیں۔"

"بس؟" میں نے مایوسی سے کہا۔

"اور کیا چاہیے؟" طلحہ نے بوکھلا کر کہا۔

"تمھارے خیال میں آنے والے طیاروں کے ہواباز پہلے ہوابازوں کی طرح غافل ہوں گے؟"

"ہاں... مم... میرا مطلب ہے نہیں، وہ تو تفتیش کے لیے آئیں گے نا؟"

"لہٰذا ہوشیار ہوں گے اور ہمارے لیے آسان ہدف ثابت نہیں ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"بے شک ہوشیار ہوں گے مگر ہم انھیں بچ کر نہیں جانے دیں گے۔ آخر ہمارے پاس ہر طیارے کے لیے ایک طیارہ شکن توپ موجود ہے۔"

"میں شرطیہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر تم اس انداز میں سوچتے رہے تو چاروں طیارے بچ کر نکل جائیں گے۔" میں نے مایوسی سے کہا۔

"پتا نہیں تمھارے ذہن میں کیا ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔" طلحہ بولا۔

"وہ لوگ ہوشیار ہوں گے اور شاید میلوں دور سے دیکھ لیں گے کہ جہاز کی طیارہ شکن توپیں اُن کا شکار کرنے کے لیے پوری طرح مستعد ہیں۔ تمھارا کیا خیال ہے؟ اس کے باوجود بھی وہ تمھاری رینج میں آنے کی حماقت کے مرتکب ہوں گے؟"

"ہرگز نہیں۔" طلحہ نے آہستگی سے کہا۔ "میرا خیال ہے وہ واپس جا کر اعلیٰ حکام کو مطلع کر دیں گے۔"

"بالکل درست۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ "اب اس کا کوئی توڑ بھی سوچو۔"

"توڑ!" طلحہ اپنی پیشانی مسلتے ہوئے بولا پھر اچانک اُچھل پڑا۔ "جہاز پر ترپالیں موجود ہیں۔ ہم طیارہ شکن توپوں پر متعین افراد پر ترپالیں ڈال دیں گے۔ اس طرح وہ لوگ فضا سے نظر نہیں آئیں گے۔ پھر جیسے ہی طیارے نزدیک پہنچیں گے وہ لوگ ترپالیں ہٹا کر ان پر گولوں کی بارش کر دیں گے۔"

"ترپال والا آئیڈیا بہت شاندار ہے۔ اس طرف تو میرا ذہن بھی نہیں گیا تھا مگر ابھی اس منصوبے میں تشنگی ہے۔" میں نے کہا۔

"شاید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ لوگ پھر بھی جہاز کے قریب نہیں آئیں گے۔" ابوحاتم بولا۔

"قدرتی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "اُن کے آٹھ طیارے لاپتا ہیں۔ ظاہر ہے وہ حد سے زیادہ محتاط ہوں گے۔"

"تب تو ہمیں اس طرف سے مایوس ہو جانا چاہیے۔" طلحہ نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اُنھیں جہاز کے قریب بُلا کر شکار کریں گے۔"

"وہ کیسے؟" مسعود طلحہ اور ابوحاتم نے حیران ہو کر بہ یک آواز پوچھا۔

"اولیو ہاورڈ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" اُنھوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ دور سے ہی رابطہ قائم کریں گے۔ اولیو ہاورڈ کی ذمّے داری یہ ہوگی کہ اُنھیں مطمئن کرے۔"

"میں اُنھیں کیسے مطمئن کر سکوں گا؟" اولیو ہاورڈ نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

"بہت آسانی سے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم اُن سے اُن کے کوڈ نمبر پوچھو گے اور اُنھیں اُن کی بے پروائی پر سرزنش کرو گے۔"

"لیکن وہ تو خود مجھ سے اپنے گُم شدہ طیاروں کے بارے میں استفسار کریں گے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"کیا یہاں کوئی طیارہ بھی آیا تھا؟" میں نے طلحہ اور ابوحاتم کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"ہم نے تو نہیں دیکھا۔" دونوں کا مشترکہ جواب تھا۔

"سمجھ گئے اولیو ہاورڈ! تم بھی اُن سے یہی کہو گے کہ یہاں ایک بھی طیارہ نہیں پہنچا۔ تم اُنھیں دھمکی دو گے کہ اُن کی رپورٹ اسرائیل کے اعلیٰ حکام سے کر دو گے۔ ظاہر ہے اسرائیل کے لیے اس مشن کی بہت اہمیت ہے۔ اگر دُشمن کے طیارے جہاز پر حملہ کر دیں تو تمام لوگ اور سارا اسلحہ جہاز سمیت تباہ ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" اولیو ہاورڈ نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ "میں یہ کام کر لوں گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ اس جال میں پھنس جائیں گے لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ تم نے مجھے بڑے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ اگر اُن میں سے ایک بھی ہواباز بچ نکلا تو میں کہیں کا بھی نہیں رہوں گا۔ میری غدّاری کی کہانی عام ہو جائے گی اور جس قدر نقصان اب تک میری وجہ سے اسرائیل کو پہنچ چکا ہے اُس کے بعد میری کوئی بات بھی نہیں سُنی جائے گی۔ بہت ممکن ہے، مجھے دیکھتے ہی گولی مار دینے کا حکم جاری کر دیا جائے۔"

"یہ نہ بھولو اولیو ہاورڈ کہ ان چار طیاروں کی تباہی پر ہم سب کی ہی زندگیوں کا دارومدار ہے۔" میں نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "لیکن میری ذلّت تو شاید ہر صورت میں مقدر ہو چکی ہے۔"

"اگر چاروں طیارے تباہ ہو گئے تو تم پر کوئی آنچ آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"یہ کہانی تمھاری یا تمھارے کسی ساتھی کی زبانی بھی تو عام ہو سکتی ہے۔" ہاورڈ نے کہا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے اولیو ہاورڈ۔" میں نے کہا۔ "میں تم سے وعدہ کر رہا ہوں کہ اس پورے قصّے میں تمھارا نام نہیں آنے پائے گا۔"

"کبھی نہ کبھی تم کسی نہ کسی کو ضرور بتاؤ گے کہ تم نے اولیو ہاورڈ کو پہلے سی آئی اے سے نکلوایا اور اُس کے بعد موساد کے سربراہ کی حیثیت سے شکست دی۔"

"اپنے ذہن سے یہ خیال بالکل باہر نکال پھینکو۔" میں نے کہا۔ "میں یا میرا کوئی ساتھی کبھی اس معاملے میں تمھارا نام نہیں لے گا۔"

"کیا تمھاری یہ خواہش نہیں ہوگی کہ سی آئی اے کے بعد اب مجھے موساد سے بھی نکلوا دو؟"

"میری خواہش اس کے برعکس ہے۔ میں تمھیں موساد میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس سے مجھے بھی کچھ فائدے ہیں۔"

"کیا فائدے ہیں؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"یہ نہیں بتاؤں گا۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے ذہن سے یہ بوجھ اُتار پھینکو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمھارے وعدے پر یقین کیے لیتا ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم اُن طیاروں کے ہوابازوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کو توپوں میں اُلجھا کر مطمئن کر دو گے اور جب وہ جہاز کے قریب آ جائیں گے تب اچانک ترپال پوش طیارہ شکن توپچی اپنی ترپالیں ہٹائیں گے اور طیاروں کو نشانہ بنانے کی کوشش کریں گے۔"

"اس بار شاید ہمیں مشکل سے کامیابی ہو۔" ابوحاتم بولا۔ "ہوا باز بہت محتاط ہوں گے اس لیے چاروں طیارے ایک ساتھ شکار نہیں ہو سکیں گے۔"

"میں جانتا ہوں ابوحاتم۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن پہلے حملے میں اگر ایک طیارہ بھی گرا لیا گیا تو ہمارا کام خود بخود آسان ہو جائے گا۔"

"وہ کیسے؟" طلحہ نے پوچھا۔

"اس طرح کہ ہر طیارہ شکن توپ کے حصے میں ایک طیارہ ہو گا۔ جب ایک طیارہ گر جائے گا تو بقیہ تین طیاروں میں سے کسی ایک کے لیے توپوں کی تعداد دو ہو جائے گی۔ دو توپیں اگر کسی ایک طیارے کے پیچھے پڑ جائیں تو اُس کا بچنا محال ہو جاتا ہے۔ جب دو طیارے گر جائیں گے تو بقیہ دو میں سے ہر ایک کے پیچھے دو توپیں لگی ہوئی ہوں گی اور وہ بہت آسانی سے مارے جائیں گے۔ بس خیال یہ رکھنا ہو گا کہ دو طیارے گرنے کے بعد کہیں سارے توپچی ایک ہی طیارے کے پیچھے نہ پڑ جائیں۔ اُن کے پاس ایسی ہدایات ہونی چاہئیں جن کے تحت ہر توپچی کو یہ معلوم ہو کہ اس اسٹیج پر اُسے کس طیارے کو نشانہ بنانا ہو گا۔"

"اس طرف سے بے فکر رہو۔" ابوحاتم نے کہا۔ "ہم طیارہ شکن توپوں پر متعین لوگوں کو مکمل ہدایات دے دیں گے۔"

"اس کے علاوہ طیاروں کے ہوا بازوں کی توجہ مبذول کرانے کے سبب عملے کے زیادہ تر لوگ عرشے پر موجود ہوں گے۔ طیارے جہاز سے قریب آنے لگیں گے تو وہ سب مل کر طیاروں کی طرف دیکھتے ہوئے خیر مقدمی انداز میں ہاتھ ہلائیں گے۔ انداز ایسا ہو گا جیسے سب لوگ طیاروں کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں۔ اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ ہوا باز ایک تو جہاز کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ اُنھیں طیارہ شکن توپوں کی طرف دیکھنے کی مُہلت نہیں ملے گی۔ اس دوران طیارہ شکن توپوں پر متعین لوگ ترپالوں سے باہر آ جائیں گے اور تیزی سے طیاروں کو زد پر لے لیں گے۔ پہلے کی طرح اس بار بھی چاروں توپیں ایک ساتھ حرکت میں آئیں گی اور اس بار بھی پہلے ہی کی طرح وہ میری طرف سے پستول کے فائر کا انتظار کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ عمدہ منصوبہ ہے۔" طلحہ نے کہا۔ "تمام لوگوں تک تمہاری ہدایات پہنچا دی جائیں گی۔"

"میرے ذہن میں ایک خلش ہے۔" ابوحاتم بولا۔ "جب بارہ کے بارہ طیارے اپنے مستقر تک واپس نہیں پہنچیں گے تو کیا وہ لوگ تشویش میں مبتلا ہو کر کوئی اور کارروائی نہیں کریں گے؟"

"شکر ہے تمھیں اس چیز کا خیال تو آیا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "یہ بات شروع سے ہی میرے ذہن میں موجود ہے لیکن میں اس طرف سے زیادہ فکر مند اس لیے نہیں ہوں کہ اُن لوگوں کی طرف سے فوراً ہی کوئی کارروائی نہیں ہو سکے گی۔ اس میں کچھ نہ کچھ وقت ضرور لگے گا۔ اور اب تھوڑی دیر بعد رات ہونے والی ہے۔ باقی ماندہ چار طیاروں سے نمٹنے کے فوراً بعد جہاز کا راستہ تبدیل کر دیا جائے گا۔ اسرائیلی حکّام زیادہ سے زیادہ یہی کریں گے کہ جہاز کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے جو رات کے اندھیرے میں اُن کے لیے ناممکن ہو جائے گا۔ ہمارا سفر زیادہ طویل تو ہے نہیں۔ صبح ہونے سے قبل ہی ہم اپنی منزل تک پہنچ چکے ہوں گے اور وہ لوگ جھک مارتے رہ جائیں گے۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ابوحاتم نے کہا۔ "اب میں مطمئن ہو گیا۔"

"ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔" میں نے کہا۔ "اب تم لوگ جاؤ اور تمام انتظامات مکمل کر لو۔"

مسعود طلحہ اور ابوحاتم چلے گئے۔ اولیو ہاورڈ کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو اولیو ہاورڈ؟" میں نے کہا۔

اولیو ہاورڈ چونک پڑا۔ "تمھارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔" اُس نے کہا۔ "ماضی میں تمھارے ساتھ رعایت برت کے میں نے بھیانک غلطی کی ہے۔ اگر صرف تمھیں ختم کر دیا جائے تو عربوں کی قوت آدھی رہ جائے گی۔"

"تو اب کیا ارادہ ہے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں جھوٹ نہیں بولوں گا علی یار خاں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر تم نے مجھے آزاد کر دیا اور بکّی ہاورڈ کو بھی رہا کر دیا تو آئندہ میں تمھیں کوئی رعایت نہیں دوں گا۔ پہلا موقع ملتے ہی میں تمھارا خاتمہ کر دوں گا۔ تم جیسے خطرناک شخص کو کوئی رعایت دینا اسرائیلی مفادات سے غدّاری کے مترادف ہے۔"

"میں تمھاری صاف گوئی سے بہت خوش ہوا ہوں ... ہاورڈ۔ یقین کرو کہ اس صاف گوئی کے باوجود میں اپنے ہر وعدے کا پاس کروں گا۔ یہ مشن مکمل ہو لینے دو۔ وعدے کے مطابق تمھیں کوئی بھی نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ دیا جائے گا۔ بکّی کو بھی میں رہا کر دوں گا۔ یہ تو ایک اٹل حقیقت ہے کہ ہم ایک دوسرے کے دُشمن ہیں اور یہ دُشمنی کوئی ذاتی دُشمنی نہیں ہے۔ ہم دونوں اپنی اقوام کے مفادات کی وجہ سے ایک دوسرے کے دُشمن ہیں اور ہمیں ایک دوسرے سے یہ توقع رکھنی بھی نہیں چاہیے کہ ہم میں سے کوئی بھی دوسرے فریق کے ساتھ کوئی رعایت روا رکھے گا۔"

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو پھر تم مجھے زندہ کیوں چھوڑ دو گے؟ اس لحاظ سے تو تمھیں چاہیے کہ مجھے ہلاک کر دو۔"

"یہ میرے ذاتی اصول کی بات ہے۔ چونکہ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ تمھیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا لہٰذا میں خود کو وعدہ نبھانے کا پابند تصور کرتا ہوں۔"

"کاش کوئی ایسی صورت ممکن ہوتی کہ تم میرے ساتھ مل کر کام کرنے پر آمادہ ہو جاتے۔" اولیو ہاورڈ نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"فضول باتوں سے گریز کرو اولیو ہاورڈ! اور اب میرے ساتھ ریڈیو روم میں چلو۔ طیارے کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

"لیکن تمھیں تو اس دوران عرشے پر موجود رہنا ہو گا۔ کیا تم بھی میرے ساتھ چلو گے؟"

"طیارے آسانی سے جہاز کے قریب نہیں آئیں گے۔" میں نے کہا۔ "میں وہ گفتگو سُننا چاہتا ہوں جو تمھارے اور ہوا بازوں کے درمیان ہو گی۔ رہی عرشے پر میری موجودگی کی بات تو تم اُس کی طرف سے بے فکر رہو۔ میں معیّنہ وقت تک عرشے پر پہنچ جاؤں گا۔"

میں اولیو ہاورڈ کو لے کر ریڈیو روم میں پہنچ گیا۔ سب سے پہلے میں نے متعلقہ لوگوں کو ہدایت کر دی تھی کہ طیاروں کے فضا میں نمودار ہونے کے بعد ہر لمحے مجھے اُن کی پوزیشنوں سے آگاہ رکھا جائے۔

ہمیں ریڈیو روم میں پہنچے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہونا شروع ہو گئے۔

"ہیلو اِٹ ازسی گل، ہیلو اِٹ ازسی گل . . ." ٹرانسمیٹر سے مسلسل آواز آ رہی تھی۔

"لو تمھارے سمندری پرندے آ گئے۔" میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔ "اب ان سے تمھی نمٹو۔"

اولیو ہاورڈ بڑھ کر ٹرانسمیٹر کے نزدیک پہنچ گیا۔ "ہیلو سی گل، اِٹ ازسی وولف۔" اُس نے ٹرانسمیٹر میں کہا۔ "تم لوگ کہاں رہ گئے تھے؟"

"پہلے اپنا کوڈ نمبر دہراؤ پھر کسی سوال کا جواب ملے گا۔" دوسری جانب سے کہا گیا۔

"کرودزل ریڈون۔" اولیو ہاورڈ غرّایا۔ "اب میں تم سے بھی یہی مطالبہ کرتا ہوں۔"

"وی آر اسکواڈرن تھری سر۔" اس بار آواز حیرت انگیز طور پر مؤدبانہ تھی۔ "آپریشن آرمس کڈنیپ۔"

"ٹھیک ہے، میں مطمئن ہو گیا لیکن ہم ڈھائی گھنٹے سے تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔ جہاز کے عملے میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ میں اعلیٰ حکّام سے تمھاری رپورٹ کروں گا اور تم سب کو ملازمتوں سے برطرف کر دینے کی سفارش کروں گا۔" اولیو ہاورڈ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہماری کوئی غلطی نہیں ہے سر۔" بوکھلائی ہوئی آواز آئی۔ "کیا یہاں کوئی طیارہ نہیں پہنچا؟"

"میں تم سے اور کیا کہہ رہا ہوں۔" ہاورڈ غرّایا۔ "پچھلے ڈھائی گھنٹے سے ہم تمھارے انتظار میں سولی پہ لٹکے ہوئے ہیں۔"

"لیکن سر وہاں سے تو طیاروں کے دو گروپ روانہ ہو چکے ہیں۔"

"بکواس مت کرو۔ اگر طیارے روانہ ہوئے ہوتے تو یہاں ضرور پہنچے ہوتے۔"

"ہم اُنھی طیاروں کی تلاش میں یہاں آئے تھے جناب لیکن آپ یہ حیرت انگیز خبر سُنا رہے ہیں۔"

"اگر تم سچ کہہ رہے ہو تب تو یہ بڑی تشویش ناک بات ہے۔" اولیو ہاورڈ نے نرم پڑتے ہوئے کہا۔

"ہم بالکل سچ کہہ رہے ہیں جناب! اور دوسرے گروپ کی روانگی کے بعد جب پہلا گروپ واپس نہیں پہنچا تو ہمیں تشویش ہوئی اور ہم دریافتِ حال کی غرض سے قبل از وقت ہی اِدھر چلے آئے۔ اب سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کیا جائے؟"

"تم اپنے گروپ کے ساتھ جہاز پر پرواز کرو۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "یہ بہت اہم ہے۔ اس دوران میں وائرلیس پر اسرائیلی حکّام کو صورتِ حال سے آگاہ کر رہا ہوں۔"

اس مرحلے پر مجھے اطلاع ملی کہ طیارے جہاز کی طرف آ رہے ہیں۔ میں نے فوری طور پر اولیو ہاورڈ کو چھوڑا اور ریڈیو روم سے نکل کر عرشے کی طرف دوڑ پڑا۔

عرشے پر میری ہدایت کے مطابق عملے کے بہت سے افراد جمع تھے اور قریب آتے ہوئے طیاروں کی جانب دیکھ کر ہاتھ ہلا رہے تھے۔ چاروں طیارے نیچی پرواز کر رہے تھے۔ میں نے طیارہ شکن توپوں کی طرف دیکھا۔ اُن پر متعین لوگ ترپالوں میں پوشیدہ تھے۔

چاروں طیارے پرواز کرتے ہوئے جہاز کے اوپر سے گزر گئے۔ اُن کے جہاز سے آگے نکلتے ہی طیارہ شکن توپوں پر متعین لوگوں نے اپنے اوپر سے ترپالیں اُتار پھینکیں اور طیارہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

شکن توپوں کو حرکت دینے میں مصروف ہو گئے۔ وہ طیاروں کے نشانے لے رہے تھے۔ میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور طیاروں کی طرف متوجہ ہو گیا جو ایک طویل چکر کاٹنے کے بعد دوبارہ جہاز کی طرف آ رہے تھے۔ میں نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

ابھی طیارے جہاز سے خاصے فاصلے پر تھے کہ دفعتاً انھوں نے اوپر کی جانب اُٹھنا شروع کر دیا۔ اُن کی بلندی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ میں یہ تو نہیں سمجھ سکا کہ اُن کا مقصد کیا ہے لیکن یہ بات واضح تھی کہ طیاروں کی بلندی جتنی زیادہ ہوتی، طیارہ شکن توپوں کے لیے انھیں گرانا اُتنا ہی دشوار ہوتا چلا جاتا۔

میں نے سوچنے سمجھنے میں وقت ضائع کیے بغیر پستول سے فائر کر دیا اور اُس کے ساتھ ہی چاروں طیارہ شکن توپیں گرجنے لگیں۔ فضا میں سرخ چمکدار گولوں کی دھواں اُڑاتی لکیریں بچھ گئیں۔ میری نگاہیں چاروں طیاروں پر جمی تھیں جو بڑی تیزی سے دائیں بائیں ہٹ رہے تھے۔ پھر فوراً ہی میں نے اُن میں سے ایک طیارے سے دھواں اُٹھتے دیکھا اور طیارہ فضا میں قلابازیاں کھانے لگا۔ عرشے پر موجود لوگوں نے نعرے لگا کر خوشی کا اظہار کیا۔

تینوں طیارے مختلف سمتوں میں فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے مگر اُن کی بدقسمتی یہ تھی کہ اُن پر مسلسل طیارہ شکن توپوں کے گولوں کی بارش ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ ہموار پرواز نہیں کر پا رہے تھے۔ چند ہی لمحوں کے اندر اندر دوسرے طیارے کو بھی مار گرایا گیا۔

اب فضا میں فقط دو طیارے رہ گئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ ان طیاروں کے ہواباز حد درجہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو چکے ہوں گے۔ اس لیے کہ وہ اب تک جہاز سے دور نہیں نکل پائے تھے۔ وہ کسی ایک سمت میں پرواز نہیں کر رہے تھے۔ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ ہر طرف تو اُن کی راہ میں طیارہ شکن توپیں حائل تھیں اور اب تو ایک طیارے پر دو دو توپیں گولے برسا رہی تھیں۔ میں واضح طور پر دیکھ رہا تھا کہ ایک توپ طیارے کے آگے گولے برسا کر اُسے آگے بڑھنے سے روک رہی تھی اور دوسری طیارہ شکن توپ طیارے کو نشانہ بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔

چند ہی منٹ کے اندر اندر یہ فیصلہ کُن مرحلہ بھی اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔ دونوں طیاروں کو کامیابی سے ہٹ کر لیا گیا اور اس جھنجھٹ سے ہماری جان چھوٹ گئی۔

مسعود طلحہ اور ابوحاتم طیارے تباہ ہونے کے فوراً بعد عرشے پر نمودار ہوئے۔

"اب تو ہماری راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی" طلحہ نے آتے ہی کہا۔

"ہاں" میں نے کہا "جہاز کے کپتان سے کہو کہ فوراً جہاز کا راستہ تبدیل کر دے۔"

"ہم نے پہلے ہی اُسے ہدایت کر دی تھی کہ طیارے تباہ ہوتے ہی جہاز کا رُخ بدل دے" ابوحاتم نے کہا "اس وقت وہ اسی کام میں مصروف ہوگا۔"

"لو اولیوہاورڈ بھی آ گیا" میں نے کہا "اس بار اس کے ساتھ جتنی زیادتی ہوئی ہے اُس کے پیشِ نظر مجھے اس سے ہمدردی ہو چلی ہے۔"

"درندے کسی حال میں بھی ہمدردی کے مستحق نہیں ہوتے۔" ابوحاتم نے کہا۔

میں ابوحاتم کو کوئی جواب نہ دے سکا کیونکہ اولیوہاورڈ نزدیک پہنچ چکا تھا۔

"مجھے بقیہ چار طیاروں کی تباہی کی خبر بھی مل چکی ہے۔" اُس نے آتے ہی کہا۔

"ہماری یہ کامیابی تمھارے تعاون کی رہینِ منت ہے" میں نے مسکرا کر کہا "تمھارے تعاون کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔"

"اس بات پر میرا ضمیر مجھے ہمیشہ کچوکے لگاتا رہے گا۔" اولیوہاورڈ نے رنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تمھیں آرام کی ضرورت ہے اولیوہاورڈ" میں نے ہمدردی سے کہا "جاؤ، نیچے کیبن میں جا کر آرام کر لو۔"

"اب میرے مقدّر میں آرام کہاں، اسرائیل کے اتنے بے گناہ لوگوں کا خون میری گردن پر ہے کہ شاید اب میں کبھی سکون کی نیند نہیں سو سکوں گا۔"

"میرے ساتھ چلو اولیوہاورڈ" میں نے نرمی سے اُسے بازو سے پکڑ کر کہا "میں تمھیں نیند کی گولی دوں گا۔ تمھیں پُرسکون نیند کی ضرورت ہے۔"

میں اولیوہاورڈ کو اُس کے لیے مخصوص کیبن تک لایا اور اُسے اپنے سامنے نیند کی گولی کھلوائی اور اُس وقت تک اُس کے پاس ہی بیٹھا رہا جب تک کہ وہ گہری نیند نہیں سو گیا۔ وہ بہت بجھا بجھا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اُس وقت ہمدردی کا مستحق بھی تھا۔ میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور تھا کہ وہ آہنی اعصاب کا مالک ہے۔ اُس کی جگہ کسی اور کو اپنی مرضی کے خلاف اتنے بڑے بڑے کام کرنے پڑتے تو یقیناً وہ پاگل ہو گیا ہوتا۔

اولیوہاورڈ کے کیبن سے نکل کر میں طلحہ اور ابوحاتم کے

پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں مجھے ایک کیبن میں ملے۔ میں اُن کے مقابل والی دیوارگیر نشست پر بیٹھ گیا۔ "کیا مذاکرات ہو رہے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ جب ایک اجنبی جنگی جہاز اُس عرب ملک کی سمندری سرحد میں داخل ہوگا تو کیا ہوگا؟" طلحہ نے کہا۔

"تمھی لوگ اُنھیں مطمئن کرو گے" میں نے کہا "کیا خیال ہے ہم کب تک وہاں پہنچ جائیں گے؟"

"صبح پانچ بجے کے قریب ہم اُس ملک کی سمندری حدود میں داخل ہو چکے ہوں گے" ابوحاتم نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ اُمید تو یہی ہے کہ اب ہمیں کسی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا لیکن احتیاط ضروری ہے۔ ہم رات بھر جاگتے رہیں گے" میں نے کہا۔

"ہمارا بھی یہی خیال تھا" ابوحاتم بولا "کچھ لوگ رات بھر باری باری جاگتے رہیں گے تاکہ کسی بھی ہنگامی صورتِ حال کا مقابلہ کیا جا سکے۔"

لیکن ہمیں کسی ہنگامی صورتِ حال کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور پوری رات سکون سے گزر گئی۔

صبح پانچ بجے کے قریب جب ہمارا جہاز اُس ملک کی سمندری حدود میں داخل ہوا تو ہمارے جہاز کا ٹرانسمیٹر جاگ اُٹھا۔

"ہیلو، تم کون ہو اور بلا اجازت ہمارے ملک کی حدود میں کیوں داخل ہوئے ہو؟ تم اجنبی ہو اور اگر تم نے اپنی شناخت نہ کرائی تو تمھارا جہاز تباہ کر دیا جائے گا۔ ہیلو، تم کون ہو؟ تمھیں وارننگ دی جاتی ہے کہ فوراً اپنی شناخت کراؤ ورنہ تمھیں تباہ کر دیا جائے گا۔"

اس موقع پر مسعود طلحہ نے اُن لوگوں سے بات کی اور اُنھیں اس بات پر رضامند کر لیا کہ ہم اُن کے اعلیٰ حکّام کو اپنی شناخت کرا دیں گے۔

ملگجی روشنی میں ہم اپنے جہاز کے اطراف میں اُن کے چار فریگیٹ دیکھ سکتے تھے جنھوں نے پوری طرح ہمیں گھیرے میں لے رکھا تھا۔ میں اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ لوگ پوری طرح مستعد ہیں۔ جہاز کے آلات ایک آبدوز کی بھی نشاندہی کر رہے تھے۔ میں مطمئن ہو گیا۔ اس ملک کی بحری قوت خاصی مستحکم معلوم ہو رہی تھی۔

ہمارے سفر کا اختتام ایک ایسی بندرگاہ پر ہوا جو خالصتاً فوجی مقاصد کے استعمال کے لیے مخصوص تھی۔ بندرگاہ پر اعلیٰ فوجی اور سول حکّام کی خاصی بڑی تعداد موجود تھی۔ طلحہ اور ابوحاتم کے لیے اُنھیں مطمئن کرنا بہت آسان کام ثابت ہوا لیکن اُن سب کے چہرے پر ناقابلِ بیان حیرت کے تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔

"یہ علی یار خاں ہیں" طلحہ نے اُن سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا "تنظیم آزادیٔ فلسطین کے لیے انھوں نے بے شمار کارنامے سرانجام دیے ہیں اور اگر یہ نہ ہوتے تو یہ سارا اسلحہ اسرائیل پہنچ گیا ہوتا۔ اس کے علاوہ ہم میں سے ایک بھی فرد زندہ نہ بچ پاتا۔"

اُن لوگوں نے بڑی گرم جوشی سے میرا خیر مقدم کیا اور پھر ہمیں بڑے احترام سے ایک رہائش گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ اولیوہاورڈ کو میں نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا اور اُس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔

اُسی روز شام کو ایک اہم میٹنگ ہوئی جس میں حکومت کے اہم عہدے دار موجود تھے۔ ہمیں بتایا گیا کہ لائن آف کروزل کو اسلحے کی وصولیابی کا پیغام بھیج دیا گیا ہے۔ جہاز کی تبدیلی کے بارے میں اُنھیں کچھ نہیں بتایا گیا۔ اسی میٹنگ میں طلحہ اور ابوحاتم سے کہا گیا کہ وہ اس مہم کی تفصیلات سے تمام لوگوں کو آگاہ کریں۔

طلحہ اور ابوحاتم نے اپنے اغوا سے لے کر طیاروں کی تباہی اور پھر جہاز کی یہاں آمد تک کی تمام باتیں بڑی تفصیل سے بیان کیں۔ تمام لوگوں کے چہروں پر بے یقینی کے تاثرات تھے اور سب کی نگاہیں بار بار میری جانب اُٹھ جاتی تھیں۔ میری ہدایت کے مطابق اولیوہاورڈ کے تذکرے سے گریز کیا گیا تھا۔

میٹنگ کے اختتام پر مجھے اُس ملک کی شہریت پیش کی گئی اور اس کے بعد میٹنگ برخاست ہو گئی۔

ان ہنگاموں سے ذرا فرصت ملی تو میرے دل میں پھر وہی میٹھی سی کسک جاگ اُٹھی جس میں ایک عجیب سی لذّت ہوتی تھی۔ جب تک میں مصروف رہا... تہذیب مالکم ایکس ..... کا خیال تک نہیں آیا تھا لیکن اب یوں محسوس ہوتا تھا جیسے تہذیب کے بغیر میری دُنیا ہی تاریک ہو گئی ہو۔ مجھے تشویش تھی کہ خدا جانے وہ کہاں ہو گی؟

اب پہلی فرصت میں مجھے کرٹلے ہل پہنچنا تھا اور وعدے کے مطابق نکی ہاورڈ کو اولیوہاورڈ کے حوالے کرنا تھا۔ وہیں میری ملاقات تارینا ہارڈ سے ہو سکتی تھی جس کے متعلق مجھے معلوم تھا کہ اُس نے میری خاطر تہذیب مالکم ایکس کی تلاش میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہو گی۔ ہر چند کہ مجھے اپنا مشن

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تہذیب مالکم ایکس سے کہیں زیادہ عزیز تھا لیکن اس کے باوجود جی چاہتا تھا کہ عرصے سے بچھڑی ہوئی تہذیب کے ساتھ بھی کچھ وقت گزاروں اور اس دوران کسی اور ہنگامے میں نہ الجھوں۔ اور کچھ نہیں تو اُس کی نشاندہی تو ہو۔ یہ تو معلوم ہو کہ وہ ہے کہاں؟

کچھ دیر بعد طلحہ اور ابو حاتم میرے کمرے میں پہنچ گئے۔ طلحہ مسکرا رہا تھا۔ "اب کیا ارادے ہیں علی؟" اُس نے کہا۔ "یہاں کی ہی شہریت اختیار کرو گے یا کہیں اور جاؤ گے؟"

"کسی ایک جگہ مستقل رہائش کا تو میری زندگی سے تصوّر تک خارج ہو چکا ہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اب یہاں سے گوتے ہل جانے کا ارادہ ہے تاکہ تہذیب ہادرڈ کو اولیو ہاورڈ کے حوالے کرکے اپنا وعدہ پورا کردوں۔"

"اولیو ہاورڈ تمہارا بدترین دشمن ہے۔" مسعود طلحہ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"ہاں ہے۔" میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "لیکن اس بات سے تمہارا کیا مقصد ہے؟"

"اس سے اچھا موقع پھر نہیں ملے گا۔" طلحہ کی آواز سرگوشی میں تبدیل ہو گئی۔ "اُسے ٹھکانے لگا کر ہمیشہ کے لیے اُس سے جان چھڑا لو۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو طلحہ!" میں نے حیرت سے کہا۔ "مجھے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا۔"

"میں تو صرف پوچھ رہا ہوں۔" طلحہ نے جلدی سے کہا۔ "دراصل میں نے کسی سے شرط لگائی ہے۔"

"اس بات پر شرط لگائی ہے کہ میں اولیو ہاورڈ کو چھوڑ دوں گا یا نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، اسی بات پر شرط لگائی ہے۔" طلحہ بولا۔

"تم نے اس شرط میں کیا دعویٰ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اگر یہ بات میں نے تمہیں پہلے بتا دی تو یہ فاؤل ہو گا۔"

"مجھے حیرت ہے طلحہ کہ تم مجھ سے اس قدر واقف ہونے کے باوجود مجھ پر کوئی ایسی شرط بھی لگا سکتے ہو جس میں تمہارے ہارنے کا خدشہ ہو۔"

"مجھے دو ٹوک الفاظ میں بتاؤ، یہ تو بعد میں پتا چلے گا کہ میں نے کیا شرط لگائی ہے۔"

"وعدہ پورا کرنا میرا ایمان ہے طلحہ! میں نے اولیو ہاورڈ سے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کروں گا۔"

"آداب عرض کرتا ہوں جناب ابو حاتم۔" طلحہ نے قدرے خم ہو کر کہا۔ "آپ شرط ہار گئے۔ ایک ہزار ریال کی رقم میرے حوالے کر دیجیے۔"

"میں اس کا پابند ہوں طلحہ۔" ابو حاتم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بے فکر رہو، ایک ہزار ریال کی رقم تمہاری ہو گئی۔"

"او ہو! تم دونوں آپس میں ہی شرط لگائے بیٹھے تھے!"

"ہاں، ابو حاتم اس بات پر مُصر تھے کہ علی یار خاں اولیو ہاورڈ کو کبھی رہا نہیں کریں گے۔" طلحہ نے کہا۔

مجھے ہنسی آ گئی لیکن میں نے اُن سے مزید کچھ نہیں کہا۔

"تو تمہیں اب یہاں سے گوتے ہل روانگی کے انتظامات کرنا ہوں گے۔" ابو حاتم نے پوچھا۔

"میں تو فی الحال گوتے ہل ہی جاؤں گا اور تم لوگ ظاہر ہے لائن آف کروزل کا رُخ کرو گے۔ مجھے تو ابھی جا کر تہذیب مالکم ایکس کو بھی تلاش کرنا ہو گا۔"

"کیا اس سلسلے میں اولیو ہاورڈ تمہاری مدد نہیں کر سکتا؟" طلحہ نے پوچھا۔

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اب تہذیب اُس کے قبضے میں نہیں ہے اور وہ خود بھی نہیں جانتا کہ تہذیب مالکم ایکس اب کہاں ہو گی؟"

ابھی ہم لوگ باتیں کر ہی رہے تھے کہ کمرے کے باہر راہداری میں وزنی بُوٹوں کی آوازیں سُنائی دیں اور کچھ ہلچل سی محسوس ہوئی۔ ہم چونک کر صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے کمرے سے باہر نکلے۔ راہداری میں کچھ فوجی نظر آئے۔ ابھی ہم کچھ سمجھنے بھی نہ پائے تھے کہ اُس کمرے کا دروازہ کھلا جس میں اولیو ہاورڈ مقیم تھا۔ کمرے سے ایک کرنل باہر نکلتا نظر آیا۔ اُس کے عقب میں اولیو ہاورڈ تھا جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دی گئی تھیں۔ کرنل نے ہمیں دیکھا تو لپکتا ہوا ہماری طرف آیا۔

"میں معذرت خواہ ہوں حضرات!" اُس نے کہا۔ "اصولاً تو مجھے پہلے آپ کے پاس آنا چاہیے تھا لیکن حفظِ ما تقدّم کے طور پر میں نے پہلے یہ کارروائی مکمل کر لی۔ اب آپ پر یہ انکشاف کرنا چاہتا ہوں کہ اس شخص کا نام اولیو ہاورڈ ہے۔ سی آئی اے کا ایک سابق عہدے دار اور موجودہ موساد کا ایک خطرناک کارکن۔ یہ شخص یہودی ہے اور تل ابیب میں رہتا ہے۔"

میرے جبڑے بھنچ گئے۔ "آپ کی تعریف؟" میں نے پُھبتے ہوئے لہجے میں کرنل سے کہا۔

"میں کرنل وحدت ہوں۔" اُس نے کہا۔ "جب آپ لوگ اعلیٰ حکّام کے ساتھ میٹنگ میں مصروف تھے اُس وقت میں نے اسے دیکھا تھا اور ہائی کمان سے اس کی گرفتاری کی اجازت لینے چلا گیا تھا۔"

"تو آپ اجازت نامہ حاصل کر چکے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"اگر میں آپ سے کہوں کہ اس شخص کو فوراً چھوڑ دیں تو کیا آپ میری بات مان لیں گے؟"

"جی!" کرنل کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"میں اس شخص سے بہت اچھی طرح واقف ہوں کرنل لیکن اس وقت یہ میرا ساتھی ہے اور میں اس کی رہائی کا خواہاں ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے مسٹر علی۔" کرنل نے کہا۔ "یہ شخص ہمارا بدترین دشمن ہے۔ تل ابیب کے ایک کیمپ میں، میں اور میرے چند ساتھی اس کے قیدی رہ چکے ہیں۔ وہاں اس نے ہم پر جو مظالم کیے تھے وہ بُھلائے نہیں جا سکتے۔ جو لوگ میرے ساتھ قید تھے آپ اُن سے بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ شخص عربوں کا کتنا بڑا دشمن ہے۔ میرا تو خیال تھا کہ آپ اس انکشاف پر حیران رہ جائیں گے لیکن آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ آپ کا ساتھی ہے۔"

"میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔" میں نے کہا۔

"یہ ناممکن ہے سر۔" کرنل نے جواب دیا۔

"آپ اسے کہاں لے جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"ہیڈ کوارٹر۔" کرنل نے کہا۔ "اسے اعلیٰ فوجی حکّام کے سامنے پیش کیا جائے گا۔" کرنل ایڑیوں کے بل گھوما اور واپس چل دیا۔ اولیو ہاورڈ کا چہرہ سپاٹ تھا۔

مسعود طلحہ اور ابو حاتم سنّاٹے میں رہ گئے تھے۔ جب تمام فوجی چلے گئے تو میں نے کہا۔ "اس انکشاف کے بعد کوئی کارروائی کرنے سے قبل ان لوگوں کو ہم سے رابطہ تو قائم کرنا چاہیے تھا۔ وہ ہم سے مشورہ تو کر سکتے تھے۔"

"ہاں، یہ ضروری تھا۔" طلحہ نے کہا۔ "لیکن تم پریشان نہ ہو۔ میں اس سلسلے میں بات کرنے جا رہا ہوں۔"

"اولیو ہاورڈ کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے طلحہ۔" میں نے کہا۔ "کسی قیمت پر بھی میں یہ بات برداشت نہیں کروں گا۔"

"میں سمجھتا ہوں علی۔" طلحہ نے کہا اور پھر ابو حاتم کو اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔

میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ اُن لوگوں کی یہ حرکت مجھے بہت ناگوار گزری تھی۔ یہ صرف زیادتی ہی نہیں غیر اخلاقی حرکت بھی تھی۔

طلحہ اور ابو حاتم کئی گھنٹوں بعد واپس آئے۔ اُن کے چہروں سے ناکامی ٹپک رہی تھی۔ "وزیرِ داخلہ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔" طلحہ نے آتے ہی کہا۔

"تمہاری کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا؟" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"حکّام کے دلوں میں ہاورڈ کے خلاف بے حد نفرت ہے۔ ان کے کچھ لوگوں کو اس سے براہِ راست نقصانات پہنچے ہیں۔ وزیرِ موصوف تو تمہاری یہ خواہش سُن کر ہی حیران رہ گئے کہ تم اُس کی رہائی چاہتے ہو۔"

"گویا وہ اُسے رہا کرنے پر تیار نہیں ہیں؟"

"میں اس سلسلے میں بیروت سے رابطہ قائم کروں گا۔ ویسے میں نے کوششیں ترک نہیں کی ہیں تاہم بہتر یہی ہو گا کہ تم وزیرِ داخلہ سے مل لو۔" مسعود طلحہ کے لہجے میں شکست خوردگی تھی۔ میں خاموش ہو گیا۔

وزیرِ داخلہ نے مجھ سے دوسرے روز صبح ملاقات کی۔ مجھے وزارتِ داخلہ کے دفتر میں طلب کیا گیا تھا۔

"کیا یہ حقیقت ہے علی یار خاں کہ آپ اپنے بدترین دشمن کی رہائی چاہتے ہیں؟" وزیرِ داخلہ نے مجھ سے پوچھا۔

"جی ہاں۔ شاید آپ کو معلوم ہو کہ وہ میرا سب سے سخت جان حریف ہے لیکن چند وجوہات کے تحت میں اُسے آزاد دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ناممکن ہے علی! یہ تو اتفاق ہے کہ وہ ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ اگر اُسے چھوڑ دیا گیا تو ایسا موقع دوبارہ نہیں ملے گا۔ ہمارے لیے وہ اُس اسلحے سے کم قیمتی نہیں ہے جو لائن آف کروزل سے یہاں پہنچا ہے۔ اُسے کسی قیمت پر رہا نہیں کیا جا سکتا۔"

"اگر مجھے اُس سے کچھ معلومات درکار نہ ہوتیں تو کبھی احرا[illegible] نہ کرتا۔ لیکن وہ معلومات فلسطینی مقاصد کے لیے بے حد ضروری ہیں۔"

"ہم صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ جب تک تم اُس سے مطلوبہ معلومات نہ حاصل کر لو ہم اُسے سزا نہ دیں۔" وزیرِ داخلہ نے کہا۔ "تمہیں اس سے ملاقات کی اجازت دی جا سکتی ہے اور جب تک تم نہیں کہو گے اُس پر کوئی تشدد بھی نہیں کیا جائے گا۔"

"اس نوازش کے لیے بے حد مشکور ہوں۔" میں نے نیازمندی سے کہا۔ وزیرِ داخلہ نے مجھے اولیو ہاورڈ سے کسی بھی وقت بلا روک ٹوک ملاقات کرنے کا اجازت نامہ جاری کر دیا تھا۔

واپس رہائش گاہ پہنچا تو طلحہ اور ابو حاتم میرے منتظر تھے۔ میں نے اُنہیں اپنی اور وزیرِ داخلہ کی گفتگو کا ماحصل بتا دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم نے یہ پیشکش کیوں قبول کر لی علی؟" ابوحاتم بولا۔ "میں اور طلحہ یہاں سے سیدھے بیروت جا رہے ہیں۔ ہم ان لوگوں پر اولیو ہاورڈ کی رہائی کے لیے دباؤ ڈلوائیں گے۔"

"تم لوگ یہاں سے سیدھے لاٹن آف کروزل جاؤ گے۔" میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ "جو کام میرے ہاتھوں بگڑا ہے اسے سنوارنا میں اپنی ذمے داری تصور کرتا ہوں۔"

طلحہ کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ میرے الفاظ کی تہ میں بہت سے طوفان پوشیدہ ہیں۔

"آدمی کو بہت سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ کرنا چاہیے۔" اُس نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "تم بہت جذباتی ہو، اپنے لیے کوئی مصیبت نہ کھڑی کر لینا۔"

"ہاں طلحہ میں بہت جذباتی ہوں۔ وہ بھی صرف ایک جذبہ ہی تو تھا جس نے میری زندگی کا رُخ بدل ڈالا۔ ایبرن ہال میں فضول گوئی کرنے والے یہودی رہنما کچھ بھی کہتے رہتے، اگر میں وہاں صرف خاموش تماشائی بنا رہتا تو آج اپنے ملک میں وکیل ہوتا اور دولت کے انبار لگا رہا ہوتا۔ اور اب میں نے اولیو ہاورڈ سے ایک وعدہ کر لیا ہے۔ چونکہ میں جذباتی ہوں لہٰذا اپنی جان پر کھیل کر بھی وعدہ پورا کروں گا۔ ممکن ہے غیر جذباتی لوگ اپنے وعدے بھول جاتے ہوں۔ کسی کو صرف جذباتی کہہ دینے سے کام نہیں چلتا۔ کہنے والا خود بھی جذباتی ہوتا ہے کہ زندگی تو عبارت ہی جذبات سے ہے۔ آدمی میں اگر جذبات ہی نہ رہیں تو وہ مُردہ کہلائے گا۔"

طلحہ اور ابوحاتم بہت دیر تک مجھے قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے مگر میں ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر تھک ہار کر وہ لوگ رخصت ہو گئے۔ اُن کے جانے کے بعد میں اولیو ہاورڈ سے ملنے جا پہنچا۔ مقصد صرف یہ دیکھنا تھا کہ اُسے اذیت تو نہیں دی جا رہی۔ میں اولیو ہاورڈ سے تنہائی میں نہیں ملا حالانکہ مجھ پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی تھی مگر میں نے کرنل وحدت کی موجودگی میں اُس سے ملاقات کو زیادہ بہتر سمجھا۔ ایسا کرنے میں میری ایک خاص مصلحت تھی۔ میں نے اولیو ہاورڈ سے چند اُلٹے سیدھے سوالات کیے۔ اُس نے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ بس خاموشی سے ہمیں گھورتا رہا۔ اس کے انداز میں تحقیر تھی۔ اُس کے بعد میں وہاں سے باہر نکل آیا۔

"آپ کا رویہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔" کرنل وحدت نے مجھ سے کہا۔ "اگر آپ کو اُس سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں تو اُن کے لیے یہ طریقہ تو مناسب نہیں ہے۔"

"آپ کو اس سلسلے میں اوپر سے کچھ ہدایات ضرور ملی ہوں گی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"جی ہاں، وہ تو ملی ہیں لیکن اولیو ہاورڈ جیسے لوگ اس طرح راہِ راست پر نہیں آتے۔ ان کے ساتھ سختی برتنا پڑتی ہے۔"

"پہلے آپ مجھے کوشش کر لینے دیجیے۔ میں کامیاب نہ ہو سکا تو پھر آپ کو ضرور زحمت دوں گا۔"

کرنل وحدت خاموش ہو گیا اور میں اُس سے رخصت ہو کر اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گیا۔

اگلے روز طلحہ اور ابوحاتم لاٹن آف کروزل روانہ ہو گئے۔ میں اُنھیں الوداع کہنے گیا۔

"ہمیں اجازت دو علی تو ہم اولیو ہاورڈ کی رہائی کے لیے ان لوگوں پر دباؤ ڈلوائیں۔" طلحہ نے کہا۔

"میں تمھیں اپنا دوست سمجھتا ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "لیکن شاید تم مجھے کچھ بھی نہیں سمجھتے ورنہ میری مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے پر اس قدر اصرار کبھی نہ کرتے۔ میں نے ایک بار کہہ دیا کہ جو کام میرے ہاتھوں بگڑا ہے اُسے میں خود سنواروں گا، یہ بات آخر تمھاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟"

"ٹھیک ہے علی، تمھیں اس بات سے تکلیف پہنچی، میں معافی چاہتا ہوں لیکن جب تک تمھاری کامیابی کی خبر نہیں سُن لوں گا شاید ٹھیک سے سو بھی نہ سکوں۔"

"آج تک میں ہمیشہ دُشمنوں کے چُنگل میں پھنستا رہا مگر مجھے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ کامیابی نے ہمیشہ میرے قدم چومے۔ یہ لوگ تو پھر بھی دوست ہیں، کچھ نہ کچھ رعایت تو ضرور ہی کریں گے۔ تم دیکھ لینا، میں اولیو ہاورڈ کو ان کی قید سے لے کر صاف نکل جاؤں گا۔"

"میری دعائیں تمھارے ساتھ رہیں گی علی۔" طلحہ نے کہا۔ پھر وہ دونوں رخصت ہو گئے۔

میں جلد از جلد یہاں سے گوٹے ہل کے لیے روانہ ہو جانا چاہتا تھا مگر اولیو ہاورڈ کی وجہ سے مجبور تھا۔ اُسے چھوڑ کر چلے جانا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ اُسے اُن کی قید سے رہا کرانے کے لیے میرے ذہن میں کوئی قابلِ عمل منصوبہ بھی نہیں تھا۔

اسی عالم میں چند روز گزر گئے۔ میں روزانہ کرنل وحدت کی موجودگی میں اولیو ہاورڈ سے ملاقات کرتا، اُس سے بے ربط سوالات کرتا اور واپس چلا آتا۔

اُس ملک کے لوگوں سے مجھے اس کے علاوہ اور کوئی شکایت نہیں ہوئی کہ اُنھوں نے اولیو ہاورڈ کو قید کر رکھا تھا۔ وہاں کے اعلیٰ فوجی اور سول حکام سے میرے روابط ہو گئے تھے۔ وہ سب میری بہت عزت کرتے تھے۔ میں اُن سب سے تعلقات بڑھانے میں مصروف رہا۔

انھی لوگوں میں ایک نوجوان ابراہیم وسعت بھی تھا۔ اِس کا تعلق ائیر فورس سے تھا۔ ابراہیم بہت ہنس مُکھ اور خوش مزاج نوجوان تھا اور میرا کچھ زیادہ ہی گرویدہ تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ میرے بہت کام آ سکتا ہے۔

"جب تک آپ کا قیام یہاں ہے مسٹر علی، میں آپ کی خدمت میں حاضری دیتا رہوں گا۔" ابراہیم نے ایک روز مجھ سے کہا۔

"ضرور دیتے رہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "لیکن معلوم نہیں کب تمھیں کسی مہم پر روانہ کر دیا جائے۔"

"نہیں جناب! ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ میں ابھی تربیتی مراحل میں ہوں چنانچہ کسی مہم پر بھیجے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"اوہو ابراہیم! کیا تم اپنی تربیت میں بھی نامکمل ہو؟"

"یہ بات نہیں مسٹر علی! میں نے سب سے اپنی صلاحیتیں تو تسلیم کرا لی ہیں لیکن مجھے کسی مہم پر اُس وقت تک نہیں بھیجا جا سکتا جب تک کہ میں تربیت کی ایک خاص مدت مکمل نہ کر لوں اور اُس میں ابھی پورا ایک ماہ باقی ہے۔"

"کیا تمھارے سپرد کوئی طیارہ نہیں کیا جاتا؟"

"کیوں نہیں۔ روزانہ ہی میں کسی نہ کسی طیارے پر تربیتی پرواز کرتا ہوں اور اُسے لے کر دور دور تک نکل جاتا ہوں۔"

"تم نے کوئی ایسا کارنامہ بھی سرانجام دیا ہے جس کے باعث تمھاری مہارت تسلیم کی گئی ہو؟"

"میں خود کیا بتاؤں مسٹر علی۔" ابراہیم جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔ "اپنے مُنہ میاں مٹھو بننے والی بات ہو جائے گی۔"

"نہیں تم بتاؤ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہمارے مُلک میں سرحد کے قریب ایک علاقہ ہے جسے فوجی اصطلاح میں وائٹ بھتری ایٹ کہا جاتا ہے۔ وہاں چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا ایک مسطح میدان ہے۔ میں نے اُس میدان میں طیارہ اُتار دیا تھا اور پھر اُسے وہاں سے واپس بھی لے آیا تھا جبکہ دوسرے ہوا باز یہ خطرہ مول نہیں لیتے۔"

"واقعی یہ تو کمال کی صلاحیت ہے۔" میں نے معترفانہ انداز میں کہا۔ "لیکن کیا سرحدی محافظوں نے اس پر اعتراض نہیں کیا؟ اُس ملک کا کیا نام ہے جس کی سرحد میں تم نے طیارہ اُتارا تھا؟"

جواب میں ابراہیم نے اُس ملک کا نام بتایا۔ "اس ملک سے ہمارے برادرانہ تعلقات ہیں جناب! اس لیے کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے ابراہیم۔" میں نے کہا۔ "کسی روز تمھارا یہ کمال بھی دیکھیں گے۔"

"ضرور جناب! مجھے بے حد خوشی ہو گی۔"

"لیکن کیا تم مجھے اپنے ساتھ جہاز پر لے جا سکو گے؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہیں مسٹر علی، میں بہ آسانی آپ کے لیے اجازت نامہ حاصل کر لوں گا۔"

"کمال ہے! کیا ایسا ممکن ہے؟ میرا مطلب ہے ائیر فورس کے جہاز پر..."

"وہ ائیر فورس کے طیارے ضرور ہیں جناب لیکن تربیتی طیارے ہیں۔ اُن کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی۔"

"پھر کب چل رہے ہو؟"

"جب بھی آپ کا پروگرام ہو، صرف ایک روز قبل مجھے مطلع کر دیں۔ میں اجازت نامہ حاصل کر لوں گا۔"

اُس روز میں حسبِ معمول اولیو ہاورڈ سے ملنے گیا۔ کرنل وحدت اُس روز بھی میرے ساتھ تھا۔ اولیو ہاورڈ سے وہی بے تکے سوالات کر کے جب میں باہر نکلا تو معمول کے مطابق کرنل وحدت نے پھر اپنے مکالمے دُہرائے۔

"گھی کبھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلتا مسٹر علی! اس کے لیے انگلیاں ٹیڑھی کرنا پڑتی ہیں۔"

"ہوں۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں کہا۔ "پھر کیا کرنا چاہیے؟"

"آپ مجھے اجازت دیں۔ میں اُسے الف کی طرح سیدھا کر دوں گا اور وہ فر فر بولنے لگے گا۔"

"میرا خیال ہے آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ پھر اس نیک کام کی ابتدا کب کر دی جائے؟"

"نیک کام میں دیر کس بات کی۔" کرنل وحدت نے بے حد خوش ہو کر کہا۔ "ابھی لے چلتے ہیں اُسے۔"

"ابھی نہیں کرنل۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "کل میں آخری کوشش کروں گا۔ اُس کے بعد آپ کو اجازت ہو گی۔ اس کے ساتھ جو بھی سلوک چاہیں کیجیے گا۔"

کرنل وحدت کے پاس سے اپنی رہائش گاہ پر واپس آنے کے بجائے میں ابراہیم کے گھر چلا گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اُس کے گھر بھی آ سکتا ہوں۔ وہ مجھے سیدھا اپنے کمرے میں لے گیا۔ "آپ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے کیوں زحمت کی۔ مجھے بُلوالیا ہوتا۔“ اُس نے کہا۔

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“ میں ہنس پڑا۔ ”میں ادھر سے گزر رہا تھا، سوچا تم سے بھی ملتا چلوں۔“

”میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائے۔“

”کل مجھے کوئی کام نہیں ہے ابراہیم! میں نے سوچا تمھیں بتادوں کہ کل میں تمھارے ساتھ پرواز پر چلوں گا۔“

”ٹھیک ہے جناب! کل شام چار بجے فوجی ائیرپورٹ پہنچ جائیے گا یا اگر آپ کہیں تو میں آپ کو ساتھ ہی لیتا چلوں۔“

”اس کی ضرورت نہیں ہے ابراہیم! میں کل شام چار بجے فوجی ائیرپورٹ پہنچ جاؤں گا۔“

ابراہیم کے پاس سے میں جلد ہی اُٹھ گیا۔ جو پروگرام میرے ذہن میں تھا اُس پر عمل درآمد کے لیے بہت سے کام کرنا تھے۔

میں نے بازار کا رُخ کیا۔ مجھے چند مخصوص اشیاء درکار تھیں جو وہاں کی دُکانوں پر بڑی مشکل سے دستیاب ہو سکیں۔ یہ ساری چیزیں میک اپ کے کام میں استعمال ہوتی تھیں لیکن اُس ملک میں چونکہ میک اپ کا کوئی تصور نہیں تھا اس لیے کسی کو معلوم ہی نہیں تھا کہ میں نے جو سامان خریدا ہے وہ میک اپ کے کام میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔

بازار سے واپسی میں مجھے کافی دیر ہو چکی تھی مگر میرے لیے وقت سے زیادہ اس بات کی اہمیت تھی کہ مجھے تمام مطلوبہ سامان مل گیا تھا۔

اپنے کمرے میں پہنچتے ہی میں کام میں مصروف ہو گیا۔ کام بہت مشکل تھا مگر میں بھی ناتجربے کار نہیں تھا۔ اس کے باوجود مجھے اپنا کام مکمل کرنے میں کئی گھنٹے لگ گئے۔ اور جب میں سونے کے لیے لیٹا تو تین بج چکے تھے۔

اگلے روز حسبِ معمول میں دوپہر کے وقت اولیو ہاورڈ کے پاس جا پہنچا۔ میں کرنل وحدت کو ساتھ لینا نہیں بھولا تھا۔ میں نے اولیو ہاورڈ کے پاس پہنچ کر اپنا معمول دُہرایا یعنی اُس سے کچھ سوالات کیے اور اُس نے حسبِ عادت خاموشی اختیار کیے رکھی۔ میں نے کرنل وحدت کو کوٹھری سے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

”دیکھ لیا آپ نے۔“ کرنل وحدت نے باہر نکلتے ہی کہا۔ ”یہ شخص کتنی ڈھٹائی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔“

”میں اسی لیے آپ کو باہر لایا ہوں۔ میری سمجھ میں یہ بات آگئی ہے کہ اب یہ بغیر تشدد کے زبان نہیں کھولے گا...“

”تو پھر اسے اذیت خانے میں لے چلیں۔“ کرنل وحدت کِھل اُٹھا۔

”دراصل میں خود اس پر تشدد کر کے اس کی زبان کھلوانا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔

”ضرور ضرور! مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ ٹھہریں، میں ابھی اسے اذیت خانے لے چلنے کا انتظام کرتا ہوں۔“ کرنل وحدت نے کہا اور چلا گیا۔ میں وہیں ٹھہر کر اُس کا انتظار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد کرنل وحدت واپس آگیا۔ اُس کے ساتھ دو فوجی بھی تھے۔ اُن دونوں فوجیوں نے کوٹھری کا دروازہ کھول کر... اولیو ہاورڈ کو باہر نکال لیا۔

اُس کے بعد ہمیں ایک جیپ میں سفر کرنا پڑا۔ سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ جیپ سرخ اینٹوں سے بنی ہوئی ایک عمارت کے سامنے رُکی تھی۔ دونوں فوجیوں نے اولیو ہاورڈ کو جیپ سے اُتارا۔ ہم سب عمارت کے اندر داخل ہوئے۔ عمارت کے دروازے پر فوجی تعینات تھے جنھوں نے کرنل وحدت کو سیلوٹ کیا تھا۔

کئی راہداریوں سے گزر کر ہم جس وسیع و عریض کمرے میں داخل ہوئے اُسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ وہاں اذیت رسانی سے متعلق ہر قسم کا جدید ترین ساز و سامان موجود تھا۔ کرنل وحدت کے بارے میں میرا اندازہ تو یہی تھا کہ وہ ایذارساں فطرت کا مالک ہے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اُس نے اس قدر جدید عقوبت خانہ بنا رکھا ہے۔

فوجیوں نے اولیو ہاورڈ کی ہتھکڑیاں کھولیں اور اُسے ایک شکنجے سے جکڑ کر واپس چلے گئے۔ اولیو ہاورڈ کے چہرے پر حقارت پھیلی ہوئی تھی اور ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ بکھری نظر آرہی تھی۔

”ہر آدمی کبھی نہ کبھی اپنی سطح سے گرتا ضرور ہے۔“ اولیو ہاورڈ نے متنفرانہ انداز میں کہا۔ ”میں نے کئی بار تمھیں قتل کرنے کی کوشش کی اور ہمیشہ یہی سمجھتا رہا کہ تمھارے مقابلے میں میں نے کمینگی کا ثبوت دیا ہے لیکن آج تم بھی اپنی سطح سے گر گئے اور میرا ضمیر مطمئن ہو گیا۔“

”کیا تم بھی ایسی جذباتی حماقتیں کہتے رہتے ہو علی۔“ کرنل وحدت نے حیرت سے کہا۔ ”یہ باتیں، قصّے کہانیوں میں تو اچھی لگتی ہیں لیکن عملی زندگی میں ایسا نہیں ہوا کرتا۔ شاید یہ تمھاری ناتجربے کاری ہے۔ لیکن خیر! عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ تم میں پختگی آجائے گی۔“

”آپ جیسے تجربے کار لوگوں کی صحبت حاصل رہی تو یقیناً میری خامیاں دور ہو سکتی ہیں۔“ میں نے انکساری سے کہا۔ ”اب میں اپنا کام شروع کر دوں؟“

”بالکل، دیر کس بات کی ہے۔“ کرنل نے کہا۔

”کوئی ہمیں ڈسٹرب تو نہیں کرے گا؟“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی میری مرضی کے خلاف یہاں قدم بھی رکھ سکے۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے مطمئن لہجے میں کہا۔ ”ذرا ایک بات تو سُنیں کرنل۔“ میں نے اس انداز میں کہا جیسے جو بات میں کرنا چاہتا ہوں اُسے اولیو ہاورڈ سے چھپانا مقصود ہے۔

”ہاں کہو کیا بات ہے؟“ کرنل وحدت نے میرے قریب آکر پوچھا۔

میں نے کچھ کہے بغیر اچانک ہی کرنل وحدت کی گردن دونوں ہاتھوں سے جکڑ لی۔ اُس کے ہوش اُڑ گئے اور اُس نے جدّوجہد کرنا شروع کر دی مگر میں اُس کی گردن کی مخصوص رگوں پر دباؤ ڈال رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے ہاتھ پیر ڈال دیے اور بے ہوش ہو کر میرے بازوؤں میں جھول گیا۔ میں نے اُسے کمرے کے فرش پر لٹا دیا۔

اولیو ہاورڈ کے چہرے پر حیرت ہی حیرت بکھری ہوئی تھی اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اُس کی طرف توجّہ دیے بغیر جیب سے ایک سرنج نکالی جس میں پہلے سے دوا بھری ہوئی تھی۔ میں نے نہایت اطمینان سے اُس کے بازو میں انجکشن لگایا اور خالی سرنج واپس جیب میں ڈال لی۔ مجھے یقین تھا کہ اس دوا کے باعث جو میں نے اُس کے بازو میں انجیکٹ کی ہے، وہ دو تین گھنٹے سے قبل ہوش میں نہیں آئے گا۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں اولیو ہاورڈ کی طرف بڑھا اور جلدی جلدی اُس کی بندشیں کھول دیں۔ ”کرنل وحدت کے لباس سے اپنا لباس تبدیل کر لو ہاورڈ۔“ میں نے اُس سے کہا۔

اولیو ہاورڈ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے کرنل وحدت کا لباس پہن لیا۔ اپنے کپڑے اس نے کرنل وحدت کو پہنا دیے تھے۔

میں نے اپنے لباس میں سے وہ ماسک نکالا جو میں نے بڑی محنت سے تیار کیا تھا۔ یہ کرنل وحدت کے چہرے کا مکمل ماسک تھا جو میں نے کئی گھنٹوں کی محنت سے تیار کیا تھا۔ ماسک کے آخری حصّے اولیو ہاورڈ کی گردن پر چپکانے کے بعد میں نے تنقیدی نگاہوں سے اُس کا جائزہ لیا۔ اب اُسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کرنل وحدت نہیں ہے۔ اُس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں کرنل وحدت کے پاس جا بیٹھا اور اُس کے چہرے پر اولیو ہاورڈ کا میک اپ کرنے لگا۔ مجھے کوئی جلدی نہیں تھی اس لیے میں سکون سے اپنا کام کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد یہ کام بھی مکمل ہو گیا۔

”کرنل وحدت کے لباس کی جیبوں میں اُس کے سارے کاغذات ہوں گے۔“ میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔ ”اُنھیں چیک کر لو۔“

اولیو ہاورڈ نے لباس کی جیبیں چیک کیں۔ ”سارے کاغذات موجود ہیں۔“ اُس نے بتایا۔

”اب تمھیں کرنل وحدت کی حیثیت میں میرے ساتھ باہر نکلنا ہے اور تمھیں کرنل وحدت کی جیپ ڈرائیو کرنی ہے۔ مختصر سا فاصلہ طے کر کے ہمیں فوجی ائیرپورٹ پہنچنا ہے۔ وہاں ایک طیارہ ہمارا منتظر ہوگا۔ طیارے کے ہواباز کا نام ابراہیم وسعت ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو کرنل وحدت کی آواز کی نقل اتار لینا ورنہ زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر فوجی علاقے میں داخل ہونے کے لیے کسی قسم کی پوچھ گچھ ہو تو اس شخص کے کاغذات دکھا دینا جس کے میک اپ میں تم ہو۔ اس کا نام کرنل وحدت ہے اور چونکہ یہ ایک بارعب آدمی ہے اس لیے تمھیں...“

”میرے لیے اتنی معلومات بہت ہیں۔“ اولیو ہاورڈ نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ ”وقت آنے پر میں سب کچھ کر لوں گا۔“

میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ چار بجنے ہی والے تھے۔ میں نے کمرے پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور اولیو ہاورڈ کو چلنے کا اشارہ کیا۔ کمرے سے باہر نکل کر ہم نے دروازہ باہر سے بند کیا اور عمارت سے باہر نکل آئے۔ عمارت میں جو لوگ ملے اُنھوں نے اولیو ہاورڈ کو کرنل وحدت سمجھ کر سیلوٹ کیا تھا اور اُس نے سر کی جنبش سے سب کا جواب دیا تھا۔

اولیو ہاورڈ بڑے بااعتماد انداز میں کام کر رہا تھا۔ وہ سیدھا کرنل وحدت کی جیپ میں بیٹھا اور اُسے ڈرائیو کرتا ہوا روڈ پر نکال لایا۔ میں اُس کے برابر ہی بیٹھا تھا۔

”میں راستوں سے واقف نہیں ہوں۔“ اولیو ہاورڈ نے کہا۔ ”مجھے راستے بتاتے رہنا۔“

ٹھیک چار بجے ہم ائیرفورس ائیرپورٹ کے داخلی گیٹ پر پہنچ گئے جہاں ابراہیم وسعت میرا منتظر تھا۔

”یہ دیکھیے۔“ اُس نے میری آنکھوں کے سامنے ایک کاغذ لہراتے ہوئے کہا۔ ”میں نے آپ کے لیے اجازت نامہ حاصل کر لیا ہے۔“

”شکریہ۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔ ”ان سے ملو! یہ کرنل وحدت ہیں اور یہ بھی ہمارے ساتھ ہی چلنا چاہتے ہیں۔“

”ان کے تذکرے تو بہت سُنے ہیں لیکن ملاقات آج پہلی بار ہوئی ہے۔“ ابراہیم نے بڑی گرم جوشی سے اولیو ہاورڈ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے مصافحہ کیا۔ ملٹری انٹیلی جنس سے متعلق ہونے کی وجہ سے ان کو ساتھ لے جانا ذرا مشکل نہیں ہوگا۔"

کرنل وحدت کی ہی جیپ میں ہم رن وے تک پہنچے۔ ابراہیم نے کرنل وحدت کو ساتھ لے جانے کے بارے میں متعلقہ لوگوں کو آگاہ کر دیا تھا اور کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

ہم نہایت اطمینان سے ابراہیم وسعت کے ساتھ تربیتی طیارے میں جا بیٹھے اور اپنے جسموں کے گرد سیٹ بیلٹس کس لیے۔ وہ ایک فائیو سیٹر طیارہ تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد طیارہ فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ ابراہیم وسعت نے ٹرانسمیٹر پر کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کیا اور اُن سے اپنی پرواز کے سلسلے میں ہدایات حاصل کیں۔

میں نے ابراہیم سے اُس میدان کی طرف چلنے کی فرمائش کی تھی جس کا اُس نے مجھ سے تذکرہ کیا تھا اور طیارہ اسی جانب رواں تھا۔

ہمیں پرواز کرتے ہوئے کوئی آدھا گھنٹا گزرا ہوگا کہ جہاز کے ٹرانسمیٹر کا بلب اسپارک کرنے لگا۔ ابراہیم نے مائیک آن کیا اور ٹرانسمیٹر پر بات کرنے لگا۔ میری پوری توجہ اُسی جانب تھی اس لیے میں آوازیں سُننے میں کامیاب ہو گیا ورنہ جہاز کے شور میں یہ ممکن نہ ہوتا۔

"کوڈ زیرو زیرو فور نائن، کوڈ زیرو زیرو فور نائن۔" اسپیکر سے آواز آرہی تھی۔

"یس، ابراہیم وسعت۔" ابراہیم نے جواب دیا۔

"ہم ایک سازش کا شکار ہو گئے ہیں۔ تمہارے ساتھ جو شخص کرنل وحدت کی حیثیت سے سفر کر رہا ہے وہ موساد کا یہودی ایجنٹ اولیو ہاورڈ ہے اور علی یار خاں بھی اس وقت اس کے ساتھ مل گیا ہے۔ ان دونوں کو بے خبر رکھ کر چالاکی سے رن وے پر واپس لے آؤ۔ تین طیارے تمہارے تعاقب میں روانہ ہو چکے ہیں جو ذرا دیر میں تم تک پہنچ جائیں گے۔ ضرورت پڑنے پر تم اُن سے مدد لے سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟" ابراہیم وسعت نے پوچھا۔

"جو کچھ کہا گیا ہے اُسے دُہرانا ضروری نہیں ہے۔ جلدی کرو۔ ایک لمحے کی تاخیر بھی تمہارے لیے مہلک ہو سکتی ہے۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ ابراہیم نے پلٹ کر ہماری طرف دیکھا لیکن میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا رُخ اپنی جانب دیکھ کر وہ بُری طرح بوکھلا گیا۔

"طیارہ اُسی جگہ لینڈ کرے گا ابراہیم وسعت جہاں کے لیے ہم روانہ ہوئے ہیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"مم... مگر مسٹر علی...." ابراہیم ہکلا کر رہ گیا۔ اُس کے انداز میں بڑی بے بسی تھی۔ میرا دل کٹ کر رہ گیا مگر میں بھی تو مجبور تھا۔

"میرے ساتھ تعاون کرو ابراہیم۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "جو کچھ میں کر رہا ہوں عربوں کے مفاد میں ہی کر رہا ہوں۔ تم تو مجھے جانتے ہی ہو۔ میں نے کبھی عرب مفادات کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھایا۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ میری مجبوری ہے لیکن مجھ سے تعاون کر کے تم کسی غدّاری کے مرتکب نہیں ہو گے۔ یقین کرو۔"

ابراہیم اُلجھ کر رہ گیا۔ اُس کی اُلجھن اتنی شدید تھی کہ تھوڑی دیر کے لیے وہ خود کو بھی فراموش کر بیٹھا۔ وہ تو جب طیارے نے غوطہ کھایا تو وہ اچانک سنبھلا اور تھروٹل کھینچ کر اُس نے طیارہ اوپر اُٹھا لیا۔ شاید وہ یہ فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میری بات ملنے یا نہ مانے۔

پھر شاید اُس پر فرض غالب آگیا۔ اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں مجھ سے کہا۔ "میں مجبور ہوں مسٹر علی! اگر کوئی ذاتی مسئلہ ہوتا تو میں جان دے کر بھی آپ کی ہدایات پر عمل کرتا لیکن یہ قومی مسئلہ ہے اس لیے میں آپ کی بات ماننے سے قاصر ہوں اور طیارہ واپس موڑ رہا ہوں۔"

"میں تمہیں گولی مار کر ہلاک کر دوں گا ابراہیم وسعت! اور یہ میرے لیے زیادہ مشکل نہیں ہوگا اس لیے کہ میرا مشن تمہاری زندگی سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ میری بات مان لو دوست، میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔"

"تو پھر آپ مجھے گولی ہی مار دیجیے مسٹر علی! میں سمجھوں گا دوستی کا حق ادا ہو گیا۔ میرا جی تو چاہتا ہے کہ آپ کے کسی کام آؤں لیکن میں اپنے فرض کے ہاتھوں مجبور ہوں لہٰذا یہ صرف اُسی وقت ہو سکتا ہے جب میں زندہ نہ رہوں۔ میں نے طیارے کا رُخ بدل دیا ہے۔ اب آپ لوگ فرار نہیں ہو سکیں گے۔"

ابراہیم وسعت کی باتوں میں وزن بھی تھا اور اُس کی باتیں متاثر کُن بھی تھیں۔ میں چاہتا بھی تو اُس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں مخمصے میں پھنس گیا۔ ایک طرف میری اپنی ساکھ اور آزادی داؤ پر لگی ہوئی تھی اور دوسری طرف ابراہیم ہٹ دھرمی پر آمادہ تھا۔ مجھے فوراً ہی کسی فیصلے پر پہنچنا تھا اس لیے کہ کچھ ہی دیر بعد وہ تین طیارے بھی وہاں پہنچنے والے تھے۔

دفعتاً میری نگاہ اُن پیراشوٹس پر پڑی جو طیارے میں موجود تھے۔ میں نے فوراً ہی اولیو ہاورڈ کی توجّہ اُن کی طرف مبذول کرائی اور اُسے پیراشوٹ باندھنے کا اشارہ کیا۔ اولیو ہاورڈ نے نہایت برق رفتاری سے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے بھی جلدی جلدی ایک پیراشوٹ اپنے جسم پر کس لیا۔ معًا ابراہیم نے پلٹ کر دیکھا۔ ہمارے جسموں پر پیراشوٹ دیکھ کر پلک جھپکتے میں سب کچھ اُس کی سمجھ میں آگیا۔ اُس نے ہمیں روکنے کے لیے طیارے کو فضا میں غوطے دینا شروع کر دیے۔ ناہموار اُڑان کے باعث ہمارے جسموں کو زبردست جھٹکے لگ رہے تھے اور ہمارے لیے اپنے پیروں پر کھڑا رہنا دوبھر ہو گیا تھا لیکن ہم دونوں ہی بہت منجھے ہوئے لوگ تھے ہم نے سیٹوں کا سہارا لے کر نہایت چابک دستی سے خود کو گرنے سے محفوظ رکھا۔

ابراہیم وسعت مُسلسل طیارے کو فضا میں دائیں بائیں اور اوپر نیچے جھٹکے دے رہا تھا۔ اُس نے اپنی تمام تر توجّہ اس بات پر مرکوز رکھی تھی کہ ہم کچھ کرنے نہ پائیں۔ وہ خود بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ نہ تو اُس کے پاس اور نہ ہی طیارے میں کوئی ہتھیار تھا جس سے وہ ہم پر قابو پا سکتا۔

میرے لیے اپنا توازن برقرار رکھنا ناممکن ہو رہا تھا لیکن اپنی تمام تر مہارت کو استعمال میں لاتے ہوئے میں جدّوجہد میں مصروف تھا۔ میرا رُخ ایمرجنسی ڈور کی طرف تھا۔ شدید جدّوجہد کے بعد میں ایمرجنسی ڈور تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب مجھے ایمرجنسی ڈور کھولنا تھا۔

ابراہیم نے اندازہ کر لیا تھا کہ میرے ارادے کیا ہیں۔ اُس نے اور بھی شدّومد سے طیارے کو جھٹکے دینا شروع کر دیے۔ وہ ہر قیمت پر مجھے ایمرجنسی ڈور کھولنے سے روکنا چاہتا تھا اور مجھے ہر قیمت پر یہ کام کرنا تھا اس لیے کہ اب اس سے ہی میرا سب کچھ وابستہ ہو کر رہ گیا تھا۔ اگر میں فوری طور پر فرار ہونے میں ناکام ہو جاتا تو نہ صرف وہ لوگ مجھے گرفتار کر لیتے بلکہ اولیو ہاورڈ کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جاتی جو مجھے ہرگز منظور نہیں تھا۔

میں بہ ہزار دقت ایمرجنسی ڈور کھولنے میں کامیاب ہوا۔ اولیو ہاورڈ پہلے ہی میرے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ میں نے اُسے طیارے کے دروازے سے باہر دھکیل کر خود بھی پھرتی سے چھلانگ لگا دی۔ طیارہ آگے نکلا چلا گیا۔

ہزاروں فٹ کی بلندی سے میں اور اولیو ہاورڈ وزنی بوریوں کی طرح زمین کی طرف گر رہے تھے۔ ہم دونوں نے تقریباً ایک ہی وقت میں اپنے پیراشوٹس کھولے۔ میرے جسم کو ایک جھٹکا لگا اور ہوا سے بھرے ہوئے پیراشوٹ نے میرے جسم کو تیزی سے گرنے سے روک لیا۔ اب میں اور اولیو ہاورڈ دونوں تیز ہوا کے رُخ پر گویا تیر رہے تھے۔ اولیو ہاورڈ مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ ابراہیم وسعت کا طیارہ ہم سے بہت بُلندی پر تھا اور کافی دور نکل گیا تھا۔

دفعتاً میں نے طیارے کو واپس پلٹتے دیکھا۔ طیارہ نہ صرف واپس پلٹا تھا بلکہ اُس کی بُلندی بھی کم ہو رہی تھی۔ پہلے تو میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا اور جب ابراہیم کے ارادے مجھ پر آشکارا ہوئے تو کچھ کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ میں زمین سے ہزاروں فٹ اوپر فضا میں مُعلّق تھا اور ابراہیم اپنا طیارہ مجھ سے ٹکرانے کے لیے آرہا تھا۔ خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ زندگی میں پہلی بار میں اتنی بُری طرح پھنسا تھا اور افسوس یہ تھا کہ ایک دوست کے ہاتھوں مرنے جا رہا تھا۔

طیارے کی صورت میں موت میری طرف جھپٹ رہی تھی۔ درمیانی فاصلہ بڑی تیزی سے گھٹتا جا رہا تھا۔ اب بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تھی۔ میں نے بلند آواز سے کلمہ پڑھا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

خوابوں کی تعبیر، اُن کی حقیقت اور ان کی افادیت کے بارے میں ایک نادر کتاب

خوابوں کے اسرار

قیمت: ۷۵ روپے ڈاک خرچ: ۱۹/- روپے

- خواب کیا ہوتے ہیں؟
- ان کی تعبیر کیا ہوتی ہے؟
- خواب کیوں نظر آتے ہیں؟

خوابوں کے بارے میں مکمل معلومات

کتاب کے چند عنوانات:

- نیند
- خوابی اصطلاحیں
- تحلیل نفسی کے طریقے
- بچوں کے خواب
- الہامی خواب
- رویائے صادقہ
- کثرت سے نظر آنے والے خواب
- خواب اور الجھنیں
- خواب اور آدمی
- خواب اور یہودیت
- خواب اور اسلام
- خواب اور مستقبل
- خوابوں کی مذہبی اہمیت
- خوابوں کی لغت

خوابوں پر ایک مکمل اور مستند کتاب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جنگی

تربیتی طیارہ مہیب آواز کے ساتھ گرجتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ اُس کی ... لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی۔ میری آنکھیں بند تھیں مگر مجھے معلوم تھا کہ اولیو ہاورڈ مجھ سے چند گز کے فاصلے پر میری ہی طرح پیراشوٹ کے سہارے فضا میں معلق ہے۔ میری ہی طرح وہ بھی بے بس تھا لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اُس کی کیا کیفیات ہیں۔ موت کو اتنا قریب دیکھ کر بڑے بڑے حوصلہ مند لوگ حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ ممکن ہے اُس وقت اولیو ہاورڈ بھی حواس باختہ ہو گیا ہو۔ میں تو صرف اپنی کیفیات کے بارے میں جانتا ہوں۔ اس وقت میں ذرا بھی خوف زدہ نہیں تھا مگر میرا دل رو رہا تھا۔ میرے مقابلے پر بڑے بڑے باصلاحیت لوگ آئے، وہ سب میرے دشمن تھے۔ اُن میں بڑے تجربہ کار، ذہین اور زیرک لوگ بھی تھے۔ اُن میں ایسے لوگ بھی تھے جو میرے خون کے پیاسے تھے۔ مجھے صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دینا ... چاہتے تھے مگر میں نے کبھی کسی سے شکست نہیں کھائی اور ہمیشہ ان سب کے مقابلے میں سرخرو ہوا لیکن آج میری زندگی ایک دوست کے رحم و کرم پر تھی اور کمال یہ تھا کہ....

... میرے دشمنوں کے برعکس کچھ بھی نہیں تھا اُس کے پاس ... تجربہ تھا اور نہ ہی میں اُسے ذہانت میں اپنے دشمنوں کا ہم پلہ ... سکتا تھا۔ وہ تو ایک زیرِ تربیت پائلٹ تھا جس نے ... تک اپنی تربیت بھی مکمل نہیں کی تھی۔

میں بڑے کرب سے گزر رہا تھا۔ یہ وہ ہاتھ اُٹھنے ... تھا جس کی مضبوطی کی خاطر میں نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ ابراہیم وسعت عرب تھا اور میں عربوں کے مفاد میں اسرائیل کے خلاف ڈٹا ہوا تھا۔ یہ بات میرے سان و گمان میں بھی نہیں تھی کہ میں کبھی اس طرح کسی دوست کے ہاتھوں مارا جاؤں گا۔

لیکن میں ابراہیم کو موردِ الزام بھی نہیں ٹھہرا سکتا تھا جو کچھ ... کرنے جا رہا تھا ایک غلط فہمی کی وجہ سے کرنے جا رہا ... فرض ادا کرنے کے خیال نے اُس پر دیوانگی طاری کر ... تھی۔ اُسے یہ ہوش بھی نہیں رہا تھا کہ اگر اُس نے ہم سے ... ٹکرانے کی کوشش کی تو ہمارے ساتھ اُس کا طیارہ بھی ... ہو سکتا ہے۔

دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال کوندے کی طرح لپکا۔ ممکن ہے وہ صرف ... اولیو ہاورڈ کو ہلاک کرنا چاہ رہا ہو۔ اس خیال کے ساتھ ہی میں نے آنکھیں کھول دیں اور آنکھیں ... ہی میرے اس خیال کی تردید ہو گئی۔

طیارہ ہمارے بے انتہا نزدیک آ چکا تھا اور اُس کی گونج دار آواز کانوں کے پردے پھاڑے ڈال رہی تھی۔ طیارے کا رُخ ایسا تھا کہ ہم دونوں میں سے کوئی بھی اُس کی زد میں آ سکتا تھا بلکہ یہ بھی ممکن تھا کہ بیک وقت ہم دونوں ہی اُس کی زد میں آ جاتے۔

میں نے بڑی بے بسی سے طیارے کی طرف دیکھا۔ زمین سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر اُس وقت میں اور اولیو ہاورڈ دونوں ہی مکمل طور پر بے بس تھے۔ ہم اپنے دفاع میں ہاتھ پیر بھی نہیں چلا سکتے تھے۔ مجھے کچھ دیر پہلے کا وہ وقت یاد آیا جب ابراہیم مکمل طور پر میرے رحم و کرم پر تھا مگر میں نے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ میں اُسے نقصان پہنچا بھی نہیں سکتا تھا آخر وہ میرا دوست تھا۔

لیکن اب معاملہ بالکل اُلٹ چکا تھا۔ ابراہیم کے پاس طیارہ بھی تھا اور اُسے اُڑانے کی مہارت بھی تھی۔ ہم اُس کے مقابلے میں نہ صرف نہتے تھے بلکہ ہم نہ زمین پر تھے نہ آسمان پر۔ ہم فضائے بسیط میں پیراشوٹوں میں ٹنگے ہوئے تھے۔ ہم اپنی مرضی سے جنبش بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اولیو ہاورڈ تو خیر بالکل ہی نہتا تھا البتہ میرے پاس ایک پستول ضرور موجود تھا لیکن اب اُسے استعمال کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ اگر مجھے پستول استعمال کرنا ہی ہوتا تو میں جہاز میں ہی استعمال کر چکا ہوتا۔

زندگی میں پہلی بار میں اس قدر بے بس ہوا تھا۔ پہلی بار یوں ہوا تھا کہ میری زندگی کسی دوسرے کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ میں مکمل طور پر ابراہیم وسعت کے رحم و کرم پر تھا۔ ایک نوجوان زیرِ تربیت پائلٹ اپنی مہارت اپنے ہم مذہبوں کے مفادات کے خلاف استعمال کرنے جا رہا تھا۔ ادائیگیٔ فرض کے جنون نے اُسے ہوش و حواس سے بالکل بے گانہ کر دیا تھا۔ وہ بھلے بُرے کی تمیز تک کھو بیٹھا تھا۔ ایک ذرا دیر کے لیے وہ اپنے ذہن پر زور دے لیتا تو اپنے اس بھیانک ارادے پر عمل پیرا ہونے کے خیال سے تائب ہو جاتا لیکن وہ تو پہلے ہی اپنی حدود سے تجاوز کر چکا تھا۔ اُسے ہرگز میری جان لینے کی ہدایات نہیں ملی تھیں۔ اُس سے تو یہ کہا گیا تھا کہ ہمیں ہماری لاعلمی میں ایئرپورٹ پر واپس لانے کی کوشش کرے۔ اس کا صاف اور واضح مطلب یہی تھا کہ ہمیں زندہ رکھنا مقصود ہے ورنہ اُسے احتیاط کی تلقین کیوں کی جاتی لیکن وہ نوجوان تھا۔ زیرِ تربیت تھا اور اُس پر یہ جنون بھی سوار تھا کہ کوئی بڑا کارنامہ کر کے دکھائے تاکہ خود کو دوسروں سے برتر ثابت کر سکے۔ برتری ثابت کرنے کے اس بے جا جنون کے باعث وہ دنیائے اسلام کو شاید ایک عظیم نقصان سے دوچار کرنے جا رہا تھا۔ اگر اُس کی تربیت مکمل ہو چکی ہوتی تو وہ ہمارے لیے اتنا بڑا خطرہ نہ بن سکتا جتنا اپنی ناتجربہ کاری کے باعث وہ ہمارے لیے بن چکا تھا۔ کوئی بھی ایسا شخص جو اپنی تربیت میں مکمل ہوتا اُس موقع پر زمینی کنٹرول سے مزید ہدایات لیے بغیر ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی حماقت ہرگز نہ کرتا۔ ابراہیم وسعت کو جو ہدایت ملی تھی وہ اُسے پورا کرنے میں ناکام ہو گیا تھا تو اُسے چاہیے تھا کہ زمینی ......

کنٹرول کو اپنی ناکامی سے مطلع کرتے ہوئے ہمارے بارے میں تازہ ہدایات حاصل کرتا اور پھر اُن ہدایات پر عمل کرتا.... ابراہیم وسعت کی ناتجربہ کاری میرے لیے ہلاکت خیز ثابت ہونے والی تھی۔ اُس کی یہی ناتجربہ کاری تھی جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں اُسے اپنا آلۂ کار بنانے میں کامیاب ہوا تھا۔ اُس کی جگہ اگر کوئی تجربہ کار افسر ہوتا تو شاید میں اُسے اتنی آسانی سے اپنا آلۂ کار نہ بنا پاتا لیکن وہ کچھ دیر قبل کی بات تھی۔ اب تو پوری بساط ہی اُلٹ کر رہ گئی تھی۔ میرے ساتھ اولیو ہاورڈ کی زندگی بھی داؤ پر لگی ہوئی تھی۔

دو بدترین دشمن ایک ہی کشتی کے سوار تھے۔ میری اور اولیو ہاورڈ دونوں کی زندگیوں کا انحصار اب صرف خدا کی ذات پر رہ گیا تھا۔ زندگی کا انحصار تو خیر ہوتا ہی خدا کی ذات پر ہے۔ ہر شخص کو ایک معین وقت پر موت آتی ہے۔ جب تک اُس کی مرضی نہ ہو کسی کو مارنا تو کیا کوئی کسی کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا لیکن وہ وقت اس قدر کٹھن تھا کہ اُمید کی ہر کرن دم توڑ گئی تھی۔ گرجتے چنگھاڑتے ہوائی جہاز کی شکل میں موت ہم سے فقط چند گز کے فاصلے پر تھی اور یہ مختصر سا فاصلہ بھی محض چند لمحوں میں طے ہو جانا تھا۔

دفعتاً مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھے جھکولا دیا ہو۔ شاید ہوا کے شدید دباؤ سے پیراشوٹ کی سمت تبدیل ہوئی تھی۔ میں نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ میرا جسم ہوا میں بے ہنگم طریقے سے جھکولے کھا رہا تھا اور میں نے خود کو مرنے کے لیے پوری طرح تیار کر لیا تھا۔

کان پھاڑ دینے والی گرج دار آواز کے ساتھ ہوائی جہاز میرے برابر سے گزر گیا اور میرے جسم کو لگنے والے ہچکولے بے حد شدید ہو گئے۔ ساتھ ہی میرے نیچے گرنے کی رفتار بھی بہت تیز ہو گئی۔ میں نے بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں۔

سب کچھ جوں کا توں تھا۔ میرا بال بھی بیکا نہیں ہوا تھا۔ لمحاتی طور پر میں حیران رہ گیا۔ میرے زندہ بچ جانے کا معجزہ کیسے رونما ہو گیا تھا؟ چند لمحوں تک میری سمجھ میں کچھ بھی نہ آ سکا۔ پھر دفعتاً ہی ایک خیال بجلی کی طرح میرے ذہن میں کوندا۔ یہ ممکن تھا کہ صرف اولیو ہاورڈ کو نشانہ بنایا گیا ہو۔

اس خیال کے ساتھ ہی میں نے سر گھما کر اولیو ہاورڈ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ وہ مجھے نظر آ گیا۔ اب میرے اور اُس کے درمیان فاصلہ کافی بڑھ گیا تھا لیکن میں اُسے صاف دیکھ سکتا تھا۔ میری طرح وہ بھی صحیح و سالم تھا اور میری ہی طرح وہ بھی پیراشوٹ سے لٹکا بے ہنگم طریقے سے بُری طرح جھول رہا تھا۔ خود کو متوازن رکھنے کے لیے وہ چاروں ہاتھ پیر چلا رہا تھا۔ مجھے یہ اندازہ کرنے میں دشواری نہیں ہوئی کہ اُسے بھی کوئی گزند نہیں پہنچی تھی۔

میں اور بھی اُلجھ گیا۔ ہم دونوں میں سے ایک کو ضرور نقصان پہنچنا چاہیے تھا۔ میں اپنے بچنے پر یہ سمجھا تھا کہ شاید جہاز سے اولیو ہاورڈ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی ہو مگر وہ بھی زندہ تھا۔ آخر کیوں؟

میں فضا میں جھولتا اور ذہن پر زور دیتا رہا۔ میں نے جہاز کی آخری پوزیشن جو دیکھی تھی اُس سے یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا کہ جہاز سے کسے نشانہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ درحقیقت جہاز کا رُخ ہم دونوں میں سے کسی کی طرف بھی نہیں تھا۔ وہ تو ہم دونوں کے درمیان سے گزرنا چاہ رہا تھا۔ مقصد یقیناً یہ تھا کہ ہمارے درمیان سے گزرتے وقت جہاز کے پر پیراشوٹوں کی ڈوریوں سے ٹکرائیں اور ڈوریاں کٹ جائیں لیکن ہوا یہ تھا کہ جہاز کے قریب آنے سے ہوا کے زبردست دباؤ نے ہم دونوں کو جہاز سے دور کر دیا تھا اور یوں وقتی طور پر ہم دونوں کی جانیں بچ گئی تھیں ورنہ اگر پیراشوٹ کی ایک بھی ڈوری کٹ گئی ہوتی تو ہم خود کو متوازن نہیں رکھ سکتے تھے۔ ہمارے نیچے گرنے کی رفتار بھی تیز ہو جاتی اور پھر اتنی تیزی سے اگر ہم نیچے زمین پر گرتے تو ہم دونوں کی ہڈیاں تو ضرور ٹوٹ جاتیں۔

میں نے پلٹ کر جہاز کی سمت دیکھا جو ہم سے بہت دور چلا گیا تھا اور اب چکر کاٹ رہا تھا۔ مجھے یہ اندازہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کہ جہاز کا نوجوان پائلٹ جو ابھی زیرِ تربیت ہے، ہمیں ہلاک کرنے کی ایک اور کوشش ضرور کرے گا۔ اُس پر جنون سوار تھا۔ میں تن بہ تقدیر ہو گیا۔ اولیو ہاورڈ نے بھی یہی کیا ہو گا۔ ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔

جہاز نے فضا میں ایک طویل چکر کاٹا اور اُس کا رُخ ایک بار پھر ہماری جانب ہو گیا لیکن اس بار وہ مختلف زاویے سے ہماری جانب بڑھ رہا تھا۔ نوجوان پائلٹ نے پہلی بار کی ناکامی سے فوری سبق حاصل کیا تھا اور دوسری کوشش میں شاید یقینی طور پر کامیابی حاصل کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ ہماری سمت بڑھنے کا بدلا ہوا انداز اس بات کا گواہ تھا۔ پچھلی بار وہ جس زاویے سے حملہ آور ہوا تھا اُس میں ایک وقت میں ایک ہی فرد

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کو نشانہ بنایا جا سکتا تھا جب کہ اس مرتبہ میں اور اولیو ہاورڈ دونوں ہی جہاز کی لائن میں تھے۔ اگر جہاز سیدھا پرواز کرتا چلا آتا تو پہلے میرے چیتھڑے اُڑتے اور اس کے بعد اولیو ہاورڈ کا قیمہ بن جاتا۔ بعد میں جہاز کا جو بھی حشر ہوتا۔ یہ تو ناممکن تھا کہ دو افراد سے ٹکرانے کے بعد جہاز صحیح وسالم واپس ایئر پورٹ تک پہنچ سکتا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر اس جنونی پائلٹ نے جہاز ہم سے ٹکرا دیا تو پھر ہماری طرح اُسے بھی اپنی جان بچانے کے لیے جہاز سے پیراشوٹ کے ذریعے چھلانگ لگانا پڑے گی۔

تربیتی طیارے کا رُخ ہماری جانب تھا اور میں دل ہی دل میں خدا سے دُعا کر رہا تھا کہ جو کچھ بھی ہونا ہے جلد ہو جائے۔ جہاز طوفانی رفتار سے میری طرف آ رہا تھا مگر مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وقت رک گیا ہو۔ میرے اعصاب پر بے انتہا دباؤ پڑ رہا تھا۔ بے یقینی کی اس صلیب پر زیادہ دیر لٹکنا مجھ جیسے آہنی اعصاب کے مالک کے لیے بھی ناممکن ہو رہا تھا۔ زمین سے ہزاروں فٹ کی بلندی پر ایک دوست کے رحم وکرم پر بے یار و مددگار رہنے کا وہ اعصاب شکن تجربہ میری زندگی کا یادگار ترین تجربہ تھا۔ مجھے ایسا کوئی دوسرا موقع یاد نہیں آتا جب موت اتنے یقینی انداز میں میرے سامنے آئی ہو۔

طیارہ ابھی مجھ سے خاصے فاصلے پر تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ اُسے مجھ تک پہنچنے میں محض چند سیکنڈ ہی لگیں گے، ممکن ہے وقت کے بارے میں مَیں نے غلط اندازہ لگایا ہو اور جہاز کو مجھ تک پہنچنے میں ایک منٹ یا اس سے بھی زیادہ وقت لگ جاتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس بار پائلٹ سے اندازے کی غلطی ہو جائے اور جہاز مجھ سے ٹکرانے کے بجائے میرے اوپر سے نکل جائے لیکن اس سے کوئی فرق نہ پڑتا۔ اگر بفرضِ محال جہاز مجھ سے کچھ اوپر سے بھی گزرتا تو کتنے اوپر سے گزرتا؟ چند فٹ سے زیادہ فرق پڑنا ممکن نہیں تھا اور اس صورت میں پیراشوٹ کی ڈوریوں کا جہاز میں اُلجھ جانا لازمی امر تھا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو یہ میرے جہاز سے براہ راست تصادم سے بھی زیادہ ہولناک صورتِ حال ہوتی۔ موت تو آتی مگر سسک سسک کر۔ ۔ پیراشوٹ کی ڈوریاں یکے بعد دیگرے کٹ جاتیں اور پھر میں ہزاروں فٹ کی بلندی سے زمین پر گرتا تو میری ہڈیوں تک کا سُرمہ بن جاتا۔ آزادیٔ فلسطین کے ایک پاکستانی علَم بردار کا یہ انجام بڑا عبرت ناک ہوتا۔ میں براہِ راست جہاز کی زد میں آ کر مرتا یا زمین پر گر کر مرتا اُس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اصل بات تو یہ تھی کہ میں اپنے دوستوں کے ہاتھوں اس لرزہ خیز انجام کو پہنچنے جا رہا تھا۔ جو کام بڑے بڑے سورما نہیں کر سکے تھے، دشمنوں کے بڑے بڑے ماہر اور تجربے کار لوگ جس حسرت کو لیے دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، وہ کام ایک ایسے شخص کے ہاتھوں ہونے والا تھا جو نہ صرف میرا دشمن نہیں تھا بلکہ ابھی تو اُس کی تربیت بھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ فلسطین کی آزادی کے لیے میں نے کیا کیا جتن نہیں کیے تھے، میرے دل میں کیسی کیسی آرزوئیں تھیں، مَیں نے کیا کیا منصوبے بنائے تھے۔ فلسطین کو اسرائیل کے تسلط سے نجات دلانا اور یہودیوں کے ناپاک وجود سے پاک کرنا میرا مقصد تھا، یہ میرا مقصدِ حیات میرا نصب العین تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے، اپنے اس سنہرے خواب کو تعبیر دینے کے لیے میں نے کیا کیا پاپڑ نہیں بیلے تھے۔ کون سی ایسی قربانی تھی جو مَیں نے نہیں دی تھی، مَیں نے اپنا گھر بار، عزیز و اقارب، اپنی ساری اُمنگیں، آرزوئیں، ہر چیز اس مقصد کے لیے قربان کر دی تھی۔ مَیں تو خود سے بھی بے گانہ ہو گیا تھا۔ میرا گھر فلسطین میں نہیں، پاکستان میں تھا، عرب میرے ہم وطن نہیں تھے۔ فلسطین پر یہودیوں کے قبضے سے میرے ملک کی آزادی پر تو کوئی آنچ نہیں آتی تھی نہ ہی یہ میرا کوئی ذاتی معاملہ تھا۔ یہ تو خالص مذہبی معاملہ تھا۔ مذہب کے رشتے سے یہودی میرے دشمن تھے اور عرب میرے بھائی تھے۔ ایک بھائی کبھی دوسرے بھائی پر آنچ آتے نہیں دیکھ سکتا۔ دوسری طرف وہ یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اُسے خود اپنے ہی بھائی سے کوئی نقصان پہنچے۔ اخوت کا یہی رشتہ تھا جس نے مجھے سرگرداں کر رکھا تھا۔ اپنے بھائیوں کے دفاع کے لیے اُن کے حقوق کے تحفظ کے لیے میں زندگی کے ہر شعبے میں ہر محاذ پر یہودیوں کے خلاف برسرِ پیکار ہو گیا تھا۔ مَیں نے اپنی زندگی ایک ہی مقصد کے لیے وقف کر دی تھی لیکن کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس جدوجہد کا اختتام یوں ہوگا کہ مَیں اپنے ہی ایک بھائی کے ہاتھوں زندگی سے محروم ہو جاؤں گا تو شاید میرا طرزِ عمل مختلف رہا ہوتا۔ میں اپنی کوششوں میں اس حد تک آگے نہ بڑھا ہوتا۔ میں نے کچھ حدود ملحوظ رکھی ہوتیں جن سے کبھی تجاوز نہ کرتا یا شاید اس راہ پہ قدم ہی نہ رکھا ہوتا۔

لیکن نہیں۔ ۔ ۔ اگر مجھے پہلے سے سب معلوم ہوتا، مجھے بتا دیا جاتا کہ تمہارا انجام اس قدر عبرت ناک ہوگا تب بھی میں خود کو یہودیوں کے خلاف سرگرمِ عمل ہونے سے نہ روک پاتا۔ شاید میں اپنے بارے میں بڑی خوش فہمیوں میں مبتلا تھا۔ میں خود کو بے حد عملی اور بے انتہا غیر جذباتی سمجھتا تھا جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ میں تو بے حد جذباتی تھا اور جذباتی لوگ ویسے چاہے کتنے بھی غیر عملی ہوں، کم از کم اپنے جذبات کی حد تک تو بہت عملی ثابت ہوتے ہیں۔ یہی معاملہ میرے ساتھ بھی تھا۔ مَیں چونکہ جذباتی طور پر یہودیوں اور اسرائیل کے خلاف تھا للٰذا میں اپنی پوری قوت سے اُن کے خلاف عمل پیرا ہو گیا تھا۔ میں نے کچھ سوچنے سمجھنے کی بھی تو زحمت نہیں کی تھی ورنہ کہاں مَیں اور کہاں وہ ملک جسے دنیا کی طاقت ور ترین حکومتوں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ میرے پیشِ نظر تو صرف یہ مقصد تھا کہ کسی بھی طرح فلسطینیوں کو اُن کے حقوق دلا دوں۔ مَیں اُن لوگوں میں سے نہیں تھا جو کسی بات سے دل برداشتہ ہو جاتے ہوں۔ اگر ایسا ہوتا تو مَیں اُس وقت اپنے مشن سے دست بردار ہو گیا ہوتا جب اولیو ہاورڈ کی سازش کے نتیجے میں مجھے غدار سمجھ لیا گیا تھا۔

تربیتی طیارہ بھیانک آوازیں نکالتا ہوا میری جان لینے کے لیے میری طرف جھپٹ رہا تھا۔

زندگی کے فقط چند ہی لمحے باقی رہ گئے تھے اور ان چند لمحات میں میرے سوچنے کی رفتار بے انتہا تیز ہو گئی تھی۔ اس قدر تیز کہ اس کے سامنے تیز رفتار جہاز کوئی سُست رفتار چیونٹی معلوم ہونے لگا تھا۔

مجھے تہذیب مالکم ایکس یاد آئی جس کے فراق میں مَیں نے ایک طویل عرصہ گزار دیا تھا۔ کون سی ایسی جدوجہد تھی جو مَیں نے اُسے تلاش کرنے کے لیے نہیں کی تھی لیکن شاید قدرت کو یہی منظور تھا۔ شاید ہم دونوں نے ایک دوسرے کی رفاقت کے دن پورے کر لیے تھے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میری موت کی خبر تہذیب تک پہنچ بھی سکے گی یا نہیں؟ ممکن ہے وہ مجھے تلاش ہی کرتی رہ جائے اور اُسے میرے بارے میں کہیں سے کوئی خبر نہ مل سکے۔ شاید گم نامی کی موت میرا مقدر ہو چکی تھی۔

مجھے لکی ہاورڈ بھی یاد آئی جو جنرل ٹیرس کے تہ خانے میں قید تھی۔ اُس کی رہائی اُس وقت تک ناممکن تھی جب تک میں خود جنرل ٹیرس سے اُسے رہا کرنے کو نہ کہتا۔ دوسری صورت میں اُس کی رہائی اُسی وقت ممکن ہو سکتی تھی کہ جنرل ٹیرس کو میرے مرنے کی خبر مل جاتی جس کا بظاہر کوئی امکان نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میرے مرنے کی خبر چھپا لی جائے گی۔ کوئی بھی عرب ملک میری موت کی ذمے داری قبول کرنے کو تیار نہ ہوتا۔ عربوں کے لیے مَیں نے اتنے کارنامے انجام دیے تھے کہ میری وجہ سے اُن میں آپس میں بھی خون ریزی ہو سکتی تھی۔

قریب آتے ہوئے جہاز کا فاصلہ خاصا کم ہو چکا تھا اور اب وہ کسی بھی لمحے مجھ سے ٹکرا کر میرے پرخچے اُڑا دینے والا تھا۔

دفعتاً جہاز نے غوطہ لگایا اور میں حیران رہ گیا۔ جہاز میرے نیچے سے گزر گیا تھا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے گئیں۔ محض چند لمحوں کے فرق سے مَیں ایک بار پھر موت کے منہ سے نکل آیا تھا لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ عین وقت پر جہاز کا رُخ کیوں تبدیل کر دیا گیا؟

جہاز بتدریج مجھ سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اُس نے ایک طویل چکر لیا اور واپس چلا گیا۔ مَیں اُلجھن زدہ انداز میں جہاز کو واپس جاتے دیکھتا رہا۔ جو کچھ ہوا وہ میرے لیے قطعی ناقابلِ فہم تھا۔ . . ابراہیم دعت کا واپس چلے جانا خاصا متحیر کن تھا۔

جلد ہی طیارہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ مَیں نے اپنے ذہن سے ہر خیال جھٹکا اور اولیو ہاورڈ پر نظریں جما دیں جو میری ہی طرح پیراشوٹ کے سہارے ہوا کے دوش پر تیرتا ہوا زمین کی جانب جا رہا تھا۔ میرے اور اُس کے درمیان پہلے کی نسبت فاصلہ کچھ بڑھ گیا تھا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ اُسے کوئی گزند نہیں پہنچا۔ مَیں نہیں چاہتا تھا کہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں وہ میری طرف سے بدگمانی کا شکار ہو۔

زمین کی جانب ہمارا سفر جاری رہا اور پھر آخر کار میرے پیروں نے زمین چھو لی۔ زمین کیا اُسے تو ریت کہنا چاہیے جو تا حدِ نگاہ بکھری ہوئی تھی۔ اولیو ہاورڈ بھی زمین پر پہنچ گیا تھا۔

دُنیا کے حیرت انگیز فنِ تحریر شناسی کی مدد سے
دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیں۔
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر و رہنما کتاب
تحریر اور شخصیت
قیمت ۲۵ روپے ڈاک خرچ روپے
○ آپ کو بتائے گی کہ آپ کیا کچھ کر سکتے ہیں۔
○ آپ کن صلاحیتوں کے مالک ہیں ○ تحریر کے ذریعے اپنی کمزوریاں اور خامیاں کیسے دُور کی جا سکتی ہیں
ملنے کا پتہ: مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اُس نے جلدی جلدی پیراشوٹ کی ڈوریاں کھولیں۔ اس دوران پیراشوٹ زمین پر بکھر گیا تھا۔ ڈوریاں کھولتے ہی اولیوہاورڈ بے جان سے انداز میں پیراشوٹ پر لیٹ گیا۔ اُس نے تپتی ہوئی ریت کی بھی پروانہیں کی تھی۔ وہ چت لیٹا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور اُس کی نگاہیں آسمان پر جمی ہوئی تھیں۔

مَیں نے خود کو پیراشوٹ کی ڈوریوں کی بندشوں سے آزاد کرایا اور پیراشوٹ کو سلیقے سے لپیٹ کر اُس کا ایک بنڈل سا بنالیا۔ ہم اس ملک کی حدود میں ہی تھے اور جس علاقے میں ہم پیراشوٹ سے کُودے تھے وہ سارا کا سارا ریگستان تھا۔ دُور تک ریت اور ریت کے ٹیلوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ سورج اچھا خاصا مغرب کی جانب جُھک چکا تھا مگر ریت ابھی تک تپ رہی تھی اور جُھلسا دینے والی ہوا چل رہی تھی۔

مَیں تشویش میں مُبتلا ہو گیا۔ قرب وجوار میں کوئی آبادی ہونے کا امکان نہیں تھا اور مَیں صحرائی سفر کی ہولناکیوں سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ بعض اوقات سازوسامان سے لیس قافلے بھی ریگستان کی ہلاکت خیزی کا شکار ہو جاتے ہیں جب کہ ہمارے پاس سازوسامان ہونا تو بہت دور کی بات تھی، ہمیں تو سمتوں تک کا اندازہ نہیں تھا۔ سامان کے نام پر میرے پاس ایک پستول، تھوڑی سی کرنسی اور پیراشوٹ تھا۔

مَیں نے سر جھٹک کر تفکّرات سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی اور اولیوہاورڈ کی طرف چل دیا۔ اولیوہاورڈ کی نگاہیں ابھی تک آسمان پر جمی تھیں۔ میرے قریب پہنچنے پر اُس نے سر گھما کر میری طرف دیکھا۔

"مجھے افسوس ہے علی۔" اولیوہاورڈ نے دھیمی آواز میں کہا۔

"کس بات پر؟" مَیں نے حیران ہو کر پوچھا۔ "کیا زندہ بچ جانے پر؟"

"نہیں، مَیں تمھاری طرف سے بدگمانی کا شکار ہو گیا تھا۔ مَیں سمجھا تھا کہ تم نے مجھے اُن لوگوں کے حوالے کر دیا ہے لیکن تم نے جس طرح اپنی جان پر کھیل کر مجھے اُن لوگوں کے چُنگل سے نکالا ہے اُس کے پیشِ نظر مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ تم ایک عالی ظرف انسان ہو۔ ۔ ۔" اولیوہاورڈ یہ کہہ کر کچھ دیر کے لیے خاموش ہوا پھر دوبارہ بولا۔ "تم واحد پاکستانی ہو جس سے میرا سابقہ پڑا ہے۔ اگر سارے پاکستانی تم جیسے ہی ہوتے ہیں تو مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اسرائیل کو کبھی پاکستان کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اگر کبھی ایسا ہو گیا تو اسرائیل کو بدترین حالات کا مقابلہ کرنا پڑے گا، ممکن ہے اس کا وجود ہی ختم ہو جائے۔"

"حالات جتنی تیزی سے تبدیل ہوئے اور جتنی تیزی سے واقعات پیش آئے اُس کے پیشِ نظر مَیں تمھیں موردِ الزام نہیں ٹھہراؤں گا اولیوہاورڈ! اگر تمھاری جگہ مَیں ہوتا تو شاید مَیں بھی اس بدگمانی سے نہیں بچ سکتا تھا۔"

"تم اپنی جان خطرے میں ڈال کر مجھے نکال تو لائے لیکن اب ہم اس ریگستان میں کدھر جائیں گے؟"

"زندگی کے پُرخطر تجربات میں ایک تجربے کا اضافہ اور ہو جائے گا۔" مَیں نے مُسکرا کر کہا۔

"بشرطیکہ یہ اضافی تجربہ زندگی کا آخری تجربہ نہ ثابت ہو۔" اولیوہاورڈ بولا۔

"اگر تم نے ہمت نہ ہاری تو مجھے یقین ہے کہ ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"تم اتنے یقین سے یہ بات کیسے کہہ رہے ہو؟" اولیوہاورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"تم اسے میری چھٹی حس کہہ سکتے ہو۔" مَیں نے کہا۔

اولیوہاورڈ مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ "نہیں، یہ صرف چھٹی حس کی بات نہیں ہے۔" اُس نے کہا۔ "کوئی خاص وجہ ضرور ہے جس کے تحت تم نے یہ بات کہی ہے۔ اگر کسی مصلحت کے تحت تم مجھے بتانا نہیں چاہتے تو الگ بات ہے۔"

"زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے اولیوہاورڈ! اور اس بات پر میرا یقین بہت پختہ ہے۔ ابھی ہم جس صورتِ حال سے بچ کر نکلے ہیں اُس میں ہمیں یقینی موت کا سامنا تھا لیکن شاید ابھی ہماری زندگیوں کے دن پورے نہیں ہوئے ہیں ورنہ اس وقت ہم زندہ نہ ہوتے۔ فضا میں ہم بالکل بے بس تھے جبکہ یہاں ہم اپنے بچاؤ کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ جب ہم بے بس تھے تو قدرت نے ہمیں بچالیا لیکن اب چونکہ ہم بے بس نہیں ہیں لہٰذا ہمیں اپنے لیے خود کچھ کرنا ہو گا۔ اگر ہم خود ہی اپنے لیے کچھ نہیں کریں گے تو قدرت کو کیا پڑی ہے کہ وہ ہماری مدد کرے۔ اسی لیے مَیں نے تم سے یہ بات کہی۔ یہاں سے نکلنا آسان نہیں ہو گا۔ صحرا سے نکلنے کے لیے خدا جانے ہمیں کتنے سخت حالات سے دوچار ہونا پڑے۔ مَیں تو خیر خاصے طویل عرصے تک سخت حالات کا مقابلہ کر سکتا ہوں لیکن مجھے تمھاری طرف سے خدشہ ہے (جسمانی) طور پر تم اتنے توانا نہیں ہو۔"

اولیوہاورڈ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ "تم نے میرے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہے علی! مَیں تم سے کسی طرح بھی پیچھے نہیں رہوں گا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" مَیں نے کہا۔ "اب ہماری زندگیوں کا انحصار اسی بات پر ہو گا کہ ہم کتنی جدوجہد کر سکتے ہیں۔"

"جان ہر ایک کو پیاری ہوتی ہے علی! اور جان بچانے کے لیے ہر شخص آخری حد تک کوشش کرتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو ہاورڈ! مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ابراہیم وسعت واپس کیوں چلا گیا؟"

"کیا واقعی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی؟" اولیوہاورڈ نے حیرت سے پوچھا۔

"مَیں بالکل نہیں سمجھ سکا۔" مَیں نے کہا۔ "مَیں تو صرف اتنا سمجھ سکا ہوں کہ پہلی مرتبہ ہم صرف ابراہیم کی ناتجربے کاری کی وجہ سے بچ گئے تھے۔ اُس نے ہم دونوں کے درمیان سے جہاز گزار کر یہ کوشش کی تھی کہ جہاز کے پَروں سے ہم دونوں کے پیراشوٹوں کی ڈوریاں کٹ جائیں اور ہم غیر متوازن ہو کر تیز رفتاری سے زمین پر گر کر ختم ہو جائیں۔"

"تمھارا یہ خیال بالکل درست ہے۔ اُس نے یہ خیال نہیں رکھا تھا کہ جہاز قریب آنے سے ہم پر ہوا کا جو دباؤ پڑے گا وہ ہمیں جہاز سے دُور کر دے گا اور ہم اُس کی زد سے بچ جائیں گے۔"

"لیکن دوسری بار وہ جس زاویے سے ہماری طرف آ رہا تھا اس میں ہمارے بچنے کا کوئی امکان نہیں تھا پھر وہ واپس کیوں چلا گیا؟"

"بڑی سیدھی سی بات ہے علی!" اولیوہاورڈ نے کہا۔ "عربوں کے لیے تم نے بے شمار کارنامے سرانجام دیے ہیں وہ تمھارے خلاف اس حد تک کبھی نہیں جا سکتے کہ تمھاری جان لینے کے درپے ہو جائیں۔ یقینی طور پر ابراہیم کو ٹرانسمیٹر پر واپس چلے آنے کی ہدایت ملی ہو گی۔"

"یہ بات تم کہہ رہے ہو اولیوہاورڈ؟" مَیں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "حالاں کہ اس سے قبل تمھاری ایک سازش کے نتیجے میں پہلے بھی یہ لوگ مجھ سے بدظن ہو چکے ہیں۔"

"وہ اور بات تھی۔" اولیوہاورڈ بولا۔ "اس بار معاملہ بہت مختلف ہے۔ مَیں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اب تم اُن کے خلاف کتنا ہی بڑا قدم کیوں نہ اُٹھا لو، وہ تمھاری زندگی سے کھیلنے کی حماقت ہرگز نہیں کریں گے۔"

"کیوں، اب کیا فرق پڑ گیا؟"

"تمھارے کارناموں کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے۔ اس کے علاوہ تمھارا تازہ ترین کارنامہ اُن کے سامنے ہے۔ اسلحے کی کھیپ تمھارے ہی توسط سے اُن تک پہنچی ہے۔ یہی نہیں بلکہ اپنے ایک جہاز کی قیمت پر اسرائیل کا جدید ترین جنگی جہاز بھی اُن کے ہاتھ لگا ہے اور یہ بات وہ کبھی نظرانداز نہیں کر سکتے۔"

"اگر تمھاری بات مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب وہ ہمیں تلاش کر کے گرفتار کرنے کی کوشش کریں گے؟"

"سامنے کی بات ہے۔" اولیوہاورڈ نے کہا۔ "میرا اندازہ ہے کہ اب تک اطراف کی ساری آبادیوں کو ہمارے بارے میں مطلع کیا جا چکا ہو گا۔ ممکن ہے کہ ہماری تلاش میں کچھ لوگ اس جانب روانہ بھی ہو چکے ہوں۔"

"تم اس علاقے سے کچھ واقفیت رکھتے ہو؟" مَیں نے اولیوہاورڈ سے پوچھا۔

"نہیں۔ اس ملک میں آنے کا یہ میرا پہلا اتفاق ہے۔" اولیوہاورڈ نے کہا۔ "کیوں؟ تم نے یہ بات کیوں پوچھی؟"

"جب تک ہمیں یہ علم نہ ہو کہ ہم کسی شہری آبادی سے کتنی دُور ہیں، ہم یہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ ہماری تلاش میں کوئی ٹیم روانہ ہوئی ہو گی یا نہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" اولیوہاورڈ نے حیرت سے پوچھا۔

"اگر یہ کوئی شہر ہوتا تو یہ بات یقین سے کہی جا سکتی تھی کہ ہماری تلاش میں کوئی ٹیم روانہ ہو چکی ہو گی لیکن چونکہ یہ ایک ریگستان ہے لہٰذا یہاں کسی کو تلاش کرنے کی مُہم کا دارومدار اس بات

قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
زندگی بنانے اور سنوارنے کے سلسلے کی ایک کڑی
تمباکونوشی اور دیگر بُری عادات سے چھٹکارا حاصل کیجیے
سگریٹ پینا چھوڑیے
جینا شروع کیجیے
ذاتی کوششوں کے ذریعے پورے اعتماد کے ساتھ تمباکونوشی سے نجات حاصل کریں۔ صرف چند دنوں میں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پڑ ہے کہ جس کو تلاش کیا جا رہا ہے، وہ ریگستان میں کتنے فاصلے پر ہے۔ فرض کرو اس وقت ہم ریگستان کے وسط میں ہیں تو کوئی پارٹی ہمیں کیسے تلاش کرے گی۔ کیا ہم دو افراد کی خاطر کئی آدمیوں کی جانوں کا خطرہ مول لیا جائے گا؟"

"میں مانتا ہوں کہ تمھاری بات میں وزن ہے لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ جس مقام پر اس وقت ہم موجود ہیں اس کا فاصلہ کسی شہر سے بہت زیادہ نہ ہو۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں تلاش کرنے کے لیے کوششیں ضرور کی جائیں گی۔"

"ہاں، اس امکان کو بہر حال رد تو نہیں کیا جا سکتا۔"

"تو پھر تم سوچ کیا رہے ہو؟ ہمیں وقت ضائع کیے بغیر یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔"

"دراصل میں شدید اُلجھن کا شکار ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا ہوا، کہ وہ لوگ کس چکر میں ہیں؟"

"ابھی تم نے خود اعتراف کیا تھا کہ وہ لوگ ہمیں تلاش کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔" اولیو ہاورڈ نے حیرت سے کہا۔

"میں نے یہ کہا تھا کہ یہ امکان رد نہیں کیا جا سکتا لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اُن لوگوں نے سیدھا راستہ کیوں اختیار نہیں کیا؟"

"ریگستان میں کسی کو تلاش کرنے کے لیے اور کیا صورت اختیار کی جا سکتی ہے؟"

"سب سے آسان طریقہ تو یہ تھا کہ ہمیں روکنے یا گرفتار کرنے کے لیے فضائی ذرائع استعمال کیے جاتے۔"

"تمھارا مطلب ہے کہ ہماری نگرانی ہوائی جہازوں سے کی جاتی؟"

"ہوائی جہازوں سے نگرانی کرنا تو بہت مشکل ہوتا لیکن ہمیں گرفتار کرنے کے لیے چھاتا بردار فوجی اُتارے جا سکتے تھے۔ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ہمیں گھیرا جا سکتا تھا۔"

"ممکن ہے وہ اسی قسم کی کسی اسکیم پر عمل پیرا ہونے والے ہوں۔"

"نہیں، وہ لوگ کسی اور ہی چکر میں ہیں۔ ہوائی جہازوں والا معاملہ اس لیے خارج از امکان ہے کہ انھوں نے ابراہیم کو واپس بُلا لیا۔ اُس کی مدد کے لیے مزید طیارے روانہ کیے گئے تھے مگر اُن میں سے ایک بھی طیارہ یہاں تک نہیں پہنچا۔ اس کا مطلب ہے کہ انھوں نے اُن طیاروں کو بھی واپس بُلا لیا ہوگا۔"

"ان سب باتوں سے تم کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"میں کچھ ثابت نہیں کرنا چاہتا۔ میں تو صرف یہ بتانا چاہ رہا ہوں کہ اس وقت ہم اَن دیکھے خطرے کی زد میں ہیں۔"

"میں بھی تو تم سے یہی کہہ رہا تھا۔" اولیو ہاورڈ نے قدرے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"دونوں باتوں میں فرق ہے اولیو ہاورڈ!" میں نرم لہجے میں بولا۔ "تم نے ایک امکان کا جائزہ لیا تھا اور میں نے تمھیں بالکل سامنے کی بات بتائی ہے یعنی اگر وہ لوگ فضائی ذرائع اختیار کرتے تو ہمیں بڑی آسانی سے گرفتار کر سکتے تھے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟ کیا اُنھیں احمق سمجھ لیا جائے؟"

"ہرگز نہیں۔ وہ لوگ احمق ضرور ہو سکتے ہیں لیکن اتنی بڑی حماقت نہیں کر سکتے۔"

"گویا اُنھوں نے جان بوجھ کر سامنے کا راستہ اختیار کرنے سے گریز کیا ہے؟"

"یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"اب یہ سوچو کہ جو لوگ سامنے کا راستہ چھوڑ سکتے ہیں، وہ کوئی امکانی راستہ کیوں اختیار کریں گے؟"

"تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو علی! میں تمھاری یہ بات نہیں مان سکتا۔"

"مت مانو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن یقین کرو کہ ہماری تلاش میں کوئی پارٹی نہیں روانہ کی جائے گی۔"

"تم اتنے پُریقین کیوں ہو؟" ہاورڈ نے پوچھا۔

"جو لوگ ایک یقینی طریقے کو نظر انداز کر دیں، اُن سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ کوئی بھی امکانی راستہ اختیار کریں گے۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ اس امکانی راستے کو اختیار کرنے کی صورت میں کامیابی کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہوں۔"

"تو کیا انھوں نے ہم پر صبر کر لیا ہوگا؟"

"یہ بھی ناممکن ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "وہ ہمیں اتنی آسانی سے تو فرار نہیں ہونے دیں گے۔"

"وہ ہمیں گرفتار بھی نہیں کریں گے اور تلاش بھی نہیں کریں گے اور فرار بھی نہیں ہونے دیں گے۔" اولیو ہاورڈ بُری طرح جھنجلا گیا۔ "تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو علی؟ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تمھارے دماغ میں خلل واقع ہو گیا ہے؟"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "میرے دماغ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔" میں نے کہا۔ "میرے کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ تلاش کرنے اور گرفتار کرنے کے لیے ایسے ذرائع اختیار کریں گے جن کی طرف ہمارا ذہن منتقل نہ ہونے پائے۔"

"اور وہ ذرائع کیا ہوں گے؟" ہاورڈ نے پوچھا۔

"کاش میں اُن لوگوں کے وسائل سے پوری طرح آگاہ ہوتا۔" میں نے کہا۔ "تبھی میں یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ ہماری گرفتاری کے لیے کون سے ذرائع اختیار کیے جا سکتے ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ وہ اتنا کھکھیڑ کیوں اختیار کریں گے؟" اولیو ہاورڈ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "وہ ہمیں سیدھے سادے طریقے سے کیوں گرفتار نہیں کر لیتے؟"

"انھیں معلوم ہے کہ ہم آسانی سے اُن کے ہاتھ نہیں لگوں گا۔ اگر انھوں نے یہاں چھاتہ بردار لوگ اُتارنے کی کوشش کی تو ظاہر سی بات ہے وہ ہماری نظروں میں آ جائیں گے۔ اس صورت میں مقابلہ ضرور ہوگا اور مقابلے میں کسی بھی فریق کا جانی نقصان ہو سکتا ہے جس سے وہ گریز کرنا چاہتے ہیں۔ اگر انھوں نے ہماری تلاش میں کوئی پارٹی روانہ کی تب بھی یہی صورت پیدا ہونے کا امکان ہے لہٰذا لامحالہ وہ کوئی تیسرا ایسا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہیں جس کی طرف ہمارا ذہن ہی نہ جا سکتا ہو اور ہم بے خبری میں گرفتار ہو جائیں۔"

"تمھاری باتیں تو دل کو لگتی ہیں لیکن یہاں بیٹھ کر محققانہ انداز میں سوچتے رہنے سے تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔"

"میں چاہ رہا تھا کوئی عملی قدم اٹھانے سے قبل خوب غور و خوض کر لیا جائے تاکہ ہم نادانستگی میں کسی گڑھے میں گرنے سے محفوظ رہ سکیں۔"

"جب تم کسی تیسری امکانی صورت کا اندازہ نہیں لگا سکتے تو ہم اپنا بچاؤ کیسے کر سکیں گے؟"

"ہاں، فی الحال تو ہمیں ہر قدم تاریکی میں ہی اٹھانا ہوگا۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"تو پھر اب کچھ کرنے کا بھی ارادہ ہے یا ہم یہیں بیٹھے سوچتے رہیں گے؟"

"ظاہر ہے کہ ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا ہے۔ ہم جلد از جلد اس مقام سے جتنا دُور نکل جائیں اتنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔"

"لیکن ہم سفر کس سمت میں کریں گے؟"

"ہاں، یہ بھی ایک مسئلہ ہے۔ میرے خیال میں ہمیں اسی سمت سفر کرنا چاہیے جس رُخ پر طیارہ پرواز کر رہا تھا۔"

"اوہو، وہ سمت تو بے حد مخدوش ہوگی۔ ہمیں اسی سمت میں زیادہ تلاش کیا جائے گا۔"

"بے شک وہ سمت مخدوش ہے لیکن اُس سمت میں سفر کرنے سے ہمیں صرف اپنی گرفتاری کا خطرہ ہوگا۔ ہم کسی ایسے خطرے کا مقابلہ کر سکتے ہیں جب کہ کسی اور سمت سفر کرنے کی صورت میں ہمیں دیگر بے شمار خطرات کا سامنا ہوگا۔ ایسے خطرات جن کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمارے پاس ساز و سامان تک نہیں ہے، جن کے سامنے ہم بالکل بے بس ہوں گے۔ ہمارے پاس نہ تو کھانے کے لیے کچھ ہے اور نہ ہی پینے کے لیے پانی ہے۔ تم تو مجھ سے بہتر جانتے ہو گے اولیو ہاورڈ، کہ پانی کے بغیر ریگستان میں آدمی کا ایک دن بھی زندہ رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

"میں جانتا ہوں علی!" اولیو ہاورڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بس تو پھر چلنے کی تیاری کرو۔ شکر کرو کہ یہ شام کا وقت ہے اور صحرا کی تمازت دم توڑ چکی ہے ورنہ پہلے ہی مرحلے پر ہماری توانائیوں کا امتحان شروع ہو جاتا۔ اب کم از کم اتنا تو ہے کہ ہم پیدل سفر کر سکیں گے۔"

"اس ریت پر ہم کتنی دیر پیدل چل سکیں گے؟"

"اگر یہ دن کا وقت ہوتا تو سرے سے چلنا ہی ناممکن ہوتا لیکن خوش قسمتی سے یہ شام کا وقت ہے۔ ہم آسانی کے ساتھ تمام رات پیدل سفر کر سکیں گے۔"

"اور اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"یہ اسی وقت سوچیں گے اولیو ہاورڈ! اس وقت تو چلنے کی تیاری کرو۔"

"تیاری کیا کرنی ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "بس میں اس پیراشوٹ کا بنڈل بنائے لیتا ہوں۔"

"میرا اندازہ ہے کہ ریت پر ہماری رفتار دو میل فی گھنٹا سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اگر ہم نے تمام رات رُکے بغیر سفر کیا تو تقریباً چوبیس میل کا سفر طے کر لیں گے۔"

"چوبیس میل تو کچھ بھی نہیں ہوتے۔" اولیو ہاورڈ نے پیراشوٹ کا بنڈل بناتے ہوئے کہا۔

"کچھ بھی نہیں ہوتے اور بہت کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "لیکن اگر ہم اپنے جوتے اُتار دیں تو ہماری رفتار میں کم از کم آدھا میل فی گھنٹا کا اضافہ ضرور ہو جائے گا اور ہم بارہ گھنٹوں کے دوران کم از کم تیس میل کا سفر طے کر سکیں گے۔"

"تو میں جوتے اُتار دیتا ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے پیراشوٹ کا بنڈل بنا کر فارغ ہوتے ہوئے کہا۔

"ابھی ایسی حماقت بھی مت کرنا۔ ریت ابھی بہت گرم ہے۔ غروبِ آفتاب کے کچھ دیر بعد جب ریت ٹھنڈی ہونا شروع ہو جائے گی اُس وقت سے ہم ننگے پیر چلنا شروع کریں گے۔ فی الحال تو جوتے پہنے ہی رکھو۔"

ہم دونوں نے اپنے اپنے پیراشوٹوں کے بنڈل کم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے باندھ لیے تھے اور ہمارا سفر شروع ہوگیا تھا۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی کرنوں نے ریگستان میں دور تک نارنجی رنگ بکھیر دیا تھا۔ سورج ہماری پشت کی طرف تھا۔ ہم مشرق کی سمت میں چل رہے تھے۔ ہمارے طویل سائے ہمارے سامنے ہم سے آگے متحرک تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ہم سے زیادہ انھیں منزلِ مقصود پر پہنچنے کی جلدی ہو۔

ہم بہت سست رفتاری سے چل رہے تھے۔ ریت کے اس طوفان میں تیز چلنا ممکن بھی نہیں تھا۔ ہمیں ایک ایک قدم اٹھانے کے لیے محنت کرنا پڑ رہی تھی۔ ریگستان میں ہلکی ہوا چل رہی تھی جو اپنے ساتھ ریت کے ذرات اڑائے لیے پھر رہی تھی۔ ہوا میں اچھی خاصی تمازت موجود تھی۔

ریت پر سست رفتاری سے سفر کے دوران میرا ذہن تفکرات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ سب سے زیادہ فکر مجھے اولیو ہاورڈ کی تھی...... وہ عمر کی اس منزل پر تھا جہاں زیادہ جسمانی مشقت کرنا ممکن نہیں رہتا۔ میں جانتا تھا کہ اگر جلد ہی ہم کسی آبادی تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوئے تو اولیو ہاورڈ ڈھیر ہو جائے گا۔ وہ میرا جانی دشمن سہی مگر اس وقت میں اسے اپنی ذمے داری تصور کر رہا تھا۔

ہمارا سفر خاموشی سے جاری تھا۔ کچھ دیر بعد سورج غروب ہوگیا۔ مجھے شدید پیاس لگ رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اولیو ہاورڈ کو بھی پیاس ستا رہی ہوگی مگر اس نے ابھی تک تو صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا تھا اور کوئی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لایا تھا۔

سورج غروب ہونے کے ایک گھنٹے کے اندر اندر موسم کی شدت میں کمی ہونا شروع ہوگئی۔ ہوا خوش گوار ہوگئی تھی اور ریت کی تپش بھی دم توڑ گئی تھی۔

"اب تو جوتے اتارے جا سکتے ہیں۔" اولیو ہاورڈ نے رک کر کہا۔

"ہاں، اب موسم اس قابل ہوگیا ہے۔" میں بھی رک گیا۔ اور ہم دونوں نے اپنے جوتے اتار کر بیراسٹوٹوں کے بنڈلوں کے ساتھ باندھ لیے۔ موزے کوٹ کی جیبوں میں پہنچ گئے تھے۔

"کتنا خوش گوار موسم ہے، کس قدر سکون ہے یہاں۔" اولیو ہاورڈ نے ریت پر بیٹھتے ہوئے کہا "جی چاہتا ہے کہ سارے بکھیڑوں سے چھٹکارا حاصل کرکے بقیہ زندگی یہیں بسر کر دوں۔"

"اٹھو اولیو ہاورڈ اٹھو" میں نے تنبیہی لہجے میں کہا "کسی محفوظ مقام تک پہنچنے کی کوشش کرو ورنہ کل تمہاری پوری زندگی تمہیں ایک ہی دن میں بسر کرکے رکھ دے گی۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟" اولیو ہاورڈ خوف زدہ سے انداز میں ہنسا۔

"تمہارے ہی بھلے کی بات کر رہا ہوں اولیو ہاورڈ! ورنہ جی تو میرا ابھی یہی چاہ رہا ہے کہ یہیں رہ پڑوں۔"

"شہر کی زندگی میں کس قدر ہنگامہ کتنا شور و غل ہوتا ہے اور یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کائنات ساکن ہوگئی ہو۔"

میں نے حیرت سے اولیو ہاورڈ کو دیکھا۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ اس جیسا سفاک صفت شخص ایسی جمالیاتی حس بھی رکھتا ہے۔ لیکن فوراً ہی میری سمجھ میں وہ وجہ بھی آگئی جس کے تحت وہ اس قسم کی گفتگو کر رہا تھا۔ وہ تھک گیا تھا اور اپنی تھکن چھپانے کے لیے ایسی گفتگو کر رہا تھا تاکہ وہ میری توجہ منبذول کرا کے کچھ دیر سستا سکے۔ یہ اس کی شخصیت کا اصل روپ تھا۔ وہ ایک شاطر شخص تھا اور یہ ناممکن تھا کہ وہ کسی بھی موقع پر اپنی فطرت کا مظاہرہ کرنے سے باز رہے۔ اس کے بارے میں کبھی کبھی تو مجھے یہ گمان گزرنے لگتا تھا کہ اگر اس کا بس چلا تو وہ موت کے فرشتے کو بھی کم از کم ایک بار تو ضرور جل دینے کی کوشش کرے گا۔

"تم واقعی ٹھیک کہہ رہے ہو اولیو ہاورڈ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا "میں اندازہ کر سکتا ہوں کہ زندگی کے ہنگاموں سے تھک جانے کے بعد تمہیں یہاں کتنا سکون مل رہا ہوگا لیکن مجھے ابھی بہت سے ہنگامے برپا کرنے ہیں۔ لہٰذا تم یہاں سکون سمیٹو۔ میں تو چلا۔" میں اٹھ کر چل پڑا۔

"ارے سنو تو سہی۔" اولیو ہاورڈ بوکھلا کر بولا "ٹھہرو! میں بھی چل رہا ہوں۔"

"اتنی جلدی ارادہ ملتوی کر دیا اولیو ہاورڈ؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میرا کوئی واقعی یہاں رہ پڑنے کا ارادہ تو نہیں تھا۔ میں تو اپنے محسوسات کی بات کر رہا تھا۔"

"زندگی بخیر رہی تو کل دن میں تم سے تمہارے محسوسات پوچھوں گا۔"

"کل دن میں کیا ہوگا؟" اولیو ہاورڈ نے میرے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ تھکن نے اس کی عقل خبط کر دی تھی۔

"سورج آگ برسا رہا ہوگا، ریت جلتے توے کی طرح تپ رہی ہوگی اور گرم ہوا کے جھونکے تمہاری کھال جھلسانے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔"

"میں جانتا ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"اور یہ جو اس وقت تم ٹھنڈی سانسیں لے رہے ہو،

وقت وہ بھی گرم ہو چکی ہوں گی۔"

"تم اتنی خوف ناک باتیں کیوں کر رہے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے خاصے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"تاکہ تم ذہنی طور پر ہر قسم کے حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہو۔"

"میں خوب جانتا ہوں کہ ریگستانوں میں کیسے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔" اولیو ہاورڈ نے ناگواری سے کہا "بار بار مجھے جتانے کی کوشش مت کرو۔"

"اس کے باوجود بھی کچھ دیر قبل تم بہانے بازیوں سے آرام کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔" میرا لہجہ تلخ ہوگیا۔

اولیو ہاورڈ اچانک ہی نرم پڑ گیا۔ "اگر ہم چند لمحے آرام کر لیتے تو کیا فرق پڑ جاتا؟" اس نے کہا۔

"یہی تو میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس وقت چند لمحوں کا آرام کل ہمیں بہت مہنگا پڑے گا۔"

"عمر کی جس منزل میں میں ہوں، جب تم اس منزل کو پہنچو گے تو تمہیں پتا چلے گا۔"

"یہ بات کرنے سے بہتر ہے کہ ریٹائرمنٹ لے لو۔ کسی نے تمہیں کام کرنے کے لیے مجبور تو نہیں کیا۔"

"اب مجھے اتنا بھی گیا گزرا مت سمجھو۔ اس عالم میں بھی میں ہزاروں سے بہتر ہوں۔"

"میں اس بات سے بہت اچھی طرح واقف ہوں، لیکن یاد رکھو کہ ہر مقام پر صرف چالاکی ہی کام نہیں آتی۔ کہیں کہیں واقعی مشقت بھی کرنا پڑ جاتی ہے۔ تم اپنی فطری مکاری سے کام لے کر مجھے تو دھوکا دے سکتے ہو لیکن اس صحرا پر تمہاری کوئی چال کارگر نہیں ہو سکے گی۔"

اولیو ہاورڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے چلتا رہا۔ چند لمحوں تک اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے اس سے کہا "ابھی تو یہ پہلا مرحلہ ہے اولیو ہاورڈ! ابھی ہماری جسمانی توانائیاں بڑی حد تک بحال ہیں۔ تم نے ابھی سے ہمت ہار دی تو بعد میں کیا ہوگا، مجھے احساس ہے کہ طویل عرصے سے تم نے خود کو ذہنی جدوجہد تک محدود کر رکھا ہے۔ اس لیے جب تم محنت و مشقت کے عادی نہیں رہے لیکن موجودہ ہنگامی حالات میں تمہیں خود پر جبر کرنا ہی پڑے گا۔"

"تمہاری بات دل کو لگی ہے علی! یہاں سے واپس جا کر میں ریٹائرمنٹ لینے کے بارے میں سنجیدگی سے غور کروں گا۔"

"یہ تمہارا اپنا دردِ سر ہے کہ تم کیا کرتے ہو اور کیا نہیں کرتے۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ اس وقت ہمت نہ ہارو۔"

"میں کوشش کروں گا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک ایجنٹ کو ذہنی اور جسمانی دونوں اعتبار سے چاق و چوبند ہونا چاہیے۔ میں یا تو اس کام سے مکمل طور پر کنارہ کشی اختیار کر لوں گا یا پھر خود کو صرف فائلوں تک محدود کر لوں گا۔ جسمانی طور پر میں واقعی فٹ نہیں رہا۔"

"ابھی اس بارے میں کچھ نہ سوچو تو بہتر ہے۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟" اولیو ہاورڈ حیران ہوکر بولا "اس سے کیا فرق پڑے گا؟"

"اس وقت تمہاری ذہنی کیفیت معمول پر نہیں ہے۔ تم ڈپریشن کا شکار ہو۔ یہ باتیں اس وقت سوچنا جب تم ہر طرح سے نارمل ہو جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ اس وقت تم برعکس فیصلہ کرو گے۔"

"یہ تجربہ اتنا تلخ ہے کہ میرا خیال ہے اس کے بعد میں کوئی مختلف فیصلہ نہیں کر سکوں گا۔"

"یہ ماحول دیکھ رہے ہو اولیو ہاورڈ! ملگجا اندھیرا، آہ، سناٹا، خوش گوار ہوا اور سرسراہٹ پیدا کرکے اڑتی ہوئی ریت۔ کیسا جادوئی ماحول ہے۔"

"ہاں، یہ بڑا سہانا ماحول ہے اور اس میں بڑی کشش ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"یہ بڑا مسحور کن ماحول ہے اولیو ہاورڈ! اور اگر آدمی ذرا بھی کمزوری کا مظاہرہ کرے تو یہ ماحول آدمی پر سحر طاری کر دیتا ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے الجھے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"کسی سحر زدہ آدمی کی باتوں پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔"

"شاید یہ بات تم میرے لیے کہہ رہے ہو؟"

"ہاں اولیو ہاورڈ! اس طلسمی ماحول نے تمہیں اسیر کر لیا ہے اور تم خرافات بکنے لگے ہو۔ اگر ابھی سے یہ حال ہے تو خدا جانے کل دن میں تمہاری کیا کیفیت ہوگی۔ خود کو سنبھالو اولیو ہاورڈ! ہمیں بہت طویل سفر طے کرنا ہے۔"

"تم میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔" اولیو ہاورڈ نے غصیلے لہجے میں کہا "تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ صحرا میں سفر کرنے کا یہ میرے لیے پہلا موقع نہیں ہے۔"

"اگر تم یہ کہو کہ تم پہلی بار صحرا میں سفر کر رہے ہو تب بھی میں تمہاری بات پر یقین نہیں کروں گا۔ تم جیسے مہم جو شخص کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اس کا واسطہ صحرا سے نہ پڑا ہو لیکن اس کے باوجود میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ تم صحرا سے بالکل بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

واقف نہیں ہو۔"

"یہ کہہ کر تم میری توہین کر رہے ہو۔"

"ہرگز نہیں اولیو ہاورڈ! میں بھلا تمھاری توہین کیوں کرنے لگا۔ میں تو اظہارِ حقیقت کر رہا ہوں۔ اگر تمھیں بُرا لگا ہے تو چلو یہ بتادو کہ سراب کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں؟"

"سراب کی قسمیں؟" اولیو ہاورڈ نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "اس کی کوئی قسم نہیں ہوتی۔ وہ تو ایک ہی قسم کا ہوتا ہے جس سے سب واقف ہیں۔"

"اس کے علاوہ ایک اور بھی سراب ہوتا ہے اولیو ہاورڈ! اور یہ وہ سراب ہے جو آدمی کے خیالات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اُسے یہ نہیں معلوم ہونے پاتا کہ جو کچھ وہ سوچ رہا ہے، آیا وہی سوچنا چاہتا ہے یا اُس کے عزائم کچھ اور ہیں۔ سراب کی اس قسم کا تعلق ریگستانوں کے رات کے ماحول سے ہوتا ہے۔ غالباً کسی بھی مصنف نے اپنے ایسے تجربات کا خصوصاً ذکر نہیں کیا اسی لیے لوگ اس سے ناواقف ہیں۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔ نہیں، میں تمھاری بات نہیں مان سکتا۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو کسی نہ کسی نے تو ضرور اس کا ذکر کیا ہوتا۔"

"تم نہیں مانتے تو مت مانو لیکن میری بات یاد رکھنا اگر ریگستان سے صحیح وسالم واپسی کے بعد تم اپنی ریٹائرمنٹ والے فیصلے سے دست بردار ہو گئے تو پھر تو تم میری بات تسلیم کر لوگے یا پھر بھی مجھے غلط سمجھنے پر ہی مُصر رہو گے؟"

"اگر ایسا ہوا تو میں تمھاری بات مان لوں گا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "لیکن مجھے حیرت ہے کہ یہ بات تمھارے تجربے میں کیسے آگئی؟"

"پاکستان میں ایک صوبہ ہے جسے سندھ کہتے ہیں . . ."

"میں نے کبھی اس کا نام نہیں سنا۔" اولیو ہاورڈ نے میری بات کاٹ دی۔

"سندھ کے دارالحکومت کا نام کراچی ہے . . ."

"اوہ، ہاں کراچی سے تو میں واقف ہوں۔ ایک بار وہاں جا بھی چکا ہوں۔ خوب صورت شہر ہے میں وہاں انٹرکانٹی نینٹل ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔"

"میں تمھیں بتا رہا تھا کہ سندھ ایک صحرائی علاقہ ہے اور صحرا سے متعلق جو بات میں نے تمھیں بتائی ہے وہ وہاں کے مقامی لوگوں کی ایک روایت ہے چونکہ یہ بات پہلے سے میرے ذہن میں تھی لہٰذا میں نے اس کا تجربہ کیا اور اسے سو فی صد درست پایا۔ ریگستان رات میں بھی اتنے ہی خطرناک ہوتے ہیں جتنے کہ دن میں . . . بلکہ رات میں تو میرے خیال میں اُن کی خوفناکی زیادہ ہی بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے کہ رات میں غیر محسوس طور پر دہ ہمارے اعصاب اور خیالات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی لیے میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ خود کو سنبھالو اور زیادہ سوچنے سے گریز کرو۔"

"حیرت ہے!" اولیو ہاورڈ بڑبڑا کر چپ ہو گیا۔

اس کے بعد بڑی دیر تک ہم خاموشی سے سفر کرتے رہے۔ ریگستان پر تاریکی کا راج تھا اور ہم تاروں کی چھاؤں میں کی سیدھ میں آگے بڑھ رہے تھے۔

"کیا وقت ہو گیا ہے علی؟" بہت دیر بعد اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"دس بجنے والے ہیں۔" میں نے کہا۔

"گویا ہمیں چلتے ہوئے چار گھنٹے ہو چکے ہیں؟"

"ہاں، اور اس دوران ہم نے نو میل کا فاصلہ تو ضرور طے کر لیا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"فضا میں خنکی کتنی بڑھ گئی ہے۔ اگر ہم مستقل چل نہیں رہے ہوتے تو شاید ٹھنڈ لگنے لگتی۔"

"ابھی تو خنکی اور بڑھے گی اولیو ہاورڈ! ممکن ہے آدھی رات کے بعد ہمیں ٹھنڈ لگنے لگے۔"

"تمھیں بھوک نہیں لگ رہی علی؟" اولیو ہاورڈ نے معصومیت سے پوچھا۔

"بالکل لگ رہی ہے اولیو ہاورڈ۔" میں نے کہا۔ "شاید مجھے تم سے زیادہ ہی بھوک لگ رہی ہوگی۔"

"ہاں، یقیناً تمھیں مجھ سے زیادہ بھوک لگ رہی ہوگی مگر تمھاری قوتِ برداشت بھی تو مجھ سے بہت زیادہ ہے۔"

"اس وقت ہم جس مجبوری سے دوچار ہیں اُس میں گلے شکوے کی گنجائش تو نہیں نکلتی۔"

"میں کوئی شکوہ نہیں کر رہا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا اور اُس کی آواز سے مجھے اندازہ ہوا کہ تھکن اُس پر بُری طرح اثر انداز ہو رہی ہے۔ "پتا نہیں یہ لوگ بھی کس قماش کے ہیں؟ ہم فرار ہو گئے اور اُن کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔"

"ضرور رینگ رہی ہوگی۔" میں نے بے ساختہ کہا۔ "ہماری نظروں سے اوجھل ہیں ورنہ ہمیں جوئیں ضرور نظر آتیں۔"

"انھوں نے شاید ہمارے فرار کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی ورنہ ہمارا تعاقب ضرور کرتے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔ "کیا تمھیں اپنی آزادی بُری لگ رہی ہے؟"

"ہمیں آزادی سے تو قید ہی بہتر تھی، کم از کم لوگوں کے درمیان تو تھے۔ ذرا دیکھو تو یہاں کیسا خوفناک سناٹا مسلط ہے۔"

"کچھ ہی دیر قبل تم کہہ رہے تھے کہ بقیہ زندگی یہیں گزارنے کو جی چاہتا ہے اور اب تم اس ماحول سے نکل کر دشمن کی قید میں جانا چاہ رہے ہو۔"

"تم ہر بات میں بحث کیوں کرنے لگتے ہو؟" اولیو ہاورڈ چلتے چلتے رُک گیا۔ اُس کے انداز سے شدید جھلاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔

"چلتے رہو اولیو ہاورڈ۔" میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے کہا۔ "مشکل یہ ہو گئی ہے کہ اب تم خود سے گرفتار ہونا چاہو بھی تو نہیں ہو سکتے۔"

"مجھے اس حال کو پہنچانے کی ذمے داری تم پر عائد ہوتی ہے۔" اولیو ہاورڈ غرایا۔

"یہ الزامات عائد کرنے کا وقت نہیں ہے اولیو ہاورڈ۔" میں نے مصلحتاً نرمی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ اولیو ہاورڈ کی حالت خاصی خراب تھی۔ وہ جسمانی محنت کا ذرا بھی عادی نہیں رہا تھا یہی وجہ تھی کہ ریگستان میں صرف دس میل پیدل چلنے کے بعد اُس کا ذہن اُس کے قابو سے باہر ہو گیا تھا۔ "خود کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کرو ورنہ ہم اس صحرا سے کبھی نہیں نکل سکیں گے۔"

"ریت پر پیدل چلنا آسان کام نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے اپنے لہجے کے ہیجان پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "شہر کے پختہ راستوں پر بھی دس میل چل کر آدمی ہانپ جاتا ہے اور اس ریت پر دس میل کم از کم سو میل کے برابر تو ضرور ہوں گے۔ یہاں تو اگر کسی پہلوان کو بھی اتنا چلنا پڑے تو وہ بھی ہانپ جائے گا۔"

"تم عام آدمی کی بات کر رہے ہو اولیو ہاورڈ! جب کہ ہم دونوں میں سے کوئی ایک بھی عام آدمی نہیں ہے۔ ہم تو بہت خاص قسم کے لوگ ہیں جو صرف خاص قسم کے کام سرانجام دیتے ہیں۔ چونکہ ہم خاص قسم کے لوگ ہیں لہٰذا ہمیں حالات بھی خاص قسم کے ہی درپیش آتے ہیں۔ عام آدمی کو اس قسم کے حالات کا سامنا کرنا ہی نہیں پڑتا۔ ہم تو اتنے خاص قسم کے لوگ ہیں اولیو ہاورڈ، کہ دنیا کا بڑے سے بڑا پہلوان بھی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تم نے کسی پہلوان کی مثال دے کر نہ صرف اپنی بلکہ میری بھی توہین کی ہے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم جیسا خاص آدمی یوں عام انداز میں بھی سوچ سکتا ہوگا۔"

میرے 'خاص آدمی' والی بات اولیو ہاورڈ پر اثر کر گئی۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی۔" اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "جس قسم کے حالات ہمیں پیش آتے ہیں ایسے حالات سے کسی بڑے سے بڑے پہلوان کا بھی سابقہ پڑے تو اُس کے اعصاب جواب دے جائیں گے۔"

"اعصاب جواب نہیں دے جائیں گے بلکہ چٹخ جائیں گے۔" میں نے اولیو ہاورڈ کو قابو میں رکھنے کے لیے اُسے مکھن لگایا۔ "بلکہ اگر یہ بات بالکل درست انداز میں بیان کرنی ہو تو یوں کہا جائے گا کہ بڑے سے بڑے پہلوان کو بھی ویسے حالات کا سامنا کرنا پڑ جائے جیسے ہم لوگوں کو اکثر درپیش ہوتے ہیں تو اُس پہلوان کے اعصاب ایک زوردار دھماکے کے ساتھ پھٹ جائیں گے۔"

اولیو ہاورڈ خوش ہو گیا۔ اُس کی خوشی کا اندازہ مجھے اُس کی آواز سے ہوا جو زندگی سے بھرپور تھی۔ "حالانکہ جسمانی طور پر پہلوان ہم سے بہت زیادہ مضبوط اور طاقت ور ہوتے ہیں۔" اُس نے کہا۔

"جسمانی طاقت اور مضبوطی اور چیز ہوتی ہے اولیو ہاورڈ اور مختلف قسم کے سخت حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت اور چیز ہوتی ہے۔ اس کے لیے آہنی اعصاب درکار ہوتے ہیں۔ تم بھی آہنی اعصاب کے مالک ہو مگر تم نے خود پر جو احساس طاری کر لیا ہے وہ تمھاری اعصابی قوتوں میں دراڑیں ڈال رہا ہے۔"

"کون سا احساس؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر کہا۔

"تم نے خود پر یہ احساس مسلط کر رکھا ہے کہ تمھاری عمر ڈھل رہی ہے اور اس کے ساتھ ہی تمھارے قویٰ جواب دیتے جا رہے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ اگر یہی بات ہوتی تو تم کبھی ریت پر دس میل کا سفر اتنی آسانی سے طے نہیں کر سکتے تھے۔"

"میں نے تو خود پر کوئی احساس مسلط نہیں کیا۔ ڈھلتی ہوئی عمر تو ایک حقیقت ہے اور میں نے تو صرف . . ."

"نہیں اولیو ہاورڈ، یہ سوچ بھی غلط ہے کہ تمھاری عمر ڈھل رہی ہے۔ توانائیوں کا منبع تو قوتِ ارادی ہوا کرتی ہے۔ عمر، جسم اور طاقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تمھاری باتوں نے میرے اندر توانائیوں کی نئی لہریں دوڑا دی ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"اس میں بھی تمھاری شخصیت کا ہی کمال ہے اولیو ہاورڈ، یہی باتیں اگر میں کسی اور شخص سے کرتا تو ہرگز اُس پر اثر انداز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہ ہوتیں۔"

"شکریہ علی! تم ایک ایسے شخص ہو جس کی دوستی تو خیر بہت بڑا اعزاز ہے لیکن جس سے تمھاری دشمنی ہو وہ بھی فخریہ انداز میں تم سے اپنے اس تعلق کا ذکر کر سکتا ہے۔"

"گویا تمھیں اس بات پر فخر ہے کہ میرا تم سے دشمنی کا رشتہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں کیوں فخر نہ کروں علی! جتنی مشکلات تم میرے لیے اٹھا رہے ہو اتنی تو کوئی کسی دوست کے لیے بھی برداشت نہیں کرتا۔"

"یہ بات ذہن سے نکال دو اولیو ہاورڈ کہ میں تمھاری وجہ سے کوئی صعوبت برداشت کر رہا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے کر رہا ہوں۔ تمھاری جگہ کوئی بھی ہوتا تو میں اپنا وعدہ نبھانے کے لیے یہی کچھ کرتا۔"

"تمھاری انھی باتوں کی وجہ سے کبھی کبھی افسوس ہونے لگتا ہے کہ تم ہم میں کیوں شامل نہیں ہو۔"

"تم کسی موقع پر جھوٹ بولنے سے باز نہیں رہ سکتے اولیو ہاورڈ!" میں نے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔ "جب میری وجہ سے تمھیں کوئی ہزیمت برداشت کرنا پڑتی ہے، کسی محاذ پر میری وجہ سے تمھیں شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تب تو یقیناً تم یہ بات سوچتے ہو گے لیکن کسی اور موقع پر یہ خیال تمھارے ذہن میں نہیں آ سکتا۔"

"تم جو بھی سمجھو لیکن ہم.... جوہر شناس لوگ ہیں اور باصلاحیت لوگوں کی قدر کرنا جانتے ہیں۔"

"میں نے کبھی یہ نہیں چاہا کہ مجھے بہت زیادہ اہمیت دی جائے، نہ ہی مجھے کسی عہدے وغیرہ کا لالچ ہے۔ میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ مجھے اپنی مرضی سے اپنے ضمیر کے مطابق کام کرنے کی آزادی مل جائے جو مجھے حاصل ہے۔"

"ان لوگوں کو تمھاری قدر نہیں ہے علی! تمھاری بے قعتی دیکھ کر مجھے افسوس ہوتا ہے۔"

"ہوتا ہو گا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اور جو لوگ آج میری قدر نہیں کر رہے ایک روز ضرور کریں گے تم دیکھ لینا۔"

اولیو ہاورڈ خاموش ہو گیا۔ اندھیری رات میں ہم چلتے رہے۔ اولیو ہاورڈ کے اعتماد میں اب خاصا اضافہ ہو چکا تھا لیکن میں اب بھی اس کی طرف سے تشویش میں مبتلا تھا۔ اگر وہ اپنی قوتِ ارادی کے بل پر رات گزار دیتا تب بھی یہ بات یقینی تھی کہ کل وہ مزید سفر نہیں کر سکے گا اور [illegible] خود میری حالت ایسی ہو گئی تھی کہ اگر صبح تک ہم کسی محفوظ مقام تک نہ پہنچ جاتے تو شاید کل کا دن گزارنا میرے لیے بھی محال ہوتا۔ ریگستان کی جھلسا دینے والی گرمی کا بغیر کچھ کھائے پیے پورا دن مقابلہ کرنا کسی بھی آدمی کے لیے ناممکن تھا۔ ہم دونوں کی زندگیاں خطرے میں تھیں اور میں اس خطرے کے خلاف برسرِ پیکار تھا۔

"اب کیا وقت ہو گیا ہے علی؟" بڑی دیر بعد اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہ رات تو شیطان کی آنت کی طرح لمبی ہو گئی۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ اس کی آواز سے نقاہت ٹپک رہی تھی۔

"موجودہ صورتِ حال کے بارے میں سوچو گے تو وقت بڑی مشکل سے گزرے گا۔ مت سوچو کہ تم کس صورتِ حال سے دوچار ہو۔"

"میں نے بڑی کوشش کی مگر کچھ اور سوچا ہی نہیں جا رہا۔ یوں جیسے سوئی ریکارڈ پر اٹک جاتی ہے۔"

"جو ہونا ہے اولیو ہاورڈ، وہ تو ہو کر رہے گا۔ اس کے بارے میں قبل از وقت سوچ کر کیوں خود کو پریشان کرتے ہو۔ فی الحال صحرا کی رات دیکھو اولیو ہاورڈ، کتنی حسین ہے۔ شہر میں بھی آسمان پر اتنے ستارے دیکھے ہیں؟"

"مجھے کبھی اتنی فرصت ہی نہیں ملی کہ [illegible] دیکھنے بیٹھوں۔"

"مناظرِ فطرت میں دلچسپی لیا کرو۔ [illegible] روح کو جِلا ملتی ہے۔"

"اس خونی ریگستان سے بچ کر نکل گیا تو [illegible] دلچسپی لینے کی کوشش کروں گا۔"

"میں نے کبھی آسمان پر اتنے ستارے [illegible] اولیو ہاورڈ! ذرا دیکھو تو کتنا خواب [illegible]"

"مجھے تو اس منظر میں کوئی خاص بات [illegible] خیال ہے تو آسمان پر روز ہی اتنے ستارے [illegible]"

"ستارے تو اتنے ہی ہوتے ہیں [illegible] اولیو ہاورڈ! [illegible] نہیں آتے۔ شہر کی روشنیوں میں ان بے چاروں کی [illegible] شہر والوں تک نہیں پہنچ پاتی۔"

"ہوتا ہو گا کچھ۔" اولیو ہاورڈ نے بیزاری سے [illegible] "ان فضولیات سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔"

"یہ فضولیات ہیں؟" میں نے حیرت آمیز لہجے [illegible] "صدہا سال سے یہ ننھے منّے ستارے یوں ہی پلکیں جھپکا رہے ہیں۔ ان کی چھاؤں میں ہزاروں رومان پروان چڑھے، ہزاروں جوڑوں نے عہد و پیمان کیے ہیں۔ کیا تمھیں ان میں کوئی اسرار محسوس نہیں ہوتا؟"

"میں رومان وغیرہ کا قائل نہیں ہوں۔ یہ سب فضول لوگوں کے دھندے ہیں۔"

میں اولیو ہاورڈ کا دھیان بٹانے کے لیے اوٹ پٹانگ گفتگو کرتا رہا۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے میری ذہنی رو بھی بھٹکنے لگی ہو اور پھر مجھے خود پر قابو پانے کے لیے جدّوجہد کرنا پڑتی تھی۔

کوئی چار بجے کے قریب اولیو ہاورڈ کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہو گئی۔ اس سے پہلے بھی وہ چلتے ہوئے ڈگمگا رہا تھا مگر اب لڑکھڑاہٹ نمایاں ہو گئی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ اب وہ مزید زیادہ دیر نہیں چل سکے گا۔

"خود کو سنبھالو اولیو ہاورڈ!" میں نے اسے سہارا دیتے ہوئے کہا۔

"اب مجھ سے بالکل نہیں چلا جا رہا علی۔" اولیو ہاورڈ کی آواز سے شدید نقاہت ظاہر ہو رہی تھی۔

"تھوڑی سی ہمت اور کر لو۔ بس اب صبح ہونے ہی والی ہے۔" میں نے کہا۔

"کیسے ہمت کر لوں۔" اس نے کہا اور دفعتاً اس کے پیروں نے جواب دے دیا۔ اس کا سارا بوجھ مجھ پر آ گیا۔ میں اس اچانک بوجھ کو برداشت نہ کر سکا اور اسے لیے ہوئے ریت پر گر پڑا۔ اولیو ہاورڈ بے ہوش ہو گیا تھا۔

مجھے پہلے ہی سے اندازہ تھا کہ اولیو ہاورڈ آخرکار میرے لیے مسئلہ ضرور بنے گا اور وہی ہوا بھی تھا۔ میں نے خود کو سنبھالا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اولیو ہاورڈ کی پشت سے بندھا ہوا پیراشوٹ کا بنڈل علیحدہ کیا اور اسے کھول کر ریت پر بچھا دیا۔ اس کے جوتے میں نے ایک طرف رکھ دیے تھے۔ پھر میں نے اولیو ہاورڈ کو ریت پر بچھے ہوئے پیراشوٹ پر منتقل کر دیا۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا۔

اسے پیراشوٹ پر لٹا کر میں نے اپنے لیے بھی پیراشوٹ بچھایا اور لیٹ گیا۔ لیٹنے سے قبل میں نے موزے اور جوتے [illegible] اتار دیے تھے۔ میری اپنی حالت بھی اچھی نہیں تھی۔ ذہن پر دھند سی چھائی ہوئی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں برسوں سے پیدل چلتا رہا ہوں۔

تھکن نے مجھے زیادہ سوچنے کی مہلت نہیں دی اور نیند نے مجھے بھی اولیو ہاورڈ کی طرح تمام تفکرات سے بے نیاز کر دیا۔

میری آنکھ اس احساس کے ساتھ کھلی کہ میرے نزدیک کوئی موجود ہے۔ میں نے ہڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش کی تو پتا چلا کہ پیراشوٹ بہت بری طرح میرے جسم کے گرد لپٹا ہوا ہے۔ فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال پیدا ہوا کہ میں پھنس گیا ہوں۔

میں نے جیسے تیسے خود کو پیراشوٹ سے باہر نکالا۔ سورج طلوع ہو چکا تھا مگر اس کی کرنوں میں ابھی تمازت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اپنے نزدیک کھڑی شخصیت کو دیکھا اور میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ وہ ایک حسین و جمیل دوشیزہ تھی جس نے عرب کا لباس زیبِ تن کر رکھا تھا۔ مجھے اٹھتے دیکھ کر وہ خوف زدہ سے انداز میں پیچھے ہٹی اور آنکھیں پٹ پٹا کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس کے لب کھلے اور خوف زدہ سی آواز برآمد ہوئی۔ "تت... تم کون ہو؟"

اس کی آواز میں اتنی نغمگی تھی کہ لمحے بھر کو تو میں جیسے کھو کر رہ گیا پھر اچانک مجھے جیسے ہوش آ گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں ورنہ اس لق و دق ویران صحرا میں کسی حسین و جمیل دوشیزہ کا کیا کام ہو سکتا تھا۔ میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ ہر سمت صحرا کی ریت بکھری ہوئی تھی۔ میرے برابر ہی اولیو ہاورڈ خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا اور سامنے وہ شعلۂ جوالہ موجود تھی۔

میں نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ پونے سات بجے تھے۔ میں یقیناً کوئی خواب نہیں دیکھ رہا تھا۔ ہر چیز اپنی پوری تفصیل سمیت میری نگاہوں کے سامنے تھی اور... خوابوں میں چیزیں بہرحال واضح نہیں ہوا کرتیں۔

پھر سوال یہ تھا کہ وہ خوب رُو دوشیزہ کون تھی؟ ظاہر ہے وہ آسمان سے تو نہیں اُتری ہو گی۔ یقیناً کہیں نہ کہیں سے آئی ہو گی۔ اس کی سانولی رنگت بتاتی تھی کہ اس کا تعلق اسی صحرا سے ہے۔ لیکن جن حالات سے میں دوچار تھا اس کے پیشِ نظر میں ہر چیز کو شک و شبہے کی نظر سے دیکھنے کے لیے مجبور تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس کا تعلق ہمیں تلاش کرنے والی کسی پارٹی سے رہا ہو۔ وہ لوگ مجھے دھوکے سے گھیر کر گرفتار کرنا چاہتے ہوں۔ انھوں نے کسی ایسے ذریعے سے ہمارا سراغ لگا لیا ہو جس کے بارے میں میں کوئی اندازہ نہ لگا سکتا ہوں اور اس کے بعد انھوں نے حسین و جمیل دوشیزہ بھیج دی ہو جس کا مقصد یہ ہو کہ ہمیں دھوکے سے کسی مخصوص مقام تک لے جائے اور گرفتار کرا دے۔

"ہم مسافر ہیں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "اپنے قافلے سے بچھڑ گئے ہیں۔"

[illegible] نے حیرت سے ہم دونوں کو دیکھا۔ "مسافر ہو!

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مگر تمھارا سامان کہاں ہے؟" اُس نے کہا۔ وہ عربی بول رہی تھی مگر اُس کی عربی عام طور پر بولی جانے والی عربی سے بہت مختلف تھی۔

"ہماری بد قسمتی کی داستان بہت طویل ہے خاتون اور اُسے سنانے کے لیے بڑا وقت درکار ہوگا۔" میں نے کہا۔ "تم اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم کون ہو اور یہاں اس ویرانے میں کیا کر رہی ہو؟"

"میرا نام مرجانہ ہے اور میرا تعلق جُراعتہ قبیلے سے ہے۔"

"جراعتہ قبیلے کا نام میں نے پہلے کبھی نہیں سُنا۔" میں نے ذہن پر زور دینے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"ہمارا قبیلہ کوئی مشہور قبیلہ نہیں ہے۔" مرجانہ نے کہا۔ "یہ ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے اور ہم نخلستان میں رہتے ہیں۔"

"نخلستان میں؟" میں چونک پڑا۔ "نخلستان کہاں ہے؟"

"ادھر۔" اُس نے ہاتھ اُٹھا کر شمال مغرب کی طرف اشارہ کیا۔ "یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

میں نے اُس کی بتائی ہوئی سمت میں دیکھا مگر مجھے کچھ نظر نہیں آسکا۔ درمیان میں ریت کے ٹیلے حائل تھے لیکن اگر اُس کا کہنا درست تھا تو اِس کا مطلب یہ تھا کہ اگر اس وقت اتفاق سے مرجانہ ہمیں نہ دیکھ لیتی تو ہم اُٹھنے کے بعد مخالف سمت میں چل دیتے اور اُس کے بعد خدا جانے ہمارا کیا انجام ہوتا۔

میں نے ایک طویل سانس لے کر مرجانہ کی طرف دیکھا۔ "اِدھر تو کچھ نظر نہیں آرہا۔" میں نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم تو کہہ رہی ہو ادھر نخلستان ہے۔"

"ایسے تمھیں کیا نظر آئے گا۔" مرجانہ نے حیرت سے کہا۔ "دیکھ نہیں رہے سامنے ریت کے ٹیلے ہیں اور پھر وہ نخلستان اتنا قریب بھی نہیں ہے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ یہ امکان رد نہیں کیا جا سکتا تھا کہ یہ اُن لوگوں کی کوئی چال ہو مگر اس ریگستان میں پیاس سے بلک بلک کر مر جانے سے تو یہی بہتر تھا کہ خود کو اُن لوگوں کے حوالے کر دیا جائے۔ بے سرو سامانی کے عالم میں اس ریگستان سے زندہ بچ کر نکلنا ناممکنات میں سے تھا جب کہ اُن لوگوں کی قید سے فرار ہونا بہت آسان تھا۔

"کیا تم ہمیں اُس نخلستان تک لے چلو گی؟" میں نے مرجانہ سے کہا۔

"تو اور تمھارے خیال میں میں یہاں کیوں رُکی ہوئی ہوں۔" مرجانہ نے تعجب سے کہا۔ "اس بے سرو سامانی کے عالم میں تم کہیں جا بھی نہیں سکتے۔ تمھارے پاس تو پانی بھی نظر نہیں آرہا۔ پانی کے بغیر صحرا میں دن کے وقت چند گھنٹوں کے اندر اندر آدمی مر جاتا ہے۔ کیا تم اتنی سی بات نہیں جانتے؟"

"بالکل جانتا ہوں محترم خاتون۔" میں نے کہا۔ "مگر اب ہم بہت مجبور ہیں۔ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اگر آپ ہمیں نخلستان تک لے چلیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو اجنبی۔" مرجانہ نے نا گو... سے کہا۔ "میرا باپ قبیلے کا سردار ہے اور تم ہمارے مہ... ہو گئے۔ کیا تم عرب روایات سے واقف نہیں ہو؟"

"بہت اچھی طرح واقف ہوں سیدہ مرجانہ۔" م... بوکھلا کر کہا۔ "لیکن میں نے سوچا شاید آپ کے قبی... روایات کچھ مختلف ہوں۔"

"ہرگز نہیں، اجنبی مسافر۔" مرجانہ بڑی تمکنت سے... "مہمان نوازی کی عرب روایات کبھی کسی جگہ تبدیل نہیں ہو... اب اپنے ساتھی کو اٹھاؤ اور میرے ساتھ چلو۔ تمھارا ر... بہت گہری نیند سو رہا ہے۔ کیا یہ بے ہوش ہے؟"

"نہیں سیدہ مرجانہ! یہ بے حد تھک گیا ہے۔ ہم... تمام رات پیدل سفر کیا ہے۔"

"اوہو! اب تو تم بھی بے حد تھکے ہوئے ہو گئے۔ حلیے سے بھی یہی ظاہر ہو رہا ہے۔ کیا تمھیں تھکن محسوس نہ... ہو رہی؟"

"معمولی سی تھکن ہے سیدہ مرجانہ۔" میں نے جھوٹ... "ورنہ حقیقت تو یہ تھی کہ ریگستان میں پچیس میل کے قر... پیدل چلنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے جوڑ جوڑ ہل کر رہ گیا ہو۔

میں نے اولیو ہارڈ کو جھنجوڑ کر اُٹھانے کی کوشش... وہ بالکل بے سُدھ پڑا ہوا تھا۔

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا اجنبی مسافر؟" مرجـ... نے پوچھا۔

"مجھے علی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے سیدہ۔" میں ن...

"اور تمھارا یہ ساتھی کون ہے۔ اس کے بارے... بتاؤ گے؟"

"یہ میرا دوست ہے سیدہ۔ ترکی کا باشندہ ہے اور ا... زکریا پاشا ہے۔"

"یہ اُٹھ کیوں نہیں رہا ہے علی؟ کیا یہ بہت زیادہ ت... گیا ہے؟"

"یہ زیادہ مشقت کا عادی نہیں ہے سیدہ مرجانہ! اس کی عمر بھی زیادہ ہے ورنہ عموماً یہ گہری نیند نہیں سوتا۔" میں نے اولیو ہارڈ کو جھنجوڑ ڈالا۔ "اُٹھو زکر... ج تو تم گھوڑے بیچ کر سو رہے ہو۔"

"اِسے اٹھاؤ علی! ورنہ اگر دیر ہو گئی تو سورج آگ برسانے لگے گا اور تمھارے دوست کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ زیادہ سفر کر سکے۔"

اولیو ہارڈ نے کسمسا کر کروٹ بدلی اور پھر بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ میں اُسے زکریا پاشا کہہ کر مخاطب کر رہا تھا اور اٹھتے ہی اُس نے اپنے سامنے مرجانہ کو موجود پایا۔ اجنبیت کے شدید احساس نے اُسے ہونق بنا کر رکھ دیا۔

"ہم کہاں ہیں؟ یہ کون ہے؟ یہ سب کیا چکر ہے؟" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تمھارا نام زکریا پاشا ہے، میں علی ہوں اور تم میرے دوست اور ترکی کے باشندے ہو۔" میں نے جلدی جلدی اولیو ہارڈ سے کہا۔

"یہ تم کون سی زبان میں باتیں کر رہے ہو علی؟" مرجانہ نے کہا۔ ہم انگریزی میں گفتگو کر رہے تھے۔ "کیا تمھارے دوست کو عربی نہیں آتی؟"

"نہیں سیدہ مرجانہ! اسے عربی نہیں آتی۔ جتنی عربی اسے آتی ہے وہ نہ آنے کے ہی برابر ہے۔"

"یہ تو بڑی افسوس ناک بات ہے، خیر تم اس سے کہو کہ یہ جلدی سے چلنے کے لیے تیار ہو جائے۔ زیادہ دیر انتظار نہیں کیا جا سکتا۔"

"یہ کون ہے علی؟ اور تم اس سے کیا باتیں کر رہے ہو؟" اولیو ہارڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"اس کے بیان کے مطابق یہ قریبی نخلستان کے ساتھ بسنے والے قبیلے جراعتہ کے سردار کی بیٹی ہے اور اس کا نام مرجانہ ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کا قبیلہ یہاں سے کتنی دور آباد ہے؟" اولیو ہارڈ نے پوچھا۔

"اس کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ نخلستان ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تو ضرور ہوگا۔"

"صحرا میں اتنا فاصلہ بہت ہوتا ہے علی۔" اولیو ہارڈ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" میں نے اولیو ہارڈ کو گھورا۔

"یہ اس ویران جگہ پر اتنی دور کیا کرنے آئی ہے؟"

"ابھی مجھے اس سے اتنی باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا۔" میں نے کہا۔

"تمھیں اس سے یہ بات ضرور معلوم کرنی چاہیے تھی علی۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"دیکھو نا، یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس کا تعلق انھی لوگوں سے ہو اور ہم دوبارہ گرفتار ہو جائیں۔"

"یہ بات تو ہے۔" میں نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔ "تو پھر یوں کرتے ہیں کہ اسے واپس کر دیتے ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" اولیو ہارڈ بوکھلا گیا۔ "اگر یہ واپس چلی گئی تو ہمارا کیا بنے گا۔"

"تم عجیب آدمی ہو اولیو ہارڈ! خود ہی گرفتار ہونے کا خدشہ بھی ظاہر کرتے ہو اور خود ہی اس طرف سے بھی تشویش کا شکار ہو کہ اگر یہ واپس چلی گئی تو ہم کہاں جائیں گے؟ جلدی سے کسی فیصلے پر پہنچ کر مجھے مطلع کرو۔ ظاہر ہے، یہ تمام دن تو ہمارا انتظار نہیں کرتی رہے گی۔"

"تم لوگ کیا باتیں کرنے لگے؟" مرجانہ کہا۔ "کیا تمھیں یہ احساس نہیں کہ سورج کی تمازت بڑھتی جا رہی ہے؟"

"دراصل میرا ساتھی بڑی نقاہت محسوس کر رہا ہے سیدہ مرجانہ۔ کہہ رہا ہے کہ اسے چکر آرہے ہیں۔ شاید اپنے پیروں پر نہ چل سکے۔"

"اس سے کہو کہ ہمت کر کے چلنے کی کوشش کرے ورنہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ کہیں اسے لُو تو نہیں لگ گئی؟"

"میں اسے یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں سیدہ۔" میں نے کہا اور پھر اولیو ہارڈ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "تم نے کیا فیصلہ کیا اولیو ہارڈ؟"

"تمھارا کیا خیال ہے؟" اُس نے جواب دینے کے بجائے اُلٹا مجھ سے ہی سوال کر ڈالا۔

"ہمارے پاس اس کے سوا کوئی راستہ ہی نہیں ہے کہ اس کے ساتھ چلے چلیں ورنہ ہمارے لیے صحرا کا ہر راستہ ہلاکت کی طرف جاتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی۔" اولیو ہارڈ نے طویل سانس لے کر کہا۔ "ہمیں اس کے ساتھ جانا ہی پڑے گا۔ ہم اس کے لیے مجبور ہیں۔"

"پیراشوٹ کا بنڈل بنا لو اور جوتے پہن کر جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

اولیو ہارڈ کے جسم میں جیسے بجلی سی بھر گئی۔ اُس نے تیاری کرنے میں بہت تیزی دکھائی۔

"تم تو کہہ رہے تھے کہ تمھارا دوست نقاہت محسوس کر رہا ہے۔ جب کہ اسے کام کرتے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس سے زیادہ پھرتیلا آدمی کوئی ہوگا ہی نہیں۔" مرجانہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

... دھمکی دے دی تھی سیدہ مرجانہ کہ اگر ... کے اندر اندر چلنے کے لیے تیار نہ ہوگیا تو ہم اسے ... چلے جائیں گے۔" میں نے کہا۔

مرجانہ ہنس پڑی۔ بڑی خوب صورت ہنسی تھی۔ جیسے یوں ... جیسے جلترنگ بج اٹھے ہوں اور صحرا میں بہار آ گئی ...

"تم بہت چالاک آدمی معلوم ہوتے ہو۔ اسے دھمکی دینے کی ضرورت تھی۔ وہ تو پہلے ہی لب دم معلوم ہو رہا ہے۔"

"اس کی زندگی بچانے کے لیے یہ دھمکی بے حد ضروری تھی سیدہ، ورنہ اس کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی۔"

مرجانہ نے مجھے بڑے غور سے دیکھا اور مسکرا کر رہ گئی۔ ... اولیو ہاورڈ چلنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ میں نے بھی ... لوٹ کا بنڈل بنا کر کمر سے باندھ لیا۔ "چلیں سیدہ مرجانہ؟"

"ہاں چلو۔" مرجانہ نے کہا اور ہم اس کے ساتھ روانہ ہو ... مجھے سخت پیاس لگ رہی تھی اور حلق میں کانٹے پڑتے ... رہے تھے لیکن میں اپنے کسی انداز سے کوئی غیر معمولی ... ظاہر نہیں ہونے دے رہا تھا جب کہ اولیو ہاورڈ بار بار اپنی زبان ہونٹوں پر پھیر کر اپنے ہونٹ تر کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

"اگر آپ برا نہ مانیں تو آپ سے ایک ذاتی سا سوال کر لوں سیدہ مرجانہ؟" میں نے مرجانہ سے کہا۔

"اجازت ہے علی! میں برا نہیں مانوں گی۔" مرجانہ نے ... انداز میں کہا۔

"آپ اپنے قبیلے سے اتنی دور یہاں کیا کرنے آئی تھیں؟"

"کیا اس سوال کا جواب ضروری ہے علی؟" مرجانہ نے ... میں نے محسوس کیا کہ اس کے لہجے میں ہلکی سی اداسی تھی۔

"اگر کوئی بہت ہی ذاتی بات ہے سیدہ تو میں جواب پر اصرار نہیں کروں گا۔"

"تم ہمارے مہمان ہو علی! اور ہم لوگ مہمانوں کو اپنی پریشانیوں سے دور رکھتے ہیں۔"

"اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں جواب پر اصرار کروں گا سیدہ مرجانہ۔" میں نے کہا۔

"تم مُصر ہو تو میں تمھیں بتائے دیتی ہوں۔ دراصل کچھ دنوں سے ہماری بستی ایک مشکل کا شکار ہے۔ صحرائی قزاقوں نے ہمارا سکون درہم برہم کر دیا ہے۔"

"کیا انھوں نے آپ کی بستی پر حملہ کیا ہے سیدہ مرجانہ؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، لیکن ہمیں اُن کی جانب سے ... دھمکیاں مل رہی ہیں۔ انھوں نے ہم سے ایک خطیر رقم کا مطالبہ کیا ہے۔ اس رقم کا بندوبست کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں تھا۔ انھوں نے رقم کی فراہمی کے لیے ہمیں دو بار مہلت دی مگر ہم اُن کی رقم کا بندوبست نہیں کر سکے۔ انھوں نے ہمیں آخری بار ... روز کی مہلت دی تھی جو آج شام کو ختم ہو رہی ہے۔ اگر آج قزاقوں کو مطلوبہ رقم فراہم نہ کر دی گئی تو وہ ہماری بستی کو تاراج کر ڈالیں گے۔"

"میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی سیدہ مرجانہ کہ قزاقوں ... آپ کی یہاں آمد میں کیا نسبت ہے۔ کیا آپ یہاں رقم کا بندوبست کرنے آئی تھیں؟"

"یہی سمجھ لو۔" مرجانہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔ "ہماری بستی کے مُطوّعی نے ایک عمل بتایا تھا جو دفع مصائب کے لیے بہت مُجرّب ہے مگر اس عمل کے لیے دو کڑی شرائط ہیں۔ ایک تو یہ کہ عمل کوئی ایسی دوشیزہ کرے جو باکردار ہو، دوم یہ کہ عمل ایسے مقام پر کیا جائے جہاں ویرانہ ہو اور آبادی کم از کم اتنی دور ہو کہ وہاں تک کوئی آواز نہ پہنچ سکتی ہو۔ میں نے عمل کرنے کے لیے یہ مقام منتخب کیا تھا۔"

میں نے حیرت سے مرجانہ کو دیکھا۔ وہ بڑی ناقابلِ یقین باتیں کر رہی تھی۔ اس قسم کی بچکانہ باتوں سے تو کسی کو بھی مطمئن نہیں کیا جا سکتا۔ مرجانہ کو تو جھوٹ بولنے کا سلیقہ نہیں تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اُنھی لوگوں کی ... لیکن مجھے اُن لوگوں پر حیرت ہوئی۔ انھیں چاہیے تھا کہ ... پھانسنے کے لیے کسی ذہین ایجنٹ کو بھیجتے۔ مرجانہ تو حد درجے کی بے وقوف تھی لیکن پھر میں نے سوچا کہ وہ اپنی ... میں موجودگی کا اس کے علاوہ یا اس سے ملتے جلتے کسی جواز کے علاوہ کوئی جواز پیش بھی تو نہیں کر سکتی تھی۔

"مجھے اس طرح مت دیکھو۔" مرجانہ نے قدرے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں ضعیف الاعتقاد نہیں ہوں، راسخ العقیدہ ضرور ہوں۔ میں نے کبھی کوئی وظیفہ یا عمل نہیں کیا۔ لیکن اس بار معاملہ ایسا آ پڑا کہ میں مجبور ہو گئی۔ ... لیے باکردار دوشیزہ ہونے کی شرط ایسی تھی کہ سردار کی بیٹی ہونے کے ناتے میں نے اس عمل کو کرنے کی ذمے داری اپنے اوپر محسوس کی۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "بڑے عجیب ... ہیں سیدہ مرجانہ!" میں نے کہا۔ "انھیں تو لوٹ مار کر کے

جانا چاہیے تھا۔ قزاق دھمکیاں تو نہیں دیا کرتے۔"

"شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ہم بستی والوں کے پاس زیادہ مال و متاع نہیں ہے۔ یہاں اس ریگستان میں ہمارے ذرائع بے حد محدود ہیں۔ وہ ہمیں اسی لیے دھمکیاں دے رہے ہیں کہ ہم اپنے سارے ذرائع استعمال کر کے کہیں نہ کہیں سے اُن کی مطلوبہ رقم کا بندوبست کر دیں۔ مجھے یقین ہے کہ مطلوبہ رقم ملنے کے بعد بھی وہ بستی میں لوٹ مار ضرور کریں گے۔"

"جب بستی والوں کے ذرائع ہی محدود ہیں تو وہ رقم کا بندوبست کیسے کر سکیں گے؟" میں نے کہا۔

"ہماری بستی کے تمام نوجوان شہروں میں کام کرتے ہیں۔ سال میں ایک آدھ بار جب وہ یہاں آتے ہیں تو اپنے ساتھ ضروریات کی چیزیں لے آتے ہیں۔ ظاہر ہے اس ریگستان میں رقم تو ہمارے کسی کام نہیں آ سکتی۔ بستی والوں کا خیال ہے کہ قزاق اس بات سے واقف ہیں کہ ہمارے نوجوان شہروں میں کام کرتے ہیں۔ اسی لیے انھوں نے ہمیں لوٹنے کے بجائے دھمکیاں دینے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے کہ ہم لوگ شہروں میں موجود اپنے نوجوانوں کے ذریعے رقم کا بندوبست کر دیں۔ اگر قزاق ویسے یہاں لوٹ مار کریں گے تو انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

میں حیران رہ گیا۔ مرجانہ نے اچانک ہی منطقی انداز میں مدلّل گفتگو کرنا شروع کر دی تھی۔ اُس کی باتوں میں وزن تھا اور انھیں رد کرنا آسان نہیں رہا تھا۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے یا سچ بول رہی ہے۔ اُس کے انداز میں اتنی معصومیت اور بے ساختگی تھی کہ اُس پر یقین ہی کر لینے کو جی چاہتا تھا لیکن اُس کے جھوٹے یا سچے ہونے کی بہت زیادہ اہمیت تھی بھی نہیں۔ وہ جو کچھ بھی تھی ہمارے لیے تو فرشتۂ رحمت ہی بن کر نازل ہوئی تھی۔ وہ ہماری گرفتاری کے خواہاں لوگوں کی ایجنٹ ثابت ہوتی یا سچ مچ کسی قبیلے کے سردار کی بیٹی نکلتی، مجھے اس سے کوئی غرض رکھنی بھی نہیں چاہیے تھی۔ کچھ ہی دیر بعد حقیقت سامنے آنے والی تھی اور اس ذرا سی دیر کے لیے اس لایعنی مسئلے میں دماغ سوزی کرنا عبث تھا۔ میں نے ذہن سے سارے خیالات جھٹک دیے۔

"صبح جب عمل پورا کر کے میں واپس ہو رہی تھی تو معاً میری نگاہ تم دونوں پر پڑی۔" مرجانہ کہہ رہی تھی۔ "جذبۂ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں تمھارے نزدیک آئی۔ تمھاری نیند پتا نہیں کیسی ہے! جیسے ہی میں تمھارے نزدیک پہنچی تم اُٹھ گئے۔"

"میں بہت کچی نیند سونے کا عادی ہوں، سیدہ مرجانہ۔" میں نے کہا۔

"اب ایسی بھی کیا کچی نیند کہ آدمی ہوا کے جھونکے سے بھی اُٹھ جائے۔" مرجانہ نے مسکرا کر کہا۔ "جب تم میری آہٹ پا کر اُٹھ گئے تو میں ڈر گئی۔ مجھے شبہ ہوا کہ کہیں تم لوگوں کا تعلق انھی قزاقوں سے نہ ہو۔"

"پھر یہ شبہ دور کیسے ہوا سیدہ مرجانہ؟"

"تمھارے حلیوں سے۔" مرجانہ نے کہا۔ "قزاق تو الگ سے پہچانے جاتے ہیں۔"

"آپ کو قزاقوں کی بڑی پہچان ہے سیدہ مرجانہ۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں، صحرائی بستیوں میں اُن کے حلیے مشہور ہیں۔ وہ بڑے قوی الجثہ اور ہوش مند قسم کے لوگ ہیں۔ اُن کی داڑھیاں گھنی اور بے ترتیب ہیں، رنگ کالے ہیں اور اُن کی آنکھوں سے سُرخی اور بُشرے سے درندگی جھلکتی ہے۔ اس کے علاوہ تمھارے پاس کوئی ساز و سامان بھی نہیں تھا۔ اگر تمھارا تعلق اُن قزاقوں سے ہوتا تو کم از کم تمھارے پاس سواری کے لیے اونٹ تو ضرور ہوتے۔"

میں جھنجلا گیا۔ وہ ہر بات کا معقول جواب دے رہی تھی جب کہ میں اُسے گھیر لینے کے درپے تھا۔ شاید لاشعوری طور پر میں اس بات کا خواہاں تھا کہ آخر میں جب وہ مجھے گرفتار کرائے تو مجھے یہ احساس نہ ہو کہ میں ایک لڑکی کے ہاتھوں بے وقوف بن گیا۔ بے وقوف بننے کا احساس تو ویسے ہی بہت تکلیف دہ ہوتا ہے۔ مجھ جیسے شخص کے لیے تو یہ احساس اور بھی زیادہ سوہانِ روح ہوتا کہ ایک لڑکی مجھے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی۔

"ریگ زار میں پیدل سفر کرنا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے، سیدہ مرجانہ! آپ نے سواری کے لیے اونٹ کیوں استعمال نہیں کیا؟"

"اس سے عمل میں خلل پڑنے کا امکان تھا۔ اونٹ بلبلانا شروع کر دیتا تو میں اُسے سنبھالتی یا وظیفہ جاری رکھتی۔" مرجانہ نے بڑی معصومیت سے کہا۔

میری جھنجلاہٹ میں اضافہ ہو گیا۔ کم بخت کسی صورت گرفت میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ہر سوال کا جواب اُس کی نوکِ زبان پر رکھا ہوا ہو۔ مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ وہ ایک ذہین ایجنٹ ہے۔ اُس نے بہت ہی کم وقت میں یہ سارے جھوٹ در جھوٹ گھڑے ہوں گے۔

"ان قزاقوں کے بارے میں آپ کو کچھ اور بھی معلوم ہے سیدہ مرجانہ!" میں نے کہا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میرا لہجہ کچھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جارحانہ ہوگیا تھا۔

"مجھے ان کے بارے میں کچھ زیادہ تو نہیں معلوم لیکن یہ قزاق پچھلے چھ ماہ سے اس ریگستان میں لوٹ مار کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی قزاق ہوا کرتے تھے مگر وہ اتنے منظم نہیں تھے اور کبھی کبھار کسی چھوٹے موٹے قافلے کو لوٹ لیتے تھے۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ قزاق کہاں سے آئے ہیں۔ اُن کی سرگرمیاں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہیں اور اب یہ عالم ہو گیا ہے کہ صحرا سے گزرنے والا کوئی قافلہ بھی اُن کی زد سے محفوظ نہیں ہے۔ اب کوئی چھوٹا قافلہ صحرا سے نہیں گزرتا مگر یہ قزاق اتنے منظم اور جدید اسلحے سے لیس ہیں کہ بڑے قافلے بھی ان سے نہیں بچ پاتے۔ ان قزاقوں نے صحرائی بستیوں کو بھی نہیں بخشا۔ قبیلہ جراعتہ کی آبادی شاید وہ واحد آبادی ہے جو ابھی تک اُن کی دست برد سے محفوظ رہی تھی مگر اب اس کے دن بھی پورے ہوگئے۔ آج شام اس کی قسمت کا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔"

مَیں ایک بار پھر شش و پنج میں پڑ گیا۔ جتنی روانی سے اُس نے مجھے یہ ساری باتیں بتائی تھیں اُن سے تو یہی گمان گزرتا تھا کہ وہ سچ بول رہی ہے۔

"تو آپ کے قبیلے کے لوگ رقم کا بندوبست نہیں کر سکے سیدہ مرجانہ؟" مَیں نے پوچھا۔

"نہیں،" مرجانہ نے اداسی سے کہا۔ "ہم نے رقم کا بندوبست کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔"

"کیوں؟" مَیں نے حیران ہو کر کہا۔ "کیا آپ لوگوں کو اپنی جانوں اور مال و متاع سے دلچسپی نہیں ہے؟"

"وہ نخلستان کب آئے گا؟" اولیو ہاورڈ نے نحیف آواز میں پوچھا۔ "مجھ سے اب بالکل نہیں چلا جا رہا۔"

مَیں نے اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھا۔ اُس کے ہونٹ پھٹ گئے تھے اور چہرے پر سیاہی دوڑ گئی تھی۔ اُس کی حالت واقعی بے حد خراب تھی مگر اُس وقت اُس سے اظہارِ ہمدردی کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ وہ وہیں ڈھیر ہو جاتا لہٰذا مَیں نے بے رُخی سے اُس سے کہا۔ "اگر تم سے چلا نہیں جا رہا تو بیٹھ جاؤ، مَیں تو جلد از جلد نخلستان پہنچ کر خوب جی بھر کر پانی پینا چاہتا ہوں لہٰذا مَیں تمھارے ساتھ نہیں رُکوں گا۔ جب تھکن اُتر جائے تو تم بھی چلے آنا۔"

"اتنی بے مہری نہ برتو علی! میری حالت نہیں دیکھ رہے، مَیں گرنے ہی والا ہوں۔"

"مجھے ڈسٹرب مت کرو، مَیں بہت ضروری گفتگو کر رہا ہوں۔" مَیں نے خشک لہجے میں اُس سے کہا پھر مرجانہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "ہاں تو سیدہ مرجانہ، مَیں نے پوچھا تھا آپ لوگوں نے رق[م کا]
بندوبست کیوں نہیں کیا؟"

"جب قزاقوں کی طرف سے پہلی دھمکی موصول ہوئی تو ب[ستی]
کے سارے لوگوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ اُن کا مطالبہ پورا نہ
کیا جائے گا۔ اس بات پر سبھی متفق تھے کہ مطالبہ پورا ہونے [کے]
بعد بھی قزاق لوٹ مار ضرور کریں گے۔"

سورج کی تمازت میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ [...]
کا درجۂ حرارت بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ ابھی سے لُو چلنا شرو[ع]
ہو گئی تھی جو ہماری جلدوں کو جھلسائے دے رہی تھی۔ مَیں [...]
شاید اس موسم میں بھی چند گھنٹے گزار لیتا لیکن اولیو ہاورڈ شا[ید]
ایک گھنٹا بھی نہ گزار پاتا۔

"وہ نخلستان؟" اولیو ہاورڈ نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "[...]
دور رہ گیا ہے؟"

مَیں نے اُس کی بات مرجانہ کے سامنے دُہرا دی۔

"وہ سامنے جو ٹیلہ نظر آ رہا ہے اُس کے دوسری طرف
نخلستان ہے جس میں ہماری بستی ہے۔" مرجانہ نے کہا۔

"وہ کہہ رہی ہے اُس ٹیلے کے دوسری طرف نخلستا[ن]
ہے۔" مَیں نے اولیو ہاورڈ کو انگریزی میں بتایا۔

"دیکھو وہاں تک پہنچ بھی پاتا ہوں یا نہیں۔" اولیو ہا[ورڈ]
نے نحیف آواز میں کہا۔

"تمھیں کچھ اندازہ ہے اُن قزاقوں کی کُل تعداد کیا ہوگی؟"
مَیں نے اولیو ہاورڈ کی سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے مرجانہ سے پوچھا۔

"اُن کی زیادہ سے زیادہ جو تعداد سننے میں آئی [ہے]
وہ پچیس ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ صحیح ہے یا غلط۔"
مرجانہ نے کہا۔

"صرف پچیس!" مَیں نے حیرت سے کہا۔ "صرف [پچیس]
آدمی تو پورے ریگستان میں تہلکہ نہیں مچا سکتے۔"

"مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم لیکن سُنا یہ بھی [ہے]
اُن کا سردار ایک ایسا شخص ہے جو اپنا چہرہ سیاہ نقاب [میں]
چھپائے رہتا ہے۔"

"لیکن یہ کوئی اتنی بڑی تعداد تو نہیں کہ جس پر قابو [نہ پایا]
جا سکے۔ کوئی بھی قافلہ اُن کا مقابلہ کر سکتا ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ قافلے میں عام لوگ ہوتے [ہیں۔]
عورتیں اور بچے ہوتے ہیں۔ لوگ تربیت یافتہ نہیں ہو[تے]
نہ ہی سارے قافلے والے مسلح ہوتے ہیں۔ ایک آدھ [...]
قافلے والوں نے اُن کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو اُنھ[یں]
نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ اب تو یہ حال ہے کہ کوئی اُن قز[اقوں]
سے مقابلہ کرنے کے بارے میں سوچتا تک نہیں ہے۔ اُن کے پاس بڑے خطرناک ہتھیار ہوتے ہیں اور اُن کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔"

"حکومت نے اُن کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا؟"

"جہاں تک مجھے معلوم ہے پولیس نے کچھ کوششیں کیں مگر صحرا میں قزاقوں کو تلاش کرنا ہی اُن کے بس میں ممکن نہ ہو سکا لہٰذا انھوں نے بھی اپنی کوششیں ترک کر دیں۔"

"اور تم جو عمل کر رہی تھیں اُس کے نتیجے میں قزاقوں کو کوئی نقصان پہنچا یا نہیں؟"

"میرا مذاق مت اُڑاؤ،" مرجانہ نے اُداسی سے کہا۔ "اگر بستی کے تمام لوگوں کا معاملہ نہ ہوتا تو مَیں ہرگز اس چکر میں نہ پڑتی۔"

"ارے نہیں،" مَیں نے گڑبڑا کر کہا۔ "مَیں تمھارا مذاق تو نہیں اُڑا رہا، مَیں تو صرف معلوم کر رہا تھا۔"

"عملیات پہ میرا کبھی یقین نہیں رہا۔ مَیں تو سیدھی سی بات جانتی ہوں، جو کچھ بھی ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور ہمارے لیے بہتر ہوتا ہے، پھر ہم عملیات کیوں کریں؟"

مَیں نے مرجانہ کو غور سے دیکھا۔ یا تو وہ بے حد معصوم تھی یا پھر بے حد چالاک تھی۔ اُس کی سنائی ہوئی داستان میرے حلق سے نہیں اُتری تھی اور دوسری طرف اُس کے انداز میں اس قدر بے ساختگی تھی کہ اُسے کسی بھی طرح بناوٹ قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔

ہم ریت کے ٹیلے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ اولیو ہاورڈ کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ بس وہ خود کو کسی نہ کسی طرح گھسیٹتا ہوا وہاں تک پہنچا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنے زور پر ٹیلے کے اوپر نہیں چڑھ سکے گا۔ مَیں نے خاموشی سے اولیو ہاورڈ کا بازو پکڑا اور اُسے اوپر چڑھنے میں مدد دینے لگا۔ مَیں بہ ہزار دِقّت اُسے ٹیلے کے اوپر تک پہنچانے میں کامیاب ہو سکا۔ ٹیلے پر سے نخلستان صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ ہم سے بہ مشکل آدھ میل کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ کھجوروں کے لہلہاتے درخت دیکھ کر اولیو ہاورڈ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

"نخلستان . . . نخلستان،" وہ ہذیانی انداز میں دونوں ہاتھ اُٹھا کر چلّایا۔

"کیا کر رہے ہو؟" مَیں نے اسے پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "ذہن کو قابو سے باہر نہ ہونے دو۔"

"پانی . . . پانی،" اولیو ہاورڈ نے پاگلوں کے سے انداز میں کہا۔ "مجھے پیاس لگ رہی ہے، مَیں پانی پیوں گا۔ مجھے مت روکو، چھوڑ دو مجھے۔ مَیں کہتا ہوں چھوڑ دو مجھے۔"

اولیو ہاورڈ پر دیوانگی طاری ہو رہی تھی۔ مَیں اُسے قابو میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا مگر اُس کی دیوانگی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی ہی جا رہی تھی پھر اچانک وہ پلٹ کر مجھ سے لپٹ پڑا اور میرے بازو میں دانت گاڑنے کی کوشش کی۔ میں اُس کی اِس حرکت کے لیے تیار نہیں تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ مَیں اُسے چھوڑ کر بوکھلاہٹ میں پیچھے ہٹ گیا۔ میرے پیچھے ہٹتے ہی اولیو ہاورڈ پلٹا اور اُس نے نخلستان کی جانب دوڑ لگانے کی کوشش کی۔ ڈھلان پر وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گر پڑا۔ گرنے کے بعد وہ لڑھکتا چلا گیا اور ٹیلے کے نیچے جا کر ہی اُس کا جسم ساکت ہوا۔

"اسے سنبھالو علی،" مرجانہ نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔ "ریگستان میں دماغ اُلٹتے دیر نہیں لگتی۔"

"مجھے معلوم ہے سیدہ مرجانہ،" مَیں نے کہا۔ "اور مَیں نے اُسے قابو میں رکھنے کی کوشش بھی کی تھی۔ اب شاید وہ بے ہوش ہو گیا ہے اور اسے اُٹھا کر ہی لے جانا پڑے گا۔"

ہم دونوں سنبھل سنبھل کر ٹیلے سے اُترے۔ اولیو ہاورڈ بے سُدھ پڑا تھا۔ مَیں نے اُسے ہلایا جُلایا مگر اُس کے جسم میں کوئی جنبش نہیں پیدا ہوئی۔

"کیا یہ مر گیا؟" مرجانہ نے بوکھلا کر پوچھا۔

"نہیں سیدہ مرجانہ، یہ صرف بے ہوش ہوا ہے۔" مَیں نے کہا۔

"پھر یہ نخلستان تک کیسے پہنچے گا؟ کیا مَیں سواری کے لیے کوئی اونٹ لے کر آؤں؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے سیدہ مرجانہ،" مَیں نے کہا۔ "مَیں اسے اپنے کاندھوں پر اُٹھا کر لے چلوں گا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" مرجانہ نے بوکھلا کر کہا۔ "یہ خاصا وزنی آدمی ہے اور پھر تمھاری حالت بھی زیادہ اچھی نہیں ہے۔"

"چھوٹی موٹی باتوں سے مجھے کچھ نہیں ہوتا سیدہ مرجانہ! مَیں محنت و مشقت کا عادی ہوں۔ بہ آسانی اسے اٹھا کر نخلستان تک لے جا سکوں گا۔"

"تم یہ خطرہ مول نہ لو تو بہتر ہے۔ مَیں چاہتی ہوں کہ تم دونوں میں سے کم از کم ایک فرد تو صحیح و سالم بستی تک پہنچ جائے۔"

"آپ سمجھ رہی ہیں مَیں بھی اسی کیفیت کا شکار ہو جاؤں گا۔" مَیں نے ہنس کر کہا۔ "بے فکر رہیے سیدہ مرجانہ، مَیں بہت سخت جان آدمی ہوں۔ اس بے چارے صحرا کا موسم بھی آسانی سے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔" مَیں نے جھک کر اولیو ہاورڈ کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دونوں ہاتھوں پر اُٹھایا اور اُسے اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ "چلیے سیدہ مرجانہ" میں نے پُرسکون آواز میں کہا۔

"تمھاری آواز سے قطعاً یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ تم نے کوئی وزنی چیز اُٹھا رکھی ہے۔" مرجانہ نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اس کے وزن کا غلط اندازہ لگایا ہے سیدہ مرجانہ! یہ اتنا زیادہ وزنی نہیں ہے جتنا آپ سمجھ رہی ہیں۔"

"میں بے وقوف نہیں ہوں علی! یہ اچھا خاصا وزنی آدمی ہے اور میں دیکھ رہی ہوں کہ تمھاری رفتار پر بھی کوئی خاص اثر نہیں پڑا ہے۔"

"میں نے آپ سے کہا تھا نا سیدہ مرجانہ! کہ میں محنت کا عادی ہوں۔ اتنا وزن اٹھا کر چلنے سے مجھے کچھ نہیں ہوگا۔"

"تم ایک غیر معمولی آدمی ہو علی! اس شدید موسم میں ریت پر اتنا وزن لے کر چلنا اچھے خاصے طاقت ور آدمی کے لیے بھی بہت دشوار ہوتا ہے۔"

"ارے نہیں سیدہ" میں ہنس پڑا۔ "میں تو بہت معمولی سا آدمی ہوں۔ میرے خیال میں وقت پڑنے پر آدمی کو تھوڑی بہت مشقت کرنے کے قابل تو ہونا ہی چاہیے۔"

مرجانہ نے کچھ نہیں کہا مگر اس کے بعد اُس کی نظریں مستقلاً مجھ پر جمی رہیں۔ اُس کی آنکھوں میں میرے لیے بے پناہ ستائش تھی۔ میں اولیو ہاورڈ کو کاندھوں پر اٹھائے ہموار قدموں سے ریت پر چل رہا تھا۔ میرے قدموں میں ذرا سی بھی لڑکھڑاہٹ یا لغزش نہیں تھی۔

تقریباً پندرہ منٹ میں ہم نخلستان کے پاس پہنچ گئے۔ کھجوروں کے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ ہمیں خوش آمدید کہنے کے لیے موجود تھے۔ نخلستان کے باہر ایک مضبوط ہاتھ پیروں والا شخص مضطربانہ انداز میں ٹہل رہا تھا۔ اُس کی نظریں ہم پر جمی ہوئی تھیں۔ اُس کی عمر پچاس سے زیادہ ہی رہی ہوگی مگر اُس کے سر اور داڑھی کے سارے بال سیاہ تھے۔

"یہ میرے والد ہیں" مرجانہ نے مجھے بتایا۔ "ان کا نام ابوالحسن ہے اور یہ قبیلہ جراعتہ کے سردار ہیں۔"

"تم نے اتنی دیر کہاں لگا دی مرجانہ؟" اُس شخص نے بلند آواز میں کہا جس کا نام مرجانہ نے ابوالحسن بتایا تھا۔ "اور یہ تمھارے ساتھ کون لوگ ہیں؟"

مرجانہ دوڑتی ہوئی ابوالحسن کے نزدیک پہنچ گئی۔ "یہ مسافر ہیں ابوالمحترم! اپنے قافلے سے بچھڑ گئے تھے۔ ریگستان میں بغیر سازوسامان کے تھے۔ میں انھیں اپنے ساتھ لے آئی۔"

"الحمد للہ۔ مہمان آئے ہیں گویا اللہ کی رحمت آئی ہے" ابوالحسن نے پاٹ دار آواز میں کہا۔ "کتنے عرصے بعد ہماری بستی کی قسمت جاگی ہے، یہاں کوئی مہمان آیا ہے۔ لگتا ہے ہماری مشکلات کے دن پورے ہو گئے ہیں لیکن یہ دوسرے آدمی کو کیا ہو گیا؟"

"کچھ تو تھکن ہے اور کچھ اسے لُو بھی لگ گئی ہے سردار محترم! اس کا دماغ بھی متاثر ہوا ہے۔ یہ ہذیان بکنے لگا تھا" نے کہا۔

"فکر کی کوئی بات نہیں۔ اس کا علاج ہو جائے گا" ابوالح نے کہا۔ "تم اسے اندر لے آؤ۔"

میں اولیو ہاورڈ کو کاندھوں پر اٹھائے نخلستان کے داخل ہو گیا۔ اندر کی دنیا ہی نرالی تھی۔ کھجور کے درختوں کی ٹھ چھاؤں میں اندر کا موسم باہر کے موسم کے بالکل برعکس تھا۔ ہی دور چند اونٹ بندھے دکھائی دے رہے تھے اور اس کچھ آگے جھونپڑی نما مکانات بنے ہوئے تھے۔ ان کی تعم کھجور کے تنے، پتے اور چھال استعمال کی گئی تھی۔ میں نے ا شمار کیا۔ کُل بیس جھونپڑیاں تھیں۔ نخلستان کے وسط میں اُب ہوا پانی کا چشمہ دور ہی سے نظر آ رہا تھا۔

"اسے اندر لے آؤ" سردار ابوالحسن نے سب سے جھونپڑی کے دروازے پر رُکتے ہوئے کہا۔

میں اولیو ہاورڈ کو لیے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ اندر کھ کی چھال کا ایک بستر فرش پر رکھا نظر آیا۔

"اسے اس پر لٹا دو" سردار نے کہا۔

میں نے اولیو ہاورڈ کو احتیاط سے بستر پر لٹایا اور ا کی کمر سے بندھا ہوا پیراشوٹ کا بنڈل کھول کر علیحدہ کر لیا۔ کے ساتھ ہی میں نے اپنی کمر سے بندھا ہوا بنڈل بھی اُتار فرش پر ایک طرف ڈال دیا۔

"مرجانہ، تم اس کی دیکھ بھال کرو" سردار نے کہا پھر م طرف متوجہ ہو گیا۔ "اور تم میرے ساتھ آؤ۔"

میں نے اولیو ہاورڈ پر نظر ڈالی تو سردار نے مجھ سے کہا۔ کی طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ مرجانہ جانتی اُسے کیا کرنا ہے۔ اللہ نے چاہا تو وہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے

میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا تھا کہ میں کس جگہ میں گیا ہوں۔ ان لوگوں کا تعلق حکومت سے ہے یا واقعی یہ اتفاق ہے کہ ہم ان کے ہاتھ لگ گئے۔ بات جو بھی رہی ہو زیا دیر چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔ میں نے خود کو حالات کے دھا پر بہنے کے لیے چھوڑ دیا۔

سردار جھونپڑی سے نکل کر ایک طرف جا رہا تھا۔ میں اُس کے پیچھے چل دیا۔ سردار مجھے لے کر سیدھا پانی کے چشمے پر پہنچا۔ "ریگستان کے مسافروں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی اور نعمت نہیں ہو سکتی۔" اُس نے پانی کے چشمے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم ایک عقل مند، ذی فہم اور باحوصلہ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ یقیناً ریگستانوں کے مزاج سے بھی آشنا ہو گے۔ میں تمھیں یہ بچکانہ نصیحت نہیں کرنا چاہتا کہ پانی ذرا احتیاط سے پینا۔ تاہم کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو۔ تمھارے لیے لباس وغیرہ کا بندوبست بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے سردارِ محترم! بس میں نہا دھو کر تازہ دم ہو جانا چاہتا ہوں۔"

"جی بھر کے نہاؤ اور جب تازہ دم ہو جاؤ تو وہیں چلے آنا۔" سردار نے اپنے جھونپڑے کی طرف اشارہ کیا اور واپس چلا گیا۔

میں آہستگی سے چشمے پر جھکا اور دونوں ہاتھ پانی میں ڈال دیے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے پانی کی ٹھنڈک میری روح تک میں سرایت کر گئی ہو۔ میں نے چند لمحے اپنے ہاتھ پانی میں رکھنے کے بعد دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر اپنے چہرے پر پانی کا چھپکا مارا۔ میرے چہرے سے پانی کے ساتھ گرد کی ایک تہ اُتری اور جسم سے تھکن کی کئی تہیں اُتر گئیں۔ منہ خوب اچھی طرح دھونے کے بعد میں نے ایک گھونٹ پانی پیا۔ پانی کا وہ گھونٹ مجھے دنیا کی سب سے بڑی نعمت معلوم ہوا۔ اُس ایک گھونٹ پانی کے ذائقے کے سامنے اُس وقت مجھے دنیا کا لذیز ترین شربت بھی ہیچ معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے بڑی آہستگی سے گھونٹ گھونٹ کر کے پانی پیا۔ یہ بڑا صبر آزما کام تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ پانی پینے کے معاملے میں ذرا سی بے صبری بہت خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

خوب سیر ہو کر پانی پینے کے بعد میں کپڑوں سمیت چشمے کے پانی میں اُتر گیا۔ میرے جسم پر گرد کی تہیں کم تھیں اور تھکن کی تہیں بہت زیادہ تھیں مگر چشمے کے تازہ پانی میں ایسا اعجاز تھا کہ ساری تھکن کافور ہو گئی۔

کافی دیر بعد میں پانی سے باہر نکلا تو میں بالکل تازہ دم ہو چکا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ نزدیک و دور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ بستی کے مکین یا تو ابھی تک اُٹھے ہی نہیں تھے یا پھر گھروں میں ہی ناشتے وغیرہ میں مصروف تھے۔ میں نے کپڑے اُتارے اور انھیں نچوڑ کر دوبارہ پہن لیا۔ خشک ہوا انھیں بہت جلدی سُکھا دیتی۔

اب مجھے بھوک ستانے لگی تھی۔ میں آہستہ قدموں سے چلتا ہوا سردار کی جھونپڑی کی طرف چل دیا۔

"میں اندر آ سکتا ہوں؟" جھونپڑی کے دروازے پر رُک کر میں نے آواز دی۔

"مہمانوں کے لیے اس بستی کے مکینوں کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے" مرجانہ کی کھنکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "اندر آ جاؤ۔"

"اس کے جسم میں پانی کی مناسب مقدار پہنچ چکی ہے۔" مرجانہ نے کہا۔ "اب یہ بے ہوش نہیں ہے، سو رہا ہے۔ آؤ تم یہاں بیٹھ جاؤ۔" مرجانہ نے مجھے اپنے نزدیک بلایا۔ وہ فرش پر بچھی ایک چادر پر بیٹھی ہوئی تھی جس پر کھانے کی کچھ چیزیں بھی رکھی نظر آ رہی تھیں۔

"میرے کپڑے بھیگے ہوئے ہیں۔ چادر گیلی ہو جائے گی۔" میں نے کہا۔

"تم نے کپڑے تبدیل کیوں نہیں کر لیے۔ دوسرے کپڑے لا دوں؟" مرجانہ نے اپنائیت بھرے انداز میں پوچھا۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"تکلفات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم صحرائی لوگ بڑے بے تکلف ہوتے ہیں۔ جو بات جیسی ہوتی ہے اُسے ویسے ہی بیان کرتے ہیں اور جو بات جس طرح کہی جائے اُس کا وہی مطلب لیتے ہیں۔ سُنا ہے شہروں میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اگر تمھیں دوسرے لباس کی ضرورت نہیں ہے تو ایسے ہی بیٹھ جاؤ، چادر گیلی ہونے کی پروا مت کرو۔ تمھیں بھوک لگ رہی ہو گی۔ اطمینان سے بیٹھو اور کھانا کھاؤ۔"

"سردارِ محترم کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ اندر ہیں" مرجانہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ابھی آتے ہیں۔ جب تک تم کھانا کھاؤ۔"

میں آگے بڑھ کر چادر پر بیٹھ گیا۔ کھانے میں تازہ کھجوریں، اُبلے ہوئے چاول اور اونٹنی کا دودھ تھا۔ میں نے ہاتھ روک کر کھانا شروع کر دیا۔ اکیس گھنٹے بعد کھانا کھاتے ہوئے احتیاط برتنا ضروری تھا۔

ابھی میں ناشتا کر رہا تھا کہ اندرونی حصے سے سردار ابوالحسن برآمد ہوا۔ میں نے اُسے دیکھ کر اُٹھنا چاہا مگر اُس نے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھے رہنے کو کہا۔

"تم ناشتا کر لو۔ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔" سردار نے کہا۔

"میں ناشتا کر چکا ہوں سردارِ محترم!" میں نے کہا۔ "میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کل دوپہر کھانا کھایا تھا۔ اتنے طویل وقفے کے بعد کم کھانا ہی مناسب ہے۔"

"تم عقل مند آدمی ہو، تمہاری روشن آنکھیں تمہاری ذہانت کی غماز ہیں، تمہاری گھنی بھنوؤں سے پتا چلتا ہے کہ تم مضبوط اعصاب کے مالک ہو۔ جبڑوں کی بناوٹ ظاہر کرتی ہے کہ تم سخت گیر ہو جبکہ ہونٹ تمہارے رحم دل ہونے کو ظاہر کرتے ہیں اور تمہاری کشادہ پیشانی تمہارے بلند اقبال ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ تم یقیناً کوئی بہت بڑے آدمی ہو۔ کیا تم اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے؟"

ابوالحسن کے تجزیے نے مجھے بوکھلا کر رکھ دیا۔ یہ تو ظاہر تھا اُس نے مجھے ساری باتیں نہیں بتائیں۔ میں نے ان صحرائی باشندوں کے بارے میں سُنا تو تھا کہ اُن میں بعض حیرت انگیز علوم سینہ بہ سینہ چلتے ہیں لیکن مجھے اس کا تجربہ نہیں ہوا تھا اور یہ پہلا موقع تھا کہ کسی نے اس طرح صرف چہرہ دیکھ کر میرا تجزیہ کر کے رکھ دیا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میں اُس شخص کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکوں گا اور یہ کہ اگر میں نے ایسی کوئی کوشش کی تو وہ میرا جھوٹ ضرور پکڑ لے گا۔ میں نے اُس کا امتحان لینے کا فیصلہ کر لیا۔

"تمہاری صلاحیت حیرت انگیز ہے سردارِ محترم! اس طرح صرف چہرہ دیکھ کر کسی کے بارے میں بتا دینا بڑی مشکل بات ہے۔"

"یہ ہمارا خاندانی علم ہے اور سینہ بہ سینہ چلتا ہے۔" ابوالحسن نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میں تمہارے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہوں۔ میں نے اتنی متضاد خصوصیات کا حامل چہرہ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"پہلے مجھے میرے دوست کے بارے میں کچھ بتاؤ۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرا امتحان لے رہے ہو۔" سردار میری آنکھوں میں دیکھ کر مسکرایا۔ "تم نے مرجانہ کو جو اپنے بارے میں باتیں بتائی ہیں اُن سے وہ مجھے آگاہ کر چکی ہے۔ تم میرا امتحان ضرور لینا مگر ابھی نہیں اگر مناسب سمجھو تو مجھے بتاؤ کہ تم پر کیا اُفتاد پڑی ہے اگر مرجانہ اتفاق سے تمہیں نہ دیکھ لیتی تو تمہارا اس صحرا سے بچ کر نکلنا کسی معجزے کے تحت ہی ممکن ہو سکتا تھا۔"

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ یہ بات قرینِ قیاس تھی کہ اُس شخص کا حکومت سے کوئی رابطہ ہو اور اُسے ہمارے فرار سے مطلع کر دیا گیا ہو۔ اُس کے پاس ٹرانسمیٹر کی موجودگی خارج از امکان نہیں تھی۔ ممکن ہے اُسے ہمارے بارے میں کچھ باتیں بھی بتائی گئی ہوں جن کی روشنی میں اُس نے مجھے میرے بارے میں بتا کر مجھ پر رُعب ڈالنے کی کوشش کی ہو۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں اُسے حقائق سے آگاہ نہیں کروں گا۔ "میں ایک تاجر ہوں سردارِ محترم! میرا دوست ذکریا پاشا جس کا تعلق ترکی سے ہے، ریگستان کا سفر کرنا چاہتا تھا۔ اس کی خواہش پوری کرنے کی خاطر میں نے ایک قافلے میں شمولیت اختیار کر لی جو ریگستان میں سفر کرنے والا تھا۔ کل شام اس قافلے پر قزاقوں نے حملہ کر دیا قافلے والوں نے اُن قزاقوں سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی، ایسی افراتفری پھیلی کہ ہم اپنی جانیں بچانے کی کوشش میں قافلے سے بچھڑ گئے۔ ہم تمام رات پیدل سفر کرتے رہے اور صبح طلوع کے وقت تھک کر سو گئے۔ ہماری خوش قسمتی تھی کہ تمہاری بیٹی نے ہمیں دیکھ لیا ورنہ ہم اس نخلستان تک نہ پہنچ پاتے اس لیے کہ ہم مخالف سمت میں سفر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔"

ابوالحسن کی آنکھوں سے بے اعتباری مترشح تھی۔ مرجانہ بھی مجھے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی مگر اُس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔ "تو تم بھی قزاقوں کے ستائے ہوئے ہو۔" مرجانہ نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"ہم ابھی آ رہے ہیں۔" ابوالحسن نے اٹھتے ہوئے مرجانہ سے کہا اور مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

میں سردار کے ساتھ جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔ نخلستان میں اب چہل پہل نظر آنے لگی تھی۔ عورتیں اور مرد مختلف کاموں میں مصروف تھے اور بچے کھیل رہے تھے۔ مجھے اُن لوگوں میں کوئی جوان آدمی نظر نہیں آیا اور مجھے اس پر حیرت بھی نہیں ہوئی۔ مرجانہ مجھے بتا چکی تھی کہ اس بستی کے نوجوان شہروں میں ملازمتیں کرتے ہیں۔

ابوالحسن مجھے نخلستان کے ایک دور افتادہ گوشے میں لے گیا اور کھجور کے ایک کٹے ہوئے درخت کے خشک تنے پر بیٹھ کر مجھے بھی اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تم نے جو داستان مجھے سنائی ہے اُسے جھوٹا قرار دینے کا میرے پاس کوئی جواز نہیں ہے۔" میرے بیٹھنے کے بعد سردار نے کہا۔ "لیکن میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ میں چہرے پڑھنے کا ماہر ہوں اور اسی لیے میں تمہاری بات کو اتنے یقین سے غلط قرار دے رہا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ تم نے کس مصلحت کے تحت جھوٹ بولا ہے۔ اس لیے کہ تم نہ صرف جھوٹ بولنے کے عادی نہیں ہو بلکہ جھوٹ سے نفرت کرنے والے لوگوں میں سے ہو۔"

"اس کا اندازہ تم نے کیسے لگایا؟" میں نے سردار کی بات کاٹ کر کہا۔ "کیا میری باتوں میں کہیں کوئی جھول تھا؟"

"تمہاری داستان ایسی ہے کہ ہر شخص اس پر یقین کر لے گا۔ میں بھی اگر چہرے پڑھنے کا ماہر نہ ہوتا تو تمہاری بات کو غلط قرار نہیں دے سکتا تھا۔" سردار نے کہا۔ "میں لوگوں کے چہرے دیکھ کر اُن کے کردار کے بارے میں سب کچھ بتا سکتا ہوں۔ لہٰذا تمہارے بارے میں یہ کہنا میرے لیے کچھ مشکل نہیں ہے کہ تم جھوٹ سے نفرت کرتے ہو۔ اس کے باوجود تم نے دروغ گوئی کی ہے تو اس کی کوئی بہت بڑی وجہ ضرور ہو گی۔ میں نے مرجانہ کے سامنے یہ بات اس لیے نہیں کہی کہ اگر تم اپنی اس بات پر اصرار کرو تو دوسروں کو یہ علم نہ ہونے پائے کہ تم نے ہم سے غلط بیانی کی ہے۔"

"اگر میں نے تم سے جھوٹ بولا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں ناقابلِ اعتبار آدمی ہوں؟" میں نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔" سردار نے بڑی شدت سے نفی میں سر ہلایا۔ "تم انتہائی قابلِ اعتبار آدمی ہو۔ اس حد تک کہ میں اپنا مال و متاع گھر بار سب کچھ تم پر چھوڑ کر جا سکتا ہوں۔ تمہارا کردار بہت اعلیٰ ہے اور تم میں کوئی اخلاقی بُرائی نہیں ہے۔"

"اچھا، تو پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" میں نے کہا۔

"میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں علی۔" اُس نے مجھے میرے نام سے مخاطب کیا جو اُسے یقیناً مرجانہ نے بتایا ہو گا۔

"میں اور میری بستی دنیا سے کٹی ہوئی ہے۔ ہمارے علم میں اگر تم سے متعلق کوئی بات آ بھی جائے تو باہر کی دنیا تک نہیں پہنچے گی۔ اس کے باوجود میں تم سے اصرار نہیں کروں گا کہ اپنے متعلق ہمیں ضرور کچھ بتاؤ لیکن یہ درخواست ضرور کروں گا کہ اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور بتاؤ۔ جس حد تک بھی ممکن ہوا میں تمہارے کام آنے کی کوشش کروں گا۔"

"ممکن ہے میں کوئی ایسا شخص ہوں جو حکومت کی نظروں میں مجرم ہے؟" میں نے کہا۔

"میرے پاس حکومت کی نہیں اپنی نظر ہے۔ میں اُسی سے دیکھتا ہوں اور اپنی عقل سے فیصلہ کرتا ہوں۔ کسی بھی شخص کے بارے میں ایک رائے قائم کرتا ہوں اور پھر اُس سے نہیں ہٹتا۔ میرے علم نے آج تک دھوکا نہیں دیا۔ اگر حکومت تمہیں مجرم سمجھتی ہے تو حکومت غلط ہے۔ تم نہ خود کوئی جرم کر سکتے ہو اور نہ کسی مجرم کا ساتھ دے سکتے ہو۔"

"اور میرے ساتھی کے بارے میں تمہارا علم کیا کہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سننا چاہتے ہو؟" سردار نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

سردار کا انداز بڑا عجیب تھا۔ میری چھٹی حس نے کسی خطرے کا اعلان کیا مگر میں نے اپنا چہرہ سپاٹ رکھنے کی کوشش کی۔ "ظاہر ہے سننا ہی چاہتا ہوں ورنہ تم سے پوچھتا ہی کیوں؟" میں نے سرسری لہجے میں کہا۔

"اُس کا چہرہ۔" سردار کا لہجہ پُراسرار ہو گیا۔ "اصل نہیں ہے اُس پر ایک مصنوعی خول چڑھا ہوا ہے۔"

مجھے محسوس ہوا جیسے مجھے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اولیو ہاورڈ، کرنل وحدت کے میک اپ میں تھا لیکن یہ بات سردار کے علم میں کیسے آئی؟ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ حکومت کا ایجنٹ ہے اور اُسے ٹرانسمیٹر پر ہمارے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

میں اُچھل کر کھڑا ہو گیا اور بڑی پھرتی سے پستول جیب سے نکال کر سردار پر تان لیا۔ "اپنے ہاتھ اُٹھا لو ابوالحسن۔" میں نے اپنی آواز زیادہ بلند نہیں ہونے دی۔ "یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تم حکومت کے ایجنٹ ہو۔"

سردار بڑے اطمینان سے بیٹھا رہا۔ "پستول جیب میں رکھ لو۔" اُس نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "اور سکون سے بیٹھ جاؤ۔ جلد بازی سے کھیل بگڑتا ہے، بنتا نہیں۔"

"اپنے ہاتھ اٹھا لو ورنہ میں گولی مار دوں گا۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔

ڈائجسٹوں کی معرکہ آرا کہانیاں
ہر کہانی ۔ انعام یافتہ کہانی
جنہیں ایک بار پڑھنے کے بعد فراموش نہیں کیا جا سکتا
جاسوسی، سسپنس، معاشرہ، جرم و سزا، خوف و دہشت اور اعلیٰ جذبوں پر مشتمل
کہانیاں
جنہیں مشہور انعام یافتہ مصنف شکیل انجم نے تحریر کیا
قیمت: ۳۰ روپے
ڈاک خرچ: ۱۶ روپے
آج ہی ایک خط لکھ کر طلب فرمائیں
ملنے کا پتہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں مارو گے۔" سردار نے بڑے یقین سے کہا۔ اُس کے سکون میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ "مار ہی نہیں سکتے۔ یہ تمھاری فطرت کے خلاف ہے۔ تمھارے ہاتھوں سے اُس وقت تک کسی کو نقصان نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ یہ اشد ضروری نہ ہو جائے۔"

"جو لوگ میری حکم عدولی کرتے ہیں، میں اُن کے ساتھ بہت خراب سلوک کرتا ہوں۔" میں نے سفاکی سے کہا۔ "ہاتھ اُٹھالو ورنہ میں بلا تامل گولی چلا دوں گا۔"

"کیوں اپنی توانائی ضائع کر رہے ہو۔" سردار نے ناصحانہ انداز میں کہا۔ "جب تک تمھیں میرے بارے میں یہ یقین نہیں ہو جائے گا کہ مجھ سے تمھیں کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے، تم میرے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکو گے اور تم میرے بارے میں یقین سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔"

"مجھے کامل یقین ہے کہ تم حکومت کے ایجنٹ ہو۔"

"تمھارا چہرہ چغلی کھا رہا ہے کہ تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ تمھیں اس بات کا کامل یقین نہیں ہے، تم ابھی شک کے مراحل میں ہو۔ یقین کی منزل تک نہیں پہنچے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ میں واقعی اس بارے میں ابھی تک یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اور اُسے تو میں شاید ویسے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ پتا نہیں کیوں؟

"تم شدید ذہنی انتشار کا شکار ہو۔" ابوالحسن نے کہا۔ "تم پر تھکن بھی مسلط ہے اور تم ٹھیک سے سوچ بھی نہیں سکے۔ یہی وجہ ہے کہ تمھاری قوتِ فیصلہ متاثر ہوئی ہے ورنہ علمِ قیافہ کی رُو سے میں یہ بات کہتا ہوں کہ تم بہترین قوتِ تجزیہ کے مالک ہو۔ اگر اس وقت تمھاری ذہنی قوتیں متاثر نہ ہوتیں تو تم بڑی آسانی سے کسی فیصلے پر پہنچ سکتے تھے۔ تمھیں اسی بات سے حیرت ہوئی ہے نا کہ مجھے تمھارے ساتھی کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"ہاں۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "حکومت کے اہل کاروں کے سوا اُس کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہیں ہے۔"

"میں نے پہلی ہی نظر میں تمھارے ساتھی کے بارے میں اندازہ کر لیا تھا کہ اُس کے چہرے میں کوئی گڑبڑ ہے۔ وہ اتنی تکلیف میں تھا مگر اُس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا پھر جب تم چشمے پر نہا رہے تھے، اُس وقت اس کا منہ گیلی روئی سے صاف کرنے کے دوران میں نے دیکھ لیا کہ اُس کی گردن پر مصنوعی جھلی چپکی ہوئی ہے۔ یہ بات مرجانہ کے علم میں بھی نہیں ہے اور میں نے اُسے اُس سے دُور رہنے کی تاکید کر دی ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ایسی صورت میں میرا علمِ قیافہ اُس کا کیا بگاڑ سکتا ہے؟"

میرا پستول والا ہاتھ جھک گیا۔ "مجھے افسوس ہے سردار محترم!" میں نے شرمندہ لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ کی طرف سے بدگمان نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"حالاں کہ تم ابھی تک میری طرف سے مشکوک ہو۔" ابوالحسن نے مسکرا کر کہا۔

میں چکرا کر رہ گیا۔ وہ بہت خوف ناک آدمی تھا۔ اُس سے جھوٹ بولنا ناممکن تھا۔ "مجھے تم سے خوف آنے لگا ہے ابوالحسن!" میں نے کہا۔

"میں بہت بے ضرر آدمی ہوں علی! جس سے کسی کو بھی خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے اور تم جیسے آدمی کو تو بالکل ہی خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ تم تو ہتھیار بھی شاید تکلفاً ہی رکھ لیتے ہو۔"

"غضب خدا کا ابوالحسن!" میں نے کھجور کے تنے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کہیں تم جادوگر تو نہیں ہو؟"

"میں ایک عام آدمی ہوں اور دوسروں پر میری برتری صرف اس حد تک ہے کہ مجھے علمِ قیافہ میں کمال حاصل ہے۔ میں علمِ قیافہ کی رُو سے یہ تو بتا سکتا ہوں کہ تم کوئی بہت بڑے آدمی ہو لیکن یہ نہیں بتا سکتا کہ کون ہو۔"

"میرا نام علی یار خان ہے اور میں ایک محبِ وطن ہوں۔" میں نے کہا۔

"اس بات کا تو مجھے ویسے ہی یقین ہے۔" ابوالحسن بولا۔

"میرے ساتھ جو شخص ہے اُس کا نام اولیو ہاورڈ ہے اور وہ ایک یہودی ہے۔"

"تمھارے ساتھ کسی یہودی کا کیا کام؟" ابوالحسن نے حیران ہو کر پوچھا۔ "کیا وہ عربوں کا دوست ہے؟"

"عربوں کا بدترین دشمن ہے مگر میں نے اُس سے ایک وعدہ کر لیا تھا اور اُس وعدے کے پورا ہونے تک وہ میرا دشمن نہیں ہے۔"

"اگر تم نے اُس سے کوئی وعدہ کیا ہے تو اُسے پورا کرنا تم پر لازم ہے۔"

"یہی تو سارا چکر ہے۔ تمھاری حکومت اُسے گرفتار کرنے پر مصر ہے اور میں اپنی زندگی میں یہ نہیں ہونے دوں گا۔"

"تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟"

میں نے ایک طویل سانس لی اور ابوالحسن کو مختصراً اپنے بارے میں بتانے لگا۔ اُس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔ میں اُسے اپنے بارے میں بتا چکا تو وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "مجھے معلوم نہیں تھا کہ مجھے اتنی عظیم شخصیت کی میزبانی کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔" ابوالحسن نے وارفتگی سے کہا۔ "مجھ سے یا مرجانہ سے تمھاری شان میں کوئی گستاخی ہو گئی ہو تو معاف کر دینا۔"

مجھے ہنسی آگئی۔ "میں بہت چھوٹا آدمی ہوں ابوالحسن! مجھے میرے مقام پر ہی رہنے دو۔" میں نے کہا۔

"نہیں، تم بہت عظیم کام کر رہے ہو۔ پاکستانی ہونے کے باوجود یہودیوں کے خلاف ڈٹے ہوئے ہو۔ ہماری حکومت بدقسمت ہے کہ وہ تم جیسے شخص کے خلاف کام کر رہی ہے ورنہ تمھارے ایک اشارے پر تو ایک ہزار اولیو ہاورڈ چھوڑے جا سکتے ہیں۔"

"جو کچھ بھی میں کر رہا ہوں اپنا فرض سمجھ کر کر رہا ہوں یہ کسی پر احسان نہیں ہے لیکن میں دوسروں سے اتنی توقع رکھنے کا حق بجانب ہوں کہ اگر وہ میری کوئی مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم میری راہ میں رکاوٹیں تو نہ کھڑی کریں۔"

"تم اپنا ذہن صاف کر لو علی! ہمارے وسائل بہت محدود ہیں لیکن اس کے باوجود جس حد تک ہمارے بس میں ہو گا ہم تمھاری مدد کریں گے۔"

"میں کسی طرح اس ریگستان سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد تو میں اپنے راستے خود بنا لوں گا۔"

"یقیناً تم اپنے راستے خود بنا سکتے ہو۔ تم میں اس کی صلاحیت موجود ہے۔ میں تمھارے سفر کا انتظام کرا دوں گا۔"

"مرجانہ ڈاکوؤں کا کچھ ذکر کر رہی تھی۔" میں نے گفتگو کا رخ تبدیل کرتے ہوئے کہا۔ "اُن کا کیا سلسلہ ہے؟"

"ہاں، کچھ عرصے سے قزاقوں نے ریگستان پر اپنا تسلط قائم کر لیا ہے۔"

"کیا قزاقوں کی سرکوبی کرنا حکومت کے فرائض میں شامل نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ریگستان میں پولیس بے کار ہو کر رہ جاتی ہے۔ انھوں نے کچھ کوششیں کیں مگر قزاقوں کے ٹھکانے کا سراغ نہیں لگا سکے۔"

"حالاں کہ میں نے عرب کے کھوجیوں کی بہت تعریفیں سُنی ہیں۔" میں نے کہا۔

"وقت کے ساتھ ساتھ ہر چیز ختم ہوتی جا رہی ہے۔" ابوالحسن نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یہ بھی ایک ایسا فن تھا جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوا کرتا تھا لیکن اب شاذ و نادر ہی اس فن کے جاننے والے لوگ بچے ہیں۔ اگر پولیس کو ان کی خدمات حاصل ہو جاتیں تو قزاق بچ نہیں سکتے تھے۔"

"تمھارے قبیلے کو بھی تو قزاقوں کی طرف سے حملے کا خطرہ لاحق ہے؟"

"تو مرجانہ نے تمھیں یہ بات بھی بتا دی۔" سردار چونک پڑا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہم لوگ مہمانوں کو اپنی پریشانیوں میں شریک نہیں کرتے۔"

"اب تو میں شریک ہو ہی گیا ہوں۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ تم لوگوں نے قزاقوں کے سلسلے میں کیا طے کیا ہے۔ اُن کا مطالبہ تو تم پورا کرو گے نہیں۔"

"ہم نے کچھ بھی طے نہیں کیا۔ بس تن بہ تقدیر ہو کر بیٹھے ہیں۔ ہم کچھ کر بھی تو نہیں سکتے۔ ہماری تعداد بھی کم ہے [illegible] پاس اسلحے کے نام پر چند بندوقوں کے سوا کچھ نہیں [illegible] ہم اُن کا مقابلہ کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

"اب وہ قزاق تم سے کب رابطہ [illegible]"

"آج شام پانچ بجے اُن کی دی ہوئی [illegible] ختم ہو جائے گی جس کے بعد مطالبہ پورا نہ ہونے پر [illegible] کے مطابق قزاق ہم پر حملہ کر دیں گے۔"

"وہ بستی کے لوگوں پر حملہ [illegible] اور تم اُن کا [illegible] کبھی نہیں کرو گے؟" میں نے حیرت سے کہا۔ [illegible] سردار ہونے کے ناتے [illegible]

اپنے اندر مقناطیسی قوت پیدا کریں اور دوسروں کو اپنے طابع کریں

مقناطیسیت

قیمت: ۳۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

کتاب کے چند عنوانات
○ مقناطیسیت کیا ہے؟
○ بے اثر شخصیت کے اسباب۔
○ قوت کے خزانے ○ مخفی مقناطیسی توانائیاں ○ انسانی مقناطیسیت
○ زندگی مقناطیسیت ○ نیفی خواہشات
○ تصنع اور بناوٹ ○ حرص و طمع۔
○ ذہنی توسیع ○ ذہنی توسیع کا نظام۔
○ مقناطیسی تفصیلات ○ جسمانی اور ذہنی توانائیاں اور ان کی حفاظت ○ آپ بھی اپنے اندر مقناطیسیت پیدا کر سکتے ہیں۔

ہر شخص میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جو لاعلمی کی بنا پر ضائع ہوتی رہتی ہے۔
اس قوت سے فائدہ اٹھانے کے لیے کسی قسم کی مشق یا ریاضت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

صرف چند اصول اپنا لیجیے اور ان کے مطابق زندگی بسر کیجیے پھر آپ کے لیے کامیابیاں ہی کامیابیاں ہیں اور دوسرے بھی آپ کے حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور ہوں گے۔

اس کتاب کا مطالعہ کیجیے اور اپنے آپ کو بہترین شخصیت بنائیے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ذمّے داری تم پر ہے۔"

"اسی لیے تو اُن کا مقابلہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے" ... نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔ "اُن قزاقوں کی یہ روایت ہے کہ اگر اُن کا مقابلہ نہ کیا جائے تو وہ کسی کو جانی نقصان نہیں پہنچاتے، صرف لوٹ مار پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ ہم اُن کا مقابلہ کرنے کے اہل نہیں ہیں لہٰذا مجھ پر یہ ذمّے داری عائد ہوتی ہے کہ اِن لوگوں کے لیے وہ فیصلہ کروں جو اِن کے لیے زیادہ بہتر ہو۔ مقابلہ نہ کرنے سے کم از کم لوگوں کی جانیں تو محفوظ رہیں گی، مال و اسباب تو بعد میں کسی اور ذریعے سے دوبارہ بھی مہیا ہو جائے گا۔ جانیں اگر ضائع ہو گئیں تو دوبارہ کہاں سے آئیں گی؟"

"دیگر سامان کے ساتھ قزاق تمھارے اونٹ بھی لے جائیں گے۔" میں نے کہا۔ "پھر تم ہمارے سفر کا بندوبست کیسے کرو گے؟"

"اِسی لیے میں نے تمھارے لیے فیصلہ کیا ہے کہ تم شام سے پہلے ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ بعد میں پتا نہیں کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑے۔"

"اوّل تو ادیوہا ورڈ شام تک سفر کرنے کے قابل نہیں ہو سکے گا لیکن اگر اُس کی حالت ٹھیک ہوتی تب بھی میں آج یہاں سے نہ جاتا۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" سردار نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میزبانوں کو مصیبت میں چھوڑ کر چلے جانا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔"

"ہرگز نہیں۔" ابوالحسن نے سختی سے کہا۔ "یہ ہمارا معاملہ ہے اور اس سے ہم خود ہی نمٹیں گے۔ اپنے ساتھ ہم تمھیں ہرگز خطرے میں نہیں ڈالیں گے۔"

"مجھے اُن قزاقوں سے دلچسپی پیدا ہو چلی ہے۔" میں مسکرایا۔ "اور جس چیز سے مجھے دلچسپی ہو جائے اُسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑتا۔ اگر تم نے مجھے موقع نہ دیا تو میں نخلستان سے باہر جا کر کھلے میں اُنھیں دیکھوں گا۔"

"ضد نہ کرو علی۔" ابوالحسن نے ناصحانہ انداز میں کہا۔ "تم اُنھیں نہیں جانتے۔ وہ وحشی قسم کے لوگ ہیں اور اُن کے پاس جدید اسلحہ ہوتا ہے اور وہ اُس کے استعمال میں مہارت بھی رکھتے ہیں۔ تم تنہا ہو، اُن کا مقابلہ نہیں کر سکو گے پھر تمھاری زندگی بہت قیمتی ہے۔ تمھاری زندگی کا ایک بڑا مقصد ہے۔ تمھیں ایسے چھوٹے موٹے معاملات میں پھنس کر اپنی زندگی خطرے میں نہیں ڈالنی چاہیے۔"

"موت صرف ایک بار آتی ہے سردار! اور اس کا وقت بھی مقرر ہے۔ اُس مقررہ وقت سے قبل زندگی کوئی نہیں چھین سکتا لہٰذا ایسی باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ رہا سوال اس بات کا کہ مجھے چھوٹے موٹے معاملات میں نہیں اُلجھنا چاہیے تو اس سلسلے میں میں تمھیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ادیوہا ورڈ کے لیے آج سفر کرنا مناسب نہیں رہے گا۔ اُس کی حالت اس قابل نہیں ہے کہ وہ سفر کر سکے۔ کم از کم ایک دن کا آرام اُس کے لیے بہت ضروری ہے۔ جب میں آج شام یہاں موجود ہوں گا تو محض اپنی زندگی کے خوف سے دبک کر بیٹھ جانا میرے لیے ناممکن ہوگا۔"

"تم آخر کرنا کیا چاہتے ہو؟" سردار نے زچ ہو کر کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ قزاقوں کا مقابلہ کیا جائے۔" میں نے سردار کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"بستی کے لوگ اس پر تیار نہیں ہوں گے۔"

"انھیں تیار کرنا میرا کام ہے۔" میں نے کہا۔ "مجھے تو صرف تمھاری اجازت درکار ہے۔ باقی کام میں خود کر لوں گا۔"

"ٹھیک ہے، میں ہر طرح سے تمھارے ساتھ ہوں۔ علم قیافہ کی رُو سے تم میں اتنی صلاحیت ہے کہ تم یہ ناممکن کام بھی کر دکھانے کی اہلیت رکھتے ہو۔"

"تو تم بستی کے سارے لوگوں کو جمع کر لو۔ میں اُن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں اس کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔" سردار نے کہا۔ "لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ میں کسی کو بھی تمھاری اصلیت سے آگاہ نہیں کروں گا۔ جو فرضی داستان تم نے مجھے پہلے سنائی تھی، سب کے سامنے تم اُسی پر قائم رہو گے۔"

تھوڑی دیر بعد سردار نے ایک ذرا کھلے مقام پر بستی کے سارے لوگوں کو جمع کر لیا۔ وہ جگہ شاید اسی مقصد کے لیے مخصوص تھی کہ وہاں پر جمع ہو کر وہ لوگ اپنے اہم فیصلے کرتے ہوں گے۔ میں نے اُن لوگوں کو شمار کیا۔ اُن کی کل تعداد بتیس تھی۔ اُنیس افراد کی عمریں پچاس سے ساٹھ کے درمیان تھیں جبکہ بقیہ تیرہ افراد بہت ضعیف تھے۔ اُن کی عمروں کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ اُن میں سے کوئی بھی اَسّی سے کم کا نہیں تھا۔ اُن سب کے جمع ہو جانے کے بعد سردار نے اُن سے مختصر خطاب کیا۔

"آپ سب لوگوں کو اِس نوجوان کی خواہش پر یہاں جمع کیا گیا ہے۔" سردار نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس نوجوان کا نام علی یار خاں ہے۔ اس کی کہانی آپ سب کے علم میں آ چکی ہوگی۔ میں اس کے بارے میں آپ سے صرف اتنا کہوں گا کہ میرے تجزیے کے مطابق یہ بہترین قائدانہ صلاحیتوں سے مالا مال ہے اور اگر یہ ہمارے لیے کچھ کرنا چاہتا ہے تو میں اسے محض قبیلہ جراعتہ کی خوش نصیبی قرار دوں گا۔ میں اس کی صلاحیتوں پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کرتا ہوں۔ بقیہ باتیں آپ لوگوں سے یہ نوجوان خود کرے گا۔"

مجمع پر مکمل سکوت طاری تھا اور سب کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ "قبیلہ جراعتہ کے جُرأت مند اور جری لوگوں سے خطاب کرنا میرے لیے کسی بڑے اعزاز سے کم نہیں ہے۔" میں نے اپنی بات کا آغاز ہی جوشیلے الفاظ سے کیا۔ "میں آپ لوگوں کا مہمان ضرور ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ مجھے مہمان کے بجائے قبیلے کا ایک فرد سمجھ کر میری بات سُنی جائے کیوں کہ جب مجھے یہ علم ہوا کہ اس قبیلے کو صحرائی قزاقوں کی طرف سے خطرہ درپیش ہے تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے اپنے قبیلے پر کوئی آنچ آنے والی ہے اور میں اُسی وقت اُن صحرائی لٹیروں سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور اُن کے پاس جدید اسلحہ بھی ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ جنگیں کبھی ساز و سامان اور عددی برتری کی بنیاد پر نہیں جیتی گئیں۔ جنگوں کے لیے تو پہلے نمبر پر بہتر حکمت عملی اور پھر عزم و حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔" میں نے فضا میں زوردار مُکّا لہرایا۔ "اور میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ قبیلہ جراعتہ کے جی دار لوگ لٹیروں سے بھی کم حوصلہ مند ہیں۔" میں نے خاموش ہو کر لوگوں کا جائزہ لیا۔ وہ سب مبہوت بیٹھے تھے۔ "آپ لوگوں میں سے جن کے پاس بندوقیں ہیں وہ کھڑے ہو جائیں۔" میں نے کہا۔

مجمع میں سے چھ افراد کھڑے ہو گئے۔ "آپ لوگ میرے ساتھ مل کر لٹیروں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"اس بات کا انحصار تو اس بات پر ہے کہ اکثریت کیا فیصلہ کرتی ہے۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔

"وہ بعد کی بات ہے۔ اِس وقت میں آپ لوگوں سے پوچھ رہا ہوں کہ آپ میرا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں؟"

یکے بعد دیگرے اُن سب نے میرا ساتھ دینے کی حامی بھر لی۔

"یہ چھ افراد میرے ساتھ مل کر لٹیروں کا مقابلہ کریں گے۔" میں نے بلند آواز سے کہا۔ "اب میں آپ سب کی رائے جاننا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے نخلستان کی حدود میں جنگ کی اجازت دینے سے انکار کیا تو ہم کھلے ریگستان میں اُن کا مقابلہ کریں گے اور وہاں لٹیروں کا مقابلہ کرنے کی صورت میں ہماری ہلاکت یقینی ہو جائے گی۔ بتایئے مقابلہ کہاں کیا جائے۔ نخلستان کی حدود میں یا کھلے میں جا کر؟"

مجمع میں بھن بھناہٹ گونجی پھر ایک معمر بزرگ کھڑے ہو گئے۔ "تم دیکھ رہے ہو کہ ہم میں ایک بھی جوان شخص موجود نہیں ہے۔ ہم اُن وحشی قزاقوں کا مقابلہ کیسے کر سکیں گے۔ وہ ہمیں بھون کر رکھ دیں گے۔"

"یہ تلواروں کی جنگ نہیں ہے میرے بزرگ۔" میں نے کہا۔ "جس میں قوّت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ جنگ تو گولیوں سے لڑی جائے گی اور بندوق چلانے میں زیادہ قوّت صرف نہیں ہوتی۔"

"اگر جنگ ہوئی تو اس کے تین نتیجے نکل سکتے ہیں۔" ایک اور معمر شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔ "پہلا نتیجہ یہ ممکن ہے کہ سارے قزاق مارے جائیں، دوسرا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ سارے قبیلے والے مارے جائیں اور تیسرا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ قزاق مارے جائیں اور کچھ فرار ہو جائیں۔ یہ تیسری صورت ہمارے لیے بہت خطرناک ہوگی، اس لیے کہ تم ہمیشہ تو یہاں موجود نہیں رہو گے اور دوسری طرف قزاق اپنی قوّت مجتمع کر کے دوبارہ ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ اُس وقت کیا ہوگا؟"

"مجھے آپ سے اختلاف ہے بزرگوار۔" میں نے شائستگی

ایک نہرہ جمال فتنہ خصال کے ماورائی کمالات کا قصہ

انکا

جمیل احمد خان کی سرگزشت

6 انچ کی وہ گڑیا بڑے بڑے شہ زوروں سے زیادہ طاقت کی مالک تھی
انسانی خون اس کی غذا اور انسانوں کے سروں پر تھی اس کا بسیرا تھا۔ ... تسخیر کا خواب بڑے بڑے پنڈتوں کی نیندیں حرام کیے رکھتا۔ بڑی کٹھن تپسیا کے بعد بھی کبھی کوئی پنڈت قوت و اقتدار کی اس دیوی کے حصول میں کامیاب ہوتا لیکن وہ پہلا شخص تھا جس کے سر پر انکا بغیر کسی جاپ اور تپسیا کے آ گئی تھی اور ایک ایسے راستے پر چلنے کے لیے مجبور کر رہی تھی جہاں ہر قدم پر عداوتیں، نفرتیں اور کشت و خون کے سوا کچھ بھی نہ تھا ... اور پھر یہی کچھ ہوا۔ جب تک اسے انکا کی مدد حاصل رہی اس نے سارے ہندوستان کو اپنی انگلیوں پر نچایا، لیکن ایک روز بالآخر ایک پنڈت اپنی کڑی تپسیا کے بعد انکا کو اس سے چھیننے میں کامیاب ہو گیا اور وہی راحت جاں جمیل احمد خان کے لیے دشمن جاں بن گئی۔

ایک ایسی ناقابل فراموش داستان جس میں حسن کی رعنائیاں بھی ہیں اور عشق کی کرم فرمائیاں بھی، جاں نثاری سے لبریز دوستیوں کے پیمانے بھی ہیں اور کبھی ختم نہ ہونے والی دشمنیوں کے افسانے بھی

دو حصوں میں مکمل ○ قیمت فی حصہ ۴۰ روپے ○ ڈاک خرچ ایک یا دونوں حصوں کا ۱۲ روپے

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس 23، رمضان چیمبرز، طوریا اسٹریٹ، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی 74200

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے کہا۔ ”بنیادی بات یہ ہے کہ چور کے پاؤں نہیں ہوتے اگر انھیں ایک بار فرار ہونا پڑ گیا تو کبھی اِدھر کا رُخ کرنے کی ہمت نہیں کر سکیں گے۔ انھیں علم ہو جائے گا کہ یہ جیالوں کی بستی ہے۔ انھیں وہ سبق ملے گا کہ اس کے بعد وہ قافلوں پر حملے کرنے سے قبل کئی بار سوچا ضرور کریں گے۔“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو نوجوان۔ میں نہ صرف تم سے متفق ہوں بلکہ مجھے فخر ہے کہ تم قبیلہ جراعتہ کے مہمان ہو۔“ انھوں نے کہا اور بیٹھ گئے۔

اس کے بعد ایک اور شخص اُٹھا۔ ”اس لڑائی میں ہم سب مارے گئے تو کیا حاصل ہوگا؟“ اُس نے کہا۔

”عزت کی موت۔“ میں نے دبنگ انداز میں کہا۔ ”ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔ آپ سب میرے بزرگ ہیں اور میں آپ سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اگر آج آپ لوگ خاموشی سے اپنا مال و اسباب لٹتے دیکھتے رہے تو کل اُن کی جراتیں اور بھی بڑھ جائیں گی۔ ممکن ہے اُس وقت آپ کی غیرتیں جوش میں آجائیں لیکن اُس وقت پانی سر سے گزر چکا ہوگا۔ لہٰذا اگر کچھ کرنا ہے تو ابھی کیجیے ورنہ آئندہ کے حالات کا سامنا کرنے کے لیے خود کو تیار رکھیے۔“

وہ لوگ میرا مطلب سمجھ گئے تھے۔ اس لیے انھیں سانپ سونگھ گیا تھا۔ چند لمحے یہی کیفیت رہی پھر ایک شخص اُٹھا۔ ”تم لوگ کیا سوچ رہے ہو؟“ وہ چلایا۔ ”اس نوجوان کا ساتھ دینے کا اعلان کیوں نہیں کرتے۔ یہ ہم میں سے نہیں ہے مگر اس نے ہمارے لیے وہ باتیں سوچی ہیں جو ہمارے سوچنے کی تھیں مگر ہم نہ سوچ سکے۔“

”ہم تیار ہیں، ہم لڑیں گے۔“ مجمع میں سے مختلف آوازیں سنائی دیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُن لوگوں کی کایا پلٹ گئی تھی۔ وہ لوگ جنھوں نے چند مصلحتوں کے پیشِ نظر قزاقوں سے مصالحت کرنے کا فیصلہ کیا تھا اب وہی چند مصلحتوں کے تحت مرنے مارنے کے درپے ہو گئے تھے۔

”مجھے خوشی ہے کہ بالآخر آپ لوگ صحیح فیصلے پر پہنچ گئے۔“ میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ ”اب ہم جنگی حکمتِ عملی ترتیب دیں گے۔ اس وقت یہاں مجھے اور سردار کو ملا کر کل چونتیس افراد موجود ہیں۔ ان میں سے تیرہ افراد وہ ہیں جو ضعیف العمر ہیں۔ یہ تیرہ افراد گھروں میں رہیں گے۔ یہ لوگ اگر واپس جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ ان کا کام ختم ہو چکا ہے۔“

تیرہ کے تیرہ ضعیف العمر لوگ مجھے دعائیں دیتے ہوئے وہاں سے رخصت ہو گئے۔

”ہمارے پاس اسلحے کے نام پر کُل چھ بندوقیں ہیں۔“ میں نے کہا۔

”تین بندوقیں میرے پاس بھی ہیں۔“ سردار نے کہا۔

”گویا ہمارے پاس چھ نہیں بلکہ نو بندوقیں ہو گئیں۔ نو بندوقیں بہت ہوتی ہیں۔ اور کارتوسوں کی کیا صورت ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”فی الحال کارتوسوں کی میرے خیال میں کمی نہیں ہے۔“ سردار نے جواب دیا۔

”اتنے اسلحے سے تو ایک پوری بٹالین کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ خیر تو اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قزاق کس راستے سے نخلستان میں داخل ہو سکتے ہیں؟“

”وہ اونٹوں پر آئیں گے اور اونٹوں کے لیے نخلستان میں داخل ہونے کا واحد راستہ وہی ہے جہاں سے تم اندر آئے تھے۔ باقی کسی اور راستے سے اونٹ اندر داخل نہیں ہو سکتے۔“

”اب آپ لوگ مجھے یہ بتائیں کہ آپ لوگوں میں سے کتنے لوگ بندوقیں چلانا جانتے ہیں؟“

”ہر شخص اسلحے کے استعمال سے واقف ہے۔“ سردار نے بتایا۔

”تب تو معاملہ بہت آسان ہو گیا۔“ میں نے کہا۔ ”تم ان لوگوں میں سے نو ایسے افراد منتخب کر لو جنھیں بندوقیں دے کر نخلستان کے کنارے داخلی جگہ کے ساتھ ذرا ذرا سے فاصلے پر چھپایا جا سکے۔ اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ ایسے لباس پہن کر وہاں لیٹ جائیں گے جو بادی النظر میں دکھائی نہ دیں۔ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ یہاں کتنے قزاق آئیں گے لیکن یہ بات طے ہے کہ جتنے بھی قزاق آئیں گے اُن میں سے کچھ نخلستان کے باہر رُکیں گے اور ایک یا چند اندر آئیں گے۔ وہ تم سے پوچھیں گے کہ رقم کا بندوبست ہو گیا۔ تم کہو گے کہ ہاں رقم کا بندوبست ہو گیا ہے۔ جب وہ پوچھیں کہ رقم کہاں ہے تو تم جواب میں کہو گے کہ رقم تو عامر تھیلا لے آئے . . .“

”عامر کون ہے؟“ سردار نے حیرت سے پوچھا۔

”کوئی بھی نہیں ہے۔ یہ میرا فرضی نام ہوگا۔ تم باہر ہو گے اور میں جھونپڑی کے اندر ہوں گا۔ جب تم عامر سے رقم کا تھیلا لانے کو کہو گے تو میں ایک تھیلا لیے ہوئے باہر نکلوں گا جس میں پتھر بھرے ہوئے ہوں گے۔ قزاق یہ دیکھ کر خوش ہو جائیں گے کہ رقم اُن کے ہاتھ آنے والی ہے۔ اُس کے بعد میں موقع دیکھ کر پہلا فائر کر دوں گا اور اس کے ساتھ ہی درختوں کے ساتھ چھپے ہوئے مسلح لوگ نخلستان کے باہر موجود قزاقوں پر فائر کھول دیں گے۔ اگر نخلستان کے اندر آنے والوں کی تعداد چھ تک ہوئی تو میں تنہا ہی اُن سے نمٹ لوں گا لیکن اگر یہ تعداد زیادہ ہوئی تو تمھارے آدمیوں کو پہلے اندر والوں کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ اُس کے بعد وہ باہر والوں پر توجہ دیں گے۔ اُنھیں ایک بات کا اور خیال رکھنا ہوگا کہ اُن کے سرغنہ پر جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ہمیشہ نقاب پہنے رہتا ہے کوئی فائر نہیں کرے گا۔ اُس کے اونٹ کو نشانہ بنانا ہوگا۔ میں اُسے زندہ گرفتار کرنا چاہتا ہوں۔“

”تم لوگوں نے علی کی باتیں سمجھ لی ہیں؟“ ابوالحسن نے اُن سے پوچھا۔

”ہم سمجھ گئے۔“ سب نے یک آواز کہا۔

”اب آپ لوگ میرے ساتھ آئیے۔ میں تفصیل سے آپ کو سب کچھ سمجھا دوں۔“ میں نے کہا۔

میں اُن لوگوں کو ساتھ لے کر نخلستان کے سرے پر گیا جہاں میں نے انھیں ایسے مقامات دکھائے جہاں پر انھیں پوزیشنیں لینی تھیں۔ کافی دیر تک میں انھیں تفصیل سے ہر بات سمجھاتا رہا۔ پھر میں نے اُن سے کہا کہ وہ جا کر کھانا وغیرہ کھائیں اور شام چار بجے پھر یکجا ہو جائیں۔

”تم نے بہت بڑا کارنامہ کیا ہے علی۔“ اُن لوگوں کے جانے کے بعد ابوالحسن نے مجھ سے کہا۔

”ابھی میں ایک اور کارنامہ کرنے والا ہوں۔“ میں نے کہا۔ ”مجھے زبردست بھوک لگ رہی ہے۔ میں کھانا کھاؤں گا۔“

”اوہو، مجھے افسوس ہے۔“ سردار نے شرمندہ لہجے میں کہا۔ ”تمھیں واقعی سخت بھوک لگ رہی ہوگی۔ آؤ کھانا کھا لیں۔“

”تم چلو سردار! میں ذرا چشمے پر سے ہاتھ منہ دھو آؤں۔“

ان سب چکروں میں دن کا ایک بج گیا۔ میں چشمے پر پہنچا تو وہاں مرجانہ موجود تھی۔ اُس نے مجھے بڑی تیکھی نظروں سے دیکھا۔

”تم کیا کرتے پھر رہے ہو علی! سُنا ہے تم نے بستی کے مُردہ لوگوں میں رُوح پھونک دی ہے۔“

”میں نے تو اُنھیں چند حقائق سے آگاہ کیا تھا سیدہ مرجانہ! بس اس کے بعد وہ خود ہی لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔“

”تم بہت چالاک آدمی ہو علی۔“ مرجانہ نے ہنس کر کہا۔ ”لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم نے ایک بڑا کام کیا ہے۔ کاش میں بھی اس جنگ میں حصہ لے سکتی۔“

”جب تک میں زندہ ہوں سیدہ مرجانہ! یہ ناممکن ہے۔ لڑائی بھڑائی عورتوں کا کام نہیں ہے۔“

”مرد اپنی ذمے داریوں سے مُنہ موڑنے لگیں تو پھر عورتیں ہی اُنھیں سرانجام دینے کے لیے آگے آیا کرتی ہیں۔“

”آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں سیدہ مرجانہ! مگر اس وقت مردوں کو یاد آ گیا ہے کہ اُن پر کیا ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں۔ لہٰذا آپ کو ہتھیار اُٹھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور ہاں۔“ میں نے دفعتاً چونک کر کہا۔ ”میرے دوست کا کیا حال ہے۔ اُس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا۔“

”وہ ٹھیک ہے۔ کافی دیر پہلے اُٹھا تھا۔ کھا پی کر پھر سو گیا۔ تمھیں پوچھ رہا تھا۔ میں نے اُسے اطمینان دلایا کہ تم خیریت سے ہو۔“

”تمھاری اُس سے گفتگو ہوئی تھی؟“ میں چونک پڑا۔

”اشاروں میں۔“ مرجانہ مسکرا کر بولی۔

چشمے کے پانی سے ہاتھ مُنہ دھو کر میں مرجانہ کے ساتھ جھونپڑی میں واپس آ گیا۔ مرجانہ نے جلدی سے دسترخوان بچھا کر کھانا لگایا اور ہم تینوں کھانا کھانے بیٹھ گئے۔

”کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کر لینا علی!“ سردار نے کہا۔ ”تم پہلے ہی بہت تھکے ہوئے تھے۔ اب تو تمھاری تھکن اور بھی بڑھ گئی ہوگی۔“

”جب کوئی کام درپیش ہوتا ہے تو آرام کرنا میرے لیے ناممکن ہو جاتا ہے سردارِ محترم۔“ میں نے کہا۔

”تم مجھے سردارِ محترم مت کہا کرو۔ مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ کاش میں تمھارا ادنیٰ خادم ہوتا تو مجھے اس پر زیادہ فخر ہوتا۔“

”یہ مجھے بھی سیدہ مرجانہ کہہ کر مخاطب کرتا ہے بابا جان۔“ مرجانہ معصومیت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے بولی۔ ”سچ مجھے بھی

سسپنس اور جاسوسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے

مفرور (۶ حصے مکمل)

طالوت (۳ حصے مکمل)

صدیوں کا بیٹا (۶ حصے مکمل)

کتابی شکل میں تیار ہیں

آج ہی خط لکھ کر طلب فرمائیں یا اپنے قریبی بک اسٹال سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی نمبر ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہت بُرا لگتا ہے۔"

"ہر شخص کا ایک الگ مقام ہے سردارِ محترم!" مَیں نے کہا۔

"اور اُسے اُس کے مرتبے کے مطابق عزت ملنا ضروری ہے۔"

"جیسے تمھاری مرضی علی۔" ابوالحسن نے کہا۔ "ظاہر ہے مَیں تمھیں مجبور نہیں کر سکتا۔"

ہم کھانا کھا رہے تھے کہ اولیو ہاورڈ اُٹھ گیا۔ "تم کہاں غائب تھے علی؟" اُس نے شاکی انداز میں کہا۔

"اِس قبیلے پر جس کے ہم مہمان ہیں، آج شام قزاقوں کے حملے کا خطرہ ہے۔ مَیں ان سے مقابلے کے انتظامات کر رہا تھا۔"

"قزاق؟" اولیو ہاورڈ چونک پڑا۔ "یہ قزاق بیچ میں کہاں سے آ کودے؟"

مَیں نے اُسے مختصراً صحرائی قزاقوں کے بارے میں بتایا۔

"یہ تم کس چکر میں اُلجھ گئے علی؟" اولیو ہاورڈ نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "اپنے جھگڑے انھیں خود ہی نمٹانے دو۔"

"ہم اِن کے مہمان ہیں اولیو ہارڈو! اور پھر اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے۔"

"فرق کیوں نہیں پڑتا، ہماری زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔ اور تم پوچھ رہے ہو کیا فرق پڑتا ہے۔"

"جب ہماری زندگیاں خطرے میں تھیں۔ اور ہمیں یقینی موت کا سامنا تھا۔ تو انھی لوگوں کی وجہ سے بچے۔ اب ہم انھیں مشکل میں چھوڑ کر نکل جائیں، یہ مجھ سے تو نہیں ہو سکتا۔"

"تمھاری بعض عادتیں بہت بُری ہیں علی! تم اپنے کام سے کام نہیں رکھتے۔" اولیو ہارڈو نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہر شخص اپنے کام سے کام رکھتا ہے ڈیئر اولیو ہارڈو! یہ تو نکتہ نظر کے فرق کی بات ہے۔ جسے مَیں اپنا کام سمجھتا ہوں تم اسے کچھ اور سمجھتے ہو۔ یاد رکھو، مَیں جو کام بھی کرتا ہوں، اسے اپنا ذاتی کام سمجھ کر ہی کرتا ہوں، ورنہ اس کام میں ہاتھ ہی نہیں ڈالتا۔"

"تم نے یہاں سے نکلنے کے بارے میں بھی کچھ سوچا یا بس قزاقوں سے ہی اُلجھنے کے منصوبے بناتے رہے ہو؟"

"مَیں نے سردار سے بات کی ہے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ہمارے ریگستان سے باہر نکلنے کا انتظام کر دے گا۔"

"تو ہم یہاں سے کب روانہ ہوں گے؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"کل شام کو ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

"کل شام کو کیوں؟" اولیو ہاورڈ نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ "آج ہی کیوں نہیں؟"

"تمھاری حالت کے پیشِ نظر مَیں نے ایک دن انتظار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میرا خیال تھا کہ تم نقاہت محسوس کر رہے ہو گے اور فوری طور پر طویل سفر نہیں کر سکو گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مَیں واقعی نقاہت محسوس کر رہا ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے طویل سانس لے کر کہا۔

"تمھارا دوست کیا کہہ رہا ہے؟" مرجانہ نے پوچھا۔

"تم لوگوں کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔ اور یہاں سے جلد از جلد روانہ ہونے کو کہہ رہا ہے۔"

"نہیں، اس کے لیے کم از کم ایک روز آرام کرنا بہت ضروری ہے تاکہ اس کی توانائیاں پوری طرح بحال ہو جائیں اور وہ سفر کرنے کے قابل ہو جائے۔" سردار نے کہا۔

"مَیں نے اسے سمجھا دیا ہے سردارِ محترم اور یہ کل شام تک یہاں رُکنے پر تیار بھی ہو گیا ہے۔"

"اس سے کہو کہ چشمے پر جا کر نہا دھو لے تاکہ تازہ دم ہو جائے۔" سردار نے کہا۔

"سردار کہہ رہا ہے کہ اگر تم چاہو تو چشمے پر جا کر نہا لو۔" مَیں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔

"ہاں، مَیں نہانے کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں مگر یہ سردار میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اسے رہنے کے لیے ڈھنگ کا گھر تک میسر نہیں ہے اور صورت سے یہ انتہائی بے وقوف آدمی معلوم ہوتا ہے۔ پتا نہیں یہاں کے لوگ کس قسم کے ہوں گے جنھوں نے ایسے گاؤدی شخص کو اپنا سردار بنایا۔"

"یہ شخص تمھاری سمجھ میں آ بھی نہیں سکتا۔ اگر اسے رہنے کے لیے گھر میسر نہیں ہے تو کیا ہوا۔ یہ غاصب تو نہیں ہے۔ اس نے دوسروں کی زمینوں پر ناجائز قبضہ تو نہیں کیا۔ دوسروں کا حق تو نہیں مارا۔ تم تو غاصب ہو، تمھاری سمجھ میں یہ باتیں نہیں آ سکتیں۔ اور اگر تمھیں صورت سے یہ بے وقوف نظر آتا ہے تو مَیں تمھیں اس کے سوا کوئی مشورہ نہیں دے سکتا کہ اپنی آنکھوں کے ساتھ ساتھ اپنے دماغ کا علاج بھی کراؤ۔ جسے تم گاؤدی کہہ رہے ہو وہ جانتا ہے کہ تم میک اپ میں ہو۔"

اولیو ہاورڈ چونک پڑا۔ "تم مذاق کر رہے ہو۔ یا پھر تم ہی نے اسے یہ بات بتائی ہو گی۔"

"یہ شخص بہترین قیافہ شناس ہے۔ اس نے تمھارا سپاٹ چہرہ دیکھ کر ہی تمھارے بارے میں اندازہ لگا لیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ یہ میک اپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ کاش، تم میک اپ میں نہ ہوتے اور اس کی زبان بھی جانتے ہوتے تو تمھیں پتا چلتا کہ یہ شخص کتنا پہنچا ہوا ہے۔"

"یقین نہیں آتا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "کیا اس نے تمھیں تمھارے بارے میں کچھ بتایا ہے؟"

"یہ سمجھ لو کہ اس نے مجھے میرے نام کے سوا سب کچھ بتا دیا۔ یہ ایک ایسا شخص ہے جو آدمی کے باطن میں بہ آسانی جھانک سکتا ہے۔ اس سے جھوٹ بولنا ناممکن ہے۔"

"علمِ قیافہ کے بارے میں، مَیں بھی جانتا ہوں۔ امریکی سی آئی اے میں ماہرینِ علمِ قیافہ کی بھرمار ہے، مگر مَیں نے ان ماہرین کو اکثر دھوکے کھاتے دیکھا ہے۔ میرے لیے اس بات پر یقین کرنا بہت مشکل ہے کہ کسی ماہرِ علمِ قیافہ کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔"

"مَیں نے اس سے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تھی۔" مَیں نے کہا۔ "اور جو جھوٹی داستان مَیں نے اسے سنانے کی کوشش کی تھی، وہ قرینِ قیاس بھی تھی، مگر اس شخص نے میری بات پر یقین کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد مَیں نے اسے اپنے اصل فرار کی داستان سنائی اور اس نے بلا تامل میری داستان سچ تسلیم کر لی۔ تم اسے کیا کہو گے؟"

"حیرت انگیز!" اولیو ہاورڈ بڑبڑایا۔ "تمھارے بارے میں تو مَیں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تمھارے جھوٹ کو بڑے سے بڑا ماہرِ علمِ قیافہ بھی نہیں پکڑ سکتا۔ اگر اس شخص نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے تو اس کی صلاحیتوں کو حیران کن قرار دینا پڑے گا۔ کاش مَیں اس کی خدمات اپنے ملک کے لیے حاصل کر سکتا۔"

"ہر چیز کو برائے فروخت مت سمجھ لیا کرو۔" مَیں نے تلخی سے کہا۔ "تم یہودیوں کی ذہنیت حد سے زیادہ تاجرانہ ہوتی ہے۔"

سردار کھانا ختم کر کے اُٹھ گیا تھا۔ "مَیں تو قیلولہ کرنے جا رہا ہوں علی۔" اس نے کہا۔ "تم بھی کھانے کے بعد ذرا دیر کمر سیدھی کر لینا۔ تاکہ قزاقوں کے مقابل آنے کے لیے تازہ دم ہو جاؤ۔ اگر اپنے دوست کے لیے یا اپنے لیے کسی چیز کی ضرورت محسوس کرو تو مرجانہ سے کہہ دینا۔" سردار جھونپڑے کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا کہہ رہا تھا؟" اولیو ہاورڈ نے پُراشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں کہہ رہا تھا۔" مَیں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ "تمھیں نہانا ہے تو چشمے پر چلے جاؤ اور اگر کپڑوں کی ضرورت ہو تو بتا دو۔"

"مَیں جا رہا ہوں۔" اولیو ہاورڈ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "اور مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ مَیں ان لوگوں کا مزید احسان نہیں لینا چاہتا۔"

"کیا اپنے دوست سے تمھاری کچھ ناراضگی چل رہی ہے۔"

اولیو ہاورڈ کے جانے کے بعد مرجانہ نے کھانے کے برتن سمیٹتے ہوئے کہا۔

"نہیں تو۔" مَیں چونک پڑا۔ "لیکن تمھارے ذہن میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا؟"

"تم دونوں کے انداز میں ایک دوسرے کے لیے بہت کھنچاؤ تھا۔ پھر تم آپس میں جس انداز میں گفتگو کر رہے تھے..."

"ارے وہ کچھ نہیں۔" مَیں نے ہنس کر کہا۔ "جس زبان میں ہم گفتگو کر رہے تھے وہ زبان ہی ایسی ہے۔ کتنی ہی محبت سے گفتگو کر دیوں لگتا ہے جیسے آپس میں لڑائی ہو رہی ہے۔"

"بڑی عجیب زبان ہے۔" مرجانہ حیران ہو کر بولی۔ "ایسی زبان کا بھلا کیا فائدہ؟ آخر ہماری زبان بھی تو ہے۔"

"عربی زبان کی کیا بات ہے۔" مَیں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اتنی شیرینی، اس قدر مٹھاس اور نغمگی کسی اور زبان میں آ ہی نہیں سکتی۔"

"ہم خوش قسمت ہیں سیدی کہ عربی ہماری مادری زبان ہے ورنہ کوئی غیر زبان سیکھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔"

"مادری زبان پر یاد آیا۔" مَیں نے چونک کر کہا۔ "تمھاری والدہ نظر نہیں آئیں۔ کیا وہ یہاں نہیں ہیں؟"

"ان کا انتقال ہو چکا۔" مرجانہ نے افسردگی سے کہا۔ طویل

شاطر
قیمت فی حصہ ۸۰ روپے
دو حصے مکمل
ڈاک خرچ ۱۲ روپے
شہرۂ آفاق مشہور انعام یافتہ مصنف شکیل انجم نے اپنے خاص انداز میں تحریر کیا ہے
شاطر
آج ہی طلب فرمائیے
کتابیات پبلیکیشنز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

عرصہ ہوا۔ اب تو بس ان کی یاد ہی باقی رہ گئی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے یہ غم انگیز تذکرہ چھیڑا۔"

"ماں کا تذکرہ بھی کبھی غم انگیز ہو سکتا ہے سیدی علی! میں تم سے اپنی ماں کے بارے میں بہت سی باتیں کرتی، لیکن تمھیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔ ہم لوگ تو قیلولہ کرنے کے عادی ہیں۔ میں اندر جا رہی ہوں، تم آرام کرو۔ تمھارے آرام میں کوئی خلل اندازی نہیں کرے گا۔"

مرجانہ کھانے کے برتن لے کر چلی گئی۔ مجھ پر تھکن غالب آ رہی تھی، اس لیے میں نے سوچا کہ کچھ دیر لیٹ جانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ میں نے جوتے اتارے اور پیال کے بستر پر ڈھیر ہو گیا۔ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کی طرف سے فکر مند ہوتا۔ ایک پستول تھا جس کی طرف سے مجھے فکر لاحق ہو سکتی تھی۔ میں نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ ریگ زارِ عرب کے بیچوں بیچ واقع اس نخلستانی بستی کے باشندوں کی طرف سے مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا، لیکن اسی بستی میں اس وقت اولیو ہاورڈ نامی یہودی بھی موجود تھا۔ اولیو ہاورڈ گزشتہ کئی دنوں سے میرے ساتھ تھا۔ اس کی طرف سے ابھی تک کوئی ایسی حرکت نہیں ہوئی تھی جو میرے خلاف ہوتی۔ اس کے برعکس اس نے ہر طرح سے مجھ سے تعاون کیا تھا جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ لکی ہاورڈ کی واپسی تک وہ بھیڑیا میرے سامنے یوں ہی بکری بنا رہے گا۔

پستول ہاتھ میں لیے میں اولیو ہاورڈ کے بارے میں مختلف زاویوں سے غور کرتا رہا اور آخر چند منٹ بعد میں ایک نتیجے پر پہنچ گیا۔

کوئی پندرہ منٹ بعد جب میں نیم غنودگی کی کیفیت میں تھا، میں نے جھونپڑے میں کسی کے داخل ہونے کی آہٹ سنی۔ اس وقت میں کروٹ کے بل لیٹا تھا۔ اور جھونپڑے کے اگلے دروازے کی طرف میری پشت تھی۔ میری غنودگی کافور ہو گئی مگر میں ویسے ہی لیٹا رہا۔ میں نے جوتوں کی آواز سے پہچان لیا تھا کہ اندر آنے والا اولیو ہاورڈ ہے۔ اندر داخل ہونے کے بعد وہ رکا۔ شاید اس نے اِدھر اُدھر دیکھا ہو گا، مگر وہاں میرے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ سردار اور اس کی بیٹی اندرونی حصے میں تھے۔ چند لمحے رکنے کے بعد اولیو ہاورڈ نے مدھم آواز میں مجھے پکارا مگر میں نے جواب دینے کی زحمت نہیں کی۔ اور دم سادھے لیٹا رہا۔ میری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر اولیو ہاورڈ نے دوبارہ چلنا شروع کر دیا۔ اس کا رخ میری ہی طرف تھا۔ مگر اس کے چلنے کا انداز بڑا مشکوک تھا۔ وہ دبے قدموں چل رہا تھا تاکہ کم سے کم آہٹ پیدا ہو۔ میں ساکت و صامت لیٹا رہا۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ اگلا قدم کیا اٹھاتا ہے اور اس کے عزائم کیا ہیں۔ بستر کے نزدیک آ کر وہ رک گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ جھکا ہے۔ پستول میں نے سرہانے کی طرف رکھ دیا تھا۔ اولیو ہاورڈ نے اچانک ہی پستول پر جھپٹا مارا اور پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ میں نے تیزی سے کروٹ بدلی اور بستر سے اٹھنے کی کوشش کی۔

"چپ چاپ پڑے رہو علی یار خان!" اولیو ہاورڈ نے پستول مجھ پر تان کر کہا۔ "ورنہ کبھی اٹھنا نصیب نہیں ہو گا۔"

اولیو ہاورڈ مجھ سے کوئی دس قدم کے فاصلے پر تھا اور اس کے ہاتھ میں موجود پستول کا رخ میری جانب تھا۔ اولیو ہاورڈ کی انگلی پستول کے ٹرائیگر پر تھی۔ میں نے اٹھنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

"تم خود کو بہت چالاک سمجھتے ہو علی!" اولیو ہاورڈ نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ "دیکھو تمھاری تمام تر چالاکیوں کے باوجود اس وقت تمھاری زندگی میری ایک انگلی کے اشارے کی محتاج ہے۔"

"تم مذاق کر رہے ہو اولیو ہاورڈ! میں یقین نہیں کر سکتا کہ تم واقعی میری جان کے درپے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تھوڑی دیر بعد تم پستول مجھے واپس کر دو گے۔"

"اگر میں مذاق کر رہا ہوں تو ذرا بستر سے اٹھنے کی کوشش کر کے دیکھو۔ تمھیں خود ہی پتا چل جائے گا کہ میں کس حد تک مذاق کے موڈ میں ہوں۔"

"لیکن میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تمھیں بیٹھے بٹھائے اچانک کیا ہو گیا ہے۔ جب تم یہاں سے نہانے گئے تھے تو بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔ تم نہا کر آئے ہو اور ابھی تمھارے بال بھی نہیں سوکھے کہ..."

"میرا خون کھول رہا ہے علی! تمھارے ہاتھوں میں جس بے بسی سے گزرا ہوں، اس کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا لیکن میں مجبور تھا۔ میری معصوم بیٹی تمھارے قبضے میں تھی جس کے خیال سے..."

"وہ تو اب بھی میرے قبضے میں ہے۔ اس کی رہائی اس بات سے مشروط تھی کہ تم مجھ سے تعاون کرو گے۔ اب اس وقت تم نے یہ حرکت کر کے خود کو نااہل ثابت کر دیا ہے اور میں بھی اس بات کا پابند نہیں رہا کہ لکی ہاورڈ کو..."

"بکواس مت کرو۔ تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔ مجھے اسی وقت اندازہ ہو گیا تھا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو، مگر معاملہ میری بیٹی کا تھا اس لیے میں نے خطرہ مول لینے سے گریز کیا تھا لیکن اب وہ صورت نہیں رہی۔"

"میں نے تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا تھا اولیو ہاورڈ! اس لیے میں سمجھ نہیں سکا کہ تمھارا اشارہ کون سی بات کی طرف ہے۔"

"تم نے مجھ سے کہا تھا کہ لکی ہاورڈ کو گوٹے ہل سے کہیں اور منتقل کر دیا گیا ہے۔ تمھارے اسی جھوٹ کی وجہ سے میں تمھارے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گیا تھا، مگر اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔"

"اگر تمھیں یقین ہو ہی گیا ہے تو میں بھلا کیا کر سکتا ہوں؟" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"مجھے دھوکا دینے کی کوشش مت کرو علی! لکی پہلے بھی جنرل ٹیرس کی قید میں تھی اور اب بھی وہیں ہے۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کیونکہ تم میرے ساتھ گوٹے ہل کے لیے ہی روانہ ہوئے تھے۔"

"تھوڑی دیر کے لیے فرض کیے لیتے ہیں کہ تمھاری بات درست ہے۔" میں نے کہا۔ "مگر یہ تو بتاؤ کہ اس سے تم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ میرے تعاون کے بغیر تو لکی رہا ہو نہیں سکتی۔"

"یہ تمھاری خام خیالی ہے علی!" اولیو ہاورڈ نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔ "میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب تمھیں راستے سے ہٹا دینا ہی اسرائیل کے مفاد میں ہے۔"

"بے شک میرا وجود اسرائیل اور اسرائیل نوازوں کو کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ میری موت ان کے لیے زندگی کا پیام لائے گی، مگر تمھاری بیٹی تمھیں واپس نہیں مل سکے گی۔"

"اسے جنرل ٹیرس کی قید سے رہا کرانا میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ فوجی اعتبار سے گوٹے ہل زیادہ مضبوط نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اسرائیل کی فوجی قوت کے سامنے وہ چند ہی گھنٹوں میں گھٹنے ٹیک دے گا۔"

"تم یہ بھی بھول رہے ہو کہ میری مدد کے بغیر تم اس بستی سے بھی نہیں نکل سکو گے۔ بستی والوں کو جب یہ معلوم ہو گا کہ تم نے مجھے جان سے مار دیا ہے تو وہ تمھیں بخشیں گے نہیں اور پھر تم ان کی زبان بھی تو نہیں سمجھتے۔"

"تم اولیو ہاورڈ کو کیا سمجھتے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے مجھے تحقیر آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے ہر چیز کا تعین کر لیا ہے۔ میرے پاس پستول موجود ہے جس کے زور پر میں سردار کو یرغمال بنا لوں گا۔ بستی کے لوگ میری ہر بات ماننے کے لیے مجبور ہوں گے۔ اور اشاروں کی زبان تو دنیا میں ہر جگہ سمجھی جاتی ہے۔ میں ایک بار اس ریگستان سے نکل جاؤں تو سارے مسائل چٹکی بجاتے میں حل ہو جائیں گے۔"

"تو تم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ مجھے جان سے مار کر ہی دم لو گے؟"

"ہاں، اس کے علاوہ میرے پاس کوئی چارہ نہیں رہا۔"

"تم نے میری غفلت سے فائدہ اٹھایا ہے اولیو ہاورڈ! اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔"

"تم میرے حریف ہو علی! اور اچھی طرح جانتے ہو کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔"

"ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت اچھی طرح واقف ہیں اولیو ہاورڈ۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس کے باوجود مجھ سے پستول کی طرف سے غافل ہونے کی حماقت کیوں کر سرزد ہو گئی؟"

"یہ کوئی اتنی حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ تم ضرورت سے زیادہ خوش فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔ میں نے اپنی بیٹی کی خاطر اپنے ملک کے خلاف جو کچھ کیا ہے، اس پر میرا ضمیر مجھے ہمیشہ ملامت کرتا رہے گا لیکن تمھیں جان سے مار کر میں جو کارنامہ سرانجام دوں گا، وہ میرے دامن کا ہر داغ دھو ڈالے گا۔ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ علی! میں اپنی کوتاہیوں کا کفارہ ادا کرنے جا رہا ہوں۔" پستول کے ٹرائیگر پر اولیو ہاورڈ کی انگلی کا دباؤ بڑھ گیا۔

"ایک منٹ ٹھہرو اولیو ہاورڈ!" میں نے تیزی سے کہا۔ "آج صبح کا وہ وقت یاد کرو جب تم بے ہوش ہو کر گر گئے تھے۔ میں آدھ میل تک صحرا کی تپتی دھوپ میں تمھیں اپنے کاندھے پر ڈال کر لایا تھا۔ اگر میں نے یہ نہ کیا ہوتا تو تم اس وقت تک مر چکے ہوتے۔ کیا تم مجھے اس احسان کا یہی صلہ دو گے؟ احسان فراموشی تو مت کرو اولیو ہاورڈ!"

"اس احسان کے بدلے میں، میں تمھیں کوئی تکلیف دیے بغیر ماروں گا ورنہ میرا ارادہ تھا کہ تمھیں سسکا سسکا کے ختم کروں گا۔ لیکن اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ پہلی گولی تمھاری کھوپڑی میں اور دوسری دل میں اتاروں گا۔ تمھیں زیادہ تکلیف نہیں ہو گی، زیادہ سے زیادہ ایک منٹ میں تمھاری روح تمھارے جسم کا ساتھ چھوڑ دے گی۔"

اولیو ہاورڈ کے سرد لہجے سے میرے جسم میں خوف کی ایک جھرجھری سی دوڑ گئی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اپنے ارادے پر ضرور عمل کرے گا۔ "میری بات سنو اولیو ہاورڈ!" میں نے مضطرب بلند لہجے میں کہا۔ "میں تمھیں ایک ایسی بات بتا سکتا ہوں جس کے بعد تم مجھ پر گولی چلانے کے ارادے سے باز آ جاؤ گے۔"

میری بات سن کر اولیو ہاورڈ کے ہونٹوں پر ایک خوفناک مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے منہ سے کوئی لفظ ادا کیے بغیر پستول کا ٹرائیگر دبا دیا جس کی سیاہ نال کا رخ میرے سر کی جانب تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اولیو ہاورڈ کی بوکھلاہٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ پستول کا ٹرائیگر دبنے کے باوجود نہ تو پستول سے کوئی گولی نکلی تھی اور نہ ہی کوئی دھماکا ہوا تھا۔ اولیو ہاورڈ نے بوکھلاہٹ میں کئی بار ٹرائیگر دبایا مگر ہر بار ایک ہی نتیجہ برآمد ہوا۔ پستول کسی صورت گولی اُگلنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

"نہیں چلانا!" میں نے پیال کے بستر میں اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے متاسفانہ لہجے میں کہا۔ "تم نے میری بات سُنی ہی نہیں میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میں تمھیں ایک ایسی بات بتا سکتا ہوں جسے سننے کے بعد تم مجھ پر گولی چلانے کے ارادے سے باز آجاؤ گے اور پستول مجھے واپس کر دو گے۔"

"میں تمھاری کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا۔" اولیو ہاورڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ایسی کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی جو مجھے پستول چلانے سے باز رکھ سکے۔"

"ایک بات تھی اولیو ہاورڈ، اور وہ بات اب تمھارے علم میں آچکی ہے۔ سنو گے؟" میں مسکرایا۔ "اور وہ بات یہ تھی کہ پستول خالی ہے۔"

"کیا مطلب...؟" اولیو ہاورڈ نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نے پستول خالی کر کے..."

"ہاں اولیو ہاورڈ! میں نے جان بوجھ کر پستول کو نمایاں جگہ پر رکھا تھا اور پستول میں سے میگزین نکال لیا تھا۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت اچھی طرح واقف ہیں، پھر مجھ سے یہ حماقت کیوں سرزد ہوئی۔ اس سوال سے دراصل میں تمھیں ہوشیار کرنا چاہتا تھا مقصد یہ تھا کہ تمھیں مجھ جیسے محتاط آدمی سے کسی حماقت کی توقع نہیں رکھنی چاہیے مگر تم نشے کے احساس میں اس قدر چور تھے کہ تم نے میری بات کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ جانتے ہو اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میں تو تم سے بہت اچھی طرح واقف ہوں مگر تم اب بھی مجھے پوری طرح سمجھنے میں ناکام ہو۔ میں سمجھ گیا تھا کہ تم موقع ملتے ہی میرا پتا صاف کرنے کی کوشش کرو گے۔ اپنے اس خیال کو یقین کی سرحدوں تک پہنچانے کے لیے میں نے خالی پستول کا چارہ ڈالا اور تم بالکل کسی بے مغز مچھلی کی طرح چارے پر منہ مار کر کانٹے میں پھنس گئے۔"

"تو اب تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟" اولیو ہاورڈ نے اٹک اٹک کر پوچھا۔

"جو احسان میں نے تمھارے ساتھ کیا ہے اولیو ہاورڈ! اگر وہ کسی کُتّے کے ساتھ کر دیتا تو وہ تمام زندگی کے لیے میرا غلام ہو کر رہ جاتا۔ تم نے اپنے آپ کو ایک کُتّے سے بھی بدتر ثابت کر دیا ہے۔ تم مستقل طور پر میرے چنگل میں رہے ہو۔ میں جب چاہتا تمھاری زندگی لے سکتا تھا مگر میں نے محض اپنا وعدہ پورا کرنے کی خاطر ہزار جتن کیے حالانکہ میں اس کے لیے مجبور نہیں تھا اور تم نے اس کے عوض میرے ساتھ کیا سلوک کیا! تم نے چند لمحے بھی ضائع نہیں کیے۔ پستول کا ٹرائیگر دبا کے اپنی جانب سے تو تم نے میرا صفایا ہی کر دیا تھا۔ اگر خدانخواستہ مجھ سے چوک ہو گئی ہوتی اور میں نے پستول سے میگزین نہ نکال لیا ہوتا تو اس وقت عالمِ بالا میں ہوتا۔ اب ہونا تو یہ چاہیے کہ میں تمھیں ٹھکانے لگا کر اپنا راستہ لوں۔ میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے کہ اسے یوں برباد کرتا پھروں۔ مجھے اپنے بہت سے معاملات دیکھنے ہیں۔ تہذیب مالکم ایکس کو تلاش کرنا ہے جس کی مجھ سے جُدائی کے ذمّے دار تم ہو۔ تمھارے جرائم کی فہرست بہت طویل ہے اولیو ہاورڈ! لیکن میں پہلے اپنا وعدہ پورا کروں گا۔ لکی ہاورڈ کو تمھارے حوالے کر کے تمھیں نکل جانے کا موقع دوں گا۔ اس کے بعد جب کبھی تم میرے سامنے آؤ گے تب دیکھوں گا کہ تم کتنے پانی میں ہو۔"

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے علی!" اولیو ہاورڈ نے نادم لہجے میں کہا۔ "میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔"

"تم انتہائی جھوٹے آدمی ہو اولیو ہاورڈ! جھوٹے اور مکار۔ اخلاقی اقدار کی تمھارے نزدیک کوئی حیثیت ہی نہیں ہے ہر یہودی کی طرح تمھارا مطمعِ نظر بھی یہی ہے کہ جیسے بھی ہو اپنا اُلّو سیدھا کر لیا جائے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ میں تمھاری کسی چال میں آجاؤں گا تو یہ تمھاری خام خیالی ہے۔ اس وقت روئے زمین پر تمھیں مجھ سے زیادہ اچھی طرح سمجھنے والا کوئی اور نہیں ہوگا۔"

"مجھ پر یقین کرو علی! میں اپنی غلطی پر سخت نادم ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم واقعی اپنی غلطی پر نادم ہو گے لیکن یہ ندامت اس بات کی ہوگی کہ مجھ پر پستول اٹھانے سے قبل تم نے یہ یقین کیوں نہ کر لیا کہ پستول بھرا ہوا بھی ہے یا نہیں۔ تمھیں اپنی جلد بازی پر افسوس ہو رہا ہوگا۔ اس بات کا دُکھ ہوگا کہ علی یار خان زندہ کیوں بچ گیا لیکن یاد رہے کہ ہم مسلمانوں کا اپنے خدا پر بڑا پختہ یقین ہوتا ہے، ہم موت سے اسی لیے خوف زدہ نہیں ہوتے کہ ہمیں معلوم ہے کہ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے اور موت کا ایک وقت مُعیّن کر دیا گیا ہے۔ اُس مقررہ وقت سے پہلے کوئی کسی کو زندگی سے محروم نہیں کر سکتا۔ میرے معاملے میں تمھیں کئی بار اس بات کا تجربہ بھی ہو چکا ہے۔ اپنی طرف سے تم نے کتنی بار مجھے ٹھکانے لگانے کی کوشش کی مگر میرا آج بھی زندہ ہونا اس بات کا اعلان ہے کہ ابھی میری زندگی کے دن پورے نہیں ہوئے ہیں اور جس روز پورے ہو گئے اُس روز کسی کو کوئی زحمت نہیں کرنی پڑے گی۔ لیکن اس بات کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ میں جان بوجھ کر کسی اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا دوں۔ محتاط رہنا میرا فرض ہے۔ اس کے بعد جو بھی ہوگا، خدا کی طرف سے ہوگا۔ میں تمھیں اپنے ساتھ ضرور لے چلوں گا مگر نہ مجھے پہلے تم پر اعتماد تھا اور اب تو خیر تم نے ثابت کر ہی دیا کہ تم ایک سانپ ہو۔ آستین کے سانپ۔"

اولیو ہاورڈ کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ کوئی اور موقع ہوتا تو وہ مجھے مُنہ توڑ جواب ضرور دیتا مگر اُس وقت وہ بالکل بے بس تھا اور میرے ہاتھوں میں کسی کھلونے کے مانند تھا ایسا کھلونا جسے میں جب جی چاہتا توڑ کر پھینک دیتا۔

"پستول رکھ لو علی۔" اولیو ہاورڈ نے بُجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "شاید تمھیں اس کی ضرورت پڑ جائے۔"

"شکریہ۔" میں نے اُس سے پستول لیتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔ "قزّاقوں سے مقابلے کے دوران مجھے یقیناً اس کی ضرورت پڑے گی۔"

"کیا یہ ضروری ہے کہ تم قزّاقوں سے ضرور اُلجھو؟" اولیو ہاورڈ نے دبی زبان سے کہا۔

"میں اپنے فیصلے تبدیل کرنے کا عادی نہیں ہوں، تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو۔"

"صحرائی قزّاقوں کے بارے میں میں نے سُنا ہے کہ وہ بہت بے رحم ہوتے ہیں اس لیے میں تمھیں اُن سے نہ اُلجھنے کا مشورہ دے رہا ہوں۔"

"قزّاق چاہے صحرائی ہوں یا بحری، ہر حال میں بے رحم ہوتے ہیں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "بے رحم، سفّاک، سنگ دل اور خوں خوار۔"

"یہ علم ہوتے کے باوجود تم اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔"

"میں قزّاقوں سے خوف زدہ نہیں ہوں اولیو ہاورڈ! اس لیے کہ میری زندگی کا بڑا حصّہ قزّاقوں کا مقابلہ کرتے ہی گزرا ہے۔"

"او ہو! اس بات سے تو میں بالکل ہی لاعلم ہوں۔ قزّاقوں سے تمھارا مقابلہ کب ہوا ہے؟"

"تم بہت اچھی طرح جانتے ہو۔" میں نے چُبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مگر خود کو قزّاق تصوّر کرنا تمھیں گراں گزر رہا ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" اولیو ہاورڈ چونک پڑا۔

"موجودہ صدی کے سب سے بڑے قزّاق یہودی ہیں۔ یہودی قوم کا ہر فرد قزّاق ہے۔ ان قزّاقوں نے پورے فلسطین کو جہنّم بنا دیا ہے۔ انھوں نے نہ صرف مسلمانوں کے قبلۂ اوّل پر اپنا ناجائز تسلّط جمایا بلکہ فلسطینیوں کو اُن کے ہر بنیادی حق سے بھی محروم کر دیا۔ یہودی غاصب ہیں اور اسرائیل اِن قزّاقوں کا اڈا ہے۔ جب تک میں قزّاقوں کے اڈّے کی مکمل بیخ کنی نہیں کر لوں گا سکون کا سانس نہیں لے سکوں گا۔ یہ صحرائی قزّاق بے چارے کیا بیچتے ہیں اور میں ان سے کیوں کر خوف زدہ ہو سکتا ہوں؟"

"تم اختلافی بحث میں پڑ گئے۔ اس وقت میں تم سے اُلجھنا نہیں چاہتا ورنہ میں تمھیں بتاتا کہ..."

"میں نے کوئی اختلافی بات نہیں کی اور نہ تم مجھے کسی بات پر قائل کر سکتے ہو۔ میں کوئی عام آدمی نہیں ہوں جو تمھارے اس پروپیگنڈے کا شکار ہو جاؤں گا کہ یہودیوں نے فلسطینیوں سے زمین خرید کر اپنی حکومت قائم کی ہے۔ کوئی ناواقف شخص ہی تمھارے ان جھانسوں میں آسکتا ہے۔ میں تمھاری پوری تاریخ سے واقف ہوں۔ جس طرح سے یہودیوں نے حکومتِ برطانیہ کے اشتراک سے فلسطینیوں کو اُن کی زمین سے بے دخل کر کے اپنی حکومت قائم کی ہے وہ میری نظروں سے اوجھل نہیں ہے۔ اگر تم نے کبھی اِس مسئلے پر مجھ سے گفتگو کرنے کی حماقت کی تو مُنہ کی کھاؤ گے۔ فلسطین میں یہودیوں کے اصل جبر و استبداد کی کہانی مجھے ازبر ہے اولیو ہاورڈ! کہو تو اسی وقت شروع کر دوں؟"

اولیو ہاورڈ کا چہرہ دُھواں دُھواں ہو رہا تھا یہودیوں کی چال بازیوں سے اُس سے زیادہ کون واقف ہو سکتا تھا اور وہ یہ جانتا تھا کہ مجھ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"سردار نظر نہیں آرہا اولیو ہاورڈ!" میں نے کہا۔ "جانتے ہو وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

"قزّاقوں سے مقابلہ کرنے کے لیے انتظامات کر رہا ہوگا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"وہ جھونپڑے کے اندرونی حصّے میں ہے اور قیلولہ کر رہا ہے۔"

"میں نہیں مان سکتا۔" اولیو ہاورڈ نے بے یقینی سے کہا۔ "اِس بستی کی سلامتی داؤ پر لگی ہوئی ہے، سردار کیسے آرام کر سکتا ہے؟"

"جس روز یہ بات تمھاری سمجھ آگئی، پارس ہو جاؤ گے۔ یہ بے فکری خدا کا انعام ہے۔ اُسے یقین ہے کہ زندگی اور موت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وقت سے پہلے کچھ نہیں ہو سکتا لہٰذا وہ بے فکری سے سو رہا ہے۔ بستی کے تمام لوگوں کا یہی حال ہوگا۔ جب یہ لوگ اُن قزاقوں سے خوف زدہ نہیں ہیں تو میں بھلا اُن سے کیسے خوف زدہ ہو سکتا ہوں۔"

"تمھیں سمجھانا میرا فرض تھا۔ تم بہرحال اپنی مرضی کے مالک ہو، نہیں مانتے تو تمھاری مرضی۔"

میں اولیو ہاورڈ کو کوئی جواب دینے ہی والا تھا کہ اندرونی حصّے سے سردار برآمد ہوا۔ "تم سوئے نہیں علی؟" سردار نے کہا۔ "تمھارے باتیں کرنے کی آوازیں مستقل آتی رہیں۔"

"مجھے افسوس ہے سردارِ محترم! ہماری آوازیں آپ کی نیند میں مخل ہوئیں۔" میں نے شرمندگی سے کہا۔

"میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔" سردار نے زمین پر بچھی ہوئی چادر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تمھارے لیے تھوڑا بہت آرام کرنا ضروری تھا مگر تم باتیں کرتے رہے۔ کیا کوئی اہم مسئلہ درپیش تھا؟"

"بڑی عجیب سی بات ہے سردارِ محترم! کہ میرا ساتھی مجھے قزاقوں کے مقابلے سے روکنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔"

"مجھے تو یہ آدمی انتہائی ناقابلِ اعتبار معلوم ہوتا ہے۔" سردار ابوالحسن نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اگر اس کے چہرے پر مصنوعی غلاف نہ ہوتا تو میں اس کے بارے میں کوئی یقینی اندازہ لگا سکتا تھا۔ تم اس سے اچھی طرح واقف تو ہو نا، مجھے تو یہ شبہ ہونے لگا ہے کہ کہیں اس کا اور قزاقوں کا درپردہ گٹھ جوڑ تو نہیں ہے؟"

مجھے سردار کی بات سن کر ہنسی آگئی۔ "ارے نہیں سردارِ محترم! یہ تو بہت اونچا آدمی ہے، ان چھوٹے موٹے قزاقوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔"

"یہ تمھارا ساتھی ہے، اس کے بارے میں تم ہی بہتر جانتے ہوگے لیکن پتا نہیں کیوں، میری چھٹی حس مجھے یہ احساس دلا رہی ہے کہ اس کا قزاقوں سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں سردارِ محترم کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل اس کی بیٹی میرے قبضے میں ہے اور میرے ایک دوست کی تحویل میں ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچ گیا تو اس کی بیٹی اسے نہیں مل سکے گی۔ اس لیے یہ مجھے قزاقوں سے مقابلہ کرنے سے روکنا چاہتا ہے۔"

"تم زیرک اور معاملہ فہم آدمی ہو سیدی علی! چاہتا تو میں بھی یہی ہوں کہ تم قزاقوں سے اُلجھے بغیر یہاں سے نکل جاؤ مگر تمھاری خواہش پر میں اپنے فیصلے کو مقدم نہیں رکھ سکتا۔ تم نے یہ عزم کر ہی لیا ہے تو یقین کرو کہ قبیلۂ جراعتہ کے لوگ تمھیں مایوس نہیں کریں گے مگر میری بات مانو، تم اپنے ساتھی کا کوئی معقول بندوبست کر لو۔"

"ساتھی کا معقول بندوبست کر لوں!" میں نے حیرت سے کہا۔ "میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا سردارِ محترم؟"

"اس کا آزاد رہنا خطرناک ہے۔ میں ایسے شخص پر کسی قسم کا بھروسا نہیں کر سکتا۔ اس کی آنکھوں سے خود غرضی، عیاری اور سفّاکی ٹپکتی ہے۔"

"میں آپ کو بتا چکا ہوں سردار کہ اس کی بیٹی میرے قبضے میں ہے۔ یہ ہمارے ساتھ کسی شرارت کا خیال بھی ذہن میں نہیں لا سکے گا۔"

"میں اپنی بات پر اصرار کروں گا۔ یہ شخص کسی حالت میں قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتا۔"

میں سردار کی مردم شناسی کا قائل ہو گیا۔ "تو آپ کے خیال میں ہمیں اس کے لیے کیا کرنا چاہیے؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی تو خیر نہیں لیکن جب تم قزاقوں سے مقابلے کے انتظامات کا جائزہ لینے میں مشغول ہو گے اُس وقت اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کے اس کی نگرانی پہ چند افراد متعین کر دیے جائیں۔" سردار نے کہا۔

"اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" میں نے دل ہی دل میں ابوالحسن کی فراست مندی کو داد دیتے ہوئے کہا۔

"بات میری مرضی اور خواہش کی نہیں ہے علی! ہمیں اجتماعی مفاد پیشِ نظر رکھنا ہوگا جس کے لیے مجھے یہ شخص خطرہ محسوس ہوتا ہے۔"

"میں آپ سے متفق ہوں سردارِ محترم!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اب تم یہیں ٹھہرو۔ میں ذرا جا کر لوگوں کو جمع کر لوں۔" سردار نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"میں بھی آپ کے ساتھ چل رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں آپ کے آدمیوں کو آخری ہدایات دینا چاہتا ہوں۔"

"ابھی نہیں۔ پہلے میں لوگوں کو جمع کر لوں اُس کے بعد تم اپنا کام شروع کرنا۔ اگر تم بھی میرے ساتھ چلے گئے تو یہ شخص تنہا رہ جائے گا اور اس کا کسی جگہ بھی تنہا آزاد رہنا ٹھیک نہیں۔"

سردار جھونپڑے سے باہر چلا گیا۔ اُس کے باہر جاتے ہی مرجانہ آگئی۔ "تمھارا ساتھی کون ہے سیدی؟" اُس نے آتے ہی پوچھا۔

"میرا خیال ہے میں اس کے بارے میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں سیدہ مرجانہ!" میں نے کہا۔

"تم نے مجھے صحیح بات نہیں بتائی تھی۔" مرجانہ نے مجھے گھورا۔

"حیرت ہے! آپ کو یہ خیال کیوں کر پیدا ہوا؟"

"سنو سیدی علی! میں ایک منٹ کے لیے بھی نہیں سوئی۔ تمھارے اور بابا کے درمیان جو گفتگو ہوئی میں نے اُس کا ایک ایک لفظ سنا ہے۔ تم دونوں اس بات پر متفق ہو کہ اس شخص کو تنہا ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا۔ اگر یہ تمھارا دوست ہے تو تم اس کے بارے میں اس انداز سے کیوں گفتگو کر رہے تھے؟ سچ بتاؤ، یہ کوئی قاتل تو نہیں ہے؟"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "قاتل تو بہت چھوٹا لفظ ہے سیدہ مرجانہ!" میں نے کہا۔ "یہ شخص تو پوری ایک قوم کا قاتل ہے، بین الاقوامی دہشت گرد ہے اور تخریب کاری اس کی سرشت میں شامل ہے۔"

"تم مذاق کر رہے ہو سیدی علی!" مرجانہ نے خوفزدہ سے انداز میں ہنس کر کہا۔ "یہ اتنا خطرناک تو نہیں ہو سکتا ورنہ تم اسے بچانے کے لیے اپنے کاندھوں پر اٹھا کر یہاں تک نہ لاتے۔"

"یہ ایک طویل داستان ہے سیدہ مرجانہ! میں پھر کسی وقت تفصیل سے آپ کو سناؤں گا۔ فی الحال آپ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ بہت خطرناک آدمی ہے۔"

"اگر یہ اتنا ہی خطرناک آدمی ہے تو تم نے اسے جان سے کیوں نہ مار دیا؟" مرجانہ نے خوف زدہ نظروں سے اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "یہ شخص تو ہماری بستی کے لیے بھی خطرہ بن سکتا ہے۔"

"اس میں ایک خوبی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "جب میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں تو یہ بکری بنا رہتا ہے۔ آپ دیکھ نہیں رہیں اس کے چہرے سے کیسی یتیمی ٹپک رہی ہے۔"

مرجانہ نے غور سے اولیو ہاورڈ کو دیکھا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ تم مذاق کر رہے ہو یا سنجیدہ ہو؟" مرجانہ اُلجھ گئی۔

میں اسے کوئی جواب دینے کو سوچ ہی رہا تھا کہ سردار نے آکر مجھے اس زحمت سے بچا لیا۔ سردار تنہا نہیں تھا۔ اُس کے ساتھ دو افراد اور بھی تھے اور اُن دونوں کے پاس رسیاں نظر آ رہی تھیں۔

"باہر لوگ تمھارے منتظر ہیں۔" سردار نے مجھ سے کہا۔ "تم چلو، میں ابھی آتا ہوں۔"

"آپ میرے ساتھ کیوں نہیں چل رہے؟" میں نے سردار سے پوچھا۔ "اور آپ کے ساتھ یہ افراد کون ہیں؟"

"پہلے اس کا انتظام کرنا ضروری ہے۔" سردار نے اولیو ہاورڈ کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ دونوں میرے آدمی ہیں جو اسے باندھیں گے۔"

اولیو ہاورڈ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ گفتگو اسی کے متعلق ہو رہی ہے۔ وہ بھڑک کر کھڑا ہو گیا۔ "تم لوگ کیا باتیں کر رہے ہو؟" اُس نے مشکوک لہجے میں پوچھا۔

"سردار کہہ رہا ہے کہ تمھیں آزاد چھوڑنا خطرناک ہوگا لہٰذا وہ تمھیں باندھنا چاہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" اولیو ہاورڈ نے جارحانہ لہجے میں کہا اور دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا تم چاہتے ہو کہ میں حرکت میں آؤں؟" میں نے اولیو ہاورڈ کو گھورا۔

"تم اس معاملے سے الگ رہو علی!" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "یہ میرا اور ان لوگوں کا معاملہ ہے۔"

"میرے خیال میں سردار کا اقدام نہایت مناسب ہے۔ میں اس شخص کی عقل مندی اور معاملہ فہمی کا قائل ہو چکا ہوں۔"

"مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی علی! لیکن اگر تم نے ان لوگوں کے ساتھ ملنے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو یوں ہی سہی۔ میں اپنی اتنی توہین برداشت نہیں کر سکتا کہ مجھے قیدیوں کی طرح باندھ دیا جائے۔"

"کیا تم ان لوگوں کو اپنی بے بسی کا تماشا دکھانا چاہتے ہو؟" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔

"تم اس سے کیا باتیں کیے چلے جا رہے ہو؟" سردار بولا۔ "ہم اسے دو منٹ میں سیدھا کر دیں گے۔"

"میرا کھیل مت بگاڑیں سردار! خاموشی سے دیکھتے رہیں۔ یہ ابھی خود کو بندھوانے کے لیے پیش کر دے گا۔" میں نے سردار سے کہا، پھر اولیو ہاورڈ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "تمھیں آزاد تو ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا اولیو ہاورڈ! لہٰذا تمھارے حق میں بہتر یہی ہے کہ خود کو رضاکارانہ طور پر بندھوا لو۔ اس طرح تمھاری کچھ نہ کچھ عزت رہ جائے گی ورنہ دوسری صورت میں بڑی بے عزتی ہوگی۔"

اولیو ہاورڈ مجھے یوں گھور رہا تھا جیسے کچا چبا جائے گا۔ "تمھاری یہ زیادتی میں کبھی نہیں بھولوں گا علی!" اُس نے دانت پیس کر کہا۔

"تمھیں جو فیصلہ کرنا ہو جلدی سے کر لو، سردار زیادہ دیر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

انتظار نہیں کرے گا۔"

اولیو ہاورڈ کوئی جواب دیے بغیر آگے بڑھا اور سردار کے ساتھیوں کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا دیے۔ انھوں نے اولیو ہاورڈ کے ہاتھ پشت پر لے جا کر باندھ دیے۔

"اس سے کہو کہ بستر پر لیٹ جائے تاکہ اس کے پیر بھی باندھ دیے جائیں۔" سردار نے مجھ سے کہا۔

مَیں نے سردار کی بات اولیو ہاورڈ کے سامنے دُہرائی اور وہ چُپ چاپ جا کر بستر پر لیٹ گیا۔ سردار کے ساتھیوں نے اس کے پیر بھی کس کر باندھ دیے۔

"اب کم از کم ہم ایک طرف سے تو مطمئن رہیں گے۔" سردار نے کہا اور پھر اُن دونوں میں سے ایک کو وہیں رُک کر اولیو ہاورڈ کی نگرانی کرنے کی ہدایت کی۔ اس کے بعد میں سردار اور اُس کے ساتھی کے ساتھ . . . . . جھونپڑے سے باہر آگیا۔ وہاں بارہ افراد موجود تھے جن میں سے چھ کے پاس بندوقیں تھیں۔ مَیں نے فرداً فرداً ہر ایک کی بندوق چیک کی۔ ساری بندوقیں اچھی حالت میں تھیں۔ نہ صرف یہ بلکہ اُن کے پاس فالتو میگزین بھی تھے۔

"آپ کی بندوقیں کہاں ہیں؟" مَیں نے سردار سے پوچھا۔

"ابھی منگواتا ہوں۔" سردار نے کہا اور ایک شخص کو جھونپڑے سے بندوقیں لانے کی ہدایت کی۔ وہ شخص سردار کے جھونپڑے میں گیا اور ذرا ہی دیر بعد تین بندوقیں اٹھائے باہر نکلا۔ سردار کے اشارے پر اُس نے بندوقیں میرے حوالے کر دیں۔ مَیں نے انھیں چیک کیا۔ وہ بھی اچھی حالت میں تھیں۔

"چھ افراد تو پہلے ہی مسلح ہیں۔" مَیں نے سردار سے کہا۔ "اب ان بندوقوں کے بارے میں آپ فیصلہ کریں گے کہ یہ کن لوگوں کے حوالے کی جائیں؟"

"کیا ہمیں بندوقوں کی ضرورت نہیں پڑے گی؟" سردار نے پوچھا۔

"میرے پاس تو پستول موجود ہے۔ مَیں اس سے کام چلا لوں گا۔" مَیں نے کہا۔ "رہے آپ تو آپ کو اسلحے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ آپ تو یہاں موجود رہ کر قزاقوں کو باتوں میں اُلجھائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" سردار نے کہا اور تین افراد کو آگے آنے کا اشارہ کیا۔ مَیں نے بندوقیں اُن تینوں کے حوالے کر دیں۔

"مَیں آپ لوگوں کو ساری باتوں سے پہلے ہی آگاہ کر چکا ہوں۔ ایک بار پھر مَیں سب کو بتائے دیتا ہوں کہ کون کس مقام پر ہوگا۔" میں اُن لوگوں کو لے کر نخلستان کے سِرے پہ آیا اور اُن میں سے ہر ایک کو اُس کی پوزیشن سمجھائی۔ "آپ لوگ خو[illegible] اچھی طرح سمجھ لیں کہ کون کہاں ہوگا۔ ہم سب سردار کے سا[illegible] نخلستان کے وسط میں موجود رہیں گے۔ قزاقوں کی آمد کا ہم[illegible] پتا چل جائے گا۔ جیسے ہی ریگستان میں دُھول کے بادل اُٹھ[illegible] نظر آئیں تو تمام لوگ اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے۔ اس ک[illegible] بعد ہر شخص کو خاموشی سے انتظار کرنا ہوگا۔ میرے گولی چلا[illegible] سے قبل کوئی شخص فائر نہیں کرے گا۔ میرے خیال میں آپ [illegible] میری بات سمجھ گئے ہوں گے؟"

مَیں نے خاموش ہو کر اُن کا جائزہ لیا۔ اُن سب ن[illegible] اپنے سروں کو تفہیمی انداز میں جنبش دی۔

ہم سب نخلستان کے وسط میں واپس آ گئے۔

چار بجے کے قریب مَیں نے تین افراد کو نخلستان کی [illegible] سمتوں میں کھجور کے درختوں پر پہنچ جانے کی ہدایت د[illegible] تینوں افراد وہ تھے جو غیر مسلح تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ بلندی [illegible] بیٹھ کر ریگستان کا جائزہ لیتے رہیں اور جیسے ہی کسی جانب [illegible] قزاق آتے دکھائی دیں، وہ وہیں سے چیخ کر ہمیں مطلع کریں ا[illegible] اُس کے بعد خود بھی تیزی سے نیچے اُتر آئیں۔ اس سے ہمیں [illegible] فائدہ ہوتا کہ ہم بروقت پوزیشنیں سنبھال سکتے تھے۔ جن مسلح [illegible] کو پوزیشنیں سنبھالنا تھیں، اُن کے اعصاب پر بے [illegible] دباؤ نہ پڑتا۔

"فرض کریں کوئی شخص زخمی ہو جائے تو اس کی دیکھ بھا[illegible] کا آپ کے پاس کیا انتظام ہے؟" مَیں نے سردار سے پوچ[illegible]

"بے فکر رہو۔ ایک گھر ایسا موجود ہے جہاں کا [illegible] طبیب ہے۔ اگر خدانخواستہ ایسی نوبت آئی تو ہم اُس سے [illegible] اچھی طرح نمٹ سکیں گے۔" سردار نے جواب دیا۔

مَیں مطمئن ہو گیا۔ تمام ضروری انتظامات کیے جا چکے [illegible] اونٹ محفوظ مقام پر پہنچا دیے گئے تھے تاکہ گولیوں کے تبا[illegible] کے دوران انھیں نقصان پہنچنے کا کم سے کم احتمال رہے۔ [illegible] کے سارے لوگوں کو یہ ہدایت دی جا چکی تھی کہ پہلی گولی [illegible] ہی ہر شخص زمین پر لیٹ جائے۔ اور اُس وقت تک نہ اُٹھے تک کہ فائرنگ بند نہ ہو جائے۔

سارے انتظامات مکمل تھے اور اب صرف قزاقوں کی آمد کا انتظار تھا۔ ہم سب بے چینی سے قزاقوں کی آمد کے منتظر تھے۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ قزاق مقررہ وقت پر آنے کے [illegible] کسی اور وقت آئیں؟" مَیں نے سردار سے پوچھا۔ "یعنی آج [illegible] بجائے وہ کل یا کسی اور دن آئیں؟"

"یوں تو سبھی کچھ ممکن ہے مگر یہ امکان کم ہی ہے کہ وہ آج نہ آئیں۔" سردار بولا۔ "وہ آئیں گے اور اس ارادے سے آئیں گے کہ اگر اُن کا مطالبہ پورا نہ ہوا تو ہمیں تہس نہس کر ڈالیں گے۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اندھیرا پھیلنے کے بعد آئیں۔" مَیں نے تشویش سے کہا۔ "اگر ایسا ہوا تو ہمارے لیے خاصی دشواریاں پیدا ہو جائیں گی۔"

"یہ امکان بھی نہیں ہے۔" سردار نے جواب دیا۔ "وہ روشنی میں ہی آئیں گے۔ اُن کے سان دگمان میں بھی نہیں ہوگا کہ ہم اُن کا مقابلہ کرنے کی کوشش کریں گے اس لیے وہ دھڑلے سے آئیں گے۔"

"مرجانہ کہہ رہی تھی کہ وہ ریگستان میں قزاقوں کے لیے کوئی عمل کرنے جاتی تھی؟" مَیں نے سردار سے پوچھا۔

"ہاں، بستی کے مُطوّا نے ایک عمل بتایا تھا اور مرجانہ نے عمل پر آمادگی کا اظہار کر کے سردار کی بیٹی ہونے کا حق ادا کر دیا۔"

"کیا آپ عملیات پر یقین رکھتے ہیں سردارِ محترم؟" مَیں نے پوچھا۔

"مَیں عملیات کا ماہر تو ہوں نہیں کہ اس سلسلے میں کوئی رائے پیش کر سکوں لیکن مَیں ایسے تمام عملیات پر کامل یقین رکھتا ہوں جن میں خدا کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کر کے اُس سے مدد طلب کرتے ہیں۔"

"قزاقوں کے لیے مرجانہ نے جو عمل کیا، اُس کا کوئی نتیجہ سامنے آیا؟"

"ممکن ہے مَیں یہ بات قبل از وقت کہہ رہا ہوں مگر میرے خیال میں خدا نے اسی عمل کے نتیجے میں تمھیں ہمارے لیے فرشتۂ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یہ تمھارے ہی قدموں کا اعجاز ہے کہ اس وقت ساری بستی قزاقوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئی ہے ورنہ یہ بات چند گھنٹے قبل تک ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں تھی کہ ہم جیسے بے سروسامان لوگ اُن مسلح درندوں کے مقابل آ جائیں گے۔"

"آپ کی بات اس لحاظ سے قبل از وقت ہے کہ ہم اس مقابلے کے انجام کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

"مَیں کہہ سکتا ہوں۔" سردار نے بڑے عزم سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تمھاری سرکردگی میں ہم اس معرکے سے سُرخرو ہو کر نکلیں گے۔"

"ابھی تو آپ اپنی بے سروسامانی کا شکوہ کر رہے تھے!" مَیں نے حیران ہو کر کہا۔ "اور پل بھر میں اتنے اعتماد سے اپنی فتح کی پیشین گوئی بھی کرنے لگے؟"

"جنگیں سامانِ حرب کی یا عددی برتری کی بنیاد پر کبھی نہیں جیتی جاتیں۔" سردار مدبرانہ انداز میں بولا۔ "مقابلے جیتنے کے لیے جذبے کی ضرورت ہوتی ہے جو تم نے اُن لوگوں میں پھونک دیا ہے۔ اسی لیے میں اتنا پُراعتماد ہو گیا ہوں۔ ان لوگوں کا جُوش اور ولولہ دیکھ کر مجھے یقین ہو چلا ہے کہ ہم قزاقوں کو شکستِ فاش سے دوچار کر دیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" مَیں نے خلوصِ دل سے کہا۔

دفعتاً ہمیں ان تینوں افراد میں سے ایک کی آواز سنائی دی جنھیں قزاقوں کی آمد کی اطلاع دینے پر متعین کیا گیا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر بتا رہا تھا کہ اُس نے صحرا میں ریت کے بادل اُٹھتے دیکھے ہیں۔ مَیں نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ ساڑھے چار بجے چکے تھے گویا قزاقوں کی آمد کے وقت کا جو اندازہ ہم نے لگایا تھا یہ وہی وقت تھا۔

"تمام لوگ اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ جائیں۔" مَیں نے بلند آواز میں کہا۔ میرا جملہ مکمل ہوتے ہی نو مسلح افراد دوڑتے ہوئے اپنے اپنے مورچوں کی طرف بڑھ گئے۔ چند ہی لمحوں بعد وہ تینوں افراد جو قزاقوں کی آمد کی اطلاع دینے پر مامور تھے، دوڑتے ہوئے ہماری طرف آئے۔

"مَیں نے انھیں دیکھا ہے۔" اُن میں سے ایک ہیجانی انداز میں کہہ رہا تھا۔ "وہ اس طرف سے آ رہے ہیں۔" اُس نے ہاتھ اُٹھا کر نخلستان کے سامنے والے حصّے کی طرف اشارہ کیا۔

"پہلے خود کو معمول پر لے آؤ۔" مَیں نے اُس سے کہا۔ "اس کے بعد ہمیں کچھ بتانا۔"

میری بات سننے کے بعد وہ چند لمحوں کے لیے کھڑا گہری گہری سانسیں لیتا رہا پھر سنبھل سنبھل کر بولا۔ "مَیں نے صحرا میں اس جانب گرد کے بادل اُڑتے دیکھے ہیں۔" اُس نے کہا۔

"گویا تم نے قزاقوں کو نہیں دیکھا؟" مَیں نے اُس سے پوچھا۔

"نہیں۔" اُس نے کہا۔ "ریگستان میں اونٹوں کے دوڑنے سے ریت کے جو بادل اُڑتے ہیں اُن میں کچھ بھی نظر نہیں آ سکتا۔"

"کیا تم اندازے سے یہ بات بتا سکتے ہو کہ اس طرف آنے والوں کی تعداد کیا ہوگی؟"

"مَیں یقین سے تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن جس حساب سے ریت اُڑ رہی تھی اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بہت سے اونٹ سفر کر رہے ہیں۔"

"تم نے تصدیق کیے بغیر قزاقوں کی آمد کا اعلان کر دیا۔ ممکن

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے وہ قزاق نہ ہوں، کوئی قافلہ اس طرف آرہا ہو؟“ سردار نے اُس شخص سے کہا۔

”اگر وہ قزاق نہ ہوئے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“ مَیں نے سردار سے کہا۔ ”احتیاط کا تقاضا یہی تھا کہ ہم پہلے سے خود کو ہر قسم کے حالات کے لیے تیار رکھیں۔ اگر وہ قزاق ہوئے تو ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔“ پھر مَیں دوبارہ اُس شخص کی طرف متوجہ ہوا۔ ”کچھ اندازہ ہے کہ وہ لوگ کتنی دیر میں یہاں تک پہنچ جائیں گے؟“

”میرے اندازے کے مطابق اُنھیں یہاں تک پہنچنے میں پندرہ منٹ تو ضرور لگ جائیں گے۔“

”بس تو ہمیں تیزی سے اپنا کام شروع کردینا چاہیے۔“ میں نے سردار سے کہا۔ ”بستی کے تمام لوگ اس طرح اپنے معمولات سرانجام دینے میں مصروف ہو جائیں کہ قزاقوں کو پہلی نظر میں بستی کے اندر کسی غیر معمولی صورتِ حال کا اندازہ نہ ہونے پائے۔ لیکن ساتھ ہی یہ ہدایت بھی جاری کردیں کہ نخلستان میں قزاقوں کے داخل ہونے پر بستی کے لوگوں میں ویسی ہی کھلبلی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پہنچی چاہیے جیسی کہ عام حالات میں مچتی ہے۔ بستی کے کسی بھی شخص کے رویّے سے کوئی غیر معمولی بات ظاہر نہ ہو۔ ہر شخص کا رویّہ وہی ہو جو عام حالات میں ایسے مواقع پر ہوا کرتا ہے۔"

"تمھارے کہنے پر یہ باتیں بستی کے لوگوں کو پہلے بھی بتائی جاچکی ہیں۔ میں ایک بار پھر سب ہدایات دے دیتا ہوں۔ تم جاکر اپنی تیاری مکمل کرلو۔" سردار نے کہا۔

میں سردار کے پاس سے اُٹھ کر جھونپڑے میں آیا ــــ اولیو ہاورڈ چھال کے بستر پر دراز تھا۔ اُس کے ہاتھ پیر رسّیوں سے جکڑے ہوئے تھے اور نگران اُس کے سر پر مسلّط تھا۔ مرجانہ شاید جھونپڑے کے اندرونی حصّے میں تھی۔ مجھے اندر داخل ہوتے دیکھ کر اولیو ہاورڈ کسمسایا۔

"مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی کہ میرے ساتھ اس زیادتی میں تم غیروں کے ساتھ مل جاؤ گے۔" اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "یہ ذلت مجھے کب تک برداشت کرنا پڑے گی؟"

"جب تک قزاقوں کے ساتھ معرکہ اختتام کو نہیں پہنچ جاتا تمھاری گلوخلاصی ممکن نہیں ہے۔" میں نے کہا اور اُس طرف بڑھ گیا جہاں میرے لیے مقامی باشندوں جیسا لباس رکھا تھا۔ میں نے اپنے لباس کے اوپر ہی وہ آدم قد چُغہ پہن لیا جس کے بعد مجھے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں بھی اس بستی کا ایک فرد نہیں ہوں۔

"تم کس چکر میں ہو علی؟" اولیو ہاورڈ نے متجسّس لہجے میں پوچھا۔ "تمھارے عزائم خاصے خطرناک نظر آتے ہیں۔"

میں نے اُس تھیلے کو دیکھا جو کافی بڑے سائز کا تھا اور بھرا ہوا تھا۔ تھیلے کا منہ بندھا ہوا تھا۔ طے یہ ہوا تھا کہ قزاقوں کے مطالبے پر سردار آواز دے کر رقم لانے کو کہے گا تو میں وہ تھیلا لے کر باہر نکلوں گا تاکہ قزاق یہ سمجھ کر مطمئن ہوجائیں کہ تھیلے میں اُن کی مطلوبہ رقم بھری ہوئی ہے۔ اس کے بعد مجھے موقع دیکھ کر کوئی فیصلہ کرنا تھا۔

اولیو ہاورڈ کی بات کا جواب دیے بغیر میں جھونپڑے کے دروازے کی طرف بڑھا اور جھانک کر باہر دیکھنے لگا۔ بستی میں لوگ میری ہدایت کے عین مطابق اپنے معمولات میں مشغول تھے۔ ننگ دھڑنگ بچے کھیل کود میں مصروف تھے۔ عورتیں چشمے پر سے پانی بھر کر لا رہی تھیں اور مرد تین تین چار چار کی ٹولیوں میں بیٹھے خوش گپیاں کر رہے تھے۔ اُن سب کو معلوم تھا کہ قزاق اُن کی بستی کی جانب آرہے ہیں اور کوئی لمحہ جاتا ہے کہ وہاں آگ اور خون کا کھیل شروع ہوجائے گا مگر اُن میں سے کسی کے انداز سے بھی یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ انھیں کسی جانب سے کوئی خطرہ لاحق ہے۔ وہ سب اپنے آپ میں مگن تھے۔ انھیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دنیا بھر کی بے فکری سمیٹ کر ان لوگوں میں تقسیم کردی گئی ہو۔ مجھے اُن لوگوں پر رشک آنے لگا۔ نظم و ضبط کی اتنی اعلیٰ مثال میں نے کسی انتہائی ترقی یافتہ معاشرے میں بھی نہیں دیکھی تھی۔ انھیں کسی بات سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ تو بس اپنے سردار کے حکم پر مِن وعن عمل کر رہے تھے۔

"کیا دیکھ رہے ہو سیدی علی؟" مرجانہ کی مترنم آواز نے مجھے چونکا دیا۔ "قزاق کسی بھی لمحے یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

میں مرجانہ کی طرف پلٹا۔ "میں اُنھی کی آمد کا منتظر ہوں سیدہ مرجانہ۔" میں نے کہا۔ "اور مجھے یقین ہے کہ انتظار کی گھڑیاں جلد ہی ختم ہونے والی ہیں۔"

"تم نے اُن کے استقبال کی تیاریاں تو مکمل کرلی ہیں؟" [مرجانہ] نے میرے بدلے ہوئے حلیے کو ستائشی نظروں سے دیکھا۔ "انھیں پتا بھی نہیں چلے گا کہ تم ہم میں سے نہیں ہو۔"

"یہی چیز بنیادی اہمیت کی حامل ہے سیدہ مرجانہ۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "اگر انھیں میرے اجنبی ہونے کا قبل از وقت احساس ہوگیا تو پورا کھیل بگڑ جائے گا۔"

"لیکن تم نے ایک بات نظرانداز کردی سیدی علی! تمھاری زبان اور لہجہ ہم سے بہت مختلف ہے۔ اگر اُن کے سامنے کچھ بولنا پڑ گیا تو تمھاری شخصیت چھپی نہیں رہ سکے گی۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے سیدہ مرجانہ۔" میں نے اُنھیں کے سے لہجے میں جواب دیا۔ "اگر میں ذرا سی کوشش کروں تو بالکل آپ لوگوں کی طرح بول سکتا ہوں۔"

مرجانہ نے تحیّر آمیز نظروں سے مجھے گھورا۔ اولیو ہاورڈ کا نگراں بھی چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کمال ہے سیّدی علی۔" مرجانہ نے حیران ہوکر کہا۔ "تمھارا لہجہ اور انداز بالکل ویسا ہی ہے جیسا ہم لوگوں کا ہے۔"

"تم نے تو مجھے بھی حیران کردیا۔" اولیو ہاورڈ کا نگراں بولا۔ "ہماری بولی اتنی مختلف ہے کہ عام لوگوں کے لیے اس کا سمجھنا ہی مشکل ہوتا ہے اور تم نے اتنی جلدی اس بولی کی نقل بھی کرلی اور وہ بھی اس طرح کہ کوئی تمھیں شناخت نہیں کرسکتا۔ کیا تم پہلے بھی یہاں آچکے ہو؟"

"نہیں، میں پہلی بار یہاں آیا ہوں اور میں نے آج سے پہلے ایسی زبان بھی نہیں سُنی۔"

"میں یقین نہیں کرسکتا۔" اولیو ہاورڈ کے نگراں نے بے یقینی سے کہا۔ "ہمارے انداز میں بولنا مذاق نہیں ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اتنا حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے سروان۔" مرجانہ نے اُس سے کہا۔ "بابا نے علی پر اعتبار کیا ہے تو یقیناً علی غیر معمولی خوبیوں کا حامل ہوگا۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو مرجانہ۔" سروان نے طویل سانس لے کر کہا۔ "ابوالحسن کی مردم شناسی پر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔"

"اب تو مجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں رہی؟" میں نے مسکرا کر مرجانہ سے کہا۔ "میں قزاقوں سے بلا جھجک بات کرسکوں گا نا؟"

"ہاں، تم بے خوف و خطر اُن سے بات کرسکتے ہو۔ تمھارے لہجے کا رچاؤ سُن کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تم نے بچپن سے اب تک کا عرصہ یہیں بسر کیا ہو۔"

"میرے ساتھ تمھارا رویّہ بہت خراب ہے علی۔" اولیو ہاورڈ نے ہانک لگائی۔ "اب اگر میں نے کوئی جوابی کارروائی کی تو تم مجھ سے شکوہ مت کرنا۔"

میں نے اولیو ہاورڈ کو خشمگیں نظروں سے گھورا۔ "میرا ذہن بہت اُلجھا ہوا ہے اولیو ہاورڈ! اور جہاں تک تمھارے ساتھ میرے رویّے کا تعلق ہے تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میرا رویّہ تمھارے ساتھ غیر معمولی طور پر اچھا رہا ہے۔ اس کے باوجود تمھیں مجھ سے کوئی شکایت ہے تو میں مجبور ہوں۔ تمھاری شکایت دور کرنا میرے بس سے باہر ہے۔"

"تم شاید اس بات پر اکڑ رہے ہو کہ میرے ہاتھ پیر بندھے ہوئے ہیں اور میں بالکل بے بس ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں کسی بات پر نہیں اکڑ رہا ہوں اولیو ہاورڈ! اس وقت تو میرا ذہن صرف قزاقوں سے نمٹنے کی تدابیر سوچنے میں مصروف ہے۔"

"نہیں، تم مجھے بے بس سمجھ رہے ہو۔ اسی لیے میری طرف سے بے رُخی برت رہے ہو۔ تمھیں میری باتوں کا جواب تک دینا گوارا نہیں رہا۔"

"تم اپنے ہونٹ بند نہیں رکھ سکتے!" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "مستقل بک بک کیے جارہے ہو۔"

"میرا نام اولیو ہاورڈ ہے علی!" اولیو ہاورڈ نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔ "اور تم میری صلاحیتوں سے بہت اچھی طرح واقف ہو۔"

"اُس کے مُنہ میں کوئی کپڑا ٹھونس کر اس کا مُنہ سختی سے بند کردو۔" میں نے جھلّا کر سروان سے کہا۔

"کیا بات ہوگئی سیدی علی؟" مرجانہ نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔ "تم خاصے غصّے میں دکھائی دے رہے ہو؟"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ تم کچھ دیر کے لیے اندر چلی جاؤ۔" میں نے بڑی تلخی سے کہا۔ "مجھے کچھ دیر کے لیے سکون درکار ہے۔"

مرجانہ کا چہرہ اُتر گیا۔ "مجھے افسوس ہے سیّدی!" اس نے بُجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "تمھیں واقعی یکسوئی درکار ہوگی۔ مجھے پہلے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا۔" وہ مُڑی اور بوجھل قدموں سے واپس ہوگئی۔

سروان ایک کپڑا لیے اولیو ہاورڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اولیو ہاورڈ اس کے ارادے سے آگاہ ہوگیا۔ "اسے روکو علی!" اولیو ہاورڈ دہاڑا۔ "اگر اس نے میرے مُنہ میں کپڑا ٹھونسا تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"وہ خود سے ایسا نہیں کر رہا، میرے حکم کی تعمیل کر رہا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ خاموشی اختیار کرو مگر تم نہیں مانے۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تمھیں جبراً خاموش کردیا جائے۔"

"اگر یہ تمھارے کہنے سے میرے مُنہ میں کپڑا ٹھونسنے جا رہا ہے تو یہ تم دونوں کے حق میں بُرا ہوگا ــــ" اولیو ہاورڈ نے کسمساتے ہوئے کہا۔

"اب اگر تمھارے مُنہ سے ایک لفظ بھی نکلا تو میں ٹھوکریں مار مار کر تمھارا جبڑا توڑ دوں گا۔" میں نے بھنّا کر کہا اور تیزی سے آگے بڑھا ــ اولیو ہاورڈ کو غالباً اندازہ ہوگیا تھا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل بھی کر گزروں گا لہٰذا اس نے سروان کے خلاف اپنی جدوجہد ترک کردی اور سروان نے اس کے مُنہ میں کپڑا ٹھونس دیا۔

میرا موڈ خراب ہوگیا تھا۔ ان لوگوں کے مسلسل سوال و جواب نے مجھے کچھ سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا جبکہ صورتِ حال اس بات کی متقاضی تھی کہ میں پوری یک سوئی سے قزاقوں سے نمٹنے کی مختلف تدابیر پر غور کرتا رہتا

آشر نعمانی
بے وقوف
قیمت ۴۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے
ہر صفحہ قہقہوں سے لبالب
کتابیات پبلی کیشنز ☆ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

سروان بہر حال معاملہ فہم آدمی ثابت ہوا۔ او لیسو ہاورڈ کے منہ میں کپڑا ٹھونسنے کے بعد وہ خاموشی سے ایک جانب جا بیٹھا۔ اس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

دفعتاً نخلستان پر چھایا ہوا سناٹا گولیوں کی آوازوں سے چکنا چور ہو گیا۔ فائرنگ کی آوازیں بڑے تواتر سے آ رہی تھیں۔ میں بوکھلا کر جھونپڑے کے دروازے کی طرف لپکا، اور جھانک کر باہر دیکھا۔ باہر نخلستانی بستی کا ایک بھی مکین نظر نہیں آ رہا تھا۔ جھونپڑے سے کچھ فاصلے پر صرف سردار کھڑا تھا اور اس کا رخ نخلستان میں داخلے والے راستے کی طرف تھا۔ میں نے اس سمت دیکھا۔ پانچ اونٹ نخلستان میں داخل ہو رہے تھے۔ ان اونٹوں پر سوار قزاق خود کار ہتھیاروں سے فائرنگ کر رہے تھے مگر وہ صرف ہوائی فائرنگ تھی۔ قزاق بستی میں خوف و ہراس پھیلانا چاہتے تھے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی رہے تھے۔ کچھ دیر قبل بستی میں نظر آنے والی مصنوعی رونق اور چہل پہل دم توڑ گئی تھی اور اب وہاں سردار کے علاوہ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میرا ہاتھ پستول کے دستے پر جم گیا۔

پانچوں اونٹ نخلستان میں داخل ہو چکے تھے اور ان پر سوار قزاقوں نے فائرنگ کرنا موقوف کر دی تھی۔ سروان اور مرجانہ بوکھلا کر میرے پاس آ گئے تھے اور میرے ساتھ ہی باہر جھانکنے لگے تھے۔ ”خیریت تو ہے علی!“ میں نے مرجانہ کی گھبرائی ہوئی آواز سنی۔ ”فائرنگ کون کر رہا تھا؟“

”سب خیریت ہے۔“ میں نے سرگوشی میں کہا۔ ”قزاق آ پہنچے ہیں اور انہوں نے ہوائی فائرنگ کر کے اپنی آمد کا اعلان کیا ہے۔ تم لوگ اپنی جگہوں پر واپس جاؤ۔“

وہ دونوں ایک لفظ کہے بغیر میرے پاس سے ہٹ گئے۔ میں باہر کے منظر کی طرف متوجہ تھا۔ اونٹ اب خاصے نزدیک آ گئے تھے اور ان کی رفتار سست ہو گئی تھی... درمیان والا اونٹ قدرے آگے تھا جب کہ اس کے دونوں اطراف چلنے والے چار اونٹ اس سے قدرے پیچھے تھے۔ پانچوں اونٹ آراستہ و پیراستہ تھے اور سواروں کے ہاتھوں میں موجود بندوقوں کے علاوہ اونٹوں پر بھی جدید ساخت کی آٹو میٹک بندوقیں سجی ہوئی تھیں۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ لوگ اسلحے کی نمائش کرنے نکلے ہوں۔

سردار سے کچھ فاصلے پر آ کر پانچوں اونٹ رک گئے۔ شتر سوار بلاشبہ قزاق تھے۔ ان کے ہیبت ناک حلیے ان کے قزاق ہونے کی غمازی کر رہے تھے

”تم نے ہمارے لیے مطلوبہ رقم کا انتظام کر... نہیں؟“ درمیان والے شتر سوار نے گرج دار آواز... سردار سے کہا۔

”تم نے جتنی رقم کا مطالبہ کیا تھا وہ ہماری بساط سے بہت بڑھ کر تھی لیکن ہم نے کسی نہ کسی طرح رقم کا انتظام... لیا۔“ سردار نے جواب دیا۔

شتر سوار نے بھیانک انداز میں قہقہہ لگایا۔ ”تم نے عقل مندی کا کام کیا۔“ قزاق بولا۔ ”ورنہ آج ہم نے... کر لیا تھا کہ اس بستی کا صفایا ہی کر ڈالیں گے۔“

”قبیلہ جراعتہ کے لوگ تعداد میں کم سہی مگر بے... نہیں ہیں۔“ سردار نے کہا۔

”بکواس مت کرو۔“ قزاق دہاڑا۔ ”اپنی تعریفیں... کی ضرورت نہیں ورنہ یاد رکھو نخلستان کے باہر ہمارے ساتھی موجود ہیں۔ ہم تم جیسے بیوقوفوں سے اس نخلستان... ہی دیر میں پاک کر دیں گے۔“

میں نے اہانت کے شدید احساس سے سر... چہرہ سرخ ہوتے دیکھا مگر اس نے کمال ضبط کا مظا... اور خاموش ہی رہا۔ میں نے دل ہی دل میں خدا... ادا کیا ورنہ خدشہ تھا کہ اس کے منہ سے نکلی ہوئی ا... غلط بات پوری بساط کو الٹ کر رکھ دیتی۔

”رقم کہاں ہے؟“ اس قزاق نے کڑک کر... اس کے چاروں ساتھی بھی سردار کو گھور رہے تھے۔

”اندر رکھی ہے۔“ سردار نے جھونپڑے کی... اشارہ کر کے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ پانچوں قزاقوں... نظریں جھونپڑے کی طرف اٹھیں اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ ویسے تو میں ان کی نظروں میں نہیں آ سکتا... پھر بھی احتیاط ضروری تھی۔

”رقم اندر کیا کر رہی ہے؟ اسے یہاں منگواؤ...“ نے اس قزاق کی کڑک دار آواز سنی۔

”عامر!“ سردار کی آواز سنائی دی۔ ”رقم کا تھ... لے آؤ۔“

”ابھی لایا سردار!“ میں نے قبیلہ جراعتہ کے... جیسے لہجے میں بہ آواز بلند جواب دیا اور پستول کو ہاتھ میں لے لیا۔ مرجانہ اور سروان مجھ سے کچھ... پر کھڑے مضطربانہ انداز میں مجھے دیکھ رہے تھے۔... کے انداز سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ مجھے... چاہتی ہو مگر اس کی ہمت نہ ہو رہی ہو۔ میں نے

اس کی طرف دیکھا اور پرسکون انداز میں تھیلے کی طرف بڑھا۔ ”میرے لیے دعا کرتی رہنا سیدہ مرجانہ!“ میں نے کہا۔ ”اس وقت مجھے دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔“

”میں تو سراپا دعا بنی ہوئی ہوں سیدی علی!“ مرجانہ نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”خدا تمہیں کامیابی سے ہمکنار کرے۔ اس وقت تو ہماری بقا بھی تمہاری کامیابی سے مشروط ہو گئی ہے۔“

میں نے دونوں ہاتھوں میں تھیلا اٹھا لیا۔ تھیلا زیادہ وزنی نہیں تھا مگر مجھے ظاہر یہی کرنا تھا جیسے وہ بہت وزنی ہو۔ میں تھیلا لے کر دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر میں رکا اور مرجانہ کی طرف پلٹا۔ ”خدا حافظ سیدہ مرجانہ۔“ میں نے کہا۔ ”زندگی رہی تو پھر ملاقات ہو گی۔“

مرجانہ کے لب ہلے مگر کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ مجھے یقین تھا کہ اس نے میرے لیے دعائیہ کلمات ادا کیے ہوں گے۔ میں پلٹ کر باہر نکل آیا۔ پستول میرے ہاتھ میں تھا مگر تھیلے کے نیچے چھپا ہوا تھا اور میں کسی بھی لمحے فائر کرنے کے لیے تیار تھا۔

جھونپڑے سے باہر نکلتے ہی سردار اور پانچوں قزاق میری نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ قزاقوں کے اونٹ اب بیٹھ چکے تھے اور خود پانچوں قزاق بھی اونٹوں سے اتر کر سردار سے ذرا دور کھڑے ہوئے تھے۔ پانچوں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ میں رقم کا تھیلا دونوں ہاتھوں میں اٹھائے سردار کی طرف بڑھنے لگا۔

”ادھر آؤ مردود!“ درمیان والے قزاق نے کہا۔ ”تھیلا ادھر کہاں لے جا رہے ہو؟“

”لل... لیکن تھیلا تو سردار نے منگوایا تھا۔“ میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”ہم کہہ رہے ہیں، تھیلا ادھر لے آؤ۔“ قزاق نے دہاڑ کر کہا اور اسٹین گن کا رخ میری طرف کر دیا۔

میں نے بے بسی سے سردار کی طرف دیکھا۔ ”ان کے کہنے پر عمل کرو۔“ سردار نے جلدی سے کہا۔

میں نے مودبانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور اپنا رخ تبدیل کر دیا۔ اب میں قزاقوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پانچوں کی حریص نظریں تھیلے پر جمی ہوئی تھیں۔ ان کے قریب پہنچ کر میں رک گیا اور سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

”تھیلا یہاں رکھو اور دفع ہو جاؤ۔“ درمیان والے قزاق نے جھنجلاتے ہوئے کہا۔

میں نے بڑی فرماں برداری سے تھیلا زمین پر لڑھکا دیا۔ میرے ہاتھ میں چھپا ہوا پستول ظاہر ہو گیا۔ میری انگلی پستول کے ٹریگر پر تھی اور نگاہ ان پانچوں پر جمی ہوئی تھی۔ مگر ان میں سے ایک نے بھی نگاہ اٹھا کر پستول کی طرف نہیں دیکھا۔ ان کی بے تاب اور حریص نگاہیں تھیلے پر سے ہٹتیں تو انہیں پستول دکھائی دیتا مگر وہ تو مفت ہاتھ آ جانے والی دولت کے تصور میں گم تھے۔ اس دولت کے تصور میں مگن تھے جس کا کہیں وجود ہی نہیں تھا۔ نخلستان پر قبرستان کا سا سناٹا مسلط تھا۔

پھر درمیان والا قزاق تھیلے کی طرف جھپٹا۔ اس نے اپنی گن ایک طرف پھینک دی تھی۔ اس کے ساتھی بھی تھیلے کی طرف بڑھے لیکن جیسے ہی درمیان والے نے تھیلے پر ہاتھ ڈالا اُسے یہ احساس ہو گیا کہ تھیلے میں کاغذ نامی کوئی شے سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ اس نے بڑے غصیلے انداز میں سر اٹھا کر میری طرف دیکھا مگر وہاں دوسری حیرت اس کے لیے منتظر تھی۔ میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول نے اس کے چہرے پر ناقابل یقین حیرت کے تاثرات بکھیر دیے تھے۔ پھر قبل اس کے کہ وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوتا میں نے اس کی کھوپڑی پر فائر کر دیا۔ اس کے منہ سے کرب میں ڈوبی ہوئی چند لایعنی آوازیں نکلیں اور اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ خوف اور کرب کے تاثرات بھی منجمد ہو کر رہ گئے اور وہ پیچھے کی طرف الٹ گیا۔

اس کے ساتھیوں نے بڑی بے یقینی سے یہ منظر دیکھا اور انہوں نے اپنی اسٹین گنیں سیدھی کرنے کی کوشش کی مگر میری برق سرعت نے انہیں مات کر دیا۔ یکے بعد دیگرے میں نے چار فائر کیے اور ان چاروں کا حشر بھی اپنے ساتھی سے مختلف نہیں ہوا۔ چاروں کی کھوپڑیوں میں ایک ایک ہوا دان نمودار ہو گیا تھا۔ وہ ایک بھی فائر کی حسرت لیے دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔

”واہ! کیا سچا نشانہ ہے۔“ میں نے سردار کی آواز سنی جو جھپٹ کر میرے قریب آ گیا تھا۔

نخلستان کے سرے پر مورچوں میں موجود افراد نے میرے پستول سے ہونے والے فائروں کی آوازیں سن لی تھیں اور انھوں نے اپنا فرض انجام دینا شروع کر دیا تھا۔ اس لیے کہ اس جانب سے بندوقوں کے فائر کی آوازیں... سنائی دینے لگی تھیں۔ ان لوگوں نے نخلستان سے باہر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

صحرا میں موجود قزاقوں پر فائر کھول دیا تھا۔ پہلے ہلے میں صحرا کی جانب سے متعدد چیخیں سنائی دیں یقیناً کچھ قزاق گولیوں کا نشانہ بنے تھے لیکن اس کے بعد اس جانب سے جوابی فائرنگ شروع ہوگئی۔ گولیوں کا اس قدر شور تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

قزاقوں کے اونٹ فائرنگ کی آوازوں کے عادی معلوم ہوتے تھے۔ ان پر ان آوازوں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا اور وہ بڑے سکون سے بیٹھے جگالی کر رہے تھے۔ قبیلہ جراعتہ کے کچھ لوگ جھونپڑیوں سے باہر نکل آئے تھے۔ انہوں نے آکر قزاقوں کے اونٹوں پر قبضہ کر لیا تھا اور ان پر سجے ہوئے ہتھیار اتار رہے تھے۔

"ٹھہر جاؤ۔" میں نے ان لوگوں کی تیزی دیکھ کر... بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "اس ایک اونٹ پر موجود سارے ہتھیار یوں ہی چھوڑ دینا۔" میں نے اس اونٹ کی طرف اشارہ کیا جس پر درمیان والا قزاق سوار تھا۔

"کیوں؟" سردار نے حیرت سے پوچھا۔ "اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"جس قزاق کا یہ اونٹ ہے وہ قزاقوں میں کسی نمایاں حیثیت کا حامل رہا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"وہ تو تھا لیکن کیا تم اس کی حیثیت کی وجہ سے اس کے اونٹ پر ہتھیار سجے رہنے دینا چاہتے ہو؟" سردار نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "آپ ٹھیک سمجھے، میرا یہی مطلب ہے۔"

سردار مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے اس کے خیال میں میرا ذہنی توازن اچانک ہی خراب ہوگیا ہے۔ بستی کے لوگوں نے اس اونٹ کو چھوڑ کر بقیہ چاروں اونٹوں کو ہتھیاروں سے خالی کر دیا تھا۔

"نہیں سردار!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "آپ کے لوگوں نے قزاقوں کو جانی نقصان ضرور پہنچایا ہے مگر فائرنگ کی آوازوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ قزاقوں نے اب پیچھے ہٹ کر پوزیشن لے لی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب اگر ہم انھیں ٹھکانے لگانا چاہیں تو ہمیں نخلستان سے باہر نکلنا پڑے گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ قزاق پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ درمیانی فاصلہ بڑھ جانے کی وجہ سے اب ہم انھیں مزید جانی نقصان سے دوچار نہیں کر سکیں گے مگر ہمارا ابھی کوئی جانی نقصان نہیں ہوگا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر اس جنگ کو جلد ہی ختم ہو جانا چاہیے ورنہ اندھیرا پھیلنے کے بعد قزاق ہمیں بھون ڈالیں گے۔" میں نے کہا۔

"یہ بات تو میں بھی سمجھ رہا ہوں لیکن ہمارے پاس اس کا کوئی توڑ بھی تو نہیں ہے۔ علاوہ اس کے قزاقوں سے ہاتھ آئے ہوئے اسلحے کو مزید لوگوں [illegible] کر کے انھیں بھی قزاقوں کے مقابلے میں بھیج دیں [illegible] کی تو اب کوئی کمی نہیں رہی۔ ہم ساری رات قزاقوں کا [illegible] جاری رکھ سکیں گے۔"

"اس سے مسئلہ تو حل نہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔ "[illegible] تو جلد از جلد قزاقوں کو ٹھکانے لگانا ہے۔"

"تمہارے انداز سے یوں محسوس ہوتا ہے [illegible] تمہارے ذہن میں اس مسئلے کا کوئی حل موجود ہے۔" [illegible] نے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک منصوبہ تو ہے مگر پہلے [illegible] بتائیں کہ جو لوگ قزاقوں سے مقابلہ کر رہے ہیں ان کے [illegible] کیسے ہیں؟" میں نے کہا۔

"وہ سب کے سب بہترین نشانے باز ہیں۔" سردار نے بتایا۔

"آپ ان کے نشانوں پر کس حد تک اعتماد کر سکتے [illegible]" میں نے پوچھا۔

"میں ان کے نشانوں پر آخری حد تک اعتماد کر [illegible] سیدی علی لیکن یہ تو بتاؤ کہ تمہارے ذہن میں کیا [illegible]"

"ان قزاقوں کے لباس دیکھ رہے ہیں؟" [illegible]

"یہ مخصوص رنگ اور خاص قسم کے لباس ہیں اور دور [illegible] بھی ان لباسوں کو علیحدہ شناخت کیا جاسکتا ہے۔"

"مجھے یہ بات پہلے سے معلوم ہے لیکن [illegible] تمہارے منصوبے کا کیا تعلق ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے سردار محترم!" میں [illegible]

"میرا ارادہ ہے کہ یہ لباس پہن کر اور اس اونٹ پر [illegible] میں نخلستان سے باہر نکلوں گا..."

"نہیں!" سردار نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "[illegible] خودکشی ہوگی اور میں تمہیں اس کی اجازت نہیں [illegible]"

"پوری بات تو سنیں، اس کے بعد تبصرہ کریں۔ [illegible] ہے کہ جیسے ہی میں قزاق کے لباس میں اس کے [illegible] سوار ہوکر نخلستان سے باہر نکلوں گا، مورچوں [illegible] لوگ مجھ پر فائرنگ شروع کر دیں گے مگر وہ جان بوجھ کر غلط نشانے لیں گے تاکہ مجھے یا اونٹ کو کوئی گولی نقصان نہ پہنچا سکے۔ قزاق تو لباس اور اونٹ کی وجہ سے یہی سمجھیں گے کہ میں ان کا ساتھی ہوں لہٰذا مجھے ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ دوسری طرف بستی کے لوگ بھی صرف دکھانے کے لیے مجھ پر فائرنگ کریں گے لہٰذا میں دونوں طرف سے محفوظ رہوں گا۔"

"میں تمہارا مقصد سمجھ گیا لیکن قزاقوں کے نزدیک پہنچنے کے بعد تو تمہاری اصلیت ان سے پوشیدہ نہیں رہ سکے گی۔" سردار نے کہا۔

"ایک بار میں ان کے نزدیک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا تو پھر مجھے ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔"

"نہیں، اس میں تمہاری جان کو شدید خطرہ لاحق ہوگا اور میں ایسی کسی تجویز کے حق میں نہیں ہوں۔" سردار نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

"کیا میری تجویز ٹھوس نہیں ہے؟ ناقابل عمل ہے یا اس میں کوئی جھول ہے؟ آخر آپ کیوں میری مخالفت کر رہے ہیں؟"

"میں یہ تو نہیں کہہ رہا کہ تمہارا منصوبہ کمزور ہے۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اس میں تمہاری زندگی کو خطرہ لاحق ہوگا۔ وقتی طور پر تو قزاق دھوکا کھا جائیں گے مگر جب تم ان کے پاس پہنچ جاؤ گے تو اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"کیا ہوگا! میں کوئی چوڑیاں پہن کر تو نہیں جاؤں گا۔ میں پوری طرح مسلح ہوں گا۔ اگر انھوں نے مجھے پہچان لیا تو بھی کیا ہوگا۔ میں انھیں بھون کر رکھ دوں گا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو سیدی؟ تم کتنے قزاقوں کو ٹھکانے لگا سکو گے؟ نہیں، یہ خطرہ مول لینا حماقت ہوگا۔"

"خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا سردار!" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔"

"اگر تم اس منصوبے پر عمل کرنے کے لیے اس قدر بضد ہو تو ٹھیک ہے۔" سردار نے طویل سانس لی۔ "منصوبے پر عمل ہوگا مگر اس ترمیم کے ساتھ کہ تمہارے بجائے بستی کا کوئی آدمی قزاقوں کے بھیس میں جائے گا۔"

"کیا!" میں حیرت سے منہ پھاڑ کر بولا۔ "نہیں، بستی کا کوئی آدمی یہ کام ٹھیک طور پر نہیں کر سکے گا۔"

"کیوں نہیں کر سکے گا؟" سردار نے جرح کی۔ "اس میں کرنے کو رکھا ہی کیا ہے؟ قزاقوں کے نزدیک پہنچ کر انھیں ٹھکانے ہی تو لگانا ہے۔ یہ کام تو کوئی بھی کر لے گا۔"

"بحث مت کریں ابوالحسن!" میں نے جھنا کر کہا۔ "ہم اس وقت حالتِ جنگ میں ہیں اور جنگ میری کمان میں لڑی جا رہی ہے۔ جب تک یہ جنگ جاری ہے بستی کے سردار آپ نہیں، میں ہوں اور آپ میرے نائب ہیں۔ یہ فیصلہ کرنا میرا کام ہے کہ کب کیا کرنا ہے اور کون سا کام کسے سرانجام دینا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن تم ہمارے مہمان بھی ہو۔ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو..."

"میں آپ کو حکم دیتا ہوں۔" میں نے باوقار انداز میں کہا۔ "مورچوں میں متعین افراد کو یہ پیغام بھجوا دیں کہ جب میں قزاق کے بھیس میں نخلستان سے باہر نکلوں تو مجھ پر فائرنگ کی جائے مگر اس طرح کی جائے کہ مجھے یا میرے اونٹ کو کوئی معمولی سی گزند بھی نہ پہنچنے پائے۔"

ابوالحسن کے چہرے پر شدید بے بسی کے تاثرات تھے۔ "بہت بہتر۔" اس نے مُردہ انداز میں کہا اور سر جھکا لیا۔

میں آگے بڑھا اور اس مُردہ قزاق کے جسم سے لباس اتارنے لگا جو سردار سے باتیں کرتا رہا تھا اور جس کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ اپنے گروہ میں کسی نمایاں حیثیت کا حامل رہا ہوگا۔ سردار نے چار افراد کو میرا پیغام دے کر مورچوں میں متعین لوگوں کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

"آپ کی ہدایت کے مطابق پیغام روانہ کر دیا گیا ہے سردارِ محترم!" سردار ابوالحسن نے مجھ سے کہا۔

"مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش مت کریں سردار!" میں نے کہا۔ "سردار آپ ہیں اور آپ ہی رہیں گے لیکن جہاں انتہائی ضروری ہوگا وہاں میں اپنی بات پر اسی طرح اصرار کروں گا۔"

"ٹھیک ہے سیدی علی! تم میرے مقابلے میں بہت بہتر قوتِ فیصلہ کے مالک ہو۔ تم نے فیصلہ کیا ہے تو یقیناً کچھ سوچ کر ہی کیا ہوگا۔"

"ہاں سردارِ محترم! بالکل یہی بات ہے۔ میرے ذہن میں بہت کچھ ہے لیکن میں یہاں بیٹھ کر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ قزاقوں کے پاس پہنچنے کے بعد پتا نہیں کن حالات سے دوچار ہونا پڑے۔ اس وقت تو فوری فیصلہ کرنا ہوگا اور ان کے مقابلے میں یقینی کامیابی حاصل کرنے کی کوشش

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنا ہوگی کیا آپ کی نظر میں بستی کا کوئی ایسا آدمی ہے جو بدلتے ہوئے حالات میں تیزی سے فیصلے تبدیل کر سکے؟"

"نہیں، بستی میں ایسا کوئی آدمی نہیں ہے لیکن میں صرف اس لیے نہیں روکنے کی کوشش کر رہا تھا کہ تم نے اپنی زندگی ایک بہت بڑے مقصد کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ تمہاری حفاظت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں ہرگز اتنی شدومد سے تمہاری مخالفت نہ کرتا۔"

"یہ صرف اندازِ فکر کا فرق ہے سردارِ محترم! کوئی نہیں جانتا کہ مستقبل کے پردے پہ کیا لکھا ہوا ہے۔ ہر شخص اپنی طرف سے بہتری کی ہی سوچتا ہے مگر اُسے نہیں معلوم ہوتا کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اس کا انجام کیا ہوگا۔ میں آپ کو اپنی بات ایک مثال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ آپ کو یاد ہے آج صبح بھی آپ نے مجھ سے یہی بات کہی تھی کہ چونکہ میری زندگی کا ایک بڑا مقصد ہے، لہٰذا میں قزاقوں کے چکر میں نہ پڑوں اور اُن کی آمد سے قبل ہی یہاں سے نکل جاؤں؟"

"ہاں، میں نے یہ بات کہی تھی، مجھے یاد ہے۔" سردار نے کہا۔ "اور میرے خیال میں میری بات کچھ ایسی زیادہ غلط بھی نہیں تھی۔"

"میں آپ کو یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں سردارِ محترم!" میں نے نرمی سے کہا۔ "فرض کریں کہ میں آپ کی بات مان کر یہاں سے نکل جاتا اور ریگستان میں پندرہ بیس میل سفر کرنے کے بعد ہی قزاق مجھے وہاں ٹکرا جاتے اور ہم سے ہمارے اونٹ چھین کر ہمیں صحرا کے وسط میں پیدل سفر کرنے کے لیے چھوڑ جاتے تو کیا ہوتا؟"

"لیکن یہ تو صرف ایک مفروضہ ہے علی!" سردار نے اٹک اٹک کر کہا۔ "ممکن ہے ایسا نہ ہوتا۔"

"یہ مفروضہ نہیں ہے سردارِ محترم! یہ تو ایک امکانی بات ہے۔ ہم چونکہ مستقبل سے لاعلم ہوتے ہیں لہٰذا یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ہم نے جو کچھ کیا اگر اس کے برعکس کرتے تو کیا ہوتا۔ لہٰذا میں صرف یہ جانتا ہوں کہ ہمیں ہر وہ کام کرنا چاہیے جس سے ہمارا ضمیر مطمئن ہو۔ پھر نتیجہ جو بھی نکلے کم از کم آدمی اپنی حد تک تو بے اطمینانی کا شکار نہیں ہوگا۔"

"مگر تمہارے اپنے جھنجھٹ بھی کچھ کم تو نہیں تھے کہ اب تم نے قزاقوں کے چکر میں بھی اپنی ٹانگ پھنسا دی۔" سردار نے کہا۔

"میں خاص طور پہ تو ان قزاقوں سے نہیں اُلجھا ہوں کہا۔ "نچلا بیٹھنا میری فطرت کے خلاف ہے۔ آج میرا سفر نہیں تھا اس لیے میں نے سوچا کہ لگے ہاتھوں ان قزاقوں سے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ میں نے خاص طور پر آپ لوگوں کی خاطر قزاقوں سے نبرد آزما ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"مجھے بہلانے کی کوشش مت کرو علی!"

"ہماری خاطر تم اپنی زندگی داؤ پر لگائے دے رہے ہو۔"

"یقین کریں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر میں یہاں رُکنے کے لیے مجبور نہ ہوتا تو اپنی مہم پر روانہ ہو جاتا۔ میں اپنے فرض کے لمحے کے لیے بھی غفلت نہیں برت سکتا۔"

سردار سے باتوں کے دوران میں نے اپنا کام جاری رکھا تھا اور میں نے نہ صرف قزاق کے کپڑے اُتار لیے بلکہ انھیں پہن بھی لیا تھا۔

"سچ بتاؤ، کیا میں اس لباس میں بالکل ایک قزاق نہیں لگ رہا ہوں؟" میں نے سیاہ ڈھاٹے سے اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے سردار سے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے کہ جب تم قزاق کے اونٹ پر یہاں سے نکلو گے تو قزاق خود بھی دھوکا کھا جائیں گے۔"

"فائرنگ میں کچھ ٹھہراؤ آ گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں فریق اب صرف گولیاں چلانے کے لیے فائر کر رہے ہیں۔ انھیں یہ احساس ہو گیا ہے کہ ان کی فائرنگ سے حریف کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکے گا۔" میں نے کہا۔

"ہاں، اب فائرنگ صرف اس بات کے اظہار کے لیے ہو رہی ہے کہ ابھی ہمارے پاس اسلحہ موجود ہے۔"

ان چار آدمیوں میں سے ایک واپس آ رہا تھا۔ سردار نے میرا پیغام دے کر مورچوں میں متعین افراد کو بھیجا تھا۔

"پیغام پہنچا دیا گیا ہے سردار!" اس نے کہا۔

"لڑائی کی کیا صورتِ حال ہے؟" سردار نے اس سے پوچھا۔

"پہلے ہلّے میں قزاقوں کے پانچ آدمی اور مارے گئے تھے۔ اس کے بعد وہ تیزی سے پیچھے ہٹ گئے۔ ہمارے کسی آدمی کو نقصان نہیں پہنچا۔"

"اس وقت قزاق کہاں ہیں؟" سردار نے پوچھا۔

"وہ ہماری گولیوں کی زد سے باہر ہیں اور انھوں نے ریت کے ایک ٹیلے کے عقب میں محاذ بنا لیا ہے۔ ویسے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"تم نے ان سے یہ بھی معلوم کیا کہ قزاقوں کی کل تعداد کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ ان کی کل تعداد پچیس تھی۔ پانچ افراد تو نخلستان کے اندر آ گئے تھے اور بقیہ بیس قزاق باہر ہی کچھ فاصلے پر رُک گئے تھے۔ ان بیس میں سے بھی پانچ مارے گئے۔ یعنی اب وہ صرف پندرہ ہیں۔"

"پندرہ افراد بہت ہوتے ہیں علی!" سردار نے تشویشناک لہجے میں کہا۔ "اب بھی اپنے ارادے پر نظرِثانی کر لو۔ قزاقوں سے نمٹنے کی ہم کوئی اور تدبیر ڈھونڈ لیں گے۔"

"کیا قزاقوں کا سرغنہ بھی موجود ہے؟" میں نے سردار کی سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے اس شخص سے پوچھا۔

"جی ہاں، وہ بھی ان میں موجود ہے اور آپ کی ہدایت کے بموجب اسے گولی مارنے سے گریز کیا گیا ہے۔"

"پندرہ افراد بہت زیادہ نہیں ہوتے سردار!" میں نے اس سے کہا۔ "خاص طور پر اس صورت میں کہ وہ مجھ سے متعلق اس دھوکے میں رہیں گے کہ میں انھی کا ساتھی ہوں۔"

"تو پھر یوں کرو کہ اپنے ساتھ چار اور افراد کو لے جاؤ۔ آخر یہاں پانچ قزاق آئے تھے۔"

"آپ میری طرف سے بالکل فکر نہ کریں سردار — میں تنہا بھی ان سب سے نمٹ لوں گا۔"

ذرا دیر بعد بقیہ تین افراد بھی واپس آ گئے۔ انھوں نے مورچوں میں متعین دیگر لوگوں تک بھی میری ہدایات پہنچا دی تھیں۔ میں نے ان سے بھی پوچھ گچھ کی اور ان کے بیانات بھی پہلے شخص سے مختلف ثابت نہ ہوئے۔ گویا اب مجھے تنہا پندرہ قزاقوں کا مقابلہ کرنا تھا۔

"قزاقوں کی لاشیں ٹھکانے لگوا دیں اور ان کے اونٹ قبضے میں لے کر محفوظ مقام پر بھجوا دیں۔" میں نے اونٹ پر سوار ہوتے ہوئے سردار سے کہا۔ "قزاقوں سے جنگ اب آپ کی سرکردگی میں ہوگی۔ آپ کے پاس اب اسلحے کی کمی تو نہیں رہی، لہٰذا آپ کو کوئی خطرہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ میری واپسی تک سارے معاملات آپ کی صوابدید پر ہوں گے۔"

"تم میرے کاندھوں پر بھاری ذمے داری ڈال کر اور مجھے بڑی مشکل صورتِ حال میں چھوڑ کر جا رہے ہو علی! مجھے یہ بتا دو کہ تمہاری واپسی کا انتظار کب تک کیا جائے؟"

"میں کیسے بتا سکتا ہوں کہ میری واپسی کب تک ممکن ہو سکے گی۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ قزاقوں کے درمیان مجھے کس صورتِ حال سے دوچار ہونا پڑے۔ بس جب تک آپ کو واپسی کی امید رہے، میرا انتظار کریں اور جب آپ میری واپسی کی طرف سے مایوس ہو جائیں تو میرا انتظار کرنا ترک کر دیں — میں اپنی واپسی کے لیے وقت کا کوئی پیمانہ مقرر کرنے سے قاصر ہوں۔"

"بقیہ معاملات تو خیر میں سنبھال لوں گا۔" سردار نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "لیکن سب سے زیادہ فکر مجھے تمہارے ساتھی کی ہے۔ تم واپس نہ آئے تو میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"جب میں واپس ہی نہیں آؤں گا تو مجھے اس بات کی کیا پروا ہو سکتی ہے کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ آپ اس معاملے میں آزاد ہوں گے۔ اس کے ساتھ جو جی چاہے سلوک کریں۔"

"خدا تمہارا حامی و ناصر ہو سیّدی علی!" سردار نے رُندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم ہمارے لیے بہت بڑی قربانی دینے جا رہے ہو۔ پورا قبیلۂ جراعتہ تمہاری کامیابی کے لیے دُعاگو رہے گا۔"

"جس شخص کے لیے اتنے بہت سے لوگ دُعائیں کریں وہ ناکام کیسے ہو سکتا ہے سردارِ محترم!" میں نے کہا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ نخلستان کے سرے تک میں اونٹ کو سُست رفتاری سے چلاتا رہا مگر جیسے ہی اونٹ نخلستان سے باہر نکلا میں نے اسے پوری رفتار سے دوڑانا... شروع کر دیا۔ قبیلۂ جراعتہ کے لوگوں اور قزاقوں کے درمیان معرکہ جاری تھا۔ وقفے وقفے سے دونوں جانب سے اِکّا دُکّا فائر اب بھی ہو رہے تھے۔ دھوپ میں زردی آ چلی تھی مگر ریگستان اب بھی جہنم کی بھٹی بنا ہوا تھا۔

مجھے نخلستان سے نکلے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ اچانک فائرنگ میں تیزی آ گئی۔ یہ فائرنگ نخلستان کی طرف سے ہو رہی تھی اور مجھ پر کی جا رہی تھی۔ گولیاں میرے کان کے آس پاس سے میرے دائیں بائیں سے گزر رہی تھیں۔ بعض گولیاں اونٹ کے پیروں کے پاس ریت میں آ کر دھنس جاتیں۔ یہ سب کچھ ایک دکھاوا تھا جو پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہو رہا تھا۔ مجھے اس فائرنگ سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے تھا مگر اس کے باوجود میں اس اندیشے میں گھرا ہوا تھا کہ کہیں کسی کا ہاتھ بہک نہ جائے اور کوئی بھولی بھٹکی گولی مجھے یا اونٹ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے مگر ایسا نہیں ہوا۔ وہ لوگ واقعی سچے نشانے باز تھے۔ گولیاں میرے خاصے قریب سے گزر رہی تھیں۔ قزاقوں نے شاید

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے دیکھ لیا تھا اور اپنے ساتھی کی حیثیت سے شناخت بھی کر لیا تھا۔ اسی لیے ان کی جانب سے بھی فائرنگ میں شدت پیدا ہوگئی۔ وہ نخلستان کی طرف فائرنگ کر کے مجھے کور دینے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ قبیلۂ جراعنہ والوں کی توجہ میری جانب سے ہٹ جائے اور میں بحفاظت قزاقوں تک پہنچ جاؤں۔

بالآخر گولیوں کا یہ طوفان گزر گیا۔ میں گولیوں کی رینج سے صحیح وسالم نکل آیا تھا، میں بھی اور میرا اونٹ بھی۔ میرے منہ پر سیاہ ڈھاٹا بندھا ہوا تھا جس کی وجہ سے قزاقوں کے لیے مجھے پہچاننا ممکن نہیں رہا تھا۔ دور سے تو انھیں دھوکا دینے کے لیے اونٹ اور میرا لباس ہی کافی تھا لیکن قریب پہنچنے کے بعد اس ڈھاٹے نے میری بہت مدد کی۔

قزاقوں تک پہنچنے کے لیے مجھے اس ریتلے ٹیلے کا چکر کاٹنا پڑا جس کے عقب میں وہ موجود تھے۔ ان میں سے کچھ تو ٹیلے کے اوپر اوندھے لیٹے بدستور فائرنگ کرنے میں مصروف تھے اور کچھ ٹیلے سے نیچے اتر کر مضطربانہ انداز میں میری طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کے اونٹ ٹیلے سے کچھ ہی دور بیٹھے تھے۔ قزاقوں کا سرغنہ بھی ان کے درمیان موجود تھا جس کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ سیاہ نقاب میں رہتا ہے۔ اپنے سیاہ نقاب میں وہ دور ہی سے پہچانا جا رہا تھا۔ اس کا لباس بھی دوسرے قزاقوں سے مختلف تھا اور اس کے ہاتھوں تک پر دستانے موجود تھے۔ قزاقوں کے نزدیک پہنچنے تک میں ان کے اونٹ شمار کر چکا تھا۔ وہ تعداد میں پندرہ تھے۔ گویا مجھ تک پہنچنے والی ہر اطلاع درست تھی۔ قزاقوں کے پاس پہنچنے تک نہ صرف میں نے انھیں شمار کر لیا تھا بلکہ میں اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں بھی فیصلہ کر چکا تھا۔

"بھاگو یہاں سے۔" میں گھبرائی ہوئی آواز میں چیخا۔ "ہمارے خلاف سازش ہوئی ہے۔ نخلستان میں پولیس موجود ہے۔"

میں نے اس قزاق کی آواز کی نقل اتارنے کی کوشش کی تھی جس کا لباس اس وقت میں نے پہن رکھا تھا۔ میں اپنی اس کوشش میں زیادہ کامیاب تو نہیں رہا تھا مگر پولیس کے نام نے قزاقوں پر ایسی بوکھلاہٹ طاری کر دی تھی کہ اگر میں نے انھیں اپنی اصل آواز میں بھی یہ بری خبر سنائی ہوتی تب بھی وہ آواز کا فرق شناخت نہیں کر سکتے تھے۔

میری بات سن کر ان میں شدید افراتفری پھیل گئی۔ فائرنگ کا سلسلہ یک لخت ہی موقوف ہوگیا اور قزاق، پولیس، پولیس، چیختے ہوئے اپنے اپنے اونٹ کی طرف دوڑ پڑے۔ ان کی بوکھلاہٹ دیکھ کر مجھے اپنی ہنسی پر قابو پانا دشوار ہو رہا تھا مگر موقع کی نزاکت کا تقاضا تھا کہ میں ایسی کوئی بھی حرکت کرنے سے گریز کرتا جس سے وہ میری طرف سے مشکوک ہو جائیں۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی پر قابو پایا اور قزاقوں کو بڑی عجلت میں اونٹوں پر سوار ہوتے ہوئے دیکھتا رہا۔ ان میں سے کئی نے تو اپنی گنیں تک وہیں ریت پر چھوڑ دی تھیں۔

قزاقوں کا سرغنہ بھی بوکھلاہٹ کا شکار ہوئے بغیر نہیں بچ سکا تھا۔ افراتفری میں اونٹوں پر سوار ہونے والوں میں وہ بھی شامل تھا لیکن اس نے بہت جلد خود پر قابو پا لیا تھا، اس لیے کہ جب قزاق وہاں سے فرار ہونے لگے تو میں نے ان سب سے پیچھے رہنے کی کوشش کی مگر قزاقوں کے سرغنہ کی توجہ میری جانب تھی چنانچہ اس نے اپنے اونٹ کی رفتار سست کی اور اپنا اونٹ میرے اونٹ کے برابر لے آیا۔

"تمہارے ساتھیوں کا کیا بنا صمصام؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔ "اور تم وہاں سے کیسے بچ کر نکلے؟"

"وہ چاروں مارے گئے۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "بس میری قسمت ہی اچھی تھی جو میں وہاں سے بچ نکلا ورنہ اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔"

"وہاں پولیس کی موجودگی کا مطلب ہے کہ قبیلے کے لوگوں نے ہی پولیس کو مطلع کیا ہوگا۔" سرغنہ نے غصیلی آواز میں کہا۔ "اب میں انھیں دیکھوں گا۔ پولیس کب تک انھیں تحفظ فراہم کرے گی۔"

"پولیس زیادہ دیر یہاں نہ رک سکے گی۔" میں نے کہا۔ "لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہمیں ریگستان سے نکلنے کی کوشش نہ کی جا رہی ہو۔"

"کیا مطلب؟" سرغنہ نے کہا۔

"جب انھیں ہمارے فرار کا علم ہوگا تو وہ نخلستان سے نکل کر ہمارا تعاقب کریں گے۔ کیا یہ ہمارے لیے خطرناک نہیں ہوگا؟"

"ہماری دہشت اتنی ہے کہ وہ ہمارے پیچھے آنے کی ہمت نہیں کر سکیں گے۔" سرغنہ نے لاپروا انداز میں ہنس پڑا۔

میری نگاہیں مستقل اپنے سے آگے سفر کرنے والے

قزاقوں پر جمی ہوئی تھیں۔ مجھے ان کی منزل کے متعلق کچھ علم نہیں تھا اور خود میں ریگستان کے راستوں سے لاعلم تھا۔ مجھے جو کچھ کرنا تھا جلدی کرنا تھا ورنہ اگر ہم صحرا میں زیادہ دور نکل جاتے تو میں راستوں کی پہچان کھو بیٹھتا۔

"وہاں کتنے پولیس والے تھے؟" دفعتاً سرغنہ نے مجھ سے پوچھا۔

"بہت تھے۔" میں نے اسٹین گن سنبھالتے ہوئے کہا۔ سرغنہ سامنے کی سمت دیکھ رہا تھا، اس لیے وہ یہ نہیں دیکھ سکا تھا کہ میں نے اسٹین گن سنبھال لی ہے۔ "بس یوں سمجھو کہ وہ نخلستان میں ہر طرف بکھرے دکھائی دے رہے تھے۔"

"کمال ہے، اتنے بہت سے پولیس والے ریگستان سے گزر کر وہاں تک پہنچ گئے اور ہمیں معلوم بھی نہ ہو سکا! کچھ اندازہ ہے، وہ کن راستوں پر سفر کر کے نخلستان تک پہنچے ہوں گے؟"

"میرا خیال ہے، وہ یا تو ہوائی جہازوں سے یا پھر ہیلی کاپٹروں کے ذریعے یہاں آئے ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو، یہی بات ہوگی ورنہ ان کی آمد ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔"

میں نے اسٹین گن سیدھی کی۔ دل ہی دل میں خدا کا نام لیا اور آگے سفر کرنے والے قزاقوں پر برسٹ مار دیا۔ ان چودہ قزاقوں کو ایک ہی برسٹ میں ختم کر دینا آسان نہیں تھا مگر اس سلسلے میں میری مشاقی کام آئی۔ میں ان سب کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ قزاقوں کے ساتھ کچھ اونٹ بھی مارے گئے تھے۔

اسٹین گن کے برسٹ کے ساتھ ہی ریگستان میں جیسے ایک بھونچال سا آگیا۔ مرنے والوں کی چیخیں، کراہیں اور اونٹوں کے بلبلانے کی آوازوں نے مل کر ایسا شور پیدا کر دیا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میرے برابر سفر کرنے والے قزاقوں کے سرغنہ پر اس اچانک افتاد سے گویا بجلی سی گر پڑی مگر اس کے کچھ سمجھنے سے قبل ہی میں اسٹین گن کا رخ اس کی جانب کر چکا تھا۔ اس نے اضطراری طور پر اپنا اونٹ روک دیا تھا۔ میں نے بھی اپنے اونٹ کو ٹھہرا لیا۔

"اس حرکت کا کیا مطلب ہے صمصام؟" سرغنہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ریگستان سے قزاقوں کا راج ختم ہو گیا۔ اب قافلے سکون سے سفر کیا کریں گے۔"

"تم صمصام تو ہرگز نہیں ہو۔ میں اس کی آواز اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ تم کون ہو؟"

"میں تمہاری موت ہوں۔ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو چپ چاپ اپنا اونٹ بٹھا لو اور یاد رکھو کہ ذرا سی بھی چالاکی دکھانے پر میں تمہارا وہی حشر کروں گا جو تمہارے ساتھیوں کا کیا ہے۔"

سرغنہ نے بے چون وچرا میری ہدایت پر عمل کیا۔ وہ سخت خوفزدہ تھا اور اس نے کسی ہتھیار کی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش تک نہیں کی تھی۔

"اب اونٹ سے تیس قدم دور ہٹ جاؤ۔" میں نے اگلا حکم صادر کیا۔ اس نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ اس کے دور ہٹنے کے بعد میں نے اس پر نگاہ رکھتے ہوئے اپنا اونٹ بھی بٹھا دیا۔ اسے اپنی نازک پوزیشن کا احساس تھا اسی لیے وہ کوئی بھی حرکت کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی زندگی میری انگلی کی ایک جنبش کی محتاج ہے۔

نیچے ..... اتر کر میں اس کے اونٹ کی طرف بڑھا اور اس پر موجود اسلحہ اتار کر اپنے اونٹ پر منتقل کر دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں سرغنہ کی طرف بڑھا۔ "تمہارے پاس کوئی ہتھیار ہے؟" اس کے قریب پہنچ کر میں نے اس سے پوچھا۔ "اگر ہے تو میرے حوالے کر دو۔"

"میں غیر مسلح ہوں۔" اس نے کہا۔ "میرے سارے ہتھیار اونٹ پر ہی تھے۔"

مجھے یقین تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ قزاقوں کے پاس پستول یا ریوالور کا ویسے بھی کوئی کام نہیں ہوتا۔ انھیں تو بڑے اور دور مار اسلحے سے غرض ہوتی ہے۔

"تم میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟" سرغنہ نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تمہیں لے کر نخلستان جاؤں گا۔ تم قبیلۂ جراعنہ کے مجرم ہو۔ وہی لوگ تمہاری قسمت کا فیصلہ کریں گے۔"

"تم مجھے چھوڑ دو۔ میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔" اس نے مجھے لالچ دیا۔

"میرا تم سے یا تمہارا مجھ سے تو کوئی جھگڑا نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "تم نے ان لوگوں سے جو رقم طلب کی تھی ممکن ہے وہ تم سے اتنی ہی رقم لے کر تمہیں چھوڑ دیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"میں انھیں اس سے دس گنا رقم دینے کو تیار ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس نے میری بات کاٹ دی۔

"میرے پاس چونکہ ایسے فیصلے کرنے کا اختیار نہیں ہے، اس لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تمہاری قسمت کا فیصلہ تو وہیں چل کر ہوگا۔"

"تم وہ رقم خود کیوں نہیں حاصل کر لیتے۔ اگر تم مجھے چھوڑ دو تو اور اتنی ہی رقم میں تمہیں دینے کو تیار ہوں۔"

"میں اکیلا آدمی ہوں۔ رقم کا کیا کروں گا۔ نہیں، مجھے رقم دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو بس اپنا کام پورا کرنا چاہتا ہوں۔ تمہیں ان لوگوں کے حوالے کر کے میری ذمے داری ختم ہو جائے گی۔"

"تم بہت احمق معلوم ہوتے ہو۔" سرغنہ نے کہا۔ "اتنی بڑی رقم کو ٹھکرا دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ تمہارے دن پھر جائیں گے۔"

"میرے دن پھریں نہ پھریں لیکن میں تمہارے ایسا ہاتھ ضرور رسید کر سکتا ہوں کہ تمہارا منہ پھر جائے۔ زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چپ چاپ میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"تم اس اسلحے کے بل پر اکڑ رہے ہو۔" اس نے تحقیر آمیز انداز میں کہا۔ "اگر یہ تمہارے پاس نہ ہوتا تو میں دیکھتا کہ تم مجھ پر کیسے حکم چلاتے۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ "میں اپنے ساتھ ان اونٹوں کو بھی لے جانا چاہتا ہوں۔" میں نے زندہ بچ جانے والے آٹھ اونٹوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اگر مجھے ان کے نکل بھاگنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تمھیں بتاتا کہ میں لوگوں کو بغیر اسلحے کے بھی کس طرح قابو میں رکھ سکتا ہوں۔"

وہ حقارت سے ہنسا۔ "ہر بزدل ایسے ہی بہانے تراشتا ہے۔ بے فکر رہو، اونٹ کہیں نہیں جائیں گے۔ یہ بہترین سدھے ہوئے اونٹ ہیں۔ ان پر کوئی سوار نہ ہو تب بھی ایک ساتھ ہی سفر کریں گے۔"

"تمہاری باتوں نے مجھے اونٹوں کی طرف سے تو مطمئن کر دیا۔" میں نے کہا۔ "لیکن مجھے تمہاری سلامتی کی طرف سے تشویش لاحق ہو گئی ہے۔"

"میں تو پہلے ہی جانتا تھا کہ تم صرف اسلحے کے بل پر بہادری دکھا سکتے ہو۔ پہلے تم نے اونٹوں کا بہانہ کیا اور اب ایسی احمقانہ گفتگو کر رہے ہو — یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہیں اپنی سلامتی کی فکر ہے۔"

"میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ کسی کے دل میں کوئی حسرت نہ رہے — میں تمہیں بغیر ٹوٹ پھوٹ کے نخلستان تک لے جانا چاہ رہا تھا مگر تم شاید اپنی ... کرانا ہی چاہتے ہو۔"

"ایسی بچکانہ باتیں پہلے میں نے کبھی نہیں ..." اس نے مضحکانہ انداز میں کہا۔

"کیا اپنا چہرہ تم ہمیشہ چھپائے رہتے ہو؟" میں نے اچانک اس سے سوال کیا۔

"ن.... نہیں۔" وہ گڑبڑا گیا۔

"پھر چہرہ چھپائے رکھنے کی وجہ کیا ہے؟"

"اس طرح میں اپنے گروہ میں دوسروں سے نمایاں ہو جاتا ..." وہ روانی سے میرے سوالوں کے جواب دے رہا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میرا مضحکہ اڑا کر وہ ... میں اضافے کے سوا اور کچھ حاصل نہ کر سکے گا لیکن میرے لیے یہ سمجھنا ذرا مشکل نہیں تھا کہ وہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ وہ صرف خود کو دوسروں سے نمایاں رکھنے کے لیے اپنا چہرہ نقاب میں چھپائے ہوگا۔ اس کی یقیناً کچھ اور وجہ رہی ہوگی اور میں وہ وجہ جاننے کے لیے سخت بے تاب تھا مگر اس کا موقع نہیں تھا۔ مجھے واپسی کی جلدی تھی۔ دوسری طرف اس نے مجھے ... کیا تھا اس کا جواب دینا بھی ضروری تھا مگر ... اس کا وقت بھی نہیں تھا۔ اسے شاید اپنی جسمانی طاقت اور لڑائی بھڑائی کی مہارت پر بہت زیادہ گھمنڈ تھا۔ اس کا گھمنڈ توڑنا بھی ضروری تھا۔ اسے یہ معلوم ہو جانا چاہیے تھا کہ اس نے مجھے للکار کر کتنی بڑی حماقت کا ارتکاب کیا ہے۔

"تم نے میرا مذاق اڑایا تھا کہ میں نے اسلحے کے بوتے پر تم پر قابو پایا ہے۔" میں نے ایک فیصلے پر پہنچ کر کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں فوری طور پر تمہیں یہ موقع نہیں دے سکوں گا کہ تم مجھ پر اپنی برتری ثابت کر سکو لیکن وعدہ ہے کہ نخلستان واپس پہنچنے کے بعد ہم یہ طے کریں گے کہ ہم میں سے کون برتر ہے۔ اگر تم نے مجھ پر برتری ثابت کر دی تو میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں ... چھوڑ دوں گا۔ تم سے تمہارے بارے میں بھی کچھ نہیں پوچھوں گا ... دوسری صورت میں تمہیں لاف و گزاف کرنے کی ... سزا ملے گی۔"

"یہ فیصلہ یہیں ہو جاتا تو زیادہ بہتر تھا۔" اس نے ... "نخلستان میں اگر میں تم پر حاوی آ گیا تب بھی قبیلۂ جراعتہ کے لوگ مجھے بخشیں گے نہیں۔"

"تم اس قابل تو ہرگز نہیں ہو کہ تمہیں ... چونکہ میں نے ایک شرط رکھ دی ہے ... اگر تم ...

شرط پوری کر دی تو تم سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔"

"کیا تم قبیلۂ جراعتہ کے سردار ہو؟" قزاقوں کے سرغنہ نے پوچھا۔

"نہیں، قبیلۂ جراعتہ سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تو پھر میں کیسے مان لوں کہ قبیلۂ جراعتہ کے لوگ تمہارے وعدے کا پاس کریں گے؟"

"میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا کہ تم میری بات مانو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن اس اسٹین گن کے بل پر میں تمہیں اپنے ساتھ چلنے کے لیے ضرور مجبور کر سکتا ہوں۔" میں نے اسٹین گن کو جنبش دی۔

"اسٹین گن کے بل پر تو تم مجھ سے کچھ بھی کروا سکتے ہو، لیکن اگر تم میرے ایک سوال کا جواب دے دو تو میں سکون سے تمہارے ساتھ چل سکوں گا۔"

"جلدی بولو۔ اب میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"تم نخلستان میں ہی مجھ سے مقابلہ کرنے پر کیوں مصر ہو؟ جب کہ وہ مقابلہ یہاں بھی ہو سکتا ہے۔"

"میں تمہیں جواب دینے کا پابند تو نہیں ہوں لیکن پھر بھی بتا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "کہ میں ریگستان کے راستوں سے واقف نہیں ہوں۔ اگر تم سے یہاں مقابلہ کرتا ہوں اور تم حاوی آ جاتے ہو تو تم یہاں سے بہ آسانی نکل جاؤ گے لیکن اگر میں حاوی آ گیا اور میرے ہاتھوں تمہیں کوئی گہرا نقصان پہنچ گیا، ساتھ ہی وقت بھی ضائع ہو گیا اور اندھیرا پھیل گیا تو میں واپس نخلستان نہیں پہنچ سکوں گا اور یہیں صحرا میں بھٹکتا رہ جاؤں گا۔ میرے ساتھ یہ مجبوری نہ ہوتی تو میں ابھی اسی وقت اور اسی جگہ تمہاری خواہش پوری کر دیتا۔"

"تمہاری بات میں وزن ہے لیکن تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم یہاں اجنبی ہو۔ سوال یہ ہے کہ تم کون ہو؟"

"بکواس مت کرو۔" میں نے اچانک ہی درشت لہجہ اختیار کر لیا۔ مجھے احساس ہوا تھا کہ وہ وقت ضائع کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ "جلدی سے اپنے اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔ ہم واپس چل رہے ہیں۔"

"اگر میں انکار کر دوں تو؟" اس نے سرکش لہجے میں کہا۔

"تو میں وہی کروں گا جو ایسے موقعوں پر کیا جاتا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"یعنی مجھے گولی مار کر ہلاک کر دو گے؟"

"ظاہر سی بات ہے۔"

"اور پھر واپس کیسے جاؤ گے؟" اس نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "تم راستوں سے تو واقف نہیں ہو۔ یقیناً بھٹک جاؤ گے۔"

"اس بھول میں مت رہنا۔ میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھ کر سفر کیا ہے۔ روشنی میں میں سیدھا نخلستان پہنچ سکتا ہوں۔ چلو اونٹ پر بیٹھو۔" میں نے اسٹین گن سے اشارہ کیا اور وہ مُردہ سے انداز میں چلتا ہوا اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا۔

چند ہی لمحوں کے بعد ہم واپسی کا سفر کر رہے تھے۔ میں نے اسے تاکید کر دی تھی کہ اونٹ کی رفتار زیادہ تیز نہ رکھے اور کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش نہ کرے ورنہ میں اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔ اسے بھی یقین ہو گیا تھا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل بھی کر سکتا ہوں لہٰذا وہ میری ہدایات پر عمل کر رہا تھا۔ اس کا اونٹ میرے اونٹ سے چند قدم آگے چل رہا تھا اور میرے ہاتھ میں موجود اسٹین گن کا رخ اس کی طرف تھا۔ اس کی طرف سے ذرا سی بھی غلط حرکت ہونے پر میں اسے گولی مار سکتا تھا۔ قزاقوں کے زندہ بچ جانے والے اونٹ جن پر وافر اسلحہ سجا ہوا تھا ہمارے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔

سورج غروب ہونے میں کچھ ہی دیر رہ گئی تھی مگر صحرا میں اب بھی لُو چل رہی تھی۔ اس لُو کی وجہ سے میں نے اپنے منہ پر بندھا ہوا ڈھاٹا ایک لمحے کے لیے بھی نہیں ہٹایا تھا۔ کم از کم اس کی وجہ سے میں لُو سے تو کسی حد تک محفوظ تھا۔ میری آنکھیں جل رہی تھیں۔ آنکھوں کی اس جلن میں کم خوابی کے علاوہ اس لُو کا بھی خاصا دخل تھا۔

ہم سورج ڈوبنے سے ذرا دیر قبل نخلستان کے پاس پہنچ گئے۔ نخلستان کے باہر قبیلۂ جراعتہ کے بہت سے لوگ جمع تھے، جنہوں نے زوردار نعرے لگا کر میرا استقبال کیا۔

"آپ لوگوں کے لیے خوش خبری ہے۔" میں نے ان کے نزدیک پہنچ کر بلند آواز سے کہا۔ "تمام قزاق مارے گئے۔ یہ شخص قزاقوں کا سرغنہ ہے جو زندہ گرفتار ہوا اور یہ قزاقوں کے اسلحے سے لدے ہوئے اونٹ ہیں۔ یہ سب کچھ آپ لوگوں کے حوالے ہے۔ قزاقوں کے سرغنہ کو قید کر دیں۔ اس سے میں بعد میں نمٹوں گا۔"

قبیلۂ جراعتہ کے لوگ آگے بڑھے۔ انہوں نے سرغنہ کی مشکیں کس لیں اور سارے اونٹ اپنے قبضے میں لے کر نخلستان میں چلے گئے۔ میں اونٹ سے اتر آیا تھا۔ پھر میں نے اپنا اونٹ بھی ان لوگوں کے حوالے کر دیا۔

"سردار ابوالحسن کہیں دکھائی نہیں دے رہا؟" میں نے اپنے منہ سے ڈھاٹا ہٹاتے ہوئے وہاں رہ جانے والے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لوگوں میں سے ایک سے پوچھا۔

"تمہارے لیے بڑی خبر ہے سیدی!" اس معمر شخص نے کہا۔ "تمہارے ساتھی نے سردار کو یرغمال بنالیا ہے۔"

میں بُری طرح چونک پڑا میرا ساتھی اولیو ہاورڈ کے سوا اور کون ہوسکتا تھا۔ "لیکن وہ تو خود قیدی تھا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، وہ بندھا ہوا تھا اور اس پر ایک نگراں بھی مسلّط تھا مگر تمہارے جانے کے کچھ ہی دیر بعد جب سردار کسی کام سے اپنے جھونپڑے میں گیا تو تمہارا ساتھی آزاد ہوچکا تھا اور اس کی جگہ اس کا نگراں سروان رسیّوں سے بندھا ہوا تھا۔ سردار کے جھونپڑے میں داخل ہوتے ہی تمہارے ساتھی نے سردار پر حملہ کرکے اسے بھی قید کرلیا۔"

"تم لوگوں نے سردار کو اس سے رہا کیوں نہیں کرایا؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "تم اتنے بہت سے لوگ اور وہ اکیلا ہے۔ تم کس بات کا انتظار کرتے رہے؟"

"ہم سردار کو اس سے رہا کرا چکے ہوتے مگر ہمیں سردار کی جان کا خطرہ ہے۔" اس شخص نے کہا۔

"جان کا خطرہ!" میں حیران رہ گیا۔ "مگر میرا ساتھی مسلّح تو نہیں تھا۔"

"ہاں، وہ مسلّح نہیں تھا۔ اب وہ مسلّح ہے۔ اس کے پاس ایک بندوق ہے۔"

"اس کے پاس بندوق کیسے پہنچی؟"

"سردار جھونپڑے میں گیا تھا تو اس کے پاس قزاقوں سے ہاتھ آئی ہوئی ایک بندوق تھی۔ تمہارے ساتھی نے سردار سے بندوق چھین کر اپنے قبضے میں کرلی۔"

میرا دماغ گھوم گیا۔ اولیو ہاورڈ میرے لیے مسئلہ بنتا جا رہا تھا۔ "کیا بستی کا کوئی آدمی جھونپڑے میں گیا تھا؟" میں نے خود پر ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔" اس شخص نے کہا۔ "سردار کی جان کے خوف سے ہم نے ایسی کوئی کوشش بھی نہیں کی۔"

"پھر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہاں کیا اور کیسے ہوا؟"

"جو باتیں تمہارے علم میں آئی ہیں وہ سردار ہی کے ذریعے ہمیں معلوم ہوئی ہیں۔ اس نے بستی والوں کو مختصراً صورتِ حال سے آگاہ کردیا تھا۔"

"سردار تو اس کی قید میں ہے۔" میں چونک کر بولا۔ "پھر سردار نے تمہیں صورتِ حال سے کیسے آگاہ کیا؟"

"اس نے جھونپڑے کے اندر سے بہ آوازِ بلند اپنے یرغمال بنا لیے جانے کا اعلان کیا تھا اور ہمیں ہدایت کی تھی کہ تمہاری واپسی تک کوئی جھونپڑے کے نزدیک نہ آئے۔"

"تمہیں یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ میرا ساتھی چاہتا کیا ہے؟"

"اگر وہ ہماری زبان جانتا تو یقیناً کوئی نہ کوئی مطالبہ کرتا مگر وہ ہماری اور ہم اس کی زبان سے نابلد ہیں لہٰذا ہمیں یہ پتا ہی نہیں سکتا کہ اس کا مقصد کیا ہے؟"

"مرجانہ کہاں ہے؟ کیا اس نے اسے بھی قید بنا رکھا ہے؟"

"ہاں، وہ بھی اندر ہی مقید ہے۔"

"اس نے مرجانہ کے ساتھ کوئی نازیبا سلوک تو نہیں [illegible]" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے اس نے مرجانہ سے کوئی زیادتی نہیں کی۔ اگر ایسا ہوتا تو سردار نے ہم سے کہہ دیا ہوتا اور ہم سارے مصلحتیں بالائے طاق رکھ کر اس پر ٹوٹ پڑتے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ اولیو نے خود کو بندشوں سے کیسے آزاد کرلیا ہوگا لیکن یہ حقیقت تھی کہ جتنی بلند سطح کا وہ ایجنٹ تھا اس کے پیشِ نظر اس سے کسی بھی غیر متوقع کارنامے کی توقع کی جاسکتی تھی۔ وہ مجھے دھمکیاں دیتا رہا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اگر اسے باندھا گیا تو نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ مجھے اسی وقت اس کی دھمکیوں کا سنجیدگی سے نوٹس لینا چاہیے۔ مجھے چاہیے تھا کہ خود اسے باندھتا۔ وہ کسی اور کے قابو میں آنے والی شے نہیں تھا مگر اس وقت میرا ذہن اُلجھا ہوا تھا۔ میں قزاقوں سے نمٹنے کے لیے حکمتِ عملی ترتیب دینے میں مصروف تھا اور اسی ذہنی مصروفیت کے باعث میں اس کی دھمکیوں پر توجہ نہیں دے سکا جو مجھے درحقیقت دینا چاہیے تھی۔ غلطی میری تھی۔ اولیو ہاورڈ کی رگ رگ سے واقف ہونے کے باوجود میں نے اس کی طرف سے غفلت برتی تھی۔ اسے ساتھ رکھنا اور ہمہ وقت قابو میں رکھنا بجائے خود دنیا کا دشوار کام تھا جس کے لیے میں محض اپنا وعدہ پورا کرنے کی خاطر مجبور تھا۔

"سردار نے کہا تھا کہ جب تم واپس آجاؤ تو تم سے مشورہ کیا جائے اور تمہارے مشورے پر عمل کیا جائے۔ ہم تمہارے مشورے کے منتظر ہیں سیدی! ہمارے لیے کیا حکم ہے؟" ایک اور شخص نے کہا۔

"میں خود اُلجھن میں پڑ گیا ہوں بزرگِ محترم! معاملہ نازک ہے۔ تین افراد اس کے قبضے میں ہیں۔ اگر کچھ کرنے کوشش کی گئی تو تینوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ سکتی ہیں۔"

"ہم تو اس سے ناواقف ہیں مگر تم تو اس سے واقف ہوگے۔ وہ تمہارا ساتھی ہے۔ تمھی اس سے نمٹنے کا کوئی طریقہ بتا سکتے ہو۔" ایک شخص بولا۔

"اگر وہ تمہارا ساتھی ہے تو تم اس سے خوفزدہ کیوں ہو؟ اور اسے رسیّوں سے کیوں جکڑ دیا گیا تھا؟" ایک اور شخص نے کہا۔

"تم نے ہمارے لیے اتنا بڑا کارنامہ سرانجام نہ دیا ہوتا تو ہم جواب میں تمہیں یرغمال بنا لیتے۔" مجمع میں سے ایک تیسری آواز آئی۔

"آپ لوگ جذباتی ہو رہے ہیں۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "اور جذباتیت ہمیشہ غلط فیصلے کراتی ہے۔ دل و دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کیجیے۔"

"ہمیں یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ شخص ہے کون جس نے ہمارے سردار کو یرغمال بنانے کی جرأت کی؟"

"وہ ایک انتہائی خطرناک آدمی ہے جس کے ساتھ مجھے ایک مجبوری میں سفر کرنا پڑ رہا ہے۔" میں نے دبنگ انداز میں کہا۔ "سردار الوالحسن تمام تفصیلات سے واقف ہے اور اس کے بعد اس بات کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ میں فرداً فرداً ہر شخص کو تمام باتوں سے آگاہ کروں۔ آپ لوگ اگر میری طرف سے کسی شک و شبہے کا شکار ہیں تو میں آپ کی مدد کرنے سے قاصر ہوں۔"

چند بزرگ افراد نے دخل اندازی کی اور لوگوں سے خاموش رہنے کو کہا۔

"میرے پاس الٰہ دین کا چراغ تو ہے نہیں کہ میں چٹکی بجاتے ہی اس مسئلے کو حل کردوں گا۔ میرے لیے بھی یہ صورتِ حال اتنی ہی پریشان کن ہے جتنی آپ لوگوں کے لیے ہے۔ اگر آپ لوگ یوں ہی مجھ سے سوال و جواب کرتے رہے تو میں کچھ بھی نہیں سوچ سکوں گا۔ آپ مجھے سوچنے نہیں دیں گے تو میں اس صورتِ حال کا توڑ کیسے تلاش کرسکوں گا۔"

"تم ضرور سوچو بہادر نوجوان!" ایک بزرگ نے کہا۔ "اب کوئی شخص دخل اندازی نہیں کرے گا۔"

میں نے اپنا ذہن دوبارہ اولیو ہاورڈ پر مرکوز کردیا۔ اولیو ہاورڈ، مرجانہ، سردار الوالحسن اور سروان۔ یہ کُل چار افراد تھے۔ تین کا تعلق قبیلۂ جراعتہ سے تھا اور وہ تینوں اسی بستی کے مکین تھے جب کہ چوتھا فرد باہر سے آیا تھا جو انتہائی کمینہ خصلت اور سفّاک آدمی تھا۔ اس نے یہ خیال بھی نہیں کیا کہ ان لوگوں نے اسے مہمان بنایا تھا، پناہ دی تھی۔ اس کی جان بچائی تھی۔ اُسے

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصوں میں

تاریک برِ اعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور سفلی کے مقابلے برملا ہوتے تھے۔ وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت ——— ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی ——— جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا ——— شگون کی خاطر معصوم اور شیرخوار بچوں کو نیزوں پر اُچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا ——— نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حُسن لازوال تھا جس کے حصول کے لیے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا ——— خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ———

[illegible]

قیمت فی حصہ /۴۰ روپے، علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس وقت پناہ دی تھی جب اس کے لیے کہیں کوئی جائے پناہ نہیں بچی تھی۔ کھلے آسمان تلے ریگ زار کے وسط میں چلچلاتی ہوئی دھوپ اسے چند گھنٹوں سے زیادہ اس دنیا میں نہ رہنے دیتی۔ قبیلہ جراعنہ کے لوگ اس کے محسن تھے مگر اس احسان فراموش یہودی نے اپنے محسنوں کو ان کے احسان کا یہ بدلہ دیا تھا کہ ان کی زندگیوں کے ہی درپے ہو گیا تھا۔

میں غور و فکر میں غلطاں رہا۔ سب لوگ دم سادھے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں ان کی توجہ کا مرکز تھا۔ وہ توقع کر رہے تھے کہ میں کوئی جادوگری دکھاؤں گا اور یرغمالیوں کو... اولیو ہاورڈ کے چنگل سے چھڑا لوں گا۔ انھیں اگر علم ہو جاتا کہ ان کا سردار اس وقت روئے زمین کے سب سے شاطر آدمی کے قبضے میں ہے تو ان کی ساری اُمیدیں دم توڑ جاتیں۔ وہ مایوسی سے واپس چلے جاتے اور اس سلسلے میں پلٹ کر میری طرف دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتے مگر میں نااُمید نہیں تھا۔

یرغمالیوں کو اولیو ہاورڈ سے چھڑانے کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ مسلح ایکشن کیا جائے مگر یہ طریقہ ہر اعتبار سے غیر محفوظ تھا۔ مسلح ایکشن کے نتیجے میں جانوں کا تلف ہونا لازمی تھا اور میں قبیلۂ جراعنہ کے کسی فرد کی تو کجا اولیو ہاورڈ تک کی زندگی کا رسک لینے کے موڈ میں نہیں تھا لہٰذا میں نے مسلح ایکشن کے خیال کو مسترد کر دیا۔

اب سوال یہ تھا کہ اس سے ہٹ کر کونسا طریقہ اختیار کیا جائے؟ میں غور کرتا رہا اور آخر مجھے ایک طریقہ سوجھ ہی گیا۔

" ٹھیک ہے دوستو!" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میرا خیال ہے پہلے میں اس سے بات کر کے دیکھوں کہ اس کا مطالبہ کیا ہے؟"

"ہاں، کوئی حتمی قدم اٹھانے سے پہلے یہ معلوم ہونا بہت ضروری ہے۔" ایک معمر شخص نے کہا۔ "ممکن ہے وہ کوئی ایسا مطالبہ کرے جسے پورا کر کے ہم اپنے لوگ اس سے چھڑا سکیں۔"

"اور اگر اس نے کوئی ایسا مطالبہ کر دیا جسے پورا کرنا ہمارے بس سے باہر ہوا تو کیا ہوگا؟" ایک شخص نے اعتراض اٹھایا۔

"جب وہ کوئی ایسا مطالبہ کر دے گا تب سوچیں گے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اپنے طور پر مفروضے قائم کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اس سے بات کر لیں تاکہ کوئی حتمی فیصلہ کر سکیں۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ تم قزاقوں سے معرکے میں سرخ رُو ہو کر نکلے ورنہ تمہارے سوا ہم کی بات کون سمجھتا؟ ہم تو اندھیرے میں ہی رہ جاتے۔"

میں ان لوگوں کے ساتھ نخلستان میں داخل ہو گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد میں سردار کے جھونپڑے سے ذرا دُور کھجور کے چند درختوں کے تنوں کے عقب میں موجود تھا۔ اپنے ساتھ موجود لوگوں کو میں نے پیچھے ہی رُکنے کا اشارہ کر دیا تھا۔

"اولیو ہاورڈ!" میں نے بلند آواز سے کہا۔ "میں تم سے مخاطب ہوں اولیو ہاورڈ! کیا تم تک میری آواز پہنچ رہی ہے؟"

"تم واپس آ گئے علی!" اولیو ہاورڈ کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "معلوم ہوتا ہے کہ تم نے قزاقوں پر فتح حاصل کر لی ہے؟"

"کیا یہ درست ہے اولیو ہاورڈ کہ تم نے سردار کو قید کر رکھا ہے؟"

"صرف سردار کو ہی نہیں علی! اس کے ساتھ اس کی بیٹی اور اس کے قبیلے کا وہ آدمی بھی میرا قیدی ہے جسے میری نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔"

"تم نے یہ حرکت کیوں کی ہے اولیو ہاورڈ! بستی کے لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ تمہارے عزائم کیا ہیں؟"

"معرکہ تو میرا اور تمہارا ہے علی! بستی کے لوگوں کو درمیان میں مت لاؤ۔"

"سردار کو قید کر کے اس حماقت کا آغاز تم نے کیا ہے ہاورڈ!"

"تمہیں یاد ہے علی! میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر میرے منہ میں کپڑا ٹھونسا گیا تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"میری یادداشت اتنی خراب نہیں ہے اولیو ہاورڈ! تم صرف یہ بتاؤ کہ اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ اولیو ہاورڈ کیا ہے اور تم نے مجھے بے بس سمجھ کے کتنی بڑی غلطی کی تھی۔"

"یہ بات تو میں تمہارے کہنے سے پہلے ہی سمجھ چکا تھا اولیو ہاورڈ! اور کچھ؟"

"تم نے میرے ساتھ جو بدسلوکی کی تھی، اب اس کا خمیازہ بھگتنے کا وقت آ گیا ہے تیار ہو جاؤ۔"

"میں ہر قسم کے حالات کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہوں اولیو ہاورڈ!" میں نے دبنگ انداز میں کہا۔ "لیکن میں سمجھ نہیں سکا کہ مجھے کیا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم مجھے باتوں میں اُلجھانے کی کوشش کر رہے ہو۔ یاد رکھنا کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو سردار کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ میں پوری طرح ہوشیار ہوں۔"

"بدگمانی تمہاری سرشت میں شامل ہے اولیو ہاورڈ! گفتگو کو طول تم خود دے رہے ہو اور شکوک میری طرف سے ہو رہے ہو۔ سیدھی طرح بتاتے کیوں نہیں کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

"بستی کے لوگوں سے کہو کہ میرے سفر کا بندوبست کریں۔ میں واپس جاؤں گا۔"

"کیا تنہا ہی جاؤ گے اولیو ہاورڈ!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"نہیں، ایک گائڈ میرے ساتھ جائے گا اور سردار کو میں یرغمال کے طور پر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"اور اگر میں تمہاری بات بستی والوں تک پہنچانے سے انکار کر دوں تو تم کیا کرو گے؟"

"تم اس کے لیے مجبور ہو علی یار خان! یہاں تین افراد میرے رحم و کرم پر ہیں۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو ہاورڈ! وہ تینوں میرے لیے اتنے ہی اجنبی ہیں جتنے تمہارے لیے۔ تمہیں ان کی زندگیوں سے دلچسپی نہیں تو مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"تمہیں دلچسپی لینی پڑے گی علی! ورنہ یاد رکھو کہ چوتھا نمبر تمہارا ہی ہوگا۔"

"تمہاری خوش فہمیاں حد سے بڑھ گئی ہیں اولیو ہاورڈ! حقیقت یہ ہے کہ اس وقت بھی تم میرے محتاج ہو۔ اگر میں ترجمانی کے فرائض انجام دینے سے انکار کر دوں تو تم بستی والوں کو اپنے مدعا سے کبھی آگاہ نہیں کر سکو گے۔"

"اس بھول میں مت رہنا علی! اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو میں تمہارے ساتھ کچھ رعایت کرنے پر غور کر دوں گا بصورتِ دیگر میں کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا۔"

"وقتی فتح کی خوشی میں شاید تم یہ بھول گئے کہ تمہاری پیاری بیٹی لکی ہاورڈ میرے قبضے میں ہے۔"

"یہ بات میں کیسے بھول سکتا ہوں علی! مجھے تم سے اس کا بھی انتقام لینا ہے۔ لکی کو میں خود رہا کرا لوں گا۔"

"میں تو تمہارے پاس اس لیے آیا تھا کہ تمہیں سمجھا بجھا کر اس حماقت سے باز رکھنے کی کوشش کروں لیکن تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ لکی کو خود رہا کرا لو گے تو اس وقت سے میں اپنے وعدے کا پابند نہیں رہا۔"

"گویا تم اعلانِ جنگ کر رہے ہو علی!" اولیو ہاورڈ کی آواز شدتِ جذبات سے لرز رہی تھی۔

"میں تو صرف تمہارا چیلنج قبول کر رہا ہوں اولیو ہاورڈ! یہاں سے ہم دونوں کے درمیان مقابلہ شروع ہونے جا رہا ہے۔ تم اپنے طور پر لکی کو رہا کرانے کی کوشش کرنا۔ اس کے لیے سب سے پہلے تو تمہیں یہاں سے نکلنا ہوگا۔ یہاں سے نکلنے کے لیے تمہیں اچھا خاصا وقت برباد کرنا پڑے گا۔ پہلے تم ان لوگوں کو اپنا مدعا سمجھاؤ گے۔ معلوم نہیں اس میں تمہیں اپنا کتنا وقت صرف کرنا پڑے۔ پھر تم یہاں سے نکلو گے۔ تمہاری زندگی ہر وقت داؤ پر لگی رہے گی۔ تم نے سردار اور اس کی بیٹی کو یرغمال بنا کر پورے قبیلے کو اپنا دشمن تو ویسے ہی بنا لیا ہے۔ ممکن ہے کسی کا داؤ لگ جائے اور وہ تمہیں قتل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔"

"بکواس مت کرو علی!" اولیو ہاورڈ کی دہاڑ سنائی دی۔ "میرا نام اولیو ہاورڈ ہے۔ یہ دو ٹکے کے لوگ مجھے کیا قتل کریں گے؟"

"فرض کرو تم یہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہو بلکہ اس صحرا سے بھی نکل جاتے ہو تب بھی تمہارے پاس اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ تم لکی ہاورڈ تک بھی پہنچ سکو گے۔"

"مجھے معلوم ہے کہ وہ گوٹے ہل میں جنرل ٹیرس کی قید میں ہے۔ میں اسے بہ آسانی چھڑا لوں گا۔"

"یہ تمہارا مفروضہ ہے اولیو ہاورڈ! فرض کرو یہ مفروضہ غلط ثابت ہو گیا تو تم کیا کرو گے؟"

"یہ مفروضہ نہیں ہے۔ مجھے اس بات کا یقین ہے۔ لکی گوٹے ہل کے علاوہ کہیں اور نہیں ہو سکتی۔"

"تم یہ بھول رہے ہو اولیو ہاورڈ کہ میں تم سے کافی پہلے یہاں سے نکل جاؤں گا اور لکی کو حاصل کرنے کے لیے تمہیں مجھ سے پہلے اس تک پہنچنا ہوگا۔"

"میرے لیے یہ کھیل بہت دل چسپ ہوگا اور اس دوڑ میں تمہیں شکست دے کر مجھے بڑی خوشی ہوگی۔"

"مجھے کہنے دو اولیو ہاورڈ کہ تم انتہائی گاؤدی اور پرلے درجے کے احمق ہو اور تمہاری کھوپڑی میں بھوسہ بھرا ہوا ہے۔ کیا تمہارے خیال میں میرے پاس اس قدر فالتو وقت ہے کہ میں اسے یوں برباد کرتا پھروں گا۔ ارے مجھے لکی ہاورڈ تک پہنچنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو کسی بھی شہر سے ایک فون

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کردں گا اور اپنے ان دوستوں سے جن کی تحویل میں لکی ہے، کہوں گا کہ اسے فوراً ٹھکانے لگا دیا جائے۔ اس کے بعد میں اپنے کام دھندوں میں مصروف ہو جاؤں گا۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے علی!" اولیو ہاورڈ چلایا۔

"تم سب کچھ کر سکتے ہو اولیو ہاورڈ! اور میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ تم نے اپنے ان محسنوں کو یرغمال بنا رکھا ہے جنہوں نے اس وقت تمہاری زندگی بچائی جب تم موت کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے۔ اگر میں تمہاری بربریت کی داستانیں لکھنے بیٹھوں تو ہزاروں صفحات سیاہ ہو جائیں گے۔ نہیں اولیو ہاورڈ! میں سوچتا ہوں کہ تمہیں سزا دینے کے لیے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانا بہت ضروری ہے۔ میں جا رہا ہوں اولیو ہاورڈ!"

"ٹھہر جاؤ علی!" اولیو ہاورڈ کی چیخ سنائی دی۔ "میں تمہاری ہر بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔ جو تم کہو گے، میں وہی کروں گا۔"

"اب مجھے تم سے کچھ نہیں کہنا ہاورڈ! تم سے کوئی توقع رکھنا ہی فضول ہے۔ تم تو ایک بچھو ہو جس کی فطرت ہی ڈنک مارنا ہے۔ یہ دیکھے بغیر کہ ڈنک کس کے لگے گا۔"

"مت جاؤ علی! میں باہر آ رہا ہوں۔" اولیو ہاورڈ کی بے تابانہ آواز سنائی دی۔

"خبردار اولیو ہاورڈ!" میں چیخا۔ "میرے ہاتھ میں اسٹین گن ہے۔ اگر تم نے جھونپڑے سے باہر قدم بھی رکھا تو میں تمہیں بھون کر رکھ دوں گا۔"

"میں ہتھیار پھینک رہا ہوں علی! تم سردار سے تصدیق کر سکتے ہو۔"

"اب تک سردار کی آواز کیوں نہیں سنائی دی؟" میں نے للکار کر پوچھا مگر میرے ہونٹوں پر ایک شریری مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی جسے دیکھنے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔

"میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ میں بندوق سردار کے حوالے کر رہا ہوں لیکن تم پہلے اس سے کہہ دو کہ بندوق ہاتھ میں آتے ہی یہ کہیں مجھ پر گولی ہی نہ چلا دے۔"

"سردار ابوالحسن!" میں نے عربی میں پکارا۔ "جھونپڑے کی صورت حال بتائیں۔"

"ہماری زندگیاں خطرے میں ہیں سیدی علی! تمہارا ساتھی ہم پر بندوق تانے کھڑا ہے۔ پتا نہیں وہ کیا چاہتا ہے۔"

"آپ خواہ مخواہ خوفزدہ ہو رہے ہیں سردارِ محترم! وہ بے چارہ تو آپ کو آپ کی بندوق واپس کرنا چاہ رہا ہے۔"

"تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔"

"یہ مذاق نہیں ہے سردارِ محترم! میں نے بڑی مشکل سے اسے ہتھیار پھینکنے پر آمادہ کیا ہے مگر اب وہ ڈر رہا ہے، اسے خوف ہے کہ کہیں بندوق ہاتھ میں آتے ہی آپ اس پر گولی چلا بیٹھیں۔"

"اگر مجھے موقع مل گیا تو میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ ایسے شخص کو قتل کرنا تو بڑے ثواب کا کام ہوگا۔"

"ایسا نہ کرنا سردارِ محترم! اس کی زندگی میرے لیے بڑی قیمتی ہے۔"

"تم احمق ہو سیدی علی! تمہیں آدمی کی پہچان نہیں۔ احسان فراموش آدمی کو تو ایک لمحے کے لیے بھی زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

"میں آپ سے متفق ہوں سردارِ محترم! لیکن اس وقت میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے کہ آپ پر گولی نہیں چلائیں گے۔"

میری بات کے جواب میں چند لمحے سکوت چھایا رہا۔ پھر اچانک جھونپڑے سے کسی کے کراہنے کی آواز آئی، ساتھ ہی ایسی آواز بھی آئی تھی جیسے کوئی وزنی چیز دھپ سے گری ہو۔

"کیا بات ہے؟ اندر کیا ہو رہا ہے؟" میں نے پہلے عربی اور پھر انگریزی میں پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ کی آواز آئی۔ "سردار نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے ذرا ایک پٹخنی لگائی ہے۔"

"مگر اس نے تو وعدہ کیا تھا کہ تم پر گولی نہیں چلائے گا۔"

"وعدے کا پابند آدمی ہے۔ اس نے گولی چلانے کی بجائے نہیں بلکہ بندوق کے بٹ سے مجھے نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔"

میں جھنجلا گیا۔ سردار نے سخت حماقت کا ثبوت دیا تھا۔

"اگر اسے کوئی نقصان پہنچا اولیو ہاورڈ تو تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔"

"ایک پٹخنی میں جتنا نقصان کسی کو پہنچ سکتا ہے، اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ اب مجھے بتاؤ کہ کیا کروں؟"

"بندوق ہاتھ میں لے کر باہر نکل آؤ لیکن یہ ذہن میں رکھنا کہ میں آڑ میں ہوں اور میرے ہاتھ میں اسٹین گن ہے جس کا رُخ تمہاری ہی طرف ہوگا۔"

چند ہی لمحوں بعد جھونپڑے سے اولیو ہاورڈ باہر آیا۔ سورج ڈوبنے کے بعد ملگجا اندھیرا پھیل چکا تھا مگر اتنی روشنی ابھی موجود تھی کہ اولیو ہاورڈ مجھے صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ جھونپڑے سے باہر نکلا اور چند قدم چل کر رُک گیا۔ وہ میری جانب سے اگلی ہدایت کا منتظر تھا۔

"بندوق پھینک دو اور چند قدم مزید آگے آؤ۔" میں نے حکم دیا۔

اولیو ہاورڈ نے میرے حکم کی حرف بہ حرف تعمیل کی۔ بستی کے لوگوں نے یہ منظر دیکھ کر فلک شگاف نعرے لگائے۔ میں کھجور کے تنوں کی اوٹ سے باہر نکل آیا۔ اسٹین گن میں نے اولیو ہاورڈ پر تان رکھی تھی۔ "ہاتھ اوپر اٹھاؤ اولیو ہاورڈ!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "تمہاری جامہ تلاشی ہوگی۔"

اولیو ہاورڈ نے ہاتھ اٹھا دیے۔ میں نے بستی کے ایک شخص سے اولیو ہاورڈ کی جامہ تلاشی لینے کو کہا۔ اس کی جامہ تلاشی لی گئی مگر اس کے پاس سے کچھ بھی برآمد نہیں ہوا۔

"کیا اب میں اپنے ہاتھ گرا سکتا ہوں؟" اولیو ہاورڈ نے مضمحل آواز میں پوچھا۔

میں نے سر کے اشارے سے اُسے ہاتھ گرانے کی اجازت دی اور آگے بڑھ کر زمین پر پڑی ہوئی بندوق اٹھا لی۔ "میرے ساتھ آؤ اولیو ہاورڈ!" میں نے جھونپڑے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

جھونپڑے کے اندر مرجانہ نے مشعل روشن کر دی تھی جس کی روشنی میں میں نے اسے سردار پر جھکے دیکھا۔ سردار زمین پر چت گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ پیال کے بستر پر سروان پڑا تھا جس کے ہاتھ اور پیر انہی رسّیوں سے بندھے ہوئے تھے جن سے اولیو ہاورڈ کو باندھا گیا تھا۔ سروان کے مُنہ میں کپڑا بھی ویسے ہی ٹھنسا ہوا تھا جو اس نے میرے کہنے پر اولیو ہاورڈ کے مُنہ میں ٹھونسا تھا۔

"اسے کھولو۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف پلٹ کر غصیلے لہجے میں کہا اور سردار کی طرف بڑھ گیا۔

"بابا کو کیا ہو گیا سیدی علی؟" مرجانہ نے میرے شانوں پر اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"تشویش کی کوئی بات نہیں سیدہ مرجانہ۔" میں نے اس کے نرم و ملائم ہاتھ سہلا کر اسے تسلی دی۔ "سردار بہت جلد ہوش میں آ جائیں گے۔"

"اس درندے کی وجہ سے بابا اس حال کو پہنچے ہیں۔" مرجانہ نے خونی نگاہ سے اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھا جو سروان کو بندشوں سے آزاد کرا رہا تھا۔ "میں اس کا خون پی جاؤں گی۔"

مرجانہ نے اولیو ہاورڈ پر جھپٹ پڑنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور وہ ایک جھٹکے سے میرے بازوؤں میں جھول گئی۔ "آپ ایک باحوصلہ خاتون ہیں سیدہ مرجانہ۔" میں نے اسے سرگوشی میں سرزنش کی۔ "آپ کو اپنے ہوش و حواس بحال رکھنے چاہئیں۔"

"یہ درندہ کسی رعایت کا مستحق نہیں ہے۔" اس نے سر اٹھا کر اپنی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں احساس نہیں ہے کہ اسی کی وجہ سے بابا اس حال کو پہنچے ہیں؟"

"انہیں کچھ نہیں ہوا ہے سیدہ مرجانہ! یہ وقتی صدمہ ہے۔ جلد ہی ان کے حواس بحال ہو جائیں گے۔"

"اگر بابا کو خدانخواستہ کچھ ہو گیا تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" مرجانہ بھوکی شیرنی کی طرح غرّائی۔

میں نے آہستہ سے مرجانہ کی پشت تھپکی۔ "آپ اس وقت جذبات کی رو میں بہہ رہی ہیں ورنہ آپ بھی جانتی ہیں کہ غلطی سردار کی تھی۔ میرے منع کرنے کے باوجود انہوں نے اس پر حملہ کیا۔"

مرجانہ یوں مجھ سے دُور ہٹ گئی جیسے میرے جسم سے اسے کرنٹ لگا ہو۔ "تم بابا کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہو علی! مجھے تم سے یہ توقع نہ تھی۔"

"آپ اور آپ کے بابا دونوں ہی اس بات سے ناواقف ہیں کہ یہ شخص کس قدر خوفناک شخصیت کا مالک ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "اس کی شخصیت کے بارے میں تو میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ یہ ایک جن ہے جسے وقتی طور پر میں بوتل میں بند کر لینے میں کامیاب ہو گیا ہوں مگر یہ کسی بھی وقت بوتل سے آزاد ہو سکتا ہے۔"

اولیو ہاورڈ نے سروان کو آزاد کر دیا تھا اور وہ بیٹھا اپنے ہاتھ سہلا رہا تھا۔ "میرے لیے کیا حکم ہے؟" سروان نے مجھ سے پوچھا۔

"تمہیں اس شخص کی نگرانی کے لیے یہاں چھوڑا گیا تھا اور یہ شخص آزاد بھی نہیں تھا۔ رسّیوں سے جکڑا ہوا تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہوا کہ تم خود اس کے قیدی بن گئے؟" میں نے سروان سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ اس نے خود کو کیسے آزاد کرایا۔ جب باہر فائرنگ شروع ہوئی تو میں جھونپڑے کے دروازے پر جا کر باہر کا منظر دیکھنے لگا۔ ذرا ہی دیر بعد اچانک اس نے عقب سے مجھ پر حملہ کیا اور پھر اس نے پتا نہیں کیا کیا کہ میں بے ہوش ہو گیا۔" سروان نے اپنی گردن سہلاتے ہوئے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میری گردن میں تکلیف ہو رہی ہے۔ شاید اس نے میری گردن کے ساتھ کچھ کیا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں اس کی جگہ پیال کے بستر پر پڑا تھا۔ میرے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے اور میرے مُنہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا۔ یہ شخص جھونپڑے کے وسط میں کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں بندوق تھی، جس کی زد پر اس نے سردار اور سیدہ مرجانہ کو لے رکھا تھا۔ اس کے بعد پھر باہر سے آپ کی آواز آئی اور اس نے بندوق سردار کے حوالے کر دی۔ سردار نے بندوق کے بٹ سے اس پر حملہ کرنا چاہا تو اس نے پتا نہیں کیا کیا کہ سردار اچھل کر دُور جا گرے اور بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد کے حالات آپ کے علم میں ہیں۔"

"ٹھیک ہے، تم جا سکتے ہو۔" میں نے سروان سے کہا۔ "تمہارا کام ختم ہو گیا۔"

"تم حیران تو بہت ہو رہے ہو گے علی کہ میں نے خود کو رسیوں سے کیسے آزاد کرا لیا؟" ادلیوہا ورڈ بولا۔

"میں کوئی سادہ لوح بدّو نہیں ہوں ادلیوہا ورڈ!" میں نے بے رُخی سے کہا۔ "میں خود ایسے بہت سے کرتب جانتا ہوں اور اس وقت توجہ سے ذرا سی چوک ہو گئی تھی جس کی وجہ سے تم اس قدر اینٹھ رہے ہو۔ اگر میں نے خود تمہیں باندھا ہوتا تو تم ساری زندگی خود کو آزاد نہیں کرا سکتے تھے۔"

ادلیوہا ورڈ کا چہرہ اتر گیا۔ وہ شاید کوئی سخت بات کہنا چاہتا تھا مگر اس نے خود پر قابو پا لیا اور چپ ہی رہا۔

"جب اس نے سروان پر حملہ کیا اس وقت آپ کہاں تھیں سیّدہ مرجانہ؟" میں نے مرجانہ سے پوچھا۔

"میں اس وقت جھونپڑے کے اندرونی حصے میں تھی۔" مرجانہ نے جواب دیا۔

"آپ کو بالکل پتا نہیں چلا کہ یہاں کیا واقعہ رونما ہو گیا ہے؟"

"نہیں، میں نے کوئی آواز نہیں سنی تھی۔ دراصل فائرنگ اس قدر ہو رہی تھی کہ کسی اور آواز کا سنا جانا ممکن ہی نہیں تھا۔ پھر شاید اس نے اتنی مہارت سے کام کیا تھا کہ کوئی آواز پیدا ہی نہیں ہوئی۔"

"پھر آپ کو یہ کب معلوم ہوا کہ اس نے خود کو آزاد کرا لیا ہے اور سروان کو قیدی بنا لیا ہے؟"

"میں بابا کی آواز سن کر ادھر آئی تھی۔ انہوں نے کسی کام سے مجھے بلایا تھا لیکن جب میں یہاں پہنچی تو بساط الٹ چکی تھی۔ بندوق اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے اشارے سے مجھے بھی یہیں بلا لیا اور بابا کے ساتھ ہی مجھے بھی قیدی بنا لیا۔"

"آپ لوگوں کے ساتھ اس کا رویّہ کیسا رہا؟" میں نے پو

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ اس نے ہمیں بندوق کی زد میں لیے رکھا۔"

دفعتاً ابوالحسن کی کراہ سنائی دی۔ وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ میں اس پر جھک گیا اور اس کی کنپٹیاں سہلانے لگا۔ مرجانہ قریب چلی آئی تھی جب کہ ادلیوہا ورڈ بڑی بے نیازی سے پیالہ بستر پر بیٹھا تھا۔ اس نے نہ تو سردار کے قریب آنے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی اس کے انداز سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے ابوالحسن کے ہوش میں آنے کو کوئی اہمیت دی ہے۔

چند لمحے ہولے ہولے کراہنے کے بعد سردار نے آنکھ کھول دیں۔ اس نے دو چار بار پلکیں جھپکائیں، وہ شاید یہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ پھر اچانک جیسے اسے سب کچھ یاد آ گیا۔ وہ اُچھل کر بیٹھ گیا۔ "وہ بدمعاش کہاں گیا؟" سردار بڑی زور سے دہاڑا۔

میں نے سردار کا شانہ مضبوطی سے جکڑ لیا۔ "وہ بدمعاش کہیں نہیں گیا، یہیں موجود ہے۔"

"میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" سردار نے خود میری گرفت سے چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے آپ کو منع کیا تھا کہ اس پر گولی مت چلانا۔ آپ پھر بھی باز نہیں آتے۔" میں نے سردار کو سرزنش کی۔

"تم سے کس نے کہا کہ میں نے اس پر گولی چلانے کی کوشش کی تھی۔" ابوالحسن نے حیرت سے کہا۔

"بچکانہ باتیں مت کریں۔" میں نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔ "آپ خود سوچنا چاہیے تھا کہ میں نے آپ کو بلاوجہ تو نہیں روکا ہوگا!"

"کاش میں نے تم سے وعدہ نہ کیا ہوتا کہ اس پر گولی نہ چلاؤں گا تو اس وقت صورتِ حال بہت مختلف ہوتی۔" سردار نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بے شک۔" میں سرد لہجے میں بولا۔ "آپ ابھی تک اس کی قید میں ہوتے اور آپ کا پورا قبیلہ الگ پریشان ہوتا۔ ممکن ہے آپ کو گولی مار چکا ہوتا۔"

"وہ ہرگز ایسی حماقت نہ کرتا۔ اگر وہ مجھے مار دیتا تو خود نہیں بچ سکتا تھا۔ قبیلے کے لوگ اس کی تکہ بوٹی کر ڈالتے!"

"میں آپ کو بہت عقل مند سمجھتا تھا مگر اس وقت آپ بچوں کو بھی مات کیے دے رہے ہیں۔" میں نے مایوسی

"میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی۔" سردار نے مجھے گھورا۔

"ہرگز نہیں، اس کے برعکس آپ بڑی عقل مندی کی گ

کر رہے ہیں۔ جانتے ہیں اس کے عزائم کیا تھے؟ وہ آپ کو یرغمال بنا کر یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اگر اس کی یہ کوشش کامیاب ہو جاتی تو قبیلے کے لوگ مُنہ دیکھتے رہ جاتے اور ممکن ہے صحرا سے نکلنے کے بعد وہ آپ کو ہلاک ہی کر ڈالتا۔ وہ کچھ اسی قسم کا جلّاد صفت آدمی ہے۔"

"تم مجھے چھوڑ دو۔ اس وقت تو میں بے خبری میں مار کھا گیا تھا۔ اب دیکھوں گا، وہ کتنے پانی میں ہے۔" سردار مچلا۔

"آپ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ کی عزت بے حد عزیز ہے، اس لیے آپ کو نہیں چھوڑ رہا لیکن میں زیادہ دیر آپ کو جبراً نہیں روکوں گا۔ اس وقت آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے ارادے سے باز آ جائیں۔ کیوں اپنی بے عزتی کرانے پر تلے ہوئے ہیں؟"

"میں محسوس کر رہی ہوں کہ ان دونوں کا آپس میں کوئی گٹھ جوڑ ضرور ہے۔" مرجانہ اپنے باپ سے بولی۔ "تبھی تو یہ اسے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔"

سردار نے چونک کر مرجانہ کی طرف دیکھا۔ اس کے انداز سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی تک وہاں مرجانہ کی موجودگی سے بے خبر رہا ہو۔ کچھ دیر وہ خالی خالی نظروں سے مرجانہ کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لی۔ "تم غلط انداز میں سوچ رہی ہو مرجانہ!" سردار نے کہا۔ "علی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہ ہم سے دشمنی نہیں کر سکتا۔"

میں نے۔۔۔۔ سکون کا سانس لیا اور سردار کے شانے پر میری گرفت خود بخود ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ راہِ راست پر آ گیا تھا۔

"وہ کچھ بھی سہی بابا! لیکن ہے تو علی کا ساتھی۔ یہ دونوں ریگستان میں ایک ساتھ سفر کر رہے تھے۔ علی اس کی زندگی بچانے کے لیے اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر یہاں تک لایا تھا۔ ممکن ہے کسی بات پر ان میں آپس میں اختلافات ہو گئے ہوں لیکن اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ علی اسے بچانے کے لیے آپ کو اس کے مقابل جانے سے نہیں روک رہا۔ آپ اس وقت بھی قبیلہ جراعتہ کے سب سے قوی آدمی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ شخص زیادہ دیر آپ کے مقابلے پر نہیں ٹک سکے گا۔"

"آپ کچھ بھی کہیں سیّدہ مرجانہ! مگر سردار کو میں ہرگز یہ اجازت نہیں دوں گا کہ وہ میرے ساتھی کے مقابل آئیں۔" میں نے بڑے احترام سے کہا۔

"میں علی سے متفق ہوں مرجانہ!" سردار نے کہا۔ "کچھ دیر قبل میں غصے میں تھا لیکن یقین کرو علی جو کچھ کہہ رہا ہے مجھے اس پر خود بھی کامل یقین ہے۔ یہ شخص بلاشبہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ میں نے اس پر دھوکے سے حملہ کیا تھا مگر اس نے جس پھُرتی سے مجھے زیر کیا اس کی داد نہ دینا ناانصافی ہوگی۔ میرا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔"

"آپ بھی یہی کہہ رہے ہیں بابا!" مرجانہ بڑی مایوسی سے بولی۔ "میں تو اسے آپ کے ہاتھوں شکست کھاتے ہوئے دیکھنا چاہتی تھی۔"

سردار ہنس پڑا۔ "دنیا میں ہر کام ہر ایک کے کرنے کا نہیں ہوتا بیٹی!" اس نے بڑی شفقت سے کہا۔ "تم اپنے باپ کو ناقابلِ شکست سمجھتی ہو تو یہ تمہاری بھول ہے۔ دنیا بہت بڑی ہے بیٹی! اور اس میں بڑے بڑے فنکار بھرے پڑے ہیں۔ قدرت نے سیر کے لیے سوا سیر ضرور پیدا کیا ہے۔ جو معاملہ علی کے اور اس کے درمیان ہے مجھے ویسے بھی اس میں نہیں پڑنا چاہیے۔ یہ شخص علی کا دردِ سر ہے۔ علی کا جیسے جی چاہے اس سے نمٹے اور اس کے ساتھ جو جی چاہے سلوک کرے۔"

"مجھے خوشی ہے سردارِ محترم کہ آپ نے دوبارہ پہلے جیسی دانشمندانہ گفتگو شروع کر دی۔" میں نے سردار کے شانے پر سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

"میں بھی انسان ہوں سیّدی علی! تاہم مجھے افسوس ہے کہ میں جذبات کے دھارے میں بہہ گیا تھا اور تمہیں میری وجہ سے ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑا۔ میں وقتی طور پر اپنی ذمّے داریوں کی طرف سے بھی غافل ہو گیا تھا۔ مجھے سب سے پہلے تم سے یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ قزّاقوں کا کیا بنا؟"

"ہمیشہ کی طرح خدا نے مجھے اس معرکے میں بھی سرخروئی عطا کی سردارِ محترم! سارے قزاق مارے گئے اور میں نے ان کے سرغنہ کو زندہ گرفتار کر لیا۔"

"مجھے تم سے یہی توقع تھی سیّدی علی!" سردار نے وارفتگی سے کہا۔ "لیکن اگر خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں ہمیشہ ایک ناکردہ جرم کے احساس تلے دبا رہتا۔"

"تم نے تمام قزّاقوں کو مار ڈالا سیّدی علی؟" مرجانہ متحیرانہ انداز میں بولی۔

"اس کارنامے میں پورا قبیلۂ جراعتہ میرا شریک ہے سیّدہ مرجانہ۔" میں نے کہا۔

"بابا نے مجھے بتایا تھا کہ تم تنہا ان کا مقابلہ کرنے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم ایسے ہی واپس آ گئے ہو گے؟"

"جو کام میں اپنے ذمّے لے لیتا ہوں سیّدہ مرجانہ! اسے پورا کیے بغیر مجھے سکون نہیں ملتا۔ میں بھلا قزّاقوں کا صفایا کیے بغیر کیسے واپس آ سکتا تھا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہمارے قبیلے پر یہ تمہارا بہت بڑا احسان ہے۔" مرجانہ بولی۔ "کچھ دیر قبل میں نے تمہاری شان میں کچھ نازیبا باتیں کہی تھیں۔ میں ان پر شرمندہ ہوں۔ مجھے معاف کر دینا سیّدی۔"

"کوئی بات نہیں سیّدہ مرجانہ!" میں نے ہنس کر کہا۔ "ایسی معمولی باتوں کا بُرا ماننا میری عادت کے خلاف ہے۔"

"سردار سے کہو کہ ہماری روانگی کا بندوبست کر دے۔" دفعتاً اولیوہا ورڈ نے مجھ سے کہا۔ "میں لکی سے ملنے کے لیے بے تاب ہوں اور زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔"

میں نے اولیوہا ورڈ کو خشمگیں نظروں سے گھورا۔ "تم نے اپنی حرکتوں سے ان لوگوں کو برگشتہ کر دیا ہے۔ میں نے سردار کو بڑی مشکل سے ٹھنڈا کیا ہے۔ وہ تمہاری جان لینے کے درپے ہو رہا تھا۔"

"تم نے ناحق اسے روکا۔" اولیوہا ورڈ نے بے پروائی سے کہا۔ "اسے ایک کوشش اور کر لینے دیتے۔"

"اپنی کھال میں رہو اولیوہا ورڈ! تم نے پہلے ہی میرے لیے مشکلات کھڑی کر دی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے ضبط کا پیمانہ جواب دے جائے۔"

"تمہاری ساری اکڑ صرف اس بات پر ہے کہ تم نے میری بیٹی کو یرغمال بنا رکھا ہے۔"

"اسے یرغمال بنائے زیادہ عرصہ تو نہیں گزرا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "ہم تو اس سے کہیں زیادہ عرصے سے ایک دوسرے کے حریف ہیں۔"

"لکی کی بنیاد پر جس طرح تم نے مجھے بے بس کیا میں اسے کبھی نہیں بھولوں گا۔ پہلے میں تمہارے ہاتھوں اس طرح بے بس بھی کبھی نہیں ہوا تھا۔"

"وہ وقت بھی آئے گا جب لکی یرغمال نہیں ہو گی۔ اس وقت میں دیکھوں گا کہ تم کونسا تیر چلاتے ہو۔"

"میں جا رہا ہوں علی!" سردار نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "بستی کے لوگ میرے منتظر ہوں گے۔"

"یہ کہاں جا رہا ہے؟" اولیوہا ورڈ نے سردار کو باہر جاتے دیکھ کر تیزی سے پوچھا۔ "تم نے اس سے کہہ دیا کہ ہماری واپسی کا بندوبست کر دے؟"

"یہ بات پہلے سے طے ہے کہ وہ ہماری روانگی کا بندوبست کر دے گا۔" میں نے کہا۔ "مگر آج نہیں، کل۔"

"کیوں، آج کیوں نہیں؟" اولیوہا ورڈ نے زور دے کر کہا۔ "آخر تم آج یہاں رُکنے پر کیوں مُصر ہو؟"

"پہلے یہ وجہ تھی کہ تمہاری حالت اس قابل نہیں تھی کہ سفر کر سکتے۔ اب تم ٹھیک ہو مگر میں کل صبح سے اب تک مسلسل مصروف رہا ہوں۔ آرام کرنے کے لیے مجھے ایک آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں ملا اور میں اس حالت میں اونٹ پر مسلسل بارہ چودہ گھنٹے سفر نہیں کر سکوں گا۔"

"اگر یہ بات ہے تو مجبوری ہے۔ ہمیں کل شام تک یہاں رُکنا ہی پڑے گا۔" اولیوہا ورڈ نے بُجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ پھر چونک کر بولا۔ "تم نے یہ نہیں بتایا کہ قزاقوں کا کیا بنا؟"

"سب مارے گئے اور سرغنہ گرفتار ہو گیا۔" میں نے کہا۔

"وہ کہاں ہے؟" اولیوہا ورڈ نے پوچھا۔

"کیوں؟" میں نے اسے گھورا۔ "تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں نے کبھی کوئی قزاق نہیں دیکھا۔ آج قزاقوں کے ایک سرغنہ کو دیکھنے کا موقع ملنے والا ہے۔"

مجھے اولیوہا ورڈ کے انداز میں کوئی عجیب سی بات محسوس ہوئی جسے میں کوئی معنی نہ پہنا سکا۔ "صبح دیکھ لینا۔ وہ یہیں قید ہے، کہیں بھاگا نہیں جا رہا ہے۔"

"جب تم لوگ آپس میں باتیں کرتے ہو تو مجھے بڑی اُلجھن ہوتی ہے۔ تم کونسی زبان میں باتیں کرتے ہو؟" مرجانہ نے پوچھا۔

"ہم لوگ ترکی زبان میں باتیں کرتے ہیں۔" میں نے سفید جھوٹ بولا۔ "ہمارا ساتھی کوئی اور زبان نہیں جانتا۔"

"تم بڑے باکمال آدمی ہو سیّدی علی! تم باتوں کے بھی ماہر ہو اور لڑائی کے بھی۔ یہ شخص تم سے جس طرح باتیں کرتا ہے اس سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے یہ تمہارے خون کا پیاسا ہو۔ تم کہتے ہو یہ بہت خطرناک آدمی ہے لیکن کچھ دیر پہلے جب میں اور بابا اس کے قبضے میں تھے تو تم نے صرف باتوں کے ذریعے اسے ہتھیار پھینکنے پر کیسے مجبور کر دیا!"

"حالانکہ یہ اس وقت مسلح بھی تھا۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اگر یہ اتنا ہی خطرناک ہوتا تو میرا قصّہ پاک کر سکتا تھا۔ یہی کہنا چاہتی ہیں نا آپ؟"

"ہاں، میں یہی کہنا چاہتی ہوں اور یہ چیز مجھے اُلجھن میں ڈال رہی ہے۔ کہیں تم جادوگر تو نہیں ہو؟"

"دراصل یہ شخص شیر ہے مگر میری موجودگی میں بکری بنا رہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"تم مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔ یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔"

"صحیح بات یہ ہے سیّدہ مرجانہ کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں۔ اسے اگر موقع مل جائے تو یہ بے دریغ مجھے ہلاک کر ڈالے گا۔ یہ انتہائی خودغرض، کینہ پرور اور سازشی آدمی ہے لیکن آج کل اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اسی لیے اوندھی سیدھی حرکتیں کر رہا ہے۔"

"یہ تو میں بھی سمجھ گئی ہوں کہ یہ غیرمعمولی طور پر خطرناک آدمی ہے۔ معمولی آدمی نہ تو خود کو رسّیوں کی بندش سے اس طرح آزاد کرا سکتا ہے اور نہ ہی میرے بابا کو اس طرح شکست دے سکتا ہے مگر یہ تمہارے سامنے بھیگی بلّی کیوں بن جاتا ہے، اور تمہاری آواز سن کر اس نے بندوق کیوں پھینک دی تھی؟"

"یہی تو میں آپ کو بتا رہا تھا، اس کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اس نے جلدبازی میں ایک غلط قدم اٹھا لیا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ اس طرح یہ اس ریگستان سے نہیں نکل سکے گا۔ یہ چاہتا تھا کہ میں اس کے لیے ترجمانی کے فرائض انجام دوں مگر میرے انکار پر یہ ڈھیلا پڑ گیا۔ اب صحرا سے نکل کر مجھ سے نمٹنے کی کوشش کرے گا۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ تم دونوں ہی پُراسرار ہو مگر تمہارے سامنے یہ شخص طفلِ مکتب معلوم ہوتا ہے۔"

"میں باہر جا رہا ہوں سیّدہ مرجانہ! آپ میرے ساتھ چلیں گی یا یہیں ٹھہریں گی؟"

"تمہارے ساتھ چلوں گی۔" مرجانہ نے بوکھلا کر کہا۔ "میں اس درندے کے ساتھ تنہا رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

"اس وقت یہ درندہ ایک بے ضرر کیچوے سے بھی بدتر ہے۔ آپ یہاں رُکنا چاہیں تو بے خطر رُک سکتی ہیں۔"

"میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"تم کہاں جا رہے ہو علی؟" اولیوہا ورڈ نے مجھے باہر جاتے دیکھ کر پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر میں واپس آ رہا ہوں۔ میری واپسی تک تمہیں یہیں رہنا ہو گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں، میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔" اولیوہا ورڈ بولا۔

"سردار تمہیں کسی بھی قسم کی آزادی دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر یہ شخص باہر دکھائی دیا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اولیوہا ورڈ نے مجھے گھورا۔

"تمہیں مطلع کرنا میرا فرض تھا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تم نہیں مانتے تو تمہاری مرضی۔ میرے منع کرنے کے باوجود اگر تم یہاں سے باہر نکلو گے تو نتائج کے ذمّے دار تم خود ہو گے۔ میں تو صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ جھونپڑے کے باہر مسلح لوگ موجود ہوں گے جو دیکھتے ہی تمہیں گولی مار دیں گے۔ سردار نے انہیں یہی حکم دیا ہے۔ آؤ چلیں۔" آخری فقرہ میں نے مرجانہ سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔ وہ میرے ساتھ جھونپڑے سے باہر کی سمت چل پڑی۔ اولیوہا ورڈ کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔

دروازے پر پہنچ کر میں اچانک اولیوہا ورڈ کی طرف مڑا۔ "میں تمہیں ایک بات تو بتانا ہی بھول ہی گیا۔ سردار نے کہا تھا کہ جھونپڑے کے اندر روشن مشعل جلتی رہنی چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ تم سردار کی اس ہدایت پر عمل کرو گے۔ اگر تم نے اب کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں تمہارے ساتھ مزید کوئی رعایت نہیں برتوں گا۔"

میں تیزی سے پلٹ کر باہر نکل گیا۔ میری بات کے جواب میں اولیوہا ورڈ نے کچھ کہا تھا۔ شاید گالیاں بک رہا تھا مگر میں نے کوئی بات سننے کی زحمت نہیں کی۔ میں نے اس سے جو کچھ کہا تھا سب جھوٹ تھا۔ سردار نے اس سلسلے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ سب کچھ میں نے ایک فوری منصوبے کے تحت کیا تھا۔ میری چھٹی حس کسی خطرے کا اعلان کر رہی تھی مگر مجھے معلوم نہیں تھا کہ خطرہ کیا ہے۔ بس اچانک ہی میری سمجھ میں جو کچھ آیا میں کر گزرا۔

جھونپڑے کے باہر نخلستان میں تاریکی کا راج تھا۔ بستی کے جھونپڑوں سے چھن کر آنے والی مشعلوں کی روشنیاں نخلستان میں پھیلی ہوئی تاریکی سے نبرد آزما تھیں .... نخلستان کے ایک دُور افتادہ گوشے میں کچھ مشعلیں روشن تھیں اور وہاں کچھ لوگ بھی دکھائی دے رہے تھے۔

میں نے اولیوہا ورڈ سے جو کچھ کہا تھا سراسر جھوٹ پر مبنی تھا لیکن سردار کے جھونپڑے سے باہر نکلنے کے بعد چند قدم چل کر ہی مجھے ٹھٹک جانا پڑا۔ جھونپڑے سے چھن کر آنے والی روشنی میں میں نے وہاں کچھ لوگوں کی موجودگی محسوس کی تھی۔ وہ سب لوگ مسلح تھے اور ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر تھے۔ مرجانہ بھی میرے ساتھ ہی رُکی تھی۔

"آپ رک کیوں گئے سیّدی علی؟" تاریک سایوں میں سے ایک نے پوچھا۔

میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ قبیلۂ جراعتہ ہی کے لوگ تھے اور سردار کے جھونپڑے کی نگرانی کر رہے تھے۔ "تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟" میں نے جوابی سوال کیا۔

"ہم سردار کے حکم پر یہاں موجود ہیں۔ ہمارے سپرد یہ ذمّے داری ہے کہ آپ کے ساتھی کو باہر نہ نکلنے دیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ٹھیک ہے دوستو! اپنا کام کیے جاؤ" میں نے کہا اور مرجانہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا "تمہارے بابا کہاں ہوں گے؟" میں نے مرجانہ سے پوچھا۔

"ممکن ہے وہاں ہوں" مرجانہ نے ہاتھ اٹھا کر اس طرف اشارہ کیا جہاں کئی مشعلیں جلتی نظر آ رہی تھیں۔

"اُدھر کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس جگہ کو ہم لوگ اصطبل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ وہاں ہم اپنے اونٹ باندھتے ہیں۔"

میرے قدم اسی جانب اٹھنے لگے۔ قریب پہنچ کر پتا چلا کہ مرجانہ کا خیال درست تھا۔ سردار ابوالحسن وہاں موجود تھا۔ کئی جلتی ہوئی مشعلوں کی زرد روشنی نے نخلستان کا کچھ حصہ روشن کر رکھا تھا۔ بہت سے اونٹ کھجور کے درختوں سے بندھے ہوئے تھے۔ ایک جانب سردار کچھ لوگوں کے ساتھ موجود تھا۔ اس کے سامنے اس اسلحے کا ڈھیر نظر آ رہا تھا جو قزاقوں کے ان اونٹوں پر موجود تھا جنھیں میں اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

"اچھا ہوا تم خود ہی آ گئے سیدی علی!" سردار نے مجھے دیکھ کر کہا۔ "میں تمہیں بلوانے ہی والا تھا۔ تمہاری ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔"

"خیریت تو ہے سردارِ محترم! میری ایسی کون سی ضرورت پڑ گئی؟"

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم نے اتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہو گی" سردار نے کہا "اس اسلحے اور ان اونٹوں کی مالیت لاکھوں ریال تک پہنچتی ہے۔"

"یہ تو کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے" میں نے بے پروائی سے جواب دیا "اس بات کا تو مجھے پہلے ہی اندازہ تھا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو سیدی علی!" سردار نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "لیکن ایک خاص بات بھی ہے، اُدھر دیکھو۔"

میں نے سردار کی اشارہ کردہ سمت میں دیکھا۔ ایک کھجور کے تنے سے ایک شخص بندھا ہوا تھا۔ اسے سر سے پیر تک بُری طرح کھجور کے تنے کے ساتھ جکڑ دیا گیا تھا۔ میں نے اسے اس کے لباس سے پہچانا۔ وہ قزاقوں کا سرغنہ تھا اور اس کے چہرے پر نقاب نہیں تھا۔

"ہاں، یہ ایک خاص بات ہے" میں نے سرغنہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "میں اسے بے نقاب دیکھنا چاہتا تھا۔"

سردار اور مرجانہ بھی میرے ساتھ آ رہے تھے۔ سرغنہ کے قریب پہنچ کر میں رُک گیا۔ اس کا قد چھ فٹ سے نکلتا ہوا تھا۔ جسم کسرتی تھا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بے انتہا مشقت کا عادی رہا ہو گا۔ جھلسی ہوئی رنگت اس کے ریگستان سے گہرے رشتے کا اعلان کر رہی تھی۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی چمکیلی آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا۔

"کتنا ڈراؤنا آدمی ہے یہ" مرجانہ نے اسے دیکھ کر جھرجھری لیتے ہوئے سرگوشیانہ انداز میں مجھ سے کہا "اسے تو دیکھ کر ہی خوف آتا ہے۔"

میں مرجانہ کی بات سے متفق تھا۔ عام آدمی یقیناً اسے دیکھ کر سہم جایا کرتے ہوں گے لیکن میں اسے دیکھ کر بہت مایوس ہوا تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ شاید اس کے نقاب پہنے رہنے کی کوئی خاص وجہ سامنے آئے گی مگر ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی۔ "تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے نیم دلی سے پوچھا۔

"اوہ! تو وہ تم ہو جس کی وجہ سے میرا گروہ تباہ ہو گیا!" اس نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے اچانک ہی نفرت جھانکنے لگی تھی۔ اس نے پہلے میرا چہرہ تو دیکھا نہیں تھا، صرف آواز ہی سنی تھی اور اس وقت بھی اس نے مجھے میری آواز سے ہی پہچانا تھا۔ قزاق والا لباس بھی میں نے اتار پھینکا تھا۔

"ہاں، قدرت نے یہ کارنامہ میرے ہی ہاتھوں سرانجام دلوایا ہے" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا "لیکن میں نے تم سے تمہارا نام پوچھا تھا؟"

"اگر میں آزاد ہوتا تو تمہیں اس طرح میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی" وہ غضب ناک انداز میں بولا۔

"تم کیا کرتے؟" میں نے پُرسکون لہجے میں پوچھا۔

"میں وہ آنکھیں نکال کر پھینک دیتا جن سے تم مجھے گھور رہے ہو۔"

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں تمہاری حسرتیں نکالنے کا موقع ضرور دوں گا لیکن اگر تم شرافت سے میرے سوالوں کا جواب دے دیتے تو بہتر ہوتا۔ بعد میں کسی چیز کا ذمے دار نہیں ہوں گا۔"

"محض ایک اتفاق کے تحت تم ہم پر حاوی آ گئے اور اب تم جس قدر بھی زبان چلا رہے ہو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ میں بندھا ہوا ہوں۔"

"اس کا زندہ رہنا ٹھیک نہیں ہے سیدی علی!" مرجانہ نے میرے کان میں سرگوشی کی "اسے مار ڈالو۔"

میں چند لمحے سرغنہ کو گھورتا رہا پھر میں سردار کی طرف مڑا۔ "اسے کھول دیا جائے" میں نے بلند آواز میں کہا۔

"مم... میری بات سنو!" سردار نے ہکلا کر کہا "تمہارے آنے سے قبل میں نے اس سے پوچھ گچھ کی تھی۔"

"تو؟ اس سے کیا فرق پڑتا ہے" میں نے سردار کو تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"اس نے اپنے بارے میں بہت سی باتیں بتائی ہیں" سردار جلدی سے بولا "اس کا نام شقلان ہے اور..."

"میں نے آپ سے کہا ہے کہ اسے کھول دیا جائے" میں نے سرد لہجے میں کہا "اس کے علاوہ میں کچھ سننا نہیں چاہتا۔"

"اس وقت یہ ہمارے قبضے میں ہے سیدی علی! تم کہاں اس کی باتوں میں آ رہے ہو۔ ہم اس پر تشدد کر کے اس سے سب کچھ معلوم کر لیں گے" سردار نے کہا۔

"پہلے میں اسے شکست دے کر یہ بتاؤں گا کہ آدمی کو اپنے قد سے اونچی بات کبھی نہیں کرنی چاہیے، اُس کے بعد اس سے پوچھ گچھ کر دوں گا" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"بابا کی بات مان لو سیدی علی! اسی میں تمہارا فائدہ ہے" مرجانہ التجائیہ انداز میں بولی۔

"میں اٹل فیصلے کرنے کا قائل ہوں سردار! اگر آپ کو میری بات ماننے میں اتنا ہی تردد ہے تو پھر میں خود ہی زحمت کر کے اسے کھول دوں گا۔"

"میں سمجھ گیا۔ تم کسی صورت نہیں مانو گے" سردار نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ سرغنہ کو آزاد کر دیا جائے۔

"تمہاری آزادی کے بعد ہمارے درمیان فیصلہ کُن جنگ ہو گی جو اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ ایک فریق دوسرے پر واضح جسمانی برتری نہ ثابت کر دے" میں نے سرغنہ سے کہا۔ قبیلۂ جراعتہ کے دو افراد اس کے جسم کے گرد بندھی رسیاں کھولنے میں مصروف تھے۔ میں سردار کی طرف مُڑا "ہماری لڑائی کے دوران کسی بھی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی خواہ صورتِ حال کچھ ہی کیوں نہ ہو" میں نے کہا "اور لڑائی کا نتیجہ اگر سرغنہ کی برتری کی صورت میں نکلے..."

"بچو علی!" دفعتاً سردار بوکھلائے ہوئے انداز میں چیخا۔

میں بڑی تیزی سے مڑا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سرغنہ میرے سر پر پہنچ چکا ہے۔ اس کے دائیں ہاتھ کا پنج شاخہ مہلک انداز میں میرے چہرے کی سمت سفر کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ کی کھلی ہوئی انگلیاں خطرناک انداز میں اکڑی ہوئی تھیں۔ سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ اگر اس کے ہاتھ کا میرے جسم کے کسی بھی حصے سے تصادم ہوا تو میرے جسم کے اس حصے میں شگاف پڑ جائیں گے۔ وہ کنگ فو کا مہلک ترین وار تھا اور اس وقت میرا چہرہ اس وار کی زد میں تھا۔ اس نے بے خبری میں اچانک مجھ پر حملہ کیا تھا لہٰذا میں ایسی خطرناک پوزیشن میں پھنس گیا تھا کہ حملے سے بچنے کے لیے مارشل آرٹس کی کوئی بھی تیکنیک میرے کام نہیں آ سکتی تھی اور اس وار سے بچنا میرے لیے لازمی بھی تھا۔ جسمانی مقابلوں میں پہلے وار کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ جو فریق پہلا وار کرنے میں کامیاب ہو جائے وہ آدھا مقابلہ تو پہلے ہی جیت جاتا ہے۔

اس نازک ترین لمحے میں بھی میں اپنے پورے ہوش و حواس میں تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ قبیلۂ جراعتہ کے جتنے بھی افراد وہاں موجود تھے ان سب نے اپنی سانسیں تک روک لی ہیں۔ وہ دو طرفہ دباؤ میں تھے۔ ایک طرف وہ سرغنہ کو شکست خوردہ دیکھنا چاہتے تھے اور دوسری طرف انھیں یہ خوف بھی تھا کہیں مجھے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ میں جو ان کا مہمان تھا اور وہ محض میری ضد کی وجہ سے اس مقابلے کی اجازت دینے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ ان کے درمیان مجھے کوئی گزند پہنچ جاتی تو ان کی مہمان نوازی کی روایات چکنا چور ہو کر رہ جاتیں۔

ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں ہی میں نے نہ صرف سب کچھ سوچا سمجھا بلکہ خود کو بچانے کے لیے ایک طریقے پر عمل بھی کر گزرا۔ میں نے خود کو بڑی تیزی سے دائیں جانب زمین پر گرا دیا۔ اس کی انگلیاں میرے بالوں کو چھو کر گزر گئی تھیں۔ زمین پر گر کر میں رُکا نہیں بلکہ لگاتار کئی قلابازیاں کھاتا ہوا اس سے کئی گز کے فاصلے پر پہنچ گیا...

اور اس کے بعد اتنی ہی تیزی سے اُچھل کر دوبارہ اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔ جو کچھ ہوا وہ میرے لیے حیران کُن تھا۔ میرا خیال تھا کہ رسیوں سے کافی دیر بندھے رہنے کے باعث اس کا جسم شل ہو رہا ہو گا۔ اس لیے وہ آزاد ہونے کے بعد چند لمحے ضرور لے گا تاکہ اس کے جسم میں خون کی روانی اعتدال پر آ جائے اور وہ پوری مستعدی اور چابکدستی کے ساتھ مجھ سے مقابلہ کر سکے لیکن اس نے تو ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر مجھ پر حملہ کر دیا تھا اور اس کے کسی انداز سے یہ ظاہر نہیں ہوا تھا کہ دیر تک بندھے رہنے سے اس کا جسم کسی بھی طرح متاثر ہوا ہو۔ دوسری حیران کن بات اس کی مارشل آرٹس سے واقفیت تھی۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایک صحرائی قزاق مارشل آرٹس میں ایسی مہارت کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔

لیکن وہ حیران ہونے کا وقت نہیں تھا۔ اس وقت تو مجھے اپنی تمام تر توانائیاں مقابلے پر صرف کرنا تھیں۔ میرے اور اس کے درمیان کئی گز کا فاصلہ تھا اور اسے مجھ پر دوسرا حملہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنے کے لیے چند سیکنڈ ضرور لگتے۔ میں اس کی طرف سے اس بار پوری طرح ہوشیار تھا لیکن میں نے ظاہر یہ کیا کہ جیسے میری نظروں میں اس کی کوئی خاص اہمیت نہ ہو۔

"اگر اس مقابلے میں سرغنہ جیت جائے تو اسے ایک اونٹ اور زادِ راہ دے کر یہاں سے رخصت کر دینا" میں نے سردار کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی وہ ادھوری بات مکمل کی جو سرغنہ کے اچانک حملہ کرنے کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی تھی" میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اگر یہ مجھ پر غالب آ گیا تو اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا اور صحیح و سالم یہاں سے نکل جانے دیا جائے گا"

"تمہارا وعدہ میرا وعدہ ہے" سردار نے بھرآئی ہوئی آواز میں کہا" تمہاری اس خواہش کا احترام کیا جائے گا"

"تم نے سُن لیا؟" میں نے سرغنہ کو مخاطب کیا۔ "اب بے خوف و خطر ہو کر مجھ سے مقابلہ کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنی شکست کے لیے تم کسی لنگڑے لُولے بہانے کا سہارا تلاش کرنے کی کوشش کرو"

قزاقوں کا سرغنہ جو مجھ پر دوسرا حملہ کرنے کے لیے میری طرف بڑھ رہا تھا" اچانک رک گیا۔ اپنی دانست میں اس نے مجھ پر جو پہلا وار کیا تھا اس سے میرا بچ جانا ناممکن تھا مگر میں اس سے بچ گیا۔ اس کے لیے حیرت کا یہی دھچکا کچھ کم نہیں تھا کہ رہی سہی کسر میرے پُرسکون رویے نے پوری کر دی۔ میرا حربہ کارگر رہا تھا۔ تحیر نے اس کے اعصاب میں پنجے گاڑ دیے تھے۔ پہلی بار اسے اس سنگین حقیقت کا ادراک ہوا کہ اس کا حریف کوئی غیر معمولی آدمی ہے۔ وہ ذہنی طور پر مجھ سے مات کھا چکا تھا۔

"رک کیوں گئے اے ابنُ الابل" میں نے اسے للکارا" آگے بڑھ کر حملہ کیوں نہیں کرتے۔ کیا تم نے اپنی ماں کے بجائے کسی اونٹنی کا دودھ پیا ہے؟"

قبیلہ جراعنہ کے کئی افراد کے ہنسنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اونٹ کے بچے والے استعارے نے انہیں بہت محظوظ کیا تھا۔

قزاقوں کے سرغنہ پر میری بات کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا۔

"قبیلہ جراعنہ کی مرغیاں بھی تم سے زیادہ بہادر ہیں" میں نے سرغنہ پر دوسری چوٹ کی" جب ان میں آپس میں لڑائی ہوتی ہے تو وہ صرف حملہ کرتی ہیں۔ سوچنے سمجھنے میں وقت ضائع نہیں کرتیں"

سرغنہ کے قدم آہستہ آہستہ حرکت میں آئے۔ وہ بڑے پنے تُلے انداز میں میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کا یہ انداز دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ مجھ سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ میں نے اسے غصہ دلانے کے لیے اس کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی تھی مگر اس کا بالکل برعکس ردِعمل ظاہر ہوا۔ غصے میں آنے کے بجائے وہ بہت محتاط ہو گیا تھا۔ اس کے بارے میں میرا ہر اندازہ غلط ثابت ہو رہا تھا۔

میرے قریب آ کر وہ رک گیا۔ اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ وہ قدرے آگے کی طرف جھکا ہوا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ آگے کی جانب پھیلے ہوئے تھے۔ بالکل کراٹے فائٹر جیسا انداز تھا۔ میں اس کے کسی بھی حملے سے بچنے کے لیے پوری طرح تیار ہو گیا۔

لیکن اس نے فوراً ہی مجھ پر حملہ نہیں کر دیا۔ وہ آہستہ آہستہ میرے گرد گھوم کر حملہ کرنے کے لیے مناسب زاویہ تلاش کر رہا تھا۔ اسے زاویہ تو نہ مل سکا تاہم اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس نے پہلے کی طرح اس بار بھی ہاتھوں سے مجھ پر حملہ کیا تھا اور اس کا مسلسل ہدف میرا چہرہ تھا۔ وہ مجھ پر تابڑتوڑ حملے کر رہا تھا۔ میں پیچھے ہٹ کر اور کبھی دائیں بائیں جھک کر اس کے وار خالی دے رہا تھا۔

ہاتھوں کا کوئی وار کارگر نہ ہوتے دیکھ کر اس نے دفعتاً مجھ پر اپنی رائٹ کک آزمائی۔ میں ذرا سا دائیں جانب ہٹا۔ اس کا پیر میرے برابر سے گزرتا ہوا میرے سر سے بھی زیادہ بلندی پر جا پہنچا۔ میں نے نہایت پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوبارہ بائیں جانب آ کر اس کی ٹانگ کو اپنے دائیں ہاتھ سے فضا میں ہی تھام لیا۔ میں اس ایکشن میں ذرا سا جھکا، تھوڑا سا آگے بڑھا، بایاں ہاتھ اس کی کمر پر رکھا اور اس کے ساتھ ہی میں نے اپنے دائیں ہاتھ کو جس میں اس کی ٹانگ تھی" اوپر کی طرف اٹھایا۔ اس کا توازن بگڑا اور وہ پیچھے کی طرف گرنے لگا۔ اسے گرنے سے روکنے کے لیے میرا دوسرا ہاتھ اس کی کمر پر موجود تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں میں اس کے ہوا میں معلق جسم کو متوازن کیا اور پوری قوت سے اسے پیچھے کی طرف اچھال دیا۔ وہ ہوا میں اُڑتا ہوا مجھ سے کئی فٹ کے فاصلے پر دھپ سے مُنہ کے بل جا کر گرا۔ یہ سب کچھ اتنی سُرعت سے ہوا تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں میں بجلی سی چمک گئی ہو گی۔ اپنے دفاع میں جنبش تک کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

"واہ سیّدی علی واہ!" مرجانہ کی جوشیلی آواز سنائی دی" تم نے تو کمال کر دیا"

میں نے مرجانہ کی طرف دیکھنے کی زحمت نہیں کی۔ اس سرغنہ پر نظریں جمائے ہوئے بولا" آؤ میرے بچے آؤ! میں تمہیں بتاؤں گا کہ کون کس کی آنکھیں نکالتا ہے"

سرغنہ دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ ریت میں اَٹ کر بہت بھیانک ہو گیا تھا اور وہ اپنی سُرخ سُرخ آنکھوں سے مجھے گھورے جا رہا تھا۔

میں اپنی جگہ سے چند قدم آگے بڑھا" شاباش، جلدی اُٹھ جاؤ" میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا" گرے ہوؤں پر ہاتھ اٹھانا میں اپنی توہین سمجھتا ہوں"

وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور انداز سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے مجھ پر اچانک حملہ کرنا چاہتا ہو۔ پھر وہ بڑی تیزی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں سمجھا کہ وہ تیر کی طرح مجھ پر حملہ آور ہو گا مگر اس کے بجائے وہ تیزی سے ایک سمت بھاگا تھا۔ اس کی یہ حرکت میرے لیے شدید حیرت کا باعث تھی مگر مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ اس کا مدّعا کیا ہے۔ اس کا رُخ کچھ فاصلے پر موجود ایک اسٹین گن بردار شخص کی جانب تھا۔

اس کے عزائم کا اندازہ ہوتے ہی میں بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر اسٹین گن بردار بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔ ان لوگوں کو سختی کے ساتھ یہ ہدایت کی گئی تھی کہ سرغنہ پر گولی نہ چلائی جائے۔ اس بدلی ہوئی صورتِ حال میں اسٹین گن بردار کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بوکھلا کر پیچھے ہٹتا چلا گیا اور یہ اس کے حق میں بہت بہتر ہوا۔ اس لیے کہ اسی وقت میں نے عقب سے سرغنہ پر چھلانگ لگائی تھی اور اسے دُور تک رگیدتا چلا گیا تھا۔ اگر اسٹین گن بردار پیچھے نہ ہٹ گیا ہوتا تو وہ بھی زد میں آ جاتا۔

"تم نے یہ بزدلانہ حرکت کر کے عملی طور پر اپنی شکست کا اعتراف کر لیا ہے" میں نے اپنی کلائی مضبوطی سے اس کی گردن پر جماتے ہوئے کہا" اب زبان سے بھی اپنی شکست کا اقرار کر لو"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ جدوجہد کر رہا تھا اور پلٹ کر مجھ سے لپٹ پڑنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ اس کا جسم فولاد کی طرح سخت تھا اور خود وہ کسی اَرنے بھینسے کی طرح طاقت ور تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں زیادہ دیر اس پر اپنی گرفت برقرار نہیں رکھ سکوں گا۔ یہ اندازہ ہوتے ہی میں نے اپنی کلائی اس کی .... گردن سے ہٹائی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس طرح موڑا کہ وہ اس کی پشت پر آ گیا۔ اسے اس طرح قابو میں رکھنے کے لیے بھی مجھے خاصی قوت صرف کرنا پڑ رہی تھی۔ میں نے ایک گھٹنا اس کی کمر پر رکھ کر اپنا سارا بوجھ اس پر ڈال دیا۔

"اگر تم نے اب بھی جدوجہد ترک نہ کی تو تمہارا بازو کندھے سے اُکھاڑ دوں گا" میں غرایا۔

اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بالکل ہی بے دست و پا ہو کر رہ گیا ہے۔ اس نے میرے خلاف جدوجہد ترک کر دی۔

"بولو! شکست تسلیم کرتے ہو یا اکھاڑوں تمہارا ہاتھ؟" میں نے اس کے ہاتھ کو مزید موڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں" وہ کراہا" مجھے چھوڑ دو۔ میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں"

قبیلہ جراعنہ کے لوگوں نے فتح کا نعرہ لگایا مگر میں نے اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا" تم مجھے احمق سمجھتے ہو" میں نے غرا کر کہا" اگر میں نے تمہیں چھوڑا تو تم پھر کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرو گے۔ نہیں، پہلے تمہارے ہاتھ باندھے جائیں گے تب ہی میں تمہیں چھوڑوں گا"

میری بات سن کر اس نے ایک بار پھر میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کی مگر میں نے اسے بُری طرح جکڑ رکھا تھا" اگر اب تم نے زور آزمائی کی تو میں کوئی رعایت نہیں کروں گا اور تمہیں اپنی بقیہ زندگی ایک ہاتھ کے بغیر بسر کرنا پڑے گی"

وہ ساکت ہو گیا۔ سردار نے میری بات سن کر دو افراد کو اشارہ کیا کہ اسے دوبارہ باندھ دیں۔ وہ دونوں ہاتھوں میں رسیاں لیے میرے قریب آئے۔

"صرف اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو اور اسے یہیں پڑا رہنے دو" میں نے ان سے کہا اور ان دونوں کی مدد سے قزاقوں کے سرغنہ کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دیے۔ اس کے ہاتھ بندھ جانے کے بعد میں نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کیا اور اسے چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں، اب بتاؤ تم کیا کہہ رہے تھے؟" میں نے سردار سے پوچھا۔

"تمہاری یہاں آمد سے قبل میں نے اس سے پوچھ گچھ کی تھی۔ اس نے اپنا نام ثیقلان بتایا تھا۔ یہ ایک بدو ہے۔ حالات سے تنگ آ کر..."

"ٹھہر جائیں سردار!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا" یہ سب کچھ میں اس کی زبانی سننا پسند کروں گا"

میں نے ثیقلان کو بازو سے پکڑ کر سیدھا کیا۔ اس کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آنکھیں بند تھیں اور وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ میں نے اسے گریبان سے پکڑ کر کھینچا اور بٹھا دیا۔

"آنکھیں کھولو ثیقلان!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "تمھیں میرے سوالوں کے جواب دینا ہیں۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں مگر مُنہ سے کچھ نہیں بولا۔ اس کی آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔

"تمہارے گروہ میں کُل کتنے افراد تھے؟" میں نے پوچھا۔

"سب مارے گئے۔ صرف میں زندہ بچا ہوں۔" اس نے بڑے کرب سے یوں کہا جیسے مرنے والے اس کے عزیز رہے ہوں۔

"تمہارا ٹھکانا کہاں ہے؟"

"ہمارا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ ہم سب الگ الگ رہتے تھے۔ جب کوئی واردات کرنا ہوتی تھی تو ہم سب یک جا ہو جاتے تھے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری بات مانے لیتا ہوں۔ مجھے ان باتوں سے کوئی غرض بھی نہیں ہے۔ مجھے تو صرف ایک بات جاننے سے دل چسپی ہے۔ تم ہمیشہ نقاب کیوں پہنے رہتے تھے؟"

وہ جواب دینے سے قبل جھجکا۔ پھر بولا: "یہ کوئی اتنا اہم سوال تو نہیں ہے۔"

"سوال کے اہم یا غیر اہم ہونے کا فیصلہ کرنا میرا کام ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "تمہارا کام تو صرف جواب دینا ہے۔"

"اور اگر میں اس سوال کا جواب دینے سے انکار کردوں تو؟"

"تو پھر خود کو تشدّد کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرلو۔" میں نے کہا۔

"تشدّد تو تم لوگ ہر صورت میں کروگے۔"

"میرے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ اگر تم نے سیدھی طرح میرے سوالوں کے جواب نہ دیے تو تمھیں بدترین تشدّد سے گزرنا پڑے گا۔"

"میں ہر قسم کے تشدّد کے لیے تیار ہوں اور اب میں تمہارے کسی سوال کا جواب بھی نہیں دوں گا۔"

"اس شخص کے بارے میں آپ کی قیافہ شناسی کیا کہتی ہے؟" میں نے سردار سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" سردار نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "میں تمھیں یہی بتانے کے لیے بے چین تھا۔"

میں نے حیرت سے سردار کو دیکھا۔ اس کا رویّہ بے حد پُراسرار تھا۔ معلوم نہیں وہ مجھے کیا بات بتانے جا رہا تھا تاہم میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ چلتا رہا۔ تمام لوگوں سے دُور پہنچ کر وہ رک گیا۔

"اس شخص کے بارے میں بھی میری قیافہ شناسی اسی طرح ناکام ہوگئی ہے جس طرح تمہارے ساتھی کے بارے میں ہوئی تھی۔" سردار نے سرگوشی میں کہا۔

"کیا مطلب؟" میں بُری طرح چونک پڑا۔ "آپ کا مطلب ہے کہ وہ میک اپ میں ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ اسے کیا کہتے ہیں لیکن اس شخص کے چہرے پر بھی ویسا ہی مصنوعی غلاف موجود ہے جیسا تمہارے ساتھی کے چہرے پر ہے۔"

"کیا آپ یہ بات یقین سے کہہ رہے ہیں؟" میں نے بے صبری سے پوچھا۔

"ہاں۔" سردار بولا۔ "شاید عام لوگوں کی نگاہیں نہیں دیکھ پائیں کہ اس کا چہرہ کتنا سپاٹ اور بے تاثر ہے۔"

"آپ نے بہت اچھا کیا سردار کہ یہ بات دوسروں پر ظاہر نہیں کی۔" میں نے کہا۔ میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"میں نے تمہاری وجہ سے ہی یہ بات دوسروں سے چھپا لی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ ممکن ہے تم کسی مصلحت کے تحت اس بات کو دوسروں کی نظر میں لانا پسند نہ کرو۔"

"اس ریگستان میں کسی شخص کا میک اپ میں پایا جانا دنیا کی سب سے حیران کُن بات قرار دی جاسکتی ہے۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کچھ اندازہ ہے سردارِ محترم! کہ یہ شخص میک اپ میں کیوں رہتا تھا؟"

"میں کیا بتا سکتا ہوں لیکن یہ ضرور ہے کہ اس شخص میں اور تمہارے ساتھی میں چہرے کے مصنوعی خول تک تو مماثلت سامنے آچکی ہے۔"

"مجھے یاد ہے سردارِ محترم! آپ نے شُبہ ظاہر کیا تھا کہ ان دونوں میں کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔"

"ہاں، میں نے یہ شُبہ ظاہر کیا تھا اور میرا یہ شُبہ اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہ مل جائے۔"

"یہ شُبہ اپنے دل سے نکال دیں، اس لیے کہ ایک صحرائی قزاق اور ایک یہودی ایجنٹ کے درمیان کوئی تعلق ناقابلِ فہم ہے۔"

"ہوگا۔" سردار نے بے پروائی سے کہا۔ "تم یہ بتاؤ کہ اب کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"میں ہر قیمت پر اس شخص ثیقلان کی شخصیت کا راز معلوم کرکے رہوں گا لیکن اس سے پہلے کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ہم کھانا کھالیں؟"

"ٹھیک ہے۔ میں اس کی نگرانی کے لیے کہہ دوں پھر ہم چل کر کھانا کھاتے ہیں۔"

ہم دونوں اسی جگہ واپس آگئے جہاں قزاقوں کا سرغنہ بندھا بیٹھا تھا۔ سردار نے اس کی نگرانی کے لیے ہدایات دیں اور اس کے بعد ہم سردار کے جھونپڑے کی طرف پلٹ پڑے۔

"آپ کے جھونپڑے کے باہر کچھ مسلح محافظ نظر آئے تھے۔" میں نے جھونپڑے کی طرف جاتے ہوئے سردار سے پوچھا۔

"ہاں، میں نے انھیں خاص طور پر وہاں تمہارے ساتھی کی نگرانی کے لیے متعین کیا ہے۔"

"کیا تمام رات اس کی اسی طرح نگرانی ہوتی رہے گی؟"

"کھانے کے بعد قہوہ پیا جائے گا۔ مرجانہ تمہارے ساتھی کی پیالی میں بے ہوشی کی دوا ملا دے گی۔ اس کے بعد کسی نگرانی کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔"

"ممکن ہے وہ دوا اس پر اثر نہ کرے؟" میں نے خدشہ ظاہر کیا۔

"یہ ناممکن ہے۔" مرجانہ بولی۔ "وہ ہماری آزمودہ دوا ہے۔ کوئی شخص کتنی ہی شدید اذیت میں کیوں نہ مبتلا ہو، یہ دوا پی کر پُرسکون نیند سو جاتا ہے۔"

میں مطمئن ہوگیا۔ اولیو ہارڈ کی طرف سے بے فکری ضروری تھی جو اب مجھے حاصل ہوگئی تھی۔

جھونپڑے میں پہنچتے ہی اولیو ہارڈ نے بے تابانہ انداز میں مجھ سے پوچھا۔ "اس قزاق سے کچھ معلومات حاصل ہوئیں؟"

"ہاں۔" میں نے بُرا سا مُنہ بنا کے کہا۔ "اس کا نام ثیقلان ہے اور وہ ایک بدّو ہے۔ غربت کے باعث اس نے قزاقوں کا ایک گروہ بنا لیا تھا۔"

میں کن انکھیوں سے اولیو ہارڈ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میری بات سُن کر اس کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا۔ "پھر تم نے اس کے بارے میں کیا فیصلہ کیا؟" اولیو ہارڈ نے پوچھا۔

"بستی کے لوگوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کل صبح اسے پھانسی دے دی جائے۔ ایسے شخص کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

اولیو ہارڈ کا اطمینان اور بھی گہرا ہوگیا۔ قزاقوں کے سرغنہ کے بارے میں بدّو ہونے کی خبر اور پھر اسے پھانسی دیے جانے کی اطلاع پر اولیو ہارڈ کا اطمینان ایسی مشکوک چیز تھی جس نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا۔

مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے سردار کا شُبہ درست رہا ہو۔ اولیو ہارڈ اور ثیقلان کے درمیان کوئی نہ کوئی تعلق ضرور تھا۔ گو کہ یہ بات بہت بعید از امکان تھی لیکن اب میں بھی اسی نہج پر سوچنے کے لیے مجبور ہوگیا تھا اور اس کے ساتھ ہی مجھ میں بے چینی پیدا ہونے لگی۔ میں جلد از جلد اس راز سے پردہ اٹھا دینا چاہتا تھا اور اس کے لیے ثیقلان سے پوچھ گچھ کرنا ضروری تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اب وہ سیدھی طرح کسی سوال کا جواب نہیں دے گا۔ اس سے معلومات حاصل کرنے کے لیے اس پر تشدّد کرنا ناگزیر تھا۔

کھانے کے دوران میں اس پر تشدّد کے طریقوں پر غور کرتا رہا۔ مجھے ایسا طریقہ سوچنا تھا جس پر عمل کرکے میں جلد از جلد اس سے سب کچھ اُگلوا سکوں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔

کھانے کے بعد قہوے کا دور چلا۔ قہوے کا پیالہ ختم ہوتے ہی اولیو ہارڈ نے انگڑائی لی۔ "بڑا سکون بخش مشروب ہے۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے تو نیند آرہی ہے۔" وہ پیال کے بستر پہ ڈھیر ہوگیا۔ پانچ منٹ کے اندر جھونپڑے کی محدود فضا میں اس کے خراٹے گونج رہے تھے۔

"اب ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے سردارِ محترم!" میں نے

کیا آپ جانتے ہیں کہ مٹاپا عمر کم کردیتا ہے؟
آپ چاہتے ہیں کہ آپ ایک سڈول اور صحت مند جسم کے مالک ہوں؟
ان خواتین کیلئے بھی جو ایک شاداب اور متناسب جسم چاہتی ہیں!
ہزاروں ماہرینِ طب کی آراء کی روشنی میں مرتب کردہ کتاب
موٹاپا ــــ چند حقائق
لوگ موٹے کیوں ہوجاتے ہیں
رقیق اشیاء اور موٹاپا
خوراک اور موٹاپا
تطہیری پروگرام
مضر اشیاء
گیارہ اہم ورزشیں
اور وہ سب کچھ جس پر عمل کرکے سڈول اور صحت مند جسم کا حصول ممکن ہے
تو کتاب
مٹاپا
اور اس کا سدِباب
کا مطالعہ کریں
قیمت ۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مضطربانہ انداز میں کہا۔ "میں اس کیڑے کی اصلیت جاننے کے لیے سخت بے تاب ہوں۔"

"میرا حال بھی تم سے مختلف نہیں ہے۔" سردار مسکرایا۔

"آؤ چلیں۔" وہ کھڑا ہو گیا۔

"مرجانہ بھی ہمارے ساتھ چلے گی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے، وہ یہیں رہے گی۔"

میں اور سردار جھونپڑے سے باہر آئے۔ سردار نے پہرے پر متعین افراد کو رخصت کر دیا لیکن اس نے احتیاطاً دو مسلح افراد کو اب بھی وہاں رہنے دیا تھا۔

ہم واپس اسی جگہ پہنچے جہاں ثیقلان کو چھوڑ گئے تھے۔ اس نے اسے دوبارہ کھجور کے ایک تنے سے بندھا ہوا پایا۔ شعلوں کی زرد روشنی میں اس سے کچھ فاصلے پر چار مسلح افراد ٹہل رہے تھے۔ میں نے اشارے سے ان چاروں کو اپنے قریب بلایا۔ "تم میں سے کسی کو درخت پر چڑھنا آتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں درخت پر چڑھنے میں بہت ماہر ہوں۔" ایک شخص نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تمہیں اس درخت پر چڑھنا ہوگا۔" میں نے کھجور کے ایک ایسے پیڑ کی طرف اشارہ کیا جس کا تنا اوپر جا کر خاصا خمیدہ ہو گیا تھا۔ "اور تم لوگ۔" میں نے بقیہ تینوں افراد سے کہا۔ "جلتے ہوئے انگاروں کا بندوبست کرو گے۔ اگر انگارے میسر نہ ہو سکیں تو سلگتی ہوئی لکڑیوں سے بھی کام چل جائے گا۔"

وہ تینوں چلے گئے۔ میں ثیقلان کے قریب گیا اور ایک رسّی سے اس کے پیر باندھ دیے۔ پھر میں نے وہ رسّی کھول ڈالی جس کے ذریعے اسے کھجور کے تنے کے ساتھ باندھا گیا تھا۔ وہ خاصی طویل اور مضبوط رسّی تھی۔ اس رسّی کے کھل جانے سے ثیقلان آزاد ہو گیا تھا مگر اس کے ہاتھ اور پیر اب بھی رسّیوں سے جکڑے ہوئے تھے۔ وہ فرار نہیں ہو سکتا تھا۔

سردار بڑی محویت سے میری کارروائیاں دیکھ رہا تھا۔ میں ثیقلان کو پکڑ کر کھینچتا ہوا خمیدہ تنے والے درخت کے نیچے لے گیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے ہاتھ میں موجود طویل رسّی کا ایک سرا اس کے پیر میں باندھ دیا اور دوسرا وہاں پر موجود قبیلہ جراعتہ کے آدمی کی طرف بڑھایا۔ "تمہیں یہ رسّی لے کر درخت پر چڑھنا ہے۔" میں نے اس سے کہا۔ "رسّی کا یہ سرا میرے کہنے پر تم درخت پر باندھ دو گے۔"

وہ شخص رسّی لے کر بڑی پھرتی سے درخت پر چڑھ گیا۔

ثیقلان کے چہرے پر الجھن اور خوف کے ملے جلے تاثرات تھے۔ خوف زدہ وہ اس لیے تھا کہ میں نے واپس آنے کے بعد اس سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

"کیا اسے اُلٹا لٹکانے کا ارادہ ہے؟" سردار نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟" ثیقلان نے خوف زدہ انداز میں پوچھا۔

"تمہاری زبان کھلوانے کے لیے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ پھر سردار سے مخاطب ہوا۔ "سردارِ محترم! ذرا اسے اُلٹا ٹنگوانے میں میری مدد کریں۔"

"لیکن میں تو پہلے ہی سردار کو سب کچھ بتا چکا ہوں۔" ثیقلان نے احتجاج کیا مگر میں نے اس کے احتجاج پر کوئی توجہ نہیں دی اور تھوڑی سی جدوجہد کے بعد میں اور سردار اسے اُلٹا ٹانگنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کا سر زمین سے پانچ فٹ بلند تھا اور وہ درخت سے اُلٹا ٹنگا ہوا تھا۔

"تم میرے ساتھ زیادتی کر رہے ہو۔" ثیقلان اُلٹے ٹنگے چیخا۔ "میں سب کچھ بتا چکا ہوں پھر بھی تم نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔"

"عبرت کا مقام ہے سردار!" میں نے ثیقلان کی اَن سُنی کرتے ہوئے کہا۔ "کل تک پورے ریگستان پر اس شخص کا راج تھا۔ اس کی وجہ سے بڑے بڑے قافلے صحرا میں سفر کرتے ہوئے خوف زدہ رہا کرتے تھے اور آج یہ کتنی بے بسی سے اس درخت سے اُلٹا لٹکا ہوا ہے۔ اس کا لوٹ کا مال آج اس کے کس کام آ رہا ہے؟ آدمی یہ کیوں بھول جاتا ہے کہ برائی کبھی نہیں پنپ سکتی۔ ہر بُرے کام کا انجام بالآخر بُرا ہوتا ہے۔"

"مجھے کھول دو۔" ثیقلان چیخا۔ "جو کچھ میں بتا چکا ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکوں گا۔"

"دیکھو کس طرح فریاد کر رہا ہے۔" میں سفاکی سے بولا۔ "قافلوں کو لوٹنے کے دوران معلوم نہیں کتنے لوگوں نے، بے بس عورتوں اور معصوم بچوں نے اس سے فریادیں کی ہوں گی۔ اس نے کسی کی فریاد سُنی ہوگی، کسی پر ترس کھایا ہوگا۔ کسی کو اس کا لوٹا ہوا مال واپس کیا ہوگا لیکن ہم سے یہ اس بات کی توقع کر رہا ہے کہ ہم اس پر رحم کھا کر اسے چھوڑ دیں گے۔ اسے سمجھائیں سردار کہ اس کا وقت پورا ہو چکا ہے اور اس کے حساب کا وقت آ گیا ہے۔ یہ ہم سے کسی ایسے عمل کی توقع نہ رکھے جو اس نے کبھی نہ کیا ہو۔"

سردار اور اس کے ساتھ موجود قبیلہ جراعتہ کا وہ فرد جس نے درخت پر چڑھ کر رسّی باندھی تھی، گنگ کھڑے تھے۔ میرے لہجے کی سفاکی ان پر بھی اثر انداز ہوئی تھی۔ اسی اثنا میں وہ تینوں افراد واپس آ گئے جنھیں میں نے انگارے لینے بھیجا تھا، ان کے ہاتھوں میں لکڑیوں کے گٹھر تھے۔ ساری لکڑیاں ایک جگہ ڈھیر کر کے انھیں آگ لگا دی گئی اور جب لکڑیوں نے اچھی طرح آگ پکڑ لی تو آگ بجھا دی گئی۔ اب وہ لکڑیاں انگاروں کا کام کر سکتی تھیں۔

"اب کیا کرنا ہے؟" سردار نے دھیرے سے مجھ سے پوچھا۔

"تمام سلگتی ہوئی لکڑیاں اس کے سر کے نیچے رکھ دو۔" میں نے بے رحمی سے کہا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟" ثیقلان حلق پھاڑ کر چیخا۔ اُلٹا لٹکے رہنے کی وجہ سے اس کے جسم کا خون سمٹ کر اس کے چہرے پر آ گیا تھا جس سے وہ اور بھی بھیانک لگنے لگا تھا۔

"تمہیں روسٹ کرنے کے انتظامات کر رہا ہوں۔" میں بھیانک انداز میں ہنسا۔

سلگتی ہوئی لکڑیاں تیزی سے اس کے نیچے منتقل ہو رہی تھیں۔ "بس کرو۔" میں نے للکار کر کہا۔ "کیا ساری لکڑیاں وہیں منتقل کر دو گے۔ اسے جلانا میرا مقصد نہیں ہے۔ یہ تو ہلکی اور نرم آنچ پر سینکی جانے والی چیز ہے۔ جل گیا تو تباہ ہو جائے گا۔"

"ابے مردود کھول دے مجھے۔" ثیقلان بلبلا کر چیخا۔ لکڑیوں کی آنچ اس کے سر تک پہنچنے لگی تھی۔

"ہرگز نہیں۔" میں نے سر کو نفی میں جنبش دی۔ "تمہیں ہلکی آنچ پر ہی سینکا جائے گا۔ خواہ اس کے لیے مجھے ساری رات ہی کیوں نہ برباد کرنا پڑ جائے۔"

"ابے میں جل رہا ہوں۔ ہائے میرے بال، میرا سر۔" ثیقلان کرب ناک آواز میں چیخ رہا تھا۔

"ارے اس کے سر کے نیچے سے لکڑیاں کم کرو۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "کہیں یہ سچ مچ جل ہی نہ جائے۔"

قبیلہ جراعتہ کے چاروں افراد تیزی سے آگے بڑھے اور انھوں نے کچھ لکڑیاں کم کر دیں۔ آنچ کم ہو گئی مگر حدت بدستور قائم تھی۔

"اب تو نہیں جل رہے؟" میں نے ہمدردانہ انداز میں اس سے پوچھا۔ جواب میں اس کے منہ سے گالیوں کا طوفان اُبل پڑا۔ میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "ہر شخص اپنی مادری زبان بڑی روانی سے بولتا ہے۔ اگر تم بھی بول رہے ہو تو اس میں کوئی کمال نہیں ہے اور میں کسی کو اس کی مادری زبان بولنے سے روکنا ظلم سمجھتا ہوں۔"

ثیقلان اول فول بکتا رہا۔ اس کے سر کے بال چُر چُرانے لگے تھے اور بال جلنے کی تیز بُو پھیل رہی تھی۔

"ممکن ہے ابھی تمہیں ٹھیک سے حرارت نہ مل رہی ہو۔" میں نے اس سے یوں کہا جیسے اپنی کسی کوتاہی کا اعتراف کر رہا ہوں۔ "لیکن چند لمحوں بعد جب تمہارے سر کے سارے بالوں کا صفایا ہو جائے گا تو تمہیں یہ شکایت نہیں رہے گی۔ تمہاری کھوپڑی کو براہِ راست حرارت ملنے لگے گی۔"

"ارے میں جل رہا ہوں۔ خدا کے غضب سے ڈر۔ تو ایک آدمی کو زندہ جلائے دے رہا ہے۔"

"جھوٹے الزامات مت لگاؤ۔ میں تمہیں کہاں جلا رہا ہوں۔ دیکھ نہیں رہے میں نے کتنے اہتمام سے آنچ ہلکی رکھنے کا انتظام کرایا ہے۔ میں تو تمہارا کباب بنانے کے چکر میں ہوں۔"

"مجھے یہ تو بتا دو کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" اس نے کرب ناک آواز میں پوچھا۔

"میں تمہارے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم مجھے کھول دو۔ میں سب کچھ بتا دوں گا۔ ہائے

ایک ایسی کتاب جو عورت کو اپنی حقیقتوں سے آشنا کرتی ہے اور مرد کو اُسے سمجھنے کے قابل بناتی ہے

مشہور نفسیاتی مصنف سلام حسین کے قلم سے

عورتوں کی نفسیات

یہ ایک ایسی نفسیاتی تخلیق ہے جسے ماں اپنی بیٹی کو اس اعتماد کے ساتھ دے سکتی ہے کہ اس کا مطالعہ اُسے اپنی زندگی کی دشواریوں کو حل کرنے میں مدد دے گا۔ اس کتاب کا مطالعہ عورتوں کو ایک نئی دنیا سے آشنا کرتا ہے اور اُن راہوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو انہیں اپنے جذباتی اور روحانی ارتقا میں مدد دیں گی۔ یہ کتاب عورتوں کو اپنی زندگی کے تقاضوں کو سمجھنے اور زندگی کی سچی مسرتوں اور حقیقی کامیابیوں کو حاصل کرنے کے قابل بنا دے گی۔

محبت، دوستی، کام، نفسیاتی اور ازدواجی تعلقات، زچگی، طلاق اور زندگی کے دیگر مسائل پر ایک بے مثال نفسیاتی تخلیق۔

قیمت ۸۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۶/ روپے

ان خواتین کے لیے جو اپنے آپ کو سمجھنا چاہتی ہیں اور اُن مردوں کے لیے جو خواتین کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

یہ کتاب دُنیا کی ۸ زبانوں میں شائع ہو چکی ہے اور اُردو میں پندرھویں بار شائع ہوئی ہے۔

مکتبہ نفسیات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرا دماغ کھول رہا ہے۔"

"جب تمہاری قوتِ برداشت جواب دے جائے تو خود ہی بولنا شروع کر دینا۔ جب تک تم اپنے بارے میں سب کچھ نہیں اُگل دو گے تمہاری گلوخلاصی نہیں ہو گی۔"

وہ ایک بار پھر اول فول بکنے لگا۔ میں بے پروائی سے سردار کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "میں معذرت خواہ ہوں سردارِ محترم کہ میں نے آپ سے مشورہ لیے بغیر یہ سب کچھ کیا۔ کیا آپ میرے اس اقدام سے متفق ہیں یا آپ کے خیال میں میں نے کوئی زیادتی کی ہے؟"

"اس قسم کی باتیں کر کے مجھے شرمندہ مت کرو سیدی علی!" سردار نے کہا۔ "تم ہمارے محسن ہو اور اعلیٰ فہم و فراست کے حامل ہو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو میں اس سے سو فیصد متفق ہوں۔ اس درندے کے ساتھ کوئی رعایت کرنا انسانیت کے ساتھ ظلم کرنے کے مترادف ہو گا۔"

"اپنے بارے میں ان نیک خیالات کے لیے میں آپ کا بے حد مشکور ہوں سردارِ محترم!" میں نے کہا اور زیتقلان پر نظر ڈالی۔ اس کے سر کے سارے بال جل چکے تھے اور اب اس کی کھوپڑی براہِ راست حرارت کی زد پر تھی۔ مجھے اس کی سخت جانی پر حیرت ہونے لگی۔ اس کا اتنی دیر تک زبان بند رکھنا حیران کن تھا۔ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں وہ زبان کھولے بغیر ہی نہ چل بسے لیکن اسی لمحے اس نے زبان کھول دی اور جو کچھ اس نے کہا اسے سُن کر میرے رگ و پے میں سنسنی دوڑ گئی۔

"میرا نام زدوسکی ہے۔ میرے باپ کا تعلق پولینڈ سے تھا اور میں ایک اسرائیلی ایجنٹ ہوں۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا مگر مجھے اس عذاب سے نجات دلا دو۔"

"ساری لکڑیاں ہٹا دو۔" میں نے اپنے ہیجان پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اس کے انکشاف نے مجھے سر سے پیر تک ہلا کر رکھ دیا تھا۔ یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ قزاقوں کا سرغنہ اسرائیلی ایجنٹ ثابت ہو گا۔

اس کے سر کے نیچے سے ساری لکڑیاں ہٹا دی گئی تھیں لیکن اس کے مُنہ سے اب بھی کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ اس کے سر کی جلد کئی جگہ سے چُرمُرا کر چٹخ گئی تھی اور اس سے پانی بہہ رہا تھا۔

"اگر اس کے سر پر لگانے کے لیے کوئی دوا مل سکے تو جلدی سے منگوا لو۔" میں نے سردار سے کہا۔

سردار نے سر کو اثباتی جنبش دے کر اپنے برابر کھڑے ہوئے شخص سے آہستہ سے کچھ کہا اور وہ شخص دوڑتا ہوا بستی کی طرف چلا گیا۔ میں نے سردار کی مدد سے زدوسکی کے پیروں میں بندھی رسی کھول کر اسے احتیاط سے زمین پر اتار لیا۔ اسے ایک کھجور کے تنے کے سہارے بٹھا کر میں نے اس کے پیر بھی آزاد کر دیے۔ اب صرف اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ اس کے چہرے پر شدید کرب کے تاثرات بکھرے ہوئے تھے اور اس کے مُنہ سے مسلسل کراہیں نکل رہی تھیں۔

چند منٹ کے اندر اندر وہ شخص ہاتھوں میں ایک پیالہ اٹھائے واپس آ گیا اور پھر میرے اشارے پر پیالے میں موجود لیپ زدوسکی کے سر پر لگا دیا گیا۔

"یہ بڑا جادو اثر لیپ ہے۔" سردار مجھ سے کہہ رہا تھا۔ "جلی ہوئی جلد میں ٹھنڈک دوڑا دیتا ہے۔"

میں نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ میری نظریں زدوسکی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کے سر پر لیپ ہونے کے ایک منٹ کے اندر اندر میں نے اس کے چہرے پر سکون بکھرتے دیکھا۔ اس نے اپنی بند آنکھیں کھول دی تھیں۔

"اب تم بہتر انداز میں گفتگو کر سکو گے۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "مجھے جلد از جلد مختصراً سب کچھ بتا دو۔"

وہ متذبذب نظر آنے لگا۔ اذیت سے نجات ملتے ہی اس کی نیت میں فتور آنے لگا تھا۔

"میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔" میں نے اسے ٹوکا۔ "تمہارے ساتھ پھر وہی سلوک دُہرایا بھی جا سکتا ہے۔"

"میرے ہاتھ تو کھلوا دو۔ مجھے الجھن ہو رہی ہے۔ میں پوری طرح تمہاری گرفت میں ہوں۔ کہیں بھاگ بھی نہیں پاؤں گا۔"

میرے اشارے پر اس کے ہاتھ بھی کھول دیے گئے۔

"اب جلدی سے شروع ہو جاؤ۔" میں نے کہا۔

"میری پیدائش پولینڈ میں ہوئی تھی مگر میرے پیدا ہونے کے کچھ ہی عرصے بعد میرا پورا خاندان اسرائیل منتقل ہو گیا۔ میں نے نوجوانی میں ہی اپنی خدمات اسرائیل کے لیے وقف کر دی تھیں۔ اسرائیل کے خفیہ محکموں کے ماہرین کی نگرانی میں مجھے طویل تربیت دی گئی جس میں عربی زبان اور مسلمانوں کی تعلیمات سے بھی روشناس کرایا گیا۔ یوں تو میں نے اسرائیل کے لیے کافی خدمات انجام دی ہیں لیکن موجودہ مشن سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور اس میں دیگر بہت سے ایجنٹس کے علاوہ میں بھی شامل ہوں۔"

"تمہارا مشن کیا ہے؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"میں یہ سب کچھ تمہیں کیوں بتا رہا ہوں؟" وہ بڑبڑایا۔ "نہیں، اب میں تمہیں مزید کچھ نہیں بتاؤں گا۔ یہ مشن سے غداری کے مترادف ہے۔"

"اگر ہلکی آنچ پر تمام رات اپنی سنکائی برداشت کر سکتے ہو تو ضرور اپنی زبان بند کر لو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"نہیں نہیں۔" وہ بوکھلا کر بولا۔ "میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ میرا وقت تو پورا ہو ہی چکا ہے۔ پھر میں اذیتیں اٹھا کر کیوں مروں۔"

"تم نے بہت درست فیصلہ کیا ہے۔ آدمی کو اگر مرنا ہی ہو تو آسان موت کا انتخاب کرنا چاہیے۔" میں نے کہا۔ "ہاں تو تم اپنے موجودہ مشن کے بارے میں کچھ بتلانے جا رہے تھے۔"

"عربوں نے اسرائیل کے وجود کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود عرب ممالک اسرائیل کے خلاف صف آرا ہیں۔ یہ منصوبہ انہیں اندرونی طور پر کمزور کرنے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔"

"اوہ! میں سمجھ گیا۔ تم لوگ دہشت گردی کے ذریعے عوام میں بے چینی پیدا کر کے حکومتوں کو کمزور کرنا چاہتے ہو تاکہ وہ اندرونی مسائل میں الجھ جائیں اور ان کی توجہ اسرائیل کی طرف سے ہٹ جائے۔"

"ہاں، بالکل یہی منصوبہ ہے۔ تم بہت ذہین آدمی ہو۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ پتا نہیں اس چاپلوسی کے ذریعے وہ کون سا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ "یہ منصوبہ کس نے تیار کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"اولیو ہارڈ نے۔" اس نے کہا۔ "تم اسے نہیں جانتے ہو گے۔ پہلے وہ سی آئی اے کا مایہ ناز ایجنٹ تھا اور اب اس کی خدمات اسرائیل کو حاصل ہیں۔"

میں بُری طرح چونک پڑا۔ سردار نے معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھا۔ جیسے کہہ رہا ہو، میں نہ کہتا تھا!

"تمہارا دائرۂ کار کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سارے عرب ممالک۔" اس نے کہا۔ "لیکن پہلے مرحلے میں ریگستانوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔"

"تمہارے ساتھی قزاق بھی یہودی تھے؟"

"نہیں، وہ سب کے سب مقامی لوگ تھے اور اصل مقصد سے بے خبر تھے۔ میری شخصیت کے بارے میں انہیں کچھ علم نہیں تھا۔ وہ یہی سمجھتے تھے کہ میں کوئی قزاق ہوں۔ میں نے بڑی محنت سے اپنے کام کے لوگ یکجا کیے تھے۔ افسوس! وہ سب کے سب مارے گئے۔"

"اس ملک میں تمہاری پوزیشن کیا ہے اور تمہارا ٹھکانا کہاں ہے؟"

"ریگستان کے سرے پر واقع سرائے میرا ٹھکانا ہے۔ یہ سرائے جس شخص کی ملکیت تھی وہ تنہا تھا۔ اسے قتل کر کے میں نے اس کی جگہ لے لی اور اس ریگستان میں میں ہی اس مُہم کا انچارج ہوں۔"

"تمہارے کچھ اور ساتھی بھی تو ہوں گے؟" میں نے کہا۔ "ان کے نام اور ٹھکانوں سے بھی آگاہ کرتے چلو۔"

"ہرگز نہیں۔" اس نے بڑی سختی سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے ساتھیوں کو مصیبت میں نہیں ڈالوں گا چاہے تم میرا کباب ہی کیوں نہ بنا ڈالو۔"

مجھے اندازہ ہو گیا کہ اب اس پر مزید وقت ضائع کرنا بے کار ہو گا۔ میں سردار کی طرف مڑا۔ "اگر میں فوری طور پر روانہ ہونا چاہوں تو کیا یہ ناممکن ہو گا؟"

سردار حیران رہ گیا۔ "تمہیں یک بیک واپسی کی کیوں سوجھ گئی؟"

"اس شخص نے جو انکشافات کیے ہیں، اس کے بعد میری فوراً روانگی اشد ضروری ہو گئی ہے۔ اس سے تو اب مزید کچھ اُگلوانا ممکن نہیں ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھیوں کا سُراغ لگا کر اس سازش کا سر کچل ڈالوں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ میں فوراً حرکت میں آ جاؤں ورنہ اس کے واپس نہ پہنچنے پر اس کے ساتھی ہوشیار ہو جائیں گے اور پھر ان کا سراغ ملنا ناممکن ہو جائے گا۔"

"تم ایسی وجہ بتا رہے ہو کہ میں تمہیں روکنے کے لیے اصرار بھی نہیں کر سکتا۔" سردار نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میں تمہاری روانگی کا انتظام کیے دیتا ہوں۔ نزدیک ترین شہر تک پہنچنے میں تقریباً دس گھنٹے لگتے ہیں۔ تم صبح تک شہر میں ہو گے۔"

"لیکن اولیو ہارڈ کا کیا بنے گا۔ وہ تو بے ہوش ہے!"

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے پریشانی سے کہا۔

"اس کی فکر مت کرو۔" سردار مسکرایا۔ "تریاق کے چند قطرے اسے ہوش میں لے آئیں گے اور وہ تمہارے ساتھ روانہ ہوسکے گا۔"

میرے مُنہ سے اولیو ہاورڈ کا نام سن کر زدتسکی بوکھلا کر کھڑا ہوگیا تھا۔ "تم نے ابھی کس کا نام لیا تھا؟"

میں نے جیب سے پستول نکال لیا۔ "اولیو ہاورڈ کا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "وہی اولیو ہاورڈ جس نے یہ ناپاک منصوبہ بنایا ہے۔ وہ اس وقت میرا قیدی ہے۔"

"تم کون ہو؟" زدتسکی نے تیزی سے پوچھا۔

"میں تمہاری آخری خواہش ضرور پوری کروں گا۔" میں نے کہا۔ "میرا نام علی یار خان ہے۔"

زدتسکی لڑکھڑا کر چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ "نہیں!" اس کے مُنہ سے نکلنے والی آواز تیز قسم کی سرگوشی سے مشابہ تھی۔

"ہاں پیارے دوست۔ تم نے جو معلومات فراہم کیں اُن کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔" میں نے اس کے سر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ اس کے سوختہ سر میں سوراخ ہوگیا اور وہ زمین پر گر پڑا، کبھی نہ اُٹھنے کے لیے۔ مجھے یقین تھا کہ اگر وہ پہلے میری شخصیت سے واقف ہوجاتا تو مجھے ایک لفظ بھی نہ بتاتا۔ اس نے ساری باتیں یہ سوچ کر بتائی ہوں گی کہ اس سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور وہ اذیت سے گزرنے سے بھی محفوظ رہے گا۔

ایک گھنٹے کے بعد میں اور اولیو ہاورڈ قبیلۂ جُراعتہ کے ایک فرد کی رہنمائی میں نخلستان سے روانہ ہو رہے تھے۔ اولیو ہاورڈ کی بے ہوشی کافور ہوگئی تھی اور وہ پوری طرح چاق و چوبند تھا۔ اس نے اس طرح اچانک روانہ ہونے پر حیرت ظاہر کی تھی مگر میں نے یہ کہہ کر اسے مطمئن کر دیا تھا کہ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اب صبح شہر پہنچ کر وہاں کے کسی ہوٹل میں آرام کروں گا۔

وہاں سے میری اس طرح روانگی پر سب سے زیادہ مرجانہ افسردہ تھی۔ اس نے مجھ سے دوبارہ آنے کا وعدہ لینے کی کوشش کی تھی مگر میں نے ایسا کوئی وعدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

پورا قبیلۂ جُراعتہ ہمیں رخصت کرنے نخلستان کے باہر تک آیا۔ مشعلوں کی زرد روشنی میں میں نے ہاتھ ہلا کر انھیں خدا حافظ کہا۔ مرجانہ کے ہونٹ مسلسل ہلتے دکھائی دے رہے تھے۔ پھر اس نے میری جانب پھونکا۔ شاید اس نے کوئی دُعا پڑھ کر مجھ پر دَم کیا تھا۔ اس کی وارفتگی نے مجھے افسردہ کر دیا مگر میں واپسی کے لیے مجبور تھا۔

تین اونٹوں کا مختصر سا قافلہ تمام رات ریگستان میں تیز رفتاری سے سفر کرتا رہا۔ اونٹ پر لگنے والے ہچکولوں کے باعث نیند مجھ سے دُور ہی رہی ورنہ شاید میں خود کو سے نہیں روک سکتا تھا۔

طلوعِ آفتاب کے ذرا دیر بعد ہی شہر کی عمارتوں کے نظر آنے لگے۔ وہ خاصا بڑا اور اہم شہر تھا جہاں بندرگاہ بھی اور بین الاقوامی پروازیں بھی وہاں سے گزرتی تھیں۔ اس کے بارے میں میں نے بہت کچھ سن رکھا تھا مگر وہاں آنے کا یہ پہلا اتفاق تھا۔

آبادی کے آغاز سے قبل ہی میں اور اولیو ہاورڈ اونٹ سے اُتر گئے اور ہم نے قبیلۂ جُراعتہ کے آدمی کو رخصت اس کے بعد ہمیں کافی دُور پیدل چلنا پڑا تب کہیں جا کر میں داخل ہوئے جہاں صبح کے وقت کاروبارِ زندگی کا آغاز ہوچکا تھا۔

آبادی میں داخل ہونے کے بعد نظر آنے والی ٹیکسی میں نے روک لی۔ "کسی عمدہ سے ہوٹل لے چلو۔" نے اولیو ہاورڈ کے ساتھ عقبی نشست پر بیٹھتے ہوئے سے کہا۔

ڈرائیور نے مؤدبانہ انداز میں سر کو جنبش دے کر آگے بڑھا دی۔ میرے پاس مقامی کرنسی کی کمی نہیں تھی لیے اس طرف سے تو بے فکری تھی اور وقتی طور پر کی طرف سے بھی بے فکری ہوگئی تھی۔ ہم ریگستان سے سلامت نکل آئے تھے۔ اب اس بڑے شہر میں ہمیں نہیں ڈھونڈ سکتا تھا۔

شہر کی کشادہ سڑکوں پر ٹیکسی بہت تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ٹیکسی ایک تین منزلہ عمارت کے کھلے ہوئے گیٹ کے اندر داخل ہوگئی اور رک گئی۔ میں نے حیرت سے عمارت کی طرف دیکھا۔ اس شہر کے متعلق جو کچھ سنا تھا اس کے تحت یہ کسی عمدہ ہوٹل کی عمارت تو ہرگز نہیں ہوسکتی تھی۔ نے ڈرائیور سے کوئی سوال کرنا چاہا مگر اس سے قبل ہی نے انگلی سے ایک جانب اشارہ کیا۔ میں نے اس سمت تو میرے اوسان خطا ہوگئے۔ چھ افراد ہاتھوں میں اسلحہ لیے مستعد کھڑے تھے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے دوسری طرف اشارہ کیا۔ وہاں بھی چھ مسلح افراد موجود تھے اور سب کا رُخ ہماری ہی جانب تھا۔

اولیو ہاورڈ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ ناقابلِ یقین منظر دیکھ رہا تھا۔

ایک ہلکے سے دھچکے کے ساتھ

ٹیکسی

رُک گئی۔ ٹیکسی کے دائیں جانب بھی پانچ اسٹین گن بردار تھے اور بائیں جانب بھی پانچ اسٹین گن بردار مستعد کھڑے تھے۔ اُن کے جسموں پر موجود لباس یا اُن کے چہروں سے اُن کے بارے میں کوئی اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا۔ ہمیں جس طرح اچانک اس ناگہانی کا سامنا کرنا پڑا تھا اُس کے پیشِ نظر بھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچا جاسکتا تھا۔ شہر میں داخل ہوتے ہی اس طرح پکڑے جانے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟" اولیو ہاورڈ نے مُردہ سی آواز میں پوچھا۔ "یہ کون لوگ ہیں؟"

"میرا خیال ہے ہم دونوں نے ایک ساتھ ہی سفر کیا ہے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "حالات سے میں بھی اتنا ہی واقف ہوں جتنے تم واقف ہو۔ میں اُن کے بارے میں بھلا کیا بتا سکتا ہوں۔"

ٹیکسی ڈرائیور نے خاموشی سے ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور ایک طرف جا کر کھڑا ہوگیا۔

"تم ان کے بارے میں کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتے؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"صرف اتنا اندازہ لگا سکتا ہوں کہ ان کے ہاتھوں میں جو اسلحہ نظر آ رہا ہے یہ اس کے استعمال میں پوری طرح ماہر ہیں۔"

"میں نے تم سے ان کی مہارت کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔" اولیو ہاورڈ جھنجلا گیا۔ "میرا مطلب تھا کہ ہمیں اس طرح گھیر لینے والے کون لوگ ہوسکتے ہیں؟"

"ظاہر ہے یہ لوگ جو بھی ہیں ہمارے دشمن ہی ہوں گے۔ اب مشکل یہ ہے کہ میرے اور تمھارے دشمن الگ الگ ہیں۔ جو لوگ میرے دشمن ہیں وہ تمھارے دوست ہیں اور جو تمھارے دشمن ہیں وہ میرے دوست ہیں۔ اس وقت چونکہ ہم دونوں اکٹھے ہیں لہٰذا یہ اندازہ کرنا ناممکن ہے کہ ہم کس پارٹی کے چنگل میں پھنسے ہیں۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ ہم کسی غلط فہمی کے تحت پکڑ لیے گئے ہوں؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔" میں نے سر کو منفی جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"یہ کوئی عام قسم کے لٹیرے یا ڈاکو بھی تو ہوسکتے ہیں جو اجنبی لوگوں کو اس طرح لوٹ لیتے ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے خیال ظاہر کیا۔

"بے سروپا باتیں کرنے سے بہتر ہے کہ خاموش بیٹھے رہو اور انتظار کرو۔" میں نے ناگواری سے کہا۔ "میں نے آج تک اتنے تربیت یافتہ ڈاکو نہیں دیکھے۔ اور کیا تم یہ تصور کرسکتے ہو کہ اس وسیع و عریض تین منزلہ عالی شان عمارت کا تعلق کسی قسم کے ڈاکوؤں سے بھی ہوسکتا ہے؟"

"میری ذہنی کیفیت شاید ٹھیک نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں بالکل نارمل ہوں اور ڈاکوؤں کے ایک ایسے گروپ سے واقف ہوں جو اس سے بھی زیادہ عالی شان عمارتوں پر قابض ہیں۔"

"اوہو، وہ کون سا گروپ ہے؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"یہودی۔" میں نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"تم کسی موقع پر بھی یہودیوں کے خلاف زہر اُگلنے سے باز نہیں آتے۔"

"لیکن ان لوگوں کا یہودیوں سے متعلق ہونا بھی بعید از قیاس ہے۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے کہا۔

"تم عجیب آدمی ہو۔ پہلے ایک بات کہتے ہو پھر خود ہی اُسے رَد بھی کر دیتے ہو۔"

"یہ لوگ یہودی اس لیے نہیں ہوسکتے کہ اس وقت ان کے پاس ہمارا کوئی سُراغ نہیں ہے۔"

"وہ تو کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے بے ساختہ کہا۔

"یہی تو وہ اُلجھا دینے والا نکتہ ہے جو ہمیں کسی نتیجے پر نہیں پہنچنے دے رہا۔"

"تو پھر اب ہم کیا کریں۔ کیا یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں؟"

"ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ ہم پوری طرح ان کے رحم و کرم پر ہیں۔"

"میں انتظار نہیں کرسکتا۔" اولیو ہاورڈ نے بھنّاتے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں تو ٹیکسی سے اُتر رہا ہوں۔"

"ضرور اُتر جاؤ۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "کافی عرصہ ہوگیا کسی شخص کے جسم میں گولیوں کے بے شمار سوراخ دیکھے ہوئے۔"

اولیو ہاورڈ نے مجھے گھور کر دیکھا مگر اُس نے ٹیکسی سے اُترنے کی کوشش نہیں کی۔ "آخر یہ لوگ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟" اُس نے جھلاہٹ آمیز لہجے میں پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے انگلی سے ڈرائیور کی طرف اشارہ کیا۔ "خود ہی پوچھ لو۔"

اولیو ہاورڈ نے طویل سانس لے کر سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگائی اور آنکھیں بند کرلیں۔ وہ متضاد کیفیات کا شکار تھا اور جھنجلاہٹ اور بے بسی کی انتہا میں اُس نے یہ حرکت کی تھی۔

اولیو ہاورڈ کی آنکھیں بند تھیں مگر میں نے اپنی آنکھیں کھُلی رکھی تھیں۔ دسوں اسٹین گن بردار پتھر کے مجسّموں کی طرح ساکت وجامد کھڑے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے انھیں جادو کے زور سے پتھر کے مجسّموں میں تبدیل کردیا ہو مگر میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میری یا اولیو ہاورڈ کی ذرا سی حرکت بھی پتھر کے مجسّموں میں جان ڈالنے کا باعث بن جائے گی۔ اس صورتِ حال میں فرار کے بارے میں سوچنا بھی اوّل درجے کی حماقت تھی۔

میں عجیب بے بسی کا شکار ہو کر رہ گیا۔ سوچا تو یہ تھا کہ ریگستان سے نکلنے کے بعد ہم خطرات سے دور نکل جائیں گے مگر ہم پر تو سر مُنڈاتے ہی اولے پڑنے والی مثل صادق آرہی تھی۔ تہذیب تک پہنچنے کے لیے جس قدر میں بے تاب تھا اتنی ہی زیادہ رُکاوٹیں میری راہ میں حائل ہو رہی تھیں اور تہذیب کو تلاش کرنے کا مرحلہ تو بہت دور تھا کیونکہ وہ تو لکی ہاورڈ کو اولیو ہاورڈ کے حوالے کرنے کے بعد شروع ہونا تھا۔ سب سے پہلی فکر تو میرے سر پر یہی سوار تھی کہ کسی صورت اولیو ہاورڈ سے کیا ہوا وعدہ پورا کردوں تاکہ پوری یکسوئی سے تہذیب کو تلاش کرسکوں لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس بڑے مقصد کے حصول کے لیے ابھی مجھے بہت سے خراج ادا کرنا ہوں گے۔

دفعتاً عمارت کا صدر دروازہ کھلا اور اس میں سے جو شخص برآمد ہوا اُسے دیکھ کر میں سناٹے میں آگیا۔ میں نے جلدی سے اولیو ہاورڈ کو جھنجوڑا۔ "آنکھیں کھول کر دیکھو... اولیو ہاورڈ تمھیں بہت سے سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔"

اولیو ہاورڈ نے چونک کر آنکھیں کھول دیں اور اس کی نظریں میری نگاہوں کے تعاقب میں اُٹھ گئیں۔ "نہیں!" اُس کے مُنہ سے بے ساختہ نکلا۔ "یہ کیسے ممکن ہے؟"

عمارت سے برآمد ہو کر ٹیکسی کی طرف بڑھنے والا شخص کرنل وحدت تھا۔ بات واقعی بڑی ناقابلِ یقین تھی مگر جو کچھ بھی ہم دیکھ رہے تھے سو فیصد حقیقت تھی۔ کرنل وحدت فوجی وردی میں ملبوس تھا اور تنہا نہیں تھا اُس کے ساتھ چند اور افراد بھی موجود تھے۔ میں اُسے ٹیکسی کی طرف آتے دیکھتا رہا پھر بے ساختہ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرے ساتھ ٹیکسی کی عقبی نشست پر بیٹھا ہوا اولیو ہاورڈ ابھی تک کرنل وحدت کے میک اپ میں تھا۔

"اپنے ہم زاد کا استقبال کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اولیو ہاورڈ۔" میں نے کہا۔

"اوہ! مجھے دھیان ہی نہیں تھا کہ میں اُس کے میک اپ میں ہوں۔"

کرنل وحدت آہستگی سے چلتا ہوا ٹیکسی کے نزدیک آگیا۔ "دونوں حضرات نیچے تشریف لے آئیں۔" اُس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

میں دروازہ کھول کر نیچے اُتر گیا جبکہ اولیو ہاورڈ کے لیے کرنل وحدت نے خود ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور اُسے گریبان سے پکڑ کر نیچے کھینچ لیا۔

"تمھیں کم از کم تہذیب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔" اولیو ہاورڈ نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

جواب میں کرنل وحدت نے اولیو ہاورڈ کے مُنہ پر زوردار تھپڑ رسید کیا۔ "تم مجھے اخلاقیات کا درس دو گے!" کرنل وحدت غرّایا۔ "یاد رکھنا میں علی یار خان نہیں ہوں۔ تم میری قید میں ہو اور میں تمھارے ساتھ جو سلوک بھی کروں تمھیں برداشت کرنا ہوگا ورنہ میں تمھاری ہڈی پسلی ایک کر کے رکھ دوں گا۔"

اولیو ہاورڈ کے ہونٹوں سے خون کی ایک پتلی سی لکیر بہتی نظر آرہی تھی۔ کرنل وحدت نے اُس کے ساتھ بہت نامناسب سلوک کیا تھا۔ اولیو ہاورڈ ایسے ہی سلوک کا مستحق تھا۔ اُس نے خود کبھی اپنے قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا پھر وہ اس بات کا متمنّی کیوں تھا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

"ان دونوں کی تلاشی لو۔" کرنل وحدت نے اپنے ساتھ آنے والوں سے کہا اور دو آدمیوں نے بڑھ کر ہم دونوں کی تلاشی لی۔ میرے پاس سے پستول اور ایک قلم تراش چاقو برآمد ہوا جبکہ اولیو ہاورڈ کے پاس سے کوئی ہتھیار برآمد نہیں ہوا تھا۔ میرے پاس سے برآمد ہونے والے دونوں ہتھیار کرنل وحدت کے حوالے کر دیے گئے۔

"ان دونوں کو اندر لے آؤ۔" کرنل وحدت نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور مُڑ کر عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

میں اور اولیو ہاورڈ اُس کے ساتھیوں کی نگرانی میں عمارت میں لے جائے گئے۔

"انھیں ناشتے کے لیے تیار کر کے ناشتے کی ٹیبل پر لے آؤ۔" کرنل وحدت نے ایک شخص سے کہا۔ "میں ان کا انتظار کر رہا ہوں۔"

اس شخص نے سر کو اثباتی جنبش دی اور ہمیں ایک کمرے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ اولیو ہاورڈ اس کمرے کی طرف بڑھ گیا مگر میں بدستور اپنی جگہ کھڑا رہا۔ کرنل وحدت نے گھور کر مجھے دیکھا مگر مُنہ سے کچھ نہیں بولا۔ اُس نے ابھی تک مجھے مخاطب کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں کرنل وحدت۔" میں نے کہا۔

"مجھے بھی تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں لیکن پہلے تم نہا دھو کر تازہ دَم ہو جاؤ۔" کرنل وحدت نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"جو بات میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں وہ انتہائی اہم ہے۔ ایک لمحے کی تاخیر بھی برداشت نہیں کی جاسکتی۔" میں نے کہا۔

"کہو، کیا بات ہے؟" کرنل وحدت نے خشک لہجے میں کہا۔

اولیو ہاورڈ کمرے کے دروازے تک پہنچ کر رُک گیا تھا۔ میں نے ہچکچاتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا اور کرنل وحدت سے کہا۔ "وہ گفتگو سب کے سامنے نہیں کی جاسکتی۔"

"کیا پھر کوئی چال چلنے کا ارادہ ہے؟" کرنل وحدت کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"میں تمھارے رحم وکرم پر ہوں۔ تم جس طرح چاہو اپنی حفاظت کا بندوبست کرسکتے ہو۔"

کرنل وحدت چند لمحے کسی سوچ میں ڈوبا رہا پھر طویل سانس لے کر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ تمھاری بات سُن لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" اس نے اپنے آدمیوں کو کچھ ہدایات دیں اور پھر مجھے ایک اور کمرے میں لے گیا۔ وہ کمرا شاید ویٹنگ روم کے طور پر استعمال ہوتا ہوگا اس لیے کہ وہاں صوفوں اور کرسیوں کے علاوہ کمرے کے وسط میں ایک سینٹر ٹیبل اور چند سائڈ ٹیبلوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ کرنل وحدت نے مجھے ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

"یہ تو تم جانتے ہی ہو گے کہ میں طویل عرصے سے فلسطین پر اسرائیل کا ناجائز تسلط ختم کرنے کے لیے کوشاں ہوں اور یہودیوں کے خلاف برسرِ پیکار ہوں...۔"

"بدنامِ زمانہ یہودی ایجنٹ کا تمھارے ساتھ ہونا غالباً تمھاری بات کا عملی ثبوت ہے۔" کرنل وحدت نے میری بات کاٹ دی۔

"میرے پاس ضائع کرنے کے لیے بالکل وقت نہیں ہے۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ "ریگستان میں مجھ پر یہودیوں کی ایک ناپاک سازش کا انکشاف ہوا ہے۔ میں یہ بات اولیو ہاورڈ سے چھُپانا چاہتا ہوں کہ وہ سازش میرے علم میں آچکی ہے۔ اور وہ سازش یہ ہے کہ عرب ممالک کے عوام کو یہ احساس دلایا جائے کہ عرب حکومتیں ان کی جان و مال کا تحفظ نہیں کرسکتیں۔ اس سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مختلف دہشت گرد ٹیمیں ترتیب دی گئی ہیں۔ عوام میں بے چینی پھیل جائے گی تو وہ حکومتوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے اور اس طرح عرب حکومتوں کی توجّہ فلسطین اور اسرائیل کے جھگڑے کی طرف سے ہٹ کر اپنے اندرونی مسائل کی طرف مبذول ہو جائے گی۔"

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو تمھارے پاس اس کا کوئی ثبوت بھی ہے؟ اس لیے کہ ابھی تک ایسی کسی کارروائی کی کوئی خبر نہیں ملی۔"

جواب میں میں نے کرنل وحدت کو ریگستان میں پیش آنے والے واقعات سے مختصراً آگاہ کردیا۔ "میرا ارادہ تھا کہ اس سرائے کو خود دیکھوں گا لیکن اب میرے خیال میں مناسب یہ ہوگا کہ تم خود اس معاملے کو دیکھ لو۔ میں نے اپنی ساری معلومات تم تک منتقل کردی ہیں۔ ملٹری انٹیلی جنس کی منظم کارروائی زیادہ مؤثر ثابت ہوگی۔"

"کیا میں تمھاری بات پر یقین کرلوں؟" کرنل وحدت نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں، بلکہ تم سوال جواب کر کے وقت ضائع کرتے رہو تاکہ زد نسکی کے وقت پر واپس نہ پہنچنے کے باعث یہودی ایجنٹ ہوشیار ہو جائیں اور ان کی گرفتاری مشکل ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے، میں اس سلسلے میں عملی اقدامات کرنے کے احکامات جاری کردیتا ہوں لیکن اگر تمھاری بات غلط ثابت ہوئی تو...؟"

"تو تم مجھے پھانسی پر چڑھا دینا۔" میں جھنجلا گیا۔ "سمجھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نہیں آتا کہ تم وقت کیوں ضائع کر رہے ہو؟"

کرنل وحدت اُٹھ کھڑا ہوا۔ "تم تیار ہو کر ناشتے کی میز پر پہنچو، میں ایکشن کے لیے حکم جاری کر دوں۔"

"خیال رہے کہ اولیو ہارڈ کے علم میں کوئی بات نہ آنے پائے۔"

مجھے اسی کمرے میں پہنچا دیا گیا جس میں اولیو ہارڈ تھا۔ اولیو ہارڈ مجھے باتھ روم سے نکلتا دکھائی دیا۔ اس نے نہ صرف نہا کر لباس تبدیل کر لیا تھا بلکہ اُس نے اپنا میک اَپ بھی ختم کر دیا تھا۔

"کرنل وحدت سے کیا بات ہوئی؟" اولیو ہارڈ نے پوچھا۔

"میں نے اُسے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی تھی مگر کامیابی نہیں ہوئی۔"

"تم نے بے کار کوشش کی۔ وہ ایک بار پہلے بھی چوٹ کھا چکا ہے۔ اب اُسے دھوکا دینا ممکن نہیں ہوگا۔"

"تو کیا ہم فرار ہونے کی کوشش بھی نہ کریں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"فرار ہونے کا خیال ذہن سے نکال دو علی۔" اولیو ہارڈ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "یہاں سے فرار ہونا ناممکن ہے۔"

"یہ بات تم کہہ رہے ہو اولیو ہارڈ!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں، یہ بات میں ہی کہہ رہا ہوں۔ شاید میں بہت تھک گیا ہوں۔ ایسی مہمات کے قابل نہیں رہا۔"

"فرار ہونا ممکن ہو یا نہ ہو، میں تو بہرحال اوّلین لمحے سے موقع کی تاک میں ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ موقع ضرور آئے گا اور میں اُس سے فائدہ بھی ضرور اٹھاؤں گا۔"

"اگر تمھیں ایسا کوئی موقع مل جائے۔" اولیو ہارڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تو تم فرار ہو جانا۔ میری فکر مت کرنا۔"

میں نے حیرت سے اُسے دیکھا۔ اُس کے چہرے پر افسردگی چھائی ہوئی تھی مگر یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اُس نے یہ بات دراصل کس جذبے کے تحت کہی ہے۔ یہ بات عین ممکن تھی کہ وہ مکاری سے کام لے رہا ہو۔ اُس یہودی سے کچھ بعید نہیں تھا۔ ابھی کل ہی کی تو بات تھی کہ اُس نے مجھ پر پستول سے فائر کر کے میری جان لینے کی کوشش کی تھی۔ اگر میں پہلے سے ہوشیار نہ ہوتا اور پستول بھرا ہوا ہوتا تو یقیناً اس وقت میری روح میرے جسم کے بجائے عالمِ ارواح میں ہوتی۔

"میں نے تم سے جو وعدہ کیا ہے اولیو ہارڈ! اُسے پورا کرنا ہر حال میں میری ذمے داری ہے۔ خاطر جمع رکھو، تمھیں چھوڑ کر ہرگز فرار نہیں ہوں گا۔"

"یہ تمھاری عالی ظرفی ہے علی۔" اولیو ہارڈ نے کہا۔ "بہتر ہوگا کہ اب جلدی سے نہا لو۔ کرنل وحدت کا آدمی ہمیں بلانے آنے ہی والا ہوگا۔"

میں نے باتھ روم کا رُخ کیا۔ ٹھنڈے پانی کی پھوار نے تھکن اور کسل مندی کو تو زائل کیا مگر دو راتوں کی ادھوری نیند نے اثر کر دیا۔ شاور کے نیچے ہی میری پلکیں نیند سے بوجھل ہو کر بند ہونے لگیں لیکن ابھی سونے کا وقت نہیں تھا۔ کرنل وحدت سے ملاقات اور گفتگو بھی ضروری تھی۔

پندرہ منٹ بعد میں اور اولیو ہارڈ تیار ہو کر کرنل وحدت کے ایک آدمی کی معیت میں ناشتے کی ٹیبل پر پہنچ گئے۔ وہ ہمارا منتظر تھا اور ناشتے کی میز پُرتکلف لوازمات سے سجی تھی۔ کرنل نے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں نے ایک ایک کرسی سنبھال لی۔

"اولیو ہارڈ پر میرا میک اَپ تم نے ہی کیا تھا علی یار خان؟" کرنل وحدت نے گفتگو کی ابتدا کی۔

"ہاں، وہ اسی خاکسار کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔" میں نے کمال انکساری سے کہا۔

"تم نے میرے ساتھ بہت زیادتی کی ہے علی! تم نے کمال کا میک اَپ کیا تھا۔ تمھارے اس کمال کا اعتراف نہ کرنا زیادتی ہوگی۔"

"بات اعتراف ہی کی آٹھہری ہے تو پھر مجھے کہنے دو کہ تم نے بھی ہمیں اتنی آسانی سے دوبارہ گرفتار کر کے کمال کر دیا ہے۔"

کرنل وحدت فخریہ انداز میں مسکرایا۔ "اور اب انتظامات بھی کر لیے ہیں کہ تم دوبارہ فرار نہیں ہو سکو گے۔"

"یہ تو خیر آنے والا وقت بتائے گا۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔ "لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم نے ہمیں اتنی آسانی سے گرفتار کیسے کر لیا؟"

"کیا تم کوئی اندازہ نہیں لگا سکتے؟" کرنل وحدت مسکرایا۔

"اس مُلک کا جغرافیہ اور تمھارے وسائل۔" میں نے جواباً مسکرایا۔ "یہ دونوں چیزیں اگر میرے علم میں ہوتیں تو تم ہرگز مجھے گرفتار نہ کر پاتے۔"

کرنل وحدت کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ "تم نے اُس اعتماد سے فائدہ اٹھایا جو ہم نے تم پر کیا تھا ورنہ تم فرار ہی نہ ہو پاتے۔"

"یہ نہ ہوتا تو کچھ اور ہوتا۔ فرار تو مجھے ہر حال میں ہونا تھا لیکن میں اس بات پر حیران ہوں کہ ہمارے فرار کا راز قبل از وقت کیسے کُھل گیا تھا؟"

"جو لوگ خواب آور دوائیں استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں اُن پر بے ہوشی کے انجکشن پوری طرح اثر انداز نہیں ہو سکتے۔" کرنل وحدت نے کہا۔

"اوہو، یعنی تم زیادہ دیر بے ہوش نہیں رہے تھے اور پھر ہوش آنے کے بعد یہ معلوم کرنا تمھارے لیے زیادہ مشکل نہیں رہا ہوگا کہ میں نے کدھر کا رُخ کیا ہے۔"

"ہاں، ہم نے فوراً ہی معلوم کر لیا تھا کہ تم ابراہیم وسعت کے ساتھ تربیتی طیارے میں اولیو ہارڈ سمیت محوِ پرواز ہو۔ چنانچہ میں نے متعلقہ لوگوں کو فون پر ہی یہ ہدایات جاری کر دیں کہ اگر ممکن ہو تو طیارے کو جالاکی سے واپس لانے کی کوشش کی جائے۔ اُس پر بڑے خطرناک لوگ سوار ہیں۔ یہ پیغام دینے کے بعد میں خود فضائیہ کے ایئر پورٹ پہنچ گیا۔ کنٹرول ٹاور سے معلوم ہوا کہ طیارے کا ہوا باز تمھیں واپس لانے میں ناکام ہو گیا ہے اور تم دونوں نے پیراشوٹ باندھ کر طیارے سے چھلانگ لگا دی ہے۔ ابراہیم وسعت سے میں نے خود ٹرانسمیٹر پر بات کی۔ اُس نے بتایا کہ وہ تم دونوں سے طیارہ ٹکرا کر تمھیں ہلاک کرنے جا رہا ہے۔ اگر میں فوراً ہی اُسے روک نہ لیتا تو وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا دیتا۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس طرح تم نے مجھ پر کوئی احسان کیا ہے؟" میں نے کرنل وحدت سے کہا۔

"نہیں۔ بلکہ اس طرح ہم نے آپ کے احسانات کا صلہ ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر ابراہیم کو وہ پیغام نہ دیا جاتا تو یا تو وہ خود فنا ہو جاتا یا تمھیں فنا کر دیتا۔ زیادہ امکان اس بات کا تھا کہ سب ہی فنا ہو جاتے۔ بہرحال اس کے بعد میں نے نقشے طلب کیے اور اُن کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر تم بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تو اسی شہر تک پہنچو گے۔ چنانچہ میں نے اپنی تمام توجہ اسی شہر پر مرکوز کر دی جس کے نتیجے میں اس وقت تم میرے روبرو موجود ہو۔"

"تم ہمیں صحرا میں بھی تو گرفتار کر سکتے تھے؟" میں نے کہا۔

"اس امکان پر بھی غور کیا گیا تھا مگر کئی وجوہات کی بنا پر اسے مسترد کر دیا گیا۔ تمھیں صحرا میں گرفتار کرنے کے لیے ہمیں کئی دشواریوں سے گزرنا پڑتا۔ اس کے علاوہ ہم اس بات سے بھی لاعلم تھے کہ تمھارے پاس کتنا اور کس قسم کا اسلحہ ہے۔ ممکن تھا کہ جلد بازی سے کام لے کر ہم اپنے کئی آدمیوں کی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔ اسی لیے ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ محفوظ طریقہ اختیار کیا جائے اور تمھیں بے خبری میں اُس وقت چھاپ لیا جائے جب تم یہ گمان کرنے لگو کہ تم ہمیں جُل دے کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔"

"میں بھی تو تم سے یہی کہہ رہا تھا اولیو ہارڈ! مگر اُس وقت میری بات تمھاری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ امید ہے اب تم سمجھ گئے ہو گے؟"

اولیو ہارڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "بلاشبہ تم بے مثال قوتِ تجزیہ کے حامل ہو۔" اُس نے کہا۔

"تم اولیو ہارڈ سے کیا کہہ رہے تھے؟" کرنل وحدت نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"جب ہم پیراشوٹوں کے ذریعے صحرا میں اُترے تھے اُس وقت ہمارے درمیان اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ ہمیں گرفتار کرنے کے لیے تم لوگ کیا طریقہ اختیار کرو گے۔" اولیو ہارڈ نے کرنل وحدت کو بتایا۔ "میرا کہنا تھا کہ ہمارے تعاقب میں کوئی پارٹی روانہ کی جائے گی جب کہ علی کا خیال تھا کہ ہمیں گرفتار کرنے کے لیے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے گا جس کے بارے میں ہم سوچ بھی نہ سکتے ہوں۔ اُس وقت میں نے علی سے شدید اختلاف کیا تھا لیکن اب یہ بات ثابت ہو گئی کہ علی کا خیال ہی درست تھا۔ ہمیں اس وقت گرفتار کیا گیا جب ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہمیں گرفتار کرنے والے تم ہو گے۔"

"حیرت ہے!" کرنل وحدت بڑبڑایا۔ "لیکن زیادہ حیرت اس لیے نہیں کی جا سکتی کہ یہ تجزیہ علی یار خان نے کیا تھا۔ علی یار خان جو ایک غیر معمولی آدمی کی حیثیت سے مشہور ہے۔"

"میرا خیال ہے ہمارے اس طرح گرفتار ہو جانے میں کافی ہاتھ اس میک اَپ کا بھی ہے جو اولیو ہارڈ کے چہرے پر تھا۔ تمھارے آدمیوں نے اسے تمھارے میک اَپ میں فوراً ہی پہچان لیا ہوگا؟"

"تمھارا خیال کافی حد تک درست ہے۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "لیکن اگر اولیو ہارڈ کا میک اَپ ختم کیا جا چکا ہوتا تب بھی تم لوگ بچ کر نہیں نکل سکتے تھے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"وہ کیسے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے آدمیوں کے پاس تم دونوں کی تصویریں موجود تھیں۔ تم کہیں بھی نظر آتے تمھیں فوراً پہچان لیا جاتا۔"

"ہماری تصویریں تمھارے پاس کہاں سے آگئیں؟" میں نے پوچھا۔ اُس کی بات نے میری حیرانی میں اضافہ کر دیا تھا۔

"میرا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے اور ملٹری انٹیلی جنس میں کوئی شخص یونہی نہیں آجایا کرتا۔ ہم چھوٹی سی چھوٹی بات کو بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ تمھاری لاعلمی میں تمھاری تصاویر کھینچ لی گئی تھیں۔"

"تصویریں کیوں کھینچی گئی تھیں؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "کیا میں کوئی مشکوک آدمی تھا؟"

"ہرگز نہیں۔" کرنل وحدت نے جلدی سے کہا۔ "یہ تو ہمارا معمول ہے۔ ہم احتیاطاً ایسا کرتے ہیں۔"

"تم یقین کرو یا نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایک عرب ملک کے محکمۂ انٹیلی جنس کی یہ کارکردگی دیکھ کر میں خوشی سے پھولا نہیں سما رہا۔"

"ہمارے اعلیٰ حکام کا خیال ہے کہ چوں کہ عربوں پر تمھارے کافی احسانات ہیں اور تم نے اسلحے کی کھیپ ہمارے ملک تک پہنچانے کے لیے جو کوششیں کی ہیں اُن کے صلے کے طور پر تمھیں زیادہ سے زیادہ ڈھیل دی جائے اور یہ کہ تمھاری ذات کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔" کرنل وحدت نے کہا۔

"نہایت مناسب خیال ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "قطع نظر اس کے کہ یہ بات مجھ سے متعلق ہے، میں اس بات سے اصولی طور پر متفق ہوں۔"

"لیکن مجھے اس سے سخت اختلاف ہے۔ اگر کوئی شخص ہم پر کوئی احسان کرتا ہے تو ہم اُس کا صلہ ادا کرنے کو تیار ہیں لیکن اگر اُس شخص کے نظریات تبدیل ہونے لگیں یا اُس کا کوئی عمل ہمارے مفادات کے خلاف جا رہا ہو تو اس شخص سے ہرگز کوئی رعایت نہیں برتنا چاہیے۔"

"تمھاری اس بات سے کسی حد تک اتفاق کیا جا سکتا ہے کرنل وحدت لیکن اس سے کُلی طور پر متفق ہونا کم از کم میرے لیے تو مشکل ہے۔"

"میں نے اعلیٰ حکام سے تمھارے سلسلے میں اجازت طلب کی تھی کہ اگر تم اولیوہا ورڈ کو ہمارے حوالے کرنے پر تیار نہ ہو تو تمھارے خلاف کسی بھی قسم کی کارروائی کر سکوں اور اولیوہا ورڈ کا ساتھی تصور کیا جائے مگر مجھے افسوس ہے میرا نکتۂ نظر حکام کی سمجھ میں نہیں آسکا۔۔۔"

"ظاہر ہے وہ لوگ زیادہ عقل مند ہیں۔" میں نے ... میں کہا۔

"اُن کا کہنا ہے کہ میں تمھیں صرف زندہ گرفتار ... ہوں۔" کرنل وحدت نے یوں کہا جیسے اُس نے میری ... سُنی ہی نہ ہو۔ "اور ایسی کوئی بھی کارروائی نہیں کر سکتا جس ... تمھیں نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تاہم اولیوہا ورڈ کے ... کچھ بھی کرنے کے لیے میں پوری طرح آزاد ہوں۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے یہ باتیں مجھے ... مقصد کے پیش نظر بتائی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی نہ کوئی مقصد تو ہوگا ہی۔" کرنل وحدت ... پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔ "دراصل بعض باتیں میرے ... شدید اُلجھن کا باعث ہیں اور میں تم سے ان کا جواب چاہ..."

"اگر تم مجھ سے متعلق کسی اُلجھن کا شکار ہو کرنل ... تو میں تمھاری اُلجھن دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تم اور ... ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہو کیا یہ بات درست ہے؟"

"یہ بات بالکل درست ہے کرنل وحدت۔ ہم ... متضاد مفادات کے لیے کام کر رہے ہیں، لہٰذا ہمارے ... درمیان دشمنی ہونا ایسی کوئی تعجب خیز بات تو نہیں ..."

"ہرگز نہیں۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "لیکن میں سُنی ... باتوں پر یقین نہیں کیا کرتا۔ جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں ... دیکھا ہے وہ اُن تمام باتوں کی نفی کرتا ہے جو میں نے سُ... میرے سامنے تو تم دونوں بہترین دوستوں کی طرح آ..."

"بہت سے لوگ سُنی سنائی باتوں پر یقین کر لیتے ... کرنل وحدت لیکن ضروری نہیں کہ ہر سُنی سنائی بات سچی ... بھی ضروری نہیں کہ وہ جھوٹی ہی ہو۔ اسی طرح جو کچھ ... آنکھوں سے دیکھتے ہیں قطعی ضروری نہیں کہ وہ اُسی ... ہو جس طرح ہم اُسے دیکھ رہے ہیں۔ ہم اصل بات کو ... دھوکا بھی کھا سکتے ہیں۔"

"مجھے فلسفے میں اُلجھانے کی کوشش مت کرو ... وحدت نے کہا۔ "تم اپنی چرب زبانی سے بھی حقیقت ... نہیں کر سکتے۔ ایک یہودی ایجنٹ کے لیے تم اپنے ... کے مخالف ہوگئے ہو اور اس مخالفت میں تم کسی حد تک بھی جا سکتے ہو۔"

"میں پہلے بھی تمھیں بتا چکا ہوں کہ میں نے اولیوہا ورڈ سے ایک وعدہ کیا ہے اور میں وہ وعدہ ہر حال میں پورا کروں گا۔"

"تم عملی آدمی ہو علی، عملی باتیں کرو۔ افسانوی باتیں مت کرو۔ دور بے حد تبدیل ہو گیا ہے۔ ایسی باتیں اب قصّے کہانیوں کی حد تک ہی اچھی لگتی ہیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ تمھارا مطلب یہی ہے نا کہ آج اگر ہم کسی سے کوئی وعدہ کرتے ہیں اور کل حالات تبدیل ہو جاتے ہیں تو ہم وعدہ پورا کرنے کے پابند نہیں رہیں گے۔"

"تم ٹھیک سمجھے۔ میں یہی کہنا چاہ رہا تھا۔ بدلے ہوئے حالات کے ساتھ آدمی کو خود بھی تبدیل ہو جانا چاہیے ورنہ وہ بڑے نقصان میں رہتا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کرنل وحدت کہ میں تم سے متفق نہیں ہو سکتا۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "سود و زیاں کے فضول سلسلے میں نے دوسروں کے لیے چھوڑ دیے ہیں۔ وعدہ پورا کرنے کے دعوے دار تمھیں بہت سے ملیں گے لیکن جب بھی وعدہ پورا کرنے کے لیے کسی کی اپنی شخصیت یا ذات پر کوئی حرف آنے لگتا ہے اُس کے سارے دعوے دھرے رہ جاتے ہیں۔ میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں کرنل وحدت۔ دعوے کرنا مجھے پسند نہیں ہے۔ میں تو بس جو وعدہ کر لیتا ہوں اُسے ہر حال میں پورا کرتا ہوں۔ اس سے مجھے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ بعد میں حالات کتنے تبدیل ہو گئے ہیں یا کوئی میرے بارے میں کیا کہہ رہا ہے۔ جب تک میرے اختیار میں ہے، مجھے وعدہ پورا کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ میں بے اختیار ہو جاؤں تو علیحدہ بات ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم اولیوہا ورڈ کو ہمارے حوالے نہیں کرو گے؟" کرنل وحدت نے مجھے گھورا۔

"ہرگز نہیں کرنل وحدت! یہ خیال بھی اپنے ذہن سے نکال دو۔"

"گویا تم اس یہودی کی خاطر ہم سے دشمنی پر آمادہ ہو رہے ہو؟"

"تم لوگوں سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ اولیوہا ورڈ کے سلسلے میں مجھ سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔"

"اگر ہم تمھاری اس خواہش کا احترام نہ کریں تو؟" کرنل وحدت نے کہا۔

"تو پھر مجبوراً میں اپنی سی کوشش کروں گا۔"

"یعنی فرار ہونے کی کوشش کرو گے؟"

"ہاں، مگر اکیلے نہیں، اولیوہا ورڈ سمیت۔" میں نے جواب دیا۔

"اپنے خلاف الزامات کی فہرست طویل مت کرو علی۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "میں نے اگر تمھارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں مجبور ہوں۔ میرا یہ حق تو بہرحال محفوظ ہے کہ میں تمھیں دھوکا دہی کے الزام میں حراست میں لے لوں۔ تم نے ملٹری انٹیلی جنس کے ایک کرنل کو دھوکا دے کر بے ہوش کیا۔ ایک یہودی ایجنٹ پر اُس کرنل کا میک اپ کر کے اُسے ملک سے باہر نکال لے جانے کی کوشش کی۔ ائیر فورس کے ایک زیرِ تربیت پائلٹ کو دھوکا دے کر اپنے اور اُس یہودی ایجنٹ کے فرار کے لیے تربیتی طیارہ استعمال کرنے کی کوشش کی۔ یہ جرائم انتہائی سنگین نوعیت کے حامل ہیں اور ان کے تحت تمھیں فوجی عدالت کے ذریعے سزا بھی دی جا سکتی ہے اور اُس سزا کے خلاف کہیں اپیل بھی نہیں کی جا سکتی۔ یہودی ایجنٹ کا ساتھ دینے کے جرم میں تم پر ملک سے غداری کے الزام میں مقدمہ چلے گا اور تمھیں یہ بھی اندازہ ہوگا کہ اس جرم میں تمھیں کیا سزا مل سکتی ہے۔ میں تم سے ایک بار پھر درخواست کرتا ہوں کہ اپنے ارادوں سے باز آجاؤ اور ہم تمھارے ساتھ جو رعایت برت رہے ہیں اُسے ہماری کمزوری پر محمول مت کرو۔"

"میں بھی تمھیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کرنل وحدت۔" میں نے جارحانہ لہجے میں کہا۔ "کہ میں نے اولیوہا ورڈ کو اس ملک سے صحیح سلامت نکال لے جانے کی زبان دی تھی۔ میں عربوں کو اپنا دوست سمجھتا ہوں اور مجھے یہ مان تھا کہ میرے دوست میری راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ میری آرزو تو اب بھی یہی ہے کہ فلسطین کی آزادی کے لیے عربوں کے شانہ بہ شانہ کام کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دوں لیکن میں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گا کہ میری زبان جھوٹی ہو۔ میرے وعدے کی تکمیل کی راہ میں جو بھی رکاوٹ آئے گی میں اُسے گرا دوں گا، چاہے وہ میرے دوست ہوں یا دشمن۔ مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"تم براہِ راست مجھے دھمکی دے رہے ہو؟" کرنل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ـدت غصے سے سُرخ ہوگیا۔

"اگر تم میری اس عاجزانہ گفتگو کو دھمکی ہی سمجھنے پر مُصر ہو تو یوں ہی سہی۔" میں نے بے نیازی سے جواب دیا۔

"بکواس مت کرو۔" کرنل وحدت آگ بگولا ہوگیا۔ "ایک تو تم دھمکیاں دے رہے ہو اوپر سے اُسے انکساری بھی قرار دے رہے ہو۔"

"میں بہت چھوٹا آدمی ہوں کرنل وحدت! لیکن اگر اپنے وعدے کی تکمیل کی خاطر مجھے تمھارے پورے ملک سے بھی ٹکرانا پڑا تو یقین کرو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ مجھے اس بات کی بھی پروا نہیں ہوگی کہ میرا اپنا کیا حشر ہوگا۔"

کرنل وحدت کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ نظر آئی۔ میں حیرت سے اُسے دیکھنے لگا اس لیے کہ چند ہی لمحے قبل وہ غیظ و غضب کی جیتی جاگتی تصویر بنا ہوا تھا۔ اُس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر برآمد کیا اور اُس میں موجود کیسٹ کو ریوائنڈ کرنے لگا۔

"اسے پہچانتے ہو علی؟" کرنل وحدت نے پوچھا۔ اُس کے لہجے سے مکاری جھلک رہی تھی۔

میں نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"نہیں سمجھے۔" وہ مسکرایا۔ "خیر ابھی سب سمجھ میں آجائے گا۔" اُس نے ریوائنڈ ہوتے ہوئے کیسٹ کو اسٹاپ کیا اور ٹیپ ریکارڈر چلا دیا۔ ٹیپ ریکارڈر سے اُبھرنے والی آوازیں میرے اور کرنل وحدت کے درمیان ہونے والی گفتگو کی آوازیں تھیں۔

"میں اس کا مقصد نہیں سمجھا!" میں نے کرنل وحدت کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اعلیٰ حکام نہیں چاہتے کہ تمھیں کوئی نقصان پہنچے۔ اب اگر تم نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی اور مجھے تمھارے خلاف کچھ کرنا پڑ گیا تو یہ ٹیپ ریکارڈر تمھارے خلاف اور میرے حق میں استعمال ہوگا۔ اس کیسٹ میں محفوظ تمھاری باغیانہ گفتگو سُنا کر میں حکام کو قائل کرسکوں گا کہ جو کچھ میں نے تمھارے خلاف کیا تم اس کے مستحق تھے۔"

"تم ... ناحق اتنی زحمت کی کرنل وحدت۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہی تمھارے اعلیٰ حکام سے بھی کہہ سکتا ہوں اور اگر تم نے مجھ سے کہا ہوتا تو میں یہی سب کچھ تمھیں لکھ کر بھی دے دیتا۔ بلکہ اب بھی لکھ کر دینے کو تیار ہوں۔ تم فرمائش تو کرکے دیکھو۔"

کرنل وحدت کا چہرہ بُجھ کر رہ گیا۔ "تم بڑی خوش فہمیوں کا شکار ہو علی۔" اُس نے بھناتے ہوئے انداز میں کہا۔ "بعض اتفاقی واقعات تمھاری کامیابیوں کا باعث بنے اور تم خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھنے لگے۔"

"میں نے کوئی دعویٰ کیا ہوتا تو تم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوتے لیکن میں نے تو کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ میں نے تو فقط ایک عزم ظاہر کیا ہے اور اس سے کہیں یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ میں کسی خوش فہمی کا شکار ہوں۔ میں کسی خوش فہمی کا شکار ہوں بھی نہیں، ہو بھی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ میرے خیال میں میں نے کبھی کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ میں ایک نیک مقصد کے لیے کام کر رہا ہوں اور نیک مقاصد کے لیے نیک نیتی سے کام کرنے والوں کو تائیدِ غیبی حاصل ہوا کرتی ہے۔ اس کے لیے فرد کی تخصیص نہیں کی جاسکتی۔ میری جگہ کوئی بھی ہو، اگر وہ کسی نیک مقصد کے لیے کام کرے گا قدرت ضرور اس کی مدد کرے گی۔"

"تو تمھارے خیال میں تم کسی بُرے مقصد کے لیے کام کر رہا ہوں!" کرنل وحدت غرّایا۔

"میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ میری بات سے تم جو مطلب چاہو اخذ کرو۔"

"ٹھیک ہے علی یار خان۔" کرنل وحدت کرسی کھسکا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ "اس وقت کی گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ تم نے ہمارے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا ہے لہٰذا تم خود کو زیرِ حراست تصور کرو۔ فی الحال مجھے کچھ دوسرے معاملات دیکھنے ہیں، اُن سے نمٹ کر تمھارے بارے میں کوئی فیصلہ کروں گا۔ اس وقت تم اُسی کمرے میں رہو جس میں تمھیں بھیجا گیا تھا۔ بتانے کی غالباً ضرورت نہیں ہے کہ فرار ہونے کی کوشش تمھارے حق میں مُضر ثابت ہوگی۔"

"مجھے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کرنل وحدت۔" میں بھی کرسی سے اُٹھ گیا۔ "مجھے ان معاملات کا خاصا تجربہ ہے۔"

میں اور اولیو ہارڈ وہاں سے نکل کر واپس اُسی کمرے میں آگئے۔ راستے میں ہمیں چند فوجی نظر آئے تھے مگر انھوں نے خصوصیت سے ہماری جانب توجہ نہیں دی تھی۔

"ہم یہاں سے بڑی آسانی سے فرار ہوسکتے ہیں۔" اولیو ہارڈ نے کمرے میں موجود بیڈ پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"تم نے دیکھا نہیں، ہماری جانب کسی کی بھی توجہ نہیں تھی۔ کمرے کے باہر بھی کوئی نہیں ہے۔ یہ کیسی قید ہے؟"

"یہی تو تشویش ناک بات ہے اولیو ہارڈ! کیا تم تصور کرسکتے ہو کہ اب ہماری جانب سے غفلت برتی جائے گی؟"

"میں بھی اسی اُلجھن کا شکار ہوں لیکن ملتا ہوا موقع چھوڑا بھی تو نہیں جاسکتا۔"

"اگر تم اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہ رہے ہو تو میں تمھیں ہرگز نہیں روکوں گا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اُلجھی ہوئی اور طنزیہ گفتگو کرنے کے بجائے اگر تم سیدھی طرح بات بتا دو تو کوئی حرج ہے؟" اولیو ہارڈ جھنجلا کر بولا۔

"سیدھی اور صاف بات یہ ہے کہ میں کسی اندھے کنویں میں گرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"اس میں اندھے کنویں کی تو کوئی بات نہیں ہے، ہمیں اوّل فرار ہونا ہے آخر فرار ہونا ہے، پھر دیر کیوں کریں۔"

"یہ موقع نہیں ہے اولیو ہارڈ! یہ تو چارا ہے۔ اِدھر مُنہ مارا اور اُدھر کانٹے میں پھنسے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ خفیہ طور پر ہماری نگرانی کی جارہی ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ ہماری نگرانی کی جارہی ہے یا نہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ اس عمارت سے فرار مجھے ناممکن محسوس ہوتا ہے۔"

"تم اپنے محسوسات پر چلتے رہے تو ہم کبھی فرار نہیں ہوسکیں گے۔" اولیو ہارڈ نے بُرا سا مُنہ بنایا۔

"جس عمارت میں اس وقت ہم موجود ہیں اس کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے۔ یہ کوئی عام قید خانہ نہیں ہے اولیو ہارڈ، نہ ہی ہم کوئی عام قیدی ہیں۔ ان لوگوں نے ایک بار ہمارے ہاتھوں جس نوعیت کی زک اُٹھائی ہے اس کے بعد ان سے کسی قسم کی غفلت کی توقع رکھنا بدترین درجے کی حماقت ہوگی۔ سمجھے تم؟"

اولیو ہارڈ نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا جس کا اندازہ اُس کے ماتھے پر پڑی ہوئی شکنوں سے بہ آسانی کیا جاسکتا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ "میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں علی!" اُس نے کہا۔

اُس کا انداز کچھ عجیب سا تھا۔ میرا ماتھا ٹھنکا۔ یقیناً کوئی خاص بات ہی رہی ہوگی ورنہ اُس نے بلاتمہید کے ہی اپنی بات کہہ دی ہوتی۔ "میں سن رہا ہوں اولیو ہارڈ۔" میں نے کہا۔

"جو کچھ میں تم سے کہوں اُس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ میں تمھیں گُمراہ کرنا چاہ رہا ہوں۔"

"تمھاری نیک نیتی سے تو میں بہ خوبی واقف ہوں۔" میں نے طنز کیا۔

اُس نے شاید میرے طنزیہ لہجے پر غور نہیں کیا، اگر کیا تھا تو نظر انداز کر گیا۔ کہنے لگا۔ "کرنل وحدت نے تم سے جو سلوک کیا ہے اور جس قسم کی گفتگو کی ہے اُس کی وجہ سے تم دل برداشتہ ہو رہے ہو گے۔ تمھاری جذباتی کیفیت بھی ٹھیک نہیں ہوگی لہٰذا ممکن ہے تم میری بات کو غلط رنگ دے دو۔"

"میری رنگ آمیزی کی فکر مت کرو اور اپنا مدّعا کھل کر بیان کرو۔ تمہیدی گفتگو سُن کر مجھے اختلاج ہونے لگتا ہے۔"

"عربوں کے لیے تم نے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ تم نے بے شمار کارنامے سرانجام دیے مگر اس کے عوض.. تمھیں ان لوگوں سے کیا ملا۔ ماضی میں ایک بار غلط فہمی ہی سہی لیکن تنظیم آزادیٔ فلسطین تم سے برگشتہ ہوگئی تھی اور تمھیں دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینکا تھا حالانکہ اُس وقت بھی اُن لوگوں کے لیے تمھاری خدمات کم نہیں تھیں۔ آج تمھارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے اُس نے ایک بار پھر ماضی کی وہی یادیں تازہ کر دی ہیں۔"

"حالانکہ اُس بار تو تم نے کوئی کوشش بھی نہیں کی!"

"بالکل نہیں۔" اولیو ہارڈ نے بڑے خلوص سے کہا۔ "اور یہ سب کچھ اس پر ہے کہ تم نے ان کے لیے بیش بہا خدمت انجام دی ہے۔ لائن آف کروزل سے آنے والا اسلحہ بردار جہاز تاقیامت ان تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ یہ ناممکن کام تنہا تمھاری ذات کی وجہ سے ممکن ہوسکا۔ اسلحہ بردار جہاز کی تباہی پر عرب سالہا سال افسوس کرتے رہتے۔ تم نے ان کے لیے جو عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے اس کا صلہ یہ ہے کہ تم یہاں قید ہو۔"

"حالات کی ستم ظریفی اسی کو تو کہتے ہیں اولیو ہارڈ۔" میں نے ایک سرد آہ بھری۔

"میں تمھیں کھلے دل سے دعوت دیتا ہوں علی۔" اولیو ہارڈ جوشیلے لہجے میں بولا۔ "ابھی تو ہم دونوں ہی ان کے قیدی ہیں۔ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں ان کے چنگل سے نکلنا نصیب بھی ہوگا یا نہیں، لیکن اگر ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے تو میں تمھیں اسرائیل کے لیے کام کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

"جو سلوک میرے ساتھ ہوا اس کا مجھے بھی بے حد قلق ہے۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ "لیکن اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

طرح سے وفاداریاں تبدیل کرنا..."

"یہ سب مت سوچو علی! جتنا تم سوچو گے اتنا ہی تمھارے دماغ پر بوجھ پڑے گا۔ بس تم ہاں کر دو، باقی کام میرا ہے۔"

"یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہے اولیو ہاورڈ۔" میں نے ایک سرد آہ بھری۔ "مجھے بہت کچھ سوچنا پڑے گا۔"

"میں تمھیں ایک تابناک مستقبل کی ضمانت دیتا ہوں۔ ماضی میں اسرائیل کو تمھاری وجہ سے جو نقصانات پہنچے ہیں' ان کے سلسلے میں تم سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔"

"برا نہ ماننا اولیو ہاورڈ! کہ میں تمھاری کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا۔ تم نے خود کو اس قابل نہیں چھوڑا کہ تمھاری کسی بات پر اعتبار کیا جا سکے۔"

"وہ اور بات تھی علی! ہم ایک دوسرے کے حریف تھے۔ تم ہم میں شامل ہو جاؤ گے تو تمھیں کوئی شکایت نہیں رہے گی۔ تمھارے ساتھ کوئی وعدہ خلافی نہیں کی جائے گی۔"

"تم میرے سب سے بڑے دشمن ہو اولیو ہاورڈ! میں کیسے مان لوں کہ تم میرے لیے کوئی نیا جال نہیں بچھا رہے ہو۔"

"یقین کرو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ماضی میں بھی کئی بار میں نے تمھیں اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی ہے۔ مگر ہر بار تم جذباتی ہو جاتے ہو۔"

"لیکن اس بار میں ذرا بھی جذباتی نہیں ہوا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں پورے ہوش و حواس کے ساتھ تمھاری اس دعوت کا تجزیہ کرنے میں مصروف ہوں۔"

"تجزیے وغیرہ کی مطلق ضرورت نہیں ہے علی! میں نے جو کچھ کہا ہے پورے خلوص سے کہا ہے۔"

"مصیبت یہ ہے کہ میرے پاس تمھارے خلوص کو پرکھنے کا کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ فرض کرو تم مجھے جھانسا دے کر اسرائیلی حکام کے حوالے کر دیتے ہو۔ تمھارے پاس ایسا کرنے کا معقول جواز بھی موجود ہے۔ اس طرح تم اپنی کھوئی ہوئی ساکھ بحال کر سکو گے۔"

"میرے لیے سب سے اہم چیز اسرائیل کا مفاد ہے۔ تم ہمارے ساتھ مل جاؤ گے تو ہم میں ایک نئی طاقت پیدا ہو جائے گی اور میں دل و جان سے اسرائیل کو ناقابلِ شکست دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تمھارے لیے سب سے زیادہ اہم تمھاری اپنی ذات' تمھارا اپنا وقار ہے۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جو ذاتی مفاد پر ملکی مفاد کو قربان کر دیتے ہیں۔"

"یہ مجھ پر بہت بڑا الزام ہے۔" اولیو ہاورڈ نے احتجاج کیا۔ "تمھاری طرح میں نے بھی اپنے ملک کے لیے اپنا سب کچھ وقف کر رکھا ہے۔"

"اگر میں مثال کے طور پر بکی ہاورڈ کا تذکرہ کروں تو تم اپنی صفائی کیسے پیش کرو گے؟"

اولیو ہاورڈ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ "اس وقت میں مجبور تھا علی! میرا پورا گھرانا تباہ ہو جاتا۔ میری اپاہج بیوی..."

"اس کے علاوہ۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "تمھیں یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہیے کہ میں ایک پاکستانی ہوں۔ عرب مفادات کی طرح مجھے اپنے ملک کے مفادات بھی عزیز ہیں۔"

"میں تمھیں اس بات کی ضمانت دلواؤں گا کہ اسرائیل کبھی کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائے گا جس سے پاکستان کے مفادات پر ضرب پڑتی ہو۔"

"اس بات کی ضمانت کیسے فراہم کی جائے گی؟" میں نے اولیو ہاورڈ کو گھورا۔

"ہر اس طریقے سے جس سے تم مطمئن ہو سکو۔" اولیو ہاورڈ نے تیزی سے کہا۔

"چھوڑو یار! کیوں اپنے ساتھ میرا وقت بھی برباد کر رہے ہو۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "بات اس حد تک ہی اچھی لگتی ہے جس حد تک قابلِ یقین ہو۔"

"یہ زیادتی ہے علی!" اولیو ہاورڈ نے احتجاجی انداز میں کہا۔ "جب میں کہہ رہا ہوں کہ میں تمھیں ہر قسم کی ضمانت دلانے کو تیار ہوں تو تم اس طرح بات کو اڑا کیوں رہے ہو؟"

"تم اپنے قد سے اونچی بات کر رہے ہو اولیو ہاورڈ! کیا حکومتِ اسرائیل سرزمینِ فلسطین پر اپنا ناجائز قبضہ ختم کرنے کو تیار ہو جائے گی؟"

"نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے بے ساختہ کہا۔

"تو پھر مجھے کوئی ضمانت کیسے فراہم کی جائے گی؟ میرے لیے تو یہی ضمانت ہے۔ اگر یہ ممکن ہے تو میں تمھارے ساتھ شامل ہونے کو تیار ہوں۔"

"تم بڑی ناممکن قسم کی باتیں کرتے ہو علی! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اسرائیل اپنے وجود سے ہی دست بردار ہو جائے۔"

"تم بھی تو ایسی ہی ناممکن باتیں کرتے ہو اولیو ہاورڈ! فلسطین کے لیے کام کرنا میری شناخت ہے۔ تم مجھ سے میری شناخت چھین لینے کے درپے ہو۔ بھلا یہ کیسے ممکن..."

اولیو ہاورڈ چپ ہو گیا۔ اس کے پاس کہنے کے لیے مزید کچھ نہیں رہ گیا تھا۔

"مجھ پر دو راتوں کی نیند ادھار ہے اولیو ہاورڈ! میں تو سو رہا ہوں۔ چاہو تو تم بھی سو جاؤ۔" میں نے کہا اور لیٹ کر سو گیا۔

میری آنکھ کوئی چار گھنٹے کے بعد کھلی۔ کمرے میں موجود دوسرے بیڈ پر اولیو ہاورڈ بہ دستور سو رہا تھا۔ میں نے اسے جگانا مناسب نہیں سمجھا اور باتھ روم گھس گیا۔

آدھے گھنٹے بعد میں نہا دھو کر تیار ہو چکا تھا۔ ابھی مجھے تیار ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور کرنل وحدت کمرے میں داخل ہوا۔

"اولیو ہاورڈ سو رہا ہے؟" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"ہاں، خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہا ہے۔"

"تو تم میرے ساتھ آؤ۔ تم سے کچھ اہم باتیں کرنا ہیں۔" کرنل وحدت مجھے ایک دوسرے کمرے میں لے گیا اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تمھاری فراہم کردہ اطلاع سو فیصد درست ثابت ہوئی۔" کرنل وحدت نے ہیجان خیز لہجے میں کہا۔

"میں خود اس بارے میں جاننے کے لیے بے حد مضطرب تھا۔" میں نے کہا۔

"ہم نے ان پر کامیاب چھاپا مارا۔ تین یہودی ایجنٹ گرفتار ہوئے۔ اس کے علاوہ وسیع حیطۂ عمل والا ایک ٹرانسمیٹر بھی برآمد ہوا۔"

"خدا کا شکر ہے۔" میں نے طویل سانس لی۔ "ورنہ تم یہی سمجھتے کہ میں نے تم سے جھوٹ بولا ہے۔"

"تمھیں جھوٹا سمجھنا آسان نہیں ہے۔ ویسے بھی تم اتنا بے سروپا جھوٹ کیوں بولتے؟"

"ان یہودی ایجنٹوں سے کچھ معلومات بھی حاصل ہوئیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہم ان میں سے ایک کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گئے اور ہمیں اس سے بڑی قیمتی معلومات حاصل ہوئی ہیں۔"

"اوہ! اگر کوئی حرج نہ ہو تو کیا تم مجھے ان معلومات سے آگاہ کرو گے؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" کرنل وحدت مسکرایا۔ "ریگستان کے اطراف میں کئی سرائے ہیں اور ہر سرائے میں یہودی ایجنٹ موجود ہیں۔ جب بھی کوئی قافلہ ریگستان کا رخ کرتا ہے' کسی نہ کسی سرائے سے ضرور گزرتا ہے اور وہاں موجود یہودی ایجنٹ ان سے معلومات حاصل کر کے ٹرانسمیٹر پر زوسکی کو پہنچا دیتے ہیں۔ اطلاع ملتے ہی زوسکی اپنے ساتھیوں سمیت قافلے والوں پر جا پڑتا تھا اور انھیں لوٹ لیتا تھا۔"

"پھر تم نے ان یہودی ایجنٹوں کے لیے کیا کیا؟"

"سارے ایجنٹ گرفتار کیے جا چکے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی نہیں بچ سکا۔"

"گویا ایک بہت بڑی سازش کا پہلے ہی مرحلے پر قلع قمع ہو گیا؟"

"ہاں، اور یہ سب کچھ تمھاری بدولت ہوا ہے۔ ہم پر تمھارے احسانات میں ایک احسان کا اور اضافہ ہو گیا۔"

"میرا کسی پر کوئی احسان نہیں ہے۔ یہودیوں کو کسی بھی محاذ پر شکست سے ہمکنار کر کے مجھے روحانی خوشی محسوس ہوتی ہے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھاری شخصیت میں یہ تضاد کیوں ہے!"

"تضادات کے بغیر شخصیت کی تکمیل ناممکن ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس وقت تم کون سے تضاد کی بات کر رہے ہو؟"

"ایک طرف تو تم عربوں کے مفاد کے لیے بڑے سے بڑا کام کر گزرتے ہو۔ اور دوسری طرف ایک یہودی ایجنٹ کے لیے اس حد تک آگے بڑھ جاتے ہو کہ اپنوں سے ٹکرانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔"

"یہ میری بدقسمتی ہے کرنل وحدت کہ میرا نکتۂ نظر دوسروں کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔ لیکن تم کیوں پریشان ہو رہے ہو؟" میرا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔ "تمھارے پاس تو وہ کیسٹ موجود ہے جسے بہ وقتِ ضرورت تم میرے خلاف استعمال کر سکو گے۔ تمھیں کس بات کی فکر ہے؟"

"میں اپنے فرائض کی بجا آوری کے لیے مجبور ہوں۔" کرنل وحدت نے خشک لہجے میں کہا۔ "جو بھی میری راہ میں حائل ہونے کی کوشش کرے گا' مارا جائے گا۔"

"تمھارا جذبہ میرے لیے قابلِ فخر ہے کرنل وحدت! کاش اسلامی دنیا کے ہر سپاہی کی رگوں میں یہی جذبہ سرایت کر جائے۔"

"اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میری تعریفیں کرنے سے تمھیں کسی قسم کی رعایت مل جائے گی تو یہ تمھاری بھول ہے۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "تمھاری اس بات سے بھی مجھے خوشی ہوئی کرنل وحدت۔ بلاشبہ تم ایک ذہین آدمی ہو۔"

"اب تم مجھے گھسنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"تمھاری ذہانت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ میں تمھاری قید میں ہوں۔ دوسری بات یہ کہ زوسکی سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں، وہ میں نے تمھارے گوش گزار کردی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ تم ان یہودی ایجنٹوں سے نمٹ سکو گے۔ اگر مجھے یقین نہ ہوتا تو میں تمھیں ان کی ہوا بھی نہ لگنے دیتا۔"

"تب تو وہ ایجنٹ فرار ہو سکتے تھے۔ انھیں فرار ہونے کے لیے بہت وقت مل جاتا۔"

"نہیں مل سکتا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔" میں یہاں سے فرار ہو کے بذاتِ خود ان کی سرکوبی کرنے نکل کھڑا ہوتا۔"

کرنل وحدت نے مجھے گھور کر دیکھا۔" اس وہم میں مت رہنا۔ یہاں سے فرار ہونا ناممکنات میں سے ہے۔"

"اب تو خیر وقت ہی گزر گیا ورنہ تمھیں پتا چل جاتا کہ ناممکن کو ممکن بنانا علی یار خان کی ہابی ہے۔"

"اگر یہی بات ہے تو تم اب مجھے یہاں سے فرار ہو کے دکھا دو۔" کرنل وحدت نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔" میں بے پروائی سے بولا۔

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم بے پر کی ہانک رہے تھے۔"

"اس کا جواب تو وقت دے گا۔ جب تمھیں پتا چلے گا کہ میں اولیو ہاورڈ سمیت فرار ہو گیا ہوں تو تمھارے پاس سر پیٹنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہ جائے گا۔"

"تمھاری جگہ کوئی اور شخص مجھ سے اتنے توہین آمیز لہجے میں گفتگو کرتا تو میں اس کا دماغ درست کر چکا ہوتا۔"

"مجھے تمھاری توہین مقصود نہیں تھی۔ میں نے تو ایک حقیقت بتائی تھی۔ تمھیں بُرا لگا ہے تو میں معذرت کیے لیتا ہوں۔"

"جاؤ اولیو ہاورڈ کو لے کر کھانے کے کمرے میں آجاؤ۔ ایک گھنٹے بعد ہم کھانا کھائیں گے اور اس کے فوراً بعد یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

میں نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ ہم کہاں کے لیے روانہ ہوں گے۔ ایک قیدی کی حیثیت سے مجھے ویسے بھی سوال کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔

کمرے میں واپس پہنچا تو اولیو ہاورڈ اٹھ چکا تھا۔" تم کہاں چلے گئے تھے؟" اس نے مجھے دیکھتے ہی بے تابی سے پوچھا۔

"مجھے کرنل وحدت نے بلوایا تھا۔" میں نے کہا۔

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"ایک گھنٹے بعد ہم کھانا کھائیں گے اور اس کے بعد یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

"صرف یہ بتانے کے لیے بلایا تھا؟" اولیو ہاورڈ نے حیرت سے پوچھا۔" یہ بات تو کہلوائی بھی جا سکتی تھی۔"

"نہیں، وہ تمھارے سلسلے میں مجھ سے سودے بازی بھی کرنا چاہ رہا تھا۔" میں نے دانستہ جھوٹ بولا۔ میں یہ جھوٹ بولنے کے لیے مجبور تھا۔ ابھی مجھے اس کے ساتھ کچھ اور وقت بھی گزارنا تھا۔ اگر اسے یہ علم ہو جاتا کہ میری وجہ سے اس کا ترتیب دیا ہوا دہشت گردی کا مشن خراب ہو گیا ہے تو ممکن ہے، وہ سب کچھ بھول کر ایک بار پھر مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کر ڈالتا۔ لہٰذا میں نے اسے گوٹے ہل پہنچنے تک بے خبر ہی رکھنا مناسب سمجھا۔

"کس قسم کی سودے بازی؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"اس نے مجھے کئی طرح کے لالچ دیے مگر میں اپنی بات پر اَڑا رہا۔ اگر میں چاہتا تو اس وقت تمھیں بیچ دیتا۔"

"تو اب کیا پروگرام ہے؟"

"تم تیار ہو جاؤ تو کھانا کھانے چلیں۔ اس کے علاوہ اور کیا پروگرام ہو سکتا ہے۔"

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ ہمیں کہاں منتقل کیا جائے گا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے کہا۔" وہ جہاں بھی لے جائیں ہمیں جانا پڑے گا۔"

"میرا مطلب ہے، اب ہمیں جہاں لے جایا جائے گا وہ یقیناً کوئی قید خانہ ہو گا۔"

"زیادہ امکان تو اسی بات کا ہے۔" میں نے کہا۔

"وہاں سے فرار ہونا زیادہ مشکل نہیں ہو جائے گا؟"

"یہاں سے فرار ہونے کا خناس اپنے ذہن سے نکال دو اولیو ہاورڈ۔ کرنل وحدت نے میرے لیے جو جال بچھایا ہے، میں اس میں پھنسنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"تم کسی واہمے کا شکار ہو گئے ہو۔ مجھے تو کوئی جال نظر نہیں آتا۔"

"کرنل وحدت چاہتا ہے کہ میں فرار ہونے کی کوشش کروں۔ اسی لیے اس نے ہم پر نگراں مسلط نہیں کیے لیکن مجھے یقین ہے کہ کچھ ایسے مسلح نگراں ضرور ہوں گے جنھیں یہ ہدایات دی گئی ہوں گی کہ اگر میں فرار ہونے کی کوشش کروں تو مجھے گولی مار دی جائے۔"

"تم اس کے قبضے میں ہو۔ وہ تمھیں ویسے بھی مار سکتا ہے۔ اسے اتنا لمبا چکر چلانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"وہ بہت سے لوگوں کو جواب دہ ہے اولیو ہاورڈ۔ اور اسے خاص طور پہ ہدایات دی گئی ہیں کہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے میری زبان سے کہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئی بعض باتیں ٹیپ کرلی ہیں تاکہ اگر مجھے کوئی نقصان پہنچے تو اعلیٰ حکام کو ٹیپ سُنوا کر اپنی پوزیشن صاف کر سکے۔ اس کی اس حرکت سے اس کی نیّت کے فتور کا پتا چلتا ہے۔ اسے میری گفتگو ریکارڈ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یقیناً اس کے ذہن میں مجھے نقصان پہنچانے کا تصوّر موجود تھا تبھی تو اس نے پیش بندی کے طور پر میرے خلاف ثبوت حاصل کیا۔"

"ممکن ہے اس نے محض احتیاطاً ہی ایسا کیا ہو۔ ورنہ وہ گفتگو ریکارڈ کرنے کے بعد اسے کچھ کرنا ہوتا تو اب تک کر گزرا ہوتا۔"

"وہ بہت ذہین ہے اولیو ہاورڈ۔ جانتا ہے کہ صرف میری گفتگو کا کیسٹ پیش کر کے وہ اپنی پوزیشن صاف نہیں کر سکے گا۔ میرے خلاف کارروائی کرنے کے لیے اسے اس گفتگو کے علاوہ بھی کسی مضبوط جواز کی ضرورت پڑے گی۔ نہ صرف مضبوط جواز بلکہ اسے گواہ بھی درکار ہوں گے۔ اسی لیے اس نے ظاہری طور پر میری نگرانی کے لیے لوگ مسلط نہیں کیے۔ اگر میں نے فرار ہونے کی کوشش کی ہوتی تو نہ صرف میں مارا جاتا بلکہ اسے میرے خلاف بہت سے گواہ بھی میسّر آجاتے۔ بے شک کرنل وحدت بہت ذہین ہے مگر میں بھی اتنا احمق نہیں ہوں کہ اس کے کسی جال میں اتنی آسانی سے پھنس جاؤں گا۔"

اولیو ہاورڈ مجھے متحیّرانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ "تمھاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس جال میں پھنسنے سے بچ نہیں سکتا تھا۔"

"حالانکہ یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"لیکن تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ ہمیں رہائی کیسے مل سکے گی؟"

"ایسی باتیں سوچی نہیں جاتیں۔ موقع کی تاک میں رہنا پڑتا ہے۔ جیسے ہی ہمیں پہلا موقع ملے گا، ہم فرار ہونے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

اولیو ہاورڈ باتھ روم میں گھس گیا۔ اور میں خیالات کے تانے بانے میں اُلجھ گیا۔ ذرا سی فرصت ملتے ہی تہذیب کی یادیں میرے ذہن پر حملہ آور ہونے لگتی تھیں۔ وہی یادیں تو متاعِ حیات تھیں۔ تہذیب مجھ سے دور تھی مگر اس کی یادیں رگِ جاں کے قریب تھیں۔ آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہوئے بھی اس کا حسین سراپا میری آنکھوں کے سامنے گردش کرتا رہتا تھا۔ میں اس کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ وہ بھی میری تلاش میں سرگرداں ہو گی۔ میرے مقابلے میں اس کے وسائل بہت محدود تھے مگر وہ بہت باہمت تھی مجھے معلوم تھا کہ وہ حوصلہ ہارنے والوں میں سے نہیں ہے۔ اس کی لگن سچی ہے۔ سچّی، بے غرض اور بے لوث۔ اس جہانِ آب و گِل میں کون کسی سے بے غرض ہو کے ملتا ہے۔ بے غرضیوں کی تہوں کے نیچے سے خود غرضیوں کے خوف ناک عفریت برآمد ہوتے ہیں۔ ذہنی ہم آہنگی یا تو میسّر نہیں آتی یا پھر بے اعتباریوں کی نذر ہو جاتی ہے۔

میں خوش قسمت تھا کہ تہذیب کے ساتھ نہ صرف میری مکمل ذہنی ہم آہنگی تھی بلکہ ہمارے درمیان اعتبار کا جو رشتہ تھا وہ شاذ و نادر ہی کسی کو نصیب ہوتا ہو گا۔ ہمیں ایک دوسرے کی محبت پر کامل یقین تھا، لیکن افسوس یہ تھا کہ میں تہذیب تک پہنچنے کی کوئی مثبت جدوجہد نہیں کر پا رہا تھا۔ میری جان کو اتنے بکھیڑے لگے ہوئے تھے کہ ایک لمحے کی فرصت ملنا بھی محال ہو رہا تھا۔ ان بکھیڑوں سے ذرا فرصت ملتی تو میں تہذیب کی تلاش پر توجہ مرکوز کرتا۔

ایک گھنٹے بعد میں اور اولیو ہاورڈ کھانے کی میز پر پہنچے تو کرنل وحدت وہاں موجود تھا۔ کھانے کے دوران اولیو ہاورڈ اپنی زبان پر قابو نہ رکھ سکا اور کرنل وحدت سے وہی سوال کر ڈالا جو میں نے اس سے نہیں کیا تھا۔

"ہمیں یہاں سے کہاں لے جایا جائے گا؟"

کرنل وحدت کھانا کھاتے کھاتے رُک گیا۔ "کیوں؟" اس نے اولیو ہاورڈ کو کڑے تیوروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔" اولیو ہاورڈ گڑبڑا گیا۔ "میں ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔"

"اپنی کھال میں رہو اولیو ہاورڈ۔" کرنل وحدت غرّایا۔ "میرا نام کرنل وحدت ہے، علی یار خان نہیں ہے۔ میں تمھیں دو منٹ میں سیدھا کر کے رکھ دوں گا۔"

اولیو ہاورڈ کا ہاتھ بھی رُک گیا۔ اس نے کرنل وحدت کو گھور کے دیکھا۔ "مجھ سے اس لہجے میں بات کرنے کی جرأت تمھیں صرف اس وجہ سے ہوئی ہے کہ میں اس وقت تمھاری قید میں ہوں۔ ورنہ تم جیسے بیسیوں کرنل مجھے سیلوٹ کرتے ہیں اور میں ان کی طرف توجہ بھی نہیں دیتا۔"

"اولیو شٹ اَپ!" کرنل وحدت دہاڑا اور کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا۔ "تم میرے قیدی ہو اور میں تمھیں بتاؤں گا کہ ایک قیدی کو کس انداز میں گفتگو کرنا چاہیے۔"

میں دم بخود یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس صورتِ حال سے کیسے نمٹوں!

"میں تمھارا قیدی ضرور ہوں کرنل وحدت۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ وہ کسی صورت دبنے کے لیے تیار نظر نہیں آ رہا تھا۔ "لیکن مجھے قیدی بنانے میں تمھارا کوئی کمال نہیں ہے۔ تم نے بزدلوں کی طرح مجھے گرفتار کیا ہے۔ میں تو علی یار خان سمیت تمھاری حکومت کا مہمان تھا مگر تم نے تو آدابِ میزبانی تک کا خیال نہیں کیا۔"

کرنل وحدت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم کا سارا خون سمٹ کر اس کے چہرے پر آگیا ہو۔ اولیو ہاورڈ نے اس کی دُکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ کرنل وحدت نے جس طرح اولیو ہاورڈ کو گرفتار کیا تھا، وہ واقعی معیوب تھا اور شاید کرنل وحدت کو بھی اس بات کا احساس تھا۔

"اگر کوئی سانپ کسی کے گھر میں دھوکے سے داخل ہو جائے تو اس کی موجودگی کا علم ہوتے ہی اس کا سر کچلنا لازم ہو جاتا ہے۔" کرنل وحدت نے بپھرے ہوئے انداز میں کہا۔ "خدا کی شان ہے کہ اب سانپ بھی مہمان ہونے کے دعویدار ہونے لگے۔"

"اوّل تو میں سانپ نہیں انسان ہوں لیکن اگر تم ایک انسان کو سانپ سے تشبیہہ دینے پر تُل ہی گئے ہو تو یہ کیوں نہیں کہتے کہ وہ سانپ ایک سپیرے کے قبضے میں تھا اور سپیرا نہ صرف تمھارا مہمان تھا بلکہ وہ تمھارا بہت بڑا محسن بھی تھا۔"

اولیو ہاورڈ کے دل نشیں پیرایۂ گفتگو نے مجھے شدید حیرت میں مبتلا کر دیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لیے اتنا خوبصورت اندازِ بیان بھی اپنا سکتا ہے۔ میں نے تو اسے ہمیشہ اکھڑ انسان کے روپ میں دیکھا تھا جو سیدھے سادے انداز میں اپنا مُدعا بیان کر دیتا تھا۔

"میں تمھاری کھال کھنچوا کے اس میں بھُس بھروا دوں گا۔" کرنل وحدت نے کہا۔ اس کا غصّہ دیوانگی کی حدوں کو چھو رہا تھا۔

"تم سے پہلے بھی ہزاروں لوگوں نے اپنے قیدیوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہو گا۔" اولیو ہاورڈ نے بڑے سکون کے ساتھ کہا۔ "اگر تم بھی یہی کرو گے تو کوئی کمال نہیں کرو گے۔"

کرنل وحدت نے کھانے کی میز پر نصب ایک بٹن پر انگلی رکھ دی۔ "میں تمھیں ابھی بتاتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ زبان چلانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔" اس نے پھنکارتے ہوئے لہجے میں کہا۔

اولیو ہاورڈ پر کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ پہلے ہی کی سے پُرسکون انداز میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔

ابھی کرنل وحدت کو بٹن پر انگلی رکھے آدھا منٹ بھی نہیں گزرا ہو گا کہ دروازہ کھلا اور دو مسلح فوجی کمرے میں گھس آئے۔

"اسے تیرہ نمبر میں لے چلو۔" کرنل وحدت نے اولیو ہاورڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان دونوں فوجیوں سے کہا۔

"ایک منٹ، ذرا میری بات بھی سن لو۔" میں نے تیزی سے کہا۔

کرنل وحدت نے اولیو ہاورڈ کی طرف بڑھتے ہوئے فوجیوں کو رُکنے کا اشارہ کیا اور میری طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"میں تم سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے اولیو ہاورڈ پر نظر ڈال کے کہا۔

"آؤ۔" کرنل وحدت نے کہا اور کرسی سے اُٹھ گیا۔ کمرے سے باہر راہداری میں آکر وہ رُک گیا۔ "ہاں، کہو کیا بات ہے؟"

"میں تم سے اولیو ہاورڈ کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے، تم اس کی سفارش کرو گے۔" کرنل وحدت نے بُرا سا مُنہ بنایا۔

"ہرگز نہیں۔" میں جلدی سے بولا۔ "بلکہ میں خطرے کی بُو سونگھ رہا ہوں۔ اور اس کی طرف سے تمھیں ہوشیار کرنا چاہتا ہوں۔"

"خطرے کی بُو!" کرنل وحدت کے نتھنے پھولنے اور پچکنے لگے۔ "وہ میری قید میں ہے اور یہ ملٹری انٹیلی جنس کی عمارت ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ یہاں سے جانا نہیں چاہتا۔"

"یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا؟" کرنل وحدت نے مجھے گھورا۔

"جیسے ہی اسے یہ علم ہوا کہ ہم یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں اس نے تم سے ایسی گفتگو شروع کر دی جس کے نتیجے میں تم مشتعل ہو گئے۔"

کرنل وحدت کی آنکھیں سوچ میں ڈوب گئیں۔ چند لمحے بعد اس نے کہا۔ "لیکن ہماری روانگی کی تاخیر سے اسے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟"

"اگر یہ بات مجھے معلوم ہوتی تو پہلے ہی تمھیں بتا چکا ہوتا لیکن میرا اندازہ ہے کہ اسے توقع ہے کہ یہاں اسے کسی قسم کی مدد مل جائے گی۔"

"مدد مل جائے گی؟" کرنل وحدت نے اُلجھے ہوئے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

انداز میں میرے الفاظ دُہرا لئے۔

"یہ ممکن ہے کہ اس نے کسی ذریعے سے یہودی ایجنٹوں سے رابطہ قائم کر لیا ہو اور وہ اس کی مدد کو پہنچنے والے ہوں۔"

"رابطہ قائم کرنا ناممکن ہے۔ وہ ہماری قید میں ہے اور اس کی ایک ایک حرکت پہ ہماری نظر ہے۔"

"میں ان سب باتوں کا ذمّے دار نہیں ہوں۔" میں نے جھنجلا کے کہا "میں نے تمھیں اپنے خدشات سے آگاہ کر دیا ہے۔ اب تمھاری مرضی، جو چاہو کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمھاری بات مانے لیتا ہوں لیکن اس کے باوجود ایک الجھن باقی رہ جاتی ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"تم تو اس کے بہت بڑے ہمدرد ہو، اس کی رہائی کے خواہاں ہو، پھر تم اس کے خلاف کیوں بول رہے ہو؟"

"تم حد سے زیادہ غلط فہمیوں کا شکار ہو کرنل وحدت! میں اس کا ہمدرد ہرگز نہیں ہوں، البتہ اس کی رہائی کا خواہاں ضرور ہوں لیکن میں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گا کہ وہ یہودی ایجنٹوں کے ذریعے رہائی پائے۔ میں تو صرف اپنا وعدہ پورا کرنے کی خاطر اسے رہا کرانا چاہتا ہوں۔"

"بات تو ایک ہی ہے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اسے کس ذریعے سے رہائی ملتی ہے۔"

"فی الحال میں اسے اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا ہوں اس کے علاوہ اگر خدانخواستہ یہودی ایجنٹ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو مجھے بڑا قلق ہو گا۔ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں، یہودیوں کی ناکامیوں پر مجھے روحانی مسرت کا احساس ہوتا ہے۔"

"یہودی ایجنٹوں کا تصوّر بڑا بعید از امکان ہے لیکن خیر فی الحال میں اسے چھوڑے دیتا ہوں منزلِ مقصود پہ پہنچ کر اس سے نمٹوں گا۔"

"یہ عقل مندی والی بات ہوئی۔" میں نے کہا۔

ہم دونوں کمرے میں واپس آئے تو اولیو ہاورڈ بدستور کھانے میں مصروف تھا۔ دو فوجی اس کے سر پہ مسلط تھے مگر اسے ان کی ذرّہ برابر بھی پروا معلوم نہیں ہو رہی تھی۔

"تم لوگ جاؤ۔" کرنل وحدت نے فوجیوں سے کہا۔ "ضرورت پڑی تو بلا لوں گا۔"

دونوں فوجی سیلوٹ کر کے کمرے سے چلے گئے۔

کھانا ختم ہونے کے بعد کرنل وحدت نے ہمیں باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

عمارت کے احاطے میں ایک بند گاڑی ہماری منتظر تھی۔

کرنل وحدت کے اشارے پہ ہم دونوں گاڑی کے عقبی حصّے میں بیٹھ گئے۔ میرے اور اولیو ہارڈو کے علاوہ وین کے عقبی حصّے میں چار مسلح محافظ بھی موجود تھے۔

وین میں بیٹھنے کے تھوڑی ہی دیر بعد وین ہمیں لے کر نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

"تم انتہائی احمق آدمی ہو اولیو ہارڈ!" میں نے غصیلے لہجے میں اولیو ہاورڈ کو مخاطب کیا۔

"کیا بات ہو گئی؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"کرنل وحدت کو غصّہ دلانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں کوئی غلط بات تو نہیں کر رہا تھا۔ اسے غصّہ آ گیا تو میں کیا کروں۔"

"جواب میں اگر وہ تمھاری چمڑی اتار دیتا تو میں کیا کر لیتا!" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"مجھ سے زیادہ تمھیں کون جانے گا۔" اولیو ہاورڈ نے ڈھٹائی سے کہا "مجھے معلوم تھا کہ تم کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور کر لو گے۔"

میں اولیو ہاورڈ کو گھور کر رہ گیا۔ اس سے کچھ کہنا سُننا فضول تھا۔ چاروں محافظ بے تعلقانہ انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔

گاڑی کو روانہ ہوئے آدھا گھنٹا ہو چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ گاڑی شہر سے باہر نکل چکی ہو گی۔ میں نے کن انکھیوں سے چاروں محافظوں کا جائزہ لیا۔ وہ ہماری طرف سے مطمئن تھے اور ان کی توجّہ ہماری طرف تھی بھی نہیں۔ شاید ان کے خیال میں اس گاڑی سے فرار ہونے کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا ہو گا۔ میں نے خود کو ایکشن کے لیے تیار کیا اور میرے جسم کے عُضلات سخت ہونا شروع ہو گئے۔ میں موقع کا منتظر تھا۔

ذرا ہی دیر بعد مجھے مطلوبہ موقع بھی مل گیا۔ وین کو دھچکا لگا تھا۔ شاید سڑک پر کوئی گڑھا تھا جس کی وجہ سے وین کو دھچکا لگا تھا۔ دھچکا لگنے سے چاروں محافظ اور اولیو ہاورڈ اِدھر اُدھر لڑکھڑائے مگر میں نے اپنا توازن برقرار رکھا۔ نہ صرف توازن برقرار رکھا بلکہ میرے دونوں بازو اپنے دائیں بائیں براجمان محافظوں کی گردنوں میں حمائل ہوئے اور چشم زدن میں میں نے ان کے سر آپس میں ٹکرا دیے۔ اس کام سے فارغ ہوتے ہی میں نے برقی سُرعت سے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے دونوں محافظوں پر حملہ کر دیا۔ میرے دونوں ہاتھ ان دونوں کی گردنوں پہ جم گئے تھے۔ وہ کسمسائے اور انھوں نے میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کی مگر میری انگلیاں ان کی گردن کی خاص نسوں پر دباؤ ڈال رہی تھیں۔ چند سیکنڈ کے اندر اندر انھوں نے بھی اپنے سر ڈال دیے۔

میں ہاتھ جھاڑتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ اولیو ہاورڈ مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں اُٹھ کر وین کے دروازے تک گیا اور دروازہ کھول دیا۔ میرا اندازہ درست تھا، وین اس وقت شہر سے باہر کسی ویران سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ سڑک کے دونوں جانب لہلہاتے کھیت دکھائی دے رہے تھے۔

"ہمیں چلتی وین سے چھلانگ لگانا ہو گی۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف مُڑ کر کہا۔

"ہمارا کچومر بن جائے گا، اگر اتنی رفتار پہ چلتی ہوئی وین سے چھلانگ لگائی۔" اولیو ہاورڈ نے بوکھلا کر کہا۔ "ہڈیوں تک کا پتا نہیں چلے گا۔"

"ہم وین کی رفتار کم ہونے کا انتظار کریں گے۔" میں نے کہا۔ "جیسے ہی رفتار کم ہوئی میں چھلانگ لگا دوں گا۔ اس کے بعد تمھارا جی چاہے تو چھلانگ لگانا ورنہ نہیں۔ میں بہرحال یہ موقع ضائع نہیں کر سکتا۔ اگر تم نے میرے بعد چھلانگ نہ لگائی تو میں اپنے راستے پر چل پڑوں گا۔"

الیو ہاورڈ نے بے بسی سے مجھے دیکھا۔ وہ وین سے چھلانگ لگانے کے لیے مجبور تھا۔ اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ وین سے چھلانگ لگانے میں وقتی خطرہ تو تھا لیکن اس کے بعد وہ مستقلاً محفوظ ہو جاتا جبکہ وہ لوگ اس سے ذرا بھی رعایت نہ برتتے۔

وین کی رفتار سُست ہونے لگی تھی۔ شاید کوئی موڑ قریب آ رہا تھا۔ میں انتظار کرنے لگا۔ پھر جیسے ہی وین موڑ پر گھومنے لگی میں نے وین سے باہر چھلانگ لگا دی۔ میں نے خاص انداز سے چھلانگ لگائی تھی، اس لیے مجھے کوئی چوٹ نہیں آئی۔ کئی قلابازیاں کھانے کے بعد میں اچھل کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا اور پلٹ کر اس طرف دیکھنے لگا جدھر وین گئی تھی۔ مجھے اولیو ہاورڈ دکھائی دے گیا۔ اس نے بھی وین سے چھلانگ لگا دی تھی۔ میں دوڑتا ہوا اولیو ہاورڈ کے نزدیک پہنچ گیا۔

"اٹھو اولیو ہاورڈ۔" اس کے قریب پہنچ کر میں نے اسے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ وہ سڑک پر اوندھے مُنہ پڑا تھا۔

اولیو ہاورڈ نے سر اٹھا کر چُندھیائی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا۔ "مجھے شاید چوٹ آ گئی ہے۔" اس نے مدھم آواز میں کہا۔

"اٹھنے کی کوشش کرو۔" میں نے اسے سہارا دیتے ہوئے کہا۔ "یہاں کسی بھی وقت کوئی گاڑی آ سکتی ہے۔ ہم مشکوک حالت میں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہم پھر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔"

اولیو ہاورڈ میرا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ میری نظریں سڑک پر بھٹک رہی تھیں مگر خیریت ہوئی کہ اس وقت کوئی گاڑی وہاں سے نہیں گزری۔ اولیو ہاورڈ نے چلنے کی کوشش کی تو مجھے اس کی چال میں خفیف سی لنگڑاہٹ محسوس ہوئی۔ "گھٹنے کی ہڈی میں چوٹ لگی ہے۔" اولیو ہاورڈ کراہا۔

"معمولی چوٹ ہے اولیو ہاورڈ!" میں نے کہا "کچھ دور چلو گے تو تکلیف میں کمی ہو جائے گی۔"

میں اولیو ہاورڈ کو سڑک سے نیچے اتار لے گیا۔ کھیتوں کے درمیان پہنچ کر میں نے سکون کا سانس لیا۔ ہم وقتی طور پر تو محفوظ ہو گئے تھے۔ ان کھیتوں کے درمیان ہمیں ملٹری اینٹلی جنس کا باپ بھی تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ اولیو ہاورڈ کی چال بھی معمول پر آ گئی تھی۔

"اب ہم کس طرف جائیں گے علی؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"ہماری سب سے پہلی کوشش تو یہ ہو گی کہ ہم سڑک سے جتنی دور ممکن ہو سکے نکل جائیں۔ اس کے بعد حالات دیکھ کر کوئی قدم اٹھائیں گے۔"

کھیتوں کے درمیان پگڈنڈیوں پر ہم تقریباً ایک گھنٹے تک سڑک کی مخالف سمت میں چلتے رہے۔ اس دوران ہمیں کئی کسان نظر آئے، مگر انھوں نے ہماری جانب کوئی خاص توجّہ نہیں دی۔ ایک گھنٹے کے بعد ایک قصبے کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے۔

"پتا نہیں اس قصبے کا نام کیا ہو گا؟" اولیو ہاورڈ حسبِ عادت بڑبڑایا۔

اس کی بات نے مجھے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا۔ "کیا تمھیں یہاں کسی سے خط و کتابت کرنا ہے؟"

"نن... نہیں، لیکن معلومات اچھی چیز ہوتی ہے۔ اگر ہمیں یہ پتا چل جائے تو حرج ہی کیا ہے؟"

"تم عجیب آدمی ہو اولیو ہاورڈ! بجائے یہاں سے نکلنے کی فکر کرنے کے بجائے اس جگہ کا نام معلوم کرنے کے چکّر میں ہو۔ جاؤ کسی سے پوچھ لو تاکہ ملٹری اینٹلی جنس والوں کے لیے کوئی سراغ تو رہے۔ انھیں معلوم ہو جائے کہ یہاں دو اجنبی آئے تھے جنھیں اس جگہ کا نام تک معلوم نہیں تھا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہمیں یہ غلطی نہیں کرنا چاہیے۔"

میرا موڈ خراب ہو گیا تھا مگر میں نے اولیو ہاورڈ سے مزید کچھ نہیں کہا۔ ہم قصبے کی گلیوں سے گزرتے ہوئے قصبے کی مرکزی شاہراہ تک پہنچ گئے۔ وہاں ایک ہوٹل کے علاوہ چند دُکانیں بھی تھیں۔ اور خاصی چہل پہل نظر آ رہی تھی۔ سب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے زیادہ خوشی مجھے اس بس کو دیکھ کر ہوئی جو ہوٹل کے سامنے کھڑی تھی۔ یہ ہائی وے پر چلنے والی بس تھی اور اس پر کئی جگہوں کے نام بھی لکھے ہوئے تھے۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ یہاں سے کوئی بس بھی مل سکے گی۔ میرا دل خوشی سے بلّیوں اچھلنے لگا۔

"کام بن گیا اولیو ہاورڈ!" میں نے اولیو ہاورڈ کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ "اس بس کے ذریعے ہم یہاں سے بہ آسانی نکل جائیں گے۔"

"ہاں، لیکن کرایہ ادا کرنے کے لیے رقم نہ تمھارے پاس ہے اور نہ ہی میرے پاس کچھ ہے۔ پھر ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے؟"

"تم چل کر بس میں بیٹھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔" میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا اور ایک دکان کی طرف بڑھ گیا۔ رقم کا مسئلہ واقعی بہت سنگین تھا اور فوری طور پر رقم کا بندوبست کرنے کے لیے میں ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کرنے کے لیے مجبور تھا۔

بس سے اترے ہوئے مسافر ہوٹل کے باہر چوبی سائبان تلے پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھے قہوے کی چسکیاں لگا کر تازہ دم ہو رہے تھے۔ ان سے میرا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا تھا۔ میری نگاہیں کسی ایسے شخص کی تلاش میں بھٹک رہی تھیں جو میرا مسئلہ حل کر سکتا۔

ذرا ہی دیر بعد مجھے اپنا مطلوبہ شخص نظر آ گیا۔ وہ ایک فربہ اندام شخص تھا جو پیلے رنگ کی ایک مرسڈیز سے اتر کر ایک دکان میں داخل ہو رہا تھا۔ میں نے اس پر نگاہ رکھی۔ دکان میں داخل ہو کر اس نے چند اشیا خریدیں اور ادائیگی کرنے کے لیے جیب سے پرس نکالا۔ اس کا بٹوا ریالوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں بظاہر دکان کے شوکیس میں سجی اشیا دیکھ رہا تھا مگر میری تمام تر توجہ اس شخص کی طرف تھی۔ رقم ادا کرنے کے بعد اس نے بٹوا جیب میں رکھا اور واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔ میں ٹہلتا ہوا دکان کے دروازے کی طرف بڑھا اور عین اس وقت جب وہ دکان کے دروازے سے باہر نکل رہا تھا، میں دکان کے دروازے سے اندر داخل ہوا۔ اس کے برابر سے گزرتے ہوئے میں نے بڑی صفائی سے اس کی جیب سے اس کا بٹوا اڑا لیا — اس شخص کو احساس بھی نہ ہو سکا کہ اس کے ساتھ کیا سانحہ گزر گیا ہے۔

دکان میں داخل ہونے کے بعد میں نے دکاندار سے چند ایسی اشیا کے بارے میں دریافت کیا جن کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ دکان میں موجود نہیں ہوں گی۔ دکاندار سے انکار سن کر میں مایوسی کا اظہار کرتا ہوا دکان سے باہر نکل آیا۔ مرسڈیز جا چکی تھی۔ میں تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا بس میں سوار ہو گیا۔

"تم کیا کرنے گئے تھے؟" اولیو ہاورڈ نے مجھے دیکھتے ہی سوال کیا۔

"ایک شناسا چہرہ نظر آ گیا تھا۔" میں نے اولیو ہاورڈ کے برابر سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس سے سلام دعا کرنے رک گیا تھا۔"

"شناسا چہرہ؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر مجھے گھورا۔ "یہاں تمھیں کون شناسا مل گیا تھا؟"

"ہے ایک پرانا واقف کار۔" میں نے بیزاری سے کہا۔ "اس نے اس قصبے میں دکان کھول رکھی ہے۔"

"تب تو تمھیں اس سے نہیں ملنا چاہیے تھا۔" اولیو ہاورڈ نے تشویش سے کہا۔ "اگر یہاں پوچھ گچھ ہوئی تو انھیں پتا چل جائے گا۔"

"وہ مجھے کسی اور حیثیت سے جانتا ہے۔" میں نے اولیو ہاورڈ کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہم ٹکٹ کیسے لیں گے۔ رقم کا تو کوئی بندوبست نہیں ہوا ہوگا؟"

"دیکھتے جاؤ۔ ممکن ہے کنڈیکٹر سے بھی کوئی جان پہچان نکل آئے۔"

اولیو ہاورڈ نے مجھے عجیب سی نظروں سے گھورا اور پھر کوئی سوال کیے بغیر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

چند ہی منٹ بعد سارے مسافر بس میں سوار ہو گئے اور بس روانہ ہو گئی۔ جیسے ہی بس آبادی سے باہر نکلی، میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر بٹوے میں سے رقم نکالی اور خالی بٹوا دوسروں کی نگاہ بچا کر بس کی کھڑکی سے باہر اچھال دیا۔ تھوڑی دیر بعد کنڈیکٹر ٹکٹ لینے میرے پاس آیا تو میں نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس کے حوالے کیا اور آخری اسٹاپ کے دو ٹکٹ طلب کیے۔ کنڈیکٹر نے ٹکٹ کے پیسے کاٹ کر باقی رقم مجھے واپس کر دی۔

"تمھارے پاس رقم کہاں سے آئی؟" کنڈیکٹر کے آگے بڑھنے کے بعد اولیو ہاورڈ نے دھیمی آواز میں مجھ سے پوچھا۔

"اسی دکاندار سے قرض لی تھی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ لیکن اب رقم کی واپسی کی فکر دامن گیر ہونے لگی ہے۔

اولیو ہاورڈ کی نگاہوں سے بے اعتباری جھلک رہی تھی۔ "تم بتانا نہیں چاہتے۔" اس نے کہا۔

"یہی سمجھ لو۔" میں نے کاندھے اچکائے اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ بس سرسبز و شاداب کھیتوں کے درمیان دوڑ رہی تھی۔ سڑک کے دونوں جانب لہلہاتے ہوئے کھیتوں کے سلسلے تھے۔ مگر جلد ہی کھیتوں کے یہ سلسلے معدوم ہو گئے اور ان کی جگہ چٹیل میدانوں نے لے لی۔ کھیتوں کے سلسلے ختم ہوتے ہی گرمی اپنی پوری شدت سے حملہ آور ہوئی تھی۔

کوئی ڈیڑھ گھنٹے بعد بس ایک قصبے میں رکی۔ مجھے یقین تھا کہ ہم کرنل وحدت کے آدمیوں کو جُل دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

دس منٹ بعد بس دوبارہ روانہ ہو گئی۔ میرے کان مسافروں کی گفتگو پر لگے ہوئے تھے۔ ان کی باتوں سے مجھے پتا چلا کہ دو گھنٹے بعد بس ایک چھوٹے سے شہر میں رکے گی۔ اس کے بعد تین گھنٹے کا مزید سفر ہوگا اور ہم اس بڑے شہر پہنچ جائیں گے جس کے لیے ہم روانہ ہوئے تھے۔

سفر پُرسکون گزر رہا تھا۔ اگلے اسٹاپ پر بس پندرہ منٹ کے قریب رکی اور جب وہاں سے روانہ ہوئی تو سورج غروب ہونے ہی والا تھا۔ وہاں سے روانہ ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد بس مرکزی ہائی وے پر پہنچ گئی۔ ہائی وے پر ٹریفک اچھی خاصی تعداد میں رواں دواں تھا۔

ابھی سفر کے اس آخری مرحلے کو پورا ہونے میں پندرہ بیس منٹ باقی تھے کہ بس کی رفتار سست ہونا شروع ہو گئی۔ قبل از وقت بس کی رفتار سست ہونے پر سارے مسافروں میں بے چینی پھیل گئی۔ لوگ سیٹوں سے کھڑے ہو ہو کر باہر دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔

"شہر آ گیا کیا؟" اولیو ہاورڈ نے مجھ سے سرگوشی میں پوچھا۔

"باہر پھیلے ہوئے اندھیرے میں ویرانے کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا۔" میں نے جواب دیا۔

"تو یہ بس کیوں رک رہی ہے؟"

"کسی سے معلوم کرنا پڑے گا۔" میں نے کہا اور کھڑکی سے سر باہر نکال کر دیکھنے لگا لیکن مجھے اس کے سوا کچھ نظر نہیں آ سکا کہ دور تک گاڑیاں رکی کھڑی ہیں۔

تھوڑی دیر بعد بس رک گئی۔ بس کے دیگر مسافر تجسس اور الجھن کا شکار تھے جب کہ میں تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ بس کا اس طرح رکنا خلافِ معمول تھا جس کا اندازہ لوگوں کی گفتگو سے بہ آسانی لگایا جا سکتا تھا۔ بس کا ڈرائیور اور کنڈیکٹر بھی حیران تھے کہ ٹریفک اس طرح جام کیوں ہو گیا ہے۔

سب سے پہلے کنڈیکٹر بس سے اتر کر آگے گیا اور دریافتِ حال کے بعد چند ہی منٹ میں واپس آ گیا۔ اس نے اطلاع دی تھی کہ آگے فوجیوں نے رکاوٹ کھڑی کر کے ہائی وے کو بلاک کر رکھا ہے اور کسی بھی گاڑی کو چیکنگ کے بغیر شہر میں داخل نہیں ہونے دے رہے ہیں۔

"یہ تو بہت برا ہوا۔" میں بڑبڑایا۔

"اب کیا ہوگا؟" اولیو ہاورڈ نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا، ورنہ یہ بس تو ہمارے لیے چوہے دان بن جائے گی۔" میں نے آہستہ آواز میں کہا۔ پھر بلند آواز میں بولا۔ "آؤ ذرا نیچے چل کر دیکھتے ہیں کہ کیا ماجرا ہے؟"

بہت سے مسافر بس سے نیچے اتر کر کھڑے ہو گئے تھے، اس لیے کسی نے ہم پر توجہ نہیں دی۔ میں سخت تشویش میں مبتلا تھا۔ کرنل وحدت نے میری توقع سے کہیں بڑھ کر مستعدی کا مظاہرہ کیا تھا۔ تاہم میرے لیے یہ اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا کہ اس نے ہماری تلاش کا دائرہ ملک کے کتنے شہروں تک وسیع کر رکھا ہے۔

بس سے اتر کر ہم ٹہلتے ہوئے ایک جانب بڑھے اور کچھ دور جا کر ہم نے سڑک پار کر لی۔ سڑک کے دونوں طرف ویرانہ بکھرا ہوا تھا جہاں مکمل تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ سڑک پر چلنے والی اور رکی ہوئی گاڑیوں کی روشن ہیڈ لائٹس کی وجہ سے سڑک کے قرب و جوار کا کچھ حصہ روشنیوں کی زد میں تھا لیکن اس کے بعد اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

"تیز چلو اولیو ہاورڈ۔" میں نے کہا۔ "جس قدر جلد ممکن ہو سکے، سڑک سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا ہے۔"

ہم کوئی آدھے گھنٹے تک سڑک کے مخالف سمت چلتے رہے، تب کہیں جا کر سڑک پر نظر آنے والی ہیڈ لائٹس کی روشنیاں نظروں سے اوجھل ہوئیں۔ وہاں سے ہم شہر جانے والی سمت مڑ گئے۔

"کیا خیال ہے، اب فوجی تو ہم تک نہیں پہنچ سکتے؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے اولیو ہاورڈ! ممکن ہے شہر میں بھی ہماری

مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے
نک ویلوٹ کی چوریاں
ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں
وہ تمام کہانیاں جو تب تک لکھی گئی ہیں
قیمت ۲۰/- روپے
ڈاک خرچ - روپے
کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تلاش جاری ہو۔"

"ان لوگوں نے حیران کن کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ مجھے ان سے توقع نہیں تھی کہ یہ اب ہم تک پہنچ سکیں گے۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے، یہ صرف اور صرف کرنل وحدت کی ذہانت ہے۔ وہ غیر معمولی حد تک ذہین ہے۔"

اولیو ہاورڈ کچھ نہیں بولا۔ تاریکی میں ہمارا سفر جاری رہا۔ ہمارے چلنے کی رفتار بہت سست تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے میدان میں اُگی ہوئی جھاڑیاں نظر نہیں آ رہی تھیں اور ان سے بچ کر چلنا بھی ضروری تھا۔ ورنہ شہر میں پہنچتے ہی ہماری آؤ بھگت شروع ہو جاتی۔

ایک گھنٹے کے سست اور اُکتا دینے والے سفر کے بعد آبادی کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے۔ بہت دور کچھ ٹمٹماتی ہوئی روشنیاں دکھائی دی تھیں۔

"روشنیاں نظر آ رہی ہیں۔" اولیو ہاورڈ نے ہیجان خیز لہجے میں کہا۔ "ہم آبادی کے قریب پہنچ گئے ہیں۔"

"میں دیکھ رہا ہوں اولیو ہاورڈ! لیکن آبادی میں پہنچ کر ہمیں بہت سے مزید مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"وہ بعد کی بات ہے علی! پہلے ہم ایک مصیبت سے تو نکلیں۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"اس مصیبت میں ہم نسبتاً محفوظ ہیں۔ خدا جانے آگے کتنی مشکلات ہماری منتظر ہوں۔"

میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ آبادی تک پہنچنے سے قبل ہی اگلی مصیبت ہمارے سامنے آگئی۔ وہ آوارہ کتوں کا غول تھا جس نے ہمیں دیکھتے ہی بھونکنا شروع کر دیا تھا۔

اولیو ہاورڈ نے انھیں بھگانے کے لیے زمین پر سے پتھر اٹھایا۔

"کیا حماقت کر رہے ہو اولیو ہاورڈ!" میں نے اولیو ہاورڈ کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے دور نکل چلو۔ اس طرف سے ہم آبادی میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ دیکھ نہیں رہے یہ کچی آبادی والا علاقہ ہے۔ کتوں کی آوازیں سن کر لوگ جمع ہو جائیں گے اور ہمارے لیے مزید مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔"

"میں ان کتوں کو تو بھگا دوں تاکہ ہم یہاں سے نکل سکیں ورنہ یہ ہمارا پیچھا کہاں چھوڑیں گے؟"

"اگر تم نے ان پر ایک پتھر بھی پھینک دیا تو پھر یہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔" میں نے اولیو ہاورڈ کو دوسری طرف دھکیلا۔ کتوں نے بھونک بھونک کر آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔ کچی آبادی کے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ ہمیں ان کے ہیولے بھی نظر آ رہے تھے اور باتیں کرنے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں لیکن درمیانی فاصلہ کافی تھا اور ہم بہت تاریکی میں تھے اس لیے وہ لوگ ہمیں نہیں دیکھ سکے۔ کتے کچھ دور تک بھونکتے ہوئے ہمارے پیچھے آئے پھر ایک ایک کر کے واپس چلے گئے۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا کہ ہم آبادی میں داخل نہیں ہو سکے۔" اولیو ہاورڈ بڑبڑایا۔

"ہم غلط سمت میں نکل آئے تھے۔ کچی آبادی والے علاقوں میں عموماً کتوں کی بہتات ہوتی ہے۔ اب کسی مناسب مقام سے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔"

کافی دیر چلنے کے بعد پکے مکانوں والا علاقہ شروع ہوا۔ ہم محتاط انداز میں چلتے ہوئے آبادی میں داخل ہوئے۔ یہاں کتے نہیں تھے۔ سڑکوں پر بھی سناٹا تھا۔

"یہ شہر بھی ہمارے لیے اجنبی ہے۔ ہم کہاں جائیں گے؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"میں تو تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ آبادی میں پہنچ کر ہمیں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔" میں نے کہا اور اچانک اولیو ہاورڈ کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچتا ہوا ایک گلی میں گھس گیا۔

"کیا ہوا، کیا بات ہو گئی؟" اولیو ہاورڈ بوکھلا گیا۔

"شش۔" میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور جھانک کر دیکھنے لگا۔

"کچھ بتاؤ تو سہی کیا بات ہے؟" اولیو ہاورڈ نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"نکڑ پر دو افراد موجود ہیں۔" میں نے اولیو ہاورڈ کو بتایا۔

"دو افراد ہیں تو کیا ہوا؟" اولیو ہاورڈ بولا۔ "کیا فوجی ہیں؟"

"نہیں، وہ سادہ لباس میں ہیں۔"

"تو اس طرح چھپنے کی کیا ضرورت ہے، یہ شہر ہے، ویرانہ تو نہیں ہے۔ یہاں لوگ تو ہوں گے۔"

"ان لوگوں کا انداز کچھ پُراسرار سا ہے۔" میں نے کہا۔ "یوں معلوم ہوتا ہے جیسے یہ یہاں کی نگرانی کر رہے ہوں۔"

"اوہ... لیکن تم نے انھیں دیکھا کیسے؟ میری تو ان پر نظر نہیں پڑ سکی تھی۔"

"بس اضطراری طور پر مجھ سے یہ حرکت سرزد ہوئی تھی۔ میری نگاہ اس وقت چوراہے کی طرف ہی تھی۔ چوراہے پر نصب کسی بلب کی روشنی کی وجہ سے مجھے ان کے سائے نظر آئے اور میں اضطراری طور پر تمھیں اس گلی میں کھینچ لایا۔"

"تو کیا وہ لوگ ہمیں نہیں دیکھ سکے؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"اگر ان کی نگاہ ہم پر پڑ گئی ہوتی تو ہم یوں سکون سے یہاں نہ کھڑے ہوتے۔"

"کیا وہ لوگ اب بھی چوراہے پر موجود ہیں؟"

"نہیں، وہ ٹہلتے ہوئے دوسری سمت نکل گئے ہیں۔"

"تو اب یہاں کھڑے رہنے کا کیا جواز ہے؟ آؤ نکل چلیں۔"

"ہم اس طرف سے نکلے تو لازمی طور پر دھر لیے جائیں گے۔ وہ لوگ ابھی یہیں ہوں گے۔"

"اسی طرف سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ان لوگوں نے ہم سے الجھنے کی کوشش کی تو وہ دو ہی تو ہیں۔ ہم ان سے بہ آسانی نمٹ سکیں گے۔"

"اگر میرا اندازہ درست ہے تو وہ دونوں تنہا نہیں ہوں گے۔ اطراف میں ان کے بہت سے ساتھی بکھرے ہوئے ہوں گے۔"

"ممکن ہے یہ محض تمھارا واہمہ ہو۔ کیا ضروری ہے کہ وہ لوگ ہماری ہی تلاش میں ہوں؟"

"انھیں ہماری ہی تلاش ہے اولیو ہاورڈ۔ کسی قسم کی خوش فہمی... میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کرنل وحدت مجھے ان لوگوں میں سے محسوس ہوتا ہے جو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جانے والی فطرت کے مالک ہوتے ہیں۔"

"یہ تو بڑی تشویش ناک بات ہے۔ پھر اب ہم کیا کریں گے؟"

"ہر قدم بہت پھونک پھونک کر اٹھانا ہو گا۔ اس وقت ہم ایک عقبی گلی میں ہیں۔ اس گلی کے دوسرے سرے سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

عقبی گلی کی تاریکی میں میں اور اولیو ہاورڈ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے چلتے رہے۔ اس علاقے کے لوگ جلدی سو جانے کے عادی معلوم ہوتے تھے۔ مکانات میں بھی اندھیرا تھا۔ کوئی کوئی کھڑکی البتہ روشن نظر آ جاتی تھی۔

گلی کے اختتام پر رُک کر میں نے ذرا سا سر باہر نکال کر جھانکا۔ سائیڈ اسٹریٹ سکوت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ سڑک پر سے اِکا دُکا گاڑیاں گزرتی نظر آئیں۔ اولیو ہاورڈ بھی میرے برابر آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے بھی جھانک کر چوراہے کی جانب دیکھا۔ وہاں کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"میں نے کہا تھا ناکہ جو کچھ تم نے دیکھا تھا، وہ محض تمھارا وہم تھا۔" اولیو ہاورڈ نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ "دیکھ لو یہاں کوئی نہیں ہے۔"

بدنام ترین مجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل

قیمت ۴۰ روپے

چارلس سوبھراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ابھی میں اولیوہاورڈ کو جواب دینے ہی والا تھا کہ میں نے سڑک پر ایک فوجی ٹرک رُکتے ہوئے دیکھا کسی طرف سے دو افراد تیزی سے ٹرک کے قریب آئے اور انھوں نے فوجی انداز میں سیلوٹ کیا — ٹرک کے اگلے حصّے میں غالباً کوئی افسر سوار تھا۔ جو درمیانی فاصلے اور کم روشنی کی وجہ سے ہمیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس آفیسر نے ان دونوں افراد سے کچھ پوچھا تھا جس کے جواب میں ان دونوں نے نفی میں سر ہلائے تھے۔ اس کے بعد فوجی ٹرک روانہ ہو گیا اور وہ دونوں افراد ٹہلتے ہوئے ایک بار پھر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

"اب تمھارا کیا خیال ہے اولیوہاورڈ!" میں نے اولیوہاورڈ کی طرف پلٹتے ہوئے پوچھا۔

"یہ دونوں افراد سادہ لباس میں ضرور ہیں مگر ان کی چال سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ فوجی ہیں۔" اولیوہاورڈ نے کہا۔

"پچھلے چوک پہ مجھے نظر آنے والے دونوں افراد بھی سادہ لباس میں ملبوس تھے اور وہ بھی فوجی ہی تھے۔"

"تو کیا یہ وہ لوگ نہیں تھے؟" اولیوہاورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں، اولیوہاورڈ صاحب!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اس بار معاملہ بہت مختلف ہے۔ ہمیں بہت بُری طرح سے اور بڑے منظم پیمانے پر گھیر اگیا ہے۔ خدا جانے کرنل وحدت نے ہمیں گھیرنے کے لیے کتنی نفری داؤ پر لگائی ہے لیکن میرے خیال میں یہ پورا علاقہ ہی گھیرے میں ہے۔"

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔" اولیوہاورڈ بولا۔ "کسی عرب ملک کی انٹیلی جنس کی یہ کارکردگی ناقابلِ یقین ہے۔"

"باصلاحیت لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں اولیوہاورڈ! جس کارکردگی کا مظاہرہ کرنل وحدت نے کیا ہے، اس پر مجھے فخر محسوس ہو رہا ہے۔"

"یہاں سے نکلنے کے بارے میں بھی کچھ سوچو علی!" اولیوہاورڈ نے پریشان کُن لہجے میں کہا۔

"اس کے لیے سوچنے سے زیادہ عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہاں سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ تاہم گلیوں میں چلتے ہوئے ممکن ہے ہم ان کے گھیرے سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

یکے بعد دیگرے میں اور اولیوہاورڈ اس علاقے کی گلیوں میں چکر لگاتے رہے۔ ہر چوک پر سادہ لباس میں فوجی موجود تھے۔ میری طبیعت صاف ہو گئی اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے ان لوگوں کی تیز نگاہوں سے بچ کر نکلنا ناممکن ہے۔ اولیوہاورڈ پر اس صورتِ حال سے مایوسی طاری ہونے لگی تھی۔

آخر ایک مقام پر ہمیں امید کی تھوڑی سی کرن نظر آئی۔ وہ اس علاقے کا بازار تھا۔ رات کے وقت بازار تو بند تھا البتہ ایک ہوٹل اور اس کے باہر مشروبات کی چند دُکانیں کھلی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ ابھی تک ہمیں ہر جگہ سنسان ملی تھی مگر وہاں خاصی چہل پہل نظر آ رہی تھی۔

"بس ہم یہیں سے نکل چلتے ہیں۔" اولیوہاورڈ نے کہا۔ "یہاں کوئی نگرانی کرنے والا بھی نظر نہیں آ رہا۔"

"نگرانی کرنے والے ضرور ہوں گے الیوہاورڈ! یہ اور بات ہے کہ یہاں انھیں شناخت کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ اس خیال میں مت رہنا کہ اس راستے سے ہم آسانی سے نکل سکیں گے۔"

"اگر ہم یہاں سے ٹہلتے ہوئے نکل چلیں تو کوئی ہماری طرف توجہ بھی نہیں دے گا۔"

"ہمیں ہر صورت میں نگرانی کرنے والوں کی نگاہوں سے بچ کر نکلنا ہوگا۔" میں نے کہا۔

"اگر انھوں نے ہمیں دیکھ بھی لیا تو پہچانیں گے کیسے؟"

"کرنل وحدت نے اس کا بھی کوئی نہ کوئی بندوبست تو ضرور کیا ہوگا۔ اس نے کسی توقع پہ ہی اتنی بڑی تعداد میں لوگ ہماری تلاش پر مامور کیے ہیں۔"

"تو کیا ہم انہی گلیوں میں قید ہو کر رہ جائیں گے؟" اولیوہاورڈ نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔ ضروری نہیں کہ اس پر عمل کر کے ہم یہاں سے بخیریت نکل ہی جائیں، لیکن اس میں کامیابی کا کچھ امکان ضرور ہے۔" میں نے جھک کر زمین سے ایک پتھر اٹھا لیا۔ اس پتھر کا وزن ایک پاؤ کے قریب تو ضرور رہا ہوگا۔ "ہم اس اسٹریٹ کے کونے تک چلیں گے۔ وہاں سے میں کسی دکان کے شیشے کو پتھر کا نشانہ بناؤں گا۔ اچانک شیشہ ٹوٹنے پر جو افراتفری پھیلے گی اس کے دوران ہم سڑک پار کر کے دوسری طرف نکلنے کی کوشش کریں گے۔"

"ٹھیک ہے اس طریقے میں کامیابی کا امکان سو فیصد تو نہیں ہے لیکن اسے آزمانے کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔"

ہم اسٹریٹ کے کونے پر ایک گوشے میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ اُس جگہ نیم تاریکی تھی اور ہم پر کسی کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔ وہاں سے قریب ترین دکان بھی کوئی پچاس گز کے فاصلے پر تو ضرور ہو گی۔

"میں پتھر پھینکنے جا رہا ہوں اولیوہاورڈ۔" میں نے پتھر تولتے ہوئے کہا۔ "ذرا ہوش و حواس برقرار رکھنا۔ ہمارا ردِعمل لوگوں کے ردِعمل کے مطابق ہونا چاہیے۔ اگر کسی نے پتھر پھینکے جانے کی سمت کا اندازہ کر لیا اور ان کی توجہ اس طرف مبذول ہو گئی تو ہم واپس گلیوں میں گھس جائیں گے اور اگر انھیں سمت کا اندازہ نہ ہو سکا اور ان میں افراتفری پھیل گئی تو ہم بھی انہی میں جا ملیں گے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" اولیوہاورڈ نے بے صبری سے کہا "تم جلدی سے پتھر پھینکو۔"

میں نے نشانہ لیا اور پوری قوت سے پتھر پھینک دیا۔ پچاس گز کے فاصلے پر واقع دکان کا شیشہ ایک زوردار چھناکے سے ٹوٹ گیا۔ شیشہ ٹوٹنے کی آواز سن کر لوگ چونکے اور پھر دکان کی طرف دوڑ پڑے۔ خوش قسمتی سے کسی کو بھی فوری طور پر اندازہ نہیں ہو سکا کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے۔ ہر ایک کی توجہ دکان کی طرف تھی اور سب لوگ دکان دار سے پوچھ رہے تھے کہ کیا ہوا؟ دکان کا شیشہ کیسے ٹوٹ گیا؟ دکان دار بے چارے کو کچھ علم ہوتا تو کسی کو کچھ بتاتا۔ وہ تو خود اس اچانک اُفتاد پر حیران و پریشان تھا۔

اس سے بہتر موقع ہمیں پھر نہیں مل سکتا تھا۔ میں نے اولیوہاورڈ کا ہاتھ پکڑا اور ہم تیز تیز قدموں سے دکان کی طرف بڑھنے لگے۔ کسی نے نگاہ اٹھا کر ہماری طرف نہیں دیکھا۔ ابھی ہم دُکان تک پہنچنے بھی نہیں پائے تھے کہ میری توجہ ایک اور چیز نے مبذول کرا لی۔ سڑک پر گزرتی ہوئی ایک کار رُکی اور اس میں موجود آدمی کار سے اتر کر دکان کے سامنے جمع ہو جانے والے ہجوم کی طرف بڑھا۔ کار میں کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا۔ کار سے اترنے والے شخص نے نہ صرف چابیاں کار میں ہی لگی چھوڑ دی تھیں بلکہ اس نے کار کا انجن تک بند کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے قدرت نے اس شخص کو خاص طور پہ میری مدد کرنے کے لیے وہاں بھیجا ہے۔

"کار کی طرف اولیوہاورڈ!" میں نے اولیوہاورڈ کا ہاتھ دبا کر کہا۔

اولیوہاورڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ شاید اس نے بھی اس شخص کی بے پروایانہ حرکت دیکھ لی تھی۔

ہم دونوں بڑی تیزی سے کار تک پہنچے۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی جبکہ اولیوہاورڈ برابر والی نشست پر بیٹھ گیا۔ ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر میں نے کار کو گیئر میں ڈال دیا۔ عین اسی وقت کار والے کی نگاہ کار پر پڑی۔ اس کی آنکھوں میں ناقابلِ بیان حیرت کے تاثرات ابھرے۔ پھر اس کے دونوں ہاتھ فضا میں بلند ہوئے، ہونٹ وا ہوئے اور اس کے مُنہ سے بلند آہنگ چیخ کی آواز نکلی۔ وہ بلند آہنگ چیخ بے معنی نہیں بامعنی تھی۔ میں نے خود اپنے کانوں سے اس کے مُنہ سے نکلنے والے الفاظ سُنے۔ وہ چیخ رہا تھا "میری کار... میری کار..."

کچھ لوگ اس کی آواز سن کر کار کی طرف مُڑے۔ وہ شخص خود بھی کار کی طرف جھپٹا مگر ان سب کو بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں نے کار آگے بڑھا دی تھی مگر اب بھی میری توجہ سڑک سے زیادہ عقب نما آئینے پر مرکوز تھی۔ یہی وجہ تھی کہ دور ہوتے ہوئے ہجوم میں بھی میں نے اس شخص کو دیکھ لیا جس نے اپنی جیب سے ایک سیاہ رنگ کی چیز برآمد کی تھی۔ عام حالات میں شاید اتنے فاصلے سے میں اس سیاہ رنگ کی چیز کو شناخت نہ کر پاتا لیکن اس وقت میں جن حالات سے دوچار تھا اس کے پیشِ نظر اندازہ کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا کہ وہ سیاہ رنگ کی چیز جیبی ٹرانسمیٹر تھا جس پر وہ شخص کسی کو ہمارے فرار کے متعلق اطلاع فراہم کر رہا تھا۔

"چلو یہ مرحلہ بھی طے ہوا۔" اولیوہاورڈ ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"ہم نے اپنے طور پر مرحلہ طے کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب مرحلہ ہمیں طے کرنے کی کوشش کرے گا۔" میں نے کہا۔

"اس بات کا کیا مطلب ہوا؟" اولیوہاورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"وہاں ہمارے نگراں موجود تھے اور اب تک ہمارے متعلق ہر مرکز کو اطلاع مل چکی ہو گی۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا تھا۔ ایک شخص نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا تھا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم ابھی تک خطرے میں ہیں۔" اولیوہاورڈ بولا۔

"نہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہم پہلے سے زیادہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خطرے میں ہیں۔" میں نے کار کی رفتار مزید بڑھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کرنل وحدت تو ہمارے لیے مستقل مصیبت بن گیا ہے۔"

"سچی بات تو یہ ہے اولیو ہارڈ کہ بڑے عرصے بعد مجھے کام کرنے کا لطف آرہا ہے۔ کرنل وحدت جس عہدے پر ہے اس نے خود کو اس عہدے کا اہل ثابت کر دکھایا ہے۔"

"سنبھالو علی۔" دفعتاً اولیو ہارڈ چیخا۔ "اس اسپیڈ پر اوورٹیک مت کرو۔"

"برداشت کرو اولیو ہارڈ!" میں نے سامنے سے آنے والی گاڑی سے کار کو بچاتے ہوئے کہا۔ "اس وقت تو گاڑی صرف ایک سو چالیس کلومیٹر فی گھنٹا کی رفتار سے چل رہی ہے۔ اگر یہ رفتار دو سو چالیس کلومیٹر ہو تب بھی مجھے اسٹیئرنگ پر پورا کنٹرول رہے گا۔"

اولیو ہارڈ دم سادھ کے بیٹھ گیا۔ اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ اسپیڈومیٹر کی طرف ہی دیکھ لیتا جہاں رفتار بتانے والی سوئی ایک سو چالیس کے ہندسے پر لرز رہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ ڈیش بورڈ پر رکھ لیے تھے۔

"کچھ بولو اولیو ہارڈ!" میں نے ہنس کے کہا۔ "تم تو بہت زندہ دل مشہور ہو۔"

"کار میں فیول تو چیک کر لیا ہوتا۔ کہیں عین موقع پر دغا نہ دے جائے۔"

"بڑی دیر میں خیال آیا۔" میں نے بریک پیڈل پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے ایک موڑ کاٹا۔ اتنی رفتار سے موڑے جانے کے باعث کار کے پہیوں کے چرچرانے کی آوازیں ایک فرلانگ تک تو ضرور گئی ہوں گی۔ "میں نے پہلے ہی چیک کر لیا تھا۔ وہ ستم ظریف شاید ابھی ابھی پٹرول ڈلوا کر آرہا تھا۔" میں نے کہا۔

"تم جا کدھر رہے ہو؟" اولیو ہارڈ نے مجھے دوبارہ کار موڑتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

"جب کوئی منزل ہی نہیں ہے تو کہیں بھی چلے جائیں گے۔" میں نے کار کی رفتار کم کر دی تھی اور ہر نظر آنے والے موڑ پر کار بھی موڑ دیتا تھا۔

"ابھی تک ہماری تلاش شروع نہیں ہوئی!" اولیو ہارڈ نے حیرت سے کہا۔

"اب تک دو فوجی ٹرک اپنے تعاقب سے جھٹکا چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"نہیں!" اولیو ہارڈ حیران رہ گیا۔ "مجھے تو پتا بھی نہیں چلا۔"

"کیسے پتا چل سکتا تھا اولیو ہارڈ! کہاں دیو ہیکل فوجی ٹرک اور کہاں یہ سُبک رفتار کار۔" میں نے کہا۔ "دونوں ٹرک پورے ایک منٹ بھی تعاقب جاری نہیں رکھ سکے۔ اب وہ بے چارے میری تلاش میں ٹکریں مار رہے ہوں گے۔"

"کیا انھوں نے دوسروں کو مطلع نہیں کر دیا ہوگا؟"

"بالکل کر دیا ہوگا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے اب ہمیں اس کار سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیے۔"

"ابھی نہیں اولیو ہارڈ! بڑے عرصے بعد تو ڈرائیونگ کرنے کو ملی ہے۔ ذرا دل تو بھر جائے۔"

"تم دل بھرنے کی بات کر رہے ہو اور مجھے سائرن کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔"

"میں بھی سُن رہا ہوں۔ پولیس کی سائرن کاریں بھی ہماری تلاش میں نکل کھڑی ہوئی ہیں۔"

"وہ دیکھو۔" اولیو ہارڈ نے بوکھلا کر سامنے اشارہ کیا جہاں ایک پولیس کار سائرن بجاتی ہماری جانب اُڑی چلی آرہی تھی۔ کار کے اوپر لگا ہوا لائٹ گردش کر رہا تھا جس سے تیز زرد روشنی خارج ہو رہی تھی۔

"میں دیکھ رہا ہوں اولیو ہارڈ۔" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔ اور کار کی رفتار مزید بڑھا دی۔ چند ہی لمحے بعد دونوں کاریں زناٹے کے ساتھ ایک دوسرے کے برابر سے گزریں۔ سامنے سے آنے والی پولیس کار میں بیٹھے ہوئے پولیس والوں نے ہمارے برابر سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ ہماری کار ہی ان کی مطلوبہ کار ہے۔ ہماری کار کی ہیڈ لائٹس کے باعث سامنے سے ان کے لیے ہماری کار کو پہچاننا ممکن نہیں تھا۔ میں نے عقب نما میں پولیس کار کی سُرخ بریک لائٹس روشن ہوتے ہوئے دیکھیں۔ وہ پلٹ کر ہمارے تعاقب میں آنے کا ارادہ کر رہے تھے۔

"ہوشیار علی!" اولیو ہارڈ چیخا۔ "وہ ہمارے تعاقب میں آرہے ہیں۔" اولیو ہارڈ پلٹ کر پولیس کار کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے بے نیازی سے کہا۔ اور ایکسیلریٹر پر اپنے پیر کا دباؤ مزید بڑھا دیا۔ رفتار پر سوئی نے ایک سو چالیس کا ہندسہ کراس کر لیا۔ رات کے بارہ بج چکے تھے اور سڑکیں سنسان پڑی تھیں ورنہ میں اس تیز رفتاری کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔ تارکول کی چکنی ہموار سڑک پر کار گویا پرواز کرنے کا سماں پیش کر رہی تھی۔ اولیو ہارڈ کی حالت دگرگوں تھی۔

"وہ لوگ دوسری پولیس کاروں کو مطلع کر چکے ہوں گے اور ذرا ہی دیر بعد ہم ان کے نرغے میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔" اولیو ہارڈ نے گھگھیا کر کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم اس کار سے نجات کیوں حاصل نہیں کر لیتے؟"

"تم سمجھ بھی نہیں سکتے اولیو ہارڈ!" میں غرایا۔ "ان مردودوں کی وجہ سے ہمیں کئی گھنٹے خواری کرنا پڑی ہے۔ انھیں سبق دیے بغیر مجھے سکون میسر نہیں آئے گا۔ کرنل وحدت کو بھی تو پتا چلنا چاہیے کہ اس کا پالا کس شخصیت سے پڑا ہے۔"

پولیس کار کی روشن ہیڈ لائٹس عقب نما میں کافی فاصلے پر نظر آرہی تھیں مگر میں محسوس کر رہا تھا کہ درمیانی فاصلہ بتدریج کم ہو رہا ہے۔

"اس وقت دو منظم قوتیں، فوج اور پولیس ہمارے مقابل ہیں۔" اولیو ہارڈ بولا۔ "تم تنہا ان دونوں کا کب تک مقابلہ کر سکو گے۔ آخر کار تم ان کے نرغے میں پھنس جاؤ گے۔ لہٰذا جو موقع مل رہا ہے اسے غنیمت سمجھو اور کار سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کر لو۔"

"جب تک اس کار میں پٹرول ہے میں ان کے نرغے میں نہیں پھنسوں گا۔" میں نے کار اچانک دائیں جانب والی ایک سڑک پر موڑ دی۔ اتنی رفتار پر اچانک موڑے جانے کے باعث کار دو پہیوں پر اٹھ گئی۔ اولیو ہارڈ کے مُنہ سے اضطراری طور پر چیخ نکل گئی مگر میں نے بھرپور مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کار کو الٹنے سے بچا لیا تھا۔

"کیا کر رہے ہو علی!" اولیو ہارڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں احتجاج کیا۔

اولیو ہارڈ کی بات کا جواب دیے بغیر میں نے کار بائیں جانب نظر آنے والی سڑک پر موڑ دی۔ کار ایک بار پھر دو پہیوں پر اٹھی تھی مگر اس بار بھی میری مہارت کار کے الٹنے کی راہ میں حائل ہو گئی۔ جس سڑک پر ہم اس وقت سفر کر رہے تھے، وہ شاہراہ نہیں تھی مگر میں کار کی رفتار کم کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اولیو ہارڈ کو گویا سانپ سونگھ گیا تھا۔

میں نے اگلے موڑ پر کار پھر بائیں جانب موڑ دی اور تھوڑی دیر بعد میں کار کو دوبارہ اسی شاہراہ پر اڑائے لیے جا رہا تھا جس پر ذرا ہی دیر قبل پولیس کار ہمارا تعاقب کر رہی تھی۔

"وہ دیکھو۔" دفعتاً اولیو ہارڈ نے ہیجانی انداز میں سامنے کی طرف اشارہ کیا۔

"دیکھ رہا ہوں۔" میں نے کہا اور کار کی رفتار کم کر دی۔

"ارے کیا غضب کر رہے ہو!" اولیو ہارڈ بوکھلا کر چیخا۔ "رفتار بڑھاؤ۔ تین پولیس کاریں ہماری طرف آرہی ہیں۔"

"حواس میں رہو اولیو ہارڈ۔" میں نے ناگواری سے کہا۔ "وہ ہماری طرف نہیں آرہے۔ مخالف ٹریک پر ہماری مخالف سمت میں سفر کر رہے ہیں۔"

"ارے تو کیا ہمارے برابر سے گزرتے ہوئے وہ ہمیں دیکھ نہیں لیں گے؟"

"ہرگز نہیں دیکھیں گے۔" میں نے بڑے یقین سے کہا۔

"تم ضرور اپنے ساتھ مجھے بھی مرواؤ گے۔" اولیو ہارڈ بڑے دردناک انداز میں کراہا۔

مجھے ہنسی آگئی اور میں نے کار کی رفتار مزید کم کر دی۔

"رفتار بڑھاؤ یا کار کو کسی سڑک پر موڑ دو۔" اولیو ہارڈ دانت پیس کر بولا۔

میں نے نہ تو اس کی بات کا جواب دیا اور نہ ہی اس کے دونوں مشوروں میں سے کسی پر عمل کیا۔ چند ہی لمحوں بعد تینوں پولیس کاریں سائرن بجاتی ہماری کار کے برابر سے گزرتی چلی گئیں۔ اولیو ہارڈ نے شاید اپنی سانس تک روک لی تھی۔ کاریں ہمارے برابر سے گزر گئیں تو اولیو ہارڈ پلٹ کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا دیکھ رہے ہو اولیو ہارڈ؟" میں نے کہا۔ "اگر تم ان کے رُکنے کے منتظر ہو تو تمھیں مایوسی ہو گی۔"

"لیکن انھیں پلٹ کر ہمارے تعاقب میں آنا چاہیے تھا؟" اولیو ہارڈ نے کہا۔

"ضرور آنا چاہیے تھا لیکن اس کے لیے شرط یہ تھی کہ وہ ہماری کار کو دیکھ لیتے۔"

"وہ ہمارے برابر سے گزرے ہیں اور وہ ہماری کار کی تلاش میں گھوم رہے ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ انھوں نے کار کو نہ دیکھا ہو؟"

"اس وقت صورتِ حال ذرا سی مختلف ہو گئی ہے اولیو ہارڈ۔ پچھلی پولیس کار سے انھیں اطلاع ملی ہو گی کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اس پولیس کار نے انھیں یہ بھی بتایا ہو گا کہ ہم کون سے علاقے میں داخل ہوئے ہیں۔ لہٰذا اب یہ لوگ ہمیں اسی علاقے میں تلاش کریں گے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ ہم واپس اسی سڑک پر آچکے ہوں گے۔ لہٰذا اگر انھوں نے کار دیکھی ہو گی تب بھی یہی سمجھا ہو گا کہ یہ کوئی اور کار ہے۔ آخر اس شہر میں یہ اپنی نوعیت کی اکلوتی کار تو نہیں ہو گی۔"

"اوہو! کیا اسی لیے تم نے پولیس کاریں دیکھ کر کار کی رفتار

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سست کردی تھی؟"

"ہاں، تیز رفتاری انھیں شبہے میں مبتلا کر سکتی تھی۔ جبکہ عام رفتار سے سفر کرتی ہوئی کار پر وہ نظر بھی نہیں ڈالیں گے۔"

"گویا اب ہم محفوظ ہوگئے؟"

"ہرگز نہیں! یہ صرف وقتی بات ہے۔ اب تک انھیں پتا چل چکا ہوگا کہ ہم انھیں ڈاج دے کر نکل گئے ہیں۔ لہٰذا اس وقت ہر پولیس کار دوبارہ ہماری تلاش میں نکل کھڑی ہوئی ہوگی۔" میں نے کہا اور پھر میں نے اچانک چونک کر بریک لگا دیے۔ پہیوں کی زوردار آواز کے ساتھ کار رکی۔ ٹائر سڑک پر بری طرح پھسلے تھے اور کار کا رخ تبدیل ہوگیا تھا۔ اولیو ہاورڈ اس طرح اچانک بریک لگائے جانے کے باعث اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اس کا سر بہت بری طرح ڈیش بورڈ سے ٹکرایا تھا۔

"کیا مصیبت آگئی؟" اولیو ہاورڈ نے بھنّا کر کہا۔

میں نے بریک لگانے کے فوراً بعد ایکسیلیٹر پر پیر رکھ دیا تھا۔ فل بریک لگنے کے باعث کار گھوم گئی تھی اور اس کا رخ اسی طرف ہوگیا تھا جدھر سے ہم آرہے تھے۔

"اُدھر تمھارے رشتے داروں نے سڑک پر ٹرک کھڑے کر کے سڑک بلاک کر رکھی تھی۔ تم ناراض ہوتے ہو تو واپس چلے چلتے ہیں!"

"اوہو فوجی!" اولیو ہاورڈ حیرت سے بولا۔ "مگر میں نے تو انھیں نہیں دیکھا۔"

"میں نے انھیں بہت دور سے دیکھ لیا تھا۔ بس یہ سمجھ لو اس وقت ہم بال بال بچے ہیں۔"

"تم یہاں کے راستوں سے واقف نہیں ہو علی! میری مانو تو کار سے پیچھا چھڑا لو ورنہ ہم بے تکے طریقے سے بھی پھنس سکتے ہیں۔"

"یہی تو میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ مجھے کیسے گھیریں گے۔" میں نے کہا۔

"تو کم از کم کار کسی ذیلی سڑک پر ہی موڑ لو۔ اس سڑک پر تو ہمارے لیے خطرات ہی خطرات ہیں۔"

"میں جانتا ہوں اولیو ہاورڈ کہ ہمارے لیے کہاں کتنے خطرات ہیں۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس وقت اس شاہراہ پر کم خطرے ہیں؟"

"اس وقت یہ شہر ہمارے لیے خطرات کا شہر بنا ہوا ہے۔ ہم کہیں بھی چلے جائیں ہمارے لیے شدید خطرات موجود ہوں گے۔" میں نے کہا۔ میرے دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ پر جمے تھے اور نگاہیں سڑک پر مرکوز تھیں۔ میں مکمل توجہ کے ساتھ ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔ کار اپنی رفتار پر سفر کر رہی تھی۔ اس رفتار پر ذرا سی بے پروائی بھی کسی خطرناک حادثے کا باعث بن سکتی تھی۔

دفعتاً مجھے بہت دور سڑک پر دو پولیس کاروں کی زرد گھومتی ہوئی روشنیاں دکھائی دیں۔ میں نے خود کو کسی بھی صورت حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار کر لیا۔ دونوں کاریں سڑک پر ترچھی کر کے اس طرح کھڑی کی گئی تھیں کہ انھوں نے سڑک کی پوری چوڑائی گھیر لی تھی۔ میرا پیر ایکسیلیٹر سے ہٹ کر بریک پیڈل پر پہنچ گیا۔ رات کے سناٹے میں ٹائروں کی صدائے احتجاج بہت دور تک گونجی تھی۔ کار سڑک پر سلپ ہوئی اور رکتے رکتے اس کا رخ پلٹ چکا تھا۔ پولیس کاریں اب ہماری عقبی جانب تھیں اور درمیان میں فاصلہ بھی بہت تھا۔ میں نے دوبارہ ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈالا اور کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ میں عقب نما میں پولیس کاروں کو تیزی سے اپنی کار سے دور ہوتے دیکھ رہا تھا۔

"وہ ہمارے پیچھے ضرور آئیں گے۔" اولیو ہاورڈ نے پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"تو تم کسی اور سڑک پر کیوں نہیں نکل جاتے؟" اولیو ہاورڈ نے جھنجلا کر کہا۔

"اس سڑک سے کچھ محبت سی ہوگئی ہے۔ دیکھ نہیں رہے کیسی سنسان پڑی تھی! میں اسے بارونق بنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔" میں نے عقب نما میں دیکھا۔ دونوں پولیس کاریں ہمارے تعاقب میں چل پڑی تھیں۔

"دیکھو آگے سڑک پھر بلاک ہے۔" اولیو ہاورڈ چیخا۔

"اوہ! تو یہ لوگ اب ہمیں اس طرح گھیریں گے۔" میں نے زوردار قہقہہ لگایا اور کار کی رفتار مزید بڑھا دی۔ دونوں پولیس کاریں ایک دوسرے کے سامنے کھڑی تھیں اور دونوں کے درمیان سڑک کے وسط میں تقریباً پانچ فٹ جگہ خالی پڑی تھی۔ اتنی جگہ ہرگز نہیں تھی کہ اس میں سے کوئی کار گزر سکے۔ کاروں کے پاس سڑک پر مسلح پولیس والے موجود تھے۔

"بریک لگاؤ۔" اولیو ہاورڈ چیخا۔ "ورنہ تصادم ہو جائے گا۔"

میں ہونٹ بھینچے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ سڑک تیزی سے پیچھے کی طرف بھاگ رہی تھی اور درمیانی فاصلہ اسی تیزی سے کم ہوتا جا رہا تھا۔ سڑک پر موجود شرطوں کے ہاتھوں میں پستول موجود تھے اور انھوں نے اپنے پستول اس انداز میں بلند کر رکھے تھے جیسے اگر ہم نے کار نہ روکی تو وہ ہم پر فائر کر دیں گے۔

کار کسی تیز رفتار راکٹ کی طرح ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ شرطوں کے چہروں پر بے یقینی کے سائے لہراتے نظر آئے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ اپنی دانست میں تو انھوں نے ہمیں روکنے کا یقینی انتظام کر رکھا تھا۔

انھیں بروقت ہوش آگیا ورنہ کار موت کے فرشتے کی طرح ان کے سروں پر پہنچ گئی تھی۔ ہم پر فائر کرنے کے لیے تیار کھڑے شرطوں کو خود اپنی جانیں بچانے کے لیے بڑی بدحواسی کے عالم میں اِدھر اُدھر چھلانگیں لگانا پڑیں۔ ان کی بوکھلاہٹ قابلِ دید تھی مگر مجھے اتنی فرصت کہاں تھی کہ میں ان کی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہو سکتا۔ اولیو ہاورڈ کی جان اٹک سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔ اور وہ دونوں ہاتھ ڈیش بورڈ پر جمائے اپنی سلامتی کی خیر منانے کی فکر میں لگا ہوا تھا۔

میں نے کار نہیں روکی اور پولیس کار سے میری کار کا تصادم اس وقت ہوا جب میری کار کی رفتار ایک سو پچاس کلومیٹر فی گھنٹا تھی۔ سڑک پر زوردار دھماکے کی گونج سنائی دی۔ دونوں پولیس کاریں اچھل کر سڑک سے نیچے جا گری تھیں۔ میں نے اپنی کار کو بڑی خوبصورتی سے بیلنس کر لیا تھا۔

"تم پر جنون سوار ہے علی!" اولیو ہاورڈ خوف زدہ سے انداز میں بولا۔

"یقین کرو، میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"دیوانگی سے بھرپور حرکتیں کر کے بھی تم یہ سمجھ رہے ہو کہ تم بالکل ٹھیک ہو؟"

"اب تک میں نے ایک بھی غیر ضروری حرکت نہیں کی ہے۔" میں نے کار کو تیزی سے ایک ذیلی سڑک پر موڑتے ہوئے کہا۔

"تم پولیس کاروں کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"یہ بہت عمدہ کار ہے۔ دو پولیس کاروں کو ناکارہ کرنے کے باوجود اس کی کارکردگی پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ میں پولیس والوں کو نچا ماروں گا۔"

"اگر تم چاہتے تو ہم بڑی خاموشی سے اس کار سے چھٹکارا حاصل کر کے شہر میں کہیں بھی روپوش ہو سکتے تھے۔ فوج اور پولیس والے ہمیں ڈھونڈتے ہی رہ جاتے۔"

"یہی تو تمھاری خام خیالی ہے اولیو ہاورڈ! اور مجھے حیرت ہے کہ تم اب بھی یہی بات کہہ رہے ہو! اب تو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ہمیں کس پیمانے پر گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"تم نہیں ماننا چاہتے تو مت مانو۔" اولیو ہاورڈ نے ایک طویل سانس لی۔ "لیکن اس حقیقت کو کیسے جھٹلاؤ گے کہ دو پولیس کاریں اب بھی ہمارے تعاقب میں ہیں۔"

میں ہر موڑ پر کار موڑ لیتا تھا مگر سائرن بجاتی ہوئی دونوں پولیس کاریں کسی صورت پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں تھیں۔ آخر میں نے کار ایک شاہراہ پر نکال لی۔

"کیا خیال ہے اولیو ہاورڈ! اس وقت تک آدھا شہر تو یقیناً جاگ چکا ہوگا؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"اگر تمھاری یہی حرکات جاری رہیں تو کچھ دیر بعد یا تو پورا شہر جاگ چکا ہوگا یا ہم سو چکے ہوں گے۔" اولیو ہاورڈ نے بھنّا کر جواب دیا۔

"انگارے مت چباؤ اولیو ہاورڈ! دراصل مجھے اتنا موقع ہی نہیں ملا کہ کار سے نجات حاصل کر سکتا۔"

"شروع میں تمھارے پاس اتنا موقع تھا کہ تم کار سے بہ آسانی چھٹکارا حاصل کر سکتے تھے۔" اولیو ہاورڈ تنک کر بولا۔

"تمھاری عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے اولیو ہاورڈ!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "تم دیکھ چکے ہو کہ پورے شہر کی ناکابندی کس طرح کی گئی ہے۔ ہم جس علاقے میں بھی کار چھوڑتے وہ علاقہ فوراً گھیرے میں لے لیا جاتا۔ ہماری چھوڑی ہوئی کار زیادہ دیر ان کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتی تھی۔" میں نے عقب نما میں پیچھے آنے والی پولیس کاروں کو دیکھا۔ گو کہ درمیان میں فاصلہ تھا لیکن وہ فاصلہ خاصی تیزی سے گھٹ رہا تھا۔

"یہ مصیبت تو مستقل طور پر رہے گی۔ ہم جہاں بھی کار چھوڑیں گے وہ اس کا سراغ لگا کر ہمیں گھیرے میں لے لیں گے۔"

"نہیں، اب ایسا نہیں ہوگا۔ اب تک ان لوگوں کو یقین ہو چکا ہوگا کہ اب ہم اس شہر سے کار ہی میں فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا انھوں نے شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکابندی کر دی ہوگی۔ کوئی مناسب مقام دیکھ کر ہم کار سے پیچھا چھڑا لیں گے اور وہ ہماری کار سڑکوں پر ہی ڈھونڈتے رہ جائیں گے۔ آخر ہمیں کار سے اترنے کے بعد کوئی ٹھکانا ڈھونڈنے کے لیے کچھ وقت بھی تو درکار ہوگا۔"

"اور اگر انھوں نے ہم پر فائرنگ شروع کر دی تو کیا ہوگا؟" اولیو ہاورڈ نے پلٹ کر خوف زدہ نظروں سے ان پولیس کاروں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی طرف دیکھا جو سائرن بجاتی ہوئی تقریباً ہمارے سروں پہ آپہنچی تھیں۔ ہماری کار ان کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں نہائی ہوئی تھی۔

"انھیں ہم پر فائرنگ کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔" میں نے بڑے یقین سے کہا اور کار کو سڑک پر لہرانے لگا تاکہ پولیس کاریں ہماری کار سے آگے نہ نکلنے پائیں۔

اولیو ہارڈ پلٹ کر پیچھے دیکھے جا رہا تھا، دفعتاً وہ چیخا۔

"دیکھو! وہ ہم پر فائر کرنے جا رہے ہیں۔"

میں نے بھی ایک پولیس کار کی کھڑکی سے باہر آتا ہوا پستول بردار ہاتھ دیکھ لیا تھا۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ ہم پر ہی فائر کرتے۔ زیادہ امکان اسی بات کا تھا کہ ہمیں روکنے کے لیے انھیں کار کے ٹائروں پر فائر کرنے کی اجازت مل ہوگی لیکن یہ بھی ہمارے لیے بے حد خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ اس بے پناہ رفتار سے چلتی ہوئی کار کا ٹائر اگر پھٹ جاتا تو ہم دونوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ سکتی تھیں۔ میں نے فوری طور پر ایک خطرناک فیصلہ کر لیا۔

"سنبھلو اولیو ہارڈ! میں بریک لگانے جا رہا ہوں۔"

اولیو ہارڈ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میں نے بریک پیڈل پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ اتنا بہت کافی تھا۔ پچھلی کار میری کار سے اور اس سے پچھلی پولیس کار میرے پیچھے آنے والی پولیس کار سے ٹکرائی۔ یکے بعد دیگرے دو زوردار دھماکے ہوئے اور دونوں پولیس کاریں آپس میں بری طرح الجھ کر رہ گئیں۔ کاروں کے ٹکرانے کے دھماکوں کے علاوہ فضا میں بہت سی انسانی چیخیں بھی ابھری تھیں۔ وہ سب کاروں میں بیٹھے ہوئے شرطوں کی چیخیں تھیں۔ ان میں سے کچھ تو یقیناً زخمی بھی ہوئے ہوں گے لیکن میرے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ میں ان کی حالت زار دیکھنے کے لیے وہاں رکتا۔ میں نے تو صرف ایک لمحے کے لیے بریک پر دباؤ ڈالا تھا اور اس کے بعد میں نے اپنی کار پھر ہوا کر دی تھی۔

"یہ بڑی مضبوط کار ہے جو اس نوعیت کے دو صدمے جھیل گئی۔" اولیو ہارڈ نے کہا۔

"مجھے معلوم تھا کہ یہ بہت مضبوط کار ہے ورنہ اسے ہرگز ایسے امتحان میں نہ ڈالتا۔" میں نے جواب دیا اور کار پھر ایک ذیلی سڑک پر موڑ دی۔ اب میں جلد از جلد اس علاقے سے زیادہ سے زیادہ دور نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کار زیادہ تر ذیلی سڑکوں پر ہی سفر کر رہی تھی۔ میں مرکزی شاہراہوں پر آنے سے گریز کر رہا تھا۔ اب ہمارے تعاقب میں کوئی کار نہیں تھی لیکن پولیس کاروں کے سائرنوں کی گونج اب بھی سنائی دے رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پورے شہر کی پولیس کاریں سائرن بجاتی ہوئی سڑکوں پر دوڑ رہی ہوں۔ کہیں کہیں پولیس کاریں گزرتی ہوئی ہمیں نظر بھی آئیں۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ ہم ان کی نظروں میں آنے سے محفوظ رہے۔ کار کا انجن اب صدائے احتجاج بلند کرنے لگا تھا۔ پٹرول بھی ختم ہونے کے قریب تھا۔ لہٰذا مجھے اب کار سے چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر سوار ہوئی۔

"اب کیا ارادہ ہے علی! اب تو کار میں پیٹرول بھی قریب الختم ہے۔" اولیو ہارڈ بولا۔

"بس اب پہلی فرصت میں کوئی مناسب جگہ دیکھ کر کار سے اتر جائیں گے۔" میں نے کہا۔

"اور اگر اس دوران پھر کوئی پیٹرول کار ہمارے پیچھے آگئی تو کیا ہوگا؟"

"اب ایسا ہونا مشکل ہے۔"

اولیو ہارڈ نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ رہے ہو؟"

"میں پہلے ہی ان سے بچ کر چل رہا ہوں۔ دیکھ نہیں رہے کافی دیر سے ہمارا سامنا کسی پیٹرول کار سے نہیں ہوا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر تم ان سے کیسے بچ رہے ہو؟"

"وہ احمق سائرن بجاتے ہوئے سڑکوں پر دندناتے پھر رہے ہیں۔ میں ان کی اسی حماقت سے فائدہ اٹھا رہا ہوں۔"

"اوہ!" اولیو ہارڈ ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد مجھے ایک ایسی چیز نظر آئی جسے دیکھ کر میری آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل تھا جس کی پیشانی پر جلی حروف سے لکھا اس کا روشن نام مجھے دور سے بھی صاف نظر آرہا تھا۔

"کام بن گیا اولیو ہارڈ!" میں نے کہا۔ "بس اب کوئی ایسی جگہ دیکھو جہاں ہم کار کھڑی کر کے بھاگ نکلیں۔"

وہ اونچے طبقے کی آبادی والا علاقہ تھا۔ کہیں کہیں کوئی خالی پلاٹ بھی نظر آجاتا تھا۔ ایسے ہی ایک خالی پلاٹ میں جھاڑیاں اگی دیکھ کر اولیو ہارڈ نے میری توجہ اس پلاٹ کی طرف مبذول کرائی۔ "کار یہاں کھڑی کر دی جائے تو صبح سے پہلے دریافت نہیں ہوگی۔" اس نے کہا۔

میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا اور کار جھاڑیوں کے عقب میں چھپا دی۔

"یقین نہیں آتا کہ ہم بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔" اولیو ہارڈ نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔

"ابھی نہیں چاہیے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس لیے کہ ہم بچ نکلنے میں سرے سے کامیاب ہوئے ہی نہیں ہیں۔ کرنل وحدت کے آدمی شکاری کتوں کی طرح ہماری تلاش میں لگے ہوئے ہوں گے۔" میں نے چابیاں کار میں ہی لگی رہنے دی تھیں اور میں اور اولیو ہارڈ پیدل چل رہے تھے۔

"میرا مطلب تھا کہ کار کے اس خوفناک سفر سے ہم صحیح و سالم نکل آئے۔" اولیو ہارڈ نے ایک جھرجھری لی۔ "سوچتا ہوں تو اب بھی خوف طاری ہونے لگتا ہے۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو اولیو ہارڈ۔" میں بے اعتباری سے ہنسا۔ "تم اور خوف! دو متضاد چیزیں ہیں۔"

"موت آنکھوں کے سامنے رقص کر رہی ہو تو آدمی خوفزدہ ہو ہی جاتا ہے۔ اس ڈرائیونگ کے دوران کتنی ہی بار تو کار الٹتے الٹتے بچی اور میرے ماتھے کا یہ گومڑا۔" اولیو ہارڈ نے اپنے ماتھے پر ہاتھ پھیرا۔ "بس زندگی ہی تھی کہ ہم بچ نکلے۔"

"زندگی نہ ہو تو کوئی بھی نہیں بچ سکتا اولیو ہارڈ!" میں نے گمبھیر آواز میں کہا۔ "مجھے ہی دیکھ لو۔ تم نے کتنی بار مجھے ہلاک کرنے کی کوششیں کیں مگر آج بھی میں نہ صرف زندہ ہوں بلکہ پوری یہودی قوم کی آنکھوں میں پہلے ہی کی مانند کانٹے کی طرح کھٹکتا ہوں۔"

"تم بھی کیا باتیں لے بیٹھے۔ یہ بتاؤ کہ اب کدھر جا رہے ہو؟"

"قریب ہی ایک فائیو اسٹار ہوٹل ہے۔" میں نے اس ہوٹل کا نام بتاتے ہوئے کہا۔ "فی الحال اسی طرف چلتے ہیں۔ بعد میں کچھ اور سوچیں گے۔"

میں نے فائیو اسٹار ہوٹل کے نام پر اولیو ہارڈ کو چونکتے ہوئے دیکھا۔ "فائیو اسٹار ہوٹل کے لیے کرنسی بھی موجود ہے؟" اس نے عجیب سے لہجے میں مجھ سے پوچھا۔

میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹ نکالے اور اولیو ہارڈ کو دکھائے۔

"یہ تو بہت بڑی رقم ہے۔" اولیو ہارڈ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "تمھارے پاس اتنی رقم کہاں سے آئی؟"

"عورتوں سے ان کی عمر اور مردوں سے آمدنی کے بارے میں پوچھنا بڑی معیوب بات سمجھی جاتی ہے اولیو ہارڈ!"

"تم نہیں بتانا چاہتے تو مت بتاؤ۔"

ہم ایک سڑک سے گزر کر ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے۔ سڑک کے پار ہمارے سامنے فائیو اسٹار ہوٹل کی عمارت جگمگ کر رہی تھی۔ میری نظریں ان دکانوں پر جم گئیں جو ہوٹل کی بلڈنگ میں تھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ ان دکانوں پر ضرورت کی ہر چیز مل جاتی ہے اور وہ دکانیں چوبیس گھنٹے کھلی بھی رہتی ہیں۔

"سنو اولیو ہارڈ! سب سے پہلے تو ہمیں اپنے لباسوں کی فکر کرنا چاہیے۔ تم یہیں ٹھہرو، میں جا کر ریڈی میڈ کپڑے خرید لاتا ہوں۔"

میں نے اولیو ہارڈ کو وہیں چھوڑا اور جا کر اسٹور سے دو عمدہ لباس خریدے۔ اس کے بعد میں جنرل اسٹور اور پھر میڈیکل اسٹور میں گھس گیا۔ وہاں سے میں نے کئی ایسی چیزیں خریدیں جن کا استعمال تو کچھ اور تھا مگر میں ان سے میک اپ کرنے کا کام لیا کرتا تھا۔

سارا سامان خرید کر میں اولیو ہارڈ کی طرف واپس پلٹ گیا۔ وہ اسی جگہ کھڑا میرا انتظار کر رہا تھا۔

"بہت دیر لگا دی تم نے۔" اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "مجھے خوف محسوس ہونے لگا تھا کہ کہیں کوئی مجھے پہچان ہی نہ لے۔"

"اسی اندیشے کا تدارک کرنے کے چکر میں تو مجھے دیر ہوگئی۔" میں نے کہا۔ "آؤ کوئی مناسب سی جگہ دیکھیں۔"

ہم وہاں سے چل پڑے۔ کئی پولیس کاریں ہمارے قریب سے گزریں لیکن ظاہر ہے انھیں تو ایک کار کی تلاش تھی لہٰذا ہماری طرف کسی نے نہیں دیکھا۔ خوش قسمتی سے ہمیں زیادہ دور نہیں چلنا پڑا۔ مجھے اپنے مطلب کی ایک جگہ نظر آئی۔ وہ ایک پارک تھا جو اس وقت سنسان پڑا تھا۔

"آؤ اولیو ہارڈ!" میں نے اولیو ہارڈ کے ساتھ پارک میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "پہلے اپنے چہروں کی مرمت کر لیں۔"

پارک میں ہم ایک ایسی بینچ پر جا بیٹھے جہاں روشنی آرہی تھی۔ میں نے میک اپ کا سامان تھیلیوں سے نکال لیا۔ "تم اپنے چہرے کا میک اپ کرو، میں اپنے چہرے کا میک اپ کروں گا۔" میں نے ان دو آئینوں میں سے جو میں نے خریدے تھے، ایک اولیو ہارڈ کی طرف بڑھا دیا۔

"اس وقت تم نے ایک لاکھ روپے کا کام کیا ہے۔" اولیو ہارڈ وہ ساری چیزیں دیکھ کر خوش ہوگیا اور اس کے بعد ہم دونوں خاموشی سے اپنے اپنے چہروں کی مرمت میں مصروف ہوگئے۔ ہمیں اپنے حلیے تبدیل کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ پندرہ منٹ کے اندر اندر ہم دونوں ہی ناقابل شناخت ہو کر رہ گئے تھے۔

"اب کسی گوشے میں جا کر لباس بھی تبدیل کر لو۔" میں نے اولیو ہارڈ کی طرف لباس کا پیکٹ بڑھایا۔ اور خود بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک گوشے میں جا کر لباس تبدیل کر لیا۔
پارک میں داخل ہونے کے صرف بیس منٹ بعد ہم دونوں جب پارک سے باہر نکلے تو بالکل مختلف لوگ تھے۔ ہمارے جسموں پر بہترین لباس تھے اور حلیے یکسر تبدیل ہو چکے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ اب ہمیں کوئی بھی نہیں پہچان سکے گا۔ پرانے لباس اور سارا سامان ہم نے پارک کی ایک جھاڑی میں پھینک دیا تھا۔
"کیا خیال ہے، پہلے ہوٹل میں چل کر کچھ کھا پی لیا جائے؟" میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔
"ہاں، اب کچھ سکون ملا ہے تو بھوک کا شدید احساس ہو رہا ہے۔"
ہم بڑی شان سے فائیو اسٹار ہوٹل میں داخل ہوئے اور ڈائننگ ہال میں پہنچ گئے۔ وہاں اِکا دُکا میزوں پر ہی لوگ نظر آ رہے تھے ورنہ ڈائننگ ہال غیر آباد ہو چکا تھا۔ ہم نے ہلکے پھلکے کھانے پر ہی اکتفا کیا۔
"اب ڈانسنگ فلور پر چلتے ہیں۔" بل ادا کرنے کے بعد میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔
"اس سے بہتر تو یہ ہے کہ کمرے بُک کرا لو۔ میں بہت تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے آرام کی شدید ضرورت ہے۔"
"تو کرنل وحدت کا جال توڑنے کے لیے اتنی محنت کرنے کی کیا ضرورت تھی! ہم خود کو ویسے ہی اس کے حوالے کر دیتے۔"
"کیا مطلب؟" اولیو ہاورڈ نے حیرت سے کہا۔
"اس وقت جو شخص بھی کمرے بُک کرائے گا، جلد یا بدیر اس کی چیکنگ ضرور ہو گی۔ اگر ہم نے یہ حماقت کی تو کرنل کے چنگل میں پھنسے بغیر نہیں رہیں گے۔"
"ہاں، اس امکان کو تو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ پھر ہم کیا کریں؟"
"زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کی کوشش... تاکہ خود کو شکوک و شبہات سے بالاتر رکھ سکیں۔ ڈانسنگ فلور کی طرف اوّل تو کسی کی توجہ نہیں جائے گی، اگر چلی بھی گئی تو کوئی ہمیں شناخت نہیں کر سکے گا۔ کیا خیال ہے؟"
"چلو۔" اولیو ہاورڈ اُٹھ کھڑا ہوا۔
ڈائننگ ہال کے برعکس ڈانسنگ فلور پوری طرح آباد تھا۔ وہاں کی رونقیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ رات کے تین پہر بیت چکے ہیں۔
"یہاں ہم دونوں الگ الگ بیٹھیں گے۔" میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔ "تم چاہو تو ڈانس بھی کر سکتے ہو۔"
"اس کی وجہ؟" اولیو ہاورڈ نے مجھ سے پوچھا۔
"کس کی وجہ؟" میں نے چونک کر کہا۔ "الگ الگ بیٹھنے کی یا ڈانس کرنے کی؟"
"الگ الگ بیٹھنے کی۔" اولیو ہاورڈ بُرا سا مُنہ بنا کر
"میں ذرا سا خطرہ بھی مول لینے کو تیار نہیں ہوں۔ کوئی خطرہ تو نہیں ہے لیکن پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔"
"ٹھیک ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا اور ایک خالی کی طرف بڑھ گیا۔
میں ہال کی میزوں کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ مجھے اپنے مطلب کی میز نظر آ گئی۔ وہ بڑی پُرکشش تھی جو اس میز پر تنہا بیٹھی تھی۔ اس کے دائیں ہاتھ کی کہنی میز پر تھی اور اسی ہاتھ کی ہتھیلی پر اس نے اپنی ٹھوڑی رکھی تھی۔ اس کی نظریں خلا میں گھور رہی تھیں اور وہ کسی سوچ پر مسکرا رہی تھی۔
"اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں کچھ دیر کے لیے یہاں سکتا ہوں؟" میں نے اس کے قریب پہنچ کر نہایت شائستگی سے کہا۔
اس نے چونک کر کڑی نظروں سے مجھے دیکھا، دفعتاً اس کے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ ابھر آئی۔ بڑی جاندار مسکراہٹ تھی۔ "بیٹھیے نا۔ آپ کو کس نے منع کیا ہے۔" اس نے اپنی آواز سے فضا کو ترنم کرتے ہوئے کہا۔
"شکریہ۔" میں نے اس کے مقابل والی کرسی پر ہوئے کہا۔ "اگر آپ مزید بُرا نہ مانیں تو میں آپ کا نام کی جسارت کر سکتا ہوں؟"
"ناموں میں کیا رکھا ہے؟" وہ مُنہ بگاڑ کر بولی۔ "آپ مجھے اپنے پسندیدہ نام سے مخاطب کر سکتے ہیں۔"
"آپ کی یہی خوشی ہے تو میں آپ کو یاسمین کہہ کر کروں گا۔"
"ضرور کیجیے۔" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔
"یاسمین کے معنی جانتی ہیں آپ؟" میں نے پوچھا۔
"بتلائیے۔"
"فارسی میں چنبیلی کے پھول کو یاسمین کہتے ہیں۔" کہا۔ "فارسی آتی ہے آپ کو؟"
"اس نے مجھ پر ایک نگاہِ غلط انداز ڈالی۔ "میں گھر میں اپنے ابّو سے فارسی میں باتیں کرتی ہوں۔"
میں اس سے مرعوب بھی ہوا اور دل ہی دل میں

طرح شرمندہ بھی ہوا۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس سے یہ پوچھ کر کہ آپ کو فارسی آتی ہے، میں اس کی توہین کا مرتکب ہوا تھا۔ پتا نہیں کیوں، اس وقت مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ چاہے جانے کے قابل ہے۔ اس کی توہین کرنے پر میں دل ہی دل میں خود کو ملامت کر رہا تھا اور وہ میرے جذبات سے بے خبر تھی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ وہ پہلی ہی ملاقات میں کس طرح میرے حواس پر چھا گئی ہے۔
دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ میں کن لغویات میں پھنس گیا ہوں۔ میں تو تہذیب ما کم ایکس کی تلاش میں تھا۔ مجھے یہ زیب نہیں دیتا تھا کہ میں یوں کسی راہ چلتی لڑکی سے متاثر ہو جاؤں۔ میں نے اسے غور سے دیکھا اور مجھے ایک اور ملال سے دوچار ہونا پڑا۔ 'راہ چلتی لڑکی' کے الفاظ میں نے اس کے لیے کیوں سوچے؟ وہ راہ چلتی لڑکی تو ہرگز نہیں تھی۔ اس کے ہر انداز سے معصومیت اور گفتگو سے بھولپن جھلک رہا تھا۔
میں نے محسوس کیا کہ تہذیب کے خیال کے باوجود میں اس کے اثر سے نہیں نکل پا رہا۔ مجھے افسوس ہونے لگا میں اس میز پر آیا ہی کیوں تھا لیکن اب آ گیا تھا تو وہاں سے اٹھنا بھی میرے اختیار سے باہر ہو گیا تھا۔ پھر میں نے سوچ کر خود کو تسلی دینے کی کوشش کی کہ آدمی بے چارے کو خود پر اختیار ہوتا ہی کتنا ہے۔ آدمی جان بوجھ کر اپنے ارادے سے تو کسی سے متاثر ہوتا نہیں، یہ تو ایک خودکار عمل ہے۔ بعض مخصوص لوگ ایسی جادوئی کشش کے حامل ہوتے ہیں کہ ان سے متاثر ہوئے بغیر رہا ہی نہیں جا سکتا۔ ممکن ہے اس کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہو۔ ہو سکتا ہے ہر ملنے والا اس سے یوں ہی متاثر ہو جایا کرتا ہو۔ میں تو بہرحال اس معاملے میں خود کو بے اختیار پا رہا تھا۔
وہ میری جذباتی کشمکش سے بے خبر تھی مگر بڑے غور سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ "کیا سوچنے لگے؟" اس نے مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔
اس کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ "رقص کے ایک راؤنڈ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" میرے مُنہ سے بے اختیار نکلا۔
"تو کہہ دیا ہوتا۔" وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے بے تکلفی سے میرا ہاتھ تھام لیا۔ "مجھے کیا پتا کہ آپ کے دل میں کیا ہے۔"
اس کے ہاتھ سے ہلکی ہلکی برقی رو خارج ہو کر میرے جسم میں سرایت کرتی جا رہی تھی۔ میں نے اس سے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی مگر میں یہ بھی نہ کر سکا اور کسی معمول کے سے مسحور انداز میں اس کے ساتھ چلتا ہوا رقاصوں کی بھیڑ میں شامل ہو گیا۔
مجھے یہ اعتراف کرنے میں ذرا بھی شرمندگی محسوس نہیں ہوتی کہ اس وقت میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ میرا ذہن گویا ہواؤں میں اُڑا جا رہا تھا۔ مجھے اپنے گرد و پیش کا کوئی احساس باقی نہیں رہ گیا تھا۔ بس وہ تھی اور میں تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ میرے شانوں پر تھے اور وہ میرے بازوؤں میں تھی۔ فارسی زبان کی تمام تر شیرینی اور حلاوت سمٹ کر میرے بازوؤں کے حلقے میں آ گئی تھی۔ اس کے لباس سے اٹھنے والی بھینی بھینی مہک نے مجھے بے خود کر دیا تھا۔ معلوم نہیں وہ کسی مخصوص قسم کا پرفیوم تھا یا اس کے جسم سے اٹھنے والی ہوش رُبا مہکار تھی یا پھر وہ اس فارسی زبان کی عطر بیزی تھی جو اس کے وجود میں سرایت کر چکی تھی۔ میں کچھ اندازہ نہ کر سکا۔ میں تو خود کو آوارہ بادل کا ایک ایسا ٹکڑا محسوس کر رہا تھا جو ازل سے پانی کی تلاش میں سرگرداں ہو اور اس کی قسمت میں ابد تک پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ہو۔
"اب کیا سوچنے لگے؟" اس کی آواز نے ایک بار پھر مجھے چونکا دیا۔

"میں سوچ رہا تھا آپ اتنی پُرکشش کیوں ہیں؟" غیر ارادی طور پر میرے مُنہ سے نکلا۔
"میں مردوں پر اعتبار نہیں کرتی۔" وہ بُرا سا مُنہ بنا کر بولی۔ "بس ایک جیسی باتیں کرتے ہیں۔ جھوٹی تعریفیں، اُونہہ۔" اس نے گردن جھٹکی۔

میرا دماغ بھق سے اُڑ گیا۔ میں نے کتنے خلوص سے اس کی تعریف کی تھی اور اس نے کتنی بے دردی سے میرا دل توڑ دیا تھا۔ اتنے خلوص سے میں نے شاید ہی کبھی کسی کی تعریف کی ہو۔ مجھے بے اختیار اس پر غصّہ آ گیا مگر میں نے بروقت خود کو سنبھال بھی لیا۔ میں نے خود کو اس کی جگہ رکھ کر سوچا۔ اس کے پاس ایسا کوئی آلہ نہیں تھا جس سے وہ میرا

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول
عمران سیریز
عجیب ہنگامے
ایک جلد میں
پانچواں کالم
صفحات ۳۲۰۔ قیمت ۳۰ روپے
پرمود سیریز
ریکارڈ کی چوری
ایک جلد میں
موت کا راستہ
صفحات ۳۲۰۔ قیمت ۳۰ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خلوص ناپ سکتی۔ اگر لوگ واقعی اس کے مُنہ پر اس کی جھوٹی تعریفیں کرتے رہے ہیں۔ تو وہ اپنی بے اعتباری میں حق بجانب تھی لیکن میرا قصور کیا تھا؟ قصور تو ان لوگوں کا تھا جنھوں نے اسے بے اعتبار بنایا تھا اور سزا میں بھگت رہا تھا میں جو بالکل بے قصور تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ہم دونوں ہی اپنی اپنی جگہ یکساں بے بسی کا شکار ہیں۔ میں اسے یقین دلانے میں اور وہ مجھ پر اعتبار کرنے میں۔

"لوگ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔" وہ کہہ رہی تھی۔ "میں خوب جانتی ہوں کہ میں کتنی حسین ہوں۔"

"لیکن میں نے تو آپ سے یہ نہیں کہا کہ آپ بہت حسین ہیں۔" میں نے احتجاج کیا۔

"تو اور کیا کہہ رہے تھے؟" اس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ آپ بے حد پُرکشش ہیں۔ جادوئی شخصیت کی مالک۔"

وہ چند لمحے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "آپ بہت چالاک ہیں۔ آپ نے جان بوجھ کر میری تعریف کے لیے ایسے الفاظ منتخب کیے ہیں جن کی تردید کرنا میرے لیے ممکن نہ ہو۔ ظاہر ہے اپنی کشش کے بارے میں میں خود تو کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔"

"اتنی زیادہ بے اعتباری بھی اچھی نہیں ہوتی۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا۔

وہ الجھے ہوئے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے انداز سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی فیصلہ نہ کر پا رہی ہو۔ پھر وہ سر جھٹک کر بولی۔ "خیر چھوڑیے اس تذکرے کو۔ آئیے اپنی میز پر چلیں۔"

ہم رقاصوں کی بھیڑ سے نکل کر اپنی میز پر واپس آگئے۔

"کیا پئیں گے آپ؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"اپنا پسندیدہ مشروب منگوا لیجیے مگر بل میں ادا کروں گا۔" میں نے کہا۔

"آپ میرے مہمان ہیں اور آپ میری توہین ہرگز نہیں کریں گے۔"

میں نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اس سے اختلاف کرنے کا یارا جو نہیں تھا۔

اس نے ویٹر کو بلا کر کولڈ کافی لانے کا آرڈر دیا پھر مجھ سے بولی۔ "کولڈ کافی پسند ہے آپ کو؟"

"بہت زیادہ۔" میں نے کہا۔

"مجھے بھی بہت پسند ہے۔ خاص طور پر یہاں کی کولڈ کافی کا تو جواب ہی نہیں ہے۔ کبھی آپ نے یہاں کافی پی ہے؟"

"کیسے پی سکتا تھا؟" میں نے کہا۔ "آپ کا مہمان ... شرف بھی تو حاصل ہونا تھا۔"

وہ شرما گئی اور میری نگاہیں اولیو ہاورڈ کی میز ... اُٹھ گئیں۔ وہ ابھی تک تنہا ہی تھا۔

یاسمین کی قربت نے مجھ پر ہلکا سا نشہ طاری کر ... اور میں اس سے بہت ڈوب کر باتیں کر رہا تھا ... نے کافی کے گلاس لا کر میز پر رکھ دیے۔ میں نے ... گفتگو کرتے ہوئے کولڈ کافی کا گلاس اٹھایا اور کافی کی ... چُسکی لیتے ہی میرا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ کولڈ کافی کی ... نہیں بلکہ اس وقت اتفاقاً میری نگاہ ہال کے دروا... طرف اُٹھ گئی تھی۔ ہال کا دروازہ کھلا تھا اور اس ... داخل ہونے والے شخص کو دیکھ کے میرے ہوش ... وہ کرنل وحدت تھا۔

اولیو ہاورڈ نے بھی کرنل وحدت کو دیکھ لیا تھا ... پر اضطراب طاری ہو گیا تھا۔ کرنل وحدت پر نظر پڑ... اولیو ہاورڈ نے میری طرف دیکھا۔ میں نے نظروں ہی نظ... اسے سرزنش کی اور اولیو ہاورڈ بوکھلا کر کسی اور طرف دیکھ...

میں نے دوبارہ ہال کے دروازے کی طرف دیکھ... دروازے کے پاس ہی رُک گیا تھا۔ وہ وردی میں ... سوٹ میں ملبوس تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی ج... تھے۔ اور اس کی نگاہیں ہال میں موجود ایک ایک مرد کے ... سے گزر رہی تھیں۔ اولیو ہاورڈ پر پہنچ کر اس کی نگاہ ... کے لیے اسی پر جم گئی۔ پھر اس نے دوبارہ لوگوں کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔

اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو میں نے اس کی آنکھوں ... فاتحانہ چمک ابھرتے دیکھی۔ ہم دونوں کی نگاہیں ملیں ... ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ نظر آئی۔ اور وہ ہال کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

میں سکتے کے سے عالم میں بیٹھا تھا۔ اس بات ... کلام نہیں تھا کہ اس نے مجھے اور اولیو ہاورڈ دونوں کو ... لیا تھا۔ میں نے انتہائی احتیاط برتی تھی۔ ہمارے میک ... بھی ایسے نہیں تھے کہ کوئی ہمیں یوں شناخت کر ... آخر کرنل وحدت نے ہمیں کیسے شناخت کر لیا! کیا ... کے قبضے میں کوئی جن ہے؟

میں بُری طرح اُلجھ کر رہ گیا تھا۔

"کیا وہ آپ کے کوئی شناسا تھے؟" یاسمین کی آواز مجھے خیالوں کی دُنیا سے واپس ... کھینچ لائی۔

"کس کی بات کر رہی ہو؟" میں نے بے خیالی کے عالم میں پوچھا۔

"وہی جو ابھی ہال کے دروازے میں نظر آئے تھے۔ آپ کو دیکھ کر مسکرائے بھی تھے۔"

"ہاں! وہ میرے ایک پُرانے جاننے والے ہیں۔" میں نے ... ٹالتے ہوئے کہا۔

"تو وہ یہاں کیوں نہیں آئے؟ کیا میری وجہ سے؟"

"ممکن ہے۔" میں نے کہا۔

"انھوں نے آپ کے ساتھی کو بھی دیکھ لیا تھا مگر وہ اُن کے پاس بھی نہیں گئے؟"

میں نے اُسے گھور کر دیکھا۔ "کون سے ساتھی کی بات کر رہی ہو؟" میں نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"ایک ہی تو ساتھی ہیں آپ کے۔" وہ مسکرائی۔ "وہی جن کے ساتھ آپ یہاں آئے ہیں۔ وہ جو اُس میز پر اکیلے بیٹھے ہیں۔" اُس نے اولیو ہاورڈ کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں! وہ میرا ساتھی ہے لیکن تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اُس کا مجھ سے کوئی تعلق ہے؟"

"ارے واہ!" وہ ہنس پڑی۔ "آپ دونوں ایک ساتھ ہی تو یہاں آئے تھے پھر آپ دونوں میں کچھ باتیں ہوئیں اور اس کے بعد وہ صاحب اُس میز پر چلے گئے اور آپ میری طرف آگئے۔"

میں چکرا کر رہ گیا۔ میری دانست میں وہ میرے اور اولیو ہاورڈ کے درمیان کسی تعلق سے قطعی بے خبر تھی۔ اس لیے کہ جب میں نے اُسے دیکھا تھا وہ اپنے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ ایسے میں اتنی تفصیل سے ہمارے بارے میں بیان کر دینا حیرت انگیز ہی کہا جا سکتا تھا لیکن اُس سے فرق ... تھا۔ مسئلہ تو وہیں کا وہیں تھا۔ ہم دونوں میک اپ میں تھے ... جانا ناممکنات میں سے تھا۔

"تمھارا مشاہدہ بہت اچھا ہے۔" میں نے کہا۔

"اس بات کا مشاہدے سے کیا تعلق ہے؟" وہ حیرت سے ...

"اس پورے ہال میں شاید چند ہی افراد کے علم میں یہ بات ہوگی ... میز پر بیٹھا ہوا شخص میرا ساتھی ہے۔"

"وہ سب اپنی اپنی تفریحات میں مگن ہیں۔ اُنھیں اتنی فرصت کہاں کہ کسی اور طرف توجہ دے سکیں۔ جب کہ میں تنہا تھی اور بور ہو رہی تھی ... نظر پڑ گئی تو کون سا کمال ہو گیا۔"

"تو تم اب بور نہیں ہو رہیں؟" میں نے پوچھا۔ میرے لہجے میں شرارت تھی۔

"نہیں!" اُس نے خاصی بے باکی سے جواب دیا۔ "تم دل چسپ آدمی ہو۔"

"تبھی تم نے میرا نام تک پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی؟"

"میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا میرے نزدیک نام کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے اور پھر تم سے میرا کوئی مستقل تعلق تو ہے نہیں کہ میں تمھارا نام معلوم کرنے کی زحمت میں پڑوں۔ کسی کا نام بہت اچھا ہو تو کیا اور اچھا نہ ہو تو کیا۔ اصل چیز تو شخصیت ہوتی ہے۔"

میں اُس کی باتیں بڑے غور سے سُن رہا تھا مگر اولیو ہاورڈ کی طرف سے بھی غافل نہیں تھا۔ وہ سخت اضطرابی کیفیت کا شکار تھا اور کسی بھی لمحے اُٹھ کر میرے پاس آنے والا تھا لیکن اس وقت میں صرف باتیں کرنے کے موڈ میں تھا۔ میں نے کرنل وحدت کے وجود کو یکسر بُھلا دیا تھا۔

"لیکن جو لوگ ہمیں پسند آتے ہیں ہم اُن کا نام جاننا چاہتے ہیں بلکہ اُن کے بارے میں بہت سی باتیں جاننے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ کیا تم اس بات سے انکار کرو گی؟" میں نے کہا۔

"نہیں! اس بات سے انکار ناممکن ہے۔"

"تو کیا میں تمھاری اس بات کو غلط سمجھوں کہ میری شخصیت میں تمھیں کوئی دل چسپی محسوس ہوئی ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "پتا نہیں کیوں ایسا لگتا ہے جیسے تم سے دوبارہ ملاقات نہیں ہوگی اس لیے تم سے تمھارے بارے میں کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں ہو رہی جس کے بارے جتنا کم علم ہو اُس کی یاد اتنا ہی کم ستاتی ہے۔"

"تمھاری چھٹی حس بہت تیز معلوم ہوتی ہے۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ "واقعی اس بات کا امکان ہے کہ دوبارہ ہماری ملاقات نہ ہو پائے لیکن میں تمھیں اپنے بارے میں ضرور بتاؤں گا۔"

"اس سے بہتر یہ ہوگا کہ مجھے اپنے ساتھی کے بارے میں کچھ بتا دو۔ اُس سے کوئی تعلق نہیں ہے نا! اس لیے اُس کے بارے میں جاننے سے میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"یہ محض تمھاری خام خیالی ہے۔ اس کے بارے میں جان کر تمھاری ہستی گُم ہو جائے گی۔"

"میں بہت ڈھیٹ قسم کی چیز ہوں۔ مجھ پر چھوٹی موٹی باتیں اثر انداز نہیں ہُوا کرتیں۔"

"تو سُنو! اُس کا نام اولیو ہاورڈ ہے اور وہ اسرائیل کا رسوائے زمانہ یہودی ایجنٹ ہے۔"

اُس کا مُنہ مارے حیرت کے کُھل گیا۔ "اور تم کون ہو؟" اُس نے بے ساختہ پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"چور کا بھائی گرہ کٹ!" میں نے مسکرا کر کہا۔ "کیا خیال ہے؟"

"ضروری نہیں ہے۔ چور کا بھائی ڈاکو بھی ہو سکتا ہے اور کوئی بہت نیک انسان بھی۔ بتاؤ تم کون ہو؟"

"میرا نام علی یار خاں ہے اور میری زندگی کا مقصد فلسطین کو اسرائیل کے ناجائز تسلّط سے آزاد کرانا ہے۔"

"تم مذاق کر رہے ہو۔" وہ بے اعتباری سے بولی۔ "میری ایسی قسمت کہاں کہ آزادیِ فلسطین کے کسی مُجاہد سے اچانک میری ملاقات ہو۔"

"میں تو بہت چھوٹا سا آدمی ہوں۔ مجھ سے ملاقات کسی کے لیے کیا اعزاز ہو سکتی ہے۔ کاش میں اپنی کوششوں سے فلسطین کا تھوڑا سا حصہ ہی یہودیوں کے تسلّط سے آزاد کرا سکوں تو میں سمجھوں گا میری زندگی کا مقصد حاصل ہو گیا ہے! میں تو خود بہت تہی دست ہوں۔ میرے اختیار میں کوشش کرنے کے علاوہ اور ہے ہی کیا۔ سو میں کر رہا ہوں۔ منزل مل گئی تو ٹھیک! ورنہ یہ زندگی کا سفر رائگاں تو ہے۔"

"تم نے مجھے بہت بڑی خوشی دی ہے۔" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میری بڑی آرزو تھی کہ آزادیِ فلسطین کے کسی مجاہد سے ملاقات ہو جائے لیکن اپنے ساتھی کے بارے میں تم نے مذاق کیا ہے نا؟"

"نہیں! وہ واقعی یہودی ایجنٹ ہے اور ہم دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں۔ میں نے اُس سے ایک وعدہ کیا تھا جسے نبھانے کے لیے میں اُسے اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ جیسے ہی میرا وعدہ پورا ہو گا ہم پھر ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔"

"کیا میں اسرائیل کے خلاف جہاد میں شامل نہیں ہو سکتی؟"

"ضرور ہو سکتی ہو۔ اس کے لیے تمھیں تنظیمِ آزادیِ فلسطین کے کسی مرکز سے رابطہ قائم کرنا ہو گا۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں تمھارے ساتھ کام کروں؟"

"نہیں۔ میرا کام کرنے کا انداز ذرا مختلف ہے۔ پھر یہ کہ میں اپنی مرضی سے کام کرنے کا عادی ہوں۔"

"اگر تم چاہو تو مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کر سکتے ہو۔ میں تمھارے لیے کوئی مسئلہ پیدا نہیں کروں گی۔"

"مجھے افسوس ہے۔ تمھارا دل توڑنا مجھے ذرا اچھا نہیں لگ رہا لیکن تمھاری فرمائش پوری کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔"

اُس کے چہرے پر مایوسی کے دبیز سائے پھیل گئے لیکن اس نے اپنے تاثرات چھپانے کی بھرپور کوشش کی۔ "وہ صاحب جو تھوڑی دیر پہلے ہال کے دروازے پر نظر آئے تھے اُن کا تعلق تنظیمِ آزادیِ فلسطین سے ہے؟"

"تمھارے ملک کی ملٹری انٹیلی جنس کا ایک ذہین [...] وحدت جو مجھے اور اولیو ہاورڈ کو گرفتار کرنے کے چکر میں [...]"

"تمھیں گرفتار کرنے کے چکر میں کیوں ہے؟"

"میرا مطالبہ ہے کہ اولیو ہاورڈ کو میرے ساتھ جا[...] لیکن وہ اسے گرفتار کرنے کے دَرپے ہے۔ میں چونکہ اس کی [...] کر رہا ہوں اس لیے میں بھی مجرم ٹھہرا۔ میں بہرحال اپنا وعد[ہ پورا کرنے] کے لیے مجبور ہوں اور کرنل وحدت کا فرض کہتا ہے کہ ا[...] ایجنٹ کو اُس کے ملک سے کسی قیمت پر بھی بچ کر نہیں نکل[نے دیا جائے]۔"

"کیا کرنل وحدت ابھی تک تم لوگوں کو گرفتار کر[نے میں] کامیاب نہیں ہو سکا؟"

"میں اولیو ہاورڈ کو دو بار اس کی قید سے چھڑا چکا ہو[ں]۔ اب تیسری بار اُس نے پھر اپنا گھیرا میرے گرد تنگ کر دیا [ہے]۔"

"تو یہ بات ہے۔" وہ مسکرائی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"تمھارے پیچھے ملٹری انٹیلی جنس لگی ہوئی ہے اور [تم] چھپتے پھرتے ہو....."

"تم غلط سمجھیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "م[یں تو] وقت گزاری کے لیے تمھارے پاس آ بیٹھا تھا۔ اس سلسلے [میں تمھیں] استعمال کرنے یا تم سے مدد لینے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ جھینپ گئی۔ "میں [نے تو] بھی پیش کش کی تھی کہ اسرائیل کے خلاف جہاد میں اگر میں بھی کو[ئی کام] کر سکوں تو یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔"

"اس کا جواب میں تمھیں پہلے ہی دے چکا ہوں۔" میں [نے اٹھتے] ہوئے کہا۔ "اور اب میں جا رہا ہوں۔"

"سنو!" وہ مضطربانہ انداز میں ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ "یہ چا[بی] لو۔ باہر میری کار موجود ہے۔ ممکن ہے تمھیں ضرورت پڑے۔"

"شکریہ۔ اب کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی۔ اب [میں] کرنل وحدت کا مہمان ہوں۔ وہی میرے لیے سواری کا بندو[بست] کرے گا۔" میں نے کہا اور جانے کے لیے مُڑا۔

"ایک بات اور۔" وہ جلدی سے بولی۔ "آج [...] یاسمین ہے۔ یہ نام میرے دل میں فلسطین کے ایک مجاہ[د کی یاد] ہمیشہ تازہ کرتا رہے گا۔"

"اس عزت افزائی کا شکریہ۔" میں نے سنجیدگی سے [کہا۔ "اب مجھے] اجازت دو۔ اولیو ہاورڈ بہت بے چین ہے۔ خدا حافظ!"

"اللہ حافظ!" اُس نے ہاتھ ہلایا اور میں اُس کی طر[ف] دیکھے بغیر اولیو ہاورڈ کی میز پر جا پہنچا۔

"تم نے اُسے دیکھ لیا تھا پھر بھی اتنے اطمینان سے [...]"

[...]ی سے باتیں کیے جا رہے تھے۔" اولیو ہاورڈ میرے بیٹھنے کا انتظار کیے بغیر ہی شروع ہو گیا۔

"اب تو اطمینان ہی اطمینان ہے۔" میں نے اُس کے مقابل والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ یہاں تک پہنچا کیسے؟" اولیو ہاورڈ نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"تم خود کو بہت ذہین سمجھتے ہو نا۔" میں طنزیہ لہجے میں بولا۔ "اور عربوں کو بے حد حقیر گردانتے ہو۔ دیکھ لو ایک عرب نے کس درجہ ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے۔"

"میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آ رہا۔" اولیو ہاورڈ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ نہ صرف یہاں تک پہنچ گیا بلکہ اُس نے ہمیں پہچان بھی لیا۔"

"یہ اُس کا کارنامہ ہے اولیو ہاورڈ اور اس کارنامے کی روشنی میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک غیر معمولی آدمی ہے۔ اس کی گرفت سے نکلنا آسان نہیں ہو گا۔"

"یہ بات تم کہہ رہے ہو علی؟" اولیو ہاورڈ نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں اور اس لیے کہہ رہا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہو۔ میں تنہا ہوتا تو کسی نہ کسی طرح نکل ہی جاتا۔"

"کیا اس بات کا مطلب یہ ہے کہ تم نے خود کو کرنل وحدت کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟"

"حوالے کرنے کا فیصلہ؟" میں تحقیر آمیز انداز میں ہنسا۔ "عقل کے ناخن لو اولیو ہاورڈ! اس مرحلے پر خود کو اُس کے حوالے کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اُس نے بُری طرح سے ہمیں گھیر لیا ہے۔ فرار کی ہر راہ مسدود کر دی ہے۔"

"یہاں بیٹھے بیٹھے تم یہ بات کیسے کہہ رہے ہو؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "یہاں تو اُس کا کوئی آدمی بھی نہیں ہے۔"

"تم شاید کبھی نہیں سُدھرو گے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "تم دیکھ چکے ہو کرنل وحدت کس پیمانے پر کام کرنے کا عادی ہے۔ اس کے باوجود یہ توقع کر رہے ہو کہ اُس نے ہمارے فرار کا کوئی راستہ چھوڑ دیا ہو گا؟"

"تو مجھے کیا معلوم تمھارے ذہن میں کیا ہے؟"

"اس وقت تو اُلجھنیں ہی اُلجھنیں ہیں اور ہر اُلجھن صرف کرنل وحدت ہی حل کر سکتا ہے۔ اس کا ہم تک پہنچ جانا اور ہمیں پہچان لینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ تم خود بتاؤ، اگر تم مجھے اس میک اپ میں دیکھتے تو کیا پہچان لیتے؟"

"نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں ہرگز نہیں پہچان سکتا تھا۔"

"اور اُس نے کتنی آسانی سے ہمیں پہچان لیا۔ یہ ایک بہت بڑی اُلجھن ہے۔ جتنا اس بات پر غور کرتا ہوں اتنا ہی اُلجھتا چلا جاتا ہوں۔"

"تو اب کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

"اس وقت تو اگر میں تنہا ہوتا تب بھی فرار ہونے کی کوشش نہ کرتا۔ یہ اُلجھن چونکہ کرنل وحدت ہی رفع کر سکتا ہے لہٰذا میں چُپ چاپ اُس کی قید میں چلا جاتا۔"

"وہ ہمیں پہچاننے کے باوجود خاموشی سے واپس کیوں چلا گیا؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"باہر وہ یا اُس کے آدمی ہمارے منتظر ہوں گے۔ آؤ چلیں۔"

میں اور اولیو ہاورڈ اُٹھ کر ہال کے دروازے کی طرف بڑھے۔ میں نے یاسمین کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ رنگ و نور اور موسیقی کا طوفان پیچھے رہ گیا۔ ہم دروازہ کھول کر باہر کوریڈور میں نکل آئے۔ حسبِ توقع وہاں کرنل وحدت کے آدمی ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے لیکن وہ فوجی وردیوں میں نہیں بلکہ بہترین تراش خراش کے نفیس سُوٹوں میں ملبوس تھے۔ وہ ہوٹل کی راہداری میں بکھرے ہوئے تھے اور اُن کے انداز سے ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ وہاں کسی کی نگرانی کرنے کے لیے موجود ہیں۔ نہ صرف میں نے بلکہ اولیو ہاورڈ نے بھی اُن سب کو ایک ہی نظر میں شناخت کر لیا تھا۔ اُن کے سولجر کٹ بال انھیں اور نمایاں کر رہے تھے۔

"دیکھ رہے ہو اولیو ہاورڈ۔" میں نے سرگوشی کی۔ "کیا ان لوگوں سے بچ کر نکلنا ممکن ہے؟"

"نہیں!" اولیو ہاورڈ نے بھرّائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "اُنھوں نے بُری طرح ہمیں گھیر رکھا ہے۔"

میں نے ہوٹل سے باہر جانے والے راستے کی طرف قدم بڑھائے لیکن میں زیادہ دُور نہیں جا سکا۔ سامنے سے آتے ہوئے دو افراد اچانک رُک گئے۔

"اس طرف تشریف لے چلیے جناب۔" اُنھوں نے بڑی شائستگی سے اوپر جانے والے زینوں کی طرف اشارہ کیا۔ اُن دونوں کے ہاتھ کوٹوں کی جیبوں میں تھے۔

"شکریہ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اس وقت ہم جلدی میں ہیں۔ پھر کسی وقت آئیں گے۔"

"رات کے اس پہر اس اجنبی شہر میں کہاں بھٹکتے پھریں گے؟ ہم نے آپ کے لیے قیام و طعام کا بندوبست کیا ہے۔ کچھ دیر ہمیں بھی شرفِ میزبانی بخشیے۔"

"کیا خیال ہے اولیو ہاورڈ؟" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پلٹ کر کہا "سنا ہے دل توڑنا اچھی بات نہیں ہوتی۔"

"ان کی بات مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا مگر اس کا لہجہ شکست خوردہ تھا۔

"ہمیں زیادہ باتیں کرنے کی اجازت نہیں ہے۔" دوسرا شخص غرایا۔ "چلو۔"

"ناراض کیوں ہوتے ہو بھائی۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ہم چل رہے ہیں۔"

ہمیں سیڑھیوں کے ذریعے تیسری منزل پر واقع ایک کمرے کے سامنے لے جایا گیا۔ ایک شخص نے بڑھ کر کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ۔" اندر سے سنائی دینے والی آواز میں نے صاف پہچانی تھی۔ وہ کرنل وحدت کی آواز تھی۔

"تم دونوں اندر چلے جاؤ۔" ہمیں حکم دیا گیا۔

میں نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ کمرے میں تیز روشنی پھیلی تھی۔ کرنل وحدت کی پشت میری طرف تھی۔ وہ کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا۔ سامنے والی دیوار کے دونوں کونوں کے ساتھ دو اسٹین گن بردار کھڑے تھے۔ دونوں اسٹین گنوں کا رخ دروازے کی طرف تھا۔

"میں حاضر ہو سکتا ہوں کرنل وحدت۔" میں نے بلند آواز میں کہا۔

میری آواز سن کر کرنل وحدت مڑا۔ اس نے مجھے بہت ہی غور سے دیکھا۔ "اولیو ہاورڈ کہاں ہے؟"

"جاؤ تمہیں بلا رہے ہیں۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف پلٹ کر کہا اور خود باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

"تم بھی آجاؤ علی یار خان۔" کرنل وحدت نے سخت لہجے میں کہا۔ "اس وقت میری مرضی کے بغیر اس ہوٹل سے ایک چڑیا کا بچہ بھی باہر نہیں نکل سکتا۔"

"مجھے اچھی طرح معلوم ہے کرنل وحدت۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ دونوں اسٹین گن بردار پتھر کے مجسموں کی طرح ساکت و صامت کھڑے تھے۔ میں آگے بڑھ کر کمرے میں موجود صوفہ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ "تم بھی آجاؤ۔" میں نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔

"تم نے اپنی قیمت بہت بڑھا لی ہے علی یار خان۔" کرنل وحدت نے کہا۔

"او ہو! مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا نیلام ہو رہا ہے۔"

"تمہاری وجہ سے بہت نقصان ہوا ہے۔" کرنل وحدت غرایا۔ "چار پولیس کاریں ناکارہ ہو گئیں۔ کچھ پولیس والے زخمی بھی ہوئے ہیں۔"

"کیا تم نے یہی بتانے کے لیے مجھے یہاں بلوایا ہے؟"

کرنل وحدت نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "ماضی میں [illegible] سو ہوا۔ اب تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی جائے گی۔"

"فرار ہونے کے لیے رعایتوں کی نہیں صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"اسی لیے تم دوبارہ میری قید میں نظر آ رہے ہو۔" [illegible] نے زوردار قہقہہ لگایا۔

"میں دوسروں کی تعریف کرنے میں کبھی بخل [illegible] نہیں لیتا کرنل وحدت! چاہے وہ شخص میرا دشمن [illegible] نہ ہو۔" میں نے کہا۔ "اور تمہیں تو میں دشمن ہی نہیں سمجھتا [illegible] یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تمہارے اس کارنامے کی تعریف نہ کروں۔ میں حیران ہوں کہ تم نے یہ سب کچھ کیسے [illegible] ہو گا؟"

"تمہیں دوبارہ اپنی گرفت میں دیکھنے کے [illegible] نے جتنے پاپڑ بیلے ہیں، یہ میرا ہی دل جانتا ہے لیکن [illegible] اپنی قید میں دیکھ کر جس قدر خوشی مجھے ہو رہی ہے وہ [illegible] محنت کا ثمر ہے۔"

"میں تمہاری کیفیات بخوبی سمجھ سکتا ہوں کرنل [illegible] لیکن تم نے ہمارا اتنا طویل تعاقب کیا کیسے؟"

"دراصل تمہارے فرار کا راز افشا ہونے میں [illegible] ہو گئی تھی۔ جن فوجیوں کو تم نے بے ہوش کیا تھا انہیں [illegible] گھنٹے بعد ہوش آیا۔ ہمیں اس مقام تک واپس پہنچنے [illegible] تم وین سے کود کر فرار ہوئے تھے...... مزید دو [illegible] گئے۔ اس طرح ہمارے چار قیمتی گھنٹے تو ابتدا ہی میں [illegible] ہو گئے۔ وہاں سے نزدیکی قصبے میں تم دونوں کا سراغ [illegible] گیا لیکن ظاہر ہے تمہاری منزل مقصود تو ہمارے علم [illegible] آ سکتی تھی چنانچہ میں نے فوری طور پر تمام شہروں کے راستوں کی نگرانی کا حکم دے دیا۔"

"کہنے اور سننے کے لیے بڑی سادہ اور آسان [illegible] ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ کتنا مشکل کام تھا۔ تمہاری [illegible] اور ہوتا تو ہم بچ کر نکل جاتے۔"

"اور اگر تمہاری جگہ کسی اور کو میں نے اس طرح گرفتار کیا ہوتا تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی لیکن میں نے [illegible] علی یار خان کے خلاف [illegible] حاصل کی ہے۔ وہ علی یار خان [illegible] نے اسرائیلی حکام کو ناکوں چنے چبوا رکھے ہیں۔"

"تم نے اس شہر میں اپنے آدمیوں کا جال بچھا [illegible] تھا۔" اولیو ہاورڈ نے کرنل وحدت سے کہا۔ "کیا تم [illegible] میں اسی طرح اپنے آدمی بکھیر رکھے تھے؟"

"نہیں اولیو ہاورڈ۔" میں نے کرنل وحدت کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات دیکھ کر جلدی سے کہا۔ اسے اولیو ہاورڈ کا بولنا گراں گزرا تھا۔ "ہم جس بس سے اتر کر پیدل فرار ہوئے تھے۔ جب شہر کے داخلی راستے پر اس کی چیکنگ ہوئی ہو گی تو پوچھ گچھ کے دوران یہ بات علم میں آئی ہو گی کہ بس سے دو افراد اتر چکے ہیں۔ مزید پوچھ گچھ کے ذریعے ہمارے حلیے بھی ان لوگوں کے علم میں آ گئے ہوں گے۔ اس بات کی رپورٹ کرنل وحدت کو دی گئی ہو گی اور کرنل وحدت کے لیے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا کہ اب ہم پیدل کسی راستے سے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا کرنل وحدت نے فوری طور پر ہائی وے کے آس پاس واقع مضافاتی علاقوں میں اپنے آدمی پھیلا دیے ہوں گے تاکہ ہم شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہوئے پکڑے جائیں۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو علی۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "یہ نتیجہ تو ایک بچہ بھی نکال سکتا تھا۔ مجھے حیرت ہے کہ اتنی معمولی سی بات اولیو ہاورڈ جیسے ذہین ایجنٹ کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔ تم نے اطمینان کر لیا ہے علی! یہ اصل اولیو ہاورڈ ہی ہے نا؟"

اہانت کے شدید احساس سے اولیو ہاورڈ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"اس بات کی اطلاع تمہیں کہاں ملی تھی کہ ہم بس سے اتر کر فرار ہو گئے ہیں؟" میں نے کرنل وحدت سے پوچھا۔

"اس وقت میں ایک فوجی طیارے میں اس شہر کی طرف آ رہا تھا۔ یہ اطلاع موصول ہوتے ہی میں نے طیارے سے ہی مزید ہدایات جاری کر دی تھیں۔"

"تمہیں یہ اندازہ کیسے ہوا کہ ہم اسی شہر کی طرف آئیں گے؟" میں نے پوچھا۔

کرنل وحدت مسکرایا۔ "ملک سے باہر جانے کے لیے پروازیں اسی شہر سے مل سکتی ہیں۔ تم ملک سے باہر جانا چاہتے تھے نا؟ تمہارا یہاں آنا لازمی تھا۔"

"یہ سب کچھ تو وہ تھا جو تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ بھی کر سکتا تھا لیکن اب میں تمہاری کارکردگی کے اس پہلو کی طرف آتا ہوں جس نے مجھے شدید ذہنی الجھن میں مبتلا کر رکھا ہے۔" میں نے کہا۔ "تم اس ہوٹل تک کیسے پہنچے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تم نے مجھے اور اولیو ہاورڈ کو کیسے پہچانا جبکہ ہم اپنے حلیے مکمل طور پر تبدیل کر چکے تھے؟"

کرنل وحدت کی آنکھوں میں تفاخر کا تاثر ابھرا۔ "یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔" اس نے کہا۔ "اس شہر میں پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر بعد مجھے اطلاع ملی کہ تم نے ایک کار اڑا لی ہے۔ چنانچہ فوری طور پر پولیس ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کیا گیا اور تمہارا تعاقب شروع ہو گیا۔ پولیس کاروں سے مدد لینے کی ضرورت اس لیے پڑی کہ فوجی گاڑیاں عموماً بھاری ہوتی ہیں اور شہر کی چھوٹی سڑکوں پر کاروں سے بہ آسانی مات کھا جاتی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ تمہیں پولیس کاروں کے ذریعے گھیرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ تاہم میں نے شہر سے باہر جانے والی تمام سڑکوں کی ناکا بندی کروا دی تھی تاکہ اگر تم شہر سے فرار ہونے کی کوشش کرو تو ناکام ہو جاؤ۔"

"لیکن میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔" کرنل وحدت بھی جواباً مسکرایا۔ "یہ تمہاری خوش قسمتی تھی ورنہ شہر سے باہر جانے والی سڑکیں نہ صرف بند تھیں بلکہ وہاں ایسے انتظامات بھی تھے کہ تمہیں گھیر لیا جاتا اور تم وہاں سے بچ کر نہ نکل پاتے۔"

"بچ کر تو خیر تم نے مجھے اب بھی نہیں نکلنے دیا۔" میں نے کہا۔

"تم بہت مطمئن نظر آ رہے ہو۔" کرنل وحدت نے مجھے گھورا۔ "اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اب پھر فرار ہو جاؤ گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔"

"ارے نہیں کرنل وحدت۔" میں ہنس کر بولا۔ "مطمئن رہنا تو میری عادت ہے۔"

"تمہیں ہوشیار کرنا میرا فرض تھا۔ اس بار میں نے واضح ہدایات جاری کر دی ہیں۔ اگر تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تو تمہیں گولی مارنے سے بھی دریغ نہیں کیا جائے گا۔"

"اس مہربانی کا شکریہ کرنل وحدت۔" میں نے اس کی بات کا اثر لیے بغیر کہا۔ "ہاں تو تم کچھ بتا رہے تھے؟"

کرنل وحدت چند لمحے مجھے گھورتا رہا۔ پھر شانے جھٹک کر بولا۔ "جس وقت پولیس کاریں تمہیں شہر کی سڑکوں پر گھیرنے کی کوششیں کر رہی تھیں میرا ان سے رابطہ قائم تھا اور شہر کا نقشہ میرے سامنے موجود تھا۔ میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ آیا تم کسی خاص روٹ پر سفر کر رہے ہو یا تمہارا مقصد کچھ اور ہے۔ یہ بات مجھ سے پوشیدہ نہ رہ سکی کہ تمہاری کوئی خاص منزل نہیں تھی۔ اس نتیجے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تک پہنچتے ہی میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ پھر تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟"

میں متحیّرانہ انداز میں کرنل وحدت کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بڑے سائنٹیفک انداز میں کام کرنے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ اس بات کا امکان تھا کہ اُس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے تربیت حاصل کی ہو۔ اولیو ہاورڈ بھی ہمہ تن گوش بنا ہوا تھا مگر کرنل وحدت اچانک ہی خاموش ہو گیا تھا۔

"پھر تم نے کیا نتیجہ اخذ کیا؟" چند لمحے بعد میں نے اُس سے سوال کیا۔

اُس نے چونک کر مجھے دیکھا "تم ہمیں یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ اگر تم فرار ہوئے تو کار ہی پر فرار ہو گے۔ کار کا پیچھا نہیں چھوڑو گے۔"

میں حیران رہ گیا۔ اُس نے واقعی بہت صحیح نتیجہ اخذ کیا تھا۔ میرا مقصد یہی تھا کہ انھیں بھٹکا دوں مگر کیا ہوا؟ کرنل وحدت کی ذہانت کی وجہ سے میں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں کر سکا۔ اُس کی جگہ کوئی بھی ہوتا، اتنی جلدی معاملے کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

"کیا میں نے غلط نتیجہ اخذ کیا تھا؟" کرنل وحدت نے پوچھا۔

"میں تردید نہیں کروں گا کرنل وحدت!" میں نے کہا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں واقعی تمھاری توجّہ کار کی جانب مبذول رکھ کر خود فرار ہونا چاہتا تھا۔"

"بس یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس کی وجہ سے میں نے اتنی تیزی سے تمھارا سراغ لگا لیا۔" کرنل وحدت بولا۔ "میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکا بندی کر دی گئی تھی۔ میں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ شہر کے اندر بھی بہت سی شاہراہوں کی ناکا بندی کرا دی تھی۔ اس کی ضرورت یوں پڑی کہ یہاں پولیس کے پاس اتنی کاریں نہیں ہیں کہ بہ یک وقت پورے شہر کا احاطہ کیا جا سکے۔ میں نے یہ فرض کیا کہ اگر تمھارے پاس موجود کار کی ٹنکی پیٹرول سے فل ہو تب بھی تم کتنی دیر تک سفر کر سکو گے۔ میں نے یہ انتظام بھی کر لیا تھا کہ اگر تم شہر کے کسی بھی پیٹرول پمپ سے پیٹرول لینے کی کوشش کرو تو پکڑے جاؤ لیکن میرے اندازے کے مطابق تم اتنا سفر کر چکے تھے کہ کار کی ٹنکی میں پیٹرول ختم ہو گیا ہوگا۔ میں نے تمام پولیس کاروں کو ہدایت کی کہ اب تمھاری کار کو ایسی جگہوں پر تلاش کیا جائے جہاں کار پارک کی جا سکتی ہو۔ میں نے علاقے خاص طور پر نشان زد کیے۔ چنانچہ جلد ہی [illegible] کر لی گئی۔"

"لیکن کار میں تو ایسا کوئی سراغ نہیں تھا جس کے ذریعے ہم تک پہنچا جا سکتا۔" اولیو ہاورڈ بولا۔

"اس کار کے ذریعے تم اس ہوٹل تک تو [illegible] تھے۔" میں نے کرنل وحدت سے کہا۔ "یہاں تک [illegible] سمجھ میں آ گئی مگر یہ بات ابھی تک ناقابلِ فہم ہے [illegible] ہمیں میک اپ میں ہونے کے باوجود پہچان کیسے [illegible]"

کرنل وحدت پُراسرار انداز میں مسکرایا۔ "اگر [illegible] بتاؤں تو تمھیں کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ میں نے کیسے پہچانا؟"

"ہاں، میرا خیال تو یہی ہے کہ یہ عُقدہ میرے لیے لاینحل ہی رہے گا۔"

کرنل وحدت سنجیدہ ہو گیا۔ "میں نے خود کو [illegible] جگہ رکھ کر سوچا اور میرے ذہن کے سارے در [illegible] ہوتے چلے گئے۔ تم میک اپ کے ماہر ہو۔ جس [illegible] کار چھوڑی تھی اُس سے قریب ترین جگہ یہ ہوٹل [illegible] اسٹور رات میں بھی کھلے رہتے ہیں۔ ان سب باتوں [illegible] میں رکھتے ہوئے کار دریافت ہونے کے بعد فوراً [illegible] ہوٹل پر حملہ آور ہو گیا۔ مجھے یہ بات جان کر سخت مایوسی [illegible] آج کسی نے ہوٹل میں کمرے بُک نہیں کرائے مگر [illegible] ہمّت نہیں ہاری اور اسٹورز کو تفتیش کا ہدف بنا [illegible] سے مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ ایک شخص نے لباس کے [illegible] خریدے ہیں۔ لباس خریدنے والے کا حلیہ سوفی صد [illegible] تھا۔۔۔" کرنل وحدت خاموش ہو گیا۔

"اس کے باوجود بھی ہمیں پہچانا نہیں جا سکتا [illegible] ہمارے میک اپ ناقابلِ شناخت تھے۔" اولیو [illegible] نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

"کرنل وحدت کی ذہانت کی تعریف نہ کرنا سخت [illegible] ہو گی۔" میں نے کہا۔ "اس نے ہمیں ہمارے لباس [illegible] شناخت کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر [illegible]

"اسٹور سے کرنل وحدت کو اس لباس کی تفصیل [illegible] ہو گئی ہو گی جو میں نے وہاں سے خریدا تھا اور جو [illegible] وقت ہمارے جسموں پر موجود ہے۔ کرنل وحدت [illegible] اندازہ بھی تھا کہ ہم نے میک اپ بھی کر لیا ہوگا، لہٰذا اُس نے ہمارے لباس کو ہماری شناخت کا ذریعہ بنا لیا۔ کیوں کرنل وحدت؟"

"بلا شبہ یہی بات ہے۔" کرنل وحدت نے اثبات [illegible] سر ہلایا۔ "رہا سہا شبہ تم دونوں کے تاثرات نے [illegible] کر دیا۔"

"اولیو ہاورڈ کی حد تک تو تمھاری بات درست ہے۔" [illegible] نے کہا۔ "لیکن میں تو بالکل پُرسکون تھا۔ میرے تاثرات سے [illegible] تمھیں کوئی مدد نہیں مل سکی ہو گی۔"

"جب میں ہال کے دروازے سے اندر داخل ہوا تو اولیو ہاورڈ مجھے دیکھ کر اضطراب کا شکار ہو گیا۔ تم البتہ پُرسکون رہے لیکن تمھاری توجہ بھی میری طرف تھی۔ تمھاری پہچان کے لیے یوں تو تمھارا لباس ہی بہت کافی تھا لیکن تمھاری توجہ اپنی طرف پا کر مجھے بالکل ہی یقین ہو گیا کہ تم ہی علی یار خان ہو۔"

"اگر مجھے شبہ بھی ہو جاتا کہ تم اتنے غیر معمولی حد تک ذہانت کے حامل ہو تو یقین کرو، میں دوسرے انداز سے کام کرتا اور تم ہرگز مجھ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔" میں نے کہا۔

"دوسروں کی برتری تسلیم کرنا سیکھو علی یار خان۔" کرنل وحدت کا موڈ بگڑ گیا۔ "میں نے واضح طور پر تمھیں شکست دی ہے۔"

"تمھاری برتری سر آنکھوں پر کرنل وحدت لیکن جانتے ہو تمھیں مجھ پر سب سے بڑی کون سی برتری حاصل [illegible] ہے؟"

کرنل وحدت مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ مُنہ سے کچھ نہیں بولا۔

"میں نے تم لوگوں کو اپنا دشمن نہیں [illegible] اور مُروّت میں مار کھا گیا۔" میں نے کہا۔

"ایسی مروّت نہ دیکھی نہ سُنی۔" کرنل وحدت طنزیہ لہجے میں بولا۔ "چار فوجیوں کو بے ہوش کر کے فرار ہوئے پھر یہاں تم نے پولیس کاروں کو نقصان پہنچایا۔ تمھاری وجہ سے کئی پولیس والے زخمی ہوئے۔ کیا اِسی کو مروّت کہتے ہیں؟"

"یقین کرو، یہ سب کچھ میں نے انتہائی مجبوری میں کیا کہ اس کے سوا میرے پاس کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ میں نے حتی الامکان یہی کوشش کی کہ میرے کسی عمل سے یہاں کی حکومت کو یا کسی باشندے کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کرنل وحدت تو تم جھک مارتے رہ جاتے اور میری گرد کو بھی نہ پا سکتے۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو علی یار خاں! تم جس شہرت کے مالک ہو اُس کے پیشِ نظر ایسی باتیں تمھیں زیب نہیں دیتیں۔ اپنی تمام تر ذہانت اور صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کے باوجود تم میرے چنگل میں پھنس گئے۔"

"اِس کا فیصلہ تو وقت کرے گا کرنل وحدت! کہ کون برتر ہے لیکن میں نے تم سے کوئی غلط بیانی نہیں کی، میرا کہا ہوا ایک ایک لفظ حقیقت پر مبنی ہے۔"

"بالکل غلط! مُروّت تو ہم نے تمھارے ساتھ کی ہے اور ابھی تک کر رہے ہیں ورنہ شاید تم زندہ ہی نہ ہوتے۔"

"زندگی اور موت تو خدا کے ہاتھ ہے کرنل وحدت! جب تک میری زندگی لکھی ہے کوئی مجھے نہیں مار سکتا۔"

"لیکن ہم نے تمھیں مارنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ صرف گرفتار کرنے کی کوشش کی تھی اور دیکھ لو ہم نے کتنی کامیابی سے تمھیں دوبارہ گرفتار کر لیا۔"

"تم سے بحث کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "تم اپنے آگے کسی کی سننے کے عادی نہیں ہو۔"

کرنل وحدت نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "اب کسی رعایت کی توقع مت رکھنا۔ میں نے نرمی کی انتہا کر دی ہے۔"

"مجھے پہلے بھی تم سے کسی رعایت کی توقع نہیں تھی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"کل ہی میں تمھارے لیے اعلیٰ حکّام سے اجازت حاصل کرتا ہوں۔" کرنل وحدت غرّایا۔ "تمھارا دماغ درست کرنا بہت ضروری ہے۔"

اس کے بعد کرنل وحدت کے حکم پر ہمیں مُسلّح افراد کی نگرانی میں ہوٹل سے ایک بنگلے پر پہنچا دیا گیا۔ وہ فوجی ریسٹ ہاؤس تھا۔ شاید کرنل وحدت بھی اسی عمارت میں قیام پزیر ہونے کا ارادہ رکھتا تھا اس لیے وہ بھی اُس بنگلے تک ہمارے ساتھ ہی آیا تھا۔ بنگلے کے گیٹ پر فوجی پہرا دے رہے تھے۔

"انھیں تہ خانے میں پہنچا دو۔" کرنل وحدت نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ "اور اِن کی اچھی طرح تلاشی لے لو۔ اِن کے پاس کوئی بھی چیز مت رہنے دینا۔ یہ بہت خطرناک لوگ ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تلاشی کے نتیجے میں مجھے رقم سے بھی محروم ہونا پڑا اور اس کے بعد ہمیں تہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔ تہ خانہ کافی کشادہ تھا مگر اس میں فرنیچر کے نام پر کچھ بھی نہیں تھا بلکہ وہاں سرے سے کچھ تھا ہی نہیں۔ تہ خانہ بالکل ہی خالی پڑا تھا۔ ازراہِ مہربانی ہمیں دریاں فراہم کر دی گئیں۔

"شکر ہے کوئی ٹھکانا تو میسر آیا۔" میں نے ایک دری پر لیٹتے ہوئے کہا۔

"دوبارہ قید ہونے پر تم شکر ادا کر رہے ہو۔" اولیو ہاورڈ حیران ہو کر بولا۔

"تھکن انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اولیو ہاورڈ اور اگر ہم پکڑے نہ جاتے تو معلوم نہیں کب تک سونا نصیب نہ ہوتا۔ بہتر یہی ہے کہ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے آرام کر لیں، بعد میں نہ جانے کس قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑے۔"

لیٹتے ہی مجھ پر نیند کا حملہ ہوا اور مجھے ہوش ہی نہیں رہا کہ کب نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

میری آنکھ جگائے جانے پر ہی کھلی تھی۔ آنکھ کھلنے پر مجھے اولیو ہاورڈ نظر آیا جو مجھ سے پہلے ہی اٹھ چکا تھا اور وہ شخص جو میرے پیروں سے کچھ فاصلے پر موجود تھا، غالباً وہ ہمارے لیے ناشتے کی ٹرے لایا تھا جو قریب ہی رکھی نظر آ رہی تھی۔ ناشتا لانے والے کی حفاظت کے لیے دو مسلح افراد بھی موجود تھے۔

"اس تہ خانے میں باتھ روم بھی موجود ہے۔" اُس شخص نے اطلاع دی۔

"کرنل وحدت کہاں ہے؟" میں نے اُس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہمیں کچھ نہیں معلوم۔" جواب ملا اور تینوں افراد تہ خانے سے چلے گئے۔

ناشتے کے دوران اولیو ہاورڈ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ "کسی گہری سوچ میں ہو اولیو ہاورڈ؟" میں نے کہا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ اس بار ہم بہت بے تکے پھنسے ہیں۔"

"پھنسنا ہمیشہ ہی بے تکا ہوتا ہے، تُک سے کون پھنستا ہے؟"

"میرا مطلب ہے، ہمیں یہاں تو رکھا نہیں جائے گا، کسی اور شہر منتقل کر دیا جائے گا۔"

"قید تو قید ہوتی ہے اولیو ہاورڈ، خواہ کسی شہر میں ہمیں رکھا جائے، کیا فرق پڑتا ہے؟"

"اگر ہم پکڑے نہ جاتے تو بڑی آسانی سے ملک سے نکل سکتے تھے۔"

"میں بھی اس بات سے بہ خوبی واقف ہوں۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا اس بات سے تمھارا کوئی خاص مقصد..."

"ہاں۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "اگر اب بھی یہاں سے فرار کی کوئی صورت نکل آئے تو ہم ملک سے باہر... سکیں گے۔"

"اس کے لیے اس شہر کی کیا تخصیص ہے، ہم کہیں... بھی ملک سے باہر نکلنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

"دراصل یہاں میرے کچھ خاص روابط ہیں۔" اولیو... نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! یہودی لابی؟"

"ہاں۔" اولیو ہاورڈ نے طویل سانس لی۔ "لیکن یہ... راز ہے جس میں اگر میں نے تمھیں شریک کیا تو مجبور... کروں گا۔ کیا تم مجھ سے وعدہ کر سکتے ہو کہ یہ راز... نہیں ہوگا؟"

"راز کیا خاک ہوگا۔" میں نے بڑا سا منہ بنا کے... "اسرائیلی ایجنٹ یہاں کی حکومت کے خلاف... ہوں گے۔"

"بے شک، وہ اسرائیلی ایجنٹ ہیں لیکن اُن... اصلیت سے کوئی واقف نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے...

"ایجنٹ ہمیشہ چھپ کر کام کرتے ہیں اولیو... اور اُن کی اصلیت سے بھی کوئی واقف نہیں ہوتا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو علی! جن لوگوں کا میں تذکرہ کر... وہ دراصل اس ملک میں تجارت کر رہے ہیں، لیکن یہاں... والے اسرائیلی ایجنٹوں کو تحفظ فراہم کرنا اُن کی ذمے دار... یہ کام بھی وہ حتی الامکان خفیہ رہ کر کرتے ہیں، براہِ راس... کسی سرگرمی میں ملوث نہیں ہوتے۔"

"اچھا چلو، میں وعدہ کر لیتا ہوں کہ اس ضمن میں... معلومات حاصل ہوں گی انھیں راز ہی رکھوں گا۔ آ...

"میں تو تمھیں کوئی معلومات فراہم نہیں کر رہا۔" اولیو... ہاورڈ نے کہا۔

"تو اتنی دیر سے میرا دماغ کیوں چاٹ رہے..." میں جھنجلا گیا۔

"میرا مقصد تھا کہ اگر ہم ان کی قید سے فرار ہو... کامیاب ہو گئے تو پھر ہمیں ایک پناہ گاہ مل جائے گی۔"

"یہ بات تم پہلے بھی کر سکتے تھے۔ اب گرفتار ہونے کے بعد تمھیں یہ خیال آ رہا ہے۔"

"اگر مجھے یہ اندازہ ہوتا کہ ہم اتنی آسانی سے گرفتار ہو جائیں گے تو میں پہلی فرصت میں اُن لوگوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا اور سوچ میں پڑ گیا۔ حالات اتنے خراب ہو گئے تھے کہ اس ملک سے نکلنے کے لیے کسی نہ کسی سہارے کی سخت ضرورت تھی، ورنہ وہاں سے نکلنے میں بہت وقت لگ جاتا۔ ادھر کرنل وحدت کی قید سے فرار ہونے میں بھی تیزی دکھانے کی ضرورت تھی۔ میرا بہت وقت ضائع ہو چکا تھا اور اب مجھ میں مزید برداشت کی تاب نہیں رہی تھی، میں نے فیصلہ کر لیا کہ ہر قسم کی مصلحت بالائے طاق رکھ کر وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔

"کیا سوچنے لگے علی؟" اولیو ہاورڈ نے مجھے ٹوکا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ کیا اب یہاں سے فرار ہونا ممکن ہوگا؟" میں نے کہا۔

"بہت مشکل ہے۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "یہ لوگ بہت محتاط ہو گئے ہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ناشتے سے فارغ ہو کر باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ میں باتھ روم کے دروازے پر ہی پہنچا تھا کہ تہ خانے کا دروازہ کھلا اور وہی تینوں افراد اندر داخل ہوئے جو ناشتا لے کر آئے تھے۔

"سنو، مجھے کرنل وحدت سے ملنا ہے۔" میں نے اُن سے کہا۔ "کیا اُن سے ملاقات ہو سکے گی؟"

"ہمیں کچھ نہیں معلوم۔" نہایت بے رُخی سے جواب ملا۔ "وہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔"

میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ یہ بڑی اچھی بات تھی کہ کرنل وحدت کہیں گیا ہوا تھا۔

"کچھ اندازہ ہے، وہ کب تک واپس آ جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"دوپہر سے پہلے مشکل ہے لیکن تمھارے لیے بہتر یہی ہے کہ خاموش رہو۔"

"اب کوئی بات نہیں کروں گا۔" میں نے نہایت سعادت مندی سے کہا اور بڑی پھرتی سے اُن پر چھلانگ لگا دی۔ اُن کے لیے میری یہ حرکت انتہائی غیر متوقع تھی تاہم انھوں نے اسٹین گنوں کو جنبش دینے کی کوشش کی تھی مگر ٹرائیگر دبانے کی حسرت اُن کے دلوں میں ہی رہ گئی تھی۔ میرے دونوں بازو بڑی مضبوطی سے اُن دونوں کی گردنوں کے گرد حائل تھے۔ گردنیں چھڑانے کی جدوجہد میں اسٹین گنیں اُن کے ہاتھوں سے نکل گئیں۔ تیسرے فرد کو اولیو ہاورڈ نے چھاپ لیا تھا۔ چند ہی لمحوں بعد تینوں افراد تہ خانے کے فرش پر بے ہوش پڑے تھے اور اولیو ہاورڈ اسٹین گنوں کی طرف جھپٹ رہا تھا۔

"نہیں اولیو ہاورڈ۔" میں نے سختی سے کہا۔ "اسٹین گنوں کو ہاتھ بھی مت لگانا۔"

"کیوں نہیں۔" اولیو ہاورڈ حیران رہ گیا۔ "ہمیں ان کی ضرورت پڑے گی۔"

"اسلحے کا سہارا لیے بغیر ہمیں یہاں سے فرار ہونا ہے۔" میں نے کہا اور ایک بے ہوش شخص کی جیب میں موجود رقم اپنی جیب میں منتقل کر لی۔

"تم حماقت کر رہے ہو علی۔"

"چلو۔" میں نے اولیو ہاورڈ کو گدی سے پکڑ کر سیڑھیوں کی طرف دھکیلا اور وہ ناچار سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ اوپر پہنچ کر میں نے تہ خانے کا دروازہ ذرا سا کھول کر باہر جھانکا۔ راہداری میں کوئی نہیں تھا۔ میں نے اولیو ہاورڈ کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں راہداری میں نکل آئے۔ معلوم نہیں اس وقت عمارت میں لوگ موجود نہیں تھے یا اگر موجود تھے تو کمروں میں تھے لیکن ہمیں کوئی نظر نہیں آیا۔ میرا رُخ عمارت کی عقبی سمت کی طرف تھا۔

عمارت کا عقبی دروازہ بہ آسانی مل گیا۔ قسمت یاوری کر رہی تھی کہ عقبی سمت میں پہرا بھی نہیں تھا۔ ہم کمپاؤنڈ وال پھاند کر عقبی گلی میں پہنچ گئے۔ میرا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ ہمیں بہت بڑی کامیابی بڑی آسانی سے حاصل ہو گئی تھی۔

ہم تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے سڑک تک پہنچ گئے۔ ہمیں ہر آن یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں کوئی ہمیں دیکھ نہ لے مگر قسمت بہت اچھی تھی کہ کسی نے ہمیں نہیں دیکھا۔

سڑک پر اچھی خاصی چہل پہل تھی لیکن ہم رُکے بغیر چلتے رہے۔ مختلف سڑکوں سے ہوتے ہوئے کوئی آدھے گھنٹے بعد اولیو ہاورڈ ایک ریستوران کے سامنے رُک گیا۔

"آؤ اندر چلتے ہیں۔" اُس نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہاں کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تھوڑی دیر کے لیے ہم یہاں محفوظ ہو جائیں گے اور میں یہاں سے اپنے ساتھیوں کو فون کر کے بلا لوں گا۔"

ہم ریسٹوران میں داخل ہو گئے۔ ریسٹوران کی کم ہی میزیں آباد نظر آ رہی تھیں۔ ہم ایک گوشے میں جا بیٹھے۔

"تم ویٹر سے چائے منگواؤ، میں فون کر کے آتا ہوں" اولیو ہاورڈ نے کہا اور اُٹھ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے ویٹر سے چائے لانے کو کہا اولیو ہاورڈ کو دیکھنے لگا جو فون پر بات کر رہا تھا۔

"کیا رہا؟" اولیو ہاورڈ فون کر کے واپس آیا تو میں نے اُس سے پوچھا۔

"ہمیں پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑے گا۔" اُس نے بتایا "ایک کار ہمیں لینے آ رہی ہے۔"

ہم نے جلدی جلدی چائے ختم کی۔ اس دوران میں میری نظریں مستقل گرد و پیش کا جائزہ لینے میں مصروف رہی تھیں۔ ہمارے فرار کا راز کسی بھی وقت فاش ہو سکتا تھا اور کسی وقت بھی ہماری تلاش شروع ہو سکتی تھی لیکن کہیں کوئی مشکوک نقل و حرکت نہیں دکھائی دی۔

"جو شخص ہمیں لینے آ رہا ہے کیا تم اُس کے صورت آشنا ہو؟" دفعتاً میں نے اولیو ہاورڈ سے پوچھا۔

"نہیں! نہ میں اُس کا صورت آشنا ہوں اور نہ ہی وہ میرا صورت آشنا ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"پھر شناخت کا کیا ذریعہ ہو گا؟"

"کوڈ ورڈز۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"وہ تو بعد کی بات ہے۔" میں نے کہا "تم اُس شخص کو پہچانو گے تبھی تو کوڈ ورڈز کا تبادلہ ہو گا۔"

"طے یہ ہوا ہے کہ سیاہ رنگ کی ایک شیورلیٹ کار ریسٹوران کے سامنے رُک کر مخصوص انداز میں ہارن بجائے گی اور ہم اُس کے ڈرائیور کو کوڈ ورڈز کے ذریعے اپنی شناخت کرائیں گے۔"

چائے ختم کر کے ہم نے بل ادا کر دیا۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد ریسٹوران کے دروازے سے باہر سڑک پر سیاہ رنگ کی شیورلیٹ کار رُکتی نظر آئی۔ مخصوص انداز میں ہارن بجایا گیا اور ہم اُٹھ کر کار کی طرف بڑھے۔ اولیو ہاورڈ تیزی کے ساتھ آگے بڑھا تھا جبکہ میں میانہ روی سے چل رہا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اولیو ہاورڈ اپنے کوڈ ورڈز مجھ سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ ورنہ اُس وقت مجھے اُن کوڈ ورڈز سے کوئی دل چسپی بھی نہیں تھی۔

اولیو ہاورڈ مجھ سے کافی پہلے کار تک پہنچ گیا۔ اُس اور کار ڈرائیور کے درمیان کچھ جملوں کا تبادلہ ہوا جس کے بعد مطمئن ہو کر ڈرائیور نے پچھلی جانب کا دروازہ کھول دیا۔ اس دوران میں میں بھی کار کے قریب پہنچ چکا تھا۔

"بیٹھو!" اولیو ہاورڈ نے مجھے پہلے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے کار میں بیٹھنے سے قبل ایک بار پھر اطراف پر نگاہ دوڑائی۔ کہیں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آ رہا تھا جس پر نگرانی کا شبہ کیا جا سکتا۔ میں مطمئن ہو کر کار میں بیٹھ گیا۔ کار میں بیٹھتے ہی مجھے سکون کا احساس ہوا خطرات کی طرف سے بھی اور گرمی کی طرف سے بھی۔ کار ایئر کنڈیشنڈ تھی۔

میرے بعد اولیو ہاورڈ بھی کار میں بیٹھ گیا اور کار سڑک پر گویا تیرنے لگی۔ میری نظریں کار کی کھڑکی کے باہر بھٹک رہی تھیں۔ راستے ذہن میں محفوظ کرنے کے علاوہ میری توجہ اس بات پر بھی تھی کہ کہیں ہمارا تعاقب نہ کیا جا رہا ہو لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

تمام راستے خاموشی سے سفر ہوا اور پھر کچھ دیر بعد ایک عمارت کے سامنے رُک گئی۔ اس علاقے میں کاروباری اداروں کے دفاتر تھے۔

اولیو ہاورڈ مجھے کار سے اُترنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اُتر گیا۔ کار سے اُترنے کے بعد وہ ڈرائیور سے کچھ کہے بغیر ہی عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ میں اُس کے ساتھ تھا۔

"میں اپنا ایک راز تمہارے حوالے کرنے جا رہا ہوں علی!" لفٹ کی طرف بڑھتے ہوئے اُس نے مجھ سے کہا "حالات کے ہاتھوں میں اتنا بے بس ہو گیا ہوں کہ میری وجہ سے اسرائیل کے لیے صرف مشکلات ہی پیدا ہو رہی ہیں۔ تم نے مجھ سے وعدہ تو کر لیا ہے لیکن اس کے باوجود میں خائف ہی ہوں۔ ظاہر ہے اگر تم نے بعد میں وعدہ خلافی کی تو میں کچھ بھی نہیں کر سکوں گا۔"

"بے فکر رہو اولیو ہاورڈ۔" میں نے کہا "یہاں سے نکلنے کے دوران تمہارے جتنے راز بھی میرے علم میں آئیں گے وہ سب کے سب راز ہی رہیں گے۔"

"میں تم سے بہت اچھی طرح واقف ہوں علی" اولیو ہاورڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اس ملک سے نکلنے کے لیے مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکے گا، ضرور کروں گا۔"

ہم لفٹ میں سوار ہو کر عمارت کی آٹھویں منزل پر پہنچ گئے۔ اولیو ہاورڈ خاموشی سے راہداری میں چلتا ہوا ایک خوب صورت دفتر کے دروازے پر رک گیا۔ ڈی او کارپوریشن نامی اُس فرم کے دفاتر غالباً اُس منزل کے پورے فلور پر پھیلے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ ڈی او کارپوریشن کے جاذبِ نظر بورڈ آویزاں تھے۔

اولیو ہاورڈ کے ساتھ میں بھی ڈی او کارپوریشن کے دفتر میں داخل ہو گیا۔ وہ استقبالیہ کمرا تھا اور سامنے ہی استقبالیہ کاؤنٹر پر ایک حسین و پُرکشش نوجوان لڑکی موجود تھی۔

"مجھے مسٹر گیمن سے ملنا ہے۔" اولیو ہاورڈ نے ریسپشنسٹ لڑکی سے کہا۔

"تشریف رکھیے جناب!" لڑکی نے بڑے احترام سے ہمیں صوفوں پر بٹھایا "کیا مینجنگ ڈائریکٹر صاحب سے آپ کا اپائنٹمنٹ ہے سر؟"

"نہیں!" اولیو ہاورڈ بولا "لیکن گیمن سے کہو اُس کا چچازاد بھائی آیا ہے اور اُس سے فوراً ملنا چاہتا ہے۔"

"بہت بہتر جناب۔" لڑکی نے کہا "میں آپ کا پیغام اُن تک پہنچائے دیتی ہوں۔" اُس نے انٹرکام پر گیمن سے رابطہ قائم کیا اور وہی الفاظ دُہرا دیے جو اولیو ہاورڈ نے ادا کیے تھے۔ دوسری جانب سے کچھ کہا گیا جسے سن کر لڑکی نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی پھر اُس کے لب ہلتے نظر آئے۔ وہ بہت آہستہ آواز میں کچھ کہہ رہی تھی میں اُس کے الفاظ نہیں سُن پایا پھر اُس نے انٹرکام بند کر دیا اور اولیو ہاورڈ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی "مسٹر گیمن آپ کو نہیں پہچان سکے جناب، تاہم وہ آپ سے ملنے کے لیے تیار ہیں، تشریف لے جائیے۔" اُس نے مینجنگ ڈائریکٹر کے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

اولیو ہاورڈ مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا مینجنگ ڈائریکٹر کے کمرے کی طرف بڑھا۔

"سُنیے مسٹر!" میں نے عقب سے لڑکی کی بوکھلائی ہوئی آواز سُنی "صرف یہ صاحب اندر جا سکتے ہیں۔ آپ یہیں بیٹھ جائیے پلیز۔"

"کیوں!" اولیو ہاورڈ نے پلٹ کر خونخوار لہجے میں کہا۔ "یہ کیوں اندر نہیں جا سکتے؟"

"مسٹر گیمن ایک وقت میں صرف ایک ہی آدمی سے ملتے ہیں جناب اور اس وقت تو ویسے بھی انھوں نے صرف آپ کو ہی اندر بلایا ہے۔"

"آج کل ہم دونوں نے ایک ساتھ جینے مرنے کا عہد کر رکھا ہے۔" میں تمسخرانہ انداز میں بولا "اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں انھیں تنہا چھوڑ دوں۔"

"جی!" لڑکی کا منہ حیرت سے کھُل گیا۔

"ہاں!" میں نے نہایت سنجیدگی سے سر ہلایا "ہمیں ان دنوں آپس میں اتنی شدید محبت ہو گئی ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں گزار سکتے۔"

"یس سس۔۔۔ سمجھ نہیں پا رہی آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں جناب۔" لڑکی شپٹائی۔

اولیو ہاورڈ نے مجھے گھور کر دیکھا مگر میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی "کسی کی سمجھ میں بھی نہیں آتا۔" میں نے مایوسی سے کہا "ہماری محبت ہر ایک کی سمجھ سے بالاتر ہے۔"

"بعض اوقات اصول تبدیل بھی کرنا پڑ جاتے ہیں۔" اولیو ہاورڈ نے جلدی سے کہا "یہ ضروری تو نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ ایک وقت میں ایک ہی شخص سے ملے۔"

"اس کے لیے اُن سے اجازت لینا ضروری ہے جناب!" لڑکی نے کہا۔

"فی الحال اتنا وقت نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے بے نیازی سے کہا پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولا "آؤ۔"

"کیوں میری ملازمت کے پیچھے پڑے ہیں جناب!" لڑکی جھپٹ کر میری راہ میں حائل ہو گئی۔

"تمھاری ملازمت برقرار رہے گی۔" اولیو ہاورڈ نے پلٹ کر نرم لہجے میں کہا۔

"مسٹر گیمن اصولوں کے بہت سخت ہیں جناب۔" لڑکی گھگھیائی "وہ مجھے ہرگز نہیں بخشیں گے۔"

"میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ نہ صرف تمھاری ملازمت برقرار رہے گی بلکہ مسٹر گیمن تمھیں انعام سے بھی نوازیں گے۔"

اولیو ہاورڈ کی یقین دہانی کے باوجود لڑکی کسی صورت میری راہ سے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔ مجبوراً اُس کے خلاف طاقت استعمال کرنا پڑی۔ میں نے اپنا ایک ہاتھ بڑی نرمی سے اُس کے شانے پر رکھا اور ایک مخصوص رگ پر انگلی کا معمولی سا دباؤ ڈالا۔ لڑکی کے منہ سے سسکاری نکلی اور میں بڑے اطمینان سے اُس کے برابر سے گزر گیا۔ وہ اپنا شانہ سہلا رہی تھی۔

گیمن کے کمرے کے دروازے پر موجود چپراسی نے کمرے کا دروازہ کھولا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ کشادہ کمرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں وسیع و عریض میز کے عقب میں بیٹھا ہوا پستہ قامت شخص خاصے مضحکہ خیز حلیے کا مالک تھا۔ اُس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور کمرے میں دو افراد کو داخل ہوتے دیکھ کر اُس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات پھیل گئے۔

"تم دونوں کو بہ یک وقت اندر داخل ہونے کی اجازت کس نے دی؟" وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"میں تمھارا چچازاد بھائی ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے اُس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "کیا مجھے اتنا حق بھی نہیں ہے کہ اپنے ساتھ کسی اور کو بھی لا سکوں؟"

"بکواس مت کرو۔ تم جو کوئی بھی ہو یہاں سے بچ کر نہیں نکل سکو گے۔ اس روئے زمین پر میرے کسی چچا کا وجود کبھی بھی نہیں تھا۔"

"پھر تم نے مجھے اندر کیوں بلایا؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"تاکہ تمھاری اصلیت جان کر تمھارے ساتھ تمھارے شایانِ شان سلوک کر سکوں۔" گیمن غرّایا۔

"اس کام میں تمھیں کوئی دقت نہیں ہو گی اس لیے کہ میرا مقصد بھی یہی تھا کہ تمھارے علاوہ کوئی اور میری اصلیت نہ جان سکے۔"

"کیا مطلب!" گیمن نے حیرت سے کہا۔

"میرا نام اولیو ہاورڈ ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا اور اپنی کلائی گیمن کے سامنے کر دی۔ گیمن کے چہرے پر شدید ترین بوکھلاہٹ نظر آئی اور وہ کرسی سے یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے کرسی میں کانٹے نکل آئے ہوں۔

"مم... مسٹر اولیو... اولیو..." وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا۔ اُس کے منہ سے الفاظ بھی ادا نہیں ہو پا رہے تھے۔

اولیو ہاورڈ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"ہاں میں اولیو ہاورڈ ہوں سیکشن فور او، فور، ایٹ نائن۔ ڈریم پوائنٹ، سی کے والٹ سی کے او ڈی آر۔" اولیو ہاورڈ نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

گیمن بدستور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اولیو ہاورڈ کو دیکھے جا رہا تھا۔ اولیو ہاورڈ نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ یوں بیٹھ گیا جیسے اُس کے پیروں کی جان نکل گئی ہو۔

"میں نے تم سے اسٹیچو بننے کو نہیں کہا ہے گیمن!" اولیو ہاورڈ درشت لہجے میں بولا۔ "اگر تمھاری حیرت اور بوکھلاہٹ رفع ہو گئی ہو تو میں اپنی آمد کا مقصد بیان کروں؟"

"میں معافی چاہتا ہوں جناب! لیکن میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی بڑی شخصیت..."

"قصیدہ خوانی نہیں چلے گی مسٹر گیمن! پہلے یہ یقین کر لو کہ ہماری گفتگو کوئی اور نہ سن سکے اور پھر ہمارے لیے کافی منگوا لو۔"

گیمن بوکھلائے ہوئے انداز میں پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے میز کے پہلو میں لگے ہوئے ایک بٹن کو دبایا۔ وہ اس بٹن کو کرسی پر بیٹھے بیٹھے بھی دبا سکتا تھا لیکن اُس کی بوکھلاہٹ قابلِ دید تھی۔ اولیو ہاورڈ معمولی شخصیت کا مالک نہیں تھا۔ اپنے کارندوں میں سے کسی کے سامنے بھی وہ اچانک پہنچ جاتا تو اُس کا یوں بوکھلا جانا قدرتی بات تھی۔ اولیو ہاورڈ صرف اسرائیل میں ہی نہیں بلکہ امریکا میں بھی نمایاں حیثیت کا مالک تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ اُس کی بدنصیبی نے اُسے ایسا گھیرا تھا کہ وہ اُس سے کسی صورت چھٹکارا حاصل نہیں کر پا رہا تھا۔

کافی آ گئی۔ گیمن نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی تھی کہ نہ تو اُس کے پاس کسی ملاقاتی کو بھیجا جائے اور نہ ہی اُسے کوئی ٹیلی فون ڈائریکٹ کیا جائے۔ وہ انتہائی اہم کام میں مصروف ہے۔

"سب سے پہلے مقامی رپورٹ مسٹر گیمن!" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"بڑی سنسنی خیز رپورٹیں ہیں جناب! لائن آف کروزل کا اسلحہ یہاں پہنچ چکا ہے اور ہمارے ہاں کھلبلی مچی ہوئی ہے اور انکوریو تو مکمل تباہی کی زد میں آ گیا۔ وہاں پر موجود تمام افراد قتل کر دیے گئے، اُن میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچ سکا۔ دوسری طرف لائن آف کروزل سے اسلحہ لانے والا عرب جہاز بھی تباہ کر دیا گیا اور ہمارے وہ تمام افراد لاپتا ہیں جو اس مشن پر کام کر رہے تھے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ عرب جہاز کو تو خود اسرائیل کے طیاروں نے بمباری کر کے تباہ کیا تھا پھر اتنی بڑی گڑبڑ کیسے ہو گئی۔ یہاں اسلحہ لے کر آنے والا جہاز اسرائیل کا وہ بحری جہاز ہے جسے عربوں کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔ اندازہ ہے کہ فلسطینی ایجنٹوں نے اسی جہاز سے ہمارے طیارے تباہ کیے ہوں گے۔ آپ کو تلاش کرنے کے لیے ہمیں ہدایات مل چکی ہیں جناب! اور ہمارے آدمی چپے چپے پر آپ کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں لیکن جناب اس دوران ہم پر ایک اور تباہی بھی نازل ہوئی ہے..." گیمن خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"اور کیا ہو گیا؟" اولیو ہاورڈ نے مضطربانہ انداز میں اُس سے پوچھا۔

"زوتسکی اپنے پورے گروہ سمیت غائب ہے۔ اُس کے لیے مخبری کا کام کرنے والے تمام ایجنٹ اس وقت ملٹری انٹیلی جنس کی تحویل میں ہیں۔"

"ملٹری انٹیلی جنس!" اولیو ہاورڈ اچھل پڑا اور اُس نے مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھا مگر میں بڑی بے نیازی سے گیمن کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"جی ہاں، انھیں ملٹری انٹیلی جنس نے گرفتار کر لیا ہے۔ ہمارا ایک ایجنٹ بھی نہیں بچ سکا۔ انٹیلی جنس نے بڑی منظم کارروائی کی تھی۔ اُن سب کو بہ یک وقت گرفتار کیا گیا۔"

"یہ کب کی بات ہے؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"کل دوپہر کے قریب یہ کارروائی کی گئی تھی جناب!"

"ملٹری انٹیلی جنس کو اُن کے بارے میں اطلاع کہاں سے ملی؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"ہم خود بہت سخت حیران ہیں جناب! سمجھ میں نہیں آتا یکایک ان لوگوں کی کارکردگی کا گراف اتنا بلند کیسے ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جناب! جیسے... جیسے اسرائیل کے ستارے گردش میں آ گئے ہوں۔"

"ہمیں بڑی باریک بینی سے تجزیہ کرنا ہو گا کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئی ہیں۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"اور جناب! کل رات تو اس شہر والوں کے لیے بڑی سنسنی خیز تھی۔ شام سے ہی شہر آنے والے تمام راستوں پر فوج تعینات تھی، بغیر چیکنگ کے کسی کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا جا رہا تھا اور اس کے بعد تو پورے شہر پر جیسے پولیس اور فوج کا قبضہ ہو گیا تھا۔ شہر کی تمام سڑکوں پر پولیس کی کاریں سائرن بجاتی ہوئی دندناتی پھر رہی تھیں، معلوم نہیں وہ لوگ کسے تلاش کر رہے تھے۔ آج کے اخبارات سے بھی تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا۔"

"اوہ! وہ کچھ نہیں۔" اولیو ہاورڈ مسکرایا۔ "وہ لوگ میرے تعاقب میں تھے۔"

"آپ کے تعاقب میں؟" گیمن کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "اور اس کے باوجود آپ یہاں بیٹھے ہیں؟"

"ہاں، بس قسمت ہی اچھی تھی کہ میں انھیں جُل دے کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔"

"آپ واقعی باکمال آدمی ہیں جناب۔" گیمن نے عقیدتمندی سے کہا۔ "فوج اور پولیس کی اتنی بڑی تعداد کے باوجود بچ نکلنا ہنسی کھیل تو نہیں ہے۔"

"خوش فہمیوں سے کام نہیں چلے گا گیمن! لائن آف کروزل والے مشن میں ہمیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اسلحے سے لدا ہوا پورا جہاز اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ فلسطینی ایجنٹ اپنی سازش میں کامیاب ہو گئے۔ اس ملک میں ہمارے تربیت یافتہ لوگ ملٹری انٹیلی جنس نے گرفتار کر لیے۔ فی الوقت سب سے بڑا مسئلہ اُس اسلحے کا ہے جو اس ملک کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اب میں اس فکر میں ہوں کہ وہ اسلحہ ان لوگوں کے استعمال میں نہ آنے پائے۔"

"اوہ، جناب! آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اتنے آگے کی بات نہ سوچتا۔" گیمن کا لہجہ خوشامدانہ تھا۔ "آپ نے یقیناً شکست تسلیم نہیں کی ہے۔"

"ہرگز نہیں گیمن! میں شکست تسلیم کروں گا بھی نہیں۔ ان لوگوں سے بدلہ لینے کے لیے ایک پلاننگ کر رہا ہوں۔"

"کیا آپ مجھے اس پلاننگ کی تفصیلات بتائیں گے جناب؟" گیمن نے پوچھا۔

"نہیں، میں تمھیں اس پلاننگ کی تفصیلات ہرگز نہیں بتاؤں گا۔ تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے تو تم کہہ سکتے ہو کہ چند ناعاقبت اندیش افراد کی وجہ سے یہ سازش کامیاب ہو گئی اور ہمارا مشن بری طرح فیل ہو گیا لیکن میں حالات کو سنبھالنے کی کوششوں میں مصروف ہوں اور موقع ملتے ہی تل ابیب پہنچوں گا لیکن خیال رہے کہ یہ تفصیلات صرف اس صورت میں آگے جانا چاہئیں جب ان کے بارے میں خاص طور پر تم سے پوچھا جائے ورنہ میں خود ہی اُنھیں تمام حالات سے مطلع کر دوں گا۔"

"بہت بہتر جناب۔" گیمن نے کہا۔ "آپ کے حکم کی حرف بہ حرف تعمیل ہو گی۔"

"یہ تو تھیں بعد کی باتیں۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "اس وقت تمھیں میرا ایک کام کرنا ہو گا۔"

"حکم کیجیے جناب!" گیمن نے نیازمندانہ لہجے میں کہا۔ "یہ تو میری دیرینہ خواہش تھی کہ آپ کے ساتھ کام کروں۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کون سی ہو سکتی ہے کہ آپ کے لیے براہِ راست کوئی خدمت انجام دوں۔"

"یہ تو تمھیں معلوم ہو گا کہ میں نے اپنا ہیڈ کوارٹر...

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

شی گورائے میں بنایا تھا؟"

"جی ہاں، لائن آف کروزل سے آنے والے اسلحہ بردار جہاز کے سلسلے میں آپ وہیں مصروفِ کار تھے جزیرہ انکوریو بھی اسی ضمن میں استعمال ہو رہا تھا۔"

"ہاں، اسی کیس پر کام کرتے ہوئے میں شی گورائے سے یہاں پہنچا تھا مگر اب یہاں آکر پھنس گیا ہوں۔ حالات کچھ ایسے ہو گئے ہیں کہ میں تم سے مدد لینے کے لیے مجبور ہوں۔ اگر خود سے نکلنے کی کوشش کروں تو بہت وقت برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں جناب! میں تو خادم ہوں آپ کا۔"

"میں خاموشی سے شی گورائے واپس پہنچ جانا چاہتا ہوں تاکہ اپنی پلاننگ بروئے کار لانے کے لیے اقدامات کر سکوں۔ یہاں سے بحفاظت نکلنے کے لیے تم میرے لیے کاغذات پاسپورٹ اور دیگر ضروریات کا بندوبست کر دو گے۔"

"میں ہر چیز کا بندوبست کر دوں گا جناب، یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ سارے انتظامات کرنے میں تمھیں کتنا وقت درکار ہوگا؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"آپ کے لیے کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر تیار ہو جائیں گے۔ اگر آپ کو زیادہ جلدی ہو تو۔ ۔ ۔"

"نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے اس کی بات کاٹ دی۔ "کام ہر لحاظ سے مکمل ہونا چاہیے اور شی گورائے کے لیے فلائٹ کب مل سکے گی؟"

"آپ اس کی بھی فکر نہ کریں۔ شی گورائے کے لیے یہاں سے روزانہ ایک فلائٹ جاتی ہے۔ میں آپ کے لیے سیٹ کا بندوبست بھی کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے جس قدر جلد ممکن ہو ساری تیاریاں کر ڈالو، لیکن میری یہاں آمد اور روانگی کو حتی الامکان خفیہ رکھنے کی کوشش کرو۔ حتیٰ کہ جنرل بل کو بھی پتا نہ چلنے پائے کہ میں واپس شی گورائے پہنچ رہا ہوں، کیا سمجھے؟"

"میں اچھی طرح سمجھ رہا ہوں جناب۔" گیمن سر ہلا کر بولا۔ "جس پیمانے پر ہمارے خلاف سازش ہوئی ہے اور جس طرح سے ہمارا پروگرام سبوتاژ کیا گیا ہے، اس کے پیشِ نظر انتہائی رازداری برتنا اشد ضروری ہو گیا ہے۔ آپ مجھے ایک بات اور بتا دیجیے، آپ کو کام کی بہت زیادہ جلدی تو نہیں ہے؟"

"جلدی تو بہت ہے گیمن! لیکن احتیاط بھی تو بہت ضروری ہے۔ یہ نہ ہو کہ جلدی کے چکر میں تم سے کوئی لغزش ہو جائے اور اُلٹا لینے کے دینے پڑ جائیں۔"

"ٹھیک ہے جناب! میں اس بات کو یقینی بناؤں گا کہ آپ کو کسی بھی مرحلے پر زحمت نہ اٹھانا پڑے۔"

"یہ بہت ضروری ہے۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "اس لیے کہ ملٹری انٹیلی جنس میرے پیچھے لگی ہوئی ہے اور اس وقت کرنل وحدت کے آدمی شکاری کتوں کی طرح پورے شہر میں میری بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔"

"کرنل وحدت کون ہے جناب؟" گیمن نے پوچھا۔

"یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس کا ایک خطرناک اور ذہین افسر ہے جو ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ ہر قیمت پہ مجھے گرفتار کرنا اس کا مشن ہے۔ اگر میرے فرار کا راز فاش ہو گیا ہوگا، تو یقیناً اس نے شہر سے باہر جانے والے ہر راستے کی ناکا بندی کرا دی ہوگی۔"

"وہ کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو، آپ کے لیے جو کاغذات تیار کیے جائیں گے ان میں کوئی سقم تلاش نہیں کر سکے گا۔ میرا مطلب ہے اگر وہ کاغذات خاص طور پر اس کے سامنے پیش کر دیے جائیں تب بھی وہ کچھ نہیں کر سکے گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ پر کوئی شک و شبہ نہیں کیا جائے گا۔"

"میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ میں اور میرا اسسٹنٹ غیر معمولی حالات میں ملک سے باہر جائیں گے۔ بس یہ بات ذہن میں رہے۔"

گیمن نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ "آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی جناب۔" اس نے اپنی کرسی سے کھڑے ہو کر مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ خوش قسمت ہیں کہ اتنی عظیم شخصیت کے ساتھ کام کرنے کے مواقع آپ کو نصیب ہوئے ہیں۔"

"کیا بتاؤں مسٹر گیمن کہ ان کے ساتھ کام کر کے کس قدر لطف اندوز ہوتا ہوں۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ابھی کل رات ہی کی بات ہے۔ ۔ ۔" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"کل رات کیا ہوا تھا جناب؟" گیمن نے بے تابی سے پوچھا۔

"مسٹر ہاورڈ کار ڈرائیو کر رہے تھے اور پورے شہر کی پولیس ہمارے پیچھے تھی۔ پولیس کاریں سائرن بجاتی ہوئی سڑکوں پر دندناتی پھر رہی تھیں۔ سچ پوچھو تو مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہم پولیس کے گھیرے سے نکل سکیں گے۔"

اولیو ہاورڈ نے مضطربانہ انداز میں کرسی پر پہلو بدلا۔

"مسٹر ہاورڈ بڑی صلاحیتوں کے مالک ہیں جناب!"

"ارے ایسی ویسی صلاحیتیں!" میں نے کہا۔ "کاش! تم انھیں اپنی آنکھوں سے کار ڈرائیو کرتے ہوئے دیکھ سکتے۔ انھوں نے پولیس والوں کی چار کاریں بھی ناکارہ کر دیں۔ کچھ پولیس والے زخمی بھی ہوئے مگر وہ ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے۔"

دفعتاً انٹرکام کا بزر بولا۔ گیمن نے انٹرکام کو گھور کر دیکھا، یوں جیسے اس سے کوئی قصور سرزد ہو گیا ہو پھر اس نے بڑے جھلائے ہوئے انداز میں انٹرکام کا ریسیور اٹھا لیا۔ "میں نے کہا تھا کہ مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔" اس نے غصیلے لہجے میں کہا لیکن دوسری طرف سے کوئی ایسی بات کہی گئی جسے سن کر اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ "ایک منٹ ٹھہرو۔" اس نے ریسیور میں کہا اور پھر ایک ہاتھ سے کوئی بٹن دبایا اور دوبارہ ریسیور میں بولا۔ "اب اپنی بات کو دہراؤ۔"

"مجھے افسوس ہے سر۔" اس بار انٹرکام سے اُبھرنے والی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔ گیمن نے بٹن دبا کر وہ سسٹم آن کیا تھا جس سے انٹرکام پر ہونے والی گفتگو پورے کمرے میں سنی جا سکے۔ اس سے یقیناً اس کا مقصد یہی تھا کہ دوسری طرف سے کہی جانے والی بات اولیو ہاورڈ بھی سن سکے۔ "آپ نے کہا تھا کہ آپ کو ڈسٹرب نہ کیا جائے۔" انٹرکام سے اُبھرنے والی نسوانی آواز کہہ رہی تھی۔ "میں نے کرنل وحدت سے کہا تھا لیکن وہ فوری طور پر آپ سے ملنے کے لیے مُصر ہیں۔"

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر پر کسی نے بم کا دھماکا کر دیا ہو۔ کرنل وحدت یہاں کیسے پہنچا؟ میری نظروں کے سامنے بہت بڑا سوالیہ نشان گھومنے لگا۔ کرنل وحدت بے شک بہت ذہین تھا لیکن اس بار تو میں بہت محتاط رہا تھا۔ یہ بات ناقابلِ یقین تھی کہ اس بار اسے ہمارا کوئی سراغ مل گیا ہوگا۔ میں بُری طرح چکرا کر رہ گیا۔ اولیو ہاورڈ کا حال تو بہت بُرا تھا۔ میں اس کے جسم میں لرزش صاف محسوس کر سکتا تھا۔

"کون کرنل وحدت؟" گیمن نے دبنگ آواز میں کہا۔ "میں کسی کرنل وحدت سے واقف نہیں۔"

"ان کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے جناب! اور ان کا اصرار ہے کہ وہ اسی وقت آپ سے ملیں گے۔"

"تم نے انھیں یہ تو نہیں بتایا کہ اس وقت میرے پاس دو ملاقاتی موجود ہیں؟" گیمن نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔

"میں نے انھیں بتا دیا تھا جناب کہ آپ ایک اہم میٹنگ کی تیاری میں مصروف ہیں لیکن ان کا کہنا ہے کہ یہ قومی سلامتی کا مسئلہ ہے۔"

"ٹھیک ہے، انھیں بٹھاؤ۔ میں پانچ منٹ کے اندر اندر ان سے ملتا ہوں۔" گیمن نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ وہ بے حد خطرناک شخصیت ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا جناب۔" گیمن نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "کہیں آپ کا تعاقب تو نہیں کیا گیا؟"

"ہرگز نہیں۔" اولیو ہاورڈ کے بجائے میں نے جواب دیا۔ "نہ تو ہمارا تعاقب کیا گیا اور نہ ہی کسی ایسے شخص نے ہمیں یہاں آتے ہوئے دیکھا جس پر حکومت کا ایجنٹ ہونے کا شبہ کیا جا سکے۔"

"تب تو یہ بڑی ناممکن بات ہے جناب۔" گیمن بڑبڑایا۔

"سوال یہ ہے کہ اب کیا ہوگا؟" اولیو ہاورڈ بولا۔ "ہم تو یہاں پھنس کر رہ گئے۔ اس کی نظروں میں آئے بغیر باہر کیسے نکلیں گے؟"

"یہ درست ہے مسٹر ہاورڈ کہ آپ یہاں سے اس کی نظروں میں آئے بغیر باہر نہیں نکل سکیں گے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ یہاں پھنس گئے ہیں۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو گیمن؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "کرنل وحدت ایسے نہیں ٹلے گا۔"

"یہاں ایک خفیہ کمرا موجود ہے مسٹر ہاورڈ۔" گیمن نے کہا اور اٹھ کر دیوار گیر الماری کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے الماری کا پٹ کھولا۔ اندر فائلوں کا انبار نظر آ رہا تھا۔ گیمن نے کسی میکنزم کو حرکت دی تو الماری دروازے کے پٹ کی طرح کھل گئی اور دیوار میں خلا نظر آنے لگا۔ "یہ دیکھ رہے ہیں جناب۔" گیمن نے کہا۔ "اس طرف دوسرا کمرا ہے۔ آپ اس کمرے میں چلے جائیں تاکہ میں کرنل وحدت کو بُلا سکوں۔"

"اوہ!" اولیو ہاورڈ کے چہرے پر بشاشت نظر آئی۔ "ہم یہاں محفوظ رہ سکیں گے۔"

"بالکل جناب! اس طرف کرنل وحدت کا ذہن جا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہی نہیں سکے گا۔" گیمن نے کہا۔

میں اور اولیو ہاورڈ اُس خلاء سے گزر کر دوسری جانب والے خفیہ کمرے میں داخل ہو گئے۔ وہ دس بائی دس کا مختصر سا کمرا تھا جس میں نہ صرف قالین بچھا تھا بلکہ وہ کمرا ہلکے پھلکے فرنیچر سے بھی آراستہ تھا۔ کمرے میں اگرچہ کوئی کھڑکی نہیں تھی لیکن ایئر کنڈیشنڈ ہونے کی وجہ سے گھٹن کا احساس نہیں تھا۔

"وہاں دیوار پر کچھ بٹن نصب ہیں،" گیمن نے کہا۔ "وائیں ہاتھ سے پہلا والا بٹن دبا دیجیے گا۔"

گیمن نے کوئی لیور دبایا اور کمرے کا خلا پُر ہو گیا۔ الماری اپنی جگہ پر واپس آ گئی تھی اور اب خفیہ کمرے میں میں اور اولیو ہاورڈ ہی رہ گئے تھے۔ میں نے سامنے والی دیوار کی طرف دیکھا وہاں لائن سے کچھ بٹن نصب تھے۔ اُن کے بٹنوں کے اوپر ایک اسکرین تھی جو دیوار میں ہی نصب تھی۔

"گیمن غالباً یہ چاہتا ہے کہ ہم اُس کے اور کرنل وحدت کے درمیان ہونے والی گفتگو سے باخبر رہیں،" میں نے کہا۔

"وہ کیسے؟" اولیو ہاورڈ نے چونک کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے اس بٹن کو دبانے سے اسکرین روشن ہو جائے گا اور اس پر ہمیں گیمن کا آفس دکھائی دے گا۔"

"ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو۔" اولیو ہاورڈ نے کہا اور آگے بڑھ کر بٹن دبا دیا۔ اسکرین روشن ہو گئی اور اس پر میرے اندازے کے عین مطابق گیمن کا آفس نظر آنے لگا۔ اُس کی میز پر اب فائلوں کا انبار نظر آ رہا تھا۔ میز پر موجود کافی کی پیالیاں اب میز پر سے غائب ہو چکی تھیں۔

گیمن نے انٹرکام کا ریسیور اٹھایا اور ملائمت سے بولا۔ "کرنل وحدت کو میرے کمرے میں بھیج دیجیے۔" اس کی آواز اسکرین کے عقب میں پوشیدہ اسپیکر سے اُبھری تھی۔

"اس ملک میں یہودی لابی بڑے منظم طریقے سے کام کر رہی ہے،" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ یہ راز، راز ہی رہے گا۔" اولیو ہاورڈ نے چونک کر کہا۔ "اور تم اس حوالے سے ہمارے خلاف کچھ نہیں کرو گے۔"

"میں اپنے وعدے پر قائم ہوں، بے فکر رہو۔"

"ایک بات بتاؤ علی!" اولیو ہاورڈ نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔ "تم زوتسکی کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گئے تھے نا؟"

"کون زوتسکی؟" میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"بڑا عجیب نام ہے۔ میرا خیال ہے اس نام کے آدمی سے میں زندگی میں کبھی نہیں ملا۔ اوہ! دیکھو کرنل وحدت۔"

اسکرین پر گیمن کے کمرے کا دروازہ کھلتا نظر آیا تھا جس سے کرنل وحدت اندر داخل ہوا تھا۔ وہ یونیفارم میں تھا اور اُس کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔ گیمن اُسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور اُس کے استقبال کے لیے اُس کی طرف بڑھا۔

"تشریف لائیے جناب!" گیمن اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

کرنل وحدت پلکیں جھپکائے بغیر گیمن کو گھورے جا رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ گیمن اس طرح گھورے جانے پر کچھ مضطرب سا ہو گیا ہے۔

"وہ دونوں کہاں ہیں؟" کرنل وحدت نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

اُس کے الفاظ سُن کر میرا دل بُری طرح دھڑکنے لگا۔ یقیناً کہیں کوئی لغزش ہو گئی تھی۔ اُس کا اس طرح یہاں پہنچ جانا ناقابلِ فہم تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ اس بات کا امکان تھا کہ کرنل وحدت نے جن یہودی ایجنٹوں کو میری اطلاع پر گرفتار کیا تھا۔ اُن میں سے کسی کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گیا ہو اور اسی کی نشان دہی پر یہاں تک پہنچا ہو۔ میرا دل ڈوبنے لگا، اگر یہی بات تھی تو اس کا مطلب تھا کہ میں خود لپنے لیے مصیبت بن گیا ہوں۔ بہرحال اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ شاید اولیو ہاورڈ کے ساتھ میرے اپنے ستارے بھی گردش میں آ گئے تھے ابھی تو میں کرنل وحدت سے پیچھا نہیں چھڑا پا رہا تھا۔ وہ کسی عفریت کے مانند میری جان کو آ گیا تھا۔ میں چاہتا تو اُس سے اور اُس کے آدمیوں سے لڑ بھڑ کے نکل سکتا تھا مگر میں تصادم سے گریزاں تھا۔ محض اس لیے کہ وہ سب عرب ملک سے تعلق رکھتے تھے اور مسلمان تھے۔ میرے ہاتھوں کسی دوست کو نقصان پہنچ جاتا تو میں ساری زندگی خود کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اپنی یہ اصول پسندی مجھے اپنے لیے بے حد مہنگی پڑ رہی تھی۔ کرنل وحدت میرے لیے بلائے بے درماں بن گیا تھا۔

گیمن نے فوراً ہی سنبھالا لیا۔ "آپ تشریف تو رکھیے جناب!" اُس نے بڑی نیازمندی سے کہا۔

کرنل وحدت آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

مگر اُس کی نگاہ ایک لمحے کے لیے بھی گیمن کے چہرے سے نہیں ہٹی تھی۔

"آپ کیا پینا پسند کریں گے جناب؟" گیمن نے گھنٹی کے بٹن کو انگلی سے دباتے ہوئے کرنل وحدت سے پوچھا۔

"میں بہت جلدی میں ہوں مسٹر گیمن۔" کرنل وحدت سرد لہجے میں بولا اور اُس نے ہاتھ اٹھا کر چپراسی کو کمرے سے باہر چلے جانے کا اشارہ کیا جو گھنٹی کی آواز پر کمرے میں داخل ہوا تھا۔ کرنل وحدت کی نگاہ بدستور گیمن کے چہرے پر جمی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ گیمن ایک بار پھر نروس ہونے لگا ہے۔ کرنل وحدت بڑے جارحانہ موڈ میں نظر آ رہا تھا۔

چپراسی سوالیہ نظروں سے گیمن کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔" اُس نے چپراسی سے کہا پھر کرنل وحدت سے بولا۔ "اگر آپ مجھے شرفِ میزبانی بخش دیتے تو مجھے بے حد خوشی ہوتی تاہم فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"وضاحت فرمائیے جناب! آپ کن دونوں کی بات کر رہے ہیں؟"

"تم خوب اچھی طرح سمجھ رہے ہو میرا اشارہ کن دونوں کی طرف ہے،" کرنل وحدت نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں بھلا کیسے سمجھ سکتا ہوں جناب!" گیمن نے بے بسی سے کہا۔ "ہماری فرم میں تو بہت سے لوگ کام کرتے ہیں۔"

"تم ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوّث ہو۔" کرنل وحدت غرایا۔

"یہ آپ کیا فرما رہے ہیں جناب؟" گیمن نے کہا۔ اُس کے لہجے میں تحیر تھا۔

"تم یہودی ہو اور اُن یہودیوں کی پشت پناہی کر رہے ہو جو ہمارے ملک کے خلاف کام کر رہے ہیں۔"

میرے ہوش اُڑ گئے۔ یقیناً کرنل وحدت نے کسی کی زبان کھلوا لی تھی اور اب ہماری خیر نہیں تھی۔

"میں یہودی ضرور ہوں جناب! لیکن یہودی ہونا کوئی جرم تو نہیں ہے۔" گیمن نے احتجاج کیا۔

"ایسے یہودیوں سے تمہارے مراسم سامنے آئے ہیں جو اسرائیل کے ایجنٹ ہیں۔"

"میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا جناب لیکن کسی کے ماتھے پر تو لکھا نہیں ہوتا کہ وہ کس کا ایجنٹ ہے؟"

"جیسے تمہارے ماتھے پر نہیں لکھا ہوا۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں جناب! میں امریکا کا رہنے والا ہوں۔"

"لیکن ہو تو یہودی۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "اور ہر یہودی خواہ کسی بھی ملک کا باشندہ ہو، درپردہ اسرائیل کا وفادار ہوتا ہے اور اسی کے مفادات کے لیے کام کرتا ہے۔"

"میں گزشتہ دس سال سے اسی ملک میں، اسی شہر میں، اسی فرم کے لیے خدمات انجام دے رہا ہوں۔ میرے ہاتھ بالکل صاف ہیں جناب!"

"ہاں بظاہر تو تمہارے ہاتھ صاف ہیں لیکن تمہاری اصلیت مجھ پر کھل چکی ہے، درپردہ تم اسرائیل نواز یہودیوں کی مدد کر رہے ہو۔"

"بے عزتی کی بھی حد ہوتی ہے جناب! میں نے کبھی اس ملک کے مفاد کے خلاف کوئی کام نہیں کیا اور آج مجھے اس کا یہ صلہ مل رہا ہے!"

"ممکن ہے تم خود ان سرگرمیوں میں ملوّث نہ رہے ہو لیکن تم ایسے لوگوں کے ہاتھ ضرور مضبوط کرتے رہے ہو جو ہمارے ملک کے خلاف کام کرتے رہے ہیں۔"

"جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے؟"

"وہی دونوں جنھوں نے تم سے رابطہ قائم کیا ہے۔" کرنل وحدت بولا۔

"آپ نے پہلے بھی دو افراد کا تذکرہ کیا تھا۔ جب تک آپ اُن کے بارے میں تفصیلات نہیں بتائیں گے میں کیا جواب دے سکوں گا؟"

"اُن میں سے ایک کا نام..." کرنل وحدت نے گیمن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "اولیو ہاورڈ ہے۔"

گیمن نے ذہن پر زور ڈالنے کی اداکاری کی۔ "اس نام کے کسی آدمی سے تو میں واقف نہیں ہوں۔" اُس نے کہا۔

"اچھی طرح سوچ لو مسٹر گیمن! بعد میں کہیں تمھیں اپنا بیان تبدیل نہ کرنا پڑ جائے؟"

"دیکھیے ممکن ہے اس نام کے کسی آدمی سے کبھی ملاقات ہوئی ہو لیکن اس وقت قطعی یاد نہیں آ رہا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یعنی اولیو ہاورڈ نامی شخص نے کچھ دیر قبل تم سے ملاقات نہیں کی؟"

"آج دراصل ایک اہم میٹنگ کے سلسلے میں میں بہت مصروف تھا اس لیے میں نے منع کر دیا تھا کہ کسی ملاقاتی کو میرے پاس نہ بھیجا جائے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ دونوں اس فرم میں کسی اور سے ملنے آئے ہوں؟" کرنل وحدت بولا۔

"میں ابھی معلوم کیے لیتا ہوں۔ آپ مجھے اُن کے حلیے بتائیے۔" گیمن نے کہا اور جواب میں کرنل وحدت نے میرے اور اولیو ہاورڈ کے حلیے بڑی تفصیل کے ساتھ گیمن کے گوش گزار کر دیے۔ گیمن نے انٹرکام پر استقبالیہ پر بیٹھی ہوئی لڑکی کو ہمارے حلیے اتنی ہی تفصیل سے بتائے جتنی تفصیل سے کرنل وحدت نے بیان کیے تھے۔ "آج صبح سے اس حلیے کے افراد ہماری فرم میں کسی سے ملنے تو نہیں آئے؟" حلیے بتانے کے بعد گیمن نے پوچھا پھر خاموش ہو کر دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا۔ اس کے بعد بولا۔ "دیکھو اگر اس حلیے کے افراد نظر آئیں تو فوراً مجھے مطلع کرنا۔" اُس نے کہا اور انٹرکام بند کر دیا۔ "مجھے افسوس ہے جناب!" وہ کرنل وحدت سے بولا۔ "ہماری فرم میں اس حلیے کے لوگ نہیں آئے لیکن جناب! آپ کو یہ غلط فہمی کیسے ہو گئی؟"

"غلط فہمی!" کرنل وحدت غرایا۔ "انھیں اس عمارت میں داخل ہوتے دیکھا گیا ہے۔"

"عمارت تو بہت بڑی ہے جناب! ممکن ہے وہ کسی اور فلور پر گئے ہوں۔" گیمن بولا۔

"ممکن تو بہت کچھ ہے مسٹر گیمن! لیکن بدقسمتی سے اس عمارت میں کوئی اور یہودی فرم نہیں ہے۔"

"واقعی یہ میری بدقسمتی ہے جناب کہ میں یہودی ہوں۔" گیمن کھسیائے ہوئے انداز میں بولا۔

"تمھاری بدقسمتی یہ نہیں ہے کہ تم یہودی ہو بلکہ تمھارے کرتوت تمھاری بدنصیبی کا آغاز کرنے والے ہیں۔"

"میں ایک معزز آدمی ہوں جناب!" گیمن نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اور میں مسلسل الزام تراشیاں برداشت کر رہا ہوں۔ آپ بغیر ثبوت کے میرے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔"

کرنل وحدت کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ نظر آئی۔ "مجھے احساس ہے مسٹر گیمن کہ تم ایک غیر ملکی ہو۔ اسی لیے میں تم پر کچا ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتا۔ کاش تم یہاں کے باشندے ہوتے!"

"میں غیر ملکی ضرور ہوں کرنل، مگر میں جس ملک میں رہتا ہوں اُس سے نمک حرامی نہیں کرتا۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر گیمن۔" کرنل وحدت نے کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "میں جا رہا ہوں لیکن وہ دونوں بچ نہیں سکیں گے۔ وہ اس بلڈنگ سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔"

"اگر کوئی حرج نہ ہو تو آپ مجھے اُن دونوں کے بارے میں بتا دیں۔ کیا وہ بہت بڑے مجرم ہیں؟"

"حرج تو کوئی نہیں ہے مسٹر گیمن۔" کرنل وحدت نے خشک لہجے میں کہا۔ "مگر میں اسے غیر ضروری سمجھتا ہوں۔" کرنل وحدت پلٹ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اُس نے گیمن کے آفس سے باہر جانے کے لیے دروازہ کھولا۔ گیمن بھی کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا اور اُسے باہر جاتے دیکھ رہا تھا۔ دروازہ کھول کر کرنل وحدت دفعتاً گیمن کی طرف پلٹا۔ "تم جیسے لوگوں کو بہت محتاط رہنا چاہیے۔" وہ کاٹ دار لہجے میں بولا۔ "تمھیں میز اچھی طرح صاف کر لینا چاہیے تھی۔ میز کی سطح پر پیالیوں کے نشانات صاف نظر آ رہے ہیں۔" گیمن کی نگاہ بے اختیار میز کی طرف جھک گئی لیکن کرنل وحدت اُسے دیکھنے کے لیے رُکا نہیں تھا۔ وہ گیمن پر اپنے جملے کا ردِ عمل دیکھے بغیر چلا گیا تھا۔ اُس کے باہر نکلتے ہی گیمن کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ وہ جیب سے رومال نکال کر اپنے چہرے سے پسینہ خشک کر رہا تھا۔

میں اور اولیو ہاورڈ سناٹے کے عالم میں بیٹھے تھے۔ کرنل وحدت کے گیمن کے کمرے سے باہر نکلتے ہی میں دیوار کی طرف جھپٹا اور میں نے دوسرا بٹن دبا دیا۔ میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ اسکرین پر منظر تبدیل ہو گیا تھا اور اب گیمن کے کمرے سے باہر استقبالیہ تک کا منظر نظر آ رہا تھا۔

کرنل وحدت تیز قدموں سے چلتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ استقبالیہ کاؤنٹر کے سامنے پہنچ کر وہ رُک گیا۔ کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی لڑکی نے کرنل وحدت کو رُکتے دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجالی۔

"مجھے یقین ہے سر! مسٹر گیمن سے آپ کی ملاقات خوشگوار رہی ہوگی۔" لڑکی نے کہا۔

"کبھی کسی نے تمھیں یہ نہیں بتایا کہ تم کتنی خوب صورت ہو۔" کرنل وحدت نے سرد لہجے میں کہا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اُس نے لڑکی کی بات سُنی ہی نہ ہو۔

"بتایا ہے جناب!" لڑکی شرما کر بولی۔ اُس نے شاید کرنل وحدت کے لہجے پر توجہ نہیں دی تھی۔ "سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ میں بہت حسین ہوں۔"

"ہوں!" کرنل وحدت نے اپنا اوپری ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ "لیکن کسی نے تمھیں یہ نہیں بتایا ہوگا کہ حسن کتنی ناپائیدار شے ہے۔ محض چند لمحوں کے اندر تمھارا پرکشش چہرہ اتنا بگڑ سکتا ہے کہ لوگ اُسے دیکھ کر خوف کھانے لگیں۔"

لڑکی کا مُنہ حیرت کی زیادتی سے کھُل گیا۔ شاید اُسے واقعی کبھی کسی نے یہ نہیں بتایا تھا۔ وہ حیرت سے مُنہ کھولے بیرونی دروازے کو تک رہی تھی جس سے گزر کر کرنل وحدت باہر جا چکا تھا۔ وہ چند لمحے سکتے کے سے عالم میں بیٹھی رہی پھر چونک کر انٹرکام کی طرف متوجہ ہو گئی۔

میں نے آگے بڑھ کر بٹن آف کیا اور اسکرین تاریک ہو گئی۔ "دیکھا اولیو ہاورڈ!" میں نے کہا۔ "وہ یہاں بھی پہنچ گیا۔"

"اب یہ بلڈنگ ہمارے لیے چوہے دان بن کر رہ جائے گی۔"

"ایسا بھی نہیں ہے اولیو ہاورڈ! کاغذات تیار ہونے تک ہم یہاں محفوظ رہیں گے۔"

"ہمیں اِس کے بعد تو یہاں سے نکلنا ہی پڑے گا۔ کیسے نکلیں گے؟"

"میرا خیال ہے کرنل وحدت صرف بلڈنگ کی نگرانی کرا رہا ہے اور وہ بہت سخت ہوگی۔"

"میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں۔ پتا نہیں ہمیں کب تک یہاں بند رہنا پڑے۔"

"عقل کے ناخن لو اولیو ہاورڈ! اِس بلڈنگ میں دن بھر میں ہزاروں افراد آتے جاتے ہوں گے۔ کرنل وحدت کے آدمی کس کس کو چیک کریں گے۔"

"وہ بہت چالاک ہے علی! مجھے یقین ہے کہ اُس نے اِس حلیے میں بھی ہماری تصویریں ضرور کھینچ لی ہوں گی۔"

"اِس سے اُسے کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے پوچھا۔ "نگرانی کرنے والوں کے پاس ہم دونوں کی تصویریں موجود ہوں گی۔ انھیں کسی کو چیک کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ وہ ہمیں دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔"

"اگر اُس کے پاس ہماری تصویریں ہوتیں تو وہ گیمن کو حلیے بتانے کی بجائے ہماری تصویریں دکھاتا۔" میں نے کہا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ معلوم ہوتا ہے اِس بار اُسے ہماری تصویریں کھینچنے کا موقع نہیں مل سکا یا پھر اُس نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی ہوگی۔"

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔ اُس نے یقیناً ہماری تصویریں کھینچی ہوں گی۔"

"تو پھر وہ احمق ہوا۔ تصویروں کے ذریعے وہ بہ آسانی ہمارے بارے میں تفتیش کر سکتا تھا۔"

"دراصل کسی بنا پر اُسے یقین ہے کہ ہم یہیں آئے ہیں اِسی لیے اُس نے گیمن کو تصویریں دکھانے سے گریز کیا ہوگا تاکہ ہمیں اس غلط فہمی میں رکھ سکے کہ اُس کے پاس ہماری تصویریں نہیں ہیں۔"

"اوہ! اس طرف تو میرا ذہن گیا ہی نہیں تھا۔ ہاں، یہ امکان ہے۔"

دفعتاً خفیہ دروازہ کھُلا اور گیمن نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ اُس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ "آپ نے سب کچھ دیکھا اور سُنا ہوگا جناب!"

"ہاں۔" اولیو ہاورڈ نے باوقار لہجے میں کہا۔ "تم بے فکر رہو۔ اُس کے پاس کسی بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو تمھیں ہرگز نہ چھوڑتا۔"

"لیکن جناب! وہ یہاں پہنچا کیسے؟" گیمن کے لہجے سے اُلجھن جھلک رہی تھی۔ "ممکن ہے آپ کا تعاقب کیا گیا ہو؟"

"ہرگز نہیں۔" اولیو ہاورڈ نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "ہم نے خاص طور پر اس بات کا خیال رکھا تھا۔"

"ہم خود بڑی احتیاط سے کام کرتے ہیں جناب! دس سال کے دوران ہم ہر قسم کے شک و شبے سے بالاتر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ پھر وہ سیدھا یہیں کیسے آ پہنچا؟"

"تمھاری تشویش حق بجانب ہے مسٹر گیمن۔" میں نے کہا۔ "لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا۔ اِس بات کو محض اتفاق ہی قرار دیا جا سکتا ہے کہ اُس کے کسی آدمی کی نظر ہم پر اُس وقت پڑ گئی ہو جب ہم بلڈنگ میں داخل ہو رہے تھے۔ ممکن ہے اُس شخص نے ہمیں بلڈنگ کے اندر دیکھا ہو اور یہ امکان بھی مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ ہمیں لفٹ سے اس فلور پر اُترتے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وقت دیکھا گیا ہو۔ بہرحال صورت کوئی بھی رہی ہو ہم اس کے بارے میں صرف اندازہ ہی لگا سکتے ہیں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کر سکتے۔"

"یہ بات تو یقین سے کہی جا سکتی ہے جناب کہ آپ لوگوں کو اس فلور پر اُترتے وقت دیکھا گیا ہے۔" گیمن نے کہا۔

"تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"پہلی وجہ تو یہ ہے کہ آپ کی اور اس کی آمد کے درمیان زیادہ وقفہ نہیں تھا یعنی وہ اطلاع ملتے ہی سیدھا یہاں پہنچا۔ اگر کہیں اور جاتا تو اتنی جلدی یہاں نہ پہنچ جاتا۔ دوسری وجہ اُس کے گفتگو کرنے کا انداز ہے۔ وہ یوں بات کر رہا تھا جیسے اُسے یقین ہو کہ آپ لوگ یہیں آئے تھے۔"

"تم اُن ایجنٹس کو نظر انداز کر رہے ہو گیمن! جنھیں ملٹری انٹیلی جنس نے گرفتار کیا ہے ممکن ہے اُس نے اُن میں سے کسی کی زبان کھلوا لی ہو۔" اولیو ہاورڈ بولا۔

"اگر ایسا ہوتا تو اُس نے یہاں تہلکہ مچا دیا ہوتا۔" میں نے کہا۔ "نہیں مسٹر ہاورڈ! ایسی کوئی بات نہیں ہے وہ صرف اس بنیاد پر اتنے یقین سے یہاں چلا آیا کہ یہ فرم یہودیوں کی ملکیت ہے اور معاملہ چونکہ اسرائیل کا ہے اس لیے اس معاملے میں کوئی بھی یہودی ملوث ہو سکتا ہے اگر اس بلڈنگ میں ایسی کوئی دوسری فرم اور ہوتی تو یقیناً وہ اُلجھ جاتا لیکن وہ ہے بہت چالاک، سیدھا یہیں آیا اور اس طرح گفتگو کی جیسے اُسے سب کچھ معلوم ہے۔"

"آپ کا تجزیہ قرینِ قیاس ہے جناب!" گیمن بولا۔

"وہ نہ صرف بے حد چالاک ہے بلکہ بے انتہا خطرناک بھی معلوم ہوتا ہے۔ میز پر کافی کی پیالیوں کے نشانات بھی اُس کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکے۔ حالانکہ میں نے میز پر کپڑا پھیر دیا تھا۔"

"اُس نے استقبالیہ والی لڑکی کو بھی تو دھمکی دی ہے۔" میں نے کہا۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟" گیمن چونک پڑا۔

"کرنل وحدت جیسے ہی تمھارے کمرے سے نکلا مسٹر ہاورڈ نے اسکرین کے نیچے دیوار پر نصب دوسرا بٹن دبانے کو کہا، میں نے تعمیل کی پتا چلا کہ اسکرین پر تمھارے کمرے کے باہر کا منظر نظر آ رہا ہے۔ ہم نے وہ گفتگو سُنی جو کرنل وحدت نے اُس لڑکی سے کی تھی۔"

میں نے کہا۔

"مسٹر ہاورڈ جینئیس ہیں جناب!" گیمن بولا۔ "جی ہاں، مجھے دھمکی دینے کے علاوہ اُس نے اُس لڑکی کو بھی دھمکی دی ہے۔"

"فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں گیمن۔" میں نے کہا۔ "بس ذرا محتاط ہو جاؤ بلکہ بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب۔" گیمن بولا۔

"اب شاید تمھیں ہمارے کاغذات بنوانے میں کچھ دِقت ہو گی؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں جناب! میرے ذرائع ایسے ہیں کہ کرنل وحدت وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"یعنی کل تک ہمارے کاغذات تیار ہو جائیں گے؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"اُمید تو یہی ہے۔" گیمن نے کہا۔

"کاغذات کے لیے تمھیں ہماری تصویروں کی ضرورت تو نہیں پڑے گی؟" میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے آپ تصویروں کے مطابق میک اپ کر سکیں گے۔"

"بالکل کر سکیں گے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "لیکن ہمارے پاس میک اپ کا سامان کہاں ہے؟"

"آپ فکر نہ کریں۔ اُس کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔"

"اور ہماری رہائش کا کیا بنے گا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے سوچا تو کچھ اور تھا لیکن اب اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں رہی کہ آپ لوگ یہیں قیام کریں، وہ واش روم کا دروازہ ہے۔ کمرا مختصر ہونے کی وجہ سے آپ کو جو پریشانی ہو گی اُس پر میں پیشگی معذرت چاہتا ہوں لیکن اس کے سوا کوئی اور چارہ بھی تو نہیں۔"

"ارے نہیں مسٹر گیمن۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "یہ کمرا تو بہت آرام دہ ہے ورنہ ہم فیلڈ میں کام کرنے والے تو بہت سخت حالات میں بھی گزارہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں جناب! لیکن میری خواہش تھی کہ قسمت سے مجھے مسٹر ہاورڈ جیسے بلند پایہ آدمی کی میزبانی کا شرف حاصل ہو گیا ہے تو اُن کے شایانِ شان انتظامات کروں، لیکن خیر! پھر کبھی سہی۔ شاید دوبارہ کبھی قسمت مجھ پر مہربان ہو جائے۔"

"اِس کمرے کا مصرف کیا ہے مسٹر گیمن؟" میں نے پوچھا۔ "اور اس سے کتنے لوگ واقف ہیں؟"

"ہم جس قسم کی ذمے داریاں سرانجام دے رہے ہیں جناب! اُس کے تحت ہمیں ایسی خفیہ جگہوں کی ضرورت رہتی ہی ہے، عام طور پر یہ کمرا صرف میرے استعمال میں رہتا ہے۔ آپ سامنے اسکرین کے نیچے دیوار پر بٹنوں کی جو قطار دیکھ رہے ہیں۔ ان کے ذریعے میں اس کمرے میں بیٹھ کر پورے آفس پر نظر رکھ سکتا ہوں۔ یہاں اس کمرے کے وجود سے بہت کم لوگ واقف ہیں اور وہ سب کے سب بہت قابلِ اعتماد لوگ ہیں لہٰذا آپ بالکل بے فکر ہو کر یہاں رہیں، خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے گیمن۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "اب تم جاؤ اور انتظامات کر ڈالو۔ ہو سکے تو کرنل وحدت کی مصروفیات کے بارے میں بھی معلوم کرنا۔"

"لیکن اُس کی نگرانی کرانے کی حماقت مت کرنا۔" میں نے کہا۔ "اِس موقع پر ہم کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ اگر اُسے اپنی نگرانی کا شبہ بھی ہو گیا تو وہ مزید شبہے میں مبتلا ہو کر ممکن ہے کوئی بڑا قدم اٹھا بیٹھے۔ لہٰذا خاص طور پر اُس کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "لیکن اِس بلڈنگ میں اُس کی سرگرمیوں کی تفصیلات تو ویسے ہی معلوم ہو جائیں گی۔"

"جی ہاں جناب! یہ معلومات تو اُس پر نظر رکھے بغیر ہی فراہم ہو جائیں گی۔" گیمن نے کہا اور رخصت ہو گیا۔

"اب تم بھی کھل جاؤ علی!" گیمن کے جاتے ہی اولیو ہاورڈ نے مجھ سے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔ "مجھ سے تم کیا چاہتے ہو؟"

"زوتسکی کو تم نے گرفتار کیا تھا۔ یقیناً تم نے اُس کی زبان کھلوالی تھی ورنہ اتنے بہت سے لوگ کیسے گرفتار ہو گئے؟"

"کون زوتسکی؟" میں نے اُلجھے ہوئے انداز میں اولیو ہاورڈ کو گھورا۔ "تم نے پہلے بھی اس کا تذکرہ کیا تھا مگر مجھے بالکل یاد نہیں آتا کہ میں اس نام کے کسی آدمی سے واقف ہوں۔"

"بنو مت علی۔" اولیو ہاورڈ نے منہ بنایا۔ "کرنل وحدت کا اسرائیلی ایجنٹوں تک پہنچ جانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ مخبری ہوئی ہے اور اس کا ذریعہ تم بنے ہو۔"

"تو پھر میں نے اپنی مخبری بھی کی ہو گی۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تبھی تو کرنل وحدت یہاں تک پہنچ گیا۔"

"میں نہیں مان سکتا۔ جانتے ہو زوتسکی کس شخص کا نام ہے؟"

"بتانا ہے تو بتاؤ ورنہ میں اصرار نہیں کروں گا۔"

"ریگستان میں قزاقوں کے جس گروہ کا تم نے قلع قمع کیا تھا اُس کے سردار کا نام زوتسکی ہے۔"

"نہیں!" میں اُچھل پڑا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے، وہ تو کوئی مقامی باشندہ تھا۔"

اولیو ہاورڈ بے اعتباری سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ "میں کبھی یقین نہیں کروں گا علی!"

"تم مذاق کر رہے ہو اولیو ہاورڈ!" میں نے ہنسنے کی کوشش کی۔

"یہ ایک سنگین حقیقت ہے۔" اولیو ہاورڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "اور یہ بڑی ناممکن سی بات ہے کہ بغیر کسی مخبری کے اُن سارے ایجنٹوں کو بیک وقت گرفتار کر لیا گیا ہو۔"

"کرنل وحدت شاید آدمی ہی ناممکنات کا ہے۔" میں نے کہا۔ "اُس کے تین ناممکن قسم کے کارنامے تو ہم دونوں کے علم میں ہیں پہلے اُس نے ہمیں صحرا سے نکلتے ہی گرفتار کر لیا۔ اُس کے بعد جب ہم ہوٹل میں اُس کی گرفت میں پھنسے اور اب آخر میں وہ یہاں بھی پہنچ گیا۔"

"وہ ہمارے پیچھے تھا اگر اُسے کچھ سُراغ مل گئے تو یہ ایسی کوئی تعجب کی بات نہیں ہے لیکن وہ ایجنٹ تو خفیہ طور پر اپنا کام کر رہے تھے اور اُن کی سرگرمیاں بھی ایسی نہیں تھیں کہ اُن پر کسی قسم کا شبہ کیا جا سکتا۔ ایسے میں یہی سوچا جا سکتا ہے کہ اُن کی مخبری کی گئی ہو گی۔"

"مجھے کیا معلوم تم کن ایجنٹس کا تذکرہ کر رہے ہو؟" میں نے جھنجلا کر کہا حالانکہ مجھے سب کچھ معلوم تھا۔

"اگر تمھیں نہیں معلوم تو تمھارا لاعلم رہنا ہی بہتر ہے۔ کرنل وحدت تو اس ملک میں ہمارے لیے خطرہ ہے مگر تم تو اسرائیل کے لیے مستقل اور ہر جگہ خطرہ ہو۔"

"بہتر یہ ہے کہ اب آرام کرو۔ تمھارا دماغ ٹھیک سے کام نہیں کر رہا۔" میں نے کہا۔

"ایک بات بتاؤ علی!" اولیو ہاورڈ بولا۔ "اس وقت تم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پوری طرح میرے قبضے میں ہو۔ میں تمھیں ٹھکانے لگا دوں تو تمھاری لاش کا بھی پتا نہیں چلے گا۔"

"یہاں تم مجھے انگلی بھی نہیں لگا سکو گے لہٰذا میں بالکل بے فکر ہوں۔"

"میرے ایک اشارے پر تمھیں جہنم رسید کر دیا جائے گا۔"

"جانتے ہو میں کون ہوں؟" میں نے اولیو ہاورڈ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں تمھارا اسسٹنٹ ہوں اور اگر تم نے میرے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی کوشش کی تو تمھیں جواب دہی کرنا مشکل ہو جائے گی۔ پہلے ہی تمھاری پوزیشن بہت خراب ہے۔ اُن وضاحتوں کی فکر کرو اولیو ہاورڈ جو تمھیں ہائی کمان کے سامنے کرنا ہوں گی۔"

"میں نے تمھارے ہاتھوں بڑے نقصان اُٹھائے ہیں علی! امریکن سی آئی اے سے تو میں نکالا ہی گیا تھا، اب اسرائیل میں بھی مجھے اپنی پوزیشن برقرار رکھنا ناممکن نظر آ رہا ہے۔ میری بیٹی تمھارے قبضے میں ہے اور سب سے بدتر بات یہ ہے کہ میں اس وقت تم سے تعاون کرنے پر مجبور ہوں۔"

"مجھے خود بھی یہ سوچ کر افسوس ہوتا ہے اولیو ہاورڈ! کہ باپ کے کرتوتوں کی سزا بیٹی کو بھگتنا پڑ رہی ہے۔ لکی ہاورڈ تو بے قصور ہے۔ اُس کا قصور اگر کچھ ہے تو صرف یہی ہے کہ وہ تمھاری بیٹی ہے۔ کاش تم نے تہذیب مالکم ایکس پر ہاتھ نہ ڈالا ہوتا تو لکی ہاورڈ بھی میرے ہاتھوں محفوظ رہتی!"

"میں تمھیں تہذیب مالکم ایکس کے حوالے سے بلیک میل نہیں کر سکا لیکن تم نے لکی ہاورڈ کو یرغمال بنا کر مجھ سے اسرائیل کے خلاف جو جو کام لیے ہیں اس کے بعد بھی تمھارے دل میں کوئی خلش باقی رہ گئی ہے۔ اب تو تمھیں مطمئن ہو جانا چاہیے۔"

"یہ تو میری شرافت ہے کہ میں لکی ہاورڈ کو تمھارے حوالے کرنے کو تیار ہو گیا ہوں ورنہ سوچا تو یہی تھا کہ جب تک تہذیب مالکم ایکس مجھے نہیں مل جائے گی لکی کو اپنے قبضے میں ہی رکھوں گا لیکن محض عربوں کے مفادات کے پیشِ نظر میں نے تم سے وعدہ کر لیا تھا کہ لکی کو واپس تمھارے حوالے کر دوں گا۔ دیکھ لو اس وعدے کی تکمیل مجھے کتنی بھاری پڑ رہی ہے۔"

"ساری باتیں اپنی جگہ علی لیکن لکی کی واپسی کے بعد مجھ سے کسی رعایت کی توقع مت رکھنا۔"

"میں کسی سے بھی رعایت کی توقع نہیں رکھتا اولیو ہاورڈ! اور تم سے تو رعایت کی توقع رکھنا بدترین حماقت ہے۔"

اولیو ہاورڈ کمرے میں موجود مختصر سے بیڈ پر لیٹ گیا اور میں نے صوفہ سنبھال لیا۔ میرا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ واقعات بہت تیزی سے پیش آئے تھے اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے حالات مجھے اپنے دھارے پر بہائے لیے چلے جا رہے ہوں۔ میں اور اولیو ہاورڈ ایک ہی کشتی کے سوار تھے۔ ہم دونوں کو صرف اس ملک سے کسی طرح نکل جانے کی فکر لاحق تھی۔ اولیو ہاورڈ سے کیا ہوا وعدہ نبھانے کے لیے مجھے بہت سے پاپڑ بیلنا پڑے تھے اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ مستقبل کے پردے پر کیا تحریر ہے۔ میں اپنی راہ میں آنے والی مشکلات سے خوف زدہ نہیں تھا۔ مجھے تو وقت کی فکر لاحق تھی۔ میرے لیے تو سب سے اہم فیکٹر وقت ہی تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ تیزی سے گزرتا ہوا وقت کہیں میری تہذیب کو مجھ سے دُور نہ لے جائے۔ ایک عرصے بعد وصل کے امکانات پیدا ہوئے تو پے در پے پیش آنے والے واقعات نے اُسے پھر مجھ سے دُور کر دیا تاہم اب مجھے یہ بے فکری ضرور تھی کہ تہذیب جہاں بھی ہوگی آزاد ہوگی اور مجھ سے ملاقات کے لیے کوشاں ہوگی۔

ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں صوفے پر لیٹے ہوئے مختلف خیالات میں غلطاں و پیچاں میں چپکے سے نیند کی آغوش میں پہنچ گیا اور مجھے اس کا احساس بھی نہیں ہوا۔ میری آنکھ کوئی دو گھنٹے بعد کھلی۔ اُس وقت ایک بج چکا تھا۔ میں نے اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے میں گیمن داخل ہوا۔ "میں اس سے پہلے بھی حاضر ہوا تھا جناب! لیکن آپ لوگوں کو سوتے دیکھ کر واپس چلا گیا۔"

"تھکن بہت تھی مسٹر گیمن اس لیے آنکھ لگ گئی تھی۔" میں نے کہا۔ "تم سناؤ کیا خبریں ہیں؟"

ہماری آوازیں سن کر اولیو ہاورڈ بھی اُٹھ گیا تھا۔

"کرنل وحدت ابھی تک اس بلڈنگ میں موجود ہے۔" گیمن نے کہا۔

"کیا؟" اولیو ہاورڈ نے حیرت سے کہا۔ "وہ یہاں کیا کر رہا ہے؟"

"آپ لوگوں کے بارے میں تفتیش کر رہا ہے جنابِ عالی۔"

"اور بلڈنگ کے باہر کیا صورتِ حال ہے؟" اولیو ہاورڈ نے پوچھا۔

"بلڈنگ محاصرے میں ہے جناب! باوردی فوجی ہر شخص کو چیک کر رہے ہیں۔" گیمن نے بتایا۔

"تب تو یہاں سے ہمارا نکلنا بے حد دشوار ہو جائے گا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"جی ہاں جناب! جب تک یہ صورت رہے گی، بلڈنگ سے نکلنا ناممکن ہی ہوگا۔"

"کیوں مسٹر گیمن! کیا اس بلڈنگ میں کام کرنے والے لوگ شام کے وقت اپنے گھروں کو واپس نہیں جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"جو لوگ بلڈنگ میں موجود ہیں انھیں نہیں روکا جائے گا۔" گیمن نے بتایا۔ "یا جو لوگ باہر سے آ رہے ہیں اور انھیں چیک کر کے اندر آنے کی اجازت دی جا رہی ہے، انھیں بھی واپس جانے دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ جو شخص بھی باہر نکلنے کی کوشش کرے گا اُسے روک لیا جائے گا۔"

"انھیں یہ کیسے پتا چلے گا کہ بلڈنگ میں کون کون موجود ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ملٹری انٹیلی جنس کے لوگ اب تک ساری فہرستیں تیار کر چکے ہیں۔ باہر جاتے وقت ہر ایک کو چیک کیا جا رہا ہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ تم ہمارے نام بھی یہاں کے ملازمین کی فہرست میں درج کرا دیتے؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"میں یہ خطرہ کیسے مول لے سکتا تھا جناب۔" گیمن نے کہا۔ "انھیں ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا تو پھر آپ لوگ بچ نہیں سکتے تھے۔"

"گویا ہم یہاں محصور ہو کر رہ گئے ہیں۔" میں نے کہا۔ "اور اب یہاں سے نکل نہیں سکیں گے؟"

"آج تو یہ ممکن نظر نہیں آتا جناب۔" گیمن بولا۔ "اب دیکھیے اگر رات تک یہ لوگ محاصرہ اٹھا دیں تو کل آپ یہاں سے نکل سکیں گے۔"

"فرض کرو انھوں نے محاصرہ ختم نہ کیا اور کل بھی یہیں جمے رہے تو کیا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"ظاہر ہے جناب آپ یہاں سے نہیں نکل سکیں گے اس لیے کہ آپ یہاں موجود ہی نہیں ہیں۔"

"فرض کرو ہم کوئی اور میک اپ کر لیں تو کرنل وحدت کے لوگ ہمیں موجودہ حیثیتوں میں کیسے پہچانیں گے؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"موجودہ حیثیتوں میں نہ پہچان سکنے کے باوجود یہ سوال تو ضرور پیدا ہوگا کہ ہم بلڈنگ میں داخل کیسے ہوئے؟" میں نے کہا۔ "محض اس شبہے کی بنیاد پر ہمیں روک لیا جائے گا اور اگر ہم پکڑے گئے تو مسٹر گیمن کی پوزیشن بھی خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن ہمیں یہاں سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر تو کرنا ہی پڑے گی۔ ظاہر ہے ہم زیادہ وقت تو نہیں برباد کر سکتے۔ ہمیں اور بھی بہت سے کام کرنا ہیں۔ اسرائیل پہنچ کر مفصل رپورٹ پیش کرنا ہے۔"

"آپ درست کہہ رہے ہیں جناب۔" میں نے مؤدبانہ انداز میں اولیو ہاورڈ سے کہا۔ "اور مجھے یقین ہے کہ یہاں سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور ہوگی مگر اس وقت ذہن میں نہیں آ رہی۔"

"اگر کوئی تدبیر ہوتی تو کیا میں اُسے نظرانداز کر دیتا۔" گیمن بُرا مان کر بولا۔

"اوہ آپ غلط سمجھے۔" میں نے گیمن سے کہا۔ "میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ آپ اس تدبیر سے واقف بھی ہوں گے۔ یہ بات تو سوچی ہی نہیں جا سکتی کہ آپ ہماری آزادی کی کوششوں میں کسی بھی قسم کی دانستہ کوتاہی کے مرتکب ہوں گے۔"

"میرا خیال ہے پہلے لنچ کر لیا جائے۔" گیمن نے کہا۔ "اس دوران ممکن ہے کوئی تدبیر سوجھ ہی جائے۔"

"اس میں کوئی خطرہ تو نہیں ہے مسٹر گیمن؟" میں نے کہا۔

"خطرہ؟" گیمن نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "کھانا کھانے میں کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟"

"میرا مطلب ہے کرنل وحدت ہماری تاک میں ہے۔ اُس سے کوئی معمولی سی چیز بھی نظرانداز نہیں کی ہوگی۔ اگر یہاں زیادہ کھانا آیا تو کیا وہ کھٹک نہیں جائے گا۔"

گیمن ہنس پڑا۔ "آپ بہت محتاط آدمی ہیں جناب۔" اُس نے کہا۔ "مگر بے فکر رہیے! کمپنی کی اپنی کینٹین ہے۔"

میں مطمئن ہو گیا۔ کرنل وحدت اتنا ذہین تھا کہ اب اُس کے مقابلے میں میں معمولی سے معمولی بات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کچھ تو وہ ذہین تھا اور کچھ قدرت بھی اُس کی مدد کر رہی تھی۔ تبھی تو اتفاقات اُس کے حق میں پیش آ رہے تھے ورنہ کیا ضروری تھا کہ اُس کا کوئی آدمی ہمیں اس بلڈنگ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھتا۔

گیمن نے کھانا اسی کمرے میں منگوالیا اور ہم کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ کھانے کے دوران میں مستقل سوچتا رہا اور بالآخر میں ایک نتیجے پر پہنچ گیا۔

"اِس ملک میں اسرائیل کے بہت سے ایجنٹ کام کر رہے ہوں گے؟" کھانے کے بعد میں نے گیمن سے پوچھا۔

"جی ہاں، کافی لوگ کام کر رہے ہیں۔" گیمن نے کہا

"اُن میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اس وقت کوئی کام نہیں کر رہے ہوں گے؟"

"میں سمجھا نہیں جناب کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" گیمن نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی دو افراد ہماری جگہ آجائیں تو ہم اُن کی جگہ لے لیں گے۔"

"تمھارے ذہن نے خوب کام کیا۔" اولیو ہاورڈ اُچھل پڑا۔ "واقعی اگر ایسے دو افراد مل جائیں تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

"ایسے لوگ تو موجود ہیں جناب لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ اُن سے کیا کام لیا جا سکتا ہے؟" گیمن بولا۔

"میں سمجھاتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "تمھارے پاس میک اپ کا سامان تو موجود ہو گا؟"

"جی ہاں ہے اور اگر آپ حکم کریں تو فوری طور پر مہیا بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"بس تو دو ایسے افراد کو بُلا لو جو ہمارے قد کاٹھ کے ہوں۔ ظاہر ہے اُن کے پاس سارے کاغذات موجود ہوں گے اور بلڈنگ میں داخل ہوتے وقت فوجی انھیں چیک کریں گے۔ اُس کے بعد ہی انھیں اندر داخل ہونے دیا جائے گا۔ جب وہ لوگ یہاں پہنچ جائیں گے تو ہم اُن کا میک اپ کر لیں گے اور انھی کے کاغذات کے سہارے نہ صرف اس بلڈنگ سے بلکہ اس ملک سے بھی نکل جائیں گے۔"

"بہت عمدہ آئیڈیا ہے جناب۔" گیمن نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "گویا آپ کے بجائے وہ دونوں یہاں رہیں گے۔"

"ہاں، تم نے ہمارے کاغذات تو بننے کے لیے دے دیے ہوں گے؟"

"جی ہاں، کل دوپہر کے بعد کسی وقت آپ کے کاغذات تیار ہو جائیں گے۔"

"بس تو وہ کاغذات اُن لوگوں کے کام آجائیں گے۔ ایسے لوگ اگر ہیں تو انھیں کب تک طلب کیا جا سکتا ہے؟"

"اتفاق سے دو ایسے افراد یہاں موجود ہیں جن کا کام ہو چکا ہے مگر وہ یہاں سے تین روز بعد واپس جائیں گے اور یہ بھی اتفاق ہی ہے کہ وہ میرے گھر پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"وہ لوگ کون سے ملک کے پاسپورٹ پر سفر کر رہے ہیں؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"وہ امریکن ہیں جناب اور اُن کے پاس امریکا کے ہی پاسپورٹ ہیں۔"

"انھیں فوراً یہاں طلب کر کے ساری صورتحال سمجھا دو۔" میں نے کہا۔ "اگر تمھارے پاس یہاں آفس میں اُن کی تصویریں موجود ہوں تو اُن کی تصویریں اور میک اپ کا سامان فراہم کر دو تاکہ اُن کے یہاں پہنچنے تک ہم اُن کا میک اپ کر لیں۔"

"بہت بہتر جناب۔" گیمن نے کہا اور تھوڑی ہی دیر بعد ہمیں میک اپ کا سامان اور اُن ایجنٹوں کی تصویریں فراہم کر دیں۔

"اب ہم محفوظ ہو جائیں گے علی۔" میک اپ کے دوران اولیو ہاورڈ نے مجھ سے کہا۔ گیمن اُس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔

"یہ بہت ضروری تھا اولیو ہاورڈ! اس کے بغیر ہم اس ملک سے نہ نکل پاتے۔ جعلی کاغذات بہرحال جعلی ہوتے ہیں۔ اب ہمارے پاس کاغذات تو اصل ہوں گے مگر ہم خود جعلی ہوں گے۔"

"میرا پروگرام یہ ہے کہ ہم یہاں سے شی گورائے جائیں گے اور وہاں سے فوراً ہی گوٹے ہل نکل جائیں گے۔ میرا اندازہ ہے کہ تم لکی کو گوٹے ہل میں ہی میرے حوالے کر دو گے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "اگر تم اس پروگرام میں کسی تبدیلی کے خواہاں ہو تو مجھے ابھی بتا دو۔"

"نہیں اولیو ہاورڈ! فی الحال اس پروگرام میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ جب ضرورت ہو گی بتا دوں گا۔" دونوں ایجنٹوں کے آنے تک میں اور اولیو ہاورڈ

اپنا میک اپ مکمل کر چکے تھے۔ گیمن انھیں خفیہ کمرے میں لے آیا اور وہ دونوں وہاں اپنے ہم شکلوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ "یہ کون لوگ ہیں؟" انھوں نے حیرت سے پوچھا۔

گیمن نے اُن سے ہمارا تعارف کیا۔ اولیو ہاورڈ کا نام سُن کر وہ دونوں مرعوب اور مؤدب نظر آنے لگے۔ گیمن نے اُن سے اُن کے پاسپورٹ لے کر ہمارے حوالے کر دیے۔ "نیچے کار پارکنگ میں میرون کلر کی مرسیڈیز کار موجود ہے۔" گیمن نے کار کا نمبر بتاتے ہوئے کار کی چابیاں میرے حوالے کر دیں۔ "اور یہ میری رہائش کا نقشہ ہے۔ آپ زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے میں وہاں پہنچ جائیں گے۔ میں ملازم کو فون کر دیتا ہوں اور وہ آپ کو آپ لوگوں کے کمرے دکھا دے گا۔"

"اِن پاسپورٹس پر شی گورائے کے ویزے بھی تو لگوانا ہوں گے۔" میں نے کہا۔

"میرا آدمی گھر سے آپ لوگوں کے پاسپورٹ لے جائے گا اور آج ہی ویزا لگنے کے علاوہ کل صبح کی فلائٹ سے آپ کے لیے سیٹیں بھی بُک کرا دی جائیں گی۔"

میں اور اولیو ہاورڈ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ بلڈنگ کے دروازے پر ہمیں چیک تو کیا گیا مگر ہم سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ بلڈنگ کے احاطے میں فوج کے کئی ٹرک اور جیپیں نظر آ رہی تھیں۔ فوجیوں کی کافی تعداد نے عمارت کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ لیکن ہمیں کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔ ہم نہ صرف میک اپ میں تھے بلکہ ہم نے اُن ایجنٹوں سے اپنے لباس بھی تبدیل کر لیے تھے۔ کار تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور نقشے کی مدد سے ہم بہ آسانی گیمن کی جائے رہائش تک پہنچ گئے۔ اولیو ہاورڈ میرے برابر والی نشست پر خاموش بیٹھا تھا۔ گیمن کے ملازم نے ہمیں بنگلے کے گیٹ پر ریسیو کیا اور اوپری منزل کے دو کمروں تک پہنچا دیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ایک شخص آ کر ہمارے پاسپورٹ لے گیا۔

"اب تو تم اس ملک میں اسرائیل کی سرگرمیوں سے بڑی حد تک باخبر ہو گئے ہو۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"لیکن حسبِ وعدہ میں ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"جیسے جیسے اس ملک سے روانگی کا وقت قریب آ رہا ہے میرے ذہنی تفکرات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔"

"عجیب بات ہے اولیو ہاورڈ! حالانکہ تمھیں خوش ہونا چاہیے کہ یہاں سے صحیح سلامت واپس نکل جاؤ گے۔"

"میں ایک مشن کی ناکامی کے بعد لوٹوں گا علی اور مجھے کیسے کیسے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا اس کا تجزیہ کرنا تم جیسے ذہین آدمی کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ تم نے تو ایک بار پھر ناممکن قسم کی کامیابی حاصل کر کے فلسطینیوں کی نظر میں اپنا مقام کچھ اور بلند کر لیا ہے۔"

"میں نے کبھی اپنے مقام کی پروا نہیں کی۔ تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"لیکن مجھے تو اپنے مقام کی پروا ہے۔ حالات جس طرح سے پیش آتے رہیں اگر تم نے اُن کی اسی انداز میں پبلسٹی کر دی تو میرا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔"

"میں تمھیں تحریر دینے کو تیار ہوں کہ تم نے ہماری کامیابی میں جو کردار کیا ہے وہ کبھی منظرِ عام پر نہیں آئے گا۔"

"تحریر کی کیا ضرورت ہے۔۔"

"تو اور میں کیا کروں۔" میں نے جھنجلاتے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں نے کئی بار تم سے کہا کہ تمھارے خلاف کچھ نہیں کروں گا مگر تمھاری سمجھ میں بات آ کے ہی نہیں دیتی۔"

"ٹھیک ہے، مجھے تمھاری بات پر یقین ہے لیکن۔۔"

"اگر یقین ہے تو آئندہ یہ تذکرہ مت کرنا۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"نہیں کروں گا۔" اولیو ہاورڈ نے مُردہ سے انداز میں کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

ایک گھنٹے بعد گیمن آ گیا اور اُس نے ہم دونوں کو بتایا کہ ہمارے پاسپورٹ ویزے لگ کر ایک آدھ گھنٹے میں مل جائیں گے اور جہاز میں سیٹیں بھی بُک ہو جائیں گی۔

"کرنل وحدت کی سرگرمیوں کے بارے میں بتاؤ۔" اولیو ہاورڈ نے گیمن سے پوچھا۔ "کیا بلڈنگ اب بھی محاصرے میں ہے؟"

"جی ہاں، بلڈنگ پر مسلح فوجی تعینات ہیں۔ کرنل وحدت کو معلوم نہیں آپ لوگوں کے بارے کتنے باوثوق ذرائع سے اطلاع ملی ہو گی کہ وہ آپ کی اُس عمارت میں موجودگی کے بارے میں بہت پُریقین ہے،

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ورنہ اب تک تو اُسے مایوس ہو جانا چاہیے تھا!"

"اُس کا یقین غلط بھی تو نہیں ہے،" مَیں نے کہا۔ "یہ الگ بات کہ ہم وہاں سے نکل آنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"مَیں تو اُس ذریعے پر حیرت کر رہا ہوں جس سے اُسے آپ کے بارے میں اطلاع ملی ہو گی،" گیمن بولا۔

"اظہارِ حیرت میں وقت ضائع کرنے کے بجائے ہمیں مستقبل پر نظر رکھنا چاہیے،" مَیں نے کہا اور اس کے بعد نشست برخاست ہو گئی۔

رات کے کھلنے پر ہم تینوں پھر یکجا ہوئے اور گیمن نے ویزا لگے پاسپورٹ ہمارے حوالے کر دیے۔ صبح آٹھ بجے پرواز کرنے والے طیارے میں ہمارے لیے دو نشستیں بھی بُک کرا دی گئی تھیں۔ "ٹکٹ اور ویزے چیک کر لیجیے،" گیمن نے ہم سے کہا۔

مَیں نے اپنا پاسپورٹ چیک کیا جو ہر اعتبار سے مکمل تھا۔ اولیو ہاورڈ نے بھی پاسپورٹ اور ٹکٹ چیک کرنے کے بعد مطمئن انداز میں سر ہلایا۔

"تم نے یقیناً اطمینان کر لیا ہو گا کہ کرنل وحدت تمھاری سرگرمیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا؟" اولیو ہاورڈ نے گیمن سے کہا۔

"جی ہاں جناب! مَیں نے ہر قدم دیکھ بھال کر اٹھایا ہے۔"

"آپ نے کام مکمل کرنے میں بڑی تیزی دکھائی مسٹر گیمن،" مَیں نے کہا۔

گیمن ہنسنے لگا۔ "ہمیں انھی کاموں کی تو تنخواہ ملتی ہے جناب! اگر ہم یہ کام بھی نہ کر سکیں تو ہمارا فائدہ ہی کیا ہے۔"

اگلے روز گیمن خود ہمیں چھوڑنے ایئرپورٹ آیا۔ اُس نے جان بوجھ کر وہ راستہ اختیار کیا جو اُس کے آفس والی بلڈنگ کے سامنے سے ہو کر گزرتا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ بلڈنگ کے گرد مسلح فوجی پہرا دے رہے تھے۔

"یہ کرنل وحدت بڑا مستقل مزاج آدمی ہے،" مَیں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"احمق ہے جناب،" گیمن بھی ہنس کر بولا۔ "ورنہ اب محاصرہ برقرار رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔"

"وہ احمق نہیں ہے مسٹر گیمن! دوسروں کو احمق بنا دیتا ہے۔ تمھیں یہاں کام کرنا ہے اس لیے میرا مشورہ ہے کہ اُس سے بچ کر ہی کام کرنا ورنہ مارے جاؤ گے۔"

"ج... جی بہتر جناب،" گیمن نے گڑبڑا کر کہا۔

"ویسے آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، وہ بہت چالاک ہے۔ آفس ٹیبل پر پیالیوں کے نشانات کتنے مدھم تھے۔ عام آدمی تو شاید اُن نشانات کو دیکھ بھی نہ پاتا مگر وہ نشانات اُس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکے۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ محض دھمکی دے کر کیوں چلا گیا،" اولیو ہاورڈ بولا۔ "اصولی طور پر تو اُسے گیمن کے خلاف کوئی قدم اٹھا لینا چاہیے تھا۔"

"اُس نے کچھ سوچ کر ہی وہ حرکت کی ہو گی،" مَیں نے کہا۔ "معاملہ چونکہ غیر ملکیوں کا ہے اس لیے وہ محتاط رہا۔ ممکن ہے کوئی اور وجہ رہی ہو تاہم مجھے خدشہ ہے کہ وہ ڈی او کارپوریشن پر ریڈ کیے بغیر نہیں مانے گا۔"

"ہم نے اپنے گرد بہت مضبوط قسم کے حصار قائم کر رکھے ہیں جناب،" گیمن بولا۔ "اگر اُس نے ایسی کوئی حماقت کی تو خود ہی بھگتے گا۔"

"تمھاری مرضی،" مَیں نے بے پروائی سے شانے اُچکا کر کہا اور کار سے باہر دیکھنے لگا۔

ایئرپورٹ پر کسی قسم کی غیر معمولی سرگرمیاں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ وجہ صاف ظاہر تھی کہ کرنل وحدت کی توجہ ڈی او کارپوریشن والی بلڈنگ پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھی۔ اُسے انتہا درجے کا یقین تھا کہ ہم وہیں موجود ہیں ورنہ شہر سے باہر جانے والے ہر راستے کی نگرانی ہو رہی ہوتی۔ اس اعتبار سے اُس بلڈنگ میں ہمارا دیکھ لیا جانا فائدے مند ہی ثابت ہوا تھا۔ ہم بہ آسانی بغیر کسی خصوصی چیکنگ کے ایئرپورٹ سے گزر سکتے تھے۔

"کوئی ایسا فون نمبر مل سکے گا جس پر کرنل وحدت سے گفتگو ہو سکے؟" ایئرپورٹ پر مَیں نے گیمن سے کہا۔

"جی!" گیمن حیران رہ گیا۔ "آپ کرنل وحدت سے گفتگو کر کے کیا کریں گے؟"

"یہاں سے نہیں بلکہ کسی اور ملک سے اُسے فون کر کے بتاؤں گا کہ ہم دونوں اس مُلک سے نکل گئے ہیں، تاکہ وہ تم پر سے توجہ ہٹا لے اور تم اُس کی نظروں میں شکوک شبہات سے بالاتر ہو جاؤ۔ ورنہ وہ تمھارے پیچھے تو پڑا ہی رہے گا۔"

"مَیں ابھی معلوم کر کے بتاتا ہوں،" گیمن نے کہا اور ایک ایئرلائن کے کاؤنٹر پر جا کر ٹیلی فون ڈائریکٹری دیکھنے لگا۔ اولیو ہاورڈ مجھے گھور رہا تھا۔

"تم کس چکر میں ہو علی؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "کرنل وحدت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے نمبر کی کیا ضرورت پڑ گئی؟"

"میرا خیال ہے، میں گیمن کو وجہ بتا چکا ہوں۔"

"میں اس پر یقین نہیں کر سکتا۔" اولیو ہاورڈ نے بے اعتباری سے کہا۔ "یقیناً کوئی اور وجہ ہے ورنہ تم کسی یہودی سے ہمدردی کی غلطی نہیں کر سکتے۔"

"قطعی ضروری نہیں ہے کہ میں تمھیں اصل وجہ سے بھی آگاہ کروں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"تم اُسے ڈی او کارپوریشن کی اصلیت سے آگاہ کرو گے۔"

"بدگمانیوں سے بچنے کی کوشش کیا کرو اولیو ہاورڈ! ویسے جو تمھارا جی چاہے سمجھتے رہو، میں تمھیں روکوں گا نہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

چند ہی منٹ کے اندر گیمن واپس پلٹ آیا اور اُس نے ایک فون نمبر میرے حوالے کر دیا۔ "یہ انٹیلی جنس کے مقامی ہیڈ کوارٹر کا فون نمبر ہے۔" اُس نے بتایا۔ "میرا اندازہ ہے کہ آپ یہاں فون کریں گے تو کرنل وحدت سے یا تو آپ کی بات کرا دی جائے گی یا پھر آپ کو اُس کا نمبر بتا دیا جائے گا۔"

"شکریہ گیمن۔" میں نے سنجیدگی سے کہا اور اُس سے فون نمبر والا پرچا لے کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔

گیمن سے رخصت ہو کر ہم اپنے مختصر سے سامان سمیت ایئر پورٹ بلڈنگ میں داخل ہو گئے۔ میری اور اولیو ہاورڈ کی جیبوں میں وافر مقدار میں کرنسی موجود تھی۔ کسٹمز اور امیگریشن کے مراحل سے بڑی آسانی سے گزرنے کے بعد ہم نے شی گورلے جانے والے طیارے میں پہنچ کر اپنی نشستیں سنبھال لیں۔ طیارے کی روانگی کے لیے ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔

مخصوص بلندی پر پہنچ کر مسافروں کو حفاظتی بیٹیاں کھولنے کی اجازت دے دی گئی اور میں اور اولیو ہاورڈ دونوں ہی طیارے میں موجود مسافروں کا جائزہ لینے لگے۔ طیارے کے مسافروں میں ہر قسم کے ہی لوگ شامل تھے۔ یہاں تک کہ خواتین اور بچے بھی تھے۔

"اب کہیں جا کے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم کرنل وحدت کے چنگل سے نکل گئے ہیں۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"یقین کرو علی! مجھے اب بھی یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے وہ اچانک کہیں سے نمودار ہو گا اور کہے گا، مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟"

"حقیقتاً وہ ایسی ہی شخصیت کا مالک ہے [اعصاب] پر چھا جانے والا۔" میرا جملہ مکمل ہوا ہی تھا کہ میں نے ایک پستہ قامت شخص کو اس کی نشست سے کھڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔ اُس کے چہرے پر گھنی داڑھی مونچھ نظر آ رہی تھیں اور اُس نے سیاہ رنگ کے شیشوں والا چشمہ لگا رکھا تھا۔ میری تجربے کار نگاہوں نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا کہ وہ شخص میک اپ میں ہے۔ اُس نے سیٹ سے کھڑے ہونے کے بعد اپنی جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور اُس کی بھاری بھرکم آواز جہاز میں گونجی۔

"تمام لوگ اپنے ہاتھ بلند کر لیں۔" اُس کے الفاظ کے ساتھ تین مزید افراد مختلف نشستوں سے اٹھتے نظر آئے۔ اُن کے ہاتھوں میں پستولوں کے علاوہ پلاسٹک [بم] بھی موجود تھے۔ انھی میں سے ایک شخص تیزی سے پائلٹ کے کیبن میں گھس گیا۔

ایک لمحے کے لیے تو میرے حواس بھی گم ہو گئے۔ مجھ پہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والی مثل صادق آ رہی [تھی]۔ یہ اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں تھا کہ طیارہ اغوا کیا جا رہا ہے۔ میں تابڑ توڑ کوششوں کے بعد کرنل وحدت کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہوا تو ہائی جیکروں کے ہتھے چڑھ گیا۔ اولیو ہاورڈ نے بھی صورتِ حال کا اندازہ لگا لیا تھا جبکہ دیگر مسافر ابھی تک حیرت کے عالم میں تھے۔ پستہ قامت شخص ایک بار پھر گرجا۔

"ہر شخص اپنے ہاتھ بلند کر لے ورنہ یہ پلاسٹک بم تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ ہاتھ بلند کر لیجیے۔" اُس کی آواز اور الفاظ دونوں ہی میں کچھ ایسا خوف ناک تاثر تھا کہ مسافروں کے ہاتھ خود بہ خود اوپر اُٹھنے لگے۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہو گئیں۔ میں نے بھی اولیو ہاورڈ کی طرح اپنے ہاتھ بلند کر لیے۔ پھر ہمیں دوسرا حکم ملا۔

"اپنے ہاتھ گردنوں کے پیچھے لے جائیے فوراً۔"

مسافروں نے اس حکم کی بھی بے چون و چرا تعمیل کی۔ طیارے میں ہولناک سکوت طاری ہو گیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بہ یک وقت سارے مسافر پتھر کی مورتیوں میں تبدیل ہو گئے ہوں۔ طیارے کے انجنوں کے شور کے سوا طیارے میں کوئی اور آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

[ہائی] جیکروں کے بارے میں فی الوقت یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ اُن کا تعلق کس گروپ سے ہے، اُن کے عزائم کیا ہیں اور وہ کس قومیت کے حامل ہیں؟

میں فرداً فرداً ہر ہائی جیکر کا جائزہ لے رہا تھا مگر اُن کے ظاہری حلیے اور اُن کے لب و لہجے سے اُن کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ ظاہر ہے، وہ آواز بدل کر بول رہے ہوں گے اور حلیے تو انھوں نے پہلے سے ہی تبدیل کر رکھے تھے۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں یہ خوش آئند خیال بھی آیا کہ ممکن ہے، اُن لوگوں کا تعلق تنظیم آزادیِ فلسطین سے ہی ہو تاہم اس بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جا سکتی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اُن لوگوں کا تعلق کسی یہودی تنظیم سے ہو اور یہ بات بھی قرینِ قیاس تھی کہ وہ فقط بلیک میلرز ہوں۔ تمام مسافر سمجھ چکے تھے کہ طیارہ ہائی جیک کیا جا چکا ہے اور تقریباً سب ہی اس انتظار میں تھے کہ ہائی جیکرز اپنا تعارف کرائیں تاکہ مسافروں کو اپنے مستقبل کا تھوڑا بہت اندازہ ہو سکے۔

"آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے کہ طیارہ اب ہمارے قبضے میں ہے۔" ایک بار پھر طیارے میں پستہ قامت شخص کی آواز گونجی۔ "اب طیارہ ہماری مرضی کے مطابق سفر کر رہا ہے۔ ابھی آپ کو یہ بات نہیں بتائی جا سکتی کہ طیارے کی آئندہ منزل کون سی ہو گی اور اسے اغوا کرنے کا مقصد کیا ہے۔ یہ باتیں آپ کے سوچنے کی ہیں بھی نہیں۔ لیکن یہ بتانا بہرحال ضروری ہے کہ ہمارا سفر آدھے گھنٹے سے زیادہ کا نہیں ہے۔ آپ لوگ اچھی طرح سمجھ رہے ہوں گے کہ یہ تیس منٹ آپ کو کس طرح گزارنا ہیں۔ زندگی عطیۂ خداوندی ہے اور اس کی حفاظت کرنا آپ کی ذمے داری، آپ کا فرض ہے۔ کسی بھی شخص کی ایک ذرا سی غلط حرکت پورے جہاز کی تباہی کا باعث بن سکتی ہے۔"

اس حکم کے بعد پستہ قامت ہائی جیکر نے اپنے آدمیوں کو کچھ اشارے کیے جن کے جواب میں پہلے سے منظرِ عام پر موجود ہائی جیکروں کے علاوہ اگلی سیٹوں سے دو اور افراد اٹھ کر آگے بڑھ آئے۔ وہ دونوں بھی پستول بردار تھے۔ وہ گشت کرتے ہوئے طیارے کے آخری حصے تک چلے گئے۔

"اپنے اپنے پاسپورٹ اور ٹکٹ نکال کر اپنے سامنے [رکھ] دیجیے۔" پستہ قامت شخص نے نیا حکم جاری کیا۔

اس نئے حکم کی تعمیل کے لیے کچھ ہل چل پیدا ہوئی۔ مسافروں نے حکم کی تعمیل کے بعد اپنے ہاتھ دوبارہ گردنوں کے پیچھے رکھ لیے تھے۔ ہاتھوں کو اس طرح گدی پر رکھ کر بیٹھنا سخت تکلیف دہ عمل تھا خصوصاً خواتین کے چہروں پر تو بہت زیادہ اذیت کے آثار تھے، سبھی کے بازو شل ہوئے جا رہے تھے۔

ہائی جیکروں نے تمام مسافروں کے سامنے سے اُن کے پاسپورٹ اور ٹکٹ اُٹھا کر یک جا کیے اور لے جا کر پستہ قامت کے حوالے کر دیے اور وہ ایک سیٹ پر بیٹھ کر اُن کا جائزہ لینے لگا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ اس طرح وہ مسافروں کی حیثیتوں کا تعین کرنا چاہتے ہیں۔ مطالبات منوانے کے لیے مسافروں کی حیثیت کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ کسی اغوا شدہ طیارے کے مسافر اگر بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہوں تو مطالبات بھی جلدی تسلیم کر لیے جاتے ہیں ورنہ نہیں۔

ذرا ہی دیر میں ہائی جیکروں کا ردِ عمل سامنے آ گیا۔ مختلف سیٹوں سے چار افراد کو اُٹھا کر آگے والے حصے میں لے جایا گیا اور وہاں سے چار مسافر اُن کی سیٹوں پر منتقل کر دیے گئے۔ چاروں مقامی باشندے تھے۔ عمر رسیدہ اور باوقار شخصیتوں کے حامل۔

ہائی جیکرز بڑے ماہرانہ انداز میں کام کر رہے تھے۔ اُن کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ کام اُن کے لیے نامانوس نہیں ہے۔ انھوں نے صحت مند اور طاقت ور قسم کے لوگوں کو کھڑکیوں کے ساتھ والی نشستوں پر بٹھا دیا تھا اور خواتین اور کمزور لوگوں کو کنارے والی نشستوں پر لے آئے تھے تاکہ ہائی جیکروں کے لیے کوئی خطرہ نہ رہے۔

پرواز کے تیس منٹ تیس گھنٹوں کی طرح گزرے۔ اغوا شدہ بدقسمت طیارے کے مسافر خوف و دہشت کا شکار تھے لیکن ہائی جیکروں کو مسافروں کے جذبات و احساسات سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

تیس منٹ بعد اعلان ہوا کہ جہاز رن وے پر اُترنے والا ہے۔ ایک لمحے کے لیے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید ہمیں بتا دیا جائے کہ طیارہ کہاں اُترا ہے لیکن شاید ہائی جیکر طیارے کے مسافروں کو بے خبر ہی رکھنا چاہتے تھے۔

طیارہ بہ حفاظت رن وے پر اُتر گیا اور اس کے انجن بند ہو گئے۔ انجن بند ہونے کے بعد طیارے کے ایئر کنڈیشننگ سسٹم نے بھی کام کرنا بند کر دیا جس کے باعث طیارے میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حبس اور گھٹن پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ بہ تدریج بڑھتے ہوئے درجۂ حرارت کے باعث مسافروں کے جسم پسینے سے شرابور ہوتے لگے۔ گرمی، حبس اور گھٹن میں لحظہ بہ لحظہ اضافہ ہی ہوتا جارہا تھا۔ طیارے میں ہوا کا گزر برائے نام بھی نہیں تھا۔

"کیا مصیبت ہے۔" اولیو ہاورڈ نے سرگوشی کی۔ "یہ اندازہ بھی نہیں ہو پا رہا کہ یہ کون ہیں۔ ان سے کچھ پوچھنے کی کوشش خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

"اور کچھ کرنے کی کوشش بھی۔" میں نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔

"عبرت کا مقام ہے کہ آج تک جو کام ہماری نگرانی اور ہدایات کے تحت ہوتا رہا آج ہم خود اس کا شکار ہو گئے۔ تم نے بھی تو ایک بار طیارہ اغوا کیا تھا علی! یاد ہے۔"

میں صرف مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں بے چینی اور اضطراب بڑھتا جارہا تھا اور بالآخر ایک مسافر کا پیمانۂ صبر جواب دے گیا۔

"اس گرمی اور حبس میں ہم کتنی دیر زندہ رہ سکیں گے۔" اُس نے اپنی سیٹ سے کھڑے ہو کر کہا۔ "اس سے بہتر تو یہ ہے کہ تم طیارہ تباہ کر دو۔"

اُس شخص کے نزدیک موجود ہائی جیکر نے پوری قوت سے پستول کا دستہ اُس شخص کی کنپٹی پر رسید کر دیا۔ وہ شخص چکرا کر گرنے لگا مگر اُس کے برابر والی نشستوں کے مسافروں نے اُسے سنبھال کر سیٹ پر بٹھا دیا۔ اُس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔ شاید وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

کئی گھنٹے اسی عالم میں گزر گئے۔ ایک شخص کا حشر دیکھنے کے بعد کسی اور نے لب کشائی کی جرأت نہیں کی۔ میں اس صورتِ حال سے خوفزدہ تو نہیں تھا تاہم میرا ذہن تجسس کا شکار ضرور تھا۔ معلوم نہیں وہ لوگ کون تھے، اُن کے مطالبات کیا تھے اور اس سلسلے میں متعلقہ حکام کا رویہ کیا تھا۔

پھر ہائی جیکرز نے اعلان کیا کہ جنریٹر کا انتظام ہو گیا ہے۔ لوگوں نے اس اطلاع پر سکون کا سانس لیا اور جنریٹر کا انتظار کرنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد جنریٹر کو طیارے سے منسلک کر دیا گیا اور لوگوں کی جان میں جان آئی لیکن لوگوں کی حالت اب بھی بُری تھی۔ بے یقینی کی کیفیت نے ہر ایک کو مضطرب کر رکھا تھا اور اس پر مستقل سیٹوں پر بیٹھے رہنے کی تھکن مستزاد تھی۔

میں خود پر جبر کیے بیٹھا رہا۔ جی چاہتا تھا کہ ہائی جیکرز کے خلاف کوئی قدم اُٹھایا جائے مگر اس کے نتیجے میں دیگر مسافروں کی زندگیاں خطرے میں پڑ سکتی تھیں اور میں کسی قیمت پر معصوم مسافروں کی زندگیوں سے نہیں کھیل سکتا تھا۔

کچھ وقت اور گزر گیا اور پھر درمیانی عمر کی ایک عورت دونوں ہاتھ بلند کیے اپنی سیٹ سے کھڑی ہو گئی۔ ایک ہائی جیکر نے فوراً اُس پر پستول تان لیا۔ اُس کے چہرے پر سختی کے آثار نمودار ہوئے پھر اُس کی بھاری بھرکم آواز اُبھری۔ "کیا چاہتی ہو تم؟"

"تم چاہو تو مجھے ہلاک کر دو لیکن اس سے پہلے میرے ایک سوال کا جواب دے دو۔ میں ایک اخباری رپورٹر ہوں۔ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ تم لوگ کون ہو اور تمھارا مطالبہ کیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ سارے مسافر قصوروار نہیں ہیں پھر ہم سب کو یہ اذیت کیوں دی جارہی ہے؟" عورت کا لہجہ ہذیانی تھا۔

ہائی جیکر نے پلٹ کر عقبی سمت میں دیکھا اور اس کے بعد ایک طرف ہٹ گیا۔ میں نے مسافروں کی ہی ایک سیٹ سے متناسب جسم والی ایک خوبصورت لڑکی کو اُٹھتے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں پر موٹے فریم کا ایک چشمہ نظر آرہا تھا اور وہ چہرے سے کوئی فلاسفر معلوم ہو رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ایک جگہ پر آ کر رک گئی۔ مجھے سخت حیرت ہوئی۔ اس کا مطلب تھا کہ ہائی جیکروں کے کچھ ساتھی ابھی تک مسافروں میں شامل ہیں۔

طیارے کے تمام مسافروں کی نگاہیں لڑکی کی سمت اُٹھی ہوئی تھیں جبکہ ہائی جیکرز قدرے مؤدب نظر آنے لگے۔ پستہ قامت ہائی جیکر بھی لڑکی کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ لڑکی بڑے باوقار انداز میں گویا ہوئی۔

"خواتین وحضرات!" اُس نے کہا اور چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئی۔ وہ کسی ماہر مقرر کے سے انداز میں رک کر لوگوں کے چہروں کا جائزہ لینے لگی تھی۔ اُس کی نظریں بڑی تیزی سے لوگوں کے چہروں پر سے پھسل رہی تھیں۔

اُس کی آواز سن کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر پر کسی طاقت ور بم کا دھماکا ہو گیا ہو۔ میرے کانوں میں سیٹیاں سی بج رہی تھیں اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جواب دے چکی تھی۔ چند لمحوں کے لیے مجھے گرد و پیش کا کوئی ہوش نہیں رہا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے پورے جسم کا خون سمٹ کر میرے چہرے پر آگیا ہو۔ وہ آواز میرے لیے اجنبی نہیں تھی۔

چند لمحے توقف کرنے کے بعد لڑکی نے اپنے الفاظ دُہرائے۔ "خواتین وحضرات! تنظیم آزادیٔ فلسطین کے علی گروپ کی جانب سے تہذیب مالکم ایکس آپ لوگوں سے مخاطب ہے۔ آپ لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ طیارہ کیوں اغوا کیا گیا ہے۔ بے شک آپ کے ذہنوں میں تجسس بیدار ہو رہا ہو گا اور میں سمجھتی ہوں کہ وجہ بتانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ اس ملک میں ہمارے گروپ کی ایک اہم شخصیت کو نظر بند کر دیا گیا ہے۔ اُس کے ساتھ ایک اور شخص بھی ہے اور ہم ان دونوں کو رہا کرانا چاہتے ہیں۔ اگر مقامی حکومت نے بیس گھنٹے کے اندر اندر اُن دونوں افراد کو اس جہاز تک نہ پہنچایا تو ٹھیک بیس گھنٹے بعد مقامی حکومت کے ایک اہم عہدے دار مسٹر ہادی فرحان کو ہلاک کر کے باہر پھینک دیا جائے گا۔ اُس کے آدھے گھنٹے بعد حکومت کے دوسرے ایک اہم عہدے پر فائز شخص کو ہلاک کیا جائے گا اور پھر ہر آدھے گھنٹے بعد یہی عمل دُہرایا جاتا رہے گا تاآں کہ ہمارے مطالبات پورے نہ کر دیے جائیں۔ ہم نے کنٹرول ٹاور کو طیارے کے تمام مسافروں کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کر دیا ہے۔ آپ لوگوں کا تعلق جن ممالک سے ہے ان سفارت خانوں سے بھی رابطہ قائم کر کے ہم نے اُن سے اپیل کی ہے کہ وہ آپ لوگوں کی زندگیاں بچانے کے لیے اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم یہ قدم اُٹھانے کے لیے مجبور ہو گئے تھے۔ طیارے کے تمام مسافروں سے التماس ہے کہ وہ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ ممکن ہے کہ آپ لوگوں میں سے کچھ کو ہم رہا بھی کر دیں لیکن عدم تعاون کرنے والوں کو کسی قیمت پر بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔"

میں متضاد کیفیات کا شکار تھا۔ خوشی اور حیرت کے تاثرات خاص طور پر مجھ پر حاوی تھے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے پورے جسم میں پگھلا ہوا لاوا دوڑ رہا ہو۔ کتنا حسین اتفاق تھا۔ تہذیب مالکم ایکس میرے سامنے موجود تھی۔ میں نے اُس کی تلاش میں کون سی کسر نہیں اُٹھا رکھی تھی۔ اُس کی بازیابی کے لیے کیا کیا جتن نہیں کیے تھے۔ اُسے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا تھا مگر میری کوئی بھی کوشش بارآور ثابت نہیں ہو سکی تھی۔ اُسے یوں اچانک سامنے پا کر یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ مجھے اپنی آنکھوں اور کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

سب سے زیادہ حیرت مجھے علی گروپ پر تھی۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے کسی ایسے گروپ سے میں ناواقف تھا جس کا نام علی گروپ رہا ہو۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ یہ گروپ حال ہی میں قائم کیا گیا ہو گا ورنہ میں اُس سے ناواقف نہ ہوتا اور یہ بات بھی صاف ظاہر تھی کہ اس گروپ کے قیام میں نمایاں کوششیں تہذیب مالکم ایکس کی ہی رہی ہوں گی۔ شاید اُس نے خاص طور پر مجھے تلاش کرنے کے لیے یہ گروپ قائم کیا ہو گا۔ سرشاری کی لہروں نے میرے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ میں تہذیب مالکم ایکس پر جتنا فخر بھی کرتا کم ہوتا۔ اس مادی دور میں کون کسی کے لیے اتنی تگ و دو کرتا ہے۔ دوسرے کے لیے یوں سر دھڑ کی بازی لگا دینا ہنسی کھیل نہیں ہے۔

میرا ذہن مستقل تہذیب مالکم ایکس اور علی گروپ کی گردان کیے جارہا تھا اور میں سحر زدہ سے انداز میں تہذیب کو دیکھ رہا تھا۔ وہ یقیناً تہذیب ہی تھی۔

اولیو ہاورڈ کی کیفیت بھی مجھ سے زیادہ مختلف نہیں تھی۔ وہ مُنہ پھاڑے تہذیب مالکم ایکس کو گھور رہا تھا پھر اُس نے سر گھما کر میری طرف دیکھا لیکن میں نے اُس کی طرف توجہ نہیں دی۔ میں تو سحر زدہ انداز میں تہذیب کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اگرچہ میک اپ کر رکھا تھا اور اپنی اصل شکل میں نہیں تھی لیکن اُس کے بولنے کا انداز اور... اور اُس کے وجود کی مہک نے میرے لیے کسی شبہے کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔

"ہمیں کب تک اس قید میں رہنا ہو گا؟" اخباری رپورٹر خاتون نے پوچھا۔

"بس اب آپ بیٹھ جائیں۔ اس کے بعد کسی سوال کا جواب نہیں دیا جائے گا۔" تہذیب نے کہا اور پلٹ کر پائلٹ کے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔

میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دوسرے ہائی جیکروں کو گھورنے لگا۔ میں اس اُدھیڑ بن میں تھا کہ وہ لوگ کون ہیں۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین کا علی گروپ کیا بلا ہے۔ علی گروپ، جس کا نام خود علی یار خان کے لیے اجنبی تھا۔

"وہ میک اپ میں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا اور میں چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

"ہاں تم نے یقیناً اُسے پہچان لیا ہو گا۔" میں نے کہا۔ "کیا تمھیں اُس کی آواز پر کوئی شبہ ہے؟"

"نہیں لیکن ہم بہت خراب صورتِ حال سے دوچار ہیں۔ اُنھیں باز رکھنے کی کوشش کرو۔ اگر ان لوگوں نے ایک آدمی کو بھی ہلاک کر دیا تو ہمارے لیے اور بھی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ ہائی جیکروں پر قابو پانے کے لیے دوسری طرف سے بھی کوئی نہ کوئی منصوبہ یقیناً تیار کیا جارہا ہو گا۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ تہذیب نے یہ سب کچھ میرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہی یسے تو کیا تھا۔ اُسے کسی طرح معلوم ہو گیا ہو گا کہ مجھے اولیو ہاورڈ سمیت قید کر لیا گیا ہے۔ یہ معلومات اُسے کس ذریعے سے حاصل ہوئی ہوں گی میں اس بارے میں کوئی اندازہ لگانے سے بھی قاصر تھا۔ اس معمے کو تو تہذیب ہی حل کر سکتی تھی۔ جذبات کی شدت کے باعث میرا ذہن پوری طرح کام نہیں کر پا رہا تھا مگر اتنا تو میں پھر بھی سمجھ سکتا تھا کہ اولیو ہاورڈ کا کہنا درست تھا، جو کچھ بھی اُس نے کہا وہ حرف بہ حرف درست تھا۔ اُس کے خدشات کسی وقت بھی حقیقت کا روپ دھار سکتے تھے۔

"مجھے کوئی مشورہ دو ہاورڈ۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"کسی طرح تہذیب سے رابطہ...!" ابھی اولیو ہاورڈ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ ایک ہائی جیکر ہمارے قریب پہنچ گیا۔

"تم لوگوں سے خاموشی اختیار کرنے کو کہا گیا تھا۔" اُس نے دُرشت لہجے میں ہم سے کہا۔

"سنو!" میں نے آہستہ سے کہا اور ہائی جیکر مجھے گھورنے لگا۔ اُس کے جبڑے بھنچ گئے تھے مگر میں نے اُس کے ردِ عمل کو نظر انداز کر کے اپنی بات جاری رکھی۔ "تہذیب سے کہو علی اس جہاز پر موجود ہے۔"

میں نے ہائی جیکر کو بُری طرح چونکتے ہوئے دیکھا۔

"نہیں، تم اس خطرناک سچویشن کو نظر انداز نہیں کرو گے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "مجھے ساتھ لے کر باتھ روم چلو، میں علی کے بارے میں تمھیں تفصیل سے آگاہ کروں گا۔"

ہائی جیکر کے چہرے پر اُلجھن کے آثار نظر آئے۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

"سوچنے کا وقت نہیں ہے، جلدی فیصلہ کرو۔" میں نے اُسے خاموش دیکھ کر کہا۔ "تم مسلح ہو اور میں نہتا ہوں۔ ظاہر ہے، میں تمھارے خلاف کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

ہائی جیکر نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پستول کے دستے پر اُس کی گرفت مضبوط ہو گئی تھی۔ "تم ایک ناممکن بات کر رہے ہو۔" اُس نے غرّا کر کہا۔

"جو کچھ میں کہوں گا تمھیں اُس کا ثبوت بھی فراہم کروں گا۔" میں نے کہا۔

"ہمیں ٹھوس ذرائع سے معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم نے غلط قدم نہیں اٹھایا۔"

"بے شک، تمھاری معلومات درست ہیں لیکن ذرا پُرانی ہیں اور شاید تازہ ترین معلومات کی تمھیں ضرورت نہیں ہے۔" میں نے قدرے بے پروائی سے کہا۔

ہائی جیکر ایک بار پھر اُلجھ گیا لیکن پھر فوراً ہی جیسے کسی فیصلے پر پہنچ گیا۔ "ٹھیک ہے، تم میرے ساتھ آؤ لیکن اگر تم بات ثابت نہ کر سکے تو میں تمھیں گولی مار دوں گا۔"

وہ مجھے پستول سے کَور کر کے باتھ روم تک لے گیا اور وہاں پہنچتے ہی حکم دیا۔ "دونوں ہاتھ سامنے رکھو اور میری طرف پشت کر کے کھڑے ہو جاؤ۔"

میں نے اُس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اُس نے سر سے پیر تک میری جامہ تلاشی لی اور مطمئن ہونے کے بعد مجھے اپنی طرف رُخ کرنے کی اجازت دے دی۔ "ہاں، اب بتاؤ تم کیا کہہ رہے تھے؟" اُس نے بھاری آواز میں کہا۔

"تہذیب مالکم ایکس سے کہو کہ علی اس جہاز پر موجود ہے بلکہ تم اُسے یہیں بلا لاؤ۔" میں نے کہا۔

"کہاں ہے وہ؟" ہائی جیکر نے پوچھا۔

"بحث مت کرو دوست! جاؤ، جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُس پر عمل کرو۔"

دفعتاً ہائی جیکر نے پستول کی نال میری پیشانی سے چپکا دی۔ "تم دونوں نے یقیناً ہمارے خلاف کوئی سازش کی ہے۔" ہائی جیکر دانت پیس کر بولا۔ "تم ہمیں احمق سمجھتے ہو۔ بتاؤ تم دونوں وہاں کیا باتیں کر رہے تھے؟"

میرا ردِ عمل ہائی جیکر کے لیے بڑا غیر متوقع تھا۔ میں نے کھڑا انگوٹھا اُس کی بغل میں ایک مخصوص مقام پر مارا اور ہائی جیکر اچھل پڑا۔ پستول اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا جو نیچے گرنے سے قبل ہی میں نے پکڑ لیا اور اس کے ساتھ ہی پوزیشن اُلٹ گئی۔ اب وہ میری دسترس میں تھا۔ "کیا سمجھے؟" میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "جاؤ تہذیب سے جا کر کہو علی اُس کا انتظار کر رہا ہے۔ اُسے خاموشی سے یہاں بلا لاؤ۔"

ہائی جیکر کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ پستول کی پروا کیے بغیر مجھ سے بھڑ جائے گا لیکن میرے الفاظ نے اُس کے ہوش اُڑا دیے۔ وہ مسحور سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ "تت تو کیا آپ ہی..."

"تم وقت ضائع کر رہے ہو دوست! لو یہ پستول سنبھالو۔ اب سچویشن تمھارے کنٹرول میں ہے۔ طیارے پر بھی تمھارا قبضہ ہے۔ میں تنہا اور نہتا آدمی ایک پورے مسلح گروپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ جاؤ شاباش!"

ہائی جیکر نے غیر ارادی طور پر پستول میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اُس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں گویا سلب ہو کر رہ گئی تھیں۔ پھر وہ لڑکھڑاتے قدموں سے واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔

"سنو!" میں نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "خود کو سنبھالو اور پُر اعتماد انداز میں واپس جاؤ۔ مسافروں کو تم لوگوں کی کسی کمزوری کا ذرا سا بھی احساس ہو گیا تو وہ تمھاری تکا بوٹی کر ڈالیں گے اور کوشش کرنا کہ تہذیب کو بھی کچھ معلوم نہ ہونے پائے۔ میں اُسے خود ہی سب کچھ بتا دوں گا۔"

ہائی جیکر چلا گیا اور میں خود کو تہذیب کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرنے لگا۔ تہذیب سے میری ملاقات بڑے عجیب ماحول میں ہونے والی تھی۔ ان حالات میں اس کا سامنا کرنا کسی بڑے امتحان سے کم نہیں تھا۔ اصل یہ ہے کہ اُسے روبرو پانے کے بعد اپنے جذبات پر قابو رکھنا بڑا مشکل تھا لیکن میں خود پر قابو رکھنے کے لیے مجبور تھا۔ ایک ذرا سی جذباتی لغزش سارے کیے دھرے پر پانی پھیر سکتی تھی۔

پھر وہ آ گئی۔ میری متاعِ حیات، سرمایۂ جاں تہذیب مالکم ایکس اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ میرے سامنے جلوہ گر تھی۔ اُس کے عقب میں ہائی جیکر بھی تھا جسے میں نے ہاتھ کے اشارے سے دور ہی روک دیا۔ تہذیب کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ہائی جیکر نے میری ہدایت کے برعکس تہذیب کو سب کچھ بتا دیا ہے، تبھی تو اُس کے انداز میں اتنی بے تابی تھی۔ وہ بڑی بے قراری سے سر سے پیر تک میرا جائزہ لے رہی تھی۔ میرے ہجر کا کرب اُس کی آنکھوں سے عیاں تھا۔ میں اُس کی نظریں پڑھ سکتا تھا۔ وہ نظریں مجھ سے کہہ رہی تھیں، بتاؤ کیا تم ہی میرے علی ہو؟ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ تم میرے سامنے موجود ہو لیکن میں تمھیں پہچان نہیں سکتی۔ تمھاری تلاش میں میں نے کیا نہیں کیا۔ کتنا طویل عرصہ گزارا ہے تمھارے فراق میں... اور اب میں چند لمحے بھی صبر نہیں کر سکتی۔ بس ایک بار زبان سے کہہ دو کہ تم ہی علی یار خان ہو، پھر دیکھو میں کیسا ٹوٹ کے محبت کا اظہار کرتی ہوں۔

تہذیب کو اپنے اتنے قریب پا کر میرے جذبات میں آگ لگ گئی۔ جی چاہ رہا تھا اُسے خود میں سمو لوں، اپنے وجود کا نستر بنا لوں۔ میرے سینے میں جذبات کا ایک سمندر موجزن تھا جس کے آگے مجھے ہر حال میں بند باندھنا تھا ورنہ جذبات کا ریلا اس قدر خوف ناک تھا کہ اپنے ساتھ تمام مصلحتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جاتا۔

"میں علی ہوں تہذیب!" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے بہ دقت تمام کہا۔

میرے الفاظ سنتے ہی تہذیب بے اختیار میری طرف بڑھی۔ "رُک جاؤ!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اور جو کچھ میں کہوں اُسے غور سے سنو۔"

یوں محسوس ہوا جیسے تہذیب کو کرنٹ لگا ہو۔ وہ ایک جھٹکے سے رُک کر مجھے گھورنے لگی۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اُس نے کہا۔

"کیا میری آواز کی پہچان بھی جاتی رہی؟" میں بے بسی سے مسکرایا۔

"آواز پہچان کر ہی تمھاری طرف بڑھی تھی لیکن تم نے روک دیا۔ علی کبھی مجھے اپنی طرف بڑھنے سے نہیں روک سکتا۔"

"اولیو ہاورڈ بھی اس جہاز پر موجود ہے۔ ہم دونوں ساتھ ہی سفر کر رہے ہیں۔ تمھیں خود کو سنبھالے رکھنا ہے تہذیب! تمھاری ذرا سی لغزش ہم سب کو موت کے منہ میں دھکیل سکتی ہے۔ خود کو پوری طرح سنبھالو اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُس پر عمل کرو۔"

"علی!" تہذیب کے منہ سے سسکاری سی نکلی۔

"ہاں جانم... تمھارا علی لیکن ابھی کچھ نہیں تہذیب! ایک لفظ بھی نہیں۔ ہمیں غیر جذباتی ہو کر کام کرنا ہے۔"

"اتنے عرصے بعد ملے ہو اور اس قدر مشکل فرمائش کر رہے ہو۔ بتاؤ میں کیا کروں؟"

"پائلٹ روم سے کنٹرول ٹاور کو مطلع کرو کہ طیارہ پرواز کرنا چاہتا ہے اور اسے فوری کلیئرنس درکار ہے۔ اگر وہ لوگ ٹال مٹول کرنے کی کوشش کریں تو تم انھیں کوئی بھی دھمکی دے سکتی ہو۔ طیارے کو ایندھن کی ضرورت نہیں ہو گی، بس پائلٹ کو قابو میں رکھو اور کام اسی اسپرٹ سے جاری رکھو۔"

تہذیب نے ایک جھرجھری سی لی اور سنبھل گئی۔ "ہمیں یہاں سے کہاں جانا ہو گا علی؟" اُس نے پوچھا۔

"پائلٹ سے شی گورائے چلنے کو کہو لیکن راستے میں طیارے کا رُخ تبدیل کرا کے اسے گوٹے ہل لے چلو۔"

"تو میں جاؤں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"خدا حافظ!" میں نے کہا۔ "لیکن اس کے بعد مجھ سے شناسائی کا اظہار نہ ہونے پائے۔"

"تہذیب واپسی کے لیے پلٹ گئی۔ میں جانتا تھا کہ اُسے خود پر کتنا جبر کرنا پڑا ہو گا لیکن حالات کے سامنے ہم دونوں ہی بے بس تھے۔

تھوڑی دیر بعد میں بھی باتھ روم سے نکل کر اپنی سیٹ پر واپس جا بیٹھا۔ ہائی جیکر پہلے ہی کے سے انداز میں اپنی اپنی جگہ پر مستعد کھڑے تھے۔"

"کیا رہا؟" اولیو ہاورڈ نے سرگوشی میں مجھ سے پوچھا۔

"کام بن گیا۔" میں نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔ "لیکن

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اب گفتگو کرنے سے گریز کرو۔"

اولیو ہاورڈ مطمئن ہو کر خاموش ہو گیا۔ ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ مسافروں کو سیٹ بیلٹس باندھنے کی ہدایت کی گئی اور اس کے تھوڑی ہی دیر بعد طیارہ ایک بار پھر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ ہر چیز میری توقع کے خلاف ہوئی تھی۔ ابھی تو اولیو ہاورڈ کا مسئلہ بھی طے نہیں ہوا تھا اور میری تمام تر توجہ اسی جانب رہی تھی۔ اولیو ہاورڈ میرا بدترین دشمن تھا اور اس بار میں نے جس طرح اُسے بے بس کیا تھا اگر اُس کی جگہ کوئی ایسا شخص ہوتا جس میں ذرہ برابر بھی ظرف ہوتا تو زندگی بھر دوبارہ میرے مقابل نہ آتا لیکن اُس کا نام اولیو ہاورڈ تھا۔ کسی بھی قسم کی اقدار کی اُس کی نظروں میں کوئی حیثیت نہیں تھی۔ نہ صرف اس کا کیریئر داؤ پر لگا ہوا تھا بلکہ اُس نے اپنی بیٹی کو بچانے کے لیے مجھ سے جس حد تک تعاون کیا تھا اُس سے اسرائیل کو عظیم نقصان پہنچا تھا۔ اتنا عظیم نقصان جس کی تلافی بھی ممکن نہیں تھی۔ یہ راز اگر افشا ہو جاتا تو شاید اولیو ہاورڈ کو تختۂ دار تک جانے سے کوئی بھی نہ بچا سکتا لیکن اُس نے اپنے بچاؤ کے انتظامات کر لیے تھے۔ اُس سے وعدہ کرنے کے بعد ظاہر ہے میں تو اُس کے خلاف زبان کبھی نہ کھولتا۔ یہی معاملہ طلحہ اور ابو حاتم کا بھی تھا۔ اولیو ہاورڈ کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچا تھا جو یہ بات اسرائیلی حکام تک پہنچاتا۔ لہٰذا وہ ہر طرح سے محفوظ تھا۔ خود اولیو ہاورڈ کے یہ اعتراف کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ لائن آف کرونزل سے آنے والے اسلحے کے سلسلے میں جو عظیم سازش ہوئی تھی اُس کا وہ تن تنہا ذمے دار ہے۔ مجھے اچھی طرح علم تھا کہ اپنے خلاف عدم ثبوت کا فائدہ اُٹھا کر وہ کوئی بھی کہانی گھڑ کر اسرائیلی حکام کو سنائے گا اور خود صاف بچ نکلے گا... لیکن میں نے محض اپنا وعدہ نبھانے کے لیے خود کو ایک عرب ملک کا مجرم بنا لیا تھا۔ شروع سے ہی میری کوشش یہ رہی تھی کہ میرے ہاتھوں کسی کو نقصان نہ پہنچنے پائے اور میں اس حد تک بہرحال کامیاب رہا تھا کہ میرے ہاتھوں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔ گو کہ چند پولیس والے زخمی ہو گئے تھے جو کوئی ایسی بڑی بات نہیں تھی مگر مجھے اس کا بھی ملال تھا۔

میرا پروگرام تو یہ تھا کہ لکی ہاورڈ کو اولیو ہاورڈ کے حوالے کرنے کے بعد اپنی زندگی یعنی تہذیب مالکم ایکس کو تلاش کروں گا۔ وہ تہذیب مالکم ایکس جس سے طویل جدائی کے باعث اُس کے ساتھ گزارے ہوئے حسین لمحات اُس کی یادیں اُس کی باتیں سب کچھ کسی بھولے بسرے خواب کی مانند محسوس ہونے لگا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اُسے تلاش کرنے کے لیے مجھے کن کن مراحل سے گزرنا پڑتا لیکن مجھے یہ بھی تو نہیں معلوم تھا کہ قدرت اُسے اپنے کسی انعام کی طرح یوں میری جھولی میں لا پھینکے گی۔ بغیر کسی جدوجہد بغیر کسی کوشش کے۔ شاید یہ میرے خلوص کا انعام تھا۔ یہودیوں کے خلاف میری بے لوث جدوجہد کو شرفِ قبولیت بخش دیا گیا تھا بھی تو میں تہذیب کو تلاش کرنے کے جھنجٹوں سے بچا لیا گیا تھا۔ اتنی بڑی دنیا میں کسی کو تلاش کرنا آسان کام تو نہیں ہے۔ وقت، پیسا اور محنت سب کچھ لگانے کے باوجود کامیابی کی ضمانت کون دے سکتا ہے لیکن قدرت شاید یہ چاہتی تھی کہ میرا قیمتی وقت برباد نہ ہونے پائے۔ میری ہر جدوجہد صرف اسرائیل اور یہودیوں کے خلاف ہو۔

میرے جسم کا رُواں رُواں جذبۂ تشکر سے سرشار ہو رہا تھا۔ میرے وجود سے محبت کے سوتے پھوٹ رہے تھے اور میرے دل میں مسرت کی لہریں موجزن تھیں۔ مجھے صرف تہذیب ہی واپس نہیں ملی تھی بلکہ اُس کے ساتھ ایک پورا گروپ تھا۔ تہذیب مالکم ایکس فلسطینی مفادات کی حامی اور شاید علی گروپ کی بانی... علی گروپ جو تہذیب کی مجھ سے بے پایاں محبت کا اظہار تھا۔ اس سے زیادہ وہ مجھے اور کیا دیتی؟

طیارہ فضائے بسیط میں محوِ پرواز تھا اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا ذہن خلا کی بے کراں وسعتوں میں اُڑا جا رہا ہو۔ تہذیب کے یوں اچانک مل جانے کی خوشی اتنی بڑی تھی کہ اس سے میرا ہارٹ فیل بھی ہو سکتا تھا لیکن وہ خالقِ کائنات جس نے یہ عظیم کائنات تخلیق کی اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا وہ ہر ایک کو ہر چیز بہ قدرِ ظرف ہی عطا کرتا ہے۔ وہ جو علیم ہے وہ جو خبیر ہے اُس نے مجھے اتنی بڑی خوشی سے نوازا تھا تو یقیناً اسی لیے نوازا تھا کہ میں اتنی بڑی خوشی کو برداشت کرنے کی استطاعت رکھتا تھا۔ مجھ میں اتنا ظرف تھا اور یقیناً یہ ظرف بھی اپنے عاجز و لاچار بندے کو اُس ربِ ذوالجلال نے عطا کیا تھا جو سارے جہانوں کا خالق ہے۔

جی چاہ رہا تھا تمام احتیاط اور مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر تہذیب کے پاس پہنچ جاؤں اور اُسے اُس وقت تک سینے میں سموئے رکھوں جب تک کہ سارے وجود کی پیاس نہ بجھ جائے۔ جب تک یہ سینہ جو اُس کی دوری سے خالی خالی سا محسوس ہوتا لگتا تھا دوبارہ پہلے کی طرح بھرا بھرا نہ محسوس ہونے لگے۔ میں نے خود پر قابو رکھا۔ ایک ذرا سی جذباتی لغزش کھیل بگاڑ سکتی تھی، سارے کیے دھرے پر پانی پھیر سکتی تھی۔

مجھے معلوم تھا اس وقت تہذیب کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہ رہی ہو گی۔ وہ چاہتی تو میرے پاس آ سکتی تھی لیکن اُس نے بھی اپنے حق میں یہی بہتر سمجھا ہو گا کہ وقت کا انتظار کرے اور پہلے کام کی تکمیل کر لے۔ وہ میرا سامنا کر کے خود کو امتحان میں ڈالنے سے گریز کر رہی تھی۔ اُس نے بہت صحیح فیصلہ کیا تھا۔ ایک دوسرے کا سامنا نہ کرنا ہی ہم دونوں کے لیے بہتر تھا۔

اولیو ہاورڈ خاموش تھا۔ میرے لیے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ اُس کے دل پر کیا بیت رہی ہو گی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اب رہائی کا وقت قریب آ پہنچا ہے اور اس خیال سے ہی اُسے ہول چڑھ رہا ہو گا کہ اُسے اسرائیل واپس جا کر اعلیٰ حکام کے سامنے اپنی پوزیشن صاف کرنا ہو گی۔ جواب دہی کرنا ہو گی۔ میری وجہ سے اُس کے لیے جتنے مسائل پیدا ہو گئے تھے اُن سے نمٹنا آسان نہیں تھا۔ بیٹی کی ناعاقبت اندیشی نے اسے اپنے بدترین دشمن کے سامنے سرنگوں کر دیا تھا۔ اس کے لیے مصائب ہی مصائب تھے۔ اُس نے دو تین بار مجھے مخاطب کرنے کی کوشش کی مگر میری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر خاموشی اختیار کر لی۔

ہائی جیکرز انتہائی مستعد تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی تھی ورنہ ممکن تھا کہ کوئی مسافر موقع دیکھ کر اُن سے اُلجھنے کی کوشش کر گزرتا۔ مسافر یہی سمجھ رہے تھے کہ اُن کی منزل تبدیل نہیں کی گئی ہے لیکن جب اُنھیں بتایا گیا کہ اب وہ گوٹے ہل میں اُترنے والے ہیں تو اُن کے چہرے اُتر گئے۔ اس اچانک اطلاع نے اُنھیں خوف زدہ کر دیا تھا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ ہائی جیکرز نے مذاکرات میں ناکام ہو کر اپنی منزل تبدیل کی ہے۔ اُن کے مطالبات منظور نہیں کیے گئے اور وہ کسی بھی وقت مسافروں کا قتلِ عام شروع کر دیں گے لیکن میں جانتا تھا کہ ایسا نہیں ہے۔ اُن کا مقصد پورا ہو چکا تھا اور اب تو صرف طیارہ واپس کرنے کا کام باقی رہ گیا تھا۔

گوٹے ہل کے ساتھ ہی مجھے جنرل ٹیرس کا خیال آیا۔ اُس بے چارے کو میں نے گوٹے ہل کی حکومت کیا دلائی تھی کہ وہ مستقل عذاب کا شکار ہو کر رہ گیا تھا اور اب تو وہ تقریباً پوری طرح فلسطینی معاملات میں ملوث ہو گیا تھا۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کی دوستی پر مجھے فخر تھا۔

مسافروں کو سیٹ بیلٹس باندھنے کی ہدایت کی جا رہی تھی یعنی طیارہ گوٹے ہل میں بس اُترنے ہی والا تھا جس کا مطلب تھا کہ اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں رہا۔ ہم ہر قسم کے خطرات سے دور نکل آئے تھے۔ کرنل وحدت جیسے ذہین شخص کے چنگل سے یوں نکل آنا ہنسی کھیل نہیں تھا اور اس میں بھی قسمت کا زیادہ دخل تھا۔ اگر امریکی نژاد یہودی ایجنٹ گیمن نہ مل گیا ہوتا تو مجھے وہاں سے نکلنے میں مزید دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ گیمن بھی صرف اس وجہ سے بچ گیا تھا کہ وہ غیر ملکی تھا اور اُس کے خلاف کارروائی کرنا آسان نہ ہوتا۔ ذرا سی بھی گڑبڑ ہوتی تو کرنل وحدت کو جواب دہی کرنا مشکل ہو جاتا۔ مجھے کرنل وحدت سے یہی اُمید تھی کہ وہ پنجے جھاڑ کر گیمن کے پیچھے پڑ جائے گا۔

طیارہ گوٹے ہل ایئرپورٹ پر اُتر گیا۔ رن وے پر غالباً ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا گیا تھا اس لیے کہ رن وے پر مختلف قسم کی گاڑیاں دوڑتی دکھائی دے رہی تھیں اور ایئرپورٹ کے مسلح محافظ جہاز کے گرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو گئے تھے۔

پائلٹ کے کیبن کا دروازہ کھلا اور تہذیب مالکم ایکس باہر آتی دکھائی دی۔ اُس نے آتے ہی کچھ مسافروں کو رہا کرنے کا اعلان کیا۔ اُن میں چند خواتین اور چند معمر افراد کے ساتھ میرا نام بھی شامل تھا۔ مجھے رہا کرنے کا مطلب یہی تھا کہ اب آگے کی ساری کارروائی مجھے ہی کرنا تھی۔

طیارے سے اُترنے والے مسافروں کو ایئرپورٹ سیکیورٹی نے اپنی تحویل میں لے لیا اور ہمیں لے کر سیکیورٹی لاؤنج کی طرف چل پڑے۔ طیارے کے قریب جانے کی شاید ممانعت کر دی گئی تھی، اس لیے کہ مسلح محافظ جہاز سے کوئی دو سو گز کے فاصلے پر گھیرا بنائے کھڑے تھے۔ سیکیورٹی لاؤنج میں پہنچنے کے بعد ہمیں ایک افسرِ اعلیٰ کے سامنے پیش کیا گیا۔ رہا ہونے والے مسافروں میں میں واحد جوان آدمی تھا۔ سیکیورٹی آفیسر کی نظریں مجھ پر جم گئیں۔

"کیا آپ بیمار ہیں؟" اُس نے مجھ سے پوچھا۔

"جی نہیں، میں پوری طرح صحت مند ہوں۔" میں نے کہا۔

"تو ان خواتین اور ضعیف مسافروں کے ساتھ آپ کو کیوں رہا کیا گیا؟" سیکیورٹی آفیسر نے پوچھا۔

"اس بات کا جواب میں صرف آپ کو دے سکتا ہوں۔" میں نے دیگر لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے کہا اور پھر اُس کے اشارے پر سب لوگوں کو باہر لے جایا گیا اور کمرے میں صرف میں اور وہ رہ گئے۔ "ہاں اب بتایئے۔" اس نے مضطربانہ انداز میں مجھ سے کہا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ میں جنرل ٹیرس کا دوست ہوں۔"

"کیا؟" سیکیورٹی آفیسر اُچھل پڑا۔

"جی ہاں اور میں فوری طور پر جنرل ٹیرس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ٹیلی فون رکھا ہے۔ آپ چاہیں تو ٹیرس محل فون کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

سکتے ہیں لیکن خیال رہے کہ آپ کا دعویٰ اگر غلط ثابت ہوا تو..."

"بے فکر رہو۔" میں نے بے پروائی سے فون اپنی طرف کھینچا اور ٹیرس محل کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہونے پر میں نے آپریٹر کو اپنا نام بتا کر جنرل ٹیرس سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ کم از کم ٹیرس محل میں میرا نام اجنبی نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ آپریٹر نے فوراً ہی جنرل ٹیرس سے رابطہ ملا دیا۔

"ہیلو، جنرل ٹیرس بول رہا ہے۔" فون پر جنرل ٹیرس کی آواز سنائی دی۔

"اور اس طرف تمہارا دوست علی۔"

"اوہ علی! کیا حال ہے۔ کہاں سے بات کر رہے ہو؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں اور ایئرپورٹ سے بات کر رہا ہوں۔"

"اوہو! کیا تمہیں لینے کے لیے گاڑی بھجواؤں؟"

"شاید اس کی ضرورت نہ پڑے۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟ کیا تم مجھ سے ملے بغیر ہی چلے جاؤ گے؟"

"یہ بات نہیں ہے جنرل۔" میں نے کہا۔ "دراصل میں ایک جہاز اغوا کر لایا ہوں۔"

"اوہ ہاں! مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی تھی اور میں اسی سلسلے میں ہدایات جاری کر رہا تھا کہ تمہارا فون آ گیا۔"

"اپنی ہدایات روک دو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "جہاز کے اغوا کنندگان ہم لوگ ہیں لہٰذا مزید ہدایات جاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر ممکن ہو تو یہاں کے لیے خصوصی احکامات جاری کر دو۔ تمہیں کسی بڑی اُلجھن کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔"

"فکر کیوں کرتے ہو دوست! میں خود ایئرپورٹ آ رہا ہوں۔ ہر کام تمہاری خواہش کے مطابق ہو گا۔ تم ایئرپورٹ پر کس جگہ ہو؟"

"میں سیکیورٹی والوں کی تحویل میں ہوں اور اُنھی کے آفس سے فون کر رہا ہوں۔"

"تم وی آئی پی لاؤنج میں پہنچو۔ میں بس فوراً ہی روانہ ہو رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد تم سے وہیں ملاقات ہو گی۔"

"شکریہ جنرل۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ سیکیورٹی آفیسر کا رویہ یکسر تبدیل ہو گیا تھا۔

"اگر کوئی گستاخی ہوئی ہو تو میں معافی چاہتا ہوں جناب! مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ..."

"ارے نہیں بھئی!" میں نے ہنس کر کہا۔ "گستاخی وغیرہ کوئی چیز نہیں ہوتی۔"

"میں شکر گزار ہوں جناب! میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائیے۔"

"جنرل ٹیرس خود یہاں آ رہے ہیں۔" میں نے کہا۔ "تم مجھے وی آئی پی لاؤنج میں پہنچوا دو۔"

سیکیورٹی آفیسر نے بڑے احترام سے مجھے وی آئی پی لاؤنج میں پہنچا دیا۔

مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ جنرل ٹیرس نے ایئرپورٹ پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ وہ اپنے محافظ دستے کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ کیتھی براؤن بھی تھی۔ جنرل مجھ سے بغل گیر ہو گیا۔ میں نے فوراً ہی جنرل ٹیرس کے ساتھ ایک میٹنگ کی جس میں میں نے اُسے مختصراً تمام باتوں سے آگاہ کر دیا۔ کیتھی بھی اس میٹنگ میں موجود تھی اور بڑی محویت سے میری باتیں سُن رہی تھی۔

"ٹھیک ہے علی!" تفصیلات سُن کر جنرل ٹیرس نے کہا۔ "... بارے میں بقیہ باتیں تو بعد میں ہوتی رہیں گی۔ فی الحال تو یہ ... کہ اب ہمیں کیا کرنا ہو گا؟"

"میرے ذہن میں جو اسکیم ہے اس کے تحت تمہیں اغوا کنندگان کی گرفتاری کا ڈراما رچانا ہو گا۔ کوٹے پل کی فورس کے جوان جہاز پر حملہ کر کے جہاز کو ہائی جیکروں کے قبضے سے آزاد کرا لیں گے۔ سب کچھ اس طرح ہو گا کہ اس پر حقیقت کا ہی گمان ہو۔ اس کے بعد جہاز میں ایندھن بھروا کے یہاں سے رخصت کر دو تا کہ تمہاری بیرونی پوزیشن مستحکم رہے۔ اندرونی معاملات سے نمٹنا مشکل نہیں ہو گا۔ کیا خیال ہے؟"

"بہت عمدہ خیال ہے علی!" جنرل ٹیرس نے کہا۔ "میرا خیال ہے ہمیں فوری طور پر عمل شروع کر دینا چاہیے۔ تم اپنے ساتھیوں کو اس منصوبے سے آگاہ کر دو۔ میں اپنے لوگوں کو اس سلسلے میں ہدایات جاری کر دیتا ہوں۔"

مجھے تہذیب مالکم ایکس کو مطلع کرنے کے لیے اغوا شدہ طیارے تک واپس جانا پڑا۔ میں نے تہذیب کو باہر بلوایا۔ اُس کے ساتھ گھنی داڑھی مونچھوں والا پستہ قامت ہائی جیکر بھی باہر آیا۔ میں اُسے پہلے بھی دیکھ چکا تھا مگر میں نے اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی اور تہذیب سے گفتگو کرنے لگا۔ ہم نے منصوبے کی جزئیات طے کیں اور پھر میں نے واپس آ کر جنرل ٹیرس کو تفصیلات بتا دیں۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو ضروری ہدایات جاری کیں جس کے تھوڑی ہی دیر بعد طیارے کو ہائی جیکروں سے چھڑانے کے ڈرامے کا آغاز ہو گیا۔

اس ڈرامے کا اختتام جلد ہی ہو گیا جس کے نتیجے میں تمام ہائی جیکرز کو قابو میں کر لیا گیا تھا اور طیارے کے سارے مسافر رہا کرا لیے گئے تھے۔ یہ ڈراما اتنی خوبصورتی سے کھیلا گیا تھا کہ ...

... کسی کو بھی شبہ نہیں ہو سکا۔ تمام ہائی جیکرز کو جن میں تہذیب مالکم ایکس بھی شامل تھی، ایک وین میں بھر کے ٹیرس محل روانہ کر دیا گیا اور جہاز کے عملے اور مسافروں کو ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی گئیں۔ طیارے میں ایندھن بھرنے کے فوراً بعد طیارے کو پرواز کی اجازت دے دی گئی اور طیارہ تمام مسافروں کو لے کر وہاں سے پرواز کر گیا۔

اولیو ہاورڈ کو میں نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا۔ طیارہ روانہ ہونے کے بعد میں اور اولیو ہاورڈ، کیتھی اور جنرل ٹیرس کے ساتھ محل روانہ ہو گئے۔ گرفتار شدگان پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ محل پہنچ کر ایک بڑے ہال میں ہماری ملاقات تہذیب مالکم ایکس اور اس کے ساتھی گوریلوں سے ہوئی۔ تہذیب مالکم ایکس نے بڑے تپاک انداز میں کیتھی براؤن اور جنرل ٹیرس سے ملاقات کی تھی۔ اس کے بعد اس نے ہنستے ہوئے مجھ سے کہا۔

"ہم میں ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جسے اپنی صلاحیتوں پر بڑا ناز ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اُس نے بہترین پرفارمنس دی ہے تبھی تو وہ تمہاری آنکھوں میں بھی دھول جھونکنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ کیا تم اس سے ملنا پسند نہیں کرو گے؟"

"کون ہے وہ؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"اسے نہیں پہچانتے؟" تہذیب نے پستہ قامت ہائی جیکر کی طرف اشارہ کیا جس کے چہرے پر گھنی داڑھی مونچھیں تھیں۔

"اسے میں نے طیارے پر بھی دیکھا تھا مگر میں اس سے واقف تو نہیں ہوں۔"

"واقعی کمال ہو گیا۔" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ارے تم اسے نہیں پہچانے! یہ بُڈ ہے۔"

میرے ذہن میں گویا ایک دھماکا سا ہوا۔ میں متحیر آمیز نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ بُڈ نے آگے بڑھ کر میرے سامنے سر خم کر دیا۔

"اوہ ڈفر تم... تم کہاں مر گئے تھے؟" میں نے اُس کے شانے پر گھونسا رسید کرتے ہوئے کہا۔

بُڈ شانہ پکڑ کر کراہنے لگا۔ "میں جانتا تھا میڈم! دیکھ لیا نا آپ نے۔ میں نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مجھے پہلا انعام یہی ملے گا۔"

"تم واقعی جادوگر ہو بُڈ۔" تہذیب حیرت سے پلکیں جھپکا کر بولی۔ "اس میں کوئی شک نہیں علی! بُڈ نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ جب تم پر یہ انکشاف ہو گا تو تم اس کے شانے پر عین اسی مقام پر گھونسا رسید کرو گے۔"

بُڈ سے ملاقات کر کے مجھے بے پناہ مسرت ہوئی تھی۔

میرے ذہن میں بے شمار سوالات مچل رہے تھے مگر اس وقت اُس سے سوال کرنے کا موقع نہیں تھا۔

جنرل ٹیرس نے ہمارے اعزاز میں ضیافت کا بندوبست کیا تھا۔ ایک طویل و عریض میز پر ہمارے کھانے کا انتظام تھا۔ کھانے کے دوران گفتگو کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ جنرل ٹیرس نے بڑے پُرخلوص انداز میں مجھے میری کامیابی پر مبارک باد پیش کی۔ اولیو ہاورڈ کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ ابھی تک میک اَپ میں تھا جبکہ میں میک اَپ سے نجات حاصل کر چکا تھا اور اب اپنی اصل صورت میں تھا۔ اولیو ہاورڈ بہ ظاہر ہر طرح ہم لوگوں کے ساتھ شریک تھا مگر اُس کے دل و دماغ میں جس طرح کے طوفان اُٹھ رہے ہوں گے، میں اُن سے بہت اچھی طرح واقف تھا لیکن اس کے باوجود میں نے نہ تو اُسے خود سے الگ کیا اور نہ ہی اُس کے سامنے ایسی کوئی بات کی جس کا تعلق ہمارے مشن سے ہوتا۔ ضیافت کے دوران دیگر لوگوں نے بھی اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ اُس کے سامنے مشن سے متعلق کوئی تذکرہ نہ کیا جائے۔

ضیافت کے بعد اولیو ہاورڈ کو ایک آرام دہ کمرے میں پہنچا دیا گیا جو اُس کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ اولیو ہاورڈ نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ ظاہر ہے، وہ سمجھ دار آدمی تھا۔ اُسے کمرے میں پہنچانے کے بعد ایک بار پھر ہم سب مل بیٹھے۔ اس نشست میں تہذیب مالکم ایکس، بُڈ اور ان کے ساتھی ہائی جیکرز کے علاوہ جنرل ٹیرس بھی تھا۔ میں نے جنرل ٹیرس سے کہا۔

"ہائی جیکروں کے خلاف جو کچھ کیا گیا میرے خیال میں وہ بین الاقوامی قوانین کے عین مطابق ہے؟"

"ہاں!" جنرل ٹیرس بولا۔ "لیکن اگر اس سے ہٹ کر بھی مجھے تمہارے لیے کچھ اور کرنا پڑتا تو یقین کرو میں اس سے بھی دریغ نہ کرتا۔"

"میں جانتا ہوں جنرل!" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اور نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہارے لیے مشکلات کھڑی ہوں۔"

"مشکلات تو آتی جاتی رہتی ہیں علی! تم جیسے دوست ذرا مشکل سے ہی ملتے ہیں۔"

"خیر اب یہ بتاؤ کہ ہائی جیکرز کے سلسلے میں آئندہ کے لیے تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"تمہارے ہوتے ہوئے مجھے سوچنے سمجھنے کی زحمت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جیسا تم کہو گے، ہو جائے گا۔"

"میرے خیال میں اگر اس سلسلے میں ایک چھوٹا سا ڈراما اور کر لیا جائے اور مُلک کے اخبارات ہائی جیکرز کے فرار کی خبریں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چھاپ دیں تو اس کے بعد کھیل ختم ہو جائے گا۔"

"میں غلط نہیں کہہ رہا تھا۔" جنرل مسکرایا۔ "تمہارے ہوتے ہوئے مجھے سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر مزید کچھ ہدایات ہوں تو بتا دو۔"

"فی الحال تو اتنا ہی بہت ہے اور اگر تم مجھے اجازت دو تو میں کچھ وقت تہذیب کے ساتھ گزار لوں۔"

کیتھی براؤن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی مگر وہ کچھ بولی نہیں اور اُن لوگوں نے ہمیں اجازت دے دی۔ میں تہذیب کے ساتھ باہر نکلا تو بڈ بھی ہمارے ساتھ ہو لیا۔

"مجھے احساس ہے چیف کہ آپ دونوں تنہائی کے طلب گار ہو رہے ہیں لیکن بڈ کو تھوڑی دیر کے لیے تو برداشت کرنا ہی ہوگا۔" بڈ نے ہمارے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"ضرور ضرور۔" میں نے کہا۔ "تمہیں منع کس نے کیا ہے۔"

جنرل ٹیرس کا محل تو گویا میرا گھر بن چکا تھا۔ وہ کمرا جو میرے لیے مخصوص تھا اور جس کے لیے کیتھی براؤن نے مجھ سے کہا تھا کہ اس میں میرے علاوہ کوئی اور قدم نہیں رکھ سکے گا اسی طرح آراستہ تھا جیسے پہلی بار مجھے ملا تھا۔ تہذیب مالکم ایکس کے چہرے پر تھکن کے آثار تھے۔ اُس نے خود کو ایک آرام کرسی پر گرا دیا۔

"میں بہت تھک گئی ہوں علی!" تہذیب نے کہا۔ "میں نے تمہیں تلاش کرنے کے لیے بڑی جدوجہد کی ہے اور اب آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ بات اگر میرے لیے کہی گئی ہے میڈم۔" بڈ بولا۔ "تو میں آپ سے کہہ چکا ہوں کہ میں چیف کی محبوبہ نہ سہی مگر اُن کا دوست ضرور ہوں۔ میری حیثیت گھٹانے کے لیے آپ مجھے ان کا غلام بھی کہہ سکتی ہیں لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں کچھ وقت ضرور لوں گا اور اس کے بعد میرا وعدہ ہے کہ آپ دونوں کو تنہا چھوڑ دوں گا۔ اُس وقت تک کے لیے جب تک کہ آپ دونوں ایک دوسرے سے ..."

"اوہ ڈفر! بکواس سے گریز کر اور بیٹھ جا۔ تجھے منع کس نے کیا ہے۔" میں نے اُسے ڈانٹا۔ "پہلے تو مجھے یہ بتا کہ تُو تہذیب تک کیسے پہنچا اور کالو کیمپو سے کہاں غائب ہو گیا تھا؟"

"چیف! میں نے میڈم کو یہ بات بالکل نہیں بتائی کہ مس جیولٹ... اوہ سوری سوری۔" بڈ نے بوکھلائے ہوئے سے انداز میں کہا۔ "اب دیکھو نا! انسان خطا کا پتلا ہے۔ یہ نام بالکل بے خیالی میں میرے منہ سے نکل گیا۔ نہیں میڈم ہرگز نہیں۔ ایسی کسی لڑکی کا وجود نہیں جس کا نام جیولٹ ہو اور جو آپ کی ہم شکل بھی ہو اور جس نے ... مم ... میرا مطلب ہے ... سس ... سوری چیف سوری۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "تم بہت شور ہو بڈ۔" میں نے کہا۔

"حالانکہ بڈ مجھے جیولٹ کے بارے میں پوری تفصیل بتا چکا ہے۔" تہذیب مسکراتے ہوئے بولی۔ "لیکن اس کی حرکتیں دیکھو۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اچھی طرح جانتا ہوں اس کمینے انسان کو۔"

"تمہیں کیا معلوم چیف! کالو کیمپو میں تم تو جیولٹ کے ... اوہ۔" بڈ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ دبا لیا۔ "مم... میرا مطلب ہے تم تو کالو کیمپو میں عبادت کر رہے تھے کہ مجھے اتفاقاً میڈم کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو گئیں۔ یہ معلومات کیسے حاصل ہوئیں اس کی تفصیل بعد میں بتاؤں گا۔ میں نے سوچا کہ تو ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتے ہو اور یقیناً معاملات سے نمٹ بھی لو گے لہٰذا میں نے سوچا کہ میڈم کی تلاش میں نکل جاؤں اور تم سے دوبارہ میڈم کے ساتھ ہی ملاقات کروں۔ یوں تمہاری نظروں میں سرخرو ہونا چاہتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ تم اس بات پر بے انتہا خوش ہو جاؤ گے کہ میں نے میڈم کو تلاش کر لیا ہے اور پھر بڈ کو بہت سی رعایتیں مل جائیں گی۔ بس مجھے افسوس اس بات پر ہے کہ میں تمہیں اپنی روانگی کی اطلاع نہیں دے سکا لیکن مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اس سے تم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میڈم کی تلاش کے لیے مجھے کیسی کیسی دشواریوں سے گزرنا پڑا! یہ ایک الگ اور طویل داستان ہے لیکن میں کسی نہ کسی طرح میڈم تک پہنچ ہی گیا۔ بعد کی کہانی تو میڈم تمہیں سنا ہی دیں گی۔ ویسے اگر تم چاہو تو میں چلا جاؤں تاکہ تمہیں خلوت میسر آ جائے کیونکہ خود میں بھی کچھ اسی قسم کا آدمی ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ ایسے مواقع پر کباب میں ہڈی کتنی بُری لگتی ہے۔"

میں گھونسا تان کر بڈ کی طرف بڑھا اور وہ جھپٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ تہذیب ہنسنے لگی پھر بولی۔

"یہ حقیقت ہے علی کہ یہ اپنی نوعیت کا واحد شخص ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے جو آسانیاں حاصل ہوئیں اور اس نے جس طرح میری مدد کی اُسے آسانی سے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔"

میں نے تہذیب کی بات نہیں سُنی۔ سب سے پہلے میں نے دروازہ بند کیا اور پھر پلٹ کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔ تہذیب بولتے بولتے رک گئی تھی اور اپنی حسین آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ نگاہیں جُھک گئیں۔ میں اپنی جگہ کھڑا خاموشی سے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد تہذیب نے دوبارہ نگاہ اُٹھا کر میری طرف دیکھا اور مجھے یوں محویت سے اپنی جانب دیکھتے پا کر ایک بار پھر اُس کی حسین آنکھیں جُھک گئیں۔

وہ کرسی سے کھڑی ہو کر میری طرف بڑھی۔ اُس کی نگاہیں بدستور جھکی ہوئی تھیں۔ میرے بالکل نزدیک آ کر وہ رک گئی۔ میں نے اسے اپنی بانہوں کے حلقے میں لے لیا۔ اُس کا سر میرے سینے پر ٹکا ہوا تھا۔

معلوم نہیں اس عالم میں کتنی دیر گزر گئی۔ وہاں وقت کا ہوش کسے تھا۔ وہ تو ایک عالم بے اختیاری تھا۔ ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر ایک دوسرے میں گم تھے کتنی طویل جدائی کے بعد یہ لمحات میسر آئے تھے۔ ہم نے جو کرب ناک وقت گزارا تھا اب اس کی تلافی کا وقت آ گیا تھا۔ کتنی بار میں تہذیب کی طرف سے مایوس ہوا تھا کتنی بار یوں لگا تھا جیسے میں اب تہذیب سے کبھی نہیں مل سکوں گا لیکن محبت کی طلب سچی ہو تو آدمی کڑے سے کڑے وقت سے بھی گزر جاتا ہے۔ منزلیں خود مسافروں کی طرف کھنچی چلی آتی ہیں۔

ہم ایک دوسرے میں گم تھے۔ میں تھا اور تہذیب تھی۔ تہذیب تھی اور میں تھا۔ یہی کُل کائنات تھی اُس کے علاوہ کائنات میں اور کچھ بھی نہیں تھا۔ وقت کا بہتا ہوا دھارا تھم گیا تھا۔ میں خود کو یقین دلا دینا چاہتا تھا کہ وہ واقعی مجھے مل گئی ہے۔

خدا جانے کتنا وقت یوں ہی گزر گیا۔ پھر جب میں عالم کیف سے عالم ہوش و حواس کی طرف لوٹا تو میں نے دیکھا کہ تہذیب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ میری آنکھیں بھی نم ہیں۔ تہذیب کو اس نمی کا احساس ہوا تو اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور میری آنکھیں چوم لیں۔

"نہیں علی نہیں۔" اُس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "ان آنکھوں کی آگ ٹھنڈی نہیں ہونا چاہیے یہ آنکھیں تو شعلے برسانے کے لیے ہیں۔ میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتی میں تمہیں روتے نہیں دوں گی۔"

"میں بھی آدمی ہوں تہذیب! میرے سینے میں بھی دھڑکتا ہوا دل ہے۔ میں کوئی بے جان پتھر کوئی سنگلاخ چٹان نہیں ہوں۔"

تہذیب نے میری آنکھیں خشک کر دیں۔ "بے جان پتھر اور سنگلاخ چٹانیں اگر نہیں روتیں تو اس میں اُن کا کوئی کمال نہیں ہے علی! اُن میں تو یہ صلاحیت سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ تم اُن سے بہت افضل ہو علی! میں تمہیں ناقابلِ شکست دیکھنا چاہتی ہوں علی۔"

"میرا سینہ جل رہا ہے تہذیب! تمہارے فراق کے مسلسل لمحوں نے میرے سینے میں کتنے شگاف ڈال دیے ہیں، کاش میں تمہیں دکھا سکتا۔"

"میں جانتی ہوں علی!" وہ میرے بالوں میں اپنی نازک انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔ "لیکن اب تو میں تمہیں مل گئی ہوں نا! اب کس بات کا غم ہے؟"

ہم دونوں مسہری پر آ بیٹھے۔ "تمہیں علم ہو گیا ہوگا تہذیب کہ ہم کس سازش کا شکار ہوئے تھے؟"

"ہاں علی! بڈ کے ذریعے مجھے اس سازش کا علم ہو چکا ہے جو اولیو ہاورڈ نے ہمارے خلاف کی تھی۔"

"تم اندازہ کر سکتی ہو تہذیب کہ بعض مصلحتوں کی وجہ سے میں اُس ذلیل یہودی کو رہا کرنے کے لیے مجبور ہوں جس نے ہم دونوں کو اس کرب میں مبتلا کیا۔" میں نے سلگتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یقیناً وہ مصلحتیں فلسطینیوں کے مفاد سے متعلق ہوں گی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہاں تہذیب! یہی تو زندگی کی سب سے بڑی مجبوری ہے جو میرے پیروں کی زنجیر بن گئی ہے۔"

"میں تمہیں ایسا ہی دیکھنا چاہتی ہوں علی! فرض کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے والا۔"

"بعض اوقات بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑ جاتی ہے تہذیب! کلیجا منہ کو آ جاتا ہے۔"

"سچ بتاؤ علی! تمہارا کیا بگڑا؟ میرا کیا نقصان ہوا؟ تم بھی وہی ہو، میں بھی وہی ہوں اور ہمارے جذبے بھی وہی ہیں۔"

"کیا تم وہ وقت بھول گئیں جب بیروت میں ہم دونوں کی شادی ہونے والی تھی اور اولیو ہاورڈ نے عین موقع پر تمہیں اغوا کر لیا تھا۔"

"کیسے بھول سکتی ہوں علی! ہمارے دوستوں نے ہمیں یکجا کرنے کے لیے مخلصانہ کوششیں کی تھیں۔ مجھے اُس وقت بے ہوش کر کے اغوا کیا گیا جب میں دلہن بن چکی تھی لیکن سچ بتاؤ علی! کیا ہمارے دل، ہماری روحیں بہت پہلے سے اُس بندھن میں نہیں جکڑی ہوئی ہیں جسے دنیا شادی کے بندھن کے نام سے پکارتی ہے۔ اس قدر منظم سازش کا انجام یہ ہے کہ آج ہم پھر ایک ہیں۔ ہمیں جدا کرنے کی ہر کوشش ناکام ہو چکی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر اولیو ہاورڈ پر کیا گزر رہی ہو گی؟"

"بلاشبہ وہ تلملا رہا ہوگا۔" میں نے کہا۔ "لیکن اُس کے لیے اس سے بھی بڑھ کر کوئی سزا ہونا چاہیے تھی۔"

"یہ اُس کے لیے سب سے بڑی سزا ہے علی کہ وہ زندہ رہے اور اپنی بے بسی پر کُڑھتا رہے۔"

"مجھے تمہارا خط ملا تھا تہذیب!" میں نے گفتگو کا رُخ بدل کر کہا۔ "اس کے بعد تم پر کیا بیتی، میں اس سے لاعلم ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تارینا ہارڈو کے ذریعے تمھیں خط بھجوانے کے بعد میں کچھ ایسے معاملات میں پھنس گئی جن کا تعلق تنظیم سے ہی تھا۔" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اور مجھے اچانک ہی یہ احساس ہوا کہ گرین پول سے الگ ہونے کے بعد تمھارے پیار کی آگ نے مجھے پگھلا دیا ہے۔ میں اپنی شخصیت، اپنا تشخص کھو بیٹھی ہوں۔ میری صلاحیتیں زنگ آلود ہو چکی ہیں۔ شاید اس لیے کہ میں نے ہر معاملے میں تم پر انحصار کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ سوچے بغیر کہ تمھارے شانوں پر تو ویسے بھی بہت ذمے داریاں ہیں۔ تم تو پہلے ہی اپنے فرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا کہ زندگی کے ایک اچھے ساتھی کی حیثیت سے یہ مناسب نہیں ہے کہ..." تہذیب کے لہجے میں کچھ جھجک پیدا ہوئی پھر اُس نے کہا۔ "کہ اپنی زندگی کے ساتھی کو اپنے بوجھ تلے دبا لیا جائے۔ اس خیال کے تحت میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ تم سے ملوں گی تو ضرور مگر فوراً نہیں۔ پہلے میں اُس تہذیب کو زندہ کروں گی جو گرین پول کی سیکنڈ ٹھی ہاں علی! میں تمھارا ہاتھ بٹانا چاہتی تھی۔ زندگی کے ہر شعبے میں تمھارے شانہ بشانہ چلنے کی شدید خواہش میرے ذہن میں پیدا ہوئی اور میں نے اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کیا۔ میں کچھ کر کے تم سے ملنا چاہتی تھی۔ خدا کی ذات سے مجھے اس بات کا تو یقین تھا کہ تم مجھے زندہ ہی ملو گے۔ اس یقین نے مجھ میں ایک ناقابلِ شکست اعتماد پیدا کر دیا اور اسی اعتماد کے سہارے میں نے اپنے کام کا آغاز کیا۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں کوئی بڑا کارنامہ نہیں کر سکی لیکن میں کسی حد تک کامیاب ضرور رہی۔ اپنی جدوجہد کے آغاز میں ہی بڈ مجھے مل گیا جس کے ذریعے حالات میرے علم میں آئے اور میں نے بڈ کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اگر میں چاہتی تو فوراً ہی تم تک پہنچ سکتی تھی لیکن کچھ کر کے تم تک پہنچنے کی خواہش اتنی شدید تھی کہ میں اس کے خلاف کچھ نہ کر سکی۔ پھر مجھے بعض ذرائع سے علم ہوا کہ تم نے لائن آف کروزل سے آنے والا اسلحہ اس کی منزلِ مقصود تک پہنچا دیا ہے اور اُسے خورد برد کرنے کی سازش کو ناکام بنا دیا ہے۔ مجھے یہ بھی پتا چلا کہ اولیو ہاورڈ بھی تمھارے ساتھ ہے۔ یہ خبر باعثِ حیرت ضرور تھی لیکن جب میں مسعود ملکہ سے ملی تو اُس نے مجھے تمام صورتِ حال بتا دی اور اس کے بعد ہی میں نے یہ منصوبہ ترتیب دیا۔ درحقیقت مجھے یہ علم نہیں تھا کہ تم بھی اسی جہاز میں سفر کر رہے ہو لیکن مجھے یہ معلوم تھا کہ اس جہاز سے اس ملک کی دو ایسی اہم شخصیتیں ضرور سفر کر رہی ہیں جنھیں یرغمال بنا کر میں تمھاری اور اولیو ہاورڈ کی رہائی کا مطالبہ کر سکتی ہوں لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آنے پائی اور تم نے خود کو ظاہر کر کے مجھے ایک مصیبت سے بچا لیا۔ اس لیے کہ کسی بھی عرب ملک کے کسی مسلمان باشندے کو جسمانی نقصان پہنچانے کا تصور بھی میرے لیے بہت محال ہے لیکن تمھیں رہا کرانا بھی اشد ضروری تھا اور اس کے لیے مجھے جو بھی کرنا پڑتا میں اس سے دریغ نہ کرتی۔"

"اس سے مجھے کم از کم اتنا تو پتا چل گیا کہ طیارے کس طرح اغوا کیے جاتے ہیں۔" میں نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

"میں نے سخت غصے کے عالم میں وہ قدم اٹھایا تھا۔ میرا بس چلے تو اُن لوگوں کی بوٹیاں اُڑا دوں جو تمھاری خدمات کی قدر نہیں کرتے۔ مجھے اُن لوگوں کی یہ انتہاپسندی ایک آنکھ نہیں بھائی تھی اور میں اس کے خلاف عملی احتجاج کر رہی تھی۔"

مجھے تہذیب پر بے اختیار پیار آیا اور میں نے اُسے خود سے لپٹا لیا اور ایک لامتناہی سکون میرے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔

میں نے خود کو تہذیب کے ساتھ اپنے کمرے تک محدود کر لیا تھا۔ بڈ کا کوئی پتا نہیں تھا۔ میں اُس کے مشاغل سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ یقیناً کوئی سیاہ فام حسینہ اس کی توجہ کا مرکز بن گئی ہوگی اور بڈ نے اُسے یقین دلایا ہوگا کہ یہ اُس کی زندگی کی سب سے پہلی اور آخری محبت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اُس کی وہ آخری محبت چند روز سے زیادہ نہ جاری رہ سکے۔ نہ تو بڈ نے اور نہ ہی کسی اور نے ہماری خلوت میں مداخلت کی۔ میں اور تہذیب ایک دوسرے میں اس طرح گم ہو گئے کہ چار پانچ روز گزر گئے اور ہمیں پتا بھی نہیں چلا۔ اس دوران میں ہم نے کمرے سے باہر قدم بھی نہیں رکھا تھا۔ بس ہم دونوں ایک دوسرے میں کھوئے رہے تھے۔ چار پانچ روز بعد جب جنون میں کسی قدر کمی ہوئی تو ہمیں یہ احساس ہوا کہ ہم نے یہ چار پانچ روز دنیا سے کٹ کر گزارے ہیں۔ مجھے سخت شرمندگی ہوئی۔ اتنی وارفتگی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ آخر دوسرے لوگ ہمارے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے؟

تہذیب اور میں احساسِ شرمندگی کے ساتھ کمرے سے نکل آئے۔ ہم جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن سے ملے تو وہ ہم سے اُسی طرح ملے جیسے ہمیشہ ملتے تھے۔ اُن کے انداز میں کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن شاید اُنھوں نے ہماری ندامت کو بھانپ لیا تھا۔

"طویل فراق کے بعد محبت کرنے والوں پر ایسی ہی وارفتگی طاری ہوتی ہے کہ وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔" کیتھی براؤن ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولی۔ جنرل ٹیرس مسکرانے لگا تھا۔

"کوئی خاص واقعہ تو پیش نہیں آیا؟" میں نے جھینپ کر ٹیرس سے پوچھا۔

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ہائی جیکروں سے طیارہ چھڑانے پر شکریہ ادا کیا گیا ہے۔"

"اور ہائی جیکروں کے سلسلے میں کوئی بات نہیں ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں! اُنھوں نے کہا تھا کہ ہائی جیکرز اُن کے حوالے کر دیے جائیں لیکن میں نے اُن سے کہہ دیا کہ چونکہ ہائی جیکرز اُن کے ملک کے باشندے نہیں ہیں لہٰذا اُنھیں اُن کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔" لیکن اُنھوں نے اپنا ایک نمائندہ یہاں بھیجا ہے۔"

"اوہو!" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "یہ تو خاص بات ہے۔ پھر اُس نمائندے سے کیا گفتگو رہی؟"

"وہ کل ہی یہاں پہنچا ہے اور میں نے ابھی تک اُس سے بات بھی نہیں کی ہے۔"

"کیوں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "وہ کہاں ہے؟"

"محل میں ہی مقیم ہے اور اُس سے ملاقات سے اس لیے گریز کیا کہ میں نے سوچا، پہلے تم سے مشورہ کر لوں۔ بلکہ اگر تم مناسب سمجھو تو تم بھی میرے ساتھ ہی اُس سے مل لو۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے کہا۔ "تم خود ہی یہ معاملات دیکھ لو۔"

"ممکن ہے گفتگو کے دوران کوئی ایسا موڑ آ جائے جہاں تم میرے مقابلے میں بہتر بات کر سکو۔"

"دراصل میں اس ملک کا مجرم ہوں نا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اس لیے میں نہیں چاہتا کہ اُنھیں یہاں میری موجودگی کا علم ہو۔"

"اس سے کیا فرق پڑے گا؟" جنرل ٹیرس نے حیرت سے کہا۔

"اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ تمھاری دشواریوں میں اضافہ ہو جائے گا۔"

"ایسے فضول خیالات دماغ سے نکال دو۔ میں کسی کا پابند نہیں ہوں۔ ویسے تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اُنھیں تمھاری یہاں موجودگی کا علم ہے۔"

"اُنھیں کیسے علم ہوا؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"بقیہ سوالات بعد کے لیے اُٹھا رکھو اور پہلے اُس سے مل لو۔ اُسے مجھ سے ملاقات کا انتظار کرتے ہوئے چوبیس گھنٹے سے زائد ہو چکے ہیں۔"

میں نے مزید کوئی سوال نہیں کیا اور تھوڑی دیر بعد میں اور جنرل ٹیرس محل کے ایک پُرتکلف ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے۔ جنرل ٹیرس نے نمائندے کو بلانے کے لیے کہا۔ چند ہی منٹ میں وہ نمائندہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اور میں اُسے دیکھ کر اُچھل پڑا۔ وہ کرنل وحدت تھا۔

کرنل وحدت کا انداز بڑا مؤدبانہ تھا جیسا کہ ہونا چاہیے تھا مگر مجھے حیرت اس بات پر ہوئی کہ اُس نے مجھ سے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔

"کامیابی مبارک ہو علی!" کرنل وحدت نے مجھ سے کہا۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اُس کے لہجے میں طنز نہیں تھا۔

"اس مبارک باد کو میں کیا سمجھوں کرنل وحدت؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"ایک دوست کا دوسرے دوست کے لیے ہدیۂ خلوص۔" کرنل وحدت نے بڑی سادگی سے کہا۔

"یا قانون کے ایک محافظ کا ایک مجرم کو چیلنج؟" میں نے کرنل وحدت کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس بدگمانی پر میں آپ کو موردِ الزام نہیں ٹھہراؤں گا۔ دراصل واقعات ہی کچھ اس انداز میں پیش آئے کہ آپ بھی اپنی سوچ میں حق بجانب ہیں۔"

"مثلاً میری آواز ٹیپ کرنا تاکہ اسے میرے خلاف استعمال کیا جا سکے؟"

"لیکن میں نے آپ کے خلاف کچھ نہیں کیا۔" کرنل وحدت نے کہا۔

"تم پنجے جھاڑ کر تو میرے پیچھے پڑ گئے تھے۔ دو بار مجھے گرفتار کیا اور تیسری بار گرفتاری کے لیے تم نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ اس کے علاوہ تم میرے خلاف اور کر بھی کیا سکتے تھے؟"

"وہ صرف اصول کی جنگ تھی علی! ہم ایک دوسرے کے دشمن نہ تو پہلے تھے اور نہ ہی اب ہیں۔ آپ جنگ جیت چکے ہیں اور میں ایک اچھے اسپورٹس مین کی طرح آپ کو مبارک باد دے رہا ہوں۔"

"تم تو یہ کہہ کے بری الذمہ ہو گئے۔" میں نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔ "لیکن تمھیں یہ اندازہ بھی ہے کہ میرے ساتھ جو سلوک ہوا اُس سے میرے جذبات کو کس قدر ٹھیس پہنچی ہے۔ میں نے غیر عرب ہوتے ہوئے بھی خود کو ہمیشہ عربوں کی جدوجہد میں برابر کا شریک رکھا ہے۔ مجھے بڑا مان تھا کہ اگر میں کبھی کوئی درخواست کروں گا تو میری درخواست یوں ہی نہیں ٹھکرا دی جائے گی لیکن اب مجھے یوں محسوس ہونے لگا ہے جیسے میری محنت رائیگاں چلی گئی ہو۔ جتنا کچھ میں نے عربوں کے لیے کیا ہے اگر غیروں کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیے بھی کرتا تو وہ تا زندگی میرے ممنون احسان رہتے۔ جانتے ہو ہم لوگوں کے اس سلوک کے باعث مجھے کیا کچھ سننا پڑا ہے۔" میرا لہجہ مزید تلخ ہوگیا۔ "اولیو ہاورڈ نے تمہارے رویے کے حوالے سے مجھے اسرائیل کے لیے کام کرنے کی دعوت دی۔ اُس نے کہا کہ ہم کار آمد لوگوں کی قدر کرنا جانتے ہیں' ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ کن لوگوں کے لیے جان کی بازی لگا رہے ہو۔"

میری آواز بھرا گئی اور میں خاموش ہوگیا۔

کرنل وحدت نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ جنرل ٹیرس خاموش تماشائی کی حیثیت سے بڑی محویت سے ہماری گفتگو سن رہا تھا۔

"مجھے اعتراف ہے علی کہ تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی۔ یہ بات میں ذاتی طور پر نہیں کہہ رہا بلکہ میں اپنے ملک کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ تم کہو گے کہ ہمارے اس اعتراف سے تمہارے ساتھ ہونے والی زیادتی کا ازالہ تو نہیں ہوسکتا۔ تو اس سلسلے میں میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ کسی غلطی کا اعتراف آئندہ کے لیے اُس غلطی کے اعادے کے امکانات کو ختم کر دیتا ہے۔ دوسری بات میں ذاتی طور پر کہوں گا اور مجھے یقین ہے کہ اُسے سن کر تمہارے دل سے ہر کدورت دور ہو جائے گی۔" کرنل وحدت خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"کہتے رہو کرنل وحدت!" میں نے اُسے ٹوکا۔ "میں بڑی توجہ سے تمہاری باتیں سن رہا ہوں۔"

"اب میں ایبرن ہال کے بڑبولے سے مخاطب ہوں۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "جس کی زندگی کی کایا شہناز کے قتل سے پلٹ گئی تھی۔"

میں نے چونک کر کرنل وحدت کو دیکھا۔ "مجھ پر اپنی معلومات کا رعب ڈالنے کے بجائے صاف صاف مطلب کی بات کرو۔" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"میرا مطلب ہے کہ تم نے اپنی زندگی یہودیوں کے خلاف وقف کر رکھی ہے اور اس کے لیے تم بڑی سے بڑی قربانی دے سکتے ہو۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اپنی بات جاری رکھو۔"

"قدرت طرح طرح سے تمہاری مدد کرتی ہے علی! میں تمہیں گرفتار کرنے کے خبط میں مبتلا ہوا تو ایک بڑی یہودی سازش بے نقاب ہوگئی۔ نہ صرف سازش بے نقاب ہوئی بلکہ اس سازش میں ملوث تمام یہودی ایجنٹ گرفتار بھی ہو گئے۔ اُن کی گرفتاری تمہاری اطلاع پر ہی عمل میں آئی لیکن یہ بھی تو سوچو کہ تمہارا اُن سے ٹکراؤ کس وجہ سے ہوا؟ اگر میں نے اولیو ہاورڈ کو پہچان کر گرفتار نہ کیا ہوتا تو نہ تم اُسے لے کر ... ہوتے اور نہ تمہارا ٹکراؤ ان یہودی ایجنٹوں سے ہوتا ... ہوتا کہ یہودی کامیابی کے ساتھ اپنی کارروائیاں جاری ... اور بالآخر ممکنہ طور پر ایک عرب ملک میں شدید انتشار برپا ... اپنے مذموم مقاصد حاصل کر لیتے۔"

"تمہاری ہر بات درست ہے لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکا ... کہنا چاہتے ہو؟"

"کیا تم یہ سوچ کر بھی اپنا دل میری طرف سے صاف نہیں کرسکتے کہ میں نادانستگی میں ہی سہی یہودیوں کے خلاف تمہارا ... ثابت ہوا؟"

"میرے دل میں کسی بھی ایسے شخص کے لیے کوئی کدورت باقی نہیں رہتی کرنل وحدت جو سچے دل سے اپنی کسی غلطی پر ... ہو جائے۔ چاہے وہ میرا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ پھر عرب تو ... بھی میرے دوست ہیں۔ میرے ساتھ مذہب کے مضبوط رشتے میں منسلک ہیں۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں علی! اگر تم مجھے معاف نہ کرتے تا زندگی میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہتا۔"

"شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں میرے دوست! ... میں یہ ضرور پوچھنا چاہوں گا کہ اب تمہارے ملک میں میری ... پوزیشن کیا ہے؟"

"وہی جو پہلے تھی اور ہم پہلے ہی کی طرح تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ اعلا سطح پر یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ ہم غلطی پر تھے۔ تمہارا مطالبہ مان لیا جانا چاہیے تھا۔"

"یہ تو بڑی خوش آئند بات ہے۔" میں نے مسکرا کر ... "لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم جنرل ٹیرس سے کس سلسلے میں ملنے آئے تھے؟"

"جنرل ٹیرس سے!" کرنل وحدت حیرانی سے بولا۔ "... جنرل ٹیرس سے ملنے تو نہیں آیا تھا۔ میں تو تم سے ملنے آیا تھا ... مجھے بتایا گیا کہ تم مصروف ہو اس لیے میں تم سے ملاقات کا منتظر ...

میں نے جنرل ٹیرس کی طرف دیکھا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "میں نے سوچا تمہیں سرپرائز دیا جائے۔" ... نے کہا۔

"تمہاری آمد کی غرض و غایت کیا ہے؟" میں نے کرنل وحدت سے پوچھا۔

"میں اپنی حکومت کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں خود جا کر ذاتی طور پر بھی اور حکومت کی طرف سے بھی تم سے معافی مانگوں اور تمہیں سرکاری طور پر اپنے ملک ... کی دعوت دوں۔"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور جہاں تک تمہارے ملک آنے کی بات ہے تو میں ضرور آؤں گا۔ وقت کا تعین میں نہیں کرسکتا لیکن جب بھی مجھے وقت ملا میں وہاں آنے سے گریز نہیں کروں گا۔ میں تو ہر عرب ملک کو اپنا ہی ملک تصور کرتا ہوں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ تمہیں یہاں میری موجودگی کا علم کیسے ہوا؟"

"دراصل جب جہاز اغوا ہوا اور ہم سے تمہارا اور اولیو ہاورڈ کا مطالبہ کیا گیا تو صورت حال بہت گمبھیر ہوگئی۔ ظاہر ہے تم ہمارے قبضے میں تو تھے نہیں کہ ہم تمہیں ہائی جیکرز کے حوالے کر کے اپنا طیارہ اُن سے چھڑا لیتے۔ ہماری اس بات کو انھوں نے تسلیم نہیں کیا کہ تم ہمارے قبضے میں نہیں ہو۔ چونکہ میں اس معاملے میں براہ راست ملوث تھا لہٰذا مجھ سے کہا گیا کہ میں اس معاملے کا کوئی حل پیش کروں۔ مجھے اس بات کا یقین تھا کہ تم اُسی بلڈنگ میں ہو جس میں گیمن کی کمپنی کے دفاتر ہیں لیکن میں گیمن پر ہاتھ اس لیے نہیں ڈال سکتا تھا کہ اگر میں تمہیں برآمد نہ کر پاتا تو لینے کے دینے پڑ جاتے۔ معاملہ ایک غیر ملکی کمپنی کا تھا۔ چنانچہ جب مجھ سے تمہارے سلسلے میں کہا گیا تو میں نے حکام سے گیمن کے خلاف کارروائی کرنے کی اجازت مانگی۔ اس گمبھیر صورت حال کے باوجود مجھے بڑی مشکل سے اجازت ملی اور وہ بھی صرف اُس کمپنی کی تلاشی لینے کی۔ وقت خاصا برباد ہو چکا تھا مگر میں مایوس نہیں تھا۔ میں نے وہاں کی تلاشی لی مگر وہاں سے کچھ برآمد نہ کر سکا لیکن مجھے یقین تھا کہ گیمن اس معاملے میں بہرحال ملوث ہے۔ میرے آدمیوں نے پورے دفتر کو چھان مارا۔ میں خود اس کی نگرانی کر رہا تھا اور عین اُس وقت جب میں مایوس ہونے والا تھا میرے ذہن میں اچانک کسی خفیہ کمرے کا خیال آیا۔ یہ خیال تو پہلے بھی ذہن میں موجود تھا لیکن سوال یہ تھا کہ وہ خفیہ کمرا کہاں ہے اور اُسے کیسے تلاش کیا جائے؟ گیمن کے ہونٹوں پر موجود طنزیہ مسکراہٹ میرا خون کھولا رہی تھی۔ بالآخر ایک ترکیب ذہن میں آگئی۔ میں نے متعلقہ محکمے سے اُس عمارت کا منظور شدہ نقشہ طلب کر لیا۔۔۔"

"واہ!" میں نے بے ساختہ کہا۔ "واقعی تم ایک مکمل ایجنٹ ہو کرنل وحدت! تمہاری ذہانت کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔" میں نے اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھا۔ "ظاہر ہے اس کے بعد تم نے اُس فلور کے ہر کمرے کی پیمائش کرانا شروع کرائی ہوگی اور گیمن کا کمرا مختلف سائز کا نکلا ہوگا۔"

"جی ہاں! جب میں نے کمروں کی پیمائش کرانا شروع کی تو گیمن کا رنگ فق ہوگیا لیکن وہ تھا بڑا ڈھیٹ۔ اس نے آخر وقت تک اعتراف کر کے نہیں دیا کہ وہاں کوئی خفیہ کمرا بھی ہے لیکن میں نے نہ صرف خفیہ کمرا دریافت کیا بلکہ اس کا راستہ بھی معلوم کر لیا۔ وہاں سے وہ دونوں امریکی برآمد ہوئے جن کے بارے میں بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ تم نے اور اولیو ہاورڈ نے انھی کے میک اپ میں اس جہاز پر سفر کیا جو اغوا ہوا تھا۔ گیمن نے تو خودکشی کر لی لیکن وہاں سے برآمد ہونے والے ریکارڈ سے بہت کچھ ثابت ہوا۔

کمپنی کا لائسنس منسوخ کر دیا گیا اور بہت سے اسرائیلی ایجنٹ گرفتار کر لیے گئے۔"

"مجھے یقین تھا کہ جلد یا بہ دیر تم گیمن پر ہاتھ ضرور ڈال دو گے۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"یہ بات تو بالکل یقینی تھی کہ میں اُسے ہرگز نہ چھوڑتا۔ اس کے خلاف ثبوت حاصل کرنے میں مجھے خواہ کتنا ہی عرصہ کیوں نہ لگ جاتا میں اُس کے پیچھے پڑا رہتا اور اُسے کیفرِ کردار تک پہنچا کر ہی دم لیتا لیکن یہ بھی اچھا ہوا کہ طیارہ اغوا ہونے کے باعث مجھے اپنے کام میں آسانی ہوگئی اور یہ معاملہ بہت جلد نمٹ گیا۔"

"تم اُس عمارت تک کیسے پہنچ گئے تھے کرنل وحدت' جہاں گیمن کا دفتر واقع تھا اور جہاں میں نے اور اولیو ہاورڈ نے پناہ لی تھی؟"

"محض اتفاق۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "ملٹری انٹیلی جنس کے ایک سادہ لباس والے نے آپ دونوں کو بلڈنگ میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ وہ کسی کام سے وہاں سے گزر رہا تھا کہ اس کی نظر آپ دونوں پر پڑ گئی۔ وہ آپ کے پیچھے بلڈنگ میں داخل ہوا اور آپ کو آٹھویں منزل پر جاتے دیکھا اور فوری طور پر مجھے اطلاع کر دی۔ میں نے اُسے تاکید کی کہ میرے وہاں پہنچنے تک نگاہ رکھے کہ آپ لوگ بلڈنگ سے باہر نہ نکلنے پائیں اور جب میں وہاں پہنچا تو مجھے یہی رپورٹ ملی کہ آپ اُس وقت تک بلڈنگ میں ہی موجود تھے۔"

"اور جب تم پر یہ راز منکشف ہوا کہ ہم کس طرح تمہارے ملک سے نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے تو کیا تم نے ہائی جیکرز کو مطلع نہیں کیا؟"

"اُس وقت تک طیارہ ہائی جیکروں کے قبضے سے آزاد کرایا جا چکا تھا۔" کرنل وحدت نے کہا۔ "لیکن بے فکر رہیے' یہ بات مجھ تک ہی محدود ہے۔"

"کون سی بات کرنل وحدت؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"یہی کہ آپ کس طرح ملک سے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ میں نے حکام کو بس یہ بتایا ہے کہ بعض ذرائع سے معلوم ہوا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہ آپ گوٹے ہل میں ہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"جنرل ٹیرس آپ کے دوست ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ آپ کے کسی دوست کی ذرا بھی پوزیشن خراب ہو۔"

"اوہو! جنرل ٹیرس کی پوزیشن کہاں سے درمیان میں آگئی؟"

"اگر میں یہ بات ظاہر کردوں کہ آپ کس طرح ملک سے نکلے تھے تو کوئی بھی شخص بڑی آسانی سے وہ نتائج اخذ کرسکتا ہے جو میں نے کیے ہیں۔ آپ کو علم نہیں تھا کہ طیارہ اغوا کیا جانے والا ہے۔ ہائی جیکرز بھی اس بات سے لاعلم تھے کہ آپ اُسی طیارے میں سفر کر رہے ہیں جسے اُنھوں نے اغوا کیا ہے۔ طیارے کے تمام مسافر اس بات سے لاعلم تھے کہ طیارہ اغوا کرنے والے کون لوگ ہیں اور طیارہ اغوا کرنے سے اُن کا مقصد کیا ہے۔"

"تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ مسافر طیارہ اغوا کرنے والوں اور اُن کے مقاصد سے بے خبر تھے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اغوا شدہ طیارے کے بعض مسافروں سے مل کر خود معلومات حاصل کی ہیں۔ ایک خاتون رپورٹر کے سوال کرنے پر مسافروں کو طیارہ اغوا کرنے کے مقصد سے آگاہ کیا گیا۔ ظاہر ہے اُس وقت تک آپ بھی اس بات سے لاعلم تھے کہ طیارہ اغوا کرنے والے کون ہیں اور انھوں نے طیارہ کیوں اغوا کیا ہے لیکن یہ راز منکشف ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد طیارہ پرواز کرگیا۔ مسافروں کو بتایا گیا کہ اُن کی منزل قشی گورائے ہے مگر طیارے کی منزل گوٹے ہل ثابت ہوئی یہاں سب سے پہلے رہا ہونے والے مسافروں میں آپ بھی شامل تھے اور اس کے کچھ ہی دیر بعد طیارہ ہائی جیکروں کے قبضے سے آزاد کرا لیا گیا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس سے جنرل ٹیرس کا کیا تعلق ہے؟"

"اغوا کنندگان آپ کے ساتھی تھے۔ میک اپ کے باعث آپ انھیں پہچان نہیں پائے ہوں گے لیکن جیسے ہی انھوں نے اپنی شناخت کرائی آپ نے خود کو اُن پر ظاہر کردیا جس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اُس کے بعد انھوں نے ہم سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا ورنہ انھیں اپنے مطالبے کا اعادہ کرنا چاہیے تھا، اپنی دھمکیوں کو عملی جامہ پہنانا چاہیے تھا مگر انھوں نے کچھ بھی نہیں کیا اور گوٹے ہل پہنچ کر چند مسافروں کے ساتھ آپ کو بھی رہا کردیا تاکہ آپ جنرل ٹیرس سے مل کر اُن کے تحفظ کا بندوبست کرسکیں جو آپ نے کیا۔"

"میں نے کیا کیا؟" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "اس کے برعکس تمام ہائی جیکرز کو گرفتار کرلیا گیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنرل ٹیرس ایک قانون پسند حکمراں ہے۔"

کرنل وحدت مسکرایا۔ "یہی بہتر ہے۔" اُس نے کہا۔ "دنیا والوں کو یہی سمجھتے رہنا چاہیے کہ جو کچھ ہوا حقیقت پر مبنی تھا۔"

"اور تم کیا سمجھ رہے ہو؟"

"اپنی بیرونی پوزیشن مستحکم رکھنے کے لیے معاملے کو یہ رنگ دینا اشد ضروری تھا ورنہ جنرل ٹیرس کی سخت بدنامی ہوتی۔"

میں نے جنرل ٹیرس کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک تھی اور وہ بڑے غور سے کرنل وحدت کو دیکھ رہا تھا۔

"تم واقعی اپنے ملک کا سرمایہ ہو۔" جنرل ٹیرس نے کرنل وحدت سے کہا۔ "ظاہر ہے علی نے تمھاری ذہانت کی تعریف کی ہے تو کچھ دیکھ کر ہی کی ہوگی۔ ایک نمونہ تو میں نے ابھی دیکھ لیا۔"

"یہ میرے لیے ایک اعزاز ہے سر کہ آپ نے میری حوصلہ افزائی کی۔" کرنل وحدت نے کہا۔ اُس کے لہجے میں انکسار تھا۔

"رسمی باتوں کی ضرورت نہیں ہے جوان۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔ "بے تکلفی سے گفتگو کرو۔ علی کا دوست میرا بھی دوست ہے۔"

"شکریہ جناب!" کرنل وحدت نے کہا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "اولیو ہاورڈ کہاں ہے۔ واپس چلا گیا کیا؟"

کرنل وحدت کے سوال پر میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اولیو ہاورڈ کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا اور ایک اولیو ہاورڈ پر کیا موقوف، تہذیب کے ساتھ گزارے ہوئے وقت کے دوران مجھے کسی بھی چیز کا ہوش نہیں رہا تھا۔ مجھے چاہیے تھا کہ میں جنرل ٹیرس کو اولیو ہاورڈ کے بارے میں ہدایت دے دیتا۔ اُس سے کیا ہوا وعدہ پہلی فرصت میں نبھانا میرا فرض تھا۔ میں دھڑکتے دل کے ساتھ جنرل ٹیرس سے مخاطب ہوا۔ "اولیو ہاورڈ کا کیا ہوا جنرل؟" میں نے پوچھا۔

"تم بتاؤ، تم نے اس سلسلے میں کیا سوچا؟"

"اوہ جنرل! مجھ سے زبردست غفلت سرزد ہوئی ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں اتنا ازخود رفتہ بھی ہوسکتا ہوں کہ سب کچھ بھول جاؤں۔ مجھے چاہیے تھا کہ اُس کی رہائی کے بارے میں تمھیں مطلع کردیتا لیکن افسوس اب تو غلطی ہوچکی۔"

"یہ بھی تو بتاؤ کہ اولیو ہاورڈ کو کن شرائط کے ساتھ رہا کرنا ہے؟"

"اس پر کوئی شرط عائد نہیں کی جاسکتی جنرل۔" میں نے کہا۔ "اس نے اُس معاہدے کی تکمیل کردی ہے جو ہمارے درمیان ہوا تھا۔ میری خواہش تھی کہ اس کے بعد ایک بھی لفظ کہے بغیر اُس کی بیٹی اُس کے حوالے کردوں۔ اُس سے اگر میری الوداعی ملاقات ہوتی تب بھی اُس سے کچھ نہیں کہوں گا صرف اُسے رخصت کردوں گا لیکن نہیں، میں تو اب اُس سے ملنا بھی نہیں چاہتا۔ میری طرف سے وہ آزاد ہے۔ اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر جہاں جی چاہے جائے۔ گوٹے ہل سے واپس جانے کے بعد اگر وہ پھر میرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

خلاف کمربستہ ہوجائے تو یہ اُس کا اپنا فعل ہے جس کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے لیکن اب یہ کام تم ہی سنبھالو۔ میں تو شرمندگی کی وجہ سے اُس کا سامنا بھی نہیں کرسکوں گا۔"

"مجھے یہ بھی تو بتادو کہ اس سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟" جنرل ٹیرس نے پوچھا۔

"بکی ہاورڈ کو خاموشی سے اُس کے حوالے کردو اور اُسے بحفاظت، عزت و احترام کے ساتھ جس ملک میں بھی وہ جانا چاہے بھجوادو۔" میں نے سخت شرمندگی کے عالم میں کہا۔ "تم میرے لیے یہ کام کردو گے تو میں اُس ندامت سے بچ جاؤں گا جو اولیو ہاورڈ کا سامنا کرنے کی صورت میں مجھے اُٹھانا پڑے گی۔"

جنرل ٹیرس ہنسنے لگا۔

"تم ہنس رہے ہو ٹیرس اور میری جان پر بنی ہوئی ہے! میرے خدا! زندگی میں شاید ہی کبھی ایسی غلطی سرزد ہوئی ہو۔"

"اولیو ہاورڈ اس لائق تو نہیں کہ آپ اُس کے لیے اس قدر پریشان ہوں۔" کرنل وحدت نے کہا۔

"بات اولیو ہاورڈ کی نہیں میری اپنی ہے۔ میں نے اُس سے جو وعدہ کیا تھا اُسے اوّلین فرصت میں پورا ہونا چاہیے تھا۔"

"آپ بہت حسّاس ہیں علی۔" کرنل وحدت بولا۔ "اور اتنا حسّاس ہونا نقصان دہ ہوتا ہے۔"

"آدمی آدمی کا فرق ہوتا ہے کرنل وحدت! ممکن ہے کسی روز یہی اولیو ہاورڈ میرے ہاتھوں مارا جائے۔ اُس وقت مجھے اُس کی موت کا ذرّہ برابر بھی افسوس نہیں ہوگا لیکن آج مجھے جس بات کا قلق ہے اُس کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے۔ میں اپنی کوتاہی پر شرمندہ ہوں۔"

"آؤ علی۔" جنرل ٹیرس نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اولیو ہاورڈ کا کچھ بندوبست کریں۔"

ہم کرنل وحدت سے معذرت کرکے اُٹھ گئے۔ جنرل ٹیرس اُسے ایک دن اور رُکنے کو کہہ رہا تھا مگر وہ فوراً واپسی پر مُصر تھا۔ ناچار جنرل ٹیرس نے اُسے واپسی کی اجازت دے دی۔

جنرل ٹیرس مجھے اُس کمرے میں لے گیا جہاں تہذیب اور کیتھی آپس میں باتیں کررہی تھیں۔ ہمیں دیکھ کر وہ خاموش ہوگئیں۔

"کچھ سُنا تم نے؟" جنرل ٹیرس نے کیتھی براؤن سے کہا۔ "علی کہہ رہا ہے اولیو ہاورڈ کی بیٹی فوراً اُس کے حوالے کرکے اُسے جہاں وہ کہے روانہ کردوں۔"

کیتھی نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "اولیو ہاورڈ جیسے شخص کو یوں رہا نہیں کیا جانا چاہیے۔ وہ تو ایک قیمتی اثاثہ ہے۔ تم اُس سے بہت سے فوائد حاصل کرسکتے ہو علی!"

جنرل ٹیرس نے قہقہہ لگایا اور میں جھنجلا گیا۔ "میں نے تم سے کہا تھا اولیو ہاورڈ کو رہا کردو۔ اُس وقت بھی تم ہنسے تھے اور اب بھی تم ہنس رہے ہو۔ کیا تمھیں اندازہ نہیں ہے کہ اس وقت مذاق بھی مجھے گراں گزرے گا۔ تم میری جذباتی کیفیت نہیں سمجھ رہے ہو؟"

"بہت اچھی طرح سمجھ رہا ہوں علی۔" جنرل ٹیرس نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "اسی لیے تو مجھے ہنسی آرہی ہے۔"

میری جھنجلاہٹ بڑھ گئی اور میں نے مناسب یہی سمجھا کہ خاموشی اختیار کرلوں۔ چند لمحوں بعد جنرل ٹیرس سنجیدہ ہوگیا۔

"دوستوں کا بھی تو کچھ فرض ہوتا ہے علی۔" اُس نے کہا۔ "اور ایسے دوست جو تم پر اندھا اعتماد کرتے ہوں، جنھیں یقین ہو کہ اگر اُن سے کوئی غلطی سرزد ہو بھی گئی تو تم اُسے نظرانداز کردو گے۔ جنرل ٹیرس تمھارے ایسے ہی دوستوں میں سے ہے علی۔ میں نے تمھیں شرمندہ نہیں ہونے دیا دوست۔ اولیو ہاورڈ کو صرف پندرہ گھنٹے بعد اُس کی بیٹی کے ساتھ بیروت روانہ کردیا گیا تھا۔ اُس نے بیروت جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔"

"کیا!" میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "تم نے مجھ سے پوچھے بغیر اتنا بڑا قدم کیسے اُٹھا لیا؟"

"یہی تو بات ہے۔ میں بھی علی یار خان سے تھوڑی سی واقفیت کا دعویٰ رکھتا ہوں۔ مجھے علم ہے، وہ کس وقت کیا کرنا چاہتا ہے۔ جس بدترین دُشمن کو بچانے کے لیے اُس نے اپنوں کی دُشمنی مول لینے سے بھی گریز نہیں کیا، وہ اُس کی رہائی کے لیے کوئی شرط کیسے عائد کرسکتا ہے۔ مجھے اس بات کا یقین تھا اور جب میں نے یہ بات کیتھی سے کہی تو وہ بے چین ہوگئی۔ وہ یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں تھی کہ تم اولیو ہاورڈ کو یونہی رہا کردو گے۔ جب میں نے کیتھی کی بات ماننے سے انکار کردیا تو اُس نے کہا کہ کم از کم اولیو ہاورڈ کو رہا کرنے سے قبل علی سے تو مشورہ کرلوں مگر میں نے تمھیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے کیتھی سے کہہ دیا تھا کہ علی، اولیو ہاورڈ کی بیٹی اُس کے حوالے کرکے اُسے دوستوں کی طرح رخصت کرے گا، دُشمنوں کی طرح نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد میں دونوں پھر سے ایک دوسرے کے دُشمن بن جائیں لیکن علی سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اولیو ہاورڈ سے اب مزید کوئی فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ میں نے اولیو ہاورڈ کو صرف پندرہ گھنٹے بعد اُس کی خواہش کے مطابق بیروت کے لیے روانہ کردیا۔ اُس نے تم سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی لیکن میں نے اُس سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ تم اس وقت اس سے نہیں مل سکو گے۔ اُس نے بھی مزید اصرار نہیں کیا اور اپنی بیٹی کے ساتھ چلا گیا۔"

"مجھے تمھاری دوستی پر فخر ہے جنرل ٹیرس۔" میں نے ممنونیت سے کہا۔ "تمھارے علاوہ شاید ہی کسی کو میں اپنا عظیم

WWW.PAKSOCIETY.COM

دوست کہہ سکوں اور تمہارے احسانات کا صلہ تو میں ادا کر ہی نہیں سکتا۔"

جنرل پٹرس نے میری بات سن کر بُرا سا منہ بنایا۔ "بہت بُری بات ہے علی۔" اس نے کہا۔ "تمہیں ایسی فضول باتوں سے گریز کرنا چاہیے۔"

"نہیں جنرل۔" تہذیب بولی۔ "جس اعتماد سے آپ نے یہ اقدام کیا وہ لائقِ تحسین ہے اور جس طرح آپ نے علی کو شرمندگی سے بچایا وہ واقعی ایک احسان ہے۔"

"آپ علی کی زبان نہیں بولیں گی تو اور کون بولے گا۔" جنرل پٹرس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا اور سب ہنسنے لگے۔

میں واقعی جنرل پٹرس کا بے حد ممنون تھا۔ اس کے پُراعتماد فیصلے نے مجھے خوش کر دیا تھا۔ جتنا اعتماد اس نے مجھ پر کیا تھا اتنا ہی اعتماد مجھے بھی اس پر تھا۔ دنیا میں کسی بھی شخص کو ایسے ہی قابلِ اعتماد دوست مل جائیں تو اس کی خوش بختی پر رشک کرنا گناہ ہے۔

جنرل پٹرس نے مجھ سے میرے آئندہ کے پروگرام کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔ پٹرس محل میں مجھے جو آسائشیں حاصل تھیں اس کے بعد مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی تھی... اگر میں اپنی بقیہ زندگی وہیں گزارنا چاہتا تو بھی شاید جنرل پٹرس مجھ سے کبھی نہ اکتاتا۔

ہم بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ فی الوقت میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ بڈ کے لیے میں نے جنرل پٹرس سے کہہ دیا تھا کہ اسے ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔ تہذیب کے جن ساتھیوں نے اس کے ساتھ مل کر طیارہ اغوا کیا تھا ان کا قیام بھی پٹرس محل میں ہی تھا۔ اس رات تہذیب مالکم ایکس سے اس موضوع پر میری گفتگو ہوئی۔

"ابھی تک ہمارے درمیان ان لوگوں کے معاملے میں گفتگو نہیں ہوئی جنھوں نے تمہارے ساتھ مل کر طیارہ اغوا کیا تھا۔"

"ان لوگوں کا تعلق مختلف مسلم ممالک سے ہے اور یہ سب فلسطینی مفادات کے حامی ہیں۔ گو ان میں سے کسی کا تعلق باقاعدہ طور پر کسی تنظیم کے ساتھ نہیں رہا لیکن جب میں نے علی گروپ ترتیب دیا تو انھوں نے بصد خلوص اپنی خدمات پیش کر دیں۔ یہ لوگ اب تک انتہائی قابلِ اعتماد ثابت ہوئے ہیں۔ علی گروپ کے ارکان کی کل تعداد ستائیس ہے جن میں سے یہ چند افراد میں نے اس مہم کے لیے اپنے ساتھ لیے تھے۔ بڈ ان کا ٹرینر ہے اور ان کے ساتھ ہر مہم میں شریک رہتا ہے۔"

"بقیہ افراد کہاں ہیں؟"

"میں نے بیروت میں انھیں جمع کیا ہے جہاں وہ خاموشی سے وقت گزار رہے ہیں اور مختلف جگہوں پر مقیم ہیں۔"

میں نے متحیرانہ انداز میں تہذیب کو دیکھا۔ "لیکن تمہارے ذہن میں یہ خیال کیونکر آیا؟"

"اس کی وجہ میں تمہیں بتا چکی ہوں علی! میں نے محسوس کیا تھا کہ تم پر مکمل انحصار کرنے کی وجہ سے میں نہ صرف تم پر ایک اضافی بوجھ بن گئی ہوں بلکہ خود میری صلاحیتوں کو بھی زنگ لگ رہا ہے۔ اگر میں کوئی عام لڑکی ہوتی اور اس زندگی سے میرا کوئی تعلق نہ رہا ہوتا تو ظاہر ہے اس انداز میں سوچنا میرے لیے ممکن ہی نہ رہتا لیکن ایسی صورت میں جب کہ میں نے اپنا کافی وقت اس قسم کی زندگی میں گزارا ہے تو پھر میں خود کو معطل کیوں کر لوں۔ بس تمہارا ہاتھ بٹانے کے لیے میں نے یہی سوچا کہ اب ہمیں ادلیو ہاورڈ اور اپنے تمام دشمنوں کے خلاف ایسا محاذ تیار کر لینا چاہیے جس میں ہم مطلق العنان ہوں اور کسی کے دستِ نگر نہ رہیں۔ اس ضمن میں، میں نے ایک منصوبہ بھی ترتیب دیا تھا جس کے بارے میں سوچا تھا کہ تمہیں اطمینان سے اس کی تفصیل بتاؤں گی۔"

"میرا خیال ہے اس وقت ہمیں کوئی فکر دامن گیر نہیں ہے لہٰذا تم مجھے اپنا منصوبہ بتاؤ۔"

"بات ذرا تفصیلی ہے اور تمہیں اس پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ میں نے بڑی سوچ بچار کے بعد چند فیصلے کیے ہیں جنھیں میں تمہارے گوش گزار کرنا چاہتی ہوں۔ تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا ہوگا علی کہ تم میری زندگی کے اس شعبے کو نظرانداز نہیں کرو گے۔ میں تمہارے شانہ بشانہ کام کرنا چاہتی ہوں۔"

"بے فکر رہو تہذیب! میں کسی بھی معاملے میں تمہیں تمہاری خواہش کے خلاف مجبور نہیں کروں گا۔"

"تمہاری پوری زندگی میرے سامنے ہے علی! تم نے جو کارنامے سرانجام دیے ہیں میں ان پر نازاں ہوں لیکن بُرا نہ ماننا، میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا ہے جیسے متعلقہ لوگوں نے خلوص سے تمہاری اہمیت کو تسلیم نہیں کیا۔ تمہیں وہ مقام نہیں ملا جو ملنا چاہیے تھا۔ تمہاری شخصیت تو عربوں کے لیے غیر متنازعہ ہونا چاہیے تھی لیکن دوسری طرف میں ان لوگوں سے بھی مل چکی ہوں جو تمہیں بے حد چاہتے ہیں...."

"اس طرح تو ترازو کے دونوں پلڑے برابر ہو گئے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"سنجیدگی سے غور کرو علی! ماضی میں ہم نے جو کچھ بھی کیا اس میں فلسطینی مقاصد اور مفادات ہمارے پیشِ نظر رہے ہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری زیادہ تر کاوشیں سیاسی جوڑ توڑ اور اسرائیلی سازشوں کے خلاف سرگرم عمل رہنے تک محدود رہی ہیں۔ ان لاتعداد فلسطینی باشندوں کے لیے ہم کبھی کوئی

ٹھوس قدم نہیں اٹھا سکے جو بیروت کے کیمپوں میں کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ بھی تو ہماری توجہ کے مستحق ہیں بلکہ سب سے زیادہ مستحق تو وہی لوگ ہیں۔ اسرائیلی وحشی اپنی ہر شکست کا بدلہ انھی مظلوموں سے لیتے ہیں اور ہر انتقام کا نشانہ وہی لوگ بنتے ہیں۔ ان کے لیے کچھ اور نہ سہی اگر ان کی صرف مالی مدد ہی کی جاتی رہے تو ان کے آنسو کچھ خشک ہو سکتے ہیں۔ اس وقت تو وہ دُہرے عذاب کا شکار ہیں۔ علی! میں نے فیصلہ کیا ہے علی گروپ کسی کے اشتراک سے کام نہیں کرے گا۔ ہم لوگ بالکل علیحدہ رہ کر آزادانہ طور پر کام کریں گے۔ ہر کام چونکہ ہم اپنی ذمے داری پر کریں گے لہٰذا اپنی کامیابی یا ناکامی کے لیے کسی کو جواب دہ بھی نہیں ہوں گے۔ ہم یہودیوں کے خلاف کام کریں گے لیکن مالی مفادات کو اولیت حاصل رہے گی۔ اپنی مہمات کے ذریعے جو دولت ہم یہودیوں سے حاصل کریں گے اس کا بڑا حصہ بیروت کے کیمپوں میں موجود فلسطینیوں کی امداد میں صرف ہوگا۔"

تہذیب خاموش ہو گئی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ جب خاموشی کے یہ لمحات طویل ہوئے تو میں نے اسے ٹوکا۔ "بولتی رہو تہذیب! خاموش کیوں ہو گئیں؟"

"کیا میرا کیا ہوا فیصلہ غلط ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔"

"گویا تم مجھ سے متفق ہو؟"

"سو فیصدی۔ بلکہ میں سوچ رہا ہوں کہ میں نے خود کیوں اس انداز میں نہیں سوچا؟"

"اب سوچ رہے ہو یہی بہت کافی ہے۔ دیر آید درست آید۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔ اس کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے تہذیب! اب ہم اس پروگرام پر عمل کرنے کے لیے ایک فنڈ قائم کریں گے۔ کیمپوں میں زندگی بسر کرنے والوں کی ضروریات کا جائزہ لیں گے اور زندگی گزارنے کے لیے انھیں ضروری وسائل کے علاوہ اسلحہ بھی فراہم کریں گے تاکہ وہ خود اپنی حفاظت کر سکیں اور کسی بھی جارحیت کا منہ توڑ جواب دے سکیں۔"

"بالکل یہی منصوبہ میرا بھی ہے۔" تہذیب نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "اس وقت ہمارے پاس ستائیس تربیت یافتہ نوجوان موجود ہیں جن میں سے چند کو تم دیکھ چکے ہو۔ ہم ان کی تعداد بڑھائیں گے، انھیں بہترین تربیت دیں گے۔ میں نے اس سلسلے میں بڑی عرق ریزی سے کام کیا ہے اور میرے پاس ایک بہترین پروگرام بھی موجود ہے جس سے ہم اپنے کام کا آغاز کر سکیں گے۔"

"بہت خوب!" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ "تمہارے پاس کوئی پروگرام بھی موجود ہے؟"

"ہاں علی۔" تہذیب نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"دو دولت مند یہودی جن میں سے ایک امریکی ہے اور دوسرا فرانسیسی ـــــ دونوں ایک دوسرے کا کاروبار تباہ کر دینا چاہتے ہیں اور اس کام کے لیے کسی بھی حد تک دولت خرچ کرنے کو تیار ہیں۔"

"میرے خدا!" میں نے حیران ہو کر کہا۔ "تمہیں یہ ساری باتیں معلوم کیسے ہو گئیں؟"

"اس طرح کہ ان میں سے ایک میرا کلائنٹ بن چکا ہے۔" تہذیب نے فخریہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

"بہت اچھی خبر ہے۔" میں نے جوابی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "مگر مزید وضاحت کی طلب گار ہے۔"

"اوشیل میکائیل۔" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہنا شروع کیا۔ "ایک فرانسیسی دولت مند ہے جس کے موٹر سازی کے کارخانے فرانس کے علاوہ پولینڈ اور بیلجیم میں بھی کام کر رہے ہیں۔ وہ عرب پتی نہیں بلکہ کھرب پتی ہے لیکن یہودی ہونے کی وجہ سے انتہائی لالچی فطرت کا مالک ہے اور اپنے کاروبار پر توجہ دینے کے بجائے اب اسلحہ سازی کے میدان میں بھی قدم رکھنا چاہتا ہے جو اس دور کا سب سے منافع بخش کاروبار ہے۔ اوشیل میکائیل اسلحہ سازی پر سرمایہ کاری کی حد میں اب تک اربوں ڈالر لگا چکا ہے مگر اس میدان میں اس کے قدم جمنے نہیں پا رہے ـــ اس کی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ ہاروت رابیل ہے۔"

"یہ ہاروت رابیل صاحب کون ذاتِ شریف ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ایک امریکی نژاد یہودی جو اس وقت اسلحہ سازی کے میدان کا بے تاج بادشاہ ہے۔ ناجائز اسلحے کی دنیا پر ہاروت رابیل کی اجارہ داری ہے۔ اسے امریکی یہودیوں کی پشت پناہی حاصل ہے اور اسلحے کی بڑی بڑی منڈیوں پر اس کا قبضہ ہے۔ غیر سرکاری سطح پر نہ تو اس کا کوئی حریف ہے اور نہ ہی کوئی اس کے مقابل آ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی فیکٹریوں میں تیار ہونے والے اسلحے پر ساختہ امریکا کی چھاپ ہوتی ہے اور اس وقت دنیا بھر میں امریکی اسلحہ بے حد مقبول ہے۔ دوسرا نمبر روس کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔ فرانسیسی اسلحہ بھی بہترین ہوتا ہے مگر اُس کی مانگ اتنی نہیں ہے۔ اوشیل چاہتا ہے کہ اُسے حکومتِ امریکا کی پُشت پناہی حاصل ہو جائے۔ ظاہر ہے یہ آسان کام نہیں ہے اس لیے کہ یہودی لابی کے دباؤ کے تحت امریکا میں ہاروت کو جو آسانیاں حاصل ہیں وہ کسی اور کو نہیں مل سکتیں چنانچہ اسلحہ سازی کے میدان میں اوشیل اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ امریکی حکومت پر سے ہاروت رابیل کے اثرات ختم نہیں ہو جاتے جس کا بظاہر کوئی امکان نہیں ہے۔"

"دونوں کے درمیان خاصی دلچسپ چپقلش ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن ہم اس سے کیسے فائدہ اُٹھا سکیں گے؟"

"سُنتے رہو، بات خاصی طویل ہے۔" تہذیب بولی۔ "موٹر سازی کی صنعت جاپان کے قبضے میں چلی گئی ہے چنانچہ اوشیل کا کاروبار مستقل طور پر خسارے میں چل رہا ہے۔ اب اُس کی نگاہ اسلحہ سازی کی صنعت پر لگی ہوئی ہے۔ ایک بار اُس نے مارکیٹ میں اسلحہ سپلائی کیا بھی تھا مگر فرانسیسی اسلحے کی ترسیل نہ ہونے کے برابر رہی اور اُسے کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی جبکہ ہاروت رابیل امریکی حکومت کے تعاون سے اپنا اسلحہ ایسے ... ملکوں کو فراہم کر رہا ہے جو جنگ پسند ہیں۔ حال ہی میں ایسے کئی واقعات منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ امریکی حکومت بہت سے ممالک کو اسلحہ براہِ راست فراہم نہیں کرتی لیکن یہودی النسل رابیل اپنا اسلحہ اسمگل آؤٹ بھی کرتا ہے اور سرکاری سطح پر فروخت بھی کرتا ہے۔ اوشیل ہر قیمت پر اس منافع بخش کاروبار کو اپنی گرفت میں لینا چاہتا ہے اور اس کے لیے وہ بڑی خطیر رقم خرچ کرنے کو تیار ہے۔ اوشیل میکائیل سے میری ملاقات ہو چکی ہے اور اس کام کے لیے اُس کے اور میرے درمیان ایک معاہدہ بھی طے پا چکا ہے۔ اسی معاہدے کے تحت اوشیل ہم سے جو کام لینا چاہتا ہے اُس کی تکمیل پر وہ پچاس ملین ڈالر دینے پر آمادہ ہے۔ پچیس ملین ایڈوانس اور بقیہ پچیس ملین کام کی تکمیل پر۔"

"اتنی معقول رقم کے عوض وہ کام کیا لینا چاہتا ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاروت رابیل کی ایک ایسی کمزوری اوشیل کے علم میں آ گئی ہے کہ اُسے رابیل کے خلاف اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا ہے۔ اوشیل کے پاس مکمل منصوبہ موجود ہے جس پر عمل ہمیں کرنا ہو گا۔ میں تمھیں اس کی تفصیل بتاتی ہوں۔ ہتھیار سازی کے لیے ہاروت رابیل نے جدید ترین اسلحے کے ماہرین کی خدمات حاصل کی ہیں۔ انھی ماہرین میں سے ایک جرمن سائنس داں اُس کے قبضے میں تھا جس کا نام ڈی فوسٹر ہے۔ ڈی فوسٹر خاندانی اسلحہ ساز ہے۔ اُس کا دادا ہٹلر کا مشیرِ خاص تھا اور اسلحہ سازی کے سلسلے میں ہٹلر کا مددگار بھی تھا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسلحہ سازی فوسٹر کا آبائی و خاندانی پیشہ ہے اور وہ اس فیلڈ میں خاص مہارت کا حامل ہے۔ پچھلے دنوں اسرائیل نے امریکی حکومت سے چھوٹے جوہری ہتھیار طلب کیے تھے جس کی اُس نے سخت ضرورت ظاہر کی تھی لیکن امریکی حکومت ایسے جوہری اور کیمیاوی ہتھیار کسی بھی ملک کو سپلائی نہیں کرتی چنانچہ امریکا نے اسرائیل سے اس سلسلے میں معذرت کر لی اور نتیجے میں امریکی حکومت کو مقامی یہودیوں کے غم و غصّے کا شکار ہونا پڑا لیکن حکومت اپنے موقف پر سختی سے ڈٹی رہی اور بات آئی گئی ہو گئی۔ ہاروت رابیل تمام باتوں سے واقف تھا چنانچہ اُس نے جوہری ہتھیاروں کی تیاری کے لیے ایک منصوبہ بنایا اور امریکی حکومت کے محکمۂ دفاع کے ریکارڈ روم سے چھوٹے جوہری ہتھیاروں کے فارمولے چوری کروا لیے۔ یہ سب کچھ اُس نے کیسے کیا ہو گا، ممکن ہے اوشیل میکائیل واقف ہو مگر اُس نے مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ ہاروت رابیل نے خفیہ طور پر اسرائیلی حکومت سے رابطہ قائم کر کے اسلحے کا آرڈر حاصل کر لیا۔ اس سلسلے میں جو معاہدہ ہوا وہ اوشیل میکائیل کے علم میں آ گیا کیونکہ اُس کے بھی اسرائیل میں خاصے تعلقات ہیں۔ اوشیل میکائیل نے تفتیش کرائی تو پتا چلا کہ جرمن ڈی فوسٹر ایسے کیمیاوی ہتھیاروں کی تیاری میں کمال رکھتا ہے اور رابیل نے اُس سے کام لینے کی غرض سے امریکی حکومت کے جوہری راز چوری کروائے تھے۔ یہ فارمولے چوری کرانے کے بعد اُس نے ڈی فوسٹر کے حوالے کر دیے تاکہ ڈی فوسٹر اپنے کام کا آغاز کر سکے لیکن جرمن سائنس داں ان فارمولوں کو لے کر فرار ہو گیا۔ اس وقت وہ مشرقی جرمنی میں ہے اور وہاں رہ کر جوہری ہتھیاروں کے ان فارمولوں کی سودے بازی کر رہا ہے۔ غالباً تمھیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ان فارمولوں میں سب سے زیادہ دلچسپی کون سا ملک لے سکتا ہے۔ باوجود اس کے کہ روس کے پاس ہر قسم کی ٹیکنالوجی موجود ہے، حکومتِ امریکا کے چھوٹے چھوٹے رازوں سے بھی اُسے ہمیشہ دلچسپی رہتی ہے۔ چنانچہ ڈی فوسٹر کے پروگرام میں روس سے سودے بازی بھی شامل ہے اور وہ مشرقی جرمنی میں بیٹھ کر سودے بازی کر رہا ہے۔ ہاروت رابیل کو بھی اس سلسلے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں لیکن وہ ڈی فوسٹر کے حصول میں ابھی تک ناکام ہے۔"

"اوشیل میکائیل ہمارے ذریعے ڈی فوسٹر کو شاید اغوا کرانا چاہتا ہو گا تاکہ خود جوہری ہتھیار تیار کرا کے اسرائیل کو سپلائی کر سکے۔" میں نے کہا۔ "یا پھر وہ خود اُن فارمولوں کی مختلف ممالک سے سودے بازی کرنا چاہتا ہے؟"

"دونوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔ اوشیل میکائیل کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ چوری کیے ہوئے فارمولے وہ کسی اور ملک کے ہاتھ فروخت کر دے۔ وہ تو ڈی فوسٹر کو چوری کیے ہوئے فارمولوں سمیت حکومتِ امریکا کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح رابیل منظرِ عام پر آ جائے گا اور حکومتِ امریکا کا مجرم قرار پائے گا جس کا فائدہ ظاہر ہے اوشیل میکائیل کو ہی پہنچے گا۔ رابیل کے کاروبار پر تو پابندی عائد ہو جائے گی۔ رابیل کے بعد اُسے حاصل شدہ مراعات اوشیل میکائیل کے حصّے میں آئیں گی۔ اُس کے امریکا میں اتنے اثرات تو بہرحال ہیں کہ رابیل کے بعد میکائیل کو ہی سارے فوائد حاصل ہوں گے۔ میرا خیال ہے اب ساری صورتِ حال تمھاری سمجھ میں آ گئی ہو گی؟"

میں متحیرانہ انداز میں تہذیب مالکم ایکس کو دیکھ رہا تھا۔ گرین پول کی اس سربراہ سے میری پہلی ملاقات بڑے عجیب حالات میں ہوئی تھی اور اُس کے بعد گوٹے ہل کے معاملات میں اُس نے میری مدد کی تھی۔ یہ بات میرے ذہن میں تھی کہ وہ ایک ایسی تنظیم کی رُکن رہی ہے جو دُنیا میں بڑے بڑے کام کر چکی ہے لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنی زیادہ ذہنی صلاحیتوں کی مالک ہو گی۔ میں تہذیب کے پیش کردہ پروگرام پر غور کر رہا تھا اور ورطۂ حیرت میں غوطہ زن تھا۔ جس انداز سے اُس نے کام کی ابتدا کی تھی اُس سے یہ اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں تھا کہ جس طرح اُس نے طیارہ اغوا کر کے میری تلاش کے میدان میں ایک کارنامہ سر انجام دیا تھا اُس طرح اس میدان میں بھی کارنامے ضرور دکھائے گی۔

"یہ سارے کام نہایت خطرناک ہیں تہذیب۔" میں نے حیرت کے جھٹکے سے سنبھلتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "جو معلومات تم نے فراہم کی ہیں وہ تو بے شمار ملکوں کے لیے دلچسپی کا باعث ہو سکتی ہیں۔ یہ معلومات منظرِ عام پر آ جائیں تو بین الاقوامی طور پر شدید قسم کی رسّہ کشی شروع ہو جائے گی۔ اکثر ممالک کے ایجنٹ فارمولے کے حصول کے لیے میدانِ عمل میں کود پڑیں گے لیکن تم اوشیل میکائیل تک کیسے جا پہنچیں؟"

"اُس سے میرا ٹکراؤ اتفاقاً ہی ہوا تھا۔" تہذیب نے کہا۔ "وہ مجھے گرین پول کے نمائندے کی حیثیت سے جانتا تھا۔ بہت پہلے کی بات ہے جب میں گرین پول میں تھی تو ایک سلسلے میں اوشیل نے گرین پول کی خدمات حاصل کی تھیں۔ وہ معاملہ میرے سپرد کیا گیا تھا جس میں، مَیں نے کامیابی حاصل کی تھی اور معاوضے کے طور پر اوشیل میکائیل سے دو ملین ڈالر وصول کیے تھے۔ اس بار وہ مجھے ملا تو میں نے اُسے بتا دیا کہ اب گرین پول سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا اور میں نے اپنی تنظیم علیحدہ سے بنا لی ہے۔ چونکہ گرین پول کے دوسرے ارکان سے اُس کا واسطہ نہیں پڑا تھا اس لیے اپنے طور پر اُس نے یہی سمجھا کہ میں ہی سب کچھ تھی، اسی لیے اُس نے مجھ سے اس سلسلے میں مدد طلب کر لی۔"

"کیا تم اُس سے وعدہ کر چکی ہو کہ اُس کا کام کر دو گی؟"

"وعدہ تو نہیں کیا البتہ اس سے کچھ روز کی مہلت طلب کر لی تھی۔ جانتے ہو کیوں؟"

میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"دراصل فلسطین کی آزادی کے لیے کئی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ اُن سب کی کارکردگی کا تجزیہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی کہ بلاشبہ ہر تنظیم کے مقاصد نیک ہیں۔ اُن میں سے کوئی بھی تخریب کار نہیں ہے بلکہ وہ اپنے وطن کی بقا اور اُس کی آزادی کے لیے کوشاں ہیں لیکن خرابی یہ ہے کہ اُن سب کا طرزِ فکر الگ الگ ہے۔ ہم اُن سے الگ رہ کر ایک اور تنظیم کی حیثیت سے اُن کی مدد کر سکتے ہیں۔ خاص طور پر جیسا کہ میں نے تم سے کہا مجھے اُن بے گھر فلسطینیوں سے بہت زیادہ دلچسپی ہے جو بیروت کے کیمپوں میں بڑی کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ شعبہ اگر ہم اپنے ہاتھ میں لے لیں تو میرا خیال ہے ہمارا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے ہمیں خواہ کتنے ہی پاپڑ کیوں نہ بیلنا پڑیں، ہم کام کرتے رہیں گے۔"

"میں تو پہلے ہی رضامندی ظاہر کر چکا ہوں اور میرے خیال میں اب اس پر مزید گفتگو کی گنجائش نہیں ہے۔ جہاں تک اوشیل میکائیل اور ہاروت رابیل کے کیس کا تعلق ہے، میں سمجھتا ہوں پچاس ملین ڈالر کی ہمارے لیے بہت اہمیت ہے اور ہم اس سلسلے میں اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دیں گے۔ شتیلا کیمپ اور دوسرے کیمپوں میں اس رقم سے کافی امداد فراہم کی جا سکتی ہے۔ میں تمھاری اس تجویز سے متفق ہوں تہذیب۔"

تہذیب مالکم ایکس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو کیوں نہ ہم اپنے کام کا آغاز فوراً ہی کر دیں۔ میرا خیال ہے ابتدائی کارروائیاں گوٹے ہل میں ہی رہ کر مکمل کی جا سکتی ہیں۔ جب سارے مرحلے مکمل ہو جائیں گے تو ہم طے شدہ پروگرام

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے مطابق یہاں سے نکل چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے تہذیب۔" میں نے اُس سے مکمل اتفاق کیا اور اُس کے بعد میں نے دانستہ طور پر گفتگو کا رُخ بدل دیا۔ میرے ذہن میں تہذیب مالکم ایکس کا منصوبہ گردش کر رہا تھا اور میں اُن دونوں یہودیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو یہودی ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے کاروباری حریف تھے۔

میرے ذہن میں بھی بہت سے پروگرام، کئی منصوبے تھے لیکن فوری طور پر میں تہذیب پر اُن کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کام کے ساتھ ساتھ تفریح بھی ضروری ہوتی ہے لہٰذا اس کے بعد ہم صرف تفریحی گفتگو کرتے رہے۔

تہذیب مالکم ایکس سے ملاقات کا خمار ابھی تک ذہن کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھا لیکن ہم نے ذہنی طور پر یہ بات قبول کر لی تھی کہ ایک ساتھ رہنے کے باوجود ایک دوسرے سے کوئی جذباتی بندھن اُس وقت تک استوار نہیں کریں گے جب تک کہ ہمارا مشن کسی خاص نہج پر نہیں پہنچ جاتا۔ یہ معاہدہ کرنے کے بعد ہم دونوں ہی مطمئن ہو گئے تھے۔

جنرل ٹیرس، کیتھی براؤن اور علی گروپ کے لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم دونوں منصوبہ بندی میں بھی مصروف تھے۔ چند روز بعد میں نے علیٰحدگی میں تہذیب سے ملاقات کی اور اپنا منصوبہ اُس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ ہم دونوں ہی کے لیے حیرت کا لمحہ تھا اس لیے کہ اس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے جو منصوبہ میں نے ترتیب دیا تھا کم و بیش وہی منصوبہ تہذیب نے بھی تیار کیا تھا۔ یہ ذہنی ہم آہنگی کی عمدہ مثال تھی جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اس کے فوراً بعد ہم نے اپنے پروگرام پر عمل کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ اُس روز رات کے کھانے کے بعد میں نے جنرل ٹیرس سے روانگی کی اجازت طلب کی۔

"ابھی سے کہاں جا رہے ہو علی؟" جنرل ٹیرس نے شاکی لہجے میں کہا۔ "ابھی تو تم سے ٹھیک طرح ملاقات بھی نہیں ہوئی۔"

"میں جا ہی کتنے دن کے لیے رہا ہوں۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "پھر کوئی نیا مسئلہ اُٹھ کھڑا ہو گا اور میں پھر ہیڈ کوارٹر کا رُخ کروں گا۔ ہاں جنرل! اب تو گوٹے ہل ہی میری سرگرمیوں کا مرکز بن گیا ہے اور پھر پھر کے میں بالآخر یہیں پہنچ جاتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں علی! تم یہاں مستقل رہ تو نہیں سکتے لیکن جو بات تم نے کہی وہ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس پر غور کرو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے کہا۔ "میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی جس پر غور کرنے کی ضرورت پڑ گئی؟"

"کیوں نہ تم گوٹے ہل کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا ہی لو۔" جنرل نے کہا۔

"وہ تو ہے ہی۔" میں نے کہا۔ "آدمی کسی مشکل میں پھنستا ہے تو ہیڈ کوارٹر سے ہی مدد طلب کرتا ہے یا ہیڈ کوارٹر کا رُخ کرتا ہے۔"

"وہ تو ہے لیکن میڈم مالکم ایکس نے علی گروپ تشکیل دیا ہے جو تنظیم آزادیٔ فلسطین کا حصّہ نہیں ہے۔ اپنے لوگوں کو یکجا کیے بغیر تم کام نہیں کر سکو گے۔ کہیں نہ کہیں تو تمہیں ہیڈ کوارٹر بنانا ہی پڑے گا تو کیوں نہ گوٹے ہل میں ہی ہیڈ کوارٹر بنا ڈالو۔"

تجویز بُری نہیں تھی۔ بلکہ بہت عمدہ تھی۔ گوٹے ہل میں مجھے جو مراعات حاصل تھیں، وہ شاید کسی اور ملک میں حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔ جنرل ٹیرس کی حکومت خاصی مستحکم ہو چکی تھی اور فی الحال اُس کے زوال کے امکانات نہیں تھے۔

"تمہارا کیا خیال ہے تہذیب؟" میں نے پوچھا۔

"میرے خیال میں تو یہ ایک عمدہ تجویز ہے اور اس پر عمل کرنے میں دیر نہیں کرنا چاہیے۔"

اگلے روز جنرل ٹیرس نے ایک عمارت ہمارے حوالے کر دی۔ وہ پورا دن بہت مصروف گزرا۔ میں نے اور تہذیب نے مل کر علی گروپ کے نام سے تنظیم آزادیٔ فلسطین کی شاخ اُس عمارت میں قائم کرنے کے انتظامات کو حتمی شکل دی اور یہ سارے انتظامات اُن ہائی جیکرز کے سپرد کر دیے جو گوٹے ہل میں موجود تھے۔ بُڈ کو اُن کا نگراں بنا دیا گیا۔

یہ سب کچھ اچانک ہی ہوا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ بہت اچھا ہوا۔ اس طرح ہماری ایک الگ لیکن باقاعدہ حیثیت متعیّن ہو گئی تھی اور ہم دوسروں سے الگ تھلگ رہ کر گوٹے ہل میں رہتے ہوئے اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکتے تھے۔

اُس سے اگلے روز میں اور تہذیب جنرل ٹیرس سے رُخصت ہو کر پیرس کے لیے روانہ ہو گئے۔

پیرس میں ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ ہم دونوں نے معمولی سا میک اپ کر لیا تھا تاکہ غیر ضروری طور پر کسی کی نظروں میں آنے سے محفوظ رہیں۔ اس کے باوجود میں پوری طرح محتاط تھا کہ کوئی ہماری طرف متوجہ تو نہیں ہے۔ لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد تہذیب نے اوشیل میکائیل سے فون پر رابطہ قائم کیا۔ اوشیل نے ہمیں اُسی روز شام کو اپنے گھر پر بُلا لیا۔

اُسی روز شام کے وقت اوشیل میکائیل اپنی عالی شان کوٹھی کے وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں ہمارا استقبال کر رہا تھا۔ تہذیب نے اپنا ننھا سا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اُسے دکھایا۔

"آپ غالباً میک اپ میں ہیں؟" اُس نے ٹٹولنے والی نظروں سے تہذیب کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "ہمیں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ ویسے اگر آپ کہیں تو میں آپ کو میک اپ اُتار کے دکھا دوں؟"

"میں اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔" اوشیل میکائیل نے کہا۔ وہ کاروباری آدمی تھا اور اطمینان کے بغیر کسی کام میں ہاتھ ڈالنا اُس کی فطرت کے خلاف تھا۔

تہذیب نے میک اپ اُتار کے اُسے اپنا اصل چہرہ دکھایا اور اوشیل مطمئن ہو گیا۔ وہ ایسا میک اپ تھا کہ بہ آسانی دوبارہ ہو سکتا تھا۔ اوشیل نے میرے بارے میں استفسار نہیں کیا اور نہ ہی تہذیب نے میرا تعارف کرایا۔ غالباً اوشیل نے اپنے طور پر مجھے اُس کا معاون یا نائب فرض کر لیا ہو گا۔

"ہر چند کہ میں بہت تھکا ہوا ہوں میڈم ایکس لیکن آپ کے ساتھ ہونے والا معاہدہ ایسا ہے کہ میں فوری طور پر ملاقات کیے بنا نہ رہ سکا اور باوجود اس کے کہ آپ کی طلب کی ہوئی مُہلت ابھی باقی تھی، مجھے توقع تھی کہ آپ میعاد سے پہلے ہی آجائیں گی۔"

"جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا تھا مسٹر اوشیل میکائیل کہ مجھے کچھ ایسی مصروفیات درپیش تھیں جن کی وجہ سے مجھے آپ سے مہلت طلب کرنا پڑی۔ اب میں اُن مصروفیات سے فراغت پا چکی ہوں اور آپ کا کام کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہوں۔"

"میں شکر گزار ہوں مس مالکم ایکس۔ اس لیے کہ اس کام میں جتنی تاخیر ہو گی، مجھے اُتنا ہی زیادہ نقصان ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا کام جلد از جلد مکمل ہو جائے۔ اگر آپ میرے کام کی تکمیل کا فیصلہ کر چکی ہیں تو یہ بات میرے لیے باعثِ مسرّت ہے۔"

"آپ کے کام کے سلسلے میں، میں نے اپنی تنظیم کے متعدد ماہرین سے مشورے کیے مسٹر میکائیل اور اُن سے گفتگو کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی کہ اپنے معاونین کے ساتھ مل کر میں اس کام کو بخوبی سرانجام دے سکوں گی۔"

"میں نے جو تفصیلات آپ کے گوش گزار کی تھیں اُن پر اپنی تنظیم کے ماہرین سے گفتگو کے بعد آپ نے یہ تعیّن تو یقیناً کر لیا ہو گا کہ آپ کام کا آغاز کہاں سے کریں گی؟"

"کام کے آغاز کے لیے مشرقی برلن جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔" تہذیب مالکم ایکس نے کہا۔

"میرا اپنا بھی یہی خیال تھا مس مالکم ایکس! میں نہیں چاہتا کہ ہاروت رابیل کو وقت سے قبل اس سلسلے میں کوئی بھنک پڑے۔ پہلے ڈی فوسٹر مسروقہ فارمولوں سمیت ہمارے ہاتھ آجائے اُس کے بعد ہاروت رابیل کو پھانسنا بھی زیادہ مشکل نہیں رہ جائے گا۔"

"بالکل ٹھیک خیال ہے مسٹر میکائیل اور ہم خود بھی یہی کوشش کریں گے کہ ڈی فوسٹر ہمارے ہاتھ آجائے اور ہاروت رابیل کو اُس کی ہوا بھی نہ لگنے پائے۔ اب آپ یوں کیجیے کہ اس سلسلے میں جتنی معلومات ممکن ہوں، ہمیں فراہم کر دیں۔ میں کام کا آغاز فوراً ہی کر دینا چاہتی ہوں۔"

"میں آپ کو وہ تمام تفصیلات ابھی مہیا کرتا ہوں مس ایکس لیکن پہلے یہ بتائیے کہ آپ کیا پینا پسند کریں گی؟"

"کچھ نہیں، بے حد شکریہ۔" تہذیب مالکم ایکس نے جواب دیا۔ اوشیل میکائیل کے سامنے میری حیثیت ایک خاموش تماشائی کی سی تھی۔ یہ بات میں نے اور تہذیب نے پہلے ہی طے کر لی تھی کہ اُس سے تمام گفتگو صرف تہذیب کرے گی۔ میں کسی مرحلے پر بھی دخل اندازی نہیں کروں گا۔

اوشیل نے ایک طرف لگی ہوئی بیل کا بٹن دبایا۔ اُس نے کچھ پینے کے لیے اصرار نہیں کیا تھا۔ گھنٹی کا بٹن دبنے کے ردِعمل میں دُبلی پتلی جسامت والا ایک شخص ڈرائنگ روم میں نمودار ہوا۔ اُس کا چہرہ جھرّیوں سے بھرا ہوا مگر اُس کے ہر انداز میں بے حد چستی تھی۔

"فائل نمبر ۱۳۲۰ اُٹھا لاؤ۔" اوشیل نے اُسے حکم دیا اور وہ کسی روبوٹ کی مانند چلتا ہوا باہر نکل گیا۔ اُس کے جانے کے بعد اوشیل پھر تہذیب سے مخاطب ہوا۔

"مس ایکس! یہ ایلی گروپ کیا چیز ہے۔ آپ تو گرین پول سے متعلق تھیں۔ کیا ایلی گروپ گرین پول کی ہی کوئی شاخ ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"آپ تو بہت بڑے کاروباری آدمی ہیں مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے کہا۔ "آپ کی یادداشت اس قدر خراب تو نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں گرین پول کو خیرباد کہہ چکی ہوں اور علی گروپ خالصتاً میری اپنی قائم کردہ تنظیم ہے جو اب آپ کے لیے ڈی فوسٹر کو اغوا کرنے کا کام کرے گی۔"

"اچھا اچھا۔ ہاں آپ نے مجھے بتایا تھا۔ کاروباری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اُلجھنوں میں یہ بات ذہن سے نکل گئی تھی۔ مجھے افسوس ہے۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر میکائیل" تہذیب بولی "آپ دیکھیں گے کہ گرین پول کے نمائندے کی حیثیت سے میں نے جس طرح آپ کے لیے خدمات انجام دی تھیں، علی گروپ آپ کے لیے اُس سے کہیں زیادہ بہتر طور پر کام کرے گا۔ مجھے ہر شعبے میں ماہر ترین لوگوں کی خدمات حاصل ہیں۔"

"مجھے یقین ہے مس ایکس، تبھی تو میں نے اس سلسلے میں آپ پر انحصار کیا ہے۔" اوشیل نے کہا اور اُسی وقت آدمی نما روبوٹ یا روبوٹ نما آدمی فائل لے کر اندر آ گیا۔ فائل اُس نے بڑے احترام سے اوشیل کے سامنے رکھ دی۔ فائل رکھ کر وہ کسی روبوٹ ہی کے مانند مڑا اور نپے تلے قدموں سے چلتا ہوا واپس چلا گیا۔ اوشیل نے فائل کھولی۔ چند لمحے فائل کی ورق گردانی کرتا رہا پھر بولا۔

"ڈی فوسٹر کے بارے میں، مَیں تمہیں بتا چکا ہوں مس ایکس کہ وہ نسلاً جرمن ہے اور اُس کا تعلق شمرخ خاندان سے ہے۔ شمرخ ہٹلر کے معاونین میں سے ایک تھا۔ اگرچہ اُس کی داستانیں منظرِ عام پر نہیں آئیں لیکن یوں سمجھ لو کہ اذیت رسانی کے جو ہولناک طریقے ہٹلر سے منسوب ہیں اُن کی ایجاد شمرخ کے ہاتھوں ہی ہوئی تھی۔ یہ بات بہرحال تمہیں ذہن میں رکھنا ہو گی کہ مشرقی برلن میں شمرخ خاندان کے بہت لوگ آباد ہیں جن سے ڈی فوسٹر ہر طرح کی مدد حاصل کر سکتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مشرقی جرمنی کی حکومت ڈی فوسٹر کی پشت پناہی کر رہی ہو گی، نہ ہی خود ڈی فوسٹر یہ بات گوارا کرے گا کہ اس وقت اُسے کسی حکومت کا تعاون حاصل ہو۔ ایسے معاملات میں حکومتوں کا ملوث ہونا نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ امکان یہ ہے کہ اُس نے کے جی بی کے ذریعے روس کی حکومت سے رابطہ قائم کیا ہو گا اور اگر روس کو اس فارمولے کی بھنک بھی مل چکی ہے تو وہ ہر قیمت پر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ ابھی تک حکومتِ امریکا کو ان فارمولوں کی چوری کا علم ہو سکا ہے یا نہیں لیکن اندازہ یہ ہے کہ ابھی تک یہ راز راز ہی ہے ورنہ ہاروت رابیل دھڑلے سے اپنا کاروبار جاری نہ رکھ پاتا۔ یہ بات میرے علم میں ہے کہ صرف چار روز قبل ایک جنگ پسند ملک نے ہاروت رابیل سے کروڑوں ڈالر کا اسلحہ خریدا ہے۔ مجھے یہ کہنے میں ذرّہ برابر بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی مس ایکس کہ ہاروت رابیل کو بے پناہ دولت کماتے دیکھ کر میرے دل پر چھریاں سی چلتی ہیں۔ میں کیسے گوارا کر لوں کہ اسلحے کی دُنیا پر اُس کی اجارہ داری یونہی برقرار رہے۔ میں ہر قیمت پر یہ بات حکومتِ امریکا کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ اُس کے کیمیاوی اور جوہری ہتھیاروں کی تیاری کے فارمولے ہاروت رابیل نے چوری کروا کے ایک ایسے شخص کے حوالے کر دیے ہیں جو انہیں کسی بھی ملک کے ہاتھوں فروخت کر سکتا ہے۔ یہ بات میں کسی بھی وقت امریکا کی حکومت کے علم میں لا سکتا ہوں لیکن میں کچا کام نہیں کرنا چاہتا، اسی لیے میں نے تمہاری خدمات حاصل کی ہیں تاکہ تم مجھے ناقابلِ تردید ثبوت فراہم کر دو جس کے بعد ہاروت رابیل کے لیے کوئی جائے فرار باقی نہ رہ جائے۔ میں نے اس کام کے عوض تمہیں جس معاوضے کی پیش کش کی ہے اُس کی ادائیگی میری ذمّے داری ہے۔ میں تمہیں ڈی فوسٹر کی تصویر بھی فراہم کر سکتا ہوں مگر یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ تمہیں کہاں ملے گا لیکن میں نے تمہیں جس خاندان کے بارے میں بتایا ہے اگر تم اُس کے افراد کو ٹٹولو تو امکان یہی ہے کہ تمہیں ڈی فوسٹر کا سراغ مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر میکائیل" تہذیب نے کہا۔ "میں تو محض آپ کے کام کی خاطر اپنے معاملات جلد نمٹا کر فرانس پہنچی ہوں۔ یہ تفصیلات مجھے دے دیجیے اور ڈی فوسٹر کی تصویر بھی، نیز معاوضے کی آدھی رقم میرے حوالے کر دیجیے۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے مس ایکس لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آپ کام کی تکمیل کر ہی لیں گی؟"

"کوئی ضمانت نہیں ہے مسٹر میکائیل" تہذیب نے کہا "آپ کو ہماری کوششوں پر انحصار کرنا ہو گا۔ ہم اپنی طرف سے بھرپور کوشش کریں گے لیکن اس دوران اگر ڈی فوسٹر مسروقہ فارمولوں کا سودا کر چکا ہے تو ظاہر ہے، ہماری کوششیں بے نتیجہ ہی ثابت ہوں گی۔"

"یہ بات تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں مس ایکس کہ ڈی فوسٹر نے ابھی تک مسروقہ فارمولے کسی ملک کے ہاتھ فروخت نہیں کیے ہیں۔ یہ بات البتہ ضرور ممکن ہے کہ اس سلسلے میں اُس نے مختلف ممالک سے مراسلت شروع کر رکھی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مختلف ممالک کے ایجنٹوں سے وہ اس سلسلے میں گفت و شنید بھی کر رہا ہو لیکن اگر وہ چالاک ہے تو اس نے خود کو پوشیدہ ہی رکھا ہو گا کیونکہ اس قسم کے معاملات میں زندگی بڑی آسانی سے چلی جاتی ہے۔ رہا سوال معاوضے کی طے شدہ رقم میں سے نصف ایڈوانس کا تو وہ میں یہیں ادا کر سکتا ہوں لیکن اگر آپ کامیابی نہ حاصل کر سکیں تو کیا ہو گا؟"

"آپ کو اس آدھی رقم پر صبر کرنا ہو گا۔" تہذیب نے بڑی سادگی سے کہا۔

"یعنی وہ رقم مجھے واپس نہیں ملے گی؟" اوشیل میکائیل کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں۔" تہذیب نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کیا کہہ رہی ہیں مس ایکس، ہم پچیس ملین ڈالر معمولی رقم نہیں ہوتی۔"

"میں وہی کہہ رہی ہوں مسٹر میکائیل جو میرا اصول ہے۔ بقیہ رقم میں کام کی تکمیل کے بعد وصول کروں گی لیکن نصف رقم تو آپ کو پیشگی ہی ادا کرنا ہو گی۔"

"اوہ! کیا یہ رقم پچیس فیصد نہیں ہو سکتی؟" اوشیل نے مُردہ سے انداز میں کہا اور مجھے اپنا ایک بے ساختہ قسم کا قہقہہ ضبط کرنا پڑ گیا۔ یہودی قوم انتہائی کنجوس ہوتی ہے اور اوشیل نے جو بات کہی تھی، وہ یہودی روایات کے عین مطابق تھی۔

"نہیں مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے قدرے بے رُخی سے کہا۔ "یہ پرچون کی دُکان نہیں ہے کہ ہم سودے بازی کریں۔ مہربانی کر کے وقت ضائع کرنے کے بجائے فوری طور پر کوئی فیصلہ کر لیں۔ آپ پچاس فیصد رقم پیشگی ادا کر رہے ہیں یا نہیں؟"

"میں انکار کرنا چاہوں تو بھی نہیں کر سکتا۔" اوشیل ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "اپنا منصوبہ تمہیں بتانے کے بعد ظاہر ہے میرے پاس انکار کی گنجائش نہیں ہے۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے بڑے سکون سے کہا۔ "جتنی رقم کے عوض میں نے آپ کے لیے کام کرنے کی ہامی بھری ہے اتنی رقم تو ہاروت رابیل ہمیں صرف اپنی زبان بند رکھنے کے لیے ادا کر سکتا ہے۔" میں نے چونک کر تہذیب کو دیکھا۔ اس کے مُنہ سے اس قسم کی بات سُن کر مجھے سخت حیرت ہوئی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ!" اوشیل میکائیل نے گڑبڑا کر کہا۔ "ہمارے اور آپ کے درمیان کسی اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے معاوضے کی آدھی رقم پیشگی دینے سے انکار تو نہیں کیا۔ میں اُس کی ادائیگی کے لیے تیار ہوں۔"

"شکریہ۔" تہذیب نے کہا۔ "اس کے ساتھ ہی آپ ہمیں شمرخ خاندان کا جغرافیہ اور وہ تمام تفصیلات بھی فراہم کر دیں جو ڈی فوسٹر کے سلسلے میں ہمارے کام آ سکیں۔"

"یہ فائل آپ اپنے ہی پاس رکھ لیں۔ اس میں ہر چیز موجود ہے اور اس کے بعد آپ کو مزید معلومات کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"معاوضے کی رقم کب تک مل جائے گی؟" تہذیب نے اوشیل میکائیل سے فائل لیتے ہوئے پوچھا۔

"میں کل ہی رقم کی ادائیگی کر دوں گا لیکن اس کے فوراً بعد ہی آپ کام کا آغاز کر دیں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ جب رقم مل جائے گی تو کام بھی شروع ہو جائے گا۔"

"لیکن مس ایکس! کیا آپ مجھے اس رقم کی رسید نہیں دیں گی؟"

"کیوں نہیں دوں گی مسٹر میکائیل! آپ رسید تیار کروا لیجیے گا جس پر میرے اور آپ کے درمیان ہونے والے معاہدے کی تفصیل درج ہو۔ میں اُس پر دستخط کر دوں گی۔"

"کیا مطلب؟" اوشیل نے حیرت سے کہا۔

"مطلب یہ کہ رسید پر یہ بھی تو درج ہو گا کہ میں نے کون سا کام سرانجام دینے کے عوض اتنی خطیر رقم وصول کی ہے۔"

اوشیل تھوڑی دیر تک تہذیب کو متحیّرانہ انداز میں دیکھتا رہا پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "گرین پول کی کسی نمائندہ کو اتنا ہی ذہین ہونا چاہیے۔ میں تو آپ کا امتحان لے رہا تھا مس ایکس! بھلا کیسی رقم اور کہاں کا معاہدہ! آپ کل تک انتظار کر لیں۔ کل رقم کی ادائیگی ہو جائے گی لیکن مجھے آگاہ کر دیجیے گا کہ آپ مشرقی جرمنی کے لیے کب روانہ ہوں گی۔"

"بہت بہتر مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے کہا۔ "اب ہمیں اجازت دیں۔"

اوشیل باہر تک ہم دونوں کو چھوڑنے آیا۔ واپسی میں تہذیب قہقہے لگا رہی تھی۔ میں بھی ہنس رہا تھا۔

"مجھے تعجب ہے تہذیب۔"

"کس بات پر؟"

"تم اتنی اچھی کاروباری کیسے ہو گئیں؟"

"میں اتنی ہی اچھی کاروباری تھی لیکن کسی نے میرے راستے بدل دیے۔" تہذیب نے مجھ پر ایک نگاہِ غلط انداز ڈال کر کہا۔

"یہ کمبخت اوشیل بھی بے حد چالاک ہے۔ اس نے یقیناً اپنے طور پر بھی ڈی فوسٹر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے انتظامات ضرور کیے ہوں گے۔" میں نے کہا اور تہذیب نے سر ہلا کر میری بات کی تائید کر دی۔

اوشیل میکائیل کو اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ علی گروپ کیا ہے تو یقیناً وہ یہ کیس کبھی تہذیب کے سپرد نہ کرتا خواہ کچھ بھی ہو جاتا۔ لیکن یہ اُس کی بدقسمتی تھی کہ وہ تہذیب کی صرف گرین پول والی حیثیت سے آگاہ تھا اور اسی لیے اس جال میں پھنس گیا تھا۔

ہم اس سلسلے میں صرف کاروباری تھے۔ کاروبار کو فروغ دینے کے لیے ہم جو کچھ بھی کرتے جائز ہوتا۔ میں نے اور تہذیب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے اس 'جو کچھ' کے بارے میں بڑی تفصیلی گفتگو کی تھی مگر وہ سب بعد کی باتیں تھیں۔ فی الحال تو ہمیں کام کی ابتدا کرنا تھی۔

"علی!" دفعتاً تہذیب نے کہا۔ "کیا برلن میں ہم دونوں کو یکجا رہنا چاہیے؟"

"کیا مطلب!" میں نے چونک کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے ہمیں وہاں علیحدہ علیحدہ رہنا ہوگا تاکہ ایک دوسرے پر نظر رکھ سکیں۔"

"پھر وہی علیحدگی۔" میں نے بے چینی سے کہا اور تہذیب ہنس پڑی۔

"ہم اس کے عادی ہیں علی اور ہمیں اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ تقدیر ہمیں ہر حال میں یکجا کر دے گی خواہ کچھ بھی ہو جائے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تہذیب تھوڑی دیر بعد دوبارہ بولی۔

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے کہ اس کیس پر صرف ہم دونوں ہی کام کریں گے۔ علی گروپ کے کسی ممبر کو استعمال نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر اس مہم کے دوران کسی مرحلے پر ہمیں ضرورت پڑی تو اُن میں سے کسی کو بُلوا لیں گے ورنہ نہیں۔ الگ الگ رہ کر کام کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ کسی مشکل میں ہم میں سے ایک دوسرے کی مدد کر سکے گا۔"

"ٹھیک ہے تہذیب۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "تمھاری کسی تجویز سے مجھے اختلاف نہیں ہو سکتا۔"

اگلے روز ادشیل میکائیل نے رقم کی ادائیگی کر دی۔ ہم نے وہ رقم گوٹے ہل میں سائمن ہاؤس کے ایم جی ڈیپارٹمنٹ کو بھجوا دی۔ ہماری ساری تیاریاں مکمل تھیں اور میرے اور تہذیب کے درمیان سارے معاملات طے ہو چکے تھے۔ ہم دونوں کو الگ الگ سفر کرنا تھا اور تہذیب سے میری ملاقات برلن کے گیلارڈ ہوٹل میں طے ہوئی تھی۔ مجھے ایک سیّاح کی حیثیت سے پہلے فرینکفرٹ اور پھر وہاں سے برلن کا سفر کرنا تھا۔

میں اسی روز پیرس سے روانہ ہو گیا۔ فرینکفرٹ میں میری ملاقات ایک برطانوی سیّاح سے ہو گئی جس کا نام ڈکسن فیرویل تھا۔ اگر اُس سے میری ملاقات نہ ہوئی ہوتی تو مجھے برلن جانے کے سلسلے میں معلومات کے حصول میں خاصی دُشواریوں سے گزرنا پڑتا۔

"جرمنی آکر دوسری جنگِ عظیم کی یادگاریں دیکھے بغیر چلے جانا بڑی بدذوقی کی علامت ہے۔" ڈکسن نے مجھ سے کہا۔

"میں نے بھی اسی غرض سے جرمنی کا سفر کیا ہے۔" میں نے کہا۔

"تو پھر ساتھ ہی برلن کیوں نہ چلیں؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن ذریعۂ سفر کیا ہوگا؟"

"آٹو بیان پر سفر کرنے والے بے حد فراخ دل ہوتے ہیں اور ہم جیسے غریب لوگوں کو لفٹ دے دیتے ہیں۔"

"اگر لفٹ نہ ملی تو؟" میں نے خدشہ ظاہر کیا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" ڈکسن نے بڑے اعتماد سے کہا اور اُس کا یہ اعتماد غلط ثابت نہیں ہوا۔ ایک معمّر جوڑے نے جو تقریباً اپنی ہی عمر کی فاکس ویگن میں سفر کر رہا تھا اپنی فاکس ویگن میں ہمیں جگہ دے دی۔ مرد کا نام ہیمر شوٹلر تھا اور اُس کی بیوی آلر کورخ تھی۔ دورانِ سفر اُنھوں نے ہمبرگر کے ساتھ کافی پلائی لیکن فوکسی کی رفتار بہت سُست تھی۔ میں تو خیر سکون سے بیٹھا تھا مگر ڈکسن بہت مضطرب نظر آ رہا تھا۔

"غلطی ہو گئی۔" بالآخر اُس سے نہ رہا گیا اور وہ بول پڑا۔ "یہ بوڑھا جوڑا تو ہمیں اپنی عمر کے اختتام تک ہی برلن پہنچائے گا۔"

"کیا غضب کر رہے ہو ڈکسن۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "ان لوگوں نے سُن لیا تو بُرا مان جائیں گے۔ ان کا یہی احسان کیا کم ہے کہ انھوں نے ہمیں لفٹ دی ہے۔"

"آٹو بیان پر احسان لفٹ دینے والے کا نہیں بلکہ لفٹ لینے والے کا ہوتا ہے۔ ویسے بھی وہ انگریزی نہیں جانتے۔"

"تمھیں کیسے علم ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بتا چکے ہیں کہ جرمن نژاد ہیں اور جرمن نژاد آج بھی انگریزی سے نفرت کرتے ہیں۔"

"یہ صرف تمھارا خیال ہے ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے اُس کی بات رد کرتے ہوئے کہا۔

"یہ میرا تجربہ ہے۔ ان کے دل آج بھی صاف نہیں ہیں اور یہ آج بھی نازی ازم کے پرستار ہیں۔"

"اس کی وجوہات ہیں ڈیئر۔"

"کیا؟" ڈکسن نے پوچھا۔

"جرمنی کی شکست کے بعد اتحادیوں نے اُس کے خلاف جو پروپیگنڈہ مہم شروع کی تھی وہ مبالغے کی انتہا سے بھی بڑھ گئی تھی اور اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ اُنھیں اس کے مواقع میسّر تھے۔"

"یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے دوست جسے آج نہیں تو کل تسلیم کیا جائے گا۔" اگلی سیٹ سے ہیمر شوٹلر کی آواز آئی اور ڈکسن نے آنکھیں بند کر کے زبان دانتوں تلے دبا لی۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ ڈکسن کا یہ خیال غلط ثابت ہو گیا تھا کہ جرمن انگریزی سے نابلد ہوتے ہیں۔ اس کے بعد سفر کا زیادہ تر حصّہ خاموشی سے گزرا۔

رات کے پچھلے پہر ہم مشرقی جرمنی کی سرحد میں داخل ہوئے۔ سرحدی محافظوں نے ہمارے پاسپورٹ چیک کر کے ہمیں ویزا آفس بھیج دیا جہاں ہمیں اپنے کام میں کوئی دقت پیش نہیں آئی اور اس کے بعد ہم نے آگے کا سفر شروع کر دیا۔

سرحدوں کے درمیان ہیبت ناک عمارتیں پھیلی ہوئی تھیں جو ہٹلر کے دور کی یادگار تھیں۔ لاتعداد حفاظتی مینار نظر آ رہے تھے جہاں مشین گن بردار مسلّح محافظ پہرا دے رہے تھے۔ کئی مقامات پر ہمارے کاغذات چیک کیے گئے اور ہمارا سفر جاری رہا۔

برلن کے نواح میں پہنچتے پہنچتے صبح ہو گئی۔ معمّر جوڑے نے ہمیں ایک جگہ اُتارا اور رُخصتی کلمات ادا کر کے چلے گئے۔

عارضی طور پر ڈکسن فیرویل کا ساتھ بُرا نہیں تھا، اس لیے کہ تہذیب کی یہاں آمد میں چند روز باقی تھے۔ اس دوران میں مجھے یہ اندازہ لگانا تھا کہ میری نگرانی تو نہیں کی جا رہی۔ چنانچہ جب ڈکسن نے اس سلسلے میں مجھ سے سوال کیا تو میں نے کہا۔

"تم اگر کچھ وقت میرے ساتھ گزارنا چاہتے ہو تو جیسا تم پسند کرو ورنہ ہماری راہیں الگ الگ ہیں۔"

"کاش! مجھے تمھاری مالی حیثیت کا علم ہوتا۔" ڈکسن نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ایک سیّاح کی مالی حیثیت کے بارے میں اندازہ لگانا کوئی مشکل کام تو نہیں ہے۔"

"تم اپنے اخراجات آسانی سے برداشت کر سکو گے؟" ڈکسن نے پوچھا۔

"ہاں، میرا خیال ہے، مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ ڈکسن کے اس سوال کا مطلب میں بخوبی سمجھ گیا تھا۔ دیارِ غیر میں اس قسم کے ڈرامے عام ہوتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں بامروّت قسم کے سیّاح بعض اوقات بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ میں سب کچھ اس انداز میں کرنا چاہتا تھا کہ کسی کو مجھ پر شک نہ ہونے پائے۔

ڈکسن نے قیام کے لیے جس ہوٹل کا انتخاب کیا اُس میں ایک کمرے کا کرایہ پچیس مارک یومیہ تھا۔ ہم دونوں ساڑھے بارہ مارک فی کس یومیہ کے حساب سے وہاں مقیم ہو گئے۔ میں تہذیب مالکم ایکس سے ہوٹل گیلارڈ میں ملاقات تک کا عرصہ کسی جھگڑے میں پڑے بغیر گزارنے کا خواہاں تھا۔ اس کے علاوہ اس دوران میں مشرقی برلن سے واقفیت بھی حاصل کر لینا چاہتا تھا تاکہ بعد میں کام کرنے میں آسانی ہو۔ مجھے معلوم تھا کہ ڈی فوسٹر کو تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ شیمرخ خاندان کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنا تھیں۔ ڈکسن کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے یہ آسانی حاصل رہتی کہ وہ ایک سیّاح تھا۔

ڈکسن خود بھی برلن کی سیر کا خواہش مند تھا لہٰذا ہم دونوں ساتھ ہی اپنے ہوٹل سے باہر نکلے تھے۔ سب سے پہلے ہم نے دیوارِ برلن دیکھنے کا پروگرام بنایا۔

امریکی اس تاریخی دیوار کو جیل کی دیوار اور مشرقی جرمنی والے حفاظتی دیوار کا نام دیتے ہیں جو بقول اُن کے، اُن کے وطن کو امریکی لٹیروں سے بچائے ہوئے ہے۔

جنگِ عظیم کی تباہ کاریوں کے داغ گو کہ برلن سے کافی حد تک مٹ چکے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی وہاں جابجا دوسری جنگِ عظیم کی تباہ کاریاں دکھائی دیتی ہیں۔ اتحادیوں کی خوفناک بمباری نے جنگ سے پیشتر کے حسین برلن کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا تھا۔ رہی سہی کسر روس نے پوری کر دی تھی۔ مارشل ژوکوف نے برلن پر بیس ہزار توپوں کی مدد سے حملہ کیا تھا جس کی ایک ہی باڑھ سے لاتعداد گاؤں اور گھنے جنگل ملیا میٹ ہو گئے تھے۔ قیصر ولیم، میموریل چرچ کا جلا ہوا ڈھانچا آج بھی اُسی طرح موجود تھا۔ کلیسا کے گھڑیال کی سوئیاں ساڑھے سات کے ہندسوں پر ساکت تھیں۔ برلن کی تاریخ میں نومبر ۱۹۴۵ء کی ایک شام بہت خوفناک ہے جس میں برلن پر سیکڑوں من آگ برسی۔ ایک بم کلیسا کے گھڑیال پر گرا اور وقت کی رفتار تھم گئی۔ جرمنوں نے شہر کی تعمیرِ نو کر دی لیکن اس جلے ہوئے ڈھانچے کو بطور یادگار یوں ہی رہنے دیا۔ البتہ اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا کلیسا تعمیر کر دیا گیا۔ یہ تاریخی یادگار دیکھنے کے بعد ہم نے برلن کے دیگر نوادرات دیکھنے کا فیصلہ کیا۔

برٹش ہونے کی وجہ سے ڈکسن ان تمام چیزوں میں بہت دلچسپی لے رہا تھا۔ برلن کی تباہ کاری دیکھ کر اُس کے چہرے پر فخر کے آثار تھے۔ جیسے وہ سارے کھنڈرات اسی کی کوششوں کا نتیجہ ہوں۔ ایک موقع پر اُس نے مجھ سے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اتحادیوں نے ہٹلر کی قوت توڑنے کے لیے بڑی جاں فشانی سے جنگ کی۔ شاید میں نے یہ بات تمھیں نہیں بتائی کہ میرے دادا فرانسیسی فوج میں شامل تھے اور جنگِ عظیم کے خاتمے پر اُنھیں بڑے اعزازات و انعامات سے نوازا گیا تھا۔"

میں ہونٹ سکوڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ مجھے اُس کے تبصروں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

ڈاہلم میوزیم جانے کے لیے زیرِ زمین سفر کرنا پڑا۔ ڈاہلم کے اسٹیشن پر اُتر کر ہم عجائب گھر کی طرف چل پڑے جہاں ایک نہایت پُرفضا اور خوبصورت سڑک پھیلی ہوئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ میوزیم دُنیا بھر کے شاہکاروں کی وجہ سے بڑی شہرت کا حامل ہے چنانچہ یہاں پہنچ کر یہی محسوس ہوا جیسے میں واقعی اپنی آمد کا مقصد بھول گیا ہوں۔

دوپہر کے ایک بجے تک ہم سیر و سیاحت میں مشغول رہے پھر ایک ہوٹل میں کھانا کھا کر اپنی پناہ گاہ واپس آ گئے۔ مشرقی برلن میں پہلا دن بے مصرف ہی گزر گیا تھا۔

دوسرے روز بھی ہم برلن کے تاریخی مقامات دیکھنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ یہاں کا چڑیا گھر آفاقی شہرت کا حامل ہے۔ ریلوے اسٹیشن کے عین سامنے چڑیا گھر کے پھاٹک سے گزر کر میں اور ڈکسن اندر داخل ہوئے۔ یہاں بھی دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے آثار موجود تھے۔ ہمیں بتایا گیا کہ اتحادی بمبار طیاروں نے اس چڑیا گھر کو تباہ کرنے کی سر توڑ کوششیں کی تھیں۔ اس لیے نہیں کہ انہیں گینڈوں اور مگرمچھوں سے بیر تھا بلکہ اس کی وجہ سیمنٹ اور لوہے سے تیار کردہ وہ مینار تھا جسے جی ٹاور کہا جاتا تھا۔ یہ عمارت اتنی وسیع و عریض تھی کہ فضائی حملے کے دوران پندرہ ہزار شہری اس میں پناہ لے سکتے تھے۔ یہ حفاظتی مینار ایک سو تینتیس فٹ بلند تھا اور اس کی دیواریں آٹھ فٹ موٹی تھیں۔ چھت پر مشین گنیں اور درجنوں طیارہ شکن توپیں نصب تھیں۔ نچلی منزلوں میں ایک اسپتال اور گولہ بارود کا کثیر ذخیرہ موجود رہا کرتا تھا۔

اُس رات میں متضاد کیفیات کا شکار تھا۔ ڈکسن بلاشبہ بے ضرر آدمی تھا اور اُس کا ساتھ کسی اُلجھن کا باعث نہیں بنا تھا لیکن اس کے باوجود میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ دو دن بالکل ہی بے مصرف رہے ہیں اور اس دوران مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا لہٰذا مناسب یہی تھا کہ اب اُس سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے مگر مشکل یہ تھی کہ اُس مخلص آدمی کو یہ کیسے بتاؤں کہ میں اُس سے الگ ہونا چاہتا ہوں۔ اُس نے کوئی ایسی حرکت بھی نہیں کی تھی جو میری مرضی کے خلاف ہوتی یا مجھے ناگوار گزرتی۔ وہ بے چارہ تو میرے ساتھ سیر و تفریح کے کئی پروگرام بنا چکا تھا۔ پہلے تو میرا ارادہ یہی تھا کہ تہذیب کے یہاں آنے تک کا وقت ڈکسن کے ساتھ گزار دوں مگر پھر مجھے یہ احساس ہوا تھا کہ اُس کے ساتھ رہتے ہوئے اپنے طور پر کوئی کام کرنا میرے لیے ناممکن تھا۔ میری حیثیت واقعتاً ایک سیاح کی سی ہو کر رہ گئی تھی۔ مثلاً میں شیمرخ خاندان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن ڈکسن کو بھلا چند ایسے افراد سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی جو وہاں کے کسی مخصوص خاندان سے تعلق رکھتے ہوں۔ یا پھر میری خواہش تھی کہ میں ایک بار گیلارڈ کا جائزہ لے لوں لیکن مشکل یہ تھی کہ ڈکسن اتنے مہنگے ہوٹل میں جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ اُس کے ساتھ مجھے بھی ایک گھٹیا زندگی گزارنا پڑ رہی تھی جس کا بظاہر کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔

رات کافی گزر چکی تھی۔ میں سوچتے سوچتے تھک گیا تو ایک ترکیب میرے ذہن میں آ گئی۔ گو وہ بڑی عامیانہ سی ترکیب تھی لیکن اُس پر عمل کر کے میں ڈکسن سے چھٹکارا حاصل کر سکتا تھا اور اُسے کوئی شبہ بھی نہ ہوتا۔ میرا مقصد حاصل ہو جاتا تو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ میں نے کوئی عامیانہ حرکت کر کے کامیابی حاصل کی ہے یا کسی سنجیدہ حرکت کے ذریعے۔

ڈکسن سو رہا تھا۔ کمرے میں اُس کے خراٹے گونج رہے تھے کہ میں نے اپنے کھیل کا آغاز کر دیا۔ یہ آغاز پیتل کی ایک بڑی آرائشی پلیٹ کے گرنے سے ہوا جو کمرے کے ایک گوشے میں آویزاں تھی۔ پیتل کی وزنی پلیٹ کے فرش پر گرنے سے زوردار آواز پیدا ہوئی۔ رات کے سناٹے میں پیدا ہونے والی وہ آواز بہت پُراسرار تھی۔ ڈکسن کی آنکھ کھل گئی اور اُس نے میری طرف دیکھا۔ میں اپنے دونوں بازو فضا میں پھیلائے مسہری کے ایک حصے پر ایک ٹانگ سے کھڑا تھا۔ میری کوشش تھی کہ میرا چہرہ انتہائی خونخوار نظر آئے۔

ڈکسن کہنیوں کے بل اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ نیند سے بیدار ہونے کی وجہ سے اُس کا ذہن خمار آلود ہو رہا تھا۔ پہلے تو وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر پھاڑ سا مُنہ کھول کر خوفزدہ سے انداز میں ہنس پڑا۔ "کیا ہو گیا بڑے بھائی۔ کیا تم عبادت کر رہے ہو؟"

میں نے جواب دینے کی زحمت کیے بغیر مسہری سے چھلانگ لگائی۔ میرا رُخ ڈکسن کی طرف تھا اور انداز ایسا تھا جیسے اُسے دبوچ لینا چاہتا ہوں۔ چھلانگ لگاتے ہوئے میں نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ اس طرح چھلانگ لگانے سے کہیں مسہری ہی نہ ٹوٹ جائے۔

ڈکسن پھرتی سے لوٹ لگا کر مسہری سے نیچے اُتر گیا۔ اُس کے چہرے پر شدید بوکھلاہٹ کے تاثرات تھے۔

"ک...کیا ہوا...کیا بات ہے! یہ کیا کر رہے ہو؟" اُس نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا پھر اُس کی نگاہ میرے چہرے پر پڑی اور اُس کی گھگی بندھ گئی۔ میرے چہرے پر نظر آنے والے خوفناک تاثرات سے وہ بے حد خوفزدہ ہو گیا تھا۔ وہ کمرے کے دروازے کی طرف جھپٹا لیکن میں نے رُخ تبدیل کر لیا اور اُس کے اور دروازے کے درمیان حائل ہو گیا۔ ڈکسن کے حلق سے ڈری ڈری سی چیخیں نکلیں اور وہ بے تحاشا پلٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر غسل خانے کی طرف دوڑا اور اندر گھس کر دروازہ بند کر لیا۔ میرے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اس سے زیادہ حماقت کھیل بگاڑ دیتی۔ خدشہ تھا کہ کہیں ڈکسن چیخنا نہ شروع کر دے اور ہوٹل کے دوسرے مسافر میری طرف متوجہ نہ ہو جائیں۔ میں خواہ مخواہ دوسروں کی توجہ کا مرکز بننے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

میں نے اپنا حلیہ درست کیا اور وہیں کمرے کے فرش پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ اندر سے ڈکسن کی ڈری ڈری آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔

"اگر یہ مذاق ہے تو بہت گھٹیا مذاق ہے۔ تمہیں یہ مذاق نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ سوتے ہوئے آدمی کو جگا کر ڈرا دینا کہاں کا انصاف ہے۔ تم جیسے سنجیدہ آدمی کو ایسا مذاق زیب نہیں دیتا۔" پھر غالباً اُس نے غسل خانے کا دروازہ تھوڑا سا کھول کر باہر جھانکا تھا اور پھر دل کڑا کر کے باہر نکل آیا۔ وہ دبے قدموں چلتا ہوا میرے قریب آ کر مجھے دیکھتا رہا مگر میں نے سر نہیں اُٹھایا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرے کافی قریب آ گیا ہے لیکن میں نے کوئی جنبش نہیں کی اور بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ پھر اُس نے دو قدم پیچھے ہٹ کر مجھے آوازیں دیں اور میں سر اُٹھا کر اُسے دیکھنے لگا۔

"پیارے بھائی! یہ کیا حرکت تھی آخر... میں کہتا ہوں تمہیں یک بیک یہ سوجھی کیا تھی؟" اُس نے کہا۔ وہ ابھی تک سہما ہوا تھا اور کسی بھی لمحے دوبارہ بھاگنے کو پوری طرح تیار تھا۔

"اوہ ڈکسن ڈیئر، تم کہاں چلے گئے تھے؟" میں نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

ڈکسن نے اپنے خشک لبوں پر زبان پھیری۔ "یہیں تو تھا باتھ روم میں لیکن تمہاری طبیعت کیسی ہے۔ کیا ہو گیا تھا تمہیں؟"

میں نے گہری گہری سانسیں لیں اور فرش سے اُٹھ کر مضمحل انداز میں چلتا ہوا مسہری پر جا بیٹھا۔ ڈکسن متحیّرانہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر کشمکش کے اثرات تھے۔ شاید وہ یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ یہ سب کچھ مذاق تھا یا کچھ اور۔

مسہری پر بیٹھ کر میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ ڈکسن میرے نزدیک آنے کی جراٴت تو نہیں کر سکا لیکن اُس کی آنکھوں میں ہمدردی کے تاثرات نظر آنے لگے تھے۔ اُس نے ایک بار پھر مجھے آواز دی اور میں سر اُٹھا کر اُسے دیکھنے لگا۔

"یہ سب کچھ کیا ہے؟" ڈکسن نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "کیا کر رہے تھے تم؟"

"تمہیں میرے ہاتھوں سے کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی ڈیئر ڈکسن؟"

"تکلیف کی بات کیوں کر رہے ہو۔ کوئی وجہ تو بتاؤ؟"

"کیا بتاؤں ڈکسن۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کے کہا۔ "اگر تمہیں مجھ سے نادانستگی میں کوئی تکلیف پہنچ گئی ہو تو میں معافی چاہتا ہوں... لیکن ڈاکٹروں نے تو مجھے یقین دلا دیا تھا کہ اب مجھ پر ایسا کوئی دورہ نہیں پڑے گا۔ اس بار کوئی ڈیڑھ سال بعد میری یہ حالت ہوئی ہے ورنہ ہر دوسرے تیسرے ماہ مجھ پر یہ دورہ پڑا کرتا تھا۔"

"دورہ؟" ڈکسن نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "تمہیں کس قسم کا دورہ پڑتا ہے؟"

"بس سوتے سوتے اچانک میرے پورے جسم میں تشنجی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ آخری بار تو... آخری بار تو میں بال بال بچ گیا تھا ورنہ میرے ہاتھوں قتل ہو جاتا۔ وہ میرا گہرا دوست تھا۔ میرا بہت اچھا ساتھی تھا لیکن دورے کے عالم میں، میں نے اُس کی گردن دبا دی۔ اُس کی آنکھیں حلقوں سے اُبل پڑی تھیں۔ زبان ہونٹوں سے نیچے لٹک گئی۔ وہ تو اچھا ہوا کہ چند افراد نے میرے سر پر ضربات لگا کر مجھے بے ہوش کر دیا ورنہ مائیکل میرے ہاتھوں مارا جاتا۔ مائیکل بچ تو گیا مگر سُنا ہے اُس کی آواز بند ہو گئی ہے۔ مجھے پولیس کی تحویل میں دے دیا گیا لیکن ڈاکٹروں نے میرا دماغی معائنہ کرنے کے بعد مجھے ذہنی مریض قرار دے دیا۔ اس کے بعد تقریباً سات آٹھ ماہ میں نے دماغی امراض کے اسپتال میں گزارے۔ اُس کے بعد مجھے صحت مند قرار دے کر رخصت کر دیا گیا۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ میں بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں لیکن ڈیڑھ سال کے بعد...!" میں نے ڈکسن کے چہرے کی طرف دیکھا تو ہنسی پر قابو پانا دوبھر ہو گیا۔ برطانوی سیاح کا چہرہ دہشت سے زرد پڑ گیا تھا۔ اُس کی پھٹی پھٹی آنکھیں میرے چہرے پر جمی تھیں پھر اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمہارا دوست مائیکل زندہ بچ گیا؟"

"ہاں۔ اگر وہ زندہ نہ بچتا تو شاید پاگل ہونے کے باوجود مجھے عمر قید کی سزا بھگتنا پڑتی۔ اُس نے زندہ رہ کر میری زندگی بچائی۔ میں اُس کا ممنون ہوں لیکن ڈیڑھ سال کے بعد یہ دورہ... سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بہتر ہوگا کہ تم کل دن میں دماغی امراض کے کسی ڈاکٹر سے معائنہ کراؤ۔ یہ بے حد ضروری ہے۔"

"ہاں ڈکسن لیکن میں تم سے بے حد شرمندہ ہوں اور اب سو جانا چاہتا ہوں۔ میرا سر بھاری ہو رہا ہے، دماغ دُکھ رہا ہے۔"

"سو جاؤ، فوراً سو جاؤ۔" ڈکسن نے بوکھلا کر کہا۔

میں نے مسہری پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں مگر سویا نہیں۔ کچھ دیر بعد میں نے کمرے میں ڈکسن کے چلنے پھرنے کی آوازیں سُنیں۔ یقیناً وہی ہو رہا تھا جو میں چاہتا تھا لیکن ذرا دیر بعد ڈکسن مسہری پر جا لیٹا پھر مجھے نیند آگئی۔

صبح جب میری آنکھ کھلی تو ڈکسن کا بستر خالی پڑا تھا۔ خاکی رنگ کا وہ بیگ بھی غائب تھا جس میں ڈکسن کا مختصر سا سامان تھا اور جو ہر وقت سامنے ہی رکھا رہتا تھا۔ گویا ڈکسن سے میری جان چھوٹ گئی تھی۔ بعد میں اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ ڈکسن اپنے حصّے کا بل ادا کرکے چلا گیا تھا۔

غسل خانے میں نہانے کے دوران میں بے چارے ڈکسن کے بارے میں سوچنے لگا۔ اُس کا چند روزہ ساتھ بہت اچھا رہا تھا اور آخر میں اُس نے غیر شعوری طور پر میری مرضی کے مطابق عمل کیا تھا لیکن اب اُس کے بارے میں سوچنا بھی فضول تھا۔ وہ سمجھدار آدمی تھا۔ توقع نہیں تھی کہ دوبارہ ادھر کا رُخ کرے گا چنانچہ مجھے ہوٹل تبدیل کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ میں اپنے کام کا آغاز کہاں سے کروں۔ ہر چند کہ میرے اور تہذیب کے درمیان یہ بات طے ہوچکی تھی کہ تہذیب کے یہاں پہنچنے کے بعد ہی ہم کام کا آغاز کریں گے لیکن میرے لیے یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بہت مشکل تھا لہٰذا میں نے کام کا آغاز اُسی ویٹر سے کر دیا جو میرے لیے ناشتا لے کر آیا تھا۔ وہ مقامی آدمی تھا مگر ٹوٹی پھوٹی انگریزی بول لیتا تھا۔ میں نے اُس کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ وہ بہت اچھا آدمی ہے اور اُس کے ہوٹل کی سروس بہت اچھی ہے۔

ویٹر چند لمحے میری کہی ہوئی بات پر غور کرتا رہا اور پھر میرا مطلب سمجھ کر وہ مسکرایا اور اُس نے سر خم کر دیا۔ میں نے جیب سے دس مارک کا ایک نوٹ نکال کر اُس کے سامنے لہرایا۔

"اگر تم چاہو تو اس نوٹ کے مالک بن سکتے ہو۔" میں نے اُس سے کہا۔

دس مارک کا نوٹ دیکھ کر ویٹر کی آنکھوں میں چمک اُبھر آئی۔ اُس کا تعلق غریب طبقے سے تھا جس کے لیے دس مارک کا نوٹ بہت بڑی چیز ہوتا ہے۔

"کیا تمھیں شیمرخ خاندان کے بارے میں کچھ معلومات ہیں؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" ویٹر نے کہا۔ اُس کی نظریں حریصانہ انداز میں دس مارک کے نوٹ پر جمی ہوئی تھیں۔

"او ہو! تب تو یہ نوٹ تمھارا ہوا۔" میں نے نوٹ اُس کی طرف بڑھایا اور اُس نے نوٹ مجھ سے لے کر اپنے لباس کی جیب میں بڑی احتیاط سے رکھ لیا۔

"لیکن میں اُس خاندان کے صرف ایک ہی فرد سے واقف ہوں۔" ویٹر نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا۔

"کوئی بات نہیں دوست۔ مجھے بھی اُس خاندان کے ایک فرد سے کچھ کام ہے لیکن بد قسمتی سے یہاں کوئی ایسا شخص نہیں مل سکا جو شیمرخ خاندان کے کسی ایک بھی فرد سے واقف ہو۔ شیمرخ خاندان کا کوئی ایک فرد بھی مجھے مل جائے تو بقیہ معلومات اُس سے حاصل ہو جائیں گی۔"

ویٹر کچھ دیر شاید اپنے ذہن میں میرے کہے ہوئے الفاظ کا ترجمہ کرتا رہا پھر غلط سلط انگریزی میں اُس نے کہنا شروع کیا۔ "شیمرخ خاندان کوئی گم نام خاندان نہیں ہے جناب لیکن وہ لوگ معزز نہیں ہیں اس لیے کہ اُن کا ذریعۂ معاش ملازمت ہے اور اس خاندان کے افراد اچھے عہدوں پر فائز نہیں ہیں۔ تاہم ایک شخص ہے جس کے بارے میں مَیں تمھیں بتا سکتا ہوں۔ اس کا نام ایلنرے فورے ہے اور وہ روہن اسٹریٹ پر واقع ایک ہوٹل کا مالک ہے۔ میں نے بھی کچھ عرصہ اُس کے پاس کام کیا ہے لیکن وہ فطرتاً اچھا آدمی نہیں ہے۔ ملازمین کی اُجرتیں اور تنخواہیں تک وقت پر ادا نہیں کرتا تاہم یہ بات مجھے معلوم ہے کہ اس کا تعلق شیمرخ خاندان سے ہی ہے۔ اس خاندان کے لوگ چونکہ جھگڑالو فطرت کے حامل ہوتے ہیں لہٰذا لوگ شیمرخ خاندان کے افراد کے پاس ملازمت کرنا پسند نہیں کرتے اور نہ ہی ان سے لین دین کرنا پسند کرتے ہیں۔"

"مسٹر ایلنرے فورے کے ہوٹل کا نام کیا ہے؟" ویٹر کا مفہوم پوری طرح سمجھنے کے بعد میں نے اُس سے سوال کیا۔

"ہوٹل بون بون۔" ویٹر نے جواب دیا۔

"اگر مجھے اس شخص کو تلاش کرنے کے لیے تمھاری ضرورت پڑی تو کیا تم یہ کام کر سکو گے؟" میں نے دس مارک کا ایک اور نوٹ ویٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں جناب۔" ویٹر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "پ کے کام آکر مجھے خوشی ہوگی۔"

ویٹر سراپا اخلاق بنا ہوا تھا۔ کیوں نہ بنتا۔ بیس مارک ہ جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ میں نے اُس سے چند باتیں زید معلوم کیں اور پھر اُسے جانے کی اجازت دے دی۔

ساڑھے گیارہ بجے کے قریب میں ہوٹل سے نکل کھڑا ہوا۔ ہوٹل بون بون کا سرسری جائزہ لینا ضروری تھا۔ ہوٹل ے نکل کر میں مختلف علاقوں میں بے مقصد گھومتا رہا۔ ڈکسن ے ساتھ تاریخی مقامات دیکھنے کے دوران میں برلن کے ت سے علاقوں سے واقف ہوگیا تھا لیکن اُس علاقے کی رف میرا جانا نہیں ہوا تھا جہاں کا پتا مجھے ویٹر نے دیا تھا۔ روہن اسٹریٹ پرانے برلن میں واقع تھی۔ وہاں نچلے طبقے کے لوگ آباد تھے۔ مکانات خستہ حالت میں تھے جن ے احاطوں سڑکوں اور گلیوں میں میلے کچیلے کپڑوں میں بوس بچے اپنی غربت سے بے خبر کھیل کود میں مصروف تھے۔ کانات کی طرح اُس علاقے کی دُکانیں بھی اپنے مالکان کی بوں حالی کی مُنہ بولتی تصویر نظر آرہی تھیں۔

میں بون بون ہوٹل کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوگیا لیکن وہاں پہنچ کر پتا چلا کہ بون بون ہوٹل دراصل ایک بہت بڑا بار ہے جہاں دن سوتے اور راتیں جاگتی ہیں۔ دن کے وقت وہ بار بند رہا کرتا تھا۔ اُس کے کھلنے کا وقت پانچ بجے شام تھا۔ میں نے فیصلہ کیا شام وہیں گزاروں گا اور ایلنرے فورے سے ملاقات کروں گا۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد سوال یہ پیدا ہوا کہ شام پانچ بجے تک کا وقت کہاں گزارا جائے؟ میں نے مناسب یہی سمجھا کہ شام تک سڑک نوردی کرتا ہوں۔ اس طرح وقت گزاری کرنے سے مجھے دُہرا فائدہ حاصل ہوتا۔ شام تک کا وقت بھی گزر جاتا اور برلن سے مزید واقفیت بھی حاصل ہو جاتی۔

برلن کی سڑکوں پر مارے مارے پھرنے کے دوران میرے ذہن میں متعدد خیالات گردش کرتے رہے۔ ڈی فوسٹر نے آخر اُن قیمتی فارمولوں کا سودا کیوں نہیں کیا جو یوں تو ہر ملک کی دلچسپی کا باعث ہو سکتے تھے مگر روس اور اسرائیل کے لیے وہ بے انتہا اہمیت کے حامل تھے۔ ہو سکتا ہے، سرائیل کی حکومت کو اُن فارمولوں کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا ہو ورنہ انھوں نے فارمولوں کے حصول کے لیے دوڑ دھوپ شروع کر دی ہوتی۔ ہاروت رابیل نے ظاہر ہے، سرائیل سے یہ ساری باتیں پوشیدہ رکھی ہوں گی ورنہ اُس کی ساکھ تباہ ہو جاتی۔ میرے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ کیا ہاروت رابیل نے ڈی فوسٹر کے یوں فرار ہو جانے پر اُس کے خلاف کچھ نہیں کیا ہوگا۔ اگر ہاروت رابیل نے اس سلسلے میں خاموشی اختیار کرلی تھی تو یہ بڑی عجیب بات تھی۔ اس راز کے طشت ازبام ہونے سے ہاروت رابیل کی شخصیت اور اس کا کاروبار تباہ ہو جاتا۔ اور اگر اُس نے ڈی فوسٹر کی بازیابی کے لیے کوئی قدم اُٹھایا ہے تو ہمارا مقابلہ ہاروت رابیل کے ایجنٹوں سے ہو سکتا تھا۔ روسیوں سے ٹکراؤ ہونے کا بھی اندیشہ تھا۔ یہ امکان بھی کُلّی طور پر مُسترد نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ہاروت رابیل نے اس سارے ماجرے سے اسرائیلی حکومت کو مطلع کر دیا ہو اور موساد کے ایجنٹ بھی میدان میں کود پڑے ہوں۔ ان تمام امکانات کے پیشِ نظر محتاط رہنا بہت ضروری تھا۔

تقریباً چار بجے تک میں برلن کی سڑکیں ناپتا رہا اور اُس کے بعد پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے ایک ہوٹل کا رُخ کیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ شیمرخ خاندان کے کسی فرد سے ڈی فوسٹر کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں تو کام بہت آسان ہو جائے گا۔ تہذیب مالکم ایکس نے اس سلسلے میں جو منصوبہ بنایا تھا میں اس کی طرف سے زیادہ پُرامید نہیں تھا۔ تہذیب کا لائحۂ عمل ایسا نہیں تھا جس میں کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہوں لیکن میں چاہتا تھا کہ پہلے اُسی منصوبے کے مطابق عمل کیا جائے۔ اگر بالفرض ہمیں کامیابی نہ ہوتی تب بھی کوئی بات نہیں تھی۔ ہم دونوں مل کر از سرِ نو کوئی منصوبہ تیار کر سکتے تھے۔ تہذیب سے ملاقات سے قبل اگر میں ایلنرے فورے سے کچھ کارآمد معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو یہ نہ صرف میری خوش قسمتی ہوتی بلکہ اس سے ہمارا کام بھی آسان ہو جاتا۔ تہذیب کی آمد سے قبل ہی میں کچھ نہ کچھ کر گزرتا۔

میں کوئی ساڑھے سات بجے کے قریب بون بون بار پہنچا۔ اسٹریٹ لائٹس روشن ہوچکی تھیں اور فضا میں خنکی بڑھ گئی تھی۔ روہن اسٹریٹ پر اُس وقت زیادہ چہل پہل نظر نہیں آرہی تھی۔

بار کے سامنے پہنچ کر میں نے ادھر اُدھر دیکھا اور پھر بار کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ بار کی سیڑھیاں سنگی تھیں اور سامنے شیشے کا ایک بڑا سا دروازہ تھا جس کا شیشہ درمیان سے چٹخا ہوا تھا اور اُس پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ بار کے اندرونی ماحول کو رومینٹک بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ مدھم رنگین روشنیاں اور ہلکی موسیقی نے مل کر ماحول کو بڑا متاثر کن بنا دیا تھا۔ ہال میں بہت رونق تھی۔ زیادہ تعداد غیر ملکیوں کی تھی۔ کچھ میزوں پر مقامی جوڑے بھی تھے جن

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں زیادہ تر نوجوان تھے۔ میری جانب کسی نے توجّہ نہیں دی اور میں آگے بڑھ گیا۔ ہال کے دونوں کناروں پر کیبن بنے ہوئے تھے جن پر بھاری پردے پڑے ہوئے تھے۔ اُن کے نزدیک سے گزرتے ہوئے میں نے اُن کے اندر سے آنے والی آوازیں بھی سُنیں۔

ہال کے سرے پر مجھے ایک خالی میز نظر آئی اور میں اسی طرف بڑھ گیا۔ جس کُرسی پر میں بیٹھا اُس کا رُخ ایسا تھا کہ پورے ہال پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔ ایک ویٹر آرڈر لینے میرے نزدیک آیا تو میں نے اُس سے ایک ہلکی شراب طلب کر لی۔ میں دیکھ چکا تھا کہ وہاں شراب کے علاوہ اور کسی چیز کا رواج نہیں ہے۔ شراب کا مصرف بھی میں دریافت کر چکا تھا۔ ہال کی دلوار کے ساتھ بڑے بڑے گملے رکھے تھے جن میں پودے اُگے ہوئے تھے۔ ایسا ہی ایک گملا میری کُرسی کے عقب میں بھی موجود تھا لہٰذا میں اُس طرف سے بے فکر تھا ورنہ طلب کردہ شراب کی کھپت ایک الگ مسئلہ بن جاتی۔

ابھی ویٹر میری طلب کردہ شراب لایا بھی نہیں تھا کہ میں نے ایک ایسا حیران کُن منظر دیکھا جس نے میرے ہوش اُڑا دیے۔ ہال کے دروازے سے داخل ہونے والی ..... تہذیب بالکل ایکس تھی لیکن اُس کا لباس اور میک اپ مجھے حیرت سے پاگل ہو جانے پر مجبور کر رہا تھا۔ اُس کے کپڑوں کا رنگ انتہائی شوخ اور بھڑکیلا تھا۔ لباس اس قدر چُست تھا کہ اُس سے اُس کے تمام جسمانی نشیب و فراز بُری طرح اُجاگر ہو رہے تھے۔ ہونٹوں پر گہری لپ اسٹک، گالوں اور آنکھوں پر گہرا نفرت انگیز میک اپ اور سر پر سیاہ گھونگریالے بالوں کی وگ تھی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اُس نے سر پر وِگ لگا رکھی ہے۔ چال میں لڑکھڑاہٹ بھی تھی اور آنکھیں بھی چڑھی ہوئی تھیں۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ وہ نشے میں ہے۔

میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ تہذیب کی اس طرح وہاں آمد اور اُس کا حُلیہ ناقابلِ یقین تھا لیکن وہ اس حُلیے میں وہاں پہنچی تھی تو اُس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور رہی ہو گی، یہ مجھے یقین تھا۔ میں اُس کی طرف سے بدگمان نہیں ہوا ورنہ اس حد تک آنکھوں سے دیکھنے کے بعد تو کوئی بھی کسی کی طرف سے بھی بدگمان ہو سکتا ہے۔

تہذیب ایک میز پر بیٹھ گئی۔ اُس نے اپنے ہاتھ میں موجود پرس کو کھولا۔ پرس میں سے سگریٹ کا ایک پیکٹ برآمد کیا۔ پیکٹ میں سے ایک سگریٹ نکال کر انگلیوں میں دبائی پھر پیکٹ پرس میں واپس رکھ کر ایک سگریٹ ہولڈر نکالا، سگریٹ ہولڈر میں لگائی اور ہولڈر دانتوں میں دبا لیا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے چکّر سے آنے لگے۔ یہ یقین کرنا میرے لیے بہت دُشوار تھا کہ تہذیب جیسی نفیس طبیعت کی مالک لڑکی خواہ کسی اہم ضرورت کے تحت ہی سہی ایسا حُلیہ بھی اختیار کر سکتی ہے۔

ویٹر نے میری طلب کردہ شراب لا کر میرے سامنے رکھ دی لیکن میں نے جام کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ میری نظریں تو تہذیب پر جمی تھیں مگر وہ میری طرف متوجّہ نہیں تھی بلکہ وہ کسی کی طرف بھی متوجّہ نہیں تھی۔ وہ تو بڑی بے نیازی سے سگریٹ کا دھواں اُڑا رہی تھی۔

پھر اچانک ہی تہذیب نے میری طرف دیکھا، مجھے دیکھ کر وہ بڑے بھونڈے انداز میں مُسکرائی۔ میں اُس کی مُسکراہٹ کا مطلب سمجھ گیا اور جواب میں خود بھی مُسکرا دیا۔ اُس کے بعد میں نے اُسے اشارے کرنا شروع کر دیے۔ ایسے اشارے جو اُس ماحول کے مطابق تھے۔ ویٹر نے مجھے تہذیب کو اشارے کرتے دیکھا تو تہذیب کی میز کی طرف بڑھا مگر تہذیب اُس سے قبل ہی کُرسی سے اُٹھ چکی تھی اور میری طرف آ رہی تھی۔ اُس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ میرے نزدیک پہنچ کر اُس نے میرے سامنے والی کُرسی کھینچی اور اُس پر بیٹھ گئی۔

"ہیلو!" اُس نے بڑے بازاری انداز میں مجھے مخاطب کیا۔

"ہیلو!" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "اس حُلیے کے لیے میں تم سے معافی کی خواستگار ہوں۔" تہذیب نے قدرے دھیمی آواز میں کہا۔ انداز ایسا تھا جیسے مجھے سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "لیکن مجبوری تھی۔ ایسے ہوٹلوں میں شریف لڑکیاں نہیں آتیں۔"

"مجھے اندازہ ہے ڈیئر! لیکن تمھیں یہاں دیکھ کر میں تو حیران ہوا ہوں۔"

"یہی کیفیت میری بھی ہے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم بھی ایلزبے فورے کی راہ پر لگ چکے ہو۔"

"کیا یہ صحیح راستہ ہے؟"

"ایلزبے فورے کا تعلق شمرخ خاندان سے ہی ہے جرائم پیشہ بھی ہے اور اس بات کے شواہد ملے ہیں کہ اُس کا تعلق ڈلی فوسٹر سے ہے۔ میں اُس کے چکّر میں تین بار یہاں آ چکی ہوں۔"

"ملاقات ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، ابھی تک تو میں اُسے دیکھ بھی نہیں سکی ہوں۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "کیا تمھیں کوئی کامیابی ہوئی؟"

"میں تو آج یہاں پہلی بار آیا ہوں۔ ویسے کیا تمھارا قیام گیلارڈ میں ہی ہے؟"

"نہیں۔ گیلارڈ کو میں نے اپنے لیے محفوظ نہیں سمجھا۔ ایک پرائیویٹ جگہ رہ رہی ہوں۔ تم سے ملاقات ہو گئی علی، یہ بہت اچھا ہوا۔ میں گیلارڈ میں تمھارے لیے پیغام چھوڑتی کیونکہ میں کچھ مشکوک لوگوں کے راستے پر لگ چکی ہوں۔ اس وقت تمھیں تفصیل نہیں بتا سکتی۔ موقع نہیں ہے لیکن تمھارا یہاں مل جانا میرے لیے نیک فال ہے کیونکہ میں اس سلسلے میں ذرا پریشان تھی۔"

"کس سلسلے میں پریشان تھیں؟"

"میں جن لوگوں کے پیچھے ہوں اُن کو نہیں چھوڑنا چاہتی لیکن ایلزبے فورے سے بھی صرفِ نظر نہیں کر سکتی۔ اگر تمھیں کوئی اور کلیو نہیں ملا ہے تو تم ایلزبے فورے کو دیکھو اور میں ہوٹل کے ساتھ اُن لوگوں کو ٹٹولتی ہوں جن پر مجھے شبہ ہے۔"

"اُس جگہ کا پتا نہیں بتاؤ گی تہذیب جہاں تمھارا قیام ہے؟"

"میری طرف سے بے فکر رہو علی! میں محفوظ جگہ پر مقیم ہوں۔ تم اپنا کام جاری رکھو، میں اپنا کام کر رہی ہوں۔ یہ ملاقات ہو گئی۔ بہت اچھا ہوا۔" تہذیب نے میز پر یوں سر رکھ دیا جیسے نشے کی زیادتی سے خود پر قابو رکھنا دوبھر ہو گیا ہو لیکن میز پر سر رکھے رکھے وہ مجھ سے مسلسل گفتگو کرتی رہی تھی۔ "اگر تم ایلزبے فورے تک رسائی حاصل کر سکو تو اُس سے یقیناً ڈلی فوسٹر کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات ضرور حاصل ہو جائیں گی۔ میں اب چلتی ہوں۔ اور کوئی بات تو نہیں کرنی؟"

"بس تہذیب! میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم کہاں ہو۔ کام کا آغاز تو گیلارڈ میں تم سے ملاقات کے بعد ہی کرنا تھا۔ یہ میری جلد بازی تھی کہ میں یہاں پہنچ گیا۔"

"ٹھیک ہے علی۔ باقی باتیں پھر ہوں گی۔ اب میں تمھیں گیلارڈ میں نہیں ملوں گی لیکن کسی نہ کسی جگہ تم سے ملاقات ضرور کر لوں گی۔" تہذیب نے میز سے سر اُٹھایا اور خونخوار انداز میں مجھے گھورنے لگی۔ پھر اُس نے غرّاتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "تم کیا سمجھتے ہو مجھے! میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔" وہ دانت پیستی ہوئی اُٹھی اور اپنا پرس اُٹھا کر سیدھی دروازے کی جانب چلی گئی۔

میں غصیلے انداز میں اُسے جاتے دیکھ رہا تھا لیکن دماغ میں بہت سے خیالات گردش کر رہے تھے اور میری عقابی نظریں ہال کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں مگر میں نے کسی کو بھی تہذیب کی جانب متوجّہ نہیں پایا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر میں نے اپنے سامنے رکھا ہوا جام اُٹھایا اور کسی کو اپنی طرف متوجّہ نہ پا کر جام کی شراب عقب میں رکھے ہوئے گملے میں انڈیل دی اور جام اپنے مُنہ سے لگا لیا۔

میں سوچ رہا تھا کہ اب ایلزبے فورے سے ملاقات کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے کہ دفعتاً برابر والی میز سے ایک بھرّائی ہوئی سی آواز اُبھری۔ "پلیز مسٹر پلیز!"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک پستہ قامت اور کسی قدر فربہ اندام شخص میز پر کہنیاں ٹکائے بیٹھا تھا۔ اُس کے سامنے رکھا ہوا جام بھرا ہوا تھا لیکن اُس کی پلکیں جھکی جا رہی تھیں۔ شاید وہ پہلے ہی بہت زیادہ پی چکا تھا۔ مجھے اپنی طرف متوجّہ پا کر اُس نے انگلی کے اشارے سے مجھے اپنی طرف بُلایا۔ اُس کی اس حرکت پر مجھے سخت طیش آیا لیکن کچھ سوچ کر میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور اُس کی میز پر جا بیٹھا۔

"کیا تکلیف ہے تمھیں؟" میں نے کرخت لہجے میں اُس سے پوچھا۔

اُس نے اپنی جھکی ہوئی بوجھل پلکیں اُٹھا کر مجھے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں نشے کے بجائے تکلیف کے تاثرات تھے۔ پھر اُس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور بولا۔ "شاید تم سمجھ رہے ہو کہ میں نشے میں ہوں۔"

"نہیں، تم سے بڑا ہوش مند میری نظروں سے کبھی نہیں گزرا۔ مجھے بُلانے کا مقصد کیا تھا؟" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میں نے ایک قطرہ بھی نہیں پی۔ میں تو تم سے مدد کا خواہاں ہوں بھائی صاحب! مہربانی کر کے میری مدد کرو۔"

"بات کیا ہے؟" میں نے اس بار نرمی سے پوچھا۔

"میرے پیٹ کے نچلے حصّے میں تین گولیاں لگی ہیں۔ اگر احتیاط سے جُھک کر دیکھو تو تمھیں خون بہتا ہوا نظر آ جائے گا۔ میں اپنے دُشمنوں کو دھوکا دے کر یہاں آ بیٹھا ہوں۔ میرے جسم کا زخمی حصّہ میز کی سطح سے نیچے ہے۔ وہ عقبی دروازہ دیکھ رہے ہو جو میری پُشت کی طرف ہے۔ تمھارا کام بس اتنا ہو گا کہ مجھے اُس عقبی دروازے سے نکال کر میری کار تک پہنچا دو۔ میری کار اس عقبی دروازے سے زیادہ دور نہیں ہے اور گلی عقبی دروازے سے کوئی بیس قدم کے فاصلے پر ہے۔ میں تمھارا شکر گزار رہوں گا۔"

اُس کی باتیں سُن کر میں حیران رہ گیا۔ میں نے کُرسی پیچھے کھسکائی اور جُھک کر نیچے دیکھنے لگا۔ درحقیقت اُس کی ٹانگوں پر خون کے دھبّے نظر آ رہے تھے اور فرش پر بھی خون جمع ہو گیا تھا۔ میں نے مضطربانہ انداز میں اِدھر اُدھر دیکھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرے گرد و پیش کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ ہر شخص اپنے آپ میں مگن تھا۔ کسی اور کی طرف دیکھنے کی فرصت کسی کو بھی نہیں تھی۔

"لیکن تمہیں کس نے زخمی کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ سب کچھ تم بعد میں بھی پوچھ سکتے ہو۔ میرے جسم سے خون بہہ رہا ہے اور مجھ پر نقاہت طاری ہو رہی ہے۔ میری مدد کرو، مجھے گاڑی تک لے چلو بلکہ اگر میرے لیے ڈرائیو بھی کر سکو تو میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔"

"لیکن تمہارے جسم سے بہتا ہوا خون دیکھا بھی جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں بل ادا کر چکا ہوں اور کوئی ہمیں دیکھ نہیں رہا ہے تاہم تم احتیاطاً اپنا کوٹ اُتار کر مجھے دے دو۔ میں اُسے اس طرح پکڑ لوں گا کہ سامنے کا حصّہ چھپ جائے اور تم مجھے سہارا دے کر باہر لے چلو گے۔ اگر کسی نے ہمیں دیکھا بھی تو یہی سمجھے گا کہ میں زیادہ پی گیا ہوں۔"

ایک لمحے کے لیے میں نے غور کیا۔ اُس کی داستان حلق سے نہیں اُتر رہی تھی اور اُس میں کئی جھول تھے لیکن ساتھ ہی وہ زخمی بھی تھا۔ اندازہ یہی تھا کہ جو کچھ اُس نے کہا ہے کسی حد تک درست ہی ہو تاہم اصل صورتِ حال تو بعد میں بھی معلوم کی جا سکتی تھی۔ ممکن تھا میری کوشش سے اُس کی زندگی بچ جاتی۔ یہ سوچ کر میں نے اپنا کوٹ اُتار کر اُس کے سپرد کر دیا۔ اُس نے کوٹ ہاتھوں میں سنبھال لیا۔ میں نے ویٹر کو بُلا کر اپنا بل ادا کیا اور اُس شخص کا بازو پکڑ کر عقبی دروازے کی طرف چل دیا۔ دروازہ کھول کر ہم ایک راہ داری میں نکل آئے۔ اس راہ داری کا اختتام گلی کے دروازے میں ہوا۔ گلی سنسان پڑی تھی چنانچہ میں اُسے لیے ہوئے گلی میں آ گیا۔

ایلزبے فوے سے ملاقات کا پروگرام میں نے ملتوی کر دیا تھا۔ پہلے اُس شخص کی مدد کرنا ضروری تھا۔ اگر وہ میری مدد سے زندہ بچنے میں کامیاب ہو جاتا تو ممکن تھا میرے کسی کام آ جاتا۔ ایک اجنبی ملک میں وہ میرے لیے بہت کارآمد ثابت ہو سکتا تھا چنانچہ میں اُسے سہارا دیے چلتا رہا۔ کچھ ہی فاصلے پر اُس کی سیاہ رنگ کی مرسیڈیز کار موجود تھی۔

"کار کی چابیاں میرے کوٹ کی جیب میں ہیں۔" اُس نے کراہتے ہوئے کہا۔

میں نے اُس کے کوٹ کی جیب سے کار کی چابیاں نکال کر دروازہ کھولا اور اُس کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ وہ بہ دقّت تمام کار میں داخل ہو کر عقبی نشست پر ڈھیر ہو گیا۔ میرا کوٹ اُس نے اگلی سیٹ پر ڈال دیا تھا۔ میں نے کار اسٹارٹ کر کے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔

"تمہیں کہاں پہنچا دوں؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"ڈیلم اسکوائر۔ بلو ہاؤس۔" اُس نے جواب دیا۔

"راستہ بتاتے جاؤ اور تم خود کو ہوش میں رکھنے کی کوشش کرو۔ میں یہاں کے راستوں سے واقف نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں کوشش کروں گا۔" اس نے کراہ کر کہا اور مجھے گلی سے نکلنے کا راستہ بتایا۔ میں اُس کی ہدایت کے مطابق کار چلاتا ہوا سڑک پر نکل آیا۔ وہ مجھے ہدایات دے رہا تھا مگر اُس کی آواز سے بہت زیادہ نقاہت ٹپکنے لگی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ بے ہوش نہ ہو جائے لہٰذا میں اُس سے باتیں کرنے لگا۔

"کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ تمہارے دُشمن کون ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"تم اجنبی ہو اس لیے میں یہ اعتراف کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا کہ میں کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں۔ شاید تم برلن میں نو وارد ہو۔ تمہارے راستہ پوچھنے سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔"

"ہاں، میں سیاحت کی غرض سے برلن آیا ہوں۔"

"مشرقی جرمنی میں سیّاحوں کے لیے کوئی کشش نہیں ہے۔ یہاں کے قوانین بہت سخت ہیں۔ معلوم نہیں سیّاح معلومات کیے بغیر یہاں کا رُخ کیوں کرتے ہیں؟"

"تم بات ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مختصراً یوں سمجھ لو کہ میں منشیات کا اسمگلر ہوں اور میرے کچھ حریف مجھے راستے سے ہٹانے کے خواہاں ہیں۔ اُنھوں نے کرائے کے کچھ غنڈوں سے مجھ پر حملہ کرایا۔ اُن غنڈوں نے مجھ پر فائرنگ کی۔ بس قسمت اچھی تھی کہ بچ نکلا اور میں نے بون بون میں پناہ لی۔ وہ کرائے کے غنڈے میرے صورت آشنا نہیں تھے اس لیے کہ وہ مجھے ڈھونڈتے ہوئے بون بون بھی آئے تھے۔ وہ کسی زخمی کو تلاش کر رہے ہوں گے جبکہ میرے بیٹھنے کے انداز سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ میں زخمی ہوں چنانچہ وہ لوگ واپس چلے گئے۔ یوں میں نے فی الحال اپنی جان بچالی ہے بعد جو بھی ہو۔ لیکن اگر میں ٹھیک ہو گیا تو اُن سے بہ آسانی نمٹ سکوں گا۔ بائیں طرف، ہاں یہاں سے بائیں طرف موڑ لو۔"

میں اُس کے کہنے کے مطابق کار ڈرائیو کرتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم مطلوبہ جگہ تک پہنچ گئے۔ اُس نے ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے کار رُکوائی تھی۔ کار رُکنے کے بعد اس نے مجھ سے کہا۔

"اب آخری کام اور کر دو۔ مجھے سہارا دے کر اندر لے چلو۔ تم نے میری خاطر جو زحمت کی ہے میں اُس کے عوض تمہارے لیے جو تم کہو گے کر دوں گا۔"

میں اُسے سہارا دے کر مکان کے دروازے تک لایا۔ میں نے لاک کر دی تھی۔ اُس نے مجھے بتایا کہ بڑی چابی دروازے کے تالے کی ہے۔ میں نے دروازے کا قفل اُس چابی کی مدد سے کھول لیا۔

"کیا تم یہاں تنہا رہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" اُس نے کہا۔

میں اُسے لیے ہوئے مکان کے اندر داخل ہو گیا۔ اُس نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے خود ہی اُس کمرے میں روشنی کی۔ ایک کشادہ ڈرائنگ روم تھا جس میں سادہ سا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ فرش پر البتہ عمدہ قسم کا قالین بچھا تھا۔

وہ ایک صوفے پر بیٹھ کر مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔ "کچھ پینا پسند کرو گے؟" اُس نے پوچھا۔

"نہیں، شکریہ۔ بس اب میں جاؤں گا۔" میں نے کہا اور کوٹ اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اُس پر ایک آدھ جگہ خون کے دھبّے لگ گئے تھے۔

"اُدھر باتھ روم ہے۔" اُس نے ہاتھ کے اشارے سے باتھ روم دکھایا۔ "خون کے دھبّے دھو لو۔"

"تم زخمی ہو، تمہیں طبّی امداد کی فوری ضرورت ہے۔" میں نے کہا۔

"بے فکر رہو، اب میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا ہوں۔ میں خود ہی سب کچھ کر لوں گا۔"
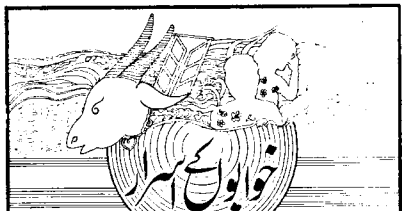
میں نے بے پروائی سے شانے جھٹکے اور کوٹ ہاتھوں میں لیے باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے خون کے اُن دھبّوں کو دھونے کی کوشش کی مگر دوسرے ہی لمحے مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ وہ خون کے دھبّے تو نہیں تھے۔ وہ یقیناً خون جیسے رنگ کا کوئی سیّال تھا۔ دھبّے بہ آسانی صاف ہو گئے تھے۔ اگر وہ خون ہوتا تو وقت گزرنے کے ساتھ اُس کا رنگ گہرا ہوتا چلا جاتا۔ مجھے اچانک ہی خطرے کا احساس ہوا۔ میرے ساتھ بہت بڑا دھوکا ہوا تھا۔ مجھے اپنا دماغ چکراتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ مجھے پھنسانے کے لیے بڑے منظم طریقے سے کام کیا گیا تھا۔ ڈی فوسٹر کا معاملہ تھا بھی اتنا ہی بڑا کہ اُس کے لیے کام کرنے والے منجھے ہوئے لوگ ہو سکتے تھے۔ دُنیا کے بہت سے ملکوں کے ایجنٹس کی نگاہیں مشرقی برلن پر لگی ہوئی ہوں گی۔ ممکن ہے ڈی فوسٹر سے فارمولے کے حصول کے لیے بہت سے ایجنٹس یہاں پہنچ بھی چکے ہوں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں اُن میں سے کس کے ہتھے چڑھا ہوں۔

لیکن سوال یہ تھا کہ کسی کو میرے بارے میں معلوم کیسے ہوا۔ میں نے اور تہذیب نے ہر معاملے میں انتہائی رازداری برتی تھی اور یہ بات تو قرین قیاس تھی ہی نہیں کہ مجھ پر کسی غلط فہمی میں ہاتھ ڈال دیا گیا ہو۔ بون بون جیسے بھرے پُرے بار سے کسی شخص کو یوں اغوا کر لینا ہنسی کھیل نہیں تھا۔ مجھے اس جال میں پھانسنے والوں کو علم رہا ہو گا کہ میں کن صلاحیتوں کا مالک ہوں تبھی تو اُنھوں نے ایسی اسکیم بنائی جس میں میرا دھوکا کھا جانا لازمی تھا۔ میرے اس جال میں اتنی آسانی سے پھنس جانے کی ایک وجہ میری بے فکری بھی تھی۔ میں اس خیال کے تحت بے فکر تھا کہ میری مشرقی جرمنی آمد کے مقصد سے کوئی بھی واقف نہیں ہے لیکن اب مجھے اندازہ ہو رہا تھا میں خوش فہمی کا شکار تھا۔ ایٹمی اور کیمیاوی ہتھیاروں کے فارمولوں کے حصول کے سلسلے میں تو دُنیا کے خطرناک ترین ایجنٹوں سے ٹکراؤ کا اندیشہ تھا۔

میں نے سر جھٹک کر اپنے خیالات سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اب میں بدترین حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ میں نے کان لگا کر سُننے کی کوشش کی مگر کہیں سے کوئی آہٹ نہیں سُنائی دی۔ میں دھڑکتے دل کے ساتھ دبے قدموں باتھ روم کے دروازے کی طرف بڑھا۔

خوابوں کی تعبیر ان کی حقیقت اور ان کی افادیت کے بارے میں ایک نادر کتاب

خوابوں کے اسرار

قیمت: ۲۵ روپے ڈاک خرچ: ۱۲/ روپے

خواب کیا ہوتے ہیں؟

ان کی تعبیر کیا ہوتی ہے؟

خواب کیوں نظر آتے ہیں؟

خوابوں کے بارے میں مکمل معلومات

کتاب کے چند عنوانات:

- نیند
- خوابی اصطلاحیں
- تحلیل نفسی کے طریقے
- بچوں کے خواب
- الہامی خواب
- رویائے صادقہ
- کثرت سے نظر آنے والے خواب
- خواب اضغاث احلام
- خواب اور آدمی
- خواب اور یہودیت
- خواب اور اسلام
- خواب اور مستقبل
- خوابوں کی صدی امیت
- خوابوں کی لغت

خوابوں پر ایک مکمل اور مستند کتاب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اندر آتے وقت میں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر میں چند لمحے کے لیے رُکا اور سانس روک کر کھڑا ہو گیا۔ باہر کمرے سے کسی قسم کی کوئی آواز سُنائی نہیں دے رہی تھی، کوئی نقل و حرکت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ میں مخمصے میں پھنس گیا۔ مجھے اتنے مُنظم طریقے سے گھیر کر یہاں لایا گیا تھا تو یقیناً میرا کوئی نہ کوئی مصرف بھی ضرور رہا ہو گا۔ پھر اس خاموشی کا کیا مطلب ہو سکتا تھا، ممکن ہے، وہ لوگ مجھے یہاں قید کر گئے ہوں، میں نے سوچا اور مزید انتظار کو فضول سمجھتے ہوئے میں نے باتھ روم کا دروازہ کھول دیا۔

کمرے کا منظر دیکھ کر میں متحیر رہ گیا۔ وہاں صوفے پر ایک سفید فام لڑکی بے ہوش پڑی تھی۔ اُس کے علاوہ کمرے میں اور کوئی بھی متنفس نہیں تھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے سُرخ رنگ کے لباس میں ملبوس وہ لڑکی کسمسائی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحے تک وہ خالی خالی نظروں سے چھت کو تکتی رہی پھر دفعتاً اُچھل کر بیٹھ گئی۔ میں باتھ روم کے دروازے میں کھڑا آنکھیں پٹپٹا رہا تھا۔ لڑکی نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اُس کی نظریں مجھ پر جم گئیں۔ میرے علاوہ وہاں اور تھا ہی کون؟

"اوہو، تو تم ہو وہ خبیث۔" لڑکی صوفے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور میری سمت جھپٹی۔

"ٹھہرو!" میں نے گرج کر کہا۔ "تم کس خبیث کا ذکر کر رہی ہو؟"

"انجان بننے کی کوشش مت کرو۔ بتاؤ تم نے مجھے کیوں اغوا کرایا ہے؟" لڑکی چنچنائی۔

میں نے بڑے غور سے اُسے دیکھا۔ اُس کی عمر پچیس برس کے لگ بھگ رہی ہو گی۔ "میں نے تمھیں اغوا نہیں کرایا۔" میں نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"تم جھوٹے، مکار ہو۔" وہ چیخی۔ "میری عزت لوٹنا چاہتے ہو لیکن یاد رکھو تم مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گے۔"

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے اب تک تمھاری عزت محفوظ رہی ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اُس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "میری مرضی کے خلاف کوئی مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔"

"یہ بڑا اچھا قانون ہے۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "بات ایک ہی ہے۔ مرضی سے ہو تو ٹھیک ورنہ جرم؟"

"میں جا رہی ہوں۔" وہ پیر پٹخ کر بولی۔ "روک سکتے ہو تو روک لو۔"

"مجھے کیا پاگل کُتے نے کاٹا ہے کہ تمھیں روکنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے کندھے جھٹک کر کہا۔ "ضرور جاؤ۔"

وہ طوفانی رفتار سے دروازے کی طرف بڑھی۔ مجھے یقی[ن] تھا کہ دروازہ مقفل ہو گا۔ اس کے علاوہ کمرے میں ایک دروا[زہ] اور بھی تھا۔ میں اطمینان سے صوفے کی طرف بڑھا اور صوف[ے پر] بیٹھ گیا۔ لڑکی دروازے کے ہینڈل سے زور آزمائی کر رہی [تھی۔] ناکام ہو کر وہ دوسرے دروازے کی طرف بڑھی لیکن وہاں بھ[ی] ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

"مجھے جانے دو۔" وہ میری طرف پلٹ کر ہذیانی انداز میں بولی۔

"میں نے تمھیں کب روکا ہے؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"دروازے کے قفل کی چابیاں میرے حوالے کر[و]۔" لڑکی غرّائی۔

"اگر چابیاں میرے پاس ہوتیں تو ضرور تمھارے حوالے کر[دیتا۔]" میں نے بڑے خلوص سے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ تم نے مجھے کیوں اغوا کرایا ہے؟ بتاؤ، جواب دو!" اُس نے چیخ کر کہا۔

"میں نے تمھیں اغوا نہیں کرایا۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ میں یقین نہیں کر سکتی۔"

"مت یقین کرو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میں زبردستی تو کر نہیں رہا۔"

وہ مجھے گھورتی رہی پھر بے بسی سے بولی۔ "دیکھو تم مجھے صاف صاف بتا دو کہ تم نے مجھے کس مقصد کے تحت اغوا کیا ہے۔"

"اس سے کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر میرے بس میں ہوا تو میں تمھاری خواہش پوری کر دوں گی۔" وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "لیکن پلیز! مجھے اس طرح پریشان مت کرو۔ اس سے تمھیں کیا فائدہ ہو رہا ہے؟"

"میں بتا چکا ہوں کہ میں نے تمھیں اغوا نہیں کرایا۔ تم[ھیں] خود اغوا کیا ہے۔ میں تو تمھیں جانتا تک نہیں ہوں۔"

"میں کیسے یقین کر لوں۔" وہ بے اعتباری سے بولی۔ "مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ میرے اغوا کے ذمے دار تم ہی ہو۔"

"[مجھ] سے بے اعتبار لوگوں کے ساتھ میرا گزارہ نہیں ہو سکتا۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "اب مجھ سے کسی بات کی توقع مت رکھنا۔"

"اگر تم نے مجھے اغوا نہیں کرایا تو . . . تو پھر تم ہو کون؟"

"قطعی ضروری نہیں ہے کہ میں تمھارے سوال کا جواب د[وں]۔" [میں] نے بے رُخی سے کہا۔

"تمھیں ایک مجبور لڑکی پر رحم نہیں آتا؟" اس بار اُس کے [لہجے م]یں بے بسی تھی۔

"مجبور لڑکی؟" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "لڑکی کبھی [مجبو]ر نہیں ہو سکتی اور پھر تمھارا تعلق تو اُس قوم سے ہے جہاں [لڑک]یاں مردوں کی برابری کی دعوے دار ہیں۔"

"پتا نہیں تم کون ہو اور کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو۔ اگر [تم] اُن لوگوں سے متعلق نہیں ہو تو پھر میری مدد کرو۔"

"کچھ ہی دیر قبل تم نے میرے ساتھ جس قسم کا سلوک کیا [ہے] اس کے بعد مجھ سے مدد کی توقع رکھنا بڑی حیران کُن [با]ت ہے۔"

"خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو۔" اُس نے کپکپاتی ہوئی [آو]از میں کہا۔ "مجھے اغوا کیا گیا اور جب ہوش آیا تو تمھیں اپنے [سا]منے پایا۔ میں اس کے علاوہ اور کیا سمجھ سکتی تھی کہ تم نے ہی [مجھ]ے اغوا کرایا ہے تاہم مجھ سے جو بدسلوکی سرزد ہوئی ہے اُس [کے ل]یے میں تم سے معافی چاہتی ہوں۔"

"چلو کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا۔ "اب ذرا اپنے بارے [میں ت]فصیل سے بتاؤ تاکہ میں کوئی فیصلہ کر سکوں۔"

"میری شخصیت میں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے جو کسی [کی] دلچسپی کا باعث ہو۔ میرا تعلق آسٹریلیا سے ہے اور میں ایک [سی]اح ہوں۔ شاید میری شامت مجھے مشرقی جرمنی کھینچ کر لے [آئ]ی ہے۔"

"مجھے سب سے زیادہ دلچسپی تمھارے اغوا کی داستان سے ہے۔" میں نے کہا۔

"میں آج ہی یہاں پہنچی ہوں۔ ہوٹل سے اس ارادے [س]ے نکلی تھی کہ ذرا گھوم پھر کر یہاں کے راستوں کا جائزہ لے لوں۔ [ای]ک جگہ ہوٹل بون بون کا بورڈ دیکھ کر اندر داخل ہو گئی، وہاں [ای]ک شخص ملا جو صورت سے خاصا معقول نظر آتا تھا۔ اُس نے [مجھ]ے بتایا کہ وہ پیشہ ور گائیڈ ہے اور مجھے برلن کے مشہور تاریخی [مق]امات دکھا دے گا۔ اس نے معاوضہ اتنا معقول طلب کیا کہ میں [نے] اس کی خدمات حاصل کر لیں۔ وہ مجھے یہاں کا ایک کلب [دکھ]انے کے لیے نکلا تھا پھر میں اس کی کار ہی میں ہوش و حواس [س]ے بے گانہ ہو گئی۔ مجھے نہیں معلوم کہ اُس نے مجھے بے ہوش [ک]رنے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا تھا۔ بہرحال میری آنکھ [اس] کمرے میں کھُلی اور میں نے تمھیں اپنے سامنے موجود پایا۔ [اس] کے بعد کے حالات تو تمھارے علم میں ہیں۔"

[می]ں چند لمحے اُس کی بتائی ہوئی باتوں پر غور کرتا رہا۔ جو کچھ اُس نے بتایا تھا وہ قرینِ قیاس بھی تھا اور بعید از قیاس بھی۔ دونوں ہی باتیں ممکن تھیں اور میرے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں تھا جس سے میں اس کے بیان کی تصدیق کرتا۔ میں تو خود تاریکی میں تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کن لوگوں کی قید میں ہوں اور مجھے اغوا کرنے سے اُن کا مقصد کیا ہے۔ دوسری طرف میں جس کیس پر کام کر رہا تھا اُس میں اور بھی بہت سے لوگوں کو دلچسپی ہو سکتی تھی۔ مجھے اغوا کرنے والوں کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو سکتا تھا۔ اسی طرح وہ لڑکی جو مظلومیت کا لبادہ اوڑھے میرے سامنے بیٹھی تھی اس کا تعلق کسی پارٹی سے بھی ہو سکتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا ہے، وہ انھی کی ایجنٹ ہو اور مظلوم بن کر مجھ سے کچھ اگلوانا چاہتی ہو۔ بات خواہ کچھ بھی ہوتی مجھے ہر حال میں محتاط رہنا تھا۔

"کیا سوچنے لگے؟" لڑکی نے مجھے خاموش پا کر ٹوکا۔ "تم نے نہیں بتایا کہ تم کون ہو؟"

"تمھاری طرح میں بھی ایک سیاح ہوں۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اور مجھے بھی اُسی ہوٹل سے اغوا کیا گیا ہے۔"

"اغوا کیا گیا ہے؟" لڑکی نے متحیرانہ انداز میں کہا اور پھر زور سے ہنس پڑی۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" میں نے اُسے گھورا۔

"اوہ، معاف کرنا۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "بس یہ سوچ کر ہنسی آ گئی کہ تم جیسے آدمی کو کوئی کیوں اغوا کرنے لگا؟"

"مجھ جیسے آدمی سے تمھاری کیا مُراد ہے؟"

"کسی لڑکی کو اغوا کیے جانے کا مقصد تو سمجھ میں آتا ہے لیکن . . ." وہ بولتے بولتے رُکی پھر ہنس پڑی۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ تمھیں کسی عورت نے اغوا کرایا ہو؟"

"تم اتنی معصوم تو ہرگز نظر نہیں آتیں جتنا ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک پڑی۔

"کیا اغوا کیے جانے کا صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے۔ کسی دوسرے مقصد کے لیے کوئی کسی کو اغوا نہیں کرتا؟"

"اوہو، تو کیا تم کوئی بہت دولت مند آدمی ہو؟" لڑکی نے پوچھا۔ "بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کو اغوا کر کے رقم کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔"

میں اُلجھ کر رہ گیا۔ اُس کا انداز بڑا بے ساختہ اور بہت معصومانہ تھا۔ قطعی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کسی گروہ سے متعلق یا اُن کی آلۂ کار ہو سکتی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں، بدقسمتی سے میں کوئی امیر آدمی بھی نہیں ہوں۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تو پھر تمھارا کوئی قریبی عزیز بہت امیر ہوگا۔ تمھاری رہائی کے عوض اُس سے رقم کا مطالبہ کیا جائے گا۔" اُس نے بچکانہ انداز میں کہا۔

"تمھارا یہ اندازہ بھی غلط ثابت ہوا۔ میرے خاندان میں دُور دُور تک کوئی صاحبِ ثروت شخصیت موجود نہیں ہے۔"

"تو پھر آخر تمھیں کیوں اغوا کیا گیا ہے؟" لڑکی کے لہجے میں بے انتہا حیرت تھی۔ "کوئی کسی کو بے مقصد تو اغوا نہیں کر سکتا۔"

"میں خود بھی اسی فکر میں غلطاں و پیچاں ہوں کہ آخر مجھے اغوا کیوں کیا گیا ہے۔"

"تمھیں کم از کم اتنا تو علم ہوگا ہی کہ تمھیں اغوا کرنے والے کون لوگ ہیں؟" لڑکی نے پوچھا۔

"میں اس بات سے بھی لاعلم ہوں۔ میں تو ایک سیاح ہوں اور اس شہر تو کیا اس پورے ملک میں میرا ایک بھی واقف کار نہیں ہے۔"

"کمال ہے۔" لڑکی نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "بالکل یہی معاملہ میرے ساتھ بھی ہے۔"

"گویا ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ارے تم کیسے آدمی ہو؟" لڑکی نے یک بیک چونک کر کہا۔ "اتنے سکون سے بیٹھے ہو۔ یہاں سے نکلنے کی کوئی تدبیر کرو۔"

"تدبیر اُس چیز کی کی جاتی ہے جس کا کوئی امکان نظر آ رہا ہو۔" میں نے کہا۔ "ویسے تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔"

"میرا نام ماریا ہے۔" لڑکی نے کہا۔ "لیکن یوں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بھی مناسب نہیں ہے۔"

"تم دیکھ رہی ہو، اس کمرے میں کوئی روشن دان تک نہیں ہے۔ دو دروازے ہیں جنھیں تم پہلے ہی آزما چکی ہو۔ دونوں دروازے باہر سے بند ہیں۔ اس کمرے میں تیسرا دروازہ باتھ روم کا ہے۔ میں باتھ روم سے ہو کر آ چکا ہوں۔ وہاں بھی کوئی روشن دان نہیں ہے۔ صرف ایک چھوٹا سا ایگزاسٹ فین لگا ہوا ہے جسے اگر کسی طرح اکھاڑ بھی دیا جائے تو اُس سے باہر نکلنا ناممکن ہوگا۔ لے دے کے یہی صورت رہ جاتی ہے کہ دونوں دروازوں میں سے کوئی ایک توڑ ڈالا جائے اور یہ کام بغیر اوزاروں کے ممکن نہیں ہے۔"

"تمھارا اطمینان مجھے خوف زدہ کر رہا ہے۔ کہیں تم واقعی اُنھی لوگوں سے متعلق تو نہیں ہو؟"

"تم پھر پٹری سے اُتر رہی ہو۔" میں نے تنبیہی لہجے میں کہا۔ "کیا تمھارے لیے اتنا ہی اطمینان کافی نہیں ہے کہ اگر میں اُن لوگوں سے متعلق ہوں تب بھی تمھیں مجھ سے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے؟"

ماریا خاموش ہو گئی۔ اُس کے چہرے پر خوف کے سائے بدستور لہرا رہے تھے۔ "تمھیں کچھ اندازہ تو ہوگا کہ ہم کن لوگوں کے قبضے میں ہیں؟" قدرے سکوت کے بعد ماریا بولی۔

"اندازہ لگانے کے لیے بھی تو تھوڑی بہت بنیادی معلومات درکار ہوتی ہیں۔ جہاں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہو، وہاں اندازہ کیا خاک لگایا جا سکتا ہے۔"

"اگر تم بُرا نہ مانو تو ایک بات پوچھوں؟" ماریا نے ہچکچاتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"پوچھو۔" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم اس قدر پُرسکون کیسے نظر آ رہے ہو۔ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ تم کسی کی قید میں ہو۔"

"اگر تم کسی طرح مجھے یقین دلا دو کہ میرے بے سکون یا غیر مطمئن ہو جانے سے میری رہائی کی کوئی صورت نکل آئے گی تو یقین کرو میں فوری طور پر انتہائی غیر مطمئن نظر آنے لگوں گا۔"

"اس بات کا کیا مطلب ہوا؟" ماریا نے حیرانی سے پوچھا۔

"مطلب یہ ہوا کہ فکر مند ہونے سے میں رہا تو ہو نہیں جاؤں گا۔ رہوں گا تو قید ہی، تو پھر ایسا لایعنی کام کیوں کیا جائے؟"

"لیکن... لیکن یہ کوئی اختیاری چیز تو نہیں ہے کسی مشکل میں پھنس کر فکر مند ہونا تو فطری امر ہے۔"

"ہوگا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن جب میں یہ جانتا ہوں کہ اس حرکت کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے تو کیوں نہ خود کو اس سے محفوظ رکھنے کی کوشش کروں۔"

ماریا مجھے عجیب سی نظروں سے گھورنے لگی مگر مجھے اس کی نظروں کی کوئی خاص پروا نہیں تھی۔ میں تو اس اُدھیڑ بُن میں تھا کہ معلوم نہیں کس پارٹی کے چنگل میں پھنس گیا ہوں اور اب میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ یہ بات تو طے تھی کہ میرا اغوا اُڈی فوسٹر والے معاملے کی ایک کڑی ہے۔ اس سلسلے میں دو باتیں البتہ بہت پریشان کن تھیں۔ ایک تو یہ کہ مجھے پہچانا کیسے گیا اور دوسرے یہ کہ میں آخر ہوں کس کے قبضے میں۔ ان دو میں سے کم از کم ایک بات میرے علم میں آنا بہت ضروری تھا۔ تاکہ میں اپنے لیے آئندہ کا لائحہ عمل طے کر سکتا۔

"کیا تم شادی شدہ ہو؟" دفعتاً ماریا نے مجھ سے کہا اور میں چونک پڑا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"کوئی خاص مقصد تو نہیں ہے۔" ماریا گڑبڑا کر بولی۔ "بس پوچھ لیا تھا۔ خاموشی سے وحشت ہو رہی تھی۔"

"خواتین کو ہمیشہ ہوتی ہے۔ موقع محل دیکھنے کی اُنھیں فرصت ہی کب ہوتی ہے۔"

"اوہ تو تمھارا تعلق بھی مردوں کے اسی روایتی قبیل سے ہے!" ماریا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"حالانکہ یہ خواتین کی روایت ہے جس کی پابندی وہ زندگی کی آخری سانسوں تک کرتی ہیں۔ اُس کے بعد شاید فرشتوں کی شامت آتی ہو گی۔"

"فی الحال تو اپنی خیر مناؤ۔" وہ جل کر بولی۔ "ابھی جب عذاب کے فرشتے نازل ہوں گے تو ساری زبان طراریاں دھری رہ جائیں گی۔"

"مجھے یقین ہے کہ میں کسی غلط فہمی کے تحت اغوا کیا گیا ہوں۔ انھیں جیسے ہی اس بات کا احساس ہوگا مجھے چھوڑ دیں گے اسی لیے میں اتنا بے فکر ہوں۔"

"میرے ساتھ بھی یہی معاملہ معلوم ہوتا ہے۔" ماریا تیزی سے بولی۔ "ورنہ ایک اجنبی جگہ پر کوئی کسی کو کیوں اغوا کرنے لگا۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے بے پروائی سے کندھے جھٹکے۔ "لیکن اس کے باوجود تمھیں یونہی نہیں رہا کر دیا جائے گا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" اُس نے مجھے گھورا۔

"وہی جو اس سے قبل تم خود بھی کہہ چکی ہو۔ تم جوان بھی ہو اور حسین بھی۔ ہاتھ آئی نعمت کون ٹھکراتا ہے۔"

"تم بدتمیز ہونے کے ساتھ اُجڈ، جاہل اور گنوار بھی ہو۔" ماریا آپے سے باہر ہو گئی۔ "تمھیں خواتین سے بات کرنے کا ذرا بھی سلیقہ نہیں ہے۔"

"میرے شریفانہ رویّے نے تمھیں یہ الفاظ منہ سے نکالنے کا حوصلہ دیا ہے۔ میری جگہ واقعی اگر کوئی اُجڈ شخص ہوتا تو تم بھیگی بلّی بنی نظر آتیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہ گئی۔ پھر بھرّائی ہوئی آواز میں بولی۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے واقعی ایسے الفاظ نہیں کہنے چاہئیں تھے، میں معافی چاہتی ہوں۔"

"تم جیسی حساس لڑکیوں کو تو بہت محتاط رہنا چاہیے۔ انتہا پسندانہ رویّہ ہمیشہ زحمت کا باعث بنتا ہے۔ ہر کس و ناکس پر اعتماد کر لینا اور ہر ایک کے ساتھ ضرورت سے زیادہ خوش اخلاقی سے پیش آنا ایسے ہی حالات کو جنم دیتا ہے جن سے تم اس وقت دوچار ہو۔ دوسرا شخص تم سے جس طرح بھی پیش آتا ہے اُس کا محرک تمھارا اپنا رویّہ ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی بات پر دوسرے کو سرزنش کرنے کے بجائے اپنے رویّے میں تبدیلی لانے کی کوشش کرو۔ سنجیدگی انسان کی شخصیت کو وقار عطا کرتی ہے۔ شائستگی بہت اچھی چیز ہے مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر ایک سے مسکرا کر اور ہنس کر ہی گفتگو کی جائے۔ شائستہ رویّے کا مظاہرہ سنجیدہ رہ کر بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"تم تو اچانک مجھ سے اس طرح گفتگو کرنے لگے جیسے میں کوئی ننھی سی بچی ہوں، اپنا بُرا بھلا نہیں سمجھ سکتی۔"

"سمجھتی ہوتیں تو یوں تنہا سیاحت کرنے نہ نکل کھڑی ہوتیں۔ ایک اجنبی کے ساتھ محض اُس کے کہنے پر یقین کر کے یوں منہ اٹھا کے نہ چل پڑتیں۔"

"میں مانتی ہوں کہ مجھ سے غلطی ہو گئی لیکن غلطیاں انسانوں ہی سے تو سرزد ہوتی ہیں۔"

"بے شک غلطیاں انسانوں سے ہی سرزد ہوتی ہیں لیکن ہر شخص ہر غلطی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی تلافی کرنا ممکن ہوتا ہے اور بعض غلطیاں ناقابلِ تلافی ہوتی ہیں۔ انسان کو اُن حالات سے ہی دُور رہنا چاہیے جہاں کسی ناقابلِ تلافی غلطی ہونے کا احتمال بھی پایا جاتا ہو۔"

"میں ایک عاقل و بالغ لڑکی ہوں اور اپنا اچھا بُرا اچھی طرح سمجھتی ہوں۔"

"خود کو عقلِ کُل سمجھنے والے ہمیشہ بہت بُری طرح ٹھوکر کھاتے ہیں۔ بعض اوقات تو یوں ہوتا ہے کہ انھیں اُس وقت ہوش آتا ہے جب وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ کبھی کبھی کسی شخص کو خود سے زیادہ ذہین تسلیم کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ صحیح بات کوئی بھی بتائے اُسے مان لینا چاہیے۔ جو شخص تم سے زیادہ ذہین ہوگا ظاہر ہے تم سے بہتر سوچے گا۔ تمھاری بات کی بہ نسبت اُس کی بات زیادہ درست ہوگی لیکن سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی اپنی بات پر مُصر رہنا خود سری ہے اور خود سر لوگوں کا انجام بہرحال بہت بُرا ہوتا ہے۔"

"پتا نہیں، تم کس ملک سے تعلق رکھتے ہو۔ ہمارے ہاں تو ہر شخص اپنی مرضی کا مختار ہوتا ہے۔"

"میری نظر میں اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ کس کا تعلق کس ملک سے ہے۔ اصل پیمانہ تو کسی شخص کے نظریات اور اس کا کردار ہوتا ہے۔ مشرق میں شرم و حیا عورت کا زیور ہوتا ہے۔ مشرق کی بیٹی اپنی عصمت کی حفاظت کے لیے اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتی۔ اگر کوئی خاتون جغرافیائی تقسیم کے اعتبار سے کسی مغربی ملک سے متعلق ہو مگر اُس کے نزدیک عصمت بے حد اہم ہو تو ظاہر ہے نظریاتی اعتبار سے وہ مشرقی عورت کہلائے گی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تمہارے نظریات بہت اُلجھے ہوئے ہیں اور پھر تم انہیں مجھ پر مسلط کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو؟"

"میرے نظریات بے حد سادہ ہیں۔ اگر تمہیں اُن میں کوئی اُلجھن نظر آ رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم انہیں قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہو اور یہ خیال بھی ذہن سے نکال دو کہ میں اپنے نظریات تم پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تم میں مجھے مشرقی عورت کی جھلکیاں نظر آئی تھیں اس لیے تمہارے کان میں کچھ باتیں ڈال دیں۔ اس وقت تو میں کوشش کروں گا کہ تم پر کوئی آنچ نہ آئے لیکن آئندہ ایسی کسی صورتِ حال سے بچنے کا انحصار تمہارے اپنے رویے پر ہوگا۔"

"میں کوشش کروں گی کہ تمہارے نظریات پر عمل پیرا ہو سکوں" ماریا نے کہا۔

"یاد رکھو عورتوں پر ضرورت سے زیادہ خوداعتمادی نہیں سجتی۔ عورت بہر حال صنفِ نازک ہے اور اُسے کسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"تم نے بتایا تھا کہ تم شادی شدہ نہیں ہو؟" ماریا نے پوچھا۔

"ہاں، ابھی تک میری مصروفیات نے مجھے اتنی مہلت نہیں دی کہ اس طرف توجہ دے سکوں۔"

"تمہیں شادی کر لینا چاہیے۔ کیا دنیا میں کوئی ایسی صنفِ نازک نہیں ہوگی جسے تمہارے سہارے کی ضرورت ہو؟"

"ہے، لیکن ہم نے ایک مخصوص وقت تک کے لیے اس کام کو التوا میں ڈال دیا ہے۔"

"وہ خوش نصیب کون ہے جسے تم نے اپنی شریکِ حیات کے طور پر منتخب کیا ہے؟"

ابھی میں ماریا کو کوئی جواب بھی نہیں دے پایا تھا کہ دروازے پر اس قسم کی آوازیں سنائی دیں جیسے اُسے باہر سے کھولنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ماریا بھی اٹھی، جھپٹ کر میرے نزدیک آئی اور میرے بازو سے چمٹ گئی۔

"وہ لوگ آ گئے" اُس نے خوف زدہ آواز میں کہا۔ میں اس کے پورے جسم میں لرزہ محسوس کر رہا تھا۔ "اب کیا ہوگا؟"

"مطمئن رہو" میں نے اس کے ہاتھ پر ہولے سے تھپکی دی۔ "جب تک میں زندہ ہوں تم پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا، یہ میرا وعدہ ہے۔"

"تت... تم بہت اچھے ہو۔" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں مرتے دم تک تمہارا یہ احسان نہیں بھولوں گی۔"

"اچھے لوگوں کے ساتھ کوئی اچھائی کرنا احسان نہیں فرض ہوا کرتا ہے۔" میں نے کہا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

دروازہ کھولنے والا بہت محتاط تھا۔ اُس نے دروازہ بہت آہستگی سے بتدریج کھولا تھا۔ دروازے میں مجھے وہ شخص نظر آیا جس نے اپنے زخمی ہونے کا ڈھونگ رچا کر مجھے اغوا کیا تھا۔ وہ دروازے میں تنہا کھڑا تھا اور تبدیل شدہ لباس میں نظر آ رہا تھا۔

"کیا یہی وہ شخص ہے جس نے تمہیں گائیڈ بن کر اغوا کیا تھا؟" میں نے ماریا سے سرگوشی میں پوچھا۔

"نہیں، یہ وہ شخص نہیں ہے۔" ماریا نے پھولی ہوئی سانس کے درمیان کہا۔

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس شخص نے ماریا کو اغوا نہیں کیا ہے اس لیے کہ وہ تو میرے ساتھ مصروف تھا۔ ماریا سے وہ سوال میں نے محض احتیاطاً ہی کیا تھا۔ اگر وہ اثبات میں جواب دیتی تو یہ بات یقینی ہو جاتی کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔

وہ شخص محتاط طریقے سے چلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ یقیناً کوٹ کی جیب میں پستول بھی موجود رہا ہوگا۔ وہ ہم سے کچھ فاصلے پر رک گیا۔ اُس کی نظروں کا مرکز میں نہیں بلکہ ماریا تھی۔

"میرے آدمیوں نے ایک غلط فہمی کے تحت تمہیں اغوا کر لیا ہے۔" اُس نے ماریا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اب تمہارا کیا کیا جائے؟"

میں نے محسوس کیا کہ ماریا نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر الفاظ اُس کے منہ سے ادا نہیں ہو پائے۔ وہ بہت بُری طرح خوف زدہ تھی۔

"یہ فیصلہ تو تمہیں ہی کرنا چاہیے۔ اس سے کیا پوچھ رہے ہو؟" میں نے کہا۔

"اس صورتِ حال سے نمٹنے کے دو ہی طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسے رہا کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ اسے قتل کر دیا جائے۔"

"نہیں" ماریا کے منہ سے نکلنے والی ہذیانی آواز چیخ کی مانند تھی۔

"بہتر یہی ہے کہ اسے رہا کر دو۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "کسی بے گناہ کو قتل کرنے سے کیا فائدہ؟"

"یہ صورت ہمارے لیے بے حد خطرناک ہوگی۔ اس نے اگر پولیس کو مطلع کر دیا تو ہمارا پورا گروہ خطرے میں پڑ جائے گا۔"

"مم... میں پولیس کو اطلاع نہیں دوں گی۔" ماریا نے زور زور سے نفی میں سر ہلا کر کہا۔ "کسی کو بھی کچھ نہیں بتاؤں گی۔"

"یہ بات تو تم ابھی کہہ رہی ہو۔ ممکن ہے یہاں سے نکلنے کے بعد تمہاری نیت میں فتور آ جائے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم اپنی بات پر قائم رہو گی؟"

ماریا نے بے بسی سے میری طرف دیکھا۔

"اگر یہ ایسی حماقت کرے تو تم اسے ٹھکانے لگوا دینا" میں نے کہا۔ "تمہارا گروہ تو بہت بڑا ہوگا۔ پولیس بیک وقت تمام لوگوں کو گرفتار نہیں کر سکے گی۔ تمہارا کوئی بھی آدمی اسے بڑی آسانی سے ٹھکانے لگا دے گا۔ کیا خیال ہے؟"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو" وہ شخص بولا۔ "کیوں لڑکی! تم نے سن لیا۔ اگر تم نے یہاں سے نکلنے کے بعد کسی کو بھی ہمارے بارے میں کچھ بتایا تو اپنی جان سے جاؤ گی۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں، کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی" ماریا نے کہا۔ اُس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں واپس بھجوانے کا بندوبست کر دوں۔" اس شخص نے کہا اور ماریا کو راستہ دینے کے لیے ایک طرف ہٹ گیا۔ ماریا نے میری طرف دیکھا۔

"جاؤ ماریا" میں نے اُس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا "تمہیں رہائی مبارک ہو!"

"لیکن تمہارا کیا ہوگا؟" ماریا نے وحشت زدہ انداز میں پوچھا۔

"میری فکر مت کرو۔ جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے وہ ہوگا۔ تم صرف اپنی فکر کرو۔"

"میں نہیں جاؤں گی" دفعتاً ماریا نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "تمہیں یوں چھوڑ کر چلے جانا مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

"چلی جاؤ ماریا" میں نے سختی سے کہا۔ "اپنے ساتھ ساتھ میرے لیے بھی مشکلات مت پیدا کرو۔"

ماریا متذبذب نظر آئی۔ "اگر میرے چلے جانے سے تمہارے لیے کوئی آسانی پیدا ہو رہی ہے تو میں چلی جاتی ہوں۔ خدا حافظ!" ماریا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور تیزی سے پلٹ کر کمرے سے نکل گئی۔ میرا اغوا کنندہ بھی اُس کے پیچھے کمرے سے باہر نکل گیا لیکن وہ جاتے ہوئے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کرنا نہیں بھولا تھا۔

اُس کے جانے کے بعد میں دوبارہ اطمینان سے صوفے پر جا بیٹھا۔ چند ہی لمحے بعد کمرے کا دروازہ پھر کھلا۔ ایک بار پھر وہ شخص دروازے میں نظر آیا۔

"تمہیں اندازہ ہو چکا ہوگا کہ وہ خون نہیں رنگ تھا" اُس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"ہاں" میں نے سرد لہجے میں کہا "اور میں تمہاری چالاکی کا معترف بھی ہوں۔"

"تم یہ نہیں جاننا چاہو گے کہ تمہیں اغوا کیوں کیا گیا ہے؟"

"وہ تو معلوم ہو ہی جائے گا لیکن پہلے یہ تو پتا چلے کہ تم آخر ہو کیا بلا؟"

"میں کوئی بلا نہیں ہوں۔ میرا نام ایلزے فورسے ہے۔"

میں بڑی مشکل سے اپنے تاثرات اس سے چھپا سکا۔ وہ وہی ایلزے فورسے تھا جس کی تلاش میں میں ہوٹل بون بون گیا تھا۔ لیکن خود اس کے جال میں پھنس گیا اور وہ بھی کتنی آسانی سے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ اس قدر اچانک کیسے ہو گیا! ایلزے فورسے کو آخر مجھ پر شبہ کیسے ہوا؟ میں تو پہلی بار بون بون گیا تھا اور وہاں بھی میں نے اُس کے بارے میں کوئی پوچھ گچھ نہیں کی تھی لیکن وہ ایسی باتیں سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ مجھے تو یہ طے کرنا تھا کہ اُس سے کیا گفتگو کی جائے۔

"تم نے یہ ڈراما کیوں کیا مسٹر ایلزے فورسے؟" میں نے آہستگی سے پوچھا۔

"پہلے یہ فیصلہ کر لو کہ ہمارے درمیان گفتگو دوستانہ فضا میں ہوگی یا نہیں؟" ایلزے فورسے نے کہا۔ "اگر تمہارا جواب اثبات میں ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا لیکن اگر تمہارا جواب اس کے برعکس ہے تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔"

"میں انتہائی امن پسند آدمی ہوں۔" میں نے کہا۔ "لیکن ان پُراسرار حالات نے میرا سکون درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے۔"

"میں تمہاری بے چینی دور کیے دیتا ہوں۔" ایلزے فورسے نے پُراسرار مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ڈی فوسٹر اس وقت برلن میں نہیں ہے۔"

ایلزے فورسے کے الفاظ میرے اعصاب پر بم بن کر گرے۔ میں نے سوچا تھا کہ اُس سے اپنی اصلیت چھپانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا لیکن اُس نے جتنے اعتماد سے مجھ سے بات کی تھی اس سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ اُس کی معلومات محض سطحی نہیں ہیں۔ وہ بہت آگے تک کی باتیں جانتا ہے اور میرے بارے میں مکمل معلومات رکھتا ہے۔ چنانچہ اُس سے اپنی اصلیت چھپانے کی کوئی کوشش بے سود ہی ثابت ہوتی۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

ایلزے فورسے کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ ابھری اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے وہ خود بھی میرے مقابل ایک صوفے پر آ بیٹھا۔

"میں تم سے کہہ رہا تھا کہ ڈی فوسٹر ان دنوں برلن میں نہیں ہے۔" ایلزے فورسے نے صوفے پر بیٹھنے کے بعد کہا۔ "ہم لوگوں نے اُس کے تحفظ کا مکمل بندوبست کر رکھا ہے۔ تم آسانی سے اُس تک نہیں پہنچ سکو گے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرا پہلا خیال ہی درست تھا۔ میں نے جب بون بون میں تمھیں دیکھا تھا تو پہلا خیال میرے ذہن میں یہی آیا تھا کہ تم نشے میں بہت زیادہ دُھت ہو۔"

"تمھارا پہلا خیال بالکل غلط تھا، اس وجہ سے کہ میں نشے میں نہیں تھا۔ اگر تم اب بھی خود کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہو تو یہ محض تمھاری حماقت ہے۔"

"مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ ڈی فوسٹر مذکر ہے یا مؤنث۔" میں نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "کہیں یہ اُس لڑکی کا اصل نام تو نہیں ہے جو اپنا نام ماریا بتا رہی تھی؟"

ایلزے فورے نے بڑا زوردار قہقہہ لگایا۔ "بے فکر رہو، اُسے میں نے بہ حفاظت واپس بھجوا دیا ہے۔ وہ ایک دوسری لڑکی کے دھوکے میں اغوا کر لی گئی تھی۔"

میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ممکن ہے اُسے۔۔۔۔ تہذیب ماکم الجیں کے دھوکے میں اغوا کیا گیا ہو مگر میں نے اس کا اظہار نہیں کیا۔ "دراصل تمھاری گفتگو اس قدر مبہم ہے کہ میں اُس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر پا رہا ہوں۔ جب تک تم کھل کر نہیں بتاؤ گے، میں کیسے سمجھ سکوں گا کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"میں جانتا ہوں کہ تم سیاح نہیں ہو اور ڈی فوسٹر کی تلاش میں یہاں آئے ہو۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ڈی فوسٹر کی تلاش کا کام تمھارے سپرد اوشیل میکائیل نے کیا ہے لیکن اُس بے وقوف یہودی کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔ اس نے یہ حقیقت نظر انداز کر دی کہ ڈی فوسٹر کا تعلق جرمن قوم سے ہے اور جرمن قوم سے تعلق رکھنے والا ہر فرد خواہ وہ ہٹلر کا پیروکار ہو یا نہ ہو، یہودیوں سے نفرت ضرور کرتا ہے اور پھر ڈی فوسٹر تو ہٹلر کے پیروکاروں میں سے ہے جن کی یہودیوں سے نفرت ضرب المثل ہے۔ اوشیل میکائیل نے تمھیں شمیرخ خاندان کے بارے میں بھی معلومات فراہم کی ہوں گی مگر اُس نے یہ نہیں بتایا ہو گا کہ ہمارا خاندان برلن کا پس ماندہ ترین خاندان ہے۔ اتحادیوں نے ہمیں خاص طور پر اپنے دہشیانہ مظالم کا نشانہ بنایا۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد سے کسی بھی مرحلے پر شمیرخ خاندان پھل پھول نہیں سکا۔ ہم مستقلاً کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ڈی فوسٹر کے دل میں اپنے خاندان کا درد ہے۔ وہ شمیرخ خاندان کو اس افلاس سے نکالنے کے لیے کچھ کرنا چاہتا ہے۔ شمیرخ خاندان کی روز بہ روز خراب ہوتی ہوئی معاشی حالت کو سنبھالنے کے لیے وہ اب تک بہت کچھ کر چکا ہے اور اب بھی وہ جو کچھ کر رہا ہے اُس کا مقصد یہی ہے کہ کسی طرح شمیرخ خاندان اس قعرِ مذلت سے نکل آئے جس میں وہ تقریباً رُبع صدی سے پھنسا ہوا ہے۔"

"مجھے یہ ساری باتیں سن کر بہت افسوس ہوا ہے۔" میں نے متاسفانہ انداز میں کہا۔ "مجھے بتاؤ کہ میں شمیرخ خاندان کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"جب ڈی فوسٹر نے ہمارے لیے اتنا کچھ کیا ہے۔" ایلزے فورے میری بات پر توجہ دیے بغیر اپنی ہی دُھن میں کہتا رہا۔ "تو کیا ہم پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ وہ کسی مشکل میں پھنس گیا ہے تو ہم اس کی مدد کریں۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ ہم اس موقع پر اُسے تنہا چھوڑ دیتے، نہیں میرے دوست، یہ ممکن نہیں تھا اور نہ ہے۔ بہتر یہی ہو گا کہ اوشیل میکائیل بھی ناکام رہے اور ہاروت رابیل بھی۔ کامیابی صرف ڈی فوسٹر کے حصے میں آنا چاہیے۔ یہی وہ واحد صورت ہے جس سے شمیرخ خاندان کے سارے ایسے مسائل حل ہو جائیں گے جو بہت بڑی دولت کے ذریعے ہی ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم سب مل کر ڈی فوسٹر کے لیے کام کر رہے ہیں اور اگر تم اپنے ارادے سے باز نہ آئے تو مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں سے تمھارا زندہ واپس جانا ممکن نہیں رہے گا۔"

دفعتاً مجھے اپنے عقب میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ میں نے پھرتی سے پلٹ کر دیکھا۔ میرے عقب میں ایک دراز قامت آدمی کھڑا تھا۔ غالباً میرے عقب میں اُس کی موجودگی کا مقصد یہ تھا کہ میں ایلزے فورے پر حملہ آور نہ ہو سکوں۔

مجھے اپنی جانب مڑتے دیکھ کر اُس نے اضطراری طور پر میری گردن کی پشت پر گھونسا مارنے کی کوشش کی لیکن میں نے بے حد پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُس کی کلائی پکڑ لی۔ نہ صرف کلائی پکڑ لی بلکہ اُسے پوری قوت سے جھٹکا بھی دیا۔ وہ میرے سر پر سے ہوتا ہوا میرے سامنے فرش پر آ گرا لیکن فرش پر بچھے ہوئے دبیز قالین کی وجہ سے اُسے زیادہ چوٹ نہیں آئی۔ میں نے اُس کا ہاتھ نہیں چھوڑا اور صوفے پر بیٹھے ہی بیٹھے اپنا پیر اُس کی گردن اور ٹھوڑی کے درمیان رکھ دیا۔

مجھے اس طرح حاوی آتے دیکھ کر ایلزے فورے بوکھلا کر کھڑا ہو گیا اور اُس نے جیب سے پستول نکال کر اُس کا رُخ میری جانب کر دیا۔ "اسے چھوڑ دو۔" ایلزے فورے نے تحکمانہ لہجے میں مجھ سے کہا۔ "اس کی یہاں موجودگی کا مقصد صرف اتنا تھا کہ اگر تم کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرو تو تمھیں سنبھالا جا سکے۔"

میں نے اس شخص کے ہاتھ پر اپنی گرفت مزید مضبوط کر کے پیر سے اس کی ٹھوڑی کو جھٹکا دیا اور اُسے چھوڑ دیا۔ اُس کے منہ سے ایک کراہ نکلی اور وہ اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ چند لمحوں کی کوشش کے بعد جیسے ہی وہ زمین سے اٹھا، میں بڑی پھرتی سے اُس پر جھپٹا اور اُسے دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر پوری قوت سے ایلزے فورے پر دھکیل

[دیا۔ ایلز]ے فورے میری اس اچانک حرکت کے لیے تیار نہیں تھا [اس]کے باوجود اگر وہ شخص میرے اور ایلزے فورے کے [درمی]ان میں نہ ہوتا تو ایلزے فورے نے مجھ پر فائر کر دیا ہوتا۔

وہ شخص بہت زور سے ایلزے فورے سے ٹکرایا۔۔۔ [ایلز]ے نے خود کو اس تصادم سے بچانے کی کوشش کی تھی مگر اس کی [کو]شش بہت بعد از وقت تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے [الجھت]ے ہوئے زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

ایلزے فورے سے ملاقات میرے لیے ضروری تھی لیکن [جس] طرح سے اور جن حالات میں اُس سے ملاقات ہوئی اُسے [خطرن]اک ہی قرار دیا جا سکتا تھا اور اس وقت میرے پاس اس [کے سو]ا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اُس کی گرفت سے نکل جاؤں۔ ابھی [تک] یہ بھی واضح نہیں ہو سکا تھا کہ ایلزے فورے مجھ سے کیا [چاہت]ا ہے؟

جیسے ہی وہ دونوں ایک دوسرے سے اُلجھ کر گرے، میں [ب]رق رفتاری سے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ میرے [پیچھے] کیا ہوا مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ میں دوڑتا ہوا۔۔۔۔ [ایلز]ے فورے کے مکان سے باہر نکل آیا۔ مکان میں کسی اور شخص سے میرا [سامنا] نہیں ہوا۔ شاید وہاں اُن دونوں کے علاوہ کوئی اور موجود نہیں [تھا۔] مکان کے باہر مرسیڈیز بہ دستور کھڑی تھی لیکن اُس کی چابیاں میں [ایلز]ے فورے کے حوالے کر چکا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس وقت [مرسی]ڈیز میرے بہت کام آ سکتی تھی تاہم مجھے وہاں سے فرار تو ہونا [ہی] تھا چنانچہ میں نے سڑک پر اُسی سمت میں دوڑ لگا دی جس [سم]ت سے ایلزے فورے مجھے کار میں یہاں لایا تھا۔ جلدی میں میں [ی]ہ حقیقت نظر انداز کر دی کہ ایلزے فورے اور اس کے ساتھی یہاں [کے] باشندے ہونے کی وجہ سے یقیناً ایسے مختصر راستوں سے واقف [ہوں] گے جو انھیں مجھ سے پہلے سڑک کے نکڑ تک پہنچا سکیں یہی [وجہ] تھی کہ جب میں دوڑتا ہوا ذیلی سڑک سے مرکزی سڑک پر مڑا [تو ا]ن دونوں کو اپنے سامنے موجود پا کر مجھے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ [انھ]وں نے راستہ روک رکھا تھا۔ اور اُن کے تیور بتا رہے تھے [ک]ہ مجھ سے دو دو ہاتھ کرنے کا آخری فیصلہ کر چکے ہیں۔

میں رُک گیا۔ وہ دونوں ہی صورت سے کافی خونخوار نظر [آ ر]ہے تھے۔ میں نے صرف ایک لمحے کے لیے سوچا اور فوراً ہی [ای]ک فیصلے پر پہنچ گیا ـــــ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس وقت وہاں [ان دو]نوں کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ مجھے مکان میں کسی اور کی [موجود]گی کا احساس نہیں ہوا تھا اور اگر وہاں کوئی ہوتا تو یقیناً اس [وق]ت ایلزے فورے کے ساتھ نظر آ رہا ہوتا۔ دوسرا شخص بھی وہاں [میری آ]مد کے بعد ہی پہنچا ہو گا، اس لیے کہ مکان کا دروازہ تو۔۔۔ ایلزے فورے نے مجھ سے ہی کھلوایا تھا جو مقفل تھا۔ اس تبدیل شدہ صورتِ حال کے تحت میں نے فرار ہونے کا فیصلہ تبدیل کر دیا تھا۔ ایلزے فورے کو اس طرح چھوڑ کر چلے جانا مناسب نہیں تھا۔ میں تو ڈی فوسٹر کی تلاش میں تھا اور فی الحال ایلزے فورے کے علاوہ ڈی فوسٹر کے بارے میں مجھے کوئی اور نہیں بتا سکتا تھا۔ وہ خود اپنے منہ سے ڈی فوسٹر سے اپنی شناسائی کا اظہار بھی کر چکا تھا۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ وہ دونوں اس طرح میرے سامنے آ گئے ورنہ فرار ہونے کی کوشش کر کے میں غلطی تو کر ہی چکا تھا۔

ایلزے فورے اور اُس کا ساتھی اب پوری طرح ہوشیار تھے اور مجھ پر حملہ کرنے کے لیے پینترے بدل رہے تھے۔ پھر ایلزے فورے نے ہی پہل کی اور نپے تلے انداز میں مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ ایلزے فورے نے زبردست غلطی کی تھی۔ میں چاہتا تو جھکائی دے کر بچ سکتا تھا یا پھر اُسے دوسری طرف بھی اچھال سکتا تھا لیکن میں نے ایک تیسری صورت اختیار کی۔ میں جان بوجھ کر اُس کی زد میں آ گیا اور اُس سے اُلجھتا ہوا گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی میں زور سے چیخا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔

ایلزے فورے مجھے بُری طرح رگڑ رہا تھا اور میں بہت کمزور مدافعت کر رہا تھا۔ ایلزے میرے سینے پر سوار تھا اور میرے سر پر مُکّے برسا رہا تھا۔ تھوڑی سی مزاحمت کرنے کے بعد میں ساکت ہو گیا۔ ایلزے فورے کو یہ احساس ہوا کہ میں بے ہوش ہو گیا ہوں تو وہ میرے سینے سے اُتر گیا۔

"کیوں؟ کیا ہوا؟" اُس کے ساتھی نے اس سے بے اختیار پوچھا۔

"بے ہوش ہو گیا ہے۔" ایلزے فورے نے ہانپتے ہوئے جواب دیا۔

"گردن پر چھُری پھیر دو۔" دوسرے شخص نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔

"گدھے ہو تم۔" ایلزے فورے نے بگڑ کر کہا۔ "اسے زندہ رکھنا ہے۔ یہ ہمیں بتائے گا کہ اس کے ساتھ اور کون کون ہے؟ چلو اُٹھاؤ اسے۔"

ان دونوں نے مل کر مجھے اٹھایا اور مجھے ایلزے فورے کے ساتھی کے کندھے پر منتقل کر دیا گیا۔ وہ دونوں واپس مکان کی طرف چل پڑے۔

میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ یہ تو بعد میں ہی معلوم ہو گا دوستو کہ کون کس سے معلومات حاصل کرتا ہے، میں نے سوچا اور ایلزے فورے کے ساتھی کے کندھے پر سفر کرتا رہا۔

مجھے واپس اُسی مکان میں لایا گیا مگر اس بار وہ مجھے دوسرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کمرے میں لائے تھے۔ پہلے کمرے کی طرح یہ کمرا بھی کشادہ تھا ایلزے کے ساتھی نے مجھے ایک صوفے پر پٹکا اور دروازہ بند کرنے کے لیے پلٹ پڑا۔ اب مزید وقت ضائع کرنا حماقت تھا۔ چنانچہ میں نے بے ہوشی کا ڈھونگ ختم کیا اور صوفے سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے اس طرح اُٹھتے دیکھ کر ایلزے فورے بُری طرح چونک پڑا۔ مجھے معلوم تھا کہ اُس کے پاس پستول موجود ہے جبکہ اس کا ساتھی غیر مسلح تھا۔ مَیں نے ایلزے فورے کے سنبھلنے سے قبل ہی اُس پر حملہ کر دیا۔

مَیں طوفانی انداز میں اُس پر جھپٹا تھا اور اُس کے پیٹ پر بھر پور ٹھوکر رسید کی تھی۔ ایلزے فورے کے حلق سے درد ناک کراہ خارج ہوئی اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا پیٹ دبا کر جھک گیا۔ میرے لیے اتنا موقع کافی تھا۔ مَیں نے پُھرتی سے آگے بڑھ کر اُس کی جیب سے اُس کا پستول نکال لیا لیکن ابھی میں پستول نکال کر سیدھا بھی نہیں ہوا تھا کہ اُس کے ساتھی نے عقب سے مجھ پر جوجیستو کا ایک ہاتھ مارا۔ پستول میرے ہاتھ سے نکل کر صوفے کے پیچھے جا گرا۔ اُس نے برق رفتاری سے پستول پر جھپٹنے کی کوشش کی مگر مَیں نے اُس سے بھی زیادہ تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُس پر چھلانگ لگا دی اور اُس کا سر قابو میں کر کے پوری قوت سے اُسے گھسا دیا۔ یہ ریسلنگ کا ایک داؤ تھا۔ وہ چاروں شانے چت گر پڑا۔ اس اثنا میں ایلزے فورے سنبھل چکا تھا۔ اُس نے مجھ پر چھلانگ لگائی مگر میں غافل نہیں تھا۔ مَیں اُس کے ساتھی کو چھوڑ کر ہٹ گیا اور ایلزے فورے میرے بجائے اپنے ساتھی پر گرا۔ اُس کے ساتھی کے مُنہ سے چیخ نکل گئی۔

ایلزے نے جلدی سے خود کو سنبھالا اور کھڑا ہو گیا اس کے ساتھ ہی اُس کا ساتھی بھی اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اب مَیں اُن دونوں کے مقابل تھا۔ پستول جس صوفے کے پیچھے گرا تھا وہ میرے عقب میں تھا۔ اور اگر مَیں پلٹ کر پستول نکالنے کی کوشش کرتا تو وہ دونوں مجھ پر ٹوٹ پڑتے۔

وہ دونوں پینترے بدل رہے تھے اور مجھ پر حملہ کرنے کے لیے مناسب زاویہ تلاش کر رہے تھے کہ دفعتاً میں نے فضا میں اُچھل کر ایلزے فورے کے سینے پر فلائنگ کِک رسید کر دی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا اور دیوار سے جا ٹکرایا لیکن اسی دوران اُس کے ساتھی نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ وہ عقب سے مجھ پر حملہ آور ہوا تھا اور اُس نے دونوں ہاتھ میری بغل میں ڈال کر میری گردن میں قینچی لگا دی تھی۔ مَیں نے فوری طور پر اپنے دونوں پیر زمین سے اُٹھا دیے اور اپنا پورا بوجھ اُس کے دونوں ہاتھوں پر ڈال دیا۔ وہ اس اچانک وزن کو نہ سنبھال سکا اور مجھ پر سے اُس کی گرفت ختم ہو گئی۔ مَیں بڑی پھُرتی سے پلٹا اور اُس کے دونوں پیر پکڑ کر گھسیٹ لیے۔ وہ پہلے ہی کی طرح ایک بار پھر گر پڑا مگر مَیں نے اُس کا ایک پیر نہ چھوڑا اور اُسے موڑنا شروع کیا۔ وہ اُلٹ گیا۔ اُس کے اُلٹتے ہی مَیں اُس کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھا۔ اُس کی ٹانگ بہ دستور میرے قبضے میں تھی اور یہ ایک خطرناک داؤ تھا جسے ریسلنگ میں بوسٹن کریب کہا جاتا ہے اور اس سے ریڑھ کی ہڈی بھی ٹوٹ سکتی ہے لیکن مجھے بوسٹن کریب جاری رکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔ ایلزے فورے نے ایک بار پھر مجھ پر چھلانگ لگائی تھی۔ مَیں نے بوسٹن کریب چھوڑا اور برق سرعت سے ایک طرف ہٹ گیا۔

ایلزے فورے کی قسمت ہی خراب تھی کہ وہ بار بار کی کوشش کے باوجود میرا کچھ نہیں بگاڑ پا رہا تھا۔ اس بار بھی یہی ہوا میرے اچانک ہٹ جانے سے وہ اپنے ہی ساتھی کی پشت پر گرا اور مَیں نے اُن دونوں کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اُن کی گردنیں پکڑ لیں اور اُن کے سر پوری قوت سے آپس میں ٹکرا دیے۔ مَیں یہ عمل ایک بار کر کے رُک نہیں گیا بلکہ اسے بار بار دُہراتا رہا۔ یہاں تک کہ اُن دونوں کے کَس بَل نکل گئے اور اُن دونوں کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے۔ بظاہر یُوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اب اُن دونوں میں لڑنے کی سکت نہ رہ گئی ہو۔

"چھوڑ دو۔ ۔ ۔ آہ، چھوڑ دو۔ ۔ ۔" ایلزے فورے کی درد میں ڈوبی ہوئی کراہ اُبھری مگر وہ جملہ پورا نہ کر سکا۔ اُس کے ساتھی کے مُنہ سے تو اتنی آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔ وہ بالکل ہی بے جان محسوس ہو رہا تھا۔

مَیں نے اُن دونوں کی گردنیں چھوڑ دیں اور دونوں بے دم ہو کر گر گئے۔ ایلزے فورے اوندھا پڑا تھا۔ جس بے دردی سے مَیں نے اُن کے سر آپس میں ٹکرائے تھے اس کے بعد انھیں بے ہوش تو ہو ہی جانا چاہیے تھا لیکن مجھ سے اندازے کی غلطی سرزد ہو چکی تھی۔ ایلزے فورے بے ہوش نہیں ہوا تھا۔ اپنی غلطی کا احساس مجھے اُس وقت ہوا جب ایلزے فورے نے صوفے کے نیچے ہاتھ ڈال کر پستول نکال لیا۔ مَیں نے اُسے صوفے کے نیچے ہاتھ ڈالتے دیکھا تھا مگر میں یہی سمجھا تھا کہ تشنجی کیفیت میں اُس کے ہاتھ پیر پھیل گئے ہیں۔

اُس کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر میرے ہوش اُڑ گئے۔ اُس نے بڑی چالاکی سے مجھے دھوکا دیا تھا اور مَیں دھوکا کھا گیا۔ ایلزے فورے نے بڑی تیزی سے میرا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اُس میں میری کسی کوشش کو دخل نہیں تھا۔ بس قسمت ہی تھی یا شاید قدرت میری مدد کرنے پر آمادہ تھی۔ یہ کہ جس دوران ایلزے فورے میرا نشانہ لے رہا تھا اسی دوران میں اُس کا ساتھی اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایلزے فورے ...ں بچا نہیں تھے اس لیے وہ دیکھ نہ سکا کہ اُس کا ساتھی اُٹھ ...ہے۔ اُدھر اُس نے پستول کا ٹرائیگر دبایا اور اُدھر اُس کا ساتھی ...ا ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایلزے کے پستول سے نکلی ہوئی گولی نے خود ...کے ساتھی کی کھوپڑی میں سوراخ کر دیا۔ اُس کی کربیہ چیخ نے ...ے فورے کے اعصاب کشیدہ کر دیے اور وہ حواس باختہ سے ...زمیں اپنے ساتھی کو دیکھنے لگا جو فرش پر پڑا ایڑیاں رگڑ ...تھا۔

یہ میرے لیے سنہری موقع تھا۔ اس حادثے نے۔ ۔ ۔ ۔ ...فورے کو بھونچکا کر دیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ سنبھلتے ہی میرا ...نہ لے گا اور اس کے دوسرے فائر سے بچنے کی کوئی صورت ...تھی۔ مَیں نے تڑپ کر چھلانگ لگائی اور ایلزے کے ہاتھ پر ...کر مارتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ ٹھوکر نپی تُلی تھی اور چونکہ جان ...نے کے لیے تھی اس لیے اس پر قوت بھی کچھ زیادہ ہی صرف ...ئی تھی۔ ایلزے کے ہاتھ سے نہ صرف پستول نکلا بلکہ اُس کی کلائی ...ہڈی بھی ٹوٹ گئی۔

ایلزے چیختا ہوا اپنی کلائی پکڑ کر لوٹنے لگا اور میں نے اطمینان ...پستول اُٹھا لیا۔ پھر مَیں نے ایلزے کے ساتھی کو دیکھا۔ وہ مر ...اتھا۔ اُس کا جائزہ لینے کے بعد مَیں نے سرد لہجے میں کہا۔

"جو کچھ بھی ہوا ہے محض تمھاری وجہ سے ہوا ہے ایلزے! ...میرے اور تمھارے درمیان معاملات دوسری طرح بھی ...ہو سکتے تھے۔"

"ہائے میرا ہاتھ۔" ایلزے کربناک آواز میں بولا۔ "شاید ...ے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔"

"اور شاید اس موقع پر مجھے تمھاری مدد کرنی چاہیے کیوں؟" ...نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"چُپ ہو جا خبیث۔" وہ کرب سے چیخا۔ "تُو نے میرے ...ئی کی ہڈی توڑ دی ہے۔"

"ابھی تو صرف ابتدا ہوئی ہے ایلزے۔" مَیں نے سفاکانہ ...ہ میں کہا۔ "اور کان کھول کر سُن لو کہ مَیں تمھارے ساتھ کوئی رعایت ...نہ کروں گا۔"

"چلے جاؤ یہاں سے۔" ایلزے چیخا۔ "جاؤ، نکلو یہاں سے ...نہ اچھا نہیں ہو گا۔"

"اگر تمھیں اپنی جان پیاری ہے تو شرافت سے مجھے بتا دو کہ ...فوسٹر کہاں ہے۔" مَیں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ڈی فوسٹر جہنم میں ہے۔" ایلزے دہاڑا۔ "تم بھی وہیں ...ے جاؤ۔"

"چلا جاؤں گا ایلزے۔" مَیں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "لیکن اس کے لیے مجھے اُس جہنم کا صحیح پتا درکار ہے جہاں ڈی فوسٹر پایا جاتا ہے۔" مَیں نے آگے بڑھ کر ایلزے فورے کی ٹوٹی ہوئی کلائی پر ایک اور ٹھوکر رسید کر دی۔ ایلزے کے مُنہ سے دردناک چیخیں نکلیں اور وہ اپنے دوسرے ہاتھ کی مدد سے پیچھے کھسکنے لگا۔

"ڈی فوسٹر کا پتا ایلزے۔" مَیں نے سفاکی سے کہا اور اس کے ایک اور ٹھوکر رسید کر دی۔ اس بار ہدف اُس کی پسلیاں تھیں۔ ایلزے کی چیخیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں مگر اس چیز کا انتظام تو وہ لوگ پہلے ہی کر چکے تھے کہ کسی بھی قسم کی آواز کمرے سے باہر نہ جانے پائے۔

"خدا تمھیں غارت کرے۔" ایلزے چلّایا۔ "مَیں مر رہا ہوں، مجھ پر رحم کرو۔ مجھے چھوڑ دو۔"

"مَیں تمھیں زندہ درگور کر دوں گا ایلزے ورنہ تم مجھے ڈی فوسٹر کا پتا بتا دو۔"

"تم یقین نہیں کرو گے۔" ایلزے کراہا اور بولا۔ "مجھے خود بھی اُس کا پتا نہیں معلوم۔"

"تم بکواس کر رہے ہو ایلزے۔" مَیں دانت پیس کر غرّایا۔ "تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ کہاں مل سکے گا۔"

"مَیں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم میری بات پر یقین نہیں کرو گے۔" ایلزے کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"مَیں تمھیں آخری موقع دے رہا ہوں ایلزے۔ اگر تم نے شرافت سے پتا بتا دیا تو مَیں تمھیں جان سے نہیں ماروں گا لیکن اگر مَیں نے تشدد کے ذریعے تم سے پتا اُگلوایا تو تمھیں جان سے مار کر ہی یہاں سے جاؤں گا۔"

"تم چاہے میری بوٹی بوٹی کیوں نہ الگ کر دو لیکن میں تمھیں ڈی فوسٹر کا پتا نہیں بتاؤں گا۔"

"اوہ! تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اُس کے پتے سے واقفیت کا اعتراف کر رہے ہو۔" میں دانت بھینچ کر بولا۔

"ہاں، مَیں اُس کے پتے سے واقف ہوں مگر نہیں بتاؤں گا۔" ایلزے فورے نے سرکشی سے کہا۔

"تو پھر تیار ہو جاؤ۔" مَیں نے کہا اور اس کے مُنہ پر بھرپور ٹھوکر ماری۔ ایلزے نے کربناک چیخ ماری اور اس کے مُنہ سے بے تحاشا خون بہنے لگا۔ اس کا سالم ہاتھ اُس کے مُنہ پر جم گیا تھا۔ اس کے بعد مَیں نے اُس کے جسم پر ٹھوکروں کی بارش کر دی۔ وہ کسی ذبح کیے ہوئے بکرے کی طرح تڑپ رہا تھا، چیخ رہا تھا اور فریاد کر رہا تھا مگر مَیں ہر چیز سے بے نیاز اُس پر ٹھوکریں برسانے میں مصروف تھا۔ مَیں نے صرف ایک چیز کا خیال رکھا تھا کہ اُس کے جسم کے نازک حصے زد میں نہ آنے پائیں کیونکہ اگر وہ مر جاتا تو مجھے ڈی فوسٹر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کا پتا کون بتاتا؟

چیختے چیختے ایلزبے فورے کی آواز بیٹھ گئی۔ اُس کا ساتھی اُس کے ہاتھوں پہلے ہی مارا جا چکا تھا اور اب وہ خود ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اُس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو بہت پہلے ہتھیار ڈال چکا ہوتا لیکن وہ بڑی سخت جانی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"اب بولو کیا کہتے ہو؟" میں نے اُس پر ٹھوکریں برساتا بند کرتے ہوئے کہا۔ اُس کا چہرہ کرب کی زیادتی کی وجہ سے بگڑا ہوا تھا، شاید اُس کے کانوں تک میری آواز نہیں پہنچی تھی۔ وہ درد و کرب سے بلبلاتا رہا۔

"تم نے سنا نہیں، میں کیا کہہ رہا ہوں ایلزبے!" میں نے اس بار بلند آواز میں کہا۔ "ڈی فوسٹر کا پتا بتا رہے ہو یا نہیں؟"

اُس نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور پھر اپنا سر اِدھر اُدھر پٹکنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ابھی تمھارا دماغ ٹھکانے پر نہیں آیا۔" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے ایلزبے! اب میں یہاں سے جانے والا ہوں مگر میں یونہی نہیں چلا جاؤں گا۔ میں تمھیں جان سے تو نہیں ماروں گا لیکن تمھارا دوسرا ہاتھ اور دونوں گھٹنے توڑ ڈالوں گا تاکہ بقیہ زندگی تم اپاہجوں کی طرح گزارو۔" میں نے اپنے ہاتھ میں موجود اُسی کے پستول سے اس کے گھٹنے کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ "میں تمھیں آخری موقع دے رہا ہوں۔ اگر اب بھی تمھارا جواب نفی میں ہوا تو میں اپنا کام شروع کر دوں گا، بولو۔"

"ٹ ٹ . . . ٹھہرو۔" ایلزبے فورے نے بوکھلا کر کہا۔

"مم . . . میں بتا رہا ہوں۔"

"جلدی کرو ایلزبے! میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ اُسے ضائع کروں۔"

"ایورگرین . . ہٹ نمبر سترہ، ایورگرین۔" اُس نے بے اختیار کہا۔

میں اُس کے الفاظ پر غور کرنے لگا اور لمحاتی طور پر . . . .
ایلزبے فورے کی طرف سے غافل ہو گیا۔ اُس نے میری غفلت سے فائدہ اُٹھا کر اچانک میری پنڈلی میں دانت گاڑ دیے۔ اُس نے کچکچا کر دانت گاڑے تھے، درد کی ایک لہر میرے پورے جسم میں دوڑ گئی لیکن اپنی یہ حرکت اُسے بہت مہنگی پڑی۔ میری انگلی پستول کے ٹرائیگر پر تھی۔ اس اچانک تکلیف کے باعث ٹرائیگر پر میری انگلی کا دباؤ بے ساختہ بڑھ گیا اور گولی چل گئی۔ پستول کا رُخ چونکہ ایلزبے کی طرف تھا اس لیے وہ گولی کی زد میں آ گیا۔ گولی دل کے مقام پر لگی تھی۔ وہ آخری بار اُچھلا، میری پنڈلی اُس کے دانتوں کی گرفت سے آزاد ہو گئی۔

"لعنت ہے۔" میرے منہ سے غرّاہٹ نکلی اور اپنا لباس خون کی پھوار سے بچانے کے لیے میں اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

ایلزبے کا جسم تشنجی کیفیت سے گزر رہا تھا اور پھر دیکھتے دیکھتے وہ ساکت ہو گیا۔ اُس کی آنکھیں تکلیف کی شدت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ کمرے میں دو عدد لاشیں موجود تھیں مگر اب اُن سے مجھے کوئی سروکار نہیں رہ گیا تھا۔ میرا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اگر ایلزبے نے میرے ساتھ فراڈ نہیں کیا تھا تو مجھے ڈی فوسٹر کا پتا معلوم ہو گیا تھا اور اگر اُس نے غلط بیانی کی تھی تو مجھے ابھی ڈی فوسٹر کا پتا معلوم کرنے کے لیے مزید خاک چھاننا تھی۔

میں نے ڈی فوسٹر کا پتا اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد وہاں سے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ پستول ساتھ رکھنے کی ضرورت نہیں تھی، اس لیے میں نے اُس پر سے انگلیوں کے نشانات صاف کیے اور اسے وہیں ایک طرف ڈال دیا۔ پستول پھینکنے کے بعد میں کمرے پر ایک طائرانہ نظر ڈالتا ہوا باہر نکل آیا۔ باہر مرسیڈیز اُسی طرح کھڑی تھی مگر میرے لیے بے مصرف تھی، اُسے استعمال کرنا خطرات کو دعوت دینے کے مترادف تھا چنانچہ میں وہاں سے پیدل ہی چل پڑا۔ کافی دور چلنے کے بعد ٹیکسی مل سکی اور میں ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر میں نے سکون کی ایک گہری سانس لی اور اطمینان سے پیر پھیلا کر بیٹھ گیا۔ واقعات اتنی برق رفتاری سے پیش آئے تھے کہ مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں مل سکا تھا۔ ایلزبے کا مارا جانا ہی بہتر تھا۔ مجھے یقین تھا کہ تہذیب اُس کی نظروں میں آ چکی تھی اور محض ایلزبے کے کسی آدمی کی غلطی سے بچ نکلی تھی اور اُس کی جگہ ایک بے گناہ لڑکی ماری گئی۔ وقتی طور پر پھنس گئی تھی۔ اگر ایلزبے زندہ بچ گیا ہوتا تو جلد یا بدیر وہ دوبارہ مجھ تک ضرور پہنچ جاتا بلکہ تہذیب بھی مستقل خطرے میں رہتی۔

مجھے تہذیب کا وہ حلیہ یاد آیا جس میں وہ مجھے ہوٹل بون بوا میں ملی تھی۔ بلاشبہ وہ بے حد ذہین تھی اور اُسے کام کرنے کا سلیقہ بھی تھا لیکن میں ہنوز اس بات سے ناواقف تھا کہ وہ کن خطوط پر کام کر رہی ہے۔ ایلزبے فورے تک بہرحال وہ مجھ سے پہلے پہنچ چکی تھی اور اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ صحیح خطوط پر کام کر رہی ہے۔

ان تمام باتوں سے بڑھ کر میرے لیے لمحۂ فکریہ یہ تھا کہ ایلزبے فورے کو ہمارے بارے میں معلوم کیسے ہو گیا؟ یہ بات انتہائی تشویش ناک اور مستقل اُلجھن کا باعث تھی کہ اُسے ہمارے بارے میں کس ذریعے سے اطلاع ملی۔ اگر ایلزبے فورے مشرقی جرمنی میں ہماری آمد کے مقصد سے واقف ہو سکتا ہے تو اور لوگوں کے علم میں بھی یہ بات آ سکتی ہے۔ میں اور تہذیب جس مشن پر نکلے تھے اُس میں رازداری بنیادی اہمیت رکھتی تھی جس سے ہم محروم ہو چکے تھے۔ کچھ لوگ ہمارے مشن سے واقف ہو چکے تھے۔

میرا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ تہذیب کی قیام گاہ کے بارے میں بھی کچھ علم نہیں تھا ورنہ میں اس نئی صورتِ حال پر اُس سے ضرور مشورہ طلب کرتا۔ مجھے یہ اطمینان ضرور تھا کہ تہذیب خراب حالات میں بھی اپنا دفاع کر سکتی ہے اور ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اب میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ اپنے طور پر آگے بڑھنے کی کوشش کروں۔

میرے ہونٹوں پر یہ سوچ کر مسکراہٹ اُبھر آئی کہ میں تہذیب کی طرف سے صرف اس لیے فکرمند ہوں کہ میرا تعلق ایک ایسے معاشرے سے ہے جس میں عورت کے تحفظ کا ذمے دار مرد ہوتا ہے ورنہ درحقیقت تہذیب کو کسی سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنی حفاظت خود کر سکتی تھی، ماضی میں ایسی مثالیں موجود تھیں جب اُس نے اپنے دشمنوں کو بدترین شکست سے دوچار کیا تھا۔

تہذیب سے جست لگا کر میرے خیالات کی رَو پھر ڈی فوسٹر کی طرف پہنچ گئی۔ مجھے پتا تو معلوم ہو گیا تھا لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ ایورگرین کیا چیز ہے اور کہاں واقع ہے۔ اب مجھے اس کے بارے میں معلوم کرنا تھا۔ اس کے بغیر میں ڈی فوسٹر تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

میں نے دل ہی دل میں پتا دُہرایا جو مجھے ایلزبے فورے سے حاصل ہوا تھا۔ ایورگرین، ہٹ نمبر سترہ۔ سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ کیا ایلزبے فورے نے مجھے صحیح پتا بتایا ہے؟ یہ امکان بہت کم تھا کہ اُس نے غلط بیانی کی ہو گی لیکن بہرحال غلط بیانی کے امکان کو یکسر مسترد بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایلزبے فورے جرائم پیشہ ذہنیت کا مالک شخص تھا اور ایسے لوگوں سے کسی بھی وقت کسی بھی قسم کی حرکت کی توقع کی جا سکتی ہے۔

ایورگرین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے سے پتا چلا کہ وہ ٹیئر گارڈن سے بائیں سمت ایک نواحی علاقہ ہے۔ جسے تفریحی مقام کی حیثیت حاصل ہے۔ وسیع و عریض سرسبز میدانوں پر محیط اس علاقے میں کیمپنگ بھی ہوتی ہے۔ ایلبون کے پہاڑوں سے گرتے ہوئے آبشار ایک تیز رفتار ندی کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔

مجھے اُس علاقے کی جغرافیائی پوزیشن سے قطعاً دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے تو اپنے کام کی تکمیل کرنی تھی۔ تاہم چند باتیں ایسی تھیں جو میرے لیے اُلجھن کا باعث تھیں اور جن کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

ڈی فوسٹر کو ہاروت رابیل کے پاس سے فرار ہوئے کافی وقت گزر چکا تھا۔ کیا وجہ تھی کہ اُس نے اب تک اُس فارمولے کا سودا کسی ملک سے نہیں کیا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ جلد از جلد اس کام کو تکمیل تک پہنچا کر اس مہلک فارمولے سے اپنی جان چھڑا لیتا جس کی موجودگی میں اُس کی جان کو ہر وقت خطرہ لاحق تھا۔ اس موضوع پر ابتدا میں تہذیب سے کچھ گفتگو ہوئی بھی تھی مگر وہ بھی اس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے پائی تھی۔

میں نے اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے بہت ذہنی ورزش کی لیکن کوئی حتمی نتیجہ اخذ نہ کر سکا۔ ظاہر ہے اصل وجہ سے تو خود ڈی فوسٹر ہی واقف تھا لیکن یہ بات یقینی تھی کہ وہ شیمرخ خاندان کی بہتری چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ فارمولا لے کر فرار ہوا تھا ورنہ محض اپنی ذات کے لیے اُسے اتنی خطرناک حرکت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ چونکہ اُس نے ایک بہت بڑے خاندان کی مالی معاونت کے ارادے سے یہ حرکت کی تھی، اس لیے یہ بات بھی طے شدہ تھی کہ اُسے بہت زیادہ رقم کی ضرورت رہی ہو گی۔ اُس کا محور صرف اُس کی اپنی ذات رہی ہوتی تو اُسے فارمولا فروخت کرنے کے لیے اتنا طویل عرصہ انتظار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

لیکن اُس کے ساتھ مسئلہ یہ تھا کہ وہ جرائم پیشہ شخص نہیں تھا لہٰذا یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ اُس نے خود مختلف ممالک اور اُن کے ایجنٹوں سے سودے بازی کرنے کے لیے رابطہ قائم کیا ہو گا۔ اس کام کے لیے اُسے لامحالہ دوسرے افراد کی ضرورت پڑی ہو گی۔ ایسے لوگ جو اُس کی طرف سے یہ کام کر سکیں اور خود وہ سکون سے کسی جگہ روپوش رہے۔ ایسے لوگوں کو تلاش کرنا بھی ایک مشکل کام ہوتا ہے لیکن ڈی فوسٹر کو یہ سہولت حاصل تھی کہ اُسے ایلزبے فورے جیسے لوگ میسّر تھے۔ ایلزبے فورے کی وجہ سے ڈی فوسٹر کا کام آسان ہو گیا تھا کیونکہ اُس کا تعلق بھی شیمرخ خاندان سے ہی تھا اور وہ ڈی فوسٹر کے برعکس مجرمانہ فطرت کا بھی مالک تھا۔ وہ مجھے جس چالاکی سے پھانس کر اپنی رہائش گاہ پر لے گیا تھا، وہ نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی۔ یہ بات البتہ مانی جا سکتی تھی کہ وہ اُس پائے کا جرائم پیشہ نہ ہو جو غیر ملکی ایجنٹوں سے سودے بازی کر سکے تاہم ڈی فوسٹر کی بہ نسبت وہ اس کام کو بہت آسانی سے کر سکتا تھا۔

میں نے خیالات کی یلغار سے چھٹکارا حاصل کیا اور سکون سے سو گیا۔ اتنی رات گئے ایورگرین کی تلاش میں نکلنا مناسب نہیں تھا۔

اگلے روز صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر میں دوبارہ اپنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مشن پر نکل کھڑا ہوا۔ سب سے پہلے میں نے اپنے ہوٹل کی معرفت ایک کرائے کی کار حاصل کی جو بڑی آسانی سے مل گئی۔ ایور گرین کے علاقے کا محلِ وقوع میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا اور یہ بات طے تھی کہ وہاں تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ تہذیب کا خیال بار بار دل میں آتا تھا لیکن یہ بھی اچھا ہی تھا کہ ہم دونوں الگ الگ کام کر رہے تھے۔ اس طرح کامیابی کے امکانات بڑھ گئے تھے۔

ایور گرین کا علاقہ واقعی قابلِ دید تھا۔ تا حدِ نگاہ سرسبزی و شادابی نظر آرہی تھی جسے شفاف پانی کی ایک ندی قطع کرتی ہوئی گزر رہی تھی۔ ندی کے دونوں کناروں پر حسین مکانات بنے ہوئے تھے جو بلندی سے دیکھنے پر سبز قالین پر بکھرے ہوئے خوشنما کھلونے معلوم ہوتے تھے۔ اسی وسیع و عریض قطعے میں سرسبز گھاس ہوا کے دوش پر لہلہا رہی تھی۔ موسم بہت حسین تھا مگر مجھے اس حسین موسم سے صرفِ نظر کر کے ایک بہت مشکل کام سرانجام دینا تھا۔

ہٹ نمبر سترہ کو تلاش کرنے میں ذرا بھی دقّت نہیں ہوئی۔ وہ گہرے سبز رنگ کا ہٹ تھا جس کے کناروں پر سرخ حاشیے دکھائی دے رہے تھے۔ سُرخ ہی رنگ سے اُس پر سترہ نمبر بھی لکھا ہوا تھا۔ اُس علاقے میں زیادہ بھیڑ بھاڑ تو نہیں تھی مگر اکا دکا لوگ چلتے پھرتے دکھائی دے رہے تھے۔ ہٹ البتہ سارے ہی آباد معلوم ہوتے تھے۔ اُن کے نزدیک سے گزرتے ہوئے مترنم نسوانی قہقہے اور سسکاریاں سنائی دیتی رہیں۔ ایسی جذباتی سسکاریاں جنھیں سُن کر دماغ پراگندہ ہو جائے۔

بالآخر میں ہٹ نمبر سترہ کے قریب پہنچ گیا۔ شیمرخ خاندان کے لوگوں کو یقین تھا کہ ڈی فوسٹر اُن کے لیے ایک عظیم منصوبہ لے کر آیا ہے اور اسی بنا پر وہ ڈی فوسٹر کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اس کا اندازہ ایلنرے فورے سے ہی ہو جاتا تھا لہٰذا محتاط رہنا بہت ضروری تھا۔

مَیں ہَٹ کے سامنے سے گزرتا چلا گیا اور پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر ہَٹ کے عقب میں پہنچ گیا۔ عقبی سمت سے ہٹ میں کوئی داخلی دروازہ نہیں تھا۔ گویا ہٹ میں صرف سامنے سے ہی داخل ہوا جا سکتا تھا۔ عقب میں کھڑکی ضرور تھی مگر وہ ایسی نہیں تھی کہ اُس سے کوئی گزر سکے۔

مَیں نے ہٹ سے دور ایک مناسب جگہ کار روک دی اور پیدل ہَٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ راہگیروں میں سے کسی کے بارے میں یہ کہنا ممکن نہیں تھا کہ اُن میں سے کسی کا تعلق ڈی فوسٹر یا ہَٹ نمبر سترہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ اُن کے علاوہ وہاں نوجوان جوڑے بھی نظر آرہے تھے جو سب کے سب تفریحات میں مگن تھے۔ ایسا کوئی شخص نظر نہ آسکا جو خصوصیت سے ہٹ کی طرف متوجہ رہا ہو۔

ہٹ کے دروازے پر پہنچ کر مَیں رُک گیا۔ ہٹ بہت حسین اور اسٹائلش تھا۔ مَیں نے اپنی جیب کو تھپ تھپایا۔ جیب میں پستول موجود تھا جس کا اس مُہم کے لیے مَیں نے خاص طور پر بندوبست کیا تھا۔ میں نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی اور غالباً گھنٹی ابھی پوری طرح بجی بھی نہیں تھی کہ ہٹ کا دروازہ کھُلا اور مجھے ایک دُبلا پتلا شخص نظر آیا۔ اُس کا چہرہ سُتا سُتا سا تھا اور بال اُلجھے ہوئے تھے۔ اُس نے مجھے بڑے غور سے دیکھا اور پھر سر خم کرتے ہوئے نرم لہجے میں بولا "جنابِ عالی!"

"مجھے مسٹر ڈی فوسٹر سے ملنا ہے۔" مَیں نے فوراً جواب دیا۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ ہٹ میں سے کوئی اس طرح سامنے آجائے گا۔

اُس نے ایک بار پھر تعظیمی انداز میں سر خم کیا اور اندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا "تشریف لائیے جناب!"

اس انداز کی پذیرائی بڑی غیر متوقع تھی۔ مَیں اندر داخل ہونے سے جھجک رہا تھا مگر اب اندر داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

وہ شخص مؤدّبانہ انداز میں میری راہنمائی کرتا ہوا مجھے ہٹ کے ایک بغلی حصّے میں لے گیا جہاں ایک دروازہ نظر آرہا تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

"آپ تشریف رکھیے جناب! میں انھیں مطلع کرتا ہوں۔" اُس نے مؤدّبانہ انداز میں کہا۔

مَیں اُس کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ ایک مختصر سا ڈرائنگ روم تھا جس میں دو صوفے پڑے ہوئے تھے یہی اُس کمرے کی کل آرائش تھی۔ وہ شخص غالباً ڈی فوسٹر کو اطلاع کرنے کے لیے چلا گیا تھا۔ مَیں دھڑکتے دل کے ساتھ انتظار کرتا رہا۔ میرے سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ڈی فوسٹر سے ملنا اتنا آسان ہوگا۔ اُس شخص نے کسی ردّ و قدح کے بغیر مجھے ڈی فوسٹر سے ملانے کی ہامی بھر لی تھی۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اُن لوگوں کے خیال میں یہ ہٹ بہت محفوظ تھا اور یہاں صرف انھی لوگوں کی رسائی ممکن ہو گی جن کی یہاں آمد سے کوئی خطرہ نہ ہو۔ ڈی فوسٹر کا ملازم مجھے انھی لوگوں میں سے ایک سمجھا ہوگا۔

انتظار کرتے ہوئے دو منٹ، تین منٹ، پانچ منٹ اور پھر دس منٹ گزر گئے۔ کسی کو یُوں بٹھا کر غائب ہو جانا نہ سمجھنے میں آنے والی بات تھی۔ پھر اچانک ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح میرے ذہن میں لپکا۔ مَیں نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھی ہی تھی کہ اُس شخص نے دروازہ کھول دیا تھا گویا وہ گھنٹی کی آواز سن کر دروازہ کھولنے نہیں آیا تھا بلکہ وہ پہلے ہی

سے دروازے پر موجود تھا اور دروازہ کھول کر کہیں باہر جا رہا ہوگا۔ مجھے دیکھ کر اُس نے مؤدّبانہ انداز اختیار کر لیا۔ یعنی وہ ملازم نہیں تھا بلکہ اُس نے مجھے تاثر یہ دیا تھا جیسے وہ ملازم ہو۔

مَیں اُچھل کر صوفے سے کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف لپکا۔ مجھے شبہ تھا کہ کہیں دروازہ باہر سے نہ بند کر دیا گیا ہو مگر ایسی بات نہیں تھی، ہینڈل گھمانے پر دروازہ کھُل گیا۔ مَیں ہٹ کے مختصر سے کوریڈور میں نکل آیا۔ اس دروازے کے علاوہ وہاں دو مزید دروازے نظر آرہے تھے جو دونوں کے دونوں بند تھے۔ ہٹ میں داخل ہونے والا دروازہ بھی بند تھا اور اُس ملازم کا کہیں پتا نہیں تھا۔

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر پہلے دروازے کا ہینڈل گھما کر اُسے کھولنے کی کوشش کی۔ دروازہ کھُل گیا۔ مَیں نے کھُلے ہوئے دروازے سے کمرے کے اندر نگاہ دوڑائی۔ کھڑکیوں کے پردے کھنچے ہوئے ہونے کے باعث کمرے میں ملگجا اُجالا تھا۔ ایک لمبی ڈائننگ ٹیبل کے گرد چار افراد بیٹھے تھے۔ انداز ایسا تھا جیسے کسی اہم گفتگو میں مصروف ہوں۔ اُن میں سے کسی نے بھی کمرے کا دروازہ کھُلنے کا نوٹس نہیں لیا۔ مجھے اس پر سخت حیرت ہوئی لیکن پھر مجھے یہ احساس بھی ہوا کہ اُن میں سے کسی کے بھی باتیں کرنے کی آواز نہیں آرہی۔

میں کمرے کے اندر داخل ہو گیا اور دیوار پر سوئچ بورڈ تلاش کر کے کمرے میں تیز روشنی کر دی۔ پھر پہلی ہی نگاہ میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ اُن میں سے ایک بھی زندہ نہیں ہے۔ وہ کسی بُت کی طرح ساکت و جامد بیٹھے رہ گئے تھے۔ غالباً موت اُن پر اتنی تیزی سے حملہ آور ہوئی تھی کہ انھیں اپنی جگہ سے ہلنے تک کی مہلت نہ مل سکی۔

میں اُن کے نزدیک چلا گیا۔ کمرے میں اُن چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اُن چاروں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور اُن سے کرب ناک وحشت ظاہر ہو رہی تھی۔

میرے اعصاب جھنجھنا کر رہ گئے۔ ماحول اچانک ہی بے حد پُراسرار ہو گیا تھا۔ مَیں یہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ انھیں مرے ہوئے کتنی دیر ہو چکی ہے لیکن یہ بات یقینی تھی کہ وہ ہَٹ میرے لیے انتہائی غیر محفوظ ہو گیا تھا۔ وہ شخص جو مجھے وہاں بٹھا کر غائب ہو گیا تھا اُسے کافی وقت مل گیا تھا۔ اُس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں تھا کہ وہ کون ہے۔ اگر اُس نے کسی کو میرے بارے میں مطلع ہی کر دیا ہو تب بھی وہ ہٹ میرے لیے بے حد مخدوش ہو گیا تھا۔

ایک لمحے کے لیے دل میں خیال آیا کہ وہاں سے بھاگ نکلوں لیکن میں نے سختی سے خود کو روک لیا۔ خطرے میں تو میں گھِر ہی چکا تھا۔ وہاں سے ایسے ہی واپس چلا جاتا تو یہ اور بھی بُرا ہوتا۔ لیکن مَیں تو وہاں ڈی فوسٹر کی تلاش میں آیا تھا۔ دفعتاً میرے ذہن میں خیال اُبھرا کہ جو شخص مجھے جُل دے کر نکل گیا ہے کہیں وہ ڈی فوسٹر ہی تو نہیں تھا؟

مَیں نے چند لمحے اپنے ذہن میں اُبھرنے والے اس امکان کا تجزیہ کیا اور پھر اُسے رد کر دیا۔ وہ دُبلا پتلا دراز قامت شخص ڈی فوسٹر نہیں ہو سکتا تھا۔ اوشیل میکائیل نے ہمیں ڈی فوسٹر کی جو تصویر دی تھی اور اُس کے بارے میں جو معلومات فراہم کی تھیں وہ شخص اُن پر کسی طرح بھی پورا نہیں اُترتا تھا۔ میک اپ کا بھی امکان نہیں تھا۔ اس لیے کہ میک اپ سے کوئی اس حد تک تبدیل نہیں ہو سکتا۔

میرے سامنے میز کے گرد چاروں مُردہ اشخاص میں سے بھی کوئی ڈی فوسٹر نہیں ہو سکتا تھا۔ اُن چاروں کی قومیتیں اُن کے بُشروں سے عیاں تھیں۔ وہ چاروں ہی روسی تھے اور ڈی فوسٹر ظاہر ہے کہ روسی نہیں تھا اور نہ ہی اُسے کسی روسی کا میک اپ کرنے کی ضرورت تھی۔

لیکن سوال یہ تھا کہ وہ چاروں روسی وہاں پہنچے کیسے تھے؟ ایلنرے فورے نے تو بتایا تھا کہ ڈی فوسٹر کی جائے قیام پوشیدہ ہے۔ اُس نے مجھے بھی بڑی مشکل سے یہاں کا پتا بتایا تھا، اور پھر وہ مَر کیسے گئے؟ اُن کے جسموں پر تشدد کی کوئی علامت موجود نہیں تھی۔ خون کا ایک قطرہ بھی اُن کے جسم سے نہیں بہا تھا۔ پھر وہ کیسے مَر گئے؟

میری نگاہ میز پر رکھے ہوئے شراب کے جاموں پر پڑی۔ میز پر شراب کے پانچ جام موجود تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے بھی اُن جاموں سے شراب نہیں پی ہے لیکن جب آدمی چار تھے تو شراب کے پانچ جام کیوں تھے؟ اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا کہ وہ پانچواں جام اُس شخص کے لیے تھا جو مجھے جُل دے کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

اُن لوگوں کی پُراسرار ہلاکت کے بارے میں مَیں اس کے سوا کوئی اندازہ نہ لگا سکا کہ انھیں زہر کے ذریعے ہلاک کیا گیا ہوگا کسی انتہائی سریع الاثر زہر کے ذریعے۔ ممکن ہے اُن کے سامنے موجود شراب کے گلاسوں میں .... دنیا کا سریع الاثر زہر پوٹاشیم سائینائڈ ملا ہوا ہو جس کا ایک ہی قطرہ کسی کو پلک جھپکنے میں موت کے گھاٹ اُتار دیتا ہے۔ مَیں صرف اندازہ ہی لگا سکتا تھا۔ اپنے اندازے کی تصدیق کرنے کے لیے میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

میرے پاس وقت بہت محدود تھا اس لیے مَیں نے اُن چاروں کو وہیں چھوڑا اور اُس کمرے سے نکل آیا۔ اب میرا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رُخ دوسرے کمرے کی طرف تھا۔ دوسرا کمرا خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور وہاں زیادہ سامان بھی نہیں تھا۔ مجھے اس سامان کی تلاشی لینے میں زیادہ وقت نہیں لگا مگر وہاں سے ایسی کوئی چیز برآمد نہیں ہوسکی جس سے ڈمی فوسٹر کے بارے میں کچھ پتا چلتا۔

اُس کمرے سے مایوس ہو کر میں نے ہٹ کا چپہ چپہ چھان مارا مگر وہاں اور کوئی بھی شخص موجود نہیں تھا۔ کوئی ایسی چیز تک نہیں مل سکی جس سے کم از کم اتنا ہی ثابت ہو جاتا کہ ڈمی فوسٹر کا اس ہٹ سے کسی قسم کا تعلق بھی ہوگا۔

میں نے بڑی مایوسی کے عالم میں سوچا یہ بھی تو ممکن ہے کہ ایلزے فورے نے مجھ سے غلط بیانی کی ہو اور اس ہٹ سے ڈمی فوسٹر کا کوئی تعلق ہی نہ ہو بلکہ وہاں روسی ہی رہتے ہوں۔

میں مزید وقت ضائع کیے بغیر واپس اُسی کمرے میں آ گیا اور اُن چاروں روسیوں کی جامہ تلاشی لے ڈالی۔ اُن میں سے تین کے پاس سے اُن کے شناختی کاغذات برآمد ہوئے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ اُن کا تعلق کے جی بی سے ہے۔ یہ بات باعثِ حیرت تھی کہ.... انھیں ہلاک کرنے والے نے اُن کے کاغذات غائب کر کے انھیں ناقابلِ شناخت بنانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ تاہم وہ کاغذات میرے لیے تو بے مصرف ہی تھے۔ چنانچہ میں نے انھیں واپس اُنھی کی جیبوں میں ٹھونس دیا اور وہاں سے واپسی کے لیے پلٹ پڑا۔

ہٹ کا داخلی دروازہ کھول کر میں نے باہر کا جائزہ لیا۔ لوگ بہ دستور تفریحات میں مگن تھے کسی نے ہٹ کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ میں نے ہٹ سے باہر نکل کر دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔

باہر نکل کر میں نے ایک بار پھر دور دور تک نگاہ دوڑائی۔ لیکن کوئی مشکوک شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر اچانک میری نگاہ ایک کار پر پڑی جو ابھی ابھی اس علاقے میں داخل ہوئی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کار ہٹ کی طرف ہی آ رہی ہو۔

میں بہت تیزی سے حرکت میں آیا اور وہاں سے ہٹ گیا لیکن ایک اور ہٹ کی آڑ میں رک کر جائزہ لینے لگا۔

کار اُسی ہٹ کے پہلو میں آ کر رکی اور اُس میں سے دو افراد اُتر کر ہٹ میں داخل ہو گئے۔ بقیہ افراد کار میں ہی بیٹھے رہے۔ میں اندازہ نہ لگا سکا کہ اُن لوگوں کا تعلق کس ملک سے ہو سکتا ہے۔ اب میرا وہاں رکنا بے کار تھا چنانچہ میں واپس اُس جانب چل پڑا جہاں میں نے اپنی کار پارک کی تھی۔

کار اسٹارٹ کر کے میں ایور گرین سے آگے چل پڑا۔ وہاں چاروں طرف کھیت بکھرے ہوئے تھے جن کے درمیان پکّی سڑکیں نظر آ رہی تھیں۔ کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے خوب صورت مکانات بھی تھے جو یقیناً کسانوں کے ہی رہے ہوں گے۔

میں کھیتوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اُس سڑک پر پہنچ گیا جو بل کھاتی ہوئی پہاڑی کے اوپر جا رہی تھی۔ میں احتیاط سے ڈرائیونگ کرتا رہا لیکن کچھ دیر بعد میں نے عقب نما آئینے میں اُسی کار کو دیکھا جو کچھ ہی دیر قبل ہٹ کے سامنے رکتی نظر آئی تھی۔ اس کار کو دیکھتے ہی خطرے کا احساس میرے ذہن میں کلبلانے لگا۔ یقیناً کوئی ایسی غلطی مجھ سے ضرور سرزد ہوئی تھی جس کی بنا پر وہ لوگ میرے پیچھے لگ گئے تھے۔

ابتدا میں تو کار کی رفتار سست تھی۔ وہ لوگ فاصلے سے میرا تعاقب کر رہے تھے لیکن کچھ آگے جا کر جب سڑک تنگ ہونا شروع ہوئی تو اس کی رفتار میں اضافہ ہوتا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ کچھ کر گزرنا چاہتے ہیں۔

دفعتاً عقبی کار سے ایک فائر ہوا اور گولی کار کی چھت سے ٹکرائی۔ اس کے فوراً بعد دوسرا فائر ہوا۔ یہ گولی ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والے دروازے پر لگی تھی۔

میں نے کار کی رفتار میں اضافہ کر دیا لیکن یہ اس مسئلے کا حل نہیں تھا کیونکہ پچھلی کار کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی۔ درمیانی فاصلے میں اضافہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اتنا ضرور ہوا کہ فائرنگ وقتی طور پر رک گئی۔ سڑک اور بھی تنگ ہو گئی تھی اور اُس پر جلدی جلدی موڑ آ رہے تھے اس لیے پچھلی کار والوں کو فائر کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

کچھ دیر بعد موڑ ختم ہو گئے۔ اور کافی دور تک سیدھی سڑک نظر آنے لگی۔ اُسی وقت میں نے بہت تیزی سے ایک فیصلہ کیا۔ اُن لوگوں کے ساتھ زیادہ دیر آنکھ مچولی نہیں کھیلی جا سکتی تھی۔ بہتر یہی تھا کہ اُن سے کھل کر مقابلہ کر لیا جاتا۔ چنانچہ میں نے بریک لگا کر گاڑی روکی اور اُسے کنارے لگا کر خود نیچے اُتر آیا اور پستول نکال کے ہاتھ میں لے لیا۔

شاید آدھے منٹ کے اندر اندر پچھلی کار نے موڑ کاٹا اور جیسے ہی وہ سامنے آئی میں نے اُس کے اگلے پہیوں میں سے ایک کو نشانہ بنایا۔ مجھے اندازہ نہ ہو سکا کہ وجہ کیا تھی لیکن میرا نشانہ خطا ہو گیا تھا۔ میں نے تیزی سے دوسرا فائر کیا۔ اس بار میں نے ونڈ شیلڈ کو نشانہ بنایا تھا۔ کار کا سامنے کا شیشہ چکنا چور ہو گیا لیکن اُس کی رفتار میں کوئی فرق نہیں آیا اور رُخ تو پہلے ہی میری طرف ہو گیا تھا۔ میرے پاس تیسرا فائر کرنے کا وقت نہیں تھا۔

کار میرے اوپر چڑھی چلی آ رہی تھی۔ مجبوراً مجھے نشیب میں چھلانگ لگانا پڑی۔

پہاڑی ڈھلوان پر ننھی ننھی خود رَو جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ اُن میں سے بعض خاردار بھی تھیں۔ میں اُن سے اُلجھتا ہوا لڑھکتا چلا گیا۔ میں اپنا توازن کھو بیٹھا تھا۔ میرے ایک ہاتھ میں پستول تھا جسے میں کسی قیمت پر نہیں گنوانا چاہتا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے میں کسی جھاڑی کو پکڑنے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔

مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اب میں سنبھل نہیں سکوں گا اور کسی گہری کھائی میں جا کر رکوں گا لیکن پھر قدرت کو مجھ پر رحم آ گیا اور میری راہ میں ایک بڑی جھاڑی مزاحم ہو گئی۔ میرے جسم کو شدید جھٹکا لگا لیکن میں نے شدید جدوجہد کر کے اپنے حواس سنبھال رکھے۔

میرا تعاقب کرنے والی کار کے ڈرائیور نے مجھے اچانک چھلانگ لگاتے دیکھا تو عجلت میں اضطراری طور پر اُس نے اسٹیئرنگ اُسی سمت موڑ دیا جدھر میں نے چھلانگ لگائی تھی پھر اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اُس نے بریک لگا کر کار روکنے کی کوشش کی مگر اتنی تیز رفتار پر بریک لگانا اور بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ کار بے قابو ہو کر نشیب میں لڑھکنے لگی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اُسے پتھروں اور چٹانوں سے ٹکرا کر نشیب میں گرتے دیکھا۔ لوہے کی باڈی کے پتھریلی چٹانوں سے ٹکرانے کی وجہ سے چنگاریاں اُڑ رہی تھیں۔ کار کے لڑھکنے کی رفتار لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے کار مجھ سے تقریباً پچاس فٹ کی گہرائی میں ایک نوکیلی چٹان پر جا گری۔ کار میں بیٹھے ہوئے افراد میں شاید اتنی سکت بھی نہیں رہ گئی تھی کہ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلنے کی کوشش بھی کر پاتے۔ اگر وہ ہوش میں ہوتے تب بھی شاید وہ کار سے نہ نکل پاتے۔ اس لیے کہ کار میں آگ لگ گئی تھی۔ چند ہی لمحے بعد کار کا پیٹرول ٹینک ایک زوردار دھماکے سے پھٹا اور کار دھڑا دھڑ جلنے لگی۔

میں خاموشی سے کار کی تباہی کا منظر دیکھتا رہا۔ اُس کے اندر موجود افراد روسٹ ہو چکے تھے۔ میں جھاڑی میں اُلجھا ہوا تھا۔ میں نے خاصی جدوجہد کے بعد خود کو اُس جھاڑی سے نکالا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ میرے کپڑے کئی جگہ سے پھٹ گئے تھے اور جسم پر جا بجا خراشیں پڑ گئی تھیں۔ میں نے سنبھل سنبھل کر اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

سڑک تک پہنچتے پہنچتے خاصا وقت صرف ہو گیا لیکن میں اس بات پر خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس دوران وہاں سے کوئی نہیں گزرا تھا ورنہ میں مزید مصیبت میں بھی پڑ سکتا تھا۔

میں بوجھل قدموں سے چلتا ہوا کار تک پہنچا اور ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ پر ڈھیر ہو گیا۔ وہ کار مجھے اس وقت بہت بڑی نعمت معلوم ہو رہی تھی۔

کافی دیر تک میں سیٹ پر بیٹھا اپنے کپڑوں میں سے کانٹے چُنتا رہا پھر میں نے عقب نما آئینے کا رُخ اپنی جانب کر کے اُس میں اپنا چہرہ دیکھا۔ میرا چہرہ نہ صرف گرد و غبار سے اَٹا ہوا تھا بلکہ چہرے پر کئی خراشیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے ٹشو پیپر نکال کر اپنے چہرے کی جھاڑ پونچھ کی پھر لباس سے بھی گرد جھاڑی اور اسٹیئرنگ پر آ کر بیٹھ گیا۔

میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ ایور گرین میں ڈمی فوسٹر نہیں مل سکا تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ صورت حال ایک نیا رُخ اختیار کر گئی تھی۔ جس ہٹ میں ڈمی فوسٹر کو ہونا چاہیے تھا وہاں سے چار روسیوں کی لاشیں برآمد ہوئی تھیں۔ اس سے یہ بات تو قرین قیاس ہی لگتی تھی کہ اگرچہ ڈمی فوسٹر ہاتھ نہیں آ سکا لیکن اُس ہٹ سے ڈمی فوسٹر کا تعلق تھا ضرور ورنہ وہاں روسیوں کا کیا کام تھا؟ اور روسی بھی وہ جن کا تعلق کے جی بی سے تھا۔

ہوٹل واپسی تک سارے راستے میرا ذہن انھی خیالات میں اُلجھا رہا۔ ڈمی فوسٹر کی تلاش کا کام اب مجھے نئے سرے سے شروع کرنا تھا اور فی الحال میرے ہاتھ میں ڈور کا کوئی سرا بھی موجود نہیں تھا۔

ہوٹل واپس پہنچ کر مجھے کاؤنٹر پر جانے کی ضرورت نہیں پڑی اس لیے کہ کمرے کی چابی میں اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا تھا ورنہ جو بھی میرا حلیہ دیکھتا طرح طرح کے سوالات ضرور کرتا اور مجھے اُن لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے جھوٹ کا ہی سہارا لینا پڑتا۔ میں سیدھا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے کے دروازے پر پہنچ کر میں نے چابی نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا مگر پھر اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ کمرے کا دروازہ تو مقفل نہیں ہے۔ وہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ میں اپنی جگہ منجمد سا ہو کر رہ گیا۔ میرے کمرے میں کوئی موجود تھا۔

میں نے پستول نکال کر ہاتھ میں لیا اور پھرتی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر ایک نوجوان خوب رُو لڑکی اور تقریباً چالیس برس کا ایک مرد موجود تھا۔ وہ دونوں جس طرح ایک دوسرے میں گم تھے اُسے دیکھ کر میں ٹھٹک گیا۔ لیکن انھوں نے بھی کمرے میں میری آمد کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے اور پھر میرے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کو دیکھ کر وہ دونوں ہی دہشت زدہ ہو گئے۔ لڑکی کے حلق سے سُریلی چیخیں برآمد ہونے لگی تھیں۔

"خاموش رہو"، میں نے ڈپٹ کر کہا۔ مگر اُس کی تو گھگی بندھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئی تھی۔

"تم کون ہو؟" مرد نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

"یہ سوال تو مجھے تم لوگوں سے کرنا چاہیے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "بتاؤ کون ہو تم لوگ؟"

لڑکی کے حلق سے چیخیں نکلنا بند ہو گئی تھیں اور اب وہ دونوں گم صُم کھڑے مجھے دیکھ رہے تھے۔

"میرے سوال کا جواب دو۔" میں نے کہا اور اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا دو قدم آگے بڑھا۔

لڑکی مجھے اس طرح آگے بڑھتے ہوئے دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئی۔ "نن۔۔۔ نہیں پلیز۔" اُس نے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلا لیے اور صوفے پر گر پڑی۔

"میں نے پوچھا تھا تم لوگ کون ہو؟" میں نے سفاکی سے کہا۔ "اگر تم نے میرے سوال کا جواب نہ دیا تو تم خود ذمّے دار ہو گے۔"

مرد کے چہرے پر بے بسی نظر آئی۔ "میں بتا تو دوں جناب۔" اُس نے مُردہ سے لہجے میں کہا۔ "لیکن اس سے مجھے نقصان پہنچ جائے گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ تم مجھے کچھ مت بتاؤ۔" میں نے پستول والا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔

"ٹ ٹ۔۔۔ ٹھہریئے جناب۔ مم۔۔۔ میں محکمۂ جنگلات میں ملازم ہوں۔"

"بہت خوب۔" میں نے اُسے گھورا۔ "اور یہ لڑکی کون ہے؟"

مرد کے چہرے پر پسینے کے قطرے اُبھر آئے تھے۔ "ہم دونوں ایک ہی محکمے میں کام کرتے ہیں جناب۔" اُس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"میں مان لیتا ہوں کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن تم دونوں کی یہاں اس کمرے میں موجودگی کا کیا مقصد ہے؟"

"ہم۔۔۔ ہم۔۔۔ ہم۔" لڑکی کے منہ سے اس کے سوا کچھ نہ نکل سکا۔

"جواب دو۔" میں نے ایک بار پھر پستول لہرایا۔

"ہم۔۔۔ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں جناب۔" لڑکی نے ہانپتے ہوئے کہا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

"محبت کرتے ہو تو میں کیا کروں۔" میں نے بھنا کر کہا۔ "اس پورے شہر میں محبت کرنے کے لیے یہی کمرا رہ گیا تھا۔"

"میں تو آزاد فضاؤں کی دلدادہ ہوں جناب! حسین قدرتی مناظر میری کمزوری ہیں مگر مجبوری ہے جناب! وہاں ہم دوسروں کی نظروں میں آ جاتے ہیں۔"

"دوسروں کی نظروں میں؟" میں نے حیرت سے کہا۔ مجھے اُن دونوں پر غصہ آنے لگا تھا۔ معلوم نہیں وہ مجھے کس قسم کی کہانی سُنا رہے تھے۔ وہاں تو کوئی آنکھ اٹھا کر کسی کی طرف نہیں دیکھتا تھا۔

"جی ہاں۔" مرد نے کہا۔ "پہلے ہم لوگ تفریحی مقامات کا انتخاب کیا کرتے تھے مگر وہ اطلاعات میری بیوی تک پہنچ گئیں۔"

"بیوی!" میں احمقانہ انداز میں مُنہ پھاڑ کر رہ گیا۔

"وہ بہت حاسدانہ فطرت کی مالک ہے۔" لڑکی بولی۔ "اپنے شوہر کے نزدیک کسی لڑکی کا وجود برداشت ہی نہیں کر سکتی اسی لیے اب ہم ایسے مقامات پر ایک دوسرے سے مل لیتے ہیں۔"

"تم لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ ایک معصوم عورت کی زندگی سے کھیل رہے ہو۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں جناب۔" لڑکی نے احتجاجی انداز میں کہا۔ "مجھے اتنا کم ظرف تو نہ سمجھیے۔ ہمارا آپس میں شادی کرنے کا ہرگز کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"شادی کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو پھر یہ سب کیا ہے؟" میں نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہم ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے جناب۔" لڑکی شرماتے ہوئے بولی۔ "اسی لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہمیشہ چُھپ کر ایک دوسرے سے ملتے رہیں گے۔"

"تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟" میں نے مرد سے پوچھا۔

"میں دونوں سے یکساں محبت کرتا ہوں جناب! ایک کو بھی نہیں چھوڑ سکتا اور اس کی سب سے بہتر صورت یہی ہے کہ ہفتے میں ایک بار چُھپ کر ایک دوسرے سے مل لیا کریں تاکہ دلوں کی تسکین بھی ہوتی رہے اور میری بیوی کو بھی کسی جذباتی صدمے سے دوچار نہ ہونا پڑے۔"

"تم دونوں جہنّم میں جاؤ۔" میں نے دانت پیس کر کہا اور پھر دفعتاً مجھے احساس ہوا کہ مجھے تو اُن سے یہ معلوم کرنا تھا کہ میرے کمرے میں کیسے آ گئے اور میں اُن سے اُس احمقانہ گفتگو میں اُلجھ گیا۔ مجھے خود پر سخت غصہ آیا اور میں نے بھنا کر کہا۔ "تمھیں معلوم ہے یہ کمرا میرے نام پر بُک ہے۔"

میری بات سُن کر مرد کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نظر آئے۔ "مم۔۔۔ مگر ہم نے تو یہ کمرا کاؤنٹر سے حاصل کیا ہے جناب۔" اُس نے کہا۔

"جھوٹ بولنے کی تمیز پیدا کرو۔" میں دہاڑا۔ "ایک کمرا دو لوگوں کو کیسے دیا جا سکتا ہے؟"

"ہم جھوٹ نہیں بول رہے ہیں۔" مرد نے بوکھلا کر کہا۔ "آپ چاہیں تو کاؤنٹر سے تصدیق کر لیں۔"

"تم نے یہ کمرا کب حاصل کیا تھا؟"

"ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے کی بات ہے جناب۔" لڑکی بولی۔

میں حیران رہ گیا۔ اُن کے انداز سے ہرگز معلوم نہیں ہوتا تھا انھوں نے مجھ سے کوئی جھوٹ بولا ہے۔ پھر میری نگاہ نے ے کا طواف کیا۔ وہاں سے میرا سارا سامان غائب تھا اور اب رف ایک زنانہ ہینڈ بیگ اور ایک بریف کیس کے علاوہ کمرے ں سامان کے نام پر کچھ اور نہیں تھا۔

میں بری طرح چکرا کر رہ گیا۔ معلوم نہیں کیا ماجرا تھا۔ میری عدم دجودگی میں کمرا کسی اور کو دے دیا گیا۔ نہ صرف یہ بلکہ وہاں سے یرا سامان بھی غائب کر دیا گیا۔ اُن دونوں نے مجھے جو باتیں بتائیں وہ ب کی سب حقیقت پر مبنی معلوم ہوتی تھیں۔ اُن کے بیان کی سب سے بڑی تائید تو اس بات سے ہوتی تھی کہ انھوں نے کمرے کا دروازہ تک بند کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

"اگر تم دونوں نے مجھ سے غلط بیانی کی ہے تو ابھی بتا دو ورنہ بعد میں میں تم دونوں کو موت کی نیند سُلا دوں گا۔" میں نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔

خوف سے اُن دونوں کے چہرے زرد پڑ گئے۔ لڑکی خوشامدانہ انداز میں بولی۔ "نہیں سر نہیں۔ آپ جو کچھ یہاں سے لے جانا چاہیں لے جائیں۔ ہم مزاحمت نہیں کریں گے لیکن یہ کمرا ہمیں ہوٹل کے کاؤنٹر سے ہی ملا ہے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ۔۔۔"

میں جھلائے ہوئے انداز میں واپس پلٹا۔ خیال تھا کہ ہوٹل کو ہلا کر رکھ دوں گا۔ ہوٹل والوں نے غیر ذمّے داری کی انتہا کر دی تھی۔ میں نے کمرے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک ویٹر نظر آ گیا۔

"آپ اس کمرے میں کیسے داخل ہوئے تھے سر؟" ویٹر نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

میں نے خونخوار انداز میں ویٹر کو دیکھا اور اس کا گریبان پکڑ لیا۔ "تم لوگوں کو بہت بُرے وقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میرا کمرا میری اجازت کے بغیر کسی اور کو کیسے دیا گیا جبکہ اس کی چابی بھی میرے پاس ہے؟"

"چابی آپ کے پاس کیسے ہو سکتی ہے جناب۔" ویٹر نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "آپ تو کمرے کی چابی کاؤنٹر پر واپس کر کے کمرا خالی کر گئے تھے۔"

میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر چابی نکالی اور اُسے ویٹر کے مُنہ پر رکھتے ہوئے بولا۔ "اس کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

ویٹر نے جواب میں جو حرکت کی وہ مضحکہ خیز بھی تھی اور حیرت انگیز بھی۔ اُس نے مُنہ کھول کر چابی دانتوں سے پکڑ کر میرے ہاتھ سے چھین لی اور پھر اُس نے بڑے اطمینان سے چابی اپنی جیب میں ڈال لی۔ "سر اب آپ کے پاس چابی کہاں ہے؟" اُس نے کہا۔

"کیا تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟" میں آپے سے باہر ہو گیا۔

"جی ہاں، میرے ساتھ آیئے۔" ویٹر نے پُرسکون انداز میں کہا اور واپسی کے لیے مُڑ گیا۔

میں غصیلے انداز میں اُس کے ساتھ آگے بڑھا۔ میں شدید جھلاہٹ میں مبتلا تھا۔ ویٹر کا پُرسکون انداز میرے غصّے کو اور بھی ہوا دے رہا تھا۔ ہم کوریڈور سے گزر کر سیڑھیوں تک پہنچ گئے اور وہ یوں نیچے اُترنے لگا جیسے میں اُس کے ساتھ موجود ہی نہیں ہوں۔ غصّے کی ایک شدید لہر مجھ پر حملہ آور ہوئی اور میں نے عقب سے اُس کا کالر پکڑ لیا۔

"تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" میں نے اُس کے کالر کو جھٹکا دے کر کہا۔ "پہلے مجھے چابی واپس کرو ورنہ میں تمھاری گردن توڑ دوں گا۔"

"میرا کالر چھوڑیے جناب۔" ویٹر نے بوکھلا کر کہا۔ "میرا قصور کیا ہے۔ سب کچھ تو میڈم ایکس کی ہدایات کے بموجب ہوا ہے۔"

"کیا؟" میں نے حیرت سے کہا اور ویٹر نے بڑی آسانی سے میرے ہاتھ سے اپنا کالر چھڑا لیا۔

"جی ہاں، اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ کو لے کر اُن کے پاس پہنچ جاؤں۔"

"کون میڈم ایکس؟" میں نے حیرت کے جھٹکے سے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"وہی جو آپ سے محبت کرتی ہیں۔ کیا میں آپ کو اُن کا پورا نام بتاؤں جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے۔" ویٹر نے کہا اور میں اُسے گھورنے لگا۔ ویٹر نے مسکراتے ہوئے سرخم کر دیا۔

"تم کون ہو؟" میں نے سخت لہجے میں اُس سے پوچھا۔

"میڈم ایکس کا ایک ادنیٰ خادم۔" ویٹر نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "انھوں نے جو ذمّے داری میرے سپرد کی ہے اُسے پورا کرنا میرا فرض ہے۔"

"وہ خود کہاں ہیں؟"

"باہر ایک کار موجود ہے۔ میں ہوٹل کی ملازمت چھوڑ کر آپ کی ڈرائیوری کروں گا۔ میرے ساتھ آ جائیے۔"

میرا ذہن ایک بار پھر اُلجھنوں کا شکار ہو گیا۔ معلوم نہیں وہ کون تھا، سچ بول رہا تھا یا کوئی چال چل رہا تھا؟ جو کچھ اُس نے مجھے بتایا اُس کے پیشِ نظر بظاہر تو اُس کا تعلق کسی مخالف گروپ سے نہیں ہو سکتا تھا لیکن یہ بھی تو ممکن تھا کہ تہذیب کسی کے جال میں پھنس گئی ہو اور اُس پر تشدد کر کے اُس سے میرے بارے میں معلومات حاصل کر لی گئی ہوں۔

اس خیال نے مجھے مُضطرب کر دیا۔ اگر ایسا ہے تو میرا اُس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے ساتھ جانا زیادہ ضروری تھا۔ تہذیب اگر کسی چکر میں پھنس گئی ہے تو اُسے میری مدد کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ میں ویٹر کے ساتھ چل پڑا۔

ویٹر نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر پی کیپ اپنے سر پر رکھ لی۔ سفید وردی میں تو پہلے ہی تھا سفید ٹوپی اوڑھ کر واقعی ڈرائیور لگنے لگا۔ میں نے عقبی سیٹ سنبھال لی۔ کار چل پڑی۔ مجھے حیرت تھی کہ کتنی آسانی سے میرا سامان غائب کر کے انھوں نے میرا کمرا واپس کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے ڈرائیور سے سوال کیا۔

"کمرے کی چابی تو میرے پاس تھی پھر تم نے کمرا ہوٹل والوں کو کیسے واپس کر دیا؟"

"دوسری چابی بھی بنوائی جا سکتی ہے جناب! یہ کوئی مشکل کام تو نہیں ہے۔ آپ جیسے آدمی کو ایسا سوال کرنا زیب نہیں دیتا۔"

"بکواس مت کرو۔" میں نے اُسے جھڑک دیا۔ "میرا سامان کہاں ہے؟"

"گھر والی کے پاس . . . مم . . . میرا مطلب ہے اُن کے پاس جو آپ کے سلمان کی حق دار ہیں۔"

میں چونک کر اُسے گھورنے لگا۔ غصّے اور جھنجلاہٹ میں میں نے اُس کے قد و قامت پر غور نہیں کیا تھا۔ گو کہ وہ میرے لیے اجنبی تھا مگر شکل صورت سے وہ مقامی لگتا تھا لیکن کوئی بھی مقامی شخص میرے اور تہذیب کے بارے میں اتنی بے تکلفی سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اُس کی آواز پر غور کیا تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ آواز بنا کر بولنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں کسی قدر مطمئن ہو گیا لیکن میں حیران بھی تھا تاہم میں نے ہر خیال ذہن سے جھٹک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ مجھے تفریح سوجھ رہی تھی۔ کار ایک سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ میں کار کے کسی مناسب سی جگہ پہنچنے کا انتظار کرتا رہا۔

کافی دور چلنے کے بعد ایک چوراہے سے کار ایک مضافاتی سڑک پر مڑ گئی۔ یہ سڑک سنسان پڑی تھی، اس پر نشیب و فراز بہت زیادہ تھے۔ میں نے جیب سے پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ ڈرائیور کی پوری توجہ ڈرائیونگ پر تھی۔ میں نے پستول کی نال اُس کی گدّی سے لگا دی۔ پستول کی سرد نال نے ڈرائیور کو چونکا دیا اور کار کی رفتار میں اچانک ہی اضافہ ہو گیا۔

"یہ پستول ہے۔" میں نے غرّا کر اُس سے کہا۔

"کون سی ساخت کا ہے؟" ڈرائیور نے سوال کیا۔

"جس ساخت کا بھی ہے بہ آسانی گولیاں اُگلتا ہے۔ کار روک کر سڑک کے کنارے لگا دو۔"

"کار روکنے میں دیر ہو جائے گی اور مس ایکس . . ."

"میرے حکم کی تعمیل کرو ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔" میرے لہجے کی سختی نے ڈرائیور کو مجبور کر دیا اور اُس نے کار سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔

"سوئچ آف کر دو۔" میں نے اگلا حکم دیا اور اُس نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔

"کار سے نیچے اُتر جاؤ۔" میں نے کہا۔

"دیر ہو رہی ہے سر، آپ کو پچھتانا پڑے گا۔"

"نیچے اُتر جاؤ ڈرائیور، جو کچھ تم سے کہا جا رہا ہے اُس پر عمل کرو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

وہ نیچے اُتر گیا۔ میں نے اُسے پستول کی زد پر لے رکھا تھا اور وہ کسی بھی طرح میرے نشانے سے نہیں بچ سکتا تھا۔

"اپنے کپڑے اُتار دو۔" میں نے اطمینان سے کہا۔

"جی!" ڈرائیور نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔

"میں نے کہا ہے اپنے کپڑے اُتار دو۔" میں ڈپٹ کر بولا۔ "کیا میری بات تمھاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے؟"

"لیکن سر پہلے تو آپ میں بُری عادتیں نہیں تھیں۔"

"تم یوں نہیں مانو گے۔" میں نے کہا اور پستول کے ٹریگر پر اپنی انگلی کا دباؤ بڑھانا شروع کر دیا۔

"ٹھہریے جناب ٹھہریے۔" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "مم . . . میں کپڑے اُتار رہا ہوں۔" اُس کے ہاتھ کوٹ کے بٹن پر پہنچے اور اُس نے کوٹ اُتار کر میری طرف بڑھایا۔ وہ میرے اور اپنے درمیان کوٹ کی آڑ پیدا کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے ہاتھ بڑھا کر کوٹ اُس سے چھین لیا۔ وہ پلٹنے ہی والا تھا کہ میں نے ایک فائر کر دیا۔ گولی اُس کی پتلون کو چھوتی ہوئی گزری۔ اُس نے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلا دیے۔ "یہ کیا کر رہے ہیں جناب۔" وہ چیخا۔ "آپ کو مجھ بوڑھے آدمی پر ترس نہیں آتا۔ آخر آپ مجھ پر کیوں ظلم کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "کمال ہے تم اسے ظلم کہہ رہے ہو۔ ابھی تو میں تمھارا پورا لباس اُتروا دوں گا اور اس کے بعد تم اسی حالت میں کم از کم تین میل تک کار کے آگے آگے دوڑتے ہوئے چلو گے۔ تمھیں شاید معلوم نہیں ہے کہ اس وقت ہم تفریح کے موڈ میں ہیں۔"

"یہ زیادتی ہے جناب!" وہ احتجاجی لہجے میں بولا۔ "دوسرے کی بے عزتی کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔"

"تمیز سے بات کرو بے ادب گستاخ شخص۔ تم میری تفریح کو زیادتی قرار دے رہے ہو، میں تمھیں گولی مار دوں گا۔"

وہ دھب سے زمین پر بیٹھ گیا۔ "بہتر یہی ہے کہ آپ مجھے دو چار گولیاں مار کر بے ہوش کر دیں۔ جی ہاں دو چار گولیوں سے تو میں صرف بے ہوش ہی ہو سکتا ہوں لیکن میں سمجھ نہیں سکا کہ میرے ساتھ یہ زیادتی کیوں ہو رہی ہے۔"

میرے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ اُبھر آئی۔ "حد سے زیادہ چالاک بننے کے جرم میں۔" میں نے کہا۔

"لعنت ہے۔" وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں بولا۔ "میں کبھی اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ پہچان گئے نا چیف؟"

"اپنے اس پستہ قد کو کیا کرو گے جو ہر موقع پر تمھاری رسوائی کا سامان کر دیتا ہے۔"

"میں بس قد سے ہی مار کھا گیا۔ خیر، کوئی بات نہیں۔ کوٹ دے دیں۔" اُس نے مطمئن ہو کر کہا۔

میں نے کوٹ اُس کی طرف اُچھال دیا۔ وہ کوٹ پہن کر بُرا سا منہ بنائے اسٹیئرنگ پر جا بیٹھا۔

"ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔" اُس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور آپ نے کئی منٹ ضائع کرا دیے۔ میڈم انتظار کر رہی ہوں گی۔"

"تم یہاں کیسے آ مرے؟" میں نے سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے کہا۔ "تمھارا تو یہاں آنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا؟"

"بس چیف، میں نے آپ سے اپنا تعلق توڑ لیا ہے۔" بڈ نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔ "آپ تو بار بار دھوکا دیے جاتے ہیں۔ اب میں علی گروپ کا ایک اہم رکن ہوں۔ آپ سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ میڈم کے ملتے ہی بڈ دو کوڑی کا بھی نہیں رہا۔ حد تو یہ ہے کہ میڈم کی ہمشکل کے سامنے بھی آپ نے بڈ کو نظر انداز کر دیا۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ میرے کس رویّے سے اس حد تک تمھاری دل آزاری ہوئی ہے کہ تم مجھے چھوڑنے تک پر آمادہ ہو گئے۔" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"آپ خود ہی بتائیں چیف! مجھے تنظیم آزادیِ فلسطین یا علی گروپ سے کوئی دلچسپی تھی؟ میں تو صرف علی یار خان کا یار تھا اور اس تعلق کے صلے میں مجھے آپ سے بے رُخی کے سوا اور کیا ملا؟ کیا میں اتنا ہی گھٹیا آدمی ہوں کہ آپ نے مجھے کسی عام آدمی کی طرح نظر انداز کر دیا؟"

"مجھے افسوس ہے بڈ! تمھیں چھوڑنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ میں نے تمھیں عام آدمی کی طرح سمجھ لیا ہو۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں چیف اور آخری وارننگ دے رہا ہوں کہ آپ نے اگر آئندہ بڈ کو اس طرح نظر انداز کیا تو آپ اس سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

"اچھا اب زیادہ نخرے مت دکھاؤ اور یہ بتاؤ کہ تہذیب کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بدتہذیبی کا مظاہرہ تو آپ خود کرتے رہتے ہیں چیف اور پوچھتے مجھ سے ہیں کہ تہذیب کہاں ہے۔ میرا کیا قصور ہے؟" بڈ نے کہا اور کار کی رفتار بڑھا دی۔

مجھے اُس کے انداز پر ہنسی آ گئی۔ پھر میں نے اُس سے پوچھا۔ "تم یہاں کب پہنچے بڈ؟"

"میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ اس وقت آپ کی ملازمت میں نہیں ہوں۔"

"اوہو، دماغ بہت زیادہ خراب ہو گیا ہے۔" میں نے اُسے گھورا۔

"میں اپنے رویّے پر حق بہ جانب ہوں۔" بڈ نے کہا اور کار ایک چوراہے سے بائیں سمت موڑ دی۔ اس سمت مضافاتی آبادی والا علاقہ نظر آ رہا تھا اور بڈ کے اس سمت کار موڑنے کا مطلب یہ تھا کہ ہماری منزل قریب آ پہنچی ہے۔

میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ چند سڑکیں مڑنے کے بعد اُس نے ایک مختصر سی عمارت کے سامنے کار روک دی۔ عمارت اتنی مختصر تھی کہ گاڑی اندر لے جانے کی جگہ بھی نہیں تھی۔ وہ مکان شاید تین چار کمروں پر مشتمل رہا ہوگا جس کی بالائی منزل زیرِ تعمیر تھی۔

بڈ نے کار سے اُتر کر گاڑی لاک کی۔ میں پہلے ہی گاڑی سے اُتر چکا تھا۔ وہ منہ پھلائے ہوئے مکان میں داخل ہو گیا۔ میں اس کے ساتھ ہی چل پڑا تھا۔ داخلی دروازے کے بعد ایک مختصر سا برآمدہ تھا جس میں تین طرف دروازے کھلتے تھے۔ بڈ نے سامنے والا دروازہ کھولا اور میں اُس کے ساتھ ہی اندر چلا گیا۔ وہ ڈرائنگ روم تھا اور اس میں اندرونی دروازہ نظر آ رہا تھا۔ بڈ نے مجھ سے ایک صوفے پر بیٹھنے کو کہا۔

"تہذیب کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کنیز حاضر ہے جہاں پناہ!" اندرونی دروازے سے ایک حسین و جمیل، نوخیز دوشیزہ اندر داخل ہوتے ہوئے بولی۔ بلاشبہ وہ تہذیب ہی تھی لیکن اُسے تہذیب کی حیثیت سے شناخت کرنا ناممکن تھا۔ تہذیب جس طرح سے کام کر رہی تھی، وہ میرے لیے ناقابلِ یقین سا تھا۔ پہلے وہ مجھے ایک فاحشہ کے روپ میں ملی تھی اور اس وقت ایک ایسی لڑکی کے روپ میں تھی جسے دیکھ کر دل میں خود بہ خود گدگدی سی ہونے لگتی ہے۔ وہ اپنی عمر سے دس سال چھوٹی نظر آ رہی تھی جو ظاہر ہے میک اپ کا کمال تھا۔ وہ ایک ایسی کم سن اور متناسب جسم کی مالک دوشیزہ نظر آ رہی تھی جو دیکھنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

والوں کو ایک ہی نگاہ میں اپنا اسیر کر لیتی ہے۔ میں نے مڈ کی طرف دیکھا اور وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"جانتا ہوں۔ اب مجھ سے دفع ہونے کے لیے کہا جائے گا۔ جاتا ہوں۔ چلا جاتا ہوں۔" وہ ڈرائنگ روم کے دروازے سے گزر کر باہر چلا گیا۔ میں ہنسنے لگا اور تہذیب میرے قریب آ گئی۔

"اس سُور کو کیوں بُلا لیا تہذیب؟" میں نے کہا۔

"میں نے نہیں بُلایا بلکہ یہ سُور خود ہی ہمارے پاس پہنچ گیا۔" تہذیب بولی۔ "لیکن اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ ہم نے اسے اپنے ساتھ نہ لا کر غلطی کی تھی۔ بڑے غضب کی صلاحیتوں کا مالک ہے یہ شخص۔ کام کرنے پر آتا ہے تو ایسے ایسے کارنامے سرانجام دے ڈالتا ہے جن پر مشکل سے ہی یقین آئے۔ کسی سے پیچھے نہیں رہتا۔ یہ خود ہی ہمیں تلاش کرتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا تھا۔ بہت ناراض تھا۔ کہتا تھا کہ ہم نے اُسے نظر انداز کر کے اچھا نہیں کیا اور وہ اپنی زندگی میں آخری بار اس مہم میں ہمارے ساتھ شریک ہے۔ اس کے بعد ہماری اور اس کی راہیں جُدا ہو جائیں گی۔"

"ہاں تہذیب، اُس کے خلوص پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔" میں نے کہا۔ "تم نے یہ میک اپ بڑی مہارت سے کیا ہے تہذیب۔"

"مجبوری ہے علی۔" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یہاں آ کر جس قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑا اُن میں میک اپ کیے بغیر گزارہ ہی نہیں تھا۔"

"میک اپ کے بغیر تمہارا گزارہ نہیں تھا اور اس میک اپ کو دیکھ کر میرا گزارہ نہیں ہو رہا۔ میں کیا کروں؟"

"میں سمجھی نہیں۔ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"تمھیں دیکھ کر یہ بھی یاد نہیں رہا کہ میں کون ہوں اور کس مقصد کے تحت یہاں آیا ہوں۔ بہت کچھ بھول جانے کو جی چاہ رہا ہے۔"

"تو بھول جاؤ نا علی۔" تہذیب نے شرماتے ہوئے کہا۔ "کون تمھیں یاد رکھنے کے لیے کہہ رہا ہے۔" وہ میرے برابر ہی آ بیٹھی۔

میں نے اُسے محبت بھری نظروں سے دیکھا اور اُس کے بعد کچھ دیر کے لیے ہم واقعی سب کچھ بھول گئے۔

"تم نے بہت جلدی مجھے اُس ہوٹل سے ہٹا لیا۔" خود فراموشی کے لمحات گزرنے کے بعد میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"تم یہ بتاؤ علی کہ اس سلسلے میں تم کہاں تک پہنچے؟" تہذیب نے مجھ سے جواباً سوال کیا۔

"یوں سمجھ لو کہ اب تک میں کچھ بھی نہیں کر سکا۔ دو قتل کیے اور چار مقتول دیکھے۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تم نے ایلزے فورے اور اُس کے ساتھی کو قتل کر دیا اور یہ بہت اچھا ہوا۔ اس لیے کہ ایلزے فورے بہت خطرناک آدمی تھا۔ اُس کی حیثیت شیمرخ خاندان کے سربراہ کی سی تھی۔ تمھیں یہ تو معلوم ہی ہے کہ شیمرخ خاندان یہاں کا پسماندہ ترین اور بدنام ترین خاندان ہے۔ اس میں اکثریت جرائم پیشہ افراد کی ہے مگر اُن میں سے کوئی بھی صاحبِ حیثیت نہیں ہے۔ ڈی فوسٹر اپنے خاندان کو اس پسماندگی سے نکالنے کے ارادے سے یہاں آیا تھا اور ایلزے فورے اُس کا بھرپور طریقے سے ساتھ دے رہا تھا۔ اُس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ڈی فوسٹر کے ساتھ ہیں لیکن ایلزے سب سے زیادہ خطرناک تھا اور اسی لیے اُس کا راستے سے ہٹ جانا ضروری تھا لیکن تم نے جن چار مقتولوں کی بات کی ہے علی، میں اُن سے ناواقف ہوں۔"

"ایلزے فورے نے مجھے ایورگرین کے ہٹ نمبر سترہ کا پتا دیا تھا جہاں ڈی فوسٹر مقیم تھا مگر وہاں مجھے کے جی بی کے چار ایجنٹوں کی لاشیں ملیں جنھیں غالباً سائنائیڈ کے ذریعے ہلاک کیا گیا تھا۔"

"اگر تم سمجھ رہے ہو کہ انھیں ڈی فوسٹر نے ہلاک کیا ہے تو یہ غلط ہے۔ اس کے ذمّے دار کچھ اور لوگ ہیں علی۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

تہذیب ہنسی۔ "یہی تو پُرلطف بات ہے علی! اس بار ہم دونوں کا براہِ راست ٹکراؤ ہے۔"

"کہاں ہے؟" میں نے حسرت آمیز لہجے میں کہا۔ "تم تو مجھ سے اتنے فاصلے پر بیٹھی ہوئی ہو۔"

"شرارت نہیں علی۔" تہذیب جھینپ کر بولی۔ "یہ حقیقت ہے کہ اس بار میں تم سے مقابلہ کر رہی ہوں۔"

"اگر یہ حقیقت ہے تو یہ بھی سُن لو کہ میں تمھارے مقابلے میں شکست کا اعلان کر رہا ہوں۔"

"تم نے ایسا کیا تو سمجھ لو کہ ہمارے درمیان جھگڑا ہو جائے گا۔" تہذیب نے مُنہ بنا کر کہا۔

"کیوں بھئی؟"

"میں تمھیں شکست تو نہیں دینا چاہتی۔"

"لیکن میں تم سے شکست کھانا چاہتا ہوں۔"

"اس طرح نہیں۔" تہذیب نے کہا۔ "میدان میں آ کر فیصلہ ہوگا اور فیصلہ اسی صورت میں ہوگا جب بھرپور مقابلہ کیا جائے۔"

"یہ کام شاید میں کبھی نہ کر سکوں۔" میں نے کہا۔ "تم ان باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ ڈی فوسٹر کے بارے میں تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ اُن لوگوں کی ہلاکت کا ذمّے دار نہیں ہے۔"

"یہ میری اپنی معلومات ہیں۔" تہذیب نے کہا۔ "کے جی بی کے ہلاک ہونے والے چاروں ایجنٹ بھی کسی خاص اہمیت کے حامل نہیں تھے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ وہاں کیسے پہنچ گئے تاہم یہ ضرور ہے کہ لمبا چکر چل رہا ہے۔ امریکا سے فارمولے چُرا کر فرار ہوتے وقت ڈی فوسٹر نے کوئی باقاعدہ پلاننگ تو کی نہیں تھی۔ شاید وہ جذباتی ہو گیا ہوگا اور اُس نے سوچا ہوگا کہ وہ امریکا کے اس اہم راز کو کسی ملک کے ہاتھوں فروخت کر کے بہت بڑی دولت حاصل کر لے گا اور اپنے خاندان کی مدد کرے گا۔ اُس بے وقوف کو اگر پہلے سے معلوم ہوتا کہ اس طرح دولت کمانا کتنا مشکل ہے تو شاید وہ کبھی یہ حرکت نہ کرتا۔"

"تمھارا تجزیہ درست ہے تہذیب لیکن مجھے ایک بات پر سخت حیرت ہے۔"

"کس بات پر؟"

"یہ بات ایلزے فورے کے علم میں کیسے آ گئی کہ ہم لوگ اوشیل میکائیل کے لیے کام کر رہے ہیں؟"

"واقعی یہ بات بڑی تعجب خیز ہے اور ایلزے فورے کی موت کے بعد تو شاید اس سوال کا جواب کبھی نہ ملتا لیکن میں تمھیں اس سوال کا جواب فراہم کر سکتی ہوں۔" تہذیب نے کہا اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم کہاں چلیں؟" میں نے اُسے ٹوکا۔

"میں اکیلی نہیں چلی بلکہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔ "آؤ۔" وہ اندرونی دروازے کی طرف مڑتے ہوئے بولی۔ وہ مجھے مکان کے عقبی حصّے میں لے گئی جہاں اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اوپر کی زیرِ تعمیر منزل پر پہنچ کر اُس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔

میں حیران تھا کہ تہذیب مجھے آخر کیا دکھانا چاہتی ہے۔ جس کمرے میں وہ مجھے لے گئی تھی اُس کی دیواریں پلاستر اور رنگ و روغن سے محروم تھیں۔ تہذیب نے کمرے کے ایک کونے میں موجود کسی چیز کے بڑے سے ڈھیر پر ڈھکی ہوئی ترپال ہٹائی۔ اُس ترپال کے نیچے سے برآمد ہونے والی چیز کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ وہ ایک انسانی جسم تھا۔ مُردہ انسانی جسم۔

میں حیرت سے اُس انسانی جسم کو دیکھ رہا تھا۔ تہذیب نے کمرے کی کھڑکی کھول دی جس کی وجہ سے کمرے میں زیادہ روشنی آنے لگی اور میں نے اُسے فوراً ہی پہچان لیا۔ اُسے پہچان کر میرے ذہن کو حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔ وہ اوشیل میکائیل کا ملازم تھا جو روبوٹ کے انداز میں چلتا تھا اور اپنی مشینی چال کی وجہ سے ہی دوسروں کی توجہ کا مرکز بنتا تھا۔

"تمھیں اندازہ ہو گیا ہوگا علی کہ ایلزے فورے کو ہماری یہاں آمد اور ہمارے مقاصد کے بارے میں کیسے علم ہوا تھا؟" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے سخت حیرت ہو رہی ہے تہذیب! میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ شخص جرمن ثابت ہوگا۔"

"یہ صرف جرمن ہی نہیں ہے علی۔ اس سے بھی زیادہ حیران کُن بات یہ ہے کہ اس کا تعلق شیمرخ خاندان سے ہے۔"

"لعنت ہے اوشیل میکائیل پر۔" میں جھنّا کر بولا۔ "کم بخت نے ایسے شخص کو اپنا دستِ راست بنا رکھا تھا۔ اب تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے ہاروت رابیل تک کو ہمارے بارے میں علم ہو۔"

تہذیب کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ "نہیں، یہ ممکن نہیں ہے۔ اُس نے کم از کم ہاروت رابیل سے تو ہرگز رابطہ قائم نہیں کیا ہوگا کیونکہ اس طرح حکومتِ امریکا کو اس سارے معاملے کی بھنک پڑ سکتی تھی اور پھر ظاہر ہے کہ ڈی فوسٹر کی ناکامی یقینی تھی۔"

"تو کیا یہ شخص بھی ڈی فوسٹر کی مدد کر رہا تھا؟"

"اس کے علاوہ ایلزے فورے کی معلومات کا اور کیا ذریعہ ہو سکتا تھا۔ وہاں سے پوری کہانی سُننے کے بعد یہ یہاں پہنچ گیا اور ہم ایلزے فورے کی نگاہ میں آ گئے۔"

"مگر تہذیب اب یہ تو مُردہ ہے۔" میں نے کہا۔ "اس کی ہلاکت کا ذمّے دار کون ہے؟"

"میں نے خود اسے ہلاک کیا ہے علی۔ ابھی تو اس نے صرف ایلزے فورے کو ہمارے بارے میں مطلع کیا تھا لیکن جیسے ہی مجھے معلوم ہوا کہ ایلزے فورے اب اس دنیا میں نہیں رہا، میں نے ضروری سمجھا کہ اسے بھی ہلاک کر دیا جائے ورنہ یہ کچھ اور لوگوں کو ہمارے بارے میں بتا دیتا اور یہاں ہمارا کام کرنا ناممکن ہو جاتا۔"

"بہر حال یہ بُرا ہوا کہ ایلزے فورے مارا گیا۔" میں نے کہا۔ "اب ڈی فوسٹر تنہا رہ گیا ہے۔ کہیں وہ کسی پارٹی کی بھینٹ نہ چڑھ جائے۔"

"نہیں علی! ہمارا یہ اندازہ غلط تھا کہ ڈی فوسٹر بے یار و مددگار اور بالکل ہی بے دست و پا ہے۔ درحقیقت اُس نے خود بھی اپنی حفاظت کے کچھ انتظامات کر رکھے ہیں۔ تبھی تو برلن کے روسی، فرانسیسی اور امریکی حکومت کے ایجنٹوں کا اکھاڑا بنے ہوئے ہونے کے باوجود وہ ابھی تک محفوظ ہے۔"

"امریکی ایجنٹ بھی میدان میں ہیں؟" میں نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں، لیکن یہ حکومتِ امریکا کے ایجنٹ نہیں ہیں بلکہ ہاروت رابیل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے انھیں اپنے ذاتی اخراجات پر یہاں بھیجا ہے تاکہ ڈی فوسٹر کو قابو میں کر کے اُس سے وہ مہلک فارمولے واپس حاصل کر لیے جائیں۔ سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کو چکمہ دے کر یہاں سے نکل گیا ہے۔"

"کون؟" مَیں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ڈی فوسٹر۔" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ بڑی صفائی سے اُن سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر فرار ہو گیا ہے۔"

مَیں حیرت سے تہذیب کو دیکھ رہا تھا۔ اُس کی حاصل کردہ معلومات قابلِ رشک تھیں۔ صاف ظاہر تھا کہ اُس نے بڑی جانفشانی سے کام کیا ہو گا ورنہ یہ معلومات حاصل کرنا آسان کام نہیں تھا۔

"اب اصولاً مجھے تم سے یہ نہیں پوچھنا چاہیے کہ یہ معلومات تمھیں کس طرح حاصل ہوئیں؟" مَیں نے کہا۔

تہذیب ہنسنے لگی۔ "ہمیں یہاں سے روانہ ہونا ہے علی!" اُس نے کہا۔ "اور مَیں نے اسی لیے تمھیں ہوٹل سے یہاں بُلوایا ہے۔"

"کہاں چلنا ہے؟"

"یہ بھی بتا دوں گی۔ پہلے تم کچھ دیر آرام کر لو۔ اُس کے بعد تمھارے چہرے پر بھی تبدیلیاں کی جائیں گی۔"

"بہت خوب۔" مَیں نے کہا۔ "گویا اپنے بعد اب تم میرے چہرے پر اپنے ہاتھوں کے کمال کا مظاہرہ کرو گی؟"

اس کے بعد بڑی دیر تک ہم مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے اور پھر کچھ دیر آرام کے بعد تہذیب میرے چہرے پر میک اپ کرنے کے لیے تیار ہو گئی۔ میک اپ کے دوران مجھے آئینہ دیکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

مَیں نے خود کو تہذیب کے حوالے کر دیا۔ وہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک میرے چہرے پر مصروفِ عمل رہی۔ مجھے قطعی اندازہ نہ ہو سکا کہ میرا چہرہ تبدیلیوں کے کن مراحل سے گزر رہا ہے۔

ڈیڑھ گھنٹے بعد میک اپ اختتام کو پہنچا اور تہذیب نے مجھ پر تنقیدی نگاہ ڈالنے کے بعد آئینہ میری طرف بڑھا دیا۔ آئینہ دیکھ کر میرے حلق سے ایک بے ساختہ قسم کا قہقہہ اُبل پڑا۔

"غالباً یہ میری اُس بات کا ردِّعمل ہے جو مَیں نے تم سے کہی تھی۔" مَیں نے ہنستے ہوئے کہا۔ تہذیب نے مجھے ایک پُرکشش نوجوان بنا دیا تھا۔

"یہ بات نہیں ہے علی۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔ "بلکہ یہ ایک جانی پہچانی صورت ہے اور وقت کی ضرورت ہے۔"

"کس کے لیے؟" مَیں نے کہا۔

"یہ بات ابھی صیغۂ راز میں رہے گی۔" تہذیب بولی۔

"چلو ٹھیک ہے۔ لیکن مَیں یہ ضرور کہوں گا کہ اس بار تم بے حد پُراسرار نظر آ رہی ہو اور تمھارے انداز میں زبردست خود اعتمادی ہے۔"

"تمھاری یہ بات مَیں تسلیم کرتی ہوں لیکن اس کی بھی ایک وجہ ہے۔" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا۔

"وجہ بتائی جائے گی یا وہ بھی صیغۂ راز میں رہے گی؟"

"وجہ ضرور بتائی جائے گی علی! اس کے بغیر تو بات ہی نہیں بنے گی۔ وجہ یہ ہے کہ تم نے ہمیشہ بڑے بڑے کام تنہا سرانجام دیے ہیں۔ کسی مہم میں اگر مجھے شریک کیا بھی تو صرف اس حد تک کہ ساتھ لے گئے اور ساتھ لے آئے، کام سارے تم نے خود ہی کیے۔ اگر کہیں میری ضرورت پڑ ہی گئی تو مجھ سے کام لے لیا ورنہ میری چھٹی۔ اس بار مَیں یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ مَیں خود بھی بہت کچھ کر سکتی ہوں۔ اتفاق سے ہم نے جو منصوبہ بنایا ہے اُس کے تحت یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم یکجا ہی رہ کر کام کریں بلکہ عام طور پر ہمیں الگ الگ رہ کر کام کرنا ہو گا۔ اس سے ہم کم وقت میں زیادہ کام مکمل کر سکیں گے اور ساتھ ہی مجھے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ خود میرے اندر کتنی صلاحیتیں پوشیدہ ہیں۔ تمھیں بھی اندازہ ہو جائے گا کہ تم ناحق میرے لیے پریشان رہتے ہو۔"

"جو حکم ملکۂ عالیہ۔" مَیں نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ادنیٰ کنیز کو ملکۂ عالیہ کہہ کر شرمندہ نہ کریں عالم پناہ۔" تہذیب نے ترکی بہ ترکی کہا اور ہم دونوں ہی ہنس پڑے۔

"ٹھیک ہے بھئی جو کچھ تم کہتی ہو مَیں مانے لیتا ہوں ویسے بھی مَیں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس بار تمھاری ماتحتی میں ہی رہ کر کام کروں گا۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے بعد ساری زندگی مَیں جو تمھاری ماتحتی میں رہنے کو تیار ہوں۔" تہذیب نے بڑے دل رُبا انداز میں مسکرا کر کہا۔

ہم اُسی روز وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ہماری اگلی منزل مغربی جرمنی ثابت ہوا۔ بُڈ بھی ہمارے ساتھ تھا مگر اس نے اپنا میک اپ برقرار رکھا تھا۔

میرا یہ اندازہ غلط نکلا کہ ہماری منزل مغربی برلن ہے۔ اس لیے کہ مغربی برلن سے بس کے ذریعے ہم ہمبرگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ شاید تہذیب مالکم ایکس ہمبرگ ہی جانا چاہتی تھی۔ بُڈ نے تو پہلے ہی لاتعلقانہ رویّہ اختیار کر رکھا تھا اور اب مَیں نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ تہذیب سے کسی قسم کا کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ بات تو ایک ہی تھی، کام وہ کرتی یا مَیں کرتا۔ مَیں تو اُسے اپنے وجود کا ایک حصّہ تسلیم کر ہی چکا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے یقین تھا کہ وہ کوئی غلط قدم نہیں اُٹھائے گی۔

ہم یورپ کی سب سے بڑی بندرگاہ پہنچ گئے۔ تجارتی، فوجی، مسافر بردار جہاز اور چھوٹی بڑی کشتیاں میلوں تک لنگر انداز دکھائی دے رہی تھیں۔ گودی میں بے شمار ملاح گھومتے نظر آ رہے تھے۔ بندرگاہ پر موجود حسین لڑکیاں اُن کی توجہ کا مرکز تھیں۔

وہاں سے گزرنے کے بعد ہم ایک درمیانہ درجے کے ہوٹل میں پہنچے۔ تہذیب نے وہاں دو کمرے کرائے پر حاصل کیے۔ ایک بُڈ کو دے دیا گیا اور دوسرے میں ہم دونوں براجمان ہو گئے۔

"مجھ سے آئندہ پروگرام کے بارے میں نہیں پوچھو گے علی؟" کمرے میں سامان ترتیب سے رکھا جا چکا تو تہذیب نے مجھ سے پوچھا۔

"پوچھنے کا جی تو چاہ رہا ہے چندا لیکن . . ." مَیں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

تہذیب چند لمحے میرے بولنے کی منتظر رہی مگر جب مَیں نے چُپ سادھے رکھی تو اُس سے رہا نہیں گیا۔ "تم کیا کہہ رہے تھے علی؟"

"مَیں کہہ رہا تھا کہ جی تو چاہتا ہے معلوم کرنے کو مگر اس خیال سے رک جاتا ہوں کہ کہیں یہ بھی صیغۂ راز میں رکھنے کی بات نہ ہو۔"

"نہیں۔" تہذیب نے ہنس کر کہا پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔ "دراصل ڈی فوسٹر کا ایک خفیہ منصوبہ میرے علم میں آیا ہے۔ مَیں یہ نہیں کہتی کہ دوسرے اس سے لاعلم ہوں گے لیکن یہ ممکن ہے کہ انھیں ابھی پورے طور پر ڈی فوسٹر کے پروگرام کی تفصیل نہ معلوم ہو سکی ہو۔ یہاں کئی گروہ خلافِ قانون سرگرمیوں میں ملوث ہیں اور خفیہ طور پر جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ شیمرخ خاندان کا ایک فرد کنگ اٹلس جو یہاں رہتا ہے، اُس کا بھی ایک گروہ ہے جو کنگ کے نام سے مشہور ہے اور پہاڑی کیمپنگ میں سب سے بڑا شمار کیا جاتا ہے۔"

"پہاڑی کیمپنگ؟"

"ہاں یہاں کیمپنگ ٹھیکے پر چلتی ہے۔ ان کیمپوں میں منشیات اور دیگر ممنوعہ اشیا کا کاروبار ہوتا ہے۔ ہر کیمپ کی ذمّے داری کسی ایک شخص کے پاس ہوتی ہے جو اپنے علاقے میں امن و امان قائم رکھنے کا ذمّے دار ہوتا ہے اور اپنے علاقے میں اُس کی اجارہ داری ہوتی ہے۔ ڈی فوسٹر کو شاید یہ احساس ہو گیا تھا کہ مشرقی جرمنی میں سخت پابندیوں کے باعث وہ اپنے کام کی تکمیل نہیں کر سکے گا۔ کمیونسٹ بلاک کے کسی ملک میں بھی رہ کر اس قسم کا کام کرنا ممکن نہیں ہو گا۔ یہ احساس ہوتے ہی اُس نے مشرقی جرمنی چھوڑا اور مغربی جرمنی آ گیا۔ یہاں آ کر وہ کنگ اٹلس سے ملا۔ اب مجھے یہ تو نہیں معلوم کہ کنگ اٹلس اس سلسلے میں کیا کر رہا ہے لیکن اندازہ یہی ہے کہ اب ڈی فوسٹر کنگ اٹلس کے سہارے اپنا کام آگے بڑھائے گا۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ ڈی فوسٹر کو ایلنزے فورے کی موت کا علم ہو گیا ہو اور اُس نے اسی لیے راہِ فرار اختیار کی ہو؟" مَیں نے کہا۔

"بالکل، یہ بات ممکنات میں سے ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن ایک امکان یہ بھی ہے کہ خود ایلنزے فورے نے ڈی فوسٹر کو کنگ اٹلس سے کام لینے کی راہ سُجھائی ہو۔ اس سلسلے میں ساری ہی باتیں قیاس کی حدود میں ہیں تاہم یہ بات یقینی ہے کہ ڈی فوسٹر وہاں نہیں، یہاں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" مَیں نے سر ہلایا۔ "مجھے تو یہ بتاؤ کہ میرے لیے آئندہ حکم کیا ہے؟"

"اب ایسی باتیں بھی کرو گے علی؟" تہذیب افسردہ ہو گئی۔

"کمال ہے بھئی! جہاں تک تعاون کی بات ہے مَیں ہر ممکن تعاون کر رہا ہوں۔ اس میں بُرا ماننے کی کیا بات ہے؟"

"تمھارا انداز ایسا ہے علی، جیسے تم اس طرح کام کرنے میں اپنی ہتک محسوس کر رہے ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو تہذیب! اس کے برعکس اس بار کسی کی ماتحتی میں کام کرنے میں جو لُطف آ رہا ہے وہ تنہا کام کرنے میں کبھی نہیں آیا۔ ظاہر ہے مَیں کسی غیر کی ماتحتی میں تو کام کر نہیں رہا، جس کی ماتحتی میں کام کر رہا ہوں اُسے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ ویسے بھی مَیں تمھاری کارکردگی کو قریب سے دیکھنے کا خواہاں ہوں۔"

"یہ سب باتیں دل سے کہہ رہے ہو علی؟"

"کہہ تو زبان سے رہا ہوں مگر نکل دل سے رہی ہیں۔"

"اچھا تو پھر ایک وعدہ کرو۔" تہذیب نے کہا۔

"دس وعدے کرنے کو تیار ہوں۔" مَیں خلوصِ دل سے بولا۔

"اگر کہیں مجھے غلطی کرتے دیکھو تو ٹوک دینا تاکہ میری اصلاح ہو سکے۔"

"تمھیں یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی تہذیب! یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ مَیں تمھیں غلطی کرتے دیکھوں اور خاموش رہوں۔"

اس کے بعد مَیں کافی دیر تک تہذیب سے کیمپنگ کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا۔ پھر مَیں نے اُس سے اُس میک اپ کے بارے میں پوچھا جو اُس نے میرے چہرے پر کیا تھا۔

"ہم یہاں آئے ہیں تو ہمیں کام کرنے کے لیے کنگ اٹلس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے قریب ہونا پڑے گا اور جو میک اپ ہم دونوں کے چہروں پر ہے یہ اس سلسلے میں ہماری مدد کرے گا۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ؟" میں نے تہذیب کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وجہ یہ ہے کہ ہم دونوں اُس کے بہت ہی گہرے دوست مسٹر فیرکس کی اولاد ہیں۔ مسٹر فیرکس مر چکے ہیں اور ہم دونوں طویل عرصہ قبل ساؤتھ امریکا جا کر وہیں آباد ہو گئے تھے۔ اپنے آنجہانی دوست کی اولاد کو دیکھ کر کنگ اٹلس کتنا خوش ہوگا اس کا تم اندازہ کر سکتے ہو؟ اگر ضرورت پڑی تو ہم بھی تھوڑا بہت ڈراما کر لیں گے۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات؟"

"سمجھ بھی رہا ہوں اور شدتِ حیرت سے پاگل بھی ہوا جا رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں یہ بات مانے لیتا ہوں کہ تمھیں ایلزے فورسے یا ڈی فوسٹر کے کسی آدمی کے ذریعے کچھ ایسی باتیں معلوم ہو گئی ہوں گی جن سے تم نے یہ اندازہ لگا لیا ہو کہ ڈی فوسٹر یہاں آیا ہے اور اب کنگ اٹلس کا مہمان ہے لیکن کنگ اٹلس کی تاریخ، اُس کے دوستوں اور رشتے داروں کے بارے میں تفصیلات حاصل کر لینا میرے لیے ناقابلِ یقین سی بات ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم مجھے دانتوں میں انگلیاں دبانے پر نہ مجبور کر دو۔"

"یہ اتنی حیران کُن بات تو نہیں ہے علی! میں نے تم سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ ویسے بھی کوئی گھریلو لڑکی تو ہوں نہیں، طویل عرصے تک گرین پول میں کام کر چکی ہوں۔"

"تو میں نے تمھاری اس حقیقت سے کب انکار کیا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اس کے باوجود بھی تمھاری کارکردگی حیران کُن ہے۔"

"گویا جو کچھ میں کر رہی ہوں، تم اُس سے مطمئن ہو؟" تہذیب نے پوچھا۔

"مطمئن تو بہت ہلکا لفظ ہے کوئی بھاری بھرکم لفظ تلاش کرو۔" میں نے کہا اور تہذیب ہنسنے لگی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔

تہذیب کی فراہم کردہ اطلاعات میں نے اپنے ذہن میں محفوظ کر لی تھیں۔ ڈی فوسٹر سے وہ فارمولا حاصل کرنے کے لیے تین پارٹیاں سرگرداں تھیں، ہاروت رابیل کا گروہ، روسی کے جی بی اور فرانسیسی سیکرٹ سروس۔ چوتھی پارٹی ہم خود تھے جو صرف اوشیل میکائیل کے لیے کام کر رہے تھے۔ فرانسیسی سیکرٹ سروس کا کوئی فرد ابھی تک میری نگاہ میں نہیں آ سکا تھا لیکن میں سمجھتا تھا کہ اپنے چار ایجنٹوں کے مارے جانے کے بعد کے جی بی والے خاصے چوکس ہو گئے ہوں گے۔ دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔

"کیا ابھی تک ڈی فوسٹر والے معاملے میں اسرائیلی ایجنٹ میدان میں نہیں اُترے؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"ممکن ہے اُنھوں نے اپنی کوششیں شروع کر دی ہوں لیکن مجھے ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"میں مان نہیں سکتا کہ موساد کے ایجنٹ اس معاملے سے الگ رہ سکیں گے، تاہم یہ تمھارا کیس ہے۔" میں نے کہا۔ "اگر تم اجازت دو تو میں ذرا گھوم پھر کر ہمبرگ کی سیر کر لوں؟"

"فی الحال مجھے تم سے کوئی کام نہیں لینا لہٰذا تم جس طرح چاہو وقت گزار سکتے ہو۔"

میں تہذیب کا شکریہ ادا کر کے باہر نکل آیا۔ ہمبرگ کی سڑکوں پر ملاحوں کی افراط تھی، شبینہ کلبوں، ناچ گھروں اور شراب خانوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ ہر شبینہ کلب کے دروازے پر رنگین پوسٹر اور تصاویر آویزاں تھیں۔ ایک علاقے میں ایسے شوروم بھی نظر آئے جہاں شوکیسوں میں شیشے نہیں تھے اور اُن میں اشیاء کے بجائے عورتیں سجی ہوئی تھیں، دعوتِ گناہ دیتی ہوئی عورتیں جن کی آنکھوں میں ہوس کے شعلے روشن تھے۔ انھیں دیکھنے والوں میں بڑی تعداد ملاحوں کی تھی جن کا تعلق دنیا کے مختلف ممالک سے تھا۔ وہ ایک دوسرے کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہر شوروم میں جھانک کر اشیاء کی قیمت کا اندازہ کرنے میں مگن تھے۔

میں زیادہ دیر ہمبرگ نہ دیکھ سکا اور ہوٹل واپس آ گیا۔ تہذیب موجود نہیں تھی، میں اُس کا انتظار کرنے لگا۔ وہ تقریباً رات کے ساڑھے بارہ بجے ہوٹل واپس پہنچی اور مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کھانے کے بارے میں پوچھنے لگی۔

"میں کھانا کھا چکا ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم نے بہت اچھا کیا۔ میں بھی کھا چکی ہوں۔ ویسے ہمارا پہلا دن خاصا کامیاب رہا، میں نے کافی معلومات حاصل کر لی ہیں اور کل کا دن ہم دریائے ایلبا کے کنارے گزاریں گے۔"

"کیا ہم ایک دن تفریح میں گزار کر ضائع کر دیں گے؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔" تہذیب مسکرا کر بولی۔ "دریائے ایلبا کے کنارے کنگ اٹلس کا کیمپ ہے۔"

"کنگ اٹلس!" میں نے چونک کر کہا۔ "وہی تو نہیں جس کے بارے میں تم نے مجھے بتایا تھا؟"

"بالکل وہی کنگ اٹلس۔" تہذیب مسکرائی۔

"گویا تم کنگ اٹلس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر کے آئی ہو؟" میں نے کہا۔

"ہاں علی! اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو کنگ اٹلس ہماری تمام مشکلات کا حل ثابت ہوگا۔"

"میں تمھاری کامیابی کے لیے دعاگو ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور تہذیب بھی مسکرانے لگی۔

"دریائے ایلبا تک سفر کرنے کے لیے میں نے ایک محفوظ ذریعہ بھی منتخب کر لیا ہے۔" تہذیب بولی۔

"میں پوچھنے ہی والا تھا۔" میں نے کہا۔

"ٹیوب ٹرین کے ذریعے ہم ایک قصبے تک سفر کریں گے اور وہاں سے آگے کا سفر پیدل ہی طے کرنا ہوگا۔ سفر کے لیے دوسرا کوئی آرام دہ طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا تھا لیکن اس طرح ہم دوسروں کی نظروں میں . . ."

"تم نے بہت مناسب فیصلہ کیا ہے۔" میں نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔

"تو پھر میں بُڈ کو بھی اسی وقت اطلاع دے دوں؟"

"اُسے ساتھ لے جاؤ گی؟"

"ہاں، یہ ضروری ہے۔" تہذیب نے کہا۔

اتفاق سے بُڈ اپنے کمرے میں ہی مل گیا جس کی مجھے توقع نہیں تھی۔

"بُڈ تیار ہے چیف۔" بُڈ نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ "کہاں جانا ہوگا؟"

"دریائے ایلبا۔" میں نے کہا اور بُڈ اُچھل پڑا۔

"مذاق کر رہے ہو چیف؟" اُس نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ کہا۔

"کیوں؟" میں نے اُسے گھور کر دیکھا۔ "اس میں مذاق کی کیا بات ہے؟"

"اوہ کچھ نہیں چیف۔" بُڈ اُٹھ کھڑا ہوا۔ "میں اسی وقت چلنے کو تیار ہوں۔"

"اس وقت نہیں، صبح۔" میں نے کہا اور بُڈ نے سعادت مندی سے سر ہلا دیا۔

اگلے روز دریائے ایلبا کی طرف روانہ ہوتے وقت بُڈ نے ایک آنکھ دبا کر مجھ سے کہا۔

"چیف، میرے اور تمھارے درمیان جو معاہدہ ہے کبھی کبھی اُس کی پابندی بھی کر لیا کرو۔ بُڈ جیسا وفادار شخص تمھیں کہیں نہیں ملے گا لیکن وفاداروں کو زندہ رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔"

"کیا قیامت ٹوٹی ہے تم پر؟" میں نے سوال کیا۔

"تم وہاں جاتے ہی تو کام شروع نہیں کر دو گے، اس لیے مجھے دریائے ایلبا کے کنارے ایک دن گزارنے کی اجازت ضرور دے دینا۔"

"کیوں، وہاں کیا ہے؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ بس ایک دن آزادی کے ساتھ گزار کر یہ احساس کرنا چاہتا ہوں کہ میں ابھی زندہ ہوں۔"

"ٹھیک ہے، تم زندہ رہو۔ مجھے اس پر بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

ہم لوگ زیرِ زمین ٹرین میں بیٹھ کر شہر سے دس میل کے فاصلے پر واقع ایک چھوٹے سے مضافاتی اسٹیشن پر اُتر گئے جو ٹیوب ٹرین کا آخری اسٹاپ بھی تھا۔ قصبے کی بڑی سڑک کے سرے سے بائیں جانب ایک کچی پگڈنڈی نیچے کھیتوں میں اُتر گئی تھی۔ اس پگڈنڈی کے اختتام پر دریائے ایلبا تھا۔

ہم نے سیاحوں کی مانند اپنا سامان اٹھا رکھا تھا اور پیدل چل رہے تھے۔ پگڈنڈیاں اِدھر اُدھر بکھری ہوئی تھیں اور اُن پر رنگ برنگے لباسوں میں سیاح تیزی سے سفر کر رہے تھے جن میں بچے بوڑھے اور عورتیں سبھی شامل تھے۔ سیاح بار بار کھیتوں میں اُتر جاتے اور وہاں سے رنگ برنگے پھول توڑ لاتے۔

موسم خوش گوار تھا، حدِ نگاہ تک کھیتوں کے سلسلے دھوپ میں چمک رہے تھے۔ آبادی کافی پیچھے رہ گئی تھی۔ پھر ہم ایک ٹیلے پر پہنچ گئے۔ تہذیب نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "علی! دریائے ایلبا۔"

میں نے اُس کے اشارے کی سمت نگاہ دوڑائی۔ کافی فاصلے پر دریائے ایلبا کا پُرسکون پانی میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ دریائی گزرگاہ کے پہلو میں بے شمار بادبانی کشتیاں ساکت کھڑی نظر آئیں جن کے بلند مستول بادبانوں سے خالی تھے۔ بعض پر بادبان بھی نظر آ رہے تھے۔ دریا پر لکڑی کے تختوں کا ایک مضبوط پُل بنا ہوا تھا۔ تمام کشتیاں اُسی پُل سے بندھی ہوئی تھیں۔ میں کافی دیر تک اُدھر دیکھتا رہا پھر میں نے دوسری طرف دیکھنا چاہا تو تہذیب نے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ارے میری آنکھوں پر کیوں ہاتھ رکھ رہی ہو؟" میں نے کہا۔

"اُس طرف دیکھنا منع ہے۔"

"آخر بات کیا ہے؟" میں نے اُس کا ہاتھ آنکھوں سے ہٹا کر ہونٹوں پر رکھتے ہوئے کہا۔

"بس میں جو منع کر رہی ہوں۔" تہذیب نے کہا اور شرمائے ہوئے سے انداز میں دوسری طرف مُڑ گئی۔

میں نے ایک لمحے کے لیے تہذیب کو حیرت سے دیکھا اور پھر اُس طرف دیکھنے لگا جدھر دیکھنے کے لیے اُس نے مجھے منع کیا تھا۔ وہ دریا کا دوسرا کنارہ تھا اور گو وہاں سے صاف نظر نہیں آ رہا تھا لیکن ذرا سا غور کرنے پر ساری صورتِ حال مجھ پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

واضح ہوگئی۔ اُس کنارے پیراکی کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ وہ بات جس کی وجہ سے تہذیب مجھے اُس طرف دیکھنے سے روک رہی تھی یہ تھی کہ وہ سب کے سب فطری لباس میں تھے۔ انھیں دیکھ کر ابتدائی دور کے وحشی انسان کی یاد تازہ ہو جاتی تھی جسے اپنی ستر پوشی کا شعور تھا ہی نہیں۔

تہذیب کی طرح مجھے بھی یہ بد تہذیبی پسند نہیں تھی اس لیے مَیں اُس کا ہاتھ پکڑ کر ٹیلے سے نیچے اُتر آیا۔ "کیا ہمیں بادبانی کشتی سے سفر کرنا ہوگا؟" مَیں نے پوچھا۔

"ہاں۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "ہمیں دریا عبور کرنا ہوگا۔ کیمپنگ اس طرف ہے۔"

بادبانی کشتی میں دریا کا وسیع پاٹ عبور کرتے ہوئے وہ بُرے مناظر بہت قریب سے نظر آئے جن کی وجہ سے تہذیب نے مجھے اُدھر دیکھنے سے منع کیا تھا۔ تہذیب اس طرح بیٹھی تھی کہ اُس کی نگاہ اُن مناظر پر نہ پڑنے پائے۔ مَیں نے بھی تہذیب کا ساتھ دیا تھا لیکن بڈ کو روکنے کا ہمارے پاس کوئی طریقہ نہیں تھا۔ وہ ہمارے برابر ہی بیٹھا آنکھیں پھاڑے اُسی سمت گھورے جا رہا تھا۔ بادبانی کشتی کا سفر جاری رہا اور بالآخر ہم دوسرے کنارے پہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچتے ہی ہم نے بادبانی کشتی کو رُکوایا اور وہیں اُتر گئے۔ ملّاحوں نے ہمیں حیرت سے دیکھا۔ اس لیے کہ یہاں آنے والے پہلے اُن مناظر سے لُطف اندوز ہوتے تھے جن سے انسانیت کی تذلیل ہوتی ہے اور جب اُن کے سفلی جذبات کی تسکین ہو جاتی تھی تب وہ کسی کیمپنگ کا رُخ کرتے تھے اور خود کو منشیات میں غرق کر دیتے تھے۔

"ہم لوگ یہاں کیوں اُتر گئے چیف؟" بڈ نے حیرت سے سوال کیا۔ "ہمارے علاوہ تو کوئی بھی کشتی سے نہیں اُترا۔"

"میرے بجائے یہ سوال تم انچارج سے کرتے تو بہتر ہوتا۔" مَیں نے کہا۔ "ویسے بھی اب تم میری ملازمت میں نہیں ہو۔"

"کوئی بات نہیں چیف، میں میڈم سے پوچھ لیتا ہوں۔" بڈ نے بڑے سکون سے کہا۔ "کیوں میڈم؟"

"ہم یہاں کام کرنے آئے ہیں۔ دوسرے لوگوں کا مقصد تفریح ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"کام کے ساتھ ساتھ اگر تھوڑی بہت تفریح بھی ہوتی رہے تو کیا حرج ہے؟" بڈ بولا۔

"تفریح ہمیشہ کام کے بعد اچھی لگتی ہے۔" تہذیب نے کہا اور ہم اپنی منزل کی طرف چلنے لگے۔

یہ علاقہ بھی سرسبز تھا۔ حد تو یہ تھی کہ بھورے پتھروں کی ڈھلانیں اور اونچی اونچی چٹانیں بھی سبزے سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ ہمیں بہت دور تک پیدل چلنا پڑا۔ ہماری مطلوبہ کیمپنگ ایک پیالہ نما وادی میں تھی جس کا تعلق کنگ اٹلس سے تھا۔ تہذیب نے اُس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہی ہماری مطلوبہ جگہ معلوم ہوتی ہے۔"

"ایسا ہے تو بہت اچھی بات ہے، یہ علاقہ کتنا خوب صورت ہے تہذیب! حسین، قدرتی مناظر سے بھرپور۔"

"ہاں مگر تہذیب سے عاری ہے۔" تہذیب نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"چلو، ہم یہاں کسی اخلاقی مشن پر نہیں آئے ہیں۔ کیا خیال ہے، براہِ راست کنگ اٹلس سے ملو گی؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں سیاح بہ کثرت آتے ہیں اور انھیں قیام کے لیے موزوں جگہ بھی مل جاتی ہے۔"

"کیا یہاں قیام کرنے کے لیے کسی قسم کی پابندیاں ہیں؟" مَیں نے تہذیب سے پوچھا۔

"نہیں، یہاں کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ جس کا جہاں جی چاہے پڑ رہے۔"

"تو میرے خیال میں زیادہ بہتر یہ رہے گا کہ ہم پہلے کسی جگہ پڑاؤ ڈال کر حالات کا جائزہ لے لیں۔" مَیں نے کہا۔

"میرا پروگرام بھی یہی ہے۔" تہذیب بولی۔ "پہلے ہم چوبیس گھنٹے یہاں رُک کر علاقے کا جائزہ لیں گے اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ کنگ اٹلس تک رسائی ہمارے لیے سود مند ثابت بھی ہوگی یا نہیں۔ اُس کے بعد ہی کنگ اٹلس سے ملنے یا نہ ملنے کا فیصلہ کرنا مناسب ہوگا۔"

بڈ نے ہماری بات اُچک لی۔ "اگر اجازت ہو میڈم تو مَیں اپنا ٹھکانا الگ بنا لوں؟"

"ہم یہاں ساتھ آئے ہیں اور ساتھ ہی رہیں گے۔" تہذیب نے کہا۔ "الگ رہنے کی کیا تُک ہے؟"

"دراصل چیف کہتے ہیں کہ مَیں ہر وقت اُن پر مسلّط رہنے کی کوشش کرتا ہوں جب کہ میری خواہش ہے کہ مَیں آپ لوگوں کو قربت کے زیادہ سے زیادہ مواقع مہیا کردوں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو تم۔" تہذیب غُصیلے لہجے میں بولی۔

"ایک اچھے دوست کی حیثیت سے بھی میرا یہ فرض بنتا ہے میڈم۔ مَیں دیکھ چکا ہوں کہ آپ دونوں بہت کم ایک دوسرے سے قریب رہ پاتے ہیں۔"

تہذیب نے غُصیلے انداز میں بڈ کو دیکھا اور ہونٹ سکوڑ کر بولی۔ "تم جہاں چاہو جا کر مر سکتے ہو۔"

"شکریہ میڈم! بہت بہت شکریہ۔" بڈ نے احتراماً جھک کر کہا اور ایک جانب دوڑتا چلا گیا۔ تہذیب ہنس پڑی تھی۔

مَیں اور تہذیب آگے بڑھ گئے۔ کئی مقامات پر چھوٹے چھوٹے کیبن نظر آرہے تھے جہاں سے منشیات سپلائی کی جاتی تھیں۔ ایک جگہ کافی بڑی چوبی عمارت بھی نظر آئی۔ اس کے علاوہ چھوٹے خیموں کا پورا شہر آباد تھا۔ ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے کھلے آسمان تلے قیام کرنے کو ترجیح دی تھی۔ بڑھی ہوئی داڑھیوں، بکھرے ہوئے بالوں، بے رونق چہروں اور بوسیدہ لباس والے آوارہ گردوں کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے۔ عورتوں اور مردوں کے درمیان تمیز کرنا مشکل تھا تاوقتیکہ انھیں بہت غور سے نہ دیکھا جائے۔

تہذیب اور مَیں اُن کے درمیان سے گزرتے ہوئے بالآخر اُس جگہ پہنچ گئے جہاں سے خیمے کرائے پر حاصل کیے جا سکتے تھے۔ ہم نے ایک چھوٹی سی چھولداری معمولی کرائے پر حاصل کر کے ایک خالی جگہ نصب کر لی۔ اطراف میں اور بھی بہت سی ایسی ہی چھولداریاں بکھری ہوئی تھیں۔ چھولداری نصب کرنے کے لیے جو مقام ہم نے منتخب کیا تھا وہ قدرے بلندی پر تھا، اس لیے ہم وہاں سے خاصی دُور تک کا نظارہ کر سکتے تھے۔

چھولداری نصب کرنے کے بعد ہم نے اُس میں اپنے پاس موجود سامان سیٹ کر لیا۔ اس سامان میں ربر کے سفری بستر بھی تھے۔ ان بستروں کی افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ وہ نہ ہوتے تو ہمیں کھردری زمین پر شب بسری کرنے پر مجبور ہو جانا پڑتا۔ میں تو خیر گزارہ کر لیتا مگر تہذیب کے لیے کھردری پتھریلی زمین پر سونا ممکن نہیں تھا۔

"یہاں کتنی گھٹن ہے علی!" تہذیب نے کہا۔ "فضا میں طرح طرح کی بدبو چکراتی پھر رہی ہے۔"

"اس کے علاوہ یہاں اور کیا ہو سکتا ہے۔ سیاحوں کی جو بھیڑ دکھائی دے رہی ہے انھیں منشیات کی کشش ہی تو یہاں کھینچ کر لائی ہے۔ اور جہاں منشیات کا اتنا کثیر استعمال ہو وہاں خوشبویات کا کیا کام؟"

"اگر یہاں یہ نشے باز نہ ہوتے تو یہاں کی فضا بہت خوشگوار ہوتی مگر ان کم بختوں نے آتنی پُر فضا جگہ کو کس قدر مسموم بنا کر رکھ دیا ہے۔"

"یہاں جو رونق نظر آرہی ہے تہذیب! وہ بھی انھی نشے بازوں کے دم سے ہے۔" میں نے کہا۔

"بھاڑ میں گئی ایسی رونق۔" تہذیب نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ایسی رونق سے تو بے رونقی اچھی۔"

"تم بھٹک رہی ہو تہذیب۔" میں نے اُسے ٹوکا۔ "ہم یہاں ایک کام سے آئے ہیں۔ لوگوں کی بُری عادتیں سلوانے نہیں آئے۔"

"کام تو ہوتا ہی رہے گا علی لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کی آوارہ گردی کا راز کیا ہے؟"

"بیزاری۔" میں نے کہا۔ "حد سے بڑھتی ہوئی بیزاری کے باعث ان لوگوں نے یہ راہ اختیار کر لی ہے۔"

"بیزاری!" تہذیب حیرت سے بولی۔ "یہ لوگ کس چیز سے بیزار ہوگئے۔ دُنیا کی کون سی نعمت انھیں میسّر نہیں ہے؟"

"پُرتعیش زندگی ہی تو انھیں اس راہ پر لے آئی ہے ورنہ انھیں دُنیا کی ہر آسائش میسّر ہے۔"

"کیسی متضاد باتیں کر رہے ہو علی! آسائشوں سے بھی کوئی بیزار ہوا کرتا ہے؟"

"آسائشوں ہی سے تو بیزار ہوتا ہے۔ آدمی اُس چیز کی طرف لپکتا ہے جس کی اُسے ضرورت ہوتی ہے۔"

"یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ آدمی اُسی چیز کے پیچھے دوڑتا ہے جس چیز کی اُسے ضرورت ہوتی ہے لیکن ان لوگوں کو تو کسی چیز کی بھی کمی نہیں تھی۔"

"ان لوگوں کو مصائب کی ضرورت تھی۔ بے سروسامانی کی زندگی میں ان کے لیے بے حد کشش تھی تبھی تو یہ سارے تعیشات پر لات مار کر اس بے سروسامانی کی زندگی کی طرف نکل آئے ہیں۔"

جسے قارئین آج تک نہیں بھولے
طالوت
۳ حصوں میں (مکمل)
قیمت فی حصہ ۴۰/۰۰ روپے | ڈاک خرچ فی حصہ ۱۶/۰۰ روپے
□ پُراسرار کہانیوں کے شائقین کے لیے
□ طنز و مزاح پسند کرنے والوں کے لیے
□ جاسوسی کہانیوں کے پرستاروں کے لیے
ایک دلچسپ داستان جو آج تک آپ نے نہ پڑھی ہوگی!
کتابی شکل میں تیار ہے
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے منگوائیں
تینوں حصے ایک ساتھ منگوانے پر محصول ڈاک ۱۸ روپے
کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"پتا نہیں کیوں تمھاری بات پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آرہی۔"
تہذیب نے بے بسی سے کہا۔

"اس بات کو آسان زبان میں سمجھو۔ اگر کسی شخص کو دن رات ہر وقت کھانے کے لیے مرغی ملتی رہے تو کیا وہ اُس سے اُکتا نہیں جائے گا۔ اُسے کہیں دال کی جھلک بھی نظر آجائے گی تو وہ اس پر بھوکوں کی طرح گرے گا۔ دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ وہ کوئی انتہائی محروم آدمی ہے۔ حقیقت تک تو کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

"او ہو، اب میں سمجھ گئی۔" تہذیب نے کہا۔ "واقعی ایک ڈگر پر چلتے چلتے آدمی بیزار ہو ہی جاتا ہے۔"

"مغرب منشیات کے سیلاب کی لپیٹ میں ہے تہذیب! مغرب کے دانشور اس سیلاب کے سامنے بند باندھنے میں ناکام ہو چکے ہیں اور اُن کی پوری نسل تباہی کی طرف جا رہی ہے۔"

"کیا یہ عبرت کا مقام نہیں ہے علی کہ اس قدر ترقی یافتہ قوموں کا یہ حشر ہو رہا ہے۔"

"بالکل ہے۔" میں نے کہا۔ "اور غور طلب بات یہ ہے کہ یہ تنزلی صرف ترقی یافتہ قوموں ہی کے حصّے میں کیوں آئی؟"

"کیا اس کی وجہ بھی یہی نہیں ہے کہ یہ اپنی پُرتعیش زندگی سے بیزار ہو چکے ہیں؟"

"نہیں تہذیب۔ پُرتعیش زندگی سے اس حد تک بیزاری نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو علی۔" تہذیب حیران ہو کر بولی۔ "کچھ ہی دیر قبل یہی بات ثابت کرنے کے لیے تم اپنا سارا زور صرف کیے دے رہے تھے اور اب جبکہ میں تمھاری بات سے متفق ہو چکی ہوں تم خود ہی اپنی بات کی تردید کر رہے ہو۔"

"پہلے جو کچھ میں نے کہا وہ صرف ایک امکانی جائزہ تھا ورنہ حقیقت تو کچھ اور ہی ہے۔"

"تمام دن کی تھکن کے بعد اب ذہن اس قابل نہیں رہا کہ کوئی پیچیدہ بات سلجھ سکوں لہٰذا جو کچھ کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو۔"

"ان لوگوں کا اصل مسئلہ توازن ہے تہذیب! جہاں توازن نہیں ہوگا وہاں خرابیاں ضرور جنم لیں گی۔ اسی لیے ہمارے مذہب نے توازن پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ ترکِ دُنیا کی بھی ممانعت ہے اور ترکِ دین تو خیر ہے ہی بہت بڑا گناہ۔ مغرب پر جو تباہی نازل ہوئی ہے اُس کی سب سے بڑی وجہ یہی عدمِ توازن ہے۔ انھوں نے اپنی پوری توجہ مادّی ترقی پر صرف کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ روحانی دیوالیہ پن کا شکار ہوتے چلے گئے۔ مادّیت کے ساتھ یہی مصیبت ہے کہ اُس سے ہر ظاہری چیز حاصل کی جا سکتی ہے مگر کوئی ایک بھی باطنی چیز حاصل نہیں کی جا سکتی... اور روحانیت کا کمال یہ ہے کہ اس میں باطن مضبوط ہوتا ہے اور انسان ظا[ہری] چیزوں سے خود بخود بے نیاز ہوتا چلا جاتا ہے۔ مادّہ بے[چینی] کو جنم دیتا ہے اور روحانیت سکون و اطمینان فراہم کرتی [ہے] اور یہ بات مسلّمہ ہے کہ صرف عدم سکون اور بے اطمینانی کا شا[خسانہ] ہی بے راہ روی کا نشانہ بنتا ہے۔ جس شخص کو سکون جیسی [نعمت] میسّر ہوگی، جو ہر طرح سے مطمئن ہوگا وہ کبھی بے راہ روی پر [مائل] ہو ہی نہیں سکتا۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے اور [یہ] بھی یہی ہے کہ مادّی ترقی کے نتیجے میں مغرب روحانی طور [پر دیوالیہ] ہو گیا۔ لوگ ایک حد تک تو اُس کرب کا مقابلہ کرتے رہے جو [انھیں] مادّی دوڑ میں شامل ہونے کے نتیجے میں تحفتاً ملا تھا لیکن [بہت] دیر اس کا مقابلہ نہ کر سکے اور آج اس کا نتیجہ سب کے سامنے [ہے۔]"

تہذیب مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ "کیا [یہ ممکن] نہیں ہے کہ یہ سب باتیں محض تمھارا نظریہ ہوں۔" اُس نے کہا۔

"کیا تم میرے تجزیے سے متفق نہیں ہو تہذیب؟ جو کچھ [میں] نے کہا ہے کیا اُس میں آتنا وزن نہیں ہے کہ تم میری باتیں تسلیم [کر لو؟]"

"نظریاتی طور پر تمھاری ہر بات درست ہے علی! لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کے بھٹک جانے کی وجہ کچھ اور ہو۔" تہذیب ہچکچاتے ہوئے بولی۔

"اسے تاریخ کے آئینے میں دیکھو تہذیب! ان لوگوں کی ترقی اور روحانی زوال کا نکتۂ آغاز وہ دور ہے جسے یورپ صنعتی انقلاب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس سے قبل [مغرب] اور مشرق کی عورت میں بھی بہت زیادہ فرق نہیں تھا لیکن [صنعتی] انقلاب کا دور شروع ہوتے ہی عورت باہر نکل آئی اور مرد [کے] شانہ بشانہ کام کرنے لگی۔ انسان کی جگہ مشینوں نے لے [لی اور] انسان خود انسانیت سے بھی دور ہوتا چلا گیا۔ آسائشوں سے [بھری] زندگی اسے سکون فراہم نہ کر سکی تو اُس نے خود کو طرح طرح [کی] اذیتوں میں مبتلا کرنا شروع کر دیا لیکن یہ بھی ایک غلط طریقہ [تھا۔] ان لوگوں کو کچھ سجھائی نہیں دیتا اور یہ سکون کی تلاش میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔"

"اذیت پسندی کا یہ رجحان تو بہت خطرناک ہے علی! یہ لوگ قابلِ رحم نہیں ہیں؟"

"قابلِ رحم تو ہیں تہذیب لیکن یہ بھی تو سوچو کہ انھوں [نے] دوسروں کے لیے جو گڑھا کھودا تھا یہ لوگ خود اُس میں گر[ے] ہیں۔ ایک زمانے میں جب حکومتِ برطانیہ میں سورج غروب نہیں ہوا کرتا تھا، ان کی سلطنت کی حدود بے حد وسیع تھیں۔ ان[گریزوں] پر یہ اخلاقی فرض عائد ہوتا تھا کہ وہ اپنے زیرِ حکومت تو مقبوضہ علاقوں کے باشندوں کی ترقی کے لیے ٹھوس قدم اُٹھاتے

[اس] کے برعکس اُنھوں نے ان لوگوں کو چائے اور سگریٹ پر لگانے [کے] لیے بے تحاشا دولت خرچ کی۔ بعد میں بین الاقوامی اور اندرونی [دباؤ] کے تحت مکّار انگریز کو سارے علاقے خالی کرنا پڑ گئے مگر اُن [کا بو]یا ہوا بیج تناور درخت بن چکا تھا۔ چائے اور سگریٹ جیسی [فضو]ل چیز کی عادت میں دُنیا کی بہت بڑی آبادی مبتلا ہے۔ جو [قومیں] دوسروں کے خلاف سازش کرتی ہیں تہذیب! وہ اس کے [بد]اثرات سے خود بھی محفوظ نہیں رہ سکتیں۔ اسی معاملے [کو] دیکھ لو۔ اُنھوں نے دیگر اقوام کو چائے اور سگریٹ کے ذریعے [تباہ ک]رنے کی کوشش کی تھی۔ آج اُن کی اپنی نوجوان نسل کا کیا حشر [ہو ر]ہا ہے۔"

"تم تھوڑے سے جذباتی ہو گئے علی!" تہذیب نے کہا۔ "شاید [اس] کی وجہ یہ ہو کہ تمھاری قوم بھی انگریزوں کی ڈسی ہوئی ہے۔"

"یہ حقیقت ہے تہذیب کہ میں اس معاملے میں جذباتی ہو جاتا [ہو]ں۔ ہم ڈیڑھ سو سالہ غلامی کے اثرات سے ابھی تک نہیں نکل [پائے۔] ہمارے سیدھے سادے لوگوں نے انگریز کی دی ہوئی لعنتوں [کے] طوق ہنسی خوشی اپنے گلوں میں ڈال رکھے ہیں۔ حکمراں طبقہ الگ [انگ]ریزی ماحول کا پروردہ ہے۔ قوم کو غلامی کے اثرات سے [نک]النا اُن کی ذمّے داری ہے مگر اُن کی آنکھوں پر پٹّی بندھی ہوئی [ہ]ے۔ عملاً اب بھی ہمارے ہاں انگریز کی حکمرانی ہے۔"

"کچھ بھی ہو علی! مجھے ان لوگوں سے ہمدردی محسوس ہوتی ہے، [انس]انیت کے ناتے۔ جو کچھ بھی کیا اُس میں بھی تو ان کا حکمراں طبقہ [ہی] سرگرم عمل تھا۔ عام آدمی تو اُس میں شریک نہیں تھا۔"

"ہر جگہ یہی ہوتا ہے تہذیب! خواص کی غلطیوں کی سزا عوام [کو] بھگتنا پڑتی ہے۔" میرے لہجے میں تلخی اُتر آئی۔ "ان کے ساتھ [بھ]ی یہی کچھ ہو رہا ہے تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟"

"تم میرے آئیڈیل ہو علی مگر مجھے افسوس ہو رہا ہے۔ ان [قاب]لِ رحم لوگوں کے لیے تمھارا طرزِ فکر خاصا بے رحمانہ ہے۔"

"واقعی یہ قومیں ہمدردی کی مستحق ہیں۔" میں نے طنزیہ لہجے [میں] کہا۔ "یہ قومیں جنھوں نے ایٹم اور ہائیڈروجن بم جیسے بھیانک [ہتھ]یار ایجاد کر کے پوری دُنیا کے معصوم و بے گناہ لوگوں پر ناگہانی [مو]ت کے سائے مسلّط کر رکھے ہیں۔"

"ان میں ان لوگوں کا کیا قصور ہے علی! اس کے ذمّے دار [تو م]ٹھی بھر افراد ہیں۔"

"ہر وہ شخص ذمّے دار ہے جو ایسی مہلک ایجادات کو اچھا [سمج]ھتا ہے۔ مجھے بتاؤ تہذیب کہ ڈی فوسٹر نے جو فارمولے چُرائے [ہیں] اُن کے پیچھے پاگلوں کی طرح دوڑنے والے کن ممالک کے [ایج]نٹ ہیں۔ کیا کوئی ترقی پذیر ملک بھی اس چکّر میں پڑا؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی، لیکن اگر ڈی فوسٹر کے مسروقہ فارمولے کسی اور ملک کے ہاتھ لگ گئے تو کیا ہوگا؟"

"ویسے تو اس مشن کی انچارج تم ہو۔ تم اس سلسلے میں جو بھی قدم اُٹھاؤ گی میں اُس میں تمھارا ساتھ دوں گا لیکن اگر کسی موقع پر تم نے اس مشن سے ہاتھ کھینچنے کی کوشش کی تو میں تم سے معذرت کر لوں گا۔ مسروقہ فارمولے کسی بھی قیمت پر حاصل کرنے کے بعد ہی میں کوئی اور کام کر سکوں گا۔"

"تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں اس کیس سے ہاتھ اٹھا سکتی ہوں؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم بھی پیچھے ہٹنے والی نہیں ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں نے تو صرف مفروضے کے طور پر یہ بات کہی تھی۔"

"میں خاصی تھکن محسوس کر رہی ہوں علی۔" تہذیب ایک بستر پر دراز ہوتے ہوئے بولی۔ "کیا خیال ہے کچھ دیر آرام نہ کر لیں؟"

"سفر میں تھکن تو ہو ہی جاتی ہے۔ میں بھی کسلمندی محسوس کر رہا ہوں لیکن میری تھکن آرام کرنے سے نہیں کچھ دیر کھلی ہوا میں گزارنے سے دور ہوگی۔ تم آرام کرو، میں ذرا باہر گھوم پھر آؤں۔"

تہذیب نے آنکھیں بند کر لیں اور میں چھولداری سے باہر نکل آیا۔ سورج مغرب کی طرف جھک چلا تھا۔ شام اُتر آئی تھی اور سرسبز میدانوں میں ہپیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ نظر آ رہے تھے۔ چرس کے کثیف دھوئیں کے مرغولے فضا میں چکراتے پھر رہے تھے۔ ہر طرف سے طرح طرح کے نشوں کی بُو آ رہی تھی۔ اندر کی بہ نسبت باہر زیادہ گھٹن تھی۔

میں درمیانہ رفتار سے اُن کے درمیان سے گزرنے لگا۔ اُن میں سے بیشتر تو نشے میں مدہوش دُنیا و مافیہا سے بے خبر تھے ورنہ میرا ارادہ تھا کہ کنگ اٹلس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن اب میں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ یہ کام بعد میں کسی اور ذریعے سے بھی ہو سکتا تھا۔

میں چاروں طرف دیکھتا ہوا چل رہا تھا۔ کوشش یہی تھی کہ ہر شخص پر کم از کم ایک سرسری نظر ضرور پڑ جائے۔ ایک امید تھی کہ شاید کہیں کوئی کام کا آدمی نظر آجائے۔ دفعتاً میرے پیروں سے کوئی چیز ٹکرائی اور میں سنبھلنے کی انتہائی کوشش کرنے کے باوجود لڑکھڑاتا ہوا چند قدم آگے جا گرا۔ میں مُنہ کے بل گرا تھا اور اگر میں نے ہاتھ نہ ٹیک دیے ہوتے تو کم از کم میری نکسیر تو ضرور پھوٹ گئی ہوتی۔

"دیکھ کر نہیں چلتے، اندھے ہو کیا؟" میں نے اپنے عقب سے ایک دہاڑ سُنی اور پھرتی کے ساتھ اُٹھ بیٹھا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ چار افراد تھے جو اپنے حلیوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے ہی غنڈے معلوم ہو رہے تھے۔ وہ سب جینز اور جیکٹ میں ملبوس تھے، جسمانی طور پر توانا تھے اور سب کے ہاتھوں میں بیئر کے ٹن تھے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کنگ اٹلس کے پالتو لفنگے تھے اور اُن میں سے ایک نے جان بُوجھ کر مجھے گرایا تھا۔ میں اُن چاروں کو پہلے نہیں دیکھ سکا تھا اس لیے کہ اُس وقت میں دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ میری اس بے خبری سے فائدہ اُٹھا کر اُن میں سے ایک نے مجھے اڑنگا لگا کر گرا دیا تھا۔

میں کھڑا ہو گیا۔ وہ سب مجھے ہی گھُور رہے تھے۔ "میں اندھا نہیں ہوں۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "تم نے جان بُوجھ کر مجھے گرایا ہے۔" میں نے گھنی مونچھوں والے اُس شخص کو گھُورا جس پر مجھے شبہ تھا کہ مجھے گرانے کی حرکت اُسی نے کی ہے۔

"بکواس کرتا ہے۔" گھنی مونچھوں والا گرجا۔ "الزام لگاتا ہے۔ تجھے معلوم نہیں ہے کہ تو کس سے گفتگو کر رہا ہے۔"

"ہاں، مجھے بالکل نہیں معلوم کہ تم کون ہو۔ میں تو یہاں اجنبی ہوں۔ ایک سیاح۔"

"سیاح کے بچّے، تجھے اپنی اس حرکت کی معافی مانگنی پڑے گی۔ ٹونی پر الزام لگانے والے اپاہج ہو جایا کرتے ہیں۔"

"میں نے کسی پر کوئی الزام نہیں لگایا۔" میں نے کہا۔ "اس کے برعکس تم مجھ پر الزام لگا رہے ہو۔"

"بہت نڈر معلوم ہوتا ہے۔ کیسا چبا چبا کر باتیں کر رہا ہے۔" ٹونی نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مار و سلے کو۔" اُن میں سے ایک نے جس کے بائیں گال پر چاقو کا گہرا زخم نظر آ رہا تھا بیئر کے ٹن سے ایک طویل گھونٹ لے کر کہا اور خالی ٹن بے پروائی سے مجھ پر اُچھال دیا۔ میں نے اپنا چہرہ تیزی سے ایک طرف نہ جھکا لیا ہوتا تو بیئر کا ٹن میرے مُنہ پر پڑا ہوتا۔

"میں تجھے ایک موقع اور دے رہا ہوں۔ معافی مانگ لے ورنہ اس خوبصورت چہرے کا بھرتا بنا دوں گا۔" ٹونی غرّایا۔

"غلطی میری ہوتی تو ضرور معافی مانگ لیتا۔ مگر غلطی میری نہیں ہے بلکہ زیادتی تم نے کی ہے۔"

"تو لاتوں کا بھوت معلوم ہوتا ہے۔ باتوں سے نہیں مانے گا۔" اُس نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔ اُس کے تینوں ساتھی یوں بے تعلقی سے بیٹھے تھے جیسے اُن کا اس معاملے سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ اطراف میں بکھرے ہوئے ہپّی تو پہلے ہی اپنی اپنی کھال میں مست تھے۔ انھیں اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ اُن کے گرد و پیش کیا ہو رہا ہے۔

"میں جا رہا ہوں۔" دفعتاً میں نے بلند آواز سے کہا اور دوسری طرف جانے کے لیے مُڑ گیا مگر میں چند قدم سے زیادہ نہ چل [illegible] ٹونی نے عقب سے مجھ پر چھلانگ لگائی اور مجھے دور تک رگ[illegible] چلا گیا۔ میرے مُنہ سے کراہ نکلی اور میں خود کو چھڑانے کے [illegible] جدّوجہد کرنے لگا۔ ٹونی خاصا جسیم اور طاقتور آدمی تھا۔ اُس [illegible] مجھے پوری طرح جکڑ لیا تھا اور مجھے بُری طرح رگڑنے لگا [illegible]

"مم... مجھے چھوڑ دو۔" میں نے بمشکل کہا۔ "تم مجھے کی[illegible] مار رہے ہو؟"

"تو نے ٹونی کے ساتھ بدتمیزی کی ہے اور تجھے اس کی [illegible] ضرور ملے گی۔" اُس نے میری گدّی پر ایک زوردار گھونسا رسید [illegible] اور میری آنکھوں کے سامنے ستارے ناچ کر رہ گئے۔

"مجھے چھوڑ دو، میں وعدہ کرتا ہوں یہاں سے چلا جاؤں گا [illegible]" میں نے کمزور سی آواز میں کہا۔

"چلا جائے گا، ہاہاہاہا۔" اُس نے ایک بھیانک قہقہہ لگا[illegible] "ٹونی کے مُنہ پر تھوک کر چلا جائے گا تو دُنیا کیا کہے گی۔ نہیں، تو ٹ[illegible] سے معافی مانگے بغیر یہاں سے جا بھی نہیں سکتا۔"

میں نے پوری قوت صرف کر کے اُس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی مگر یہ ممکن نہ ہو سکا۔ میں نے اُس کی طاقت کا غلط انداز[illegible] لگایا تھا۔ اُس کا جسم کسی چٹان کی طرح ٹھوس تھا اور وہ طاقت کا پہا[illegible] معلوم ہو رہا تھا۔ میرے ساتھ مشکل یہ تھی کہ میں یہاں کوئی ہنگا[illegible] برپا کر کے خود کو نمایاں کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ اس [illegible] لیے میں نے سوچا تھا کہ اُس سے تھوڑا بہت پٹ کے معافی مانگ لوں گا لیکن اب مجھے صاف نظر آ رہا تھا کہ اگر میں نے اُس سے خود معا[illegible] نہ مانگی تو وہ میرا کچومر بنا کر رکھ دے گا۔

"مم... میں وعدہ کرتا ہوں، آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا[illegible]" میں نے اُس سے معذرت کر لینے میں ہی عافیت جانی۔

"معافی اس طرح مانگی جاتی ہے۔" وہ میری پُشت پر گھٹنا ٹیکتے ہوئے غرّایا۔ "ٹھیک سے معافی مانگو۔"

"اور کیا کہوں۔" میں کراہا۔ "وعدہ تو کر رہا ہوں کہ آئندہ ایس[illegible] غلطی نہیں کروں گا۔"

"یہ کہو کہ غلطی مجھ سے ہوئی ہے۔ میں معافی مانگتا ہوں، مجھے معاف کر دو۔" وہ دانت پیس کر بولا۔

"مجھے معاف کر دو ٹونی۔" میں نے انتہائی بے بسی کے عالم میں کہا۔ میرا رُواں رُواں غصّے کے مارے سلگ رہا تھا۔ "غلطی مجھ سے ہی ہوئی تھی۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔"

اُس نے میرے سر کے بال مُٹھی میں جکڑ کر میرا مُنہ زمین پر رگڑ دیا۔ "جا، بچّہ سمجھ کے تجھے معاف کر رہا ہوں ورنہ جی تو یہی چا[illegible] رہا ہے کہ تیرے جسم کا ریشہ ریشہ اُدھیڑ کر رکھ دوں۔"

[illegible] وہ ایک جھٹکے سے مجھے چھوڑ کر ہٹ گیا اور میں سر جھٹک [illegible] آنکھوں کے سامنے چھا جانے والی دُھند سے نجات حاصل [illegible] کی کوشش کرنے لگا۔

"[illegible] مزہ نہیں آیا ٹونی۔" اُس کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا [illegible] اُٹھ کر وہیں آ گئے تھے۔ "یہ تو بہت بودا ثابت ہوا۔"

"اس کی قسمت ہی اچھی تھی کہ اس نے مجھ پر ہاتھ اُٹھانے [illegible]ت نہیں کی۔" ٹونی نے نفرت سے ایک طرف تھوکتے ہوئے [illegible] ورنہ یہ اپنے پیروں پر چل کر نہیں جا سکتا تھا۔"

میں بہ دقت تمام اپنے پیروں پر کھڑا ہونے میں کامیاب [illegible]۔ ٹونی نے بڑی بے دردی سے مجھ پر طبع آزمائی کی تھی۔ وہ [illegible] کھڑے ہرزہ سرائیاں کر رہے تھے اور میں سب کچھ سُن [illegible] خاموش رہنے پر مجبور تھا۔ میں کھڑا ہونے کے بعد اُن کی [illegible] دیکھے بغیر ایک طرف چل پڑا۔ میری چال میں خفیف سی [illegible]ڑاہٹ تھی لیکن چند ہی قدم چلنے کے بعد اس لڑکھڑاہٹ [illegible]یلخت ہی اضافہ ہو گیا۔ عقب سے میری پُشت پر ایک بھرپور [illegible] پڑی تھی اور میں اپنا توازن کھو کر ایک بار پھر زمین چاٹنے [illegible] ہو گیا۔

اُن چاروں نے بہ یک وقت وحشیانہ انداز میں قہقہے لگائے۔ [illegible]نے اُٹھنے میں بہت تیزی دکھائی۔ غصّے کی ایک شدید لہر نے [illegible] وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ میرا جی چاہا کہ اُن چاروں [illegible] پٹ پڑوں لیکن میرے پیروں میں مصلحت کی زنجیریں پڑی [illegible] تھیں، غصّے کی لہر کو میں نے اپنے دماغ تک نہیں پہنچنے [illegible] تھا۔

"[illegible] پھرتیلا تو بہت ہے۔" اُن میں سے ایک ہنس کر بولا۔ "اُٹھنے [illegible] کتنی تیزی دکھائی ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے ٹونی، تم نے اس کی پٹائی ٹھیک سے [illegible] کی ورنہ یہ اتنی تیزی کبھی نہ دکھا پاتا۔" ایک اور غنڈے نے [illegible] سے کہا۔

ٹونی کی آنکھوں میں بھی حیرت تھی۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا [illegible] اتنی مار کھانے کے بعد یقیناً بے ہوش ہو گیا ہوتا جبکہ میں اپنے [illegible] پیروں پر کھڑا تھا اور یہ چیز اُسے حیران کر دینے کے لیے بہت [illegible] تھی۔

"جوان آدمی ہے نا اسی لیے اس وقت مار سہہ گیا۔ صبح جب [illegible] اُٹھے گا تو اس کا جوڑ جوڑ درد کر رہا ہوگا۔" ٹونی نے کندھے [illegible] کر کہا۔

"تم لوگ آخر کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔" میں رو دینے [illegible] آواز میں بولا۔ "مجھے جانے کیوں نہیں دیتے۔" میں نے تھالا کیا بگاڑا ہے۔"

"جاؤ، تم چلے جاؤ۔" ٹونی میری طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "اب کوئی تمھیں کچھ نہیں کہے گا۔"

میں ایک بار پھر جانے کے لیے پلٹنے لگا۔ لیکن ابھی میں پوری طرح پلٹنے بھی نہیں پایا تھا کہ ٹونی کا بھرپور تھپڑ میرے گال پر پڑا اور میں کسی درخت کے کٹے ہوئے تنے کی طرح زمین پر گر پڑا۔ اس بار میری آنکھوں کے سامنے گہرا اندھیرا چھا گیا مگر میرے ہوش و حواس زائل نہیں ہوئے تھے۔ اُن چاروں کے وحشیانہ قہقہے میری سماعت کو چھید رہے تھے۔

"یہ تھپڑ اس بات کی علامت ہے کہ میں نے تمھیں معاف کر دیا ہے۔" ٹونی کی نفرت انگیز آواز سنائی دی مگر میں نے دم سادھے رکھنے میں ہی عافیت جانی۔ اُن بدمعاشوں کی فطرت اچھی طرح سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ کسی کمزور شخص کی بے بسی سے لُطف اندوز ہونے والے لوگ تھے۔ سفّاک اور بے رحم۔

لیکن سوال یہ تھا کہ صرف میں ہی اُن کا نشانہ کیوں بنا؟ وہاں میرے علاوہ ہزاروں لوگ اور بھی تھے۔ اُنھوں نے کسی اور کے ساتھ یہ حرکت کیوں نہیں کی۔ اگر یہ اتفاق تھا تو بڑا ناقابلِ یقین قسم کا اتفاق تھا اور اگر اس کے پیچھے کوئی محرّک تھا تو یہ بے حد خطرناک بات تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ میری اور تہذیب کی یہاں آمد بھی راز نہیں رہی۔

مجھے بے حس و حرکت پڑے دیکھ کر وہ لوگ وہاں سے رُخصت ہوئے تو میری جان میں جان آئی۔ کچھ دیر یونہی پڑے رہنے سے میری توانائیاں قدرے بحال ہو گئی تھیں۔ میں نے اُٹھ کر کپڑے جھاڑے اور اپنا بگڑا ہوا حلیہ ممکنہ حد تک درست کرنے کے بعد وہاں سے چل پڑا۔

ہپّیوں کے غول پہلے ہی کی مانند نشے میں بدمست تھے۔ اُنھوں نے شاید آنکھ اُٹھا کر دیکھنے تک کی زحمت نہ کی ہو گی کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔ اگر دیکھا بھی ہوگا تو قطعی بے تعلقی کے ساتھ۔ اُنھیں اپنے اور اپنے نشے کے سوا دُنیا کی کسی اور چیز سے کوئی غرض نہیں تھی۔

میں کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح بوجھل قدموں سے چل رہا تھا۔ میں اِدھر اُدھر بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ اُن نشئی بازوں سے کسی قسم کی مدد کی توقع رکھنا بدترین حماقت ہوتی۔ میں کچھ ہی دور گیا ہوں گا کہ دفعتاً میری سماعت سے ایک حسین نسوانی آواز ٹکرائی۔

"تم کہاں جا رہے ہو نوجوان؟ یہاں آؤ۔ کچھ دیر میرے پاس بھی بیٹھو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے نگاہ اُٹھا کر آواز کی سمت دیکھا۔ وہ اپنی آواز کی طرح خود بھی بے حد حسین تھی اور اُس کا مخاطب میں ہی تھا۔ وہ ایک ٹیلے پر بیٹھی متوقع نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ اُس کے کھلے ہوئے شہد رنگ بال اُس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے جن پر اس کے عقب سے ڈوبتے ہوئے سورج کی نارنجی کرنیں پڑنے سے اُن کا رنگ اور بھی نکھرا نکھرا سا معلوم ہو رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں کی رنگت نیلی تھی اور اُس کی جلد کی سفید رنگت سورج کی کرنوں کی وجہ سے ہلکے گلابی رنگ کی معلوم ہو رہی تھی۔ اُس کے نیم وا لبوں پر استقبالیہ مسکراہٹ سجی تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر اُس کی طرف بڑھ گیا۔

"غالباً تم نے مجھے ہی آواز دی تھی۔" میں نے اُس کے نزدیک پہنچ کر کہا۔ "مگر ہم ایک دوسرے سے واقف تو نہیں ہیں شاید۔"

"کوئی بات نہیں۔" وہ مسکرائی۔ "ضروری تو نہیں ہے کہ ہم ہمیشہ اجنبی ہی رہیں۔ کچھ دیر بعد یہ اجنبیت ختم بھی ہو سکتی ہے۔ آؤ بیٹھو۔" اُس نے ذرا سا کھسک کر میرے لیے جگہ بنائی۔

"تم کتنے روز سے نہیں نہائی ہو؟" میں نے اُس کے برابر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"میں ہپّی ہوں اور ایک ہپّی کو اپنے جسم سے زیادہ اپنی روح کی صفائی کی فکر ستاتی رہتی ہے۔"

"او ہو، میں نے شاید غلط سوال کر لیا۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ میں ہپّی ازم کے بارے میں لیکچر سننے کے موڈ میں ہرگز نہیں تھا۔ "تم یہ بتاؤ تم نے مجھے کیوں بلایا تھا؟"

"ویسے ہی بُلا لیا تھا۔ اکیلے بور ہو رہی تھی۔ تم بھی اکیلے نظر آئے اس لیے آواز دے کر بُلا لیا۔"

میں نے اُسے بے اعتباری سے دیکھا۔ "میرے علاوہ اور بھی تو بہت سے لوگ تنہا ہوں گے۔" میں نے کہا۔ "پھر میں ہی کیوں؟"

"دراصل مجھے تم سے ہمدردی محسوس ہونے لگی تھی۔" وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ "میں نے تمھیں ٹونی کے ہاتھوں پٹتے دیکھا تھا۔"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" میں نے دل میں سوچا اور مجھے دفعتاً ہی اُس سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ "کیا تم ٹونی سے واقف ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ٹونی اور اُس کے ساتھیوں سے کون واقف نہیں ہے۔ یہاں انھی لوگوں کی حکومت ہے۔"

"لیکن میں نے تو سُنا تھا کہ یہاں کا کرتا دھرتا کِنگ اٹلس نامی کوئی شخص ہے؟"

"تم نے ٹھیک سُنا ہے۔ اصل آدمی کنگ اٹلس ہی ہے اور یہ لوگ اُسی کے پالتو غنڈے ہیں۔ ٹونی کو اُس کا دستِ راست سمجھا جاتا ہے۔"

"تم یہاں کب سے مقیم ہو؟"

"ایک ہفتے سے زیادہ ہو گیا ہے شاید۔" اُس نے کہا۔ "یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں جاننا چاہ رہا تھا کہ اُنھوں نے میری ہی پٹائی کیوں کی۔ یہاں اور بھی تو بہت سے لوگ موجود ہیں۔ پھر میرا تو اُن سے جھگڑا بھی کوئی نہیں تھا۔"

"روزانہ ہی کوئی نہ کوئی اُن کا نشانہ بنتا ہے۔ عام لوگوں کو بے ہوش کرنے کے لیے تو ٹونی کا ایک ہی ہاتھ کافی ہوتا ہے۔ مجھے تم پر حیرت ہو رہی ہے کہ آخر تم اپنے پیروں پر کیسے چل رہے ہو؟"

"جانتی ہو اُس نے خود ٹانگ اڑا کر مجھے گرایا تھا اور اس کے بعد مجھ پر الزام لگانے لگا کہ میں نے اس کے ٹھوکر ماری ہے۔"

"ایسی حرکتیں کرنا اُن کا معمول ہے۔ خود ہی دوسروں سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں اور اگر کوئی احتجاج کرے تو اُس کی شامت آ جاتی ہے۔"

"واہ یہ بھی کوئی بات ہوئی۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "یہ تو کھلی ہوئی دھاندلی ہے۔ میں کنگ اٹلس سے شکایت کروں گا۔"

"کنگ اٹلس تک پہنچو گے کیسے؟" وہ میرے چہرے کے سامنے ہاتھ نچا کر بولی۔

"کیوں کیا وہ کسی سے نہیں ملتا؟" میں نے کہا۔

"معلوم نہیں۔" وہ بے پروائی سے بولی۔ "میں نے اُسے کسی سے ملتے نہیں دیکھا۔ اور پھر وہ تنہا تو ہوتا نہیں۔ اُس کے باڈی گارڈز ہر وقت اُس کے ساتھ رہتے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں سر ہلا کر بولا۔ "بس وہ ایک بار مجھے نظر آ جائے۔ پھر تم دیکھنا کیسی شکایت کرتا ہوں اس ٹونی کے بچے کی۔"

"میرا مشورہ مانو تو جو کچھ ہوا اُسے بھول جانے کی کوشش کرو۔ تمھارے حق میں یہی بہتر ہو گا۔"

"تو کیا میں اپنے خلاف ہونے والے ظلم پر احتجاج بھی نہ کروں۔ اُن لوگوں کا جو جی چاہے کرتے پھریں۔"

"ہاں۔" اُس نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ بڑے سفّاک لوگ ہیں۔ اگر تم اس حماقت کے مرتکب ہوئے تو میرا اندازہ ہے کہ اس کے بعد وہ تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"دیکھا جائے گا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اس بار تو میں نے ٹونی کا لحاظ کر لیا ہے لیکن اب اگر وہ مجھ سے اُلجھا تو میں اُسے مزہ چکھا دوں گا۔"

وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ "ہاں، تم ایسے ہی سُورما نظر آتے ہو۔"

"دیکھ لینا۔" میں نے جھنّا کر کہا۔ "ابھی تو تم میرا مذاق اُڑا رہی ہو لیکن تم دیکھنا میں اُس کا کیا حشر کروں گا اگر وہ مجھ سے اُلجھا تو۔"

"مجھے افسوس ہو گا۔" وہ طویل سانس لے کر بولی۔

"کس بات کا افسوس ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"کتنا دلکش چہرہ ہے۔" وہ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "خدا جانے اُن سے پٹنے کے بعد پہچانے جانے کے قابل بھی رہ جائے گا یا نہیں۔"

"تو تمھیں کیوں افسوس ہو گا؟" میں نے جھنجلانے کی اداکاری کی۔ "تم کون سی میری رشتے دار ہو۔"

"رشتے داری تو دور کی بات ہے میں تو تمھارے نام تک سے واقف نہیں ہوں۔ معلوم نہیں کون ہو۔ ہپّی تو ہرگز نہیں ہو۔ نشے کے عادی بھی نہیں معلوم ہوتے۔"

"تم نے اپنے بارے میں کچھ بتایا ہے جو میں بتاؤں۔" میں نے بے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا مگر اُس کی بات پر میرے کان ضرور کھڑے ہو گئے تھے۔ میں خود کو نمایاں نہیں کرنا چاہ رہا تھا مگر میں نمایاں ہو چکا تھا۔ میں نے اس پہلو پر تو غور کیا ہی نہیں تھا کہ ان کیمپوں کا رخ کرنے والے سو فیصد نشے باز لوگ ہوتے ہیں۔ تفریحاً دہاں کوئی نہیں آتا۔ ظاہر ہے اگر وہاں ایسا کوئی شخص دکھائی دے جو نشہ نہ کرتا ہو تو وہ خود بخود مشکوک ہو جائے گا۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ میں ٹونی اور اُس کے ساتھیوں سے نہیں اُلجھا تھا۔ میری خاموشی کی وجہ سے اُنھوں نے مجھے کوئی عام آدمی ہی سمجھا ہو گا لیکن اگر میں اُن سے اُلجھ پڑتا تو اُس کے بعد اس کیمپ میں میرا رہنا ناممکن ہو جاتا۔

"ناراض کیوں ہو رہے ہو۔" وہ ہنس کر بولی۔ "میرا نام رومیلا ہے۔"

"تمھاری طرح تمھارا نام بھی خوب صورت ہے۔"

"شکریہ۔" وہ ادائے دلبری سے مسکرائی۔ "آؤ، تمھیں اپنی چھولداری میں لے چلوں۔"

"چلو۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "لیکن کیا تم اکیلی ہو، تمھارے ساتھ کوئی نہیں ہے؟"

"تھا ایک، آج صبح مجھے چھوڑ بھاگا۔ شاید زیادہ دنوں تک میرے اخراجات برداشت کرنا اُس کے بس سے باہر تھا۔"

مجھے اُس کی بات سے دھچکا لگا لیکن یہ تو اُن کا دستور تھا۔ خانہ بدوشوں کے لیے شادی کے بغیر ساتھ رہنا معیوب نہیں تھا لہٰذا مجھے کیا؟

وہ مجھے اپنی چھولداری تک لے گئی۔ "آؤ، اندر آ جاؤ۔" اُس نے کہا۔

"نہیں، بس اب میں جاؤں گا۔" میں نے اندر جانے سے پہلو تہی کرتے ہوئے کہا۔

"آ جاؤ نا۔" اُس نے آنکھیں نکالیں۔ "میں تمھیں کھا تھوڑی جاؤں گی۔" اُس نے میرا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔

میں ناچار اندر داخل ہو گیا۔ اُس نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ مجھے بیٹھنا ہی پڑا۔

"میں تمھیں کیسی لگتی ہوں؟" اُس نے مجھ سے پوچھا۔

"میں تمھارے اس سوال کا مقصد نہیں سمجھا رومیلا؟" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"میرا مطلب ہے شکل و صورت اور جسم کے اعتبار سے کیا میں تمھیں اچھی نہیں لگتی؟"

"تم غیر معمولی طور پر حسین ہو۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں اب بھی نہیں سمجھ سکا کہ تم مجھ سے یہ سب کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"کیا تم میرا قرب نہیں حاصل کرنا چاہتے؟" اُس نے میرا سوال نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس کی ایسی کوئی خاص خواہش تو نہیں تھی تاہم اس وقت مجھے تمھارا قرب حاصل تو ہے۔"

"میں مکمل قرب کی بات کر رہی ہوں۔ تم اگر چاہو تو صرف دس مارک کے عوض مجھے حاصل کر سکتے ہو۔"

"بکاؤ مال سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی رومیلا۔" میں نے تلخی سے کہا۔ "خواہ وہ کتنا ہی پُرکشش کیوں نہ ہو۔"

"اگر یہ بات ہے تو تم کچھ بھی مت دینا۔ آؤ۔" اُس نے دونوں ہاتھ میری طرف پھیلاتے ہوئے کہا۔

"پکے پھل کی طرح خود کو دوسروں کی آغوش میں گرا دینے والی لڑکیوں سے بھی مجھے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ مجھے اُن سے نفرت محسوس ہوتی ہے۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو۔" رومیلا بھرّائی ہوئی آواز میں بولی۔ "میرا ساتھی مجھے دغا دے گیا اور اب میرے پاس ایک دھیلا بھی نہیں ہے۔ جانتے ہو صبح سے نشہ کرنا تو درکنار میں نے کچھ کھایا تک نہیں۔"

میں نے خود کو بر وقت سنبھال لیا۔ اُس سے ناصحانہ گفتگو کر کے میں خود کو اُس کی نظروں میں مشکوک کر دیتا لہٰذا مجھے اُس کے ساتھ ایسا رویّہ رکھنا چاہیے تھا کہ وہ مجھے بھی کوئی آوارہ گرد ہی سمجھتی۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا تھا۔ میں نے جو چند الٹی سیدھی باتیں کر دی تھیں اُن کی تلافی کی جا سکتی تھی۔

"او ہو، تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔" میں نے متاسفانہ انداز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں کہا، "تمہارا تو نشہ اُکھڑ رہا ہوگا۔"

"میں نے بمشکل خود کو سنبھال رکھا ہے لیکن اب میری قوتِ برداشت جواب دیتی جا رہی ہے۔ ہو سکے تو ویسے ہی میری کچھ مدد کر دو۔ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"احسان کی بات مت کرو رومیلا! ایک ہپّی کی مدد کرنا دوسرے ہپّی پر فرض ہوتا ہے۔"

"تم! ہپّی؟" اُس نے حیرت سے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

"میرے حلیے پر مت جاؤ۔ ضروری تو نہیں ہے کہ آدمی اپنا حلیہ بھی تبدیل کر لے۔"

"نہیں، حلیے سے کوئی زیادہ فرق نہیں پڑتا لیکن اگر تم ہپّی ہوتے تو میری آفر کبھی نہ ٹھکراتے۔"

"سخت شرمندہ ہوں کہ میں ابھی تک پوری طرح ہپّی نہیں ہو سکا۔ بہت سی بُری عادتیں اب بھی موجود ہیں مجھ میں۔" میں نے کہا اور جیب میں سے پرس نکال کر اُس میں سے سو مارک کا نوٹ کھینچ کر رومیلا کی طرف بڑھا دیا۔ سو مارک کا نوٹ دیکھ کر رومیلا کی آنکھیں فرطِ حیرت سے پھیل گئیں۔ اُس نے جلدی سے نوٹ میرے ہاتھ سے اُچک کر اپنے بلاؤز کے گریبان میں اُڑس لیا۔

"تم بہت اچھے آدمی ہو۔" رومیلا نے کہا۔ "جب بھی تمہارے نظریات تبدیل ہوں میرے پاس چلے آنا۔ تمہارے لیے کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے رومیلا۔ اگر کبھی ایسا ہوا تو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ اب میں چلتا ہوں۔" میں نے کہا اور اُس کی چھولداری سے نکل آیا۔ اُس نے بھی مجھے نہیں روکا تھا۔ رقم ہاتھ آتے ہی یقیناً اُسے اپنے نشے کی فکر پڑ گئی ہو گی۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ کیمپ کے خیموں میں کیروسین لیمپ روشن ہو گئے تھے اور کیمپ کے چوبی کیبنوں میں جنریٹر کے ذریعے بجلی سپلائی ہو رہی تھی۔ میرا رُخ اپنی چھولداری کی طرف تھا۔

تہذیب مجھے چھولداری کے باہر ہی ٹہلتی ہوئی مل گئی۔

"کہاں چلے گئے تھے علی؟" مجھے دیکھتے ہی اُس نے بے تابی سے کہا۔ "بہت دیر کر دی۔"

"ایسے ہی ذرا گھومتے ہوئے دیر ہو گئی۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ اگر اندھیرا نہ ہو گیا ہوتا تو مجھے تہذیب کو سب کچھ بتانا پڑ جاتا۔ میرا حلیہ دیکھ کر وہ مجھ پر سوالات کی بوچھار کر دیتی۔

"فضا میں کتنی خوشگوار خنکی اُتر آئی ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "ساری تھکن جیسے تحلیل ہو کر رہ گئی ہو۔ کیا خیال ہے کچھ دور ٹہل لیں؟"

"بہت نیک خیال ہے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ٹہلتے ہوئے ایک طرف چل دیے۔

رات تاریک تھی، چاند ابھی تک نہیں نکلا تھا البتہ آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے۔ نیچے زمین پر کیمپ میں بے شمار کم روشنی کے محدود روشنی والے لیمپ ٹمٹما رہے تھے۔ آوارہ گردوں کے بے ہنگم رقص، موسیقی اور گانے کی آوازوں نے ماحول پر ایک سحر انگیز سی کیفیت طاری کر دی تھی۔

میں اور تہذیب ٹہلتے ہوئے کیمپ سے دور چٹانی سلسلے کے نزدیک پہنچ گئے۔ رقص و سرود کی آوازیں ہوا کے دوش پر تیرتی ہوئی وہاں تک آ رہی تھیں۔

"کیسا طلسماتی ماحول ہے تہذیب۔" میں نے کہا۔ "جی چاہتا ہے اپنی بقیہ زندگی ایسے ہی کسی مقام پر بسر کر دی جائے۔"

"جی تو پتا نہیں کیا کیا چاہتا ہے لیکن ہم اپنے مشن سے آنکھیں نہیں موڑ سکتے نا۔"

میں جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دفعتاً میں چونک پڑا۔ کیمپ کی جانب سے اچانک ہی گولیوں کی تڑتڑاہٹ سُنائی دی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے علی؟" تہذیب نے کہا۔

"ہمارا استقبال کیا جا رہا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ گولیوں کی آوازوں میں اب عورتوں اور مردوں کی چیخ و پکار کی آوازیں بھی شامل ہو گئی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اچانک یہ کون سی اُفتاد پڑی ہے۔ فائرنگ کرنے والے کئی معلوم ہوتے تھے۔ پھر کچھ خیموں میں آگ بھی لگ گئی۔

"کسی چٹان کی آڑ میں نکل چلو تہذیب۔" میں نے کہا۔ "یہاں رُکنا ٹھیک نہیں ہے۔"

ایک اونچی چٹان کی آڑ میں رُک کر میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔

"یہ کیا چکر ہے علی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ۔۔۔" تہذیب اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ چٹان کے اوپر سے چست سیاہ لباس میں ملبوس ایک شخص نے تہذیب پر چھلانگ لگا دی۔ تہذیب اُس کی گرفت میں آ گئی تھی۔ وہ بُری طرح نیچے گری۔ اس سیاہ لباس والے کے پاس جدید ساخت کی ایک رائفل بھی نظر آ رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ میں سنبھل کر تہذیب کی مدد کے لیے دوڑتا، ایک شخص میرے شانے پر بھی کود پڑا۔ پہلے شخص کی طرح وہ بھی چست لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے پاس بھی جدید ساخت کی رائفل موجود تھی۔ کیمپ کی جانب سے آنے والی چیخ و پکار کی آوازوں میں اضافہ ہو چکا تھا اور ادھر کیمپ سے دور ویرانے میں، میں اور تہذیب اُس ناگہانی مصیبت سے نبرد آزما تھے جو چٹانوں کی تاریکی سے ہم پر نازل ہوئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہایت غیر متوقع تھا۔ میں اور تہذیب تو ...پ میں ہونے والی ہنگامہ آرائی کی طرف متوجہ تھے۔ میرے وہم و گمان ...ھی نہیں تھا کہ ان چٹانوں پر کچھ لوگ ہماری تاک میں بھی رہے ...ں گے۔ اس اچانک اُفتاد سے بوکھلا کر میں نے پوری قوت سے ...آور کو سر سے بلند کیا اور ایک چٹان پر دے مارا۔ یہ سب کچھ ایک ...کے اندر اندر ہو گیا تھا۔ اضطراری طور پر شاید میں نے پوری قوت ...ن کر دی تھی۔ حملہ آور کے مُنہ سے نکلنے والی دلخراش چیخ ایک ...کے لیے تو کیمپ کی جانب سے آنے والے شور پر بھی حاوی آ گئی ...ید پتھریلی ٹھوس چٹان سے ٹکرانے کے باعث اُس کی ریڑھ کی ہڈی ...نا چور ہو گئی تھی۔

اپنے ساتھی کی کریہہ چیخ سُن کر تہذیب پر حملہ کرنے والا ٹھٹک ...یا۔ ملگجے اندھیرے میں، میں نے اُسے تہذیب کو چھوڑ کر اپنی جانب ...لٹتے دیکھا اور جتنی پھرتی سے اُس نے رائفل کا رُخ میری طرف ...ر کے فائر کیا اُس کے پیشِ نظر میرے پاس اِس کے سوا کوئی چارہ ...ہیں تھا کہ میں خود کو زمین پر گرا دیتا۔ اُس پر حملہ کرنا تو بہت دور کی ...ت تھی، اگر میں نے ایک لمحے کی بھی تاخیر کی ہوتی تو اُس کی چلائی ہوئی ...ولی سے نہیں بچ سکتا تھا۔ لیکن اتنی دیر میں تہذیب نے خود کو ...نبھال لیا تھا۔ اُس نے عقب سے حملہ آور کی پُشت پر زوردار لات ...سید کی۔ وہ مجھ پر دوسرا فائر کرنے کے لیے میرا نشانہ لے رہا تھا کہ ...تہذیب کی لات نے اُس کا توازن بگاڑ دیا۔ اُس نے خود کو زمین پر گرنے ...سے بچایا اور جھلا کر تہذیب کی طرف پلٹا۔ قبل اس کے کہ وہ تہذیب ...پر فائر کرتا، میں بجلی کی سی تیزی سے زمین سے اُٹھا اور اُس پر چھلانگ لگا دی۔

مجھ پر جھنجلاہٹ سوار تھی، کچھ ہی دیر قبل ٹونی کے ہاتھوں پِٹنے کی جھنجلاہٹ۔ ٹونی غیر معمولی طور پر طاقت ور شخص تھا اور اُس سے مار کھانا کوئی آسان کام نہیں تھا مگر میں نہ صرف اس سے پِٹا تھا بلکہ مصلحت کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں اُس پر ہاتھ بھی نہیں اُٹھا سکا تھا۔

اب اندھیرے کے دامن سے نمودار ہونے والا حملہ آور میری زد پر تھا۔ یہ میرے لیے اپنی جھنجلاہٹ اُتارنے کا نادر موقع تھا۔ اُس پر چھلانگ لگا کر میں اُسے دور تک رگیدتا چلا گیا۔ پتھریلی زمین پر رگیدے جانے کے باعث اُس کے جسم کے بیشتر حصے یقیناً بُری طرح چھل گئے ہوں گے۔ اُس کے مُنہ سے برآمد ہونے والی کراہوں کو نظر انداز کر کے میں اُسے چھوڑ کر پھرتی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے پلٹ کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی مگر میں نے بڑی بے دردی سے اُس کے مُنہ پر ٹھوکر رسید کی۔ میری ٹھوکر پوری طرح اُس کے مُنہ پر نہ پڑ سکی، اس لیے کہ اُس نے میری ٹھوکر سے بچنے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلائے تھے۔ اُس نے اپنے مُنہ کو تو کسی حد تک محفوظ کر لیا مگر مجھے یقین تھا کہ اس کے ہاتھوں پر قیامت گزر گئی ہو گی۔

اسی اثنا میں تہذیب نے اُس کی رائفل پر قبضہ کر لیا تھا جو پہلے ہی اُس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر دور جا گری تھی۔ اُس نے رائفل کا رُخ اُس شخص کی طرف کر کے گولی چلا دی جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا اور جسے میں نے چٹان پر دے مارا تھا۔ وہ پہلے ہی تشنجی انداز میں ہاتھ پیر پٹک رہا تھا۔ تہذیب کی چلائی ہوئی گولی نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ اُس کے مُنہ سے آخری چیخ نکلی اور وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ اُسے موت کی آغوش میں پہنچا کر تہذیب نے رائفل کا رُخ دوسرے حملہ آور کی طرف موڑ دیا جس کے میں کئی ٹھوکریں رسید کر چکا تھا۔

"اس سے دور ہٹ جاؤ علی۔" تہذیب نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "میں اس کا کام تمام کیے دیتی ہوں۔"

"نہیں تہذیب۔" میں نے سختی سے کہا۔ "اسے گولی سے ہلاک کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے تو میں ویسے ہی نمٹوں گا۔"

تہذیب نے مجھ سے بحث نہیں کی اور رائفل کی نال جھکا لی۔ میں نے آگے بڑھ کر حملہ آور کے ایک اور ٹھوکر رسید کی اور وہ ذبح کیے ہوئے بکرے کی طرح چیخنے لگا۔ میری یہ ٹھوکر اُس کے گُردے کے مقام پر پڑی تھی۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اب تک اُس کے مُنہ سے ایک لفظ بھی برآمد نہیں ہوا تھا۔ بس وہ مار کھا کر چیخے جا رہا تھا۔ اُس نے کئی بار اُٹھنے کی بھی کوشش کی تھی اور مجھ پر حملہ کرنے کی بھی کوشش کی تھی مگر میں نے اُسے اب تک تو ایسا کوئی موقع نہیں دیا تھا۔ میں نہایت بے رحمی سے اُس پر ٹھوکریں برساتا رہا اور چیختے چیختے بالآخر وہ بے ہوش ہو گیا۔ ممکن ہے مر ہی گیا ہو مگر مجھے اُس کے زندہ رہنے یا مر جانے سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ہم پر حملہ کرنے والے کون تھے۔ مجھے یہ معلوم کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی اور نہ ہی یہ اس کا موقع تھا۔ مجھے تو اُس پر اپنی جھنجلاہٹ اُتارنے کا موقع مل گیا تھا اور اب میں خود کو خاصا پُرسکون محسوس کر رہا تھا۔

"کیا یہ مر گیا علی؟" تہذیب نے میرے نزدیک آ کر پُرتشویش انداز میں پوچھا۔

"معلوم نہیں۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ممکن ہے زندہ ہو، ممکن ہے مر گیا ہو۔ لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"اس کی زندگی ہمارے لیے سودمند ثابت ہو سکتی تھی۔ ہم اس سے معلوم کر سکتے تھے کہ اس کا تعلق کس گروپ سے ہے؟"

"بہت دیر میں خیال آیا۔ ایسی باتیں پہلے سوچنے کی ہوا کرتی ہیں جبکہ ابھی تم اسے گولی مارنے جا رہی تھیں۔"

"اوہ! مجھے افسوس ہے علی۔" تہذیب کے لہجے سے پشیمانی

WWW.PAKSOCIETY.COM

جھلک رہی تھی۔ "مجھے خیال نہیں رہا تھا لیکن تمہیں ہی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔ تمہیں کیا ہو گیا تھا؟"

"میں نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "میرے خیال میں ایسی کوئی کوشش وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوتی۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی!" تہذیب متحیرانہ لہجے میں بولی۔ "کیمپ میں بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلنے والوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانا کیا تمہارے خیال میں ضروری نہیں ہے؟"

"اوّل تو یہ کہ مارے جانے والے افراد یا تو دُنیا کے لیے بے مصرف لوگ ہوں گے کہ وہ نشے باز ہوں گے یا پھر اُن کا تعلق کیمپ کی انتظامیہ سے رہا ہو گا اور دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی مرا ہو، بے گناہ ہرگز نہیں کہلایا جا سکتا۔ دوم یہ کہ تم دیکھ رہی ہو کہ وہاں ابھی تک گولیاں چل رہی ہیں۔ حملہ آور تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور پوری طرح مسلح بھی ہیں۔ اگر ہم ان لوگوں سے کچھ معلومات حاصل کر بھی لیتے تو فوری طور پر اُن معلومات سے فائدہ اُٹھانا ممکن نہ ہوتا اور ہمارے پاس اتنی فرصت نہیں ہے کہ ہم اپنے مشن کی طرف سے توجّہ ہٹا کر کسی اور طرف دیکھیں۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے علی کہ ان لوگوں کا تعلق اُن پارٹیوں میں سے کسی ایک سے رہا ہو جو مسروقہ فارمولوں کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔" تہذیب نے مجھ پر جرح کی۔ "اگر ہم اس پر تشدد کرتے اور ہمیں اس کے ذریعے ان لوگوں کی اصلیت معلوم ہو جاتی تو کیا ہم اس سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے تھے؟"

"نہیں۔" میں نے پُر یقین انداز میں کہا۔ "حملہ آوروں کا تعلق خواہ کسی بھی پارٹی سے ہو اور اُن کا مقصد کچھ بھی ہو، ہمیں اس سے اس لیے کوئی غرض نہیں ہے کہ اس سے ہمارا مشن براہِ راست متاثر نہیں ہو رہا۔ جس طرح یہ بات یقینی ہے کہ مسروقہ فارمولوں کے حصول کے لیے کئی ٹیمیں میدان میں ہیں اُسی طرح یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ابھی تک کوئی بھی پارٹی اس ضمن میں کوئی قابلِ ذکر کامیابی حاصل نہیں کر سکی ہے۔ لہٰذا اگر ان حملہ آوروں کا تعلق کسی ملک کے ایجنٹوں سے ہے یا یہ خود ہی کسی ملک کے ایجنٹ ہیں تو ہماری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔"

"کیسی عجیب باتیں کر رہے ہو علی! ہمیں اپنے مخالفین پر نظر رکھنی ہے۔ کہیں وہ ہم سے بازی نہ لے جائیں۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو تہذیب! ہم کسی کو اُن فارمولوں کے حصول سے روکنے کی کوشش نہیں کر سکتے۔ کئی پارٹیاں سرگرمِ عمل ہیں۔ ہم کس کس سے اُلجھیں گے۔ اگر ہم نے کسی پارٹی سے اُلجھنے کی کوشش کی تو ممکن ہے کہ کوئی تیسری پارٹی کامیابی حاصل کر لے اور ہم مُنہ دیکھتے رہ جائیں۔ مناسب یہی ہے کہ ان لوگوں سے دور رہ کر کام کرنے کی کوشش کریں ہاں اگر کوئی ہماری راہ میں آ ہی جائے تو اس پر وقت ضائع کرنے کے بجائے اُسے کچلتے ہوئے گزر جائیں۔ اس طرح ہم کم سے کم وقت میں . . ."

دفعتاً ہم پر کسی طاقت ور ٹارچ کی روشنی پڑی۔ میں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر اندھیرے میں ایک جانب چھلانگ لگا دی۔ تہذیب نے بھی خود کو زمین پر گرا دیا تھا۔ انتہائی عجلت کے باوجود میں اُس جانب چھلانگ لگائی تھی جدھر مجھ پر حملہ آور ہونے والے کی رائفل گری تھی۔ ٹارچ کی روشنی پڑنے کے ساتھ ہی کئی فائر ہوئے۔ رائفلوں کی سنسناتی ہوئی گولیاں میرے اوپر سے گزریں اور سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرائیں۔ میں گولیوں سے تو محفوظ رہا مگر چٹانوں سے اُڑنے والے متعدد سنگریزے مجھ سے ٹکرائے تھے۔ میں زمین پر رینگ رہا تھا اور میرے ہاتھ رائفل کی تلاش میں تھے۔ اندھیرے میں رائفل کی تلاش خاصا مشکل کام تھا۔ دوسری طرف میں تہذیب کی طرف سے بھی فکرمند تھا۔ معلوم نہیں اُس پر کیا گزر رہی ہوگی۔ ٹارچ کی روشنی غائب ہو چکی تھی مگر فائرنگ تواتر سے ہو رہی تھی۔ کیمپ کی جانب سے آنے والے شور شرابے کی آوازیں دب کر رہ گئی تھیں۔ مجھ پر اور تہذیب پر ہونے والے فائروں کی آوازیں مسلسل گونج رہی تھیں۔

صورتِ حال بہت خطرناک تھی۔ سخت زمین پر رینگتے ہوئے اگرچہ میں کسی قدر محفوظ تھا مگر اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ مجھے کوئی گولی نہیں لگے گی۔ تہذیب کی طرف سے اتنی بے فکری تو بہرحال تھی کہ وہ ابھی تک محفوظ ہے۔ اُسے خدانخواستہ کوئی گزند پہنچا ہوتا تو اُس کی چیخ ضرور سُنائی دیتی۔

دفعتاً ٹارچ پھر روشن ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ایک فائر ہوا۔ یہ فائر تہذیب نے کیا تھا۔ بارہ فٹ بلند چٹان سے ایک چیخ بلند ہوئی۔ تہذیب نے ٹارچ والے کا نشانہ لے کر فائر کیا تھا اور گولی اُسے چاٹ گئی تھی۔ اُس کے ہاتھ سے جلتی ہوئی ٹارچ گری اور پھر وہ خود بھی مجھ سے ذرا دور آ گرا۔ فائرنگ میں ایک بار پھر تیزی آ گئی۔ اس بار ساری گولیوں کا رُخ اُس جانب تھا جدھر سے تہذیب نے فائر کیا تھا لیکن میں دیکھ چکا تھا کہ وہ ایک چٹان کے عقب میں ہے اور اسے فوری طور پر کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے مگر حملہ آوروں نے تہذیب کی پوزیشن کا اندازہ کر لیا تھا اور شاید وہ اپنا سارا ہی ایمونیشن پھونک دینے پر تُل گئے تھے۔ اُن کی ساری توجّہ تہذیب پر تھی لہٰذا مجھے موقع مل گیا۔ اندھیرے میں پہلے حملہ آور کی رائفل میں تلاش نہیں کر سکا مگر جو شخص تہذیب کی گولی کا شکار ہوا تھا وہ میری دسترس میں تھا۔ میں زمین سے اُٹھ کر اُس کی طرف بڑھا اور اُس کی رائفل اُٹھالی۔ جلتی ہوئی ٹارچ اب بھی زمین پر پڑی تھی مگر اُس کا رُخ میری جانب نہیں تھا۔ میں رائفل پر قبضہ کرنے کے بعد ایک

کے لیے بھی اس جگہ نہیں رُکا۔ تہذیب خطرے میں تھی اور اُسے خطرے سے نکالنے کے لیے مجھے فوری طور پر کچھ کرنا تھا۔ میں اندھیرے کے دامن میں چٹان سے چپک کر چلتا ہوا ری طرف پہنچ گیا۔ حملہ آور اسی چٹان کے اوپر موجود تھے۔ اُن ائفلوں سے نکلنے والے شعلوں نے مجھے اُن کی پوزیشنیں سمجھنے مدد دی تھی۔ میں نے سنبھل سنبھل کر چٹان پر چڑھنا شروع کر دیا۔ ی اوپر چڑھنے کے بعد مجھے چند سیاہ دھبّے دکھائی دینا شروع ہو جو سیاہ پوش حملہ آور تھے اور چٹان کے اوپر اوندھے لیٹے تہذیب ائرنگ کر رہے تھے۔ اُن کی تعداد چار تھی اور اُن چاروں کے یان زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ چٹان پر دوسری جانب کچھ لوگ موجود ہیں لیکن ظاہر ہے میں ایک وقت میں تو اُن سب سے ں نمٹ سکتا تھا۔ میں نے محتاط انداز میں چاروں طرف دیکھا پھر اُن پر فائر کر دیے۔ میرے ہاتھ میں موجود رائفل نے یکے بعد یے چار گولیاں اُگلیں اور اُن چاروں کا کام تمام کر دیا۔ چار فائر تے ہی میں دوبارہ چٹان سے چپک گیا۔ اندیشہ تھا کہ کسی اور جگہ ں کا کوئی ساتھی موجود ہو گا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ مجھے بھون کر رکھ دیتا۔ ر کچھ نہیں ہوا۔ اس طرف اُن چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

چند لمحے انتظار کرنے کے بعد میں اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اس طرف لے محاذ پر سناٹا چھا چکا تھا۔ میں جُھک کر اوپر چڑھنے لگا۔ محض چند بلندی میں اُس مخصوص جگہ پہنچ چکا تھا جہاں سے کچھ دیر قبل وہ ل فائرنگ کرتے رہے تھے۔ چٹان کے دوسری جانب والی بلند طے سے اب بھی فائرنگ جاری تھی اور وہاں بھی کئی لوگ موجود تھے جس کا اندازہ رائفلوں کی نالوں سے نکلنے والے شعلوں سے بہ آسانی ور رہا تھا۔ میں نے نشست لے کر فائر کر دیا۔ دوسری طرف سے لمک طویل چیخ اُبھری۔ میری گولی نشانے پر بیٹھی تھی لیکن اُس کے ہد گولیوں کا رُخ میری طرف ہو گیا مگر میں تو ایک فائر کر کے پہلے ہی اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا۔ اس جگہ رُکنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں تیزی کے ساتھ چٹان سے نیچے اُتر گیا مگر میں نے محسوس کیا کہ فائرنگ کی شدت میں کمی آ چکی ہے۔

پھر اچانک ہی فائرنگ رُک گئی لیکن اب مجھے تہذیب کی فکر تھی چنانچہ میں اس طرف پلٹ پڑا جہاں تہذیب نے پناہ لی تھی۔ میں چٹان سے چپک کر چل رہا تھا تاکہ ایک تو میری نقل و حرکت دیکھی نہ جا سکے اور دوسرے کسی اچانک فائر کی زد میں نہ جاؤں۔

ابھی میں اُس مقام سے کچھ ہی دور تھا جہاں تہذیب چھپی تھی کہ دفعتاً اُس جانب سے ایک فائر ہوا جدھر تہذیب کو ہونا چاہیے تھا۔ میں نے بوکھلا کر خود کو زمین پر گرا دیا مگر فائر کا رُخ میری طرف نہیں تھا۔ وہ تو چٹان کی اوپر والی سمت کیا گیا تھا۔ چٹان کے اوپر سے ایک خوفناک دھماکا سُنائی دیا یوں جیسے کوئی بم پھٹا ہو۔ اس دھماکے میں وہ انسانی چیخ بھی دب گئی جو مرنے والے کے حلق سے برآمد ہوئی تھی۔ اُس کے بعد دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اتنے طویل ہنگامے کے بعد اچانک ہی سناٹا چھا گیا تھا۔ کیمپ کی جانب سے بھی گولیوں کی آوازیں نہیں سُنائی دے رہی تھیں۔ لوگوں کی چیخ و پکار البتہ اب بھی جاری تھی۔

میں دم سادھے پڑا رہا۔ تہذیب کی طرف بڑھنا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اندھیرے میں وہ مجھے دُشمن کا آدمی سمجھ کر فائر کر سکتی تھی۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں دور ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ پھر بہت سی گاڑیوں کے اسٹارٹ ہونے کی آوازیں سُنائی دیں۔ غالباً حملہ آور فرار ہو رہے تھے۔

اب مزید انتظار کرنا مناسب نہیں تھا چنانچہ میں نے تیز سرگوشی میں تہذیب کو پکارا۔

"کون ہے؟" چٹان کے عقب سے تہذیب نے پوچھا۔ وہ میری سرگوشیانہ آواز پہچان نہیں پائی تھی۔

"میں ہوں جانم۔" میں نے اس بار نسبتاً بلند آواز میں کہا۔

"تمہارا علی۔"

تہذیب چٹان کے عقب سے نکل آئی۔ "اچھا ہوا علی، تم نے مجھے آواز دے لی ورنہ اندھیرے میں میں تم پر فائر بھی کر سکتی تھی۔"

"تم ٹھیک تو ہو نا تہذیب۔" میں نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔ "میں تمہاری طرف سے بہت فکرمند تھا۔"

"مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا علی۔" تہذیب نے کہا۔ "میں تو خود تمہاری طرف سے بے حد پریشان تھی۔ مجھے تو خیر آڑ مل گئی تھی مگر تم تو کھلے میں تھے۔"

"تم نے ٹارچ روشن کرنے والے پر جو فائر کیا تھا اُس کی وجہ سے اُن کی توجّہ میری طرف سے ہٹ گئی اور مجھے یہاں سے نکلنے کا موقع مل گیا۔"

"حملہ آور شاید فرار ہو گئے؟" تہذیب نے کہا۔

"شاید نہیں یقیناً۔" میں ہنس کر بولا۔

"اُن کی تعداد تو بہت تھی۔" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "اُن کا یوں فرار ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"کیمپ میں تو اُن کی مزاحمت نہیں کی گئی لیکن یہاں انہیں خاصے نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ اُن کے نو افراد مارے گئے۔ فرار ہونے کے سوا اُن کے پاس اور چارہ بھی کیا تھا۔"

"میں تو سمجھ رہی تھی کہ بس آخری وقت آ پہنچا ہے۔ شاید اُن کی فائرنگ سے چٹان بھی چھلنی ہو کر رہ گئی ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو تہذیب! وہ لوگ واقعی ہماری جان کے درپے ہو گئے تھے۔ اگر مجھے اُن کے عقب میں پہنچنے کا موقع نہ مل گیا ہوتا تو اس وقت صورتِ حال خاصی مختلف ہوتی۔"

"لیکن علی وہ دھماکا کیسا تھا جو اُس وقت ہوا جب میں نے آخری فائر کیا تھا؟"

"یقین سے تو ظاہر ہے میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ہم پر دستی بم پھینکنے جا رہا ہوگا اور بم کی پن کھینچ چکا ہوگا کہ تم نے فائر کر دیا اور بم اُس کے ہاتھ میں ہی پھٹ گیا۔"

"اوہ میرے خدا!" تہذیب نے ایک جھرجھری لی۔ "اگر وہ بم پھینکنے میں کامیاب ہو جاتا تو کیا ہوتا؟"

"وہی ہوتا جو اَب نہیں ہوا تو آئندہ کبھی ہو جائے گا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "آؤ اب یہاں سے باہر نکلیں۔"

میں تہذیب کا ہاتھ تھام کر وہاں سے باہر نکل آیا۔ ہم دونوں کے ہاتھوں میں رائفلیں موجود تھیں اور ہم کسی نادیدہ خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھے مگر اب وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ لوگ بڑے طوفانی انداز میں وہاں سے فرار ہوئے تھے۔

میں اور تہذیب چٹانوں کے نزدیک ہی رُک گئے۔ کیمپ میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ کیمپ میں بنا ہوا وسیع و عریض چوبی مکان ہمارے بائیں ہاتھ کی جانب تھا اور ہم سے زیادہ دور نہیں تھا۔ ہمیں وہاں رُکے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ چوبی کیبن کی طرف سے چند گاڑیاں اسٹارٹ ہو کر روانہ ہوئیں۔ گاڑیوں میں موجود مسلح افراد نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔ ایک گاڑی ہمارے نزدیک آ کر رُک گئی۔

"رائفلیں پھینک کر اپنے ہاتھ بلند کر لو۔" ایک شخص نے کڑک دار آواز میں حکم دیا۔ دیگر گاڑیاں آگے بڑھ گئی تھیں۔

میں نے اور تہذیب نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ یہ نارواسلوک ہم دونوں کو ہی پسند نہیں آیا تھا۔

"جلدی کرو ورنہ یاد رکھو تم رائفلوں کی زد پر ہو۔ کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو تمھیں بھون کر رکھ دیا جائے گا۔" اُسی شخص نے دوبارہ کہا۔

"لیکن ہمارا قصور کیا ہے؟" تہذیب نے احتجاج کیا۔ "ہم تمھارے دُشمن نہیں ہیں۔ ہم تو۔۔۔"

"کسی کے ماتھے پر نہیں لکھا ہوتا کہ وہ دُشمن ہے یا دوست۔" درشت لہجے میں کہا گیا۔ "یہ فیصلہ بعد میں ہوتا رہے گا کہ تم دوست ہو یا دُشمن۔ رائفلیں پھینک کر ہاتھ بلند کر لو ورنہ میرے ایک اشارے پر تم دونوں کو بھون کر رکھ دیا جائے گا۔"

"رائفل پھینک دو تہذیب۔" میں نے اپنی رائفل پھینکتے ہوئے دھیمی آواز میں تہذیب سے کہا۔ "بعد میں ہم ان لوگوں کو قائل کر سکیں گے۔ اس وقت یہ لوگ ہماری کوئی بات نہیں سُنیں گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی۔" تہذیب نے کہا اور پھر اُس نے بھی میری تقلید میں رائفل پھینک کر اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔ گاڑی میں سے دو افراد اُترے۔ اُن دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور نظر آ رہے تھے۔ "چلو۔" اُن میں سے ایک نے ریوالور ہلا کر ہمیں چلنے کا اشارہ کیا۔

میں اور تہذیب اُس بڑے چوبی مکان کی طرف روانہ ہوئے جس کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ اس کیمپ میں کنگ اٹلس کی جائے رہائش ہے۔ دونوں مسلح افراد ہمارے عقب میں چل رہے تھے۔ اُن کے حکم پر ہم مکان میں داخل ہو گئے۔ اس چوبی مکان میں کئی کمرے تھے اور ہر کمرا قیمتی ساز و سامان سے آراستہ تھا۔ ہمیں ایک درمیانی کمرے میں لے جایا گیا۔ وہ کمرا بیڈ روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اُس میں ڈبل بیڈ کے علاوہ چند کرسیاں بھی تھیں۔

"چیف کی واپسی تک تم لوگ یہاں رہو گے۔" اُن میں سے ایک شخص نے کہا۔

"کیا اب ہم اپنے ہاتھ گرا سکتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" اُس نے ہمیں ہاتھ گرانے کی اجازت دے دی۔ دوسرا شخص شروع سے اب تک کچھ نہیں بولا تھا۔

"میں پوچھ سکتی ہوں کہ ہمیں اس طرح قید کرنے کی کیا وجہ ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"کیمپ پر پُراسرار لوگوں نے حملہ کیا تھا۔ ہمیں نہیں معلوم وہ لوگ کون تھے۔ تم دونوں مشکوک حالت میں ملے ہو اس لیے تمھیں یہاں بند کیا جا رہا ہے۔"

"لیکن ہمارا تو اُن حملہ آوروں سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"ممکن ہے نہ ہو۔" اُس شخص نے بے پروائی سے کہا۔ "تم دونوں مسلح تھے۔ ہم کیسے مان لیں کہ تم بھی اُنھی کے ساتھی نہیں ہو؟"

"ہم سیاح ہیں اور آج ہی یہاں پہنچے ہیں۔" تہذیب بولی۔ "ہم نے تو خود بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی ہے۔"

"سیاح رائفلیں لے کر سیاحت پر نہیں نکلا کرتے۔" اُس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تمھاری بات درست ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مگر وہ ہماری رائفلیں نہیں تھیں۔"

"تم کون ہو اور کس سلوک کے مستحق ہو، اس کا فیصلہ تو چیف ہی کرے گا۔"

"تمھارا چیف کون ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"کنگ اٹلس۔" اُس شخص نے کہا۔ "جس کا یہ کیمپ ہے۔"

"یقین کرو ہم تخریب کار نہیں ہیں۔ ممکن ہے ہم کنگ اٹلس کے دوست ہوں یا اُس کے کسی کام آ سکیں۔" تہذیب بولی۔

"اسی احتیاط کے پیشِ نظر تو ہم نے تمھارے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی اور ایسی جگہ رکھا ہے جہاں تمھیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے ورنہ ہمارے پاس اور جگہیں بھی ہیں۔"

"لیکن ہم یہاں کب تک قید رہیں گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"جب تک چیف واپس نہیں آ جاتا اُس وقت تک تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ تمھارا فیصلہ وہی کرے گا۔"

"اور وہ کب واپس آئے گا؟" میں نے پوچھا۔

"دراصل چیف کیمپ کا جائزہ لینے گیا ہے۔ کیمپ میں جو تباہی پھیلی ہے اُس کے پیشِ نظر اُس کی جلد واپسی کا امکان ذرا کم ہی ہے۔"

"اگر اُسے واپسی میں زیادہ دیر ہو گئی تو ہمارا کیا بنے گا؟ ہم نے ابھی رات کا کھانا بھی نہیں کھایا ہے۔" میں نے کہا۔

"بے فکر رہو، کھانا تمھیں بھجوا دیا جائے گا۔" اُس نے کہا اور اس کے بعد دونوں افراد کمرے کا دروازہ مقفل کر کے واپس چلے گئے۔

"یہ تو بُرے پھنسے علی۔" تہذیب نے تشویشناک لہجے میں کہا۔ "کنگ اٹلس پتا نہیں کب واپس آئے گا۔"

"کمال ہے! تم کہہ رہی ہو بُرے پھنسے۔ حالانکہ رات گزارنے کا بہترین بندوبست ہو گیا۔ ڈبل بیڈ پسند نہیں آیا کیا؟" میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔

"مذاق مت کرو علی۔" تہذیب جھینپ گئی۔ "میں سنجیدگی سے بات کر رہی ہوں۔"

"اگر تم واقعی سنجیدگی سے کہہ رہی ہو تو مجھے حیرت ہے۔ ہمارے لیے تو خوش ہونا چاہیے کہ اتنی آسانی سے کنگ اٹلس تک رسائی ہو گئی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے علی۔" تہذیب نے پریشان کُن لہجے میں کہا۔ "لیکن معلوم نہیں وہ کب واپس آئے اور پھر یہ ضروری تو نہیں ہے کہ وہ ہمیں بے گناہ تسلیم کر ہی لے۔"

"قطعی ضروری نہیں ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ ہمیں اُنھی لوگوں کا ساتھی سمجھ لے جنھوں نے کیمپ پر حملہ کیا تھا۔"

"اگر اُس نے ہمیں حملہ آوروں کا ساتھی سمجھ لیا تو کیا ہوگا؟"

"تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو تہذیب۔" میں نے اُس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھ کر اُسے بیڈ پر بٹھا دیا۔ "میں تو ایسے لمحات کو ایک نعمت سمجھتا ہوں۔"

"میں سمجھی نہیں تم کیا کہنا چاہتے ہو!" تہذیب نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "کون سے لمحات کو نعمت سمجھتے ہو؟"

"وہ لمحات جب میں کسی کی قید میں ہوتا ہوں۔" میں نے تہذیب کے برابر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ایسے میں، میں تمام تفکرات ذہن سے جھٹک دیتا ہوں۔ یہ گویا آرام کرنے کا سنہری موقع ہوتا ہے۔"

تہذیب نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "کسی کی قید میں بھلا آرام کیسے مل سکتا ہے؟"

"آرام اور سکون کسی بیرونی چیز کا نام نہیں۔" میں نے اُس کی زلفوں سے کھیلتے ہوئے کہا۔ "یہ سب تو ہمارے اندر ہوتا ہے۔ آدمی کو خود پر اتنا اختیار تو ہونا چاہیے کہ جب ضرورت ہو اپنے ذہن سے ہر قسم کے تفکرات کو جھٹک دے۔ ذہن پر کوئی بوجھ نہ ہو تو ہر قسم کے حالات میں آرام مل سکتا ہے ورنہ نہیں۔"

"ایک حد تک تمھاری بات درست ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن بعض مقامات پر آدمی بے اختیار بھی تو ہو جاتا ہے۔ جیسے میں تمھارے معاملے میں بے اختیار ہوں۔" اُس نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔

"یہ بے اختیاری یک طرفہ تو نہیں ہے جان! تمھارے معاملے میں تو میں بھی خود کو بے اختیار پاتا ہوں۔"

"تو پھر یہ کیا ہے علی! ہمارے درمیان اس قدر فاصلے کیوں ہیں۔ ہم ایک کیوں نہیں ہو جاتے؟"

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔ فاصلے تو بہت دور کی بات ہے ہمارے درمیان تو ایک انچ کا بھی فاصلہ نہیں ہے۔ دیکھ نہیں رہیں، تمھارا سر میرے شانے پر رکھا ہوا ہے۔"

"تم غیر معمولی آدمی ہو علی! حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک! ورنہ کسی کو یوں ذہن سے جھٹک دینا آسان نہیں ہوتا۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو تہذیب! میں نے یہ کہا تھا کہ ہم لوگ جس انداز کی زندگی گزارتے ہیں اُس میں ہمیں کام کی زیادتی کا سامنا ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہم بے آرامی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جب کبھی ہم کسی کی قید میں چلے جائیں تو ہمیں آرام کرنے کا ایک بہتر موقع میسر آ جاتا ہے۔ قید سے نکلنے کا موقع مل جائے تو ہماری کارکردگی پہلے کی نسبت بہتر ہو جائے گی لیکن اگر قید کے دوران ہم بے آرامی کا شکار رہے ہوں تو ظاہر ہے بعد میں ہماری کارکردگی پہلے سے کمتر ہو جائے گی اور تم اچھی طرح جانتی ہو کہ اگر ہم جیسے لوگوں کی کارکردگی متاثر ہو جائے تو ہمیں کس قسم کے نتائج کا سامنا کرنا پڑ جائے گا۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ میں جب جسے چاہوں اپنے ذہن سے جھٹک سکتا ہوں۔ تم سے دوری کے دنوں میں، جب بھی میں قید ہوا تمھاری یادوں کی قندیل ہی نے تو مجھے راہ دکھائی۔"

"سچ کہہ رہے ہو علی؟" تہذیب نے سر اُٹھا کر میری آنکھوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں جھانکا۔

"ایسی باتیں مت کیا کرو تہذیب۔ مجھے تکلیف ہوتی ہے۔" میں نے اُس کا پھول سا ہاتھ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے کہا۔ "دو افراد کے تعلق کے درمیان اعتبار بنیادی چیز ہوتی ہے۔ دو محبت کرنے والوں کے درمیان اگر بنیادی عنصر عنقا ہو جائے تو پیار کی فلک بوس عمارت لمحہ بھر میں زمین بوس ہو جاتی ہے۔ محبت کرنے والے تو ایک دوسرے کے جذبات و احساسات تک پڑھ لیتے ہیں۔ اُنھیں زبانی وعدوں اور یقین دہانیوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ محبت کرنے والے بے اعتبار نہیں ہوتے۔ جو بے اعتبار ہوتے ہیں وہ محبت کرنے کے فن سے ہی ناآشنا ہوتے ہیں۔ ایک بہت قیمتی دولت سے محروم ہوتے ہیں۔ ایسی دولت سے محروم ہوتے ہیں جو دُنیا کے کسی بازار میں فروخت نہیں ہوتی، کسی بھی قیمت پر حاصل نہیں کی جا سکتی۔ بے اعتبار لوگ اپنی زندگی کو خود اپنے ہی ہاتھوں سے جہنم بنا لیتے ہیں۔ ہر شخص کو بے اعتباری کی کسوٹی پر پرکھنا اُن کی عادت ہوتی ہے۔ اس سے کسی دوسرے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بے اعتباری کی بھٹی میں سُلگتے ہوئے وہ خود اپنے وجود کو آتش کدہ بنا لیتے ہیں۔"

"واقعی مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا علی!" تہذیب نے شرمندگی سے کہا۔ "مجھے بہت افسوس ہے!"

"اب تم دوسری غلطی کر رہی ہو!" میں نے ہنس کر کہا۔ "کیا محبت کرنے والوں کو آپس میں ایک دوسرے سے معذرت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے؟"

"اوہ! مجھے معاف کر دینا علی! معلوم نہیں مجھے کیا ہو گیا ہے۔ پہلے تو کبھی میں نے تم سے ایسی الٹی سیدھی باتیں نہیں کیں۔"

"ہر قسم کے خدشات ذہن سے نکال دو تہذیب! تم بالکل نارمل ہو جاؤ گی۔ بھول جاؤ کہ تم کسی غیر معمولی صورتِ حال سے دوچار ہو۔ کسی کی قید میں ہو!"

"کیسے بھول جاؤں علی!" تہذیب نے کہا۔ اُس کے لہجے میں اچانک ہی زندگی لوٹ آئی تھی۔ "کیسے بھول جاؤں کہ تم نے مجھے اپنا قیدی بنا رکھا ہے!"

میں نے چونک کر اُسے دیکھا پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ "حالانکہ یہ غلط ہے۔ میں تو خود تمھاری زلفوں کا اسیر ہوں!"

"یہ میری خوش قسمتی ہے علی کہ تم جیسا ناقابلِ تسخیر آدمی یہ بات کہہ رہا ہے۔ اپنی اس خوش بختی پر میں جتنا بھی ناز کروں کم ہے!"

"ناقابلِ شکست اور ناقابلِ تسخیر ہونے کا تصور سرے سے غلط ہے۔ ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ وقت آ جاتا ہے تو اُس سے کسی کو مفر نہیں ہوتا۔ جب میرے تسخیر ہونے کا وقت آیا تو تم مجھے مل گئیں اور میں تمھارے ہاتھوں تسخیر ہو گیا۔ اب میرے سامنے دو راستے تھے۔ یا تو اپنی تسخیر کا اعتراف کر لیتا یا پھر حقیقت سے فرار کرنے کی کوشش کرتا۔ میں نے پہلا راستہ اختیار کرنے کو ترجیح دی اس لیے کہ حقیقت تو ناقابلِ تردید ہوتی ہے۔ اس سے کوئی فرار ہی نہیں سکتا لہٰذا اسے تسلیم کر لینے میں ہی عافیت ہے۔ بعض لوگ محض زبانی تردید کر کے سمجھ لیتے ہیں کہ انھوں نے حقیقت سے فرار حاصل کر لیا ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہوتا۔ صرف زبانی انکار سے اگر حقائق تبدیل ہو جایا کرتے تو آج دُنیا کی تاریخ بہت مختلف ہوتی۔"

"آج بڑے فلسفیانہ موڈ میں نظر آ رہے ہو علی! خیریت تو ہے؟"

"فلسفیانہ موڈ میں نہیں، حقیقت پسندانہ موڈ میں!" میں نے تصحیح کی۔ "ابھی ابھی موت کے مُنہ سے بچ کر نکلا ہوں نا۔ آدمی جب بھی موت کو بہت قریب سے دیکھتا ہے، کچھ زیادہ ہی حقیقت پسند ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ موت سے بڑی کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

"حملہ آوروں کے بارے میں کچھ اندازہ لگایا علی۔ وہ لوگ کون ہو سکتے ہیں؟"

"یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ وہ جو کوئی بھی تھے، ڈی فوسٹر کے مسروقہ فارمولوں کی تلاش میں تھے۔"

"لیکن اس کیمپ سے ان کی کیا دُشمنی ہو سکتی ہے؟ اُنھوں نے بے وجہ ہی اتنے بہت سے بے گناہوں کا خون کر ڈالا۔"

"اس کیمپ کا تعلق کنگ اٹلس سے ہے۔ اُنھیں کہیں سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ڈی فوسٹر، کنگ اٹلس کی پناہ میں ہے۔"

"تو اُنھیں کنگ اٹلس پر براہِ راست ہاتھ ڈالنا چاہیے تھا۔ کیمپ میں موجود سیاحوں نے اُن کا کیا بگاڑا تھا؟"

"ہر ایک کا اپنا اپنا طریقِ کار ہوتا ہے تہذیب! ہو سکتا ہے ان لوگوں کا مقصد یہ رہا ہو کہ پہلے کیمپ میں خوف و ہراس پھیلا دیا جائے۔ ظاہر ہے کیمپ میں تباہی پھیلنے سے کنگ اٹلس کے اعصاب متاثر ہوں گے۔ اس کے بعد دوسرے یا تیسرے مرحلے میں وہ کنگ پر براہِ راست چڑھائی کر سکتے ہیں۔ اس وقت تک کنگ کی قوتِ مزاحمت خاصی کم ہو چکی ہو گی۔"

"یہ تو کھلی ہوئی درندگی ہے علی! اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کو دُنیا کا کون سا مذہب جائز قرار دیتا ہے؟"

"میرا خیال ہے ہر سیکرٹ ایجنٹ کسی نہ کسی حد تک درندہ صفت ضرور ہوتا ہے۔ پھر وہ لوگ جن فارمولوں کے چکر میں ہیں اُن کی مقصدیت بھی اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ دُنیا میں دہشت گردی پھیلائی جائے۔ چند بڑی طاقتوں کے درمیان اپنی برتری کا سکہ منوانے کی جدوجہد چل رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ ہمہ وقت مہلک ہتھیار بنانے کے خواہاں رہتے ہیں۔ اب یہی دیکھ لو کہ اُنھیں یہ سُن گُن مل گئی ہے کہ ڈی فوسٹر نامی ایک شخص نے امریکا سے ...ری ہتھیاروں کے کچھ فارمولے چرا لیے ہیں اور اُنھوں نے اپنے ...ٹ میدان میں اُتار دیے ہیں۔ ان لوگوں کا انسانیت سے دور کا واسطہ نہیں ہے۔ اُنھیں تو ہر حال میں وہ فارمولے درکار ہیں، خواہ ...کے لیے اُنھیں کتنا ہی کُشت و خون کیوں نہ کرنا پڑے۔"

"گویا اس طرح یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ڈی فوسٹر والے ...لے میں کنگ اٹلس ملوث ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"ہاں تہذیب! کیمپ پر جس طرح سے حملہ کیا گیا ہے اُس سے ...ہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"لیکن ہم نے ایک بات نظر انداز کر دی ہے علی! کنگ ...یات کا کاروبار کرتا ہے اور اس علاقے میں اس قسم کے اور بھی ...ت سے کیمپ ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ کنگ کے کسی کاروباری ...ف نے ..."

"اس کے لیے ہمیں یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ کیا کوئی گروہ اتنا منظم ...کہ اتنے بڑے پیمانے پر اس طرح کا حملہ کر سکے۔"

"جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے کسی مقامی گروہ میں اتنا حملہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"میرا اندازہ بھی یہی تھا۔ حملہ غیر معمولی نوعیت کا تھا جس سے ...ی تباہی پھیلی ہے۔ یہ کام بہت زیادہ منظم لوگ ہی کر سکتے ہیں!"

"کیا کسی ایک ملک کے سیکرٹ ایجنٹ اتنی بڑی تعداد میں ...یہ طور پر کسی ملک میں داخل ہو سکتے ہیں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"تمھارا کہنا درست ہے۔ سیکرٹ ایجنٹ کسی بھی ملک کا ایک ...ں قیمت سرمایہ ہوتا ہے اور کوئی بھی ملک کسی ایک مہم میں زیادہ ...رٹ ایجنٹ استعمال کرنے سے گریز کرتا ہے۔ گو کہ یہ معاملہ انتہائی ...م نوعیت کا ہے تاہم پھر بھی کوئی ملک اتنی بڑی تعداد میں سیکرٹ ...جنٹ استعمال نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا ...ے کہ اس حملے کی پُشت پر تو کسی ملک کے سیکرٹ ایجنٹ ہی تھے ...اُنھوں نے اپنی مقصد برآری کے لیے مقامی غنڈوں کی خدمات ...مل کر لی ہوں گی۔"

تہذیب نے پُرخیال انداز میں سر ہلایا۔ "یہ اُلجھا ہوا معاملہ ہے ...ل! اور کنگ اٹلس یا اُس کے آدمی ہی اسے سُلجھا سکتے ہیں!"

"تم یہ سوچو کہ اگر یہ کوئی غیر متعلق لوگ تھے تو انھوں نے خاص ...ر پر ہم دونوں پر کیوں حملہ کیا؟"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے مخالفین ہماری اصلیت سے ...ف ہو چکے ہیں؟"

"جس طرح سے ہمیں گھیرنے کی کوشش کی گئی ہے اُس کے پیشِ نظر اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے تہذیب!"

"گویا یہ بات ثابت ہو گئی کہ حملہ آوروں کا تعلق کسی مخالف کیمپ سے ہی تھا؟" تہذیب نے کہا۔

"ہاں۔ اور اب میں اس بات پر غور کر رہا ہوں کہ اگر ڈی فوسٹر واقعی کنگ اٹلس کی ہی پناہ میں ہے تو اُس نے اُسے کہاں رکھا ہو گا؟"

"کیا تم اس بات پر شبہ ظاہر کر رہے ہو کہ ڈی فوسٹر کو کنگ اٹلس کی... پُشت پناہی حاصل ہے؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"ہرگز نہیں!" میں نے کہا۔ "اس بات پر تو ہم پہلے ہی متفق ہو چکے ہیں کہ ڈی فوسٹر، کنگ اٹلس کی ہی پناہ میں ہے لیکن اب میں نے اس کے ساتھ ساتھ یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ کنگ اٹلس نے ڈی فوسٹر کو کم از کم اس کیمپ میں تو ہرگز نہیں رکھا!"

"یہ بات تو قرینِ قیاس ہے کہ اُس نے اُسے اس کیمپ سے الگ ہی رکھا ہو گا!" تہذیب بولی۔ "لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کہاں؟ کیا اپنے گھر پر؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کنگ اٹلس اتنا بڑا کیمپ چلا رہا ہے۔ وہ اتنا بے وقوف کبھی نہیں ہو سکتا کہ اُسے کسی بھی ایسی جگہ پناہ دے جس سے اُس کا کوئی ظاہری تعلق ہو!"

تہذیب ہنس پڑی۔ "چلے تھے کنگ اٹلس سے معلومات حاصل کرنے اور خود اُس کے قیدی بن گئے!"

"ایسا بھی ہوتا ہے!" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "نشیب و فراز تو آتے ہی رہتے ہیں!"

"لیکن علی! کنگ اٹلس سے ڈی فوسٹر کے بارے میں کچھ اگلوانا کارے دارد ہو گا!"

"ہاں، اس کے لیے ہمیں دور اندیشی سے کام لینا ہو گا۔ کنگ اٹلس کو شبہ بھی ہو گیا کہ ہم ڈی فوسٹر کے چکر میں یہاں آئے ہیں تو بس معاملہ ختم ہی سمجھو!"

ہم آپس میں دُنیا جہان کی باتیں کرتے رہے پھر کچھ دیر بعد ایک شخص ہمارے لیے کھانا لے آیا۔

"کنگ اٹلس واپس نہیں آیا؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"نہیں!" اُس نے جواب دیا۔

"کب تک واپسی کی توقع ہے؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اُس کی واپسی تک تم آرام سے رہو۔ اگر تم بے گناہ ہو تو تمھیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں!"

ہم دونوں نے کھانا کھایا اور اُس کے بعد کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد جلد ہی سو گئے۔ کھانے کے بعد ہی شخص جو کھانا لایا تھا، کھانے کے برتن واپس لے گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

صبح دروازہ کھٹکھٹائے جانے پر میری آنکھ کھلی۔ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ صبح کے پانچ بج رہے تھے۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا جو سونے سے قبل میں نے اندر سے بند کر لیا تھا۔ دروازے پر وہی دونوں افراد کھڑے تھے جو ہمیں یہاں لے کر آئے تھے۔

"کنگ اٹلس آگیا ہے اور فوری طور پر تم دونوں سے ملنا چاہتا ہے۔"

میں نے پلٹ کر بیڈ کی طرف دیکھا۔ تہذیب اُٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔ "کیا بات ہے علی؟" اس نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔

"کنگ اٹلس واپس آگیا ہے اور اُس نے ہم دونوں کو بلوایا ہے۔"

تہذیب فوراً ہی بیڈ سے اُتر آئی اور ہم دونوں کو اس بڑے کمرے میں لے جایا گیا جہاں کنگ اٹلس کئی افراد کے ساتھ موجود تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی کنگ اٹلس اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کی آنکھیں شب بیداری کی وجہ سے سُرخ ہو رہی تھیں۔ چہرے پر تھکن کے ساتھ ساتھ افسردگی کے بھی آثار تھے۔ وہ دُبلا پتلا اور لمبے قد کا آدمی تھا۔ میں اور تہذیب رُک گئے۔ ہمارے اور کنگ اٹلس کے درمیان تقریباً دس فٹ کا فاصلہ تھا۔

کنگ اٹلس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ اُس نے اپنے ہونٹ بھینچ رکھے تھے اور اُس کی عقابی نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"تم دونوں کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے کہ تمھیں مشکوک حالت میں پکڑا گیا ہے۔" اُس نے کہا۔ اُس کی آواز اُس کے جُثے کے برعکس خاصی بھاری تھی۔

"یہ غلط ہے کنگ۔" میں نے پُرسکون انداز میں جواب دیا۔ "ہمیں صرف اس بنیاد پر مشکوک سمجھ لیا گیا کہ ہمارے پاس رائفلیں موجود تھیں۔"

"تم پر شبہ ہے کہ تمھارا تعلق حملہ آوروں سے ہے۔ تمھارے پاس سے برآمد ہونے والی رائفلیں روسی ساخت کی ہیں جو یہاں دستیاب نہیں ہوتیں۔"

"ہم دونوں چہل قدمی کی غرض سے کیمپ سے ذرا دور نکل گئے تھے کہ اچانک کیمپ پر حملہ ہو گیا۔ ہم نے چٹانوں کی آڑ میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن وہاں بھی کچھ سیاہ پوش موجود تھے جنھوں نے ہم پر بھی حملہ کر دیا۔ مجبوراً ہمیں اُن سے مقابلہ کرنا پڑا۔ وہ رائفلیں ہم نے حملہ آوروں سے ہی چھینی تھیں۔"

"تمھیں شاید اندازہ نہیں ہے لڑکے کہ تم کس قسم کا بیان دے رہے ہو۔" کنگ نے دُرشت لہجے میں کہا۔ "کنگ کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی سزا موت ہے۔ تم ذرا اپنی عمر دیکھو اور اپنے بیان پر غور کرو۔ تم بھلا اُن منظم لوگوں سے کیا مقابلہ کرو گے۔ رائفلیں ان سے چھین لیں اونہہ!" اُس کا انداز مضحکانہ ہو گیا۔ "اور یہ لڑکی... اس نے بھی اُن لوگوں کا مقابلہ کیا تھا؟"

"ہاں، اس نے بھی اُن کا مقابلہ کیا تھا۔ تین افراد کو اس نے ٹھکانے لگایا اور پانچ میرے ہاتھوں لقمۂ اجل بنے۔ گویا اس مقابلے میں اُن کے کم از کم آٹھ افراد مارے گئے۔ نویں آدمی کے بارے میں، میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس لیے کہ وہ میرے ہاتھوں بہت بُری طرح پٹا تھا۔ معلوم نہیں وہ زندہ بچا ہوگا یا بھی مر چکا ہوگا۔"

کنگ اٹلس نے مجھے سر سے پیر تک گھورا۔ "تم اب بھی اپنے بیان پر اڑے ہوئے ہو۔" اُس نے سرد لہجے میں کہا۔ "معلوم ہوتا ہے میری بات تمھاری سمجھ میں نہیں آئی۔ یاد رکھو تمھیں حقیقت بتا دینی ہوگی میں اُگلنا پڑے گی ورنہ تم پر ایسا تشدّد کیا جائے گا جس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"میں نے جو کچھ کہا اُس کا ایک ایک لفظ حقیقت پر مبنی ہے۔ میرا خیال ہے اُن لوگوں کی لاشیں اب بھی وہیں موجود ہوں گی۔ چل کر دیکھ کیوں نہیں لیتے۔"

کنگ مجھے گھورنے لگا۔ کچھ دیر گھورتے رہنے کے بعد بولا "فرض کرو وہاں لاشیں مل گئیں تو تم یہ کیسے ثابت کرو گے کہ اُن کی موت کے ذمّے دار تم ہی ہو۔"

"کیا لاشیں ملنے سے میرے بیان کی تصدیق نہیں ہو جائے گی؟ اُس کے بعد بھی اگر تم میری بات پر یقین کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے تو میرے بیان کو غلط ثابت کرنا تمھارا کام ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" کنگ کسی سانپ کی طرح پھنکارا۔

"پورے کیمپ میں سے تمھیں کوئی ایسا شخص فراہم کرنا ہوگا جو اُن لوگوں کو ہلاک کرنے کا دعوے دار ہو۔"

"ہوں۔" کنگ اٹلس غرّایا۔ "اگر تم نے کنگ کے دُشمنوں سے مقابلہ کیا ہے تو کنگ تمھیں سر آنکھوں پر بٹھائے گا اور اگر تمھاری بات غلط ثابت ہوئی تو..." اُس نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا اور اپنے آدمیوں کو چلنے کا حکم دیا۔

ہم پیدل ہی اُس چٹانی سلسلے کی طرف نکل کھڑے ہوئے جہاں رات میں نے اور تہذیب نے نامعلوم حملہ آوروں کا مقابلہ کیا تھا۔ باہر اتنا اُجالا پھیل چکا تھا کہ بہ آسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ سورج طلوع ہونے میں کچھ ہی دیر رہ گئی تھی۔

"یہ لوگ اس چٹان کے قریب کھڑے پائے گئے تھے۔" کنگ کے ایک ساتھی نے کنگ کو بتایا۔

کنگ ہماری طرف مُڑا۔ "بتاؤ، وہ لاشیں کہاں ہیں؟"

"اس طرف۔" میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اُن لوگوں کو چٹان کے عقب میں لے گیا۔ چٹان کے عقب میں پہنچتے ہی کنگ اٹلس ٹھٹک گیا۔ اُس نے وہاں پڑی ہوئی تینوں لاشیں دیکھ لی تھیں۔ تینوں سیاہ پوش تھے۔ اُن میں سے دو تہذیب کی گولیوں کا نشانہ بنے تھے اور تیسرا شخص جس کی میں نے پٹائی کی تھی وہ بھی مر چکا تھا۔

کنگ جھپٹ کر آگے بڑھا اور انھیں اُلٹ کر اُن کے چہرے دیکھنے لگا۔ "تینوں مقامی لوگ ہیں۔" وہ بڑبڑایا پھر میری طرف مُڑ کر بولا۔ "تم تو کہہ رہے تھے کہ تمھارے ہاتھوں نو افراد مارے گئے ہیں!"

"اگر اُن کے ساتھی اُن کی لاشیں اُٹھا کر نہیں لے گئے تو انھیں چٹان کے اوپر ہونا چاہیے۔" میں نے کہا۔

"جاؤ۔" کنگ نے اپنے دو آدمیوں سے کہا۔ "چٹان کا جائزہ لے کر آؤ اور فوراً مجھے رپورٹ دو۔"

وہ دونوں افراد چلے گئے اور کنگ مجھے گھورنے لگا مگر میں تہذیب کو دیکھ رہا تھا جو شروع سے اب تک کچھ نہیں بولی تھی۔ دونوں افراد جلد ہی واپس آگئے اور انھوں نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ چٹان کے اوپر چھ افراد کی لاشیں موجود ہیں۔

"تم نے اُن کے چہرے دیکھے؟" کنگ نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔ "وہ مقامی ہیں یا...؟" اُس نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔

"پانچ افراد تو مقامی ہیں۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔ "چھٹے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"کیوں؟" کنگ کے لہجے میں بے تابی تھی۔

"اُس کے پرخچے اُڑ گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اُس پر بم مارا گیا ہے۔"

کنگ تیزی سے میری طرف مُڑا۔ "تمھارے پاس بم کہاں سے آیا؟" اُس نے مشکوک لہجے میں پوچھا۔

"ہمارے پاس کوئی بم نہیں تھا کنگ۔" میرے بجائے تہذیب نے جواب دیا۔ "وہ ہم پر بم پھینکنے جا رہا تھا۔ پن بھی کھینچ چکا تھا کہ اتفاقاً میری نظر پڑ گئی اور میں نے اُس پر گولی چلا دی۔ اگر مجھے فائر کرنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوتی تو اُس نے بم پھینک دیا ہوتا اور اُس کے بجائے ہمارے پرخچے اُڑ گئے ہوتے۔"

کنگ کی آنکھوں میں حیرت کا شدید تاثر اُبھرا۔ "تم لوگوں نے اُن سے رائفلیں کیسے چھینی تھیں؟"

"دو افراد نے ہم پر چھلانگ لگائی تھی۔" میں نے کہا۔ "اگر انھوں نے خاموشی سے ہمیں گولی مار دی ہوتی تو ہم یہ کہانی سُنانے کے لیے زندہ نہ رہتے مگر اُن سے حماقت سرزد ہو گئی جس کا انھیں خمیازہ بھگتنا پڑا۔ ہم نے اُن سے رائفلیں چھین لیں۔ اُس وقت شاید اُن کے ساتھی قریب موجود نہیں تھے۔ وہ بعد میں یہاں پہنچے ہوں گے۔ بہرحال اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟"

"جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ خاصا ناقابلِ یقین ہے تاہم اس سے انکار بھی میرے لیے ممکن نہیں ہے۔" کنگ نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم دونوں نے یہ سب کچھ کیسے کیا ہوگا! میں زیادہ دیر یہاں رُک بھی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ پولیس یہاں پہنچنے والی ہوگی اور مجھے خود سارے معاملات نمٹانے ہوں گے۔ تم میرے آدمیوں کے ساتھ واپس چلے جاؤ۔"

"کیا ہم قیدیوں کی حیثیت میں ہی رہیں گے؟" تہذیب نے کہا۔

"نہیں، تم کنگ کے معزز مہمانوں کی حیثیت سے رہو گے۔ میں تمھیں دکھاؤں گا کہ کنگ احسان فراموش نہیں ہے۔ بہادروں کی قدر کرنا جانتا ہے۔"

"کیا ہمارے کہیں آنے جانے پر کوئی پابندی ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں، تم جہاں چاہو جا سکتے ہو لیکن میری خواہش ہے کہ تم ابھی کیمپ چھوڑ کر نہ جاؤ۔ میں تم سے تفصیلی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ہمارے لیے اعزاز ہے کہ کنگ نے ہمیں کسی قابل سمجھا۔ ہم کیمپ سے باہر نہیں جائیں گے۔" میں نے کہا۔

میں اور تہذیب کنگ کے ایک آدمی کے ساتھ چوبی مکان میں واپس آگئے۔

"آپ لوگ نہا دھو کر تیار ہو جائیں، میں ناشتے کا بندوبست کرتا ہوں۔" ہمارے ساتھ آنے والے نے کہا اور باتھ روم تک ہماری راہ نمائی کی۔

کچھ دیر بعد میں اور تہذیب انتہائی پُرتکلّف ناشتا کرنے میں مصروف تھے۔ ناشتے کی میز پر ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"تم نے سُن لیا تہذیب! وہ رائفلیں روسی ساخت کی تھیں۔ گویا حملہ آوروں کے عقب میں روسی ایجنٹ ہی تھے۔"

"ہاں علی۔" تہذیب نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "معلوم نہیں اُن لوگوں نے کتنے مقامی غنڈوں کی خدمات حاصل کر رکھی ہوں گی؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تہذیب! اب یہی دیکھ لو کہ کنگ اٹلس تک ہمارے علاوہ کسی کی رسائی بھی نہیں ہو سکی۔"

"لیکن اصل معاملہ تو وہیں کا وہیں ہے۔ ڈی فوسٹر کے بارے میں اُس سے معلومات کیسے حاصل ہوں گی؟"

"اس کا بھی کوئی نہ کوئی انتظام ہو ہی جائے گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آخر کنگ اٹلس ہمارا ممنونِ احسان ہے۔ لیکن اس سے براہِ راست پوچھ گچھ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں علی۔" تہذیب نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ سارا دن ہم نے اسی چوبی کیبن میں گزار دیا۔ کنگ اٹلس دوپہر کے وقت واپس آ گیا تھا مگر وہ آتے ہی سو گیا تھا اس لیے اُس سے ہماری کوئی بات نہیں ہو سکی۔

شام سات بجے کے قریب اُس سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت وہ خاصے خوشگوار موڈ میں نظر آ رہا تھا۔ "تم لوگوں نے میری جو مدد کی اُس کے لیے میں تم دونوں کا بے حد مشکور ہوں۔" اُس نے کہا۔

"جو کچھ ہم نے کیا اس کے لیے ہم مجبور تھے۔" میں نے کہا۔ "کاش، ہم تمھاری کوئی مدد کر سکتے۔"

"مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ تم دونوں نے اتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہوگا۔ تم دونوں ہی نوعمر اور ناتجربے کار ہو جبکہ تمھارے مقابلے میں جو لوگ تھے وہ نہ صرف انتہائی تجربے کار اور مشاق لوگ تھے بلکہ وہ مسلح بھی تھے اور تم دونوں کے پاس تو شاید کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا۔"

"لڑائی میں سب سے زیادہ اہمیت حوصلے کی ہوتی ہے مسٹر کنگ۔" میں نے کہا۔ "اور میں یہ بات کبھی نہیں مان سکتا کہ جو شخص جارحیت کا مرتکب ہو رہا ہو وہ حوصلہ مند بھی ہو سکتا ہے۔"

کنگ نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "بہرحال پچھلی رات اگر تم لوگ حملہ آوروں سے مقابلہ نہ کرتے تو وہ کبھی فرار نہ ہوتے اور شاید ہمارا پورا کیمپ تباہ کر کے ہی دم لیتے۔"

"یہ محض اتفاق تھا مسٹر کنگ کہ ہمارے یہاں پہنچنے کے چند گھنٹے بعد کیمپ پر حملہ ہو گیا تھا اور مزید اتفاق یہ کہ کچھ حملہ آور ہم سے بھی آ ٹکرائے۔"

"مجھے تو تم دونوں ہی لڑائی بھڑائی کے فن میں طاق معلوم ہوتے ہو۔ معلوم نہیں تم لوگ کون ہو۔ کیا اپنا تعارف نہیں کراؤ گے؟"

جواب میں ہم نے اُسے وہ گھڑی ہوئی کہانی سنا دی جو ہم نے اُسے سنانے کے لیے ہی گھڑی تھی۔ جس شخص کا حوالہ ہم نے اپنے باپ کے طور پر دیا تھا اُس کا نام سن کر کنگ اُچھل پڑا۔

"اوہ مائی گاڈ! کیا تمھارے باپ نے تمھیں کنگ اٹلس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟" اُس نے کہا۔

"نہیں مسٹر کنگ! ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے اُن کے منہ سے کبھی آپ کا نام نہیں سنا۔"

"وہ میرا بہت عزیز دوست تھا۔" کنگ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "بڑی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ ہم دونوں طویل عرصے تک پارٹنر شپ میں کام کرتے رہے پھر بعض اختلافات کی بنا پر ہم میں علیحدگی ہو گئی تھی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اُس کی اولاد سے کبھی ملاقات ہو گی اور وہ بھی ایسے حالات میں۔"

"ہم تو سیاحت کرتے ہوئے ادھر آ نکلے تھے اور اُن لوگوں سے بھی ہم نے محض اپنے دفاع میں مقابلہ کیا تھا۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اُس سے ہمارا کتنا گہرا تعلق ہے تو ہم قبر تک اُن حملہ آوروں کا تعاقب کرتے۔ انھیں یوں فرار نہ ہو جانے دیتے۔" تہذیب نے کہا۔

"یقیناً تم لوگوں کا اس سے براہ راست تعلق ہے۔ یہ جو کچھ ہے اسے اپنا ہی سمجھو۔ تم میرے بچوں کی طرح ہو۔"

"حملہ آوروں کے بارے میں کچھ علم ہوا مسٹر کنگ؟" میں نے پوچھا۔ "وہ کون لوگ تھے اور اس حملے سے ان کا مقصد کیا تھا؟"

"کچھ بدمعاش قسم کے لوگ تھے جو اس کیمپ کو تباہ کر دینا چاہتے تھے۔ بس پیشہ ورانہ رقابت سمجھ لو۔" کنگ نے جواب دیا۔ اُس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ حقیقت چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ تہذیب نے اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے نظریں چُرا لیں۔

"گویا آپ اُن لوگوں سے واقف ہیں؟" تہذیب نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ہمیں اُن کے بارے میں بتائیے۔ اپنے انکل کے دشمنوں کا صفایا کر کے ہمیں بہت خوشی ہو گی۔"

"اوہ نہیں، اُن لوگوں سے تو میں اپنے طور پر ہی نمٹ لوں گا۔ تم لوگوں کا اس معاملے میں پڑنا مناسب نہیں ہے۔" کنگ نے بوکھلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے انکل۔" تہذیب نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو یوں ہی سہی۔ لیکن آپ کے کسی کام آ کر ہمیں خوشی ہوتی۔"

تہذیب کے جواب سے کنگ اٹلس کے چہرے پر اطمینان بکھر گیا۔ "تم لوگوں نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ تمھارا ذریعۂ معاش کیا ہے۔ باپ کی چھوڑی ہوئی دولت پر عیش کر رہے ہو یا خود بھی کچھ کرتے ہو؟"

میں دھیرے سے ہنس پڑا۔ "ہمارے باپ نے ہمارے لیے کچھ نہیں چھوڑا تھا لیکن ہمیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔"

"لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ تمھارا ذریعۂ معاش کیا ہے؟" کنگ نے پوچھا۔

"دراصل ہم آزاد قسم کے لوگ ہیں۔" میں نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "کسی ایک پیشے سے مستقل وابستہ ہونا ہمارے لیے خاصا مشکل ہے اس لیے جب بھی ہمیں ضرورت ہوتی ہے ہم ہر وہ طریقہ اختیار کر لیتے ہیں جس میں محنت کم ہو اور دولت زیادہ حاصل ہو جائے۔"

"میں سمجھ گیا۔" کنگ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "تم دونوں کو اپنے باپ کی صلاحیتیں ورثے میں ملی ہیں اور تم کہتے ہو اُس نے تمھارے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔"

میں جھینپے ہوئے انداز میں ہنس پڑا۔ "آپ جہاندیدہ آدمی ہیں انکل، آپ سے کچھ چھپانا ہمارے لیے ممکن بھی نہیں ہے۔"

کنگ نے بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔ "تمھیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اُس نے کہا۔ "اب تمھیں اِدھر اُدھر بھٹکنے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔ تمھارا انکل تم لوگوں کی صلاحیتوں کو نہ صرف جلا بخشے گا بلکہ تم لوگوں کو دولت کے حصول کے لیے ایسے ایسے گُر بتلائے گا کہ تم خود بھی حیران رہ جاؤ گے۔"

"اُن۔۔۔ اندازاً کتنی دولت مل جائے گی انکل؟" میں نے یوں پوچھا جیسے حصولِ دولت کی نوید سُن کر پھولا نہ سما رہا ہوں۔

"اتنی دولت جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔" کنگ نے کہا اور ایک بار پھر ہنس پڑا۔

"کیمپ کی کیا صورتِ حال ہے انکل؟" دفعتاً تہذیب نے پوچھا۔

"پولیس آ کر جا چکی ہے۔ اُن لوگوں کی لاشیں پولیس نے اپنی تحویل میں لے لی ہیں جو تمھارے ہاتھوں ہلاک ہوئے تھے۔ بقیہ تفصیلات میں تمھیں پھر بتاؤں گا۔ کیمپ میں جو افراتفری پھیلی ہے اُس پر پوری طرح قابو پانے کے لیے ابھی کچھ وقت مزید درکار ہے۔ تم لوگ گھومنا پھرنا چاہو تو گھوم پھر سکتے ہو لیکن یہاں سے واپس مت جانا۔ اب تم یہاں مہمان نہیں رہے بلکہ اب تم میری ٹیم کے ارکان کی حیثیت رکھتے ہو۔ میں اب جاؤں گا۔ شاید ساری رات مجھے کیمپ میں ہی گزارنا پڑے۔"

"میں بے چینی سے آپ کا انتظار کروں گا انکل۔" میں نے کہا اور کنگ اٹلس ہنستا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہمارا کام بن جائے گا۔" تہذیب نے مجھ سے کہا۔

"میرا خیال بھی یہی ہے۔ وہ ہم سے ڈی فوسٹر کے سلسلے میں کوئی کام لینا چاہتا ہے۔"

"لیکن مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ یہ شخص اتنا بڑا گروہ چلا رہا ہے۔ اس کے وسائل بھی کم معلوم نہیں ہوتے پھر یہ ابھی تک ڈی فوسٹر والا معاملہ کیوں طے نہیں کرا سکا؟"

"میں خود بھی اس بات پر غور کرتا رہا ہوں لیکن اس کی کوئی ظاہری وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ معلوم نہیں اس معاملے میں اتنی تاخیر کیوں ہو گئی۔ یہ تو بہت تیزی سے طے ہونے والا معاملہ تھا۔"

"ڈی فوسٹر کی تلاش کا کام جلد از جلد مکمل ہو جانا چاہیے۔" تہذیب نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔ "اس کام میں پہلے ہی بہت وقت صرف ہو چکا ہے۔"

"لائحۂ عمل طے کرنا چیف کا کام ہے۔ ہم جیسے ماتحت تو صرف حکم کے غلام ہوتے ہیں۔"

"میں تو زبردستی انچارج بن بیٹھی ہوں۔" تہذیب مسکرائی۔ "اور تمھیں بھی زبردستی ہی میری یہ حیثیت قبول کرنا پڑی ہے۔"

"بات اس حد تک درست ہے کہ تم زبردستی انچارج بن بیٹھی ہو۔ یہ غلط ہے کہ میں نے مجبوراً تمھاری ماتحتی میں کام کرنا قبول کیا ہے۔"

"اوہو، یہ تو میرے لیے انکشاف ہے۔" تہذیب دلچسپی سے بولی۔ "میں تو یہی سمجھ رہی تھی کہ میں انچارج بن گئی تو تم نے بس اسے قبول کر لیا۔"

"گرین پول کے تمھارے سابقہ تجربات کی روشنی میں، میں نے یہ محسوس کیا کہ تم اس ذمے داری سے عہدہ برا ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اس کے علاوہ علی گروپ قائم کر کے تم پہلے ہی ثابت کر چکی تھیں کہ ابھی تمھاری صلاحیتیں زنگ آلود نہیں ہوئی ہیں۔"

"گڈ، ویری گڈ! سعادت مند ماتحت ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"میں اس قابل تو نہ تھا تاہم اس حوصلہ افزائی کے لیے میں چیف کا از حد مشکور ہوں۔" میں نے نیازمندانہ لہجے میں کہا۔

تہذیب ہنسنے لگی۔ "اب آپ یوں کریں مسٹر علی کہ جا کر آرام کریں۔ میں ذرا کیمپ نوردی کرنے جا رہی ہوں۔"

"یہ تو زیادتی ہو گی چیف اگر کیمپ نوردی کی سعادت سے ماتحت کو محروم رکھا جائے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ چیف کے کسی کام میں دخل اندازی نہیں کروں گا۔ تاہم مشن کی کامیابی کے لیے اگر اس ناکارہ ماتحت کا ساتھ نہ لے جانا ہی مناسب ہے تو یہ ناچیز ماتحت۔۔۔"

"اوہو، نہیں تم دل چھوٹا نہ کرو۔ ہم اپنے ماتحتوں کے دل نہیں توڑا کرتے۔" تہذیب نے چمکارنے والے انداز میں کہا اور ہنس پڑی۔

ہم دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے باہر نکل آئے۔ کل رات کے حملے سے متاثر ہونے والے سیاح واپس چلے گئے تھے لیکن اس کے باوجود نشے بازوں کی بہت بڑی تعداد رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھی۔ رات کو کیا ہوا تھا، اس سے انھیں کوئی غرض نہیں تھی۔ اُن کے لیے یہی بہت کافی تھا کہ وہ زندہ تھے۔

"انھیں دیکھ رہے ہو علی؟" تہذیب نے متنفرانہ انداز میں کہا۔ "یہ لوگ کس قدر خودغرض اور بے حس ہیں۔ کل یہاں کتنا کشت و خون ہوا ہے مگر یہ اپنے نشے میں مگن ہیں۔"

"یہ تو صاف ظاہر ہے تہذیب کہ نشے کی لت آدمی کو خودغرض اور بے حس بنا دیتی ہے۔ اس میں تعجب کی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"افسوس تو ہوتا ہی ہے علی! ایک انسان ہونے کے ناتے دوسرے انسان کو پستیوں میں گرتے دیکھنا آسان تو نہیں ہوتا۔"

"یہ خود غرضی اور بے حسی موروثی ہے۔" تہذیب! سفید فام ہمیشہ سے اپنی خود غرضیوں کا مظاہرہ کرتے آئے ہیں۔ جو نشے باز نہیں ہیں اُنھی کا حال دیکھ لو۔ محض اپنی برتری قائم کرنے کے خیالِ خام کے تحت ان سفید فاموں نے جوہری توانائی دریافت کی اور اب اسلحے کی دوڑ میں اتنا آگے نکل گئے ہیں کہ پوری دُنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے۔"

ہم کافی دیر تک کیمپ میں ٹہلتے رہے پھر تہذیب ایک مخصوص سمت میں بڑھنے لگی۔ میں نے یہ بات محسوس کر لی مگر میں کچھ بولا نہیں۔ ایک چھولداری کے نزدیک پہنچ کر تہذیب رُک گئی۔ چھولداری کے سامنے والے حصّے پر سرخ رنگ کا سیب بنا ہوا تھا۔ تہذیب نے چھولداری کا پردہ ہٹایا اور اندر داخل ہو گئی۔ اندر کا منظر ناگفتہ بہ تھا۔ ایک سُریلی نسوانی چیخ اُبھری اور اندر موجود لڑکی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ بہت سہمی ہوئی تھی اور خود کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اُس لڑکی کے ساتھ بُڈ بھی موجود تھا۔

"تم ذرا باہر آؤ۔" تہذیب نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا اور باہر نکل آئی۔ میرے حلق سے ایک قہقہہ آزاد ہو گیا۔

"حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی ایسے ہی واقعات کو جنم دیتی ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ بہت کمینہ آدمی ہے۔" تہذیب نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔ "پکا سُور ہے۔"

اسی اثنا میں بُڈ باہر نکل آیا تھا۔ "وہ دراصل ایک معصوم لڑکی ہے۔ معاشرے کی ستائی ہوئی اور بے سہارا لڑکی۔ اس کے ماں باپ مر چکے ہیں اور بہن بھائی...."

"بکواس مت کرو۔" تہذیب نے ڈپٹ کر کہا۔ "اس کے علاوہ بھی کچھ کیا ہے تم نے یہاں؟"

"کک.... کیوں نہیں چیف۔ کیوں نہیں۔" بُڈ نے ہکلا کر کہا۔ "کچھ نہیں، بہت کچھ کیا ہے۔"

"تم انتہائی نکمّے اور ناکارہ آدمی ہو۔" تہذیب غُصیلے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ "ہم سے علیحدہ ہونے کا مقصد یہی تھا کہ تم آزادی سے اپنی مذموم حرکتیں جاری رکھ سکو۔"

"یہ غلط ہے چیف۔" بُڈ نے احتجاج کیا۔ "میرا مقصد تو صرف یہ تھا کہ آپ لوگوں سے الگ رہ کر آپ کے دُشمنوں پر نظر رکھ سکوں۔"

"اچھا۔" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تو پھر ہم سے دور رہ کر کیا تیر مارا جناب نے؟"

"رات کے واقعے میں کچھ مقامی لوگ بھی ملوّث ہیں۔" بُڈ نے کہا۔ "میرا مطلب ہے وہ اسی کیمپ میں مقیم ہیں۔ سو وہ تین افراد ہیں جو آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ تم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تم کہو چیف تو موذی کو نقصان پہنچانے سے قبل ہی جہنم داصل کر دوں۔"

تہذیب نے مشکوک نظروں سے بُڈ کو گھورا۔ "کہاں ہیں وہ لوگ؟ اُن کا پتا سمجھاؤ۔"

"ادھر جہاں تین درختوں کے تنے آپس میں ملے ہوئے ہیں، اُن کے دامن میں اُن کی چھولداری نصب ہے۔ وہ لوگ یقیناً حملہ آوروں کے ساتھی ہیں۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"خاص بات تو کوئی نہیں ہے۔ کنگ نے اپنی حیثیت کا پورا پورا فائدہ اُٹھایا ہے اور اُس نے پولیس کو مطمئن کر کے ہی واپس بھیجا ہے۔ ویسے چیف میں ہزار آنکھوں سے جاگ رہا ہوں۔ آپ لوگ اطمینان رکھیں۔ آپ کو کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "جاؤ، جہنّم رسید ہو جاؤ۔"

بُڈ نے مودّبانہ انداز میں سر خم کیا اور پلٹ کر اس طرح چھولداری کے اندر واپس چلا گیا جیسے تہذیب کے حکم پر حرف بہ حرف عمل کرنا چاہتا ہو۔ میں تہذیب کے ساتھ ہنستا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"یہ سُور، بعض اوقات اس پر سخت غصّہ آتا ہے۔ بہت خراب عادتوں کا مالک ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"اُس بے چارے کے لیے ایسے الفاظ کیوں استعمال کر رہی ہو۔" میں نے معصومیت سے کہا اور تہذیب مجھے گھورنے لگی۔

"کیوں؟ تمھیں اندازہ نہیں ہے۔ تم نے نہیں دیکھا تھا کہ وہ چھولداری کے اندر کس حالت میں پایا گیا تھا؟"

"نہیں۔" میں نے معصومیت سے کہا۔ "دراصل میں چھولداری کے اندر نگاہ نہیں ڈال سکا تھا۔"

"شرارت مت کرو علی۔ وہ.... وہ...." تہذیب نے کہا اور جھینپے ہوئے انداز میں ہنس پڑی۔ پھر دفعتاً سنجیدہ ہو کر بولی۔ "کیا خیال ہے جن لوگوں کی نشان دہی بُڈ نے کی ہے، لگے ہاتھوں اُنھیں بھی دیکھتے چلیں۔"

"میرے خیال میں ابھی یہ مناسب نہیں ہو گا۔ پہلے یہ معلوم ہو جائے کہ کنگ ہم سے کیا کام لینا چاہتا ہے، اُس کے بعد ہی اس معاملے کو دیکھیں گے۔"

اُس رات کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا۔ پوری رات سکون سے گزر گئی۔ صبح ناشتے کے بعد تہذیب نے باہر جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔

"کیا ارادے ہیں؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم علی کہ میں کیا کروں گی لیکن اب کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے۔ ہم زیادہ انتظار کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے کہا۔ "لیکن کیا تم اکیلی جاؤ گی؟"

"ہاں علی! تم ساتھ ہوتے ہو تو میرے اعتماد میں فرق پڑتا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے طویل سانس لی۔ "جیسے تمھاری مرضی۔ ویسے بھی اس مشن کی انچارج تم ہو۔"

تہذیب چلی گئی اور میں کنگ اٹلس کے کیبن میں اکیلا رہ گیا۔ کنگ اٹلس کے آدمیوں کا رویّہ ہمارے ساتھ مودّبانہ تھا لیکن مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ ابھی تک ٹونی کہیں دکھائی نہیں دیا تھا جبکہ وہ کنگ اٹلس کا دستِ راست تصوّر کیا جاتا تھا۔ اُس کی غیر موجودگی سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ وہ کیمپ کے معاملات دیکھ رہا ہو گا۔ میں اُس سے بدلہ لینے کے لیے سخت بے چین تھا لیکن اس کے لیے اُس کا سامنے آنا ضروری تھا۔ اب تو میری راہ میں کوئی مصلحت بھی حائل نہیں تھی بلکہ اُس کی پٹائی کر کے میں اب اپنے مشن کے لیے مفید نتائج حاصل کر سکتا تھا۔

تہذیب کو گئے ہوئے دیر ہو چکی تھی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں گئی ہے اور کب تک واپس آئے گی۔ میں تہذیب کی حکمتِ عملی کا دل سے قائل ہو چکا تھا۔ اگر اُس نے مجھ پر اور خود پر کنگ اٹلس کے ایک پرانے قریبی دوست کے بچّوں کا میک اپ نہ کیا ہوتا تو ہم کبھی کنگ اٹلس کی ہمدردیاں اس حد تک حاصل نہیں کر سکتے تھے جس کے نتیجے میں ہم بھی دوسروں کی طرح ٹامک ٹوئیاں مارتے رہ جاتے۔ جبکہ اب صورتِ حال یہ تھی کہ کنگ ہمارا گرویدہ ہو چکا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اُس کے ذریعے ڈی فوسٹر تک پہنچنا اب زیادہ مشکل نہیں رہ گیا ہے۔ مجھے بخوبی اندازہ تھا کہ چونکہ کنگ اٹلس اور ڈی فوسٹر دونوں کا تعلق ایک ہی خاندان یعنی شمیرخ خاندان سے ہے لہٰذا ڈی فوسٹر کے لیے کنگ اٹلس سر دھڑ کی بازی لگا دینے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔

معلوم نہیں کتنی دیر تک میں خیالوں میں کھویا رہا پھر میں اُس وقت چونکا جب کنگ اٹلس کا ایک آدمی میرے پاس آیا۔

"کنگ کو آپ سے کوئی خاص بات کرنی ہے اور وہ آپ سے مشرقی پہاڑیوں میں ملنا چاہتا ہے۔" اُس نے مجھے کنگ اٹلس کا پیغام دیتے ہوئے کہا۔ "میڈم کہاں ہیں؟"

"وہ تو ایک کام سے باہر گئی ہوئی ہیں۔ کیا کنگ نے اُنھیں بھی بلایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کنگ نے کہا تھا کہ دونوں میں سے جو بھی موجود ہو اُسے کنگ کے پاس بھیج دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں وہاں تک کیسے پہنچوں گا۔ کیا تم بھی میرے ساتھ چلو گے؟"

"نہیں، یہ سفر آپ اکیلے ہی کریں گے اور آپ کو پیدل ہی جانا ہو گا۔ مشرقی پہاڑیاں یہاں سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر ہیں۔"

"وہ تو مجھے معلوم ہے۔ لیکن مشرقی پہاڑیاں کوئی چھوٹی موٹی جگہ تو ہے نہیں۔ میں کنگ کو وہاں ڈھونڈوں گا کیسے؟"

"یہ آپ کا کام نہیں ہے۔ آپ تو بس مشرقی پہاڑیوں تک پہنچ جائیں۔ کنگ آپ کو خود ہی تلاش کر لے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں چلا جاتا ہوں۔" میں نے کہا اور عمارت سے باہر نکل آیا۔ معاملہ خاصا پُراسرار تھا لیکن خطرے کی کوئی بات نہیں معلوم ہوتی تھی۔ مجھے تو پہلے ہی اندازہ تھا کہ ڈی فوسٹر کے سلسلے میں وہ مجھ سے اور تہذیب سے کوئی کام لینا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے، یہ معاملہ رازداری کا متقاضی تھا۔ اور کنگ اٹلس رازداری برتنے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کئی ممالک کے خطرناک ایجنٹوں سے اتنے عرصے تک ڈی فوسٹر کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا تھا۔

مشرقی پہاڑیوں کی سمت پیدل چلتے ہوئے مجھے تہذیب کا خیال آیا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ خدا جانے وہ کہاں اور کس چکّر میں ہو گی۔ کامیابی تو خود میری سمت چل کر آ گئی تھی اور وہ بھی اس طرح کہ میرے پاس تہذیب کو اطلاع دینے تک کا وقت نہیں تھا۔

کیمپ کے آخری سرے تک پہنچنے کے بعد میں اُس چٹانی راستے پر ہو لیا جو آگے جا کر مشرقی پہاڑیوں سے مل جاتا تھا۔ مشرقی پہاڑیوں تک پہنچنے کا یہی قریب ترین راستہ تھا۔ میں یہ معلوم کرنے کے لیے خاصا بے چین تھا کہ کنگ نے مجھے کیا بات کرنے کے لیے بُلوایا ہے۔ غالب امکان تو یہی تھا کہ اُس نے مجھے ڈی فوسٹر کے سلسلے میں ہی بُلوایا ہو گا۔ لیکن اگر کوئی اور معاملہ ہوا تو....؟

اس سے آگے میں کچھ بھی نہ سوچ سکا۔ اس لیے کہ اُسی وقت میرے سامنے والی چٹان سے بہت سے سنگریزے اُڑ کر فضا میں بکھر گئے تھے۔ اُس چٹان سے ایک گولی ٹکرائی تھی جسے یقیناً کسی سائیلنسر لگی ہوئی رائفل سے فائر کیا گیا تھا۔ میں بڑی تیزی سے زمین پر بیٹھ گیا۔ ایک لمحے کے ہزارویں حصّے میں میرے ذہن میں یہی خیال آیا کہ مجھے اُن لوگوں نے گھیر لیا ہے جن کی نشان دہی بُڈ نے کی تھی۔ قصور وار میں خود تھا کیونکہ میں اپنے خیالوں میں کچھ اس طرح ڈوب گیا تھا کہ تعاقب کا خیال ہی نہ رکھ سکا۔ اور اب اس ویرانے میں اُن مسلح لوگوں نے مجھے گھیر لیا تھا۔ اُس وقت تک میں آدھے سے زیادہ راستہ طے کر چکا تھا اس لیے یہ امکان بھی نہیں تھا کہ کوئی میری مدد کو ہی آ جائے گا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کروں کہ ایک بار پھر سنسناہٹ کی آواز کے ساتھ کئی گولیاں میرے سر پر سے گزریں اور اس بار بھی سامنے والی چٹان سے بہت سے سنگریزے اُڑتے دکھائی دیے لیکن اس بار میں نے فائرنگ کی سمت کا تعین کر لیا تھا۔ یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ حملہ آور ایک سے زیادہ نہیں ہے۔

اب میرے لیے یہ ممکن نہیں رہ گیا تھا کہ حملہ آور کو بخش دوں۔ ایک آدمی سے تو بہ آسانی نمٹا جا سکتا تھا۔ میں نے تیزی سے اپنی جگہ چھوڑی اور مختلف چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا بالآخر اُس بڑی سی چٹان کے پیچھے پہنچ گیا جس کے عقب سے حملہ آور نے فائرنگ کی تھی۔ اُس کے ہاتھ میں جدید ساخت کی ایک لمبی سی رائفل دبی ہوئی تھی اور وہ بے چینی سے سامنے کی سمت نظریں دوڑا رہا تھا۔

میں دبے قدموں اُس کی طرف بڑھ رہا تھا مگر اُسے اپنے عقب میں میری موجودگی کا احساس ہو گیا۔ اُس نے تیزی سے پلٹ کر پوری قوت سے رائفل گھمائی۔ اگر میں پھرتی سے ایک طرف نہ ہٹ گیا ہوتا تو لٹھ کی طرح گھمائی گئی رائفل میرے سر پر پڑی ہوتی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اُسے پہچان لیا۔ وہ ٹونی تھا۔

اُسے دیکھ کر میرا خون کھول اٹھا۔ اُس کا وار خالی دیتے ہی میں نے بجلی کی سی تیزی سے جھک کر اُس کی دونوں ٹانگیں کھینچ لیں۔ وہ پتھریلی ناہموار زمین پر چت گرا تھا۔ اُس کے حلق سے ایک کراہ خارج ہوئی اور رائفل اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ میرا خیال تھا کہ اتنی شدید چوٹ آنے کے بعد وہ اُٹھنے کے قابل نہیں رہا ہوگا لیکن وہ نہ صرف اُٹھا بلکہ اُس نے اپنی آستین سے چاقو بھی نکال لیا۔

میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ٹونی کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور اُس کی نظریں مجھ پر مرکوز تھیں۔ وہ ذرا سا آگے کی طرف جھکا ہوا آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اُس کا چاقو والا ہاتھ آگے کی طرف پھیلا ہوا تھا۔ اُس کے ہر انداز سے مہارت ٹپک رہی تھی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ چاقو بازی میں بے انتہا مہارت کا حامل ہے۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں اُس کی چاقو بازی کے سامنے نہیں ٹھہر سکوں گا۔ وہ پلک تک نہیں جھپکا رہا تھا اور اُس کے ہونٹوں سے ایک سفاکانہ مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی۔

میں اُلٹے قدموں پیچھے سٹ رہا تھا۔ ہمارے درمیان فاصلہ برقرار تھا۔ اُسے حملہ کرنے کی کوئی جلدی معلوم نہیں ہوتی تھی اور یہی چیز سب سے زیادہ خطرناک تھی۔ وہ عجلت کا مظاہرہ کرتا تو میں اُس کی کسی غلطی سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش ضرور کرتا مگر اُس کے انداز سے تو یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے ایک ہی وار میں میرا کام تمام کر دینا چاہتا ہو۔

وہ میری کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور میں اپنے اوسان بحال رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ اُسے نہتا کرنا ضروری تھا۔ اس کے بغیر ہمارے درمیان برابر کا مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ جسمانی طاقت کے اعتبار سے بھی مجھ سے بہت برتر تھا لہٰذا اگر میں کسی صورت سے اُسے نہتا کرنے میں کامیاب ہو جاتا تب بھی برتری اُسی کو حاصل رہتی۔

دفعتاً اُس نے جھپٹ کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ چاقو کا پھل فضا میں ایک طویل چمکدار قوس بناتا ہوا میرے دل کی طرف آیا۔ تمام تر دشمنی کے باوجود میں ٹونی کو اس کی مہارت کی داد دینے کے لیے مجبور تھا۔ اس نے بجلی کی سی سُرعت سے مجھ پر حملہ کیا تھا اور اُس کا حملہ کسی نہ کسی حد تک کارگر بھی ہو گیا ہوتا اگر اُسی وقت میرے پیر کسی چیز سے اُلجھنے کی وجہ سے میں پیچھے کی طرف گر نہ گیا ہوتا لیکن اس کے باوجود اُس کے چاقو کی نوک میری جیکٹ کو کاٹتی ہوئی گزر گئی تھی۔

مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ میرے پیروں سے ٹکرانے والی چیز وہی رائفل تھی جو ٹونی کے ہاتھ سے گری تھی۔ اپنا وار خالی جانے کی وجہ سے ٹونی جھنجلا گیا اور اُس نے چاقو سمیت مجھ پر چھلانگ لگائی مگر میں تیزی سے کروٹ لے کر اُس کی زد سے نکل گیا۔ چاقو کی نوک پتھریلی زمین سے ٹکرائی تھی۔ کروٹ لے کر اس کی زد سے نکلتے ہی میں عقاب کی طرح رائفل پر جھپٹا اور اُسے اُٹھا کر پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ پھرتی کے معاملے میں، میں نے ٹونی کو بُری طرح سے مات دے دی تھی۔ اس لیے کہ جب میں نے کئی قدم پیچھے ہٹ کر رائفل سے اُس کا نشانہ لیا اُس وقت تک وہ پوری طرح اُٹھ بھی نہیں سکا تھا۔

"بس رُک جاؤ ٹونی!" میں نے دانت پیس کر کہا۔ "ورنہ تمہاری کھوپڑی کے چیتھڑے اُڑ جائیں گے۔"

ٹونی اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ چاقو اب بھی اُس کی مُٹھی میں دبا ہوا تھا مگر اب اُس کی آنکھوں میں خوف اور حیرت کے تاثرات تھے۔

"یاد ہے ٹونی، پرسوں کیمپ میں تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے میرا کیا حشر کیا تھا۔" میں غرّایا۔ "اب بتاؤ میں تمہارا کیا حشر کروں؟"

جواب میں ٹونی صرف اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ اُس کی آنکھوں میں نظر آنے والی خوفزدگی میں اضافہ ہو گیا۔

"سُنا ہے تم بہت بہادر آدمی ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "میں تمہاری بہادری اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں۔" میں نے رائفل کی لبلبی پر انگلی کا دباؤ بڑھا دیا۔

"نن... نہیں۔" ٹونی ہاتھ اُٹھا کر ہکلایا۔ "مجھے مت مارو۔ تمہیں اس سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"پرسوں کا دن یاد کرو ٹونی جب کیمپ میں تم نے اور تمہارے آدمیوں نے مجھے بے دردی سے مارا تھا۔ اُس وقت تمہیں مجھ پر رحم نہیں آیا تھا۔"

"لیکن ہم نے تمہیں جان سے تو نہیں مارا تھا۔" ٹونی نے بے بسی سے کہا۔ "پھر تم کیوں میری جان لینے کے درپے ہو رہے ہو؟"

"ابھی کچھ ہی دیر قبل تم نے دو بار میری جان لینے کی کوشش کی ہے ٹونی!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "کیا رائفل سے فائرنگ کر کے اور چاقو سے مجھ پر حملہ کر کے تم اپنے خیرسگالی کے جذبات کا اعلان کر رہے تھے؟"

ٹونی کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ پھر اُس نے اچانک ہی وہ حرکت کر ڈالی جس کی میں اُس سے کسی وقت بھی توقع کر رہا تھا۔ اُس نے اپنی مُٹھی میں دبا ہوا چاقو مجھ پر کھینچ مارا تھا۔ انتہائی عجلت کے باوجود اُس نے کمال مہارت کا مظاہرہ کیا تھا۔ چاقو سیدھا میرے دل کی طرف آیا تھا اور اگر میں نے ذرا سا بھی تساہل برتا ہوتا تو چاقو میرے دل میں پیوست ہو گیا ہوتا۔ چونکہ میں اُس سے اس حرکت کی توقع کر رہا تھا اس لیے اُس کے اس وار سے بچنا میرے لیے زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا۔ میں ذرا سا دائیں جانب کو ہٹا تھا اور چاقو میرے بائیں جانب سے گزرتا ہوا عقب میں کسی چٹان سے ٹکرا کر کھٹ کی آواز کے ساتھ سنگی زمین پر گر پڑا۔

"تم نے اپنی آخری حسرت بھی پوری کر لی ٹونی اور خود کو ملنے والی کسی ممکنہ رعایت کے امکان کو بھی خود اپنے ہی ہاتھوں سے ختم کر دیا۔"

"تم... تم وہ نہیں ہو جو ظاہر کرتے ہو۔" ٹونی نے تھوک نگل کر بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنے پھُرتیلے بھی ہو سکتے ہو۔ پھر پرسوں تم کیسے پٹ گئے تھے؟"

"تم شاید باتیں کر کے میری توجہ اپنی طرف سے ہٹانے کی کوشش کر رہے ہو لیکن یاد رکھو اب تم نے ذرا سی بھی جنبش کی تو اپنی موت کے ذمے دار تم خود ہو گے۔" میں نے اُسے اُٹھنے کے لیے پَر تولتے دیکھ کر وارننگ دی۔ "ہاں تو تم پوچھ رہے تھے کہ میں پرسوں تم لوگوں سے کیوں پٹ گیا تھا۔ اس کا مختصر اور آسان جواب یہ ہے کہ میں اُس کیمپ میں کوئی ہنگامہ نہیں کرنا چاہتا تھا ورنہ تم جیسے بزدلوں سے نمٹنا کیا مشکل ہے۔"

"اس رائفل کے زور پر تم جو بھی کہو گے میں سُننے کے لیے مجبور ہوں۔" ٹونی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "میں نے غلط نہیں کہا ٹونی! رائفل سے ایک نہتے آدمی پر حملہ کرنا بزدلی ہے۔ اسی طرح بظاہر کمزور آدمی پر خواہ مخواہ ہاتھ اُٹھانے والے کو بھی میں بزدل سمجھتا ہوں۔"

"تم بھی تو رائفل سے ایک نہتے آدمی پر حملہ کرنے جا رہے ہو۔"

میں نے ایک اور قہقہہ لگایا۔ "یہ رائفل میں نے تم سے چھینی ہے ٹونی! اور وہ چاقو بھی جس سے تم مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اور یہ بھی سُن لو کہ تم کمینی فطرت کے مالک ہو۔ جس وقت تم لوگوں نے کیمپ میں مجھے مارا تھا میں نے اُسی وقت تم سے انتقام لینے کا تہیّہ کر لیا تھا۔ اور میں جس کام کا تہیّہ کر لیتا ہوں اُسے پورا ضرور کرتا ہوں۔"

"تو کیا تم مجھے مار ڈالو گے؟" ٹونی نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"میں چاہوں تو فائر کر کے تمہارے دونوں گھٹنے توڑ دوں اور تمہیں مرنے کے لیے یہیں چھوڑ کر چلا جاؤں لیکن میں یہ نہیں کروں گا۔ میری نگاہ میں تم ایک خارش زدہ کُتّے سے بھی بدتر ہو لیکن مصیبت یہ ہے کہ تم خود کو شیر سمجھنے کے عادی ہو اور میں کُتّوں کو اُن کی اوقات ضرور یاد دلایا کرتا ہوں۔"

ٹونی کی اس قدر توہین شاید زندگی بھر میں نہیں ہوئی ہوگی۔ اُس کا چہرہ تاریک پڑ گیا۔ لیکن میرا اگلا قدم ٹونی کے لیے ناقابلِ یقین تھا۔ میں نے رائفل ایک طرف اُچھال دی۔ "میں اپنے ہاتھوں سے تیری ہڈیاں توڑوں گا۔ چل اُٹھ۔" میں نے انتہائی اہانت آمیز انداز میں کہا۔

چند لمحوں تک تو اُسے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا۔ پھر دفعتاً ہی اُس کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور وہ اُٹھ کر پاگلوں کی طرح مجھ پر جھپٹ پڑا۔ اُس نے اپنی دائیں ٹانگ سے مجھ پر حملہ کیا مگر میں ہر طرح کے حملے سے نمٹنے کے لیے تیار تھا۔ اگر میں پوری طرح تیار نہ ہوتا تو اُس کے اگلے وار کی زد میں آ گیا ہوتا۔ اُس کا پنجہ میری پسلیوں پر پڑا ہوتا۔ میں نہ صرف کوانڈو کے اس وار سے بہ خوبی واقف تھا بلکہ اس داؤ کا توڑ بھی جانتا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اُس کے پنجے پر ماریں اور اس کے ساتھ ہی پلٹ کر اپنے پاؤں کی ایڑی اُس کے جبڑے پر رسید کر دی۔ ایڑی رسید کرنے میں میں نے ذرہ برابر بھی رعایت نہیں برتی تھی۔ ٹونی کی باچھوں سے خون بہنے لگا۔ اُس کا مُنہ پھٹ گیا تھا۔ ممکن ہے دو چار دانت بھی ہل گئے ہوں۔ میں نے بھی تو آخر پوری قوت صرف کر دی تھی۔

ٹونی نے دونوں ہاتھوں سے اپنا جبڑا دبا لیا۔ شاید تکلیف اُس کی برداشت سے باہر ہو گئی تھی۔ اُس کے مُنہ سے بہنے والا خون اُس کے ہاتھ پر سے ہوتا ہوا کہنی سے قطرہ قطرہ زمین پر ٹپکنے لگا۔ میں نے موقع غنیمت جان کر اُس پر چھلانگ لگا دی لیکن وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اپنے حواس میں تھا۔ ایک طرف ہٹ کر میری زد سے نکل گیا اور مجھے پتھریلی زمین چاٹنا پڑی۔ زمین پر گرتے ہی اپنی چوٹوں کی پروا کیے بغیر میں نے تیزی سے کروٹ بدلی اور اُچھل کر کھڑا ہوگیا۔ میرے گرتے ہی ٹونی نے مجھ پر چھلانگ لگائی تھی۔ اگر میں نے کروٹ بدلنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر کی ہوتی تو ٹونی مجھے چھاپ بیٹھتا۔ اب میری جگہ وہ زمین پر پڑا تھا۔

میری طرح اُس نے بھی کروٹ بدل کر اُٹھنے کی کوشش کی مگر اُس سے پہلے ہی میں اُس کے سر پر پہنچ چکا تھا اور پھر میں نے نہایت تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک بھرپور ٹھوکر اُس کی گدی پر ماری۔ میری ٹھوکر نے ٹونی کی کھوپڑی ہلا کر رکھ دی۔ اُس کے حلق سے کربناک کراہ خارج ہوئی۔ میں جانتا تھا کہ اگر میں نے اُسے کوئی موقع دے دیا اور اُس کی گرفت میں آگیا تو وہ میرا کچومر بھی بنا سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے اُس کے اگلی ٹھوکر ماری لیکن اُسی وقت اُس نے میری طرف کروٹ بدل لی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ٹھوکر اُس کی کھوپڑی کے بجائے اُس کی ناک پر پڑی۔ اُس کی نکسیر پھوٹ گئی اور ناک سے بھل بھل کرکے خون بہنے لگا۔ یہ گویا اُس کا اختتام تھا۔ مگر میں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اور اُسے مسلسل ٹھوکر دل پر رکھ لیا۔ میرا ہدف اُس کی گردن سے اوپر کا حصّہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی لمحوں کے اندر اس کا چہرہ ناقابلِ شناخت ہوگیا اور وہ چیختے چیختے بے ہوش ہوگیا۔ میں نے اُسے بالوں سے پکڑ کر چند جھٹکے دیے مگر اتنی ٹھوکریں کھانے کے بعد اُسے ہوش رہ بھی کہاں سکتا تھا۔

میں اُسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ وقتی طور پر میں بھول ہی گیا تھا کہ میں کنگ اٹلس سے ملنے جا رہا تھا۔ ٹونی کے بے ہوش ہوتے ہی مجھے یاد آیا کہ کنگ اٹلس میرا انتظار کر رہا ہوگا لیکن رائفل وہاں چھوڑ کر جانا مناسب نہیں تھا۔ یہ سوچ کر میں رائفل اُٹھانے کے لیے آگے بڑھا لیکن اسی وقت تالیاں بجنے کی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور ایک چٹان کے عقب سے مجھے کنگ اٹلس اور تہذیب مالکم ایکس نکلتے دکھائی دیے۔

"تم نے کمال کر دیا لڑکے!" کنگ اٹلس نے تعریفی انداز میں کہا۔ "اب میری سمجھ میں آیا کہ تم نے وہاں نو افراد کو کیسے ٹھکانے لگایا ہوگا۔"

میں نے حیرت سے کنگ اٹلس کو دیکھا۔ "میں سمجھا نہیں کنگ!" میں نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "اس ایک آدمی کی شکست اور نو افراد کی ہلاکت میں کیا نسبت ہے؟"

"اسے ایک آدمی مت کہو، یہ دن مین گینگ ہے۔ مجھے اس کی صلاحیتوں پر بڑا ناز ہے۔"

"کمال ہے کنگ! تمہارا یہ ون مین گینگ تو بڑی آسانی سے ٹھنڈا ہوگیا۔"

"آسانی تو کیا، اسے مشکل سے بھی ٹھنڈا کرنا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔ میرے خدا تمہارے جسم میں تو جیسے بجلیاں بھری ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے کنگ! یہ تمہارا ترتیب دیا ہوا ڈراما تھا تاکہ تم میری صلاحیتوں کا اندازہ کر سکو؟"

"تم بالکل ٹھیک سمجھے۔ اس وقت میں نے اسی لیے تمہیں بُلایا تھا تاکہ بے خبری میں ٹونی سے تمہارا مقابلہ ہو اور میں اسے دیکھ سکوں۔"

"یہ بات حلق سے نہیں اُترتی کنگ! اُس کے پاس رائفل بھی اور گولی کے سامنے تو کوئی بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ کس قسم کا مقابلہ تھا؟"

"اوہ غلط مت سمجھو! اُسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ فائرنگ صرف تمہیں متوجہ کرنے کے لیے کرے۔"

"کیا تم اس بات سے بھی بے خبر تھے کہ اُس کے پاس چاقو موجود ہے جس سے وہ کسی بھی وقت مجھ پر حملہ کر سکتا ہے؟"

"نہیں۔" کنگ نے کہا۔ "مجھے معلوم تھا کہ اُس کے پاس چاقو موجود ہے لیکن . . ." اُس نے خاموش ہو کر تہذیب کی طرف دیکھا۔

"اس بات کی ضمانت میں نے دی تھی کہ وہ چاقو کی مدد سے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"آپ سے تو میں بعد میں سمجھوں گا۔" میں نے تہذیب کو گھورا اور وہ جواب میں جس انداز سے مسکرائی اُسے فخریہ ہی کہا جا سکتا ہے۔

"اب یہاں کب تک کھڑے رہو گے۔" کنگ نے کہا۔ "آؤ، بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔"

کنگ اٹلس کے ساتھ میں اور تہذیب ایک غار میں پہنچے۔ یہ تھا تو قدرتی غار ہی مگر اس میں انسانی ہاتھوں کی صنّاعی بھی شامل تھی۔ غار کا مُنہ اس طرح سے بند کر دیا گیا تھا کہ مصنوعی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس کے کھلنے اور بند ہونے کا دار و مدار ایک میکنیزم پر تھا۔ اس غار کو اندر سے بہترین فرنیچر سے آراستہ کیا گیا تھا۔ غالباً وہ کنگ اٹلس کے خفیہ ٹھکانوں میں سے ایک تھا۔

تہذیب صوفے پر بیٹھ گئی اور میں بھی اُس کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ کنگ پُشت پر ہاتھ باندھے ٹہل رہا تھا۔ دفعتاً وہ میری طرف مڑا۔

"تمہارے اور ٹونی کے درمیان پرسوں ہونے والے کسی جھگڑے پر گفتگو ہو رہی تھی۔" کنگ نے کہا۔ "وہ کیا معاملہ تھا؟"

"کوئی خاص بات نہیں تھی کنگ۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "یہ اُس وقت کی بات ہے جب ہم لوگ اس کیمپ میں پہنچے تھے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں ٹہلنے کی غرض سے باہر نکلا۔ راستے میں ایک جگہ یہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں دوسری طرف دیکھ کر چل رہا تھا کہ ٹونی نے ٹانگ اڑا کر مجھے گرا دیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ میں نے اُسے جان بوجھ کر ٹھوکر ماری ہے لہٰذا میں اُس سے معافی مانگوں۔ میرے یہ کہنے پر کہ غلطی میری نہیں ہے اُنھوں نے حسبِ توفیق خاصی بے دردی سے میری پٹائی کی۔"

"پھر کیا ہوا؟" کنگ نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہونا کیا تھا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میں نے اُن لوگوں سے معافی مانگ لی۔"

"تم نے!" کنگ نے حیرت سے میری طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "مجھے یقین نہیں آتا . . . اگر تم چاہتے تو اُن سب کے دماغ ٹھکانے لگا سکتے تھے۔"

"اُس وقت میں مجبور تھا کنگ! میں نہیں چاہتا تھا کہ کیمپ میں کسی قسم کا ہنگامہ برپا ہو اور میں لوگوں کا مرکزِ نگاہ بنوں لیکن میں اُن میں سے ایک کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ اُن سب کو سبق دینا ضروری ہے۔"

کنگ کا چہرہ غصّے سے سرخ ہوگیا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میرے کیمپ میں تمہارے ساتھ اس قسم کا سلوک ہوا۔"

"کوئی بات نہیں انکل۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "یہ سب کچھ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔"

"ٹونی اور اس کے ساتھیوں کو اس حرکت کی سزا ملے گی۔" کنگ غُرّایا۔ "اور انھیں معافی بھی مانگنا پڑے گی۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے انکل۔" میں نے کہا۔ "ٹونی کو تو پہلے ہی خاصی سزا مل چکی ہے۔"

"وہ اور بات ہے۔" کنگ نے کہا۔ "ٹونی کا کام تو یہ ہے کہ کیمپ میں کسی قسم کا ہنگامہ نہ ہونے دے اور یہاں مقیم لوگوں کو تحفظ فراہم کرے۔ اس ذمّے داری کی خلاف ورزی بجائے خود جُرم ہے جس کی سزا اُسے ملنا انتہائی ضروری ہے۔"

"تم نے یہ واقعہ مجھے بھی نہیں بتایا۔" تہذیب شکایتی لہجے میں بولی۔ "اگر اس وقت میں موجود نہ ہوتی تو یہ بات اب بھی میرے علم میں نہ آتی۔"

"بتانے کا فائدہ کچھ نہ ہوتا۔" میں نے کہا۔ "تم بلاوجہ پریشان ہو جاتیں۔"

کنگ اٹلس پھر ٹہلنے لگا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنے غصّے پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں اور تہذیب خاموشی سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"فیریکس میرا بہت اچھا دوست تھا۔" کنگ نے دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا۔ "گو میرے اور اُس کے درمیان کاروباری اختلافات رہے۔ وہ میری سرگرمیوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور مجھے اُس کی شرافت سے چڑ تھی لیکن میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اُس کی اولاد اتنی باصلاحیت ہوگی۔ فیریکس کے بچّے میرے بچّے ہیں۔ میں ابھی اس لڑکی سے بات کر رہا تھا۔ اس نے مجھے صاف صاف بتا دیا ہے کہ تم لوگوں کا ذریعۂ معاش بھی ایسا ہی ہے، یعنی ضرورت پڑنے پر کام کیا جائے۔ دولت کمائی جائے اور اس کے بعد عیش کیا جائے۔ کیوں، میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"میں نے تو یہ بات آپ کو پہلے ہی بتا دی تھی انکل۔" میں نے کہا۔

"ہاں، تم نے بتایا تھا لیکن تمہارے بتانے کا انداز ایسا تھا کہ اُس سے کوئی واضح مطلب اخذ کرنا ممکن نہیں تھا۔"

"میں کھل کر آپ کو اپنے ذریعۂ معاش کے بارے میں کیسے بتا سکتا تھا انکل۔" میں نے قدرے جھجکنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "آپ ڈیڈی کے دوست اور میرے بزرگ ہیں۔"

"مجھ سے تکلّفات برتنے کی ضرورت نہیں ہے بھئی۔" کنگ نے بے تکلفی سے کہا۔ "مجھ سے ہر بات کھل کر اور صاف صاف کرو۔ تمہارا انکل تمہیں کُندن بنا دے گا۔"

"تو پھر انکل، مجھے یہ بتانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ ہم لوگ حصولِ دولت کے لیے قانون کی ذرّہ برابر بھی پروا نہیں کرتے۔ ہمیں تو دولت چاہیے۔ اس کے لیے ہم ہر کام کرنے کو تیار رہتے ہیں۔"

"مجھے بڑی خوشی ہوئی میرے بچّو! تم صحت مند سوچ کے مالک ہو۔ قانون کا خیال کرنے والے بزدل ہوتے ہیں۔ آدمی کو سب سے پہلے اپنی فکر کرنی چاہیے۔ باقی سب بعد کی باتیں ہوتی ہیں۔"

"بالکل یہی خیالات ہمارے بھی ہیں انکل۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ "اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا کہ آپ ہمارے ہم خیال ہیں تو میں پہلے ہی اپنے بارے میں آپ کو سب کچھ بتا دیتا۔"

"تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ تم لوگ میرے لیے کتنے قیمتی اثاثے کی حیثیت رکھتے ہو۔ اگر تم عام حالات میں مجھے ملے ہوتے تو میں صرف فیریکس کے یعنی ایک دیرینہ دوست کے بچّوں کی حیثیت سے تمہیں خوش آمدید کہتا۔ لیکن جن غیر معمولی حالات سے گزر کر تم مجھ تک پہنچے ہو اُس نے تمہاری قدر و قیمت کا تعیّن کر دیا ہے۔ تمہاری صلاحیتیں مجھ پر پوری طرح عیاں ہو گئی ہیں۔"

"آپ بھی ہماری خوشی کا اندازہ نہیں کر سکتے انکل۔" میں نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ ہماری مالی حالت بہتر بنانے کے لیے آپ نے کچھ نہ کچھ ضرور سوچا ہوگا۔"

"کیوں نہیں، کیوں نہیں۔" کنگ نے زور زور سے اثبات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں سر ہلایا۔ "مجھے ان دنوں ایک ایسا کام درپیش ہے جس کے لیے آدمی کا باصلاحیت ہونے کے ساتھ ساتھ قابلِ اعتماد ہونا بھی ضروری ہے۔"

"ہم ہر طرح سے آپ کے اعتماد پر پورے اُتریں گے انکل! آخر آپ ہمارے آنجہانی ڈیڈی کے عزیز دوست ہیں۔ لیکن اُس کام کے عوض ہمیں ملے گا کیا؟"

"میرے ذہن میں تمھارے لیے ایک تجویز ہے۔ جی چاہے تو قبول کر لینا ورنہ تم اس کے لیے مجبور نہیں ہو گے۔ اس کے لیے میں اپنے پاس سے تمھیں ایک بڑی رقم ادا کروں گا۔ اور اگر وہ کام ہو گیا جو اِن دنوں مجھے درپیش ہے تو تمھیں تمھارے اندازے سے بھی بڑھ کر دولت ملے گی۔ اس کے بعد تمھیں چھوٹے موٹے جرائم کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہ جائے گی۔"

"آپ کام تو بتائیں انکل۔" میں نے بے تابی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم آپ کے کسی کام سے انکار کر دیں۔"

"نہیں، تم انکار کرنے کے لیے آزاد ہو گے۔ لیکن چونکہ کام بہت پُرخطر ہے اس لیے تمھیں وعدہ کرنا ہو گا کہ اگر تم میرا کام کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تب بھی ساری باتیں جو تمھارے علم میں آئیں گی صیغۂ راز میں رکھو گے۔"

"آپ کی تو خواہش بھی ہمارے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے انکل۔" میں نے کہا۔ "آپ کا ہر راز ہمارا اپنا راز ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم کسی کو کوئی بات بھی بتا دیں۔" میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔

"ہاں، انکل۔" تہذیب نے کہا۔ "آپ کے ہر راز کو ہم ایک مقدس امانت تصور کریں گے جس میں کبھی خیانت نہیں ہو گی۔"

"میں تمھاری سعادت مندی سے خوش ہوا میرے بچّو۔" کنگ نے کہا۔ "بات ذرا تفصیل طلب ہے مگر میں مختصراً تمھیں سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

میرے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ کامیابی ہمارے بے حد قریب آ گئی تھی۔ میں خود کو پُرسکون رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا اور مجھے یقین ہے کہ اس وقت تہذیب کی حالت بھی مجھ سے زیادہ مختلف نہیں رہی ہو گی۔ تاہم ہمارے اندازے سے جتنا بھی جوش و خروش ظاہر ہو رہا تھا اُسے کنگ دولت کے حصول کی خوشی سے تعبیر کر رہا ہو گا۔

"میرا تعلق شیرخ خاندان۔۔۔ سے ہے۔" چند لمحوں کے توقف کے بعد کنگ نے کہنا شروع کیا۔ "ایک بہت بڑا سائنس داں جس کا نام ڈی فوسٹر ہے اور جو ہمارے ہی خاندان کا ایک فرد ہے، میرا کام اُسی سے متعلق ہے۔ ڈی فوسٹر کا باپ بھی بہت بڑا سائنس داں تھا لیکن دوسری جنگِ عظیم ختم ہونے کے بعد سے شیرخ خاندان عذاب کا شکار رہا ہے۔ ڈی فوسٹر ایک یہودی کے قبضے میں آ گیا تھا۔ وہ یہودی امریکا میں رہتا ہے اور ہتھیاروں کا کام کرتا ہے۔ حکومتِ امریکا کی نظروں میں اُس کی ساکھ بہت اچھی ہے۔ وہ یہودی بے پناہ دولت مند بھی ہے۔ اُس نے ڈی فوسٹر کو اپنا قیدی بنا رکھا تھا لیکن ڈی فوسٹر نے کبھی اُسے اپنا آقا تسلیم نہیں کیا۔ پھر اس یہودی نے حکومتِ امریکا ہی کے کچھ فارمولے چوری کروا لیے۔ وہ فارمولے حکومتِ امریکا کے لیے بہت اہمیت رکھتے تھے۔ اُس یہودی نے جس کا نام ہاروت رابیل ہے، ہتھیار سازی کے مسروقہ فارمولے ڈی فوسٹر کے حوالے کر دیے۔ ہاروت رابیل کا منصوبہ یہ تھا کہ خفیہ طور پر وہ ہتھیار تیار کر کے ایسے جنگ باز ملکوں کو فروخت کرے گا جو اپنے حریف ممالک کو ہر قیمت پہ نیچا دکھانے کے درپے رہتے ہیں۔ لیکن ڈی فوسٹر نے اس موقع پہ چالاکی سے کام لیا اور ہاروت رابیل کے چنگل سے نکل بھاگا۔ فرار ہو کر وہ سیدھا برلن آیا تھا اور اُس نے کوشش کی تھی کہ چوری کیے ہوئے فارمولے کسی بھی بڑے ملک کو فروخت کر کے اُس سے دولت کمائے۔ یہ دولت وہ شیرخ خاندان کی بہتری کے لیے صرف کرنا چاہتا تھا۔ شیرخ خاندان کے تمام افراد اُس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے اور انھوں نے اپنی خدمات بھی پیش کر دیں۔ مختلف ممالک کو مذاکرات کی دعوت بھی دی گئی مگر ہمارے پاس اتنے بہتر ذرائع نہیں تھے کہ ہم ملکوں کی سطح پر معاملات طے کر سکتے۔ جواب میں ہم سے مختلف ایجنٹوں نے رابطہ قائم کیا لیکن ہم سے غلطی ہو گئی تھی۔ برلن میں ہم نے بڑے بڑے ملکوں کے جاسوسوں کو جمع کر لیا تھا جن میں فارمولے خریدنے کے خواہش مند کم اور انھیں چوری کرنے کے درپے زیادہ تھے۔ نتیجے میں ہمارا ایک بہت ہی اہم کارکن ایلزبے قورے مارا گیا۔ اُس کی موت کے بعد ڈی فوسٹر خوفزدہ ہو گیا۔ اس سے پہلے بھی چند ایسے واقعات ہو چکے تھے جن کی وجہ سے ڈی فوسٹر بددل ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ برلن سے بھاگ کر ہمبرگ آ گیا۔"

کنگ اٹلس ایک بار پھر خاموش ہو گیا تھا۔ میں نے بے چینی سے پہلو بدلا اور اُس کے دوبارہ بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ منزل بس چند قدم کے فاصلے پر رہ گئی تھی۔

"اب صورتِ حال یہ ہے کہ کئی ممالک کے ایجنٹ اُس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔" چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد کنگ نے دوبارہ سلسلۂ کلام جوڑتے ہوئے کہا۔ "شیرخ خاندان کے افراد نے اُس کی مدد کرنے کا بیڑا اُٹھایا تھا۔ اُن میں سے بہت سے تو ہاتھ کھینچ چکے ہیں مگر چند ایک افراد اب بھی اس کے ساتھ ہیں۔ میں خود بھی اُس کی مدد کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں لیکن اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں یہ کام آسانی سے نہیں کر سکوں گا۔ بلکہ شاید اس مشکل ترین کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا میرے لیے اب ممکن ہی نہیں رہا۔ اُدھر ڈی فوسٹر ایک عذاب میں گرفتار ہو گیا ہے۔ چوری کیے ہوئے فارمولوں کو فروخت کر کے اربوں ڈالرز کے حصول کا منصوبہ تو پس پُشت جا پڑا ہے۔ بلکہ اب تو ڈی فوسٹر کی جان کے ہی لالے پڑ گئے ہیں۔" کنگ پھر خاموش ہو گیا۔

"میں سمجھ نہیں سکا انکل کہ ہم اس سلسلے میں کس طرح آپ کے کام آ سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"تم نہیں سمجھے۔" کنگ نے کہا۔ "دراصل میں ڈی فوسٹر کی مدد اس لیے نہیں کر پا رہا کہ میں اُن لوگوں کی نظروں میں آ چکا ہوں۔ ہم دونوں کا تعلق شیرخ خاندان سے ہی ہے نا۔"

"بات کچھ کچھ میری سمجھ میں آ رہی ہے۔" میں نے کہا۔ "غالباً آپ کا مقصد یہ ہے کہ اب اس معاملے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ایسے افراد سامنے لائے جائیں جن سے ڈی فوسٹر کا کوئی تعلق نہ ہو۔"

"تم بالکل ٹھیک سمجھے میرے بچّے! مجھے خوشی ہے کہ تم بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ ذہین بھی ہو۔" کنگ اٹلس خوش ہو کر بولا۔

"لیکن انکل، یہ بھی تو بتائیے نا کہ آپ اس سلسلے میں ہم سے کیا کام لینا چاہتے ہیں؟"

"چونکہ یہ کام کرنے کے لیے باصلاحیت ہونے کے ساتھ ساتھ آدمی کا غیر متعلق اور قابلِ اعتماد ہونا بھی ضروری ہے اور تم میں بیک وقت تینوں صلاحیتیں موجود ہیں لہٰذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب یہ کام تمھارے سپرد کر دوں گا۔ تم خود اپنے ساتھیوں کے طور پر مناسب لوگوں کو منتخب کر کے ایک ٹیم تشکیل دے لو اور پھر تم ان فارمولوں کے لیے غیر ملکی ایجنٹوں سے مذاکرات کرو۔ اگر تم یہ سودا کرا سکو تو جو رقم بھی حاصل ہو گی اُس کا دس فیصد تمھارا ہو گا۔ اگر تمھیں منظور ہو تو ہامی بھر لو ورنہ کوئی زبردستی نہیں ہے۔"

"ہمیں منظور ہے انکل۔" میرے بجائے تہذیب بول اُٹھی اور میں اُسے گھورنے لگا۔

"تم دونوں آپس میں مشورہ کر لو۔ ضروری تو نہیں ہے کہ تم فوراً ہی ہامی بھر لو۔" کنگ نے مجھے تہذیب کو گھورتے دیکھ کر کہا۔

"یہ بات نہیں ہے انکل۔" میں نے گھبرانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "دراصل یہ معاملہ میری سوچ سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے اور اس میں خطرات بھی حد سے زیادہ ہیں۔"

"خطرات تو ہیں۔" کنگ نے کہا۔ "اب یہی دیکھ لو کہ کیمپ پر جو لوگ حملہ آور ہوئے تھے، اُن کے بارے میں میں نے تم سے غلط بیانی کی تھی کہ وہ کارروائی پیشہ ورانہ رقابت کا نتیجہ تھی جبکہ حقیقت میں اس حملے کی پُشت پر ایسے ہی کچھ غیر ملکی ایجنٹ تھے جو فارمولے کو زبردستی چھین کر لے جانا چاہتے ہیں۔"

"مجھے اندازہ ہے انکل!" میں نے کہا۔ "اسی لیے میں چاہ رہا تھا کہ پہلے اس سلسلے میں ایسا لائحہ عمل ترتیب دیا جائے جو قابلِ عمل ہونے کے ساتھ ساتھ ناقابلِ شکست بھی ہو اور اس میں کامیابی کے سو فیصدی امکانات ہوں۔ بس اتنی سی بات تھی ورنہ مجھے اس معاملے کو ہاتھ میں لینے سے کوئی انکار نہیں ہے۔"

"میں نے تو تمھیں ساری معلومات بہم پہنچا دیں۔ اب لائحۂ عمل ترتیب دینا تمھارا کام ہے۔ تم کس طرح کام کرتے ہو، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ بس کامیابی یقینی طور پر ہونی چاہیے۔"

"ڈی فوسٹر کہاں ہے؟" میں نے اچانک ہی سوال کیا اور کنگ گہری نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"ڈی فوسٹر سے ملاقات کیے بغیر تم یہ کام نہیں کر سکتے؟" اُس نے کہا۔

"نہیں۔ یہ معاملہ بہت گمبھیر ہے اور میں کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اس لیے اگر آپ اُس سے ہماری ملاقات کا بندوبست کر دیں تو معاملات میرے ذہن میں صاف ہو جائیں گے اور ہم زیادہ بہتر طور پر کام کر سکیں گے۔"

کنگ اٹلس سر کھجانے لگا۔ چند لمحات تک وہ کسی بات پر غور کرتا رہا پھر بولا۔ "میں تمھیں اُس سے ملوا تو سکتا ہوں لیکن اس طرح خطرات بڑھ جائیں گے۔"

"خطرات کی میں نے نہ تو ماضی میں کبھی پروا کی ہے اور نہ ہی مستقبل میں ایسا کوئی ارادہ ہے۔"

"اس کے لیے تمھیں خاصا طویل سفر کرنا پڑے گا۔"

"پروا نہیں ہے۔ میرا خیال ہے ہمارا کمیشن ہی کروڑوں ڈالرز تک جا پہنچے گا اور اتنی رقم حاصل کرنے کے لیے میں جہنم تک سفر کرنے کو بھی تیار ہوں۔"

کنگ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی۔ "ٹھیک ہے۔ میں تمھیں روڈایل بو کے پاس بھیجے دیتا ہوں۔ وہ تمھیں ڈی فوسٹر سے ملوا دے گا۔ ڈی فوسٹر اُسی کی حفاظت میں ہے۔"

"یہ روڈایل بو کون ذات شریف ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہمارے خاندان کا ہی ایک فرد ہے۔ اُس کا بھی ایک ایسا ہی کیمپ ہے جیسا میرا ہے۔ میں تمھیں اس کے پاس بھیجے دیتا ہوں لیکن جو کچھ بھی کرو بے حد محتاط ہو کر کرنا۔ دشمن چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں اور ہماری ہر نقل و حرکت پر اُن کی نظر ہے۔"

"ہم اس کام کو کرنے کی ذمّے داری قبول کر چکے ہیں اس لیے یہ ساری باتیں سوچنا ہمارا کام ہے۔ ہمیں آپ روڈایل بو کے پاس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھیجنے کا بندوبست کر دیں۔ ڈی فوسٹر سے ملنے کے بعد ہم کام کا آغاز کر دیں گے۔ ویسے کیا ڈی فوسٹر کو علم ہے کہ کون کون سے ممالک کے ایجنٹ اُس سے رابطہ قائم کر چکے ہیں؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔" کنگ اٹلس نے کہا۔ "دراصل یہ معاملات بہت ہی پیچیدہ ہیں اور ہمارے لیے نئے بھی ہیں۔ ہم تو اسمگلر قسم کے لوگ ہیں۔ ملکی رازوں کی خرید و فروخت کا ہمیں کوئی تجربہ نہیں ہے اسی بنا پر ڈی فوسٹر مایوس ہو چلا ہے۔ کیا میں پورے اعتماد سے تمھیں اس کے پاس بھیج سکتا ہوں؟"

"یہ فیصلہ کرنا تو آپ کا کام ہے انکل۔" میں نے چالبازی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن فیصلہ تو آپ پہلے ہی کر چکے ہیں ـــ آپ نے ہم پر اندھا اعتماد کیا ہے اور ہمیں اتنے اہم راز میں شریک کر لیا ہے۔ ورنہ ایسے معاملات کی تو کوئی کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دیتا۔"

"بس میں بھی تم سے یہی کہنا چاہتا تھا۔ تم تو خود بے حد معاملہ فہم آدمی ہو۔ تمھیں اندازہ ہے کہ اس معاملے کو راز میں رکھنا ہی سب سے اہم بات ہے۔ تمھاری صلاحیتوں نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے اور نہ جانے کیوں مجھے یقین ہے کہ تم اس معاملے کو کامیابی سے پایۂ تکمیل تک ضرور پہنچا دو گے۔"

"ہم آپ کی توقعات پر پورا اُترنے کی کوشش کریں گے۔" تہذیب نے کہا۔ "آپ ہماری روانگی کا بندوبست کر دیجیے۔"

"تم دونوں تیار رہو۔" کنگ اٹلس بولا۔ "جیسے ہی کسی مناسب ذریعے کا بندوبست ہوا میں تمھیں روڈ ایلبو کے پاس بھجوا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے انکل۔" تہذیب مالکم ایکس نے کہا۔ "ہم تیار ہیں۔"

"تم دونوں اب یہیں مقیم رہو گے۔ تمھارا سامان یہیں پہنچ جائے گا۔" کنگ نے کہا اور ہمیں وہیں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

ہمارا ٹھکانا تبدیل ہو گیا تھا لیکن چونکہ یہ جگہ بھی بہت آرام دہ تھی اس لیے اس تبدیلی سے ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

"یہ کیا حرکت تھی تہذیب؟" کنگ کے جانے کے بعد میں نے آنکھیں نکالیں۔ "تم تو کنگ کے ساتھ مل کر مجھے ٹونی کے ہاتھوں مروا دینے پر ہی تل گئی تھیں۔"

تہذیب ہنسنے لگی۔ "مجھے تمھاری صلاحیتوں پر بڑا ناز ہے علی! اسی لیے جب کنگ مجھے کیمپ میں ملا اور اُس نے پہلے ہی کی طرح پھر اس بات پر شبہے کا اظہار کیا کہ ہم دونوں نے کس طرح اُن حملہ آوروں کا مقابلہ کیا ہو گا تو میں نے اُس سے کہا کہ وہ تمھاری صلاحیتوں کا امتحان کر لے۔ وہ فوراً ہی رضامند ہو گیا اور اُس نے یہ تجویز پیش کر دی کہ کس طرح تمھیں مشرقی پہاڑیوں تک بُلوائے گا اور راستے میں اُس کا ایک آدمی تمھیں متوجہ کر کے تمھارا مقابلہ کرے گا۔ اُس کا کہنا تھا کہ اگر اُس کا آدمی تم سے شکست کھا گیا تو اُس کا تردّد دور ہو جائے گا۔ بتاؤ ایسی صورت میں اُس سے متفق ہونے کے سوا اور کیا چارہ تھا۔ وہ کمبخت اس تجویز کو فوراً ہی عملی جامہ پہنانے پر بھی مُصر ہو گیا۔ میں نے کوشش کی تھی کہ کسی طرح اس تجویز پر عملدرآمد ملتوی کرا دوں اور تمھیں اُس کے عزائم سے آگاہ کر دوں مگر اُسے بھی اس چیز کا اندازہ تھا۔ اگر میں اُس سے زیادہ تین پانچ کرتی تو کیا وہ ہماری طرف سے مشکوک نہ ہو جاتا؟"

"اور وہ چاقو والا کیا معاملہ تھا؟" میں نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"کنگ نے ٹونی سے کہا تھا کہ وہ فائر کر کے تمھیں اپنی طرف متوجہ کرے گا اور اس کے بعد دُو بدو تم سے مقابلہ کرے گا۔ ٹونی نے بتایا کہ اُس کے پاس ایک چاقو بھی ہے، کیا وہ چاقو استعمال کر سکتا ہے۔ کنگ نے اُسے سختی سے منع کر دیا بلکہ وہ تو اُس سے چاقو واپس لے رہا تھا لیکن درمیان میں، میں نے مداخلت کی اور ٹونی کو چاقو کے استعمال کی اجازت دے دی۔ کنگ نے مجھے بھی سمجھانا چاہا کہ ٹونی چاقو استعمال کرنے کا ماہر ہے اور اس سے تمھاری زندگی کو یقینی خطرہ لاحق ہو جائے گا لیکن میں نے تمھارے بارے میں کہا کہ تم چاقو کے استعمال میں تو ماہر نہیں ہو مگر اس کے علاوہ تم میں ایسی حیرت انگیز خصوصیات موجود ہیں جن کے سامنے چاقو بازی کے ماہر کی حیثیت بچوّں کی سی ہو گی۔"

"کسی نے سچ کہا ہے۔ نادان دوست کے مقابلے میں دانا دُشمن بہتر ہوتا ہے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ارے میں پوچھتا ہوں اس حماقت کی ضرورت کیا تھی؟ چاقو میرے لگ بھی سکتا تھا۔ تم نے اُس کی مہارت نہیں دیکھی۔" میں نے دانت پیسے۔

"جب اُس نے تم پر چاقو نکالا تھا اور میں نے اُس کے سامنے تمھاری حالت دیکھی تھی تو سچی بات ہے، مجھے افسوس ہونے لگا تھا کہ میں نے اُسے اس کی اجازت کیوں دی۔ اس دوران میرے جسم کا آدھا خون تو یقیناً خشک ہو گیا ہو گا لیکن اب سوچتی ہوں کہ جو کچھ ہوا بہت اچھا ہوا۔"

"ہاں تہذیب۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کنگ پر گہرا اعتماد قائم کرنے کے لیے یہ بہت ضروری تھا۔ اب وہ ہمارا بے دام کا غلام بن گیا ہے۔"

"لیکن تم نے یہ بہت اچھا کیا کہ جب رائفل تمھارے قبضے میں آ گئی تھی تو تم نے اُسے گولی نہیں ماری اور اُس کا مقابلہ دُو بدو کیا۔ اس طرح کنگ پر اور زیادہ رعب پڑ گیا۔"

"ارے تو کیا میں نے وہ سب کسی کو دکھانے کے لیے کیا تھا۔ میں تو ٹونی پر پہلے سے اُدھار کھائے بیٹھا تھا۔ اُس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو میں نے اُسے گولی مار کے اپنی راہ لی ہوتی۔"

ان ساری باتوں کو ہم تائیدِ ایزدی کے علاوہ کچھ اور نہیں کہہ سکتے۔ اب دیکھو خیریت سے ڈی فوسٹر تک پہنچ جائیں تو بات ہے۔"

"تم نے بڈ کے بارے میں بھی کچھ سوچا؟" میں نے دفعتاً چونک کر کہا۔ "ہمارا ٹھکانا تبدیل ہو گیا اور اُسے علم تک نہیں ہے۔"

"ہمیں اتنا موقع ہی کب ملا کہ ہم اُسے مطلع کر سکیں۔" تہذیب نے کہا۔ "اب یہ بھی معلوم نہیں کہ روڈ ایلبو سے ملاقات کے بعد حالات کس قسم کی کروٹ لیں گے۔"

"گویا بڈ کو اس تبدیلی سے آگاہ کرنے کی کوئی صورت نکالی جائے؟" میں نے پوچھا۔

"سچی بات تو یہ ہے کہ میں بڈ کی طرف سے زیادہ فکرمند نہیں ہوں۔ اس لیے کہ وہ شکاری کتوں کی طرح بُو سونگھتا ہوا ہم تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر وہ ہم تک پہنچنے میں ناکام ہو گیا تب بھی کم از کم وہ واپس تو جا ہی سکتا ہے اسی لیے میں اُسے کچھ بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔ ویسے بھی اس کا موقع نہیں ہے۔"

دوپہر تک ہمارا سامان ہمارے پاس پہنچ چکا تھا جسے اس سے قبل چھولداری سے چوبی مکان میں منتقل کیا گیا تھا۔

وہ دن ہم نے اُسی نگرزی غار میں بسر کیا۔ ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہیں تھی اور ہمارے کھانے پینے کا معقول بندوبست کر دیا گیا تھا۔

دن کے بعد رات بھی سکون سے بغیر کسی واقعے کے گزر گئی۔

اگلے روز صبح ساڑھے نو بجے کے قریب باہر کسی گاڑی کی آواز سُنائی دی۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا۔ کنگ اٹلس ایک لینڈ روور سے اُتر رہا تھا۔ میں اُس کے ساتھ اندر واپس آ گیا۔

"یہ گاڑی تمھارے استعمال کے لیے ہے۔" کنگ نے مجھ سے کہا۔ "میں نے خفیہ ذرائع سے روڈ ایلبو کو اطلاع بھجوا دی ہے۔ وہ تم سے مکمل تعاون کرے گا۔"

"لیکن اُس نے ڈی فوسٹر کو کہاں رکھا ہے؟" میں نے کہا۔ "ہمارا مقصد تو ڈی فوسٹر سے ملنا ہے۔"

"یہ بات تو تمھیں روڈ ایلبو ہی بتا سکے گا کہ اُس نے ڈی فوسٹر کو کہاں رکھا ہے۔"

"کیوں، کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ڈی فوسٹر کس جگہ ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں، دراصل خطرات اتنے بڑھ چکے ہیں کہ ہم اُسے چھپائے چھپائے پھر رہے ہیں۔ اُس کی زندگی خطرے میں ہے۔ اور وہ خود بھی کچھ بددل سا ہو گیا ہے لیکن اب ہم اس سارے معاملے میں اس حد تک پھنس چکے ہیں کہ اگر خود ڈی فوسٹر اس سے دستبردار ہونا چاہے تب بھی ہم اسے اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

"میں سمجھتا ہوں انکل۔" میں نے کہا۔ "کسی راستے پر کافی آگے

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی

مشہور ماہرینِ نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب

احساسِ کمتری

اسباب = تدارک = علاج

اِس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ

- احساسِ کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔
- کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
- کیا آپ واقعی احساسِ کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔
- ہو سکتا ہے کہ صرف اِس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے۔

مشہور نفسیاتی ادیب اسلام حسین

قیمت ۵۰/۰۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۶ روپے

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

SALIM—82

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بڑھ جانے کے بعد واپسی آسان نہیں ہوتی۔"

"ہاں، اور پھر خود ہم بھی تو اس سے بہت سی توقعات وابستہ کر چکے ہیں۔"

"مجھے امید ہے کہ دورانِ سفر ہمیں جن چیزوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے آپ نے اُن کا بندوبست بھی کر دیا ہوگا۔"

"میں نے پوری کوشش کی ہے کہ کسی بھی موقع پر تمہیں کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے پائے۔ میں نے تمہارے لیے ہتھیاروں کا انتظام بھی کر دیا ہے۔ اگرچہ اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ تمہیں ان کی ضرورت پڑے گی تاہم محض احتیاط کے پیشِ نظر میں نے ہتھیار فراہم کرنا بھی ضروری خیال کیا۔"

"اُن لوگوں کے بارے میں کچھ پتا چلا انکل جنھوں نے کیمپ پر حملہ کیا تھا۔ وہ لوگ کون تھے اور اُن کا مقصد کیا تھا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"میں نے اُن کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔ وہ روسی تھے اور اُنھوں نے اس حملے کے لیے ایسے لوگوں کو استعمال کیا تھا جو میرے مفادات کے بدترین دُشمن ہیں۔ اُن کی خدمات خطیر رقم خرچ کر کے حاصل کی گئی تھیں۔ اور اس حملے سے اُن کا مقصد صرف یہ تھا کہ مجھے خوفزدہ کر دیں تاکہ بعد میں وہ مجھے بلیک میل کر سکیں۔"

"لیکن ہماری مداخلت کی وجہ سے اُن کی اسکیم دھری کی دھری رہ گئی۔" تہذیب نے کہا۔ "اب شاید وہ دوبارہ کیمپ کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھنے کی ہمت نہ کر سکیں۔"

"ہاں، اُن لوگوں سے تمہارا ٹکراؤ میرے لیے بہت مفید ثابت ہوا۔ میرے کئی مخالفین مارے گئے اور اب کم از کم مقامی لوگوں میں سے تو کوئی اتنی ہمت نہیں کرے گا کہ میرے کیمپ پر حملہ کرے۔"

"لیکن انکل، روسیوں کے علاوہ اور ملکوں کے ایجنٹ بھی تو ہوں گے؟" میں نے کہا۔

"ہیں۔" کنگ اٹلس بولا۔ "لیکن روسی اس معاملے میں ضرورت سے زیادہ سرگرم ہیں۔ اور اب مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ اسرائیلی ایجنٹ بھی یہاں پہنچ گئے ہیں۔"

"گویا اس وقت، ہمبرگ جاسوسوں کے اکھاڑے میں تبدیل ہو چکا ہے۔" تہذیب بولی۔

"بالکل! اور تمھیں جاسوسوں کے اس جھرمٹ میں رہ کر کام کرنا ہے۔ اور ہاں، مجھے چار روسیوں کی موت کی اطلاع بھی ملی ہے۔ وہ چاروں روسی ایجنٹ تھے جنھیں ڈی فوسٹر کی رہائش گاہ پر سائینائیڈ کے ذریعے ہلاک کیا گیا تھا۔ لیکن اُن کی ہلاکت کا ذمّے دار ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ یہ کسی اور ہی کا کارنامہ ہے۔"

"ڈی فوسٹر کی رہائش گاہ؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"پہلے وہ ایور گرین کے ہٹ نمبر سترہ میں مقیم تھا۔ جب وہاں اُسے خطرہ محسوس ہوا تو وہ وہاں سے نکل کر میرے پاس آ گیا۔ یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ روسی اُس ہٹ تک کس طرح پہنچے تھے اور اُنھیں ہلاک کس نے کیا تاہم اگر ڈی فوسٹر بروقت وہاں سے نکل نہ گیا ہوتا تو اُس کی جان خطرے میں پڑ جاتی۔"

میری نگاہ میں وہ شخص گھوم گیا جس سے میری ملاقات ہٹ نمبر سترہ میں ہوئی تھی۔ وہ بڑی چالاکی سے ملازم بن کر مجھے جُل دے کر وہاں سے نکل گیا تھا لیکن اُس کا چہرہ میرے ذہن پر نقش ہو گیا تھا اور اس وقت بھی اُس کی تصویر میری نگاہوں میں گھوم رہی تھی۔ پھر کنگ اٹلس کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"اگر تم لوگ روانگی کے لیے تیار ہو تو میں تمھیں راستوں کی تفصیلات سمجھائے دیتا ہوں۔"

"جی ہاں۔" میں نے چونک کر کہا۔ "ظاہر ہے، راستہ سمجھے بغیر ہم وہاں کیسے پہنچ سکیں گے۔"

کنگ اٹلس نے ایک کاغذ نکال کر میز پر پھیلا دیا۔ "میں نے تمھارے لیے نقشہ بنا دیا ہے تاکہ تم راستوں کو اچھی طرح سمجھ لو۔" اُس نے کہا اور مجھے راستے کی تفصیلات سمجھانے لگا۔ "سفر بہت زیادہ طویل نہیں ہے لیکن چونکہ راستے بہت زیادہ خراب ہیں اس لیے تم تیز رفتاری سے سفر نہیں کر سکو گے۔ سفر کا بیشتر حصّہ پہاڑی راستوں پر مشتمل ہے۔"

"راستوں کی تو آپ فکر ہی نہ کریں۔" تہذیب نے کہا۔ "یہ ہمارا کام ہے اور ہم اسے بہ خوبی کر سکیں گے۔"

چند ہی منٹ میں ہم نے ساری تفصیلات ذہن نشین کر لیں۔

"آؤ، اب تمھیں وہ ہتھیار دکھا دوں جو میں تمھارے لیے لایا ہوں۔" کنگ نے کہا اور ہم اُس کے ساتھ باہر نکل آئے۔ کنگ نے ہمیں وہ ہتھیار دکھائے جو وہ ہمارے لیے لایا تھا۔

ہتھیار دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "میں تو ان کے استعمال تک سے ناواقف ہوں۔" میں نے کہا۔

"انھیں استعمال کرنے کا طریقہ میں تمھیں سمجھاؤں گا۔" کنگ نے کہا اور پھر اُس نے بڑی تفصیل سے ہر بات سمجھائی۔

تھوڑی دیر بعد کنگ اٹلس کی موجودگی میں ہم وہاں سے رُخصت ہو رہے تھے۔ لینڈ روور کی ڈرائیونگ کا کام تہذیب نے سنبھال لیا تھا اور میں اُس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ ناہموار پہاڑی راستوں پر لینڈ روور اُچھلتی کودتی چلی جا رہی تھی۔ تہذیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"بہت خوش معلوم ہو رہی ہو تہذیب۔" میں نے کہا۔ "خیریت تو ہے؟"

تہذیب ہنس پڑی۔ "تم پر حکم چلانے میں بڑا مزہ آ رہا ہے۔" اُس نے شرارت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"میں نے تو چاہا تھا کہ تمھاری حکمرانی میری زندگی کے ہر گوشے پر عمر بھر کے لیے محیط ہو جائے لیکن حالات تمھیں اس کا موقع نہیں دے رہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"بے وقوف مت بناؤ۔ اُس وقت میں تم پر اس طرح حکم تھوڑی چلا سکوں گی جس طرح اب چلا رہی ہوں۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ کیا تم مطمئن ہو؟"

"نہیں تہذیب! میں پوری طرح مطمئن نہیں ہوں۔"

"کیوں؟" تہذیب نے تعجب سے پوچھا۔ "کون سی چیز تمھاری بے اطمینانی کا سبب ہے؟"

"کنگ اٹلس نے جس طرح آنکھیں بند کر کے ہم دونوں پر اعتماد کر لیا ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"میرے خیال میں تو اُس کے ہم پر اعتماد نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی؟" تہذیب نے کہا۔

"یہ تو ہے۔ جن حالات کے تحت اُس نے ہم پر اعتماد کیا ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ اُس پر شبہ کیا جا سکے مگر میں پھر بھی مطمئن نہیں ہوں۔"

"میں نہیں سمجھتی کہ کم از کم اس معاملے میں وہ ہمارے ساتھ کوئی فریب کر رہا ہے۔ اور فریب کرنے کی وجہ بھی کیا ہو سکتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ ہم پر بھی کسی ایسے ہی ایجنٹ ہونے کا شبہ کر سکتا ہے جو مسروقہ فارمولوں کے حصول کے لیے سرگرداں ہیں لیکن جس حوالے سے ہم اُس سے ملے ہیں، میرا مطلب ہے فیریکس کے حوالے سے، تو اُس کے بعد ایسا کوئی امکان باقی نہیں رہ جاتا۔ میری معلومات کے مطابق فیریکس اُس کا بہترین دوست تھا۔ کنگ اٹلس اُس سے بہت مخلص تھا۔"

"میں نے کہا نا کہ میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اُس کے پاس ہم پر اعتماد کرنے کے بہت کافی جواز موجود ہیں لیکن جس تیزی سے اُس نے ہمیں اس معاملے میں شریک کیا ہے، وہ مجھے کھٹک رہا ہے۔"

"خود کو اُس کی جگہ رکھ کر سوچو علی! وہ ڈی فوسٹر والے معاملے میں پڑ کر بُری طرح پچھتا رہا تھا کہ ہم اُسے مل گئے۔ گویا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا۔"

"میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ میرا خدشہ درست ہی ثابت ہوگا۔ ممکن ہے، یہ محض میرا وہم ہی ہو۔"

"مجھے تو یقین ہے کہ تمھیں وہم ہو گیا ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "بعض بُرے لوگ بھی بڑی خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں۔"

"تمھاری اس آخری بات سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔" میں نے ہنس کر کہا اور پھر اچانک ہی چونک پڑا۔ میں نے کسی قسم کی آوازیں سُنی تھیں۔

میں نے پلٹ کر دیکھا اور میرے شبہے کی تصدیق ہو گئی۔ دو مرسڈیز گاڑیاں ہمارے تعاقب میں آ رہی تھیں۔ وہ خاص قسم کی، پہاڑی راستوں پر چلنے والی گاڑیاں تھیں۔ معلوم نہیں وہ کب اور کہاں سے ہمارے تعاقب میں تھیں؟

"دیکھ رہی ہو تہذیب۔" میں نے تہذیب کو ٹہوکا دیا۔ "ہمارے محافظ آ پہنچے ہیں۔"

"ممکن ہے اُن گاڑیوں میں غیر متعلق لوگ سفر کر رہے ہوں۔" تہذیب نے عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں یہ اتفاق تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں۔"

"یہ بات ہے تو تم رائفل نکال لو۔ اسٹیئرنگ تو میں نے سنبھال ہی رکھا ہے۔"

تہذیب نے لینڈ روور کی رفتار بڑھا دی اور اسی مناسبت سے لینڈ روور کو لگنے والے جھٹکوں میں اضافہ ہو گیا۔ ہماری گاڑی کی رفتار بڑھتے ہی پچھلی گاڑیوں کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی۔ یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ اُن گاڑیوں میں کُل کتنے افراد ہیں۔ اس لیے کہ لینڈ روور کو لگنے والے جھٹکے بے حد بڑھ چکے تھے اور میرے لیے اپنا توازن تک برقرار رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ ایسے میں اُن گاڑیوں پر نگاہ جمانے کا کیا سوال تھا۔ میں اپنے ہاتھ میں رائفل سنبھالے اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوشش میں مصروف تھا۔

پھر میں نے یکے بعد دیگرے دونوں گاڑیوں پر فائرنگ کرنا شروع کر دی۔ میں نشانہ لینے کی کوشش ضرور کر رہا تھا مگر ایسے میں نشانہ لینا ناممکن ہی تھا۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ میری چلائی ہوئی ایک گولی تعاقب میں آنے والی گاڑیوں میں سے ایک کے ونڈ اسکرین سے ٹکرا ہی گئی۔ اس گاڑی کے اسکرین پر مکڑی کا جالا سا بن گیا۔ جن حالات سے ہم دوچار تھے اُس میں اتنی کامیابی بھی بہت تھی۔

متاثرہ گاڑی رُک گئی جبکہ دوسری گاڑی نے ہمارا تعاقب جاری رکھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اُس گاڑی کے ڈرائیور کو یقیناً کوئی نقصان پہنچا ہے ورنہ وہ بھی تعاقب جاری رکھتی۔

پھر اچانک ہی تعاقب میں آنے والی گاڑی سے برین گن سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ کئی گولیاں لینڈ روور کی باڈی کے مختلف حصّوں سے ٹکرائی تھیں۔ یوں معلوم ہوا تھا جیسے لینڈ روور پہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گولیوں کی بارش ہوگئی ہو۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہی تھی کہ ہماری گاڑی کو اُن گولیوں سے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا اور خود میں اور تہذیب بھی محفوظ رہے۔

تہذیب تو گویا عقب سے بالکل ہی بے خبر ہوگئی تھی۔ اُس کی پوری توجہ ڈرائیونگ پر تھی۔ اس سے قبل کہ مرسڈیز سے دوسری باڑ ماری جاتی، سامنے ایک ڈھلان آگئی اور لینڈ روور ڈھلان میں اُتر گئی۔ گولیاں ہمارے کافی اوپر سے گزری تھیں۔ یوں ہم پر کیا گیا دوسرا حملہ بھی ناکام ہوگیا۔

تیسری بار فائرنگ ہوئی تو چڑھائی شروع ہوگئی اور اس بار بھی لینڈ روور گولیوں کی زد میں آنے سے بچ گئی۔ پہاڑی راستے بے حد پیچیدہ تھے اور بلاشبہ تہذیب اس وقت بہترین ڈرائیونگ کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اگر اس سے ذرا سی بھی چوک ہو جاتی تو کوئی بھی پہاڑی موڑ موت کا پیغامبر ثابت ہو سکتا تھا۔

لیکن وہ پہاڑی راستے تھے جہاں ماہر ترین ڈرائیور بھی غلطی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وہ راستے بھی ہمارے لیے اجنبی تھے۔ ایک خطرناک موڑ کاٹتے ہوئے سامنے چٹان آگئی اور تیز رفتار لینڈ روور اس چٹان سے ٹکرا گئی۔ زبردست دھچکے نے مجھے اُچھال کر اگلی سیٹ پر پھینک دیا۔ تہذیب اسٹیئرنگ کی وجہ سے بچ گئی تھی ورنہ اُس کا حشر تو بہت ہی بُرا ہوتا۔

"گاڑی سے کود جاؤ تہذیب!" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ ایک ہی لمحے میں مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ اب اس گاڑی سے نکل جانے میں ہی ہماری نجات ہے۔

میرے عقب میں تہذیب نے بھی گاڑی سے چھلانگ لگا دی۔ ہم کچھ دور تک لڑھکنے کے بعد رُک گئے۔ اُس مقام پر ڈھلوان خطرناک نہیں تھی۔ ہمارے پاس اتنی فرصت بھی نہیں تھی کہ اپنی چوٹوں کا ہی جائزہ لے سکتے۔ عقب میں آنے والی مرسڈیز اب قریب آچکی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ مرسڈیز جس رفتار سے چل رہی ہے اُس پر تصادم لازمی ہے۔ وہ موڑ ویسے بھی بہت خطرناک تھا اور اب تو وہاں لینڈ روور بھی راستہ روکے کھڑی تھی۔

چند لمحوں کے اندر مرسڈیز نمودار ہوئی اور پوری قوت سے لینڈ روور سے جا ٹکرائی۔ مرسڈیز کے ڈرائیور نے آخری وقت میں اس تصادم سے بچنے کے لیے اسٹیئرنگ کاٹنے کی کوشش کی تھی مگر یہ اُس کی بدقسمتی تھی کہ اُس کی یہ کوشش منفی نتائج سامنے لائی۔ شدید تصادم اور اسٹیئرنگ کاٹنے کے نتیجے میں مرسڈیز گاڑی لینڈ روور سمیت دوسری جانب والی گہری کھائی میں جا گری۔ کچھ دیر بعد دھماکے سنائی دیے۔ میں دوڑتا ہوا کنارے تک پہنچا۔ دور گہرائی میں دونوں گاڑیاں دھڑا دھڑ جل رہی تھیں۔

میں تہذیب کی طرف واپس آگیا۔ ہم دونوں کے زیادہ چوٹیں نہیں آئی تھیں۔ "گاڑیوں کا کیا انجام ہوا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"وہی جو ایسے مواقع پر ہوا کرتا ہے۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ "دونوں گاڑیاں جل کر تباہ ہوگئیں۔"

ہم بے کار ہو کر رہ گئے تھے۔ گویا اب آگے کا سفر ہمیں پیدل ہی طے کرنا تھا۔

"اب کیا ارادے ہیں چیف؟" میں نے تہذیب سے کہا۔ "سفر جاری رہے گا یا ہم واپس جائیں گے؟"

"واپسی کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "ہم آگے بڑھیں گے۔ آدھے سے زیادہ سفر تو ہم کر ہی چکے ہیں۔"

"ہم تو تابعدار ہیں چیف! سوچنا سمجھنا ہمارا کام نہیں ہے۔ ہمیں تو جو حکم ملے گا اس پر عمل کریں گے۔"

"تو پھر آؤ، اپنا سفر شروع کرتے ہیں۔" تہذیب نے کہا اور ہم پیدل ہی چل پڑے۔ پہاڑی راستوں پر پیدل سفر کرنا انتہائی دُشوار ہوتا ہے مگر ہم اس کے لیے مجبور تھے۔ ہمارے پاس کوئی متبادل راستہ بھی تو نہیں تھا۔ ہمارے پاس سامان نام کی کوئی چیز نہیں بچی تھی۔ جو کچھ تھا سب لینڈ روور کے ساتھ ہی تباہ ہوگیا تھا۔ لے دے کے ایک رائفل تھی جسے میں نے آخر وقت تک نہیں چھوڑا تھا۔

تہذیب بے تکان چل رہی تھی حالانکہ بخوبی جانتی تھی کہ آگے مشکلات ہی مشکلات ہیں۔ اشیائے خورد و نوش کے بغیر یہ پیدل سفر کتنا خطرناک ہو سکتا تھا اس کا اندازہ مجھے بھی تھا اور تہذیب بھی اس بات سے بخوبی واقف تھی۔

"یہ تو ہم پر بلائے ناگہانی نازل ہوئی ہے۔" پیدل چلنے کے دوران میں نے تہذیب سے کہا۔

"کیا؟" تہذیب نے عالم بے خیالی میں پوچھا۔

"یہی کہ ہماری گاڑی تباہ ہوگئی، اسلحہ گیا، دیگر سارا سامان گیا اور ہم پیدل چلنے پر مجبور ہیں۔"

تہذیب ہنس پڑی۔ "تم بہت چالاک ہو علی! گھما پھرا کر بات کر رہے ہو۔ صاف کیوں نہیں پوچھتے کہ کہیں میں تھک تو نہیں گئی ہوں۔"

تہذیب نے اُس وقت کمال کر دیا تھا۔ بہت تیزی سے بات کی تہ تک پہنچ گئی تھی۔ "نہیں یہ بات نہیں ہے۔ میں تو برسبیل تذکرہ کہہ رہا تھا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے علی۔" تہذیب سنجیدگی سے بولی۔ "گرین پول کی سابقہ ایجنٹ نے جب علی گروپ بنایا تھا تو وہ اس سے بھی بڑی مصیبتیں جھیلنے کے لیے ذہنی طور پر تیار تھی۔"

"میں جانتا ہوں کہ گرین پول کی اس سابق رکن کے عزائم بہت بلند ہیں۔ لیکن اگر تھک جاؤ تو بتا دینا۔ ہم کچھ دیر سستا لیں گے۔"

"بے فکر رہو علی! میری قوتِ ارادی بہت مضبوط ہے۔"

ہم خاموشی سے سفر طے کر رہے تھے کہ دفعتاً میری سماعت سے ایک آواز ٹکرائی۔ میں نے ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی اور پھر میرا دل دھک سے رہ گیا۔ تہذیب نے وہ آواز نہیں سنی تھی۔

"وہ دیکھو تہذیب!" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

"کیا ہوا؟" تہذیب نے میرے اشارے کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ وہاں۔" میں نے جنوبی اُفق کی طرف اشارہ کیا۔ "کچھ نظر آ رہا ہے؟"

"ہاں کچھ دھبا سا ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "اوہ! وہ تو کوئی ہیلی کاپٹر ہے شاید۔"

"ہاں وہ ہیلی کاپٹر ہے اور اُس کا رُخ ہماری ہی طرف ہے۔"

"تو کیا وہ ہماری تلاش میں۔۔۔؟"

"ہاں۔ بہ ظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہماری ہی تلاش میں اس طرف آ رہا ہے۔"

"ارے تو تم سوچ کیا رہے ہو!" تہذیب نے بے چینی سے کہا۔ "جلدی سے چھپنے کی کوئی جگہ تلاش کر و۔"

"میں پہلے ہی نظریں دوڑا چکا ہوں۔" میں مایوسانہ لہجے میں بولا۔ "یہاں ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آ رہی۔"

"تو دوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔" تہذیب نے کہا اور ہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر برق رفتاری سے ڈھلان پر دوڑنے لگے۔

ہمارا اندازہ درست نکلا۔ ہیلی کاپٹر سیدھا اُس جانب گیا تھا جہاں مرسڈیز تباہ ہوئی تھی۔ اُس جگہ کے اوپر ایک چکر لگانے کے بعد وہ ہماری طرف پلٹا۔ بلاشبہ ہمیں دیکھ لیا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر ذرا سا جھکا اور کسی مہیب پرندے کی طرح ہمارے اوپر سے نکل گیا۔ ہمارے اوپر سے گزرتے ہوئے ہیلی کاپٹر سے فائرنگ بھی کی گئی تھی۔ گولیاں ہمارے اردگرد سے گزر گئی تھیں۔

"رُک جاؤ تہذیب!" میں نے ہیلی کاپٹر کو فضا میں چکر کاٹتے دیکھ کر کہا۔ "اب اس طرح دوڑنا خطرناک ہے۔ وہ ہم پر پھر فائرنگ کریں گے۔"

"لیکن ہم اپنا بچاؤ کیسے کریں گے؟" تہذیب کی آواز سے گھبراہٹ عیاں تھی۔

"آؤ اس چٹان سے چپک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔" میں نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا جس میں ایک قدرتی چھجا سا نکلا ہوا تھا۔ میں تہذیب کو لے کر تیزی سے اُس چٹان کی طرف بڑھ گیا۔

"ہم یہاں کب تک محفوظ رہ سکیں گے؟" تہذیب پریشانی سے بولی۔ "وہ ہم پر پھر فائرنگ کریں گے۔"

ٹھیک اُسی وقت ہیلی کاپٹر سے پھر فائرنگ کی گئی مگر اب ہم محفوظ تھے۔ ہیلی کاپٹر آگے نکل گیا۔

"یہ رائفل دیکھ رہی ہو۔ ابھی اس رائفل سے میں اس دھاتی پرندے کا شکار کر دوں گا۔" میں نے رائفل پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کیا اس رائفل سے ہیلی کاپٹر گرایا جا سکتا ہے؟" تہذیب نے پوچھا اور میں ہنس پڑا۔

"اگر رینج میں آجائے تو اس سے ہوائی جہاز بھی نہیں بچ سکتا۔ ہیلی کاپٹر کی تو اوقات ہی کیا ہے۔"

"یہ ضروری تو نہیں ہے کہ ہیلی کاپٹر رینج میں آہی جائے؟"

"بس دعا کرو کہ ہیلی کاپٹر سے ہم پر حملے کی ایک اور کوشش کر لی جائے۔ اس رائفل کی رینج اتنی زیادہ ہے کہ ہمارے اوپر سے گزرتے ہوئے ہیلی کاپٹر خواہ کتنی ہی بلندی پر کیوں نہ ہو، بچ کے نہیں نکل سکتا۔"

ہیلی کاپٹر کی آواز نزدیک آ رہی تھی۔ میں نے رائفل سنبھال لی۔ ایک بار پھر ہیلی کاپٹر سے گولیاں برسائی گئیں اور جیسے ہی ہیلی کاپٹر ہمارے اوپر سے گزرا میں جھپٹ کر آگے بڑھا اور بڑی تیزی سے اُڑتے ہوئے ہیلی کاپٹر کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ رائفل کی گولی ہیلی کاپٹر کی باڈی میں کسی جگہ دھنس گئی اور اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر کے انجن سے نکلنے والی آوازیں تبدیل ہوگئیں اور ہیلی کاپٹر فضا میں ڈولنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پائلٹ کے قابو سے باہر ہو رہا ہے۔

"وہ مارا!" مجھے تہذیب کا نعرہ سنائی دیا جو میرے برابر ہی آ کھڑی ہوئی تھی۔ "اب وہ تباہی سے نہیں بچ سکتا۔"

"بہ ظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" میں نے کہا اور ہیلی کاپٹر کو دیکھنے لگا جس کی بلندی بتدریج کم ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اُسے چٹانوں سے ٹکرا کر تباہ ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

"چلو ہیلی کاپٹر تو ختم ہوا۔" تہذیب بولی۔

"اس سے پہلے دو مرسڈیز گاڑیاں اور ایک لینڈ روور بھی تو جا چکی ہے۔"

"کیا مطلب؟" تہذیب چونک پڑی۔

"مطلب یہ کہ بات ختم ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔" میں نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"کیا یہ بات تعجب خیز نہیں ہے علی کہ ایک دوسرے ملک میں ان ایجنٹوں نے اتنے وسائل کیسے حاصل کر لیے؟ ہیلی کاپٹر کا حصول

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آسان تو نہیں ہوتا۔“

”ہاں، یہ بات حیران کُن ضرور ہے لیکن اتنی زیادہ بھی نہیں کہ اس میں سر کھپایا جائے۔ سیکرٹ ایجنٹ ہر جائز و ناجائز ذریعے سے اپنا کام نکال لیتے ہیں۔“

”کیا خیال ہے۔ ہمارا تعاقب کرنے والے کے جی بی کے ایجنٹ تو نہیں تھے؟“

”کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی۔ کنگ اٹلس بتا چکا ہے کہ جرمنی اس وقت دُنیا کے بڑے بڑے ممالک کے جاسوسوں کا اکھاڑہ بنا ہوا ہے۔ ڈی فوسٹر کے مسروقہ فارمولے ہیں بھی اتنے ہی پُرکشش۔“

”تو چلو، قبل اس کے کہ ہم پر کوئی نئی آفت نازل ہو، تھوڑا سا سفر اور طے کر لیں۔“

لیکن ہم پر مزید کوئی آفت نازل نہیں ہوئی۔ معلوم نہیں اُن لوگوں کی نفری ختم ہو گئی تھی یا اُن کے حوصلے جواب دے چکے تھے۔ کئی گھنٹے کے سفر کے بعد چٹانی علاقہ ختم ہوا اور اُس کی جگہ سبزہ زار نظر آنا شروع ہو گئے۔

”لگتا ہے، ہماری منزل آ پہنچی ہے۔“ تہذیب نے ہانپتے ہوئے کہا۔

”ہاں، روڈ ایلبو کا کیمپ اب نزدیک آ گیا ہے۔“ میں نے تہذیب کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اُس کی حالت خاصی خراب تھی۔ پہاڑی راستوں پر بغیر کھائے پیے اس طرح مسلسل سفر کرنا آسان نہیں ہوتا اور وہ بھی ایک عورت کے لیے۔ تہذیب کے قدموں میں اگرچہ لڑکھڑاہٹ پیدا ہو گئی تھی مگر اُس کے حوصلے نے اب بھی شکست نہیں کھائی تھی۔

سبزہ زاروں میں سفر کرنا ایک نعمت معلوم ہو رہا تھا۔ اور پھر کچھ دیر بعد ہمیں کنگ اٹلس کے کیمپ جیسا ایک کیمپ نظر آنے لگا۔

”ہماری منزل آ گئی علی۔“ تہذیب نے خوشی سے سرشار لہجے میں کہا۔

”ہاں تہذیب! نقشے کے مطابق روڈ ایلبو کا کیمپ یہی ہونا چاہیے۔“

ہم کیمپ میں داخل ہو گئے۔ کنگ اٹلس کے کیمپ کی طرح یہاں بھی خیمے، جھولداریاں، چوبی کیبن اور نشہ آوروں کے ٹھٹ کے ٹھٹ نظر آ رہے تھے۔ ہماری طرف کسی نے توجّہ نہیں دی۔ اس لیے کہ اپنے حلیوں سے ہم بھی آوارہ گرد نظر آنے لگے تھے۔

ہم نے سب سے پہلے اپنی رہائش اور کھانے پینے کا بندوبست کیا۔ کھانے کے بعد تہذیب لیٹ گئی۔ ”میں ذرا دیر آرام کر لوں علی؟“ اُس نے بڑی معصومیت سے کہا۔

”ذرا دیر نہیں جان! تم تین گھنٹے آرام کر سکتی ہو۔ اُس کے بعد ہم روڈ ایلبو کی تلاش میں نکلیں گے۔“

”کیوں، ابھی کیوں نہیں؟“ تہذیب نے پوچھا۔

”اس لیے کہ ابھی سورج نظر آ رہا ہے۔ اس قسم کے لوگ عموماً سورج غروب ہونے کے بعد طلوع ہوا کرتے ہیں۔ ذرا اندھیرا پھیل جائے، پھر اُس سے ملیں گے۔“

تین گھنٹے بعد ہم تازہ دم ہو کر اپنے خیمے سے باہر نکل آئے۔ نشہ آوروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم ایک چوبی کیبن تک پہنچے جہاں منشیات فروخت کی جا رہی تھیں۔

”ہمیں مسٹر روڈ ایلبو سے ملنا ہے۔“ میں نے کیبن میں موجود شخص سے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

”کیوں ملنا ہے؟“ اُس نے کھُردرے لہجے میں کہا۔

”اگر تم اُس کے پرائیویٹ سیکریٹری ہوتے تو شاید بتا دیتا۔“ میں نے تلخی سے کہا۔ ”مجھے بتاؤ، روڈ ایلبو سے کہاں ملاقات ہو سکے گی؟“

”روڈ ایلبو سے ہر کس و ناکس نہیں مل سکتا۔ وہ صرف اُن لوگوں سے ملتا ہے جن سے واقف ہو۔“

”کیا یہ سب کچھ مجھے بتانا تمھارے فرائض میں شامل ہے؟“ میں نے اکھڑ انداز میں کہا۔

”نہیں، لیکن . . .“

”بکواس مت کرو۔“ میں نے درشت لہجے میں کہا۔ ”مجھے اُس سے انتہائی ضروری کام ہے اور میں اُس سے تمھاری شکایت ضرور کروں گا۔“

اُس کے چہرے پر تذبذب کے آثار نظر آئے لیکن روڈ ایلبو تک رہنمائی کے لیے اُسے تیار ہونا ہی پڑا۔ ”میں ایک آدمی ساتھ لیے دیتا ہوں، وہ تمھیں باس تک لے جائے گا مگر یاد رکھنا مسٹر! اگر روڈ ایلبو تمھیں پہچان نہ سکا تو میں تمھارا حشر بہت بُرا کروں گا۔ میں بہت بُرا آدمی ہوں۔“

”پروا مت کرو۔ میں تم سے بھی زیادہ بُرا آدمی ہوں۔“ میں نے کہا اور اُس پستہ قامت شخص کے ساتھ چلنے لگا جو مجھے روڈ ایلبو تک پہنچانے کے لیے ساتھ کیا گیا تھا۔

ہم کیمپ سے گزر کر شمالی رُخ والی پہاڑیوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ ان پہاڑیوں میں قدرتی غار بہ کثرت تھے۔ ایسے ہی ایک غار کے دہانے پر پہنچ کر اُس شخص نے ہم سے رُکنے کے لیے کہا اور خود اندر چلا گیا۔ اندر مصنوعی روشنی کا بندوبست تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو دو افراد اُس کے ہمراہ تھے۔ اُن میں سے ایک نے ہم سے ہماری آمد کا مقصد دریافت کیا۔

”تم میں سے روڈ ایلبو کون ہے؟“ میں نے اُن دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

”ہم دونوں مسٹر روڈ ایلبو کے کارکن ہیں۔ ہمیں اپنی آمد کی وجہ بتاؤ۔“

میں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ ”یا تو یہ کیمپ پاگلوں کا اڈا ہے یا پھر میں خود پاگل ہو گیا ہوں۔“ میں نے غصیلی آواز میں کہا۔ ”جب میں نے کہہ دیا کہ میں صرف روڈ ایلبو سے ملنا چاہتا ہوں تو تم میرے ساتھ یہ سب فضول حرکتیں کیوں کر رہے ہو؟ مسٹر روڈ ایلبو کو میری آمد کی اطلاع دو اور اپنے کام سے کام رکھو۔“

وہ ایک دوسرے کی صورتیں دیکھنے لگے۔ شاید میرے لہجے کی جارحیت اُن پر اثر انداز ہوئی تھی۔ ”تلاشی تو بہرحال تمھیں دینا ہو گی۔“ اُن میں سے ایک نے کہا۔

”ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔“ میں نے چڑچڑے انداز میں کہا۔ ”جو کچھ بھی کرنا ہے، جلدی کرو۔“

انھوں نے سرسری انداز میں ہماری تلاشی لی اور مطمئن ہو کر ہمیں غار کے اندر لے گئے۔

غار کے ایک گوشے میں ایک شخص اپنے تاش کے پتّے پھیلائے بیٹھا پیشنس کھیل رہا تھا۔ وہ دونوں ہمیں اُس کے پاس لے گئے۔ اُس شخص نے چونک کر سر اُٹھایا۔

”کیا بات ہے؟“ اُس نے سختی سے پوچھا۔ دو اجنبیوں کو غار میں دیکھ کر اُس کے چہرے پر حیرت نظر آنے لگی تھی۔

”یہ دونوں آپ سے ملنا چاہتے ہیں باس۔“

”کیوں؟“ وہ غرّایا۔

”یہ بات کسی اور کے علم میں نہیں لائی جا سکتی۔“ میں نے آگے بڑھ کر کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

چند لمحے وہ ہم دونوں کو گھورتا رہا پھر جیسے اچانک ہی اُسے کچھ یاد آ گیا۔ وہ جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ”اوہ ہاں، ٹھیک ہے۔“ اُس نے کہا اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”تم لوگ جاؤ۔“ اُس کے ساتھی غار سے باہر نکل گئے۔ اُن کے جانے کے بعد اُس نے ہمیں گھورا۔ ”اب بتاؤ، تم لوگ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟“

”آپ کو کنگ اٹلس کا پیغام مل چکا ہو گا۔“ تہذیب بول پڑی۔ ”ہم اُس کے نمائندے ہیں۔“

”میرا بھی یہی خیال تھا۔“ روڈ ایلبو کا لہجہ اچانک ہی دوستانہ ہو گیا۔ ”آؤ، بیٹھو۔“

میں اور تہذیب بیٹھ گئے۔

”یہ تم دونوں نے اپنا حلیہ کیا بنا رکھا ہے؟“ روڈ ایلبو نے ہمیں اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔

”مسٹر کنگ کو بھی معلوم نہیں ہو گا کہ راستے میں ہم پر کیا بیتی۔“ میں نے کہا۔

”کیا مطلب؟“

”ہمارا تعاقب شروع ہو گیا تھا۔ جس لینڈ روور میں ہم سفر کر رہے تھے، وہ تباہ ہو گئی اور ہم بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچا کر یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔“

”میں نے تو کنگ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ راستے میں خطرات درپیش ہو سکتے ہیں لہٰذا تمھیں تنہا نہ بھیجے۔ بہرحال تمھیں زندہ سلامت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سُنا ہے تم فیریکس کی اولاد ہو؟“

”ہاں، اور بس یہ اتفاق ہی تھا کہ کنگ اٹلس سے ملاقات ہو گئی اور اُنھوں نے ایک کام ہمارے سپرد کر دیا۔“

”فیریکس سے میری بھی دوستی تھی۔ وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ دوستوں کے کام آنے والا۔ لیکن ہمارا اُس سے اختلاف اُس کی شرافت کی وجہ سے تھا۔“

”ہمیں معلوم ہے جناب! یہی وجہ تھی کہ اُنھوں نے ہمارے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ اب ہمیں اپنے لیے خود سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے۔“

”تم لوگوں کے بارے میں یہ سُن کر بڑی خوشی ہوئی کہ تم نے اپنے باپ کے برعکس اپنے لیے صحیح راستہ منتخب کیا ہے۔ فیریکس نے تو خیر جیسے تیسے گزار لی لیکن اب دور بہت بدل چکا ہے۔ آج کے دور میں شرافت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ شرافت کے چکّر میں پڑ کر آدمی کو بھوکوں مرنا پڑتا ہے۔ اُس کے بچّے فاقے کرتے ہیں اور زندگی ایک عذاب بن کر رہ جاتی ہے۔“

”اب تو اس راہ پر ہم اتنی دور نکل آئے ہیں کہ واپس جانا چاہیں تو بھی واپسی ممکن نہیں ہے۔“

”واپسی غلط راستے سے ہوا کرتی ہے۔ صحیح راستے پر تو آگے بڑھا کرتے ہیں۔“ روڈ ایلبو نے کہا۔ ”کنگ نے تمھیں بتا دیا ہو گا کہ تم نے جس کام کو کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے اُس میں کتنے خطرات ہیں؟“

”جی ہاں، ہم نے بہت سوچ سمجھ کر یہ کام کرنے کی ہامی بھری ہے۔“ تہذیب نے کہا۔

”کنگ نے تم لوگوں کا انتخاب کیا ہے تو کچھ دیکھ کر ہی کیا ہو گا ورنہ یہ معاملہ تو ہم جیسے لوگوں کے بس سے بھی باہر ہے۔ میں نے سیکرٹ ایجنٹوں کی بہت سی کہانیاں پڑھی ہیں۔ ان کے بارے میں بہت کچھ سُنا بھی ہے۔ یہ بڑے خوفناک لوگ ہوتے ہیں۔ تم لوگ کیسے ان سے مقابلہ کر سکو گے؟“

”قطعی ضروری نہیں ہے مسٹر روڈ ایلبو کہ اُن سے مقابلہ کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جائے،" میں نے کہا۔ "ہم اُن سے بچ کر بھی کام کر سکتے ہیں۔"

"میں خود بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔" روڈ ایلبو نے خوش ہو کر کہا۔ "تمھاری ذہانت تو ثابت ہو گئی۔ اب یہ بتاؤ کہ میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"کنگ انکل نے آپ کو بتا دیا ہو گا کہ کام شروع کرنے سے قبل ہم ڈی فوسٹر سے ملنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں اُس سے ملوا سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں۔" روڈ ایلبو نے کہا۔ "وہ یہیں ایک غار میں ہے۔ آؤ میں تمھیں اُس کے پاس لے چلوں۔" روڈ ایلبو نے نزدیک رکھی ہوئی ٹارچ اُٹھائی اور غار کے ایک تاریک گوشے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں اور تہذیب اُس کے پیچھے تھے۔ روڈ ایلبو کے پیچھے ہم اُس قدرتی سرنگ میں داخل ہو گئے جو اسی غار سے نکل رہی تھی۔ کافی دیر تک پیچ در پیچ راستوں پر چلنے کے بعد روڈ ایلبو رک گیا۔

"ڈی فوسٹر اس غار میں موجود ہے۔" روڈ ایلبو نے ایک جانب اشارہ کیا جہاں دہانے سے روشنی پھوٹتی نظر آ رہی تھی۔ "آؤ، میں اُس سے تمھارا تعارف کرا دوں۔"

میں اور تہذیب اُس کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے۔ کشادہ غار میں ایک بستر پر ڈی فوسٹر موجود تھا۔ میں نے اُسے ایک ہی نگاہ میں پہچان لیا۔ تہذیب نے بھی پہچان لیا ہو گا۔ اس لیے کہ اوشیل میکائیل نے ہمیں اُس کی کئی تصویریں دکھائی تھیں جو ہمارے ذہنوں میں محفوظ تھیں۔

"ان لوگوں سے ملو ڈی فوسٹر۔" روڈ ایلبو نے آگے بڑھ کر کہا۔ "یہ تمھارے مددگار ہیں۔"

"مددگار۔" ڈی فوسٹر نے نحیف آواز میں کہا اور دھیمی آواز میں ہنس پڑا مگر یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وہ ہنسا ہے یا کھنکارا ہے۔

"ہاں، انھیں کنگ اٹلس نے بڑے اعتماد سے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ یہ تمھاری مشکلات کا مداوا ثابت ہوں گے۔" روڈ ایلبو نے کہا۔

ڈی فوسٹر نے بڑے غور سے ہم لوگوں کو دیکھا اور میں نے اُس کی آنکھوں میں مایوسی اُترتے دیکھی مگر وہ مُنہ سے کچھ نہیں بولا۔

"میرے پاس فرصت ہوتی تو تمھاری گفتگو میں ضرور شریک ہوتا لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" روڈ ایلبو بولا۔ "اس سلسلے میں میرے سپرد جو ذمے داری بھی کی جائے گی، میں اُس سے مُنہ نہیں موڑوں گا۔ اب مجھے اجازت دیں۔" روڈ ایلبو پلٹ کر غار سے باہر نکل گیا۔

اُس کے جاتے کے بعد میں اور تہذیب ڈی فوسٹر کے نزدیک جا بیٹھے۔

"ہیلو، تم لوگ کون ہو؟ میں تم سے متعارف ہونا چاہتا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔

"ہمیں کنگ انکل نے آپ کی مدد کرنے کے لیے بھیجا ہے۔" تہذیب نے اپنا اور میرا تعارف کرا کے ڈی فوسٹر سے کہا۔

"تم میری کیا مدد کرو گے!" ڈی فوسٹر نے حقارت بھرے انداز میں کہا۔ "ابھی تو تم لوگوں کے کھیلنے کودنے کے دن ہیں۔"

"کسی کی صلاحیتوں کو پرکھنے کے لیے عمر انتہائی ناقص پیمانہ ہے مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں نے کہا۔ "مجھے افسوس ہوا کہ یہ بات میں نے آپ جیسے پڑھے لکھے آدمی کے مُنہ سے سُنی ہے۔"

ڈی فوسٹر بڑے غور سے مجھے دیکھنے لگا۔ "میں اپنی زندگی کے بدترین وقت سے دوچار ہوں۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ میں کیسی ذہنی اذیتوں سے گزر رہا ہوں۔"

"میں سمجھ سکتا ہوں مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ "اور جس حد تک بھی میرے بس میں ہوا میں آپ کی مدد کروں گا۔"

"تمھارے اندازِ گفتگو میں بڑی اپنائیت ہے۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "لیکن مجھے معلوم ہے کہ تم بھی میرے ہمدرد نہیں ہو سکتے۔"

"ہر قسم کے اندیشوں سے بالاتر ہو کر گفتگو کیجیے مسٹر ڈی فوسٹر!"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہم اگر آپ کے ہمدرد نہیں ہو سکتے تو آپ کے دُشمن بھی نہیں ہو سکتے۔"

"میں تھک چکا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے مضمحل انداز میں کہا۔ "اس صورتِ حال کو مزید برداشت کرنا میرے بس سے باہر ہے۔"

"حوصلہ رکھیں مسٹر ڈی فوسٹر۔" تہذیب بولی۔ "حوصلے جوان ہوں تو آدمی کبھی شکست نہیں کھا سکتا۔"

"میں زندہ رہنا چاہتا ہوں مگر نہیں رہ سکتا۔" ڈی فوسٹر نے اپنا سر پکڑ لیا۔ "یوں لگتا ہے جیسے میرے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔"

تہذیب جھپٹ کر اُٹھی اور نزدیکی برتن سے پانی نکال کر ڈی فوسٹر کو دیا۔ ڈی فوسٹر نے اُس کے ہاتھ سے پانی کا پیالہ جھپٹ کر مُنہ سے لگایا اور اتنی بے صبری سے پی گیا جیسے برسوں کا پیاسا رہا ہو۔

"اور پانی دوں انکل؟" تہذیب نے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔

"خوش رہو میری بچّی۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "نہیں میں اور پانی نہیں پیوں گا۔ اب زندگی ہی کتنی رہ گئی ہے۔"

"آپ آرام کریں انکل۔" تہذیب نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ ہماری آمد سے آپ کو تکلیف پہنچی۔"

"بیٹھ جاؤ میری بچّی، بیٹھ جاؤ۔" ڈی فوسٹر نے بے صبری سے کہا۔ "تمھارے لہجے سے مجھے خلوص کی بُو آ رہی ہے۔ چاہے تمھارا یہ انداز تصنّع پر ہی کیوں نہ مبنی ہو مگر میرے لیے بڑی نعمت ہے۔"

تہذیب بیٹھ گئی۔ "آپ بے جا شکوک کا شکار ہیں انکل۔" اُس نے کہا۔ "ہم آپ کو کسی بات کے لیے مجبور تو نہیں کر رہے۔"

"مجھے نہیں معلوم تم لوگ کیا توقعات لے کر یہاں آئے ہو لیکن میں تم سے جو باتیں کروں گا وہ تمھاری توقع کے بالکل خلاف ہوں گی۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر ڈی فوسٹر!" میں نے کہا۔

"میں تمھیں سمجھائے دیتا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "بہت غور کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب مجھے کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ ایک آخری کام جو مجھے اس کربِ مسلسل سے نجات دلا دے۔ اس عذاب سے چھٹکارا دلا دے جو میں نے خود اپنے اوپر مُسلط کر لیا ہے۔"

میں اور تہذیب عجیب سی نگاہوں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ پھر میں نے کہا۔ "جو کچھ بھی کہنا ہو بے تکان کہہ دیں مسٹر ڈی فوسٹر! ہم صرف وعدہ ہی کر سکتے ہیں کہ آپ کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھائیں گے۔"

"تمھیں کنگ اٹلس نے میرے پاس کیوں بھیجا ہے؟" دفعتاً ڈی فوسٹر نے پوچھا اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ آپ کے پاس جوہری ہتھیاروں کے کچھ فارمولے ہیں جو ہاروت رابیل نے چوری کروائے تھے اور بعد میں آپ انھیں لے کر فرار ہو گئے تھے۔ ان فارمولوں کی سودے بازی ایک مسئلہ بن گئی ہے۔ ہماری خدمات اس لیے حاصل کی گئی ہیں کہ ہم اُن فارمولوں کا سودا کرا دیں۔"

"اس کے عوض کنگ اٹلس نے تم سے کیا معاوضہ طے کیا ہے؟" ڈی فوسٹر نے پوچھا۔

"وصول شدہ رقم کا دس فیصد۔" میں نے کہا۔

"اور یہ رقم کس ملک سے حاصل ہو گی؟"

"جس سے بھی سودا تکمیل پا جائے۔"

ڈی فوسٹر ہذیانی انداز میں ہنس پڑا پھر میری آنکھوں کے سامنے انگلی نچاتے ہوئے بولا۔ "اس کا مطلب ہے کہ وہ تم سے بھی مخلص نہیں ہے۔ سنبھل سکتے ہو تو سنبھل جاؤ، غور کر سکتے ہو تو غور کر لو اور اگر نہیں کر سکتے تو جہنّم میں جاؤ۔"

میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ ڈی فوسٹر کی گفتگو غیر واضح تھی مگر مجھے اس میں وزن محسوس ہو رہا تھا۔ کنگ اٹلس کی طرف سے میں مشکوک تو پہلے ہی تھا مگر میں یہ اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ اُس کی نیّت میں کس قسم کا فتور ہے۔ اب ڈی فوسٹر بھی میری بات کی تائید کر رہا تھا مگر مبہم انداز میں۔

"آپ ہمیں وضاحت سے تو بتائیں مسٹر ڈی فوسٹر! آخر ہم کیا سوچیں اور کس بات پر غور کریں؟" میں نے کہا۔

"جانتے ہو کنگ اٹلس کون ہے؟"

میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "جی ہاں مسٹر ڈی فوسٹر! وہ ہمارے آنجہانی ڈیڈی کے دوست ہیں اور ہماری بھلائی کے خواہاں ہیں۔ اسی لیے تو انھوں نے ہمیں اتنی بڑی ذمّے داری سونپی ہے۔"

"وہ اپنے علاوہ کسی کی بھلائی کا بھی خواہاں نہیں ہے۔ جانتے ہو وہ ہاروت رابیل سے مل گیا ہے۔ اُس کے ایجنٹوں کے لیے کام کر رہا ہے اور اُس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو مجھ سے فارمولے حاصل کر کے ہاروت رابیل کے حوالے کر دے۔ یہ سارے جال اسی لیے بچھائے گئے ہیں۔ سمجھے؟ صرف اسی لیے۔"

میں سنّاٹے کے عالم میں ڈی فوسٹر کو دیکھتا رہ گیا۔ کنگ اٹلس اور ہاروت رابیل کا آدمی! اُس کے ایجنٹوں کا آلۂ کار! بات بڑی ناقابلِ یقین سی تھی لیکن چونکہ ڈی فوسٹر کے مُنہ سے نکلی تھی اس لیے اُس میں کچھ نہ کچھ وزن ضرور تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

تہذیب کی حالت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ ڈی فوسٹر کے انکشاف نے اُس کے بھی ہوش اُڑا دیے تھے۔ بلکہ مجھ سے زیادہ یہ انکشاف تہذیب کے لیے سنسنی خیز ثابت ہوا تھا۔ میں تو پہلے ہی کنگ اٹلس کی طرف سے مشکوک تھا۔ یہ اور بات ہے کہ میں خود بھی اپنے شبہے کی نوعیت سے واقف نہیں تھا۔ بس وہ میری نظروں میں قابلِ اعتماد شخص نہیں تھا۔

"آپ... آپ کو معلوم ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں!" تہذیب نے تھوک نگل کر کہا۔ اُس کی آواز واضح طور پر کانپ رہی تھی۔ "وہ ہمارے آنجہانی ڈیڈی کے دوست ہیں۔"

ڈی فوسٹر ہنسا۔ "وہ کسی کا بھی دوست نہیں ہے۔ اُس کا نام کنگ اٹلس ہے اور معاف کرنا اگر تمھارے ڈیڈی اُس کے دوست تھے تو وہ بھی اچھے آدمی نہیں رہے ہوں گے۔"

"یہ ضروری تو نہیں ہے کہ بُرے آدمی میں کوئی بھی خوبی نہ ہو۔" تہذیب نے کہا۔ "بلکہ بعض اوقات تو بُرے آدمیوں میں بہت بڑی بڑی خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔"

"ہوتی ہوں گی۔" ڈی فوسٹر نے بے پروائی سے کہا۔ "ممکن ہے تمھارے آنجہانی ڈیڈی میں بھی کچھ خوبیاں رہی ہوں لیکن یہ شخص کنگ اٹلس..." ڈی فوسٹر نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔

"سمجھ میں نہیں آ رہا۔" تہذیب اُلجھے ہوئے انداز میں بولی۔ "کنگ اٹلس جرمن ہے جو ویسے بھی یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ پھر اُس کا تعلق تو شمیر رخ خاندان سے ہے جو غیر معمولی ظلم و ستم کا شکار رہا ہے۔ اس خاندان کے لوگوں کی یہودیوں سے نفرت تو انتہا کو پہنچی ہوئی ہونی چاہیے۔ اُس کا ایک یہودی کے لیے کام کرنا میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"یہی چیز تو سب سے زیادہ افسوس ناک ہے۔" ڈی فوسٹر ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "سب سے زیادہ قلق تو مجھے اسی بات کا ہے کہ جرمن ہونے کے باوجود وہ ایک یہودی کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔"

"آپ سے تو اُس کا دُہرا تعلّق ہے۔ جرمن ہونے کے علاوہ آپ دونوں کا تعلق ایک ہی خاندان سے بھی تو ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"میں سمجھ رہا ہوں، تم اب بھی شکوک و شبہات کا شکار ہو لیکن میں دنیا کا بدقسمت ترین آدمی ہوں۔ میں نے اپنی آدھی سے زیادہ زندگی تو قید میں بسر کی۔ معلوم نہیں تم لوگ کبھی قید و بند کی مشکلات سے گزرے ہو یا نہیں۔ اگر تم پر بھی کبھی ایسا کڑا وقت پڑا ہو کہ تمھیں تمھاری مرضی کے خلاف قید کر دیا گیا ہو تب تو میری بات تمھاری سمجھ میں آ جائے گی ورنہ شاید تم کبھی میری بات نہ سمجھ سکو۔"

"آپ کو جو کچھ کہنا ہے کہیں مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں نے کہا۔ "ہم کوشش کر کے کسی نہ کسی طرح آپ کی بات سمجھ ہی لیں گے۔"

"آدمی کو بے شمار نعمتیں میسّر ہیں مگر اُسے اس بات کا احساس نہیں ہوتا۔ کسی نعمت کی قدر و قیمت کا اندازہ اُس وقت ہوتا ہے جب وہ نعمت چھن جاتی ہے۔ مجھے بھی دوسروں کی قید میں جانے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ آزادی کس قدر بیش قیمت نعمت ہے۔ میں اپنی مرضی کے خلاف اپنے دشمنوں کے لیے اپنی صلاحیتیں استعمال کرنے کے لیے مجبور تھا۔ اس جبری زندگی میں مجھے اپنوں کی یاد بہت آتی تھی۔ میں سوچا کرتا تھا کہ اگر اپنوں کے درمیان ہوتا تو وہ کس طرح میری قدر کرتے اور میں اپنی تمام صلاحیتیں ان کے لیے استعمال کرتا۔"

"میں آپ کے جذبات کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہوں مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں نے کہا۔ "آپ اپنائیت سے محروم رہے ہیں۔ غیروں کے بعد اب اُن لوگوں کا طرزِ عمل بھی آپ کے لیے بہت تکلیف دہ ہے جو آپ کے خاندان کے لوگ ہیں۔"

"تم کچھ بھی نہیں سمجھ سکتے۔" ڈی فوسٹر نے حقارت سے کہا۔ "تم نے ابھی دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے۔ تم صرف میری ہاں میں ہاں ملا رہے ہو تاکہ مجھ سے زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکو۔"

میں دم بخود رہ گیا۔ اُس نے غلط مطلب اخذ کیا تھا۔ میں اُس سے معلومات ضرور حاصل کرنا چاہتا تھا مگر میں نے اُس کی ہاں میں ہاں نہیں ملائی تھی بلکہ میں اُس کی بات اچھی طرح سمجھ رہا تھا لیکن وہ غلط سمجھا تھا اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیسے رام کروں۔ اُس کے خیال میں وہ مجھ سے بہت زیادہ تجربے کار تھا اور اُس نے بہت اونچ نیچ دیکھی تھی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں انکل۔" تہذیب نے بروقت دخل اندازی کی۔ "ہم آپ کی کیفیات کا اندازہ ہی کر سکتے ہیں۔ صحیح طور پر سمجھنا تو ظاہر ہے ہمارے بس سے باہر ہے۔"

تہذیب کی بات سن کر ڈی فوسٹر خوش ہو گیا اور میں بھی۔ اس لیے کہ اگر تہذیب بروقت نہ بول پڑتی تو شاید ڈی فوسٹر اتنی آسانی سے راہ پر نہ آتا۔

"ہاں تم ناتجربے کار لوگ ہو۔ ابھی تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ میری عُمر کو پہنچو گے تو سب سمجھ میں آ جائے گا۔ ذہانت تم لوگوں کی آنکھوں سے عیاں ہے مگر محض عقل سے کسی کے جذبات کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ جذبات و کیفیات جب تک خود پہ نہ گزریں اُن کے بارے میں کچھ نہیں سمجھا جا سکتا۔ اُس شخص کی حالت کا تصوّر کرو جس نے ایک بڑا جرم صرف اس لیے کیا کہ اس کے ذریعے اپنے لوگوں کی حالت سُدھارے گا۔"

"لیکن آپ نے کوئی جُرم تو نہیں کیا مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں بول پڑا۔

"یہودیوں کو زک دینا جُرم ہو ہی نہیں سکتا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ تو تم کہہ رہے ہو۔ ہاروت رابیل سے پوچھو جس نے کنگ اٹلس جیسے کتوں کو میرے پیچھے لگا دیا اور اگر امریکا کی حکومت کو علم ہو گیا کہ ان کے کچھ فارمولے چوری ہو گئے ہیں اور وہ میرے قبضے میں ہیں تو سمجھ لو مجھے دنیا کے کسی کونے میں پناہ نہیں مل سکے گی۔"

"مگر فارمولے تو ہاروت رابیل نے چوری کروائے تھے، آپ کو کس بات کی سزا ملے گی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اس کا تو جو بھی حشر ہو لیکن فارمولے میرے پاس ہونے کی صورت میں جان تو میری خطرے میں پڑے گی۔ اس لیے میں چاہ رہا تھا کہ جلد از جلد ان فارمولوں کا سودا کسی ملک سے طے پا جائے۔"

"تو کیا آپ اب یہ نہیں چاہتے کہ ان فارمولوں کا سودا ہو جائے؟" تہذیب حیران ہو کر بولی۔

"ہرگز نہیں۔" ڈی فوسٹر نے سختی سے کہا۔ "مجھے اپنے لیے اتنا خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے فرار ہونے کا موقع مل گیا تھا تو میں بغیر کچھ لیے بھی فرار ہو سکتا تھا۔ اس طرح ہاروت رابیل کو میری زیادہ فکر نہ رہ جاتی۔ زیادہ امکان یہ تھا کہ ایسی صورت میں وہ مجھے واپس بلوانے کے لیے زبردستی کرنے کے بجائے مجھ سے سودے بازی کرنے کو ترجیح دیتا۔ پھر کئی بڑے ملکوں کے خوف ناک ایجنٹ بھی میری جان کے درپے نہ ہوتے اور میں اپنی زندگی کے بقیہ دن سکون و اطمینان سے گزار سکتا تھا۔"

"یہ تو آپ اب کہہ رہے ہیں انکل! فرار ہوتے وقت یہ سب باتیں آپ کے ذہن میں کہاں رہی ہوں گی۔"

"اس وقت مجھے اتنا ہوش کہاں تھا کہ یہ سب کچھ سوچ سکوں۔ اس وقت تو مجھ پر بس ایک ہی دھن سوار تھی کہ جیسے بھی ہو شمیرخ خاندان کی بھلائی کے لیے کام کیا جائے لیکن یہاں آ کر پتا چلا کہ جن لوگوں کے لیے میں نے اتنی بڑی قربانی دی وہی میری جان کے درپے ہو گئے۔ دشمنوں کے ساتھ مل گئے اور دولت کے لالچ میں انھوں نے ہر بات نظر انداز کر دی۔ یہ بھی بھول گئے کہ یہودیوں سے جرمنوں کی ازلی دشمنی چلی آ رہی ہے۔ ان لوگوں کا بس چلے تو میری تکا بوٹی کر کے وہ فارمولے مجھ سے حاصل کر لیں۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد ظاہر ہے میرے سارے عزائم خاک میں مل گئے۔ میری ہر امید دم توڑ گئی۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب صرف اپنے لیے سوچوں گا۔ اپنے علاوہ کسی کے لیے بھی نہیں۔"

"تو اس سلسلے میں آپ کا آئندہ پروگرام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی بات بھی میرے ذہن میں واضح نہیں ہے۔ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ اس کے لہجے سے شدید قسم کی بے بسی ٹپک رہی تھی۔

میں سوچنے لگا کہ ڈی فوسٹر نے اتنی بہت سی باتیں کیں مگر ان سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوا کہ کنگ اٹلس یا شمیرخ خاندان کے دیگر افراد واقعی غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اس کے خلاف جانے والی سب سے بڑی بات یہی تھی کہ روڈ ایلبو نے ڈی فوسٹر کو پناہ دے رکھی تھی۔

"کنگ اٹلس اور روڈ ایلبو نے تو آپ کو پناہ فراہم کر رکھی ہے مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں نے کہا۔ "اور آپ ان لوگوں کی طرف سے اس قدر بدگمان ہیں۔"

"پناہ! بدگمان!" ڈی فوسٹر تلخ انداز میں ہنسا۔ "نہ تو انھوں نے مجھے پناہ دی ہے اور نہ ہی میں نے کوئی بدگمانی کی ہے۔ میں تو روڈ ایلبو کی قید میں ہوں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں!" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "میرے خیال میں آپ پر تو کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"یہ پابندی کیا کم ہے کہ میں یہاں سے باہر نہیں نکل سکتا۔ یہ لوگ مجھے باہر نہیں جانے دیتے۔"

"یہ تو آپ کی بھلائی کی بات ہے۔ مختلف ممالک کے جاسوس کتوں کی طرح آپ کی بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "اور اس بات سے بھی واقف ہوں کہ یہ محض بہانہ ہے ورنہ ان کا مقصد تو کچھ اور ہے۔"

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس معاملے کو کس طرح ہینڈل کیا جائے۔ ڈی فوسٹر اس بات پر مصر تھا کہ روڈ ایلبو اور کنگ اٹلس، ہاروت رابیل سے مل گئے ہیں اور وہ اپنے اس دعوے کی تائید میں کوئی ثبوت پیش کرنے کو بھی تیار نہیں تھا۔ ڈی فوسٹر نے فارمولے چوری کر کے اپنی بساط سے بہت بڑھ کر کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ اس بات کا امکان تھا کہ شدید اعصابی دباؤ کے باعث اس کا دماغ متاثر ہوا ہو اور وہ ہر کس و ناکس پر ہاروت رابیل کا ایجنٹ ہونے کا شبہ کرنے لگا ہو۔ میں نے اس سے براہِ راست قسم کے سوال کرنے کا فیصلہ کیا۔ اگر اس کی ذہنی حالت درست نہیں تھی تو اس کی کسی بات پر بھی بھروسا نہیں کیا جا سکتا تھا اور اگر وہ ذہنی طور پر جواب نہیں دے چکا تھا تو یہ بات طے تھی کہ فارمولے اس کے قبضے میں ہیں جس کا اعتراف وہ کر چکا تھا۔

"آپ کو یہ علم کیسے ہوا مسٹر ڈی فوسٹر کہ کنگ اٹلس، ہاروت رابیل سے مل گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

ڈی فوسٹر کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ "اس بات کے متعدد ثبوت مل گئے ہیں۔" اس نے ترشی سے کہا۔ اسے میرا سوال گراں گزرا تھا۔

"کچھ کہیے گا بھی مسٹر ڈی فوسٹر یا یونہی پہیلیاں بجھواتے رہیے گا۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"کنگ اٹلس اور روڈ ایلبو نے یہ معلوم کرنے کی بہت کوشش کی کہ وہ فارمولے میں نے کہاں چھپائے ہیں مگر یہ بات میں نے انھیں نہیں بتائی۔"

میری کھوپڑی گھوم کر رہ گئی۔ "اس بات سے آپ نے یہ نتیجہ کیسے اخذ کر لیا کہ کنگ اٹلس، ہاروت رابیل سے مل گیا ہے؟" میں نے کہا۔ کوشش کے باوجود بھی میں اپنے لہجے کی تلخی نہ چھپا سکا۔

"سنو۔" ڈی فوسٹر رازدارانہ انداز میں بولا۔ "ایک روز میں نے ان کی گفتگو سن لی۔ کنگ اٹلس، روڈ ایلبو سے کہہ رہا تھا کہ جیسے بھی ممکن ہو معلوم کرے کہ میں نے فارمولے کہاں چھپائے ہیں۔"

"روڈ ایلبو نے اس سلسلے میں کیا کوششیں کیں؟" میں نے اپنا غصہ ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"بہت سی کوششیں کیں۔ یہاں تک کہ مجھے بے ہوش کر کے میرا پورا جسم ٹٹول ڈالا۔"

میرے ہونٹ سکڑ گئے۔ "اوہ! تو یہ بات ہے۔" میں نے کہا۔ "مگر ہاروت رابیل سے اس کا کیا تعلق ہے؟"

"میں نے یہاں ہل بیک کو دیکھا ہے۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔

"ہل بیک کا جغرافیہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ایک انسان نما شیطان ہے۔ آدمی کے روپ میں ایک درندہ ہے۔ شیطان بھی اس سے پناہ مانگتا ہو گا۔ ہاروت رابیل کا پروردہ غنڈہ ہے اور امریکا میں ہاروت رابیل کے تمام مفادات کی نگرانی اس کی ذمے داری ہے۔ باہر کے معاملات سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ ایسے شخص کی یہاں موجودگی کو تم کیا کہو گے؟"

"آپ نے یہ پہلی بات کی ہے جس سے صورتِ حال کی سنگینی پوری طرح سامنے آئی ہے۔" میں نے کہا۔

"میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ بات اتنی آسانی سے تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔" ڈی فوسٹر بولا۔ "تم شاید مجھے ایک خبط الحواس بوڑھا آدمی سمجھ رہے تھے۔"

"آپ بوڑھے ضرور ہیں مگر خبط الحواس ہرگز نہیں ہیں۔" میں نے کہا۔ "اور یہ بات تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ آپ جیسا ذہین سائنس داں جرمن قوم کے لیے فخر کا باعث ہے۔"

"میرے پاس ایسا کوئی آلہ نہیں ہے جس سے یہ اندازہ کر سکوں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو یا سچ۔" ڈی فوسٹر نے اداسی سے کہا۔

"میں نے تو ایک سادہ سی حقیقت بیان کی ہے۔ اس میں جھوٹ اور سچ کا پہلو کہاں سے نکل آیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"میں اب کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتا۔ جب میرے اپنوں نے ہی مجھے دھوکے دیے تو میں تم سے کیا توقع رکھوں۔"

"اس کے باوجود میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ میری بات پر یقین کرنے سے آپ کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

"تمھیں کنگ اٹلس نے یہاں بھیجا ہے۔ کچھ عجب نہیں ہے کہ تم مجھے شیشے میں اتار کر مجھ سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ فارمولے میں نے کہاں چھپائے ہیں؟"

"کنگ اٹلس یا روڈ ایلبو میں سے کسی کے علم میں یہ بات ہے کہ آپ ان کی طرف سے مشکوک ہو گئے ہیں؟"

"نہیں۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "میں نے ان پر اپنے شبہات ظاہر نہیں کیے اور شبہات کیا... مجھے تو یقین ہے کہ یہ لوگ ہاروت رابیل سے مل گئے ہیں۔"

"آپ نے بڑی الجھنیں پیدا کر دی ہیں مسٹر ڈی فوسٹر! جب آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں کنگ اٹلس نے یہاں بھیجا ہے تو پھر آپ نے ہمارے سامنے ان لوگوں پر شبہ کیوں ظاہر کیا جبکہ ابھی تک آپ انھیں اس دھوکے میں رکھے ہوئے ہیں کہ آپ ان کی اصلیت سے واقف نہیں ہیں؟"

ڈی فوسٹر نے ایک طویل سانس لی۔ "شدید اعصابی دباؤ نے میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو متاثر کیا ہے۔ میری قوتِ فیصلہ جواب دے چکی ہے اور شاید ذہنی طور پر میں بالکل ہی دیوالیہ ہو گیا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کب کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے سامنے اپنے شبہات کا اظہار کر کے آپ سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔" ڈی فوسٹر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "دراصل میں بے یقینی کی اس کیفیت سے عاجز آ چکا ہوں اور اب کوئی ایسا فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہتا ہوں جو چاہے مجھے کسی اندھے کنوئیں میں ہی کیوں نہ گرا دے مگر بے یقینی اور انتظار کی اس کیفیت کو ختم کر دے۔"

"میرا خیال ہے ہم دونوں اب بھی کچھ نہیں سمجھ سکے۔" میں نے تہذیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں۔ تم دونوں نے یہی کہہ کر مجھ سے اپنا تعارف کرایا ہے نا کہ تم فارمولوں کی فروخت کے سلسلے میں کنگ اٹلس کی مدد کر سکتے ہو؟"

"ہاں لیکن آپ نے تو ایک لمحے کے لیے بھی ہماری کسی بات پر اعتبار نہیں کیا۔" تہذیب بولی۔

"ہاں اعتبار تو مجھے کسی پر بھی نہیں ہے۔ میں اس دنیا کو بہت اچھی طرح دیکھ چکا ہوں اور اب میرا ایمان ہو گیا ہے کہ پیار محبت اور رشتے ناتے سب بے معنی اشیا ہیں۔ یہ سب محض الفاظ ہیں۔ درحقیقت ان فضول چیزوں کا کہیں کوئی وجود نہیں ہے۔ لوگ اپنی ضرورت کے تحت ان الفاظ کا سہارا لیتے ہیں۔ محض دوسروں کو دھوکا دینے اور اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے۔"

"آپ نے تو محض چند تجربات کی بنیاد پر سارے سچے رشتوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور جذبوں کی نفی کر دی۔" میں نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔" اس کے بعد باقی ہی کیا بچتا ہے۔"

" دولت۔" ڈی فوسٹر نے فخریہ انداز میں کہا۔ یوں جیسے کوئی بہت اہم انکشاف کر رہا ہو۔" اس وقت دولت کا حصول ہر شخص کے لیے سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔"

اُس سے بحث کرنا بے کار تھا۔ مجھے بہت اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ اپنے نظریات کے خلاف کچھ نہیں سُنے گا۔ اُس سے بحث کرنے سے نہ تو کچھ حاصل ہوتا اور نہ ہی اُسے قائل کیا جا سکتا تھا۔ اس کے برعکس اُس کی ہاں میں ہاں ملا کر کم از کم یہ تو معلوم ہو ہی سکتا تھا کہ وہ چاہتا کیا ہے۔ ڈی فوسٹر کے سلسلے میں جو کچھ میں نے سوچا تھا شاید تہذیب بھی اسی نتیجے پر پہنچی تھی۔

"آپ کی باتیں تلخ ضرور ہیں انکل مگر ٹھوس معلوم ہوتی ہیں۔" تہذیب نے کہا۔" دولت سب کچھ تو نہیں ہوتی مگر لوگ اس کے حصول کے لیے کسی حد تک بھی جانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔"

"یہی تو میں تمھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے خوش ہو کر کہا۔" میں نے سوچا تھا کہ میری تو خیر جیسے تیسے گزر ہی چکی ہے لیکن اب اپنے خاندان والوں کے لیے کچھ کروں لیکن جو کچھ مجھ پر گزری اس کے بعد تو دل جیسے بجھ کر رہ گیا ہے۔ ہر شخص اپنے کھیل میں مصروف ہو گیا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ اگر فارمولوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم ان کے ہاتھ لگ جائے تو کون میری حفاظت کرے گا؟"

" فارمولے جب تک آپ کے پاس ہیں، آپ کی جان کو خطرہ ہے۔ ان کے سودے کے بعد تو آپ کی جان کو کوئی خطرہ نہیں رہ جائے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"تم نے ہاروت رابیل کو نظر انداز کر دیا۔ اس وقت جو ایجنٹ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں، فارمولوں کے سودے کے بعد اُن سے تو جان چھوٹ جائے گی لیکن ہاروت رابیل اپنا انتقام لیے بغیر مجھے ہرگز نہیں چھوڑے گا۔ اتنی بڑی چوٹ اُس نے زندگی میں کبھی نہیں کھائی ہو گی۔ وہ اسے کیسے نظر انداز کر سکتا ہے۔"

" بات تو آپ کی درست ہے۔" تہذیب سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں بولی۔" مگر اب آپ نے کیا سوچا ہے؟"

"چونکہ وہی لوگ میرے خلاف سازشیں کر رہے ہیں جن پر میں نے تکیہ کیا تھا، اس لیے میں دنیا میں کسی پر بھی بھروسا نہیں کر سکتا۔ میں نے یہ فیصلہ بھی کر لیا ہے کہ اب وہ فارمولے یا تو صرف میرے لیے منافع بخش ثابت ہوں گے یا پھر اُن سے کوئی بھی فائدہ نہیں اُٹھا سکے گا۔"

"آپ کا فیصلہ سو فیصد درست ہے۔" میں نے کہا۔" آپ کی جگہ کوئی بھی ہوتا، ان حالات میں یہی فیصلہ کرتا لیکن ایک بات مجھے الجھا رہی ہے۔"

"کون سی بات؟" ڈی فوسٹر نے پوچھا۔

" آپ اُن لوگوں کی قید میں ہیں۔ وہ چاہتے تو فارمولوں کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے آپ پر تشدد بھی کر سکتے تھے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟"

ڈی فوسٹر تلخی سے ہنسا۔" ابھی وہ منزل نہیں آئی جہاں اُنھیں مجھ پر تشدد کرنے کی ضرورت محسوس ہو۔ اُنھیں توقع ہے کہ وہ مجھے جھانسا دے کر مجھ سے فارمولوں کے بارے میں معلوم کر لیں گے۔ جب اُن کی توقع دم توڑ جائے گی تو وہ مجھ پر تشدد بھی ضرور کریں گے۔ مجھے پورا یقین ہے۔"

" وہ جرائم پیشہ لوگ ہیں۔ اگر تشدد پر اُتر آئے تو انھیں زبان کھلوانے کے سیکڑوں طریقے آتے ہوں گے۔ اس صورت میں آپ کیا کریں گے؟"

ڈی فوسٹر تن کر بیٹھ گیا۔" میں تم سب کو چیلنج کرتا ہوں۔ کوئی مجھ سے معلوم کر کے بتائے کہ میں نے فارمولے کہاں چھپائے ہیں۔ تشدد کر کے میری جان تو لی جا سکتی ہے مگر مجھ سے فارمولوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیا اُن فارمولوں کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اُن کی خاطر آپ اپنی جان تک دینے کو تیار ہیں؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

" ہرگز نہیں۔" ڈی فوسٹر بولا۔" میری نظر میں اُن فارمولوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ تو میرا پاگل پن تھا کہ میں نے اپنے خاندان کی بہبود کے لیے انھیں چوری کر لیا لیکن اب میری زندگی اُن فارمولوں سے مشروط ہو کر رہ گئی ہے۔ اگر میں نے انھیں فارمولوں کا پتا بتا دیا تو مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔ اب بھی اگر مجھے یہ اُمید ہوتی کہ میری جان بچ جائے گی تو میں انھیں فارمولوں کے بارے میں بتا دیتا۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ نوبت واقعی یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ وہ لوگ فارمولوں کے حصول کے بعد اُسے قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔

"لیکن مسٹر ڈی فوسٹر! اگر کوئی شخص فارمولے تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا تو؟" میں نے کہا۔

" سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" ڈی فوسٹر نے بڑے یقین سے کہا۔ "میں بے وقوف نہیں ہوں۔ میں نے فارمولے ایسی جگہ چھپائے ہیں کہ کوئی شخص نہ تو اتفاقاً وہاں تک پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی اُنھیں تلاش کر سکتا ہے۔ میں نے انھیں بہت خاص طریقے سے چھپایا ہے۔"

ڈی فوسٹر کے لہجے میں جس بلا کا اعتماد تھا اُس سے مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی اس کی رہنمائی کے بغیر فارمولوں تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ یہ بات اطمینان بخش بھی تھی اور تشویش ناک بھی۔

اطمینان بخش اس اعتبار سے کہ فارمولے محفوظ تھے اور تشویش ناک اس لیے کہ اُن فارمولوں کے ہمارے ہاتھ آنے کا بھی کوئی امکان نہیں تھا۔ تاہم یہ ساری باتیں بعد میں سوچنے کی تھیں۔ فی الوقت تو ڈی فوسٹر سے گفتگو کرنے کا مرحلہ درپیش تھا جو بجائے خود ایک مصیبت تھا۔ ایک تو وہ سیدھی طرح کوئی بات نہیں کر رہا تھا، دوسرے بے اعتمادی کا شکار الگ تھا۔

"ٹھیک ہے مسٹر ڈی فوسٹر! یہاں تک تو بات طے ہو گئی۔ فارمولے بالکل محفوظ ہیں اور آپ انھیں کسی کے حوالے بھی نہیں کریں گے۔ آپ کو یہ علم بھی ہو گیا ہے کہ کنگ اٹلس، ہاروت رابیل کے لیے کام کر رہا ہے اور آپ نے ابھی تک کسی پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا ہے کہ آپ حقیقت سے باخبر ہیں لیکن آپ ہمارے سامنے یہ اعتراف کر چکے ہیں۔ یقیناً آپ نے کسی نہ کسی حد تک ہم پر اعتماد کیا ہی ہو گا تبھی تو بلا جھجک ہم سے وہ بات کہہ دی جسے آپ نے ابھی تک سب سے پوشیدہ رکھا ہے۔"

" یہ غلط ہے کہ میں نے تم پر اعتماد کرنے کے نتیجے میں تم سے اتنی باتیں کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اب میں جوا کھیلنا چاہتا ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر ڈی فوسٹر!" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔" جوا کھیلنے سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"سُنو، وہ بڑے نایاب اور قیمتی فارمولے ہیں۔ تم اُن کی قیمت اور اہمیت کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ ایسے کیمیاوی اور جوہری ہتھیاروں کے فارمولے ہیں جن پر امریکا نے اربوں ڈالر خرچ کیے ہیں۔ ان کا استعمال ایسی ہولناک تباہی برپا کر سکتا ہے جس کا اندازہ لگانا بھی قبل از وقت ممکن نہیں ہے۔ امریکا کی حکومت کی تحویل سے انھیں چوری کر کے ڈی فوسٹر نے ایک ناممکن قسم کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ تمھیں شاید علم نہ ہو کہ جلد باز جنگی ممالک ان فارمولوں کے عوض منہ مانگی قیمت دینے کو تیار ہو جائیں گے لیکن ان کی سودے بازی کرنے کے لیے جن صلاحیتوں کی ضرورت ہے اُن سے میں خود تو محروم ہوں ہی، کنگ اٹلس اور روڈ ایلبو میں بھی وہ صلاحیتیں نہیں ہیں۔"

" اسی لیے تو کنگ اٹلس نے ہماری خدمات حاصل کی ہیں۔" تہذیب نے بے ساختہ کہا۔

"میں نے بھی تو اسی لیے تم سے اتنی باتیں کی ہیں۔" ڈی فوسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔" ممکن ہے تم لوگ یہ سودا کرانے میں کامیاب ہو ہی جاؤ۔"

"یعنی آپ ہم سے یہ کام لینے کے لیے تیار ہیں۔" تہذیب خوش ہو کر بولی۔

" ہاں۔" ڈی فوسٹر نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔" لیکن یہ کام تم کنگ اٹلس کے لیے نہیں بلکہ براہِ راست میرے لیے کرو گے۔"

" اوہ ہو!" میں نے کہا اور سنبھل کر بیٹھ گیا۔ گفتگو بڑے نازک اور فیصلہ کُن موڑ پر پہنچ چکی تھی۔" لیکن وہ ہمیں دس فیصد کمیشن دینے کو تیار ہے۔"

" میں تمھیں پچاس فیصد دوں گا۔" ڈی فوسٹر نے جوشیلے انداز میں کہا۔" جو رقم بھی ملے گی آدھی تمھاری اور آدھی میری۔ بولو، منظور ہے۔"

" اتنی بڑی پیش کش کون ٹھکرا سکتا ہے مسٹر ڈی فوسٹر! لیکن آپ تو کسی پر اعتماد کرنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔" میں نے حتی الامکان پُرسکون نظر آنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ بہت بڑی کامیابی بڑی آسانی سے حاصل ہو گئی تھی۔ اس لیے خود پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ مارے جوش کے تہذیب کا تو چہرہ ہی سرخ ہو گیا تھا لیکن اُس نے فوراً ہی منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا تاکہ ڈی فوسٹر سے اپنے جذبات چھپا سکے۔ ویسے بھی ڈی فوسٹر نے تہذیب کی طرف نہیں دیکھا۔ وہ تو پوری طرح میری طرف متوجہ تھا۔

"میں نے تم پر کوئی اعتماد نہیں کیا ہے۔ میں نے تمھیں صرف ایک پیش کش کی ہے۔ اس آدھی رقم کے عوض تم فارمولوں کی فروخت

علم رُوحیت پر ایک بے حد کارآمد کتاب
ٹیلی پیتھی اور مستقبل بینی
ایک کتاب میں دو کتابیں
اپنا پیغام دُوسروں کے ذہنوں تک پہنچانے اور اُن کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ
قیمت =/۳۰ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں میری مدد کرو گے۔ اس کے بعد کسی پُرسکون مقام تک پہنچنے کے لیے بھی مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہوگی۔ کوئی ایسی جگہ جہاں میں اپنی بقیہ زندگی سکون سے گزار سکوں۔"

"ایسے کاموں میں باہمی اعتماد بہت ضروری ہوتا ہے۔ شکوک و شبہات کی فضا میں اس قسم کے کام سرانجام دینا بہت مشکل ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ خیال بھی ذہن سے نکال دو۔ میرے لیے کام کرنا ہے تو ایسے ہی کرنا ہوگا۔ میں کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہوں۔"

"آپ نے اس بات پر غور کر لیا ہے کہ ہم اس تمام گفتگو سے کنگ اٹلس یا رو ڈ ایلبو کو بھی آگاہ کر سکتے ہیں۔"

"اسی لیے تو میں نے کہا تھا کہ میں نے جوا کھیلنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تم کچھ بھی کر سکتے ہو۔ کوئی نہ کوئی نتیجہ تو ہر حال میں نکلے گا۔ مجھے مثبت یا منفی سے زیادہ غرض نہیں ہے۔"

میں نے سوالیہ نظروں سے تہذیب کی طرف دیکھا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ چند لمحوں بعد اُس نے سر اُٹھا کر کہا۔

"ابھی تک تو ابتدائی گفتگو ہے اور ہمیں تفصیلات بھی طے کرنی ہیں۔ آپ کو بہت سے معاملات میں ہم پر یقین کرنا ہی پڑے گا۔"

"میں سائنس کی دنیا کا آدمی ہوں جہاں یقین کی سرحدیں نظریات کے تجربات میں ڈھلنے کے بعد شروع ہوتی ہیں۔ میں ٹھوس چیزوں پر یقین کرنے کا قائل ہوں۔ وہ چیزیں جن کا کوئی وجود نہ ہو یا وہ باتیں جن پر مستقبل کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہوں اُن پر یقین کرنا میری فہم سے بالاتر ہے۔"

میرا جی چاہا کہ یا تو اپنا سر پیٹ لوں یا پھر ڈی فوسٹر کا سر پیٹ ڈالوں۔ اُسے اپنی اہمیت کا پورا احساس تھا اِسی لیے تو ہر بات میں ایک فلسفہ بیان کر رہا تھا۔ اُسے یہ اندازہ بھی تھا کہ اُس کی ضرورت کے مقابلے میں ہماری ضرورت زیادہ شدید ہے اور وہ جو بکواس بھی کرے گا ہم اُسے سننے کے لیے مجبور ہوں گے۔ دفعتاً مجھے غصہ آ گیا۔

"سنو ڈی فوسٹر۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "جس طرح تم ٹھوس چیزوں کے قائل ہو اسی طرح میں بھی ٹھوس چیزوں کا قائل ہوں، جس طرح تمھیں ہم پر اعتماد نہیں ہے اُسی طرح مجھے بھی تم پر اعتماد نہیں ہے۔ جس طرح تم ہماری طرف سے مشکوک ہو اسی طرح میں بھی تمھاری طرف سے مشکوک ہوں۔" تہذیب نے حیرت سے میری طرف دیکھا مگر میں نے اُس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ "جس طرح ہم تمھیں دھوکا دے سکتے ہیں، اُسی طرح تم بھی ہمارے ساتھ دھوکا کر سکتے ہو۔ بتاؤ ہم تم پر کیسے یقین کر لیں؟"

میرے لب و لہجے اور میرے انداز سے ڈی فوسٹر بُری طرح بوکھلا گیا۔ اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں اُس سے اس انداز میں بھی گفتگو کر سکتا ہوں۔ وہ تو اپنے تئیں ماسٹر آف سچویشن بنا بیٹھا تھا۔ وہ سکتے کے سے عالم میں مجھے دیکھتا رہ گیا۔ چند لمحے کسی بُت کی طرح ساکت و صامت رہنے کے بعد اُس کے لب ہلے۔

"میں تمھاری بات تسلیم کرتا ہوں لیکن مجھے بتاؤ کہ میں تمھارے ساتھ کیا دھوکا کر سکتا ہوں۔"

"پہلے بے اعتمادی کا اظہار تم نے کیا تھا اس لیے پہلے تم بتاؤ گے کہ تمھیں ہماری طرف سے کس قسم کے دھوکے کا خطرہ ہے؟" میں نے زمین پر زوردار گھونسا رسید کرتے ہوئے کہا۔

"تم کنگ اٹلس یا رو ڈ ایلبو کو یہ ساری باتیں بتا کر میرے لیے مشکلات پیدا کر سکتے ہو۔"

"تم کس قسم کے آدمی ہو ڈی فوسٹر۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "ایک طرف تو عقل مندی کی باتیں کرتے ہو اور دوسری طرف بے وقوفی کی انتہا کر دیتے ہو۔ بھلا کنگ اٹلس یا رو ڈ ایلبو کے علم میں یہ ساری باتیں لا کر ہمیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ چھوٹا موٹا معاملہ ہوتا تو اس کا امکان تھا لیکن اتنی خطیر رقم اپنے ہاتھوں سے ضائع کرنا کون پسند کرے گا؟"

"تم کنگ اٹلس کے نمائندے بن کر یہاں آئے تھے۔ میں نے تمھیں زیادہ بڑی رقم کی پیش کش کی تو تم نے اپنی وفاداریاں تبدیل کر لیں۔ کل تمھیں کسی ملک کے ایجنٹ نے اس سے بھی بڑی پیش کش کر دی تو تم میرے ساتھ بھی دھوکا کر سکتے ہو۔"

"اس کا جواب تو میں تمھیں بعد میں دوں گا۔ پہلے تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ میں اس بات پر کیسے یقین کر لوں کہ مسروقہ فارمولے تمھارے قبضے میں ہیں۔"

ڈی فوسٹر نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ ابھی تک مسروقہ فارمولے میرے قبضے میں ہیں پھر اس بات پر یقین نہ کرنے کا کیا جواز ہے؟"

"کمال ہے ڈی فوسٹر! تم تو ایک سائنس داں ہو۔ خود ہی کہہ بھی چکے ہو کہ جب تک نظریات کو تجربات کے سانچے میں نہ ڈھال دیا جائے یقین کی سرحدیں شروع نہیں ہو سکتیں پھر تم دوسرے شخص سے یہ توقع کیسے کر سکتے ہو کہ وہ محض تمھاری کہی ہوئی بات پر یقین کر لے؟"

"پھر اس بات کا فیصلہ کیسے ہو سکے گا؟" ڈی فوسٹر نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"بہت آسان ہے۔ تم یا تو ہمیں اس مقام سے آگاہ کر دو جہاں تم نے فارمولے چھپائے ہیں یا پھر ہمیں وہ فارمولے دکھا دو۔ ہمیں یقین آ جائے گا۔"

"تم ایک ناممکن فرمائش کر رہے ہو۔ میں بڑی وضاحت سے بتا چکا ہوں کہ یہ بات میں کسی کو بھی نہیں بتا سکتا۔"

"تم اُس سے بھی زیادہ ناممکن فرمائش کر رہے ہو۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "فارمولے دیکھے بغیر کوئی ملک کیسے سودے بازی کر سکتا ہے۔"

"سب جانتے ہیں کہ فارمولے میرے پاس موجود ہیں۔ اسی لیے تو اُن کے ایجنٹ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔"

"انھیں توقع ہے کہ فارمولے تمھارے قبضے میں ہیں اسی لیے وہ تمھارے پیچھے پڑ گئے ہیں لیکن یہ سب وہ لوگ ہیں جو تم سے ویسے ہی فارمولے حاصل کر لینا چاہتے ہیں۔ جب بھی سودے بازی کا مرحلہ آئے گا اور معاملہ ایک خطیر رقم ادا کرنے کا ہوگا اُن میں سے ہر ایک رقم کی ادائیگی سے قبل یہ یقین کرنا چاہے گا کہ جس پارٹی سے وہ سودے بازی کر رہا ہے، فارمولے واقعی اُس کے قبضے میں ہیں بھی یا نہیں۔ محض زبان سے کہہ دینے سے تو کوئی بھی رقم ادا نہیں کر دے گا۔"

"تمھاری بات دل کو لگتی ہے۔" ڈی فوسٹر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "لیکن خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو اور بتاؤ کہ میں کیا کروں؟"

"اگر زبانی کلامی سودے بازی ممکن ہوتی تو میں یہ مشہور کرا دیتا کہ ڈی فوسٹر نے فارمولے میرے حوالے کر دیے ہیں۔ اس کے بعد خود ان لوگوں سے سودے بازی کرتا بلکہ کئی پارٹیوں سے سودے بازی کر کے رقم وصول کرتا اور اس کے بعد فرار ہو جاتا۔ کیسا آئیڈیا ہے؟"

"اس بات پر پہلے ہی میرا یقین بہت پختہ ہو چکا ہے کہ کوئی شخص بھی اعتبار کے لائق نہیں ہوتا۔" ڈی فوسٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر تم مجھے ڈبل کراس کرنے کے منصوبے بنا رہے ہو تو اس سے مجھے کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا۔ مجھے تو اس سے بہت زیادہ کی توقع ہے۔"

"تم احمق ہو ڈی فوسٹر! میں نے تو ایک مفروضہ پیش کیا ہے۔ درحقیقت میرا ایسا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جس کا جو حق ہے وہ اسی کو ملے۔"

"تمھاری سخن طرازیاں مجھ پر اثرانداز نہیں ہو سکتیں۔ محض زیادہ رقم کے لالچ میں اپنی وفاداریاں تبدیل کر کے تم نے خود کو ناقابلِ اعتماد ثابت کر دیا ہے۔"

"معاملہ اگر صرف رقم کا ہوتا ڈی فوسٹر تو میں ہرگز آمادہ نہ ہوتا لیکن معاملہ صرف رقم کا نہیں تھا۔ میرے اور کنگ اٹلس کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا تھا۔ تم سے مل کر معلوم ہوا کہ اس نے مجھ سے غلط بیانی کی تھی۔ اس کا اصل مقصد کچھ اور ہے۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد ہم اس کے لیے کام کرنے کے پابند نہیں رہے۔ اس دوران تم نے ہمیں ایک پیش کش کر دی۔ ہم نے تمھاری پیش کش اس وجہ سے قبول کر لی کہ کنگ اٹلس نے ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ مجھے یہ بات کبھی پسند نہیں رہی کہ کوئی شخص مجھے تاریکی میں رکھ کر اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرے۔ بات سمجھ میں آ گئی یا مزید وضاحت کروں؟"

"نہیں، میں بہت اچھی طرح سمجھ گیا لیکن میں وہ فارمولے تمھیں نہیں دکھاؤں گا۔"

"تم نے خود بھی تو اس سلسلے میں کچھ سوچا ہوگا۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "تم ہم سے کیا اور کس طرح کام لینا چاہتے ہو؟"

"سب سے پہلے تو تم مجھے یہاں سے رہا کرانے کا بندوبست کرو گے۔ مجھے کسی محفوظ مقام پر پہنچانے کے بعد فارمولوں کی سودے بازی کا مرحلہ شروع ہوگا۔ رقم کی وصولیابی کے لیے میں تمھیں پلان دوں گا۔ تمھارے حصے کی آدھی رقم تمھیں فوراً ہی نہیں مل جائے گی بلکہ پہلے تم مجھے کسی ایسی جگہ پہنچاؤ گے جہاں میں سکون سے بقیہ زندگی بسر کر سکوں۔ وہاں پہنچنے کے بعد میں تم سے ایک تحریری معاہدہ کروں گا اور اس کے ساتھ ہی تمھارے حصے کی رقم تمھارے حوالے کر دوں گا۔"

"تمھارے منصوبے میں کئی سقم ہیں۔ بنیادی بات تو یہ ہے کہ فارمولوں کی موجودگی کے بغیر ان کا سودا کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ اس سلسلے میں کوئی تحریری معاہدہ کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"فرض کرو کہ میں فارمولے تمھیں دکھا دوں اور تم قابلِ اعتبار بھی ثابت ہو یعنی انھیں لے کر نہ بھاگ جاؤ تب بھی اس بات کی کیا ضمانت ہوگی کہ جس پارٹی سے تم سودا کرو گے وہ تم سے فارمولے زبردستی چھیننے کی کوشش نہیں کرے گی؟"

"تم نے پہلی بار کوئی معقول بات کی ہے اور معقول باتوں کا جواب دے کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔ سب سے پہلے تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم نے اُن فارمولوں کو سمجھنے کی کوشش کی تھی؟"

"یقیناً کی تھی۔ اُن فارمولوں کا تعلق میری فیلڈ سے ہے۔ مجھے اُن سے دلچسپی بھی ہے۔ اگر میں نفی میں جواب دوں تو یہ بات تعجب خیز ہوگی۔"

"یہ بتاؤ کہ تم اُن فارمولوں کو سمجھنے میں کس حد تک کامیاب ہوئے؟" میں نے پوچھا۔

"تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟" ڈی فوسٹر ایک بار پھر بھڑک گیا۔

"اس سوال کے جواب پر میرے منصوبے کا دارومدار ہے جو میں تمھیں بتانے والا ہوں۔ مجھے محض یہ بتا دینے سے کہ تم نے اُن

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

فارمولوں کو سمجھ لیا ہے یا نہیں، تمھاری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"تم پہلے آدمی ہو جس نے مجھ سے اس قسم کا سوال کیا ہے۔" ڈی فوسٹر نے مجھے مشکوک نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"اگر تم نے اثبات میں جواب دیا تو وہ پہلا آدمی بھی میں ہی ہوں گا جو فارمولوں کی سودے بازی کے لیے کوئی قابلِ عمل منصوبہ پیش کرے گا۔ ایک ایسا منصوبہ جو ہمیں یقینی کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔"

"ہاں، وہ فارمولے پوری طرح میری سمجھ میں آگئے ہیں لیکن وہ اتنے پیچیدہ اور طویل ہیں کہ انھیں یاد رکھنا ناممکنات میں سے ہے۔"

"فارمولے یاد ہونے یا نہ ہونے سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔ میرے لیے تو اتنا ہی بہت کافی ہے کہ تم نے انھیں سمجھ لیا ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے فارمولوں کی سودے بازی میں کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟" ڈی فوسٹر نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"بتاتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "ہمارے سامنے سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ تمھیں یہاں سے کس طرح بہ حفاظت نکال کر لے جائیں۔"

"یہ سوچنا تمھارا کام ہے کہ مجھے یہاں سے کیسے نکالو گے۔ مجھے تو یہ بتاؤ کہ فارمولوں کی سودے بازی کے لیے کیا کرو گے؟"

"کسی محفوظ جگہ پہنچنے کے بعد ہم اگلا قدم اٹھائیں گے۔ چونکہ تم نے فارمولوں کو سمجھ لیا ہے۔ . . ." میں بولتے بولتے رُکا پھر میں نے پوچھا۔ "کیا تم ان فارمولوں کو اس طرح تقسیم کر سکتے ہو کہ وہ بے کار ہو کر رہ جائیں اور کسی کی سمجھ میں نہ آسکیں؟"

"میں سمجھا نہیں، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" ڈی فوسٹر نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ وہ فارمولے کس شکل میں تمھارے پاس ہیں لیکن سودے بازی کے لیے ہمیں اس کی نقل درکار ہو گی۔ کیا اُن فارمولوں کی نقل تیار ہو سکتی ہے؟"

"نقل تو تیار ہو سکتی ہے لیکن۔ . . ."

"بس تو ہم جس پارٹی سے بھی سودے بازی کریں گے اُن فارمولوں کی ادھوری نقلیں فراہم کریں گے۔ ایسے ادھورے فارمولے جن سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا جا سکے۔"

"ہاں، یہ ہو سکتا ہے۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ یہ خیال میرے ذہن میں کیوں نہیں آیا؟"

"اس لیے کہ یہ تمھاری فیلڈ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "ورنہ درحقیقت یہ بالکل سامنے کی بات ہے۔"

"لیکن چکر تو وہی ہے۔ میں تم پر اعتبار کیسے کر لوں۔ اگر اُن لوگوں کی طرح تم نے بھی مجھے دھوکا دیا تو؟"

"میں تمھیں اس بات کے لیے مجبور کر دوں گا کہ تم مجھ پر اعتبار کر لو۔"

"مجھے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔" ڈی فوسٹر بھڑک کر کھڑا ہو گیا۔ "میں تمھیں فارمولوں کی ہوا بھی نہیں لگنے دوں گا۔"

"بیٹھ جاؤ ڈی فوسٹر۔" میں نے ہاتھ ہلا کر بے پروائی سے کہا۔ "تم غلط سمجھ رہے ہو۔ مجبور کر دینے سے میری یہ مراد ہرگز نہیں تھی کہ تمھارے ساتھ زبردستی کی جائے گی۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم مجھے اُن لوگوں سے بھی بڑھ کر معلوم ہوتے ہو۔ ضرور تم نے مجھ پر تشدد کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے لیکن یاد رکھو تمھیں اس سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

"میں تمھارے لیے ایسے حالات پیدا کر دوں گا کہ تم میرے کہنے پر خود بہ خود عمل کرنے لگو گے۔"

"میں کسی کے کہنے پر عمل نہیں کروں گا۔ کسی کے کہنے پر کیوں عمل کروں۔ میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ جو میرا جی چاہے گا وہی کروں گا۔"

"تمھارا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ تم عدم تحفظ کے احساس کا شکار ہو۔ میں تمھیں وہ تحفظ مہیا کروں گا جس کے بعد تم سارے اندیشوں سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔ اُس وقت اگر تم میری تجاویز سے متفق ہوئے تو اُن پر عمل کرنا ورنہ تم اس کے لیے مجبور نہیں ہو گے۔"

"اگر تم واقعی مجھے اس قسم کا تحفظ فراہم کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کے بعد مجھے تمھاری طرف سے بھی خطرہ نہ رہ جائے تو میں وہ فارمولے ادھوری شکل میں تمھارے حوالے کر دوں گا۔" ڈی فوسٹر نے مطمئن ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بے فکر رہو ڈی فوسٹر! ہر کام تمھاری مرضی کے مطابق ہو گا لیکن تم بدگمانیوں کو اپنے دل میں جگہ نہیں دو گے۔"

چند لمحے خاموشی چھائی رہی پھر تہذیب نے مُہرِ سکوت توڑی۔

"جن ممالک سے سودے بازی کی جائے گی ظاہر ہے وہ ترقی یافتہ ممالک ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ بد دیانتی پر اُتر آئیں ادھورے فارمولے لے کر بھاگ جائیں اور اُن پر کام کرنے کے بعد اُنھیں مکمل کر لیں؟"

ڈی فوسٹر ہنسنے لگا۔ "تم اس فیلڈ سے ناواقف ہو اس لیے ایسی بات کر رہی ہو۔ نہیں، یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔ کسی ادھورے فارمولے کو مکمل کرنے سے آسان بات تو یہ ہے کہ نیا فارمولا بنا لیا جائے۔ اس بات سے سبھی واقف ہیں اور ایسی حماقت کا ارتکاب کوئی نہیں کرے گا۔"

"اس کے علاوہ۔" میں نے کہا۔ "ہم جس پارٹی سے بھی بات کریں گے اسے یہ تاثر دیں گے کہ ادھورے فارمولوں کی نقلیں ہم نے دیگر ممالک کے حوالے بھی کی ہیں اور جو ملک بھی بہتر قیمت ادا کرے گا اور پہلے ادائیگی کرے گا فارمولے اُسی کے حوالے کیے جائیں گے۔"

"تم واقعی ذہین آدمی ہو۔" ڈی فوسٹر نے تعریفی لہجے میں کہا۔ "اس طرح وہ دباؤ میں آجائیں گے اور سودا کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"کوئی بھی سودا اپنی مرضی کے مطابق طے کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ مدِ مقابل کو سودا کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔ یہ تو کاروبار کا بنیادی اصول ہے۔" میں نے کہا۔

"تم کُھلے عام سودے بازی کرو گے؟" ڈی فوسٹر نے تشویشناک لہجے میں کہا۔ "کیا اس سے تمھاری زندگی کو خطرہ لاحق نہیں ہو گا؟"

"اتنی بڑی رقم کے لیے تو میں کئی بار اپنی زندگی خطرے میں ڈال سکتا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن تمھیں میری زندگی کی کیا فکر پڑ گئی؟"

"تم لوگ میری پہلی اور آخری اُمید ہو۔ تمھاری گفتگو سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ تم یہ کام کر سکو گے۔ تمھیں کچھ ہو گیا تو میرا کیا بنے گا؟ میں تو کہیں کا بھی نہیں رہوں گا۔"

"بے فکر رہو ڈی فوسٹر! ہمیں ان لوگوں سے نمٹنے کے تمام گُر آتے ہیں۔ ہم پر ان کا کوئی داؤ نہیں چل سکے گا۔"

"سوال یہ ہے کہ پہلا مرحلہ ہی سب سے زیادہ مشکل ہے۔ کنگ اٹلس اور روڈ ایلبو جیسے خبیث لوگوں کے چنگل سے تم مجھے کیسے نکالو گے؟"

"خبیثوں کے لیے میں اُن سے بڑھ کر خبیث ثابت ہوتا ہوں ڈی فوسٹر۔ یہ لوگ تو بچے ہیں۔ تم دیکھتے جاؤ میں بڑی صفائی سے تمھیں ان کے درمیان سے نکال لے جاؤں گا۔"

مجھے اور تہذیب کو وہیں رُکنا تھا اس لیے ڈی فوسٹر کے سامنے کوئی بات کرنا ممکن نہیں تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ تہذیب مجھ سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے مگر ظاہر ہے اس کا موقع نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد ایک شخص رات کا کھانا لے کر آیا۔ میں نے اس کے ذریعے روڈ ایلبو کو پیغام بھجوایا کہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ شخص ذرا ہی دیر بعد ہمیں لینے آگیا۔

روڈ ایلبو سے ملنے ہمیں اس کے کیمپ جانا پڑا۔ اُس نے ہمیں دیکھتے ہی بڑی بے چینی سے پوچھا۔ "کہو کچھ کامیابی ہوئی؟"

"کنگ اٹلس سے کوئی رابطہ ہوا؟" میں نے اس کا سوال نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں اس کا پیغام موصول ہوا ہے۔ وہ تمھاری سلامتی پر بے حد خوش ہے۔ تمھارے بارے میں کہہ رہا تھا کہ تم ایسی اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہو کہ خراب ترین صورتِ حال میں بھی اپنا دفاع کر سکتے ہو۔"

"راستے میں جن لوگوں نے ہم پر حملہ کیا تھا اُن کے بارے میں کوئی اطلاع؟"

"تباہ شدہ ہیلی کاپٹر اور کاروں کا ملبہ ڈھونڈنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔" روڈ ایلبو نے کہا۔ "ان لوگوں کی مسخ شدہ لاشیں بھی مل گئی ہیں جو تمھارے ہاتھوں ہلاک ہوئے تھے لیکن ہم نے ساری لاشیں اور ملبہ ٹھکانے لگا دیا ہے تاکہ حکومت کو اس سلسلے میں کوئی واضح سراغ نہ مل سکے اور ہم سکون سے اپنا کام جاری رکھ سکیں۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا لیکن خدشہ ہے کہ ان لوگوں کے ساتھی کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

"یہ کنگ اٹلس کا کیمپ نہیں ہے۔ چپے چپے پر میرے آدمی بکھرے ہوئے ہیں۔ اگر انھوں نے اس طرف کا رُخ کیا تو انھیں پچھتانا پڑے گا۔"

"خیر، تم یہ بتاؤ کہ کیا ڈی فوسٹر تم لوگوں کی طرف سے مشکوک ہو گیا ہے؟"

روڈ ایلبو سنبھل کر بیٹھ گیا۔ "کیا اس نے ہم پر کسی قسم کے شبہے کا اظہار کیا ہے؟" اس نے تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ ہم سے گفتگو کرتے وقت بے حد محتاط تھا۔ فارمولوں کے لیے اس نے شرط عائد کی ہے کہ وہ اسی وقت کسی کے حوالے کیے جا سکتے ہیں جب اُن کا سودا اس کے سامنے طے پا جائے۔"

"اس بات پر تو وہ شروع سے ہی اَڑا ہوا ہے حالانکہ اس کی یہ ضد مناسب نہیں۔ اسے چاہیے کہ اوّلین فرصت میں یا تو فارمولے ہمارے حوالے کر دے یا پھر ہمیں اس جگہ سے آگاہ کر دے جہاں اُس نے فارمولے چھپائے ہیں۔ دیکھو نا، دشمن کے ہاتھ کسی وقت بھی وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ ہماری تو سمجھ میں نہیں آتا کیا کیا جائے؟"

"فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم لوگوں نے اسے شیشے میں اُتار لیا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہو، تو کیا تم اس سے فارمولوں کے بارے میں معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہو؟" روڈ ایلبو نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"ابھی تو نہیں۔ لیکن مجھے توقع ہے کہ بہت جلد ہم اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایسی منزل تک پہنچا دیں گے جہاں ہم سے کچھ چھپانا اس کے لیے ناممکن ہو جائے گا۔"

"میں اس بات پر صرف حیرت کا اظہار ہی کر سکتا ہوں۔" روڈالیبو بولا۔ "ہم لوگ تو تھک ہار کر خاموش ہو بیٹھے تھے۔"

"اب میں اس سلسلے میں کنگ اٹلس سے بات کرنا چاہ رہا تھا لیکن اس کے لیے ہمیں واپس جانا پڑے گا اور یہ انتہائی پریشان کن معاملہ ثابت ہوگا۔"

"اتنی سی بات کے لیے واپس جانے کی کیا ضرورت ہے۔" روڈالیبو نے کہا۔ "میں یہیں اس سے تمھاری بات کرائے دیتا ہوں۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ کنگ اٹلس بھی یہاں پہنچ چکا ہے؟" میں نے چونک کر کہا۔

روڈالیبو ہنس پڑا۔ "وہ یہاں نہیں آیا۔ میں ٹرانسمیٹر پر اس سے تمھاری بات کراؤں گا۔"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ تمھارے پاس ٹرانسمیٹر بھی موجود ہے۔ اس سے تو وقت کی بڑی بچت ہو جائے گی۔"

"فوری طور پر تو رابطہ کرنا ممکن نہیں ہوگا۔" روڈالیبو نے کہا۔ "اس کے لیے تمھیں کم از کم ایک گھنٹا انتظار کرنا ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں۔ اتنی دیر انتظار کرنے میں تو کوئی حرج ہے ہی نہیں۔ ہم بڑی زحمتوں سے بچ جائیں گے۔"

"تو ٹھیک ہے۔ میں اس کا انتظام کیے دیتا ہوں۔ اور کوئی کام؟"

"نہیں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ اب کنگ اٹلس سے بات کرنے کے بعد ہی ڈی فوسٹر کے پاس واپس جاؤں۔ اور اس دوران، ہم آپس میں بھی کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"ارے! یہ پورا کیمپ تمھارا ہے، جہاں چاہو گھومو پھرو، کون تمھیں روک رہا ہے۔"

"میں اس وقت کسی چکر میں نہیں اُلجھنا چاہتا۔ کیا اس طرح ہمارا کھلے عام گھومنا مناسب ہوگا؟"

"یہ روڈالیبو کا کیمپ ہے، کنگ اٹلس کا نہیں۔ کس کی مجال ہے کہ تمھاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔ تم بے خوف و خطر یہاں گھوم پھر سکتے ہو۔"

میں اور تہذیب باہر کیمپ میں نکل آئے۔ رات بھیگ چکی تھی اور نشے بازوں کے ہنگامے عروج پر تھے۔ خیموں اور چھولداریوں کے درمیان ٹولیوں کی صورت میں بیٹھے ہوئے آوارہ گرد دھوئیں کے مرغولے اُڑا رہے تھے۔ ایک مناسب سی جگہ دیکھ کر ہم بیٹھ گئے۔

"میں تم سے گفتگو کرنے کے لیے بے چین ہوں علی۔" تہذیب نے کہا۔

"میرا بھی یہی حال ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اسی لیے تو وہاں سے نکل کر یہاں آیا ہوں۔"

"تم نے ڈی فوسٹر سے بڑی عمدگی سے گفتگو کی علی! میں تو مایوس ہو چلی تھی۔"

"دراصل ہم دونوں ہی نے شروع میں کوشش کی تھی کہ نرمی سے کام نکل جائے مگر بعض اوقات جارحیت سے کام لینا ضروری ہو جاتا ہے۔"

"بہرحال اب ہمیں جن مسائل کا سامنا ہے، ان سے کس طرح نمٹیں گے؟" تہذیب نے کہا۔

"اصل مسائل تو اس وقت شروع ہوں گے جب ہم ڈی فوسٹر کو یہاں سے نکال لے جائیں گے۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی!" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "یہ پہلا مرحلہ ہی اتنا کٹھن معلوم ہو رہا ہے کہ سوچ سوچ کر میرا دماغ ماؤف ہوا جا رہا ہے۔"

"ڈی فوسٹر کو یہاں سے نکال لے جانا کچھ اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "بس ذرا سی ذہانت کی ضرورت ہے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ تم ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کا شکار ہو گئے ہو۔ جانتے ہو ڈی فوسٹر ان لوگوں کے لیے سونے کی چڑیا سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔"

"نہیں، میں ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کا شکار نہیں ہوں۔ ڈی فوسٹر ان لوگوں کے لیے بہت زیادہ اہم ہے۔ اسی لیے تو مجھے توقع ہے کہ میں ان دونوں کو بے وقوف بنا کر اسے نکال لے جاؤں گا۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمھارے ذہن میں کوئی واضح لائحہ عمل موجود ہے۔" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، میں نے ایک واضح لائحہ عمل ترتیب دے تو لیا ہے جس میں کامیابی کا امکان نوّے فیصد سے بھی زائد ہے۔"

"کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ تمھارا منصوبہ کیا ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"بتانے میں کوئی حرج تو نہیں ہے لیکن اگر میں نے تمھیں سب کچھ بتا دیا تو مزہ نہیں آئے گا۔"

"تمھاری یہ عادت بہت بری ہے علی!" تہذیب چڑ گئی۔ "تم میرے ساتھ ہمیشہ یہی سلوک کرتے آئے ہو۔ کبھی مجھے کچھ نہیں بتاتے۔"

میں ہنسنے لگا۔ "سب کچھ تو تمھارے سامنے ہوگا۔ پہلے سے معلوم کر کے کیا کرو گی۔ پھر اس بار تو چیف بھی تم ہی ہو۔ میں بے چارہ تو ماتحت کے طور پر کام کر رہا ہوں۔"

"ہم دونوں ہی جانتے ہیں کہ اصل معاملہ اس کے برعکس ہے۔ میں نے کوشش ضرور کی تھی کہ یہ مہم میری سرکردگی میں انجام پائے مگر معاملات اتنے اُلجھ گئے ہیں کہ شاید میں اُن سے نہ نمٹ پاؤں۔"

"یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جو بات طے ہو گئی، ہم اس پر قائم رہیں گے۔ اس مہم کے لیے تم بہ دستور چیف ہو۔"

"تمھاری یہی خواہش ہے تو یوں ہی سہی۔" تہذیب نے عجیب سے انداز میں کہا۔ "لیکن یہ تو بتاؤ کہ ڈی فوسٹر کو یہاں سے نکال لے جانے کے بعد کیا کرو گے؟"

"اگر ڈی فوسٹر کو یقین دلایا جائے کہ اس کے ساتھ دھوکا نہیں ہوگا تو اس سے اپنی مرضی کے مطابق کام لینا مشکل نہیں ہوگا۔"

"اسے یہ یقین دلانا ہی تو اصل مسئلہ ہے، جس کا بہ ظاہر کوئی امکان نظر نہیں آ رہا۔ وہ ہماری کسی بات پر یقین نہیں کرے گا۔"

"مجھے معلوم ہے، وہ کسی زبانی بات پر ہرگز یقین نہیں کرے گا۔ اسے یقین دلانے کے لیے ہمیں عملی اقدامات کرنا ہوں گے۔"

"اگر کوئی حرج نہ ہو تو مجھے اُن عملی اقدامات سے آگاہ کر دو جو اس سلسلے میں تمھارے ذہن میں ہیں۔"

"سب سے پہلے تو ڈی فوسٹر کو لے کر کسی ایسی جگہ جانا ہوگا جہاں ہم کسی بھی دخل اندازی سے محفوظ رہیں۔"

"جرمنی میں ہی یا جرمنی سے باہر؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ضرورت کے مطابق ہم اُسے دنیا کے کسی حصے میں بھی لے جا سکتے ہیں۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ جو لوگ اس کے اور ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اُن کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں۔"

"اس کے لیے تو ایک بار پھر ہمیں میک اپ کا سہارا لینا پڑے گا۔"

"ہاں، نہ صرف ڈی فوسٹر پر میک اپ کرنا پڑے گا بلکہ ہمیں اپنے میک اپ بھی تبدیل کرنا ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ فرض کرو ہم کسی ایسی جگہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے جہاں ہم ہر طرح سے محفوظ ہوں پھر اس کے بعد؟"

"اس کے بعد نہیں بلکہ اس سے پہلے ہمیں یہ کوشش کرنا ہوگی کہ ڈی فوسٹر نے جس جگہ فارمولے چھپائے ہوئے ہیں انھیں وہاں سے نکال لے۔"

"یہ تو مشکل ترین مرحلہ ہوگا۔" تہذیب نے کہا۔ "وہ تو کسی کو فارمولوں کی ہوا تک نہیں لگنے دینا چاہتا۔"

"دراصل اس بارے میں کوئی قطعی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ ہم بالکل اندھیرے میں ہیں۔ ممکن ہے، بعد میں کوئی صورت نکل آئے۔"

"فرض کرو کسی طرح ڈی فوسٹر اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ فارمولے اس جگہ سے نکال لے جہاں اس نے چھپائے ہیں ــــ پھر؟"

"مجھے ڈی فوسٹر کا اطمینان اُلجھن میں ڈال رہا ہے۔ میرا خیال ہے، فارمولے اس کے پاس ہی ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی!" تہذیب چونک پڑی۔ "فارمولے اس کے پاس ہوتے تو وہ لوگ اب تک انھیں برآمد کر چکے ہوتے۔ تمھیں یاد نہیں، ڈی فوسٹر نے بتایا تھا کہ اسے بے ہوش کر کے اس کی جامہ تلاشی لی گئی ہے۔"

"مجھے یاد ہے تہذیب! لیکن یہ بات ذہن میں رکھو کہ وہ ایک سائنس داں ہے اور سائنس داں بھی کوئی معمولی درجے کا نہیں ہے۔ اسے موقع ملتا تو اس وقت دنیا کے ذہین ترین سائنس دانوں میں اس کا شمار ہوتا لیکن اس کی تو زندگی ہی دوسروں کی قید میں گزر گئی۔ آزادانہ کام نہ کر سکنے کی وجہ سے اس کی صلاحیتیں دب ضرور گئی ہوں گی مگر فنا نہیں ہوئی ہوں گی۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس نے کسی سائنٹیفک طریقے سے وہ فارمولے اپنے ہی پاس اس طرح پوشیدہ کر لیے ہوں کہ عام آدمی انھیں ڈھونڈ نہ پائے؟"

"اس بات کا امکان تو ہے علی۔" تہذیب نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "لیکن یہ ضروری تو نہیں ہے کہ فارمولے اس کے پاس ہی ہوں۔ ممکن ہے، اس نے انھیں کہیں اور چھپا رکھا ہو؟"

"اگر یہ بات ہوتی تو وہ اتنا مطمئن نہ ہوتا۔ جتنے یقین سے اس نے کہا تھا کہ فارمولوں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ فارمولے اس کے پاس ہی ہیں۔ خواہ وہ کتنے ہی محفوظ مقام پر فارمولے کیوں نہ چھپا دیتا، اسے اس طرف سے تشویش ضرور ہونی چاہیے تھی کہ کوئی شخص کسی بھی وقت تلاش کرتا ہوا فارمولوں تک پہنچ سکتا ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"نفسیاتی اعتبار سے تمھاری بات دل کو لگتی ہے جب ہم کوئی قیمتی چیز کہیں چھپاتے ہیں تو ہر وقت اس کی طرف سے فکر مند رہتے ہیں کہ کہیں وہ کسی کے ہاتھ نہ لگ جائے۔"

"شکر ہے، تم میری بات سمجھ گئیں۔ ہم اس چیز کو بنیاد بنا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر آگے چلتے ہیں۔ جب ہم کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں گے تو ڈی فوسٹر کو موقع فراہم کریں گے کہ وہ ان فارمولوں کی نقلیں تیار کرلے۔ چونکہ فی الحال ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ فارمولے ہیں کس شکل میں للٰہذا یہ اندازہ لگانا بھی مشکل ہے کہ اُن کی نقلیں کس طرح تیار ہوں گی لیکن جیسے بھی ہو ہمیں ان فارمولوں کی نقلیں تو درکار ہوں گی ہی۔۔۔۔"

"کیا اسے پھر یہ خطرہ لاحق نہیں ہوگا کہ ہم اس سے فارمولے چھین لیں گے؟"

"فرض کرو ہم کسی کرائے کے مکان میں ہیں۔ ہم اُس سے کہیں گے کہ ہمیں کسی ایسے کمرے میں بند کر جائے جہاں سے ہمارا فرار ہونا بھی ممکن نہ ہو۔ ہمیں بند کرنے کے بعد وہ جائے جہاں اس نے فارمولے چھپائے ہیں وہاں سے انھیں نکالے، ان کی نقلیں تیار کرائے پھر اُن نقلوں کو اس طرح ادھورا کردے کہ وہ کسی کام کی نہ رہیں۔ اس کے بعد دوبارہ اصلی فارمولے چھپا کر واپس آئے اور ہمیں رہا کر دے اور فارمولوں کی ادھوری نقلیں، ہمارے حوالے کر دے۔ اس طرح کام بھی ہو جائے گا اور وہ محفوظ بھی رہے گا۔"

"واقعی تم جاگتے ہوئے ذہن کے مالک ہو علی!" تہذیب نے ستائشی لہجے میں کہا۔ "یہی چیز تو تمھیں دوسروں سے ممتاز کرتی ہے کہ تم مشکل سے مشکل اُلجھن کے بھی بڑے آسان حل ڈھونڈ نکالتے ہو۔"

"چیف کی عزت افزائی ہے ورنہ بندہ کس قابل ہے۔" میں نے سر کو قدرے خم کرتے ہوئے کہا۔

"شرمندہ مت کرو علی! میں اس قابل کہاں کہ تمھارے مقابلے پر آسکوں۔ مجھے سخت شرمندگی ہے کہ میں نے تم سے اپنی ماتحتی میں کام کرنے کی فرمائش کی۔ مجھے یہ بات ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہیے تھی کہ جو شخص گرے وائلز جیسے ہولناک قید خانوں سے فرار ہو جائے، اوبو ہاورڈ جیسے شیطان کو کان پکڑنے پر مجبور کر دے اس کے سامنے میں اپنی برتری کیسے قائم رکھ سکتی ہوں۔ مجھے یہ خیال بھی نہیں رہا تھا کہ گرین پول بھی اسی کے ہاتھوں تباہ ہوئی تھی۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ اس کے ایک ہی وار نے چاروں شانے چت کر دیا تھا۔ تبھی تو محترمہ تہذیب ماتم ایکس ایک چھوٹا سا گروہ بنا کر اپنی اوقات بھول گئی تھیں۔"

"یہ اچانک تم نے کیا فضول باتیں شروع کر دیں۔" میں نے خفگی سے کہا۔ "تم اور میں کوئی الگ الگ ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے علی! میری گفتگو سے تمھاری دل آزاری ہوئی لیکن میں بھی کیا کروں۔ میں تو اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھی۔ آخر مجھے بھی تو اپنے ذہن سے خوش فہمیاں کھرچ کر نکالنی ہیں۔"

"بے کار باتیں مت سوچا کرو تہذیب! ہم دونوں ایک ہیں اور ہمیں مل جل کر ہر کام کرنا ہے۔ مجھے دیکھو، جو کارنامہ تم سرانجام دیتی ہو، میں اسے اپنا ہی کارنامہ سمجھتا ہوں۔"

تہذیب بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی۔ "معاف کر دو علی! مجھ سے واقعی غلطی ہوئی۔ مجھے تمھارا دل نہیں دُکھانا چاہیے تھا۔" وہ میرے بازو سے اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے بولی۔

"معذرت کر کے تم ایک اور غلطی کر رہی ہو تہذیب!" میں نے اس کی زلفیں سہلاتے ہوئے کہا۔ "ہم اس منزل سے تو گزر چکے جہاں کسی غلطی پر معذرت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"ہاں علی! اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے تمھاری محبت میسر ہے۔"

چند لمحے یونہی گزر گئے۔ ہم دونوں ایک دوسرے میں کھو گئے تھے۔ پھر تہذیب نے اچانک ہی کہا۔ "غالباً ہم اپنے موجودہ مشن کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔"

"ہاں، میں تمھیں بتا رہا تھا کہ ڈی فوسٹر سے فارمولوں کی نامکمل نقلیں حاصل کرنے کے بعد ہم کسی بھی ملک کے ایجنٹ سے اس کی سودے بازی کر سکیں گے۔"

"لیکن علی! نامکمل فارمولوں کے عوض تو کوئی بھی رقم ادا نہیں کرے گا۔"

"ادائیگی دو قسطوں میں ہو گی۔ آدھی رقم نامکمل فارمولوں کے عوض اور بقیہ آدھی اس وقت جب ہم فارمولوں کے بقیہ حصے ان کے حوالے کریں گے۔"

"ڈی فوسٹر کو کیسے مطمئن کرو گے؟" تہذیب نے کہا۔ "وہ تو کسی بات پر بھی یقین نہیں کرتا۔"

"اس کے لیے ہم رقم کی پہلی قسط ڈی فوسٹر کے حوالے کر دیں گے۔ یہ اس کا حصّہ ہوگا۔ اس کے بعد جو دوسری قسط ملے گی وہ ہماری ہو گی۔"

"ہم تو اس طرح گفتگو کرنے لگے جیسے ہمارا مشن ہی یہ ہو۔" تہذیب نے چونک کر کہا۔

"تو کیا یہ ہمارا مشن نہیں ہے؟" میں نے بھی چونک کر کہا۔ "کہ مسروقہ فارمولے ڈی فوسٹر سے حاصل کریں۔"

"لیکن تمھارے منصوبے پر عمل کرنے سے تو فارمولے کسی اور ملک کے قبضے میں چلے جائیں گے۔"

"فارمولوں کی ان ادھوری نقلوں کی جو ڈی فوسٹر ہمارے حوالے کرے گا، ہم ایک نقل اور بنوا لیں گے۔ اس کے بعد جب ڈی فوسٹر فارمولے کے بقیہ حصّے ہمارے حوالے کرے گا ہم ان کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھی نقلیں کروا لیں گے۔ اس طرح ہمارے پاس بھی مکمل فارمولا ہو گا اور ان لوگوں کے پاس بھی جن سے ہم سودا کریں گے۔"

"گویا اس طرح ہمیں دونوں پارٹیوں سے رقم مل جائے گی۔" تہذیب نے خوش ہو کر کہا۔ "لیکن اوشیل میکائیل کو معلوم ہو گا تو کیا ہو گا؟"

"مجھے اوشیل میکائیل سے ایسی کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔"

"اب کیا سوچنے لگے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"کچھ نہیں تہذیب۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "یہ تو ایک منصوبہ تھا۔ میرے ذہن میں اور بھی بہت کچھ ہے لیکن وہ ابھی پوری طرح واضح نہیں ہے۔"

"کس سلسلے میں علی؟"

"انھی فارمولوں سے متعلق تہذیب! میں اس منصوبے سے پوری طرح مطمئن نہیں ہوں۔"

"تم جزئیات میں نہیں گئے علی! لیکن اس منصوبے کا خاکہ سُن کر میں کہہ سکتی ہوں کہ یہ ایک بہترین اور مکمل منصوبہ ہے۔"

"یہ ایک ایسا منصوبہ ہے تہذیب، جو کوئی بھی ایجنٹ بنا سکتا ہے لیکن کام کی ابتدا کرنے کے لیے یہ بُرا منصوبہ نہیں ہے۔"

"آخر کچھ پتا بھی تو چلے کہ تمھارا منشا کیا ہے؟ تم تو پھر رازداری برتنے پر اُتر آئے۔"

"سب کچھ تو بتا چکا ہوں مگر وہ باتیں کیسے بتا دوں جو ابھی خود میرے ذہن میں بھی صاف نہیں ہیں۔"

اس کے بعد ہم دونوں وہاں سے اُٹھ گئے اور کیمپ میں گھومنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد ایک شخص ہمارے نزدیک آ کر رُکا۔

"چیف نے آپ دونوں کو یاد کیا ہے۔" اس شخص نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "انتظام ہو گیا ہے۔"

میں سمجھ گیا کہ ٹرانسمیٹر پر کنگ اٹلس سے رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں اور تہذیب، روڈ ایلبو کی طرف چل پڑے۔

وہ ایک بڑا سا چوکور بکس اپنے سامنے رکھے بیٹھا تھا۔ جیسے ہی ہم اندر داخل ہوئے اس نے کہا۔ "وہ دونوں آ گئے ہیں کنگ۔"

"گڈ، ان سے بات کراؤ۔" ٹرانسمیٹر سے کنگ اٹلس کی آواز اُبھری۔

میں اور تہذیب ٹرانسمیٹر کے نزدیک پہنچ گئے جس پر سرخ رنگ کا جلتا ہوا بلب ظاہر کر رہا تھا کہ رابطہ ملا ہوا ہے۔

"ہیلو انکل!" میں نے کہا۔ "ہم آپ سے بات کرنے کے لیے بہت بے چین تھے۔"

"ہیلو بچو، کہو کیسے ہو؟"

"ہم خیریت سے ہیں انکل! مسٹر روڈ ایلبو سے آپ کو ہمارے بارے میں پتا چل ہی چکا ہو گا؟"

"ہاں، مجھے معلوم ہوا تھا۔ راستے میں تمھیں جن خطرات کا سامنا کرنا پڑا اُس پر مجھے بہت افسوس ہے۔"

"ارے نہیں انکل۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "ہم نے جس کام کا بیڑا اٹھایا ہے، اس میں تو خطرات ہی خطرات ہیں۔"

"لیکن اس معاملے میں غلطی بہرحال میری ہے تمھاری حفاظت کے لیے مجھے تمھارے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی کر دینا چاہیے تھا۔"

"اس محاذ پر تو ہمیں کامیابی نصیب ہوئی انکل! لیکن اب یہاں جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے، وہ خاصا مشکل ہے۔"

"اوہو، کیا تم مجھے کوئی بُری خبر سُنانا چاہتے ہو؟" کنگ اٹلس کی آواز سے تشویش جھلک رہی تھی۔

"جی ہاں انکل، مجھے افسوس ہے لیکن میں وہ بُری خبر آپ کو سُنانے کے لیے مجبور بھی ہوں۔"

"کہو کہو۔" کنگ اٹلس کی مضطربانہ آواز سُنائی دی۔ "میں ہر بُری خبر سُننے کے لیے تیار ہوں۔"

"میرا خیال ہے انکل۔" میں نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "ڈی فوسٹر آپ لوگوں کی طرف سے بددل ہو گیا ہے۔"

"یعنی میری اور روڈ ایلبو کی طرف سے!" کنگ اٹلس کی آواز میں تحیّر تھا۔

"جی ہاں انکل بس مجھے اس کی بات سُن کر افسوس تو بہت ہوا لیکن میں اس کے خیالات کو تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔"

"کھُل کر بات کرو۔ اس نے ہمارے بارے میں تم سے کیا کہا ہے؟"

"اُسے شبہ ہے کہ آپ ہاروت رابیل سے مل گئے ہیں۔" میں نے کہا۔ میری نگاہیں روڈ ایلبو کے چہرے پر مرکوز تھیں میں نے اس انکشاف پر اسے واضح طور پر چونکتے دیکھا۔ کنگ اٹلس پر یہ خبر کس طرح اثر انداز ہوئی ہو گی، اس بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اس لیے کہ وہ میرے سامنے موجود نہیں تھا۔ تہذیب بھی میری اس حرکت پر مضطرب سی نظر آنے لگی تھی۔ میں نے اُسے اپنے لائحہ عمل سے آگاہ نہیں کیا تھا اس لیے وہ بھی روڈ ایلبو سے کم حیران نہیں تھی۔

"کیا کہہ رہے ہو؟" دوسری طرف سے کنگ اٹلس کی تحیّر میں ڈوبی ہوئی آواز آئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اس کا خیال ہے کہ بارورت رابیل کی کسی بڑی پیش کش پر آپ لوگ پھسل گئے ہیں اور فارمولوں کی سودے بازی میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں تاکہ..." دفعتاً ٹرانسمیٹر پر جلتا ہوا سُرخ بلب بجھ گیا۔ "ہیلو ہیلو۔" میں نے ٹرانسمیٹر میں کہا اور نظریں اُٹھا کر روڈ ایلبو کی طرف دیکھا۔

روڈ ایلبو ٹرانسمیٹر کے قریب آ گیا۔ "رابطہ منقطع ہو گیا۔" اس نے ٹرانسمیٹر پر جھکتے ہوئے کہا۔

"کیا کوئی خرابی ہو گئی؟" میں نے پوچھا۔

"معلوم نہیں۔ دیکھنا پڑے گا۔" روڈ ایلبو ٹرانسمیٹر کے بٹنوں سے اُلجھا ہوا تھا۔ چند لمحے بعد سر اٹھا کر بولا۔ "شاید کوئی خرابی ہی ہو گئی ہے۔" اس نے کہا۔ "مکینک کو بلانا پڑے گا۔"

"اس وقت مکینک کہاں سے آئے گا؟" میں نے تشویشناک لہجے میں کہا۔ "وہ تو صبح کو ہی آئے گا۔"

"میرے آدمیوں میں ایک مکینک ہے، اسے بُلوا لیتا ہوں۔" روڈ ایلبو نے کہا اور ایک آدمی کو بھیج کر مکینک کو بُلوا لیا۔ مکینک نے بتایا کہ خرابی دور کرنے میں ایک گھنٹے سے زائد وقت لگ جائے گا۔

"ہم لوگ چلتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "خرابی ٹھیک ہو جائے تو ہمیں بُلوا لینا۔"

"چلو۔" روڈ ایلبو نے کہا اور ہمارے ساتھ باہر نکل آیا۔ "تم کنگ کو کیا بتا رہے تھے؟" باہر آ کر اس نے مجھ سے پوچھا۔

"تم نے سن ہی لیا تھا۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اصل بات تو میں اسے بتا ہی چکا ہوں۔"

"تم شاید تفصیل سے کچھ بتانے جا رہے تھے۔ میں وہی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹرانسمیٹر کی خرابی دور ہونے کے بعد میں کنگ اٹلس سے دوبارہ بات کروں گا۔ اسی وقت سن لینا۔"

"آخر مجھے بتانے میں تمھیں کیا اعتراض ہے؟" روڈ ایلبو نے اصرار کیا۔

"اور میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم اتنا اصرار کیوں کر رہے ہو۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے کی تو بات ہے۔ تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"میں اس معاملے سے متعلق ہوں اور کنگ اٹلس کا ساتھی ہوں۔ تمھارے انداز سے یوں معلوم ہو رہا ہے جیسے میں کوئی ناقابلِ اعتبار آدمی ہوں۔"

"میرا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے۔ میں کنگ اٹلس کے لیے کام کر رہا ہوں، اس لیے اس کے علاوہ کسی اور کو جواب دہ بھی نہیں ہوں۔"

میرے جواب اور اندازِ گفتگو سے شاید روڈ ایلبو کی اَنا کو ٹھیس پہنچی تھی۔ "تم مجھ سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔" اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دباتے ہوئے کہا۔ "ورنہ اس انداز میں مجھ سے گفتگو کرنے کی جرأت نہ کرتے۔"

"تم سے واقف ہونے کی مجھے کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے مسٹر روڈ ایلبو! میں ایک کام کے سلسلے میں یہاں آیا تھا اور اسے کر کے واپس چلا جاؤں گا۔"

"جو مجھے میری باتوں کا جواب دینے سے گریز کرتے ہیں وہ پچھتاتے ہیں۔" روڈ ایلبو نے ایک قدم میری طرف بڑھایا۔

میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ "تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے روڈ ایلبو۔" میں نے تنبیہی انداز میں کہا۔ "تم میرے آنجہانی باپ کے دوست ہو۔ میرے دل میں تمھارا جو احترام ہے اسے ختم کرنے کی کوشش مت کرو۔"

"تیری یہ جرأت۔" روڈ ایلبو بہت زور سے دہاڑا اور اس نے ہاتھ گھما دیا۔ میں نے تیزی سے جھک کر اس کا وار خالی دیا۔ اس کی دہاڑ سن کر اس کے کئی آدمی وہاں آ گئے تھے۔

"ہوش میں آؤ روڈ ایلبو۔" میں نے بلند آواز سے کہا۔

روڈ ایلبو کے آدمیوں نے ریوالور نکال لیے تھے۔

"میں کہتا ہوں تمھیں بتانا پڑے گا ورنہ یاد رکھو تم میرے آدمیوں کی زد پر ہو۔"

"بس انتہا ہو گئی روڈ ایلبو۔" میں نے غُصیلے لہجے میں کہا۔ "تم ایک ایسے شخص کو دھمکیاں دے رہے ہو جو دنیا کے خوفناک ایجنٹوں سے ٹکرانے کا عزم لے کر نکلا ہے۔ تمھاری اور تمھارے ان آدمیوں کی میری نظروں میں کوئی وقعت نہیں ہے۔ میں جا رہا ہوں روڈ ایلبو! اگر تم نے ہمیں روکنے کی کوشش کی تو اس کے بعد جو کچھ بھی ہو گا اس کے ذمے دار سراسر تم ہو گے... آؤ۔" روڈ ایلبو کے بعد میں نے تہذیب کو مخاطب کیا اور اس کے ساتھ چل پڑا۔ روڈ ایلبو مجھے گھورتا رہ گیا لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ میرے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ مجھ سے ان کا ایک بڑا مالی مفاد جو وابستہ تھا۔ اگر وہ گرم دماغ کا مالک نہ ہوتا تو مجھ سے اُلجھنے کی حماقت بھی نہ کرتا۔

"یہ تو اچانک بہت خراب صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی۔" اُن لوگوں سے کچھ دُور نکلنے کے بعد تہذیب نے مجھ سے کہا۔

"احمق آدمی ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ زیادہ آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے کنگ اٹلس کو جواب دہی کرنا مشکل ہو جاتا۔"

"لیکن علی، یہ تم نے کیا حرکت کی؟ ڈی نوسٹر کی باتیں کنگ اٹلس سے کہنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے تہذیب! مگر مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ ٹرانسمیٹر میں خرابی کی وجہ سے اب مزید انتظار کرنا پڑے گا۔ ورنہ اب تک ہمیں معلوم ہو چکا ہوتا کہ میرے منصوبے کا کیا نتیجہ نکلنے والا ہے۔"

"میں تو اتنا جانتی ہوں کہ تمھاری اس حرکت نے میرے ہوش اُڑا دیے ہیں۔ پتا نہیں تم نے کیا ٹھان رکھی ہے۔"

"ارے تو کیا اب مجھ پر اتنا اعتماد بھی نہیں رہا؟" میں نے خفگی سے کہا۔

"اعتبار نہ ہوتا تو خدا جانے تمھارا کیا حشر کرتی۔" تہذیب نے کہا۔ اس کی آواز سے تھکن ہویدا تھی۔ کیوں نہ ہوتی، ہم نے ایک طویل اور تھکا دینے والا سفر کیا تھا۔ خود مجھ پر بھی تھکن سوار ہونے لگی تھی اور تھکن کی بنیادی وجہ یہ بھی کہ ہمیں فی الحال کوئی کام نہیں تھا۔ رات آدھی کے قریب گزر گئی تھی۔ فضا میں خنکی پیدا ہو چلی تھی مگر ناگوار نہیں گزر رہی تھی۔ کیمپ میں چھولداریوں کے گرد ٹولیوں کی صورت میں بیٹھے ہوئے نشے بازوں پر بھی نشہ غالب آنے لگا تھا۔ جا بجا روشن الاؤ کی روشنیاں بھی مدھم ہو چلی تھیں لیکن اب بھی کہیں کہیں سے کبھی کسی ٹولی کی ہنگامہ آرائی کی آواز آ جاتی تھی۔

میں اور تہذیب ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ٹہلتے ہوئے چل رہے تھے۔ "جی چاہتا ہے کہیں سکون سے لیٹ کر سو جائیں۔" دفعتاً تہذیب نے کہا۔

"کوئی مناسب سی جگہ دیکھ کر کچھ دیر بیٹھیں گے۔" میں نے جواب دیا۔ پھر کیمپ کے سرے پر ایک جگہ دو بڑے بڑے پتھر نظر آئے اور ہم نے اس طرف رُخ کیا۔ یہاں نسبتاً زیادہ سکون تھا۔ نشے باز ٹولیاں ہم سے ذرا ہی فاصلے پر موجود تھیں مگر اب وہ دُنیا و مافیہا سے بے خبر ہو چکے تھے۔

ہم ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ تہذیب نے میرے شانے سے سر ٹکا دیا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس طلسماتی ماحول کا اُس پر کچھ زیادہ ہی اثر ہو رہا تھا۔ جب کہ میں اردگرد کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ دفعتاً میں نے ایک ٹولی میں سے دو افراد کو اٹھتے دیکھا۔ وہ دونوں نشے میں بُری طرح دُھت تھے۔ ان کے سر اور داڑھیوں کے بال لمبے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔ کپڑے بھی میلے اور بوسیدہ تھے۔ اُن میں سے ایک کے گلے میں لٹکا ہوا گٹار صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ دونوں اپنی جگہ سے اُٹھے ضرور مگر اُن کی سمجھ میں نہیں آیا کہ انھیں جانا کس طرف ہے۔ انھوں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی جیسے اپنی چھولداری تلاش کر رہے ہوں۔ پھر انھوں نے لڑکھڑاتے ہوئے ہماری طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

"ذرا انھیں دیکھو تہذیب۔" میں نے کہا۔ "نشے نے ان کی کیا حالت کر دی ہے۔ اپنی چھولداری تک بھول گئے ہیں۔"

تہذیب نے آنکھیں کھول کر ان کی طرف دیکھا مگر اس کا سر بدستور میرے شانے سے ٹکا ہوا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ "میں تمھارے علاوہ کچھ دیکھنا نہیں چاہتی علی!" تہذیب نے سرگوشی میں کہا اور اپنے دونوں بازو میرے گرد حائل کر دیے۔ میری توجہ بھی ان دونوں کی طرف سے ہٹ گئی۔

"میں کب تمھارے علاوہ کسی اور کو دیکھنا چاہتا ہوں جانم۔" میں نے اسے خود سے مزید نزدیک کرتے ہوئے کہا۔

"تو مت دیکھو نا علی! آنکھیں بند کر لو۔"

"کیسے بند کر لوں جان! ان آنکھوں سے تو تمھیں دیکھ رہا ہوں۔"

"لیکن تمھیں دیکھنے کے لیے مجھے آنکھیں کھولنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تمھارا چہرہ تو میرے تصوّر میں رچا بسا ہوا ہے۔" تہذیب کی آواز سرگوشی سے آگے نہیں بڑھ رہی تھی۔

یہ کیف آگیں لمحات خدا جانے کتنے طویل ہو جاتے لیکن ایک اور آواز نے سارا سحر توڑ دیا۔

"اِدھر دیکھو، یہ ریوالور ہے۔ تم دونوں اس کی زد میں ہو۔ جس حالت میں ہو اسی میں بیٹھے رہو۔ ذرا بھی ہلنے جُلنے کی کوشش کی تو ہم بے دریغ گولی چلا دیں گے۔"

تہذیب نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ میں بھی چونک پڑا مگر ہم دونوں میں سے کسی نے بھی اپنی جگہ سے ہلنے جُلنے کی حماقت نہیں کی تھی۔ ہم جس حالت میں تھے اسی میں ساکت ہو کر رہ گئے۔ تہذیب مجھ سے لپٹی ہوئی تھی۔ اُس کا چہرہ میرے شانے سے ٹکا ہوا تھا اور دونوں بازو میرے گرد تھے جب کہ میرا ایک ہاتھ اس کی کمر پر تھا۔ میں نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ مٹیالے اجالے میں وہی دونوں آوارہ گرد ہمارے نزدیک موجود تھے۔ اب وہ بالکل الرٹ تھے۔ اور اُن میں سے ایک بھی نشے میں معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور دبے تھے جب کہ ایک شخص کے گلے میں بدستور گٹار جھول رہا تھا۔

پھر مزید دو آدمی ہمیں اپنی طرف آتے دکھائی دیے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ بغیر کچھ کہے سُنے ہماری پُشت کی جانب آئے اور اُنھوں نے ہماری تلاشی لی لیکن ہمارے پاس اسلحے کے نام پر ایک چاقو تک نہیں تھا۔

”ٹھیک ہے۔ اب تم دونوں کھڑے ہو جاؤ۔“ ہمیں حکم دیا گیا اور ہم کھڑے ہو گئے۔

”اپنے ہاتھ بلند کر لو اور اس طرف چلنا شروع کر دو، خیال رہے کہ تم چار ریوالوروں کی زد میں ہو۔“

ہم نے خاموشی سے چلنا شروع کر دیا۔ میرے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ ایک لمحے کی غفلت بھی مجھے راس نہیں آتی تھی۔ وہ لوگ ہمیں کیمپ کی مخالف سمت میں لیے جا رہے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ میری طرح تہذیب کے ذہن میں بھی یہی سوال چکرا رہا ہو گا کہ ہمیں اغوا کرنے والے کون لوگ ہیں۔ کیا روڈ ایلبو کے آدمی؟

ممکن ہے تہذیب کے ذہن میں یہی سوال جڑ پکڑ گیا ہو مگر مجھے یقین تھا کہ روڈ ایلبو ہمارے ساتھ اس حد تک نہیں جا سکتا تھا۔ تو پھر وہ لوگ کون تھے؟ یقیناً ان کا تعلق کسی ایسی ہی پارٹی سے رہا ہو گا جو فارمولوں کے چکر میں تھے۔

ہم اندھیرے میں چلتے رہے مگر اس اندھیرے سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں تھا۔ عقب سے ہم پر ٹارچ کی روشنی مستقل پڑ رہی تھی۔

ہمارا سفر آدھے گھنٹے سے زیادہ جاری نہیں رہا۔ اختتام ایک فارم ہاؤس پر ہوا تھا جو بظاہر متروک معلوم ہوتا تھا۔ ایک شخص نے اندر داخل ہو کر موم بتی روشن کر دی جو غالباً پہلے سے وہاں موجود رہی ہو گی۔ اس کے بعد مجھے اور تہذیب کو بھی اندر لے جایا گیا۔

”تم دونوں یہاں بیٹھ جاؤ۔“ ایک شخص نے بھوسے کے ڈھیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور ہم دونوں نے چُپ چاپ اس کے حکم کی تعمیل کی۔

”اب یہ بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو؟“ اس شخص نے ہمیں گھورتے ہوئے کہا۔

”کیا یہی پوچھنے کے لیے یہاں لائے تھے؟“ میں نے بڑی معصومیت سے سوال کیا۔

”اب اگر ایک بھی فاضل لفظ زبان سے نکلا تو بے دریغ گولی مار دوں گا۔“ اس نے سفاکی سے کہا۔ ”جو پوچھا جائے صرف اُس کا جواب دو۔“

میرا خون کھول کر رہ گیا مگر ہماری طرف دو ریوالور اُٹھے ہوئے تھے اور دونوں ریوالور بردار نہ صرف مجھ سے فاصلے پر تھے بلکہ وہ مختلف سمتوں میں تھے۔ میں اگر ایک پر حملہ کرتا تو اتنی دیر میں دوسرا گولی چلا دیتا۔ اور پھر بقیہ دونوں افراد بھی مسلح تھے۔ یہ اور بات تھی کہ انھوں نے اپنے ریوالور جیبوں میں ڈال لیے تھے مگر کسی بھی وقت ریوالور اُن کی جیبوں سے برآمد ہو سکتے تھے۔

میں نے خون کا گھونٹ پی کر ایک طویل سانس لی اور تہذیب کی طرف دیکھا۔ وہ میرا اشارہ سمجھ گئی اور اس نے آنجہانی فیریکس والی کہانی شروع کر دی۔ کنگ اٹلس کے کیمپ میں ہم پر ہونے والے حملے پر اُس نے اپنی کہانی ختم کر دی۔

”پھر کیا ہوا؟“ تہذیب کے خاموش ہونے پر اس شخص نے پوچھا۔ اس نے بڑی توجہ سے تہذیب کی باتیں سُنی تھیں۔

”کنگ اٹلس کو پتا چلا کہ ہم اس کے آنجہانی دوست کی اولاد ہیں تو اس نے ہماری بہت پذیرائی کی۔“ تہذیب نے کہا۔

”اور یہاں کس خوشی میں بھیج دیا؟“ اس شخص نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”وہ ہماری بہتری کا خواہاں تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اِدھر اُدھر بھٹکنے سے بہتر ہے کہ ہم کوئی مستقل کام کر لیں اور یہ کہ اس مقصد کے لیے روڈ ایلبو زیادہ بہتر رہے گا۔ یہاں ہمارے لیے زیادہ امکانات ہیں۔“

”ویسے تم لوگوں کا پیشہ کیا ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”غلط بیانی کرنے سے کیا فائدہ۔“ میں نے تیزی سے کہا۔ ”ہم کوئی اچھے لوگ نہیں ہیں۔ حصولِ دولت کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔“

”یہاں آتے ہوئے پہاڑی راستے پر تمھارا کسی سے تصادم ہوا تھا؟“

”ہاں۔“ میں نے چونک کر کہا۔ ”لیکن تمھیں کیسے معلوم ہوا؟“ میرے لہجے میں ستائش آمیز حیرت تھی۔

”وہ جدید ہتھیاروں سے لیس تھے اور ان کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔“ اس نے کہا۔ ”اس کے بعد تم پر ہیلی کاپٹر سے بھی حملہ ہوا۔“

”تمھاری معلومات حیرت انگیز اور قابلِ رشک ہیں۔“ میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا پھر دفعتاً چونکتے ہوئے کہا۔ ”تمھارا تعلق خفیہ پولیس سے تو نہیں ہے؟“

”بچوں جیسی باتیں مت کرو۔“ اس نے مُنہ بگاڑ کر کہا۔

”کیا پولیس والے ہماری طرح ہوتے ہیں؟“

”میں نے سُنا ہے خفیہ پولیس والے کسی بھی حلیے میں ہو سکتے ہیں۔“ میں نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

”نہیں، ہمارا تعلق پولیس سے نہیں ہے لیکن تم لوگ اتنے بھولے تو نہیں ہو سکتے جتنا ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔“

”میں بہت خطرناک آدمی ہوں مسٹر!“ میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ ”یہ ریوالور ہٹاؤ، پھر بتاؤں گا کہ میں کتنا بھولا ہوں۔ تم نے ہمیں دھوکے سے گھیرا ہے ورنہ تمھیں بھی مزہ ہی آجاتا۔“

”مجھے معلوم ہے تم دونوں نے جتنے افراد کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے، وہ معمولی آدمیوں کا کام نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ بہترین تربیت یافتہ لوگ تھے۔“

”ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کون تھے۔ بس انھوں نے ہم پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔ وہ تو اچھا ہوا کہ کنگ انکل نے ہمیں ہتھیار فراہم کر دیے تھے ورنہ ہم تو مارے ہی گئے ہوتے۔“

”کنگ نے کسی خاص وجہ سے ہی تمھیں یہاں بھیجا ہو گا؟“

”سب کچھ تو بتا دیا ہے۔“ میں نے بے بسی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”یہ تو وہی جانیں۔“ میں نے بے پروائی سے کہا۔ ”ظاہر ہے وہ ہمارا بُرا تو سوچ نہیں سکتے۔“

”تو روڈ ایلبو سے تمھاری ملاقات ہو چکی ہے؟“

”ہاں۔“ تہذیب نے کہا۔

”اس نے تمھیں کیا کام سونپا؟“

”اس کا کہنا ہے کہ وہ ہمارے لیے کچھ سوچے گا۔ اس وقت تک ہم اس کے مہمان رہیں گے۔“ تہذیب نے کہا۔

اس شخص کی آنکھیں ہم پر مرکوز تھیں مگر وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ چند لمحے بعد اس نے کہا۔ ”میں تمھاری بات پر کس حد تک یقین کروں؟“

”ہم نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا ہے۔“ میں نے کہا۔ ”جھوٹ بولنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہ تھی، نہ ہے۔ بس ایک خوف ہے کہ کہیں آپ کا تعلق پولیس سے نہ ہو۔“

”بس بہت ہو گیا۔“ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”میں تم لوگوں کو آخری موقع دے رہا ہوں۔ اپنی یہاں آمد کا مقصد بیان کر دو۔“

جن کی کہانیاں آنکھوں سے نہیں دلوں سے پڑھی جاتی ہیں اُن کی بہترین کہانیوں کا دوسرا مجموعہ شائع ہو گیا ہے

محی الدین نواب

محی الدین نواب کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ ”ایمان کا سفر“ بھی دستیاب ہے

قیمت ۱۰۰ روپے

ڈاک خرچ: ۱۶ روپے

ملنے کا پتہ

کتابیات پبلی کیشنز، پوسٹ بکس ۲۸۳ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئے کہا۔ "اب مسٹر روڈ ایلبو کوئی کام سونپیں گے تبھی تو پتا چلے گا۔"

"ہمیں شبہ ہے کہ تم لوگ فارمولوں کے چکر میں ہو۔" وہ غرایا۔

"فارمولوں کے چکر میں!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"براہ کرم وضاحت سے گفتگو کرو تاکہ ہم بھی وضاحت سے جواب دے سکیں۔"

"میں زیادہ رعایت برتنے کا قائل نہیں ہوں۔" اس شخص نے سفاکی سے کہا۔ "اگر تم سے اس سلسلے میں کام لیا جا رہا ہے تو بتا دو۔"

"کچھ سمجھ میں آئے تو بتائیں بھی، معلوم نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"چونکہ ہمیں شبہ ہے کہ تم فارمولوں کے چکر میں کام کر رہے ہو اس لیے تمھیں زندہ نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ہمیں ایسے کسی بھی شخص کی زندگی منظور نہیں ہے جو فارمولوں کی تلاش میں ہو۔" اس نے کہا۔ "لیکن اگر تم یہ اعتراف کر لو کہ تم اسی سلسلے میں کام کر رہے ہو تو تمھاری جان بچنے کا امکان ہے۔"

"ایک لفظ بھی پلے نہیں پڑ رہا۔" میں نے اپنے لہجے میں بے چارگی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ہم تمھیں واپس چلا جانے دیں گے لیکن اس کے بعد تم بظاہر اُن لوگوں کے ساتھ مگر درحقیقت ہمارے لیے کام کرو گے۔"

"جان بچانے کے لیے تو کسی بات کا بھی اعتراف کیا جا سکتا ہے۔" میں نے اس انداز میں کہا جیسے زندگی سے بالکل ہی مایوس ہو گیا ہوں۔

"نہیں۔" وہ درندگی سے ہنسا۔ "صرف اعتراف کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ تمھیں فارمولوں کے بارے میں تفصیل سے بتانا ہو گا۔"

"تب تو ہم مارے گئے۔ ہمیں جس چیز کے بارے میں کچھ علم ہی نہیں ہے اس کے بارے میں تفصیل کیا خاک بتائیں گے۔"

"اگر نہیں بتاؤ گے تو یقیناً مارے جاؤ گے۔" اس نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رُخ میری طرف کر دیا۔ "میں صرف تین تک گنتی گنوں گا۔ اس دوران اگر تم زبان کھولنے کا فیصلہ کر لو گے تو تمھاری زندگی بچ جائے گی ورنہ نہیں۔"

"میری بات تو سنو۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہلنے جلنے کی کوشش کی تو اپنی زندگی کا عرصہ اور مختصر کر لو گے۔" اس نے خوف ناک انداز میں کہا۔ "ایک..." اُس نے گنتی شروع کر دی۔

تہذیب ساکت وصامت بیٹھی تھی۔ میرے ہوش اُڑے ہوئے تھے۔ اس شخص کا انداز بتا رہا تھا کہ جو کچھ اس نے کہا ہے، اس پر عمل کر گزرے گا۔ یوں بے بسی سے مر جانا مجھے ہرگز گوارا نہیں تھا مگر مشکل یہ تھی کہ کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں تھا۔ دونوں ریوالور بردار پوری طرح چوکس نظر آ رہے تھے اور اب تو اس شخص کے ہاتھ میں بھی ریوالور تھا جو ہم سے گفتگو کرتا رہا تھا اور اُن لوگوں کا لیڈر معلوم ہوتا تھا۔

"دو..." لیڈر نے گنتی آگے بڑھائی اور اس کے ساتھ ہی اس کا ریوالور والا ہاتھ ذرا سا بلند ہوا۔

میری اضطرابی کیفیت میں اضافہ ہو گیا۔ وقت بالکل بھی نہیں تھا اور مجھے جو کچھ بھی کرنا تھا فوراً کرنا تھا ورنہ میں اور تہذیب ہاتھ پیر ہلائے بغیر ہی مارے جاتے لیکن سوال یہ تھا کہ میں کیا کرتا؟ اگر تنہا ہوتا تو لیڈر پر ہی حملہ کر بیٹھتا۔ وہ میرے سامنے بھی تھا اور مجھ سے نزدیک ترین بھی وہی تھا۔ اگر میں پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے لپٹ جاتا تو ایک طرف تو اس کے اپنے ریوالور سے محفوظ رہ سکتا تھا، دوسرے اس کے ساتھی بھی گولی نہ چلا پاتے۔ اس لیے کہ اس صورت میں گولی ان کے لیڈر کو بھی لگ سکتی تھی۔ لیکن خطرہ یہ تھا کہ اگر میں لیڈر پر حملہ کرتا تو اس کے ساتھی تہذیب پر فائرنگ شروع کر دیتے۔

"تین..." لیڈر نے گنتی پوری کر دی اور اس کے ساتھ ہی اس کا ریوالور والا ہاتھ پوری طرح بلند ہو گیا۔ ریوالور کا رُخ اب فارم ہاؤس کی چھت کی طرف تھا۔ ٹرائیگر پر اُس کی اُنگلی کا دباؤ بڑھ گیا تھا۔

اس دلچسپ ترین کہانی کے بقیہ واقعات آٹھویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجاہد

آٹھواں حصہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آتش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جانباز کی داستان

انسانی زندگی واقعات کا ایک عجائب خانہ ہے۔ جس طرح ایک چنگاری کبھی کبھی خرمن کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے، اُسی طرح کوئی معمولی سا واقعہ بھی کسی کی زندگی کا نقشہ تبدیل کر دیتا ہے، سوچ کے زاویے بدل دیتا ہے۔

میں پلک جھپکائے بغیر اسے گھور رہا تھا۔ میں نے اپنی سانسیں تک روک لی تھیں اور میرے جسم کے سارے عضلات تن گئے تھے۔ امکان یہی تھا کہ پہلے وہ مجھ پر فائر کرے گا اس کے بعد تہذیب کا نمبر آئے گا۔ زندگی بچانے کے لیے مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ اس طرح خاموشی سے ہاتھ پیر ہلائے بغیر مر جانا میں کیسے گوارا کر سکتا تھا۔

لیڈر کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور ریوالور والا ہاتھ نیچے کی طرف آ رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ جیسے ہی ریوالور کی نال کے نشانے پر میرا سر آئے گا، وہ ٹرائیگر دبا دے گا مجھے اسی لمحے کا انتظار تھا۔ اس وقت مجھے انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کرنا تھا۔ ریوالور سے نکلی ہوئی گولی سے بچنا ایک ناممکن سا کام ہے مگر مجھے اس کی کوشش تو بہرحال کرنی تھی۔ یہ میری صلاحیتوں کے امتحان کا وقت تھا۔ مجھے بھوسے کے ڈھیر پر عین اس وقت لوٹ لگانا تھی جب وہ ٹرائیگر پر دباؤ ڈال رہا ہو۔ بھوسے کا وہ ڈھیر جو میرے تیزی سے حرکت کرنے کی راہ میں مزاحم تھا۔ اگر ایک بار میں اس کی گولی سے بچ جاتا تو پھر میں رُکنے والا نہیں تھا۔ ایک لوٹ لگانے کے بعد دوسری لوٹ مجھے اس ڈھیر سے باہر لے جاتی۔ اس کے بعد میں اپنی مکمل پھرتی کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔ قسمت نے یاوری کی تو ان میں سے کسی ایک کو تو لے ہی بیٹھوں گا ورنہ اللہ مالک ہے۔ کوشش سے زیادہ میں اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

لیڈر کا ہاتھ سامنے آ گیا اور عین اس وقت جب ریوالور کا رُخ میرے بالوں کی طرف رہا ہوگا، میں نے بھوسے کے ڈھیر پر لوٹ لگا دی۔ ایک فائر ہوا، گولی میرے نہیں لگی تھی۔ میں بالکل محفوظ رہا تھا۔ اس ایکشن میں میں نے دوسری بار لوٹ لگائی۔ دوسرے فائر کی آواز آئی مگر میں اب بھی محفوظ تھا۔ نہ صرف محفوظ بلکہ بھوسے کے ڈھیر سے بھی نکل چکا تھا۔ اب میرے نیچے پختہ زمین تھی۔

لگاتار تیسرا فائر ہوا مگر میں اپنی جگہ تھا ہی کب، میں تو قلابازی کھا کر وہ جگہ بھی چھوڑ چکا تھا۔ نہ صرف میں نے جگہ چھوڑی تھی بلکہ بڑی سُرعت سے کھڑے ہو کر اس جگہ چھلانگ بھی لگا دی تھی جہاں لیڈر کھڑا ہوا تھا۔ میرے جسم میں بجلی سی کوند رہی تھی۔ اس وقت صرف میرا دماغ اور جسم متحرک تھا۔ جسمانی حرکات میرے دماغ سے پوری طرح ہم آہنگ تھیں لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ معاملہ آنکھوں کا تھا بھی نہیں۔ یہ تو اندازوں کا کھیل تھا۔ اندازے اور پھرتی کا۔ جو فریق اس میں سبقت لے جاتا اُسی کی کامیابی کے امکانات روشن ہو جاتے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے یقین تھا کہ مجھ سے اندازوں کی غلطی نہیں ہوئی تھی۔ ہوئی بھی نہیں چاہیے تھی۔ اس لیے کہ میری تو تربیت ہی اس انداز میں ہوئی تھی کہ کسی بھی آڑے ترچھے وقت کہیں بھی اندازے کی غلطی ممکن نہ ہو لیکن اس وقت مجھے شدید ترین دھچکا لگا جب میں اپنے ہدف سے نہیں ٹکرایا۔ میں فضا میں اڑتا ہوا زمین پر جا گرا۔ میرے ہوش اڑ گئے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ مجھ سے ایسی بھیانک غلطی سرزد ہو چکی ہے۔ اس قسم کے مقابلوں میں ذراسی غلطی کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ ایک غلطی کا مطلب یقینی شکست ہوتا ہے۔

زمین سے ٹکراتے ہی میں نے تیزی سے کروٹوں پر کروٹیں بدلیں تاکہ آسانی سے کسی فائر کی زد میں نہ آؤں لیکن میری سماعت سے کوئی دھماکا نہیں ٹکرایا۔ مجھ پر کوئی فائر نہیں کیا گیا۔ یہ ایک حیران کن بات تھی۔ کیا ان لوگوں نے اپنی پوزیشنیں تبدیل کر لی تھیں۔

لیکن دفعتاً میرا جسم کسی سے ٹکرایا اور میں نے اُسے جکڑ لیا۔ جو ہاتھ آجائے وہی غنیمت ہے۔ مگر یہ کیا...؟ وہ تو ایک بے جان جسم تھا۔ اور پھر اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ فارم ہاؤس میں کچھ اور لوگ بھی موجود ہیں۔ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس سارے عمل میں بمشکل تین سیکنڈ لگے ہوں گے۔

"واہ! تم نے تو کمال کر دیا" ان کچھ اور لوگوں میں سے ایک نے کہا۔ "تم نے بے مثال پھرتی کا مظاہرہ کیا ہے۔"

اُن کی تعداد چھ تھی اور وہ دروازے کے نزدیک ہی کھڑے تھے۔ سب کے سب مسلح تھے مگر میری طرف کسی کے ریوالور کا بھی رُخ نہیں تھا۔ میں نے فارم ہاؤس پر نگاہ دوڑائی۔ وہ تینوں افراد جنھوں نے مجھے اور تہذیب کو ریوالور کی زد پر لے رکھا تھا اب زمین پر مُردہ پڑے تھے۔ تینوں کے سر سے خون بہہ رہا تھا جب کہ چوتھا شخص خوف زدہ انداز میں ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ میں حیران رہ گیا۔ گویا مجھ پر ایک فائر بھی نہیں کیا گیا تھا۔ وہ تینوں فائر جن کی آوازیں میں نے سُنی تھیں، ان نئے آنے والوں نے کیے تھے جس کا ثبوت وہ تینوں افراد تھے جو مر چکے تھے۔

تہذیب اپنی جگہ سے اٹھ کر میری طرف لپکی "تم ٹھیک تو ہو نا؟" اس نے مضطربانہ انداز میں مجھ سے پوچھا۔

"ہاں، میرے تو خراش تک نہیں آئی" میں نے کہا۔ "لیکن یہ ہمارے ان دوستوں کی مہربانی کی وجہ سے ہوا۔ تم کون ہو۔"

"روڈ ایلبو کے آدمی"۔ اُن میں سے ایک نے کہا "اس نے ہمیں تمھاری حفاظت پر مامور کیا تھا"۔

"اوہ! میں تو شروع میں یہ سمجھی تھی...!"

"مجھے معلوم ہے" میں نے ہنس کر کہا "نہیں، روڈ ایلبو ہمارے خلاف کوئی بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا تھا"۔

"ہمیں افسوس ہے کہ ہماری ذراسی تاخیر سے تمھیں ذہنی کوفت اور جسمانی کرب اٹھانا پڑا لیکن یہ تاخیر بے سبب نہیں تھی۔ ہم اطراف کا [illegible] رہ لینے لگے تھے کہ کہیں یہاں ان لوگوں کے اور [illegible] تو نہیں ہیں۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ تمھاری جان لینے پر ہی تل جائیں گے لیکن تمھاری جس پھرتی کا مظاہرہ ہم نے دیکھا ہے، اس کے پیش نظر ہمیں یقین ہے کہ کم از کم یہ لوگ تمھیں تو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے تھے"۔

"میں تمھارا شکر گزار ہوں دوستو۔ تمھاری آمد کی وجہ سے میں بڑی دشواریوں سے بچ گیا۔ کیا عجب کہ میں کسی گولی کی زد میں آ ہی جاتا"۔

"یہ ہماری ذمے داری تھی۔ اگر تمھیں کچھ ہو جاتا تو روڈ ایلبو ہماری کھالیں تک اُتار لیتا۔ اب چلو، روڈ ایلبو تشویش میں مبتلا ہو گیا ہو گا"۔

"چلو" میں نے کہا "لیکن اس کا کیا کرو گے؟" میں نے اُس چوتھے شخص کی طرف اشارہ کیا جو ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔

"اسے بھی اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دیتے ہیں" روڈ ایلبو کے آدمی نے جواب دیا اور ریوالور کے ٹرائیگر پر اس کی اُنگلی کا دباؤ بڑھ گیا۔

"نہیں، اسے مارنا مت..." میں نے بوکھلا کر کہا لیکن اس سے پہلے ہی وہ فائر کر چکا تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ہمیں اغواء کرنے والوں کا آخری آدمی زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔

"ہم خواہ مخواہ اپنے لیے کوئی مصیبت مول نہیں لے سکتے۔ اسے مار دینا ہی بہتر تھا"۔

"اس کی زندگی ہمارے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتی تھی۔ ہم اس سے قیمتی معلومات حاصل کرتے"۔

"ہمارے پاس ایسی کوئی ہدایت نہ تھی" اس شخص نے بے پروائی سے جواب دیا "ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ تم محفوظ رہو اور تم محفوظ ہو"۔

میں اسے گھور کر رہ گیا۔ اس کے علاوہ میں کر بھی کیا سکتا تھا۔

"چھوڑو علی" تہذیب نے سرگوشی کی "ان لوگوں سے اُلجھنا فضول ہے۔ یہ تو حکم کے غلام ہیں"۔

چند ہی لمحے بعد میں اور تہذیب روڈ ایلبو کے آدمیوں کے ساتھ واپس روانہ ہو رہے تھے۔ مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ حملہ آوروں کا ایک آدمی قید میں آنے کے باوجود یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ہم پر اس طرح حملہ کرنے والے کون لوگ تھے؟ روڈ ایلبو کے آدمیوں نے جلد بازی کا مظاہرہ کر کے کام بگاڑ دیا تھا۔

ہماری واپسی پیدل ہی ہوئی تھی۔ اندھیرے راستوں پر بغیر کسی روشنی کے ہم نے ان کے ساتھ سفر کیا۔ اُن لوگوں کے پاس ٹارچیں موجود تھیں مگر انھوں نے روشن نہیں کیں۔ شاید احتیاط کے پیشِ نظر ایسا کیا گیا تھا۔

واپسی کا سفر شاید آدھے گھنٹے سے کچھ زیادہ عرصے پر محیط تھا۔ دورانِ سفر مکمل طور پر خاموشی چھائی رہی تھی۔ کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ پھر روڈ ایلبو کے کیمپ میں پہنچتے ہی ہمیں روڈ ایلبو کے روبرو لے جایا گیا۔ ہمیں دیکھتے ہی روڈ ایلبو مضطربانہ انداز میں ہماری طرف جھپٹا۔

"تم لوگ خیریت سے ہو نا؟" اس نے تشویشناک لہجے میں پوچھا۔

"اب تک تو خیریت سے ہیں لیکن آئندہ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تم تو کہہ رہے تھے تمھارا کیمپ بالکل محفوظ ہے؟"

"اوہ! ہاں، میں نے کہا تھا، مگر دیکھو نا کسی کے ماتھے پر تو لکھا نہیں ہوتا۔ یہ تو ایک کیمپ ہے، ہر قسم کا آدمی یہاں آسکتا ہے لیکن میں نے حفاظت کا پورا بندوبست کر رکھا ہے"۔

"میرا خیال تھا کہ اس تلخ کلامی کے بعد شاید غصے میں تم نے ہمیں اغواء کرا لیا ہے" تہذیب بولی۔

روڈ ایلبو ہنسنے لگا "مجھے یہ خطرہ بھی تھا کہ کہیں تم میری طرف سے بدگمان نہ ہو جاؤ۔ دراصل کبھی کبھار مجھے بلا وجہ ہی غصہ آجاتا ہے جو بہرحال زیادہ دیر برقرار نہیں رہتا"۔

"ٹرانسمیٹر ٹھیک ہوا؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہاں، ٹرانسمیٹر کی خرابی دُور کر لی گئی ہے اور میں کنگ اٹلس سے بات بھی کر چکا ہوں۔ وہ تم سے گفتگو کرنے کے لیے بہت مضطرب ہے"۔

"تو دیر کیوں کر رہے ہو، اس سے بات کراؤ نا" میں نے کہا۔

"ابھی لو" روڈ ایلبو نے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور چند ہی لمحوں کے اندر میں نے ٹرانسمیٹر سے کنگ اٹلس کی آواز آتے سُنی۔

"ہیلو کنگ اٹلس" میں نے آگے بڑھ کر کہا "اس وقت رابطہ ٹوٹنے کے باعث ہماری گفتگو نامکمل رہ گئی تھی۔"

"روڈ ایلبو نے بتایا تھا کہ چند نامعلوم لوگوں [illegible] کو اغواء کر لیا ہے۔ میں بہت پریشان تھا"۔

"پرانی بات ہوئی کنگ" [illegible] روڈ ایلبو کے آدمی الرٹ تھے۔ انھوں [illegible] ہار رلیا ہے"۔

"بہت محتاط [illegible] ضرورت ہے۔ اس مشن کی کامیابی کے لیے ہم نے تمام تر امیدیں تمھی سے وابستہ کر رکھی ہیں۔ تمھیں اگر کوئی نقصان پہنچا تو اس سے بڑا نقصان ہمیں پہنچے گا"۔

"ہمیں اس بات کا احساس ہے کنگ لیکن دشمن بہت چالاک ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم پر حاوی نہیں ہو پاتا"۔

"شاید تم ڈی فوسٹر کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے؟" کنگ کی آواز آئی۔

"ہاں، اُسے شبہ ہے کہ تم ہاروت رابیل کی کسی بڑی پیشکش پر فارمولوں سمیت ڈی فوسٹر کو اس کے حوالے کر دینے پر تیار ہو گئے ہو"۔

"کیا تمھیں اُس کی اس بات پر یقین آگیا؟" کنگ اٹلس نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم لیکن اُس نے بڑے دوٹوک انداز میں یہ بات کہی ہے۔ غالباً کوئی شخص تم سے ملا تھا جو ہاروت رابیل کا آدمی ہے۔ ڈی فوسٹر نے اسے دیکھ لیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ تمھاری اور روڈ ایلبو کی گفتگو سُننے میں بھی کامیاب ہو گیا تھا۔ اس لیے اُسے یقین ہے کہ تم لوگ اسے فارمولے فروخت نہیں کرنے دو گے"۔

"یہ تو بڑی تشویشناک بات ہے۔ حالاں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہاروت رابیل کے ایجنٹ ہمارے پاس پہنچے ضرور تھے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ فارمولے تو مُنہ مانگی قیمت پر ہی فروخت کیے جائیں گے، اگر ہاروت رابیل مطلوبہ رقم ادا کر دیتا ہے تو فارمولے اُسی کو فروخت کر دینے میں کیا حرج ہے"۔

"بات اس حد تک ہو تو ٹھیک ہے لیکن اُسے خدشہ ہے کہ تم لوگ اسے بھی ہاروت رابیل کے حوالے کر دو گے"۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہرگز نہیں، یہ اس کی غلط فہمی ہے۔ لیکن اب ہو گا کیا! اگر وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو ہی گیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ تم لوگوں سے تعاون نہیں کرے گا۔"

"آپ نے اس کام کے لیے ہم پر اعتماد کیا ہے مسٹر کنگ! اور یہ صرف آپ کی محبت ہی تھی کہ آپ نے ہمیں اس کے لیے ایک بڑے معاوضے کی پیش کش بھی کی۔ اب ہمیں اس سے غرض نہیں ہے کہ معاوضہ ہمیں ملتا ہے یا نہیں لیکن ہماری نظر میں آپ کے اس خلوص کی جو قدر و قیمت ہے آپ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اسی لیے ہم نے ڈی فوسٹر پر اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دیں۔ آپ نے ایک بات پر غور نہیں کیا مسٹر کنگ!" میں نے کہا۔ "اسے معلوم تھا کہ آپ نے ہمیں اس کے پاس بھیجا ہے اس کے باوجود بھی اس نے ہمیں وہ باتیں بتا دیں جنھیں اب تک چھپاتا آیا تھا۔"

"اوہ ہاں، واقعی یہ بات غور طلب ہے۔" کنگ کی آواز آئی۔ "مجھے بتاؤ کہ تم نے اس سے یہ ساری باتیں کیسے اُگلوالیں؟"

"یہی تو کمال ہے مسٹر کنگ! ہم نے اُسے نہ صرف خود پر اعتماد کرنے کے لیے مجبور کر دیا بلکہ فارمولوں کی فروخت کے سلسلے میں اس نے ہمیں ایک پیش کش بھی کی ہے۔"

"کیا پیش کش کی ہے؟" کنگ اٹلس کی آواز میں حیرتوں کا سمندر لہریں لے رہا تھا۔

"اس نے ہماری خدمات اپنے لیے طلب کی ہیں۔ اگر ہم فارمولوں کی فروخت میں اس کی مدد کریں تو وہ ہمیں حاصل شدہ رقم کا پچاس فیصد دینے کو تیار ہے۔"

"اور تم یہ بات مجھے بتا رہے ہو؟" کنگ اٹلس کی آواز میں ناقابلِ یقین حیرت تھی۔

"ظاہر ہے مسٹر کنگ! ہم آپ کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ڈی فوسٹر سے ملاقات کی روداد آپ کے گوش گزار کرنا ہم پر لازم ہے۔"

"لیکن اس کی پیش کش بڑی شاندار ہے۔ اسے قبول کر لینے میں کیا حرج ہے۔"

"آپ کی بات میرے لیے سخت تکلیف دہ ہے مسٹر کنگ! ہمارا آپ سے کاروباری تعلق بعد میں ہے۔ آپ ہمارے آنجہانی والد کے دوست ہیں۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ کبھی ہماری وجہ سے آپ کے کسی مفاد پر ضرب پڑے، آپ کے مُنہ سے ایسی بات سن کر مجھے بہت افسوس ہوا ہے مسٹر کنگ!"

"اوہ، مجھے معاف کر دینا میرے بچے! مجھے واقعی ایسی بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔ مجھے خیال نہیں رہا تھا کہ تم لوگ ایک اصول پرست شخص کی اولاد ہو۔ تم لوگوں کو بھی اسی کی طرح اصول پرست ہونا چاہیے۔ دراصل میرا تعلق جس کاروبار سے ہے، وہاں اخلاقی اصول بالکل بھی نہیں چلتے۔ دولت ہی سب سے بڑا اصول ہے۔"

"ہمارے بارے میں آپ اس انداز میں کبھی مت سوچیے گا مسٹر کنگ۔ بے شک، ہم بھی پیسے کو اہمیت دیتے ہیں، دولت کی ہمارے لیے بھی بہت اہمیت ہے لیکن اتنی زیادہ نہیں کہ اُس کی خاطر ہم اپنوں کو کوئی نقصان پہنچا دیں۔ دولت تو قطعی ثانوی چیز ہے مسٹر کنگ! اور پھر ہمیں اتنی دولت کا کرنا بھی کیا ہے؟"

"میں پہلے ہی معذرت کر چکا ہوں۔" کنگ نے ہنس کر کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے تم نے کیا سوچا ہے؟"

"آپ تجربے کار اور جہاں دیدہ آدمی ہیں مسٹر کنگ! اگر آپ کے ذہن میں کوئی تجویز ہے تو میں اُس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن اگر آپ یہ معاملہ ہم دونوں پر چھوڑنا چاہتے ہیں تو ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم ہر قیمت پر ڈی فوسٹر سے فارمولے حاصل کر لیں گے۔"

"تمھارا جہاں دیدہ اور تجربے کار انکل اگر خود کچھ کر سکتا تو اُس نے تمھاری خدمات ہرگز حاصل نہ کی ہوتیں۔ یہ بہت بڑا معاملہ ہے اور میرے بس سے باہر ہے۔ مجھے ایسے معاملات کا ذرا بھی تجربہ نہیں ہے۔ اس لیے میں اس پیچیدہ صورتِ حال سے نمٹنے کی ساری ذمے داری تمھیں سونپتا ہوں۔"

"اس اعتماد کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں کنگ! لیکن پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کیا ہاروت رابیل کے ایجنٹوں نے واقعی آپ سے رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ہاروت رابیل کے ایجنٹوں سے ہماری ملاقات ضرور ہوئی ہے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" "میں چاہتا ہوں کہ پہلے فارمولوں کی قیمت کا تعین ہو جائے تاکہ ہم ہاروت رابیل سے اس سے بھی بڑی رقم کا مطالبہ کر سکیں۔ اگر وہ ہمیں فارمولوں کی مُنہ مانگی قیمت ادا کرنے پر تیار ہو جائے تو ہم فارمولے اس کے حوالے کر دیں گے۔ بہ صورتِ دیگر جو پارٹی بھی زیادہ ادائیگی کرے گی، فارمولے اسی کو دیے جائیں گے۔"

"آپ کی تجویز نہایت معقول ہے مسٹر کنگ لیکن اس کے لیے فارمولوں کا ہمارے قبضے میں ہونا بہت ضروری ہے۔"

"بالکل! میرے کہنے کا مطلب بھی یہی تھا بغیر فارمولوں کے تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

"اس مقصد کے لیے ہم نے ایک منصوبہ بنایا ہے۔ جسے آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ جو فیصلہ بھی کریں گے ہمیں منظور ہو گا۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، یہ تمھاری فیلڈ ہے۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ تم ڈی فوسٹر سے فارمولے کس طرح حاصل کرتے ہو۔ مجھے تو بس وہ فارمولے چاہئیں۔"

"اس کے باوجود میں یہی چاہوں گا کہ آپ کو نہ صرف اپنے منصوبے سے آگاہ کر دوں بلکہ اس پر آپ سے منظوری بھی لے لوں۔"

"اگر تم اس پر مُصر ہو تو یوں ہی سہی۔ بتاؤ، میں سُن رہا ہوں۔"

"مسٹر کنگ۔" میں نے نپے تُلے انداز میں کہا۔ "ہم ڈی فوسٹر کو لے کر یہاں سے فرار ہونا چاہتے ہیں۔"

"کیا؟" ٹرانسمیٹر سے کنگ اٹلس کی متحیرانہ آواز سُنائی دی۔ مجھے یقین تھا کہ مارے حیرت کے اس کا مُنہ کُھل گیا ہو گا۔

"جی ہاں۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "ہم نے جو منصوبہ بنایا ہے اس کے لیے یہ فرار بہت ضروری ہو گا۔"

"کیا تم مجھے اس منصوبے سے تفصیلی طور پر آگاہ کرنا پسند کرو گے؟" کنگ اٹلس کی آواز میں اضطراب تھا۔

"ہمارے فرار کا ڈراما اس طرح کھیلا جائے گا کہ اس پر مصنوعی ہونے کا گمان بھی نہ ہو۔ ورنہ سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ مسٹر روڈ ڈابلیو اس فرار کے انتظامات کریں گے۔ فرار ہوتے وقت ہمارا تعاقب بھی کیا جائے گا اور ہم پر فائرنگ بھی کی جائے گی۔ اس مصنوعی مقابلے کے بعد ہم ڈی فوسٹر کو لے کر یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔"

"اوہو، یعنی اس طرح تم اس کا اعتماد حاصل کرنا چاہتے ہو تاکہ اس سے فارمولے حاصل کر سکو۔"

"ہم اس کا اعتماد ضرور حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن اس سے فارمولے حاصل کرنا اتنا آسان نہیں ہو گا۔ ہم ڈی فوسٹر کو یہاں سے فرار کر کے ہمبرگ لے جائیں گے اور وہاں جس جگہ قیام کریں گے اس سے آپ کو مطلع کر دیں گے۔ اس کے بعد آپ کے ذریعے کچھ نقلی گاہک مہیا کیے جائیں گے۔ یہ گاہک فارمولوں کی مُنہ مانگی قیمت ادا کرنے پر تیار ہوں گے چنانچہ سودا ہو جائے گا، فارمولے ہاتھ آ جائیں گے اور ادائیگی بھی ہو جائے گی لیکن آپ کو علم ہے کہ یہ لوگ کون ہوں گے اور رقم کہاں جائے گی؟"

روڈ ڈابلیو حیرت سے آنکھیں پھاڑے مجھے گھور رہا تھا۔ تہذیب اپنے تاثرات چھپانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی اور ٹرانسمیٹر پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔

"ہیلو کنگ اٹلس!" میں نے ٹرانسمیٹر میں کہا۔ "خاموش کیوں ہیں، کیا آپ کو میری تجویز سے اتفاق نہیں ہے؟"

"یہ بات نہیں۔" کنگ اٹلس کی لرزتی ہوئی آواز سُنائی دی۔ "میں تمھاری ذہانت پر حیران ہو رہا ہوں۔ اتنی کم عمری میں تم نے اس قدر ذہانت کہاں سے حاصل کر لی۔"

"یہ ان باتوں کا وقت نہیں ہے کنگ۔" میں نے کہا۔ "میں نے اپنے منصوبے کے بارے میں آپ سے رائے طلب کی تھی۔"

"تمھارا منصوبہ اس قدر مکمل ہے کہ اس سے اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ڈی فوسٹر سے فارمولے حاصل کرنے کے لیے اس سے بہتر طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ وہ یقینی طریقہ ہے جس پر عمل کر کے فارمولے ہمارے قبضے میں آ جائیں گے اور اس کے بعد ہم جس طرح چاہیں گے اُن کا سودا کر سکیں گے۔"

آدھا چہرہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"گویا آپ کو میری تجویز منظور ہے؟"

"دل و جان سے منظور ہے میرے بچّے! میں روڈ ایلبو کو ہدایت دے دیتا ہوں۔ وہ تم سے ہر طرح کا تعاون کرے گا۔ فارمولوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم میں بھی وہ برابر کا حصّے دار ہے اور اب وہی تھیں بتائے گا کہ کب کیا کرنا ہے۔ اس دوران تم اپنا کام جاری رکھو۔ ڈی فوسٹر کو پوری طرح شیشے میں اُتار لو۔"

"ڈی فوسٹر کو تو ہم پہلے ہی شیشے میں اُتار چکے ہیں اب تو صرف اسے یقین دلانے کے لیے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔"

"میرا بھی مطلب ہے۔ روڈ ایلبو کے ساتھ مل کر فرار کے ڈرامے کی تفصیلات طے کر لو۔ فرار کا پورا پروگرام تمھاری مرضی کے مطابق طے ہو گا۔ اس ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے اگر تم چاہو تو دو چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ بھی اُتار سکتے ہو۔ یہ آدمی تمھیں روڈ ایلبو مہیا کرے گا۔"

"ہرگز نہیں" میں نے کہا "اپنے ساتھیوں میں سے میں کسی کو بھی قتل نہیں کر سکتا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ دو چار لوگوں کی موت کو بھی ڈرامے کا ایک حصّہ بنا دیا جائے۔"

"تمھارا مطلب ہے کہ ان کی موت حقیقی نہ ہو بلکہ وہ اپنے مرنے کا ناٹک رچائیں۔"

"جی ہاں انکل! فرار ہوتے وقت ظاہر ہے، ہمیں روکنے کی کوشش کی جائے گی اور ہم ان لوگوں کا مقابلہ کریں گے اور یہ سب کچھ ڈی فوسٹر کو مطمئن کرنے کے لیے ہو گا۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ ڈی فوسٹر اس ڈرامے کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔" کنگ اٹلس کی آواز سے تشویش عیاں تھی۔

"اُسے اتنا ہوش کہاں ہو گا کہ ایسی باتوں پر توجہ دے سکے۔ یہ چیزیں تو صرف ایسے لوگ بھانپ سکتے ہیں جو لڑائی بھڑائی کی دُنیا کے آدمی ہوتے ہیں۔ اور ڈی فوسٹر کے بارے میں یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے کسی حصّے میں بھی جنگ و جدال سے نہیں گزرا ہو گا۔ وہ تو انکل، فقط ایک سائنس داں ہے۔ گولیوں کی آوازیں سنتے ہی اس کے ہوش و حواس جواب دے جائیں گے۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منصوبہ بناتے وقت تم ہر قسم کی جزئیات پر نظر رکھتے ہو۔" کنگ اٹلس نے پُرتحسین انداز میں کہا۔

"منصوبہ اگر بے داغ اور مکمل نہ ہو انکل تو اس کی کامیابی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔"

"میں تمھاری کامیابی کے لیے دعاگو رہوں گا اور مجھے اب مکمل طور پر یقین ہو چلا ہے کہ تم اس معرکے سے سُرخرو ہو کر نکلو گے لیکن اس کے بعد بھی تمھاری جان مجھ سے نہیں چھوٹ سکے گی۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکا انکل!" میں نے متحیّرانہ لہجے میں کہا۔

"تم جیسے باصلاحیت آدمی سے ہاتھ دھونا کون پسند کرے گا اور پھر تمھیں اس کام کی تکمیل پر جو رقم ملے گی، وہ تمھاری صلاحیتوں کے مقابلے میں بہت حقیر ہو گی۔"

"بات رقم کی نہیں ہے انکل! بات تو پُرخلوص لوگوں کی ہے۔ آپ جیسا ہمدرد ہمیں کہاں ملے گا۔ ہم تو خود آپ سے علیحدہ ہونا پسند نہیں کریں گے۔"

"گویا میری لاٹری نکل آئی۔" کنگ اٹلس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لاٹری تو ہماری نکلی ہے انکل! ہماری بے مقصد زندگی کو ایک سمت مل گئی ہے۔"

"خیر، خیر" کنگ اٹلس ہنسنے لگا۔ "یہ بات طے ہو گئی کہ اب تم دونوں میرے پاس رہو گے اور میرے لیے ہی کام کرو گے۔"

"بالکل طے ہو گئی۔ بلکہ آپ ابھی سے ہمیں اپنی ملازمت میں لے لیں اور ہماری تنخواہ طے کر دیں۔"

"سب ہو جائے گا۔ فی الحال تو تم روڈ ایلبو کو ٹرانسمیٹر کے قریب بلاؤ۔ میں اسے ضروری ہدایات دے دوں۔"

کنگ اٹلس کی بات سُن کر روڈ ایلبو خود ہی آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر کے قریب آ گیا۔ میں پیچھے ہٹ کر تہذیب کے پاس جا کھڑا ہوا۔ تہذیب کی آنکھوں میں حیرت تھی، استعجاب تھا اور استفہام تھا۔ میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔ مجھے معلوم تھا وہ میرے اقدام سے مطمئن نہیں ہے۔ حالاں کہ اُسے مطمئن ہونا چاہیے تھا۔ یقیناً اس کے ذہن میں بہت سے سوالات گردش کر رہے ہوں گے۔ وہ موقع کی منتظر تھی تنہائی میسّر آتے ہی وہ ایک بار پھر اپنے سوالات سمیت مجھ پر حملہ آور ہو جاتی مگر اسے نہیں معلوم تھا کہ میں اس کے بیشتر سوالوں کے جواب نہیں دُوں گا۔ مجھے تو یہ امید بھی نہیں تھی کہ اب ہمیں ایسی تنہائی مل سکے گی جس میں ہم کھل کر گفتگو کر سکیں۔

روڈ ایلبو ٹرانسمیٹر پر کنگ اٹلس سے ہدایات وصول کر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر کا رابطہ منقطع کر کے وہ ہماری طرف پلٹا۔

"میں اپنے رویّے پر شرمندہ ہوں۔" اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمھارے ساتھ واقعی زیادتی کی تھی۔"

"کیا کہہ رہے ہو روڈ ایلبو۔" میں نے متحیّرانہ لہجے میں کہا۔ "کون سا رویّہ اور کیسی زیادتی؟"

"زیادتی تو یقیناً ہوئی تھی۔" روڈ ایلبو نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "اس وقت تم سے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ ڈی فوسٹر نے تمھیں کیا بتایا ہے، میں کچھ زیادہ ہی آگے بڑھ گیا تھا۔۔۔"

"یہ کوئی ایسی خاص بات تو نہیں روڈ ایلبو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "حیرت تو اس بات پر ہے کہ تمھیں اتنی جلدی اپنی غلطی کا احساس کیسے ہو گیا؟"

"میں نے تم سے کہا تھا ناکہ میرا غصّہ بہت جلدی اُتر جاتا ہے۔ تمھارے جانے کے بعد جب میرا غصّہ اُترا تو میں نے ٹھنڈے دل سے تمھاری باتوں پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔"

"بدقسمتی سے اس وقت مجھے یاد نہیں آ رہا کہ میں نے کیا کہا تھا۔" میں نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "ویسے تو خیر میں اکثر ہی ٹھیک کہا کرتا ہوں۔۔۔ مگر اس وقت میں نے کیا کہا تھا؟"

"میں تم سے پوری بات معلوم کرنا چاہ رہا تھا۔ مگر تم نے کہا کہ چونکہ تم کنگ اٹلس کے لیے کام کر رہے ہو اس لیے ہر بات سب سے پہلے اُس کے علم میں لانا تم پر لازم ہے۔"

"اوہ ہاں، مجھے یاد آ گیا۔" میں نے بے حد سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "بُرا مت ماننا روڈ ایلبو لیکن یہ ہمارا اصول ہے جس پر ہم سختی سے قائم رہتے ہیں اور آئندہ بھی ہم اسی اصول پر قائم رہیں گے۔"

"میں پہلے ہی تمھاری بات تسلیم کر چکا ہوں۔" روڈ ایلبو نے بظاہر فراخدلی سے کہا مگر اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اُسے میری بات ناگوار گزری ہے۔ وہ یقیناً یہ چاہ رہا تھا کہ ہم اپنے آئندہ منصوبوں میں اسے شریک کرتے رہیں تاکہ وہ تازہ ترین صورتِ حال سے باخبر رہے لیکن ظاہر ہے، میں ایسا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ میں تو پہلے ہی دُہرا کھیل کھیل رہا تھا۔ میں نے اور تہذیب نے ایک انتہائی خطیر رقم کے عوض اونیل میکائیل کے لیے کام کرنا قبول کیا تھا۔ اس کے بعد مطلب برآری کے لیے ہمیں کنگ اٹلس کے لیے کام کرنے کی ہامی بھرنا پڑی اور اب درمیان میں ڈی فوسٹر آ کودا تھا۔ معاملات اتنے اُلجھ گئے تھے کہ میں خود اپنے آئندہ قدم کی ضمانت نہیں دے سکتا تھا۔ کسی بھی قدم پر مجھ سے کوئی لغزش سرزد ہو سکتی تھی اور کام کی نزاکت کے پیشِ نظر ظاہر ہے میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ معاملہ اگر صرف ایک پارٹی کا ہوتا تو میں ہرگز روڈ ایلبو سے نہ اُلجھتا۔ مگر اب میں اس کے لیے مجبور تھا۔ میں اس پر رُعب ڈالنے میں کامیاب ہو گیا تھا لہٰذا اب سکون سے اپنا کام جاری رکھ سکتا تھا۔

"کنگ اٹلس سے تمھاری بات ہو گئی؟" میں نے سرسری انداز میں روڈ ایلبو سے کہا۔ "اس نے تمھیں کیا ہدایات دی ہیں؟"

"اس کا اندازہ تو تمھیں ہو گا ہی۔" روڈ ایلبو نے کہا۔ "اس نے مجھے تلقین کی ہے کہ ڈی فوسٹر کو تمھارے ساتھ فرار کرانے میں ہر طرح سے تعاون کروں۔"

"ہاں، مجھے یہ بات معلوم تھی لیکن ظاہر ہے کہ فوری طور پر تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ تمھیں بھی ہمارے مصنوعی فرار کے انتظامات کرنے کے لیے خاصا وقت درکار ہو گا؟"

"میں کوشش کروں گا کہ یہ کام جلد از جلد مکمل کر لوں تاہم کل شام سے قبل سارے انتظامات مکمل کرنا ممکن نہیں ہو گا۔"

"اور مسٹر روڈ ایلبو، ان انتظامات کو مکمل کرنے کے ضمن میں تمھیں ہماری ضرورت تو نہیں پڑے گی؟"

"نہیں، لیکن میں چاہوں گا کہ سارے انتظامات مکمل کرنے کے بعد اُنھیں تمھارے علم میں لے آؤں تاکہ اگر تم کسی قسم کی تبدیلی کرنے کے خواہشمند ہو تو قبل از وقت کر سکو۔"

"میرے خیال میں تو کسی قسم کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم تو ایسے کاموں کے ماہر ہو گے۔"

"ویسے تو میرے سارے ہی آدمی بہترین ہیں لیکن اس کام کے لیے میں خاص قسم کے لوگوں کا انتخاب کروں گا جو انتہائی قابلِ اعتماد بھی ہیں۔"

"اس کے علاوہ ہمیں اور کیا چاہیے۔" میں نے تہذیب کی طرف دیکھ کر کہا۔

"رات گزارنے کے لیے ٹھکانا۔" تہذیب بے ساختہ بولی۔

"اوہ! مجھے خیال نہیں رہا تھا۔" روڈ ایلبو نے شرمندگی سے کہا۔ "تم لوگ بہت تھکے ہوئے ہو گے۔ آؤ تمھیں تمھارے ٹھکانے تک پہنچا دوں۔"

ہمیں واپس اسی غار میں پہنچا دیا گیا جہاں ڈی فوسٹر قید تھا۔ ڈی فوسٹر لیٹا ہوا تھا مگر سو نہیں رہا تھا۔ ہمارے قدموں کی آہٹ سُن کر اُٹھ بیٹھا۔

"آگاہ کر دیا ساری باتوں سے اپنے آقاؤں کو؟" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

”آپ نے خود ہی تو کہا تھا مسٹر ڈی فوسٹر کہ اگر ہم چاہیں تو انھیں ساری باتیں بتلا سکتے ہیں۔“

”وہی تو میں پوچھ رہا ہوں۔ تم نے میرے کہنے پر عمل کیا یا نہیں؟“

”نہیں مسٹر ڈی فوسٹر۔“ میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ”ہم نے اُنھیں کچھ بھی نہیں بتایا۔“

”تم جھوٹ بول رہے ہو۔“ ڈی فوسٹر نے بے اعتباری سے کہا۔

”آپ جس قسم کے حالات سے دوچار ہیں مسٹر ڈی فوسٹر، اُن کے پیش نظر ہم آپ کی تلخ سے تلخ بات بھی نظرانداز کرنے کے لیے مجبور ہیں۔“

”مجھے معلوم ہے حقیقت بہت تلخ ہوتی ہے۔“ ڈی فوسٹر نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ”اور میں چونکہ حقائق پر مشتمل گفتگو کرتا ہوں اس لیے دوسروں کو وہ گفتگو تلخ ہی معلوم ہوتی ہے۔“

”مجھے بالکل غصہ نہیں آئے گا مسٹر ڈی فوسٹر۔“ میں مسکرایا۔ ”عقل سے کام لیجیے۔ اگر ہمیں ساری باتیں اُن کے علم میں ہی لانا مقصود ہوتا تو ہم نے آپ سے معاملات کیوں طے کیے ہوتے؟“

ڈی فوسٹر کی آنکھیں سوچ میں ڈوب گئیں۔ تہذیب حیران نظر آرہی تھی۔ شاید وہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ میں کس سے دھوکا کررہا ہوں اور کس کے ساتھ مخلص ہوں۔ یہ تو جھوٹ در جھوٹ کا ایک ایسا سلسلہ تھا کہ اسے سمجھنے کی کوشش کرنے والا خود اس کی بھول بھلیوں میں کھو کر رہ جاتا۔

”تو تم ان سے ملنے کیوں گئے تھے؟“ کچھ دیر سوچ میں ڈوبے رہنے کے بعد ڈی فوسٹر نے کہا۔

”سادہ سی بات ہے ڈی فوسٹر! ہمیں ایک خاص مقصد کے لیے آپ سے ملنے کو بھیجا گیا تھا اور ہمیں واپس جاکر اُنھیں رپورٹ دینا تھی۔“

ڈی فوسٹر مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ ”اور تم نے اُنھیں رپورٹ دے دی۔“ اس نے کہا۔

”آپ پھر بہکنے لگے۔“ میں نے اُسے ٹوکا۔ ”انھیں مطمئن کرنے کے لیے ہم نے کچھ فرضی باتیں بتائی ہیں۔“

”اور میں نے تمھیں جو پیش کش کی تھی اس کے لیے تم نے کیا سوچا؟“

”سوچنے سے کچھ نہیں ہوتا مسٹر ڈی فوسٹر!“ میں نے کہا۔ ”ہم نے آپ کی پیش کش قبول کرلی تھی تو اس کے لیے کچھ عملی اقدامات بھی کرنا تھے۔“

”گویا تم نے کچھ عملی اقدامات بھی کیے ہیں!“ ڈی فوسٹر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”بدگمانی کی کوئی انتہا بھی ہوتی ہے مسٹر ڈی فوسٹر۔“ میں غصیلے لہجے میں بولا۔ ”سب سے پہلا عملی قدم ہم نے یہ اُٹھایا ہے کہ یہاں سے فرار کے امکانات کا جائزہ لیا ہے۔“

”فرار!“ ڈی فوسٹر کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں مسٹر ڈی فوسٹر! آپ کا کیا خیال ہے؟ یہیں بیٹھے بیٹھے سب کچھ ہوجائے گا؟“

”نہیں۔“ ڈی فوسٹر گڑبڑا کر بولا۔ ”لیکن کیا اس کیمپ سے فرار ہونا ممکن ہے؟“

”ناممکن کوئی چیز نہیں ہوتی مسٹر ڈی فوسٹر! فرق صرف امکانات کا ہوتا ہے۔ کہیں امکانات کم ہوتے ہیں اور کہیں زیادہ۔“

”میرے خیال میں یہاں سے فرار ہونے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔“ ڈی فوسٹر بولا۔

”دوسرے الفاظ میں آپ یہاں سے فرار کو ناممکن قرار دے رہے ہیں لیکن خیال رہے کہ اس ناممکن کو ممکن بنانے کے تو ہم آپ سے پیسے وصول کریں گے۔“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر نہ جانے کیوں دنیا والوں پر سے اب میرا اعتماد اُٹھ گیا ہے۔“

”جنابِ والا مریخ کے باشندے ہیں یا زہرہ سے تشریف لائے ہیں!“ میں نے شدید ترین جھنجلاہٹ کے عالم میں کہا اور تہذیب ہنس پڑی۔

ڈی فوسٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ ”کیا کہہ رہے ہو؟“ اس نے کہا۔ وہ میری بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا۔

”تم بھی تو اسی دنیا کے ایک فرد ہو ڈی فوسٹر! تم ہم پر اعتماد نہیں کرسکتے تو ہم کیوں تم پر اعتماد کرلیں؟“

”تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔“ ڈی فوسٹر نے گڑبڑا کر کہا۔ ”بات دراصل یہ ہے کہ...“

”میری طرف سے تم جہنم میں جاؤ ڈی فوسٹر۔“ میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ”ہمیں تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کنگ اٹلس اور رو ڈابلیو خود تم سے نمٹ لیں گے۔ بار بار عدم اعتماد کا اظہار کرکے تم نے ہماری توہین کی حد کردی۔ اب ہم اس سلسلے میں تم سے کوئی گفتگو نہیں کریں گے۔“

”میری بات تو سنو۔“ ڈی فوسٹر نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ ”تمھیں غصہ آگیا۔ حالاں کہ میں اپنے بارے میں تمھیں سب کچھ بتا چکا ہوں۔ کیا اس کے بعد مجھ میں اتنی ہمت ہوسکتی ہے کہ کسی پر بھروسا کرلوں؟“

”بھروسا مت کرو ڈی فوسٹر! ہم تم سے یہ اصرار تو نہیں کررہے لیکن جتنی کثرت سے تم اپنی بے اعتمادی کا اظہار کررہے ہو وہ تمھاری بیمار سوچ کو ظاہر کرتا ہے اور اس کے بعد تم خود ناقابلِ اعتبار قرار پاتے ہو۔ تمھارے لیے ہم جو خطرہ مول لینے جارہے ہیں، وہ تم پر کوئی احسان نہیں ہے۔ بلکہ تمھاری خواہش کے مطابق ایک عملی قدم ہے۔ ہمیں پاگل کتے نے نہیں کاٹا کہ تمھاری اس بے اعتمادی کے باوجود ہم تمھارے لیے کام کرنے کا فیصلہ برقرار رکھیں۔ نہیں، میرا خیال ہے ہم سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔“

”غلطی تم سے سرزد نہیں ہوئی۔ تم نے تو بہت اچھا فیصلہ کیا تھا۔ غلطی شاید میری ہی ہے لیکن میں سب کچھ تو تمھیں بتا چکا ہوں۔ بتاؤ میرا قصور بھی کیا ہے؟“

”ہم کیا کریں ڈی فوسٹر! ہمیں تو تم سے فارمولے حاصل کرنے ہیں۔ اگر ہم اس میں ناکام رہے تو بھی ہم قصوروار نہیں ٹھہرائے جاسکتے۔ ہم تو اپنی ناکامی کا اعتراف کرلیں گے۔ اس کے بعد ہمیں کوئی غرض نہیں ہوگی۔ جس کا کام ہے، وہ خود ہی نمٹتا رہے گا۔ تم نے تو خود ہی ایک تجویز پیش کی تھی اور اب خود ہی ہم پر شبہے کا اظہار کررہے ہو۔ کیا تمھارا یہ طرزِ عمل جائز ہے؟ میں نے تو تمھاری بے اعتمادی کے پیشِ نظر ایک سرسری لائحہ عمل بھی پیش کردیا تھا اور تم اُس سے مطمئن بھی تھے پھر اچانک تمھارا رویّہ کیوں تبدیل ہوگیا؟“

ڈی فوسٹر کے چہرے پر اُلجھن کے آثار نمودار ہوئے۔ ”میرا دماغ بالکل ماؤف ہوچکا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں؟“

”اگر تمھاری قوتِ فیصلہ جواب دے چکی ہے تو پھر وہی کرو جو ہم کہہ رہے ہیں۔ ہم تم سے تمھارے فارمولے چھین کر تو نہیں لے جائیں گے۔ تم ہمارے ہر قدم کا جائزہ لیتے رہو۔ اگر سب کچھ تمھاری مرضی کے مطابق ہو اور تم اس سے مطمئن بھی ہو تو ہمارے کہنے پر عمل کرتے رہنا۔ اگر کہیں غیر مطمئن ہو تو ہمیں ٹوک دینا لیکن یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا کہ ہم اس کام کے لیے سر دھڑ کی بازی لگادیں گے اور اگر اس کام کی تکمیل کے بعد تم نے کسی موقع پر ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی تو ہم جان کی بازی لگا کر بھی تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

”تم سے جو معاہدہ میں کرچکا ہوں اس پر اٹل ہوں۔“ ڈی فوسٹر نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ”تم میرے لیے فارمولوں کا سودا کرادو۔ جو رقم بھی ملے گی اس میں پچاس فیصد تمھارا حصہ ہوگا۔“

”وہ تو پہلے کی بات ہے ڈی فوسٹر! اب جو بات میں کہہ رہا ہوں اُس کا جواب دو اور ہمارے خلاف کوئی سازش نہیں ہونی چاہیے۔“

”میں بھلا کسی کے خلاف کیا سازش کرسکتا ہوں۔ میں ایک بے بس بوڑھا آدمی جو خود اپنی زندگی کی حفاظت کے لیے دوسروں کی مدد کا محتاج ہے۔“

”بلاشبہ تم بوڑھے ہو اور بظاہر بے بس اور کمزور بھی لیکن سازش کرنے کے لیے طاقت کی ضرورت کہاں ہوتی ہے مسٹر ڈی فوسٹر! اب یہی دیکھو نا کہ ہم بظاہر تو کنگ اٹلس کے لیے کام کررہے ہیں لیکن درحقیقت تمھارے لیے کام کریں گے۔ اگر تم نے کسی بھی اسٹیج پہ کنگ اٹلس کو یا رو ڈابلیو کو اس بات سے آگاہ کردیا تو ہماری کیا پوزیشن رہ جائے گی؟“

”میں بھلا ایسا کیوں کرنے لگا۔“ ڈی فوسٹر نے حیران ہوکر کہا۔

”مجھے نہیں معلوم! لیکن مجھے دُنیا کے کسی آدمی پر اعتبار نہیں ہے۔“ میں نے اس کے لہجے کی نقل اُتاری۔

”دیکھو تم ابھی تک ناراض ہو۔ حالاں کہ میں پہلے ہی تم سے معذرت کرچکا ہوں۔“

”گویا یہ بات طے ہوگئی کہ نہ تم ہمارے خلاف کوئی سازش کروگے اور نہ ہم تمھارے خلاف کچھ کریں گے۔ ہمارے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے، وہ پوری دیانت داری سے پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔“

”میری طرف سے تو یہ بات پکی سمجھو لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم طریقۂ کار کیا اختیار کروگے؟“

”میں نے ایک بہت شاندار طریقۂ کار منتخب کیا ہے۔ سُنوگے تو حیران رہ جاؤ گے۔“

”کیا؟“ ڈی فوسٹر نے کہا۔

”کنگ اٹلس سے بات ہوئی ہے۔ میں نے اس کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ڈی فوسٹر کو ہمارے ساتھ یہاں سے فرار کرادیا جائے۔“

”کیا؟“ ڈی فوسٹر اُچھل پڑا۔ تہذیب بھی چونک کر مجھے گھورنے لگی۔ میرے مُنہ سے نکلے ہوئے الفاظ اس کی توقع سے بہت بعید تھے اور اس کی حیرانی بجا تھی۔

”ہاں ڈی فوسٹر۔“ میں نے کہا۔ ”میں نے اُسے باور کرایا ہے کہ تم سے فارمولے حاصل کرنے کی یہ واحد صورت ہے۔“

”تت... تم آخر کیا کھیل کھیل رہے ہو؟“ ڈی فوسٹر نے ہکلا کر کہا۔ ”معلوم نہیں تم کس چکر میں ہو۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں صرف اپنا اُلو سیدھا کرنے سے غرض ہونی چاہیے ڈی فوسٹر! میں کیا کر رہا ہوں' اسے بھول جاؤ۔"

"لیکن یہ تو بہت خطرناک حرکت ہے۔ تم نے انھیں سب کچھ بتا دیا۔ اب وہ کسی بھی وقت اپنا فیصلہ تبدیل کر سکتے ہیں۔"

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ قدم اُٹھایا ہے ڈی فوسٹر! فارمولے ان لوگوں کے لیے بہت اہم ہیں اور ان کے حصول کے لیے وہ لوگ کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں۔ میں نے انھیں یقین دلایا ہے کہ تمھارا اعتماد حاصل کیے بغیر فارمولوں کا حصول ممکن نہیں ہے اور یہاں سے تمھیں فرار کرائے بغیر ہم تمھارا اعتماد حاصل نہیں کر سکتے۔ میں نے اُن سے کہا ہے کہ تمھیں اعتماد میں لے کر ہم تم سے فارمولے حاصل کر کے اُن کے حوالے کر دیں گے اور وہ اس کام کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ ہم یہاں سے اس طرح فرار ہوں گے جیسے اپنی کوششوں سے فرار ہو رہے ہیں۔ جب کہ ہمیں ان لوگوں کا مکمل تعاون حاصل ہو گا۔"

"مگر وہ کسی بھی لمحے تمھاری طرف سے مشکوک ہو سکتے ہیں تم اپنے ساتھ مجھے بھی مرواؤ گے۔"

"وہ ہماری طرف سے کبھی مشکوک نہیں ہوں گے۔" میں نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "میں نے اُن پر پوری طرح اپنا رنگ جما دیا ہے۔"

"اور اب مجھ پر رنگ جمانے کی کوشش کر رہے ہو۔" ڈی فوسٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم پر رنگ نہیں جما رہا ہوں ڈی فوسٹر! تمھاری وجہ سے تو اُن لوگوں پر رنگ جمایا ہے۔ تمھارے لیے تو میں کام کروں گا۔"

ڈی فوسٹر عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے کسی دلدل میں قدم رکھ دیا ہے۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اب میرا خدا ہی حافظ ہے۔"

"دلدل میں تو تم اب تک پھنسے رہے ہو ڈی فوسٹر! تم دیکھنا میں تمھیں اس دلدل سے صاف نکال کر لے جاؤں گا۔"

تہذیب بالکل ایکس خاموشی سے مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ ڈی فوسٹر سر جھکائے کچھ سوچ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد سر اٹھا کے بولا۔

"اور اس کے بعد... میرا مطلب ہے یہاں سے فرار ہونے کے بعد تم کیا کرو گے؟"

"یہاں سے ہمارا رُخ ہمبرگ کی طرف ہو گا۔ ہمبرگ کے کسی عمدہ سے ہوٹل میں قیام کریں گے۔ وہاں قیام کے دوران ہم ان لوگوں پر یہ ظاہر کریں گے جیسے میں تم سے فارمولوں کے بارے میں تفصیلات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جبکہ درحقیقت میں وہاں رہ کر فارمولوں کا سودا کرنے کی کوششیں شروع کر دوں گا۔"

"فارمولوں کا سودا کرنے کے لیے تم کیا اقدامات کرو گے؟" ڈی فوسٹر نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پہلے مرحلے میں تو میں کے جی بی اور امریکی سی آئی اے کے ایجنٹوں سے رابطہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ فارمولوں کے لیے فرنچ سیکرٹ سروس کے سرگرم عمل ہونے کی اطلاعات بھی ہیں۔ میں ایسے معاملات سے نمٹنے کا تجربہ رکھتا ہوں بشرطیکہ تم مجھ پر اعتماد کرو۔"

"میں نے دُنیا میں اتنے دھوکے کھائے ہیں کہ اب اگر کوئی مجھ سے انتہائی مخلص ہو جائے تب بھی میں اس پر یقین نہیں کر سکوں گا۔ ظاہر ہے میں اس کے دل میں تو اُتر کر نہیں دیکھ سکتا۔ میں تو ایک فریب خوردہ شخص ہوں اگر تم نے بھی میرے ساتھ دھوکا کیا تو یہ میرے لیے کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہو گی۔ ہاں اگر تم اپنے قول کے سچے نکلے تو میں حیران ہوتا رہوں گا۔"

میں نے ہولے سے ڈی فوسٹر کا شانہ تھپتھپایا۔

"دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں ڈی فوسٹر! خود کو ہمارے حوالے کر دو اور تماشا دیکھتے جاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ میں خود کو تمھارے حوالے کرتا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے کہا مگر اس کے لہجے میں بڑی بے بسی تھی۔

"اب سونے کی کوشش کرو ڈی فوسٹر! ہم بھی بہت تھکے ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں کب دوبارہ حرکت میں آنا پڑے۔ اس وقت ہمیں پوری طرح تازہ دم ہونا چاہیے۔"

ڈی فوسٹر کے بارے میں تو مجھے نہیں معلوم لیکن میں لیٹتے ہی سو گیا تھا۔ مجھے یقین ہے تہذیب بھی سو گئی ہو گی۔ مسلسل بھاگ دوڑ نے ہمارا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔

اگلے روز صبح میں خود ہی اُٹھا۔ ڈی فوسٹر اور تہذیب سو رہے تھے۔ غار میں اس وقت بھی مصنوعی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اُس پیچ در پیچ غار میں قدرتی روشنی آنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ وقت کا اندازہ کرنے کے لیے مجھے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کا سہارا لینا پڑا تھا۔

اُس وقت صبح کے دس بج رہے تھے۔ رات سوتے سوتے دو بج گئے تھے لیکن مجھ جیسے آدمی کے لیے آٹھ گھنٹے کی نیند کافی سے بھی بہت زیادہ تھی اس لیے میں بہت تازہ دم تھا۔

کچھ دیر بعد تہذیب بھی اُٹھ گئی۔ ڈی فوسٹر بدستور سو رہا تھا اور اس کے خراٹے غار میں گونج رہے تھے۔ تہذیب میرے نزدیک سرک آئی اور دھیمی آواز میں مجھ سے بولی۔

"تم نے واقعی کمال کر دیا علی! دونوں پارٹیوں کو تم نے اس طرح دھوکے میں رکھا کہ..."

"تم زیادتی کر رہی ہو تہذیب! اب کم از کم ایک پارٹی تو ہرگز دھوکے میں نہیں رہی۔"

"کیا مطلب؟" تہذیب نے پلکیں جھپکائیں۔

"تم نے ڈی فوسٹر کی گفتگو نہیں سُنی۔ اُس کی باتوں نے تمھیں متاثر نہیں کیا۔ وہ کس قدر مظلوم آدمی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم ایک کچلے ہوئے آدمی کو مزید کچلیں؟"

"ن... نہیں۔ میں تو خود حیران ہو رہی تھی کہ آخر تم کر کیا رہے ہو۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔"

"جو کچھ میں نے کیا اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔ تم دیکھ ہی رہی ہو یہاں سے فرار ہونا کتنا مشکل کام ہے۔ ہم اکیلے ہوتے تو کوئی بات نہیں تھی لیکن ڈی فوسٹر کو لے کر فرار ہونا..."

"میں سمجھ رہی ہوں علی! اور تمھارے منصوبے سے متفق بھی ہوں لیکن کیا ڈی فوسٹر کو ایسے ہی چھوڑ دو گے؟"

"پہلے ہم یہاں سے فرار تو ہو جائیں تہذیب! یہ سب تو بعد کی باتیں ہیں۔ معلوم نہیں ہمیں کس قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑے۔ ڈی فوسٹر کے بارے میں تو حالات کے مطابق ہی کچھ سوچیں گے۔"

"یہاں سے فرار ہونے میں اب رکھا ہی کیا ہے سب کچھ تو طے ہو چکا۔ روڈ ایلبو ہم سے مکمل تعاون کرے گا۔"

"ہاں، لیکن ابھی اُس سے مل کر جزئیات طے کرنا ہیں۔ وقت کا تعین کرنا ہے۔"

"اگر تم کہو تو میں روڈ ایلبو سے مل کر ساری تفصیلات طے کروں؟" تہذیب نے کہا۔

"نہیں، یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ اس لیے میں خود ہی روڈ ایلبو سے سب کچھ طے کروں گا۔"

اس بات پر تہذیب شاید بحث کرتی لیکن اسی وقت دو افراد ہمارے لیے ناشتا لے آئے۔

"یہاں بہت دیر سے ناشتا کرنے کا رواج ہے۔" میں نے ناشتا لانے والوں سے کہا۔ "صبح کے ناشتے پر دوپہر کے کھانے کا گمان گزرنے لگا ہے۔"

"ہم اس سے پہلے بھی دو بار آ چکے ہیں لیکن تم لوگ سو رہے تھے۔" اُن میں سے ایک نے مُسکرا کر جواب دیا۔

باتوں کی آوازیں سُن کر ڈی فوسٹر بھی اٹھ بیٹھا تھا پھر وہ ہمارے ساتھ ناشتے میں شریک ہو گیا۔ میں نے بہت ہلکا ناشتا کیا۔ انڈے کے دو سینڈوچ کھا کر میں نے تھرماس سے اپنے لیے گرما گرم چائے انڈیل لی۔

"ارے یہ کیا!" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "ابھی تو سینڈوچ تو بہت ہیں۔"

"دوپہر کا کھانا کھانے کے موڈ میں ہوں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اگر پیٹ بھر کے ناشتا کر لیا تو اندیشہ ہے کہ دوپہر کا گول صاف ہو جائے گا۔"

ناشتے سے فارغ ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک شخص غار میں داخل ہوا۔ "تمھیں روڈ ایلبو نے یاد کیا ہے۔" اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلو۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھ ہی تہذیب بھی اٹھی تھی۔

"نہیں۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے تہذیب کو منع کرتے ہوئے کہا۔ "تمھیں نہیں بُلایا۔"

میں نے غور سے اس شخص کی طرف دیکھا۔ وہ ایک طویل القامت اور توانا شخص تھا۔ مجھے یاد پڑتا تھا کہ جب ہم پہلی بار روڈ ایلبو سے ملنے گئے تھے تو وہ مجھے روڈ ایلبو کے غار سے باہر نظر آیا تھا۔ وہ تہذیب کی طرف متوجہ تھا اور تہذیب سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ میں روڈ ایلبو سے بات کر کے آتا ہوں۔"

تہذیب واپس بیٹھ گئی۔ اور میں اس شخص کے ساتھ غار سے باہر نکل آیا۔ پیچ در پیچ قدرتی سرنگوں سے گزر کر ہم ایک غار تک پہنچے لیکن یہ وہ غار نہیں تھا جہاں پہلی بار روڈ ایلبو سے ملاقات ہوئی تھی۔

"روڈ ایلبو کہاں ہے؟" میں نے اس شخص کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ہو گا کہیں۔" اُس نے بے پروائی سے کندھے اُچکائے۔ "میں تو تمھیں یہاں اس لیے لایا ہوں کہ تم سے چند باتیں معلوم کرنی ہیں۔"

"تمھارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" میں نے بھنا کر کہا۔ "اگر کچھ معلوم کرنا تھا تو وہیں کر لیا ہوتا۔ یہ کون سا طریقہ ہے؟"

"کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ عیارانہ انداز میں مسکرایا۔ "تمھیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرے سوالوں کے جوابات دینے ہیں۔ یہاں دو یا وہاں دیتے، بات تو ایک ہی ہے۔"

"فرق تو بہت پڑتا ہے۔ تم مجھے دھوکا دے کر یہاں لائے ہو۔ روڈ ایلبو کو معلوم ہو گیا تو تمھاری چمڑی اُدھیڑ کر رکھ دے گا۔"

"روڈ ایلبو کے دن بھی قریب آگئے ہیں۔ بہت جلد اس کیمپ پر میرا قبضہ ہو گا۔"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہاں بھی کالی بھیڑیں موجود ہیں۔"

"بکواس مت کرو اور میری باتوں کا جواب دو۔ وہ شخص کون ہے جسے اس غار میں قید کیا گیا ہے؟"

"روڈ ایلبو نے تمھیں نہیں بتایا۔ یہ بات تو تمھیں اس سے پوچھنی چاہیے تھی۔"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔" اس نے دانت پیس کر کہا۔ "اور میں جس سے جو بات پوچھتا ہوں اس کا جواب حاصل کر کے ہی چھوڑتا ہوں۔"

"اوہو، مجھے معلوم نہیں تھا۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن اس بوڑھے کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں ہیں۔"

"جتنا معلوم ہے وہی بتاؤ۔" اس نے جھنجلا کر کہا۔

"بس اتنا جانتا ہوں کہ اس کا روڈ ایلبو سے خاص تعلق ہے اور کچھ نامعلوم افراد اس کی جان کے دشمن بن گئے ہیں۔ جن سے وہ چھپتا پھر رہا ہے۔"

"وہ نامعلوم افراد اس کی جان کے دشمن کیوں بن گئے ہیں؟"

"میں نے کہا نا کہ مجھے اس بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں۔"

"تو تم لوگوں کی یہاں آمد کیا معنی رکھتی ہے؟"

"روڈ ایلبو نے ہماری خدمات اس لیے حاصل کی ہیں کہ ہم اُسے یہاں سے بہ حفاظت نکال لے جائیں۔"

"کیا ہم لوگ مر گئے تھے کہ اس کام کے لیے اُس نے کسی اور کی خدمات حاصل کیں؟"

"مجھے نہیں معلوم لیکن روڈ ایلبو کہہ رہا تھا کہ اُس کے آدمی نکمے اور کام چور ہو گئے ہیں۔ کسی بڑے کام کے لیے اُن پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔"

"اور تم پر کیا جا سکتا ہے؟" اس نے حقارت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم جو صورت سے ہی احمق معلوم ہوتے ہو۔"

"صورتوں میں کچھ نہیں رکھا۔ اصل چیز تو صلاحیت ہوتی ہے اور اس کا شکل و صورت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم اس بوڑھے کی اصلیت سے واقف ہو اور مجھ سے چھپا رہے ہو۔"

"اور میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ تمھیں اس مریل شخص سے اتنی دلچسپی کیوں ہو گئی ہے؟"

"تمھیں اچھی طرح معلوم ہے اور مجھے بھی اس کی تھوڑی سی بھنک مل گئی ہے۔ اس کے قبضے میں کوئی ایسی چیز ہے جس کی مالیت کروڑوں ڈالر تک پہنچتی ہے۔"

میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ صورتِ حال بہت نازک معلوم ہوتی تھی۔ "تمھیں یہ بات روڈ ایلبو نے بتائی ہے؟" میں نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اگر اس نے بتا دی ہوتی تو مجھے کوئی غم نہ ہوتا لیکن وہ اتنی بڑی رقم اکیلے ہضم کرنے کے چکر میں ہے۔ اس کی نیت میں فتور آ گیا ہے۔ اب تک ہم سب یہاں سے ہونے والی آمدنی میں حصے دار ہوا کرتے تھے لیکن اس بار اس نے کسی کو اس بوڑھے کے بارے میں ہوا بھی نہیں لگنے دی۔"

"تمھاری معلومات غلط بھی تو ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے روڈ ایلبو کے کسی دشمن نے اُس کے آدمیوں میں بغاوت پھیلانے کے لیے اس قسم کی ہوائی چھوڑ دی ہو۔"

"مجھے معلوم ہے، یہ کوئی ہوائی نہیں ہے۔ اس بوڑھے کی جس طرح نگرانی کی جا رہی ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے لیے بہت کشت و خون ہو چکا ہے۔ یہ بات تو مجھے پہلے سے ہی معلوم تھی کہ یہاں آتے ہوئے تم دونوں پر ہیلی کاپٹر تک سے حملہ کیا گیا۔ کسی معمولی آدمی کے لیے اتنے بڑے پیمانے پر کام نہیں ہو سکتا۔"

"تم نے اپنی ہلاکت کے سامان پورے کر لیے ہیں۔" میں نے متاسفانہ انداز میں کہا۔ "اب تمھارا زندہ بچنا محال ہے۔"

وہ کٹکھنے کُتے کی طرح غرّایا۔ "تم نے میرے سوال کا جواب نہ دے کر اپنے لیے مصیبت کھڑی کر لی ہے۔" اس نے کمر سے لپٹی ہوئی چمڑے کی بیلٹ کھولتے ہوئے کہا۔ "میں تمھیں آخری موقع دے رہا ہوں۔ چاہو تو اب بھی زبان کھول کر اپنی کھال اُترنے سے بچا سکتے ہو۔"

میں خاموش کھڑا اُسے گھورتا رہا۔ وہ غار کے دہانے پر کھڑا بیلٹ کو ہوا میں گردش دے رہا تھا۔

"اب بھی وقت ہے۔ مجھے بتا دو کہ اُس بوڑھے کی کیا اہمیت ہے ورنہ بعد میں تم کسی سے یہ کہنے کے قابل بھی نہیں رہو گے کہ جیک نے تمھارے ساتھ زیادتی کی تھی۔"

میرے اور اس کے درمیان آٹھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ میں نے اسے جواب دینے کے بجائے اپنے بچاؤ کی تدبیروں پر غور کرنا شروع کر دیا۔ معلوم نہیں اس کے پاس پستول تھا یا نہیں لیکن یہ میرے لیے اچھا ہی ہوا تھا کہ اس نے مجھ پر پستول نکالنے کے بجائے مجھ سے بیلٹ کے ذریعے نمٹنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"گویا تم نے زبان نہ کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔" اس نے کہا اور پھر اچانک آگے بڑھ کر مجھ پر بیلٹ سے حملہ کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس حملے سے بچنے کی کوشش کروں گا مگر میں نے اسے حیران کر دیا۔ میں اپنی جگہ ڈٹا کھڑا رہا تھا اور میں نے بیلٹ کو ہاتھ سے پکڑنے کی کوشش کی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی یہ کوشش مجھے بے حد مہنگی پڑی۔ میں بیلٹ پکڑنے میں ناکام ہو گیا تھا اور چمڑے کی موٹی بیلٹ نے میرے اُلٹے ہاتھ میں انگارے بھر دیے۔ شدید تکلیف کی ایک لہر نے مجھے سر سے پیر تک اپنی گرفت میں لے لیا۔ لمحے بھر کو میرے حواس معطل سے ہو گئے اور لمحاتی تعطل میرے لیے قیامت کی نوید لے کر آیا۔ جیک کا بیلٹ بردار ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت کر رہا تھا۔ اور ہر بار بیلٹ میرے جسم سے ٹکراتی تو یوں محسوس ہوتا جیسے جسم کے اس حصے میں کسی نے انگارے بھر دیے ہوں۔ اگر میرے جسم پر کپڑے نہ ہوتے تو خدا جانے میرا کیا حشر ہوتا۔

میں نے جھکائیاں دے کر بیلٹ کی زد سے نکلنے کی کوششیں کیں مگر میں کتنی بار بچ سکتا تھا۔ جیک کے دو وار خالی دینے کے بعد تیسری بار بیلٹ میرے جسم کے کسی نہ کسی حصے [illegible] ضرور ٹکرا جاتی تھی۔ میں نے جھلا کر جیک پر حملہ کرنے [illegible] کوشش [illegible] لیکن [illegible] شش بھی مجھے مہنگی پڑی۔ وہ نہ صرف پھُرتی سے ایک جانب ہٹ گیا بلکہ اس نے مزید کئی بار بیلٹ میرے جسم پر رسید کر دی۔

بالآخر مجھے پیچھے ہٹنا پڑا۔ کوڑے کی طرح لہراتی ہوئی بیلٹ بار بار میرے جسم کو چاٹنے کے لیے میری طرف لپک رہی تھی اور میں اس سے بچنے کے لیے پیچھے ہٹ رہا تھا اور کبھی جھک کر جیک کے وار خالی دے رہا تھا۔ میرے جسم پر کئی مقامات ایسے تھے جہاں مجھے آگ لگنے کا گمان ہو رہا تھا لیکن میرے پاس اتنا وقت بھی تو نہیں تھا کہ میں اپنی چوٹوں کو سہلا ہی سکتا۔

پھر ایک بار بیلٹ میرے ہاتھ میں آ گئی اور میں نے پوری قوت سے اُسے مٹھی میں جکڑ لیا۔ میری جھنجلاہٹ پہلے ہی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی چنانچہ میں نے پوری طاقت سے بیلٹ کو اپنی طرف کھینچا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ اچانک جھٹکا جیک کے قدم اُکھاڑ دے گا لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ وہ کسی چٹان کی طرح اپنی جگہ جما کھڑا ہے۔ اس کے فوراً بعد مجھے جوابی جھٹکا سہنا پڑا۔ طاقت کے اعتبار سے وہ یقیناً مجھ سے بہت زیادہ تھا تبھی تو میں وہ جھٹکا سہہ نہ سکا اور میرے قدم اُکھڑ گئے۔ پھر دوسرا جھٹکا مجھے مُنہ کے بل زمین پر لے گیا۔ اگر میں نے بروقت بیلٹ نہ چھوڑ دی ہوتی تو مُنہ کے بل غار کے سنگی فرش پر گر کر اپنے مُنہ کا بھرتا بنا بیٹھتا۔ میں نے تیزی سے بیلٹ چھوڑ کر اپنے دونوں ہاتھ آگے کر دیے۔ مُنہ تو بچ گیا مگر میرے دونوں ہاتھ اور گھٹنے چھل گئے تھے۔

جیک نے درندگی سے بھرپور قہقہہ لگایا۔ "میں تیرے جسم کا ریشہ ریشہ اُدھیڑ کر رکھ دوں گا۔" اس نے سفّاکانہ لہجے میں کہا۔

میں پھُرتی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے وقتی طور پر ہاتھ روک لیا تھا۔ شاید وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ میں خوف زدہ ہو کر زبان کھول دوں گا۔

"تم خوش فہمی کا شکار ہو گئے ہو جیک۔" میں نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ "تم کسی بھی طرح میری زبان نہیں کھلوا سکو گے۔"

جیک کی آنکھیں سکڑ گئیں اور اس نے ہونٹ بھینچ لیے۔ "معلوم ہوتا ہے ابھی دماغ ٹھکانے نہیں آئے۔" وہ غرّایا۔

"اور نہ آئیں گے۔" میں نے اپنی تکلیف ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "تم میرے مُنہ سے ایک سسکاری تک سُننے کو ترس جاؤ گے۔"

میرے جواب پر جیک آپے سے باہر ہو گیا اور ایک بار پھر بیلٹ تان کر مجھ پر جھپٹ پڑا۔ اس بار میں نے نہ تو بیلٹ سے بچنے کی کوشش کی اور نہ ہی بیلٹ پکڑنے کی کوشش کی بلکہ میں بھول گیا کہ اس کے ہاتھ میں بیلٹ بھی موجود ہے۔ جب پٹنا ہی ٹھہرا تو جدوجہد کیوں نہ کی جائے۔

اِدھر جیک کا بیلٹ والا ہاتھ حرکت میں آیا اور اُدھر میں اس پر جھپٹا۔ جیک کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہو گا کہ اس قدر پٹنے کے بعد میں اس پر یوں جھپٹ پڑوں گا اس لیے وہ اپنے دفاع کی طرف سے بالکل ہی بے فکر ہو گیا تھا اور یہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وجہ بھی کہ میرے گھونسے کو اپنا ٹارگٹ تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ گو کہ اس چکر میں مجھے اپنے جسم پر بیلٹ کا ایک اور وار سہنا پڑا تھا لیکن دوسری طرف جیک کے بائیں جبڑے پر بھی قیامت گزر گئی تھی۔ میرا گھونسا پوری قوت سے اس کے بائیں جبڑے پر پڑا جیک کے حلق سے کراہ خارج ہوئی اور اضطراری طور پر بیلٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا جبڑا دبا لیا تھا۔ شاید اس کا کوئی دانت بھی ہل گیا تھا۔ کلا تو بہرحال پھٹ گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں سے بہنے والا خون گواہی دے رہا تھا۔

آنِ واحد میں پانسا پلٹ گیا تھا۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر زمین پر پڑی ہوئی بیلٹ اٹھالی اور برقی سرعت سے اسے لے کر جیک پر پل پڑا۔ میرا پہلا نشانہ جیک کا چہرہ تھا جس پر اس کے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے تھے بیلٹ کی پہلی ہی ضرب سے میں نے اس کے ایک ہاتھ کی پشت پر سرخ بدھی اُبھرتے دیکھی۔ اُس کے مُنہ سے سسکاری نکلی اور وہ تلملا کر رہ گیا۔

”اب میری باری ہے جیک۔“ میں نے دانت بھینچ کر کہا۔

جیک اُچھل اُچھل کر بیلٹ کی ضربات سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا مگر مجھ پر تو جنون سوار تھا۔ میں پاگلوں کی طرح اس پر بیلٹ برسا رہا تھا اور وہ خود کو بچانے کے لیے پورے غار میں دوڑتا پھر رہا تھا۔ لیکن اسے کہیں بھی جائے پناہ نہیں مل رہی تھی۔ آخر ایک بار وہ ٹھوکر کھا کر زمین پر گر پڑا اور میرا کام مزید آسان ہو گیا۔

”اوہ بس کرو، خدا کے لیے بس کرو۔“ وہ بُری طرح چیخا۔

”اُف میرے خدا، میں مر جاؤں گا۔“

”تمہارا مر جانا ہی بہتر ہے جیک۔“ میں نے ہاتھ روکے بغیر سفاکانہ لہجے میں کہا۔ ”جب تک تم ہوش میں ہو، میرا ہاتھ نہیں رُکے گا۔“

وہ غار کے فرش پر پڑا بُری طرح مچل رہا تھا اور چیخ چیخ کر رحم کی اپیلیں کر رہا تھا مگر میں بہرا ہو گیا تھا۔ مجھ پر اس کی کسی آواز کا، کسی فریاد کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ کچھ دیر قبل وہ میرے جسم کا ریشہ ریشہ اُدھیڑ دینے کے درپے تھا اور اب خود میرے رحم و کرم پر تھا۔ میرے جسم کے بے شمار مقامات سے جہاں جہاں اس کی بیلٹ پڑی تھی ابھی تک ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں اور اب میں اُس سے اپنی ہر چوٹ کا پورا پورا بدلہ لے رہا تھا۔

دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں در آیا اور میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ ”سنو جیک!“ میں نے اس سے کہا۔ ”اگر تم مزید مار سے بچنا چاہتے ہو تو میرے سوالوں کے جواب دو ورنہ میں تمہارے جسم پر کھال کا ایک ذرّہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔“

”پوچھو۔“ اس نے کراہ کر کہا۔ وہ غار کے فرش پر پڑا ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ چمڑے کی بیلٹ کی مار سہنا ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔

”تمہیں ڈی فوسٹر کے بارے میں معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں؟“ میں نے پوچھا۔

”وہ... وہ ایک نقاب پوش تھا... اُف میرے جسم میں آگ لگی ہوئی ہے۔“

”میرے جسم میں بھی آگ لگی ہوئی ہے جیک۔“ میں نے کرخت لہجے میں کہا۔ ”لیکن دیکھو، میں نے کس طرح ضبط کر رکھا ہے۔ تم بھی ضبط کرنے کی کوشش کرو ورنہ یہ آگ مزید پھیل جائے گی۔“

”نہیں، نہیں۔“ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ ”اب مجھے مت مارنا۔ میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔“

”وہ نقاب پوش کون تھا اور اس نے تمہیں کیا بتایا؟“

”اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں... اس بُڈھے کو اس کے حوالے کر دوں... آہ... تو وہ مجھے مالا مال کر دے گا... ہائے۔“ ضبط کے باوجود جیک کے منہ سے بار بار کراہیں نکل جاتی تھیں۔

”تم نے اس سے پوچھا نہیں کہ وہ کون ہے؟“

”میں نے پوچھا تھا، کہنے لگا کہ مجھے آم کھانے سے غرض رکھنی چاہیے۔“

”کیا وہ کوئی مقامی آدمی تھا؟“ میں نے پوچھا۔

”نہیں، وہ انگریزی بول رہا تھا مگر اس کے لہجے میں اجنبیت تھی۔ وہ انگریز یا امریکی ہونے کے علاوہ جرمن بھی ہرگز نہیں تھا۔“

”اسے کیسے معلوم ہوا کہ وہ بوڑھا شخص روڈا ایلبو کی قید میں ہے؟“

”اُسے شبہ تھا۔ اس کی گفتگو سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اُسے یقینی طور پر یہ بات معلوم نہیں ہے۔“

”کیا تم نے اعتراف کر لیا کہ ایسا کوئی شخص یہاں موجود ہے؟“ میں نے تیزی سے پوچھا۔

”ن... نہیں۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر ایسا کوئی شخص یہاں موجود ہے تو میں اسے تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔“

”تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس بوڑھے کے قبضے میں کوئی ایسی چیز موجود ہے جس کی مالیت کروڑوں ڈالر بھی ہو سکتی ہے؟“

”اس نقاب پوش نے مجھے ایک لاکھ ڈالر کی آفر کی تھی۔ میں نے اسی بات سے اندازہ لگایا تھا کہ اس بوڑھے کے پاس کوئی ایسی چیز ضرور موجود ہے جو کروڑوں ڈالر مالیت کی ہے ورنہ ایک لاکھ ڈالر کون کسی کے لیے خرچ کر سکتا ہے۔“

”ہوں۔“ میں نے ہونٹ بھینچ لیے۔ ”اور مجھے تم کس چکر میں یہاں لائے تھے؟“

وہ جواب دیتے ہوئے ہچکچایا اور میں نے بیلٹ ہوا میں لہرائی۔

”اگر جواب دینے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر کی تو میں دوبارہ تم پر بیلٹ برسانا شروع کر دوں گا اور اس بار اس بات کی بھی ضمانت نہیں ہو گی کہ میرا ہاتھ رُکے گا بھی یا نہیں۔“

”نہیں... نہیں۔“ وہ کرب ناک انداز میں چیخا۔ ”مجھے مارنا مت، میں سب کچھ بتا دوں گا۔ دراصل میں تم سے اُس بوڑھے کی اصلیت معلوم کرنا چاہ رہا تھا۔“

”کیا ضروری تھا کہ میں اس کی اصلیت سے واقف ہی ہوتا؟“

”تم کوئی بہت اہم آدمی ہو اور سب کچھ جانتے ہو۔ تبھی تو آج رات تمہارے فرار کا ڈراما اسٹیج کیا جا رہا ہے۔“

”اس بوڑھے کی اصلیت اگر تمہیں معلوم ہو جاتی تو تم کیا کرتے؟“

”اگر اس کے قبضے میں کوئی بہت قیمتی چیز ہے تو اس سے خود فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا۔“

”یا پھر روڈا ایلبو کو بلیک میل کرنے کی کوشش کرتے۔“ میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔“ جیک بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں تو ویسے ہی اس کیمپ پر قبضہ کرنے والا ہوں۔ مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ سارا کام میں سنبھالوں اور آمدنی کا بڑا حصّہ اس کی جیب میں چلا جائے۔“

میں سوچ میں پڑ گیا۔ مسئلہ یہ تھا کہ جیک کا کیا کیا جائے؟ لیکن مجھے زیادہ سوچنا نہیں پڑا۔ غار کے باہر سے قدموں کی آوازیں سُنائی دیں۔ کچھ لوگ اسی طرف آ رہے تھے۔ پھر وہ آوازیں غار کے دہانے پر آ کر رُک گئیں۔ ”اندر کون ہے؟“ کسی نے بلند آواز میں پوچھا۔

”چلے آؤ۔“ میں نے بھی بلند آواز میں جواب دیا۔ ”یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

غار کے دہانے سے چار افراد اندر داخل ہوئے اور متحیرانہ انداز میں ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔ وہ چاروں ہی روڈا ایلبو کے آدمی تھے۔

”کیا ہوا جیک؟“ اُن میں سے ایک نے زمین پر پڑے ہوئے جیک کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔

”اس شخص کو گرفتار کر لو۔“ جیک کراہا۔ ”اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔“

جواب میں مجھ پر بیک وقت چار ریوالور نکل آئے انھوں نے مجھ سے کچھ پوچھنے تک کی زحمت نہیں کی تھی۔

”اپنے ہاتھ بلند کر لو۔“ مجھ سے سرد لہجے میں کہا گیا اور میں نے بیلٹ پھینک کر اپنے ہاتھ اُٹھا دیے۔

”یہ جھوٹ بول رہا ہے۔“ میں نے پُرسکون انداز میں کہا ”حملہ میں نے نہیں، اس نے مجھ پر کیا تھا۔“

”اس کی کوئی بات مت سنو اور اسے فوری طور پر گولی مار دو۔“ جیک چیخا۔ ”یہ بہت خطرناک آدمی ہے۔“

”اس کا فیصلہ تو باس خود کرے گا جیک۔“ اس شخص نے کہا جو جیک کے قریب تھا۔ ”ہمیں تو اس کی حفاظت پر مامور کیا گیا ہے۔“

”لاؤ مجھے ریوالور دو، میں اپنے ہاتھوں سے اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔“ جیک نے اُٹھنے کی کوشش کی۔

جیک کے قریب موجود شخص اس کی طرف ریوالور بڑھانے ہی والا تھا کہ غار کے دہانے کی طرف سے ایک پاٹ دار آواز سنائی دی۔ ”ٹھہر جاؤ۔“ جیک کی طرف بڑھتا ہوا اس شخص کا ہاتھ رُک گیا اور سب لوگ غار کے دہانے کی طرف دیکھنے لگے جس سے روڈا ایلبو اندر داخل ہو رہا تھا۔

”تم اپنے ہاتھ گرا سکتے ہو۔“ اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا اور اپنے ماتحتوں کو گھورنے لگا۔ وہ سب بوکھلا کر اُس سے نظریں چرانے لگے۔ اُن کے ریوالور والے ہاتھ خود بہ خود جُھک گئے تھے۔

”تم لوگوں کی اتنی جرأت کیسے ہوئی کہ اس پر ریوالور نکالو۔“ روڈا ایلبو دہاڑا۔ ”کیا میں نے تمہیں اس کی حفاظت پر مامور نہیں کیا تھا؟“

”ب... باس، ہم سے جیک نے اسے گرفتار کرنے کو کہا تھا۔“ اُن میں سے ایک نے ہکلا کر کہا۔

”کیوں؟“ روڈا ایلبو جیک کی طرف مُڑ کر کسی کٹکھنے کُتے کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

طرح غرّایا۔

"اس نے... اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا باس۔" جیک نے ڈھٹائی سے جھوٹ بولا۔ "دیکھ لو اس نے میرا کیا حشر کیا ہے۔"

"یہ تمھیں یہاں کس لیے لایا تھا؟" روڈ ایلبو میری طرف پلٹا۔

"اس بات کا جواب کسی اور کے سامنے نہیں دیا جا سکتا۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔" روڈ ایلبو مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ "اس کا کیا کیا جائے؟" اس نے جیک کی طرف اشارہ کرکے مجھ سے پوچھا۔

"اس کی زندگی ہم سب کے لیے خطرناک ہے۔ میں اصرار کروں گا کہ اسے فی الفور ٹھکانے لگا دیا جائے۔"

"کمال ہے۔" روڈ ایلبو نے پلکیں جھپکائیں۔ "میں نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے۔" اس نے کہا پھر اپنے ایک آدمی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ "ریوالور دو۔"

"لیکن میرا قصور کیا ہے۔" جیک اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ موت کے خوف نے اُس کی چوٹوں کا احساس زائل کر دیا تھا۔ "تم اس لونڈے کے کہنے پر اپنے برسوں کے ساتھی کو مار دینے پر تُل گئے ہو۔"

"بے فکر رہ احسان فراموش کتے۔" روڈ ایلبو نے ریوالور لیتے ہوئے نفرت سے کہا۔ "تجھے مارنے سے قبل میں تیری فردِ جرم تجھے ضرور سناؤں گا۔ تو مجھے احمق اور بے خبر سمجھتا ہے لیکن مجھے سب معلوم ہے، تو مجھے راستے سے ہٹا کر اس کیمپ پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا۔"

"تم مجھے راستے سے ہٹانے کے لیے مجھ پر جھوٹا الزام عائد کر رہے ہو۔" جیک نے کہا مگر اس کے لہجے میں جان باقی نہیں رہ گئی تھی۔

"کیا یہ بھی غلط ہے کہ تو میرے مہمان کو جھوٹ بول کر یہاں لایا تھا۔ اس کے بعد یہ پروا کیے بغیر کہ وہ میرا مہمان ہے تو نے اس کی موت کا حکم جاری کر دیا تھا۔ اگر میں بروقت یہاں نہ پہنچ گیا ہوتا تو تُو نے تو اسے مروا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تجھے جان سے مار دینے کے لیے تو یہی ایک بات بہت کافی ہے۔"

جیک نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر انھیں تر کرنے کی ناکام کوشش کی۔ "تمھیں کسی نے غلط اطلاع دی ہے۔"

"اب صفائی پیش کرنے کا وقت گزر چکا ہے جیک۔" روڈ ایلبو نے سرد لہجے میں کہا۔ "مجھے آستین میں سانپ پالنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی روڈ ایلبو کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور جیک ایک چیخ مار کر اپنا سر پکڑتے ہوئے زمین پر گر گیا۔ اس کے ماتھے سے خون کی دھار پھوٹ پڑی تھی۔

"یہ اُن تمام لوگوں کے لیے ایک عبرت ہے جو غدارانہ عزائم رکھتے ہوں۔" روڈ ایلبو نے کہا اور مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے غار کے دہانے کی طرف پلٹ گیا۔

"ہاں، اب بتاؤ۔" روڈ ایلبو نے اس غار میں پہنچ کر مجھ سے کہا جہاں میں پہلی بار اس سے ملا تھا۔ "جیک تمھیں جھوٹ بول کر وہاں کیوں لے گیا تھا؟"

"کل رات اُسے ایک نقاب پوش غیر مُلکی ملا تھا جس نے اُسے آفر کی تھی کہ یہاں ایک بوڑھا شخص موجود ہے۔ اگر وہ اسے اس کے حوالے کر دے تو وہ جیک کو اس کے عوض ایک لاکھ ڈالر ادا کرے گا۔"

"اوہ۔" روڈ ایلبو اضطرابی انداز میں کھڑا ہو گیا۔ "پھر کیا ہوا؟"

"ظاہر ہے جیک اس بات سے تو واقف تھا کہ ڈی فوسٹر یہاں موجود ہے لیکن وہ اس کی اہمیت سے ناواقف تھا۔ ایک لاکھ ڈالر کی آفر نے اُسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا اور اس نے اپنے طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ڈی فوسٹر کے قبضے میں کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس کی مالیت کروڑوں ڈالر بھی ہو سکتی ہے۔ اپنے اس نتیجے کی تصدیق وہ کس سے کرتا؟ اس کی نگاہِ انتخاب اس خاکسار پر پڑی اور وہ مجھ پر چڑھ دوڑا۔"

"تب تو اس کا مارا جانا بہت ضروری ہو گیا تھا۔ ویسے بھی اس کی سرگرمیاں اتنی زیادہ قابلِ اعتراض ہو گئی تھیں کہ وہ کسی بھی وقت میرے ہاتھوں مارا جاتا لیکن میرے پاس اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ تمھاری وجہ سے مجھے اس سے جان چھڑانے کا ایک سنہری موقع مل گیا ورنہ میرے آدمیوں میں بددلی پھیل جاتی۔"

"خیر یہ تو تمھارا اپنا دردِ سر ہے جس سے ظاہر ہے، مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ جھوٹ بول کر مجھے کہیں اور لے گیا ہے؟"

"میں اس کی طرف سے مشکوک تو پہلے ہی تھا اور اس کی نگرانی کرا رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے مجھے اطلاع ملی کہ وہ ڈی فوسٹر کی طرف گیا تھا اور وہاں سے تمھیں لے کر نکلا ہے۔ اس اطلاع پر میں نے فوری طور پر اسے تلاش کرنے کا حکم دیا اور خود ڈی فوسٹر کے پاس جا پہنچا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ تمھیں وہاں سے یہ کہہ کر لے گیا ہے کہ تمھیں میں نے بلایا تھا جب کہ میں نے ہرگز تمھیں نہیں بلوایا تھا۔ بس وہیں سے میں کھٹک گیا کہ وہ کسی لمبے ہی چکر میں ہے۔ میں نے اسی وقت اسے ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد میں خود بھی تم دونوں کو تلاش کرتا ہوا اس غار تک پہنچ گیا۔"

"اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ ڈی فوسٹر کی یہاں موجودگی راز نہیں رہی۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے۔" روڈ ایلبو نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔ "تم ایسا کرو آج ہی رات ڈی فوسٹر کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔"

"مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اس سلسلے میں اب تک کیا انتظامات کیے ہیں؟"

"میں نے تمھارے فرار کے لیے سارے انتظامات مکمل کر لیے ہیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ تم یہیں سے مقابلہ کرتے ہوئے نکلو لیکن اب میں نے اپنا منصوبہ تبدیل کر لیا ہے یہاں اگر گولیاں چلیں گی تو وہ لوگ ہماری طرف متوجہ ہو سکتے ہیں جو ڈی فوسٹر کی تاک میں ہیں۔ اس لیے اب وقتِ مقررہ پر میں اپنے آدمی یہاں سے ہٹا لوں گا تاکہ تم سکون سے بلا کسی مزاحمت کے یہاں سے نکل سکو۔"

"لیکن اس میں خطرہ ہے کہ ڈی فوسٹر مشکوک ہو جائے گا۔ یہاں سے اتنی آسانی سے تو فرار نہیں ہوا جا سکتا۔"

"میں نے اس کا حل بھی سوچ لیا ہے۔" روڈ ایلبو نے کہا۔ "کیمپ کے مغربی سرے پر میرے آدمی فائرنگ کریں گے فائرنگ کی آوازیں سُن کر یہاں متعین سارے محافظ کیمپ کے مغربی سرے کی طرف چلے جائیں گے۔ اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر تم ڈی فوسٹر کو لے کر یہاں سے نکل سکو گے۔ کیمپ کے مشرقی سرے پر تمھیں ایک جیپ کھڑی ہوئی ملے گی جس کی کنجیاں اگنیشن میں ہی موجود ہوں گی۔ تم اس جیپ میں بیٹھ کر فرار ہو جاؤ گے۔ جیپ میں ہی تمھیں ایک رائفل اور فالتو راؤنڈ بھی مل جائیں گے جو میرے آدمیوں سے مقابلہ کرنے کے کام آئیں گے۔"

"جب یہاں کوئی ہوگا ہی نہیں تو ہم مقابلہ کس سے کریں گے؟" میں نے پوچھا۔

"مقابلہ ضرور ہوگا۔" روڈ ایلبو مسکرایا۔ "مگر یہاں نہیں بلکہ یہاں سے کچھ فاصلے پر۔ میں تمھیں وہ راستے بتاؤں گا جن پر تمھیں سفر کرنا ہے۔ راستے میں ایک جگہ میرے آدمی چھپے ہوئے ہوں گے۔ وہ تم پر فائرنگ کریں گے لیکن اس طرح کہ تم میں سے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ ٹھہرو میں تمھیں نقشوں کی مدد سے سمجھاتا ہوں۔" روڈ ایلبو کچھ نقشے اُٹھا لایا اور نقشوں کی مدد سے مجھے بتانے لگا کہ میں کن راستوں پر سفر کروں گا۔ ہمیں پہاڑی راستوں پر سفر کرنا تھا اور مشرقی ڈھلانوں سے گزر کر ہمبرگ کے اس علاقے میں پہنچنا تھا جہاں نمک سازی کے کارخانے پھیلے ہوئے تھے۔

میں روڈ ایلبو کے منصوبے کی ساری جزئیات ذہن نشین کر کے ڈی فوسٹر کی طرف واپس آ گیا۔ تہذیب مجھے دیکھتے ہی میری طرف لپکی۔

"روڈ ایلبو تمھیں ڈھونڈتا ہوا یہاں آیا تھا۔" اس نے تشویش سے کہا۔ "تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"وہ مجھے مل گیا تھا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ہم ذرا فرار کے منصوبے کو حتمی شکل دے رہے تھے۔"

"کیا رہا؟" تہذیب نے بے صبری سے پوچھا۔ "ہمیں کب فرار ہونا ہے؟" ڈی فوسٹر خاموشی سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

"آج رات کسی وقت ہم یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔"

ڈی فوسٹر نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور تہذیب کی نظریں میرے ہاتھوں پر جم گئیں۔ "تمھارے ہاتھوں پر یہ نشان کیسا ہے؟" اس نے پوچھا۔

جواب میں مجھے پوری داستان سُنانا پڑ گئی ورنہ میرا ارادہ یہی تھا کہ اُسے کچھ نہیں بتاؤں گا۔

"اوہ تب تو تمھیں بہت تکلیف ہو رہی ہوگی۔" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "روڈ ایلبو سے کہہ کر کوئی مرہم وغیرہ لگوا لیتے۔"

"ہمارا پیشہ ہمیں ان عیاشیوں کی اجازت نہیں دیتا۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تمھارا پیشہ کیا ہے؟" ڈی فوسٹر نے چونک کر پوچھا۔

میں اس کے اس اچانک سوال پر سٹپٹا سا گیا لیکن میں نے جواب دینے میں دیر نہیں لگائی۔ "پیشے سے مراد کام ہے ڈی فوسٹر۔" میں نے کہا۔ "جس قسم کے کاموں سے ہمیں واسطہ پڑتا رہتا ہے اُس میں بنیادی عنصر مہم جوئی ہے۔ مہم جو لوگوں کو بڑے کٹھن حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لہٰذا انھیں خود کو سختیاں جھیلنے کا عادی بنانا ہوتا ہے۔ ہم ان نزاکتوں کے متحمل نہیں ہو سکتے جن میں عام لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ ہم میں اور عام آدمی میں یہی فرق تو ہوتا ہے۔"

"پھر بھی ایک سہولت میسر ہو تو اس سے مُنہ نہیں موڑنا چاہیے۔" تہذیب نے کہا۔ "پھر ہم لوگوں کے لیے خود کو فِٹ رکھنا بھی تو بہت ضروری ہوتا ہے۔ معلوم نہیں کب کن حالات کا سامنا کرنا پڑ جائے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "جب علاج ہو سکتا ہے تو اس سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔"

"اچھا بھئی۔" میں نے ہتھیار پھینکتے ہوئے کہا۔ "جیسا تم چاہو ویسا کر لو۔"

"میں ابھی روڈ ایلبو سے جا کر کہتی ہوں۔ وہ کوئی نہ کوئی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
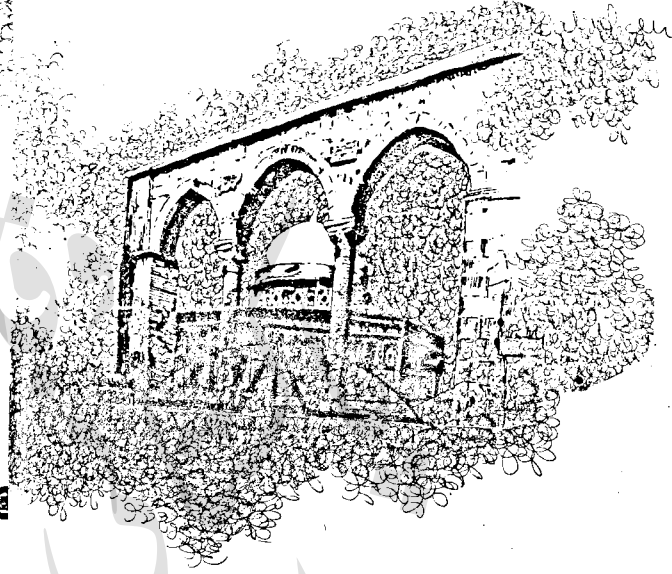
بندوبست کر دے گا۔" تہذیب نے اُٹھتے ہوئے کہا اور باہر چلی گئی۔

کچھ دیر بعد وہ لوٹی تو تنہا نہیں تھی۔ اس کے ساتھ روڈا ایلبو بھی تھا۔ "میں بہت شرمندہ ہوں۔" روڈا ایلبو نے خجالت سے کہا۔ "باتوں کے دوران مجھے خیال نہیں رہا کہ تم زخمی ہو اور تمہیں تھوڑے سے معالجے کی بھی ضرورت ہے۔ بہرحال میں تمہارے لیے یہ مرہم لے آیا ہوں۔ اسے لگالو، شام تک تم خود کو بہتر محسوس کرو گے۔"

"اس کی کوئی ضرورت تو نہیں تھی۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"لیکن اب تم مرہم لے ہی آئے ہو تو میں لگالوں گا۔" میں نے اُس سے مرہم کی ٹیوب لیتے ہوئے کہا۔

"دراصل میری بھی کوئی غلطی نہیں ہے۔" روڈا ایلبو بولا۔ "تمہارے انداز سے قطعی معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ تم زخمی بھی ہو۔"

"لاؤ، ٹیوب مجھے دو۔" تہذیب نے کہا۔ "میں تمہارے مرہم لگا دوں گی۔" اس نے ٹیوب لینے کے لیے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔

"رہنے دو، میں خود لگالوں گا۔" میں نے کہا۔

"لاؤ۔" تہذیب نے آنکھیں نکالیں اور ٹیوب میرے ہاتھ سے جھپٹ لی۔ میں بے بسی سے روڈا ایلبو کی طرف دیکھنے لگا۔

تہذیب میرے ہاتھوں پر مرہم لگا رہی تھی۔

"تم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ تمہارے کہاں کہاں چوٹیں لگی ہیں۔" روڈا ایلبو نے پوچھا۔

"بس کمر تک کا حصہ زد میں آیا ہے۔ باقی تو پورا جسم محفوظ ہے" میں نے کہا۔

"باقی جسم بچا ہی کہاں۔ صرف ٹانگیں ہی تو رہ گئی ہیں۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔

"میں نے بھی تو یہی کہا ہے۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"اچھا خاموش رہو اور قمیص اُتارو۔"

"مروا دیا۔" میں کراہا۔ "اب قمیص بھی اُتارنا پڑے گی۔"

"اوہو تمہیں یقیناً خود سے قمیص اُتارنے میں تکلیف ہو گی۔" روڈا ایلبو نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "لاؤ میں تمہاری مدد کروں"

"ارے یہ تم سب مل کر مجھے بیمار بنا دینے پر کیوں تُل گئے" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں، خود قمیص اُتار سکتا ہوں۔"

روڈا ایلبو ہنسنے لگا مگر میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور قمیص اُتار دی۔ میری پیٹھ دیکھ کر تہذیب نے دانتوں میں اُنگلی دبالی۔

"تمہاری تو پوری پیٹھ ادھڑی ہوئی ہے۔" تہذیب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دکھ بھرے لہجے میں کہا۔"کیسے اتنی تکلیف برداشت کر رہے تھے؟"
روڈا ایلبو کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔
"تم کس قسم کے آدمی ہو۔ تمھاری پیٹھ پر نیل ہی نیل پڑے ہوئے ہیں اور تمھارے کسی انداز سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ تمھیں کوئی غیر معمولی تکلیف ہے۔" اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔
"اگر واقعی کوئی غیر معمولی تکلیف ہوتی تو میں خود ہی تم سے کہہ دیتا۔" میں نے کہا۔"معمولی چوٹیں ہیں، خود ہی ٹھیک ہو جائیں لیکن تم لوگوں کے اصرار پر میں نے مرہم لگوانا قبول کر لیا ہے۔"
"تم ضرورت سے زیادہ باتیں کر رہے ہو۔ چلو ادھر بستر پہ لیٹو تاکہ میں تمھارے مرہم لگا دوں۔" تہذیب نے مجھے فرشی بستر کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔
"مجبوری ہے۔" میں نے بستر پر لیٹتے ہوئے بے بسی سے روڈا ایلبو کی طرف دیکھا۔"مرہم تو لگوانا ہی پڑے گا۔"
روڈا ایلبو متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھے جا رہا تھا۔"اب تو مجھے کنگ اٹلس سے حسد محسوس ہونے لگا ہے۔"
"اس نے تمھارا کیا بگاڑا ہے؟" میں نے پوچھا۔ تہذیب کے نرم و نازک ہاتھ میری پیٹھ پر مسیحائی کرنے میں مصروف تھے۔ مرہم نے اس شدید تکلیف کو زائل کر دیا تھا جو میں اس وقت تک محسوس کرتا رہا تھا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ مرہم کی تاثیر تھی یا تہذیب کے ہاتھوں کی لطافت کا کرشمہ۔ بات کچھ بھی رہی ہو، میرے زخموں میں ٹھنڈک سی پڑ گئی تھی۔
"اس نے تو کچھ بھی نہیں بگاڑا۔" روڈا ایلبو نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔"لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ تمھاری ملاقات پہلے اس سے کیوں ہوئی، مجھ سے کیوں نہیں ہوئی؟"
"اس سے کیا فرق پڑتا؟" میں نے پوچھا۔
"آج تم اس کے بجائے میرے لیے کام کر رہے ہوتے۔ اب میں تمھاری خدمات سے استفادہ نہیں کر سکتا اور وہ کر سکتا ہے۔"
"یہ تم سے کس نے کہہ دیا روڈا ایلبو۔" میں نے حیرت سے کہا۔"جب بھی تمھیں ہماری ضرورت پڑے گی، ہم تمھاری خدمات کے لیے حاضر ہوں گے۔ ہمارے لیے تم اور کنگ اٹلس کوئی الگ الگ تھوڑی ہو۔"
روڈا ایلبو خوش ہو گیا۔"اپنا وعدہ یاد رکھنا۔" اس نے کہا۔
"یہ کوئی وعدہ تو نہیں ہے روڈا ایلبو! یہ تو ایک حقیقت کا اظہار ہے۔ وقت آنے پر تم اس کی صداقت خود دیکھ لوگے۔"
"ٹھیک ہے، اب میں جاؤں گا۔ کچھ اہم کام نمٹانے ہیں۔ اگر میری کوئی ضرورت ہو تو بلا تکلف بلوا لینا۔"

"ارے نہیں روڈا ایلبو! اگر کوئی ضرورت پڑ ہی گئی تو میں خود آ جاؤں گا۔"
روڈا ایلبو چلا گیا۔ تہذیب مرہم لگا چکی تھی اور مجھ سے خاصی خفا نظر آ رہی تھی۔
"تم اتنے زخمی تھے۔ کم از کم مجھ سے تذکرہ تو کرنا چاہیے تھا۔" اس نے خفگی سے کہا۔
"یہ کوئی اتنی اہم بات تو نہیں تھی۔ پھر یہ کہ تم خواہ مخواہ معمولی سی چوٹوں کو اتنی اہمیت دے رہی ہو۔"
"تمھاری قوتِ برداشت واقعی بہت زیادہ ہے۔" ڈی فوسٹر بولا۔"اسی لیے تمھاری نظروں میں ان چوٹوں کی اہمیت نہیں ہے۔"
میں ہنس کر خاموش ہو گیا۔ دن یونہی گزر گیا۔ شام کے وقت روڈا ایلبو میرے پاس آیا۔"تمھاری چوٹوں کا کیا حال ہے؟" اس نے پوچھا۔
"پہلے بھی ٹھیک ہی تھا اور اب تو مجھے محسوس ہی نہیں ہو رہا کہ کبھی میرے کوئی چوٹ لگی تھی۔"
"کیا تم کچھ دیر کے لیے میرے ساتھ چل سکتے ہو؟"
"بالکل۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔"چلو۔"
میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔"میں نے تمھارے فرار کے انتظامات کو آخری شکل دے دی ہے۔" روڈا ایلبو نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔"تم نے نقشے سمجھ لیے؟"
"بہت اچھی طرح۔" میں نے جواب دیا۔
"تم یہاں اجنبی ہو اس لیے تمام نقشے سمجھنے کے باوجود تمھیں دقت ہو گی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عین وقت پر راستوں کی تلاش کی وجہ سے تمھیں دیر ہو جائے۔"
"ایسا نہیں ہو گا روڈا ایلبو۔" میں نے بڑے اعتماد سے کہا۔"جتنی تفصیل سے تم نے ہر بات مجھے سمجھا دی ہے اس کے بعد کسی گڑبڑ کا امکان باقی نہیں رہ جاتا۔"
"سوچ لو۔" روڈا ایلبو نے کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔"رات کے وقت اندھیرا ہو گا اور اندھیرے میں راستوں کی تلاش...."
"بے فکر رہو روڈا ایلبو! اگر اس بات کا ایک فیصد بھی امکان ہوتا تو میں تم سے فرمائش کرتا کہ رات کے ڈرامے کی مجھے ہلکی سی ریہرسل کرا دو۔"
"میں اسی لیے تمھیں لایا تھا لیکن...." روڈا ایلبو نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ اس کے انداز سے فکر مندی ظاہر ہو رہی تھی۔
"تم اب بھی مطمئن نہیں ہو روڈا ایلبو۔" میں نے کہا۔"کسی منصوبے پر عمل کرتے ہوئے مکمل یقین و اطمینان کی ضرورت

ہوتی ہے۔ چونکہ تم بھی اس ڈرامے کے ایک فریق ہو لہٰذا تمھارا مطمئن ہونا بھی ضروری ہے۔"
"تم یوں کیوں نہیں کرتے کہ یہاں سے فرار ہونے کی ریہرسل کر لو۔ آخر اس میں حرج بھی کیا ہے۔"
"حرج تو کوئی نہیں ہے روڈا ایلبو! بلکہ اس کی ضرورت بھی نہیں تھی لیکن محض تمھارے اطمینان کے لیے میں تمھیں ریہرسل کر کے دکھاؤں گا۔" میں نے کہا۔"یہ ریہرسل میں اکیلے ہی کر سکتا ہوں یا...."
"نہیں، تمھارے ساتھی کے لیے ریہرسل کرنا ضروری نہیں، ایک آدمی کے لیے ریہرسل بہت کافی ہے۔"
"تو آؤ روڈا ایلبو! لیکن تم مجھ سے ایک قدم پیچھے ہی رہو گے۔ اگر میں کوئی غلطی کروں تو ٹوک دینا۔ میں اس مقام کی طرف جا رہا ہوں جہاں ایک جیپ ہماری منتظر ہو گی۔"
روڈا ایلبو نے اثبات میں سر ہلا دیا اور میرے ساتھ چلنے لگا۔ میں نے کیمپ کے مشرقی سرے پر اسے ٹھیک اس جگہ لے جا کر کھڑا کر دیا جہاں پروگرام کے مطابق رات کے وقت ہمیں جیپ کھڑی ہوئی ملتی۔
"غالباً اس جگہ ہمیں جیپ کھڑی ہوئی ملے گی۔" میں نے رکتے ہوئے روڈا ایلبو سے کہا۔"میں نے کوئی غلطی تو نہیں کی روڈا ایلبو۔"
روڈا ایلبو کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آ رہے تھے۔
"مجھے حیرت ہے کہ تم اتنے صحیح مقام پر آ گئے۔"
"اور مجھے تمھاری حیرت پر حیرت ہو رہی ہے۔ جو نقشے تم نے مجھے فراہم کیے ہیں ان پر تم نے بڑی وضاحت سے نشانات لگائے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر مجھ سے غلطی ہو جائے تو مجھے یہ کام چھوڑ کر کوئی اور دھندا دیکھنا چاہیے۔"
"تمھاری اس بات سے میں متفق ہوں۔" روڈا ایلبو نے کہا۔"اب اگر تم کہو تو میں جیپ بھی منگوا لوں تاکہ تم وہ مقام بھی دیکھ لو جہاں میرے آدمی تمھیں روکنے کی کوشش کریں گے۔"
"ضرورت تو نہیں ہے لیکن حسبِ سابق محض تمھاری تسلی کے لیے میں یہ بھی کرنے کو تیار ہوں۔"
روڈا ایلبو نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور ذرا ہی دیر بعد وہاں جیپ پہنچ گئی۔ میں نے کچھ کہے بغیر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور روڈا ایلبو میرے برابر میں بیٹھ گیا۔
"اب میں تمھیں دکھاؤں گا کہ تمھاری رہنمائی کے بغیر بھی میں اس مقام کی نشاندہی کر سکتا ہوں جہاں ہمیں ایک نام نہاد مقابلہ کرنا ہو گا۔"

روڈا ایلبو نے بڑے غور سے مجھے دیکھا۔"ابھی سورج نہیں ڈوبا ہے اس لیے ممکن ہے تم سیدھے اس جگہ جا پہنچو لیکن رات کو جس وقت تمھیں سفر کرنا ہو گا اس وقت گہری تاریکی ہو گی اور آس پاس کی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی ہو گی۔ اس وقت تمھارے لیے اس مقام کی صحیح نشاندہی ناممکن سی بات ہو گی۔"
"یقین کرو روڈا ایلبو! رات کی تاریکی میں بھی اس مقام تک پہنچنا میرے لیے اتنا ہی آسان ہو گا جتنا دن کی روشنی میں۔"
"میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔"
"وجہ؟" میں نے پوچھا۔
"رات کی تاریکی میں کسی اجنبی جگہ پر پہلی ہی کوشش میں بغیر بھٹکے ہوئے کیسے پہنچا جا سکتا ہے؟"
"تم نے نقشے میں اس جگہ نشان لگا دیا ہے جہاں ہمیں روکنے کی کوشش کرنے کے لیے تمھارے آدمی چھپے ہوئے ہوں گے اور میں نے نقشے اچھی طرح ذہن نشین کر لیے ہیں۔ نقشوں سے مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ وہ جگہ کیمپ سے کتنے فاصلے پر ہے۔ سمت کا اندازہ بھی ہے۔ اب مجھے جن چیزوں کا خیال رکھنا ہے وہ سمت اور فاصلے ہوئے۔ فاصلے کا تعین جیپ کی رفتار اور وقت کو ذہن میں رکھ کر ہو جائے گا۔ پھر وہاں تک پہنچنا کیا مشکل ہے؟"
"تم ایک حیرت انگیز آدمی ہو۔" روڈا ایلبو نے طویل سانس لے کر کہا۔"تمھارا اعتماد قابلِ رشک ہے۔ میں نے اب تک کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جو اتنے اعتماد سے کام کرتا ہو۔"
"کمال ہے روڈا ایلبو! میرے خیال میں تو آدمی کو صرف وہی کام کرنا چاہیے جس کے بارے میں وہ مکمل طور پر پُرا اعتماد ہو۔ اگر اسے خود میں اعتماد کی ذرا سی بھی کمی محسوس ہو رہی ہو تو پھر اس کام سے ہاتھ کھینچ لینا ہی بہتر ہے۔"
روڈا ایلبو مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ میں نے بریک لگا کر جیپ روک دی۔ روڈا ایلبو نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا۔"ارے، ہم تو پہنچ گئے۔" اس نے کہا۔"میں تو باتوں میں ایسا محو ہوا کہ مجھے کچھ خیال ہی نہیں رہا۔"
"میں غلط جگہ تو نہیں رُکا روڈا ایلبو؟"
"نہیں، تم بالکل صحیح جگہ رکے ہو۔ میرے آدمی اسی چٹان کے پیچھے تمھارے منتظر ہوں گے۔"
"بس تو ٹھیک ہے۔ اب واپس چلتے ہیں۔" میں نے تنگ پہاڑی راستے پر جیپ موڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ جیپ موڑنے میں مجھے خاصی دقت ہوئی اس لیے کہ وہ سفر کرنے کا کوئی باقاعدہ راستہ نہیں تھا اور روڈا ایلبو نے بھی شاید وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

راستہ اس لیے منتخب کیا تھا کہ ہم کسی کی نظروں میں آئے بغیر وہاں سے دور نکل جائیں۔

"مجھے ایک بات کی طرف سے بہت تشویش ہے روڈا لیبو۔" میں نے دفعتاً کہا۔

"کیا؟" روڈا لیبو نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"جس طرح ان لوگوں نے جیک کو توڑنے کی کوشش کی تھی اسی طرح ممکن ہے تمھارے کسی اور آدمی پر بھی طبع آزمائی کی گئی ہو۔"

"نہیں، اس بات کا امکان نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے؟"

"اگر ایسا ہوتا تو وہ شخص اب تک ہماری نظروں میں آچکا ہوتا۔" روڈا لیبو نے کہا۔

"تمھارا خیال درست نہیں ہے روڈا لیبو! جیک تو محض اپنی حماقت کی وجہ سے ہماری نظروں میں آگیا تھا۔ اگر وہ خاموشی سے ڈی فوسٹر کو ان لوگوں کے حوالے کر دیتا تو ہمیں وقت گزرنے کے بعد ہی کچھ معلوم ہو پاتا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک آفر بہ یک وقت دو افراد کو کیسے کی جاسکتی ہے۔ انھیں پہلے اس کے جواب کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ اگر انھوں نے کسی اور کو بھی آفر کر دی ہے تو اسے حماقت ہی کہا جاسکتا ہے۔"

"ہمارا سابقہ جن لوگوں سے ہے روڈا لیبو! وہ سیکرٹ ایجنٹ کہلاتے ہیں۔ تم شاید نہ جانتے ہو لیکن میں تمھیں بتلائے دیتا ہوں کہ سیکرٹ ایجنٹس کبھی ایک ذریعے پر اکتفا نہیں کرتے۔ اس کی کئی وجوہات ہوتی ہیں۔ دوسرے ملک میں کام کرنے کی وجہ سے ان کی زندگیوں کو ہر وقت خطرہ لاحق رہتا ہے اس لیے وہ وقت ضائع کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک کام کرنے کے جتنے ذرائع انھیں میسّر آسکتے ہیں بہ یک وقت ان سب سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ نہایت سفاک، بے رحم اور وعدہ خلاف قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو، اگر جیک، ڈی فوسٹر کو ان لوگوں کے حوالے کر دیتا تو وہ اسے ایک لاکھ ڈالر ادا کر دیتے۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اسے گولی مار کر ہلاک کر دیتے اور ڈی فوسٹر کو لے کر فرار ہو جاتے۔"

"لیکن یہ بھی تو سوچو کہ اگر انھوں نے جیک کے علاوہ کسی اور کو بھی یہ آفر کرنے کی حماقت کی ہوتی تو کیا ڈی فوسٹر کو کیمپ سے نکال لے جانے کی کوشش میں ان دونوں افراد میں تصادم کا خطرہ نہ ہوتا؟"

"تم نے بہت اچھا نکتہ اٹھایا ہے روڈا لیبو۔" میں نے تعریفی لہجے میں کہا۔ "یقیناً یہ بات ہے۔ اگر ایک سے زائد افراد ڈی فوسٹر کو نکالنے کے چکر میں پڑتے تو اس کوشش میں اُن میں آپس میں تصادم کا خطرہ ہوتا اور تصادم کے نتیجے میں ڈی فوسٹر تو نہ نکل پاتا، ان لوگوں کا راز افشا ہو جاتا۔ ان سیکرٹ ایجنٹوں نے اس نکتے کو نظر انداز نہیں کیا ہوگا۔"

"بس تو ثابت ہوا کہ صرف جیک ہی وہ کالی بھیڑ تھا جسے ان لوگوں کی طرف سے کوئی آفر ہوئی تھی۔" روڈا لیبو نے خوش ہو کر کہا۔

"اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے روڈا لیبو! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ انھوں نے ہمارا پروگرام معلوم کرنے کے لیے تمھارے کچھ لوگوں کو توڑنے کی کوشش کی ہو؟"

"تم تو ہوش اُڑا دینے والی باتیں کرتے ہو۔" روڈا لیبو نے خوف زدہ سے انداز میں ہنس کر کہا۔

"قبل اس کے کہ کسی ناگہانی سے ہمارے ہوش اُڑیں، ہوش رُبا امکانات کا جائزہ لے لینا بہتر ہوتا ہے۔ اس سے کم از کم آدمی کسی بھی ناگہانی کے لیے ذہنی طور پر تیار تو ہوتا ہے۔"

"تو یہ بتاؤ کہ اب کیا کیا جائے۔" روڈا لیبو نے تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔ "کیا اپنے آدمیوں کو ٹٹولنے کی کوشش کروں؟"

"ہمارے پاس وقت بہت کم ہے روڈا لیبو!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اس لیے اب کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔"

"یہ ضروری تو نہیں ہے کہ فرار کے پروگرام پر آج ہی عمل کیا جائے۔ ہم کوئی اور پروگرام بنالیں گے اور اس پر کسی اور روز عمل کرلیں گے۔"

"اب تو کوئی خطرہ بھی مول نہیں لیا جاسکتا روڈا لیبو! یہ بات ان لوگوں کے علم میں آچکی ہے کہ ڈی فوسٹر تمھارے کیمپ میں موجود ہے اور اس کے بعد یہاں گزرنے والا ہر لمحہ ڈی فوسٹر کے لیے خطرے کا پیغام لائے گا۔"

ہم کیمپ میں واپس پہنچ چکے تھے۔ میں نے جیپ روک دی اور ہم جیپ سے اُتر آئے۔ سورج غروب ہو چکا تھا اور ہلکی ہلکی تاریکی پھیلنا شروع ہوگئی تھی۔

"یہاں رُکنے میں بھی خطرہ ہے اور فرار ہونے میں بھی خطرہ ہے تو پھر کیا کریں؟" روڈا لیبو نے کہا۔

"یہاں رُکنے میں زیادہ خطرہ ہے لہٰذا طے شدہ پروگرام پر ہی عمل کیا جائے۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔ یہاں ان لوگوں کے مقابلے کے لیے ایک پورا گروپ موجود ہے جبکہ اگر انھوں نے تمھیں راستے میں کہیں گھیر لیا تو تم تنہا ہوگے۔"

"پہلی بات تو یہ کہ تم نے ان کی طاقت کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ ہمارے مقابلے پر کئی ملکوں کے سیکرٹ ایجنٹ ہیں ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ ڈی فوسٹر کی یہاں موجودگی کی خبر کس ملک کے ایجنٹوں تک پہنچی ہے۔ اگر یہ خبر سارے ممالک کے ایجنٹوں تک پہنچ گئی تو تمھارے آدمی کس کس کا مقابلہ کریں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے پروگرام کے راز کا افشا ہو جانا محض ایک قیاس ہے اور قیاس بھی ایسا جس کے صحیح اور غلط ہونے کے امکانات برابر کے ہیں۔ للٰہذا میری رائے میں تو قیاس پر فیصلہ کرنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ کیا خیال ہے؟"

"تمھاری بات دل کو لگتی ہے۔" روڈا لیبو نے کہا۔ "واقعی اگر ان سب نے مل کر کیمپ پر چڑھائی کر دی تو ہم ان کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے اور کیمپ الگ تباہ ہو جائے گا۔ اس تباہی کے بعد بھی اگر ڈی فوسٹر کے بچ جانے کی ضمانت دی جاسکتی تو میں تمھیں فی الحال رُکنے پر ہی اصرار کرتا لیکن چونکہ یہ ضمانت میسّر نہیں ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم جلد از جلد یہاں سے نکل ہی جاؤ۔"

"شکر ہے بات تمھاری سمجھ میں آگئی۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ خود کو بالکل نارمل رکھو اور اپنے کسی آدمی پر کچھ بھی ظاہر مت کرو۔"

"بے فکر رہو، میں کسی سے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کروں گا۔"

روڈا لیبو سے رخصت ہو کر میں واپس پہنچا تو ڈی فوسٹر اور تہذیب مالکم ایکس بے چینی سے میرا انتظار کر رہے تھے۔

"روڈا لیبو سے کیا باتیں ہوئیں؟" تہذیب نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا۔

"وہ مجھے یہاں سے فرار ہونے کی ریہرسل کرا رہا تھا۔" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا۔

"اور کوئی خاص بات تو نہیں؟"

"نہیں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

رات تک کا وقت ہم نے زیادہ تر خاموش رہ کر ہی گزارا۔ ہم سب ہی اپنی اپنی جگہ کچھ نہ کچھ سوچ رہے تھے۔ ڈی فوسٹر خاص طور پر بہت مضطرب تھا۔ اس کا اضطراب اس کی حرکات و سکنات سے عیاں تھا۔ اسے کسی کل چین نہیں آرہا تھا۔ کبھی لیٹ جاتا، کبھی بیٹھ جاتا اور کبھی ٹہلنے لگتا۔ میں نے اور تہذیب نے اُسے کسی بات پر نہیں ٹوکا۔ اس دوران میں رات کا کھانا آیا اور بڑی خاموشی کے ساتھ کھا بھی لیا گیا۔

پھر وہ وقت بھی آگیا جب ہمیں یہاں سے فرار ہونا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب کیمپ میں ہپی آوارہ گرد نشے میں ڈوب کر

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ

انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ہوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوشِ مادر تھا، آگ اس کے بدن کو نمو دیتی تھی۔

وہ کہانی جس نے اپنے وقت میں مقبولیت کے ریکارڈ توڑ دیے

صدیوں کا بیٹا

پانچ حصّوں میں مکمّل

قیمت فی حصہ ۔/۴۰ روپے ✽ ڈاک خرچ فی حصہ ۔/۱۶ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
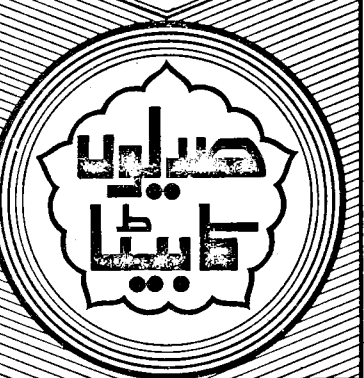
بدمست ہوجاتے ہیں اور اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہوجاتے ہیں رات کے سناٹے میں کیمپ کے مغربی سرے پر اُبھرنے والے فائروں کی پے در پے آوازوں نے سناٹے کا سینہ چھلنی کردیا۔ مختلف اقسام کے آتشیں اسلحے سے لگاتار فائرنگ ہورہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اس فائرنگ نے کیمپ میں ہلچل مچادی ہوگی لیکن ہم اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ سب طے شدہ پروگرام کے مطابق ہورہا ہے چنانچہ ہم فرار ہونے کے لیے تیار ہوگئے۔

ہمیں راستہ بالکل صاف ملا تھا۔ جیپ تک پہنچنے کے دوران ہمیں روڈ ایلبو کا ایک آدمی بھی نہیں ملا۔ میں ڈی فوسٹر اور تہذیب کو لے کر سیدھا جیپ تک پہنچا تھا۔ حسبِ پروگرام اگنیشن میں کنجیاں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کسی توقف کے بغیر جیپ اسٹارٹ کردی۔ تہذیب نے ڈی فوسٹر کے ساتھ عقبی حصہ سنبھال لیا تھا۔

”رائفل موجود ہے تہذیب؟“ میں نے جیپ کو آگے بڑھاتے ہوئے تہذیب سے پوچھا۔

”ہاں۔“ تہذیب نے جواب دیا۔ ”خاصی تعداد میں فالتو راؤنڈ بھی موجود ہیں۔“

میں نے مطمئن انداز میں سر کو جنبش دی اور جیپ کی رفتار بڑھانے لگا۔ فائرنگ کی آوازیں بتدریج ہم سے دور ہوتی جارہی تھیں۔ پہاڑی ڈھلانوں اور بلندیوں پر جیپ کا سفر جاری تھا۔ میں ممکنہ حد تک تیز رفتاری سے جیپ ڈرائیو کررہا تھا لیکن پہاڑی راستوں پر زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنا ممکن نہیں تھا اس لیے جیپ بہت زیادہ رفتار سے بھی سفر نہیں کررہی تھی۔

عقب سے آنے والی فائرنگ کی آوازیں دم توڑ چکی تھیں اور اب ہر طرف سناٹے اور ویرانی کا راج تھا۔ تا حدِ نگاہ جہاں تک جیپ کی ہیڈلائٹس میں نظر کام کررہی تھی، ویرانے اور پہاڑی چٹانوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ کچھ دور مزید سفر کرنے کے بعد ہم نے پہلے فائر کی آواز سُنی۔ یہ فائر ہم سے کافی آگے ہوا تھا۔ اس کے بعد فائروں کی مسلسل آوازوں نے سناٹے کو مجروح کرنا شروع کردیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ اُبھر آئی۔ وہ ڈراما شروع ہوگیا تھا جو میرے مشورے پر روڈ ایلبو نے کنگ اٹلس کے کہنے سے ترتیب دیا تھا۔ میں بے خوفی سے جیپ ڈرائیو کرتا رہا۔ کسی قسم کے خوف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میرے اور تہذیب کے علاوہ ڈی فوسٹر بھی اس ڈرامے سے واقف تھا ورنہ وہ پہلے سے جس طرح سہما ہوا تھا اس کے پیشِ نظر اگر اس کی توقع کے خلاف اس قسم کا کوئی ہنگامہ شروع ہوجاتا تو خوف کے مارے اس کی گھگی ہی بندھ گئی ہوتی۔

ذرا آگے بڑھنے کے بعد دفعتاً ہی مجھے احساس ہوا کہ ابھی وہ جگہ تو آئی نہیں جہاں ہم پر حملہ کیا جانا تھا۔ ان لوگوں نے اتنی بے صبری کا مظاہرہ کیوں کیا۔ ہمارے وہاں پہنچنے میں چند ہی منٹ تو رہ گئے تھے۔ کیا وہ لوگ چند منٹ انتظار نہیں کرسکتے تھے؟ انھوں نے اتنے فاصلے سے یہ اقدام کیوں کیا؟ انھیں جیپ کے راستے کا بھی علم تھا۔ اتنے فاصلے سے گولیاں برسانا تو نہایت بے معنی حرکت تھی۔ اتنی دیر میں تو اپنے بچاؤ کا انتظام بھی کیا جاسکتا تھا۔

کچھ دیر گولیاں چلنے کا سلسلہ جاری رہا اور پھر دفعتاً ہی دوبارہ پہلے کی طرح سناٹا چھا گیا۔ گولیاں چلنا بند ہوگئی تھیں۔ میں اُلجھن میں مبتلا ہوگیا تھا مگر میں نے جیپ نہیں روکی۔

”علی!“ عقب سے تہذیب نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ ”وہ جو سامنے چٹان نظر آرہی ہے نا، میں نے اسی طرف سے شعلے لپکتے دیکھے تھے۔“

”ہاں، فائرنگ اسی چٹان پر سے ہورہی تھی۔“ میں نے جواب دیا۔ ”اور ہم اسی چٹان کے سامنے سے گزریں گے۔“

تہذیب نے کوئی جواب نہیں دیا اور ڈی فوسٹر تو آواز نکالنے کے قابل بھی نہیں تھا۔ میں دانتوں پر دانت جمائے ڈرائیونگ کررہا تھا۔ میرا ذہن بہت تیزی سے کام کررہا تھا مگر اس نئی صورتِ حال کے متعلق میں کوئی رائے قائم نہیں کرپارہا تھا۔

ابھی ہماری جیپ ان چٹانوں کے سامنے پہنچ بھی نہیں پائی تھی کہ اچانک ہی ہم پر روشنی کی یلغار ہوگئی۔ دونوں اطراف بکھری ہوئی چٹانوں نے تیز روشنی اُگلنا شروع کردی تھی۔ وہ طاقت ور سرچ لائٹوں کی روشنیاں تھیں جنھوں نے ہمارے اردگرد کے علاقے کو منور کرکے رکھ دیا تھا۔ روشنیاں اتنی تیز تھیں کہ دن کا گمان ہونے لگا تھا۔ ان طاقت ور سرچ لائٹوں کے عقب میں دیکھنا تو ممکن نہیں تھا لیکن چٹانوں کے درمیان کئی جگہوں سے اُبھری ہوئی رائفلوں کی نالیں ہمیں صاف نظر آرہی تھیں۔

”رک جاؤ۔“ ایک گرج دار آواز سنائی دی۔ ”اگر فرار ہونے کی کوشش کی تو جیپ کے ساتھ ساتھ تم سب کے بھی پرخچے اُڑ جائیں گے۔“

میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہاں اس ویرانے میں اُن لوگوں نے ہماری ضیافت کے لیے اتنا اہتمام نہیں کیا ہوگا۔ اس لیے میں نے اس وارننگ سے قبل ہی جیپ روک دی تھی۔ جہاں تگ و دو کا منفی نتیجہ نکلنے کی توقع ہو وہاں کسی قسم کی جدوجہد کرنے کو محض حماقت ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن اُس آواز نے میرے جسم میں سنسنی پیدا کردی تھی۔

اس آواز میں شناسائی کی جھلکیاں تھیں۔ وہ آواز میرے لیے اجنبی نہیں تھی لیکن فوری طور پر مجھے یاد نہ آسکا کہ وہ آواز میں نے پہلے کہاں سُنی تھی؟

”تمھارے پاس جو اسلحہ بھی ہے اُسے جیپ سے باہر پھینک دو۔“ گرجدار آواز میں دوبارہ کہا گیا۔

میرے پاس تو اسلحے کے نام پر کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی تھی۔ پروگرام تو یہ تھا کہ اس مقام سے کچھ آگے ہم روڈ ایلبو کے آدمیوں سے مصنوعی مقابلہ کریں گے اور اسی وجہ سے میں نے اپنے پاس کوئی ہتھیار رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی تاہم اب مجھے احساس ہورہا تھا کہ مجھ سے زبردست غلطی سرزد ہوئی ہے۔ یہ بات مجھے فراموش نہیں کرنا چاہیے تھی کہ ہمارا مقابلہ معمولی لوگوں سے نہیں ہے۔ ہمارے مقابلے پر دنیا کے انتہائی ترقی یافتہ ممالک کے مایہ ناز ایجنٹ تھے جن سے ہمہ وقت ہوشیار رہنا ضروری تھا لیکن مجھ سے جو چوک ہو چکی تھی اب پچھتاوے سے اُس کا مداوا تو نہیں ہوسکتا تھا۔

میری طرح ڈی فوسٹر بھی نہتا تھا۔ اگر وہ نہتا نہ ہوتا تو بھی کیا فرق پڑجاتا۔ وہ ذہنی کام کرنے والا کم زور اعصاب کا آدمی تھا۔ ایک سائنس داں، جو مہلک ہتھیار ایجاد تو کرسکتا ہے مگر انھیں استعمال نہیں کرسکتا۔ ڈی فوسٹر کے اعصاب پر تو گولیوں کی آوازیں بھی بم کے دھماکوں کی طرح اثر انداز ہورہی تھیں۔ اُس کی گھگی بندھی ہوئی تھی۔ اگر اُس کے پاس ہتھیار ہوتا تو یا تو وہ اُسے استعمال نہ کرپاتا یا اگر استعمال کرتا بھی تو شاید اپنے ساتھیوں کے لیے ہی ہلاکت خیزی کا سامان کرتا۔

تہذیب کے پاس البتہ ایک رائفل تھی جو مصنوعی مقابلہ کرنے کے لیے روڈ ایلبو نے مہیا کی تھی۔ مقابلہ تو خیر کیا کرتے اُلٹے ہم مصیبت میں پھنس گئے تھے اور جس طرح میں نے جیپ روک دی تھی اُسی طرح تہذیب کے پاس بھی رائفل پھینک دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا اور اس نے کیا بھی یہی۔ سناٹے میں رائفل کے سنگلاخ زمین پر گرنے سے زوردار آواز پیدا ہوئی اور پھر سناٹا چھا گیا۔

میرے دونوں ہاتھ جیپ کے اسٹیئرنگ پر تھے۔ جیپ اور اُس کے اردگرد کا پہاڑی علاقہ تیز روشنی میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں بے حس و حرکت بیٹھا تھا مگر میری آنکھیں تیزی سے گردش کررہی تھیں لیکن بے آب و گیاہ چٹانوں کے عقب سے جھانکتی ہوئی متعدد رائفلوں کی نالوں کے علاوہ کچھ اور نظر نہیں آرہا تھا۔ اس صورتِ حال میں رائفل پھینک کر تہذیب نے عقلمندی کا مظاہرہ کیا تھا۔

تہذیب کے رائفل پھینکنے کے چند لمحوں کے اندر اندر چٹانوں کے عقب سے کئی مسلح افراد برآمد ہوئے اور انھوں نے جیپ کو گھیرے میں لے لیا۔ اُن سب کے چہرے نقابوں میں پوشیدہ تھے۔ انھوں نے اندازہ کرلیا تھا کہ ہم کسی قسم کی مزاحمت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے اسی لیے وہ بلاجھجک جیپ کے بالکل نزدیک آگئے تھے۔ میں خاموشی سے اسٹیئرنگ پر بیٹھا اُن لوگوں کو دیکھتا رہا۔ اُن میں سے کسی کے مُنہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ پھر کسی نے مجھے کالر سے پکڑ کر بڑی بے دردی سے جیپ سے نیچے کھینچ لیا۔ میں بڑے بے تکے انداز میں زمین پر گرا اور مجھے اپنے جسم پر چند ٹھوکریں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ مزید پٹائی سے بچنے کے لیے مجھے تیزی سے اُٹھ کر کھڑا ہوجانا پڑا۔ ڈی فوسٹر اور تہذیب کے ساتھ بھی ایسا ہی بے رحمانہ سلوک کیا گیا تھا۔ پھر اُن لوگوں نے ہم تینوں کے ہاتھ ہماری پُشت پر مضبوطی سے باندھ دیے۔ ہماری جامہ تلاشی لے کر انھوں نے ہمارے پاس موجود ہر چیز اپنے قبضے میں لے لی تھی۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ معلوم نہیں ان میں سے کس کی آواز میں نے پہلے بھی سُنی تھی۔ میں ابھی تک یاد نہیں کرسکا تھا کہ مجھے اس آواز میں شناسائی کی جھلکیاں کیوں محسوس ہوئی تھیں۔ اگر وہ سب نقاب پوش نہ ہوتے تو شاید بولنے والے کا چہرہ دیکھ کر ہی مجھے کچھ یاد آسکتا۔

ہمارے ہاتھ باندھنے کے بعد اُن لوگوں نے ہمیں جارحانہ انداز میں دھکیلنا شروع کیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ہمیں دھکیلتے ہوئے ایک ایسے مقام پر لے گئے جہاں ایک چٹان کے عقب میں ایک بڑی سی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ اُس وین کا عقبی دروازہ کھولا گیا اور اُن لوگوں نے ہمیں وین کے اندر پھینک دیا اور اس کے بعد خود بھی وین کے پچھلے حصّے میں گھس گئے۔ تین افراد البتہ وین کے اگلے حصّے کی طرف چلے گئے تھے۔

چند ہی لمحوں کے اندر اندر گاڑی اسٹارٹ ہوکر وہاں سے روانہ ہوگئی اور اُس کے ذرا ہی دیر بعد ہم نے ایک دھماکا سُنا۔ غالباً بم مار کر ہماری جیپ کو تباہ کردیا گیا تھا۔ ہم بُری طرح پھنس کر رہ گئے تھے لیکن ہمارے پاس خاموشی کے سوا کیا چارۂ کار تھا۔ ہمیں جانوروں کی طرح وین میں ٹھونسا گیا تھا اور ہم اس سلوک کے خلاف صدائے احتجاج بھی بلند نہیں کرسکتے تھے۔ اُن لوگوں کے انداز سے اس قدر درندگی ٹپک رہی تھی کہ ہم ذرا بھی چون و چرا کرنے کی کوشش کرتے تو کچھ عجب نہیں تھا کہ وہ ہمیں مار کر ہماری لاشیں وہیں پھینک کر آگے بڑھ جاتے۔ میری طرح تہذیب بھی صورتِ حال کی سنگینی بھانپ چکی تھی۔ اسی لیے اُس نے بھی چُپ سادھ رکھی تھی اور ڈی فوسٹر میں تو اتنی ہمّت تھی ہی نہیں کہ اُن لوگوں سے کسی قسم کے سوال جواب بھی کرسکتا۔ اُس پر تو سکتہ طاری تھا۔

پہاڑی ناہموار راستوں پر وین اُچھلتی کودتی چلی جارہی تھی۔ وین کے فرش پر پڑے ہونے کی وجہ سے ہر جھٹکا سہنا مشکل ہورہا تھا۔ وہ لوگ تو بیٹھے ہوئے تھے لیکن ہم لوگ بہت بُرے حال میں تھے۔ وہ قیامت کا سفر ثابت ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کبھی ختم نہ ہونے والا سفر کر رہے ہیں۔ سفر کسی صورت ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ پے در پے لگنے والے جھٹکے آخر ہم کہاں تک برداشت کرتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے تہذیب اور اس کے بعد میں بھی ہوش و حواس سے بے گانہ ہو گیا۔

پھر صبح کے وقت ہمارے سفر کا اختتام ہوا۔ گاڑی رُکنے کے احساس سے مجھے کچھ ہوش آیا تھا۔ تہذیب غنودہ سے انداز میں آنکھیں کھول کر دیکھا تھا مگر اُن لوگوں ں بُری طرح کھینچ کر ہمیں اُٹھایا بلکہ اُٹھایا کیا، بس گھسیٹتے ئے ہمیں وین سے باہر پھینک دیا۔ اُن کے اس سلوک بعد غنودگی ہوا ہو گئی۔ اُس کے بعد وہ لوگ ایک بار پھر ہمیں ی سے دھکیلتے ہوئے ایک کمرے تک لے گئے۔ یب اور ڈی فوسٹر کے بارے میں تو مجھے نہیں معلوم لیکن مجھے اتنا ں تھا کہ میں نے دیکھ لیا، ہمارے سفر کا اختتام ایک عمارت پر ہوا ہے۔ لیکن اُن لوگوں نے اتنا موقع ہی نہیں دیا کہ میں اس عمارت کا تفصیلی جائزہ لے سکتا۔ ہمیں ایک کمرے میں دھکیل کر اُن لوگوں نے دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اُس کمرے میں فرنیچر نامی کسی شے کا وجود نہیں تھا۔ بس فرش پر قالین بچھا تھا اور کچھ بھی نہیں تھا۔ انتہا تو یہ تھی کہ دیواروں پر سجاوٹ کے لیے بھی کسی شے کا وجود نہیں تھا۔ ایک کیل تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ چھت بھی خاصی بلند تھی اور دیواروں میں اگرچہ روشن دان موجود تھے مگر سپاٹ دیواروں پر چھپکلی کی طرح رینگ کر ہی اُن تک رسائی ممکن تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔

تمام رات کے تکلیف دہ سفر کے باعث میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ تہذیب کا چہرہ بھی اُترا ہوا تھا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بھی سخت تکلیف میں ہے اور ڈی فوسٹر کے چہرے پر تو مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ وہ بے تکے انداز میں قالین پر لیٹا ہوا تھا اور آنکھیں بند کیے گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ ہاتھ پُشت پر بندھے ہونے کے باعث وہ ٹھیک سے لیٹ بھی نہیں سکتا تھا۔ یہی حال میرا اور تہذیب کا بھی تھا۔

کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر جب یہ خاموشی زیادہ ہی طویل ہونے لگی تو میں نے بولنے میں پہل کی۔

"کچھ اندازہ ہوا تہذیب؟" میں نے کہا۔

"کیا؟" تہذیب نے چونک کر کہا۔ اُس کا انداز مشینی تھا جیسے میری بات اُس کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔

"شاید کھیل بگڑ گیا یہ لوگ کسی ملک کے ایجنٹ معلوم ہوتے ہیں جن کے ہتھے ہم چڑھ گئے ہیں۔"

تہذیب مجھے یوں دیکھنے لگی جیسے میں کسی اجنبی زبان میں گفتگو کر رہا ہوں۔

"تمھیں کیا ہو گیا ہے تہذیب؟" میں نے تیز قسم کی سرگوشی میں کہا۔ "خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔"

"میں... میں بالکل ٹھیک ہوں۔" تہذیب نے کہا۔ اُس کی آواز میں بے انتہا نقاہت تھی۔ میرا دل کٹ کر رہ گیا۔

"ہمارا رات بھر کا سفر بے حد تکلیف دہ تھا۔" میں نے کہا۔ "اور ممکن ہے آئندہ ہمیں اس سے بھی زیادہ خراب حالات کا سامنا کرنا پڑے۔ اُس وقت کیا ہو گا؟"

تہذیب مجھے یوں دیکھنے لگی جیسے میری بات سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "ہاں، تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

"کیا تم بہت زیادہ تکلیف محسوس کر رہی ہو؟" میں نے نرمی سے پوچھا۔

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے... جیسے میرے بازو اُکھڑ جائیں گے، میرا جسم پھوڑے کی طرح دُکھ رہا ہے۔" تہذیب نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میرا بھی یہی حال ہے تہذیب! اگر تم اپنی تکلیفوں کی طرف توجہ دو گی تو تمھیں اور بھی زیادہ تکلیف محسوس ہو گی۔ بھول جاؤ کہ تم کس حال میں ہو۔"

"اگر صرف میرے ہاتھ کھل جائیں تو میری تکلیف آدھی رہ جائے گی۔ ہاتھوں کی مدد سے کم از کم میں اپنے جسم کے دُکھتے ہوئے حصّوں کو دبا تو سکوں گی۔"

"میں چاہوں تو تمھاری بندشیں کھول سکتا ہوں۔ اور اس میں شاید پانچ منٹ سے زیادہ وقت نہ لگے مگر میں ایسا کروں گا نہیں۔"

تہذیب چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ "تم مجھے کیسے کھولو گے؟ تمھارے ہاتھ تو خود بندھے ہوئے ہیں۔"

"انگلیاں تو آزاد ہیں نا۔ تمھاری طرف پُشت کر کے میں اپنی انگلیوں کی مدد سے تمھارے ہاتھ آزاد کر سکتا ہوں۔ ذرا سی دقت ضرور ہو گی مگر یہ ناممکن نہیں ہے۔"

"تو تم دیر کیوں کر رہے ہو؟" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "میرے ہاتھ کھل گئے تو میں بہ آسانی تمھاری اور ڈی فوسٹر کی بندشیں کھول سکوں گی۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ یہ ہمارے حق میں خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"بے وقوفی مت کرو علی۔" تہذیب کا لہجہ ملتجیانہ ہو گیا۔ "کیا تمھیں اندازہ نہیں ہے کہ اس طرح ہم بے بسی کی حالت میں مارے جائیں گے؟ ہاتھ کھلے ہوں گے تو ہم کم از کم اپنا دفاع تو کر سکیں گے۔"

"ان لوگوں نے ہمارے ساتھ جس جارحیت کا مظاہرہ کیا ہے اُسے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سفاکی اور بے رحمی ان لوگوں پر ختم ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ذرّہ برابر رعایت کرنے

کے موڈ میں نہیں ہیں۔ لہٰذا ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیں اور انھیں زیادہ سے زیادہ غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کریں۔"

"تمھاری باتوں سے شکست خوردگی ٹپک رہی ہے۔" تہذیب نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "تم اُن لوگوں سے خوف زدہ ہو گئے ہو۔"

"میں ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہوں تہذیب! لیکن کوئی ہلاکت خیز قدم اُٹھانے کے لیے بھی تیار نہیں ہوں۔" میں نے پُرسکون انداز میں جواب دیا۔

"تمھاری منطق میری سمجھ سے بالاتر ہے۔" تہذیب بے بسی سے بولی۔ "کیا تمھیں یہ احساس بھی نہیں ہے کہ میں شدید تکلیف میں مبتلا ہوں؟"

"میں خود بھی تو اتنی ہی تکلیف میں مبتلا ہوں۔ لیکن نہ تو میں خود سے دُشمنی کر سکتا ہوں اور نہ ہی تم سے۔"

"اُلجھی ہوئی باتیں مت کرو علی! مجھے کم از کم سمجھا تو دو کہ تمھارے ذہن میں کیا ہے؟"

"جسمانی حالت کے ساتھ ساتھ تمھاری ذہنی حالت بھی ٹھیک نہیں ہے ورنہ میں ضرور تمھیں سمجھا دیتا۔" میں نے کہا۔

"نہیں، میری ذہنی حالت ٹھیک ہے۔ تم کچھ بتاؤ تو سہی، میں سمجھنے کی پوری کوشش کروں گی۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ تمھارے خیال میں ہم کن لوگوں کی قید میں ہیں؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے، ان لوگوں کا تعلق کسی ایسے ملک سے ہے جو فارمولوں کے حصول کے چکر میں ہے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم نہیں ہوئیں۔" میں نے کہا۔ "گویا تم تسلیم کرتی ہو کہ جن لوگوں کی قید میں ہم ہیں، وہ کسی ملک کے سیکرٹ ایجنٹ ہیں؟"

"ہاں، جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں ان میں اس کے علاوہ کچھ اور نہیں سوچا جا سکتا۔"

"سیکرٹ ایجنٹوں کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"علی!" تہذیب نے احتجاجی لہجے میں کہا۔ "تم کس قسم کی باتیں کر رہے ہو؟"

"جو کچھ میں نے پوچھا ہے، اس کا جواب دو تہذیب تا کہ میں بات آگے بڑھا سکوں۔"

تہذیب نے جواب دینے سے قبل ایک لمحے کے لیے مجھے گھورا۔ "سیکرٹ ایجنٹوں کے بارے میں، میں تمھیں کیا بتاؤں؟"

"اُن کی استعداد، اُن کا رویّہ اور اُن کے کردار کے معیار کے بارے میں بتاؤ۔"

"ہر ملک اپنے ذہین ترین افراد میں سے اُن کا انتخاب کرتا ہے۔ سیکرٹ ایجنٹ بے انتہا محبِ وطن ہوتے ہیں، نہ بکنے والے اور اپنا کام نکالنے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔۔۔ بس یا کچھ اور؟" تہذیب نے مجھے گھورا۔

"بہت ہے۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ وہ لوگ جو اپنے ملک کے ذہین ترین لوگ ہیں، کیا وہ یہ نہیں سوچ سکتے تھے کہ ہم ایک دوسرے کے ہاتھ کھول کر آزاد ہو سکتے ہیں؟"

"ہو سکتا ہے، بے خیالی میں اُنھوں نے اس بات پر غور ہی نہ کیا ہو۔"

"ہرگز نہیں۔ سیکرٹ ایجنٹ اپنے ہر کام میں ماہر ہوتے ہیں۔ اُن سے بے خیالی میں بھی اس قسم کی حرکت نہیں سرزد ہو سکتی۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اُنھوں نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی ہے؟"

"یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اُنھوں نے جان بوجھ کر ہمیں یہ موقع فراہم کیا ہے۔"

"تم کسی طرح یہ ثابت نہیں کر سکو گے کہ اس حرکت سے اُنھیں کسی قسم کا فائدہ ہو سکتا ہے۔"

"وہ ہمیں پرکھنا چاہتے ہیں کہ ہم کتنے پانی میں ہیں۔ اگر ہم نے اس طرح خود کو آزاد کرا لیا تو یقین کرو، ہمارا مستقبل بہت مخدوش ہو جائے گا۔ وہ ہمیں کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑیں گے لیکن اگر ہم اسی طرح چُپ چاپ بندھے پڑے رہے تو وہ ہمیں کسی خاص اہمیت کا حامل تصور نہیں کریں گے۔ پھر ممکن ہے، ہم جھوٹ سچ بول کر اُن کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اگر اُنھوں نے ہمیں آزاد نہ بھی کیا تو بھی کم از کم وہ ہماری طرف سے کسی قدر غلط فہمی میں تو مبتلا ہو ہی چکے ہوں گے اور ہم کوئی مناسب موقع دیکھ کر ان کے چنگل سے نکل بھاگنے کی کامیاب کوشش تو کر سکیں گے۔"

تہذیب چند لمحے میری باتوں پر غور کرتی رہی پھر بولی۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی! واقعی ہماری بہتری کے لیے ضروری ہے کہ ہم یونہی بندھے پڑے رہیں۔"

"شکر ہے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میری باتیں تمھاری سمجھ میں آ گئیں۔"

"سوال یہ ہے کہ یہ کم بخت اتنے صحیح مقام پر کیسے پہنچ گئے؟" تہذیب نے کہا۔

"غلطی ہماری ہے تہذیب! جب ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ لوگ ڈی فوسٹر کی بُو سونگھتے ہوئے روڈ ایلبو کے کیمپ تک آ پہنچے ہیں تو ہمیں بے حد محتاط ہو جانا چاہیے تھا۔"

"اس سے زیادہ ہم اور کیا احتیاط برت سکتے تھے۔ رات کے اندھیرے میں کتنی خاموشی سے تو ہم وہاں سے نکلے تھے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں، ہمیں چاہیے تھا کہ آخری وقت میں اپنا پروگرام تبدیل کر دیتے۔ کسی اور راستے سے سفر کرتے۔ ان لوگوں نے روڈ ایلبو کے آدمیوں کو لالچ دے کر اُن سے یقیناً ہمارا پروگرام معلوم کر لیا ہوگا۔"

"خیر وہ تو جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب ان لوگوں سے کیا جھوٹ بولو گے؟"

"ہم ان پر یہ ہرگز ظاہر نہیں کریں گے کہ ہم ڈی فوسٹر کی اہمیت سے واقف ہیں بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ ڈی فوسٹر کو ایک مخصوص مقام تک پہنچانے کے لیے ہماری خدمات کرائے پر حاصل کی گئی تھیں۔"

"میں سمجھتی ہوں کہ اس سے زیادہ مناسب بیان اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا لیکن کیا وہ لوگ ہماری بات پر یقین کر لیں گے؟"

"ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ ہماری بات پر یقین کرتے ہیں یا نہیں۔ اُن کے پاس ہمارے بیان کی صحت کو پرکھنے کا کوئی ذریعہ تو ہوگا نہیں۔"

"لیکن اُن لوگوں نے روڈ ایلبو کے آدمیوں سے جو معلومات حاصل کی ہیں اُن کی روشنی میں تو ہمارا جھوٹ پکڑ لیا جائے گا؟" تہذیب نے کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"خوش قسمتی سے روڈ ایلبو کا کوئی بھی آدمی نہ تو ڈی فوسٹر کی اہمیت سے واقف تھا اور نہ ہی ہماری اصلیت سے۔"

"تب تو واقعی اس بات کا امکان ہے کہ یہ لوگ ہمارا جھوٹ نہ پکڑ سکیں۔" تہذیب نے کہا۔

"امید تو یہی ہے۔ اور محض اس بات پر کہ یہ لوگ ہمارے بارے میں تاریکی میں ہیں، ہم محفوظ بھی ہیں ورنہ زندگی کی کوئی امید نہ رہ جاتی۔"

"لیکن یہ لوگ کتنے سفاک ہیں علی! انھوں نے روڈ ایلبو کے اُن تمام آدمیوں کو ختم کر دیا جن سے ہمارا مصنوعی مقابلہ ہونا تھا۔ ان سے یہ توقع کیسے رکھی جا سکتی ہے کہ ہمیں چھوڑ دیں گے۔"

"ان سے کسی قسم کی توقع رکھنا محض حماقت ہے۔ لیکن روڈ ایلبو کے اُن آدمیوں میں اور ہم میں بہت فرق ہے۔"

"کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ وہ روڈ ایلبو کے ملازم تھے اور ہم کرائے کے لوگ ہیں ـــ بات تو ایک ہی ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"نہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ لوگ مسلح تھے اور اگر یہ لوگ انھیں نہ مار دیتے تو وہ اِن کے عزائم دیکھ کر اِن سے مقابلہ ضرور کرتے لہٰذا انھوں نے اُن کو قبل از وقت ہی ٹھکانے لگا دیا تاکہ مقابلے کا کوئی امکان ہی باقی نہ رہ جائے اور وہ بہ آسانی ہمیں اغوا کر سکیں۔ انھیں ہلاک کر دینا تو ان کے لیے ناگزیر تھا۔"

"اور چونکہ ہم سے انھیں اتنا خطرہ نہیں ہوگا اس لیے ہم توقع کر سکتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ ذرا مختلف قسم کا سلوک کریں گے۔" تہذیب پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔

"ہاں، امید پر دُنیا قائم ہے۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ "لیکن مجھے افسوس ہے کہ روڈ ایلبو کے آدمی خواہ مخواہ ہی مارے گئے۔"

دفعتاً ہم نے ڈی فوسٹر کے کراہنے کی آوازیں سُنیں۔ وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ میں اور تہذیب خاموش ہو گئے۔ ڈی فوسٹر نے آنکھیں کھول کر چند لمحے اس طرح آنکھیں پٹ پٹائیں جیسے کچھ سمجھ میں نہ آ رہا ہو پھر نحیف آواز میں بولا۔ "میں کہاں ہوں؟"

"ہم دُشمنوں کی قید میں ہیں۔" میں نے کہا۔ "یاد نہیں، اُنھوں نے ہمیں راستے میں گھیر لیا تھا۔"

"اُف، ہائے . . . ہاں، مجھے یاد آ گیا۔ اُنھوں نے ہمیں قید کر لیا تھا لیکن میرے ہاتھ تو کھولو۔ میں مر رہا ہوں۔"

"کیسے کھولیں ڈی فوسٹر، ہم تو خود بندھے ہوئے ہیں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"ہاں، تم لوگ بھی کیا کر سکتے ہو۔ میری طرح تم بھی بے بس ہو۔ میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا، پہلے ہی سمجھ رہا تھا۔ سب بے بس ہیں۔ کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔"

ڈی فوسٹر کا دماغ اُس کے قابو میں نہیں تھا اسی لیے وہ بے ربط گفتگو کر رہا تھا۔ "حوصلہ رکھو ڈی فوسٹر۔" میں نے کہا۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"میری قسمت ہی خراب ہے۔ میں جانتا ہوں، تقدیر کبھی میرا ساتھ نہیں دے گی۔ میں جو بھی کوشش کرتا ہوں میرے خلاف جاتی ہے۔"

"کامیابی جتنی بڑی ہو اتنی ہی مشکل سے ملتی ہے ڈی فوسٹر! مشکلات کا مقابلہ تو کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"میں کسی اور کو تو قصور وار نہیں ٹھہرا رہا۔ غلطی میری اپنی ہے۔ مجھے یہ سب کچھ کرنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ جن لوگوں کے لیے میں نے خود کو خطرے میں ڈالا اُنھوں نے ہی مجھے اس حال کو پہنچا دیا۔"

"مستقبل پر نظر رکھو ڈی فوسٹر! ماضی میں جو کچھ ہوا اُسے یاد کرنے اور اُس پر پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"مستقبل سے بھی کون سی امید وابستہ کی جا سکتی ہے۔" ڈی فوسٹر تلخی سے ہنسا پھر غصیلے لہجے میں بولا۔ "کیا ہم لوگ یہاں بیٹھ کر توپیں چلائیں گے۔ آخر ان لوگوں نے ہمارے ہاتھ کیوں باندھ رکھے ہیں؟"

ڈی فوسٹر کے ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور دو افراد نظر آئے۔ ایک کے ہاتھ میں ٹامی گن تھی اور دوسرا خالی ہاتھ تھا۔ ٹامی گن بردار دروازے پر ہی رُک گیا جبکہ دوسرا شخص اندر آ گیا۔

"مسٹر ڈی فوسٹر؟" اُس شخص نے اندر آ کر کہا۔ اُس کا انداز سوالیہ تھا۔

ڈی فوسٹر نے سر گھما کر اُس شخص کی طرف دیکھا۔ "کیا بات ہے؟" اُس نے کھنکھنے لہجے میں پوچھا۔ شاید وہ اپنی زندگی سے عاجز آ چکا تھا۔

"تم ڈی فوسٹر ہو؟" اُس شخص نے پوچھا۔

"ہاں، میں ہی ڈی فوسٹر ہوں۔" ڈی فوسٹر غرایا۔ "تم لوگوں نے ہمارے ہاتھ کیوں باندھ رکھے ہیں؟"

"ناراض کیوں ہو رہے ہو۔ ابھی کھولے دیتا ہوں۔" اُس نے کہا اور آگے بڑھ کر پہلے تہذیب کے اور پھر ڈی فوسٹر کے ہاتھ کھول دیے۔ مجھے اُس نے یوں نظر انداز کر دیا تھا جیسے میں وہاں موجود ہی نہ رہا ہوں۔ ڈی فوسٹر اور تہذیب اپنی کلائیاں مَسل رہے تھے۔

"آؤ، میرے ساتھ چلو۔" اُس شخص نے ڈی فوسٹر سے کہا۔

"تم . . . تم مجھے کہاں لے جاؤ گے؟" ڈی فوسٹر نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

اُس شخص نے کوئی جواب دینے کے بجائے ڈی فوسٹر کو بازو سے پکڑا اور اُسے گھسیٹتا ہوا دروازے کی طرف لے جانے لگا۔

"ارے یہ کیا کر رہے ہو؟" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں نے کیا قصور کیا ہے۔ مجھے بھی تو کھولتے جاؤ۔"

وہ شخص رُک گیا۔ "زیادہ بننے کی کوشش مت کرو۔ تمھیں یہ کھول دے گی۔" اُس نے تہذیب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اس دوران میں ڈی فوسٹر کھڑا ہو گیا تھا اور یہ بات بھی اُس کی سمجھ میں آ چکی تھی کہ اگر اُس نے ان لوگوں کے کہنے پر بے چون و چرا عمل نہ کیا تو اُس کا کیا حشر ہوگا۔ لہٰذا وہ اُن دونوں کے ساتھ ڈگمگاتے قدموں سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ دروازہ ایک بار پھر باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔

اُن کے جانے کے بعد تہذیب اُٹھ کر میری طرف بڑھی اور اُس نے میرے ہاتھوں کی بندشیں کھول کر مجھے بھی آزاد کر دیا۔ میں پھرتی سے اُٹھ کر بیٹھنے کے چکر میں مُنہ کے بل قالین پر گرا۔ جسم کے متعدد جوڑ گھنٹوں بندھے رہنے کے باعث تیزی سے حرکت کے متحمل نہیں ہو سکے تھے۔ تہذیب لپک کر میری طرف بڑھی اور میرے نزدیک آ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا علی؟" اُس نے تشویشناک لہجے میں مجھ سے پوچھا۔ "کیا بہت زیادہ نقاہت محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں تہذیب! بس بعض اوقات حماقت سرزد ہو جاتی ہے۔ مجھے آہستگی سے حرکت کرنی چاہیے تھی۔ اتنی دیر سے بندھے ہوئے ہونے کے باعث جسم میں کچھ اکڑن سی پیدا ہو گئی ہے۔"

تہذیب میرا سر سہلانے لگی۔ "مجھے بتاؤ جسم کے کن حصّوں میں تکلیف محسوس کر رہے ہو۔" تہذیب نے محبت سے کہا۔ "میں دبا دوں گی تو تکلیف کم ہو جائے گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں جان۔" میں نے اُس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔ "تم تو میری مسیحا ہو۔ میری تکلیفوں کے علاج کے لیے تو تمھاری قربت ہی بہت کافی ہے۔"

"گفتگو کرتے وقت موقع محل تو دیکھ لیا کرو۔" تہذیب نے شرما کر کہا۔ "ہم اس وقت دُشمن کی قید میں ہیں۔ یہ وقت ان باتوں کا تو نہیں۔ ہمیں یہاں سے نکلنے کی فکر کرنی چاہیے۔"

"ان باتوں کے لیے کوئی موقع محل دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ "نہ ہی ان باتوں کے لیے کوئی وقت مقرر ہوتا ہے۔ بس جب بھی تمھاری شخصیت کا سحر غالب آ جائے . . ."

"اوہو . . تو کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہے جب جناب اس سحر سے آزاد ہوتے ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "جب میں فلسطین کے مظلوموں کے لیے سرگرمِ عمل ہوتا ہوں۔"

"اب اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرو علی۔" تہذیب نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"کوشش نہیں . . . یہ کہو کہ اب اُٹھ کر بیٹھ جاؤ۔" میں نے کہا اور آہستگی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"اب تو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں ذہنی خلش میں مبتلا ہو گیا ہوں۔"

"کیا بندھے رہنے کی وجہ سے؟" تہذیب نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"تم نے وہ آواز سُنی تھی جس نے ہمیں رُکنے کا حکم دیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہیں سُنی ہوگی۔" تہذیب نے کہا۔ "بڑی پاٹ دار آواز تھی۔"

"تمھیں یہ احساس تو نہیں ہوا جیسے وہ آواز تم نے پہلے بھی کبھی سُن رکھی ہو؟"

"نہیں تو۔" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "لیکن یہ سوال پوچھنے کا مقصد کیا ہے؟"

"مجھے وہ آواز جانی پہچانی محسوس ہو رہی تھی۔ جب سے وہ آواز سُنی ہے اسی اُلجھن میں ہوں لیکن یاد نہیں آتا کہ وہ آواز اس سے قبل میں نے کہاں سُنی تھی۔"

"ممکن ہے وہ آواز تمھارے کسی واقف کار کی آواز سے ملتی ہوئی ہو اور تمھیں یوں محسوس ہو رہا ہو جیسے تم نے وہی آواز کہیں سُنی ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی تو ہو جاتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ کسی قسم کی مشابہت ہی رہی ہو جس نے مجھے اس خلش میں مبتلا کر رکھا ہے لیکن اگر ایسا ہے تو بھی مجھے یاد تو آنا چاہیے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ جس شخص کی وہ آواز تھی وہ آواز بدل کر بولنے کی کوشش کر رہا ہو؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جب تک مجھے کچھ یاد نہیں آجاتا اُس وقت تک تو ہر امکان قابلِ قبول ہی نظر آتا رہے گا۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تم کیوں ایک فضول بات میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ مت سوچو اُس کے بارے میں۔ جو بھی ہوگا خود ہی سامنے آجائے گا۔"

"یہ فضول بات ہے تہذیب!" میں نے حیرت سے کہا۔ "یہ تو بہت اہم بات ہے۔ اگر ہمیں قبل از وقت علم ہو جائے کہ ہمارا مدِ مقابل کون ہے تو ہم بہتر لائحۂ عمل طے کر سکیں گے۔"

"وہ تو تب ہے نا کہ جب یاد آ... میں تو کہہ رہی ہوں اگر یاد نہیں آ رہا تو ذہن پر زور مت ڈالو۔ خود ہی یاد آجائے گا۔"

میں خاموش رہا مگر میرا ذہن بدستور اُلجھا ہوا تھا۔ آخر وہ آواز مجھے شناسا سی کیوں محسوس ہوئی تھی؟

"ان لوگوں کے بارے میں کچھ اندازہ لگایا علی! ان کا تعلق کس ملک سے ہو سکتا ہے؟"

"صرف اندازاً ہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ فرانسیسی سیکرٹ سروس کے لوگ ہیں۔"

"اس نکتے کو ذہن میں رکھتے ہوئے غور کرو۔ ظاہر ہے جس شخص کی آواز ہم نے سُنی تھی اُس کا تعلق بھی فرانس سے ہی رہا ہوگا۔"

"میں پہلے ہی بہت غور کر چکا ہوں۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "جتنے فرانسیسیوں سے میرے تعلقات رہ چکے ہیں میں اُن سب کو اپنے ذہن میں دُہرا چکا ہوں لیکن نتیجہ وہی صفر ہے۔"

"او ہو۔" دفعتاً تہذیب اُچھل پڑی۔ "کہیں وہ اولیو ہاورڈ کی آواز تو نہیں تھی؟"

"کیا کہہ رہی ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "اولیو ہاورڈ کا فرانسیسی سیکرٹ سروس سے کیا تعلق؟"

"یہ تو صرف ہمارا اندازہ ہے نا کہ یہ لوگ فرانسیسی سیکرٹ سروس کے لوگ ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ ہمارا اندازہ درست ہو۔"

"تب بھی اولیو ہاورڈ کے ساتھ فرانسیسیوں کی موجودگی سمجھ میں نہیں آتی۔" میں نے کہا۔

"لیکن یہودی قوم تو رنگ و نسل کے جھگڑوں سے آزاد ہے۔" تہذیب بولی۔

میں نے بہت زور سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ "واقعی تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اس پہلو پر تو میں نے غور ہی نہیں کیا تھا حالانکہ یہ بالکل سامنے کی بات ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ ان لوگوں کا تعلق اسرائیل سے ہو۔ اسرائیل ہی دُنیا کا وہ واحد ملک ہے جس کے ایجنٹوں کا تعلق دُنیا کے کسی بھی ملک سے ہو سکتا ہے۔ تاہم وہ شخص اولیو ہاورڈ نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اگر وہ اولیو ہاورڈ ہوتا تو تم نے بھی اُس کی آواز میں شناسائی کی جھلک محسوس کی ہوتی۔"

"تمھاری بات میں وزن ضرور ہے علی لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ کسی وجہ سے آواز بدل کر بول رہا ہو اور تم نے کسی قسم کی مماثلت محسوس کر لی ہو جس پر میں توجہ نہ دے سکی ہوں۔ ویسے بھی میرا اُس سے بہت کم واسطہ رہا ہے جبکہ تم اُس کے ساتھ بہت رہے ہو۔ میرا مطلب ہے تمھارا اور اولیو ہاورڈ کا تو تقریباً چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔"

"اگر وہ اولیو ہاورڈ ہی تھا تو سمجھ لو کہ ہمارے بچ نکلنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

"ایسی بھی کیا مایوسی۔" تہذیب ہنس کر بولی۔ "وہ ہمیں پہچانے گا کیسے؟ ہم دونوں ہی میک اپ میں ہیں۔"

"کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے تنبیہی لہجے میں کہا۔ "اولیو ہاورڈ کے سامنے کسی میک اپ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

"اُس کے بارے میں سُنا تو بہت کچھ ہے۔" تہذیب [illegible] بنا کر بولی۔ "اب سامنا ہوگا تو پتا چل جائے گا کہ وہ ہے کتنے [illegible] میں۔"

"میری بات تمھاری سمجھ میں نہیں آ رہی۔" میں نے [illegible] کو گھورا۔ "ایک تم کیا میں نے جس سے بھی سُنا ہے یہی [illegible] ہے کہ وہ بے حد چالاک اور عیار آدمی ہے لیکن ہمارے میک [illegible] تنے مکمل ہیں کہ . . ."

"اولیو ہاورڈ کے لیے کسی میک اپ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جس طرح عام لوگ ایک دوسرے کو شکل دیکھ کر یا آواز سُن کر شناخت کر لیتے ہیں اسی طرح اولیو ہاورڈ کسی شخص کو اُس کی چال ڈھال اور جسم کی دیگر حرکات سے شناخت کر سکتا ہے۔ اس کے لیے اُسے کسی کی صورت دیکھنے اور آواز سُننے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔"

تہذیب نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "تو کیا وہ تمھیں بھی شناخت کر لے گا؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"میری بات چھوڑو۔ مجھے اپنے جسم کی حرکات و سکنات پر اتنا اختیار ہے کہ جب چاہوں سب کچھ تبدیل کر لوں لیکن تمھاری وجہ سے میں بھی مارا جاؤں گا۔"

"تو اب یہ بھی تمھی بتاؤ کہ اُس سے بچنے کی کیا صورت ہوگی؟"

"صرف کوشش کی جا سکتی ہے۔ کوشش کرنا کہ اپنی چال کے علاوہ اپنی دیگر حرکات پر بھی قابو رکھو۔ لائن آف کروزل والے معاملے میں اُسے شکست دینے کے بعد میں نے اُسے بہت بُری طرح بے بس بھی کر دیا تھا۔ اُس نے عہد کیا تھا کہ اپنی اس بے بسی کا بدلہ ضرور لے گا۔ اگر اُسے شبہ بھی ہو گیا کہ یہ میں ہوں تو زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

"تم تو اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی خوفزدہ کیے دے رہے ہو۔" تہذیب نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"میں خوفزدہ نہیں فکر مند ہوں اور تمھیں بھی خوفزدہ نہیں کر رہا بلکہ محتاط رہنے کی تلقین کر رہا ہوں اور محض احتیاطاً کر رہا ہوں ورنہ مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ آواز اولیو ہاورڈ کی ہی تھی۔"

"اگر تمھیں یقین ہے کہ وہ اولیو ہاورڈ کی آواز نہیں تھی تو پھر کس بات کا ڈر ہے؟"

"یقین سے اُس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتا جب تک یاد نہ آجائے کہ وہ آواز کس کی تھی اور جب تک یاد نہیں آجاتا اُس وقت تک یہ سمجھنے میں کوئی حرج نہیں کہ وہ آواز اولیو ہاورڈ کی ہی تھی۔ اس سے فائدہ ہی ہوگا نقصان تو کوئی بھی نہیں۔ احتیاط بہرحال اچھی چیز ہوتی ہے۔"

"ہم نے ڈی فوسٹر کے لیے تو کچھ سوچا ہی نہیں۔" تہذیب بولی۔ "یہ لوگ اُسے پکڑ کر لے گئے ہیں۔"

"ہاں، وہ اُسے لے گئے ہیں۔ اُس سے پوچھ گچھ کریں گے۔ وہ اُنھیں کچھ بتائے گا نہیں تو اُس پر تشدد بھی کیا جائے گا۔ ممکن ہے وہ اُنھیں بتا ہی دے کہ فارمولے اُس نے کہاں چھپائے ہیں۔"

"اگر اُس نے اُنھیں بتا دیا تو جانتے ہو کیا ہوگا۔" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"ہونا کیا ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "ہمیں اس مشن میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"تم اتنے اطمینان سے اپنی ناکامی کا تذکرہ کر رہے ہو۔" تہذیب حیرت سے بولی۔

"اس موقع پر اس کے علاوہ اور میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔ ہم بالکل بے بس ہیں۔ کسی چیز پر بھی ہمارا اختیار نہیں ہے علاوہ اس کے کہ بے جا تفکرات سے خود کو دور رکھیں۔"

"مجھے تو اُس بے چارے کے بارے میں سوچ سوچ کر افسوس ہو رہا ہے۔ معلوم نہیں وہ لوگ اُس کے ساتھ کس قسم کا سلوک کر رہے ہوں گے۔"

"جس قسم کا بھی سلوک کر رہے ہوں گے اُس کا تعلق کسی اچھی قسم سے نہیں ہو سکتا بلکہ بہت ہی بُری قسم کا سلوک کر رہے ہوں گے۔"

"اگر اُن لوگوں نے فارمولے حاصل کر لیے تو ہم ایک بہت بڑی رقم کے حصول سے محروم ہو جائیں گے۔" تہذیب نے کہا۔

"نہیں۔ اگر فارمولے اُن کے ہاتھ لگ گئے اور ساتھ ہی ہمیں یہاں سے نکلنے کا موقع بھی مل گیا تو ہم اُنھیں چھوڑیں گے نہیں۔ فارمولے اتنی آسانی سے نہیں چھوڑے جا سکتے۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو علی! آخر ہمیں اوشیل میکائیل سے فلسطینی بھائیوں کے لیے رقم بھی تو وصول کرنی ہے۔"

"یہ درست ہے کہ فلسطینی ہمارے بھائی ہیں اور ہم نے اپنی زندگیاں اُن کے لیے وقف کر رکھی ہیں لیکن اب رقم ایک ثانوی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی! جو رقم فلسطینیوں پر خرچ ہونا ہے اُس کی حیثیت ثانوی کیسے ہو سکتی ہے؟"

"میں یہ بات ہرگز پسند نہیں کر سکتا تہذیب کہ اتنے مہلک ہتھیاروں کے فارمولے محض میری وجہ سے غلط ہاتھوں میں چلے جائیں۔ کل اگر ان کا غلط استعمال ہوتا ہے یا ان کی وجہ سے کسی ملک پر کوئی تباہی نازل ہوتی ہے تو میں خود کو قصوروار سمجھوں گا۔ اب یہ فارمولے میری ذمے داری بن گئے ہیں۔ انھیں غلط ہاتھوں میں جانے سے بچانا میرا فرض ہے۔"

"اس مشن میں، میں بھی تمھارے شانہ بشانہ کام کروں گی۔" تہذیب نے دھیرے سے کہا۔

"ایک اسی مشن پر موقوف نہیں ہے تہذیب! اب تو تم تمام زندگی میرے شانہ بشانہ کام کرو گی۔"

"اب تو میں نے تمھارے لیے بہت سے ساتھی بھی مہیا کر دیے ہیں۔ علی گروپ بھی ہمارے ساتھ ہوگا۔"

"تم نے کیا تذکرہ چھیڑ دیا۔ مجھے بُڈ یاد آگیا۔ معلوم نہیں کہاں بھٹکتا پھر رہا ہوگا؟"

"جہاں بھی ہوا تو ہمیں ڈھونڈتا ہوا ہم تک پہنچ جائے گا۔ ورنہ ہیڈ کوارٹر واپس چلا جائے گا۔"

"اب تو اُسے واپس ہی جانا پڑے گا۔ ہم تو اس قدر بھٹک چکے ہیں کہ خود ہمیں نہیں معلوم ہم کہاں ہیں۔" میں نے کہا اور اُٹھ کر چند ہلکی پھلکی ورزشیں کیں جس سے میں خود کو بہت تازہ دم محسوس کرنے لگا۔

ڈی فوسٹر کے جانے کے کوئی ایک گھنٹے بعد وہی دونوں افراد واپس آئے جو ڈی فوسٹر کو لے گئے تھے۔ اس بار اُنھوں نے ہم سے چلنے کو کہا اور ہمیں لے کر ایک وسیع و عریض ہال میں پہنچ گئے۔ اُس ہال کی چھت نیچی تھی اور اُس پر اَن گنت بلب جل رہے تھے۔ ہال کے دوسرے سرے پر واقع دیوار کے ساتھ ایک نیم بیضوی کاؤنٹر نظر آ رہا تھا جس کے عقب میں تین ہیولے نظر آ رہے تھے۔ وہ تین افراد تھے اور کاؤنٹر پر آویزاں رنگین شیشے کی وجہ سے اُنھیں ٹھیک سے دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ وہ بس ہیولوں کی مانند دکھائی دے رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ اب ہماری قسمت کا فیصلہ ہونے ہی والا ہے۔ ہم دونوں جس جگہ کھڑے ہوئے تھے وہاں سے کاؤنٹر کافی دور تھا۔

"تم دونوں کون ہو اور یہاں اُس ویرانے میں کیوں سفر کر رہے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھے۔" ہال میں ایک آواز سنائی دی۔ لہجہ سپاٹ تھا اور بولنے والا اُنھی تینوں میں سے کوئی ایک تھا جو کاؤنٹر کے عقب میں موجود تھے۔

"ہم دونوں سیّاح ہیں جناب۔" میں نے سہمے ہوئے انداز میں کہنا شروع کیا۔ "بدقسمتی سے سفر کے دوران ہمارے پاس پیسے ختم ہو گئے۔ اس موقع پر کنگ نے ہماری مدد کی . . ."

"کون سے ملک کے کنگ کی بات کر رہے ہو؟" سپاٹ آواز نے سوال کیا۔

"کک . . . کنگ اٹلس کی جناب۔" میں نے ہکلا کر کہا۔ "مسٹر کنگ اٹلس بہت بڑے آدمی ہیں جناب۔ اُنھوں نے ایک کام کے عوض ہمیں پانچ ہزار امریکی ڈالر کی پیش کش کی۔ کام چونکہ آسان تھا اس لیے ہم راضی ہو گئے۔"

"اور وہ کام یہ ہوگا کہ ڈی فوسٹر نامی ایک شخص کو روڈ ایلبو کے پاس سے اغوا کر کے اس کے حوالے کر دو۔" وہی آواز ایک بار پھر اُبھری لیکن اس بار لہجہ سپاٹ نہیں بلکہ طنزیہ تھا۔

میں بُری طرح گڑبڑا گیا لیکن میں نے اپنے انداز سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دیا۔ "آپ کو کیسے معلوم ہوا جناب!" میں نے حیران ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"تمھیں مشورہ دیا جاتا ہے کہ سچ بولنے کی کوشش کرو۔" اس بار سرد لہجے میں کہا گیا۔

میں نے بڑی تیزی سے غور کیا اور ایک فیصلے پر پہنچ گیا۔ "ڈی فوسٹر نامی شخص کو اغوا نہیں کرنا تھا جناب بلکہ روڈ ایلبو کے پاس سے اُسے کنگ اٹلس کے پاس پہنچانا تھا۔ مسٹر روڈ ایلبو تو خود ہم سے تعاون کر رہے تھے۔"

"تمھیں پھر مشورہ دیا جاتا ہے کہ سچ بولنے کی کوشش کرو۔ جب اُسے اغوا نہیں کرنا تھا تو پانچ ہزار ڈالر تمھیں کس خوشی میں ملنا تھے؟"

"ڈی فوسٹر مسٹر کنگ اٹلس کے پاس نہیں جانا چاہتا تھا لہٰذا ہمارا کام یہ تھا کہ اُسے دھوکے سے اُن کے پاس پہنچا دیتے۔ ہمیں اسی کام کا معاوضہ ملنا تھا۔"

"تم نے ڈی فوسٹر کو اپنے ساتھ چلنے پر کس طرح آمادہ کیا؟"

"وہ جرمن نژاد ہے اور خود ہی وہاں سے فرار ہونا چاہتا تھا۔ ہم نے اُسے جھانسا دیا تھا کہ اُسے یہاں سے نکال لے جائیں گے لیکن دراصل ہم اُسے کنگ اٹلس کے حوالے کر دیتے۔"

"ڈی فوسٹر نے تمھیں یہ نہیں بتایا کہ وہ روڈ ایلبو کی قید میں کیوں تھا؟"

"نہیں جناب! ہمیں اس بات سے کوئی دلچسپی تھی بھی نہیں۔ ہمیں تو اپنے پانچ ہزار ڈالر سے غرض تھی لیکن افسوس اب وہ بھی ہاتھ سے گئے۔" میں نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"کیوں، پانچ ہزار ڈالر ہاتھ سے کیوں چلے گئے؟"

"اُسے آپ لوگوں نے جو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔" میں نے کہا مگر میرا دل دھڑکنے لگا تھا۔ منہ سے ایک غلط بات نکل گئی تھی۔

"تم نے یہ اندازہ کیسے لگایا کہ ہم اُسے واپس نہیں کریں گے؟" اس بار لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

"تو کیا آپ لوگ ڈی فوسٹر کو ہمارے حوالے کر دیں گے؟" میں نے بہ ظاہر خوش ہو کر کہا مگر میرا جملہ پکڑا جا چکا تھا اور اب گلوخلاصی ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"تم نے تو یہ بھی معلوم نہیں کیا کہ ہم لوگ کون ہیں اور ہم نے تمھیں کیوں پکڑا ہے؟"

"ہمیں ڈر لگ رہا تھا جناب کہ کہیں آپ لوگوں کو کوئی بات ناگوار گزرے اور ہماری چھٹی ہو جائے۔"

"تمھیں آخری بار مشورہ دیا جاتا ہے کہ سچ بولنے کی کوشش کرو ورنہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔"

"ہم نے سب کچھ سچ سچ بتایا ہے جناب۔" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ "آپ چاہیں تو مسٹر کنگ اٹلس سے معلوم کر سکتے ہیں۔"

"ہمیں کسی سے کچھ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسروں سے وہ لوگ تصدیق کرتے ہیں جنھیں سچ اور جھوٹ پرکھنے کی تمیز نہ ہو۔ تمھیں سچ بولنے کا جو موقع دیا گیا تھا تم نے اُسے ضائع کر دیا ہے لیکن ہم بے انصاف لوگ نہیں ہیں۔ ایک موقع تمھاری ساتھی کو بھی دیا جائے گا۔ اگر اُس نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا تو اُس کے طفیل تمھاری جاں بخشی بھی کر دی جائے گی۔ لڑکی تم بتاؤ۔"

تہذیب نے کانپ جانے کی اداکاری کی۔ "ہم . . . میرے ساتھی نے جھوٹ نہیں بولا جناب۔" اُس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"تمھاری باتیں کچھ تو سچ ہیں مگر اُن میں جھوٹ کی آمیزش بھی ہے۔ تمھیں بار بار موقع دیا گیا مگر تم نہیں مانے۔"

"یہ زیادتی ہے جناب۔" میں نے صدائے احتجاج بلند کی۔ "ہم نے کون سا جھوٹ بولا ہے۔"

"یہ کہ تم ڈی فوسٹر کی اہمیت سے ناواقف ہو۔ معلوم نہیں تم نے ہمیں کس حد تک بے وقوف سمجھ رکھا ہے۔ جو شخص بھی ڈی فوسٹر کی اہمیت سے واقف ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ اُسے یونہی کسی کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔"

"معلوم نہیں جناب آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" میں نے بے بسی سے کہا لیکن میں خوب سمجھ رہا تھا کہ اُس نے کیا کہا ہے اور اُس کا مقصد کیا ہے۔ میں اُس سے متفق تھا۔ ڈی فوسٹر جیسا اہمیت کا حامل شخص یونہی کسی کے سپرد نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"جب تم پر تشدّد کیا جائے گا تو ہر بات خود بخود سمجھ میں آ جائے گی۔"

"میرے ساتھ جو چاہے سلوک کر لیجیے۔" میں نے رقت آمیز لہجے میں کہا۔ "مگر اسے کچھ نہ کہیے گا۔"

"تم سے ہی تو اگلوانے میں لطف آئے گا۔ لڑکی کو واپس لے جا کر بند کر دو اور اسے عقوبت خانے میں لے چلو۔"

ایک شخص تہذیب کی طرف بڑھا۔ تہذیب نے میری طرف دیکھا اور میں نے اُسے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن میرے اشارے پر مجبوراً چلی گئی۔

"تم اب بھی ہمیں حقیقت سے آگاہ کر کے خود کو تشدّد سے بچا سکتے ہو۔" کاؤنٹر کے عقب سے آواز آئی۔

"اسلحے کے زور پر آپ لوگ میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں۔ ظاہر ہے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

"تم ہمیں طعنہ دے رہے ہو۔ ٹھیک ہے یہ بھی سہی۔ پہلے تمھیں بے بس کیا جائے گا پھر تم پر تشدّد کیا جائے گا۔ پندرہ نمبر!" اُس نے بلند آواز سے پکارا۔ "اندر آ جاؤ۔"

ہال کا . . . دروازہ کھلا اور ایک ساڑھے چھ فٹ کا پہلوان ہال میں داخل ہوا۔ اُس کے جسم پر پتلون اور آدھی آستین کی سینڈو کٹ بنیان نظر آ رہی تھی۔ اُسی کو پندرہ نمبر کہہ کر پکارا گیا تھا۔

"پندرہ نمبر! تمھیں اس شخص کو بے بس کرنا ہے۔ اس کے لیے تمھیں دو منٹ سے زیادہ وقت نہیں دیا جا سکتا۔"

"دو منٹ بھی بہت ہیں۔" پندرہ نمبر نے پھٹی پھٹی سی آواز میں کہا۔

"ہال کے وسط میں آ کر پندرہ نمبر سے مقابلہ کرو۔" مجھ سے کہا گیا۔

"مقابلے کے دوران تمھارے یہ اسلحہ بردار . . ." میں نے کہنا چاہا مگر کاؤنٹر کے عقب سے میری بات کاٹ دی گئی۔

"مقابلے کے دوران کوئی تمھیں کچھ نہیں کہے گا۔ ان کی یہاں موجودگی کا مقصد صرف یہ ہے کہ تم کوئی غلط حرکت نہ کرنے پاؤ۔"

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی اور ہال کے وسط میں آ گیا۔ جو کچھ بھی ہو رہا تھا بہت بُرا ہو رہا تھا۔ لیکن ان سب باتوں پر میرا اختیار بھی تو نہیں تھا۔ اُن لوگوں کے سامنے اپنی طاقت اور مہارت کا مظاہرہ کرنا اچھا نہیں تھا لیکن یہ اس سے تو بہتر تھا کہ میں ویسے ہی عقوبت خانے میں لے جایا جاتا۔

ہال کے سرے پر نیم بیضوی کاؤنٹر کے عقب میں موجود تین افراد میں سے ایک نے 'اسٹارٹ' کہا اور اس کے ساتھ ہی میرا حریف مجھ پر جھپٹ پڑا۔ جھپٹا تو میں بھی تھا اُس پر لیکن یہ صرف دھوکا تھا۔ اُس سے جسمانی تصادم میرے حق میں مُضر ثابت ہو سکتا تھا اس لیے میں اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ کے نیچے سے غوطہ لگا کر اُس کے عقب میں پہنچ گیا۔ اُس کے ہاتھ کے نیچے سے گزرتے وقت میں نے اُس کی پسلیوں پر زوردار کہنی رسید کی تھی جس کا اُس کی صحت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ تاہم اُس کے مُنہ سے غرّاہٹ خارج ہوئی اور قدموں میں خفیف سی لڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی۔

وہ سنبھل کر پلٹا اور دوبارہ مجھ پر حملہ آور ہوا۔ اس بار میں نے ایک عجیب حرکت کی۔ میں زمین کی طرف جُھکا اور دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر قلابازی کھا گیا۔ وہ مجھے زمین کی طرف جھکتے دیکھ کر ایک لمحے کو ٹھٹکا تھا اور اُسی لمحے میں قلابازی کھاتے ہوئے میرے دونوں پیر اُس کے مُنہ پر پڑے۔ میں اُچھل کر کھڑا ہوا اور چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پندرہ نمبر کے مُنہ پر زبردست چوٹ لگی تھی۔ اُس نے دونوں ہاتھ اپنے مُنہ پر رکھ لیے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ وہ مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ میں اُس پر حملہ کرنے کی کوشش کروں تو وہ مجھے اپنی گرفت میں لے لے۔ اور میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ایک بار اُس کی گرفت میں آنے کے بعد نجات ملنا مشکل ہی ہو گا۔

میں اطمینان سے اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اُس پر حملہ کرنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے زیر کرنے کے لیے اُسے دو منٹ دیے گئے تھے۔ اگر وہ دیے گئے دو منٹ میں مجھے زیر نہ کر پاتا تو شکست اُس کی ہوتی میری نہیں۔

"ایک منٹ گزر چکا ہے پندرہ نمبر۔" ہال میں آواز اُبھری۔ "کیا تم نے شکست تسلیم کر لی ہے؟"

پندرہ نمبر ایک بار پھر مجھ پر جھپٹ پڑا اور میں نے ایک بار پھر اُس کا وار خالی دیا۔ تیسری بار میں نے اُس پر ریسلنگ ہی کا ایک داؤ آزمایا اور وہ اُچھل کر زمین پر جا پڑا۔ یہ اس مقابلے کا اختتام تھا اس لیے کہ دو منٹ پورے ہو گئے تھے اور وہ مجھے زیر کرنا تو کجا مجھے چھونے تک میں ناکام رہا تھا۔

"تم ہار چکے ہو پندرہ نمبر۔" آواز گونجی۔ "اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمھیں مزید تربیت کی ضرورت ہے۔"

پندرہ نمبر شکست خوردہ انداز میں سر جُھکائے کھڑا تھا۔ سینڈو کٹ بنیان کی آستین سے اُس کے بازو کی اُبھری ہوئی مچھلیاں اب بھی پہلے ہی کی طرح پھڑک رہی تھیں۔

"میرے لیے کیا حکم ہے؟" میں نے سر کو قدرے خم کرتے ہوئے مودّبانہ انداز میں پوچھا۔

"ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔ تمھیں ایک اور مقابلہ کرنا ہوگا۔ پندرہ نمبر! تم باہر جاؤ اور دس نمبر تم آ کر اس شخص سے مقابلہ کرو۔"

پندرہ نمبر باہر چلا گیا اور ایک اور شخص اندر داخل ہوا۔ یہ پندرہ نمبر کی طرح دیوقامت نہیں تھا۔ مجھ میں اور اُس میں اُنیس بیس کا ہی فرق رہا ہوگا۔ گویا اُس سے مقابلہ کرنے میں مجھے خود کو بچانے کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کوشش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ پندرہ نمبر کی طرح اُسے بھی صرف دو منٹ دیے گئے۔ وہ میرے لیے خاصا سخت حریف ثابت ہوا۔ طاقت کے اعتبار سے اگرچہ وہ برتر نہیں تھا لیکن جسمانی لڑائی کی ہر تکنیک سے واقف ہونے کی وجہ سے اُس سے مقابلہ کرنا بہت مشکل رہا۔ میں محض اپنی پھرتی کی وجہ سے اُس کے سامنے ٹکنے میں کامیاب ہو سکا تھا۔

"حیرت ہے دس نمبر!" کاؤنٹر کے عقب سے اُسی شخص نے کہا جو شروع سے اب تک بولتا رہا تھا۔ "تم بھی ناکام ہو گئے۔"

"مجھے وقت بہت کم دیا گیا تھا جناب!" دس نمبر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو!" متحیرانہ آواز آئی۔ "تمھارا مدِمقابل کوئی ماہر لڑاکا تو نہیں ہے اور پھر تم تو بیک وقت کئی آدمیوں سے مقابلہ کر سکتے ہو۔"

"جو شخص میرے مقابلے پر دو منٹ گزار دے، وہ یقیناً لڑائی کے فن میں مہارت رکھتا ہو گا جناب!"

"گویا اب اس کا مقابلہ ایک نمبر سے کرانا پڑے گا؟"

"نہیں!" کاؤنٹر کے عقب سے اس بار ایک دوسری آواز اُبھری۔ "ایک نمبر سے مقابلہ کرانے کی ضرورت نہیں۔ پانچ نمبر ہی بہت کافی رہے گا۔"

میں اس آواز کو سن کر چونک پڑا۔ یہ وہی آواز تھی جو پہلے بھی مجھے شناسا محسوس ہوئی تھی اور اس عمارت میں پہلی بار سنائی دی تھی۔ میں نے کاؤنٹر کے عقب میں دیکھنے کی کوشش کی لیکن رنگین شیشے کی وجہ سے عقب میں بیٹھے ہوئے تینوں افراد کو دیکھنا مشکل تھا۔ میں بُری طرح بے چین ہو گیا لیکن بے صبری کا مظاہرہ کرنے سے مشکلات میں اضافہ ہی ہوتا۔ اس لیے میں اپنی جگہ پر ہی کھڑا رہا۔

"پانچ نمبر اس وقت موجود نہیں ہے اس لیے ایک نمبر سے ہی مقابلہ کرا دیتے ہیں۔ ہمیں اس سے ویسے بھی کوئی دلچسپی تو ہے نہیں۔"

"ہرگز نہیں!" میری شناسا آواز نے کہا۔ "ایک نمبر کو مقابلے پر لانا سخت حماقت ہے۔ پانچ نمبر کی واپسی کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ اُن لوگوں نے ایک نمبر سے میرا مقابلہ نہیں کرایا۔ دس نمبر سے ہی نمٹنا میرے لیے دوبھر ہو رہا تھا، ایک نمبر سے کیا مقابلہ کرتا۔

"اسے واپس لے جاؤ۔ پانچ نمبر آ جائے تو پھر لے آنا۔"

میں ایک بار پھر اُسی جگہ واپس آ گیا جہاں سے لے جایا گیا تھا۔ تہذیب قالین پر بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اُٹھ کر میری طرف لپکی۔

"کیا ہوا علی! وہ لوگ تم پر تشدد کرنے کی باتیں کر رہے تھے؟"

"میری زبان سے نکلنے والا جملہ وقتی طور پر تو تشدد سے محفوظ کر گیا ہے۔" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آگے دیکھو کیا ہوتا ہے؟"

تہذیب بھی میرے پاس ہی بیٹھ گئی۔ "کون سا جملہ؟" اُس نے پوچھا۔

"میں نے اُن سے کہہ دیا تھا کہ اسلحے کے زور پہ بے بس کر کے ہی وہ مجھ پر تشدد کر سکتے ہیں۔"

"اوہ!" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ "پھر کیا ہوا؟"

"وہ اپنی برتری ثابت کرنے کے چکر میں پڑ گئے اور انھوں نے ایک دیو قامت پہلوان کو مجھ سے مقابلہ کرنے کے لیے بلا لیا۔ اُس کا نمبر پندرہ تھا۔"

"پندرہ نمبر کا کیا مطلب ہوا؟"

"مطلب تو نہیں معلوم بس اُنھوں نے اُسے پندرہ نمبر کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ وہ مجھ پر اپنی برتری ثابت نہیں کر سکا تو دس نمبر کو مقابلے پر لایا گیا...."

"اُس کے بعد پانچ نمبر آیا ہو گا۔" تہذیب نے شوخی سے کہا۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے، یہ نمبر اُن لوگوں کی مہارت کے اعتبار سے دیے گئے ہیں۔ جس کا نمبر ایک ہو گا، وہ سب سے زیادہ لڑاکا ہو گا۔ پندرہ نمبر والا جسمانی طور پر تو پہلوان تھا مگر اُس میں کچا پن تھا۔ اس لیے وہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ دس نمبر والا جسمانی طاقت کے اعتبار سے اگرچہ کمتر تھا مگر اُس نے مجھے بہت پریشان کیا۔ پانچ نمبر اس وقت موجود نہیں تھا اس لیے وقتی طور پر بلا ٹل گئی ہے۔ اب اُس سے مقابلہ ہو گا تو خدا جانے وہ میرا کیا حشر کرے گا۔"

"علی یار خان کے مذہب میں مایوسی گناہ ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "پہلے تو میں نے کبھی تمھیں مایوس نہیں دیکھا۔"

"اسے مایوسی کہتے ہیں۔" میں نے تہذیب پر آنکھیں نکالیں۔ "یہ فکرمندی کہلاتی ہے۔"

"فکرمند ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ پانچ نمبر بھی تم پر حاوی نہیں آ سکے گا۔"

"یہ تو بہت بُرا ہو گا۔ کیونکہ اُن کے پاس ایک نمبر بھی موجود ہے اور یقیناً وہ ماہر ترین شخص ہو گا۔"

تہذیب ہنس پڑی۔ "تو اُن لوگوں سے اس قسم کی بات کرنے کی کیا ضرورت تھی جس کے بعد اب یوں بیٹھے بسور رہے ہو۔"

"اگر یہ بات منہ سے نہ نکل گئی ہوتی تو اس وقت ٹکٹکی پر بندھا ہوتا۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔

"یہاں سے نکلنے کی کوئی تدبیر کرو علی ورنہ بڑی مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔"

"اس مصیبت سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یہ لوگ بہت محتاط ہیں۔ دو چار افراد کا معاملہ ہوتا تو لڑ بھڑ کر نکل جاتے لیکن ان کی تو تعداد بھی بہت ہے اور سب مسلح ہیں۔"

"اُس شخص کے بارے میں کچھ پتا چلا جس کی آواز تمھیں شناسا محسوس ہو رہی تھی؟"

"ہاں، وہ وہیں کاؤنٹر کے عقب میں موجود تھا۔ لیکن میں اُس کی صورت نہیں دیکھ سکا۔ معلوم نہیں، وہ کون ہے۔"

"تم نے غور سے اُس کی آواز سُنی۔ کیا وہ اولیو ہاورڈ...."

"نہیں وہ اولیو ہاورڈ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "اُسے تو میں ہر حال میں شناخت کر لیتا۔ لیکن میں نے اُس کی آواز کہاں سُنی ہے؟" میں اپنی پیشانی مسلنے لگا۔ "آخر مجھے یاد کیوں نہیں آتا؟"

"یاد آ جائے گا علی! ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس شخص کی آواز تم نے بہت کم سُنی ہو۔ ایک آدھ ہی بار بصورت دیگر تمھیں یاد نہ آ جاتا کہ وہ کون ہے۔"

"یقیناً ایسا ہی ہے۔ لیکن ٹھہرو.... کہیں ایسا تو نہیں کہ میں نے اسی مہم کے دوران کہیں اس کی آواز سُنی ہو؟"

"تب تو یہ یاد کرنے کی کوشش کرو کہ اس دوران کس کس سے تمھارا واسطہ پڑا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم مشرقی جرمنی میں داخلے کے وقت سے ابتدا کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ایلنے فورے اور اس کا ساتھی ٹکرایا۔ اُس کے بعد.... اوہ!" میں اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "مجھے یاد آ گیا تہذیب! یقیناً یہ وہی ہے۔"

"سنسنی مت پھیلاؤ۔" تہذیب نے بے چینی سے کہا۔ "جلدی سے بتا دو وہ کون ہے؟"

"تمھیں یاد ہے، میں ایلنے فورے کے بتائے ہوئے پتے پر ڈی فوسٹر کو تلاش کرتا ہوا ایک ہٹ تک پہنچا تھا۔"

"ہاں ہاں، مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے۔ تم نے بتایا تھا کہ اُس ہٹ میں ڈی فوسٹر تو نہیں مل سکا تھا البتہ وہاں روسیوں کی لاشیں ضرور ملی تھیں۔"

"میں نے یہ بھی تو بتایا تھا کہ دروازہ ایک شخص نے کھولا تھا جو مجھے ہٹ کے ایک کمرے میں بٹھا کر غائب ہو گیا تھا۔ اُس وقت میں اُسے ڈی فوسٹر کا ملازم سمجھا تھا۔"

"تو کیا یہ آواز اُسی شخص کی ہے؟"

"ہاں، یہ شخص سو فیصدی وہی ہے۔ یاد آنے میں اتنی دقت اس لیے ہوئی کہ اس سے ملاقات کے وقت میں نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی اور اُس کے بعد پھر یہ کہیں نظر نہیں آیا اور اب اچانک نمودار ہوا تو اتنے پُراسرار انداز میں کہ ابھی تک، ہم صرف اس کی آواز ہی سُنتے رہے ہیں، خود وہ نظر نہیں آیا۔"

"کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔" تہذیب نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ "میں سمجھی تھی، وہ کوئی بہت اہم شخص ہو گا۔"

"تم اسے معمولی بات سمجھ رہی ہو۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہم فرانسیسی سیکرٹ سروس والوں کی قید میں ہیں اور یہی لوگ اُن روسیوں کی موت کے ذمّے دار بھی ہیں۔"

"یہ لوگ یا وہ شخص؟" تہذیب نے کہا۔

"ایک ہی بات ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان کسی نمایاں حیثیت کا حامل معلوم ہوتا ہے۔ ذرا اندازہ تو کرو کہ یہ شخص تنہا ڈی فوسٹر کے ہٹ سے برآمد ہوا تھا جہاں چار روسی مُردہ حالت میں پلے ٹے گئے۔ اُن کی ہلاکت کی ذمّے داری اس اکیلے شخص پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اس نے یقیناً ڈی فوسٹر بن کر ان روسیوں کی خاطر مدارات کی ہو گی جو اُن کے لیے فوری ہلاکت کا باعث بن گئی۔ اور اُس نے یہ حرکت محض اس لیے کی کہ روسی ڈی فوسٹر تک نہ پہنچنے پائیں۔ میری خوش قسمتی تھی کہ میں اس وقت وہاں پہنچا جب وہ وہاں سے جانے والا تھا ورنہ اُس کی نظرِ کرم مجھ پر بھی ضرور پڑتی۔"

"گویا وہ بہت خطرناک آدمی ہے اور اب تو اُس کے ساتھ بہت سے لوگ بھی ہیں۔"

"افراد کی کمی بیشی سے کچھ نہیں ہوتا۔" میں نے کہا۔ "اور میرے ذہن میں ایک اور بات آ رہی ہے۔ کیوں نہ ہم ان لوگوں پر اپنی اصلیت ظاہر کر دیں۔"

تہذیب اُچھل پڑی۔ "کیا کہہ رہے ہو علی! اگر ہم نے ایسا کیا تو یہ لوگ فوراً ہمیں مار ڈالیں گے۔"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھیں۔ ہم ان پر اپنی موجودہ اصلیت ظاہر کریں گے۔ انھیں یہی بات اُلجھا رہی ہے نا کہ کنگ اٹلس نے ہم پر اتنا اعتماد کیسے کر لیا۔ اسی وجہ سے انھوں نے ہم پر تشدد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ ایک بات اُن کی سمجھ میں آ جائے تو ہم فی الحال خود کو تشدد سے تو محفوظ کر سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے علی! واقعی یہ بہت ضروری ہے۔" تہذیب نے اثبات میں سر ہلایا۔ "حیرت ہے کہ پہلے یہ بات ذہن میں کیوں نہیں آئی؟"

"جسم کے ساتھ ساتھ دماغ کی چولیں بھی ہل کر رہ گئی ہیں۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ایسے میں کوئی ڈھنگ کی بات کیسے سوچی جا سکتی ہے۔"

کافی دیر بعد پھر میری طلبی ہوئی۔ مجھے اُسی ہال میں لے جایا گیا۔ ہال کا منظر وہی تھا لیکن اس بار ہال کے وسط میں پہلے سے ایک شخص موجود تھا۔

"آؤ اور اپنی برتری ثابت کرو۔" ہال میں آواز اُبھری۔ "پانچ نمبر تم سے مقابلہ کرنے کے لیے بے چین ہے۔"

"اب اس مقابلے کی ضرورت نہیں رہی۔" میں نے کہا۔ "میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمھیں سب کچھ بتا دیا جائے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"پہلے پانچ نمبر سے مقابلہ کرو۔ اُس کے بعد ہی کوئی بات ہو سکے گی۔"

"تمھاری مرضی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میری خواہش تو یہی تھی کہ میرے ہاتھوں سے کسی کو نقصان نہ پہنچنے پائے۔"

"اوہو، تمھیں اپنے بارے میں کچھ زیادہ ہی خوش فہمی ہے۔"

"خوش فہمی کا شکار کون ہے، اس کا فیصلہ ابھی ہو جائے گا۔"

"پانچ نمبر!" کاؤنٹر کے عقب سے آواز آئی۔ "تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟"

"مقابلے کا فیصلہ ہونے سے قبل کچھ کہنا حماقت ہے۔" پانچ نمبر نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "خاص طور پر اس صورت میں کہ میں اپنے حریف کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔"

میں حیرت سے پانچ نمبر کو دیکھنے لگا۔ وہ اوسط قد و قامت کا مالک تھا اور اُس کی جسامت بھی اوسط درجے کی ہی تھی لیکن میں اُس کی دانش مندی کا قائل ہو گیا۔ اگر یہ اُس کے سوچنے کا مستقل انداز تھا تو بلاشبہ وہ دوسروں سے کہیں زیادہ ذہانت کا مالک تھا اور ذہین آدمی کچھ زیادہ ہی مشکلات کا باعث بن جاتا ہے۔

"اس سے قبل اس کا مقابلہ پندرہ نمبر سے کرایا گیا تھا۔" کاؤنٹر کے عقب سے کہا گیا۔ "وہ اسے چھو بھی نہیں سکا۔ اُس کے بعد دس نمبر سے اس کا مقابلہ ہوا اور خوب ہوا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اگر مقابلہ جاری رکھا جاتا تو ان دونوں میں سے کون فتح یاب ہوتا۔ اب تمھارا کیا خیال ہے؟"

"کسی بھی شخص کی بھرپور صلاحیتیں اُس وقت تک سامنے نہیں آ سکتیں جب تک کہ اُسے انتہائی کڑے امتحان میں نہ ڈال دیا جائے۔ دس نمبر کے بارے میں یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے اسے زیر کرنے کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دی ہوں گی لیکن اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے اس نے مقابلہ جیتنے کی کوشش ہی نہ کی ہو۔ جب تک اس کی مہارت میں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا۔"

"تمھاری باتیں سُن کر مجھے تم سے خوف محسوس ہونے لگا ہے پانچ نمبر۔" میں نے کہا۔

اُس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "جو کچھ میں نے کہا وہ تو بہت سادہ سی حقیقت ہے۔ اس میں خوف زدہ ہونے والی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

"انکسار برتنے والوں سے میں ہمیشہ ڈرتا ہوں کیونکہ میں نے ہمیشہ دعوے کرنے والوں کو نقصان اُٹھاتے دیکھا ہے۔"

"یہاں باتیں کرنے کا مقابلہ نہیں ہو رہا۔" غصیلی آواز اُبھری۔ "چلو مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

تیار کیا ہونا تھا۔ ہم دونوں تو مقابلے کے لیے پہلے ہی تیار تھے۔

میرا حریف بظاہر تو خطرناک نظر آ رہا تھا لیکن اس کی حقیقت کیا تھی، یہ تو مقابلے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

اسٹارٹ کی آواز کے ساتھ مقابلہ شروع ہو گیا۔ اس بار بھی مجھے زیر کرنے کے لیے پانچ نمبر کو صرف دو منٹ دیے گئے تھے۔ اسٹارٹ کی آواز کے ساتھ ہی وہ کسی عقاب کی طرح مجھ پر جھپٹا۔ اُس نے بڑے ماہرانہ انداز میں مجھ پر یکے بعد دیگرے تین وار کیے۔ پہلا دائیں ہاتھ سے، دوسرا بائیں ہاتھ سے اور تیسرا دائیں پیر سے۔ میں اُس کے پہلے دو وار خالی دینے میں کامیاب ہو گیا مگر تیسرے کی زد میں آ گیا۔ اُس کی ٹانگ میرے گھٹنے کے تقریباً عقبی حصّے سے ٹکرائی اور میں اپنا توازن کھو کر فرش پر گر پڑا۔ آگے بڑھ کر مزید حملہ کرنے کے بجائے پانچ نمبر حیرت انگیز طور پر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ مجھے سنبھلنے کا موقع دے رہا تھا۔

میں نے اُٹھنے میں بہت تیزی دکھائی۔ نہ صرف اُٹھنے میں بلکہ اُس پر حملہ کرنے میں بھی۔ اُسے مجھ سے اتنی پھرتی کی توقع ہرگز نہیں تھی لیکن اس کے باوجود وہ میرے دائیں ہاتھ کے پنج شاخے سے خود کو بچا گیا۔ میں نے اُس پر انتہائی خطرناک اور مہلک قسم کا وار کیا تھا۔ میرا پنجہ اگر اُس کے منہ سے ٹکرا جاتا تو اُس کی دونوں آنکھیں بھی ضائع ہو سکتی تھیں۔ میں نے تابڑ توڑ اُس پر کئی حملے کیے۔ وہ کئی بار میری زد میں بھی آیا مگر اُن میں سے کوئی وار بھی مہلک نہیں تھا۔ پھر ایک بار وہ خود کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گیا اور اُس نے مجھ پر جوابی حملہ کر دیا۔ اُس کے حملوں میں بے حد شدت تھی۔ مجھ پر بہت کڑا وقت آ پڑا تھا۔ مجھے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہونا پڑا۔

وہ مجھ پر چڑھتا چلا آ رہا تھا۔ مجھے اُس کے حملوں سے بچنے کی ہی فرصت نہیں مل رہی تھی کہ اچانک میرا پیر پھسلا اور میرا توازن بگڑ گیا۔ اُس کے لیے اتنا موقع بہت تھا۔ اُس نے بڑی تیزی سے میرا دوسرا پیر پکڑ کر کھینچ لیا۔ میں اُلٹ کر فرش پر گرا لیکن میری ٹانگ بدستور پانچ نمبر کی گرفت میں تھی اور وہ اُسے بُری طرح موڑ رہا تھا۔ میرے پورے جسم میں درد کی لہریں اُٹھ رہی تھیں۔ ابھی میں اس داؤ کا توڑ کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً ہال میں آواز گونجی۔

"دو منٹ پورے ہو گئے۔ مقابلہ روک دیا جائے۔"

اس آواز کے ساتھ ہی پانچ نمبر نے میری ٹانگ چھوڑ دی اور ہال کے وسط میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں بھی آہستگی سے اُٹھا اور اُس کے برابر جا کھڑا ہوا۔

"ہمیں افسوس ہے کہ یہ مقابلہ بھی برابر رہا۔" کاؤنٹر کے عقب سے آواز اُبھری۔ "پانچ نمبر! تم اپنی برتری ظاہر نہیں کر سکے۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں۔" میں نے بلند آواز سے کہا۔

پانچ نمبر چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مقابلہ تم نے جیت لیا ہے؟" کاؤنٹر کے عقب سے پوچھا گیا۔

"نہیں۔ اس کے بالکل برعکس۔" میں نے کہا۔ "پانچ نمبر نے مجھ پر اپنی برتری ثابت کر دی ہے۔"

"اس مقابلے کے جج ہم ہیں، تم نہیں۔" غصیلی آواز میں کہا گیا۔ "اور تمھیں ہمارے فیصلے سے اختلاف کا حق بھی حاصل نہیں ہے۔"

"میں فیصلے سے اختلاف نہیں کر رہا ہوں۔" میں نے بے خوفی سے کہا۔ "مقابلے کے نتیجے کے اعتبار سے یہ فیصلہ بالکل درست ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پانچ نمبر نے میرے ساتھ رعایت برتی ہے۔ اسے مقابلے کے دوران کم از کم دو بار ایسے مواقع حاصل ہوئے تھے جب یہ مجھ پر فیصلہ کُن ضرب بھی لگا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ میں اسے فاتح تسلیم کرتا ہوں اور اپنی شکست کا اعلان کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے ایک عالی ظرف شخص سے شکست کھائی ہے۔"

چند لمحوں کے لیے ہال پر سناٹا مسلط ہو گیا۔ میں حالات کو اپنے حق میں تبدیل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔

"تم اس الزام کے بارے میں کیا کہتے ہو پانچ نمبر؟" سخت لہجے میں پوچھا گیا۔

"یہ بات درست ہے جناب۔" پانچ نمبر نے سر جھکا کر کہا۔

"تمھیں معلوم ہے تم کیا کہہ رہے ہو اور اس کی سزا کیا ہو سکتی ہے؟"

"میں جانتا ہوں جناب۔" پانچ نمبر نے کہا۔ اُس کا سر کچھ اور جھک گیا تھا۔

"پھر تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ کیا تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہو گے؟"

"میں اسے ایسی کوئی ضرب لگائے بغیر زیر کرنا چاہتا تھا جو اس کے لیے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمارا مقابلہ کسی محاذ پر نہیں ہو رہا تھا۔ اگر میں اس کے مقابلے پر کسی مہم کے دوران آتا تو کوئی رعایت نہ برتتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مجھ سے مقابلے سے قبل کچھ بتانے کو کہہ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر اسے کوئی نقصان پہنچ گیا تو ہم کہیں قیمتی معلومات سے محروم نہ رہ جائیں۔ تیسری وجہ شاید میری تربیت کی خرابی ہے۔"

"تربیت کی خرابی سے تمھارا کیا مطلب ہے پانچ نمبر؟" درشت لہجے میں پوچھا گیا۔

"مجھے اس بات کی تربیت دی گئی ہے جناب کہ صرف اپنے جانی دُشمن کو ہی نقصان پہنچاؤ۔ میں اپنی اس خامی پر معذرت خواہ ہوں جناب۔"

"ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ تمھارا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔"

پانچ نمبر سر جھکائے ہال سے باہر چلا گیا۔

"اب تم بتاؤ۔ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" مجھ سے کہا گیا۔

"میں نے اور میری ساتھی نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ لوگوں کو ساری بات بتا دی جائے۔"

"جب تمھیں پہلے سچ بولنے کا مشورہ دیا گیا تھا تو تم نے اُسی وقت یہ فیصلہ کیوں نہیں کر لیا تھا؟"

"ہماری عقلیں ماؤف ہو چکی تھیں جناب! ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا چکر ہے۔"

"اب سمجھ میں آ گیا؟" طنزیہ لہجے میں پوچھا گیا۔

"ن... نہیں جناب۔" میں نے مُردہ سے لہجے میں کہا۔ "سمجھ میں تو اب بھی کچھ نہیں آیا۔"

"پھر اب تم نے فیصلہ کیوں کر لیا؟"

"تشدّد سے بچنے کے لیے جناب۔" میں نے کہا۔ "ایک بڑی رقم تو ہاتھ سے نکل ہی چکی، اب خود پر تشدّد بھی کروائیں۔"

"ٹھیک ہے۔ نئی کہانی بھی سُنا دو۔"

"میں ایک ایک لفظ سچ بولوں گا جناب! کنگ اٹلس ہمارے آنجہانی باپ کا دوست ہے۔ اُس نے پانچ ہزار ڈالر کے علاوہ بھی ہمیں ایک بڑی رقم دینے کی پیشکش کی تھی لیکن وہ رقم ہمیں اُس وقت ملتی جب ہم ڈی فوسٹر کو اُس کے پاس پہنچا دیتے۔ اب ظاہر ہے ہم اُس اضافی رقم سے محروم ہو گئے۔"

"ڈی فوسٹر کو کنگ تک پہنچانے کا کام تو کوئی بھی کر سکتا تھا۔ اس کے پاس بھی آدمیوں کی کمی تو نہیں ہے۔"

"اُس نے بتایا تھا کہ ڈی فوسٹر کے چکّر میں کچھ اور لوگ بھی ہیں جو اُس کے آدمیوں کو پہچانتے ہیں اس لیے وہ اپنے آدمیوں سے کام نہیں لینا چاہ رہا تھا۔ ہم لوگ اجنبی تھے اس لیے کسی کی نظروں میں آئے بغیر خاموشی سے یہ کام کر سکتے تھے۔"

"تم نے اُس سے یہ نہیں پوچھا کہ ڈی فوسٹر کی اتنی اہمیّت کس وجہ سے ہے؟"

"پوچھا تھا جناب! لیکن اُس نے نہیں بتایا۔ کہنے لگا ہمیں صرف رقم سے غرض ہونی چاہیے۔"

"سوال یہ ہے کہ تمھاری ان باتوں پر کس طرح یقین کر لیا جائے؟ ممکن ہے تم نے پھر کوئی جھوٹ بولا ہو۔"

"ہم آپ کے قبضے میں ہیں جناب! آپ اپنے ذرائع سے ہمارے بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ جب تک تمھارے بیان کی تصدیق نہیں ہو جاتی اُس وقت تک تم ہمارے قبضے میں رہو گے۔"

"کیا... کیا اُس کے بعد ہمیں چھوڑ دیا جائے گا؟" میں نے بے چینی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں، اگر تمھاری تمام باتیں سچ ثابت ہوئیں تو تمھیں چھوڑ دیا جائے گا۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

"میں ایک بات اور پوچھنا چاہتا ہوں جناب! کوئی شخص کھائے پیے بغیر کتنی دیر زندہ رہ سکتا ہے؟"

"تم جاؤ، کھانے پینے کا انتظام بھی ہو جائے گا۔"

میں دونوں افراد کی معیّت میں تہذیب کے پاس پہنچا دیا گیا اور اُس کے تھوڑی ہی دیر بعد ہمارے لیے ناشتا بھی پہنچا دیا گیا۔ تہذیب کو میں نے ساری باتیں بتا دی تھیں۔

"لیکن علی!" تہذیب نے سب کچھ سُننے کے بعد کہا۔ "تم شکست کیسے کھا گئے؟"

"کیوں، کیا میں انسان نہیں ہوں۔ میں شکست نہیں کھا سکتا؟"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" تہذیب گڑبڑا گئی۔ "دراصل میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ ...!"

"رہنے دو۔ مجھے خوب معلوم ہے تم کیا کہنا چاہ رہی تھیں۔ اگر تم نے اپنے طور پر مجھے ناقابلِ شکست سمجھ لیا ہے تو یہ تمھارا اپنا قصور ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس دُنیا میں ایک سے ایک ماہر موجود ہے۔"

"ارے تم تو ناراض ہو گئے۔" تہذیب ہنس کر بولی۔ "میں نے ایسی کوئی بات تو نہیں کی تھی جس پر تم اس قدر ناراض ہو گئے۔"

"یہ بھی تمھاری غلط فہمی ہے کہ میں ناراض ہو گیا لیکن یہ ضرور ہے کہ تم اپنے نظریات درست کر لو۔ یاد رکھو کوئی بھی انسان ناقابلِ شکست نہیں ہو سکتا۔ انسان تو ویسے ہی خطا کا پُتلا ہوتا ہے۔ میں تو یہی سوچ کر حیران ہو رہا ہوں کہ پانچ نمبر کی مہارت کا یہ عالم تھا تو ایک نمبر کس قیامت کی چیز ہو گا۔"

"غور کرو تو میرا قصور بھی کچھ اتنا زیادہ نہیں۔ جو شخص بھی تمھارے کارنامے سُنے گا وہ تمھیں ناقابلِ تسخیر سمجھنے لگے گا۔"

"مجھے دوسروں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں تو بس تمھیں ٹھیک دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں ٹھیک ہو گئی۔" تہذیب نے ہنس کر کہا۔ "اب تمھیں ناقابلِ شکست نہیں سمجھوں گی۔"

ہم ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ تہذیب کا بُلاوا آ گیا۔ وہ لوگ تہذیب کو اپنے ساتھ لے گئے۔

تہذیب کی واپسی کوئی آدھے گھنٹے بعد ہوئی تھی۔ اس دوران میں کمرے میں ٹہلتا رہا تھا۔

"کوئی خاص بات نہیں تھی۔" میرے پوچھنے پر تہذیب نے بتایا۔ "وہ مجھ پر جرح کر رہے تھے۔"

"میرا تازہ بیان جرح کی وجہ بنا ہو گا۔ مجھے پہلے ہی اس بات کا اندازہ تھا۔"

"اگر تمھیں پہلے سے اندازہ تھا تو کم از کم مجھ سے تذکرہ تو کرنا چاہیے تھا۔"

"کیا فائدہ ہوتا۔ سب کچھ تو تمھارے علم میں ہے اور ہمارے درمیان پہلے ہی طے ہو گیا تھا کہ ہمیں کیا کہنا ہے لہٰذا اُن لوگوں کو جرح میں ناکامی ہی ہوئی ہو گی۔"

"ظاہر ہے۔ وہ میری زبان سے کوئی ایسی بات نہیں نکلوا سکے جو تمھارے بیان کے خلاف ہوتی۔ اُنھوں نے مجھ سے طرح طرح کے سوالات کیے اور میرا خیال ہے اُنھوں نے بڑی حد تک مطمئن ہونے کے بعد مجھے واپس بھیجا ہے۔"

"اب ہمیں سکون سے بیٹھ کر نتیجے کا انتظار کرنا ہو گا۔ ممکن ہے وہ اپنے ذرائع سے ہمارے بیانات کی تصدیق کرنے کی کوشش کریں۔"

"انھیں کوشش کرنے دو۔ نتیجہ تو ظاہر ہے ہمارے خلاف نکلنے سے رہا۔ لیکن علی! کیا یہ لوگ اس کے بعد ہمیں واقعی چھوڑ دیں گے؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا تہذیب! زیادہ امکان تو یہی ہے کہ ... بے ضرر سمجھ کر یہ لوگ ہمیں چھوڑ ہی دیں مگر ان کے بارے میں یقین سے کچھ کہنا مشکل ہی ہے۔"

ہم دونوں تن بہ تقدیر ہو کر بیٹھ رہے۔ ڈی فوسٹر کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ یقیناً اُس پر تشدّد کیا جا رہا ہو گا۔ مجھے یہ فکر بھی تھی کہ اگر ڈی فوسٹر نے اپنی زبان کھول دی تو ہمارا کیا بنے گا؟

لیکن پورا دن خیریت سے گزر گیا اور رات ہو گئی۔ میں نے اور تہذیب نے پلک تک نہیں جھپکائی تھی جبکہ پچھلی رات ہم نے سفر کے دوران بہت تکلیف کے عالم میں گزاری تھی لیکن جس بے یقینی سے ہم گزر رہے تھے اس میں نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہمیں ہر آن یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کسی بھی وقت دروازہ کھلے گا اور ہماری طلبی ہو جائے گی اور پھر ہم پر فردِ جرم عائد کی جائے گی کہ ہم نے اُن سے جھوٹ بولا تھا۔ یہ صرف اُسی صورت میں ممکن تھا کہ ڈی فوسٹر زبان کھول دیتا اور اُس نے زبان نہیں کھولی ورنہ ہم محفوظ نہیں رہ سکتے تھے۔

جاگتے جاگتے ہمارے اعصاب شل ہو گئے تھے اور پھر ہم پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ اُس وقت رات بھی آدھی کے قریب گزر چکی تھی کہ دفعتاً دو سماعت شکن دھماکے سُنائی دیے اور اس کے بعد اسٹین گنوں کی تڑتڑاہٹ کی آوازوں نے سنّاٹے کو چھلنی کر کے رکھ دیا۔ ہم لوگ چونکہ نیم غنودگی کی حالت میں تھے اس لیے بُری طرح اُچھل پڑے۔ تہذیب کھسک کر میرے قریب آ گئی۔

"یہ کس قسم کی آوازیں ہیں علی! کیا ہو رہا ہے؟" اُس نے سرگوشی میں مجھ سے پوچھا۔

"انتظار کرو، جو بھی ہے سامنے آجائے گا۔" میں نے کہا اور تہذیب کو لے کر دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا تاکہ اگر دروازے پر کوئی برسٹ پڑے تو ہم لوگ گولیوں سے محفوظ رہیں۔

پوری عمارت میں گولیاں چل رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ عمارت پر کوئی بہت ہی منظم قسم کا حملہ کیا گیا ہے۔ گولیوں کی آوازیں اتنے تواتر سے آ رہی تھیں کہ اُن کی ہولناک آوازوں میں بات کرنا تک مشکل تھا۔ میں اور تہذیب ایک دیوار سے چپکے حالات کی نئی کروٹ کے منتظر تھے۔

پھر وہ لمحہ بھی آ گیا جس کی وجہ سے میں دروازے کے سامنے سے ہٹا تھا۔ گولیوں کے ایک برسٹ نے دروازے کو چھلنی کر کے رکھ دیا تھا۔ گولیاں دروازے کو توڑتی ہوئی کمرے کی دیواروں اور فرش پر بچھے ہوئے قالین سے ٹکرائی تھیں مگر ہم محفوظ رہے۔ اس لیے کہ ہم دروازے کے سامنے نہیں تھے۔ ایک گولی نے دروازے کا ہفمی قفل بھی توڑ دیا تھا۔ ممکن ہے دروازے پر قفل توڑنے کے لیے ہی برسٹ مارا گیا ہو۔ اس لیے کہ قفل ٹوٹنے کے فوراً بعد کئی افراد دھڑ دھڑاتے ہوئے کمرے میں گھس آئے۔ وہ سب کے سب خودکار اسلحے سے لیس تھے اور سب نقاب پوش تھے۔ اُن میں سے ایک نے بڑے غور سے ہمیں دیکھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔

"بس یہاں یہی دونوں ہیں۔ انھیں بھی لے جاؤ۔ جلدی کرو۔"

وہ ہم پر ٹوٹ پڑے اور ہمیں جانوروں کی طرح کھینچ کر عمارت سے باہر لائے۔ جہاں ایک لینڈ روور میں ہم دونوں کو ٹھونس دیا گیا۔ لینڈ روور کے عقبی حصّے میں ہی ڈی فوسٹر بھی موجود تھا۔ اُس کی حالت دیکھ کر ہم دونوں کانپ اُٹھے۔ وہ بے ہوش تھا اور بے ہوشی کے عالم میں بھی اُس کے مُنہ سے کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ اُن لوگوں نے اُس پر تشدّد کی انتہا کر دی تھی۔ گرم سلاخوں سے اُس کا پورا جسم داغا گیا تھا۔ چہرے کی کھال تک جُھلسی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں کی ایک ایک اُنگلی کٹی ہوئی تھی جس پر بڑی بے دردی سے پٹیاں کس دی گئی تھیں۔ وہ غالباً کسی دوا کے زیرِ اثر تھا ورنہ اس قدر تکلیف میں تو آدمی بے ہوش بھی نہیں ہو سکتا۔

میں اور تہذیب سنّاٹے کے عالم میں ڈی فوسٹر کو دیکھ رہے تھے۔ مجھے حیرت تھی کہ وہ کمزور، ناتواں اور ضعیف شخص اتنا تشدّد کیونکر سہہ گیا۔ میں تو اُسے بہت کمزور سمجھتا رہا تھا۔ اُس کے بارے میں میری رائے یہی تھی کہ وہ تشدّد کے خوف سے ہی سب کچھ اُگل دے گا، تشدّد سہنا تو بہت دور کی بات ہے۔ لیکن میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اُس ناتواں شخص نے نہ صرف تشدّد سہا بلکہ اُس نے زبان بھی نہیں کھولی۔ اگر اُس نے زبان کھول دی ہوتی تو میری اور تہذیب کی زندگیاں بھی خطرے میں پڑ گئی ہوتیں۔ اُس نے وہ تشدّد سہا تھا جس کے سامنے بڑے بڑے جواں مرد اور حوصلہ مند چیں بول جاتے ہیں۔ اُس نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا۔ ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ میں دل ہی دل میں بے حد شرمندہ ہوا۔ میری اور تہذیب کی زندگیاں اُس ناتواں بوڑھے کی رہینِ منّت تھیں۔

ڈی فوسٹر کی حالت میں، میں کچھ اس طرح محو ہوا کہ کسی بات کا ہوش ہی نہیں رہ گیا۔ ہوش اُس وقت آیا جب لینڈ روور اسٹارٹ ہو کر ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔ میں نے محسوس کیا کہ عقبی حصّے میں ہم تینوں کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے اور اگلی نشستوں پر بھی ڈرائیور کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ مجھے اور تہذیب کو باندھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی گئی تھی۔ میں حیران رہ گیا۔

میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ وہ خود بھی حیران تھی۔ ماجرا ہماری سمجھ سے باہر تھا۔ اُن لوگوں سے کوئی بھیانک غلطی ہو گئی تھی۔ جان بُوجھ کر تو ایسی حرکت کرنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ عمارت سے ہمیں کس نے نکالا تھا اور اس وقت ہم کس کے قبضے میں تھے۔ جیپ چلانے والا شخص کون تھا اور وہ ہمیں کہاں لے جا رہا تھا؟

میرا ذہن بڑی تیزی سے صورتِ حال کا تجزیہ کرنے میں مصروف تھا۔ صرف دو امکانات تھے۔ یا تو ہمارے کسی دوست نے ہمیں رہا کرایا تھا کہ ہمیں اِس طرح کھُلا چھوڑ دیا یا پھر یہ کسی قسم کی غلط فہمی تھی۔ میں نے پہلا امکان کُلّی طور پر مسترد کر دیا اس لیے کہ وہاں نہ تو کوئی ہمارا دوست تھا اور نہ کوئی ہمدرد — کسی کو یہ معلوم تک نہیں تھا کہ ہم کہاں ہیں جبکہ دوسرا امکان بہت قوی تھا۔

لینڈ روور بہت تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ میں نے لینڈ روور میں نگاہ دوڑائی تو ایک سیٹ کے نیچے لوہے کا ایک بڑا سا ٹکڑا پڑا نظر آیا۔ میں نے اُسے نکال کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اب میں کسی بھی لمحے ڈرائیور پر حملہ کر سکتا تھا مگر اس کے لیے کسی مناسب موقع کا انتظار کرنا ضروری تھا۔ اتنی تیز رفتاری کے دوران ڈرائیور پر حملہ کرنے کا مطلب یہی تھا کہ خود کو بھی ہلاکت میں ڈال دیا جائے۔

لوہے کا ٹکڑا ہاتھ میں تولتے ہوئے میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ ہوشیار ہو جائے۔ تہذیب نے سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دی۔ وہ پہلے ہی میرا ارادہ بھانپ چکی تھی اور اُس نے خود کو ہر قسم کی ہنگامی صورتِ حال کے لیے تیار کر رکھا تھا۔

میں نے ڈرائیور پر نظریں جما دیں جو بڑے انہماک سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ میں تاک میں تھا کہ کسی موڑ پر گاڑی کی رفتار کم ہو تو اُس کے سر پر لوہے کا ٹکڑا رسید کر کے اُسے بے ہوش کر دوں اور خود اسٹیئرنگ سنبھال لوں۔ بظاہر لینڈ روور کا تعاقب بھی نہیں کیا جا رہا تھا۔ شاید وہ لوگ ہمیں ڈرائیور کے حوالے کر کے مطمئن ہو گئے تھے۔

پھر اتفاقاً ہی ڈرائیور کی نگاہ عقب نما آئینے کی طرف اُٹھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور اُس نے مجھے دیکھ لیا۔ اُس نے ایک دم ہی گاڑی لہرائی اور مجھے خود کو سنبھالنے کے لیے سیٹ کا سہارا لینا پڑ گیا۔

"کیا غضب کر رہے ہو چیف!" ڈرائیونگ سیٹ سے اُبھرنے والی آواز میرے اعصاب پر بم کے دھماکے کی طرح گری۔ اس لیے کہ وہ بُڈ کی آواز تھی۔ "میری کھوپڑی کا بیمہ نہیں ہوا ہے۔ اگر تم نے اسے تڑخا دیا تو دُنیا بھر کی حسینائیں ایک زبردست قسم کے عاشق سے محروم ہو جائیں گی۔"

حیرت کے اس شدید جھٹکے سے نکلنے میں مجھے چند لمحے لگ گئے۔ پھر میں نے سنبھل کر غرّاتے ہوئے کہا۔ "یہ تم ہو مردود، بُڈ؟"

"ہاں یہ مردود بُڈ ہی ہے چیف! ذرا صبر سے کام لو اور پیچھے کا جائزہ لے لو۔ کوئی گاڑی ہمارا تعاقب تو نہیں کر رہی؟"

"نہیں، دور دور تک کوئی گاڑی نہیں ہے لیکن۔۔۔"

"بس تو پھر مجھے خاموشی سے ڈرائیونگ کرنے دو۔ کسی بات کی پروا مت کرو۔ تمھیں محفوظ جگہ لے جا رہا ہوں۔"

تہذیب تو اس قدر حیران تھی کہ اُس کے مُنہ سے کوئی آواز ہی نہیں نکل سکی تھی۔

بُڈ خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا۔ ہموار سڑکوں پر خاصا سفر طے کرنے کے بعد لینڈ روور ناہموار سڑکوں پر دوڑنے لگی۔ یہاں آکر جیپ کی رفتار کم ہو گئی تھی۔ ناہموار راستوں پر بھی لینڈ روور کافی دیر تک چلتی رہی اور بالآخر ایک جگہ بُڈ نے گاڑی روک دی۔

"یہ ایک متروک اور ویران فارم ہاؤس ہے۔" بُڈ نے بتایا۔ "یہاں دور دور تک کوئی آدمی نظر نہیں آتا۔"

"گویا چھپنے کے لیے یہ موزوں ترین جگہ ہے۔" میں نے کہا۔

بُڈ نے عقبی حصّے میں آکر دروازہ کھولا اور پھر بڑے احترام سے بولا۔

"چیف اور میڈم! باہر تشریف لے آئیے۔"

"یہاں ہم دونوں کے علاوہ ایک شخص اور بھی ہے بُڈ۔" تہذیب نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے میڈم۔" بُڈ نے کہا۔ "یہ وہی شخص ہے جس کی وجہ سے اس قدر ہنگامے کھڑے ہو گئے ہیں۔"

"ہاں، اور اس کی حالت خطرے سے باہر معلوم نہیں ہوتی جبکہ اس کی زندگی ہمارے لیے بے حد قیمتی ہے۔"

"بس تو پھر جلدی کیجیے۔ ہم لوگ اسے اسٹریچر سمیت اُٹھا کر لیے چلتے ہیں۔"

بُڈ کے کہنے پر میں نے جُھک کر غور سے دیکھا۔ ڈی فوسٹر واقعی ایک اسٹریچر پر دراز تھا جسے اندھیرے اور افراتفری کے باعث پہلے میں دیکھ نہیں سکا تھا۔ میں نے بُڈ کے ساتھ مل کر اسٹریچر اُٹھا لیا اور ڈی فوسٹر کو فارم ہاؤس کی طرف لے چلے۔ تہذیب مالکم ایکس نے لینڈ روور کے دروازے لاک کیے اور ہمارے ساتھ ہی آگے بڑھ گئی۔

فارم ہاؤس کی چوبی عمارت تک پہنچنے کے لیے ہمیں کوئی بیس قدم کا فاصلہ طے کرنا پڑا۔ بُڈ کے انداز میں جس قدر اطمینان و سکون تھا اُس کے پیشِ نظر یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ وہ جگہ بالکل محفوظ ہے۔ فارم ہاؤس تک پہنچنے کا راستہ ایسا تھا کہ جس جگہ بُڈ نے لینڈ روور پارک کی تھی اُس سے آگے اُسے لایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

بُڈ نے پیر سے فارم ہاؤس کا دروازہ کھولا اور ہم نے اندر داخل ہو کر اسٹریچر زمین پر رکھ دیا۔ سخت اندھیرے کے باعث ہاتھ کو ہاتھ نہیں سُجھائی دے رہا تھا۔ بُڈ نے ایک لیمپ روشن کر دیا اور فارم ہاؤس کے اندر زرد رنگ کی ہلکی ہلکی روشنی پھیل گئی۔ میں نے فارم ہاؤس پر ایک اُچٹتی ہوئی سی نگاہ ڈالی اور پھر میری نظریں ڈی فوسٹر پر جم گئیں جو گہری بے ہوشی بلکہ جاں کنی کے عالم میں تھا۔

"یہ فارم ہاؤس تم نے کیسے دریافت کر لیا بُڈ؟" تہذیب نے پوچھا۔

"دریافت کر لیا!" بُڈ نے حیرت سے کہا۔ "ارے یہ میری سالی کا فارم ہے اور وہ صرف ہفتے کی رات کو یہاں آتی ہے۔"

تہذیب بُڈ کو گھورنے لگی اور بُڈ گڑبڑا گیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔

"کیا خیال ہے باس! کیوں نہ اس لینڈ روور کو فوری طور پر ٹھکانے لگا آؤں؟"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "اُسے ٹھکانے لگا دینا ہی مناسب ہے ورنہ خواہ مخواہ ہمارے لیے مشکلات بھی پیدا ہو سکتی ہیں لیکن زیادہ جلدی واپس آنے کی کوشش کرنا۔"

"ممکن ہے کچھ دیر لگ جائے مگر تم یہاں بالکل مطمئن رہنا۔ اس لیے کہ فارم ہاؤس میری سالی کا ہے اور سالی پھر سالی ہوتی ہے۔ ویسے تمھاری طرف بیوی کی بہن کو کیا کہا جاتا ہے؟"

"اگر لینڈ روور کو ٹھکانے لگانا ہے تو جلدی کرو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "فضول بکواس کر کے وقت ضائع مت کرو۔"

"کتنا ہی بڑا کارنامہ کیوں نہ سرانجام دے لو مگر مالک کبھی خوش نہیں ہوتا۔" بُڈ بڑبڑاتا ہوا باہر چلا گیا اور تہذیب مالکم ایکس میری صورت دیکھنے لگی۔

"یہ شخص ایسے کارنامے کر گزرتا ہے کہ اس پر جادوگر ہونے کا گمان گزرنے لگتا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن فی الحال تو ڈی فوسٹر کے بارے میں سوچو۔ اس کے بچنے کی اُمید نظر نہیں آتی۔"

تہذیب مالکم ایکس ڈی فوسٹر کی طرف متوجہ ہو گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر ڈی فوسٹر کا جائزہ لیا اور جھرجھری لے کر رہ گیا۔ اس کا پورا جسم داغ دار ہو رہا تھا۔ پورے جسم پر ایک انچ حصّہ بھی ایسا نہیں تھا جہاں کی کھال اُدھڑی ہوئی نہ ہو۔

"اُن لوگوں نے تو بربریت کی انتہا کر دی۔" تہذیب نے ڈی فوسٹر کی حالت دیکھ کر متنفرانہ لہجے میں کہا۔ "اُنھوں نے تو نازیوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو تہذیب! ایک کمزور اور ناتواں بوڑھے پر اس قدر تشدّد کرنا واقعی سفّاکی اور سنگدلی کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے۔"

"اور یہ سب کچھ اُنھوں نے وہ مہلک فارمولے حاصل کرنے کے لیے کیا ہے جو نوعِ انسان پر تباہی لانے کے لیے بنائے گئے ہیں۔"

"اب اگر ڈی فوسٹر کو ہوش آجائے تو یہ ایک حیران کُن بات ہو گی۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "ورنہ مجھے تو یہی خدشہ ہے کہ اس کی بے ہوشی کسی بھی وقت موت میں تبدیل ہو جائے گی۔"

"کیا خیال ہے علی! ڈی فوسٹر نے اُنھیں فارمولوں کے متعلق بتا دیا ہو گا؟"

"یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تہذیب! لیکن ڈی فوسٹر کی حالت دیکھ کر تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس نے زبان نہیں کھولی ہو گی۔"

"یہ بہت بڑی بات ہے علی! ڈی فوسٹر کے بارے میں کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص معمولی سا تشدّد بھی جھیل سکے گا۔"

"بعض جذبے ایسے ہوتے ہیں تہذیب جو انسان سے ناممکن کام بھی کروا دیتے ہیں۔"

"لیکن تم نے تو خیال ظاہر کیا تھا کہ فارمولے ڈی فوسٹر نے اپنے پاس ہی چھپا رکھے ہیں۔ تم نے اپنے اس خیال کے حق میں دلائل بھی دیے تھے۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔ اور اپنے انھی دلائل کی روشنی میں، میں اب بھی اپنے خیال پر قائم ہوں۔" میں نے کہا۔ "ڈی فوسٹر ایک سائنسداں ہے اور یہ کام اس کے لیے زیادہ مشکل نہیں ہے۔"

"اس کے مقابلے پر سیکرٹ ایجنٹ تھے علی!" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر فارمولے ڈی فوسٹر کے پاس ہوتے تو اُن لوگوں نے برآمد کر لیے ہوتے۔"

"ممکن ہے وہ لوگ فارمولے برآمد کر بھی چکے ہوں۔ ہمیں کیا معلوم؟"

"نہیں۔" تہذیب نے نفی میں سر ہلایا۔ "اگر فارمولے اُن کے ہاتھ لگ جاتے تو وہ ڈی فوسٹر پر تشدّد کر کے کبھی اپنا وقت ضائع نہ کرتے بلکہ ممکن ہے وہ اسے شوٹ ہی کر ڈالتے۔"

"بہت جاندار دلیل ہے۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ "نہ تو میں اسے مسترد کر سکتا ہوں اور نہ ہی رد کر سکتا ہوں۔"

"اگر میری دلیل اتنی ہی جاندار ہے تو تم اسے قبول کیوں نہیں کر لیتے؟"

"میں انکار کب کر رہا ہوں لیکن اگر کسی صورت ڈی فوسٹر ہوش میں آجائے تو۔۔۔"

ڈی فوسٹر کے کراہنے کی آواز سُن کر میں خاموش ہو گیا۔ اُس کے پپوٹے لرز رہے تھے۔ شاید اُسے ہوش آ رہا تھا۔ میں پھرتی سے اس کے نزدیک جا کر بیٹھ گیا۔ تہذیب بھی قریب آگئی تھی۔

چند لمحوں کے اندر اندر اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ اُس کے جسم کی بوٹی بوٹی لرز رہی تھی اور اُس کی آنکھوں میں نمی تھی۔ "میں۔۔۔ میں کہاں ہوں؟" ڈی فوسٹر کی ڈوبتی ہوئی سی آواز اُبھری۔

"تم محفوظ ہو ڈی فوسٹر۔" میں نے اُس پر جُھکتے ہوئے کہا۔ "اب دُشمن ہماری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

ڈی فوسٹر کراہنے لگا۔ "اُنھوں نے فارمولوں کے لیے میری کھال اُدھیڑ دی۔" اُس نے سسکیوں کے درمیان کہا۔ "وہ سمجھ رہے تھے کہ مائیکرو فلمیں میں نے اپنی کھال میں سی رکھی ہوں گی۔"

"اوہ! تو تم نے اُنھیں فارمولوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟" میں نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔" ڈی فوسٹر کراہا۔ "میں نے انھیں فارمولوں کی ہوا بھی نہیں لگنے دی۔"

"ڈی فوسٹر! بتاؤ ہم تمھارے لیے کیا کریں؟" تہذیب گلوگیر آواز میں بولی۔

"کچھ نہیں، بس میری تدفین ذرا اہتمام سے کر دینا۔" ڈی فوسٹر اٹک اٹک کر بول رہا تھا اور اُس کی سانسیں اُکھڑنے لگی تھیں۔ "سُنو!" اُس نے کہا اور میں اور تہذیب ہمہ تن گوش ہو گئے۔ "میں اب مرنے والا ہوں۔ اُنھوں نے مجھے بے پناہ اذیتیں دی ہیں۔ میں شاید بات بھی پوری نہ کر سکوں۔ میرے سامنے کے نیچے والے چھ دانت نکال لینا۔ ان میں فارمولوں کی مائیکرو فلمیں پوشیدہ ہیں۔۔۔" ڈی فوسٹر نے ہچکی لی۔ موت کی ہچکی۔ اور اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔

اُس مظلوم شخص نے بالآخر موت کو گلے لگا لیا تھا۔ وہ ہر تکلیف سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ وہ سر پھرا شخص جس کے سر میں اپنوں کی مدد کرنے کا سودا سمایا تھا، اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا۔ اس دور میں دوسروں کی مدد کرنے والوں کا یہی انجام ہوا کرتا ہے۔ ہر خلوص کے جواب میں دھوکے ہی تو ملتے ہیں۔ جس دل میں گداز ہو اُسی کو ان دیکھی آگ میں جلنا پڑتا ہے۔ ایسی بھٹی میں سُلگنا پڑتا ہے جس کی تپش کوئی محسوس بھی نہیں کر سکتا۔ ڈی فوسٹر تو پھر خوش نصیب تھا۔ بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ کر ہر اذیت سے محفوظ ہو گیا تھا۔

میں چونک کر سیدھا ہو گیا۔ تہذیب کی آنکھوں میں نمی تھی۔

"بے چارہ ڈی فوسٹر۔" اُس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کہا۔ "مرتے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مرتے بھی ہمارے کام آگیا۔"

"عظیم لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں تہذیب! کسی کے کام آئے بغیر مرتے بھی نہیں۔" میں نے کہا۔

"ڈی فوسٹر کے انجام پر میرا دل رو رہا ہے علی! اُس نے تو کسی کے ساتھ کوئی بُرائی بھی نہیں کی تھی۔"

میں تلخ انداز میں ہنسا۔ "یہ بُرائی کے پنپنے کا دور ہے تہذیب! پُرخلوص لوگ ہی نقصان میں رہتے ہیں۔ آؤ، اس شریف آدمی کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے اس کے دانتوں پر طبع آزمائی کریں۔"

"اس کی لاش کی بے حرمتی کرنے کی مجھ میں تو ہمت نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"جسے تم بے حرمتی کہہ رہی ہو وہ عین حرمت ہے۔" میں نے کہا اور مُردہ ڈی فوسٹر کا مُنہ کھول کر اُس کے دانتوں پر زور آزمائی کرنے لگا۔ مجھے خاصی جدّوجہد کرنی پڑی لیکن آخر کار میں کامیاب ہو گیا۔ اُس کے صرف وہ چھ دانت ہی مصنوعی تھے۔ باقی دانت اصلی تھے۔ میں نے اُن مصنوعی دانتوں کو اُلٹ کر دیکھا۔ اُن کے نیچے سیاہ ڈھکن لگے ہوئے تھے۔ باقی حصّہ دانتوں کو مسوڑھوں میں فکس کرنے کے لیے تھا۔ میں نے وہ مصنوعی دانت تہذیب کی طرف بڑھا دیے اور تہذیب اُنھیں روشنی میں لے جا کر دیکھنے لگی۔

چند لمحے روشنی میں اُن کا معائنہ کرنے کے بعد تہذیب نے اپنے سر سے ہیئر پن نکال کر دانتوں کے ڈھکن اُٹھانے کی کوشش کی۔ ذرا سی کوشش کے بعد ڈھکن کھل گئے۔ اُن کے نیچے دانتوں کے خول میں ننھی فلموں کے رول رکھے ہوئے تھے جو تعداد میں چھ تھے اور انتہائی باریک تھے۔ تہذیب ہتھیلی پر پلٹ کر اُنھیں دیکھنے لگی۔

"تمھارا خیال درست ثابت ہو کر رہا۔" تہذیب نے کہا۔ "فارمولے واقعی اس نے اپنے پاس ہی رکھے تھے۔"

"اس کے سوا وہ اور کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔" میں نے وہ فلمیں تہذیب سے لے کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمھیں اندازہ ہے علی کہ یہ فارمولے قبضے میں آتے ہی خود ہم کس قدر غیر محفوظ ہو گئے ہیں؟"

"مجھے بہت اچھی طرح اندازہ ہے تہذیب لیکن فی الوقت تو ہم محفوظ ہی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان ننھی منّی فلموں کو حفاظت سے رکھنا بھی ایک مسئلہ ہے۔"

"میرے خیال میں تو فی الحال انھیں ان دانتوں میں ہی واپس رکھ دیتے ہیں۔ اس طرح یہ زیادہ محفوظ رہیں گی۔"

"یہ بہت عمدہ آئیڈیا ہے۔" میں خوش ہو کر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ انھیں دانتوں ہی میں رکھ دو۔"

تہذیب نے فلموں کے رول واپس دانتوں میں رکھ کر احتیاط سے اُن کے ڈھکن بند کر دیے اور میں نے وہ دانت حفاظت سے رکھ لیے۔

"اب ان کے گُم ہونے کا امکان نہیں رہا۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن ہم نے کیا سوچا تھا علی! اور کیا ہو گیا؟"

"ہاں، حالات ہی کچھ اس طرح پیش آئے کہ ہم کچھ بھی نہ کر سکے اور اگر اب بھی ڈی فوسٹر نے ہوش میں آ کر ہمیں فارمولوں کے بارے میں نہ بتا دیا ہوتا تو یہ ڈی فوسٹر کے ساتھ ہی دفن ہو جاتے۔"

باہر کسی گاڑی کے رُکنے کی آواز سُنائی دی اور ہم دونوں چونک پڑے۔

"اس وقت یہاں کون آگیا؟" تہذیب تشویش ناک لہجے میں بولی۔

"کیا کہا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "ہم تو کسی چیز سے بھی واقف نہیں ہیں۔ ممکن ہے آنے والا بڈ ہی ہو لیکن ہمیں چھُپ جانا چاہیے تاکہ کسی خطرے کی صورت میں اپنا دفاع تو کر سکیں۔"

میں اور تہذیب ایک ایسے گوشے میں چھُپ گئے جہاں سے نہ صرف آنے والے پر نظر رکھ سکتے تھے بلکہ ضرورت پڑنے پر آنے والے کے خلاف کارروائی بھی کر سکتے تھے۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں پڑی۔ آنے والا بُڈ تھا۔

"ذرا خیال سے چیف۔" اُس نے اندر داخل ہونے سے قبل ہانک لگائی۔ "میں بُڈ ہوں۔ کہیں اچانک ہی مجھ پر حملہ نہ کر بیٹھنا۔"

میں اور تہذیب اپنی جگہ سے باہر نکل آئے اور بُڈ مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

"یقیناً تمھیں دوسری گاڑی کی آواز سُن کر حیرت ہوئی ہو گی لیکن یہ گاڑی بھی ایک کرم فرما کی ہے۔ تمھیں تو معلوم ہے، مجھے کرم فرما ملتے ہی رہتے ہیں۔"

"کام کی بات کرو۔" تہذیب غُصیلے لہجے میں بولی۔ "لینڈ رووَر کہاں گئی؟"

"اُسے تو میں نے ایک بُلندی سے لُڑھکا دیا۔"

"تمھارا مسخرہ پن تمھیں اتنی مہلت نہیں دے رہا کہ تم ڈی فوسٹر کی طرف دیکھ سکو۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

بُڈ نے مُردہ ڈی فوسٹر کی طرف دیکھا اور چونک پڑا۔ "او! تو کیا یہ مر گیا؟"

"ہاں، یہ ہمیشہ کے لیے بے ہوش ہو گیا ہے۔"

"مجھے تو پہلے ہی اندازہ تھا۔" بُڈ نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔ "اس کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں تھی۔"

"اب فوری طور پر ہمیں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ اس کی لاش کا کیا کیا جائے؟"

"یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ لینڈ رووَر کی طرح اسے بھی کسی بلندی سے لُڑھکا آتا ہوں۔"

"بُڈ!" تہذیب نے کہا۔ اُس کا لہجہ بے حد درشت تھا۔ "مسخرہ بننے کے چکّر میں بعض اوقات تم حد سے گزر جاتے ہو۔"

"مم... معافی چاہتا ہوں میڈم۔" بُڈ ہکلا کر بولا۔ "اگر آپ کہیں گی تو اس کی تدفین بھی ہو سکتی ہے۔"

"ہو سکنے کی بات مت کرو بُڈ۔" میں نے کہا۔ "ہمیں یہ کام ابھی اور اسی وقت کرنا ہے۔"

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے چیف! یہاں اس کا خاصا معقول بندوبست ہو جائے گا۔"

میں اور تہذیب بُڈ کے ساتھ باہر نکل آئے۔ فارم خاصا وسیع و عریض معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے اُس کے بارے میں بُڈ سے سوال کیا تو اُس نے کہا۔

"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم کہ یہ فارم کس کی ملکیت ہے، بس اتنا جانتا ہوں کہ یہ ویران اور غیر آباد پڑا تھا۔ میں نے اسے آباد کر دیا ہے۔"

تہذیب کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ "اور وہ تمھاری محبوبہ؟" اُس نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

"کون سی والی محبوبہ کی بات کر رہی ہیں میڈم۔" بُڈ نے سر کھجلاتے ہوئے کہا۔ "محبوبہ کا نمبر بتائیے۔ نمبر یاد نہ ہو تو یہ بتلائیے کہ آپ کس وقت کی بات کر رہی ہیں۔"

"اس سے کیا ہو گا؟" تہذیب نے ہونٹ بھینچ کر پوچھا۔

"میں کم از کم یاد تو کر سکوں گا کہ اُس عرصے میں میری محبوبہ کون تھی۔ یہاں محبوباؤں کی تعداد اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اب صرف محبوبہ کہہ دینے سے کام نہیں چل سکتا۔ معلوم نہیں آپ کا اشارہ کس محبوبہ کی طرف ہے۔"

"بکواس مت کرو۔" تہذیب آپے سے باہر ہو گئی۔ "اور ڈی فوسٹر کی تدفین کا انتظام کرو۔"

"یہ کہاں کا انصاف ہے۔" بُڈ بڑبڑایا۔ "خود ہی سوال کرتی ہیں۔ جواب دو تو کہتی ہیں، بکواس مت کرو۔ جواب نہ دو تو...."

"تم نے سُنا نہیں، میں نے تم سے کیا کہا ہے۔" تہذیب نے سرد لہجے میں کہا۔

"سُن لیا ہے۔" بُڈ نے جھلّاتے ہوئے انداز میں کہا اور کُدال سنبھال کر ایک نرم گوشے کی کھدائی شروع کر دی۔ زمین نرم ہونے کی وجہ سے قبر تیار کرنے میں زیادہ دُشواری نہیں ہوئی۔ میں نے اور بُڈ نے جلد ہی اتنی زمین کھود لی کہ ڈی فوسٹر کو اس میں بہ آسانی دفن کیا جا سکتا تھا۔

اس بدنصیب شخص کی وصیّت تھی کہ اسے اہتمام سے دفن کیا جائے لیکن اس بے سروسامانی کے عالم میں ہم اُس کی اس آخری خواہش کا احترام تو کر سکتے تھے مگر اس پر اس کی مرضی کے مطابق عمل نہیں کر سکتے تھے لہٰذا ہم نے بڑی سوگواری کے ساتھ اس کی لاش ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دی۔ بُڈ بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ڈی فوسٹر کی موت پر میں اور تہذیب بہت افسردہ ہیں۔ اُسے کچھ معلوم بھی تو نہیں تھا۔ اور ہم اس بات سے لاعلم تھے کہ وہ اچانک کہاں سے آ کودا تھا؟

ڈی فوسٹر کی تدفین کے بعد میں نے بُڈ سے پوچھا۔ "تم اس بات سے کیسے واقف ہو گئے بُڈ کہ ہم لوگوں کو کہاں قید کیا گیا ہے؟"

"یہ تو بزنس سیکرٹ ہے باس۔" اُس نے اکڑ کر کہا۔ "اگر یہی بتا دیا تو پھر باقی کیا بچے گا۔"

میں نے اُس کی گُدّی پکڑ لی۔ "اگر مجھ سے بکواس کی تو کوئی ہڈّی تڑوا بیٹھو گے۔"

"ارے ارے، یہ کیا کر رہے ہو۔" بُڈ نے اپنی گُدّی میری گرفت سے چھُڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بڑی نازک گُدّی ہے اور بہت سی محبوباؤں کی امانت بھی۔"

میں نے اُس کی گُدّی پر دباؤ بڑھا دیا۔ "مجھے معلوم ہے تم شرافت سے نہیں مانو گے۔"

"ہائے میں مرا۔" بُڈ بُری طرح مچلا۔ "ابے بتاتا ہوں۔ میری گُدّی تو چھوڑو۔"

میں نے اُس کی گُدّی چھوڑ دی۔ تہذیب ہنس رہی تھی۔

"تم اسی طرح ٹھیک رہتے ہو۔" اُس نے بُڈ سے کہا۔

بُڈ اپنی گُدّی سہلاتا ہوا بُرے بُرے سے مُنہ بنا رہا تھا۔ "ایک تو تم لوگ بُڈ کو کنگ اٹلس کے کیمپ میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے اور اب تمھیں اتنی مشکل سے ڈھونڈا ہے تو یہ سلوک کر رہے ہو۔"

"ہمیں احساس ہے کہ تمھارے ساتھ زیادتی ہوئی تھی لیکن ہمیں اتنا موقع ہی نہیں مل سکا کہ تمھیں کچھ بتا پاتے۔" میں نے کہا۔

"اور مجھے تو یقین تھا کہ ہم چاہے جہاں بھی پہنچ جائیں، تمھاری نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ تم ہمیں ڈھونڈتے ہوئے ہم تک ضرور پہنچ جاؤ گے۔" تہذیب بولی۔

"اس بھری پُری دُنیا میں مکھّن لگانے کے لیے ایک بُڈ ہی تو رہ گیا ہے۔" بُڈ نے مُنہ بنا کر کہا۔

"تم پھر پٹڑی سے اُتر رہے ہو۔" میں نے بُڈ کو گھورا۔ "میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم ہم تک کس طرح پہنچے؟"

"اوہ ہاں۔" بُڈ نے سنبھل کر کہا۔ "جب تم دونوں کنگ اٹلس کے کیمپ سے اچانک غائب ہو گئے تو میں نے تمھاری تلاش شروع

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی لیکن بُڈ بے چارے کو کوئی کچھ بتانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ تھک ہار کر میں نے اُن دونوں افراد کو تاکا جن کے بارے میں میں نے تمھیں بتایا تھا کہ وہ تمھیں قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ میں چھپ کر اُن کی گفتگو سننے میں کامیاب ہو گیا اور اُنھی سے مجھے معلوم ہوا کہ تم روڈ ایلبو کے کیمپ کی طرف جاتے دیکھے گئے ہو۔ بُڈ کے لیے اتنی معلومات بہت تھیں۔ ۔ ۔" بُڈ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"پھر تم وہاں سے روڈ ایلبو کے کیمپ پہنچ گئے؟" تہذیب نے بُڈ کو ٹوکا۔

"ہاں۔ اور وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ تم لوگ وہاں سے بھی نکل گئے ہو لیکن اتفاق سے وہاں مجھے بعض لوگوں پر شبہ ہوا اور میں خود کو ضرورت مند ظاہر کر کے اُن کے ساتھ شامل ہو گیا۔ میرا شبہ درست نکلا۔ وہ روسی ایجنٹ تھے اور اُن کا تعلق کے جی بی سے تھا۔ میں اُن کے ساتھ ڈرائیور کی حیثیت سے شامل ہوا تھا۔ تمھیں تو معلوم ہی ہے کہ یہ لوگ مقامی لوگوں کی مدد سے کام کر رہے ہیں۔ مجھے بھی اُنھوں نے اپنے لیے بے ضرر سمجھ کر اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اس طرح میں اُس عمارت تک پہنچ گیا جہاں تم لوگ فرانسیسی ایجنٹوں کی قید میں تھے۔"

"اوہ تو اُس عمارت پر روسی ایجنٹوں نے چھاپا مارا تھا۔" تہذیب نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

"لیکن اُن بے چاروں کو کچھ بھی نہیں ملا۔ اس لیے کہ سارا مال تو بُڈ لے اُڑا۔" میں نے کہا۔

"یہی تو بُڈ کا کمال ہے۔" تہذیب تعریفی لہجے میں بولی۔ "بے ضرر دکھائی دینے کے باوجود یہ بڑے بڑوں کے کان کترتا ہے۔"

"بُڈ کی جادوگری پر تو ہمیں پہلے ہی یقین تھا۔" میں نے کہا۔ "اور اب تو بُڈ نے اس کا ثبوت بھی دے دیا ہے۔"

بُڈ بڑے غور سے مجھے دیکھنے لگا۔ "تم بُڈ پر طنز تو نہیں کر رہے ہو چیف؟"

"ہرگز نہیں بُڈ! میں تو بڑے خلوص سے تمھاری تعریف کر رہا ہوں۔"

"دیکھو چیف! بُڈ نے پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ وہ دُنیا میں کسی کا بھی ملازم نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ نہ تو کسی کو خود سے زیادہ ذہین تسلیم کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو اپنے سے زیادہ پُرکشش سمجھتا ہے۔ لیکن عقیدت کے رشتے بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے یہی رشتہ قائم کیا تھا جو اب بھی پہلے ہی کی طرح قائم ہے لیکن افسوس کہ یہ رشتہ یک طرفہ ہے۔"

"بہت سے رشتے یک طرفہ ہوتے ہیں بُڈ۔" میں نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں چیف۔" بُڈ سنجیدگی سے بولا۔ "صرف وہی رشتے یک طرفہ ہوتے ہیں جہاں ایک فریق وفورِ جذبات میں اظہار کر بیٹھتا ہے۔"

"اوہو۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "آج تو بڑی فلسفیانہ گفتگو کر رہے ہو۔"

"تم جو چاہو کہو لیکن حقیقت وہی ہے جو میں نے کہی۔ وہ لوگ بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں جو کسی کی بے غرض چاہت کی ناقدری نہیں کرتے لیکن ہوتا یہ ہے کہ جہاں ایک فریق نے اپنے جذبات کا اظہار کیا، دوسرے فریق نے اُسے اپنا حق سمجھ لیا اور اُس سے ناجائز فائدے اُٹھانا شروع کر دیے۔"

"لیکن بُڈ! جذبہ تو ایک فطری چیز ہے۔ اُسے بالارادہ تو نہیں پیدا کیا جا سکتا؟"

"مجھے معلوم ہے چیف! میں تمھیں چاہتا ہوں تو ضروری نہیں ہے کہ تم بھی مجھے چاہو۔ نہ ہی میں تم پر وہ جذبات مُسلط کر سکتا ہوں جو میرے تمھارے لیے ہیں لیکن تم کم از کم بُڈ کی قدر تو کر سکتے ہو۔ اُس کے جذبات کا احترام تو کر سکتے ہو۔ تم نے لاتعداد مرتبہ مجھ سے جان چھڑانے کی کوشش کی۔ مجھے نظر انداز کیا تاکہ مجھ سے پیچھا چھڑا سکو لیکن ابھی میرے صبر کا پیمانہ لبریز نہیں ہوا ہے۔ جس روز میری قوتِ برداشت جواب دے گئی اُس روز میں خود تمھیں چھوڑ دوں گا، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔"

"تم تو شکایات کے دفتر کھول کر بیٹھ گئے۔"

"میں تو تمھیں بتا رہا تھا چیف! میرا کام صرف بتانا ہے، شکایت کرنا نہیں۔"

"جو تفصیلات تم نے بتائی ہیں اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اتفاق نے تمھیں اس عمارت تک پہنچا دیا جہاں ہم قید تھے۔" تہذیب نے کہا۔

"اتفاقات!" بُڈ نے آنکھیں پھاڑ کر تہذیب کو دیکھا۔ "اگر آپ اسی پر مُصر ہیں تو یہی سہی ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے بہت محنت کی تھی۔"

تہذیب ہنس پڑی۔ "تم نے جو کارنامہ انجام دیا ہے بُڈ! وہ ہمارے تمام کارناموں پر بھاری ہے۔"

"بُڈ ایسے کارنامے انجام دینے کا ماہر ہے میڈم۔" بُڈ نے اکڑ کر کہا۔

"یوں تو ایسے بے شمار مواقع آئے جب ہمیں تمھارا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا لیکن آج۔ ۔ ۔"

"ایک منٹ میڈم ایک منٹ۔" بُڈ نے بے صبری سے ہاتھ اُٹھا کر تہذیب کی بات کاٹ دی۔ "شکریہ صرف وہ لوگ قبول کرتے ہیں جن کے پاس کرنے کے لیے کوئی کام نہیں ہوتا۔"

"کیا مطلب؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"خالی شکریہ ادا کرنے سے کام نہیں چلے گا میڈم! میں انعام کا مستحق ہوں۔"

"جو کارنامہ تم نے انجام دیا ہے اُس کے پیشِ نظر تمھیں بڑے سے بڑے انعام سے نوازا جا سکتا ہے۔" تہذیب بولی۔ "مانگو کیا مانگتے ہو؟"

"آپ اور آپ کے وہ اگر مجھے پانچ عشق کرنے کی اجازت دے دیں تو میرا حساب کتاب برابر ہو جائے گا۔ پانچ عشق زیادہ تو نہیں ہیں نا چیف؟"

مجھے ہنسی آ گئی اور میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ تہذیب بڑے فراخدلانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

"تمھیں پانچ عشق کرنے کی اجازت ہے بُڈ اور اس کے علاوہ ایک میری طرف سے انعام۔"

"شکریہ میڈم شکریہ۔" بُڈ نے دانت نکال دیے۔ "آپ بڑی فراخدل خاتون ہیں۔"

"اور اس کے علاوہ ایک عشق علی کی طرف سے بھی انعام۔" تہذیب نے مزید نوید سُنائی۔

"آہ! میں کہیں بے ہوش نہ ہو جاؤں۔ سات عشق۔ سات عشق۔" بُڈ لہرانے لگا۔

"ہوش میں آجاؤ بُڈ۔" میں نے گھونسا تان کر کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تم سے عشق شروع کر دوں۔"

بُڈ سنبھل گیا۔ "نہیں چیف! یقین کرو یہ میرے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے۔"

"خوشخبری کے بچے! رات گزرتی جا رہی ہے۔ قبل اس کے کہ صبح ہو، ہمیں کچھ دیر سو بھی لینا چاہیے۔"

"اوہ ہاں۔ معاف کرنا چیف، مجھے خیال نہیں رہا تھا۔ واقعی اب ہمیں سونے کی فکر کرنی چاہیے۔"

"تمھارے پاس کوئی پستول وغیرہ بھی موجود ہے؟" تہذیب نے بُڈ سے پوچھا۔

"ابھی لا کر دیتا ہوں۔" بُڈ نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ ذرا ہی دیر بعد وہ واپس آیا تو اُس کے پاس دو عدد ہلکی لیکن نفیس ساخت کی اسٹین گنیں موجود تھیں۔ اُس نے وہ اسٹین گنیں ہم دونوں کی طرف بڑھا دیں۔ "آپ دونوں یہ اسٹین گنیں رکھ لیں۔ شاید ان کی ضرورت پڑ جائے۔"

"یہ اسٹین گنیں تمھارے پاس کہاں سے آئیں؟" تہذیب نے تعجب سے پوچھا۔

"روسیوں کی سوغات ہے۔ لینڈ روور سے برآمد ہوئی ہیں۔ پوری پانچ اسٹین گنیں تھیں۔ دستی بم اس کے علاوہ تھے۔ میں نے تین اسٹین گنیں نکال لیں اور دو اسٹین گنیں اور دستی بم لینڈ روور کے ساتھ ہی ضائع کر دیے اس لیے کہ ہم لوگ اتنے زیادہ ہنگامی بھی نہیں ہیں۔"

"لینڈ روور میں سے اور کیا کیا برآمد ہوا؟" میں نے بُڈ کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

بُڈ مجھ سے نظریں چُرانے لگا۔ "بتا تو دیا۔" اُس نے کہا۔ "اس کے علاوہ اور کیا برآمد ہوتا؟"

"اُڑنے کی کوشش مت کرو بُڈ! تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے۔"

بُڈ نے ایک طویل سانس لی۔ "شاید آدھا کلو کے قریب ہیروئن اور کچھ نقد رقم بھی ہاتھ لگی ہے لیکن میں اس کا حساب نہیں دوں گا۔ بس کام بن ہی جاتا ہے چیف کسی نہ کسی طرح۔ خیر اب تم لوگ آرام کرو۔"

"اور تم کہاں جا رہے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"میں شریف آدمی ہوں چیف! دوستوں کا حساب ذہن میں رکھتا ہوں۔ اب تم خود بتاؤ کہ ان حالات میں میرا یہاں رُکنا مناسب ہے؟"

"کن حالات میں!" میں نے حیرت سے کہا۔ "مجھے تو کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آتی۔"

"ظاہر ہے تم خود تو مُنہ سے نہیں کہو گے لیکن ایک اچھے میزبان کی حیثیت سے تمھارا خیال رکھنا میرا فرض ہے۔"

"کہیں تم کار میں سونے کا ارادہ تو نہیں رکھتے؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ میں اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

"تم سمجھدار آدمی ہو چیف۔" بُڈ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "میں یہاں رہ کر تم دونوں کی تنہائی میں مُخل نہیں ہونا چاہتا اس لیے۔ ۔ ۔"

بُڈ جملہ ادھورا چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر وہ فوراً ہی باہر نہ نکل گیا تو اُسے میری طرف سے کسی جارحانہ کارروائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

"بہت بے ہودہ آدمی ہے۔" تہذیب نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"بے ہودہ یا سمجھدار۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو۔ اب تم بھی ویسی ہی باتیں کرو گے۔" تہذیب غُصیلے لہجے میں بولی۔

"بُڈ اگر یہ سب کچھ نہ کرتا تو کیا ہمیں رہائی نصیب ہو سکتی تھی؟" میں نے کہا۔ "اُسے سمجھدار کہہ کر میں نے ایسی کون سی زیادتی کر دی؟"

"اور اگر ڈی فوسٹر ہمیں بتائے بغیر مر جاتا تو کیا امریکی فارمولوں کا راز اس کے ساتھ ہی دفن نہ ہو جاتا؟" تہذیب نے جواباً کہا۔ "فرانسیسی اُس کا پورا جسم اُدھیڑنے کے باوجود فارمولے برآمد نہیں کر سکے تھے۔"

"یہی بات تو غور طلب ہے تہذیب! وہ اتنے احمق نہیں تھے کہ دانتوں کی طرف اُن کا دھیان نہ جاتا لیکن جو کام نہیں ہونا ہوتا، وہ کسی طرح بھی نہیں ہوتا اور جو ہونا ہوتا ہے وہ کتنی آسانی سے ہو جاتا ہے ورنہ کیا ضروری تھا کہ مرنے سے قبل ڈی فوسٹر کو ہوش آجاتا اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ ہمیں فلموں کے بارے میں بتا ہی دیتا۔"

"یہ سب مقدر کے کھیل ہوتے ہیں علی! سارے کام معجزانہ طور پر ہی ہوئے ہیں اور تقریباً ناکامی کی انتہا کو پہنچنے کے بعد اچانک ہی ہمیں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔"

"اس پورے کھیل میں بُڈ کا کردار کلیدی نوعیت کا حامل رہا ہے۔ اُس نے عین وقت پر مداخلت کر کے ہاری ہوئی بازی ہمارے حق میں پلٹ دی۔"

"اس میں تو کوئی شبہ ہے ہی نہیں کہ اگر بُڈ نہ ہوتا تو ہم تمام عمر امریکی فارمولے حاصل نہیں کر سکتے تھے۔" تہذیب نے کہا۔ "اور اب جبکہ وہ فارمولے ہمارے قبضے میں ہیں، یہ سوچو کہ آئندہ کیا کرنا ہے۔"

"سوچنے سمجھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پہلے بھی ہم نے جو منصوبہ بندی کی تھی، وہ دھری کی دھری رہ گئی۔ فارمولے ہمیں ملے ضرور مگر اُس طرح نہیں جس طرح ہم نے سوچا تھا۔"

"تب بھی یہ تو سوچنا ہی پڑے گا کہ کیا یہ فارم ہاؤس محفوظ ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"بُڈ ذہین آدمی ہے۔ اُس نے خوب دیکھ بھال کر ہی کوئی قدم اُٹھایا ہوگا۔"

"وہ ذہین سہی لیکن اس فارم کا کوئی نہ کوئی مالک تو ضرور ہوگا۔ وہ اتفاقاً ادھر نکل آیا تو کیا ہوگا؟"

"اتنی رات گئے اس ویرانے میں آئے گا تو پاگل ہی کہلائے گا۔" میں نے بیزاری سے کہا۔

"بُڈ وہ گاڑی معلوم نہیں کس کی اُٹھا لایا ہے۔ ممکن ہے پولیس گاڑی تلاش کرتی ہوئی یہاں تک پہنچ جائے۔ کچھ سوچو علی! یہاں ہمارا رُکنا مناسب نہیں ہے۔"

"یہ رات تو بہر حال یہاں گزاری جا سکتی ہے تہذیب! کل دن میں اس پر غور کریں گے۔ کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ اب ہم سو جائیں۔ تھکن نے جسم کے ساتھ دماغ کو بھی شل کر کے رکھ دیا ہے۔"

"واقعی علی! تم سو جاؤ۔ سوری، مجھے خود خیال رکھنا چاہیے تھا کہ تمھیں سخت نیند آ رہی ہوگی۔"

میں لیٹ گیا اور تہذیب میرے سرہانے آ کر بیٹھ گئی۔ "تم بھی لیٹ جاؤ نا۔" میں نے تہذیب سے کہا۔

"تم سو جاؤ۔ پھر میں بھی سو جاؤں گی۔" تہذیب نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "مجھے شرمندہ نہ کرو تہذیب! تم بھی تو بہت تھکی ہوئی ہو۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو علی! تمھارے کام آ کر تو مجھے خوشی ہوتی ہے۔" اُس کی نرم و نازک انگلیاں میرے بالوں سے کھیل رہی تھیں۔

اُس کے ہاتھوں کا لمس مجھے انوکھے جہانوں کی سیر کرا رہا تھا۔ سکون و آسودگی کی لہریں میرے پورے جسم میں دوڑتی پھر رہی تھیں۔ شاید یہ لہریں تہذیب کی انگلیوں سے خارج ہو کر میرے جسم میں داخل ہو رہی تھیں اور میرے جسم کے ایک ایک روئیں سے تھکن کو نچوڑ رہی تھیں۔ اُس کی انگلیاں میرے بالوں سے اُلجھتی رہیں اور میرا ذہن بالکل ہلکا پھلکا ہو گیا۔ میری نظریں تہذیب کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"آنکھیں بند کر لو علی!" تہذیب نے بڑی محبت سے کہا۔ "تمھیں نیند آ جائے گی۔"

"تمھارا پھول سا چہرہ جو نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔" میں نے خمار آلود لہجے میں کہا۔

"نہیں ہوگا۔" تہذیب نے دھیمی آواز میں کہا۔ "جس روز یہ چہرہ تمھاری نظروں سے اوجھل ہو گیا، میرا اس دُنیا میں کوئی کام نہیں رہے گا۔"

"تو میں آنکھیں بند کر لوں؟" میں نے معصومیت سے پوچھا۔

"ہاں۔" تہذیب نے کہا اور اپنا ہاتھ میری آنکھوں پر رکھ دیا۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ اُس کے ہاتھ پر رکھے اور اُسے ہولے ہولے سہلانے لگا۔ تہذیب کے ساتھ ساتھ نیند کی دیوی بھی مجھ پر مہربان ہو رہی تھی اور پھر مجھے احساس بھی نہ ہو سکا کہ میں کس وقت نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

دوسری صبح آنکھ کھلی تو بُڈ اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ موجود تھا۔ اُس نے ناشتے کا انتظام کر دیا تھا۔ ہم ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو گئے تو اُس نے کہا۔

"بُڈ کے لیے اب کیا حکم ہے؟ ویسے میں ڈر رہا تھا کہ صبح جب یہاں پہنچوں گا تو کمرا خالی ملے گا، آپ دونوں غائب ہوں گے۔ پھر آپ لوگوں کی تلاش میں معلوم نہیں کتنا وقت ضائع کرنا پڑے گا۔"

"تمھارا ڈرنا حق بجانب بھی ہے اور بے جا بھی۔" میں نے کہا۔ "اس لیے کہ جب بھی ایسا ہوا، بڑی مجبوری کے عالم میں ہوا۔ ہم نے جان بوجھ کر تو تمھیں نظر انداز نہیں کیا۔"

"اگر تم نے جان بوجھ کر بُڈ کو نظر انداز کیا تب بھی بُڈ تمھارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔" بُڈ نے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ "تم پیچھا نہیں چھوڑو گے؟"

"ارے اگر اس طرح پیچھا چھوٹ گیا تو پھر عشق ہی کیسا!" بُڈ نے چمک کر کہا۔ "تم میڈم کو چاہتے ہو چیف اور بُڈ تمھیں۔ جس طرح تم ہر قسم کے حالات سے نبرد آزما ہونے کے بعد پھر میڈم کے پاس چلے جاتے ہو اسی طرح بُڈ بھی تمھیں تلاش کر ہی لیتا ہے۔ یہ تو دُنیا میں ہی ہے چیف! کوئی کسی کے چکر میں اور کوئی کسی کے چکر میں۔"

"اوہو، اب تم ہمیں شرمندہ ہی کیے جاؤ گے۔" تہذیب نے

"در اصل ہمیں تمھاری صلاحیتوں پر اس قدر اعتماد ہے کہ اگر تمھیں کہیں چھوڑنا پڑ جائے تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ تم ضرور ہمیں ڈھونڈ نکالو گے۔"

"ایسی ہی باتیں کر کے خواتین عموماً مردوں کو بے وقوف بنایا کرتی ہیں لیکن بُڈ آپ کو عام خواتین سے بہت مختلف تصور کرتا ہے۔ خیر یہ بتائیے کہ اب بُڈ کے لیے کیا حکم ہے؟"

"جس مقصد کے لیے ہم یہاں آئے تھے، وہ پورا ہو چکا۔" میں نے کہا۔ "اور ہماری اس کامیابی کا سہرا تمھارے سر ہے۔ اگر تم روسیوں کے ساتھ مل کر اس عمارت تک نہ پہنچ گئے ہوتے تو ہمیں یقیناً بے نیل مرام واپس لوٹنا پڑتا اور ہمارا یہ مشن ناکام ہو جاتا۔"

"کیا تمھیں وہ سب کچھ حاصل ہو چکا ہے چیف جس کے تم خواہش مند تھے؟" بُڈ نے پوچھا۔

"میں نے بتایا تو ہے کہ محض تمھاری وجہ سے کامیابی نے ہمارے قدم چومے ہیں۔"

"اگر کام پورا ہو چکا ہے تو پھر ہمبرگ میں رُکنا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"اب ہمیں یہاں مزید رُکنے کی ضرورت نہیں رہی۔" میں نے کہا۔ "جتنی جلد ممکن ہو یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

"لیکن چیف! یہاں سے نکلنے کے لیے ہمیں کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے؟"

"میرا خیال ہے ہمبرگ کے ساتھ ساتھ ہمیں مغربی جرمنی سے بھی نکل جانا چاہیے تاکہ اُن غیر ملکی جاسوسوں سے تو پیچھا چھوٹے جو شکاری کُتّوں کی طرح ہماری بُو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔"

"تب تو کام بہت آسان ہو جاتا ہے۔" بُڈ نے اُچھل کر کہا۔ "مغربی جرمنی کی سرحد عبور کر کے ہم ڈنمارک میں داخل ہو سکتے ہیں۔"

"ڈنمارک میں داخل ہونا اتنا آسان تو نہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔

"جنت کے علاوہ اور جہاں بھی جانا چاہو بُڈ اس کا انتظام کر سکتا ہے چیف!"

"اگر تم ڈنمارک میں داخلے کا بندوبست کر سکتے ہو تو فوری طور پر کام شروع کر دو۔"

"مجھے صرف چوبیس گھنٹے کی مہلت دے دو چیف! زیادہ سے زیادہ چوبیس گھنٹے میں، میں سارے انتظامات مکمل کر کے واپس آ جاؤں گا۔"

"اور اگر اس دوران فارم ہاؤس کا مالک آ گیا تو...؟" تہذیب نے کہا۔

"بظاہر تو یہ فارم ہاؤس کسی کی ملکیت نظر نہیں آتا لیکن اگر کوئی آ ہی جائے تو اُسے سنبھال لینا چیف! چوبیس گھنٹے کے دوران میں کسی بھی وقت واپس آ جاؤں گا۔"

"تم اطمینان رکھو بُڈ!" میں نے کہا۔ "اگر کسی کی شامت اُسے

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب

جسے

ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے

باتصویر

ہپناٹزم جدید تحقیقات

قیمت ۲۰/ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۶ روپے

اُردو زبان کی پہلی کتاب جس میں اس عمل کی حقیقی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

- ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ
- جدید طریقے اور مشقیں
- ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام
- بے شمار سوالات کے جواب
- ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۲۹۸۸ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہاں پہنچ ہی لائی تو ہم ان اسٹین گنوں سے اُس کا استقبال کریں گے۔"

"اطمینان ہی تو نہیں ہوتا۔ ہر وقت یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ اب واپس آؤں گا تو تم لوگ غائب ہو چکے ہو گے۔"

"بے فکر رہو۔" میں ہنس کر بولا۔ "اس بار جب تم واپس آؤ گے تو ہمیں یہیں موجود پاؤ گے۔"

"پھر بھی اگر یہاں سے فرار ہونا ہی پڑ جائے تو میرے لیے کوئی ایسی علامت چھوڑ جانا جس کے ذریعے میں تمہارا سُراغ لگا سکوں۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "تم تو ویسے ہی ہمیں ڈھونڈ لیتے ہو۔"

بُڈ چلا گیا لیکن جانے سے قبل وہ ہمارے لیے کھانے کا انتظام کرنا نہیں بھولا تھا۔

اُس کی واپسی اگلے روز صبح کوئی بیس گھنٹے بعد ہوئی۔ احتیاطاً ہم نے وہ سارا وقت اندر ہی رہ کر گزارا تھا اور باہر نکلنے سے گریز کیا تھا۔

"میں سارا انتظام کر آیا ہوں چیف۔" بُڈ نے بتایا۔ "ویسے تم لوگوں کو دیکھ کر بڑی حیرت ہو رہی ہے۔"

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ اب تم روانگی کی فکر کرو۔" میں نے کہا۔

ہم اُسی وقت وہاں سے روانہ ہو گئے۔ بڑی سفر زیادہ طویل نہیں تھا اور بُڈ کے تیار کرائے ہوئے کاغذات کی وجہ سے سرحد عبور کرنے میں کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑا۔ میں تمام راستے چوکنا رہا تھا اس لیے کہ کئی ممالک کے سیکرٹ ایجنٹ میدانِ عمل میں تھے اور ان سے مڈبھیڑ خطرناک ثابت ہو سکتی تھی لیکن خوش قسمتی سے ہم کسی خطرے کا سامنا کیے بغیر سرحد عبور کر گئے۔

پہلا دن ہم نے اوڈنزے میں گزارا۔ چونکہ اب جاسوسوں کا خطرہ نہیں رہا تھا اس لیے اعصاب پر کوئی دباؤ بھی نہیں تھا۔ ایک ہی دن کے آرام نے ہمارے اندر نئی روح پھونک دی اور ہم تازہ دم ہو کر کوپن ہیگن کے لیے روانہ ہو گئے۔ کوپن ہیگن پہنچ کر ہم ایک عمدہ سے ہوٹل میں مقیم ہو گئے۔

"یہاں رکنے کی کیا ضرورت تھی" تہذیب نے اعتراض کیا۔ "ہم براہِ راست پیرس نکل چلتے۔"

"ہمارے پاس مہلک ترین ہتھیاروں کے فارمولے موجود ہیں۔ ہمیں ہر قدم سوچ سمجھ کر اُٹھانا پڑے گا۔" میں نے کہا۔

"اس میں سوچنے سمجھنے کی کیا بات ہے۔" تہذیب حیرت سے بولی۔ "دُنیا کے بہترین جاسوس اس وقت جرمنی میں جھک مار رہے ہوں گے۔ اب ہمیں کیا خطرہ ہے؟ کسی کو نہیں معلوم کہ ہمارے پاس اتنی قیمتی چیز موجود ہے۔"

"میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"کیا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ابھی نہیں، پہلے کوپن ہیگن کی سیر کر لیں پھر بتاؤں گا۔ ہمیں یہ بھی تو ظاہر کرنا ہے کہ ہم سیاح ہیں۔ ذرہ برابر خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔ ہمیں بے حد محتاط رہنا ہو گا۔"

تہذیب نے کوئی جرح نہیں کی اور ہم کوپن ہیگن کی سڑکوں پر نکل آئے۔

کوپن ہیگن کی تاریخ صدیوں پرانی ہے۔ سن گیارہ سو سڑسٹھ میں ایک پادری نے اس شہر کا سنگِ بنیاد رکھا تھا۔ اُس پادری نے جس کا مجسمہ اب ٹاؤن ہال کے سامنے استادہ ہے، یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا تھا۔ اُس وقت کی چھوٹی سی بندرگاہ جلد ہی ایک تجارتی مرکز کی صورت اختیار کر گئی اور کوبن ہیون یعنی تاجروں کی بندرگاہ کہلائی۔ سینٹرل اسٹیشن کے ساتھ ہی کوپن ہیگن کا صدیوں پرانا تفریحی پارک تِوالی ہے جو بیس ایکڑ سے زائد رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس پارک میں ہمیشہ میلے کا سا سماں رہتا ہے۔ رنگین پھولوں کے تختے، چھوٹی چھوٹی جھیلیں، اُبلتے ہوئے فوارے اور رنگ برنگی مصنوعی روشنیاں شہریوں کی دلچسپی کا مرکز ہیں۔

ہم بہت دیر تک کوپن ہیگن کے کوچہ و بازار کی سیر کرتے رہے اور پھر ایک ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھایا جہاں ہمہ اقسام کے کھانے میسّر تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم ٹاؤن ہال کے پہلو سے گزرتی ہوئی سڑک اسٹروگیٹ پر آ گئے جو اس شہر میں خرید و فروخت کا سب سے بڑا مرکز تھی۔ بڑی بڑی دُکانیں اور ڈیپارٹمنٹل اسٹور انواع و اقسام کی اشیاء سے بھرے پڑے تھے جہاں ہر شے دستیاب تھی۔ ہمیں ان دُکانوں سے خریداری کرنا تھی اور یہ میرے منصوبے کا دُشوار ترین حصّہ تھا۔ مجھے جو چیزیں خریدنا تھیں وہ کسی کو ہماری طرف سے مشکوک بھی کر سکتی تھیں۔

ہم نے بہت احتیاط سے خریداری کی۔ اس خریداری میں دو گھنٹے سے زیادہ لگ گئے۔ اگرچہ ہم ایک ہی جگہ سے ساری اشیاء خرید سکتے تھے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا اور ساری چیزیں الگ الگ دُکانوں سے خریدیں تاکہ ہمارے بارے میں کوئی کسی قسم کی رائے نہ قائم کر سکے۔

تمام چیزیں خریدنے کے بعد ہم ہوٹل کی طرف واپس چل پڑے۔ اب کوپن ہیگن کی رونقیں ہمارے لیے اپنی کشش کھو بیٹھی تھیں اس لیے کہ اب ہمیں کام کرنا تھا۔

ہوٹل کے کمرے میں واپس پہنچ کر تہذیب نے مجھ سے کہا۔ "تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا علی! لیکن اب میری سمجھ میں آنے لگا ہے کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"مجھے معلوم تھا کہ تم خود ہی اندازہ لگا لو گی اسی لیے میں نے تم کو کچھ نہیں بتایا تھا۔"

"تم شاید یہ فارمولے اوشیل میکائیل کے حوالے کرنے سے گریز کرنا چاہتے ہو۔"

"وہ یہودی ہے اور میں دُنیا کے کسی یہودی پر اعتماد نہیں کر سکتا۔"

"گویا تمہارا مقصد یہ ہے کہ یہ فارمولے اوشیل میکائیل کو نہ دیے جائیں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اس سلسلے میں، میں کوئی حتمی بات نہیں کہوں گا لیکن ہم اصل فارمولے بہرحال اُس کے حوالے نہیں کریں گے۔"

"سوچ لو علی! معاملہ بہت خطیر رقم کا ہے۔ مطمئن ہوئے بغیر وہ ہمیں بقیہ رقم ادا نہیں کرے گا۔"

"رقم ادا کرنے کا پابند تو وہ صرف اسی صورت میں ہے جب ہم ڈی فوسٹر کو بھی اُس کے حوالے کریں اور وہ مر چکا ہے۔"

"تمہارے لہجے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم اس سلسلے میں بہت فکرمند ہو۔" تہذیب نے کہا۔

"میں فکرمند نہیں ہوں، تشویش میں مبتلا ہوں۔ اُس یہودی سے بقیہ رقم نکلوانا بہت ضروری ہے۔"

"تشویش میں مبتلا ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ ہم ایسا بندوبست کریں گے کہ اوشیل میکائیل ہمیں بقیہ رقم ادا کرنے سے انکار نہیں کر سکے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"کیسا بندوبست؟" میں چونک پڑا۔ تہذیب اگر یہ بات کہہ رہی تھی تو یقیناً اُس کے ذہن میں کوئی معقول طریقہ موجود رہا ہو گا۔

"ہمیں ایک نیا ڈی فوسٹر تیار کرنا پڑے گا۔ میرا مطلب ہے اوشیل میکائیل کے پاس ہم ڈی فوسٹر کے میک اپ میں کسی اور شخص کو لے جائیں گے۔"

"یہ بات تو میں بھی سمجھ رہا ہوں لیکن اس کے لیے ہم آدمی کہاں سے مہیّا کریں گے؟"

"یہ بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" تہذیب مسکرائی۔ "تم علی گروپ کے اُن ستائیس ارکان کو بھول گئے جو ہمارے اشارے پر کوئی بھی کام کرنے کے منتظر بیٹھے ہوں گے۔"

"اوہ! مگر اس کے لیے اُن سب کو یہاں طلب کرنا ہو گا اور اُن میں سے کوئی ایسا شخص منتخب کرنا ہو گا جو ڈی فوسٹر جیسی جسامت اور قد و قامت کا مالک ہو۔ ہر کس و ناکس پر تو اُس کا میک اپ کیا بھی نہیں جا سکے گا اس لیے کہ اوشیل میکائیل کے پاس ڈی فوسٹر سے متعلق ساری تفاصیل موجود ہیں۔"

"یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔" تہذیب نے کہا۔ "صرف یہ بتاؤ کہ کیا یہ تجویز تمہارے نزدیک قابلِ عمل ہے؟"

"میں نے اس تجویز سے اختلاف تو نہیں کیا۔ یہ تجویز تو سو فیصدی قابلِ عمل ہے۔ میں تو صرف وہ رُکاوٹیں بیان کر رہا تھا جو اس سلسلے میں درپیش ہو سکتی ہیں۔"

"بس تو یہ بات طے پا گئی۔ اب اس سلسلے میں باقی کام میں کر لوں گی۔ تم اس طرف سے بے فکر ہو جاؤ اور یہ بتاؤ کہ تم نے مائیکرو پروجیکٹر اور مائیکرو کیمرا کس لیے خریدا ہے؟"

"ڈی فوسٹر کی طرح اوشیل میکائیل کی خدمت میں فارمولے بھی نقلی ہی پیش کیے جائیں گے۔" میں نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔

"او ہو!" تہذیب اُچھل پڑی۔ "لیکن یہ بہت مشکل کام ہو گا علی۔"

"ناممکن تو نہیں ہے نا؟"

"سوال یہ ہے کہ نقلی فارمولے ہم مہیّا کہاں سے کریں گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"یہ کام تم کرو گی اور میں تمہاری مدد کروں گا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"میں!" تہذیب حیران رہ گئی۔ "میں بھلا ایٹمی ہتھیاروں کے فارمولے کیسے تیار کر سکوں گی؟"

"بالکل کرو گی۔" میں نے کہا۔ "بس جیسا میں کہوں ویسے ہی کرتی رہنا۔ تم دیکھو گی کہ تم نے نئے ایٹمی فارمولے وضع کر لیے ہیں۔"

تہذیب بے بسی سے ہنس پڑی۔ "تم مجھے نئے ایٹمی فارمولوں کا خالق بنا ہی دینے پر تُل گئے ہو تو میں بھلا کیا کر سکتی ہوں۔ تم تو مجھے جو چاہو بنا دو لیکن مجھے بتاؤ تو کہ مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

"سب سے پہلے تو ہم پروجیکٹر پر ان فلموں کو دیکھیں گے۔ ظاہر ہے فارمولے کسی نہ کسی زبان میں، ہندسوں میں یا اشکال کی صورت میں تحریر کیے گئے ہوں گے۔ ہم انھی جیسی تھوڑی سی مختلف شکلیں بنا کر انھیں مائیکرو کیمرے کے ذریعے سلولائیڈ پر محفوظ کر لیں گے۔ یوں نئے ایٹمی فارمولے معرضِ وجود میں آئیں گے جو اوشیل میکائیل کی خدمت میں پیش کیے جائیں گے۔"

"یہ اتنا آسان کام نہیں ہے علی۔" تہذیب نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔ "اوشیل میکائیل پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد ہی رقم ادا کرے گا۔"

"مجھے تو اس بات پر بھی شبہ ہے کہ وہ رقم ادا کر دے گا تاہم اس بات کو مفروضہ بناتے ہوئے میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ اُسے فارمولوں کے نقلی ہونے کا علم کیسے ہو گا؟"

"ایسے فارمولوں کی ایک مخصوص زبان ہوتی ہے۔ اوشیل میکائیل کے اپنے ذرائع بھی کم تو نہیں ہیں۔ وہ کسی بھی ماہر سے اُن فلموں کو چیک کرا سکتا ہے اور اُسے پتا چل جائے گا کہ وہ قطعی مہمل ہیں۔"

"ہمارا کام تو اُس تک فارمولے پہنچانا ہے۔ ہمیں اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ وہ مہمل ہیں یا بامعنی؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کمال کر رہے ہو علی! کیا وہ ایک مہمل تحریر کے عوض ہمیں ایک خطیر رقم ادا کردے گا؟"

"ممکن ہے امریکی حکومت نے کسی مخصوص کوڈ میں وہ فارمولے تحریر کر رکھے ہوں۔ کیا ہم وہ فارمولے ڈی کوڈ کرنے کے ذمّے دار بھی ہیں۔ نہیں تہذیب ہرگز نہیں۔ ہمیں فارمولوں کی فراہمی کے عوض رقم ادا کی گئی ہے۔ انھیں ڈی کوڈ کرنا ہماری ذمّے داری نہیں ہے۔ اور پھر ہم ڈی فوسٹر کو بھی تو اُس کے حوالے کریں گے۔ اب یہ اوشیل میکائیل پر منحصر ہے کہ وہ ڈی فوسٹر سے کس طرح کام لیتا ہے۔"

تہذیب بُری طرح ہنس رہی تھی۔ "تم تو اوشیل میکائیل کو پاگل کر دو گے۔ واقعی یہ امکان تو ہے۔ امریکی حکومت کے کوڈ سمجھنا آسان نہیں ہو سکتا۔"

"بس تو ہم اپنا کام شروع کرتے ہیں۔ چلو پروجیکٹر نکالو اور فلمیں دیکھو۔"

منی پروجیکٹر کے ساتھ منسلک چھوٹے سے اسکرین پر ہندسے، نشانات اور ناقابلِ فہم سائنسی اصطلاحات دیکھ کر ہمیں کوئی حیرت نہیں ہوئی اس لیے کہ ہم ایسی ہی کسی چیز کی توقع کر رہے تھے۔ تہذیب کے سامنے ایک پیڈ موجود تھا جس پر وہ کچھ نوٹ کرتی جا رہی تھی۔ اُس وقت میری حیثیت ایک خاموش تماشائی سے زیادہ کچھ نہیں تھی۔ اس لیے کہ تہذیب ان معاملات میں مجھ سے بہت آگے تھی اور گرین لوپ میں رہ کر اُس نے ایسے کاموں کے خاصے تجربات بھی حاصل کر لیے تھے۔

تہذیب بڑے انہماک سے اپنے کام میں مصروف تھی اور میں اُس سے بھی زیادہ انہماک سے اُسے کام کرتے دیکھ رہا تھا۔ تہذیب نے اُن فارمولوں کے فوٹو گراف تیار کیے۔ اُن کا جائزہ لیا اور پھر انھیں تبدیل کرنے میں مصروف ہو گئی۔ کہاں تو اُس کا یہ حال تھا کہ نقلی فارمولوں کی تیاری کے مسئلے پر مجھ سے بحث کیے جا رہی تھی اور کہاں اب یہ عالم تھا کہ آنکھ اُٹھا کر میری طرف دیکھنے تک کی زحمت نہیں کر رہی تھی، مشورہ لینا تو بہت دور کی بات ہے۔ میں اُس کی خود اعتمادی دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

ہم دونوں ہی اس قدر منہمک تھے کہ ہمیں وقت گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوا۔ ہمیں پتا بھی نہیں چلا کہ کب سورج ڈوبا اور کب رات ہوئی۔ ہم شاید یونہی مصروف رہتے لیکن دروازے پر ہونے والی دستک نے ہمیں چونکا دیا۔ ہم نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف اور پھر گھڑی کی طرف دیکھا۔ رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔

تہذیب نے جلدی جلدی تمام چیزیں سمیٹیں اور بولی۔ "غالباً بڈ آیا ہوگا۔"

"اس وقت اُس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا اور اُٹھ کر دروازے کے قریب گیا۔ "کون ہے؟" میں نے دروازہ کھولنے سے قبل پوچھا۔

"دروازہ کھولو چیف!" بڈ کی آواز سُنائی دی۔ "یہ میں ہوں، بڈ!"

میں نے بڈ کی آواز پہچان کر دروازہ کھول دیا۔

"سوری چیف!" بڈ معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔ "غالباً تم کسی اہم کام میں مصروف تھے۔"

"نہیں بڈ آؤ۔" میں نے کہا۔ "تم سے کام ہے۔"

"حاضر چیف حاضر۔" بڈ نے جھک کر کہا۔ "بڈ ہر خدمت کے لیے حاضر ہے۔" وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ یہاں آتے ہی ہم سے کٹ کر اپنی تفریحات میں مگن ہو گیا تھا اور ہم نے بھی اس سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ اس وقت بھی وہ خاصی چڑھائے ہوئے تھا لیکن میں نے اُسے کچھ نہیں کہا اس لیے کہ وہ پی کر بھی اپنے حواس نہیں کھوتا۔

بڈ اندر آ گیا لیکن اُس نے ہمارے کام کی طرف توجّہ نہیں دی۔ یہ بھی اُس کی بہت بڑی خوبی تھی وہ بلا وجہ تجسّس کا شکار نہیں ہوتا تھا اور صرف اُس کام میں دلچسپی لیتا تھا جس میں دلچسپی لینے کو اُس سے کہا جائے۔

"بڈ! تمھیں فوری طور پر علی گروپ کے ارکان کو ٹیلی گرام کرنا ہے میں اُنھیں ڈنمارک میں طلب کرنا چاہتی ہوں۔" تہذیب نے کہا۔

"بہت بہتر میڈم! یہ کام کل صبح ہی ہو جائے گا۔" بڈ نے مُودبانہ انداز میں کہا۔ "اور کوئی حکم؟"

"ہاں۔" تہذیب بولی۔ "تمام اراکین کو نہیں بُلانا۔ جن لوگوں کے نام میں تمھیں دوں گی صرف اُنھیں ہی طلب کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ جن لوگوں کو بُلانا ہے اُن کے نام لکھ کر مجھے دے دیجیے۔ اُنھیں کتنے دن میں یہاں پہنچنا ہوگا اور کہاں قیام کرنا ہوگا؟"

تہذیب بڈ کو تفصیلات بتانے لگی اور بڈ نے بڑی فرماں برداری سے سارے کام انجام دینے کا وعدہ کر لیا۔

"میں نے ساری باتیں تمھیں زبانی بتائی ہیں۔ تم انھیں بھول تو نہیں جاؤ گے؟"

"او ہو میڈم! کیا اس سے قبل کبھی آپ کو بڈ سے ایسی کوئی شکایت ہوئی ہے؟"

"نہیں بڈ۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن اس وقت تم جتنے مگن نظر آ رہے ہو اُس کے پیشِ نظر یہ خدشہ پیدا ہوا تھا۔"

"بڈ مگن کیوں نہیں ہوگا میڈم! پورے سات عشق کرنے کی اجازت ملی ہے۔"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" تہذیب سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دے کر بولی۔ "سات میں سے کتنے عشق کر ڈالے؟"

"موقع ہی کہاں ملا تھا میڈم۔" بڈ نے ٹھنڈی سانس لے کر "آج ہی تو ذرا فرصت نصیب ہوئی ہے۔"

"تو کیا ابھی تک کورے ہی چل رہے ہو۔" میں نے تفریح لینے کے لیے بڈ کو چھیڑا۔

"اب ایسا بھی نہیں ہے چیف۔" بڈ نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "آج میں نے اپنا پہلا عشق شروع کر دیا ہے۔"

"آج ہی فرصت ملی اور آج ہی عشق بھی شروع کر دیا!" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ایسے معاملات میں بڈ دیر نہیں کیا کرتا چیف۔" بڈ نے اکڑ کر کہا۔ "عشق کرنا تو بڈ کی ہابی ہے۔"

"دوسرا عشق کب تک شروع کرنے کا ارادہ ہے؟" تہذیب نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"ایک وقت میں ایک ہی عشق۔" بڈ نے بڑے مدبّرانہ انداز میں کہا۔ "اس معاملے میں، میں وحدت کا بڑی شدّت سے قائل ہوں۔"

میرے حلق سے ایک بے ساختہ قسم کا قہقہہ اُبل پڑا۔

"کیوں کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی؟" بڈ نے چونک کر پوچھا۔

"اپنی طرف کے صوفی اگر تمھارا فلسفۂ وحدت سُن لیں تو اُن کی طبیعت صاف ہو جائے۔" میں نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"صوفی کیا ہوتا ہے؟" بڈ نے پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

"تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔" میں نے کہا۔ "تم یہ بتاؤ کہ تمھارا عشق کس مرحلے میں ہے؟"

"ابھی تو بے چارہ نوخیز ہے۔ آئندہ چند روز میں اس پر شباب آئے گا۔ اس کے بعد۔۔۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے کیا۔" میں نے تیوریوں پر بل ڈال کر کہا۔ "ہم یہاں عمر بھر نہیں رہیں گے۔ پرسوں تک روانہ ہو جائیں گے۔"

"دو دن بھی بہت ہوتے ہیں چیف! میں عشق کے مراحل ذرا تیزی سے طے کر لوں گا۔"

"تمھارا مرض لاعلاج ہے۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "بہتر یہ ہوگا کہ اب تم جا کر آرام کرو۔ کیا تمھیں نیند نہیں آ رہی ہے؟"

"یاد دلانے کا شکریہ چیف! واقعی مجھے بہت سخت نیند آ رہی ہے۔ اب میں چلوں گا۔"

"جو کام میں نے تم سے کہا ہے، پہلے وہ کرنا اُس کے بعد سونا۔" تہذیب نے کہا۔

"آپ مجھے پہلے ہی صبح تک کی اجازت دے چکی ہیں لہٰذا پہلے سوؤں گا اور کام بعد میں کروں گا۔" بڈ نے کہا اور چلا گیا۔

"بہت اعلا درجے کا مُوڈی آدمی ہے۔" تہذیب نے اُس کے جانے کے بعد کہا۔

"کھسکا ہوا ہے۔" میں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اس معاملے میں ذرا بھی صحیح الدماغ نہیں ہے۔"

"ارے علی! ابھی ہمیں کھانا بھی تو کھانا ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا ورنہ میں تو بھول ہی چکا تھا۔"

کھانے کے بعد ہم دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے اور ساڑھے تین بجے تک مصروف رہے لیکن کام آدھا بھی نہیں ہوا تھا۔ ہم نے بقیہ کام اگلے دن پر ملتوی کیا اور سو گئے۔

اگلی صبح ناشتے سے فارغ ہو کر ہم نے پھر سے کام شروع کر دیا۔ تمام دن کام میں مصروف رہنے کے بعد رات آٹھ بجے کے قریب کہیں جا کر کام ختم ہوا۔ ہم ایسی چھ عدد نقلی فلمیں تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے جن میں جعلی فارمولے تھے۔

"مبارک ہو تہذیب۔" میں نے فلمیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم ایٹمی ہتھیاروں کے جعلی فارمولے تیار کرنے والی خاتونِ اوّل ہو گئیں۔"

"مذاق مت کرو علی! ان فلموں کے بارے میں اپنی صحیح رائے سے آگاہ کرو۔"

"تم خود بھی فیصلہ کر سکتی ہو کہ تم نے کتنی مہارت سے ان فارمولوں کو تبدیل کیا ہے۔"

"میں دیکھ رہی ہوں علی لیکن تمھاری مدد کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"اتنا زبردست بے وقوف تو کوئی کسی کو نہیں بنا سکتا۔ ارے میں نے کیا ہی کیا ہے، کسی چیز میں اُنگلی تک تو لگائی نہیں۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں علی! تم نے فرمائش کی تھی نا اس لیے میں یہ کام کر گزری ورنہ یہ پیچیدہ کام میرے بس کا نہیں تھا۔ تمھاری فرمائش ٹالنا بھی تو میرے بس میں نہیں ہے۔"

"ہم دونوں کا ایک دوسرے پر اتنا ہی حق ہے تہذیب! میں بھی تو تمھاری کوئی فرمائش نہیں ٹال سکتا۔"

ہم نے ہر زاویے سے اپنے تیار کردہ فارمولوں کا جائزہ لیا۔ وہ ہر طرح سے مکمل تھے۔ اُن کی طرف سے مطمئن ہو کر ہم نے جعلی فارمولوں کی مائیکرو فلمیں ڈی فوسٹر کے مصنوعی دانتوں میں محفوظ کر دیں اور اصل فارمولوں کی فلمیں ایک چھوٹے سے پیکٹ میں محفوظ کر لیں۔

"اب ہمیں ان دونوں فارمولوں کی حفاظت کرنا پڑے گی۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "گویا ہمارا کام دُگنا ہو گیا۔"

"جعلی فارمولے تو ڈی فوسٹر کے مصنوعی دانتوں میں محفوظ ہیں لیکن اصلی فارمولوں کا کیا کرو گے؟"

"میرا خیال ہے کہ یہ پیکٹ میں اپنے جوتے کی ایڑی میں محفوظ کر لوں۔"

"خیال تو بہت عمدہ ہے لیکن اس کے لیے خاص طور پر جوتا تیار

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرانا پڑے گا اور یہاں کوپن ہیگن میں ایسا موچی کہاں ملے گا جس پر ہم مکمل طور پر اعتماد کر سکیں۔"

"میں ایک ایسے شخص سے واقف ہوں جو اس وقت کوپن ہیگن میں موجود ہے۔ اگرچہ وہ اناڑی ہے لیکن ہم پورے اعتماد سے اُس سے یہ کام لے سکتے ہیں۔"

"کوپن ہیگن میں تمہارا کوئی واقف کار کہاں سے نکل آیا؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ کام میں خود کروں گا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا مجھ سے زیادہ قابلِ اعتماد کوئی اور ہو سکتا ہے؟"

"تم!" تہذیب حیران رہ گئی۔ "تم بھلا یہ کام کیسے کر سکو گے؟"

"کوئی کام مشکل نہیں ہوتا۔ بس مجھے اوزاروں کی ضرورت پڑے گی اور وہ بازار سے بہ آسانی دستیاب ہو جائیں گے۔"

اگلے روز صبح ہی میں تہذیب کے ساتھ نکل کھڑا ہوا اور دوپہر سے قبل ہی ہم بازار سے ضروری سامان خرید کر ہوٹل اپنے کمرے میں واپس پہنچ چکے تھے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد میں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیا اور اپنے دائیں پیر کا جوتا سنبھال لیا۔

"مبارک ہو علی!" تہذیب نے مجھے چھیڑا۔ "اب تم موچی بھی ہو گئے۔"

"ہاں، روزگار کی پریشانی نہیں رہے گی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "فلسطین آزاد ہو جائے تو ہم دونوں شادی کر کے پاکستان میں مستقل رہائش اختیار کریں گے۔ میں یہی پیشہ اختیار کر لوں گا اور لوگ تمہیں موچی کی بیوی کہا کریں گے۔"

"کیا بے ہودگی ہے۔" تہذیب جھینپ گئی۔

"بے ہودگی؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "کیا چیز بے ہودگی ہے۔ شادی کرنا یا موچی کی بیوی کہلانا؟"

"اچھا تم کام کرو۔ مذاق پھر کسی وقت کے لیے اُٹھا رکھو۔"

چونکہ میں پہلی بار اس قسم کا کوئی کام کر رہا تھا اس لیے مجھے دقت تو بہت ہو رہی تھی لیکن کسی نہ کسی طرح میں نے کام مکمل کر ہی لیا۔ اصلی فارمولوں کا چھوٹا سا پیکٹ جوتے کی ایڑی میں رکھ کر میں نے ایڑی دوبارہ فٹ کر دی اور تنقیدی نظروں سے اپنے کام کا جائزہ لینے لگا۔ "کیا خیال ہے تہذیب؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔ "کام اطمینان بخش ہوا یا نہیں؟"

"ہوں!" تہذیب نے جوتا ہاتھ میں لیا اور اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔ "کام تو تم نے بہت محنت سے کیا ہے لیکن ۔ ۔ ۔"

"تسلی بخش نہیں ہے۔" میں نے اُس کا جملہ پورا کر دیا۔

"ہاں!" تہذیب بولی۔ "لیکن اگر یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ تم نے پہلی ہی بار میں ۔ ۔ ۔"

"ہمیں تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ کوئی اس جوتے کی طرف خواہ مخواہ تو متوجہ نہیں ہو جائے گا؟" میں نے جوتا اُس سے لے کر پہنتے ہوئے کہا۔

"نہیں!" تہذیب نے میرے دائیں پیر کو بغور دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ "اتنے فاصلے سے بغور دیکھنے پر بھی کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔"

"بس۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں نے کامیابی سے اپنا کام کر لیا ہے۔ ہمارا مقصد تو صرف یہی ہے کہ فارمولوں کی فلمیں کسی کی نگاہ میں آنے سے بچی رہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "اس حد تک تو ہمارا کام ہوا۔ اب ہمیں اپنے آدمیوں کی آمد کا انتظار ہے تاکہ اگلے مرحلے کی تیاریاں شروع کی جا سکیں۔"

"بڈ نے انھیں ٹیلی گرام تو کر دیا ہوگا؟" میں نے چونک کر کہا۔ مجھے تہذیب سے یہ پوچھنا یاد ہی نہیں رہا تھا کہ ٹیلی گرام کا کیا ہوا۔ خود بڈ دوبارہ مجھے نظر نہیں آیا تھا۔

"جوابی ٹیلی گرام بھی موصول ہو گیا ہے۔ وہ لوگ کل یہاں آ رہے ہیں۔"

اگلے روز اپنے ہوٹل کی لابی میں ہم نے اُن چھ افراد سے ملاقات کی جنھیں تہذیب نے ہیڈ کوارٹر سے طلب کیا تھا۔ بڈ بھی اُس وقت ہمارے ساتھ تھا۔ میں نے اُن چھ افراد کا بغور جائزہ لیا اور اُن میں سے ایک شخص کو منتخب کر لیا۔ اُس شخص کا نام زاہر تھا اور اُس کا تعلق ... سے تھا۔ قد و قامت اور جُثّے کے اعتبار سے وہ بنا بنایا ڈی فوسٹر تھا اور اُس پر ڈی فوسٹر کا میک اپ کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔

"تم ہمارے ساتھ رُکو گے زاہر!" میں نے کہا۔ "بقیہ لوگ یہاں سے فرانس جائیں گے اور وہاں رُک کر ہمارا انتظار کریں گے۔" لوگوں نے اثبات میں سر ہلا دیے۔

میں نے بڈ کو ضروری ہدایات دے دیں اور اُس نے انتظامات کرنے کا ذمہ لے لیا۔

"تمھیں ایک بہت مشکل کام سرانجام دینا ہے زاہر!" علی گروپ کے پانچوں افراد کے جانے کے بعد میں نے کہا۔

"میری خوش قسمتی ہے جناب کہ مجھے کسی کام کے لیے تو کہا گیا۔ ہم لوگ تو بے کار بیٹھے بور ہو رہے تھے۔"

"تو پھر آؤ، اوپر تمھارے کمرے میں چل کر گفتگو کریں۔"

میں، تہذیب اور زاہر اُس کمرے میں پہنچ گئے جو ہوٹل میں زاہر کے لیے مخصوص کرا دیا گیا تھا۔

"تم پر ایک ایسے شخص کا میک اپ کیا جائے گا جو ایک سائنس داں ہے اور جرمن نژاد ہے۔ اُس کے میک اپ میں تمھیں اوشیل میکائیل نامی ایک شخص کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ جو کام تمھیں انجام دینا ہے وہ خاصا خطرناک ہے۔ تمھاری زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے اس لیے تمھیں آزادی ہے۔ اگر چاہو تو انکار بھی کر سکتے ہو۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب! میری جان کے عوض اگر فلسطین کی آزادی کی جانب صرف ایک قدم بھی بڑھا جا سکے تو میں اسے اپنی خوش قسمتی تصور کروں گا۔"

"علی گروپ کے سارے ارکان ایسے ہی سرفروش ہیں علی!" تہذیب نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں تہذیب!" میں نے کہا۔ "میں نے تو صرف احتیاطاً زاہر سے پوچھا تھا۔"

میں نے زاہر پر ڈی فوسٹر کا میک اپ کر دیا۔ اُسے ڈی فوسٹر کے بارے میں تمام ضروری باتوں سے آگاہ کرنے کے علاوہ ہم نے دو دن تک اُسے ہر چیز کی ریہرسل کرائی۔ ہمارا پروگرام یہ تھا کہ اُسے نیم مدہوشی کی حالت میں اوشیل میکائیل کے پاس لے جائیں گے۔ ویسے بھی اُسے ایک ایسے شکست خوردہ آدمی کی اداکاری کرنی تھی جو ہر طرف سے مایوس ہو کر تن بہ تقدیر ہو گیا ہو۔

دو روز بعد ہم زاہر کی طرف سے پوری طرح مطمئن ہو گئے۔ "تم بہت باصلاحیت آدمی ہو زاہر!" میں نے کہا۔ "مجھے توقع نہیں تھی کہ صرف دو دن میں تم اتنی اچھی طرح اپنا کردار ادا کرنے لگو گے۔"

"آپ دونوں نے ہی دن رات ایک کر کے مجھے سب کچھ ازبر کرایا ہے۔ میرا کمال کچھ اتنا زیادہ تو نہیں ہے۔"

بڈ نے کاغذی کارروائیاں پہلے ہی مکمل کر لی تھیں چنانچہ اگلے ہی روز ہم کوپن ہیگن سے فرانس کے لیے روانہ ہو گئے۔ کوپن ہیگن میں ہمارا چند روزہ قیام پُرسکون مگر بہت مصروف رہا۔ اگر اس دوران ہمیں سکون نہ ملتا تو وہی کام جو چند روز میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تھا، شاید ایک مہینے میں بھی نہ ہو پاتا۔

طیارے میں بڈ کو ہم سے علیحدہ سیٹ ملی تھی اور وہ سخت بیزار تھا اس لیے کہ اُس کے برابر والی سیٹ پر ایک فربہ اندام خاتون براجمان تھی جو نوخیز لڑکیوں کے سے انداز میں گفتگو کر رہی تھی۔ بڈ اُس سے بہت بے رُخی برت رہا تھا مگر وہ خاموش ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

کوپن ہیگن میں قیام کی طرح پیرس تک کا فضائی سفر بھی بغیر کسی ہنگامے کے طے ہو گیا۔ اگر کسی کو معلوم ہو جاتا کہ ہمارے پاس کیسے اہم ایٹمی ہتھیاروں کے فارمولے موجود ہیں تو شاید وہ فلائٹ اتنی آسانی سے پیرس تک پہنچ پاتی۔ دنیا کے ہر ملک کے لیے ہمارے پاس موجود فارمولوں میں اتنی کشش تھی کہ انھیں حاصل کرنے کے لیے کوئی ملک کچھ بھی کر سکتا تھا۔

پیرس میں ہم نے اُسی ہوٹل میں قیام کیا جس میں بڈ نے پہلے ہی کمرے مخصوص کرا رکھے تھے۔ میں اور تہذیب ایک کمرے میں تھے جبکہ بڈ اور زاہر نے دوسرے کمرے میں قیام کیا تھا۔

"اب ہمیں اوشیل میکائیل کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کرنا ہے۔" ہوٹل پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔ "بڈ یہ کام تم کر لو گے یا ۔ ۔ ۔؟"

"ایسے کام بڈ کے علاوہ اور کون کر سکتا ہے۔" بڈ نے اکڑ کر کہا۔ "ایک گھنٹا انتظار کرو چیف! میں ساری معلومات حاصل کر کے آتا ہوں۔"

بڈ چلا گیا اور پورے ایک گھنٹے بعد واپس بھی آ گیا۔

"وہ کل شام ہی یہاں پہنچا ہے چیف!" بڈ نے بتایا۔ "کاروباری دورے پر سوئیڈن گیا ہوا تھا۔"

"میں فوری طور پر اُس سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی کیا صورت ہو گی؟"

"مجھے معلوم تھا۔" بڈ نے سر ہلایا۔ "اسی لیے میں نے اُس کے فون نمبر بھی حاصل کر لیے ہیں۔ اس وقت تم اُس سے اِس نمبر پر بات کر سکتے ہو۔" بڈ نے ایک کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں نے فوری طور پر فون کا ریسیور اُٹھایا اور آپریٹر سے مطلوبہ نمبر ملانے کو کہا۔ ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں آپریٹر نے رابطہ ملا دیا۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے ایک سُریلی نسوانی آواز آئی۔ "آپ کو کس سے بات کرنی ہے؟"

"مسٹر اوشیل میکائیل سے بات کرائیے۔" میں نے کہا۔

"کون صاحب بات کریں گے؟" اوشیل کی سیکریٹری نے بڑی شائستگی سے پوچھا۔

"ایک ایک لمحہ قیمتی ہے مس!" میں نے کہا۔ "مسٹر میکائیل

اُردو ادب میں طنز و مزاح کا ایک نیا رُخ ۔ شگفتہ سیریز ۔ جو ... ہیں
اثر نعمانی
... پیش کرتے ہیں
بے وقوف
قیمت ۳۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے
آپ بیتی
قیمت ۳۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے
ہر صفحہ قہقہوں سے لبالب
... مسکرانا سیکھیے
دونوں ناول آج ہی خرید لیجیے
کتابیات پبلی کیشنز ☆ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے علاوہ کسی اور کو نہیں بتایا جا سکتا کہ میں کون ہوں۔ اگر تم اُن سے بات کرا سکو تو ٹھیک ہے ورنہ فون بند کر دو۔"

"ذرا سا انتظار فرمائیے۔" آواز آئی اور اس کے چند لمحے بعد ریسیور سے اوشیل میکائیل کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو۔"

"آپ مسٹر اوشیل میکائیل بات کر رہے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"آپ کون صاحب بات کر رہے ہیں۔ میں پہچان نہیں سکا؟"

"خادم ہیں آپ کے مسٹر میکائیل! آپ نے ہمیں ایک کام سونپا تھا۔ حوالے کے لیے گرین پول کا نام کافی رہے گا۔"

"اوہ مائی گاڈ تم! کیا تم کامیاب لوٹے ہو؟"

"جی ہاں اور اب آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں۔"

"میں اپنی تمام مصروفیات ترک کر کے ابھی تم سے ملاقات کر سکتا ہوں۔ میرا خیال ہے اس ملاقات کے لیے میری رہائش گاہ مناسب رہے گی۔ تم وہیں آجاؤ۔"

"اس وقت نہیں مسٹر میکائیل! اس کام کے لیے شام سات بجے کا وقت مناسب رہے گا۔"

"شام تک انتظار کرنا میرے لیے خاصا صبر آزما ہوگا تاہم میں انتظار کر لوں گا۔ شام سات بجے میں اپنی رہائش گاہ پر تمہارا منتظر رہوں گا۔"

میں سلسلہ منقطع کر کے تہذیب کی طرف مڑا اور اُسے بتایا کہ اوشیل میکائیل کیا کہہ رہا تھا۔

"ہمیں بہت محتاط رہنا ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "کیا ڈی فوسٹر کو بھی لے کر چلو گے؟"

"ہاں، ہم اُسے بھی ساتھ لے جائیں گے۔" میں نے کہا۔ "لیکن محتاط رہنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ پہلے ہم اُس سے ملاقات کر لیں۔ میرا مطلب ہے بغیر زاہر کے۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے اگر وہ ہمارے ساتھ کوئی دھوکا کرنا چاہے تو۔۔۔"

"دھوکا کرنا تو یہودی قوم کی فطرت ہے لیکن بغیر ڈی فوسٹر کے تو وہ رقم بھی ادا نہیں کرے گا لہٰذا زاہر کو ساتھ لے کر جانا بھی ضروری ہے۔"

"تو پھر یوں کرتے ہیں کہ اوشیل اور اُس کی رہائش گاہ کے گرد اپنے آدمی پھیلا دیتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟"

"بہت مناسب خیال ہے میڈم!" میرے بجائے بُڈ نے جواب دیا۔

میں نے بُڈ کو گھور کر دیکھا۔ "میرے خیال میں تو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اوشیل میکائیل ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن اگر تم چاہتی ہو تو اُس کی نگرانی کرانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"محتاط رہنا بہت ضروری ہے۔" تہذیب نے کہا اور اوشیل میکائیل کی نگرانی کے لیے بُڈ کو ضروری ہدایات دینے لگی۔

شام کو ہم اوشیل میکائیل کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑے۔ ہم نے ہوٹل سے ہی ایک کرائے کی کار حاصل کر لی تھی جسے بُڈ ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں، تہذیب اور زاہر پچھلی نشست پر تھے۔ زاہر ڈی فوسٹر کے میک اپ میں ایک نیم مدہوش شخص کی اداکاری کر رہا تھا۔ اوشیل میکائیل پر یہی ظاہر کرنا تھا جیسے ڈی فوسٹر کو اعصاب شل کر دینے والی دواؤں کے زیرِ اثر رکھا گیا ہے۔

اوشیل میکائیل نے اپنی محل نما رہائش گاہ کے بیرونی گیٹ پر ہمارا استقبال کیا۔ وہ بے حد مضطرب نظر آرہا تھا لیکن ابھی اُسے کچھ دیر اور انتظار کرنا تھا۔

میں نے زاہر کو سہارا دے کر کار سے اتارا۔ اوشیل میکائیل کی آنکھیں فرطِ مسرت سے چمکنے لگی تھیں۔ وہ بڑے اہتمام سے ہم تینوں کو لے کر اندر داخل ہوا۔ مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے بالآخر ہم ایک دروازے کے سامنے رُک گئے۔

"معاملے کی نزاکت کے پیشِ نظر اس بار ہم تہ خانے میں نشست کریں گے۔" اوشیل میکائیل نے کہا اور ہم نے تفہیمی انداز میں اپنے سروں کو جنبش دی۔

اوشیل میکائیل نے دروازہ کھولا اور ہم اُس کے ساتھ سیڑھیاں اُتر کر اُس آراستہ و پیراستہ وسیع و عریض تہ خانے میں داخل ہوئے جو اس سے قبل ہم نے نہیں دیکھا تھا۔ ایک جانب الماریوں میں شراب کی بوتلیں بھی سجی نظر آرہی تھیں۔ اوشیل میکائیل کے اشارے پر ہم نفیس قسم کے صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"تمہارے ساتھ ڈی فوسٹر کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ گرین پول کی زبردست نمائندہ کامیاب لوٹی ہے۔" اوشیل میکائیل نے کہا۔

"ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا مسٹر میکائیل۔" تہذیب بولی۔ "اور ہم ہر حال میں اپنے وعدے پورے کرتے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ اس قسم کے کاموں کے لیے ساکھ کتنی اہم ہوتی ہے۔ بلاشبہ تم نے ایک ناقابلِ یقین کارنامہ سرانجام دیا ہے۔"

"آپ اندازہ نہیں کر سکتے مسٹر میکائیل کہ ہم نے کتنی مشکل سے کامیابی حاصل کی ہے۔" تہذیب بولی۔ "اس نے دنیا کے تقریباً سارے بڑے بڑے ممالک کو دعوت نامے بھیج دیے تھے۔ ہم وہاں پہنچے تو نہ صرف برلن بلکہ ہمبرگ بھی غیر ملکی ایجنٹوں کا اڈا بنا ہوا تھا۔ ہم اُن سب کے درمیان سے ڈی فوسٹر کو فارمولوں سمیت نکال کر لائے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں مس ایکس! اور اسی وجہ سے میں نے کئی بار سوچا بھی کہ تمہارا کامیاب ہونا ناممکن ہے۔ میرا خیال تھا کہ شاید مجھ سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ اُن غیر ملکی ایجنٹوں کے مقابلے میں تمہاری کامیابی کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے لیکن آج میں بہت خوش ہوں۔ پہلے اس کامیابی کی خوشی میں ہم ایک ایک جام پئیں گے اس کے بعد باتیں ہوں گی۔" اُس نے شراب کی چند بوتلیں نکال کر میز پر رکھیں اور اُن میں سے تھوڑی تھوڑی سی شراب ایک جگ میں انڈیل کر کاک ٹیل بنائی اور پھر وہ کاک ٹیل تین جاموں میں انڈیلنے لگا۔

"سوری مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے کہا۔ "ہم لوگ شراب نہیں پیتے۔"

اوشیل میکائیل نے حیرت سے ہماری طرف دیکھا پھر ایک قہقہہ لگا کر بولا۔ "اوہ! تب تو یہ تینوں جام میں ہی پیوں گا۔ تمہاری کامیابی کی خوشی میں۔ لیکن مسٹر ڈی فوسٹر کی کیا حالت ہو رہی ہے۔ یہ کچھ نڈھال نڈھال سے نظر آرہے ہیں۔ ان کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

"انہیں شروع سے ہی خواب آور انجکشنوں کے زیرِ اثر رکھا گیا ہے اس لیے ان کی حالت ایسی ہو گئی ہے۔ ظاہر ہے یہ اپنی خوشی سے تو یہاں آئے نہیں ہیں۔"

"اوہ ہاں ٹھیک ہے۔ واقعی تمہیں ہر معاملے میں بے انتہا مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔" اوشیل میکائیل نے کہا پھر ذرا توقف کر کے بولا۔ "فارمولے کہاں ہیں؟"

"وہ بقیہ رقم کہاں ہے مسٹر میکائیل جس کا آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا؟" تہذیب نے کہا۔

"بقیہ رقم ادا نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا ہر حال میں اس کا پابند ہوں۔"

"ہم بھی اپنا وعدہ پورا کرنے کے پابند ہیں مسٹر میکائیل۔ اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ فارمولے آپ کے حوالے نہ کیے جائیں۔"

"تم نے میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری کی ہے۔" اوشیل میکائیل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "میں بقیہ رقم کے علاوہ بھی تمہیں بہت بڑے انعام سے نوازوں گا۔ تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ تمہارے علاوہ کوئی اور شاید یہ کام کر بھی نہیں سکتا تھا۔ ہاروت رابیل کو شکست سے ہمکنار کرنا میرا خواب تھا اور تم نے میرے خواب کو تعبیر بخشی ہے۔ میں چاہوں بھی تو تمہیں اس کا صلہ ادا نہیں کر سکتا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ ہاروت رابیل سخت بے چینی کا شکار ہے اور تمام تر کوششیں اس بات پر صرف کر رہا ہے کہ کسی طرح ڈی فوسٹر کو تمام فارمولوں سمیت واپس حاصل کر لے۔ اُس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔"

"اُس کے آدمی، ہمبرگ میں موجود تھے اور ڈی فوسٹر کے چکر میں تھے۔ اُن سے ہمارا براہِ راست ٹکراؤ بھی ہوا تھا۔" تہذیب نے کہا۔

"اوہو، اس اعتبار سے تو تمہارا کارنامہ اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر گیا۔ اب یہ بتاؤ کہ ادائیگی تمہیں کس شکل میں کی جائے۔ بینک ڈرافٹ، نقد یا جس شکل میں بھی تم پسند کرو۔ کل میں اس کا بندوبست کر دوں گا۔"

"ہمیں کوئی جلدی بھی نہیں ہے مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے بے پروائی سے کہا۔ "فارمولوں کے بارے میں بھی کل ہی تفصیلی گفتگو ہوگی۔"

"کیا تم لوگ اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے کے بعد مجھ جیسے معمولی شخص سے کسی قسم کا خطرہ محسوس کر رہے ہو؟" اوشیل میکائیل نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"ہرگز نہیں مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن معاملات اُسی طرح انجام دیے جانے چاہئیں جس طرح کاروبار میں انجام دیے جاتے ہیں۔"

"کیا تمہیں میری بے چینی کا اندازہ نہیں ہے۔ تم لوگ میرے

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے وار کہانی
سوناگھاٹ کا پجاری
قیمت: ۳۰/- روپے ○ ڈاک خرچ: ۳۱/- روپے
ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مر گیا تھا لیکن اس کی لاش مندر کے تہ خانے میں اصلی حالت میں موجود تھی۔
سوناگھاٹ کے علاقے پر اس مُردہ پجاری کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر جگہ نظر آتا تھا۔
ایک مظلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آکر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کر لیں۔
وہ طاقتور ترین شخص بن گیا لیکن ایک طاقت اس سے بھی زبردست تھی۔
بدی کی طاقتیں کیا تھیں؟ سراب، دھوکہ یا حقیقت؟
ایک شخص کی ہولناک ترین سرگزشت مکمل طور پر کتابی شکل میں دستیاب ہے۔
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں۔
سب رنگ ڈائجسٹ کے مندرجہ ذیل سلسلے بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔
انکا مکمل، دو حصے — قیمت فی حصہ ۴۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۸ روپے
اقابلا مکمل، دو حصے — قیمت فی حصہ ۴۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۶ روپے
غلام روحیں مکمل — قیمت ۳۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۶ روپے
کتابیات پبلی کیشنز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مہمان ہو، میں تمھیں اس وقت یہاں سے کہیں نہیں جانے دوں گا۔ کل صبح مطلوبہ رقم ادا کر کے میں اُن فارمولوں کا مالک بن جاؤں گا۔"

"آپ کا پروگرام کیا ہے مسٹر میکائیل! کیا ان فارمولوں کو آپ اپنے طور پر فروخت کریں گے یا . . ."

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" اوشیل میکائیل نے سختی سے کہا۔ "میں کبھی کچا کام نہیں کرتا۔ یہ حقیقت ہے کہ ان فارمولوں کے عوض مجھے بہت بڑی رقم مل سکتی ہے لیکن یہ ایک ٹیڑھا کام ہے جو اوّل تو میرے بس کا نہیں ہے۔ اور اگر بس کا ہو تب بھی اس میں بے شمار خطرات ہیں۔ دولت کے عوض زندگی جیسی قیمتی چیز کو خطرے میں ڈالنے سے بڑی حماقت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ میرا یہ مقصد تھا بھی نہیں کہ یہ فارمولے فروخت کروں۔ ان فارمولوں کے عوض جو کچھ میں کروں گا اُسے دُنیا یاد رکھے گی۔ حکومتِ امریکا اُس غدار ہاروت رابیل سے وہ ساری مراعات چھین لے گی جن کی وجہ سے وہ اربوں ڈالر کما رہا ہے۔ یہ فارمولے تو میں صرف اس شرط پر حکومتِ امریکا کے حوالے کروں گا کہ ہاروت رابیل کو جو مراعات دی گئی ہیں وہ مجھے منتقل کر دی جائیں۔ تم لوگ شاید یہودی ذہن سے ناواقف ہو۔ ہم لوگ خرچ کرتے ہیں تو کمانا بھی جانتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے طویل سانس لے کر کہا۔ "یہ آپ کا مسئلہ ہے کہ آپ اُن فارمولوں کا کیا کرتے ہیں۔ ہمیں تو جیسے ہی ہماری مطلوبہ رقم ملے گی، ہم وہ فارمولے آپ کے حوالے کر دیں گے۔"

"اب تک ہمارے درمیان مکمل اعتماد کی فضا رہی ہے۔" اوشیل میکائیل بولا۔ "کیا اس وقت میں وہ فارمولے دیکھ بھی نہیں سکتا؟"

"فارمولے آپ کو دکھائے جا سکتے ہیں مسٹر میکائیل۔" میں نے تہذیب کے بولنے سے قبل ہی کہا اور وہ نقلی فارمولے جو مائیکرو فلموں کی شکل میں تھے نکال کر اوشیل میکائیل کے سامنے رکھ دیے۔ اوشیل میکائیل نے ایک رول اُٹھایا اور اُسے روشنی کی طرف کر کے دیکھنے لگا۔

"کیا میں پروجیکٹر پر انھیں دیکھ سکتا ہوں؟" اُس نے بڑے بے تابانہ انداز میں پوچھا۔

"اگر آپ کے پاس مائیکرو پروجیکٹر موجود ہے مسٹر میکائیل تو آپ انھیں ضرور دیکھ سکتے ہیں۔"

"ہاں، میرے پاس ایسا پروجیکٹر موجود ہے۔ منگوا لوں؟"

"منگوا لیجیے مسٹر میکائیل۔" میں نے کہا۔ "ہم بھی تو دیکھیں وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے اس قدر خون خرابا ہوا ہے۔"

اوشیل میکائیل نے انٹرکام پر کسی سے رابطہ قائم کر کے پروجیکٹر لانے کو کہا اور اُس کے بعد ہمیں تقریباً دس منٹ انتظار کرنا پڑا۔ دس منٹ بعد ایک قوی ہیکل شخص پروجیکٹر لیے ہوئے تہ خانے میں آیا۔ اُس کی آنکھوں میں شاطرانہ چمک تھی لیکن اس نے نگاہ اُٹھا کر کسی کی طرف بھی نہیں دیکھا۔ اوشیل میکائیل کے اشارے پر اس نے ایک رول پروجیکٹر پر لگایا اور پھر چھوٹے سے اسکرین پر مہلک فارمولے کی فلم دیکھی جانے لگی۔ میں اور تہذیب بھی اپنی اس کاوش کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ پروجیکٹر لانے والا شخص واپس جا چکا تھا۔

فلم ختم ہونے کے بعد اوشیل میکائیل نے پروجیکٹر آف کر دیا۔ "میں یہ سب کچھ نہیں سمجھتا۔" اُس نے کہا۔ "لیکن ڈی فوسٹر انھیں سمجھنے کے لیے بہترین آدمی ہے۔ میں ان فارمولوں کی نقلیں ضرور تیار کراؤں گا اور یہ کام ڈی فوسٹر ہی کرے گا۔ تم دونوں میرے محسن ثابت ہوئے ہو۔ ایک ایسے مشکل کام کو تم نے میرے لیے آسان کر دیا جس کے لیے معلوم نہیں میں کب سے پریشان تھا۔"

"لیکن تمھیں معلوم نہیں ہے کہ تمھاری وجہ سے ہم ایک بہت بڑی مشکل میں گرفتار ہو گئے تھے۔" میں نے کہا۔

"میری وجہ سے؟" اوشیل میکائیل حیران ہو کر بولا۔ "میں نے تو ایسا کوئی کام نہیں کیا جو تمھارے خلاف ہو۔"

"ہماری پچھلی ملاقات کے وقت جو شخص تمھارا ملازم تھا کیا اب بھی وہ یہاں موجود ہے؟"

"نہیں، وہ تو موجود نہیں ہے لیکن تم اُس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اُس نے ہماری گفتگو سُن لی تھی اور یہاں سے ساری تفصیلات حاصل کر کے وہ سیدھا برلن پہنچ گیا تھا جہاں اُس نے اُن لوگوں کو ہماری حقیقت سے آگاہ کر دیا جن کے پاس ڈی فوسٹر نے پناہ لی تھی۔ اس وجہ سے نہ صرف ہمارا کام مشکل ہو گیا بلکہ ہماری زندگیاں تک خطرے میں پڑ گئی تھیں۔"

"اوہ میرے خدا!" اوشیل میکائیل حیرت سے مُنہ پھاڑ کر رہ گیا۔ "تو اُس کے اچانک غائب ہو جانے کی یہ وجہ تھی۔ تمھیں تو بڑی مشکلات سے گزرنا پڑا ہو گا؟"

"ہاں، لیکن اس کی تفصیل بتانا ہمارے اصول کے خلاف ہے۔ لیکن ہم نے اُس شخص کو زندہ نہیں چھوڑا، ہلاک کر دیا۔"

"اس کے لیے تم علیحدہ سے انعام کے مستحق ہو۔" اوشیل میکائیل نے خوش ہو کر کہا۔ "اور یہ انعام میں اُدھار نہیں رکھوں گا، فوراً ہی ادا کر دوں گا۔ کیا سمجھے؟" اوشیل میکائیل زور سے کھنکارا۔ تہ خانے میں اچانک ہی چاروں طرف تیز روشنیاں جل اُٹھیں۔ ابھی ہم اس اچانک تبدیلی پر حیران ہو ہی رہے تھے کہ اگلی تبدیلی بھی رونما ہو گئی۔ تہ خانے کی دیواروں میں کئی مقامات پر دروازے نمودار ہو گئے۔ ہر دروازے سے اسٹین گن کی ایک خوفناک نال جھانکتی نظر آ رہی تھی۔ میں اور تہذیب ششدر رہ گئے۔

"یہ سب کیا ہے مسٹر اوشیل میکائیل؟" میں نے اسٹین گنوں کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

اوشیل میکائیل نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "یہ آتشیں ہتھیار ہیں۔" اُس نے کہا۔ "اب تمھاری زندگیاں میرے ایک اشارے کی محتاج ہیں۔"

میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ اُس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا بلکہ وہ تو کسی کی طرف متوجہ بھی نہیں تھی۔

"ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں مسٹر اوشیل۔" میں نے کہا۔ "ہمارے درمیان ہتھیاروں کا کیا کام؟"

"میں اس دوستی کو امر کر دینا چاہتا ہوں۔" اوشیل بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ مس ایکس کچھ نہیں بول رہیں۔ شاید وہ کچھ ناراض ہیں؟"

"نہیں مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "میں بقیہ رقم وصول کرنے سے قبل تم سے کیسے ناراض ہو سکتی ہوں۔"

"میں پہلے ہی بہت بڑی رقم ادا کر چکا ہوں مس ایکس! اور مزید ادائیگی کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تم ایک کاروباری آدمی ہو اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "اس قسم کی بدمعاملگی کرو گے تو تمھاری ساکھ خراب ہو جائے گی۔"

"کسی کو معلوم ہو گا تبھی تو ساکھ خراب ہو گی۔" اوشیل میکائیل معنی خیز لہجے میں بولا۔ "تمھیں شاید اتنی مہلت بھی نہ ملے کہ تم کسی کو کچھ بتاؤ۔"

"مہلت ملتی نہیں ہے حاصل کی جاتی ہے مسٹر اوشیل۔" میں نے کہا۔ "جو کچھ تم کر رہے ہو شاید تم نے اُس کے عواقب پر غور نہیں کیا۔"

"جو غور کے بغیر قدم اُٹھاتے ہیں وہ اوشیل میکائیل نہیں کہلاتے۔ اب میں دُنیا کا امیر ترین آدمی بن جاؤں گا۔"

"گویا تمھاری نیّت میں پہلے سے ہی فتور تھا۔" تہذیب نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اگر تم لوگ اسے نیّت کا فتور سمجھتے ہو تو یوں ہی سہی۔" اوشیل میکائیل نے کندھے اُچکائے اور پھر اپنے ایک آدمی کو آواز دے کر ہماری تلاشی لینے کو کہا۔ ہماری تلاشی لی گئی اور ایک ایک چیز نکال لی گئی۔

"تم جو کچھ کر رہے ہو اُس کے نتائج تمھارے حق میں اچھے نہیں نکلیں گے۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔

"کوئی شخص اپنے ہی خلاف کیسے کچھ کر سکتا ہے۔" اوشیل میکائیل متحیرانہ انداز میں بولا۔ "یہ سب کچھ میں اپنی بہتری کے لیے ہی تو کر رہا ہوں۔"

"یہ صرف تمھارا خیال ہے مسٹر اوشیل ورنہ تم اپنی تباہی کو تو دعوت پہلے ہی دے چکے ہو۔"

"اگر یہ اطلاع ہے تو میں اسے غلط قرار دیتا ہوں اور اگر پیشن گوئی ہے تو ہنسنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں۔"

میں تہذیب کی طرف مڑا۔ "میں نے تم سے کہا تھا نا کہ کسی یہودی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔"

"اب میری سمجھ میں آ رہا ہے۔" تہذیب بولی۔ "ورنہ اب تک میرا خیال یہی تھا کہ یہودی بہت اچھے کاروباری ہوتے ہیں۔"

"آپ کا خیال صحیح تھا میڈم ایکس۔" اوشیل نے کہا۔ "یہودی واقعی بڑے اچھے کاروباری ہوتے ہیں۔ کاروباری موقع ہاتھ سے گنوانا پسند نہیں کرتے۔"

"تم بدعہدی کے مرتکب ہوئے ہو اوشیل۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔ "کیا یہ اسٹین گنیں بھی ہمارے معاہدے میں شامل تھیں۔"

"ارے یہ کچھ نہیں میڈم ایکس۔" اوشیل میکائیل نے بے پروائی سے کہا۔ "یہ تو میرے آدمیوں کی تفریح ہے۔"

"کیا تم ان لوگوں کو روک نہیں سکتے؟" تہذیب چبھتے ہوئے لہجے میں بولی۔ "ظاہر ہے یہ لوگ تمھارے تنخواہ دار ملازم ہوں گے؟"

"میں ان لوگوں کو بڑی بڑی تنخواہیں ادا کرتا ہوں اور یہ میرے اشاروں پر چلتے ہیں۔ اگر کبھی ان کا تفریح کا موڈ ہو تو میں انھیں روکتا نہیں ہوں۔"

"اگر ہم بھی تفریح کے موڈ میں آ گئے تو کیا ہو گا مسٹر اوشیل؟" میں نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کہا۔

"تم عقل مند لگتے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی حماقت نہیں کرو گے۔ یہ بڑے خطرناک لوگ ہیں۔"

"اتنے خطرناک کہ گھر آئے مہمانوں کے ساتھ تفریح کرتے ہیں۔" میں نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔ "ایسے جی داروں کی موجودگی میں تمھیں فارمولوں کی بازیابی کے لیے ہمارا سہارا لینے کی کیا ضرورت تھی؟"

اوشیل میکائیل نے پہلو بدلا۔ "ان کا کام صرف مجھے تحفظ فراہم کرنا ہے۔" اُس نے کہا۔

"اس وقت بھی غالباً یہ تمھیں تحفظ ہی فراہم کر رہے ہیں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔" اوشیل نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔ "اگر یہ نہ ہوتے تو تم مجھ سے بقیہ رقم وصول کیے بغیر ہرگز نہ ٹلتے۔"

"بات اگر صرف اتنی ہی سی ہے مسٹر اوشیل تو ہم بقیہ رقم کی ادائیگی کے مطالبے سے دستبردار ہوئے جاتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب تمھیں بقیہ رقم کے ساتھ ساتھ اپنی زندگیوں سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔" اوشیل بولا۔

"کیا یہ اس بات کی سزا ہے اوشیل کہ ہم نے تمھارے لیے ایک ناممکن قسم کا کارنامہ سرانجام دیا ہے؟" تہذیب نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم نے اس کام کے لیے مجھ سے جو رقم طلب کی تھی وہ میرے تصور سے بھی بڑھ کر تھی۔"

"اگر تم اتنے ہی غریب ہو کہ مطلوبہ رقم ادا نہیں کر سکتے.... تو تم نے اُسی وقت انکار کر دیا ہوتا۔" تہذیب نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اُس وقت میں تمہارا مطالبہ ماننے کے لیے مجبور تھا۔ میری نظر میں کوئی اور اہل آدمی ہوتا تو میں یہ کام تم سے نہ کرواتا۔"

"لیکن وہ فارمولے بہت قیمتی ہیں۔ تم اُنھیں فروخت بھی کر دو تو اُس رقم سے کئی گُنا زیادہ رقم حاصل کر سکتے ہو جو تم نے ہمیں معاوضے کے طور پر ادا کی ہے۔"

"تمھیں معلوم ہے کہ میں اُن فارمولوں کو فروخت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔"

"ہاں، اور اس طرح تم زیادہ بڑا فائدہ حاصل کرو گے۔ پھر تم معاوضہ ادا کرنے سے کیوں گریز کر رہے ہو؟"

"اُس وقت رقم ادا کرنا میری مجبوری تھی لیکن اب تم میرے قبضے میں ہو۔ جب میرا کام ہو چکا تو میں تمھیں خواہ مخواہ رقم کیوں دوں؟"

"میں پہلے ہی آفر کر چکا ہوں ادشیل۔" میں نے کہا۔ "ہم تم سے رقم طلب نہیں کریں گے۔ بس تم ہمیں یہاں سے جانے دو۔"

"اگر میں نے تمھاری بات مان لی تو مجھ سے بڑا احمق کوئی نہیں ہو گا۔" ادشیل نے کہا۔

"اس میں حماقت کی کیا بات ہے مسٹر ادشیل! یہ تو تمھارے فائدے کی بات ہے۔"

"تم لوگ یہاں سے زندہ واپس چلے گئے تو ڈی فوسٹر اور فارمولوں کی کہانی عام ہو جائے گی۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس بارے میں کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہیں گے۔" میں نے کہا۔

"میں تمھارے کسی وعدے پر یقین نہیں کر سکتا۔"

"تم چاہو تو ہم تمھیں ایک ایسی تحریر دے سکتے ہیں جس کے بعد ہمارے ہاتھ پیر کٹ جائیں گے اور ہر بات ہمارے اپنے خلاف جائے گی۔"

"اس کے باوجود بھی میں تمھیں یہاں سے زندہ واپس نہیں جانے دوں گا۔" ادشیل نے سفاکی سے کہا۔

"ہم تمھیں ہر طرح کی ضمانت فراہم کرنے کو تیار ہیں ادشیل! آخر تم ہماری زندگیوں کے درپے کیوں ہو رہے ہو؟"

"میں تم لوگوں پر کسی طرح بھی اعتماد نہیں کر سکتا۔ تم یہاں سے نکلنے کے بعد میری زندگی کے لیے بھی خطرہ بن سکتے ہو۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تمھیں ختم کر دیا جائے۔"

"اگر تم نے ہماری زندگیوں سے کھیلنے کا تہیہ ہی کر لیا ہے تو پھر مجبوری ہے۔" میں نے بے بسی سے کہا۔

"ہاں، میں تہیہ کر چکا ہوں۔" ادشیل میکائیل بھاری آواز میں بولا۔ "تاہم تم لوگ اپنی زندگی کی آخری خواہش بیان کر سکتے ہو۔"

"کیا یہ کمینگی نہیں ہے مسٹر ادشیل۔" تہذیب نے کہا۔ اُس کے لہجے میں جارحیت تھی۔

ادشیل کے ہونٹوں پر ایک مکاری سے بھرپور مسکراہٹ اُبھری۔ "اگر تھوڑی سی کمینگی کے عوض بہت بڑا فائدہ ہو رہا ہو تو کمینگی ضرور کر لینی چاہیے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو ادشیل۔" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "یہودی قوم اپنی اسی کمینگی کے باعث پوری دُنیا میں بدنام ہے۔"

"جسے تم کمینگی کہہ رہی ہو میڈم ایکس، وہ کاروباری گُر کہلاتا ہے۔ اسی لیے آج یہودی دُنیا کی امیر ترین قوم ہے۔"

"ہم بھی اگر چاہتے تو تمھارے ساتھ دھوکا کر سکتے تھے لیکن ہم نے دیانت داری سے کام لیا۔"

"تم لوگ بزنس کرنا نہیں جانتے۔" ادشیل میکائیل بُرا سا مُنہ بنا کر بولا۔ "یہودی نہیں ہو نا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں بھی فریب کاری سے کام لینا چاہیے تھا؟" تہذیب تیکھے لہجے میں بولی۔

"کرنا تو چاہیے تھا لیکن تم لوگ میرے ساتھ دھوکا کر نہیں سکتے تھے۔" ادشیل نے ہنس کر کہا۔

"بالکل کر سکتے تھے ادشیل۔" میں نے کہا۔ "لیکن ہمارا اصول رہا ہے کہ سودے کو دیانت داری کے ساتھ اختتام تک پہنچاؤ۔"

"کیا تم اس معاملے میں یہودی ذہن کی داد نہیں دو گے۔ میں کسی اور کا بھی انتخاب کر سکتا تھا لیکن میں نے خاص طور پر میڈم ایکس کو اسی لیے منتخب کیا کہ ان کی طرف سے مجھے دھوکے کا اندیشہ نہیں تھا۔"

"تمھارے دل میں کبھی یہ خدشہ پیدا نہیں ہوا کہ ہم لوگ بھی تمھارے ساتھ دھوکے بازی کر سکتے ہیں؟" تہذیب بولی۔

"خطرہ مول لیے بغیر کوئی بڑا کام نہیں کیا جا سکتا۔ جس حد تک احتیاط میں کر سکتا تھا میں نے کی۔ اس کے بعد اگر میں ناکام ہو جاتا تو میری قسمت تھی۔"

"اس بات کو اگر بہت سادہ الفاظ میں ادا کیا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ تم بہت عقلمند ہو اور ہم انتہائی بے وقوف۔" میں نے کہا۔

"یہ بات کہنے یا سُننے کی کیا ضرورت ہے۔" ادشیل میکائیل مسکرایا۔ "یہ تو ثابت شدہ حقیقت ہے۔"

"میرا خیال اس کے بالکل برعکس ہے مسٹر ادشیل میکائیل۔" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔ "بظاہر یوں نظر آتا ہے جیسے ہم کامیابی کے بہت قریب پہنچ کر ناکام ہو گئے ہوں۔"

"میں تمھارے خیالات پر تو پابندی عائد نہیں کر سکتا۔" ادشیل خوش دلی سے مسکرایا۔ "تم جو چاہو سمجھو، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"کبھی تمھارے ساتھ بھی ایسا ہوا ہے ادشیل کہ کامیابی کے بہت قریب پہنچ کر تمھیں ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا ہو؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"میرا نام ادشیل میکائیل ہے۔ سمجھے! میں نہیں جانتا کہ ناکامی کس چڑیا کا نام ہے۔"

"یعنی آج تک تم نے جس کام میں بھی ہاتھ ڈالا ہے اُس میں تمھیں ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا؟"

"ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ میں خوب سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانے والا آدمی ہوں۔"

"خیر ایسا تو نہ کہو ادشیل میکائیل! زندگی میں کبھی نہ کبھی ایسا وقت ضرور آتا ہے جب آدمی ناکام ہو جاتا ہے۔"

"ممکن ہے۔" ادشیل میکائیل نے بے پروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ "مگر آج تک تو ایسا نہیں ہوا۔"

"فرض کرو مستقبل میں تمھارے ساتھ کبھی ایسا ہو جائے تو تمھارے کیا تاثرات ہوں گے؟"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" ادشیل میکائیل نے مجھے گھور کر دیکھا۔ وہ کچھ بے چین نظر آنے لگا تھا۔

"فرض کرو کسی معاملے میں تم کامیابی کے بالکل نزدیک پہنچ جاتے ہو اور اپنی دانست میں وہ تمام چیزیں حاصل کر لیتے ہو جو تمھارا مقصد ہیں لیکن اس کے بعد اچانک تمھیں پتا چلتا ہے کہ جو چیزیں تمھارے ہاتھ لگی ہیں وہ اصلی نہیں ہیں تو تم پر کیا گزرے گی؟"

"اوّل تو ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اور اگر کبھی ایسا ہو ہی گیا تو میں اس کا توڑ سوچوں گا۔"

"میرا مطلب ہے ایسی غیر متوقع ناکامی کو برداشت کرنا آسان نہیں ہوتا۔ تم یقیناً جھلا جاؤ گے۔"

"جھلاتے وہ ہیں جو ذہنی طور پر کمزور ہوتے ہیں اور اُنھیں اپنے اعصاب پر قابو نہیں ہوتا۔"

"گویا تم دماغی طور پر بھی بہت طاقتور ہو اور تمھیں اپنے اعصاب پر بھی غیر معمولی کنٹرول ہے؟"

"جتنے بڑے بزنس کا مالک ہوں اُسے چلانے کے لیے ان دونوں خصوصیات کا حامل ہونا بہت ضروری ہے۔"

"تب تو ادشیل میکائیل کو وہ خبر سُنائی جا سکتی ہے۔" میں نے تہذیب کی طرف دیکھتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہو گا۔" تہذیب بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "مجھے شبہ ہے کہ یہ اس ناگہانی صدمے کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔"

"انھوں نے ابھی ابھی بتایا ہے کہ ان کے اعصاب بہت مضبوط ہیں۔ کیا تم نے سُنا نہیں۔"

"سُن لیا ہے۔" تہذیب بے پروائی سے بولی۔ "لیکن انھوں نے خود کو ناقابلِ اعتبار ثابت کر دیا ہے۔ ان کی کسی بات پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔"

"تم بھی ٹھیک ہی کہہ رہی ہو۔" میں نے اپنے لہجے میں تشویش پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن سوال یہ ہے کہ پھر کیا کیا جائے؟"

"سوچنا پڑے گا۔" تہذیب متفکرانہ انداز میں بولی۔ "خیر تو بہر حال انھیں سُنانی ہی ہے۔"

"یہ تم لوگوں نے کیا بکواس شروع کر دی۔" ادشیل جھنجلا گیا۔ "کیا تمھیں یہ احساس بھی نہیں ہے کہ موت تم سے کتنی قریب ہے۔"

"یہ کوئی خاص بات نہیں ہے مسٹر ادشیل۔" میں نے کہا۔ "موت ہمیشہ ہم جیسے لوگوں کے اتنی ہی قریب رہا کرتی ہے۔"

"اگر تم لوگ یہ سمجھ رہے ہو کہ مجھے باتوں میں اُلجھا کر بچ جاؤ گے تو یہ تمھاری غلط فہمی ہے۔ تمھاری کسی بھی غلط حرکت یا میرے ایک اشارے پر یہ لوگ تمھیں بھون کر رکھ دیں گے۔"

"اطلاع فراہم کرنے کا شکریہ مسٹر ادشیل! ہمیں خوب اندازہ ہے کہ ہم کس قسم کے حالات سے دوچار ہیں۔"

"اب تم لوگ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" ادشیل میکائیل نے سرد لہجے میں کہا۔

"کچھ ہی دیر قبل تم نے اپنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہم سے ہماری آخری خواہش پوچھی تھی؟" میں نے کہا۔

"میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔ اگر تم نے کسی ناممکن قسم کی خواہش کا اظہار نہ کیا تو تمھاری خواہش ضرور پوری کی جائے گی۔"

"بہت بے ضرر سی خواہش ہے ادشیل! ہمیں صرف تھوڑی سی مہلت درکار ہے۔"

"تمھیں کتنی مہلت درکار ہے اور اس سے تم کیا فائدہ اُٹھاؤ گے؟" ادشیل نے مشکوک انداز میں پوچھا۔

"میں اپنی ساتھی سے کچھ باتیں کر رہا تھا۔ اور چاہتا ہوں کہ مرنے سے قبل یہ گفتگو مکمل کر لوں۔ بس زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ لگیں گے۔ اُس کے بعد بے شک ہمیں مروا دینا۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر یہ بے سروپا گفتگو کرنا ہی تمھاری آخری خواہش ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"شکریہ ادشیل! تم بہت رحم دل آدمی ہو۔" میں نے کہا اور تہذیب کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "ہم کیا باتیں کر رہے تھے؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میرے خیال میں اس شخص کے اعصاب بہت کمزور ہیں۔ اگر ہم نے اسے اتنی بڑی خبر اچانک سُنا دی تو اندیشہ ہے کہ کہیں اس کا ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔"

"میں تم سے متفق ہوں۔ تو کیوں نہ ایسا کریں کہ پہلے اسے ذہنی طور پر اس بُری خبر کو سُننے کے لیے تیار کر لیں؟"

"ہاں، یہ مناسب رہے گا۔" تہذیب نے کہا۔ "اسے رفتہ رفتہ وہ خبر سُناؤ تاکہ یہ محفوظ رہے ورنہ ہمیں بقیہ رقم کون ادا کرے گا۔"

"لگتا ہے موت کو قریب دیکھ کر تم لوگوں کے دماغ پر اثر پڑا ہے۔" اوشیل میکائیل بولا۔ "تم کیا اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہو؟"

"اسے اوٹ پٹانگ مت کہو اوشیل! ہم بڑی سنگین نوعیت کی گفتگو کر رہے ہیں۔"

"تم کیسا ہی حربہ کیوں نہ استعمال کر لو، موت سے نہیں بچ سکو گے۔" اوشیل نے کہا لیکن صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ہماری باتوں سے اُس کے اعصاب شکستہ ہونے لگے ہیں۔

"ہماری باتیں تمھاری سمجھ میں آ گئیں تو تم خود ہماری زندگیوں کی حفاظت کرتے نظر آؤ گے۔" میں نے کہا۔

اوشیل میکائیل نے زبردستی ایک قہقہہ لگایا۔ "میں نے تمھیں کم از کم پندرہ منٹ کی مہلت دی ہے اور ابھی صرف پانچ منٹ ہی گزرے ہیں۔ بے فکر رہو، وقت پورا ہونے سے قبل تمھاری موت کے احکام نہیں جاری کروں گا۔"

"واقعی تم ہمارے ساتھ بے حد رعایت برت رہے ہو۔" میں نے سر ہلایا۔ "اب اگر اجازت ہو تو چند باتیں تم سے بھی ہو جائیں۔"

"جتنی چاہو باتیں کر لو لیکن یہ نہ سمجھنا کہ تم مجھے کوئی جھانسہ دے سکو گے۔ مجھ پر تمھارا کوئی نفسیاتی حربہ کارگر نہیں ہو سکے گا۔"

"ہمیں بخوبی اندازہ ہے کہ تم ہمارے لیے کیا عزائم دل میں لیے بیٹھے ہو لیکن تمھاری ہمت کی داد دینی پڑتی ہے۔ ہم دُنیا کے خطرناک ترین جاسوسوں کو چکمہ دے کر اُن کے درمیان سے ڈی فوسٹر کو مسروقہ فارمولوں سمیت نکال کر لے آئے اور تم نے یہ تک نہیں سوچا کہ ہم اتنے بے وقوف نہیں ہو سکتے کہ اس آسانی سے تمھارے چنگل میں پھنس جائیں گے۔"

"دیکھ لو اس کے باوجود تم لوگ کتنی آسانی سے میرے جال میں پھنس گئے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ ذہانت کے معاملے میں کوئی قوم یہودیوں کی ہمسر نہیں ہو سکتی۔"

"اوشیل میکائیل!" میں نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم نے ایک لمحے کے لیے بھی یہ نہیں سوچا کہ ہم نے بھی اپنے تحفظ کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کیا ہو گا؟"

اوشیل میکائیل گڑبڑا گیا لیکن اُس نے فوراً ہی خود کو سنبھال بھی لیا۔ "دراصل تمھیں اندازہ نہیں تھا کہ مجھے کچھ خطرناک لوگوں کی خدمات بھی حاصل ہوں گی۔ تم تو مجھے ایک سیدھا سادا بزنس مین سمجھ رہے تھے۔ محض اسی بنا پر تم اپنی حفاظت کا کوئی بندوبست کیے بغیر یہاں چلے آئے اور میں نے اسی چیز سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے تم پر قابو پا لیا۔"

"واقعی ہم بڑے گدھے ہیں۔" میں نے تہذیب کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کہ بغیر کچھ سوچے سمجھے یہاں چلے آئے۔"

"تم نے وہ مثل نہیں سُنی۔" تہذیب بولی۔ "دو پیسے کی ہانڈی جاتی ہے اور کُتّے کی ذات پہچانی جاتی ہے۔"

"کُتّے کی ذات تو پہچانی جا چکی۔ اب ہانڈی کی فکر کرو۔ یہ دو پیسے کی نہیں کروڑوں کی ہانڈی ہے۔"

"بہت ہو چکا۔" اوشیل میکائیل غصّے سے دہاڑا۔ "میں اس سے زیادہ توہین برداشت نہیں کر سکتا۔"

"رقم تو ہر حال میں وصول کی جائے گی۔" تہذیب نے اوشیل کی طرف توجّہ دیے بغیر کہا۔ "معاوضے سے دست بردار ہونا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔"

"سُنا تم نے اوشیل؟" میں نے یوں کہا جیسے اوشیل بہرہ ہو۔ "میڈم ایکس نے معاوضے کی رقم وصول کرنے کا تہیّہ کر رکھا ہے۔"

"تمھارے پاس مزید پانچ منٹ باقی رہ گئے ہیں۔" اوشیل نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمھاری زندگی کی آخری خواہش سمجھ کر میں یہ سب کچھ برداشت کر رہا ہوں ورنہ . . ."

"تم انتہائی درجے کے احمق اور جلد باز آدمی ہو اوشیل۔" میں نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔ "اور اپنی اسی جلد بازی کے باعث چوٹ کھا گئے۔"

"نہ تو میں جلد باز ہوں اور نہ ہی احمق ..... مجھ پر تمھارا کوئی نفسیاتی حربہ کارگر نہیں ہو سکے گا۔"

"اگر تم جلد باز نہ ہوتے تو ہم پر ہاتھ ڈالنے سے قبل اس بات کی تسلی ضرور کر لیتے کہ ڈی فوسٹر کے روپ میں جو شخص تمھارے حوالے کیا گیا ہے وہ واقعی ڈی فوسٹر ہے، کوئی اور تو نہیں ہے۔"

اوشیل میکائیل بُری طرح چونک پڑا۔ اُس کی نگاہ بے ساختہ زاہر کی طرف اُٹھی جو ڈی فوسٹر کے میک اپ میں نیم مدہوشی کی اداکاری کر رہا تھا۔

"مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔" اُس نے کہا مگر اُس کے لہجے میں پہلے کی سی جان باقی نہیں رہ گئی تھی۔ "یہ ڈی فوسٹر ہی ہے۔"

"حیرت ہے!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم اب بھی اتنے یقین سے یہ بات کہہ رہے ہو۔"

"میرے پاس ڈی فوسٹر کی تصویر موجود ہے۔ میں اسے پہچاننے میں دھوکا نہیں کھا سکتا۔"

"یہ ہمارا آدمی ہے اوشیل! جس پر ڈی فوسٹر کا میک اپ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فارمولوں کی فلمیں بھی اصلی نہیں ہیں۔"

اوشیل میکائیل کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ "میں تمھاری کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا۔ تم موت سے بچنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لے رہے ہو۔"

"اور تم کتنے بڑے عقلمند ہو کہ ہماری بات کو تجربے کی کسوٹی پر پرکھے بغیر ہی مسترد کر رہے ہو۔"

"مجھے معلوم ہے کہ موت کے خوف نے تمھیں جھوٹ بولنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یہ شخص ڈی فوسٹر ہے اور فارمولے بھی اصلی ہیں۔"

"ٹھیک ہے اوشیل۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "اگر تمھیں اتنا ہی یقین ہے تو ہمیں مروا دو لیکن یاد رکھو اس کے بعد زندگی بھر تمھیں اصل فارمولے نہیں مل سکیں گے۔"

اوشیل میکائیل متذبذب نظر آنے لگا۔ اُس کی حالت دیدنی تھی۔ بساط کچھ اس طرح اُلٹی تھی کہ اُس کی عقل ہی ماؤف ہو کر رہ گئی تھی۔

"تمھارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ شخص اصلی ڈی فوسٹر نہیں ہے۔" اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہمارے سوا سب کچھ نقلی ہے اوشیل! ڈی فوسٹر بھی اور فارمولے بھی۔ اصل فارمولوں کی تو تمھیں ہوا بھی نہیں لگنے دی گئی۔"

"تمھیں یہ سب کچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" اوشیل نے پُراعتماد رہنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تمھیں سوچنا چاہیے تھا اوشیل کہ فارمولوں کے حصول کے لیے جن لوگوں پر تم نے اعتماد کیا ہے وہ اتنے احمق نہیں ہو سکتے کہ تم جیسے گدھوں کے فریب میں آ جائیں گے۔ ہم نے جو کچھ کیا وہ تمھارا امتحان بھی تھا اور ہماری کاروباری چالاکی بھی۔ تم خود کو ذہین سمجھتے ہو اور اس سے بڑھ کر حماقت کوئی اور نہیں ہو سکتی۔"

میری باتیں سُن کر اوشیل میکائیل کی آنکھوں کی چمک ایک دم غائب ہو گئی۔ اس کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا اور وہ احمقوں کی طرح میرا مُنہ دیکھ رہا تھا۔

چند لمحوں تک اُس کی یہی حالت رہی پھر اُس نے سنبھل کر ایک ہذیانی سا قہقہہ لگایا۔ "نہیں نہیں، تم بکواس کر رہے ہو۔ تمھیں بھلا یہ اندازہ کیسے ہو گیا کہ میں تمھارے ساتھ یہ فریب کروں گا؟"

"اس لیے اوشیل میکائیل کہ ہم جُرم کی دُنیا میں پہلی بار نہیں آئے ہیں۔ ہمیں مجرموں کی نفسیات کا بہت اچھی طرح علم ہے۔"

"لیکن میں کوئی مجرم تو نہیں ہوں۔ میں تو ایک کاروباری آدمی، ایک معزز شہری ہوں۔"

"اوشیل تم بہت بڑے مجرم ہو، عام مجرموں سے مختلف۔ اسی لیے ہم نے تمھارے لیے انتظامات بھی ذرا اعلیٰ درجے کے کیے ہیں۔"

"ڈی فوسٹر کو تو چیک کیا جا سکتا ہے لیکن فارمولوں کے اصلی یا نقلی ہونے کا فیصلہ کیسے ہو گا؟"

"اس کی ترکیب بہت آسان ہے اوشیل! فارمولوں کی یہ فلمیں تمام تفصیلات کے ساتھ حکومتِ امریکا کو فراہم کر دینا۔"

"اس سے کیا ہو گا؟" اوشیل کے مُنہ سے بے ساختہ نکلا۔ "وہ لوگ تو میرے شکر گزار ہوں گے۔"

"میں بتاتا ہوں اوشیل! جب وہ دیکھیں گے کہ فارمولے نقلی ہیں تو اصل فارمولوں کی تلاش شروع کریں گے جو ظاہر ہے کہ موجود نہیں ہیں۔ جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ وہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ پہلے تم نے فارمولے غائب کر لیے اُس کے بعد نقلی فارمولے فراہم کر کے تم حکومتِ امریکا کو بلیک میل کرنا چاہتے ہو۔ تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ امریکا کے لیے ان فارمولوں کی کیا اہمیت ہے اور وہ ان کی بازیابی کے لیے کیا نہیں کر سکتی۔ یقین کرو ان فارمولوں کی بازیابی تک پوری امریکی سی آئی اے اپنی تمام سرگرمیاں ترک کر کے تمھارے پیچھے پڑ جائے گی۔"

اوشیل میکائیل بالکل ڈھیلا پڑ گیا۔ اس کے چہرے پر پسینے کی بوندیں نمودار ہو گئی تھیں اور وہ بونق دکھائی دینے لگا تھا۔ "میں . . میں نہیں مانتا۔"

"تم نہیں مانتے تو مت مانو اوشیل میکائیل۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن یہ ضرور بتا دو کہ ہمیں اب کیا کرنا چاہیے؟ پندرہ منٹ کی مہلت تو کب کی پوری ہو چکی۔"

"تم . . . تم مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔" اوشیل میکائیل نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "مجھ سے چال چل رہے ہو۔"

"تمھیں اس بات پر اتنا ہی یقین ہے تو اپنے آدمیوں کو گولی چلانے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"پہلے تو مجھے حقیقت بتاؤ۔ کیا ڈی فوسٹر واقعی نقلی ہے؟" اوشیل میکائیل نے کسی ہارے ہوئے جواری کے سے انداز میں پوچھا۔

"اس کے چہرے کا میک اپ امونیا سے دُھل سکتا ہے۔ امونیا منگاؤ اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ ظاہر ہے کہ یہ اگر نقلی ڈی فوسٹر ثابت ہوا تو تم فارمولوں کے نقلی ہونے پر بھی یقین کر لو گے۔"

اوشیل میکائیل سکتے کے سے عالم میں بیٹھا رہ گیا۔ کئی منٹ تک اُس کی یہی حالت رہی پھر اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں اپنے ایک آدمی سے امونیا لانے کو کہا۔ وہ شخص جس نے ہماری تلاشی لی تھی اپنی اسٹین گن دوسرے شخص کے حوالے کر کے تہ خانے سے باہر چلا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بالآخر تم نے درست فیصلہ کر ہی لیا۔" میں نے کہا۔ "یہ کام تمھیں پہلے ہی کر لینا چاہیے تھا۔"

اوشیل میکائیل بے بسی سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اُس نے کہا۔ "اگر میں تمھیں رقم کی ادائیگی کر دیتا تو کیا تم اصل فارمولے میرے حوالے کر دیتے؟"

"ہم نے وہ فارمولے اپنے لیے تو حاصل نہیں کیے تھے اوشیل! ظاہر ہے ہم انھیں تمھارے ہی حوالے کرتے۔"

"نہیں، تمھاری نیت میں فتور تھا۔ مجھ سے رقم لے کر تم... اُن فارمولوں کو کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔"

"وہ فارمولے ہمارے لیے بالکل بے کار ہیں اوشیل! اُن کی وجہ سے پہلے ہی بہت لوگ مارے جا چکے ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ مرنے والوں کی فہرست میں ہمارا نام بھی شامل ہو۔"

"اگر تم لوگ موت سے ایسے ہی ڈرنے والے ہوتے تو ایسے کاموں میں کبھی ہاتھ نہ ڈالا کرتے۔"

"یہ ٹھیک ہے کہ ایسے کام کے دوران موت ہر قدم پر ہمارے تعاقب میں ہوتی ہے لیکن ہم تمھاری طرح لالچی نہیں ہیں اوشیل! ان فارمولوں کو حاصل کر کے تمھارے حوالے کرنے کا ہمیں جتنا معاوضہ ملا ہے اس کے بعد ہم ان فارمولوں سے کوئی غرض رکھنا پسند بھی نہیں کریں گے۔"

"زیادہ سے زیادہ دولتمند بننے کا لالچ کسے نہیں ہوتا۔" اوشیل بے اعتباری سے بولا۔ "تم صرف زبانی باتیں کر رہے ہو۔ تمھارے پاس اپنی باتوں کا کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا۔"

"حالانکہ تم گرین پول کے بارے میں بہت اچھی طرح جانتے ہو۔ گرین پول کے لوگ ہر قسم کے معاملات میں دیانت دار مشہور ہیں۔"

"میں جانتا ہوں لیکن اب تمھارا گرین پول سے کیا تعلق؟ میڈم ایکس تو گرین پول سے علیحدہ ہو چکی ہیں۔"

"ہاں انھوں نے علی گروپ کے نام سے اپنی ایک الگ تنظیم قائم کر لی ہے جس کا تمھیں پہلے سے علم ہے اور تم نے اس کے باوجود یہ کام ہمارے سپرد کیا تھا۔ کیوں؟"

"اُس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم لوگ میرے ساتھ اس طرح کا دھوکا بھی کر سکتے ہو۔"

"تم کسی حال میں سچ نہیں بول سکتے اوشیل! تم نے صرف اس وجہ سے یہ کام ہمارے سپرد کیا تھا کہ تمھیں گرین پول پر اعتماد تھا جس کا اعتراف تھوڑی دیر قبل تم خود اپنی زبان سے بھی کر چکے ہو۔"

"ہاں میں نے کہا تھا لیکن اب ظاہر ہو رہا ہے کہ میں غلطی پر تھا۔ تم لوگوں کی بددیانتی ثابت ہو چکی ہے۔"

میں ہنس پڑا۔ "واقعی اوشیل، تم سچ کہہ رہے ہو۔ جو کچھ ہوا ہے اس سے تم دیانت دار ٹھہرے ہو اور ہماری بددیانتی ثابت ہو گئی۔ بہت خوب!"

"وقتی طور پر میں بے بس ہوں۔" اوشیل اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر بولا۔ "اس لیے تم جتنا چاہو میرا مذاق اڑا سکتے ہو۔"

"ہم جیسے لوگ اگر ایک لمحے کے لیے بھی غافل ہو جائیں تو جہنم واصل ہو سکتے ہیں اس لیے ہمیں حالات کے ہر پہلو کا جائزہ لینا پڑتا ہے۔ اگر تم ہمیں رقم کی ادائیگی کر دیتے تو اصل فارمولے بھی تمھارے حوالے کر دیے جاتے لیکن تم نے ہمیں احمق گردانا۔ ہم اپنے مقصد کی تکمیل سے قبل دوسرے کے مقصد کی تکمیل نہیں کرتے۔"

"فرض کر دیں ڈی فوسٹر اور فارمولوں پر لعنت بھیج کر تمھیں ہلاک کرنے پر اتر آؤں تو تم کیا کرو گے؟"

"اس معاملے میں ہم قطعی بے بس ہیں۔ تم نے ہم پر چھ مسلح افراد مسلط کر دیے ہیں۔ ہم تو اپنے دفاع میں پوری طرح ہاتھ پیر بھی نہیں ہلا سکیں گے۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔" اوشیل میکائیل نے مطمئن انداز میں کہا۔ "اگر ڈی فوسٹر اور فارمولے نقلی ثابت ہوئے تو بھی تم دونوں کو جہنم واصل کر دیا جائے گا۔"

"تم ایسی حماقت نہیں کر سکتے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ایسا کرنے کی صورت میں تمھیں ہمیشہ کے لیے فارمولوں سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے۔"

"اور جو رقم تم نے ہمیں بطور ایڈوانس ادا کی تھی وہ بھی ڈوب جائے گی۔" تہذیب نے ٹکڑا لگایا۔

"جب میں شکست کھاتا ہوں تو دوسرے کو بھی فاتح نہیں دیکھ سکتا خواہ اس کے لیے مجھے کتنا ہی بڑا نقصان کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔" اوشیل بولا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے اوشیل! اور اسی لیے میں تمھیں نصیحت کروں گا کہ ایسی حماقت مت کرنا۔" میں نے کہا۔

"کیوں کیا اب کوئی نئی ہوائی چھوڑنے کا ارادہ ہے؟" اوشیل میکائیل نے مضحکانہ انداز میں کہا۔

"غالباً تم یہ سمجھ رہے ہو کہ جان بچانے کے لیے ہم اصل فارمولے تمھارے حوالے کر دیں گے۔" میں نے کہا۔

"اگر نہیں کرو گے تو ایک یقینی موت تمھارا مقدر ہو جائے گی۔" اوشیل نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"اور اگر ہم لوگ مارے گئے تو نہ صرف تم بلکہ تمھارا پورا خاندان نہایت ذلت آمیز موت سے دوچار ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

"موت کو سامنے دیکھ کر ہر آدمی بذیان بکنے لگتا ہے۔" اوشیل میکائیل نے بے پروائی سے کہا۔ "یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔"

"دماغ ہمارا نہیں تمھارا ماؤف ہوا ہے اوشیل! اگر یہ شخص نقلی ڈی فوسٹر ثابت ہوا تو کیا تم یہ نہیں سوچو گے کہ اصلی ڈی فوسٹر کہاں ہے؟"

"اور کیا تمھیں یہ خیال بھی نہیں آئے گا کہ اصل فارمولے کہاں ہیں؟" تہذیب نے کہا۔

اوشیل کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں باری باری مجھے اور تہذیب کو دیکھنے لگا۔

"بددیانت ہونا الگ بات ہے اوشیل میکائیل اور ذہین ہونا ایک بالکل مختلف چیز ہے۔ تم نے بددیانتی کی اور خود کو ذہین سمجھنے لگے۔ تمھیں اندازہ ہی نہیں ہوا کہ تم کتنی گھٹیا اور مخدوش قسم کی حرکت کے مرتکب ہو رہے ہو۔ تم تو صرف یہ دیکھ رہے ہو کہ تم نے ہمیں ایک خطیر رقم ادا کی ہے۔ تم یہ نہیں سوچتے کہ ہم نے جن خطرات میں پڑ کر یہ کام کیا ہے اُس کو مدِنظر رکھتے ہوئے تمھاری ادا کی ہوئی رقم کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔"

"اگر تم لوگ یہاں سے واپس نہ گئے تو کیا ہوگا؟" اوشیل میکائیل نے پوچھا۔ اُس نے ایک بار پھر ہاتھ پیر ڈال دیے تھے۔

"اتنی دیر میں تم نے پہلا سوال ڈھنگ کا کیا ہے۔ علی گروپ کے سارے ارکان کو علم ہے کہ ہم اس وقت یہاں ہیں اور یہاں ہمیں کسی بھی قسم کا خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ وہ ہماری واپسی کا انتظار کریں گے۔ اُن کے پاس ہمارا انتظار کرنے کی ایک حد ہے۔ جب وہ حد پوری ہو جائے گی تو علی گروپ کے ارکان دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک گروپ کے لوگ ڈی فوسٹر اور فارمولے لے کر خاموشی سے امریکا کی طرف روانہ ہو جائیں گے جہاں وہ حکومتِ امریکا سے سودے بازی کریں گے۔ علی گروپ کے بقیہ ارکان کا نشانہ تم ہو گے۔ وہ اُس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھیں گے جب تک تم اور تم سے تعلق رکھنے والے ایک ایک فرد کو موت کے گھاٹ نہیں اتار دیں گے۔"

"تم... تم مذاق کر رہے ہو۔" اوشیل میکائیل نے خوفزدہ سے انداز میں کہا۔

"مذاق تو تم خود اپنے آپ سے کر رہے ہو اوشیل! اب بھی وقت ہے، عقل کے ناخن لو اور حالات کو مزید بگاڑنے سے گریز کرو۔"

اوشیل کے کوئی جواب دینے سے قبل ہی وہ شخص واپس آ گیا جو امونیا لینے گیا تھا۔ اوشیل میکائیل کی ہدایت پر نقلی ڈی فوسٹر کے چہرے پر سائفن لگی بوتل سے امونیا کی پھواریں ماری گئیں اور اُس کے بعد اوشیل میکائیل پھٹی پھٹی آنکھوں سے زاہر کو دیکھنے لگا جس کے چہرے سے پلاسٹک کے ٹکڑے اکھڑنے لگے تھے۔ ذرا ہی دیر میں زاہر اپنی اصلی شکل صورت میں سب کے سامنے آ گیا۔

اوشیل میکائیل بے جان سے انداز میں صوفے کی پشت سے ٹک گیا اور اُس نے ہاتھ اٹھا کر سب کو واپس جانے کا اشارہ کیا۔ تہ خانے میں موجود سارے مسلح افراد انھی دروازوں سے واپس چلے گئے جن سے اندر داخل ہوئے تھے۔

"اب میں اصل فارمولے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" کچھ دیر بعد اوشیل میکائیل نے ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔ "اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"بہت آسان طریقہ ہے مسٹر اوشیل۔" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "طے شدہ رقم سے دُگنی رقم ادا کیجیے اور اصل فارمولے حاصل کر لیجیے۔"

اوشیل چونک پڑا۔ "کیا کہہ رہے ہو تم؟" اُس نے بے یقینی سے کہا۔ "اس کا مطلب سمجھتے ہو؟"

"بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں مسٹر اوشیل! ہمارے درمیان پچاس ملین ڈالر معاوضہ طے ہوا تھا۔ تمھاری اس بے ہودگی کی سزا کے طور پر ہم نے یہ رقم دُگنی کر دی ہے۔ کُل معاوضہ بڑھ کر سو ملین ڈالر ہو گیا ہے جس میں سے پچیس ملین ڈالر تم پہلے ہی ادا کر چکے ہو۔ مزید پچھتر ملین ڈالر ادا کرو اور فارمولے حاصل کر لو۔"

"نہیں نہیں، ایسا مت کہو۔ پلیز! ایسا مت کہو۔" اوشیل میکائیل گڑگڑانے لگا۔

"کیوں نہ کہیں مسٹر میکائیل۔" تہذیب زہریلے لہجے میں بولی۔ "تم نے جو کمینگی کی ہے اس کے عوض یہ بہت حقیر سی رقم ہے اور یہ تمھیں ہر حال میں ادا کرنا پڑے گی۔"

یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اوشیل میکائیل کے جسم سے پورا خون نچوڑ لیا ہو۔ "مم... میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھ سے واقعی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ میں بددیانتی کا مرتکب ہوا ہوں۔ میں لالچ کا شکار ہو گیا تھا لیکن تم لوگوں نے جہاں مجھ پر اتنے احسانات کیے ہیں وہاں ایک یہ احسان اور کر دو۔ مجھے معاف کر دو۔"

"ہرگز نہیں۔" تہذیب نے بڑی سختی سے کہا۔ "تم جیسا شخص سزا کا مستحق ہے تاکہ آئندہ تم کسی کے ساتھ بدعہدی نہ کرو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔" اوشیل میکائیل گلوگیر آواز میں بولا۔ "آئندہ کسی کے ساتھ بھی بدعہدی نہیں کروں گا۔"

"اگر یہ نقلی ڈی فوسٹر نہ ہوتا اور یہ فارمولے اصلی ہوتے تو کیا تم ہمیں زندہ چھوڑتے اوشیل؟" میں نے کہا۔ "اب جو کچھ تم نے کیا ہے اُسے بھگتو گے بھی تم ہی۔"

"یہ میرے لیے بہت بڑی سزا ہے۔ میں تباہ ہو جاؤں گا، برباد ہو جاؤں گا۔"

"ہمیں تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہمیں تو صرف رقم سے غرض ہے۔" تہذیب نے سنگدلی سے کہا۔ "اسے حرفِ آخر سمجھو۔"

"نہیں پلیز نہیں۔" اوشیل میکائیل گڑگڑایا۔ "یہ بہت بڑی رقم ہے، بہت بڑی دولت ہے۔ اسے ذہن سے نکال دو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تو پھر فارمولوں کو بھی ذہن سے نکال دو۔" میں نے کہا۔ "فارمولوں کا حصول صرف اس رقم کی ادائیگی کے ساتھ مشروط ہے۔"

"اتنے سنگدل نہ بنو۔ کیا اس رقم میں تھوڑی بہت رعایت بھی نہیں ہو سکتی؟"

"تم خوش قسمت ہو اوشیل کہ سزا کے طور پر تمھیں صرف ایک حقیر سی رقم ادا کرنا پڑ رہی ہے ورنہ تمھاری جان کے لالے بھی پڑ سکتے تھے۔"

"جس رقم کو تم حقیر قرار دے رہے ہو وہ اتنی ہے کہ کئی پشتوں کے لیے کافی ہو سکتی ہے۔"

"گویا تم رقم ادا کرنے کے موڈ میں نہیں ہو۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "اس کا مطلب ہوا کہ ہمیں فارمولے فروخت کرنے کے لیے مجبوراً کسی اور سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔"

"تمھارا جو جی چاہے کرو لیکن میں اتنی بڑی رقم ہرگز ادا نہیں کروں گا۔" اوشیل نے بے جان سے لہجے میں کہا۔ وہ آخر وقت تک بھاؤ تاؤ کے موڈ میں تھا۔ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ رقم تو اُس کا باپ بھی ادا کرے گا۔ وہ فارمولے اُس کے لیے اتنے ہی اہم تھے کہ انھیں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا تھا لیکن یہودی تھا۔ کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح تھوڑا بہت فائدہ ہی ہو جائے۔

"میرے خیال میں سودے بازی کے لیے محفوظ ترین پارٹی ہاروت راٴبیل ہو گا۔" میں نے اوشیل میکائیل کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "وہ ہمیں اس سے دُگنی رقم بھی ادا کر دے گا۔"

"نہیں۔" اوشیل میکائیل نے بڑے کرب سے کہا۔ "مجھ سے ایسی باتیں مت کرو۔ میں سوچنے کے لیے کچھ مہلت چاہتا ہوں۔"

"مہلت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "تمھیں کسی فیصلے پر پہنچنے کے لیے زیادہ سے زیادہ بیس گھنٹے کی مہلت دی جا سکتی ہے۔"

"لیکن اس دوران تم یہاں سے باہر نہیں جا سکو گے۔ میرے کسی فیصلے پر پہنچنے تک تمھیں یہیں رہنا ہو گا۔"

"ہمیں یہاں سے جانے کی کوئی جلدی بھی نہیں ہے اوشیل۔" میں نے کہا۔ "لیکن خیال رہے کہ بیس گھنٹے بعد حالات کی تمام تر ذمے داری تم پر ہو گی۔"

اوشیل میکائیل نے کوئی جواب نہیں دیا اور ایک جھٹکے کے ساتھ اُٹھ کر تہ خانے سے چلا گیا۔ جاتے وقت وہ مائیکرو فلمیں اپنے ساتھ لے جانا نہیں بھولا تھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے جناب۔" زاہر نے کہا۔ "میں تو آپ لوگوں کی زندگی کی طرف سے مایوس ہی ہو گیا تھا۔"

"مایوسی گناہ ہے زاہر۔" میں نے کہا۔ "تمھاری خدمات اسی لیے تو حاصل کی گئی تھیں کہ حالات پر ہمارا کنٹرول رہے۔"

"اوشیل اپنے ساتھ مائیکرو فلمیں کیوں لے گیا ہے علی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"وہ کاروباری آدمی ہے تہذیب! کوئی فیصلہ کرنے سے قبل یہ اطمینان ضرور کرے گا کہ مائیکرو فلمیں کہیں اصل فارمولوں ہی کی تو نہیں ہیں۔"

"یہاں تو اب کوئی بھی نہیں ہے جناب۔" زاہر نے کہا۔ "یہاں سے نکلنے کی کوشش کیوں نہ کریں۔"

"ضرور کرو زاہر۔" میں نے کہا۔ "لیکن مجھے یقین ہے کہ یہاں سے نکلنا ممکن نہیں ہو گا۔ اوشیل نے ہمارے فرار کی ساری راہیں مسدود کر رکھی ہوں گی۔"

"میں کوشش کر کے دیکھتا ہوں جناب۔" زاہر نے کہا اور اُٹھ کر تہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں اور تہذیب دلچسپی سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ آدھے گھنٹے تک زاہر کی کوششیں جاری رہیں اور اس کے بعد تھک ہار کر وہ واپس آ گیا۔ "آپ ٹھیک کہہ رہے تھے جناب۔" اُس نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔ "واقعی یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

مجھے بہت خوشی ہے زاہر کہ تم نے آنکھ بند کر کے میری بات پر یقین نہیں کر لیا۔ ایک ایجنٹ کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔"

زاہر نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو ایک بات پوچھوں جناب۔"

"آئندہ کے لیے یاد رکھو کہ تمھیں کوئی بات پوچھنے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"شکریہ جناب۔" زاہر نے کہا۔ "میں یہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ جب آپ نے مجھے آنکھ بند کر کے یقین نہ کرنے کی تلقین کی ہے تو خود آپ نے اپنے اندازے پر کیسے یقین کر لیا؟"

"اس کا جواب بہت آسان ہے زاہر! اگر مجھے یہاں سے نکلنا ہوتا تو میں کبھی یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھا رہتا۔"

"تو پھر آپ نے یہ بات مجھے پہلے ہی کیوں نہیں بتلا دی۔" زاہر نے حیران ہو کر پوچھا۔

"تاکہ اپنے اس اندازے کی تصدیق کر سکوں کہ فرار کی راہیں مسدود کی جا چکی ہیں۔"

"اوہ۔" زاہر نے کہا اور تفہیمی انداز میں سر ہلانے لگا۔ "لیکن جناب۔" اُس نے دفعتاً چونک کر کہا۔ "بڈ باہر موجود ہے۔ اُس کا کیا ہو گا؟"

"اب تک وہ واپس جا چکا ہو گا۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "اُسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ اگر چوبیس گھنٹے تک ہم اُس سے رابطہ قائم نہ کریں تو وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس عمارت پر چڑھائی کر دے۔"

"لیکن یہ ہدایات ہم نے محض احتیاطاً ہی دی تھیں۔" میں نے کہا۔ "اب اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ اس کی ضرورت پیش آئے۔"

"بیس گھنٹے اس تہ خانے میں گزارنا تو بہت مشکل ہو گا علی۔" تہذیب نے کہا۔

"ضروری تو نہیں ہے کہ بیس گھنٹے ہی لگیں۔ اوشیل کی واپسی اس سے قبل بھی ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیسے؟" تہذیب نے چونک کر پوچھا۔

"وہ صرف فارمولوں کی فلمیں چیک کرانے گیا ہے۔ جیسے ہی اُسے یقین ہو جائے گا کہ فارمولے نقلی ہیں، وہ اپنا فیصلہ سنانے دوڑا چلا آئے گا۔"

میرا خیال درست ثابت ہوا۔ کوئی چھ گھنٹے بعد اوشیل میکائیل تہ خانے میں داخل ہوتا نظر آیا۔ وہ بڑا بھنایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اُس نے آتے ہی مائیکرو فلمیں میرے سامنے میز پر پھینک دیں۔

"ان سب میں بوگس تحریریں بھری ہوئی ہیں۔" اُس نے بڑے غصّے کے عالم میں کہا۔

"تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟" میں متحیرانہ لہجے میں بولا۔ "یہ بات تو ہم نے تمھیں پہلے ہی بتا دی تھی۔"

مجھے تمھاری اس بات پر یقین نہیں تھا کہ ان فلموں میں اصلی فارمولے نہیں ہیں۔"

"یہ سراسر تمھاری اپنی غلطی تھی جس کے لیے تم ہمیں موردِ الزام نہیں ٹھہرا سکتے۔" تہذیب نے کہا۔

"فضول باتوں سے گریز کرو اوشیل اور کام کی بات کرو۔" میں نے کہا۔ "رقم کی ادائیگی کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"رقم کل دن کے گیارہ بجے تک ادا کر دی جائے گی۔ ادائیگی کس شکل میں کی جائے؟"

"ادائیگی کی صورت وہی ہو گی جس میں ہم نے ایڈوانس وصول کیا تھا لیکن خیال رہے کہ یہ رقم ایڈوانس کی رقم سے تین گنا ہو گی۔"

"مجھے معلوم ہے۔" اوشیل نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اصل فارمولے کہاں ہیں؟"

"جہاں بھی ہیں بڑی حفاظت سے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اُن کی فکر میں تمھیں دُبلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں اُنھی کے عوض تو اتنی خطیر رقم ادا کر رہا ہوں۔ اصل فارمولے میرے حوالے کر دو۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو اوشیل۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "جو کچھ تم کر چکے ہو اس کے بعد بھی تم میں اتنی جرأت موجود ہے کہ ادائیگی سے قبل فارمولے طلب کر رہے ہو۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ کہ فارمولے مجھے کب ملیں گے؟"

"جب گوٹے بل کے بینک سے رقم کی وصولیابی کی رسید ہمیں موصول ہو جائے گی۔"

"لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ اصل فارمولے تمھاری تحویل میں ہیں؟" اوشیل نے جرح کی۔

"کوئی ثبوت نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تمھیں ہماری زبان پر یقین کرنا ہو گا۔"

"جب تم کوئی ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہو تو میں تمھیں رقم کی ادائیگی کیوں کروں؟"

"مت کرو۔ ہم تمھیں کسی بات کے لیے مجبور تو نہیں کر رہے۔ ہاروت راٴبیل ہمیں ہاتھوں ہاتھ لے گا۔"

"اُس خبیث کا نام مت لو میرے سامنے۔" اوشیل میکائیل نے غصّے سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہم تو کسی بھی خبیث یہودی کا نام لے کر اپنی زبان ناپاک نہیں کرنا چاہتے لیکن کیا کیا جائے مجبوری ہے۔"

اوشیل میکائیل مجھے گھورنے لگا مگر اُس نے کچھ کہا نہیں۔ چند لمحے بعد بولا۔ "رقم کی ترسیل کے کاغذات تمھارے حوالے کر کے میں تم سے اصل فارمولے لے لوں گا۔"

"تم نے خود کو ذرّہ برابر رعایت کا مستحق بھی نہیں چھوڑا ہے اوشیل! پہلے یہ ممکن تھا لیکن اب یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک رقم کی وصولیابی کی رسید نہ مل جائے تمھیں اصل فارمولوں اور ڈی فوسٹر کی ہوا بھی نہیں لگنے دی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" اوشیل نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "جہاں میں نے اتنا انتظار کیا ہے وہاں تھوڑا سا صبر اور کر لوں گا۔"

"اب آئے ہو نا راہ پر۔" میں نے کہا۔ "ویسے تم بے فکر رہو، سارے معاملات طے ہونے تک ہم یہیں قیام کریں گے۔"

اوشیل میکائیل کے چہرے پر میری بات سُن کر قدرے بحالی کے آثار پیدا ہوئے۔ "لیکن تمھارے وہ ساتھی. . ." اُس نے تشویشناک لہجے میں کہنا چاہا لیکن میں نے اُس کی بات کاٹ دی۔

"اُن کی طرف سے بے فکر رہو۔ میں فون پر اُنھیں تازہ ہدایات جاری کر دوں گا۔"

"آؤ میں تمھیں تمھارے کمروں تک پہنچا دوں۔" اوشیل میکائیل نے کہا اور ہمیں تہ خانے سے باہر لے آیا۔

مجھے اور تہذیب کو ایک کمرا ملا تھا جبکہ زاہر کو ہمارے برابر والا کمرا دیا گیا تھا۔ کمرے میں فون موجود تھا۔ میں نے موقع ملتے ہی بڈ کو فون کر دیا۔ وہ ہوٹل میں اپنے کمرے میں موجود ملا تھا۔ میں نے اُسے بتا دیا کہ حالات معمول پر ہیں۔ ممکن ہے مزید ایک آدھ روز تک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہم واپس نہ آسکیں لہٰذا ہمارے اگلے پیغام کا انتظار کرے۔

اوشیل میکائیل نے ہمیں معزز مہمانوں کی طرح رکھا تھا۔ تمام ملازمین کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ ہر طرح سے ہمارا خیال رکھیں۔ اس کے سارے کس بل نکل چکے تھے اور وہ بالکل سیدھا ہو گیا تھا لیکن ہمیں محتاط رہنا تھا۔ وہ اپنی فطری کمینگی تو ظاہر کر ہی چکا تھا اس لیے اس سے کسی بھی حرکت کی توقع کی جا سکتی تھی۔ یہ اطمینان بہرحال تھا کہ جب تک اصل فارمولے اس کے ہاتھ نہیں لگ جاتے وہ ہمارے خلاف کچھ نہیں کر سکے گا اور ڈی فوسٹر کے بارے میں تو میرے، تہذیب اور بڈ کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ اب اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔

مجھے اوشیل میکائیل کی طرف سے اور کوئی خطرہ تو نہیں تھا لیکن یہ اندیشہ بہرحال تھا کہ اس نے اس کمرے میں ایسے آلات نہ چھپا رکھے ہوں جو اس تک اس کمرے میں ہونے والی گفتگو پہنچا سکیں۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ ہمارے حق میں سب سے زیادہ خطرناک بات ہو سکتی تھی۔ اس لیے کہ ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سن کر وہ ان حقائق سے واقف ہو سکتا تھا جو ہمارے علاوہ کسی کے علم میں بھی نہیں تھے اور جن کا اس کے علم میں آنا ہمارے لیے ہلاکت خیز ثابت ہو سکتا تھا۔ مثلاً یہ کہ ڈی فوسٹر مر چکا ہے اور یہ کہ اصل فارمولے میں نے اپنے جوتے کی ایڑی میں چھپا رکھے ہیں۔

یہ سب کچھ سوچ کر میں نے اشارے سے تہذیب کو اپنے قریب بلایا اور اس کے کان سے منہ لگا کر انتہائی دھیمی آواز میں کہا۔ "مجھے شبہ ہے جان کہ اس کمرے میں کی جانے والی گفتگو کہیں اور بھی سنی جا سکتی ہے اس لیے ہم جو بھی گفتگو کریں گے وہ ہمارے مشن سے غیر متعلق ہو گی۔"

تہذیب نے سر کو اثباتی جنبش دی اور صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔

"بہت عرصے بعد ایسی تنہائی میسر آئی ہے۔" میں نے بلند آواز میں کہا۔ "اور تم اتنی دور جا کر بیٹھ گئیں۔"

تہذیب نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "مت بھولو کہ ہم اس وقت کسی اور کی قید میں ہیں۔" اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں، تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم قید میں نہیں ہیں بلکہ معاہدہ تکمیل کو پہنچنے تک یہاں مہمان ہیں۔"

"مجھے اوشیل میکائیل سے اس حرکت کی توقع نہیں تھی جو اس نے ہمارے ساتھ کی۔" تہذیب نے کہا۔

"میں خود حیران رہ گیا تھا۔ اسے کسی حال میں بھی بدعہدی کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"خاص طور پر اس صورت میں کہ اس کا واسطہ گرین پول سے تھا۔ اسے معلوم ہے کہ گرین پول کا اوّلین اصول دیانت داری ہے اور اس نے آج تک اپنے کسی بھی مؤکل کے ساتھ دھوکا نہیں کیا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو تہذیب مالکم ایکس۔ جو دھوکا دینے کے عادی نہیں ہوتے وہ دھوکا کھانے کے روادار بھی نہیں ہوتے۔"

"خیر اس نے جو کچھ کیا اس کا خمیازہ بھی اسی کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اگر اس نے یہ حرکت نہ کی ہوتی اور شرافت سے بقیہ رقم ادا کر دی ہوتی تو اس وقت ڈی فوسٹر اصل فارمولوں سمیت اس کے قبضے میں ہوتا۔"

"اب کیا ارادہ ہے تہذیب! رقم کی ادائیگی کے بعد فارمولے اس کے حوالے کرنے ہیں یا اسے مزید سزا دینی ہے؟"

"اسے اس کے کیے کی سزا مل چکی ہے لہٰذا جیسے ہی وہ ادائیگی کر دے گا فارمولے اس کے حوالے کر دیے جائیں گے۔"

"لیکن میں تمھارے ذہن رسا کا قائل ہو گیا۔" میں نے بائیں آنکھ دبا کر شرارت آمیز انداز میں کہا۔ "اگر تم نے جعلی فارمولے نہ تیار کر لیے ہوتے تو اس وقت ہم اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکے ہوتے۔"

تہذیب مسکرائی۔ "یہ سب کچھ بہت ضروری تھا۔" اس نے بھی جواباً بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "اس وقت تو تم میرے اقدامات کی مخالفت کر رہے تھے۔ اب تمھارا کیا خیال ہے؟"

"اگر ہم کسی قابل ہوتے تو میڈم ایکس کی جگہ پر نہ ہوتے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "واقعی تم نے اس وقت جو کچھ کیا تھا وہ بہت ضروری تھا۔"

"تم کئی بار میری جگہ لینے کی کوشش کر چکے ہو۔ اب تمھیں اندازہ ہوا کہ طاقت ذہانت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

"بالکل اندازہ ہو گیا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمھاری ذہانت کو سلام کرتا ہوں۔"

"ایسے نہیں۔" تہذیب نے کہا۔ "عہد کرو کہ آئندہ کبھی میری جگہ لینے کی کوشش نہیں کرو گے اور میرے نائبِ خصوصی کی حیثیت سے ہی کام کرتے رہو گے۔"

"میری توبہ جو آئندہ ایسا خیال بھی ذہن میں لاؤں۔" میں نے کان پکڑ کر کہا۔ "مجھے تو بس تم اپنے قدموں میں جگہ دے دو۔"

"قدموں میں جگہ دی جا سکتی ہے۔" تہذیب نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شہد سی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

"میں اس اعزاز کے لیے مادام ایکس کا بے حد مشکور ہوں۔" میں نے کہا اور اٹھ کر تہذیب کے پیروں کے پاس جا بیٹھا۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو؟" تہذیب مجھے واقعی اپنے قدموں میں بیٹھتے دیکھ کر بوکھلا گئی۔

"ماضی میں، میں نے کئی بار تمھاری جگہ لینے کی کوشش کر کے تمھیں جو کچھ تکلیف پہنچائی ہے اس کا ازالہ کر رہا ہوں۔" میں نے گلوگیر آواز میں کہا۔ مگر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "مجھے اپنے قدموں میں پڑا رہنے دو تہذیب مالکم ایکس۔"

"تمھاری جگہ میرے قدموں میں نہیں میرے برابر ہے۔" تہذیب نے کہا اور میں ہنستا ہوا اٹھ کر اس کے برابر صوفے پر بیٹھ گیا۔

سائیڈ ٹیبل سے رائٹنگ پیڈ اٹھا کر میں نے اس پر لکھا۔ "بظاہر تو یہاں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آتی تہذیب جس سے شبہ ہو کہ اوشیل ہماری گفتگو سن سکے گا۔"

"اس کے باوجود ہم محتاط رہیں گے۔" تہذیب نے میرے ہاتھ سے بال پوائنٹ لے کر لکھا۔

"تمھارا خیال درست ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ اوشیل میکائیل کے ساتھ کیا سلوک کرنے کا ارادہ رکھتی ہو؟"

"اس کم بخت کا زندہ رہنا ہمارے لیے خطرناک ہوگا۔" تہذیب نے کہا۔

"ممکن ہے وہ کوئی نئی چال چلنے کی تیاریاں کر رہا ہو؟"

"فی الوقت تو اس کے امکانات ذرا کم ہی نظر آتے ہیں۔ فارمولے حاصل کیے بغیر وہ ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی ہمت نہیں کرے گا۔"

"تو کیا خیال ہے رقم کی وصولی کی رسید لے کر اسے یہیں قتل کر کے نکل چلیں؟"

"اس بارے میں ابھی کوئی فیصلہ کرنا قبل از وقت ہوگا۔ معلوم نہیں حالات کیا کروٹ اختیار کریں۔ جیسے حالات ہوں گے اس کے مطابق عمل کر لیں گے۔"

میں نے سر ہلا کر تہذیب سے متفق ہونے کا اظہار کیا اور جس کاغذ پر ہم نے لکھا تھا اسے جلا کر راکھ غسل خانے میں بہا دی۔ احتیاطاً پیڈ کے مزید دو تین کاغذ اور جلا دیے تاکہ سادہ صفحات پر تحریر کا کوئی نشان باقی نہ رہ جائے جسے پڑھا جا سکے۔

وہ رات اور اس سے اگلا دن اور رات ہم نے اوشیل میکائیل کے مہمان کے طور پر سکون سے گزارے۔ ملازمین ہماری ضروریات کا پوری طرح خیال رکھ رہے تھے جبکہ اوشیل میکائیل دکھائی نہیں دیا تھا۔ ہم نے بھی اس کے بارے میں کسی سے پوچھنے کی زحمت نہیں کی۔ گوٹے ہل کے بینک سے رقم کی وصولیابی کی رسید آنے میں کچھ وقت تو لگنا ہی تھا۔

تیسرے روز صبح ہی صبح ہمیں طعام گاہ میں لے جایا گیا جہاں کھانے کی میز پر اوشیل میکائیل بھی موجود تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ عجیب سے انداز میں مسکرایا اور اس نے ایک فائل نکال کر ہمارے سامنے رکھ دی۔ "یہ لو، میں نے رقم جمع کرا دی ہے۔ کاغذات چیک کر لو۔" اس نے کہا۔

"رقم تو پوری جمع کرائی ہے نا اوشیل؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کاغذات گواہی دیں گے کہ میں نے پورے پچھتر ملین ڈالر ہی جمع کرائے ہیں۔"

"دراصل تم سے ڈر ہی لگتا ہے۔ تم بزنس مین ہو نا اور تمھارے تجارتی نظریات ذرا مختلف قسم کے ہیں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اوشیل میکائیل کا چہرہ مارے خفت کے سرخ ہو گیا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اس بات کا فیصلہ کیسے ہوگا اوشیل کہ یہ کاغذات جعلی نہیں ہیں؟" تہذیب نے کہا۔

"تمھیں اختیار ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جا کر ان کاغذات کی تصدیق کرا آئے لیکن تصدیق ہونے تک بقیہ دو افراد کو یہیں رکنا ہوگا۔"

"لیکن اوشیل!" میں نے کہا۔ "اس کام میں تو کئی دن لگ جاتے ہیں۔ تم نے ایک ہی دن میں یہ سارا کام کیسے کر لیا؟"

"مجھ پر بلاوجہ شبہ مت کرو۔" اوشیل نے ناگواری سے کہا۔ "میں نے رقم بہت ارجنٹ طریقے سے بھیجی ہے اور اتنی جلدی رسیدیں منگوانے میں مجھے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ محض اس معاملے کی اہمیت کے پیشِ نظر میں نے اتنی جلدی کی ہے ورنہ یہ اتنا آسان کام نہیں تھا۔"

"اسی لیے تو مجھے حیرت ہو رہی ہے مسٹر اوشیل۔" میں نے کہا اور فائل کھول کر اپنے سامنے رکھ لی۔ رسیدوں کی جانچ پڑتال میں نے بہت باریک بینی سے کی اس لیے کہ اس کم بخت سے کسی بھی دھوکے بازی کی توقع کی جا سکتی تھی۔ کاغذات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرنے کے بعد میں نے فائل تہذیب کی طرف بڑھا دی۔ تہذیب کے بعد زاہر نے بھی کاغذات چیک کیے۔

اوشیل میکائیل خاصی بے چینی سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ "کاغذات کے اصلی ہونے کی تصدیق کرنے کے لیے تم میں سے کون جائے گا؟" اس نے پوچھا۔

"بظاہر تو ان کاغذات میں کوئی گڑبڑ نہیں معلوم ہوتی۔" میں نے کہا۔ "تاہم اس ضمن میں حتمی فیصلہ میڈم ایکس ہی کریں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "کاغذات اصلی ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسٹر اوشیل سے یہ توقع بھی نہیں کی جا سکتی کہ انھوں نے مزید کوئی حماقت کی ہو گی۔"

"یعنی آپ ان کاغذات سے پوری طرح مطمئن ہیں؟" اوشیل نے بے تابی سے پوچھا۔

"ہاں۔" تہذیب بولی۔ "میں ان کاغذات سے پوری طرح مطمئن ہوں۔"

"گویا اب ہم مطلب کی بات کر سکتے ہیں۔" اوشیل میکائیل نے کہا۔

"تمھارا مطلب ہے کہ اب ڈی فوسٹر اور فارمولے تمھارے حوالے کر دیے جائیں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں" اوشیل نے کہا۔ "اب تو میں نے جرمانے کی رقم بھی ادا کر دی ہے۔"

"کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو۔" تہذیب کچھ سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ مال یہیں منگوا دیا جائے یا تم ہمارے ساتھ چلو گے؟"

"مناسب تو یہی رہے گا کہ وہ چیزیں آپ یہیں منگوا لیں۔" اوشیل میکائیل بولا۔

"بالکل منگوا دیتے اوشیل! لیکن مشکل یہ ہے کہ اس کام کے لیے ہمیں خود جانا پڑے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"تو آپ تینوں میں سے کوئی ایک جا کر انھیں لے آئے۔ بقیہ دو آدمی یہیں رک جائیں۔"

"ایسی بھی کیا بے اعتباری مسٹر اوشیل۔" تہذیب مسکرائی۔ "بے فکر رہیں آپ کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں ہوگا۔"

"لیکن اس میں حرج ہی کیا ہے؟" اوشیل میکائیل نے اصرار کیا۔ "فارمولے اور ڈی فوسٹر کو لانے کے لیے ایک آدمی بھی بہت کافی ہے۔"

"یہی تو مشکل ہے مسٹر اوشیل۔" تہذیب طویل سانس لے کر بولی۔ "ڈی فوسٹر اور فارمولوں کے حصول کے لیے ہم تینوں کا جانا بہت ضروری ہے۔"

"م... میں سمجھ نہیں سکا کہ اس کی کیا ضرورت ہے؟" اوشیل نے ہکلا کر کہا۔

"ہم تینوں میں سے اگر ایک بھی فرد کم ہوا تو نہ تو ڈی فوسٹر مل سکے گا اور نہ فارمولے۔" تہذیب نے کہا۔ "ہم نے اس سلسلے میں بہت سخت ہدایات جاری کی تھیں۔"

"اگر تم تینوں کا ہی جانا ضروری ہے تو کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ میں بھی تمھارے ساتھ ہی چلوں؟"

تہذیب نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ میں نے تہذیب کی نگاہوں کا مطلب سمجھتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ مسٹر اوشیل میکائیل اگر صبر نہیں کر سکتے تو انھیں بھی اپنے ساتھ لیے چلتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "ہم آپ کو بھی ساتھ لے چلیں گے لیکن آپ کو تنہا چلنا ہوگا۔"

اوشیل میکائیل کے چہرے پر بدحواسی کے آثار ابھرے۔ "لیکن میں اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو بھی لے جانا چاہتا ہوں۔" اُس نے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" تہذیب کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ "اصولی طور پر تو ہمیں آپ کو بھی اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہیے — ہم نے اس کی اجازت دے دی یہی بہت کافی ہے۔"

اوشیل میکائیل بوکھلایا ہوا نظر آنے لگا۔ "جن لوگوں کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا وہ میرے اعتبار کے آدمی ہیں۔"

"لیکن ہم اسے پسند نہیں کریں گے مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے دوٹوک انداز میں کہا۔ "کیا آپ کو ہم پر اعتبار نہیں ہے؟"

"م... میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" اوشیل گڑبڑا گیا۔ "مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے۔"

"تو پھر آپ یہیں ہمارا انتظار کیوں نہیں کر لیتے؟" تہذیب نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "آپ کی امانت آپ کو پہنچ جائے گی۔"

"تم تو جانتے ہو اوشیل کہ رقم کی وصولی کے بعد ہمیں نہ تو ڈی فوسٹر سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی فارمولوں سے۔" میں نے کہا۔ "لہٰذا گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"ٹ... ٹھیک ہے۔ میں تنہا ہی چلتا ہوں۔" اوشیل نے گھبرا کر کہا۔ "لیکن میں ڈی فوسٹر کو کیسے قابو میں کروں گا؟"

"اوہ! تو آپ اس وجہ سے پریشان ہو رہے تھے۔" تہذیب نے کہا۔ "بے فکر رہیے۔ اُسے بے ہوشی کی حالت میں آپ کے حوالے کیا جائے گا مگر شرط یہی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تنہا چلیں گے۔"

"اگر اُسے بحالتِ بے ہوشی میرے حوالے کیا جائے گا اور اسے یہاں لانے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوگی تو مجھے تمھارے ساتھ تنہا چلنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"دراصل ہمارے اپنے کچھ اصول ہیں جن پر ہم بہت سختی سے عمل پیرا رہتے ہیں اسی لیے یہ تاکید بھی کرنا ضروری ہے کہ آپ کا کوئی آدمی ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش بھی نہیں کرے گا۔" تہذیب نے کہا۔ "اگر آپ نے اس قسم کی کوئی بھی حماقت کرنے کی کوشش کی تو یہ پہلے سوچ لیجیے گا کہ اس کے نتیجے میں آپ کو ڈی فوسٹر اور فارمولوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے۔"

اوشیل میکائیل کے تھوک نگلنے کی آواز میں نے صاف سُنی۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے تھرتھراتی سی آواز میں کہا۔ "مجھے یہ شرط بھی منظور ہے۔ میرا کوئی آدمی تعاقب بھی نہیں کرے گا۔"

"آپ سمجھدار ہیں مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے سر ہلا کر کہا۔ "آپ نے تعاون کیا تو بہت جلد فارمولوں کے مالک بن جائیں گے۔"

اوشیل میکائیل خاموشی سے اُٹھ گیا۔ اُس نے تیار ہو کر آنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔

"ہم کس طرح چلیں گے؟" اُس نے پوچھا۔ "میں اپنی کار نکلواؤں یا کسی اور طرح چلنا ہے؟"

"ہم آپ کی کار پر ہی چلیں گے مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن آپ کار خود ڈرائیو کریں گے۔ ڈرائیور کو بھی ساتھ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اوشیل میکائیل کا چہرہ بجھ کر رہ گیا مگر اُس نے ڈرائیور کو ساتھ لینے کے لیے اصرار نہیں کیا۔ غالباً اُس کا ارادہ یہ تھا کہ ڈرائیور کے روپ میں اپنے کسی خطرناک آدمی کو ساتھ لے لے گا۔

دس منٹ بعد ہم اوشیل میکائیل کی کار میں پیرس کی سڑکوں پر سفر کر رہے تھے۔ کار اوشیل میکائیل خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ تہذیب اُس کے برابر بیٹھی اُسے راستے بتا رہی تھی جبکہ میں اور زاہر پچھلی نشست پر تھے۔

اوشیل میکائیل کے بارے میں ہم نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اُس کی زندگی اب فضول ہے لیکن اُسے ٹھکانے لگانے کے طریقۂ کار کے بارے میں میرے اور تہذیب کے درمیان کوئی حتمی طریقہ طے نہیں ہو سکا تھا۔ اب یہ کام تہذیب کے سر آ پڑا تھا۔ مجھے کچھ کچھ اندازہ تھا کہ اُس کے ذہن میں کیا طریقہ ہے۔

کار تہذیب کی بتائی ہوئی سڑکوں پر دوڑتی ہوئی بتدریج شہر سے باہر کی طرف جا رہی تھی۔

"یہ... یہ تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟" اوشیل میکائیل نے کہا۔ "اب تو شہر کی حدود بھی ختم ہو گئیں۔"

"ہم نے تم سے یہ تو نہیں کہا تھا کہ ہماری منزل شہر کے اندر ہی ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"کہیں تم تعاقب کا اندازہ کرنے کے لیے تو مجھے بے مقصد ہی مختلف سڑکوں پر نہیں گھما رہی ہو؟"

"اس کا اندازہ تو ہو چکا اوشیل۔" میں نے کہا۔ "ہمارے تعاقب میں کوئی بھی نہیں ہے۔"

"آخر مجھے معلوم تو ہونا چاہیے کہ اب ہمیں مزید کتنا سفر اور کرنا ہے۔" اوشیل نے جھنجلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا تم گھبرا رہے ہو اوشیل؟" تہذیب نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"نہیں، لیکن مجھے اُلجھن ہو رہی ہے۔" اوشیل بولا۔ "شہر کے بعد اب مضافاتی علاقہ بھی ختم ہونے کو ہے۔ معلوم ہے ہم بائیس میل سفر کر چکے ہیں۔"

"ہمیں تقریباً تین میل مزید سفر کرنا ہوگا مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "واپسی میں پیٹرول تو ختم نہیں ہو جائے گا؟"

"اس کی طرف سے بے فکر رہو۔ ٹنکی فل ہے۔ اس کے علاوہ کار میں پیٹرول کے فاضل ٹن ہر وقت موجود رہتے ہیں۔"

تھوڑی دیر کے لیے کار میں خاموشی چھا گئی پھر اوشیل میکائیل ہی دوبارہ بولا۔ "آپ مجھے کہاں لے جا رہی ہیں میڈم ایکس! اب تو مضافاتی علاقہ بھی پیچھے رہ گیا؟"

"بس مسٹر اوشیل! اس جگہ سے کار سڑک سے نیچے اُتار لیجیے۔" تہذیب نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

"کیا!" اوشیل حیرت سے مُنہ پھاڑ کر رہ گیا۔ "لیکن اس طرف تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"حیرت ہے مسٹر اوشیل! آپ پیرس کے باشندے ہو کر بھی نہیں جانتے کہ اس طرف کیا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"اُس خزانے کو چھپانے کے لیے ایسی ہی جگہ درکار تھی اوشیل جس کی طرف کسی کا بھی ذہن نہ جا سکے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اوشیل نے کہا اور کار سڑک سے نیچے اُتار دی۔ اب کار کچے راستے پر دوڑ رہی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ میل تک تو زمین سخت تھی اس لیے کار آگے بڑھتی رہی لیکن اس کے بعد ریتلا علاقہ شروع ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر کار کی رفتار سست ہوئی اور پھر بالآخر کار رُک گئی۔

"کیا بات ہے مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "آپ نے کار روک کیوں دی؟ ابھی ہماری منزل تو نہیں آئی۔"

"اب کیا اسے ہوائی جہاز بنا دوں؟" اوشیل نے بھنّا کر کہا۔ "اس ریت پر کار کیا خاک چلے گی؟"

"ایسے مقامات پر کار چلانے کے لیے تجربے کی ضرورت ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا بکواس ہے۔" اوشیل میری طرف پلٹا۔ "ریت پر کار کسی طرح بھی نہیں چل سکتی۔"

"چل سکتی ہے مسٹر اوشیل۔" میں نے کہا۔ "اگر آپ کہیں تو میں آپ کو عملی مظاہرہ کر کے دکھا سکتا ہوں۔"

"آؤ۔" اوشیل نے جھنجلاتے ہوئے انداز میں کہا اور دروازہ کھول کر نیچے اُتر گیا۔ اُس کے ساتھ ہی میں بھی کار سے باہر آ گیا لیکن میں اگلی نشست کی طرف بڑھنے کے بجائے خود اُس کی طرف بڑھا تھا۔ اُس نے حیرت سے مجھے دیکھا لیکن قبل اس کے کہ اُس کے مُنہ سے کسی قسم کی کوئی آواز نکلتی میں نے اُس کے کوٹ کی جیب سے پستول نکال لیا۔

"یہ... یہ کیا بدتمیزی ہے؟" اوشیل میکائیل نے خوف اور غصّے سے ملے جُلے لہجے میں کہا۔

"تم بتا سکتے ہو اوشیل کہ یہ پستول تمھاری جیب میں کیا کر رہا تھا؟" میں نے اُس کی بات نظرانداز کر کے کہا۔

"تم میرے ساتھ یہ سلوک کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ میں اس پستول کا مالک ہوں۔ اسے جہاں چاہوں رکھوں۔"

"میں بتا سکتا ہوں اوشیل!" میں نے بڑے مزے سے کہا۔ "دراصل ہمارے پاس تمھیں ہلاک کرنے کے لیے کوئی ہتھیار نہیں تھا۔"

"نہیں نہیں۔" اوشیل نے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلا کر کہا۔ "مجھ سے مذاق مت کرو۔ مجھے خوفزدہ مت کرو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں تمھیں اتنا خوفزدہ کر سکتا ہوں کہ تم خوف کی زیادتی سے مر جاؤ گے تو یقین کرو میں تمھیں قتل کرنے کے لیے کوئی ہتھیلہ نہ استعمال کرتا۔"

"آپ ہی اسے سمجھائیے میڈم ایکس۔" ادشیل نے ملتجیانہ انداز میں تہذیب سے کہا جو کار سے اُتر آئی تھی۔

"بُری بات ہے علی! کسی کو قتل کرنے سے قبل اُسے خوفزدہ کرنا بُری بات ہے۔" تہذیب نے ناصحانہ انداز میں مجھ سے کہا۔ "یاد رکھو نیک کام میں کبھی دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں میڈم ایکس؟" ادشیل خوفزدہ لہجے میں بولا۔ "میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟"

"اپنی طرف سے تو تم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی ادشیل!" تہذیب نے نفرت سے کہا۔ "اگر ہم نے اپنے تحفظ کا بندوبست نہ کر رکھا ہوتا تو کیا تم ہمیں چھوڑ دیتے؟"

"م... میں اپنے کیے کا خمیازہ بُھگت چکا ہوں۔ جتنی بڑی رقم میں نے ادا کی ہے اتنا تاوان تو حکومتیں بھی ادا نہیں کرتیں۔"

"تم اس کے لیے مجبور ہو گئے تھے ادشیل! کاش یہ سب کچھ تم نے اپنی خوشی سے کر لیا ہوتا تو تمھیں یہ وقت نہ دیکھنا پڑتا۔" میں نے کہا۔

"مجھے قتل کر کے تم لوگ بچ نہیں سکو گے۔" ادشیل میکائیل نے پینترا بدلا۔

"کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہو گی ادشیل! اسی لیے تو ہم تمھیں تنہا یہاں لائے ہیں۔" تہذیب بولی۔

"پیرس کی پولیس مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔" اُس نے دھمکی دی۔

میں استہزائیہ انداز میں ہنس پڑا۔ "فرانس کے سیکرٹ ایجنٹوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر تو ہم نے فارمولے اُڑائے ہیں۔ اب پولیس سے بھی دو دو ہاتھ ہو جائیں گے۔"

"تم لوگ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟" ادشیل گڑگڑایا۔ "میری جان لے کر تمھیں کیا مل جائے گا؟"

"تم انتہائی احمق آدمی ہو ادشیل۔" میں نے پستول لہرایا۔ "اپنا آلۂ قتل اپنی جیب میں لے کر گھوم رہے تھے۔ تم جیسے احمق سے ہمیں کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔"

"اگر تمھیں مزید رقم درکار ہے تو میں تمھیں وہ بھی دے سکتا ہوں۔" اُس نے ہمیں لالچ دینے کی کوشش کی۔

"ہم بہت بے وقوف لوگ ہیں ادشیل۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "قناعت پسند بھی ہیں اس لیے جو تھوڑی بہت رقم ہاتھ لگ گئی ہے اسی پر اکتفا کر لیں گے۔"

"میں تمھیں مالا مال کر دوں گا لیکن میری زندگی سے مت کھیلو۔" ادشیل گھگھیایا۔

"سنو مکار یہودی!" میں دانت پیس کر بولا۔ "موت تمھارا مقدر ہو چکی ہے۔ اب کسی بھی حربے سے تم موت سے نہیں بچ سکو گے۔ اپنی آخری خواہش بیان کرو۔"

"میڈم ایکس!" ادشیل رو دینے والے انداز میں بولا۔ "تم تو کہہ رہی تھیں کہ گرین پول اپنی دیانت داری کے لیے مشہور ہے۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اسی کو دیانت داری کہتے ہیں؟"

"میڈم ٹھیک کہہ رہی تھیں ادشیل!" میں نے بھاری آواز میں کہا۔ "گرین پول واقعی اپنی دیانت داری کے لیے مشہور ہے لیکن اب میڈم ایکس گرین پول کی ممبر نہیں ہیں۔ اب وہ علی گروپ کی سربراہ ہیں۔"

"ایلی گروپ!" ادشیل نے علی گروپ کی ٹانگ توڑ دی۔ "یہ بھی تو گرین پول کی کوئی شاخ ہو گی۔"

"نہیں، یہ یہودیوں کی شامتِ اعمال ہے۔" میں نے کہا۔ "اور بدقسمتی سے تم بھی یہودی ہو۔"

"یہودیوں... یہودیوں کی شامتِ اعمال؟ میں اس بات کا مطلب نہیں سمجھا۔" ادشیل نے اٹک اٹک کر کہا۔

"اس بات کا مطلب میں تمھیں بہت اچھی طرح سمجھا دوں گا۔ کبھی علی یار خان کا نام سُنا ہے؟"

یوں محسوس ہوا جیسے ادشیل میکائیل کو کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ "وہی... وہی علی یار خان..."

"ہاں میں وہی علی یار خان ہوں جو اسرائیل کے وجود کے لیے اُسی طرح خطرہ بن کر رہ گیا ہے جس طرح خود اسرائیل کا وجود فلسطینیوں کے لیے۔ جس گروپ کی خدمات تم نے حاصل کی تھیں وہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کی ایک شاخ ہے جسے تہذیب مالکم ایکس نے میرے نام پر قائم کیا ہے۔ تم سے جو رقم وصول کی گئی ہے وہ تمھارے نام نہاد اسرائیل کے خلاف صَرف کی جائے گی۔ بیروت کے کیمپوں میں بے یار و مددگار پڑے ہوئے فلسطینی تمھاری اس دولت کے زیادہ مستحق ہیں ادشیل میکائیل جس دولت پر تم سانپ بنے بیٹھے ہو کبھی اُن کیمپوں کی حالتِ زار جاننے کی ضرورت بھی محسوس کی ہے ادشیل؟ اُن لوگوں کے پاس پہننے کو کپڑے اور کھانے کو خوراک تک نہیں ہے۔ اُنھیں بے گھر کر دیا گیا ہے۔ دودھ پیتے بچے بھوک کی وجہ سے بلک بلک کر مر جاتے ہیں۔ ماؤں کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے اوپر سے اسرائیلی فوج کے مظالم ہیں اور اس پر ستم یہودی لابی کا یہ پروپیگنڈہ ہے کہ اسرائیل غاصب نہیں ہے۔ مظلوم کو ظالم ثابت کیا جا رہا ہے اور ظالم مظلوم بنا ہوا ہے۔ بین الاقوامی پریس پر یہودیوں کا قبضہ ہے، عالمی معیشت پر یہودیوں کا کنٹرول ہے لیکن مظلوم فلسطینی بہترین اسلحے سے لیس

اسرائیلی فوج کے سامنے اپنے حقوق کے لیے سینہ سپر ہیں۔ اُن کے پاس ہتھیار نہیں ہیں لیکن اُن کے حوصلے جوان ہیں۔ تم اندازہ کر سکتے ہو ادشیل کہ وہ صرف پتھروں کے سہارے اپنی جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ صرف اُن کا جذبہ ہے، حق کی جدّوجہد ہے جس کے باعث اُنھوں نے آج تک ہتھیار نہیں پھینکے۔ تم لوگ اپنی تمام تر طاقت اور وسائل کے باوجود اُن کی آواز نہیں دبا سکے اور نہ دبا سکو گے۔ آخری فتح حق کی ہو کر رہے گی۔ طاقت کے جس زعم میں تم لوگ مبتلا ہو وہ بہت جلد ٹوٹ جائے گا۔ تم لوگوں کو فلسطین کی سرزمین چھوڑ کر نکلنا پڑے گا اور یاد رکھو کہ جب تک ایک فلسطینی بھی زندہ ہے اُس وقت تک علی یار خان بھی اُن کی جدّوجہد میں شریک رہے گا خواہ وہ کہیں بھی ہو، ان کے مفادات کے لیے لڑتا رہے گا۔"

ادشیل میکائیل پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ "لیکن میرا قصور کیا ہے؟" اُس نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "کیا میرا جُرم صرف یہ ہے کہ میں یہودی ہوں۔ تم اسی جُرم کی بنا پر مجھے مار ڈالو گے۔ میں تو اسرائیل میں رہتا بھی نہیں ہوں۔"

"بکواس مت کرو ادشیل۔" میں نے درشت لہجے میں کہا۔ "تم علی یار خان کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔ جتنے قریب سے میں نے یہودیوں کو دیکھا ہے کم لوگوں نے دیکھا ہو گا۔ اگر تم اسرائیل میں نہیں رہتے تو کیا ہوا۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ تم اسرائیل کے خلاف ہو۔ مجھے معلوم ہے ادشیل کہ دُنیا بھر کے دولت مند یہودی اسرائیل کی بقا کے لیے اس کی مالی امداد کرتے رہتے ہیں۔ تم لوگوں کی اس دولت پر اسرائیل سے زیادہ مظلوم فلسطینیوں کا حق ہے۔ میں نے یہودیوں کی ناجائز دولت کا صحیح مصرف تلاش کر لیا ہے۔ اب یہ دولت اسرائیل کے خلاف استعمال ہو گی۔"

"تم... تم میری ساری دولت لے لو۔ میں اپنی تمام دولت فلسطینیوں کے نام کر دوں گا۔ اسرائیل سے ناتا توڑ لوں گا۔ تم جو کہو گے وہی کروں گا۔ مجھے مت مارو پلیز، میں تمھیں مالا مال کر دوں گا۔"

میرا لگایا ہوا قہقہہ بہت طویل تھا۔ "موت کو سامنے دیکھ کر تو بڑے بڑے سیدھے ہو جاتے ہیں۔ تم کیا چیز ہو۔"

"م... مجھ پر رحم کرو۔ مجھے مت مارو۔ جو تم کہو گے میں وہی کرنے کو تیار ہوں۔ تمھاری ہر بات مانوں گا۔"

"تم نے اپنی آخری خواہش بیان نہیں کی ادشیل۔" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میں تمھاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ضرور پوری کروں گا۔"

"کک... کون سی خواہش؟"

"تمھارے بعد ہارورڈ مابیل کا نمبر آئے گا۔ تم یہی چاہتے تھے نا کہ امریکا میں اسلحے کی نجی صنعت اُس کی تحویل سے نکل جائے۔ اب تمھاری یہ خواہش بہت جلد پوری ہو جائے گی لیکن افسوس تم اسے دیکھنے کے لیے زندہ نہیں رہو گے۔" میں نے پستول والا ہاتھ بلند کیا۔ ادشیل نے آخری لمحوں میں مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کی تھی مگر گولی اُس کے دل میں پیوست ہو چکی تھی۔ وہ کوئی آواز نکالے بغیر ہی اوندھے مُنہ ریت پر گر پڑا۔

"آؤ تہذیب۔" میں نے پستول ادشیل کی لاش پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "اب یہاں سے نکل چلیں۔"

"اس کار پر ہی کیوں نہ واپس چلے چلیں جناب۔" زاہر نے ہمیں پیدل واپس ہوتے دیکھ کر کہا۔

"پیرس کے لوگوں کے لیے یہ جانی پہچانی کار ہو گی زاہر! اسے استعمال کرنا بے حد خطرناک ہو گا۔"

"تو کیا ہم شہر تک پیدل ہی جائیں گے؟" زاہر نے پوچھا۔

"نہیں زاہر! شہر تک پیدل جانا بہت مشکل ہو گا۔ یہاں سے شہر کا فاصلہ کم از کم پچیس میل تو ضرور ہو گا۔ اگر ہم نے پیدل ہی سفر کرنے کی کوشش کی تو شام ہو جائے گی اور ہم شہر تک پھر بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"لیکن سواری کا انتظام ہونا بھی تو ممکن نہیں ہے جناب! یہ تو بالکل ہی ویرانہ ہے۔"

"ہمیں سڑک تک تو پیدل ہی جانا ہو گا۔" تہذیب بولی۔ "وہاں سے کوئی نہ کوئی ہمیں لفٹ دے ہی دے گا۔"

"میرے خیال میں مناسب یہ ہو گا کہ ہم تینوں افراد علیحدہ علیحدہ سفر کریں۔" میں نے کہا۔ "اب ہمارا ایک ساتھ دیکھا جانا مناسب نہیں ہو گا۔"

میری اس تجویز پر عمل کیا گیا اور ہم تینوں مختلف سمتوں میں چل پڑے۔ ادشیل میکائیل سے وصول کیے ہوئے کاغذات میرے پاس محفوظ تھے۔

کوئی ایک گھنٹے تک پیدل چلنے کے بعد میں سڑک تک پہنچ سکا جہاں سے مجھے ایک کمپنی کی گاڑی میں لفٹ مل گئی۔ وہ گاڑی کسی دوسرے شہر سے آ رہی تھی اور اُس نے مجھے پیرس کی ایک سڑک پر اُتار دیا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد ہوٹل تک پہنچنا کیا مشکل تھا۔ مجھے فوراً ہی ایک ٹیکسی مل گئی جس نے مجھے ہوٹل پہنچا دیا۔

تہذیب کمرے میں موجود تھی اور نہا دھو کر نکھری نکھری نظر آنے لگی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی۔ "بہت دیر کی مہرباں آتے آتے۔" وہ گنگنائی۔

"دیر آید درست آید۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا اور ادشیل سے وصول شدہ کاغذات اُسے دے دیے۔ "ان کاغذات کی حفاظت بے حد ضروری ہے تہذیب! یہی ہماری محنت کا ثمرہ ہیں۔"

"پہلے تم نہا لو۔" تہذیب نے کاغذات لیتے ہوئے کہا۔ "پھر ہم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کھانا کھائیں گے۔ طویل عرصہ ہو گیا سکون سے کھانا کھائے ہوئے بھی۔"

"بڈ حاضر ہو سکتا ہے چیف؟" دروازے کی طرف سے بڈ کی آواز سُنائی دی۔ وہ دروازے سے کمرے میں جھانک رہا تھا۔

"آؤ آؤ بڈ۔" میں نے کہا۔ "بس میں ابھی تمھیں بلوانے ہی والا تھا۔"

"رہنے دو چیف۔" بڈ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "مجھے معلوم ہے یہ سب مُنہ دیکھے کی باتیں ہیں۔ میڈم کے سامنے بڈ بے چارے کی کیا اوقات ہے۔"

"مجھے احساس ہے بڈ کہ ہماری وجہ سے تمھیں خاصی ذہنی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔"

"تین دن سے راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں چیف! اگر اس وقت میڈم اور زاہر نہ آ گئے ہوتے تو میں اس کمبخت اوشیل میکائیل کے خلاف کوئی قدم اُٹھانے ہی والا تھا۔"

"بُری بات ہے بڈ! مرے ہوئے لوگوں کو بُرا بھلا نہیں کہا کرتے۔" میں نے کہا اور بڈ چونک کر تہذیب کو دیکھنے لگا۔

"اوہ! لیکن مجھے میڈم نے کچھ نہیں بتایا۔ بڈ بے چارہ اس قابل ہی کہاں ہے کہ اُسے کسی بات میں شریک کیا جائے۔"

"اتنی مہلت ہی کہاں ملی۔" تہذیب نے کہا۔ "اور پھر تمھیں بھی تو چیف کے بارے میں پوچھنے سے فرصت نہیں مل رہی تھی۔"

بڈ جھینپ گیا۔ "بس کیا کروں، دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ چیف کی شخصیت میں معلوم نہیں کیا بات ہے کہ بڈ کو اُن کے بغیر بے کلی سی محسوس ہونے لگتی ہے۔"

"اچھا بس۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "اب میں بھی ذرا نہا دھو کر تازہ دم ہونا چاہتا ہوں۔ بقیہ باتیں کھانے کی میز پر ہوں گی۔"

"کسے خبر کہ اب کب ملاقات ہوگی۔" بڈ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "میری تازہ ترین محبوبہ میرا انتظار کر رہی ہوگی۔"

"تین روز سے تو تم ہماری فکر میں گھلے جا رہے ہو۔" میں نے بڈ کو گھورا۔ "پھر یہ نئی محبوبہ کہاں سے آ گئی؟"

"ارے تو کیا اب میں عشق بھی نہ کروں۔" بڈ نے بُرا مان کر کہا۔ "یہی تو ایک ایسا کام ہے جو ہر حال میں کیا جا سکتا ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ کوئی میرے عشق کرنے پر قدغن لگائے۔" وہ کچھ سُنے بغیر پیر پٹکتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

کوئی ایک گھنٹے بعد میں تہذیب اور زاہر کے ساتھ ہوٹل کے ڈائننگ ہال کی ایک میز پر بیٹھا تھا۔ کھانے کے دوران گفتگو کا سلسلہ جاری تھا۔

"ہمارے پہلے مشن کی تکمیل ہو چکی ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "اور اس مشن میں ہم نے غیر متوقع کامیابی حاصل کی ہے۔"

"غیر متوقع غالباً تم اس لیے کہہ رہی ہو کہ ہم نے اوشیل میکائیل سے طے شدہ رقم سے دگنی رقم وصول کر لی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہماری کامیابی ہر لحاظ سے غیر متوقع ثابت ہوئی ہے علی۔" تہذیب بولی۔ "فارمولے بھی غیر متوقع طور پر ہی ہمارے ہاتھ لگے ورنہ ڈی فوسٹر کے ساتھ وہ بھی ہمیشہ کے لیے دفن ہو گئے ہوتے۔"

"اگر آدمی کوئی نیک مقصد لے کر اُٹھے تو اُسے ایسی ہی غیر متوقع کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں۔" زاہر نے کہا۔

"کسی حد تک تمھاری بات درست ہے زاہر۔" میں نے کہا۔ "لیکن ایک بنیادی چیز اور بھی ہے جسے ہم طرزِ عمل کا نام دے سکتے ہیں۔ ہم خواہ کتنا ہی نیک مقصد لے کر کیوں نہ اُٹھے ہوں، اگر ہمارا طرزِ عمل درست نہیں ہے تو یا تو کامیابی ذرا مشکل سے ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ سرے سے کامیابی حاصل ہی نہ ہو۔"

"آپ کی بات وضاحت طلب ہے جناب۔" زاہر نے کہا۔ "بات پوری طرح سمجھ میں نہیں آ سکی۔"

"مثال کے طور پر ڈی فوسٹر کا کیس ہی لے لو۔ فارمولوں کے حصول کے لیے کئی پارٹیاں کوشاں تھیں۔ اُن سب کا طرزِ عمل جارحانہ تھا۔ اُنھوں نے تشدد کی پالیسی اپنائی تھی۔ اس کے برخلاف ہم نے مختلف راہ اپنائی۔ اگر ہم بھی انھی کے نقشِ قدم پر چلے ہوتے اور ہم نے بھی ڈی فوسٹر پر تشدد کیا ہوتا تو وہ اپنی جان دے دیتا مگر ہمیں فارمولوں کے بارے میں کچھ نہ بتاتا لیکن محض ہمارا ہمدردانہ رویّہ دیکھ کر اُس نے از خود ہی ہمیں سب کچھ بتا دیا۔"

"میں سمجھ گیا جناب۔" زاہر نے کہا۔ "لیکن کیا انسان کا طرزِ عمل اُس کے بنیادی مقاصد کے ساتھ مشروط نہیں ہوتا؟"

"عام طور پر تو ایسا ہی ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔"

"خیر۔" تہذیب نے کہا۔ "یہ تو بحث طلب بات ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ مستقبل کا کیا پروگرام ہے؟"

"یہ تو طے ہو بھی چکا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اب ہمارا ٹارگٹ اگلا یہودی ہوگا۔"

"یعنی ہاروت رابیل۔" تہذیب نے خوش ہو کر کہا۔ "اسلحے کا امریکی تاجر۔"

"ہاں، اگر ہم نے اُس سے صرفِ نظر کر دیا تو بڑی بے انصافی ہو جائے گی اور تمھیں معلوم ہے کہ میں بے انصافی کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔"

"معلوم نہیں اُس کے کرتوت ابھی تک امریکا کی حکومت کے علم میں آئے یا نہیں؟" تہذیب بولی۔

"آئے ہوں یا نہ آئے ہوں، ہمارے لیے دونوں صورتیں ہی فائدے مند ہیں۔"

"وہ کس طرح؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اگر حکومتِ امریکا اس کی حرکتوں سے لاعلم ہے تو ہم اُسے بلیک میل کر سکیں گے اور اگر اُس کی حرکتیں طشت از بام ہو چکی ہیں تو بھی وہ ان فارمولوں کے حصول کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دے گا۔"

"یعنی یہ بات طے شدہ ہے کہ اب ہماری اگلی منزل امریکا اور آئندہ شکار ہاروت رابیل ہوگا؟"

"ہاں، ہم یہاں سے امریکا کے لیے روانہ ہوں گے۔ وہاں پہنچ کر ہاروت رابیل سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں گے اور فارمولے مع ڈی فوسٹر اُس کے حوالے کرنے کی تجویز پیش کریں گے۔"

"اس کے عوض ہم اُس سے کتنی رقم کا مطالبہ کریں گے علی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"کم از کم اتنی رقم تو ہونی چاہیے جتنی ہم نے اوشیل میکائیل سے وصول کی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ "لیکن کیا اس رقم کے عوض فارمولے بھی اُس کے حوالے کر دو گے؟"

"یہ تو ہماری مرضی پر منحصر ہوگا۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "فارمولے اُس کے حوالے نہ بھی کیے تو کیا فرق پڑ جائے گا؟"

تہذیب ہنس پڑی۔ "یہی کیا کم ہوگا کہ ہم حکومت کی نگاہوں میں اُسے ذلیل نہیں ہونے دیں گے۔"

"صرف ذلیل؟" میں نے تعجب سے کہا۔ "ارے اُس کا پورا کاروبار تباہ ہو جائے گا۔ بجلی کی کرسی الگ اُس کا مقدر بنے گی۔"

"ذلیل ہونے میں یہ ساری چیزیں شامل ہیں علی۔"

"اوشیل میکائیل تو ہمارے لیے بہت تر نوالہ ثابت ہوا لیکن میرا اندازہ ہے کہ ہاروت رابیل بہت ٹیڑھی کھیر ثابت ہوگا۔" میں نے کہا۔

"تب تو اور بھی زیادہ مزہ آئے گا۔" تہذیب چٹخارہ لے کر بولی۔ "تو اس پروگرام پر کب سے عمل درآمد شروع کر رہے ہو؟"

"فوری طور پر۔" میں نے کہا۔ "ہمارے پاس ضائع کرنے کے لیے ایک لمحہ بھی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "میں بڈ کو یہیں بلوا لیتی ہوں تاکہ اُسے ضروری ہدایات دے دی جائیں۔"

"تم نے تو سب کچھ سُن ہی لیا ہے زاہر! اس مُہم میں تم بھی ہمارے ساتھ شریک ہو گے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں جناب! ضرورت پڑنے پر مجھے پھر ڈی فوسٹر کا رول کرنا ہوگا۔"

"ہاں، اب تم ہمارے لیے اتنے ہی اہم ہو گئے ہو جتنی کسی اندھے کے لیے اُس کی لاٹھی اہم ہوتی ہے۔"

بڈ کو بلوانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ ڈائننگ ہال میں داخل ہوتا نظر آیا تھا لیکن تنہا نہیں تھا۔ اُس کے ہمراہ ایک فرانسیسی دوشیزہ بھی نظر آ رہی تھی۔ بڈ کسی مناسب سی میز کی تلاش میں نگاہ دوڑا رہا تھا کہ ہم اُسے نظر آ گئے۔ بڈ نے ہمیں یوں نظر انداز کر دیا جیسے اُس کے لیے ہماری کوئی اہمیت نہ ہو یا جیسے وہ ہمیں جانتا تک نہ ہو۔

"تم نے دیکھا۔" تہذیب نے غصیلے لہجے میں مجھ سے کہا۔ "کتنی بے رُخی سے دوسری میز پر جا کر بیٹھ گیا۔"

"میں دیکھ رہا ہوں، اس وقت وہ مصروف ہے۔ ہمیں اُس سے اتنا زیادہ شاکی نہیں ہونا چاہیے۔"

"تم اُس کی طرف داری کر رہے ہو۔" تہذیب حیرت سے بولی۔ "میں یہ حرکتیں برداشت نہیں کر سکتی۔"

"بہت کار آمد آدمی ہے تہذیب! اگر فرصت کے اوقات میں بے ہودگیاں کرتا ہے تو ہماری صحت پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔"

"ہمیں اس سے کام ہے اور وہ لاٹ صاحب مصروف ہیں۔ میں ابھی جا کر اُس کا دماغ درست کرتی ہوں۔" تہذیب بڑے غصّے کے عالم میں کرسی سے اُٹھی۔

میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "بیٹھ جاؤ تہذیب! میں خود جا کر اُس سے بات کرتا ہوں۔"

میں نے تہذیب کو بٹھا دیا اور خود اُٹھ کر بڈ کی میز کے قریب پہنچ گیا۔ میری آمد پر اُس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ اُس کی ساتھی بھی چونکی تھی لیکن میں نے اُن دونوں پر توجّہ دیے بغیر بڑے اطمینان سے ایک کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔

"معاف کیجیے گا میں آپ کو پہچانا نہیں۔" بڈ نے فرانسیسی میں بڑی شائستگی سے کہا۔ "ویسے بغیر اجازت لیے کسی کی میز پر اس طرح بیٹھ جانا غیر اخلاقی حرکت ہے۔"

"میں تم سے اخلاقیات پر لیکچر لینے نہیں آیا ہوں۔" میں نے انگریزی میں کہا۔ "لیکن یاد رکھو اگر میں نے فرانسیسی بولنی شروع کر دی تو...۔" میرا لہجہ دھمکی آمیز ہو گیا۔

"اوہ! یہ شخص فرانسیسی نہیں جانتا۔ غالباً کوئی غیر ملکی ہے۔" بڈ نے اپنی ساتھی سے کہا۔ "اگر تم اجازت دو تو میں اس سے انگریزی میں دو چار باتیں کر لوں۔"

بڈ کی ساتھی نے سر کی جنبش سے اُسے اجازت دے دی لیکن اُس کی نظریں مجھ پر جمی رہی تھیں۔

"یہ فرانسیسی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں جانتی چیف۔" بڈ نے مجھ سے انگریزی میں کہا۔ "لیکن تم کیوں میرا بیڑہ غرق کر دینے پر تُل گئے ہو۔"

"بیڑہ غرق کرنے پر تُلا ہوتا تو اس وقت فرانسیسی بول رہا ہوتا۔" میں نے بے اعتنائی سے کہا۔ "مجھے اس وقت تم سے کچھ اہم باتیں کرنی ہیں اور غالباً تمھیں فرصت نہیں ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ارے تو کیا وہ اہم باتیں یہیں اس میز پر کرو گے؟" بڈ نے بوکھلا کر پوچھا۔

"اگر تمھاری مصروفیات طویل ہیں تو مجبوراً یہیں بات کرنی پڑے گی۔"

"بالکل طویل نہیں ہیں چیف۔" بڈ نے گھگیا کر کہا۔ "یہ ملازمت کرتی ہے، بڑی مشکل سے لنچ ٹائم میں لے کر آیا ہوں۔ بس مجھے ایک گھنٹے کی اجازت دے دو۔"

"ایک گھنٹے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "ایک گھنٹے بعد میرے کمرے میں آجاؤ۔"

"سیاح ہے بے چارہ۔" میں نے بڈ کو فرانسیسی میں کہتے سُنا۔ "اُسے یہ غلط فہمی ہو گئی تھی کہ میں کوئی گائیڈ ہوں۔"

میں پلٹ کر دیکھے بغیر اپنی میز پر واپس آگیا۔ "اُس نے ایک گھنٹے کی مہلت طلب کی ہے۔" میں نے تہذیب سے کہا۔

"اس کی حرکتیں بے حد تکلیف دہ ہیں۔" تہذیب نے کہا۔ وہ ابھی تک غصّے میں تھی۔ "اس سے تو میں اچھی طرح نمٹوں گی۔"

"کیوں اپنا خون جلا رہی ہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "وہ بہت ڈھیٹ آدمی ہے۔ اُس پر کسی بات کا اثر نہیں ہوگا۔"

اپنے وعدے کے مطابق بڈ ٹھیک ایک گھنٹے بعد میرے پاس پہنچ گیا۔ کمرے میں تہذیب اور زاہر بھی موجود تھے۔

"بیٹھو بڈ۔" میں نے کہا۔ "تمھیں معلوم ہے کہ فرانس میں ہماری آمد کا مقصد پورا ہو چکا ہے اور اب ہمیں امریکا روانہ ہونا ہے۔"

"بڈ کے لیے کیا حکم ہے چیف۔" اُس نے کمال سعادت مندی سے کہا۔ "بڈ کو تو بس حکم دیا کرو۔"

"دراصل میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے روانگی میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ جس قدر جلد ہم یہاں سے نکل جائیں اتنا ہی اچھا ہے۔"

"ہم سب قانونی طریقے سے یہاں آئے تھے چیف! اب یہاں سے روانگی ہمارے لیے کیا مشکل ہے۔ بس کسی فلائٹ میں سیٹیں ہی تو کنفرم کرانی پڑیں گی۔"

"یہ کام بھی ظاہر ہے تم ہی کرو گے۔" میں نے کہا۔ "یا یہ کام کسی اور سے کرا لیا جائے؟"

"بڈ کے ہوتے ہوئے کسی اور کو زحمت دینے کی کیا ضرورت ہے چیف۔" بڈ نے کہا۔ "میں کل ہی کسی فلائٹ میں سیٹیں بُک کرا لیتا ہوں۔"

ہم لوگ مطمئن ہو گئے۔ بڈ کے سپرد کوئی کام کرنے کے بعد مطمئن ہی ہوا جا سکتا تھا۔

دن کا بقیہ حصّہ سکون سے گزرا۔ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوئی تھی۔ ہم لوگ رات کے کھانے کے بعد سو گئے تھے پھر دروازے پر مسلسل دستک کی آواز سن کر میری آنکھ کھلی تھی۔ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ صبح کے چھ بھی نہیں بجے تھے اور دستک دینے کا انداز بہت غیر معمولی تھا۔

میں اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ "کون ہے؟" میں نے دروازہ کھولنے سے قبل پوچھا۔

"دروازہ کھولو چیف۔" باہر سے بڈ کی گھبرائی ہوئی سی آواز سُنائی دی۔

میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ دروازہ کھول دیا۔ بڈ اجازت لیے بغیر ہی کمرے میں گھس آیا۔ اُس کے ہاتھ میں کئی اخبار موجود تھے۔

"ابے اونٹ تیری کوئی کل سیدھی بھی ہے۔" میں نے اپنی تشویش چھپاتے ہوئے مزاحیہ انداز میں کہا۔

"اس وقت تو ساری کلیں ٹیڑھی ہو گئی ہیں چیف۔" بڈ نے بڑ[illegible] سے کہا۔ "لو خود ہی دیکھ لو۔" اُس نے سارے اخبارات میرے سامنے رکھ دیے۔

میں نے دھڑکتے دل سے اخبار اُٹھایا۔ تہذیب بھی اُٹھ چکی تھی۔ وہ بھی میرے پاس آکر اخبار دیکھنے لگی۔ پہلے اخبار کے صفحۂ اوّل پر مجھے وہ خبر نظر آگئی جس کی وجہ سے بڈ اس قدر پریشان ہو گیا تھا۔ خبر ادشیل میکائیل کے قتل سے متعلق تھی۔ اخبار میں ادشیل میکائیل کی تصویر بھی تھی اور خبر میں اُن تین افراد کا تذکرہ موجود تھا جن کے ساتھ ادشیل میکائیل کو آخری بار دیکھا گیا تھا۔ وہ دو مرد اور ایک عورت تھی۔ خبر تو خیر زیادہ تشویشناک نہیں تھی لیکن خبر کے ساتھ ہی ج[illegible] پینسل اسکیچ شائع کیے گئے تھے اُنھوں نے اصل مصیبت پیدا کی [illegible] ان اسکیچز کی تیاری میں یقیناً ادشیل میکائیل کے ساتھیوں سے [illegible] طلب کی گئی تھی۔ اسکیچز ہو بہو تو نہیں تھے لیکن ہم تینوں سے اس قدر مماثلت رکھتے تھے کہ کوئی بھی شخص ہمیں پہچان سکتا تھا۔ [illegible] نے جلدی جلدی پوری خبر پڑھ ڈالی۔

"ہر اخبار نے یہ خبر اور تینوں اسکیچز نمایاں طور پر شائع کیے ہیں چیف۔" بڈ نے کہا۔

بڈ کے کہنے پر میں نے جلدی جلدی سارے اخبار دیکھ ڈالے۔ واقعی ہر اخبار میں اس خبر کے ساتھ ہم تینوں کے اسکیچز موجود تھے۔

"انتہائی خوفناک اور سنسنی خیز خبر ہے علی۔" تہذیب نے [illegible] "اب ہمارا کیا بنے گا؟"

"ہم سمجھ رہے تھے کہ آسانی سے یہاں سے نکل جائیں گے [illegible] اب تو پیرس میں ہمارے پھنس جانے کے امکانات پیدا ہو گئے [illegible]" میں نے کہا۔

"تم تو صبح ہی صبح بڑی ہوش رُبا خبر لے آئے۔" تہذیب نے بڈ سے کہا۔ "مجھے تو اس بات پر حیرت ہو رہی ہے کہ تم نے اتنی [illegible] اخبار پڑھ کیسے لیا؟"

"مجھے اندیشہ تھا میڈم کہ ایک ارب پتی فرانسیسی تاجر مارا گیا ہے تو کچھ نہ کچھ ضرور ہو کر رہے گا۔ اسی لیے میں اخبار پڑھنے کے لیے بے چین تھا۔ چنانچہ جیسے ہی اخبار مجھے ملا میں نے اسے پڑھ ڈالا۔ لیکن یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ تم لوگوں کی تصویریں تک اخبارات میں چھاپ دیں گے۔"

"اب یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہوگی؟ ہم تو کمرے سے نکلتے ہی دھر لیے جائیں گے۔"

"تم کمرے سے نکلنے کی بات کر رہی ہو۔" میں نے کہا۔ "جیسے ہی اخبار ہوٹل کے عملے کے کسی بھی فرد کی نگاہوں سے گزرے گا وہ پہلی فرصت میں پولیس کو مطلع کر دے گا۔"

"تو پھر جلدی سے کچھ سوچو نا علی۔" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "کیوں نہ ہم میک اپ کر لیں۔"

"وہ تو کرنا ہی پڑے گا لیکن اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن سے نمٹنا پڑے گا۔"

"جب میک اپ کر کے حلیہ تبدیل کر لو گے تو اُس کے بعد کیا باقی رہ جائے گا؟" بڈ نے حیرت سے پوچھا۔

"سب سے پہلا مسئلہ تو یہ کھڑا ہوگا کہ ہم اپنا سامان لے کر ہوٹل سے باہر نہیں جا سکیں گے۔ اس کے لیے ہوٹل کا حساب بے باق کرنا پڑے گا جو میک اپ کے بعد ممکن نہیں رہے گا۔"

"ہم نہایت ضروری سامان اپنے ساتھ لیں گے اور فالتو چیزیں یہیں چھوڑ جائیں گے۔ ہوٹل کا حساب بے باق کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" تہذیب بولی۔

"بڈ کو بھی لوگ ہمارے ساتھی کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اُن کی نشاندہی پر پولیس والے بڈ کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔" میں نے کہا۔

"اس بات کی طرف تو میرا دھیان ہی نہیں گیا تھا۔" بڈ بوکھلا گیا۔ "گویا مجھے بھی فرار ہونا پڑے گا۔"

"تو کیا ہوا۔" تہذیب نے کہا۔ "ہماری طرح بڈ بھی میک اپ کر کے یہاں سے نکل چلے گا۔ ہم کسی اور ہوٹل میں قیام کر لیں گے۔"

"پیرس کی پولیس کی کارکردگی کے بارے میں تمھیں کچھ معلومات ہیں؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"بہت اچھی طرح۔" تہذیب سر ہلا کر بولی۔ "جب میں گرین پول میں تھی اُس وقت ان لوگوں سے میرا واسطہ پڑا تھا۔ پیرس کی پولیس کی کارکردگی بہت اچھی ہے۔"

"اس کے باوجود تم ایسی بات کر رہی ہو۔ جب ہم پولیس کو یہاں نہیں ملیں گے تو کیا وہ اندازہ نہیں کر لیں گے کہ ہم فرار ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد وہ قدرتی طور پر دوسرے ہوٹلوں کا رُخ کریں گے۔ انھیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ رات ہم نے یہیں گزاری ہے اس لیے

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اُجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام رُوحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلے وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بنا کر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کر دیا۔۔۔!!

وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اُس کا سینہ فگار تھا۔ انتقام کے شعلے اُس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ۔۔۔ ایک دوست نے اُس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کر دی۔۔!!

وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔۔۔!!

تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت:- ۳۰؍ روپے

ملنے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ ایسے تمام لوگوں کو چیک کریں گے جو آج کسی ہوٹل میں قیام پذیر ہوں گے۔ ایسے قیام کرنے والے خاص طور پر زد میں آئیں گے جو دو مرد اور ایک عورت ہوں گے یا تین مرد اور ایک عورت ہو گی۔"

"تمہارا مطلب ہے ایسے گروپ جن میں ایک عورت ہو اور مردوں کی تعداد دو یا تین ہو، خاص طور پر چیک کیے جائیں گے؟" تہذیب نے کہا۔

"ہاں، اس لیے کہ اگر میرے اور زاہر کے ساتھ بڈ کو بھی شامل کر لیا جائے تو ہم تین مرد ہو جاتے ہیں۔"

"اس کا حل تو بہت آسان ہے۔" بڈ نے کہا۔ "ہم گروپ کی صورت میں قیام نہیں کریں گے بلکہ الگ الگ کمرے حاصل کریں گے۔ میک اپ میں تو ہوں گے ہی، کسی کو کیا پتا چلے گا کہ ہم ایک دوسرے سے واقف بھی ہیں۔"

"پولیس کو اتنا بے وقوف بھی مت سمجھو بڈ! وہ کوئی نکتہ بھی نظر انداز نہیں کریں گے۔ بہتر یہی ہے کہ یہاں سے نکلنے کے بعد ہم الگ الگ ہوٹلوں میں قیام کریں۔" میں نے کہا اور میک اپ کا سامان نکال لیا۔ "تم جلدی سے جا کر زاہر کو بلا لاؤ تاکہ اس کا حلیہ بھی تبدیل کیا جا سکے۔ یہ ہوٹل تو ہمارے لیے بارود کا ڈھیر بن گیا ہے۔" میں نے بڈ سے کہا۔

بڈ پانچ منٹ کے اندر اندر زاہر کو بلا لایا۔ اس نے مختصراً زاہر کو حالات سے آگاہ بھی کر دیا تھا۔ اس نے آتے ہی کہا۔ "مجھے صورت حال کا علم ہو گیا ہے۔ اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟"

"پہلے ہم میک اپ کے ذریعے اپنے حلیے اس حد تک تبدیل کر لیں گے کہ ہمیں آسانی سے شناخت نہ کیا جا سکے۔ آؤ میں تمہارا میک اپ کر دوں۔"

زاہر میرے نزدیک آ کر بیٹھ گیا۔ تہذیب اور بڈ نے اپنے میک اپ خود کرنے شروع کر دیے تھے۔ اس کام میں پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔

"اب تم لوگ ڈائننگ ہال میں جا کر ناشتہ کرو۔" میں نے ان سے کہا۔ "یہاں سے ایک ایک کر کے جاؤ اور اکٹھے مت بیٹھنا۔ جو ضروری چیزیں ساتھ لینی ہوں ابھی لے لو۔ بعد میں کوئی بھی کمرے کی طرف نہیں آئے گا۔"

سب سے پہلے زاہر اٹھا۔ اس نے کمرے کا دروازہ کھول کر محتاط انداز میں باہر جھانکا اور پھر جلدی سے کمرے سے نکل گیا۔ اس کے بعد بڈ اور پھر تہذیب بھی کمرے سے چلی گئی۔ اس دوران میں، میں بھی اپنا حلیہ تبدیل کر چکا تھا اس لیے تہذیب کے جانے کے چند منٹ بعد میں بھی کمرے پر الوداعی نظر ڈال کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ میں دل ہی دل میں بڈ کو دعائیں دے رہا تھا کہ اس نے اتنی صبح اخبارات دیکھ لیے ورنہ ہم بے خبری میں مارے جا[تے]

زینوں سے نیچے اترتے ہوئے میں نے پولیس کو ہوٹل [میں] داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ کافی تعداد میں پولیس والے ہوٹل کے [اندر] داخل ہوئے تھے جن میں سے دو داخلی دروازے پر رک گئے [تھے] جبکہ بقیہ ہوٹل کے اندر پھیل گئے تھے۔

مجھے یقین تھا کہ انھوں نے باہر سے بھی ہوٹل کو گھیرے [میں] لے لیا ہوگا۔ چند پولیس والے ایک افسر کے ساتھ میرے برابر [سے] بھی گزرے۔ وہ مجھ پر ایک اچٹتی ہوئی سی نگاہ ڈال کر گزر گئے [تھے]

ڈائننگ ہال میں زیادہ میزیں آباد نہیں تھیں۔ میں نے ایک [لمحے] کے لیے سوچا اور پھر تہذیب کی میز کی طرف بڑھ گیا۔ زاہر [اور] بڈ الگ الگ میزوں پر تھے۔

"پولیس یہاں پہنچ چکی ہے تہذیب۔" میں نے ایک کرسی [پر] بیٹھتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔

"اوہ! اس کا مطلب ہے ہوٹل کے اسٹاف میں سے کسی [نے] انھیں مطلع کر دیا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"ہاں، اور پولیس والے اوپر کی طرف گئے ہیں۔ سب سے [پہلے] وہ ہمارے کمروں پر چھاپا ماریں گے۔"

"اور وہاں ہم انھیں نہیں ملیں گے تو کیا وہ پورے ہوٹل [کی] تلاشی نہیں لیں گے؟" تہذیب نے کہا۔

"بالکل لیں گے لیکن ان کے پاس تصویریں موجود ہیں۔ اج[نبی] چہروں پر تو وہ توجہ بھی نہیں دیں گے۔"

"جلدی سے یہاں سے نکل چلو علی۔" تہذیب نے مضطربانہ [انداز] میں کہا۔ "کہیں یہ ہوٹل ہمارے لیے چوہے دان نہ بن کر رہ جائے۔"

"بن جاتا لیکن بھلا ہو بڈ کا کہ اس نے بر وقت اخبار دیکھ لیا [اور] ہم نے اپنے حلیے تبدیل کر لیے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ اس [وقت] ہوٹل گھیرے میں ہے اور تلاشی مکمل ہونے سے قبل وہ کسی کو [بھی] ہوٹل سے باہر نہیں جانے دیں گے۔"

میں نے بیرے کو ناشتا لانے کا آرڈر دیا اور اس پولیس [افسر] کی طرف دیکھنے لگا جو ڈائننگ ہال کے دروازے سے اندر دا[خل ہوا] تھا۔ اس نے ہال میں موجود تمام لوگوں کو بغور دیکھا اور اس [کے بعد] کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ کاؤنٹر پر موجود شخص سے چند منٹ [بات] کرنے کے بعد پولیس افسر واپس چلا گیا۔

"وہ یقیناً ہمارے بارے میں پوچھ رہا ہو گا۔" تہذیب [نے کہا۔]

"ظاہر ہے۔ اس نے یہی پوچھا ہو گا کہ ہم ڈائننگ ہال [میں] تو نہیں آئے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اسے نفی میں جواب ملا ہو گا۔ [وہ] لوگ ہوٹل کے دوسرے حصوں میں ہمیں تلاش کریں گے۔"

"انھوں نے ہمارے کمروں کی تلاشی بھی لی ہو گی لیکن ا[نھیں]

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھی انھیں کچھ حاصل نہیں ہوا ہو گا۔" تہذیب نے کہا۔ "وہاں سامان کے علاوہ اور رکھا ہی کیا ہے۔"

"وہاں سے انھیں بہت سی قیمتی چیزیں ملی ہوں گی۔" میں نے کہا۔ "میں اپنے کاغذات وہیں چھوڑ آیا تھا۔"

"یہ تم نے کیا حماقت کی علی!" تہذیب حیران رہ گئی۔ "تم سے اتنی بدترین غلطی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔"

"یہ حماقت ہے!" میں نے آنکھیں نکالیں۔ "کاغذات سے انھیں میری تصویر کے علاوہ اور کیا ملے گا؟"

"کمال ہے، تم اپنی یقینی شناخت چھوڑ آئے ہو اور مجھ پر آنکھیں بھی نکال رہے ہو۔ بھلا اس کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

"ضرورت تھی تہذیب! اب وہ پُر یقین ہو کر مجھے تلاش کریں گے ورنہ وہ اس کش مکش میں پڑے رہتے کہ معلوم نہیں شائع شدہ تصویریں ہمارے اصل حلیوں سے کتنی مختلف ہیں۔"

"کیا دوسرے لوگ اس بات کی تصدیق کرنے کے لیے کافی نہیں تھے؟" تہذیب نے کہا۔

"تصویر اور اسکیچ میں بہت فرق ہوتا ہے تہذیب! اخبارات میں ہماری اصل تصویریں نہیں چھپیں بلکہ ملتی جلتی تصویریں چھپی ہیں۔ ایسے اسکیچز جو محض دوسروں کے بیان کردہ حلیے پر بنائے گئے ہوں ان سے پولیس کی پوری طرح تسلی نہیں ہو سکتی۔ اب ان کے ہاتھ ایک عدد اصلی تصویر بھی لگ جائے گی تو وہ کسی قدر مطمئن ہو جائیں گے۔ اب تم دیکھنا اخبارات میں میری اصل تصویر چھپے گی۔"

"تم نے یہ بات ہمیں پہلے کیوں نہیں بتائی۔ ہم بھی اپنے کاغذات وہیں چھوڑ آتے۔"

"مجھے خود اس بات کا خیال ذرا دیر سے آیا۔ تم لوگ کمرے سے نکل چکے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ یہاں آ کر تم سے کہوں گا کہ اپنے کاغذات کمروں میں ہی چھوڑ آؤ لیکن مجھے اتنا موقع ہی نہ مل سکا۔ پولیس یہاں پہنچ چکی تھی۔"

"کیا پولیس والوں کا ذہن میک اپ کی طرف منتقل نہیں ہو گا؟" تہذیب نے پوچھا۔ "خاص طور پر اس صورت میں کہ ہمارے کمرے میں انھیں میک اپ کا سامان بھی نظر آئے گا۔"

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "زیادہ تر سامان تو استعمال ہو گیا۔ تھوڑا بہت سامان جو بچ رہا تھا اسے میں چلتے چلتے ضائع کر آیا تھا۔"

"اوہ!" تہذیب نے طویل سانس لی۔ "گویا فوری طور پر اس بات کا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ وہ میک اپ کی طرف توجہ دیں۔"

"فی الحال تو ہم محفوظ ہیں۔ ہم انھیں ہوٹل میں نظر نہیں آئیں گے تو وہ یہی سمجھیں گے کہ ہم ہوٹل سے فرار ہو گئے ہیں۔"

"لیکن علی! ہم یہاں سے نکل کر جائیں گے کہاں؟ کسی اور ہوٹل میں ٹھہرنا بھی خطرناک ہو گا۔"

"مخدوش کہو۔" میں ہنس کر بولا۔ "اس لیے کہ آج صبح کے بعد سے جو شخص بھی کسی ہوٹل میں قیام پذیر ہوا ہو گا اس سے اس کے کاغذات ضرور طلب کیے جائیں گے جو ظاہر ہے ہمارے پاس نہیں ہیں۔"

"تو کیا ہمیں سر چھپانے کا ٹھکانہ تک میسر نہیں آئے گا؟" تہذیب نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"فوری طور پر تو اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے کہ ہم یہاں سے نکل کر کسی اور ریستوران میں جا بیٹھیں۔ اور اس کے بعد سر جوڑ کر کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ ہوٹل میں قیام کرنے کا تو خیال ہی ذہن سے نکال دو۔ یہاں سے بھی ہم اس وقت نکلیں گے جب پولیس یہاں سے چلی جائے گی۔"

"اس کے بعد پیرس سے نکلنے کا بھی مسئلہ درپیش ہو گا۔ پولیس نے ہر راستے کی ناکہ بندی کر رکھی ہو گی۔"

"اوشیل میکائیل کی لاش ملنے کے بعد جس وقت اس کے آدمیوں کی مدد سے ہمارے اسکیچز بنائے گئے ہوں گے اس کے فوراً بعد ہی پولیس نے یہ بندوبست کر لیا ہو گا کہ ہم شہر سے باہر نہ نکلنے پائیں۔ ہماری فرضی تصویروں کی کاپیاں ہر جگہ پہنچا دی گئی ہوں گی۔ اب ہم آسانی سے فرانس سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔"

ڈائننگ ہال کے دروازے سے ایک بار پھر میں نے ایک پولیس آفیسر کو اندر آتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں نہ صرف میرا پاسپورٹ دبا ہوا تھا بلکہ اس کے ساتھ اوشیل میکائیل کے چند آدمی بھی تھے۔ انھوں نے دروازے پر ہی رک کر ہال میں موجود لوگوں پر نظریں دوڑائیں۔ پھر میں نے ان کے سر نفی میں ہلتے دیکھے اور اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔

"اب پولیس نے ان لوگوں کو بھی بلوا لیا ہے جو ہمارے اصل حلیوں سے واقف ہیں۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "یعنی پولیس والے کلی طور پر ان اسکیچز پر انحصار نہیں کر رہے جو اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔"

ہال میں موجود لوگوں میں سے زیادہ تر لوگ اسی ہوٹل میں مقیم تھے۔ انھوں نے پولیس کی نقل و حرکت دیکھی تو ان میں بے چینی پیدا ہو گئی اور انھوں نے یہ معلوم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں کہ پولیس وہاں کیوں آئی ہے۔ میں نے بھی ویٹر سے یہی سوال کیا۔

"ہوٹل میں کوئی حادثہ نہیں ہوا جناب۔" ویٹر نے کہا۔ "بلکہ یہاں کچھ ایسے لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں جو پولیس کو ایک قتل کے سلسلے میں مطلوب ہیں۔ پولیس انھی کی تلاش میں یہاں آئی ہے۔"

"اوہو!" تہذیب نے اضطراب ظاہر کیا۔ "کیا پولیس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اُنھیں گرفتار کرلیا ہے۔“

”وہ لوگ اپنے کمروں سے غائب ہیں۔ اب پولیس انھیں ہوٹل کے دوسرے کمروں میں تلاش کر رہی ہے۔“

”یہ تو بہت خطرناک بات ہے۔ اگر وہ لوگ ابھی تک ہوٹل میں موجود ہیں تب تو ہماری زندگیاں بھی خطرے میں ہیں۔“ تہذیب نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔ ”اُن لوگوں کی تعداد کتنی ہے؟“

”میرے خیال میں پولیس والے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ وہ لوگ ہوٹل سے نکل بھاگے ہیں۔ شاید اُنھوں نے صبح کے اخبارات پڑھ لیے تھے۔“

”صبح کے اخبارات سے اُن کے فرار کا کیا تعلق ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”معلوم ہوتا ہے آپ لوگوں نے ابھی تک اخبار نہیں دیکھا۔ ان کی تصویریں اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔ روم سروس والا بیرا بتا رہا تھا کہ ان کے کمرے سے آج کے اخبارات ملے ہیں۔“

”تب تو واقعی یہ لوگ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔“ میں نے کہا۔ ”اخبارات میں اپنی تصویریں دیکھنے کے بعد کون رُکتا ہے۔“

بیرا چلا گیا اور میں نے ایک طویل سانس لی۔ ”اب دیکھو کب تک یہاں بیٹھ کر پولیس کے جانے کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔“

ہمیں تقریباً ایک گھنٹا انتظار کرنا پڑا۔ اس دوران ہم سب ہی اضطراب کا شکار رہے تھے۔ بظاہر تو ہم محفوظ تھے لیکن ہم کسی بھی وقت خطرے میں پڑ سکتے تھے۔ پولیس کے جانے کے بعد یوں محسوس ہوا جیسے میرے اعصاب پر سے کوئی بوجھ ہٹ گیا ہو۔ میں خود کو بہت پُرسکون اور ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا تھا۔ غالباً اسی قسم کے احساسات دوسروں کے بھی تھے۔

”اب یہاں سے نکلنے کے بارے میں کیا ارادہ ہے علی؟“ تہذیب نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

”اب یہاں رُکنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔ ”بس بل ادا کرکے نکل چلتے ہیں۔“

میں نے بیرے کو بلا کر ناشتے کا بل ادا کیا اور ہم لوگ اُٹھ گئے۔ چلتے وقت میری نگاہیں بڈھا اور زاہر سے ملیں۔ میں نے غیر محسوس انداز میں انھیں وہاں سے اُٹھنے کا اشارہ کیا اور میں اور تہذیب ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ ہم دونوں ٹہلتے ہوئے چل رہے تھے تاکہ بڈھا اور زاہر بھی ہم سے آملیں۔ ہم دونوں ہوٹل سے نکل کر چند ہی قدم چلے ہوں گے کہ ہم نے بڈھا اور زاہر کو بھی ہوٹل سے باہر آتے دیکھا۔

سڑکوں پر ٹریفک کا اور فٹ پاتھ پر پیدل چلنے والوں کا ہجوم تھا۔ کسی کی توجہ ہماری طرف نہیں تھی۔ ہر شخص اپنے آپ میں مگن تھا لیکن اس کے باوجود کوئی خطرہ مول لینا مناسب نہیں تھا۔ میں نے بڈھا اور زاہر کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور ہم ٹہلتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ ہوٹل سے کوئی ایک ڈیڑھ میل دور نکل آنے کے بعد میں نے ایک ریستوران کا رُخ کیا۔ ریستوران میں داخل ہونے سے قبل میں نے ا... کا جائزہ لے کر بڈھا اور زاہر کو بھی اپنے قریب ہی بلا لیا تھا۔

ہم چاروں ایک ساتھ ریستوران میں داخل ہوئے اور ہم اپنے لیے ایک دور اُفتادہ میز منتخب کی جس کے آس پاس کی ... خالی پڑی تھیں۔

”ہم بہت سنگین مسئلے سے دوچار ہو گئے ہیں بڈھا۔“ میں نے ... ”اب ہم اتنی آسانی سے فرانس سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔“

”میں تو سمجھ رہا تھا جناب کہ ہم اُس ہوٹل سے بھی بچ کر نہیں ... سکیں گے۔“ زاہر بولا۔ ”بیرا بتا رہا تھا کہ پولیس نے ہوٹل میں ... کی آمدورفت پر پابندی عائد کر دی ہے۔“

”ویسے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے زاہر۔“ میں نے کہا۔ ”ہماری ... طرف کوئی بھی توجہ نہیں دے گا لیکن اگر ہم نے کسی ہوٹل میں ... کرنے کی کوشش کی تو ہمیں فوراً چیک کیا جائے گا اور ہم مارے جائیں گے۔“

”بڈھے کو حکم دو چیف! بڈھا تمھارے لیے کسی پرائیویٹ رہائش کا بندوبست کر دے گا۔“ بڈھے نے اکڑ کر کہا۔

”ہاں، یہ طریقہ محفوظ رہے گا لیکن اب ہمیں یہاں کم سے کم ... کرنا ہے۔ ہمارا مسئلہ تو یہ ہے کہ فرانس سے باہر کیسے نکلا جائے۔“

”بڈھا اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہے چیف۔“ بڈھے نے مایوسی ... کہا۔ ”حالات اتنے خراب ہو گئے ہیں کہ ایسی کسی کوشش میں ... پھنس بھی سکتے ہیں۔“

”اسی لیے تو میں تشویش کا شکار ہوں بڈھا! عام حالات میں ... کاغذات بنوائے جا سکتے تھے لیکن موجودہ صورت میں یہ کام انتہ... خطرناک ہو گیا ہے۔“

”مجھے تو بڈھے کا مشورہ ہی مناسب معلوم ہو رہا ہے۔“ تہذیب ... کہا۔ ”چند روز کسی پرائیویٹ جگہ پر ٹھہر جاتے ہیں۔ جب پو... کی سرگرمیاں کم ہو جائیں گی تب یہاں سے نکلنے کی کوشش ...“

”میرے ذہن میں ایک ایسا طریقۂ کار موجود ہے جس پر ... کے ممکن ہے ہم فرانس سے باہر نکل جائیں۔“ میں نے کہا۔

تہذیب مجھے غور سے دیکھنے لگی۔ ”اگر ایسا کوئی طریقہ ... تم بتاتے کیوں نہیں۔“ اُس نے کہا۔

”ڈنکرک سے ڈوور تک سفر کرنے کے لیے سمندری ... بہت موزوں خیال کیا جاتا ہے۔“ میں نے مسکرا کر کہا اور تہذیب ...

”حیرت ہے علی! یہ خیال میرے ذہن میں کیوں نہیں آیا ... ایک بار میں خود بھی اس راستے سے سفر کر چکی ہوں۔“

بڈھا کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔ ”بڈھے کو بھی تو سمجھاؤ چیف۔“

”ڈنکرک سے ڈوور کی بندرگاہ تک آنے جانے کے لیے سمندری راستہ بہت استعمال ہوتا ہے۔ لوگ بڑی تعداد میں پیرس سے لندن کا سفر کرنے کے لیے یہی راستہ اختیار کرتے ہیں۔ خاص طور پر مزدور اور ایسے تاجر پیشہ لوگ اس راستے سے سفر کرتے ہیں جنھیں آئے دن پیرس سے لندن آنا جانا ہوتا ہے۔ اُن کے پاس ایسے اجازت نامے ہوتے ہیں جن کے ذریعے یہ سفر کرنا ممکن ہوتا ہے۔“

بڈھا اب بھی کچھ نہیں سمجھ سکا تھا۔ ”لیکن چیف! اگر وہ لوگ اس راستے پر سفر کر سکتے ہیں تو اس سے ہمارا کیا تعلق ہے؟“

”اگر کسی طرح ایسے چار اجازت نامے ہمیں حاصل ہو جائیں تو۔۔۔“

میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور بڈھا میری بات سمجھ کر اچھل پڑا۔

”تم فکر مت کرو چیف۔“ اُس نے جوشیلے انداز میں کہا۔ ”بڈھے کے لیے چار کیا چار سو اجازت نامے حاصل کرنا بھی دشوار نہیں ہوگا۔“

”ویسے تو ذہانت میں مَیں بھی تم سے کم نہیں ہوں۔“ تہذیب نے کہا۔ ”لیکن جس برق رفتاری سے تم سوچتے ہو اُس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔“

بڈھا زور سے کھنکارا اور مسکرا کر بولا۔ ”ایک بار میری ایک محبوبہ نے بھی مجھ سے اسی قسم کے الفاظ کہے تھے لیکن میرے ساتھ بدقسمتی یہ ہے کہ تمام تر عقل اور ذہانت کے باوجود کوئی محبوبہ بھی چند روز سے زیادہ نہیں ٹکتی ورنہ وہ بھی میرے بارے میں دوسروں کو اپنے تاثرات سے یوں ہی آگاہ کرتی جیسے۔۔۔“

”فضول باتیں کرکے وقت ضائع کرنے کے بجائے کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم اجازت نامے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔“ تہذیب نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”یہ کام جس قدر جلد ہو جائے اتنا ہی ہمارے حق میں مفید ہوگا۔“

”اس سے ثابت ہوا میڈم کہ آپ لوگ ذہین ضرور ہیں لیکن آپ کا جسم بڈھا ہے۔“ بڈھے نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

”میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ فضول باتیں مت کرو اور تم وہی کیے جا رہے ہو۔“ تہذیب نے بھنّا کر کہا۔

”ٹھیک ہے، میں کوشش کرتا ہوں میڈم لیکن میں زاہر کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔“

”ضرور لے جاؤ۔“ میں نے کہا۔ ”لیکن کیا تمھیں اس بات کا یقین ہے کہ تم یہ کام کرلو گے؟“

”آہ! اب اس طرح سے بھی بڈھے کو بے عزت کیا جائے گا۔“ بڈھے نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

”اس میں بے عزتی کی تو کوئی بات نہیں ہے بڈھا! میں نے تو تم سے محض ایک سوال کیا ہے۔“

”بڈھا خواہ کتنے ہی کارنامے کیوں نہ انجام دے لے لیکن تم لوگ اس کی قدر و قیمت کبھی نہیں پہچان سکو گے۔ تم لوگ تو بس اسی چکر میں رہتے ہو کہ اُسے چھوڑو اور بھاگ جاؤ۔“

”ارے تم تو ناراض ہو گئے۔“ میں نے بڈھے کو چمکارا۔ ”بُری بات ہے، اچھے بچّے بڑوں سے ناراض نہیں ہوا کرتے۔“

”مجھے بتاؤ کہ ایسا کون سا کام ہے چیف جو تم کر سکتے ہو اور بڈھا نہیں کر سکتا۔“ بڈھا غصیلے لہجے میں بولا۔

”اچھا اب غصہ تھوک دو اور یہاں سے اُٹھو۔“ میں نے کہا اور ہم بل ادا کرکے ریستوران سے نکل آئے۔

”مجھے اس کام کے لیے صرف تین گھنٹے درکار ہیں چیف۔“ بڈھے نے کہا۔ ”اگر اس دوران میں یہ کام نہ کر سکا تو پھر تم یہ کام خود کر لینا یا کسی اور کے سپرد کر دینا۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے ایک مقام پر رُکتے ہوئے کہا۔ ”یہاں سے ہمارے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ تم نے تین گھنٹے کی مہلت طلب کی ہے نا۔ اس دوران ہم فلم دیکھیں گے۔“ میرے ان الفاظ کے ساتھ بڈھا اور زاہر کی نگاہ اُس سینما گھر کی جانب اُٹھ گئی جس کے سامنے ہم کھڑے ہوئے تھے۔ ”ٹھیک تین گھنٹے بعد ہم اسی جگہ تمھیں تلاش کریں گے۔ اگر تم ہمیں یہاں نہ ملے تو ہم اُسی ریستوران میں چلے جائیں گے جہاں سے ہم ابھی اُٹھ کر آ رہے ہیں۔ تمھیں واپسی میں دیر ہو جائے تو اُسی ریستوران میں آجانا۔“

”اتنا بہت کافی ہے چیف! تم اطمینان رکھو، ہم تمھیں یہیں ملیں گے۔“ بڈھا اور زاہر چلے گئے اور میں نے اور تہذیب نے سینما ہال کا رُخ کیا۔

ہم تین گھنٹے بعد سینما ہال سے باہر نکلے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بڈھا اور زاہر اسی جگہ موجود ہیں جہاں سے ہم اُن سے رخصت ہوئے تھے۔

”تم بہت سست اور کاہل آدمی ہو۔ تین گھنٹے گزر گئے اور تم ابھی تک یہیں کھڑے ہوئے ہو۔“

بڈھا حیرت سے مجھے دیکھنے لگا جبکہ تہذیب اور زاہر ہنس پڑے تھے۔

”اجازت نامے حاصل کر لیے ہیں جناب۔“ زاہر نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”مسٹر بڈھا تو کمال کے آدمی ہیں۔ اتنی آسانی سے ہر کام کر لیتے ہیں۔“

”آسان کام اسی لیے ان کے حوالے کیے جاتے ہیں کہ یہ انھیں آسانی سے کر لیتے ہیں۔“ تہذیب نے بڈھے سے تفریح لیتے ہوئے کہا۔

”کیا۔۔۔ کیا تم لوگ یہ باتیں سنجیدگی سے کہہ رہے ہو؟“ بڈھے نے شدید حیرت کے عالم میں کہا۔

”نہایت سنجیدگی سے۔“ تہذیب نے جواب دیا۔ ”جو کام صرف تین گھنٹے میں ہو جائے اُسے مشکل کیسے کہا جا سکتا ہے۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں احتجاج کرتا ہوں میڈم! آپ کو کیا معلوم کہ مجھے یہ اجازت نامے حاصل کرنے کے لیے کتنے جھوٹ بولنے پڑے ہیں اور ایک موٹی رقم الگ خرچ ہوئی ہے۔"

"تب تو یہ کام اور بھی آسان ہوا۔ جھوٹ بولنا تمہاری عادت ہے اور رہی رقم کی بات تو وہ کون سی تمہاری جیب سے گئی۔ ہماری رقم تھی نا اس لیے اسے اتنی بے دردی سے خرچ کر دیا۔"

بڈ کا منہ مارے حیرت کے کھل گیا۔ "ٹھیک ہے میڈم۔" اس نے بدقت تمام کہا۔ "بڈ کی قسمت میں یہی لکھا ہے۔ وہ کتنا ہی بڑا کارنامہ کیوں نہ کر لے اُسے کوئی نہیں سراہے گا۔"

"اچھا آؤ۔" میں نے دخل اندازی کی۔ "کہیں چل کے کھانا کھاتے ہیں۔ اس کے بعد مزید گفتگو ہوگی۔"

ہم ایک ریستوران میں آ بیٹھے۔ بڈ کا موڈ آف ہو گیا تھا۔ میں نے تو خیر اس سے مذاق کیا تھا لیکن تہذیب بڑی سنجیدگی سے اسے تنگ کرنے پر اُتر آئی تھی۔ اس طرح شاید وہ اپنی جھنجلاہٹ اُتار رہی تھی جو اُسے بڈ کے گزشتہ روز والے رویّے سے ہوئی تھی۔

ریستوران میں کھانے کے دوران میں نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"کاغذات ہر طرح سے مکمل ہیں نا بڈ؟"

"ہاں۔" بڈ نے بے رُخی سے جواب دیا۔ "بڈ کبھی کچّے کام نہیں کرتا۔"

"ہم پیرس سے کب تک روانہ ہو سکیں گے بڈ؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"آج شام کو ڈنکرک سے ایک اسٹیمر روانہ ہوگا۔ ہم اس سے روانہ ہو سکیں گے۔ میں نے اس کا انتظام بھی کر لیا ہے۔"

"تم نے دیکھا تہذیب! میں نے تم سے کہا تھا نا کہ بڈ ہماری توقع سے بھی پہلے سارے کام مکمل کر لے گا۔"

"مجھے تو حیرت اس بات پر ہو رہی ہے کہ بڈ نے اتنی جلدی یہ کام کر کیسے لیا۔" تہذیب نے کہا۔ اُسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ اُس کے مذاق سے بڈ بہت زیادہ دل گرفتہ ہو گیا ہے۔ "کیا تم ہمیں تفصیلات نہیں بتاؤ گے بڈ؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ یہ اجازت نامے معمولی سی رقم کے عوض مل جاتے ہیں۔" بڈ نے نیم دلی کے ساتھ کہا۔ "بہت سے لوگ اس راستے سے تفریحاً بھی لندن کا سفر کرتے ہیں لہٰذا یہاں ایسی ایجنسیاں قائم ہیں جو معمولی رقم کے عوض ایسے اجازت نامے بنوا دیتی ہیں۔ چونکہ ہم لوگ ہنگامی حالات سے گزر رہے ہیں اور ہمارے پاس کاغذات بھی نہیں ہیں اس لیے میں نے ایک ایجنٹ کو منہ مانگی رقم دے کر اُس سے چار اجازت نامے حاصل کر لیے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے آج شام روانہ ہونے والے اسٹیمر کے ٹکٹ بھی حاصل کر لیے تاکہ ہم جلد از جلد یہاں سے نکل سکیں۔"

"تم واقعی کمال کے آدمی ہو بڈ۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ "تمہارے علاوہ کوئی اور یہ کام اتنی جلدی نہیں کر سکتا تھا۔"

"تھوڑی دیر پہلے تو تم کچھ اور کہہ رہے تھے چیف۔" بڈ نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"ارے وہ تو میں مذاق کر رہا تھا۔" میں نے کہا اور بڈ خوش ہو کر پھول گیا۔

"میری ایک محبوبہ نے بھی ایک بار مجھ سے اسی قسم کا مذاق کیا۔" وہ ترنگ میں آ کر بولا۔ "بڈ کے ساتھ مصیبت یہ ہے کہ وہ مذاق اور سنجیدگی میں تمیز نہیں کر سکتا۔"

زاہر کو بے اختیار ہنسی آ گئی اور بڈ اُسے گھورنے لگا۔ "تم ہنس رہے ہو؟" وہ غرّایا۔

"کچھ نہیں مسٹر بڈ! دراصل مجھے یہ سوچ کر ہنسی آ گئی تھی کہ اُس مذاق سے کیا گزری ہوگی؟"

"بڈ کی کوئی محبوبہ مذاق میں بھی اس کی بُرائی کر دے تو بڈ اداس ہو جاتا ہے۔" بڈ نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "ایسے شخص کی زندگی کا کیا فائدہ جس کی محبوبہ اُس کی بُرائی کرتی ہو۔"

"معلوم نہیں مسٹر بڈ۔" زاہر نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے محبوباؤں کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" بڈ چونک پڑا۔ "کیا تمہاری کوئی محبوبہ نہیں ہے؟"

"نہیں مسٹر بڈ! بدقسمتی سے میری کوئی محبوبہ نہیں ہے۔" زاہر نے جواب دیا۔

"مجھے بہت افسوس ہوا مسٹر زاہر! تم اس دُنیا کی سب سے زیادہ قابلِ رحم ہستی ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔" بڈ نے سر ہلایا۔ "فرانس سے نکل لینے دو پھر تمہاری زندگی کی اس سب سے بڑی کمی کو میں پورا کر دوں گا۔"

"آپ مسٹر بڈ۔" زاہر نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "واقعی آپ عجیب آدمی ہیں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ میں محبوبہ بننے کی صلاحیت بھی ہے۔"

تہذیب کھل کھلا کر ہنس پڑی اور بڈ بُری طرح جھینپ گیا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ دراصل مجھ پر محبوبائیں برستی ہیں۔ اُن میں سے کسی کو تمہاری طرف ڈائریکٹ کر دوں گا۔"

"نہیں مسٹر بڈ۔" زاہر نے متاسفانہ انداز میں سر ہلایا۔ "بکاؤ محبوبہ کا بھلا میں کیا کروں گا۔"

"اچھا تو پھر بڈ تمہارے لیے کوئی نئی نویلی محبوبہ تلاش کرے گا۔" بڈ نے بڑے خلوص سے کہا۔

"آخر آپ پر محبوبائیں کیوں سوار ہیں مسٹر بڈ۔" زاہر اُس کی حالت دیکھ کر بوکھلا گیا۔

"تمہیں یہ لفظ اچھا نہیں لگتا مسٹر زاہر! کتنی نغمگی ہے اس لفظ میں۔ محبوبہ! ایسا لگتا ہے پوری کائنات کی حلاوت اس ایک لفظ میں تحلیل ہو کر رہ گئی ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مسٹر بڈ لیکن عموماً محبوبائیں بے وفا ہوتی ہیں۔ اس لیے مجھے تو معاف ہی رکھیے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو میرے بھائی! بڈ کو بھی بڑے تلخ تجربات ہوئے ہیں لیکن بڈ ابھی مایوس نہیں ہوا۔ اُسے امید ہے کہ کسی روز کوئی باوفا قسم کی محبوبہ مل جائے گی، جیسے چیف۔۔۔"

"بس۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "بہت بے ہودگی ہو گئی۔ اب کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے چیف کہ اجازت ناموں کی رو سے میں اور زاہر تو اکٹھے سفر کر سکیں گے لیکن تمہیں اور میڈم کو اجنبیوں کی طرح سفر کرنا ہوگا۔"

"یہ تو ہو جائے گا لیکن اب صرف اس بات کی طرف سے تشویش باقی رہ گئی ہے کہ کہیں ڈنکرک سے ڈوور تک کے راستے بھی تو پولیس چیکنگ کی زد میں نہیں ہیں۔"

"یہ تو وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہو سکے گا چیف! مجھے اس بات کا خیال تو آیا تھا لیکن میں نے احتیاطاً کسی سے اس بارے میں پوچھ گچھ کرنے سے گریز ہی کیا۔" بڈ نے کہا۔

"تم نے بہت اچھا کیا۔ ہمیں کوئی بھی ایسی بات کرنے سے گریز کرنا چاہیے جس سے کوئی شخص ہماری طرف سے مشکوک ہو۔"

"ممکن ہے اس راستے پر بھی زبردست چیکنگ ہو رہی ہو۔" تہذیب بولی۔ "لیکن تھوڑی دیر قبل جو بات بالکل ہی ناممکن معلوم ہو رہی تھی اب وہ کم از کم ممکنات کی حدود میں تو داخل ہو گئی ہے۔"

"اب ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔" میں نے کہا۔ "ہم لوگ یہاں سے الگ الگ روانہ ہوں گے۔ پہلے بڈ اور زاہر، اس کے بعد تہذیب اور سب سے آخر میں، مَیں نکلوں گا۔ ہم سب کو بندرگاہ تک پہنچنا ہے۔ ہم الگ الگ ہوں گے لیکن ایک دوسرے پر نظر رکھیں گے تاکہ کسی مصیبت میں پڑنے کی صورت میں دوسرے لوگ مدد کر سکیں۔ اسٹیمر کی روانگی کے بعد ہم بے فکر ہو جائیں گے لیکن ڈوور کی بندرگاہ پر ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔"

ہم نے بڈ سے اپنے اپنے کاغذات لیے اور پھر ہمارے سفر کا پہلا مرحلہ شروع ہو گیا۔ میں سب سے آخر میں بندرگاہ پہنچا تھا۔ بندرگاہ پر میں نے کوئی غیر معمولی بات محسوس نہیں کی۔ معلوم نہیں کیوں پولیس نے اس ذریعے کو نظر انداز کر دیا تھا اور یہ ہمارے حق میں بہت اچھا ثابت ہوا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ معمول کی کارروائیاں سرانجام دینے والے پولیس کے عملے کے پاس ہماری قلمی تصاویر موجود رہی ہوں اور پیرس کی پولیس نے صرف اسی بات پر انحصار کر رکھا ہو کہ ہم اپنی اصل صورتوں میں سفر کرنے کی کوشش کریں گے تو پھنس جائیں گے۔

غروبِ آفتاب سے کچھ دیر قبل ہی اسٹیمر نے ساحل چھوڑ دیا۔ میرے علاوہ تہذیب، زاہر اور بڈ بھی کسی خطرے سے دوچار نہیں ہوئے تھے۔ اب بظاہر ہم لوگ خطرے کی حدود سے نکل آئے تھے۔ میں عرشے پر کھڑا ہو کر ڈوبتے ہوئے سورج کا نظارہ کرنے لگا۔ میری طرح اور بھی بہت سے مسافر عرشے پر لگی ریلنگ کے سہارے کھڑے ہوئے اس حسین نظارے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ عرشے پر خنکی ضرور تھی لیکن ابھی وہ خنکی ناگوار نہیں گزر رہی تھی۔

میری نگاہ سمندر کی پُرسکون لہروں پر جمی تھی لیکن ذہن میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق اوتھیل میکائیل ایک سیدھا سادہ تاجر تھا اس لیے اُس کے مقابلے میں ہم نے آسانی سے کامیابی حاصل کر لی تھی جبکہ ہاروت رابیل نہ صرف جوڑ توڑ والا آدمی تھا بلکہ عیّار بھی تھا۔ اُسے جرائم پیشہ لوگوں کی خدمات حاصل تھیں اور اوتھیل میکائیل کی نسبت اُس سے نمٹنا ہمارے لیے بہت دشوار ثابت ہو سکتا تھا۔

مجھے جرمنی میں فارمولوں کے حصول والی مہم یاد آ گئی اور اس کے بارے میں سوچ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ فارمولوں کے حصول کے چکر میں کئی بار ہماری زندگیاں خطرے میں پڑیں۔ اور اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ہماری قسمت میں ابھی جینا لکھا تھا اس لیے ہم زندہ تھے ورنہ جس جس طرح ہم پر حملے کیے گئے تھے اُس کے بعد ہمارا زندہ بچ جانا کسی معجزے سے کم معلوم نہیں ہوتا تھا۔

فارمولوں کا ہمارے ہاتھ چڑھ جانا بجائے خود کسی معجزے سے کم معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اگر ڈی فوسٹر نے مرتے وقت ہمیں آگاہ نہ کر دیا ہوتا تو فارمولوں کا راز ہمیشہ کے لیے لاینحل ہی رہ جاتا۔ مجھے ڈی فوسٹر سے عجیب سی اُنسیت محسوس ہوئی تھی۔ وہ ستم رسیدہ آدمی تھا، مظلوم تھا اور اُس نے اپنے خاندان کی بہبود کے لیے ایک منصوبہ تیار کیا تھا لیکن اُن بدقسمت لوگوں نے اُسی کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور وہ بے چارہ اپنی زندگی تک سے محروم ہو گیا۔ ڈی فوسٹر جس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ہاروت رابیل کی قید میں گزارا اور بڑی مجبوری کے عالم میں اپنی خدمات سے یہودیوں کو فائدہ پہنچاتا رہا۔ یہودی جنھیں میں عالمِ اسلام کے لیے ایک خطرہ تصور کرتا تھا، ہٹلر نے انھیں جرمنی کے لیے خطرہ سمجھا تھا اور بڑے پیمانے پر یہودیوں کا قتلِ عام کرایا تھا۔ ہٹلر جو ایک بے دین شخص تھا لیکن اُس نے بھانپ لیا تھا کہ جرمنی کو یہودیوں کے ناپاک وجود سے پاک کیے بغیر ایک مضبوط مملکت کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ اُس نے جانچ لیا تھا کہ یہودیوں سے بڑھ کر مفاد پرست قوم روئے زمین پر اور کوئی نہیں ہے۔ ذرا سے ذاتی مفاد کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خاطر یہ لوگ بڑی سے بڑی چیز کا سودا کر سکتے ہیں۔ ہٹلر کے ان نظریات کی پوری جرمن قوم حامی ہے۔ اسی وجہ سے یہودی لابی جرمنوں کی دشمن ہے اور میں جرمنوں کو اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ ڈی فوسٹر بھی یہودیوں سے نفرت کرتا تھا، نہ صرف نفرت کرتا تھا بلکہ اس نے یہودیوں کے ہاتھوں ناقابل برداشت اذیتیں بھی اُٹھائی تھیں، اپنی عمر کا بڑا حصہ ان کی قید میں بسر کیا تھا اور آخر میں انھی کی وجہ سے موت کو گلے لگانے پر بھی مجبور ہوا تھا۔ میں ڈی فوسٹر کی موت کو عمر کے کسی حصّے میں بھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے جتنی اذیتیں سہی تھیں اور جس قدر بے بسی سے میری آنکھوں کے سامنے موت کی آغوش میں پہنچا تھا اُس کا ذمّے دار سو فیصدی ہاروت رابیل تھا جس سے انتقام لینے کے لیے میں بُری طرح بے چین تھا۔ تہذیب کا مقصد صرف ہاروت رابیل سے فلسطینیوں کے لیے دولت کا حصول تھا جبکہ میرے لیے اُس سے ڈی فوسٹر کی موت کا انتقام لینا اوّلین مقصد تھا۔ باقی ہر چیز ثانوی حیثیت کی حامل ہو کر رہ گئی تھی۔

میں اپنے خیالات میں اس طرح ڈوبا کہ مجھے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہو سکا۔ اسٹیمر کے عرشے پر تاریکی پھیل گئی تھی۔ سورج غروب ہوئے دیر ہو چکی تھی اور خنکی نے سردی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ عرشے پر موجود مسافر سمندر کی تیز و تند سرد ہوا سے بچنے کی خاطر غالباً اسٹیمر کی نچلی منزل پر واقع قحبہ خانے میں جا چکے تھے۔ میں نے بھی سردی سے بچنے کے لیے وہیں جانے کا فیصلہ کیا۔

عرشے کے برعکس قحبہ خانے میں سمندری لہروں کا شور نہیں تھا لیکن یہاں انسانی آوازیں اس قدر تھیں کہ اُن کے سامنے سمندری لہروں کا شور ماند پڑتا نظر آ رہا تھا۔ کثرتِ تمباکو نوشی کے باعث قحبہ خانے کی فضا میں دھوئیں کے مرغولے چکراتے پھر رہے تھے۔ ماحول میں سگریٹ اور شراب کی تیز بُو پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ لوگوں کے ہاتھ میں کافی کے کپ دیکھ کر میری جان میں جان آئی ورنہ میں تو سوچ رہا تھا کہ اگر یہاں چائے یا کافی کا رواج ہی نہ ہوا تو میں اس یخ بستہ رات میں ٹھٹھر کر رہ جاؤں گا۔

قحبہ خانے میں لوگوں کی اکثریت میزوں اور کرسیوں پر ٹانگیں پھیلائے اونگھنے اور سونے کی کوشش میں مصروف تھی ...... قحبہ خانے کے دروازے کے ساتھ ہی سیاہ سوٹ میں ملبوس ایک معمّر شخص ٹیک لگائے بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ اُس کی نگاہیں فرش پر جمی تھیں جہاں ایک بدمست نوجوان جوڑا مخربِ اخلاق حرکتیں کرنے میں مصروف تھا۔ ایک طرف چند موسیقار اپنے سازوں سے ٹیک لگائے اونگھ رہے تھے۔ میں اُن سب کو نظر انداز کر کے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا جہاں سے شراب کی ناگوار بُو کے ساتھ ساتھ گرما گرم کافی کی سوندھی خوشبو بھی اُٹھ رہی تھی۔

میں نے کاؤنٹر کے عقب میں موجود شخص کو کافی کا آرڈر دیا تھا کہ عقب سے ایک ہاتھ میری کمر پر آ جما۔ میں چونک کر پلٹا۔ وہ فرانس کی بے حیا تہذیب کی شاہکار ایک نوجوان لڑکی تھی ج کی آنکھیں نشے کی شدت سے جھکی پڑ رہی تھیں۔ سرخ رنگ رنگے ہوئے بالوں کی لٹیں اُس کے چہرے پر جھول رہی تھیں میک اپ کے نام پر چہرے پر بھی مختلف رنگوں سے گل کار کی گئی تھی۔ وہ یقیناً بے حد حسین نقش و نگار کی مالک رہی ہوگی اُس نے مصنوعی گل کاری کر کے اپنے آپ کو کراہت آمیز بنا لیا کم از کم مجھے تو یہی محسوس ہوا۔

"تم نے کافی طلب کی ہے کیوں؟" اُس نے خمار آلود لہ کہا۔ "کیا یہ سرد رات صرف کافی کے لیے ہے؟"

"میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں خاتون؟" میں نے کا ہاتھ اپنی کمر سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"ناموں میں کیا رکھا ہے۔" اُس نے کہا۔ وہ بُری طرح مد تھی۔ "ویسے تم مجھے میگی کہہ سکتے ہو۔"

"محترمہ میگی! رات اگر اس سے بھی زیادہ سرد ہو میں تب کافی کے علاوہ کچھ نہیں پیتا۔"

"تم شراب نہیں پیتے؟" لڑکی نے حیرت سے سوال کیا۔ "کیا پاگل خانے میں تھے؟"

میرے ہونٹوں پر ایک تضحیک آمیز مسکراہٹ اُبھر آئی۔ "میگی! میرا خیال ہے کہ ..."

"تمہارا یہ خیال غلط ہے۔" میگی نے میری بات کاٹ دی۔ کاؤنٹر مین سے مخاطب ہوئی۔ "نہیں اسے کافی نہیں شراب دو۔"

کاؤنٹر پر موجود شخص پہلے ہی میرے لیے کافی نکال تھا اس لیے اُس نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا جبکہ نے کمال بے تکلفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کافی کے کپ کی طرف بڑھایا تو میں نے اُس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لے لیا۔

"کیا کرتے ہو ڈارلنگ! شراب پیو شراب۔ اسٹیمر پر ٹیکس شراب ملتی ہے۔ تمھیں صرف ففٹی پرسنٹ ادائیگی کرنی پڑے گی۔"

"اور تم؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے میگی کی طرف دیکھا شرابیوں کے سے انداز میں ہنس پڑی۔

"میں بھی ٹیکس فری ہوں ڈارلنگ۔" اُس نے وارفتگی "تم مجھے ہر طرح سے استعمال کر سکتے ہو۔"

میرے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے۔ "افسوس مجھے ٹیکس چیزوں میں کوئی کشش محسوس نہیں ہوتی۔" میں نے کہا اور تیزی وہاں سے ہٹ گیا۔

لوگوں کی باتیں سن کر مجھے معلوم ہو گیا کہ اسٹیمر رات بھر

کے بعد صبح تک ڈوور پہنچے گا۔ کافی کی چسکیاں لیتے ہوئے میں وہاں موجود لوگوں کی خرمستیاں بھی دیکھتا جا رہا تھا۔ اس راستے سے سفر کرنے والے کچھ لوگ واقعی ایسے ہوتے ہیں جو کسی ضروری کام سے ڈنکرک سے ڈوور تک کا سفر کرتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہوتی جو سفر کے ساتھ ساتھ اپنی ساتھی لڑکیوں سے مستقبل کے سارے معاملات بھی اسٹیمر پر ہی طے کر لیتے ہیں۔ اور پھر ٹیکس فری شراب اور اس کے علاوہ ٹیکس فری لڑکیاں!

مجھے کچھ ایسے افراد بھی نظر آئے جنھوں نے لڑکیوں جیسے منی اسکرٹ پہن رکھے تھے۔ یہ اسکرٹ چار خانے والے اونی کپڑوں کے بنے ہوئے تھے۔ یہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے بہادر مردوں کا روایتی لباس تھا جو کلٹ کہلاتا تھا۔ لڑکیاں اس لباس پر مرتی ہیں اور یہ اُن کا پسندیدہ ترین لباس ہے۔ یورپی اقوام کی یہ دیوانگی میرے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔

کافی ختم ہو گئی۔ اس سرد موسم میں گرما گرم کافی کا ایک کپ مزا دے گیا تھا۔ اسٹیمر کی روانگی کے بعد سے تہذیب، بڈا اور زاہر کہیں نظر نہیں آئے تھے۔ مجھے بالکل معلوم نہیں تھا کہ وہ لوگ اسٹیمر کے کس حصّے میں پائے جاتے ہوں گے۔ ممکن ہے انھوں نے احتیاطاً لوگوں کے درمیان آنے سے گریز کیا ہو۔

قحبہ خانے کے مذموم ماحول میں زیادہ دیر رُکنا میرے لیے ممکن نہیں تھا اس لیے میں عرشے کی طرف چل پڑا۔ مجھے معلوم تھا کہ عرشے پر مجھے سخت سردی کا سامنا کرنا ہوگا لیکن فی الحال اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔ قحبہ خانے کی گھٹن برداشت کرنا بھی آسان نہیں تھا۔

عرشہ ویران پڑا ہوا تھا۔ اسٹیمر کے جنگلے کے اوپر لگے ہوئے بلب جل رہے تھے جن کی مدھم روشنی عرشے کے بھیگے تختوں پر چمک رہی تھی۔ کیبنوں کے ساتھ ساتھ آرام کرسیوں کی قطار تھی جن میں سے کچھ کرسیوں پر اونی کمبل اوڑھے مسافر گھٹنوں میں سر دیے سو رہے تھے۔ رودبارِ انگلستان کی موجیں اسٹیمر سے سر ٹکراتیں اور ایک ہلکی سی پھوار فضا میں بلند ہو جاتی۔ میں نے رسّیوں پر جھولتے ہوئے قمقموں سے پرے دیکھنے کی کوشش کی لیکن وہاں صرف لہروں کا شور اور مکمل تاریکی تھی۔ کبھی کبھی اسٹیمر کا ہارن زور سے بجنے لگتا اور اس کے بعد بے کراں خاموشی چھا جاتی تھی۔

میں نے بھی اپنے لیے ایک کرسی منتخب کی اور اس پر بیٹھ کر اونگھنے لگا۔ ممکن تھا کہ انھی میں سے کسی کرسی پر میرے ساتھیوں میں سے بھی کوئی موجود ہوتا لیکن فی الوقت میں اپنے خیال کی تصدیق نہیں کر سکتا تھا۔

میں کھلی فضا میں بیٹھا ٹھٹھر رہا تھا۔ میرے پاس اوڑھنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ پیرس سے کم از کم ایک کمبل ہی خرید لینا چاہیے تھا۔ یہ قیامت خیز رات تو سکون سے بسر ہو جاتی لیکن اب غلطی ہو ہی گئی تھی تو اُسے نبھانا ہی تھا۔

وقت بہت سست رفتاری سے گزر رہا تھا۔ سردی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جا رہی تھی۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک کرسی پر پڑی ہوئی گٹھری میں کبھی کبھی کلبلاہٹ پیدا ہو جاتی تھی اور میں دزدیدہ نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگتا تھا کہ شاید اس طرح سردی کا اثر ذرا زائل ہو جائے۔ تھوڑی دیر بعد گٹھری میں ذرا زوردار کلبلاہٹ پیدا ہوئی اور گٹھری میں پوشیدہ شخصیت عیاں ہو گئی۔ مدھم روشنی میں نظر آنے والے خدّوخال بہت حسین تھے۔ گہری نیلی آنکھیں، ناک قدرے اوپر کو اٹھی ہوئی، سرخ و سفید گول چہرہ اور لمبے لمبے بال بے حد بھلے لگ رہے تھے۔ وہ نیند اسی آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھتی رہی اور پھر اُس کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ شاید اُس نے اندازہ کر لیا تھا کہ میں جاگ رہا ہوں۔ اُس نے اپنے جسم کے گرد کمبل اچھی طرح لپیٹا اور آہستہ آہستہ میری طرف بڑھی۔

"ایکس کیوز می! آپ کے پاس لائٹر یا ماچس ہے؟" اُس نے میرے نزدیک پہنچ کر کہا۔

میں بھونچکا رہ گیا۔ اُس کی آواز بے حد بھاری اور مردانہ تھی۔ خدوخال سے قطعی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ کوئی لڑکا ہے لیکن دنیا کی کسی بھی لڑکی کی آواز اس قدر بھاری نہیں ہو سکتی تھی۔ مجھے اپنے اندازے کی تصحیح کرنا پڑی۔ وہ لڑکی نہیں بلکہ کوئی ... آوارہ گرد ہپی لڑکا تھا۔ میں نے سنبھل کر اُس سے معذرت کی تو وہ دوسری گٹھریاں ٹٹولنے لگا اور پھر اُس نے اپنی جیب سے چرس بھری سگریٹ نکالی۔ شاید کہیں سے اُسے ماچس نصیب ہو گئی تھی۔ اُس نے سگریٹ سُلگائی تو فضا میں چرس کی بُو پھیلنے لگی اور مجھے کرسی سے دستبردار ہونا پڑا۔

کرسی سے اٹھ کر میں ٹہلتا ہوا وہاں سے کافی دُور ریلنگ کے ساتھ آن کھڑا ہوا۔ سمندر سے چلنے والی ہوائیں رگوں میں خون جمائے دے رہی تھیں لیکن اِن ہواؤں سے بچنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ماحول پر سکوت طاری تھا۔ معلوم نہیں تہذیب وغیرہ کہاں غائب ہو گئے تھے۔ مجھے بڈ پر غصّہ آنے لگا۔ اُسی نے کہا تھا کہ مجھے اور تہذیب کو الگ الگ سفر کرنا چاہیے۔ اس وقت اگر تہذیب موجود ہوتی تو میں اُس سے باتیں کر کے ہی سردی کا احساس کم کرنے کی کوشش

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرتا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس طرح ایک دوسرے سے بالکل ہی اجنبی بن کر سفر کرنے کی کیا تک تھی۔

دفعتاً میں نے عرشے پر قدموں کی آوازیں سنیں۔ یہ زنانہ سینڈلوں کی آوازیں تھیں۔ میں نے پلٹ کر دیکھا اور مدھم روشنی کے باوجود میگی کو پہچان لیا۔ وہ میری ہی طرف آرہی تھی۔

"اوہ یہ تمہی ہو ناٹی بوائے، جسے ٹیکس فری چیزیں پسند نہیں ہیں۔" اُس نے میرے قریب پہنچ کر بہکے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم یہاں کیا کررہی ہو۔ تمھارے پاس کوئی کمبل وغیرہ نہیں ہے، جاؤ قہوہ خانے میں واپس جاؤ، تمھیں سردی لگ جائے گی۔"

میگی ہنس پڑی۔ "مجھے وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میرے پاس کیبن موجود ہے۔"

"کیا تم تنہا سفر کررہی ہو؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ میرے ذہن میں خیال آیا تھا کہ اگر وہ تنہا ہے تو اُسی کے کیبن میں رات کیوں نہ بسر کی جائے۔

"ہاں میں بالکل تنہا بھی ہوں اور ٹیکس فری بھی ہوں۔ کیا تم مجھے میرے کیبن تک نہیں پہنچاؤ گے؟"

"ہاں تم نشے میں ہو۔ تمھیں تمھارے کیبن تک پہنچانا ضروری ہے۔ آؤ۔" میں نے اُس کا بازو پکڑ کر کہا اور اُس نے اپنا سارا بوجھ مجھ پر ڈال دیا۔

"میں نشے میں ضرور ہوں لیکن مدہوش نہیں ہوں۔" میگی نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ تم صرف میرے کیبن میں رات گزارنا چاہتے ہو لیکن یاد رکھو تمھیں اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔"

میرے ہوش اُڑ گئے۔ اُس کی مطلوبہ قیمت ادا کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا لیکن میں نے اپنے اوسان خطا نہیں ہونے دیے۔ میگی واقعی مدہوش نہیں تھی۔ وہ غلطی کیے بغیر مجھے اپنے کیبن تک لے آئی۔ میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ نہایت مختصر سا کیبن تھا جس میں صرف ایک دیوار گیر نشست نظر آرہی تھی۔ عرشے کی خنکی سے نجات ملتے ہی مجھے خاصے سکون کا احساس ہوا۔ دیوار گیر نشست کے بعد کیبن میں صرف اتنی جگہ تھی کہ ایک آدمی فرش پر لیٹ سکتا تھا اور موجودہ حالات میں اتنی جگہ میرے لیے بہت کافی تھی لیکن اس کے لیے مجھے پہلے میگی سے نمٹنا ہوگا۔

"تم بھی یہیں آجاؤ نا ڈارلنگ۔" اُس نے دیوار گیر نشست پر ڈھیر ہوتے ہوئے کہا۔

"وہاں اتنی جگہ نہیں ہے کہ دو آدمی لیٹ سکیں۔" میں نے اُس سے جان چھڑانے کی شریفانہ کوشش کی۔

"تو پھر مجھ کو خود تمھارے پاس آنا پڑے گا۔" میگی نے اُٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں تو مذاق کررہا تھا۔" میں مسکرایا۔ "تمھیں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں، میں آرہا ہوں۔"

میگی کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ اُبھری۔ "میں ہر حال میں اپنی پسندیدہ چیز حاصل کرلینے کی عادی ہوں۔"

میں کوئی جواب دیے بغیر دیوار گیر نشست کی طرف بڑھا۔ نشست پر دو افراد کی گنجائش نہیں تھی لیکن میگی نے کھسک کر میرے لیے جگہ بنائی۔ میں سیٹ کے ایک گوشے پر بیٹھ گیا اور میگی نے بے تابانہ انداز میں میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے اُس سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور اپنے ہاتھ اُس کے کندھوں پر رکھ دیے۔ اُس پر سرشاری کی کیفیت طاری ہونے لگی۔

"اُس وقت جب تم نے کہا تھا کہ تمھیں ٹیکس فری چیزیں پسند نہیں ہیں تو مجھے بہت غصہ آیا تھا۔" وہ جذبات سے بوجھل آواز میں بولی۔

"کیوں؟" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ میرے ہاتھ اُس کے کندھوں کے بعد اُس کی نرم جلد والی حسین گردن سے گزر رہے تھے۔

"تم نے میری توہین جو کی تھی۔" اُس نے کہا۔ "لوگ مجھے حاصل کرنے کے لیے ترستے ہیں۔" اُس نے مجھ سے لپٹنے کی کوشش کی۔

میں نے غیر محسوس انداز میں اُسے خود سے دُور رکھا۔ میرے ہاتھ اُس کے بالوں سے کھیل رہے تھے۔ میگی کی آنکھیں بند ہوچکی تھیں اور اُس کے ہونٹوں سے لذّت آمیز سسکاریاں خارج ہورہی تھیں۔

"اب تم سوجاؤ۔" میں نے کہا۔ "تمھیں بہت نیند آرہی ہے۔"

"نہیں۔" میگی نے تڑپ کر آنکھیں کھول دیں۔ اُس کی آنکھوں میں سُرخ ڈورے تیر رہے تھے۔ نشے کی وجہ سے آنکھیں پہلے ہی سُرخ تھیں اور اب تو ان میں جذبات کی سُرخی بھی شامل ہوگئی تھی۔ "یہ حسین رات اور تمھارا کیف آور قرب سو کر ضائع کرنے کے لیے نہیں ہے۔ تم ابھی تک بیٹھے کیوں ہو، لیٹ جاؤ۔"

"بس ایک منٹ صبر کرو، سب ٹھیک ہوجائے گا۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہی میری انگلیاں اُس کی گردن پر پہنچ گئیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اوہ!" وہ مسکرائی۔ "تم انجوائے کرنے کے قائل ہو۔" اُس نے سسکاری لے کر کہا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں انجوائے کرتا نہیں ہوں، انجوائے کراتا ہوں۔" ان الفاظ کے ساتھ میں نے اُس کی کنپٹی کی ایک مخصوص رگ دبادی۔ میگی نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے کی کوشش کی۔ اس کے ہونٹ بھی کھلے ہوئے تھے۔ شاید کچھ کہنے کی کوشش کررہی تھی لیکن اچانک طاری ہوجانے والی بے ہوشی نے اُسے کچھ کہنے تک کی مہلت نہیں دی اور اس کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی۔

میں ایک طویل سانس لے کر اُس کے پاس سے اُٹھ گیا۔ میگی کو صبح ہونے سے قبل ہوش نہیں آسکتا تھا۔ کیبن موسم کی چیرہ دستیوں سے محفوظ تھا۔ اس لیے میں نے میگی کے پیروں میں پڑا ہوا کمبل اُٹھایا اور اسے فرش پر بچھا کر لیٹ گیا۔ چند گھنٹوں کی نیند بہت ضروری تھی جو عرشے پر ناممکن تھی۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں اور جلد ہی نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

صبح ہونے سے قبل ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں جلدی سے اُٹھ بیٹھا۔ میگی بے خبر سو رہی تھی۔ میں نے اُسے کمبل اُڑھایا اور کیبن سے باہر نکل آیا۔ باہر ابھی تک اندھیرا پھیلا ہوا تھا لیکن صبح ہونے کے آثار پیدا ہوچلے تھے گویا سفر کا اختتام اب قریب ہی تھا۔ مٹیالے اُجالے میں ڈوور کی مشہورِ زمانہ چٹانیں دکھائی دے رہی تھیں۔ چٹانوں کے پہلو میں شہر کا قدیم قلعہ برقی روشنیوں سے منوّر تھا۔ سمندری لہروں کے شور کے درمیان قلعے کے درودیوار سے پھوٹتی روشنیاں اندھیرے سے جنگ کرتی محسوس ہورہی تھیں۔

میں سحرزدہ سے انداز میں اُن روشنیوں کو دیکھتا رہا۔ کچھ دیر کے لیے تو میں موسم کی شدت سے بھی بے نیاز ہوگیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ بس اب کچھ ہی دیر بعد ڈوور کی بندرگاہ آجائے گی اور پھر ہماری اُلجھنوں کا ایک دَور ختم ہوجائے گا۔ انگلینڈ پہنچنے کے بعد فرانس کی پولیس ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ انھیں کبھی علم ہی نہ ہوپاتا کہ ہم فرانس سے نکل چکے ہیں۔ اچانک سوجھ جانے والی ترکیب پر عمل کرکے ہم ایک بڑے خطرے سے نکل آئے تھے۔ لندن پہنچنے کے بعد ہم ہر طرح سے محفوظ ہوجاتے۔

تھوڑی دیر بعد ڈوور کا ساحل دکھائی دینے لگا۔ اسٹیمر کے مسافر بیدار ہونے لگے تھے اور جو قہوہ خانے میں تھے اُن میں سے اکثر اوپر عرشے پر آچکے تھے۔ میں اُن میں اپنے ساتھیوں کو تلاش کررہا تھا۔ سب سے پہلے میری نظر بُڈ پر پڑی۔ وہ پہلے ہی مجھے دیکھ چکا تھا۔ مجھے اپنی طرف دیکھتے پاکر وہ غیر محسوس سے انداز میں مسکرایا۔ اس کے بعد زاہر اور تہذیب بھی نظر آگئے۔

بندرگاہ میں داخلے پر اسٹیمر نے زوردار ہارن بجائے اور ذرا ہی دیر میں اسٹیمر برتھ سے جا لگا۔ مسافر اپنا اپنا سامان سنبھال کر اُترنے کی تیاری کرنے لگے۔ میں بھی اُترنے کے لیے آگے بڑھ رہا تھا کہ کسی نے عقب سے میرا بازو پکڑ لیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ میگی خونخوار نگاہوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

"رات تم نے کیا حرکت کی تھی؟" وہ غرّائی۔ "اب منہ چھپاکے کہاں بھاگے جارہے ہو؟"

میں اس ناگہانی اُفتاد سے بوکھلا گیا لیکن میں نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھالا اور متحیرانہ لہجے میں بولا۔ "معاف کیجیے گا محترم خاتون میں آپ کو پہچان نہیں سکا۔"

"تمھیں یاد نہیں، تم نے کہا تھا کہ ٹیکس فری چیزیں تمھیں پسند نہیں ہیں۔" اُس نے زہریلے انداز میں کہا۔

میں نے یادداشت پر زور دینے کی اداکاری کی۔ "اوہ، ہاں، شاید قہوہ خانے میں آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"اور اس کے بعد رات تم نے میرے کیبن میں گزاری تھی۔" میگی غصیلے لہجے میں بولی۔ "کیا تمھیں یہ یاد نہیں ہے؟"

"رات تو میں نے عرشے پر گزاری ہے۔" میں نے حیرانی سے کہا۔ "آپ کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"میں تمھیں اپنے کیبن میں لے گئی تھی لیکن تم نے میرے ساتھ معلوم نہیں کیا حرکت کی۔ مجھے بے ہوش کرکے وہاں سے نکل آئے۔"

"جب آپ مجھے قہوہ خانے میں ملی تھیں اُس وقت بھی نشے میں تھیں۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے بعد میں اور پی ہوگی۔ آپ کے حواس قابو میں نہیں تھے۔ معلوم نہیں نشے میں آپ کو کس قسم کی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"میں نشے میں ضرور تھی مگر مجھے سب کچھ یاد ہے۔" میگی دانت پیس کر بولی۔ "تم مجھ سے بچ نہیں سکوگے۔"

"اگر آپ کو اتنا ہی یقین ہے تو پھر آپ کو کسی ماہرِ نفسیات سے رجوع کرنا چاہیے۔ آپ کو علاج کی ضرورت ہے۔" میرا لہجہ ہمدردانہ ہوگیا۔

"تم اتنی آسانی سے مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔" میگی نے میرے بازو کو جھٹکا دیا۔

"میرے پاس فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔" میں نے بے رخی سے کہا اور اس سے بازو چھڑا کر آگے بڑھ گیا۔ بُڈ رک کر بڑی دلچسپی سے ہماری گفتگو سُن رہا تھا جبکہ دوسرے مسافروں نے ہماری طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ میں نے بُڈ کی طرف بھی نہیں دیکھا اور تیزی سے اسٹیمر سے اُتر گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

ڈوور کی بندرگاہ پر کسٹم اور امیگریشن سے بہ آسانی گزر کر ہم باہر نکل آئے۔ زاہر اور تہذیب باہر میرے منتظر تھے۔

"وہ عورت تم سے کیا کہہ رہی تھی؟" تہذیب نے کسی تمہید کے بغیر مجھ سے سوال کیا۔

"مجھ سے پوچھیے میڈم!" بڈ نے میرے عقب سے نمودار ہوتے ہوئے کہا۔ "چیف نے رات اُس کے کیبن میں بسر کی تھی۔"

"پہلے سر چھپانے کی فکر کرو" میں نے کہا۔ "باتیں تو بعد میں بھی ہوتی رہیں گی۔"

بندرگاہ کے قریب ہی ہمیں ایک معمولی درجے کا ہوٹل مل گیا جہاں ہم رات بھر کی تھکن دور کر سکتے تھے۔ خطرہ چونکہ ٹل چکا تھا اس لیے اب محتاط رہنے کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔ ہم نے دو کمرے کرائے پر حاصل کیے۔ ایک میں میں اور تہذیب ٹھہرے اور دوسرا زاہر اور بڈ کے حصّے میں آ گیا۔

"میرے لیے جلدی سے ناشتا منگوا لو" تہذیب نے کہا۔ "میں ناشتا کر کے سو جانا چاہتی ہوں۔"

میں نے اُس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اُبلے ہوئے انڈوں اور پنیر کے سینڈوچ اور کافی پر مشتمل ناشتا مزہ دے گیا۔ ناشتے کے دوران ہی میں نے تہذیب کو مختصراً میگی کے بارے میں بھی بتا دیا۔ تہذیب بہت مضمحل نظر آ رہی تھی۔ گزری ہوئی رات کی تھکن نے اُسے نڈھال کر رکھا تھا اس لیے وہ جلدی جلدی ناشتا کر کے بستر میں گھس گئی اور لیٹتے ہی سو گئی۔ اُس کے سونے کے بعد دوسرا بستر میں نے سنبھال لیا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ زاہر اور بڈ بھی اس وقت خوابِ خرگوش کے مزے لوٹنے میں مگن ہوں گے، لٰہذا میرے لیے بھی بہتر یہی تھا کہ سو کر اپنی نیند پوری کر لوں۔

دن کے ایک بجے میری آنکھ کھلی۔ نیند پوری ہو چکی تھی لیکن طبیعت پر کسلمندی طاری تھی۔ تہذیب بے خبر سو رہی تھی۔ اُسے جگانا مناسب نہیں تھا اس لیے میں اُٹھ کر باتھ روم میں جا گھسا۔ آدھے گھنٹے بعد میں باتھ روم سے باہر آ گیا تو تہذیب بھی اُٹھ چکی تھی۔

"کیا حال ہے تہذیب؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "رات کی سردی کا تو کوئی اثر محسوس نہیں کر رہیں؟"

"نہیں، لیکن میں تمھارے لیے بہت پریشان رہی۔ اسٹیمر پر تمھیں بہت تلاش کیا مگر تم کہیں نظر نہیں آئے۔"

"اپنے بارے میں تو میں تمھیں بتا چکا ہوں۔ پہلے قہوہ خانے میں تم لوگوں کو تلاش کیا پھر عرشے پر ڈھونڈا۔ اگر میگی نہ مل جاتی تو شاید اس وقت میں ڈبل نمونیے کا شکار ہو چکا ہوتا۔"

"میں تو ایک کیبن میں گھس گئی تھی جس میں کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ بڈ اور زاہر کے بارے میں مجھے نہیں معلوم لیکن میرا خیال ہے کہ وہ بھی کسی کیبن میں ہی گھس گئے ہوں گے۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم لوگوں نے مجھ سے زیادہ ذہانت کا ثبوت دیا۔"

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے علی کہ ہم فرانس سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ میرا خیال ہے لندن میں ہمیں کسی خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔"

"بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود ہمیں یہاں بہت محتاط رہنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے علی! ہم محتاط رہیں گے۔ اب میرا خیال ہے کھانا منگوا لیا جائے۔ کھانے کے بعد ہم یہ ہوٹل چھوڑ دیں گے"

"یہ بے سروسامانی زیادہ عرصے تو نہیں چل سکے گی تہذیب! ہوٹل تبدیل کرنے سے قبل بہتر یہ ہوگا کہ ہم روزمرہ استعمال کے لیے کچھ سامان خرید لیں۔"

"وہ تو ظاہر ہے علی! دوسرے ہوٹل میں قیام سے قبل ہم بازار سے کافی خریداری کریں گے تاکہ کوئی ہم پر کسی قسم کا شبہ نہ کر سکے۔"

کھانے سے فارغ ہو کر ہم زاہر اور بڈ کے کمرے کی طرف گئے۔ وہ دونوں بڑے مزے سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر دونوں کھڑے ہو گئے۔

"ہم نے آپ لوگوں کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا چیف!" بڈ بولا۔ "سفر کے دوران رات بڑی بھیانک گزری تھی اس لیے ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ تمھیں آرام کرنے دیا جائے اور جب تک تم ہمیں طلب نہ کرو۔ . . "

"تم لوگوں نے کھانا کھا لیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں چیف!" بڈ نے کہا۔ "وہ تو ایک بجے ہی کھا لیا تھا۔"

"رات تم نے کہاں گزاری؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"کیپٹن کے کیبن میں!" بڈ نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ "میں نے ایک کمبل چرا لیا تھا۔ اُس میں سمٹ کر ایک گوشے میں لیٹ گیا تھا، بعد میں میں نے وہ کمبل وہیں چھوڑ دیا۔ آخر ایمان بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

بڈ کے انداز پر میں اور تہذیب ہنس پڑے۔ زاہر نے بھی کہیں سے ایک کمبل حاصل کر کے ایک کرسی پر رات بسر کی تھی لیکن اب وہ خوف ناک رات گزر چکی تھی اور ہم سب مطمئن تھے۔

"تم لوگ اپنے لیے لباس وغیرہ خرید لو،" میں نے زاہر کو ہدایت کی۔

"بات تو بہت مناسب ہے چیف!" بڈ نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس کے لیے کرنسی کی ضرورت پڑے گی اور کرنسی ہمارے پاس ہے نہیں۔"

میں نے ضروری خریداری کے لیے کرنسی کی خاصی مقدار اُن کے حوالے کی اور اس کے بعد میں اور تہذیب بھی بازار کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ ہم اُسی میک اَپ میں تھے جس میں ہم نے یہاں تک سفر کیا تھا لیکن اب ضرورت اس بات کی تھی کہ ہم اپنے میک اپ تبدیل کر لیتے۔ چنانچہ طے یہ کیا گیا کہ ہوٹل تبدیل کرنے سے قبل ہم میک اَپ بھی تبدیل کر لیں گے۔

بازار سے ہم نے اشد ضروری اشیا کے علاوہ میک اپ کا سامان بھی خریدا اور ہوٹل واپس آ گئے۔ بڈ اور زاہر بھی واپس آ چکے تھے۔ ہم نے اپنے میک اپ تبدیل کیے اور ہوٹل کا حساب بے باق کر کے نکل آئے۔ ہماری اگلی قیام گاہ لندن کا ایک مشہور ہوٹل تھا۔ ہمیں اس ہوٹل کی آٹھویں منزل پر دو کمرے مل گئے۔

رات کا کھانا ہم نے کمرے میں ہی طلب کر لیا تھا۔ بڈ اور زاہر بھی کھانے پر ہمارے ساتھ ہی تھے۔

"پیرس میں علی گروپ کے چند افراد باقی رہ گئے ہیں" تہذیب نے کھانے کے دوران کہا۔ "اُن کے بارے میں کیا فیصلہ کرنا ہے؟"

"انھیں پیغام بھجوا دو کہ وہ ہیڈ کوارٹر واپس چلے جائیں۔ فی الحال ہمیں اُن سے کوئی کام تو لینا نہیں ہے۔ وہ مشکوک لوگ بھی نہیں ہیں اس لیے انھیں پیرس کی پولیس کی طرف سے بھی کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

"تم نے سن لیا بڈ!" تہذیب نے بڈ سے کہا۔ "تمھیں پہلی فرصت میں یہ کام کرنا ہے۔ پیغام کوڈ ورڈز میں دیا جائے گا۔"

"اس ہدایت کا شکریہ میڈم!" بڈ نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔ "ورنہ بڈ بے چارے کو اتنی عقل کہاں کہ خود سے یہ پیغام کوڈ ورڈز میں بھیجنے کا فیصلہ کر لیتا۔"

تہذیب نے اُسے گھور کر دیکھا مگر کچھ بولی نہیں۔ بڈ بڑے اطمینان سے سر جھکائے کھانا کھانے میں مگن تھا۔

"جب ہمیں ان لوگوں کی روانگی کی اطلاع مل جائے گی اُس کے بعد ہم امریکا کے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں گے۔"

"تیاریاں تو ہم فوراً ہی شروع کر سکتے ہیں چیف!" بڈ بولا۔ "اُن لوگوں کی روانگی کی اطلاع ملنے تک ہماری تیاریاں مکمل ہو چکی ہوں گی اور ہم فوراً روانہ ہو سکیں گے۔"

"میرا مطلب یہی تھا۔ اُن لوگوں کو پیغام بھجوانے کے ساتھ ساتھ تم امریکا روانگی کے لیے ضروری تیاریاں بھی کل سے ہی شروع کر دو۔"

کھانے کے بعد بڈ اور زاہر چلے گئے۔ ہم نے اُن کے سامنے ہاروت رابیل کے متعلق گفتگو نہیں کی تھی۔ اُن کے جانے کے بعد میں نے اس مسئلے پر تہذیب سے گفتگو کی۔

"ہاروت رابیل کا صدر دفتر واشنگٹن میں ہے تہذیب! لٰہذا ہمیں یہاں سے سیدھا واشنگٹن ہی جانا ہوگا۔"

"ہاں علی!" تہذیب نے کہا۔ "اُس کا صدر دفتر بھی وہاں ہے اور رہائش بھی واشنگٹن میں ہی ہے۔ اُسے تلاش کرنا ذرا مشکل نہیں ہوگا۔"

"تلاش کرنا تو مشکل نہیں ہوگا لیکن اس تک رسائی حاصل کرنا کتنا مشکل کام ہوگا۔" میں نے کہا۔

"ہاں، یہ تو ہے علی! اور اس کے لیے ہمیں کوئی باقاعدہ قسم کا منصوبہ بنانا پڑے گا۔ تمھارے ذہن میں کچھ ہے؟"

"واشنگٹن پہنچنے کے بعد حالات کا جائزہ لے کر ہی کوئی فیصلہ کیا جا سکتا ہے تہذیب! اُس وقت تک کے لیے ذہن کو آزاد چھوڑ دو۔ تمام تفکرات سے بے نیاز ہو جاؤ۔"

اگلے روز بڈ نے اطلاع دی کہ اُس نے پیغام بھجوا دیا ہے اور ضروری کاغذات کی تیاری کے لیے بھی کام شروع کر دیا ہے۔ بڈ

ایک زہرہ جمال فتنہ خصال کے ماورائی کمالات کا قصہ
اپنے وقت کی مقبول ترین کہانی
انکا
جمیل احمد خان کی سرگزشت
6 انچ کی وہ گڑیا بڑے بڑے شہ زوروں سے زیادہ طاقت کی مالک تھی
انسانی خون اُس کی غذا اور انسانوں کے سروں پر ہی اس کا بسیرا تھا
تسخیر کا خواب بڑے بڑے پنڈتوں کی نیندیں حرام کیے رکھتا۔ بڑی کٹھن تپسیا کے بعد ہی کبھی کوئی پنڈت قوت و اقتدار کی اس دیوی کے حصول میں کامیاب ہوتا لیکن وہ پہلا شخص تھا جس کے سر پر انکا بغیر کسی جاپ اور تپسیا کے آگئی تھی اور ایک ایسے راستے پر چلنے کے لیے مجبور کر رہی تھی جہاں ہر قدم پر عداوتیں، نفرتیں اور کشت و خون کے سوا کچھ بھی نہ تھا — اور پھر یہی کچھ ہوا۔
جب تک اسے انکا کی مدد حاصل رہی اس نے سارے ہندوستان کو اپنی انگلیوں پر نچایا، لیکن ایک روز بالآخر ایک پنڈت اپنی کڑی تپسیا کے بعد انکا کو اس سے چھیننے میں کامیاب ہو گیا اور وہی راحتِ جاں اس کے لیے دشمنِ جاں بن گئی۔ جمیل احمد خان
ایک ایسی ناقابلِ فراموش داستان جس میں حُسن کی رعنائیاں بھی ہیں اور عشق کی گرم فرمائیاں بھی، جاں نثاری، عظیم دوستیوں کے پیمانے بھی ہیں اور کبھی ختم نہ ہونے والی دشمنیوں کے افسانے بھی
دو حصوں میں مکمل ○ قیمت فی حصہ ۴۰ روپے ○ ڈاک خرچ ایک یا دونوں حصوں کا ۱۶ روپے
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23، رمضان چیمبرز، بلیا اسٹریٹ، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی 74200

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے ٹیلی گرام کا جواب دو دن بعد ہی موصول ہو گیا جس کے مطابق علی گروپ کے پیرس میں مقیم ارکان ہیڈ کوارٹر واپس روانہ ہو رہے تھے۔ زاہر کو واپس بھجوانے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ مستقبل قریب میں ہمیں اُس کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔ ممکن تھا ہاروت رابیل کو مطمئن کرنے کے لیے زاہر کو ایک بار پھر ڈی فوسٹر کا روپ دھارنا پڑ جاتا۔ بڈ کو بھی ہم خود سے الگ نہیں کر سکتے تھے۔ ایک تو اُس کی کارکردگی بہت عمدہ تھی، دوسرے یہ کہ وہ ہمارا پیچھا کرتا ہوا ہم تک پہنچ جاتا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ اگر ہم اُسے لندن میں چھوڑ کر واشنگٹن روانہ ہو جائیں تو وہ واشنگٹن ایئرپورٹ پر ہمارے استقبال کے لیے موجود ہوگا۔ ماضی میں ایسی مثالیں بھری پڑی تھیں جب وہ ہم سے بچھڑ گیا تھا لیکن اُس نے ہمیں تلاش کرنے میں دیر نہیں لگائی اور ہم تک پہنچ گیا۔

امریکا روانگی کی تیاریوں میں ایک ہفتہ صرف ہو گیا۔ ہر کام ہم نے بہت محتاط طریقے سے کیا تھا۔ امریکا خاص طور پر ہمارے لیے خطرناک جگہ ثابت ہو سکتی تھی اس لیے کہ ماضی میں وہاں ہم نے بہت سی مہمات سرانجام دی تھیں۔ چنانچہ ہم نے اس ضمن میں خصوصی احتیاط کو مدِنظر رکھا تھا۔ آخر آٹھویں روز ہم پان امریکن ایئر لائن کے ایک طیارے سے واشنگٹن روانہ ہو گئے۔

امریکی دارالحکومت واشنگٹن میں اپنے قیام کے لیے ہم نے ایک عمدہ فائیو اسٹار ہوٹل کا انتخاب کیا۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ امریکا میں ہمیں کتنا عرصہ قیام کرنا پڑے گا۔ اس لیے ہم نے بڑی تعداد میں کرنسی منتقل کرالی تھی جس میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی اور اب ہم اخراجات کی طرف سے قطعی بے فکر تھے۔

واشنگٹن پہنچنے کے چند ہی گھنٹے بعد ہم نے ایک میٹنگ کی۔ جس میں آئندہ لائحہِ عمل طے کیا گیا۔ بڈ اور زاہر کو ہاروت رابیل کے متعلق معلومات حاصل کرنے پر مامور کرنے کے بعد میں اور تہذیب واشنگٹن کی سیر کرنے نکل کھڑے ہوئے۔ مقصد صرف تفریح نہیں تھا بلکہ ہم یہاں کے حالات کا جائزہ بھی لینا چاہتے تھے۔ اس کام کے لیے ہم نے اخبارات کا سہارا بھی لیا تھا۔

چوبیس گھنٹے بعد بڈ اور زاہر نے اپنی رپورٹ پیش کر دی جس کے مطابق ہاروت رابیل کی رہائش واشنگٹن کے سب سے فیشن ایبل علاقے میں تھی۔ اس کا نام رابیل پیلس تھا اور ہاروت رابیل اس وقت رابیل پیلس میں موجود نہیں تھا بلکہ وہ واشنگٹن میں ہی موجود نہیں تھا۔

"وہ کہاں گیا ہوا ہے اور کب تک واشنگٹن واپس آ جائے گا؟" میں نے بڈ سے پوچھا۔

"اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا چیف۔" بڈ نے کہا۔ "وہ اپنے پروگرام خفیہ رکھنے کا عادی ہے۔"

"یہ تو اچھی ابتدا نہیں ہے۔" تہذیب نے تشویش سے کہا۔ "یہ معلوم ہونا تو ضروری ہے کہ وہ کب واپس آئے گا۔"

"آج سے تیسرے روز چیمبر آف کامرس کی ایک میٹنگ ہو رہی ہے۔" بڈ نے کہا۔ "اس میٹنگ میں ہاروت رابیل کی شرکت یقینی ہے۔"

"اتنا بہت کافی ہے۔" میں نے کہا۔ "زاہر تم پریس فوٹو گرافر کی حیثیت سے کام شروع کر دو۔ کوشش کرو کہ دو دن میں متعلقہ حلقے کے کچھ لوگ تمھیں پریس فوٹو گرافر کی حیثیت سے جاننے لگیں۔ چیمبر آف کامرس کی اس میٹنگ میں تم خاص طور پر ہاروت رابیل کی تصویریں بناؤ گے۔ ممکن ہے کسی موقع پر یہ تصاویر ہمارے کسی کام آ سکیں۔ فوری طور پر کام شروع کر دو۔"

زاہر سر ہلا کر چلا گیا اور میں بڈ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "تمھیں رابیل پیلس کے اطراف کا نقشہ تیار کرنا ہے۔ نقشے میں ایسے تمام راستے واضح ہونے چاہئیں جو کسی بھی اعتبار سے ہمارے کام آ سکتے ہوں۔"

"یہ تو کوئی کام نہ ہوا۔" بڈ نے مایوسانہ لہجے میں کہا اور تہذیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک ہے بڈ! اس کے علاوہ تم کوئی ایسی تدبیر بھی سوچو جس کے ذریعے ہاروت رابیل تک ہماری رسائی ہو سکے۔" تہذیب نے کہا۔

"ہاں، یہ کام بڈ کے شایانِ شان ہے۔" بڈ نے کہا۔ اُس کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔ اس کے بعد وہ رکا نہیں تھا، فوراً ہی رخصت ہو گیا تھا۔

"یہ شخص ہمارے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت اختیار کرتا جا رہا ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔

"اس میں شک نہیں کہ بے حد باصلاحیت آدمی ہے لیکن کسی پر ضرورت سے زیادہ انحصار کرنا اچھا نہیں ہوتا۔"

کافی دیر بعد بڈ واپس آیا۔ "میں ایک اہم خبر لایا ہوں چیف!" اُس نے جوشیلے انداز میں کہا۔ "چیمبر آف کامرس کی میٹنگ میں شرکت کرنے کے لیے فرانس سے مسٹر اینڈ مسز سوتراں بھی آئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے سوتراں نامی کسی شخص کا نام بھی میں نے کبھی نہیں سُنا۔" میں نے کہا۔

"وہ فرانس کے بہت بڑے کاروباری ہیں۔ مسٹر سوتراں کی عمر پچپن اور مسز سوتراں کوئی چالیس سال کی ہوں گی۔"

"کیا فضول ہانک رہے ہو۔ ہم نے تو تمھیں ہاروت رابیل سے متعلق اطلاعات فراہم کرنے کو کہا تھا۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔

"اُن کے ساتھ اُن کی سیکرٹری مس بینی بھی ہے۔" بڈ نے سنی اَن سُنی کرتے ہوئے کہا۔ "میں اُسے دوست بنانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"

"کہیں تمھارا یہ مقصد تو نہیں کہ ہم اُن کے میک اپ میں میٹنگ میں شرکت کریں۔" میں نے بڈ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بڈ کا کام تو اطلاعات فراہم کرنا ہے چیف! ان اطلاعات سے کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے یہ سوچنا بڈ کا دردِ سر نہیں ہے۔"

"بڈ ٹھیک کہہ رہا ہے علی!" تہذیب نے کہا۔ "اس جوڑے کے ذریعے ہم ہاروت رابیل تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔"

"یہ تو میں بھی سمجھ رہا ہوں تہذیب لیکن کیا یہ طریقہ خطرناک نہیں ہوگا۔"

"خطرناک تو ہے علی لیکن یہ خطرہ مول لے کر اگر ہم دقت کی بچت کر سکتے ہیں تو اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھائیں۔"

"ٹھیک ہے تہذیب! جیسی تمھاری مرضی۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر رضامندی ظاہر کر دی۔

"دراصل چیف! تمھیں اُن لوگوں کے بارے میں بتانے کا مقصد بھی یہی تھا کیونکہ وہ براہِ راست اس میٹنگ میں شرکت کر رہے ہیں۔ اگر تم پسند کرو تو میڈم پر بھی بہ آسانی مسز سوتراں کا میک اپ ہو جائے گا۔"

"مسئلہ یہ بھی تو ہے بڈ کہ مسٹر اینڈ مسز سوتراں کو اس میٹنگ میں شرکت سے باز کیسے رکھا جائے۔"

"اس کی فکر مت کرو چیف! بڈ سارا انتظام کر لے گا۔ تم صرف یہ بتاؤ کہ کیا یہ حیثیت برقرار رکھو گے یا صرف ایک عارضی ملاقات کے لیے انھیں منتخب کرو گے؟"

"عارضی ملاقات بھی بُری نہیں رہے گی۔ اگر ہم کوشش کر کے پہلے ہی مرحلے میں کامیاب ہو گئے تو اس کے بعد ظاہر ہے، ہمیں اُن کا روپ دھارے رکھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

"گویا اُن سے تمھاری ملاقات کا بندوبست کیا جائے؟" بڈ نے پوچھا۔

"ہمیں اُن کا کردار ادا کرنا ہوگا۔ اس کے لیے اُن سے کچھ نہ کچھ واقفیت تو بہت ضروری ہے لیکن تم اس ملاقات کا بندوبست کیسے کرو گے۔ کیا وہ ہم سے ملنے کے لیے تیار ہو جائیں گے؟"

"مس بینی زندہ باد! بھلا یہ ممکن ہے کہ بڈ کوئی درخواست کرے اور مس بینی اُسے رَد کر دے۔"

بڈ کی یہ صلاحیت بھی حیران کُن تھی۔ اُس نے سوتراں کی سیکرٹری مس بینی کو بُری طرح اپنے دام میں پھنسا لیا تھا۔ مس بینی بے چاری کی تو حیثیت ہی کیا تھی۔ صحرائے اعظم افریقہ کے وحشی قبائل کی عورتیں تک بڈ میں دلچسپی لیے بغیر نہیں رہ سکی تھیں۔ معلوم نہیں اُس کی شخصیت میں ایسی کیا خاص بات تھی جس سے لڑکیاں بچ نہیں سکتی تھیں۔

بڈ نے اُسی روز مسٹر اور مسز سوتراں سے ہماری ملاقات کا بندوبست کر دیا۔ ہم نے خود کو اسپینی تاجر کی حیثیت سے اُن سے متعارف کرایا۔ امریکی دورے کے بارے میں ہم نے انھیں ایک فرضی کہانی سُنا دی تھی۔ مسٹر سوتراں ایک خوش اخلاق انسان تھے، ذرا ہی دیر میں ہم آپس میں گھل مل گئے۔ میں نے انھیں اسپین میں اپنے کاروبار کی تفصیلات بتائیں جو زیادہ بڑا نہیں تھا اور مسٹر سوتراں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ جواباً مسٹر سوتراں اپنے کاروبار کے بارے میں تفصیلات بتاتے رہے۔

ڈائجسٹوں کی معرکہ آرا کہانیاں
ہر کہانی، انعام یافتہ کہانی
جنھیں ایک بار پڑھنے کے بعد فراموش نہیں کیا جا سکتا
جاسوسی، سسپنس، معاشرہ، جرم و سزا، خوف و دہشت اور ادبی جذبوں پر مشتمل
انعام یافتہ
کہانیاں
جنھیں مشہور انعام یافتہ مصنف شکیل انجم نے تحریر کیا
قیمت: ۴۰ روپے
ڈاک خرچ: ۱۶ روپے
آج ہی ایک خط لکھ کر طلب فرمائیں
ملنے کا پتا

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مَیں بڑی توجہ سے سب کچھ ذہن نشین کرنے میں مصروف تھا۔
اس دوران تہذیب مسز سوتراں سے خاصی بے تکلف ہوگئی تھی۔ اُن دونوں کے کردار ادا کرنے کے لیے مجھے اور تہذیب کو اُن کے عادات واطوار اور لب و لہجے کے علاوہ اُن کے کاروبار کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم ہونا ضروری تھا اور اس ملاقات کے دوران یہ ساری معلومات بتدریج ہمیں حاصل ہوتی جارہی تھیں اُن سے ملاقات کرکے ہم اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ہم بہ آسانی اُن کا رول نبھاسکیں گے۔

مسٹر سوتراں ہم سے اتنے متاثر ہوئے کہ اگلے روز انھوں نے ہمیں ڈنر پر مدعو کرلیا۔ چنانچہ اگلی رات ہم نے اُن کے ہوٹل میں اُن کے ساتھ ہی کھانا کھایا۔ چونکہ عارضی طور پر انھیں استعمال کرنا ضروری تھا اس لیے اُن کا زیادہ سے زیادہ قرب ہمارے لیے فائدے مند تھا۔ یہ بات تو ہمیں معلوم ہوچکی تھی کہ اُن کے ساتھ صرف اُن کی سیکرٹری پینی گراہم ہی آئی ہے اور اُن کے تمام پروگرام پینی گراہم ہی طے کرتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اُن کے کاروباری امور میں بھی بڑی حد تک دخیل ہے۔

پینی گراہم کے گرد بڈ نے اپنا جال بہت مضبوط کرلیا تھا اس لیے ہمیں بڈ کے ذریعے اُس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مسٹر اینڈ مسز سوتراں میٹنگ میں اپنا کیا مؤقف پیش کریں گے۔

"اب تو اس شخص کی صلاحیتوں پر حیرت بھی نہیں ہوتی۔" تہذیب نے کہا۔ "اس نے ہمارے لیے کتنی آسانیاں پیدا کردی ہیں ورنہ شاید ہمیں ہاروت رابیل تک رسائی حاصل کرنے میں بہت مشکلات پیش آتیں۔"

"صلاحیتیں ہر شخص میں موجود ہوتی ہیں تہذیب۔" مَیں نے کہا۔ "کوئی انھیں بروئے کار لے آتا ہے اور کوئی اپنی صلاحیتیں ضائع کردیتا ہے۔ بڈ اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کے ہنر سے واقف ہے۔"

تیسرے روز رات کے ساڑھے نو بجے ہمیں چیمبر آف کامرس کی میٹنگ میں شرکت کے لیے جانا تھا۔ بڈ کے ساتھ مل کر ہم نے پورا منصوبہ ترتیب دے لیا تھا۔ طے یہ ہوا تھا کہ پونے نو بجے یعنی عین اُس وقت جب وہ لوگ میٹنگ میں شرکت کی تیاریاں کررہے ہوں گے، بڈ انھیں بے ہوش کردے گا۔ اُس وقت تک پینی تمام کاغذات مکمل کرچکی ہوگی۔ اس لیے ہمیں اُن سے کاغذات سے مکمل معلومات حاصل ہوجائیں گی۔

وقتِ مقررہ سے کافی قبل ہم نے مسٹر اور مسز سوتراں کا میک اپ کرلیا۔ زاہر نے ہمیں اُن دونوں کی تصویریں فراہم کردی تھیں جس کی وجہ سے ہمیں میک اپ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

ساڑھے آٹھ بجے ہم اپنے ہوٹل سے نکل آئے اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر سوتراں کے ہوٹل پہنچ گئے۔ بڈ ہوٹل کے دروازے پر ہمارا منتظر تھا۔ ہمیں ٹیکسی سے اُترتے دیکھ کر وہ ہمارے پاس آگیا۔

"تمام تیاریاں مکمل ہیں چیف! وہ سیاہ رنگ کی کار سوتراں کے لیے ہے۔ تم خود اُسے ڈرائیو کروگے۔ بقیہ تفصیلات پہلے سے تمھارے علم میں ہیں۔"

"زاہر کے بارے میں کیا خبر ہے؟" مَیں نے پوچھا۔ "وہ ہمیں کہاں ملے گا؟"

"زاہر چیمبر آف کامرس کی بلڈنگ میں ٹائمز کے فوٹو گرافر کی حیثیت میں موجود ہے۔" بڈ نے کہا۔ "وہ میک اپ میں ہے لیکن کسی نہ کسی طرح خود کو تم پر ظاہر کردے گا۔"

"تم نے اُن تینوں کو بے ہوش کردیا ہے نا؟" تہذیب نے پوچھا۔ "انھیں کب تک ہوش آجائے گا؟"

"بے ہوشی کی جو دوائیں نے انھیں استعمال کرائی ہے وہ انھیں بارہ گھنٹے سے قبل ہوش میں نہیں آنے دے گی۔ وہ تینوں اپنے کمروں میں بارہ گھنٹے تک بے ہوش پڑے رہیں گے۔ اس دوران تمھیں اپنا کام مکمل کرلینا ہوگا۔"

"بارہ گھنٹے بھی ہمارے لیے بہت ہیں بڈ۔" مَیں نے کہا۔ "لیکن اس دوران اگر اُن کی بے ہوشی کا راز فاش ہوگیا تو کیا ہوگا؟"

"کمال کرتے ہو چیف! ابھی تم ہوٹل کے عقبی زینوں سے اوپر جاؤگے اور واپس اُترتے ہوئے کاؤنٹر پر کمروں کی چابیاں دوگے تو بھلا کسی کو کیا پڑی ہے کہ تمھاری غیر موجودگی۔۔ میرا مطلب ہے مسٹر اور مسز سوتراں کی غیر موجودگی میں اُن کے کمروں میں جانے کی کوشش کرے۔ اس کے باوجود اگر تم چاہو تو میں یہیں رک کر اُن کی نگرانی کروں؟"

"ہم کسی معمولی سی بے پروائی سے خود کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے بڈ! اس لیے بہتر یہی ہوگا کہ تم یہاں رک کر حالات پر نظر رکھو۔"

"اوکے چیف!" بڈ نے کہا۔ "میں یہیں رکوں گا۔ تم کام مکمل کرکے نو بجے تک واپس آجانا۔"

مَیں اور تہذیب مالکم ایکس مسٹر اینڈ مسز سوتراں کے میک اپ میں عقبی زینوں سے اوپر گئے اور پھر چابیاں لے کر نیچے اُتر آئے۔ ہم نے چابیاں کاؤنٹر پر جمع کرائیں اور اس کے بعد ہم ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ بڈ کا کوئی پتا نہیں تھا۔ اُس نے سیاہ کار کی چابیاں پہلے ہی ہمارے حوالے کردی تھیں۔

کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر میں نے کاغذات پر ایک نگاہ ڈالی۔ میٹنگ میں شرکت کا دعوت نامہ تھا اور کانفرنس میں اپنے کاروبار کی نمائندگی کرنے کے لیے کچھ ضروری پوائنٹس تھے۔

مَیں نے مطمئن ہوکر کار اسٹارٹ کردی۔

چیمبر آف کامرس بلڈنگ کے گیٹ پر ہمارے کاغذات چیک کیے گئے اور اس کے بعد ہمیں کانفرنس ہال میں پہنچا دیا گیا۔ ہم مسٹر اور مسز سوتراں کے لیے مخصوص نشستوں پر بیٹھ گئے۔ کافی شرکا آچکے تھے اور مزید شرکا کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔

ہمیں اپنی نشستوں پر بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک فوٹو گرافر ہمارے پاس آیا۔ اُس نے ہم سے تصویریں کھنچوانے کی درخواست کی اور ہمیں ترتیب سے بٹھا کر کیمرے کا لینس درست کرنے لگا۔ اسی دوران اُس نے آہستہ سے کہا۔ "سامنے کی آٹھویں نشست پر ہاروت رابیل موجود ہے۔ آپ اُسے دیکھ چکے ہوں گے۔" اس کے ساتھ ہی اُس نے تصویر کھینچنے کے لیے بٹن دبا دیا۔ روشنی کا ایک جھماکا ہوا اور وہ گردن خم کرکے ہمارا شکریہ ادا کرنے کے بعد آگے بڑھ گیا۔

فوٹو گرافر یقیناً زاہر تھا جو ٹائمز کے فوٹو گرافر کی حیثیت سے وہاں موجود تھا اور ہاروت رابیل کی نشان دہی کرگیا تھا۔ مَیں نے ہاروت رابیل کی طرف دیکھا۔ وہ مطمئن انداز میں سر کے بالوں پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ اُس کے سکون کے دن پورے ہوچکے ہیں اس لیے وہ اتنے اطمینان سے بیٹھا تھا۔ اگر اُسے معلوم ہوجاتا کہ کیا کیا مصائب اُس کی گھات لگائے بیٹھی ہیں تو دہشت سے بے ہوش ہوجاتا۔

"ابھی تک تو ہر کام بڑی خوبی سے انجام پارہا ہے۔" تہذیب نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"ہاں۔" میں نے بھی انتہائی دھیمی آواز میں کہا۔ "خدا نے چاہا تو آئندہ بھی سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہی ہوگا۔"

کانفرنس ہال کے دروازے بند ہوگئے۔ اور اس کے بعد کانفرنس کی کارروائی شروع ہوگئی۔ بڑے بڑے سرمایہ داروں کی خشک اور بے مقصد تقاریر سے ہمیں کوئی سروکار نہیں تھا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوگیا تھا کہ کانفرنس میں ہمارے لیے ضروری نہیں ہے کہ ہم بھی تقریر کریں۔ یہ معلوم ہونے کے بعد میں بالکل پُرسکون ہوگیا تھا۔

میں اور تہذیب بیٹھے بور ہوتے رہے۔ کبھی ڈیسک بجانے کی نوبت آتی تو ہم بھی ڈیسک بجا دیتے ورنہ ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہاں کیا ہورہا ہے؟ ہماری توجہ کا مرکز تو ہاروت رابیل تھا۔ وہ خاصے ٹھنڈے مزاج کا آدمی معلوم ہورہا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹے تک مَیں نے اُسے اپنی جگہ سے جنبش تک کرتے نہیں دیکھا تھا۔

دو گھنٹے بعد وقفہ ہوا اور ممبران اُٹھ کر باہر جانے لگے۔ تقریباً تمام ہی لوگ باہر وسیع لاؤنج میں آگئے تھے اور کاروباری معاملات پر بحث مباحثہ کررہے تھے۔ انھی لوگوں میں ہاروت رابیل بھی شامل تھا۔ اُس کی چال میں کسی قدر لنگڑاہٹ تھی۔

"یہ سب سے بہتر وقت ہے تہذیب۔" مَیں نے تہذیب سے کہا۔ "ہمیں اسی وقت کچھ کرگزرنا چاہیے ورنہ بعد میں موقع نہیں ملے گا۔"

"لیکن یہاں اتنے بہت سے لوگوں کے درمیان ہم کیا کرسکیں گے؟" تہذیب حیران ہوکر بولی۔

"آؤ، میرے ساتھ آؤ، مَیں تمھیں تماشا دکھاتا ہوں۔ اتنے بہت سے لوگوں کے درمیان کسی شخص کو کس طرح قابو میں کیا جاسکتا ہے۔"

مَیں اور تہذیب ٹہلتے ہوئے ہاروت رابیل کی طرف بڑھنے لگے۔ ہم اس وقت اس کے قریب پہنچے جب اُس کے آس پاس کوئی اور نہیں تھا۔

"ہیلو مسٹر ہاروت رابیل! کیا حال ہیں آپ کے؟" مَیں نے بے تکلفی سے کہا اور ہاروت رابیل چونک کر ہمیں دیکھنے لگا۔ اُس نے پہلے مجھے اور پھر تہذیب کو سر سے پیر تک دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں استعجاب کروٹیں لے رہا تھا۔

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں بھینگی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟

تو کتاب

کم نظری اور اُس کا سدِ باب

قیمت ۲۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۶ روپے

آپ کو بتائے گی کہ

عینک سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے۔ بینر داؤں کے اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جاسکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں صحت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جاسکتا ہے

ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"معاف کیجیے گا۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" ہاروت رابیل نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "غالباً اس سے قبل ہماری کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔"

میں دھیرے سے ہنس پڑا۔ "میرا خیال اس کے برعکس ہے مسٹر ہاروت رابیل۔ میرا نام سوتراں ہے اور یہ مسز سوتراں ہیں۔"

"اوہ اچھا! آپ لوگ فرانس سے آئے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں مسٹر رابیل، لیکن آپ نے شاید ہمارے ناموں سے ہماری قومیت کا اندازہ لگایا ہے؟"

"ظاہر ہے۔" ہاروت رابیل نے کہا۔ اس کے لہجے میں اب بھی اُلجھن تھی۔ "مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میری کبھی آپ لوگوں سے ملاقات ہوئی ہو۔"

"اتفاق کی بات ہے مسٹر رابیل۔" میں نے کہا۔ "ویسے بھی ہماری ایک ہی ملاقات ہوئی تھی اور وہ بھی بہت مختصر تھی اس لیے اگر آپ کو یاد نہیں رہا تو یہ کوئی ایسی زیادہ تعجب خیز بات بھی نہیں ہے۔ ہم جنیوا میں آپ سے ملے تھے۔"

"ممکن ہے۔" ہاروت رابیل نے شانے اُچکائے۔ "کیا حال ہیں آپ لوگوں کے؟" اس نے پوچھا لیکن یہ محض ایک رسمی سا سوال تھا۔ اس کے لہجے میں ذرا بھی گرم جوشی نہیں تھی۔

"آپ سے دوبارہ ملنے کا بڑا اشتیاق تھا مسٹر رابیل! ہم لوگ اکثر آپ کے بارے میں باتیں کیا کرتے تھے۔"

"اچھا۔" ہاروت رابیل نے یوں بے نیازی سے کہا جیسے یہ اس کا حق رہا ہو۔

"آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ آپ سے دوبارہ مل کر ہم کتنی خوشی محسوس کر رہے ہیں۔" تہذیب بولی۔

"آپ دونوں کا حد سے بڑھا ہوا اشتیاق میری سمجھ سے باہر ہے۔ میں کوئی اتنی اہم شخصیت تو نہیں ہوں۔"

"اکثر لوگ اپنے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے مسٹر رابیل۔" میں نے کہا۔ "آپ کو اپنی اہمیت کا اندازہ ہی نہیں ہے۔"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم ذومعنی گفتگو کر رہے ہو مسٹر سوتراں! اور الجھی ہوئی گفتگو سے مجھے ویسے بھی چڑ ہے۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے مسٹر رابیل۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "ہم تو بہت واضح قسم کی گفتگو کر رہے ہیں جس کا کوئی اور مطلب نہیں ہے۔"

"کیا تمہارا مقصد صرف مجھ سے ملاقات ہی کرنا تھا؟" ہاروت رابیل نے خشک لہجے میں کہا۔

"بنیادی مقصد تو یہی تھا مسٹر رابیل، لیکن ہمیں آپ سے کچھ کام بھی تھا جو یقیناً آپ کے لیے فائدے مند ثابت ہوگا!"

"اوہ!" ہاروت رابیل بڑی دلچسپی سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس کا رویہ اچانک ہی تبدیل ہو گیا تھا۔ "تب تو آپ لوگ میرے ساتھ کچھ وقت ضرور گزاریے گا۔"

"ضرور گزاریں گے مسٹر رابیل۔" میں نے کہا۔ "لیکن آپ ہم سے ملنے کے لیے کب وقت نکال سکیں گے؟"

"فوری طور پر تو میں کچھ نہیں بتا سکوں گا۔ مجھے اپنے سیکرٹری سے معلوم کرنا پڑے گا۔"

"ہم نے تو سُنا تھا آپ بہت بڑے کاروباری ہیں لیکن آپ کا رویہ تو اس بات کی نفی کر رہا ہے۔" میں نے مایوسی سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اچھا کاروباری کوئی موقع ہاتھ سے گنوانا پسند نہیں کرتا۔ آپ معلوم نہیں کیسے کاروباری ہیں کہ اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھا رہے۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو سوتراں۔" ہاروت رابیل نے قدرے بے تکلفی کا مظاہرہ کیا۔ "میرا کاروبار اتنا پھیلا ہوا ہے کہ میں بڑی مشکل سے کوئی وقت نکال پاتا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے مسٹر رابیل! لیکن آپ کو شاید اندازہ نہیں ہے کہ ہمارے پاس آپ کے لیے جو آئیڈیا ہے اس سے آپ کے بزنس کو چار چاند لگ جائیں گے۔"

"اوہ!" ہاروت رابیل نے دلچسپی سے کہا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ میں اسلحے کی سپلائی کرتا ہوں۔"

"آپ کوئی بھی کاروبار کرتے ہوں مسٹر رابیل! اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ منافع کروڑوں تک بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"کروڑوں ڈالر کا منافع!" ہاروت رابیل نے چونک کر کہا۔

"کروڑوں ڈالر تو ایک سرسری اندازہ ہے۔ ورنہ منافع کی رقم اربوں ڈالر بھی ہو سکتی ہے۔"

ہاروت رابیل نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ "کیا تم میرے ساتھ مسخرہ پن کر رہے ہو سوتراں؟"

"ہرگز نہیں مسٹر رابیل! جو کچھ میں نے آپ سے کہا وہ ایک اٹل حقیقت ہے۔"

"میں نہیں مان سکتا۔" ہاروت رابیل نے نفی میں سر ہلایا۔ "اگر اربوں ڈالر منافع کا معاملہ ہے تو میں ہی کیوں؟"

"اس لیے کہ معاملہ آپ ہی سے متعلق ہے۔ ہم خاص طور پر اسی لیے اس کانفرنس میں شریک ہوئے ہیں۔ اگر یہ معاملہ نہ ہوتا تو شاید ہم اس کانفرنس میں شریک نہ ہوتے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مجھ سے متعلق کیا معاملہ ہو سکتا ہے؟" ہاروت رابیل نے کہا۔ وہ بہت محتاط انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔

"یہ معاملہ تفصیل طلب ہے مسٹر رابیل! اتنے مختصر وقت میں ہم آپ کو کچھ بھی نہیں سمجھا سکیں گے۔ اسی لیے ہم آپ سے آپ کے قیمتی وقت کا کچھ حصہ مانگ رہے ہیں۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے مسٹر سوتراں کہ جو بات تمھارے نزدیک بہت اہم ہے مجھے اس میں دلچسپی نہ محسوس ہو۔ کیا اس صورت میں میرا وقت ضائع نہیں ہو گا؟"

"ہمارے وقت کی بھی کوئی قیمت ہے مسٹر رابیل!" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ آپ فائدے سے اس طرح دامن کتراتے ہیں تو میں آپ سے اتنی بات بھی نہ کرتا۔"

"اوہو تم تو ناراض ہو گئے۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میرا خیال ہے تمھاری بات سن لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر تم نے مجھے متاثر کر دیا تو تم دیکھو گے کہ میں تم سے کس طرح تعاون کرتا ہوں۔"

"اصل بات کا فیصلہ تو ہوا ہی نہیں مسٹر رابیل!" میں نے کہا۔ "آپ ہمیں کب وقت دے سکیں گے؟"

"اس وقت تو چونکہ کانفرنس ہو رہی ہے' اس لیے ابھی تو یہ ممکن نہیں ہو گا۔" ہاروت رابیل نے کہا۔ "تم یوں کیوں نہیں کر لیتے کہ کل۔۔۔"

"کانفرنس کے بعد یہیں گفتگو کر لینے میں کیا حرج ہے مسٹر رابیل! ہم آپ کا زیادہ وقت نہیں لیں گے۔"

"میرے خیال میں یہ موزوں نہیں رہے گا۔ کاروباری گفتگو کے لیے پُرسکون ماحول درکار ہو گا۔"

"اس وقت ہماری گفتگو کاروباری نوعیت کی نہیں ہو گی۔ ہم تو آپ کو صرف اپنا آئیڈیا بتائیں گے۔ اگر آپ کو منظور ہوا تو ہم بعد کا کوئی وقت طے کر کے تفصیلی بات چیت کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر سوتراں۔" ہاروت رابیل نے طویل سانس لے کر کہا۔ "تمھارا یہی اصرار ہے تو یوں ہی سہی۔ کانفرنس کے اختتام پر مجھ سے مل لینا۔"

وقفہ ختم ہو چکا تھا اور کانفرنس کے شرکا واپس کانفرنس ہال میں جانا شروع ہو گئے تھے۔ چنانچہ ہم بھی کانفرنس ہال میں آ کر اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ پہلا مرحلہ کامیابی سے طے ہو گیا تھا۔ ہاروت رابیل تک تو رسائی ہو گئی تھی۔ اب مسئلہ صرف یہ رہ گیا تھا کہ جب ہم اس پر ڈی فوسٹر اور ایٹمی ہتھیاروں سے متعلق دھماکا خیز انکشاف کریں گے تو اس کا ردِعمل کیا ہو گا؟

کانفرنس جاری رہی لیکن میرا ذہن چونکہ الجھا ہوا تھا اس لیے میں کچھ نہ سن سکا۔ مجھے تو یہ اندازہ بھی نہیں ہوا کہ کانفرنس کس وقت ختم ہوئی۔ شاید تہذیب بھی میری طرح ذہنی طور پر الجھی ہوئی تھی۔ پھر میں اس وقت چونکا تھا جب کانفرنس کے شرکا ہال سے باہر جانے لگے۔

"معلوم ہوتا ہے کانفرنس ختم ہو گئی۔" تہذیب نے چونک کر کہا۔

"یقیناً ایسا ہی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آؤ، ہم بھی اٹھ چلیں۔" ہم اٹھ کر ہاروت رابیل کی طرف بڑھے جو ابھی تک اپنی نشست پر ہی براجمان تھا۔ ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"وقت بہت ہو گیا ہے۔ اس لیے میں تمھیں آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔" ہاروت رابیل نے کہا۔

"ہمارے لیے آپ کا آدھا گھنٹا بھی بہت ہے مسٹر رابیل!" میں نے کہا۔ "اس سے بہت کم وقت میں آپ ہم سے متفق ہو جائیں گے۔"

"کیا خیال ہے باہر لان میں چل کر بات چیت کر لیں؟" ہاروت رابیل نے ہال کے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"لاؤنج کا وہ گوشہ کیسا رہے گا؟" میں نے ہاتھ سے لاؤنج کے ایک دور افتادہ گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ "آپ کے ساتھ کچھ اور افراد تو نہیں ہیں مسٹر رابیل؟"

"نہیں۔ بس میرا ڈرائیور اور سیکرٹری ہیں۔ وہ دونوں باہر گاڑی میں موجود ہیں۔"

"تب تو لاؤنج میں ہی گفتگو کرنا بہتر رہے گا۔" میں نے کہا۔ "کیا خیال ہے مسٹر رابیل؟"

"ٹھیک ہے۔ یہ جگہ پُرسکون بھی ہے اور یہاں کرسیاں بھی موجود ہیں۔" ہاروت رابیل نے ہمارے ساتھ لنگڑا کر چلتے ہوئے کہا۔

ہم تینوں لاؤنج کے اس گوشے میں کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ ہاروت رابیل نے بیٹھتے ہی اپنی کلائی پر بندھی ہوئی قیمتی طلائی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔

"آدھے گھنٹے کے اندر اندر آپ اگر مجھے متاثر نہ کر سکے مسٹر سوتراں تو اس کے بعد مجھے معذور سمجھیے گا۔ اس لیے کہ اس سے زیادہ وقت میں آپ کو نہیں دے سکوں گا۔"

"اور اگر ہم آپ کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئے مسٹر رابیل تو پھر آپ کا رویّہ کیا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر ایسا ہو گیا۔" ہاروت رابیل نے مسکرا کر کہا۔ "تو پھر وقت کی کوئی اہمیت نہیں رہ جائے گی۔"

"میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں مسٹر رابیل کہ میں اس سے بہت کم وقت میں آپ کو خود سے متفق کر لوں گا۔ دراصل جو آئیڈیا میں آپ کے سامنے پیش کرنے والا ہوں' وہ آپ کے عظیم الشان کاروبار سے ہی متعلق ہے۔ آپ اسلحے کی سپلائی کا کام بہت اعلیٰ پیمانے پر کرتے ہیں۔ اس بارے میں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ بعض ملک لڑ ہی صرف اسی لیے رہے ہیں کہ آپ کا اسلحہ فروخت ہوتا رہے۔"

ہاروت رابیل کا چہرہ بے تاثر ہو گیا اور اس نے سرد نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "لوگوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق میرے بارے میں بہت سی کہانیاں گھڑ رکھی ہیں۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "چونکہ لوگوں کا کام ہی چہ میگوئیاں کرنا ہوتا ہے اس لیے میں ایسی باتوں پر زیادہ توجہ نہیں دیتا۔ میں نے کبھی ایسی باتوں کی تائید یا تردید کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس قسم کی کہانیاں میرے لیے نئی نہیں ہیں مسٹر سوتراں! اس لیے میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ ان من گھڑت داستانوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اصل بات کی طرف آ جائیے۔"

"اتنے بڑے کاروبار کو سنبھالنا بھی مسئلہ ہی ہوتا ہو گا مسٹر رابیل! یہ آپ ہی کا حوصلہ ہے کہ آپ اتنے وسیع کاروبار کو نہایت کامیابی سے سنبھالے ہوئے ہیں۔"

"میں آپ کی اس بات سے بھی متاثر نہیں ہو سکا مسٹر سوتراں' اس میں میرا اربوں ڈالر کا فائدہ کہاں ہے؟" ہاروت رابیل نے خالصتاً یہودیوں والے انداز میں کہا۔ اس کے الفاظ سے طمع ظاہر ہو رہی تھی لیکن اس کا لہجہ سپاٹ اور بے تاثر تھا۔

"فائدہ بھی ظاہر ہو جائے گا مسٹر رابیل۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "فرض کیجیے' میں آپ کو کوئی ایسی بات بتاؤں جس کے نتیجے میں آپ کسی متوقع نقصان سے بچ سکیں تو کیا یہ بات آپ کے لیے فائدے مند نہیں ہو گی؟"

ہاروت رابیل کی آنکھوں میں ہلکے سے جذباتی تغیر کے آثار نمودار ہوئے۔ "میں بالکل نہیں سمجھ سکا مسٹر سوتراں۔" اس نے خشک لہجے میں کہا۔ "شاید معمّوں میں گفتگو کرنا تمھاری عادت ہے۔"

"میں نے تو بہت واضح بات کی ہے مسٹر رابیل! آپ بہت بڑے کاروبار کے مالک ہیں اور اربوں ڈالر منافع اسی کاروبار سے حاصل کر رہے ہیں۔ کیا آپ یہ پسند نہیں کریں گے کہ آپ کا یہ اربوں ڈالر کا منافع برقرار رہے؟"

ہاروت رابیل مجھے گھورنے لگا۔ "کیا یہ مناسب نہیں ہو گا مسٹر سوتراں کہ جو کچھ تمھیں کہنا ہے کھُل کر کہہ ڈالو۔"

"حکومتِ امریکا نے آپ کو خصوصی مراعات دے رکھی ہیں مسٹر رابیل' ورنہ نجی شعبے میں اسلحہ ساز فیکٹریوں کے قیام کی کوئی دوسری مثال ملنا شاید ناممکن ہی ہو۔"

"تم درست کہہ رہے ہو مسٹر سوتراں۔" ہاروت رابیل نے سرد مہری سے کہا۔ "اس کے علاوہ مجھے اور بھی بہت سی مراعات حاصل ہیں جن کے بارے میں تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"مجھے اندازہ تو تھا مسٹر رابیل لیکن آپ کی زبانی اپنے اندازے کی تصدیق سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ آپ کو معلوم ہے اس خبر کے بعد میرے آئیڈیے کی قدر و قیمت میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔"

"تمھارے پاس آدھے گھنٹے کا وقت ہے سوتراں! میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں' اس لیے چاہے تم کتنی ہی بے سر و پا باتیں کیوں نہ کرو' میں انھیں سننے کے لیے مجبور ہوں۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ آپ کا کاروبار حکومتِ امریکا سے حاصل شدہ مراعات کے ساتھ مشروط ہے۔ کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ حکومتِ امریکا آپ سے تمام مراعات واپس لے لے۔ نہ صرف مراعات واپس لے بلکہ آپ کی تمام فیکٹریاں بھی سیل کر دے۔ آپ کو گرفتار کر کے آپ پر غداری اور شاطرانہ چالیں چلنے کے الزام میں مقدمہ چلائے۔ اگر یہ سب کچھ ہو جائے تو کیا آپ کو اربوں ڈالر کا نقصان نہیں ہو گا؟"

ہاروت رابیل کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ اس نے بھویں سکیڑ کر پہلے مجھے اور پھر تہذیب کو دیکھا۔ اس کے بعد اس نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔

"وقت تیزی سے گزر رہا ہے مسٹر سوتراں۔" اس نے اپنے مخصوص سپاٹ اور بے تاثر لہجے میں کہا۔ "اور تم ابھی تک مجھے اپنی کسی ایک بھی بات سے متاثر نہیں کر سکے۔"

"تب تو مجبوری ہے۔" میں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ "ڈی فوسٹر کا حوالہ دیے بغیر کام بنتا نظر نہیں آتا۔"

ڈی فوسٹر کا نام سُن کر ہاروت رابیل اپنے چہرے کا مصنوعی نقاب برقرار نہیں رکھ سکا۔ اس نے یوں پہلو بدلا جیسے اس کے پہلو میں اچانک ہی کوئی نوک دار چیز چبھ گئی ہو لیکن اس نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال بھی لیا اور قدرے متجسّس انداز میں بولا۔ "یہ ڈی فوسٹر کیا چیز ہے مسٹر سوتراں؟"

"بڑی زور دار چیز ہے مسٹر رابیل۔" میں اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "شاید آپ کو علم ہو کہ اس نادر الوجود شے کا تعلق جرمنی سے ہے۔"

"نہیں، مجھے نہیں معلوم۔" ہاروت رابیل نے کہا۔ وہ اپنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بے نیازی برقرار رکھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ "کیا یہ کسی قسم کی مشین ہے؟"

"مشین نہیں مسٹر رابیل، پوری فیکٹری ہے جس کے حصول کے لیے ایک دنیا سرگرداں ہے۔"

"کمال ہے!" ہاروت رابیل نے حیرت سے کہا۔ "میں کسی ایسی فیکٹری کے وجود سے لاعلم ہوں۔"

"مشکل یہ ہے مسٹر رابیل کہ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔" میں نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "کتنا وقت اور باقی رہ گیا ہے مسٹر رابیل؟"

"اوہ! وقت کو چھوڑو۔" ہاروت رابیل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "مجھے اس فیکٹری کے بارے میں تو کچھ بتاؤ۔"

"نہیں مسٹر رابیل! آپ کی لاعلمی کی جڑیں بہت گہری ہیں، شاید ہم آپ کی لاعلمی کا مداوا نہ کرسکیں۔"

"تم بتاؤ تو سہی۔ میں پوری توجہ سے تمھاری باتیں سنوں گا اور انھیں سمجھنے کی کوشش بھی کروں گا۔"

"جو شخص کسی آدمی کو فیکٹری سمجھنے پر مُصر ہو، اسے کیا سمجھایا جا سکتا ہے مسٹر رابیل؟"

"تم کس قسم کی باتیں کرتے ہو سوتراں؟" ہاروت رابیل جھنجلا گیا۔ وہ جلد از جلد ڈی فوسٹر کے بارے میں سب کچھ جان لینا چاہتا تھا لیکن میں اس کے اعصاب کا امتحان لینے پر مُصر تھا۔

"میں بڑی حقیقت پسندانہ گفتگو کرنے کا عادی ہوں مسٹر رابیل۔" میں نے دوٹوک انداز میں کہا۔ "پہلے آپ اعتراف کریں کہ ڈی فوسٹر کوئی چیز نہیں بلکہ ایک جیتا جاگتا آدمی ہے، بالکل میری اور آپ کی طرح۔"

"تم مجھ سے یہ اعتراف کیوں کرانا چاہتے ہو سوتراں! اس سے تمھیں کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"ہم یہاں اپنے فائدے کے لیے نہیں بلکہ آپ کے فائدے کے لیے آئے ہیں مسٹر رابیل، لیکن ہمیں افسوس ہے کہ آپ ہم سے بالکل بھی تعاون نہیں کر رہے۔"

"میں تم سے ہر طرح کا تعاون کروں گا لیکن اس کے لیے تمھیں مجھ سے کھل کر گفتگو کرنا ہوگی۔"

"تم ڈی فوسٹر سے واقف ہو رابیل!" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "اور مسلسل اس سے ناواقفیت کا اظہار کر رہے ہو۔"

"اگر تم زبردستی کرو گے تو میں مجبوراً ڈی فوسٹر نامی کسی شخص سے اپنی واقفیت کا اعتراف کرلوں گا لیکن اس سے کیا فرق پڑے گا؟"

"ٹھیک ہے مسٹر رابیل! میں تمھیں ڈی فوسٹر کے بارے میں چند باتیں بتاتا ہوں۔ شاید انھیں سُن کر تمھاری یادداشت پر کچھ اچھا اثر پڑ جائے۔ سنو! ڈی فوسٹر ایک جرمن سائنس داں کا نام ہے جس کا تعلق جرمنی کے ایک پسماندہ خاندان شمیرخ سے ہے۔ اب کیا کہتے ہو؟"

"ڈی فوسٹر تو کیا، میں جرمنی کے کسی بھی سائنس داں سے واقف نہیں ہوں۔" ہاروت رابیل نے ڈھٹائی سے کہا۔ شاید اس نے تہیہ کرلیا تھا کہ کسی بات کا بھی اعتراف نہیں کرے گا۔

"کوئی بات نہیں مسٹر رابیل! میرے پاس معلومات کا ایک ایسا خزانہ موجود ہے جسے اگر میں تمھارے کانوں میں انڈیل دوں تو تمھاری یادداشت میں زلزلہ آجائے گا۔ ڈی فوسٹر نامی یہ جرمن سائنس داں تمھاری قید میں تھا۔ ایک طویل عرصے تمھاری قید میں رہا اور تم اس کی صلاحیتوں کا استحصال کرتے رہے۔ وہ تم سے تعاون کرنے پر مجبور تھا۔ اس کے بعد اسے موقع ملا اور وہ فرار ہوگیا۔"

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو، وہ بے بنیاد الزامات کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔" ہاروت رابیل نے بڑے سکون سے کہا۔ "ایسے الزامات جنھیں تم ثابت نہیں کرسکو گے۔"

"تم نے حکومتِ امریکا کے بعض جوہری راز چُرا کر ڈی فوسٹر کے حوالے کیے تھے۔ تمھارا منصوبہ یہ تھا کہ ڈی فوسٹر کی مدد سے جوہری ہتھیار تیار کر کے مختلف جنگ باز ممالک کو فروخت کرو۔ تم چونکہ صرف عام اسلحہ بنا سکتے ہو۔ جوہری ہتھیار بنانے کی اجازت ظاہر ہے تمھیں نہیں مل سکتی۔ دوسری طرف خود حکومتِ امریکا دیگر ممالک کو جوہری ہتھیار نہیں دیتی، اس لیے تمھارا خیال تھا کہ تم چوری چھپے یہ ہتھیار ضرورت مند ملکوں کو فروخت کرو گے۔ عام اسلحے کے مقابلے میں جوہری ہتھیاروں کی فروخت پر تمھیں سیکڑوں گنا زیادہ منافع حاصل ہونے کی توقع تھی۔" میں خاموش ہوکر ہاروت رابیل کو دیکھنے لگا۔

"میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم مجھ پر کس حد تک الزامات عائد کرسکتے ہو۔"

"تمھاری اس توقع پر اس وقت پانی پھر گیا جب ڈی فوسٹر تمھاری قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ وہ نہ صرف فرار ہوا بلکہ اپنے ساتھ وہ مسروقہ جوہری فارمولے بھی لے گیا جو تم نے خدا جانے کس طرح چوری کروائے تھے اور اُن سے تمھارا اربوں ڈالر کا منافع وابستہ تھا۔"

"کیا تم کوئی کہانی کار ہو سوتراں؟" ہاروت رابیل نے حیرت سے کہا۔ "تمھارا تخیل بہت زرخیز ہے۔"

"تمھارے اندازے سے کہیں زیادہ مسٹر رابیل!" میں نے مسکرا کر کہا۔ "خیر تو ڈی فوسٹر کے فرار کے بعد تم نے اپنے ایجنٹ اس کے تعاقب میں روانہ کیے تاکہ ڈی فوسٹر کو مسروقہ فارمولوں سمیت بازیاب کیا جاسکے۔ ڈی فوسٹر یہاں سے فرار ہوکر جرمنی گیا تھا جہاں سے اس نے دنیا کے چند بڑے ممالک کو فارمولوں کی فروخت کے لیے دعوت نامے ارسال کردیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے برلن اور اس کے بعد ہمبرگ دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے ایجنٹوں کا گڑھ بن کر رہ گیا۔ ایجنٹوں کی اس بھیڑ میں تمھارے آدمیوں کے لیے کام کرنا مشکل ہوگیا۔ اس لیے کہ انھیں ہر حال میں ڈی فوسٹر کو فارمولوں سمیت حاصل کرنا تھا جبکہ اس کے مقابلے میں دوسرے ممالک کے ایجنٹوں کو ڈی فوسٹر کی زندگی سے کوئی غرض نہیں تھی۔"

"تمھاری کہانی بہت دلچسپ ہے سوتراں، لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کہانی کس سے سُنی ہے؟"

"سنتے جاؤ رابیل، بیچ میں مت بولو۔ میرے پاس معلومات کا بڑا ذخیرہ ہے۔" میں نے کہا۔ "تمھارے آدمیوں نے عقل مندی یہ کی کہ اُن لوگوں کو توڑ لیا جنھوں نے ڈی فوسٹر کی حفاظت کی ذمے داری قبول کی تھی۔ ایسے افراد میں کنگ اٹلس اور روڈ ایلبو کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔"

کنگ اٹلس اور روڈ ایلبو کے تذکرے پر میں نے ہاروت رابیل کو چونکتے دیکھا۔ اب تک غالباً وہ یہی سمجھتا رہا تھا کہ میں نے کہیں کسی سے ڈی فوسٹر کے بارے میں کچھ سن لیا ہے اور اپنی معلومات سے اسے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، اسی لیے وہ میری باتوں کو اہمیت نہیں دے رہا تھا لیکن محض اس خیال سے بیٹھا میری باتیں سن رہا تھا کہ ممکن ہے میرے ذریعے اسے ڈی فوسٹر کے بارے میں کوئی نئی بات معلوم ہوجائے۔ میں نے جو حوالہ دیا اس سے یہ بات بہرحال ثابت ہوتی تھی کہ میں محض سنی سنائی باتیں نہیں کر رہا ہوں۔

"لیکن بدقسمتی سے ڈی فوسٹر اچانک لاپتا ہوگیا۔" میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اور تمھارے ایجنٹ بھی اس بات سے لاعلم ہیں کہ ڈی فوسٹر کہاں غائب ہوگیا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں مسٹر رابیل؟"

"تم... تم یہ سب باتیں کیسے جانتے ہو؟" ہاروت رابیل نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے اعصاب جواب دے چکے تھے، چہرہ تاریک ہوگیا تھا اور اس پر اضطرابی کیفیت طاری ہوگئی تھی جسے چھپانا اس کے بس سے باہر تھا۔

"کیوں، کیا ہمارے ان باتوں کے جاننے پر پابندی ہے مسٹر رابیل؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نن... نہیں۔" ہاروت رابیل ہکلایا۔ "میرا مطلب ہے، ان چیزوں سے تمھارا کیا تعلق ہے؟ تم تو محض ایک تاجر ہو۔"

"پہلے یہ بتاؤ رابیل کہ کیا ہم تمھیں متاثر کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں یا ابھی کوئی کسر باقی ہے؟"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تمھاری معلومات کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے!" ہاروت رابیل نے بے بسی سے کہا۔

"کچھ ہی دیر پہلے تم اس بات پر مُصر تھے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، وہ سراسر بکواس اور محض تخیل کی کارستانی ہے۔"

"اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم میرے معاملات سے اس حد تک آگاہ ہو۔ اب اگر میں انکار کردوں تو اس سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہوگا۔"

"گویا تم اس بات کا اعتراف کر رہے ہو کہ جو کچھ میں نے کہا، وہ حرف بہ حرف درست ہے۔"

"ہاں... مسٹر سوتراں۔" ہاروت رابیل نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "تمھارے انکشافات حیرت انگیز ہیں۔"

میری جیب میں پڑا ہوا چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر اپنا کام کر رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس چھوٹے سے مگر نہایت حساس ٹیپ ریکارڈر نے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ محفوظ کرلیا ہوگا۔ میں نے ٹائمز کے فوٹو گرافر کو دیکھا جو ہم سے کچھ فاصلے پر کھڑا بڑی بے نیازی سے سگار پی رہا تھا۔ ظاہر کسی بھی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح مستعد تھا۔ میں بھی اپنے طور پر پوری طرح تیار تھا لیکن ہاروت رابیل کی طرف سے ہمیں کیا خطرہ ہوسکتا تھا۔

"اگر تمھارے پاس وقت ہے تو میری رہائش گاہ پر چلو۔ وہاں اطمینان سے باتیں کریں گے۔" ہاروت رابیل نے کرسی پر بے چینی سے پہلو بدل کر کہا۔

"ہم اطمینان سے ہی باتیں کرنا چاہتے ہیں مسٹر رابیل۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اس لیے میرا خیال ہے کہ ہمیں جو باتیں بھی کرنی ہیں یہیں کرلیں۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو سوتراں! میری رہائش گاہ پوری طرح محفوظ ہے۔" ہاروت رابیل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"میں سمجھتا ہوں۔" میں نے سر ہلایا۔ "تمھاری رہائش گاہ تمھارے لیے واقعی پوری طرح محفوظ ہوگی۔"

"وہ تمھارے لیے بھی اتنی ہی محفوظ ہوگی جتنی میرے لیے ہے۔" ہاروت رابیل زور دے کر بولا۔

"میں بہت بے وقوف آدمی ہوں مسٹر رابیل۔ اس لیے میری سمجھ میں تمھاری یہ بات کبھی نہیں آئے گی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لیکن یہ جگہ..." ہاروت رابیل نے قدرے جھجکتے ہوئے کہا۔ "ایسی باتیں کرنے کے لیے یہ جگہ تو موزوں نہیں ہے۔"

"انتہائی موزوں ہے مسٹر رابیل! یہاں گفتگو کرنے میں تمھیں آخر کیا قباحت ہے۔ یہاں سکون ہے، کوئی ہمیں ڈسٹرب کرنے والا نہیں ہے پھر تم ہمیں اپنے گھر لے جانے پر ہی کیوں مُصر ہو؟"

"نہیں مسٹر سوتراں! میں تو ایک تجویز پیش کر رہا تھا۔ مُصر تو ہرگز نہیں ہوں۔ اگر تم میرے گھر نہیں چلتے تو نہ سہی۔" ہاروت رابیل نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"تب تو کوئی مسئلہ نہیں رہا۔" میں نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ "ابتدائی گفتگو ہم یہیں کریں گے اور جو معاملات اس نشست میں طے نہیں ہو سکیں گے ان پر بعد میں کسی وقت مزید گفتگو بھی ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے سوتراں! لیکن گفتگو شروع کرنے سے قبل میری ایک الجھن دور کر دو۔" ہاروت رابیل نے کہا۔

"ہم یہاں اسی لیے مل کر بیٹھے ہیں مسٹر رابیل کہ ایک دوسرے کی الجھنیں دور کریں۔ تم جو چاہو پوچھ سکتے ہو۔ اگر مناسب سمجھا تو ضرور تمھاری بات کا جواب دوں گا ورنہ مجبوری ہے۔"

"تم تو کاروباری آدمی ہو سوتراں! تمھاری بیوی بھی کاروباری معاملات میں تمھاری معاونت کرتی ہے پھر یہ ڈی فوسٹر والے معاملے سے تمھارا تعلق کیسے نکل آیا؟"

"تم تو یوں کہہ رہے ہو مسٹر رابیل جیسے اس معاملے سے ہمارا کوئی سرسری تعلق ہو۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔

"اگر سرسری تعلق نہیں ہے تو کیا ذاتی تعلق ہے؟" ہاروت رابیل نے کہا — اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"بالکل ذاتی تعلق ہے مسٹر رابیل! لیکن تمھاری سمجھ میں یہ بات ذرا مشکل سے آئے گی۔"

"اگر تم یہ بات مجھے سمجھا دو تو میرا ذہن صاف ہو جائے گا اور پھر میں تم سے زیادہ بہتر انداز میں معاملات طے کر سکوں گا۔"

"میں ہر بات تمھیں بتا دوں گا رابیل، لیکن ذرا ترتیب کے ساتھ بتاؤں گا لیکن تم نے جو حرکت کی تھی وہ تمھارے لیے انتہائی خطرناک بھی ثابت ہو سکتی تھی۔"

"میں سمجھا نہیں سوتراں! تم کون سی حرکت کی بات کر رہے ہو؟"

"فرض کرو ڈی فوسٹر تمھارے ہاتھ نہ لگ سکا اور اس نے مسروقہ فارمولے کسی اور کو فروخت کر دیے تو کیا ہوگا؟"

"غلطی میری ہے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ڈی فوسٹر میری قید سے فرار بھی ہو سکتا ہے۔"

"اس کے علاوہ اگر اس نے امریکا کی حکومت سے رابطہ قائم کر کے تمھارا سارا کچا چٹھا کھول دیا تو...؟"

"یہی تو مشکل ہے مسٹر سوتراں۔" ہاروت رابیل نے ایک طویل سانس لی۔ "لیکن تم... میرا مطلب ہے کہ کیا..."

"ہاں مسٹر رابیل! ہم ان معاملات سے غیر متعلق نہیں ہیں بلکہ یوں سمجھ لیں کہ میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم کس طرح میری مدد کر سکتے ہو؟" ہاروت رابیل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "ڈی فوسٹر کہاں ہے؟"

"ڈی فوسٹر تمھارے لیے ہتھیار تیار کیا کرتا تھا نا؟ اور جوہری ہتھیاروں کے فارمولے تم نے محکمۂ خاص سے چُرا کر اس کے حوالے کیے تھے تاکہ ضرورت مند ملکوں کو..."

"یہ میرا کاروبار ہے۔ اسے وسعت دینا میرا فرض ہے۔" ہاروت رابیل نے جارحانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن تم مجھ سے بار بار یہ اعتراف کیوں کرا رہے ہو۔ اس سے تمھیں کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"یہ میں تمھیں بعد میں بتاؤں گا رابیل کہ اس سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا۔ فی الوقت اتنا سمجھ لو کہ میں تم سے کوئی کاروباری مفاد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم وہ فارمولے ڈی فوسٹر سمیت میرے حوالے کر دو یا اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکو تو میں زندگی بھر تمھارا احسان مند رہوں گا۔"

"ایک طویل سفر کر کے امریکا آنے سے ہمارا مقصد بھی یہی تھا مسٹر رابیل۔" تہذیب نے گفتگو میں شریک ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" ہاروت رابیل چونک پڑا۔

"مطلب یہ کہ دونوں چیزیں یعنی فارمولے اور ڈی فوسٹر ہماری تحویل میں ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"نہیں؟" ہاروت رابیل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "نہیں، یہ ناممکن ہے۔ میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔"

"کیا میں نے کوئی بہت زیادہ ناقابلِ یقین بات کہہ دی ہے مسٹر رابیل؟" تہذیب نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"ہاں یہ بات قطعی ناقابلِ یقین ہے۔ دنیا کے خطرناک ترین ایجنٹ سخت کوششوں کے باوجود جن چیزوں تک نہیں پہنچ سکے وہ تمھاری تحویل میں کہاں سے آگئیں؟"

"یہ ایک الگ مسئلہ ہے مسٹر رابیل۔" میں نے کہا۔ "مجھے توقع ہے کہ اس بات سے آپ کو بھی بہت زیادہ دلچسپی نہیں ہوگی کہ ڈی فوسٹر ہمارے ہاتھ کس طرح لگا۔ آپ کو آم کھانے

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے غرض ہے یا پیڑ گننے سے؟"

"نہیں، مجھے صرف ڈی فوسٹر اور ان فارمولوں سے دلچسپی ہے لیکن اس کے لیے پہلے مجھے یقین تو دلاؤ کہ وہ دونوں تمھارے ہی قبضے میں ہیں۔"

"اگر ممکن ہو مسٹر رابیل تو فی الحال اس مفروضے کے تحت ہی گفتگو آگے بڑھا لو کہ تمھاری مطلوبہ چیزیں ہمارے پاس ہیں۔ اگر یہ ممکن نہیں ہے تو مزید گفتگو وقت برباد کرنے کے مترادف ہوگی۔"

"میں... میں تمھاری بات مان لیتا ہوں۔" ہاروت رابیل نے بے بسی سے کہا۔ "لیکن مجھے نہیں معلوم کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

"صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں مسٹر رابیل کہ اگر ہم آپ کی مطلوبہ اشیا آپ کے حوالے کر دیں تو ہمیں کیا ملے گا؟" میں نے خالص کاروباری انداز میں کہا۔

"جو چاہو مانگ لو۔ میں تمھیں مُنہ مانگی رقم دینے کو تیار ہوں اگر تمھارا دعویٰ سچ ہے تو مجھے یہ تو بتا دو کہ ڈی فوسٹر تمھارے ہاتھ کہاں سے لگا؟"

"جرمنی کے ایک کاروباری دورے کے دوران وہ اتفاقاً ہم سے آ ٹکرایا تھا۔ اس وقت برلن دنیا بھر کے خطرناک ترین ایجنٹوں کا اکھاڑا بنا ہوا تھا۔ ان میں سے اکثر ڈی فوسٹر کی جان کے دشمن ہو رہے تھے اور وہ فارمولوں سے زیادہ اپنی جان بچانے کے چکر میں اِدھر اُدھر چھپتا پھر رہا تھا۔ ہم نے اسے پناہ دی اور اس نے اپنی ساری رام کہانی ہمیں سنا دی۔ اس کی زبانی ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ تم نے بھی اپنے ایجنٹ اس کے پیچھے لگا رکھے ہیں لیکن کیا تمھیں یہ سب باتیں معلوم نہیں ہیں؟ تمھارے ایجنٹ تمھیں اطلاعات تو فراہم کر رہی رہے ہوں گے۔"

"ہاں، مجھے برابر اطلاعات مل رہی ہیں لیکن ڈی فوسٹر اس طرح غائب ہوا کہ اب اس کا سراغ مل کر ہی نہیں دے رہا تھا۔ میں اس طرف سے سخت پریشان تھا۔" ہاروت رابیل نے کہا اور پھر میں نے اچانک اسے یوں چونکتے دیکھا جیسے کسی خواب سے بیدار ہوا ہو۔ اس کی آنکھوں میں اچانک ہی دہشت ابھر آئی تھی۔ "کیا بکواس کر رہے ہو تم۔ تمھارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا ہے۔ کون ڈی فوسٹر؟ کیسے فارمولے؟ میں کسی کو نہیں جانتا۔ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ تمھیں اگر مجھ سے کوئی بات کرنی ہو تو میرے گھر پر آ کر کرو اور یہاں سے فوراً دفع ہو جاؤ۔ تم نے مجھے کوئی معمولی آدمی سمجھ رکھا ہے۔ نکلو یہاں سے ورنہ سیکیورٹی گارڈز بُلا کر تمھیں شوٹ کرا دوں گا۔"

"گویا تم نے خود کو سنبھال لیا ہاروت رابیل۔" میں نے متاثر ہوئے بغیر کہا۔ "میں بہت دیر سے منتظر تھا کہ کب تم اس قسم کی گفتگو شروع کرو۔ اب میں تمھیں تمھارے گھر پر فون کروں گا۔ اس کے بعد باقی باتیں ہوں گی۔"

ہاروت رابیل کوئی جواب دیے بغیر اُٹھ کر چل دیا اور تہذیب نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹیپ ریکارڈر آف کر دیا۔

"کیا ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو ٹیپ ہو گئی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہونی تو چاہیے۔" میں نے جیب تھپتھپا کر کہا۔ "اس پورے عرصے میں ٹیپ ریکارڈر آن رہا ہے۔"

"تب تو یقیناً گفتگو ٹیپ ہو گئی ہوگی۔ اب اس کے اعترافات اس کے خلاف اضافی ثبوت کے طور پر استعمال ہو سکیں گے۔"

"مجھے یقین نہیں تھا کہ اس جیسا شخص یوں آسانی سے ہمارے جال میں پھنس جائے گا۔"

"ہماری محنت کو رنگ تو لانا ہی تھا علی! ہم نے اس تک پہنچنے کے لیے کچھ کم محنت تو نہیں کی ہے۔"

"ہماری محنت اپنی جگہ اور اس کی غلطی اپنی جگہ۔ اگر وہ یہاں بات کرنے پر آمادہ نہ ہوتا اپنے گھر پر ہی بات کرنے پر مُصر رہتا یا اگر وہ یہاں بات تو کرتا مگر اعتراف نہ کرتا تو کیا ہماری محنت رائیگاں نہ جاتی؟"

"تم بھی بعض اوقات بہت دور کی باتیں سوچنے لگتے ہو۔ ڈی فوسٹر اور فارمولوں کی بازیابی اس کے لیے بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اسے اعتراف کرنا ہی تھا۔"

زاہر ٹہلتا ہوا ہمارے پاس آگیا۔ "وہ بڑے غصے میں واپس گیا ہے چیف۔" اس نے کہا۔

"ہاں اپنی ناکامی پر ہر شخص کو غصہ آ جاتا ہے اور وہ تو پھر ایسا شخص ہے جس نے ناکامی کا مُنہ ذرا کم ہی دیکھا ہوگا۔"

"اس کی ناکامی کا مطلب ہے کہ آپ لوگوں نے کامیابی حاصل کر لی۔" زاہر نے کہا۔

"ایسا بھی نہیں ہے۔ ہمیں تھوڑی بہت کامیابی تو ضرور ہوئی ہے تاہم مشن بہت بڑا ہے۔ وقت تو لگے گا ہی۔"

ہاروت رابیل کے جانے کے چند منٹ بعد ہم بھی اٹھ گئے۔ رات کافی گزر چکی تھی اور واشنگٹن جیسے مشینی اور مصروف شہر کی سڑکوں پر بھی اس وقت زیادہ ٹریفک نظر نہیں آ رہی تھی۔ کار میں ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ تہذیب میرے ساتھ اگلی سیٹ پر تھی اور زاہر نے عقبی سیٹ سنبھال رکھی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تعاقب کا خیال رکھنا زاہر" میں نے کہا "ہاروت رابیل کے مقابلے پر بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"میں ہوشیار ہوں چیف" زاہر نے جواب دیا "ابھی تک تو ایسے آثار نظر نہیں آئے جن کی بنیاد پر یہ کہا جا سکے کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔"

"اس کے باوجود بھی محتاط رہو اور آخر وقت تک عقب میں نظر رکھو۔ جیسے ہی کوئی مشکوک گاڑی نظر آئے، مجھے بتاؤ۔"

"او کے چیف" زاہر نے سعادت مندی سے کہا "میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"اب کیا پروگرام ہے علی؟" تہذیب نے پوچھا "یہ کار تو سوتراں کی ہے۔"

"بڈ ہماری واپسی کا منتظر ہوگا۔ ہم سوتراں کے ہوٹل چل رہے ہیں۔ کار وہیں کھڑی کر دیں گے جہاں سے ہم اس میں سوار ہوئے تھے۔"

"ہمیں اس میک اپ میں کب تک رہنا ہوگا علی؟" تہذیب نے پوچھا "گاڑی ہوٹل میں کھڑی کرتے وقت ہمارا میک اپ میں ہونا ضروری تو نہیں ہوگا؟"

"بالکل نہیں" میں نے جواب دیا "بلکہ ہم اس سے ابھی چھٹکارا حاصل کریں گے اور گاڑی کھڑی کرنے کے بعد بڈ کو لے کر نکل چلیں گے۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا" تہذیب نے کہا اور پھر ہم نے کار میں ہی اپنے میک اپ اتار دیے۔ زاہر کے لیے میک اپ تبدیل کرنا ضروری نہیں تھا۔ اس لیے وہ اسی میک اپ میں رہا۔

سوتراں کے ہوٹل میں بڈ مستعد تھا اور ہمارا منتظر تھا۔

"کیا رہا چیف؟" اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"کام ہو گیا بڈ" تہذیب نے کہا "ہم نے ہاروت رابیل تک رسائی حاصل کر لی اور فی الحال یہی ہمارا مقصد تھا۔"

"یہاں کے حالات کیا ہیں؟" میں نے پوچھا "مسٹر اور مسز سوتراں کو ہوش تو نہیں آیا؟"

"وہ دونوں اپنے کمرے میں محوِ خواب ہیں اور ان کی سیکرٹری اپنے کمرے میں" بڈ نے مسکرا کر کہا "اب انھیں دن چڑھے ہی ہوش آئے گا۔ اس کے بعد اگر انھوں نے واویلا کیا بھی تو اس کا ہماری صحت پر کیا اثر پڑے گا؟"

"ٹھیک ہے بڈ" میں نے مطمئن انداز میں کہا "اب یہاں رکنے کی ضرورت نہیں رہی۔ آؤ واپس چلتے ہیں۔"

ہم چاروں اپنے ہوٹل واپس آ گئے۔ میں نے اور تہذیب نے اپنے کمرے کا رخ کیا اور ٹیپ ریکارڈر پر ہاروت رابیل سے ہونے والی گفتگو سننے بیٹھ گئے۔ ریکارڈنگ بہت صاف ہوئی تھی۔

"تمھارے انکشاف کے پہلے جھٹکے سے وہ بوکھلا گیا تھا اور اسی بوکھلاہٹ کے عالم میں اس نے اعترافات کر لیے۔ ورنہ یہ کام آسان نہیں تھا" تہذیب نے ٹیپ سننے کے بعد کہا۔

"ہاں، وہ بہت محتاط آدمی ہے لیکن اس پر جو انکشافات ہوئے، وہ اس کے اعصاب کی مضبوطی سے زیادہ طاقت ور تھے۔"

"اس کے بارے میں میرا اندازہ ہے کہ وہ محتاط ہونے کے ساتھ ساتھ سخت گیر، سنگ دل اور چالاک بھی ہے۔ ہمیں بہت احتیاط سے اپنے ہاتھ پیر بچا کر کام کرنا ہوگا۔"

"کسی بھی شخص کو انتہائی حیران کن بات بتا دو تو اس کے اعصاب کی مضبوطی دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔"

"پہلا مرحلہ تو بخوبی نمٹ گیا۔ اب دوسرے مرحلے کے بارے میں کیا پروگرام ہے؟"

"بس ایک بات ذہن میں رکھنی ہوگی تہذیب! وہ یہودی ہے اور اس سے کوئی بھی غلط توقع رکھی جا سکتی ہے۔ اب جب کہ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ ڈی فوسٹر اور مسروقہ فارمولوں کی بازیابی ممکن ہو گئی ہے تو وہ اس معاملے میں کسی حد تک بھی جا سکتا ہے۔ تمھیں یاد ہے میں نے کہا تھا کہ ہاروت رابیل ہمارے لیے اوشیل میکاٹیل سے کہیں زیادہ مشکل شکار ثابت ہوگا۔"

"گو کہ ابھی تک ایسا موقع نہیں آیا ہے جس سے تمھاری بات ثابت ہو سکے لیکن اس بارے میں میں تم سے متفق ہو گئی ہوں۔"

"اگلے مرحلے کے لیے ہمیں بس یہی بات ذہن میں رکھنی ہوگی کہ اب وہ ہوشیار ہو چکا ہے۔ اس پر کوئی نفسیاتی حربہ آسانی سے کارگر نہیں ہو سکے گا۔"

اپنے آئندہ مرحلے کے بارے میں کسی حتمی نتیجے پر پہنچے بغیر ہم سو گئے اور اگلی صبح کافی دیر سے اٹھے۔ اس لیے کہ ہم بہت دیر سے سوئے تھے۔

ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے بڈ اور زاہر کو بلوایا تو معلوم ہوا کہ بڈ موجود نہیں ہے۔ زاہر سے معلوم کیا کہ وہ کہاں گیا ہے تو پتا چلا کہ وہ کچھ بتا کر نہیں گیا۔

"کیا خیال ہے علی! ہاروت رابیل کو ابھی فون کر دو گے یا آج کا دن انتظار کرنا ہے" تہذیب نے کہا۔

"میرے خیال میں ہاروت رابیل کو تھوڑا سا وقت دینا بہتر رہے گا۔ ممکن ہے، وہ آج ہی ہمارے فون کی توقع کر رہا ہو۔"

"یعنی تم چاہتے ہو کہ اسے انتظار کی اذیت میں مبتلا رکھا جائے تاکہ جب ہم اس سے رابطہ قائم کریں تو وہ زیادہ ردّ و قدح نہ کرے؟"

"ہاں" میں نے کہا "یہ بہت ضروری ہے۔ اگر ہم نے اسے فوراً فون کر لیا تو وہ سمجھے گا کہ ہم بہت زیادہ بے تاب ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہے، وہ سودے بازی کرنے پر اتر آئے۔"

لنچ کے قریب بڈ واپس آ گیا۔ جو خبر وہ لے کر آیا تھا، وہ خاصی دھماکا خیز تھی اور اس خبر نے مجھے بہت ملول کر دیا تھا۔

"مسٹر اور مسز سوتراں اور ان کی سیکرٹری اپنے کمروں میں مردہ پائے گئے ہیں" بڈ نے بتایا "انھیں بے ہوشی کے دوران ذبح کر دیا گیا ہے۔"

میں اور تہذیب یہ خبر سن کر پہلے تو ششدر رہ گئے پھر میں نے تہذیب کے چہرے پر افسردگی کے تاثرات نمودار ہوتے دیکھے۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر بولی۔

"یہ بہت برا ہوا علی! وہ دونوں بے گناہ تھے اور ان کے قتل کی ذمّے داری ہم پر ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو تہذیب! لیکن جو کچھ ہوا، وہ بعید از عقل ہے۔ یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ ہاروت رابیل اس قسم کا کوئی قدم اٹھا سکتا ہے۔"

"اس کے باوجود بھی ہم ان کے خون کی ذمّے داری سے بری نہیں ہو سکتے۔ ہاروت رابیل محض اس وجہ سے اُن سے واقف ہو سکا تھا کہ ہم نے ان کے میک اپ میں اس سے ملاقات کی تھی۔"

"اس بات سے مجھے کب انکار ہے لیکن اس بات کو تو ان کے حق میں جانا چاہیے تھا۔"

"حق میں جانا چاہیے تھا!" تہذیب نے مجھے حیرت سے دیکھا "تمھیں معلوم ہے تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"بہت اچھی طرح" میں نے کہا "ہاروت رابیل زیادہ سے زیادہ انھیں اغوا کرا سکتا تھا، انھیں قید کر سکتا تھا۔ ان پر تشدد کر سکتا تھا لیکن یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ انھیں قتل کرا دے گا۔"

"اوہ! تمھارا مطلب ہے، اُسے پہلے ان سے معلومات حاصل کرنا چاہیے تھیں۔ اس کے بعد قتل کرانا چاہیے تھا؟"

"ظاہر ہے۔ بالکل سامنے کی بات ہے۔ بغیر معلومات حاصل کیے انھیں قتل کرا دینا نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔"

"ممکن ہے، اُس نے یہی کیا ہو" تہذیب نے کہا اور میں حیران رہ گیا۔

"کیا کہہ رہی ہو تہذیب! وہ اُن سے معلومات کیسے حاصل کر سکتا تھا" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"تشدّد کے ذریعے" تہذیب نے بڑی سادگی سے جواب دیا "اگر تم یہ اعتراض کرو کہ وہ بے ہوش تھے تو اس کا بہت آسان جواب ہے۔ بہت سی ایسی دوائیں ہیں جن کے استعمال سے بے ہوش آدمی کو ہوش میں لایا جا سکتا ہے۔"

"کمال کر رہی ہو! اُن بے چاروں کو تو کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔ پھر وہ بھلا اُن سے کیا معلومات حاصل کر سکتا تھا۔"

"اوہ! معاف کرنا علی!" تہذیب اپنی پیشانی رگڑتے ہوئے بولی "شاید یہ خبر میرے دماغ پر اثر انداز ہوئی ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"صدمہ تو مجھے بھی بہت ہوا ہے لیکن میرا دماغ متاثر نہیں ہوا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پوری طرح بحال ہے۔ اس کے باوجود میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ہاروت رابیل نے آخر انھیں کیوں قتل کرا دیا۔ اُس میں ذرا بھی عقل ہوتی تو وہ اُن سے معلومات حاصل کیے بغیر اُنھیں ہرگز قتل نہ کراتا۔"

"واقعی بہت اُلجھا ہوا معاملہ ہے علی! اور اسے حل کرنا آسان نہیں ہے۔ آخر ہاروت رابیل نے بغیر معلومات حاصل کیے اُن لوگوں کو قتل کیوں کرا دیا؟" تہذیب بڑبڑائی۔

"ایک ہی بات کا امکان ہے تہذیب! ہاروت رابیل نے شدید جذباتی کش مکش کے دوران اُن کے قتل کا حکم صادر کیا ہوگا ورنہ ڈی فوسٹر اور فارمولوں کی اہمیت کے پیشِ نظر اُس سے اس قسم کی حماقت کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ وہ اپنے کرتوتوں کا اعتراف نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن ایک جذباتی لمحے میں وہ خود پر قابو نہیں رکھ سکا اور اُس نے اعتراف کر لیا کہ وہی فارمولوں کی چوری کا ذمّے دار ہے۔ اب غور کرو تو ایک طرف تو اُس کا ڈی فوسٹر اور مسروقہ فارمولوں کی بازیابی سے اربوں ڈالر کا مفاد وابستہ ہے، دوسری طرف اگر یہ راز طشت از بام ہو جائے کہ فارمولے ہاروت رابیل نے چوری کرائے تھے تو نہ صرف اُس کا کاروبار تباہ ہو جاتا ہے بلکہ اُس کا زندہ رہنا تک مشکوک ہو جائے گا۔ لازمی بات ہے، حکومتِ امریکا ایسے شخص کو کبھی زندہ نہیں چھوڑے گی جو اس طرح کی حرکتوں میں ملوث ہوگا۔ غالباً ہاروت رابیل نے یہی سب کچھ سوچنے کے بعد ترجیح اس بات کو دی ہوگی کہ ایسے لوگوں کا زندہ نہ رہنا ہی بہتر ہے جو اُس کے لیے کسی قسم کا خطرہ بن سکتے ہوں۔"

"یہ سوال تو اپنی جگہ برقرار ہے کہ اُس نے فارمولے اور ڈی فوسٹر کو حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"اُس نے خطرہ مول لینا مناسب نہیں سمجھا ہوگا۔ یہ درست

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے کہ وہ ایسی کوئی کوشش کر سکتا تھا لیکن اُس کے بعد اگر اُن دونوں میں سے کوئی بچ نکلتا اور یہ بات حکومتِ امریکا تک پہنچا دیتا تو ہاروت رابیل کے لیے وہی مسئلہ کھڑا ہو جاتا۔ دراصل ہم لوگوں کی بے خوفی نے اسے دہلا دیا ہوگا۔ جس طرح ہم نے بھری کانفرنس میں اسے جا پکڑا تھا اس سے وہ یہی سمجھا ہوگا کہ ایسے لوگوں کا آسانی سے ہاتھ آنا مشکل ہوگا۔ اُس نے سوچا ہوگا کہ اگر دونوں میں سے ایک ہاتھ آیا اور ایک بچ نکلا تو کیا وہ انتقامی کارروائی نہیں کرے گا۔"

"اس واقعے سے اُس کی سفاکی کا اندازہ بھی ہوتا ہے اور اُس کی پہنچ کا بھی۔" تہذیب نے طویل سانس لے کر کہا۔ "کسی نے ہمارا تعاقب نہیں کیا لیکن اُس کے آدمی راتوں رات سوتراں تک پہنچ گئے۔ اُنھوں نے اُن کی سیکرٹری تک کو محض اس خدشے کے پیشِ نظر ہلاک کر دیا کہ کہیں اُسے بھی ڈی فوسٹر اور فارمولوں کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات نہ ہوں۔"

"تم لوگوں کو بھی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ہمارے مقابلے پر جو شخص ہے وہ کس قماش کا ہے۔" میں نے بُڈا اور زاہر سے کہا۔

"یہ تو بہت اچھا ہوا چیف کہ ہمیں اُس کے بارے میں پہلے ہی پتا چل گیا۔" بُڈ نے کہا۔ "اب ہم بہت محتاط رہیں گے۔"

"ہاں، اب ہم نئی حکمتِ عملی ترتیب دیں گے تاکہ ہاروت رابیل سے بہتر طور پر مقابلہ کر سکیں۔" میں نے کہا۔

"آپ حکم کریں چیف۔" زاہر بولا۔ "ہمارا کام تو آپ کے احکامات کی تعمیل کرنا ہے۔"

"سب سے پہلے تو ہم اپنی قیام گاہ تبدیل کریں گے۔ ہمیں کسی اور ہوٹل میں قیام کرنا ہوگا۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" تہذیب بولی۔ "ہاروت رابیل کو ہماری موجودہ قیام گاہ کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔"

"اگر ہم نے خاموشی اختیار کیے رکھی تو اُسے معلوم ہو بھی نہیں سکے گا لیکن ہاروت رابیل سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ہمارے لیے خطرہ پیدا ہو جائے گا۔"

"وہ کیسے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"بُڈ کے تعلقات سوتراں کی سیکرٹری مس پینی کے ساتھ خاصے بڑھ گئے تھے۔ بہت سے لوگوں نے ان دونوں کو ساتھ دیکھا ہوگا۔ اگر ہم نے ہاروت رابیل سے رابطہ قائم کیا تو اُسے پتا چل جائے گا کہ سوتراں اور مسز سوتراں کے میک اپ میں کچھ اور لوگوں نے اُس سے ملاقات کی تھی۔ اگر اُس نے اس بنیاد پر سوتراں کے ہوٹل میں پوچھ گچھ شروع کر دی تو بُڈ کی نشان دہی ہوگی اور اس کے بعد اُس کے آدمیوں کے لیے ہمارے ہوٹل تک پہنچنا کوئی مسئلہ نہیں رہ جائے گا۔ خیال رہے کہ ہمیں اس ہوٹل کے سارے لوگ بُڈ کے ساتھیوں کی حیثیت سے جانتے ہیں لہٰذا ہم یہاں ایک ممکنہ خطرے کی زد میں ہیں۔"

"تمھاری بات رد نہیں کی جا سکتی علی۔" تہذیب نے کہا۔ "اس ہوٹل کو چھوڑنے کے بعد ہم محفوظ ہو جائیں گے۔"

"ہاں، کسی کو بھی علم نہیں ہوگا کہ ہوٹل چھوڑ کے ہم کہاں گئے۔ اس کے علاوہ اب ہم کسی اعلیٰ ہوٹل میں نہیں ٹھہریں گے۔"

"اس کی وجہ؟" زاہر نے پوچھا۔

"ہمارے اس ہوٹل میں قیام کا علم ہونے کے بعد ہاروت رابیل اور اُس کے آدمیوں کو ہماری حیثیت کا علم ہو جائے گا اور وہ ہمیں فائیو اسٹار یا فور اسٹار ہوٹلوں میں ہی تلاش کرتے رہ جائیں گے جبکہ ہم کسی معمولی درجے کے ہوٹل میں ہوں گے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ لوگ بھی اس نکتے تک پہنچ جائیں اور ہماری تلاش کا دائرہ چھوٹے ہوٹلوں تک بھی وسیع کر دیں؟" بُڈ نے اعتراض کیا۔

"یہ امکان بھی ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اُن کا فوری طور پر نتیجہ اخذ کرنا ذرا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ یہ اتنا طویل اور مشکل کام ہے کہ ہمیں اس کی طرف سے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ واشنگٹن میں ایسے ہوٹل ہزاروں کی تعداد میں تو ضرور ہوں گے۔ وہ ہمیں کہاں کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟"

"ٹھیک ہے چیف۔" بُڈ نے کہا۔ "ہم کسی معمولی سے ہوٹل میں قیام کر لیں گے۔ اور کچھ؟"

"اس بار ہم اجنبیوں کی طرح رہیں گے اور ایک دوسرے کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ اس طرح کسی خطرے سے دوچار ہونے کی صورت میں ہم ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے۔"

تہذیب کے علاوہ بُڈ اور زاہر نے بھی میری تجاویز پسند کیں اور اُس کے بعد ہم ہاروت رابیل سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے سرگرمِ عمل ہو گئے۔ ہوٹل تبدیل کرنے سے قبل ہم نے ایسے ہتھیار خریدے جو مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ موثر بھی ہوں اور جنھیں بہ آسانی اپنے ساتھ رکھا جا سکے۔ ہاروت رابیل کو جیسے ہی یہ علم ہوتا کہ اُس نے غلط لوگوں کو قتل کروا دیا ہے اور اصل لوگ ابھی تک آزاد ہیں، وہ ہمارے خلاف پوری قوت سے سرگرمِ عمل ہو جاتا۔ ہم اُسی وقت کے لیے پیش بندی کر رہے تھے۔

ہتھیاروں کے حصول کے سلسلے میں ہمیں خاصی دُشواریوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن ہم نے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا اسی وجہ سے ہمیں چند روز لگ گئے۔ وقت کا ضیاع گوارا تھا مگر کوئی جلد بازی کر کے کھیل بگاڑنے کا خطرہ نہیں مول لیا جا سکتا تھا۔

"امریکی پولیس کی طرف سے بھی تو محتاط رہنا ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "یہ کم بخت بہت تیز طرار ہیں۔"

"اس بات سے کسی کو کیا اختلاف ہو سکتا ہے۔ واقعی امریکی پولیس اپنی اعلیٰ کارکردگی کی وجہ سے پوری دُنیا میں مشہور ہے۔ اسی لیے تو ہمیں اتنی احتیاط برتنی پڑ رہی ہے۔"

"عجیب بات ہے، ہمارا سابقہ ان لوگوں سے بار بار پڑ جاتا ہے۔ اب تو وہ بھی ہماری کارکردگی سے بہت اچھی طرح واقف ہو گئے ہوں گے۔"

"اسی لیے تو میں کوشش کر رہا ہوں کہ اس بار ہمارا نام ہی سامنے نہ آنے پائے۔ دو محاذوں پر لڑنا ناممکن ہوتا ہے۔"

بُڈ اور زاہر کے علاوہ میں اور تہذیب بھی مصروفِ عمل ہو گئے تھے۔ چند دنوں کے اندر اندر ہم نے ساری تیاریاں مکمل کر لیں۔ قیام کے لیے ہم نے نچلے درجے کا ایک ہوٹل منتخب کیا تھا۔ ہم چاروں افراد مختلف ناموں اور مختلف حلیوں کے ساتھ ایک ہی ہوٹل میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ تہذیب نے درمیانے عمر کی ایک بھدّی سی شکل کی عورت کا میک اپ کیا تھا تاکہ خواہ مخواہ دوسروں کی توجہ کا مرکز نہ بننے پائے۔

"اب اس سے رابطے کے لیے کیا کرو گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"میرے پاس اُس کا فون نمبر موجود ہے۔ اُس سے فون پر ہی رابطہ کرنا مناسب رہے گا۔ ضرورت پڑنے پر صرف میں منظرِ عام پر آؤں گا۔ بقیہ لوگ خفیہ رہ کر کام کریں گے۔ تم میری نگرانی کرو گی، بُڈ تمھاری نگرانی کرے گا اور زاہر بُڈ کی نگرانی کرے گا۔ اس طرح ہم سب محفوظ رہیں گے۔"

ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد میں واشنگٹن کی سڑکوں پر نکل آیا۔ آدھے گھنٹے کی راہ نوردی کے بعد میں نے ایک ٹیلی فون بوتھ منتخب کیا اور وہاں سے ہاروت رابیل کو فون کیا۔ دوسری طرف سے آپریٹر کی مترنم آواز سُنائی دی۔

"مجھے ہاروت رابیل سے بات کرنی ہے۔" میں نے ریسیور میں کہا۔

"کیا آپ کا اُن سے اپائنٹمنٹ ہے سر؟"

"مجھے اُن سے ملاقات نہیں کرنی۔" میں نے کھُردرے لہجے میں کہا۔ "صرف فون پر بات کرنی ہے۔"

"وہ بہت مصروف آدمی ہیں سر! وقت لیے بغیر اُن سے فون پر بات کرنا بھی مشکل ہے۔"

میں جھنجلا گیا۔ "مجھے نہیں معلوم کہ اُن سے وقت لینے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"آپ مجھے اپنا نام اور کام بتائیے سر! میں اُن سے آپ کے لیے وقت لینے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"تم میرا نام ایلن گراہم بتا سکتی ہو۔ مجھے ہاروت رابیل سے کاروباری نوعیت کی گفتگو کرنی ہے جو اُس کے لیے ہی فائدے مند ثابت ہوگی۔"

"بہت بہتر سر۔" آپریٹر نے خوش اخلاقی سے کہا۔ "آپ ہولڈ کریں، میں اُن سے معلوم کرتی ہوں۔"

مجھے چند لمحے انتظار کرنا پڑا اس کے بعد دوبارہ آپریٹر کی آواز سُنائی دی۔ "آپ ایک گھنٹے بعد رِنگ کریے گا جناب! اُن سے بات ہو جائے گی۔"

میں نے آپریٹر کا شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ واشنگٹن ڈی سی میں ایک گھنٹا گزارنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ ایک گھنٹے بعد میں نے ایک دوسرے بوتھ سے ہاروت رابیل کو فون کیا۔ آپریٹر نے مجھے پہچان کر فوراً ہی ہاروت رابیل سے رابطہ ملا دیا۔

"ہیلو، رابیل اسپیکنگ۔" مجھے ہاروت رابیل کی جانی پہچانی آواز سُنائی دی۔

"میرا نام ایلن گراہم ہے مسٹر رابیل۔" میں نے کہا۔

"مجھے تمھارا یہی نام بتایا گیا ہے۔" ہاروت رابیل نے بے تاثر لہجے میں کہا۔ "تم مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے ہو؟"

"میں نے آپریٹر کو یہ بھی بتایا تھا کہ جو گفتگو میں کرنا چاہتا ہوں وہ کاروباری طور پر آپ کے لیے بے حد سود مند ثابت ہوگی۔"

"ممکن ہے تمھارا کہنا درست ہو لیکن خیال رہے کہ میں فون پر بھی تمھیں بہت زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔ میری اور بھی بہت مصروفیات ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے مسٹر رابیل۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "لیکن میں آپ کے لیے اجنبی نہیں ہوں۔ آپ مجھ سے واقف ہیں۔"

"میرا خیال ہے، ایلن گراہم نامی کوئی شخص میرا شناسا نہیں ہے۔" ہاروت رابیل نے کہا۔ "اگر تم کہتے ہو کہ میں تم سے واقف ہوں تو اپنی شناخت کراؤ۔"

"آپ نہ صرف مجھ سے واقف ہیں بلکہ ہماری ملاقات بھی ہوئی ہے اور حال ہی میں ہوئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ ہماری ملاقات ہوئی ہو لیکن تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس وقت تم نے مجھے کیوں فون کیا ہے؟"

"لیکن مسٹر رابیل، آپ مجھے ایلن گراہم کے نام سے نہیں جانتے۔" میں نے اُس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "آپ مجھے سوتراں کی حیثیت سے واقف ہیں۔"

"سوتراں؟" ہاروت رابیل کی سپاٹ آواز آئی۔ "میں کسی سوتراں سے بھی واقف نہیں ہوں۔"

"کانفرنس والی رات یاد کرو رابیل! سوتراں اپنی بیوی کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ساتھ تم سے ملا تھا۔"

"ہاں، شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میری مصروفیات اتنی ہیں کہ ہر بات یاد رکھنا میرے لیے بہت مشکل ہے۔"

"تم اتنے خوفزدہ ہوئے کہ تم نے اُن دونوں کو اُن کی سیکرٹری سمیت قتل کرا دیا؟"

"معلوم نہیں، تم کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"تم نے زبردست حماقت کی ہے رابیل! وہ دونوں تو تمھارے جُرم کی پردہ پوشی کرنا چاہتے تھے اور تم نے انھیں قتل کرا دیا۔"

"تمھاری کوئی بات بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اگر وہ زندہ نہیں ہیں تو تم کون ہو؟"

"وہ بے چارے تو استعمال ہوئے تھے۔ انھیں کسی بات کا علم نہیں تھا۔ میں نے مسٹر سوتراں کا میک اپ کیا تھا اور میری ساتھی اُس کی بیوی کے میک اپ میں تھی۔ وہ تو صرف چیمبر آف کامرس کی میٹنگ میں شرکت کی غرض سے یہاں آئے تھے اور ہم نے تم تک پہنچنے کے لیے انھیں استعمال کر ڈالا۔ تمھاری پوزیشن اب بھی اتنی ہی نازک ہے جتنی انھیں قتل کرانے سے پہلے تھی۔"

"تم مستقل بے پر کی ہانکے چلے جا رہے ہو۔ اگر تم نے یہ گفتگو ترک نہ کی تو میں فون کر دوں گا۔"

"فون تو میں بند کر دوں گا مسٹر رابیل۔" میں نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔ "بس یہ سوچ لو کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔"

"تم آخر کون ہو اور کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟" ہاروت رابیل نے کہا۔ اُس کی آواز سے خوفزدگی ظاہر ہونے لگی تھی۔

"تم سمجھ رہے تھے کہ انھیں قتل کرا کے تمھاری جان چھوٹ جائے گی لیکن تم غلطی پر تھے رابیل! ہم تو تم سے تعاون کی غرض سے امریکا آئے تھے لیکن تم نے جس ردِعمل کا مظاہرہ کیا ہے اس کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تمھیں کوئی موقع نہ دیا جاتا لیکن میں نے اپنے ساتھیوں کے مشورے سے فیصلہ کیا ہے کہ تمھیں ایک موقع اور دیا جائے۔ اگر تم اس سے فائدہ اُٹھا لو تو تمھاری مرضی ورنہ اس کے بعد ہم آزاد ہوں گے۔"

"تم لوگ جو کوئی بھی ہو، مجھ پر الزامات تو لگا سکتے ہو، میرے خلاف کچھ ثابت نہیں کر سکتے۔ محض الزام لگا دینے سے کسی کو سزا نہیں ہو جاتی۔"

"میں اس وقت ایک پبلک بوتھ سے فون کر رہا ہوں رابیل! محض اس لیے کہ تم بہت برق رفتاری سے کام کرنے کے عادی ہو۔ ممکن ہے، اس کال کے ختم ہونے تک تمھارے آدمی میرے سر پر مسلّط ہو چکے ہوں لیکن یہ سمجھ لینا کہ میں اکیلا نہیں ہوں۔ اگر تم نے میرے خلاف کچھ کیا تو میرے ساتھی تمھیں نہیں بخشیں گے۔"

"میری طرف سے تم اپنے ساتھیوں سمیت جہنم میں جاؤ۔ ہاروت رابیل کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"میں تمھاری یہ خوش فہمی بھی دور کر دوں رابیل! ذرا ایک آخری بات اور سُن لو۔" میں نے کہا اور جیب سے ٹیپ ریکارڈر نکال کر آن کرنے کے بعد اُسے ماؤتھ پیس کے نزدیک کر دیا۔ میں اُسے ٹیپ کا وہ حصّہ سُنا رہا تھا جہاں اُس کے اعترافات تھے۔

"کہو، کچھ یاد آیا رابیل۔" میں نے کہا۔ "کہو تو یہ بھی یاد دلا دوں کہ یہ گفتگو کانفرنس والی رات چیمبر آف کامرس کی لابی میں ہوئی تھی۔"

جواب میں دوسری طرف سے کوئی آواز نہیں سُنائی دی۔ سلسلہ منقطع ہونے کی آواز بھی نہیں آئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ رابیل سکتے میں آ گیا تھا۔

"ہیلو۔" میں نے کہا۔ "تم سُن رہے ہو ہاروت رابیل یا میں سلسلہ منقطع کر دوں؟"

"ن۔۔۔ نہیں۔" ہاروت رابیل کی آواز آئی جس سے مُردنی ظاہر ہو رہی تھی۔ "میں سُن رہا ہوں۔ فون بند مت کرنا۔"

"نہیں مسٹر رابیل! اب میں یہ جگہ چھوڑ رہا ہوں۔ امکان یہ ہے کہ اب تک تم اپنے ہرکارے میری طرف روانہ کر چکے ہو گے۔ اب سے کچھ دیر بعد میں دوبارہ تمھیں رِنگ کروں گا۔ میں تمھیں سوچنے کے لیے وقت دے رہا ہوں۔ اس دوران تم سوچ سمجھ کر کسی فیصلے پر پہنچ چکے ہو گے۔ اس کے بعد جو گفتگو ہو گی، وہ زیادہ بہتر انداز میں ہو گی۔" میں نے اُس کے جواب کا انتظار کیے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا اور فون بوتھ سے نکل آیا۔ ہم نے یہی کچھ طے کیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ہمیں ہاروت رابیل کے صحیح وسائل کا اندازہ نہیں تھا۔ کسی ذریعے سے یہ معلوم کرنا اُس کے لیے زیادہ مشکل نہیں تھا کہ میں کس فون بوتھ سے کال کر رہا ہوں۔ یہ معلوم کرنے کے بعد وہ اپنے آدمیوں کو فون بوتھ کی طرف روانہ کر سکتا تھا اور ایک نادیدہ خطرے سے بچنے کی یہی صورت تھی کہ احتیاط برتی جائے۔

فون بوتھ سے نکلتے وقت میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ گرد و پیش کا اچھی طرح جائزہ لے کر میں چل پڑا۔ بظاہر کوئی مشکوک آدمی نظر نہیں آیا تھا۔ مجھے یہ اطمینان بھی تھا کہ میرے ساتھی بھی مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔

ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہوئے تہذیب، بڈ اور زاہر میرے ساتھ ایک ریستوران میں یکجا ہو گئے۔

"پروگرام کے مطابق میں نے اُسے کچھ دیر کی مہلت دے دی ہے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ اُسے فون کروں گا۔" میں نے انھیں بتایا۔

"تم نے اُسے ریکارڈ کی ہوئی گفتگو سُنائی تھی؟" تہذیب نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں، اور گفتگو سُن کے اُسے سکتہ ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ہی میں نے اُسے سوچنے کی مہلت دے کر فون بند کر دیا۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ "دوبارہ فون کرنے تک اُس کے سارے کس بل نکل چکے ہوں گے۔"

"میں بہت بور ہو رہا ہوں چیف۔" بڈ نے ایک طویل جماہی لے کر کہا۔ "کرنے کو کوئی کام ہی نہیں ہے۔"

"کیوں؟" میں نے اُسے گھورا۔ "کیا تم تہذیب کا تعاقب نہیں کر رہے؟"

"وہ تو کر رہا ہوں چیف۔" بڈ نے سر کھجایا۔ "لیکن تعاقب کرتے رہنا تو کوئی کام نہیں ہے۔"

"تمھاری غیر سنجیدگی بعض اوقات کھلنے لگتی ہے۔" تہذیب بُرا سا مُنہ بنا کر بولی۔ "کبھی سنجیدہ بھی ہو جایا کرو۔"

"ایک وقت میں ایک ہی کام ہو سکتا ہے میڈم۔" بڈ نے دو ٹوک انداز میں کہا۔ "بڈ یا تو سنجیدہ ہو سکتا ہے یا کام کر سکتا ہے۔ دونوں کام بیک وقت نہیں ہو سکتے۔"

"حالانکہ اس وقت دونوں کام ہو رہے ہیں۔" زاہر نے دخل اندازی کی۔

"کہاں ہو رہے ہیں؟" بڈ حیران ہو کر بولا۔ "نہ تو میں سنجیدہ ہوں اور نہ ہی کوئی کام کر رہا ہوں۔"

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں۔" زاہر نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔ "آپ سنجیدہ رہ کر کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اس وقت غیر سنجیدہ رہ کر بھی کوئی کام نہیں کر رہے۔ جب آپ کوئی کام نہیں کر رہے تو پھر سنجیدہ ہو جائیے۔۔۔ اپنے فارمولے کے مطابق۔"

بڈ زاہر کو گھورنے لگا اور تہذیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اُبھر آئی۔ "تم خود کو بہت تیز طرار سمجھتے ہو۔ اس وقت زاہر نے تمھیں کیا بروقت پکڑا ہے۔ اب جواب دو نا اسے یا لاجواب ہو گئے؟" تہذیب چڑانے والے انداز میں بولی۔

"میں احتجاج کرتا ہوں چیف۔" بڈ نے کہا۔ "زاہر مجھ سے جونیئر ہے اور میڈم اُس کی طرف داری کر رہی ہیں۔"

"طرف داری!" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم نے ایک غلط بات کہی تھی۔ زاہر نے تمھیں پکڑ لیا تو اب جھینپ کیوں رہے ہو۔"

"کوئی بات نہیں۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "بڈ سے جیتنا آسان کام نہیں ہے۔ اب تم مجھ سے بچ کر رہنا زاہر۔"

"ارے ارے آپ تو ناراض ہو گئے۔" زاہر نے گھبرا کر کہا۔ "میں تو مذاق کر رہا تھا مسٹر بڈ۔"

"ہرگز نہیں زاہر! تم مذاق نہیں کر رہے تھے۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔ "میں دیکھتی ہوں بڈ تمھارا کیا بگاڑتا ہے۔"

"ٹھیک ہے میڈم ٹھیک ہے۔" بڈ نے بے بسی سے کہا۔ "دیکھتا ہوں آپ کب تک اس کی طرف داری کریں گی۔"

"بس اب اپنی چونچ بند کرو۔ بہت بکواس کر چکے۔" میں نے بڈ سے کہا۔ "کافی وقت گزر چکا ہے، اب ہم روانہ ہوں گے۔"

ہم طے شدہ ترتیب کے مطابق ریستوران سے نکلے۔ میں نے کافی فاصلے پر واقع ایک فون بوتھ کا انتخاب کیا اور وہاں سے ہاروت رابیل کو فون کیا۔ وہ بے چینی سے میری کال کا منتظر تھا۔

"تم کون ہو بے غیرت، ذلیل انسان! کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"عزت افزائی کا شکریہ رابیل۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "ہماری پچھلی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اپنی ایک ساتھی کے ساتھ آپ سے مسٹر اور مسز سوتراں کے روپ میں ملاقات کی تھی۔ مسروقہ فارمولے ڈی فوسٹر سمیت ہمارے قبضے میں ہیں اور ہم آپ سے اُن کا سودا کرنا چاہتے ہیں۔"

"گفتگو کرنے کا یہ انداز انتہائی احمقانہ ہے۔ کیا تم مجھ سے ملاقات نہیں کر سکتے؟"

"ہم اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں رابیل جو دوسروں سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ کیا سمجھے۔"

"تو پھر تم مجھ سے مل کیوں نہیں لیتے؟ میرے گھر پر آ جاؤ، یہاں ہم اطمینان سے گفتگو کر سکیں گے۔"

"لیکن ہم احمق بھی نہیں ہیں رابیل کہ بلاوجہ اپنی بہادری کا مظاہرہ کرتے پھریں۔"

"سُنو، میں تم سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ میرے گھر نہیں آنا چاہتے تو جگہ کا انتخاب خود کر لو۔"

"اب تم کچھ کچھ راہ پر آتے جا رہے ہو لیکن تمھاری نیّت کا فتور اب بھی برقرار ہے۔"

"جگہ کا انتخاب میں نے تم پر چھوڑ دیا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کروں گا۔"

"کسی یہودی سے یہ توقع کرنا کہ وہ دھوکا نہیں کرے گا محض خود فریبی کہلائے گی۔"

"پھر بتاؤ، میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں تمھاری تسلّی کے لیے سب کچھ تم پر چھوڑتا ہوں۔ تم خود ہی کوئی مناسب فیصلہ کر لو۔"

"ٹھیک ہے رابیل! آج رات ساڑھے نو بجے تمھیں بتا دوں گا کہ میں تم سے کل کس جگہ ملوں گا۔"

"رات ساڑھے نو بجے کیوں؟" ہاروت رابیل کی مضطربانہ آواز آئی۔ "ابھی کیوں نہیں؟ میں تم سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔"

"وقت یاد رکھنا رابیل۔" میں نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "رات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ٹھیک ساڑھے نو بجے۔" میں نے فون بند کیا اور بوتھ سے نکل آیا۔ میں ہاروت رابیل کو ذہنی طور پر معطل کر دینا چاہتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اب وہ بقیہ وقت اضطراب اور خوف و ہراس کے عالم میں گزارے گا۔ اُس کا یہ خوف و ہراس ہماری کامیابی کا ذریعہ بھی بن سکتا تھا۔

ہم کسی خطرے سے دوچار ہوئے بغیر واپس اپنے ہوٹل پہنچ گئے موقع دیکھ کر میں نے اپنے ساتھیوں کو رات کے پروگرام سے مطلع کر دیا تھا۔

دن کا بقیہ حصہ ہوٹل میں گزارنے کے بعد رات ساڑھے نو بجے ہم ایک بار پھر سرگرم عمل ہو گئے۔ ہوٹل سے بہت فاصلے پر واقع ایک فون بوتھ سے میں نے ہاروت رابیل کو فون کیا۔ اس وقت پونے دس بج چکے تھے۔

"تم نے ساڑھے نو کا وقت دیا تھا۔ اس وقت پونے دس بج رہے ہیں۔ یہ وعدہ خلافی کیوں؟" اُس نے رابطہ ملتے ہی اضطرابی لہجے میں کہا۔

"صرف پندرہ منٹ کا ہی تو فرق ہے رابیل۔ تمھارے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ یہ دیر محض احتیاطاً کی گئی ہے۔ ممکن ہے ساڑھے نو بجے کے لیے تم نے کوئی خاص قسم کا بندوبست کر رکھا ہو۔ اس تاخیر کو نظرانداز کر دو اور یہ بتاؤ کہ تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"فیصلہ تو تمھیں کرنا تھا — میں تم سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔ ابھی اور اسی وقت۔"

"جلد بازی ہمیشہ خراب نتائج مرتب کرتی ہے رابیل! پہلے خوب غور و خوض کر لو اُس کے بعد کوئی فیصلہ کرنا۔"

"آج میں کوئی کام نہیں کر سکا۔ سارا دن اسی سلسلے میں سوچ بچار کرتا رہا ہوں۔"

"اور سوچ لو رابیل! اس لیے کہ ہم تفریحاً ملاقات نہیں کریں گے۔ اس ملاقات سے ہمارا ایک خاص مقصد وابستہ ہے۔"

"یہ بات میں تم سے زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم مجھے کیا پڑھا رہے ہو۔"

"گویا تم اس نتیجے پر پہنچ چکے ہو کہ تم مجھے استعمال کیے بغیر اپنی مقصد برآری نہیں کر سکتے؟"

"ہاں اور اسی لیے میں فوراً تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ جو کچھ بھی ہونا ہے فوراً ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"اتنی جلدی تو قطعی ناممکن ہے رابیل! مجھے خود بھی اس ملاقات کے لیے کچھ انتظامات کرنے ہوں گے۔ تم بھی یہ بات سمجھتے ہو گے۔"

"مجھے اس قدر پریشان مت کرو۔" ہاروت رابیل گڑگڑایا۔ "میں دل کا مریض ہوں۔ زیادہ انتظار کرنا میری موت کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔"

"یہ سُن کر بہت افسوس ہوا کہ تم دل کے مریض ہو۔" میں نے کہا مگر میرے لہجے میں ہمدردی کے بجائے سفاکی تھی۔ "تاہم اگر تمھیں اتنی ہی جلدی ہے تو کل دن کے گیارہ بجے میگراف کے سوئمنگ پول پر ملاقات کر لو۔ وقت اور جگہ یاد رکھنا۔ ہوٹل میگراف، سوئمنگ پول دن کے ساڑھے گیارہ بجے۔ میں خود ہی تم سے رابطہ قائم کر لوں گا۔"

"ابھی تو تم نے گیارہ بجے کہا تھا اور اب خود ہی ساڑھے گیارہ کہہ رہے ہو۔ اس سے میں کیا سمجھوں؟"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں بھول جانے کا مریض ہوں۔ گیارہ بجے کا وقت ہی ٹھیک ہے۔"

"میں اتنا انتظار بھی نہیں کر سکتا۔" ہاروت رابیل کی مضطرب آواز اُبھری۔ "اگر تم کوئی سودے بازی کرنا چاہتے ہو تو اُسے طول کیوں دے رہے ہو۔ ٹال مٹول سے کام کیوں لے رہے ہو۔ جب میں تم سے تعاون پر آمادہ ہوں تو پھر اس کا مقصد ہے کہ . . ."

"کل صبح گیارہ بجے . . . ہوٹل میگراف کے سوئمنگ پول پر۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

ہوٹل واپس پہنچ کر میں لمبی تان کر سو گیا۔ ہاروت رابیل کے مقابلے پر ہماری ابتدائی کامیابیاں ہمارے اندازوں سے کہیں بڑھ کر تھیں پھر پُرسکون نیند کیوں نہ آتی۔

اگلے روز صبح میں کوئی نو بجے کے قریب اپنے کمرے میں ناشتا کر رہا تھا۔ ناشتے کے دوران اخبار بھی پڑھتا جا رہا تھا کہ ایک خبر نے مجھے چونکا دیا۔ خبر بہت مختصر اور ایک کالمی تھی لیکن میرے لیے تشویش کا باعث تھی۔ خبر کے مطابق پولیس نے تین افراد کو گرفتار کر لیا تھا۔ اُن تینوں کا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے تھا اور انھیں امریکا کے ایک یہودی کے خلاف کام کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اخبار نے اُن تینوں کے نام بھی شائع کیے تھے جو ناثمہ برق، فواد اور حسن ناصر تھے۔ تینوں ہی میرے شناسا تھے اور اُن کی گرفتاری کو میں نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ خاص طور پر ناثمہ برق اور فواد تو میرے بہترین رفیق رہ چکے تھے۔

خبر پڑھنے کے بعد میں نے جیسے تیسے ناشتا ختم کیا اور اخبار لے کر تہذیب کے کمرے میں جا پہنچا۔ مجھے اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر تہذیب چونک پڑی۔

"خیریت تو ہے علی! تم اس طرح میرے کمرے میں؟" اُس نے حیرت سے کہا۔ "طے تو یہ ہوا تھا کہ . . ."

"میں چھپ کر یہاں آیا ہوں۔ کسی نے مجھے تمھارے کمرے میں داخل ہوتے نہیں دیکھا اور نہ ہی یہاں سے باہر نکلتے دیکھے گا۔ تم ذرا یہ خبر پڑھ لو۔" میں نے اخبار اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

تہذیب نے اخبار میرے ہاتھ سے لے لیا اور میری بتائی ہوئی خبر پڑھنے لگی۔ "اوہ! تو تینوں ہی . . ."

"ہاں تہذیب! صبح ہی صبح بڑی خراب خبر ملی ہے۔ تینوں افراد پولیس کی تحویل میں ہیں۔ اس خبر نے مجھے پریشان کر دیا ہے اسی لیے میں تمھارے کمرے میں چلا آیا۔"

چند لمحے تک تہذیب پُرتفکر انداز میں مجھے دیکھتی رہی پھر سر جھٹک کے بولی۔ "اُن کے لیے کچھ کرنا ہماری ذمّے داری تو نہیں ہے تاہم دوستی اور ہمدردی کے ناتے ہمیں اُن کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔"

"ابھی ہاروت رابیل کا معاملہ بھی نہیں نمٹا تھا کہ ایک نیا مسئلہ ہمارے سامنے آ گیا۔" میں نے پریشانی سے کہا۔

"اور مسئلہ بھی معمولی نہیں بہت گمبھیر۔" تہذیب بولی۔ "اُن تینوں پر جو فردِ جرم عائد کی گئی ہے وہ بھی تو معمولی نہیں ہے۔"

"اس کے علاوہ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ انھیں کہاں قید رکھا گیا ہے۔ تینوں فلسطینی گوریلوں کو ظاہر ہے کسی خاص جگہ ہی قید کیا گیا ہو گا۔"

"ممکن ہے اُن کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہوں۔ انھیں رہا کرانا آسان نہیں ہو گا۔"

"بیٹھے بٹھائے ایک اور اُلجھن پیش آ گئی تہذیب! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا سکون وقتی تھا۔"

تہذیب نے شاید میری آواز سُنی ہی نہیں تھی۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ چند لمحے بعد اچانک ہی وہ اُچھل پڑی۔

"کیا ہوا؟" میں نے اُس سے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"پہلے یہ بتاؤ کہ حکومتِ امریکا کے مسروقہ جوہری فارمولوں کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"میں نے ابھی تک اُن کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا لیکن یہ بات طے ہے کہ فارمولے بجائے خود ہمارے کسی کام کے نہیں ہیں۔"

"اور فی الحال ہم اُن کے ذریعے بیروت کے کیمپوں میں پناہ گزین فلسطینیوں کے لیے رقم جمع کرنے کا کام کر رہے ہیں۔"

"اس بات میں اتنا اضافہ اور کر لو کہ ہمارا شکار یہودی دولتمند ہیں۔" میں نے کہا۔

"یعنی مالی فوائد حاصل کرنے کے سوا وہ ہمارے کسی اور کام نہیں آ رہے؟"

"ظاہر ہے۔ نہ صرف ہم خود اُن فارمولوں سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے بلکہ وہ ہمارے کسی ساتھی کے کام بھی نہیں آ سکتے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے علی کہ وہ ہمارے کسی کام کے نہیں لیکن کیا واقعی وہ ہمارے کسی ساتھی کے کام بھی نہیں آ سکتے؟"

"کیا مطلب ہے تمھارا؟" میں نے تہذیب کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا لیکن اُس کے جواب دینے سے قبل ہی میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ "کہیں تمھارا یہ مطلب تو نہیں کہ . . ."

"اُن فارمولوں کے عوض ہم اپنے گرفتار شدہ ساتھیوں کو رہا کرانے کی کوشش کریں۔" تہذیب نے میری بات مکمل کر دی۔

"خیال تو بہت عمدہ ہے تہذیب لیکن جس مقصد کے لیے ہم اس وقت ان فارمولوں کو استعمال کر رہے ہیں اس کا کیا بنے گا؟"

"یہ ٹھیک ہے علی کہ اگر ہم یہ فارمولے کسی بڑے ملک کے ہاتھوں فروخت کرنا چاہیں تو ہمیں اچھی خاصی رقم مل سکتی ہے لیکن یہ بھی تو سوچو کہ پہلے ہی ان کے عوض جتنی رقم ہم وصول کر چکے ہیں وہ بھی کچھ کم تو نہیں ہے۔"

"کم تو بے شک نہیں ہے تہذیب لیکن بے سوچے سمجھے اتنا بڑا فیصلہ کر لینا عقلمندی تو نہیں ہے۔"

"اس سلسلے میں سوچنے سمجھنے کو رکھا ہی کیا ہے۔ ہمیں صرف اتنا ہی تو کرنا ہے کہ ان فارمولوں کی قیمت پر امریکا سے اپنے ساتھیوں کو رہا کرا لیں۔"

"تم صرف اُن تینوں کی بات کر رہی ہو اور میں ہاروت رابیل کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ میں اُسے بخشنے کو تیار نہیں ہوں۔"

"تم یہ نہیں سوچ رہے علی کہ اپنے ساتھیوں کی گرفتاری اُس وقت ہمارے علم میں آئی ہے جبکہ یہ معاملات ہمارے قابو میں ہیں۔ اگر فارمولے ہاروت رابیل کے حوالے کر دینے کے بعد یہ واقعہ ہوتا تو ہم کیا کرتے؟"

"مجھے تمھاری اس بات سے اختلاف نہیں ہے تہذیب! واقعی اگر بعد میں یہ بات ہمارے علم میں آتی تو ہم اتنی مضبوط پوزیشن میں نہ ہوتے جتنی مضبوط پوزیشن میں اب ہیں۔"

"جب تمھیں میری بات سے اختلاف نہیں ہے تو فیصلہ کرنے میں کیوں ہچکچا رہے ہو؟" تہذیب نے کہا۔

"جو کچھ تم کہہ رہی ہو اُس سے میں پوری طرح متفق ہوں لیکن اس طرح نہیں جیسے تم چاہ رہی ہو۔"

"میں کیا چاہ رہی ہوں؟"

"تمھارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اُن فارمولوں کے عوض اپنے ساتھیوں کو چھڑا لیں۔ ہاروت رابیل کو اُس کے حال پر چھوڑ دیں۔"

"اور تم کیا چاہتے ہو؟" تہذیب نے پُرسکون لہجے میں پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ فارمولوں کے عوض اپنے ساتھیوں کی رہائی کا مطالبہ ضرور کیا جائے مگر پہلے ہم ہاروت رابیل سے نمٹ لیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ میں تمھاری بات مانے لیتی ہوں لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس بات پر عمل کرنے میں تمھیں کیا پس و پیش ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مجھے پس و پیش تو کوئی نہیں ہے تہذیب! بس ہمیں پورے پروگرام کا ڈھانچا تبدیل کرنا پڑے گا۔ ہاروت رابیل سے رقم اینٹھنے کے بعد ہی ہم کوئی اگلا قدم اُٹھائیں گے۔ تم میرا مطلب سمجھ رہی ہو نا؟"

"بہت اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ تمہارا مطلب ہے کہ ہم ہاروت رابیل سے رقم تو وصول کریں گے لیکن فارمولے اُس کے حوالے نہیں کریں گے۔"

"ہاں اور یہ زیادہ بہتر رہے گا۔ فارمولوں کا کسی اور کے ہاتھ لگنا تباہ کاری کو وسعت دینا ہوگا۔"

"میں خود بھی اسی خیال کی حامی ہوں۔" تہذیب نے کہا۔ "فارمولے حکومتِ امریکا کی ملکیت ہیں اور اسی کو واپس ملنے چاہئیں۔"

"اب ہمیں یہ بھی معلوم کرنا ہوگا کہ نائمہ برق، فواد اور حسن ناصر کس سلسلے میں گرفتار ہوئے ہیں۔"

"کیا تم نے خبر پوری طرح نہیں پڑھی؟" تہذیب نے حیران ہو کر پوچھا۔ "اُن کی گرفتاری کی وجہ بھی تو چھپی ہے۔"

"اُن پر جو فردِ جرم عائد کی گئی ہے وہ بہت سرسری نوعیت کی ہے۔ خبر بہت مُبہم اور غیر واضح ہے۔ اُس میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ اُنھیں ایک امریکی یہودی کے خلاف کام کرنے کے جُرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ خبر میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ حقائق کے خلاف ہے؟"

"یہ بھی ممکن ہے کہ حقائق چھپا لیے گئے ہوں لیکن اگر ہم خبر کے مندرجات درست تسلیم کرلیں تب بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا فلسطینی گوریلے یہاں کوئی معمولی نوعیت کا کام کر رہے ہوں گے؟"

"یقیناً وہ کوئی غیر معمولی کام کر رہے ہوں گے۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اُس امریکی یہودی کا نام بھی ظاہر نہیں کیا گیا جس کے خلاف وہ لوگ کام کر رہے تھے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"بہت فرق پڑتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ لوگ بھی ہاروت رابیل کے خلاف کام کر رہے ہوں۔"

تہذیب چونک پڑی۔ "ہاں۔" اُس نے کہا۔ "یہ ممکن ہے لیکن ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟"

"کچھ نہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "فی الحال سب کچھ بھول کر ہاروت رابیل پر توجہ مرکوز کر دو۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔"

میں تہذیب کے کمرے سے نکل آیا۔ اب ہمیں ہوٹل میگراف روانہ ہونا تھا۔ اس ضمن میں پروگرام طے تھا۔ ربڈا اور زاہر کو پہلے سے وہاں پہنچ کر پوزیشن سنبھالنی تھی اور مجھے بعد میں روانہ ہونا تھا۔ جبکہ تہذیب میرا تعاقب کرتی ہوئی ہوٹل میگراف پہنچتی۔

وقتِ مقررہ سے کچھ دیر قبل ہی میں ہوٹل سے نکل آیا اور ٹیکسی میں بیٹھ کر سیدھا ہوٹل میگراف جا پہنچا۔ میگراف ایک خوبصورت ہوٹل تھا اور ہوٹل ہی کی طرح اس کا سوئمنگ پول بھی بے حد شاندار تھا۔ سوئمنگ پول پر اچھا خاصا رش نظر آرہا تھا۔ بیشتر لوگ سوئمنگ ڈریس میں تھے جن میں اکثریت خواتین کی تھی۔ میں نے متلاشی نظروں سے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور ہاروت رابیل مجھے نظر آگیا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا تھا اور اُس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ دیگر لوگوں کی طرح وہ بھی نہانے کے لباس میں تھا لیکن اُس نے شاید پانی کو چھوا بھی نہیں تھا۔ اُس کے نزدیک ایک خالی کُرسی اور بھی نظر آرہی تھی جو یقیناً میرے لیے تھی۔

کچھ دیر تک میں بے مقصد سوئمنگ پول کے گرد چکر لگاتا رہا۔ مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی خطرہ ہو تو نگاہ میں آجائے لیکن کوئی شخص بھی ایسا نظر نہیں آیا جس کی توجّہ خصوصیت سے ہاروت رابیل کی جانب ہوتی۔ ربڈا اور زاہر بھی کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے مگر میں اُن کی طرف سے مطمئن تھا۔ دونوں بہت مستعد لوگ تھے اور یقیناً کسی ایسی جگہ چھپے ہوئے ہوں گے جہاں سے حالات پر نگاہ رکھی جاسکتی ہوگی۔

اپنے طور پر مطمئن ہونے کے بعد میں ہاروت رابیل کی طرف بڑھا اور ٹہلتا ہوا اُس کی پُشت پر پہنچ گیا۔ پھر اطمینان سے اُس کے نزدیک رکھی ہوئی خالی کُرسی گھسیٹ کر اُس پر بیٹھ گیا۔ ہاروت یوں اُچھلا تھا جیسے اُسے کسی بچھّو نے ڈنک مار دیا ہو۔ وہ خوفزدہ سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں ڈیئر رابیل۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا وہی دوست ہوں جس کے تم منتظر ہو۔"

"نہیں۔" ہاروت رابیل نے حیرت سے کہا۔ "کیا تم وہی ہو جو مجھ سے سوتراں کی حیثیت سے ملے تھے؟"

"ہاں پیارے رابیل! میں وہی ہوں۔ لیکن تم اتنے حیران کیوں ہو رہے ہو؟ کوئی اور اتنی بے تکلّفی کا مظاہرہ کہاں کرسکتا ہے؟"

"لیکن تمہارا چہرہ! سوتراں کے اور تمہارے نقوش میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

"اسے میک اپ کا کمال کہتے ہیں۔" میں نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "دوبارہ ملاقات ہوگی تو میں تمھیں کسی اور صورت میں ملوں گا۔"

"خدا کی پناہ!" ہاروت رابیل نے اپنا سر پکڑ لیا۔ "تم کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ساری باتیں تو میں تمھیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ اگر تم وہ باتیں دوبارہ سُننا چاہو تو میں اُنھیں دُہرانے کے لیے بھی تیار ہوں۔"

"میں تمھیں پہچاننے سے قاصر ہوں اس لیے ضروری ہے کہ تم ساری باتیں دوبارہ دُہراؤ تاکہ مجھے یقین آجائے کہ میں کسی غلط آدمی سے بات نہیں کر رہا ہوں۔"

"سوتراں کی حیثیت سے میں نے تمھیں ڈی فوسٹر کی کہانی سُنائی تھی جو جرمنی کے شمیرخ خاندان کا ایک مایہ ناز سائنس داں تھا اور جسے تم نے ایک طویل عرصے تک اپنا قیدی بنائے رکھا تھا۔ اتنا حوالہ کافی نہیں ہے؟"

"نہیں۔" ہاروت رابیل غرّایا۔ "صرف اتنی سی بات مجھے مطمئن کرنے کے لیے قطعی ناکافی ہے۔"

"تم بہت شکّی مزاج آدمی ہو ہاروت رابیل! حالانکہ جو کچھ میں نے بتایا اس کے بعد کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔"

"نہ رہے۔" ہاروت رابیل نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن مکمل اطمینان کے بغیر کسی کام میں ہاتھ ڈالنا میرے اصول کے خلاف ہے۔ اگر تم اپنی اصل صورت میں مجھ سے ملے ہوتے تو میں تم سے کچھ بھی نہ پوچھتا۔"

"تم ہتھیار بناتے ہو ہاروت رابیل اور انھیں مختلف ضرورت مند ممالک کو فروخت کر دیتے ہو۔ زیادہ منافع کمانے کے لالچ میں تم نے ہلکے جوہری ہتھیاروں کے فارمولے حکومتِ امریکا کے خُفیہ محکموں سے چوری کروائے۔ ڈی فوسٹر اُن فارمولوں سمیت تمہاری قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا اور تمہارا منصوبہ دھرا رہ گیا۔"

"جب تم سوتراں کی حیثیت میں مجھ سے ملے تھے اُس وقت بھی میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ تم کون ہو۔ اس وقت بھی میں تم سے یہی سوال کرنا چاہتا ہوں کہ تم کون ہو اور ان معاملات سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"پچھلی بار میں نے تمھیں کچھ اور کہانی سُنائی تھی ہاروت رابیل لیکن آج [illegible] مختلف ہے۔ آج میں تمھیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں اور اس [illegible] سے میرا کیا تعلق ہے۔ [illegible] ادشیل میکائیل سے واقف ہو؟"

ہاروت رابیل بری طرح چونک پڑا۔ "ہاں، وہ فرانسیسی تاجر جو گزشتہ دنوں پُراسرار طریقے سے قتل کر دیا گیا تھا۔"

"ہاں۔" میں نے تلخی سے کہا۔ "وہی، اور تم اُسے محض اس لیے جانتے ہو کہ تمہاری طرح وہ بھی یہودی تھا۔"

"میں نے اُس کے بارے میں پڑھا تھا۔ جب وہ قتل ہوا میں پیرس میں موجود تھا لیکن تم نے اُس کا حوالہ کیوں دیا؟"

"اُس نے ڈی فوسٹر اور فارمولوں کی بازیابی کے لیے ہماری خدمات حاصل کی تھیں۔" میں نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم!" ہاروت رابیل حیرت سے مُنہ پھاڑ کر رہ گیا۔ "اُن فارمولوں سے بڑے بڑے ملکوں کی دلچسپی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن ادشیل میکائیل کا تعلق سمجھ میں نہیں آتا۔"

"میرے بتائے بغیر تمہاری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آئے گا رابیل! وہ دراصل امریکا میں تمہاری اجارہ داری توڑنا چاہتا تھا۔"

"تم بڑی حیران کُن باتیں کر رہے ہو! ادشیل میکائیل میری اجارہ داری کس طرح توڑ سکتا تھا۔"

"اسلحہ سازی کے کاروبار میں منافع بہت زیادہ ہے ہاروت رابیل اور یہودی قوم پیسے کے لیے کچھ بھی کرسکتی ہے۔ اُس کا ارادہ تھا کہ وہ بھی امریکا میں اسلحہ سازی کا کاروبار شروع کرے۔ چونکہ یہاں اسلحہ سازی کا اجازت نامہ صرف تمہارے پاس تھا اور تمہاری موجودگی میں کسی اور کو یہ اجازت نامہ نہیں مل سکتا تھا اس لیے ادشیل میکائیل نے اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کا فیصلہ کیا جو اُسے اتفاقاً ہی میسّر آگیا تھا۔ اُس نے ہم سے رابطہ قائم کیا اور ایک خطیر رقم کے عوض ہمیں اس کام پر مامور کر دیا کہ ہم مسروقہ فارمولے اُس کے لیے حاصل کریں۔ اُس کا ارادہ تھا کہ وہ فارمولے امریکا کے حوالے کرکے اُسے تمہارے کرتوتوں سے آگاہ کر دے گا تاکہ تمہاری ساکھ ختم ہو جائے، تم سے تمام مراعات واپس لے لی جائیں اور خود اُسے امریکا میں اسلحہ سازی کی اجازت مل جائے۔"

"اوہ! اُس نے بڑی بھیانک چال چلی تھی۔" ہاروت رابیل نے کہا۔ "لیکن وہ ناکام کیوں ہوگیا۔ کیا تم نے فارمولے اُس کے حوالے نہیں کیے؟"

"ہم نے فارمولے اور ڈی فوسٹر اُس کی خدمت میں پیش کر دیے تھے لیکن اُس کی نیت میں فتور پیدا ہوگیا۔ بجائے اس کے کہ وہ بقیہ رقم ہمارے حوالے کرتا اُس نے ہمیں ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ ہر یہودی کی ذہنیت یہی ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہمارے ہاتھوں مارا گیا۔"

"یعنی تم نے اُسے محض رقم کے حصول کے لیے قتل کر دیا۔" ہاروت رابیل نے کہا۔

"نہیں رابیل! صرف رقم کے لیے نہیں بلکہ اُس نے بدعہدی کی تھی۔ نہ صرف بدعہدی کی تھی بلکہ ہماری جانیں لینے کی کوشش بھی کی تھی۔ ہم نے اُسے ہلاک کرکے کوئی غلط قدم نہیں اُٹھایا۔"

"اس کے بعد تم فرانس سے ڈی فوسٹر اور فارمولوں سمیت فرار ہو کر امریکا آگئے۔"

"ہاں مسٹر رابیل! اب دونوں چیزیں ہمارے قبضے میں ہیں اور ہم نے صرف تمہاری خاطر طویل سفر کیا ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے مجھ سے ہمدردی کی ہے؟" ہاروت رابیل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں! ہمیں تو وہ رقم چاہیے جو ہم اڈشیل میکائیل سے وصول نہیں کر سکے۔ اگر تم نے ہمیں وہ رقم ادا کر دی تو ٹھیک ہے ورنہ فارمولے دیگر ثبوتوں سمیت امریکا کی حکومت کے حوالے کرنا ہماری مجبوری ہوگی۔ ہمیں یقین ہے کہ حکومتِ امریکا نہ صرف ہمیں مطلوبہ رقم ادا کرے گی بلکہ ہماری ممنون بھی ہوگی۔"

"تو پھر تم نے حکومت سے ہی رابطہ کیوں نہ قائم کر لیا؟" ہاروت رابیل نے خاصی سرد مہری سے کہا۔

"ایک مجرم کی ہمدردی ہمیشہ دوسرے مجرم کے ساتھ ہوتی ہے رابیل! لیکن کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے اپنے تحفظ کے پورے انتظامات کرنے کے بعد ہی تم سے رابطہ قائم کیا ہے۔ تمھارے خلاف سارے ثبوت اور فارمولے میرے ساتھیوں کے پاس ہیں۔ وہ لوگ امریکی محکمۂ خفیہ سے اتنے قریب ہیں کہ ضرورت پڑنے پر فوراً اس محکمے سے رابطہ قائم کر کے فارمولے اور تمام ثبوت اس کے حوالے کر دیں گے۔ تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ اگر ایسا ہو گیا تو اس کے کیا نتائج نکل سکتے ہیں۔"

"تو تم مجھے بلیک میل کرو گے؟" ہاروت رابیل نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا اور پھر دفعتاً دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ کر یوں جھک گیا جیسے آنکھوں میں اچانک ہی شدید قسم کی تکلیف اٹھی ہو۔ قبل اس کے کہ میں کچھ سمجھ سکتا، سوئمنگ پول سے کچھ فاصلے پر دو فائروں کی آوازیں سنائی دیں اور میں اچھل پڑا۔ جس جگہ سے فائر کی آوازیں سنائی دی تھیں وہاں سے اب چیخیں بلند ہونے لگی تھیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ کیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ لوگوں میں افراتفری مچ گئی تھی۔ نسوانی چیخیں بھی سنائی دینے لگی تھیں۔ بہت سے لوگ دریافتِ حال کے لیے دوڑ دوڑ کر سوئمنگ پول کے اسی حصّے کی طرف جا رہے تھے۔

میں اپنی جگہ پر جما بیٹھا رہا جبکہ ہاروت رابیل کی تکلیف غائب ہو گئی تھی۔ اس پر اضطراری کیفیت طاری تھی اور وہ اچک اچک کر اس سمت دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا جہاں فائرنگ ہوئی تھی مگر لوگوں کے جمع ہو جانے کی وجہ سے کچھ نظر آنا ممکن نہیں تھا۔ میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آیا تھا۔ ہاروت رابیل کا اضطراب لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا۔

کچھ دیر یونہی گزر گئی۔ میں اور ہاروت رابیل دونوں ہی خاموش تھے پھر ایک شخص ٹہلتا ہوا ہمارے قریب پہنچا اور میری کرسی کے عقب میں آ کر کھڑا ہو گیا۔

"مسٹر رابیل نے دو آدمیوں کو آپ کے قتل پر مامور کیا تھا چیف۔" اس شخص نے آہستہ سے کہا۔ "وہ زاہر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ آپ کا نشانہ لے کر آپ کو ہلاک کر سکتے ہم نے اُن دونوں کا ہی کام تمام کر دیا۔"

ہاروت رابیل نے خوف اور غصّے کے ملے جلے عالم میں ... کو گھور کر دیکھا۔ میرے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ اُبھر ... تھی لیکن میں نے ہاروت رابیل سے کچھ کہنے کے بجائے زاہر کو مخاطب ...

"تم جاؤ اور مستعد رہو۔" میں نے کہا اور زاہر چلا گیا۔ سوئمنگ پول پر ابھی تک افراتفری مچی ہوئی تھی۔ لوگ خون خون چلا رہے ...

"مجھے تم سے یہی امید تھی رابیل۔" میں نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر تم مجھ سے واقف ہوتے تو کبھی ایسی حماقت نہ کرتے۔"

"تم نے بتایا ہی نہیں کہ تم کون ہو؟" ہاروت رابیل نے ... انداز میں کہا۔

"میں یہودیوں کی نفسیات پر اتھارٹی ہوں رابیل۔ مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ کتنی کمینی فطرت کے مالک ہوتے ہو۔ کیا اتنا بتا دینا کافی نہیں ہے؟"

ہاروت رابیل بے بسی سے مجھے دیکھتا رہا۔ منہ سے کچھ نہیں ...

"مکاری، عیاری اور بدعہدی تمھاری فطرت میں شامل ... پیسے کی خاطر تم لوگ کچھ بھی کر سکتے ہو۔ ابھی تم نے جو حرکت کی اس کی مجھے توقع تھی۔ تم نے مجھے یہاں گفتگو کرنے کے لیے ... تھا اور مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے کے لیے اپنے آدمی بھی چھپا ر... تھے۔ اگر میں نے احتیاطی تدابیر نہ اختیار کر رکھی ہوتیں یا میرے آد... نے ذرا سی بھی غفلت کا مظاہرہ کیا ہوتا تو اس وقت تم اپنی ... جشن منا رہے ہوتے۔ یہ اور بات ہے کہ تمھارا جشن مکمل ہو... سے قبل ہی تمھارے سارے کرتوت حکومت کے علم میں آ ... ہوتے۔ تمھیں اپنے کیے پر پچھتاوے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوتا اور پچھتاوا بھی ایسا کہ جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت تمھارے ... نہ ہوتی۔"

ہاروت رابیل کے چہرے پر مُردنی چھا گئی تھی۔ "مجھے ا... ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔" اُس نے بے جان سی آواز میں کہا۔ "میں اس پر بے حد شرمندہ بھی ہوں۔"

میرے ہونٹوں پر ایک سفاکانہ مسکراہٹ اُبھر آئی۔ "یہ پہلا موقع ہوگا کہ تم نے کسی سے معافی مانگی ہوگی۔"

ہاروت رابیل کے چہرے کی رنگت متغیر ہو گئی۔ اُسے شدید غصّہ آیا تھا۔ وہ مجھے کوئی سخت جواب دینے ہی وا... کہ اُسے اپنی نازک پوزیشن کا احساس ہو گیا اور اُس نے بڑ... سے خود کو سنبھال لیا۔ "اگر آدمی سے کوئی غلطی ہو جائے تو اعتر... کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔" اُس نے دھیمی آواز میں کہ...

"تم نے غلطی نہیں کی ہاروت رابیل! بدترین حماقت کا... کیا ہے۔ اور ایسا پہلی بار نہیں ہوا ہے۔ اس سے قبل تم اُن بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگ چکے ہو جن کا اس معاملے سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا اور اب تم مجھ پر بھی حملہ کرانے کی ناکام کوشش کی۔ میں تو تمھیں بہت عقلمند آدمی سمجھتا تھا ہاروت رابیل! تم نے آخر کیا سوچ کر اس قسم کی حرکتیں کی ہیں؟"

"میرے اعصاب پر بہت دباؤ تھا۔" ہاروت رابیل نے شکست خوردگی سے کہا۔ "میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے گئی تھیں۔"

"تمھاری اس حرکت پر تمھیں معاف بھی کیا جا سکتا ہے ہاروت رابیل لیکن اس کے لیے تمھیں کچھ شرائط تسلیم کرنی ہوں گی۔"

"اس وقت میں بے بس ہوں۔ تم جو چاہو شرائط عائد کر دو۔ میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔ بتاؤ تمھاری کیا شرائط ہیں؟"

"جو رقم اُن فارمولوں کے عوض میں تم سے وصول کرنے والا تھا وہ اب دُگنی کر دی گئی ہے ہاروت رابیل۔"

"دُگنی!" ہاروت رابیل نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ "مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ پہلے تم مجھ سے کیا وصول کرنے کا ارادہ رکھتے تھے؟"

"معلوم ہو جائے گا ہاروت رابیل۔" میں نے عیاری سے کہا۔ "جو رقم تم سے طلب کی جائے گی اس کی ادائیگی کے لیے تمھیں دو روز کی مہلت دی جائے گی۔ اگر اس مہلت کے اندر تم ادائیگی کرنے میں ناکام ہو گئے تو تیسرے روز تمھارے خلاف سارے ثبوت حکومت کے حوالے کر دیے جائیں گے۔"

"ن... نہیں۔ میں پہلے ہی اپنی غلطی تسلیم کر چکا ہوں۔ اگر آئندہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو تو جو چاہو سزا دے لینا لیکن اس بار درگزر کر دو۔"

"ہرگز نہیں ہاروت رابیل۔" میں نے قطعیت سے کہا۔ "تمھارے جرائم نظرانداز کر دینا بجائے خود ایک جرم ہوگا۔ تم نے یہ تک نہیں سوچا کہ میں صرف دھمکی نہیں دے رہا بلکہ اس پر عمل بھی کر سکتا ہوں۔"

"میں... میں خوفزدہ تھا۔ جو کچھ ہوا وہ میری حماقت تھی۔ خیر تم یہ بتاؤ کہ وہ فارمولے...؟"

"میں اب بھی تمھارے حوالے کرنے کو تیار ہوں ہاروت رابیل لیکن اب تم سے رقم دُگنی وصول کروں گا۔"

"کک... کتنی رقم؟" ہاروت رابیل نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر پوچھا۔

"تم سے دس کروڑ ڈالر وصول کرنے کا ارادہ تھا۔ تم نے اپنی حماقت سے اس رقم کو دُگنا کر دیا ہے۔"

"بیس کروڑ ڈالر!" ہاروت رابیل کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔ "تمھیں اندازہ ہے کہ تم کتنی بڑی رقم کا مطالبہ کر رہے ہو۔"

"ہم نے ان گنت خطرات مول لے کر یہ فارمولے حاصل کیے ہیں ہاروت رابیل اور ہمیں ان کی قدر و قیمت کا خوب اندازہ ہے۔ تم تو صرف یہ بتاؤ کہ رقم ادا کرو گے یا نہیں؟"

"ن... نہیں۔ تم نے میری بساط سے بہت بڑھ کر مطالبہ کر دیا ہے۔ میں اتنی رقم ادا نہیں کر سکتا۔"

"گویا تم فارمولوں کا سودا کرنے کے موڈ میں نہیں ہو۔" میں نے اُسے گھور کر دیکھا۔ "کیا یہ تمھارا حتمی جواب ہے؟"

"رقم بہت زیادہ ہے۔" رابیل گڑگڑایا۔ "اس پر نظرِ ثانی کر لو تو میں فارمولے خریدنے کو تیار ہوں۔"

"تم بکواس کر رہے ہو رابیل! اگر تمھیں فارمولے خریدنے سے اتنی ہی دلچسپی ہوتی تو مجھ پر قاتلانہ حملے نہ کراتے۔ نہیں، میں بے کار وقت برباد کر رہا ہوں۔ مجھے اب کچھ اور ہی کرنا پڑے گا۔"

"ٹھہرو۔" ہاروت رابیل نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ "میں اپنی غلطی کا اعتراف کر چکا ہوں۔ مجھ پر کچھ تو رحم کرو۔"

"کیا اتنا رحم کم نہیں ہے کہ میں اب بھی فارمولے تمھیں فروخت کرنے پر آمادہ ہوں؟"

"مجھ پر ترس کھاؤ، میں تباہ ہو جاؤں گا۔ میں مر جاؤں گا۔ یہ بہت بڑی رقم ہے۔"

"تو تم مر جاؤ رابیل۔" میں نے کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "تمھاری موت کے بعد ہم یہ فارمولے روسی حکومت کے حوالے کر دیں گے۔ کچھ نہ کچھ معاوضہ تو مل ہی جائے گا۔"

"بیٹھ جاؤ، پلیز بیٹھ جاؤ۔" ہاروت رابیل نے اپنے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں اب کوئی سازش نہیں کروں گا۔ تم نے مجھے بدترین شکست دی ہے۔"

"سازش کر کے دیکھنا رابیل! تم مجھے ہر طرح تیار پاؤ گے لیکن رقم میں کمی کا خیال دل سے نکال ہی دو۔ تمھیں ہر حال میں بیس کروڑ ڈالر ادا کرنے ہیں۔" میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کاغذ کا ایک پُرزہ نکالا اور اُسے رابیل کی طرف بڑھا دیا۔ "بیس کروڑ ڈالر کی رقم تمھیں بیروت کے اس بینک میں جمع کرانی ہے۔ اکاؤنٹ نمبر بھی اس پر موجود ہے۔"

"تم نے مجھے دو دن کا وقت دیا ہے۔ دو دن میں یہ کام کیسے ہو سکے گا۔ اس کے لیے زیادہ وقت چاہیے۔"

"تاکہ تم کوئی اور سازش کر سکو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "نہیں ہاروت رابیل! اس سے زیادہ وقت دینا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ تمھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ رقم بیروت کے بینک میں کس طرح منتقل کی جائے گی۔ یہ نہ تو کوئی مشکل کام ہے اور نہ ہی تمھارے لیے یہ کوئی نیا کام ہے۔ دو دن کی مہلت کم ضرور ہے لیکن تم جیسے آدمی کے لیے ناکافی ہرگز نہیں کہی جا سکتی۔ مجھے بینک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسٹیٹمنٹ تمام اسناد کے ساتھ درکار ہوگا۔ اس کام میں اگر تم نے کوئی گڑبڑ یا تاخیر کرنے کی کوشش کی تو اپنی تباہی کے ذمے دار تم خود ہوگے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"

"لیکن میری بات تو سنو۔۔" ہاروت رابیل نے کہنا چاہا مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"جو کچھ تم کر چکے ہو رابیل، وہ میرے سامنے ہے۔ ہوسکتا ہے، تم کسی اور چکر میں ہو۔ پولیس یہاں پہنچنے ہی والی ہوگی اب میں بالکل نہیں رکوں گا۔ ٹاٹا۔" میں نے کہا اور ہاتھ ہلا کر چل پڑا۔ میں نے اس کی کوئی بات سننے کے لیے رکنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ لوگوں پہ ابھی تک دہشت طاری تھی۔ لان پر دو لاشیں پڑی تھیں۔

میں لاشیں دیکھنے کے لیے رکتا تو مزید وقت ضائع ہونے کا احتمال تھا لہٰذا میں سیدھا ہوٹل سے باہر نکلا چلا گیا۔ میں ہوٹل کے بیرونی گیٹ سے نکل رہا تھا اور پولیس کار یں سائرن بجاتی ہوئی اندر داخل ہو رہی تھیں۔ میں بے فکری سے باہر نکل آیا۔ بُڈ اور زاہر کی طرف سے بھی مجھے کوئی فکر نہیں تھی۔ میرے بعد اُن دونوں کے لیے بھی وہاں رکنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ آج اُنھوں نے جس کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا، وہ میرے لیے باعثِ فخر تھی۔ وہ لوگ چوک گئے ہوتے تو میری خیر نہیں تھی۔

واشنگٹن کی مصروف شاہراہوں پر چلتے وقت میں اپنے گرد و پیش سے پوری طرح باخبر تھا۔ ہاروت رابیل سے کچھ بعید نہیں تھا کہ اُس نے میرے لیے کچھ اور انتظام بھی کر رکھا ہو۔ میں نے کئی ٹیکسیاں تبدیل کیں اور جب میں پوری طرح مطمئن ہوگیا تب میں نے اپنے ہوٹل کا رخ کیا۔ کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا تھا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے پوری صورتِ حال پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ ہماری کارکردگی مجموعی طور پر تسلی بخش ہے۔ بہت مختصر سے وقت میں ہم نے ہاروت رابیل جیسے گھاگ شخص کو دو بدترین شکستوں سے ہمکنار کیا تھا۔ اس بات کا امکان ذرا کم ہی تھا کہ وہ اب مزید کوئی حرکت کرے لیکن میرا تجربہ کہتا تھا کہ جس طرح بچھو اپنی فطرت سے مجبور ہو کر ڈنک ضرور مارتا ہے اسی طرح یہودی بھی دھوکا دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہودی قوم وہی تو ہے جس نے خدا سے بھی دھوکا کیا اور ایک بار نہیں بار بار کیا۔ اُن کی یہ فطرت نسل در نسل خون میں منتقل ہوتی چلی آرہی تھی۔ ہر یہودی آج بھی اتنا ہی دھوکے باز تھا جتنا روزِ ازل میں تھا۔ اُس وقت تھا جب سے اس قوم کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ جو قوم اپنے معبود سے، اپنے رب سے اپنے پیدا کرنے والے سے دھوکا کرسکتی ہے وہ کسی اور سے کیا وفا کرے گی۔ اگر کوئی یہودیوں کو قابلِ اعتبار سمجھتا ہے تو وہ صریح گمراہی پر ہے۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ اس قوم کے افراد نے خود پر کیسے کیسے خول چڑھا رکھے ہیں۔ وہ لوگ جو ہوتے ہیں، جن کی نظریں بہت کوتاہ ہوتی ہیں، جو خود کو سب سے زیادہ عقلمند سمجھتے ہیں، مذہب کی بھی اُن کی نگاہ میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی، وہی اس قوم کے ظاہری رکھ رکھاؤ سے دھوکا کھا جاتے ہیں اور جب اُن پر ضرب پڑتی ہے تو سنبھلنے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو پہلے اپنا اعتماد قائم کرتے ہیں اس کے بعد موقع دیکھ کر تاک کر ایسا وار کرتے ہیں کہ آدمی کو سنبھلنے کا موقع تک نہیں ملتا۔ سازشیں کرنے میں یہودی سب سے آگے ہیں۔ انگریز سے بھی زیادہ آگے جس نے تاجروں کا روپ دھار کر ہندوستان پر قبضہ کرلیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو ڈیڑھ سو سال تک اپنا غلام بنائے رکھا۔ یہودی قوم کی گندی اور سازشی ذہنیت پر مجھے پہلے بھی یقین ہے لیکن اگر میرے پاس علم کا کوئی اور ذریعہ نہ ہوتا تب بھی میرے ذاتی تجربات مجھے اس بات کا یقین دلانے کے لیے کافی تھے۔ جس یہودی سے بھی میرا واسطہ پڑا تھا اُس نے اپنی فطرت کے مطابق مجھے دھوکا دینے کی کوشش ضرور کی تھی۔ اس کلیے سے صرف لڑکیوں کو خارج کیا جاسکتا تھا۔ یہودی لڑکیوں نے کئی مواقع پر میرا بھرپور ساتھ دیا تھا لیکن میں اُن کی حقیقت سے بھی بے خبر نہیں تھا۔ اُن کے پیشِ نظر میری بھلائی ہرگز نہیں تھی بلکہ وہ مجھے اپنی جسمانی اور جنسی تسکین کا ذریعہ بنانا چاہتی تھیں اور اُنھوں نے اپنی یہ طلب پوری کرنے کی خاطر اپنی قوم سے غداری کی۔ اگر میں اُن کی طلب پوری کر دیتا تو پھر وہ مجھ سے دھوکا کرتیں۔ یہی یہودی ذہنیت ہے۔

مجھے اپنے ساتھیوں کی واپسی کا شدت سے انتظار تھا۔ ان کے آنے پر ہی مجھے علم ہوسکتا تھا کہ ہاروت رابیل کے دونوں آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کا کارنامہ کس نے سرانجام دیا تھا۔ اب تک تو میں بے خبر ہی تھا۔ زیادہ بے چینی اس لیے بھی تھی کہ اُن میں سے کوئی پولیس کے چنگل میں نہ پھنس گیا ہو۔ اگرچہ اس کا امکان بہت کم تھا لیکن تھا۔

مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ میرے کمرے میں سب سے پہلے داخل ہونے والی تہذیب مائکم ایکس تھی۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی تو میں مسرت آمیز انداز میں اُٹھ کر اُس کی طرف بڑھا، وہ بھی مسکراتی ہوئی میری طرف بڑھ رہی تھی۔ ایک دوسرے کے قریب پہنچ کر ہم رک گئے۔ جذبات کے اظہار میں حد سے گزر جانا ہمارے کردار کے خلاف تھا۔ میں نے تہذیب کے دونوں ہاتھ تھام کر گرم جوشی سے دبائے۔

"بہت خوش ہو علی!" تہذیب نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے ہاروت رابیل سے معاملات طے ہوگئے؟"

"ہاں تہذیب!" میں نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔ "میں نے بیس کروڑ ڈالر کا مطالبہ کیا ہے اور ادائیگی کے لیے اُسے دو دن کا وقت دیا ہے۔"

"ادائیگی کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟" تہذیب نے پوچھا۔ "کیا وہی طریقہ جس کے تحت ہم نے اوشیل میکائیل سے رقم وصول کی تھی؟"

"ہاں۔ میں نے اُسے بینک کا نام اور اکاؤنٹ نمبر دے دیا ہے۔ اگر دو دن کے اندر رقم منتقل نہ ہوئی تو اس کا ذمے دار وہ خود ہوگا۔"

"مبارک ہو علی! بالآخر تم نے ایک اور کامیابی حاصل کرلی۔ اُس سے رقم نکلوانا آسان نہیں تھا۔"

"ابھی تو دیکھو، رقم کی وصولی تک معلوم نہیں کتنے مراحل سے اور گزرنا پڑے لیکن اگر یہ کامیابی ہے تو مجھ سے زیادہ میرے ساتھیوں کی کامیابی ہے۔"

"ہاں علی! خاص طور پر بُڈ نے تو کمال ہی کر دیا۔ اُسی نے اُن دونوں کو دیکھا تھا جو تمھاری تاک میں تھے۔"

"اوہ! یہی میں سوچ رہا تھا کہ معلوم نہیں یہ کارنامہ کس نے سرانجام دیا ہوگا۔"

"بُڈ کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے۔ اُس نے نہ صرف اُن دونوں کو دیکھا بلکہ بروقت فائرنگ کر کے انھیں ہلاک بھی کر دیا۔"

"معلوم نہیں بُڈ نے کیا کرتب دکھایا ہوگا ورنہ اُس بھرے پُرے سوئمنگ پول کے کنارے اُسے فائرنگ کرتے ہوئے کوئی دیکھ بھی سکتا تھا۔"

"یہی تو اُس کا کمال ہے علی! کوئی اُسے فائر کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکا۔ میں اور زاہر بھی کوئی اندازہ نہیں کر پائے تھے۔ جب بُڈ نے ہمیں اشارے سے بتایا تو ہمیں پتا چلا کہ وہ کیا کارنامہ سرانجام دے چکا ہے۔"

"اس کی صلاحیتوں سے انکار کرنا آسان نہیں ہے تہذیب! بعض اوقات تو یہ ایسا کمال دکھاتا ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا شخص حیران رہ جائے۔ اور میں تمھیں کیا بتاؤں تہذیب! تمھیں وہ وقت یاد ہے جب بیروت میں مجھے اور تمھیں ہمیشہ کے لیے یکجا کرنے کی تیاریاں کی جارہی تھیں۔۔۔"

"وہ وقت میں کیسے بھول سکتی ہوں علی۔" تہذیب نے افسردگی سے کہا۔ "اُس وقت سے تو بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔"

"اوہ! مجھے افسوس ہے کہ یہ تذکرہ نکل آیا جس سے تم اُداس ہوگئیں۔" میں نے کہا۔

"ارے نہیں علی! تم کہو۔" تہذیب زبردستی ہنس کر بولی۔ "جو ہوگیا اُسے تبدیل تو نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں تو تم کیا بتانے والے تھے؟"

"اُس وقت اولیو ہاورڈ نے ہمارے خلاف سازش کی تھی اور اُس لڑکی کو مار دیا تھا جو تمھارے میک اپ میں میری بیوی بننے والی تھی۔ جانتی ہو اس وقت حملہ آور کو کس نے پکڑا تھا؟"

"نہیں، مجھے نہیں معلوم۔" تہذیب نے کہا۔

"اُس بے گناہ لڑکی کے قاتل کو پکڑنے والا بُڈ ہی تھا۔ اس کی صلاحیتوں کا اندازہ کرنا آسان نہیں ہے۔"

"واقعی علی! مجھے یہ سن کر بہت حیرت ہوئی ہے حالانکہ نہیں ہونی چاہیے تھی۔ یہ شخص ہر موقع پر دوسروں سے بازی لے جاتا ہے۔"

"ہاروت رابیل کو بھی ہم بُڈ کی وجہ سے شکست دے سکے ہیں۔ اگر بُڈ نہ ہوتا تو ہمیں اس سے نمٹنے کے لیے خاصی تگ و دو کرنی پڑتی۔"

"لیکن علی! یہ ہاروت رابیل کا تعلق انسانوں کی کس قسم سے ہے۔ سوتراں اور اُس کی بیوی کے بعد اُس نے تم پر بھی قاتلانہ حملہ کرانے سے دریغ نہیں کیا۔"

"شاید وہ ہر اُس شخص کو قتل کر دینا چاہتا ہے جو اُس کے ان معاملات سے واقف ہے۔ اُن دونوں کو بھی اُس نے اسی لیے قتل کرایا تھا اور اب مجھ کو بھی اسی لیے ختم کرا دینا چاہتا تھا۔ اُس نے جو سازش کی تھی وہ خود اس کے لیے ہی وبال بن کر رہ گئی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ وہ جرائم پیشہ شخص نہیں ہے۔ ہم نے اُس پر جو انکشافات کیے اُن سے بوکھلا کر وہ یہ حرکتیں کرنے پر اُتر آیا ہے ورنہ اصولی طور پر اُسے فارمولے اپنے قبضے میں لینے سے پیشتر کوئی ایسا قدم اُٹھانے سے گریز کرنا چاہیے تھا جو اُس کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوسکتا ہو۔"

"تم نے اُس سے اتنی بڑی رقم کا مطالبہ کر دیا ہے کہ اُسے اپنے کیے کی بھرپور سزا مل جائے گی۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔

ذرا ہی دیر بعد بُڈ اور زاہر بھی آگئے۔ میں نے اُٹھ کر بُڈ کو گلے لگالیا۔ بُڈ نے مسکرا کر زاہر کو آنکھ ماری۔

"تم اندازہ بھی نہیں کرسکتے زاہر کہ مجھے کتنا بڑا مقام ملا ہے۔" اُس نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ "میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ مقام صرف میڈم کے لیے تھا اور اگر کسی کو میڈم کا حصے دار بنا لیا جائے تو اس کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ شخص علی کی نگاہوں میں بڑی پوزیشن کا حامل ہے۔"

"تم اپنے کارناموں پر خود ہی پانی پھیر دیتے ہو۔" تہذیب نے قدرے برہمی سے کہا۔ "تمھیں یہ تمیز بھی نہیں ہے کہ گفتگو کس طرح کرنی چاہیے۔"

"بس یہی تو ایک خامی ہے میڈم۔" بُڈ نے طویل سانس لے کر کہا۔ "بُڈ بےچارہ اس قابل کہاں کہ اس کی ذرا سی خامی بھی برداشت کی جاسکے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم بدتمیزی کی حد تک پہنچ جاتے ہو۔ بات اگر صرف بکواس تک ہو تو بھی برداشت کیا جا سکتا ہے۔"

"معاف کیجیے گا میڈم! ہر شخص اپنے جذبات کا اظہار اپنے انداز میں ہی کر سکتا ہے۔" بڈ نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا۔

مجھے ہنسی آگئی اور تہذیب نے مُنہ بنا کر کہا۔ "تم نے بھی اسے بہت سر چڑھا لیا ہے۔"

"یہ بات نہیں تہذیب! بڈ زبان کا بھی اتنا بُرا نہیں ہے۔ بس کبھی کبھی پٹڑی سے اُتر جاتا ہے۔ ایسے موقعوں پر اسے نظر انداز کر دینا ہی دانشمندی ہے۔" میں نے کہا۔

بڈ مُنہ اُٹھا کر چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ "خدا کی شان ہے۔ آج تو وارے نیارے ہو گئے۔ میڈم کے مقابلے پر بڈ کی حمایت ہو رہی ہے۔"

"مصلحت۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم سے کچھ تفصیلات معلوم کرنی ہیں اس لیے طرف داری کر رہا ہوں۔ اس کے بعد پھر وہی شب و روز ہوں گے۔"

"میں پہلے ہی سمجھ رہا تھا کہ کوئی نہ کوئی چکّر ضرور ہے ورنہ بڈ کی ایسی قسمت کہاں کہ میڈم کے مقابلے پر . . ."

"زبان بعد میں بھی چلائی جا سکتی ہے بڈ! پہلے یہ بتا دو کہ تم نے اُن لوگوں کو کس طرح تاڑ لیا تھا؟"

"اوہ! ہاں۔" بڈ نے سنبھل کر کہا۔ "میرے سپرد جو کام کیا گیا تھا چیف! اُس کے لیے مستعد رہنا بہت ضروری تھا اور میں مستعد تھا۔ میں نے سوئمنگ پول کے اطراف واقع جگہوں کا کئی امکانات کے تحت جائزہ لیا۔ ممکن ہے، مجھے بہت زیادہ محنت کرنی پڑتی لیکن میں اس لیے بچ گیا کہ ان دونوں پر میری نظر پڑ گئی تھی۔ دونوں افراد کے لباس ایسے تھے کہ اس میں ہلکے قسم کا کچھ فاصلے تک مار کرنے والا اسلحہ بہ آسانی چھپایا جا سکتا تھا۔ میں سب کچھ چھوڑ کر اُن دونوں کے پیچھے لگ گیا۔ ذرا سی کوشش سے میں یہ اندازہ کرنے میں بھی کامیاب ہو گیا کہ اُن دونوں کے پاس ہلکی رائفلیں موجود ہیں۔ اس کے بعد مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی تھی۔ تمھیں بھی شاید اندازہ ہو کہ ہاروت رابیل تم سے بات کرتے کرتے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر یوں جُھک گیا تھا جیسے اُس کی آنکھوں میں اچانک کوئی تکلیف ہو گئی ہو . . ."

"ہاں مجھے یاد ہے بڈ! میں تو واقعی یہی سمجھا تھا کہ اُس کی آنکھوں میں کسی قسم کی تکلیف اچانک ہی اُٹھی ہے لیکن جب دھماکوں کی آواز سُنائی دی تو . . ."

"تم ٹھیک سمجھے چیف! یہ دراصل اُن دونوں کے لیے اشارہ تھا کہ اب وہ تمھیں شوٹ کر دیں۔ جوں ہی اُنھوں نے رائفلیں نکالیں میں نے اُن کی کھوپڑیوں میں سوراخ کر دیے اور وہ تمھیں نشانہ بنانے کی حسرت دل میں لیے دُنیا سے ہی کوچ کر گئے۔ مجھے اُن کی موت پر بہت دُکھ ہوا چیف۔"

"ہاں اب تم جتنی چاہو بکواس کر سکتے ہو۔ میں یہی جاننا چاہتا تھا کہ تم نے یہ کارنامہ کس طرح انجام دیا۔"

"مجھے میری محنت کا صلہ مل گیا چیف! اب کم از کم میڈم کہہ سکتیں کہ کچھ چیزوں پر صرف اُنہی کا حق ہے۔"

"بکواس مت کرو بڈ! ابھی ہمارا کام ختم نہیں ہوا بلکہ صحیح معنوں میں تو کام اب شروع ہوا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"تم مشورہ دو بڈ کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" میں نے کہا۔ "ہم نے رقم کی ادائیگی کے لیے ہاروت رابیل کو دو دن کی مہلت دی ہے۔"

"کیا تم سنجیدہ ہو چیف!" بڈ نے حیرت سے کہا۔ "کہیں مذاق تو نہیں کر رہے ہو؟"

"میں بڑی سنجیدگی سے تم سے مشورہ طلب کر رہا ہوں۔ اس میں مذاق کا کون سا پہلو ہو سکتا ہے۔"

"یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے چیف! میں اس سے ضرور فائدہ اُٹھاؤں گا۔ مجھے یہ کہنے کا موقع تو مل جائے گا کہ زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آیا تھا جب علی یار خان جیسا شخص مجھ سے مشورے کا طالب ہوا تھا۔"

"میں کوئی آسمانی مخلوق نہیں ہوں بڈ! تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔ اس وقت مجھے تمھارے مشورے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

"تم مجھے بے وقوف بنا رہے ہو چیف!" بڈ نے برا سا مُنہ بنا کر کہا۔ "شاید اس طرح تم میرا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"ہرگز نہیں بڈ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم دیکھو گے تمھارے مشورے کو پوری اہمیت دی جائے گی۔"

"تب تو چیف پہلی فرصت میں اس ہوٹل کو چھوڑ دو اور رہنے کے لیے کوئی نیا ہوٹل دیکھو۔" بڈ نے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" زاہر نے کہا۔ "ایسا تو صرف اس صورت میں کیا جانا چاہیے جب ہمیں کوئی خطرہ درپیش ہو۔"

"اپنی طرف سے تو ہم نے ہر ممکن احتیاط برتی ہے۔" بڈ نے کہا۔ "لیکن مقابلے پر جو شخص ہے وہ مجھے بہت خطرناک محسوس ہوتا ہے۔ ممکن ہے کسی طرح وہ سُراغ لگانے میں کامیاب ہو جائے کہ ہم کس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں لہٰذا میرے خیال میں ہمیں ہوٹل تبدیل کرتے رہنا چاہیے۔ اس طرح ہم ایک امکانی خطرے سے محفوظ رہیں گے۔"

"میں تمھاری رائے سے پوری طرح متفق ہوں بڈ۔" میں نے کہا اور بڈ کِھل اُٹھا۔

"شکریہ چیف۔" اُس نے کہا۔ "ایک ذہین آدمی ہی دوسرے ذہین آدمی کی بات سمجھ سکتا ہے۔ ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں ہے۔"

"بس تو پھر ہوٹل کا انتخاب کر لو۔ ہم لوگ وقفے وقفے سے اس ہوٹل میں جا کر مقیم ہو جائیں گے۔"

"اس کے لیے ٹیلی فون ڈائریکٹری درکار ہوگی۔" زاہر نے کہا۔ "ہوٹلوں کے نام تلاش کرنے ہوں گے۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" بڈ نے کہا۔ "یہاں سے آوارہ گردوں کی طرح نکل کھڑے ہوں گے۔ راستے میں جو بھی مناسب ہوٹل ملے گا اس میں رہ پڑیں گے۔"

بڈ کی اس بات سے بھی میں نے اتفاق کیا تھا اور اس کے بعد پہلے میں اور تہذیب سامان سمیت ہوٹل چھوڑ کر باہر آگئے . . . پروگرام کے مطابق آدھے گھنٹے بعد بڈ اور زاہر بھی ہم سے آملے اور ہم نئے ٹھکانے کی تلاش میں چل پڑے۔

ہمارا نیا ٹھکانا بھی ایک نچلے درجے کا ہوٹل ہی ثابت ہوا۔ وہ ہوٹل قدیم طرز کی ایک عمارت میں واقع تھا اور وہاں زیادہ تر کمرے خالی ہی تھے۔ چند کمرے جو آباد تھے اُن کے مکین بھی غریب طبقے کے لوگ تھے۔ ہوٹل کی آبادی کم ہونے کے باعث ہم نے خود کو خاصی حد تک محفوظ تصوّر کیا تھا۔ کم سے کم لوگوں کی نظروں میں آنا ہی ہمارے لیے بہتر تھا۔

اس ہوٹل میں رہائش کے بعد ہم زیادہ تر آرام ہی کرتے رہے۔ کام کوئی نہیں تھا اس لیے آرام کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ نائمہ برق، فواد اور حسن ناصر کی رہائی کے لیے بھی کوئی قدم اُٹھانا تھا لیکن اس سے قبل ہاروت رابیل کا مسئلہ طے ہو جانا ضروری تھا۔ ایک ساتھ دونوں کام شروع کر دینے سے توجہ کسی ایک کام پر بھی مرکوز نہ رہ پاتی اور ممکن تھا کہ دونوں ہی کام ادھورے رہ جاتے۔

دو دن سکون سے گزر گئے۔ ہاروت رابیل کو دی گئی مہلت پوری ہو چکی تھی لہٰذا میں نے ایک پبلک فون بوتھ سے ہاروت رابیل کو فون کیا۔ حسبِ معمول فون اُس کی سیکریٹری نے اُٹھایا تھا۔ اُس نے بتایا کہ ہاروت رابیل بیمار ہے اور اگر اُن سے گفتگو کرنی ہو تو اُن کے مخصوص نمبر پر کی جائے۔ اُس نے میرے اصرار پر مجھے ہاروت رابیل کا مخصوص نمبر بتا دیا۔ اس فون پر ہاروت رابیل خود موجود تھا۔

"کون ہے؟" ہاروت رابیل کی نحیف آواز سنائی دی۔

"تمھارا بہی خواہ ہاروت رابیل! کیا تمھیں میرے فون کی توقع

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

ابجدِ موسیقی

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے

سُر، لَے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور
موسیقی کے دیگر اسرار و رموز
آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب

برِصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

قیمت: ۱۰۰/- روپے ○ ڈاک خرچ: ۱۸/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سعید منشن ملیریا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں تھی؟"

"اوہ یہ تم ہو۔" اس نے کہا۔ "میں نے ہدایت کر دی تھی کہ تمھارا فون آئے تو تمھیں گھر کا نمبر دے دیا جائے۔"

"میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہاروت رابیل! دو دن گزرنے کے بعد ہی تمھیں فون کر رہا ہوں۔ میرے کام کا کیا ہوا؟"

"تم نے مجھے بہت کم مہلت دی تھی۔ اتنے کم وقت میں کام مکمل ہونا ممکن نہیں تھا۔"

"تمھیں خوب اندازہ ہوگا کہ کام نہ ہونے کی صورت میں تمھارا کیا حشر ہو سکتا ہے؟"

"سنو! میں پوری کوشش کر رہا ہوں۔ مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دو۔ صرف چوبیس گھنٹے۔"

"ہمیں ذرا جلدی ہے ہاروت رابیل اس لیے تمھیں مزید مہلت نہیں دی جا سکتی۔ تم جان بوجھ کر تاخیر کر رہے ہو۔"

"ہرگز نہیں، رقم منتقل کی جا چکی ہے لیکن بیروت کے بینک سے کاغذات موصول نہیں ہو سکے ہیں۔"

"تمھیں اپنا کوئی آدمی بھیجنا چاہیے تھا ہاروت رابیل! از خود اتنی جلدی کاغذات کیسے آ سکتے ہیں۔"

"دو دن کی مہلت اتنی کم ہے کہ یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہو سکا۔ میرا نمائندہ خود بیروت گیا ہے لیکن تم نے تو اسے مذاق سمجھ رکھا ہے۔ دو دن تو صرف بیروت جا کر واپس آنے کے لیے بھی ناکافی ہوتے ہیں۔ جب تک میرا آدمی واپس نہیں آجاتا، میں کاغذات تمھارے حوالے کیسے کر سکتا ہوں۔"

"میں کیسے یقین کر لوں کہ تم کوئی سازش کرنے میں مصروف نہیں ہو۔" میں نے سنگدلی سے کہا۔

"چوبیس گھنٹے میں، میں کون سی سازش کر لوں گا۔ میں بیمار ہو گیا ہوں اور اس کی وجہ صرف تم ہو۔ میں . . . میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے کوئی وعدہ خلافی نہیں ہوگی۔ میں نے بہت غور و خوض کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ میں تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ تم بہت مضبوط پوزیشن میں ہو۔"

"بہت دیر میں عقل آئی ہاروت رابیل۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "میں تمھیں چوبیس گھنٹے کی مزید مہلت دے رہا ہوں۔ لیکن خیال رہے کہ اگر مقررہ مدت میں مجھے کاغذات نہ ملے تو ہمارے درمیان ہونے والا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد مجھ سے کوئی شکایت مت کرنا۔"

"مجھے منظور ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ ڈی فوسٹر کہاں ہے اور فارمولے مجھے کس طرح ملیں گے؟"

"کاغذات کی وصولیابی کے دس منٹ کے اندر اندر ڈی فوسٹر کو تمھارے حوالے کر دیا جائے گا ہاروت رابیل۔ اُس کے پاس ہی فارمولے بھی ہوں گے جو اب تمھاری ملکیت ہیں۔"

"تمھارے پاس میرے بعض اعتراضات بھی تو ہیں جو تم نے چیمبر آف کامرس میں ٹیپ کیے تھے۔"

"بے فکر ہو ہاروت رابیل! ہم ایسی کوئی چیز اپنے پاس نہیں رکھیں گے جو تمھارے خلاف استعمال ہو سکتی ہو۔"

"محض تمھارے کہنے پر تو میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنے بچاؤ کے لیے ٹھوس ثبوت درکار ہوں گے تاکہ میں محفوظ رہ سکوں۔"

"ہم تمھیں مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے ہاروت رابیل! دیانت داری ہمارا اوّلین اصول ہے۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم مجھے کیسے مطمئن کرو گے؟"

"یہ گفتگو تو اُسی وقت ہوگی جب تم کاغذات ہمارے حوالے کرو گے۔" میں نے کہا۔ "اس وقت یہ گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے۔"

"میرے لیے ضروری ہے۔ اتنی بڑی رقم کے کاغذات تمھارے حوالے کرنے سے قبل میرا مطمئن ہونا ضروری ہے۔"

"فی الحال ہمارے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں جس سے تمھیں مطمئن کر سکیں۔ تم ڈی فوسٹر کو پہچانتے ہو نا؟"

"اُسے کیسے نہیں پہچانوں گا۔ لیکن کیا وہ اپنی خوشی سے میرے پاس آنا پسند کرے گا؟"

"اپنی خوشی سے نہیں، ہماری خوشی سے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ بہت بڑی رقم کی منتقلی کا معاملہ ہے اور آسان نہیں ہے۔ دو دن کا وقت تو اُسے صرف اس لیے دیا گیا تھا کہ وہ پھر کسی سازش کی طرف توجہ دینے کے بجائے رقم کی منتقلی کے چکر میں پھنس جائے۔ اُس جیسے سازشی شخص کو اُلجھائے رکھنا ضروری تھا۔ اُس نے مزید چوبیس گھنٹے کی جو مہلت طلب کی تھی وہ اس میں حق بجانب تھا اور خود میں بھی جانتا تھا کہ دو دن کے قلیل عرصے میں یہ کام ممکن نہیں تھا اس لیے میں نے اُسے مزید مہلت دے دی تھی۔

ہوٹل واپس پہنچنے کے بعد میں نے تہذیب، بُڈ اور زاہر کو ہاروت رابیل سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا اور اُن سے پوچھا کہ رقم کے کاغذات وصول کرنے کے بعد ہاروت رابیل کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

"اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد اُس کی زندگی ہمارے لیے بے مصرف ہو جائے گی۔" زاہر نے کہا۔

"صرف ہمارے لیے ہی نہیں بلکہ اُس کی زندگی تو پوری دنیا کے لیے خطرہ ہے۔" تہذیب نے ٹکڑا لگایا۔

"لہٰذا رقم کے کاغذات وصول کرنے کے فوراً بعد اُسے موت کے گھاٹ اُتار دینا ہی بہتر رہے گا۔" بُڈ نے اضافہ کیا۔

"تم تینوں اس بات پر متفق ہو کہ اُسے مار دیا جائے لیکن میرا خیال اس کے برعکس ہے۔ ہم اُسے زندہ رکھیں گے۔"

"تمھارے پاس اپنے اس خیال کے حق میں معقول دلائل بھی ضرور ہوں گے۔" تہذیب نے کہا۔ بُڈ اور زاہر نے کچھ نہیں کہا تھا لیکن اُن کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی میری تجویز پر تہذیب کی طرح حیران ہو رہے ہیں۔

"یوں تو بہت سے دلائل دیے جا سکتے ہیں تہذیب لیکن اصل بات یہ ہے کہ اگر ہم نے اُسے قتل کر دیا تو پھر کھیل میں وہ لطف نہیں آئے گا جو آنا چاہیے۔"

تہذیب نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "میرا خیال ہے یہ کوئی کھیل نہیں ہے۔ ایک سنجیدہ نوعیت کا معاملہ ہے۔ ہم بیروت میں فلسطین کے پناہ گزینوں کے لیے فنڈ جمع کرنے کا کام کر رہے ہیں۔"

"یہ بھی تو کہو کہ یہ فنڈ جمع کرنے کے لیے یہودی خصوصیت سے ہمارا نشانہ ہیں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن رقم وصول کرنے کے بعد ہاروت رابیل کو زندہ رکھنے کا جواز سمجھ میں نہیں آتا؟"

"رقم تو ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ خراج کے طور پر وصول کی جا رہی ہے۔ اُسے اُس کے کرتوتوں کی سزا بھی تو دینی ہوگی۔"

"اُس کے لیے تو اسی قدر کافی ہوگا کہ فارمولے اُس کے حوالے نہ کیے جائیں۔ وہ تمام عمر اپنے زخم چاٹتا رہے گا۔"

"تمھاری یہی بات ظاہر کرتی ہے کہ لاشعوری طور پر تم خود بھی اُسے زندہ رکھنے کے حق میں ہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"کون سی بات؟" تہذیب نے چونک کر پوچھا۔

"یہی کہ وہ تمام عمر اپنے زخم چاٹتا رہے گا۔" میں نے کہا اور تہذیب شرمندہ ہو گئی۔

"دراصل اُسے زندہ رکھنے میں خطرہ ہے۔" اُس نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہم اپنے لیے ایک مستقل دشمن کا اضافہ کر لیں گے۔"

"اُس سے رقم وصول کرنے کے بعد ہم حکومت امریکا کو اُس کے کرتوتوں سے آگاہ کر دیں گے۔ اس طرح بقیہ زندگی خود اُس کے لیے ایک آزار بن جائے گی۔"

"آپ کا خیال درست ہے جناب۔" زاہر بولا۔ "حکومت کو علم تو ہونا چاہیے کہ یہودی لابی اپنے مفاد کے لیے حکومت کو نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرتی۔"

"امریکی حکّام یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں۔" بُڈ نے کہا۔

"لیکن یہاں کے اقتصادی معاملات اس حد تک یہودیوں کی گرفت میں ہیں کہ حکومت اُن کے زیرِ نگیں ہے۔ یہودی سیاست میں حصّہ نہیں لیتے اور اس ناتے حکومت پر اُن کے زیادہ اثرات نہیں ہونے چاہئیں مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔ نہیں چیف! یہ معاملہ حکومت کے علم میں لانے سے زیادہ فائدہ نہیں ہوگا۔"

"دنیا کا ہر شخص اس بات سے واقف ہوگا کہ امریکی حکومت کے در پردہ یہودی لابی کی مرتب کردہ پالیسیاں ہوتی ہیں۔ بہت سے معاملات کا امریکی حکّام کو اندازہ بھی ہوگا لیکن میرا اپنا خیال ہے کہ اُن کے پاس اس سلسلے میں ثبوت نہیں ہوں گے۔ ہاروت رابیل کے خلاف ہم انھیں ثبوت فراہم کر دیں گے تو ایک معاملہ باقاعدہ اُن کے علم میں آجائے گا اور اس سے وہ امریکا کے دیگر یہودیوں کے بارے میں اندازہ بھی کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "تمھارا فیصلہ مناسب ہی معلوم ہوتا ہے۔"

بُڈ اور زاہر نے مجھ سے اتفاق نہیں کیا مگر اُنھوں نے اختلاف بھی نہیں کیا تھا۔ تہذیب ویسے بھی کسی معاملے میں مجھ سے شدید اختلاف نہیں کرتی تھی۔ اُن تینوں کے اصرار نہ کرنے کی وجہ سے ہاروت رابیل کی زندگی بچ گئی تھی۔ درحقیقت میں بھی اُس کی موت کا خواہاں تھا مگر میں اُسے خود نہیں مارنا چاہتا تھا بلکہ یہ کام امریکی حکّام سے لینے کا خواہش مند تھا۔

ہاروت رابیل کو دیے گئے چوبیس گھنٹوں کی مزید مہلت کے اختتام پر میں نے پہلے کی طرح تمام احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد اُس سے رابطہ قائم کیا۔ وہ میرے فون کا انتظار کر رہا تھا۔

"ہاں، تمھارے کام کی تکمیل ہو گئی ہے۔" اُس نے مُردہ سی آواز میں مجھے بتایا۔

"وہ تو ہونی ہی تھی۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "یہ بتاؤ کہ رقم کے کاغذات تم سے کہاں وصول کروں؟"

"میں کوئی جگہ تجویز نہیں کروں گا۔ جگہ کا انتخاب تم خود ہی کرو گے لیکن اس سے قبل مجھے یہ یقین دہانی درکار ہے کہ میرے ساتھ دھوکا نہیں ہوگا۔"

"یہ یقین دہانی تو میں تمھیں پہلے ہی کرا چکا ہوں ہاروت رابیل! اب تمھیں کیا پریشانی ہے۔"

"تم نے صرف زبانی یقین دہانی کرائی تھی۔ تم رقم کے کاغذات لے کر فرار ہو گئے تو میں تمھارا کیا بگاڑ لوں گا۔"

"بات واقعی غور طلب ہے ہاروت رابیل! لیکن کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے مجھے سوچنا پڑے گا۔"

"میں نے تمھاری ہدایت کے مطابق کوئی گڑبڑ نہیں کی لیکن

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یاد رکھو! اس کے بعد میں تمھارا کوئی مطالبہ پورا نہیں کر سکوں گا۔"

"مجھے معلوم ہے ہاروت رابیل!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یہ مطالبہ بھی تم نے جس طرح پورا کیا ہے اس سے بھی میں بخوبی واقف ہوں۔"

"گزری ہوئی باتیں دُہرانے سے بہتر یہ ہے کہ ہم آئندہ کی فکر کریں۔ رقم کے کاغذات تم کہاں وصول کرنا پسند کرو گے؟"

"بددیانت لوگ دوسروں کو بھی اپنی طرح بددیانت سمجھتے ہیں ہاروت رابیل! جہاں تم کہو گے، میں کاغذات وصول کرنے وہیں آجاؤں گا۔"

"لیکن جگہ کے انتخاب کا معاملہ تو میں پہلے ہی تم پر چھوڑ چکا ہوں پھر تمھیں اس میں کیا اعتراض ہے؟" ہاروت رابیل نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے رابیل لیکن تمھیں ہماری طرف سے جس دھوکے کا اندیشہ ہے اُس کے پیشِ نظر میں تمھاری بتائی ہوئی جگہ پر آؤں گا تاکہ تمھیں کچھ تو اطمینان رہے۔"

"اگر میں رابیل پیلس کا نام تجویز کروں تو کیا تم وہاں آنا پسند کرو گے؟"

"نہیں ہاروت رابیل! احمق سے احمق آدمی بھی جانتے بوجھتے سانپ کے بل میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔"

"تو پھر سوانا ونگ پر پہنچ جاؤ۔ وہاں میرا ہٹ موجود ہے۔ سبز رنگ کا ہٹ۔ تم آسانی سے اُسے ڈھونڈ لو گے۔"

"میں وہاں آجاؤں گا رابیل لیکن خیال رہے کہ کوئی حماقت نہ کر بیٹھنا ورنہ اس بار تمھاری زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

"میں شکست تسلیم کر چکا ہوں اور شکست تسلیم کرنے کے بعد میں کسی قسم کی جدوجہد کرنا پسند نہیں کرتا۔"

"اگر تمھاری بات حقیقت پر مبنی ہے تو تم اپنے حق میں ہی بہتری کرو گے۔ میرے ساتھیوں کی کارکردگی تو تمھارے علم میں ہے ہی۔"

"ہاں لیکن میں ڈی فوسٹر کے سلسلے میں پریشان ہوں۔ اگر تم اُسے لے آئے تو میں اُسے کس طرح قابو میں کروں گا؟"

"ہم اُس کا انتظام بھی کر دیں گے رابیل، بشرطیکہ تم نے کوئی گڑبڑ نہ کی۔" میں نے کہا۔

"اب میں کچھ کرنے کی پوزیشن میں ہوں بھی نہیں۔ جن لوگوں پر میں نے لاکھوں ڈالر خرچ کیے تھے وہی ناکام ہو گئے اس لیے اب میں کسی پر انحصار نہیں کر سکتا۔"

"بہت اچھے رابیل۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یعنی اگر اب بھی تمھیں ایسے لوگ مل جائیں جن پر تم انحصار کر سکو تو تم اب بھی ہمارے خلاف کوئی سازش کرنے سے باز نہیں رہو گے؟"

"نن... نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں۔" ہاروت رابیل نے گڑبڑا کر کہا۔ "میں ویسے بھی تمھارے خلاف کچھ کر کے خود کو ڈبونا پسند نہیں کروں گا۔ رقم تو میرے ہاتھ سے جا ہی چکی ہے اب وہ مجھے واپس تو نہیں مل سکتی۔ اگر اُس رقم کے عوض مجھے میری مطلوبہ چیزیں مل رہی ہیں تو میں کسی معمولی حماقت سے اُن چیزوں کو کیسے گنوا دوں گا۔"

"بڑی عقل مندی کی باتیں کر رہے ہو رابیل! کہیں حیرت کی زیادتی سے میں بے ہوش ہی نہ ہو جاؤں۔"

"اب میں نے تمھارے خلاف کچھ نہ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ کاغذات لے کر میں تنہا ہی آؤں گا اور کاغذات تمھارے حوالے کرنے کے بعد تمھارے رحم و کرم پر ہوں گا۔ تم نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا تو تمھاری بڑائی ہے ورنہ میرے ساتھ جو کچھ بھی ہو، اُسے میں تقدیر کا لکھا سمجھ کر قبول کر لوں گا۔" ہاروت رابیل کے لہجے میں شکستگی تھی۔

"جگہ کا تعین تو ہو گیا رابیل! اب یہ بھی بتا دو کہ ہم سوانا ونگ پر کس وقت پہنچ جائیں؟"

"میں تو چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ جلد از جلد نمٹ جائے۔ تم بتاؤ کتنی دیر بعد سوانا ونگ پہنچ سکو گے۔ تمھیں تو ڈی فوسٹر کو بھی ساتھ لے کر آنا ہوگا۔"

"ہم تین بجے تک سوانا ونگ پہنچ جائیں گے۔" میں نے کہا اور ہاروت رابیل رضامند ہو گیا۔

ہوٹل واپس پہنچ کر میں نے اپنے ساتھیوں کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ میں نے ہاروت رابیل کو تین بجے کا وقت دیا تھا جس میں چند گھنٹے باقی تھے۔ اس دوران میں ہمیں یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ سوانا ونگ ہے کہاں؟

"ہمیں بہت تیزی سے کام کرنا ہوگا۔" میں نے کہا۔ "سب سے پہلے تو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ سوانا ونگ کا محلِ وقوع کیا ہے۔"

"آپ کو چاہیے تھا کہ ہاروت رابیل سے ہی معلوم کر لیتے۔ آپ نے جگہ معلوم نہ ہوتے ہوئے بھی ہامی کیسے بھر لی؟" زاہر نے حیرت سے کہا۔

"اگر میں ہاروت رابیل سے سوانا ونگ کے بارے میں پوچھتا تو ظاہر ہے، وہ مجھے بتا دیتا لیکن میں نے جان بوجھ کر اُس سے اس بارے میں کچھ پوچھنے سے گریز کیا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ ہماری لاعلمی سے آگاہ ہو کر پھر کسی سازش میں مصروف ہو جائے۔ دوسری بات یہ کہ میرے اندازے کے مطابق سوانا ونگ کوئی تفریح گاہ ہے۔ ظاہر ہے کسی تفریح گاہ کو تلاش کرنا مشکل کام نہیں ہے۔ اس لیے میں نے اُس پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں سوانا ونگ کے محلِ وقوع سے ناواقف ہوں۔"

"ٹھیک ہے چیف، تم فکر مت کرو۔" بُڈ نے کہا۔ "میں سوانا ونگ کے بارے میں معلوم کر کے تمھیں بتاتا ہوں۔"

"زاہر کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ سوانا ونگ پہنچ کر تم لوگ مطلوبہ ہٹ تلاش کرو گے۔ ہٹ ملنے کے بعد زاہر واپس آجائے گا جبکہ تم وہیں رُک کر ہٹ کی نگرانی کرتے رہو گے تاکہ ہاروت رابیل کوئی گڑبڑ نہ کرنے پائے۔"

بُڈ اور زاہر چلے گئے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد زاہر واپس آیا اور اُس نے سوانا ونگ کے بارے میں ہمیں تفصیلات بتائیں جس کے مطابق سوانا ونگ آبادی سے کافی دور ایک تفریح گاہ تھی جہاں واشنگٹن کے رؤسا چھٹیاں گزارنے جاتے تھے — زاہر سے سوانا ونگ کا محلِ وقوع سمجھنے کے بعد میں نے اُسے بُڈ کی مدد کرنے کے لیے واپس بھیج دیا۔

وقتِ مقررہ سے کچھ پہلے ہی میں اور تہذیب سوانا ونگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ واشنگٹن شہر سے کوئی تیس میل کے فاصلے پر واقع سوانا ونگ کا علاقہ بہت پُرفضا تھا۔ ایک قدرتی جھیل کے کنارے جا بجا چھوٹے چھوٹے ہٹ بنے ہوئے تھے۔ بعض مقامات پر جھیل کے درمیان سڑک سے بھی گزرنا پڑتا تھا۔

سوانا ونگ پر سبز رنگ کا ہٹ تلاش کرنے میں ذرا بھی دُشواری نہیں ہوئی۔ ہمیں وہاں آتے دیکھ کر بُڈ اور زاہر ہمارے پاس آگئے۔ اُنھوں نے بتایا کہ ہٹ کا دروازہ باہر سے بند ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہٹ سُنسان پڑا ہے۔

"صرف دروازہ باہر سے بند ہونے سے تو یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اندر کوئی نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"ہم نے اچھی طرح اطمینان کر لیا ہے میڈم۔" زاہر نے جواب دیا۔ "اندر کوئی نہیں ہے۔"

"آس پاس کوئی مشکوک آدمی یا کسی قسم کی مشکوک سرگرمی تو دیکھنے میں نہیں آئی؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اردگرد کے سارے ہٹ چیک کر لیے ہیں چیف۔" بُڈ نے کہا۔ "سب کے سب غیر آباد ہیں۔ اس کے علاوہ جب سے ہم یہاں آئے ہیں، ہم لوگوں کے علاوہ یہاں کوئی آدمی دکھائی نہیں دیا۔"

"تعجب ہے!" میں نے کہا۔ "میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس بار ہاروت رابیل ہمارے لیے کس قسم کا جال بچھا رہا ہے۔"

"ضروری تو نہیں ہے کہ وہ اس بار بھی کوئی حرکت کرے۔ ممکن ہے اُسے عقل آگئی ہو اور اُس نے یہی بہتر سمجھا ہو کہ شرافت سے فارمولے ہم سے خرید لے۔"

میں دھیرے سے ہنس پڑا۔ "ممکن ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن وہ چونکہ یہودی ہے اس لیے میں آخر وقت تک اس کی بات پر یقین نہیں کروں گا۔"

"بے فکر رہو چیف۔" بُڈ بولا۔ "ہم دونوں یہاں موجود ہیں۔ اُس کی کوئی حرکت کارگر نہیں ہونے دیں گے۔"

"مجھے تم پر فخر ہے بُڈ! لیکن ہوشیار رہنا۔ ممکن ہے اس بار وہ کوئی ایسی چال چلے جس تک ہم نہ پہنچ سکیں۔ وہ تمھاری کارکردگی دیکھ چکا ہے اس لیے اب جو کچھ بھی کرے گا بہت محتاط ہو کر کرے گا۔"

"ممکن ہے وہ کاغذات ہمارے حوالے کرنے سے قبل ڈی فوسٹر کا مطالبہ کر بیٹھے۔" زاہر نے کہا۔ "میں نے اس کی تیاری کر لی ہے۔" اُس نے جیب سے وہ ماسک نکال کر دکھایا جس کے ذریعے وہ اس سے قبل بھی ڈی فوسٹر بن چکا تھا۔

"مجھے خوشی ہے زاہر کہ تم نے اس پہلو پر نگاہ رکھی جس کے لیے تم سے کہا بھی نہیں گیا تھا لیکن بے فکر رہو۔ اس کی نوبت نہیں آنے پائے گی۔ ہم ہاروت رابیل سے ویسے ہی نمٹ لیں گے۔"

"تم لوگ خود بھی کہیں چھپ جاؤ چیف۔" بُڈ نے کہا۔ "ہاروت رابیل خود آکر ہٹ کا دروازہ کھولے گا۔ اُس وقت تک پوشیدہ رہنا ہی مناسب ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو بُڈ۔" میں نے کہا۔ "اس سے یہ بھی پتا چل جائے گا کہ وہ تنہا آتا ہے یا اپنے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی لاتا ہے۔"

[illegible] نے کچھ فاصلے پر ایک ہٹ کی آڑ میں اپنی کار چھپا دی اور خود بھی ایک [illegible] ہٹ کی آڑ میں چھپ گئے۔ کچھ ہی دیر بعد ہم نے ایک رولس رائس آتے دیکھی۔ رولس رائس سبز رنگ کے ہٹ کے سامنے آکر رُکی تھی اور اُس کے اندر سے ہاروت رابیل برآمد ہوا تھا۔ وہ خود ہی کار ڈرائیو کرتا ہوا آیا تھا۔

کار سے اُترنے کے بعد وہ چند منٹ تک متلاشی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا لیکن ہم لوگ ایسی جگہ چھپے تھے جہاں وہ آسانی سے ہمیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چند منٹ بعد وہ ہٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا خیال ہے چیف؟" بُڈ نے سرگوشی کی۔ "یہ تو تنہا ہی آیا ہے۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آرہا۔"

"مگر میں مطمئن نہیں ہوں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "تم ذرا جلدی سے رولس رائس کی تلاشی تو لے ڈالو۔"

بُڈ نے سر کو اثباتی جنبش دی اور مختلف ہٹوں کی آڑ لیتا ہوا رولس رائس کی طرف بڑھنے لگا۔ تہذیب اور زاہر مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ مجھے اُن کی نظروں کا احساس تھا لیکن میں نے اُن کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ مجھے معلوم تھا کہ اُن کے خیال کے مطابق میں وہم میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ اُنھیں مطمئن کرنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں تھی اس لیے میں بے پروائی سے بُڈ کی طرف دیکھتا رہا جو رولس رائس کے قریب پہنچ کر شیشوں کے اندر جھانک رہا تھا۔ اُس کے چہرے کے تاثرات سے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کار کے اندر اُسے کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر بُڈ نے کار کی ڈکی سے کان لگا کر کچھ سُننے کی کوشش کی اور اُس کے بعد میں نے اُسے کار کے نیچے گھستے ہوئے دیکھا۔

"تم دیکھ لینا کار میں کسی آدمی کی موجودگی ثابت نہیں ہوسکے گی۔" تہذیب نے کہا۔

"محض ایک خیال کی بنیاد پر احتیاط کا دامن تو ہاتھ سے نہیں چھوڑا جاسکتا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" تہذیب گڑبڑا گئی۔ "احتیاط ضرور برتنی چاہیے لیکن ہاروت رابیل اب اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ کوئی خطرہ مول لے سکے۔"

"خود میری خواہش بھی یہی ہے تہذیب کہ ہم کسی جھگڑے میں پڑے بغیر اُس سے رقم کے کاغذات حاصل کرلیں۔ اگر کار سے کوئی برآمد نہ ہوا تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔"

چند منٹ کار کے نیچے گزارنے کے بعد بُڈ کار کے نیچے سے نکل آیا اور چھپتا چھپاتا ہمارے پاس واپس آگیا۔

"کار میں کوئی بھی نہیں ہے چیف۔" اُس نے اطلاع دی۔ "ڈکی مقفّل ہے۔ میں نے کار کے نیچے لیٹ کر آہٹیں لینے کی کوشش کی تھی مگر وہاں تو مکمل سناٹا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ اکیلا ہی آیا ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ اور بات ہے کہ اُس نے ہمارے لیے کچھ اور ہی قسم کے انتظامات کر رکھے ہوں۔"

"تم نے اُس کا انداز نہیں دیکھا علی! کس قدر شکست خوردہ لگ رہا تھا۔ وہ اب بالکل سیدھا ہوگیا ہے۔"

"ہوسکتا ہے یہی بات ہو۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا اور کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھنے لگا۔ "آؤ اب ہاروت رابیل کی طرف چلیں۔ تین بجنے ہی والے ہیں۔"

میں نے کار اسٹارٹ کی اور ذرا سا چکّر لگا کر کار رولس رائس کے پیچھے لے جاکر روک دی۔ تہذیب میرے ساتھ تھی۔ کار سے اُتر کر میں ہٹ کے دروازے کی طرف بڑھا اور کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ ہٹ کا دروازہ چند لمحوں کے اندر اندر کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا ہاروت رابیل تھا۔ اُسے دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے اُس کے چہرے کی جھرّیوں میں بے حد اضافہ ہوگیا ہو۔ آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ حلقے نظر آرہے تھے۔

"اپنے وعدے کے مطابق ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہیں مسٹر ہاروت رابیل۔" میں نے کہا۔

ہاروت رابیل نے ہم دونوں کو بڑے غور سے دیکھا۔ یوں جیسے ہمارے خدوخال ذہن نشین کرلینا چاہتا ہو پھر ہمارے کندھوں کے اوپر سے عقب میں دیکھنے کی کوشش کی۔

"کسے تلاش کررہے ہو ہاروت رابیل! ہم تنہا ہی آئے ہیں۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

ہاروت رابیل نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ سر کو اشارۃً جنبش دی اور آہستگی سے بولا۔ "اندر آجاؤ۔"

ہم اُس کے ساتھ چلتے ہوئے آراستہ و پیراستہ ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے۔ ہاروت رابیل نے ہمیں ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ہم سے تین فٹ کے فاصلے پر دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تم ڈی فوسٹر کو بھی ساتھ نہیں لائے۔" اُس نے دھیمی آواز میں کہا۔ "جبکہ وعدے کے مطابق . . ."

"تم سے کیے گئے ہر وعدے کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔" تہذیب نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تمھاری سابقہ حرکتوں نے ہمیں محتاط رہنے پر مجبور کردیا ہے۔ ڈی فوسٹر کو ہمارے چند ساتھی لارہے ہیں۔ تمھارا ریکارڈ اگر بے داغ رہا ہوتا تو ہمیں اس جھنجھٹ میں پڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"ٹھیک ہے۔" ہاروت رابیل نے بے بسی سے کہا۔ "لیکن ڈی فوسٹر کو تم میرے حوالے تو کردو گے نا؟"

"ضرور کردیں گے مگر اُس وقت جب ہمیں یقین ہوجائے گا کہ تم نے اپنے وعدے کی تکمیل کردی ہے اور اب ہمیں کوئی خطرہ بھی نہیں رہا۔ اس لیے کہ تمھاری سرگرمیوں کے خلاف ڈی فوسٹر ہی تو واحد گواہ ہے۔"

"نہیں، میں پہلے ہی اعترافِ شکست کرچکا ہوں۔ اب کوئی دھوکا نہیں کروں گا۔" ہاروت رابیل نے ایک مختصر سی فائل نکال کر میری طرف بڑھائی۔ "لو یہ کاغذات چیک کرلو۔ جس بینک کا حوالہ تم نے دیا تھا اُس کے کاغذات تم خود بھی پہچانتے ہوگے۔ میں نے مطلوبہ رقم تمھارے بتائے ہوئے اکاؤنٹ میں جمع کرادی ہے۔"

میں نے فائل اُس کے ہاتھ سے لے لی۔ بیس کروڑ ڈالر کی رسیدیں میرے سامنے موجود تھیں۔ کاغذات کے اصلی ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ میرا دل خوشی سے بلیوں اُچھلنے لگا اور میں نے فائل تہذیب کی طرف بڑھادی۔ ہاروت رابیل کو شکست ہوچکی تھی لیکن میں اب بھی پوری طرح ہوشیار تھا۔ میری نگاہیں کمرے کے گوشے گوشے کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں . . . . ہاروت رابیل کی ایک ایک حرکت پر میری نظر تھی مگر وہ حرکت کرہی کب رہا تھا۔ وہ تو بے جان سے انداز میں صوفے کی پُشت سے ٹکا بیٹھا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کسی بھی لمحے اس کا ہارٹ فیل ہوجائے گا۔

تہذیب بڑی باریک بینی سے کاغذات کا جائزہ لے رہی تھی۔ آخر کار وہ مطمئن ہوگئی اور اُس نے اپنی جیکٹ کی زپ کھول کر فائل اندر رکھ کے جیکٹ کی زپ بند کرلی۔

"کاغذات جعلی ہونے کا تو کوئی امکان نہیں ہے؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"نہیں۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "کاغذات بالکل اصلی ہیں۔ رقم ہمارے اکاؤنٹ میں پہنچ چکی ہے اور اب ہم اُس کے مالک ہیں۔"

"جس کی چیز ہو اُس کے پاس پہنچ ہی جانی چاہیے۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔

"کیا مطلب؟" ہاروت رابیل نے چونک کر کہا۔

"اس رقم پر ہمارا حق تھا رابیل۔" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "تم نے فارمولوں اور ڈی فوسٹر کی بازیابی کے لیے معلوم نہیں کتنی رقم خرچ کردی ہوگی جو سب کی سب ضائع ہوگئی۔ اب تم نے جو رقم ادا کی ہے اُس کے عوض تمھیں کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے گا۔"

"لیکن میں نے تم لوگوں کو بہت بڑی رقم ادا کی ہے۔ اتنی رقم سے تو میں کئی نئے کاروبار شروع کرسکتا تھا۔"

"تمھیں نہیں معلوم کہ جو رقم ہم نے تم سے وصول کی ہے وہ کتنے عظیم کام میں صرف کی جائے گی۔" تہذیب نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔" ہاروت رابیل نے حیرت سے کہا۔

"وقت آنے پر سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔" میں نے کہا۔ "ضروری تو نہیں ہے کہ تمھیں ابھی سب کچھ بتادیا جائے۔"

ہاروت رابیل اُلجھے ہوئے انداز میں مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "میں تم سے کچھ اور سوالات بھی کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہم تمھیں سوال کرنے سے نہیں روک سکتے لیکن ہم ہر سوال کا جواب دینے کے پابند بھی نہیں ہیں۔"

"میں تم لوگوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ پہلے تم سوتراں کے میک اپ میں مجھ سے ملے۔ اُس کے بعد ایلن گراہم کے نام سے مجھے فون کیا۔ ظاہر ہے نہ تو تم سوتراں تھے اور نہ ہی ایلن گراہم ہو۔"

"ہمارے درمیان ایک سودا طے پایا تھا رابیل۔ کیا ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے کے بارے میں بھی کچھ جانیں؟"

"تم نے بتایا تھا کہ اوشیل میکائیل نے تمھاری خدمات حاصل کی تھیں اور اُس کے لیے ہی تم نے مسروقہ فارمولے ڈی فوسٹر سمیت حاصل کیے تھے۔"

"ہاں مگر اُس نے رقم کی ادائیگی نہ کرکے وعدہ خلافی کی اور ہم نے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔"

"مم . . . میں نے تو تمھیں رقم ادا کردی ہے۔" ہاروت رابیل نے ہکلا کر کہا۔ "میری چیزیں تو میرے حوالے کردو۔"

"میں نے کہہ تو دیا ہے رابیل کہ ابھی ہمارے آدمی آئیں گے تب ہی یہ ممکن ہوسکے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" ہاروت رابیل نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ "لیکن کیا تم اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتاؤ گے؟"

"ضرور بتائیں گے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تاکہ اگر ابھی ہم پر تمھارا کوئی داؤ نہ چل سکے تو تم بعد میں ہم سے نمٹ سکو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ میں تمھاری صلاحیتوں سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ ڈی فوسٹر کا حصول کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے جسے نظر انداز کیا جاسکے۔ دُنیا کے بہت سے ملکوں کے جاسوس ڈی فوسٹر کے حصول کے لیے کوشاں تھے۔ اُن کے درمیان سے ڈی فوسٹر کو لے اُڑنا معمولی کارنامہ نہیں ہے۔"

"یہ بات ہم بھی جانتے ہیں ہاروت رابیل! اب ذرا اس تعریف و توصیف کی غرض و غایت بھی بتا ڈالو۔"

"مجھے اپنے کاروباری حریفوں سے اکثر واسطہ پڑتا رہتا ہے اس لیے مجھے باصلاحیت لوگوں کی ضرورت رہتی ہے۔"

"تم تو اس میدان کے تنہا کھلاڑی ہو رابیل! جب کوئی اور اسلحہ نہیں بنا رہا تو کاروباری حریف کہاں سے آگئے؟"

"اوشیل میکائیل کی مثال تمھارے سامنے ہے۔ اُس کی طرح اور بھی بہت سے لوگ ہیں جو میرے کاروبار پر دانت جمائے بیٹھے ہیں۔ کسی وقت کسی کا بھی وار چل سکتا ہے۔"

"یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کے لیے تم اتنی شدّت سے پریشان ہو۔ تمھارے پاس دولت ہے۔ تم کسی کی بھی خدمات حاصل کرسکتے ہو۔"

"میں مُنہ مانگا معاوضہ ادا کرنے کا قائل ہوں۔" ہاروت رابیل نے کہا۔ "اگر تم اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتے تو مت بتاؤ صرف یہ بتادو کہ اگر میں تم سے کوئی کام لینا چاہوں تو تم کتنا معاوضہ طلب کروگے؟"

"ہم ہر کام میں ہاتھ نہیں ڈالتے مسٹر رابیل! پھر یہ کہ ہمارا معاوضہ بھی اتنا ہوتا ہے کہ کوئی عام آدمی اُسے ادا کرنے کا تصوّر تک نہیں کرسکتا۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" ہاروت رابیل نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میں اپنی پسندیدہ چیز ہر قیمت پر حاصل کرلینے کا عادی ہوں۔"

"تمھارے ذہن میں شاید زر خرید غلاموں والا تصوّر ہے۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "مجھے کہنے دو ہاروت رابیل کہ تمھیں آدمیوں کی ذرا بھی پرکھ نہیں ہے۔"

"تم غلط سمجھے۔" ہاروت رابیل نے سنبھل کر کہا۔ "میں تو صرف خدمات کے معاوضے کی بات کررہا تھا۔"

"میں خوب جانتا ہوں کہ تم کیا بات کررہے تھے۔" میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مُنہ بنا کر کہا۔ "ایک تم کیا، دُنیا کا ہر یہودی تم جیسی ہی ذہنیت کا مالک ہوتا ہے۔"

"اس سے قبل بھی تم نے یہودیوں کے خلاف ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا تھا۔" ہاروت رابیل نے نرمی سے کہا۔ "میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم یہودیوں کے اتنے خلاف کیوں ہو؟"

"اُن کی ذہنیت کی وجہ سے۔" میں نے سادگی سے کہا۔ "یہودی قوم لالچی اور دھوکے باز ہوتی ہے۔"

"یہودیوں کے بارے میں تمھاری رائے بہت خراب ہے۔ بعض متعصب لوگوں نے یہودی قوم کے خلاف بہت زہر افشانیاں کی ہیں۔ تم اُس پروپیگنڈے سے متاثر معلوم ہوتے ہو۔"

"مثلاً تم۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "تم بھی یہودی ہو اور تم نہ تو لالچی ہو اور نہ ہی دھوکے باز ہو۔"

"دُنیا کا ہر شخص زیادہ سے زیادہ امیر بننا چاہتا ہے۔ پھر اگر یہودی قوم بھی یہی چاہتی ہے تو اُسے بُرا کیوں کہا جاتا ہے۔"

"اس لیے کہ یہودی حصولِ دولت کے لیے ہر جائز و ناجائز ذریعہ اختیار کرتے ہیں۔ تمام اخلاقی ضابطوں کو پامال کر دیتے ہیں۔"

"کیا دُنیا کا ہر یہودی اتنا ہی بُرا ہے جتنا تم کہہ رہے ہو۔ دیگر اقوام کی طرح یہودیوں میں بھی اچھے لوگ تو ہوتے ہی ہوں گے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" میں نے شدّت سے نفی میں سر ہلایا۔ "دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ان کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہے۔ کسی آدمی کے بُرا ہونے کے لیے یہی چیز بہت کافی ہے کہ وہ یہودی ہے۔"

ہاروت رابیل کا چہرہ غصّے اور خجالت سے سُرخ ہو گیا۔ "تم انتہا پسند نظریات کے حامل ہو اور صرف اپنے نظریات پر اصرار کر رہے ہو۔ تمھارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔"

"میرے ذاتی تجربات ہی میرے یقین کو پختگی بخشنے کے لیے بہت کافی ہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "جس یہودی سے بھی میرا واسطہ پڑا وہ دھوکے باز نکلا۔"

"کیا تمھارا واسطہ دُنیا کے ہر یہودی سے پڑ چکا ہے۔" ہاروت رابیل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہر یہودی سے تو نہیں پڑا لیکن اس کے باوجود جتنے یہودیوں سے میرا واسطہ پڑا ہے اُن کی تعداد ہزاروں میں نہیں تو سیکڑوں میں تو ضرور ہو گی۔"

"صرف چند سو افراد کو بنیاد بنا کر تم پوری یہودی قوم کو یوں برملا بُرا کہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔"

"مجھے معلوم ہے ہاروت رابیل! تم لوگ اس معاملے میں بہت حسّاس ہوتے ہو۔ تم لوگ بھیڑ کی کھال میں بھیڑیے ہو۔ جہاں بھی موقع ملتا ہے تم خود کو معصوم بلکہ مظلوم ثابت کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ تم ہٹلر کو بُرا کہتے ہو تو محض اس لیے کہ اُس نے یہودیوں کا قتلِ عام کرا دیا تھا۔ ہر کم فہم آدمی تمھارے اس پروپیگنڈے کا شکار ہو کر تمھیں واقعی مظلوم سمجھنے لگتا ہے لیکن میں اُن کوتاہ بین لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ ہٹلر کی ساری بُرائیاں ایک طرف اور اُس کی یہ خوبی ایک طرف کہ وہ یہودیوں کا جانی دُشمن تھا۔ یہودیوں کا قتل ہی ایک ایسا کارنامہ ہے جو رہتی دُنیا تک یاد کیا جائے گا۔ دُنیا اُس کے اس احسان تلے ہمیشہ دبی رہے گی۔ کاش وہ کچھ عرصہ اور زندہ رہ جاتا۔"

"تم مجھے کوئی خبطی آدمی معلوم ہوتے ہو۔ تمھاری اب تک کی گفتگو سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"کیا تم یہاں یہودیوں کی وکالت کرنے آئے تھے مسٹر رابیل؟" تہذیب مالکم ایکس بولی۔

"میں اپنی قوم پر ایسی بہتان تراشی برداشت نہیں کر سکتا۔" ہاروت رابیل نے بھنّا کر کہا۔

"نہیں کر سکتے تو مت کرو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن تم کسی حقیقت کو جھٹلا کر اُسے تبدیل نہیں کر سکتے۔"

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم کون سے مذہب کے پیروکار ہو تو میں تمھیں جواب دیتا۔ مجھے سب معلوم ہے۔ دُنیا میں کوئی پارسا نہیں۔"

"میں نے یہ کب کہا ہے۔" میں نے متحیّرانہ انداز میں کہا۔ "میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ یہودی ازل سے دھوکے باز ہیں۔ اُن پر خدا کی لعنت ہے۔"

"پوری دُنیا کی معیشت یہودیوں کے قبضے میں ہے۔" ہاروت رابیل فخریہ لہجے میں بولا۔ "کیا خدا کی لعنت ایسی ہی ہوتی ہے؟"

"یہی تو لعنت ہے مسٹر رابیل! تم لوگ پیسے کے علاوہ کچھ نہیں سوچ سکتے۔ اسی ذہنیت کو تو میں آتنی دیر سے بُرا کہہ رہا ہوں۔"

ہاروت رابیل تلملا کر رہ گیا۔ وہ غصّے میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک اُسے کچھ خیال آ گیا اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ "تم بہت کٹّر ہو۔ میں کسی طرح تمھیں قائل نہیں کر سکوں گا۔ تمھارے آدمی ابھی تک نہیں پہنچے؟"

"بس وہ آنے ہی والے ہوں گے۔ تھوڑی بہت دیر تو ہو ہی جاتی ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ اگر مجھے کبھی تمھاری خدمات درکار ہوں تو میں تم سے کس طرح رابطہ قائم کروں؟"

میں نے ایک طویل سانس لے کر تہذیب کی طرف دیکھا۔ "میرا خیال ہے ہمیں اپنا تعارف کرا ہی دینا چاہیے۔"

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا۔" ہاروت رابیل بولا۔ "تم نے دیر میں فیصلہ کیا لیکن درست فیصلہ کیا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس موقع پر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔" تہذیب متفکّرانہ لہجے میں بولی۔ "یہ ایک مشکل فیصلہ ہے۔"

"یوں کرتے ہیں کہ پہلے میں تمھارا تعارف کرا دیتا ہوں۔ اس کے بعد اپنے بارے میں بھی بتا دوں گا۔"

تہذیب نے سر کو اثباتی جنبش دے کر رضامندی ظاہر کر دی اور میں نے ہاروت رابیل سے کہا۔ "یہ تہذیب مالکم ایکس ہیں۔ شاید تم ان سے واقف ہو؟"

"نہیں۔" اُس نے نفی میں سر ہلایا۔ "یاد نہیں پڑتا کہ میں نے یہ نام پہلے بھی کبھی سُنا ہو۔"

"یہ اس سے قبل گرین پول میں ہوا کرتی تھی۔ اب میں نے اپنا ایک الگ گروہ بنا لیا ہے جس کا نام علی گروپ ہے۔"

"گرین پول سے تو میں واقف ہوں۔ ایک زمانے میں اس تنظیم نے بڑے کارنامے سرانجام دیے ہیں لیکن ایلی گروپ کا نام میں نے پہلی بار سُنا ہے۔"

"تمھاری خوش قسمتی ہے کہ سُن لیا ہے۔ نہ صرف سُن لیا ہے بلکہ علی گروپ کے دو اہم ارکان بھی تمھارے سامنے موجود ہیں۔" میں نے کہا۔

"بے شک بے شک۔" ہاروت رابیل نے بڑی شدّ و مد سے سر ہلایا۔ "واقعی تم جیسے باصلاحیت لوگوں سے ملاقات بھی خوش قسمتی کے برابر ہے۔"

"ابھی میں تم سے اپنا باقاعدہ تعارف کرواؤں گا اور پھر شاید تم یہ سوچنے لگو کہ کاش تم نے ہمیں یوں ہی نکل جانے دیا ہوتا بغیر تعارف کے۔"

"تم سسپنس پیدا کرنے کے عادی معلوم ہوتے ہو لیکن تمھاری صلاحیتوں کے پیشِ نظر اسے برداشت کرنے میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔"

"میں صرف سسپنس ہی پیدا نہیں کرتا دھماکے بھی کرتا ہوں ہاروت رابیل! میں تمھیں اپنا نام نہیں بتاؤں گا۔ میرا نام تو تم خود لو گے اپنی زبان سے۔"

ہاروت رابیل کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ میرے اندازِ بیان نے اُسے بہت اُلجھا دیا تھا تاہم اُس نے ممکنہ حد تک خود کو کسی بڑے انکشاف کے لیے تیار کر لیا تھا۔

"میری ساتھی سے تو تمھارا تعارف ہو چکا۔ ہم نے جو تنظیم بنائی ہے وہ میرے نام سے موسوم ہے اور ہم لوگ فلسطین کی آزادی کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔"

میں نے ہاروت رابیل کو چونکتے دیکھا۔ "تم... تم کہیں علی یار خان تو نہیں ہو؟" اُس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"علی یار خان پاکستانی۔"

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میرا نام تم خود اپنی زبان سے لو گے۔ میں نہیں بتاؤں گا۔" میں چہکا۔

ہاروت رابیل کا چہرہ دُھواں ہو گیا۔ اُس کے چہرے پر مُردنی چھا گئی تھی اور آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ "میں کیسے یقین کر لوں۔" اُس کی تیز سرگوشی کمرے میں گونجی۔

"مت یقین کرو لیکن تم سے حاصل کی ہوئی حقیر سی رقم اُن بے یار و مددگار فلسطینیوں کے کام آئے گی جو بیروت کے کیمپوں میں کسمپرسی کے عالم میں پڑے ہیں۔"

ہاروت رابیل بے بسی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اُس کے چہرے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اُس نے امید کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے۔ چند لمحے وہ بے حس و حرکت بیٹھا رہا پھر دفعتاً اُس نے چونک کر کہا۔ "تم نے ڈی فوسٹر کے سلسلے میں کچھ نہیں کیا اب تک؟"

میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور تہذیب کو اُٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اب جبکہ تمھیں معلوم ہو ہی گیا ہے کہ میں کون ہوں تو میرے خیال میں تمھیں بھی مجھ سے کسی قسم کی توقع نہیں رہی ہو گی۔"

"کچھ دیر قبل تم بڑی شدّ و مد سے یہودیوں کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ اب خود دھوکے بازی کر رہے ہو۔"

"لوہے کو لوہا کاٹتا ہے رابیل! تم لوگ اسی قابل ہو۔ دوسروں کے ساتھ دھوکا کرتے وقت تمھیں کچھ خیال نہیں آتا اور خود تمھارے ساتھ ایک فریب ہو جائے تو چیخنے لگتے ہو۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"یہ ظلم ہے، زیادتی ہے۔ تم آسانی سے میرے بیس کروڑ ڈالر ہضم نہیں کر سکو گے۔" ہاروت رابیل نے ہذیانی انداز میں کہا اور صوفے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں اُس کی کسی جارحیت کے خلاف پوری طرح تیار ہو گیا لیکن میری طرف بڑھنے کے بجائے وہ پلٹا اور جس صوفے پر وہ بیٹھا ہوا تھا جھک کر اُس کے عقب میں کچھ کرنے لگا۔ قبل اس کے کہ میں کچھ سمجھ سکتا مجھے اپنے پیروں کے نیچے سے زمین نکلتی محسوس ہوئی۔

مُطالعہ کرنے امتحان دینے اور یادداشت بڑھانے کیلئے ایک بے حد کارآمد نفسیاتی کتاب

قیمت ۲۵ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۲۴ کراچی نمبر ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تہذیب بے اختیار چیخ پڑی لیکن میرے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ اُس کے چیخنے پر توجہ دیتا۔ اُس خوف ناک لمحے میں نہ تو مجھے اتنی فرصت تھی اور نہ ہی اتنا ہوش تھا۔ میری توجہ کا مرکز تو پہلے سے ہی ہاروت رابیل تھا۔ مَیں اُسے صوفے کے عقب میں جھکتے دیکھ کر چونکا ضرور تھا مگر یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ اُس کا ارادہ کیا ہے۔

جیسے ہی مجھے اپنے پیروں کے نیچے زمین ہلتی محسوس ہوئی مَیں نے ہاروت رابیل کی طرف پھرتی سے چھلانگ لگائی اور اس کا گریبان پکڑ لیا۔ وہ جھونک میں مجھ پر آ پڑا لیکن میں خود بھی زمین بہ کب گرا تھا۔ مَیں تو گہرائیوں کی طرف جا رہا تھا۔ ہاروت رابیل سخت جدوجہد کر رہا تھا لیکن جب مَیں ہی خود کو نہیں سنبھال رہا تھا تو وہ اپنے آپ کو کیسے سنبھال سکتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے اُلجھے ہوئے تھے۔

دفعتاً ایک زوردار چھپاکا ہوا اور مَیں پانی میں گر پڑا۔ ہاروت رابیل اب بھی میری گرفت میں تھا۔ اُس نے تڑپ کر میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کی۔ مَیں خود پر پڑنے والی ناگہانی اُفتاد سے بُری طرح بوکھلایا ہوا تھا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ مَیں ہاروت رابیل کو چھوڑ دیتا۔ اُسی نے مجھے اس مصیبت میں پھنسایا تھا اور یہ قطعی ناممکن تھا کہ مجھے مصیبت میں پھنسا کر وہ خود چین کی بنسی بجاتا۔ میرے لیے جو گڑھا اُس نے کھودا تھا اس میں اُس کا گرنا بھی ضروری تھا۔

پانی میں ہاتھ پیر مار کر ڈوبنے سے خود کو بچانے کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ مَیں ہاروت رابیل کو بھی اپنی گرفت میں رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ ہاروت رابیل پر دیوانگی طاری تھی۔ پھر اچانک ہی اُس کا پیر بڑی زور سے میری پیشانی پر لگا۔ اُس کے جُوتے کے نچلے حصّے میں لوہے کا خول تھا یا جُوتے کی ایڑی میری پیشانی سے ٹکرائی تھی کہ مجھے اپنی پیشانی کی کھال پھٹتی سی محسوس ہوئی۔ بہت زوردار ضرب تھی۔ میری آنکھوں میں ستارے ناچ گئے اور ہاروت رابیل میری گرفت سے آزاد ہو گیا۔

لیکن اگلے ہی لمحے مَیں خود کو سنبھال چکا تھا۔ مَیں نے غڑا کر غوطہ لگایا اور ہاروت رابیل کو دوبارہ دبوچ لیا۔ اُس وقت سوچنے سمجھنے کی ساری قوتیں سلب ہو چکی تھیں۔ تہذیب تک کا خیال میرے ذہن سے محو ہو گیا تھا۔ مَیں تو بس جنون کے عالم میں ہاروت رابیل کو دبوچے ہوئے تھا۔ وہ بُری طرح مچل رہا تھا۔ اُس کے گھونسے میری پسلیوں پر پڑ رہے تھے۔ لاتیں بھی چلا رہا تھا لیکن اس بار مَیں نے اُسے گردن سے پکڑا تھا۔ اس لیے اُس کے گھونسے اور لاتیں مجھ پر زیادہ اثر انداز نہیں ہو رہی تھیں۔ پانی ہمارے سَروں سے اوپر تھا جس کی وجہ سے ہم سانس نہیں لے پا رہے تھے۔ مَیں نے تو خیر سانس روک رکھا تھا لیکن ہاروت رابیل کے لیے جدوجہد کرتے رہنے کی وجہ سے سانس روکے رکھنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اُس نے سانس لی اور اس کے پیٹ میں پانی کی اچھی خاصی مقدار پہنچ گئی۔ اُس نے میری گرفت سے نکلنے کی جدوجہد ترک کر کے پانی کی سطح تک پہنچنے کی کوشش شروع کر دی۔ خود میرے لیے بھی مزید سانس روکے رکھنا ممکن نہیں رہ گیا تھا۔ اس لیے مَیں نے اُسے پانی کی سطح کی طرف جانے سے نہیں روکا۔ سطح سے سر اُبھار کر مَیں نے دو تین گہرے گہرے سانس لیے اور ہاروت رابیل کی ناک پر مُکا جڑ دیا۔ اُس کے حلق سے ایک کرب ناک کراہ نکلی۔ مَیں عجیب خود فراموشی کے عالم میں تھا کہ مَیں نے اِدھر اُدھر دیکھنے تک کی زحمت نہیں کی تھی۔ مَیں نے ہاروت رابیل کے چہرے پر دوسرا گھونسا مارنے کی کوشش کی۔ اُس نے بدقت تمام خود کو میرے اس وار سے بچایا اور بڑی بدحواسی کے عالم میں بولا۔

"نکلو۔ . . نکلو یہاں سے۔ جھیل کے کنارے کی طرف چلو۔ اس جھیل میں مگرمچھ ہیں، اُن سے بچو۔"

"بکواس مت کرو ہاروت رابیل۔" مَیں نے دانت پیس کر اور اُس کی گردن پر اپنے ہاتھ کی گرفت سخت کرتے ہوئے کہا۔ "اب مَیں تمھارے کسی فریب میں آنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"مم . . . مَیں کوئی فریب نہیں کر رہا۔" ہاروت رابیل منمنایا۔ "دیکھو . . . دیکھو وہ مگرمچھ ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔"

مَیں نے سامنے نگاہ دوڑائی اور وہ دیوہیکل مگرمچھ مجھے نظر آ گیا جس کا رُخ ہماری جانب ہی تھا یعنی ہاروت رابیل جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔ اُس نے ہمیں اپنے ہٹ سے بلاشبہ اسی لیے جھیل میں پھینکنے کی کوشش کی تھی کہ جھیل میں موجود مگرمچھ ہمیں اپنا نوالہ بنا لیں لیکن میری بروقت کارروائی کی وجہ سے ہاروت رابیل خود بھی جھیل میں گر پڑا۔ اگر اس وقت وہ میرے ساتھ نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ مَیں بے خبری میں مارا جاتا لیکن چونکہ مَیں نے اُسے پکڑ رکھا تھا اس لیے وہ مجھے خبردار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اگر نہ کرتا تو میری گرفت میں ہونے کی وجہ سے خود بھی مگرمچھوں سے نہیں بچ سکتا تھا۔

ایک لمحے کے اندر اندر سب کچھ میری سمجھ میں آ گیا۔ ہاروت رابیل کو . . . پکڑے رکھنے کی صورت میں مگرمچھ مجھ تک پہنچ سکتا تھا۔ لہٰذا اُسے چھوڑنا ناگزیر ہو گیا تھا۔ چنانچہ مَیں نے اُسے چھوڑا اور تیزی سے غوطہ لگا کر اُس جگہ سے دور نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔

اسی دوران میرے ذہن میں تہذیب مالکم ایکس کا خیال آیا اور میں بے چین ہو گیا۔ وہ بھی تو میرے ساتھ ہی جھیل میں گری تھی بلکہ اُس کے مُنہ سے تو جھیل میں گرتے وقت ایک بے ساختہ قسم کی چیخ بھی نکلی تھی یعنی وہ اپنے حواس کھو بیٹھی تھی۔ وہ جھیل میں مگرمچھوں کی موجودگی سے بھی بے خبر تھی۔ اس اعتبار سے اس کی زندگی زیادہ خطرے میں تھی۔

مَیں نے جھیل کی سطح پر سر اُبھار کر تہذیب کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ چند ہی لمحوں میں مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر تہذیب کا سر پانی پر اُبھرتا نظر آیا۔ وہ بدحواس دکھائی دے رہی تھی۔

"جھیل میں مگرمچھ ہیں تہذیب!" مَیں نے چیخ کر کہا۔ "تیزی سے کنارے پر پہنچنے کی کوشش کرو۔"

تہذیب نے دوبارہ غوطہ لگا دیا اور مجھے بھی غوطہ لگانا پڑا۔ اگر ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوئی ہوتی تو مَیں اس مگرمچھ کی زد میں آ جاتا جو مُنہ پھاڑ کر مجھ پر جھپٹا تھا۔ پھرتی سے غوطہ لگانے کے باوجود اُس کی دُم میرے جسم کو چھُوتی ہوئی گزر گئی تھی۔ مَیں اُسی سمت میں تیر رہا تھا جدھر تہذیب گئی تھی۔ چند ہی لمحوں میں مَیں اُس کے قریب پہنچ گیا۔ ہماری مخالف سمت میں تقریباً دس گز کے فاصلے پر ایک اور دیوہیکل مگرمچھ ہماری طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ مَیں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑ کر اس کا رُخ تبدیل کر دیا۔ ہاروت رابیل گُم ہو چکا تھا اور اب مَیں اُس کے بارے میں کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ کدھر گیا ہوگا۔ نہ ہی میں اس سلسلے میں کچھ کرنے کی پوزیشن میں تھا۔ ہمیں اپنی جان بچانا دُوبھر ہو رہا تھا۔ جھیل میں کافی تعداد میں مگرمچھ تھے، ہم ایک کی زد سے نکلتے تو دوسرا نمودار ہو جاتا۔

بالآخر ہم کنارے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہاں بھی تقدیر نے یاوری کی تھی۔ ہم ایک دیوہیکل مگرمچھ کی زد میں آنے سے بال بال بچے اور جلدی سے کنارے پر چڑھ گئے۔ جس جگہ ہم کنارے پر چڑھے تھے وہاں ایک بورڈ نصب تھا جس پر جلی حروف میں تحریر تھا۔

"جھیل میں خطرناک مگرمچھ موجود ہیں، نہانے سے گریز کیجیے۔"

مَیں اور تہذیب کنارے سے کافی دُور آ کر خشکی پر بیٹھ گئے۔ یہاں سے ہاروت رابیل کا سبز رنگ کا ہٹ خاصے فاصلے پر تھا۔ ہمیں اُس کا عقبی حصّہ نظر آ رہا تھا۔ بُڈ اور زاہر چونکہ سامنے کی سمت میں تھے اس لیے ہم انھیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ مَیں نے ایک طویل سانس لی اور تہذیب کو دیکھنے لگا جس کے کپڑے گیلے ہو کر اُس کے جسم سے چپک گئے تھے۔

"غضب خدا کا علی!" تہذیب نے کانپ کر کہا۔ "اس کم بخت یہودی نے تو اپنی طرف سے ہمیں ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"مجھے اُن کاغذات کی زیادہ فکر ہے جو ہم نے ہاروت رابیل سے وصول کیے ہیں۔ اگر وہ ضائع ہو گئے تو . . ."

تہذیب چونک کر اپنی جیکٹ کی طرف متوجہ ہوئی۔ اُس نے جیکٹ کی زِپ کھولی اور یہ دیکھ کر میری جان میں جان آئی کہ پانی جیکٹ کے اندر نہیں پہنچا تھا۔ تہذیب نے ہاروت رابیل سے وصول کی ہوئی فائل نکال کر میری طرف بڑھائی۔ فائل خشک تھی اور کاغذات بھی پوری طرح محفوظ تھے۔

"انھیں اپنے ہی پاس رکھو تہذیب! اگر اس وقت اتفاق سے تم نے یہ جیکٹ نہ پہن رکھی ہوتی تو ہم اس خطیر رقم سے محروم بھی ہو سکتے تھے۔"

"یہ واٹر پروف جیکٹ ہے۔ تم نے دیکھا نہیں، اِس کے اندر نفیس قسم کا پلاسٹک لگا ہوا ہے۔ ہاں یہ محض اتفاق تھا کہ مَیں نے زِپ پوری طرح بند کر لی تھی ورنہ پانی اندر پہنچ گیا ہوتا۔"

مَیں نے جھیل کی سطح پر نظریں دوڑائیں۔ پانی کی سطح دور تک ساکن دکھائی دے رہی تھی۔ کہیں کوئی ایسی تحریک نظر نہیں آئی جس سے ہاروت رابیل کے بارے میں کوئی اندازہ قائم کیا جا سکتا۔

"ہاروت رابیل کا کیا بنا علی؟" تہذیب نے اپنے بالوں سے پانی جھٹکتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے کچھ یہ احساس ہوتا ہے جیسے تم اُس سمیت پانی میں گرے تھے؟"

"ہاں تہذیب! مَیں اُس کی طرف سے کسی لمحے بھی مطمئن نہیں تھا جیسے ہی مَیں نے اپنے پیروں تلے فرش میں حرکت محسوس کی تو اس پر چھلانگ لگا دی اور اپنے ساتھ اُسے بھی گھسیٹ لیا۔"

"اوہ، تو اس کا مطلب ہے میرا احساس دُرست تھا لیکن اگر وہ بھی جھیل میں ہی گرا تھا تو اب کہاں ہے؟"

"مَیں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ وہ کہاں ہوگا۔ جھیل میں موجود مگرمچھوں کی وجہ سے مَیں اُسے چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تھا۔"

"اگر وہ ابھی تک جھیل سے برآمد نہیں ہوا ہے تو اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کا واحد مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی مگرمچھ کی خوراک بن چکا ہوگا۔"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے۔" میں بڑبڑایا اور پلٹ کر ہٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ "بڈ اور زاہر سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم ابھی تک ہٹ کے اندر ہی موجود ہیں۔"

"کوئی بھی نہیں سوچ سکتا علی کہ ہاروت رابیل نے اتنا خطرناک انتظام کر رکھا ہوگا اور ہمیں اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ اس کمرے کا فرش کھوکھلا ہے؟"

"اگر خاص طور پر توجہ دی جاتی تو شاید کچھ اندازہ ہو سکتا تھا لیکن اُس وقت ہماری توجہ دوسری ہی باتوں پر مرکوز تھی اس لیے ظاہر ہے کہ اس سمت ذہن جا بھی نہیں سکتا تھا۔"

کچھ دیر ستانے کے بعد ہم اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تہذیب ابھی تک خود کو پوری طرح نہیں سنبھال پائی تھی۔ اُس کی چال میں خفیف سی لڑکھڑاہٹ اب بھی موجود تھی۔ اعصاب کو لگنے والا اچانک جھٹکا اتنا ہی شدید تھا کہ اُس کے اثر سے آسانی سے نہیں نکلا جا سکتا تھا۔ اُس پر وہ شدید جدوجہد جو ہم نے جھیل میں اپنی زندگی بچانے کے لیے کی تھی وہ بھی کم خوف ناک نہیں تھی۔

بڈ اور زاہر ہٹ کے سامنے ہاروت رابیل کی کار کے نزدیک موجود تھے۔ ہمیں دیکھ کر اُن کی آنکھیں فرطِ حیرت سے پھیل گئیں اور وہ ہماری طرف دوڑ پڑے۔

"چیف تم؟" بڈ نے مجھے اور تہذیب کو سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔ "تم لوگوں کو کیا ہوا چیف؟"

"ہم محفوظ ہیں بڈ!" میں نے کہا۔ "ہاروت رابیل نے غیر متوقع انداز میں ہماری زندگی لینے کی کوشش کر ڈالی تھی۔"

"خدا کی پناہ چیف!" بڈ نے منہ پھاڑ کر کہا۔ "لیکن تم تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہٹ میں داخل ہوئے تھے۔ یہ اس طرف سے کہاں سے آ رہے ہو؟"

"ہٹ کے ایک کمرے کا فرش کھوکھلا ہے بڈ۔ ہاروت رابیل نے کسی میکینزم کے ذریعے فرش ہمارے پیروں کے نیچے سے نکال دیا اور ہم جھیل میں گر پڑے۔"

"اوہ! لیکن ہاروت رابیل خود کہاں گیا؟" زاہر نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ "ابھی تک وہ بھی ہٹ سے برآمد نہیں ہوا ہے۔"

"گرتے گرتے میں نے اُسے بھی جھپٹ لیا تھا اور وہ بھی ہمارے ساتھ ہی جھیل میں گرا تھا۔ ہم تو مگرمچھوں سے بچ کر نکل آئے، اُس کا معلوم نہیں کیا حشر ہوا۔"

"بڑی خوف ناک صورتِ حال سے گزر کر آ رہے ہو چیف۔" بڈ نے کہا۔ "لیکن ذرا اس واقعے کی تفصیلات بھی تو بتاؤ۔"

"تفصیل بعد میں بھی معلوم کی جا سکتی ہے بڈ! اس وقت تو جلد از جلد یہاں سے نکلنے کی فکر کرو۔"

"تفصیل بیشک بعد میں بتا دینا۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "اس وقت اتنا تو بتا ہی سکتے ہو کہ کام ہو گیا یا نہیں؟"

"کام تو ہو ہی گیا ہے بڈ۔" میں نے کہا اور تہذیب نے فائل نکال کر بڈ کی طرف بڑھا دی۔ بڈ نے فائل کھول کر کاغذات پر نگاہ دوڑائی۔

"خدا کا شکر ہے چیف!" اُس نے کہا۔ "گویا ہاروت رابیل نے اس معاملے میں کوئی بددیانتی نہیں کی لیکن تمھاری جان لینے کی کوشش . . ."

"پلیز بڈ۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "ہم لوگ بہت خطرناک حالات سے گزر کر آئے ہیں۔ واپسی کا فوری بندوبست کرو۔"

بڈ نے سر کو اثباتی جنبش دی اور ہم اُس کار کی طرف چل دیے جس میں یہاں تک آئے تھے۔ اسٹیئرنگ بڈ نے سنبھالا تھا اور زاہر اُس کے برابر والی نشست پر بیٹھا تھا۔ میں اور تہذیب عقبی نشست پر تھے۔ بڈ نے کار سڑک پر لے جا کر اس کا رُخ شہر کی سمت موڑ دیا۔ تہذیب نشست کی پشت گاہ سے سر ٹکائے گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

ابھی کار کو روانہ ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک فائر کی آواز نے خاموشی کا سینہ چھلنی کر دیا۔ گولی ہماری کار کی دائیں جانب والی باڈی سے ٹکرائی تھی۔ بڈ نے فوراً ہی کار سڑک پر لہرانا شروع کر دی۔ رفتار میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ میں نے فوری طور پر پلٹ کر دیکھا۔ کار کے عقب میں خاصے فاصلے پر چار موٹر سائیکلیں دوڑتی نظر آ رہی تھیں۔ ہر موٹر سائیکل پر دو افراد سوار تھے۔ ایک موٹر سائیکل چلانے والا اور دوسرا اُس کے عقب میں بیٹھا ہوا۔ عقب میں بیٹھے ہوئے ہر شخص کے ہاتھ میں ہلکی رائفل نظر آ رہی تھی۔ چاروں موٹر سائیکل سوار مہارت کا بہترین [illegible] ہو کر تے ہوئے موٹر سائیکلیں [illegible] رہے تھے۔

تہذیب نے بھی پلٹ کر اُن موٹر سائیکل سواروں کو دیکھ لیا تھا جن کا فاصلہ ہماری کار سے بتدریج کم ہو رہا تھا۔

"یہ لوگ کہاں سے نازل ہو گئے علی؟" تہذیب نے میری طرف مڑ کر تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے یہ لوگ سڑک کے نشیب میں کہیں پوشیدہ تھے اور انھیں ہاروت رابیل نے ہمیں ہلاک کرنے پر مامور کیا تھا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

موٹر سائیکل سواروں کی طرح بڈ بھی کار چلانے کے معاملے میں خاصی مہارت کا مظاہرہ کر رہا تھا لیکن اس طرح کار ڈرائیو کرتے ہوئے مطلوبہ فاصلہ برقرار نہیں رکھا جا سکتا تھا تاہم اب ہم اُس فائرنگ کی زد میں نہیں آ پا رہے تھے جو موٹر سائیکلوں پر سے ہم پر کی جا رہی تھی۔ اُن کی کوشش غالباً یہ تھی کہ کسی طرح ٹائروں کو نشانہ بنا لیں۔

پھر میں نے زاہر کو ایک ہلکی دور مار رائفل نکالتے دیکھا۔ اُس نے اپنی طرف کا شیشہ گرا لیا تھا۔ اور رائفل کی نال کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی تھی۔ میں اور تہذیب جُھک گئے تھے۔ کوئی بھولی بھٹکی گولی عقبی شیشے پر لگتی تو ہماری زندگیاں خطرے میں پڑ سکتی تھیں۔

زاہر آدھے دھڑ سے کھڑکی سے باہر لٹک گیا تھا۔ پھر اُس نے قریب آتی ہوئی موٹر سائیکل کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ عقب سے ہونے والی فائرنگ زاہر کے فائر کرنے کے ساتھ ساتھ معدوم ہو گئی تھی۔ میں نے سر اُٹھا کر عقبی شیشے سے دیکھا۔ چاروں موٹر سائیکلیں ہم سے بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔ اُن میں سے ایک سڑک کے کنارے پڑی ہوئی تھی۔

"میں نے سب سے آگے آنے والی موٹر سائیکل کا نشانہ لیا تھا۔" زاہر نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ "اور میں نے اُسے نشانہ بنا دیا ہے۔"

"شاباش زاہر۔" تہذیب نے کہا۔ "تم نے کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ تمھیں اس کا انعام ملے گا۔"

"میڈم کی تعریف ہی میرے لیے سب سے بڑا انعام ہے۔" زاہر نے کہا اور کھڑکی سے باہر عقب میں دیکھنے لگا۔

"وہ لوگ اپنے ساتھی کا انجام دیکھنے کے لیے رُک گئے ہیں زاہر۔" میں نے کہا۔ "وہ پھر ہمارے پیچھے آئیں گے۔"

"اس بار شاید ہی انھیں ہم پر فائر کرنے کا موقع ملے۔ پچھلی بار تو انھوں نے بے خبری میں ہم پر حملہ کر دیا تھا لیکن اس بار میں پوری طرح تیار ہوں۔" زاہر نے کہا۔

"یہ ہاروت رابیل تو بڑا خبیث آدمی نکلا چیف!" بڈ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "خود تو مر گیا لیکن ہمارے لیے یہ مصیبت چھوڑ گیا۔"

"جب تک اُس کی موت کی تصدیق نہ ہو جائے میں اس کی موت پر بھی یقین نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔

"مگرمچھ تمھاری طرح رحم دل نہیں ہوتے چیف! اُن کے سامنے تو جو بھی آئے گا اُس کے ساتھ ایک جیسا ہی سلوک کریں گے۔" بڈ نے کہا۔

"امکان تو یہی ہے کہ مگرمچھ اُس کی ضیافت اُڑا چکے ہوں گے لیکن ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی ہوگی کہ جب اس نے ایک جال تیار کیا ہے تو اُس سے نکلنے کا بھی کوئی راستہ رکھا ہوگا۔"

"سنبھالو زاہر۔" بڈ نے عقب نما میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ لوگ پھر ہمارے پیچھے آ رہے ہیں۔"

زاہر کے ساتھ ساتھ میں نے اور تہذیب نے بھی پلٹ کر دیکھا۔ تین موٹر سائیکلیں دوبارہ ہمارے تعاقب میں تھیں۔ وہ لوگ اپنے ساتھی کو اُسی حال میں چھوڑ آئے تھے۔ ابھی موٹر سائیکلیں ہم سے کافی فاصلے پر تھیں کہ زاہر نے فائرنگ شروع کر دی۔ جواب میں اُدھر سے بھی فائرنگ ہوئی لیکن رینج سے باہر ہونے کی وجہ سے کوئی بھی فائر کارگر نہیں ہوا۔

"جلدی کیا ہے زاہر۔" میں نے کہا۔ "انھیں قریب آنے دو پھر اطمینان سے انھیں نشانہ بنا لینا۔"

"اس بار وہ ٹائروں کو نشانہ بنانے کی زحمت نہیں کریں گے جناب۔" زاہر نے جواب دیا۔ "انھیں خود سے دُور ہی رکھنا ہوگا ورنہ وہ ہم پر براہِ راست فائر کر کے ہمارے لیے سخت خطرات پیدا کر دیں گے۔"

"تمھاری بات میں وزن ہے زاہر۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس طرح کب تک کام چلے گا۔ اُن کے پاس ہم سے زیادہ ایمونیشن ہوگا۔"

"ہماری بدقسمتی یہ ہے جناب کہ یہاں دُور دُور تک آبادی نہیں ہے اور نہ ہی ٹریفک ہے۔ جیسے ہی ہم اس علاقے سے نکلیں گے تو وہ لوگ فرار ہونے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو زاہر، لیکن کار میں ہونے کی وجہ سے ہم اُن کی نسبت زیادہ محفوظ ہیں۔ ہم سے زیادہ خطرہ تو وہ لوگ خود محسوس کر رہے ہوں گے۔"

"ہمارا ردِعمل کیا ہونا چاہیے جناب؟" زاہر نے پوچھا۔

"مقابلہ۔" میں نے کہا۔ "کار کی رفتار ہلکی کر دو بڈ اور زاہر تم پوری طرح تیار رہو۔ فاصلہ کم ہوتے ہی فائر کرنا۔"

بڈ نے کار کی رفتار سست کر دی، لیکن فاصلہ کم نہیں ہوا۔ موٹر سائیکلوں کی رفتار بھی سست ہو گئی تھی، وہ ہمارے نزدیک آنے سے کترا رہے تھے۔

"اب کیا کیا جائے جناب؟" زاہر نے کہا۔ "وہ تو اب بھی رینج سے باہر ہیں۔"

"اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگ عقل مند ہیں۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ "ہمیں قتل کرنے سے زیادہ انھیں اپنی جانیں بچانے کی فکر لاحق ہے اور یہ ایک اچھی علامت ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں کار روک رہا ہوں چیف۔" بڈ نے کہا۔

"تم واقعی ذہین آدمی ہو بڈ! فوراً فیصلہ کر سکتے ہو۔" میں نے کہا۔ "کار روکنے کے بعد کیا کرو گے؟"

"یو ٹرن لے کر کار اُن کے پیچھے لگا دوں گا۔" بڈ نے اکڑ کر کہا اور کار کی رفتار مزید سُست کرتے ہوئے بریک لگا دیے۔ کار رُکنے کے ساتھ ہی عقب میں آنے والی موٹر سائیکلیں بھی رک گئی تھیں۔

"دیکھا چیف۔" بڈ نے فاتحانہ قہقہہ لگایا۔ "مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ کار رُکتے دیکھ کر وہ خوف زدہ ہو جائیں گے۔"

موٹر سائیکلیں رُکی ضرور تھیں مگر انھوں نے اچانک ہی بے تحاشا فائرنگ شروع کر دی تھی۔ اُن کے اس عمل سے ظاہر ہوتا تھا کہ ایک آدمی ضائع ہونے کے بعد اُن پر ہمارا خوف سوار ہو گیا ہے۔

"بے دھڑک ہو کر کار اُن کی طرف موڑو بڈ۔" میں نے کہا۔ "اُن کی چلائی ہوئی گولیاں ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی۔ ہم اب بھی اُن کی رینج سے باہر ہیں۔"

بڈ نے کار کو یو ٹرن کیا۔ اس دوران میں زاہر نے دو چار فائر بھی کیے تھے۔ ہمیں یوں مڑتے دیکھ کر وہ لوگ بُری طرح بوکھلا گئے اور انھوں نے بھی موٹر سائیکلیں مخالف سمت میں موڑ دیں۔ بڈ نے کار کی رفتار بڑی تیزی سے بڑھائی تھی اور پھر جلد ہی وہ لوگ رینج میں آ گئے۔ انھیں احساس تھا کہ ہماری جانب سے فائرنگ ہو گی۔ اس لیے وہ موٹر سائیکلوں کو لہراتے ہوئے چلا رہے تھے۔ زاہر نے کئی فائر کیے تب کہیں جا کر اُس کی گولی نشانے پر بیٹھی۔ ایک موٹر سائیکل کے لہرانے کی رفتار اچانک ہی بہت تیز ہو گئی اور پھر وہ سڑک پر گر کر دُور تک پھسلتی چلی گئی۔ بڈ نے کار کی رفتار میں مزید اضافہ کر دیا۔

"کار روک دو بڈ۔" میں نے کہا۔ "اب وہ لوگ پلٹ کر نہیں آئیں گے لہٰذا اُن کا مزید تعاقب کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔"

"کیا کہہ رہے ہو چیف۔" بڈ نے کار کی رفتار سُست کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بہت اچھا موقع ہے۔ ہم اُن سب کا صفایا کر دیں گے۔"

"اُن کا صفایا کرنا ہمارے مشن کا حصہ نہیں ہے بڈ! ہمارا مشن مکمل ہو چکا ہے اور اب ہمیں جلد از جلد واپسی کی فکر کرنی ہے۔"

کار کی رفتار مزید سُست ہو گئی۔ "لیکن کچھ دیر پہلے ان لوگوں نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ ہم ذرا سا چُوکتے تو مارے جاتے۔ ایسے لوگوں . . . کو۔"

"تم نے سُنا نہیں، میں نے تم سے کیا کہا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "گاڑی شہر کی طرف موڑ دو۔"

بڈ نے بڑبڑاتے ہوئے میرے کہنے پر عمل کیا۔ موٹر سائیکل سوار پہلے ہی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ ہمارا تعاقب کرنے کی ہمت نہیں کریں گے۔

"تم دیکھ لینا چیف! ایک روز تمھارا رحمدلانہ رویّہ تمھارے لیے کوئی بہت بڑی مصیبت کھڑی کر دے گا۔" بڈ نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"میں بھی اس بات کے حق میں ہوں جناب۔" زاہر نے دبی زبان میں کہا۔ "دشمن کا سر کچلنے میں دریغ نہیں کرنا چاہیے۔"

"تم بھی کس کی باتوں میں آ گئے زاہر۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "وہ کرائے کے غنڈے تھے۔ اُن سے اُلجھ کر ہمیں کچھ حاصل نہ ہوتا۔ ہمارا وقت ہی ضائع ہوتا۔ ممکن تھا ہم کسی اور چکر میں پھنس جاتے جس کے ہم ان حالات میں ہرگز بھی متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔"

"اس معاملے میں تو میں متفق ہوں جناب لیکن بعض دوسرے معاملات میں بھی میں نے یہی کچھ سُنا ہے۔"

"تمھارا اشارہ شاید اولیو ہاورڈ کی طرف ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "ہاں، اکثر لوگ اس معاملے میں میرے مخالف ہیں۔"

"معاف کیجیے گا جناب، گستاخی ضرور ہے لیکن آپ کا یہ رویّہ ناقابلِ فہم ہے۔ جب ایک دشمن سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے تو اُسے کیوں زندہ چھوڑا جائے۔"

"یہ آسانی سے سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے زاہر! دشمن جتنا بڑا ہو اُسے اتنا ہی زیادہ سِسکا سِسکا کر مارنا چاہیے۔ اُسے زخم لگاتے رہو تاکہ وہ اپنے زخم چاٹتا رہے۔"

"یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے جناب لیکن دشمن کسی وقت کوئی کاری وار بھی تو کر سکتا ہے، کوئی ناقابلِ تلافی نقصان بھی تو پہنچا سکتا ہے۔"

"وہ تو کوئی بھی پہنچا سکتا ہے زاہر! دنیا میں ایک اولیو ہاورڈ ہی تو نہیں ہے اور بھی بہت سے سازشی دماغ موجود ہیں۔ اسرائیل کے حمایتیوں میں تو خاص طور پر ایک سے ایک سازشی بھرے پڑے ہیں۔"

زاہر خاموش ہو گیا لیکن اُس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا

کہ وہ مجھ سے متفق نہیں ہوا۔ ایک وہی کیا، اس معاملے میں تو تقریباً سبھی میرے خلاف تھے اور میں کسی کو بتا بھی نہیں سکتا تھا کہ اولیو ہاورڈ پر قابو پانے کے بعد اُسے چھوڑ دینے میں میں کیا لذّت محسوس کرتا تھا۔ ہر بار اُسے شکست دے کر مجھے کتنا لُطف آتا تھا۔ ہر بار وہ مجھ سے انتقام لینے کے لیے میدان میں اُترتا تھا اور ہر بار اُسے میرے ہاتھوں ایک نئی ہزیمت اُٹھانا پڑتی تھی۔

میں خیالات میں ڈوبا رہا۔ اور پھر اُس وقت چونکا جب میں نے بڈ کی آواز سُنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہم آبادی کے قریب پہنچ گئے ہیں چیف! اب کیا کرنا ہے؟"

"اس گاڑی میں تو ہم شہر میں داخل ہونے کا خطرہ مول نہیں لیں گے بڈ۔" میں نے کہا۔ "اس لیے مناسب یہی ہے کہ کار کسی جگہ کھڑی کر کے پیدل ہی چل نکلو۔"

بڈ نے ایک مقام پر کار روک دی اور ہم سب کار سے اُتر گئے۔ میرے اور تہذیب کے کپڑے ابھی تک گیلے تھے کپڑوں کے خشک ہونے تک ہم پیدل ہی چلتے رہے لیکن ہم سڑک سے دُور ہی دور رہے تھے تاکہ کوئی ہمارے حلیے دیکھ کر شکوک و شبہات کا شکار نہ ہونے پائے۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد ہمارے کپڑے خشک ہوئے۔ حلیہ تو اب بھی ٹھیک نہیں تھا مگر اب خطرہ بڑی حد تک کم ہو گیا تھا۔ ہم نے ایک ٹیکسی روکی اور ہوٹل پہنچ گئے۔ ہوٹل میں بھی جس نے ہمیں دیکھا، عجیب سی نظروں سے دیکھا لیکن ہم کسی پر توجہ دیے بغیر اپنے کمروں میں چلے آئے۔ بڈ اور زاہر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔

ہم نے لباس تبدیل کیے اور اپنے اپنے بستروں پر ڈھیر ہو گئے۔ کچھ دیر ہم دونوں ہی خاموش رہے اس کے بعد تہذیب نے مہرِ سکوت توڑی۔

"ہنگامے ہمارا پیچھا ہی نہیں چھوڑتے علی! میرا خیال ہے اس بار تمھارے اعصاب بھی متاثر ہوئے ہیں۔"

"اب ہنگامے تو اتنا متاثر نہیں کرتے البتہ ہاروت رابیل نے جس انوکھے انداز میں ہم سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اُس سے اعصاب کا متاثر ہونا لازم ٹھہرا۔"

"اُس شیطان نے ہمیں قتل کرنے میں واقعی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اُس کمرے کے فرش کے نیچے جھیل ہو گی۔"

"ہاں، تہذیب! اور اُسے یقین رہا ہو گا کہ ہم اُس کے اس جال سے بچ کر نہیں نکل سکیں گے اور واقعی ہم بچ بھی نہیں سکتے تھے بس قسمت ہی یاوری کر گئی۔"

"لیکن علی! اُس نے پھر ایسی حماقت کرنے کی جراَت کی حالانکہ ہم نے فارمولے بھی اُس کے حوالے نہیں کیے تھے۔ کیا وہ بالکل ہی احمق ہے؟"

"تم بھول رہی ہو تہذیب! جب اُسے معلوم ہوا کہ میں علی یار خان ہوں تو اُس کے بعد اُس نے یہ حرکت کی تھی۔ میری حقیقت سے آگاہ ہونے کے بعد ظاہر ہے وہ ہر چیز کی طرف سے مایوس ہو گیا ہو گا۔"

"اوہ ہاں، مجھے واقعی خیال نہیں رہا تھا لیکن نہیں۔" تہذیب نفی میں سر ہلاتے ہوئے مسکرائی۔ "اگر ہم اُسے یہ بات نہ بتاتے تب بھی وہ ہماری جان لینے کی کوشش ضرور کرتا۔"

"ممکن ہے۔" میں نے کہا۔ "یہودی قوم کے کسی فرد سے کچھ بعید نہیں ہوتا مگر تم یہ بات اتنے وثوق سے کیسے کہہ رہی ہو؟ وہ تو ہماری خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔"

"اُن موٹر سائیکل سواروں کو کس خانے میں فٹ کرو گے جو واپسی پر ہمارا استقبال کرنے کے لیے موجود تھے۔ ظاہر ہے اُنھیں بعد میں تو وہاں تعینات نہیں کیا گیا ہو گا؟"

میں نے سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دی۔ "تمھارا تجزیہ سو فیصد درُست ہے تہذیب! اُس نے ہمیں ٹھکانے لگانے کے انتظامات پہلے سے ہی کر رکھے تھے۔ ہم اُس کے ایک جال میں سے بچ نکلتے تو دوسرے کی زد میں ضرور آ جاتے۔"

تہذیب مُسکرائی۔ "لیکن اس میں ایک اُلجھن ہے۔" اُس نے کہا۔ "اگر اُس کا ارادہ واقعی یہی تھا تو وہ ہماری خدمات حاصل کرنے کی کوشش کیوں کر رہا تھا؟"

"یہ کوئی اتنی بڑی اُلجھن نہیں ہے۔ میرا خیال ہے میں اس کا جواب بہت آسانی سے دے سکتا ہوں۔ وہ ہمیں نفسیاتی طور پر مطمئن کرنا چاہ رہا تھا تاکہ بے خبری میں ہم لازمی طور پر مارے جائیں۔"

"یہی بات قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن تم مطمئن نہیں ہوئے اور اُس بے چارے کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا بلکہ وہ خود پانی میں گر گیا۔"

"میں کسی یہودی کی طرف سے کبھی مطمئن ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ یہ تو ممکن تھا کہ وہ ہمیں مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث افراد سمجھتے ہوئے ہماری خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرتا لیکن یہ معلوم ہونے کے بعد کہ ہمارا تعلق آزادیٔ فلسطین کے کسی گروپ سے ہے، یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ ہمیں چھوڑ دیتا۔"

"فرض کرو، ہم واقعی کسی مجرم تنظیم سے وابستہ ہوتے اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اُس کے لیے کام کرنے پر رضامند ہوجاتے تو کیا واپسی کے سفر میں اُن موٹر سائیکل سواروں کے ہاتھوں مارے نہ جاتے جو پہلے سے ہی اس مقصد کے لیے متعین تھے ؟"

"اگر وہ ہم سے کام لینے کے معاملے میں سنجیدہ ہوتا اور ہم راضی بھی ہوجاتے تو وہ ہمیں اُن کی موجودگی سے مطلع کر دیتا۔ اس طرح ایک طرف تو ہم اُس کے ممنونِ احسان ہوجاتے اور دوسری طرف وہ بالواسطہ طور پر ہم پر یہ رعب ڈالنے میں بھی کامیاب ہوجاتا کہ ہماری زندگیاں ہمہ وقت اُس کی طرف سے خطرے میں ہیں اور اگر ہم نے اس کے کسی حکم سے سرتابی کرنے کی کوشش کی تو بے خبری میں کسی نامعلوم آدمی کے ہاتھوں مارے جائیں گے ۔"

"جتنی تفصیل سے تم نے ہر بات کا تجزیہ کیا ہے کیا اُس نے بھی ہر بات اتنی ہی باریک بینی سے سوچی ہوگی ؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"صیہونی دماغ اسی چیز کے لیے تو مشہور ہے، سازشیں، ریشہ دوانیاں اور تخریب کاریاں کرنے میں یہ لوگ ماہر ہوتے ہیں۔ اُس وقت مجھ سے ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوئی ہوتی تو اس وقت حالات کس قدر مختلف ہوتے ۔"

"واقعی صیہونی دماغ ان معاملات میں بہت آگے ہیں لیکن کیا وہ خود زندہ بچ سکا ہوگا ؟"

"مَیں خود اسی اُلجھن میں مبتلا ہوں تہذیب ! اُس کی زندگی کے بارے میں یقین سے کیا کہا جاسکتا ہے ۔"

"بہرحال یہ امکان نظرانداز مت کرنا کہ وہ زندہ بھی ہوسکتا ہے۔ خبیث لوگ آسانی سے نہیں مرتے ۔"

"مَیں تم سے متفق ہوں تہذیب !" مَیں نے کہا۔ "مَیں نے ایک لمحے کے لیے بھی اُس کی موت پر یقین نہیں کیا ہے ۔"

"اب یہ بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ ہوٹل کی معرفت ہم نے جو کار کرائے پر حاصل کی تھی، وہ تو اس قابل نہیں رہی کہ ہوٹل کو واپس کی جاسکے ۔"

"کار واپس کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔" مَیں نے مسکرا کر کہا۔ "ہم چپکے سے ہوٹل سے نکل بھاگیں گے ۔"

"واقعی بڑی مجبوری ہے ۔" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "ہمیں اُٹھائی گیروں جیسی حرکتیں کرنا پڑ رہی ہیں لیکن جس قسم کے حالات سے ہم دوچار ہیں اُن میں اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے ۔"

"بس تو پھر یہ طے ہوگیا کہ ہم کار واپس کرنے کے بجائے چپکے سے اس ہوٹل سے نکل بھاگیں گے ۔"

"لیکن اس بار ہم کسی بہتر ہوٹل میں قیام کریں گے گمنام ہوٹلوں میں قیام کرنے کی اب کیا ضرورت ہے ؟"

"تمھاری یہ بات مجھے منظور ہے بلکہ میرا خود بھی یہی خیال تھا۔ کاغذات فی الحال کسی بینک کے لاکر میں محفوظ کر دینا مناسب رہے گا ۔"

ہم دونوں متفق ہوگئے تھے اور اب اس سلسلے میں زاہر اور بڈ کو ہدایات دینا تھیں چنانچہ مَیں اُن کے کمرے میں جا پہنچا۔

"تم دونوں تیار ہوجاؤ ۔" مَیں نے اُن سے کہا۔ "یہ ہوٹل چھوڑ کر ہم کسی دوسرے ہوٹل میں منتقل ہو رہے ہیں ۔"

"تیاری کیا کرنی ہے ۔" بڈ نے بے پروائی سے کہا۔ "ہم تو کسی ایسے حکم کا انتظار ہی کر رہے تھے ۔"

"ہم علی الاعلان ہوٹل نہیں چھوڑیں گے ۔" مَیں نے کہا۔ "بلکہ ہمیں چپکے سے یہاں سے کھسک لینا ہے۔ ہوٹل والوں کو بالکل پتا نہ چلنے پائے کہ ہم ہوٹل چھوڑ رہے ہیں ۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے جناب ۔" زاہر نے حیرت سے کہا۔ "کرایہ ادا کر کے سب کے سامنے رخصت ہونے میں کیا قباحت ہے ؟"

"وہ گاڑی جو ہم نے ہوٹل کی معرفت کرائے پر حاصل کی تھی اور جس کی باڈی میں گولیوں کے سوراخ ہوچکے ہیں ۔" مَیں نے کہا

"سمجھا جناب ۔" زاہر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ اس صورت میں تو واقعی ہمیں ہوٹل سے فرار ہی ہونا پڑے گا ۔"

"یہ تو اور بھی آسان ہے چیف ۔" بڈ نے کہا۔ "ایک ایک ہینڈ بیگ میں ضروری سامان ڈال کر نکل چلتے ہیں۔ بقیہ سامان بازار سے خرید لیں گے ۔"

"لیکن اس کے لیے ہمیں اپنے میک اپ بھی تو تبدیل کرنے پڑیں گے ۔" زاہر بولا۔ "ہوٹل والوں کو ہمارے فرار کا علم ہوگا تو کیا وہ ہماری تلاش نہیں کریں گے، ممکن ہے پولیس کو بھی مطلع کر دیں ۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو زاہر ! میک اپ تو تبدیل کرنے ہی پڑیں گے اس لیے کہ اگر ہوٹل والوں نے از خود پولیس کو مطلع نہ کیا تب بھی جلد یا بدیر گاڑی تو دریافت ہوگی ہی۔ اس کے ذریعے پولیس کے لیے ہم تک پہنچنا کوئی مشکل نہیں ہوگا ۔"

"تو اس میں کون سی مشکل بات ہے ۔" بڈ نے کہا۔ "ہم اپنے کمروں میں میک اپ کریں گے اور ہینڈ بیگ ہاتھوں میں لے کر نکل جائیں گے۔ یہاں کون ہمیں چیک کرے گا، بس ذرا احتیاط کرنا پڑے گی ۔"

"بس تو پھر تم لوگ تیار ہوجاؤ۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد ہم یہ ہوٹل چھوڑ دیں گے ۔" مَیں نے کہا اور اپنے کمرے میں واپس آگیا۔

ایک گھنٹے بعد ہم چاروں ایک ایک کر کے ہوٹل سے نکل گئے۔ ہمارے پاس سامان نہیں تھا اس لیے کسی نے بھی ہم پر خصوصیت سے توجہ نہیں دی۔

ہوٹل چھوڑنے کے بعد سب سے پہلے ہم نے سامان خریدا اور اس سامان کی مناسبت سے ایک بار پھر ہم مسافر نظر آنے لگے۔ اب ہمیں کسی ہوٹل کی تلاش تھی۔

امریکا کے دارالحکومت واشنگٹن ڈی سی میں ہوٹلوں کی کمی نہیں ہے۔ ایک سے ایک عمدہ ہوٹل بھی ہیں اور نچلے درجے کے ہوٹلوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ ہم نے اپنی رہائش کے لیے جس ہوٹل کا انتخاب کیا وہ بہت اعلیٰ درجے کا تو نہیں تھا لیکن اُسے معمولی بھی نہیں کہا جاسکتا تھا۔ اس کی سروس بہت عمدہ اور نفاست قابلِ دید تھی۔ اس بنا پر اُس کا شمار عمدہ ہوٹلوں میں کیا جاسکتا تھا۔

"ہماری مہم اختتام کو پہنچی علی !" تہذیب نے ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر کہا۔ "اب ہم پوری طرح محفوظ ہیں ۔"

"ابھی اختتام کہاں ہوا ہے تہذیب ۔" میں نے کہا۔ "ابھی تو فارمولے امریکا کی حکومت کے سپرد کرنے ہیں اور اُن سے تھوڑی سی سودے بازی بھی کرنی ہے ۔"

"میرا مطلب تھا او شیل میکائیل کی طرح ہم نے ہاروت رابیل سے... بھی رقم وصول کرلی ہے۔ اس حد تک تو ہم کامیاب ہوگئے ہیں ۔"

"اب ہمیں حکومتِ امریکا کے محکمۂ خاص کے کسی افسر تک پہنچنا ہے جو بہت مشکل مرحلہ ہے ۔" مَیں نے کہا۔

"اگر کوشش کی جائے تو یہ کوئی بہت زیادہ مشکل کام نہیں ہے ۔" تہذیب نے کہا۔ "اور کچھ ممکن نہ ہو تو تم فون پر انھیں مطلع کرسکتے ہو ۔"

"کہنے کو تو یہ واقعی بہت آسان ہے لیکن درحقیقت بہت مشکل ہے۔ امریکا کے اعلیٰ حکام سے فون پر بات کرنا بھی مشکل ہے ۔"

"اُن سے وقت لینا مشکل نہیں ہوگا، خاص طور پر اس صورت میں کہ تم انھیں اس مسئلے سے آگاہ کرو ۔"

"مَیں اس پر غور کروں گا تہذیب ! دراصل میں اس معاملے کو کم سے کم افراد تک محدود رکھنا چاہتا ہوں اور پھر ابھی ہاروت رابیل کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں ہوسکا ۔"

اُس رات ہم جلدی سو گئے۔ اگلی صبح ناشتا اپنے کمرے میں کرنے کے بعد مَیں بڈ اور زاہر کے کمرے میں گیا۔ وہاں صرف زاہر تھا، بڈ نہیں تھا۔

"بڈ کہاں ہے زاہر ؟" میں نے پوچھا۔

"بتا کر نہیں گئے جناب ۔" زاہر نے کہا۔ "کل یہاں پہنچنے کے بعد ہی وہ غائب ہوگئے تھے ۔"

"تو کیا جب سے اب تک وہ واپس ہی نہیں آیا ہے ؟" مَیں نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں جناب ! رات بہت دیر سے واپس آئے تھے اور پھر صبح مجھ سے پہلے ہی اُٹھ کر چلے گئے ۔"

مَیں نے بُرا سا منہ بنایا۔ "اُسے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ اب ہم ہنگامی صورتِ حال سے نکل آئے ہیں لہٰذا اُس نے اپنی حرکتیں پھر شروع کردی ہوں گی ۔"

"مَیں تو یہ سوچ کر حیران ہوتا ہوں جناب کہ مسٹر بڈ آخر اتنی تیزی سے لڑکیوں سے بے تکلف کس طرح ہوجاتے ہیں ؟"

"اتنی معمولی بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی ۔" مَیں نے حیرت سے کہا۔ "اس طرح صرف ایسی ہی لڑکیاں بے تکلف ہوسکتی ہیں جن کا چلن اچھا نہیں ہوتا اور یورپ اور امریکا میں ایسی لڑکیاں بے شمار ہیں ۔"

"خیال تو میرا بھی یہی تھا جناب، لیکن مَیں نے سوچا کہ شاید بڈ صاحب میں کوئی ایسی غیرمعمولی صلاحیت ہو جس کے باعث . . ."

"نہیں زاہر ! ایسی صلاحیت کسی شخص میں بھی نہیں ہوتی ۔"

"میں خود بعض ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جناب ! جن پر لڑکیاں پروانہ وار گرتی ہیں ۔"

"اختلاف کر رہے ہو ۔" مَیں مسکرایا۔

"اگر مجھے اس کا حق نہیں ہے تو مَیں بخوشی اپنے اختلاف سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں جناب !"

مَیں ہنس پڑا۔ "جب کوئی مجھ سے اختلاف کرتا ہے تو مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے زاہر ! بشرطیکہ اختلاف کرنے والا اختلاف برائے اختلاف نہ کر رہا ہو اور کج بحثی پر نہ اُتر آئے ۔"

"مَیں نے تو صرف وہ بات کہی ہے جو آپ کے نظریے کے خلاف میرے تجربے میں آئی ہے ۔"

"مجھے معلوم ہے زاہر ! اور اسی لیے مجھے خوشی ہوئی مَیں تم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے صرف ایک سوال کروں گا۔ اس کے جواب سے تمھاری سمجھ میں خود ہی سب کچھ آجائے گا۔ ایسے تمام لوگوں کو یاد کرنے کی کوشش کرو جن پر تمھارے کہنے کے مطابق لڑکیاں پروانہ وار گرتی ہیں یا گرتی تھیں اور مجھے یہ بتاؤ کہ اُن لوگوں کے کردار کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟"

زاہر چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا "عجیب بات ہے جناب! ان میں سے ایک کو بھی میں اچھے کردار کا مالک نہیں قرار دے سکتا۔"

"غالباً اب تم خود ہی سمجھ گئے ہو گے کہ وہ لڑکیاں جو اچھے کردار کی حامل نہیں ہوتیں خود بخود ایسے لوگوں کی طرف بڑھتی ہیں جن کا کردار اُنھی کی طرح خراب ہوتا ہے۔"

"بات کسی حد تک سمجھ میں آگئی ہے جناب لیکن بعض باتیں اب بھی اُلجھا رہی ہیں۔"

"بتاؤ زاہر! میں تمھاری اُلجھن دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"کیا ضروری ہے کہ ایسے ہی افراد ایک دوسرے کی طرف بڑھیں جن کے کردار خراب ہوتے ہیں۔ کیا اس کے برخلاف ہو ہی نہیں سکتا؟"

"کیوں نہیں ہو سکتا زاہر! بہت ہوتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اُس صورت میں معاملہ آگے نہیں بڑھتا اور بات ختم ہو جاتی ہے۔ آج تم بھی وہی راستہ اپنا لو جو بُڈ کا ہے تو تم دیکھو گے کہ تمھارے لیے بھی لڑکیوں کی کمی نہیں رہے گی۔"

"مجھے تو معاف ہی رکھیے جناب۔" زاہر نے ہنستے ہوئے کہا "ان چکروں کے لیے بُڈ صاحب ہی بہت کافی ہیں لیکن جناب اُن کی اس کمزوری سے قطعِ نظر اُن کی صلاحیتوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔"

"صلاحیتوں سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا زاہر لیکن آدمی کو چاہیے کہ اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کی کوشش بھی کرتا رہے۔ اس قسم کی کمزوریاں بالآخر آدمی کی صلاحیتوں کو زنگ کی طرح چاٹ جاتی ہیں۔ خیر، یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی۔ میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔ بُڈ آجائے تو اُسے روکنا۔"

میں نے فائل ایک بینک کے لاکر میں محفوظ کرائی اور واپس ہوٹل آگیا۔ بُڈ ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ اُس کی واپسی کے متعلق یقین سے کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ ہاروت رابیل کے متعلق بھی کوئی یقینی بات سامنے نہیں آسکی تھی۔ میں نے اور تہذیب نے مل کر سارے اخبار چھان مارے تھے لیکن ہاروت رابیل سے متعلق کوئی خبر کہیں نہیں چھپی تھی۔

دوپہر کے کھانے کے وقت بُڈ واپس آگیا۔ زاہر نے اسے میرے کمرے کی طرف بھیجا۔ میں اور تہذیب کھانا منگوانے ہی والے تھے کہ بُڈ ہمارے کمرے میں داخل ہوا۔

"تم کہاں آوارہ گردی کرتے پھر رہے ہو بُڈ؟" میں نے کہا "صبح میں نے زاہر سے پوچھا تو پتا چلا کہ تم یہاں آنے کے بعد سے زیادہ تر غائب ہی رہے ہو۔"

"یہ واشنگٹن ہے چیف۔" بُڈ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا "یہاں کی مشینی زندگی میں خود بھی مشین بننا پڑتا ہے ورنہ آدمی بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔"

"میں نے تم سے واشنگٹن کی مشینی زندگی کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔ تمھارے بارے میں پوچھا تھا۔"

"وہی بتا رہا تھا چیف! میں خود کو یہاں کی زندگی کے مطابق ایڈجسٹ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"ہم یہاں مستقل قیام کرنے نہیں آئے محض چند روز گزار کر چلے جائیں گے۔ تم تو جہاں بھی جاتے ہو یہ سمجھنے لگتے ہو جیسے بقیہ زندگی تمھیں وہیں گزارنی ہے۔"

"مشہور مقولہ ہے چیف! روم جاؤ تو وہی کرو جو رومن کرتے ہیں۔" بُڈ نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔

"بکواس مت کرو۔ نہ تو ہم روم میں ہیں اور نہ ہی یہاں رومن رہتے ہیں۔"

"میں بھی تو وہی کر رہا ہوں چیف! جو امریکن کرتے ہیں، وہ تھوڑی کر رہا ہوں جو رومن کرتے ہیں۔"

"تم مقولے بھی غلط سلط سنانے لگے ہو۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "امریکا میں بیٹھ کر روم کے مقولے سناتے ہو تمھیں اس کی سزا ملے گی۔"

بُڈ نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا "کیا کہہ رہے ہو چیف!" اُس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا "مقولہ تو بالکل صحیح تھا۔"

"میں نے تم سے پوچھا تھا تم نے اپنا وقت کہاں گزارا اور تم مجھے مقولے سنا رہے ہو۔"

"میں ہاروت رابیل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے چکر میں تھا۔" بُڈ نے بوکھلا کر جواب دیا۔

"کون سا تیر مارا؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"ابھی تک تو کوئی سُراغ نہیں مل سکا چیف! میں نے فون پر بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن اُدھر سے یہی جواب مل رہا ہے کہ فی الحال اُن سے بات نہیں کرائی جا سکتی۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو۔ اُس کے چکر میں پڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ لیکن تم صرف اسی چکر میں تو نہیں رہے ہو گے۔"

"تم عقل مند آدمی ہو چیف!" بُڈ نے سر جھکا کر کہا "دوسروں کو نصیحتیں کرتے ہو اور خود دوسروں کی ذاتیات میں گھسنے کی کوشش کرتے ہو۔"

بُڈ کے انداز پر تہذیب کو ہنسی آگئی "آدمی کی ذاتیات ایسی کیوں ہوں کہ کسی کو بتائی نہ جا سکیں۔" اُس نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"آپ چیف کی طرف داری نہیں کریں گی تو اور کون کرے گا۔" بُڈ نے سر ہلا کر کہا۔

"فضول باتیں بند کرو اور زاہر کو بھی یہیں بُلا لاؤ تاکہ کھانے کے دوران کچھ باتیں بھی ہو جائیں۔" میں نے کہا اور بُڈ جا کر زاہر کو بُلا لایا۔

کھانے کے دوران میں نے بُڈ اور زاہر کے سامنے خود کو درپیش مسئلہ پیش کیا۔

"اب ہمیں وہ فارمولے حکومتِ امریکا کو پہنچانے ہیں" میں نے کہا "اور یہ کام متعلقہ محکمے کے توسط سے ہی ممکن ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ معاملہ اُس محکمے کے عام ملازمین کے علم میں بھی آئے اور کسی افسرِ اعلیٰ تک رسائی بجائے خود ایک مسئلہ ہے۔ اس وقت میں نے تم دونوں کو اسی لیے زحمت دی ہے تاکہ اگر تم میں سے کسی کے ذہن اس سلسلے میں کوئی قابلِ عمل تجویز ہو تو اُس پر عمل کیا جائے۔"

"کیا ٹیلی فون کے ذریعے ہم کسی ایسے ذمے دار فرد کو مطلع نہیں کر سکتے جو . . ." زاہر نے کہنا چاہا مگر میں نے بات کاٹ دی۔

"تمھیں شاید معلوم نہیں ہے کہ یہاں حکومت کے کسی اعلیٰ افسر سے فون پر رابطہ کرنا بھی کتنا مشکل کام ہے۔"

"لیکن مجھے معلوم ہے۔" بُڈ نے کہا "کہ محکمۂ خاص کے تو کسی عام ملازم سے بھی رابطہ کرنا بہت مشکل ہے۔"

"اس صورت میں تم ہی لوگ بتاؤ کہ اس مشکل مرحلے سے کس طرح گزرا جا سکتا ہے؟"

"سوچنا پڑے گا جناب۔" زاہر نے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ ہاروت رابیل والے معاملے سے بھی زیادہ مشکل ثابت ہو سکتا ہے۔"

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔" تہذیب بولی۔ "اگر کسی طرح محکمۂ خاص کے کسی ملازم تک رسائی ممکن ہو سکے"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اس معاملے کو کم سے کم لوگوں تک محدود رکھنا ہے۔" میں نے بات کاٹ کر کہا۔

"پوری بات تو سُن لو۔ اگر محکمے کے کسی ملازم سے روابط بڑھا لیے جائیں تو ایسی صورت نکلنے کا امکان ہے کہ اُس کے علم تک لائے بغیر محکمے کے کسی اعلیٰ افسر تک رسائی حاصل ہو جائے۔ پھر اُس افسرِ اعلیٰ سے معاملات طے کیے جا سکیں گے۔"

"عمدہ تجویز ہے۔" میں نے کہا "لیکن اس پر عمل کرنے کے لیے ہمیں بہت زیادہ وقت صرف کرنا ہو گا۔ نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا "ہمیں کوئی اور طریقہ سوچنا ہو گا۔ کوئی ایسا طریقہ جس کے ذریعے ہم کم وقت میں اپنا کام مکمل کر سکیں۔"

"ایک اور صورت بھی ہے۔" تہذیب نے کہا "کسی افسر کا پتا معلوم کر کے اُس کی رہائش گاہ پر دھاوا بول دیا جائے۔"

"محکمۂ خاص کے ملازمین کی رہائش گاہوں میں داخلہ ناممکن ہے۔" بُڈ نے کہا "وہاں سخت پہرا ہوتا ہے۔"

"آخر ہاروت رابیل نے بھی تو اسی محکمے کی تحویل سے فارمولے چوری کروائے تھے۔" تہذیب بولی "اگر یہ سب کچھ اتنا ہی ناممکن ہے تو پھر اُس کے لیے فارمولے چوری کرانا کیسے ممکن ہو گیا؟"

"اُس کی پوزیشن بھی ذہن میں رکھو۔" میں نے کہا "وہ یہاں کا ایک معروف اور بارسوخ آدمی ہے۔ حکومت کے سرکردہ لوگوں سے اُس کے مراسم ہیں۔ پھر یہ کہ وہ صیہونی لابی سے تعلق رکھتا ہے۔ مانا کہ یہودیوں کا حکومت میں براہِ راست کوئی حصہ نہیں ہے لیکن اُن کے اثرات حکومت پر بہت گہرے ہیں۔ اتنے گہرے کہ خود صدرِ امریکا بھی کوئی ایسا اقدام کرتے ہوئے گھبراتا ہے جو یہودیوں کی مرضی کے خلاف ہو۔ چنانچہ ہمارا اور ہاروت رابیل کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ امریکا میں اس قسم کا کوئی کام کرنا ہماری بہ نسبت اُس کے لیے بے حد آسان ہے۔"

"محکمۂ خاص کے اعلیٰ افسران کے گھروں پر بھی تو فون ہوں گے۔" تہذیب نے کہا "اُن میں سے کسی کے گھر پر فون کر کے . . ."

"اس سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔" میں نے کہا "امریکا میں جرائم کی شرح خطرناک حد تک بڑھی ہوئی ہے۔ لوگ نت نئے جرائم کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ، یہاں کے حکومتی عہدے دار اِن باتوں سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ اُن سے فون پر بات کی گئی تو یقین کرو وہ ہماری پوری بات سننے تک کی زحمت نہیں کریں گے اس لیے یہ بھی ممکن نہیں ہے۔"

"تم تو ہر تجویز رد کرنے کے موڈ میں ہو۔" تہذیب نے ہنس کر کہا "ایک صورت یہ بھی ہے کہ سی آئی اے کے ذریعے . . ."

"انتہائی مخدوش تجویز ہے۔" میں نے تہذیب کی بات کاٹ کر کہا "سی آئی اے کے کرتوتوں سے تم بھی اچھی طرح واقف ہو۔ وہ سب سے پہلے ہمارے خلاف تحقیقات شروع کر دیں گے اور اس وقت ہماری پوزیشن ہرگز ایسی نہیں ہے کہ ہم اس قسم کی تحقیقات کا سامنا کر سکیں۔ سی آئی اے کو اگر اس معاملے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی بھنک بھی پڑ گئی تو ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جائے گا کر خود کو بچھائے بچائے بھاگتے پھریں۔"

"آپ نے اتنی تجاویز رد کر دی ہیں جناب! کیا آپ کے ذہن میں اس مسئلے کا کوئی حل موجود نہیں ہے۔" زاہر نے پوچھا۔

"اگر ہوتا تو اس وقت میں نے تم دونوں کو ہرگز زحمت نہ دی ہوتی۔" میں نے کہا۔ "تہذیب نے جو تجاویز پیش کی ہیں اُن میں سے ایک ہی قابلِ عمل نظر آتی ہے۔ اگر ہمیں کوئی اور صورت نظر نہ آئی تو پھر ہم محکمۂ خاص کے کسی ملازم کو ہی اپنا ہدف بنائیں گے اور اُس کے ذریعے اس محکمے کے کسی ذمے دار فرد تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"تم نے ایک بات نوٹ کی چیف! اس ہوٹل کے کھانے بڑے لذیذ ہوتے ہیں۔" بڈ نے کہا۔

"جی ہاں جناب۔" زاہر نے کہا۔ "میں خود بھی یہی کہنے والا تھا۔ یہاں کے کھانے غیر معمولی لذت کے حامل ہیں۔"

"مجھے اس بات سے اختلاف تو نہیں ہے لیکن اس پر حیرت ہے کہ بڈ نے یہ نتیجہ کیسے اخذ کر لیا۔" میں نے کہا۔

"کیا اب بڈ اتنا گیا گزرا ہو گیا کہ کسی چیز کے بارے میں رائے بھی نہیں قائم کر سکتا۔" بڈ نے بُرا مان کر کہا۔

"نہیں بڈ! میں تو اس بات پر حیرت کا اظہار کر رہا تھا کہ تم نے صرف ایک وقت کا کھانا کھا کر کیسے رائے قائم کر لی۔"

"رات کا کھانا بھی میں نے ہوٹل میں ہی کھایا تھا چیف! یہ تمہاری غلط فہمی ہے کہ میں نے۔ ۔ ۔"

"لیکن یہاں آنے کے فوراً بعد ہی تم ہوٹل سے غائب ہو گئے تھے۔ میں نے تم سے پوچھا بھی تھا کہ تم کہاں غائب رہے لیکن تم نے جواب دینے سے گریز کیا اور اب تم دعویٰ کر رہے ہو کہ۔ ۔ ۔"

"میں ہوٹل میں ہی تھا چیف۔" بڈ نے سنجیدگی سے کہا۔ "کھانوں کی طرح یہاں کی تفریحات کا بھی جواب نہیں ہے۔"

"تو کھانا تم نے ڈائننگ ہال میں کھایا تھا۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس میں چھپانے کی کون سی بات تھی؟"

"رات کا کھانا میں نے ڈائننگ ہال میں نہیں بلکہ ڈانسنگ فلور پر کھایا تھا۔"

"اس کے علاوہ اور تمہارا کام ہی کیا ہے۔" تہذیب مُنہ بگاڑ کر بولی۔ "تم تو وہیں نظر آؤ گے جہاں لڑکیاں ہوں گی۔"

"صد افسوس!" بڈ نے ایک سرد آہ بھری۔ "بڈ کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ کتنے ہی کارنامے کیوں نہ سرانجام دے لے اس کی اوقات وہی رہے گی۔ حالانکہ بڈ کا کمال یہ ہے کہ وہ کچھ ہی کیوں نہ کر رہا ہو، اپنے مشن کی طرف سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا۔"

"تم صرف باتیں بگھار سکتے ہو۔ اتفاقات کے تحت تم سے کبھی کبھی کوئی کارنامہ بھی سرزد ہو جاتا ہے لیکن تمہارے وقت کا بڑا حصہ فضولیات میں ہی گزرتا ہے۔ تم کوئی ڈھنگ کا کام کر ہی نہیں سکتے۔"

"تم سُن رہے ہو چیف! بڈ کو تمہارے سامنے کیا کچھ کہا جا رہا ہے اور تم کچھ نہیں بول رہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں بڈ! تفریح ایک حد تک ہی اچھی لگتی ہے۔ آدمی کو کبھی ٹِک کر بھی بیٹھنا چاہیے۔"

"جیسے تم لوگ۔" بڈ نے مُنہ بنا کر کہا۔ "ہر وقت کمروں میں گھسے رہتے ہو۔ باہر کی کچھ خبر ہی نہیں ہے۔"

"باہر کی خبر رکھنے کے لیے تم کافی نہیں ہو کیا۔" میں نے کہا۔ بڈ کے انداز سے مجھے محسوس ہوا تھا کہ اُس کے پاس کوئی خاص خبر ہے اس لیے میں نے اپنا لہجہ ذرا نرم ہی رکھا تھا ورنہ وہ بھڑک جاتا۔

"بڈ سب کچھ کرتا ہے مگر اُسے سراہا نہیں جاتا۔" بڈ نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے بڈ! میں دل سے تمہاری صلاحیتوں کا معترف ہوں۔" میں نے کہا۔

"شکریہ چیف! ایک تم ہی تو جوہر شناس ہو۔ میرے پاس ایک خبر ہے۔ ممکن ہے وہ بہت اہم نہ ہو لیکن ہے کام کی بات۔ اگر اس وقت کارآمد ثابت نہ ہوئی تو بعد میں کسی کام آنے کا امکان ہے۔"

بڈ خاموش ہو گیا۔ میں خاصا مضطرب ہو گیا تھا لیکن میں نے بڈ کو ٹوکا نہیں۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ بڈ جو بات بتانے والا ہے وہ کسی نہ کسی اعتبار سے ہمارے لیے بہت اہم ثابت ہو سکتی ہے۔

"اُس کا نام ہیلن میئر ہے۔" چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بڈ نے کہا۔ "رات کا کھانا اُس نے یہیں کھایا تھا۔"

"ڈانسنگ فلور پر؟" زاہر نے کہا۔ اُس کے لہجے میں شرارت تھی۔

"نہیں، یہی تو مشکل ہے۔ وہ ڈائننگ ہال میں کھانے کے بعد واپس چلی گئی تھی۔"

"آپ کو تو بڑا افسوس ہوا ہو گا۔" زاہر نے پھر شرارت آمیز لہجے میں تبصرہ کیا۔

"ہاں، مجھے واقعی بہت افسوس ہوا، لیکن اگر وہ ڈانسنگ فلور پر چلی بھی جاتی تو کیا فرق پڑتا۔ اُس کے ساتھ ایک آدمی بھی تھا۔"

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے مسٹر بڈ!" زاہر نے کہا۔ "لیکن آپ کو اُس کا نام کیسے معلوم ہوا؟"

"اس سے پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ لڑکی یا اُس کا ساتھی ہمارے کس کام آ سکتے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"چونکہ وہ لڑکی مجھے اچھی لگی تھی اس لیے میں اُس کے اردگرد منڈلا تا رہا تھا۔" بڈ نے میری بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "اُس وقت وہ بے انتہا سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔" فوری طور پر اُس سے تعارف حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں سوجھ رہا تھا اس لیے میں نے اُس کے برابر والی میز پر قبضہ کر لیا۔ اُس کے ساتھی نے اُسے ہیلن کے نام سے پکارا تھا اس لیے مجھے اُس کا نام معلوم ہو گیا۔ وہ دونوں یہاں سے پیدل ہی گئے تھے۔ یہاں سے دس منٹ پیدل کے فاصلے پر ایک عمارت ہے۔ دونوں اُسی عمارت میں داخل ہو گئے تھے۔ عمارت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی اس لیے میں اُس کے بارے میں کوئی اندازہ نہ لگا سکا تاہم عمارت کا محلِ وقوع ذہن نشین کر کے میں واپس چلا آیا۔"

"تم وقت برباد کرنے کے ماہر ہو بڈ!" تہذیب نے کہا۔ "اپنا بھی اور دوسروں کا بھی۔"

"اگر معاملہ ایک خوب صورت لڑکی کا نہ ہوتا تو تم کبھی تعاقب نہ کرتے۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہا نا بڈ؟" میں نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے چیف! وہ خوب صورت بھی تھی اور پھر یہ کہ اُس سے تعارف کا موقع بھی نہیں ملا ورنہ میں ہرگز اُس کا پیچھا نہ کرتا۔"

"اور یوں تم اتفاقاً ہی اس راز سے واقف ہو گئے جو کسی اعتبار سے ہمارے لیے اہم ہو سکتا ہے۔"

بڈ نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "تم اندازے لگانے میں ماہر ہو چیف۔" اُس نے کہا۔ "کیا تم اس بات سے بھی واقف ہو؟"

"جب تک تم نہیں بتاؤ گے کیسے معلوم ہو گا۔ میں نے کوئی اندازہ لگایا۔ تم نے خود ہی بتایا تھا کہ تمہارے پاس ایک اہم خبر ہے جو ممکن ہے ہمارے کام آ سکے۔ ظاہر ہے اُس خبر کا تعلق ہیلن سے ہی ہو گا۔"

"ہاں چیف! اُس وقت تو میں واپس آ گیا لیکن صبح ہوتے ہی میں نے پھر اُس عمارت کا رُخ کیا۔ جانتے ہو میں نے کیا دیکھا؟" بڈ ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔ اُس کے اس انداز سے زاہر اور تہذیب جھنجلا گئے۔

"تم آخر بات مکمل کیوں نہیں کرتے۔ خواہ مخواہ اپنی اہمیت بڑھانے کی کوشش کر رہے ہو۔" تہذیب نے کہا۔

"اُس عمارت کے گیٹ پر بڑی عجیب وارننگ تحریر ہے میڈم۔ لکھا ہے، اس عمارت میں بلا اجازت داخل ہونے والے کی واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔" بڈ خاموش ہو کر بڑے غور سے ہم سب کو دیکھنے لگا۔

"یہ کون سی اہم بات ہوئی۔" تہذیب نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "تم نے ہمارا وقت برباد کیا۔"

"یہ درست ہے بڈ۔" میں نے کہا۔ "ہمیں غیر متعلق باتوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہماری توجہ تو صرف اپنے مشن پر رہنی چاہیے۔ اگر اُس عمارت پر ایسی کوئی وارننگ لکھی ہے تو ہمیں اس سے کیا؟"

"معاملہ ایک خوب صورت لڑکی کا ہے نا۔" زاہر بول اٹھا۔ "اس لیے بڈ صاحب کی کوشش یہی ہو گی کہ کسی طرح کھینچ تان کر اس معاملے کو اپنے مشن سے متعلق کر دیا جائے۔"

بڈ نے زاہر کو گھور کر دیکھا۔ "تم بڈ سے پوری طرح واقف نہیں ہو اس لیے ایسی باتیں کر رہے ہو۔ بڈ کو دوسروں کا سہارا لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنا کام خود کر سکتا ہے۔"

"لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "تم یہ بتاؤ بڈ! کیا وہ رہائشی عمارت ہے؟"

"نہیں چیف! رہائشی عمارتیں ایسی نہیں ہوا کرتیں۔ وہ خاصی وسیع و عریض عمارت ہے اور تین منزلہ ہے۔ اُس کے ڈیزائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی آفس کی عمارت ہے لیکن رات کے وقت ہیلن کا وہاں جانا سمجھ میں نہیں آیا۔"

"کیا عمارت کے گیٹ پر مسلح محافظ موجود تھے؟" میں نے بڈ کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"گیٹ تو دُور کی بات ہے چیف! عمارت کا احاطہ تک سنسان پڑا تھا۔ چڑیا کا بچہ تک نہیں دکھائی دیا۔"

"ہوں۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں کہا۔ "ممکن ہے وہ حکومت کا کوئی اہم محکمہ ہو جس کی حفاظت کے خفیہ انتظامات کیے گئے ہوں لیکن تمہاری فراہم کردہ خبر سے ہم کوئی فائدہ تو نہیں اٹھا سکتے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے چیف کہ یہ وہی محکمہ ہو جہاں سے ہاروت رابیل نے فارمولے چوری کروائے تھے؟"

"کسی امکان کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر ایسا ہوا تو ہمیں اس سے کیا فائدہ ہو گا؟" میں نے کہا۔

"ہیلن وہاں کام کرتی ہے چیف! ورنہ رات گئے اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

عمارت میں داخل نہ ہوتی ــــ" بُڈ جوشیلے لہجے میں بولا۔

"درست ہے۔ ہم اِن خطوط پر کام شروع کر سکتے ہیں لیکن پہلے یہ بات تو پایۂ ثبوت کو پہنچے کہ اُس عمارت کا تعلق ہمارے موجودہ مشن سے ہی ہے۔"

"تو پھر کام کا آغاز کرنے کی فکر کرو چیف! مجھے یقین ہے کہ اُس عمارت کا تعلق کسی نہ کسی طرح ہمارے موجودہ مشن سے ہی ہے۔" بُڈ نے کہا۔

"کیا یہ بات تم اتنے یقین سے اس لیے کہہ رہے ہو کہ اس عمارت سے ہیلن کا تعلق ہے؟" تہذیب نے چُبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بُڈ اتنی غیر ذمّے دارانہ حرکت نہیں کر سکتا میڈم۔" بُڈ نے بُرا مانے بغیر کہا۔ "دراصل ہیلن اور اُس کے ساتھی کے درمیان ہونے والی گفتگو سے مَیں نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ عمارت ایٹمی ہتھیاروں سے متعلق ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو مَیں کبھی اُس کے تعاقب کے چکّر میں نہ پڑتا۔ وہاں لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں تھی میڈم! ایک سے بڑھ کر ایک خوب صورت لڑکی موجود تھی لیکن افسوس کہ ہر شخص بُڈ کو غلط سمجھتا ہے۔ بُڈ چاہے کتنا بڑا کارنامہ کیوں نہ سرانجام دے دے، اُس کی اوقات دو کوڑی کی ہی رہے گی۔"

ہم تینوں سکتے کے سے عالم میں بیٹھے تھے۔ بُڈ نے معمولی خبر نہیں فراہم کی تھی۔ بلاشبہ وہ آنکھیں کھُلی رکھنے کا عادی تھا۔

"تم ایک نا تراشیدا ہیرا ہو بُڈ ــــ" مَیں نے سنبھل کر کہا۔ "ہر شخص تمھاری اہمیت نہیں جان سکتا۔"

"ہم اُس عمارت میں بہ آسانی داخل ہو سکتے ہیں چیف!" بُڈ نے جوشیلے لہجے میں کہا۔ "کیونکہ اُس کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔"

"اگر اُس عمارت کی اتنی ہی اہمیت ہے بُڈ جو تم نے بتائی تب تو یہ بات ناقابلِ فہم ہے کہ اُس کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں ہوگا۔"

"سامنے کی بات ہے چیف! حفاظتی انتظام تو دُور کی بات ہے، وہاں تو کوئی ذی روح بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔"

"وہ وارننگ محض تفریحاً ہی تحریر نہیں کی گئی ہوگی بُڈ! امریکا کی حکومت نے جدید ترین سائنسی طریقوں سے اُس عمارت کی حفاظت کا انتظام کیا ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ وہ وارننگ حرف بہ حرف دُرست ہوگی۔"

"سوال یہ ہے کہ اگر ہم نے ہیلن کو استعمال کرنے کی کوشش کی تو ہم اُسے تلاش کہاں کریں گے؟" تہذیب نے کہا۔

"وہ یہاں پھر آئے گی میڈم!" بُڈ نے کہا۔ "اُن لوگوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اُس سے مَیں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔"

"اُس کے ساتھ جو شخص تھا اُس کے بارے میں کچھ اندازہ ہے بُڈ؟" مَیں نے پوچھا۔

"وہ ادھیڑ عمر شخص تھا۔ اُس کا نام گرے ہولڈنگ ہے۔ ہیلن نے ایک بار اُس کا نام لیا تھا۔" بُڈ نے بتایا۔

"ہیلن سے اُس کا کیا رشتہ ہے؟"

"جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں، وہ اُس کی سیکریٹری ہے اور اُس کی حال ہی میں تقرری ہوئی ہے۔"

"تم بڑے وثوق سے اُن کے بارے میں اطلاعات فراہم کر رہے ہو۔" مَیں نے حیرت سے کہا۔

"جو کچھ بھی مَیں کہہ رہا ہوں، اُن سے سُنی ہوئی باتوں کی روشنی میں کہہ رہا ہوں۔ کچھ چیزوں کے بارے میں محض اندازہ کہہ رہا ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ میرے اندازے بھی زیادہ غلط ثابت نہیں ہوں گے۔"

"تم کہہ رہے تھے کہ ہیلن دوبارہ یہاں آئے گی، اُس نے ایسی کون سی بات کہی تھی جس کی بِنا پر تم نے یہ اندازہ قائم کیا؟"

"کل وہ پہلی بار یہاں آئی تھی۔ مسٹر گرے ہولڈنگ ہی اُسے ساتھ لے کر آئے تھے۔ ہیلن کو یہاں کے کھانے بہت پسند آئے ــــ اُس نے میس کے کھانوں کی بُرائی بھی کی تھی اور کہا تھا کہ وہ اب کھانا یہیں آ کر کھایا کرے گی۔ مسٹر گرے ہولڈنگ بھی کبھی کبھار یہاں آتے ہیں، ایک زمانے میں وہ بھی باقاعدگی سے یہاں کھانا کھانے آتے تھے۔"

"بُڈ کی فراہم کردہ معلومات تمھارے سامنے ہیں۔" مَیں نے تہذیب سے کہا۔ "بتاؤ کیا کیا جائے؟"

"چونکہ فی الحال ہمارے پاس کوئی لائن آف ایکشن نہیں ہے، اس لیے ہیلن کو ٹرائی کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"مَیں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔ لیکن اُسے استعمال کرنے کے لیے کیا حکمتِ عملی اختیار کی جائے؟" مَیں نے پوچھا۔

"حکمتِ عملی سے تمھاری کیا مراد ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"یہ کہ ہم یہ معاملہ بُڈ پر چھوڑ دیں۔ وہی ہیلن سے تعارف حاصل کرے اور اُس کے ذریعے آگے بڑھنے کی کوشش کرے؟"

"کیا حرج ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"میرے خیال میں مسٹر بُڈ اس کام کے لیے موزوں نہیں۔" زاہر نے بے ساختہ کہا۔

"کیوں موزوں نہیں ہوں؟" بُڈ نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا اور زاہر سہم گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میرے خیال میں اس کام کے لیے ایسے شخص کا انتخاب ضروری ہے جو رنگین مزاج نہ ہو۔" زاہر نے کہا۔

"صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ اِس بہانے ہیلن کا قُرب حاصل کرنے کے خواہاں ہو ــــ" بُڈ نے جلے بھُنے انداز میں کہا۔

"مم . . . میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" زاہر نے گڑبڑا کر کہا۔ "میڈم خود بھی یہ کام کر سکتی ہیں۔"

"تم نے بدنیتی سے یہ بات کہی تھی۔" بُڈ غرّایا۔ "تم صرف میرا پتّا صاف کرنا چاہتے ہو۔"

"میرے خیال میں زاہر نے ٹھیک ہی کہا ہے۔" تہذیب بولی۔ "ہیلن ایک لڑکی ہے، مَیں اُس سے زیادہ آسانی سے تعارف حاصل کر سکوں گی۔ وہ میری طرف سے مشکوک بھی نہیں ہوگی، مَیں زاہر کی تجویز سے متفق ہوں۔"

بُڈ کا چہرہ بُجھ کر رہ گیا اور اُس نے خونخوار انداز میں زاہر کو گھُورا۔ زاہر اُس کی طرف دیکھنے سے کترا رہا تھا۔

"بُڈ کے ساتھ ایک بار پھر زیادتی ہوئی ہے چیف!" بُڈ نے غُصیلے لہجے میں کہا۔ "یُوں محسوس ہوتا ہے جیسے تم لوگوں کو بُڈ کی صلاحیتوں پر اعتماد نہیں ہے۔ پہلے زاہر نے اور اس کے بعد میڈم نے خواہ مخواہ ٹانگ اَڑائی ہے۔"

"مَیں تم سے متفق ہوں بُڈ۔" مَیں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مَیں اِن دونوں کو ہی اس کام کے لیے موزوں نہیں سمجھتا۔"

بُڈ کا چہرہ کھِل اُٹھا۔ "دیکھا تم نے۔" اُس نے فاتحانہ انداز میں زاہر کی طرف دیکھا۔ "ہر شخص قدر ناشناس نہیں ہوتا۔ بُڈ بہت خوش ہے۔ اُس کی صلاحیتوں کا کم از کم ایک تو قدردان ہے جس کا نام علی یار خان ہے۔"

"بُڈ صاحب سے، آپ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔" زاہر نے مجھ سے کہا۔ "اگر آپ نے یہ فیصلہ کیا ہے تو درست ہی کیا ہوگا۔"

"کون سا فیصلہ؟" مَیں نے زاہر کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"یہی کہ مس ہیلن کو میڈم کے بجائے بُڈ صاحب ڈیل کریں گے۔" زاہر نے کہا۔

"مَیں نے تو یہ نہیں کہا۔ ہیلن سے میں خود ملوں گا۔ تم لوگوں نے میری بات سے غلط مطلب لیا ہے۔"

بُڈ کا چہرہ ایک بار پھر بُجھ گیا۔ چند لمحے وہ سکتے کے سے عالم میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اچانک سنبھل کر اُس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"سنبھالیے میڈم!" اُس نے تہذیب سے کہا۔ "آپ کی نبّت کے ستائے ہوئے۔ صرف زبانی تعریف سُن کر ہی . . ."

"بکواس مت کرو۔" تہذیب نے جھینپ کر کہا۔ "تمھاری طرح ہر ایک گھٹیا ذہنیت کا مالک نہیں ہوتا۔"

"مَیں نے آپ کو قبل از وقت خبردار کر دیا ہے، کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو شکایت مت کیجیے گا۔"

"مَیں ایسی فضول باتوں پر کان دھرنا بھی پسند نہیں کرتی۔" تہذیب نے مُنہ بنا کر کہا۔

"خواتین کے معاملے میں مرد قطعی ناقابلِ اعتبار ہوتے ہیں۔ خصوصاً اگر معاملہ کسی حسین خاتون کا ہو تو کسی بھی مرد پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا، خواہ وہ مرد کتنا ہی پارسا کیوں نہ ہو۔" بُڈ نے محققانہ شان سے کہا۔

"تمھاری بے ہودگی مزید برداشت نہیں کی جا سکتی۔" تہذیب نے بڑے غصّے سے کہا۔ "تم فوراً کمرے سے نکل جاؤ۔"

"ارے آپ تو ناراض ہو گئیں۔" بُڈ نے گڑبڑا کر کہا۔ "مَیں تو یہ سب کچھ محض آپ کی ہمدردی میں . . ."

"مَیں ایک لفظ بھی نہیں سننا چاہتی۔ چلو اٹھو، کمرے سے نکل جاؤ، شاباش!"

"ٹھیک ہے میڈم، ٹھیک ہے۔" بُڈ بڑبڑاتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ "بُڈ آپ لوگوں کے ایک ملازم سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔"

تہذیب بُڈ کو کمرے سے باہر جاتے ہوئے گھورتی رہی۔ اُس کے کمرے سے باہر نکلنے کے بعد میں ہنس پڑا۔

"اُس کی بے ہودگیوں پر ہنس رہے ہو۔" تہذیب نے ناراضگی سے کہا۔

"نہیں۔" مَیں نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "اُس کم بخت کی چالاکی پر ہنسی آ رہی ہے۔ ہیلن سے مل بیٹھنے کے لیے کس قدر بیتاب ہو رہا ہے کہ مجھے کاٹنے کے لیے اُس نے تمھیں استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔"

"لیکن جناب، وہ پھر غائب ہو جائیں گے اور پھر ہیلن کی شناخت کیسے ہوگی؟" زاہر نے کہا۔

"تم اُسے نہیں جانتے زاہر! وہ کہیں نہیں جائے گا اور وقتِ مقرّرہ پر ہیلن کی شناخت بھی کرائے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"کمال ہے۔" زاہر بڑبڑایا۔ "عجیب آدمی ہیں۔"

"اپنی انھی خصوصیات کے باعث تو وہ اس قدر مُنہ چڑھ گیا ہے کہ جو مُنہ میں آتا ہے بک دیتا ہے۔" مَیں نے کہا۔

"لیکن علی! تم نے ہیلن کے سلسلے میں میرا نام کیوں مسترد کر دیا۔ کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

"نہیں تہذیب! کوئی خاص وجہ تو نہیں ہے، بس مَیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے محسوس کیا کہ یہ معاملہ بہت زیادہ احتیاط کا متقاضی ہے۔ ہیلن وہ واحد ذریعہ ہے جس کے سہارے ہم کچھ کر گزرنے کی اُمید کر سکتے ہیں۔ اسی لیے میں نے اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لینا ہی بہتر تصور کیا۔"

"کیا تمھاری اس بات سے میں یہ نتیجہ اخذ کروں کہ میری صلاحیتوں پر تمھارا اعتماد کم ہو گیا ہے؟"

"یہ نتیجہ اخذ کرنا میرے ساتھ زیادتی ہے، صرف احتیاط کے پیش نظر میں نے ایسا کیا ہے۔ اگر اُسے ذرا سا بھی شبہ ہو گیا کہ کوئی اُس کے قریب آنے کی کوشش کر رہا ہے تو کھیل بگڑ جائے گا۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تم، زاہر یا بڈ یہ کام نہیں کر سکتے، لیکن ہر ایک کا طریقۂ کار مختلف ہوتا ہے اور میں اپنا طریقہ آزمانا چاہتا ہوں۔"

تہذیب نے مزید کوئی اعتراض نہیں کیا اور ہماری نشست برخاست ہو گئی۔ وہ بہت کڑا وقت تھا۔ امریکی حکومت کے کسی افسر تک پہنچ ہمارے لیے ایک مسئلہ بنی ہوئی تھی۔ ویسے تو یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا لیکن اس وقت میں جلد از جلد امریکا سے نکل جانا چاہتا تھا اور مجھے معلوم تھا کہ ذرا سی بھی بے احتیاطی کا نتیجہ ہمارے لیے بے جا مشکلات کی صورت میں نکل سکتا ہے، اسی لیے میں ہر ممکن احتیاط برت رہا تھا۔ فون پر کسی اعلیٰ افسر سے رابطہ کرنے کی کوشش کے نتیجے میں سی آئی اے تک بات پہنچنا یقینی تھا۔ امریکی حکام یہی کرتے ہیں۔ جہاں ذرا بھی کوئی مشکوک بات نظر آئی اور انھوں نے سی آئی اے کو مطلع کیا۔ ہر سال اس ادارے پر خطیر رقم خرچ کرنے کا کوئی فائدہ تو ہونا چاہیے۔ پھر سی آئی اے کی تحقیقاتی رپورٹ آنے تک کوئی ہم سے ملنے کی زحمت نہ کرتا۔ اور یہ بات اظہر من الشمس تھی کہ ہمارے خلاف تحقیقات کا کیا نتیجہ نکلتا۔ ہم میک اپ میں تھے، ہمارے پاس پاسپورٹ ضرور تھے لیکن اُن پر ہمارے نام کچھ اور درج تھے اور ظاہر ہے کہ ہمارے حُلیے تک تصویروں سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ اگر بڈ اتفاقاً ہیلن نامی کسی لڑکی سے نہ ٹکرا گیا ہوتا تو ہمیں اپنے لیے راہِ عمل تلاش کرنے میں معلوم نہیں کتنا وقت اور برباد کرنا پڑتا۔

لیکن ہیلن میئر نامی لڑکی کے بارے میں بھی فی الوقت یقین سے کچھ کہنا ممکن نہیں تھا۔ بڈ نے جو کچھ سُنا تھا اُس کے مطابق تو اُس کا تعلق کسی ایسے ادارے سے تھا جو جوہری ہتھیاروں سے متعلق تھا۔ تاہم اس بات کا حتمی فیصلہ تو ہیلن سے ملاقات کے بعد ہی ہو سکتا تھا۔ ممکن تھا وہ ہمارے لیے بے حد کارآمد ثابت ہوتی اور اس بات کا امکان بھی تھا کہ وہ بالکل ہی بے مصرف ثابت ہوتی۔

میں اپنی سوچوں میں غلطاں و پیچاں تھا کہ تہذیب کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"بہت گہری سوچ میں ہو علی! کیا ہیلن کے خیالوں میں کھوئے ہوئے ہو؟" تہذیب نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"کیا کہا؟" میں نے چونک کر تہذیب کی طرف دیکھا۔ فوراً ہی میری سمجھ میں آ گیا کہ اُس نے کیا کہا ہے۔ "ہاں تہذیب، میں واقعی ہیلن کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔ اگر وہ ہمارے لیے کارآمد ثابت نہ ہو سکی تو۔ ۔ ۔؟"

"تو کوئی اور تدبیر کر لیں گے، آخر دنیا ایک ہیلن پر تو نہیں ختم ہو جاتی۔"

"ہماری دنیا تو ایک تہذیب مالکم ایکس پر ختم ہو جاتی ہے، نہ اس سے آگے کچھ ہے اور نہ پہلے۔"

"تنظیم آزادیِ فلسطین کے متوالوں کو ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔" تہذیب نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔

"تنظیم آزادیِ فلسطین کے متوالے اپنے ہم نواؤں سے بھی زیادہ بڑھ کر کچھ کہہ سکتے ہیں۔" میں نے تُرکی بہ تُرکی جواب دیا۔

تہذیب ہنس پڑی۔ "کاش میں فلسطین کی آزادی کے لیے کوئی بڑا کام کر سکتی علی! بس یہی ایک حسرت ہے۔"

"ایک تنظیم جو علی گروپ کے نام سے بنائی ہے اس پر ۔۔۔ نہیں بھرا تو ایک یار خان گروپ بنا لو۔" میں نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

"مذاق مت کرو علی! میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ بعض اوقات اپنی بے بضاعتی پر دل کڑھنے لگتا ہے۔"

"یہ مذاق نہیں ہے تہذیب! تم نے آزادیِ فلسطین کے لیے بہت قربانیاں دی ہیں اور کچھ نہیں تو اڈیوا کی قید میں تو تم رہیں اور جذبے میرے مہمیز ہوتے رہے۔ اس وقت ہم جس مشن پر ہیں وہ بھی تمھارا ہی رہینِ منت ہے۔"

"معلوم نہیں کیوں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تمھارے ساتھ رہ کر میری صلاحیتیں متاثر ہو جاتی ہیں۔"

"تم بلاوجہ سوچتی رہتی ہو اور زیادہ سوچ بچار کرنے سے ایسے ہی اوٹ پٹانگ خیالات ذہن کو پریشان کرتے ہیں۔" میں نے تہذیب کو تسلی دی اور وہ چُپ ہو گئی۔

اُس رات طے شدہ پروگرام کے مطابق ہم سب ڈائننگ ہال میں موجود تھے۔ ہم سب الگ الگ میزوں پر تھے۔ میں نے جو میز منتخب کی تھی وہ داخلی دروازے کے قریب تھی اور میرا رخ بھی دروازے کی طرف تھا تاکہ ہیلن کو ہال میں داخل ہوتے دیکھ سکوں۔ بڈ مجھ سے ذرا فاصلے پر تھا اور طے یہ ہوا تھا کہ ہیلن کے دروازے میں نمودار ہوتے ہی بڈ انگڑائی لے گا جو اس بات کا اشارہ ہوگا کہ ہال میں آنے والی ہیلن ہے۔

احتیاطاً ہم لوگ ساڑھے سات بجے ہی ڈائننگ ہال میں گئے تھے۔ مجھے یہاں بیٹھے ہوئے آدھا گھنٹا گزر گیا تھا اور اس آدھے گھنٹے کے دوران میری نگاہ درجنوں بار داخلی دروازے اور بڈ کی طرف اُٹھ چکی تھی لیکن ہال میں آنے والی کئی لڑکیوں میں سے کوئی بھی ہیلن نہیں تھی ورنہ بڈ انگڑائی لے کر ضرور اس کی نشاندہی کر دیتا۔

وقت گزرتا رہا اور لوگ ہال میں آتے جاتے رہے۔ ساڑھے آٹھ بجے میں سوچنے لگا کہ کیا ضروری ہے کہ ہیلن آج بھی یہاں آئے ۔۔۔ اُس کے یہاں آنے کے امکانات ضرور تھے لیکن اُس کا یہاں آنا لازمی نہیں تھا۔ گویا ہمیں روزانہ اسی طرح اُس کا انتظار کرنا پڑے گا اور جتنے دن وہ نہیں آتی اتنے دن تک ہمارا وقت برباد ہوتا رہے گا۔

میں اسی بات پر غور کر رہا تھا کہ ہال کے دروازے میں ہلکے آسمانی رنگ کے اسکرٹ میں ملبوس ایک لڑکی نمودار ہوئی۔ میری نگاہ بے اختیار بڈ کی طرف اُٹھی جو انگڑائی لے رہا تھا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ نیلے اسکرٹ والی لڑکی ہیلن ہے۔ وہ اکیلی تھی اور یہ ایک خوش گوار بات تھی۔ اگر اُس کے ساتھ کوئی اور ہوتا تو میرے کام میں دشواریاں بھی پیدا ہو سکتی تھیں۔

ہیلن نے دروازے پر رُک کر ہال کی میزوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور پھر خراماں خراماں چلتی ہوئی میرے برابر والی میز کی طرف آئی جو خالی پڑی تھی۔ میری تمام تر توجہ کا مرکز ہیلن ہی تھی لیکن میں براہِ راست اُس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ ہیلن نے میرے برابر والی میز کی ایک کرسی کھسکائی اور اس پر بیٹھ گئی۔ اپنے ہاتھ میں موجود وینٹی بیگ اُس نے دوسری کرسی پر رکھ دیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد میں نے اُسے بیرے کو آرڈر نوٹ کراتے دیکھا۔

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اُس سے متعارف ہونے کا ایک محفوظ طریقہ ذہن میں آ گیا تھا۔ ایسا محفوظ طریقہ کہ اُسے مجھ پر ذرا بھی شبہ نہ ہو پاتا کہ میں دیدہ و دانستہ اُس کی طرف بڑھا ہوں۔ میں نے اپنے ذہن میں جزئیات طے کیں اور کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ بڈ اور زاہر کو میں نے پہلے ہی غیر محسوس طریقے سے ہال سے باہر چلنے کا اشارہ کر دیا تھا۔

ڈائننگ ہال سے نکل کر میں سیدھا اپنے کمرے کی طرف گیا۔ ذرا ہی دیر بعد بڈ اور زاہر بھی کمرے میں آ گئے۔

"کیا پسند نہیں آئی چیف؟" بڈ نے بے حد خوش ہو کر کہا۔ "شاید اسی لیے تم وہاں سے اُٹھ آئے ہو۔"

"وقت کم ہے، اس لیے جلدی جلدی سُنو اور تیزی سے عمل کرو۔" میں نے کہا۔ "بڈ تم نے دیکھا ہوگا کہ اُس نے اپنا وینٹی بیگ برابر والی کرسی پر رکھا ہے۔ کیا تم اُسے غائب کر سکتے ہو؟"

"کیا کہہ رہے ہو چیف!" بڈ نے حیرت سے مُنہ پھاڑ کر کہا۔ "اس بھرے پُرے ہال سے وینٹی بیگ اُڑا دینا ہنسی کھیل نہیں ہے۔"

"اگر کسی طرح تمام لوگوں کی توجہ کسی ایک جانب مرکوز کرا دی جائے تو کیا یہ کام آسان نہیں ہو جائے گا؟"

"پھر تو بڈ کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں رہے گا۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "لیکن کیا تمھارے ذہن میں کوئی طریقہ ہے؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "ہیلن کا بیگ تمھاری سمت والی کرسی پر رکھا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص مخالف سمت میں ہیلن کی میز کے پاس اچانک گر پڑے تو ہیلن کے علاوہ دیگر لوگ بھی اُس طرف متوجہ ہو جائیں گے اور تم بہ آسانی اپنا کام کر سکو گے۔"

"میں سمجھ گیا چیف۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "گرنے کی ذمے داری زاہر کے سپرد کی جائے گی۔"

"ہاں، لیکن تم پہلے سے اپنی میز پر بیٹھے ہوئے ہو گے۔ اور زاہر بعد میں ہال میں داخل ہوگا۔ خیال رہے کہ یہ کام ہیلن کے بل ادا کرنے سے قبل ہو جانا چاہیے۔ ورنہ میرا مقصد ہی فوت ہو کر رہ جائے گا۔"

"بہت وقت ہے چیف!" بڈ نے اطمینان سے کہا۔ "اُسے کھانا ختم کرنے میں دیر لگے گی اور ہم اپنا کام کر گزریں گے۔"

"اور ہاں، اگر یہ سارے کام ٹھیک ٹھاک طریقے سے ہو جائیں یعنی میں ہیلن سے متعارف ہونے میں کامیاب ہو جاؤں تو تم ایک کام اور بھی کرو گے۔" میں نے بڈ سے کہا۔ "تم نے وہ تفریحی پارک تو دیکھا ہوگا جو یہاں سے مغرب کی جانب ذرا فاصلے پر لبِ سڑک ہی واقع ہے۔ جب میں ہیلن کے ساتھ یہاں سے اُٹھنے لگوں تو تم ہیلن کا وینٹی بیگ لے کر اُس پارک میں چلے جاؤ گے۔ امکان یہ ہے کہ پارک اس وقت سنسان پڑا ہوگا۔ میں تم سے وہاں ہیلن کا وینٹی بیگ برآمد کر لوں گا۔ تم پارک کے مرکزی داخلی دروازے کے قریب ہی ملنا اور نسبتاً کم روشن جگہ منتخب کرنا، سمجھ گئے؟"

"سمجھ گیا چیف!" بڈ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "گے

WWW.PAKSOCIETY.COM

خبر تھی کہ بُڈ پر کبھی ایسا وقت بھی آسکتا ہے کہ اپنی محبوبہ کے لیے کسی اور سے تعاون۔ ۔ ۔"

"تیزی کے ساتھ اپنی میز پر واپس جاؤ۔" مَیں نے کہا۔ "ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔"

"او کے چیف۔" بُڈ نے قدرے خم ہو کر کہا اور پلٹ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

"تم نے سمجھ لیا ہے زاہر کہ تمھیں کیا کرنا ہوگا؟" مَیں نے زاہر سے کہا۔

"جی ہاں، جناب! مَیں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ آپ بے فکر رہیے۔ مَیں اپنا کام بخوبی کر لوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" مَیں نے کہا۔ "مَیں ہال میں واپس جا رہا ہوں۔ تم کم از کم پانچ منٹ کا وقفہ دے کر آؤ گے۔"

مَیں ہال میں واپس پہنچا تو ہیلن کو کھانے میں مشغول پایا۔ بُڈ اپنی میز پر موجود تھا۔ اُس کی اور ہیلن کی میزوں کے درمیان کوئی اور میز حائل نہیں تھی۔ بُڈ بہ آسانی اس کا بیگ اُڑا سکتا تھا۔ صرف زاہر کا انتظار تھا جو ٹھیک پانچ منٹ بعد ہال کے دروازے سے اندر آتا نظر آیا۔

زاہر نے محض ایک لمحہ دروازے پر رُک کر پوزیشن سمجھنے کی کوشش کی اور پھر حالات سازگار دیکھ کر اُس نے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ مَیں بڑی توجہ اور دلچسپی سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ زاہر کی نگاہ ہال کی میزوں پر بھٹک رہی تھی، یوں جیسے وہ بیٹھنے کے لیے کسی مناسب میز کا انتخاب کرنا چاہ رہا ہو لیکن کوئی فیصلہ نہ کر پا رہا ہو۔ اُس کا انداز بڑا فطری تھا۔ اداکاری کا گمان تک نہیں ہو رہا تھا۔ زاہر سب کچھ بڑی بے ساختگی سے کر رہا تھا۔

ہیلن کی میز کے دائیں جانب سے گزرتے وقت زاہر لڑکھڑایا۔ ہیلن کا وینٹی بیگ اس کے بائیں جانب والی کرسی پر رکھا تھا۔ جس طرف بُڈ تھا۔ زاہر کو لڑکھڑاتے دیکھ کر ہیلن کی نظریں زاہر کی طرف اٹھ گئیں اور پھر زاہر منہ کے بل فرش پر گرا۔ فرش پر اگرچہ قالین بچھا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود زاہر کے گرنے سے خاصی آواز پیدا ہوئی تھی۔ ہیلن کے علاوہ نزدیکی میزوں کے کئی اور لوگوں کی توجہ بھی زاہر کی جانب مبذول ہو گئی تھی، جو گرنے کے بعد بڑی تیزی سے اُٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑ رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر شرمندگی اور خجالت کے آثار تھے۔ مَیں حیران رہ گیا۔ اگر اُس نے میری ہدایت پر ایسا نہ کیا ہوتا تو شاید مَیں بھی یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ جان بوجھ کر گرا ہوگا۔

زاہر کے لڑکھڑاتے ہی بُڈ اپنی کرسی سے اُٹھ گیا تھا اور پھر اُس کے گرنے پر وہ ہیلن کی میز پر یوں جھک گیا تھا جیسے گرنے ہوئے زاہر کو دیکھ رہا ہو جب کہ اس دوران وہ ہیلن کا بیگ پار کر چکا تھا۔ ہیلن کی تمام تر توجہ چونکہ زاہر کی طرف تھی لہٰذا پتا ہی نہیں چل سکا کہ اُس کے ساتھ کیا سانحہ گزر چکا ہے۔ زاہر کو اٹھتے دیکھ کر بُڈ اپنی کرسی پر واپس چلا گیا۔

مَیں نے سکون کی سانس لی۔ ایک مشکل کام بڑی آسانی سے ہو گیا تھا اور اب مجھے اپنا رول ادا کرنا تھا جس کے لیے وقت کا انتظار تھا۔ مَیں نے وقت گزاری کے لیے جوس کا ایک گلاس منگوایا اور ہولے ہولے چسکیاں لینے لگا۔ ہیلن کی توجہ اگرچہ کھانے کی طرف تھی لیکن ایک بار اُس کی نظریں مجھ سے بھی ملی تھیں۔ زاہر ایک میز پر بیٹھ گیا تھا۔

کھانا ختم کرنے کے بعد ہیلن نے بل منگوایا اور میں حرکت میں آنے کے لیے پوری طرح تیار ہو گیا۔ بیرا بل لایا اور ہیلن نے بل پر درج رقم دیکھتے ہوئے اُس کرسی کی طرف ہاتھ بڑھایا جہاں اُس نے بیگ رکھا تھا لیکن وہاں بیگ ہوتا تو ملتا۔ ہیلن کی انگلیاں خالی کرسی سے ٹکرائیں تو اُس نے چونک کر کرسی کی طرف دیکھا۔ خالی کرسی اُس کا منہ چڑا رہی تھی۔ ہیلن بوکھلائے ہوئے انداز میں جھک کر میز کے نیچے جھانکنے لگی اور پھر وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ اُس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگی تھیں۔ بیرا مودبانہ انداز میں ایک طرف کھڑا تھا۔ اُس نے یہ پوچھنے کی زحمت نہیں کی تھی کہ ہیلن کیا تلاش کر رہی ہے؟

ہیلن نے بڑی بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن کوئی بھی اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ بُڈ تو پہلے ہی وہاں سے رفو چکر ہو چکا تھا۔ ایک مَیں ہی تھا جو ہیلن کو دیکھ رہا تھا۔ ہیلن نے یہ دیکھ کر کہ میرے علاوہ کوئی بھی اُس کی طرف متوجہ نہیں ہے، دوبارہ میری طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں التجا تھی، فریاد تھی کہ دیکھو مَیں مشکل میں پھنس گئی ہوں، میری مدد کرو۔

وہ چند لمحے متواتر میری طرف دیکھتی رہی تو مَیں اپنی کرسی سے اُٹھا اور اس کی طرف بڑھا۔ اُٹھتے وقت میں جوس کا گلاس اٹھانا نہیں بھولا تھا جس میں سے ابھی مَیں نے آدھا جوس ہی پیا تھا۔

"کیا بات ہے خاتون! آپ کچھ پریشان نظر آرہی ہیں۔" مَیں نے اُس کے نزدیک پہنچ کر بڑی شائستگی سے کہا۔

ہیلن نے پلٹ کر ویٹر کو اشارہ کیا کہ وہ ٹھہر کر آئے اور جب ویٹر مودبانہ انداز میں سر خم کر کے چلا گیا تو اُس نے مجھ سے کہا۔ "مَیں نے اپنا بیگ اس کرسی پر رکھا تھا۔ اب غائب ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں۔"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" مَیں نے میز پر رکھے ہوئے بل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں خاتون! مَیں سمجھتا ہوں کہ آپ جیسی معزز لڑکی کے لیے یہ بہت بڑا حادثہ ہے۔ لیکن فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ مَیں تمھیں کچھ رقم بطور قرض دے سکتا ہوں۔ مَیں اسی ہوٹل میں مقیم ہوں، ایک آدھ روز میں تم یہ رقم مجھے لوٹا دینا۔"

"مسئلہ صرف اتنا سا نہیں ہے۔" اُس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ پھر چونک کر بولی۔ "اوہ آپ کھڑے کیوں ہیں، بیٹھ جایئے نا۔ پھر مَیں آپ کو تفصیل سے بتاتی ہوں۔"

"شکریہ۔" مَیں نے کہا اور اس کے مقابل والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ میرے بیگ میں رقم کے علاوہ کچھ ایسے اہم کاغذات بھی ہیں جن کی گم شدگی میرے لیے بہت سے مسائل کھڑے کر سکتی ہے۔ سب سے زیادہ فکر مجھے اُن کاغذات کی ہے۔"

"یہ تو بڑی تشویشناک بات ہے۔" مَیں نے کہا۔ "لیکن سوال یہ ہے کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"تم ہی کچھ بتاؤ۔ مَیں تو یہاں کسی کو جانتی تک نہیں ہوں۔ تم پہلے آدمی ہو جس سے اتنی گفتگو بھی ہو گئی۔"

"ٹھہرو۔ مجھے سوچنے دو۔" مَیں نے ذہن پر زور دینے کی اداکاری کی پھر چونک کر بولا۔ "ایک بات ذہن میں آئی ہے، شاید اس پر عمل کر کے تمھارا بیگ واپس مل جائے لیکن اس کے لیے ہمیں کچھ دُور چلنا پڑے گا۔"

"کہاں؟" وہ نروس نظر آنے لگی۔

"گھبراؤ مت، میرا خیال ہے یہ حرکت کسی اُٹھائی گیرے کی ہے ورنہ اس ہوٹل میں سنجلے درجے کے لوگوں کا گزر کہاں ہوتا ہے۔ ممکن ہے کوئی اُچکا اِدھر آنکلا ہو۔ تمھیں بھی علم ہوگا کہ ایسے لوگ کوئی واردات کرنے کے بعد کسی سنسان جگہ کا رُخ کرتے ہیں۔ یہاں نزدیک ہی ایک پارک ہے۔ ممکن ہے جس اُچکے نے تمھارا بیگ اُڑایا ہے وہ وہاں کہیں مل جائے۔"

"اتنی دیر ہو گئی۔ اب وہ ہمیں کہاں مل سکے گا۔" ہیلن نے مایوسی سے کہا۔

"ایک موہوم اُمید پر کہہ رہا ہوں ورنہ امکان تو واقعی نہیں ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ اُچکا تمھارے بیگ میں سے رقم نکال کر بیگ وہیں پھینک گیا ہو۔ کاغذات اُس کے کسی کام کے تو ہوں گے نہیں۔"

"اوہ پلیز۔" ہیلن نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "اگر تم پارک تک میرے ساتھ چل سکو تو مَیں تمھاری بڑی مشکور ہوں گی۔"

"مَیں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا۔" مَیں نے بل کی رقم پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "آؤ چلیں۔"

مَیں ہیلن کے ساتھ ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ رات کے سوا نو بجے تھے اور واشنگٹن کی سڑکوں پر رونق تھی۔ ٹریفک کے علاوہ پیدل چلنے والوں کی بھی کمی نہیں تھی۔ موسم قدرے خنک تھا، اس لیے توقع یہی تھی کہ پارک اس وقت سنسان ہی ہوگا۔ ہیلن غیر معمولی تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

ہم جلد ہی پارک تک پہنچ گئے اور ایک ساتھ پارک میں داخل ہو گئے۔ ہیلن نے اِدھر اُدھر دیکھا اور بولی۔ "یہاں تو کوئی بھی نظر نہیں آرہا۔"

"وہ دیکھو اُس طرف۔" مَیں نے ایک نیم تاریک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ "وہاں کوئی ہے، آؤ دیکھتے ہیں۔"

ہیلن میرے ساتھ اُس طرف بڑھی۔ مَیں نے دور سے ہی پہچان لیا تھا۔ وہ بُڈ تھا جو یقیناً ہیلن کے بیگ پر جھکا ہوا تھا۔ ہمیں اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ چونک کر کھڑا ہو گیا اور پھر مخالف سمت میں چل دیا۔

"اے مسٹر!" مَیں نے ہانک لگائی۔ "ذرا بات سنو۔" لیکن بُڈ نے رُکنے کے بجائے اپنی رفتار بڑھا دی۔ مَیں نے بھی اپنی رفتار میں اضافہ کر دیا۔ ہیلن میرا ساتھ دینے کی کوشش

اولیائے کرام جو مینارہ رشد و ہدایت تھے ضیا تسنیم بلگرامی نے انہیں اپنے قلم کا مستقل موضوع بنایا۔

اُن دِنوں جب ہر طرف حرص و طمع عیش کوشی، خود غرضی اور نفسانفسی کا دور دورہ تھا۔ انسان دُنیاداری، جاہ طلبی اور جاہ پرستی میں مبتلا تھا۔ روشنی کے ان مینارں نے انسانیت کو نجات ابدی کی راہ دکھائی، دکھی انسانوں کی رہنمائی کی، ان کے کام آئے۔

اُن کے کارنامے

اور ان کی منور زندگی آج بھی ہماری رہنمائی کر رہی ہے وہ ہم میں موجود نہیں لیکن اپنے کاموں میں موجود..... ہمیں بتاتے ہیں کہ دنیا سائے کی طرح ہے اس کے پیچھے بھاگو گے تو یہ ہمیشہ آگے ہی آگے رہے گی ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی لیکن اگر اس سے بھاگو تو یہ ہمارے پیچھے دوڑے گی۔ ایک ایسی چیز جو سائے کی طرح ہے اس کی حصولیابی سے حاصل؟

• ہر اچھے بک سٹال سے طلب فرمائیں یا ہم سے طلب فرمائیں •

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر رہی تھی مگر وہ پیچھے رہ گئی تھی۔ اسی اثنا میں بڈ نے دوڑنا شروع کر دیا اور میں نے بھی اُس کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ بڈ نے بیگ پھینک دیا اور میں اُس کا مزید پیچھا کرنے کے بجائے رُک کر ہیلن کا بیگ اُٹھانے لگا۔ بیگ اٹھا کر میں واپس پلٹا۔ ہیلن تیزی سے میری طرف آرہی تھی۔

"دیکھو، کیا یہ تمھارا ہی بیگ ہے؟" میں نے بیگ ہیلن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور اُس نے بیگ میرے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

"ہاں یہی ہے۔" اُس نے ہیجانی لہجے میں کہا اور کھُلے ہوئے بیگ میں جھانکنے لگی۔

"آؤ اطمینان سے بیٹھ کر چیک کر لو۔ مجھے یقین ہے، اس میں سے کوئی چیز کم نہیں ہوئی ہو گی۔"

میں ہیلن کو لے کر ایک نزدیکی بنچ کی طرف بڑھ گیا۔ میرے برابر میں بیٹھ کر ہیلن کچھ دیر دیننٹی بیگ ٹٹولتی رہی پھر حیرت انگیز لہجے میں بولی۔ "اس میں سے تو کوئی چیز بھی کم نہیں ہوئی۔"

"تم تو یوں کہہ رہی ہو جیسے اس میں سے کسی چیز کے کم نہ ہونے کا تمھیں بہت ملال ہوا ہو۔" میں نے کہا اور وہ گڑبڑا گئی۔

"مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ اُسے کافی وقت ملا تھا۔ پھر آخر ہر چیز جوں کی توں کیوں موجود ہے؟"

"اُسے ہوٹل سے نکلنے میں کچھ وقت لگا ہو گا۔ ایسے لوگ اندر سے بہت خوف زدہ رہتے ہیں۔ سمجھتے ہیں، ہر شخص اُنھیں شبہے کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ اسی لیے اُسے یہاں تک پہنچنے میں تاخیر ہو گئی ہو گی۔ ابھی شاید اُس نے بیگ کھولا ہی تھا کہ ہم نازل ہو گئے۔ اور اُسے فرار ہونا پڑا۔ تم نے دیکھا نہیں تھا، ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ کیسا بھڑکا تھا۔"

"ہاں میں نے دیکھا تھا۔" ہیلن نے کہا۔ "اور میں تمھاری بہت شکر گزار ہوں مسٹر۔ . . . اوہ معاف کرنا، میں ذہنی طور پر اتنی پریشان تھی کہ اپنے محسن کا نام بھی نہیں پوچھ سکی۔ کیا نام ہے تمھارا؟"

"میرا نام ایلن ہے۔ ایلن گراہم لیکن میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ جو کچھ میں نے کیا، وہ میرا فرض تھا۔"

"میں ہیلن ہوں۔ پورا نام ہیلن میئر ہے۔ تم چاہے کچھ بھی کہو لیکن میں تمھارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

"مت بھولنا لیکن اب یہاں سے اُٹھ چلو۔ خنکی یہاں کچھ زیادہ ہی ہے۔ کہیں برف کی ڈلیوں میں نہ تبدیل ہو جائیں۔"

ہیلن ہنستی ہوئی اُٹھ گئی اور ہم پارک سے نکل آئے۔

"چلو تمھیں تمھارے گھر تک چھوڑ آؤں، کہاں رہتی ہو؟"

"ایک کپ کافی کے بارے میں کیا خیال ہے؟" ہ نے میری بات اڑا کر کہا۔

"ایک نازک اندام دوشیزہ کا مہمان بن کر مجھے بہ خوشی ہو گی۔" میں نے کہا اور وہ کھِل کھِلا کر ہنس پڑی۔

"آؤ۔" اُس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "ریستوران ہی موجود ہے۔"

ہم دونوں ریستوران کی ایک میز پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ ہیلن نے کافی کا آرڈر دے دیا۔

"یہ لو۔" اُس نے کافی آنے سے قبل ہی اپنے بیگ کچھ نوٹ نکال کر میری طرف بڑھائے۔ "یہ وہ رقم ہے نے ادا کی تھی۔"

"رکھ لو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "واپس کر ضروری ہے؟"

"بہت ضروری ہے۔" اُس نے سنجیدگی سے کہا۔ " نے بطور قرض دی تھی۔"

"ٹھیک ہے لیکن کیا ضروری ہے کہ یہ رقم تم فوراً کر دو۔ پھر کبھی دے دینا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" ہیلن نے کہا۔ "رقم ابھی کروں یا بعد میں، رقم تو اتنی ہی ادا کرنا پڑے گی نا۔"

"بہت فرق پڑتا ہے۔ اس بہانے تم سے دوبارہ کا امکان تو رہے گا۔" میں نے کہا۔

"وہ تو ویسے بھی ہوتی رہے گی۔" ہیلن نے مسکرا

"تم اسی ہوٹل میں مقیم ہو نا؟"

"ہاں، کمرا نمبر تین سو بارہ میں۔" میں نے پُراشتیاق میں کہا۔ "تم کب آؤ گی؟"

"کل شام سات بجے آؤں گی۔" ہیلن بولی۔ "کل تمھارے ساتھ ہی ڈنر کروں گی۔"

"ٹھیک ہے میں تمھارا انتظار کروں گا لیکن خیال ر میری مہمان ہو گی۔"

"یہ زیادتی ہو گی۔" اُس نے احتجاجی انداز میں کہا۔ " کا ڈنر میری طرف سے ہو گا۔"

"مجھے دیکھو، تم نے کافی کی دعوت دی جو میں بلا حیل و حجت قبول کر لی۔ کیا تم میری خواہش کا احترام نہیں کر"

"کیا کہہ رہے ہو تم!" ہیلن نے بے بسی سے کہا۔ " جانتے کہ تمھاری وجہ سے میں کتنی بڑی زحمت سے بچ اگر مجھے مہمان بنانا تمھاری خواہش ہے تو میں تمھاری ا کو کبھی رَد نہیں کروں گی۔ ڈنر تو بہت معمولی سی بات مجھ سے کوئی بہت بڑی خواہش کر کے دیکھنا۔ تمھاری خو

ہش پوری کر کے مجھے جتنی خوشی ہو گی، اُس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"شکریہ ہیلن! میرے لیے یہی بہت ہے کہ تم نے میری دعوت قبول کر لی۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"

ہیلن مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی۔ پھر طویل سانس لے کر بولی۔ "تم بہت اچھے آدمی ہو ایلن! اتنے اچھے کہ جتنے اچھے آدمی کا میں نے صرف تصور ہی کیا تھا اور آج سے پہلے مجھے یقین تھا کہ وہ صرف تصور ہی ہے۔"

"میری ایک نصیحت یاد رکھنا ہیلن! آئندہ کسی کے بارے میں اتنی جلدی کوئی رائے مت قائم کرنا۔ آؤ اب چلیں۔"

ریستوران سے باہر نکلنے کے بعد ایک مرتبہ پھر میں نے اُسے اُس کے گھر تک چھوڑنے کی آفر کی لیکن اُس نے کہا کہ وہ خود ہی چلی جائے گی اور میں اُس سے رخصت ہو کر ہوٹل واپس آگیا۔ جہاں میرے کمرے میں تہذیب کے ساتھ بڈ اور زاہر بھی موجود تھے اور میرے ہی منتظر تھے۔

"ہا،" بڈ نے مجھے دیکھتے ہی ایک طویل سانس لی۔ "کل تک ہم پر آنکھیں نکالی جاتی تھیں اور آج یہ عالم ہے کہ سنسان پارک میں خود گل چھرے اُڑائے جا رہے ہیں، کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایک بڈ ہی تو لاوارث ہے جس پر سب غراتے ہیں۔"

"اس کی بات کا تو جواب دینا ہی حماقت ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "تم بتاؤ کیا رہا؟"

"اُس سے متعارف ہونے کی جو ترکیب اچانک ذہن میں آئی وہ بڑی کارگر ثابت ہوئی۔" میں نے کہا۔

"اس کے لیے بھی تم بڈ کے محتاج تھے۔" بڈ نے کہا۔ "اگر بڈ نہ ہوتا تو تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔"

"اور اگر زاہر نہ ہوتا تو آپ کبھی اُس کا بیگ نہیں اُڑا سکتے تھے۔" زاہر نے بڈ کی نقل اُتاری۔

"اُس سے متعارف ہونے کا یہ کوئی پہلا اور آخری طریقہ تو نہیں تھا۔ اور بھی بہت سے طریقے تھے۔ بس یہ ہے کہ اس طرح کام ذرا جلدی اور بہتر ہو گیا۔ کسی دوسرے طریقے میں ذرا دیر لگ جاتی۔"

"اُس سے کیا معلوم ہوا چیف؟"

"ابھی میں نے اُس سے کوئی سوال نہیں کیا اور نہ ہی اُس نے خود اپنے بارے میں کچھ بتایا۔ بس وہ اپنے بیگ کی گمشدگی پر بہت پریشان تھی اور اس کے بازیاب کرانے پر بار بار میرا شکریہ ادا کر رہی تھی۔"

"جانتے ہو چیف اُس کے بیگ میں کیا چیز تھی جس کے لیے وہ اس قدر پریشان ہو رہی تھی؟" بڈ نے کہا۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "نہ میں نے پوچھا اور نہ اُس نے بتایا۔ لیکن تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے بڈ کو گھورا۔

"بڈ بہت بے وقوف آدمی ہے چیف! اُس کا بیگ اُڑا کر پہلے میں اپنے کمرے میں لے گیا جہاں میں نے اچھی طرح اُس کے بیگ کی تلاشی لی۔ اُس کے بعد میں نے پارک کا رُخ کیا تھا۔"

"اب تو بتا تا کیوں نہیں، اُس بیگ میں کیا چیز تھی؟" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"اُس ادارے کا شناختی کارڈ تھا چیف جہاں وہ کام کرتی ہے۔ اُسے سب سے زیادہ فکر اُس کارڈ کی رہی ہو گی۔"

"اوہ!" میں نے بڈ کو بغور دیکھا۔ "مگر ایک شناختی کارڈ کے لیے اتنا زیادہ پریشان ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"وہ خاص قسم کا شناختی کارڈ تھا چیف!" بڈ نے کہا۔ "اُس پر درج شدہ ہدایات کے تحت کارڈ گم کرنے پر سخت سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ ہیلن کی ملازمت زیادہ پرانی نہیں ہے اس لیے اُس نے کارڈ بیگ میں رکھنے کی حماقت کی ہو گی۔"

"تم اس کا کارڈ دیکھ چکے ہو بڈ! کیا ہیلن ہمارے لیے کارآمد ثابت ہو سکتی ہے؟"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم چیف! لیکن جس ادارے میں وہ کام کرتی ہے وہ جوہری ہتھیاروں سے ہی متعلق ہے۔"

"تب تو کام بن گیا بڈ! ہیلن میری بہت زیادہ ممنونِ احسان ہو گئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اُس کے ذریعے ہمارا کام ہو جائے گا۔"

اس کے بعد ہم نے اپنی آئندہ کی حکمتِ عملی کے بارے میں کچھ باتیں طے کیں اور پھر میٹنگ برخاست ہو گئی۔

"کیا تم کام کی رفتار سے مطمئن ہو تہذیب؟" بڈ اور زاہر کے جانے کے بعد میں نے تہذیب سے کہا۔

"سچ پوچھو تو مجھے اس معاملے میں کچھ گڑبڑ معلوم ہو رہی ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"کیا کہہ رہی ہو تہذیب!" میں نے حیرت سے کہا۔ "سب کچھ تو ٹھیک ٹھاک ہوا ہے، گڑبڑ کیسی؟"

"ہیلن کوئی بچی نہیں ہے علی! اُس کا اتنی آسانی سے مطمئن ہو جانا سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ تہذیب کی بات کسی حد تک درست تھی۔ ہیلن کا یوں مطمئن ہو جانا مجھے بھی کھٹکا تھا لیکن میں اب بھی کسی حتمی نتیجے پر نہیں پہنچ پا رہا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ہیلن کو مجھ پر کسی قسم کا شبہ نہ ہوا ہو اور اس بات کا بھی امکان تھا کہ وہ میری طرف سے کھٹک گئی ہو اور مصلحتاً اُس نے مجھ پر کچھ بھی ظاہر نہ ہونے دیا ہو۔

"کیا سوچنے لگے علی؟" تہذیب نے مجھے خیالات میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کھویا ہوا دیکھ کر ٹوکا۔

"تم نے تو مجھے اُلجھن میں مُبتلا کر دیا ہے تہذیب۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "ہیلن کا رویّہ تو میرے ساتھ ایسا نہیں تھا کہ اُس کی بنا پر ہم خود کو کسی خطرے میں محسوس کریں تاہم اِس امکان کو بھی مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ میری طرف سے مشکوک ہو گئی ہو۔"

"پھر؟" تہذیب میری آنکھوں میں دیکھ کر مُسکرائی۔ "اب تم نے کیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"ہمیں تو جو کچھ کرنا تھا کر ہی گزرے۔ اب خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑنے کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" تہذیب نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ "ہمیں خاموش رہ کر انتظار کرنا ہو گا۔"

ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کوئی آدھے گھنٹے بعد ہمارے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ دروازے پر موجود شخصیت میرے لیے اجنبی تھی۔

"ہیلو۔" دروازے پر موجود طویل القامت خاتون نے مسکرائے بغیر کہا۔ اُس کے ہونٹ پتلے تھے، اتنے پتلے کہ انھیں دیکھ کر یہ گمان گزرتا تھا کہ اُس نے ہونٹ بھینچ رکھے ہیں۔ اُس کی گہری نیلی آنکھوں میں عجیب قسم کی سرد مہری تھی۔

"ہیلو۔" میں نے جواباً اُسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں آپ کو پہچانا نہیں۔"

اُس نے ایک کارڈ نکال کر میری طرف بڑھایا۔ "غالباً اس کے بعد کسی تعارف کی ضرورت نہیں رہ جائے گی۔" اُس نے کہا۔

کارڈ دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہو گئیں۔ اُس کا تعلق سرکاری سُراغ رساں ادارے سے تھا۔ گویا تہذیب کے خدشات عملاً سامنے آ گئے تھے۔ وہ یقیناً ہیلن والے معاملے ہی میں آئی تھی۔ اس کے علاوہ اُس کی آمد کی کوئی اور وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

"فرمایئے مس جیکولین۔" میں نے سراپا اخلاق بنتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے کس کام آ سکتا ہوں؟"

"میرے خیال میں گفتگو کرنے کے لیے یہ جگہ قطعی نامناسب ہے۔" جیکولین نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ!" میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ "مجھے خیال نہیں رہا تھا، اندر تشریف لے آیئے۔"

اُس نے کمرے میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے قبل کمرے پر ایک ناقدانہ نگاہ ڈالی پھر صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "یہ آپ کی مسز ہیں مسٹر ایلن گراہم؟" اُس کا اشارہ تہذیب کی طرف تھا۔

"جی نہیں! ہم صرف دوست ہیں۔" میں نے کہا اور

کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ وہ اس بات سے اچھی طرح واقف تھی

میں نوجوان جوڑے شادی کیے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ

ہیں۔ برسوں اکٹھے رہنے کے باوجود آپس میں شادی نہیں کر

لُطف کی بات یہ ہے کہ اس طرح بغیر شادی کے ساتھ رہنے

وہاں نہ تو اخلاقی طور پر بُرا سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی یہ قانوناً جرم

یہی وجہ تھی کہ جیکولین نے میری بات سُن کر کسی خاص ردّعمل کا

نہیں کیا تھا۔

"میں منتظر ہوں مادام۔" میں نے کہا۔ "آپ کی یہاں

بلاوجہ تو نہیں ہو سکتی؟"

"مسٹر ایلن گراہم۔" جیکولین نے چبا چبا کر کہا۔ "یہ

ہے۔ آج کے دور میں ایٹمی ہتھیار ہر ملک کی ضرورت ہیں

فخر ہے کہ ہمارا ملک اس وقت دنیا کی سب سے بڑی

قوت ہے۔"

میرے جسم میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ اصل بات بتانے سے

قبل جیکولین تمہید باندھ رہی تھی۔ ایٹمی ہتھیاروں کے حوالے

گفتگو کے آغاز کا مطلب یہی تھا کہ وہ ہمارے اعصاب

کر دینا چاہتی تھی۔

"یہ بات میرے لیے بھی قابلِ فخر ہے میڈم۔" میں

حتی الامکان پُرسکون لہجے میں کہا۔ "ہر امریکی کے لیے قابلِ فخر

"اس افتخار کو برقرار رکھنے کے لیے بڑی بڑی قربانیاں

پڑتی ہیں مسٹر ایلن گراہم! اربوں ڈالر سالانہ خرچ ہوتے ہیں

"یہ پہلا موقع ہے میڈم جیکولین۔" میں نے اُلجھے ہو

انداز میں کہا۔ "اس سے قبل تو میں نے کبھی نہیں سُنا کہ حکو

اس ضمن میں اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے چندہ بھی

ہے یا پھر یہ کوئی نئی پالیسی ہے؟"

جیکولین نے سرد نگاہوں سے مجھے گھورا لیکن میرے

پر معصومیت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ "میں یہاں چندہ لینے

آئی ہوں مسٹر ایلن گراہم۔" اُس نے چُبھتے ہوئے لہجے میں

تمھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمارا محکمہ ان کاموں کے لیے نہیں

"اوہ، میں معافی چاہتا ہوں۔" میں نے خجل ہونے کی

اداکاری کی۔ "دراصل تیزی سے نتائج پر چھلانگ لگانے

ہوتی ہی بُری ہے۔"

"تم ہمیشہ اسی طرح شرمندہ کراتے ہو ایلن۔" تہذیب

سرزنش کرنے والے انداز میں کہا۔ "لیکن میں یہ سمجھتی

ہوں کہ میڈم جیکولین کون ہیں جب تم نے ان کا تعارف تک

کی زحمت نہیں کی۔"

میرے بولنے سے قبل ہی جیکولین نے تہذیب

کا تعارف کرادیا۔ اور تہذیب نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں،

پھر مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "تمھارے اخلاق کو کیا ہو گیا ہے

ہیلن! تم نے میڈم سے کچھ پینے کو بھی نہیں پوچھا۔"

"نہیں شکریہ۔" جیکولین نے بدستور سرد مہری سے کہا۔ "میں

ایک اہم کام کے سلسلے میں آئی ہوں۔"

"فرمایئے۔" تہذیب نے بڑی خندہ پیشانی سے کہا۔ "آپ

کے کسی کام آ کر ہمیں بہت خوشی ہو گی۔"

"آج تم کسی ہیلن نامی لڑکی سے ملے تھے؟" جیکولین

مجھ سے مخاطب ہوئی اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"جی ہاں۔" میں نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ

بات آپ کو کیسے معلوم ہوئی؟"

"اُس کا تعلق ایک ایسے محکمے سے ہے جو جوہری ہتھیاروں

سے متعلق ہے۔" جیکولین نے کہا۔

"اوہ! مگر اُس نے تو مجھ سے ایسی کوئی بات نہیں کی جس

سے یہ ظاہر ہوتا کہ اُس کا تعلق جوہری . . ."

"میں اپنے محکمے کے اُس شعبے سے تعلق رکھتی ہوں جس کا کام

امریکہ کے جوہری ہتھیاروں اور اُس سے متعلق اداروں کے ارکان

کی حفاظت کرنا ہے۔ ایسے تمام لوگوں کی حفاظت اور نگرانی کی

جاتی ہے اور جو شخص بھی ان محکموں کے کسی ملازم سے قریب ہونے

کی کوشش کرتا ہے، ہم اُس کے خلاف تحقیقات کرتے ہیں۔"

"آپ کی کہی ہوئی ہر بات میرے لیے انکشاف ہے۔"

میں نے کہا۔ "لیکن کیا یہ ذاتیات میں مداخلت کے مترادف

نہیں ہے؟"

"ان اداروں کے ملازمین کو پہلے ہی آگاہ کر دیا جاتا ہے کہ

اُنھیں کن شرائط کے تحت ملازمت کرنی ہو گی۔" جیکولین نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اس بات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے

لیکن اب ہمارے خلاف تحقیقات کی جائے گی۔"

"ظاہر ہے۔" جیکولین بولی۔

"لیکن مجھے بالکل علم نہیں تھا کہ اُس کا تعلق کس محکمے سے ہے۔" میں

نے احتجاجی انداز میں کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" جیکولین نے بے تاثر

لہجے میں کہا۔

"لیکن میں نے دانستہ اُس کے قریب ہونے کی کوشش

بھی نہیں کی تھی۔"

"اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔" جیکولین نے پہلے کے

سے انداز میں کہا۔

"پھر کس چیز سے فرق پڑتا ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تم نے اُس سے قریب ہونے کے لیے جو کوشش کی تھی

وہ انتہائی بچگانہ تھی۔ ہیلن جیسی ناتجربہ کار لڑکی تمھارے جھانسے میں آ سکتی ہے، میں نہیں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں میڈم جیکولین!" میں نے حیرت سے مُنہ پھاڑ کر کہا۔ "مس ہیلن کا پرس گُم ہو گیا تھا، میں نے تو اُن کی مدد کرنے کی کوشش کی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ اس کے خمیازے کے طور پر مجھے یہ الزام . . ."

"اُس کا پرس تمھارے ساتھی نے غائب کیا تھا۔" جیکولین نے کہا۔ "اُس ساتھی نے جو برابر والے کمرے میں ٹھہرا ہے اور جس کا قد چھوٹا ہے۔"

میرا دل بہت تیزی سے دھڑکنے لگا۔ آخر اُسے یہ ساری باتیں کیسے معلوم ہو گئیں مگر میں نے اپنے چہرے سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ "یہ قطعی بے بنیاد الزام ہے۔ میں احتجاج کرتا ہوں۔"

"تم ایک طے شدہ منصوبے کے تحت ہیلن کو قریبی پارک میں لے گئے جہاں تمھارا ساتھی پہلے سے موجود تھا۔ تم نے ہیلن کا پرس اُس کے پاس سے برآمد کرا دیا تاکہ اُس کی ہمدردیاں حاصل کر سکو۔"

"نہ مجھے معلوم تھا، نہ میں نے اُس سے پوچھا کہ وہ کہاں کام کرتی ہے اور یہ تو مجھے اب بھی نہیں معلوم کہ جہاں وہ کام کرتی ہے، وہاں اُس کی حیثیت کیا ہے۔ اس کے باوجود مجھے اس قسم کے الزامات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔"

"جوہری توانائی کے کسی ادارے میں کام کرنے والا چپراسی بھی بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے مسٹر ایلن گراہم! ہیلن تو پھر محکمے کے ڈائریکٹر کی پرسنل سیکرٹری ہے۔"

"اوہ۔" میرے ہونٹ سیٹی بجانے کے سے انداز میں سُکڑ گئے۔ "مگر آپ نے یہ بات مجھے کیوں بتائی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دنیا جانتی ہے کہ مسٹر گرے ہولڈنگ اس محکمے کے ڈائریکٹر ہیں اور ہیلن اُن کی پرسنل سیکرٹری ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور ہیلن کی تقرری حال ہی میں ہوئی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لوگ جانتے ہوں گے مگر مجھے معلوم نہیں تھا۔ اب آپ نے بتا دیا تو معلوم ہو گیا۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"تم کسی بڑے چکر میں معلوم ہوتے ہو ورنہ ہیلن سے تعارف حاصل کرنے کے لیے اتنے پاپڑ نہ بیلتے۔"

"آپ کافی دیر سے مجھ پر الزامات عائد کیے جا رہی ہیں۔ اور میں برداشت کیے جا رہا ہوں۔ کیا آپ اپنے لگائے ہوئے کسی الزام کا ثبوت بھی پیش کر سکیں گی؟"

"تمھارا ساتھی، ہیلن کے برابر والی میز پر تھا۔ جو شخص لڑکھڑا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گر گرا تھا وہ بھی تمھارا ساتھی تھا۔ کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو؟"

"یہ ایک حقیقت ہے جس سے ہوٹل کا اسٹاف بہت اچھی طرح واقف ہے مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں حقائق کی تردید کروں۔"

"تم نے یہ سارا چکر اسی لیے چلایا تھا کہ لوگوں کی توجہ ایک جانب مبذول ہو جائے اور تمھارے دوسرے ساتھی کو پرس اڑانے کا موقع مل جائے۔"

"اس جگہ سے الزام تراشی کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ کیا کسی شخص نے اُسے یہ حرکت کرتے دیکھا تھا؟"

"نہیں"، جیکولین نے نفی میں سر ہلایا "اُس وقت ہمارے آدمیوں تک کی نگاہیں چُوک گئیں ورنہ اُسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا جاتا۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ وہ لوگ بڑے مستعد معلوم ہوتے تھے۔ اگر مجھے ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ جوہری توانائی کے ملازمین کی اتنی کڑی نگرانی کی جاتی ہو گی تو میں ہرگز ہیلن سے متعارف ہونے کے لیے اتنا مخدوش طریقہ نہ استعمال کرتا لیکن قسمت یاوری کر رہی تھی کہ ہم بچ گئے ورنہ کم از کم پُڈ تو ضرور پکڑا جاتا۔

"تب تو یہ الزام تراشی ہی ہوئی۔" میں نے کہا "جب تک کوئی چشم دید گواہ نہ ہو یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہی جا سکتی ہے؟"

"اس کے بعد تم ہیلن کو پارک لے گئے۔ وہاں تمھارا یہ پستہ قامت ساتھی پہلے سے موجود تھا تمھیں دیکھتے ہی وہ پرس پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا۔"

"میڈم جیکولین!" میں نے سنجیدگی سے کہا "تم نے ہیلن کی زبانی واقعات سُنے، یہاں آ کر ہوٹل سے معلومات حاصل کیں اور جب تمھیں معلوم ہوا کہ میرا ایک ساتھی پستہ قامت بھی ہے تو تم نے محض اندازے سے ایک کہانی ترتیب دے ڈالی۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ جوہری توانائی کے محکمے کے ملازمین کی نگرانی کی جاتی ہے۔ جو کچھ میں نے کہا ہے، وہ میرے آدمیوں کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق ہے۔"

"تب بھی یہ بات قطعی احمقانہ معلوم ہوتی ہے کہ تم ہمارے پاس آ کر ہمیں ساری معلومات فراہم کر رہی ہو۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہمارے بارے میں پوری طرح سے تفتیش کی جاتی۔ اس کے بعد۔ ۔ ۔"

"ہم تم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ ہمیں کب کیا کرنا چاہیے۔" جیکولین نے خشک لہجے میں کہا۔

"الزام تراشیاں بہرحال برداشت نہیں کی جا سکتیں۔" میں نے بھی اُسی کے سے انداز میں جواب دیا۔ "اگر پارک [...] تمھارے آدمی موجود تھے تو انھیں چاہیے تھا کہ اُس [...] پکڑ لیتے۔"

"پارک تاریک تھا اور اسی تاریکی سے فائدہ [...] فرار ہونے میں کامیاب بھی ہو گیا ورنہ ہم تمھیں دیکھتے۔"

"اگر تمھیں شُبہ تھا کہ وہ میرا ساتھی ہے تو تمھارے [...] کو چاہیے تھا کہ واپس ہوٹل پہنچ جاتے اور اُسے ہوٹل میں [...] ہوتے وقت پکڑ لیتے۔"

"اُس وقت اُنھیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ تمھارا [...] بھی ہو سکتا ہے ورنہ یہی کیا جاتا۔"

"گویا تمھیں یقین ہے کہ ہم جوہری ہتھیاروں کے [...] سے کسی قسم کی تخریبی سرگرمی میں ملوث ہیں؟"

"ہاں"، جیکولین نے بڑی صاف گوئی سے کہا "یا [...] کسی چکر میں ہو یا پھر کسی کے ایجنٹ ہو۔"

"تب تو ہم نہایت احمق ہیں۔ اس طرح کھلے بندوں [...] نمائش کرتے پھر رہے ہیں۔ کیا تمام ایجنٹ ایسے ہی ہوتے [...] میڈم جیکولین؟"

"ایجنٹ ہر طرح کے ہو سکتے ہیں لیکن یہی ایک بار [...] تمھارے حق میں جاتی ہے۔ کوئی بھی ایجنٹ ہو اپنے ہاتھ [...] کر کام کرتا ہے۔"

"چلو اتنا تو ہوا کہ ہم غداری جیسے سنگین الزام سے [...] بچ گئے۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"نہ تم اس الزام میں ملوث ہوئے تھے اور نہ ہی بری [...] دیے گئے ہو۔ تم پہلے بھی مشکوک تھے، اب بھی مشکوک ہو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے!" میں [...] پیشانی مسلتے ہوئے کہا "آپ کی آمد کا مقصد تک سمجھ [...] نہیں آیا۔"

"میں اپنے شعبے کی انچارج ہوں۔" جیکولین نے کہا [...] نہیں چاہتی کہ میرے شعبے کی کارکردگی پر کوئی حرف آئے۔"

"اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں نکلتا کہ آپ باعزت [...] پر الزام تراشی کرتی پھریں۔ اس طرح تو آپ کے شعبے کی کار[...] پر حرف ضرور آئے گا۔"

"میرے کام کرنے کا انداز ذرا مختلف ہے۔ میں بار[...] سر کے اونچا ہونے کا انتظار نہیں کرتی۔ ہر فتنے کا سر ابتدا ہی [...] کچل دینے کی قائل ہوں۔"

"آج کا واقعہ میرے لیے بہت تلخ ثابت ہوا [...] میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ آئندہ اگر کوئی مر بھی رہا ہو گا تب [...] دخل اندازی نہیں کروں گا۔"

جیکولین بڑے غور سے مجھے دیکھنے لگی۔ "مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ آئندہ تم کیا کرو گے لیکن اس معاملے میں ہر چیز تمھارے خلاف ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تم نے خود ہی کوئی سازش کی ہو۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تم نادانستگی میں کسی کے آلۂ کار بن گئے ہو۔ تمھیں اصل حالات سے بے خبر رکھا گیا ہو۔"

"میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں میڈم جیکولین۔" میں نے بے بسی سے کہا "میں کسی بات سے واقف نہیں ہوں۔"

"جب تمھارا ساتھی گرا تھا تو تمھارا فطری ردِعمل یہ ہونا چاہیے تھا کہ آگے بڑھ کر اُسے سنبھالتے لیکن اس کے برعکس تم ہال میں ایک دوسرے سے اجنبی بنے رہے۔"

"آپ کس قسم کے تجزیے کر رہی ہیں۔ وہ فوراً ہی اُٹھ گیا تھا۔ ضرورت پڑتی تو میں یقیناً اس کی مدد کے لیے آگے بڑھتا لیکن اُسے ضرورت تھی ہی نہیں۔"

"اس واقعے سے قبل تم تینوں ہال میں موجود تھے پھر اجنبیوں کی طرح اُٹھ کر باہر چلے گئے اور اس کے تھوڑی دیر بعد تم لوگ پھر باری باری ہال میں داخل ہوئے۔ کیا اس سے بھی تمھیں انکار ہے؟"

"میں اس بات سے لاعلم ہوں۔ میں ضرور ہال سے باہر گیا تھا لیکن اپنے ساتھیوں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

جیکولین صوفے سے اُٹھ کر کھڑکی کی طرف گئی اور پردہ کھسکا کر باہر جھانکنے لگی۔ چند لمحے بعد پلٹ کر بولی۔ "تم شاید ابھی تک اسی اُدھیڑبن میں ہو کہ میں یہاں کیوں آئی تھی؟"

میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا اور تہذیب تو اُس کی موجودگی کے دوران خاموش تماشائی بنی ہی رہی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میں فتنے کو ابتدا ہی میں کچل دینے کی قائل ہوں۔ تمھیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہم لوگ کتنے مستعد ہیں۔ اگر تم کسی چکر میں ہو تو کامیاب نہیں ہو سکو گے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ وہ لوگ واقعی بے حد مستعد تھے گو کہ مجھے اس بات کا اندازہ ذرا دیر سے ہوا لیکن ہو گیا تھا۔

"تم ہمارے خلاف تفتیش کیوں نہیں کرتیں۔ ہوٹل کے رجسٹر سے تمھیں ہمارے بارے میں تمام ضروری معلومات حاصل ہو جائیں گی۔"

"وہ ساری معلومات پہلے ہی حاصل کر لی گئی ہیں لیکن ان کے بارے میں تفتیش کرنے سے کیا حاصل ہو گا کسی کی نیت کے بارے میں تو پتا نہیں چلایا جا سکتا۔"

"کیا اس کا مطلب میں یہ لوں کہ تم مجھے ہیلن سے دور رہنے کے لیے کہہ رہی ہو۔" میں نے کہا۔

"تم میں ذرا سی بھی عقل ہو گی تو خود ہی سب کچھ سمجھ گئے۔ اس لیے میں نے ہر بات تمھارے گوش گزار کر دی ہے۔ حالات اور واقعات کی روشنی میں تمھاری پوزیشن بہت خراب ہے۔"

"مجھے اندازہ ہو گیا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن کل شام ہیلن یہاں آئے گی اور ڈنر میرے ساتھ ہی کھائے گی۔ میں اُسے کیسے روک سکتا ہوں، اُس سے وعدہ جو کر چکا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" جیکولین نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "میں نے تمھیں تنبیہ کر دی ہے۔ اب تم جو بھی کرو گے اپنی ذمے داری پر کرو گے۔"

"آپ کو ہماری طرف سے خطرہ نہیں ہونا چاہیے میڈم! زیادہ سے زیادہ دو تین روز میں ہم واشنگٹن سے چلے جائیں گے۔"

"خطرہ!" وہ دروازے کا ہینڈل گھماتے ہوئے یکلخت رُک کر مُڑی۔ اُس کے پتلے ہونٹوں پر بڑی سفاک مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ "خطرے میں تو تم خود ہو، اپنی فکر کرو۔" اُس نے کہا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

"بڑا بے ہودہ طرزِ کار ہے اس عورت کا۔" تہذیب نے اُس کے باہر نکلتے ہی کہا۔ لیکن اُس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میں جھپٹ کر دروازے کی . . . طرف بڑھا اور دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ جیکولین لفٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ راہداری کے دونوں سروں پر دو افراد نظر آئے جو بڑے غیر متعلق انداز میں کھڑے تھے لیکن میں نے ایک ہی نظر میں اندازہ کر لیا کہ وہ ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔ جیکولین لفٹ میں سوار ہو گئی اور میں کمرے میں واپس آ گیا۔

"وہ تنہا نہیں آئی تھی۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "اُس کے دو ہرکارے اب بھی راہداری میں موجود ہیں۔"

"اور بھی ہوں گے۔ وہ تو صرف راہداری میں نظر آئے ہیں اس وقت تو پورا ہوٹل ان کے گھیرے میں ہو گا۔"

"ان لوگوں کے کام کرنے کا انداز تو یہی ہے۔ خطرہ خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، احتیاطی تدابیر کے طور پر گھیراؤ ضرور کر لیتے ہیں۔"

"اس عورت جیکولین کا طریقۂ تفتیش احمقانہ نہیں ہے علی! ہم سے معلومات حاصل کرنے کے بجائے ہمیں معلومات فراہم کر کے چلی گئی۔"

"اس کا اپنا انداز ہے، ہم بھلا اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں لیکن یک بیک ہمارے لیے بے حد دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں، نہ چاہتے ہوئے بھی ہم اُن کی نظروں میں آ گئے۔"

"میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ اگر ان لوگوں کی مستعدی کا یہی عالم ہے تو پھر ہاروت راہیل نے فارمولے کیسے چوری کروائے ہوں گے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اسی ایک بات سے اندازہ کر لو کہ وہ کس پائے کا آدمی ہے. بہرحال ہم اُس سے اپنا موازنہ نہیں کر سکتے، اس لیے کہ جو مراعات اُسے یہاں حاصل ہیں، ہم اُن کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"بڈ اور زاہر کو ہوشیار کرنا ضروری ہے علی! کہیں بے خبری میں وہ کوئی نقصان نہ اُٹھا جائیں۔"

"تم کیا سمجھ رہی ہو کہ اُن لوگوں نے اُنھیں چھوڑ دیا ہوگا؟ جس طرح ہم سے پوچھ گچھ کی گئی ہے اسی طرح اُن سے بھی حقیقت اُگلوانے کی کوشش ضرور کی گئی ہوگی۔" مَیں نے کہا۔ اُسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی اور پھر بڈ اندر داخل ہوا۔ اُس کے ساتھ زاہر بھی تھا اور اُن دونوں کے چہروں پر سراسیمگی کے آثار تھے۔ اُن کی یہ حالت دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔ "کیا ہوا؟ تم دونوں حواس باختہ کیوں ہو؟"

"خطرہ چیف!" بڈ بولا۔ "ہم سی آئی اے کی نظروں میں آگئے ہیں۔"

"وہ تو آنا ہی تھا۔" مَیں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "کب تک اُن کی نظروں سے بچ سکتے تھے۔"

"تمھیں اندازہ نہیں ہے چیف! کہ ہم کس قسم کے خطرے سے دوچار ہیں۔ ہمارے پاس دو آدمی آئے تھے اور ہم سے طرح طرح کے سوالات کرتے رہے۔"

"جی ہاں، جناب۔" زاہر نے کہا۔ "اُن کا انداز ایسا تھا جیسے انھیں یقین ہو کہ ہیلن کے سلسلے میں ہم نے سوچی سمجھی اسکیم پر عمل کیا تھا۔"

"اگر ہمیں پہلے سے معلوم ہوتا کہ ہیلن کی نگرانی ہو رہی ہے تو ہم محتاط رہتے۔" مَیں نے کہا۔ "بے خبری کے سبب ہم سب ہی اُن کی نظروں میں آگئے ہیں۔"

"اور اُن کی ذہانت کی داد بھی دینی پڑتی ہے۔" تہذیب بولی۔ "انھوں نے بالکل صحیح نتائج اخذ کیے ہیں۔"

"تم لوگ تو اس طرح باتیں کر رہے ہو جیسے تمھیں اُن کے بارے میں علم ہے۔" بڈ نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، تمھارا کیا خیال ہے۔ اگر اُن لوگوں نے تم دونوں سے پوچھ گچھ کی ہے تو کیا ہمیں بخش دیا ہوگا۔"

"مجھے حیرت ہے چیف! اگر انھیں ہم پر کسی قسم کا شبہ تھا تو وہ ہمیں اس طرح کیوں چھوڑ گئے، گرفتار کیوں نہیں کر لیا؟"

"اُن کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہمارے عزائم تخریبی ہیں تو ہم اُن سے باز آجائیں۔ اس کے علاوہ یہ کہ اُن کے پاس ہمارے خلاف کوئی ثبوت بھی نہیں ہے ورنہ اس وقت ہم سلاخوں کے پیچھے نظر آتے۔"

"پھر اب ہم کیا کریں جناب؟" زاہر نے کہا۔ "کیا ہمیں ... ادھورا ہی چھوڑنا ہوگا؟"

"نہیں زاہر! یہ بڑا ضرور ہوا ہے کہ ہم سب اُن کی نظروں میں آگئے ہیں لیکن مشن اتنی آسانی سے ادھورا نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

"ٹھیک ہے چیف! مشن تو واقعی ادھورا نہیں چھوڑا جا سکتا تاہم اب طریقۂ کار میں تبدیلی تو لازماً کرنا پڑے گی۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اُن کے پاس چونکہ کوئی ثبوت نہیں ہے اس لیے میں ہیلن کے سہارے ہی آگے بڑھنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا کہہ رہے ہو چیف! اگر اُن کے پاس کوئی ثبوت نہیں تو اس طرح تو ہم انھیں ثبوت فراہم کر دیں گے۔"

"اوّل تو میری اور ہیلن کی ملاقات سے وہ کوئی ثبوت حاصل کر سکیں گے تاہم اگر تمھاری بات مان بھی لی جائے تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ دوسرا کون سا طریقہ اختیار کیا جائے؟"

"وہی جواب تنگ کرتے آئے ہیں۔" بڈ مسکرا کر بولا۔ "میک اپ تبدیل کر کے یہاں سے بھاگ نکلتے ہیں، کسی اور ہوٹل میں ٹھہریں گے۔"

"یہ تو احمقانہ تجویز ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "اگر ہم اُن لوگوں کو جُل دے کر نکل بھی گئے تو اس سے دو خرابیاں ہوں گی۔ ہم پر اُن کا شبہ یقین میں بدل جائے گا اور پھر کوئی ذریعہ تلاش کرنے میں مزید وقت برباد ہوگا۔"

"ہمارے غائب ہونے کے بعد اگر اُن کا شبہ یقین میں بدل گیا تو اس سے ہمیں کیا نقصان پہنچے گا۔ ہم تو انھیں میسر ہوں گے نہیں کہ وہ ہمیں کوئی نقصان پہنچا سکیں۔" بڈ نے کہا۔

"حالات بدل گئے ہیں بڈ۔" تہذیب نے سنجیدگی سے ... "پہلے کی بات اور تھی۔ ہم کسی کی نظروں میں آئے نہیں تھے ... ہماری باقاعدہ نگرانی کی جا رہی ہے اور پھر یہ بھی تو سوچو کہ اگر ... ہم پر کسی قسم کا شبہ تھا تو انھوں نے ہمیں اُس سے مطلع کیوں ... دیا۔ خاموشی سے بھی تو ہماری نگرانی کی جا سکتی تھی۔"

"احمق لوگ ہیں۔" بڈ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ہم پر ... معلومات کا رُعب ڈالنا چاہتے تھے۔"

"انھیں احمق کہہ دینے سے کام نہیں چلے گا بڈ! ہمارے مقابلے پر دنیا کی سب سے بڑی تنظیم ہے۔ اُن کے اُٹھائے ہوئے کسی بھی قدم کو احمقانہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یہ لوگ کوئی بھی قدم اُٹھانے سے پہلے اُس کا ہر زاویے سے جائزہ لیتے ہیں اور پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد ہی کسی منصوبے پر عمل ... ہوتے ہیں۔ اُن کے مقابلے پر اگر ذرا سی بھی حماقت کی تو ...

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بدترین نتائج بھگتنے پڑیں گے۔"

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ تہذیب کی کہی ہوئی ہر بات سے میں پوری طرح متفق تھا لیکن بُڈ بحث کرنے پر آمادہ تھا۔ کہنے لگا۔ "آپ اُن سے مرعوب معلوم ہوتی ہیں میڈم! ابھی اس قسم کی باتیں کر رہی ہیں۔ سی آئی اے میں بھی ہماری طرح کے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ وہ کوئی آسمانی مخلوق تو نہیں ہوتے کہ اُن سے غلطی سرزد ہی نہیں ہو سکتی۔ اب یہی دیکھ لیجیے کہ بغیر کسی ثبوت کے انھوں نے ہم پر چڑھائی کر کے زبردست غلطی کی ہے۔"

"میں پوری طرح تو نہیں بتا سکتی کہ انھوں نے کس کس پہلو کو پیشِ نظر رکھا ہوگا لیکن دو موٹی موٹی باتیں ایسی ہیں جو واضح طور پر سمجھ میں آتی ہیں۔ اس بات کا امکان تھا کہ ہم چاروں میں سے کوئی ایک بوکھلا کر کسی قسم کا اعتراف کر بیٹھتا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو اُن کی چاندی ہو جاتی لیکن اگر ایسا نہ بھی ہوتا تو بھی یہ بات بہرحال طے تھی کہ ہم لوگ بوکھلا ضرور جائیں گے۔ بوکھلاہٹ میں آدمی اوندھی سیدھی حرکتیں کرتا ہے اور اس کا گرفت میں آنا آسان ہو جاتا ہے چونکہ ہم میں سے کسی نے کوئی اعتراف نہیں کیا اس لیے اب اُن کی پوری توجہ اس بات پر مرکوز ہوگی کہ کب ہم سے کوئی غلطی ہو اور وہ ہم کو پھانس لیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔" بُڈ نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"ہم کسی تخریبی سرگرمی میں ملوث نہیں ہیں بُڈ!" میں نے کہا۔ "اور نہ ہی ہم ایسا طریقۂ کار اختیار کر رہے ہیں جس کی بنا پر ہمیں گرفت میں لیا جا سکے لہٰذا ہمیں مطمئن رہنا چاہیے آخر کل شام ہیلن بھی تو یہاں آ ئے گی۔"

"اور اگر انھوں نے ہمارے بارے میں تفتیش شروع کر دی تو؟" بُڈ نے کہا۔ "ہمارا سب کچھ تو فرضی ہے۔ کیا ہم پھنس نہیں جائیں گے؟"

"اس سارے معاملے میں یہی ایک پہلو کمزور ہے اور میں اسی کی طرف سے تشویش میں مبتلا ہوں لیکن اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم پہلے سے خوف زدہ ہو کر بھاگنے کی کوشش کریں اور پکڑے جائیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہم چانس لیں۔ ممکن ہے، ہمارے بارے میں تفتیش نہ کی جائے۔ میرے خیال میں دوسری صورت زیادہ بہتر ہے۔"

"میں آپ سے متفق ہوں جناب۔" زاہر نے کہا۔ "ہمیں فوری خطرہ تو ہے نہیں جس سے گھبرا کر ہم کوئی اُلٹی سیدھی حرکت کر کے خود کو پھنسا لیں۔"

"لیکن اگر انھوں نے تفتیش کر ہی ڈالی تو ہماری کیا پوزیشن ہوگی؟" بُڈ بولا۔ "کیا ہم چوہوں کی طرح نہیں گھیر لیے جائیں گے؟"

"اُس صورت میں ہم مقابلہ کریں گے بُڈ! بچنے کا کوئی راستہ یوں بھی نہیں ہے۔ جب خطرہ سر پر آ جائے گا تو ہاتھ پیر ماریں گے۔"

"ٹھیک ہے چیف! اگر تم مروا ہی دینے پر تُلے ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اور اب تو کمرے تک ہی محدود ہو جانا پڑے گا۔"

"کیوں؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "کمروں تک محدود ہو کر جانے میں کیا مصلحت کارفرما ہے؟"

"ہماری نگرانی ہو رہی ہے چیف! اگر ہم کہیں باہر جائیں گے تو ہمارا تعاقب شروع کر دیا جائے گا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ انھیں تعاقب کرنے دو۔ تم کوئی غلط کام کرو گے نہیں تو پھر اُن سے ڈرنے کی ضرورت ہے؟"

"خوش رہو چیف!" بُڈ نے خوش ہو کر کہا۔ "میں تو ... تھا ... خیر اب میں ہوٹل کی تفریحات میں حصہ لے سکتا ہوں۔"

"نہ صرف ہوٹل کی تفریحات بلکہ پورے واشنگٹن میں جہاں چاہو گھومو پھرو۔ جی بھر کے عیش کرو میری طرف سے پوری آزادی ہے۔"

"کک ... کیا کہہ رہے ہو چیف؟" بُڈ نے ... کر کہا۔ "کیا یہ سب کچھ سرکاری طور پر ہوگا؟ نہیں تم شاید مجھ سے مذاق کر رہے ہو۔"

"میں سنجیدہ ہوں بُڈ!" میں نے چند بڑے نوٹ بُڈ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "نگرانی کرنے والے کہیں بور نہ ہو جائیں لیکن خبردار! انھیں ڈاج دینے کی کوشش مت کرنا۔"

"آج تو تم نے دل خوش کر دیا چیف۔" بُڈ نے نوٹ جیب میں ٹھونستے ہوئے کہا۔ "دل سے دعائیں نکل رہی ہیں۔ اللہ تم ... جُڑواں بچوں ..."

"یہ رعایت تم سے کسی وقت بھی واپس لی جا سکتی ہے۔ جلد از جلد میری نظروں سے دُور ہو جاؤ۔"

"ارے باپ رے۔" بُڈ اُچھل کر کھڑا ہوا اور جھپٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ زاہر کو ہنسی آ گئی۔

"میرے لیے کیا حکم ہے جناب؟" زاہر نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کیا مجھے بھی شہر نوردی کرنی پڑے گی؟"

"ضروری نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اگر تم کہیں جانا چاہو تو تم پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"نہیں جناب! باہر جانے کا میرا قطعی کوئی موڈ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "جو چاہو کرو لیکن یہ ذہن سے نکال دو کہ ہم کسی غیر معمولی صورتِ حال سے دوچار ہیں۔"

"یہ تو میں سمجھ چکا ہوں جناب کہ ہمیں سب کچھ معمول کے مطابق کرنا ہے۔" زاہر نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

"ہم بہت خطرناک سچویشن میں پھنس گئے ہیں علی! کہیں سچ مچ یہ کمرے ہمارے لیے چوہے دان ہی نہ ثابت ہوں ...؟"

"اب اپنی مرضی سے تو اس صورتِ حال سے نہیں نکل سکتے لہٰذا تم بھی بے فکری اوڑھ لو اور لمبی تان کے سو جاؤ۔"

تہذیب ہنس پڑی۔ "چلے تھے نائمہ برق، فواد اور حسن ناصر کو چھڑانے اور خود اس جنجال میں پھنس گئے۔"

"کبھی یوں بھی ہو جاتا ہے تہذیب! لیکن ہماری کوششیں تو بہرحال جاری رہیں گی۔ نتیجہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ نکلے۔"

"ایک بات پوچھوں علی! بتاؤ گے؟" تہذیب نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"دس باتیں پوچھو جانِ علی!" میں نے ترنگ میں کہا۔ "لیکن تمھیں کوئی بات پوچھنے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت کب سے پڑ گئی؟"

"تم ہمیشہ مجھ سے کچھ نہ کچھ چھپاتے رہتے ہو۔" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "کبھی پوری بات نہیں بتاتے یہ تمھاری عادت ہے۔"

"اوہ۔" میں ہنس پڑا۔ "یقیناً تم موجودہ صورتِ حال کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتی ہو۔"

"ہاں علی! میرے سوال کا تعلق موجودہ صورتِ حال سے ہی ہے لیکن مجھے یقین نہیں ہے کہ تم صحیح بات بتاؤ گے۔"

"ارے بابا! کہہ تو دیا بتاؤں گا۔ پوچھو کیا پوچھنا ہے۔" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"ناراض کیوں ہو رہے ہو؟" تہذیب مسکرائی۔ "یہ بتاؤ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ لوگ ہمارے بارے میں تفتیش کر کے معلوم کر لیں کہ ہمارے نام پتے سب کچھ جعلی ہیں؟"

"بالکل ممکن ہے بلکہ اس کا امکان بہت زیادہ ہے۔ اگر انھوں نے تفتیش کر لی تو انھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"اگر انھیں یہ معلوم ہو گیا کہ ہم نے فرضی نام پتے لکھوائے ہیں تو کیا وہ ہمیں گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کریں گے؟"

"بالکل کریں گے۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ایسی صورت میں ہمارے فرار ہونے کے کیا امکانات ہوں گے؟"

"نہ ہونے کے برابر۔" میں نے کہا۔

"تو کیا ہم یونہی گرفتار ہو جائیں گے؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی تو نہیں ہے۔ فرار ہونے کی کوشش کر کے ہم سراسر نقصان میں رہیں گے۔"

"تم آخر اتنے مطمئن کیوں ہو؟" تہذیب جھنجلا گئی۔ "یقیناً تمھارے ذہن میں کچھ ہے ورنہ تم اتنے مطمئن نہ ہوتے۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "تو تم یہ پوچھنا چاہ رہی تھیں۔" میں نے کہا۔ "ہاں تہذیب! اگر ہم گرفتار ہو ہی گئے تو وہ ہمیں زیادہ دیر قید نہیں رکھ سکیں گے۔ مجبوراً انھیں فارمولوں کے بارے میں بتانا پڑے گا۔"

تہذیب اُچھل پڑی۔ "واقعی علی! یہ تو سامنے کی بات ہے۔" وہ ہنس پڑی۔ "اگر ایسا ہوا تو مزہ ہی آ جائے گا۔ سی آئی اے والے بھی کیا یاد کریں گے، کس سے پالا پڑا تھا۔"

اسی طرح باتیں کرتے کرتے ہم سو گئے۔ رات سکون سے گزر گئی۔ صبح کا ناشتا ہم نے کمرے ہی میں کیا۔ ناشتے کے بعد میں کمرے سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ سامنے والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ کمرے میں رکھی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں ایک شخص نظر آ رہا تھا جو غالباً اخبار پڑھ رہا تھا لیکن مجھے یہ سمجھنے میں ذرا دقت نہیں ہوئی کہ اُس شخص کا تعلق سی آئی اے سے ہے۔ اور اس طرح ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔ سی آئی اے والوں سے کچھ بعید نہیں تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس وقت ہوٹل کا ہر ملازم اُن کے لیے کام کر رہا ہو۔ میں بے پروائی سے بُڈ اور زاہر والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

زاہر کمرے ہی میں موجود تھا۔ اُس نے بتایا کہ ابھی تک بُڈ کی واپسی نہیں ہوئی ہے۔ اس اطلاع میں تشویش کی کوئی بات نہیں تھی مگر اب اُسے واپس آ جانا چاہیے تھا۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بُڈ واپس آ گیا۔ میں نے غور سے اُسے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں سے قطعی ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ رات اُس نے جاگ کر گزاری ہے۔

"اوہو! تم یہاں ہو چیف!" بُڈ نے کہا۔ "ابھی میں تمھاری ہی طرف جا رہا تھا۔ رات تو مزہ ہی آ گیا۔"

"تفصیلی رپورٹ پیش کرو۔" میں نے کہا۔

"یہ زیادتی ہے چیف۔ تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ عیش کرو، اب خود ہی باز پُرس بھی کر رہے ہو۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو۔ یہ بتاؤ کہ رات تم کہاں کہاں گئے اور تمھارا تعاقب کب تک کیا گیا؟"

"کئی نائٹ کلبوں کے چکر لگانے کے بعد ایک لڑکی مجھے مل گئی۔ میں اُس کے فلیٹ پر چلا گیا۔ بہت غریب لڑکی ہے بے چاری ..."

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لڑکی کے حالات بیان کرنے کے بجائے کام کی بات کرو۔ مجھے اُس لڑکی کے حالات جاننے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"ہاں تو اُس لڑکی کے فلیٹ پر جانے تک یہ لوگ سائے کی طرح میرے ساتھ لگے رہے۔ انھوں نے خود کو چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی، پھر انھوں نے فلیٹ کو گھیرے میں لے لیا۔"

"گھیرے میں لینے کا کیا مطلب ہوا؟" زاہر نے چونک کر پوچھا۔

"وہ نگرانی ہی کر رہے تھے لیکن اس طرح کہ اُن کی نظروں میں آئے بغیر فلیٹ سے باہر نکلنا ممکن نہیں تھا۔"

"تو تم نے ساری رات اُس لڑکی کے فلیٹ پر گزار دی؟" میں نے مُبڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"نہیں چیف! وہاں تو میں مجبور آ گیا تھا آخر صحت کے لیے سونا بھی تو ضروری ہے۔ پانچ بجے میں اس فلیٹ سے نکل کر ایک پارک میں چلا گیا۔ وہ لوگ مسلسل میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ پارک میں ایک گھنٹا جاگنگ اور دیگر مختلف ورزشیں کرنے کے بعد میں پھر گھومنے نکل کھڑا ہوا۔ ناشتا جس ہوٹل میں کیا وہ یہاں سے بہت دور ہے اب وہیں سے آرہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے مُبڈ،" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "تم نے اپنا کردار بہت اچھی طرح نبھایا۔ اب اگر نیند پوری کرنا چاہو تو سو جاؤ۔ اٹھنے کے بعد پھر گھومنے نکل جانا اور اس بار زاہر کو ساتھ لیتے جانا۔ کچھ دیر ساتھ گھومنے کے بعد تم دونوں الگ الگ ہو جانا۔ تھک جاؤ تو واپس آجانا۔"

"مبڈ کبھی نہیں تھکتا چیف،" مُبڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "لیکن اس طرح گھومنے سے رقم بہت خرچ ہوتی ہے۔"

"شاید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ رات والے پیسے ختم ہو گئے۔" میں نے جیب سے مزید نوٹ نکال کر اُس کی طرف بڑھائے۔ "یہ رکھ لو لیکن خیال رہے کہ شام سات بجے تک لازماً واپس آجانا۔"

میں نے اپنے کمرے میں واپس آکر تہذیب کو ساری باتوں سے آگاہ کر دیا۔ میری باتیں سن کر تہذیب نے پوچھا۔ "تم مُبڈ اور زاہر کے ذریعے اُن لوگوں کو کیا تاثر دینا چاہتے ہو؟"

"وہ دونوں واشنگٹن کی سیر کر رہے ہیں اور ہم دونوں کو واشنگٹن کی سیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیوں، ہم دونوں اس ضرورت سے کیوں بے نیاز ہیں؟" تہذیب نے یونہی روا روی میں پوچھا۔

"ہمارے پاس فرصت جو نہیں ہے،" میں نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "ہم دوست ہیں اور یہاں کوئی تاخیر کرنے والا نہیں ہے۔"

"تہذیب جھینپ گئی۔ "میں نہیں رُکوں گی اب کمرے میں۔ اس طرح تو واقعی اُن لوگوں پر یہی تاثر پڑے گا۔"

"اس وقت تو تمھارا جو جی چاہے کرو لیکن شام سات بجے مجھے تنہا چھوڑ دینا۔ میں ہیلن سے اکیلے میں ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں؟" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھا۔ "کیا کوئی نیا آئیڈیا ہے تمھارے ذہن میں؟"

"صرف اتنا کہ تمھاری موجودگی میں شاید وہ کھُل کر گفتگو نہ کرے۔ جب وہ چلی جائے تب تم واپس آنا۔" میں نے کہا اور تہذیب نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔

شام تک کوئی خاص واقعہ رونما نہیں ہوا۔ نگرانی کرنے والے بدستور موجود تھے۔ دوپہر کا کھانا ہم نے ڈائننگ ہال میں کھایا۔ نگرانی کرنے والے سائے کی طرح ہمارے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ خود کو چھپانے کی کوشش کرنے کے بجائے وہ خود کو نمایاں کر رہے تھے۔ شاید اُن کا مقصد یہ رہا ہو کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ ہراساں کیا جائے۔

شام چھ بجے کے بعد مُبڈ اور زاہر واپس آئے۔ میں نے اُن دونوں کو اپنے کمرے میں بُلایا اور کہا۔ "جب تک ہیلن واپس نہ چلی جائے تم دونوں اپنے کمرے میں رہو گے۔ تہذیب بھی تمھارے ساتھ ہی رہے گی۔ اپنے کمرے میں گفتگو کرتے ہوئے تم لوگ بہت محتاط رہنا۔ مجھے خدشہ ہے کہ اب وہاں ہونے والی گفتگو کہیں اور بھی سُنی جا سکے گی۔"

"یہ شبہ تمھیں کیسے ہوا چیف؟" مُبڈ نے پوچھا۔

"تم لوگ تمام دن غائب رہے ہو۔ تمھاری عدم موجودگی میں اُن لوگوں نے یقیناً وہاں کوئی ایسا آلہ چھپا دیا ہوگا جس کے ذریعے وہاں ہونے والی گفتگو سے باخبر رہ سکیں۔"

"یہ کوشش اس کمرے کے لیے بھی تو کی جا سکتی تھی، کیا تم لوگوں نے کمرا خالی نہیں چھوڑا تھا؟" مُبڈ نے سوال کیا۔

"ہم دونوں نے دوپہر کا کھانا ڈائننگ ہال میں کھایا تھا لیکن ہماری عدم موجودگی میں کوئی کمرے میں نہیں داخل ہوا۔ میں نے ایسا انتظام کر لیا تھا کہ اگر کوئی کمرے میں داخل ہوتا تو مجھے اس کا پتا چل جاتا۔"

وہ تینوں چلے گئے اور میں ہیلن کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ٹھیک سات بجے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ ہیلن دروازے پر کھڑی مسکرا رہی تھی۔ "ہائے۔" اُس نے کہا۔

"ہائے،" میں نے بھی جواباً اسے ہیلو کہا۔ "وقت کی بہت پابند ہو۔ مجھے بالکل بھی انتظار نہیں کرنا پڑا۔ آؤ، اندر آجاؤ۔"

ہیلن کمرے میں آئی اور صوفے پر بیٹھ گئی۔ "وقت کی پابندی کے معاملے میں بالکل انگریز ہوں۔" اُس نے کہا۔

"بہت اچھی بات ہے۔ میں خود بھی اس بات کا قائل ہوں،" میں نے اُس کے مقابل بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کل خیریت سے پہنچ گئی تھیں؟"

"ہاں، مجھے بھلا کیا خطرہ ہو سکتا تھا۔" اُس نے بڑی معصومیت سے کہا اور میں حیران رہ گیا۔ اُس کے انداز میں تصنع نہیں تھا گویا وہ اس بات سے لاعلم تھی کہ ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔

"جوہری توانائی کے ادارے کے ملازمین کسی وقت بھی کسی خطرے کی زد میں آسکتے ہیں۔"

ہیلن چونک پڑی۔ "تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" اُس نے سرسراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"رات تمھارے جانے کے بعد میڈم جیکولین یہاں تشریف لائی تھیں، انھی کی زبانی علم ہوا ہے۔"

"جیکولین یہاں آئی تھی؟" ہیلن اُلجھے ہوئے انداز میں بولی۔ "مگر وہ یہاں کیوں آئی تھی؟"

"تم اُسے جانتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہیں جانوں گی۔ وہ ہمارے ہاں سیکیورٹی اسٹاف کی انچارج ہے۔ بہت کم باہر نکلتی ہے۔"

"ظاہر ہے جب تم نے اُسے رات کے واقعے سے آگاہ کیا ہوگا تو . . ."

"میں نے اُسے کچھ نہیں بتایا۔ میری تو اُس سے ملاقات تک نہیں ہوئی اور ایک اُسے کیا میں نے تو کسی کو بھی کچھ نہیں بتایا۔"

میں حیران رہ گیا۔ اگر ہیلن نے کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا تو پھر جیکولین کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہیلن نے آج میرے پاس آنے کا وعدہ کیا ہے۔ میں بہت تیزی سے سوچ رہا تھا۔ جب ہیلن نے مجھ سے یہ بات کی تھی اُس وقت ہمارے نزدیک کوئی موجود نہیں تھا ورنہ میں یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتا کہ ہیلن کی نگرانی کرنے والوں میں سے کسی نے ہماری گفتگو سُن کر جیکولین تک پہنچا دی ہوگی لیکن چونکہ ایسا نہیں ہوا تھا اس لیے یہی سوچا جا سکتا تھا کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس کے ذریعے اُن لوگوں تک آوازیں پہنچ جاتی ہیں۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد میرے لیے یہ سمجھنا مشکل نہیں رہا کہ انھوں نے احتیاطاً ایسا کیا ہوگا اور ایسی کوئی بھی چیز چھپانے کے لیے ہیلن کا پرس بہترین جگہ تھی۔

"میں سوچ رہا ہوں اُس مُبڈھی کھوسٹ جیکولین کو بھاڑ میں جھونکو۔ تم بہت حسین ہو۔ اپنے بارے میں باتیں کرو۔"

"صرف باتیں؟" ہیلن نے بے باکی سے مسکرا کر کہا۔

"باتیں بھی،" میں نے معنی خیز انداز میں کہا اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ہیلن کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ہیلن نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں میری طرف دیکھا۔ میں نے اُس کی طرف توجہ دیے بغیر ایک کاغذ پر لکھا۔ "ہیلن، مجھے شبہ ہے کہ تمھارے پرس میں جاسوسی کا کوئی آلہ موجود ہے لہٰذا اب ہم غیر متعلق باتیں کریں گے۔ باقی باتیں نیچے ڈائننگ ہال میں ہوں گی، چلتے وقت اپنا پرس یہیں چھوڑ جانا۔"

ہیلن حیرت سے مجھے لکھتے دیکھتی رہی، پھر میں نے کاغذ اُس کی طرف بڑھا دیا۔ اُس نے میری لکھی ہوئی عبارت پڑھی اور اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں لیکن اُس نے ذہانت کا ثبوت دیا اور ہنس کر بولی۔

"یہ سوچنے کا وقت نہیں ہے ڈیئر! تم بار بار کس سوچ میں ڈوب جاتے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ پہلے ڈنر کر لیں، کیا خیال ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں، تمھاری مہمان ہوں۔"

"اچھا یہ بتاؤ ڈنر کے لیے کمرا موزوں رہے گا۔ . ."

"نہیں، ڈنر کا لُطف تو ڈائننگ ہال میں ہی آئے گا۔"

"تو چلو پہلے ڈنر کر لیں،" میں نے کہا اور ہیلن کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔ ہیلن نے اپنا پرس کمرے میں ہی چھوڑ دیا تھا اور اب ہم گفتگو کرنے کے لیے آزاد تھے۔

"تم نے کیا لکھا تھا؟" ہیلن نے راہداری میں ہی پوچھا۔ "میں پوری طرح نہیں سمجھ سکی۔"

"بتاتا ہوں . . . بتاتا ہوں۔ اتنی جلدی کیا ہے۔ پہلے ڈائننگ ہال میں پہنچ کر سکون سے بیٹھ تو جائیں۔"

ہیلن اصل بات معلوم کرنے کے لیے خاصی مضطرب تھی۔ ڈائننگ ہال کی ایک میز پر بیٹھتے ہی اُس نے پھر اپنا سوال دُہرایا۔

"تم نے کسی سے تذکرہ کیا تھا کہ آج شام سات بجے میرے پاس آؤ گی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، میں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ میں نے اس ضمن میں کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔"

"لیکن جیکولین کو معلوم تھا کہ تم آج مجھ سے ملنے آرہی ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہ بات اُس کے علم میں کیسے آگئی۔ یقیناً تمھارے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہے جس کے ذریعے اُن تک آوازیں پہنچ سکتی ہیں اور ممکنہ طور پر وہ چیز تمھارے وینٹی بیگ میں ہی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات تو سمجھ میں نہیں آتی۔"

ہیلن کا منہ مارے حیرت کے کھُل گیا۔ "مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اس طرح میری گفتگو سُنی جائے۔" اُس نے غصیلے لہجے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں کہا۔

"کیا ملازمت کے وقت تمھیں بتایا نہیں گیا تھا کہ اس ملازمت کے دوران تمھیں کتنی پابندیاں برداشت کرنی پڑیں گی؟"

"نہیں، مجھے یہ ہرگز نہیں بتایا گیا تھا کہ میری جاسوسی اس طرح بھی کی جائے گی۔ اگر مجھے یہ علم ہوتا تو ہرگز ملازمت نہ قبول کرتی۔ لیکن تم کون ہو؟" اُس نے یک بیک چونک کر پوچھا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "میرا تعلق اُن لوگوں سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ کسی قسم کا امتحان ہے۔"

"تب بھی میں یہ ضرور جاننا چاہوں گی کہ تم کون ہو اور جیکولین تمھارے پاس کیوں آئی تھی؟"

"میں تنہا نہیں ہوں ہیلن۔ میرے تین ساتھی اور بھی ہیں اور تینوں اسی ہوٹل میں مقیم ہیں۔ تمھاری مدد کرنے کے جرم میں کل رات ہم سب سے پوچھ گچھ کی گئی اور اُس وقت سے مستقل ہماری نگرانی کی جارہی ہے۔"

"پوچھ گچھ کیوں کی گئی، وہ تم سے کیا معلوم کرنا چاہ رہے تھے؟"

"اُن کا خیال تھا کہ تمھارا پرس میں نے ہی غائب کروایا تھا اور یہ تم سے تعارف حاصل کرنے کا ایک طریقہ تھا۔ نیز یہ کہ ہم لوگ کسی قسم کی تخریبی سرگرمی میں ملوث ہیں۔"

"اوہ! پھر کیا ہوا؟"

"کچھ بھی نہیں۔ اُن کی ساری باتیں مفروضوں پر مبنی تھیں لہٰذا وہ کچھ بھی ثابت نہ کر سکے لیکن اس کے بعد انھوں نے ہماری نگرانی شروع کرادی ہے۔"

"میں اپنا وینٹی بیگ چیک کروں گی ایلن۔" ہیلن نے کہا۔ "اگر اس میں سے واقعی جاسوسی کا کوئی آلہ نکل آیا تو میں ملازمت چھوڑ دوں گی۔"

"تم غلطی کرو گی ہیلن! اس قسم کے جذباتی قدم نہیں اٹھانے چاہئیں۔"

"لیکن میں اسے پسند نہیں کرتی۔" ہیلن غصیلے لہجے میں بولی۔

"بات پسند ناپسند کی نہیں ہے۔ یہ سوچو کہ اس طرح تمھیں کتنا تحفظ حاصل ہے۔ اگر کسی وقت تم کسی مشکل میں پھنس گئیں تو انھیں فوراً علم ہو جائے گا اور وہ تمھاری مدد کو پہنچ سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" ہیلن نے بیزاری سے کہا۔ "میں اس پر غور کروں گی۔"

میں نے ویٹر کو ڈنر کے لیے آرڈر نوٹ کرایا اور ڈنر کے دوران میں نے اُس سے کہا۔ "تم شاید مسٹر گرے ہولڈنگ کی پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے ملازمت کر رہی ہو؟"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" ہیلن نے چونک کر پوچھا۔

"تمھاری سیکیورٹی چیف کی مہربانی سے۔ یہ اطلاع بھی انھی کی فراہم کردہ ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔" ہیلن نے منہ بنا کر کہا۔ "مجھ سے تو کہا گیا تھا کہ مجھے عام لوگوں سے اپنی حیثیت پوشیدہ رکھنی ہوگی اور سیکیورٹی چیف صاحبہ کا عالم یہ ہے کہ خود وہ اس قسم کی معلومات غیر متعلقہ لوگوں کو فراہم کرتی پھر رہی ہیں۔"

"میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ اس سلسلے میں مسٹر گرے ہولڈنگ سے بات کی جائے۔" میں نے کہا۔

"وہ تو میں کروں گی۔" ہیلن نے کہا۔ "اُن کے علم میں لانا ضروری ہے کہ سیکیورٹی چیف خود ضابطوں کی خلاف ورزی کی مرتکب ہو رہی ہے۔"

"یہ مناسب نہیں رہے گا۔ سیکیورٹی چیف تمھاری دشمن ہو جائے گی۔ ممکن ہے بدلہ لینے کے لیے وہ تمھیں کسی چکر میں ہی پھنسا دے۔"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ہیلن متفکرانہ انداز میں بڑبڑائی۔ "لیکن یہ بات اُن کے علم میں لانا بھی ضروری ہے۔"

"اگر تم اُن سے میری ملاقات کرا سکو تو یہ کام میں کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے کہا اور ہیلن خوشی سے تقریباً اچھل ہی پڑی۔

"یہ ٹھیک ہے، لیکن اس کے لیے تمھیں میرے ساتھ گرین کلب تک چلنا پڑے گا۔" ہیلن نے کہا۔

"تمھارے فائدے کے لیے تو میں کہیں بھی جا سکتا ہوں۔ گرین کلب تو بہت اچھی جگہ ہوگی۔"

میری بات سن کر ہیلن مسکرائی۔ "اچھی جگہ کیا بس عام کلبوں کی طرح ہے اور صرف ممبروں کے لیے مخصوص ہے۔"

"تو پھر میں وہاں کیسے جا سکوں گا؟" میں نے اضطراب ظاہر کیا۔

"میں بھی اُس کلب کی ممبر ہوں۔ تمھیں ساتھ لے کر چلوں گی۔ کلب کے قواعد کے مطابق ایک ممبر کے ساتھ ایک مہمان آسکتا ہے۔"

"لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ وہاں مسٹر گرے ہولڈنگ سے ملاقات ہو ہی جائے؟"

"ضروری ہے۔ اُن کا معمول ہے کہ وہ رات نو بجے کے بعد کم از کم ایک گھنٹا ضرور کلب میں گزارتے ہیں۔"

میں نے سکون کا سانس لیا۔ تمام تر مشکلات کے باوجود مسٹر گرے ہولڈنگ سے ملاقات کی صورت نکل آئی تھی۔ معلوم نہیں جیکولین نے ہوٹل میں لکھوائے گئے ہمارے نام اور پتوں کی تصدیق کرنے کی زحمت بھی گوارا کی تھی یا نہیں، لیکن اُن

کی طرف سے خاموشی اسی بات کی غماز تھی کہ جیکولین نے اس پہلو کو غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے ورنہ وہ خاموش نہ بیٹھتی۔ ڈنر کے بعد مجھے ہیلن کے ساتھ جانا تھا اور ہوٹل سے غیر حاضری کے بارے میں تہذیب کو مطلع کرنا ضروری تھا چنانچہ میں ہیلن سے معذرت کر کے اٹھا اور بڈ کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے تہذیب کو باہر بلوایا اور جلدی جلدی اُسے ساری بات بتا کر ہدایات دیں اور پھر ہیلن کے پاس واپس آگیا۔

"یہاں سے چلتے وقت تم اپنا پرس ساتھ لے لینا۔" میں نے ہیلن سے کہا۔ "ظاہر ہے کہ اس کے بعد ہمیں گفتگو کرتے ہوئے محتاط رہنا ہوگا۔ مجھے مسٹر گرے ہولڈنگ سے ملوانے کے بعد تم واپس چلی جانا۔ میں خود اُن سے بات کر لوں گا۔"

"لیکن وہ تو وہاں صرف برج کھیلتے ہیں۔" ہیلن نے کہا۔ "اگر تم برج کھیلنا جانتے ہو تو مسٹر گرے ہولڈنگ کی قربت بھی حاصل کر سکو گے اور وہ تمھاری بات کو اہمیت بھی دیں گے۔"

"بے فکر رہو۔ تمھاری خاطر میں برج بھی کھیل لوں گا۔"

پونے نو بجے کے قریب ہم ہوٹل سے باہر آئے اور نو بج کر کچھ منٹ پر ہم گرین کلب کے کمپاؤنڈ میں ٹیکسی سے اُتر رہے تھے۔ ہیلن کی وجہ سے کلب میں داخل ہونا مشکل ثابت نہیں ہوا۔ مسٹر گرے ہولڈنگ ایک میز پر بیٹھے نظر آگئے۔ میز کے گرد دو افراد اور بھی نظر آرہے تھے مگر مسٹر گرے ہولڈنگ کے مقابل والی کرسی خالی تھی جس کا مطلب تھا کہ اُن کا پارٹنر ابھی تک نہیں پہنچا ہے اور یہ ایک خوش آئند بات تھی۔

ہیلن کو دیکھ کر مسٹر گرے ہولڈنگ نے اظہارِ شناسائی کے طور پر سر کو ہلکی سی جنبش دی اور بولے۔ "آج تم کیسے اِدھر آنکلیں بے بی؟"

"اِن سے ملیے جناب! یہ ایلن گراہم ہے، میرا دوست۔ برج کا بہت شوقین ہے۔" ہیلن نے کہا۔

"اوہ۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے بڑی گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔ "آج ہمارا پارٹنر نہیں آیا۔ اگر تم پسند کرو تو ہمارے ساتھ برج کھیلو۔"

"ضرور مسٹر گرے ہولڈنگ۔" میں نے اُن کے مقابل بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے برج کا شوق ضرور ہے لیکن یہ کھیل اتنا مشکل ہے کہ میں اسے پوری مہارت کے ساتھ نہیں کھیل پاتا۔"

"ہم سبھی شوقیہ کھیلتے ہیں۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے کہا۔ "یہاں کون ماہر ہے۔"

اس کے بعد کھیل شروع ہو گیا۔ ہیلن ایک کرسی کھینچ کر میرے برابر بیٹھ گئی تھی لیکن آدھے گھنٹے بعد وہ اُٹھ گئی۔ "میں چلتی ہوں ایلن۔" اُس نے کہا۔ "تم سے پھر کب ملاقات ہوگی؟"

"کل شام کو آجانا۔" میں نے کہا اور ہیلن بائی بائی کہہ کر چلی گئی۔ اس کے مزید آدھے گھنٹے بعد میں نے بھی مسٹر گرے ہولڈنگ سے معذرت چاہی۔

"بس ایک ڈیل اور کھیل لو، پھر میں بھی جاؤں گا۔" انھوں نے کہا اور میں آخری ڈیل کھیلنے بیٹھ گیا۔ برج ٹیبل پر میں نے کوئی کرتب نہیں دکھایا۔ بس شرافت سے کھیلتا رہا تھا۔ آخری ڈیل کھیل کر میرے ساتھ مسٹر گرے ہولڈنگ بھی اُٹھ گئے۔ میں نے اُن کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ اپنے وقت میں سے چند منٹ مجھے دے سکیں گے؟ میں آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ چلتے چلتے رُک گئے۔ "آؤ اس ٹیبل پر بیٹھتے ہیں۔" انھوں نے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں کئی میزیں خالی نظر آرہی تھیں۔

"میں خاص طور پر آپ سے ملنے کے لیے کلب آیا تھا ورنہ برج سے مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے بیٹھنے کے بعد کہا۔

"لیکن تم کھیلتے تو بہت اچھا ہو۔ اگر باقاعدگی سے کھیلا کرو تو ممکن ہے نیشنل چیمپئن شپ میں بھی حصّہ لے سکو۔"

"مجھے برج سے کہیں زیادہ اہم کام سرانجام دینے ہوتے ہیں مسٹر گرے ہولڈنگ! ورنہ میں آپ کے مشورے پر ضرور عمل کرتا۔"

"خیر تو تم مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے تھے؟"

"اس بات کا تعلق جوہری توانائی کے کچھ فارمولوں سے ہے اور آپ بھی جوہری توانائی سے متعلق محکمے میں ہیں۔"

"میں سمجھا تھا کہ تم کوئی نجی نوعیت کی گفتگو کرو گے۔ معاف کرنا دوست، میں کلب میں سرکاری نوعیت کی باتیں کرنا پسند نہیں کرتا۔"

"آپ کو اپنی پسند بالائے طاق رکھنا ہوگی اس لیے کہ معاملہ بہت گمبھیر ہے۔ قومی سلامتی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" مسٹر گرے ہولڈنگ نے چونک کر کہا۔ "اس قسم کی غیر ذمے دارانہ گفتگو کا نتیجہ جانتے ہو۔۔۔؟"

"میں کچھ نہیں جانتا جناب! مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ جو مسئلہ درپیش ہے اس کے سلسلے میں کس سے ملنا چاہیے اور پھر کسی بڑے افسر سے ملنا کس قدر مشکل ہوتا ہے، اس سے تو آپ واقف ہوں گے ہی۔"

"تمھیں جو کچھ کہنا ہے جلدی سے کہہ ڈالو۔ اگر تم نے میرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ساتھ برج نہ کھیلا ہوتا تو شاید میں یہ بھی نہ کرتا۔"

"اس عنایت کے لیے شکر گزار ہوں جناب!" مَیں نے کہا۔ "دراصل مَیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ جوہری ہتھیاروں کے چند فارمولے چوری کر لیے گئے ہیں۔"

مسٹر گرے ہولڈنگ نے چونک کر مجھے دیکھا پھر ہنس پڑے۔ "تمھیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کس قدر ناقابلِ یقین بات کہہ رہے ہو۔"

"اور آپ کو یہ اندازہ نہیں ہے کہ اگر وہ فارمولے کسی غلط آدمی کے ہتھے چڑھ گئے ہوتے تو اس کا نتیجہ کیا نکل سکتا تھا؟"

مسٹر گرے ہولڈنگ ایک لمحے کے لیے سنجیدہ نظر آئے پھر دوبارہ بے اعتباری نے اُن کے چہرے پر بسیرا کر لیا۔

"سچ بتاؤ تم کون ہو؟ کہیں تم کوئی تجربہ کرنے کے چکر میں تو نہیں ہو۔ مجھے تو تم کوئی رائٹر لگتے ہو۔ مَیں نے سُنا ہے کہ بہت سے رائٹر اس جنون میں مُبتلا ہوتے ہیں کہ حقیقت سے قریب تر لکھیں اور اس دُھن میں وہ بعض اوقات عجیب عجیب حرکتیں کر گزرتے ہیں۔ ممکن ہے یہ تمھارے کسی ناول کا پلاٹ ہو اور تمھیں اس کے لیے کسی قسم کا مواد درکار ہو۔"

"آپ ایک ذمّے دار آدمی ہیں مسٹر گرے ہولڈنگ۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ آپ اتنی غیر ذمّے دارانہ گفتگو کا مظاہرہ بھی کر سکتے ہیں۔"

"یہ بات تم صرف اس لیے کہہ رہے ہو کہ فارمولوں کے حفاظتی انتظام سے واقف نہیں ہو۔ فارمولوں کی چوری کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"پہلے آپ کو مجھ سے پوری بات پوچھنی چاہیے تھی اس کے بعد میری باتوں کی تصدیق کرنی چاہیے تھی۔ پھر اگر آپ کوئی فیصلہ کرتے تو مَیں مان لیتا کہ آپ ایک ذمّے دار افسر ہیں، لیکن یہ طرزِ عمل تو بہت دل شکن ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ایلن گراہم۔" گرے ہولڈنگ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "تمھیں جو کچھ بھی کہنا ہے کم سے کم الفاظ میں کہہ ڈالو اس کے بعد مَیں کچھ سوچوں گا۔"

"شکریہ جناب۔" مَیں نے کہا۔ "مَیں یہ تو نہیں بتا سکتا کہ فارمولے کس طرح چوری کرائے گئے ہوں گے کیونکہ اس بات سے مَیں خود بھی لاعلم ہوں لیکن یہ مجھے معلوم ہے کہ فارمولے ہاروت رابیل نے چوری کرائے تھے۔"

گرے ہولڈنگ کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آئے مگر انھوں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ اور مَیں نے اپنا بیان جاری رکھا۔

"ہاروت رابیل کی تحویل میں ایک جرمن سائنس دان تھا جس کا نام ڈی فوسٹر تھا۔ ہاروت رابیل کا ارادہ تھا کہ ان فارمولوں کے ذریعے ہتھیار تیار کرا کے فروخت کرے گا اس طرح اُس کی آمدنی میں سیکڑوں گُنا اضافہ ہو سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ کسی ملک کو یہ ہتھیار کسی اور ذریعے سے نہیں حاصل ہو سکتے تھے اور انھیں حاصل کرنے کے لیے بہت سے ممالک منہ مانگی قیمت ادا کرنے کو تیار تھے لیکن ہاروت رابیل کی بدقسمتی یہ ہوئی کہ ڈی فوسٹر فارمولوں سمیت ہاروت رابیل کی قید سے فرار ہو گیا۔ نہ صرف فرار ہوا بلکہ جرمنی پہنچ کر اس نے چند بڑے ممالک سے ان فارمولوں کی سودے بازی کی کوشش بھی کر ڈالی۔"

مَیں خاموش ہو گیا اور گرے ہولڈنگ نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ "تم بڑی حیرت انگیز داستان سُنا رہے ہو ایلن پھر کیا ہوا؟"

"بہت طویل داستان ہے مسٹر گرے ہولڈنگ! جسے سُن کر آپ کو کوئی فائدہ بھی نہیں ہو گا۔ مختصراً یوں سمجھ لیں کہ ڈی فوسٹر مر گیا اور فارمولے اتفاقاً میرے ہاتھ لگ گئے۔ جی ہاں مَیں اسے اتفاق ہی کہوں گا کہ بڑے بڑے ممالک کے ذہین ترین ایجنٹ جھک مارتے رہ گئے۔ اور فارمولے میرے ہاتھ لگ گئے جبکہ مجھے اُن کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ ساری تفصیلات مرتے وقت ڈی فوسٹر نے میرے گوش گزار کی تھیں اور اب مَیں چاہتا ہوں کہ فارمولے حکومتِ امریکا کی تحویل میں واپس پہنچ جائیں۔ یہ کام یوں تو بہت آسان تھا کہ مَیں کسی بھی ذریعے سے انھیں واپس کر دیتا لیکن مَیں نہیں چاہتا کہ یہ بات پھیلے۔ اس لیے مَیں نے بڑی مشکل سے آپ تک رسائی حاصل ہے اور آپ ہیں کہ میری بات سننے پر بھی آمادہ نہیں ہیں۔"

"تمھاری باتیں اب بھی مجھے کسی ہوشربا داستان کی طرح معلوم ہو رہی ہیں۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے بھرآئی ہوئی آواز میں کہا۔ "تاہم اگر یہ سب کچھ سچ ہے تو تم نے بہت اچھا کیا کہ براہِ راست مجھ سے رابطہ قائم کیا۔ لہٰذا مَیں ابھی جا کر چیک کروں گا اگر کچھ فارمولے غائب ہوئے تو مَیں تمھاری تمام باتیں درست مان لینے پر مجبور ہوں گا۔"

"اب آپ نے معقولیت کا مظاہرہ کیا ہے مسٹر گرے ہولڈنگ۔" مَیں نے کہا۔ "میری بات کی صداقت ثابت ہو جائے تو کرسٹل ہوٹل میں مجھ سے رابطہ قائم کر لیجیے گا۔"

"مسروقہ فارمولوں کی اصلی فلمیں مل گئیں تو تمھیں بہت بڑے انعام سے نوازا جائے گا۔" گرے ہولڈنگ نے کہا۔ "لیکن اگر یہ سب کچھ سچ ہے تو اس بات کی کیا ضمانت ہو گی کہ اُن کی نقلیں نہیں تیار کی گئی ہوں گی؟"

"کسی کو اتنا موقع ہی نہیں مل سکا جناب! ڈی فوسٹر سے وہ فلمیں مجھے ملی تھیں اور مَیں اس سلسلے میں زبانی یقین دہانی کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔"

"ٹھیک ہے۔" گرے ہولڈنگ نے سر ہلایا۔ "لیکن فارمولوں کی واپسی کے عوض تم کتنی رقم کا مطالبہ کرو گے؟"

"مَیں رقم کے لیے یہ کام نہیں کر رہا ہوں جناب! البتہ میری ایک چھوٹی سی خواہش ہے۔ اگر وہ پوری کر دی جائے تو مَیں شکر گزار ہوں گا۔"

"کیا؟" مسٹر گرے ہولڈنگ نے پوچھا۔

"چند روز قبل تین افراد گرفتار کیے گئے ہیں۔ اُنھوں نے کبھی مجھ پر کوئی احسان کیا تھا۔ اگر میری اس خدمت کی کوئی قیمت ادا ہی کرنی ہے تو انھیں رہا کر دیا جائے۔"

"بلیک میلنگ۔" گرے ہولڈنگ نے میری آنکھوں میں دیکھا۔

"ہرگز نہیں۔" مَیں نے نفی میں سر ہلایا۔ "صرف ایک درخواست۔ فارمولے تو ہر حال میں مَیں واپس کروں گا۔"

"اس اسپرٹ کے تحت تو حکومت تمھارے مطالبے پر غور کرنے کے لیے مجبور ہو جائے گی۔ اُن تینوں کے نام بتاؤ۔"

"نائمہ برق، فواد اور حسن ناصر۔" مَیں نے کہا اور گرے ہولڈنگ کو چونکتے دیکھا۔

"تینوں عرب۔" اُس نے کہا۔ "کہیں اُن کا تعلق فلسطین کی آزادی کی تنظیم سے تو نہیں ہے۔"

"وہ کوئی بھی ہیں اور کسی سے بھی تعلق رکھتے ہیں، مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ مَیں تو اُن کا ایک پُرانا احسان چُکانا چاہتا ہوں۔ اگر میری درخواست منظور کر لی جائے تو مَیں اسے اپنے لیے ایک اعزاز سمجھوں گا اور اگر نہ منظور کی گئی تو مَیں سمجھ لوں گا کہ اُن لوگوں کا احسان چُکانا میرے نصیب میں نہیں تھا۔"

"ٹھیک ہے ایلن! کل صبح تم میرے آفس آ جاؤ۔ اُس وقت تک فیصلہ ہو چکا ہو گا۔ بقیہ باتیں وہیں ہوں گی۔"

"کیا آپ کا آفس اُسی عمارت میں ہے جس کے دروازے پر یہ دھمکی تحریر ہے۔"

"وہ صرف اُن لوگوں کے لیے ہے جو چوری چھپے عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کریں۔ اگر تم مجھے اپنی آمد کا صحیح وقت بتا سکو تو تمھیں عمارت میں داخل ہونے میں کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔"

"ٹھیک ہے مسٹر گرے ہولڈنگ! مَیں ٹھیک دس بجے وہاں پہنچ جاؤں گا۔ فارمولوں کی فلمیں میرے پاس ہوں گی۔"

اس کے بعد مَیں نے مسٹر گرے ہولڈنگ سے اجازت چاہی لیکن اجازت دینے کے بجائے اُنھوں نے مجھے ہوٹل تک ڈراپ کرنے کی آفر کی جسے مَیں نے قبول کر لیا۔

ہوٹل میں میرے تینوں ساتھی میرے کمرے میں موجود تھے اور حالات جاننے کے لیے بہت بے چین تھے۔ مَیں نے مختصراً انھیں ساری باتوں سے آگاہ کر دیا۔

"اب صبح نو بجے مَیں زاہر کے ساتھ بینک جاؤں گا جہاں لاکر سے فلمیں نکال کر ہم گرے ہولڈنگ کی طرف جائیں گے۔"

"تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو علی۔" تہذیب نے کہا۔ "انھیں فلمیں مل گئیں تو ممکن ہے وہ اُن تینوں کو نہ رہا کریں۔"

"مَیں نے جو راستہ منتخب کیا ہے وہ سہل ہونے کے ساتھ ساتھ مختصر بھی ہے اور اس میں کامیابی کے امکانات زیادہ بھی ہیں۔ ہم انھیں ممنونِ احسان کر کے زیادہ آسانی سے کام کرا سکتے ہیں۔ یہ لوگ بلیک میلنگ کے چکر میں بہت کم سرنگوں ہوتے ہیں اور مَیں نہیں سمجھتا کہ اس طرح ہم کوئی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں بلکہ شاید ہم نقصان میں ہی رہیں۔"

"ٹھیک ہے علی! ظاہر ہے فیصلہ تو تم کر ہی چکے ہو۔"

"ہاں تہذیب! مَیں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب اس چکّر سے جان چھڑا ہی لینی چاہیے۔ گرے ہولڈنگ کے پاس سے ہم زیادہ سے زیادہ بارہ بجے تک واپس آ جائیں گے اور کل شام تک نیویارک کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔ بُڈ تم ساری تیاریاں مکمل کر لینا۔ اب امریکا میں مزید رُکنا مناسب نہیں ہے۔"

صبح پروگرام کے مطابق مَیں زاہر کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔ جوہری ہتھیاروں کے محکمے کے سامنے ہم ٹیکسی سے اُترے تو ٹھیک دس بجے تھے۔ میری جیبوں میں فلموں کے علاوہ ایک پستول بھی موجود تھا جو مَیں نے احتیاطاً ساتھ رکھ لیا تھا۔ عمارت کے گیٹ پر ایک شخص نے ہمارا استقبال کیا۔ مَیں نے اُس سے اپنا تعارف کرایا اور بتایا کہ مسٹر گرے ہولڈنگ سے میری ملاقات طے ہے۔

"یہ آپ کے ساتھ کون صاحب ہیں؟" اُس شخص نے کہا۔ "مجھے تو صرف آپ کے لیے ہدایت ملی ہے۔"

"یہ میرے رفیقِ کار ہیں۔" مَیں نے کہا۔ "مَیں مسٹر گرے ہولڈنگ سے ان کا تذکرہ کرنا بھول گیا تھا۔"

"مجھے افسوس ہے جناب! آپ اکیلے ہی اندر جا سکیں گے۔ مجھے صرف آپ کے لیے ہدایت دی گئی ہے۔"

"مَیں اندر جاؤں گا تو میرا ساتھی بھی اندر جائے گا ورنہ مَیں واپسی کو ترجیح دوں گا۔" مَیں نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے بے بسی سے کہا۔ "آپ لوگ اندر آئیے، مجھے اس بارے میں ہدایات لینی پڑیں گی۔"

"جو جی چاہے کرو۔" مَیں نے بے پروائی سے کہا پھر مَیں اور زاہر اس کی معیت میں عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے۔ عمارت کے دروازے پر مسلح محافظ موجود تھے جنھوں نے ہم سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اندر داخل ہوتے ہی ایک لاؤنج تھا جہاں کرسیاں اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

صوفے رکھے نظر آ رہے تھے۔

"آپ لوگ تشریف رکھیں، میں مسٹر گرے ہولڈنگ کو اطلاع کرتا ہوں۔" اُس نے دیوار پر نصب انٹرکام کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ انٹرکام پر بات کرنے کے بعد وہ ہماری طرف پلٹ آیا۔ "چلیے جناب۔" اس نے ہاتھ سے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا جس پر سیکیورٹی تحریر تھا۔ میں اور زاہر اس دروازے سے گزرے۔ وہ ایک کمرا تھا جہاں دو افراد نظر آ رہے تھے سامنے رکھی ہوئی جہازی سائز کی میز کے عقب میں جیکولین بیٹھی تھی۔ اس کے پتلے ہونٹوں پر سفاکی سے بھرپور مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔

"خوش آمدید مسٹر ایلن گراہم۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا "میں تمھارا ہی انتظار کر رہی تھی۔"

"مجھے معلوم ہے، تمھارے گرگوں نے چند منٹ قبل تمھیں اطلاع دے دی ہوگی کہ ہم اس عمارت میں داخل ہوتے ہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا اور جیکولین کے ہونٹوں سے مسکراہٹ کی لکیر غائب ہوگئی۔

"اندر داخل ہونے سے قبل تم دونوں کی تلاشی لی جائے گی۔" جیکولین نے سرد لہجے میں کہا۔

"تلاشی لینے کا کیا جواز ہے، مجھے مسٹر گرے ہولڈنگ نے بُلایا ہے، میں خود سے نہیں آیا ہوں۔"

"یہ یہاں کا دستور ہے، یہاں آنے والا کوئی بھی ملاقاتی تلاشی کے بغیر اندر داخل نہیں ہو سکتا۔"

"میرے پاس صرف ایک پستول ہے، وہ میں تمھارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم دونوں کی جامہ تلاشی ہوگی۔" جیکولین غرّائی۔ "اس کے بغیر تم اندر نہیں جا سکتے۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس پستول کے سوا تم کوئی اور ہتھیار برآمد نہیں کر سکو گی۔"

جیکولین نے دو افراد کو اشارہ کیا اور انھوں نے ہماری جامہ تلاشی لی لیکن ہمارے پاس کچھ ہوتا تو برآمد ہوتا۔

"اس پستول کا لائسنس ہے تمھارے پاس؟" جیکولین نے جھنجھلا کر کہا۔ ہمارے پاس سے کوئی اور ہتھیار نہ برآمد ہونے پر وہ خاصی مشتعل دکھائی دے رہی تھی۔

"میرا خیال ہے یہ سوال آپ کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"شٹ اپ۔ تم میرے آفیسر نہیں ہو۔ جو کچھ میں پوچھ رہی ہوں اُس کا جواب دو۔"

میں اُس شخص کی طرف مڑا جس نے ہمارا استقبال کیا تھا۔ "کیا یہاں آنے والے ہر شخص کی اسی طرح بے عزتی کی جاتی ہے؟" اُس کے چہرے پر تو پہلے ہی کبیدگی نظر آ رہی تھی۔ "میں مسٹر گرے ہولڈنگ کو مطلع کرتا ہوں۔" اُس نے آہستگی سے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

"میں گرے ہولڈنگ کی ماتحت نہیں ہوں اور نہ ہی اُسے جواب دہ ہوں۔ وہ میرے معاملات میں مداخلت کرنے کا بھی مجاز نہیں ہے۔ سمجھے تم، لائسنس تو تمھیں دکھانا ہی پڑے گا۔"

"مسٹر گرے ہولڈنگ سے مشورہ کرنے کے بعد ہی میں کوئی جواب دے سکوں گا میڈم جیکولین۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "لیکن یہ مشورہ ضرور دوں گا کہ آدمی کو اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ نہیں اُٹھانا چاہیے۔"

جیکولین کے کوئی جواب دینے سے قبل دروازہ کھلا اور مسٹر گرے ہولڈنگ اندر داخل ہوئے۔ "کیا بات ہے؟" اُنھوں نے باری باری میری اور جیکولین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میڈم جیکولین کا اصرار ہے کہ وہ پستول کا لائسنس دیکھے بغیر ہمیں اندر نہیں جانے دیں گی اور میرا کہنا ہے کہ یہ لائسنس دیکھنے کی مجاز نہیں ہیں۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے جیکولین۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے کہا۔ "اسے اندر جانے دو، بہت اہم معاملہ ہے۔"

"اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے میں جو قدم مناسب سمجھوں اُٹھا سکتی ہوں۔" جیکولین نے بے رُخی سے کہا۔ "براہِ مہربانی آپ مداخلت نہ کریں۔"

"تمھیں اندازہ نہیں ہے کہ یہ ملاقات کتنی اہم ہے جیکولین! بے جا ضد مت کرو۔"

"میں کوئی ضد نہیں کر رہی ہوں۔ مجھے اس شخص پر شبہ ہے۔ کچھ ہی دیر قبل رپورٹ موصول ہوئی ہے کہ یہ اور اس کے تینوں ساتھی فرضی ناموں سے ہوٹل میں مقیم ہیں۔ ان کے پتے بھی غلط ہیں لہٰذا میں انھیں حراست میں لے رہی ہوں۔"

مسٹر گرے ہولڈنگ نے چونک کر میری طرف دیکھا اور میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "آپ نے میری بتائی ہوئی بات کی تصدیق کر لی ہوگی جناب! آپ اندازہ لگائیے کہ جو خطرناک کام ہم نے کیا ہے اس کے بعد ہمارے لیے اپنا تحفظ کس قدر ضروری تھا۔"

انھوں نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا اور جیکولین سے بولے۔ "تم معاملات سے واقف نہیں ہو اس لیے یہ سب کچھ کر رہی ہو۔ میرا مشورہ ہے کہ اس معاملے سے ہاتھ اُٹھا لو۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر گرے ہولڈنگ۔" جیکولین نے بے نیازی سے شانے اُچکائے۔

"اگر یہی بات ہے تو میں وزیرِ دفاع سے بات کر دوں گا۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اس اجنبی کے لیے تم وزیرِ دفاع سے بات کرو گے۔" جیکولین نے مضحکانہ انداز میں کہا۔

مسٹر گرے ہولڈنگ نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔ ایک لمحے کے لیے اُنھوں نے کچھ سوچا تھا اور پھر آگے بڑھ کر اُنھوں نے جیکولین کی میز پر رکھا ہوا سُرخ ٹیلی فون اپنی طرف کھینچ لیا۔ جیکولین اُنھیں سرد نگاہوں سے دیکھ رہی تھی لیکن وہ اُس کی نگاہوں سے بے نیاز ہو کر نمبر ڈائل کر رہے تھے۔ رابطہ ملنے پر اُنھوں نے ریسیور میں جلدی جلدی کہا۔ "میں نے صبح آپ سے ایلن گراہم کا تذکرہ کیا تھا جناب! وہ مجھ سے ملنے آیا ہے۔ مجھے اُس سے اہم نوعیّت کی گفتگو کرنی ہے لیکن یہاں کی سیکیورٹی چیف اُسے اندر نہیں جانے دے رہی۔" وہ خاموش ہو کر دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سُنتے رہے پھر بولے۔ "میں نے سمجھانے کی کوشش کی تھی جناب لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔ ظاہر ہے کہ میں اُسے اصل بات سے تو آگاہ نہیں کر سکتا . . . جی ٹھیک ہے، میں ریسیور اُسے دے رہا ہوں، آپ خود ہی بات کر لیجیے۔" اُنھوں نے ریسیور جیکولین کی طرف بڑھا دیا۔ جیکولین نے ریسیور کانوں سے لگایا اور دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سُنتی رہی۔ اُس نے ایک آدھ بار کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن شاید دوسری طرف سے زبردست جھاڑ پڑی تھی۔ اُس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا اور پھر اُس نے جی بہت بہتر کہہ کر ریسیور واپس رکھ دیا۔

"ٹھیک ہے۔ یہ دونوں اندر جا سکتے ہیں۔" اُس نے مجھے شعلہ بار نظروں سے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

میرے ہونٹوں پر مضحکانہ مسکراہٹ اُبھر آئی۔ "پہلے ہی بات مان لی ہوتی تو کیا بگڑ جاتا۔" میں نے کہا اور جیکولین دانت پیسنے لگی۔ میں اُس کی کیفیت سے محظوظ ہوتا ہوا مسٹر گرے ہولڈنگ اور زاہر کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔ اب ہم عمارت کے اندرونی حصّے کی طرف جا رہے تھے۔

مسٹر گرے ہولڈنگ کے شاندار آفس میں بیٹھنے کے بعد میں نے گفتگو کی ابتدا کی۔ "آپ نے میری باتوں کی تصدیق کر لی ہوگی؟"

مسٹر گرے ہولڈنگ نے جھجکتے ہوئے زاہر کی طرف دیکھا تو میں نے جلدی سے یہ کہہ کر اُن کی جھجک دور کر دی کہ یہ میرا ساتھی ہے اور میرے ہر معاملے میں شریک ہے۔

"میں نے چیک کیا تھا ایلن۔" اُنھوں نے بڑی بے تکلفی سے کہا۔ "واقعی چند فارمولوں کی فلمیں غائب ہیں۔"

"پھر آپ نے کیا کیا؟"

"میں نے فوری طور پر وزیرِ دفاع کو ساری باتوں سے آگاہ کر دیا۔ حکومت کی مشینری حرکت میں آ چکی ہے۔ یہ سراغ لگانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ہمارے حفاظتی نظام میں وہ کون سا رخنہ ہے جس سے گزر کر فلمیں باہر چلی گئیں۔"

"یہ سب کچھ بھی ضروری ہے جناب لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میں نے جو بات کی تھی . . ."

"ہاں، میں نے اس بارے میں بھی وزیرِ دفاع سے بات کی تھی۔ اُن کا کہنا ہے کہ اگر تم نے واقعی فلمیں دے دیں تو ہم ان لوگوں کو فرار کرا دیں گے لیکن . . ."

"لیکن کیا؟" میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"انھیں اس بات پر یقین کرنے میں تامّل ہے کہ اس کے پیچھے ہاروت رابیل کا ہاتھ ہوگا۔"

"اس کے علاوہ اور کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "اور کون ہے جسے فارمولوں سے دلچسپی ہو؟"

"اُس کا کوئی کاروباری حریف اُسے نیچا دکھانے کے لیے اُس کے خلاف سازش کر سکتا ہے۔"

"بہت اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "بس یہ اتفاق ہے کہ اُس کے کچھ اعترافات میں نے ریکارڈ کر لیے تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اُن اعترافات کی قانون کی نظر میں کیا حیثیت ہوگی لیکن آپ کے اس شبہے کے ازالے کے لیے کیسٹ بہرحال کارآمد ہوگی۔"

"اگر ایسا ہے تب تو ہم یقین کر لیں گے۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "وہ کیسٹ ہمیں کب مل سکے گی؟"

"کیسٹ میرے پاس موجود ہے۔" میں نے کوٹ کی جیب سے کیسٹ نکال کر اُن کی طرف بڑھا دی۔ "جیکولین کے آدمی میرے پاس سے اسلحہ برآمد کرنا چاہتے تھے اس لیے اُنھوں نے اس پر توجّہ نہیں دی۔"

مسٹر گرے ہولڈنگ کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے۔ کیسٹ لے کر اُنھوں نے انٹرکام پر اپنی پرسنل سیکریٹری ہیلن کو طلب کیا۔ مجھے دیکھ کر ہیلن کی آنکھوں میں چمک اُبھری تھی۔

"اس کیسٹ کے بارے میں مجھے مکمل رپورٹ درکار ہے۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے کیسٹ ہیلن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آدھے گھنٹے کے اندر لیبارٹری سے رپورٹ حاصل کر کے مجھے مطلع کرو۔"

دلچسپ ترین سنسنی خیز کتابیں شائع ہو گئی ہیں

شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بسترِ مرگ پر بیان کی
ہمزاد (مکمل)
قیمت ۴۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے
ایک پُراسرار شخصیت کی کہانی جس کی پیدائش ہی کسی المیے سے کم نہیں تھا
ایک ایسے شخص کا قصہ جس کے چہرے کی عمر ۱۳۰ سال تھی اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال

ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت
جال (مکمل)
قیمت ۳۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۴ روپے
ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔
جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا۔
دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔

کتابیات پبلی کیشنز کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہیلن کے جلنے کے بعد میں نے فارمولوں والی فلمیں بھی مسٹر گرے ہولڈنگ کے حوالے کر دیں۔" ان فلموں کے بل پر اربوں نہیں بلکہ کھربوں ڈالر کمائے جا سکتے تھے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"لہٰذا یہ نظریہ باطل قرار پاتا ہے کہ فلموں کو غائب کرانے والی حرکت کسی کاروباری حریف کی ہو سکتی ہے۔ کسی کو نیچا دکھانے کے لیے اتنا بڑا خطرہ کوئی بھی مول نہیں لے سکتا۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کون ہو؟ میرا مطلب ہے تمہارا اصلی نام کیا ہے؟ تم کیا کرتے ہو، کہاں رہتے ہو؟"

"میں مجبور ہوں جناب!" میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ "مجھے اُمید ہے آپ یہ سب کچھ معلوم کرنے کے لیے مجھ پر دباؤ نہیں ڈالیں گے۔ کیا اتنا کافی نہیں ہے کہ میں نے ایک ملکی امانت نہایت کامیابی سے حکومت کو واپس پہنچا دی؟"

مسٹر گرے ہولڈنگ نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔ "بے فکر رہو، میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ مجھے اندازہ ہے کہ تمہاری اصلیت ظاہر ہو گئی تو تمہیں خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔"

"اگر ممکن ہو تو جیکولین کے آدمیوں سے ہماری جان چھڑوا دیں جناب! وہ مسلسل ہمارے تعاقب میں ہیں اور اب میں اپنے ساتھیوں سمیت واشنگٹن سے واپس جانا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ جب تم یہاں سے واپس جاؤ گے تو کوئی تمہارا تعاقب نہیں کرے گا۔"

ایک گھنٹے کے اندر اندر ہم تمام مراحل سے گزر گئے۔ کیسٹ کی گواہی اُن کے لیے معتبر قرار پائی تھی اور فلمیں تو تھیں ہی اصلی۔

"اب ہمیں اجازت دیجیے جناب۔" میں نے کہا۔ "مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے سر سے کوئی بوجھ اُتر گیا ہو۔ ہو سکے تو اُن کی رہائی کا بندوبست کر دیجیے گا۔"

مسٹر گرے ہولڈنگ نے مجھے یقین دلایا کہ وہ اس معاملے میں ذاتی دلچسپی لے کر اسے حل کرائیں گے۔ اُنھوں نے مجھے حکومت سے ایک معقول رقم دلانے کی پیشکش بھی کی جسے میں نے نرمی سے مسترد کر دیا۔ وہ مجھ سے بے حد متاثر نظر آرہے تھے اور گیٹ تک ہمیں چھوڑنے آئے۔ میں جیکولین سے اپنا پستول واپس لینا نہیں بھولا تھا۔ مسٹر گرے ہولڈنگ نے ہمیں اپنی کار میں بھجواتے کی پیشکش بھی کی مگر میں نے اُن کا شکریہ ادا کر کے اُن کی یہ پیشکش قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

سڑک پر گزرنے والی پہلی ٹیکسی کو ہم نے روک لیا اور اُسے کرسٹل ہوٹل چلنے کو کہہ کر ہم اس میں بیٹھ گئے۔

"ہم اس آخری مرحلے سے بھی بخیر و خوبی گزر گئے۔" زاہر نے طویل سانس لے کر کہا اور میں نے اثبات میں سر ہلا کر اُس سے اتفاق کا اظہار کیا لیکن اُس وقت ہم دونوں ہی اس بات سے لاعلم تھے کہ ہماری اصل مصیبتوں کا آغاز تو اب ہوا ہے۔ سکون کے دن تو اب رخصت ہوتے ہیں۔

ہم دونوں اپنے اپنے خیالات میں کھوئے ہوئے تھے۔ اس طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں ملی کہ ٹیکسی سے ہوٹل کرسٹل کا فاصلہ پانچ منٹ سے زیادہ کا ہرگز نہیں ہو سکتا لیکن جب کافی دیر چلنے کے بعد بھی ٹیکسی نہیں رُکی تو میں نے چونک کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ ٹیکسی واشنگٹن کی بھری پُری سڑکوں پر سے گزر رہی تھی۔

"یہ تم ہمیں کہاں لیے جا رہے ہو؟" میں نے بلند آواز سے کہا۔ "میں نے تم سے کرسٹل ہوٹل چلنے کو کہا تھا۔"

میری آواز سُن کر زاہر کو بھی ہوش آیا لیکن ہمیں دیر ہو چکی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور کی طرف سے کوئی جواب آنے کے بجائے اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان خودکار طریقے سے شیشے کی ایک دیوار حائل ہو گئی تھی۔ عقبی دروازوں کے شیشے بھی خودکار طریقے سے بند ہو گئے تھے۔ میں پوری طرح چوکنا ہو گیا اور میں نے اپنی جانب والے دروازے کا شیشہ اُتارنے کی کوشش کی مگر شیشہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔ زاہر کی جانب والا شیشہ بھی جام ہو چکا تھا۔

"یہ... یہ کیا ہوا جناب؟" زاہر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "شیشے بھی جام ہیں اور دروازہ بھی۔ آخر یہ چکر کیا ہے جناب؟"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ اچانک یہ کیا ہو گیا؟" میں نے تشویش سے کہا۔ "ممکن ہے جیکولین نے انتقامی جذبے کے تحت کوئی حرکت کر ڈالی ہو؟"

"جیکولین میں اتنا بڑا غیر قانونی قدم اُٹھانے کی ہمت نہیں ہے۔" عقبی حصے میں نصب اسپیکر سے آواز آئی اور میں نے چونک کر پیچھے کی طرف دیکھا۔

"یہ کس کی آواز ہے۔ کیا ڈرائیور بولا تھا؟" زاہر نے بوکھلا کر کبھی پیچھے اور کبھی آگے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "یہ ڈرائیور کی آواز نہیں تھی۔ وہ تو ڈرائیونگ کرنے میں مگن ہے۔"

"پھر یہ شخص کون ہو سکتا ہے جناب؟" زاہر نے کہا۔

"معلوم نہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "آواز تو میرے لیے اجنبی ہے۔" میں نے کہا حالانکہ میں اُسے پہچان چکا تھا۔

"تمہاری چالاکیاں تمہارے کسی کام نہیں آسکیں گی علی یار خان۔" اسپیکر سے سرد لہجے میں کہا گیا۔ "اولیو ہارڈ کی آواز تم سے زیادہ کون پہچان سکتا ہے۔"

اولیو ہارڈ کا نام سُن کر زاہر سیٹ سے اُچھل پڑا۔ اُس کے چہرے پر مُردنی چھا گئی تھی۔

میں اُسے پہلے ہی شناخت کر چکا تھا۔ وہ واقعی اولیو ہارڈ کی ہی آواز تھی۔ زاہر پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ مجھے خود بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ میں بہت بے تُکا پھنسا ہوں۔ یہ بات البتہ سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اولیو ہارڈ کو میرا سُراغ کیسے ملا۔ ہم نے تو انتہائی احتیاط برتی تھی۔ ہر قدم پر میک اپ کا سہارا لیا تھا۔ یکے بعد دیگرے ہوٹل تبدیل کرتے رہے تھے اور پھر اولیو ہارڈ... اُسے تو میں نے بڑی مصیبتوں میں پھنسا دیا تھا۔ لائن آف کروزل سے روانہ ہونے والی اسلحے کی پہلی کھیپ کے معاملے میں اُسے شکستِ فاش سے دوچار کیا تھا۔ اُس کی بیٹی کو اغوا کر کے میں نے اسے بے بسی کی اُس منزل تک پہنچا دیا تھا جہاں آدمی خودکشی تک کر لیتا ہے۔ اُس وقت اولیو ہارڈ پوری طرح میرے رحم و کرم پر تھا۔ میں اگر چاہتا تو اُسے بہ آسانی ہلاک کر سکتا تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں تو اُسے یہ باور کرا دینا چاہتا تھا کہ اُس کی اوقات کیا ہے۔ بے بسی، ذلت اور بے کسی کی انتہا تک پہنچا دینا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے بڑے بھرپور زخم لگائے تھے۔ جس مشن کا وہ انچارج تھا اُسے میں نے خود اُسی کے ذریعے ناکام بنا دیا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد تھا کہ اولیو ہارڈ نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر اُسے موقع ملا تو مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

"ہاں پیارے اولیو ہارڈ! میں نے تمہاری آواز پہچان لی ہے۔" میں نے بڑے سکون سے کہا لیکن یہ سکون سطحی تھا۔ میرے اندر بڑے طوفان اُٹھ رہے تھے۔ اوّل تو یہ معمّا ہی لاینحل تھا کہ اولیو ہارڈ مجھ تک پہنچا کیسے؟ لیکن مجھ تک پہنچ ہی گیا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ تہذیب اور بڈ بھی اُس کی نگاہوں میں آگئے ہوں گے اور میں اُس کی فطرت سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ اپنی مطلب براری کے لیے وہ کسی حد تک بھی گر سکتا تھا۔ میں اور زاہر تو اُس کے چُنگل میں آہی گئے تھے مگر تہذیب اور بڈ بھی خطرے میں تھے۔ ممکن تھا اولیو ہارڈ اُن پر بھی قابو پا چکا ہو۔

"آپ کیا کر رہے ہیں جناب؟" زاہر نے میری طرف جُھکتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔ "پستول نکال کر شیشے پر فائر کیجیے ورنہ معلوم نہیں ہمارا کیا حشر ہوگا۔"

"بے کار ہے زاہر۔" میں نے سرگوشی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا۔ "شیشے بُلٹ پروف ہیں۔ ان پر فائر کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔"

"تم بہت مطمئن نظر آرہے ہو علی یار خاں!" اولیو ہارڈ کی آواز آئی۔ "لیکن یقین رکھو، تمہاری کوئی چالاکی تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔"

"میں بہت حیران ہوں اولیو ہارڈ!" میں نے کہا۔ "معلوم نہیں تم نے کیا بہانہ کر کے اپنی جان بچائی ہو گی اور پھر مجھے کیسے تلاش کر لیا؟"

"تم نے مجھے بہت بڑے بڑے نقصانات پہنچائے ہیں۔ یہ میں ہی جانتا ہوں کہ مجھے کیسے کیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اُسے غداری کے الزام میں فائرنگ اسکواڈ کے حوالے کر دیا گیا ہوتا لیکن دیکھ لو میں نہ صرف زندہ ہوں بلکہ اب تم میرے رحم و کرم پر ہو۔"

"تمہاری چال بازیوں سے میں بہت اچھی طرح واقف ہوں ہارڈ! لیکن یہ بات بہرحال باعثِ حیرت ہے کہ تم نے مجھے تلاش کیسے کر لیا؟"

"تم سے ایک غلطی ہو گئی تھی علی یار خاں! تم نے ہاروت رابیل کو اپنے بارے میں بتا دیا تھا۔"

"اوہ! تو وہ زندہ بچ گیا۔" میں نے چونک کر کہا۔

"زندہ ہی نہیں بچا بلکہ اُس نے پہلی فرصت میں مجھے تمہارے بارے میں مطلع کر دیا۔"

"اس کے باوجود بھی مجھ تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے ہوٹل بھی تبدیل کر دیا تھا اور میک اپ بھی۔"

"میری ذہانت کی داد دو کہ میں نے جوہری توانائی کے محکمو[ں] کی نگرانی شروع کرا دی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ اب تم امریکی حکومت سے رابطہ قائم کرو گے۔"

"یہ محض اتفاق ہے ورنہ ضروری نہیں تھا کہ میں امریکی حکام سے رابطہ قائم کرتا۔"

"یہ بہت ضروری تھا۔ تم یہودیوں کو زک دینے کے چکر میں رہتے ہو۔ تمہارے پاس ہاروت رابیل کے خلاف ثبوت بھی تھے۔ پھر نچلے کیسے بیٹھ سکتے تھے۔"

"اس ٹیکسی کے راز سے بھی آگاہ کر دو پیارے ہارڈ! یہ کس طرح نازل ہوئی۔ ممکن تھا ہم کسی اور ٹیکسی میں بیٹھ جاتے۔"

"یہ ناممکن تھا۔ میں نے انتظام کر لیا تھا کہ جب تم باہر نکلو اُس وقت یہی ٹیکسی تمہارے سامنے آئے۔"

میں نے زاہر کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ "لیکن [تم] خود کہاں ہو ہارڈ؟" میں نے کہا۔ "کیا صرف اسی گفتگو پر اکتفا کر[نا] پڑے گا؟"

"تم سمجھ دار آدمی ہو علی! اندازہ کر سکتے ہو کہ اب بھی امریک[ہ] میں میرے کتنے اثرات ہیں۔ میں جب چاہوں گا تمہیں اپنے پاس بُلوا لوں گا۔"

میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا اور مجھے یہ اندازہ کرنے میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دشواری نہیں ہوئی کہ ٹیکسی کسی خاص راستے پر نہیں چل رہی بلکہ بے مقصد ہی سڑکوں پر چکر لگا رہی ہے۔ اس بات سے یہی مقصد ہو سکتا تھا کہ ہمیں راستوں کا اندازہ نہ ہونے پائے۔ "شکریہ ادلیو! میں تو سمجھ رہا تھا کہ اب تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔"

"مجھے یاد ہے میں نے تم سے کہا تھا کہ آئندہ اگر مجھے موقع ملا تو میں تم سے کوئی رعایت نہیں برتوں گا لیکن اُس وقت میں غصّے میں تھا اس لیے ایسی نازیبا بات کہہ دی تھی۔ اب غور کرتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ مجھ پر تو تمھارے بہت سے احسانات ہیں جن کا بدلہ مجھے چکانا ہے۔"

میں نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ ادلیو ہاورڈ کا انداز ایسا نہیں تھا کہ میں اُسے آسانی سے نظر انداز کر دیتا۔ وہ مجھ پر طنز کر رہا تھا اور اُس کے ارادے میری توقعات سے کہیں زیادہ خوف ناک تھے۔

"اس وقت میں تمھارے قبضے میں ہوں ادلیو! تم مجھ پر جو طنز بھی کرو میں اُسے سننے کے لیے مجبور ہوں۔"

"میں طنز نہیں کر رہا ہوں علی!" ادلیو ہاورڈ کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ "میری زندگی تمھارے ایک اشارے کی محتاج تھی لیکن دیکھ لو، میں آج بھی زندہ ہوں اور یہ مجھ پر تمھارے اَن گنت احسانات میں سے ایک ہے۔"

ذاہر ہونق نظر آرہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میرے اور ادلیو ہاورڈ کے درمیان کس نوعیت کی گفتگو ہو رہی ہے۔ وہ یقیناً یہی سمجھ رہا تھا کہ ادلیو ہاورڈ میرا ممنونِ احسان ہے لیکن مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ادلیو ہاورڈ جو کچھ بھی کہہ رہا تھا اس کے پیچھے اُس کے مجروح جذبات تھے اور اُس نے مجھ سے انتقام لینے کے لیے کوئی خوف ناک منصوبہ بنا رکھا تھا۔ اس سے آگے میں کچھ نہ سوچ سکا۔ اس لیے کہ میں نے کسی قسم کی بُو محسوس کی تھی اور قبل اس کے کہ میں اُس بُو کے بارے میں کچھ سمجھ سکتا، میں بے ہوش ہو گیا۔

ہوش آیا تو میں ٹیکسی میں سفر نہیں کر رہا تھا۔ وہ تو ایک سجا سجایا کمرا تھا اور میں ایک بیڈ پر دراز تھا۔ مجھے اپنے ماتھے پر نسوانی ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا اور میں بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا۔ حواس پوری طرح بحال نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے میں اُسے چُندھیائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ مجھے شناسا نظر آرہی تھی لیکن فوری طور پر اُسے شناخت کرنا ممکن نہ ہو سکا۔

"تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔" لڑکی نے مجھے لٹانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "چلو، لیٹ جاؤ۔"

اُس کی آواز بھی اجنبی نہیں معلوم ہو رہی تھی لیکن وہ کون تھی، خود میں کہاں تھا اور ذاہر کہاں چلا گیا، میں اور ذاہر تو ٹیکسی میں سفر کر رہے تھے۔ پھر ادلیو ہاورڈ نے کسی گیس کے ذریعے ہمیں بے ہوش کر دیا تھا اور آنکھ کھلنے پر اب یہ منظر سامنے تھا۔

"مجھے آرام کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں کہاں ہوں اور تم کون ہو؟"

"تو تم مجھے نہیں پہچانے؟" لڑکی نے خاصے مایوسانہ انداز میں کہا۔ یُوں معلوم ہو رہا تھا جیسے میرے اظہارِ ناشناسائی سے اُسے شدید صدمہ پہنچا ہو۔

"ایسا لگتا ہے میں نے تمھیں کہیں دیکھا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس وقت دماغ پر دھند چھائی ہوئی ہے میری یادداشت پوری طرح کام نہیں کر رہی۔"

"حالانکہ ہم نے بہت سا وقت ایک ساتھ گزارا ہے اور بہت اچھا وقت گزارا ہے۔" لڑکی نے مغموم انداز میں کہا۔ "میں تو سمجھ رہی تھی تم ایک ہی نظر میں مجھے شناخت کر لو گے۔"

میں اضطراری انداز میں بیڈ سے اُتر گیا۔ عام حالات میں یہ ممکن نہیں تھا کہ میں کسی کو پہچاننے میں اتنی دیر لگا دوں لیکن جس گیس کے ذریعے مجھے بے ہوش کیا گیا تھا وہ یقیناً ابھی تک مجھ پر اثرانداز تھی۔ شاید مجھے قبل از وقت ہوش آگیا تھا اس وجہ سے میرا دماغ پوری طرح کام نہیں کر پا رہا تھا۔

میں کمرے میں ٹہلنے لگا۔ ٹہلتا ہوا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سے گزرا تو آئینے پر نظر پڑی اور میں ٹھٹک گیا۔ اس وقت میں خود اپنے لیے اجنبی تھا۔ میرا میک اپ تبدیل کر دیا گیا تھا۔

چند لمحے میں آئینے کے سامنے کھڑا خود کو شناخت کرنے کی کوشش کرتا رہا اور پھر اچانک ہی ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ دماغ پر چھائی ہوئی دھند کافور ہو گئی تھی اور میں نے خود کو پہچان لیا تھا۔ میں ڈینس پال گولڈے کے میک اپ میں تھا اور اس کے ساتھ ہی میں نے بیڈ پر بیٹھی ہوئی لڑکی کو بھی پہچان لیا۔ وہ ادلیو ہاورڈ کی بیٹی لکی ہاورڈ تھی۔

"مجھے یاد آگیا۔" میں نے بیڈ کی طرف تیزی سے مڑتے ہوئے کہا۔ "تم لکی ہاورڈ ہو نا؟"

لکی دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھی تھی، میری بات سن کر خوشی سے اُچھل پڑی۔ "ہاں، میں لکی ہاورڈ ہوں۔ مجھے نہ پہچان کر تم نے میرا دل توڑ دیا تھا۔" اُس نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"اچھے دوستوں کو کون بھلا سکتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن میری ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں تھی ورنہ تمھیں بھلا میں کیسے بھول سکتا ہوں۔"

"تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟ میں نے تمھیں کتنا یاد کیا۔ کتنے لوگوں سے تمھارے بارے میں پوچھا مگر کسی نے کچھ نہیں بتایا۔"

"میں بے بس تھا لکی! تمھیں یاد ہے نا ہمیں فوجیوں نے پکڑ لیا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی مگر انھوں نے میری ایک نہ سُنی۔ لیکن تم کہاں چلی گئی تھیں، تم پر کیا گزری؟" میں نے بے تابی کا مظاہرہ کیا۔ جیسے اس سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہو لیکن حقیقت یہ تھی کہ میرے ہوش اُڑے ہوئے تھے۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ لکی سے یوں بھی سامنا ہو سکتا ہے۔ صاف ظاہر تھا کہ ادلیو ہاورڈ نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی ہے مگر اس کی اس حرکت کے پیچھے کیا عوامل کارفرما تھے، یہ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ مجھے بے ہوش کرنے کے بعد اُس نے نہ صرف میرا میک اپ ختم کیا تھا بلکہ مجھ پر ڈینس پال گولڈے کا میک اپ بھی کیا تھا اور اس کے بعد مجھے اپنی بیٹی کے ساتھ ایک کمرے میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ ذاہر کو معلوم نہیں اُس نے کہاں رکھا ہو گا۔ بہرحال اب میں غیر مسلح تھا اور لکی ہاورڈ کے ساتھ تنہا تھا۔ لکی جس سے پہلے بھی میں نے بمشکل خود کو بچایا تھا، وہ کچھ زیادہ ہی آزاد خیال تھی۔ صرف آزاد خیال ہی نہیں بلکہ آزاد عمل بھی . . . اور ایسی لڑکیوں سے میری جان نکلتی تھی جو عمل کے معاملے میں بھی آزادی کی قائل ہوں۔

لکی خوشی سے نہال ہوئی جا رہی تھی، وہ مجھے بتا رہی تھی کہ اُسے ایک تہ خانے میں قید رکھا گیا تھا پھر اُس کے ڈیڈی نے اُسے اس قید سے نکالا اور واپس تل ابیب لے گئے۔ لکی کی جدائی میں اُس کی ممی کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی جو پہلے ہی اپاہج تھیں اگر کچھ دن اور لکی واپس نہ پہنچتی تو اُن کی جان کے لالے پڑ سکتے تھے۔

"ڈیڈی کہہ رہے تھے کہ تم پاکستانی ہو، اسرائیل کے بہت بڑے دشمن ہو اور تمھارا اصل نام علی یار خاں ہے۔"

یہ بات میرے لیے غیر متوقع نہیں تھی۔ لکی کو مجھ سے بدظن کرنے کے لیے اُسے یہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ "اچھا!" میں نے یونہی بے خیالی میں کہا۔

"وہ یہ بھی بتا رہے تھے کہ تم صرف اسرائیل کے ہی نہیں بلکہ ہر یہودی کے جانی دشمن ہو۔"

"ہوں۔" میں نے لکی کو بغور دیکھا۔ "تمھارا کیا خیال ہے؟" میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں اور ممی اُن کی اِس بات سے متفق نہیں ہوئے۔" لکی نے کہا۔

"تمھارے ڈیڈی ایک ذمّے دار آدمی ہیں۔ اُن سے کسی غیر ذمّے دارانہ بات کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ تم کو اُن سے اختلاف نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

لکی کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوئے۔ "تمھیں اپنے الفاظ کی سنگینی کا اندازہ ہے ڈینس؟" اُس نے کہا۔

"میں تمھارے ڈیڈی کا بے حد احترام کرتا ہوں، اُن سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ انھوں نے یہ بات سوچ سمجھ کر ہی کہی ہو گی۔"

"تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" لکی بُرا مان کر بولی۔ "ڈیڈی بھی انسان ہیں، اُن سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔"

"وہ تو تم سے بھی ہو سکتی ہے، تمھاری ممی سے بھی ہو سکتی ہے۔ تم کس بنا پر اُن سے اختلاف کر رہی ہو؟"

"جتنے قریب سے میں نے تمھیں دیکھا ہے۔" لکی آنکھیں بند کر کے مسکرائی۔ "اتنے قریب سے ڈیڈی نے نہیں دیکھا۔ دیکھ بھی نہیں سکتے۔ میں پورے یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ تم کچھ بھی ہو، یہودیوں کے دشمن نہیں ہو سکتے۔"

"حالانکہ میں ہوں۔" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

لکی نے چونک کر مجھے دیکھا پھر قہقہہ لگا کر بولی۔ "تم کچھ ہی کیوں نہ کہہ لو، مجھ سے جان نہیں چھڑا سکو گے۔"

"میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں، تمھارے ڈیڈی نے جو کچھ کہا ہے اُس میں ایک لفظ بھی غلط نہیں ہے۔"

"ہُوں۔" لکی غرّائی۔ "تمھیں اپنی بات ثابت کرنی ہو گی۔"

وہ بیڈ سے اُتر کر میری طرف آئی اور میرے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ "میں خود کو تمھارے حوالے کر رہی ہوں۔" اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم یہودیوں کے دشمن ہو نا، میں بھی یہودی ہوں۔ میری جان لے لو۔ گلا گھونٹ دو میرا۔ یقین کرو، میں آواز تک نہیں نکالوں گی۔"

"تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "یہ کیا کر رہی ہو، اٹھو، ٹھیک سے بیٹھو۔"

"ثابت کرو کہ تم یہودیوں کے دشمن ہو۔" اُس نے دانت پیس کر کہا۔ اور جنونی انداز میں مجھ پر جھپٹ پڑی۔ میرے لیے خود کو بچانا مشکل ہو گیا۔ اُس کے اکثر حملوں سے بچنے کے باوجود میرے کئی خراشیں لگیں جو اُس کے بڑھے ہوئے ناخنوں کے باعث آئی تھیں۔ بدقّت تمام میں نے اُس کے دونوں ہاتھ پکڑے لیکن وہ اب بھی اپنے ہاتھ چھڑانے کی جدوجہد کیے جا رہی تھی۔ اُس کی انتہائی کوشش تھی کہ کسی صورت ہاتھ چھڑا کر مجھے نوچ کھسوٹ ڈالے۔ اُس کے منہ سے عالمِ جنون میں اب بھی یہی الفاظ مسلسل ادا ہو رہے تھے کہ "ثابت کرو تم یہودیوں کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دشمن ہو، مار ڈالو مجھے، دیر کیوں کر رہے ہو؟"

رفتہ رفتہ اُس کی جدوجہد کم ہونے لگی اور مَیں نے اُسے بیڈ پر دھکیل دیا۔ لکی بیڈ پر اوندھے مُنہ گری اور اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اب اُس کے جسم کو دھچکے لگ رہے تھے، وہ رو رہی تھی۔ مَیں خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے علاوہ اور مَیں کر بھی کیا سکتا تھا۔ لکی کا ردِعمل میرے لیے بہت غیر متوقع تھا۔ اس سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر تھی کہ آخر اولیو ہاورڈ کا مقصد کیا ہے؟"

مَیں کرسی پر بیٹھا تشویشناک نظروں سے روتی ہوئی لکی کو دیکھتا رہا۔ اولیو ہاورڈ اس بار بالکل نئے روپ میں میرے سامنے آیا تھا۔ امریکا میں اُس کے ذاتی اثر و رسوخ سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا اور یہ بات بھی طے تھی کہ اُسے کسی بھی قسم کی سرکاری سرپرستی یا تائید حاصل نہیں ہو سکتی۔ مَیں نے اُسے سی آئی اے سے نکلوا دیا تھا اور اس کے بعد یہ ممکن نہیں تھا کہ سرکاری سطح پر اُس کی پذیرائی کی جائے لیکن جس پیمانے پر اُس نے میرے خلاف کارروائی کی تھی اُسے اگر اُس کے ذاتی وسائل پر محمول کیا جاتا تو یہ بھی کم باعثِ حیرت نہیں تھا۔ آخر اُس کے ذاتی وسائل کس قدر تھے کہ وہ نہ صرف بہتی سُرعت سے مجھ تک پہنچ گیا بلکہ اُس نے مجھے اپنا قیدی بنا لیا۔ وہ ٹیکسی جس میں مجھے اور زاہر کو اغوا کیا گیا میرے ہوش اُڑا دینے کے لیے بہت کافی تھی۔ اُس کے نہ صرف تمام شیشے بُلٹ پروف تھے بلکہ اُس میں اس قسم کے ٹرانسمیٹر بھی نصب تھے جن سے دوطرفہ گفتگو کرنا ممکن تھا۔

مَیں سوچتا رہا مگر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ یہ تشویش بہرحال اب بھی تھی کہ کیا اولیو ہاورڈ، تہذیب پر بھی ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گا؟ مجھے اُس سے اس حماقت کی توقع ذرا کم ہی تھی۔ اس لیے کہ اس سے قبل وہ اپنی اسی حرکت کے سنگین نتائج بُھگت چُکا تھا۔ مَیں نے اُسے بدترین شکست اور احساسِ بے بسی سے دوچار کیا تھا اور اب اُسے زندگی بھر دوبارہ میرے کسی متعلقہ آدمی پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں ہونی چاہیے تھی۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ مَیں نے اُس کی بیٹی کو جواباً اغوا کیا تھا۔ اگر اُس نے تہذیب کو اغوا کر کے پہل نہ کی ہوتی تو اُس کی بیٹی بھی محفوظ رہتی۔ اب اگر اُس نے دوبارہ ایسا ارادہ کیا بھی تو کم از کم میرے زندہ ہوتے ہوئے تو یہ ممکن نہیں تھا۔ اور اُس نے مجھے زندہ رکھا تھا۔ اولیو ہاورڈ جیسے..... کمینی فطرت کے مالک شخص سے یہ توقع بھی نہیں تھی۔ لیکن اُس نے مجھے کوئی گزند نہیں پہنچایا تھا تو اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ مجھ سے اُس کا کوئی بڑا مفاد وابستہ ہے۔

اِدھر ہاردت رابیل بھی زندہ بچ گیا تھا۔ معلوم نہیں وہ کیسے زندہ بچ سکا ہو گا لیکن بہرحال وہ زندہ تھا۔ ممکن ہے اُس نے محض احتیاط کے پیشِ نظر پہلے سے ہی کچھ ایسے انتظامات کر رکھے ہوں کہ اگر کوئی غلطی سے جھیل میں گر جائے تو مگرمچھ اُسے گزند نہ پہنچا سکیں۔ اُس کم بخت کو بھی زندہ بچنے کے بعد اولیو ہاورڈ سے ہی رابطہ قائم کرنا رہ گیا تھا لیکن بنیادی غلطی میری ہی تھی۔ اگر مَیں نے اُسے اپنے بارے میں نہ بتایا ہوتا تو بھلا وہ اولیو ہاورڈ کو کیا خاک مطلع کرتا۔ اور اگر کرتا بھی تو میری اصلیت پر کبھی روشنی نہیں پڑ سکتی تھی لیکن اسے کیا کہا جائے کہ انسان خطا کا پُتلا ہے اور مَیں بھی ایک انسان ہی تو ہوں۔ مجھ سے بھی حماقت سرزد ہو گئی۔ خود کردہ را علاجے نیست کے مصداق مَیں اس کے نتائج و عواقب بھگتنے پر مجبور تھا۔

لکی ہاورڈ کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی تو میرے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ وہ سر اُٹھا کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ اُس کا نرم نازک حسین چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔ اُس کے اس طرح گھورنے پر مَیں بُری طرح گڑبڑا گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس صورتِ حال میں مجھے کیا کہنا چاہیے یا میرا ردِعمل کیا ہونا چاہیے۔

"تم وحشی درندے ہو۔" لکی رُندھی ہوئی آواز میں بولی۔ "تم میں انسانیت نام کو بھی نہیں ہے۔"

"یہی تو مَیں بھی تمھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔" مَیں نے بوکھلا کر کہا۔ "کہ مَیں بہت بُرا آدمی ہوں۔"

"تم میں اتنی انسانیت بھی نہیں ہے کہ ایک لڑکی تمھارے سامنے رو رہی ہے تو کم از کم اُسے تسلی ہی دے دو۔"

"ابھی ذرا ہی دیر پہلے تو تم مجھے جان دیے دے رہی تھیں اور اب اس بات پر ناراض ہو رہی ہو کہ مَیں نے تمھیں دلاسہ کیوں نہیں دیا؟"

"خاموش رہو، تم بہت بڑے جھوٹے ہو۔ ایک طرف تو کہتے ہو کہ تم یہودیوں کے دشمن ہو اور دوسری طرف . . ." اُس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"مَیں نے غلط نہیں کہا تھا لیکن مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ تم یہ بات کبھی نہیں سمجھ سکو گی۔"

"کیوں نہیں سمجھ سکوں گی۔" وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ بیٹھی۔ "کیا مَیں کوڑھ مغز ہوں۔ یہ نہیں سمجھ سکتی کہ اگر تم یہودیوں کے دشمن ہوتے تو مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔"

"تم جذباتی ہو رہی ہو لکی! اور کوئی بھی جذباتی شخص عقل کی کوئی بات نہیں سمجھ سکتا۔"

"بہانے بازیاں مت کرو۔ تمھارا پول کُھل چکا ہے۔ تم نے صرف مجھ سے جان چھڑانے کے لیے ایک جھوٹا الزام قبول کر لیا ہے۔"

"مَیں واقعی علی یار خاں ہوں۔" مَیں نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا اور پھر اچانک ہی مجھے غصہ آ گیا۔ یہ کیا حماقت تھی کہ مَیں اُسے اپنے بارے میں یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لوگ تو مجھے میرے اطوار سے پہچان لیا کرتے تھے۔ مجھے اُن کی نگاہوں سے بچنے کے لیے میک اپ کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ مجھ پر کوئی ایسا وقت بھی آئے گا کہ جب مَیں کسی کو اپنے علی یار خاں ہونے کے بارے میں یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہوں گا۔ قریب تھا کہ مَیں غصے میں اُس سے کوئی سخت بات کہہ دیتا لیکن مَیں نے بروقت خود کو سنبھال لیا۔ اُس وقت مَیں اولیو ہاورڈ کی قید میں تھا۔ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔ اُس کی قید سے نکلنا بھی آسان نہیں تھا۔ یہ بات خلافِ مصلحت ہوتی کہ مَیں اُس کی بیٹی سے جھگڑا مول لیتا۔ لہٰذا مَیں نے نرم لہجے میں کہا۔ "نہیں، مَیں کسی علی یار خاں کو نہیں جانتا۔ مَیں تو ڈینس پال گولڈ ہوں۔ تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

"اس بات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں کہ تم علی یار خاں ہو یا پھر ڈینس پال گولڈ۔ مجھے تو صرف ایک سوال کا جواب چاہیے۔"

"مَیں تمھارے ہر سوال کا جواب دینے کو تیار ہوں لیکن سوال آسان ہونا چاہیے۔"

"تم میرے جذبات کا احساس کیوں نہیں کرتے۔ کیوں میری پیاس میں اضافہ کیے جا رہے ہو؟"

"مَیں نے کہا تھا سوال آسان ہونا چاہیے۔ اب اِس بات کا مَیں کیا جواب دوں۔" مَیں نے بے بسی سے کہا۔

"تم شاید میری طلب میں اضافے کے خواہش مند ہو۔ میرے جذبات بھڑکا کر لطف اندوز ہو رہے ہو یا پھر شدّت کے خواہاں ہو۔ اگر ایسا ہے تو یقین کرو کہ میرے جذبات پہلے ہی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ایسے خلوص کا مظاہرہ کروں گی کہ تم زندگی کے کسی لمحے میں مجھے فراموش نہیں کر سکو گے اور میرا حصول تمھاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش بن جائے گا۔"

"تم سے بات کرنا فضول ہے۔" مَیں نے خشک لہجے میں کہا۔ "تمھارے پاس کوئی دوسرا زاویۂ نظر ہے ہی نہیں۔"

"تمھارے پاس بھی تو نہیں ہے۔" اُس نے جارحیت سے کہا۔ "تم نے کب میرا نقطۂ نظر سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ تم تو بس یہ چاہتے ہو کہ مَیں بھی تمھاری طرح نارسیدہ ہی رہوں لیکن یاد رکھو، مجھے تشنگی سے نفرت ہے۔"

"آسودگی اور نارسیدگی کے جو پیمانے تم نے اختراع کیے ہیں، وہ میرے لیے ناقابلِ قبول ہیں۔"

"تم تو کنوئیں کے مینڈک ہو۔" اُس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "ایسا مینڈک جو تمام عمر ایک کنوئیں میں ٹرّاتا رہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اُس نے ساری دنیا دیکھ لی ہے۔ اُس کی ساری دنیا ایک کنوئیں تک ہی محدود رہتی ہے۔ اس سے آگے کا اُسے کچھ علم نہیں ہوتا۔"

"یہ تمھاری لاشعوری خواہش ہے جو اس وقت اتفاقاً تمھارے لبوں تک آ گئی ہے۔ تم مجھے کنوئیں کا مینڈک بنا دینا چاہتی ہو۔"

"تم کفرانِ نعمت کر رہے ہو اور ساتھ ہی میری توہین بھی۔" لکی غصے سے سُرخ ہو کر بولی۔

"معاف کرنا مَیں نے خواتین کو کبھی ڈش نہیں سمجھا اور نہ شاید آئندہ کبھی سمجھ سکوں۔"

"مَیں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ تم نارسیدگی کا شکار ہو۔ ڈش کی طلب کے لیے کھانوں کی لذت سے آشنائی ضروری ہے۔"

"مَیں اُس ڈش کو ترجیح دیتا ہوں جو صرف میرے دسترخوان پر موجود ہو۔ بلاتخصیص ہر دسترخوان پر موجود ہونے والی ڈش اگر کسی کے لذتِ کام و دہن کا سبب ہو سکتی ہے تو مَیں لذتِ کام و دہن کا مفہوم تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

"مَیں کوئی گری پڑی لڑکی نہیں ہوں۔ معاشرے میں مجھے عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔"

"ممکن ہے ایسا ہو۔" مَیں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن تم نے اپنے طرزِ عمل سے اس بات کی تائید نہیں کی۔"

"مجھے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟" اُس کا انداز اچانک ہی التجائیہ ہو گیا۔ "مَیں خود کو تمھاری مرضی کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کروں گی۔"

"وقار آدمی کی شخصیت کا بنیادی جُز ہونا چاہیے، اپنی سطح سے گرنے کے بعد آدمی، آدمی نہیں رہتا۔"

"مَیں تو تمھیں اپنانا چاہتی ہوں۔" وہ اُٹھ کر میرے قدموں میں آ بیٹھی۔ "مگر تم میرے جذبات کی قدر ہی نہیں کرتے۔"

"تم غلط کہہ رہی ہو، مجھے اپنانا تمھارا مقصد نہیں بلکہ میرا حصول تمھاری ضد بن گیا ہے۔"

"ایسا نہ کہو، مَیں تو اپنا آپ تمھیں سونپ دینا چاہتی ہوں۔ تم سے ضد تو نہیں کر رہی۔"

"ابھی ابھی مَیں نے تمھیں وقار کی تلقین کی تھی اور تم نے فوراً ہی اُس کے خلاف عمل کر دکھایا۔ اس طرح پیر دل میں بیٹھنا . . ."

"اس سے تو میرے وقار میں اضافہ ہو گا۔" اُس نے اپنا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چہرہ میرے گھٹنوں پر رکھ دیا۔ "تمھارے قدموں میں ذرا سی جگہ مل جانا بھی میرے لیے بڑا اعزاز ہے۔ کچھ دیر مجھے یونہی بیٹھا رہنے دو۔ پلیز مجھے اٹھانا مت۔"

میں شدید ترین غصے، بے بسی اور جھنجلاہٹ کا شکار ہو گیا۔ لکی کو قابو میں کرنا میرے بس سے باہر ہو گیا تھا۔ اُس پر کوئی بات اثر ہی نہیں کر رہی تھی۔ اُس پر تو بس ایک ہی دھن سوار تھی۔ اُس سے پہلی ملاقات سے قبل اگر مجھے علم ہو جاتا کہ وہ کس ٹائپ کی لڑکی ہے تو میں اولیو ہارڈ سے نمٹنے کی کوئی اور تدبیر سوچتا لیکن اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا اور اُسے بھگتنا ہی تھا۔ معلوم نہیں اُس کم بخت اولیو ہارڈ مردود کو اپنی بیٹی کو ساتھ لانے کی کیا مصیبت پڑی تھی۔ میں نے سوچا کہ جلد از جلد اُس کی قید سے نکلنے کی کوشش کروں کیونکہ اس کے بغیر اس بلائے بے درماں سے جان چھوٹنے کا کوئی امکان نہیں تھا لیکن یہ تو بعد کی بات تھی۔ پہلا مرحلہ تو یہ درپیش تھا کہ لکی کو ہینڈل کیسے کیا جائے۔ وہ تو آپے سے باہر ہو رہی تھی۔ میرے گھٹنوں پر سر رکھے آنکھیں بند کیے بڑبڑا رہی تھی۔ اُس کی آواز بہت دھیمی تھی اس لیے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے لیکن اُس پر جو کیفیت طاری تھی اُس سے یہ سمجھنا چنداں مشکل نہیں تھا کہ وہ کس قسم کے الفاظ ادا کر رہی ہو گی۔

"کیوں مجھے شرمندہ کر رہی ہو لکی؟" میں نے ایک نتیجے پر پہنچتے ہوئے اُس کا حسین چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے کر کہا۔ "تمھارا مقام میرے قدموں میں نہیں میرے دل میں ہے۔"

لکی نے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا۔ اُس کی سُرخ آنکھوں میں استعجاب لہریں لے رہا تھا لیکن اُس کی یہ کیفیت محض ایک لمحے کے لیے تھی۔ اگلے ہی لمحے اُس کی آنکھوں میں پھر گلابی ڈورے تیرنے لگے۔ "اگر یہ سچ ہے تو مجھے اس پر یقین نہیں اور اگر یہ جھوٹ ہے تو میری زندگی کا حسین ترین جھوٹ ہے۔" اُس نے اپنے ہاتھ میرے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں لکی! تمھارا مقام میرے دل میں ہے۔ میں تمھارے رنگین سراپا کو اپنی آنکھوں میں سجاؤں گا۔ تمھاری یادوں سے اپنے ذہن کے ہر نہاں خانے کو منور کروں گا اور تمھارے عطر بیز وجود سے اپنی سانسیں معطر کروں گا۔"

لکی اپنا چہرہ میرے ہاتھوں پر رگڑنے لگی۔ "تم کتنے حسین پیرائے میں گفتگو کرتے ہو۔" اُس نے مخمور لہجے میں کہا۔ "آج تک کسی نے یوں میری توصیف نہیں کی۔ جی چاہتا ہے تم بولتے رہو اور میں سنتی رہوں۔"

"تم بہار کی تازہ ہوا کا وہ جھونکا ہو جو مُرجھائے ہوئے پودوں کے لیے پیامِ حیات لے کر آتا ہے۔ تمھارے قرب میں اتنی فرحت ہے جو موسمِ بہار کی چاندنی راتوں میں بھی میسر نہیں آ سکتی۔ تمھارے لہجے کی مٹھاس ہمیشہ میری سماعت میں شہد گھولتی رہے گی۔"

لکی کی سانسیں بوجھل ہونے لگیں۔ "تم مجھے پاگل کر دو گے ڈینس! میری اتنی تعریفیں مت کرو کہ میں اپنے آپ میں بھی نہ رہوں۔"

"تمھارا انداز اس قدر والہانہ ہے کہ اُس پر فدا ہونے کو جی چاہتا ہے۔ تمھارے سُلگتے ہوئے ہونٹوں کا گداز نگاہوں کو پگھلا۔۔۔"

"بس کرو ڈینس، بس کرو۔" لکی تڑپ کر بولی۔ "خاموش ہو جاؤ یا میری جان لے لو۔"

"بارگاہِ حسن میں جان دینے کی سعادت تو مجھے حاصل ہونی چاہیے۔ حسن کی جان لینے کا تو تصور بھی گناہ ہے۔"

"تم میرے اشتیاق کو ہوا دے رہے ہو ڈینس! آتشِ شوق کو اتنا نہ بھڑکاؤ کہ میں خود پر رہا سہا اختیار بھی کھو بیٹھوں۔ تمھارے سامنے آ کر تو یوں بھی ضبط کے بندھن ٹوٹتے ہوئے محسوس ہونے لگتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری باتوں کے نتیجے میں اُٹھنے والا طوفان مجھے خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے۔"

"تمھیں تو بہت اچھی پیراک ہونا چاہیے۔ طوفان تو لاچاروں کو بہا کر لے جاتے ہیں۔ غوّاص ڈوبنے کے لیے تو نہیں ہوتے۔ چند لمحوں کے لیے ڈوبتے ہیں تو اُبھرنے کے لیے ہی ڈوبتے ہیں اور اسے ڈوبنا تو نہیں کہنا چاہیے۔"

"میں باتوں میں تم سے نہیں جیت سکتی ڈینس! مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنی حسین گفتگو بھی کر سکتے ہو۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "تم مجھ پر فتح حاصل کرنا چاہتی ہو مگر مجھ میں مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ہے۔ میں سکون پسند ہوں، مجھے شدّتوں سے بے حد ڈر لگتا ہے۔"

"اِن شدّتوں کی انتہا سکون ہے، آسودگی ہے ڈینس! ان سے گزر کر تو دیکھو تم بار بار گزرنے کی تمنا کرو گے۔" لکی نے سرگوشی میں کہا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر جذبات مچل رہے تھے۔

"میری طرف بڑھنے کے بجائے اُس وقت کا انتظار کرو جب تمھاری شدّتیں مجھ پر اثر انداز ہو جائیں۔"

لکی چونک کر مجھ سے الگ ہو گئی۔ "ابھی تو تم میرے حُسن کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہے تھے۔"

"تم دو مختلف چیزوں کو خلط ملط کر رہی ہو۔ تمھارا حُسن اپنی تمام تر دلکشی اور رعنائیوں کے ساتھ مجھے تسلیم ہے لیکن ابھی وہ مرحلہ نہیں آیا جہاں تمھارے جذبوں کی آنچ مجھے پگھلانا شروع کر دے۔ میں تم سے اُسی وقت کا انتظار کرنے کو کہہ رہا ہوں۔"

"بات میری سمجھ میں آ گئی ڈینس! بے فکر رہو، میں اس وقت کا انتظار کروں گی۔"

"اب جلدی سے منہ دھو آؤ۔" میں نے کہا۔ "رونے کے بعد سے تمھارے حسن کی چاندنی غبار آلود ہو گئی ہے۔"

"میں ابھی آئی۔" لکی نے کہا اور باتھ روم میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ ابھی میں پوری طرح سکون کا سانس نہیں لے پایا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور سیاہ سوٹ میں ملبوس ایک شخص کمرے میں داخل ہوا۔

"باس نے تمھیں یاد کیا ہے۔" اُس نے سپاٹ لہجے میں مجھ سے کہا۔

"باس سے مُراد اولیو ہارڈ ہی ہے نا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" اُس نے کہا۔ لہجہ بدستور بے تاثر ہی رہا تھا۔

"صرف مجھے ہی یاد کیا ہے یا۔۔۔" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر خوف زدہ نظروں سے باتھ روم کے دروازے کی طرف دیکھا۔

"مجھے تفصیلات نہیں معلوم۔ مجھ سے تو تمھیں ہی بلانے کو کہا گیا ہے۔" اُس نے کہا اور میں جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو۔" میں نے اُس سے کہا۔ اِس بہانے لکی سے کچھ دیر دور رہنے کا موقع مل رہا تھا۔ تو اسے غنیمت جاننا چاہیے تھا۔

سیاہ سوٹ والا مجھے ایک ایسے کمرے میں چھوڑ گیا جسے طعام گاہ ہی کہا جا سکتا تھا۔ کھانے کی ایک میز اور کرسیوں کے علاوہ وہاں فرنیچر کے نام پر کچھ اور نہیں تھا۔ ایک کرسی پر اولیو ہارڈ موجود تھا۔

"ہیلو اولیو! کیا حال ہیں؟ بڑے عرصے بعد ملاقات ہوئی۔" میں نے بے تکلفی سے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں تو تمھارے دیے ہوئے زخم بھگت رہا ہوں مگر اب تمھاری باری ہے۔" اولیو ہارڈ نے سرد لہجے میں کہا۔

"کچھ زیادہ ہی ناراض دکھائی دے رہے ہو اولیو! خیریت تو ہے۔" میں نے میز پر چُنی ہوئی اشیا پر بے تکلفی سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم یقین رکھو کہ تمھارے سکون کے دن رخصت ہو چکے۔ اب تمھیں اپنے کیے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

"آخر پتا بھی تو چلے کہ کس بنا پر مجھ سے اس قدر ناراض ہو۔ مجھے بتاؤ ممکن ہے کہ میں کچھ مدد کر سکوں۔"

"ہاں تم میری مدد کر سکتے ہو۔ تم کیا سمجھتے ہو، میں نے تمھیں کس لیے زندہ رکھا ہے؟ اگر تم نے انکار کیا تو مجھے نہیں معلوم میں کیا کر دوں گا۔"

"شکریہ اولیو! تم نے میری بہت بڑی خلش رفع کر دی۔ میں خود حیران ہو رہا تھا کہ آخر تم مجھ پر اتنے مہربان کیوں ہو رہے ہو۔ خیر یہ بتاؤ کہ مجھ ناچیز سے کیا کام آ پڑا ہے۔ میرے بس میں ہوا تو ضرور کروں گا۔"

"تم نے لکی کی حالت دیکھی؟" اولیو ہارڈ نے کہا۔ "وہ تمھارے لیے پاگل ہو رہی ہے۔"

میں سناٹے میں آ گیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس قسم کی کوئی بات ہو گی۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ اولیو ہارڈ کا کوئی ذاتی کام ہو گا جو وہ مجھ سے لینا چاہتا ہو گا لیکن وہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔

"تمھاری بات کسی حد تک میری سمجھ میں آ گئی ہے لیکن میں پوری طرح نہیں سمجھ پایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے کہا۔

"وہ میری اکلوتی بیٹی ہے۔ اگر اُس کی یہی حالت رہی تو اُس کے ساتھ ساتھ میری بیوی بھی۔۔۔" اولیو ہارڈ نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔ میں حالات کی اس ستم ظریفی پر دم بخود تھا۔ اولیو ہارڈ میرا بدترین دشمن تھا۔ پچھلی بار اُس نے عہد کیا تھا کہ موقع ملتے ہی میرا کام تمام کر دے گا لیکن اپنی بیٹی کی خاطر وہ نہ صرف میری جان بخشی کرنے پر مجبور ہو گیا تھا بلکہ مجھ سے اپنی بیٹی کے لیے خوشی کی بھیک بھی مانگ رہا تھا۔

"بات اب بھی تشنہ ہے اولیو ہارڈ! اگر لکی میرے لیے پاگل ہو رہی ہے تو میں بھلا کیا کر سکتا ہوں؟"

"اُس کو اس حال تک پہنچانے کے ذمے دار تم ہو۔ نہ تم اُسے اغوا کرتے اور نہ وہ تم سے متاثر ہوتی۔"

"اس حرکت کے لیے مجھے تم نے مجبور کیا تھا۔ نہ تم تہذیب کو اغوا کرتے اور نہ میں لکی پر ہاتھ ڈالتا۔"

"میں نے تمھیں بحث کرنے کے لیے نہیں بلایا ہے۔" اولیو ہارڈ غرّایا۔ "یہ سب کیسے ہوا مجھے اس سے بھی بحث نہیں۔ میں تو صرف ایک بات جانتا ہوں کہ لکی کا علاج تمھارے پاس ہے۔"

"وہ تمھاری بیٹی ہے اولیو! اس لیے اس کے معاملے پر میں تم سے کھُل کر گفتگو نہیں کر سکتا لیکن جو کچھ وہ مجھ سے چاہتی ہے اُسے پورا کرنا میرے بس سے باہر ہے اور شاید تم یہ بات جانتے بھی ہو۔"

"یہ پاکستان نہیں ہے۔" اولیو ہارڈ نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "جہاں منافقت سے کام لیا جاتا ہے۔ حقیقت سب کی سمجھ میں آتی ہے مگر اس کے اظہار کو بُرا سمجھا جاتا ہے اور اس سے گریز کیا جاتا ہے۔ تم اس وقت امریکا میں ہو۔ یہاں جو بات جیسی ہوتی ہے اُسی طرح بیان کی جاتی ہے۔ خواہ وہ بات کسی سے بھی متعلق کیوں نہ ہو۔"

"مجھے افسوس ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہوئے بھی کہ تم لوگ ہر قسم کی اقدار سے بے بہرہ ہو، میں نے ایسی بات کی لیکن ہماری جو اقدار ہیں ہم اُن سے فرار حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اپنی اقدار پہ فخر ہے اولیو۔"

اولیو ہارڈ کا چہرہ غصّے سے سُرخ ہو گیا۔ "تم لایعنی گفتگو کر کے اصل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
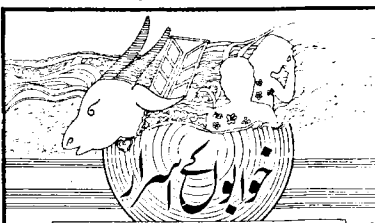
موضوع سے فرار ہونا چاہ رہے ہو۔"

"کسی بے راہ رو لڑکی کے مطالبات پورے کرنے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔" میں نے بے رُخی سے کہا۔

"یہ مت بھولو کہ تم میری قید میں ہو۔ میں تمھارے ساتھ بہت بُرا سلوک بھی کرسکتا ہوں۔"

"مجھے تم سے ہر قسم کے سلوک کی توقع ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مجھے تم سے کوئی اچھی توقع ہے ہی نہیں۔"

"ویسے تو تم بڑے پارسا بنتے ہو لیکن تمھاری سفاکی کا یہ عالم ہے کہ تمھیں ایک معصوم لڑکی پر ترس نہیں آتا۔"

"سفلی جذبات کو معصومیت کا نام دے کر پارسائی کو داغ دار کرنے کی کوشش مت کرو اولیو۔"

"وہ عاقل و بالغ ہے۔ اگر اُس کی کوئی خواہش ہے تو اُسے پورا کرنے کی میں ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"ضرور کرو۔" میں نے اولیو ہاورڈ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمھیں روکا تو نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے تم صاف انکار کر رہے ہو۔" اولیو ہاورڈ سانپ کی طرح پھنکارا۔

"تم اُسے میرے بارے میں سب کچھ بتا چکے ہو۔ اُسے سمجھاؤ کہ وہ ایک ملک دشمن کا خیال اپنے ذہن سے نکال دے۔"

"میں اُسے سمجھا ہی سکتا ہوں۔ اُس کی مرضی کے خلاف کسی کام کے لیے مجبور نہیں کرسکتا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"اور مجھے کرسکتے ہو۔" میں تلخی سے بولا۔ "حالانکہ وہ تمھاری اولاد ہے۔ اُس پر تمھارا زور چلنا چاہیے۔"

"میں تمھیں بھی مجبور تو نہیں کر رہا۔" اولیو ہاورڈ نے اچانک ہی کینچلی بدل لی۔ "میں تو تم سے درخواست کر رہا ہوں۔"

"سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے بھی بکّی سے ہمدردی ہے لیکن جو کچھ وہ چاہتی ہے، وہ میں کر ہی نہیں سکتا۔"

"لیکن تم کوئی ایسا طریقہ تو اختیار کرسکتے ہو کہ تمھارا خیال اُس کے ذہن سے نکل جائے۔"

"ہوں۔" میں سوچ میں پڑ گیا پھر اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں چونک پڑا۔ "تم میک اَپ کے ماہر ہو اولیو۔"

"یہ میں پہلے ہی کر کے دیکھ چکا ہوں۔" اولیو ہاورڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میں نے متعدد بار ڈینس کے میک اَپ میں مختلف لوگوں کو اُس کے سامنے پیش کیا لیکن اُس نے حیرت انگیز طور پر انھیں شناخت کرلیا۔"

"اوہ۔" میں نے ہونٹ سکوڑ لیے۔ "یہ تو خاصی حیران کُن بات ہے۔"

"ہاں اسی لیے میں تمھاری مدد حاصل کرنے پر مجبور ہوا ہوں۔"

"لیکن ہاروت رابیل نے تو تمھیں مسروقہ فارمولوں کی بازیابی کے لیے بُلایا ہوگا۔"

"ہاں اُسے معلوم تھا کہ سی آئی اے سے نکالے جانے کے باعث میرے دل میں امریکا کے لیے مخاصمت موجود ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ فارمولے اُسے مل جائیں تو اُن سے بننے والے ہتھیار اسرائیل کے کام بھی آئیں گے۔ اور یہ بات تو خاصی مشہور ہے کہ تم سے میری دُشمنی چل رہی ہے۔"

"جب یہ بات ہے تو تم نے مجھ سے فارمولوں کے سلسلے میں کوئی بات کیوں نہیں کی؟"

"تم تک پہنچنے میں مجھے ذرا سی تاخیر ہوگئی۔ تم نے نہ صرف فارمولوں کی فلمیں حکومت کے حوالے کر دیں بلکہ ہاروت رابیل کی اصلیت سے بھی اُنھیں آگاہ کر دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمھارے پاس فارمولوں کی نقل بھی نہیں ہوگی۔"

"یہ فیصلہ تم نے کیسے کرلیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "حالانکہ اصولی طور پر میرے پاس فارمولوں کی نقل ہونی چاہیے۔"

اولیو ہاورڈ مسکرایا۔ "نہیں، تم نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔ فارمولوں کے عوض تم پہلے ہی بہت رقم وصول کر چکے ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم جس قسم کی سوچ کے مالک ہو اُس کے تحت تم وہ فارمولے کسی اور ملک کو فروخت کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لاسکتے۔ ہاں اگر مسلمان ملکوں میں سے کوئی یا خود تمھارا ملک اس قابل ہوتا تو تم وہ فارمولے اُن کے حوالے کرنے کی کوشش ضرور کرتے۔"

میرے دل پر ایک گھونسا سا لگا۔ یہ حقیقت تھی کہ مُسلم ممالک میں سے کوئی ایک بھی ایٹمی طاقت نہیں بن سکا تھا ورنہ میں وہ فارمولے کبھی واپس نہ کرتا اور پھر اُن سے بننے والے ہتھیار اسرائیل کے خلاف استعمال ہوتے۔

"تمھارا استدلال درست ہے اولیو ہاورڈ۔" میں نے کہا۔ "لیکن ہاروت رابیل کہاں ہے؟"

"روپوش ہوگیا ہے اور شاید اب امریکا سے نکل ہی بھاگے۔ تم نے اُس کی مخبری کر دی ہے اور اب اس کا کاروبار تباہ ہو جائے گا۔ امریکا سے اُس کا نکلنا بھی ایک دُشوار گزار مرحلہ ہوگا۔ تُم سے ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔"

مجھے اس کی توقع تھی لیکن اس کے باوجود اس اطلاع پر مجھے بے پناہ خوشی ہوئی۔ میں ایک یہودی کو تباہ کر دینے میں کامیاب ہوگیا اور یہودی بھی کیسا؟ جس کی وجہ سے درجنوں ممالک ایک دوسرے سے برسرِپیکار تھے۔ وہ محض حصولِ زر کی خاطر اُنھیں ہتھیار فروخت کیا کرتا تھا۔ اب کم از کم اسلحے کی کمی کی وجہ سے بہت سے ممالک کے درمیان جنگ کی شدت تو کم ہو جائے گی۔

"مجھے خوشی ہوئی اولیو ہاورڈ! اُسے بتا دینا کہ علی یار خان سے عہد شکنی کرنے والوں کا حشر اتنا ہی بُرا ہوتا ہے۔"

اولیو ہاورڈ کو میری بات بہت بُری لگی لیکن وہ بکّی کی وجہ سے مجبور تھا اس لیے اُس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اس سے یہ بات تو بہرحال ظاہر ہوگئی کہ ہاروت رابیل میرے سلسلے میں تم پر کثیر اخراجات کر رہا ہے۔" میں نے کہا۔ "جس ٹیکسی میں ہمیں اغوا کیا گیا تھا اُس کے پیچھے بھی اُسی کی دولت کارفرما رہی ہوگی۔"

"ہاں، میں اُس کی آخری اُمید ہوں اس لیے وہ دل کھول کر رقم خرچ کر رہا ہے۔ اب اُس کی خواہش صرف یہ ہے کہ کسی صورت سے تمھیں کیفرِ کردار کو پہنچا دیا جائے۔ اس لیے کہ یہودی قوم کے لیے سب سے بڑا خطرہ تم ہو۔"

"اوہو، تب تو تمھیں واقعی اس کی مدد کرنی چاہیے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "اس وقت تو میں تمھارے قبضے میں بھی ہوں۔"

"میں نے ایک بار پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ میرے لیے سب سے زیادہ اہم اپنی ذات ہے، اپنا خاندان ہے۔ اگر میں ہی اس دُنیا میں نہ ہوا یا میرے ہوتے ہوئے میرے اہلِ خانہ کسی تکلیف میں مبتلا ہے تو میری زندگی کس کام کی۔"

"اصولی طور پر مجھے تم سے اختلاف ہے لیکن چونکہ تمھارا مؤقف میرے حق میں ہے اس لیے میں تم سے اختلاف نہیں کروں گا۔"

"تمھارے اتفاق یا اختلاف کرنے سے میرے نظریات تو تبدیل ہونے سے رہے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"زاہر نظر نہیں آرہا۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ "کیا اُسے کہیں اور رکھا ہے؟"

"بے فکر رہو وہ محفوظ ہے اور اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو اُسے کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔"

مجھے اندازہ تھا کہ زاہر محفوظ ہی ہوگا۔ میں اولیو ہاورڈ سے تہذیب کے بارے میں پوچھنا چاہ رہا تھا لیکن سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُس سے کس پیرائے میں بات کروں۔ اس بات کا امکان تھا کہ میرے ہاتھ آجانے کے بعد اُس نے کرسٹل ہوٹل پر توجہ دینے کی ضرورت نہ سمجھی ہو اور میرے پوچھنے پر خواہ مخواہ اُس کی توجہ اس جانب مبذول ہو جائے اور تہذیب بلاوجہ خطرے میں پڑ جاتے۔ لہٰذا محتاط رہنا ضروری تھا۔

"تم کس سوچ میں پڑ گئے؟" اولیو ہاورڈ نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "کہیں تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں تو نہیں سوچ رہے؟"

میں حیران رہ گیا مگر میں نے کوشش کی تھی کہ میرے چہرے سے کچھ ظاہر نہ ہونے پائے۔ "یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا؟" میں نے کہا۔

"تم کرسٹل ہوٹل جا رہے تھے کہ میرے ہتھے چڑھ گئے — ہاروت رابیل سے تمھارے بارے میں سُن کر ہی مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ تمھارے ساتھ تہذیب مالکم ایکس ہی ہوسکتی ہے۔ پھر جب تم نے ٹیکسی ڈرائیور سے کرسٹل ہوٹل جانے کو کہا تو میں نے اُس ہوٹل کی طرف بھی توجہ دی۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ وہاں تمھارے دو ساتھی اور بھی مقیم ہیں جن میں سے ایک تہذیب مالکم ایکس ہے اور میک اَپ میں ہے۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ یعنی اُسے علم تھا۔ میں نے چند لمحے بعد اُس سے کہا۔ "پھر تم نے کیا کیا؟"

"کچھ نہیں، تمھارے ساتھی تم پر پڑنے والی افتاد سے بے خبر ہیں اور تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔ ایک حد کے بعد وہ تمھیں تلاش کرنا شروع کریں گے۔ میں اس وقت چونکہ زیادہ بکھیڑوں میں نہیں پھنسنا چاہتا اس لیے انھیں اُن کے حال پر چھوڑ رکھا ہے۔"

"بہتر صورت بھی یہی ہے۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا۔ "کہ انھیں اُن کے حال پر ہی چھوڑ دو۔"

"کیا مطلب؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ اُس کے ماتھے پر درجنوں شکنیں پڑ گئی تھیں۔

"اگر تم نے تہذیب کو چھیڑنے کی کوشش کی تو میرے لیے خود پر قابو رکھنا مشکل ہو جائے گا۔"

"کسی غلط فہمی میں مت رہنا۔" اُس نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔ "تمھارے لیے میں نے بہت سخت انتظامات کیے ہیں۔ تم نے فرار ہونے کی یا کوئی اور غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو تمھاری زندگی کی ضمانت نہیں دی جاسکے گی۔"

خوابوں کی تعبیر، اُن کی حقیقت اور ان کی افادیت کے بارے میں ایک نادر کتاب

خوابوں کے اسرار

قیمت ۲۵/ روپے ڈاک خرچ ۱۹/ روپے

خواب کیا ہوتے ہیں؟
ان کی تعبیر کیا ہوتی ہے؟
خواب کیوں نظر آتے ہیں؟

خوابوں کے بارے میں مکمل معلومات

کتاب کے چند عنوانات:

- نیند
- بچوں کے خواب
- کثرت سے نظر آنے والے خواب
- خواب اور یہودیت
- خوابوں کی مددی اہمیت
- خوابی اصطلاحیں
- الہامی خواب
- خواب اور الجھنیں
- خواب اور اسلام
- خوابوں کی لغت
- تحلیل نفسی کے طریقے
- رویائے صادقہ
- خواب اور آدمی
- خواب اور مستقبل

خوابوں پر ایک مکمل اور مستند کتاب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بہت سے فیصلے ایسے ہوتے ہیں جو وقت کرتا ہے اس لیے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"میں نے تمھیں خبردار کر دیا ہے اس کے بعد ساری ذمّے داری تمھاری ہوگی اور ہاں، مجھے ہاں یا نا میں واضح جواب دو۔"

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس صورتِ حال سے کس طرح نمٹوں۔ مجھے خوب اندازہ تھا کہ اُس کی قید سے نکلنا آسان نہیں ہوگا۔ وہ مجھ سے بہت اچھی طرح واقف تھا اور اُس نے اسی مناسبت سے حفاظتی انتظامات بھی کر رکھے ہوں گے۔ اس کے علاوہ ایک چیز اور بھی تھی۔ اور وہ تھی لکّی ہاورڈ کی حد سے بڑھی ہوئی وارفتگی . . . مجھے معلوم تھا کہ یہودی قوم کی لڑکیاں اپنے مخالفین کو اپنے حسن کے جال میں پھنسا کر اپنا اور یہودی قوم کا اُلّو سیدھا کرنے کے فن میں ماہر ہیں۔ انھیں اس کام کی تربیت بھی دی جاتی ہے اور وہ ایسے کام قومی فریضہ سمجھ کر انجام دیتی ہیں۔ عرب قوم کے خلاف یہودیوں کا سب سے بڑا اور مؤثر ہتھیار یہی لڑکیاں تھیں۔ پھر میں یہ سوچنے میں حق بجانب تھا کہ اولیو ہاورڈ نے کوئی حربہ کارگر نہ ہوتے دیکھ کر میرے خلاف اپنی بیٹی کو استعمال کرنے کی ٹھان لی ہو۔ یا پھر اُس کی بیٹی نے از خود اپنی رضاکارانہ خدمات پیش کر دی ہوں۔ میرے لیے اصل صورتِ حال کا اندازہ کرنا بے حد مشکل ہو رہا تھا اور میں چونکہ اس وقت بے دست و پا بھی تھا اس لیے مصلحت کوشی بھی ضروری تھی۔

"مجھے خود بھی لکّی سے ہمدردی ہے۔" میں نے ایک فیصلے پر پہنچ کر اولیو ہاورڈ سے نرم لہجے میں کہا۔

"بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔ تمھیں بھلا اُس سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے؟"

"مجھے اُس سے کوئی دشمنی بھی نہیں ہو سکتی۔ وہ معصوم لڑکی ہے۔ یہودیوں کے عزائم میں شریک نہیں ہے۔"

"اگر تمھیں واقعی اُس سے ہمدردی ہے تو تم اُس کی مدد کرنے کی ہامی کیوں نہیں بھرتے؟"

"میں نے انکار تو نہیں کیا۔ بس یہ ہے کہ اُس کی خواہش پوری کرنا میرے لیے ممکن نہیں۔"

"بات تو وہی ہے۔ تم نے صاف انکار نہیں کیا بلکہ بہانے بازیاں کرنا شروع کر دیں۔"

"میں کوئی اور طریقہ اختیار کر سکتا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ اُس کے دل و دماغ سے میرا خیال زائل ہو جائے۔"

"تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔" اولیو ہاورڈ نے مایوسی سے کہا۔ "وہ میری بیٹی ہے۔ میں اُس سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ ایک بار وہ جس چیز کے لیے مچل جائے اُسے حاصل کیے بغیر چین سے نہیں بیٹھ سکتی۔ تم اُس کی پہنچ سے جتنا دور ہوتے جاؤ گے اتنا ہی اُس کی طلب میں اضافہ ہوتا رہے گا۔"

"پھر یہ مسئلہ کس طرح حل ہو سکے گا اولیو ہاورڈ؟" میں نے تشویش سے کہا۔

"ہو جائے گا مگر اس کے لیے مجھے تم پر محنت کرنی پڑے گی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"مطلب بھی سمجھ میں آجائے گا۔" اولیو ہاورڈ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "دراصل اب مجھے ساری توجّہ تمھیں لکّی کے مطالبے کے سامنے سرنگوں کرنے پر صرف کرنی ہوگی اور ظاہر ہے تم آسانی سے نہیں مانو گے۔"

"میں مشکل سے بھی نہیں مانوں گا اولیو ہاورڈ! تم اچھی طرح جانتے ہو میں کتنا اصول پسند ہوں۔"

"تمھاری اصول پسندی بھی دیکھوں گا۔" اولیو ہاورڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "فی الحال تو تم اپنے ساتھی کے پاس جا کر آرام کرو۔ کل تک سب کچھ تمھاری سمجھ میں آجائے گا۔" اُس نے ایک آدمی کو بُلا کر حکم دیا کہ مجھے زاہر کے پاس پہنچا دیا جائے۔ اور اُس آدمی نے مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا۔ یہ کمرا بھی آراستہ و پیراستہ تھا مگر اس میں لکّی کے بجائے زاہر تھا اور یہ ایک خوش آئند تبدیلی تھی۔ مجھے دیکھ کر زاہر کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ مسہری سے اُٹھ کر میری طرف جھپٹا۔

"میں تو سمجھا تھا جناب کہ خدانخواستہ آپ کو . . ."

"اولیو ہاورڈ نے جان سے مار دیا ہے۔" میں نے ہنس کر زاہر کا جملہ پورا کر دیا اور وہ شرمندہ نظر آنے لگا۔

"خیالات پر کس کا زور چلتا ہے جناب! میری آنکھ اس کمرے میں کُھلی تھی اور آپ کو نہ پا کر میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ میں نے اُس شخص سے پوچھا جو آپ کو یہاں پہنچا کر گیا تو اُس نے بھی مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔"

"خطرے کی کوئی بات نہیں ہے زاہر۔" میں نے آگے بڑھ کر ایک کُرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اولیو ہاورڈ بہت اچھا دشمن ہے۔"

"آپ کو یاد ہوگا جناب، میں نے ایک بار آپ سے کہا تھا کہ آپ نے اُسے زندہ چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔ دیکھ لیجیے آج وہی ہمارے لیے مصیبت بن رہا ہے۔ اگر آپ نے اس سے نجات حاصل کر لی ہوتی تو اس وقت ہم آزاد ہوتے۔"

"ایک ہی تو میرا دشمن ہے زاہر! وہ بھی نہ رہا تو پھر دل کیسے لگا۔ خیر تم یہ بتاؤ کہ تمھیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

"ان لوگوں کے رویّے سے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم ان کا مہمان ہوں۔"

"یہ رویّہ کسی خاص مقصد کے تحت ہی ہوگا ورنہ دشمنوں کے ساتھ بہت خراب سلوک روا رکھا جاتا ہے۔"

"اور وہ خاص مقصد کیا ہو سکتا ہے؟" زاہر نے حیرت سے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

وقت آنے پر خود ہی پتا چل جائے گا۔" میں نے کہا اور اولیو ہاورڈ کی دی ہوئی دھمکی پر غور کرنے لگا۔ میں اس کی دھمکی کی نوعیت سمجھنے سے قاصر تھا لیکن اتنا تو بہرحال سمجھ ہی سکتا تھا کہ اگر ہم جلد از جلد اُس کی قید سے فرار نہ ہو گئے تو آنے والا وقت ہمارے لیے بڑے مصائب لا سکتا ہے۔

اور میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ ہم دونوں کے لیے شام کا کھانا کمرے ہی میں بھجوا دیا گیا تھا۔ کھانے میں بے ہوش کر دینے والی کسی دوا کی آمیزش بھی جس کا اندازہ ہمیں بعد میں ہوا۔ اگر پہلے ہو جاتا تب بھی ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ کھانا کھاتے ہی نیند بے ہوشی کی طرح ہم پر حملہ آور ہوئی اور ہمیں کچھ ہوش نہ رہا۔ اگلے روز ہماری آنکھ کُھلی تو پورا منظر تبدیل ہو چکا تھا۔

اس وقت سورج بھی طلوع نہیں ہوا تھا۔ ہوش آتے ہی میری سماعت سے پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں ٹکرائیں۔ میں بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا۔ لیکن یہ کیا؟ میں سویا تو تھا ایک سجے سجائے کمرے میں اور آنکھ کُھلی ایک جنگل میں . . . اور وہ بھی اس حال میں کہ میں زمین پر پڑا تھا۔ میں تنہا نہیں تھا۔ کچھ اور لوگ بھی تھے جو بہت شکستہ حال نظر آ رہے تھے۔ انھی میں زاہر بھی موجود تھا۔ مگر وہ شکستہ حال نہیں نظر آ رہا تھا۔ خود میں بھی نہیں تھا۔ اپنے اور دیگر لوگوں کے درمیان حُلیوں کے اس فرق کو میں اس کے علاوہ اور کوئی معنی نہ پہنا سکا کہ ہم اُن کے درمیان تازہ وارد ہوئے تھے۔ یہ اندازہ کرنے میں بھی مجھے کوئی دُشواری نہیں ہوئی کہ ہم وہاں قیدی ہیں۔ اس لیے کہ زمین پر محوِ خواب لوگوں کے گرد مسلح محافظ نظر آ رہے تھے۔

سورج طلوع ہوتے ہی ہماری روانگی عمل میں آگئی۔ روانہ ہونے سے قبل تمام قیدیوں کو بُھنے ہوئے چنوں اور مکّئی کے دانوں کا ناشتا کرایا گیا تھا۔ اس کے بعد سب کے ہاتھ پُشت پر لے جا کر باندھ دیے گئے اور پھر تمام افراد کو تین تین کی قطاروں میں کھڑا کر دیا گیا ــــ اس کے بعد مارچ کرنے کا حکم ملا۔ سب کچھ فوجی انداز میں ہو رہا تھا۔ مسلح محافظ ہمارے چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے اور ہم تین تین کی قطار بنائے آگے پیچھے سفر کر رہے تھے۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ کسی کی زبان سے احتجاج کے نام پر ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا لیکن اس کی وجہ معلوم ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ جس وقت محافظوں میں سے ایک میرے ہاتھ پُشت پر باندھنے کے لیے میرے نزدیک آیا تو میں نے احتجاج کرنے کی کوشش کی۔ یہ احتجاج مجھے بہت مہنگا پڑا۔ دوسرے محافظ نے بڑی بے دردی سے بندوق کا بٹ میرے پیٹ میں دے مارا۔ میرے پیٹ میں درد کی ایک تیز لہر اُٹھی اور میں بلبلا کر دوہرا ہو گیا۔ اُنھوں نے اس پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ دوسرے محافظ نے میری گدّی پر بھی ایک بٹ رسید کر دیا۔ میری آنکھوں میں ستارے ناچ گئے۔ بڑی شدید چوٹ آئی تھی۔ چند لمحوں کے لیے تو میرے حواس معطّل ہو گئے۔ جب میں اپنے حواس میں واپس آیا تو میرے دونوں ہاتھ پُشت پر کسے جا چکے تھے اور میری سمجھ میں سب کچھ آچکا تھا۔ محافظ قہقہے لگا رہے تھے اور بقیہ قیدی خوف زدہ نظر آ رہے تھے یوں جیسے میری اس حرکت سے انھیں بھی کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو گیا ہو۔

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم بہت خطرناک قیدی ہو۔" ایک محافظ نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔ "ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم کتنے خطرناک ہو۔"

"تمھیں بہت جلد پتا چل جائے گا کہ کون کتنا خطرناک ہے۔" میں نے نفرت سے کہا۔

"خاموش رہو۔" ایک محافظ دہاڑا اور دوسرے نے پوری قوت سے میرے مُنہ پر مُکّا رسید کر دیا۔ اُس کا گھونسا میرے جبڑے پر کسی آہنی ہتھوڑے کی طرح لگا اور میرے گلے کی کھال پھٹ گئی۔ "ہم قیدیوں کو بولنے کی اجازت نہیں دیتے۔"

"میرے ہاتھ کھول دو پھر میں دیکھوں گا تم لوگ کتنے پانی میں ہو۔" میں نے خون تھوکتے ہوئے کہا۔

محافظ نے جواب میں پھر ہاتھ گھمایا لیکن میں ہوشیار تھا۔ جھکائی دے کر خود کو بچا گیا مگر اُس کے بعد قیامت ہی آگئی۔ کئی محافظ مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ وہ بڑی بے دردی سے مجھے مار رہے تھے۔ بندوقوں کے بٹوں سے، لاتوں سے، ہاتھوں سے، جس کا جس طرح بس چل رہا تھا، مجھے مار رہا تھا۔ میرے دونوں ہاتھ پُشت پر بندھے ہوئے تھے اس لیے میں بے بس تھا۔ اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اُنھوں نے مار مار کر میرا حلیہ بگاڑ دیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اتنے درندہ صفت لوگ ہیں۔ لیکن مجھے اندازہ کر لینا چاہیے تھا۔ اُن کا تعلق اولیو ہاورڈ سے تھا۔ انھیں انسانوں کی صف میں شمار کرنا حماقت ہی تھا۔ وہ تو درندے تھے۔ جو بے دردانہ سلوک اُنھوں نے میرے ساتھ کیا وہی دوسروں کے ساتھ بھی کرتے ہوں گے تبھی تو سارے قیدی اس قدر خوف زدہ تھے۔

میں پٹ پٹ کے ادھ موا ہو گیا تب کہیں جا کے اُن کے ہاتھ رُکے اور ساتھ ہی اُنھوں نے مجھے وارننگ بھی دے دی کہ اگر اب میرے مُنہ سے ایک لفظ بھی نکلا تو میرا حشر اس سے بھی زیادہ بُرا ہوگا۔ بات میری سمجھ میں آچکی تھی اس لیے میں نے بھی دوسروں کی طرح چُپ سادھ لی۔ میرے جسم کا جوڑ جوڑ دُکھ رہا تھا مگر میں چلنے کے لیے مجبور تھا۔ قیدیوں کا یہ قافلہ ویران راستوں سے گزرتا ہوا ایک پہاڑی علاقے تک پہنچ گیا۔ شدید دھوپ دماغوں کو پگھلائے ڈال رہی تھی مگر ہم چل رہے تھے۔ کبھی کبھی کوئی قیدی بڑبڑانے لگتا تھا۔

تقریباً سہ پہر تک ہم پہاڑی علاقے میں سفر کرتے رہے۔ گرد و غبار نے ہم سب کے حُلیے بگاڑ کر رکھ دیے تھے۔ میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھے تھے۔ اس لیے کہ میں اس علاقے سے قطعی طور پر ناواقف تھا۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ میرے اور زاہر کے علاوہ جو قیدی ہیں اُن کا جرم کیا ہے؟ لیکن اُن میں سے کچھ لوگ یقینی طور پر اس علاقے سے واقف تھے۔ اور کان کھلے رکھنے کے باعث چند قیمتی باتیں میرے علم میں آگئیں۔ ہمیں کسی کیمپ میں لے جایا جارہا تھا جہاں رات تک پہنچ جانے کی توقع تھی۔ اس کے علاوہ راستے میں ایک ایسی جگہ بھی پڑتی تھی جہاں سے فرار ہونا ممکن تھا۔ میں نے تفصیلات اپنے ذہن میں محفوظ کرلی تھیں۔

جس راستے پر ہم چل رہے تھے اُس کے دائیں جانب پہاڑ تھے اور بائیں جانب گہری کھائی تھی۔ میں بائیں جانب والی سمت میں تھا اور میرے برابر زاہر چل رہا تھا۔ دفعتاً میں نے زاہر کی سمت سر گھمایا۔

”اگر میں کھائی میں چھلانگ لگا دوں تو کیا تم میری تقلید کرو گے؟“ میں نے سرگوشی میں کہا۔

زاہر نے حیرت سے مجھے دیکھا پھر اُس کی نگاہ میرے بندھے ہوئے ہاتھوں پر جم گئی۔ ”کیا؟“ اُس نے بے خیالی سے کہا۔

”ہمیں فرار ہونا ہے زاہر۔“ میں نے زور دے کر کہا۔ ”کیا تم میرا ساتھ دو گے؟“

”ہاں۔“ زاہر نے سوچے سمجھے بغیر جواب دیا۔

”ٹھیک ہے، جب میں چھلانگ لگاؤں تو تم بھی میرے پیچھے چھلانگ لگا دینا۔“

”تم لوگوں کو بولنے سے منع کیا گیا تھا۔“ ایک محافظ ہمارے سروں پر سوار ہوگیا۔ ”تم لوگ کیا باتیں کررہے تھے؟“

زاہر کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ وہ ان لوگوں کی سنگدلی کا مظاہرہ دیکھ چکا تھا۔ اس کی خوفزدگی بجا تھی۔ جس بے دردی سے اُنھوں نے میری پٹائی کی تھی اُس کے بعد زاہر کا اُن سے خوفزدہ ہونا قدرتی امر تھا۔ لیکن ہم دونوں نے محافظ کی بات کا جواب نہیں دیا۔ ہمیں خاموش دیکھ کر اُسے طیش آگیا۔

”تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟“ اُس نے بھنّا کر مجھ سے کہا۔ ”کیا صبح والی پٹائی بھول گئے؟“

میں نے سرزنگا ہوں سے اُسے دیکھا مگر میں بدستور خاموش رہا۔ اُس کے غیظ و غضب میں اضافہ ہوگیا۔

”اگر تم نے جواب نہ دیا تو میں تمھارا سر توڑ دوں گا۔ میں تین تک گنتی گن رہا ہوں۔“

بات بڑھ جاتی لیکن دوسرے محافظ اس طرف متوجہ ہوگئے اور اُنھوں نے ہمیں دھمکی دے کر بات ختم کرادی۔ میں نے مسکرا کر زاہر کی طرف دیکھا۔ اُس کے چہرے پر ذہنی کوفت اور جسمانی کرب کے ملے جلے تاثرات ثبت تھے۔ میرے ہاتھ بندھے رہنے کی وجہ بُری طرح دُکھنے لگے تھے۔ ظاہر ہے زاہر بھی اسی کیفیت رہا ہوگا۔

میں نے دوسری طرف دیکھا۔ وہ محافظ جس سے میری تھی، مجھے گھور رہا تھا۔ اُس کی نگاہوں کے تاثر سے پتا چلتا تم نے مجھ سے انتقام لینے کا تہیہ کرلیا ہے۔ بہت سے قیدی اور پریشانی کے عالم میں مجھے بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ اُن کا خیال محافظوں کو اشتعال دلا رہا ہوں اور محافظوں کا اشتعال اُن سب ہی خطرناک ثابت ہوسکتا ہے لیکن مجھے اُن میں سے کسی کی نہیں تھی۔ مجھے تو بس اپنی اور زاہر کی فکر تھی۔ ہمارا قیدرہنا تھا۔ ہم لوگ قید ہونے کے لیے نہیں تھے۔ قید وہ لوگ ہیں جنھیں کوئی اور کام نہیں ہوتا اور ہمارے سامنے تو ایک فلسطین کو آزادی دلانا . . . اس مقصد کے لیے ہمیں ہر آن پڑتا تھا۔ قید میں زندہ رہنا ہمارے لیے ممکن نہیں تھا۔ یا لمحہ اپنے عظیم مقصد کے لیے سرگرم رہنے میں بسر ہو جاتے زندگی بے مصرف ہے۔

میں اور زاہر اگرچہ قید ہوگئے تھے لیکن دل کو یہ تسلی تھی اور بڈ آزاد ہیں۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین کا علی گروپ میرے مشن کو سکتا تھا لیکن تہذیب اور بڈ بھی چونکہ ادلیو ہاورڈ کی نظروں تھے اس لیے اُن کے بارے میں بھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا ادلیو ہاورڈ کسی وقت بھی اُن دونوں پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش

بالآخر وہ جگہ آگئی جہاں سے مجھے بائیں جانب والی کھ چھلانگ لگانا تھی۔ میں نے سر گھما کر زاہر کی طرف دیکھا اور کا اشارہ کرتے ہوئے اچانک ہی حرکت میں آگیا۔ میں نزدیکی طرف جھپٹا تھا۔ میں نے پوری قوت سے لات گھمائی۔ میری لات نے محافظ کا توازن بگاڑ دیا اور وہ کھائی میں لڑھک گیا۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر خود بھی محافظ کے عقب میں چھلا دی۔ یہ بڑا خطرناک فیصلہ تھا۔ چند لمحوں کے لیے تو مجھے کچھ نہیں رہا۔ میرا جسم فضا میں نیچے کی جانب گرتا چلا جارہا تھا باعث حواس بحال رکھنا محال تھا۔

مجھے یاد نہیں کہ میں سر کے بل گرا تھا یا پیروں کے بل یہ ضرور یاد ہے کہ میرا جسم پانی سے ٹکرایا تھا اور اس عالم میں رُوئیں رُوئیں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اندازے کی ذرا سی غلطی ثابت ہوسکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔

پانی زیادہ گہرا نہیں تھا اور اس سے بھی زیادہ خوش آئند یہ تھی کہ میں محافظ پر گرا تھا۔ میں نے فوری طور پر اپنا توازن سنبھا ہوئے محافظ کی گردن پر پیر رکھ دیا۔ پھر اُس کی گردن پر پوری قو

مجھے کون روک سکتا تھا۔ خوف و دہشت نے شاید اُسے کر دیا تھا ورنہ بازی اُلٹ بھی سکتی تھی۔ اُس کے دونوں ہاتھ تھے۔ ہوش میں ہونے کی صورت میں وہ ہرگز میرے قابو میں نہیں تھا۔ اُس کی گردن پر زور ڈالنے کے دوران مجھے زاہر کا خیال آیا۔ اُسے آوازیں دینے لگا۔ معلوم نہیں اُس نے چھلانگ لگائی بھی نہیں۔

”میں یہاں ہوں۔“ مجھے زاہر کی آواز سُنائی دی۔ وہ مجھ سے کوئی فٹ کے فاصلے پر تھا۔

”یہاں آؤ زاہر۔“ میں نے زور سے کہا۔ ”اور محافظ کی بندوق کرو۔“

زاہر اپنے پیروں کی مدد سے تیرتا ہوا میری طرف بڑھنے لگا۔ کہاں ہے؟“ اُس نے پوچھا۔

”اگر مجھے علم ہوتا تو تم سے تلاش کرنے کو کیوں کہتا؟“ میں نے جھنجلا کر کہا۔

زاہر اپنے پیروں کی مدد سے بندوق تلاش کرنے کی کوشش نے لگا۔ اسی اثنا میں، میں نے محسوس کیا کہ محافظ کا جسم بالکل بے جان ہوچکا ہے چنانچہ میں نے اُس پر سے اپنا پیر ہٹا لیا۔ اُس کا بے جان سطح پر نمودار ہوا اور پھر پانی کے بہاؤ کے ساتھ تیرتا ہوا نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

”وہ ہم پر گولیاں برسا رہے ہیں جناب۔“ زاہر نے خوفزدگی کہا۔

”میں دیکھ رہا ہوں زاہر۔“ میں نے کہا۔ ”لیکن بے فکر رہو۔ ہمیں گولیوں سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ دیکھ نہیں رہے، گولیاں بے ضرر کی طرح پانی پر گر رہی ہیں۔“

زاہر کے ساتھ ساتھ اب میں نے بھی بندوق تلاش کرنا شروع کی۔ آخر کار بندوق میرے پیروں سے ٹکرائی اور میں نے اُسے تلے دبا لیا۔ ”بندوق مجھے مل گئی ہے زاہر۔“ میں نے کہا۔ قریب آؤ اور میرے دائیں پیر کے نیچے تلاش کرو۔“

زاہر میرے نزدیک آیا اور ذرا دیر کے بعد بولا۔ ”مجھے نہیں مل جناب۔“

”اپنا پیر میرے پیر پر رکھو۔ تب تمھیں بندوق ملے گی۔“

زاہر نے میرے کہنے پر عمل کیا اور اپنا پیر میرے پیر پر رکھ دیا۔ دریا میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے اور ہمارے گولیاں برس رہی تھیں۔

”بے وقوف آدمی۔“ میں نے جھنجلا کر کہا۔ ”پیر کے نیچے سے اوپر اچھالنے کی کوشش کرو۔“

”کوشش کرتا ہوں جناب۔“ زاہر نے کہا اور چند لمحوں بعد بولا۔ ”بہت مشکل ہے جناب۔“

”خیر چھوڑو۔ تم بندوق پر پیر رکھو۔ کہیں یہ پانی میں بہہ نہ جائے۔“ میں نے کہا اور جب میں نے اطمینان کرلیا کہ زاہر نے بندوق پیروں تلے دبالی ہے تو میں پلٹ گیا۔ اب زاہر میری پُشت کی طرف تھا۔ میں پانی میں بیٹھ گیا۔ اس طرح بندھے ہوئے ہاتھوں سے بندوق اُٹھانا ایک مشکل کام تھا لیکن ہمیں اس کی ضرورت پڑ سکتی تھی اس لیے ہمیں ہر قیمت پر بندوق پر قبضہ کرنا تھا۔ بندوق تک ہاتھ پہنچانے کے چکر میں مجھے اتنا بیٹھنا پڑا کہ میرا سر بھی پانی میں ڈوب گیا لیکن میرے ہاتھ بندوق تک پہنچ گئے۔ میں نے احتیاط سے بندوق پکڑی اور جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ زاہر لڑکھڑایا مگر اُس نے کسی نہ کسی طرح خود کو سنبھال ہی لیا۔

”کنارے کی طرف نکل چلو۔“ میں نے زاہر سے کہا اور ہم تیزی سے کنارے پر پہنچ گئے۔ کنارے پر پہنچتے ہی ہم نے ایک آڑ کی طرف دوڑ لگادی اور نسبتاً محفوظ مقام پر پہنچتے ہی ہم زمین پر لیٹ کر گہرے گہرے سانس لینے لگے۔

”مجھے اپنے زندہ بچ جانے پر یقین نہیں آرہا ہے جناب۔“ زاہر نے کہا۔

”ابھی یقین کرنا بھی مت۔“ میں نے کہا۔ ”ابھی تو معلوم نہیں ہمیں کیسے کیسے مراحل سے گزرنا پڑے گا۔“

”اس پہاڑی سلسلے کی طرف سے تو ہم کو کوئی خطرہ نہیں ہے جناب۔“

”اصل خطرہ تو ہمیں دریا کی سمت سے ہے حالانکہ دُشمن اوپر ہے۔“ میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ہمارے سامنے جو علاقہ تھا اس پر خودرو گھاس اور جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں جن کے درمیان سے ہمیں پہاڑی سلسلہ دکھائی دے رہا تھا۔ ہمیں اس تک پہنچنا تھا لیکن ہم آرام کررہے تھے۔

”چلو اُٹھو۔“ دفعتاً میں نے زاہر سے کہا۔ ”ہمیں روانہ ہو جانا چاہیے۔“

”لیکن ہم کس طرف جائیں گے؟“ زاہر نے پریشانی سے پوچھا۔

”رات ہونے سے قبل ہمیں اوپر پہنچ جانا چاہیے۔“ میں نے کہا اور زاہر اُٹھ کر میرے ساتھ چلنے لگا۔

”پانی کے بغیر ہم کس طرح سفر جاری رکھ سکیں گے۔“ زاہر نے کہا اور میں رُک گیا۔

”بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔“ میں نے تشویش سے کہا۔ ”لیکن اس مسئلے کا کیا حل ہوسکتا ہے؟“

”ہمیں دریا سے دور نہیں جانا چاہیے۔ دریا کے ساتھ ساتھ سفر کرنا چاہیے۔“

”نہیں، اس کے بجائے ہمیں کوئی ایسا ڈبا تلاش کرنا چاہیے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جس میں پانی بھرا جا سکے۔"

"یہاں تو کوئی چھوٹا سا ڈبا بھی نہیں ملے گا۔" زاہر نے کہا۔ اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"تو پھر ہم کوئی آبادی تلاش کریں گے۔ وہاں سے کوئی انتظام ہو جائے گا۔"

"یہاں تو میلوں تک کوئی آبادی ملنے کا امکان نہیں ہے۔" زاہر بولا۔

"فی الحال تو چلو، بعد میں سوچیں گے۔" میں نے کہا اور ہم دوبارہ چل پڑے۔

زاہر کچھ دیر خاموشی سے چلتا رہا پھر متوحش انداز میں بولا "ہمیں اپنے ہاتھ تو آزاد کر لینے چاہئیں۔"

"پہلی فرصت میں یہی کریں گے۔" میں نے کہا۔ "ہم کسی بلند جگہ چل کر جائزہ لیتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی آبادی نظر آ ہی جائے گی۔"

تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد چڑھائی شروع ہو گئی اور میں رُک گیا۔ زاہر بھی مجھے رُکتے دیکھ کر رُک گیا تھا۔

"کیا بات ہے جناب؟" اُس نے پوچھا۔ "آپ رُک کیوں گئے؟"

"یہ چڑھائی بہت خطرناک ہے۔ بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ اوپر چڑھنا ناممکن ہوگا۔"

"میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا ہمیں اپنے ہاتھ آزاد کر لینے چاہئیں۔"

"اس کے لیے ہمیں ایک دوسرے کی طرف پُشت کر کے کھڑا ہونا ہوگا۔ میں تمہارے ہاتھ کھولوں گا، اس کے بعد تم میرے ہاتھ کھول دینا۔"

زاہر نے سر کو اثباتی جنبش دی اور ہم دونوں پیٹھ سے پیٹھ ملا کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے انگلیوں سے ٹٹول کر زاہر کے ہاتھوں پر بندھی رسّی کی گرہ تلاش کی اور اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ رسّی گیلی تھی، پھول کر موٹی ہو چکی تھی اور اُسے کھولنا بے حد دُشوار تھا۔ تاہم میں کوشش کرتا رہا۔ میری انگلیاں بار بار پھسل جاتی تھیں۔ ہاتھوں کا زاویہ درست ...... نہ ہونے کے باعث گرہ کھولنا ویسے بھی مشکل ہو رہا تھا۔

پندرہ منٹ کی سر توڑ کوششوں کے بعد بالآخر میں کامیاب ہو گیا۔ رسّی کی گرہ کھُل گئی تھی۔ زاہر نے زور لگا کر ڈھیلی رسّی کے بل کھولے اور اپنی کلائیاں سہلانے لگا جن پر رسّی کے گہرے نشانات پڑ گئے تھے۔

"ہاتھ بعد میں سہلا لینا زاہر۔" میں نے کہا۔ "پہلے میرے ہاتھ آزاد کر دو تاکہ ہم آگے بڑھ سکیں۔"

"اوہ ہاں جناب۔" زاہر نے شرمندگی سے کہا اور پھر اُس نے مجھے بھی بندشوں سے نجات دلا دی۔

"اب تیزی سے نکل چلو، ہمارے دُشمن یقیناً ہماری تلاش میں سرگرداں ہوں گے۔"

اپنے سامنے ہمیں چڑھائی نظر آ رہی تھی۔ چڑھائی کی نوعیت ایسی تھی کہ ہم زیادہ دور تک نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اگر اوپر سے ہمیں تلاش کرتا ہوا نیچے کی طرف آ رہا ہوتا تو ہم اُسے نہیں دیکھ پاتے۔ میں نے اپنے ایک ہاتھ میں بندوق سنبھال رکھی تھی۔ راستہ لحظہ بہ لحظہ تنگ ہوتا جا رہا تھا اور ہم چٹانوں سے ٹکراتے، لڑکھڑاتے اور ڈگمگاتے ہوئے پہاڑی کی چوٹی تک پہنچنے کے لیے کوشاں تھے۔ اوپر تک پہنچتے پہنچتے ہماری حالت تباہ ہو چکی تھی۔ کپڑے پھٹ گئے تھے اور جسم پر جا بجا خراشیں نظر آ رہی تھیں۔ یہاں سی مسطح جگہ تھی اور ہم سے دس فٹ آگے پھر ایک ڈھلوان نظر آ رہی تھی جو آگے جا کر بالکل ہی عمودی ہو گئی تھی اور اس طرف آگے بڑھنا ممکن نہیں تھا۔ زاہر بے دم ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اُس کی تھکن اور بلا جواز نہیں تھی۔ ہم صبح سے شام تک مسلسل حرکت میں رہے تھے۔ ہاتھ بندھے ہوئے ہونے کے باعث چلنے میں بہت دُشواری ہو رہی تھی اور اس کے بعد یہ چڑھائی جس نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی تھی۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ سُست رُو دریا ہم سے چند فاصلے پر بہہ رہا تھا۔ دور اُفق میں ڈھلتے ہوئے سورج کی زرد اور نارنجی روشنی میں مجھے ایک آبادی کے آثار نظر آ گئے۔ غالباً ماہی گیروں کا کوئی گاؤں تھا۔ بائیں جانب ایک چوبی پُل نظر آ رہا تھا جس کے ساتھ ایک دو کشتیاں بھی موجود تھیں۔ گاؤں کے لوگ بھی دکھائی دے رہے تھے۔

"خوشخبری سنو زاہر۔" میں نے زمین بوس زاہر سے کہا۔ "ایک گاؤں نظر آ رہا ہے۔"

"اوہ۔" زاہر نے اُٹھنے کی کوشش کی مگر ممکن نہ ہو سکا۔ "... کا تعلق دُشمنوں سے نہ ہو؟"

"حماقت کی باتیں مت کرو۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر ... توجّہ سے گاؤں کا جائزہ لینے لگا اور پھر مجھے ایک چوکور جگہ نظر آئی۔ وہ یقیناً ایک کنواں تھا۔

"میرے جسم کا جوڑ جوڑ دُکھ رہا ہے جناب۔" زاہر نے کہا۔ "اتنا قیامت خیز دن میں نے کبھی نہیں گزارا تھا۔"

"گاؤں میں کنواں بھی موجود ہے۔" میں نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ "اگر ہم کوشش کریں تو وہاں سے پانی حاصل کر سکتے ہیں۔"

زاہر کچھ نہ بولا اور میں بھی اس کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ ... میں نے دفعتاً چونک کر کہا۔ "اُن لوگوں کا کیمپ کہاں ...؟"

"کون سا کیمپ؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"وہی کیمپ جہاں وہ ہمیں لے جا رہے تھے۔"

"مجھے بھلا کیا علم ہو سکتا ہے جناب کہ وہ ہمیں کہاں لے جا رہے تھے اور ان کا کیمپ کس جگہ واقع ہے؟"

"دماغ استعمال کرو زاہر! ہمیں رات تک وہاں پہنچ جانا تھا۔ اس وقت سورج غروب ہونے میں ایک گھنٹا باقی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کیمپ زیادہ سے زیادہ تین گھنٹے کے فاصلے پر ہوگا۔"

"آپ کا مطلب ہے وہ ہمیں تلاش کرنے کے لیے مزید نفری منگوا لیں گے؟" زاہر نے پوچھا۔

"یہی نہیں بلکہ وہ ہمیں تلاش کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر بھی استعمال کر سکتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے ہم ابھی تک خطرے میں ہیں۔" زاہر بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا۔

"ہم شدید خطرے سے دوچار ہیں۔ کچھ عجب نہیں کہ وہ ہمیں دوبارہ پھانسنے کے لیے قریبی آبادیوں میں گھات لگائے بیٹھے ہوں۔"

"تب تو آبادی کے نزدیک جانا بے حد خطرناک ہوگا۔"

"میں نے تو صرف ایک امکانی بات کہی ہے۔ ہم محتاط رہیں گے۔ اس کے لیے ہمیں مزید اوپر جا کر جائزہ لینا ہوگا اور ہم اس گاؤں میں رات کی تاریکی میں داخل ہوں گے۔"

"تب تو ہمیں فوراً روانہ ہو جانا چاہیے۔" زاہر نے کہا اور جلدی سے کھڑا ہو گیا مگر میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"شش۔" میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ "بیٹھ جاؤ۔ مجھے قدموں کی آہٹ سُنائی دے رہی ہے۔"

زاہر نے بیٹھنے میں دیر نہیں لگائی۔ "کس طرف سے آواز آ رہی ہے جناب! مجھے تو کچھ سُنائی نہیں دے رہا۔" اُس نے سرگوشی میں کہا۔

"تم اس چٹان کی آڑ میں ہو جاؤ اور خاموشی سے تماشا دیکھتے رہو۔" میں نے کہا اور زاہر نے میرے کہنے پر عمل کیا۔ میں نے بندوق سنبھالی اور خود بھی زاہر کے ساتھ چٹان کی اوٹ میں ہو گیا۔ ہم نے چٹان کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا۔ وہ ہمارے محافظوں میں سے ایک تھا جو ہمیں تلاش کرتا ہوا ادھر آ نکلا تھا۔ لیکن ابھی وہ ہم سے دور تھا۔

"اگر یہ اسی سمت میں چلتا رہا تو اسے ایک مُردہ آدمی سمجھو۔" میں دھیرے سے بڑبڑایا اور زاہر مجھے دیکھ کر رہ گیا۔

"اُسے یہاں تک پہنچنے میں دیر لگے گی جناب! ہم کب تک انتظار کرتے رہیں گے؟"

"ہم انتظار نہیں کریں گے زاہر۔" میں نے کہا۔ "تم یہیں چھپے رہو، میں آگے جا کر اُسے دیکھتا ہوں۔"

میں چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا اُس کی طرف بڑھنے لگا۔ بعض جگہوں پر مجھے اُس کی نگاہ سے بچنے کے لیے رینگنا بھی پڑا تھا۔ جلد ہی میں اُس کے نزدیک پہنچ گیا پھر میں نے اپنی بندوق اُس راستے پر ڈال دی جس پر وہ آ رہا تھا اور خود میں نے اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیا۔

قدموں کی آہٹیں قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر وہ مجھے نظر آ گیا۔ وہ ادھر اُدھر دیکھتا ہوا چل رہا تھا اور خاصا محتاط نظر آ رہا تھا لیکن اُس کی ساری احتیاطیں اُس وقت دھری رہ گئیں جب اُس کی نظر بندوق پر پڑی۔ اُس نے حیرت سے بندوق کی طرف دیکھا اور پھر چھلانگ لگا کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اُس نے پہلے دونوں جانب اور پھر اوپر پہاڑ کی طرف دیکھا۔ ظاہر ہے جب بندوق تھی تو پھر صاحبِ بندوق کو بھی وہیں کہیں ہونا چاہیے تھا۔ اُس کی حیرت اور پریشانی بجا تھی۔ لیکن صاحبِ بندوق تو اُس کے عقب میں تھا۔ یہ بات اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ اُس پر عقبی سمت سے بھی قیامت ٹوٹ سکتی ہے۔ میں دبے قدموں چٹان کی اوٹ سے نکلا اور اُس کی بے خبری میں اُسے چھاپ لیا۔ اُسے اتنی مہلت بھی نہیں ملی کہ اپنے دفاع میں ہی کچھ کر سکتا۔ میں نے اُسے ٹھکانے لگانے میں دیر نہیں لگائی۔ زاہر تیزی سے میری طرف آ رہا تھا۔

"آپ نے اسے ختم کر دیا جناب۔" اُس نے میرے قریب پہنچ کر کہا۔ اُس کی نگاہ مُردہ محافظ پر جمی ہوئی تھی۔

"کوئی اور موقع ہوتا تو میں پہلے اُس سے معلومات حاصل کرتا مگر اس وقت اسے ٹھکانے لگا دینا ہی بہتر تھا۔"

"لیکن یہ غیر مسلح حالت میں اِدھر کیوں آ نکلا تھا؟" زاہر نے حیرت سے کہا۔

"مجھے کیا معلوم۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "سوال جواب کرنے کے بجائے اس کی تلاشی لو اور اس کے کپڑے اُتار لو۔"

اُس کی جیبوں سے تھوڑی سی کرنسی کے علاوہ اور کچھ برآمد نہیں ہوا۔ ہم نے اُس کے کپڑوں کا بنڈل بنا لیا اور اُس کی لاش ایک چٹان کے عقب میں چھپا دی۔

"اب یہاں سے نکل لو۔" میں نے زاہر سے کہا۔ "اس وقت ہماری تلاش ہو رہی ہوگی۔ کسی اور کے آنے سے قبل کسی محفوظ مقام تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

ہم دوبارہ روانہ ہو گئے۔ اس بار زاہر نسبتاً تیزی سے چل رہا تھا۔ خود کو خطرات میں گھرا ہوا محسوس کر کے اس کی ہمت عود کر آئی تھی۔ بلندی کی طرف ہمارا سفر جاری رہا۔ آخری چٹان پر چڑھنے میں زاہر کو بہت مشکل پیش آ رہی تھی۔

"ہمیں معلوم نہیں مزید کتنی چڑھائیوں پر چڑھنا پڑے۔" میں نے زاہر سے کہا۔ "اگر تمہاری یہی حالت رہی تو ہم بڑی مصیبت میں پڑ جائیں گے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بدقسمتی سے مجھے پہاڑی چٹانوں پر چڑھنے کا تجربہ نہیں ہے۔" زاہر نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا۔ "لیکن میں کوشش کر رہا ہوں کہ کچھ نہ کچھ مہارت حاصل کر ہی لوں۔"

اس آخری چٹان کے اوپر پہنچنے کے بعد ہم محفوظ ہو گئے تھے۔ زاہر ایک بار پھر ڈھیر ہو گیا تھا اور میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر راستہ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہمارے سامنے ایک اونچا پہاڑ تھا اور سورج اُس کے عقب میں غروب ہونے کے قریب تھا۔ مجھے راستہ نظر آ گیا۔ اُس کی زیادہ سے زیادہ چوڑائی ساٹھ فٹ رہی ہو گی۔ اور وہ ایک دراڑ کی صورت میں تھا۔ کٹا پھٹا اور ناہموار راستہ۔

میں نے زاہر کو راستے کے بارے میں بتایا اور بندوق صاف کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ "اسے تیل نہ دیا گیا تو یہ زنگ کھا جائے گی۔" میں نے کہا مگر زاہر نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"تمھاری طبیعت تو ٹھیک ہے زاہر؟" میں نے تشویش سے زاہر کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ چت لیٹا لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا۔ میرے ہاتھوں کا لمس محسوس کر کے اُس نے آنکھیں کھول دیں۔

"میں ٹھیک ہوں جناب۔" اُس نے کہا۔ "بس تھکن غالب آ گئی ہے۔"

"آرام کرو زاہر۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "چند گھنٹے آرام کرنے کے بعد تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ ہمیں کوئی فوری خطرہ لاحق نہیں ہے۔"

"لیکن اولیو ہاورڈ کا خطرہ تو ہمیشہ سر پہ منڈلاتا رہے گا۔" زاہر نے کہا۔ میں اُس کا مطلب سمجھ گیا تھا مگر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"کچھ اندازہ ہے جناب کہ اس وقت ہم کس علاقے میں ہیں؟" زاہر نے پوچھا۔

"معلوم نہیں زاہر! لیکن اندازہ ہے کہ ہم ریاست ٹیکساس کے کسی مقام پر ہیں۔ لاقانونیت کے معاملے میں ٹیکساس امریکا میں سرِفہرست ہے۔"

"اور وہ قیدی کون ہو سکتے ہیں؟"

"اولیو ہاورڈ کے دشمن بھی ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہاروت رابیل کے پاس کام کرنے والے ایسے لوگ ہوں جو اُس کے خلاف گواہی دے سکتے ہوں۔"

"یہ سب کچھ امریکا میں ہو رہا ہے!" زاہر نے حیرت سے کہا۔ "امریکا میں... جہاں شخصی آزادی کی مثالیں دی جاتی ہیں۔"

"ہاں زاہر۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "یہاں کی شخصی آزادی بھی ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے اور سی آئی اے کی دھاندلیاں بھی عالمی شہرت کی حامل ہیں۔"

"لیکن ہم تو اولیو ہاورڈ کی قید میں تھے۔ سی آئی اے کا اس معاملے سے کیا تعلق ہے؟"

"وہ بھی تو سی آئی اے کا ہی پروردہ ہے۔ جن خطوط پر [illegible] کی تربیت ہوئی تھی وہاں سے نکلنے کے بعد بھی وہی کچھ کر [illegible]"

"لیکن ہمارے ساتھ یہ سلوک کرنے سے اس کا کیا [illegible] سکتا ہے؟ وہ ہمیں ختم بھی کر سکتا تھا۔"

"اس کے سر میں مجھ پر اپنی برتری ثابت کرنے کا [illegible] ہے۔ وہ مجھ سے ایک کام لینا چاہتا تھا۔ میں نے انکار کیا تو [illegible] مجھے سنگین نتائج کی دھمکی دی۔ اب دیکھ لو اُس نے ہمیں کس [illegible] دیا ہے۔"

"میڈم پتا نہیں کہاں ہوں گی اور بڈ صاحب خدا جانے [illegible] میں ہوں گے۔ وہ ہمیں ڈھونڈ رہے ہوں گے۔"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "اور تشویشناک بات یہ ہے کہ وہ [illegible] کی نظروں میں آ چکے تھے۔"

"اوہ! تب تو اُس نے اُنھیں بھی اپنا قیدی بنا لیا ہو گا۔" [illegible] ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ "مگر وہ اُن تک پہنچا کیسے؟"

"تمھیں یاد نہیں، ہم نے ٹیکسی والے سے کرسٹل ہوٹل چلنے [illegible] تھا۔ بس اُس کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اُس نے بڑی آسانی [illegible] معلوم کر لیا کہ اس ہوٹل میں میرے کون کون سے ساتھی ٹھہرے ہیں مگر وہ اُن پر ہاتھ نہیں ڈالے گا۔"

"اُسے کون روکے گا جناب؟"

"میرا خوف۔" میں نے کہا۔ "اس سے قبل ایک بار اُس [illegible] تہذیب کو اغوا کیا تھا۔ میں نے جواب میں اُس کی بیٹی کو اغوا کر [illegible] شکستِ فاش دی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ اب وہ ایسی کوئی حماقت کی جرأت نہیں کرے گا۔"

"اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہو گا جناب؟" زاہر نے دوبارہ [illegible] ہوئے پوچھا۔

"تم اپنی تھکن دور کر لو پھر ہم دریا کے پاس والی آبادی کی طرف چلیں گے۔"

"ہمیں کب تک روانہ ہونا ہو گا؟"

"آدھی رات ہونے سے قبل۔" میں نے کہا۔

"یہ تو بہت جلدی ہے جناب۔" زاہر نے کہا۔ "میں تو سمجھ رہا تھا کہ کل صبح..."

"ہم اتنا زیادہ طویل انتظار کرنے کا خطرہ نہیں مول لے [illegible] زاہر! صبح سے قبل ہم جتنی دور نکل سکیں اتنا ہی ہمارے حق میں [illegible]"

"جیسے آپ کی مرضی جناب۔" زاہر نے بے جان سے لہجے میں کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"گھبراؤ مت زاہر! نیچے اُترتے وقت کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ چڑھائی کی بات اور تھی۔"

جس مقام پر ہم موجود تھے وہاں سے گاؤں ہمیں صاف نظر آ رہا تھا۔ اندھیرا پھیل چکا تھا اس لیے گاؤں کے مکانوں میں جلتی ہوئی روشنیاں ہی گاؤں کی نشان دہی کر رہی تھیں۔ زاہر سو گیا تھا۔ میں خود بھی تھکن سے نڈھال ہو رہا تھا اس لیے میں نے بھی یہی بہتر سمجھا کہ چند گھنٹوں کے لیے سو جاؤں۔

مجھے یہ اندازہ تو نہیں ہو سکا کہ میں کتنی دیر سویا تھا لیکن جب میری آنکھ کھلی تو گاؤں کے مکانوں میں جلتی ہوئی روشنیاں بدستور نظر آ رہی تھیں جو اس بات کی علامت تھیں کہ رات ابھی آدھی سے زیادہ نہیں گزری ہے۔ میں نے زاہر کو اُٹھا دیا اور اُس سے چلنے کے لیے کہا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد ہم پہاڑی سے نیچے اُتر رہے تھے۔

ہم جلد ہی گاؤں تک پہنچ گئے۔ میں نے بندوق زاہر کے حوالے کر کے اُسے تاکید کر دی تھی کہ وہ مجھ سے دور رہ کر میرے عقب میں چلے۔ مجھے کوئی خطرہ درپیش ہو گا تو میں اُس سے نمٹنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ زاہر کو خاموش تماشائی بنے رہنا ہو گا۔ فائر کرنے کی اجازت ہے صرف اس صورت میں تھی جب کہ ایسا کرنا ناگزیر ہو جائے۔

ہم ایک دوسرے سے علیحدہ چلتے ہوئے گاؤں کے نزدیک پہنچے اور طے شدہ مقام پر یکجا ہو گئے۔ گاؤں چوبی مکانات پر مشتمل تھا۔ ایک بار بھی نظر آ رہا تھا جو ابھی بند نہیں ہوا تھا۔ گاؤں کے ساتھ کھیت تھے جہاں فصلیں لہلہا رہی تھیں۔

"اب ہمیں کوئی بڑا سا کین تلاش کرنا ہو گا جس میں پانی بھر کر ساتھ لے جا سکیں۔ اس کے علاوہ کھانے کے لیے جو بھی مل سکے۔ مثلاً بالکیٹ اور کھانے کے ڈبوں میں بند اشیاء۔ کیا خیال ہے؟"

"ٹھیک ہے جناب۔" زاہر نے جواب دیا۔ "ظاہر ہے ہمیں ضرورت کی جتنی زیادہ اشیاء مل سکیں اتنا ہی اچھا ہے۔"

ہم سے کوئی تیس گز کے فاصلے پر بار تھا جس کے باہر جلتی ہوئی روشنی کے باعث ہم رُکنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ روشنی میں ہمیں دیکھا جا سکتا تھا اور ہم اتنا شدید خطرہ مول لینے کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ لہٰذا ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ خاموشی سے انتظار کریں۔

ہمیں کچھ دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس کے بعد شراب خانہ بند ہونے کا وقت آ گیا۔ بار کی روشنیاں گل ہونے سے سڑک پر تاریکی چھا گئی تھی اور ہم اندھیرے میں بے خطر آگے بڑھ سکتے تھے تاہم میں اور زاہر محتاط رہے تھے۔ بار سے تقریباً بیس فٹ کے فاصلے پر پہنچ کر ہم نے ایک آدمی کو بار سے باہر نکلتے دیکھا۔ وہ نشے میں دھت تھا۔ میں نے کسی ممکنہ تصادم کے لیے خود کو تیار کیا اور زاہر نے بندوق... لیکن اُس نے ہم پر کوئی توجہ نہیں دی اور کچھ فاصلے پر واقع ایک نیم پختہ مکان میں داخل ہو گیا۔

پندرہ منٹ تک ہم بار کے سامنے ایک آڑ میں حالتِ دعامت کھڑے رہے۔ ہم نے ایک درخت کی آڑ لے رکھی تھی۔ پھر بار کا دروازہ کھلا اور ایک اور آدمی جھومتا جھامتا باہر نکلا۔ بار کے مالک نے اسے تقریباً دھکیل کر دروازہ بند کر لیا۔ باہر آنے والا آدمی آخری تھا اس لیے کہ بار کے مالک نے اندر سے دروازے کی کنڈی چڑھا لی تھی۔ باہر آنے والا ہمارے برابر سے ہی گزرا تھا۔ اور فضا شراب کی بُو سے بوجھل ہو گئی تھی۔

"آؤ۔" اُس آدمی کے گزرنے کے بعد میں نے زاہر سے کہا۔ "ہمیں مزید وقت نہیں برباد کرنا چاہیے۔"

سڑک سنسان پڑی تھی۔ سڑک کے نکڑ پر ایک کُتا رو رہا تھا۔ بار کے دروازے پر پہنچ کر میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

"کون ہے؟" اندر سے بلند آہنگ آواز سنائی دی۔ "بار بند ہو چکا ہے۔ اب کیا لینے آئے ہو؟"

"دروازہ کھولو۔" میں نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم سے ضروری کام ہے۔"

"کیا مصیبت ہے۔" بار کے مالک کے بڑبڑانے کی آواز آئی پھر اُس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔ دروازے پر دو خستہ حال اجنبیوں کو دیکھ کر اُس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "کون ہو تم لوگ؟"

اُسے جواب دینے کے بجائے میں نے اُسے دھکا دیا اور اندر گھستا چلا گیا۔ وہ لمبا چوڑا طاقت ور آدمی تھا مگر زاہر کے ہاتھ میں نظر آنے والی بندوق نے اُسے کوئی جارحانہ قدم اُٹھانے سے روک دیا۔

"کون ہو تم لوگ اور کیا چاہتے ہو؟" اُس نے خوفزدہ نظروں سے زاہر کی بندوق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمارا ارادہ تمھیں قتل کرنے کا ہرگز نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "اور نہ ہی ہم تمھیں لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہمیں کچھ چیزوں کی ضرورت ہے۔ اگر تم نے ہم سے تعاون کیا تو ٹھیک ورنہ مجبوراً تمھیں قتل کرنا پڑے گا۔"

"نہیں۔" اُس نے جلدی سے کہا۔ "میں تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں۔ تمھیں جو چیز بھی چاہیے یہاں سے لے جا سکتے ہو۔"

"شکریہ۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "تم بہت اچھے آدمی ہو۔ اب جلدی سے یہ بتاؤ کہ باورچی خانہ کدھر ہے؟"

"یہاں تمھیں کھانے کو کچھ نہیں مل سکے گا۔" بار کے مالک نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ صرف بار ہے۔ کھانے کا سامان تمھیں میرے گھر پر مل سکے گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تمہارا گھر کہاں ہے؟" زاہر غرّایا۔

"بار کے ساتھ ہی ہے۔ ادھر اندر سے بھی دروازہ ہے اور باہر سے گھوم کر بھی . . ."

"زیادہ تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں راستہ دکھاؤ۔" زاہر نے بے صبری سے کہا۔ اُسے بہت زیادہ بھوک لگ رہی تھی۔

"ٹھہرو۔" میں نے بار کے مالک کو اندر کی طرف بڑھتے دیکھ کر کہا۔ "اندر کون کون ہے؟"

"میرے بیوی بچّے ہیں اور وہ سو رہے ہوں گے۔ اگر تم لوگوں کو بھوک لگ رہی ہے تو میں چُپکے سے تمھیں کھانا کھلا کر رخصت کر دوں گا۔"

"اب تم پر اپنے ساتھ ساتھ اپنے بیوی بچّوں کی ذمّے داری بھی عائد ہو گئی۔" زاہر نے کہا۔ "اگر اُن میں سے کوئی اُٹھا تو اُس کی جان بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"تم سے زیادہ مجھے اُن کی فکر ہے۔" اُس نے کہا اور ہمیں ایک دروازے سے گزار کر اپنے گھر کے کچن میں لے گیا۔ اُس نے کچن میں روشنی کر دی اور میں نے جلدی جلدی وہاں کی تلاشی لے ڈالی۔

"بہت خوب! یہاں ڈبل روٹی بھی ہے اور انڈے بھی۔" میں نے کہا۔ "اب تمھیں ہماری میزبانی کے فرائض انجام دینے ہوں گے۔ جلدی سے انڈے تل ڈالو۔"

اُس نے بڑی فرماں برداری سے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ہم نے باورچی خانے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ وہ بھی کوشش کر رہا تھا کہ برتنوں کے کھڑکنے کی کم سے کم آواز ہو۔ اُسے بخوبی احساس تھا کہ اگر اُس کے خاندان کا کوئی فرد اُٹھ گیا تو اُس کے لیے ایک نئی مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ ہم اُس کے لیے بلائے بے درماں بن گئے تھے اور اُس کی خواہش تھی کہ ہم جلد از جلد ٹل جائیں تاکہ وہ سکون سے سو سکے۔

تھوڑی ہی دیر بعد میں اور زاہر انڈے ڈبل روٹی اُڑا رہے تھے۔ بندوق میں نے لے لی تھی اور کھانے کے دوران پوری طرح مستعد تھا لیکن بار کے مالک نے مجھے ایک بار بھی بندوق کی طرف ہاتھ بڑھانے کا موقع نہیں دیا۔

کھانا کھانے کے بعد میں نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور ضرورت کی چیزوں کی ایک فہرست اُسے سنا دی۔ "ہم مسافر ہیں اور جس بے سروسامانی کے عالم میں ہم تمھیں نظر آ رہے ہیں اُس میں سفر جاری رکھنا ممکن نہیں ہے لہٰذا اگر تم میری بتائی ہوئی چیزیں فراہم کر سکو تو میں بہت عرصے تک تمھیں یاد رکھوں گا۔"

اُس نے کچھ کہے بغیر ہمیں ایک سوٹ کیس فراہم کر دیا جس میں کافی چیزیں بھری ہوئی تھیں۔ "دیکھ لو۔" اُس نے کہا۔ "اس وقت یہی چند چیزیں مل سکی ہیں۔"

"یہ بھی بہت ہے۔" میں نے پانی کا بھرا ہوا کین زاہر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہم کسی نہ کسی طرح گزارا کر ہی لیں گے۔"

"اگر تم لوگ صبح تک رُک جاؤ تو میں تمھیں مزید چیزیں فراہم کر دوں گا۔" اُس نے کہا۔

"اس تکلّف کی ضرورت نہیں ہے دوست۔" میں نے کہا۔ "ہم جلدی میں ہیں ورنہ ضرور رُکتے۔ اب کیا تم ہمیں رخصت کرنے دروازے تک نہیں آؤ گے؟"

"ضرور۔" اُس نے کہا۔ "مجھے دروازہ بند بھی تو کرنا ہوگا۔"

ہم اُس کے ساتھ بار کے بیرونی دروازے تک آ گئے۔ میں نے بندوق زاہر کو تھما دی تھی اور خود سوٹ کیس اُٹھائے چل رہا تھا۔ بار کے دروازے پر پہنچ کر میں نے سوٹ کیس فرش پر رکھ دیا اور بار کے مالک کی طرف مڑا۔

"تم نے ہمارے ساتھ بے حد تعاون کیا ہے دوست۔ سفر کے دوران تم ہمیں بہت یاد آؤ گے۔"

"کوئی بات نہیں۔" اُس نے کہا۔ "جو کچھ میں نے کیا وہ میرا فرض تھا۔"

"اچھا اب ہم جا رہے ہیں، خدا حافظ۔" میں نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ انداز ایسا تھا جیسے رخصت ہوتے وقت اُس سے ہاتھ ملانا چاہ رہا ہوں۔ اُس نے بھی میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ میں نے بڑی پھرتی سے اُس کی کنپٹی پر ہاتھ رسید کر دیا اور وہ آواز نکالے بغیر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ میری اس اچانک حرکت سے زاہر بوکھلا گیا۔

"یہ آپ نے کیا کیا۔" اُس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ "یہ ہمیں کچھ کہہ تو نہیں رہا تھا۔"

"اسے کچھ نہیں ہوا۔" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "یہ صرف بے ہوش ہوا ہے۔"

"بے ہوش ہوا ہے۔" زاہر نے احمقوں کے سے انداز میں میری بات دُہرائی۔ "لیکن اسے بے ہوش کرنے کی بھی کیا ضرورت تھی؟"

"نہیں، اسے تو ہوش میں رہنے دینا چاہیے تھا تاکہ ہمارے جاتے ہی یہ ساری بستی کو اُٹھا دیتا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔" زاہر شرمندہ ہو گیا۔ "دراصل اس نے اتنا تعاون کیا کہ مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا . . ."

"اگر اسی طرح بے خبری کا شکار ہوتے رہے تو اولیو ہارڈ کا شکار ہو جاؤ گے۔ آؤ، اب جلدی سے یہاں سے نکل لو۔" میں نے بار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

میں اور زاہر بار سے باہر نکل آئے۔ میں نے زاہر کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

بعد بار کا دروازہ بھیڑ دیا تھا لیکن باہر ایک مشکل ہماری منتظر تھی۔ سڑک پر ایک کُتّے نے ہمیں دیکھ کر بھونکنا شروع کر دیا۔ وہ شاید کسی کا پالتو کُتّا تھا۔ اس لیے کہ ہم نے ایک آدمی کی آواز سنی جو کُتّے کو ڈانٹ رہا تھا۔ ہم تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے قصبے کی بیرونی سمت بڑھ رہے تھے۔ کُتّے کی آواز ہم سے دور ہوتی جا رہی تھی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ زاہر بہت زیادہ خوفزدہ ہو گیا ہے۔ وہ بار بار پلٹ کر عقبی سمت میں دیکھ رہا تھا۔

"کُتّا وہیں رہ گیا ہے زاہر۔" میں نے کہا۔ "آواز سے ہی اندازہ ہو رہا ہے کہ اُس نے ہمارے پیچھے آنے کی زحمت نہیں کی۔"

"مجھے کُتّوں سے بہت خوف معلوم ہوتا ہے جناب! اگر کاٹ لے تو چودہ انجکشن برداشت کرو اور وہ بھی پیٹ میں۔"

"وہ تو شاید صرف اُس صورت میں لگتے ہیں جبکہ کُتّا پاگل ہو۔" میں نے زاہر کی توجّہ بٹانے کے لیے کہا۔

"بچپن میں ایک بار مجھے کُتّے نے کاٹ لیا تھا اور مجھے چودہ انجکشن لگوانے پڑے تھے جبکہ وہ کُتّا پاگل بھی نہیں تھا۔"

"تب تو کُتّے سے تمھاری خوفزدگی برحق ہے۔"

"جی ہاں جناب! اگر وہ قریب آنے کی کوشش کرتا تو میں اُسے گولی مارنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔"

"اوہو، تب تو بہت اچھا ہوا کہ وہ قریب نہیں آیا ورنہ یہاں بندوق کے ایک فائر سے ہی قصبے کے سارے لوگ اُٹھ جاتے۔ نہ صرف اُٹھ جاتے بلکہ ہماری تلاش میں بھی نکل کھڑے ہوتے۔ ہم کس کس سے بچتے پھرتے؟"

"آپ کچھ بھی کہیں جناب لیکن حقیقت یہ ہے کہ کُتّے کو دیکھتے ہی میری جان نکل جاتی ہے۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ ہم قصبے سے باہر نکل آئے تھے۔ کُتّے کا خطرہ ٹل چکا تھا۔ یہ بھی خوش قسمتی ہی تھی کہ دوسرے کُتّے سے ٹکراؤ نہیں ہوا ورنہ زاہر کھیل بگاڑ دیتا۔

قصبے سے باہر نکلنے کے بعد ہم نے مخالف سمت میں چلنا شروع کر دیا اور ہمارا یہ سفر رات کے بیشتر حصّے جاری رہا۔ ہم پہاڑیوں پر چل رہے تھے۔ کبھی ہمیں مزید اوپر چڑھنا پڑتا اور کبھی کسی ڈھلان سے اُترنا پڑتا۔ غنیمت یہ تھا کہ پہاڑی زمین زیادہ سخت نہیں تھی لیکن اس کے باوجود اندھیری رات میں اُن پر چلنا آسان نہیں تھا۔ ہم وقفے وقفے سے سامان تبدیل کرتے رہے مگر سوٹ کیس کا بار زیادہ تر میں نے ہی اُٹھائے رکھا۔ وہ بوسیدہ سا سوٹ کیس جو پہاڑی سفر کے دوران ہماری زندگیوں کو تحفّظ فراہم کرنے کا ضامن تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ زاہر کے لیے یہ سفر اُس کی بساط سے بہت زیادہ ہے لیکن میں اس بات پر خوش تھا کہ زیادہ تیز رفتاری سے نہ سہی مگر وہ چل رہا ہے اور ہم اپنے فرار ہونے کے مقام سے ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

رات کی تاریکی میں سفر کرنا ہمارے لیے دُشواری کا باعث ضرور بن رہا تھا لیکن یہی تاریکی ہمارے لیے معاون بھی ثابت ہو رہی تھی۔ دن کے اُجالے میں ہمیں دیکھ لیے جانے اور تلاش کر لیے جانے کے خدشات ضرور تنگ کرتے رہتے جن سے اس وقت ہم بے نیاز تھے۔ یہ پہاڑی سفر جسمانی تھکن اور ذہنی کوفت پیدا کر رہا تھا لیکن یہ اولیو ہارڈ کے آدمیوں کی قید میں رہنے سے تو بہتر تھا۔ ابتدا ہی میں اُنھوں نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا تھا اور جس بے دردی سے میری پٹائی کی تھی اُس کے پیشِ نظر اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں تھا کہ آنے والے وقت میں، اگر ہم اُن کی قید میں رہتے، تو وہ ہمارا کیا حشر کرتے۔ میرا خیال ہے اس وقت زاہر بھی ایسے ہی خیالات سے نبرد آزما تھا اور آزادی کا یہی احساس اُس کے قدموں میں تحرّک قائم رکھے ہوئے تھا۔

میری خواہش تو یہ تھی کہ رُکے بغیر سفر جاری رکھا جائے تاکہ جلد از جلد کسی شہر تک پہنچ سکیں لیکن مجھے یہ احساس بھی تھا کہ آنے والی صبح ہمارے لیے مصائب اور مشکلات کا پیغام بھی لا سکتی ہے۔ رات کے اندھیرے میں تو خیر یہ ممکن نہیں تھا لیکن دن کی روشنی میں اولیو ہارڈ کے گُرگے ہمیں تلاش کرنے کے لیے ہر ممکن طریقہ اختیار کرتے اور اُس وقت اُن سے بچنے کے لیے ہمیں بھرپور توانائیوں کی ضرورت پڑتی اس لیے بہتر یہی تھا کہ دو چار گھنٹے آرام کر کے اپنی توانائیاں مجتمع کر لی جائیں۔

"کچھ دیر آرام کر لینے کے بارے میں کیا خیال ہے؟" ایک بلند مسطّح مقام پر میں نے زاہر سے کہا۔

زاہر رُک گیا۔ "مجھ میں مزید چلنے کی ہمت رہ بھی نہیں گئی تھی۔" اُس نے دھپ سے زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اگر ہوتی تب بھی میں آرام کرنے کا فیصلہ کرتا۔" میں نے بوسیدہ سوٹ کیس ایک چٹان کے ساتھ ٹکاتے ہوئے کہا۔ پانی کا کین اور بندوق زاہر کے قبضے میں تھی۔ "صبح سے ہماری تلاش شروع ہو جائے گی اور ہمارا سفر مزید مشکل ہو جائے گا۔"

"آپ کو اتنا یقین کیوں ہے کہ وہ ہمیں ضرور تلاش کریں گے۔" زاہر نے چٹان کی سطح پر لیٹتے ہوئے پوچھا۔

"ہمارا واسطہ اولیو ہارڈ سے ہے زاہر! اور پھر اُس کے دو آدمی بھی تو مارے گئے ہیں۔"

"آخر اُسے امریکا میں کتنے اختیارات حاصل ہیں؟" زاہر نے تشویش سے پوچھا۔

"جب سے میں نے اُسے سی آئی اے سے نکلوایا ہے اُس کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہاں کوئی سرکاری حیثیت نہیں رہی اور نہ ہی اُسے سرکاری طور پر کسی قسم کی مراعات مل سکتی ہیں لیکن اُس کا ذاتی اثر و رسوخ تو اب بھی ہوگا اور پھر ہاروت رابیل کی دولت بھی تو سر چڑھ کر بول رہی ہوگی۔"

"اگر ہماری تلاش میں زیادہ وسائل اختیار کیے گئے تو ہم کب تک اُن سے چھپ سکیں گے؟"

"ہمیں اپنا سفر جاری رکھنا ہوگا زاہر! اب تم سو جاؤ تاکہ دن میں ہم تازہ دم ہو کر حالات کا مقابلہ کر سکیں۔"

زاہر کو سونے کی تلقین کرنے کے بعد میں خود بھی سو گیا۔ سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔ زاہر ابھی تک محوِ خواب تھا۔ میں نے جلدی سے اُٹھ کر دُور دُور تک نظریں دوڑائیں۔ تاحدِ نگاہ کوئی متنفس نظر نہیں آرہا تھا۔ اُس ویرانے میں کسی ذی روح کی موجودگی کی توقع کی بھی نہیں جا سکتی تھی۔ بلندی پر ہونے کی وجہ سے میں دور تک دیکھ سکتا تھا۔ وہ جگہ ایسی تھی کہ کوئی آسانی سے ہم تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر ایسی کوئی کوشش کی جاتی تو ہماری نظروں میں آئے بغیر وہاں تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔

پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد میں نے بندوق اُٹھائی اور سوٹ کیس میں سے تیل کی کُپی نکال کر بندوق کو تیل دینے لگا۔ آنے والے وقتوں میں کسی بُرے وقت کے لیے وہ بندوق ہمارا واحد سہارا تھی اور گزشتہ شام پانی میں بھیگ جانے کے باعث اُسے تیل دینا ضروری ہو گیا تھا ورنہ اُسے زنگ لگ جانے کا خطرہ تھا۔ بندوق کو اچھی طرح تیل دینے کے بعد میں نے زاہر کو اُٹھا دیا۔ اُس کا چہرہ اُترا ہوا تھا اور صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ چوبیس گھنٹے کی تقریباً مسلسل جدّوجہد اُس پر بُری طرح اثر انداز ہوئی ہے۔

"ناشتا کر لو زاہر! گزشتہ رات چونکہ ہم نے باقاعدہ کھانا کھایا تھا اس لیے ناشتے میں صرف پھل کھانے پر اکتفا کریں گے۔ ڈبوں میں بند کھانے کو میں کسی بُرے وقت کے لیے محفوظ ہی رکھنا چاہتا ہوں۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں جناب۔" زاہر نے کہا۔ اُس کے لہجے سے نقاہت ٹپک رہی تھی۔

"یہ نہیں معلوم کہ ہمیں مزید کتنے دن اس حال میں گزارنے ہوں گے اس لیے ہم خوراک کا ذخیرہ بہت احتیاط سے خرچ کریں گے۔"

"اگر یہ بات ہے تو اس وقت ناشتا کرنے کی بھی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔" زاہر نے کہا۔

"مجھے تم سے اتفاق نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "توانائی ہماری ضرورت ہے۔ معلوم نہیں بعد میں ہمیں کچھ کھانے کا موقع ملے یا نہ ملے۔"

ہم نے جلدی جلدی کچھ پھل حلق سے اُتارے اور پھر روانگی کے لیے تیار ہو گئے۔ میں نے چلنے سے قبل زاہر کو ضروری ہدایات دیں۔

"سوٹ کیس میں اُٹھاتا ہوں، تم پانی کا کین اور بندوق سنبھالو۔ پچیس راؤنڈ کی بندوق ہے تم اسے سنگل شاٹ پر رکھنا۔ میں نے اسے اچھی طرح تیل دے دیا ہے لہٰذا تم اس کی کارکردگی کی طرف سے بے فکر ہو سکتے ہو۔"

پہاڑی سے نیچے دوسری طرف ایک وادی نظر آرہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اس وادی میں کوئی آبادی بھی ہوگی جہاں سے ہم مزید زادِ راہ لے سکیں گے۔ پہاڑی کے اوپر ہمیں دیکھ لیے جانے کا خطرہ تھا لہٰذا ہم نے نیچے اُترنا شروع کر دیا۔ وادی میں ہمیں صرف عقبی سمت سے خطرہ لاحق ہو سکتا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اس سے قبل ہی ہم وادی سے گزر چکے ہوں گے۔ میں نے ہر قسم کے خدشات ذہن سے جھٹکے اور پوری دل جمعی سے نیچے اُترنے لگا۔ لیکن خدشات ذہن سے جھٹک دینے سے اگر خطرات سے بچا جا سکتا تو ہر آدمی خطرات سے بچ جایا کرتا۔ لوگوں کے لیے بڑی آسانیاں ہو جاتیں۔ بس اتنا ہی تو سوچنا ہوتا کہ ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے اور خطرہ ٹل جایا کرتا لیکن ایسا نہیں تھا۔ جو ہونا ہوتا ہے وہ تو ہر حال میں ہو کر رہتا ہے خواہ اس کے بارے میں سوچا جائے یا نہ سوچا جائے۔

پہلا خطرہ ایک طیارے کی صورت میں اچانک ہی ہمارے سروں پر سے گزر گیا۔ ہم صرف اُس کا سایہ ہی دیکھ پائے تھے۔ اُس وقت ہم ایک پہاڑی کی چوٹی کے نزدیک تھے جو میرے اندازے کے مطابق آخری چوٹی تھی اور اس سے اُتر کر ہم وادی میں داخل ہو سکتے تھے۔ جہاز کی زناٹے دار آواز نے ہمارے ہوش اُڑا دیے اور ہم ٹھٹک گئے۔ زاہر اچانک ہی مستعد نظر آنے لگا ورنہ ابھی تک اُس کے انداز سے تھکن اور بے دلی ہویدا رہی تھی۔

"تم نے دیکھا زاہر! صبح ہوتے ہی ہماری تلاش شروع کر دی گئی جبکہ تمھیں اس میں شبہ تھا۔"

"کیا ضروری ہے جناب کہ یہ طیارہ ہماری تلاش میں ہی آیا ہو۔ کوئی اتفاق بھی تو ہو سکتا ہے؟"

"یہ تو بعد میں پتا چلے گا۔ فی الحال تو چلتے رہو اور ہاں بندوق میرے حوالے کر دو۔"

پہاڑی کے دوسری جانب آدھے میل تک ٹیلے، گڑھے اور جھاڑ جھنکار بکھرا ہوا تھا۔ اُس کے بعد اندازاً دو میل تک زمین بتدریج بلند ہوتی چلی گئی تھی۔ یہ بڑی مخدوش جگہ تھی۔ میرے خیال میں وہاں کوئی آبادی ہونی چاہیے تھی لیکن اگر وادی ہوتی تب ہی تو آبادی ہوتی۔ اُس علاقے کو خارزار کہنا زیادہ بہتر تھا اور کسی خارزار میں آبادی کا کیا کام؟

اور یہ اُس وقت کی بات ہے جب ہم پہاڑی سے اُترنے کے بعد ٹیلوں بھرے علاقے کی طرف بڑھ رہے تھے کہ دفعتاً زاہر رُک گیا۔

"سُنیے جناب۔" اُس نے کہا۔ "میرا خیال ہے میں نے کسی جہاز کی آواز سُنی ہے۔"

زاہر کے ساتھ ساتھ میں بھی رُک گیا اور ہم دونوں سانسیں روک کر آواز سُننے کی کوشش کرنے لگے۔ آواز سُنائی دینے میں چند سیکنڈ بھی نہیں لگے۔ وہ یقیناً ہیلی کاپٹر کے پنکھوں کی آواز تھی۔

"ہیلی کاپٹر۔" زاہر نے کہا۔ "اس کی آواز سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کم از کم ایک میل کے فاصلے پر ہے۔"

"ضروری نہیں کہ فاصلہ ایک میل ہی ہو۔ یہ فاصلہ ایک میل سے کم بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا اور بچاؤ کا کوئی راستہ ڈھونڈنے لگا۔ میری نگاہ ایک کٹاؤ پر پڑی اور میں نے زاہر سے کہا۔ "اس طرف نکل چلو، جلدی کرو۔"

وہ کٹاؤ ہمارے راستے سے قدرے دائیں جانب تھا۔ زاہر نے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"بڑی باریک بینی سے ہماری تلاش ہو رہی ہے جناب! ہیلی کاپٹر کبھی آگے آتا ہے اور کبھی پیچھے چلا جاتا ہے۔"

"ہاں، میں آوازیں سُن رہا ہوں زاہر! اور ہمیں ہر قیمت پر اُن کی نگاہ میں آنے سے بچنا ہے۔"

"شاید اُن لوگوں کے پاس کوئی دوسرا ہیلی کاپٹر نہیں معلوم ہوتا ورنہ وہ اسے بھی ہماری تلاش پر مامور کر دیتے۔"

"ایک ہیلی کاپٹر بھی بہت ہے زاہر! ہم اسی سے بچ جائیں تو غنیمت ہے۔ دوسرا آگیا تو تباہی آجائے گی۔"

"کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے جناب کہ وہ اتنی جلد ہماری راہ پر لگ گئے؟ انھیں یہ اندازہ کیسے ہوا ہوگا کہ ہم نے کون سا راستہ اختیار کیا ہے؟"

"صرف یہ بات ذہن میں رکھو زاہر کہ ہمارے مقابلے پر اولیو ہاورڈ ہے۔ تمھیں کسی بات پر حیرت نہیں ہوگی۔"

دور سے کٹاؤ نظر آنے والی شے قریب پہنچنے کے بعد بہت مختلف ثابت ہوئی۔ وہ جھاڑیوں کا ناقابلِ عبور جھنڈ تھا۔ زمین بھی ریتلی تھی۔ پیروں کے نیچے بھُربھُری زمین، سر پر آگ برساتا سورج، دُشوار گزار راستہ اور فضا میں دُشمن ہیلی کاپٹر۔۔۔ ان سب نے مل کر ایسی صورتحال پیدا کر دی تھی جس نے ہوش اُڑا کر رکھ دیے تھے۔ ہم پسینے میں نہا چکے تھے۔ سفر بہت دُشوار گزار تھا اور ہمیں پہاڑی چڑھائیوں اور ڈھلانوں کے علاوہ گراں جھاڑیوں کے درمیان سے عبور کرنا تھا۔

لیکن فی الحال تو ہیلی کاپٹر کا خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا جس سے چھُپنے کے لیے ہمیں جھاڑیوں کے اس جھُنڈ کے نیچے گھُسنا پڑتا جہاں گھُسنا اوّل تو ناممکن تھا اور اگر کسی طرح ہم نیچے گھُس بھی جاتے تو تپتی ہوئی بھُربھُری مٹی ہمارا حُلیہ بگاڑ کر رکھ دیتی۔

چند لمحوں بعد وہ دُشوار گزار مرحلہ سر پر آپہنچا جس کی طرف سے ہم متفکر تھے۔ ہیلی کاپٹر نمودار ہو گیا تھا۔ میں اور زاہر جس حد تک بھی ممکن ہو سکتا تھا جھاڑیوں میں دُبک گئے۔ یوں محسوس ہوا جیسے مٹی ہمیں جھُلسا کر رکھ دے گی لیکن ہم ساکت رہنے کے لیے مجبور تھے۔ ہیلی کاپٹر سامنے تھا اور ذرا سی بھی حرکت ہمیں اُن کی نگاہ میں لا سکتی تھی۔

ہیلی کاپٹر اُس راستے پر سست رفتاری سے پرواز کر رہا تھا جس پر ہم سفر کر رہے تھے۔ کبھی وہ دائیں جانب چلا جاتا اور کبھی بائیں جانب لیکن اُس کی سمت تبدیل نہیں ہو رہی تھی۔ اسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی شکاری پرندہ اپنے شکار کی بُو سونگھتا پھر رہا ہو۔ ہیلی کاپٹر اگرچہ ہم سے آگے نکل چکا تھا لیکن ہم جانتے تھے کہ اگر ہم نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو اسے واپس آتے دیر نہیں لگے گی۔

میں سانس روکے تپتی زمین پر پڑا تھا اور سوچ رہا تھا یہی غنیمت ہے کہ ایک ہی ہیلی کاپٹر ہمیں تلاش کر رہا ہے۔ اگر ہیلی کاپٹر ایک سے زائد ہوتے تو خدا جانے ہمارا کیا حشر ہوتا۔ اس صورت میں ہماری گرفتاری یقینی ہو جاتی۔

ایک خدشہ اور بھی تھا۔ اور وہ یہ کہ ہمیں تلاش کرنے کے لیے فضائی ذریعے پر ہی انحصار نہیں کیا جا رہا ہوگا۔ مجھے یقین تھا کہ پیدل ٹیمیں بھی ہماری تلاش میں نکل کھڑی ہوئی ہوں گی۔ اولیو ہاورڈ ایسا آدمی نہیں تھا جو کسی ایک ہی ذریعے پر اکتفا کر کے بیٹھ جاتے۔ اُس کم بخت ہیلی کاپٹر کے سر پر مسلّط ہو جانے کی وجہ سے ہمیں رُکنا پڑ گیا تھا۔ جو وقت ضائع ہو رہا تھا اس سے پیدل ٹیمیں ہمارے نزدیک آسکتی تھیں جبکہ میں جلد از جلد اس علاقے سے نکل جانا چاہتا تھا۔

خدا خدا کر کے ہیلی کاپٹر ایک پہاڑی چوٹی کے عقب میں غروب ہوا اور میں نے زاہر کی آواز سُنی۔ "موقع غنیمت ہے جناب! ہم چھُپنے کے لیے کوئی بہتر جگہ ڈھونڈ لیں۔"

"بائیں جانب چلو۔" میں نے کہا اور ہم دونوں جھاڑیوں کے اُس حصّے کی طرف بڑھ گئے جہاں گھنی جھاڑیوں نے ایک بھٹ کی سی صورت اختیار کر لی تھی۔ اس جگہ بھی تپش کا وہی عالم تھا۔ زاہر مجھ سے تین فٹ کے فاصلے پر تھا مگر ہم ایک دوسرے کی نگاہوں سے بھی اوجھل تھے اور دونوں ہی ہیلی کاپٹر کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے ایسی پوزیشن اختیار کی تھی کہ آسمان پر نظر رکھ سکوں۔

جلد ہی ہیلی کاپٹر واپس آگیا۔ جھاڑیوں کے درمیان اُس کی آواز سنسناہٹ پیدا کر رہی تھی۔ اس بار وہ ہم سے کافی فاصلے پر تھا لیکن پھر بتدریج نزدیک آنے لگا۔ فضا میں تیرتا ہوا وہ مہیب پرندہ ہماری تلاش میں چپّہ چپّہ چھان رہا تھا۔ وہ ہمارے سروں پر بھی آیا اور اطراف میں بھی ہمیں ڈھونڈا مگر مستقل میری نظروں میں رہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ ایک مستقل خطرے کی صورت میں ہمارے سروں پر منڈلاتا رہا۔ مجھے وحشت ہونے لگی۔ ہماری تلاش طویل تر ہوتی جا رہی تھی۔ یہی صورتحال جاری رہتی تو ہم بُری طرح گھیر لیے جاتے۔ اجنبی علاقے میں اُن کا مقابلہ کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں تھا اور پھر ایک بندوق اور محض پچیس گولیوں سے ہم کیا کر لیتے؟

آخر ہیلی کاپٹر ہمیں تلاش کرتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اب اُس کی واپسی کا خطرہ نہیں تھا۔ میں پھرتی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ "جلدی کرو زاہر! پہلے ہی ایک قیمتی گھنٹا برباد ہو چکا ہے۔"

ہم نے اپنی رفتار بڑھانے کی کوشش کی مگر ناہموار زمین کے باعث یہ بھی ممکن نہ ہو سکا۔ ہیلی کاپٹر غائب ہو گیا تھا مگر اُس کی آواز نے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ بعض اوقات تو آواز اتنی نزدیک معلوم ہونے لگتی کہ ہمیں گمان گزرتا شاید ہیلی کاپٹر واپس آ گیا ہے لیکن پھر آواز دور ہو جاتی۔ جب بھی آواز اس طرح نزدیک آتی ہم خوف سے منجمد ہو جاتے اور آواز دور ہونے پر دوبارہ حرکت میں آتے۔

ایک مقام پر اوپر چڑھتے ہوئے سوٹ کیس میری گرفت سے نکل گیا۔ یہ محض اتفاق ہی تھا کہ سوٹ کیس زاہر کے قدموں میں گرا اور اُس نے بے اختیار اُسے پکڑ لیا ورنہ ہمیں سوٹ کیس کے حصول کے لیے نیچے اُتر کر دوبارہ اس صعوبت ناک چڑھائی پر چڑھنا پڑتا جس کے تصور سے ہی میرے ہوش اُڑ گئے۔

چوٹی سے تیس فٹ نیچے چڑھائی کسی قدر عمودی صورت اختیار کر گئی اور ہمیں رینگنا پڑ گیا۔ زاویہ ایسا ہی تھا کہ بغیر رینگے اوپر چڑھنا ممکن ہی نہیں رہ گیا تھا۔ اوپر پہنچتے پہنچتے ہم پسینے میں نہا چکے تھے، سراپا گرد میں اَٹ گئے تھے اور ہماری طاقت جواب دے چکی تھی اور وقت کی بچت ہونے کے بجائے خاصا وقت برباد ہو چکا تھا۔

ہمارے سامنے پندرہ بیس میل کے فاصلے تک پہاڑیاں، ٹیلے، چٹانی علاقے اور جھاڑ جھنکاڑ سے پُر بنجر علاقہ بکھرا ہوا تھا۔ بلندی پر ہونے کی وجہ سے ہم دُور دُور تک دیکھ سکتے تھے۔ اس کے بعد پھر ایک پہاڑی سلسلہ تھا جو بلند تر تھا۔ درمیانی فاصلہ عبور کرنے کے دوران فرار ہونے سے زیادہ پکڑے جانے کے امکانات تھے۔

ہیلی کاپٹر ہم سے کوئی ایک میل آگے تھا اور ہم سے نیچے پرواز کر رہا تھا۔ اُس کی سوار عملہ بڑی مستعدی سے ہمیں تلاش کر رہا تھا۔

"ہم رُکیں گے یا خطرہ مول لے کر آگے بڑھتے رہیں گے؟" زاہر نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"ہم مجبور ہیں زاہر!" میں نے اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن جناب! اس صورت میں خطرات بڑھ جائیں گے۔ وہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔" زاہر نے کہا۔ وہ آرام کرنا چاہ رہا تھا اور جواز کے طور پر ہیلی کاپٹر کی طرف سے درپیش خطرے کو پیش کر رہا تھا۔

"وہ ہمیں تلاش کرتے ہوئے آگے گئے ہیں۔ بے فکر رہو، وہ پلٹ کر نہیں آئیں گے۔"

"وہ کسی بھی وقت پلٹ کر دیکھ سکتے ہیں جناب! اگر کسی نے اتفاقاً بھی پلٹ کر دیکھ لیا تو ہماری ساری محنت اکارت ہو جائے گی۔"

"نیچے اُترتے وقت ہمارے اور ان کے درمیان آڑ ہو جائے گی اس لیے ہم سفر جاری رکھیں گے۔"

پہاڑی سے نیچے گھاٹی کی طرف اُترتے ہوئے میں نے پلٹ کر زاہر کی طرف دیکھا۔ میری طرح اُس کی حالت بھی تباہ تھی۔ میں اُسے سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ اس حالت میں سفر جاری رکھنا بلاشبہ اُس کی مضبوط قوتِ ارادی پر دلالت کرتا تھا۔

"زاہر!" میں نے اُسے آواز دی اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"وہ پہاڑی سلسلہ دیکھ رہے ہو زاہر!" میں نے ہاتھ سے اُس کی طرف اشارہ کیا۔

"جی ہاں جناب!" زاہر نے میری اشارہ کردہ سمت میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اُس کا انداز مشینی تھا۔

"اُس سے پہلے دیکھو، درمیانی فاصلے کے تقریباً دو تہائی حصے پر... تمھیں کیا نظر آ رہا ہے؟"

زاہر نے چند لمحے غور کیا پھر بولا۔ "کوئی پہاڑی ہے جناب! جس کی دو اُبھری ہوئی چوٹیاں ہیں۔"

"ہاں، وہی۔" میں نے کہا۔ "آج ہم کوشش کریں گے کہ وہاں تک پہنچ سکیں۔ ٹھیک ہے؟"

"بہت طویل فاصلہ ہے جناب!" زاہر نے مردہ سی آواز میں کہا۔ "لیکن ہم کوشش ضرور کریں گے۔"

اگلے تین گھنٹے ہم نے کوئی بات نہیں کی۔ بس خاموشی سے جدّوجہد کرتے رہے۔ ان تھک محنت، بیزار کن جدّوجہد... ٹیلے نُما پہاڑیوں پر چڑھنا اور دُشوار گزار ڈھلانوں سے اُترنا ہمارے لیے آسان نہیں تھا۔ پہلے ہی ہم بے آرامی کا شکار تھے اور اب تو وہ مہیب پرندہ بھی ہمارے دور و نزدیک رقص کر رہا تھا۔ گھاٹیاں عبور کرتے ہوئے، چڑھائیاں سر کرنے کے دوران اور ڈھلانوں سے اُترتے ہوئے ہمیں ہمہ وقت چوکنّا رہنا پڑ رہا تھا۔ ہماری کوشش تھی کہ رفتار برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ ہیلی کاپٹر والوں کی نگاہ میں آنے سے بھی محفوظ رہیں لہٰذا ہم اطراف میں نگاہ رکھتے ہوئے چل رہے تھے۔ سورج نصف النہار پر پہنچ گیا تھا اور آگ برسا رہا تھا۔ پسینہ ہمارے جسموں سے رُکے بغیر بہہ رہا تھا۔

دفعتاً میرے ذہن میں یہ شُبہ سر اُبھارنے لگا کہ ہمیں ہیلی کاپٹر سے دیکھ لیا گیا ہے۔ میرے پاس اس شُبہے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ ہیلی کا پٹر ایک مخصوص طریقے سے آگے بڑھ رہا تھا۔ شروع سے اب تک اس انداز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا لیکن اس کے باوجود میرے ذہن میں یہ خیال جڑ پکڑتا جا رہا تھا کہ ہمیں دیکھا جا چکا ہے۔ وہ ہم سے بتدریج دور بھی ہوتا جا رہا تھا لیکن شاید یہ خیال اس وجہ سے میرے ذہن میں آیا ہو کہ وہ مستقل طور پر ہماری نگاہوں کے سامنے موجود رہا تھا۔

پہاڑی سے نیچے اُترتے ہی میں نے زاہر سے کہا۔ "دائیں جانب چلو، جلدی کرو۔"

"کیوں، اُدھر کیا ہے؟" زاہر نے حیرت سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے ہمیں دیکھ لیا گیا ہے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں نے دائیں جانب نظر آنے والی گھاٹی کی طرف دوڑ لگا دی جو تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر تھی۔ گھاٹی میں اچھا خاصا جھاڑ جھنکاڑ اُگا ہوا تھا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ اُنھوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے؟" زاہر نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"بس یہ میرا خیال ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اپنے اس خیال کی میرے پاس کوئی منطقی وجہ نہیں ہے۔"

"اگر اُنھوں نے ہمیں دیکھ لیا ہوتا تو ہمارے خلاف حرکت میں آ چکے ہوتے۔ میرا خیال ہے آپ کو وہم ہوا ہے۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہیلی کاپٹر سے ہماری نقل و حرکت پر نگاہ رکھی جا رہی ہو اور ہیلی کاپٹر سے اُنھوں نے اپنے آدمیوں کو مطلع کر دیا ہو کہ وہ ہمارے گرد گھیرا تنگ کریں۔"

"جی ہاں، اس بات کا امکان ہے۔" زاہر نے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہم اس خیال کی تصدیق کیسے کریں گے؟"

"ہم اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے زاہر! چاہے اُنھوں نے ہمیں دیکھ لیا ہو یا نہ دیکھا ہو، آؤ۔"

جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم گھوم کر ایک اور پہاڑی کے عقب میں پہنچ گئے۔ "اب ہم اس پہاڑی پر چڑھیں گے۔" میں نے زاہر سے کہا اور اُس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔

"یہ کوہ پیمائی تو ایسا معلوم ہوتا ہے ہماری جان لے کر ہی ٹلے گی۔" زاہر نے کراہ کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے زاہر کہ یہ کوہ پیمائی تمھارے لیے بے حد تکلیف دہ ہے لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔"

"ہم اس طرف آئے ہی کیوں تھے۔" زاہر نے جھنجھلا کر کہا۔ "اگر دوسری طرف نکل گئے ہوتے تو اس عذاب سے تو محفوظ رہتے۔"

"جن لوگوں سے ان پہاڑوں کے درمیان چھُپنا مشکل ہو رہا ہے اُن سے میدانی علاقے میں کیسے محفوظ رہ سکتے تھے؟"

زاہر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کی ذہنی حالت متاثر ہو رہی تھی اور یہ کوئی اتنی عجیب بات بھی نہیں تھی۔ ہم پر جس قدر دباؤ تھا اُس کے تحت ذہنی حالت ٹھیک رہ بھی نہیں سکتی تھی۔

ہم نے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ یہ چڑھائی زیادہ مشکل نہیں تھی اور ہم جلد ہی چوٹی تک پہنچ گئے۔

ہیلی کاپٹر ابھی تک اپنے مخصوص انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ زاہر نے کہا۔ "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم ابھی تک ان کی نظروں میں آنے سے محفوظ ہیں۔"

"کچھ دیر انتظار کرو پھر نتیجہ سامنے آئے گا۔" میں نے کہا لیکن پندرہ منٹ انتظار کرنے کے باوجود ہیلی کاپٹر کی سمت اور انداز میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

"خدا کرے میرا خیال غلط ہی ثابت ہو۔" میں نے کہا۔

"اُنھوں نے ہمیں نہیں دیکھا جناب!"

"مصیبت یہ ہے کہ ہم یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔" میں نے کہا اور زاہر چُپ ہو گیا۔ ہم نے کچھ دیر اور انتظار کیا مگر کچھ نہیں ہوا۔

"اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہونا چاہیے؟" زاہر نے پوچھا۔

"فی الحال ہم سفر جاری نہیں رکھیں گے۔" میں نے فیصلہ سُنایا۔

"لیکن اس طرح تو بہت وقت ضائع ہو جائے گا۔" زاہر نے کہا۔ اُس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اگر اُنھوں نے ہمیں دیکھ بھی لیا تھا تو اب ہم اُن کی نظروں سے اوجھل ہو چکے ہیں۔"

"آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اگر ہمیں دیکھ لیا گیا تھا تو اب تک ہماری تلاش میں پیدل دستے روانہ ہو چکے ہوں گے۔ ہم اُن سے کیسے بچیں گے!"

"ٹھیک ہے زاہر! ہم سفر جاری رکھیں گے لیکن سمت تبدیل کر دیں گے۔" میں نے کہا۔

"لیکن دیگر سمتوں میں تو راستے کی پوزیشن بہت خراب ہے۔" زاہر نے کہا۔ "ہمارے لیے مشکلات بہت بڑھ جائیں گی۔"

"اُن کی نظروں میں آنے سے بہرحال یہ راستہ بہتر ہے۔" میں نے کہا اور ہم نے دوبارہ سفر شروع کر دیا۔ ہم بہت بُری طرح تھک چکے تھے۔ صبح کے ناشتے کے بعد ہم نے اب تک کچھ کھایا بھی نہیں تھا جس کی ہمیں سخت ضرورت تھی لیکن اُس وقت ہم رُک کر کچھ کھانے کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے لہٰذا ہم خود کو کسی نہ کسی طرح گھسیٹتے رہے۔

ہم گرتے پڑتے چلے جا رہے تھے اور ہیلی کاپٹر کی مخالف سمت میں محوِ سفر تھے۔ اس عالم میں ہم نے کوئی تین فرلانگ کی مسافت طے کر لی لیکن پھر زاہر کی ہمت جواب دے گئی۔

"اب تو قدم اُٹھانا بھی دوبھر ہو رہا ہے جناب!" زاہر نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ایک تو پہلے کی تھکن، اوپر سے یہ دُشوار گزار راستہ..."

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو زاہر! اب ہم کچھ دیر آرام کریں گے۔" میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے کہا اور ہم بیٹھ گئے۔ بیٹھے کیا لیٹ ہی گئے۔ ہیلی کاپٹر ہمارے تعاقب میں نہیں آیا تھا اور اس بنا پر یہ کہا جا سکتا تھا کہ ہمیں دیکھا نہیں گیا تھا۔

"مجھے بہت سخت پیاس لگ رہی ہے جناب۔" زاہر نے کہا۔

"میں بھی بہت پیاسا ہوں زاہر لیکن ہم اس عالم میں پانی نہیں پئیں گے۔ پانچ منٹ توقف کرو۔ اگر اس کے بعد بھی پیاس برقرار رہی تو ہم تھوڑا تھوڑا سا پانی پی لیں گے۔"

زاہر نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ہولے ہولے کراہ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے اُس کے بڑبڑانے کی آواز سُنی۔ میں نے اُس کی طرف دیکھا، اُسے آوازیں دیں مگر وہ غشی کی کیفیت میں تھا۔ میں نے جلدی سے پانی کا کین کھول کر اُس کے مُنہ سے لگا دیا۔ زاہر کے حلق سے پانی اُترا تو اُس کی ابتر حالت کچھ بہتر ہوئی۔ اس کے بعد میں نے بھی تھوڑا سا پانی پیا اور کین کا ڈھکن احتیاط سے بند کر دیا۔

میں نے زاہر کو دوبارہ آوازیں دیں اور اُس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ "اوہ میں شاید سو گیا تھا۔" اُس نے گھبرا کر کہا اور اُٹھ بیٹھا۔

"پیاس کی شدت نے تم پر غشی طاری کر دی تھی۔ میں نے تمہارے حلق میں پانی انڈیلا تو تمہاری حالت بہتر ہو گئی۔"

"میں شرمندہ ہوں جناب! مجھے خود پر قابو رکھنا چاہیے تھا۔"

"کوئی بات نہیں زاہر! اس بار تو ایسے خراب حالات سے سابقہ پڑا ہے کہ میرے دماغ بھی ٹھکانے آ گئے ہیں۔"

"لیکن جناب، ہیلی کاپٹر نے ہمارا تعاقب تو نہیں کیا۔"

"ہاں زاہر! وہ ابھی تک ہمیں وہیں تلاش کر رہا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"جبکہ آپ کا خیال تھا کہ ہمیں دیکھا جا چکا ہے؟"

"میرا خیال ہے ہمیں دیکھ لیا گیا تھا مگر بعد میں سمت تبدیل کرنے کے باعث ہم اُن کی نظروں سے دوبارہ اوجھل ہو گئے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے جناب۔" زاہر نے کہا اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"لیکن پہلے تو تم مجھ سے اختلاف کر رہے تھے؟"

"ابھی ابھی مجھے یہ خیال آیا ہے کہ آپ کا اندازہ درست تھا لیکن میں اپنے اس خیال کی وجہ نہیں بتا سکتا۔" زاہر نے اپنی پیشانی رگڑتے ہوئے کہا۔ اُس کے چہرے سے وحشت ٹپک رہی تھی۔

"چلو زاہر اب اُٹھ جاؤ۔ ہم کافی آرام کر چکے ہیں۔" میں نے کہا اور زاہر جلدی سے کھڑا ہو گیا لیکن اُسی وقت ہمیں ہیلی کاپٹر کی آواز قریب آتی سنائی دی۔ وہ واپس آ رہا تھا۔ ہم نے بڑی پھرتی سے خود کو زمین پر گرا دیا۔ ہم دیکھ نہیں سکتے تھے مگر ہمیں ہیلی کاپٹر کی آواز آ رہی تھی۔ وہ ہم سے کافی فاصلے سے گزر گیا اور پھر اُس کی آواز بتدریج مدھم ہوتی چلی گئی۔

"تم یہیں ٹھہرو زاہر۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "میں دیکھو ہوں ہیلی کاپٹر کدھر گیا ہے۔"

میں ایک نزدیکی بلند مقام کی طرف بڑھا اور اس پر جا کر جائزہ لیا لیکن ہیلی کاپٹر کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ آواز بھی نہیں سُنائی دے رہی تھی۔ پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد میں واپس آ گیا۔

"اب ہم محفوظ ہیں زاہر! ہیلی کاپٹر واپس جا چکا ہے۔ میں نے اطمینان کر لیا ہے۔"

"لیکن وہ کہاں گیا؟" زاہر سر جُھکا کر بڑبڑایا۔ "کیوں گیا؟ کیا ایندھن لینے گیا ہے۔"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا زاہر! ممکن ہے ایندھن لے کر دوبارہ واپس آ جائے لیکن ہمیں اس موقع کو غنیمت جاننا چاہیے۔"

زاہر کچھ کہے بغیر اُٹھا اور ہم دوبارہ آگے بڑھنے لگے۔ ہمیں چلتے ہوئے چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ زاہر رُک گیا۔

"کیا بات ہے زاہر!" میں نے اُسے رُکتے دیکھ کر کہا۔ "تم رُک کیوں گئے؟"

"گڑبڑ ہو گئی جناب۔" زاہر نے کہا۔ "جلدی سے کہیں چھپ جائیے۔ وہ پھر واپس آ رہا ہے۔"

میں نے ہمدردی سے زاہر کی طرف دیکھا۔ شاید اُس کے دماغ میں ہیلی کاپٹر سوار ہو گیا تھا لیکن اگلے ہی لمحے مجھے اپنے خیال پر نظرِ ثانی کرنا پڑی۔ میں نے خود بھی ہیلی کاپٹر کی آواز سن لی تھی۔ زاہر نے آواز سُنی تھی بلکہ اُسے دیکھ بھی لیا تھا۔ وہ تیزی سے ہماری سمت بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

"دوڑو زاہر۔" میں نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "دائیں جانب چلو، دائیں جانب۔" میں نے بے تحاشا دوڑنا شروع کر دیا۔ زاہر نے بھی سر جُھکا کر میرے پیچھے دوڑ لگا دی تھی لیکن ہماری کیا مجال تھی کہ ہم ہیلی کاپٹر کی رفتار کا مقابلہ کر پاتے۔ زمین سے اُس کی بلندی بمشکل دس فٹ رہی ہو گی۔ وہ اپنی مہیب آواز کے ساتھ گرجتا ہوا ہمارے سروں پر آ گیا۔ اُس کے پروں کا سایہ زمین پر پڑ رہا تھا اور اُس کے پروں سے نکلنے والی تیز ہوا کے باعث گرد و غبار بُری طرح اُڑ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر سے گزر گیا۔ کچھ دور جا کر وہ فضا میں بلند ہوا اور میں نے اُسے پلٹتے دیکھا۔ اب وہ دوبارہ ہماری طرف آ رہا تھا۔ میں اور زاہر دوڑتے رہے۔ ہم دو پہاڑیوں کے درمیان پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ہمارے وہاں تک پہنچنے سے قبل ہی ہیلی کاپٹر ایک بار پھر نیچی پرواز کرتا ہوا اور گرم ہوا کے تھپیڑے ہم پر برساتا ہوا ہمارے سروں پر سے گزر گیا۔ اُس کے تیسری بار ہم تک پہنچنے سے قبل ہم مطلوبہ مقام تک پہنچ گئے تھے۔

دو پہاڑیوں کے درمیان پہنچ کر ہم ہیلی کاپٹر سے تو کسی حد تک محفوظ ہو گئے تھے لیکن ہمارے اعصاب شکستہ ہو چکے تھے۔ جلد یا بدیر ہماری دوبارہ گرفتاری مقدر ہو چکی تھی۔ ہم گویا ایک شکنجے میں جکڑ لیے گئے تھے جس سے نکلنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"ہم کب تک یہاں چھپے رہیں گے جناب؟" زاہر نے کہا۔ "ہم تو بہت بُرے پھنس گئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے ہم باہر نکل کر راستہ تبدیل کر کے اُسے دھوکا دینے کی کوشش کریں۔"

"نہیں جناب! بہتر صورت یہی ہے کہ ہم یہیں چھپے رہیں۔ آخر یہ ہیلی کاپٹر کب تک یہاں رُکے گا؟"

"اس خوش فہمی میں مت رہو زاہر! اس کا مقصد تو صرف ہمیں آگے بڑھنے سے روکنا ہے۔ اس دوران پیدل دستے ہماری تلاش میں آگے بڑھ رہے ہوں گے۔"

پائلٹ ہیلی کاپٹر کو دور لے گیا تھا۔ معلوم نہیں اس کا مقصد کیا تھا لیکن بظاہر یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ہمیں باہر نکلنے کے لیے موقع فراہم کر رہا ہو۔

"ٹھیک ہے جناب۔" زاہر نے مردہ سے لہجے میں کہا۔ "ہمارے پاس واقعی کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

ہم باہر نکل آئے اور ہمارے باہر نکلتے ہی ہیلی کاپٹر پھر ہمارے اوپر آ گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ پائلٹ آخر چاہتا کیا ہے۔ ہم بمشکل تمام دوڑتے ہوئے ایک گھاٹی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ گھاٹی میں اُگی ہوئی خودرو گھاس پر ہم نے خود کو گرا دیا۔ ہماری سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں۔

میں نے چند ہی منٹ کے اندر اپنی حالت سنبھال لی اور اُٹھ کر زاہر سے کہا۔ "اُٹھو زاہر، ہم آگے بڑھیں گے۔"

زاہر بڑی مشکل سے اُٹھا۔ "کیا ہم ہیلی کاپٹر گرا نہیں سکتے جناب!" اُس نے کہا۔

"نہیں، ہم اسے نہیں گرائیں گے۔ چلو، آگے بڑھو۔" میں نے زاہر کو دھکیلا اور وہ بُجھے ہوئے انداز میں چلنے لگا۔

ہم گھاٹی میں خودرو گھاس اور پودوں کے درمیان چلتے رہے اور ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر بلندی پر پرواز کرتا رہا۔ تنگ گھاٹی میں ہیلی کاپٹر کے لیے نیچی پرواز کرنا ممکن نہیں تھا لیکن یہ بات تو صاف ظاہر تھی کہ جب تک ہیلی کاپٹر ہماری نظروں کے سامنے ہے، ہم بھی اُس کے پائلٹ کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکیں گے۔

"میرا خیال ہے اس گھاٹی میں سفر لاحاصل ہی ثابت ہو گا۔" میں نے دفعتاً رُکتے ہوئے کہا۔

"جی!" زاہر نے حیرت سے کہا۔ "لیکن گھاٹی میں سفر کرنے کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔"

"ہم واپس چلیں گے۔" میں نے فیصلہ کُن انداز میں کہا اور زاہر نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا مگر مُنہ سے کچھ نہیں بولا۔

"آؤ۔" میں نے واپس پلٹتے ہوئے کہا اور وہ ناچار میرا ساتھ دینے پر مجبور ہو گیا۔

ہمارے گھاٹی سے نکلنے کے ساتھ ساتھ ہیلی کاپٹر بھی ہماری طرف آ گیا۔ زاہر نے ہذیانی انداز میں کہا۔

"اسے نشانہ بنا دیجیے جناب! گرا دیجیے اسے۔"

"نہیں زاہر! ابھی نہیں۔" میں نے کہا اور زاہر کو ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے دوڑنے لگا۔ ہیلی کاپٹر نے پھر ہمارے سروں پر پرواز شروع کر دی تھی۔

زاہر بڑی مشکل سے میرا ساتھ دے پا رہا تھا۔ میں پہاڑی کے گرد چکر لگا کر کوئی معقول راستہ تلاش کرنے کی فکر میں تھا۔ پھر میں اچانک رُکا اور زاہر مجھ سے ٹکرایا۔ نہ صرف ٹکرایا بلکہ توازن قائم نہ رکھنے کے باعث گر بھی پڑا۔ میں جھپٹ کر اُس کی طرف بڑھا۔ "کیا ہوا زاہر؟" میں نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔ زاہر کی سانس بُری طرح پھولی ہوئی تھی اور اُسے سانس لینے میں دقت بھی ہو رہی تھی۔ میں نے اُس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ اُس کا دل یوں دھڑک رہا تھا جیسے پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا۔

"اُٹھو زاہر۔" میں نے زاہر کو جھنجوڑ ڈالا۔ "ہمیں اپنی بچت کا کوئی راستہ ڈھونڈنا ہے۔"

زاہر نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھولیں اور نقاہت زدہ آواز میں بولا۔ "اسے گرا دیجیے جناب۔" اُس کی خوفزدہ نظریں میرے بجائے ہیلی کاپٹر پر جمی ہوئی تھیں۔

میں نے طویل سانس لی۔ زاہر کے اعصاب پر ہیلی کاپٹر سوار ہو گیا تھا۔ "ایک بات بتاؤ زاہر۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"جی۔" زاہر میری طرف دیکھنے لگا۔

"ہیلی کاپٹر کا پٹرول ٹینک کہاں ہے؟" میں نے کہا اور زاہر کی نظریں دوبارہ ہیلی کاپٹر کی جانب اُٹھ گئیں۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا جناب۔" چند لمحے بعد زاہر نے جواب دیا۔

"میں بتاتا ہوں۔ پٹرول ٹینک پائلٹ کے کیبن کے عقب میں ہے۔ نیچے سے ہم اُسے نشانہ نہیں بنا سکتے۔ سمجھے تم؟"

"میں سمجھ گیا جناب۔" زاہر نے اُٹھنے کی کوشش کی۔ "تو وہ ہمارے سروں پر مسلط رہے گا۔"

"ہوش میں آؤ زاہر۔" میں نے اُسے جھنجوڑا۔ "اگر ابھی سے تمہاری یہ حالت ہے تو بعد میں کیا ہو گا۔ خود کو سنبھالو۔ ہمیں بہت طویل جدوجہد کرنی ہے۔"

میرے جھنجوڑنے پر زاہر چونکا۔ "آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب۔" اُس نے شرمندگی سے کہا۔ "چلیے۔" وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہیلی کاپٹر اب ہم سے دور جا کر اوپر کی سمت بلند ہو رہا تھا۔ "پائلٹ اسے واپس لانے کے لیے اس کی سمت تبدیل کر رہا تھا۔" وہ پھر آئے گا جناب۔" زاہر چلایا۔

میں نے ترحم آمیز نظروں سے زاہر کو دیکھا۔ "بے فکر رہو زاہر۔" میں نے کہا۔ "میں مناسب زاویے کی تلاش میں ہوں۔ جیسے ہی موقع ملا اسے گرا دوں گا۔"

"وہ ہمیں کبھی موقع نہیں دے گا۔ اُسے معلوم ہے کہ اسے کس جانب سے نشانہ بنایا جا سکتا ہے اس لیے اس سمت آنے سے گریز کر رہا ہے۔"

میں تلخی سے ہنس پڑا۔ "میں خود بھی یہ بات سمجھ رہا ہوں زاہر لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ کب تک مجھ سے بچ سکے گا۔"

ہیلی کاپٹر پھر نیچی پرواز کرتا ہوا ہماری سمت آ رہا تھا اور اس کے بعد تو یہ سلسلہ مستقل ہو گیا۔ وہ غوطہ لگا کر ہم پر جھپٹتا اور ہمیں خود کو بچانے کے لیے کسی آڑ میں ہونا پڑ جاتا۔

"آخر یہ کھیل کب تک جاری رہے گا؟" زاہر بڑبڑایا۔

"اب میں اسے گرا ہی دوں گا۔" میں نے کہا۔ "بس میں اُس کی کسی چُوک کا منتظر ہوں۔" میں نے ہیلی کاپٹر کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ اس بار وہ جس زاویے سے ہماری طرف بڑھ رہا تھا اُس کے پیش نظر اُس پر فیصلہ کُن فائر کیا جا سکتا تھا لیکن پائلٹ چالاک ثابت ہوا۔ اُس نے اچانک ہی سمت تبدیل کر دی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔" میں نے غصے سے دانت پیس کر کہا۔ "کب تک مجھ سے بچے گا۔"

"اوہ! یہ تو واپس جا رہا ہے جناب۔" زاہر خوشی سے تقریباً چیخ پڑا۔

"یہ مردود ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔" میں نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔ "تم دیکھنا اب وہ دوسری سمت سے آئے گا۔"

ہیلی کاپٹر ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میرے خدشے کے عین مطابق چند لمحوں بعد دوبارہ نمودار ہوا۔ اس بار وہ چکر کاٹ کر مخالف سمت سے آیا تھا اور اب ایسے زاویے پر تھا کہ میں اُسے نشانہ نہیں بنا سکتا تھا۔ مجھ پر بُری طرح جھنجلاہٹ سوار ہو گئی اور میں زاہر کی طرف مڑا۔

"لیٹ جاؤ زاہر۔" میں نے کہا اور خود بھی زمین پر لیٹ گیا۔

"ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔" زاہر نے میرے برابر چت لیٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں، میں نے کہا تھا لیکن اب میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ہے۔ سب سے پہلے ہمیں ہیلی کاپٹر سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔ یہ ہمارے لیے مستقل خطرہ ہے۔"

"میں تو شروع سے ہی یہ بات کہہ رہا ہوں جناب۔" زاہر نے خوش ہو کر کہا۔

"میں سمجھ رہا تھا کہ اسے گرانے کا کوئی موقع مل جائے گا مگر پائلٹ بے حد چالاک ہے۔ اُس نے ہمیں ایک موقع بھی نہیں دیا۔"

"تو اس طرح لیٹنے سے ہم ہیلی کاپٹر کا کیا بگاڑ لیں گے؟" زاہر نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے اُس سے نمٹنے کے لیے ایک منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ ہمیں کوئی ایسی چال چلنی ہے کہ وہ دھوکا کھا کر میری دائیں سمت پر آ جائے۔"

"آپ کے اس منصوبے میں مجھے کیا کردار ادا کرنا ہوگا؟"

"اب جیسے ہی ہیلی کاپٹر نظروں سے اوجھل ہو تم دوڑ کر اُس ٹیلے کی طرف چلے جانا۔"

زاہر نے اُس ٹیلے کی طرف دیکھا جدھر میں نے اشارہ کیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے کہا۔ "پھر کیا ہوگا؟"

"وہاں پہنچ کر تمھیں ہیلی کاپٹر کی واپسی کا انتظار کرنا ہوگا۔ جب وہ واپس آ جائے تو تمھیں واپس اسی سمت دوڑنا ہوگا۔ میں یہیں رُکوں گا۔ ٹھیک ہے؟"

"میں سمجھ گیا جناب۔" زاہر نے کہا۔ "اس طرح ہیلی کاپٹر آپ کے دائیں جانب آ جائے گا۔"

"تم بالکل ٹھیک سمجھے، شاباش۔ اب تیار ہو جاؤ، ہیلی کاپٹر واپس جا رہا ہے، چکر لگا کر پھر آئے گا۔"

زاہر اُٹھ کھڑا ہوا اور جیسے ہی ہیلی کاپٹر نظروں سے اوجھل ہوا اُس نے ٹیلے کی سمت دوڑ لگا دی۔ ٹیلہ وہاں سے محض دو سو گز کے فاصلے پر تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ زاہر کی جو حالت ہے اُس کے پیش نظر اتنی دور تک دوڑنا زاہر کے لیے جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ مجھے یقین تھا وہ اپنی پوری قوت صرف کر کے دوڑ رہا ہوگا لیکن اُس کے دوڑنے پر گھسٹنے کا گمان ہوتا تھا۔ اب مجھے حرکت میں آنا تھا۔ زاہر سے جُدا ہوتے ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے اندر ایک نئی قوت آ گئی ہو۔ زاہر کی خستہ جسمانی حالت سے میں بھی متاثر ہو رہا تھا۔ سفر کی تھکان اور مشکلات کے ساتھ ساتھ مجھے زاہر کی فکر بھی لاحق تھی۔ اب وقتی طور پر اُس سے دور ہو کر میرے جسم و جان میں توانائی کی نئی لہریں دوڑنے لگی تھیں۔ میں خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کو ٹھکانے لگانے کے لیے میں اکیلا ہی بہت کافی تھا۔ مجھے زاہر کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

ہیلی کاپٹر کی واپسی تک میں گھوم کر درّے میں داخل ہو چکا تھا۔ سوٹ کیس میں نے اس مقام پر چھوڑ دیا تھا جہاں سے مجھے ہیلی کاپٹر پر فائر کرنے تھے۔ پھر میرے کانوں میں ہیلی کاپٹر کی آواز آئی اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب وہ جڑواں پہاڑیوں کے اوپر سے گزر چکا ہے تو میں پلٹ کر تیزی سے دوڑ پڑا اور پھر میں اُسی مقام سے

درّے سے باہر نکل آیا جہاں سے اندر داخل ہوا تھا۔ آخرکار پائلٹ میرے چلائے ہوئے چکر میں پھنس گیا تھا۔

میں ہیلی کاپٹر کی آواز سنتا اور گھاٹی کے اندر دوڑتا رہا۔ مجھے یہ سوچ کر ہنسی آ رہی تھی کہ بہت دیر بعد ہم ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو چکمہ دینے میں کامیاب ہو سکے تھے اور وہ اس وقت پاگلوں کی طرح ہمیں تلاش کر رہا ہوگا۔ مجھے اندازہ تھا کہ پائلٹ کا ردِعمل کیا ہوگا۔ وہ درّے پر چکر لگائے گا پھر جڑواں پہاڑیوں کے اوپر سے گزر کر گھاٹی میں ہمیں تلاش کرے گا۔ اُس وقت چند لمحوں کے لیے مجھے خود کو پوشیدہ کرنا ہوگا۔ ہیلی کاپٹر کے گھاٹی پر سے گزرنے کے بعد میں پھر گھاٹی میں واپس آ جاؤں گا جبکہ ہیلی کاپٹر پہاڑیوں کی طرف چلا جائے گا۔ پھر جب وہ پلٹ کر واپس آئے گا تو یا تو بائیں سمت جائے گا یا دائیں سمت . . . وہ کوئی سی بھی سمت اختیار کرے، میں اُس کے مطابق اپنی پوزیشن میں تبدیلی کر لوں گا۔ وہ مجھے پھر تلاش نہیں کر سکے گا اور پھر اُسے زاہر کی تلاش میں جانا ہوگا۔

پائلٹ نے میرے اندازے کے عین مطابق کیا۔ جب میں پہاڑیوں کے درمیان پہنچ گیا تو ہیلی کاپٹر گھاٹی پر پرواز کر رہا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اُس پر جنون طاری ہو رہا ہوگا۔ مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ پائلٹ کو ہمیں شوٹ کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ وہ ہم پر فائر نہ کرنے کا پابند تھا جبکہ ہم ہر قسم کی پابندیوں سے بے نیاز تھے۔

پہاڑی کے اوپر سے گھاٹی کی طرف واپس پلٹتے ہوئے ہیلی کاپٹر پہاڑیوں کے بائیں جانب اُڑ رہا تھا لیکن آدھے راستے میں پہنچ کر اُس نے اچانک اپنی پوزیشن تبدیل کی اور دائیں جانب آ گیا۔ اُس کی اس حرکت سے مجھے تھوڑی سی زحمت تو ضرور ہوئی مگر میں خود کو اُس سے پوشیدہ رکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اُس کی اس حرکت سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بے حد چالاک اور اپنے کام میں ماہر ہے۔

میں سمجھ رہا تھا کہ اب وہ باہر جا کر زاہر کو تلاش کرے گا لیکن اُس نے واپس جانے سے قبل گھاٹی کے اوپر ایک چکر اور لگایا اور آخرکار اس نتیجے پر پہنچا کہ ہم گھاٹی کے اندر نہیں ہیں۔ پھر میں نے اُسے باہر جاتے دیکھا اور میں چیتے کی سی پھرتی سے اُس مقام پر پہنچ گیا جو میں نے ہیلی کاپٹر پر فائر کرنے کے لیے پہلے سے طے کر رکھا تھا۔

اب میرے منصوبے کا تمام تر دارومدار زاہر پر تھا۔ اُس کی کیفیت بہت خراب تھی۔ سوال یہ تھا کہ کیا وہ مجھے ایک فائر کا موقع فراہم کرنے کے لیے مناسب وقفے تک ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کی توجہ اپنی جانب مبذول رکھ سکے گا؟

میں سانس روکے ہیلی کاپٹر کو دیکھتا رہا۔ وہ اُس ٹیلے کے اوپر پہنچ گیا تھا جس کے نزدیک زاہر کو ہونا چاہیے تھا مگر زاہر نہ تو مجھے دکھائی دیا اور نہ ہی شاید ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو نظر آیا۔ معلوم نہیں وہ کہاں چھپ گیا تھا۔ میں نے ہیلی کاپٹر کو بلند ہوتے دیکھا پھر وہ بڑے دائروں کی صورت میں چکر لگانے لگا۔

میں انتہائی حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ منصوبے کے مطابق زاہر کو نمودار ہو جانا چاہیے تھا۔ اس کی تاخیر منصوبے کی تباہی کا باعث ہو سکتی تھی لیکن مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ زاہر پر کیا گزری۔ ممکن ہے وہ بے ہوش ہو گیا ہو۔ اُس کی حالت تو پہلے ہی خستہ ہو رہی تھی۔ ایسے میں کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ بے ہوش ہی ہو گیا ہو ورنہ یہ تاخیر کیا معنی رکھتی تھی؟

مجھ پر اضطراب طاری ہونے لگا۔ ہر گزرتا ہوا لمحہ خطرات میں اضافہ کر رہا تھا۔ اگر پائلٹ زاہر کو تلاش کرنے میں بھی ناکام ہو جاتا تو لامحالہ پھر گھاٹی کی طرف پلٹتا اور میرے لیے مشکلات کھڑی ہو جاتیں۔ اور اگر میں اس کی نظروں میں آ جاتا تو میرا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ جاتا۔

چند لمحے اسی اضطراب اور بے چینی کے عالم میں گزرے پھر میں نے زاہر کو نمودار ہوتے دیکھا۔ وہ خالی ہاتھ تھا۔ یعنی اُس کے پاس پانی کا کین نظر نہیں آ رہا تھا اور یہ ایک اچھی علامت تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ زاہر کا ذہن جاگ رہا تھا۔ پانی کے کین کے بغیر وہ آسانی اور تیز رفتاری سے حرکت کر سکتا تھا۔

پائلٹ نے بھی زاہر کو دیکھ لیا تھا اس لیے کہ میں نے ہیلی کاپٹر کو زاہر کی طرف جھپٹتے دیکھا جو بائیں جانب دوڑ رہا تھا۔ لیکن کچھ ہی دور جا کر زاہر لڑکھڑایا پھر اُس نے دائیں جانب دوڑنا شروع کر دیا۔ میرا دل خوش ہو گیا۔ زاہر نے بڑی خوبصورتی سے پائلٹ کو یہ تاثر دیا تھا کہ وہ خوف و ہراس میں مبتلا ہو گیا ہے۔

دائیں سمت کچھ دور دوڑنے کے بعد زاہر پھر پلٹا۔ اب وہ واپس دوڑ رہا تھا۔ اس طرح کہ میں اُس کے بائیں جانب تھا اور ٹیلا دائیں جانب . . . اس طرح ہیلی کاپٹر کا وہ حصّہ میرے سامنے آ گیا تھا جس پہ مجھے فائر کرنا تھا۔

میں نے بندوق بلند کر کے نشانہ لیا۔ ہیلی کاپٹر تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر تھا اور اُس کے ٹینک کو نشانہ بنانے کے لیے مجھے تین فائر کرنا تھے اور ہر بار نشانہ درست لگانا تھا تاکہ ہیلی کاپٹر کی تباہی کو یقینی بنایا جا سکے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اس پورے عمل میں چار سیکنڈ صرف ہوں گے۔

زاہر بڑی روانی سے دوڑ رہا تھا اور ہیلی کاپٹر پلٹ کر اُس کے تعاقب میں آ رہا تھا مگر تشویش ناک بات یہ تھی کہ ہیلی کاپٹر کی بلندی خطرناک حد تک کم ہو گئی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ پائلٹ نے زاہر کو ٹکر مارنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ اُسے اس سے قبل بھی ایسے مواقع میسّر آئے تھے مگر اُس نے پہلے تو ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

ہیلی کاپٹر میرے نشانے پر تھا اور میں سانس روکے منتظر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا کہ کب ہیلی کاپٹر میری زد پر آئے اور میں اُس پر فائر کر دوں۔ میرے اندازے کے مطابق صرف پچاس گز کا مختصر سا فاصلہ باقی رہ گیا تھا لیکن پھر اچانک ہی میں نے زاہر کے قدم سُست پڑتے دیکھے۔ وہ اپنی رفتار برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اُس کے قدموں کی لڑکھڑاہٹ سے اندازہ ہوتا تھا کہ اب وہ اپنی جدوجہد مزید جاری نہیں رکھ سکے گا۔ اُس کا مُنہ کھُلا ہوا تھا اور وہ سانس لینے کے لیے بھی شدید جدوجہد کر رہا تھا۔

میں نے کوشش کی کہ اپنی تمام تر توجہ ہیلی کاپٹر پر مرکوز رکھوں لیکن پھر دفعتاً ہی مجھ پر ایک ہولناک انکشاف ہوا۔ ہیلی کاپٹر کا پٹرول ٹینک نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں سناٹے میں آ گیا۔ میرے اندازے کے مطابق جس جگہ پٹرول ٹینک ہونا چاہیے تھا وہاں نہیں تھا اور نہ ہی میں یہ اندازہ کر پا رہا تھا کہ اس کا ٹینک کہاں ہوگا۔

میں نے فوری طور پر خود کو بدلتی ہوئی صورتِ حال سے ہم آہنگ کیا۔ بڑی سنگین صورتِ حال پیدا ہو گئی تھی۔ زاہر کی اور میری محنت رائیگاں جاتی محسوس ہو رہی تھی۔ میں ایک دم آگے بڑھ گیا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب ہیلی کاپٹر پر کس جگہ فائر کرنا ہے۔ میں نے ہیلی کاپٹر کے گھومتے ہوئے پنکھوں کے عین نیچے کا نشانہ لیا لیکن اُسی وقت میں نے محسوس کیا کہ زاہر گر پڑا ہے۔ بات اگر اتنی ہی ہوتی تو میں زیادہ پروا نہ کرتا، نشانہ تو میں پہلے ہی لے چکا تھا، اب تو صرف فائر کرنا رہ گیا تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر زاہر کے اوپر معلق کر دیا ہے اور جُھک کر زاہر کے اوپر فائرنگ کر رہا ہے۔

غصّے کی ایک شدید لہر نے میرے پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ میں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور فائر کر دیا۔ میں نے یکے بعد دیگرے تین فائر کیے۔ نشانہ کاک پٹ تھا۔ فائرنگ کے نتیجے میں، مَیں نے پائلٹ کو چونکتے دیکھا۔ بندوق اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی تھی مگر اُس نے فوراً ہی ہیلی کاپٹر کو اوپر اُٹھانا شروع کر دیا تھا۔ میرے کیے ہوئے تینوں فائر ضائع ہو گئے تھے۔

میں نے تشویش ناک نظروں سے بلند ہوتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو دیکھا اور بڑی پھُرتی سے اُس کا نشانہ لے کر تین مزید فائر کر دیے۔ گولیاں ہیلی کاپٹر کی باڈی سے ٹکرائیں ضرور مگر فاصلہ اتنا بڑھ چکا تھا کہ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ میری چلائی ہوئی گولیاں شاید کنکروں کی طرح اس سے ٹکرائی تھیں۔ اب مزید فائر کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف تھا لہٰذا میں نے یہ سلسلہ ترک کر دیا۔

ہیلی کاپٹر کی طرف سے توجّہ ہٹا کر میں نے زاہر کو دیکھا جو دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا تھا۔ میں تیزی سے دوڑتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

"کیا ہوا جناب؟" زاہر نے پوچھا۔ "ہیلی کاپٹر تو اب بھی ہمارے سروں پر مسلّط ہے؟"

"ہاں زاہر،" میں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میرے نشانے خطا ہو گئے۔"

"جی!" زاہر نے حیرت اور بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ "لیکن یہ ہوا کیسے؟"

"اس کی تفصیل بہت طویل ہے زاہر! حالانکہ نشانے خطا نہیں ہونے چاہئیں تھے لیکن ہونی سے کون لڑ سکتا ہے۔"

"اس منصوبے کی کامیابی کی خاطر میں تو اپنی جان پر ہی کھیل گیا تھا۔" زاہر نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے زاہر! میں اس پر فائر کرنے ہی والا تھا کہ میں نے اسے تم پر فائر کرتے دیکھ لیا۔"

"مجھ پر فائر؟" زاہر نے حیرت سے کہا۔ "لیکن مجھ پر تو پائلٹ نے کوئی فائر نہیں کیا۔"

"اُس کا نشانہ خطا ہو گیا ہوگا اور ہیلی کاپٹر کے شور کی وجہ سے تم فائر کی آوازیں نہیں سُن سکے ہو گے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے جناب کہ مجھ پر فائرنگ کی جائے اور مجھے اس کا علم تک نہ ہو۔"

میں بغیر کچھ کہے اُٹھا اور پائلٹ کے ہاتھ سے گری ہوئی بندوق اُٹھا لایا۔ "یہ دیکھو، میں نے فائر کیے تو یہ پائلٹ کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑی تھی۔"

زاہر نے بندوق میرے ہاتھ سے لے لی اور اسے اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ "مجھے سخت تعجّب ہے جناب۔" اس نے کہا۔

"میرے نشانے خطا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عین وقت پر پائلٹ نے تم پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔"

زاہر نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ اس کی نگاہیں بندوق پر جمی ہوئی تھیں اور وہ پوری طرح اس کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

"اس کے علاوہ آخری لمحوں میں یہ خوف ناک انکشاف ہوا کہ ہیلی کاپٹر کا پٹرول ٹینک اس جگہ نہیں ہے جہاں میں سمجھ رہا تھا۔"

زاہر نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "یہاں آپ غلطی پر ہیں جناب! پٹرول ٹینک اسی مقام پر ہے جس کی آپ نے نشاندہی کی تھی۔"

"تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"جب وہ مجھے تلاش کرتا ہوا ٹیلے کی طرف آیا تھا تو مجھے سکون سے اس کا جائزہ لینے کا موقع مل گیا تھا۔ پٹرول کی ٹنکی کاک پٹ کے عقب میں ہی ہے۔"

"ممکن ہے تمہارا کہنا درست ہو،" میں بڑبڑایا۔ "لیکن وہ مجھے نظر کیوں نہیں آئی؟"

"یہ جدید ترین ساخت کا ہیلی کاپٹر ہے جناب اور ٹنکی کی ساخت ایسی ہے کہ اس کا نظر آنا بہت مشکل ہے۔ اگر میں نے خاص طور پر اس طرف توجّہ نہ دی ہوتی تو وہ مجھے بھی نظر نہ آتی۔"

"خیر جو ہوا اُس پر خاک ڈالو۔ اب ہمارے پاس چھ گولیاں کم ہو گئی ہیں۔" میں نے کہا۔

"آپ اس بندوق کو نظر انداز کر رہے ہیں جناب! پہلے صرف ایک بندوق تھی، اب ہمارے پاس دو بندوقیں ہو گئی ہیں۔"

"اوہ ہاں۔" میں نے چونک کر کہا۔ "ذرا یہ تو بتاؤ کہ اس میں گولیاں کتنی ہیں۔"

"میں چیک کر چکا ہوں جناب! میگزین تقریباً فل ہے۔ ہماری طاقت دُگنی ہو گئی ہے۔"

"یہ بڑی خوش آئند بات ہے۔ وقت پڑنے پر ہم اسے استعمال کر سکیں گے۔ فی الحال اسے تم ہی رکھو۔"

"آپ کہہ رہے ہیں وہ مجھے قتل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔" زاہر نے کہا۔ "کیا اُسے اس قسم کی ہدایات ملی ہوں گی یا اُس نے اپنے طور پر ہی یہ حرکت کر ڈالی ہوگی؟"

"مجھے نہیں معلوم زاہر۔ ممکن ہے پائلٹ کی نیّت تمھیں ہلاک کرنے کی نہ رہی ہو، وہ محض تمھیں خوفزدہ کرنا چاہ رہا ہو۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے، ورنہ اگر اس کا ارادہ ہمیں ہلاک کرنے کا ہوتا تو وہ بہت پہلے ایسا کر چکا ہوتا۔"

"پانی کا کین کہاں ہے؟" میں نے زاہر سے پوچھا۔

"میں نے ٹیلے کے پیچھے چھُپا دیا تھا تاکہ تیزی سے دوڑ سکوں۔"

"تم نے عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اب چلو، ہمیں اپنا سفر دوبارہ شروع کر دینا چاہیے۔"

ہم اُٹھ کر ٹیلے کی طرف چل دیے۔ سوٹ کیس میں نے اُٹھا رکھا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ زاہر کو مجھ سے ایسی غلطی کی توقع نہیں تھی۔ وہ لوگ مجھ سے غلطی کی توقع رکھتے ہی نہیں تھے اور یہ اُن کی غلطی تھی۔ حالات کے زیرِ اثر تو کسی سے بھی غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔ مجھ میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے تھے۔

"آپ نے جو گولیاں چلائیں اُن میں سے ایک بھی نشانے پر نہیں لگی؟" زاہر نے چلتے چلتے سوال کیا۔

"تین گولیاں ہیلی کاپٹر کی باڈی سے ٹکرائی تھیں لیکن فاصلہ اتنا بڑھ چکا تھا کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔"

"اس وقت بھی وہ بہت بلندی پر ہے جناب! فائر کی رینج سے باہر۔" زاہر نے ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس سے یہ فائدہ تو ہوا کہ اب وہ پہلے کی طرح ہمیں پریشان نہیں کر سکتا۔ ہم سے دور ہی دور رہے گا۔"

"یہ تو ہے جناب لیکن کیا اس مردود سے ہمارا پیچھا نہیں چھوٹے گا؟"

"جب تک ہیلی کاپٹر میں ایندھن موجود ہے وہ ہمارے سروں پر مسلّط رہے گا۔"

ہم نے ٹیلے کے عقب سے پانی کا کین اُٹھایا اور پھر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ پہلے کی طرح ہمارا یہ سفر بھی بلندی کی طرف تھا۔ اس علاقے میں پہاڑوں کے علاوہ اور تھا ہی کیا...؟

دن ڈھل رہا تھا۔ ہم اپنے شیڈول سے بہت پیچھے رہ گئے تھے لیکن اس کے باوجود ہماری کوشش تھی کہ کسی طرح اس مقام تک پہنچ جائیں جو ہم نے آج کے لیے طے کیا تھا۔ لیکن ہمارا وقت اتنا ضائع ہو چکا تھا کہ اب رات سے قبل ہمارے لیے وہاں تک پہنچنا ممکن نہیں رہ گیا تھا۔

"کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ ہم ہیلی کاپٹر کو غلط راستے پر لگا دیں؟" زاہر نے کہا۔

"ناممکن ہے۔ تم دیکھ ہی چکے ہو کہ پائلٹ کتنا چالاک ہے۔ وہ ہمیں ہاتھ سے نہیں نکلنے دے گا۔"

ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر منڈلاتا رہا۔ نہ تو وہ کسی موقع پر بہت زیادہ آگے گیا اور نہ ہی کبھی بہت پیچھے رہا۔ اُس سے نجات حاصل کرنا ضروری تھا مگر یہ کام آسان نہیں تھا۔

چلتے چلتے شام ہو گئی۔ پہاڑی سفر نے ہمیں نڈھال کر دیا تھا۔ ایک پہاڑی کے بعد دوسری پہاڑی اور ایک گھاٹی سے نکل کر دوسری گھاٹی میں ہم مسلسل سفر کرتے رہے۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ہمارے اس فرار کا انجام کیا ہوگا۔ ہمارے سفر کا اختتام کہاں ہوگا۔ ابھی تو پہلا ہی دن تھا۔ زاہر کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ تھی لیکن وہ چلے جا رہا تھا۔ کوئی جذبہ تھا جو اُسے چلتے رہنے پر مجبور کر رہا تھا ورنہ مجھے اندازہ تھا کہ کسی ناتجربے کار آدمی کے لیے پہاڑوں میں اتنا طویل سفر کرنا ممکن نہیں ہو سکتا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ کون سا جذبہ زاہر کے قدموں کو متحرک رکھے ہوئے ہے۔ وہ فلسطین کو آزادی دلانے کا جذبہ تھا۔ اُس وقت ہم ایک ایسے دشمنِ فلسطین سے نبرد آزما تھے جسے میں نے بارہا شکست اور ذلتوں سے ہمکنار کیا لیکن جو بہت ڈھیٹ تھا۔ ہر ذلّت کے بعد پھر خم ٹھونک کر میدان میں آ جاتا تھا۔ اُسے میں نے سی آئی اے سے ذلیل کر کے نکلوا دیا تھا لیکن اب بھی امریکا میں اُس کے ذاتی وسائل کا یہ عالم تھا کہ وہ ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ ہمارے گرد اپنا جال مضبوط اور اپنا گھیرا تنگ کرتا جا رہا تھا۔

ہم پہاڑیوں کے سلسلے سے گزرتے رہے یہاں تک کہ شام ہو گئی اور ہم پہاڑی سلسلے سے گزر کر ایک وادی میں پہنچ گئے۔ ہم اس وادی سے گزر رہے تھے کہ بیک وقت دو باتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ ہیلی کاپٹر اچانک ہی پلٹا اور واپس جانے لگا۔ یہ ایک عجیب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بات تھی۔ ہم دونوں ہی رُک کر اُسے واپس جاتے دیکھتے رہے۔ دور پہاڑیوں کے پاس وہ ایک نقطے کی صورت میں نظر آیا اور پھر نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

"مبارک ہو زاہر! تمھاری دلی مراد بر آئی۔ آخر ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا۔"

"آپ نے اس پر غور نہیں کیا جناب۔" زاہر نے دور نظر آنے والی پہاڑی چوٹیوں کی طرف اشارہ کیا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ پہاڑی سلسلے کی ایک چوٹی پر کچھ متحرک دھبے دکھائی دے رہے تھے۔ یہ دوسرا دھچکا تھا جو ہیلی کاپٹر کی واپسی کے ساتھ ہی رونما ہوا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ ہماری تلاش میں آنے والی کسی ٹیم کا ہراول دستہ ہے۔

"دیکھا جناب آپ نے۔" زاہر کی آواز میں کسی قدر مایوسی تھی۔ "وہ پہنچ گئے۔"

"اس میں پریشانی کی تو کوئی بات نہیں ہے زاہر! ہم پہلے سے جانتے تھے کہ ایسا ہو کر رہے گا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے جناب لیکن اب کیا ہوگا۔ ہیلی کاپٹر گیا تو اس سے بڑا خطرہ سامنے آگیا۔"

"بے فکر رہو زاہر! اوپر ابھی تک دھوپ ہے اس لیے وہ ہمیں نظر آگئے مگر یہاں دھوپ نہیں ہے۔ اتنے فاصلے سے وہ ہمیں دیکھ نہیں سکیں گے۔"

"لیکن انھیں معلوم تو ہے کہ ہم کہاں ہیں۔ اسی لیے تو ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا۔"

میں نے پلٹ کر اپنی آج کی طے شدہ منزل کی طرف دیکھا اور زاہر سے بولا "میرا اندازہ ہے کہ وہاں تک پہنچنے میں ہمیں چار گھنٹے لگیں گے۔ اب آئندہ لائحۂ عمل ہم وہاں پہنچ کر ہی طے کریں گے۔ ٹھیک ہے؟"

زاہر نے اثبات میں سر ہلایا اور ہم پھر آگے بڑھنے لگے۔ ہمارے سامنے پھر ایک پہاڑی تھی جس پر ہمیں چڑھنا تھا۔

دل دہلا دینے والا اور ہوش اُڑا دینے والا چڑھائی کا سفر ہم نے گھپ اندھیرے میں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چار کے بجائے ہمیں چھ گھنٹے لگ گئے۔ لیکن چوٹی پر پہنچنے کے بعد تاریکی میں قدرے کمی واقع ہوگئی۔ جس وقت ہم اوپر پہنچے، رات تقریباً آدھی گزر چکی تھی۔

"اُف میرے خدا۔" زاہر نے ایک چٹان پر چت لیٹتے ہوئے کہا۔ "میں بے انتہا تھک گیا ہوں۔" اُس کی آنکھیں بند تھیں۔

"میں بھی تھکن سے چور ہو رہا ہوں زاہر۔" میں نے کہا۔ "کوہ پیمائی کے بعد تھکن سے کون بچ سکتا ہے۔"

چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ چاروں طرف گمبھیر سناٹا مسلط تھا۔ ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ بکھرے ہوئے تھے۔ غیر آباد اور ویران پہاڑ جن کی چوٹیوں سے ہوا سر ٹکرا رہی تھی۔

"اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہوگا جناب؟" چند لمحے کی خاموشی کے بعد زاہر نے کہا۔

"ہم تک پہنچنے میں انھیں کم از کم آٹھ گھنٹے صرف ہوں گے۔" میں نے کہا۔ "لیکن وہ آج رات نہیں آئیں گے۔"

"حالانکہ انھیں آج ہی ہم تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ انھیں معلوم ہے کہ ہم کہاں ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم تھکے ہوئے ہیں۔ انھیں اتنا اچھا موقع پھر نہیں ملے گا۔"

"تم یہ بات نظر انداز کر رہے ہو زاہر کہ وہ لوگ خود بھی تھکے ہوئے ہوں گے۔"

"لیکن وہ اتنے تھکے ہوئے نہیں ہوں گے جتنا ہم تھک گئے ہیں۔ وہ شکاری ہیں اور ہم شکار ہیں۔"

"یہ فضول باتیں ذہن سے نکال دو زاہر اور آرام کرنے کی کوشش کرو۔ ہمیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔"

"آج مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ انسان جن جانوروں کا شکار کرتا ہے اُن پر کیا گزرتی ہوگی۔" زاہر نے سُنی اَن سُنی کرتے ہوئے کہا۔

میں ہنس پڑا۔ "دیکھو تو تمھارے تجربات میں کتنا گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ تمھیں ان لوگوں کا ممنونِ احسان ہونا چاہیے۔"

زاہر چند لمحوں تک خاموش رہا پھر بولا۔ "آپ نے کہا تھا یہاں پہنچ کر ہم اپنا آئندہ لائحۂ عمل طے کریں گے؟"

"میں نے طے کر لیا ہے زاہر! سو جاؤ، چار گھنٹے کی نیند ہمیں اُن پر واضح برتری دلا دے گی۔ اگر ہم نہ سوئے تو کہیں کے نہیں رہیں گے اور آسانی سے شکار ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے جناب۔" زاہر نے کسل مندی سے کہا۔ "ذرا بندوق تو مجھے دیجیے گا۔"

"تم بندوق کیا کرو گے؟" میں نے حیرت سے کہا مگر اُس نے ہاتھ بڑھا کر بندوق مجھ سے لے لی۔ چند لمحے اُسے چیک کرتا رہا، پھر بندوق واپس میری طرف بڑھا دی۔

"میں نے چیک کر لیا ہے جناب! یہ سنگل شاٹ پر ہے۔ شب بخیر جناب۔" اُس نے کہا اور سونے کے لیے کروٹ لی۔

"ایسے نہیں زاہر۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "پہلے کھانا کھاؤ پھر سونا۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے جناب۔"

"بھوک ہو یا نہ ہو، کھانا تو بہرحال تمھیں کھانا ہی پڑے گا۔"

"ان حالات میں تو ایک نوالہ بھی حلق سے نہیں اُتر سکتا جناب کھانا تو بہت دور کی بات ہے۔"

"ہمیں اپنی توانائیاں ہر صورت میں برقرار رکھنی ہیں زاہر! یوں سمجھ لو اس وقت ہم حالتِ جنگ میں ہیں۔"

زاہر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ حد سے بڑھی ہوئی تھکن کے باعث اُسے صرف آرام کرنے کی خواہش تھی اس لیے وہ کھانے سے انکار کر رہا تھا۔

میں نے سوٹ کیس کھول کر ایک ڈبا نکالا اور اُسے چاقو کی مدد سے کھول ڈالا۔ اس میں تلی ہوئی مچھلی تھی۔ میں نے زاہر کی طرف ایک تکّا بڑھایا۔

"اس ڈبے میں موجود مچھلی ہم دو قسطوں میں کھائیں گے۔" میں نے کہا۔ "آدھی اس وقت اور بقیہ روانہ ہوتے وقت۔"

"شکریہ جناب۔" زاہر نے مچھلی کا تکّا مجھ سے لیتے ہوئے کہا اور بادلِ ناخواستہ اسے کھانے لگا۔

کھانا کھا کر ہم نے پانی پیا اور اس کے بعد زاہر لیٹتے ہی سو گیا۔ خود میں نے سونے سے قبل سوٹ کیس سے کمبل نکال کر اس کے اوپر ڈالا اور اُس کے بعد خود بھی سو گیا۔

میں چونکہ سوچ کر سویا تھا کہ مجھے چار گھنٹے بعد بیدار ہو جانا ہے اس لیے شدید تھکن کے باوجود میری آنکھ کھل گئی۔ میرے جسم کا جوڑ جوڑ دُکھ رہا تھا لیکن میں نے اپنی ساری تکلیفیں نظر انداز کرتے ہوئے زاہر کے اوپر سے کمبل اُتارا اور اُسے جھنجوڑ ڈالا۔ "اُٹھو زاہر، ہماری روانگی کا وقت ہو گیا ہے۔"

زاہر نے کسمسا کر کروٹ لی اور اُس کے مُنہ سے چند کراہیں خارج ہوئیں۔ میں نے دوبارہ اُسے جھنجوڑا۔ اُس کے گال پر تھپڑ مارے تب کہیں جا کر اُسے ہوش میں لانے میں کامیاب ہوا۔ مجھے اُس کی تھکن کا اندازہ تھا۔ خود میری بُری حالت تھی لیکن سفر جاری رکھنا بہت ضروری تھا۔ اولیو ہاورڈ کے جو لوگ ہمارے تعاقب میں آ رہے تھے اُن سے آگے رہنے کے لیے کم سے کم آرام اور زیادہ سے زیادہ سفر کی ضرورت تھی۔

بدقت تمام زاہر کو اُٹھانے کے بعد ہم نے رات کی بچی ہوئی مچھلی کا ناشتہ کیا، پانی پیا اور چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ سورج نکلنے میں بہت دیر تھی اس لیے ہمیں اندھیرے میں ہی سفر کرنا تھا۔ ہم بلندی پر تھے اور ہمیں دوسری طرف اُترنا تھا۔ اندھیرے کے باعث ڈھلان کا اندازہ کرنے میں دُشواری پیش آ رہی تھی۔ دن کا وقت ہوتا یا روشنی مناسب حد تک ہوتی تو شاید ہم کسی قدر آسانی سے سفر جاری رکھ سکتے تھے لیکن اندازے کی غلطیوں کے باعث ہم کئی بار ڈھلانوں سے لڑھکے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہی تھی کہ کسی بڑی ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ رہے تھے۔

کسی نہ کسی طرح ہم نیچے اُترنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہمارے سامنے بھی پہاڑ تھے اور عقب میں بھی پہاڑ تھے۔ ہمیں انھی پہاڑوں میں اپنی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا۔ اولیو ہاورڈ کے آدمیوں کو شکست دینا تھی یا پھر دوبارہ اُس کی قید میں چلے جانا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ہم زیادہ دیر جدّوجہد نہیں کر سکیں گے۔ ہم تو راستوں تک سے ناواقف تھے جبکہ ہماری تلاش میں آنے والی پارٹی کے لوگ نہ صرف راستوں سے واقف تھے بلکہ ہمارے مقابلے میں تازہ دم بھی تھے۔ وہ بہتر اسلحے اور سازوسامان سے بھی لیس رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ ایک ہیلی کاپٹر بھی اُن کا معاون تھا۔ اور کچھ نہیں تو اس کے ذریعے وہ ہماری نقل و حرکت سے باخبر رہ کر ہمارا تعاقب کر سکتے تھے۔ ہم کسی طرح بھی انھیں بھٹکا نہیں سکتے تھے۔

ابھی میں انھی سوچوں میں غلطاں تھا کہ ہیلی کاپٹر کی گرج دار آواز سُنائی دی اور زاہر نے بدحواسی سے پلٹ کر دیکھا۔ "وہ پھر آگیا جناب۔" اُس نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "اس کو گرا دیجیے جناب! جس طرح بھی ممکن ہو اس سے نجات حاصل کیجیے ورنہ یہ ہماری زندگیاں عذاب کر دے گا۔"

میں بھی بوکھلا گیا تھا۔ زاہر کا کہنا درست تھا۔ ہمیں اس بدبخت ہیلی کاپٹر سے نجات حاصل کرنا تھی۔ مگر کیسے۔۔؟ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
زندگی بنانے اور سنوارنے کے سلسلے کی ایک کڑی
تمباکو نوشی اور دیگر بری عادات سے چھٹکارا حاصل کیجیے
سگریٹ پینا چھوڑیے
جینا شروع کیجیے
ذاتی کوششوں کے ذریعے پورے اعتماد کے ساتھ تمباکو نوشی سے نجات حاصل کریں۔ صرف چند دنوں میں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے پلٹ کر دیکھا۔ دُھوپ نکل آئی تھی مگر فضا میں دُھند ابھی پھیلی ہوئی تھی۔ ہیلی کاپٹر کی آواز ضرور آ رہی تھی لیکن دُھند کی وجہ سے وہ ہمیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کل اُس کی واپسی کے بعد ہم نے کئی گھنٹے سفر کیا تھا پھر آج صبح ہی ہم نے دوبارہ سفر شروع کر دیا تھا۔ پائلٹ کو یقیناً یہ توقع نہیں ہوگی کہ ہم اتنی دور نکل آئے ہوں گے اس لیے وہ ہمیں کافی پیچھے تلاش کر رہا تھا۔ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے اُس کے اور ہمارے درمیان پہاڑیاں حائل تھیں۔ ہم چونکہ پائلٹ کی نظروں سے اوجھل تھے اس لیے اب اُسے از سرِ نو ہماری تلاش شروع کرنا تھی۔

"ہمیں فوری خطرہ نہیں ہے زاہر۔" میں نے زاہر کی طرف مڑ کر کہا۔ "ہیلی کاپٹر ابھی دور ہے اور وہ نہ صرف پہاڑیوں کے اُس طرف ہے بلکہ ہمیں دُھند کا تحفظ بھی حاصل ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب لیکن سورج بلند ہوتے کے ساتھ دُھند بھی غائب ہو جائے گی اور ہماری تلاش کا دائرہ بھی وسیع ہوگا۔"

"آگے بڑھتے رہو زاہر۔ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔"

ہم نے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز مستقلاً ہمارے تعاقب میں تھی مگر آواز سے ظاہر ہوتا تھا کہ ابھی وہ دور ہے اور ہمیں اس دوری سے فائدہ اُٹھانا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ دُھند کی وجہ سے ہم سامنے زیادہ دور تک نہیں دیکھ پا رہے تھے۔ ہمیں اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ سامنے والا سلسلۂ کوہ ہم سے کتنی دور ہے۔

یہ صورتِ حال زیادہ دیر برقرار نہیں رہی۔ بلند ہوتے ہوئے سورج کے ساتھ دُھند تحلیل ہوتی جا رہی تھی اور ہمیں وہ سلسلۂ کوہ نظر آنے لگا تھا جو اَب ہم سے زیادہ دور نہیں رہ گیا تھا۔ سورج ذرا سا اور عمودی ہوا تو منظر بالکل صاف ہو گیا اور یہ دیکھ کر ہمارے ہوش اُڑ گئے کہ تا حدِ نگاہ پہاڑ عمودی صورت میں تھے۔۔۔ لیکن نہیں۔ ایک مقام پر ایسا بھی تھا جہاں سے اوپر چڑھنا ممکن تھا اور وہاں جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ بنجر اور بے آب و گیاہ پہاڑوں پر اُگ آنے والی جنگلی جھاڑیاں جنھیں دیکھ کر ہریالی کے بجائے بنجر پن کا احساس اور بھی اُجاگر ہو جاتا تھا۔

ہم خود بخود اُس طرف بڑھنے لگے۔ ہیلی کاپٹر کے نمودار ہونے تک ہر لمحہ ہمارے لیے بے حد قیمتی تھا اور ہم اس مہلت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر لینا چاہتے تھے۔ جلد ہی ہم اُس مقام تک پہنچ گئے اور یہ بہت اچھا ہوا۔ اس لیے کہ یہاں تک آنے سے قبل ہی اگر ہیلی کاپٹر ہمیں آ لیتا تو ہمارے پاس چھپنے تک کی جگہ نہیں تھی۔ یہاں کم از کم ہم خود کو کسی حد تک پوشیدہ تو کر ہی سکتے تھے۔

عمودی چٹانوں کے درمیان پہاڑ کے اوپر جانے والے راستے پر گھنی جھاڑیوں کے درمیان پتھریلی زمین کے علاوہ جا بجا بُھربُھری مٹی بھی نظر آ رہی تھی۔ گزشتہ روز ملنے والی جھاڑیوں کے جھنڈ کی طرح یہاں بھی جھاڑیوں کی ساخت ایسی تھی کہ اندر گھسنا تقریباً ناممکن تھا۔ اگر ممکن ہوتا تو ہیلی کاپٹر کے لیے ہمیں ڈھونڈنا ناممکن ہو کر رہ جاتا۔

راستہ بے حد دُشوار گزار تھا۔ اوپر چڑھنے کے لیے ہمیں جھاڑیوں کا سہارا لینا پڑ رہا تھا۔ چڑھائی کی نوعیت ایسی تھی کہ اُس پر صرف رینگتے ہوئے ہی چڑھا جا سکتا تھا۔ ہمارے جسموں پر جا بجا خراشیں پڑ گئی تھیں، کھال جگہ جگہ سے چھل گئی تھی مگر ہم ایک ایک انچ کر کے آگے سرکنے پر مجبور تھے۔

پھر دفعتاً ہیلی کاپٹر کا رُخ ہماری طرف ہو گیا اور میں جلدی سے جھاڑیوں میں دُبک گیا۔ زاہر میرے پیچھے تھا۔ اُس نے ہیلی کاپٹر قریب آنے کی آواز سُنی تو اچانک ہی حواس باختہ ہو گیا۔ یہ اُس کی حواس باختگی ہی تو تھی کہ وہ مجھے نہیں دیکھ پا رہا تھا۔

"اس طرف زاہر!" میں نے اُسے آواز دی اور وہ بائیں جانب دیکھنے لگا جہاں میں موجود تھا۔ پھر تھوڑی سی ہی جدوجہد نے اُسے مجھ تک پہنچا دیا۔

"لیٹ جاؤ زاہر۔" میں نے سرگوشی کی۔ "بالکل ساکت۔"

اسی اثنا میں ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر آ پہنچا تھا۔ اُس کے تیزی سے گھومتے ہوئے پنکھوں سے خارج ہونے والی تند ہُوا کے دباؤ سے روئیدگی میں بھونچال سا آ گیا تھا۔

"کیا۔۔۔ کیا ہمیں تلاش کر لیا گیا ہے؟" میں نے زاہر کی خوفزدہ آواز سُنی۔ اُس نے زمین سے مُنہ اُٹھائے بغیر سوال کیا تھا۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "اب وہ ہمیں آسانی سے تلاش نہیں کر سکے گا۔"

بلند ہوتے ہوئے سورج کے ساتھ حدّت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ سورج کی کرنیں ہماری پشت اور سروں پر اثر انداز ہو رہی تھیں اور تپتی ہوئی زمین سے اُٹھنے والی گرم لہریں ہمارے چہروں کو جھلسانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ زاہر نے تپش سے بچنے کے لیے اپنا سر اُٹھایا اور پلٹ کر دیکھنے لگا۔ میں نے اُس کی نگاہوں کا تعاقب کیا اور اُس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا لیا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔

"اوہ میرے خدا!" زاہر نے کہا۔ "جس مقام پر ہم نے رات بسر کی تھی ابھی تک اُس کے نیچے ہی ہیں۔"

"میں سمجھ گیا تھا تم یہی سوچ رہے ہو گے۔" میں نے جواب دیا۔ "پہاڑی علاقوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"لیکن ہمیں سفر کرتے ہوئے کئی گھنٹے ہو چکے ہیں جناب اور ابھی تک ہم اتنی بلندی تک بھی نہیں پہنچ سکے جہاں ہم نے رات بسر کی تھی۔"

"اس میں کوئی شُبہ نہیں ہے زاہر کہ اگر ہم نے اتنا سفر میدانی علاقے میں کیا ہوتا تو رات سے اب تک پندرہ بیس میل کا فاصلہ طے کر چکے ہوتے۔"

زاہر کے چہرے سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ میری بات سُن کر اُس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا اور دوبارہ اپنا چہرہ چھپا لیا۔ میرے کانوں میں دور ہوتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی آواز آ رہی تھی۔ کچھ دیر میں غور سے اس کی آواز سُنتا رہا جو کبھی ہلکی اور کبھی تیز ہو جاتی تھی۔ میں اندازہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہمیں کس سمت میں اور کس طرح تلاش کیا جا رہا ہے۔

"تم نے کچھ اندازہ لگایا زاہر! ہیلی کاپٹر سے ہمیں کن سمتوں میں ڈھونڈا جا رہا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم جناب۔" زاہر نے سر اُٹھا کر کہا۔ "میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ ہم جہاں بھی جائیں گے وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔"

"یہی بات ہے زاہر! تم نے شاید غور نہیں کیا کہ وہ ہمیں آدھے میل کے دائرے میں تلاش کر رہا ہے۔"

"نہیں، میں نے اس پر غور نہیں کیا تھا۔" زاہر کے لہجے میں تشویش جھلک رہی تھی۔ "ہمارے لیے تو مسئلہ کھڑا ہو گیا جناب! اب ہم کیا کریں؟"

"ہیلی کاپٹر ہم سے دور ہونے لگے تو ہم رینگنا شروع کر دیں اور جیسے ہی نزدیک آنے لگے، ساکت ہو جائیں۔"

"لیکن۔۔۔ لیکن اس طرح تو ہمارا سفر گھنٹوں بلکہ ممکن ہے، دنوں پر محیط ہو جائے۔ ہم تو یہ چوٹی بھی سر نہیں کر سکیں گے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے کہا اور پھر تیزی سے بولا۔ "ساکت ہو جاؤ زاہر، ہیلی کاپٹر نزدیک آ رہا ہے۔"

ہیلی کاپٹر دوبارہ ہمارے سروں پر سے گزرا اور اسی سمت چلا گیا جدھر سے نمودار ہوا تھا۔

"ہمیں تلاش کرنے کے لیے اُسے آخر کار اپنا دائرۂ کار تبدیل کرنا ہوگا۔" ہیلی کاپٹر گزرنے کے بعد میں نے زاہر سے کہا۔

"آپ کا مطلب ہے اُس وقت تک ہم یہی آنکھ مچولی کھیلتے رہیں گے۔"

"ظاہر ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن اس طرح تو ہم شاید کبھی ان پہاڑوں سے باہر نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔"

"اور اگر ہمیں دیکھ لیا جائے تو ہم فوراً ان پہاڑوں سے باہر نکل جائیں گے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا اور زاہر بغلیں جھانک کر رہ گیا۔

اگلا گھنٹا ہمارے لیے بہت اذیت ناک ثابت ہوا۔ دُشوار گزار چڑھائی طے کرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے سروں پر ہیلی کاپٹر کی آمد کا خطرہ بھی منڈلاتا رہا۔ اس دوران ہیلی کاپٹر بار بار ہمارے سروں پر پہنچا۔ ہر بار ہم نے بڑی جلد بازی میں خود کو چھپایا۔ ہمارے دل یہی سوچ سوچ کر دھڑکتے رہے کہ کہیں ہمیں اوپر سے دیکھ نہ لیا گیا ہو۔ جلدی میں اکثر اوقات ہمیں چھپنے کے لیے ڈھنگ کی جگہ بھی نہیں مل پاتی تھی لیکن ہر بار ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر سے گزر جاتا تھا۔

اسی کشمکش کے ساتھ ہمارا سفر جاری رہا۔ ہیلی کاپٹر پہاڑ کی چوٹی تک جاتا اور پھر پلٹ آتا۔ ہمیں آگے بڑھنے کے لیے بہت تھوڑا سا وقفہ ملتا تھا۔ اتنا کم کہ طویل وقفے کے دوران بھی ہم پندرہ بیس فٹ سے زیادہ اوپر نہیں چڑھ پاتے تھے۔ ہر بار ہم امید و بیم کی کشمکش میں توقع کرتے کہ شاید ہیلی کاپٹر کا پائلٹ مایوس ہو کر ہمیں کسی اور جگہ تلاش کرنے لگے مگر وہ مردود بہت مستقل مزاج تھا۔

آخر صبر آزما انتظار انتہا کو پہنچا اور ہم نے ہیلی کاپٹر کی سمت تبدیل ہوتے دیکھی۔ زاہر خوشی سے چیخ پڑا۔

"ہم جیت گئے جناب! اُس نے سمت تبدیل کر دی ہے اپنی۔ اب ہم سکون سے سفر کر سکیں گے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ اُبھر آئی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں برسوں بعد مسکرایا ہوں۔ ہم دونوں بہت خوش تھے۔ ہم آدھی جنگ جیت چکے تھے۔ پائلٹ دھوکا کھا گیا تھا۔

"مستقل مزاجی سے کام لیا جائے تو آدمی بہت بڑے بڑے معرکے سر کر سکتا ہے زاہر۔" میں نے کہا۔ ہم رُک گئے تھے اور ہیلی کاپٹر کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ اب وہ ہمیں دیگر جگہوں پر تلاش کر رہا تھا۔ کچھ دیر جائزہ لینے کے بعد میں نے زاہر سے کہا۔ "تم دیکھ رہے ہو زاہر! وہ ہمیں کس طرح تلاش کر رہا ہے۔"

زاہر کا چہرہ دوبارہ بُجھ گیا تھا۔ "میں دیکھ رہا ہوں جناب۔" اس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اُس کا مرکز اب بھی اس پہاڑ کی چوٹی ہے۔"

"ہاں زاہر۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں پائلٹ کی مہارت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اُسے خوب اندازہ ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ کتنی دور جا سکے ہوں گے اسی لیے وہ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چوٹی سے آگے بڑھنے کو تیار نہیں ہے۔“

جواب میں زاہر نے پائلٹ کو بے تحاشا گالیاں بکنا شروع کر دیں۔ اُس پر جنونی کیفیت طاری تھی۔

”ہوش میں آؤ زاہر۔“ میں نے سخت لہجے میں کہا۔ ”اگر ہم اوسان کھو بیٹھے تو اُن کے لیے نرم چارا بن جائیں گے۔“

زاہر نے چونک کر مجھے دیکھا۔ ”مجھے افسوس ہے جناب۔“ اس نے شرمندگی سے کہا۔ ”اب میں خود پر قابو رکھنے کی کوشش کروں گا۔“

”کوئی بات نہیں زاہر۔“ میں نے اُس کا شانہ تھپتھپایا۔ ”مجھے احساس ہے کہ تم بہت کڑے وقت سے گزر رہے ہو لیکن ہمیں اس سے بھی زیادہ بُرے وقت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔“

”وہ تو آ کر رہے گا جناب۔“ زاہر کے مُنہ سے بے ساختہ نکلا۔

”ضروری نہیں ہے کہ بُرا وقت ضرور ہی آئے لیکن ہمارا بدترین حالات کا سامنا کرنے کے لیے ہمہ وقت چوکس رہنا ضروری ہے۔“

”کیا ہیلی کاپٹر کا پائلٹ وہی ہے جناب جو کل تھا؟“ زاہر نے پوچھا۔ ”یا آج کوئی اور ہوگا؟“

”پائلٹ وہی ہوگا زاہر۔“ میں نے جواب دیا۔ ”اُسے ہی ہونا چاہیے اُس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔“

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُسے ہمارے راستے کا علم ہے۔“ زاہر بڑبڑایا۔ ”شاید وہ جانتا ہے کہ ہم کہاں چھپے ہوئے ہیں۔“

”اس پر شدید غصّہ آنے کے باوجود میں اُس کی تعریف کرنے پر مجبور ہوں زاہر! اُسے اندازہ ہے کہ ہم کہاں کہاں ہو سکتے ہیں اور وہ انھی مقامات پر ہماری تلاش جاری رکھے ہوئے ہے۔“

”ہم اپنا راستہ تبدیل بھی تو کر سکتے تھے۔“ زاہر نے جھنجلا کر کہا۔ ”آخر اسے یہیں ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے۔“

”وہ اچھی طرح جانتا ہوگا کہ ہم کہیں اور نہیں جا سکتے۔ اُسے یہ بھی یقین ہوگا کہ ہم چھپے ہوئے ہیں اسی لیے وہ یہیں منڈلائے چلا جا رہا ہے۔“

ہم نے آگے بڑھنا بند کر دیا تھا۔ پوزیشن ایسی تھی کہ آگے بڑھنے کی صورت میں ہمارا نظر میں آنا یقینی ہو جاتا لہٰذا ہم ساکت پڑے تھے۔ گویا ہم کچھ کرنے کے لیے کچھ نہ کرنے پر مجبور تھے۔ کچھ نہ کرنا جس سے مجھے نفرت تھی مگر اس وقت یہی نفرت انگیز چیز ہماری ضرورت بنی ہوئی تھی۔

ہم بے حس و حرکت پڑے رہے اور ہمارے قیمتی وقت کا ذخیرہ ضائع ہوتا رہا۔ وقت . . . جو اُس وقت ہمارے لیے سب سے زیادہ قیمتی شے تھی۔ وقت کب قیمتی نہیں ہوتا۔ یہ تو ایسی انمول چیز ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔ جو اسے ضائع کرتا ہے، وقت اُسے ضائع کر دیتا ہے۔ لیکن یہ بھی وقت وقت کی بات ہے عام حالات میں وقت ضائع کرنے کے مضر اثرات طویل عرصہ گزارنے کے بعد ظاہر ہوتے ہیں لیکن جن مخصوص حالات سے ہم دوچار تھے اس میں وقت ضائع ہونے کے نقصانات بہت تیزی سے سامنے آنا تھے۔

آخر کار ہیلی کاپٹر ہماری تلاش کا دوسرا دَور مکمل کرتے ہوئے دوبارہ پہاڑ کی چوٹی تک جا پہنچا۔ یہ دوسرا دور بھی ظاہر ہے ناکام ہی رہا تھا لہٰذا اس بات کی اُمید تھی کہ پائلٹ یا تو واپس چلا جائے گا یا پھر جگہ تبدیل کر دے گا لیکن ہم نے بڑی حیرت سے دیکھا کہ پائلٹ نے ہمیں دوبارہ انھی جگہوں پر تلاش کرنا شروع کر دیا تھا جہاں پہلے اُس کی کوششیں ناکام ہو چکی تھیں۔

”اوہ میرے خدا!“ زاہر نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ ”اب کوئی توقع رکھنا فضول ہے۔“

”ایسا نہ کہو زاہر! پائلٹ ہمیں یہی باور کرانا چاہتا ہے کہ ہم اس سے بچ نہیں سکیں گے۔“

”اس کا مقصد خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جناب لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس سے بچنا محال ہے۔“

”نہیں زاہر۔“ میں نے سنگین لہجے میں کہا۔ ”یہ اعصاب کا کھیل ہے۔ حقیقت یہ نہیں ہے۔“

”یہ حقیقت ہے جناب! یہ حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے۔“

”نہیں زاہر نہیں۔“ میرا انداز جنونی ہو گیا۔ ”وہ نہیں جیت سکتا۔ میں اُسے جیتنے نہیں دوں گا۔“

اُسی وقت ہیلی کاپٹر چنگھاڑتا ہوا پھر ہمارے سروں پر سے گزرا اور ہم پھر دُبک جانے پر مجبور ہو گئے۔

”اس کی آواز سُنیے جناب!“ ہیلی کاپٹر گزرنے کے بعد زاہر نے کہا۔ ”یوں معلوم ہوتا ہے جیسے پائلٹ ہمیں پیغام دے رہا ہو کہ وہ جانتا ہے ہم کہاں ہیں اور وہ کبھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔“

”وہ کبھی ہمیں شکست نہیں دے سکے گا زاہر! آخری فتح ہماری ہوگی۔“

”دوسرے ہیلی کاپٹر کہاں ہیں جناب؟“ زاہر نے پوچھا اور میں اُسے ترحم آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

”او لیو ہارڈ جانتا ہے کہ یہ ایک ہی ہیلی کاپٹر ہماری جان کو بہت ہے۔ دوسرے ہیلی کاپٹر کی کیا ضرورت ہے۔“

”اگر ہمارے آگے بڑھنے کی یہی رفتار رہی تو ہمارے تعاقب کنندگان بہت جلد ہم تک پہنچ جائیں گے۔“

”آخری چوٹی تک پہنچنے میں ہمیں ایک دن لگے گا۔ ہمارے تعاقب کنندگان کو آدھا دن تو لگنا ہی چاہیے۔“

”آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ اُنھوں نے خود کو چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی؟“

”چھپنا اُن کی نہیں ہماری ضرورت ہے۔“

زاہر جھاڑ جھنکاڑ کو گھورنے لگا پھر بولا۔ ”ہمیں پورا راستہ رینگ کر طے کرنا ہوگا۔“

”شاید۔“ میں بڑبڑایا۔ ”اگر ضرورت ہوئی تو ہم رینگ کر ہی سفر کریں گے۔“ میں نے خاموش ہو کر زاہر کے چہرے کا جائزہ لیا جو میری بات سُن کر فق ہو گیا تھا پھر میں نے اپنی بات میں اضافہ کیا۔ ”لیکن اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہیلی کاپٹر کو واپس جانا ہی ہوگا۔“

میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ سورج بلند ہوتے ہوتے ہمارے سروں کے عین اوپر پہنچ گیا مگر ہیلی کاپٹر نے ہماری لاحاصل تلاش جاری رکھی۔ ہمیں سکون کا ایک لمحہ بھی میسّر نہ آ سکا۔ اس سے بہتر تو گزشتہ دن تھا جب ہمیں دیکھ لیا گیا تھا تاہم کچھ سکون تو تھا لیکن اب تو ہم دوہرے عذاب سے گزر رہے تھے۔ سفر کی مشکلات کے ساتھ ساتھ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کی نظروں میں آنے سے بچنا بھی ضروری تھا۔

چلچلاتی دھوپ میں کرب ناک سفر کا عذاب جھیلتے ہوئے ہم ایک ایک انچ سرکتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ ہمارے جسموں سے بہتے ہوئے پسینے پر گرد اُڑ اُڑ کر پڑتی رہی یہاں تک کہ اس نے کیچڑ کی سی صورت اختیار کر لی۔ جھاڑیوں اور جا بجا اُبھرے ہوئے نُکیلے پتھروں سے رگڑ کھا کھا کر ہمارے جسموں اور چہروں پر ان گنت خراشیں پڑ گئی تھیں۔ ہمارے جسموں کا ایک ایک جوڑ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ اس عالم میں سفر جاری رکھنے کے لیے ہمیں ہر قدم پر قوتِ ارادی استعمال کرنا پڑ رہی تھی۔

زوال کے وقت کہیں جا کر بمشکل تمام ہم اُس بلندی تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکے جتنی بلندی پر ہم نے گزشتہ رات بسر کی تھی۔

ہوا غیر معمولی حد تک گرم تھی۔ اُسے لو کہنا ہی زیادہ مناسب ہوگا۔ ایسی لو جس میں گرد کے بے شمار ذرّات بھی شامل تھے۔ ہیلی کاپٹر عذاب کے فرشتے کی طرح ہمارے آس پاس منڈلا رہا تھا۔ میں پائلٹ کی مستقل مزاجی پر حیران تھا۔ معلوم نہیں وہ کس مٹی کا بنا ہوا تھا۔ اُس کی جگہ کوئی بھی دوسرا شخص ہوتا تو کب کا مایوس ہو کر واپس جا چکا ہوتا، لیکن وہ ہمیں تلاش کیے جا رہا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی ہماری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوا تھا کہ ہم سیدھے ہو سکتے اور اپنے تھکے ہوئے جسموں کو ذرا دیر کے لیے ہی آرام پہنچا سکتے۔

”میں بے انتہا تھک گیا ہوں جناب۔“ زاہر نے بوجھل آواز میں کہا۔ ”اب آگے بڑھنا ممکن نہیں ہے۔“

”تم غلط کہہ رہے ہو زاہر! تھکن ابھی انتہا کو نہیں پہنچی ہے۔ ہمت کرو اور آگے بڑھتے رہو۔“

”آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب! اگر میرے لیے ایک قدم اُٹھانا بھی ممکن ہوتا تو وہ قدم بڑھائے بغیر فریاد نہ کرتا۔“

”تھکن کی انتہا جسم کو شل کر دیتی ہے اور اسی مقام سے توانائی کا ایک نیا سرچشمہ پھوٹ نکلتا ہے۔ جانتے ہو پھر کیا ہوتا ہے؟“

زاہر نے حیرت سے مُنہ پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ ہم دونوں رُک گئے تھے اور اوندھے پڑے ہوئے تھے۔

”تمھیں نہیں معلوم زاہر! جب جسم شل ہو جاتا ہے تو تھکن کا احساس زائل ہو جاتا ہے۔ کسی قسم کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا بس وہ ایک جنونی سی کیفیت ہوتی ہے۔ میں اُسی کیفیت کے انتظار میں ہوں۔“

”جنونی کیفیت تو مجھ پر اب بھی طاری ہے جناب! میں چشمِ تصوّر سے دیکھ رہا ہوں کہ ہم ایک کے بعد دوسری چوٹی سر کر رہے ہیں۔ ہمارا بے مقصد سفر جاری ہے حتیٰ کہ ہمارے جسموں سے گوشت غائب ہو چکا ہے — صرف ہڈیاں ہی باقی رہ گئی ہیں مگر ہمارا بے مقصد سفر ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا۔ ہم انسانوں سے ہڈیوں کے ڈھانچوں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ بندروں کی طرح . . . ہاں بندروں کی طرح اُچھل کود کرنے میں کیا حرج ہے۔ ایک نظریہ یہ بھی تو ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد بندر تھے۔ ہاہاہا۔“ اُس نے قہقہہ لگایا۔ ”ہم بھی بندر بن جائیں گے۔ اپنی اصل کی طرف لوٹ جائیں گے۔“

زاہر کی باتیں پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آ سکیں۔ میرے ذہن پر دُھند چھانے لگی تھی۔ میں سوچ رہا تھا ہمیں تھوڑی دیر کے لیے رُک جانا چاہیے۔ تھوڑا سا پانی پی لینا چاہیے۔ لیکن محض ایک لمحے کی غفلت سے سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ لیکن وہ سب کچھ کیا ہے؟ . . . میں نے سوچنے کی کوشش کی مگر کچھ سمجھ میں نہ آ سکا۔ میں نے سر زمین پر ڈال دیا اور بڑبڑایا۔ ”آرام کر لو . . . آرام۔“

”آرام یا پانی . . . پانی یا آرام . . .“ زاہر کی بے ربط باتیں میری سماعت سے ٹکرائیں اور پھر تاریکی چھا گئی۔ شاید سورج کا فیوز اُڑ گیا تھا۔

پھر وہ سماعت شکن آواز مجھے ہوش میں لائی۔ ہیلی کاپٹر نیچی پرواز کرتا ہوا ہماری طرف آ رہا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی پہلی نگاہ میں نے زاہر پر ڈالی۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ ساکت پڑا تھا۔ ہیلی کاپٹر ہمارے بہت قریب سے گزر رہا تھا۔ اُس کی آواز سے زاہر بھی ہڑبڑا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر اُٹھ گیا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا ہوا جناب؟" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں شاید سو گیا تھا۔"

"مجھے بھی جھپکی آگئی تھی زاہر لیکن تشویش کی کوئی بات نہیں۔ ایک آدھ منٹ کے لیے ہی ہماری آنکھ لگی ہوگی۔"

"وقت کا تعین آپ نے کیسے کرلیا؟" زاہر نے پوچھا۔

"سورج کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ اگر ہم کچھ دیر تک غافل رہے ہوتے تو سورج کچھ نہ کچھ سفر ضرور طے کرلیتا۔"

"اوہ!" زاہر نے ہونٹ سکوڑ لیے۔ "لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدھ منٹ کی اس نیند نے ہمیں بالکل تازہ دم کر دیا ہے۔"

"جسمانی طور پر تو نہیں البتہ ذہنی طور پر تم خود کو بہت بہتر محسوس کر رہے ہو گے؟"

"میرا مطلب یہی تھا جناب۔" زاہر نے کہا اور ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھنے لگا جو پہاڑ کے دامن کی طرف نکل گیا تھا۔

"دیکھ رہے ہو زاہر! اب یہ ازسرِنو ہمیں نیچے سے اوپر تک تلاش کرے گا۔"

"دیکھ رہا ہوں جناب اور سوچ رہا ہوں کہ اگر ہم نہ ہوتے تو پائلٹ چین کی بنسی بجا رہا ہوتا۔ ہماری وجہ سے اس کی بھی مصیبت آگئی ہے۔"

زاہر کے لہجے میں زندگی تھی جسے محسوس کر کے میرا حوصلہ بھی بڑھ گیا ورنہ اس سے قبل تو وہ بالکل ہی بجھا ہوا نظر آرہا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ چند منٹ کی نیند بعض اوقات اس قدر انقلاب آفریں بھی ثابت ہوسکتی ہے! ابھی چند ہی لمحے قبل کی تو بات تھی کہ میری ذہنی کیفیت بھی متاثر ہونے لگی تھی۔

"ہاں زاہر!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "وہ ہماری وجہ سے اور ہم اس کی وجہ سے مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔"

"یہ مردود کب دفع ہوگا؟" زاہر بڑبڑایا۔ "اگر اس کا ایندھن ہی ختم ہو جائے تو اس سے جان چھوٹ جائے۔"

"ایندھن ختم ہونے کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے۔ کل بھی تقریباً تمام دن یہ ہمارے تعاقب میں رہا ہے۔"

"یہ پائلٹ تو اولیو ہاورڈ کی ہدایت پر ہمیں تلاش کر رہا ہوگا۔" زاہر نے کہا۔ "اور اپنی ناکامی کی رپورٹ بھی دے رہا ہوگا؟"

"ظاہر ہے۔ وہ اپنی مرضی سے تو یہ کام کرنے سے رہا۔ لیکن تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ مسلسل ناکامی کی رپورٹ ملنے کے باوجود اولیو ہاورڈ اُسے یہ ہدایت کیوں نہیں دے رہا کہ ہمیں کہیں اور تلاش کیا جائے!"

"اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوگی۔ ہم چونکہ یہاں کے راستوں سے ناواقف ہیں لہٰذا وجہ سمجھنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"بہرحال جناب! ہم بُری طرح نرغے میں آچکے ہیں۔ ہیلی کاپٹر سے بچ گئے تو پیدل آنے والی پارٹیوں کی زد میں ضرور آجائیں گے۔"

"انھیں یہاں تک پہنچنے میں زیادہ سے زیادہ پانچ اور کم از کم چار گھنٹے لگیں گے۔"

"اس وقت تک شام ہوچکی ہوگی۔ ہیلی کاپٹر بھی تھک ہار کر واپس چلا ہی جائے گا۔"

"رات ہوتے تک ہمیں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جانا چاہیے اور اس کے لیے اب ہمیں اپنی رفتار بڑھانی پڑے گی۔"

"ہم کتنی ہی رفتار سے کیوں نہ آگے بڑھیں، رات تک چوٹی پر نہیں پہنچ سکیں گے۔"

زاہر کی اس بات پر میں جھنجلا گیا مگر میں نے نرمی سے کہا۔ "ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"ہم سے ایک غلطی ہوئی ہے جناب! ہم نے ان پہاڑوں کو براہِ راست عبور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے تعاقب کنندہ ہماری طرف بڑھے چلے آرہے ہیں۔ اگر ہم اپنا راستہ تبدیل کر دیں تو ظاہر ہے وہ ہمیں آسانی سے نہیں ڈھونڈ سکیں گے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔" میں نے تحمل مزاجی سے کہا۔ "تمہارے ذہن میں کوئی منصوبہ ہو تو پیش کرو۔"

"اس وقت تو ہم یونہی اپنا سفر جاری رکھیں اور شام کو رک جائیں۔ جتنا آرام کرنا ہو کرلیں اور اس کے بعد رات کے اندھیرے میں دوبارہ سفر شروع کر دیں لیکن پہاڑ عبور کرنے کے بجائے دائیں سمت مڑ جائیں اور پہاڑ کے اوپر ہی سفر جاری رکھیں۔ اس طرح صبح ہونے تک ہم اُن کی زد سے نکل چکے ہوں گے۔"

"یہ بات میرے ذہن میں بھی تھی لیکن یہ بھی تو سوچو کہ اس طرح ہمارا سفر کتنا طویل ہو جائے گا۔"

"یہ مجبوری بھی تو ہے جناب! اگر ہم سیدھے چلتے رہے تو اُن سے بچ نہیں سکیں گے اور اگر ایک بار اُن سے دور نکل گئے تو پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انھیں اپنا دائرہ کار بڑھاتے رہنا پڑے گا لہٰذا اگر ضرورت پڑی تو ہم آج تمام رات سفر کریں گے۔"

زاہر دماغ استعمال کر رہا تھا جو ایک خوش کن علامت تھی۔ یہ بھی حوصلہ افزا بات تھی کہ وہ تمام رات سفر جاری رکھنے کے لیے آمادہ تھا۔ زاہر کے منصوبے پر عمل کرنے میں ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ اگر پہاڑ کے دوسری طرف اولیو ہاورڈ کے آدمی پہلے سے موجود ہوں گے تو ہم اُن کی پوزیشن سے آگاہ ہوسکیں گے۔ اس لیے کہ ہم بلندی پر ہوں گے۔ اولیو ہاورڈ سے کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ ہمیں دونوں طرف سے گھیرنے کی کوشش کرتا۔ وہ کسی بھی ذریعے

آدمی پہاڑ کے دوسری جانب بھجوا سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے زاہر! تمہارا منصوبہ مجھے منظور ہے۔ ہم اس پر عمل کریں گے۔ اب جلدی سے پانی پیو اور چل پڑو۔"

ہم نے ہیلی کاپٹر سے بچتے ہوئے کین نکالا۔ دونوں نے باری باری چند گھونٹ پانی پیا اور پھر سے کوہ پیمائی شروع کر دی۔

زاہر نے کہنے کو تو کہہ دیا تھا کہ اگر ضرورت پڑی تو ہم تمام رات سفر جاری رکھیں گے لیکن مجھے معلوم تھا کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔ ہیلی کاپٹر کی موجودگی کی وجہ سے ہمیں اضافی دُشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ زیادہ تر چڑھائی ہمیں رینگ کر طے کرنا پڑ رہی تھی۔ خود کو ہیلی کاپٹر سے چھپائے رکھنے کی جدوجہد اور اس سے ہونے والی ذہنی اذیت علیحدہ تھی۔

دس گھنٹے کے جاں گسل سفر کے بعد ہم بمشکل ایک میل سفر کر پائے تھے جبکہ ایک تہائی چڑھائی ابھی باقی تھی لیکن اب مزید آگے بڑھنا ممکن نہیں رہ گیا تھا چنانچہ ایک مقام پر ہم نے رک جانے کا فیصلہ کیا۔ طے یہ ہوا کہ ہم باری باری آرام کریں گے تاکہ کسی ممکنہ خطرے کی صورت میں دوسرے کو ہوشیار کیا جاسکے۔ ہیلی کاپٹر کسی لمحے بھی ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہوا تھا لیکن ہماری کامیابی یہ تھی کہ ہم خود کو پائلٹ کی نظروں سے بچانے میں سو فیصد کامیاب رہے تھے۔

ہم تھوڑی تھوڑی دیر باری باری سو رہے تھے۔ اور اُس وقت زاہر کے جاگنے کی باری تھی جب اُسے متعاقب پارٹی کے افراد نظر آئے۔ اُس نے فوراً ہی مجھے اُٹھا دیا۔ وہ اس پہاڑ کی چوٹی پر نظر آئے جس پر سے ہم گزر کر آئے تھے۔ سورج غروب ہونے کو تھا اور ہیلی کاپٹر واپس جا چکا تھا۔

"انھوں نے سست رفتاری سے سفر کیا ہوگا ورنہ انھیں بہت پہلے پہنچ جانا چاہیے تھا۔" میں نے کہا۔

"لیکن وہ ہم سے بہت نزدیک آگئے ہیں جناب! ہمیں بھی اب دوبارہ سفر شروع کر دینا چاہیے۔"

"سو جاؤ زاہر! ہم ابھی سفر شروع نہیں کریں گے۔"

"کیا واقعی؟" زاہر نے حیرت سے مجھے دیکھا۔

"ہاں بھئی، میں مذاق نہیں کر رہا۔ تم بھی سو جاؤ اور میں خود بھی سو رہا ہوں۔"

"پھر ہم سفر کب شروع کریں گے؟"

"فی الحال تو تم بے فکر ہو کر سو جاؤ۔ جب دوبارہ آگے بڑھنے کا وقت ہوگا میں تمھیں اُٹھا دوں گا۔"

ہم دونوں بڑے اطمینان سے سو گئے۔ سونا اس وقت ہماری بہت بڑی ضرورت تھی۔ ذہنی اور جسمانی تھکن سے وقتی نجات کا ذریعہ۔۔۔

میری آنکھ کھلی تو فضا میں خنکی پھیلی ہوئی تھی اور رات پوری طرح اپنے پیر پھیلا چکی تھی۔ میں نے زاہر کو اُٹھایا اور فروٹ کا ایک ڈبا کھول کر اُس کی طرف بڑھایا۔

"یہ کیا ہے؟" زاہر نے پوچھا۔

"آج کا ڈنر ہے۔ گاؤں سے حاصل کیے ہوئے فروٹ کا آخری ڈبا۔۔۔"

ہم سرگوشی میں باتیں کر رہے تھے۔ رات کے سناٹے میں اگر ذرا سی بھی بے احتیاطی برتتے تو ہماری آوازیں دُشمنوں تک بھی پہنچ سکتی تھیں۔

"اوہو، یہ تو اناناس ہے۔" زاہر نے خوش ہو کر کہا۔ "بڑا ہی خوش ذائقہ پھل ہوتا ہے جناب! لیکن آپ نہیں کھا رہے؟"

"تمھیں اُٹھانے سے قبل ہی میں اپنا حصہ کھا چکا ہوں۔" میں نے کہا۔ "اب جلدی سے کھا لو تاکہ ہم روانہ ہوں۔"

"میں بیان نہیں کرسکتا جناب اس وقت یہ اناناس مجھے کتنا لذیذ معلوم ہو رہا ہے ــــ یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ڈبا ختم ہونے تک مجھے نشہ ہو جائے گا۔" زاہر نے مُنہ چلاتے ہوئے کہا۔

"اتنی دیر بھوکا رہنے کے بعد کھانا ملے تو آدمی پر مدہوشی طاری ہونے لگتی ہے۔ ذہن قابو میں رکھنے کی کوشش کرو ورنہ مشکل ہو جائے گی۔"

"اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ پیاس بُجھ جاتی ہے۔ ہم اس وقت پانی کی بچت بھی کرسکیں گے۔"

"ہم پانی کی بچت ضرور کریں گے لیکن اس وقت ہم پانی کے بجائے پیک کیا ہوا دودھ پئیں گے۔"

"میں باز آیا جناب۔" زاہر نے کہا۔ "دودھ کی اس قسم سے مجھے نفرت ہے۔"

"میں دودھ کا ٹن نہ صرف کھول چکا ہوں بلکہ میں نے اپنے حصے کا دودھ پی بھی لیا ہے لہٰذا اب تم بھی اپنے حصے کا دودھ پی لو۔"

"آپ کو پیک کیا ہوا دودھ پسند ہوگا اس لیے آپ اسے آسانی سے پی گئے ہوں گے۔" زاہر نے بے پروائی سے کہا۔

"یہ ضرورت کی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "اس میں پسند و ناپسند کا کوئی سوال نہیں ہے۔"

زاہر اناناس کھا چکا تھا اور بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ دودھ پینے سے جان بچانے کے بارے میں سوچ رہا ہے چنانچہ میں نے دودھ کا ڈبا اس کی طرف بڑھایا اور بولا۔

"اسے پی لو زاہر! میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ ضرورت کی بات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔ تمھاری جان بچ نہیں سکے گی۔"

زاہر نے ڈبا میرے ہاتھ سے لے لیا اور اسے ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اُس نے دودھ بس اپنے حلق سے انڈیلا ہے۔ ظاہر ہے اُسے اس دودھ کا ذائقہ ناپسند جو تھا۔ اُس نے دودھ کا خالی ڈبا میری طرف بڑھایا اور میں خالی ڈبے کو واپس سوٹ کیس میں پیک کرنے لگا۔

چند لمحے بعد اُس نے مجھ سے کہا۔ "اگر ہم تھوڑا سا پانی پی لیں تو کوئی حرج تو نہیں ہوگا؟"

"پانی؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "کچھ ہی دیر قبل تم کہہ رہے تھے کہ اناس سے پیاس بجھ جاتی ہے اور اب . . . ."

"مجھے پیاس نہیں لگ رہی جناب۔" زاہر نے دبے لہجے میں کہا۔

"پیاس نہیں لگ رہی تو پانی پینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں دراصل دودھ کا ذائقہ زائل کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔" زاہر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"خدا کے لیے زاہر . . ." میں نے کہنا چاہا مگر اُس نے میری بات کاٹ دی۔

"یقین کیجیے جناب! مجھے متلی ہو رہی ہے۔ اگر پانی نہ پیا تو اُلٹی ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے بے بسی سے کہا۔ "تھوڑا سا پانی پی لو۔ جلدی کرو۔"

زاہر نے کین کا ڈھکن کھولا پھر اچانک مجھ سے بولا۔ "آپ بھی پانی پئیں گے نا؟"

"نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم پیو۔"

وہ ذرا سا ہچکچایا پھر بولا۔ "اگر آپ پانی نہیں پئیں گے جناب تو میں بھی نہیں پیوں گا۔"

"اف فوہ زاہر!" میں جھنا کر کھڑا ہو گیا۔ "لاؤ۔" میں نے اُس کے ہاتھ سے کین چھینا اور اُس میں سے ایک گھونٹ پانی پی کر اُسے واپس اُس کی طرف بڑھا دیا۔ "لو۔ پیو۔"

"شکریہ جناب۔" زاہر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور کین مجھ سے لے لیا۔ زاہر کی اس حرکت سے میں جھنجلا گیا تھا مگر میں نے جلد ہی خود پر قابو پا لیا۔

"کیا وقت ہوا ہوگا جناب؟" پانی پینے کے بعد زاہر نے پوچھا۔

"تقریباً آدھی رات گزر چکی ہے۔"

"آدھی رات۔" زاہر نے کہا اور بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"اپنی آواز پر قابو رکھو زاہر۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "کیا تم دشمن کو اپنی پوزیشن سے آگاہ کرنا چاہتے ہو؟"

"لیکن جناب! اس قدر وقت گزر چکا ہے اب کیا بنے گا؟ ہم تو بُری طرح پھنس جائیں گے۔" زاہر کی آواز اس بار بلند نہیں تھی۔

"سُنو زاہر! بوکھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے پاس بہت وقت ہے۔ یہاں سے ہم دائیں جانب مڑ جائیں گے اور صبح تک اتنی دور نکل جائیں گے کہ پھر ہمیں تلاش نہیں کیا جا سکے گا۔"

"لیکن سفر کرنے کے دوران ہم انھیں نظر آ جائیں گے اور یہ اضافی خطرہ ہوگا۔"

"رات کے اندھیرے میں وہ ہمیں کیسے دیکھ لیں گے؟" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "صبح صادق سے قبل تو یہ ممکن نہیں ہے کہ ہمیں دور سے دیکھا جا سکے۔"

زاہر نے پانی کا کین اپنے کندھے سے لٹکایا اور چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔ "ذرا بندوق مجھے دکھائیے۔" دفعتاً اُس نے کہا۔

"کیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم بندوق کا کیا کرو گے؟"

زاہر نے میری بات کا جواب دیے بغیر بندوق میرے ہاتھ سے لے لی اور کچھ دیر ٹٹولنے کے بعد واپس میری طرف بڑھا دی۔ "یہ اب بھی سنگل شاٹ پر ہے جناب۔"

"شکریہ زاہر۔" میں نے کہا۔ "آؤ اب چلیں۔" میں زاہر سے آگے بڑھ گیا اور وہ میرے عقب میں چلنے لگا۔

ابتدا میں ہم نے بہت احتیاط برتی۔ ہم پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے۔ دائیں سمت چلنے کے ساتھ ساتھ اوپر کی طرف بھی ہمارا سفر بتدریج جاری تھا۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد ہمارے قدموں میں روانی آنے لگی۔ رات میں چلنے والی خنک ہوا ہمارے حوصلے بڑھا رہی تھی۔

ایک گھنٹے کے اندر اندر ہم چوٹی پر پہنچ گئے۔ اب ہمارا سفر مزید آسان ہو گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ زاہر پر گہرا نفسیاتی اثر ہوا ہوگا۔ اس کا اندازہ اُس کی رفتار سے بھی ہو رہا تھا۔ اُس کے انداز میں اب پژمردگی یا اضمحلال نام کو بھی نہیں رہ گیا تھا اور اس کی جگہ جوش و خروش نے لے لی تھی۔

صبح کے کوئی پانچ بجے کے قریب میں رُک گیا۔ "میرا اندازہ ہے کہ ہم نے پندرہ میل کے لگ بھگ سفر کر لیا ہے۔" میں نے زاہر سے کہا۔

"جی ہاں جناب۔" زاہر نے بڑی مستعدی سے جواب دیا۔ "اتنا سفر تو یقیناً کر لیا ہوگا اور اب ہم دشمن کی دسترس سے بھی نکل آئے ہیں۔"

"بس تو اب سو جاتے ہیں۔ ہم کسی فوری خطرے کی زد میں نہیں ہیں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم سو گئے۔

میری آنکھ کھلی تو چوتھے روز کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔ سونے کے لیے ہم نے جو جگہ منتخب کی تھی وہ ہر اعتبار سے بہترین تھی۔ چوٹی سے ذرا نیچے اُس جگہ کی پوزیشن ایسی تھی جہاں نہ تو ہمیں دور سے دیکھا جا سکتا تھا اور نہ ہی آسانی سے ہم تک پہنچا جا سکتا تھا۔

اپنی پوزیشن سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے اطراف کا جائزہ لینا شروع کیا۔ ہم اس وقت سب سے بلند پہاڑ کی چوٹی پر تھے۔ سامنے کوئی ایک دن کی پیدل مسافت پر ایک پہاڑی تھی۔ دونوں پہاڑوں کے درمیان کا علاقہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اُس جگہ پر کوئی دیو ہیکل ہتھوڑا مار کر اُسے توڑ پھوڑ دیا گیا تھا۔ درمیانی وادی ٹیلوں، کھائیوں اور ناہموار زمین پر مشتمل تھی۔ وہاں سبزہ بھی بکثرت تھا جس سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ وہاں کوئی دریا یا چشمہ بھی موجود ہوگا۔

اس کٹی پھٹی ناہموار وادی میں سفر کرنا ہمارے لیے بے شمار خطرات کا باعث ہو سکتا تھا جبکہ یہی جگہ ہمارے دشمنوں کے لیے بہت موزوں تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے کہیں بھی گھات لگا کر بیٹھ سکتے تھے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو ہم قطعی اندازہ نہ کر پاتے کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہوں گے۔

میں نے فیصلہ کیا کہ ہمیں مزید وقت ضائع کیے بغیر ناشتا کر کے روانہ ہو جانا چاہیے لیکن اُسی وقت میری نگاہ اُن لوگوں پر پڑ گئی جو نیچے ڈھلان پر لیٹے ہوئے تھے۔

میں حیران رہ گیا۔ وہ اولیو ہاورڈ کے آدمی تھے اور یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ یہاں کیسے پہنچ گئے تھے۔ وہ پہاڑ کے دامن سے کوئی دو گھنٹے کی مسافت پر تھے اور اس وقت تیاریوں میں مصروف تھے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ہماری تلاش میں کئی پارٹیاں سرگرداں ہیں۔

میں نے ناشتا کرنے کا فیصلہ مؤخر کرتے ہوئے کسی اور پارٹی کی تلاش میں نظریں دوڑانا شروع کیں اور اسی دوران میں نے ایک ہاتھ سے زاہر کو جھنجوڑ ڈالا۔

"کیا ہو گیا جناب! کیا بات ہے؟" زاہر نے یوں جھنجوڑے جانے پر اُٹھتے ہوئے جھنا کر کہا۔

"ہمیں تلاش کرنے والی ایک پارٹی یہاں بھی موجود ہے زاہر۔" میں نے کہا۔ "مجھے یقین ہے اور پارٹیاں بھی ہوں گی۔ میں انھی کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

زاہر بڑی پھرتی سے اُٹھ کر میرے برابر آ گیا۔ اُس کی نیند کافور ہو گئی تھی۔ "کہاں جناب؟" اُس نے مجھ سے پوچھا۔

"ایک پارٹی تو سامنے ہی موجود ہے۔" میں نے اشارے سے اُسے بتاتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہمیں روانہ ہونے سے قبل یقینی طور پر معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں مزید کتنی پارٹیاں موجود ہیں۔"

ہم بڑی خاموشی سے اپنے دشمنوں کی تلاش میں نظریں دوڑا رہے تھے کہ دفعتاً زاہر نے میرا بازو پکڑ لیا اور بولا۔ "وہ دیکھیے جناب۔"

ہمارے دائیں جانب کوئی آدھے میل کے فاصلے پر کچھ افراد ایک قطار کی صورت میں پہاڑ پر چڑھ رہے تھے اور وہ چوٹی کے کافی نزدیک پہنچ چکے تھے۔ وہ سب ہمیں بیک وقت نظر نہیں آ رہے تھے اس لیے میں نے انھیں ایک ایک کر کے گِنا۔ وہ کل گیارہ افراد تھے۔

"اُن کی تعداد گیارہ ہے جناب۔" زاہر نے کہا۔ میری طرح اُس نے بھی اُن کی گنتی کی تھی۔

"تم نے درست تعداد بتائی ہے زاہر! میں نے بھی گِنا ہے۔ وہ گیارہ افراد ہی ہیں۔"

"اور آپ نے غور کیا جناب! اُن کے پاس ایک عدد وائرلیس سیٹ بھی موجود ہے؟"

"اگر نہ ہوتا تو مجھے تعجب ہوتا۔ ان ویران اور بنجر پہاڑوں میں کسی کو تلاش کرنے کی مہم کے دوران وائرلیس یا ٹرانسمیٹر موجود ہونا ضروری ہے۔"

"گیارہ افراد بہت ہوتے ہیں جناب! وائرلیس کی موجودگی انھیں اور بھی خطرناک بنا دیتی ہے۔"

"ان کی خطرناکیوں پر غور کرنے کے بجائے اس بات پر توجہ دینے کی کوشش کرو کہ وہ ہمیں کس سمت میں تلاش کریں گے۔"

ہم خاموش ہو گئے اور انھیں چڑھائی سر کرتے ہوئے دیکھتے رہے۔ اسی دوران میں وقتاً فوقتاً نیچے موجود مرکزی پارٹی پر بھی نگاہ ڈال رہا تھا مگر ابھی تک اُن کی روانگی کے آثار ظاہر نہیں ہوئے تھے۔ اور یہ اندازہ لگانا تو سراسر ناممکن تھا کہ پہاڑی کے نشیب و فراز میں مزید کس قدر افراد ہماری تلاش پر مامور تھے۔ تاہم یہ بات یقینی تھی کہ جتنے افراد ہمیں دکھائی دے رہے تھے اُن کے علاوہ بھی کچھ لوگ ہمیں تلاش کر رہے تھے۔

پھر ہمیں ہیلی کاپٹر کی منحوس آواز سُنائی دی۔ وہ آواز ہمارے بائیں جانب سے آ رہی تھی۔ میں نے زاہر سے کہا۔ "ذرا دیکھو تو سہی، ہیلی کاپٹر کہاں ہے؟"

"ٹھیک ہے، میں دیکھ کر آتا ہوں۔" زاہر نے کہا اور دوسری طرف رینگ گیا۔

زاہر کے جانے کے بعد میں نے دوبارہ ہراول دستے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی طرف دیکھا۔ وہ بلندی پر پہنچ چکے تھے اور اُن میں سے ایک شخص وائرلیس کا ایریل درست کر رہا تھا۔ پھر اُس نے رپورٹ پیش کرنا شروع کر دی۔ میں نے نیچے والی پارٹی کے لوگوں کو پیغام وصول کرتے دیکھا۔ مکمل رپورٹ دینے کے بعد ہراول دستے کے ارکان اطمینان سے بیٹھ گئے۔ انھوں نے سگریٹیں سُلگا لی تھیں اور خوش گپیاں شروع کر دی تھیں۔

دس منٹ گزر گئے۔ پھر میں نے نیچے موجود پارٹی کے لوگوں کو کھڑے ہوتے دیکھا۔ یقیناً انھیں روانگی کا حکم مل گیا تھا۔ پھر وہ سب چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں اُن کے دوبارہ نمودار ہونے کا منتظر تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ کس طرف کا رُخ کریں گے۔ اس لیے کہ جس طرف وہ رُخ کرتے، ہراول دستہ بھی اُسی سمت میں جاتا اور چونکہ ہراول دستہ اور ہم دونوں پہاڑ کی چوٹی پر تھے اس لیے ہمارے درمیان تصادم کا خدشہ تھا۔

کچھ دیر بعد زاہر واپس آ گیا۔ ”ہیلی کاپٹر ہمیں پہاڑ کے سامنے والے حصے میں تلاش کر رہا ہے،“ اُس نے بتایا ”اور وہ بائیں سمت ہم سے بہت فاصلے پر ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ میں نے مطمئن انداز میں کہا ”اس کے علاوہ کچھ اور افراد بھی نظر آئے؟“

”ہاں، پہاڑ کی دو تہائی بلندی پر بہت سے مزید افراد نظر آرہے تھے جو یہاں سے نظر نہیں آ رہے۔“

”مجھے اندازہ تھا کہ اور لوگ بھی ہوں گے۔ تمھارا کیا اندازہ ہے، اُن کی تعداد کیا رہی ہوگی؟“

”وہ درجنوں افراد ہیں۔ میرا خیال ہے اُن کی تعداد دو سو تک بھی ہو سکتی ہے۔“

”اس کا مطلب ہے اولیو ہاورڈ نے ہاروت رابیل کی ساری قوت ہماری تلاش میں جھونک دی ہے۔“

”ہاروت رابیل کی قوت؟“ زاہر نے حیرت سے کہا۔

”ہاں، کچھ تو افرادی قوت اور کچھ اُس کی دولت۔“ میں نے کہا ”ظاہر ہے ہاروت رابیل نے ہمارے ہاتھوں بدترین ہزیمت اُٹھائی ہے۔ اب وہ ہر قیمت پر ہم سے انتقام لینے کے درپے ہے۔ دوسری طرف اولیو ہاورڈ میرے ہاتھوں کئی بار کا شکست خوردہ ہے۔ یہ دونوں دشمن مل کر ہمارا قیمہ کر دیں گے۔“

”اوہ! وہ دیکھیے جناب۔“ زاہر نے نشیب کی طرف اشارہ کیا جہاں نیچے والی پارٹی کے لوگ ایک قطار میں پہاڑ کے دامن میں نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔

”اگر وہ سیدھے اوپر آئے تو ٹھیک اسی مقام پر پہنچیں گے جہاں ہم موجود ہیں لیکن وہ سیدھے نہیں آئیں گے۔ دائیں یا بائیں جانب جائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون سی سمت کا رُخ کریں گے۔“

زاہر میری بات سُن کر خاموش ہی رہا۔ یکے بعد دیگرے بہت سے افراد نمودار ہوئے اور جب اُن کا کمانڈر مطمئن ہو گیا تو اُس نے ہاتھ اُٹھا کر اشارہ کیا اور تمام افراد رُک گئے۔

”اس پارٹی میں تو اور لوگ بھی تھے۔“ زاہر نے حیرت سے کہا ”وہ کہاں گئے؟“

”اُن سب کو ہماری نظروں میں آجانا چاہیے تاکہ ہم اُن کی نقل و حرکت سے باخبر رہیں۔“ میں نے کہا اور میرا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی مزید افراد نمودار ہوئے۔ یہ بھی ایک قطار میں سامنے آرہے تھے اور پہلے والے دستے کے پیچھے تھے۔ اس دستے میں بھی بیس افراد تھے اور اُن کا کمانڈر الگ تھا۔

”ہمیں بڑے منظم طریقے سے تلاش کیا جا رہا ہے جناب! آپ دیکھ رہے ہیں۔“

”ہوں۔“ میں نے تشویش سے کہا۔ میری نظریں اُن لوگوں پر جمی تھیں جو ہماری تلاش شروع کرنے کے لیے اشارے کے منتظر تھے۔ پھر غالباً انھیں اشارہ مل گیا اور ہم نے اُن کا رُخ تبدیل ہوتے دیکھا۔ تمام افراد کا رُخ ہمارے دائیں جانب ہو گیا تھا۔

”خدایا تیرا شکر ہے۔“ اُن کا تبدیل شدہ رخ دیکھ کر زاہر کے مُنہ سے بے اختیار نکلا۔

وہ لوگ آگے بڑھنے لگے۔ راہ میں آنے والی ہر جھاڑی کو وہ سنگین سے ٹھونکتے بجاتے چل رہے تھے۔ اگر کوئی ان میں چھپا ہوا ہوتا تو سنگینوں کی زد میں آنے سے نہیں بچ سکتا تھا۔

نیچے اس طرح ہماری تلاش کی جا رہی تھی اور اوپر پہاڑ کی چوٹی پر موجود ہراول دستہ بھی ہمیں تلاش کرنے والی پارٹی کے ساتھ ساتھ حرکت کر رہا تھا۔

بیس منٹ کے دوران ہم نے چالیس افراد پر مشتمل پارٹیاں دیکھیں جو اپنے پیش روؤں کے نقشِ قدم پر چلتی ہوئی ہماری تلاش میں بلندی کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ہراول دستے کو دیکھ کر تو اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مرکزی پارٹی سے بچھڑے ہوئے کچھ افراد ہوں۔

”آخر یہ لوگ کب تک ایک ہی سمت میں ہمیں تلاش کرتے رہیں گے؟“ زاہر نے کہا۔

”وہ بتدریج اوپر کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ایک سمت سے مطمئن ہونے کے بعد وہ ضرور پلٹیں گے۔“

”اگر ہم کوشش کریں تو اُن کے پلٹنے سے قبل ہی وادی پار کر جائیں گے۔“

”ہاں۔“ میں نے پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا ”وادی کے پار نظر آنے والی پہاڑی ہماری آج کی منزل ہے۔“

زاہر نے اثبات میں سر ہلایا اور ہم ناشتا کر کے روانہ ہو گئے۔ ہمارے جسم خراشوں سے پُر تھے، کپڑوں کا حلیہ بگڑ چکا تھا اور ہم دونوں کے شیو بڑھ چکے تھے۔ اس حلیے میں اگر ہم کسی شہر کی سمت نکل جاتے تو ہر دیکھنے والا ہمیں فقیر سمجھتا۔

ناشتا کرنے کے دوران میری نظر زاہر کے ہاتھوں پر پڑی تھی۔ اُس کے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں کے ناخنوں میں سے ایک بھی سلامت نہیں رہا تھا۔ ٹوٹے ہوئے ناخنوں سے خون رِس رِس کر نکلتا رہا تھا جس پر گرد اور مٹی کی تہیں جم گئی تھیں۔

مجھے زاہر کے ہاتھوں کی حالت دیکھ کر جھرجھری سی آ گئی تھی مگر اس کے ساتھ ہی میری نظر خود اپنے ہاتھوں پر پڑی تھی۔ میرے ہاتھوں کی حالت بھی کچھ مختلف نہیں تھی۔ زاہر نے میری نگاہوں کا تعاقب کرتے ہوئے اپنے اور میرے ہاتھوں کو دیکھا۔ اُس نے تجویز پیش کی کہ ہاتھ دھو لیے جائیں مگر میں نے یہ کہہ کر تجویز مسترد کر دی کہ جمے ہوئے خون کی وجہ سے ہمارے ناخنوں کو تھوڑا بہت تحفظ تو حاصل ہے۔ ہاتھ دھونے کے بعد دوبارہ خون رِسنے لگتا اور ہمیں ازسرِ نو تکلیف سے گزرنا پڑتا۔

صبح کے پہلے حصے کے دوران ہمیں کسی خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ہمیں کسی مشکل کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑا۔ گزشتہ تین دن کا سفر بڑا پُرصعوبت رہا تھا۔ اس لحاظ سے یہ سہل ترین سفر تھا۔ صبح دس بجے کے قریب ہمیں ہنگامی طور پر چھپنا پڑا۔ ہم نے کسی قسم کی آواز سُنی تھی۔ چھپنے کے بعد ہم نے دور دور تک کا جائزہ لیا مگر دشمن دور دور تک کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

”یہ کیسی آواز تھی جناب؟“ زاہر نے پوچھا۔

”میرا خیال ہے وہ کسی جانور کی آواز تھی۔“ میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا مگر جو کچھ میں کہہ رہا تھا خود مجھے بھی اس پر یقین نہیں تھا۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی امکان بھی تو نہیں تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ نہ تو ہم اس آواز کی شناخت کر سکے تھے اور نہ ہی ہمیں نزدیک و دور کسی جانور کے گزرنے کے آثار دکھائی دیے تھے۔

دوپہر تک ہم آدھی وادی عبور کر چکے تھے۔ گویا ہم نے اپنی آج کی منزل کی طرف آدھا سفر طے کر لیا تھا اور یہ ایک خوش آئند بات تھی کہ بغیر کسی خطرے سے دوچار ہوئے ہم نے یہ سفر طے کر لیا تھا۔ ابھی میں یہی سوچ رہا تھا کہ دفعتاً زاہر رُک گیا۔

”کیا بات ہے زاہر؟“ میں نے پلٹ کر پوچھا ”تم رُک کیوں گئے؟“

زاہر کی نظریں پہاڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ ”پہاڑی پر نقل و حرکت نظر آرہی ہے جناب۔“

میں تیزی سے پہاڑی کی طرف مڑا اور مجھے فوراً ہی پہاڑی کی چوٹی کے نزدیک چھوٹے چھوٹے متحرک دھبے نظر آ گئے۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ لوگ چھوٹے چھوٹے دھبوں کی صورت میں نظر آرہے تھے۔ میں نے بہت تیزی سے حرکت کی اور ایک ٹیلے کی آڑ لے لی۔ زاہر نے بھی میری تقلید کی تھی۔

”ہم پوری طرح گھر گئے ہیں جناب۔“ زاہر نے کہا۔

”ہاں۔“ میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”ہمیں دونوں اطراف سے گھیر لیا گیا ہے۔“

”اب ہم کیا کریں جناب؟“

”ہم سفر جاری رکھیں گے زاہر! اس کے سوا ہمارے پاس اور کوئی راستہ ہے ہی نہیں۔“

”لیکن ہم کس سمت میں سفر کریں گے؟“ زاہر پریشانی سے بولا۔ ”دونوں طرف سے تو ہمیں گھیرا جا چکا ہے۔“

”ہم سیدھے آگے بڑھیں گے۔ اس لیے کہ عقب سے آنے والی پارٹی کے لوگ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنے ہی والے ہوں گے۔“

”ٹھیک ہے جناب۔“ زاہر نے کہا ”اس ناہموار وادی میں چھپنے کی بہت جگہیں ہیں۔ ہم چھپتے چھپاتے آگے بڑھتے رہیں گے۔“

اگلے گھنٹے کے دوران ہمارا سفر جاری رہا۔ حسبِ سابق میں آگے تھا اور زاہر میرے عقب میں چل رہا تھا۔ ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ ہم پہاڑی سے نزدیک تر ہوتے جا رہے تھے لیکن اب ہم پہلے جیسی تیزی سے آگے نہیں بڑھ پا رہے تھے۔ ہر لحظہ ہمیں دیکھ لیے جانے کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ بار بار ہمیں یوں لگتا جیسے ہمیں دیکھ لیا گیا ہے اور ہم کسی جگہ چھپ جاتے مگر یہ غنیمت تھا کہ ہم محفوظ رہے اور کسی کی نظروں میں نہیں آئے لیکن دشمن مستقل ہماری نظروں میں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب بھی ہم کسی کھلی جگہ سے گزرتے تو رینگتے ہوئے گزرتے تھے۔

پھر وہ لوگ پہاڑی سے نیچے اُتر آئے۔ پہاڑی کے دامن میں وہ ایک قطار کی صورت میں کھڑے ہو گئے تھے۔ ہم اُن کی آوازیں نہیں سُن سکتے تھے لیکن میرا اندازہ تھا کہ اُن کا کمانڈر انھیں ہدایات دے رہا تھا۔ اس کے ذرا ہی دیر بعد وہ وادی میں پھیل کر آگے بڑھنے لگے۔ اپنی سنگین لگی بندوقوں سے وہ ہر جھاڑی کو کھنگال رہے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مگر وہ تو صرف ایک ٹولی تھی جو پہاڑی سے نیچے اُتری تھی۔ اُن سے کچھ پیچھے ایک اور ٹولی پہاڑی کے دامن تک پہنچنے والی تھی اور اُس کے بھی پیچھے ایک تیسری ٹولی تھی۔ یہ بات صاف ظاہر تھی کہ.... وادی میں پہنچنے کے بعد وہ بھی وہی کرتے جو پہلی ٹولی والے کر رہے تھے۔

"اس قدر باریک بینی سے کی جانے والی تلاش سے ہم بچ کیسے سکیں گے؟" زاہر نے کہا۔ اُس کے لہجے میں تشویش کا گہرا عنصر تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو زاہر مگر امید پر دُنیا قائم ہے۔ ہم کوشش کریں گے۔"

"وہ تو کر ہی رہے ہیں۔" زاہر نے مُردہ سے لہجے میں کہا۔ "تین دن کی کوہ پیمائی کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا ہے۔"

میں گرد و پیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے بائیں جانب دیکھا، دائیں جانب نگاہ دوڑائی اور عقب کا جائزہ لیا۔

"کیا فیصلہ کیا جناب؟" زاہر نے بے صبری سے پوچھا۔ "کس سمت چلنے کا ارادہ ہے؟"

"تمھارا کیا مشورہ ہے زاہر! کیا ہم واپس پلٹ جائیں؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" زاہر نے بڑی شدت سے سر کو منفی جنبش دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کیا کیا جائے؟" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ میں اُن لوگوں کی پوزیشن ذہن نشین کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو ہمیں ڈھونڈتے ہوئے آگے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ ہم سے اُن کا فاصلہ سوگز کے قریب تھا۔ اور اُن میں سے دائیں سرے والے لوگ ہم سے زیادہ قریب تھے۔

"میرا خیال ہے ہمیں اپنی جانب بڑھنے والے لوگوں کے سرے کی طرف ہو جانا چاہیے۔"

"کون سے سرے کی طرف زاہر؟" میں نے بے خیالی سے کہا۔

"دائیں سرے کی طرف جناب! اس طرف والے لوگ ہم سے زیادہ نزدیک ہیں۔"

"اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا زاہر! ہم اُن سے پار نہیں نکل سکیں گے۔ وہ بہت نزدیک ہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" زاہر نے جھلا کر کہا۔ "لیکن واپس جانے سے بھی ہمیں کیا فائدہ حاصل ہو جائے گا؟"

میں نے اپنی پیشانی پر بہتا ہوا پسینہ پونچھا جو میری آنکھوں میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ لوگ سرگزرتے ہوئے ملے کے ساتھ ہم سے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ زاہر پر اضطرابی کیفیت طاری تھی۔

"خدا کے لیے کچھ کیجیے جناب۔" زاہر نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ "دشمن نزدیک سے نزدیک تر آتا جا رہا ہے۔"

زاہر ٹھیک کہہ رہا تھا۔ دشمن کا گھیرا تنگ ہوتا جا رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے بچنے کے امکانات معدوم ہوتے چلے جا رہے تھے۔ اسی مناسبت سے زاہر کے اعصاب بھی جواب دیتے جا رہے تھے۔ "ایک بات بتاؤ زاہر۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "اگر ہم دائیں جانب سے نہ نکل سکے تو کیا ہوگا؟"

زاہر نے مجھے یوں دیکھا جیسے اُسے میری دماغی صحت پر شبہ ہو۔ "ہم کہیں چھپ جائیں گے جناب اور دُعا کرتے رہیں گے کہ اُن کی زد میں آنے سے بچ جائیں۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "میں نے بھی یہی سوچا ہے زاہر۔" میں نے مغموم لہجے میں کہا۔ "اب تو بس یہی ایک صورت رہ گئی ہے۔"

میں بہت افسردہ تھا۔ اتنی بے بسی اور بے کسی کا تو میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ میرا جی تو چاہتا تھا کہ اُن لوگوں سے بھڑ جاؤں لیکن میں اس بات سے بھی بخوبی واقف تھا کہ اُن سے بھڑنے کے بعد ہم دونوں کی زندگیوں کے امکانات بالکل ہی ختم ہو جائیں گے اور ہماری زندگیاں اتنی بے وقعت ہرگز نہیں تھیں کہ انھیں یوں ضائع کر دیا جاتا۔ وہ پہاڑی سلسلہ ہمارے پیروں کی زنجیر بن کر رہ گیا تھا۔ وہاں تیزی سے سفر کرنا ممکن نہیں تھا اور دُشمن کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ہم دونوں مل کر بھی اُن سب کو ختم نہیں کر سکتے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بیک وقت پورے امریکا کے بدمعاش اولیو ہاورڈ کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف صف آرا ہو گئے ہوں۔

"لیکن ہمیں کسی نہ کسی جانب تو حرکت کرنی چاہیے جناب۔" زاہر نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے زاہر۔" میں نے کہا اور زمین سے کچھ اور چپک گیا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے کیا سوچ رکھا ہے۔" زاہر کے لہجے میں ہذیانی کیفیت تھی۔

"یہ بڑی بے یقینی کا وقت ہے زاہر! میں اپنے بارے میں ہی کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتا لہٰذا تم خود کو بچانے کے لیے جو چاہو کرو۔ چاہو تو میرے ساتھ رہو، چاہو تو جس جگہ کو زیادہ محفوظ سمجھو ...ل جاؤ۔ اگر دونوں کی قسمت نے وفا نہ کی تو شاید کسی ایک ...ئے۔ اگر ہم میں سے ایک مشکل میں گرفتار ہو گیا تو دوسرے ...تو رہے گا۔ ساتھ رہنے میں یا دونوں مارے جائیں گے ...وں بچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے جناب، میں تو چلا۔" زاہر نے کہا اور رینگتا ہوا ...جانب بڑھ گیا۔ مجھے معلوم تھا وہ زیادہ دور نہیں جا سکے ...نا وقت ہی نہیں تھا۔ میں زاہر پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ ...دور جانے کے بعد وہ جھاڑیوں کے ایک گھنے جھنڈ میں ...گیا۔

مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب زاہر کو آسانی سے تلاش نہیں کیا جا ...گا چنانچہ میں نے بھی ایک نزدیکی جھاڑی کا رُخ کیا۔ جن ...یوں میں، میں گھسا تھا وہ بھی بہت گھنی تھیں اور مجھے سوٹ ...سمیت پناہ دے سکتی تھیں۔ میں جھاڑی کے اندر جتنی دور ممکن ہو سکا رینگ گیا۔

وہ لوگ ہمیں تلاش کرتے ہوئے اتنے قریب آ گئے تھے ...انھیں دیکھ سکتا تھا۔ کبھی کبھار کسی کے بات کرنے کی آواز ...آتی تھی اور اس کے بعد پھر خاموشی چھا جاتی تھی۔ کبھی بیک وقت ...افراد نظر آنے لگتے تھے اور کبھی ایک بھی فرد نہیں دکھائی دیتا ...میں سانس روکے جھاڑی میں دُبکا رہا۔

کچھ دیر یونہی گزر گئی۔ ابھی تک میری طرف کوئی نہیں آیا ...یہ انتظار بہت گراں گزر رہا تھا۔ میں گومگو کی کیفیت میں مبتلا ...ایک گال ٹھنڈی زمین پر رکھے لیٹا تھا اور میرے کان ...کی آواز بھی سُننے کے لیے مستعد تھے۔

پھر مجھے قدموں کی دھمک سُنائی دینے لگی۔ کئی افراد ...سے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ میں دیکھ چکا تھا کہ وہ ...طرح جھاڑیوں کے اندر رائفلوں کی سنگینیں مار رہے تھے ...عجب نہیں تھا کہ خاصا اندر ہونے کے باوجود کوئی سنگین ...مجھ تک پہنچ جاتی۔ اگر ایسا ہوتا تو بہت بُرا ہوتا لیکن اس ناگہانی ...بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ میں اس امکان پر انحصار کرنے ...کے لیے مجبور تھا کہ میں کسی سنگین کی زد میں آنے سے محفوظ رہوں گا۔

...آوازیں بلند ہو گئی تھیں اور اب میرے آس پاس جھاڑیوں ...کی طرف بھاری بوٹوں کی دھمک گونج رہی تھی۔ وہ لوگ ...تلاش کر رہے تھے۔ اُن کا انداز جس قدر جارحانہ تھا اس کا اندازہ ...اس وقت ہوا جب وہ جھاڑیوں کے اوپر چڑھ گئے۔ ایک ...کی سنگین میرے چہرے سے محض چند انچ کے فاصلے ...پر زمین میں دھنس گئی تھی۔

میں سانس روکے پڑا رہا۔ میری زندگی کا انحصار اب محض اتفاق پر رہ گیا تھا۔ لیکن نہیں . . . ہم نے شدید جدوجہد کی تھی اور ہمارے مقاصد نیک تھے اس لیے اگر میں اور زاہر بچ جاتے تو یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ہم اتفاق سے بچ گئے ہیں۔ یہ کہنا زیادہ درست ہوتا کہ خدا کی مدد ہمارے شامل حال تھی۔

اور خدا کی مدد شامل حال رہی۔ ہمیں تلاش کرنے والی پہلی ٹولی گزر چکی تھی اور میں اور زاہر دونوں ہی محفوظ رہے تھے۔ جس جگہ زاہر چھپا تھا وہ جگہ مجھے نظر نہیں آ رہی تھی لیکن یہ بات صاف ظاہر تھی کہ اگر اُن لوگوں کو زاہر مل گیا ہوتا تو بہت غل غپاڑہ ہوتا۔ اس کے علاوہ انھیں یہ بھی علم ہو جاتا کہ دوسرا بھی کہیں نزدیک ہی ہوگا اور پھر وہ وہاں سے ہرگز نہ ٹلتے۔

تو زاہر محفوظ تھا اور میں بھی۔ . . لیکن میں شدید احساسِ بے بسی میں مبتلا تھا۔ اولیو ہاورڈ نے مجھے بہت بے تکے طریقے سے گھیرا تھا۔ اس بار اُس کی قسمت زوروں پر تھی اور ہم اس ویرانے میں آ پھنسے تھے جہاں میلوں آبادی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ نہ ہم ایسے ویرانے میں پھنستے اور نہ اُسے ہمارے خلاف اپنی پوری قوت استعمال کرنے کا موقع ملتا۔

یہ سب کچھ اپنی جگہ لیکن ہماری یہ کامیابی اپنی جگہ تھی کہ تین دن گزرنے کے باوجود اس کے آدمی ابھی تک ہمارا کچھ بگاڑ نہیں پائے تھے۔ ہماری تلاش میں ہیلی کاپٹر تک استعمال کیا گیا تھا اور کیا جا رہا تھا۔ پیدل افراد کی ایک پوری فوج ہماری تلاش میں سرگرداں تھی لیکن اُن کے حصے میں پے در پے ناکامیوں کے سوا اور کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ادھر ہم دو افراد تھے جو بے سر و سامانی کے عالم میں بھی اتنے بہت سے لوگوں کو شکست سے دوچار کیے جا رہے تھے۔

میں سوچتا رہا۔ سوچنے کے علاوہ اور کام ہی کیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ جھاڑی سے باہر نکلنے کے بعد آزادی کی ضمانت ختم ہو جائے گی لہٰذا میں نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ . . لیکن اپنی تمام تر کامیابیوں کے باوجود موجودہ صورتِ حال میرے لیے بہت تشویشناک تھی۔ اس پہاڑی سلسلے سے باہر نکلنا بہت ضروری تھا۔ وقت بہت قیمتی تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ بُڈ اور تہذیب پر میرے اور زاہر کے یوں اچانک غائب ہو جانے سے کیا گزری ہوگی۔ ہر چند کہ تہذیب مالکم ایکس اور بُڈ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ ایک پوری تنظیم کے برابر تھے لیکن جذباتی وابستگی بعض اوقات بڑی تکلیف دہ ہو جاتی ہے۔ اور یہ جذباتی وابستگی ہم تینوں کے درمیان قدرِ مشترک تھی۔

میرے خیالات کا سلسلہ اس وقت ٹوٹا جب مجھے دوسری

WWW.PAKSOCIETY.COM

ٹولی نظر آئی۔ نظر کیا آئی، سُنائی دی۔ پہلی ٹولی کی طرح ان لوگوں کی تلاش کا بھی خصوصی مرکز جھاڑیاں ہی تھیں۔ میں دل ہی دل میں ان گھنی جھاڑیوں کو دُعائیں دینے لگا جنھوں نے ہمارے لیے اپنی آغوش وا کر کے ہمیں اتنے بہت سے لوگوں سے چھُپا لیا تھا۔

پہلی ٹولی کی طرح دوسری ٹولی بھی ناکام و نامُراد گزر گئی۔ لیکن ابھی تیسری ٹولی باقی تھی اس لیے ابھی باہر نکلنا مناسب نہیں تھا۔

تیسری پارٹی کے افراد نے ہمیں زیادہ دیدہ ریزی سے تلاش نہیں کیا۔ اس کی وجہ شاید اُن کا یہ یقین ہو گا کہ ہم وہاں نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو اب تک ہمیں تلاش کیا جا چکا ہوتا۔ ان کا خیال بالکل غلط تھا۔ لیکن مجھے اس سے کیا غرض ہو سکتی تھی۔ اُن کا یہ خیال تو میرے اور زاہر کے حق میں فائدہ مند تھا۔

جھاڑی سے باہر نکلنے سے قبل میں نے کچھ دیر انتظار کر لینا مناسب سمجھا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب دُشمن کا کوئی فرد نزدیک نہیں ہے تو میں بڑی احتیاط سے رینگتا ہوا جھاڑی سے باہر نکل آیا۔ باہر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا مگر احتیاط کے پیشِ نظر میں نے کھڑے ہو کر چلنے سے گریز کیا اور گھٹنوں کے بل چلتا ہوا اُن جھاڑیوں کی طرف بڑھنے لگا جدھر میں نے زاہر کو جاتے دیکھا تھا۔ زاہر نے یقیناً مجھے دیکھ لیا ہو گا اس لیے وہ فوراً ہی جھاڑیوں سے باہر نکل آیا۔

"اُف میرے خدا!" زاہر نے کپکپاتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا کہ ہم اُن بدبختوں کی نظروں میں آنے سے بچ گئے ہیں۔"

میں نے غور سے زاہر کو دیکھا۔ اُس کے چہرے پر ابھی تک ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ "تم بہت حواس باختہ نظر آ رہے ہو زاہر۔" میں نے کہا۔

"یہ... یہ دیکھیے جناب۔" زاہر نے پانی کے کین کی طرف اشارہ کیا۔ "پہلی ٹولی گزرنے کے بعد میں اپنی جگہ سے ذرا کھسک گیا تھا ورنہ وہ سنگین اس کین کے بجائے میرے جسم سے ٹکرائی ہوتی۔"

میں نے کین کو دیکھا جس پر چمڑہ منڈھا ہوا تھا۔ ایک مقام سے وہ چمڑا اُدھڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ "اوہ! یعنی تم بال بال بچ گئے؟"

"جی ہاں جناب۔" زاہر نے جھُرجھُری لے کر کہا۔ "ایک بدبخت کی سنگین اس کین پر پڑی تھی۔ میرا تو خون خشک ہو گیا تھا۔ وہ یقیناً یہی سمجھا ہو گا کہ سنگین جھاڑی کی کسی شاخ سے ٹکرائی ہے۔"

"جب خدا کی مدد شاملِ حال ہو تو ایسے ہی محیّرالعقول واقعات پیش آتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "آؤ اب کسی محفوظ مقام کی طرف چلتے ہیں۔"

"آپ کو واپس آتے دیکھ کر میری جان میں جان آئی جناب۔" زاہر نے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "ورنہ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں خدانخواستہ..."

میں ہنس پڑا۔ "جب تک ہماری زندگی ہے کوئی ہمیں [...] نہیں سکتا اور جب تک قسمت میں آزادی لکھی ہے کوئی قید نہیں کر سکتا۔"

ہم ایک ٹیلے کی طرف بڑھ رہے تھے اس لیے ہم نے مناسب یہی سمجھا کہ رینگتے ہوئے آگے بڑھیں۔ ہم پلٹ پلٹ کر دیکھتے بھی جا رہے تھے۔ ہمیں وہ لوگ نظر بھی آئے جو ہماری تلاش میں تھے لیکن اب ہماری طرف اُن کی پُشت تھی اور ان سے ہمارا فاصلہ دم بہ دم بڑھتا جا رہا تھا۔ اس لیے خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔

"عقب سے ہماری تلاش میں آنے والی پارٹی ابھی تک پہاڑی کی چوٹی پر نہیں پہنچی ہے جناب۔" زاہر بولا۔

"اچھا ہی ہے انھیں تاخیر ہو گئی۔" میں نے پلٹ کر دیکھا پھر زاہر کی طرف مُڑ کر بولا۔ "اس قدر تاخیر کافی ہے۔"

"کیا مطلب؟" زاہر میرے جملے پر چونک پڑا۔

"عقب میں آنے والی پارٹی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ چکی [...] وہ ابھی ابھی چوٹی پر پہنچے ہیں۔"

زاہر نے دوبارہ پلٹ کر دیکھا اور اس بار اُسے وہ لوگ نظر آ گئے۔ "اب ہمارے لیے اور بھی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔"

"پروا مت کرو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "ہم انھیں دھوکا دے کر نکل آئے ہیں۔ اب وہ چکرا کر رہ جائیں گے۔"

ٹیلے کے عقب میں ایک گھاٹی نظر آئی جو خودرو سبزے سے بھرپور تھی اور پہاڑی تک چلی گئی تھی۔ زاہر اُسے دیکھ کر [...] ہو گیا۔

"اس گھاٹی میں ہم بالکل محفوظ رہیں گے جناب! کاش ہم [...] اس طرف نکل آئے ہوتے!"

"ہاں۔ اب یہ گھاٹی ہمیں تحفّظ فراہم کرے گی۔" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ہوا؟" زاہر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "[...] پہلے یہ گھاٹی ہمیں تحفّظ فراہم نہ کرتی؟"

"چھُپنے کے لیے یہ بہترین جگہ ہے اور اُن لوگوں کی توجہ کا سب سے زیادہ مرکز یہی گھاٹی رہی ہو گی۔ اگر ہم یہاں چھُپے ہوتے تو یقیناً پکڑے جاتے۔"

"خدا جو بھی کرتا ہے اُس میں اُس کے بندوں کی بہتری ہوتی ہے۔" زاہر نے طویل سانس لے کر کہا۔

گھاٹی میں اُترنے کے بعد ہم نے بے خطر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ اب ہمیں عقب سے بھی دیکھ لیے جانے کا خطرہ [نہیں ر]ہا تھا۔ دفعتاً زاہر نے کہا۔ "کچھ دیر آرام نہ کر لیں جناب؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے رُکتے ہوئے کہا۔ "خطرہ [اب]ہے بہت دور ہو گیا ہے۔"

"شکریہ جناب۔" زاہر نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "جسمانی تھکن [سے] زیادہ میں اعصابی شکستگی کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"آرام بھی کرو زاہر اور غیر متوقع طور پر بچ جانے کی خوشی [میں] ہم تھوڑی سی عیّاشی بھی کریں گے۔ کین اِدھر لاؤ۔"

زاہر کے چہرے پر مسرّت کی لہر دوڑ گئی۔ "ہم پانی پئیں [گے] جناب؟" اُس نے بے حد خوش ہو کر پوچھا۔

"ہاں زاہر! مجھے یقین ہے کہ اس پہاڑی کو پار کرنے کے بعد [ہم ب]ہت جلد کسی ڈھنگ کی جگہ پہنچ جائیں گے لہٰذا اب ہم پانی [کی ف]ضول خرچی برداشت کر سکتے ہیں۔"

ہم نے پانی کی فضول خرچی ضرور کی مگر زیادہ نہیں کی۔ یہ بات [ہم دو]نوں کے ہی ذہنوں میں تھی کہ بُرا وقت آتے دیر نہیں لگتی۔

پانی پی کر زاہر کی جان میں جان آئی اور اُس کے چہرے [پر خوش]ی کی لہر دوڑ گئی۔ اب وہ کافی دیر آسانی سے چل سکتا تھا۔

"وہ لوگ پہاڑ سے اُترنے کے بعد کیا کریں گے جناب؟" [کچھ] دیر بعد زاہر نے پوچھا۔

"ہمیں تلاش کرتے ہوئے پہاڑی کی طرف بڑھیں گے۔" میں [نے] جواب دیا۔

"تلاش کرتے ہوئے کیوں؟" زاہر نے اعتراض کیا۔ "وادی [میں] ہمیں پہلے ہی تلاش کیا جا چکا ہے۔"

"میرا کہنے کا مطلب یہی تھا کہ وہ ہماری تلاش میں پہاڑی [کی ط]رف بڑھیں گے۔"

"تب تو ہمیں خاصی تیزی سے سفر کرنا پڑے گا۔" زاہر نے کہا۔ "[اس] لیے کہ پہاڑ سے اُترنے کے بعد اُن لوگوں کی رفتار بھی کافی [تیز ہو ج]ائے گی۔"

"ہم تیزی سے ہی سفر کریں گے زاہر! اگر تمھاری تھکن اُتر [گئی ہو تو آؤ] چل پڑیں۔"

زاہر فوراً ہی چلنے کے لیے تیار ہو گیا اور ہمارا سفر ایک [بار پھر] شروع ہو گیا۔ ہمارا خیال تھا کہ گھاٹی، پہاڑی تک چلی گئی [ہے لی]کن جب ہم گھاٹی کے اختتام تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ پہاڑی [تک] پہنچنے کے لیے ہمیں باہر نکل کر خاصا فاصلہ طے کرنا پڑے گا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔" زاہر نے مایوسی سے کہا۔ "ہمیں باہر [نکلنا پ]ڑے گا اور باہر یقیناً خطرہ ہو گا۔"

"اندھیرا پھیلنے میں دیر ہی کتنی رہ گئی ہے زاہر! ہم آرام کریں [گے او]ر ہم رات کے اندھیرے میں آگے بڑھیں گے۔"

ہم دونوں نے ناشتے کا بچا ہوا کھانا کھایا، پانی پیا اور آرام کرنے لیٹ گئے۔ لیٹے کیا سو گئے اس لیے کہ بظاہر کوئی خطرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

میری آنکھ کھُلی تو اندھیرا پھیل چکا تھا۔ وقت کا اندازہ کرنا مشکل تھا لہٰذا میں نے فوراً ہی زاہر کو بیدار کیا اور ہم اندھیری رات میں گھاٹی سے نکل کر پہاڑی کی طرف چل پڑے۔

گزشتہ چڑھائیوں کو مدِّنظر رکھتے ہوئے پہاڑی پر چڑھنا ہمارے لیے بہت آسان ثابت ہوا۔ دو گھنٹے سے بھی کم عرصے میں ہم پہاڑی کی چوٹی پر لیٹے دوسری طرف دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس دوران ہم نے دُشمن کی اپنے نزدیک موجودگی کے کوئی آثار نہیں محسوس کیے تھے لیکن اس کے باوجود ہمیں علم تھا کہ دُشمن کہیں نہ کہیں موجود ضرور ہے۔

"رات گزارنے کے لیے یہ جگہ خاصی محفوظ اور مناسب معلوم ہو رہی ہے۔" زاہر نے کہا۔

"ضرور ہو گی۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن ہم مزید سفر کریں گے۔ ہر ممکن تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہم زیادہ سے زیادہ سفر کرنے کی کوشش کریں گے۔ میرا اندازہ ہے کہ اب ہم پہاڑی سلسلے سے نکل آئے ہیں۔ اگر اس موقع پر ہمّت ہار گئے تو ساری محنت رائیگاں بھی ہو سکتی ہے۔"

"میں ہمّت نہیں ہارا جناب۔" زاہر نے جھینپے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور ہم پھر چل پڑے۔

جلد ہی میرا اندازہ درست ثابت ہوتا محسوس ہوا۔ پہاڑی سلسلہ ختم ہو گیا تھا یا اختتام پر تھا۔ اگر ہم کل کا دن بھی شامل کر لیتے تو ہمارے سفر کی کُل مدّت پانچ روز ہوتی جبکہ میرا اندازہ تھا کہ ہمیں اس پہاڑی سلسلے سے نکلنے میں شاید سات روز لگ جائیں گے۔ گویا ہم نے اپنے اندازے سے دو دن کم میں ہی مطلوبہ سفر طے کر لیا تھا چنانچہ میں بہت خوش تھا۔

خوش تو زاہر بھی بہت تھا جس کا اندازہ اس کی رفتار سے ہو رہا تھا۔ وہ بھرپور طریقے سے میرا ساتھ دے رہا تھا اور اس نے ایک لمحے کے لیے بھی مجھے یہ محسوس نہیں ہونے دیا تھا کہ اس کی وجہ سے میری رفتار پر کسی قسم کا اثر پڑ رہا ہے۔ زاہر کی اسی رفتار کی وجہ سے ہم نے کم وقت میں خاصا سفر کر لیا۔

پھر میں نے زمین کی نوعیت تبدیل ہوتی محسوس کی۔ یہ چیز زاہر نے بھی محسوس کر لی۔ اُس کی رفتار سُست ہو گئی تھی۔

"کیا بات ہے زاہر؟" میں نے پلٹ کر زاہر سے پوچھا۔ "تم سُست کیوں پڑ گئے؟"

"آپ نے محسوس نہیں کیا جناب، زمین کی نوعیت تبدیل ہو

WWW.PAKSOCIETY.COM

گئی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم پانی کے نزدیک پہنچ گئے ہوں۔"

"میں نے محسوس کیا ہے زاہر! بلاشبہ زمین کی نوعیت تبدیل ہوگئی ہے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"میرا خیال ہے ایسے میں سفر جاری رکھنا مناسب نہیں ہوگا۔ کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ہم دن کی روشنی میں علاقے کا جائزہ لینے کے بعد آگے بڑھیں؟"

"میرا ارادہ یہی ہے زاہر۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "لیکن شب بسری کے لیے بھی ہمیں کسی مناسب جگہ کی ضرورت ہوگی۔ میں اسی کی تلاش میں ہوں۔"

ہمیں تھوڑی ہی دیر میں ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں سویا جا سکتا تھا۔ ہم نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ میری چھٹی حس خبردار کر رہی تھی کہ آنے والا دن ہمارے لیے سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہونے والا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اب ہمیں کس قسم کے علاقے سے گزرنا پڑے گا۔ میری خواہش تھی کہ میرے دونوں ہاتھ آزاد ہوں مگر یہ خطرہ بھی مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ سوٹ کیس ساتھ رکھنا بہرحال ضروری تھا۔ میں نے زاہر کی طرف دیکھا جو بے خبر سو رہا تھا۔ شاید میرے بھروسے پر۔ ۔ ۔ یا پھر تھکن کی وجہ سے۔ بات کچھ بھی رہی ہو لیکن کل پیش آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے نیند ضروری تھی۔ چنانچہ میں نے بھی لیٹ کر آنکھیں موند لیں۔

پانچویں روز طلوع ہونے والے سورج نے مجھے بیدار پایا۔ میں بے صبری سے فضا پر چھائی ہوئی دُھند ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ رات والا احساس کہ یہ علاقہ ہمارے لیے سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہوگا اس وقت مزید شدت اختیار کر گیا تھا اور میں اس علاقے کا جائزہ لینے کے لیے سخت بے چین تھا لیکن دُھند ختم ہوئے بغیر جائزہ لینا بھی ممکن نہیں تھا۔

میں نے اضطرابی کیفیت میں زاہر کو جھنجوڑ ڈالا۔ "اٹھ جاؤ۔" میں نے کہا۔

"اچھا۔" زاہر بڑبڑایا اور دوسری طرف کروٹ بدل لی۔ میں نے دوبارہ اُسے جھنجوڑا۔ "اُٹھو زاہر! ہمیں سفر شروع کرنا ہے۔"

"کیا ہمیں دیکھ لیا گیا ہے جناب؟" اُس نے آنکھیں کھولے بغیر کہا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن مجھے کوئی گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے۔"

زاہر بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا۔ اُس کی نیند ہرن ہوگئی تھی۔ "کیا ہو گیا جناب؟" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ہوا کچھ بھی نہیں۔ بس مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم گھر گئے ہوں اس لیے ہم فوراً روانہ ہو جائیں گے۔"

"اوہ۔" زاہر نے سکون کا سانس لیا۔ "کچھ کھانے پینے کو بھی ہے یا۔ ۔ ۔"

"ابھی نہیں، بعد میں دیکھا جائے گا لیکن ہم ذرا دیر انتظار کریں گے تاکہ دُھند ختم ہو جائے اور ہم آگے بڑھنے کے لیے سمت کا تعین کر سکیں۔"

کچھ ہی دیر بعد دُھند ختم ہوگئی اور میرا یہ اندازہ غلط ثابت ہوا کہ ہم پہاڑی سلسلے کو عبور کر چکے ہیں۔ ہمارے چاروں طرف اب بھی پہاڑ تھے جنھیں دیکھ کر گھوڑے کی نعل کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا لیکن دریا کی موجودگی برحق تھی۔ گھوڑے کی نعل کے درمیان ایک وادی کے آثار تھے جو ہمیں پوری تو نہیں دکھائی دے رہی تھی تاہم یہ تو نظر آ رہا تھا کہ وہاں کی زمینیں زیرِ کاشت ہیں۔ دریا بھی دکھائی دے رہا تھا۔ دُشمن ہمارے عقب میں تھا اور ہم اُس کے جال میں پھنس سکتے تھے۔ ہمارے دائیں جانب درختوں اور جھاڑیوں کا ایک سلسلہ تھا جو ڈھلان پر سے ہوتا ہوا وادی میں اُتر گیا تھا۔

میں تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ "دوڑو زاہر۔" میں نے کہا۔ "ورنہ ہم گھِر جائیں گے۔"

ہم اس مسطح زمین پر دوڑ پڑے جس کا رُخ درختوں کے جھنڈ کی طرف تھا۔ درختوں کے اس جھنڈ کے علاوہ ہمارے لیے وہاں کوئی اور جائے پناہ نہیں تھی۔ دوڑتے وقت بھی ہم شدید خطرے میں تھے اور ہمیں دور سے بھی دیکھا جا سکتا تھا۔ ہماری بچت اسی میں تھی کہ جلد از جلد اُس جھنڈ تک پہنچ جاتے۔

ابھی ہم درختوں کے جھنڈ سے چند گز کے فاصلے پر تھے کہ بغیر کسی وارننگ کے ہیلی کاپٹر نمودار ہو گیا۔ ہم رُکے بغیر دوڑ کر جھنڈ میں داخل ہوئے اور گر پڑے۔ ہماری سانسیں بُری طرح پھولی ہوئی تھیں۔ چار روز کے پہاڑی سفر نے ہمارا کس بل نکال دیا تھا اور وزن سمیت دوڑنا ہمارے لیے ایک ناممکن کام تھا جسے ہم نے ممکن بنا دیا تھا۔

ہیلی کاپٹر منحوس آوازیں نکالتا ہوا ہمارے سروں پر سے گزر گیا۔ اُس کی وہاں آمد میرے لیے بڑی ناقابلِ یقین سی بات تھی۔ اسے اتفاق پر محمول نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ بات مانی جا سکتی تھی کہ گزشتہ روز ہمیں وادی میں دیکھ لیا گیا ہوگا، ایسا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ اولیو ہاورڈ کے آدمی مستقلاً ہماری نقل و حرکت سے واقف رہے تھے۔ یہ بات مان لی جاتی تو سوال پیدا ہوتا تھا کہ اُنھوں نے ہمیں پکڑ کیوں نہیں لیا۔ کیا اولیو ہاورڈ ہمارے ساتھ چوہے بلی والا کھیل کھیل رہا ہے؟

میں سوچتا رہا مگر کسی یقینی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ ہیلی کاپٹر کی وہاں آمد ایک ایسا معمّا تھا جسے حل کرنا آسان نہیں تھا۔ میں اُٹھ بیٹھا اور درختوں کے درمیان سے ہیلی کاپٹر کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"یہ مردود یہاں کیا کرنے آیا ہے۔" زاہر نے انتہائی جلے بھُنے انداز میں کہا۔

"سامنے والی پہاڑی کی ڈھلانوں پر ہمیں تلاش کر رہا ہے۔"

"کیا اُس نے ہمیں دیکھ لیا ہے؟"

"معلوم نہیں۔"

"تو پھر اُسے اندازہ کیسے ہوا کہ ہم کس مقام پر ہوں گے؟" زاہر نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ بہت ماہر پائلٹ ہے زاہر۔" میں نے کہا۔ "اور اسے یہ بھی بتا دیا گیا ہوگا کہ اُس کا واسطہ کن لوگوں سے پڑا ہے۔ کل ہم اسے نہیں مل سکے تو اُس نے فرض کر لیا کہ ہم وادی سے باہر نکل آئے ہوں گے۔"

"بڑی تشویشناک صورتِ حال ہے جناب! اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہوگا؟"

"ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ہمیں نہیں دیکھا گیا ہے۔" میں نے کہا اور پلٹ کر سوٹ کیس کھولنے لگا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں جناب؟" زاہر نے کہا۔ "یہ کچھ کھانے پینے کا موقع تو نہیں ہے۔"

"کھانا ہماری ضرورت ہے زاہر! ہو سکتا ہے بعد میں ہمیں زیادہ خراب حالات کا سامنا کرنا پڑے اس لیے جو تھوڑا بہت کھا سکو ابھی کھا لو۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے۔"

میں نے پکی ہوئی سبزی کا ایک ٹن سوٹ کیس سے نکالا اور چاقو کی مدد سے اُسے کھول ڈالا۔ میں نے اور زاہر نے ٹن صاف کرنے کے بعد پانی پیا۔ یہ کھانا اگرچہ ناکافی تھا لیکن ان حالات میں ہمارے لیے بہت غنیمت تھا۔ اگر ہمارے پاس یہ تھوڑی بہت چیزیں نہ ہوتیں تو نہ جانے ہمارا کیا حشر ہوتا؟

ہیلی کاپٹر کی آواز اب بھی آ رہی تھی مگر وہ ہم سے بہت دور تھا۔ غلط جگہ پر ہمیں تلاش کر رہا تھا اور ہم درختوں کے جھنڈ میں محفوظ تھے۔ سارے کے سارے درخت تناور اور گھنے تھے۔ وہ صرف سایہ فراہم کر رہے تھے بلکہ ہمیں دُشمن کی نگاہ سے مستقل طور پر محفوظ بھی کر رکھا تھا۔ ہمیں ہیلی کاپٹر کی طرف سے اب کوئی خطرہ نہیں رہ گیا تھا۔ البتہ عقب کی طرف سے میں فکرمند تھا۔ اولیو ہاورڈ کے پیدل دستے کے لوگ اگر وہاں پہنچ جاتے تو ہمارا بچنا محال ہو جاتا۔ لیکن ابھی وہ بھی دور تھے۔

"اب ہمیں کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی ہے جہاں سے ہم پوری وادی کا جائزہ لے سکیں۔" کھانے کے بعد میں نے زاہر سے کہا اور ہم پھر چل پڑے۔

آدھا گھنٹا رینگنے کے بعد ہم ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں آگے ڈھلان تھی۔ اس ڈھلان پر بھی درخت اور سبزہ اُگا ہوا تھا لیکن اس کے درمیان سے ہم پوری وادی کا نظارہ کر سکتے تھے۔ جھاڑیاں یہاں بھی کافی گھنی تھیں اس لیے ہمیں وادی کا جائزہ لینے کے لیے کھڑا ہونا پڑا۔ ہمیں وہ وادی عبور کرنا تھی اور اس کام کے لیے پہلے سے راستے کا تعین کیا جانا ضروری تھا۔

ہمارے اور وادی کے درمیان ایک میل کے لگ بھگ فاصلہ تھا۔ وادی بے حد سرسبز تھی اور اس سرسبزی کی وجہ وہ دریا تھا جو وادی میں دائیں سے بائیں بہہ رہا تھا۔ اس دریا کی وجہ سے وادی میں کھیت نظر آ رہے تھے۔ جھونپڑیاں بھی تھیں جو دوسری جانب نظر آنے والے پہاڑ تک چلی گئی تھیں۔ اپنا سفر جاری رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ ہم وادی کو عبور کرتے۔

"وادی عبور کرنے کے لیے ہمیں دریا کو لازماً عبور کرنا ہوگا۔" زاہر نے کہا۔ اُس کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"میرا خیال ہے ہم دونوں ہی تیرنا جانتے ہیں۔ دریا عبور کرنا ہمارے لیے مشکل نہیں ہوگا۔"

"اگر دریا عبور کرتے ہوئے ہمیں دیکھ لیا گیا تو پھر بچنے کے لیے ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہوگا۔"

"تم نے غور نہیں کیا زاہر! پہاڑوں سے پھوٹنے والے کئی چشمے مل کر یہ دریا بنا ہے۔ اگر تم توجہ سے وادی کا جائزہ لو تو تمھیں معلوم ہوگا کہ یہاں ایسے مقامات بھی ہیں کہ ہم کھیتوں سے گزر کر ہی وادی کو عبور کر سکتے ہیں۔"

زاہر نے میرے کہنے کے مطابق وادی پر نگاہ دوڑائی اور بولا۔ "لیکن اس صورت میں ہمیں جس مقام سے گزرنا ہوگا وہاں پر جو کھیت ہیں اُن میں موجود فصل کی اونچائی بہت زیادہ ہے۔ کم از کم آٹھ فٹ تو ضرور ہوگی۔"

"ہاں ہے۔" میں نے اُس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ "مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"ہمیں کچھ اندازہ نہیں ہے کہ یہ کس چیز کی فصل ہے جبکہ ہمیں اس بات کا علم ہونا ضروری ہے۔"

"وجہ؟" میں نے زاہر کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کھیتوں سے گزرنے کے دوران ہمیں خطرات کا سامنا بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنا ہوگا۔" زاہر نے کہا۔ "اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ یہ فصل کس چیز کی ہے تو ہم اندازہ کرسکیں گے کہ وہاں ہمیں کون سے جانوروں کا سامنا کرنا ہوگا۔ ہم اس کے لیے پہلے سے تیار رہیں گے اور پہلے سے تیار ہونے کی وجہ سے بہتر طور پر خطرے کا مقابلہ کرسکیں گے۔"

"مثلاً اگر ہمیں علم ہو جائے کہ یہ گنّوں کے کھیت ہیں تو ہم ہاتھیوں کے غول کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہیں گے۔"

"جی ہاں بالکل۔" زاہر نے بُرا مانے بغیر کہا۔ "اگر یہ واقعی گنّے کے کھیت ہیں تو یہاں ہاتھی بھی ہوں گے۔"

"میرے بھائی! ہاتھیوں کے غول کی فکر کرنے کے بجائے بھیڑیوں کے اُس جھنڈ سے بچنے کی تدبیر سوچو جو ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ ہمارے عقب میں ہم سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"وہی تو کر رہے ہیں۔" زاہر بڑی بے ساختگی سے بولا۔ "محفوظ طریقے سے آگے بڑھ کر ہی ہم اُن سے بچ سکیں گے۔"

"دشمن ہمارے عقب میں ہے، اوپر ہیلی کاپٹر ہے اور سامنے جو وادی نظر آ رہی ہے وہاں بھی ہمارے دشمنوں نے جگہ بنا رکھی ہوگی۔ اگر ہم یہاں بیٹھے سوچ و بچار کرتے رہے تو لازماً مارے جائیں گے۔ ہماری بچت کی اگر کوئی صورت ہے تو صرف اور صرف آگے بڑھنے میں ہے۔ رہا خطرات کا سوال تو وہ ہر طرف موجود ہیں۔ کوئی ناگہانی خطرہ تو ہمیں کہیں بھی درپیش آسکتا ہے۔ اس کے لیے کسی قسم کی تخصیص نہیں کی جاسکتی لہٰذا مزید غور و فکر کرنے کے بجائے آگے بڑھو۔ ہماری بقا کا یہی ایک راستہ ہے۔"

"طاقت اور افرادی قوت دونوں اعتبار سے دشمن ہم سے بہت برتر ہے۔ ایک بار ہمیں دیکھ لیا گیا تو پھر ہم نہیں بچ سکیں گے۔ اُن کو تو ہیلی کاپٹر کی مدد بھی حاصل ہے۔ ہمارے پاس کیا رکھا ہے؟"

"یہ قسمت کے کھیل ہیں زاہر! قدرت ساتھ دے تو بہت کچھ ہوسکتا ہے۔ گزشتہ چار روز کے دوران اُنھیں جُل دیتے ہوئے اتنا طویل سفر طے کرلینا بجائے خود ایک حیران کن بات ہے۔ ممکن ہے ہم اس وادی سے بھی صاف گزر جائیں۔"

"یہ بڑی ناممکن سی بات ہے جناب کہ ہم کسی کی نظروں میں آئے بغیر وادی سے گزر سکیں۔"

"یہ مت بھولو کہ اس وادی کے تمام باشندوں کا تعلق ادلیو ہاورڈ سے نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اگر کسی نے ہمیں دیکھ بھی لیا تو ممکن ہے، وہ ادلیو ہاورڈ کا آدمی نہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

"مقامی باشندے تو شاید ہمیں اہمیت نہ دیں لیکن اگر ہم ادلیو ہاورڈ کے کسی آدمی کی نظر میں آ گئے تو۔۔۔"

"اگر ایسا وقت آ ہی گیا تو ہم آخری گولی تک مقابلہ کریں گے" میں نے خوں خوار لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔" زاہر مطمئن انداز میں بولا۔ "میں سب سے زیادہ اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ کہیں ہم زندہ اُن کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم مطمئن ہو گئے۔ اب یہ سمجھ لو کہ وادی میں داخل ہونے کے بعد ہمیں رُکے بغیر سفر کرنا ہوگا۔ ہم کوشش کریں گے کہ کسی کی نظروں میں نہ آئیں لیکن اگر اتفاقاً کسی کی نظر میں آ گئے تب بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اُسے نظر انداز کرکے آگے بڑھتے رہیں گے۔ یوں جیسے ہم نے اُسے دیکھا ہی نہ ہو۔"

"یہ ٹھیک ہے جناب! اس طرح ہم خاصے محفوظ رہیں گے۔ ممکن ہے دیکھنے والا ہمیں کوئی سیاح سمجھے۔"

زاہر کی اس بات پر مجھے ہنسی آ گئی۔ "اس حلیے میں؟" میں نے اپنے اور اس کے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ ہمارے کپڑے تار تار ہو رہے تھے۔ جسم پر جگہ جگہ خراشیں تھیں اور شیو بڑھ کر جھاڑ جھنکاڑ کی صورت اختیار کرچکا تھا۔

میرا تبصرہ سن کر زاہر جھینپ گیا۔ "خیر ہمیں اس سے کیا کہ کوئی ہمارے بارے میں کیا سوچے گا۔"

"آؤ، اب نکل لیتے ہیں۔" میں نے کہا اور ہم ایک مناسب راستہ منتخب کرکے وادی کی طرف اُترنے لگے۔ جیسے جیسے ہم نیچے اُتر رہے تھے ہمارا احیطۂ نظر کم ہوتا جا رہا تھا۔ بلند و بالا درخت اور وادی کے کھیت ہمارے دور تک دیکھنے کی راہ میں مزاحم ہو رہے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ آسانی بھی تھی کہ اب ہمیں تلاش کرلیے جانے کے امکانات کم ہو گئے تھے۔

راستے میں ہمیں چند لوگ نظر آئے مگر اُن میں سے کسی نے بھی ہم پر خصوصی توجّہ نہیں دی تھی۔ یہ بات میرے لیے حیرت انگیز تھی مگر میرے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

کچھ اور آگے بڑھے تو ہمیں چوبی باڑھ نظر آئی۔ اس باڑھ کے اندر ہماری شامت تھی۔ وہ دراصل شہد کی مکھیوں کا فارم تھا۔ جیسے ہی زاہر کو اس بات کا اندازہ ہوا وہ رُک گیا۔

"یہ۔۔۔ یہ تو شہد کی مکھیاں ہیں جناب۔" اُس نے اٹک اٹک کر کہا۔ "راستہ تبدیل کر دیجیے جناب! ان کے نزدیک سے گزرنا مناسب نہیں ہے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو زاہر۔" میں بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "گرمی نے پہلے ہی حلیہ بگاڑ رکھا ہے۔ اب تم بھی پریشان کرو گے۔"

"کیا ضروری ہے کہ ہم ان کے قریب سے ہی گزریں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو گیا۔ "کوئی اور راستہ بھی تو اختیار کیا جاسکتا ہے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ وادی میں داخل ہونے کے بعد ہم رُکیں گے نہیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "میری ہدایت کے باوجود تم خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہو۔"

زاہر نے بے بسی سے مجھے دیکھا اور چل پڑا لیکن خوفزدہ نظروں سے وہ شہد کی مکھیوں کے چھتّوں کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ میں نے اُس کی طرف سے توجّہ ہٹائی اور سامنے دیکھنے لگا۔ بائیں جانب ایک کھیت تھا جو تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلے تک تھا اور آگے جا کر جھاڑیوں کے ایک سلسلے پر ختم ہو گیا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک گھنا جنگل بھی نظر آ رہا تھا جسے دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی لیکن یہ محظوظ ہونے کا وقت نہیں تھا۔

"کھیت کے اندر گھس چلو زاہر۔" میں نے بائیں جانب والے کھیت کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ "اس طرح تم مکھیوں سے اور ہم دونوں اوپر سے دیکھ لیے جانے کے خطرے سے محفوظ ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے جناب۔" زاہر نے خوش ہو کر کہا اور ہم کھیت کے اندر گھس گئے۔ کھیت کے اختتام تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ میں نے زاہر کو رُکنے کا اشارہ کیا اور خود آگے بڑھ کر بڑی احتیاط سے باہر جھانکنے لگا۔ باہر نکلنے سے قبل یہ احتیاطی تدبیر ضروری تھی اور یہ احتیاط کام آ گئی۔ کھیت کے باہر کسانوں کے علاوہ تین مسلّح افراد پہرہ دیتے نظر آ رہے تھے۔

میں نے فصل سے باہر جھانکنے میں جس قدر احتیاط برتی تھی اتنی ہی احتیاط سے پیچھے کھسک آیا۔ ذرا سی جلد بازی اُن لوگوں کی توجّہ مبذول کرا سکتی تھی۔ میرا انداز دیکھ کر ہی زاہر سمجھ گیا کہ کوئی غیر معمولی بات ہے۔

"کیا بات ہے جناب۔" اُس نے سرگوشی میں مجھ سے پوچھا۔ "باہر کسی قسم کا خطرہ ہے؟"

"وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔" میں نے کہا۔ "باہر تین مسلّح افراد ہماری تاک میں گھوم رہے ہیں۔"

"اب کیا ہوگا جناب؟" زاہر نے کہا۔ اُس کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"ہمیں راستہ تبدیل کرنا پڑے گا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "اب ہم جنگل میں سفر کریں گے۔"

زاہر کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ "یہ بہت خطرناک بات ہوگی جناب۔" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "وہ بہت گنجان جنگل ہے۔ معلوم نہیں اندر کیسی صورتِ حال سے گزرنا پڑے۔"

زاہر ٹھیک کہہ رہا تھا۔ وہ جنگل واقعی بہت گنجان تھا۔ درختوں کے درمیان فاصلہ نہ ہونے کے برابر تھا لیکن اُس کے اندر گھسنے کے بعد ہم پوری طرح محفوظ ہو جاتے۔ "مجبوری ہے زاہر! ہمیں یہی کرنا پڑے گا۔"

زاہر نے بائیں جانب نگاہ دوڑائی۔ "کیا ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم اس طرف نکل جائیں۔"

"نہیں زاہر۔" میں نے سختی سے کہا۔ "جیسا میں کہہ رہا ہوں ویسا ہی کرو۔"

میں دائیں جانب سے باہر نکل کر جنگل کی طرف بڑھا۔ یہاں بھی باہر نکلنے سے قبل میں نے اطمینان کرلیا تھا کہ وہاں کوئی موجود نہیں ہے۔ زاہر میرے عقب میں تھا۔

گھنے جنگل کے قریب پہنچ کر پہلے زاہر نے اور پھر میں نے اندر داخل ہونے میں دیر نہیں لگائی۔ اب ہم کسی قدر محفوظ ہو گئے تھے۔

اندر کی دُنیا بہت مختلف تھی۔ ابتدا میں تو اندھیرا کچھ کم تھا مگر آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اندھیرے میں اضافہ ہو رہا تھا۔ آگے بڑھنا بجائے خود ایک دُشوار مرحلہ تھا۔ قدم قدم پر رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ سر اُٹھا کر دیکھنے کے باوجود آسمان کا بہت تھوڑا سا حصّہ نظر آ رہا تھا۔

ہم زیادہ آگے نہیں جا پائے تھے کہ میں نے باتوں کی آوازیں سُنیں۔ زاہر سے رُکنے کا کہہ کر میں بھی رُک گیا۔ جن لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں وہ مقامی کاشت کار بھی ہو سکتے تھے اور ادلیو ہاورڈ کے آدمی بھی۔ آوازیں اُسی جانب سے آ رہی تھیں جہاں سے ہم جنگل کے اندر داخل ہوئے تھے۔

اگر ہم اُن کی گفتگو سننے میں کامیاب ہو جاتے تو شاید ہمیں اندازہ ہو جاتا کہ وہ کون ہیں۔ اسی لیے میں ہمہ تن گوش تھا۔

لیکن قسمت میں کچھ اور ہی لکھا تھا۔ عین اُسی وقت جبکہ اُن لوگوں کی باتوں کے الفاظ سمجھ میں آنا شروع ہوئے تھے، زاہر بُری طرح چیخ پڑا۔ معلوم نہیں اُس پر کیا اُفتاد پڑی تھی۔ اُس کے اس طرح چیخنے پر میں بھی اُچھل پڑا لیکن اگلے ہی لمحے مجھے خود کو زمین پر گرا دینا پڑا۔ اس لیے کہ زاہر کی چیخ کے فوراً بعد ایک فائر ہوا تھا۔

ایک فائر تو غالباً اضطراری طور پر کیا گیا تھا اس لیے کہ وہ گولی ہماری طرف نہیں آئی تھی لیکن اس کے بعد طویل برسٹ مارا گیا۔ اس بار سمت کا تعیّن کرنے کے بعد فائرنگ کی گئی تھی۔ متعدد گولیاں ہمارے اوپر سے بھی گزریں۔ اور اس کے بعد تو قیامت ہی آ گئی۔ لگاتار فائرنگ شروع ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ سارا میگزین پھونک دینے پر تُل گئے ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

پھر اچانک ہی فائرنگ کا سلسلہ تھم گیا اور بہت سے لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آنے لگیں۔ غصّے کے مارے میرا بُرا حال تھا۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ اُن لوگوں نے زاہر کی چیخ سُننے کے بعد ہی فائرنگ شروع کی تھی۔ اُنھوں نے سمت تک کا تعیّن کر لیا تھا اور اب یہاں ہماری موجودگی کا راز افشا ہو چکا تھا۔

"تم پر کون سی قیامت ٹوٹ پڑی تھی؟" میں نے دانت پیس کر زاہر سے کہا۔

"وہ... وہ مجھے شہد کی مکھّی نے کاٹ لیا تھا۔" زاہر نے ہکلاتے ہوئے بتایا اور میرا خون کھول کر رہ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ اُسے ہرگز کسی شہد کی مکھّی نے نہیں کاٹا ہوگا۔ وہاں شہد کی مکھیاں برائے نام تھیں۔ زاہر چونکہ نفسیاتی طور پر مکھیّوں سے خوفزدہ تھا اس لیے اسے یقیناً وہم ہوا ہوگا۔

مجھے اس پر غصّہ تو بہت آ رہا تھا لیکن جو کچھ ہو چکا تھا اُسے بدلا نہیں جا سکتا تھا۔ ہم نظروں میں تو آ ہی چکے تھے۔ اب تو بس یہ سوچنا تھا کہ اس مصیبت سے کیوں کر بچیں۔ ہمارا کام کئی گنا دشوار ہو چکا تھا۔ اگر ہم کسی کی نظروں میں آئے بغیر وادی سے گزر جاتے تو وہ لوگ یقینی طور پر دھوکا کھا جاتے۔ اس بات کا تو وہ تصوّر بھی نہیں کر سکتے تھے کہ وادی سے کسی کی نظروں میں آئے بغیر بھی گزرا جا سکتا ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ بہت سے لوگ خاص طور پر اسی کام پر مامور تھے۔

سوال یہ تھا کہ اب یہاں سے کیسے نکلیں۔ اس بات کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نشانہ ہی تو ہو چکی تھی کہ ہم جنگل کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ اُن لوگوں کو کسی حد تک یہ اندازہ بھی ہو چکا ہوگا کہ ہم جنگل کے کتنے اندر ہیں۔ زاہر کی چیخ کی آواز سے اُنھوں نے فاصلے کا کسی حد تک تعین تو ضرور ہی کر لیا ہوگا۔ انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ ہم مسلح ہیں لہٰذا اُنھوں نے اسی مناسبت سے اپنے تحفظ کا بندوبست بھی کر رکھا ہوگا۔

ابھی میں اس شش و پنج میں پھنسا ہوا تھا کہ کیا کیا جائے اور کیا نہ کیا جائے کہ میرے نتھنوں سے کسی چیز کے جلنے کی بُو ٹکرائی۔ میں نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا مگر وہاں چند فٹ سے آگے کچھ نظر آنا محال تھا۔ میں نے زاہر سے استفسار کیا "تمھیں کچھ جلنے کی بُو آ رہی ہے؟"

"میں بھی یہی دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا جناب! کوئی چیز جل رہی ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جل رہا ہے۔"

زاہر کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی میں نے دُھواں محسوس کیا اور اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "اُٹھو زاہر" میں نے ہراساں ہو کر کہا۔ "جس طرح بھی ہو یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔ اُن لوگوں نے جنگل کو آگ لگا دی ہے۔"

زاہر نے اُٹھنے اور پھر وہاں سے نکلنے کی کوششیں شروع کرنے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ اُسے بھی خوب اندازہ تھا کہ یہ آگ کتنی تیزی سے پھیلے گی۔ جنگل کی آگ تو ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہم دونوں ہر ممکن تیزی سے آگے بڑھنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے مگر یہ آسان کام نہیں تھا۔ ہمارے پیر جھاڑیوں میں اُلجھ رہے تھے، سروں اور چہروں سے درختوں کی شاخیں ٹکرا رہی تھیں اور ہمیں ہر قدم آگے بڑھانے کے لیے اتنی شدید جدوجہد کرنا پڑ رہی تھی کہ ہمیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم آگے بڑھ ہی نہ پا رہے ہوں۔

میں نے ہر احتیاط بالائے طاق رکھ دی تھی اور جس طرح بھی ممکن ہو رہا تھا آگے بڑھنے کا راستہ بنا رہا تھا۔ عقب سے خوفناک آگ ہماری طرف بڑھ رہی تھی۔ آگ جو اپنی زد میں آئے ہوئے ہر شخص کو بلا امتیاز جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ معلوم نہیں، اُن لوگوں نے جان بوجھ کر جنگل کو آگ لگائی تھی یا یہ اُن کی چلائی ہوئی گولیوں کا شاخسانہ تھا۔ بات کچھ بھی رہی ہو، ہماری تو جان کے لالے پڑ گئے تھے۔

ہم اسی طرح ٹکراتے، گرتے پڑتے آگے بڑھ رہے تھے کہ ایک اور مصیبت نازل ہو گئی۔ اندھیرے کے باعث میں ایک ایسی شاخ سے ٹکرا گیا تھا جس پر شہد کی مکھیوں کا چھتّا لگا ہوا تھا۔ اپنا سکون برباد کیے جانے پر سیکڑوں شہد کی مکھیاں بگڑ کر اُڑیں۔ اُن سب کے بھنبھنانے کی آواز مل کر ایک زنّاٹا سا پیدا کر رہی تھی۔ وہ زنّاٹا مجھے دُنیا کی سب سے زیادہ خوفناک آواز محسوس ہوا۔ لمحے بھر کو تو میں یہ بھی بھول گیا کہ ہم ایک ایسے جنگل میں پھنسے ہوئے ہیں جس میں آگ لگ چکی ہے اور ہمیں اس آگ سے بچنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنا ہے۔

خود فراموشی کی یہ کیفیت مجھ پر ایک لمحے سے زیادہ قائم نہ رہ سکی۔ میں فوراً ہی حواس میں واپس آ گیا۔ ان بھڑکی ہوئی مکھیوں سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں تھی لہٰذا آگے بڑھتے رہنا ہی صحیح قدم تھا۔

کہنے اور سُننے کی حد تک تو یہ بات بہت آسان ہے لیکن جس صورتِ حال کا ہمیں سامنا تھا اس میں اور خاص طور پر اس صورت میں کہ مکھیاں ہم پر حملہ آور بھی ہو گئی تھیں، آگے بڑھنا عملاً ناممکن ہو کر رہ گیا تھا۔ مکھیاں ہمارے جسموں کے کھلے ہوئے حصّوں سے چمٹ گئی تھیں لیکن مجھے معلوم تھا کہ اس اُفتاد سے بچنے کے لیے بھی آگے بڑھتے رہنا لازمی ہے۔

زاہر کی حالت بہت بُری تھی۔ میں تو خیر کسی نہ کسی طرح برداشت کر رہا تھا لیکن اُس کے حلق سے کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے میرے مُنہ اور ہاتھوں میں آگ لگا دی ہو۔ ظاہر ہے کہ زاہر پر بھی یہی گزر رہی ہو گی۔ ستم یہ تھا کہ وہ چیخنے کے لیے مُنہ بھی نہیں کھول سکتا تھا۔ مکھیاں مُنہ میں گھسنے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔

انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنے کے باوجود میں زیادہ دور نہ جا سکا اور زمین پر گر پڑا۔ زاہر بھی میرے ساتھ ہی گرا تھا اور بُری طرح لوٹیں لگا رہا تھا۔ مکھیوں کی صورت میں ہم پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ مکھیوں کے ڈنک مارنے سے پیدا ہونے والی جلن کو الفاظ میں بیان کرنا کارے دارد ہے۔ ہر اُس مقام سے جہاں مکھی نے ڈنک مارا تھا جلن کی ایک لہر اُٹھتی تھی اور کرنٹ کی طرح پورے جسم میں دوڑ جاتی تھی۔ گویا بیک وقت ہمیں سیکڑوں ٹیسوں کے خلاف اپنی قوتِ برداشت کا مظاہرہ کرنا پڑ رہا تھا اور مکھیاں ہنوز ہمارا پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں تھیں۔

پھر وہ آگ جو چند لمحے قبل تک ہمیں اپنی سب سے زیادہ خوفناک دُشمن دکھائی دے رہی تھی، ہماری نجات دہندہ ثابت ہوئی۔ ہم پر اُس کی تپش اور دُھواں بیک وقت حملہ آور ہوتے تھے۔ اس تپش اور دُھوئیں کے باعث مکھیاں ہمیں چھوڑ کر فرار ہو گئیں۔ ہم سے انتقام لینے کے مقابلے میں انھیں اپنی جانیں بچانے کی زیادہ فکر تھی۔ ہر ذی روح کو ہوتی ہے۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ ہمارے جسموں میں زہر پھیل رہا ہے۔ شدید تکلیف تو بہرحال تھی ہی لیکن اُس وقت اگر ہم اپنی تکلیفوں کی فکر کرتے تو مستقیم روسٹ ہو جاتے۔ آگ اپنی تمام تر دہشت ناکیوں سمیت ہماری طرف بڑھ رہی تھی۔

"اُٹھو زاہر"، میں نے زاہر کو جھنجوڑتے ہوئے کہا، "بھاگو، ورنہ ہم آگ کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔"

زاہر کے حلق سے کراہیں اور سسکیاں نکل رہی تھیں لیکن اُسے اتنا ہوش تھا کہ اپنی جان بچانے کی فکر کرتا۔ وہ جیسے تیسے اُٹھ کھڑا ہوا اور ہم نے پھر وحشیانہ انداز میں آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ہمارا سب سے بڑا ہتھیار وقت تھا۔ پھر تیز رفتاری کا مظاہرہ کر کے ہی ہم اپنی جانیں بچا سکتے تھے۔ ہمیں آگ سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنا تھا اور لیو ہاورڈ کے اُن کرائے کے آدمیوں کو مات دینی تھی جو شکاری کتّوں کی طرح ہماری بُو سونگھتے پھر رہے تھے۔ کچھ عجب نہیں تھا کہ اُنھوں نے ہماری تلاش میں سرگرداں پارٹیوں اور ہیلی کاپٹر کو ہماری یہاں موجودگی سے باخبر کر دیا ہو۔ اب وہ ہمارے گرد کوئی جال بُن سکتے تھے۔ ایک ایسا جال جس سے نکلنا ہمارے لیے محال ثابت ہوتا۔ اُنھیں ہمارے گرد گھیرا ڈالنے کے لیے وقت درکار تھا اور ہمیں اس جنگل سے نکلنے کے لیے وقت درکار تھا جو ہمارے لیے پناہ گاہ کے بجائے جہنم کا دہانہ بن کر رہ گیا تھا۔ مقابلہ تو وقت کا تھا۔ جو فریق بھی کم وقت میں زیادہ کام کر لیتا وہی اس معرکے سے سُرخرو ہو کر نکل سکتا تھا۔

ہم پر جنون طاری تھا اور ہم ایک وحشت کے عالم میں جھاڑیوں کو روندتے .... اُن کے درمیان جگہ بناتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ وہ جنون اور وحشت کا عالم کوئی غیر فطری چیز نہیں تھا۔ جان کے لالے پڑے ہوئے ہوں تو آدمی بڑے بڑے ناممکن کام کر گزرتا ہے۔ جان جو ہر شخص کی سب سے زیادہ عزیز شے ہوتی ہے۔

ہمارے عقب میں شعلوں کی خوفناک زبانیں لپک رہی تھیں۔ ہمارے کانوں میں لکڑیاں چٹخنے کی روح فرسا آوازیں آ رہی تھیں لیکن وہ آوازیں ہماری حواس باختگی کو ہوا دے کر ہمارے لیے بچت کا سامان فراہم کر رہی تھیں۔ آگے بڑھنے اور تیز رفتاری سے اس عمل کو جاری رکھنے کے لیے ہمیں وحشت ہی تو درکار تھی جو ان آوازوں کو سُن سُن کر سوا ہوتی جا رہی تھی اور اسی مناسبت سے دم بہ دم ہمارے آگے بڑھنے کی رفتار میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

HOW TO WRITE A LETTER
خطوط نویسی کے لیے قیمت ۱۰/- روپے

HOW TO WRITE AN ESSAY
مضمون نگاری کے لیے قیمت ۱۰/- روپے

HOW TO WRITE AN EXPLANATION
وضاحت و تشریح کے لیے قیمت: ۱۰/- روپے

HOW TO LEARN CORRECT SPELLING
صحیح ہجے لکھنے کے لیے قیمت: ۱۰/- روپے

HOW TO DO COMPREHENSION
ادراک و فہم کا اظہار کرنے کے لیے قیمت: ۱۰/- روپے

CORRECT POSITIONS OF PREPOSITIONS
پری پوزیشن کے صحیح استعمال کے لیے قیمت ۱۰/- روپے

HOW TO PUNCTUATE
رموزِ اوقاف جاننے کے لیے قیمت: ۱۰/- روپے

10 DAYS TO TRANSLATION
اُردو سے انگلش میں ترجمہ کرنے کے لیے قیمت: ۱۵ روپے

○ اندرونِ ملک ڈاک خرچ ایک یا ایک سے زائد کتابوں کا ۱۰/- روپے ہوگا۔ پورا سیٹ منگانے پر ڈاک خرچ معاف (صرف اندرونِ ملک کے لیے) ○ کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا نام و پتا اور کتابوں کا نام ضرور لکھیں ○ کسی قسم کی نقد رقم خط میں ڈال کر ہرگز نہ بھیجیں۔ منی آرڈر ارسال کرنے کا پتا: مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ سعید منشن بلیوریا اسٹریٹ، کراچی ۱ ○ بیرونِ ملک پورے سیٹ کی قیمتیں مع ڈاک خرچ: مشرقِ وسطیٰ ۲۵۰ پاکستانی روپے، یورپ اور مشرقِ بعید ۲۵۰/- پاکستانی روپے، آسٹریلیا، امریکا، افریقہ ۳۵۰ پاکستانی روپے ○ بیرونِ ملک کتابیں منگانے کے لیے رقم بذریعہ ڈرافٹ روانہ کریں۔ ڈرافٹ پر نام اس طرح لکھوائیں۔

MAKTABA NAFSIAT A/C 688 H. B. L
MANSFIELD STR. BR. KARACHI

Sales Office: ذاتی طور پر حاصل کرنے کے لیے:
MAKTABA NAFSIAT 404 HUSSAIN
CENTRE, SHAHRAHE IRAQ SADDAR
KARACHI - PHONE: 526689

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ اندازہ کرنا دُشوار ہے کہ اس وحشت کے عالم میں ہم نے کتنی دیر اپنا سفر جاری رکھا لیکن پھر ایک ایسی آواز آئی جو ذرا دیر کے لیے ہمیں اپنے حواسوں میں واپس لے آئی۔ ہیلی کاپٹر کی گھن گرج کے سامنے ہر آواز ماند پڑ گئی تھی۔

میں نے بوکھلا کر اوپر کی طرف دیکھا۔ مہیب پرندہ عین ہمارے سروں پر تھا۔ پائلٹ ہمیں دیکھ چکا تھا۔ اس کڑے وقت میں وہ اضافی مصیبت ہمارے لیے اعصاب شکن تھی۔ ابھی ہم جنگل کے کنارے تک بھی نہیں پہنچ پائے تھے کہ ہمیں دیکھ لیا گیا۔ اب اگر ہم صحیح سلامت باہر نکل جاتے تب بھی کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ ہیلی کاپٹر ہرگز پیچھا نہ چھوڑتا۔

لیکن نہیں... صحیح سلامت باہر نکلنے میں یہ فائدہ تو بہر حال تھا کہ ہم زندہ جلنے سے بچ جاتے۔ زندہ جل جانے کا تو تصور بھی لرزہ خیز ہوتا ہے کجا یہ کہ آدمی کو اپنی لرزہ خیز موت اپنے سر پر مسلّط نظر آ رہی ہو۔ چنانچہ ہم نے ہیلی کاپٹر کو نظر انداز کر دیا۔

اب ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر پرواز کر رہا تھا۔ اس کے پنکھوں سے خارج ہونے والی طوفانی ہوا کے باعث شدید قسم کا.... زلزلہ سا آ گیا تھا۔ اس زلزلے کے باعث بعض اوقات ہمیں آسانی ہوتی اور بعض اوقات آگے بڑھنا دُشوار تر ہو جاتا۔ آسانی اس صورت میں ہوتی تھی جب ہوا سے کسی درخت کے سرنگوں ہونے کی وجہ سے ہمیں راستہ مل جاتا تھا اور زحمت اُس وقت ہوتی تھی جب اسی عمل سے کوئی درخت ہماری راہ میں زیادہ شدّت سے مزاحم ہو جاتا تھا۔ ہم پہلے جیسی لگن سے جھاڑیوں کو روندتے کچلتے اور اُن کے درمیان راستہ بناتے آگے بڑھتے رہے۔

جنگل کے کنارے پر پہنچے تو ہمیں عقب سے واضح طور پر آگ کی تپش محسوس ہونے لگی تھی۔ بس چند لمحوں کا کھیل باقی رہ گیا تھا۔ ہم نے بہت معمولی سے فرق سے موت کو شکست دی تھی۔ اس بات میں کوئی شُبہ نہیں تھا کہ ہم نے بے پناہ جدوجہد کی تھی لیکن اگر قدرت کی مدد شامل حال نہ رہی ہوتی تو ہم اتنا بڑا معرکہ سر نہیں کر سکتے تھے۔

جنگل سے باہر نکلنے کے بعد بھی ہم سکون کا سانس نہیں لے سکے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ہیلی کاپٹر تھا جو ہمارے سروں پر چنگھاڑ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے جنگل.... پر کوئی آتش گیر مادّہ پھینکا گیا تھا جس کی وجہ سے آگ مزید بھڑک اُٹھی تھی۔ اب وہ ہمیں جان سے مار دینے کے درپے ہو گئے تھے۔

کچھ دیر ہیلی کاپٹر ہمارے اردگرد قدرے بلندی پر منڈلاتا رہا پھر پائلٹ اسے نیچے لے آیا۔ پائلٹ کے برابر والی نشست پر ایک اور شخص بھی بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ مجھے اپنی آنکھیں کھولے رکھنے میں دقّت محسوس ہو رہی تھی اس لیے کہ مکھیوں کے کاٹنے سے میرے ہاتھ اور چہرے پر ورم آ گیا تھا۔ زاہر کا حال بھی یہی تھا۔ اُسے زاہر کی حیثیت سے شناخت کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔

میں نے ہیلی کاپٹر کی طرف سے توجہ ہٹا کر اردگرد کا جائزہ لیا۔ ہم ایک پگڈنڈی پر کھڑے تھے جس سے کچھ آگے ایک دس فٹ چوڑی نہر گزر رہی تھی۔ مقامی باشندوں نے یہ نہر دریا سے نکالی ہو گی اور اس سے وہ اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہوں گے۔ نہر کے دوسری طرف ایک فصل لہلہاتی نظر آ رہی تھی جس کے اختتام پر پھر جھاڑ جھنکاڑ تھے۔

"میں مارے تکلیف کے مرا جا رہا ہوں جناب۔" دفعتاً میں نے زاہر کی آواز سنی۔ وہ زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔ اُس کی آواز میں بلا کا کرب تھا۔

"حوصلہ رکھو زاہر۔" میں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس سے زیادہ یا اس کے علاوہ میں اور کیا کہہ سکتا تھا۔

"میرے جسم میں آگ لگی ہوئی ہے۔ ہائے۔" زاہر بلبلایا۔ "یہ آگ کیسے ٹھنڈی ہو گی۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ میں اُسے کیا بتاتا اور کیسے بتاتا کہ آگ تو میرے جسم میں بھی بھری ہوئی ہے۔ مکھیوں کے ڈنک لگنے سے جو تکلیف پیدا ہوئی تھی وہ رفتہ رفتہ ہی ختم ہو سکتی تھی۔ ہمارے پاس کوئی دوا بھی نہیں تھی۔ اگر کوئی مرہم ہوتا تو ہم اپنے زخموں پر لگا لیتے لیکن وقت سب سے بڑا مرہم ہے۔ ہر زخم کا مداوا بن جاتا ہے۔

وقت کا مرہم کسے میسّر نہیں ہوتا۔ ہر ایک کے پاس اس کی فراوانی ہوتی ہے لیکن نہیں۔ ہمارے پاس تو یہ مرہم بھی نہیں تھا۔ بے سروسامانی، افراتفری اور بھاگ دوڑ کا پانچواں دن چل رہا تھا۔ یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے ہم اس دُنیا میں بھاگ دوڑ کرنے ہی آئے تھے اور اسی عالم میں دُنیا سے رُخصت بھی ہو جائیں گے۔ یہ پانچ روز مجھے اپنی پوری زندگی پر محیط محسوس ہونے لگے تھے۔ برائے نام غذا، ضرورت سے بہت کم پانی اور پھر دن رات کی مشقت نے ہمیں بُری طرح توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ پہاڑی علاقے کا ایک میل کا سفر شہر کے دس میل بلکہ میرے خیال کے مطابق بیس میل کے سفر کے برابر ہوتا ہے۔

اپنی شب و روز کی متواتر مشقت کے باوجود میں خود کو نقطۂ آغاز پر محسوس کر رہا تھا بلکہ اب صورت حال زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ گویا ہماری جدوجہد کا کوئی مثبت نتیجہ برآمد ہونے کے بجائے منفی نتیجہ نکلا تھا۔ ہم معکوس سفر کر رہے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے نگاہ اُٹھا کر ہیلی کاپٹر کو دیکھا جو ایک چکر لگا کر دوبارہ ہمارے نزدیک آ رہا تھا۔ اُس کی بلندی کم سے کم ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے اس کے عزائم خطرناک محسوس ہوئے۔ بلندی اس قدر کم کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ پائلٹ اور اس کا ساتھی مجھے بالکل صاف نظر آنے لگے تھے۔

پھر یہ عقدہ بھی حل ہو گیا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے پائلٹ کے ساتھی نے بندوق نکال کر فائر کر دیا۔ گولی زاہر کے قریب زمین میں پیوست ہوئی تھی اور زاہر اُچھل کر بیٹھ گیا تھا لیکن میری توجہ کا مرکز زاہر نہیں، ہیلی کاپٹر تھا۔

"بھاگیے جناب۔" زاہر نے دوڑنے کی کوشش میں لڑکھڑاتے ہوئے کہا۔ "ورنہ وہ ہمیں مار دیں گے۔"

غصّے کی ایک شدید لہر نے میرے پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ہیلی کاپٹر سے کی جانے والی جسارت میرے نزدیک ناقابل معافی تھی۔ اس جسارت کا جواب دیا جانا ضروری تھا ورنہ اُن کے حوصلے بڑھ جاتے۔ زاہر کی بات کا جواب دیے بغیر میں نے اپنے کاندھے سے لٹکی بندوق اُتار لی۔

"آپ کہاں رہ گئے جناب! جلدی کیجیے۔" زاہر نے پلٹ کر کہا۔ شاید اس کے اوسان اس قدر خطا ہو گئے تھے کہ وہ مجھے دیکھنے کے باوجود میرے عزائم کا اندازہ نہیں کر پا رہا تھا۔

"سب سے پہلے اس مردود کو سبق دینا ضروری ہے۔" میں نے دانت بھینچ کر کہا مگر آواز اتنی بلند نہیں تھی کہ زاہر اُسے سُن سکتا۔

پائلٹ کا ساتھی دوبارہ زاہر کا نشانہ لے رہا تھا۔ اُس کی توجہ میری طرف نہیں تھی اس لیے میں آسانی سے اُسے نشانہ بنا سکتا تھا لیکن میں نے پائلٹ کو نظر انداز کر دیا تھا۔ وہ انتہائی چالاک اور عیّار قسم کا انسان تھا۔ اُس نے یقیناً مجھے کاندھے سے بندوق اُتارتے دیکھ لیا تھا اسی لیے وہ بڑی تیزی سے ہیلی کاپٹر کو اوپر اُٹھا لے گیا اور میں دانت پیس کر رہ گیا۔ میرے دل میں فائر کرنے کی حسرت ہی رہ گئی تھی۔

بلندی کے ساتھ ساتھ پائلٹ ہیلی کاپٹر کو ہم سے دور بھی لے جا رہا تھا۔ زاہر نے یہ چیز محسوس کر لی تھی اسی لیے اُس کے اوسان کسی قدر بحال ہو گئے تھے۔ پھر اُس نے میری طرف دیکھا اور حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"آپ اُس پر فائر کرنے جا رہے تھے جناب! ہمارے حق میں یہ خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا۔"

"اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہوتی کہ ہم خود کو اُن کے لیے کھلا ہدف بنا دیتے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ میری نظر میں ہیلی کاپٹر پر مرکوز تھیں جو اَب فائرنگ کی رینج سے باہر تھا۔

جب زاہر نے یہ دیکھا کہ ہیلی کاپٹر دور چلا گیا ہے تو وہ دوبارہ زمین پر بیٹھ گیا۔ "کچھ دیر آرام کر لیں جناب۔" اُس نے کہا۔ اُس کے لہجے میں فریاد تھی۔

"ہرگز نہیں۔" میں نے سختی سے جواب دیا۔ "نہر عبور کر کے ہمیں سامنے والے کھیت میں داخل ہونا ہے۔"

میرے لہجے کی سختی محسوس کر کے زاہر اُٹھ کھڑا ہوا اور ہم اُس نہر میں اُتر گئے جسے نہر کے بجائے نالا کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔ پانی زیادہ گہرا نہیں تھا اور بے حد ٹھنڈا تھا۔ آگ کے طوفان سے گزر کر آنے کے بعد وہ ٹھنڈک ہمیں نعمت ہی معلوم ہو رہی تھی۔ پانی نے جہاں ہمیں تازگی کا احساس دیا وہیں ہمارے لیے کچھ مسائل بھی پیدا کر دیے۔ ہماری اُنگلیوں کے بیشتر ناخن ٹوٹ گئے تھے جن سے رِسنے والے خون پر کُھرنڈ کے ساتھ ساتھ گرد کی تہ بھی جم گئی تھی۔ یہ کُھرنڈ اور جمی ہوئی گرد ہمیں کسی قدر تحفظ فراہم کیے ہوئے تھی ورنہ ہم اپنے ہاتھوں کو اتنی آزادی سے استعمال نہ کر پاتے۔ لیکن پانی نے جمی ہوئی گرد اور کُھرنڈ دونوں کو دھو ڈالا۔ اب ہمارے ٹوٹے ہوئے ناخنوں سے دوبارہ خون رِسنے لگا تھا۔

نہر سے نکلنے کے بعد ہمارے لیے چلنا اور بھی دُشوار ہو گیا۔ جوتے اور کپڑے تو گیلے ہو کر وزنی ہو ہی گئے تھے مگر سوٹ کیس کا اضافی بوجھ میرے لیے مزید پریشانی کا باعث بن گیا تھا۔ ہمارے لیے تو پہلے ہی چلنا دوبھر ہو رہا تھا کہ اب اس اضافی وزن کے ساتھ سفر جاری رکھنا مزید مشکل کا باعث ہو گیا تھا۔

ہم جیسے تیسے گھسٹتے ہوئے سامنے والے کھیت کی طرف بڑھنے لگے۔ ہیلی کاپٹر ہمارے عقب میں چلا گیا تھا۔ اُس کی آواز سے اندازہ ہوتا تھا کہ ابھی وہ ہم سے کافی دور ہے۔ سامنے والا کھیت ہم سے زیادہ دور نہیں تھا اور اس کے گرد چوبی باڑھ موجود تھی۔ ہم ہیلی کاپٹر کی جانب سے کسی حملے کا شکار ہوئے بغیر چوبی باڑھ عبور کر کے کھیت میں داخل ہو گئے جس میں فصل لہلہا رہی تھی۔

کھیت میں داخل ہونے سے قبل میں رُک کر پلٹا۔ مقصد ہیلی کاپٹر پر نگاہ ڈالنا تھا۔ درمیانی فاصلے کے باوجود کاک پٹ میں بیٹھا ہوا پائلٹ اور اس کا ساتھی صاف نظر آ رہا تھا۔ پائلٹ کا ساتھی ماؤتھ پیس مُنہ سے لگائے کچھ بول رہا تھا۔ وہ یقیناً ہمارے بارے میں رپورٹ دے رہا ہو گا اور مزید ہدایات طلب کر رہا ہو گا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے بے پروائی سے کاندھے جھٹکے اور کھیت میں داخل ہو گیا۔ زاہر پہلے ہی کھیت میں جا چکا تھا اور اُس نے کسی حد تک خود کو سنبھال لیا تھا۔ مکھیوں کے کاٹے کی سوجن موجود تھی مگر اب تکلیف میں خاصی کمی واقع ہو گئی تھی۔

"اس کھیت کو عبور کرنا اتنا مشکل نہیں ہو گا جناب۔" زاہر نے کہا۔

"ہاں، یہ فصل نہ تو زیادہ اونچی ہے اور نہ ہی اتنی گھنی ہے کہ اس کے درمیان سے گزرنا زیادہ تکلیف کا باعث ہو۔"

دفعتاً میں نے ہیلی کاپٹر کے نزدیک آنے کی آواز سُنی۔ میں رُک کر پلٹا۔ ہیلی کاپٹر بہت نیچی پرواز کرتا ہوا اور بہت تیز رفتاری سے ہماری سمت آ رہا تھا۔ "سنبھلو زاہر۔" میں نے چیخ کر کہا اور خود کو فصل میں گرا دیا۔ ہیلی کاپٹر ہم سے کچھ فاصلے سے گزرا تھا اور میں نے اپنے عقب میں اُسے کوئی چمکیلی چیز گراتے ہوئے دیکھا تھا۔ کچھ دور جا کر ہیلی کاپٹر پھر فضا میں بُلند ہو گیا۔

میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ پیدل لوگوں کی تو خیر کوئی بات نہیں تھی لیکن یہ ہیلی کاپٹر ہمارے لیے وبالِ جان بن گیا تھا۔ وہ پھر پلٹ کر ہماری طرف آ رہا تھا۔ زاہر نے اُسے واپس آتے دیکھا تو خوفزدہ لہجے میں بولا "یہ ہماری جان لیے بغیر نہیں ٹلے گا۔"

"ہوں۔" میں غرّایا اور میں نے بندوق سیدھی کر لی۔ پچھلی بار کی طرح اس بار میں نے فائر کرنے میں تاخیر نہیں کی۔ متورم ہاتھوں سے نشانہ لینا آسان نہیں تھا تاہم میں نے کوشش کی تھی کہ نشانہ خطا نہ ہونے پائے مگر میری چلائی ہوئی تینوں گولیاں اُسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اگر اُسے کوئی نقصان پہنچا ہوتا تو وہ اتنی آسانی سے بُلند نہ ہو پاتا۔ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو بُلند کر لیا تھا لیکن یہ بات یقینی تھی کہ میری چلائی ہوئی گولیوں میں سے کم از کم ایک گولی ضرور ہیلی کاپٹر کے اوپر گھومتے ہوئے پنکھے سے ٹکرائی تھی۔

پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو اوپر اُٹھا لیا تھا لیکن وہ ایک حرکت کر گزرا تھا۔ جس طرح ہمارے عقب میں اُس نے کوئی چمکیلی چیز گرائی تھی اسی طرح اب ہمارے سامنے دو چمکیلی چیزیں گرا دی تھیں۔

"یہ ہیلی کاپٹر سے کیا چیز پھینکی گئی ہے؟" زاہر نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

"جہاں تک میں اندازہ کر پایا ہوں یہ کسی قسم کے بم ہیں۔"

"اگر یہ بم ہیں تو پھٹے کیوں نہیں..... ہمیں کوئی دھماکا کیوں نہیں سُنائی دیا؟"

"اوہ!" میں نے اضطراری انداز میں کہا۔ "بھاگو زاہر! یہ فاسفورس کے بم معلوم ہوتے ہیں۔" میں نے اُس مقام سے جہاں بم پھینکے گئے تھے سفید رنگ کا گاڑھا دھواں اُٹھتے دیکھ لیا تھا۔ عقب میں ہم سے کافی فاصلے پر جنگل..... میں آگ لگی ہوئی تھی جس سے اُٹھنے والا سیاہ دھواں فضا پر چھایا ہوا تھا۔

میں اور زاہر دوڑتے ہوئے اُس کھیت سے نکل آئے اور دائیں جانب والے دوسرے کھیت میں گھُس گئے۔ اس کھیت میں دوڑنا بہت آسان ثابت ہو رہا تھا۔ اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا تو ہم نے پہلے ہی اس کھیت کا رُخ کیا ہوتا۔ ہیلی کاپٹر اب مستقلاً ہماری نگاہ میں تھا۔ میں نے ایک بار پھر اُسے پلٹتے دیکھا۔

اس بار ہیلی کاپٹر سامنے سے ہماری طرف آ رہا تھا۔ میں دوڑتے دوڑتے اچانک رُک گیا۔ پائلٹ کا ساتھی کیبن سے باہر جھکا ہوا تھا اور اُس کے ہاتھ میں ایک عجیب قسم کا ہتھیار نظر آ رہا تھا۔ میں نے بھی اپنی بندوق سنبھال لی لیکن قبل اس کے کہ میں فائر کر سکتا اُس نے فائر کر دیا۔ میں حیرت کے عالم میں منجمد سا ہو کر رہ گیا تھا۔ اس ہتھیار سے گولی کے بجائے ایک سفید رنگ کا گولہ برآمد ہوا تھا جو ہم سے کافی آگے کھیت میں گرتے گرتے چمکدار سُرخ رنگ اختیار کر چکا تھا۔

"یہ تو اس کھیت کو بھی آگ لگا رہے ہیں جناب۔" زاہر بوکھلائے ہوئے انداز میں چیخا۔

"واپس چلو زاہر۔" میں تیزی سے بولا۔ "اس کھیت سے بھی باہر نکل چلو۔"

ہم اُس کھیت سے باہر نکل آئے۔ سامنے والے کھیت میں فاسفورس سُلگنے کی سنسناہٹ سُنائی دے رہی تھی۔ جس کھیت سے ہم ابھی ابھی نکلے تھے اُس میں آگ لگ چکی تھی اور جنگل تو اب مکمل طور پر آگ کی زد میں تھا۔ شاید اُن لوگوں نے ہمیں زندہ جلا دینے کا تہیّہ کر لیا تھا۔

اگر اُنھوں نے واقعی ہمیں زندہ جلا دینے کا ارادہ کر لیا تھا تب بھی مجھے کوئی حیرت نہیں تھی۔ اُن کی کمان اولیو ہاورڈ کے ہاتھ میں تھی جس کی ہدایت کے بغیر وہ کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ اور میں اُس کی سفّاکانہ فطرت سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ ابتدا میں تو اُس نے ہمیں زندہ گرفتار کرنے کا حکم دیا ہو گا لیکن جب اُس نے دیکھا ہو گا کہ سیکڑوں غنڈوں کو استعمال کرنے کے باوجود ہم قابو میں نہیں آ رہے ہیں تو اُس نے جل کر یہ حکم جاری کر دیا ہو گا کہ ہمیں زندہ یا مُردہ جس حالت میں بھی ممکن ہو اُس کے حضور پیش کیا جائے۔

کھیت سے باہر نکل کر ہم نے اِدھر اُدھر دیکھا اور مجھے پگڈنڈی کے موڑ سے وہی تین مسلّح افراد مڑتے نظر آئے جنھیں ہم جنگل..... کے دوسری طرف چھوڑ آئے تھے۔ وہ ہمیں تلاش کرتے ہوئے یہاں تک آ گئے تھے۔ اُنھوں نے بھی ہمیں دیکھ لیا تھا۔ میں نے بڑی پھُرتی سے تین فائر کیے اور اُن میں سے دو لڑھک گئے۔ تیسرا کوئی آڑ لینے کے لیے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

"آؤ زاہر۔" میں نے کہا۔ "اب اس پگڈنڈی کے سوا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں بچا۔"

ہم نے پگڈنڈی پر دوڑنا شروع کر دیا۔ ہمارے دونوں طرف جلتے ہوئے کھیت تھے اور راستہ بالکل صاف تھا لہٰذا ہم بہت تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ذرا ہی دیر میں ہم کھیتوں کے جلتے ہوئے حصّوں سے کافی آگے نکل آئے۔ اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔

مگر نہیں . . . ہیلی کاپٹر تو بدستور موجود تھا۔ جب تک اُس کا صفایا نہ ہو جاتا ہم خود کو محفوظ نہیں قرار دے سکتے تھے۔ البتہ اب ہیلی کاپٹر ہم سے بہت دور چلا گیا تھا اور بہت فاصلے سے ہمارے گرد چکّر لگا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وقتی طور پر اُس نے تخریبی سرگرمیاں ترک کر کے صرف ہم پر نگاہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

"اب دائیں جانب والے کھیت میں گھُس چلو زاہر! زیادہ دیر کھُلے میں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔"

ہم پھر کھیت میں داخل ہو گئے۔ اس طرح ہماری رفتار میں کمی تو آئی مگر ہم کسی ناگہانی خطرے کی زد میں آنے سے محفوظ ہو گئے۔ ہمارے دائیں جانب کہیں دور سے فائروں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ یہ بے مقصد فائرنگ کیوں کی جا رہی ہے؟

ہیلی کاپٹر اب بھی ہم سے کافی فاصلے پر چکّر لگا رہا تھا۔ اگر وہ اتنے ہی فاصلے پر رہتا تو ہمیں اُس سے اس کے علاوہ اور کوئی خطرہ نہیں تھا کہ وہ ہمیں تلاش کرنے والوں کو ہماری پوزیشن سے آگاہ کرتا رہتا اور اس اسٹیج پر ہماری صحت پر اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد ہمارے دائیں جانب ہیلی کاپٹر سے آگ لگا دینے والا گولہ فائر کیا گیا اور میں فوری طور پر اس کا مقصد سمجھ گیا۔ وہ ہمیں آگ کے دائرے میں پھنسا دینا چاہتے تھے۔ اس کے بعد دوسرا گولہ پھینکا گیا تو میں نے اپنا رُخ ذرا سا بائیں جانب کر لیا۔ زاہر میری تقلید کر رہا تھا۔

اب ہم جس مقام پر پہنچ چکے تھے وہاں کھیت ختم ہو گئے تھے اور کھلیان شروع ہو گئے تھے۔ ہم کٹی ہوئی فصلوں کے درمیان دوڑ رہے تھے۔ پھر ہیلی کاپٹر ہمارے بائیں جانب آیا اور وہاں دو فائر کر دیے۔ کھلیان میں فوراً ہی آگ لگ گئی۔

ہم نے پھر دائیں جانب کا رُخ کیا مگر میں سمجھ چکا تھا کہ اب یہ کھیل زیادہ دیر جاری نہ رہ سکے گا۔ وہ لوگ پوری وادی کو آگ لگا دینے پر تُل گئے تھے۔ میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ جس سمت ہم بھاگ رہے تھے ٹھیک اس سمت میں ہم سے کوئی تیس گز کے فاصلے پر فائر کر کے ہمارے راستے میں آگ لگا دی گئی۔

اس بار میں نے اپنا رُخ تبدیل نہیں کیا اور عین اُسی جگہ کی طرف دوڑتا رہا جہاں آگ لگی تھی۔ میں نے اپنی رفتار میں انتہائی حد تک اضافہ کر دیا تھا۔ مجھے احساس تھا کہ زاہر لڑکھڑا رہا تھا اور اُس کا دم اُکھڑ رہا تھا لیکن جو کچھ میں کر رہا تھا وہ ہماری بچت کی واحد صورت تھی۔ ہم ایک بار آگ کے دائرے میں پھنس جاتے تو اس سے ہمارا نکلنا محال ہو جاتا۔

تیس گز کا فاصلہ طے کرتے کرتے آگ پوری طرح بھڑک چکی تھی۔ میں پوری طرح اس کی تپش محسوس کر رہا تھا مگر یہ عمل کرنے کا وقت تھا۔ سوچنے سمجھنے کا وقت مطلقاً نہیں تھا اور میں نے وہی کیا۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر میں نے سر جھکایا اور آگ کی دیوار کو پار کر گیا اور جب میں نے محسوس کیا کہ اب شعلوں کی تپش محسوس نہیں ہو رہی تو میں یکلخت رُک گیا۔

زاہر بڑی بدحواسی کے عالم میں دوڑ رہا تھا اور میرے بالکل پیچھے تھا۔ میرے اچانک رُکنے پر وہ پوری قوت سے مجھ سے ٹکرایا اور ہم دونوں زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ دونوں کی سانس بُری طرح اُکھڑی ہوئی تھی..... اور ہمیں اپنے زندہ بچ جانے کا یقین نہیں آ رہا تھا۔

چند منٹ تک ہم زمین پر بے سُدھ پڑے اپنی سانسیں درست کرنے کی کوشش کرتے رہے پھر زاہر نے بولنے میں پہل کی۔

"اس . . . مصیبت سے کب . . . چھٹکارا ملے گا؟" اُس کی سانس اب تک قابو میں نہیں آئی تھی اور وہ اٹک اٹک کر بول رہا تھا۔

"بہت ممکن ہے زاہر کہ یہ ہماری زندگی کا آخری سفر ہو۔ اُن لوگوں کے عزائم بہت خطرناک ہیں۔"

"آگ پھر ہماری طرف بڑھ رہی ہے۔" زاہر نے کہا۔ اُس کے لہجے سے خوف ٹپک رہا تھا۔

"ہمت کرو زاہر! ہم آخری سانس تک جدّوجہد جاری رکھیں گے۔ اُٹھو اور جلد از جلد یہاں سے زیادہ سے زیادہ دور نکلنے کی کوشش کرو۔"

زاہر اُٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا میرے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ زاہر کی حالت قابلِ رحم تھی۔ بلاشبہ اُس نے جتنی جدّوجہد کی تھی مجھے اُس سے اس حد تک توقع نہیں تھی بلکہ وہ اب بھی میرا ساتھ دے رہا تھا۔ لیکن میں اُس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا اس لیے کہ میں خود اُس وقت بے بس تھا۔

بے بس تو خیر میں کئی بار ہوا تھا۔ یہاں تک بھی ہو چکا تھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہ میرے کمرے کو اولیو ہاورڈ نے بم سے اڑا دیا تھا۔ ہر شخص کو میری موت کا یقین ہو گیا تھا لیکن میں موت کے منہ سے بچ نکلا تھا۔ اولیو ہاورڈ کے چنگل میں میں کئی بار پھنس چکا تھا لیکن اس بار میں جتنی بری طرح پھنسا تھا اس کا تو میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ بے بسی سی بے بسی تھی . . . ہم اولیو ہاورڈ کے آدمیوں کے ہاتھ نہیں لگ پا رہے تھے مگر اُن سے بچ کر نکل بھی نہیں پا رہے تھے اور چار روز کی جدّوجہد کے بعد اس نوبت کو پہنچ گئے تھے کہ اُن کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ گئے تھے۔

"رفتار بڑھاؤ زاہر! ہم ذرا سی کوتاہی کے بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔" میں نے زاہر سے کہا جس کی رفتار سست پڑنے لگی تھی۔

"کوشش تو کر رہا ہوں جناب۔" زاہر نے ہانپتے ہوئے کہا۔ اُس کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

"موت ہمارے تعاقب میں ہے دوست۔" میں نے اُسے اُکسایا۔ "ذرا ہمّت ہاری اور موت نے دبوچا۔"

میرے الفاظ زاہر پر اثرانداز ہوئے اور اُس نے نسبتاً تیز رفتاری سے دوڑنا شروع کر دیا۔ اُس وقت خود میرا اپنا عالم یہ تھا کہ پورا جسم کسی پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا مگر میں دوڑتے رہنے پر مجبور تھا۔ نہ صرف خود مجبور تھا بلکہ زاہر کو بھی اپنے ساتھ رکھنے پر مجبور تھا۔

ہم کئی منٹ تک لگاتار دوڑتے رہے۔ حشر یہ ہو گیا کہ مجھے سانس لینے میں بھی دقت محسوس ہونے لگی۔ کوئی شخص آخر کتنی مشقت کر سکتا ہے۔ کہیں نہ کہیں تو ہر ایک کی قوتِ برداشت کی انتہا ہوتی ہے۔ فرق اگر ہوتا ہے تو قوتِ ارادی کا ہوتا ہے۔ میرے اندازے کے مطابق زاہر کی قوتِ برداشت بہت پہلے جواب دے چکی تھی۔ بس وہ اپنی قوتِ ارادی کے بل پر میرا ساتھ دیے جا رہا تھا۔

خود میری قوتیں بھی جواب دے چکی تھیں اور میں نے بھی قوتِ ارادی کا سہارا لے لیا تھا۔ قوتِ ارادی جو کسی شخص کی آخری پونجی ہوتی ہے۔ ہم نے اپنی یہ آخری پونجی بھی داؤ پر لگا دی تھی اور اب نتیجے کا انتظار تھا۔ معلوم نہیں نتیجہ برآمد ہونے میں کتنا وقت باقی رہ گیا تھا؟

بالآخر میں رُک گیا اور زاہر رُکنے کے بجائے ڈھے گیا۔ بس وہ دوڑتے دوڑتے گرا تھا اور ایک طرف لڑھک کر بے سُدھ ہو گیا تھا۔ میں بے اختیار اُس کی طرف جھپٹا اور جھک کر اُسے دیکھنے لگا۔ تشویش کی کوئی بات نہیں تھی۔ اُس کی آنکھیں ضرور بند تھیں مگر نبض چل رہی تھی۔

اُس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں خود بھی اس کے نزدیک لیٹ گیا۔ ذرا سا وقت ملا تھا اس میں آرام کرنا ضروری تھا ورنہ بعد میں اُن کے کسی نئے حربے کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جاتا۔ ہیلی کاپٹر فضا میں بدستور پرواز کر رہا تھا اور ہم سے بہت دور تھا۔ پائلٹ اور اس کا ساتھی مل کر کوئی نیا منصوبہ تیار کر رہے ہوں گے یا پھر ممکن ہے اولیو ہاورڈ سے مزید ہدایات لے رہے ہوں۔

ہیلی کاپٹر چونکہ بہت دور تھا اور ہماری تلاش میں پیدل آنے والے بھی نہ صرف بہت دور تھے بلکہ اب تو جگہ جگہ آگ بھی بھڑک رہی تھی لہٰذا اُن کا ہم تک پہنچنا آسان نہیں تھا اس لیے ہم دیر تک آرام کر سکتے تھے۔ میں ہیلی کاپٹر پر نظریں جمائے لیٹا رہا۔

جب بھی ذرا سا موقع ملتا تھا مجھے تہذیب کا خیال آ جاتا تھا۔ تہذیب کے ساتھ ہی بُڈ کا خیال آنا بھی لازمی تھا۔ میرے اور زاہر کے اچانک غائب ہو جانے پر دونوں ہی بے حد پریشان ہوئے ہوں گے۔ انھوں نے ہمیں تلاش بھی کیا ہو گا۔ لیکن وہ ہمارا سُراغ کیسے لگا سکتے تھے۔ ہمیں تو خود اپنے بارے میں علم نہیں تھا کہ ہم کہاں ہیں۔ تہذیب اور بُڈ کے بارے میں سوچ کر تسلّی ہو جاتی تھی کہ وہ دونوں ہی اپنی حفاظت خود کر سکتے ہیں اور کسی طرح بھی میرے محتاج نہیں ہیں۔

میں نے ہیلی کاپٹر سے نظریں ہٹائیں اور اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگا جو ڈبل روٹی کی طرح پھول گئے تھے۔ یہ شہد کی مکھیوں کے کاٹنے کا اعجاز تھا۔ زاہر کے چہرے اور ہاتھوں کا بھی یہی حال ہو رہا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ چوبیس گھنٹے سے قبل یہ ورم نہیں اُتر سکتا ــــ اب چہرے اور ہاتھوں میں کوئی خاص تکلیف باقی نہیں رہ گئی تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ دیگر تکالیف اس سے کہیں بڑھ کر تھیں۔

آسمان دھوئیں سے کالا ہو رہا تھا اور ہمارے عقب میں وادی کا کافی حصّہ آگ کی لپیٹ میں تھا۔ ہم نے کافی آرام کر لیا تھا اس لیے میں نے روانگی کا ارادہ کیا اور اُٹھ بیٹھا۔ زاہر ابھی بے سُدھ پڑا تھا مگر اب اس کے دل کی دھڑکنیں معمول پر آ چکی تھیں۔ اُسی وقت میری نظر ہیلی کاپٹر پر پڑی جو ہم سے بہت دور اُس سمت میں تھا جس طرف ہم جا رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر سے دوبارہ آگ لگا دینے والے بم پھینکے گئے اور ہمارے سامنے بھی آگ بھڑک اُٹھی۔ عقبی حصّہ پہلے ہی جل رہا تھا۔ میں نے بوکھلا کر زاہر کو جھنجوڑ ڈالا۔ بوکھلانے کی وجہ درمیانی فاصلہ تھا جو اتنا زیادہ تھا کہ ہم چاہے جتنی بھی تیز رفتاری کا مظاہرہ کر لیتے وہاں تک پہنچتے پہنچتے آگ کی چادر اتنی دبیز ہو چکی ہوتی کہ اُسے عبور کرنے کی کوشش میں ہم جل کر بھسم ہو جاتے۔

میں نے کسی نہ کسی طرح زاہر کو کھینچ کھانچ کر اُٹھایا اور اُسے تازہ صورتِ حال بتائی۔ جان کے خوف نے اُس کی سا[ری] سُستی کافور کر دی اور وہ برق سُرعت سے اُٹھ بیٹھا لیکن سوال یہ تھا کہ ہم کس طرف جائیں؟ آگے اور پیچھے کے راستے تو بند ہو چکے تھے اور اب ہم دائیں یا بائیں میں سے کسی سمت جا سکتے تھے۔ زاہر پر مجھ سے بھی زیادہ بوکھلاہٹ مُسلط تھی۔ اُس نے دائیں جانب بڑھنے کے لیے قدم اُٹھایا ہی تھا کہ میں نے اُسے بازو سے پکڑ لیا۔

"ٹھہر جاؤ زاہر۔" میں نے کہا۔ "اس طرف جانا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"جلدی فیصلہ کیجیے جناب۔" زاہر نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہمیں دائیں یا بائیں سمت میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے۔"

"وہ ہمیں چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں زاہر! پہلے یہ دیکھ لو کہ اب وہ کس سمت میں آگ لگائیں گے۔ جس سمت میں بھی انھوں نے آگ لگائی ہم اُس کی مخالف سمت کا رُخ کریں گے۔"

اسی اثنا میں سمت کا تعیّن ہو گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر نے دائیں سمت کا رُخ کیا تھا اور دور بہت فاصلے پر کٹی ہوئی فصلوں کے ڈھیر کو آگ لگا دی تھی۔ ہمارے لیے سمت کا تعیّن ہو چکا تھا چنانچہ ہم نے چوتھی سمت یعنی اپنے بائیں جانب دوڑ لگا دی۔ وقت بہت کم تھا۔ ہمیں معلوم تھا کہ اب چونکہ وہ لوگ ہمارے راستے مسدود کر دینے پر تُل گئے ہیں اس لیے اب وہ اُسی سمت آگ لگائیں گے جدھر ہم دوڑ رہے ہیں۔ ہمارے تین اطراف موت کے شعلے لپک رہے تھے۔ چوتھی سمت کے سوا جس طرف بھی نگاہ اُٹھتی تھی آگ ہی آگ تھی۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ احساس موجود تھا کہ آگ کا رُخ دریا کی طرف ہے۔ ہم بھی دریا کی طرف ہی بڑھ رہے تھے لیکن اُن بدبختوں نے سامنے آگ لگا کر ہمیں اپنا راستہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا تھا تاہم چونکہ آگ دریا کی طرف بڑھ رہی تھی اس لیے اُس سمت کی آگ ہماری طرف آنے کے بجائے ہم سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے ان سب باتوں کا احساس تھا لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس چیز کو اپنے حق میں کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہم اُس طرف والی آگ کا تعاقب کرتے تو بلاشبہ ہم محفوظ طریقے سے دریا تک پہنچ سکتے تھے لیکن عقب سے جو آگ ہماری سمت پھیلتی چلی آ رہی تھی اُس کا کیا علاج تھا۔ ہم سامنے والی آگ سے بچ جاتے تو عقبی شعلوں کی زد میں آ کر بھسم ہو جاتے۔

اب تو ہماری اُمیدوں کا موہوم سا مرکز صرف وہ حصّہ رہ گیا تھا جو ابھی تک محفوظ تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ لوگ اُسے بھی نہیں چھوڑیں گے اور ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں یہ خوفناک خدشہ کسی بھیانک عفریت کی طرح حقیقت کا روپ دھار کر ہمارے سامنے آ گیا۔ ہیلی کاپٹر ہم سے بہت اوپر پرواز کرتا ہوا اُس سمت بڑھا تھا اور پھر ہم نے اُسے چار فائر کرتے دیکھا۔ ہمارے سامنے چار مختلف مقامات پر آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے [...] پچھلی بار ہماری کارکردگی کو مدِّنظر رکھتے ہوئے انھوں نے اس بار فاصلے کا خاص خیال رکھا تھا۔ لاکھ کوشش کرنے کے باوجود ہم آگ کے پوری طرح بھڑکنے سے قبل وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

میں اچانک رُک کر زاہر کی طرف پلٹا جو مجھ سے خاص[ا] پیچھے رہ گیا تھا۔ "پوری قوت سے دوڑو زاہر۔" میں نے چیخ [کر] کہا۔ "ہمیں آگ کی اس دیوار سے گزرنا ہے۔"

اب بھی ایک اُمید باقی تھی۔ فصلوں کے ڈھیر بتدر[یج] آگ پکڑ رہے تھے۔ اگر ہم بہت زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کر[تے] ہوئے وہاں تک پہنچ جاتے تو امکان تھا کہ آگ کے شعلے [...] ضرور ہو چکے ہوں گے لیکن آگ کی چادر کی چوڑائی اتنی کم ہو[...] کہ ہم کم سے کم نقصان کے عوض اُس میں سے گزر سکتے تھے۔

مجھے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ میرا اندازہ درست نہیں تھ[ا] ہم اتنا تیز نہیں دوڑ سکتے تھے کہ آگ پھیلنے سے قبل وہاں تک پہنچ جاتے۔ اس کے علاوہ جس سمت میں ہم دوڑ رہے تھے وہاں ہیلی کاپٹر سے مزید فائر کیے گئے تھے۔ گویا انھو[ں] نے آگ کی دیوار دُہری کر دی تھی۔ اب اس دیوار کو عبور کر[نے] کی کوشش خودکشی کرنے کے مترادف ہوتی۔

میں نے فوری طور پر ایک فیصلہ کیا اور اپنا رُخ تبدیل کر[...] میں نے قدرے دائیں جانب دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ اب [...] اُسی سمت میں دوڑ رہے تھے جس طرف ہمارے بائیں جانب لگی ہوئی آگ پھیل رہی تھی۔ یہ آگ بڑھتے بڑھتے بالآخر د[...] کی سمت والی آگ سے جا ملتی اور ہمارے راستے مسدود ہو ج[اتے] آگ چونکہ ابھی پھیل رہی تھی لہٰذا امکان تھا کہ ہم دونوں سمت[وں] کی آگ کے ملاپ سے قبل ہی اس مقام سے گزر جائیں ج[و] بائیں جانب والی آگ کے انتہائی سرے پر واقع تھا اور د[...] بھی اسی طرف واقع تھا۔

میری یہ اُمید بھی خاک میں مل گئی۔ ہم ابھی کافی دور تھے [...] ہمارے بائیں جانب لگی ہوئی آگ پھیلتی ہوئی سامنے والی آگ سے جا ملی اور اب اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ کچھ دیر قبل دونوں طرف کی یہ آگ الگ الگ تھی۔ اب تو وہاں شعلے ہی شعل[ے] تھے اور آگ کی دبیز دیوار تھی۔

میں مایوس ہو کر رُک گیا لیکن میں نے چاروں طرف گھو[م] کر یہ جائزہ ضرور لیا تھا کہ شاید کہیں کوئی ایسی جگہ نظر آ جائے جہا[ں]

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے باہر نکلنے کا راستہ مل جائے مگر ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آئی۔ زاہر نے بھی ہراساں انداز میں چاروں طرف نظریں دوڑائی تھیں۔

عقبی سمت سے لگی ہوئی آگ ہماری طرف بڑھتی چلی آرہی تھی۔ اس کی رفتار خطرناک حد تک تیز تھی۔ دس منٹ بعد نہ سہی تو بیس منٹ بعد وہ ہم تک ضرور پہنچ جاتی۔

ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا ہمارے سروں پر معلق ہوگیا۔ گویا وہ ہمارے اعترافِ شکست کا انتظار کر رہے تھے۔

دھواں ہمارے سروں کے اوپر سے گزر رہا تھا اور ہمیں تپش بھی محسوس ہو رہی تھی لیکن کمال کی بات یہ تھی کہ تپش ناگوار نہیں گزر رہی تھی حالانکہ سورج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اور ہمارے کپڑے پسینے سے تربتر ہو رہے تھے۔

میں نے نگاہ اُٹھا کر ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھا۔ وہ معلق تھا اور بلندی اتنی تھی کہ ہمارے کسی اقدام سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ کیا ہم اعترافِ شکست کر لیں... یا نہ کریں؟ اگر ہم اعترافِ شکست کر لیتے تو اس کا مطلب یہی ہوتا کہ ہم اپنا تشخص کھو بیٹھے ہیں۔ اولیو ہارڈ کا منشا بھی یہی تھا کہ میں اعترافِ شکست کروں۔

چونکہ اس وقت زاہر بھی میرے ہمراہ تھا اور میں محض اپنی انا کی خاطر اُس کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا لہٰذا میں نے اُس سے مشورہ کرنا ضروری خیال کیا۔ اُس کی زندگی بچانے کی خاطر مجھے یہ ذلت بھی گوارا تھی کہ میں اپنے بدترین دشمن اولیو ہارڈ کے روبرو اپنی شکست کا اعتراف کروں۔

میں زاہر کی طرف مڑا۔ وہ انتہائی سراسیمگی کے عالم میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ "سنو زاہر!" میں نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے کہا۔ "وہ ہمارے جواب کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا کیا جائے؟"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا!" زاہر نے پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ اُس کی نظریں اب بھی چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔

"اگر ہم ہتھیار پھینک دیں تو ہماری مصیبتوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں مجھے تمھاری رائے درکار ہے۔"

زاہر نے چونک کر مجھے دیکھا۔ اب اُس کی تمام تر توجہ مجھ پر مرکوز تھی۔ "آپ کا کیا خیال ہے؟"

"اسے چھوڑو کہ میرا کیا خیال ہے۔ مجھے تو تم اپنی رائے بتاؤ۔ اس لیے کہ ہم دونوں کی جانیں برابر سے خطرے میں ہیں۔"

"آپ کچھ بھی کہیں لیکن میں آپ کا خیال جانے بغیر اپنی رائے نہیں دوں گا۔"

"میرا خیال یہ ہے کہ،" میں نے بڑی آہستگی سے کہا۔ "ہتھیار نہ پھینکے جائیں لیکن..."

"آپ نے مجھے کیا سمجھا ہے جناب!" زاہر نے میری بات کاٹ کے کہا۔ وہ تن کر کھڑا ہوگیا تھا اور اُس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ "اگر مجھے دس بار بھی جلنا پڑے تب بھی میں کسی یہودی کُتّے کے سامنے ہتھیار پھینکنے کا خیال دل میں نہیں لاسکتا۔" اُس نے نفرت سے زمین پر تھوک دیا۔

میں نے آگے بڑھ کر زاہر کو گلے لگا لیا۔ "مجھے تم پر فخر ہے میرے دوست، میرے بھائی!"

"لیکن مجھے آپ سے شکوہ ہے۔" زاہر روٹھے ہوئے انداز میں بولا۔ "آپ نے یہ فیصلہ خود ہی کیوں نہ کر لیا۔ مجھ سے کیوں پوچھا؟"

"اچھا مجھ سے غلطی ہوگئی۔ مجھے معاف کر دو۔" میں نے اس کے گال تھپتھپا کر کہا۔ "کیا تم اپنے بڑے بھائی کو معاف نہیں کرو گے؟"

"مجھے شرمندہ مت کیجیے جناب! آپ ہمارے لیے بہت محترم ہستی ہیں۔ پوری عرب قوم آپ پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔ مجھے احساس ہے کہ عربوں کی حمیت جواب دے چکی ہے تبھی اسرائیل ہمارے درمیان اپنے قدم جما سکا ہے۔ عربوں کی اس بے حسی کی داستانیں پوری دُنیا میں زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ میں بھی عرب ہوں نا۔ اسی لیے آپ نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو زاہر! میں نے یہ بات محض اس خیال سے پوچھی تھی کہ ہر شخص کو اپنی جان بچانے کا پورا حق ہے..."

"اوہ! تو آپ نے میری ظاہری حالت دیکھ کر یہ سمجھا تھا کہ میں اپنی جان بچانے کے لیے..."

"غلط مت سمجھو زاہر! اگر تم بہت اچھی حالت میں ہوتے اور ہم ایسی کسی صورتِ حال میں پھنس جاتے تب بھی میں تمھاری رائے ضرور لیتا۔ تمھاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اُس کی رائے بھی لیتا۔"

"ٹھیک ہے جناب! لیکن آپ وعدہ کیجیے کہ آئندہ ایسی کوئی بات نہیں کریں گے۔" زاہر نے جذباتی انداز میں کہا۔

"اچھا بھئی وعدہ۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اور یہ اعلانِ جنگ۔"

میں نے بندوق اُٹھائی اور ہیلی کاپٹر کی طرف رُخ کر کے لگاتار تین فائر کر دیے۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں جناب!" زاہر نے بوکھلا کر کہا۔ "میگزین بہت قیمتی ہے۔"

"انھیں جواب دے رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "رہی میگزین قیمتی ہونے کی بات تو جب ہم ہی نہیں ہوں گے تو کیا میگزین اور کیا اُس کی قیمت!"

میرے فائروں کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر چند فٹ اوپر اُٹھا تھا اور اس کے بعد پھر معلق ہوگیا تھا۔ میرا جواب ملنے کے بعد بھی انھیں اُمید تھی۔

"اچھا نفسیاتی حربہ ہے۔" زاہر نے دلچسپی سے ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، انھیں اُمید ہے کہ جب آگ ہم سے نزدیک آئے گی تو ہم اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"اگر وہ یہ سوچ رہے ہیں تو اُن سے بڑھ کر احمق کوئی نہیں ہوسکتا۔"

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟" میں نے تشویش سے کہا۔ "یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے تو نہیں بیٹھے رہ سکتے۔"

"میں کیا بتاؤں جناب! میں تو خود بے حد پریشان ہوں۔ اس مصیبت سے نکلنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آرہی۔"

"ذہن پر زور دو زاہر! حواس قابو میں رکھو۔ شاید تمھیں ہی کوئی تدبیر سوجھ جائے۔"

"میرا دماغ اس کے علاوہ کوئی اور کام نہیں کر رہا ہے کہ اب تو کوئی معجزہ ہی ہمیں بچا سکتا ہے۔"

"معجزہ رونما ہو یا نہ ہو، ہمیں آگ کی دیوار عبور کرنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر تو کرنی ہوگی۔"

"ایک ہی صورت ممکن ہوسکتی ہے جناب! اور وہ یہ کہ ہم سامنے کی طرف بڑھیں۔"

"ہوں۔" میں نے پُرتفکر انداز میں کہا۔ "چلو، ممکن ہے کہیں کوئی راستہ مل ہی جائے۔"

ہم نے آگ کی سامنے والی دیوار کی سمت بڑھنا شروع کر دیا جو مخالف سمت میں بڑھ رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر کو ہم نے نظر انداز کر دیا تھا۔ عقب میں اور دیگر اطراف میں آگ کے شعلے زناٹے دار آوازیں پیدا کر رہے تھے۔ یہ آوازیں اس قدر بلند تھیں کہ اُن میں ہیلی کاپٹر تک کی آواز دب کر رہ گئی تھی۔

زاہر میرے پیچھے تھا۔ میں نے پلٹ کر اُس کی طرف دیکھا۔ اُس کی رفتار اس لیے کم رہ گئی تھی کہ وہ خوفزدہ انداز میں چاروں طرف بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں کو دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ وہ بہت خوفناک منظر تھا۔ آگ کے شعلوں کی بلندی تیس فٹ سے تو کیا کم رہی ہوگی اور آگ کی تیس فٹ بلند یہ دیوار مہیب انداز میں ہماری طرف بڑھتی چلی آرہی تھی۔ یہی غنیمت تھا کہ درمیان والے حصّے میں اس کے آگے بڑھنے کی رفتار قدرے سُست تھی اور اس کی بہ نسبت اس کے سرے والے حصّے زیادہ تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ اگر ہم اس آگ کی لپیٹ میں آجاتے، جس کے امکانات بہت زیادہ تھے، تو ہم ایک کرب ناک اور لرزہ خیز موت سے ہم کنار ہو جاتے۔

ہم اس مقام تک پہنچ گئے جہاں سے سامنے والی آگ شروع ہوئی تھی۔ آگ کافی آگے بڑھ چکی تھی اور وہاں اب راکھ اور چنگاریاں اُڑ رہی تھیں لیکن اُن سے خارج ہونے والی حرارت بھی کم نہیں تھی اور مستقل تھی۔ دھوئیں اور حرارت کی وجہ سے ہمارے لیے سانس لینا بھی دوبھر ہوگیا تھا اور ہر ہر سانس کھینچنے کے لیے ہمیں جدوجہد کرنا پڑ رہی تھی۔ ہمارے جسموں کے ہر مسام سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔ پسینہ تو خیر پہلے بھی بہہ رہا تھا لیکن اب تو بہتے ہوئے پسینے پر پانی کا گمان ہونے لگا تھا۔

ہیلی کاپٹر ہمارا تعاقب کرتا ہوا وہاں تک آگیا تھا۔ کبھی وہ نیچے آجاتا تھا اور کبھی اوپر چلا جاتا تھا۔ بلندی کم اور زیادہ کرنے سے پائلٹ ہمیں یہ باور کرانا چاہ رہا تھا کہ وقت کم رہ گیا ہے اور اگر ہم نے ہتھیار ڈال دیے تب بھی انھیں ہیلی کاپٹر وادی میں اُتارنے اور ہمیں یہاں سے نکالنے میں کچھ نہ کچھ وقت تو لگے گا ہی۔ لہٰذا ہمیں جلد از جلد کوئی فیصلہ کر لینا چاہیے۔

اُن لوگوں کا یہ خیال قطعی احمقانہ اور بے ہودہ تھا کہ ہم شکست قبول کر لیں گے۔ اُنھیں اندازہ ہوجانا چاہیے تھا کہ ہم اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جو شکست قبول کر لیتے ہیں۔ اس بات کا اعلان میں اس پر فائر کر کے بھی کر چکا تھا لیکن بات اُن کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

ہیلی کاپٹر ہم سے کافی...... بلندی پر معلق تھا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر پائلٹ کی طرف لہرایا جیسے بائی بائی یا ٹاٹا کہتے وقت ہاتھ لہراتے ہیں اور خاکستر زمین پر قدم رکھ دیا۔ پائلٹ نے بھی جواباً ہاتھ لہرایا تھا۔ زمین بے حد گرم تھی اور جابجا اب بھی چنگاریاں باقی رہ گئی تھیں۔ میں پھونک پھونک کر قدم رکھتا چنگاریوں سے بچتا بچاتا آگے بڑھنے لگا۔

سوختہ زمین پر کچھ آگے بڑھنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ زاہر میرے عقب میں نہیں آرہا ہے۔ میں رُک کر پلٹا۔ میرا خیال درست تھا۔ زاہر نے سوختہ حصے پر قدم نہیں رکھا تھا اور نہ ہی اُس کا ایسا کوئی ارادہ نظر آرہا تھا۔ وہ میری طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔ اُس کی نظریں مجھ سے قدرے بائیں جانب ہٹ کر آگ کی دیوار پر جمی ہوئی تھیں۔

"کیا بات ہے زاہر؟" میں نے بلند آواز میں کہا۔ "تم وہاں کیوں رُک گئے؟"

زاہر نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بڑی بے صبری سے ہاتھ ہلانے لگا۔ "یہاں آئیے جناب، یہاں آئیے۔"

اُس کے انداز میں کوئی خاص بات تھی۔ مجھے واپس پلٹنا پڑا۔ زاہر کے نزدیک پہنچ کر میں نے سوالیہ نظروں سے اسے گھورا۔

"وہ... اُس سمت دیکھیے جناب!" اُس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ "مجھے کچھ پرندے اُڑتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے زاہر کی دماغی صحت پر شبہ ہونے لگا تاہم میں نے اُس سمت دیکھا جدھر اُس نے اشارہ کیا تھا. فضا میں گہرا دُھواں چھایا ہوا تھا جس کے پار کچھ دیکھنا ممکن ہی نہیں تھا۔

"تمھیں پرندے اُڑتے نظر آ رہے ہیں اور میرے خیال میں اتنے گہرے دُھویں کے پار تو ہاتھی بھی نظر نہیں آ سکتا۔"

"مَیں . . . مَیں ٹھیک کہہ رہا ہوں جناب۔" زاہر نے ہکلا کر کہا۔ "مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔"

"ظاہر ہے اپنی ہی آنکھوں سے دیکھے ہوں گے میری آنکھوں سے تو دیکھنے سے رہے۔"

"آپ . . . آپ شاید یہ سمجھ رہے ہیں کہ مَیں غلط بیانی سے کام لے رہا ہوں۔" زاہر نے بجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"مَیں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم نے غلط بیانی کی ہے میں تو کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"کیا سوچ رہے ہیں جناب؟"

"مَیں اس بات پر غور کر رہا ہوں کہ جس مقام پر تم نے پرندے اُڑتے دیکھے تھے صرف وہیں اتنا گہرا دُھواں کیوں ہے اس کے علاوہ کہیں بھی اس قدر کالا دُھواں نہیں ہے۔"

"اوہ!" زاہر مضطربانہ انداز میں بولا۔ "آپ نے بڑی عجیب چیز نوٹ کی ہے جناب۔"

"تمھیں معلوم ہے زاہر کہ آگ میں سے اتنا کثیف دُھواں کب اُٹھتا ہے؟" مَیں نے زاہر کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔" زاہر نے بلا توقف جواب دیا۔ "جلنے والی چیز جس قدر کثیف ہو گی دُھواں بھی اتنا ہی کثیف اُٹھے گا۔"

"ٹھیک ہے، اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے۔ جب آگ بجھنے لگتی ہے تو اس وقت بھی دُھویں کی کثافت بڑھ جاتی ہے۔"

زاہر اُچھل پڑا۔ "اِس پہلو پر تو مَیں نے غور ہی نہیں کیا تھا۔ اس کا مطلب ہوا کہ . . ."

"ہاں زاہر، بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر آگ بجھنے کے قریب ہے۔"

"اور پرندوں کا مطلب یہ ہوا کہ آگ کے پار دریا بھی موجود ہے۔"

"ممکن ہے۔" مَیں بڑبڑایا۔ "لیکن یہ ضروری بھی نہیں ہے یا پھر شاید اُدھر دریا ہی ہو۔"

"تو آپ سوچ کیا رہے ہیں جناب! ہمیں جلدی کچھ کرنا چاہیے آگ نزدیک آتی جا رہی ہے۔"

"تم خود ہی بتاؤ کیا کریں؟ کیا آگ کے اُس طوفان سے گزرنے کی کوشش کریں؟"

"یہ کوشش تو ہمیں کرنی ہی پڑے گی ورنہ عقب سے آنے والی آگ ہمیں بھسم کر دے گی۔"

"اور اگر ہم آگ سے گزرتے ہوئے اپنے حواس کھو بیٹھے تو؟"

"جو کچھ کرنا ہے جلدی کیجیے جناب! ہر گزرتا ہوا لمحہ ہمارے مسائل میں اضافہ کر رہا ہے۔"

"کوئی قدم اٹھانے سے پہلے خوب اچھی طرح غور کر لو زاہر! کہیں ایسا نہ ہو بعد میں پچھتانا پڑے۔"

"غور کرنے کا وقت کہاں ہے جناب!" زاہر نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "جلدی بتائیے کیا کرنا ہے؟"

"مَیں یوں تو تمھاری اس رائے سے متفق ہوں کہ آگ سے گزرنے کے لیے یہ مقام بہترین ہے لیکن . . ."

"معاف کیجیے گا جناب! آپ تو یُوں گفتگو کر رہے ہیں جیسے ہمارے پاس وقت ہی وقت ہو۔"

"ہمارے پاس محض چند منٹ ہیں اور انھی چند منٹ کے دوران ہمیں سب کچھ کرنا ہے۔"

"تو پھر آپ آگے کیوں نہیں بڑھتے؟ یہاں کھڑے باتیں کیوں کیے جا رہے ہیں۔" زاہر نے کہا۔ اُس کا اضطراب بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

"کیا تم پانچ دن کی اس مسلسل بھاگ دوڑ سے تنگ نہیں آ گئے ہو؟"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟" زاہر چیخ پڑا۔ "اگر آپ نہ چ[ـلے] تو مَیں اکیلا ہی آگ عبور کرنے کی کوشش کر گزروں گا۔"

"اوپر دیکھو زاہر!" مَیں نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "ہم اگ[ـر آگ] عبور کر بھی گئے تو ہیلی کاپٹر پھر بھی ہمارے سروں پر مسلط رہے گ[ـا]۔"

"تو کیا ہم صرف اِس لیے کوئی جدوجہد کیے بغیر خود کو [...] کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں کہ ہماری خود کو بچانے کی کوئی کوش[ـش] اُن کی نظروں میں آ جائے گی؟" زاہر نے جھنجلا کر کہا۔

"ابھی تپش اتنی نہیں بڑھی کہ ہم برداشت نہ کر سکیں۔ ذرا سا صبر اور کر لو۔ دُھواں بڑھتا جا رہا ہے۔ مجھے یقین ہے چند منٹ کے اندر اندر ہم پائلٹ کی نظروں سے اوجھل ہو جا[ئیں گے]۔ اُس وقت ہم اپنی کوئی کوشش شروع کر دیں گے۔ فرض کر[و] ابھی ہم دوسری طرف پہنچ گئے تو ممکن ہے وہ جھنجلا کر ہم [پر] فائرنگ شروع کر دیں اور ہمارا قصّہ ہی تمام ہو جائے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب! لیکن شاید چند منٹ بعد ہم اس قابل ہی نہ رہیں کہ آگ کو عبور کرنے کی سخت جدوجہد کر سکیں۔"

"پھر بھی ہمیں اُس وقت تک تو انتظار کرنا چاہیے جب تک کہ تپش ناقابلِ برداشت نہ ہو جائے۔"

زاہر نے اثبات میں سر ہلایا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس وقت بھی ہمیں سخت آنچ محسوس ہو رہی تھی۔ ہمارے چاروں طرف شعلوں کے زناٹے گونج رہے تھے اور لکڑیوں اور پتھروں کے چٹخنے کی آوازیں بڑے تسلسل کے ساتھ سنائی دے رہی تھیں۔ پسینہ بہنے کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ جیسے کسی نے ہمارے سروں پر پانی کی بھری ہوئی بالٹی اُلٹ دی ہو۔

ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ تپش بڑھ رہی تھی اور ہمارے گرد دُھویں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ شاید اب اوپر بھی آنچ پہنچنے لگی تھی۔ اسی لیے ہیلی کاپٹر اور اوپر اُٹھ گیا تھا۔ بڑھتے ہوئے دُھویں کے ساتھ ہمیں بار بار کھانسی آ رہی تھی۔ آگ کی تپش سے اب ہمیں اپنی جلد جھلستی ہوئی سی محسوس ہونے لگی تھی۔

"اب کتنا انتظار کریں گے جناب؟" زاہر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اب تو دم بھی گھٹنے لگا ہے۔"

"بس اب ہم عمل شروع کر دیں گے زاہر! آگ کو اس مقام سے عبور کرنے کے دوران تم آگے رہو گے اور مَیں تمھارے پیچھے آؤں گا۔"

زاہر نے فوراً ہی آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر مَیں نے اُس کا بازو پکڑ کر اُسے روک لیا۔

"سنو زاہر! جلد بازی کھیل بگاڑ دے گی۔ آگ کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہمیں اپنی زندگی کی سب سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنا ہو گا۔ ایک لمحے کا فرق بھی ہمیں جھلسا کر رکھ دے گا اور اگر آگ عبور کرنے کے دوران کسی بھی لمحے آگ ہم پر اثر انداز ہو گئی تو پھر ہماری لاشیں تک ناقابلِ شناخت ہو جائیں گی۔"

"مجھے معلوم ہے جناب! اور مَیں آگ عبور کرنے کے دوران ہر ممکن تیز رفتاری کا مظاہرہ کروں گا۔"

"آگ کی حدود میں قدم رکھنے سے ایک آدھ سیکنڈ پیشتر ہی خوب گہری سانس لے کر اپنے پھیپھڑے آکسیجن سے اچھی طرح بھر لینا۔ اگر آگ کے درمیان کہیں سانس لینے کی کوشش کی تو مہلک کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس حواس معطل کر کے رکھ دے گی۔"

"مَیں سمجھ گیا جناب۔" زاہر نے بے صبری سے اپنا بازو مجھ سے چھڑانے کی کوشش کی۔ "مجھے چھوڑیے تاکہ مَیں آگے چلوں۔"

مَیں نے زاہر کا بازو چھوڑا تو وہ تیر کی طرح آگ کی طرف لپکا۔ مَیں اپنا سوٹ کیس اور بندوق اُٹھا کر اُس کے پیچھے دوڑ پڑا۔ دُھواں اتنا گہرا ہو گیا تھا کہ اگر زاہر مجھ سے ذرا دور اور نکل جاتا تو مَیں اُسے ہی نہ دیکھ پاتا۔ ایسے میں ہیلی کاپٹر سے ہمارا دیکھ لیا جانا قطعی ناممکن تھا۔

آگ کی جس دیوار کو ہم عبور کرنے جا رہے تھے وہ بائیں جانب والی دیوار تھی اور چونکہ آگ دریا کی طرف بڑھ رہی تھی اس لیے وہاں چوڑائی زیادہ ہونے کا امکان نہیں تھا۔ میرے اندازے کے مطابق وہاں آگ کی چوڑائی پچیس فٹ کے قریب رہی ہو گی، ممکن ہے زیادہ بھی ہو۔

کچھ دیر ہم سوختہ زمین پر دوڑتے رہے۔ شدید دُھویں کی وجہ سے آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا، ایک ایک سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا اور دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ سوختہ زمین گرم تھی اور اب بھی جگہ جگہ سلگتی ہوئی چنگاریاں موجود تھیں۔ چاروں طرف روشن آگ کی تپش، آگ اُگلتے ہوئے سورج کی تمازت اور پیروں تلے گرم زمین کے علاوہ دوڑنے کی مشقت نے ہمارے جسموں سے بہنے والے پسینے کی رفتار مزید بڑھا دی تھی۔ پسینہ اس قدر بہہ رہا تھا کہ اب تو ہمارے لباسوں سے بھی ٹپکنے لگا تھا۔

میری ہدایت کے مطابق آگ کے شعلوں میں داخل ہونے سے قبل زاہر رُک گیا۔ وہ آگ سے کوئی بیس فٹ کے فاصلے پر رُکا تھا۔ اُس نے وہاں رُک کر اپنے حواس مجتمع کیے۔ گہری سانسیں لیں اور اس کے بعد اس طرح دوڑ لگا دی جیسے سو میٹر کی دوڑ میں حصّہ لینے والے ایتھلیٹ دوڑتے ہیں۔

مَیں زاہر سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ اُسے آگے رکھنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ اگر اُس سے کوئی غلطی سرزد ہوتے دیکھوں تو اُسے ٹوک دوں یا آگ کا پُرخطر طوفان عبور کرتے وقت اگر اُسے میری کسی مدد کی ضرورت پڑ جائے تو اُس کی مدد کر سکوں۔ اگر وہ مجھ سے پیچھے ہوتا تو ظاہر ہے مجھے علم ہی نہ ہو پا[تا] کہ اُس پر کیا بیتی۔ مَیں جانتا تھا کہ چاروں طرف سے آگ میں گھرنے کے بعد دنیا کا مضبوط ترین شخص بھی اپنے اعصاب کو قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ جب آدمی آگ میں گھرا ہوا ہو تو ہوش حواس کیونکر ٹھکانے رہ سکتے ہیں! مجھے یقین نہیں تھا کہ مَیں اپنے حواس قابو میں رکھ سکوں گا لیکن ایک موہوم سی اُمید تھی کہ شاید زاہر کو کسی موقع پر میری مدد کی ضرورت پڑ جائے اور مَیں اُس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے کسی کام آسکوں۔ گوکہ میرے دونوں ہاتھ گھرے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ میں سوٹ کیس تھا اور دوسرے میں بندوق تھی، ان دونوں چیزوں سمیت دوڑنا اور دوڑتے ہوئے رفتار بھی قائم رکھنا بہت مشکل تھا۔ ایسے میں کسی کی مدد کس طرح کی جاسکتی ہے تاہم میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اگر کسی مرحلے پر ضروری ہوا تو میں زاہر کی خاطر اِن دونوں اشد ضروری اشیاء سے دست بردار ہونے میں ذرا بھی تکلّف نہیں کروں گا۔ میرے ساتھی کی زندگی کے سامنے کسی چیز کی کوئی وقعت نہیں تھی۔

زاہر انتہائی رفتار سے دوڑتا ہوا آگ کے مہیب شعلوں میں گھس گیا۔ اُس کے پیچھے میں بھی آگ میں گھسا تھا۔ شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے اور ہمیں اس جھلسا دینے والی آگ سے اپنی رفتار کے بل پر گزرنا تھا۔ ہمارے پسینے سے بھیگے ہوئے جسم اور تربہ تر کپڑے آگ کے خلاف ہمارے وقتی لیکن مؤثر ہتھیار تھے۔

میری زندگی کا بیشتر حصّہ مختلف قسم کے مسائل اور مصائب کا سامنا کرتے گزرا ہے۔ میں نے بڑے بڑے حادثات کا مقابلہ کیا ہے، کڑے سے کڑے وقت سے گزرا ہوں لیکن مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی باک نہیں کہ امریکا کی اس نامعلوم وادی میں بھڑکتی ہوئی اس خوف ناک آگ کو عبور کرنے سے زیادہ دہشت ناک عمل سے میں کبھی نہیں گزرا۔ کوئی مجھے کتنی ہی بڑی رقم کیوں نہ پیش کردیتا لیکن میں اس عمل سے اپنی مرضی سے کبھی نہیں گزر سکتا تھا۔ مگر اُس وقت ہمارے پاس کوئی متبادل راستہ نہیں تھا۔ ہم کوئی کھیل نہیں کھیل رہے تھے۔ میں نے اور زاہر نے محض اپنی جانیں بچانے کی خاطر اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر اس آگ سے گزرنے کا ناممکن قسم کا کام کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

مجھ سے چند قدم آگے دوڑتا ہوا زاہر آگ کا ایک گولا معلوم ہو رہا تھا۔ زناٹے دار آگ کے لپکتے شعلوں کے درمیان دوڑتے ہوئے ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگئے تھے۔ ہمیں اپنا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ یہ یقین سے کہنا مشکل تھا کہ ہم اس آگ سے پار بھی نکل سکیں گے یا یہ ہماری زندگی کی آخری جدّوجہد کا آخری سفر ہے جس کا انجام ہماری سوختہ لاشوں کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

ہمارے دائیں بائیں، آگے پیچھے، سروں کے اوپر اور پیروں کے نیچے ہر طرف شعلوں کی لپکتی ہوئی زبانیں تھیں جو ہمیں چاٹ جانے کے لیے بے تاب تھیں۔ شروع کے تین، چار سیکنڈ تک مجھے کچھ محسوس نہیں ہوا۔ بس ایک دہشت تھی، آگ کے اندر دوڑنے کی دہشت . . . تین یا چار سیکنڈ گزرنے کے بعد دفعتاً مجھے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا اور نتھنوں میں جلن شروع ہوگئی، ہمارے کپڑوں سے پسینے کی ساری نمی بھاپ بن کر اُڑ چکی تھی۔

اُس وقت ہمارے پاس گھڑی نہیں تھی، اگر ہوتی تب بھی میں بتا نہیں سکتا تھا کہ وہ چوتھا سیکنڈ تھا یا پانچواں جب آگ ہم پر اثر انداز ہونا شروع ہوئی۔ آگ کی تپش ہمارے جسموں کے اُن سوجے ہوئے حصوں کے لیے جو شہد کی مکھیوں کی یلغار کے باعث سوج گئے تھے، پہلے ہی بے حد تکلیف کا باعث بن رہی تھی اور اب تو آگ کی اثر اندازی کا دائرہ پورے جسم تک پھیل گیا تھا۔

سب سے پہلے ہمارے بالوں کو آگ لگی، زاہر کے سر کے بال جل رہے تھے۔ جب زاہر کے بال جل رہے تھے تو علی یار خان کے سر کے بال کیسے محفوظ رہ سکتے تھے۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ادلیو باورڈ مجھے اس حال کو بھی پہنچا سکتا ہے کہ میں خود کو نذرِ آتش کرنے پر مجبور ہو جاؤں۔ یہ اُس کی بہت بڑی فتح تھی لیکن ہماری فتح یہ تھی کہ ہم اُس کے ہاتھ نہیں لگے تھے۔ نہ تو اُس کے آدمی ہمیں زندہ گرفتار کرسکے تھے اور نہ ہی ہم نے اُن کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے۔ ہم تو اپنی زندگیاں بچانے کی جدوجہد کر رہے تھے۔ اس جدوجہد میں اگر ہمیں موت کو بھی گلے لگانا پڑ جاتا تو گوارا تھا۔ اُس موت پر فخر کیا جاسکتا ہے جو جدوجہد کرتے ہوئے آئے۔

ہمارے بال جل رہے تھے اور پورے جسم میں ایسی شدید تکلیف تھی جیسے کسی نے ہمارے جسموں کی کھال اُتار کر زخمی جسم پر نمک چھڑک دیا ہو۔ کپڑوں نے ابھی آگ نہیں پکڑی تھی لیکن کسی بھی لمحے پکڑ سکتے تھے اور مجھے معلوم تھا کہ اگر کپڑوں میں آگ لگ گئی اور اس کے بعد ہم آگ کے اس دریا سے اُدھر نکلے تو ہم سسک سسک کر دم توڑ دیں گے۔

زاہر بُری طرح چیخ رہا تھا اور میں ہونٹ بھینچے اُس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ مُنہ کھولنا انتہائی خطرناک تھا۔ معلوم نہیں، چیخنے کے باوجود زاہر اتنی تیز رفتاری سے کیسے دوڑ پا رہا تھا۔ ہمیں تازہ ہوا کی، آکسیجن کی اشد ضرورت تھی جس کا وہاں کوئی وجود نہیں تھا۔ چیخنے کا نتیجہ بے ہوش ہونے کی صورت میں بھی ظاہر ہوسکتا تھا۔

اگلے ہی لمحے میں نے زاہر کو لڑکھڑاتے دیکھا، اُس کی رفتار سُست ہوئی تھی، نتیجتاً میں اُس سے ٹکرایا اور اُسے اپنی آغوش میں بھر کر چھلانگ لگادی۔

[illegible] دونوں زمین پر گرے تھے۔ میں نے یہ حرکت اضطراری طور پر کی تھی، ورنہ اس وقت اتنا ہوش کہاں تھا کہ سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھایا جاتا اور اس حرکت کے نتیجے میں زاہر کے ساتھ مجھے بھی جل کر بھسم ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن میں آج بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ہم آگ کے دائرے سے باہر گرے تھے۔ ہماری چھ یا سات سیکنڈ کی جدوجہد ہمارے کام آگئی تھی اور ہم آگ کا خوف ناک طوفان عبور کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔

ہم دونوں لڑھکتے ہوئے ایک کھڈ میں جا گرے تھے۔ کھڈ میں گرنے سے قبل پورے جسم میں شدید جلن ہو رہی تھی، مگر کھڈ میں گرتے ہی ٹھنڈک اور سکون کا احساس ہوا۔ میرا جسم کسی نرم چیز میں دھنستا چلا گیا تھا، پھر تھوڑی دیر کے لیے میں بھی ہوش و حواس سے بے گانہ ہوگیا۔

وہ غنودگی جو مجھ پر طاری ہوئی، لمحاتی تھی۔ اس کے بعد میرا ذہن کام کرنے لگا۔ مجھے بس یہ احساس تھا کہ اب ہم محفوظ ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیوں محفوظ ہیں اور کس چیز سے محفوظ ہیں اور ہمیں کیا خطرہ یا خطرات لاحق تھے۔ مجھے یہ دیکھنے کا بھی ہوش نہیں تھا کہ ہم کہاں اور کس حال میں ہیں۔

پھر چند لمحے گزرنے کے بعد ذہن پر چھائی ہوئی دُھند مزید صاف ہوئی تو میں نے اپنے اِرد گرد کا جائزہ لیا مگر وہاں اردگرد تھا ہی کہاں۔ کافی غور کرنے کے بعد میری سمجھ میں آیا کہ ہم کسی نالے میں گرے ہیں جو عرصہ دراز قبل آب پاشی کے لیے استعمال کیا جاتا ہوگا۔ طویل عرصے تک استعمال نہ ہونے کی وجہ سے اس میں کائی کی گہری تہہ جم گئی تھی۔ ہم کائی کی اس تہہ میں دھنسے ہوئے تھے۔ کیچڑ اور گاڑھا کائی کی اس تہہ سے ناگوار قسم کی تیز بو خارج ہو رہی تھی۔ ایسی بو جو اعصاب پر نہایت بُرے اثرات مرتب کر رہی تھی لیکن شاید اس میں کوئی ایسی تاثیر پیدا ہوگئی تھی کہ اس نے ہمارے سوختہ جسموں کے لیے مرہم کا کام کیا تھا۔

میں نے اُٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش کی تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ نہایت مشکل کام ہے۔ جس ہاتھ کے بل میں نے اٹھنے کی کوشش کی تھی وہ کائی کے اندر دھنس گیا تھا۔ سوٹ کیس بھی کیچڑ میں لتھڑ گیا تھا اور بندوق بھی تباہ ہوگئی تھی۔ یہی غنیمت تھا کہ کائی کی وہ تہہ زیادہ موٹی نہیں تھی، ورنہ اس سے باہر نکلنا بالکل ہی ناممکن ہو جاتا۔

زاہر میرے نزدیک ہی تھا اور بے ہوش پڑا تھا۔ اسے ہوش میں لانا ایک الگ مسئلہ تھا۔ میں اٹھ کر کھڑا ہونے کے کسی طریقے پر غور کرنے لگا اور بالآخر مجھے ایک طریقہ سوجھ ہی گیا۔ بہت آسان سا طریقہ تھا اور سامنے کی بات تھی مگر ذہنی کیفیت ایسی تھی کہ سامنے کی بات بھی بہت دیر میں سجھائی دی۔ میں نے سوٹ کیس کھڑا کیا اور اس پر زور دے کر اٹھنے کی کوشش کی۔ پہلی کوشش میں میں کامیاب نہیں ہوسکا اس لیے کہ سوٹ کیس پھسل گیا تھا۔ میں نے از سرِ نو کوشش کی اور اس بار میں کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ میں کھڑا تو ہوگیا تھا لیکن اس سخت کیچڑ نما کائی میں چلنا بالکل ہی دوبھر ہوگیا تھا۔ اب ایک ہی صورت تھی اور میں نے اسی پر عمل کیا۔ کھڑے ہونے کے بعد میں نے اپنے دونوں ہاتھ کنارے کی طرف پھیلائے اور خود کو کنارے کی طرف گرادیا۔ اس طرح اس نالے کی لگر میرے ہاتھ میں آگئی اور میں نے اسے تھام لیا۔ اب کوئی مسئلہ نہیں رہا تھا صرف زاہر کو ہوش میں لانا تھا اور بندوق اور سوٹ کیس باہر نکالنا تھے۔ میں نے نالے کی لگر کے سہارے خود کو متوازن کیا اور جھک کر سوٹ کیس اٹھا کے اسے دوسری طرف زمین پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اسی طرح میں نے بندوق بھی اٹھالی۔ خود نالے سے باہر نکلنے سے قبل زاہر کو ہوش میں لانا ضروری تھا۔ میں نے بندوق سے زاہر کو ہلایا اور اسے زور زور سے آوازیں دیں۔ میرے اندازے کے برعکس زاہر نے جلد ہی آنکھیں کھول دیں۔ اس پر دہشت کا غلبہ تھا۔ آگ کے درمیان سے گزرنے کے تجربے کو آسانی سے فراموش کرنا ممکن نہیں تھا۔

"اُٹھو زاہر! ہم آگ کے طوفان سے صحیح سلامت گزر آئے ہیں۔ اُٹھو، تاکہ ہم اس متروک نہر سے باہر نکل سکیں۔"

زاہر نے ہڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش کی مگر اُس کے ہاتھ پیر دلدل میں دھنس گئے۔

"اس کے سہارے اُٹھنے کی کوشش کرو۔" میں نے بندوق کی نال زاہر کی طرف بڑھائی اور وہ بہ دقت تمام اُٹھنے میں کامیاب ہوسکا۔ اس کے اُٹھنے کے بعد پہلے میں باہر نکلا اور پھر زاہر کو بھی کھینچ کھانچ کر باہر نکال لیا۔ ہم دونوں متروک نہر کے دوسرے کنارے پر اُگی ہوئی جھاڑیوں کے درمیان بے سُدھ ہو کر گر پڑے۔ ہمارے جسم اور کپڑے کیچڑ اور کائی میں لتھڑ گئے تھے۔

کچھ دیر دم لینے کے بعد میں نے گھاس پھونس اور پتوں کی مدد سے اپنی، زاہر کی اور سامان کی صفائی کا عمل شروع کیا۔ آدھے گھنٹے کی محنتِ شاقہ کے بعد ہمارے حلیے کسی قدر بہتر ہوگئے۔ ہمارے سروں، بھوؤں اور پلکوں کے بیشتر بال جھلس گئے تھے، شکر ہے کہ ہماری کھالیں محفوظ رہ گئی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہر میں گرنے سے قبل پورے جسم میں سوزش محسوس ہو رہی تھی لیکن اس کائی کی کسی نامعلوم خصوصیت کے باعث... ہمارے جسموں پر چھالے نہیں پڑے تھے اور اب تو سوزش بھی بالکل نہیں ہو رہی تھی۔

"نئی زندگی مبارک ہو زاہر۔" میں نے خاموش پڑے ہوئے زاہر کو بولنے پر اکسانے کے لیے کہا۔

"مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا ہے کہ ہم آگ کے اس خوفناک طوفان سے گزر آئے ہیں۔"

"جہاں سے ہم گزر کر آئے ہیں وہاں بھی آگ لگی ہوئی تھی اور اس طرف بھی آگ لگی ہوئی ہے۔"

میرے الفاظ پر زاہر نے چونک کر دیکھا اور اسے دوسری طرف لگی ہوئی آگ نظر آ گئی۔

"اس طرف کیسے آگ لگ گئی جناب!" زاہر نے شدید حیرت کے عالم میں کہا۔

"تمھیں یاد ہو گا کہ پائلٹ نے ہمیں بائیں جانب دوڑتے ہوئے دیکھ کر مزید فائر کیے تھے۔ یہ آگ انھی فائروں کا شاخسانہ ہے۔"

"اب ہم کہاں جائیں جناب؟ اب تو بھاگ دوڑ کرنے کی سکت بھی نہیں رہی۔"

"بھاگ دوڑ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اطمینان سے اسی جگہ بیٹھے رہو۔"

"آگ اس سمت بھی آ سکتی ہے جناب! ہمیں اپنے بچاؤ کی فکر کرنی چاہیے۔"

"یہاں تک آگ کا پھیلنا مشکل ہے زاہر! اس کا پھیلاؤ دریا کی طرف ہے۔"

"اگر کسی طرح ہم لوگ ان کے جنگل سے بچ کر نکل گئے تو میں اپنی اس جدوجہد کو کبھی نہیں بھول سکوں گا۔"

"ابھی تو معلوم نہیں، ہمیں کیسے کیسے مراحل سے گزرنا پڑے گا زاہر! وادی سے نکل گئے تو پھر پہاڑ ہے۔"

"پہاڑ کا غم نہیں جناب! اولیوہا ورڈ کے آدمیوں کی فکر تھی جن سے پیچھا چھوٹ گیا ہے۔"

"یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دو کہ انھوں نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا ہے۔"

"جب ان کے خیال کے مطابق ہم آگ میں جل کر مر چکے تو اب وہ کس کا تعاقب کریں گے؟"

"یہی تو غلطی ہے۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ ان کے خیال میں ہم مر چکے ہیں۔"

"ہم نے آگ اس وقت عبور کی ہے جب پائلٹ کی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔"

"یہ درست ہے کہ ہم پائلٹ کو نظر نہیں آ رہے تھے لیکن اولیوہا ورڈ ہرگز یقین نہیں کرے گا کہ ہم جل گئے ہیں۔ اس کا ایک ثبوت تو یہ ہے کہ ہیلی کاپٹر اب تک وہیں موجود ہے۔"

زاہر نے جھاڑیوں کے درمیان سے جھانک کر دیکھا اور تھوڑی سی کوشش کے بعد اسے آگ کی لپٹوں کے عقب میں ہیلی کاپٹر نظر آ گیا۔

"وہاں تو اب کسی چیونٹی کے بچے کی زندگی کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا پھر یہ ہیلی کاپٹر چلا کیوں نہیں جاتا؟"

"یہی بات میں تمھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں جب تک انھیں ہماری بھسم شدہ لاشیں نہیں مل جائیں گی، ہماری موت پر یقین نہیں کیا جائے گا۔"

"تب تو ہمارا بچنا محال ہے۔" زاہر نے مایوسی سے کہا۔

"حوصلہ بلند رکھو زاہر! حوصلہ بلند ہو تو شکست نہیں ہو سکتی۔"

"صرف حوصلہ ہی تو کچھ نہیں کر سکتا جناب! اب تو جسمانی طاقت بالکل ہی جواب دے چکی ہے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اب ہم میں واقعی اتنی سکت نہیں رہ گئی تھی کہ مزید جدوجہد کر سکتے لیکن ہم کچھ کر بھی تو نہیں سکتے تھے۔

"یہ جو اُن لوگوں نے آگ لگائی ہے کیا مقامی آبادی اس کی زد میں نہیں آ جائے گی؟" زاہر نے کہا۔

"آگ کے پیشِ نظر مصلحتیں کہاں ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے آگ لگی ہے تو سبھی کچھ اس کی زد میں آئے گا۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ انھوں نے اتنا بڑا خطرہ کیوں مول لیا۔ پوری وادی کو آگ میں بھسم کر دینا ہنسی کھیل نہیں ہے۔"

"انھوں نے آگ ہمیں ہلاک کرنے کے لیے نہیں لگائی تھی۔ وہ تو بس ہمیں بے بس کر کے گرفتار کرنا چاہ رہے تھے۔"

"ٹھیک ہے جناب! لیکن اس آگ کی زد میں اُن کے اپنے آدمی بھی تو آ سکتے ہیں۔ کیا انھوں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا ہو گا؟"

"ہوں، تمھاری بات دل کو لگتی ہے۔" میں نے کہا۔ "اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس آگ کا توڑ بھی ضرور ہو گا۔"

"میرا خیال تو یہی ہے جناب! انھوں نے بلا سوچے سمجھے اتنا بڑا قدم ہرگز نہیں اٹھایا ہو گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جو کچھ بھی ہو گا جلد ہی سامنے آ جائے گا۔ اس وقت تک ہم ابھی جھاڑیوں کے اندر آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔"

"اس کا فائدہ کیا ہو گا جناب؟ خواہ مخواہ انرجی برباد ہو گی زیادہ بہتر یہ ہو گا کہ ہم آرام کر کے اپنی توانائیاں مجتمع کر لیں۔"

"اس وقت پانی ہمارے لیے بہت ضروری ہے اور ہم اسی کے لیے آگے بڑھیں گے، تمھیں شاید یاد نہیں ہم نے اس سمت میں ایک چشمہ بہتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"دیکھا تو تھا مگر یہ یاد نہیں کہ وہ کس سمت میں تھا۔"

میں نے اور زاہر نے جھاڑیوں کے درمیان رینگنا شروع کر دیا۔ نالے کے کنارے جھاڑیاں بلند اور گھنی تھیں۔ بعض مقامات پر جھاڑیوں کی ٹہنیاں نالے کے اندر جھکی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ اس وقت معاملہ چونکہ رفتار کا نہیں تھا۔ اس لیے انتہائی سست روی اور اطمینان کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ جلدی نہ کرنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ ہم تھک کر چور ہو چکے تھے۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ان لوگوں کو جُل دینے کے لیے ابھی ہمیں مزید کتنی تگ و دو کرنا ہو گی۔ ممکن تھا کہ وہ ہماری زندگیوں سے مایوس ہو کر واپس چلے جاتے اور ہمارا پیچھا چھوڑ دیتے بچت کی یہی ایک صورت رہ گئی تھی۔ بصورتِ دیگر زاہر کی طرح مجھے بھی یقین نہیں تھا کہ اب ہم ان لوگوں کی آنکھوں میں مزید دھول جھونک سکیں گے۔

لیکن اگر وہ لوگ ہماری موت کا یقین کر کے واپس چلے جاتے تو بھی کیا ہوتا؟ اس بات کی کیا ضمانت تھی کہ آگ بڑھتی ہوئی ہم تک نہیں پہنچے گی۔ وقتی طور پر تو ہم محفوظ ہو گئے تھے لیکن آگ کے باعث درجۂ حرارت میں ہونے والا اضافہ ہمیں جھاڑیوں کے درمیان بھی محسوس ہو رہا تھا۔ یہی غنیمت تھا کہ ہمارے جسموں پر کائی اور کیچڑ کی تہہ تھی۔ یہ تہہ جہاں ہمارے لیے شدید الجھن پیدا کر رہی تھی وہیں اس درجۂ حرارت میں ہونے والے اضافے کے خلاف ایک ڈھال بھی تھی۔

جھاڑیوں کے درمیان رینگتے ہوئے ہم آگے بڑھتے رہے برابر ذہن زاہر کے نظریے کا تجزیہ کرنے میں مصروف تھا جس کے مطابق ان لوگوں کے پاس آگ پر قابو پانے کا کوئی نہ کوئی ذریعہ ضرور موجود تھا۔ اگر ایسا تھا تو دیکھنا یہ تھا کہ آگ پر قابو پانے کے لیے وہ لوگ کب کوئی قدم اٹھاتے ہیں۔

چاروں طرف جلتی ہوئی آگ کا کثیف دُھواں از حد ناقابلِ برداشت ہو چکا تھا۔ ہمارے دم گھٹ رہے تھے۔ شاید پانی کے چشمے تک پہنچنے کے بعد صورتِ حال کسی قدر بہتر ہو جاتی۔

پھر جھاڑیاں چھدری ہونا شروع ہو گئیں اور اس کے بعد جھاڑیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ چند قدم کے فاصلے پر صاف شفاف چشمہ بہہ رہا تھا۔ چشمے کے کنارے جھاڑیوں کی عدم موجودگی انسانی ہاتھوں کی مرہونِ منت تھی۔ نزدیک و دُور کسی کی موجودگی کا سوال نہیں تھا — میں اور زاہر پانی کی طرف جھپٹے اور کپڑوں سمیت اس چشمے میں کود پڑے۔

ٹھنڈے پانی نے چند ہی منٹ کے اندر اندر ہماری تھکن دھو ڈالی۔ کئی روز بعد نہانا نصیب ہوا تھا۔ اس لیے پانی سے باہر نکلنے کو جی ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ ہم نے اپنے جسموں پر کیچڑ کا ایک ذرہ بھی باقی نہیں رہنے دیا تھا لیکن اس کیچڑ کی تہہ جسم سے اُترنے کے بعد مجھے اپنی جلد میں ہلکی سی جلن محسوس ہونے لگی تھی، غالباً یہ آگ سے جلنے کا اثر تھا جسے کائی کی تہہ نے وقتی طور پر دبا دیا تھا اور اس کے جسم سے اُترنے کے بعد جلن پھر سے شروع ہو گئی تھی مگر یہ جلن بہت خفیف سی تھی اور ناقابلِ برداشت نہیں تھی۔

اس وقت نہانے کا ایک اور نقصان جو میں نے محسوس کیا وہ یہ تھا کہ مجھے نیند سے اپنی پلکیں بوجھل ہوتی محسوس ہونے لگیں مجھے اندازہ تھا کہ زاہر بھی اسی کیفیت سے گزر رہا ہو گا اور یہ کیفیت ہمارے لیے سخت مضر تھی۔ اس سے بچنے کی بہتر صورت یہی تھی کہ ہم جلد از جلد پانی سے باہر نکل جاتے اور میں نے یہی کیا مجھے باہر نکلتے دیکھ کر زاہر بھی چشمے سے باہر نکل آیا اور ہم چشمے کے کنارے زمین پر لیٹ گئے۔ مجھ پر نشے کی سی کیفیت طاری ہونے لگی تھی چنانچہ میں فوری طور پر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہمارے لیے کھلے میں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔" میں نے زاہر سے کہا۔ "ہمیں خود کو پوشیدہ رکھنا چاہیے۔" زاہر سے یہ بات کہتے وقت میری نظر اس کے چہرے پر پڑی اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس کے سر کے تقریباً سارے بال جھلس گئے تھے۔ بھویں اور پلکیں بھی غائب ہو چکی تھیں اور گزشتہ ایک ہفتے کے دوران بڑھی ہوئی شیو کے اکثر بال بھی۔

زاہر کا یہ حلیہ دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ نہانے سے قبل یہ حلیہ کائی کی تہہ نے چھپا رکھا تھا۔ میری بات سن کر تو زاہر نے سر نہیں اٹھایا تھا لیکن مجھے ہنستے دیکھ کر اس نے سر اٹھایا اور اپنی نیند اسی آنکھوں سے مجھے دیکھنے کی کوشش کی اور پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ چند لمحے وہ مجھے ایسی ہی نظروں سے دیکھتا رہا اور اس کے بعد اس نے خود بھی ہنسنا شروع کر دیا۔ میں تو پہلے ہی ہنس رہا تھا۔ اس کے

اس طرح ہنسنے پر مجھے یک بہ یک اپنے حلیے کا خیال آیا اور میرا ہاتھ بے اختیار اپنے سر پر جا پہنچا۔ بلاشبہ میرا حلیہ بھی زاہر کے حلیے سے زیادہ مختلف نہیں تھا۔ ہم دونوں ہی نے آگ کا دریا عبور کیا تھا اور ہم دونوں کے جسموں کے.... بال جھلس گئے تھے۔

"ہم دونوں ہی کارٹون نظر آ رہے ہیں۔" میں نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "اس لیے ایک دوسرے پر ہنسنے کے بجائے اپنے بچاؤ کی فکر کرنی چاہیے اور فوراً جھاڑیوں میں پناہ لینی چاہیے۔"

"ہیلی کاپٹر تو واپس چلا گیا ہوگا۔" زاہر نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

میں نے آسمان پر نگاہ دوڑائی اور مجھے ہیلی کاپٹر دکھائی دے گیا جو بہت تیز رفتاری سے پرواز کر رہا تھا اور اس سے جلتی ہوئی آگ پر گولے پھینکے جا رہے تھے۔ جس مقام پر کوئی گولہ گرتا تھا وہاں سے کثیف دھواں اٹھنے لگتا تھا۔

"اوہ، یہ تو شاید آگ بجھانے والی گیس پھینک رہا ہے۔" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

زاہر جلدی سے کھڑا ہو گیا اور ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ "جی ہاں۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔ "میرا خیال درست ثابت ہوا۔ انھوں نے سوچ سمجھ کر ہی آگ لگائی تھی۔"

"خوش ہونے کی بات نہیں ہے زاہر! آگ بجھنے کے بعد وہ ہماری لاشیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"پھر کیا کیا جائے؟" زاہر تشویش سے بولا۔ "واپس انھی جھاڑیوں میں چھپ جاتے ہیں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے کہا۔ "ہم گھرے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ جلد ہی ہمیں ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی راستہ بھی تو نہیں ہے۔ ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے، آؤ جھاڑیوں میں ہی چلتے ہیں۔ آگ بجھنے کے بعد وہ ہمیں اس جگہ تلاش کریں گے جہاں ہمیں آخری بار دیکھا گیا تھا تو وہاں سے انھیں کچھ نہیں ملے گا۔ اس دوران ہمارے پاس اتنا وقت ہوگا کہ کچھ دور نکل جائیں۔"

زاہر کھانسنے لگا۔ دھوئیں میں اچانک ہی بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔ میری سانسیں بھی رکنے لگی تھیں۔ ہم نے پلٹ کر جھاڑیوں کی طرف بڑھنے کی کوشش کی مگر ہم اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ جھاڑیوں تک پہنچنے سے قبل ہی زاہر زمین پر اکڑوں بیٹھ گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ مسل رہا تھا۔ ہمارے چاروں طرف دھواں پھیل چکا تھا اور اب ہمیں ہیلی کاپٹر کی صرف آواز سنائی دے رہی تھی۔ گہرے دھوئیں کے باعث وہ ہمیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

"کیا بات ہے زاہر؟" میں نے کہا اور زاہر کی طرف بڑھا۔ اس دوران میں زاہر زمین پر ڈھے چکا تھا۔ خود مجھے اپنے اعصاب شل ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے بوکھلا کر زاہر کو اٹھانے کی کوشش کی مگر مجھ میں اتنی تاب نہیں تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں خود بھی اس کے اوپر ڈھیر ہو گیا۔ یہ بات بہت دیر میں سمجھ آئی تھی کہ آگ بجھانے والی گیس نے آگ کے ساتھ ساتھ ہمارے ہوش و حواس بھی بجھا دیے تھے اور یہ آخری بات تھی جو میں سوچ سکا تھا۔ اس کے بعد مجھے کچھ شد بد نہ رہی۔

ہوش و حواس کے تعطل کے وقفے کو وقت کے پیمانے سے ناپنا میرے لیے ممکن نہیں... بس اتنا معلوم ہے کہ آنکھ کھلی تو پورا منظر تبدیل ہو چکا تھا۔ بے ہوش ہونے سے قبل ہر طرف آگ ہی آگ تھی اور اب ہر طرف سفیدی ہی سفیدی نظر آ رہی تھی، جس کمرے میں میری آنکھ کھلی اس کی دیواریں سفید تھیں۔ بستر کی چادر سفید تھی۔ میرے اپنے جسم پر سفید لباس تھا اور میرے نزدیک موجود لڑکی نے سفید رنگ کا کوٹ زیب تن کر رکھا تھا۔ پلنگ کے برابر ایک اسٹینڈ تھا۔ اس کا رنگ بھی سفید تھا اور اس اسٹینڈ پر ٹنگی ہوئی تھیلی میں سفید سیال بھرا ہوا تھا جو منسلک نلکی کے ذریعے میری کلائی میں پیوست سوئی کے راستے قطرہ قطرہ میرے جسم میں داخل ہو رہا تھا۔ میں کسی اسپتال میں تھا۔

میں نے سر کو ذرا سی جنبش دی اور پورے کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرے میں دو ہی پلنگ تھے۔ دوسرے پلنگ پر یقیناً زاہر تھا لیکن اس کی حالت زیادہ تشویش ناک معلوم ہو رہی تھی۔ اس لیے کہ اس کے چہرے پر آکسیجن ماسک بھی نظر آ رہا تھا۔ کمرے میں متعدد سائنسی آلات بکھرے نظر آ رہے تھے۔ زاہر کے جسم سے کئی نلکیاں منسلک تھیں جن میں سے ہر ایک کسی نہ کسی مشین تک چلی گئی تھی۔ جدید ترین الیکٹرانک مشینوں کے روشن اسکرین مختلف قسم کے اعداد و شمار ظاہر کر رہے تھے۔ بعض پر جلتے بجھتے اور متحرک روشن نقطے اور لکیریں بھی نظر آ رہی تھیں۔ کمرے میں موجود لڑکی جو نرس معلوم ہوتی تھی۔ انھی مشینوں میں سے ایک پر جھکی ہوئی تھی جو زاہر کی حالت کے متعلق اعداد و شمار ظاہر کر رہی تھیں۔ میں نے محسوس کیا کہ میری حالت بہتر ہے اور میں کسی قسم کی کمزوری محسوس نہیں کر رہا۔ ہاتھوں اور پیروں میں البتہ خفیف سی دکھن تھی جو نظر انداز کر دیے جانے کے لائق تھی۔ زاہر کی طرف سے مجھے ضرور تشویش

ہو گئی تھی چنانچہ میں نے اپنی کلائی کی نس میں پیوست سوئی کو نظر انداز کرتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی۔ نرس کی پشت میری طرف تھی مگر اس نے محسوس کر لیا کہ میں نے اپنی جگہ سے حرکت کی ہے۔ وہ میری طرف مڑی اور مجھے اٹھنے کی کوشش کرتے دیکھ کر تیزی سے میری طرف لپٹی۔

"آپ لیٹے رہیے جناب!" اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"میں اپنے ساتھی کی طرف سے فکر مند ہوں۔" میں نے کہا۔ "کیا وہ خطرے میں ہے؟"

"ہمارے ہوتے ہوئے آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔" اس نے مجھے ٹالنے کی کوشش کی۔

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں لیٹا رہوں تو مجھے ٹالنے کے بجائے یہ بتاؤ کہ میرے ساتھی کا کیا حال ہے؟"

"ہم ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ انھیں ہوش آ جائے۔" اس نے مبہم سا جواب دیا۔

"ہم کون؟" میں نے سوال کیا۔

"ہمارا تعلق میڈیکل کے شعبے سے ہے اور لوگوں کی زندگیاں بچانا ہمارا فرض ہے۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائے گی۔ اس کی آنکھوں میں ذہانت کی چمک تھی اور وہ قد لمبا ہونے کے باوجود بے وقوف نہیں تھی۔ وہ بہت غور سے مجھے دیکھ رہی تھی جیسے میرا ارادہ جاننا چاہتی ہو۔

"تمھارا تعلق ضرور میڈیکل کے شعبے سے ہوگا لیکن تم ڈاکٹر تو نہیں لگتیں۔"

"دو بہترین ڈاکٹر ہر آدھے گھنٹے بعد معائنہ کرنے آتے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"گویا تم نرس ہو؟"

"میں ان کی معاون ہوں اور آپ لوگوں کی دیکھ بھال میری ذمے داری ہے۔"

"ٹھیک ہے، اب یہ ڈرپ نکال دو، مجھے اس کی ضرورت نہیں محسوس ہو رہی۔"

"میں اس قسم کے فیصلے کرنے کی مجاز نہیں ہوں۔ ڈاکٹر ہی آ کر کوئی فیصلہ کریں گے۔"

"لیکن میں کسی قسم کی کمزوری نہیں محسوس کر رہا۔" میں نے احتجاج کیا۔

"یہ ہمارا کمال ہے، ورنہ جس وقت آپ یہاں لائے گئے تھے، آپ دونوں کی حالت بے حد خراب تھی۔"

"یہ کون سا اسپتال ہے؟"

"میں آپ کو کم سے کم گفتگو کرنے کا مشورہ دوں گی۔ آپ کی طبیعت دوبارہ گر سکتی ہے۔"

"مجھے یقین ہے، یہ کوئی اسپتال نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا یہ ضروری ہے کہ آپ سوال جواب کرتے رہیں اور میں آپ کے بیڈ سے لگی کھڑی رہوں؟"

"تمھیں غالباً خوف ہے کہ میں تمھارے ہٹتے ہی اٹھنے کی کوشش کروں گا؟"

"آپ کے انداز سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"میں تمھیں کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ تم چاہو تو بیٹھ سکتی ہو۔ ڈاکٹر کے آنے تک میں یونہی لیٹا رہوں گا۔"

"شکریہ جناب!" اس نے کہا اور کرسی کھینچ کر بیڈ کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"تم میرے سوالوں کے جواب دینے سے کیوں گریز کر رہی ہو جبکہ میرے سوالات بھی بے ضرر ہیں۔"

اس نے ایک طویل سانس لی۔ "غالباً آپ کو سب سے زیادہ فکر اپنے ساتھی کی ہے اور میں اس بارے میں زیادہ کچھ نہیں بتا سکتی اس لیے کہ میں خود بہت کم جانتی ہوں۔"

"جتنا معلوم ہے اتنا ہی بتا دو۔"

آپ دونوں کے جسمانی سسٹم پر کسی گیس کے اثرات تھے۔ آپ کے ساتھی بہت بری طرح متاثر تھے۔ ہم نے انھیں ہر ممکن طبی امداد دے کر ان کی جان تو بچا لی ہے لیکن...۔" وہ خاموش ہو گئی۔

"لیکن کیا...؟" میں اضطراری طور پر اٹھ بیٹھا۔

"دیکھیے، آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اٹھیں گے نہیں۔" اس نے مجھے ٹوکا۔

"اوہ، معاف کرنا۔" میں نے کہا اور دوبارہ لیٹ گیا۔ میری نگاہ اسی پر جمی ہوئی تھی۔

"جب تک انھیں ہوش نہیں آ جاتا کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی۔"

"ہم دونوں ایک ہی قسم کی صورتِ حال سے گزرے تھے، پھر اس کی حالت اتنی زیادہ کیوں بگڑ گئی؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ آپ لوگ کس قسم کی صورتِ حال سے گزرے ہیں لیکن جب آپ لوگ یہاں پہنچے، اس وقت آپ دونوں ہی کی حالت تشویش ناک تھی، دونوں کا بلڈ پریشر خطرناک حد تک لو تھا۔ آپ کے جسم نے دواؤں کا اثر بہت تیزی سے قبول کیا۔ اس لیے آپ کو جلدی ہوش آ گیا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جلدی ہوش میں آنے سے تمھاری کیا مراد ہے۔ میں کتنی دیر بے ہوش رہا ہوں؟"

"آپ اپنے ساتھی سے قبل ہوش میں آ گئے۔ اسے جلدی ہی کہیں گے۔ ویسے یہاں آپ چھتیس گھنٹے بے ہوش رہے۔"

"چھتیس گھنٹے؟" میں بُری طرح چونک پڑا۔ "چھتیس گھنٹے کم تو نہیں ہوتے۔"

"آپ کی حیرت بجا ہے لیکن ضرورتاً آپ کو کچھ مسکن دوائیں بھی دی گئی تھیں۔"

"معلومات فراہم کرنے کا شکریہ۔" میں نے کہا۔ "کیا میں تمھارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

جواب دینے سے قبل وہ ذرا سا رُکی، پھر بولی۔ "آپ مجھے سلویا کہہ سکتے ہیں۔"

"صرف کہہ سکتا ہوں! کیا یہ تمھارا نام نہیں ہے؟"

"نام بھی یہی ہے۔" اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔ "لیکن آپ بولتے بہت ہیں۔"

"تمھیں دیکھنے کے بعد سے خواہ مخواہ باتیں کرنے کو جی چاہ رہا ہے، ورنہ میں بہت کم گو آدمی ہوں۔"

اس نے ایک کھنکتا ہوا سا قہقہہ لگایا۔ "ایسی باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

میں اس سے مزید باتیں اگلوانے کے لیے گفتگو کرنے کا کوئی نیا زاویہ تلاش کر ہی رہا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور سفید کوٹ میں ملبوس دو افراد کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے کسی کی عمر بھی پچاس سے کم نہیں تھی اور ان کی گردنوں میں جھولتے ہوئے اسٹیتھسکوپ انھیں ڈاکٹر ظاہر کر رہے تھے۔ انھیں دیکھتے ہی سلویا کھڑی ہو گئی۔ دونوں ڈاکٹر سیدھے میری طرف آئے اور میرے بیڈ کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔

"کیا حال ہے جنٹلمین؟" ان میں سے ایک نے کہا۔ "خود کو کیسا محسوس کر رہے ہو؟"

"سُپر فٹ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن اس کے ساتھ ہی قید ہونے کا بھی احساس ہو رہا ہے۔"

"قید ہونے کا احساس!" دوسرے ڈاکٹر نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "کس وجہ سے؟"

"ایک صحت مند آدمی کو اگر بستر پر لیٹنے پر مجبور کر دیا جائے تو وہ اور کیا محسوس کرے گا؟"

دونوں ڈاکٹر ہنس پڑے۔ سلویا بھی مسکرائی تھی، پھر ایک ڈاکٹر نے کہا۔ "تم نے تو ہمیں ڈرا ہی دیا۔"

"لیکن میں نے کوئی ڈراؤنی بات تو نہیں کی تھی۔" میں معصومیت سے بولا۔

"تم نے کوئی ڈراؤنی بات نہیں کی تھی لیکن جس گیس کے زیرِ اثر تم بے ہوش ہوئے تھے اور جتنی دیر اس کے زیرِ اثر رہے تھے۔ اس کے نتیجے میں دماغ کا متاثر ہونا قرینِ قیاس تھا۔ شکر ہے کہ تم محفوظ رہے۔"

'اوہ، تو یہ بات ہے۔' میں نے سوچا۔ ممکن ہے زاہر کا دماغ زیادہ متاثر ہو گیا ہو اور اسی بنا پر اس کی بے ہوشی طول پکڑ گئی ہو۔

"اب جبکہ میں ٹھیک ہو گیا ہوں تو کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ مجھے ڈسچارج کر دیا جائے؟"

میرے سوال پر دونوں ڈاکٹروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر ان میں سے ایک بولا۔ "ابھی تم پوری طرح ٹھیک نہیں ہوئے ہو۔ اس اسٹیج پر ذرا سی بھی بے احتیاطی سے گیس کے اثرات دوبارہ نمودار ہو سکتے ہیں۔"

"گویا ابھی مجھے مزید زیرِ علاج رہنا ہو گا؟"

"ہاں، یہ ضروری ہے۔"

"کب تک؟"

"جب تک ہم مطمئن نہیں ہو جاتے۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر! یہ بات تو پہلے سے ہی میرے علم میں تھی اور مجھے یہاں رہنے پر ایسا کوئی اعتراض بھی نہیں ہے لیکن مہربانی کر کے یہ ڈرپ نکلوا دو، میرا جسم سوئیوں کا عادی نہیں ہے۔"

انھوں نے میرے الفاظ کے عقب میں پوشیدہ دھمکی محسوس کر لی اور سلویا سے ڈرپ نکالنے کو کہا۔

"اس ڈرپ میں دوائیں بھی شامل تھیں۔ ڈرپ نکلنے کی وجہ سے اب تمھیں بہت سی گولیاں نگلنا پڑا کریں گی۔"

"مجھے دواؤں کی قطعی ضرورت نہیں ہے لیکن تمھارے اطمینان کے لیے میں گولیاں بھی نگل لوں گا۔"

میرے بعد انھوں نے زاہر کی طرف رُخ کیا اور کافی دیر تک اس کا معائنہ کرتے رہے اور میں ان کے چہروں پہ لکھی تشویش پڑھتا رہا۔ انھوں نے سلویا سے کچھ چارٹ بھی لے کر دیکھے تھے۔

"اب تک تو اسے ہوش آ جانا چاہیے تھا۔" ان میں سے ایک بڑبڑایا۔

"معلوم ہوتا ہے دماغ کچھ زیادہ ہی متاثر ہو گیا ہے۔" دوسرا بولا۔

پہلے ڈاکٹر نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔ "اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔"

"مگر جو دوائیں اسے استعمال کرائی جا چکی ہیں۔ اس کے بعد اور کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اسے کسی دوسرے کمرے میں منتقل کر دیا جائے۔ جہاں مکمل خاموشی ہو۔"

"یہی کرنا پڑے گا۔" دوسرا ڈاکٹر اس سے متفق ہو گیا۔ لیکن اسی وقت میں نے دخل اندازی کی۔

"تم اسے یہاں سے کہیں نہیں لے جا سکتے۔ اگر لے جاؤ گے تو میں بھی ساتھ جاؤں گا۔"

دونوں نے چونک کر میری طرف دیکھا، پھر ان میں سے ایک جو زیادہ معمر تھا۔ چند قدم میری طرف بڑھ آیا۔

"کیا تم نے سنا نہیں کہ اس کا دماغ متاثر ہے اور اسے ایسی جگہ درکار ہے جہاں مکمل سکوت ہو؟"

"میں نے سن لیا ہے لیکن تم لوگ بے فکر رہو میں بالکل خاموش رہوں گا۔"

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی اور کو بھی اس کے ساتھ رکھیں۔"

"جب میں تمھیں یقین دلا رہا ہوں کہ میں بالکل خاموش رہوں گا تو پھر یہ ممکن کیوں نہیں ہے؟"

"ڈاکٹر ہم ہیں، تم نہیں ہو اور یہ فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے کہ مریض کا علاج کس طرح ممکن ہے۔"

"ٹھیک ہے مگر میں بھی اسے مناسب نہیں سمجھتا کہ میرا ساتھی تنہا رہے۔"

"وہ تنہا نہیں رہے گا۔ اس کی دیکھ بھال کے لیے ڈاکٹر بھی ہوں گے اور نرسیں بھی۔"

"جہاں اتنے لوگ ہوں گے وہاں میری موجودگی سے کیا فرق پڑ جائے گا؟"

"تم بلاوجہ بحث کر رہے ہو۔" اس نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں کہہ چکا ہوں کہ ہم مریض کے لیے جو مناسب سمجھیں گے کریں گے۔"

"دیکھتا ہوں، تم اسے میری مرضی کے خلاف یہاں سے کیسے لے جاتے ہو؟" میں نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

میرے اس طرح اچھل کر بیڈ سے اُترنے پر دونوں ڈاکٹر اور سلویا ششدر رہ گئے۔ سب اپنی اپنی جگہ ساکت ہو گئے اور میں اس طرح کھڑا تھا کہ میرے قریب سے گزرے بغیر کوئی کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

چند لمحے یوں ہی گزر گئے، پھر معمر ڈاکٹر سنبھالا لے کر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "تم جو کچھ بھی کر رہے ہو وہ تمھارے اپنے ساتھی کے حق میں بُرا ثابت ہو گا مسٹر ایلی۔"

"اخاہ۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تو جناب میرے نام سے بھی واقف ہیں۔"

"صرف نام سے ہی نہیں، ہر بات سے واقف ہیں۔" اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"پھر بتاؤ، میں اپنے ساتھی کو تمھارے رحم و کرم پر کیسے چھوڑ دوں؟"

"حالانکہ تم خود چھتیس گھنٹوں تک ہمارے رحم و کرم پر رہ چکے ہو۔"

اس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا لیکن میں نے کہا۔ "پالیسی کسی وقت بھی تبدیل ہو سکتی ہے۔"

"ڈاکٹر کی صرف ایک ہی پالیسی ہوتی ہے۔ کسی طرح بھی سہی، اس کا مریض صحت یاب ہو جائے۔"

"تم لوگ ڈاکٹر سہی مگر کسی کے ملازم بھی ہو۔ میں اس کی پالیسی کی بات کر رہا تھا جس کے تم ملازم ہو۔"

"مسٹر ایلی! اگر ہم چاہیں تو تمھارے ساتھی کو زبردستی بھی یہاں سے لے جا سکتے ہیں مگر ہم ایسا نہیں کریں گے۔"

"کیوں؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"اس لیے کہ اس کی زندگی بچانے کی ہر ممکن کوشش کرنا ہمارا فرض ہے لیکن تھوڑی سی ذمّے داری تمھاری بھی ہے۔ اگر تمھیں اپنے ساتھی سے محبت ہے تو تمھیں ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں کسی یہودی پر اعتبار نہیں کر سکتا۔"

میری بات سن کر ڈاکٹر کا چہرہ سرخ ہو گیا لیکن جب وہ بولا تو اس کی آواز حیرت انگیز طور پر پُرسکون تھی اور اس میں اشتعال کا شائبہ تک نہیں تھا۔

"تمھیں یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی مسٹر ایمی! میں تم سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ تمھارے کارنامے بھی میرے علم میں ہیں۔ میں تم سے یہودیت کے بارے میں گفتگو نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ میں کوئی مبلغ نہیں ہوں۔ یہودیوں کے بارے میں بھی گفتگو نہیں کروں گا کیونکہ میرا ایمان ہے کہ ہر قوم میں اچھے اور بُرے ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ میرا سیاست سے بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس لیے سیاسی گفتگو بھی نہیں کر سکوں گا۔ یہ سارے معاملات انہی لوگوں تک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رکھو جن سے تمھاری دشمنی چلی آ رہی ہے۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ کون صحیح ہے اور کون غلط ۔۔۔ کون غالب ہوتا ہے اور کون مغلوب ۔ ۔ ۔ مجھ سے تو میرے شعبے کی حد تک بات کرو۔ اتنا تو تم خود بھی جانتے ہو گے کہ دنیا کے کسی بھی ملک کے میڈیکل کے نصاب میں رنگ، نسل، قوم اور مذہب کی بنیاد پر کوئی بات شامل نہیں کی جاتی نہ پڑھائی جاتی ہے۔ دنیا کا ہر مذہب محبت کی تلقین کرتا ہے اور نفرت سے روکتا ہے لیکن ہر مذہب کے ماننے والوں میں ایسے لوگ ضرور ہوتے ہیں جو مذہبی تعلیمات سے بغاوت کرتے ہوئے نفرت کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔ میں بڑے فخر سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ میں نے وہ پیشہ اپنایا ہے جو عملی طور پر ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہے۔ کبھی آپریشن ٹیبل پر ہمارے سامنے ہمارا دشمن بھی آ جائے تو ہمارے ہاتھ اس کے لیے مسیحائی کے سوا کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

میں پلک جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا اور اس نے بھی تمام گفتگو میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کی تھی۔

"مجھے تمھاری کسی ایک بات سے بھی اختلاف نہیں ہے لیکن تم بھی تو آخر کسی کے ملازم ہو۔"

"تمھارا خیال غلط ہے۔" اس نے میری بات کاٹ دی۔ "جب تک کوئی شخص زیرِ علاج ہے وہ ہماری ذمے داری ہے اور اس پر کسی کا بس نہیں چل سکتا۔"

"لیکن میں جو یہاں اکیلا رہ جاؤں گا۔" میں نے پینترا بدلا۔

"سلویا تمھاری رفاقت کے لیے یہیں موجود رہے گی۔" اس نے تیزی سے کہا۔

"میرے ساتھی کو بھی تو دیکھ بھال کی ضرورت ہو گی۔" میں نے اعتراض کیا۔

"بے فکر رہو، ہمارے پاس اسٹاف کی کوئی کمی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔ "کو کیسا محسیا ہر وقت تو میرے پاس نہیں رہ سکتی۔"

"چوبیس گھنٹے رہے گی اور اگر تم چاہو گے تو ڈیوٹی تبدیل بھی کی جا سکتی ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ زاہر کے سلسلے میں میں نے جس ردِعمل کا مظاہرہ کیا اسے جذباتیت کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ہم اولیو ہاورڈ کے قیدی تھے۔ وہ ہمیں مروا بھی سکتا تھا اور ہم سے زبردستی اپنی مرضی کے مطابق کام بھی لے سکتا تھا، پھر یہ حقیقت تھی کہ اگر ہمیں مارنا ہی مقصود ہوتا تو یہ کام اس وقت زیادہ بہتر طور پر ہو سکتا تھا جب ہم بے ہوش تھے۔

انھوں نے زاہر کو اس کمرے سے منتقل کر دیا اور میں خاموشی سے انھیں دیکھتا رہا۔ سلویا کمرے میں ہی رک گئی تھی۔ ان لوگوں نے اس سے چلنے کو کہا بھی نہیں تھا اور یہ تو پہلے ہی طے ہو چکا تھا کہ وہ میری دیکھ بھال کے لیے رکے گی۔ اسے روکنے سے میرا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ باتوں باتوں میں اس سے کچھ حقائق اگلوا سکوں۔

"اب تم لیٹ جاؤ ایلی۔" سلویا نے تکلفانہ انداز بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا۔ "تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"میں کسی قسم کی کمزوری محسوس نہیں کر رہا۔" میں نے بیڈ پر پیر لٹکا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مریض کو چاہیے کہ خود کو ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے۔"

"چلو ٹھیک ہے، میں جسمانی طور پر تو آرام کر لوں گا۔ مگر ذہنی سکون کس طرح میسر آئے گا؟"

"کیوں، تمھیں کیا پریشانی ہے؟"

"مجھے اپنے ساتھی کی فکر کھائے جا رہی ہے۔ اس نے بڑے کٹھن مراحل میں میرا ساتھ دیا ہے۔"

"اسے بہتر علاج کی غرض سے یہاں سے لے جایا گیا ہے۔ تمھیں تو ذہنی طور پر مطمئن ہو جانا چاہیے۔"

"تمھیں معلوم ہے، میں نے تمھیں کیوں روکا ہے؟" میں نے اچانک اس سے سوال کیا۔

"ہاں۔" اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "تم نے بتایا تو تھا اپنی تنہائی رفع کرنے کی غرض سے۔"

"اگر میں تنہا رہتا تو اپنے ساتھی کے بارے میں سوچتا رہتا۔ تم سے باتیں کرتا رہوں گا تو دھیان بٹا رہے گا۔"

"اس کے لیے میں ہی کیا ضروری تھی؟" سلویا نے حیرت سے کہا۔ "میری جگہ کوئی اور آتا تو تم اس سے بھی باتیں کر سکتے تھے۔"

"باتیں بھی تو ہر ایک سے نہیں کی جا سکتیں۔ تم پہلی نظر میں ہی مجھے بھا گئی تھیں۔ تمھاری جگہ معلوم نہیں کون آتا۔"

سلویا نے حیرت سے مجھے دیکھا اور پھر کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ "تم تو بہت اچھے اداکار ہو۔"

"میں تمھاری حسین رفاقت سے بہرہ ور ہونا چاہ رہا تھا لیکن تم مجھے اداکار کہہ کر میرے جذبات کا مذاق اڑا رہی ہو۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

سلویا ایک بار پھر ورطۂ حیرت میں ڈوب گئی مگر پہلے کی طرح یہ کیفیت ۔ ۔ ۔ ۔ محض چند لمحوں تک قائم رہی۔ "سچ کہہ رہی ہوں، اگر تم فلموں کی طرف نکل جاؤ تو پہلی ہی فلم میں اداکاری کا آسکر ایوارڈ جیت لو گے۔"

"تمھارا قصور نہیں سلویا!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "آج کے دور میں ہر چیز کی تعریف الٹ کر رہ گئی ہے۔ ہم سب کا یہی حال ہے۔ سچ پر جھوٹ اور اداکاری پر حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔"

سلویا ہنس پڑی۔ بڑی مترنم ہنسی تھی، دل میں اتر جانے والی۔ "تمھارے یہاں پہنچنے سے قبل ہی ہمیں تمھارے بارے میں بڑی تفصیل سے آگاہ کیا گیا تھا۔ اس لیے اب ہم میں سے کسی کا دھوکا کھانا ممکن نہیں ہے۔"

میں نے دل ہی دل میں اولیو ہاورڈ کو بے شمار خطابات سے نواز ڈالا۔ کم بخت نے یہ راہ بھی مسدود کر دی تھی لیکن میں بھی اتنی آسانی سے شکست تسلیم کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ میں نے سلویا پر مشق جاری رکھی۔

"مجھے نہیں معلوم کہ تمھیں کیا بتایا گیا ہے لیکن جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے۔ اس میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں ہے۔"

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم پر حسن اثر انداز نہیں ہوتا۔ بے شمار حسین لڑکیوں نے تمھاری توجہ حاصل کرنے کی کوشش کی، مگر انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کیوں، کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

میں نے ایک بار پھر دل ہی دل میں اولیو ہاورڈ کو برا بھلا کہا اور سلویا سے بولا۔ "تمھیں بالکل درست بتایا گیا ہے سلویا! لیکن اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ میں کبھی کسی سے متاثر ہی نہیں ہو سکتا؟"

"بالکل لازم نہیں آتا۔" سلویا بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "لیکن اتفاق سے ہمیں تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں بھی بتا دیا گیا ہے۔"

اس کے منہ سے تہذیب کا نام سن کر میں نے بڑی مشکل سے خود کو چونکنے سے روکا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اولیو ہاورڈ نے انھیں میرے بارے میں اس حد تک باخبر کر دیا ہے۔ اب گفتگو کا انداز ذرا سا تبدیل کر دینے کی ضرورت تھی۔ وہ خود بخود ہی سب کچھ اگلتی چلی جاتی، بس اسے یہ احساس نہیں ہونا چاہیے تھا کہ میں اس سے معلومات حاصل کرنے کے چکر میں ہوں۔

"تہذیب کی بات اور ہے۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کے کہا۔ "ہم نے ایک دوسرے کو رفیقِ زندگی کے طور پر چنا ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اب میں حسن سے متاثر بھی نہیں ہو سکتا۔"

"ضرور ہو سکتے ہو۔" سلویا نے شوخی سے کہا۔ "لیکن پہلے تو تم کسی سے متاثر نہیں ہوئے۔"

"بہت سی حسین لڑکیوں سے میری ملاقات ہوئی لیکن تم میں نہ جانے کیا بات ہے ۔ ۔ ۔"

"پھر کیا کیا جائے؟" سلویا نے میری بات کاٹ کر بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔ وہ ذرہ برابر متاثر نظر نہیں آ رہی تھی۔

"تم سے باتیں کر کے دل بہلاؤں گا۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "اور کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"مجھے معلوم ہے تمھارا تعلق پاکستان سے ہے اور وہاں اس قسم کی محبت کا تصور پایا جاتا ہے لیکن میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم لوگ صرف ایک محبت کرتے ہو۔"

"پرانی بات ہوئی اب تو ہم لوگ بھی ایڈوانس ہو گئے ہیں۔"

"بہت بری بات ہے علی یار خاں! معلوم نہیں تمھارا مقصد کیا ہے مگر اپنی متضاد گفتگو پر غور کرو۔ ایک طرف تو تمھیں اپنے ساتھی کی طرف سے تشویش لاحق ہے اور دوسری طرف تم اس قسم کی گفتگو کر رہے ہو۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر دباتے ہوئے کہا۔ "شاید میرا دماغ متاثر ہو گیا ہے۔"

سلویا کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار نظر آئے اور وہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "ڈاکٹر کو بلاؤں؟" اس نے کہا۔

"نہیں۔" میں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تشویش کی بات نہیں ہے۔ بس یہ احساس نہیں ہو رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں۔"

"ذہن پر زور مت دو اور لیٹ جاؤ، کہو تو نیند کی گولی دے دوں۔"

"مجھے کچھ نہیں ہوا، بس تمھارے کہنے پر یہ احساس ہوا ہے کہ اپنے ساتھی کی اتنی خراب حالت کے باوجود میں تمھارے حسن سے کیوں متاثر ہو گیا۔ یہ وقت ان باتوں کے لیے مناسب تو نہیں ہے۔"

"تم گفتگو بالکل مت کرو، کچھ مت سوچو، کبھی کبھی یوں بھی ہو جاتا ہے۔"

"میرے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کہیں اس کی وجہ وہ حالات تو نہیں ہیں جن سے ہمیں گزرنا پڑا ہے۔"

"پہلے تم لیٹ جاؤ۔" سلویا نے میرے دونوں شانے پکڑ کر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔ اور نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے لیٹنا پڑا۔ میں نہ صرف لیٹا بلکہ آنکھیں بھی بند کر لیں۔ سلویا نے مجھے چادر اڑھائی اور خود کرسی پر بیٹھ گئی۔

چند لمحوں بعد میں نے آنکھیں کھول دیں۔ سلویا ہتھیلی پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ٹھوڑی ٹکائے مجھے دیکھ رہی تھی۔ مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر مسکرائی۔ "نیند نہیں آ رہی تو آنکھیں ہی بند رکھو، اس سے بھی بہت سکون ملے گا۔"

"تم کب تک یہاں رہو گی سلویا؟" میں نے نحیف آواز میں پوچھا۔

"جب تک تم کہو گے۔" اس نے بڑے میٹھے لہجے میں کہا۔

"اگر میں کہوں کہ تم مستقل میرے ساتھ رہو تو۔۔۔؟"

"جب تک تم زیرِ علاج ہو، میں مستقل تمھارے پاس رہوں گی۔"

"یہ تو بڑی زیادتی ہوگی۔" میں نے کہا۔

"زیادتی!" وہ حیرت سے بولی۔ "نہیں، ہرگز نہیں، کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔"

"محض میری خواہش پوری کرنے کے لیے تمھیں ہر وقت میرے ساتھ رہنا پڑے گا۔"

"تمھاری جگہ کوئی اور مریض ہوتا تب بھی میں یہی کرتی۔"

"اوہ! میں سمجھا تھا محض میری خاطر۔۔۔" میں نے کہا۔ میرے لہجے میں مایوسی تھی۔

سلویا ہنسی۔ "دل چھوٹا نہ کرو۔ بعض چیزوں کا تعلق پیشہ ورانہ ضروریات سے بھی ہوتا ہے۔"

"بعض اوقات ذاتی معاملات کو ترجیح بھی دینا پڑ جاتی ہے۔"

"ایسا ہو بھی سکتا ہے۔" سلویا شوخی سے بولی۔

"لیکن میرے معاملے میں ایسا نہیں ہے۔"

"کم از کم یہاں کی حد تک تو ایسا نہیں ہے۔" سلویا نے مسکرا کر کہا۔

"تمھاری بات بہت تشنہ ہے۔ اس کی وضاحت کرو۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے، ہر لڑکی تم سے کسی نہ کسی حد تک ضرور متاثر ہوتی ہوگی۔ یہاں تو خیر میں مجبور ہوں لیکن اگر کہیں اور تم سے ملاقات ہوئی ہوتی، تب بھی میں تمھاری بات آسانی سے نہیں ٹال سکتی تھی۔"

"کہیں میں مغرور نہ ہو جاؤں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں جانتی ہوں، ایسا نہیں ہوگا۔ تمھارے بارے میں ہمیں بہت تفصیل سے بتایا گیا ہے۔"

"ہمیں سے کیا مطلب ہے۔ میرے بارے میں کس کس کو بتایا گیا ہے؟"

"اس عمارت میں موجود ہر شخص کو۔" سلویا نے کہا۔

"اس کی وجہ؟" میں نے پوچھا۔

"تاکہ ہر وہ شخص جس کا تم سے واسطہ پڑنے والا ہے، تمھیں پوری طرح سمجھ لے اور کسی بھی طرح تمھاری کسی چال میں نہ پھنسنے پائے۔"

"کیا یہاں میری حیثیت قیدی کی سی ہے؟"

"ہاں، عمارت کی ہر راہداری میں مسلح پہرے دار موجود ہیں اور وہ سب کے سب تمھاری خطرناکیوں سے پوری طرح واقف ہیں لہٰذا یہاں سے تمھارے فرار کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ فرار تو کسی نہ کسی طرح ہونا ہی تھا۔ پہلے ہی ہماری پانچ چھ روز کی محنت خاک میں مل چکی تھی لیکن زاہر کو ساتھ لیے بغیر میں ایسی کوئی کوشش کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"کوئی ہرج نہ ہو تو یہ بھی بتا دو کہ ہمارے لیے اتنا اہتمام کرنے والی شخصیت کا نام کیا ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اب تم مجھ سے اپنے ازلی دشمن کا نام بھی پوچھو گے؟" سلویا نے حیرت سے کہا۔

"مجھے اندازہ تھا۔" میں نے کہا۔ "لیکن یقین کرو، میرے بارے میں تم لوگوں سے مبالغہ آرائی کی گئی ہے، ورنہ درحقیقت میں اتنا زیادہ خطرناک آدمی نہیں ہوں۔"

"تم بالکل بھی خطرناک نہیں ہو بلکہ تم تو انسانیت کے بہت بڑے محسن ہو۔"

میں سناٹے میں آ گیا۔ سلویا کے کہے ہوئے الفاظ ناقابلِ یقین تھے۔ میں حیرت سے گنگ ہو کر رہ گیا۔

"تم شاید یہ سمجھ رہے ہو کہ میں تمھارے ساتھ کسی قسم کا بلف کر رہی ہوں۔"

"پھر مجھے کیا سمجھنا چاہیے؟" میں نے بڑی مشکل سے کہا۔

"میں نے جو کچھ بھی کہا ہے پوری دیانت داری سے کہا ہے علی یار خاں۔"

قبل اس کے کہ میں کچھ کہتا، دروازہ کھلا اور ایک ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا ہے۔ یہ وہی معمر ڈاکٹر تھا جس سے تھوڑی دیر قبل میری گفتگو ہو چکی تھی۔ سلویا اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"کوئی مسئلہ تو نہیں ہے؟" ڈاکٹر نے سلویا سے پوچھا۔

"مسئلہ تو کوئی نہیں ہے، بس یہ ذرا ذہنی دباؤ محسوس کر رہے تھے۔"

"کیوں مسٹر علی؟" ڈاکٹر میری طرف متوجہ ہوا۔ "تم بہت جذباتی ہو لیکن میں تمھیں بتا رہا ہوں کہ موجودہ حالت میں زیادہ سوچنے سے تمھارے دماغ پر بہت زیادہ برے اثرات بھی مرتب ہو سکتے ہیں۔"

"۔۔۔نہیں ڈاکٹر۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "بس ذرا سر میں ۔۔۔محسوس ہونے لگا تھا۔ سلویا کے کہنے پر میں آنکھیں ۔۔۔کے لیٹا تو درد غائب ہو گیا۔"

"۔۔۔اپنے ساتھی کی طرف سے فکر مند مت ہونا۔ ہم اس ۔۔۔بچانے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔"

"۔۔۔تمھارے الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اس ۔۔۔ خطرے میں ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"۔۔۔میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر اسے چوبیس ۔۔۔ہوش نہیں آیا تو پھر اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دی ۔۔۔ے گی۔"

"ایک طرف تم کہتے ہو کہ مجھے ذہنی سکون کی ضرورت ۔۔۔ اور دوسری طرف مجھے ایسی خبریں سنا رہے ہو۔"

"ہمیں معلوم ہے کہ تم مضبوط اعصاب کے مالک ہو۔ ۔۔۔ے بڑا صدمہ سہہ سکتے ہو۔ اس وقت یہاں میری آمد ۔۔۔مد یہی تھا۔ تم اس کی طرف سے بہت فکر مند تھے۔ اس ۔۔۔ں نے سوچا تمھیں بتا دوں۔ وجہ یہ ہے کہ کوئی اچانک ۔۔۔ض اوقات ناقابلِ برداشت ثابت ہوتی ہے۔"

"شکریہ ڈاکٹر! میں خود کو کسی بری خبر کے لیے تیار کرنے ۔۔۔شش کروں گا۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"اگر تمھیں کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو تو بتا دینا۔ کہو ۔۔۔سے لیے کسی اور نرس کو بھیج دوں۔"

"نہیں ڈاکٹر! سلویا کے ساتھ وقت اچھا گزر رہا ہے۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ رات تک پھر ۔۔۔گا۔"

ڈاکٹر کے جانے کے بعد سلویا پھر کرسی پر بیٹھ گئی۔ "تم ۔۔۔پر آخر کیا گزری ہے؟" اس نے کہا۔ "شدید ذہنی اور ۔۔۔مشقت کے باعث ہی آدمی اس حالت کو پہنچ سکتا ہے۔"

"ہم لوگ چھ روز تک پہاڑی علاقے میں فرار ہونے کی ۔۔۔ش کرتے رہے۔" میں نے سلویا کو اپنی داستان سنانا شروع ۔۔۔ہمہ تن گوش بیٹھی پوری محویت سے میری باتیں سن ۔۔۔ی۔

"اور جب ان لوگوں نے آگ بجھانے والی گیس پھینکی تو ۔۔۔کے اثر سے ہم بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد جب آنکھ ۔۔۔تو اس کمرے میں تھے اور تم جیسی حسین خاتون کو روبرو ۔۔۔ر میں پہلی ہی نظر میں متاثر ہو گیا۔ شاید یہ کسی قسم کی دماغی ۔۔۔سانی کمزوری تھی، ورنہ میں اتنی آسانی سے تو کسی سے متاثر ۔۔۔ہوا کرتا۔" میں نے اپنی داستان ختم کرتے ہوئے کہا۔

سلویا پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔ "واقعی تم بہت چالاک ہو۔" اس نے کہا۔ "اس قدر دہشت ناک داستان سنانے کے بعد یہ تذکرہ کر کے مزاح بھی پیدا کر دیا اور مجھ سے متاثر ہونے کا جواز بھی پیدا کر لیا۔"

"تو ہم پر یہ گزری مس سلویا۔" میں نے کہا۔ "اور اب تم ہو کہ یقین کر کے ہی نہیں دے رہی ہیں۔"

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ میری نظر میں تم انسانیت کے محسن ہو۔"

"جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گی کہ تم نے یہ نتیجہ کس بات سے اخذ کیا ہے، میں بھلا کیا سمجھ سکوں گا۔"

"میں نے تمھیں بتایا تو ہے کہ ہمیں تمھارے بارے میں مفصل معلومات فراہم کی گئی ہیں لیکن تمھیں میرے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔۔۔ کسی کو بھی نہیں معلوم۔ سب یہی سمجھتے ہیں کہ میں ان لوگوں کی حامی ہوں مگر ایسا نہیں ہے۔"

سلویا کے اندازِ گفتگو سے میرے جسم میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔ اندازہ یہی ہو رہا تھا کہ جیسے وہ مجبوراً ان لوگوں کے لیے کام کر رہی ہو۔ اگر یہی بات تھی تو وہ میرے بہت کام آ سکتی تھی۔

"مجھے تو تم پہلی ہی نظر میں بہت پُراسرار لگی تھیں۔" میں نے رومانٹک لہجے میں کہا۔

"میرے اندر ہرگز کوئی پُراسراریت نہیں ہے۔ میں تو بس انسانیت کی بقا پر یقین رکھتی ہوں۔ ہلاکت خیزی کوئی بھی کر رہا ہو، میری نظر میں مجرم ہے۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ اس کا مذہب کیا ہے، نظریات کیا ہیں اور وہ کس ملک سے تعلق رکھتا ہے۔"

"جن لوگوں کے درمیان تم موجود ہو، ان کے درمیان رہتے ہوئے اس قسم کی باتوں پر یقین کرنا بڑا مشکل کام ہے۔"

"یہ میری وہ مجبوری ہے جس پر مجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں خود بھی میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہوں لیکن ان لوگوں کے ہاتھوں کھلونا بنی ہوئی ہوں۔ مجھے نہیں معلوم میرے ماں باپ کون ہیں؟ اس دنیا میں میرا کوئی رشتے دار ہے بھی کہ نہیں۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، خود کو انھی لوگوں کے درمیان پایا ہے۔ ہاروت رابیل نے میری پرورش کی اور اسی نے تعلیم دلائی۔ میں یہی سمجھتی رہی کہ میں بھی انھی میں سے ہوں۔ چند سال قبل ہی مجھ پر اپنی حقیقت منکشف ہوئی۔ اس سے قبل تو میں ان لوگوں کی مجرمانہ سرگرمیوں سے بھی لاعلم تھی۔"

"اب تم ان کے درمیان سے فرار ہونا چاہتی ہو لیکن یہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تمھارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"ظاہر ہے، جب تم چھ روز کی جدوجہد کے باوجود فرار نہیں ہو سکے تو میں بھلا کیا بیچتی ہوں۔"

"میری بات چھوڑو، میں تو یہاں غیر قانونی طور پر موجود ہوں لیکن تم تو یہاں کی شہری ہو۔ اگر تم فرار ہونا چاہتیں تو ان لوگوں کے خلاف قانون سے مدد طلب کر سکتی تھیں۔"

سلویا تلخی سے ہنسی۔ "قانون کتنے دن میری حفاظت کرتا۔ آخر کار میں ان کے ہاتھوں ماری جاتی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اب تم نے کیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"مجھے تو یوں ہی گزارنی ہے البتہ اگر میں تمھارے کسی کام آ گئی تو میرے لیے یہی بہت کافی ہوگا۔"

"میں سمجھ نہیں سکا کہ میری ذات میں تمھیں کون سی خوبی نظر آ گئی ہے؟"

"ہاروت رابیل کے حوالے پر بھی نہیں سمجھے؟" سلویا نے حیرت سے کہا۔ "یہ پوری داستان میرے علم میں ہے کہ تم نے کس طرح مسروقہ فارمولے امریکی حکومت کے حوالے کیے۔ تم وہ فارمولے کسی جنگ باز ملک کو، کم از کم روس کو بڑی قیمت پر فروخت کر سکتے تھے لیکن تم نے انھیں واپس کر دینے کو ترجیح دی۔ یہ کام بڑے مضبوط کریکٹر کا آدمی ہی کر سکتا تھا اور ہمیں تمھارے بارے میں جتنی باتیں بھی منفی بتائی گئی ہیں، وہ سب کی سب دراصل مثبت ہیں اور تمھاری خوبیاں ہیں۔ میں تو خود تمھاری قربت کی خواہاں تھی۔"

سلویا کی گفتگو سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سچ بول رہی ہے لیکن یہ امکان بھی تھا کہ اس طرح اولیو ہاورڈ مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ میرا اعتماد حاصل کر کے مجھ سے میرے فرار کی اسکیم معلوم کرتی اور اولیو ہاورڈ کو قبل از وقت باخبر کر دیتی۔ اس طرح اگر میں فرار ہونے کی کوشش کرتا تو ناکامی لازمی ہو جاتی۔

"میری قربت حاصل کر کے تم کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتی تھیں؟" میں نے سوال کیا۔

"میں کیا فائدہ حاصل کروں گی۔ میں تو تمھیں فائدہ پہنچانا چاہتی تھی۔"

"مدد کرنے سے کہیں یہ مراد تو نہیں کہ تم فرار ہونے میں مجھ سے تعاون کرنا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔" سلویا نے کہا۔ "میں تمھیں بہت سی معلومات فراہم کروں گی۔ ان سے فائدہ اٹھانا تمھارا کام ہوگا۔"

میرے کان کھڑے ہو گئے۔ اس کی مدد سے اگر میں کوئی اسکیم بناتا تو وہ مخدوش ثابت ہو سکتی تھی۔ دوسری طرف یہ بھی ممکن تھا کہ وہ واقعی ان لوگوں سے اس حد تک بدظن ہو گئی ہو کہ ان کے خلاف میری مدد کرنے پر آمادہ ہو گئی ہو۔ میں نے سوالات کے ذریعے اسے ٹٹولنے کا فیصلہ کیا۔

"کیا میری مدد کر کے تم خود بھی یہاں سے فرار ہونا چاہتی ہو یا...؟"

"میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتی کہ ان مشکلات سے گزر سکوں جو یہاں سے فرار ہوتے ہوئے پیش آئیں گی۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ تمھیں تو فوراً حامی بھر لینی چاہیے تھی۔ کیا تم یہاں ناخوش نہیں ہو؟"

"ہوں، لیکن سوال یہ ہے کہ میں جاؤں گی کہاں۔ میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ مجھے تو امریکا میں ہی رہنا ہوگا اور میں جانتی ہوں، ان لوگوں کے وسائل اتنے زیادہ ہیں کہ یہ مجھے کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے۔"

اس کے جواب نے کسی حد تک اس کی پوزیشن صاف کر دی تھی لیکن اب بھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

"تم تو ہاروت رابیل کے لیے کام کرتی ہو۔ تمھیں معلوم ہوگا کہ وہ آج کل کہاں ہے؟"

"کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔ صرف اسلحے کا کاروبار بند ہو گیا ہے۔ باقی سب کچھ جوں کا توں چل رہا ہے۔"

"گویا تم لوگوں کی کمان اولیو ہاورڈ کے ہاتھ میں ہے؟"

"ہاں، ہم لوگوں کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اولیو ہاورڈ کا ہر حکم بجا لائیں۔"

"ہاروت رابیل کی رہائش اس عمارت میں تو نہ رہی ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں کہاں، وہ تو واشنگٹن میں رہتا تھا۔ اب معلوم نہیں کہاں ہوگا۔ اس کے دفاتر سیل کر دیے گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔ "کیا ہم اس وقت واشنگٹن میں نہیں ہیں؟"

"ہم نیویارک میں ہیں۔" سلویا نے کہا۔ "واشنگٹن میں تو تمھارا اس سے معرکہ ہوا تھا۔"

"اوہ، ابھی تک میں اس غلط فہمی میں تھا کہ میں واشنگٹن میں ہی ہوں۔" میں نے کہا اور تہذیب کے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ بات واضح نہیں ہو سکی تھی کہ تہذیب آزاد ہے یا اس پر بھی اولیو ہاورڈ نے ہاتھ ڈال دیا ہے۔ تہذیب اور بڈ کے آزاد ہونے کی صورت میں امید کی جا سکتی تھی کہ وہ

[illegible] تلاش کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔ ان کا ہدف [illegible] عمارات ہو سکتی تھیں جو ہاروت رابیل کی ملکیت ہوتیں۔ [illegible] یہ عمارت بھی ہاروت رابیل کی ہی ملکیت رہی ہوگی۔ میں [illegible] سلویا سے یہ سوال کر لیا۔

"ہاں یہ عمارت ہاروت رابیل کی ہی ملکیت ہے لیکن [illegible] سوال کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"ویسے ہی معلوم کرنے کے لیے پوچھ لیا تھا۔" میں نے [illegible] ٹالتے ہوئے کہا لیکن اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔ ہاروت [illegible] جائداد تو پورے امریکا میں پھیلی ہوئی ہوگی۔ تہذیب اور [illegible] اگر مجھے تلاش کر بھی رہے ہوں گے تو واشنگٹن میں ہی کر رہے ہوں گے۔ نیویارک بھلا وہ کیسے پہنچ سکے ہوں گے۔

"سلویا! تم نے یہ نہیں بتایا کہ ہاروت رابیل کے گروہ [illegible] تمھاری کیا پوزیشن ہے؟"

"نہ تو میری کوئی خاص پوزیشن ہے اور نہ ہی میرے [illegible] پر کوئی خاص ذمّے داری ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں [illegible] زیادہ تر نیویارک میں رہتی ہوں۔ کبھی کبھی واشنگٹن جانا ہوتا [illegible] تو میں ہاروت رابیل کی کوٹھی میں ہی رہتی تھی۔ ہاروت رابیل [illegible] ظاہر کرتا تھا جیسے میں اس کے کسی آنجہانی دوست کی بیٹی [illegible] ہوں اور وہ میرے تمام اخراجات کا ذمّے دار ہے۔ میرے [illegible] کوئی ذمّے داری نہیں تھی۔ میں اسی عمارت میں رہتی تھی، [illegible] کی تیسری منزل پر۔ اس وقت تم موجود ہو۔ یہ منزل علاج [illegible] کے لیے مخصوص ہے۔ ہاروت رابیل کے کارکنوں میں [illegible] اگر کوئی بیمار پڑ جاتا تھا تو اسے علاج کی غرض سے یہیں [illegible] لایا جاتا تھا۔ میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہونے کی وجہ سے میں [illegible] ان کے علاج میں ڈاکٹروں کا ہاتھ بٹا دیا کرتی تھی۔ ایک [illegible] یہاں ایک ایسا شخص لایا گیا جس پر بے پناہ تشدّد کیا گیا تھا [illegible] میں نے بڑی دلجمعی سے اس کی تیمار داری کی لیکن وہ جاں بر [illegible] نہ ہو سکا۔ اس نے مرنے سے قبل کچھ انکشافات کیے جو ہاروت رابیل [illegible] سے متعلق تھے اور بڑے ناقابلِ یقین تھے۔ اس سے قبل میں [illegible] انکل رابیل کو ایک معزز شہری سمجھتی رہی تھی۔ وہ شخص خود بھی کوئی [illegible] آدمی نہیں تھا اور اس کا اور انکل رابیل کا کسی کاروباری [illegible] بات پر اختلاف ہو گیا تھا۔ انکل رابیل نے اس پر کچھ الزامات [illegible] لگا کے اس پر تشدّد کرایا۔ جس کا نتیجہ اس کی موت کی صورت [illegible] میں ظاہر ہوا لیکن مرتے مرتے اس نے جو حقائق مجھ پر منکشف [illegible] کیے ان سے انکل رابیل کا اصل چہرہ مجھ پر ظاہر ہو گیا اور پھر [illegible] مجھے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ میری اپنی کیا حیثیت ہے۔ ان انکشافات [illegible] سے قبل میں انکل رابیل کا بے حد احترام کرتی تھی اور ان کے

احسانوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے انھیں مجھ سے زیادہ قابلِ اعتماد ملازم اور کہاں مل سکتا تھا۔ ڈاکٹر بننے کے بعد مجھے اس اسپتال یا اس جیسے کسی اور اسپتال میں تعینات کر دیا جاتا اور یہاں لائے جانے والے مریضوں کی کہانیاں جن میں سے اکثر انکل رابیل کے ظلم و ستم کا شکار ہوتے ہیں۔ میرے سینے میں دفن ہو کر رہ جاتیں۔"

"ہوں۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "تم نے اس سلسلے میں ہاروت رابیل سے کوئی بات نہیں کی؟"

"میں نے بہت غور کیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ آخر ایک روز کھانے کی میز پر میرے منہ سے بے اختیار یہ بات پھسل گئی۔ اس مریض نے جو انکشافات کیے تھے، ان کے بارے میں میں نے انکل رابیل سے استفسار کیا۔ میرے منہ سے یہ باتیں سن کر وہ چونک پڑے، پھر انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ باتیں میرے علم میں کیسے آئیں۔ میں نے انھیں اپنی معلومات کے ذریعے سے بھی آگاہ کر دیا۔ وہ غور سے میرے چہرے کے آثار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہے تھے لیکن مجھ سے بس یہی ایک عقل مندی سرزد ہوئی کہ میں نے اپنے چہرے سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ پھر انھوں نے ایک لمبی چوڑی تقریر کی جس میں انھوں نے اپنی ہر بدعنوانی کا دفاع کیا۔ میں سمجھ گئی کہ وہ سُدھریں گے نہیں، لہٰذا بظاہر میں ان سے متفق ہو گئی لیکن درحقیقت ان کے اعترافات کے بعد ان سے نفرت کرنے لگی تھی۔ مگر سوال یہ تھا کہ میں کیا کرتی۔ اس سلسلے میں میں نے بہت غور کیا، بہت سے امکانات کا جائزہ لیا۔ میں پولیس کو بھی مطلع کر سکتی تھی اور سی آئی اے سے بھی مدد طلب کر سکتی تھی لیکن میرے پاس ٹھوس ثبوت نہیں تھے، معلومات بھی مکمل نہیں تھیں۔ لہٰذا میں نے بہت سوچ بچار کے بعد خاموشی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اب یہ پوزیشن ہے کہ میں سب سے زیادہ قابلِ اعتبار کارکنوں میں شمار کی جاتی ہوں۔"

سلویا نے اگرچہ اختصار سے اپنی کہانی سنائی تھی مگر وہ بہت متاثر کن تھی۔ سلویا کا جذبہ لائقِ تحسین تھا۔

"میں اگرچہ ہاروت رابیل کے خلاف کچھ نہیں کر سکی لیکن میری یہ خواہش تھی کہ کسی صورت اسے نقصان پہنچے۔ اسی اثنا میں خبر ملی کہ ڈی فوسٹر کچھ اہم چیزیں لے کر فرار ہو گیا ہے۔ یہ تو بہت بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کیسے مہلک فارمولے لے کر فرار ہوا تھا۔ پھر ایلن گراہم بن کر تم نمودار ہوئے اور تم نے جو زک ہاروت رابیل کو پہنچائی وہ یادگار تھی۔ ہاروت رابیل بے حد سازشی آدمی ہے اور اس نے ہمیشہ دوسروں کو ہی زک دی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خود اس نے زندگی میں پہلی بار تمھارے ہاتھوں نقصان اٹھایا۔ نقصان بھی ایسا جس نے اسے بالکل ہی تباہ کر کے رکھ دیا۔"

"ہاروت رابیل کو اصولی طور پر تو امریکا چھوڑ دینا چاہیے تھا۔"

"ایک خبر یہ بھی ہے کہ وہ ملک سے بھاگ گیا ہے۔ اور جاتے وقت سب کچھ اولیو ہاورڈ کے حوالے کر گیا ہے۔"

"اس نے ایسا کیوں کیا؟"

"محض تم سے انتقام لینے کی خاطر۔" سلویا نے کہا۔ "تمھاری وجہ سے اس کی بنی بنائی ساکھ تباہ ہوئی، جما جمایا کاروبار ختم ہو گیا جس سے اسے کروڑوں ڈالر سالانہ کا منافع ہو رہا تھا اور اسے اپنی ساری املاک چھوڑ کے فرار ہونا پڑا۔ ذرا غور تو کرو، ایک ایسا شخص جس نے زندگی میں کبھی نقصان نہ اٹھایا ہو اسے دفعتاً اتنی بڑی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑ جائے تو اس کا کیا ردِعمل ہو گا۔ کیا وہ پاگل نہیں ہو جائے گا؟ میرے خیال میں تم سے بس یہی ایک غلطی ہوئی کہ تم نے اس پر اپنی اصلیت ظاہر کر دی۔ اس کے نتیجے میں اس نے اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کر لیا۔ نہ تم نے خود کو اس پہ ظاہر کیا ہوتا اور نہ وہ اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کرتا۔ تم بڑے سکون سے امریکا سے نکل جاتے۔"

"میرے سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اپنی اصلیت ظاہر کرنے کے نتیجے میں اولیو ہاورڈ سے ملاقات ہو جائے گی۔ میں نے تو یوں ہی اسے اپنے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" سلویا نے کہا۔ "اگر تمھیں علم ہوتا تو تم ہرگز یہ غلطی نہ کرتے۔"

"نہیں، اس کے برعکس اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو میں ضرور اسے اپنے بارے میں بتا دیتا۔"

"کیوں؟" سلویا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"مجھے اس سے محبت ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "زیادہ عرصے تک اس سے ملاقات نہ ہو تو بے چینی سی ہونے لگتی ہے۔"

"پتا نہیں، تم کیا کہہ رہے ہو۔" سلویا نے بے بسی سے شانے اچکائے۔

"کسی کی سمجھ میں بھی نہیں آتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کے علاوہ مجھے کوئی مدِمقابل ملا بھی نہیں ہے۔"

"تمھاری قسمت ہی اچھی تھی کہ بچ گئے ورنہ اس نے تو تمھیں مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"میرا بیان اس کے بالکل برعکس ہے۔ اولیو ہاورڈ قسمت کا دھنی ہے کہ ہم زندہ اس کے ہاتھ لگ گئے ورنہ ہم نے تو خود کو ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"تمھارا مطلب ہے اولیو ہاورڈ نے تمھیں ہلاک نہیں کرنا چاہا؟" سلویا نے حیرت سے کہا۔

"اس نے ہمیں زندہ گرفتار کرنے کی انتہائی کوشش کی اور اتفاقاً اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گیا۔"

"میرا بھی دماغ خراب ہو گیا ہے۔ مستقل باتیں کیے جا رہی ہوں جب کہ تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اگر مجھے آرام کی ضرورت ہوتی تو ضرور کرتا۔"

"ہم نے تمھاری شیو تو کر دی ہے پر اور بھووں کے بال اُگنے میں چند دن تو ضرور لگیں گے۔ اس کے بعد ہی تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہو سکو گے۔ اس لیے چند روز تو تمھیں ضرور آرام کرنا پڑے گا۔"

"کسی اور کو منہ دکھانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تم میرے پاس موجود ہو، مجھ سے باتیں کر رہی ہو، میری دل جوئی کر رہی ہو۔ اس کے سوا مجھے اور کیا چاہیے؟"

"پھر پٹڑی سے اُتر رہے۔" سلویا نے ہنس کر کہا۔

"پٹڑی سے اترا نہیں بلکہ پٹڑی پر واپس آ گیا۔"

"تم یوں نہیں مانو گے۔" سلویا نے مجھے گھور کر دیکھا پھر بولی۔ "جانتے ہو ہماری نظر میں محبت کا کیا مفہوم ہوتا ہے؟"

میرے ہوش اڑ گئے، مگر میں نے جی کڑا کر کے کہا۔ "مجھے کیا معلوم؟"

"تم بھی جانتے ہو۔" اس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "بُرا مت ماننا، ہم لوگ منافق نہیں ہوتے۔ ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے جذبات ہوتے ہیں اور چونکہ ہمیں رائے کی آزادی کے علاوہ عمل کی آزادی بھی حاصل ہے۔ اس لیے ہمارے ہاں جنس ممنوعہ نہیں ہے۔ البتہ اس کے لیے باہمی رضامندی ضروری ہوتی ہے۔"

اس مسئلے پر میں سلویا سے متفق نہیں تھا مگر میں بحث کرنے کے موڈ میں بھی نہیں تھا۔ ورنہ گھنٹوں اس موضوع پر بحث کر سکتا تھا۔ چنانچہ بحث سے بچنے کے لیے میں نے کہا۔ "بات تو محبت کی ہو رہی تھی۔"

"کوئی اور بات کرو۔" اس نے بیزاری سے کہا۔ "فلسفہ ہائے محبت میں بہت اختلاف ہے اور ہم ہرگز ایک دوسرے کی محبت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"مجھ سے محبت کرنے کے لیے اولیو ہاورڈ ہی بہت ہے۔"

میرے انداز پر سلویا ہنس پڑی۔ "تمھارا اطمینان دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔"

"اولیو ہاورڈ کو نہیں ہوتی... اور اسی لیے میں بھی اس سے بے حد محبت کرتا ہوں۔"

"سمجھ میں نہیں آتا۔" سلویا نے بے بسی سے کہا۔ "تم دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہو۔ ایسے میں تو آدمی دوسرے کی جان لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے مگر تم دونوں ایک دوسرے سے رعایت کیوں برتتے ہو۔"

"اس چکر میں مت پڑو۔ یہ پیچیدہ معاملہ ہے۔ تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ تم تو یہ بتاؤ کہ اولیو ہاورڈ کہاں روپوش ہے اور اس سے کب ملاقات ہو سکے گی؟"

"وہ واشنگٹن میں ہے۔ شاید رات تک یہاں پہنچے مگر اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

"اولیو ہاورڈ نے ہمیں کسی کیمپ میں بھجوایا تھا۔ تمھیں معلوم ہے کہ وہ کیمپ کس علاقے میں ہے؟"

"نہیں۔" سلویا نے نفی میں سر ہلایا۔ "مجھے یہ نہیں معلوم، اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں معلوم نہیں ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا۔ "جو باتیں معلوم ہیں وہی بتاؤ، شاید کوئی کام کی بات نکل آئے۔"

"مجھے کیا معلوم کون سی بات تمھارے کام آ سکے گی۔ تم خود ہی سوال کیوں نہیں کر لیتے۔"

"تم کسی ہاورڈ سے واقف ہو؟" میں نے چند لمحے سوچنے کے بعد اس سے کہا۔

"کیوں نہیں۔" سلویا نے کہا۔ "وہ اولیو ہاورڈ کی بیٹی ہے۔ ... واشنگٹن گئی تھی تو اس سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔"

"اس سے ملاقات ہوئی تھی تو اس سے گفتگو بھی ہوئی ہو گی۔"

"ہاں ہوئی تھی۔" سلویا نے کہا۔ "لیکن تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"اس سے میرے بارے میں بھی باتیں ہوئی ہوں گی۔"

"ہاں کافی باتیں ہوئیں۔" سلویا نے کہا۔ "میں کیا کیا بتاؤں؟"

"صرف یہ بتاؤ کہ اس کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟"

"رائے جاننا چاہتے ہو یا یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ تمھارے لیے اس کے دل میں کس قسم کے جذبات ہیں؟" سلویا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"ایک ہی بات ہے۔" میں بے پروائی سے بولا۔

"وہ تمھارے بارے میں بڑی متضاد باتیں کر رہی تھی۔ جہاں تک میں اندازہ کر سکی ہوں، وہ تم سے نفرت کرتی ہے۔ اور اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ تم نے اس کی انا کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

سلویا نے اپنا تجزیہ پیش کیا جو غلط نہیں تھا۔ میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ... ہر قیمت پر مجھ سے اپنی مطلب براری کی خواہاں ہے اور اس کی مطلب براری ہو گئی تو وہ مجھے بڑے سے بڑا نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرے گی۔ آخر اسے مجھ سے اپنی توہین کا انتقام بھی تو لینا تھا۔

میں سوچ میں ڈوبا رہا اور سلویا خاموش بیٹھی رہی۔ اس نے مجھے سوچ میں گم دیکھ کر ٹوکنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ میں اس اُدھیڑبُن میں تھا کہ یہاں سے نکلنے کی کیا تدبیر کی جائے۔ کوئی منصوبہ بنانے سے قبل میں زاہر کے صحت یاب ہونے کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔ کم از کم اس کے بارے میں کوئی یقینی بات ہی معلوم ہو جاتی۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر کمرے میں آیا اور اس نے دواؤں کے سلسلے میں سلویا کو کچھ ہدایات دیں اور زاہر کے بارے میں مجھ سے چند تسلی آمیز الفاظ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ سلویا نے اس کی ہدایت کے مطابق چند گولیاں مجھے دیں جو میں نے بادل ناخواستہ نگل لیں۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ ان میں کوئی نیند کی گولی بھی ہے۔ یہ اندازہ تو اس وقت ہوا جب میری پلکیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں۔ میں نے سلویا کو غصیلے انداز میں گھورا۔

"میں مستقل تم سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے آرام کی ضرورت نہیں ہے، پھر بھی تم نے مجھے نیند کی گولی دے دی۔"

"مریض کے بارے میں ڈاکٹر بہتر سمجھتا ہے۔" سلویا نے بڑی ملائمت سے جواب دیا۔

"تمھیں میری قوتِ ارادی کا اندازہ نہیں ہے۔ میں نہ چاہوں تو مجھے اب بھی نیند نہیں آئے گی۔"

"اوہ، ایسا غضب مت کرنا۔" سلویا بوکھلا گئی۔ "نیند سے لڑنے کی کوشش کرو گے تو ہمارا سارا علاج برباد ہو کر رہ جائے گا۔ اس کوشش کے نتیجے میں تمھیں لازماً نقصان پہنچے گا۔ سونے کی کوشش کرو، نیند سے مت لڑو، پلیز۔"

میں نے یہی مناسب سمجھا کہ سو جاؤں۔ چنانچہ میں نے خود کو نیند کے سپرد کر دیا۔

میری آنکھ چار گھنٹے بعد کھلی۔ سلویا اسی طرح کرسی پر بیٹھی دکھائی دی۔ اس کو یوں بیٹھے دیکھ کر میں جلدی سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اُٹھ بیٹھا۔ "تم جب سے اسی طرح بیٹھی ہوئی ہو؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں"، سلویا نے مسکرا کر کہا۔ "جب سے یہیں بیٹھی ہوئی ہوں۔"

"یہ کیا حماقت ہے۔ میں سوگیا تھا تو تمھیں بھی آرام کر لینا چاہیے تھا۔"

"تم سوتے ہوئے اتنے اچھے لگ رہے تھے کہ میرا جی چاہا تمھیں دیکھتی رہوں۔" سلویا نے بڑے میٹھے لہجے میں کہا۔ "پھر بتاؤ میں بھلا آرام کیسے کر سکتی تھی؟"

"مجھے گھس رہی ہو۔" میں نے سلویا کو گھورا۔

"میں تمھیں یقین کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔" سلویا بے بسی سے بولی۔

"مجھے معلوم ہے تم کچھ ہی دیر قبل یہاں آکر بیٹھی ہو۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟ تم تو سو رہے تھے۔ جو میں کہہ رہی ہوں تمھیں اس پر یقین کرنا ہوگا۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ یہ بتاؤ کہ زاہر کی حالت کیسی ہے؟"

"پہلے جیسی ہی حالت ہے۔ اسے اب تک ہوش نہیں آسکا ہے۔"

"میرا خیال ہے تم لوگ مجھے کسی بُری خبر کے لیے تیار کر رہے ہو۔ اس کا جاں بر ہونا مشکل دکھائی دیتا ہے۔"

"امید تو ہے مگر بہت کم۔" سلویا نے کہا۔ "زیادہ امکان یہی ہے کہ وہ بچ نہیں سکے گا۔"

"اس کے بارے میں کوئی حتمی بات سامنے آئے تو میں اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں کوئی فیصلہ کروں۔"

"وہ سب بعد میں کرنا۔ فی الحال تو اولیو ہاورڈ سے ملنے کی تیاری کرو۔"

"اولیو ہاورڈ!" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا وہ یہاں موجود ہے؟"

"ہاں، وہ یہاں آچکا ہے۔ تم باتھ روم میں جا کر نہا لو۔ تمھارے لیے لباس باتھ روم میں ہی موجود ہے۔"

ایک گھنٹے بعد میں پوری طرح تیار ہو چکا تھا۔ دو آدمی مجھے بلانے آگئے۔ دونوں مسلح تھے۔ وہ مجھے اپنے جلو میں کمرے سے باہر لے گئے۔ باہر راہداری کے سرے پر بھی دو مسلح محافظ موجود تھے اور کسی بھی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح چوکس نظر آرہے تھے۔ اولیو ہاورڈ نے سلویا کو بھی طلب کیا تھا چنانچہ وہ بھی میرے عقب میں تھی۔

مجھے پچھلی منزل پر واقع ایک کشادہ کمرے میں پہنچایا گیا۔ کمرا بہترین آرائشی سامان سے مزین تھا۔ ایک صوفے پر اولیو ہاورڈ پورے کروفر کے ساتھ بیٹھا تھا۔ دوسرے صوفے پر جو شخص بیٹھا تھا اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ وہ ہاروت رابیل تھا۔ میں حیرت کے عالم میں اسے دیکھتا رہ گیا۔

"بیٹھ جاؤ علی۔" کمرے میں دفعتاً اولیو ہاورڈ کی آواز گونجی اور میں حیرت کے جھٹکے سے سنبھل کر آگے بڑھا اور میں نے بھی ایک نشست سنبھال لی۔ سلویا ہاروت رابیل کے نزدیک جا بیٹھی تھی۔

"تمھاری کوششوں کی جتنی بھی داد دی جائے کم ہے علی! لیکن دیکھ لو بالآخر تم میرے سامنے موجود ہو۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ اس کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"اس مہربانی کے لیے میں تمھارا شکر گزار ہوں ہاورڈ!" میں نے الفاظ چبا چبا کر ادا کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے دیکھ لیا کہ اب تم میرے چنگل سے فرار نہیں ہو سکتے۔"

"یہ محض ایک اتفاق تھا کہ ہم تمھارے ہاتھ لگ گئے ورنہ یہ تمھارے آدمیوں کے بس کی بات نہیں تھی۔"

"اسے اتفاق مت سمجھو۔" اولیو ہاورڈ نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "وہ بہت منجھے ہوئے لوگ ہیں۔ بہر حال میں اپنے ہدف کو نشانہ بنا دیتے ہیں۔"

"بے شک، بے شک۔" میں نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔

"اسی لیے دو ہفتے اور چھ روز تک انھیں جُل دیتے رہے۔"

"میری سخت ہدایات تھیں کہ تمھیں زندہ میرے سامنے حاضر کیا جائے۔" اولیو ہاورڈ نے سُرخ ہوتے ہوئے کہا۔

"اب میرے قتل کے احکامات بھی صادر کر کے دیکھ لو۔" میں نے زہر خند لہجے میں کہا۔

"وقت آنے پر یہ بھی دیکھ لو گے۔ اس وقت تو ہاروت تم سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔"

"اچھا!" میں نے ہاروت رابیل کی طرف دیکھا۔ "مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم جیل سے کیسے بچ نکلے؟"

"میری ناتوانی پر مت جاؤ۔ میں نے وہ جال اس لیے تیار نہیں کیا تھا کہ خود اس میں پھنس جاؤں۔"

"مگر مجھ دوست دشمن کی تمیز نہیں کر سکتے ڈیئر رابیل"

"اور بھی طریقے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کیے جا سکتے۔" رابیل نے کہا۔

"ہوں گے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "مجھے معلوم

نے کا زیادہ شوق بھی نہیں ہے۔"

"تم نے مجھے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے علی یار خان! ر سارا کاروبار تباہ ہو گیا ہے۔"

"مقابلے میں تو یہی ہوتا ہے۔ یا آدمی نقصان پہنچاتا ہے خود نقصان اٹھاتا ہے۔"

"امریکی حکومت مجھے گرفتار کرنے کے درپے ہے ں چھپتا پھر رہا ہوں۔"

"مجھے اس بات پر بھی حیرت ہے کہ تم نے ابھی تک ریکا چھوڑ کیوں نہیں دیا؟"

"میرے ہوتے ہوئے تو تمھیں اس بات پر حیرت ہیں ظاہر کرنی چاہیے تھی۔" اولیو ہاورڈ بولا۔

"تم کون سے تیس مار خاں ہو۔ تمھیں تو خود سی آئی اے سے نکال باہر کیا گیا تھا۔"

"دوستانہ ماحول میں بات کرنے کی کوشش کرو علی! ورنہ بُرے نتائج کا بھی سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔"

"مطلب یہ ہے کہ اب تو امریکی حکومت میں تمھارا ثر و رسوخ بھی نہیں ہے۔"

"میک اَپ کرنے کے لیے کسی قسم کے اثر و رسوخ ضرورت نہیں ہوتی۔"

"لیکن یہ تو اپنی اصلی شکل و صورت میں ہے۔" میں نے روت رابیل کی طرف دیکھا۔

"اس عمارت میں آنے کے بعد میک اپ اتار گیا ہے اہر ہو جائے گا۔"

"اچھا تو تم مجھ سے کیا کہنا چاہ رہے تھے؟" میں نے بیل سے پوچھا۔

"تم نے فارمولوں کے عوض مجھ سے بہت بڑی رقم ول کرنے کے باوجود فارمولے میرے حوالے نہیں کیے!" روت نے کہا۔

"تم نے خود ہی بد دیانتی کی بنیاد ڈالی تھی۔ اب شکایت نا فضول ہے۔"

"انسانی ضروریات لامحدود ہوتی ہیں۔ تمھیں یقیناً اور رقم کی بھی ضرورت ہو گی۔"

"تمھیں بہت اچھی طرح معلوم ہے وہ فارمولے میں امریکی کومت کے حوالے کر چکا ہوں۔"

"کیا عجب کہ تم نے ان کی نقلیں تیار کرا لی ہوں۔"

"اگر کرائی بھی ہیں تو تمھارے ہاتھ ہرگز فروخت نہیں کروں گا۔"

"تمھاری زندگی میرے ایک اشارے کی محتاج ہے۔" ہاروت رابیل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ صرف تمھارا وہم ہے۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ "مجھ سے ذرا ہوش میں رہ کر بات کرو۔ میں اولیو ہاورڈ نہیں ہوں۔"

"یہ تو مجھے بھی معلوم ہے کہ تم اولیو ہاورڈ نہیں، ہاروت رابیل ہو۔" میں نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں کہا۔

"اگر تم آئینہ دیکھ لو تو ایسی بڑی بڑی باتیں نہ کرو۔ ابھی تو صرف تمھارے بال جلے ہیں۔ بات آگے بھی بڑھ سکتی ہے۔"

"ممکن ہے تمھیں میرا حلیہ بہت مضحکہ خیز لگ رہا ہو لیکن ائر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھنے والوں کا یہ حلیہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ حلیہ تو کسی ایسے شخص کا ہی ہو سکتا ہے جو میدانِ عمل میں رہنے کا عادی ہو۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ علی کے پاس فارمولے کی نقلیں نہیں ہوں گی۔" اولیو ہاورڈ، ہاروت رابیل سے بولا۔

"میں اس بات پر ہرگز یقین نہیں کر سکتا۔" ہاروت رابیل سر جھٹک کر بولا۔

"مت یقین کرو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میں کب تمھیں مجبور کر رہا ہوں۔"

"مجھے تو اس پر حیرت ہے کہ علی اس چکر میں پڑ کیسے گیا؟" اولیو ہاورڈ بولا۔ "جس معاملے کا فلسطین کی آزادی سے کوئی تعلق نہ ہو، اس میں علی کا ہاتھ ڈالنا حیرت انگیز ہے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ بظاہر اس معاملے کا فلسطین کی آزادی سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن درحقیقت میں نے یہ سب کچھ انھی لوگوں کی مالی امداد کے لیے کیا تھا جو بیروت کے کیمپوں میں کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اگر اولیو ہاورڈ کے علم میں یہ بات ہوتی تو وہ خود ہی سب کچھ سمجھ جاتا۔

"پیسہ آدمی کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ دولت کی خاطر آدمی بڑے سے بڑا کام کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔" ہاروت رابیل نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

اولیو ہاورڈ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ "میری بات تمھاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟"

"اس لیے کہ ہر آدمی کی کوئی نہ کوئی قیمت ضرور ہوتی ہے اور میرے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اولیو ہاورڈ نے بیزاری سے کہا۔ "یہ بات ہے تو تم علی کی قیمت کا تعین خود ہی کر لو۔"

"بولو علی یار خان۔" ہاروت رابیل مجھ سے مخاطب ہوا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تمھیں کتنی رقم درکار ہے؟"

"کس کام کے لیے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"تم تو صرف یہ بتاؤ کہ تم اپنی خدمات کے عوض کتنا معاوضہ وصول کرنا پسند کرو گے؟"

"کام کی نوعیت جانے بغیر میں کوئی بات کیسے کہہ سکتا ہوں؟"

"اس کا مطلب ہے تم رضامند ہو؟" ہاروت رابیل نے کہا اور فاتحانہ انداز میں اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھا۔

"میری رضامندی صرف اس بات سے مشروط ہے کہ میں فلسطین کے خلاف یا اسرائیل کے مفاد میں کسی بھی قیمت پر کوئی کام سرانجام نہیں دوں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" ہاروت رابیل نے کہا۔ "ہم تم سے کوئی کام بھی لینا چاہیں اور تم اس میں ان دونوں پہلوؤں میں سے کوئی ایک نکال دو تو؟"

"ایسا کوئی پہلو مجھے نظر آئے گا تو میں وہ کام نہیں کر سکوں گا۔"

"میں تمھیں منہ مانگا معاوضہ دوں گا۔ تمھارے تصوّر سے بھی بڑھ کر۔"

"بات صرف معاوضے کی نہیں، اصول کی بھی ہے سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"تمھیں معلوم ہے میں نے اولیو ہاورڈ کو خصوصی ہدایات دی تھیں کہ تمھیں مارا نہ جائے۔"

"اب اگر تم احسان جتا کر مجھ سے کام لینا چاہ رہے ہو۔ تو میں اس طرح تیار نہیں ہوں گا۔"

"آپ کے پاس آدمیوں کی کمی تو نہیں ہے انکل!" سلویا نے پہلی بار گفتگو میں مداخلت کی۔ "آپ کو جو کام کرانا ہے وہ کسی سے بھی کرا سکتے ہیں اور وہ بھی کم معاوضے پر۔"

ہاروت رابیل نے گہری نظروں سے سلویا کو دیکھا۔ "یہ کاروبار ی معاملات ہیں بے بی! تمھاری سمجھ میں نہیں آئیں گے لہٰذا تم اس معاملے میں نہ بولو تو بہتر ہے۔"

سلویا نے شانے اچکائے۔ "آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں انکل!" اس نے کہا۔ "میری سمجھ میں تو یہ بات کبھی نہیں آسکے گی کہ جس شخص نے آپ کو تباہ کر دیا آپ اسی سے کام لینے پر کیوں مُصر ہیں۔"

"اس لیے کہ یہ شخص بہت اچھا فیلڈ ایجنٹ ہے۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔"

"میں تمھیں میسر ہی کب تھا کہ کھونے کی باتیں کر رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"نہیں تھے تو اب ہو جاؤ گے۔" ہاروت رابیل مسکرا...

"یقین کرو، میں تمھارے فائدے کی بات کروں گا۔"

"میں یہ بات کسی طرح تمھارے دماغ میں نہیں اتار... کہ میں نے خود کو فلسطین کی آزادی تک اسی جدوجہد کے لیے وقف کر دیا ہے۔ مجھے اپنے لیے کار ہی سمجھو۔"

"تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو رابیل!" اولیو ہاورڈ نے...

ہاروت رابیل نے اس کی بات نظر انداز کر دی اور مجھ... بولا۔ "تم میرے سابقہ کاروبار میں شریک ہو جاؤ۔" مجھے اس بات پر سخت حیرت ہوئی۔ وہ شخص کاروبار میں شراکت کی بات کر رہا تھا جس کا سب کچھ تباہ ہو چکا تھا۔

میں نے اس سے کہا۔ "کون سے کاروبار کی بات کر رہے ہو رابیل؟"

"میں نے نیا کاروبار شروع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔" اس نے کہا۔ "تم چاہو تو تمھیں اس میں شراکت دار کی حیثیت سے شامل کیا جا سکتا ہے۔ تمھارا کام صرف میرے مفادات کی نگرانی کرنا ہوگا۔"

"یوں تو تم کوئی سا بھی کاروبار کرو، میں اس میں شریک نہیں ہو سکتا لیکن یہ معلوم کرنے میں ضرور دلچسپی لوں گا کہ اب کون سا کاروبار شروع کرنا چاہتے ہو؟"

ہاروت رابیل نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "کیا تم مجھے اتنا ہی احمق سمجھتے ہو کہ میں تمھیں سب کچھ بتا دوں گا اور وہ بھی اس صورت میں کہ تم مجھ سے تعاون کرنے سے مسلسل انکار کر رہے ہو۔"

"نہ سمجھتا تو اتنی باتیں کیوں کرتا اور اس میں سمجھنے کی بات ہی نہیں ہے، یہ تو اٹل حقیقت ہے..."

"اگر اس کا رویّہ یہی رہا تو اس پر تشدد ناگزیر ہو جائے گا۔" ہاروت رابیل نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔

"میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ اس کا رویّہ یہی رہے گا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"تمھارے انداز سے لگ رہا ہے کہ تم اس کی طرف داری کر رہے ہو۔" ہاروت رابیل غرّایا۔

"طرف داری نہیں کر رہا بلکہ تمھیں حقیقت سے آگاہ کر رہا ہوں۔"

"جو کچھ میں سوچ لیتا ہوں، اس پر ہر قیمت پر عمل کرتا ہوں۔ اسے میرے لیے کام کرنا پڑے گا۔ خواہ اس کے لیے مجھے اس پر تشدد ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔"

"میں تمھیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔" اولیو ہاورڈ...

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اس معاملے میں مجھے تمھارے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو میرا جی چاہے گا کروں گا۔"

"اگر تم نے میرے مشورے کے خلاف کوئی کام کیا تو میں اپنا کام جاری نہیں رکھ سکوں گا۔"

"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔" ہاروت رابیل آپے سے باہر ہو گیا۔

"یہ دھمکی نہیں، کھلی ہوئی حقیقت ہے۔"

"یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں درپردہ آپس میں ملے ہوئے ہو۔"

"اگر یہ سوچ کر تمھیں تسکین ملتی ہے تو یہی سمجھتے رہو، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

میں نے محسوس کیا کہ شدید غصّے میں ہونے کے باوجود ہاروت رابیل سوچ میں پڑ گیا۔ میں اس کے جھجکنے کی وجہ بہت اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ اس کی پوزیشن ایسی نہیں تھی کہ اولیو ہاورڈ سے مخالفت مول لے سکتا۔ اس وقت تو وہ پوری طرح اس کے رحم و کرم پر تھا۔

چند لمحے سوچ میں ڈوبے رہنے کے بعد ہاروت رابیل نے کہا۔ "دیکھو میرے لیے الجھن مت پیدا کرو۔ مجھے بہت سے کام کرنے ہیں، اگر تم نے بھی میرے راستے میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کر دیں تو کیسے کام چلے گا؟"

"کیا کہہ رہے ہو رابیل!" اولیو ہاورڈ نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "میں تو ہر طرح تم سے تعاون کر رہا ہوں۔ جو مشورہ میں نے تمھیں دیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ تم نہ سمجھو تو دوسری بات ہے۔"

ہاروت رابیل نے ایک طویل سانس لی۔ "ٹھیک ہے!" اس نے کہا۔ "جیسے تم مناسب سمجھو کر لو۔"

"بس تو فی الحال ہم علی کو نہیں چھیڑیں گے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "اس کے لیے کچھ اور سوچا جائے گا۔"

"شکریہ اولیو!" میں نے کہا۔ "مجھ پر تمھاری مہربانیوں کے اکاؤنٹ میں ایک اور مہربانی کا اضافہ ہو گیا۔"

میری توقع کے خلاف اولیو ہاورڈ مسکرایا۔ "ایک اچھے ایجنٹ کے لیے ضروری ہے کہ وہ وقت کے تقاضوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے کوئی قدم اٹھائے۔"

میں نے بڑے غور سے اسے دیکھا مگر میں اندازہ نہیں کر پایا کہ اس کے ذہن میں کون سا منصوبہ پرورش پا رہا ہے لیکن کچھ تھا ضرور... اس نے میرے خلاف کوئی نہ کوئی سازش تیار کر لی تھی۔

میں نے سارے خیالات اپنے ذہن سے جھٹک دیے اور اولیو ہاورڈ سے بولا۔ "زاہر کے بارے میں مجھے کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔"

"اس کی حالت نازک ہے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے بلا جھجک جواب دیا۔ "کیا تمھیں نہیں معلوم؟"

میں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "مجھے اندازہ تو تھا لیکن کسی نے اس طرح دو ٹوک الفاظ میں مجھے یہ بات نہیں بتائی تھی۔"

اولیو ہاورڈ نے سلویا کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھا اور سلویا نے جلدی سے کہا۔ "جس قسم کے حالات سے گزر کر یہ یہاں پہنچے ہیں اس کے پیشِ نظر یہ ضروری تھا کہ انھیں کوئی ناگوار قسم کی خبر اچانک نہ سنائی جائے۔"

اولیو ہاورڈ نے بڑا بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔ "تم لوگوں نے صرف اس لیے ایسا سوچا کہ تم علی سے واقف نہیں ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔" وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ "میں نے تمھیں اس کی حالت سے آگاہ کر دیا ہے۔ کوئی اور شکایت ہو تو بتاؤ۔"

"محض تمھاری وجہ سے وہ اس حال کو پہنچا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اسے یاد رکھنا۔"

اولیو ہاورڈ کے ہونٹ بھنچ گئے۔ "جب تک تم میری قید میں ہو اس وقت تک اپنے لہجے پر قابو رکھنا ہی تمھارے حق میں بہتر ہوگا۔"

"وہ مر گیا تو اس کا انتقام میں تم سے لوں گا۔" میں نے اس کی بات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہا۔

"اتنی باتیں تم صرف اس لیے کر رہے ہو کہ میں نے تمھیں ضرورت سے زیادہ ڈھیل دے دی ہے۔"

"تم مجھے کیا ڈھیل دو گے۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "ہماری تلاش پر تم نے سیکڑوں آدمی لگا دیے۔ پیدل لوگوں کی گرفتاری کے لیے ہیلی کاپٹروں تک کا سہارا لیا۔ کیا اسی کو ڈھیل کہتے ہیں؟"

اولیو ہاورڈ کھڑا ہو گیا۔ غصّے کی شدّت سے اس کا حلیہ بگڑ کر رہ گیا تھا۔ "لے جاؤ اسے یہاں سے۔" وہ بہت زور سے دہاڑا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ میں غصّے میں اس کے خلاف کوئی سخت قدم اٹھا بیٹھوں۔"

دروازے کے پاس موجود دونوں مسلح افراد نے مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا اور میں اٹھ گیا۔ کمرے سے باہر نکلنے سے قبل میں نے اولیو ہاورڈ پر ایک قہر آلود نگاہ ڈالی.... اور پھر کمرے سے نکل آیا۔

مجھے واپس اسی کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں سے لے

WWW.PAKSOCIETY.COM

جایا گیا تھا۔ سلویا وہیں رہ گئی تھی۔ اولیو ہاورڈ اور ہاروت رابیل سے ہونے والی ملاقات بے حد ناگوار ثابت ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے طبیعت مکدر ہو گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس ملاقات سے ان کا مقصد کیا تھا۔

میں نے خود کو بیڈ پہ گرایا اور اپنا ذہن آزاد چھوڑ دیا۔ ہونے والی بات تو ہو کر رہتی ہے۔ زاہر کی زندگی کے دن اگر پورے ہو گئے تھے تو اسے مرنے سے کون روک سکتا تھا۔ اس میں اولیو ہاورڈ کا تو کوئی قصور نہیں تھا۔ میں نے اس معاملے میں اولیو ہاورڈ سے تلخ ہو کر گفتگو کی تھی اور ظاہر ہے کہ اس معاملے میں وہ قصوروار نہیں تھا۔

میں بور ہوتا رہا۔ کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ سلویا بھی نہیں تھی کہ اس سے باتیں کر کے وقت گزاری ہی کر لیتا۔ اس عمارت سے فرار ہونے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی اولیو ہاورڈ کے پاس جاتے وقت اور واپسی میں میں نے عمارت کی ہر راہداری میں مسلح محافظ بکھرے دیکھے تھے۔ عمارت سے باہر نکلنے کا کوئی اور راستہ نظر نہیں آیا تھا۔ جس کمرے میں میں موجود تھا اس کی کھڑکیوں میں شیشے نصب تھے مگر شیشے کھلنے کا کوئی سسٹم نہیں تھا۔ وجہ یہ تھی کہ عمارت میں ٹھنڈک کا مرکزی نظام موجود تھا جس کی وجہ سے کھڑکیاں کھولنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ہو گی اور اسی لیے وہاں ایسی کھڑکیاں نہیں لگائی ہوں گی جنھیں کھولا جا سکے۔ اس راستے سے باہر نکلنے کے لیے شیشہ توڑنا ضروری تھا۔

لیکن سوال یہ تھا کہ شیشہ توڑنے سے کیا فائدہ ہوتا۔ میں عمارت کی تیسری منزل پہ تھا اور نیچے اُترنے کے لیے کسی سہارے کی ضرورت تھی جو وہاں موجود نہیں تھا۔ اگر موجود ہوتا تب بھی یہ بات یقینی تھی کہ مسلح محافظ نیچے بھی موجود ہوں گے جن کی موجودگی میں صحیح سلامت نیچے تک پہنچنا ہی ممکن نہیں تھا۔ فرار ہونا تو بہت دور کی بات تھی۔

میں نے فیصلہ کیا کہ فی الحال خود کو حالات کے دھارے پر بہنے دوں۔ مجھے یقین تھا کہ فرار ہونے کا کوئی نہ کوئی موقع ضرور ملے گا اور میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے میں ذرا بھی تامل نہیں کروں گا۔ پہلے ہی اس قید میں میرا بہت قیمتی وقت ضائع ہو چکا تھا۔

میری تنہائی کا اختتام رات کو اس وقت ہوا جب ایک ملازم کھانے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ٹرالی میں دو پلیٹیں رکھی ہوئی ہیں جب کہ میں کمرے میں اکیلا تھا۔ ملازم کے واپس جانے سے قبل کمرے کے کھلے ہوئے دروازے سے لکی ہاورڈ اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"ہائے" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "یہ تم نے کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟"

ملازم واپس جا چکا تھا۔ میں نے کہا۔ "یہ تمھارے پیارے ڈیڈی کی مہربانی ہے۔"

"مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تمھیں کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچا۔" لکی نے ٹرالی کے دوسری طرف کرسی پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

میں اس کی طرف توجہ دیے بغیر کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لکی نے میری بے رخی محسوس تو کی مگر اس نے اپنی جھینپ مٹانے کے لیے خود ہی اپنے لیے کھانا نکالنا شروع کر دیا۔

"کیا بات ہے؟ تم کچھ ناراض لگ رہے ہو۔" اس نے کھانے کے دوران کہا۔

"میرا خیال ہے تم سے تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی کہ میں ناراض ہوتا۔"

"اوہو، تو تم ڈیڈی کا غصہ مجھ پہ اتار رہے ہو۔"

"نہیں، میں تعلقات خلط ملط کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ ہر ایک کے ساتھ میرا معاملہ الگ ہوتا ہے۔"

"تمھیں اندازہ نہیں ہے کہ تمھیں زندہ دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے اور تمھارا منہ پھولا ہوا ہے۔"

"جن حالات سے میں گزر رہا ہوں، ان سے تم گزرتیں تو میں تم سے پوچھتا......"

"وجہ معلوم ہوئے بغیر کوئی کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ اب تم نے بتایا ہے تو میں تمھارے لیے کچھ کروں گی۔"

"میں نے کیا بتایا ہے؟" میں چونک کر بولا۔ "اور تم میرے لیے کیا کرو گی؟"

"تم نے یہی کہا ہے نا کہ جن حالات سے تم دوچار ہو ان میں آدمی کی خوش مزاجی دم توڑ جاتی ہے۔"

"ہاں، میں نے یہی کہا تھا لیکن تم ان حالات کو تبدیل کرنے کی پوزیشن میں تو نہیں ہو۔"

"میں تمھیں یہاں سے نکال لے جانے کے لیے ایک کوشش تو کر ہی سکتی ہوں۔"

"مجھے معاف ہی رکھو۔" میں نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ "اس کام کی جو قیمت تم مجھ سے طلب کرو گی اس کی ادائیگی میرے بس کی بات نہیں ہو گی۔"

لکی ہنس پڑی۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے دوست۔" اس نے قربان ہو جانے والی نظروں سے مجھے دیکھا۔ "میں نے بہت غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ میں خود کو تمھاری خواہش کے مطابق ڈھال لوں۔"

میں نے بے اعتباری سے اسے دیکھا۔ "میں تمھاری اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔

"میں کچھ بھی کہوں تم اس پر یقین نہیں کرو گے لیکن مستقبل میں میرا رویہ ثابت کر دے گا کہ جو کچھ میں نے کہا وہ درست ہے۔"

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔" میں بڑبڑایا۔ "اتنا بڑا انقلاب یوں ہی تو نہیں آ جاتا۔"

لکی کا موڈ بگڑ گیا۔ "میرے خلوص پر شبہ مت کرو۔" اس نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ "اب اگر تم نے اس قسم کی گفتگو کی تو میں تمھیں شوٹ کر دوں گی۔" اس نے اپنے گریبان سے پستول نکال لیا۔

میں بُری طرح گڑبڑا گیا۔ اس کا ردِ عمل غیر متوقع تھا۔ "م... میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ میں تو اس انقلاب کی وجہ جاننا چاہ رہا تھا۔"

"وجہ یہ ہے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں، سمجھے تم۔" لکی غرائی۔ "اور محبت کرنے والے خود کو اپنے محبوب کی خواہشات کے مطابق ڈھال ہی لیا کرتے ہیں۔ یہ کوئی اتنی عجیب بات نہیں ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔" میں نے بدستور بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "لیکن تمھارا نظریۂ محبت تو بہت مختلف تھا۔ میری حیرانی بھی بے جا تو نہیں ہے۔"

"میں نے یہ کب کہا ہے کہ میرا نظریہ تبدیل ہو گیا ہے، میں نے تو صرف اپنا طرزِ عمل تبدیل کیا ہے۔ محض تمھاری خوشی کی خاطر... شاید اس طرح میں تم کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ جو کچھ وہ کہہ رہی تھی بعید از قیاس نہیں تھا۔ بعض جذبے آدمی کو بڑے بڑے کام کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں لیکن اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی محرک ضرور ہوتا ہے۔ میں لکی کے بارے میں یہ بات نظر انداز نہیں کر سکتا تھا کہ وہ میرے سب سے بڑے دشمن کی بیٹی ہے۔ اس پر میری شخصیت کے نقوش کتنے ہی گہرے کیوں نہ مان لیے جائیں لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ تھی کہ پہلے وہ میری اصلیت سے بے خبر تھی۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ میں کون ہوں۔ اب جبکہ اس پر سب کچھ واضح ہو گیا تھا۔ یہ بات بھی اس کے علم میں آ گئی تھی کہ میں اسرائیل کا سب سے بڑا دشمن ہوں، یہودیوں اور بالخصوص اس کے باپ کے سخت خلاف ہوں، تو اسے مجھ سے برگشتہ ہو جانا چاہیے تھا لیکن وہاں تو معاملہ بالکل ہی برعکس تھا۔ مجھ پر اس کی مہربانیاں اور بھی سوا ہو گئی تھیں۔ حد تو یہ ہے کہ وہ خود کو میری مرضی کے مطابق ڈھالنے کی باتیں کر رہی تھی۔

"کیا سوچنے لگے؟" لکی نے مجھے ٹوکا۔ "کیا میری بات تمھاری سمجھ میں نہیں آئی؟"

"پستول رکھ لو لکی! اس سے تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں البتہ اپنے تیرِ نظر سے ضرور گھائل کر سکتی ہو۔"

لکی نے پستول واپس رکھ لیا۔ "بات کا رُخ تبدیل کرنے کی کوشش مت کرو اور میری بات کا جواب دو۔"

"ابھی پچھلے ہی ہفتے تو ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت تو تمھارے نظریات کچھ اور تھے۔ آخر ایک ہفتے میں تمھاری کایا پلٹ کیسے ہو گئی؟"

"اس ایک ہفتے کے دوران میں جس قیامت سے گزری ہوں اس کا تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ ڈیڈی کی زبانی مجھے تمھارے فرار کے بارے میں خبریں مل رہی تھیں۔ مجھے جب یہ معلوم ہوا کہ تمھیں گھیرنے کے لیے تمھارے چاروں طرف آگ لگا دی گئی ہے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ تم جل کر اپنی جان دے دو گے مگر جھکو گے نہیں۔ میں تمھارے لیے دعائیں مانگتی رہی، مجھے اندازہ تھا کہ میری دعائیں بھی تمھیں جھکنے پہ مجبور نہیں کر سکیں گی۔ بعض لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان پر دنیا کی ہر طاقت بے اثر ہو جاتی ہے۔ وہ سب سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کو جھکانا جانتے ہیں، خود ٹوٹ جاتے ہیں مگر جھکتے نہیں، پھر خبر ملی کہ تم دونوں آگ کے درمیان اس طرح گھر گئے ہو کہ اب تمھارا نکالا جانا ممکن نہیں رہا۔ آگ کی حدت کے سامنے ہیلی کاپٹر کے پر بھی جل رہے تھے۔ یہ سن کر میرا دل دھڑکنا ہی بھول گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اطلاع ملی کہ آگ اس مقام کے چپے چپے پر پھیل گئی ہے جہاں تم موجود تھے۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ تم دونوں جل کر مر چکے ہو۔ اس لیے اب وہ لوگ آگ بجھا رہے ہیں۔ میں اسی خبر کی توقع کر رہی تھی لیکن اس کے باوجود یہ خبر بجلی بن کر مجھ پہ گری اور میں بے ہوش ہو گئی۔ اس دوران میں نے کئی بار سوچا تھا کہ تمھارے اس حال تک پہنچنے کی ذمے داری کسی حد تک مجھ پر بھی ہے۔ اگر میں نے ضد نہ کی ہوتی تو شاید ڈیڈی تمھارے ساتھ یہ سلوک نہ کرتے۔ ممکن ہے تم زندہ رہتے۔ اگر تم زندہ رہتے تو شاید کبھی تمھارے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خیالات تبدیل ہو جاتے۔

میں کئی گھنٹے بعد ہوش میں آئی۔ ہوش میں آتے ہی مجھے یہ ناقابلِ یقین اطلاع ملی کہ تم دونوں کو زندہ گرفتار کرلیا گیا ہے۔ میں تو یہی سمجھ رہی تھی کہ میرے دل و دماغ سے صدمہ کم کرنے کے لیے مجھے یہ خبر سنائی جا رہی ہے لیکن بعد میں اس خبر کی تصدیق ہو گئی۔ اور میں نے اسی وقت تہیّہ کرلیا کہ اب میں تمھیں ذرا بھی مجبور نہیں کروں گی بلکہ خود کو ہی بدل لوں گی۔ جو جھکنا ہی نہ جانے اسے کوئی کیسے جھکا سکتا ہے۔"

میں نے سنّاٹے کے عالم میں لکی کی باتیں سُنیں۔ بلاشبہ اس کے پاس ایک طاقت ور محرّک موجود تھا لیکن اس کے باوجود مجھے اس کی باتوں پر یقین کرنے میں تامّل تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اس کے پاس مجھ سے نفرت کرنے کے لیے بھی تو ایک سے زیادہ نہایت طاقت ور قسم کے محرکات موجود تھے۔ آخر وہ اس محرّک کی معمول کیوں بنی جو دور از قیاس تھا؟

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم مجھ سے اتنی شدید محبّت کرتی ہو۔" میں نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمھیں اندازہ ہونا چاہیے تھا۔ میں اپنا سب کچھ تمھیں سونپنے کو تیار تھی اور تمھیں اتنا اندازہ بھی نہ ہو سکا۔"

میرے منہ کا ذائقہ خراب ہو گیا۔ جو سب کچھ سونپنے کی وہ بات کر رہی تھی، اس سب کچھ کی ان کے معاشرے میں کوئی وقعت نہیں — یہ وہ بے حقیقت چیز ہے جو سب سے زیادہ آسانی سے ایک دوسرے کو سونپ دی جاتی ہے۔ میں نے یہ بات سوچی ضرور مگر لکی سے نہیں کہی مجھے کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ یہ ممکن تھا کہ اولیو ہاورڈ اس آڑ میں کوئی کھیل کھیل رہا ہو لیکن سوال یہ تھا کہ مجھے اس سے کیا نقصان پہنچ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ مجھے اس کھیل میں شریک ہو جانا چاہیے۔ میں اپنی مرضی سے اس کھیل میں شریک ہوں گا تو اپنا کردار اس سے ذرا مختلف انداز میں ادا کر سکوں گا جس انداز میں وہ دونوں باپ بیٹی مجھ سے توقع کر رہے ہوں گے۔

"ٹھیک ہے۔" میں مسکرایا۔ "میں تمھارے جذبات تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ کوئی مجھے اس حد تک بھی چاہتا ہے۔"

"تو ہماری دوستی پکّی۔" لکی نے پُرمسرت انداز میں کہا اور اپنا نرم و نازک ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے بڑی گرمجوشی سے اس سے ہاتھ ملایا۔

"اب یہاں سے فرار ہونے کے بارے میں کوئی اسکیم بناؤ۔" لکی نے رازدارانہ انداز میں مجھ سے کہا۔

"میں کیا اسکیم بناؤں، میں تو اپنے ساتھی کی فکر میں گھلا جا رہا ہوں۔ معلوم نہیں وہ بچ بھی سکے گا یا نہیں؟"

"ڈیڈی نے تمھیں بتایا تو تھا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے، پھر بھی تم آس لگائے بیٹھے ہو۔"

"میرا دل نہیں مانتا۔ اس نے میرا بہت ساتھ دیا ہے۔ میں یہ کیسے گوارا کر سکتا ہوں کہ اسے موت و زیست کی کش مکش میں گرفتار چھوڑ کر خود فرار ہو جاؤں۔"

"تم فرار نہیں ہو گے تو بھی اس کے لیے کیا کر لو گے، ظاہر ہے کسی کو مرنے سے تو کوئی نہیں روک سکتا۔"

"کم از کم میں انتظار تو کر سکتا ہوں۔ یہ امید تو رکھ سکتا ہوں کہ شاید اس کی حالت سنبھل جائے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔" لکی نے منہ بنا کر کہا۔ "سب سے اہم، آدمی کی اپنی ذات ہوتی ہے۔ باقی ہر چیز کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔"

"جب تک میری ذات کو کوئی انتہائی قسم کا خطرہ لاحق نہ ہو، میں اِس انداز میں سوچنا گناہ تصوّر کرتا ہوں۔"

لکی چند لمحے مجھے گھورتی رہی پھر بولی۔ "اگر میں یہ کہوں کہ تمھیں جان کا خطرہ لاحق ہے تو تم کیا کرو گے؟"

"تب مجھے زاہر کو چھوڑ کر فرار ہونے کی کوشش کرنے میں کوئی تردد نہیں ہو گا لیکن ابھی میں ایسا کیوں کروں۔ میں صرف قیدی ہی تو ہوں۔ میری جان کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"کن خوش فہمیوں میں گھرے ہوئے ہو علی! ڈیڈی نے تمھیں ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے بے اعتباری سے کہا۔ "اولیو ہاورڈ میرا حریف ضرور ہے مگر ہم نے کبھی ایک دوسرے کی جان لینے کی کوشش نہیں کی۔ ضرور تمھیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔" لکی زور دے کر بولی۔ "میں نے اپنے کانوں سے سب کچھ سنا ہے۔ اس لیے کسی غلط فہمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

ہم کھانا کھا چکے تھے۔ ملازم آیا اور کھانے کی ٹرالی لے کر باہر چلا گیا۔ لکی نے اس سے کافی لانے کو کہا تھا۔ کافی جو اس وقت میرے لیے بہت بڑی عیاشی تھی۔ ایک ہفتے سے چائے یا کافی جیسے کسی روح افزا مشروب کا نام تک سننے کو کان ترس گئے تھے، پینا تو بہت دُور کی بات ہے۔

"اولیو ہاورڈ کا یہ فیصلہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔" میں نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہمارے درمیان کوئی ایسی بات نہیں ہوئی ہے جس کی بنا پر وہ میری جان کا دشمن ہو جاتا۔"

"تم نے ہاروت رابیل کی پیش کش بڑی حقارت سے ٹھکرا دی۔ اگر تم مصلحتاً اسے قبول کر لیتے تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑتی؟"

"محض اتنی سی بات پر وہ میری جان کے درپے ہو گیا!" میں نے حیرت سے کہا۔

"انھیں ہاروت رابیل نے اس کام پر آمادہ کیا ہے ورنہ وہ تو بڑی شدت سے مخالفت کر رہے تھے۔"

"تمھاری باتیں بڑی ناقابلِ یقین ہیں لکی! لیکن میرے پاس ان پر یقین کرنے کے سوا چارہ بھی نہیں ہے۔ اس کے باوجود سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں؟"

"تم کیا کرو۔" لکی نے مجھے گھورا۔ "تم یہاں سے فرار ہونے پر آمادہ ہو بھی کہ نہیں؟"

"تمھاری فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں مَیں نے خود کو آمادہ کر تو لیا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ ہم یہاں سے کس طرح فرار ہو سکیں گے؟"

"یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو۔" لکی نے کہا اور کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ ملازم کافی لے آیا تھا۔ "میں یہاں سے نکلنے کی کسی تدبیر پر غور کروں گی۔" ملازم کے واپس جانے کے بعد لکی نے بات مکمل کی۔

کافی کی پہلی ہی چسکی نے میرے جسم و جاں میں توانائی کی نئی لہریں دوڑا دیں۔ میرا دماغ بھی بہت تیزی سے کام کرنے لگا۔ اس سے قبل تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دماغ پر دُھند سی چھائی ہوئی ہو۔ میں لکی کے رویّے پر غور کرنے لگا۔ اب کی لکی اور پہلے والی لکی میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ پہلی بار میں اس سے ملا تو وہ بہت معصوم تھی۔ اب اس میں وہ معصومیت نہیں رہی تھی۔ اس کی وجہ کیا تھی، میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا تاہم مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ لکی کو تربیت دی گئی ہے۔ کچھ جراثیم تو اسے باپ کی طرف سے ورثے میں ملے ہوں گے اور کچھ میری بے رُخی نے اسے مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہونے پر مجبور کیا ہو گا۔ میں یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ میری محبت نے اسے خود کو تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ مستقل مجھے یہاں سے فرار ہونے پر اکسائے جا رہی تھی۔ فی الحال یہ کہنا مشکل تھا کہ اس سے اس کا مقصد کیا تھا یا اولیو ہاورڈ نے میرے خلاف کیا منصوبہ بندی کی ہے لیکن یہ بات یقینی تھی کہ اس بار اولیو ہاورڈ میرے خلاف کوئی گہری سازش کرنے کی فکر میں ہے۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو وہ کبھی اپنی بیٹی کو میرے خلاف استعمال کرنے کی کوشش نہ کرتا۔ میں نے لکی کی اس بات پر یقین نہیں کیا تھا کہ اولیو ہاورڈ نے مجھے جان سے مارنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ بات تو صرف اس لیے کہی گئی تھی کہ میں یہاں سے فرار ہونے پر آمادہ ہو جاؤں۔ میں نے اس کی توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کرتے ہوئے فرار ہونے کی ہامی بھر لی تھی۔

کافی پینے کے دوران لکی بھی کسی سوچ میں گم رہی تھی۔ میں نے اپنی پیالی خالی کر کے اس سے کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے نکلنے سے قبل ہی تمھارے ڈیڈی میرے خلاف فرمان جاری کر دیں۔"

"نہیں، طے یہ ہوا ہے کہ آخری فیصلہ کرنے سے قبل ڈیڈی خود تم سے بات کریں گے۔ اگر تم اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے تو مجبوری ہو گی، ورنہ تمھاری خدمات سے استفادہ کیا جائے گا۔"

میں دل ہی دل میں ہنس دیا مگر بظاہر میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "تو تمھارے خیال میں میرا رویّہ کیا ہونا چاہیے؟"

لکی نے پہلو بدلا۔ "مجھے معلوم ہے تم کسی قیمت پر اپنی بات سے نہیں ہٹو گے لیکن پلیز میری خاطر اپنے رویّے میں ذرا سی لچک پیدا کر لینا۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمھیں یہاں سے نکال کر لے جاؤں گی۔"

وہ جھوٹ پر جھوٹ گھڑے جا رہی تھی لیکن اس سے میری صحت پر کیا اثر پڑ رہا تھا۔ اس عمارت سے باہر نکلنے کے بعد میں ہاتھ پیر بھی مار سکتا تھا۔ لہٰذا اگر لکی سے ذرا سا تعاون کر کے مجھے آزادی مل رہی تھی تو میں یہ موقع کیوں گنواتا۔ بعد میں ان کی سازش کے تار پود بکھیرے جا سکتے تھے مجھے کسی صورت ہاتھ پیر ہلانے کا موقع تو ملتا۔

لکی بڑے غور سے میرے چہرے کے آثار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھی۔ میری خاموشی طول کھینچ گئی تو اس نے مجھے ٹوکا۔ "پھر تم نے کیا فیصلہ کیا علی یار خان؟"

میں نے چونک کر اسے گھورا، دھیرے سے مسکرایا پھر بولا۔ "تم میرے لیے اتنی بڑی قربانی دے رہی ہو تو کیا میں تمھاری خاطر یہ چھوٹا سا کام بھی نہیں کر سکتا؟"

لکی مارے خوشی کے اچھل پڑی۔ "مجھے بس تمھاری رضامندی درکار تھی۔ اب تم دیکھنا میں کیا کرتی ہوں۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور دل ہی دل میں کہا۔ "تم مجھے فریب دے رہی ہو اور میں تم کو فریب دے رہا ہوں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آخری فتح کس کی ہوتی ہے!"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لکی بعد میں آنے کا کہہ کر کمرے سے چلی گئی اور میں بیڈ پر دراز ہو گیا۔ لکی تو خیر اس میدان میں نووارد تھی۔ اس کی کسی بچکانہ حرکت پر اسے الزام نہیں دیا جا سکتا تھا لیکن مجھے اولیو ہاورڈ پر حیرت تھی۔ معلوم نہیں کیا سوچ کر وہ لکی کے ساتھ شامل ہوا ہوگا۔ وہ تو بہت شاطر آدمی تھا۔ اسے بہ خوبی علم تھا کہ میں اس قسم کی کسی سازش کے ذریعے اس کا آلۂ کار نہیں بن سکوں گا، پھر اس نے ایسی حرکت کیوں کی؟ ممکن ہے لکی کی ضد سے مجبور ہو کر اس نے ہامی بھر لی ہو' یہ سوچ کر کہ تجربہ کر لینے میں کیا حرج ہے یا یہ کہ لکی کو میدانِ عمل میں اتارا جائے تاکہ اسے اچھے بُرے کی تمیز ہو سکے۔ میں بہ خوبی اندازہ کر سکتا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کس قسم کے مکالمے ہوئے ہوں گے۔ لکی نے اولیو ہاورڈ سے کہا ہوگا کہ وہ مجھے اپنے حسن کے جال میں پھنسا لے گی۔ ظاہر ہے اولیو ہاورڈ ایسی کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ وہ مجھے بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے اپنی بیٹی کو سمجھانے کی کوشش کی ہوگی۔ یہ بات کسی لڑکی کے حلق سے کہاں اتر سکتی ہے کہ وہ کسی مرد کو بے وقوف بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ مردوں کو بے وقوف بنانا تو لڑکیاں اپنا پیدائشی حق سمجھتی ہیں۔ شاید وہ یہ سمجھنے میں کسی حد تک حق بجانب بھی ہیں۔ ہمارے جدِ امجد نے جنت میں بے وقوف بن کر عمارت کی پہلی اینٹ جس انداز میں رکھی تھی، اب پوری عمارت کو اسی انداز میں اوپر کی طرف جانا تھا۔ عورت کے ہاتھوں بے وقوف بننے کا عمل ہر دور میں جاری رہا ہے اور جاری رہے گا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے ہر مرد تو شاید واقف نہ ہوتا ہو گا لیکن ہر عورت ضرور واقف ہوتی ہے۔ مرد کو بے وقوف بنانا تو اس کی سرشت میں شامل ہے۔ کوئی جدوجہد کیے بغیر وہ میکانکی انداز میں اپنا کام کرتی ہے۔ مرد چونکہ بے وقوف بننے کے لیے ہی پیدا ہوا ہے لہٰذا قدم قدم پر عورت کامیابی سے ہم کنار ہوتی ہے اور اس کے اعتماد میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔

لکی نے بھی کم یا زیادہ کچھ نہ کچھ مردوں کو ضرور بے وقوف بنایا ہوگا۔ پھر میرے ہاتھوں بے وقوف بننے کے بعد اس کی انا کو زبردست ٹھیس پہنچی ہو گی۔ اولیو ہاورڈ سے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ میں کون تھا اور اسے کس مقصد کے لیے استعمال کیا تھا، اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی ہوگی۔ اس نے ضد کی ہو گی کہ عظیم تر اسرائیل کے قیام کے لیے وہ اپنے باپ کی جدوجہد میں شریک ہونا چاہتی ہے۔ قدرے پس و پیش کے بعد اولیو ہاورڈ نے اسے اجازت دے دی ہوگی۔ ممکن ہے بلا پس و پیش ہی دے دی ہو۔ اس نے اپنی بیٹی کو بہترین تربیت دلوائی ہوگی۔

جس کے بعد لکی کے اعتماد میں بے حد اضافہ ہو گیا ہو گا اور اب اس نے فرمائش کر کے مجھ سے پنجہ آزمائی کرنے کا بیڑا اٹھایا ہوگا۔ یہ سب کچھ تو تھا لیکن اولیو ہاورڈ کا اپنی بیٹی کو اتنے بڑے امتحان میں ڈال دینا بعید از فہم تھا۔ اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا کہ اس نے لکی کی حفاظت کے لیے خفیہ بندوبست کرنے کے بعد ہی اسے میرے مقابلے پر آنے کی اجازت دی ہوگی۔ یہ بھی تھا کہ یہ کوئی علی الاعلان مقابلہ نہیں تھا۔ معلوم نہیں ان کا مقصد کیا تھا۔ جہاں تک میں سمجھ سکا تھا لکی میرے ساتھ چپکے رہنا چاہتی تھی۔ تاکہ میرے منصوبوں سے اپنے باپ کو آگاہ کرتی رہے۔

کوئی دس بجے رات کے قریب میرا بلاوا آ گیا۔ مجھے اسی کمرے میں لے جایا گیا جہاں چند گھنٹے قبل اولیو ہاورڈ اور رابیل سے ملاقات ہوئی تھی لیکن اب وہاں صرف اولیو ہاورڈ تھا اور بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میں اندازہ کر سکتا تھا کہ دونوں باپ بیٹی کی میٹنگ کے نتیجے میں میری طلبی ہوئی ہے۔ اولیو ہاورڈ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تم نے حالات بے حد خراب کر دیے ہیں علی!" اولیو ہاورڈ نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔ "ہاروت رابیل نے تمھارے انکار کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے۔"

"تم تو مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہو اولیو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔ "اگر میں اس کی پیش کش کا جواب اثبات میں دوں تو کیا تم یقین کر لو گے؟"

اولیو ہاورڈ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "ہاں، میں تمھیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم کبھی اس کے لیے کام کرنے پر رضامند نہیں ہو سکتے لیکن میں کیا کروں۔ وہ ہتھے سے اکھڑا ہوا ہے۔"

"اسے اکھڑا ہی رہنے دو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تمھیں آخر کس بات کی فکر کھائے جا رہی ہے؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس کا اصرار ہے کہ یا تو تم اس کے لیے کام کرو یا پھر تمھارا زندہ رہنا بے کار ہے۔"

"تمھیں تو اس بات پر خوش ہونا چاہیے۔ ہاتھ پیر ہلائے بغیر ایک دیرینہ دشمن سے نجات مل جائے گی۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ہاروت رابیل کے ہاتھوں تمھیں کسی قسم کا نقصان پہنچے۔"

"میں سمجھ گیا۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ "تم چاہتے ہو کہ مجھے جب بھی کوئی نقصان پہنچے تمھارے ہاتھوں ہی پہنچے، کسی اور کے ہاتھوں نہ پہنچے۔ یہی بات ہے نا!"

"سنجیدہ ہو جاؤ علی! ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ تم کل صبح کا

سورج طلوع ہوتے نہ دیکھ سکو۔"

"تم اتنے بے بس تو نہیں ہو اولیو' جتنا ظاہر کر رہے ہو۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب میری پہلے جیسی حیثیت نہیں رہی۔ بعض اوقات مجھے اپنی مرضی کے خلاف بھی کرنا پڑ جاتا ہے۔"

"یوں کیوں نہیں کہتے کہ تم اس کی دولت کے بل پر عیش کرنا چاہتے ہو۔"

"تم یہی سمجھ لو۔" اولیو ہاورڈ نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر میں اس کی مجبوری ہوں تو وہ بھی میری مجبوری ہے۔ میں اس سے بہت زیادہ اختلاف نہیں کر سکتا۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ جہاں تم جیسا شخص بے بسی محسوس کر رہا ہو' وہاں مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"اس کے لیے کام کرنے کی ہامی بھر لو۔" اولیو ہاورڈ نے سرگوشیانہ انداز میں کہا اور میں بوکھلاہٹ میں اپنا سر سہلانے پر مجبور ہو گیا۔

"کیا تم میرے ساتھ کوئی سنگین مذاق کر رہے ہو اولیو؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"میں انتہائی سنجیدہ ہوں میری بات پر غور کرو۔ تم ہر طرح سے فائدے میں رہو گے۔"

"فائدہ نقصان بعد کی بات ہے مائی ڈیئر اولیو ہاورڈ! پہلے تم مجھے قائل کرو کہ تم مجھ سے اتنی انہونی فرمائش کیوں کر رہے ہو؟"

اولیو ہاورڈ کے ہونٹ بھینچ گئے "مجھے پہلے ہی خدشہ تھا کہ تم آسانی سے نہیں مانو گے۔" اُس نے کہا۔

"مشکل سے بھی نہیں مانوں گا۔" میں نے کہا۔ "تمھاری فرمائش میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ ہاں اگر تم مجھے قائل کر سکو تو ممکن ہے میں تمھاری مرضی کے مطابق کام کرنے پر تیار ہو جاؤں۔"

"مجھے معلوم ہے یہ بہت مشکل مرحلہ ہے۔ تمھیں قائل کرنا آسان نہیں ہوگا بس یہ سمجھ لو کہ میں اپنے مقابلے میں کسی اور کی برتری قبول نہیں کر سکتا۔"

"بات تو بہت معقول ہے۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اُس نے تم سے مدد طلب کی ہے تو تمھیں بڑے اختیارات بھی دیے ہیں۔"

"تمھاری بازیابی تک میں پوری طرح بااختیار تھا لیکن اب وہ اپنی من مانی کر رہا ہے جسے میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔"

"اُس کا پتا صاف کر دینا تمھارے لیے کیا بڑی بات ہے تم اتنے مجبور تو نہیں ہو اولیو ہاورڈ!"

"اپنی سرکاری حیثیت کے بغیر میں بڑے بڑے اقدام نہیں کر سکتا۔ اُس کا پتا صاف کر دینا تو واقعی کوئی بڑی بات نہیں ہے مگر اُس کے آدمیوں سے کون نمٹے گا؟"

"اس کے علاوہ ایک پہلو اور بھی ہے جس کا ذکر کرنے سے تم دانستہ گریز کر رہے ہو۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "اور وہ ہے اُس کی دولت۔"

"میں تم سے اختلاف نہیں کروں گا۔ اُس کے پاس دولت کے انبار ہیں۔ آخر وہ اتنی دولت کا کیا کرے گا۔ اُس کی کئی نسلیں اگر اتنی دولت دونوں ہاتھوں سے اُڑائیں تب بھی ختم نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے اولیو!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "مجھے سوچنے کی مہلت دو۔"

"کل کسی وقت تم مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دو ـــــ میں ہاروت رابیل کو زیادہ دیر تک نہیں روک سکوں گا۔"

"میں کوشش کروں گا کہ صبح ہی تمھیں اپنے جواب سے آگاہ کر دوں اور تم یہ اُمید بھی کر سکتے ہو کہ میرا فیصلہ تمھارے حق میں ہوگا۔"

"اب تم آرام کر سکتے ہو لیکن تم اُس کمرے میں واپس نہیں جاؤ گے۔ تمھارے لیے نچلی منزل کے ایک کمرے میں رہنے کا بندوبست کر دیا گیا ہے۔"

مجھے نئے کمرے میں پہنچا دیا گیا جو بہترین فرنیچر سے آراستہ

یادداشت بڑھانے، مطالعہ کرنے اور امتحان دینے کے کارآمد نفسیاتی طریقے۔
ہر شخص کے لیے کارآمد۔ طالب علموں کے لیے بیش بہا تحفہ
امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے
اگر آپ بھول جانے کے مرض میں مبتلا ہیں تو یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ یادداشت کس طرح بہتر بنائی جا سکتی ہے۔
اس کتاب کا مطالعہ کر کے آپ بھول جانے کے مرض سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔
کتاب کے چند عنوانات
- کامیاب مطالعہ کے لیے چند نفسیاتی اصول۔
- کتابوں کے کیڑے نہ بنیے۔
- تعلیم کا صحیح مصرف
- مطالعے میں یکسوئی پیدا کرنے کے طریقے۔
- ہمارا ذہن اور قوتِ یادداشت۔
- ہم بھولتے کیوں ہیں؟
- مطالعہ کے گیارہ اہم اصول۔
- مطالعے سے کیا مراد ہے؟
- دماغی انتشار اور اس کا سدِ باب۔
- آپ کی یادداشت بھی اچھی ہے۔
- خود اعتمادی کس طرح پیدا کی جا سکتی ہے؟
قیمت ۵۰ روپے — ڈاک خرچ ۱۶ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ دیوار گیر الماری میں چند جوڑے کپڑے بھی موجود تھے جو میرے ہی ناپ کے تھے۔ میں لباس تبدیل کیے بغیر بیڈ پر دراز ہو گیا۔ یہ بات تو سمجھ میں آنے والی تھی کہ لکی نے میرے پاس سے جانے کے بعد اولیو ہاورڈ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا ہوگا، اور اُسی کے کہنے پر اولیو ہاورڈ نے مجھے بُلوا کر مجھ سے گفتگو کی ہوگی لیکن اُس نے جس قسم کی باتیں مجھ سے کیں میں اُن سے ذرا مختلف قسم کی باتوں کی توقع کر رہا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ مجھے ہاروت رابیل کے حق میں ہموار کرنے کی کوشش کرتا لیکن وہاں تو معاملہ ہی اور نکلا۔ اولیو ہاورڈ مجھے اپنی مطلب براری کے لیے استعمال کرنے کے چکر میں تھا۔

میں بُری طرح اُلجھ کر رہ گیا۔ باپ بیٹی کے کردار فہم سے بالاتر ہو گئے تھے۔ تجزیہ کرتا تو دلائل اُن کے حق میں بھی ہوتے اور اُن کے خلاف بھی ایسے میں یہ فیصلہ کرنا بہت دشوار تھا کہ اصل صورتِ حال کیا ہے۔ اولیو ہاورڈ کی بات دل کو لگتی تھی۔ اگر ہاروت رابیل نے اُس پر برتری جتانے کی کوشش کی ہوگی تو اُس کے جواب میں اُس سے کسی بھی قسم کے ردِعمل کی توقع کی جا سکتی تھی وہ ایسا ہی آدمی تھا۔

تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ میں نے اُس پر اعتماد کر لیا تھا۔ اُس کی بات میں وزن ضرور تھا لیکن یہ بھی تو ممکن تھا کہ وہ دوہری چال چل رہا ہو۔ ایک طرف تو لکی کے ذریعے مجھ پہ جال پھینک رہا ہو اور دوسری طرف خود مجھ پر طبع آزمائی کر ڈالی ہو۔ تاکہ میں ایک چال سے بچوں تو دوسری میں ضرور اُلجھ جاؤں۔ میرے دماغ کی چُولیں ہل کر رہ گئیں، وہ بہت گہری چالیں چل رہا تھا جن سے بچنے کے لیے ہمہ وقت مستعد رہنا ضروری تھا۔

میرے سامنے فوری حل طلب مسئلہ یہ تھا کہ باپ بیٹی میں سے کس کی پیش کش قبول کروں۔ میرے لیے دونوں ہی فائدہ مند تھیں، کم از کم بظاہر یہی محسوس ہو رہا تھا۔ دونوں ہی صورتوں میں مجھے آزادی مل جاتی لیکن ان دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا بہت کٹھن مرحلہ تھا۔ میں نے اگر حاضر دماغی کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو اس مسئلے میں پھنس گیا ہوتا لیکن میں نے گیند اولیو ہاورڈ کے کورٹ میں پھینک دی تھی۔ میرے نزدیک یہ بات مسلّمہ تھی کہ لکی جو کچھ کر رہی ہے اولیو ہاورڈ کے ایما پر کر رہی ہے چنانچہ میں نے اُس سے کہہ دیا تھا کہ میں اُسے صبح تک جواب دے دوں گا۔ اب اگر اس کی خواہش یہ ہوگی کہ میں لکی کے ساتھ فرار ہو جاؤں تو صبح تک میں اس عمارت میں ہی نہیں رہوں گا، یعنی اولیو ہاورڈ کے ترتیب دیے ہوئے ڈرامے کے مطابق لکی آج ہی رات مجھے یہاں سے لے کر فرار ہو جائے گی اور اگر لکی آج رات مجھے لے کر فرار نہ ہوئی تو پھر مجھے ہاروت رابیل کے لیے کام کرنے کی ہامی بھرنا ہوگی جس کا دوسرا مطلب تھا اولیو ہاورڈ کے لیے کام کرنا۔

مجھے معلوم تھا کہ اولیو ہاورڈ کو ہاروت رابیل سے کہیں زیادہ میری ذات سے خطرہ محسوس ہو رہا ہوگا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر اُس نے ہاروت رابیل کو چُونا لگانے کے لیے مجھے استعمال کرنے کی کوشش کی تو میں ہاروت رابیل کے ساتھ ساتھ خود اولیو ہاورڈ کو بھی چُونا لگا دوں گا۔ لہٰذا وہ ترجیح اسی بات کو دے گا کہ مجھے لکی کے ذریعے بے وقوف بنانے کا چانس لے۔ اگر لکی کی جانب سے آج رات کوئی تحریک نہ ہوتی تو میں صبح اولیو ہاورڈ کو اثبات میں جواب دے دیتا اور اُس کے بعد اگر لکی مجھ سے فرار ہونے کی بات کرتی تو میں اُسے صاف جواب دے دیتا۔ آخر مجھے اپنی دیانت داری بھی تو ثابت کرنا تھی۔

سوچتے سوچتے مجھے نیند آ گئی۔ معلوم نہیں میں کتنی دیر سوتا رہا لیکن میری آنکھ جھنجوڑے جانے پر کھلی تھی۔ مجھے اُٹھانے والی لکی تھی۔

"کیا ہوا؟" میں نے بوکھلانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "کیا مصیبت آ گئی؟"

"تم تو یوں گھوڑے بیچ کر سو رہے ہو جیسے تمام عمر یہیں قیام کرنے کا ارادہ ہے۔" لکی نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ اُس وقت وہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی دل کش لگ رہی تھی، شاید اس احساس نے اُس کے حُسن میں چار چاند لگا دیے تھے کہ وہ ایک ایسے شخص کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے جس نے اُس کے باپ تک کو عاجز کر رکھا ہے۔

"اوہ، تو کیا نہیں ہے؟" میں نے اس انداز میں کہا جیسے نیند سے اٹھنے کے باعث سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں پوری طرح کام نہ کر رہی ہوں۔

"جلدی سے مُنہ دھو کر تازہ دم ہو جاؤ۔ ہمیں اسی وقت اس عمارت سے نکل جانا ہے۔"

"مُنہ تو میں دھو لوں گا لیکن اتنے بہت سے مسلح محافظوں کی موجودگی میں ہم عمارت سے کیسے نکل سکیں گے؟"

"تم اٹھو تو سہی۔ میں نے سب انتظام کر لیا ہے سارے محافظ گہری نیند سو رہے ہیں۔"

"کیوں سو رہے ہیں؟" میں نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔ "کیا یہاں کے محافظ اتنے ہی بے پروا ہیں؟"

"ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں نے انھیں کافی میں نیند کی دوا مِلا کر دے دی تھی اور اب مزید سوال جواب بعد میں کر لینا۔"

میں باتھ روم کی طرف بڑھ گیا حالانکہ مجھے مُنہ دھونے کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی تھی تاہم لکی کو دکھانے کے لیے میں نے جلدی جلدی مُنہ دھویا اور چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔

"یہ لو، اسے پہن لو۔" لکی نے ایک ہیٹ میری طرف بڑھایا۔ "اس سے تمھارے سَر کے جلے ہوئے بال چھپ جائیں گے۔"

میں نے ہیٹ اُس سے لے کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ "وقتی طور پر تو اس سے کام چل جائے گا لیکن ہمیں کوئی مستقل انتظام بھی کرنا ہوگا۔"

"میں میک اپ کا سامان بھی لے آتی لیکن مجھے معلوم نہیں ہے کہ میک اپ کے لیے کیا کیا چیزیں درکار ہوتی ہیں۔"

میں اُس کی اس سادگی پر قربان ہوتے ہوتے بچا۔ بیچاری کو یہی معلوم نہیں تھا کہ میک اپ کے لیے کون کون سی چیزیں درکار ہوتی ہیں حالانکہ اُسے سب کچھ معلوم رہا ہوگا۔ میں نے اس پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں اُس کی خودساختہ معصومیت کی اصلیت سے واقف ہوں۔ اُسے دکھانے کے لیے میں نے متفکر ہوتے ہوئے کہا۔ "پھر اب کیا ہوگا؟"

"پہلا کام تو اس عمارت سے باہر نکلنے کا ہے۔" اُس نے کہا۔ "آؤ چلیں، بعد میں سوچیں گے۔"

وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کمرے سے باہر لے آئی۔ راہداری روشن تھی اور وہاں مسلح محافظ بھی موجود تھے مگر وہ سب فرش پر لمبے پڑے نظر آ رہے تھے۔ اُن کے پاس اسلحہ موجود تھا مگر وہ اُسے استعمال کرنے کے قابل نہیں تھے۔ میں ایک محافظ کی خود کار گن اٹھانے کے لیے اُس کی طرف بڑھا تو لکی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ٹھہرو۔" اُس نے کہا۔ "تم شاید اس کی گن پر قبضہ کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "اپنی حفاظت کرنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔ ہمیں کسی بھی مرحلے پر اس کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی بھی قسم کا اسلحہ ہمارے کام آنے کے بجائے ہمارے لیے مصیبت بن سکتا ہے۔"

"وہ کیسے؟" میری تیوریوں پر بَل پڑ گئے۔

"دیکھو غلط مت سمجھو۔ اس عمارت کی حد تک تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ گیٹ تک کے تمام محافظ گہری نیند میں ہیں لہٰذا اسلحہ غیر ضروری ہوا۔ باہر اگر کسی جگہ پولیس نے ہمیں روک لیا تو خواہ مخواہ مصیبت میں پھنس جائیں گے۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے اُس کی بات پر غور کیا پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس کی اس بات سے میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی تھی۔ اُس کی جگہ کوئی عام سی لڑکی ہوتی تو اتنی دوراندیشی کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تھی۔ بلاشبہ اُس نے تربیت حاصل کر لی تھی تبھی تو اُس نے اتنی حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"تمھارا کہنا درست ہے۔" میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "اچھا ہوا کہ تم نے بروقت احساس دلا دیا ورنہ میں نے تو خود کو مشکل میں ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

لکی مجھے عمارت کے دروازے سے باہر لائی جہاں سیاہ رنگ کی چمکتی دمکتی امپالا کھڑی تھی۔ لکی نے کار کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور میرے لیے دوسری جانب والا دروازہ کھول دیا۔ میں نے اُس کے برابر والی نشست پر بیٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ لکی نے کار اسٹارٹ کی اور ہم بلا روک ٹوک عمارت کے کُھلے ہوئے گیٹ سے باہر سڑک پر نکل آئے۔

یہ نیویارک کا کوئی مضافاتی علاقہ معلوم ہو رہا تھا۔ رہائشی علاقہ تو ہرگز نہیں تھا ورنہ وہاں اور دوسری عمارتیں بھی ضرور دکھائی دیتیں۔ جس سڑک پر ہم سفر کر رہے تھے وہ بھی زیادہ چوڑی نہیں تھی اور تاریک پڑی تھی اُس کا صرف وہ حصہ روشن نظر آتا تھا جہاں تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی امپالا کی روشنیاں پڑ رہی تھیں۔ سڑک کے دونوں طرف بھی تاریکی کا راج تھا۔ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ ہم کون سے علاقے میں سفر کر رہے ہیں۔

"تمھارے ڈیڈی نے مجھے کس ویرانے میں قید کر رکھا تھا؟" میں نے لکی سے براہِ راست سوال کر ڈالا۔

لکی کھلکھلا کر ہنسی۔ "ڈیڈی نے نہیں بلکہ ہاروت رابیل نے قید کر رکھا تھا۔"

مشہور ماہرینِ نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب
کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ
احساسِ کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔
کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں۔
کیا آپ واقعی احساسِ کمتری کا شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔ ہو سکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعے سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے
اسباب
تدارک
علاج
قیمت ۷۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۲ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
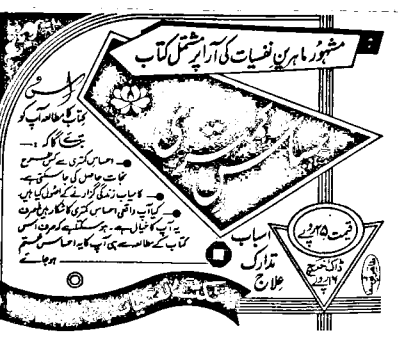
"تمھیں نہیں معلوم کہ ہم کس علاقے میں سفر کر رہے ہیں؟"

"نہیں۔" لکی نے جواب دیا۔ "مجھے یہاں کے علاقوں کے نام معلوم نہیں ہیں لیکن یہ معلوم ہے کہ یہ نیویارک کا کوئی مضافاتی علاقہ ہے۔"

"تمھاری معلومات اتنی ناقص ہیں تو کہیں ہم راستہ ہی نہ بھٹک جائیں۔" میں نے تشویش ظاہر کی۔

"اب ایسا بھی نہیں ہے۔" لکی بولی۔ "میں نے راستہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ بھٹکنے کا امکان نہیں ہے۔"

"دوسرا سوال یہ ہے کہ ہم تمھارے ڈیڈی کی قید سے تو نکل آئے مگر اب جائیں گے کہاں؟"

"بے فکر رہو۔" لکی نے بڑی بے نیازی سے کہا۔ "مجھے معلوم تھا کہ یہ مرحلہ ضرور پیش آئے گا لہٰذا میں نے پہلے ہی فون کر کے نیویارک کے ایک عمدہ سے ہوٹل میں کمرے بُک کرا لیے ہیں۔"

لکی کی اس بات سے میرے ایک اور اندازے کی تصدیق ہوئی۔ یہ بات یقینی ہو گئی تھی کہ سب کچھ اولیوہاورڈ کے اشارے پر ہو رہا ہے۔ کمرے یقیناً اُسی نے بُک کرائے ہوں گے۔ یہ کام لکی کے بس کا نہیں تھا۔

"ہوٹل کے اخراجات تو بہت ہوں گے۔" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "اور میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔"

لکی پھر ہنسی۔ "میرے ساتھ آئے ہو تو تمھیں کسی بات کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس رقم کی کمی نہیں ہے۔"

"میں کس زبان سے تمھارا شکریہ ادا کروں لکی؟" میں نے ممنونیت بھرے انداز میں کہا۔

"شکریہ ادا کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔" لکی نے کہا۔ "دوست ہی بُرے وقت میں دوست کے کام آتے ہیں۔"

میرا جی چاہا کہ اُس سے پوچھوں کہ کیا اولیوہاورڈ تمھارا دشمن ہے؟ مگر میں نے اپنے سوال کا گلا گھونٹ دیا اور اس کے بجائے دوسرا سوال کیا۔

"اگر ہم نے اسی حلیے میں ہوٹل کا رُخ کیا تو بہت جلد پکڑے جائیں گے۔"

جواب میں لکی نے میری طرف کاغذ اور قلم بڑھایا اور کار کی اندرونی لائٹ جلاتے ہوئے بولی۔ "اس کاغذ پر اُن چیزوں کے نام لکھ دو جو تمھیں میک اپ کرنے کے لیے درکار ہوں گی۔ پہلے ہم کسی دکان سے وہ اشیاء خریدیں گے پھر کہیں رک کر میک اپ کریں گے اُس کے بعد ہوٹل جائیں گے۔ میں نے سب کچھ پہلے ہی سوچ لیا تھا۔"

"تم بہت ذہین ہو لکی۔" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا اور اُس سے کاغذ لے کر اُس پر مطلوبہ اشیاء کے نام لکھ دیے۔

کوئی پندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد ہم نیویارک شہر میں داخل ہو گئے۔ رات کے دو بج رہے تھے مگر سڑکیں روشنیوں سے جگمگا رہی تھیں، رنگ برنگے اشتہاری نیون سائن جل بجھ رہے تھے۔ ٹریفک کم تھا مگر تھا۔

لکی نے ایک مقام پر کار روک دی۔ "تم کار میں ہی بیٹھے رہنا میں میک اپ کا سامان لے کر آتی ہوں۔"

وہ کار سے اُتر کر چلی گئی اور میں اردگرد کا جائزہ لیتا رہا۔ ڈر صرف یہ تھا کہ کہیں کوئی پیٹرول کار ہمیں چیک نہ کر لے۔ اگر ایسا ہوتا تو آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والی بات ہو جاتی مگر لکی کی واپسی تک خیریت ہی رہی۔

"چیک کر لو۔" اُس نے اندرونی لائٹ جلا کر کہا۔ "میں سارا سامان لے آئی ہوں۔"

"چیک کیا کرنا ہے۔ بس ہم یہیں جلدی جلدی ہلکا سا میک اپ کر لیتے ہیں تاکہ کسی کی نظروں میں آنے سے تو محفوظ رہیں۔"

لکی نے سر ہلا کر رضامندی ظاہر کی اور میں نے میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے میں نے ہیٹ اُتار کر اپنے سر پر مصنوعی بالوں کی وِگ جمائی پھر اپنی سوختہ بھوؤں کی جگہ ساختہ بھویں چپکائیں۔ اس کے بعد کونٹیکٹ لینس کے ذریعے آنکھوں کی رنگت تبدیل کی اور پھر دیگر سامان کے ذریعے اپنے چہرے میں بھی معمولی سی تبدیلیاں کر لیں۔ کہنے کو تو یہ ہلکا پھلکا سا میک اپ تھا لیکن اس کے ذریعے میرا حلیہ اتنا بدل گیا تھا کہ اب کوئی بھی شخص مجھے آسانی سے شناخت نہیں کر سکتا تھا۔

آدھے گھنٹے سے بھی کم وقت میں مَیں نہ صرف خود میک اپ سے فارغ ہو گیا بلکہ میں نے لکی کو بھی ناقابلِ شناخت بنا دیا۔ اب میں اس طرف سے بالکل مطمئن تھا۔

"ہم پہلے مرحلے سے تو بخیر و خوبی گزر گئے۔" میں نے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے؟"

لکی نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ "جو بھی پروگرام ہے بہت جلد سامنے آ جائے گا۔" اُس نے کہا اور کار نیویارک کی سڑکوں پر سبک رفتاری سے تیرتی رہی۔

دس منٹ بعد کار ایک مشہور نائٹ کلب کے سامنے رُکی۔

"کیا یہاں کمرے بُک کرا لیے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ممکن ہے یہاں رہائش کا بھی انتظام ہو۔" لکی مسکرا کر بولی۔ "میں تو تمھیں یہاں اس لیے لائی ہوں کہ تم اپنی آزادی کا جشن منا سکو۔"

جشن منانے کا یہ انداز میرے لیے ناپسندیدہ تھا مگر میں نے اظہارِ ناپسندیدگی کرنا مناسب نہیں سمجھا اور لکی کے ساتھ کلب میں داخل ہو گیا۔

میری توقع کے عین مطابق وہاں کیبرے ہو رہا تھا۔ میں، لکی کے ساتھ ایک میز پر جا بیٹھا۔ مجھ پر بے زاری مسلط تھی مگر لکی بڑی محویت سے ڈانس دیکھ رہی تھی۔

ہمیں وہاں بیٹھے ہوئے دس منٹ بھی نہیں ہوئے ہوں گے کہ میں نے بے چینی سی محسوس کی۔ ایسی بے چینی عموماً اُس وقت محسوس ہوتی ہے جب کوئی آپ کو گھور رہا ہو۔ میں نے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں پر نظریں دوڑانا شروع کیں اور وہ شخص مجھے نظر آ گیا۔ مجھ سے چند میزوں کے فاصلے پر بڑا جمان سیاہ فام نیگرو کی نظروں کا مرکز بجائے ڈانس کے میں تھا۔ میری نظریں اُس سے ملیں تو وہ گڑبڑا کر ڈانس دیکھنے لگا۔

اُس نیگرو کی حرکت حیران کُن تھی۔ پہلی بات تو یہ کہ وہاں کیبرے ہو رہا تھا اور ہال میں موجود ہر شخص ڈانس کی طرف متوجہ تھا دوسری بات یہ تھی کہ خود اُس کے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکی نہ صرف سفید فام تھی بلکہ حسین اور پُرکشش بھی تھی۔ بیک وقت ایسے دو طاقتور عوامل کی موجودگی میں اُن سے صرفِ نظر کر دینا آسان نہیں تھا۔

میں تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ بلا سبب کوئی کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا پھر وہ مجھے کیوں گھور رہا تھا۔ یہ معمہ حل کرنا آسان نہیں تھا۔ لکی اطراف سے بے خبر ڈانس دیکھنے میں محو تھی۔ میں نے اُسے پُکارا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اُس سے کہا کہ وہ نیگرو کو دیکھ کر بتائے کہ اُسے پہچانتی ہے یا نہیں۔

لکی نے بڑے غیر محسوس انداز میں نیگرو کی طرف دیکھا پھر مجھ سے بولی۔ "نہیں میں اسے نہیں پہچانتی۔" اُس نے کہا۔ "لیکن تم یہ بات مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟ کیا کوئی خاص بات محسوس کی ہے؟"

"نہیں کوئی ایسی خاص بات تو نہیں بس میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ پوری توجہ سے ڈانس نہیں دیکھ رہا۔"

"اب ہم میک اپ میں ہیں۔ ہمیں آسانی سے نہیں پہچانا جا سکتا اور ہمیں کسی اور چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا کسی اُلجھن میں مت پڑو۔"

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی مگر جس اُلجھن میں مَیں گرفتار ہو گیا تھا اُس سے آسانی سے پیچھا چھوٹتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ نیگرو کی توجہ کا مرکز اب بھی میں ہی تھا فرق صرف یہ پڑ گیا تھا کہ اب وہ کَن انکھیوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اُس نے جھک کر اپنی ساتھی سے کچھ کہا۔ اُس کی ساتھی لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا اور نیگرو اُٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"لو وہ باہر جا رہا ہے۔" لکی نے کہا۔ "اُمید ہے اب تم پُرسکون ہو جاؤ گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اُلجھن بدستور تھی اور میں اُس کی واپسی کا منتظر تھا مگر وہ واپس نہیں آیا۔ اس عالم میں پندرہ منٹ گزر گئے تو میں نے بھی وہاں سے اُٹھنے کا فیصلہ کیا۔ تھوڑی سی ردّ و قدح کے بعد لکی بھی اُٹھنے پر رضامند ہو گئی۔ ہم کلب سے باہر آئے اور کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

لیکن ابھی ہم زیادہ دُور بھی نہیں جا سکے تھے کہ عقبی نشست سے ایک خوفناک آواز اُبھری۔ "تم دونوں ریوالور کی زد پر ہو۔ تمھاری کوئی بھی غلط حرکت تمھیں موت کے مُنہ میں پہنچا سکتی ہے۔ میں لوگوں کی گدیوں میں سوراخ کرنے کا بے حد شوقین ہوں۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی میری گدی سے ریوالور کی نال آ لگی۔

سب سے پہلا خیال جو میرے ذہن میں آیا وہ یہ تھا کہ شاید یہ بھی اولیوہاورڈ اور لکی ہاورڈ کے ترتیب دیے ہوئے ڈرامے کا کوئی حصہ ہے لیکن میں نے لکی کی طرف دیکھا تو میرے ہوش اُڑ گئے۔ وہ بُری طرح بوکھلائی ہوئی تھی جس کا مطلب تھا کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے حقیقی ہے۔

میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی اور میں نے خود کو بدترین صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا۔

جن کی کہانیاں آنکھوں سے نہیں دلوں سے پڑھی جاتی ہیں اُن کی بہترین کہانیوں کا دوسرا مجموعہ
شائع ہو گیا ہے
محی الدین نواب کی کہانیوں کا پہلا مجموعہ "ایمان کا سفر" بھی دستیاب ہے
قیمت ۱۰۰ روپے
ملنے کا پتہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
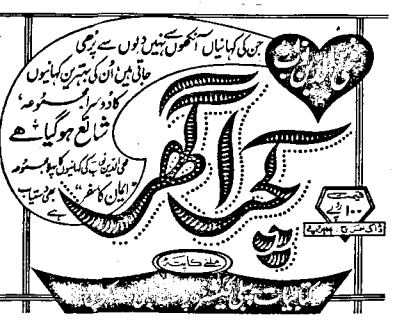
جو کچھ بھی کرنا تھا مجھے ہی کرنا تھا۔ لکی ہاورڈ کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اب وہ باقاعدہ تربیت یافتہ ایجنٹ ہے لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نے کتنا عرصہ تربیت حاصل کی ہے اور وہ کس معیار کی ایجنٹ ہے۔ تربیت حاصل کرنا اور بات ہے اور عملی زندگی میں تربیت کو بروئے کار لانا اور بات ہے ضروری نہیں کہ جو اچھی تربیت حاصل کر لے۔ وہ اچھا ایجنٹ بھی ثابت ہو۔

اور لکی ہاورڈ تو پھر ایک عورت تھی۔ عورت جس کا تعلق صنفِ نازک سے ہوتا ہے۔ اعلیٰ ترین تربیت حاصل کرنے کے باوجود اس کی صنف تبدیل نہیں ہو سکتی۔ اس کی فطری نزاکت ہر لمحہ اس کے ساتھ رہتی ہے۔ پھر یہ کہ وہ ناتجربے کار تھی۔ اکثر اوقات تجربہ تربیت پر حاوی آجاتا ہے۔ لہٰذا اب عقبی نشست پر موجود شخص سے نمٹنے کے لیے مجھے ہی کوئی تدبیر سوچنا تھی۔ نہ صرف تدبیر سوچنا تھی بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہونا تھا۔

چلتی کار میں اس پر ہاتھ ڈالنا ممکن نہیں تھا۔ اس لیے کہ وہ عقبی نشست پر تھا اور میں اگلی نشست پر۔ وہ مسلح تھا اور میں غیر مسلح۔ اس پر ہاتھ ڈالنے کے لیے مجھے پلٹنا پڑتا۔ پلٹنے میں وقت صرف ہوتا جب کہ ٹرائیگر پر انگلی کا دباؤ بڑھانے میں ذرا بھی وقت صرف نہیں ہوتا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ کار رکنے کے بعد ہی کوئی مناسب موقع دیکھ کر اس سے نمٹنے کی کوشش کروں گا۔

تاہم یہ سب مفروضے تھے۔ ورنہ یہ امکان بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کار چلنے کے دوران ہی مجھے اس پر ہاتھ ڈالنے کا کوئی موقع میسّر آجاتا۔ میں کوئی حتمی فیصلہ اسی صورت میں کر سکتا تھا جبکہ عقبی نشست پر اس کی پوزیشن کا جائزہ لے لیتا اور اس کی پوزیشن کا جائزہ لینے کے لیے مجھے سر گھما کر پیچھے دیکھنا پڑتا۔ سر گھمانا چونکہ مصلحت کے خلاف تھا۔ اس لیے میں نے کن انکھیوں سے اس کا جائزہ لینے کا فیصلہ کیا اور اس فیصلے پر عمل کرنے کے لیے میں نے گردن کو جنبش دے کر لکی کی طرف دیکھا۔

"سر سیدھا رکھو اور نگاہ سامنے کی جانب رکھو!" عقبی نشست سے غراہٹ اُبھری "ورنہ یاد رکھو میں لوگوں کی گدّیوں میں سوراخ کر دینے کا بے حد شوقین ہوں!"

میں جلدی سے سامنے دیکھنے لگا۔ مجھے اپنی گدّی میں سوراخ کرانے کا قطعی کوئی شوق نہیں تھا۔ ایسی موت بھلا کون پسند کر سکتا ہے جو اپنی ہی کسی حماقت کے باعث واقع ہو اور جس میں آدمی کو ہاتھ پیر ہلانے تک کا موقع نہ مل سکے۔

"میں سامنے ہی دیکھ رہا ہوں!" میں نے کہا "تمھیں میرے بارے میں ضرور کوئی غلط فہمی۔۔۔"

"خاموش رہو!" عقبی نشست پر موجود شخص نے ڈپٹ کر کہا "اگر اب بولے تو میں سمجھوں گا کہ تم اپنی گدّی میں سوراخ کرانے کے شوقین ہو!"

میں نے ہونٹ بھینچ لیے۔ اس کے انداز میں ہلکا سا مسخرہ پن تھا۔ یعنی موجودہ صورتِ حال کے باعث اس کے اعصاب پر کوئی دباؤ نہیں پڑ رہا تھا جس کا واحد مطلب یہ تھا کہ وہ نہایت ٹھنڈے دماغ کا آدمی ہے اور ایسے لوگ بڑے سفاک قاتل ہوا کرتے ہیں جن سے نمٹنے کے لیے احتیاط کے ہر تقاضے کو مدِّنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

میرا ذہن الجھ گیا تھا۔ کار میں اس شخص کی موجودگی کو کوئی معنی پہنانے سے میں قاصر تھا۔ یہ ممکن نظر نہیں آتا تھا کہ وہ شخص شروع سے ہی کار میں موجود رہا ہو۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اس وقت کار میں داخل ہو کر چھپا تھا جب میں اور لکی نائٹ کلب میں تھے۔ کار میں داخل ہونا تو خیر کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ کون ہے اور کار تک کیسے پہنچا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ہم سے واقف ہے۔ اگر وہ ہم سے واقف تھا تو اس نے ہمیں میک اپ کے باوجود کیسے پہچانا؟

اس مسئلے پر میں نے جتنا غور کیا، اتنا ہی میرا ذہن الجھتا چلا گیا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اس کا تعلق اولیو ہاورڈ یا ہاروت رابیل سے ہے اور اس نے ہمیں نہیں پہچانا بلکہ کار پہچانی ہے۔ اس صورت میں بھی یہ بات ناقابلِ فہم تھی کہ اس نے کار میں چھپ کر بیٹھنے کی ضرورت کیوں محسوس کی کیا کار دیکھنے کے بعد اس نے اولیو ہاورڈ یا ہاروت رابیل سے رابطہ قائم کر لیا تھا۔

سوچتے سوچتے معاً میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا لکی نے فرار ہونے کے لیے عمارت کے اندر موجود محافظوں کو بے ہوش کر دیا تھا۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ کسی نے انھیں دیکھ لیا ہو اور ہاروت رابیل کو مطلع کر دیا ہو جس پر اس نے اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کیا ہو اور اولیو ہاورڈ نے ہماری تلاش کا حکم جاری کر دیا ہو۔ یہ حکم اس نے بحالتِ مجبوری جاری کیا ہوگا۔ یا ممکن ہے اس نے سوچا ہو کہ ہم اب تک اس کے بک کرائے ہوئے کمروں میں پہنچ کر محفوظ ہو چکے ہوں گے۔ اُسے کیا معلوم ہوگا کہ لکی کی ایک ذرا سی حماقت اس کا پورا کھیل بگاڑ دے گی۔ نہ لکی کو نائٹ کلب کی سوجھتی اور نہ ہم اس طرح پکڑے جاتے۔

لیکن مجھے زیادہ فکر نہیں تھی۔ جب اولیو ہاورڈ کا مفاد میری آزادی سے وابستہ تھا تو مجھے فکر کرنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ وہ پھر میری رہائی کا کوئی بندوبست کرے گا یا پھر ہاروت رابیل کو شکست دینے کے لیے مجھے استعمال کرے گا۔

"اگلے چوراہے سے بائیں ہاتھ کی جانب موڑ لینا!" عقبی نشست سے لکی کو ہدایت ملی اور لکی نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ میں راستے ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔ اس امید پر کہ شاید مجھے فرار ہونے کا کوئی موقع میسّر آجائے تو اس وقت کہیں ایسا نہ ہو کہ میں راستوں کی تلاش میں بھٹکتا ہوا دوبارہ پکڑا جاؤں۔

لکی کو ہدایات ملتی رہیں اور وہ ان ہدایات کے مطابق ڈرائیونگ کرتی رہی۔ اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا تھا۔ بس خاموشی سے گاڑی چلائے جا رہی تھی۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ لکی خاموش کیوں ہے۔ یا تو وہ بوکھلائی ہوئی تھی یا پھر اس حد تک خوف زدہ ہو گئی تھی کہ اس میں کچھ بولنے کی ہمت ہی باقی نہیں رہ گئی تھی۔

ہمارے اس سفر کا اختتام ایک بہت بڑے گودام میں ہوا۔ ہدایت کے مطابق لکی نے گودام کے دیوہیکل دروازے سے امپالا گزاری تھی۔ امپالا کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا۔ اندر اندھیرا تھا جسے امپالا کی ہیڈ لائٹس سے خارج ہونے والی لکیریں محدود طور پر دور کر رہی تھیں۔

وہ بہت طویل و عریض گودام تھا اور اس کا بیشتر حصہ خالی پڑا تھا۔ کہیں کہیں لکڑیوں کی بڑی بڑی پیٹیاں رکھی نظر آرہی تھیں۔ گودام کے وسط میں پہنچ کر کار روک دینے کا حکم ملا اور لکی نے کار روک دی۔

"اے مسٹر! اتم گاڑی سے اُتر جاؤ!" عقبی نشست سے کہا گیا۔ مخاطب ظاہر ہے میں تھا۔

"کک۔۔۔ کیا اس گودام میں بند کر جاؤ گے؟" میں نے بوکھلانے کی اداکاری کی۔

"بکواس مت کرو!" عقبی نشست پر موجود شخص نے دانت پیس کر کہا "جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو!"

"کیا تنہا ہی اتر جاؤں؟" میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اور کیا پوری برات سمیت اُترو گے؟"

لکی نے انجن بند کر دیا تھا اور اسٹیئرنگ وھیل پر ہاتھ رکھے ساکت و صامت بیٹھی تھی۔

"ٹھیک ہے دوست!" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "دوسروں کی خواہش پوری کرنا میں اپنا نصب العین سمجھتا ہوں!"

میں دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ میرے کار سے اترتے ہی وہاں تیز قسم کی روشنیاں پھیل گئیں۔ لمحہ بھر کو میری آنکھیں چندھیا گئیں پھر میں نے دیکھا کہ کار سے کچھ فاصلے پر مسلح افراد نے کار کے گرد گھیرا ڈال رکھا ہے۔ اس سے قبل وہاں تاریکی چھائی ہوئی تھی اور تاریکی نے ان مسلح افراد کو اپنے جلو میں چھپا رکھا تھا۔ اس لیے میں انھیں نہیں دیکھ سکا تھا۔

میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑا کر انھیں شمار کیا۔ ان کی تعداد گیارہ تھی اور وہ سب اپنے اطوار سے غنڈے نظر آرہے تھے۔ بارھواں فرد وہ تھا۔ جو ہمیں اغوا کر کے یہاں لایا تھا اور ابھی تک کار میں لکی کو کور کیے بیٹھا تھا۔ ایک تیرھواں فرد بھی تھا جو کار کے سامنے چند قدم کے فاصلے پر دونوں ہاتھ کمر پر رکھے مجھے گھور رہا تھا۔ اس کا قد چھ فٹ سے بھی نکلتا ہوا تھا۔ بنیان نما بغیر آستین کی قمیص پہنے ہوئے ہونے کے باعث اس کے توانا بازوؤں کی مچھلیاں پھڑک رہی تھیں۔ اس کا جسم کسرتی تھا اور چیخ چیخ کر اپنی قوت و توانائی کا اعلان کر رہا تھا۔

میں سمجھ گیا کہ میرے ساتھ کیا کھیل کھیلا جانے والا ہے۔ ایسے کھیل میرے لیے نئے نہیں تھے اور نہ ہی میں خود ایسے کسی کھیل کے لیے اجنبی تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس بار میں مکمل طور پر اندھیرے میں تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے اغوا کرنے والے کون ہیں اور یہاں ایک اجنبی جگہ پر بندوقوں کی نال پر کوئی مجھ سے کیوں مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔

میں نے کار کا دروازہ بند کیا اور چند قدم آگے بڑھ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے سامنے موجود شخص سے بولا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ہمیں اس طرح اغوا کیوں کیا گیا ہے؟"

"میرا نام مائیکل ہے!" اس نے اپنی اُبھری ہوئی مچھلیوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یوں کہا جیسے میں نے اس کا نام پوچھا تھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں مائیکل نامی کسی شخص سے واقف نہیں ہوں!" میں نے دبنگ انداز میں کہا "اور نہ ہی یہ میرے سوال کا جواب ہے!"

"تمھیں یہاں سوال جواب کرنے کے لیے نہیں بلوایا گیا!" اس نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

"یہی تو میں بھی جاننا چاہ رہا ہوں کہ آخر تم نے میری خاطر اتنی زحمت کیوں مول لی ہے!" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ سوال کرنے کا حق تمھیں صرف اس وقت حاصل ہوگا جب میں تمھارے قابو میں آجاؤں گا۔ ابھی تو تم میرے قابو میں ہو!"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ان مسلح افراد کی موجودگی میں بھلا تم کس طرح میرے قابو میں آسکو گے۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔

اس پر میرے لہجے کا کوئی اثر نہیں ہوا اور اس نے بے تاثر لہجے میں جواب دیا۔ "یہ صرف اس لیے ہے کہ تم بھاگنے کی کوشش نہ کرو۔"

"سڑک چھاپ لفنگوں سے بھاگنے کا تصور میرے نزدیک بڑا مضحکہ خیز ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"ذرا اور آگے آجاؤ تو میں تمھیں بتاؤں کہ سڑک چھاپ لفنگا کیا ہوتا ہے۔" اس نے گرم ہوتے ہوئے کہا۔

میں بلا تکلف آگے بڑھ گیا۔ اب ہمارے درمیان صرف چھ فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ وہ مجھ پر جھپٹ پڑنے کے لیے بے چین نظر آ رہا تھا مگر میرے انداز میں بے پروائی تھی۔ ظاہر ہے یہ بے پروائی محض دکھاوا تھی۔ ورنہ درحقیقت میں نہ صرف پوری طرح ہوشیار تھا بلکہ کسی بھی وقت خود اس پر حملہ بھی کر سکتا تھا۔

دفعتاً اس نے مجھ پر حملہ کر دیا اور میں نے جُھکائی دے کر اس کا وار خالی دیا۔ اس نے اتنی ہی تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوبارہ مجھ پر ایک داؤ آزمایا۔ اس بار بھی میں اس کے حملے سے بچ نکلا۔

وسیع و عریض گودام پر سناٹے کا راج تھا۔ صرف ہم دونوں کے قدموں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ بڑے تواتر کے ساتھ مجھ پر حملے کر رہا تھا اور میں مسلسل اس سے بچ رہا تھا لیکن ایک بار میں اس کی زد میں آ ہی گیا۔ اتفاق سے اس کا ہاتھ میرے سر کے بالوں پر پڑا اور اس نے انھیں مٹھی میں جکڑ لیا۔ اگر میرے بال اصلی ہوتے تو مجھے اس سے لپٹ جانا پڑتا مگر وہ تو وگ تھی جو میرے سر سے اُکھڑ کر اس کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تھی۔

مائیکل رُک گیا۔ وہ حیرت سے کبھی اپنے ہاتھ میں موجود وگ کو دیکھتا اور کبھی میرے سر کی طرف دیکھنے لگتا جہاں کچھ چُرمرائے ہوئے بال یہ گواہی دینے کے لیے موجود تھے کہ میرے ساتھ کیا حادثہ رونما ہوا ہے۔

"حملہ کیوں نہیں کرتے؟" میں نے اُسے للکارا۔ "تم سے یہ توقع نہیں تھی کہ اتنی جلدی تھک جاؤ گے۔"

"یہ... یہ کیا ہے؟" اس نے حیرت سے اٹک اٹک کر کہا۔

"تمھاری جنرل نالج بہت کمزور معلوم ہوتی ہے۔" میں نے یوں کہا جیسے اس کی لاعلمی میرے لیے سخت افسردگی کا باعث بنی ہو۔ "میاں! اسے وگ کہتے ہیں جو کسی قسم کے گنج کو چھپانے کے لیے سر پر پہنی جاتی ہے۔"

اس نے وگ ایک طرف اُچھالی اور ایک بار پھر مجھ پر جھپٹا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اس کے حملے سے بچنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے چونکہ اس بات کا خوب اندازہ تھا اس لیے میں نے اس کی توقع کے خلاف حرکت کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے حملے سے بچنے کی کوشش کرنے کے بجائے اس سے اُلجھ پڑا۔ میں نے انتہائی پھُرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سر جُھکایا اور میری بھرپور ٹکر اس کے پیٹ پر پڑی۔ اس کے حلق سے ایک کرب ناک آواز نکلی۔ میں نے ٹکر مارتے ہی خود کو دائیں جانب فرش پر گرایا اور قبل اس کے کہ وہ مجھے چھونے میں بھی کامیاب ہوتا، تیزی سے قلابازی کھا کر اس کی زد سے نکلا اور اُچھل کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔

اس کے دونوں ہاتھ محض چند لمحوں کے لیے اپنے پیٹ پر گئے تھے پھر وہ سنبھل گیا تھا مگر اس کے چہرے سے اب بھی تکلیف ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ پلٹا مگر اس نے فوراً ہی حملہ نہیں کر دیا۔ میری حرکت نے اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"ڈر گئے کیا؟" میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ "دور کھڑے کیا سوچ رہے ہو۔ آگے بڑھ کر حملہ کیوں نہیں کرتے؟"

مجھے بے خبر سمجھ کر اس نے ایک بار پھر اپنی دانست میں مجھ پر فیصلہ کن حملہ کیا لیکن پہلے کی طرح اس بار بھی میں نے نہ صرف خود کو بچا لیا بلکہ اس کے بائیں جبڑے پر ایک بھرپور مکا رسید کرتے ہوئے نیم دائرے کی صورت میں گھوم گیا۔ اس کے جبڑے پر پڑنے والا گھونسا بڑا بھرپور تھا۔ کچھ عجب نہیں کہ اس کے چند دانت بھی ہل گئے ہوں۔ اس کے حلق سے کراہ تو نکلی مگر وہ غصے سے پاگل بھی ہو گیا اور اندھوں کی طرح مجھ پر جھپٹ پڑا۔ میں سمجھ گیا کہ مقابلے کا فیصلہ کن مرحلہ آ پہنچا ہے۔ اس نے اپنے ہوش و حواس کھو دیے تھے اور اب اسے ہدف بنانا زیادہ آسان ہو گیا تھا۔

اس نے مجھ پر کراٹے کے کئی مہلک داؤ آزمائے لیکن میں نہ صرف اس کے حملوں سے بچا بلکہ اس کے چہرے پر کئی گھونسے بھی مارنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ نہایت خطرناک حرکت تھی۔ کراٹے کے مقابلے میں باکسنگ کا مظاہرہ مہلک بھی ثابت ہو سکتا تھا بلکہ ایسے میں قوی امکانات اس بات کے ہوتے ہیں کہ باکسنگ کا مظاہرہ کرنے والا لازمی طور پر چوٹ کھا جائے گا مگر ایک تو وہ غصے میں اندھا ہو رہا تھا اور دوسرے یہ کہ میں انتہا سے زیادہ پھُرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی نکسیر بھی

پھوٹی اور چہرہ بھی کئی جگہ سے متورم ہو گیا۔ اس کے لڑنے کے انداز میں سستی پیدا ہو گئی تھی۔

"حریف اگر اپنے سے طاقت ور ہو تو عقل مندی کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ شکست تسلیم کر لی جائے۔" میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

اس کے مُنہ سے ناقابلِ فہم قسم کے الفاظ برآمد ہوئے اور اس نے اپنی بچی کھچی طاقت بروئے کار لاتے ہوئے مجھ پر فیصلہ کن حملہ کر دیا۔ چونکہ تکلیف اور غصے کی زیادتی نے اس کی عقل خبط کر دی تھی۔ اس لیے اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کے بھنائے ہوئے دماغ نے شاید یہ فیصلہ صادر کیا تھا کہ اب اس کی فتح کی واحد صورت یہ ہے کہ مجھ سے لپٹ پڑے۔ میں چونکہ اس سے دور رہ کر لڑ رہا تھا۔ اس لیے مجھ پر اس کی جسمانی برتری خاک میں مل کر رہ گئی تھی۔

اس نے بلاشبہ بالکل درست فیصلہ کیا تھا۔ اگر میں اس کے شکنجے میں پھنس جاتا تو اپنی طاقت کے بل بوتے پر تو ہرگز اس کی گرفت سے نہیں نکل سکتا تھا۔ میں اگر چاہتا تو اسے اور تھکاتا لیکن میں نے کچھ اور ہی فیصلہ کیا تھا۔ اس کا وار بچانے کے بجائے میں جھک کر خود اس کی طرف بڑھا اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا۔ اس میں میری پھُرتی اور مہارت کا بڑا دخل تھا۔ ایک ہاتھ سے میں نے اس کی بیلٹ پکڑی تھی اور دوسرا ہاتھ اس کے گریبان پر ڈالا تھا اور قبل اس کے کہ وہ مجھے اپنی گرفت میں لے سکتا۔ میں نے اسے سر سے بلند کر کے اپنے عقب میں پھینک دیا۔

گودام کے فرش پر اس کا بھاری بھرکم جسم گرا تو ہلکا سا ایک دھماکا ہوا۔ اس دھماکے میں مائیکل کی کریہہ چیخ بھی شامل تھی۔ شاید اس کی ریڑھ کی ہڈی پر بھی ضرب آئی تھی۔ اس نے گرتے ہی اضطراری طور پر اٹھنے کی کوشش کی۔

"میں بہت رعایت برت چکا مسٹر مائیکل۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اب اگر تم نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو میں کوئی رعایت نہیں برتوں گا۔"

جواب میں اس کے مُنہ سے لایعنی قسم کی باتوں کا ایک فوارہ اُبل پڑا جس کا ایک لفظ بھی میرے پلے نہیں پڑ سکا۔

"مجھے نہیں معلوم تم کیا کہہ رہے ہو۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "اگر تم اعترافِ شکست کر رہے ہو تو میں تمھیں معاف کرتا ہوں اور اگر نہیں تو تم اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ پھر میں تمھیں بتاؤں گا۔"

شاید اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بالکل ہی سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ بجائے شکست تسلیم کرنے کے وہ جھومتا جھامتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ناک سے بہنے والا خون اس کی باچھوں پر جم گیا تھا۔ چہرہ جگہ جگہ سے سُوجا ہوا تھا اور اس پر مستزاد خوف اور غصے کی ملی جلی کیفیات تھیں۔ اس کا حلیہ بگڑ کر رہ گیا تھا مگر وہ مقابلہ جاری رکھنے پر بضد تھا اور یہی اس کی حماقت تھی۔

"تو تم یوں نہیں مانو گے۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "آؤ، آگے آؤ تاکہ تمھیں پتا چل سکے کہ مجھ سے الجھنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔"

وہ غضب ناک انداز میں میری طرف بڑھا اور میں نے فضا میں اُچھل کر اس کے سینے پر فلائنگ کک ماری۔ وہ اُلٹ کر زمین پر گرا اور ابھی وہ اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ میں اس کے سر پر سوار ہو گیا۔ اس بار میں نے اسے ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ سب سے پہلی ٹھوکر میں نے اس کے سر پر ماری۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھاما ہی تھا کہ میں نے اس کی پسلیوں کو نشانہ بنایا اور پھر اس کے جسم کے متعدد حصے میری ٹھوکروں کی زد پر آئے۔ وہ بُری طرح چیخ رہا تھا۔ فرش پر ماہیِ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اور میں رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ اس عالم میں بھی کئی بار اس نے میرا پیر پکڑنے کی کوشش کی مگر میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ اس لیے اس کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہونے دی۔

"بس کرو مسٹر۔" دفعتاً ایک آواز گونجی اور میں مائیکل کو چھوڑ کر اس سے چند قدم دور ہٹ گیا۔ کار کے پاس مجھے وہی سیاہ فام کھڑا دکھائی دیا جو کلب میں نظر آیا تھا۔ ریوالور کی زد میں ہمیں یہاں لانے والا وہی تھا اور اب اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہیں تھا۔

"میں تمھاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔" اس نے میری طرف آتے ہوئے کہا۔

"اور یہ لوگ تمھارے جذبۂ خیرسگالی کا مظہر ہیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں مسلح افراد کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ پہلے کی بات تھی۔" اس نے کہا اور مسلح افراد کو اشارہ کیا۔ انھوں نے اپنے ہتھیار جُھکا لیے۔

"معاف کرنا تمھارا رویّہ ناقابلِ فہم ہے۔ اس قسم کی دوستی میں نے نہ کبھی دیکھی نہ سُنی۔"

"تم میرے ساتھ چلو، میں تمھیں سب کچھ سمجھا دوں گا۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ گرفت غیر دوستانہ نہیں تھی۔

"اور اگر میں تمھارے ساتھ جانے سے انکار کر دوں تو؟" میں نے تیوریوں پر بل ڈال کر کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم اس کے لیے آزاد ہو۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "لیکن مجھے ہمیشہ اس بات کا قلق رہے گا کہ تم نے میری بات نہیں سُنی۔"

"میں واپس چلا تو جاؤں مگر مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"کس بات کا خوف محسوس ہوتا ہے؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"تم گدّیوں میں سوراخ کرنے کے بے حد شوقین ہو۔ کہیں عقب سے میری گدّی میں بھی سوراخ نہ کر دو؟"

میری بات سُن کر اس کے حلق سے ایک بے اختیار قسم کا قہقہہ اُبل پڑا۔ "کسی کو خوف زدہ کرنے کے لیے ایسے ہی مکالمے بولنے پڑتے ہیں۔ تم اگر واپس جانا چاہو تو بے خوف و خطر جا سکتے ہو۔" اس نے کار کی طرف اشارہ کیا۔

"اگر میں اس طرح واپس چلا گیا تو یہ کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ تم نے میرے ساتھ یہ ڈراما کیوں کھیلا تھا؟"

"گویا یہ معلوم کرنا تمھارے لیے بہت اہم ہے؟"

"ہاں۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "کسی اُلجھن میں مبتلا رہنا کون پسند کر سکتا ہے؟" میں نے کہا اور فرش پر پڑی ہوئی وگ اٹھا کر اپنے سر پر جمانے لگا۔

"تو پھر اس کی ایک ہی صورت ہے۔" اس نے کہا۔ "میرے ساتھ چلو۔ تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"ہمیں کہاں جانا ہوگا؟" میں نے چاروں طرف دیکھا۔ "اور ایسی کون سی بات ہے جو یہاں نہیں بتائی جا سکتی؟"

"بتانے کو تو میں یہاں بھی بتا دوں لیکن معاملہ خاصا پیچیدہ ہے۔ آسانی سے سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں تمھارے ساتھ چلتا ہوں مگر ہمیں جانا کہاں ہوگا؟"

"وہیں جہاں سے آئے ہیں۔"

"وہاں اس نائٹ کلب میں۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "اس شور شرابے میں بھلا کیا گفتگو ہو سکے گی؟"

"خود ہی دیکھ لینا۔" اس نے کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "یہیں کھڑے رہے تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ سکے گا۔"

لکی بدستور کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی تھی۔ اس کا انداز ایسا تھا۔ جیسے رونما ہونے والے واقعات کا اس کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

"کہاں چلوں؟" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اسی نائٹ کلب جہاں سے ہم آئے تھے۔" سیاہ فام نے جواب دیا۔ "راستہ یاد ہے یا میں تمھیں گائڈ کروں؟"

"مجھے راستہ یاد ہے۔" لکی بے تاثر لہجے میں بولی اور کار اسٹارٹ کر دی۔

کچھ دیر بعد ہم ایک بار پھر اسی نائٹ کلب میں داخل ہو رہے تھے جہاں سے ہم پر یہ مصیبت نازل ہوئی تھی مگر اس بار ہماری منزل مختلف تھی۔ سیاہ فام ہمیں کلب کے منیجر کے آفس میں لے گیا جہاں ایک بھاری جبڑوں اور نیلی آنکھوں والے سفید فام شخص نے ہمارا استقبال کیا۔ اس کی عمر پچاس سے اوپر ہی رہی ہوگی۔ میں نے اس کے بارے میں اچھی رائے قائم نہیں کی۔

اس نے ہمیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر خود بھی اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "آپ لوگ یقیناً اُلجھن محسوس کر رہے ہوں گے لہٰذا پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم آپس میں متعارف ہو جائیں۔ میرا نام پیٹر ہے اور میں امریکا میں ایک بہت بڑے غیر قانونی بزنس کا مالک ہوں۔ میرے کاروبار کی شاخیں امریکا کے ہر بڑے شہر میں موجود ہیں۔ یہ سیاہ فام میرا دستِ راست ہے اور اس کا نام جیکسن ہے۔"

"یہ تعارف تو قطعی ناکافی ہے۔" اس کے خاموش ہونے پر میں نے کہا۔

"اس کے علاوہ تم اور کیا جاننا چاہتے ہو؟" پیٹر نے پوچھا۔

"یہ کہ ہمارے ساتھ جو سلوک ہوا اس کا مقصد کیا تھا اور تم ہمارے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"جو کچھ تمھارے ساتھ ہوا اس سے تمھاری صلاحیتوں کا امتحان مقصود تھا۔ مائیکل ہمارے گروہ میں ریڑھ کی ہڈّی کی حیثیت رکھتا ہے۔"

"میری صلاحیتوں کے امتحان کی ضرورت کیوں پیش آئی اور تمھیں میرے بارے میں کیسے پتا چلا؟"

"یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ تمھارے بارے میں مجھے ایک گم نام فون کال موصول ہوئی تھی۔ فون کرنے والے نے اپنی شناخت کرانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق ٹیبل نمبر بارہ پر موجود شخص میرے بہت کام کا ثابت ہو سکتا تھا۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ تم سیاہ رنگ کی امپالا میں یہاں آئے ہو۔ اس نے کار کے نمبر تک بتائے تھے۔ میں نے فوری طور پر اس کے بیانات کی تصدیق کرنے کا فیصلہ کیا اور جیکسن کو تمھیں پرکھنے کے کام پر مامور کر دیا۔"

"گویا تم نے ایک گم نام فون کال پر یقین کرتے ہوئے مجھے مائیکل نامی بھیڑیے کے حوالے کر دیا۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ فون کرنے والے شخص نے جو باتیں کہی تھیں۔ وہ میرے لیے اس قدر پُرکشش تھیں کہ میں خود کو روک نہیں سکا ورنہ کون ایسی حماقت میں مبتلا ہو سکتا ہے۔"

"میں کہتا ہوں، وہ میرا کوئی دشمن بھی ہو سکتا تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ میرے بارے میں دی گئی اطلاعات غلط ہوتیں اور تمھارا مائیکل مجھے اُدھیڑ کر رکھ دیتا۔ میری ہلاکت کا ذمّے دار کون ہوتا؟"

"ہمارے کاروبار میں کسی کی جان ضائع ہو جانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس کے باوجود میں خوں ریزی سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں نے یہ امکان پیشِ نظر رکھا تھا کہ تمھارے بارے میں ملی ہوئی اطلاع غلط ہو سکتی ہے۔ اسی لیے میں نے اس ضمن میں سخت ہدایات دے دی تھیں۔ اگر مائیکل تم پر حاوی آجاتا تو تمھیں کوئی نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ دیا جاتا۔"

میں نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے بیان کو کس خانے میں فٹ کروں۔ اس وقت پورے امریکا میں کوئی بھی اس بات سے واقف نہیں تھا کہ میں کون ہوں، کیا ہوں اور کہاں ہوں۔ اولیو ہاورڈ اور ہاروت رابیل کو میرے بارے میں علم تھا۔ مگر انھیں بھی یہ نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ میں اس وقت اس نائٹ کلب میں موجود تھا۔

صورتِ حال بہت اُلجھی ہوئی تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ کیا اولیو ہاورڈ یا ہاروت رابیل میں سے کسی نے وہ گم نام فون کیا تھا۔ اگر یہ بات مان لی جاتی تو بھی ایک بہت بڑا سوالیہ نشان اُبھرتا تھا کہ آخر انھوں نے ایسا کیوں کیا؟

"بات اب بھی میری سمجھ میں نہیں آئی مسٹر پیٹر۔" میں نے کہا۔ "آخر میری صلاحیتوں کو پرکھنے سے تمھارا مقصد کیا تھا؟"

"مقصد یہ تھا کہ اگر تم ہمارے کام کے آدمی ثابت ہوتے تو ہم تمھاری خدمات سے استفادہ کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"کیا فون کرنے والے نے تمھیں یہ بھی بتایا تھا کہ میں کرائے کا آدمی ہوں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہرگز نہیں۔" اس نے اپنے سر کو نفی میں جنبش دی۔ "لیکن اس نے تمھاری جن خصوصیات کا تذکرہ کیا تھا۔ اس کے بعد میرے لیے تمھاری خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہو گیا تھا۔"

"اب یہ بتانے میں تم کتنا وقت صرف کرو گے کہ اس نے میرے بارے میں تمھیں کیا کیا بتایا ہے؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"اس نے ڈی فوسٹر کے حوالے سے تمھارا تذکرہ کیا تھا۔ یہ بھی بتایا تھا کہ اولیو ہاورڈ جیسا شخص بھی تمھارے سامنے بے بس ہو گیا ہے۔"

میں بُری طرح چونک پڑا۔ ڈی فوسٹر کے حوالے سے معاملہ اور بھی پُراسرار ہو گیا تھا۔

"کیا اس نے تمھیں یہ نہیں بتایا کہ میں درحقیقت کون ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اس سے پوچھا تھا مگر اس نے بتانے سے انکار کر دیا۔ یہ ضرور کہا تھا کہ تمھارا تعلق کسی ایسے ادارے یا شعبے سے نہیں ہے جس سے مجھے یا میرے کاروبار کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔"

"اب یہ بھی بتا دو کہ تمھیں مجھ سے ایسا کون سا کام تھا جس کی خاطر تم نے مجھے مائیکل سے بھڑا دیا؟"

"میں ان دونوں سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔" پیٹر نے کہا۔ "دونوں ہی نے مجھے نقصان پہنچایا ہے۔"

"کن دونوں نے؟ تمھارا اشارہ اولیو ہاورڈ اور ہاروت رابیل کی طرف تو نہیں ہے؟"

"ہاں، میں انھی دونوں کی بات کر رہا ہوں۔" پیٹر نے کہا۔ "میں ان دونوں کو زندہ نہیں دیکھ سکتا۔"

میں نے کن انکھیوں سے لکی کی طرف دیکھا۔ مگر اس کے چہرے سے اس کے جذبات کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

ٹیلی پیتھی
اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے اور دوسروں کے دلوں کا حال جاننے کا سائنسی طریقہ
آسان اُردو زبان میں
ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات
بالتصویر
قیمت ۳۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۶
جس میں ٹیلی پیتھی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے
تمام تازہ ترین تحقیقات اور مشقیں اس میں شامل ہیں
شمع بینی کے بارے میں ایک مفصل باب مع سوال و جواب۔
ٹیلی پیتھی کے بارے میں بے شمار قارئین کے سوالوں کے جواب اس میں موجود ہیں۔
اُردو زبان کی ٹیلی پیتھی پر سب سے پہلی کتاب
ٹیلی پیتھی کی مفصل معلومات
ٹیلی پیتھی کی ماہیت، اس کے فوائد
ٹیلی پیتھی کی عملی مشقیں، ان کے فوائد و نقصانات
قیمت ۳۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
مکتبہ نفسیات ۔ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی!

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اگر میں اس معاملے میں تم سے تعاون کرنے سے انکار کر دوں تو تمھارا کیا ردِعمل ہوگا؟"

"کچھ بھی نہیں۔ ظاہر ہے میں بالجبر تو تمھیں اپنے لیے کام کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتا۔"

"مجھے یہ بات الجھن میں ڈال رہی ہے مسٹر پیٹر کہ آخر تمھاری نظرِ انتخاب مجھ پر ہی کیوں پڑی۔ تمھارے گروہ میں بہترین لوگ موجود ہوں گے۔ کیا تم ان سے کام نہیں لے سکتے تھے؟"

پیٹر نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ "مجھے بتایا گیا تھا کہ تم اولیو ہاورڈ کے روایتی حریف ہو۔ تعجب ہے تم نے ایسی بات کی۔ کیا تم اس سے واقف نہیں ہو؟ میں اس سے ٹکرانے کی کوشش کرتا تو میرے گروہ کا ہی شیرازہ بکھر جاتا۔"

"میں تم سے متفق ہوں مسٹر پیٹر! وہ واقعی بہت خطرناک آدمی ہے اور اس سے ٹکّر لینا آسان کام نہیں ہے۔"

"یہ بھی درست نہیں ہے کہ میری نظرِ انتخاب تم پر پڑی۔ معلوم نہیں میرا کون ایسا ہمدرد ہے جس نے تمھاری نشان دہی کر کے مجھ پر احسان کیا ہے۔"

"یہی بات مجھے بھی الجھن میں ڈال رہی ہے۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اس لیے کہ امریکا میں میری موجودگی سے گنتی کے چند لوگ واقف ہیں۔"

"اوہو!" پیٹر نے حیرت سے کہا۔ "مجھے ان کے نام بتاؤ۔ شاید ہم دریافت کر سکیں کہ وہ پُراسرار شخص کون تھا جس نے گم نام فون کر کے تمھارے بارے میں بتلایا۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر پیٹر! اس طرح تم کچھ بھی نہیں معلوم کر سکو گے۔ اس لیے کہ وہ چند لوگ بھی اس بات سے ناواقف تھے کہ میں اس نائٹ کلب میں موجود ہوں۔"

"اتنے یقین سے یہ بات مت کہو۔ ہو سکتا ہے کسی نے تمھیں یہاں دیکھ لیا ہو۔"

"یہ بات اس لیے خارج از امکان ہے کہ میں میک اپ میں ہوں اور میرے موجودہ میک اپ سے میری ساتھی کے علاوہ کوئی بھی واقف نہیں ہے اور یہ پورے وقت میرے ساتھ رہی ہے۔"

پیٹر کی آنکھیں فرطِ حیرت سے پھیل گئیں۔ "تم بڑی حیران کُن باتیں کر رہے ہو۔"

"تمھارے لیے یہ باتیں حیران کن ہیں اور میرے لیے انتہائی تشویش کا باعث ہیں۔ یہ کسی قسم کی سازش بھی ہو سکتی ہے۔"

"سازش۔" پیٹر نے حیرت سے کہا۔ "اس کا تو کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ اس طرح کوئی تمھارے خلاف کیا سازش کرے گا؟"

"جس شخص نے فون پر تمھیں مطلع کیا ہے۔ اسے یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ تم اولیو ہاورڈ یا ہاروت رابیل سے انتقام لینا چاہتے ہو؟"

"یہ بات تو واقعی غور طلب ہے۔ مگر یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ اس میں سازش کا کون سا پہلو ہو سکتا ہے؟"

"ممکن ہے کوئی میری سرگرمیوں پر نظر رکھنے کا خواہاں ہو اور اس نے اسی لیے مجھے ٹھکانا فراہم کرنے کا انتظام کیا ہو تاکہ مجھ پر آسانی سے نظر رکھ سکے۔"

پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "یہ بات سمجھ میں تو آتی ہے مگر یہ کوئی ایسی بات تو نہیں جس کا تدارک ہی ممکن نہ ہو۔"

"جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس حرکت کی پشت پر کون ہے اس کا کیا تدارک کیا جا سکے گا؟"

"میں تمھیں تحفظ فراہم کرنے کو تیار ہوں۔"

"تم مجھے کس طرح تحفظ فراہم کرو گے؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم تو خود ان لوگوں سے نمٹنے کے لیے کسی سہارے کے متلاشی ہو۔"

"میں تمھیں محفوظ رہائش گاہ فراہم کر سکتا ہوں۔ دوسروں کی نظروں سے چھپ کر تم اپنا کام جاری رکھ سکو گے۔"

"میں نے تمھارے لیے کام کرنے کی ہامی نہیں بھری ہے پھر تم میرے لیے یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لیے کہ تم میرے دشمنوں کے دشمن ہو اور اس اعتبار سے میرے دوست ہوئے۔ میرے لیے کام نہیں کرو گے تب بھی میرے دشمنوں کے خلاف تو کام کرتے ہی رہو گے اور میں کسی بھی ایسے شخص کو جو اُن دونوں یا اُن میں سے کسی ایک کے خلاف کام کر رہا ہو۔ ہر قسم کی سہولت مہیّا کرنے کو تیار ہوں۔ یہ تم پر کوئی احسان نہیں ہوگا۔"

"میں مانتا ہوں کہ تم اپنی تسکین کے لیے مجھ سے تعاون کرو گے لیکن اس کے باوجود میں خود کو تمھارا ممنونِ احسان ہونے سے نہیں روک سکوں گا۔ میں یہ ضرور چاہوں گا کہ تمھارے کسی کام آسکوں۔ اس لیے تم مجھے یہ بتا دو کہ تم ان دونوں افراد سے انتقام لینے کے کیوں درپے ہو تاکہ میں تمھارا ساتھ دینے یا نہ دینے کے بارے میں غور کر سکوں۔"

"ہاروت رابیل نے تو مجھے بارہا زک پہنچائی۔ حالانکہ ہمارے کاروبار الگ الگ تھے لیکن یہ اس کی فطرت ہے، دوسروں کو خواہ مخواہ نقصان پہنچا کر اسے مزہ آتا ہے۔ میں اس سے کوئی انتقام لینا بھی نہیں چاہتا۔ اس لیے کہ تم نے اس کا پورا کاروبار تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس نے اپنی پوری عمر میں دوسروں کو جتنا نقصان پہنچایا ہوگا۔ اس سے کئی گُنا نقصان تم نے اسے ایک ہی جھٹکے میں پہنچا دیا ہے۔ رہی بات اولیو ہاورڈ کی تو یہ ایک بہت پرانا واقعہ ہے۔ جب بھی میں اس واقعے کا تصور کرتا ہوں، میرا خون کھول اٹھتا ہے۔ وہ ایسا واقعہ ہے جسے دُہرانا بھی میرے لیے باعثِ شرم ہے۔ اس لیے میں تم سے معذرت چاہوں گا۔"

"اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا لیکن تم نے اس سے انتقام لینے کی کوئی کوشش تو ضرور کی ہوگی۔"

"بارہا کی مگر ہر بار ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ بے حد چالاک اور عیار آدمی ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر پیٹر! اس بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنے سے قبل میرے لیے اپنی ساتھی سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔"

"اوہو تم نے ابھی تک اپنا تعارف بھی نہیں کرایا۔ اگر کوئی حرج محسوس نہ کرو تو..."

"بُرا نہ ماننا مسٹر پیٹر میں اپنی اصل شخصیت تم پر ظاہر نہیں کر سکتا۔ تاہم میرا فرضی نام ایلن گراہم ہے اور یہ فرضی نام بھی تم خود تک ہی محدود رکھو گے۔"

"یہ بُرا ماننے کی نہیں، خوش ہونے کی بات ہے۔ اگر تم اس قدر احتیاط برتنے کے عادی نہ ہوتے تو اولیو ہاورڈ کے مقابلے پر کبھی نہیں ٹک سکتے تھے۔"

"تم فیلڈ کے آدمی ہو پیٹر، اس لیے معاملے کی تہ تک پہنچ گئے۔ تمھاری جگہ کوئی عام آدمی ہوتا تو برا مان جاتا۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ...؟" اس نے لکی کی طرف اشارہ کیا۔

"میرا نام لوسی ہے۔" لکی جلدی سے بول پڑی۔ "ہم آپس میں دوست ہیں ممکن ہے مستقبل میں کسی بندھن میں جکڑ جائیں۔"

"خوشی ہوئی مس لوسی۔" اس نے کہا۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "تم نے مائیکل کو جتنی آسانی سے شکست دے دی وہ اتنی آسانی سے زیر ہونے والا آدمی تو نہیں ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" میں نے کہا۔ "میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ میں نے اسے اتنی ہی آسانی سے زیر کر لیا۔"

"تم نے مقابلہ نہیں دیکھا پیٹر۔" جیکسن نے کہا۔ "مسٹر ایلن مائیکل کو بچّوں کی طرح کھلاتے رہے اور جب خود ایکشن میں آئے تو چند لمحے میں ہی اسے شکست سے دوچار کر دیا۔"

"میں اس بات پر صرف حیرت ہی ظاہر کر سکتا ہوں۔" پیٹر بڑبڑایا۔ "اس لیے کہ وہ ہر اعتبار سے مسٹر ایلن سے برتر ہے۔"

میں ہنس پڑا۔ "ہر اعتبار سے نہیں مسٹر پیٹر، صرف جسمانی اعتبار سے۔" میں نے کہا۔ "اور جہاں فن کی بات آتی ہے وہاں جسمانی برتری کی زیادہ اہمیت نہیں رہ جاتی۔"

"اسی لیے تم اولیو ہاورڈ کے مدمقابل قرار پائے ہو۔ اس کے مقابلے پر آنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔"

"بہت وقت ہو چکا ہے مسٹر پیٹر! مجھے نیند آ رہی ہے۔ میری رہائش کے لیے تم کیا بندوبست کرو گے؟"

"جیکسن تمھیں چھوڑ آئے گا اور ہاں۔" اس نے دراز کھول کر نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور میری طرف بڑھائی۔ "تمھیں رقم کی ضرورت پڑے گی یہ دس ہزار ڈالر رکھ لو۔ مزید رقم کی ضرورت پڑے تو لے لینا۔"

"تم اگر یہ سمجھ رہے ہو کہ اس طرح تم میرے فیصلے پر اثر انداز ہو سکو گے تو یہ تمھاری بھول ہے۔"

"اب مجھے کسی کی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی بے فکر رہو میں تم سے کبھی کچھ نہیں کہوں گا۔"

"اس کے باوجود بھی میں یہ رقم لے کر زیادہ زیرِ بار ہونا پسند نہیں کروں گا۔"

"تم احمق ہو۔ اس کام کے لیے تو میں لاکھوں ڈالر خرچ کرنے سے بھی دریغ نہ کروں۔ مگر میں نے کہا نا کہ اب مجھے اس کی ضرورت نہیں رہی۔ تم تو اولیو ہاورڈ کے خلاف ویسے ہی برسرِ پیکار ہو۔ جو کام کرنے کے لیے میں تم سے کہنا چاہتا تھا وہ تو تم ویسے بھی کرو گے۔ مجھے تم سے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ انکار مت کرو اور رقم رکھ لو۔ کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو وہ بھی بتا دو۔"

میں نے رقم لے کر بے پروائی سے جیب میں ڈال لی۔ "مجھے فوری طور پر میک اپ کا سامان درکار ہوگا۔" میں نے اس سے کہا۔ "مجھے کاغذ اور قلم دو تاکہ میں تمھیں مطلوبہ اشیاء کی فہرست تیار کر دوں۔ تم یہ سامان صبح کسی وقت مجھے بھجوا دینا۔"

اس نے قلم اور کاغذ میرے حوالے کر دیا۔ میں نے کاغذ پر مطلوبہ اشیا لکھنے کے بعد جلدی جلدی چند الفاظ گھسیٹ دیے لکی اس وقت دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس لیے وہ نہیں دیکھ سکی کہ میں نے کیا لکھا ہے۔ میں نے لکھا تھا "پیٹر! کل شام کسی وقت مجھے تنہا طلب کر لو۔ کچھ باتیں ایسی ہیں جو صرف میرے اور تمھارے درمیان ہو سکیں گی۔"

میں نے کاغذ اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے کاغذ مجھ سے لے کر اس پر سرسری نظر ڈالی پھر میں نے اسے چونکتے ہوئے دیکھا لیکن اس نے فوراً ہی خود پر قابو بھی پا لیا۔ "ٹھیک ہے۔" اس نے سرسری انداز میں کہا۔ "صبح تمھیں ساری اشیا فراہم کر دی جائیں گی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اور اب آخری بات" میں نے لکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا ہم اس کار میں سفر کریں گے یا اس سے پیچھا چھڑانا ضروری ہے؟"

"یہ کار ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے" لکی بولی۔ "لہٰذا بہتر یہی ہے کہ جیسے بھی ہو اس سے پیچھا چھڑا ہی لیا جائے۔"

"جیکسن تم انھیں دوسری کار میں لے جاؤ اور اس کار کو گیراج میں پہنچا دو تاکہ اس کا رنگ تبدیل کیا جا سکے۔"

جیکسن نے ہمیں چلنے کا اشارہ کیا اور ہم دروازے کی طرف بڑھے۔ دروازے سے باہر نکلتے وقت مجھے ایک خیال آیا اور میں پیٹر کی طرف پلٹ پڑا۔

"کوئی شخص ایسا ہے جو میری یہاں موجودگی سے واقف ہے۔ مجھے جہاں بھی لے جایا جائے گا۔ وہ تعاقب کرے گا اور میرے نئے ٹھکانے سے آگاہ ہو جائے گا۔"

"جیکسن جانتا ہے کہ ایسے حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے تم بے فکر ہو کر اس کے ساتھ چلے جاؤ۔ اگر کسی نے تعاقب کرنے کی کوشش کی تو پکڑا جائے گا۔"

ہم جیکسن کے ساتھ کلب سے باہر آئے۔ جیکسن ایک کار کی طرف بڑھا جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک باوردی ڈرائیور موجود تھا۔ جیکسن نے جھک کر اس سے کچھ کہا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جیکسن نے ہم دونوں کو عقبی نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اگلی نشست پر بیٹھ گیا۔

"کوئی شخص ہمارا تعاقب نہیں کر سکے گا" کار روانہ ہونے کے بعد اس نے کہا۔ "اس لیے کہ ہمارے اپنے آدمی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

میں مطمئن ہو گیا۔ اتنا بھی بہت تھا۔ اگرچہ پیٹر اور جیکسن جس طرح مجھ سے ملے وہ بجائے خود مشکوک اور پُراسرار صورت تھی لیکن میں اس پر زیادہ دماغ سوزی کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

ہماری نئی منزل نیویارک کے فیشن ایبل علاقے میں واقع ایک خوبصورت بنگلہ ثابت ہوا۔ جہاں ضروریاتِ زندگی کی ہر شے موجود تھی۔ جیکسن ہمیں وہاں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

"میرا خیال ہے ہمیں سونے سے قبل ناشتا کر لینا چاہیے۔" لکی نے کہا۔

"نہایت مناسب خیال ہے۔ ویسے بھی صبح بس ہونے ہی والی ہے۔"

لکی جلد ہی ناشتا تیار کر کے لے آئی۔ "کچھ اندازہ ہوا کہ ہماری نشان دہی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟" ناشتے کے دوران لکی نے پوچھا۔

"یہ اندازہ کرنا بہت ناممکن سی بات لگتی ہے۔" میں نے کہا۔ "خصوصاً ڈی فوسٹر کا حوالہ سب سے زیادہ تعجب خیز ہے۔"

"اور تم نے اس کام کے بارے میں کیا سوچا جو پیٹر تم سے کہہ رہا تھا؟"

"اس بارے میں تو تم مجھے بتاؤ گی۔ میں اسے کیا جواب دوں؟"

"میں کیا بتاؤں؟" لکی نے ایک طویل سانس لی۔ "اپنے ڈیڈی کے خلاف کوئی فیصلہ دینا میرے لیے بہت مشکل ہو گا۔"

"اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ پیٹر کو صاف جواب دے دوں۔"

"اس سے کیا فرق پڑے گا۔ وہ عقل مند آدمی ہے پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ اب تم سے کوئی کام لینے کا خواہش مند نہیں ہے اس لیے کہ تم تو ویسے ہی ڈیڈی کے خلاف کام کر رہے ہو۔ البتہ وہ تمھاری مدد کرتا رہے گا اور اُسے یہی سوچ کر تسکین ملتی رہے گی کہ اس نے اپنے ایک دشمن کو زک پہنچانے کے لیے اس کے کسی دشمن کی مدد کی۔"

"یہ ایک الگ معاملہ ہے جس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، جہاں تک براہِ راست اس کی مدد کرنے کا سوال ہے۔ میں صاف انکار کر دوں گا۔"

"تم ایسا کیوں کرو گے؟"

"صرف اس لیے کہ اس سے تمھارے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو۔" لکی نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں، تم میری محسن ہو۔ میری خاطر تم نے اتنا بڑا خطرہ مول لیا۔ اپنے ڈیڈی سے بغاوت کی۔ اس لیے تمھارے جذبات کا احترام کرنا میرا فرض ہے۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا واقعی میرے جذبات کا احترام کرنا تم اپنا فرض سمجھتے ہو؟"

لکی کی آواز میں جذبات کی آمیزش محسوس کر کے میں نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔ "صرف اس جذبے کا احترام کیا جاتا ہے جو لائقِ احترام ہو۔"

میری سرزنش سے لکی بروقت سنبھل گئی۔ "میں تمھاری شکر گزار ہوں کہ تم میرے جذبات کا اس قدر احترام کرتے ہو۔"

ناشتے کے بعد ہم بیڈ روم میں چلے گئے۔ لکی مُصر تھی کہ دونوں ایک ہی بیڈ روم میں سوئیں مگر میں نے سختی سے اس کی بات رد کر دی۔ اس لیے کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں اگر ہم ہوٹل میں ہوتے تو اور بات ہوتی۔ وہاں الگ الگ کمروں میں رہنے سے ہم دوسروں کی نظروں میں آجاتے۔

میں سونے کے لیے لیٹا تو دماغ پر خیالات نے یلغار کر دی۔ زاہر کے بارے میں تو مجھے یقین تھا کہ وہ خالقِ حقیقی سے جاملا ہو گا۔ میں اس کے لیے افسردہ نہیں تھا۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے سب سے بڑے دشمن کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے وہ شہادت کے مرتبے پر فائز ہو گیا تھا مگر اس نے شکست تسلیم نہیں کی تھی وہ آہنی عزم کی مجسّم تصویر تھا۔ پہاڑی سفر کے دوسرے ہی روز اس کی جسمانی طاقت جواب دے گئی تھی مگر محض اپنی قوتِ ارادی کے بل پر مزید پانچ روز تک وہ میرا ساتھ دیتا رہا۔

تہذیب مالکم ایکس اور بڈ کی فکر مجھے علیحدہ تھی۔ نہ مجھے ان دونوں میں سے کسی کی خبر تھی اور نہ ہی وہ میرے احوال سے واقف تھے۔ انھیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ زاہر اللہ کو پیارا ہو گیا ہے۔ اس کی شہادت تہذیب پر زیادہ اثر انداز ہوتی۔ اس لیے کہ وہ تہذیب ہی کی دریافت تھا اور اس کے ساتھ کئی مہمات میں شریک رہ چکا تھا۔

میرا ذہن بھٹکتا ہوا اولیو ہاورڈ کی طرف جا نکلا۔ وہ میرا سب سے بڑا دشمن تو تھا ہی لیکن اب میرے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بن گیا تھا۔ اب شاید اسرائیل میں اس کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں رہ گئی تھی۔ اس لیے وہ اسرائیل کے لیے براہِ راست خدمات انجام نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے اس کی پوزیشن جس قدر خراب کر دی تھی۔ اس کے بعد یہی بات تعجب خیز نظر آتی تھی کہ اسرائیلی حکام نے اسے زندہ کیوں چھوڑ دیا۔ یقیناً اس کے ماضی کے کارنامے مدِنظر رکھتے ہوئے اس کی جان بخشی کر دی گئی ہو لیکن سرکاری طور پر کوئی مہم انجام دینے کے لیے اسے نااہل قرار دے دیا گیا ہو گا۔

اس نکتے پر میرا ذہن مرتکز ہو کر رہ گیا۔ اولیو ہاورڈ براہِ راست تو اسرائیل کے لیے کچھ نہیں کر رہا تھا مگر یہی کام وہ بالواسطہ طور پر سرانجام دے رہا تھا۔ اس سے اُلجھ کر میرے ہاتھ سوائے وقت کی بربادی کے اور کچھ نہ آتا جبکہ میرا وقت بہت قیمتی تھا۔ میں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اس وقت تک فلسطین کے نام کر دیا تھا۔ جب تک فلسطین کو آزادی نصیب نہ ہو جاتی اور سرزمینِ عرب اسرائیل کے ناپاک وجود سے پاک نہ ہو جاتی۔ میں سکون کا سانس نہیں لے سکتا تھا کوئی اور کام بھی نہیں کر سکتا تھا۔ زندگی کی دلچسپیوں کو اپنے قریب پھٹکنے کا موقع بھی نہیں دے سکتا تھا۔ میری تو زندگی ایک بڑے مقصد کے لیے وقف تھی اور میں کسی کو یہ اجازت نہیں دے سکتا تھا کہ وہ میرے راستے میں رکاوٹیں ڈالے۔ اس سے قبل میں اولیو ہاورڈ کو چھوٹ دیتا چلا آیا تھا اور اس کی ایک خاص وجہ تھی۔ تہذیب سمیت میرے تمام قریبی لوگ اس معاملے میں مجھے احمق تصور کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اولیو ہاورڈ کے ساتھ رعایت برتنا میری غلطی ہے جبکہ درحقیقت ایسا نہیں تھا۔ اُسے رعایت دینے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ احساسِ شکست کی ذلّت سے دوچار رہے۔ دوسری وجہ اس سے بھی بڑی اور اہم تھی۔ اس کی پوزیشن کے پیشِ نظر اسے اسرائیل کے لیے بڑی بڑی خدمات انجام دینے کے لیے مقرر کیا جاتا تھا اور وہ میرے لیے نسبتاً آسان ہدف ثابت ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اس کی جان لینے سے ہمیشہ گریز کیا تھا۔ وہ زندہ رہے، اسے نت نئی مہمات سونپی جاتی رہیں اور میں انھیں ناکام بناتا رہوں مگر اب جبکہ اسے سرکاری خدمات سے سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ اس کا زندہ رہنا یا نہ رہنا میرے لیے غیر اہم ہو گیا تھا۔ بلکہ اب تو صورتِ حال برعکس ہو گئی تھی۔ مجھے فلسطین کے لیے کام کرتے رہنا تھا۔ اس لیے کہ منزل ابھی بہت دور تھی۔ اولیو ہاورڈ کے پیشِ نظر کوئی مقصد نہیں رہا تھا۔ وہ تو بس مجھ سے دشمنی پر آمادہ تھا اور اس سے اُلجھ کر وقت کی بربادی کے سوا کچھ ہاتھ آنے کی توقع نہیں رہ گئی تھی۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ اولیو ہاورڈ سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔

پھر مجھے خیال آیا کہ اس بار میں پوری طرح اس کے شکنجے میں پھنس گیا تھا مگر اس نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس سے قبل وہ اس قسم کی کئی کوششیں کر چکا تھا اور ہر بار ناکام رہا تھا۔ ایک بار تو اس نے بم سے بھی حملہ کیا تھا جس میں میرا مر جانا یقینی تھا بلکہ میرے مرنے کی خبریں تک چھپ گئی تھیں پھر آخر وہ کون سا ایسا طاقت ور محرک تھا جس نے اسے مجھے زندہ رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جو خرافات اس نے مجھے سنائی تھیں اُن میں کسی حد تک جان تو تھی مگر میں ان پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔ ماضی میں اُس کی حرکات کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں یہ فیصلہ کرنے میں حق بجانب تھا کہ اسے پہلی فرصت میں مجھ سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ نہ صرف ایسا نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس میرے فرار کے انتظامات کیے۔ اپنی بیٹی تک کو میرے خلاف استعمال کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ آخر کیوں؟

اس کیوں پر غور کرتے کرتے میں نیند کی آغوش میں پہنچ گیا اور دن چڑھے تک سوتا رہا۔ آنکھ کھلی تو دن کے گیارہ بج رہے تھے۔ میں سیدھا باتھ روم میں گھس گیا۔ آدھے گھنٹے بعد نہا دھو کر باہر نکلا تو میرے جسم پر وہی لباس تھا جسے پہن کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سویا تھا۔ بدلنے کے لیے دوسرا لباس کہاں سے لاتا لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے بیڈ روم کی دیوارگیر الماری کے ہینڈل پر ایک ہینگر لٹکا ہوا دیکھا۔ اس ہینگر پر کپڑے ٹنگے ہوئے تھے۔

میں نے ہینگر اتار کر کپڑوں کا جائزہ لیا۔ وہ میرے ناپ کا جوڑا تھا اور جب میں سوکر اٹھا تو وہاں موجود نہیں تھا۔ گویا جب میں باتھ روم میں تھا اس وقت یہ جوڑا وہاں لٹکایا گیا تھا۔ شاید لکی نے لٹکایا ہو مگر اس کے پاس کپڑے کہاں سے آئے؟

مزید غور وفکر کیے بغیر میں نے وہ کپڑے پہن لیے جو میرے ناپ کے ثابت ہوئے۔ لباس تبدیل کرکے میں باہر لاؤنج میں آیا جہاں ایک صوفے پر جیکسن بیٹھا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"صبح بخیر ایلن" اس نے کہا "میں جلدی آجاتا لیکن مجھے اندازہ تھا کہ تم جلدی نہیں اٹھ سکو گے۔"

"تو کپڑوں کا یہ جوڑا تم ہی لے کر آئے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کئی جوڑے ہیں۔ ایک ہینگر پر لٹکا دیا تھا۔ بقیہ الماری میں موجود ہیں۔ ملازم بھی ڈیوٹیوں پر آگئے ہیں۔ جب تک چاہو یہاں رہو تمھیں کسی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اور جو سامان میں نے منگوایا تھا اس کا کیا ہوا؟"

"وہ بھی لے آیا ہوں مگر بعد میں دوں گا۔ پہلے ہم ناشتہ کریں گے۔"

"ناشتہ تو ہم کرکے ہی سوئے تھے۔"

"اُسے تو کئی گھنٹے ہوگئے۔ اب تک تو ہضم بھی ہو چکا ہوگا۔ پھر میں نے بھی یہی سوچ کر ناشتا نہیں کیا کہ تم دونوں کے ساتھ ہی ناشتا کروں گا۔" جیکسن بولا "مس لوسی بھی تیار ہورہی ہیں۔ آنے ہی والی ہوں گی۔ اُن کے لیے بھی لباس لے آیا ہوں لیکن ایک بات تو بتاؤ۔" اُس نے دفعتاً چونک کر کہا "کیا تم دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہوگیا ہے؟"

"جھگڑا تو کوئی نہیں ہوا مگر تمھیں یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟" میں نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم دونوں الگ الگ کمروں میں سوئے تھے اس لیے..."

"ایسے لوگوں کو میں سخت ناپسند کرتا ہوں جو خواہ مخواہ میری ذاتیات میں دخل دینے کی کوشش کریں۔" میں نے اُس کی بات کاٹ کر کہا "تم نے مجھے پناہ دے کر مجھ پر جو احسان کیا ہے اُس کے عوض اگر تمھیں یہی کرنا ہے تو یاد رکھو میں اسے ہرگز برداشت نہیں کروں گا۔"

جیکسن کا چہرہ اُتر گیا "مم... میں معذرت چاہتا ہوں۔" اُس نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا "یقین کرو میرا ہرگز وہ مطلب نہیں تھا جو تم سمجھے۔"

"کوئی بات نہیں جیکسن۔" میں نے قدرے نرم لہجے میں کہا "آئندہ تم خود بھی خیال رکھنا اور پیٹر کو بھی بتا دینا۔"

وہ اُن لوگوں میں سے نہیں معلوم ہوتا تھا جو اپنی توہین برداشت کرلیتے ہیں مگر میرے معاملے میں اُسے اپنی یہ ہتک برداشت کرنا ہی پڑی۔ نہ برداشت کرتا تو نقصان اٹھاتا۔

کچھ دیر بعد لکی بھی تیار ہوکر آئی اور ہم اکٹھے ناشتے کی میز پر آگئے۔ باوردی بٹلر سرو کر رہے تھے۔

ناشتے کے بعد جیکسن ہمیں ایک کمرے میں لے گیا۔ اس کمرے پر ہم نے پہلے کوئی توجہ نہیں دی تھی مگر اب ہم نے اُسے خصوصی توجہ سے دیکھا۔ کمرا زیادہ بڑا نہیں تھا اور اس کی دیواریں آئینوں سے مزین تھیں۔ ہر آئینے کے سامنے پشت گاہ سے محروم نرم فوم کی نشستیں تھیں۔ گویا یہ کمرا درحقیقت میک اَپ روم تھا۔

"یہ تو میک اَپ روم ہے۔" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا "اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بنگلے میں اتنے بڑے میک اَپ روم کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟"

جیکسن مسکرایا "ہمارا کاروبار بہت وسیع ہے مسٹر ایلن۔" اُس نے کہا "اس کاروبار میں ہمیں ہر قسم کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔"

مجھے اُس کے کاروبار سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لیے میں نے اُس سے اُس کے کاروبار کے بارے میں مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ "خیر" میں نے بے پروائی سے کاندھے اُچکائے "یہ بتاؤ کہ میک اَپ کا سامان کہاں ہے؟"

جیکسن نے مسکراتے ہوئے ایک جانب رکھے ہوئے سائڈ بورڈ کی طرف اشارہ کیا اور میں نے اُس سائڈ بورڈ کو کھول لیا جس کی جانب اُس نے اشارہ کیا تھا۔ جتنی چیزیں میں نے طلب کی تھیں سب کی سب موجود تھیں۔ میں نے لکی کو ایک آئینے کے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اس کا میک اَپ کرنے لگا۔ جیکسن بڑی دلچسپی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر میں نے لکی کے چہرے میں اتنی تبدیلیاں کردیں کہ اب اُس کا باپ بھی اُسے بطور اپنی بیٹی لکی ہاورڈ کے شناخت نہیں کر سکتا تھا۔

"تم بہت ماہر میک اَپ مین ہو مسٹر ایلن!" جیکسن نے متحیّرانہ نظروں سے لکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مہارت کہاں" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "بس یونہی کچھ تھوڑا بہت سیکھ رکھا ہے جو کام آجاتا ہے۔"

"تم انکسار سے کام لے رہے ہو ورنہ میں نے بہت سے ماہروں کو میک اَپ کرتے دیکھا ہے اور کسی کو بھی اتنے کم وقت میں اس قدر عمدہ میک اَپ کرتے نہیں پایا۔"

اُس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میں ایک آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنا میک اَپ کرنے میں مصروف ہوگیا۔

"ایک بات پوچھوں ایلن؟" تھوڑی دیر بعد جیکسن نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"کہو، کیا بات ہے؟" میں اپنے سر پر بالوں کی دوسری وگ جماتے ہوئے بولا۔

"تمھارے سر کے بال غیر معمولی طور پر جھلسے ہوئے ہیں، کیا تم یہ بتانا ناپسند کروگے کہ تمھارے بال اس بُری طرح کیسے جھلس گئے؟"

"ہم جیسے لوگوں کے لیے یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے جیکسن!" میں نے کہا "ہمیں جس قسم کے حالات سے گزرنا پڑتا ہے ان میں ہمیں اپنی زندگی کا بھروسا ہی نہیں ہوتا۔ زخمی ہوجانا تو بہت معمولی بات ہے۔" جیکسن سمجھ گیا کہ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ اسے یہ اندازہ بھی ہوگیا کہ اب اُس نے کوئی سوال کیا تو پہلے کی طرح میں اُسے رُکھائی سے بھی جواب دے سکتا ہوں اس لیے اُس نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ ویسے اُس کے انداز سے صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ میرے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہے۔ یہ کوئی تعجب خیز بات بھی نہیں۔ آدمی تو فطرتاً تجسس پسند ہے۔ جس چیز کے بارے میں اُسے علم نہ ہو اور جس سلسلے میں کوئی واقفیت نہ ہو اُس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کرتا ہے اور جو چیز اعلانیہ طور پر اُس کے سامنے آجائے اُسے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

پیٹر اور جیکسن کے لیے میری شخصیت اسرار کے گہرے پردوں میں چھپی ہوئی تھی۔ انھیں یہ اندازہ بھی تھا کہ میں کوئی عام آدمی نہیں ہوں اسی لیے وہ تجسس میں مبتلا تھے۔ چوں کہ میں اُن کے کام کا آدمی تھا اس لیے یہ تجسس اور بھی زیادہ ہوگیا تھا۔

میں نے مکمل خاموشی کے دوران میک اَپ کیا۔ اس دوران میں لکی آئینے کے سامنے بیٹھی مختلف زاویوں سے اپنے چہرے کا جائزہ لیتی رہی تھی اور جیکسن کی توجہ زیادہ تر مجھ پر ہی مرکوز رہی تھی۔ اُسے حیرت تھی کہ میں اتنی تیزی سے کس طرح چہرے میں غیر معمولی تبدیلیاں کردیتا ہوں۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ اگر میں اس فن سے ناواقف ہوتا تو اس میدان میں اتنی دُور تک کبھی نہیں نکل سکتا تھا۔ میں کب کا مارا جاچکا ہوتا۔ لکی ہاورڈ چوں کہ پہلے بھی میرے میک اَپ کے کمالات دیکھ چکی تھی اس لیے اُسے زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی۔

"اب مسٹر جیکسن، یہ بتاؤ کہ مجھے پہچانا تو نہیں جاسکتا؟" میک اَپ سے فارغ ہوکر میں نے جیکسن کی طرف مڑتے ہوئے اُس سے سوال کیا۔

"ہرگز نہیں۔" جیکسن نے کہا "تم نے میرے سامنے میک اَپ کیا ہے اس کے باوجود مجھے شبہ ہورہا ہے کہ تم وہ نہیں ہو جو کچھ دیر پہلے تھے۔"

"ہاں، اس بار اپنے بال جلے ہوئے ہونے کے باعث مجھے زیادہ آسانی ہوگئی۔ وِگ کے ذریعے سر کے بالوں کا اسٹائل اور مصنوعی بھنوؤں کے استعمال سے آدمی ویسے ہی اچھا خاصا ناقابلِ شناخت ہوجاتا ہے۔"

"وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں مگر تم نے تو اپنے پورے چہرے کی ساخت بدل ڈالی ہے۔ ناک، ہونٹ، ٹھوڑی سبھی کچھ تو بدل گیا!"

"یہ نہ ہو تو میک اَپ ہی کیا ہوا۔ یہ تو بہت جلدی میں کیا گیا میک اَپ ہے ورنہ جلد کی رنگت تک تبدیل ہوسکتی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" جیکسن نے کہا "لیکن میں نے ابھی تک میک اَپ کا کوئی ایسا ماہر نہیں دیکھا جو چہرے میں اس قدر تبدیلیاں کرسکتا ہو۔"

"تم نے فلموں والے میک اَپ مین دیکھے ہوں گے۔" میں نے ہنس کر کہا "جو صرف داڑھی مونچھوں کے ذریعے شکلیں تبدیل کرسکتے ہیں۔"

"وہ بھی کوئی آسان کام تو نہیں ہے مسٹر ایلن...!" جیکسن بولا "اور نہ ہی ہر کس و ناکس کے بس کا روگ ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں، وہ میک اَپ بھی صفائی کے ساتھ کرنا ایک آرٹ ہے مگر اب یہ فن بہت ترقی کر چکا ہے۔"

"مَیں نے سنا ہے اور بعض فلموں میں دیکھا بھی ہے کہ کسی اور شخص کے چہرے کا مکمل ماسک بنا کر اگر پہن لیا جائے تو اس دوسرے شخص کی مکمل صورت اختیار کی جاسکتی ہے؟"

"فلموں میں تو خیر زیادہ تر چیزیں کیمرے کا کمال ہوتی ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر چہرے اور جسمانی ساخت میں کسی قدر مماثلت ہو تو اس طرح کا میک اَپ بھی ممکن ہے۔"

"چہرے اور جسمانی ساخت میں مماثلت سے کیا مراد ہے مسٹر ایلن؟" جیکسن نے پوچھا۔ اس کے لہجے سے گہری دلچسپی ظاہر ہو رہی تھی۔

"مقصد یہ ہے کہ کسی لمبے شخص پر کسی پستہ قامت شخص کا میک اَپ کرنا اس لیے ناممکن ہے کہ اُس کا قد چھوٹا نہیں کیا جاسکتا۔ اس طرح جس شخص کا چہرہ لمبوترا ہو اُس پر کسی گول چہرے والے شخص کا میک اَپ کرنا عملاً ناممکن ہے۔ تھوڑے بہت فرق کو تو میک اَپ کے ذریعے دور کیا جا سکتا ہے لیکن اگر فرق بہت زیادہ ہو تو میک اَپ بھی بے بس ہو جاتا ہے۔"

"کیا تم کسی دوسرے شخص کا ماسک تیار کر سکتے ہو؟" جیکسن نے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔" مَیں نے جواب دیا۔ "مگر یہ بہت مشکل کام ہے اور اس میں وقت بھی کافی صرف ہوتا ہے۔"

"کیا تم مجھے میک اَپ کرنا سکھا سکتے ہو ایلن؟" جیکسن نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"اس کا انحصار تو اس بات پر ہے کہ مَیں یہاں کتنا عرصہ قیام کرتا ہوں اور یہ کہ تم نے پہلے بھی کچھ سیکھ رکھا ہے یا نہیں۔"

"نہیں اس معاملے میں مَیں بالکل ہی کورا ہوں۔ پہلے مجھے کبھی میک اَپ سیکھنے کا خیال بھی نہیں آیا۔"

"حالانکہ تمھیں میک اَپ آنا چاہیے۔ تمھارے پیشے کے لیے بھی میک اَپ بہت ضروری ہے۔"

"ہمارے پاس ایسے لوگ ہیں جو بوقتِ ضرورت ہمارے کام آتے رہتے ہیں لیکن جیسا کہ تم نے کہا ہے کہ وہ بس داڑھی مونچھوں کے ذریعے ہی شکل تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ انھیں کچھ نہیں آتا۔"

"جب تم نے آج سے پہلے میک اَپ سیکھنے کی کوشش نہیں کی تو اب تمھیں اچانک یہ خیال کیسے آ گیا؟"

"اب بھی مجھے یہ خیال نہ آتا لیکن تمھاری مہارت دیکھ کر مجھے بھی میک اَپ سیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔"

"مجھے چونکہ فی الحال اور کوئی کام نہیں ہے اس لیے میں تمھیں میک اپ سکھانے کی کوشش کروں گا لیکن اس کے لیے تمھیں پہلے میک اَپ کی تھیوری سمجھنا پڑے گی۔"

"مَیں تیار ہوں مسٹر ایلن۔" جیکسن نے خوش ہو کر کہا۔ "تم مجھے بہت اچھا شاگرد پاؤ گے۔"

مَیں نے میک اَپ کے بارے میں ایک لیکچر دینا شروع کر دیا۔ جیکسن بڑے غور سے میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے اسے چہروں کی مختلف ساخت کے بارے میں بتایا۔ پھر بالوں کی اقسام پر بحث کی۔ ذرا ہی دیر میں لکی بور ہو گئی۔

"میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔" لکی نے مجھ سے کہا۔ "پڑھائی ختم ہو جائے تو تم بھی چلے آنا۔"

"ہاں، تم جاؤ۔ یہ سبق تو کم از کم ایک گھنٹے مزید جاری رہے گا۔" میں نے کہا اور جیکسن کی طرف متوجہ ہو کر دوبارہ لیکچر دینا شروع کر دیا۔ بالوں کی اقسام بیان کرنے کے بعد پیشانی، بھوؤں، پلکوں، آنکھوں، ناک، کان، ہونٹ اور ٹھوڑی کی بناوٹ کی مختلف اقسام بیان کیں۔ یہ سب انتہائی خشک اور علمی باتیں تھیں جن سے جیکسن بور ہو گیا۔ مجھے بھی اس سے یہی توقع تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ مَیں اسے براہِ راست میک اَپ کرنے کی تربیت دینا شروع کروں گا مگر مَیں نے علمی قسم کی باتیں شروع کر دی تھیں۔

"کیا میک اَپ کرنے کے لیے ان تمام باتوں سے واقف ہونا ضروری ہے؟" میرے طویل ہوتے ہوئے لیکچر سے تنگ آ کر اس نے سوال کیا۔

"اشد ضروری ہے مسٹر جیکسن!" مَیں نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابھی تو مَیں تمھیں چہرے کے مختلف حصوں کے بارے میں بتا رہا ہوں، پھر یہ بتاؤں گا کہ کس قسم کی بناوٹ کو کس طرح تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد یہ بتاؤں گا کہ میک اَپ کے لیے کیا سامان ضروری ہوتا ہے۔ پھر یہ بتاؤں گا کہ ان میں سے ہر چیز کا استعمال کیسے ہوتا ہے۔ تب کہیں جا کر تمھاری معلومات مکمل ہوں گی۔ اتنا تو تم بھی سمجھتے ہو گے کہ جب تک کوئی شخص بنیادی معلومات سے محروم ہو، ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مسٹر ایلن! لیکن تم مجھے عملی تربیت کب دینا شروع کرو گے؟" جیکسن نے بوکھلا کر پوچھا۔

"جب تم تمام بنیادی باتوں پر حاوی ہو جاؤ گے اس کے بعد ہی عملی تربیت شروع ہو سکے گی۔"

میری بات سن کر اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی بوکھلاہٹ [...]ر سوا ہو گئی۔ اور اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا۔ "حاوی [ہو]نے سے تمھاری کیا مراد ہے؟"

"جو کچھ بھی میں تمھیں بتاؤں، وہ تمھیں ازبر ہو جانا چاہیے۔" مَیں [...]نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "اس کے بغیر بات آگے نہیں بڑھ [س]کے گی۔"

"یعنی... یعنی تم جو کچھ بتا رہے ہو اس کا امتحان لو گے؟" اس [...]نے اٹک اٹک کر کہا۔

"بالکل۔" مَیں نے سر ہلا کر کہا۔ "اس کے بغیر مجھے کیسے علم ہو [س]کے گا کہ جو کچھ مَیں نے تمھیں بتایا ہے، وہ تمھاری سمجھ میں آیا بھی ہے [یا] نہیں۔"

اس کی آنکھوں میں مایوسی کے تاثرات نظر آئے۔ "کیا تم [مج]ھے عملی تربیت نہیں دے سکتے؟" اس نے امید و بیم سے کہا۔

"نہیں۔" مَیں نے سر کو منفی جنبش دے کر کہا۔ "جب تک [تھی]وری پر عبور نہ ہو، پریکٹیکل نہیں ہو سکتا۔"

"دراصل یہ سب بڑی خشک قسم کی باتیں ہیں۔ انھیں یاد رکھنا [می]رے لیے بہت دشوار ہو گا۔"

"فنی باتوں میں رنگینیاں شامل کرنا میرے بس سے باہر ہے۔" [مَی]ں نے خشک لہجے میں کہا۔

وہ خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا، پھر گھڑی دیکھتا ہوا [بو]لا۔ "اوہ، مجھے ایک کام سے جانا ہے۔ شام کو پھر آؤں گا۔ کیا تم کہیں [با]ہر جاؤ گے؟"

"نہیں، میرا کہیں جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

وہ چلا گیا اور اس کے جانے کے بعد میں لکی کے کمرے کی [جا]نب چلا گیا۔ وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی، مجھے دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔

"تم تو ان لوگوں سے اس طرح گھل مل کر باتیں کر رہے ہو۔ [جی]سے برسوں کی جان پہچان ہو۔" اس نے کہا۔

"مَیں وہی کر رہا ہوں جو مناسب سمجھ رہا ہوں۔" مَیں نے [مسکرا]تے ہوئے کہا۔ "اگر تم اسے مناسب نہیں سمجھتیں تو بتا دو، پھر [جو تم] کہو گی ویسا ہی کروں گا۔"

"معلوم نہیں یہ لوگ کون ہیں۔ ان پر آنکھ بند کر کے بھروسا [کر]نا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔"

"مجھے بھی نہیں معلوم ہوتا۔" مَیں نے کہا۔

"تب تو تمھیں بہت محتاط رہنا چاہیے مگر تمھارے رویّے سے [تو] نہیں معلوم ہوتا کہ تم محتاط ہو۔"

"تم کہتی ہو تو میں اپنے رویّے سے انھیں احساس دلا دوں [ک]ہ مَیں ان کی طرف سے مشکوک ہوں۔"

"تم... میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" لکی گڑبڑا کر بولی۔ "تم غلط سمجھ رہے ہو۔"

"مَیں غلط نہیں بلکہ صحیح سمجھ رہا ہوں۔ یہ میرا رویّہ ہی ہے جس سے تم یہ سمجھیں کہ مَیں نے ان پر اعتبار کر لیا ہے۔"

"خیر۔" لکی ایک طویل سانس لے کر بولی۔ "تم اب یہ بتاؤ کہ تم نے کیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"سچی بات تو یہ ہے کہ مَیں ابھی تک کسی نتیجے پر پہنچ ہی نہیں سکا ہوں اور کسی نتیجے پر پہنچے بغیر مَیں کوئی فیصلہ کر ہی نہیں سکتا۔"

"تم کس سلسلے میں اُلجھن کا شکار ہو؟ مجھے بتاؤ۔ میں ناتجربہ کار ہی سہی مگر ممکن ہے تمھیں کوئی کارآمد مشورہ دے سکوں۔"

"جن اُلجھنوں میں مَیں گرفتار ہوں تم ان کا کوئی حل پیش نہیں کر سکو گی۔"

"پھر بھی آخر بتانے میں حرج ہی کیا ہے۔" لکی نے اصرار کیا۔ "یوں بھی باتیں کرنے سے بعض اوقات بہت سی گرہیں کھل جاتی ہیں..."

"سب سے بڑی اُلجھن تو یہ ہے کہ پیٹر اور جیکسن اینڈ کمپنی نے ہم پر یوں آنکھ بند کر کے کیوں اعتبار کر لیا۔"

"انھوں نے آنکھ بند کر کے تو اعتبار نہیں کیا۔ انھیں ایک گمنام فون موصول ہوا مگر انھوں نے اس پر یقین کرنے سے قبل اپنے طور پر تمھاری صلاحیتوں کا امتحان لیا جس سے انھیں اندازہ ہو گیا کہ فون پر ملی ہوئی اطلاع غلط نہیں تھی۔ اس معاملے میں تو اُلجھنا ہی فضول ہے۔ غور کرنا ہے تو اس بات پر کرو کہ وہ فون کال کس نے کی تھی۔"

"اس پر تو ہم سے زیادہ جیکسن اور پیٹر کو غور کرنا چاہیے۔ سب سے زیادہ تشویش پیٹر کو ہونی چاہیے کہ اس کی اولیو ہاورڈ سے دشمنی کا علم کسی اور کو کیسے ہو گیا۔"

"ضروری تو نہیں کہ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات ہو۔ ممکن ہے اس بات سے بہت سے لوگ واقف ہوں کہ ڈیڈی سے اس کی دشمنی ہے۔"

"یہ بات مان لی جائے تو انھیں اور زیادہ تشویش ہونی چاہیے تھی۔ اس بات سے ان کا کوئی دشمن یا کاروباری حریف بھی تو فائدہ اٹھا سکتا ہے۔"

"بات تو سمجھ میں آتی ہے۔" لکی نے سر ہلایا۔ "مگر یہ امکان ہے کہ انھوں نے اس پہلو پر غور نہ کیا ہو۔"

"اگر انھوں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تو مَیں انھیں دودھ پیتا بچّہ قرار دوں گا مگر مشکل یہ ہے کہ دودھ پیتے بچّے خود اتنا بڑا کاروبار نہ تو کر سکتے ہیں اور نہ ہی سنبھال سکتے ہیں۔"

لکی نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "تم اس قدر اعتراضات کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہے ہو۔ خود ہی بتاؤ کہ ان کے اس رویّے کا تم کیا تجزیہ کرو گے؟

”میرا خیال ہے کہ انھوں نے ہم پر اعتماد نہیں کیا ہے“ میں نے دھیمی آواز میں کہا۔

”یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟“ لکی حیران ہو کر بولی۔ ”بے اعتباری کی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ انھوں نے دس ہزار ڈالر یونہی تمھارے حوالے کر دیے۔ اعلا درجے کی رہائش کا بندوبست کر دیا۔ ہم پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ اور نہ ہی ہماری نگرانی کی جا رہی ہے“

”جس طرح میں نے اپنے رویّے سے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ مجھے ان پر اعتماد نہیں ہے، اسی طرح انھوں نے بھی ظاہر نہیں کیا۔ اگر ان کی طرف سے عدم اطمینان کا ذرہ برابر بھی اظہار ہو جائے تو ہم محتاط ہو جائیں گے۔ محتاط ہو جائیں تو کوئی غلطی نہیں کریں اور وہ کبھی ہماری اصلیت تک نہیں پہنچ سکیں گے۔“

”تم کیسی باتیں کر رہے ہو!“ لکی حیرت سے بولی۔ ”تم نے ان سے کون سا جھوٹ بولا ہے جو محتاط یا غیر محتاط رہنے کا سوال پیدا ہو۔“

”میں اس مفروضے کے تحت گفتگو کر رہا ہوں کہ انھیں کسی سازش کا شبہ ہو“ میں نے جھنجلا کر کہا۔

”اوہ، ہاں ٹھیک ہے۔“ لکی گڑبڑا گئی۔ ”مگر اس طرح بھی تو انھیں ہماری اصلیّت کے بارے میں تو کبھی نہیں معلوم ہو سکے گا۔“

”بہت سے ذرائع ہیں۔ مثلاً انھوں نے ہماری خفیہ نگرانی کا بندوبست کر رکھا ہو۔ اگر ہم باہر نکل کر کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں تو ہمارا تعاقب کر کے وہ اس بات کا سراغ لگا لیں کہ ہم کس کے لیے کام کر رہے ہیں۔“

”اس قسم کا کام کرنے والا کوئی شخص اتنی بڑی حماقت نہیں کر سکتا۔“

”میں نے تو مثال کے طور پر ایک بات کہی تھی۔ تم کیا سمجھتی ہو، یہ ملازمین بھی تو انھی کے آدمی ہیں۔ ہماری طرف سے کوئی بھی مشکوک بات ہو، اس کی رپورٹ فوراً اوپر تک پہنچ جائے گی۔“

”یہ بھی بہت کمزور بات ہے۔“ لکی نے نفی میں سر ہلایا۔ ”اگر ہم کوئی منجھے ہوئے ایجنٹ ہیں تو کبھی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو ملازموں کے علم میں آ جائے۔“

”کسی حد تک میں تم سے متفق ہوں لیکن بات یہیں پر تو ختم نہیں ہو جاتی۔ یہاں ایسا کوئی آلہ بھی تو پوشیدہ ہو سکتا ہے۔ جس کے ذریعے ہماری گفتگو کہیں اور سنی جا سکے۔“

”نہیں ہے۔“ لکی روانی میں کہہ گئی۔ اور میرے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ ابھر آئی۔ جھونک میں یہ جملہ ادا کر کے اس نے خود کو بے نقاب کر دیا تھا۔ اگر وہ کوئی عام سی لڑکی ہوتی تو کبھی ان چیزوں کی پرواہ کرتی لیکن میرے اندازے کے مطابق اس نے جاسوسی کی تربیت حاصل کر لی تھی۔ جس کی تصدیق اس کی اس بات سے ہو گئی۔ جو بے اختیاری میں اس کے منہ سے نکل گئی تھی۔ یقیناً اس نے کمرے کی اچھی طرح سے تلاشی لے لی تھی۔ یہ کام میں بھی کر سکتا تھا مگر میں نے نہیں کیا۔ اس لیے کہ میرے دل میں چور نہیں تھا۔ اگر اس قسم کا کوئی آلہ وہاں پوشیدہ ہوتا تو میری صحت پر اس کا کیا اثر پڑ سکتا تھا۔

لکی بوکھلا گئی تھی۔ اسے احساس ہو گیا کہ اس سے کیا غلطی سرزد ہو گئی ہے مگر اب وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اگر بات بنانے کی کوشش کرتی تو اس کی پوزیشن اور خراب ہو جاتی۔ بات بنانے کے لیے اسے کوئی احمقانہ یا بچگانہ جواز پیش کرنا پڑتا اور اس بات کا اسے بھی اندازہ تھا کہ مجھ جیسا منجھا ہوا شخص آسانی سے نہیں بہل سکتا۔ میں چاہتا تو لکی کو گرفت میں لے سکتا تھا مگر اس پر یہ ظاہر کرنا کہ میں اس کی اصلیت سے واقف ہو گیا ہوں میری مصلحت کے خلاف تھا۔ اس لیے میں نے اس کے جملے پر خود ہی پردہ ڈالنے کا فیصلہ کیا اور اپنی مسکراہٹ کو ایک زوردار قہقہے میں تبدیل کر دیا۔

”ہونا، آخر اولیو ہارڈ کی بیٹی“ میں نے کہا۔ ”جاسوسی کے جراثیم تو تمھارے خون میں شامل ہوں گے۔“

میری بات سن کر لکی کے چہرے پر گہرے اطمینان کی جھلک نظر آئی۔ ”مجھے ان لوگوں کا رویّہ کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا۔ اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ تلاشی لے لی جائے۔“

”لیکن تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو کہ یہاں جاسوسی کا کوئی آلہ موجود نہیں ہے“ میں نے پُرتفکر انداز میں کہا۔

”میں نے بڑی باریک بینی سے تلاشی لی ہے۔“ لکی نے کہا مگر اس کے چہرے پر دوبارہ گھبراہٹ کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”میرا مطلب ہے امریکا نے اس قدر ترقی کر لی ہے۔ ممکن ہے کوئی جدید آلہ اس قسم کا ہو جسے تم پہچان نہ سکی ہو۔“

”مجھے یہاں ایسی کوئی چیز بھی نہیں ملی جس پر ایسے کسی قسم کے آلے کا شبہ بھی کیا جا سکے۔“ لکی نے سنبھالا لے کر کہا۔ ”میں نے ڈیڈی کے پاس ایسے بہت سے آلات دیکھے ہیں اور مجھے ان کی پہچان بھی ہے۔“

میں نے یوں سر ہلایا جیسے لکی کے اس اقدام سے بے حد مطمئن ہوا ہوں۔ ”میری وجہ سے تمھیں بہت زحمت ہو رہی ہے۔ کبھی موقع ملا تو تمھارے احسانوں کا بدلہ چکانے کی کوشش کروں گا۔“

”تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟“ وہ انتہائی بُرا ماننے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی۔ ”دوست کے لیے کچھ کیا جائے تو کیا وہ احسان ہوتا ہے؟“

”میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں“ میں نے کہا اور اس نے [illegible]دِل اطمینان کی گہری سانس لی جیسے اس کے سر سے کوئی بھاری بوجھ [illegible]تر گیا ہو۔

”معلوم نہیں یہ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟“ اس نے [illegible]کہا۔ ”تم جیسے تجربےکار آدمی کو مشورہ دینا عجیب سا لگتا ہے لیکن میں [illegible]دیکھ رہی ہوں کہ تمھارے رویّے میں بہت بے پروائی ہے۔“

”اسی بے پروائی میں تو عمر گزری ہے۔ جب تک کوئی خطرہ [illegible]محسوس ہو کیا کیا جا سکتا ہے۔“

”تمھیں اس بات پر بھی تشویش نہیں ہے کہ آخر وہ ہم پر [illegible]تنے مہربان کیوں ہو گئے ہیں؟“

”کیوں نہ ہوں؟“ میں مسکرایا۔ ”جبکہ پیٹر مجھے صاف صاف بتا چکا ہے کہ وہ مجھے تمھارے ڈیڈی کے خلاف استعمال کرنے کا خواہاں ہے۔“

”اور ہاں، تم نے اس سلسلے میں کیا سوچا؟ ممکن ہے اس بارے [illegible]یں وہ دوبارہ تم سے پوچھے۔“

”ایک بار تو میں اسے تمھارے سامنے ہی جواب دے چکا ہوں۔ دوبارہ کے لیے تم مجھے بتا دو کہ میں اسے کیا جواب دوں؟“

لکی نے جواب دینے میں خاصے تامّل کا مظاہرہ کیا۔ ”دیکھو [illegible]لی! بات یہ ہے کہ وہ کچھ بھی سہی مگر ہیں تو میرے ڈیڈی۔ تم [illegible]ود بتاؤ کہ کوئی بیٹی اپنے باپ کا کیسے بُرا چاہ سکتی ہے؟“

”میں سمجھتا ہوں اور تمھاری خواہش کے احترام میں اسے صاف [illegible]نا بھی کر دوں گا۔“

وہ خوش ہو گئی۔ شاید وہ سمجھ رہی تھی کہ مجھے بے وقوف بنانے [illegible]ں کامیاب ہو گئی ہے۔ لیکن وہ شدید غلط فہمی کا شکار تھی۔ میرے [illegible]یشِ نظر بھی کچھ مصلحتیں تھیں، کچھ مجبوریاں تھیں جنھوں نے مجھے [illegible]الات سے سمجھوتا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ معلوم نہیں میں کیسے پُراسرار [illegible]ملات میں پھنس گیا تھا۔ بہت سی الجھنیں تھیں جن کا کوئی [illegible]ل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ تہذیب اور بڈ کا معاملہ میرے [illegible]یے زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔ وہ دونوں ہی تجربہ کار تھے ان [illegible]کے لیے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہی بہت تھا کہ وہ [illegible]لیو ہارڈ کی قید میں نہیں تھے۔

ایک الجھن یہ تھی کہ اولیو ہارڈ نے مجھے زندہ کیوں چھوڑ دیا۔ [illegible]جھ سے جان چھڑانے کا اس سے بہتر موقع اسے نہیں مل سکتا تھا۔ [illegible]یں پوری طرح اس کے قبضے میں تھا اور بے ہوش تھا مگر اس نے [illegible]مجھے زندہ رکھا جبکہ اس سے قبل وہ مجھ پر جان لیوا حملے کر چکا تھا۔ [illegible]گر میری قسمت اچھی نہ ہوتی تو کب کا اس کے ہاتھوں مارا جا چکا [illegible]تا لیکن اس بار تو خود ہی اس نے مجھے چھوڑ دیا تھا یقیناً وہ کسی بڑے چکر میں تھا اور مجھے توقع تھی کہ جلد یا بہ دیر میں اس کے مقصد سے واقف ہو جاؤں گا۔ نہ ہوا تو بھی میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔

سب سے بڑی الجھن جس کے رفع ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا، یہ تھی کہ یہاں کون شخص ہے جو مجھ سے واقف ہے۔ نہ صرف واقف ہے بلکہ اس نے نائٹ کلب میں میری موجودگی سے پیٹر کو گمنام فون کال کے ذریعے آگاہ بھی کر دیا تھا۔ مجھے کچھ یہ شبہ ہونے لگا تھا کہ یہ بھی کہیں اولیو ہارڈ کی ہی چال نہ ہو۔ ممکن ہے اس نے لکی کو بھی اپنے اس منصوبے سے بے خبر رکھا ہو تاکہ میرے گرد اس کے آدمیوں کا جال بچھ جائے۔

وہ دن بغیر کسی خاص واقعے کے گزر گیا۔ میں نے زیادہ تر وقت اپنے کمرے میں گزارا۔ لکی مستقل طور پر میرے سر پر سوار رہی اور میں اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرتا رہا۔ وہ میری محسنہ جو تھی۔

شام کے وقت جیکسن آگیا اور اس نے خبر سنائی کہ پیٹر مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے مجھے میری فرمائش کے مطابق بلایا ہے۔ لکی بھی ساتھ چلنے کی خواہاں تھی مگر جیکسن نے اسے منع کر دیا اور مجھے اپنے ساتھ ایک کار میں لے کر جس جگہ پہنچا وہ پیٹر کی رہائش گاہ ہی ہو سکتی تھی۔

اپنے عالی شان بنگلے کے نہایت قیمتی سامانِ آرائش سے مزین ڈرائنگ روم میں اس نے مجھے خوش آمدید کہا۔ جیکسن کو غالباً اس نے پہلے ہی سے ہدایت کر رکھی ہو گی۔ اسی لیے وہ کسی جانب کھسک گیا تھا۔

”تم نے مجھے سخت تجسس میں مبتلا کر دیا ہے مسٹر ایلن“ اس نے کہا۔ ”آج تمام دن میں یہی سوچتا رہا کہ تم آخر تنہائی میں مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے ہو؟“

”میں نے تم سے تنہائی میں ملاقات کی خواہش ضرور کی تھی مگر اب میں سوچ رہا ہوں کہ تم سے وہ بات کروں یا نہ کروں۔“

”تم پورے اعتماد سے مجھ سے ہر بات کر سکتے ہو۔ اس

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول
عمران سیریز
عجیب ہنگامے
ایک جلد میں
پانچواں کالم
صفحات ۳۲۰۔ قیمت ۲۵ روپے
پرمود سیریز
ریکارڈ کی چوری
ایک جلد میں
موت کا راستہ
صفحات ۳۲۰۔ قیمت ۲۵ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یقین کے ساتھ کہ تمھاری کہی ہوئی ہر بات میری ذات تک ہی محدود رہے گی۔"

"کل تم مجھ سے اولیو ہاورڈ کے خلاف بات کر رہے تھے۔ تمھیں معلوم ہے میرے ساتھ جو لڑکی ہے وہ کون ہے؟"

"تمھی نے تو بتایا تھا کہ اس کا نام لوسی ہے اور ممکن ہے مستقبل میں تم دونوں کسی رشتے میں بندھ جاؤ۔"

"نہ تو اس کا نام لوسی ہے اور نہ ہی ایسا کوئی امکان ہے کہ ہماری شادی ہو۔"

"تم مجھے الجھن میں مبتلا کر رہے ہو مسٹر ایلن!" پیٹر نے کہا۔ "اگر اس کا نام لوسی نہیں تو پھر کیا ہے؟"

"میں تمھیں یہی بتانا چاہتا تھا مگر اب میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کروں۔"

"اس قدر الجھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو بھی بات ہے صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتے؟"

"دراصل میں بہت خطرناک حالات میں گھرا ہوا ہوں۔ میرے لیے اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا ضروری ہے۔"

"کیا تمھیں مجھ پر بھی یقین نہیں ہے۔ میں نے تمھیں غیر مشروط طور پہ تحفظ فراہم کیا ہے۔ اس کے باوجود اگر تم کسی قسم کا خطرہ محسوس کر رہے ہو تو میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا۔"

"میرا خیال ہے مجھے بتا ہی دینا چاہیے۔ لوسی دراصل اولیو ہاورڈ کی بیٹی ہے اور اس کا نام نکی ہاورڈ ہے۔"

مجھے توقع تھی کہ میری بات سن کر وہ چونکے گا۔ مگر اس کے ردِعمل نے مجھے حیران کر دیا۔ وہ پہلے کی سے پُرسکون انداز میں بیٹھا تھا بلکہ اب تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی نظر آنے لگی تھی۔

"اور خود تم کون ہو؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اس کے انداز میں ذرا بھی جارحیت نہیں تھی مگر میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ یہ نہیں بتا سکوں گا۔" میں نے کہا۔ "اس کے باوجود تم نے مجھ سے یہ سوال کیوں کیا؟"

"تم بہت زیادہ شکی فطرت کے مالک معلوم ہوتے ہو۔"

"حالات کا تقاضا یہی ہے کہ میں کسی پر بھی اعتبار نہ کروں۔ کیونکہ واسطہ اولیو ہاورڈ جیسے چالاک شخص سے ہے۔"

"تم میری طرف سے بھی مطمئن نہیں ہو اور تمھیں ہونا بھی نہیں چاہیے لیکن میں تمھیں مطمئن کر دوں گا۔ میرے ساتھ آؤ۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

وہ مجھے ایک کمرے میں لے گیا۔ جہاں ایک میز پر ٹیپ ریکارڈر رکھا نظر آرہا تھا۔ "جس طریقے سے تم مجھ تک پہنچے، اس پر کوئی ذی ہوش اعتبار نہیں کر سکتا۔ مجھے شبہ تھا کہ کوئی حریف اس طرح مجھ پر جال ڈالنا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ وہ کون شخص ہو سکتا ہے جس نے اتنا بچگانہ طریقۂ کار اختیار کیا ہے۔ میرے پاس تمھاری اصلیت معلوم کرنے کی یہی صورت رہ گئی تھی کہ بظاہر تم پر اعتماد کر لوں اور کسی طرح سے یہ معلوم کروں کہ تم دراصل کون ہو۔ اس مقصد کے تحت میں نے تمھیں رہائش فراہم کرنے کا فیصلہ کیا۔ بُرا نہ ماننا اس لیے کہ میرے لیے یہ ضروری تھا۔ تمھاری اصلیت معلوم کیے بغیر میں کوئی یقینی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا اور اس کے لیے مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ تم سوچ رہے ہو گے کہ مجھے نکی ہاورڈ کے بارے میں سن کر حیرت کیوں نہیں ہوئی۔ میں تمھیں اس کا جواب دیتا ہوں۔" اس نے میز کی دراز سے ایک کیسٹ نکال کر ٹیپ ریکارڈر میں لگائی اور ٹیپ ریکارڈر چلا دیا۔ ٹیپ ریکارڈر سے ابھرنے والی آوازوں نے مجھے چونکا دیا۔ وہ نکی ہاورڈ اور اولیو ہاورڈ کی آوازیں تھیں۔ آوازوں سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ ریکارڈنگ فون کے ذریعے کی گئی ہے۔

"میں نکی بول رہی ہوں ڈیڈی! آپ میری آواز تو پہچان گئے ہوں گے۔"

"تم کہاں سے بات کر رہی ہو؟" اولیو ہاورڈ کی آواز آئی جس کے جواب میں نکی نے ساری تفصیلات اس کے گوش گزار کر دیں۔

"تمھیں اس جگہ سے فون نہیں کرنا چاہیے تھا۔" اولیو ہاورڈ نے اسے سرزنش کی۔ "فون ٹیپ بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"اس کا کوئی امکان نہیں ہے ڈیڈی! ان لوگوں نے ہم پر پوری طرح اعتماد کر لیا ہے۔"

"تم انتہائی احمق ہو۔ آئندہ اگر فون کرنا ہو تو کسی پبلک بوتھ سے فون کرنا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا، پھر سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

میں نے ایک طویل سانس لے کر پیٹر کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا کر کہنے لگا: "یہ وجہ ہے کہ میں نکی کے بارے میں سن کر چونکا نہیں تھا۔"

"اب میں تمھاری طرف سے مطمئن ہوں۔" میں نے کہا۔ "اگر تم نے مجھے یہ ٹیپ نہ سنوایا ہوتا تو میں مشکوک ہی رہتا۔"

"لیکن اگر تم مجھے نکی کے بارے میں نہ بتاتے۔ تب بھی مجھے یہ تو معلوم ہو ہی گیا تھا کہ تم کوئی غلط آدمی نہیں ہو۔"

"وہ کال میرے لیے بہت بڑی الجھن بن گئی ہے۔ آخر کون ایسا شخص ہے جو میری یہاں موجودگی سے واقف ہے۔"

"بے کار باتوں میں سر کھپانے سے فائدہ۔" پیٹر بولا۔ "یہ بتاؤ کہ دشمن کی بیٹی سے تمھاری دوستی کو کیا معنی پہناؤں؟"

"یہ بھی اولیو ہاورڈ کی سازش ہے۔ اس کے ایما پر نکی نے میرا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور مجھے اپنے باپ کی قید سے فرار کرانے کا ڈراما رچایا ہے۔"

"جب تمھارے علم میں یہ بات آگئی ہے کہ یہ سازش ہے تو تم اسے چھوڑ کر فرار کیوں نہیں ہو جاتے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اولیو ہاورڈ آخر چاہتا کیا ہے اور میں یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم نے یہ بات معلوم کر بھی لی تو اس سے تمھیں کوئی فائدہ حاصل ہونے سے تو رہا۔"

"ممکن ہے ہو ہی جائے لیکن میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ اس سازشی شخص سے اب چھٹکارا حاصل کر ہی لینا چاہیے۔"

"بہت نیک خیال ہے۔" پیٹر نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ دبایا۔ "اس نیک کام میں میں تمھارے ساتھ بھرپور تعاون کروں گا۔"

ہم واپس ڈرائنگ روم میں آگئے۔ "میں سمجھ رہا تھا کہ وہ فون کال بھی اولیو ہاورڈ ہی کی حرکت ہے لیکن اب مجھے یقین آگیا ہے کہ وہ کچھ اور ہی معاملہ ہے اس لیے اب مجھے تمھارے ساتھ مل کر کام کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے تم کوئی منصوبہ بناؤ۔ منصوبے پر تمھاری نگرانی میں عمل ہو گا۔ جتنے آدمیوں کی اور جس چیز کی ضرورت ہو گی میں مہیا کروں گا۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ اولیو ہاورڈ سے نمٹنا آسان نہیں تھا۔ بہت سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانے کی ضرورت تھی۔ کئی بار وہ میری زد میں آچکا تھا اور میں نے اسے چھوڑ دیا تھا مگر اب جبکہ میں نے اس کے ساتھ آخری معرکہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا تو مجھے اس تک پہنچنا بہت دشوار معلوم ہونے لگا تھا۔

"سب سے پہلا کام تو یہ کرو کہ اس عمارت کی نگرانی شروع کرا دو جہاں اولیو ہاورڈ موجود ہے۔" میں نے کہا۔ "اس طرح ہم کم از کم اس کی نقل و حرکت سے تو باخبر رہ سکیں گے۔"

"مجھے کیا معلوم کہ وہ کہاں ہے۔"

"میں تمھیں بتاتا ہوں۔" میں نے کہا، لیکن اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور پیٹر نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "ہاں پیٹر ہی بات کر رہا ہوں، تم کون ہو... نہیں، آواز سے میں تمھیں نہیں پہچان پایا.... اوہ۔" اس نے کہا اور ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے بولا۔ "وہی شخص ہے جس نے تمھارے بارے میں مجھے اطلاع دی تھی۔"

"اسے باتوں میں لگاؤ۔" میں نے بے تابی سے کہا اور پیٹر نے ماؤتھ پیس پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"ٹھیک ہے، تمھاری فراہم کردہ معلومات ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوئیں مگر تم ہو کون...؟ نہیں بتانا چاہتے خیریت بتاؤ...."

میں نے اچانک ہی آگے بڑھ کر ریسیور پیٹر کے ہاتھ سے لیا اور اپنے کان سے لگا لیا۔ "ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اس وقت تمھارے پاس ہی موجود ہے۔" دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا مگر وہ آواز.... اس آواز نے میرے ہوش اُڑا کر رکھ دیے۔ "اسے ہر قسم کی سہولت بہم پہنچانا تمھاری ذمے داری ہے۔ ہم نے تم پر جو احسان کیا ہے، اس کی یہی قیمت ہے۔"

"تم کہاں سے بول رہے ہو بڈ؟" میں نے اپنی آواز نرم رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کون چیف!" دوسری طرف سے بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "یہ پیٹر بڑا مردود ہے۔ بڈ نے اس پر احسان کیا اور اس نے بڈ کا بھانڈا پھوڑ دیا۔"

"بھانڈا پھوڑ دیا کے بچے!" میں نے دانت پیس کر کہا۔ "بھونڈی حرکتیں مت کرو۔ میں نے تم سے پوچھا تھا تم کہاں سے بات کر رہے ہو؟"

"ایک پبلک بوتھ سے بات کر رہا ہوں چیف!" بڈ کی مردہ سی آواز آئی۔

"تم جہاں بھی ہو فوراً میرے پاس پہنچو۔"

"تمھارے پاس کس جگہ چیف! کیا پیٹر کے بنگلے پر؟"

"اور نہیں تو کیا جہنم میں؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "وقت ضائع کیے بغیر مجھ سے ملو۔"

"وہاں آنا خطرناک ہو سکتا ہے چیف! اولیو ہاورڈ یا ہاروت رابیل کے آدمی بنگلے کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"نگرانی کر رہے ہیں تو کیا ہوا، کیا تم میک اپ میں نہیں ہو؟"

"میک اپ میں تو ہوں چیف، لیکن اس کے باوجود محتاط رہنا چاہتا ہوں۔ تم سے دور رہ کر...."

"بکواس مت کرو۔" میں غرایا۔ "یہ سب باتیں میں بھی سمجھ سکتا ہوں۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے اس کا جواب سنے بغیر فون بند کر دیا۔

"کون تھا؟" پیٹر نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"میرا ایک دوست ہے بڈ! بڑا کارآمد آدمی ہے۔ میں نے اسے یہاں بلایا ہے۔ اپنے ملازمین کو ہدایت کر دو کہ وہ آئے تو اسے سیدھا یہاں لایا جائے۔"

پیٹر نے میرے کہنے کے مطابق ملازمین کو ہدایت کر دی پھر مجھ سے بولا۔ "لیکن اسے تمھارے بارے میں گمنام فون کرنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی کیا ضرورت تھی؟"

"احمق آدمی ہے۔" میں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "معلوم نہیں کیا سوچ کر اس نے یہ حرکت کی ہوگی۔ اب اس کے آنے پر ہی پتا چلے گا۔"

"بہر حال اس وقت اس کا فون آجانے سے تمھاری ایک بڑی اُلجھن تو رفع ہوگئی۔"

"ہاں، یہ بات تو ہے مگر اس پر حیرت ہے کہ اسے میرے بارے میں کس طرح علم ہوا۔"

"اور مجھے اس پر حیرت ہے کہ میری اور اولیو ہاورڈ کی دشمنی کا اسے کیسے پتا چل گیا۔" پیٹر نے ہنس کر کہا۔

"میں نے کہا نا، وہ بڑے کام کا آدمی ہے۔ مگر کبھی کبھار سنک بھی جاتا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد بڈ ایک ملازم کی رہنمائی میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ وہ میک اپ میں تھا مگر قد کی وجہ سے میں نے اسے پہچان لیا۔ ملازم اسے چھوڑ کر چلا گیا تو میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ کیا حرکت تھی؟"

"ملتے ہی ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دی۔" بڈ نے منہ بگاڑ کر کہا۔ "کم از کم بیٹھنے کو تو کہہ دیا ہوتا۔" وہ کسی کے کہے بغیر ہی ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"گمنام فون کال کے ذریعے پیٹر کو نائٹ کلب میں میری موجودگی کی اطلاع دینے والے تم ہی تھے؟" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"بڈ کے علاوہ اور کون ایسا کارنامہ کر سکتا ہے۔" اس نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا اور میں دانت پیس کر رہ گیا۔

"میں پوچھ سکتا ہوں کہ جناب اسے کس بنیاد پر کارنامہ قرار دے رہے ہیں؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"تم پریشان تھے چیف، اس لیے میں نے مسٹر پیٹر کو تمھارے بارے میں اطلاع دے دی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ تمھیں سر چھپانے کے لیے ٹھکانا تو فراہم کر ہی دیں گے۔ کیوں مسٹر پیٹر! میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"نہیں... نہیں..." پیٹر نے احمقانہ انداز میں کہا، پھر سنبھل کر بولا۔ "مگر تمھیں میرے بارے میں کس طرح علم ہوا؟"

"یہ بزنس سیکرٹ ہے مسٹر پیٹر۔" بڈ اکڑ کر بولا۔ "یہ بات اگر بتا دی تو پھر بڈ کو کون پوچھے گا۔"

"میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمھیں براہِ راست مجھ سے ملنے میں کیا قباحت تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"تمھارے ساتھ وہ آفت کی پرکالہ بھی تو تھی، کیا نام ہے اس کا..." بڈ اپنی پیشانی مسلنے لگا۔

"وہ تمھیں کھا تو نہ جاتی۔" میں نے جھنجھلا کر کہا اور میرا موڈ دیکھ کر بڈ یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔

"مجھے ڈر تھا کہ اس طرح کہیں اولیو ہاورڈ مجھ پر بھی ہاتھ نہ ڈال دے۔ میڈم تو پہلے ہی اس کی قید میں ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" میں بوکھلا کر کھڑا ہوگیا۔ "تہذیب اس کی گرفت میں کیسے چلی گئی؟"

"اوہ! تو تمھیں نہیں معلوم؟" بڈ نے مجھے غور سے دیکھا۔ "میں سمجھ رہا تھا کہ تمھیں معلوم ہوگا۔ اس روز جب تم اور زاہر وہ فارمولے حکومت کے حوالے کرنے گئے تو تمھاری واپسی نہیں ہوئی۔ شام تک تو ہم نے تمھارے واپس نہ آنے کو کوئی خاص اہمیت نہ دی لیکن اس کے بعد ہم پریشان ہوگئے۔ ہم نے اس محکمے سے رابطہ قائم کیا تو معلوم ہوا کہ وہاں سے تو تم دوپہر کو ہی چلے گئے تھے۔ اب سوال یہ تھا کہ ہم تمھیں کہاں تلاش کریں۔ میں نے میڈم سے ہوٹل ہی میں رکنے کو کہا۔ اور خود تمھاری تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ تمام رات میں واشنگٹن کے گلی کوچوں میں، ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں بے مقصد گھومتا پھرا۔ صبح ہوئی تو میں نے ہوٹل کا رُخ کیا۔ اتفاق سے جس وقت میں کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہا تھا میں نے عجیب منظر دیکھا۔ ایک کار کمپاؤنڈ سے باہر نکل رہی تھی جس کی عقبی نشست پر میڈم موجود تھیں اور ان کے ارد گرد دو افراد موجود تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ انھیں اغوا کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ میں نے فوراً اس کار کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کیا اور اس طرح میں اس جگہ سے واقف ہوگیا جہاں میڈم کو لے جایا گیا تھا۔ میں چونکہ رات بھر کا جاگا ہوا تھا اس لیے وہاں کی نگرانی کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا چنانچہ میں نے فوراً ایک پرائیویٹ سراغ رساں ایجنسی کی خدمات حاصل کیں اور خود ایک دوسرے ہوٹل میں منتقل ہوگیا۔ سراغ رساں ایجنسی کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ وہ عمارت جس میں میڈم کو رکھا گیا تھا ہارڈ رابل کی ملکیت تھی۔ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس معاملے میں اولیو ہاورڈ بھی ملوث ہے۔ اولیو ہاورڈ کا نام سن کر میرے ہوش اُڑ گئے اور مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہ معاملہ مجھ اکیلے کے بس سے باہر ہوگا۔ چنانچہ میں نے علی گروپ کے تمام ممبرز کو امریکا بلوالیا۔ اور اولیو ہاورڈ کی نگرانی شروع کرا دی۔ ان ممبرز کو امریکا پہنچے ابھی دوسرا ہی دن ہے۔ میں اولیو ہاورڈ کی نگرانی کرا رہا ہوں۔ میڈم کو واشنگٹن سے نیویارک منتقل کر دیا گیا ہے اور وہ بھی اسی عمارت میں ہیں جہاں تم تھے۔"

"تمھیں نائٹ کلب میں میری موجودگی کے بارے میں کیسے علم ہوا تھا جبکہ میں میک اپ میں بھی تھا؟"

"جس عمارت میں تم قید تھے اس کی نگرانی کی جا رہی تھی اور وہاں سے نکلنے والے ہر شخص کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔"

"تم نے تعاقب کیا تھا تو کسی کو پتا کیوں نہیں چلا؟ وہ تو بہت محتاط تھی۔"

"ہم اس سے بھی زیادہ محتاط تھے چیف! تعاقب کرنے والی گاڑی کی ہیڈ لائٹس بجھی ہوئی تھیں۔"

"کیا تمھیں معلوم تھا کہ میں بھی اسی عمارت میں قید ہوں؟"

"نہیں، ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ تم بھی وہیں ہو لیکن تم وہاں کب سے تھے چیف؟"

"مجھے بے ہوشی کے دوران وہاں پہنچایا گیا تھا۔ غالباً دو روز قبل کی بات ہے۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو چیف! دو روز قبل ایک بند وین عمارت میں داخل ہوئی تھی۔ تمھیں اسی کے ذریعے اندر پہنچایا گیا ہوگا۔ ورنہ تم ہماری نظروں میں ضرور آجاتے۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ تہذیب اولیو ہاورڈ کی قید میں تھی اور اسے چھڑانا ضروری تھا۔ اس کے ساتھ ہی اولیو ہاورڈ کا پتا صاف کر دینا ضروری ہوگیا تھا۔ میں اسے جتنی ڈھیل دے چکا تھا وہ بہت تھی۔ ویسے بھی اب وہ ریٹائرڈ زندگی بسر کر رہا تھا۔

"زاہر تمھارے ساتھ نظر نہیں آرہا چیف!" بڈ کی آواز مجھے خیالوں کی دنیا سے باہر کھینچ لائی۔

"اس نے ہمارے عظیم مشن کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔" میں نے کہا اور بڈ مغموم ہوگیا۔

"یہ کس طرح ہوا چیف؟" اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"تفصیل جان کر کیا کرو گے بڈ۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یوں سمجھ لو کہ چھ دن تک ہم پہاڑوں میں فرار ہونے کی کوشش کرتے رہے۔ چھ روزہ پہاڑی سفر اور ناکافی غذا اور مسلسل بے آرامی نے زاہر کو نڈھال کر دیا تھا ایسے میں حادثاتی طور پر اس کے جسم میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کی زیادہ مقدار چلی گئی۔ جب میں عمارت سے فرار ہوا تو اس کی حالت نازک تھی اور ڈاکٹروں کو اس کے زندہ بچ جانے کی کوئی توقع نہیں رہی تھی۔"

"ایک بات پوچھوں چیف!" بڈ نے کہا۔ "اولیو ہاورڈ نے تمھیں کیوں زندہ رہنے دیا؟ وہ تو تمھارا جانی دشمن ہے۔"

"یہ بات میرے لیے بھی اُلجھن کا باعث بنی ہوئی ہے۔ غالباً وہ مجھے اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہ رہا ہے جس تک میں پہنچ نہیں سکا۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اس کی بیٹی تو تمھارے قبضے میں ہے۔ جس طرح پہلے تم نے اولیو ہاورڈ کو بلیک میل کیا تھا اسی طرح ....."

"نہیں بڈ! جو کچھ ماضی میں ہوا ضروری نہیں کہ اسے دُہرایا ہی جائے۔ اس بار میں اس کی بیٹی کو استعمال نہیں کروں گا۔"

"پھر کیا کرو گے؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔ "میرے خیال میں تو یہ ایک بہتر صورت ہوتی۔"

"اولیو ہاورڈ سے براہِ راست ٹکراؤ اور فیصلہ کن معرکہ۔" میں نے کہا اور بڈ کا چہرہ کھل اٹھا۔

"تم نے بہت مناسب فیصلہ کیا ہے چیف!" بڈ نے بے حد خوش ہو کر کہا۔

"میں تمھارا شکر گزار ہوں مسٹر بڈ۔" پیٹر بولا۔ "تمھاری وجہ سے مجھے اپنے ایک دیرینہ دشمن سے انتقام لینے کا موقع مل رہا ہے۔"

"اس وقت نیویارک میں میرے سولہ ساتھی موجود ہیں جو سب کے سب ہوٹلوں میں مقیم ہیں اور ان پر بھاری رقم خرچ ہو رہی ہے۔" بڈ نے کہا۔

"میری طرف سے اس رقم کو دُگنا کر دو۔" پیٹر نے بڑے جوش سے کہا۔ "اخراجات کی پروا مت کرو، جتنا خرچ ہوگا، میں اس سے دوگنا ادا کرنے کو تیار ہوں۔"

میں نے بڈ کو گھور کر دیکھا مگر وہ میری نظروں سے بے نیاز کہتا رہا۔ "گزشتہ ایک ہفتے کے دوران اس مد میں کوئی پچیس ہزار ڈالرز کے لگ بھگ رقم خرچ ہو چکی ہے۔"

"میں ابھی تمھیں پچاس ہزار ڈالر کا چیک دیتا ہوں۔" پیٹر نے کہا اور گھنٹی بجائی۔ گھنٹی کے جواب میں ایک ملازم نمودار ہوا جس سے پیٹر نے چیک بک منگوائی۔

"میں تمھارے چہرے پر ناگواری کے تاثرات دیکھ رہا ہوں مسٹر ایلن!" پیٹر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "یقین کرو اگر ایک ملین ڈالر کے عوض بھی میں اس شخص سے انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤں تو میں سمجھوں گا کہ میں خسارے میں نہیں رہا اور سودا سستا نمٹ گیا۔"

"تم تو محض بڈ کی وجہ سے درمیان میں آگئے پیٹر، ورنہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ تو ہر صورت میں ہونا تھا۔"

"اسی لیے تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ تم سے میری ملاقات ہوگئی۔ شاید میں عملی طور پر اس کے خلاف کچھ نہ کر سکوں مگر مجھے یہ تسکین تو رہے گی کہ میں نے اس کے خلاف برسرِپیکار لوگوں کی مالی مدد کی تھی۔"

"اور کیا چیف؟" بڈ نے تیزی سے کہا۔ "مسٹر پیٹر ہمیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خوشی سے رقم دے رہے ہیں۔ ہم ان سے زبردستی تھوڑی لے رہے ہیں۔"

میں مُنہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ ملازم چیک بک لے آیا تھا۔ پیٹر نے چیک لکھ کر بڈ کے حوالے کیا جسے اُس نے تہ کر کے نہایت احتیاط سے اپنی جیب میں رکھ لیا۔

"تمھیں اس بات کا احساس ہے کہ ادلیو ہادر ڈ تمھارے عزائم سے واقف ہو چکا ہے۔" میں نے پیٹر سے کہا۔

"اسے یہ بھی تو معلوم ہو گیا ہے کہ تم نے میرے لیے کام کرنے سے انکار کر دیا ہے۔" پیٹر نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن تمھاری شخصیت تو اُس کے علم میں آگئی ہے اور غالباً تمھاری اس سے شناسائی بھی ہے۔"

پیٹر ہمی سے ہنسا۔ "ہاں شناسائی تو ہے مگر بہت پرانی۔ اب تو میں اسے یاد بھی نہیں آؤں گا۔"

"لیکن یہ یاد رکھو کہ میرا ذکر تمھارے ساتھ سننے کے بعد وہ تمھارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔ تم نے دیکھا نہیں کہ وہ مجھ سے فون پر بات کرتے ہوئے کس قدر محتاط تھا!"

"مجھے معلوم ہے۔ وہ سی آئی اے کا ایجنٹ بھی رہ چکا ہے اور اس کے بعد مسنڈ سے وابستہ ہو گیا تھا۔ اسے محتاط رہنا ہی چاہیے لیکن مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ مجھے تو اس سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

انتقام لینا ہے۔"

"تمھیں اس کے بارے میں خاصی معلومات ہیں۔ خصوصی دلچسپی کے بغیر تو اتنی معلومات حاصل نہیں ہو سکتیں اور تم کہتے ہو کہ وہ تمھیں پہچان بھی نہیں سکے گا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا ایلن کہ میں تمھیں اس سے اپنی دشمنی کی وجہ نہیں بتا سکوں گا لیکن اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمھیں بتا دوں تاکہ تم بھی فیصلہ کر سکو کہ میں حق بجانب ہوں کہ نہیں۔" پیٹر بات تو مجھ سے کر رہا تھا مگر اس کی نگاہیں جیسے دور کہیں خلا میں کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں۔ حالانکہ وہاں کسی خلا کا وجود نہیں تھا۔

"یہ تیس سال پہلے کی بات ہے۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پیٹر نے مغموم آواز میں کہنا شروع کیا۔ "میں اور اولیو ایک ہی اسکول میں زیر تعلیم تھے۔ مگر مختلف کلاسوں میں ہونے کی وجہ سے ہمارے درمیان رسمی واقفیت تھی۔ اس اسکول میں میری چھوٹی بہن بھی پڑھتی تھی جس کی عمر صرف نو سال تھی۔ اس مردود کی عمر اس وقت سولہ برس تھی۔"

"آگے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پیٹر!" میں نے ہاتھ اٹھا کر گمبھیر لہجے میں کہا۔ "میں سمجھ گیا کہ کیا واقعہ ہوا ہوگا اور یہ بھی یقین رکھو کہ ایسا سفاک شخص عبرت ناک انجام کو پہنچے بغیر نہیں رہ سکے گا۔"

"میں نے اس وقت قسم کھائی تھی کہ اس سے انتقام ضرور لوں گا۔ وہ ذہنی اور جسمانی اعتبار سے مجھ سے برتر تھا۔ میں نے جذبات میں آکر اس پر حملہ کیا تو اس کے ہاتھوں بری طرح پٹا۔ وہ خود بھی بدمعاش تھا اور اس کے سارے دوست بھی اسی کی طرح بدمعاش تھے۔ بری طرح زخمی ہونے کے بعد یہ بات میری سمجھ میں آگئی کہ میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن میں نے یہ عہد کر لیا کہ جس طرح بھی ممکن ہوا اس سے انتقام لے کے رہوں گا، پھر میرے ذہن میں یہ بات جم کر رہ گئی کہ اگر میرے پاس دولت ہو تو میں اس سے انتقام لے سکتا ہوں۔ اس کے بعد کی کہانی بہت طویل ہے۔ میں نے کس طرح اتنی دولت حاصل کی اور اس کے لیے کیا کیا ناجائز ذرائع استعمال کیے۔ اس سے تمھیں کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی لیکن اتنی دولت حاصل کرنے کے باوجود میرے اور اولیو ہاورڈ کے درمیان جو فرق تھا، وہ برقرار رہا۔ بلکہ اس میں اضافہ ہی ہو گیا۔ میں نے بارہا اس پر حملے کروائے مگر کوئی ایک بھی کارگر نہیں ہوا۔ میرے ہی کئی آدمی مارے گئے اور اس کا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ وہ آج بھی اتنا ہی ظالم ہے۔ لوگوں کی زندگیوں سے کھیلنا اس کا محبوب مشغلہ ہے۔" پیٹر کی آواز بھرا گئی اور وہ خاموش ہو گیا۔

"اس دوران اسے کبھی پتا نہیں چل سکا کہ اس پر کون حملے کرواتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، اور یہ اچھا ہی ہوا۔ اگر اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ ان حملوں کی پشت پر میں ہوں تو شاید میں بھی اس کے ہاتھوں مارا جاتا اور اپنی معصوم بہن کا انتقام لینے کی حسرت سینے میں ہی لیے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا۔"

بڈ سناٹے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ میں نے پیٹر کو بروقت روک دیا تھا لیکن اس کے باوجود بڈ سمجھ گیا تھا کہ پیٹر کی معصوم بہن اولیو ہاورڈ کی ہوس کا نشانہ بن گئی ہوگی۔ اتنی عقل تو وہ رکھتا ہی تھا کہ یہ بات اس کی سمجھ میں آجاتی۔ میرے جسم میں بھی خون کی گردش تیز ہو گئی تھی اور میں اولیو ہاورڈ کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے اور بھی زیادہ بے چین ہو گیا تھا مگر جلد بازی میں کوئی قدم اٹھانے سے نقصان ہی ہونے کا اندیشہ تھا۔ میں اس پر اس طرح ہاتھ ڈالنا چاہتا تھا کہ وہ کسی بھی طرح میری گرفت سے نہ نکل سکے۔

"سنو پیٹر!" میں نے خوب غور و خوض کرنے کے بعد کہا۔

"اب تک تو تم اولیو ہاورڈ کی نظروں میں آنے سے بچے رہے تھے مگر اس بار اس کی نظروں میں آگئے ہو۔ اس لیے اب تمھیں بے حد احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔"

"میری بہن کی کہانی عام نہیں ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "میرے گروہ کے سارے لوگ جانتے ہیں کہ میں اولیو ہاورڈ کا دشمن ہوں مگر یہ کسی کو نہیں معلوم کہ کیوں؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمھارے بارے میں تحقیقات کرتے ہوئے ممکن ہے کوئی ایسی بات اس کے علم میں آجائے جو اس کی یادداشت تازہ کر دے۔"

"پیٹر میرا بعد میں اختیار کیا ہوا نام ہے۔ میرے واقف کاروں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو میرے اصل نام سے واقف ہو۔ میں نے اپنے ماضی کو بہت گہرا دفن کیا ہے۔ اب کوئی اسے کھود کر نہیں نکال سکتا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "یہ سب کچھ ٹھیک ہے پیٹر، مگر جہاں تم نے اتنی احتیاط برتی ہے وہاں تھوڑی سی احتیاط اور کر لو۔"

"تو پھر تم ہی بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں خود کو پوری طرح تمھارے حوالے کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "تمھارے بنگلے کی نگرانی ہو رہی ہے۔ نگرانی کرنے والے ظاہر ہے اولیو ہاورڈ ہی کے آدمی ہوں گے۔ اس لیے تمھیں فوری طور پر روپوش ہو جانا چاہیے۔"

"جب میرے بنگلے کی نگرانی ہو رہی ہے تو میں کس طرح روپوش ہو سکوں گا۔ بنگلے سے نکلتے ہی میرا تعاقب شروع ہو جائے گا۔"

"اس بات کی ضمانت میں دیتا ہوں کہ وہ لوگ تمھارا تعاقب نہیں کریں گے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تعاقب نہیں کریں گے تو پھر نگرانی کرنے کا فائدہ کیا ہوا؟" پیٹر نے حیرت سے کہا۔

"کیا تمھارا کوئی ایسا ملازم ہے جو قد کاٹھ میں تم جیسا ہو؟" میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ہاں جیکسن مجھے بتا رہا تھا کہ تم میک اپ بہت عمدہ کرتے ہو۔ ٹھیک ہے، ایسا ایک شخص ہے تو سہی، مگر وہ یہاں نہیں ہے کلب میں ملازم ہے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "کیا اس کے پاس اپنی کار ہے؟" پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بس تو تم اسے یہاں بلوا لو۔ وہ اپنی کار میں یہاں آئے گا اور جب واپس جائے گا تو اس کے میک اپ میں تم ہوگے اور اسی کی کار ڈرائیو کر کے لے جاؤ گے۔ ظاہر ہے وہ لوگ تمھارے ملازم کا تعاقب کرنے سے تو رہے۔"

پیٹر نے اپنے اس ملازم کو بلوانے کے لیے فون کیا، پھر مجھ سے بولا۔ "مگر میں جاؤں گا کہاں؟"

"تم اسی ہوٹل میں کمرا بک کروا لو جہاں بڈ ٹھہرا ہوا ہے۔ یہاں سے نکل کر وہیں چلے جانا۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔ میرے بہت سے خفیہ ٹھکانے ہیں ان میں سے کسی جگہ چلا جاؤں گا۔"

"نہیں۔" میں نے سختی سے کہا۔ "تم ہوٹل میں ہی ٹھہرو گے۔ اس وقت ہم ذرا سی بے احتیاطی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

"اور میرا وہ ملازم جو میرے میک اپ میں ہوگا۔ وہ کہاں جائے گا؟" پیٹر نے پوچھا۔

"یہ اس پر منحصر ہے کہ وہ کتنی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اگر وہ تمھاری حیثیت میں تمھاری جگہ کام کر سکتا ہے تو کرے ورنہ یہیں قیام کرے۔"

"نہیں۔" پیٹر نے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ عملاً میری جگہ نہیں لے سکتا۔ اس لیے کہ اس کے سپرد صرف یہ کام ہے کہ کلب میں لڑائی جھگڑا کرنے والوں سے نمٹے۔ وہ میری جگہ کس طرح کام کر سکے گا؟"

"فکر کی کوئی بات نہیں کاروبار چلتا رہے گا۔ جیکسن تو موجود ہے ہی۔" میں نے کہا۔

کچھ دیر بعد پیٹر کا وہ ملازم آگیا جس پر اس کا میک اپ کیا جانا تھا۔ جتنی دیر میں اس پر میک اپ کرتا رہا۔ پیٹر اسے ہدایات دیتا رہا۔ پھر میں نے پیٹر پر اس کا میک اپ کر دیا۔

"اب تم مسٹر پیٹر کے ساتھ جاؤ گے۔" میں نے بڈ سے کہا "اور راستے میں کسی جگہ سے فون کر کے مجھے بتاؤ گے کہ تمھارا تعاقب تو نہیں کیا گیا۔ اگر تعاقب نہ کیا جائے تو انھیں اپنے ساتھ ہوٹل لے جانا۔ یہ وہیں قیام کریں گے۔"

"اور اگر تعاقب کیا گیا تو کیا ہوگا چیف؟" بڈ نے کہا۔

"جتنا کہا جا رہا ہے اتنا ہی کرو۔ اگر تعاقب کیا گیا تو میں تمھیں بتا دوں گا کہ کیا کرنا ہے۔"

"او کے چیف۔" بڈ نے کہا۔ اور پیٹر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔ "آئیے مسٹر پیٹر۔"

"جیکسن کو یہاں بھیجتے جانا۔ تاکہ میں اس کے ساتھ واپس چلا جاؤں گا۔" میں نے پیٹر سے کہا اور وہ سر کو اثباتی جنبش دے کر باہر نکل گیا۔

اُردو کے تفریحی ادب کا ایک نیا رخ
طنز و مزاح سے بھرپور چٹکے چٹکے رومانی ناول
آپ کے جانے پہچانے مشہور ادیب اثر نعمانی کے قلم سے
حکیمی ٹیکسی قیمت: ۳۰ روپے
گھر کی مرغی قیمت: ۳۰ روپے
آپ کے سر پر قیمت: ۳۰ روپے
شرارت قیمت: ۳۰ روپے
بے وقوف قیمت: ۳۰ روپے
بی وی کی تلاش قیمت: ۳۰ روپے
اُلّو کی دُم قیمت: ۳۰ روپے
مسٹر مداری قیمت: ۳۰ روپے
اور سہی... قیمت: ۳۰ روپے
بور ہونا چھوڑیں۔ مسکرانا سیکھیں
تمام کتابیں آج ہی منگا لیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جیکسن ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو اس نے اس ملازم پر نظر ڈالی جو پیٹر کے میک اپ میں تھا۔ "تم واقعی باکمال آدمی ہو مسٹر ایلن!"

"اگر تم چاہو تو میں تمھیں بھی باکمال بنا سکتا ہوں۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "مگر تم تو چاہتے ہی نہیں۔ ایک ہی سبق میں بیزار ہو گئے۔"

"میں تھیوری کا آدمی نہیں ہوں مسٹر ایلن!" جیکسن نے جھینپ کر کہا۔ "اگر تم پریکٹیکل کراتے تو میں کبھی بور نہ ہوتا۔"

"تم پریکٹیکل سے بھی بھاگ جاؤ گے کیونکہ اس فن میں گدڑیوں میں سوراخ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔"

جیکسن نے زوردار قہقہہ لگایا۔ "کیا میک اپ کے ذریعے مجھ جیسے سیاہ فام کی رنگت تبدیل کی جا سکتی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ایسے لوشن تو موجود ہیں جن سے سفید جلد کو سیاہ کیا جا سکتا ہے مگر ایسا کوئی طریقہ نہیں جس سے سیاہ رنگت کو سفید کیا جا سکے۔ اس کے لیے تو پورے چہرے کا ماسک تیار کرنا پڑے گا جو ایک محنت طلب کام ہے اور بے حد مہارت کا متقاضی ہے۔"

بڈ کا فون آنے تک ہم ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ فون جیکسن نے اٹھایا تھا پھر ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔

"ہمارا تعاقب نہیں کیا جا رہا چیف۔" بڈ نے کہا۔ "میں نے اچھی طرح اطمینان کر لیا ہے۔"

"ٹھیک ہے اب تم ہوٹل جاؤ۔ اولیو ہاورڈ کی نگرانی کرتے رہو۔ میں کل صبح تم سے رابطہ قائم کروں گا۔" فون بند کر کے میں جیکسن کی طرف مڑا۔ "اور اب مسٹر جیکسن میں واپس جاؤں گا۔ تم جس طرح مجھے لائے تھے اسی طرح چھوڑ کر آؤ گے۔"

میں جیکسن کے ساتھ واپس آ گیا۔ ہمارا تعاقب بھی نہیں کیا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اولیو ہاورڈ نے اپنی پوری توجہ پیٹر پر مبذول کر رکھی تھی۔ وہ یہ جاننے کے لیے بہت بے چین ہو رہا ہوگا کہ وہ کون شخص ہے جو اس کا جانی دشمن ہے اور وہ اس سے واقف تک نہیں ہے۔

جیکسن مجھے باہر سے ہی چھوڑ کر چلا گیا۔ اندر لکی میری منتظر تھی۔ "کہاں رہ گئے تھے تم؟" اس نے اپنی آواز میں دنیا جہان کے گلے شکووں کا درد سمیٹتے ہوئے کہا۔ جیسے میں ہی اس کی امیدوں اور آرزوؤں کا واحد مرکز ہوں۔ میں نہ ہوں گا تو وہ بے سہارا رہ جائے گی۔ مگر میں خوب جانتا تھا کہ حقیقت کیا ہے۔ وہ مجھ سے یہ معلوم کرنا چاہ رہی تھی کہ میں کیا کرتا پھر رہا تھا۔ کہیں اس کے باپ یا اس کے وطن کے خلاف کسی سرگرمی میں پھر سے ملوث تو نہیں ہو گیا تھا۔

میں نے اپنے ہونٹوں پر ایک مصنوعی مسکراہٹ سجائی جیسے دل و جان سے اس پر قربان ہو جانا چاہتا ہوں۔ حالانکہ میرے ذہن میں یہ خیال آ رہا تھا کہ اس کی صراحی دار گردن پر اگر تیز دھار چھری پھیر دی جائے تو کیسا ہے۔ لیکن میں نے اپنے کسی انداز سے اپنی سوچ کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"پیٹر نے اس امید پر مجھے بلایا تھا کہ شاید میں اس کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو جاؤں۔"

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟" لکی نے بے قراری سے پوچھا۔ اس نے کوشش کی تھی کہ بے قراری اس کے لہجے سے جھلکنے نہ پائے۔ مگر میں اس کی بے تابی سمجھ رہا تھا۔

"وہی جو ہمارے درمیان طے ہو چکا تھا۔ میں نے اس کہہ دیا کہ میں پہلے ہی جواب دے چکا ہوں۔"

"پھر اس نے کیا کہا؟"

"کہتا کیا، خاصا مایوس نظر آ رہا تھا۔ شاید اسے امید تھی کہ مجھے اپنے لیے کام کرنے پر تیار کر سکے گا۔"

"تم نے اتنی دیر کر دی۔" لکی نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔ "معلوم ہے میں نے ابھی تک دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا۔"

"دوپہر کو تو ہم ساتھ ہی تھے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اور پھر میں نے بھی کون سا کھانا کھا لیا ہے۔ دوبار ناشتا کرنے کے بعد گنجائش ہی نہیں بچی تھی۔"

"پھر آؤ کھانا کھا لیتے ہیں۔" لکی نے کہا اور مجھے نہ چاہتے ہوئے بھی کھانے کی میز پر جانا پڑا۔ یہ سننے کے بعد کہ تہذیب اولیو ہاورڈ کی قید میں ہے، میرے لیے ایک ایک لمحہ گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔ کھانے کو کیا خاک جی چاہتا مگر محض اس خیال سے کھانا کھانے بیٹھ گیا کہ کہیں لکی مشکوک نہ ہو جائے۔

"تم نے پیٹر کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا ہے۔" کھانے کے دوران لکی نے کہا۔ "کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اب تم خود بھی ڈیڈی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے؟"

"میں ان چکروں میں پڑ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔" میں نے اسے ٹالنے کے لیے کہا۔

"تو کیا تمھارے پیشِ نظر کوئی اہم کام ہے؟" لکی نے بڑے سرسری انداز میں پوچھا۔

"نہیں، کوئی اہم کام تو نہیں ہے مگر اب میں امریکا سے نکل جانا چاہتا ہوں۔"

"کہاں کا ارادہ ہے؟"

"کہیں بھی چلا جاؤں گا مگر اب یہاں مزید رکنے کا کوئی

ارادہ نہیں ہے۔"

"اس کے لیے تمھیں پاسپورٹ اور دیگر کاغذات کی ضرورت ہوگی۔ ان کے لیے کیا سوچا ہے؟"

"میں نے پیٹر سے کہہ دیا ہے۔ وہ سارے انتظامات مکمل کر دے گا۔"

اس کے بعد لکی کسی سوچ میں ڈوب گئی اور کھانے کے بعد مزید کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ کھانے کے بعد میں اپنے کمرے میں چلا آیا۔ لکی بھی میرے ساتھ ساتھ لگی ہوئی تھی۔

"تم نے میرے بارے میں بھی کچھ سوچا ہے؟" اس نے مجھ سے پوچھا اور میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم دیکھ رہی ہو کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں مل رہی تاہم میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تمھارا احسان مند ہوں۔ تم نہ ہوتیں تو اتنی آسانی سے وہاں سے نہیں نکل سکتا تھا۔"

"میں کچھ اور ہی کہہ رہی ہوں۔ تمھیں وہاں سے نکال کر میں نے ڈیڈی کے خلاف بغاوت کی ہے۔ ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "اور یہ ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے جسے سمجھنے کے لیے غور و فکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب تم ہی بتاؤ۔" اس نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ "کیا میں ان کے پاس جا سکتی ہوں؟"

میں نے چند لمحے سوچنے کے بعد کچھ نفی میں سر ہلایا۔ "میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔"

"اب غور کرو اور مجھے بتاؤ کہ مستقبل میں میرا کیا بنے گا۔ تم نے اپنا بندوبست تو کر لیا مگر میرے لیے کچھ نہیں سوچا۔"

"اب سوچوں گا۔" میں نے بڑے پرخلوص لہجے میں کہا۔

"صرف سوچنے سے کیا ہوگا۔ تمھیں میرے لیے عملی طور پر کچھ کرنا ہوگا... لیکن نہیں۔" اس نے یک بہ یک کہا۔ "تم رہنے دو۔ میں تم پر کیوں بوجھ بنوں۔ اپنے لیے خود ہی کچھ کر لوں گی۔"

"بوجھ کی بات نہیں ہے لکی۔" میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "ذرا دماغ کو سکون ملے تو کچھ سمجھ میں بھی آئے۔"

"جو کچھ میں نے کیا۔ وہ محض ایک جذباتی حرکت تھی۔" اس نے میرے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تمھیں قید میں دیکھ کر میں خود پر قابو نہ رکھ سکی۔ اگر اس وقت مجھے اندازہ ہوتا کہ تمھاری ذرا سی مدد کرنے کے عوض میں تم پر مستقل بوجھ بن جاؤں گی تو میں ہرگز یہ قدم نہ اٹھاتی مگر مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔"

مجھے ان باتوں سے وحشت ہو رہی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے لیکن میں اس پر کچھ بھی ظاہر نہیں کر سکتا تھا، اس سلسلے میں اُسے کچھ بھی نہیں بتا سکتا تھا۔ فریب کا جو جال وہ مجھ پر پھینک رہی تھی، میں اُسے اس جال میں اُلجھائے رکھنا چاہتا تھا۔ اگر اُس کو ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہے تو وہ فوراً اولیو ہاورڈ کو فون کر دیتی اور وہ ہوشیار ہو جاتا جبکہ میں اُسے بے خبری میں گھیرنا چاہتا تھا۔ میرے پیروں میں مصلحت کی زنجیر پڑی ہوئی تھیں اور لکی کے ہر فریب کا جواب مجھے بھی فریب سے دینا تھا اس لیے میں نے اپنے ہونٹوں پر ایک ایسی مصنوعی مسکراہٹ سجائی جو دیکھنے میں بالکل اصلی معلوم ہوتی تھی۔

"کیوں مجھے شرمندہ کر رہی ہو لکی؟" میں نے بڑی وارفتگی سے کہا۔ "تمھاری پرخلوص دوستی پر میں جتنا بھی ناز کروں کم ہے اور ایک پرخلوص دوست بوجھ بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو؟" لکی نے مسرت سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ اس بات میں جھوٹ کی کوئی گنجائش ہے بھی نہیں۔"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں نے ساری دنیا فتح کر لی ہو۔" لکی نے آنکھیں بند کر کے اپنا گال میری ہتھیلی پر ٹکا دیا۔

"اب تم جاؤ۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "رات کافی ہو گئی ہے صبح غور کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

لکی نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ اُس کی آنکھیں خمار آلود ہو رہی تھیں۔ "میں آج یہیں سو جاؤں، تمھارے کمرے میں؟"

اُس کی فرمائش سن کر میں بوکھلا گیا مگر میں نے اُس پر اپنی بوکھلاہٹ ظاہر نہیں ہونے دی۔ "اس کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"اکیلے کمرے میں سوتے ہوئے مجھے ڈر لگتا ہے۔" اُس نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"کل بھی تو تم اکیلی ہی سوئی تھیں میرے خیال میں تو یہاں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے ڈر لگے۔"

"پھر بھی مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔ یہاں کے سارے ملازمین صورتوں سے چھٹے ہوئے بدمعاش لگتے ہیں۔"

"تمھیں وہم ہو گیا ہے لکی! یہ کیسے ممکن ہے کہ پیٹر ہمارے لیے کوئی غلط قدم اٹھائے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں تو پہلے ہی اُس پر شبہ ظاہر کر چکی ہوں لیکن معلوم نہیں تم کیوں اُس کے گُن گائے جارہے ہو۔"

"وہ ہر طرح سے ہماری مدد کر رہا ہے۔ چھُپنے کے لیے جگہ دی، رقم فراہم کی اور اب کاغذات بنوا کر دے رہا ہے۔ وہ ہمارا دشمن نہیں ہو سکتا۔"

"معلوم نہیں کیوں، مجھے اس بات پر یقین نہیں آتا۔ ایک عجیب قسم کا خوف مجھ پر مسلط ہے۔"

"اپنے کمرے میں جاؤ، دروازہ اندر سے بند کرو اور سو جاؤ۔ بند کمرے میں کون داخل ہو سکتا ہے؟"

"اب تو یہی کرنا پڑے گا۔" لکی نے ایک طویل سانس لے کر بے بسی سے کہا۔

"آؤ، میں تم کو تمھارے کمرے تک چھوڑ آؤں۔" میں نے کہا اور اُس نے رسماً بھی انکار نہیں کیا۔

"میں نے سوچا ہے کہ صبح ہی پیٹر کے پاس جاؤں گا اور اُس سے کہوں گا کہ وہ تمھارے کاغذات بھی بنوا دے۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" لکی نے کہا "میرے پاس تو اپنا پاسپورٹ موجود ہے۔ چلتے وقت پرس میں رکھ لیا تھا۔ دکھاؤں؟"

"نہیں، دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اس بات پر غور کرو کہ کیا تم اس پاسپورٹ پر سفر کر سکو گی؟"

"کیوں نہیں کر سکوں گی، وہ میرا اصلی پاسپورٹ ہے، کوئی جعلی تھوڑی ہے جو مجھے کسی کا ڈر خوف ہو۔"

"تمھارے ڈیڈی بھی تو جعلی نہیں ہیں۔" میں نے مُسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک پڑی۔

"اصلی پاسپورٹ پر سفر کرو گی تو اپنی اصلی شخصیت بھی ظاہر کرنا پڑے گی اور ممکن ہے، اپنے ڈیڈی کی نظروں میں بھی آجاؤ۔"

"اوہ! اس پہلو پر تو میں نے غور ہی نہیں کیا تھا کہ میں میک اپ میں ہوں۔"

"اب غور کرنا اور میں صبح ہی پیٹر سے مل کر کہوں گا کہ اس میک اپ میں تمھاری تصویر کھنچوا دے اور اسی حیثیت میں تمھارے کاغذات بھی بنوا دے۔"

لکی کو اُس کی خواب گاہ میں چھوڑ کر میں اپنے کمرے کی طرف پلٹ آیا۔ اُس نے میری موجودگی میں ہی دروازہ اندر سے مقفل کر لیا تھا۔ یہ ڈراما مجھے بہت گراں گزر رہا تھا اور میں اسے جلد از جلد ختم کرنے کا خواہاں تھا۔

سونے کے لیے بستر پر لیٹا تو نیند آنکھوں سے کوسوں دُور تھی۔ دماغ پر خیالات کی ایک نہ ختم ہونے والی یلغار تھی مگر میں نے ان تمام خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا اور یکسو ہو کر یہ سوچنے لگا کہ اولیو ہا ورڈ سے کس طرح نمٹا جائے۔ اس معاملے میں سب سے اہمیت کسی ٹھوس منصوبے کی تھی۔ اگر ہمارے پاس ایک ٹھوس اور قابلِ عمل منصوبہ ہوتا تو ہم پورے اعتماد سے اولیو ہا ورڈ پر چڑھائی کر سکتے تھے۔ بغیر کسی منصوبے کے آنکھ بند کر کے اُس پر چڑھ دوڑنا ایک ایسی حماقت ہوتی جس کا ازالہ کرنا طویل عرصے تک ممکن نہ ہوتا۔

بہت دیر سوچ بچار کرنے کے بعد بالآخر میرے ذہن میں ایک منصوبے کے خدوخال اُجاگر ہونا شروع ہو گئے۔ کچھ دیر غور کرنے کے بعد میں نے اپنے منصوبے کو حتمی شکل دے دی۔ اب صرف اتنا کام رہ گیا تھا کہ پیٹر سے اس منصوبے کے قابلِ عمل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں گفتگو کر لی جائے۔

میں مطمئن ہو گیا۔ میں نے جو اسکیم تیار کی تھی اگر اُس پر عمل کرنے میں پیٹر نے کسی قسم کی دشواری محسوس کی تو میرے ذہن میں ایک متبادل منصوبہ بھی تھا۔ ظاہر ہے اُس کا فیصلہ صبح ہی ہو سکتا تھا جب میں پیٹر سے گفتگو کر لیتا۔ میرا پروگرام تو یہی تھا کہ میں پیٹر سے صبح گفتگو کروں گا لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ ہر پروگرام آدمی کے حسبِ منشا تکمیل کو پہنچے۔ اُس وقت بھی میرے ساتھ یہی ہوا۔ میں نے اچانک سوچا کہ لکی کے کمرے پر نگاہ ڈال لوں۔ یہ سوچ کر میں کمرے سے نکلا اور لکی کے کمرے کی طرف بڑھا۔ لکی کو اُس کے کمرے میں چھوڑ کر آئے کافی دیر ہو چکی تھی اس لیے میرا خیال تھا کہ وہ سو چکی ہو گی لیکن اُس کے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی اور میرے ذہن میں خیال اُبھرا کہ کیوں؟ اور اس سوال کے جواب کے لیے میں نے کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ لکی بیڈ پر بیٹھی نظر آئی۔ اُس کے نزدیک ہی اُس کا کھلا ہوا پرس رکھا تھا اور اُس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی سنہرے رنگ کی ڈبیا تھی۔ میں نے پہچان لیا کہ وہ لپ اسٹک ہے جو دراصل ٹرانسمیٹر ہے جس پر لکی کسی سے بات کر رہی ہے۔ میں ہمہ تن گوش ہو گیا جس کے نتیجے میں مجھے دوسری طرف سے کہی جانے والی بات بھی سُنائی دینے لگی۔ آواز اگرچہ مہین اور مدّھم تھی اور پہچان میں نہیں آرہی تھی مگر الفاظ سمجھ میں آرہے تھے۔

"تم نے اب تک اُس سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی؟" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"نہیں ڈیڈی! ابھی وقت ہی کتنا گزرا ہے۔ آہستہ آہستہ ہی کام کرنا مناسب رہے گا۔"

"تمھیں احساس نہیں ہے کہ یہ معاملہ ہمارے لیے کس قدر اہم ہے۔ تم نے اب تک کوئی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"جلد بازی کھیل بگاڑ دے گی ڈیڈی! اُس سے بڑے غیر محسوس طریقے پر معلومات حاصل کرنا پڑیں گی اور اس میں وقت بھی بہت لگے گا۔"

"اتنا زیادہ انتظار نہیں کیا جا سکتا لکی! تم نے یقینی کامیابی کا وعدہ کر کے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے ڈیڈی! میں اب بھی انکار تو نہیں کر رہی ہوں۔ بس یہ کہہ رہی ہوں کہ معاملے کی اہمیت کے پیشِ نظر ہمیں جلد بازی سے گریز کرنا چاہیے۔"

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہہ رہا ہوں کہ اُسے ہینڈل کرنا آسان نہیں۔"

"یہ کامیابی کیا کم ہے کہ میں نے ابھی تک اُسے خود پر کوئی شبہ نہیں ہونے دیا۔"

"ممکن ہے، وہ وقتی طور پر دھوکا کھا گیا ہو لیکن اُسے زیادہ دیر تک دھوکے میں رکھنا ممکن نہیں ہو گا۔ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اُس سے جلد از جلد معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"

"فی الحال تو وہ امریکا سے نکلنے کے چکر میں ہے۔ کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ بنوا رہا ہے۔"

"یہ اچھی خبر نہیں ہے۔ اُس کے امریکا سے نکلنے سے قبل ہی اپنا کام کر گزرو، ورنہ مشکلات اور بھی بڑھ جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے ڈیڈی۔" لکی نے کہا۔ "آپ نے اُس شخص پیٹر کے بارے میں کچھ معلوم کیا؟"

"یہ شخص میرے لیے اُلجھن کا باعث بن گیا ہے۔ میں تحقیقات کرا رہا ہوں مگر اس کے ماضی کا سراغ نہیں مل رہا۔"

"اوکے ڈیڈی! آپ بھی کوشش کیجیے میں بھی کر رہی ہوں۔ کل رات پھر کال کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"اس وقت تم کس جگہ سے کال کر رہی ہو؟"

"اپنی خواب گاہ سے ڈیڈی! اور خواب گاہ کا دروازہ اندر سے مقفل ہے۔"

"تم بہت غیر محتاط لڑکی ہو۔ خوابگاہ کا دروازہ اندر سے بند ہونے کے باوجود تمھیں احتیاط کے پیشِ نظر باتھ روم کے اندر سے کال کرنی چاہیے تھی۔"

"فکر کی کوئی بات نہیں ہے ڈیڈی! وہ سو چکا ہے، میں نے اطمینان کرنے کے بعد ہی کال کی ہے۔"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے میں نے تمھیں یہ مہم سونپ کر غلطی کر دی ہے۔ ہدایات پر عمل کرنے کے بجائے تم بحث کرنے لگتی ہو۔"

"میں شرمندہ ہوں ڈیڈی! آئندہ آپ کی ہدایات پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گی۔" اس کے بعد ان دونوں کے درمیان اختتامی کلمات کا تبادلہ ہوا اور لکی نے لپ اسٹک کی ڈبیا بند کر کے پرس کے اندر واپس رکھ دی۔ میں نے ایک طویل سانس لے کر کی ہول سے آنکھ ہٹالی اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میرے تمام اندیشے درست ثابت ہوئے تھے۔ لکی ہا ورڈ جو کچھ کر رہی تھی اپنے باپ کے ایما پر کر رہی تھی۔ اگر اس وقت اُن دونوں نے کھل کر گفتگو کی ہوتی تو میں اُن کے مقصد تک پہنچ گیا ہوتا مگر انھوں نے اشاروں میں باتیں کی تھیں اس لیے میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ اولیو ہا ورڈ نے اپنی بیٹی کو کس مقصد کے تحت میرے پیچھے لگایا ہے۔

میں خیالات میں ایسا مستغرق ہوا کہ وہیں کھڑا رہ گیا۔ میرے پورے وجود میں سنسنی دوڑ رہی تھی اور میں یہ غور کر رہا تھا کہ اُس کے مشن کے بارے میں کس طرح معلوم کروں۔ میرے ذہن کے کسی دور دراز گوشے میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ دروازہ کھول کر باہر بھی نکل سکتی ہے۔ مجھے تو اُس وقت ہوش آیا جب کمرے کا دروازہ اچانک ہی کھُل گیا۔ مجھے اتنا موقع بھی نہیں مل سکا کہ دروازے کے سامنے سے ہی ہٹ جاؤں۔ دروازہ کھلتے ہی لکی کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ شاید پہلی نگاہ میں وہ مجھے پہچان نہیں سکی تھی اس لیے اُس کے مُنہ سے ایک بے ساختہ قسم کی سُریلی سی چیخ برآمد ہوئی۔

"یہ میں ہوں لکی!" میں نے تیزی سے کہا اور ایک قدم آگے بڑھ کر کمرے میں داخل ہو گیا۔

مجھے دیکھ کر لکی کی دہشت تو کم ہوئی مگر وہ سکتے کی سی کیفیت میں آگئی "تت۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"میں یہ سوچ کر آگیا کہ شاید ڈر کی وجہ سے تمھیں نیند نہ آرہی ہو۔" میں نے کہا اور وہ بڑے غور سے مجھے دیکھنے لگی۔

"تم نے بہت اچھا کیا جو اِدھر چلے آئے، بیٹھو۔" لکی نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا اور میں ایک کرسی پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بیٹھ گیا۔

"اس وقت تمھاری یہاں موجودگی سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم نے ہماری گفتگو سُن لی ہو گی؟" لکی نے بھی بیٹھتے ہوئے کہا۔

مَیں خاموشی سے لکی کو دیکھتا رہا۔ اُس کی بات کی تائید یا تردید کرنے کی ضرورت مَیں نے محسوس نہیں کی۔

چند لمحوں تک وہ پھر کچھ سوچتی رہی، شاید مزید گفتگو کرنے کے لیے مناسب الفاظ کا انتخاب کر رہی تھی، پھر اُس نے بڑے محتاط انداز میں کہنا شروع کیا "تم سوچ رہے ہو گے کہ مَیں نے تمھارے ساتھ دھوکا کیا ہے۔" وہ خاموش ہو کر میرے چہرے کا جائزہ لینے لگی مگر میرے چہرے کے تاثرات سے کوئی نتیجہ اخذ کرنا آسان کام نہیں تھا۔

"تم خاموش کیوں ہو؟" اُس نے جھنجلا کر کہا "کچھ بولتے کیوں نہیں؟"

"کیا بولوں۔" مَیں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس موقع پہ مجھے کیا کہنا چاہیے۔"

"کیا تم یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ جو کچھ تمھارے کانوں نے سنا اُس سے مَیں دھوکے باز ثابت ہوتی ہوں۔"

"مَیں نے تو کچھ نہیں سُنا۔ تم نے خود ہی فرض کر لیا ہے کہ مَیں نے کچھ سُن لیا ہے تو مَیں اس کی تردید کیوں کروں۔"

"جھوٹ مت بولو علی یار خان۔" لکی نے دھیمے لہجے میں کہا "تم نے سب کچھ سُن لیا ہے۔ اب انجان بننے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"فرض کر لو مَیں واقعی سب کچھ سُن چکا ہوں تو تم کیا کہو گی؟"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتی کہ بعض اوقات حقیقت وہ نہیں ہوتی جو بظاہر دکھائی دیتی ہے۔"

مَیں اُس کی ڈھٹائی پہ حیران نہیں ہوا۔ اُس کا باپ بھی بہت ڈھیٹ تھا اور اُسے باپ سے ورثے میں کچھ حصہ تو ملنا ہی چاہیے تھا۔

"آدمی ایسا پیمانہ کہاں سے لائے جس کے ذریعے کھرے اور کھوٹے میں تمیز کر سکے۔" مَیں نے سرسری انداز میں کہا۔

"تم چاہے یقین کرو یا نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمھیں وہاں سے نکالنے کے لیے یہ سب کچھ کرنا ضروری تھا۔"

"کیا کرنا ضروری تھا لکی ڈیئر! ذرا کھُل کر بات کرو۔" مَیں نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

"ڈیڈی کی مرضی کے بغیر تمھیں وہاں سے نکالنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔" لکی میرے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اولیو ہاورڈ کو مزید دھوکا دینا ممکن نہیں رہا تھا۔ اگلی بار لکی اُسے بتا دیتی کہ مَیں اُس کی گفتگو سن چکا ہوں اور اِس کے بعد اُس پر ہاتھ ڈالنا بہت مشکل ہو جاتا۔ مَیں چونکہ مزید کسی مشکل میں پڑنے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے مجھے اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے کوئی حل سوچنا تھا۔

"اب امریکا سے نکلنے تک مَیں اُن سے غلط بیانی کرتی رہوں گی۔ ہم اپنی اصل منزل سے انھیں لاعلم رکھیں گے تاکہ وہ ہمیں تلاش ہی کرتے رہ جائیں۔"

"ذرا یہ تو بتاؤ کہ تمھارے ڈیڈی نے تمھیں میرے ساتھ کیوں لگایا ہے اور وہ مجھ سے کیا معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟"

"وہ دراصل . . ." لکی ہچکچاتے ہوئے بولی "تمھارے مستقبل کے منصوبوں کے متعلق جاننا چاہتے ہیں تاکہ انھیں وہ بروقت ناکام بنا سکیں۔"

وہ جھوٹ بول رہی تھی اصل بات کچھ اور تھی جسے اگلوانے کے لیے مجھے اُس پر تشدد کرنا پڑتا۔

"اگر تمھاری بات مان بھی لی جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم نے پہلے ہی مجھے اِن باتوں سے آگاہ کیوں نہیں کیا۔"

"مجھے ڈر تھا کہ تم یقین نہیں کرو گے اور مجھے غلط سمجھو گے اس لیے مَیں نے سوچا تھا کہ امریکا سے نکلنے کے بعد تمھیں حقائق سے آگاہ کروں گی۔"

"تم بڑے فراٹے سے جھوٹ بول سکتی ہو مگر مَیں ان باتوں سے بہلنے والا نہیں ہوں۔"

"مجھے معلوم تھا تم میری کسی بات پر یقین نہیں کرو گے۔" لکی نے مغموم لہجے میں کہا۔

"کوئی انتہائی احمق گاؤدی شخص ہی تمھاری ان بچکانہ باتوں پر یقین کرے تو کرے، مَیں تو ہرگز نہیں کر سکتا۔"

"کوئی بات نہیں علی۔" لکی نے ایک سرد آہ بھری "مَیں تمھیں اپنا دل چیر کر تو دکھانے سے رہی۔"

"دل چیر کر دکھانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" مَیں نے طنزیہ لہجے میں کہا "صرف اتنا ہی بتا دو کہ تہذیب کہاں ہے؟"

تہذیب کے نام پر مَیں نے اُس کے چہرے کی رنگت تبدیل ہوتے دیکھی مگر اُس نے حوصلہ نہیں ہارا۔ "مجھے کیا معلوم" وہ بڑی معصومیت سے بولی "مَیں نے تو اُس کا صرف تذکرہ ہی سُنا ہے۔"

"حالانکہ وہ تمھارے ڈیڈی کی قید میں ہے اور مجھے اندازہ ہے کہ اس بار اُسے تشدد کا نشانہ بھی ضرور بنایا گیا ہو گا۔" میرا لہجہ سخت ہو گیا "یہ بچوں والی باتیں چھوڑو اور حقیقت کی دنیا میں واپس آ جاؤ۔ تمھیں شاید اندازہ نہیں کہ مسلسل دروغ گوئی کر کے تم دراصل اپنی مشکلات میں اضافہ ہی کر رہی ہو۔"

لکی کا چہرہ بالکل ہی تاریک ہو گیا۔ "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ تہذیب ڈیڈی کی قید میں ہے؟" اُس نے بے جان آواز میں کہا۔

"مَیں اتنا احمق نہیں ہوں جتنا تم نے مجھے سمجھ رکھا ہے۔ آخر تم کس برتے پہ مجھے بے وقوف بنانے نکل کھڑی ہوئی تھیں؟"

لکی کے ہونٹ ہلتے دکھائی دیے مگر کوئی آواز برآمد نہیں ہوئی۔ اُس کا چہرہ یوں سفید پڑ گیا جیسے اُس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ بچا ہو۔

"مَیں بتاتا ہوں کہ تم نے کیوں اتنا بڑا قدم اٹھایا۔ تم مجھے اپنے حسن کے جال میں پھانسنا چاہ رہی تھیں۔ تمھیں علم تھا کہ مَیں حسن پرست نہیں ہوں، ایک بار پہلے بھی تم اس تجربے سے گزر چکی تھیں مگر اس کے باوجود تم نے سبق نہیں لیا اور مجھے بے وقوف بنانے نکل کھڑی ہوئیں۔ دنیا کے سارے مرد حسن پرست نہیں ہوتے مس لکی ہاورڈ!" مَیں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"کیا یہ بات تمھیں پیٹر نے بتائی ہے کہ تہذیب ہماری قید میں ہے؟" لکی نے بمشکل پوچھا۔

"اُس بے چارے کو کیا معلوم کہ تہذیب کون ہے۔ یہ بات تو مَیں نے اپنے ذرائع سے معلوم کی ہے۔ مَیں کوئی تنہا آدمی تو نہیں ہوں، میرے اپنے ساتھی بھی تو ہیں، میری پشت پہ پوری ایک تنظیم ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ تم نے میرے بارے میں بہت غلط اندازے لگائے اور اب تم اس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"تم . . . تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے علی یار خان؟" لکی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اگر تم سچ بولنے پر آمادہ ہو جاؤ تو ممکن ہے مَیں اپنے اس فیصلے پر نظرِ ثانی کر لوں جو مَیں نے تمھارے لیے کیا ہے۔"

لکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی۔ "مَیں تمھیں تسخیر کرنے میں ناکام ہو گئی۔" اُس نے شکست خوردہ لہجے میں کہا "اور اس لیے خود کو ہر اُس سزا کا مستحق سمجھتی ہوں جو تم میرے لیے تجویز کرو۔"

"مَیں مجبور ہوں لکی! اب بھی اگر تم یہ بتا دو کہ اولیو ہاورڈ نے تمھیں میرے ساتھ کیوں لگایا تھا تو مَیں تم سے نرم سلوک کرنے کے بارے میں غور کروں گا۔"

"مَیں تمھیں سب کچھ بتا سکتی ہوں مگر میری ایک شرط ہے۔" لکی نے کہا۔

"کیا؟"

"میرا ایک مطالبہ پورا کر دو، مَیں تم سے ہر طرح تعاون کروں گی۔"

"کون سا مطالبہ؟" مَیں نے بے ساختہ پوچھا مگر مجھے کسی جواب کی ضرورت نہیں پڑی۔ اُس کی بے باک نظروں نے مجھے سب کچھ سمجھا دیا۔ میرے اندر کہیں بہت گہرائی سے نفرت اور غصے کی ایک شدید لہر اُٹھی جس نے میرے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ اس عالم میں بھی سودے بازی کر رہی تھی اور سودے بازی بھی کون سی؟ جس کے بارے میں اُسے معلوم تھا کہ مَیں اُس کا مطالبہ ہرگز پورا نہیں کروں گا۔

انتہائی شدید غصے کے عالم میں مَیں اپنی جگہ سے اُٹھا اور قبل اس کے کہ لکی کچھ سمجھ پاتی، مَیں اُس کی گردن پر کھڑی ہتھیلی کا وار کر چکا تھا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز کمرے میں گونجی اور لکی بیڈ سے کمرے کے فرش پر لڑھک گئی۔ اُس کی آنکھیں بے یقینی کے عالم میں پھیلی ہوئی تھیں، شاید اُسے مرنے کے بعد بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ مَیں اُس کے ساتھ یہ انتہائی سلوک بھی کر سکتا ہوں۔

چند لمحوں تک مَیں خود پہ قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ جو کچھ ہوا اُس پر مجھے قطعی افسوس نہیں تھا۔ مَیں پہلے ہی فیصلہ کر چکا تھا کہ اُسے اُس کی زندگی سے محروم کر دوں گا۔ بے مصرف چیزوں کو ٹھکانے لگا دینا ہی عقل مندی کی علامت ہے اور اُس کی زندگی تو خود میرے لیے خطرے کا باعث بن گئی تھی۔ اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ مَیں اُس کی اصلیت سے واقف ہو چکا ہوں اور وہ اس بات سے اولیو ہاورڈ کو مطلع کیے بنا باز نہ آتی۔ مَیں اگر چاہتا تو اُسے قید کر کے اولیو ہاورڈ تک اطلاع پہنچانے سے باز رکھ سکتا تھا مگر مَیں کسی جھنجٹ میں پڑنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

مَیں نے خود کو سنبھالنے کے بعد ملازم کو بُلانے کے لیے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ چند ہی لمحوں بعد قدموں کی چاپ اُبھری اور ملازم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ مجھے اُس کی اتنی جلد آمد پر حیرت بھی ہوئی۔ رات کے بارہ بجنے کو تھے مگر وہ جاگ رہا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اُس کی نظر لکی پر پڑی۔

"لک . . . کیا یہ بے ہوش ہو گئی ہیں؟" اُس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مرچکی ہے۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ "اس کی لاش ٹھکانے لگوادو۔"

"مم . . . مسٹر پیٹر اپنی چھت کے نیچے کسی کا قتل برداشت نہیں کرتے۔" اُس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

میں اُس سے کچھ کہے بغیر آگے بڑھا اور فون اٹھا کر بڈ کے ہوٹل کا نمبر ملایا۔ بڈ کمرے میں موجود تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ میں پیٹر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

"مسٹر پیٹر اس وقت میرے کمرے میں ہی ہیں چیف! لو اُن سے بات کرو۔" چند سیکنڈ بعد پیٹر کی آواز آئی۔ "خیریت تو ہے ایلن۔"

"تم نے اپنے آدمیوں کو میرے بارے میں واضح ہدایات نہیں دی ہیں مسٹر پیٹر! اور یہ چیز میری راہ میں مشکلات پیدا کر رہی ہے۔ بعض اوقات مجھے ہنگامی فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ میں ہر بار تم سے رابطہ قائم کروں۔ یا تو اپنے آدمیوں سے کہو کہ آنکھ بند کر کے مجھ سے تعاون کریں یا پھر مجھے معذور سمجھو۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اپنے ذرائع سے بھی کر سکتا ہوں۔"

"کیا بات ہوگئی ایلن۔" پیٹر کی متحیرانہ آواز آئی۔ "بہت برہم لگ رہے ہو۔ کیا میرے کسی آدمی نے تمھارے ساتھ کوئی زیادتی کر دی ہے؟"

"میں تمھارے ملازم کو ریسیور دے رہا ہوں۔ اسے واضح ہدایات دے دو۔" میں نے کہا اور ریسیور ملازم کی طرف بڑھا دیا۔ اُس نے ریسیور مجھ سے لیا۔ چند لمحوں تک دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سنتا رہا پھر بولا۔ "انھوں نے اپنی ساتھی لڑکی کو قتل کر دیا ہے اور مجھ سے لاش ٹھکانے لگانے کو کہہ رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ . . ."

شاید دوسری جانب سے اُس کی بات کاٹ دی گئی تھی۔ وہ خاموش ہو کر دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سننے لگا۔

"ٹھیک ہے جناب۔" اُس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "کل کو اگر انھوں نے اس بنگلے کو بم سے اُڑا دینے کے لیے کہا تو اُڑا دوں گا، مجھے کیا؟" اُس نے دوسری جانب سے جواب سننے کی زحمت کیے بغیر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور میری طرف مڑ کر بولا۔ "آپ جائیے، آپ کا کام ہو جائے گا۔"

"سنو دوست!" میں نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تم مجھے اپنے باس کے بہت وفادار ملازم معلوم ہوتے ہو۔"

"وہ تو میں ہوں۔" اُس نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "لیکن بعض اوقات باس ایسی باتیں کرتا ہے کہ جھنجلاہٹ ہونے لگتی ہے۔"

"تمھیں معلوم ہے کہ اُس کی زندگی خطرے میں ہے۔ اگر میں اس لڑکی کو ہلاک نہ کرتا تو ممکن ہے یہ تمھارے باس کی موت کا باعث بن جاتی۔"

ملازم کی حیرت سے آنکھیں پھیل گئیں۔ "باس کی زندگی خطرے میں ہے اور اُس نے ہمیں بتایا تک نہیں۔"

"اُس کے دشمنوں سے نمٹنے کے لیے اور بھی بہت لوگ موجود ہیں۔ اگر سب لوگ وہی کرنے لگیں جو اُن سے کہا جائے تو اُس کے دشمن بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" اُس نے بڑے جوش سے سر ہلایا۔ "آپ بتائیں کہ اس کی لاش کو کس طرح ٹھکانے لگانا ہے، بوٹیاں بنا کر، قیمہ کر کے یا اسے برقی بھٹی میں جھونک دوں۔"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جیسے چاہو ٹھکانے لگاؤ۔" میں نے کہا۔ "اور ہاں ڈرائیور سے گاڑی نکالنے کے لیے کہو۔ میں ذرا باہر جاؤں گا۔"

ملازم نے بڑی فرماں برداری سے میرے کہنے پر عمل کیا۔ میں نے جلدی جلدی لکی کا سامان سمیٹ کر الماری میں بند کیا۔ اور باہر نکل آیا۔ اب تیزی سے عمل کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ صبح کا انتظار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جو کام جتنی جلدی ہو جاتا اتنا ہی اچھا تھا۔ لکی مر چکی تھی، اولیو ہاورڈ اُس کی کال کا انتظار کرتا جو ظاہر ہے اُسے موصول نہ ہوتی۔ کال موصول نہ ہونے کی صورت میں اولیو ہاورڈ ایک روز تو یہ سوچ کر مطمئن ہو سکتا تھا کہ لکی کو کال کرنے کا موقع نہیں ملا ہوگا لیکن اگلے روز اُس کا تشویش میں مبتلا ہو جانا یقینی تھا اور مجھے اس سے قبل ہی کچھ نہ کچھ کر گزرنا تھا۔

بڈ کے ہوٹل تک پہنچنے کے لیے گاڑی میں نے خود ڈرائیو کی۔ ڈرائیور عقبی نشست پر بیٹھا تھا۔ میں نے تمام راستے تعاقب کا خیال رکھا تھا اور مجھے یقین تھا کہ میرا تعاقب نہیں کیا گیا۔ ڈرائیور کو نیچے گاڑی میں چھوڑ کر میں بڈ کے کمرے کی طرف چلا گیا۔ وہ اپنے کمرے میں اکیلا ہی تھا اور سونے کے لیے لیٹ چکا تھا۔

"خیریت تو ہے چیف!" مجھے دیکھ کر اُس نے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "ابھی تھوڑی ہی دیر قبل تو تم نے فون کیا تھا۔ اُس وقت تو تم نے یہاں آنے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا؟"

"باتیں بعد میں ہوں گی۔" میں نے کہا۔ "پہلے تم جا کر پیٹر کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

بلا لاؤ۔"

بڈ جا کر پیٹر کو بُلا لایا۔ وہ بھی میری اچانک آمد سے خاصا پریشان ہو گیا تھا۔ میں نے اُن دونوں کو اُن حالات سے آگاہ کیا جن کے تحت مجھے لکی کو ہلاک کرنا پڑ گیا تھا۔

"تم نے بہت اچھا کیا ایلن۔" پیٹر نے کہا۔ "سانپ کی اولاد سنپولیا ہوتی ہے۔ اُس کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہیں ہونی چاہیے۔"

"اب لکی کے مرنے کی وجہ سے ہمیں کام کی رفتار تیز کر دینا پڑے گی۔ اسی لیے میں نے صبح کا انتظار نہیں کیا اور اسی وقت یہاں چلا آیا۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔" پیٹر نے کہا۔ "میں خود بھی انتظار نہیں کر پا رہا تھا۔ تم اُس شخص کی کیفیت کا اندازہ کر سکتے ہو جسے تیس برس کے طویل انتظار کے بعد اپنی منزل ملنے کی کوئی اُمید نظر آنے لگی ہو۔"

"مجھے تمھاری بے چینی کا اندازہ ہے پیٹر! میں نے منصوبہ بنا لیا ہے جس کے لیے سارے انتظامات تمھیں کرنا پڑیں گے۔ جیسے ہی انتظامات مکمل ہو جائیں گے ہم اولیو ہاورڈ پر چڑھائی کر دیں گے۔"

"مجھے اپنے منصوبے سے آگاہ کرو۔" پیٹر نے بے چینی سے کہا۔ "میری کوشش تو یہ ہوگی کہ وہ کل صبح کا سورج بھی طلوع ہوتے نہ دیکھ سکے۔"

"میں نے بہت سادہ منصوبہ ترتیب دیا ہے لیکن اُس پر عمل پیرا ہونے کے لیے وسائل کی ضرورت پڑے گی جو میں فوری طور پر مہیا نہیں کر سکوں گا۔ یہاں کی میٹروپولیٹن کارپوریشن جراثیم کش ادویہ کا چھڑکاؤ تو کرتی ہوگی؟"

"کرتی تو ہے مگر اُن کا دائرہ کار مخصوص جگہوں تک محدود ہے۔" پیٹر نے کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ بتاؤ کہ وہ جراثیم کش ادویہ چھڑکنے کے لیے کیا طریقے استعمال کرتے ہیں؟"

"یہ تو بہت مشکل سوال ہے۔ ضرورت پڑنے پر ہیلی کاپٹر تک استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

"ہمیں اتنے بڑے پیمانے پر چھڑکاؤ نہیں کرنا ہے۔ ہمیں تو میٹروپولیٹن کارپوریشن کی ایک بڑی وین کی ضرورت پڑے گی۔"

"تم اپنا مکمل منصوبہ بتاؤ۔" پیٹر نے اضطراب کے عالم میں کہا۔ "تاکہ میں کوئی حتمی فیصلہ کر سکوں۔"

"اگر ایک ایسی وین کا انتظام ہو جائے تو ہم اپنے آدمیوں کو متعلقہ محکمے کی مخصوص وردی پہنا کر اور جراثیم کش ادویہ کے سیلنڈروں سے لیس کر کے اُس علاقے میں پہنچ جائیں گے اور وہاں کی عمارات میں جراثیم کش ادویہ کا چھڑکاؤ کریں گے۔ عمارات میں کیا، ہم سیدھے اُس عمارت میں پہنچ جائیں گے جہاں اولیو ہاورڈ ہے۔ سیلنڈر باہر سے تو ویسے ہی ہوں گے جیسے اس کام میں استعمال کیے جاتے ہیں مگر اندر سے دو حصوں میں منقسم ہوں گے۔ ایک حصے میں واقعی جراثیم کش دوا ہوگی اور دوسرے حصے میں بے ہوش کر دینے والی گیس ہوگی جسے ضرورت کے مطابق استعمال کیا جا سکے گا۔ تم میرا منصوبہ سمجھ گئے یا مزید وضاحت کروں؟"

"میں سمجھ گیا۔" پیٹر نے سر ہلایا۔ "مگر تمھارے منصوبے میں چند خامیاں ہیں، مثلاً یہاں گھروں کے اندر جراثیم کش دوا کے چھڑکاؤ کا رواج نہیں ہے۔ اِس لیے ہم مشکوک قرار پا سکتے ہیں۔"

"ہمارے پاس متعلقہ محکمے کا ایک لیٹر ہوگا جس میں شہریوں سے تعاون کی درخواست کی گئی ہوگی۔ اُس میں یہ تذکرہ بھی ہوگا کہ اس علاقے میں ایک ایسے جرثومہ کی موجودگی کی علامات ملی ہیں جو اگر پھیل گیا تو صحتِ عامہ کے لیے سخت خطرے کا باعث بن جائے گا۔ اسے ابتدائی مرحلے میں ختم کر دینے کے لیے یہ احتیاطی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔"

پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "بات تو معقول ہے مگر اُس جرثومے کا نام کیا ہوگا اور یہ کہ اس کے باوجود اگر اُن لوگوں نے تعاون کرنے سے انکار کر دیا تو کیا ہوگا؟"

"جرثومے کا نام کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی اوٹ پٹانگ نام لکھا جا سکتا ہے اور جہاں تک اُن لوگوں کے تعاون نہ کرنے کا سوال ہے تو میرا خیال ہے اس کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اولیو ہاورڈ یہ ہرگز پسند نہیں کرے گا کہ اُس کا ٹھکانہ حکومت کی نظروں میں آئے اس لیے کہ وہ خود غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہے لہٰذا وہ ہم سے تعاون کرنے کو ہی ترجیح دے گا۔ اُسے یہ اندازہ تو نہیں ہے کہ اُس کے خلاف کوئی سازش ہو چکی ہے۔ ایک ہی تو اُس کا حریف ہے جو اُس کی دانست میں اُس کی بیٹی کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے اس لیے وہ بے فکر ہے اور ہم اُس کی اسی بے فکری سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

"ٹھیک ہے، جیسا تم مناسب سمجھو۔" پیٹر نے کہا۔ "کسی اور چیز کی ضرورت تو نہیں ہوگی؟"

"ایک بڑی وین، جیسی میٹروپولیٹن کارپوریشن اس مقصد کے لیے استعمال کرتی ہو، ویسے سیلنڈر جیسے میں نے بتائے ہیں۔ خودکار مگر چھوٹے قسم کا اسلحہ جسے لباسوں میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

چھپا کر اندر لے جایا جا سکے اور ایسے افراد جو اسلحہ استعمال کر سکیں۔ ممکن ہے ایسی صورتِ حال پیدا ہو جائے کہ تصادم ناگزیر ہو جائے۔"

"یہ تمام تیاریاں مکمل ہونے میں تو کل کا پورا دن لگ جائے گا۔" پیٹر نے کہا۔

"مجھے اندازہ ہے کہ یہ آسان کام نہیں ہے لیکن تم کوشش کرو کہ جلد از جلد یہ سارے کام مکمل ہو جائیں۔"

"یہ کہنے کی تو تمھیں ضرورت ہی نہیں ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "میں تو خود چاہتا ہوں کہ جتنی جلدی یہ کام ہو جائے، اتنا ہی اچھا ہے۔"

"تم جیکسن کو فون کر کے یہاں بلوا لو اور اس سے ہوٹل کی لابی میں ملاقات کرو۔ جو ہدایات بھی دینی ہوں اسے دے دو اور اس سے کہو کہ سارے کام وہی کرائے۔ تمھارا سامنے آنا ٹھیک نہیں ہے۔"

پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

"اس بار تم بڑے جارحانہ موڈ میں نظر آ رہے ہو چیف!" بڈ نے کہا۔

"اب یہ سب کچھ کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ جب تک اولیو ہاورڈ سے مجھے یہ توقع تھی کہ وہ میرے کسی کام آ سکتا ہے، میں اس سے رعایت برتتا رہا۔ اب وہ بالکل بے مصرف ہو گیا ہے۔ صرف بے مصرف ہی نہیں بلکہ اب جو اس سے نقصانات پہنچیں گے وہ ناقابلِ تلافی ہوں گے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کا پتہ جلد از جلد صاف کر دیا جائے۔"

"میڈم بھی تو اس کے قبضے میں ہیں چیف! اور مجھے افسوس یہ ہے کہ میں انھیں چھڑا نہیں سکا۔"

"تہذیب کو اس کے چنگل سے نکالنا آسان نہیں ہو گا بڈ! اور کچھ نہیں تو وہ تہذیب کو یرغمال بنا کر ہمیں کسی بھی بات پر مجبور کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔"

"کوشش سے کیا مراد ہے چیف!" بڈ نے چونک کر کہا۔ "اگر ایسا ہوا تو کیا تم اس کا مطالبہ نہیں مانو گے؟"

"مجھے خود نہیں معلوم بڈ کہ اس وقت میں کیا کروں گا۔ یہ اتنی جدوجہد اسی لیے تو ہے کہ میں ایسی کسی آزمائش سے بچنا چاہتا ہوں۔"

کچھ دیر بعد پیٹر واپس آ گیا۔ "میں نے جیکسن کو ہدایات دے دی ہیں۔" اس نے بتایا۔ "ہمارے پاس ایک وین موجود ہے جس پر رنگ روغن کی تبدیلی کے بعد ہم اسے اپنے استعمال کے قابل بنا لیں گے۔ کل صبح جیکسن ہمارے لیے مطلوبہ سیلنڈر بھی تیار کرا لے گا۔ اور متعلقہ محکمے کا لیٹر ہیڈ بھی حاصل کر لے گا جس پر جعلی خط تیار کیا جائے گا۔ آدمیوں اور اسلحے کا بندوبست تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔"

"کیا تم نے مخصوص وردیوں کو نظرانداز کر دیا ہے پیٹر؟" میں نے کہا۔

"اوہ، نہیں، میں نے اس کے لیے بھی جیکسن سے کہہ دیا ہے۔ وردیاں بھی صبح تک تیار ہو جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم وہ مضمون لکھ لو جو ہمیں لیٹر ہیڈ پر ٹائپ کرانا ہو گا اور ڈرائیور سے کہو کہ وہ واپس چلا جائے۔ میں رات یہیں گزاروں گا۔"

میں نے پیٹر کو لیٹر کا مضمون ڈکٹیٹ کرایا اور اس کے بعد سو گیا۔ صبح اٹھتے ہی پیٹر نے اطلاع دی کہ گاڑی کی تیاری کا کام آخری مرحلے میں ہے اور وردیاں تیار ہو گئی ہیں۔

"چند گھنٹے کے اندر اندر بقیہ کام بھی ہو جائیں گے۔" پیٹر نے بتایا اور میں نے مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔

گیارہ بجے اطلاع ملی کہ جیکسن نے لیٹر ہیڈ حاصل کر لیا ہے۔ ایک بجے تک ہر کام مکمل ہو چکا تھا۔

"ہم لنچ کرنے کے بعد اپنی مہم پر روانہ ہوں گے۔" میں نے اعلان کیا اور پیٹر نے خوشی کا اظہار کیا۔ بڈ بھی خاصا پُرجوش نظر آ رہا تھا۔

پھر ٹھیک تین بجے نیویارک کے مضافاتی علاقے میں واقع ایک پرائیویٹ گیراج سے وہ جعلی وین برآمد ہوئی جس کا رنگ اور ڈیزائن اسے میٹروپولیٹن کارپوریشن سے متعلق ظاہر کر رہا تھا۔ پیٹر وین ڈرائیو کر رہا تھا اور اس کے برابر میں بیٹھا تھا۔ بقیہ چار افراد عقبی سیٹوں پر تھے جن کے پاس مخصوص قسم کے سیلنڈر موجود تھے۔ ہم سب وردیوں میں تھے اور مسلح تھے۔ بڈ کے سپرد میں نے دوسرا کام کیا تھا۔

وین تیز رفتاری سے اولیو ہاورڈ کے ٹھکانے کی طرف اڑی جا رہی تھی اور اس سے فیصلہ کن معرکے کا تصور کر کے ہی میرے جسم میں سنسنی کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔

اس دلچسپ ترین کہانی کے بقیہ واقعات نویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

مجاہد

Mr.Najam

نواں حصہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں، جب خونِ جگر برفاب ہوا!

اولیو ہاورڈ جرائم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ تھا اور میک اپ کا ماہر ہونے کی وجہ سے اُسے دوسرے مجرموں پر جو اضافی برتری حاصل تھی اُسے توڑنا دوسروں کے بس سے باہر تھا۔

میک اپ کا خیال آتے ہی میں چونک پڑا۔ مجھے دفعتاً ہی خیال آیا تھا کہ اگر وہ میک اپ میں ہوا تو اُسے کیسے پہچانوں گا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اُس عمارت میں کتنے لوگ موجود ہیں۔ فرض کر لیا جائے کہ ہم اُن سب کو بے ہوش کرنے میں کامیاب ہو گئے تو بھی یہ کام بہت دشوار ہو جاتا۔ اولیو ہاورڈ اور ہاروت ما بیل کو تلاش کرنے کے لیے میں کس کس کا چہرہ ٹٹولتا پھروں گا۔ لہٰذا اس امکان کے پیشِ نظر یہ ضروری تھا کہ قبل از وقت اس کا توڑ بھی کر لیا جائے۔

"یہ کوئی ایمبولینس تو نہیں ہے جسے تم اتنی تیز رفتاری سے دوڑا رہے ہو۔" دفعتاً میں نے پیٹر سے کہا اور وہ چونک پڑا۔ ایکسیلیٹر پر اُس کے پیر کا دباؤ خود بخود کم ہوا اور گاڑی کی رفتار سست ہو گئی۔

"کیا بات ہے؟" اُس نے مجھ سے پوچھا۔

"ایک اہم چیز خریدنا بھول گیا تھا۔ اچھا ہوا یاد آ گئی ورنہ بعد میں بہت پریشانی ہوتی۔"

وین کی رفتار مزید کم ہو گئی۔ "کیا چیز خریدنی ہے؟" پیٹر نے پوچھا۔ اُس کے لہجے میں پریشانی عود کر آئی تھی۔

"امونیا کی شیشی اور روئی۔" میں نے کہا۔ "ممکن ہے اولیو ہاورڈ میک اپ میں ہو۔ کیا تم اُس کا اصل چہرہ دیکھنا پسند نہیں کرو گے؟"

"امونیا تو کہیں بھی مل جائے گی۔" پیٹر نے کہا۔ "میں تو پریشان ہی ہو گیا تھا۔"

"جب تک میں تمھارے ساتھ ہوں پریشان ہونے کا کام صرف میرے لیے چھوڑ دو۔" میں نے کہا اور پیٹر ہنس پڑا۔

"تمھارا سکون دیکھ کر مجھے رشک آ رہا ہے۔ تمھارے کسی انداز سے ظاہر نہیں ہوتا کہ تم ایک بہت بڑے مجرم سے نبرد آزما ہونے جا رہے ہو۔"

"درحقیقت میں اتنا پُرسکون ہوں نہیں جتنا نظر آ رہا ہوں۔" میں نے رازدارانہ انداز میں کہا اور پیٹر مجھے بے اعتباری سے دیکھنے لگا۔

"نہیں، تم مذاق کر رہے ہو۔ تم نے ہر کام نہایت پُرسکون طریقے سے کیا ہے۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "یہ خیال مجھے مضطرب کر دیتا ہے کہ اولیو ہاورڈ کا آخری وقت قریب آ پہنچا ہے۔"

"تمھارے لہجے میں کتنا یقین ہے۔" پیٹر نے حیرت سے کہا۔ "جیسے اُس شخص کے لہجے میں ہوتا ہے جو کوئی خط پوسٹ کرنے جا رہا ہو اور اُسے یقین ہو کہ خط لازماً لیٹر بکس میں ڈال دے گا۔"

"تم نہیں سمجھ سکو گے پیٹر! یہ فیصلہ کن معرکہ ہے۔ جب میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اُس کے آخری وقت کا تذکرہ کرتا ہوں تو اپنا آخری وقت بھی میرے ذہن میں ہوتا ہے۔ اب ہم دونوں میں سے ایک ہی زندہ رہے گا۔“

پیٹر نے ایک میڈیکل اسٹور کے سامنے وین روک دی۔ ”تم گاڑی میں بیٹھو، میں اَمونیا لے کر آتا ہوں۔“ اُس نے کہا اور وین سے اُتر کر میڈیکل اسٹور کی طرف چلا گیا۔ میری نظریں میڈیکل اسٹور کے دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ ابھی پیٹر کو اندر داخل ہوئے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ میں نے ایک شخص کو اسٹور کے دروازے سے باہر آتے دیکھا۔ وہ نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ اُس شخص کے چہرے کے نقوش میرے لیے اجنبی تھے مگر اُس کے چلنے کا انداز میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ میں اس انداز کو ہزاروں میں پہچان سکتا تھا۔ وہ اولیو ہارڈ تھا اور مجھے اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں تھا۔

اسٹور کے دروازے سے نکل کر وہ سرخ رنگ کی ایک اسپورٹس کار میں جا کر بیٹھ گیا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا جو ظاہر ہے اُس نے اسٹور سے ہی خریدا ہوگا۔ کار میں اُس کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ مجھے سخت حیرت تھی کہ اولیو ہارڈ جیسے شاطر شخص سے ایسی بے پروائی کس طرح سرزد ہوگئی۔ وہ تو اپنے جسم کی ایک ایک حرکت تبدیل کر لینے پر قادر تھا اور میک اپ میں رہتے ہوئے اُس کے کسی انداز سے اُسے پہچاننا ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر آخر اس وقت اُس کی چال بدلی ہوئی کیوں نہ تھی۔

میرے دیکھتے دیکھتے اولیو ہارڈ کار اسٹارٹ کر کے روانہ ہو گیا اور میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ اتنی عجلت میں کوئی فیصلہ کیا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ یہ اتفاق بجائے خود حیرت انگیز تھا کہ وہ اس طرح سرِ راہ دکھائی دے گیا تھا ورنہ اُس کے باہر نکلنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا تھا۔ پھر یہ کہ واپسی میں اُس کا رُخ شہر کی طرف تھا۔

اولیو ہارڈ کے خیال میں مَیں اتنا محو ہو گیا کہ مجھے گرد و پیش تک کا ہوش نہ رہا۔ محویت سے میں اُس وقت چونکا جب وین کا دروازہ کھلا۔ پیٹر ڈرائیونگ پر بیٹھ گیا تھا۔

”میں اَمونیا لے آیا ہوں۔“ اُس نے وین اسٹارٹ کرنے کے لیے اگنیشن کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”ٹھہر جاؤ پیٹر۔“ میں نے آہستگی سے کہا۔ ”ہمیں اپنی آج کی مہم ملتوی کرنی پڑے گی۔“

پیٹر نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ ”اس مہم کے لیے ہم نے کتنی تیاریاں کی ہیں، کس قدر محنت کرنی پڑی ہے اور تم اسے ملتوی کرنے کا کہہ رہے ہو۔“

”مجھے معلوم ہے پیٹر۔“ میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ”لیکن عین وقت پر گڑبڑ ہو گئی۔“

”اَمونیا لے کر آنے میں مجھے پانچ منٹ بھی نہیں لگے ہوں گے۔ آخر ان پانچ منٹوں میں کون سا انقلاب آ گیا ہے؟“

”ہاں، انقلاب انھی پانچ منٹوں کے دوران آیا ہے۔ مجھے اولیو ہارڈ نظر آیا تھا۔ وہ شہر کی طرف گیا ہے۔“

پیٹر چونک پڑا۔ ”کیا کہہ رہے ہو۔“ اُس نے کہا۔ ”اولیو ہارڈ یہاں کہاں سے آ گیا؟“

”تم میڈیکل اسٹور میں گئے اور وہ باہر نکلا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا اور وہ سُرخ رنگ کی ایک اسپورٹس کار میں بیٹھ کر شہر کی طرف نکل گیا۔“

”وہ نکل گیا اور تم دیکھتے رہے؟“

”وہ اس قدر اچانک نظر آیا تھا کہ میں کوئی فیصلہ ہی نہیں کر سکا۔“ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”اگر وہ میڈیکل اسٹور سے نکلا تھا تو تم نے اُسے کیسے دیکھ لیا اور وہ مجھے کیوں نظر نہیں آیا؟“

”وہ میک اپ میں تھا۔ شاید تم نے بھی اُس نیلے سوٹ والے شخص کو دیکھا ہو جو تمھارے اندر جانے کے فوراً بعد باہر نکلا تھا۔“

”ہاں، میں نے اُسے دیکھا تھا بلکہ وہ بہت عجلت میں تھا اور مجھ سے ٹکرا بھی گیا تھا مگر رُکا نہیں۔ معذرتی الفاظ بڑبڑاتا ہوا تیزی سے باہر نکل گیا لیکن میک اپ کے باوجود تم نے اُسے کیسے پہچان لیا؟“

”اُس کے چلنے کے انداز سے۔“ میں نے کہا۔ ”حالانکہ وہ اپنی چال تک تبدیل کر لینے پر قادر ہے مگر اس وقت شاید وہ بے خیالی میں تھا اور اُس کی توجہ کسی اور طرف تھی۔“

”تم نے اُسے پہچان لیا تھا تو کم از کم دوڑ کر مجھے ہی بتا دیتے۔“ پیٹر نے کہا۔

”تم کیا کرتے؟“

”یہ موقع ہمیں قدرت نے فراہم کیا تھا۔ میں اُسے یہیں جہنم رسید کر دیتا مگر تم نے یہ موقع ضائع کر دیا۔“

”اگر مقصد صرف اُسے جہنم رسید ہی کرنا ہوتا تو کیا یہ کام میں خود نہیں کر سکتا تھا؟“

”مجھے نہیں معلوم لیکن اگر میں اُسے پہچان پاتا تو اس وقت وہ دوسری دُنیا میں ہوتا۔“

”تب تو اچھا ہی ہوا تم اُسے نہیں پہچان سکے مگر یہ مت بھولو کہ اُس کے بے شمار دشمن ہیں۔ وہ اتنی آسانی سے مرنے والا ہوتا تو اب تک کئی بار مر چکا ہوتا۔“

”خیر چھوڑو۔“ پیٹر نے بے زاری سے کہا۔ ”اس وقت میں سخت کوفت محسوس کر رہا ہوں۔“

”یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے پیٹر! پروگرام بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں۔ یہ ضروری تو نہیں کہ ہر کام اُسی طرح ہو جائے جس طرح ہم نے سوچا ہو۔“

”یہ منصوبہ تو چوپٹ ہو گیا۔ یہ بتاؤ کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے؟“

”فی الحال تو واپسی کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔“ میں نے کہا اور پیٹر نے وین اسٹارٹ کر کے واپس شہر کی طرف موڑ دی۔

”معلوم نہیں وہ کہاں گیا ہے اور کب تک واپس آئے گا۔“ پیٹر بڑبڑایا۔

”جہاں بھی گیا ہوگا ہمیں پتا چل جائے گا۔ بُڈ اس کی نگرانی کرا رہا ہے۔“

”کیا اس وقت بھی کوئی اس کا تعاقب کر رہا تھا؟“ پیٹر نے چونک کر پوچھا۔

”میں نے غور نہیں کیا مگر کوئی نہ کوئی اُس کے تعاقب میں ضرور ہوگا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اُسے یونہی چھوڑ دیا جائے۔“

ہم نے گیراج میں پہنچ کر وین بند کی، لباس تبدیل کیے اور پھر میں اور پیٹر واپس ہوٹل پہنچ گئے۔ بُڈ اپنے کمرے میں ہی موجود تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ حیرت سے اُچھل پڑا۔

”خیریت تو ہے چیف۔“ اُس نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔ ”کوئی گڑبڑ ہو گئی کیا؟“

”ہاں بُڈ۔“ میں نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ ”جس کے لیے ہم گئے تھے وہی وہاں موجود نہیں ہے اس لیے ہم واپس آ گئے۔“

”تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اولیو ہارڈ وہاں موجود نہیں ہے۔ ہمارے آدمی نگرانی کر رہے ہیں اور مجھے ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی۔“

میں نے بُڈ کو بتایا کہ مجھے اولیو ہارڈ کی عدم موجودگی کا پتا کیسے چلا۔

”اوہ تو وہ اولیو ہارڈ ہے۔“ بُڈ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ”مجھے اطلاع ملی تھی کہ سرخ اسپورٹس کار میں کوئی شخص اُس عمارت سے نکلا ہے۔ میں نے اُس کا تعاقب کرنے کا حکم دے دیا۔ اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ وہ اولیو ہارڈ خود ہے تو میں اُس کا تعاقب بہت زیادہ احتیاط سے کرنے کی ہدایت کر دیتا لیکن خیر۔ ۔ ۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ اُسے تعاقب کا شبہ نہیں ہو سکا اور اس وقت وہ امپیریل ہوٹل کے ریستوران میں کسی شخص سے بات چیت کر رہا ہے۔“

”تم تو واقعی کمال کے آدمی ہو۔“ پیٹر نے کہا۔ ”اور تمھارے آدمی بھی بڑی مستعدی سے کام کرتے ہیں۔ ہم ابھی امپیریل ہوٹل جائیں گے اور کوشش کریں گے کہ وہ زندہ واپس نہ جانے پائے۔“

”زیادہ پُرجوش ہونے کی ضرورت نہیں۔“ میں نے تنبیہی انداز میں کہا۔ ”جلد بازی میں اُٹھایا ہوا کوئی قدم ہمارے لیے بھی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔“

”پھر کیا ہم یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔ اس طرح تو اُسے کبھی کوئی گزند نہیں پہنچ سکے گی اور وہ ہمیشہ یونہی دندناتا رہے گا۔“

”اس مُہم کا انچارج میں ہوں اور وہی ہوگا جو میں کہوں گا۔ اگر تمھیں میرے کہنے پر چلنا منظور نہیں ہے تو میری طرف سے تم آزاد ہو، جو چاہو کرو۔“

”چیف کا کہنا درست ہے مسٹر پیٹر!“ بُڈ نے کہا۔ ”تمھارے لیے بہتر یہی ہوگا کہ چیف کے کہنے پر آنکھ بند کر کے عمل کرتے رہو۔“

پیٹر نے بے بسی سے پہلے بُڈ اور پھر میری طرف دیکھا۔ ”ٹھیک ہے۔“ چند لمحوں بعد اُس نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ ”میں سب کچھ تم پر ہی چھوڑتا ہوں۔“

”ہم ابھی ہوٹل امپیریل چلیں گے مگر وہاں ہماری حیثیت خاموش تماشائی کی سی ہوگی۔ اگر میں نے مناسب سمجھا تو کوئی کارروائی کروں گا ورنہ نہیں۔ ٹھیک ہے؟“

پیٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ”مسٹر بُڈ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے یا نہیں؟“ اُس نے پوچھا۔

”صرف ہم دونوں چلیں گے۔ ضرورت تو تمھاری بھی نہیں ہے مگر تمھاری بے صبری دیکھتے ہوئے میں نے تمھیں ساتھ لے چلنے کا فیصلہ کیا ہے۔“

کچھ دیر بعد ہم ہوٹل امپیریل کے ریستوران میں داخل ہو رہے تھے۔ پارکنگ میں سرخ اسپورٹس کار دیکھ کر ہمیں باہر ہی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اولیو ہارڈ ابھی تک یہیں موجود ہے۔ ہم پیٹر کی کار میں یہاں آئے تھے اور میں نے احتیاطاً ایک پستول بھی ساتھ لے لیا تھا جو میرے کوٹ کی اندرونی جیب میں موجود تھا۔

ریستوران کی اکثر میزیں آباد تھیں۔ میں نے دروازے ہی میں رُک کر پورے ہال پر نظریں دوڑائیں اور اولیو ہارڈ مجھے نظر آ گیا۔ وہ ہال کے ایک دور افتادہ گوشے میں بیٹھا تھا۔ میز پر اُس کے علاوہ ایک اور شخص بھی موجود تھا اور دونوں گفتگو کرنے میں منہمک تھے۔ حسنِ اتفاق سے اُس کے برابر والی میز غیر آباد نظر آ رہی تھی۔

”آؤ۔“ میں نے پیٹر سے کہا۔ ”لیکن اُس کی طرف براہِ راست دیکھنے کی حماقت مت کرنا۔ ہم اپنی مطلوبہ میز تک اس انداز میں جائیں گے جیسے کوئی مناسب میز تلاش کرتے ہوئے وہاں تک پہنچے ہوں۔“

”لیکن مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ وہ کون سی ٹیبل پر بیٹھا ہے اور میں اُسے پہچانوں گا کیسے؟“

”تم اُسے اُس کے نیلے سوٹ سے پہچان سکو گے لیکن میں ایک بار پھر تمھیں خبردار کر رہا ہوں کہ اُس کی طرف براہِ راست

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مت دیکھنا۔"

ہم دونوں دھیمی آواز میں باتیں کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ ہمیں دیکھنے والا کوئی بھی شخص اس سے زیادہ کچھ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ دو دوست آپس میں باتیں کرتے ہوئے کسی مناسب سی میز کی تلاش میں ہیں۔ ہم مختلف خالی میزوں پر نظریں دوڑاتے ہوئے آخر اُس میز تک پہنچ گئے جسے میں نے دُور ہی سے تاڑ لیا تھا۔

"آؤ یہیں بیٹھ جاتے ہیں۔" میں نے بُلند آواز میں پیٹر سے کہا۔ میری آواز یکسر بدلی ہوئی تھی اور اتنی بُلند تھی کہ اولیو ہاورڈ اور اُس کے ساتھ موجود شخص نے میری آواز بہ آسانی سُن لی۔ وہ بڑی محویت سے گفتگو کر رہے تھے اور میری آواز سے اُن کی محویت میں خلل پڑا تھا۔ دونوں نے چونک کر ایک لمحے کے لیے ہماری طرف دیکھا اور دوبارہ باتوں میں مشغول ہو گئے۔

میں اور پیٹر بھی آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ہم نے اس قسم کی باتیں شروع کر دیں جیسے ہمارے کسی دوست نے ہمیں ملاقات کا وقت دیا تھا اور وقت پر نہیں پہنچا جس کی وجہ سے ہمارا کوئی پروگرام خراب ہو گیا۔ اس قسم کی گفتگو کا مقصد صرف یہ تھا کہ اگر اولیو ہاورڈ کے کان میں ہماری کچھ باتیں پڑ جائیں تو وہ ہمیں عام آدمی ہی سمجھے۔

میں باتیں تو پیٹر سے کر رہا تھا مگر میرے کان برابر والی میز پر ہونے والی گفتگو کی طرف لگے ہوئے تھے۔ ریستوران کے شور میں اُن کی باتیں واضح طور پر سُننا تقریباً ناممکن تھا تاہم کچھ اُڑتے ہوئے الفاظ جو کان میں پڑے اُن سے ایک بہت کارآمد بات علم میں آگئی اور وہ یہ کہ اولیو ہاورڈ کے ساتھ موجود شخص کا تعلق شام سے ہے اور وہ نیویارک میں شام کے کونسلیٹ آفس میں ملازم ہے۔ میرے لیے یہ بات خاصی حیران کُن تھی۔ شام سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کا اولیو ہاورڈ کے ساتھ کیا کام... لیکن فوراً ہی مجھے یہ خیال بھی آیا کہ وہ میک اَپ میں ہے اور اُس کی میز پر موجود شخص اُس کی اصلیت سے ناواقف ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ اس بات سے واقف ہوتا کہ اُس کے مقابل بیٹھا ہوا شخص یہودی ایجنٹ اور عربوں کا بدترین دُشمن ہے تو صورتِ حال خاصی مختلف ہوتی۔

ذرا ہی دیر میں مجھے یہ بھی پتا چل گیا کہ اولیو ہاورڈ کا فرضی نام پارکنسن اور شام سے متعلق شخص کا نام سعید ہے۔ شامی باشندے کا نام ظاہر ہے کہ فرضی نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اولیو ہاورڈ کی شام کے کسی فارن مشن کے ملازم سے ملاقات میرے لیے سخت تشویش کا باعث تھی۔ معلوم نہیں وہ کس چکّر میں تھا۔ یہ بات یقینی تھی کہ اُس کے عزائم جو بھی رہے ہوں عرب دُنیا کے لیے خطرناک ہی ہوتے۔ ایک صیہونی ایجنٹ سے کبھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی بھی حال میں اسرائیل کے لیے کام کرنے سے دست بردار ہو جائے گا۔

پھر وہ دونوں اپنی میز سے اُٹھ گئے۔ اس مرحلے پر میں نے پیٹر کے انداز میں بے چینی محسوس کی۔ وہ مجھ سے کسی قسم کے اقدام کی توقع کر رہا تھا مگر میں اطمینان سے اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔

"کچھ کرو مسٹر ایلن!" آخر اُس نے بے صبری سے کہا۔ "وہ نکلا جا رہا ہے۔"

"اُسے نکل جانے دو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "ہم نے کچھ کرنے کی کوشش کی تو وہ مشکوک ہو جائے گا اور پھر اُس سے نمٹنا آسان نہیں رہے گا۔"

"وہ تنہا ہے۔ ہم اُس کا تعاقب کر کے اُسے کسی ویرانے میں بھی گھیر سکتے ہیں۔"

"یہ بات طے ہو چکی ہے کہ اُس کے خلاف جو بھی قدم اُٹھاؤں گا میں ہی اُٹھاؤں گا اس کے باوجود تم بار بار بہک جاتے ہو۔" میں نے سختی سے کہا۔

"مم... میں معذرت چاہتا ہوں مسٹر ایلن! اب تم میرے مُنہ سے کچھ نہیں سُنو گے۔"

"تم اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہو پیٹر!" میں نے اپنے لہجے میں نرمی پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "مگر اس پر اصرار مت کیا کرو۔ یقین کرو جب بھی تم کوئی معقول مشورہ پیش کرو گے میں اُس پر ضرور عمل کروں گا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ایلن۔" پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اس کے علاوہ تم یہ بھول رہے ہو کہ اُس کی نگرانی ہو رہی ہے۔ وہ جہاں بھی جائے گا ہمیں اس کا علم ہو جائے گا۔"

"سوال یہ ہے کہ اس وقت ہمیں یہاں آنے سے کیا فائدہ ہوا؟" پیٹر نے کہا۔

"ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ اولیو ہاورڈ امریکا سے باہر نکلنے کے لیے پَر تول رہا ہے اور غالباً وہ یہاں سے نکل کر شام کا رُخ کرے گا۔"

"تم نے یہ اندازہ کس طرح لگایا؟" پیٹر نے چونک کر کہا۔

"اُن دونوں کی گفتگو کے چند الفاظ کان میں پڑ گئے تھے جن سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔"

"کمال ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ اس ٹیبل پر موجود تھا مگر میں ایک لفظ بھی نہیں سُن سکا۔"

"میں باتیں تم سے کر رہا تھا مگر میری ساری توجّہ اُن دونوں کے درمیان ہونے والی باتوں پر مرکوز تھی۔"

"اوہ۔" پیٹر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "تو تم نے اُن کی کیا کیا باتیں سُنیں؟"

"کوئی ایک جملہ بھی مکمل طور پر نہیں سُن سکا۔ اس لیے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا باتیں کر رہے تھے۔"

"ایک جملہ بھی نہیں سُنا۔" پیٹر نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔

"اور اتنے بڑے بڑے نتائج بھی اخذ کر لیے؟"

"کیا یہ نتائج اخذ کرنے کے لیے اتنا سُن لینا کافی نہیں ہے کہ اُس کی میز پر موجود شخص شامی کونسلیٹ جنرل کا ملازم ہے۔"

"اوہ!" پیٹر چونک پڑا۔ "ہاں، وہ کوئی غیر ملکی تو تھا مگر میں اُس کی قومیت کا اندازہ نہیں کر سکا تھا۔"

"اُس کا عرب ہونا تو صاف ظاہر تھا مگر اُس کے مذہب اور قومیت کا پتا مجھے بھی اُن کی گفتگو ہی سے چلا۔"

"ٹھیک ہے، میں مانے لیتا ہوں کہ ہمیں یہ معلومات حاصل ہو گئی ہیں مگر ہم ان معلومات سے کیا فائدہ اُٹھا سکیں گے؟"

"یہ اتنی آسانی سے سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے، آؤ واپس چلتے ہیں۔ بُڈ سے بات کرنے کے بعد ممکن ہے صورتِ حال اور واضح ہو جائے۔"

ہم وہاں سے واپس آ گئے۔ پیٹر نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور وہ خاصا مایوس نظر آ رہا تھا مگر میں نے بھی اس کے بعد اس سے کوئی بات نہیں کی۔ معلوم نہیں اُس نے مجھ سے کیا توقعات وابستہ کر لی تھیں۔ بُڈ اپنے کمرے میں ہی تھا اور فون پر کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ ہم بیٹھ گئے۔ چند منٹ بعد گفتگو ختم کر کے وہ میری طرف مڑا اور بولا۔

"امپیریل ہوٹل سے اولیو ہاورڈ سیدھا اُسی عمارت میں واپس گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ "اُسے تعاقب کا شبہ تو نہیں ہوا؟"

"یقین سے تو نہیں کہا جا سکتا لیکن اس کا تعاقب کرنے والے کا خیال ہے کہ وہ اپنے تعاقب سے باخبر ہو گیا ہے۔"

"کیا اُس نے ایسی کوئی حرکت کی تھی جس کی بنا پر یہ خیال پیدا ہوا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"نہیں چیف! اولیو ہاورڈ نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی اس کے باوجود بھی خیال یہی ہے کہ اُسے اپنی نگرانی کیے جانے کا پتا چل گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے بُڈ۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "ہم مزید رسک نہیں لے سکتے۔ اب اُس عمارت سے برآمد ہونے والے کسی بھی شخص کا تعاقب نہ کیا جائے اور عمارت کی نگرانی کرنے والوں کو بھی انتہائی محتاط رہنے کی ہدایت کر دو۔"

"وہ تو پہلے ہی بہت محتاط ہیں چیف! اس طرف سے تو بالکل بے فکر رہو۔ انھیں کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ عمارت کی نگرانی ہو رہی ہے۔"

"معاف کرنا مسٹر بُڈ! تم لوگوں کے کام کرنے کا انداز میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔" پیٹر نے کہا۔

بُڈ نے متحیرانہ انداز میں پہلے پیٹر کو اور پھر مجھے دیکھا۔ "میں اس بات کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔" اُس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"پہلے یہ سُن لو کہ ہوٹل میں کیا بیتی۔" میں نے اُسے تفصیلات بتائیں۔ "پیٹر کا خیال تھا کہ اولیو ہاورڈ کو راستے میں ہی گھیر لینا چاہیے جبکہ میں اس بات کے خلاف تھا۔"

"ٹھیک ہے چیف میں سمجھ گیا۔" بُڈ نے سر ہلا کر کہا اور پیٹر سے مخاطب ہوا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہوں مگر تم صرف اس نکتے پر غور کرو کہ ہمارا طریقِ کار تمہارے لیے ناقابلِ فہم ہونا ہی چاہیے اس لیے کہ یہ تمہارے طریقِ کار سے بہت مختلف ہے۔ اور اگر تمہارا طریقۂ کار درست ہوتا تو تم ناکام کیوں رہتے؟"

بُڈ کے استدلال نے مجھے حیران کر دیا حالانکہ یہ بالکل سامنے کی بات تھی۔ میں بڑے غور سے پیٹر کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا جس کے تاثرات بہت تیزی سے تبدیل ہو رہے تھے۔

"تمہاری بات سے متفق ہونے کے سوا میرے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔" بالآخر اُس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "یقیناً میرے طریقۂ کار کی کوئی خامی ہی میری ناکامیوں کا سبب رہی ہو گی۔"

"تو یہ بات طے ہو گئی کہ اب تم ہمارے طریقۂ کار کے خلاف کوئی بات نہیں کرو گے؟" بُڈ نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ میں ہر حال میں اولیو ہاورڈ کا خاتمہ چاہتا ہوں۔ لیکن میں تم لوگوں کے کام کرنے کا طریقہ سمجھنے کی کوشش تو کر سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے کہا۔ "جو بات بھی تمہاری اُلجھن کا باعث بنے اُس کے بارے میں تم سوال ضرور کر سکتے ہو مگر یہ نہیں ہونا چاہیے کہ تم ہمارے لیے ہی اُلجھن کا باعث بن جاؤ۔"

"اب ایسا نہیں ہو گا۔" پیٹر نے کہا۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ کیا اُسے ویرانے میں نہیں گھیرا جا سکتا تھا؟"

"ایک کوشش ضرور کی جا سکتی تھی مگر یہ بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ اس کوشش کا نتیجہ کیا نکلتا۔ فرض کرو ہم کامیاب ہو جاتے تب بھی پولیس ہماری طرف ضرور متوجّہ ہوتی۔ تم تو نیویارک پولیس سے ہم سے زیادہ واقف ہو گے۔ یہ لوگ ایک منٹ کے اندر اندر موقعۂ واردات پر پہنچ جاتے ہیں۔"

"میں سمجھ گیا مسٹر ایلن! اُس پر حملہ کرنے کی صورت میں یہ امکان بھی ہوتا کہ وہ بچ جائے اور اگر ایسا ہو جاتا تو ہم بہرحال پولیس کے چکّر میں پھنس جاتے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ بات تمہاری سمجھ میں آ گئی۔" میں نے کہا۔ حالانکہ میں نے اُسے اصل بات بتائی ہی نہیں تھی۔ نیویارک کی پولیس سے مجھے کوئی خوف نہیں تھا۔ مجھے تو تہذیب کی فکر تھی۔ اس لیے میں اس عمارت میں گھُسنے کی فکر میں تھا جسے اولیو ہاورڈ نے اپنا اڈہ بنا رکھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا اور اب تو میں اس فکر میں تھا کہ ادلیو ہاورڈ نے شامی کونسلیٹ کے کسی ملازم سے کیوں ملاقات کی تھی؟

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور میں چونک پڑا۔ بڈ نے ریسیور اُٹھا لیا تھا۔ پھر اُس نے ریسیور پیٹر کی طرف بڑھا دیا۔ "تمھاری کال ہے مسٹر پیٹر"

پیٹر نے بڈ سے ریسیور لیا اور چند لمحے دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سُنتا رہا پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "میرے اُس ملازم کا فون ہے جو میرے میک اپ میں نائٹ کلب میں میری جگہ کام کر رہا ہے۔ کچھ دیر قبل اُس کے پاس ایک لڑکی آئی تھی جو اُس سے اُس جوڑے کے بارے میں پوچھ رہی تھی جسے میں نے پناہ دی ہے اور جس سے میں کوئی کام لینا چاہتا ہوں"

"کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "کسی لڑکی کو اس بات کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟"

"میرے آدمی نے لاعلمی ظاہر کی تو اُس نے بڑے یقین سے کہا کہ تمھیں مطلع کر دیا جائے مگر تمھارے ساتھ جو لڑکی ہے اُسے یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ سلویا نامی کوئی لڑکی تمھیں پوچھ رہی تھی"

میری کھوپڑی گھوم گئی۔ سلویا مجھے کیوں تلاش کر رہی ہے۔

"ذرا اُس سے سلویا کا حلیہ تو پوچھو"

پیٹر نے اپنے ملازم سے پوچھ کر مجھے اس لڑکی کا حلیہ بتایا جو سو فیصدی سلویا کا ہی ہو سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اُس سے کہو کہ سلویا کو کلب میں ہی روکے۔ میں کچھ دیر میں اُس سے رابطہ کروں گا"

پیٹر نے ریسیور میں میری ہدایات دُہرا کر فون بند کر دیا۔

"سلویا کون ہے چیف؟" بڈ نے پوچھا۔

"ہاروت رابیل کی ایک ملازم ہے۔ مگر وہ تو اُس عمارت میں تھی، کلب میں کیسے پہنچ گئی؟"

"تب پھر وہ سلویا ہی رہی ہوگی" بڈ نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا اور میں اُسے گھورنے لگا۔

"کون سلویا رہی ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"جس وقت تم اور مسٹر پیٹر ہوٹل امپیریل گئے تھے مجھے اطلاع ملی تھی کہ اُس عمارت سے ایک لڑکی نکلی ہے۔ میں نے اُسے غیر اہم سمجھ کر اُس کا تعاقب نہیں کرایا تھا۔ شاید وہی سلویا ہوگی"

"معلوم تو یہی ہوتا ہے" میں بڑبڑایا۔ "لیکن تمھیں چاہیے تھا کہ مجھے بتا دیتے"

"مجھے خیال نہیں رہا تھا چیف! خیر اب یہ بتاؤ کہ تم اُس سے رابطہ کس طرح کرو گے؟"

"اُس سے ملنے جاؤں گا" میں نے کہا۔ "میرے لیے کرائے کی ایک کار کا بندوبست کرو"

"کرائے کی کار کے لیے تو صرف ایک فون کرنا ہوگا چیف مگر یہ بھی تو سوچو کہ اُس سے اس طرح ملنا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے"

"خطرناک کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ لڑکی ہے یا توپ کا کوئی گولا جو میرے ملنے سے پھٹ جائے گا"

"مقابلے پر ادلیو ہاورڈ ہے چیف! یہ کسی قسم کا جال بھی ہو سکتا ہے؟" بڈ نے کہا۔

"ہاں ہو تو سکتا ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔ "مگر میں اُس سے ملنے ضرور جاؤں گا"

"تم اتنے بے چین ہو رہے ہو تو ضرور کوئی خاص بات ہوگی۔ خیر کوئی بات نہیں، بڈ کا کام تو بتانا ہے۔ نہیں مانو گے تو خود ہی بھگتو گے"

"میرے پاس تمھاری بکواس سُننے کے لیے وقت نہیں ہے بڈ! تم کار کے لیے فون کر رہے ہو یا میں خود ہی کر لوں"

"کر رہا ہوں" بڈ نے ریسیور اُٹھا کر بھناتے ہوئے انداز میں کہا۔ "بڈ کی بات تو بکواس ہی لگے گی اور جہاں لڑکی کا نام آیا کیسے بے چین نظر آنے لگے"

پیٹر حیرت سے یہ گفتگو سن رہا تھا۔ اُس سے رہا نہیں گیا۔ مجھ سے کہنے لگا۔ "کیا تم لڑکیوں کے رسیا ہو مسٹر ایلن! ایلکن نیویارک میں لڑکیوں کی کوئی کمی تو نہیں ہے۔ تم جوان بھی ہو اور ہینڈسم بھی۔ کسی لڑکی کے لیے تمھاری بے تابی سمجھ میں نہیں آتی۔ لڑکیوں کو تو خود تم پر پروانہ وار گرنا چاہیے"

"تم بھی کس گدھے کی باتوں میں آ گئے پیٹر! وہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔ ہاروت رابیل کے گروہ سے تعلق رکھتی ہے اور مجھے توقع ہے کہ اُس سے کارآمد معلومات حاصل ہو سکیں گی"

"یہ بات ہے تو مسٹر بڈ تمھارے بارے میں کیوں اس طرح گفتگو کر رہے ہیں۔ یہ تو تمھارے ساتھی ہیں۔ تمھیں اچھی طرح سمجھتے ہوں گے"

"بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں" میں نے سر ہلایا۔ "اور میں بھی انھیں بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تم انھیں بالکل نہیں جانتے۔ یہ تمام دنیا کی لڑکیوں پر اپنا حق سمجھتے ہیں اور انھیں اپنی جاگیر تصور کرتے ہیں۔ تم نے غور نہیں کیا ان کے لہجے میں رقابت کی کیسی آگ تھی"

"ہاں، یہ تو میں نے محسوس کیا تھا" پیٹر نے کہا۔ "مگر ایسا کیوں ہے؟"

"یہ صرف مجھے بدنام کرنے کی سازش ہے" بڈ نے فون بند کرتے ہوئے کہا۔ "ورنہ لڑکیاں تو بڈ کے آگے پیچھے گھومتی ہیں"

"ممکن ہے ایسا ہو مگر میں نے تو یہ پوچھا تھا کہ تمھارے اعصاب پر لڑکیاں اس بُری طرح کیوں سوار رہتی ہیں؟"

"کس کے اعصاب پر نہیں سوار ہوتیں" بڈ جارحانہ لہجے میں بولا۔ "چیف کو ہی دیکھ لو۔ جہاں یہ اطلاع ملی کہ کسی لڑکی نے انھیں پوچھا تھا، بس دوڑ پڑے"

"میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا" پیٹر نے بے بسی سے شانے اُچکائے۔

"میں تمھیں سمجھا سکتا ہوں" بڈ نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔ "جب جی چاہے بحث کر کے دیکھ لو"

"بس بہت ہو گئی" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "فضول باتیں پھر کسی وقت کے لیے اُٹھا رکھو۔ یہ کام کا وقت ہے۔ میں جا رہا ہوں"

"کیا تم تنہا جاؤ گے چیف؟" بڈ نے کہا۔

"ہاں، میں تنہا ہی جاؤں گا۔ یہ کوئی سازش بھی ہو سکتی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میرے ساتھ کوئی اور بھی پھنسے"

میں نے کرائے کی کار حاصل کی اور نائٹ کلب کی طرف روانہ ہو گیا۔ نائٹ کلب پہنچ کر سلویا کو تلاش کرنے میں مجھے کوئی دُشواری نہیں ہوئی۔ وہ ہال کی ایک میز پر موجود تھی۔ ہال میں بہت کم میزیں آباد نظر آ رہی تھیں لیکن کسی اور میز کا رُخ کرنے کے بجائے میں سیدھا اُس کی میز کی طرف بڑھ گیا۔

"اگر میں اس میز پر بیٹھ جاؤں تو مجھے یقین ہے آپ بُرا نہیں مانیں گی" میں نے کہا اور اطمینان سے کرسی کھسکا کر اُس کے مقابل بیٹھ گیا۔ میں اُس سے بدلی ہوئی آواز میں گفتگو کر رہا تھا۔

میری اس جسارت پر سلویا کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "میرا خیال ہے یہاں بہت سی میزیں خالی ہیں" اُس نے کھردرے لہجے میں کہا۔

"آپ کا خیال درست ہے مس۔۔۔؟"

"اگر تمھارے لیے اس میز پر بیٹھنا اتنا ہی ضروری ہے تو میں کسی اور میز پر چلی جاتی ہوں" سلویا نے ناگواری سے کہا۔

"اوہو آپ تو ناراض ہو گئیں۔ نہیں ایسا غضب مت کیجیے گا۔ کتنی دور سے محض آپ سے ملنے کی خاطر آیا ہوں اور آپ اس قدر بے رُخی برت رہی ہیں"

"کون ہو تم؟" سلویا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "اور مجھ سے ملنے کیوں آئے ہو؟"

"آپ کی خواہش کے احترام میں مجھے یہ زحمت کرنی پڑی۔ کیا آپ مجھے تلاش نہیں کر رہی تھیں"

"تم۔۔۔ تم" سلویا مجھے اُلجھی ہوئی نگاہوں سے گھورنے لگی۔

"ہاں میں علی یار خان ہوں اور میک اپ میں ہوں اس لیے تم مجھے پہچان نہیں سکو گی"

"لیکن میں کیسے یقین کر لوں کہ تم واقعی علی یار خان ہو" سلویا نے بے اعتباری سے کہا۔

"اس کے لیے مجھے وہ سب کچھ دُہرانا پڑے گا جو میری تیمارداری کے دوران ہوا۔ کہاں سے شروع کروں؟" میں نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

"اوہ نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے" سلویا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں نے تمھاری آواز پہچان لی ہے"

"زاہر کا کیا حال ہے" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ "اُسے ہوش آیا"

سلویا کے چہرے پر افسردگی چھا گئی۔ "ہم تو پہلے ہی اُس کی زندگی کی طرف سے مایوس تھے۔ کوششیں کر رہے تھے۔ افسوس ہماری ساری کوششیں رائیگاں ثابت ہوئیں"

مجھے دلی صدمہ ہوا مگر میں نے اُس سے اپنے تاثرات چھپا لیے۔ "تمھیں اس طرح یہاں نہیں آنا چاہیے تھا سلویا" میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"میری طرف سے بے فکر رہو، مجھے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے"

"تم یہاں پہنچیں کس طرح۔۔۔ میرا مطلب ہے تمھیں یہ کیسے علم ہوا کہ میرا اس جگہ سے کوئی تعلق ہے؟"

سلویا نے ایک طویل سانس لی۔ "بہت مشکل سوال ہے۔ میں آسانی سے اس کا جواب نہیں دے سکوں گی"

"اس میں اُلجھن کی کون سی بات ہے۔ جو کچھ بھی ہے صاف صاف بیان کر دو"

"میں نے تمھیں بتایا تھا نا کہ انکل رابیل مجھے اپنے خاص لوگوں میں شمار کرتے ہیں"

"ہاں مجھے یاد ہے لیکن اس سے تمھارے یہاں پہنچنے کا کیا تعلق ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے۔ یہ بات انکل رابیل اور ادلیو ہاورڈ کے علم میں ہے اور اُن کے درمیان ہونے والی گفتگو سے ہی مجھے پتا چلا ہے کہ تمھارا سراغ یہاں سے مل سکتا ہے"

میں نے چونکنے کی اداکاری کی۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا۔ اُن کے علم میں یہ بات کس طرح آ سکتی ہے"

"تمھیں یقین کر لینا چاہیے کہ یہ بات نہ صرف اُن کے علم میں ہے بلکہ مجھے بھی انھی سے معلوم ہوا ہے"

"حیرت انگیز" میں بڑبڑایا۔ "کیا تمھیں یہ نہیں معلوم کہ اُن کی معلومات کا ذریعہ کیا ہے؟"

"نگی ہاورڈ" سلویا نے مسکرا کر کہا اور میں گویا اس انکشاف پر اُچھل ہی پڑا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ اُس عمارت سے میرا فرار اُسی کا مرہون منت ہے۔ وہ بھلا ایسی حرکت کیوں کرنے لگی؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"لکّی ہاورڈ نے خود کچھ نہیں کیا بلکہ وہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ہوا تھا۔ اسکیم اولیو ہاورڈ کی تھی اور اُس پر عمل اُس کی بیٹی نے کیا۔"

"اگرچہ تمھاری باتیں بڑی ناقابلِ یقین ہیں مگر میں محض اس لیے ان پر یقین کر رہا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی اور بات سمجھ میں بھی نہیں آتی۔"

"مجھے پیٹر کے اس مکان کا بھی علم ہے جہاں اُس نے تمھیں پناہ فراہم کی ہے مگر وہاں میں اس لیے نہیں آئی کہ لکّی مجھے پہچانتی ہے اور اگر میں وہاں آتی تو بات انکل رابیل تک بھی پہنچ سکتی تھی۔"

"تمھیں یہ خطرہ مول لینے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے سلویا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے تو کوئی خطرہ مول نہیں لیا۔ بتا تو رہی ہوں کہ محض احتیاط کے پیشِ نظر میں وہاں نہیں آئی۔"

"تمھیں اتنی بہت سی باتیں معلوم ہیں اور اس بات سے بے خبر ہو کہ پیٹر کی بھی نگرانی کی جا رہی ہے۔"

"ن... نہیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا۔" سلویا نے گھبرا کر کہا۔ "اب کیا ہوگا؟ کیا میں اُن لوگوں کی نظروں میں آگئی ہوں گی؟"

"تمھیں آخر اس چکر میں پڑنے کی ضرورت کیا تھی؟" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"میں نے سوچا تھا ایک خطرہ ہے۔ تمھیں اُس سے آگاہ کر دوں۔ کہیں تمھیں کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔" اُس نے آہستگی سے کہا۔

"اور اب تم خود خطرے میں پڑ گئی ہو۔ اگر تم سے اس بارے میں پوچھ گچھ ہوئی تو کیا جواب دو گی؟"

"یہ معلوم ہونے کے بعد تو مجھ میں واپس جانے کی ہمت ہی نہیں رہی ہے۔ کسی بھی قسم کی پوچھ گچھ کا سامنا نہیں کر سکوں گی۔"

"واپس نہیں جاؤ گی تو کیا کرو گی؟" میں نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تمھارا کوئی اور ٹھکانہ بھی ہے؟"

"نہیں۔" سلویا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"مجھے سوچنے دو۔" میں نے کہا اور واقعی سوچ میں پڑ گیا۔ سلویا نے عجیب قسم کی حماقت کی تھی۔ شاید وہ سمجھ رہی تھی کہ میں لکّی ہاورڈ کی اصلیت سے ناواقف ہوں لیکن اس کے باوجود میں اُس کی جذباتیت کو کوئی معنی نہیں پہنا پا رہا تھا۔ اُس کا اس حد تک آگے بڑھ جانا میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ بات جو بھی رہی ہو یہ اس پر غور کرنے کا وقت نہیں تھا۔ پہلا مسئلہ تو اُسے تحفّظ فراہم کرنے کا تھا۔

سوچتے سوچتے میں ایک نتیجے پر پہنچ گیا اور میں نے اُس سے کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

اُس کے پاس سے اُٹھ کر میں پیٹر کے آفس میں آیا جہاں اُس کا ملازم اُس کے میک اَپ میں موجود تھا۔

"کسی نزدیکی ہوٹل میں ایک ڈبل بیڈ کمرا بُک کراؤ۔ مسٹر اینڈ مسز ایلن گراہم کے نام سے اور مجھے میری ٹیبل پر مطلع کرو۔"

"ٹھیک ہے جناب۔" اُس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "یہ کام فوراً ہو جائے گا۔"

میں سلویا کی میز پر واپس آگیا۔ ابھی تک رقص کا پروگرام شروع نہیں ہوا تھا تاہم ہال پہلے سے زیادہ آباد نظر آنے لگا تھا۔

"اب تمھاری وجہ سے مجھے بھی اپنا ٹھکانہ تبدیل کرنا پڑے گا۔" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تم کیا کرنے گئے تھے؟"

"کسی ہوٹل میں کمرا بُک کرانے کو کہہ آیا ہوں۔ تم واپس نہیں جا سکتیں نا۔"

"ہوٹل تو بہت غیر محفوظ ہوگا اور پھر اکیلے میں تو مجھ پر دہشت طاری ہو جائے گی۔"

"بھرے پُرے ہوٹل میں کوئی واردات کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اس لیے ہوٹل کی رہائش زیادہ محفوظ رہے گی اور پھر تم اکیلی تو نہیں ہو گی۔ میں بھی تمھارے ساتھ ہوں گا۔"

"شکریہ علی۔" سلویا نے آہستہ سے کہا۔ "میری خاطر تمھیں زحمت اُٹھانی پڑ رہی ہے۔"

"تم سے ملنے کے بعد میں اُن لوگوں کی نگاہوں میں آگیا ہوں جو پیٹر کی نگرانی کر رہے ہیں۔ واپسی میں وہ میرا تعاقب کریں گے اور اُنھیں علم ہو جائے گا کہ میں کہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ یہی نہیں بلکہ میرے ساتھی بھی اُن کی نگاہوں میں آجائیں گے۔ اس اُلجھن سے بچنے کا آسان راستہ یہی تھا کہ فی الحال میں بھی تمھارے ساتھ ہی ہوٹل کا رُخ کروں۔"

"میں تو سمجھ رہی تھی کہ میں تمھاری مدد کروں گی لیکن یہاں تو معاملہ ہی اُلٹ گیا۔ اُلٹا تم میری وجہ سے زحمت میں پڑ گئے۔"

"اس قسم کی زحمتوں سے تو زندگی عبارت ہے۔ تم اس بارے میں سوچ کر خود کو ہلکان مت کرو۔"

"تمھارے بارے میں، مَیں نے جو اندازہ لگایا تھا وہ درست ثابت ہوا۔ تم واقعی ایک عالی ظرف آدمی ہو۔"

"اس میں عالی ظرفی کی کوئی بات نہیں ہے۔ تم نے بھی تو میری خاطر خود کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔"

"مجھے اگر معلوم ہوتا کہ جو کچھ میں کرنے جا رہی ہوں اُس میں کتنے خطرات ہیں تو شاید میں اس کی ہمّت ہی نہ کر پاتی۔"

اُسی وقت بیرا آیا اور اُس نے ایک کارڈ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اُس سے کارڈ لے کر پڑھا۔ اُس پر ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر درج تھا۔

"ڈریم لینڈ کا کمرا نمبر چھ سو بہتر بُک ہو گیا ہے۔" میں نے سلویا سے کہا۔ "کیا خیال ہے چلیں۔"

"فوراً چلو۔ یہاں تو مجھے وحشت ہو رہی ہے۔ یوں لگ رہا ہے جیسے ہر آنکھ مجھے گھور رہی ہو۔"

نائٹ کلب سے نکلنے سے قبل میں نے کرائے کی کار کے سلسلے میں پیٹر کی جگہ اُس کے میک اَپ میں کام کرنے والے ملازم کو ہدایات دیں پھر سلویا کے ساتھ اُس کی کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ ڈریم لینڈ زیادہ دُور نہیں تھا۔ میں نے راستے بھر عقب نما پر نظر رکھی تھی مگر مجھے ایسا کوئی سراغ نہیں ملا جس کی بنا پر میں یہ کہہ سکتا کہ ہمارا تعاقب کیا گیا ہے۔

ہوٹل کے کاؤنٹر پر ضروری کارروائی کے بعد میں نے کمرے کی چابی حاصل کی اور ہم کمرا نمبر چھ سو بہتر میں پہنچ گئے۔ سلویا کمرے میں پہنچتے ہی بیڈ پر ڈھیر ہو گئی اور میں کمرے کا دروازہ اندر سے مقفّل کر کے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"خدا کی پناہ۔" سلویا نے وحشت زدگی سے کہا۔ "آج پہلی بار یہ احساس ہوا کہ میں کس قدر غیر محفوظ ہوں۔"

"اس سے قبل بھی شاید تم نے اسی قسم کی باتیں کی تھیں۔" میں نے کہا۔

"میں انکل رابیل کی طرف سے غیر مطمئن ضرور تھی مگر اس انداز میں کبھی نہیں سوچا تھا کہ اگر مجھ پر بُرا وقت آجائے تو سر چھپانے تک کو جگہ میسّر نہیں آئے گی۔"

"فی الحال تو تم یہاں رہو۔ میرا خیال ہے کسی نے ہمارا تعاقب نہیں کیا اور یہ ایک غیر معمولی بات ہے۔"

"غیر معمولی بات۔" سلویا نے یوں کہا جیسے اُس کا ذہن کہیں اور ہو۔ "نہیں یہ اتنی غیر معمولی بات بھی نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے۔ کیا ہاروت رابیل کے آدمی تمھیں وہاں دیکھ کر چونکے نہیں ہوں گے۔ اگر اُن کی کارکردگی کا یہی عالم ہے تو اولیو ہاورڈ کا خدا ہی حافظ ہے۔"

"میں انکل رابیل سے سخت متنفّر ہوں۔" سلویا نے کہا۔ "اور اب اولیو ہاورڈ تمھارے گرد جس قسم کے جال بُن رہا ہے اُس کے بعد تو اُن لوگوں کے لیے میرے دل میں ہمدردی کی ذرّہ برابر بھی رمق باقی نہیں رہ گئی ہے۔ خدا جانے انکل رابیل کی گردن پر کتنے بے گناہوں کا خون ہوگا۔"

"اولیو ہاورڈ کی حد تک تو میں واقف ہوں۔ وہ جرائم کی دُنیا کا بے تاج بادشاہ ہے۔"

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب ان لوگوں کو ختم ہو جانا چاہیے۔ چاہے اس کے لیے مجھے کتنا ہی بڑا قدم کیوں نہ اُٹھانا پڑے۔"

"تم تو ایک ڈاکٹر ہو۔ تمھارا پیشہ تمھیں امن و سلامتی کا درس دیتا ہے۔ تم بھلا ان تخریبی سرگرمیوں کے خلاف کیا کردار ادا کر سکو گی؟"

"مجھے اگر میرے پیشے تک ہی محدود رکھا گیا ہوتا تو شاید میں یہ فیصلہ نہ کرتی لیکن اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔"

"پیشے تک محدود رکھے جانے سے تمھاری کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اولیو ہاورڈ کی وجہ سے مجھے فیلڈ میں آنا پڑا۔ مجھے انکل رابیل پر بھی غصّہ ہے۔ اُنھوں نے بھی اُس کے اس فیصلے کی مخالفت نہیں کی۔"

"اولیو ہاورڈ کی وجہ سے کیا ہوا؟ تم تو میری ہمدردی میں اس چکر میں پھنس گئیں۔"

"یہ بات نہیں ہے علی۔" سلویا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "جو کچھ بھی میں نے کیا ہے اولیو ہاورڈ کی اسکیم کے تحت کیا ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔" میرے مُنہ سے بے اختیار نکلا۔ "یعنی وہ تمھیں اپنی اسکیم تباہ کرنے کے لیے استعمال کر رہا ہے۔"

"یہ بہت گہری سازش ہے علی۔ اُسے شُبہ ہو گیا تھا کہ لکّی تمھاری نگاہ میں آگئی ہے۔ اگر نہیں آئی تو اپنی حرکتوں کی وجہ سے آجائے گی۔ اس لیے اُس نے لکّی کو بچانے کے لیے ایک اور اسکیم تیار کی۔"

"یعنی تم سے کہا کہ جا کر مجھے لکّی کی اصلیت سے آگاہ کر دو تاکہ میں اُس پر ہاتھ ڈال دوں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اس وقت لکّی تمھاری دسترس سے بہت دُور نکل چکی ہوگی۔ طے یہ ہوا تھا کہ جب تم میرے پاس پہنچو گے تو لکّی کو پیٹر کے اُس بنگلے سے نکال لیا جائے گا جہاں وہ موجود ہے۔ تمھیں شاید علم نہ ہو کہ اُس کے پاس ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ جیسے ہی اولیو ہاورڈ کو اطلاع ملی ہوگی کہ تم میرے پاس پہنچ گئے ہو، اُس نے لکّی کو ٹرانسمیٹر پر وہاں سے نکلنے کی ہدایت کر دی ہوگی۔"

"یہ کوئی ضروری تو نہیں تھا کہ میں تمھارے بُلانے پر آہی جاتا۔" میں نے کہا۔ "اگر میں نہ آتا تو کیا ہوتا؟"

"اگر تم نہ آتے تو مجھ سے فون پر ضرور بات کرتے اور میں تمھیں ملنے پر رضامند کر ہی لیتی۔"

"یہ ساری باتیں تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتائیں اور اب کیوں بتا رہی ہو؟"

"اگر پہلے بتا دیتی تو مجھے ڈر تھا کہ کہیں تم جلد بازی میں لکّی کے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھا بیٹھو۔ اگر ایسا ہو جاتا تو میں خطرے میں پڑ جاتی۔ اس کے علاوہ میری نگرانی بھی ہو رہی تھی۔ اس لیے میں نے مناسب یہی سمجھا کہ پہلے اولیو ہاورڈ کی اسکیم کو تکمیل تک پہنچنے دیا جائے۔ اصل صورتِ حال سے تمھیں بعد میں بھی آگاہ کیا جا سکتا تھا۔"

"لکّی ہاورڈ کو اس اسکیم کا علم کس طرح ہوا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اُس سے ٹرانسمیٹر پر اُس وقت رابطہ کیا گیا ہوگا جب تم میرے پاس کلب پہنچے تھے۔"

"میں تو میک اپ میں تھا۔ کسی نے مجھے کس طرح پہچانا ہوگا۔ میں اپنی جگہ کسی اور کو بھی تو بھیج سکتا تھا۔"

"اولیو ہاورڈ نے مجھ سے کہا تھا کہ تم اگر آئے بھی تو میک اپ میں ہوگے اور کوئی بھی تمھیں نہیں پہچان سکے گا۔ اس لیے مجھے یہ ذمّے داری بھی سونپی گئی تھی کہ اگر تم خود مجھ سے ملنے آؤ تو میں یہ تصدیق کرنے کے بعد کہ مجھ سے ملنے تم ہی آئے ہو، کوئی اور نہیں آیا ہے، ایک مخصوص اشارہ کر دوں تاکہ اس کے آدمی اپنا کام شروع کر دیں۔"

"گویا اولیو ہاورڈ کے آدمی تمھارا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچے تھے؟"

"انکل رابیل کے آدمی جو اب اولیو ہاورڈ کے کہنے کے مطابق کام کر رہے ہیں۔" سلویا نے تصحیح کی۔

"میں نے پوچھا تھا وہ عمارت سے ہی تمھارا تعاقب کرتے ہوئے آئے تھے یا پہلے سے وہاں موجود تھے؟"

"میرا خیال ہے یہ وہی لوگ تھے جو پیٹر کی نگرانی کر رہے تھے کیونکہ راستے میں میں نے اپنے عقب میں کسی کو بھی نہیں دیکھا۔"

"تو جب میں اپنی اصل آواز میں بولا اور تم نے مجھے شناخت کر لیا تو تم نے اُن لوگوں کو اشارہ کر دیا؟"

"ہاں۔" سلویا نے کہا۔ "یہ کام مجھے سونپا گیا تھا اور مجھے کرنا ہی تھا۔"

"تمھارے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا کہ اس طرح میری زندگی خطرے میں بھی پڑ سکتی تھی۔"

"یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔" سلویا نے کہا۔ اُس کی آنکھیں خوفزدہ انداز میں پھیل گئی تھیں پھر دفعتاً وہ سنبھل کر بولی۔ "لیکن نہیں، اس سب کا تو مقصد ہی کچھ اور تھا۔ تم تو پہلے بھی اُن کی دسترس میں تھے۔ اگر تمھاری زندگی لینا ہی اُن کا مقصد ہوتا تو وہ تمھیں نکلنے ہی کیوں دیتے؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ اپنی بیٹی کے ساتھ مجھے فرار کرانے سے اولیو ہاورڈ کا کیا مقصد تھا؟"

"تمھاری سرگرمیوں پر نظر رکھنا۔ طے یہ ہوا تھا کہ نکی تمھارا اعتماد حاصل کر کے تمھارے ہر اقدام سے اولیو ہاورڈ کو باخبر کرتی رہے گی۔"

"اور اب اس مقصد کے لیے نکی کے بجائے تمھارا انتخاب کیا گیا ہے۔"

"ہاں۔" سلویا نے بلا جھجک کہا۔ "تمھارے بارے میں کوئی بھی اہم اطلاع اُن تک پہنچانا میری ذمّے داری ہے۔"

"اس کام کے لیے تمھارا ہی انتخاب کیوں کیا گیا۔ کیا اور لوگ نہیں تھے؟"

"تمھاری تیمارداری کے دوران جو تم سے معمولی شناسائی پیدا ہو گئی تھی، اولیو ہاورڈ نے اُسی سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی ہے اور اسی لیے اس کام کے لیے مجھے چُنا گیا ہے۔"

"اُسے یہ اعتماد کیوں تھا کہ تم کامیاب ہو ہی جاؤ گی؟"

"یہ تو میں نہیں بتا سکتی کہ اُسے اعتماد تھا یا نہیں لیکن اُس نے میرے ذریعے جو اطلاع تمھیں فراہم کی ہے اس کے بعد تمھارے پاس مجھ پر اعتبار کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہ جاتا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "لیکن کیا میں تم سے یہ سوال نہ کرتا کہ تم یہ اطلاع مجھے کیوں فراہم کر رہی ہو؟"

"یہ معاملہ اولیو ہاورڈ نے مجھ پر ہی چھوڑ دیا تھا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں اپنی مظلومیت کی کوئی ایسی داستان گھڑ کر تمھیں سُنا سکتی ہوں جو تمھیں مطمئن کر دے۔ اور میں نے اس بات کا جواب اثبات میں دیا تھا اس لیے کہ تمھیں کوئی داستان سُنانے کی مجھے کوئی ضرورت تھی ہی نہیں۔ میں تو تمھیں پہلے ہی بتا چکی تھی کہ میں ان لوگوں سے برگشتہ ہوں۔ اب قدرت نے خود ہی مجھے اُن کے چنگل سے نکلنے اور تم سے آملنے کا ایک موقع فراہم کر دیا تھا تو میں اُسے کیسے ضائع کر دیتی؟"

"تم اولیو ہاورڈ کو معلومات کس طرح فراہم کرو گی؟"

"اُس نے مجھے ایک ٹرانسمیٹر دیا ہے۔ مجھے ایک مخصوص فریکوئنسی پر پیغامات بھیجنے ہوں گے۔ اس فریکوئنسی کا رابطہ ایک کمپیوٹر سے ہے۔ اگر دوسری طرف پیغام وصول کرنے کے لیے کوئی موجود نہ ہوا تو پیغام خودکار طریقے سے ریکارڈ ہو جائے گا۔"

"اب یہ بتاؤ کہ تم اُن لوگوں کے خلاف میری مدد کس کس طرح کر سکو گی؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ میں تمھاری کیا مدد کر سکتی ہوں۔ یہ بات تو تم مجھے بتاؤ گے کہ مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"ٹھیک ہے میں تمھیں بتاؤں گا۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "ذرا مجھے وہ ٹرانسمیٹر تو دکھاؤ جو اولیو ہاورڈ نے تمھیں دیا ہے۔"

سلویا نے پرس کھول کر سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا۔ "سگریٹ پیئو گے؟" اُس نے پیکٹ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ، میں سگریٹ نہیں پیتا۔" میں نے کہا اور سلویا نے ایک سگریٹ اپنے گداز ہونٹوں میں دبا لی۔ پھر اُس نے پرس میں سے ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک نفیس الیکٹرانک گیس لائٹر نکالا اور سگریٹ سلگانے لگی۔ اُس کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے اُس نے میری بات سُنی ہی نہ ہو۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے ٹرانسمٹر دکھاؤ اور تم نے سگریٹ نوشی شروع کر دی۔"

سلویا ایک ادا سے مسکرائی۔ "دکھا تو دیا اور کیسے دکھاؤں۔" وہ سگریٹ کا کثیف دھواں اُگلتے ہوئے بولی۔

"کیا یہ لائٹر...؟" میں نے چونک کر کہا اور اُس نے مسکرا کر سر کو اثباتی جنبش دی۔

میں نے سلویا سے لائٹر لے لیا۔ اُس لائٹر میں اس کے سوا اور کوئی خاص بات نظر نہیں آ رہی تھی کہ وہ معمول سے ذرا زیادہ بڑا تھا۔ اور یہ کوئی غیر معمولی بات اس لیے نہیں معلوم ہوتی تھی کہ وہ ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک فینسی لائٹر تھا جو منقّش بھی تھا اور اس قسم کی اشیاء معمول سے کچھ بڑی ہوتی ہی ہیں۔

"اولیو ہاورڈ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اسے تمھارے سامنے آزادانہ طور پر بطور لائٹر استعمال کر سکتی ہوں۔ تم کبھی سُراغ نہیں لگا سکو گے کہ یہ ٹرانسمیٹر بھی ہو سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے اُس نے ٹھیک ہی کہا تھا۔" میں نے لائٹر سلویا کو واپس کرتے ہوئے کہا۔ "ایسی چیزوں سے میرا واسطہ ذرا کم ہی پڑا ہے اس لیے ان کے بارے میں میری معلومات بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

"میں تمھیں اس کے استعمال کا طریقہ سمجھاتی ہوں۔" سلویا نے صوفے پر میرے برابر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اس کے استعمال کا طریقہ سیکھنے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں یہ ضرور معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اس پر کی جانے والی گفتگو کہیں اور نہیں سُنی جا سکتی؟"

"اولیو ہاورڈ کہہ رہا تھا کہ یہ انتہائی مخصوص قسم کا ٹرانسمیٹر ہے۔ کسی دوسرے ٹرانسمیٹر پر اس کے پیغامات سُنے جانے کے امکانات بہت کم ہیں۔"

"مجھے بھی یہی توقع تھی۔" میں نے کہا۔ "اور اب تم اُسے وہ معلومات فراہم کرو گی جو میں تمھیں بتاؤں گا۔"

"میں ہر طرح تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں۔" سلویا خوش ہو کر بولی۔ "مجھے بتاؤ کیا پیغام بھیجنا ہے۔"

"ابھی نہیں، ابھی تو بہت سی باتیں طے ہونا باقی رہ گئی ہیں۔ اگر ٹرانسمیٹر پر دوسری طرف خود اولیو ہاورڈ ہوا تو وہ تم سے نکی کے بارے میں ضرور پوچھے گا۔"

سلویا نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "مجھ سے کیوں پوچھے گا؟ وہ تو اب تک اُس کے پاس پہنچ بھی چکی ہوگی۔"

"ضروری تو نہیں کہ ہر سوچی ہوئی بات پوری بھی ہو جائے۔ ممکن ہے نکّی سے اُن کا رابطہ بروقت نہ قائم ہو سکا ہو۔"

"اوہ! تمھارے انداز سے تو یوں لگ رہا ہے جیسے تمھیں یقین ہے کہ نکّی اُن تک نہیں پہنچ سکی ہو گی؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "بات کچھ ایسی ہی ہے۔"

"مجھے حیرت ہے۔" سلویا بڑبڑائی۔ "اولیو ہاورڈ کا منصوبہ بہت مکمل تھا۔ مجھے تو اس کے ناکام ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا تھا۔ کیا تم نے پہلے ہی اُس کا کوئی بندوبست کر دیا تھا؟"

میں مسکرایا۔ "بہت زیادہ چالاک لوگ بھی بعض اوقات دھوکا کھا جاتے ہیں۔ تم اولیو ہاورڈ کے مکمل منصوبے سے یقیناً لاعلم رہی ہو گی۔ اُس نے نکّی کی حفاظت کے لیے کچھ اور بندوبست بھی کر رکھا ہو گا۔ لیکن اُس نے یہ انتہائی قدم اُٹھا کر جس حماقت کا ارتکاب کیا ہے، مجھے اُس سے اس کی توقع نہیں تھی۔"

"کون سا انتہائی قدم؟" سلویا نے پلکیں جھپکا کر کہا۔ "اور کون سی حماقت؟"

"تمھیں میری نظروں میں قابلِ اعتبار بنانے کے لیے اُس نے تمھاری زبان سے نکّی کا راز افشا کرا دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسے اپنے منصوبے کی کامیابی کا سو فیصد یقین تھا۔ اُس نے یہ نہیں سوچا کہ اگر کسی بھی وجہ سے اس کا منصوبہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا تو نکّی اُس کے ہاتھ سے نکل کر میرے رحم و کرم پر آ جائے گی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" سلویا نے آہستگی سے کہا۔ "لیکن یہ سب کچھ سوچنا اُس کا کام تھا میرا نہیں۔ اور وہ ایک ماہر منصوبہ ساز شمار کیا جاتا ہے۔"

"منصوبہ ساز نہیں سازشی۔" میں نے متنفرانہ لہجے میں کہا۔ "منصوبہ تعمیری ہوتا ہے اور سازش تخریب کی علامت ہوتی ہے۔ اُس نے زندگی میں شاید ہی کبھی کوئی منصوبہ بنایا ہو۔"

"خیر... تمھارا مطلب ہے اُس کی سازش ناکام ہو گئی ہے اور نکّی اُس تک نہیں پہنچ سکی ہے۔"

"اس وقت تو وہ اپنے مُہرے بھی ٹھیک سے نہیں کھیل پا رہا۔ اس وقت تم اس کا اہم ترین مہرہ ہو مگر تم میرے لیے کام کرو گی۔"

"اس میں اس کا کیا قصور ہے۔ میں تو پہلے ہی انکل رابیل سے بدظن تھی۔ اولیو ہاورڈ ظاہر ہے دلوں کا حال تو نہیں جان سکتا۔"

"کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ میں بھی نہیں جان سکتا۔ اس اعتبار سے تو مجھے بھی دھوکے کھاتے رہنا چاہیے۔"

"اگر میں خود ہی تمھیں آگاہ نہ کر دیتی تو تم میرے ہاتھوں دھوکا کھا ہی گئے تھے۔"

"اس بارے میں کچھ کہنا اس لیے فضول ہے کہ اس کا فیصلہ آنے والا وقت ہی کر سکتا تھا۔"

"لیکن لکّی ہاورڈ نے تو تمھیں پوری طرح شیشے میں اُتار لیا تھا۔ اس کے بارے میں کیا کہو گے؟"

"اگر اُس نے مجھے اُسی طرح شیشے میں اُتار لیا تھا جس طرح تم بیان کر رہی ہو تو اولیو ہاورڈ کی اس بوکھلاہٹ کو کیا کہو گی جس کے نتیجے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں اُس نے بکی کو بچانے کی خاطر انتہائی مخدوش منصوبہ ترتیب دیا؟"

سلویا نے پہلو بدلا۔" وہ تو بکی کی اپنی حماقت تھی۔ اگر وہ محتاط رہی ہوتی تو یہ نوبت نہ آتی۔"

" تم بہت ذہین لڑکی ہو۔" میں نے مُسکرا کر کہا۔" اولیو ہاورڈ کی وکالت بڑے اچھے طریقے سے کر رہی ہو۔"

" غلط مت سمجھو۔ میں کسی کی وکالت نہیں کر رہی ہوں۔ اپنی دانست میں تو میں ایک درست بات کر رہی ہوں۔"

" تمھاری صاف گوئی مجھے بے حد پسند آئی ہے۔ کسی قسم کی بدگمانی کرنے کے بجائے تم ہر بات کہہ رہی ہو۔ بکی ہاورڈ کو میں بہت عرصے سے جانتا ہوں۔ اور اس سے بھی زیادہ عرصے سے اُس کے باپ سے واقف ہوں۔ مجھے چونکانے کے لیے تو بکی ہاورڈ کا تبدیل شدہ رویّہ ہی بہت کافی تھا۔ اُس کے بارے میں مَیں نے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ کیا عزائم لے کر میرے پاس آئی ہے مگر میرے پاس اُس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا۔ تاہم میں اُس کی طرف سے محتاط تھا۔ پھر کل رات میں نے اُسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ اس وقت جب وہ اپنے باپ سے ٹرانسمیٹر پر محوِ کلام تھی اور میرے بارے میں رپورٹ پیش کر رہی تھی۔" میں خاموش ہو گیا۔

" پھر کیا ہوا؟" سلویا نے بے صبری سے پوچھا۔

" میں شاید اس حد تک نہ جاتا مگر اُس کی اشتعال انگیز گفتگو میرے لیے اس حد تک ناقابلِ برداشت ثابت ہوئی کہ میں نے اُسے سفرِ آخرت پر روانہ کر دیا۔"

" تو یہ بات تھی۔" سلویا نے ایک طویل سانس لی۔" اسی بنا پر تم اتنے پُریقین تھے کہ بکی اپنے باپ تک نہیں پہنچی ہو گی۔"

" جس سفر پر وہ روانہ ہوئی ہے اس کی ایک ہی منزل ہوتی ہے اور یہ وہ منزل ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔"

" تو اب تم ہی بتاؤ کہ اولیو ہاورڈ، بکی کے بارے میں پوچھے تو اُسے کیا جواب دوں؟"

" بعد میں بتاؤں گا۔" میں نے کہا۔" پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ اولیو ہاورڈ نے تہذیب کو کیوں قید کر رکھا ہے؟"

سلویا بُری طرح چونک پڑی۔" تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ تہذیب اُس کی قید میں ہے۔ اُس کے خیال میں تو یہ وہ راز ہے جس کی تمھیں ہوا تک نہیں لگ سکتی۔"

میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔" اسی قسم کی خوش فہمیاں تو کسی شخص کو جہنم واصل کر دیتی ہیں۔"

" مجھے واقعی حیرت ہے۔" سلویا بڑبڑائی۔" تم آخر کون کون سی باتوں سے واقف ہو۔"

" ایک بات سے واقف نہیں ہوں اور وہی اس وقت میرے لیے سب سے بڑی اُلجھن بنی ہوئی ہے۔ شاید تم اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکو۔"

" جس بات سے تم واقف نہیں ہو شاید وہ میرے علم میں بھی نہیں ہو گی۔ بہر حال تم پوچھو۔ مجھے معلوم ہوا تو ضرور بتاؤں گی۔"

" اولیو ہاورڈ میرا جانی دُشمن ہے۔ آخر اُس نے مجھے زندہ کیوں نکل جانے دیا؟ حالانکہ وہ چاہتا تو بہ آسانی مجھے مار سکتا تھا۔ میں پوری طرح اُس کے رحم و کرم پر تھا۔"

" او ہو، میں سمجھی تھی کوئی بڑی بات ہو گی۔ تم تو بہت چھوٹی سی بات کے لیے تشویش میں مبتلا ہو گئے۔"

" ہو سکتا ہے تمھاری نظر میں یہ کوئی معمولی سی بات ہو مگر میرے لیے بہت اہم ہے۔"

" وہ تمھارا دُشمن ہے۔ تمھیں زک پہنچانا چاہتا ہے۔ تمھارے منصوبے معلوم کر کے اُنھیں ناکام بنائے گا اسی لیے پہلے اُس نے اپنی بیٹی کو اور اب مجھے تمھارے ساتھ لگایا ہے۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا۔" یہ تو وہ بات ہے جو بظاہر نظر آتی ہے لیکن اصل بات کچھ اور ہے اور میں اُسی کی جستجو میں ہوں۔"

" اپنی باتیں تم خود بہتر سمجھ سکتے ہو۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔" سلویا نے بے بسی سے کہا۔

" اب اس میں ایک اُلجھن کا اضافہ اور ہو گیا ہے۔ وہ مجھ سے یہ بات کیوں چھپانا چاہتا ہے کہ تہذیب اُس کی قید میں ہے۔"

" مجھے حیرت ہو رہی ہے۔" سلویا بڑبڑائی۔" آخر تم چھوٹی چھوٹی باتوں کو اتنی زیادہ اہمیت کیوں دے رہے ہو۔"

" اگر بڑی بڑی باتوں کو اہمیت دوں گا تو کیا کمال کروں گا۔ بڑی بڑی باتوں کو تو ہر شخص اہمیت دیتا ہے۔" میں نے پھیکے سے انداز میں مُسکرا کر کہا۔

" کہیں تم انفرادیت پسندی کے خبط میں تو مبتلا نہیں ہو۔" سلویا نے چونک کر کہا۔" یہ بہت بُری بیماری ہوتی ہے۔"

" میں کسی بھی قسم کے خبط میں نہیں مبتلا ہوں۔ درحقیقت ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے پس پردہ بہت بڑے بڑے عزائم کارفرما ہیں اور میں لاعلمی پسند نہیں کرتا۔ بے خبری میں اُٹھایا ہوا کوئی قدم نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر مجھے اولیو ہاورڈ کے عزائم کا علم ہو جائے تو میں بہتر طور پر اُس کے خلاف کام کر سکوں گا۔"

" مجھ سے تو اُس نے یہی کہا ہے کہ مستقبلِ قریب میں تمھارے عزائم جاننے کی کوشش کروں۔ اس طرح کہ تم میری طرف سے مشکوک نہ ہونے پاؤ۔"

" ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔" جلد یا بدیر یہ عقدہ بھی کھل ہی جائے گا۔ تم یہ بتاؤ کہ تہذیب کا کیا حال ہے۔ اُس سے تمھاری ملاقات ہوئی تھی؟"

" صرف اُس روز جب اُسے وہاں لایا گیا تھا۔ وہ دماغ ماؤف کر دینے والی ادویات کے زیرِ اثر تھی اور ہم نے اُسے ٹریٹمنٹ دیا تھا۔"

" یہ بات تم نے اُس وقت مجھے کیوں نہیں بتائی تھی جب میں اُس عمارت میں موجود تھا؟"

" اُس وقت کتنی باتیں ہو سکتی تھیں؟" سلویا نے کہا۔" پھر شاید گفتگو میں ایسا کوئی موڑ بھی نہیں آیا تھا۔"

" اگر اُس وقت میں تم سے تہذیب کے بارے میں سوال کرتا تو کیا تم مجھے بتا دیتیں؟" میں نے پوچھا۔

سلویا نے چند لمحے غور کرنے کے بعد نفی میں سر ہلایا۔" نہیں۔" اُس نے کہا۔" تمھارے پوچھنے کے باوجود میں اس سوال کا جواب دینے سے گریز کرتی۔"

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔" اور اب تم نے مجھے سب کچھ بتا دیا۔ کیوں؟"

" تم جیسے آدمی سے میں یہ توقع نہیں کر سکتی کہ تم کبھی میرا نام ظاہر کرو گے۔" اُس نے مسکرا کر کہا۔" اس کے علاوہ اب میں آزادی چاہتی ہوں۔ تم سے مجھے پُراُمید ہے کہ تم ان پر کوئی کاری ضرب لگانے میں کامیاب ہو جاؤ گے اسی لیے میں تمھارے ہر سوال کا جواب دے رہی ہوں۔ اُس وقت صورتِ حال بہت مختلف تھی۔ اس وقت تو تم خود قیدی تھے۔ تم سے کیا توقع کی جا سکتی تھی۔ ماضی کے کارناموں کے سوا تمھارے پاس اور تھا ہی کیا۔ . . ہاں اب تم آزاد ہو۔ یقیناً کچھ نہ کچھ کر گزرو گے۔"

" یہ آزادی بھی تو میں نے اپنے بل پر حاصل نہیں کی۔ معلوم نہیں کیوں اُس نے خود ہی مجھے فرار کرا دیا۔"

" اس سے تمھاری قد آور شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تمھیں قید کر کے بھی وہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کسی اور کے ساتھ ایسا کیوں نہیں ہوتا؟"

" اب تم وہی بات کر رہی ہو جو تھوڑی دیر قبل میں کر رہا تھا۔ یہ نکتہ کہ اُس نے مجھے چھوڑ کیوں دیا، بہت اہم ہے۔"

" تمھارے لیے اہم ہو گا۔" سلویا نے مُنہ بگاڑ کر کہا۔" میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ اس وقت اولیو ہاورڈ اپنے منصوبے کی ناکامی پر اپنے بال نوچ رہا ہو گا۔"

" جب تم اور تہذیب ایک ہی عمارت میں تھیں تو اُس سے دوبارہ تمھاری ملاقات کیوں نہیں ہوئی؟"

" وہ وہاں قیدی ہے اور اُسے تہ خانے میں رکھا گیا ہے۔" سلویا نے کہا اور میں چونک پڑا۔

" وہاں تہ خانے بھی ہیں؟"

" ہاں۔" سلویا نے کہا۔" لیکن اس پر تمھیں اتنی حیرت کیوں ہو رہی ہے۔ جو لوگ غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہوتے ہیں وہ بُرے وقتوں کے لیے تہ خانے ضرور تعمیر کراتے ہیں۔"

" واقعی، مجھے اس پر حیرت نہیں ہونی چاہیے تھی لیکن تم تو وہاں قید نہیں تھیں۔ تم خود تہ خانے میں جا سکتی تھیں؟"

" مجھے کوئی غیر ضروری حرکت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں اگر کوئی ضرورت ہوتی تو مجھ پر ایسی کوئی پابندی بھی نہیں تھی۔"

" یہ بات بکی کے علم میں بھی رہی ہو گی کہ تہذیب وہاں قید ہے؟" میں نے پوچھا۔

" نہ صرف علم میں تھی بلکہ وہ اُس سے یہ معلوم کرنے کی بھی کوشش کر رہی تھی کہ فارمولوں کی نقلیں کہاں ہیں۔"

" کیا کہہ رہی ہو۔" میں حیرت سے مُنہ پھاڑ کر رہ گیا۔ سلویا کی اس بات نے میرے ذہن کے دریچے وا کر دیے تھے اور اب معاملات مجھ پر واضح ہونے شروع ہو گئے تھے۔

" انھی فارمولوں کا ذکر ہے جو تم نے امریکی حکومت کے حوالے کیے ہیں۔" سلویا نے کہا۔

" جو فارمولے امریکی حکومت کے حوالے کر دیے گئے اُن کا کیا ذکر اور اب وہ ہمارے پاس کہاں؟"

" تو کیا تم نے واقعی اُن فارمولوں کی نقلیں کرا کے اپنے پاس محفوظ نہیں رکھیں؟"

" ساری گفتگو تمھارے سامنے ہی تو ہوئی تھی اور میں نے بتایا تھا کہ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔"

" مجھے کیا معلوم کہ تم سچ بول رہے تھے۔ میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔"

" یہ حقیقت ہے کہ ہمارے پاس اُن فارمولوں کی کوئی نقل نہیں ہے لیکن اب میری سمجھ میں آ گیا کہ اولیو ہاورڈ نے کیا کھیل کھیلا ہے۔ پہلے اُس نے مجھ پر یہ ظاہر کیا جیسے اُسے میری بات پر یقین آ گیا ہے لیکن درحقیقت وہ بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ فارمولوں کی نقلیں میرے پاس موجود ہیں۔ اُس نے تہذیب کو بھی یہی معلوم کرنے کے لیے اغوا کیا ہو گا۔ میرے بارے میں تو وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ میری زبان نہیں کھلوائی جا سکتی۔ اور مجھے چھوڑنے کی بھی یہی وجہ ہے۔ پہلے اُس نے بکی کو میرے پیچھے لگایا اور اب تمھیں بھی اسی مقصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ اُن فارمولوں کی قیمت چونکہ اربوں ڈالر تک پہنچتی ہے اس لیے اولیو ہاورڈ کی رال ٹپک پڑی۔ بلاشبہ یہی بات ہے ورنہ وہ میری خاطر اتنی زحمت نہ کرتا اور مجھے پہاڑی سلسلے میں ہی مروا دیتا۔"

" لیکن نہ تو اُس نے اور نہ ہی انکل رابیل نے مجھ سے فارمولوں کے سلسلے میں کوئی بات کی۔ اگر ایسی کوئی بات تھی تو اُنھیں چاہیے تھا مجھے واضح ہدایت دیتے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اولیو ہاورڈ نے محض احتیاطاً ہی تم سے فارمولوں کا تذکرہ کرنے سے گریز کیا ہوگا اور ہاروت رابیل کو بھی منع کر دیا ہوگا۔ ایسا اُس نے اس امکان کے پیشِ نظر کیا ہوگا کہ کہیں نادانستگی میں میرے سامنے تمھارے مُنہ سے فارمولوں کے بارے میں کچھ نہ نکل جائے۔ اگر ایسا ہوجاتا تو میں محتاط ہوجاتا اور وہ قیمتی فارمولے جو اُس کے خیال میں میرے پاس ہیں اُسے نہ مل پاتے جس کے نتیجے میں وہ اُن اربوں ڈالر کی رقم سے محروم ہوجاتا جو اُس کے خیال میں اُسے ملنے کے قوی امکانات موجود ہیں مگر سب سے زیادہ تشویش مجھے تہذیب کی طرف سے پیدا ہو گئی ہے۔ معلوم نہیں فارمولوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے وہ اُس پر کیسے کیسے تشدّد کر رہے ہوں گے۔"

"اُس پر زیادہ تر ذہنی دباؤ ڈالا گیا ہے۔ اولیو ہاورڈ نے سختی سے ہدایت کی تھی کہ اُس پر جسمانی تشدّد نہ کیا جائے۔ میرا اندازہ ہے کہ اُس نے تمھارے خوف سے یہ ہدایت جاری کی ہوگی۔ فرض کرو تہذیب کو کوئی نقصان پہنچ جائے اور تمھیں اس کا علم ہوجائے تو کیا تم اس کا انتقام نہیں لوگے؟"

"انتقام تو میں اب بھی لوں گا۔ اولیو ہاورڈ کو ایک ایک لمحے کا حساب دینا پڑے گا۔ اُس کی یہ جُرات کیسے ہوئی کہ اُس نے تہذیب پر ہاتھ ڈالا۔"

"ممکن ہے کسی موقع پر تہذیب کے حوالے سے وہ تمھیں بلیک میل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو؟"

"اُس کی فطرت کے پیشِ نظر یہ بعید از قیاس بھی نہیں ہے لیکن حتی الامکان وہ یہی چاہے گا کہ تمھارے ذریعے ہی اُسے مطلوبہ معلومات حاصل ہوجائیں۔"

"تم نے ابھی کھانا تو نہیں کھایا ہوگا؟" سلویا نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "اور فی الحال مجھے کھانے کی کوئی خاص خواہش بھی نہیں ہے۔ تم اپنے لیے منگوالو۔"

"تھوڑا بہت تو تمھیں کھانا ہی پڑے گا۔" سلویا نے کہا اور فون پر روم سروس کو کھانے کا آرڈر پلیس کر دیا۔

"آج شام میں نے اولیو ہاورڈ کو شامی کونسلیٹ کے ایک ملازم سے ملتے دیکھا تھا۔ تمھیں اس بارے میں کچھ معلوم ہے۔"

"مجھے کاروباری باتوں سے اُلجھن ہوتی ہے۔" سلویا نے مُنہ بنا کر کہا۔ "اس لیے میں اُن میں زیادہ دلچسپی بھی نہیں لیتی۔"

"کاروباری باتیں!" میں نے حیرت سے کہا۔ "میں شامی کونسلیٹ کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ اس میں کاروباری باتیں کہاں سے نازل ہوگئیں۔"

"اوہ! وہ وہاں کیا کرنے جا رہے ہیں۔" سلویا نے کہا۔ "یہاں تو تم نے اُن کا کاروبار تباہ کر دیا ہے۔"

"شام میں بھلا وہ کیا کاروبار کریں گے۔" میری حیرت میں اضافہ ہوگیا۔ "وہاں تو ویسے ہی کاروبار کے مواقع نہیں ہیں اور پھر اس مقصد کے لیے دیگر ممالک کم تو نہیں ہیں جہاں کاروبار کے بے حد مواقع ہیں۔"

"مجھے یہ سب نہیں معلوم۔" سلویا بے زاری سے بولی۔ "ممکن ہے کسی اور حکومت سے اُن کا معاہدہ نہ ہوسکا ہو۔"

"حکومت سے معاہدہ!" میری آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئیں۔ "گویا شام کی حکومت سے اُن کا معاہدہ بھی ہوچکا ہے۔"

"ہاں ہاں۔" سلویا نے بے اعتنائی سے کہا۔ "مگر تمھیں اتنی حیرت کیوں ہورہی ہے۔ اس بات کو تو بہت عرصہ گزر چکا۔ کوئی نئی بات تو نہیں ہے۔"

"اوہ! مجھے بتاؤ سلویا! پلیز مجھے بتاؤ۔ یہ تو اچھا ہوا اولیو ہاورڈ کی وجہ سے یہ بات میرے علم میں آگئی۔"

"لیکن میں تمھیں کیا بتاؤں۔ کہہ تو دیا مجھے کاروباری باتوں سے وحشت ہوتی ہے۔" سلویا جھنجلا گئی۔

"ضرور ہوتی ہوگی۔ میں اندازہ کرسکتا ہوں لیکن اس کاروباری معاہدے کے بارے میں تمھیں جتنا بھی معلوم ہے مجھے بتاؤ۔"

"پتا نہیں تم کس قسم کے آدمی ہو۔ اولیو ہاورڈ سے چھلانگ لگا کر کاروباری معاہدے کے پیچھے پڑ گئے۔"

کوئی جواب دینے سے قبل ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ چونکہ اندر سے بند تھا اس لیے میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ ویٹر کھانا لایا تھا۔ چند منٹ اسی میں گزر گئے۔ ویٹر کھانا میز پر چُن کر چلا گیا تو میں دوبارہ سلویا کی طرف متوجّہ ہوا۔ وہ میری بے چینی بھانپ گئی اور مُسکرا کر بولی۔

"کھانا تو شروع کرو۔ مجھے جو کچھ معلوم ہے بتا دوں گی مگر پہلے تم کھانا کھاؤ۔"

اب میرے لیے کھانا کھانا اور بھی مشکل ہوگیا تھا مگر اُس سے جلد از جلد معلومات حاصل کرنے کے لیے میں نے کچھ کہے بغیر کھانا شروع کر دیا۔ ہاروت رابیل اور اولیو ہاورڈ کے اشتراک سے شام میں کوئی کاروبار شروع کرنے کی خبر میرے لیے خاصی دھماکا خیز تھی۔ شام کی سرحد پر اسرائیلی فوجیں جمع تھیں اور یہ بات پوری دُنیا کے علم میں تھی کہ یہودی مسلمانوں کے دُشمن ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے باوجود شام کی حکومت نے ایک یہودی سے کیوں کر معاہدہ کرلیا اور اُسے اپنے ملک میں کوئی کاروبار کرنے کی اجازت کس طرح دی۔

میں نے محسوس کیا کہ سلویا بڑے غور سے مجھے دیکھ رہی ہے۔ میں نے نگاہ اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا تو اُس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

"کہاں کھو گئے تھے؟" اُس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "جب تمھیں تہذیب کے بارے میں معلوم ہوا ہے کھوئے کھوئے سے دکھائی دینے لگے ہو۔"

"معاملہ بہت سنگین ہے سلویا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم مجھ سے واقف ہو پھر بھی ایسی باتیں کر رہی ہو۔"

"تمھیں یقیناً یہ غم ستانے لگا ہوگا کہ اس کاروبار کی آڑ میں عربوں کے خلاف کوئی سازش ہوگی۔"

"میں صیہونی فطرت سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ ان کے پاس سازشوں کے علاوہ اور کچھ نہیں رکھا۔"

"تو ہونے دو۔ تمھارا کیا بگڑتا ہے۔ ان سازشوں سے تمھاری اپنی ذات پر تو کوئی آنچ نہیں آرہی۔"

"معاملہ اگر میری ذات کا ہوتا تو مجھے اتنی تشویش نہ ہوتی۔"

"ہاں معاملہ تو عربوں کا ہے جو خود کچھ نہیں کرسکتے۔ دوسروں پر تکیہ کیے بیٹھے رہتے ہیں۔" سلویا زہریلے لہجے میں بولی۔

میں نے زخمی نگاہوں سے سلویا کی طرف دیکھا تو وہ گڑبڑا گئی۔ "ٹھیک ہے یہ تمھارا ذاتی معاملہ ہے۔ مجھے کیا؟"

"معلوم نہیں کیوں تمھارے مُنہ سے یہ بات سُن کر مجھے افسوس ہوا۔ کسی اور نے کہا ہوتا تو میں اُسے جواب بھی دیتا۔ تمھیں کیا کہوں۔"

"میں معافی چاہتی ہوں۔" سلویا نے سر جُھکا کر کہا۔ "میرے کہنے کا وہ مقصد نہیں تھا جو تم نے سمجھا۔"

"اچھا اب کھانا تو کھاتی رہو۔" میں نے خوشگوار لہجے میں کہا تاکہ اُس کے تاسّف میں کسی قدر کمی واقع ہو۔ "کھانے نے کیا قصور کیا ہے۔"

"مجھے اس معاہدے کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں معلوم۔" سلویا نے آہستہ آواز میں کہا۔ "بس اتنا معلوم ہے کہ انکل رابیل نے وہاں کوئی دواساز فیکٹری قائم کرنے کے لیے شامی حکومت سے معاہدہ کیا ہے۔"

"دواساز فیکٹری!" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "یہ تو بڑی انہونی بات ہے۔"

"معاہدہ ہوئے تو عرصہ ہوا۔ اب تو وہاں کام بھی شروع ہونے والا ہے۔ میں نے انکل رابیل اور اولیو ہاورڈ کو باتیں کرتے سُنا تھا۔"

میں تشویش میں مبتلا ہوگیا۔ ہاروت رابیل کی ایک عمر ہتھیاروں کے کاروبار میں گزری تھی۔ اب اس کا اچانک دواسازی کی طرف مائل ہوجانا تعجّب خیز تھا۔ کاروبار تو خیر آدمی کوئی سا بھی کرسکتا ہے لیکن دواساز فیکٹری کا قیام اور وہ بھی شام جیسے ملک میں بڑی انہونی بات تھی۔ اس دواساز فیکٹری کے پسِ پشت کوئی سازش کارفرما تھی جس کا مجھے سراغ لگانا تھا۔ بات اگر وہاں سے شروع ہوتی جہاں میں نے ہاروت رابیل کا کاروبار تباہ کیا تھا تب بھی کوئی گنجائش نکل سکتی تھی مگر سلویا کے بیان سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس سے بہت پہلے ہی ہاروت رابیل نے شام میں دواساز فیکٹری قائم کرنے کا نہ صرف فیصلہ کرلیا تھا بلکہ اس ضمن میں عملی اقدامات بھی کر ڈالے تھے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ پہلے سے ہی کسی بڑے چکّر میں تھا۔

"کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ اولیو ہاورڈ یا ہاروت رابیل میں سے کوئی تم سے خود ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرے؟" دفعتاً میں نے سلویا سے پوچھا۔

"نہیں۔" سلویا نے کہا۔ "طے یہ ہوا ہے کہ میں خود ہی رابطہ کروں تو کروں ورنہ مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کرے گا۔ اور میں بھی اس وقت ٹرانسمیٹر استعمال کروں گی جب کوئی اہم اطلاع دینی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے سلویا۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اب میں جا رہا ہوں، دن میں کسی وقت آؤں گا۔"

"مجھے اس حال میں چھوڑ کر جا رہے ہو۔" سلویا نے کہا۔ "میرے پاس کسی قسم کا سامان تک نہیں ہے۔"

"رات تو یوں ہی گزار لو۔ کل دن میں یقیناً انتظامات کریں گے۔ اُس وقت تک ممکن ہے صورتِ حال کچھ واضح ہوجائے۔"

"نہیں، تم مجھے تنہا چھوڑ کر مت جاؤ۔ تنہائی میں مجھے یہاں وحشت ہوگی، ڈر لگے گا۔"

"ڈر کس بات سے لگے گا۔ یہاں کون تمھارا دُشمن ہے اور پھر کسی کو یہ معلوم بھی تو نہیں ہے کہ تم کہاں ہو۔"

"ڈر لگنے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی وجہ بھی ہو۔" سلویا نے کہا۔ "بغیر کسی وجہ کے بھی تو آدمی خوفزدہ ہوسکتا ہے اور پھر بدلے ہوئے حالات کے تحت تو میرا خوفزدہ ہونا فطری ہے۔"

"یہ ایک بھرا پُرا ہوٹل ہے سلویا۔ کوئی ویرانہ نہیں ہے اور احتیاط کے طور پر تم دروازہ اندر سے بند رکھنا۔"

"کیا اس وقت تمھارا جانا بہت ضروری ہے۔ یہ رات یہیں گزار لو۔ صبح چلے جانا۔"

"میں کوشش کرتا ہوں کہ میرے جائے بغیر کام ہوجائے۔" میں نے کہا اور فون کا ریسیور اُٹھا کر بڈ کے ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ بڈ نے میری آواز پہچان لی۔

"تم کہاں ہو چیف؟" بڈ نے کہا۔ اُس کی آواز سے بے چینی جھلک رہی تھی۔ "بڑی ہنگامہ خیز خبریں ہیں۔"

"میں ہوٹل ڈریم لینڈ میں ہوں۔" میں نے اُسے کمرا نمبر بتلاتے ہوئے کہا۔ "فون پر بات کرنا مناسب نہیں رہے گا۔ تم خود ہی میرے پاس چلے آؤ۔"

"میں پندرہ منٹ میں تمھارے پاس پہنچ رہا ہوں۔ کیا پیٹر کو بھی ساتھ لے آؤں؟"

"وہ کہاں ہے؟"

"میرے کمرے میں ہی موجود ہے۔ ہم دونوں بڑی بے چینی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے تمھارے منتظر تھے۔"

"ٹھیک ہے۔ اُسے بھی لے آؤ، کوئی حرج نہیں ہے۔"

فون بند کر کے میں سلویا کی طرف مڑا۔ "میں نے اپنے ساتھیوں کو یہیں طلب کر لیا ہے۔ اب شاید مجھے جانے کی ضرورت نہ پڑے۔"

"یہ اطلاع میرے لیے بہت خوش آئند ہے۔" سلویا مسکرا کر بولی۔ "اور اب میں خاصا سکون محسوس کر رہی ہوں۔"

"تم نے یہ سوچا ہے کہ اس طرح کب تک کام چل سکے گا؟" میں نے تشویش سے کہا۔ "اس وقت تو میں نے کام چلا لیا ہے لیکن جلد یا بدیر مجھے باہر جانا ہی پڑے گا۔"

"شاید انکل رابیل کے خلاف کام کر کے میں اپنے ضمیر پر بوجھ محسوس کر رہی ہوں اور ضمیر کی یہ خلش مجھے خوف زدہ کر رہی ہے۔" سلویا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تمھیں کسی قسم کی خلش محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ تم کسی فرد کے خلاف کام نہیں کر رہی ہو۔ تم بُرائی کے خلاف نبرد آزما ہو۔ تمھارے ضمیر کو تو مطمئن ہونا چاہیے۔"

"مجھ پر اُن کے بہت احسانات ہیں۔ میری پرورش، تربیت، اور تعلیم انھی کی مرہونِ منت ہے۔ آج میں جو کچھ بھی ہوں انھی کی بدولت ہوں۔ دُنیا کے لیے وہ لاکھ بُرے سہی مگر میرے ساتھ تو انھوں نے کبھی کوئی بُرائی نہیں کی۔ میں تو اُن کے احسانات کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہوں۔ اب میں سوچ رہی ہوں کہ کیا تمھارے ساتھ مل کر میں احسان فراموشی کی مرتکب تو نہیں ہو رہی؟" سلویا بہت مضمحل نظر آ رہی تھی اور اُس کا لہجہ بُجھا بُجھا سا تھا۔

میں سلویا کے نزدیک جا کر بیٹھ گیا اور اُس کے شانے پر ہولے سے تھپکی دے کر بولا۔ "مت بھولو کہ تم ایک ڈاکٹر ہو اور لوگوں کی زندگیاں بچانا تمھارا فرض ہے۔"

"یہی ایک خیال تو مجھے سہارا دیے ہوئے ہے ورنہ میں ڈگمگا جاتی۔ تمھیں کیا معلوم میں کس کشمکش میں گرفتار ہوں۔ ثابت قدم رہنے کے لیے مجھے کتنی جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے۔"

"ایک بات یاد رکھنا سلویا! میں تم پر کسی بھی قسم کا جبر نہیں کروں گا۔ تم اپنے ہر عمل کے لیے آزاد ہو۔ اگر تم واپس جانا چاہو گی تو میں تمھیں روکوں گا نہیں۔"

"مجھ سے ایسی باتیں مت کرو۔" اُس نے اپنا سر میرے شانے پر ٹکا دیا۔ "ایسی کوئی بھی بات مت کرو جو مجھے کمزور کرے۔ مجھے حوصلے کی ضرورت ہے اور یہ حوصلہ تم مجھے عطا کرو گے۔"

وہ میرے شانے پر سر رکھے سسکیاں لے رہی تھی۔ اُس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا اور میں دل ہی دل میں اُس کے حوصلے کی تعریف کر رہا تھا۔ جس کشمکش میں وہ مبتلا تھی یقیناً شروع ہی سے اس میں مبتلا رہی ہو گی مگر اُس نے جتنے اعتماد سے سب کچھ کیا تھا اس کی وجہ سے مجھے ایک لمحے کے لیے بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ تذبذب نامی کسی کیفیت کا بھی شکار ہو سکتی ہے۔ میں تو حقیقتاً یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ اُن لوگوں سے بُری طرح بدظن ہو چکی ہے۔ اُس کے باطن میں ہونے والی جدوجہد سے میں بے خبر تھا اور بے خبر رہتا اگر اُس کی قوتِ برداشت یوں اچانک جواب نہ دے جاتی۔

میں اُسے ہولے ہولے تھپکیاں دیتا رہا۔ اُس کے بالوں میں اپنی انگلیوں سے کنگھی کرتا رہا اور پھر میں نے اُس کی پیشانی چوم لی۔ "تم بہت عظیم ہو سلویا۔" میں نے سرگوشی میں کہا۔ "نیک نیتی سے تم جو عزم لے کر نکلی ہو اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا تمھاری ذمے داری ہے۔ جب آپریشن ضروری ہو جائے تو ڈاکٹر کو جھجکنا نہیں چاہیے۔ ڈاکٹر اگر جھجک جائے تو مرض قابو سے باہر بھی ہو سکتا ہے۔"

"مجھ سے ایسی ہی باتیں کرتے رہو علی یار خان۔" سلویا آنکھیں بند کیے کیے رُک رُک کر بولی۔ "تمھاری زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ مجھے مضبوط کر رہا ہے۔"

"آنکھیں کھولو سلویا! تلخ حقائق کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراؤ۔ شترمرغ کی طرح ریت میں مُنہ چھپانے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔"

سلویا مجھ سے علیحدہ ہو گئی۔ "جو تلخ گھونٹ میں نے لیا ہے اُسے حلق سے اُتارنا ہی پڑے گا۔"

"تلخ گھونٹ اگر تم حقیقت کو کہہ رہی ہو تب تو ٹھیک ہے لیکن اگر تم ایک صحیح اقدام کو تلخ گھونٹ سے تشبیہ دے رہی ہو تو مجھے اعتراض ہے۔"

"میں اپنے ساتھ شاید تمھیں بھی پریشان کر رہی ہوں اور شاید تم پر میرا اتنا حق ہے بھی نہیں۔"

"نہ تم خود پریشان ہو اور نہ مجھے پریشان کر رہی ہو۔ یہ وقتی جذباتی کیفیت ہے جو گزر جائے گی اور جو کچھ تم کرو گی اُس پر تمام عمر فخر کرو گی۔"

"تمھارے ساتھی آنے والے ہوں گے۔ اُن کے آنے سے قبل ہی مجھے اپنا حلیہ تبدیل کر لینا چاہیے۔" سلویا نے کہا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

سلویا کے باتھ روم سے برآمد ہونے سے قبل ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ توقع کے مطابق دروازے پر بڈ اور پیٹر ہی تھے۔ میں نے انھیں اندر بُلا لیا۔

"تم اُس لڑکی سے ملنے ایسے آئے کہ ہم لوگوں کو بھی بھول گئے۔" بڈ نے شکایتی لہجے میں کہا۔ اُسی وقت سلویا باتھ روم سے برآمد ہوئی اور بڈ کی نگاہیں اُس پر جم گئیں۔ سلویا نے اُسے ہیلو بھی کہا مگر بڈ کے مُنہ سے کوئی آواز نہیں نکلی۔ وہ مُنہ پھاڑے سلویا کو گھور رہا تھا جبکہ پیٹر نے اُسے جواب میں ہیلو کہا تھا۔

"تم شاید مجھ سے کچھ کہہ رہے تھے بڈ۔" بالآخر مجھے دخل اندازی کرنی پڑی۔ میں نے اُسے انتہائی سخت لہجے میں مخاطب کیا تھا۔

"ہم پر مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں اور تم یہاں مزے کر رہے ہو۔" بڈ نے جیسے اپنی محویت سے چونک کر بے ساختہ کہا۔

"اس سے کسی ڈھنگ کی بات کی توقع کرنا فضول ہے۔" میں نے غصیلے لہجے میں پیٹر سے کہا۔ "تم بتاؤ کیا بات ہے؟"

پیٹر نے ایک اچٹتی ہوئی نظر سلویا پر ڈالی جو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی اپنا میک اپ درست کر رہی تھی۔ پیٹر کے انداز میں قدرے ہچکچاہٹ محسوس کر کے میں نے کہا۔

"تمھیں جو کچھ بھی کہنا ہے بلا خوف و خطر کہو۔ سلویا کا تعلق ہاروت رابیل سے تھا مگر اب یہ ہمارے ساتھ مل گئی ہے۔"

"اولیو ہاورڈ کے آدمیوں نے اُس بنگلے پر چھاپا مارا تھا جہاں تم اور ٹکی ٹھہرے ہوئے تھے۔" پیٹر نے کہا۔

"اوہ! یہ کس وقت کی بات ہے؟"

"یہ ٹھیک اُس وقت کی بات ہے جب تم سلویا کے ساتھ کلب سے فرار ہوئے تھے۔ وہ زبردستی بنگلے میں گھس گئے اور انھوں نے وہاں توڑ پھوڑ کرنے کے علاوہ میرے آدمیوں پر تشدّد بھی کیا۔ انھیں ٹکّی ہاورڈ کی تلاش تھی اور وہ اسی سلسلے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے۔"

"پھر تمھارے آدمیوں نے انھیں کیا جواب دیا؟" میں نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"اُنھوں نے لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے یہ کہا کہ تم دونوں وہاں سے کل رات گئے تھے اور ابھی تک ایک کی بھی واپسی نہیں ہوئی ہے۔"

میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس اسٹیج پر اولیو ہاورڈ تک ٹکّی کی موت کی خبر پہنچے۔ "تمھارے آدمی خاصے عقلمند ہیں۔" میں نے کہا۔

"وہ اسی بات کی روٹی کھاتے ہیں۔ انھیں بڑی بڑی تنخواہیں یوں ہی ادا نہیں کی جاتیں۔"

"پھر اس کے بعد کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"اولیو ہاورڈ کے آدمیوں نے پورے بنگلے کی تلاشی لی اور پھر دھمکیاں دیتے ہوئے رخصت ہو گئے۔"

"اُن کی دھمکیوں کی پروا مت کرو اور بنگلے سے اپنے سب آدمی ہٹا دو۔"

"بات یہیں ختم نہیں ہو گئی مسٹر ایلن گراہم۔" پیٹر نے کہا اور اُس کے مُنہ سے میرے لیے یہ نام سُن کر سلویا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ میں نے اسے محسوس کیا مگر میں نے اپنی توجّہ پیٹر پر ہی مرکوز رکھی جو سلویا کے چونکنے سے بے خبر اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا۔ "اس کے تھوڑی ہی دیر بعد نائٹ کلب سے میرے ہم شکل کو اغوا کر لیا گیا۔"

"کیا؟" میں نے چونک کر کہا۔ "یعنی اپنی دانست میں اُنھوں نے تمھیں اغوا کر لیا۔"

"میرے لیے یہ بڑے شرم کی بات ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "آخر میری اپنی بھی کوئی ساکھ ہے۔"

"مجھے توقع نہیں تھی کہ اولیو ہاورڈ اتنی تیزی سے حرکت میں آئے گا تاہم یہ اُس کی حد سے بڑھی ہوئی بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے۔"

"معلوم بھی تو ہو کہ وہ کس بات پر اتنا بوکھلایا ہوا ہے۔ آج اُس نے یہ کیا ہے کل اس سے بڑھ کر بھی کچھ کر سکتا ہے۔"

"نہیں، اب یہ امکان نہیں ہے۔" میں نے کہا اور اُسے سلویا سے ملاقات کے بعد سے پیش آنے والے واقعات بتا دیے۔

بڈ حیرت سے آنکھیں پھاڑے مجھے گھور رہا تھا۔ "معاف کرنا چیف! یہ اولیو ہاورڈ تو بہت گاؤدی آدمی ہے۔ کس قدر احمقانہ منصوبہ بنایا ہے۔"

"خیر یہ تو مت کہو۔" میں نے کہا۔ "منصوبہ تو اُس نے بڑی ذہانت سے مرتب کیا تھا بس حد سے بڑھی ہوئی خوداعتمادی اُسے لے ڈوبی۔ اُس نے ایک ہی پہلو نظرانداز کیا تھا اور وہیں چوٹ کھا گیا۔ اسے تم اُس کی بے وقوفی سے زیادہ اُس کی بدقسمتی بھی کہہ سکتے ہو۔"

"اگر اُس کے خلاف اب بھی کچھ نہ کیا گیا تو اُس کے حوصلے بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔" پیٹر نے کہا۔

"اولیو ہاورڈ نے جلدبازی میں جو اقدامات کیے ہیں اُسے جلد ہی اُن کے غلط ہونے کا اندازہ ہو جائے گا۔ میرے خیال میں اب وہ مزید حماقتیں نہیں کرے گا۔"

"اُس کے خلاف ہم نے جو منصوبہ بنایا تھا اُس پر کب عمل کرو گے؟" پیٹر نے پوچھا۔

"اب وہ منصوبہ قابلِ عمل نہیں رہا۔ اُس سے نمٹنے کے لیے کوئی اور تدبیر سوچنی پڑے گی۔"

"تو گویا اب تک ہم نے جتنی محنت کی تھی وہ سب رائیگاں ثابت ہوئی۔" پیٹر نے کہا۔ اُس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"ممکن ہے اولیو ہاورڈ امریکا سے نکل جائے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ شام کا ہی رُخ کرے گا اور ہمیں بھی اُس کے تعاقب میں شام روانہ ہونا پڑے گا۔ جبکہ میرے پاس کاغذات تک نہیں ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ وہ یہاں سے بچ کر نکلے ہی کیوں؟" پیٹر بولا۔ "اُسے یہیں کیوں نہ ختم کر دیا جائے۔"

"ہم اسی بات کے لیے کوشاں ہیں پیٹر! اور فرض کرو ہم کامیاب ہو گئے تب بھی مجھے تو امریکا سے نکلنا ہی ہو گا۔ کیا اس کام میں تم میری مدد نہیں کرو گے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تمھارے ساتھ مشکل یہ ہے کہ تم میک اپ تبدیل کرتے رہتے ہو۔ بہرحال جس میک اپ میں یہاں سے نکلنا چاہو اُس کی تصویریں فراہم کر دینا۔ میں کوشش کروں گا کہ ایک ہفتے تک تمھیں کاغذات تیار ہو کر مل جائیں۔"

"وہ شام والا کیا معاملہ ہے چیف؟" بُڈ نے پوچھا۔

"شام جیسے ملک میں کسی صنعت کا لگانا انتہائی احمقانہ بات ہے۔ اور پھر ہاروت رابیل جیسے بڑے کاروباری شخص سے اس قسم کی حماقت کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ درپردہ کوئی سازش کر رہا ہے۔ سازش بھی یقیناً بڑی ہوگی ورنہ وہ اتنا پیسہ ضائع نہ کرتا۔"

"تم نے اس سلسلے میں کیا قدم اُٹھانے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"سب سے پہلے تو ہمیں مکمل معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔ سلویا کی معلومات چونکہ بہت سرسری ہیں لہٰذا میں نے سوچا ہے کہ شام کے قونصل جنرل سے مل کر ہی بات بن سکتی ہے۔"

"اتنے لمبے بکھیڑے میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔" پیٹر سے رہا نہیں گیا اور وہ درمیان میں بول پڑا۔ "اولیو ہاورڈ کے ساتھ اُس کا بھی صفایا ہو جائے گا تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔"

میں اُسے کیا بتاتا کہ میں دراصل کون ہوں اور اتنے لمبے بکھیڑے میں کیوں پڑ رہا ہوں۔ وہ ابھی تک میری اصل شخصیت سے ناواقف تھا اور اُس کا ناواقف رہنا ہی بہتر تھا۔

"میں اُسے کاروباری طور پر مفلوج کر دینا چاہتا ہوں مسٹر پیٹر! اُس نے میرے ساتھ کاروباری بددیانتی کی تھی اور میں اُسے سزا دیے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔"

"لیکن شام کے قونصل جنرل سے تم کس حیثیت میں ملو گے اور وہ تمھیں معلومات کیونکر فراہم کر دے گا؟"

"میرے پاس ایسے گُر موجود ہیں کہ میں اُس سے بہ آسانی اپنے مطلب کی معلومات حاصل کر سکوں گا۔"

"اگر تم حکم کرو چیف تو تمھارا یہ خادم اس سلسلے میں کوئی کوشش کرے؟" بُڈ نے کہا۔

"نہیں بُڈ! معاملے کی نوعیت ایسی ہے کہ مجھے خود ہی اسے دیکھنا پڑے گا۔ کل صبح ہی میں اُس سے مل کر دیکھوں گا۔ ممکن ہے کام بن ہی جائے۔"

"اور میڈم کی رہائی کے لیے تم نے کیا سوچا ہے؟"

"اُس کے لیے بھی کچھ سوچوں گا لیکن پہلے ہاروت رابیل والا معاملہ نمٹا لوں۔ یہ زیادہ اہم ہے۔"

"رات تم یہیں گزارو گے چیف؟" بُڈ نے بظاہر سرسری انداز میں کہا مگر اُس کے لہجے میں چھپی ہوئی معنویت مجھ سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔

"ہاں۔" میں نے اُس کے لہجے کا نوٹس لیے بغیر سنجیدگی سے کہا۔ "رات میں یہیں گزاروں گا اور صبح تم میری جگہ لینے یہاں آ جاؤ گے۔ میرے ذہن میں دو تین منصوبے ہیں۔ میں اُن پر غور کر لوں اور مجھے اُمید ہے کہ صبح تک میں کسی نتیجے پر پہنچ جاؤں گا پھر میں تمھیں بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے۔ تمھارے آدمی عمارت کی نگرانی تو کر رہے ہوں گے؟"

"نگرانی تو ہو رہی ہے چیف! مگر ایسی نگرانی سے کیا فائدہ کہ ہم کسی کا تعاقب بھی نہیں کر سکتے۔"

"یہ فائدہ کیا کم ہے کہ ہم اُس عمارت میں تہذیب کی موجودگی کے بارے میں پُریقین ہیں۔"

کچھ دیر بعد پیٹر اور بُڈ چلے گئے۔ سلویا اب نارمل نظر آ رہی تھی اور اُس کیفیت سے نکل آئی تھی جس میں وہ کچھ دیر قبل اچانک ہی گرفتار ہو گئی تھی۔

"اب تم سو جاؤ سلویا! تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"مجھ سے ہمدردی کر رہے ہو۔" سلویا مسکرائی۔ "نہیں، مجھے نیند نہیں آ رہی۔ کھانے کے بعد کافی پینے کی عادی ہوں جو آج رہ گئی۔"

میں نے اُس سے کچھ کہے بغیر فون پر روم کافی لانے کو کہا اور پھر اُس سے بولا۔ "ہاروت رابیل تمھارا سرپرست ہے۔ اگر تم کہو تو میں اُسے رعایت دینے کو تیار ہوں۔"

"میں اپنے سرپرست کو بہت عظیم روپ میں دیکھنے کی خواہش مند تھی مگر افسوس میری یہ خواہش عملی جامہ نہیں پہن سکتی۔ بددیانتی کرنا اُس کے نزدیک کوئی جرم ہی نہیں ہے۔ آدمی کسی کام کو بُرا سمجھے تبھی تو اُس کی اصلاح کی توقع کی جا سکتی ہے لیکن جو شخص اس قسم کی غیر اخلاقی حرکتوں کو آرٹ کا درجہ دیتا ہو اُس کے سدھرنے کی توقع رکھنا عبث ہے۔ تم اُن کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ میری وجہ سے اُن سے کوئی رعایت مت برتنا۔"

کافی آئی اور سلویا نے دو پیالیوں میں کافی بنا کر ایک پیالی میری طرف بڑھا دی۔ "معلوم نہیں کیسے اُس وقت میں جذبات کے ریلے میں بہہ گئی تھی۔ میری اُس جذباتی کیفیت کی وجہ سے تمھیں جس ذہنی کوفت سے گزرنا پڑا اُس کے لیے میں تم سے بے حد شرمندہ ہوں۔"

سلویا نے کوشش کی تھی کہ اُس کی آواز سے کسی جذبے کا اظہار نہ ہونے پائے لیکن میں صاف دیکھ رہا تھا کہ وہ اب بھی مغموم ہے۔ میں اُس کے لیے متاسف تھا مگر اُس کے لیے کچھ کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ اُس کے مسئلے کا حل دُنیا کے کسی بھی شخص کے پاس نہیں تھا۔

"تم نے ایک بُرائی کو ختم کرنے کے لیے بہت بڑی قربانی دی ہے سلویا! اور ہر وہ شخص جس میں اچھائی کا تھوڑا سا بھی جذبہ موجود ہو میرا دوست ہے۔ تم تو اس میدان میں بہت آگے بڑھ گئیں یقین کرو مجھے تم پر رشک آتا ہے۔ مستقبل میں اگر کہیں میں نے تمھارا ذکر کیا تو اس فخر کے ساتھ کروں گا کہ مجھے تمھاری دوستی کا اعزاز حاصل تھا۔"

"تم میرا دل رکھنے کے لیے یہ باتیں کر رہے ہو۔" سلویا پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔ "ورنہ تم نے تو خود اپنی زندگی ایک مقصد کے لیے وقف کر رکھی ہے۔"

"ہم دونوں میں یہی تو فرق ہے۔ میں نے اپنے جذبات کے مطابق فیصلہ کیا تھا اور تم نے ایک بُرائی کو ختم کرنے کے لیے اپنے جذبات کی قربانی دی ہے۔ اس اعتبار سے تمھیں مجھ پر سبقت حاصل ہے۔"

سلویا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "کچھ دن تمھارے ساتھ رہنے کا موقع ملا تو میں گفتگو کرنے کا فن بھی سیکھ جاؤں گی۔"

"میرا خیال ہے میں نے ایک درست بات کہی ہے۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "میں نے کسی غلط بات کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش تو نہیں کی۔"

"تم نے اپنے زورِ بیان سے ایک چھوٹی سی بات کو بہت بڑا کر دیا۔ ورنہ کہاں ایک چھوٹا سا فیصلہ اور کہاں پوری زندگی ایک ہی مقصد کے لیے وقف کر دینا۔ دونوں میں بھلا کیا مقابلہ۔"

"نہ مانو تو تمھاری مرضی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"ارے ہاں۔" دفعتاً سلویا نے چونک کر کہا۔ "وہ شخص جس کا نام پیٹر ہے تمھیں ایلن گراہم کے نام سے مخاطب کر رہا تھا۔ یہ کیا چکر ہے؟"

"چکر وکر کچھ نہیں ہے۔ بس میں نے اُس پر اپنی اصل شخصیت ظاہر نہیں کی ہے۔"

"کیوں۔ وہ تو تمھارا ساتھی ہے۔ کیا تم اُسے قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ میں اُسے قابلِ اعتماد نہ سمجھوں۔ دراصل میں نہیں چاہتا کہ میری شخصیت زیادہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ وہ اولیو ہاورڈ کی دشمنی میں مجھ سے مل گیا ہے۔ اُس کا کام ہو جائے گا تو پھر ہم دونوں کے درمیان کوئی واسطہ بھی نہیں رہے گا۔ اُس کی صحت پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اُس کے لیے تو بس میں ایک ایسا ہتھیار ہوں جس سے وہ اپنے دُشمنوں پر کاری ضرب لگا سکتا ہے۔ میں اور اولیو ہاورڈ آپس میں ٹکرائیں گے تو دونوں میں سے ایک کا نقصان ضرور ہوگا۔ اگر نقصان اولیو ہاورڈ کا ہوا تو پیٹر کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا لیکن اگر مجھے نقصان پہنچ گیا یا میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تو پیٹر کو صرف اس بات کا دُکھ ہوگا کہ اولیو ہاورڈ کو کوئی نقصان کیوں نہ پہنچ سکا۔ میرے نقصان کا اُسے یا تو کوئی افسوس نہیں ہوگا یا اگر ہوا بھی تو ذرا دیر کے لیے ہوگا اور اس کے بعد پھر وہ کسی ایسے آدمی کی تلاش شروع کر دے گا جو اولیو ہاورڈ کے خلاف اُس کا ساتھ دے سکے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ مجھے اُس پر اپنی شخصیت ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔" سلویا نے کہا۔ "لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی موقع پر وہ تمھاری اصل شخصیت سے آگاہ ہو جائے۔"

"میری کوشش ہے کہ وہ میری اصل شخصیت سے بے خبر ہی رہے لیکن اگر حادثاتی طور پر وہ میرے بارے میں جان لیتا ہے تو مجھے اس کی بھی زیادہ پروا نہیں ہوگی۔"

"خیر ہوگا۔" سلویا بولی۔ "تم نے بُڈ سے کہا تھا کہ تمھارے ذہن میں دو تین منصوبے ہیں جن پر غور کرنے کے بعد تم کوئی حتمی فیصلہ کرو گے۔"

"ہاں، میں نے کہا تھا۔ دراصل مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ میں کیا کرنے والا ہوں مگر مجھے کچھ معلومات کی ضرورت ہے۔"

"مجھے بہت سی باتیں معلوم ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ باتوں سے میں لاعلم ہوں۔ تمھیں جو بھی پوچھنا ہو پوچھ لو۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھارے کام کی بات کون سی ہوگی۔"

"اور میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا کہ تم سے کیا پوچھوں جو میرے کام آ سکے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن تم یہ تو بتا ہی سکو گی کہ کیا اُس عمارت میں داخل ہونا ممکن ہے جہاں مجھے قید رکھا گیا تھا؟"

"میرے خیال میں اولیو ہاورڈ کی مرضی کے خلاف یہ ممکن نہیں ہے۔ پہلے کی بات اور تھی مگر آج کل وہاں سخت پہرہ ہے اور کشت و خون کیے بغیر داخل نہیں ہوا جا سکتا۔"

"میرا اندازہ بھی یہی تھا۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "خیر تم یہ بتاؤ کہ اگر عمارت میں اولیو ہاورڈ موجود نہ ہو تو وہاں کا کرتا دھرتا کون ہوتا ہے کون ذمّے دار ہوتا ہے؟"

"اُس کا نام البرٹ ہے۔ پہلے وہ نیویارک کا نامی گرامی غنڈہ تھا پھر انکل رابیل نے اُس کی خدمات حاصل کر لیں۔ میرا خیال ہے اُنھوں نے اُسے تربیت بھی دلوائی ہے۔"

"گویا اب وہ ایک تربیت یافتہ بدمعاش ہے۔"

"انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ ہاروت رابیل کے وہ تمام آدمی جو اس عمارت میں ہوتے ہیں اُن کا چارج اُس کے پاس ہوتا ہے۔"

"اُس کا دائرۂ کار عمارت کے اندر تک ہی محدود ہے یا وہ باہر کے کاموں میں بھی حصّہ لیتا ہے؟"

"اولیو ہاورڈ کے آنے کے بعد سے تو اُسے باہر کے کام بھی نمٹانے پڑ رہے ہیں۔ پیٹر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا کام اولیو ہاورڈ نے اُسی کے سپرد کیا تھا۔"

"اوہو! تو کیا پیٹر کی نگرانی کرنے والوں میں البرٹ بھی شامل تھا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے پوچھا۔
"نہیں، وہ خود تو نگرانی نہیں کر رہا تھا مگر میرا خیال ہے اُسے اغوا کرنے کا کام اُسی کی نگرانی میں ہوا ہوگا۔"
"اولیو ہارڈ اس وقت حماقتیں کرنے پر اُتر آیا ہے۔ پیٹر کے ہم شکل کو اغوا کرا کے اُس نے ایک غیر دانش مندانہ حرکت کی ہے اور اب تک اُسے یقینی طور پر معلوم ہو چکا ہوگا کہ جس شخص کو اُس نے اغوا کرایا ہے وہ اُس کا مطلوبہ شخص نہیں ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کیا یہ معلوم کرنے کے بعد اولیو ہارڈ مزید حماقتوں کا ارتکاب نہیں کرے گا۔"
"مجھے کیا معلوم۔" سلویا نے کندھے اُچکائے۔ "تم اُس کے پُرانے حریف ہو۔ تم ہی بہتر جان سکتے ہو کہ کن حالات میں وہ کیا کر سکتا ہے۔"
"للّی کی گمشدگی نے اُسے پاگل کر رکھا ہوگا۔ اُس کی دانست میں اُس کی حماقت سے للّی کی اصلیت میرے علم میں آچکی ہے۔ اب اپنی بیٹی کی جان بچانے کے لیے وہ ہر حربہ آزمائے گا۔"
"پیٹر تو ایک غیر متعلق شخص ہے۔ اس کو اغوا کرانے سے اولیو ہارڈ کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"
"غیر متعلق شخص کیسے ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم اُس شخص کو غیر متعلق کہہ رہی ہو جو اولیو ہارڈ کی جان کے درپے ہے اور اولیو ہارڈ اس بات سے واقف بھی ہے۔"
"للّی والے معاملے سے تو اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُسے اغوا کرا کے اولیو ہارڈ اپنی جان تو بچا سکتا ہے مگر اس سے اُس کی بیٹی کو کیا فائدہ پہنچے گا؟"
"پیٹر کے ذریعے وہ مجھ تک پہنچنا چاہ رہا ہوگا لیکن اب اُس کی یہ امید دم توڑ گئی ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ اب وہ کیا کرے گا؟"
"اس وقت وہ پیٹر کے ہم شکل پر پیٹر کا پتا جاننے کے لیے تشدّد کر رہا ہوگا۔" سلویا نے کہا۔ "کیونکہ تم تک صرف پیٹر کے ذریعے پہنچا جا سکتا ہے۔"
"اُس پر تشدّد سے اُسے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ وہ بے چارہ اس بات سے لاعلم ہے کہ پیٹر کہاں مقیم ہے۔"
"اگر اُسے یقین ہو گیا کہ جس آدمی کو اُس نے اغوا کرایا ہے اُسے کچھ معلوم نہیں ہے تو پھر کسی اور ذریعے سے پیٹر تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔"
"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "بالکل سامنے کی بات ہے۔ پہلے ہی میرے ذہن میں آجانی چاہیے تھی۔" میں فون کی طرف جھپٹا مگر میرے ریسیور اُٹھانے سے قبل ہی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ میں نے ریسیور اُٹھا لیا۔ دوسری طرف پیٹر تھا اور خاصے غصّے میں معلوم ہو رہا تھا۔
"جن لوگوں نے میرے ہم شکل کو اغوا کیا تھا وہ پھر کلب میں نظر آرہے ہیں۔ ابھی جیکسن کا فون آیا تھا۔ میرے آدمی بہت بپھرے ہوئے ہیں اور وہ اُن لوگوں کے خلاف کچھ کرنے کے لیے سخت بے چین ہیں۔ جیکسن کا کہنا ہے کہ انھیں قابو میں رکھنا اُس کے لیے مشکل ہو رہا ہے۔ مجھے بتاؤ، میں اُسے کیا جواب دوں۔"
"اُس سے کہو اپنے آدمیوں کو قابو میں رکھے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اس اسٹیج پر اگر کھیل بگڑ گیا تو میں بھی اسے نہیں سنبھال سکوں گا۔"
"اگر اُنھوں نے پھر کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میرے آدمی خاموش تماشائی نہیں بنے رہ سکیں گے۔ ہر بات کی کوئی حد ہوتی ہے مسٹر ایلن! تم خود تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہو اور مجھے بھی کچھ نہیں کرنے دے رہے ہو۔ معاملہ برداشت سے باہر ہو چکا ہے۔"
"میں تمھیں فون کرنے ہی والا تھا کہ تمھارا فون آگیا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "تم جیکسن کو کوئی جواب دیے بغیر فوراً کلب کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ میں بھی اُدھر ہی آرہا ہوں۔ میں تمھاری اس بات سے متفق ہوں کہ اُن لوگوں کو اب مزید ڈھیل نہیں دی جا سکتی۔"
فون بند کر کے میں سلویا کی طرف مڑا۔ "رات کے بارہ بج چکے ہیں۔" میں نے اُس سے کہا۔ "کلب کی رونقیں اس وقت شباب پر ہوں گی۔ شاید تمھیں نیند آرہی ہو مگر مجھے افسوس ہے کہ تم سو نہیں سکو گی۔ تمھیں اس وقت میرے ساتھ کلب چلنا ہے اور البرٹ کی نشاندہی کرنی ہے۔ کیا تم چلنے کے لیے تیار ہو؟"
"مجھے نیند نہیں آرہی۔" سلویا نے کہا۔ "اگر آرہی ہوتی تب بھی میں یہاں تنہا رہنے پر تمھارے ساتھ چلنے کو ترجیح دیتی۔ چلو میں تیار ہوں۔"
سلویا اپنا پرس اُٹھا کر کھڑی ہو گئی۔
ہم دونوں بڑی عجلت میں ہوٹل سے باہر نکلے۔ سلویا کی کار کی ڈرائیونگ سیٹ میں نے سنبھال لی تھی۔ سڑکوں پر رش نہیں تھا اس لیے تیز رفتاری سے کار ڈرائیونگ کرنے میں کوئی دُشواری نہیں ہو رہی تھی۔
"تم بہت زیادہ عجلت میں ہو۔" سلویا نے کہا۔ "اور تمھارے ارادے بھی مجھے نیک نظر نہیں آرہے۔"
"اولیو ہارڈ کو جواب دینا بہت ضروری ہے سلویا! پیٹر میرے ساتھ کام کر رہا ہے اور اس وقت اُس کی حیثیت میرے ساتھی کی سی ہی ہے۔ میں اولیو ہارڈ کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ جو چاہے من مانی کرتا رہے اور میں خاموش بیٹھا رہوں۔ اس شخص کو اینٹ کا جواب پتھر سے دینا بہت ضروری ہے۔"
"تم نے مجھے بتایا نہیں کہ پیٹر نے فون پر تمھیں کیا اطلاع دی ہے جسے سن کر تم اتنی تیزی سے حرکت میں آگئے ہو۔"
"جن لوگوں نے اُس کے ہم شکل کو اغوا کیا تھا وہ پھر کلب میں دکھائی دے رہے ہیں۔ پیٹر خود بھی کوئی شریف آدمی نہیں ہے اور اُس کے آدمیوں کا بھی یہی حال ہے۔ اُس کے آدمی قابو سے باہر ہو رہے ہیں۔ وہ اُن لوگوں کے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کا یہ رویّہ فطری بھی ہے۔ بہرحال میں نے انھیں کچھ کرنے سے روک دیا ہے۔"
"انھیں روک دیا ہے تو خود وہاں کیا کرنے جا رہے ہو؟"
"اولیو ہارڈ کو اُس کے انداز میں جواب دینا ضروری ہے۔ پیٹر کے آدمی اگر اُن لوگوں سے اُلجھے تو خواہ مخواہ کشت و خون ہوگا۔ ممکن ہے پولیس بھی اس طرف متوجہ ہو جائے جبکہ میں یہ نہیں چاہتا۔"
"اس وقت اُن لوگوں کی وہاں آمد کا مقصد کیا ہے؟" سلویا نے پوچھا۔
"تم ہی نے تو اس امکان کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اب وہ میرا سراغ لگانے کے لیے پیٹر تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔"
"کلب میں ایسا کون ہے جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ وہ پیٹر کی موجودہ قیام گاہ سے واقف ہوگا؟"
"پیٹر کا پارٹنر سیاہ فام جیکسن۔" میں نے جواب دیا۔ "صرف اُس کو پیٹر کے بارے میں علم ہے اور مجھے یقین ہے کہ اب وہ جیکسن کو اغوا کرنے کی کوشش کریں گے۔"
کلب کے احاطے میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور پارکنگ ایریا میں اچھی خاصی تاریکی بھی مُسلّط تھی۔ کار پارک کرتے ہوئے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں میری نگاہ سیاہ رنگ کی ایک فورڈ پر پڑی جو دوسری کاروں سے الگ تھلگ پارک کی گئی تھی۔ کار خالی نہیں تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک شخص بیٹھا سگریٹ نوشی کر رہا تھا۔
"یہ... یہ اُنھی لوگوں کی کار ہے۔" سلویا نے فورڈ کی طرف اشارہ کر کے بے تابی سے کہا۔
"کیا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص البرٹ ہے؟"
"نہیں، وہ البرٹ نہیں ہو سکتا۔" سلویا نے سر کو منفی جنبش دی۔ "البرٹ تو لمبا تڑنگا آدمی ہے۔"
میں اور سلویا کار سے اُتر گئے۔ ابھی میں کار کا دروازہ لاک کر ہی رہا تھا کہ احاطے میں ایک اور کار داخل ہوئی۔ میں نے کار پہچان لی۔ اس کار میں پیٹر ہی ہو سکتا تھا۔ اُس نے بھی ہمیں دیکھ لیا تھا۔ اسی لیے اُس نے اپنی کار ہماری کار کے برابر ہی لا کر پارک کی۔ میں آگے بڑھ کر اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔
"مجھے ایک ریوالور درکار ہے۔" میں نے پیٹر سے کہا۔ آواز میں نے دھیمی ہی رکھی تھی۔
"میرے پاس ریوالور تو ہے مگر ایک ہی ہے۔" پیٹر نے کہا۔ اُس نے بھی اپنی آواز بلند نہیں ہونے دی تھی۔
"کوئی بات نہیں۔ وہ ریوالور میرے حوالے کر دو۔ تمھیں اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"
پیٹر نے ریوالور نکال کر مجھے دے دیا۔ دفعتاً مجھے ایک خیال آیا اور میں نے پیٹر سے کہا۔ "شاید سائیلنسر کی ضرورت بھی پڑ جائے۔"
پیٹر نے کچھ کہے بغیر کار کے گلوو کمپارٹمنٹ سے سائیلنسر نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ جتنی دیر میں میں نے ریوالور کی نال پر سائیلنسر فٹ کیا، پیٹر اپنی کار لاک کر چکا تھا۔ اس پورے عرصے میں میں سیاہ فورڈ کی جانب متوجہ رہا تھا۔ اندھیرے کے باعث وہ ہماری کارروائی نہیں دیکھ سکتا تھا۔
"آؤ، اب اندر چلتے ہیں ورنہ وہ ہماری طرف سے مشکوک ہو جائے گا۔" میں نے کہا اور ہم تینوں کلب کے داخلی دروازے کی طرف چل پڑے۔ "سلویا! تم سیدھی ہال کی طرف جاؤ گی۔ ہو سکتا ہے البرٹ وہاں موجود ہو۔ اگر ایسا ہو تو جب میں وہاں آؤں تو تم آنکھ کے اشارے سے مجھے اُس کی شناخت کرا دینا۔"
"اب مجھے ان لوگوں سے ڈر لگنے لگا ہے۔" سلویا نے کہا۔ "میں تمھارے ساتھ ہی رہوں گی۔"
"فضول باتیں مت کرو سلویا!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "ہم تینوں میں سب سے زیادہ مضبوط پوزیشن تمھاری ہے۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ بے فکر رہو۔"
سلویا نے پھر کچھ نہیں کہا اور سیدھی ہال کی طرف چلی گئی۔ کلب کے ملازمین نے پیٹر کو پہچان کر اُس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی مگر میرے کہنے پر پیٹر نے انھیں خود سے دور رہنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ میں اس سے قبل بھی دو بار وہاں آچکا تھا مگر اس وقت تو اُن کے تیور کچھ اور نظر آرہے تھے۔ وہ سب ہی اس بات سے واقف تھے کہ اغوا ہونے والا پیٹر نہیں تھا بلکہ وہ ملازم تھا جس کے میک اَپ میں خود پیٹر تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ صرف اُن کے تیور خراب تھے۔ اگر واقعی پیٹر اغوا ہو گیا ہوتا تو اب تک وہ اولیو ہارڈ کے آدمیوں کی تکا بوٹی کر چکے ہوتے۔
"جیکسن اس وقت کہاں ہوگا؟" میں نے دھیمی آواز میں پیٹر سے پوچھا۔
"میرا خیال ہے کہ اس وقت اُسے میرے آفس میں ہونا چاہیے۔" پیٹر نے جواب دیا۔
"بس تو اُدھر ہی چلے چلو۔" میں نے کہا اور ہم ہال سے متصل راہداری میں چلتے ہوئے پیٹر کے آفس کی طرف بڑھے۔ تقریباً بیس فٹ کے فاصلے پر راہداری زاویہ قائمہ بناتی ہوئی ہال کے متوازی گھوم گئی تھی۔ وہاں پیٹر نے اپنا آفس بنا رکھا تھا۔ اس موڑ سے مُڑتے ہی میں ایک جھٹکے سے رُک گیا۔ پیٹر کے آفس کے دروازے پر دو مسلح افراد کھڑے نظر آئے تھے جو کسی بھی لمحے حرکت میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آنے کو تیار معلوم ہو رہے تھے۔

"جھجکنے کی ضرورت نہیں ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "یہ کلب کے ہی ملازم ہیں۔ جیکسن نے احتیاطاً انھیں یہاں متعین کیا ہوگا۔"

"ان سے کہو یہاں سے چلے جائیں اور اپنی ڈیوٹیاں انجام دیں۔ کسی قسم کے خوف و ہراس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

پیٹر نے میرے کہنے کے مطابق عمل کیا اور وہ دونوں سرگوشیانہ انداز میں خم کرکے وہاں سے چلے گئے اور میں اور پیٹر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ دروازہ کھلنے پر اندر موجود جیکسن نے چونک کر ہماری طرف دیکھا اور ہم دونوں کو دیکھ کر وہ مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"تم نے مجھے جواب دینے کی بھی ضرورت نہیں محسوس کی۔" اس نے شکایتی انداز میں پیٹر سے کہا۔ "میں نے ابھی تمھارے ہوٹل فون کیا تھا تو معلوم ہوا کہ تم کمرے میں موجود نہیں ہو۔"

"اب ہم خود آ گئے ہیں جیکسن!" پیٹر کے بجائے میں نے جواب دیا۔ "اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ پُرسکون رہیں۔"

"آؤ یہاں میرے پاس آؤ۔ میں تمھیں اُن لوگوں کی حرکتیں دکھاتا ہوں۔" جیکسن نے مجھے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور میں اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ اُس نے کمرے کی لائٹ آف کی اور بائیں جانب والا پردہ سرکایا۔ اس پردے کے عقب میں ایک بڑا سا شیشہ نصب تھا جس سے ہال نظر آ رہا تھا۔ "وہ دیکھو۔" اُس نے ہال کے وسط میں ایک میز کی طرف اشارہ کیا۔ "یہی تینوں تھے جنھوں نے پیٹر کے ہم شکل کو اغوا کیا تھا۔ اگر ہمیں ان کے عزائم کا اندازہ ہوتا تو یہ اتنی آسانی سے کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔"

میں نے اُن تینوں کو دیکھا اور میں سمجھ گیا کہ اُن میں سے البرٹ کون ہو سکتا ہے۔ "یہ بہت اچھا ہوا مسٹر جیکسن!" میں نے کہا۔ "انھیں اسی خوش فہمی میں مبتلا رہنے دو کہ تم لوگ اُن کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔"

"تمھیں معلوم ہے ان کی وجہ سے یہاں کا ماحول کتنا خراب ہو رہا ہے۔" جیکسن نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "ہمارے نائٹ کلب کی ایک حیثیت ہے۔ یہ کوئی تھرڈ ریٹ بار نہیں ہے مگر انھوں نے یہاں جو حرکتیں کی ہیں انھیں ہم نے بس مصلحتاً ہی برداشت کر لیا ہے۔ اگر تمھارا خیال نہ ہوتا تو۔۔۔"

"زیادہ جوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے اُسے تھپکی دے کر کہا۔ "اپنے ملازمین کو ہدایت دے دو کہ وہ لوگ چاہے کچھ بھی کریں۔" میں نے 'چاہے کچھ بھی کریں' پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "انھیں کرنے دیا جائے۔ کوئی دخل اندازی کرنے کی کوشش نہ کرے اور نہ ہی اُن سے اُلجھے۔"

"ہمارے ملازمین کے لیے اس ہدایت پر عمل کرنا بہت مشکل ہوگا۔ وہ ایسی باتیں برداشت کرنے کے عادی۔۔۔"

"اُن کا مقصد بھی یہی ہے کہ کوئی اُن سے اُلجھے۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "تم اور تمھارے آدمی اُن سے تعاون کرنے پر تُل گئے ہیں تو میں بھلا کیا کر سکتا ہوں۔"

"وہ ایسا کیوں چاہ رہے ہیں۔" جیکسن نے حیرت سے مُنہ پھاڑ کر کہا۔ "اور اس سے انھیں کیا فائدہ ہوگا؟"

"یہاں جھگڑا ہوگا، پولیس آئے گی اور تم خواہ مخواہ کے چکر میں پھنس جاؤ گے۔ وہ لوگ یہاں کوئی ہنگامہ کرکے ممکن ہے فرار ہو جائیں، تم کسی کی نشاندہی کیسے کرو گے ہاں تمھارے کلب کی ساکھ ضرور تباہ ہو جائے گی۔"

"اوہ میرے خدا!" جیکسن نے اپنا سر پکڑ لیا۔ "یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ تم کیا کہتے ہو پیٹر؟"

"ایلن کے کہنے پر عمل کرو۔۔۔ یا چھوڑو، میں خود ہی یہ ہدایت دے دیتا ہوں۔" پیٹر نے میز پر رکھے انٹرکام کا ریسیور اُٹھاتے ہوئے کہا اور پھر میں نے اُسے انٹرکام پر وہی ہدایات دیتے ہوئے سُنا جو میں نے دی تھیں۔

"ان تینوں کے علاوہ یہاں ان کے اور کتنے ساتھی ہیں۔" میں نے جیکسن سے پوچھا۔

"صرف ایک اور ہے جو باہر کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہے۔" جیکسن نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ کچھ کرنے کے ارادے سے یہاں آئے ہیں۔"

"ان کے ارادوں کا مجھے خوب اندازہ ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن ان کی حرکتیں لفنگوں کی سی ہیں۔ یہ لوگ یہ ظاہر کرنا چاہ رہے ہیں کہ انھیں کسی کا کوئی ڈر خوف نہیں ہے۔ اس طرح گویا اپنی دانست میں یہ فریق مخالف کو مرعوب کر رہے ہیں۔ اگر یہ عقلمند ہوتے تو اپنا کام کرکے یہاں سے نکل چکے ہوتے۔"

"لیکن تم تو کہہ رہے تھے کہ یہاں ہنگامہ بپا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔" پیٹر بولا۔

"وہ میں نے صرف اس لیے کہا تھا کہ تم میری بات ماننے میں پس و پیش کر رہے تھے۔"

"اوہ! وہ تینوں ٹیبل سے اُٹھ گئے ہیں اور ہال کے دروازے کی طرف جا رہے ہیں۔" دفعتاً میں نے جیکسن کی آواز سُنی۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے ہال میں ایک نظر ڈال کر پردہ برابر کر دیا اور کمرے کی لائٹ جلا دی۔ "اب ہم جا رہے ہیں مسٹر جیکسن! ہمارے جانے کے بعد کم از کم پندرہ منٹ تک تم آفس سے باہر نہیں نکلو گے۔"

میں پیٹر کے ساتھ آفس سے باہر نکل آیا۔ "اگر وہ لوگ سامنے پڑ جائیں تو اُن سے اپنا چہرہ چھپانے کی کوشش کرنا۔" میں نے پیٹر سے کہا اور اُس نے خلافِ توقع کوئی جرح کیے بغیر اثبات میں سر ہلا دیا۔ راہداری کے موڑ سے قدموں کی آوازیں اُبھر رہی تھیں جس کا مطلب تھا کہ وہ لوگ اسی طرف آ رہے ہیں۔ اور پھر جس وقت ہم مُڑ رہے تھے اُسی وقت وہ لوگ بھی راہداری کے موڑ پر نمودار ہوئے۔ میں اور پیٹر اُن کی طرف دیکھے بغیر مُنہ پھیر کر تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ہم دونوں میں سے ایک کا بھی چہرہ نہیں دیکھ سکے ہوں گے۔ تاہم وہ رُک گئے تھے اور ہمیں عقب سے گھور رہے تھے۔

"باہر کی طرف نکل چلو۔" میں نے سرگوشیانہ انداز میں پیٹر سے کہا اور ہم کلب کے احاطے میں نکل آئے۔ میں پیٹر کے ساتھ ایک اندھیرے گوشے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ میں ذرا اُس ڈرائیور سے نمٹ لوں۔ میری واپسی تک اس جگہ سے مت ہلنا۔"

"میں نہیں ہلوں گا۔" پیٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن وہ لوگ آفس کی طرف کیا کرنے گئے ہیں؟"

"جو کچھ بھی کرنے گئے ہیں وہ ابھی تمھارے سامنے آ جائے گا۔ وقت زیادہ نہیں ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں پارکنگ لاٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس بات کا میں نے خیال رکھا تھا کہ سیاہ فورڈ کے سامنے نہ آنے پاؤں۔ پھر پارکنگ لاٹ میں پہنچ کر میں اوندھے مُنہ زمین پر لیٹ گیا۔ مجھے اندھیرے کی پناہ حاصل تھی مگر اس کے باوجود احتیاط لازم تھی۔ اندھیرا ویسے بھی اتنا زیادہ نہیں تھا کہ آدمی بھی نظر نہ آ سکے۔

میں مختلف کاروں کی آڑ لیتا کبھی گھٹنوں کے بل چلتا ہوا اور کبھی رینگتا ہوا آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ میں فورڈ کے نزدیک پہنچ گیا۔ اب فورڈ مجھ سے کوئی دس فٹ کے فاصلے پر تھی۔ جو شخص پہلے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا نظر آیا تھا اب وہ کار کے بونٹ پر پیر رکھے کھڑا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں جلتی ہوئی سگریٹ اب بھی دبی ہوئی تھی اور وہ منتظر نگاہوں سے کلب کے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس کی پُشت میری طرف تھی۔ میں ایک کار کی آڑ میں تھا۔ اگر اُس کا رُخ میری طرف ہوتا تب بھی میں اُسے نظر نہیں آ سکتا تھا۔ اُس کے ساتھی کسی بھی لمحے کلب سے باہر آ سکتے تھے اور مجھے اُن کے آنے سے قبل ہی اُس پر قابو پا لینا تھا اس لیے میں نے دیر کرنا مناسب نہیں سمجھا اور کار کی آڑ سے نکل کر دبے قدموں اُس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ اپنے اوپر نازل ہونے والی مصیبت سے بے خبر سگریٹ کے کش لیے جا رہا تھا۔ میں ذرا سی بھی آہٹ پیدا کیے بغیر اُس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اُسے بالکل آخری وقت میں اپنے عقب میں کسی خطرے کا احساس ہوا مگر وقت گزر چکا تھا اور بازی پوری طرح میرے قابو میں آ چکی تھی میں اُس پر جھپٹ چکا تھا اور اُس کی گردن میں نے اپنے بازو کی گرفت میں لے لی تھی۔ اُس کے ہاتھ سے سگریٹ چھوٹ کر گر پڑی۔ اُس نے غالباً چیخنے کی کوشش بھی کی تھی مگر اُس کے حلق سے نکلنے والی آوازیں خرخراہٹ کی حدود سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔ اُس نے مچل کر میری گرفت سے نکلنے کے لیے جتنے زیادہ۔۔۔۔ ہاتھ پیر مارے اتنا ہی اُس کی گردن پر میری گرفت مضبوط ہوتی چلی گئی اور آخر کار اُس کی جدوجہد دم توڑ گئی۔ میں نے آخری جھٹکا دے کر اُس کی گردن چھوڑ دی اور وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح کار کے بونٹ سے ٹکراتا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ سانس کی ڈوری کا رشتہ اُس کے جسم سے منقطع ہو چکا تھا۔

میں نے کلب کے دروازے پر ایک نگاہ ڈالی۔ ابھی تک اُن تینوں میں سے کوئی بھی برآمد نہیں ہوا تھا۔ میں نے جلدی سے اُس کی لاش گھسیٹ کر کار کے نیچے کر دی۔ اب کوئی نزدیک آ کر بھی اُسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں کچھ فاصلے پر کھڑی کاروں کے درمیان جا کر چُھپ گیا اور اُن لوگوں کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔

مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ جلد ہی وہ تینوں باہر نکلتے نظر آئے۔ جیکسن کو دو افراد نے اپنے درمیان لے رکھا تھا اور اُس سے لگ کر چل رہے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ اُن دونوں کی جیبوں میں ریوالور موجود ہیں جن کے زور پر وہ جیکسن کو بھی اغوا کر کے لے جا رہے ہیں۔ پیٹر کا پتا معلوم کرنے کے لیے۔ حالانکہ اگر وہ چاہتے تو یہ کام یہاں بھی کر سکتے تھے۔

میں نے سائیلنسر لگا ہوا ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اب اس کے استعمال کا وقت قریب آ گیا تھا۔ میں سانس روکے اُن لوگوں کے قریب آنے کا منتظر تھا۔ اپنی کار تک پہنچنے کے لیے انھیں میرے قریب سے ہی گزرنا تھا اور میں اُن کا سواگت کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں وہ میرے نزدیک پہنچ گئے۔ پہلے وہ دونوں میرے سامنے سے گزرے جنھوں نے جیکسن کو کور کر رکھا تھا۔ البرٹ اُن سے چند قدم پیچھے تھا۔ میں اپنا لائحۂ عمل طے کر چکا تھا۔ اس لمحے جیسے ہی البرٹ میرے نزدیک پہنچا میں نے اپنا ریوالور والا ہاتھ بلند کیا۔ پھر میری انگلی نے ٹرائیگر پر محض ایک لمحے کے فرق سے دوبارہ دباؤ ڈالا۔ کھٹ کھٹ کی ہلکی سی دو آوازیں اُبھریں اور جیکسن کو کور کرنے والے دونوں افراد کی گُدّیوں میں سوراخ ہو گئے۔ قبل اس کے کہ البرٹ کچھ سمجھ پاتا میں اُس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔

"اپنے ہاتھ بلند کر لو البرٹ!" میں نے خوف ناک لہجے میں کہا۔ "ورنہ میرا نشانہ تو تم دیکھ ہی چکے ہو۔"

البرٹ نے بے اختیار اپنے ہاتھ بلند کر دیے۔ میں اُس کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سامنے اُس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا اور وہاں اتنی روشنی تو تھی کہ وہ میرے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کو دیکھ سکتا۔

"اس کی تلاشی لو جیکسن!" میں نے حیران و پریشان جیکسن سے کہا۔ "اور اس دوران میں اگر تم نے کوئی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو میرا نشانہ تو تم دیکھ ہی چکے ہو۔ مجھ سے کسی رعایت کی توقع مت کرنا۔"

البرٹ نے تلاشی کے دوران کوئی حرکت نہیں کی۔ اُسے تو سانپ سونگھ گیا تھا۔ شاید اُن لوگوں نے کلب میں جو حرکتیں کی تھیں وہ اس لیے تھیں کہ پیٹر کے آدمیوں کو تول سکیں۔ جب کلب میں اُن سے کسی نے کوئی تعرض نہیں کیا تو وہ بے خوف ہو گئے۔ انھیں یقین ہو گیا کہ پیٹر کے آدمیوں میں اتنی جان نہیں ہے کہ کسی قسم کی مزاحمت کر سکیں۔ یہ یقین ہو جانے کے بعد جب اُن پر اچانک مصیبت نازل ہوئی تو ظاہر ہے اسے حواس باختہ ہونا ہی تھا لیکن بدقسمتی سے حواس باختہ ہونے کے لیے اب صرف ایک ہی شخص رہ گیا تھا۔ بقیہ تین تو ملکِ عدم کو سدھار چکے تھے۔

"اس کے پاس سے ایک چاقو اور ایک پستول برآمد ہوا ہے۔" جیکسن نے اُس کی تلاشی مکمل کرنے کے بعد کہا۔

"یہ تم رکھ لو اور ذرا جلدی سے اپنے دو تین آدمی بُلا لو تاکہ یہ لاشیں ٹھکانے لگائی جا سکیں۔"

جیکسن بڑی تیزی سے کلب کی طرف بڑھ گیا۔ اُسی وقت میں نے البرٹ کی آواز سُنی: "تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟" اُس نے پھنسی پھنسی سی آواز میں پوچھا۔

"یہ سوال تو مجھے کرنا چاہیے تھا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "پہلے تم پیٹر کو اغوا کر کے لے گئے اور اب پھر یہاں سے ایک آدمی کو اغوا کر کے لے جانا چاہ رہے تھے۔"

"ان لوگوں سے ہماری پُرانی دشمنی ہے لیکن تم کون ہو؟ ان میں سے تو نہیں معلوم ہوتے۔ ہمارا تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ تم درمیان سے ہٹ جاؤ۔"

"میں سوچ رہا تھا کہ تم سے رعایتی سلوک کروں گا لیکن یہ جھوٹ بول کر تم اُس رعایت سے محروم ہو رہے ہو جو میں تمھیں دینے والا تھا۔"

"اگر مجھے کوئی نقصان پہنچا تو تم بچ نہیں سکو گے۔ ہمارا گروہ بہت بڑا ہے اور تمھیں پورے امریکا میں کہیں پناہ نہیں ملے گی۔"

"خود کو نقصان سے بچانا چاہتے ہو تو اپنی چونچ بند رکھو۔" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ "اس وقت تم میرے رحم و کرم پر ہو اور میں تمھاری ہرزہ سرائیاں سُننے کے موڈ میں بالکل بھی نہیں ہوں۔"

البرٹ نے چُپ سادھ لی۔ میرے لہجے سے اُس نے اندازہ کر لیا تھا کہ اب اُس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں برتوں گا۔ وہ ہاتھ بلند کیے کھڑا رہا۔ چند منٹ بعد جیکسن تین آدمیوں کے ساتھ واپس آ گیا۔

"ان لاشوں کو ٹھکانے لگانا ہے۔" جیکسن نے اُن لوگوں سے کہا جنھیں وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔

"انھیں ٹھکانے نہیں لگانا بلکہ فورڈ کی ڈکی میں ٹھونسنا ہے۔ فورڈ کی چابیاں اگنیشن میں ہی ہوں گی۔ فورڈ کے نیچے بھی ایک لاش پڑی ہے اُسے بھی کار کی ڈکی میں ٹھونس کر ڈکی بند کر دو اور جیکسن! تم میرے قریب آؤ۔" جیکسن میرے نزدیک آ گیا تو میں نے اُس سے کہا کہ وہ پیٹر کو بُلا لائے جو اندھیرے گوشے میں چھپا میرا انتظار کر رہا ہوگا۔

جیکسن، پیٹر کو بُلانے چلا گیا اور اُس کے آدمی تینوں لاشیں فورڈ کی ڈکی میں ٹھونسنے میں مصروف ہو گئے۔ وہ بڑی تیزی اور مہارت سے کام کر رہے تھے۔ چند ہی لمحوں میں پیٹر بھی آ گیا۔

"مجھے جیکسن نے بتایا ہے۔" اُس نے پُرجوش انداز میں کہا۔ "کہ تم نے تنہا اُن سب پر قابو پا لیا ہے۔"

"قابو میں تو صرف ایک ہی زندہ آیا ہے۔ بقیہ تین تو ہمیشہ کے لیے قابو سے باہر ہو گئے۔"

میری بات سُن کر پیٹر زور سے ہنسا۔ "واقعی تم نے کمال کر دیا۔" اُس نے کہا۔ "میں بہت خوش ہوں لیکن ان لاشوں کو کس طرح ٹھکانے لگاؤ گے؟"

"لاشیں وہیں ٹھکانے لگائے گا جس نے ان گدھوں کو یہاں بھیجا تھا۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے ورنہ ان لاشوں کے پیکٹ بنا کر بڑے اہتمام سے اُن کی خدمت میں روانہ کرتے۔"

"کیا مطلب؟" پیٹر نے چونک کر کہا۔ "تم کیا کرنا چاہ رہے ہو؟"

"ابھی بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور جیکسن سے مخاطب ہو کر بولا۔ "تم یہاں آ کر ذرا ریوالور سنبھالو اور اسے کور کیے رہو۔ میرا ارادہ اسے جان سے مارنے کا نہیں ہے لیکن اگر یہ کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرے تو تم اسے بے دریغ گولی مار سکتے ہو۔ ہمیں اس کی زندگی کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے۔"

جیکسن نے مجھ سے ریوالور لے لیا اور البرٹ کو کور کر کے کھڑا ہو گیا۔ میں نے فورڈ کے نزدیک جا کر اُن لوگوں کے کام کا جائزہ لیا۔ ڈکی میں آخری آدمی ٹھونسا جا رہا تھا۔ تینوں لاشیں ڈکی میں ٹھونسے جانے کے بعد ڈکی بند ہونے کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔

"کچھ بھی کرو۔" میں نے اُن لوگوں سے کہا۔ "لیکن ڈکی بند ہونا ضروری ہے۔"

اُن لوگوں نے ڈکی بند کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور چند منٹ کے بعد کسی نہ کسی طرح ڈکی بند کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

"اب تم لوگ جاؤ۔ تمھارا کام ختم ہو گیا ہے۔" میں نے اُن لوگوں سے کہا مگر جانے کے بجائے وہ استفہامیہ انداز میں پیٹر کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا تم لوگ بہرے ہو؟" پیٹر غرایا۔ "تم نے سُنا نہیں ایلن نے کیا کہا ہے اور کیا تمھیں میری اس ہدایت کا علم نہیں کہ ایلن کے ہر حکم پر حرف بحرف عمل کیا جائے۔"

وہ تینوں سر جھکا کر چلے گئے اور پیٹر مجھ سے بولا۔ "میرا خیال ہے تم یہ لاشیں اولیو ہاورڈ کو بھجواؤ گے۔"

"تمھارا خیال درست ہے پیٹر! اُسے سبق دینے کے لیے یہ ضروری ہے تاکہ آئندہ وہ تمھیں یا تمھارے کسی آدمی کو پریشان نہ کرے۔"

"اس شخص کا مسئلہ بھی تو ہے جسے جیکسن نے کور کر رکھا ہے۔ اس کا کیا کرو گے؟"

"اس کا نام البرٹ ہے اور یہ ہاروت رابیل کا ایک اہم آدمی ہے۔" میں نے کہا۔ "اسے ہم یرغمال بنائیں گے اور اس پر تشدد کر کے اس سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہاں کوئی محفوظ جگہ ہے۔"

"کیوں نہیں۔" پیٹر نے بے حد خوش ہو کر کہا۔ "بہت سی جگہیں ہیں جہاں تم اُس پر دل کھول کر تشدد کر سکو گے۔"

"اس کلب کے علاوہ کوئی جگہ ہونی چاہیے اور اگر وہ جگہ اولیو ہاورڈ کی نظروں میں نہ آئی ہو تو زیادہ بہتر ہوگا۔"

"یہ ضمانت تو بہرحال نہیں دی جا سکتی کہ میرے کون کون سے ٹھکانے اُس کی نظروں سے اوجھل ہیں تاہم یہ ضرور ہے کہ وہاں کتنی ہی چیخ و پکار کیوں نہ ہو آوازیں باہر نہیں جا سکیں گی۔"

"اتنا بھی بہت ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "آؤ اب دیگر انتظامات بھی کر لیں۔"

ہم واپس جیکسن کے قریب آئے اور میں نے ریوالور اُس سے لے کر جیب میں ڈال لیا۔ "تم اپنے ہاتھ گرا سکتے ہو البرٹ!" میں نے کہا۔ "لیکن یہ خیال ہر وقت ذہن میں رکھنا کہ میں ایک سیکنڈ سے بھی کم وقفے میں نہ صرف ریوالور جیب سے نکال سکتا ہوں بلکہ اس سے صحیح نشانے پر فائر بھی کر سکتا ہوں۔ لہٰذا کسی بھی غلط حرکت کے نتیجے میں اپنی زندگی کے ذمے دار تم خود ہو گے۔"

البرٹ نے ہاتھ گرا دیے پھر ہم اُسے لے کر پیٹر کے آفس میں آئے جہاں سب سے پہلے میں نے اس کے ہاتھ پشت پر لے جا کر مضبوطی سے باندھ دیے تاکہ اُس کی طرف سے کوئی غلط حرکت کرنے کا خدشہ ہی ختم ہو جائے پھر میں نے قلم کاغذ سنبھالا اور لکھنے بیٹھ گیا۔

"پیارے اولیو ہاورڈ! میں نے تمھارے آدمیوں کو نظرانداز کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر جب پانی سر سے اونچا ہو گیا تو مجھے مجبوراً میدانِ عمل میں اُترنا پڑا۔ فی الحال تمھارے تین آدمی تحفتاً تمھیں ارسال کر رہا ہوں۔ انھیں کار کی ڈکی سے نکلوا لو۔ تمھیں صبح دس بجے تک کی مہلت دی جا رہی ہے۔ پیٹر کے جس آدمی کو تم نے قید کر رکھا ہے اگر اُسے نہ چھوڑا تو پھر تمھیں البرٹ کا تحفہ روانہ کیا جائے گا اور اس کے بعد براہِ راست تمھارے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ اُمید ہے تم عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قیدی کو رہا کر دو گے اور آئندہ پیٹر یا اُس کے کسی آدمی کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھو گے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں پیش آنے والے حالات کے ذمے دار سراسر تم خود ہو گے۔ فقط، تمھارا خیرخواہ 'علی یار خان'۔"

خط لکھنے کے بعد میں نے اُس پر ایک نظر ڈالی اور خط پیٹر کی طرف بڑھا دیا۔ "اسے پڑھو، میں ابھی آتا ہوں۔" خط پیٹر کے حوالے کر کے میں کلب کے ہال میں چلا گیا۔

ہال میں ایک بھی میز خالی نہیں تھی۔ میری نظریں سلویا کو تلاش کر رہی تھیں۔ اس رش میں کسی کو ڈھونڈ لینا آسان نہیں تھا مگر وہ مجھے نظر آ ہی گئی اور نظر آنے کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ہاتھ اُٹھا کر مجھے اشارہ کیا تھا۔ میں نے جواباً اسے اشارہ کیا اور وہ اُٹھ کر میرے پاس چلی آئی۔

"تم نے بہت دیر کر دی۔ البرٹ اور اس کے ساتھی تو یہاں سے جا بھی چکے۔" سلویا نے کہا۔

میں کوئی جواب دیے بغیر اُسے باہر لے آیا۔ اندر بہت شور تھا اور چلا کر بات کرنا مجھے قطعاً پسند نہیں۔

"تم فورڈ میں جا کر بیٹھو، میں ابھی آ رہا ہوں۔" میں نے سلویا سے کہا اور اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"تم شاید اپنے حواس میں نہیں ہو جب مجھے اُن لوگوں کی کار میں کیوں بیٹھنے کو کہہ رہے ہو۔"

"اچھا تو پھر یہیں ٹھہرو۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "میں پیٹر کو لے کر آ رہا ہوں۔" سلویا کا جواب سُنے بغیر میں آفس سے پیٹر کو بلا لایا۔ سلویا ابھی تک وہیں موجود تھی جہاں میں اُسے چھوڑ کر گیا تھا۔

"ہم خود اولیو ہاورڈ تک تحفہ پہنچانے جائیں گے۔ واپسی وہاں ہوگی جہاں البرٹ کو رکھا جائے گا۔ تم جیکسن سے کہہ دو کہ وہ البرٹ کو اس مقام پر منتقل کرا دے جو تم نے تجویز کیا ہے۔"

پیٹر سر کو اثباتی جنبش دے کر چلا گیا اور سلویا میرے پیچھے پڑ گئی۔ "البرٹ تمھارے ہاتھ کیسے لگ گیا اور تم اولیو ہاورڈ تک کون سا تحفہ پہنچانے جا رہے ہو؟"

"میں نے البرٹ کے تینوں ساتھیوں کو مار دیا ہے۔" میں نے سلویا کے ساتھ پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "اور البرٹ کو پکڑ لیا ہے۔ اب اولیو ہاورڈ کو تین لاشوں کا تحفہ جائے گا اور البرٹ یرغمال کے طور پر ہمارے قبضے میں رہے گا۔ جب اولیو ہاورڈ اُس آدمی کو چھوڑ دے گا جسے اُس نے پکڑ رکھا ہے تو ہم بھی البرٹ کو رہا

WWW.PAKSOCIETY.COM

کردیں گے ورنہ آسے ایک اور تحفہ روانہ کیا جائے گا۔"
" تمھارا دماغ تو درست ہے۔" سلویا چلتے چلتے رک گئی۔"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اُس عمارت میں داخل ہونے کے بعد اپنی مرضی سے وہاں سے نکل آؤ گے؟"
" چلتی رہو، رکو مت۔" میں نے اُس سے کہا۔" تم نے یہ کیوں فرض کرلیا کہ اُس تک لاشیں پہنچانے کے لیے عمارت میں داخل ہونا ہی ضروری ہے۔"
" اور کس طرح اُس تک لاشیں پہنچاؤ گے؟" سلویا نے کہا۔" اور وہ لاشیں ہیں کہاں؟"
" کار میں بیٹھ جاؤ۔" میں نے اُس کے لیے فورڈ کا اگلا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔" بقیہ باتیں ڈرائیونگ کے دوران بھی ہو سکتی ہیں۔"
سلویا جھجکتی ہوئی اگلی نشست پر بیٹھ گئی اور میں نے کار کا دروازہ بند کرکے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ چابیاں اگنیشن میں ہی موجود تھیں۔
" تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" سلویا نے بے صبری کا مظاہرہ کیا۔
" ذرا دیر صبر کرو۔ پیٹر آرہا ہے۔" میں نے کلب کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
" میں نے ہدایات دے دی ہیں جیکسن کو۔ وہ منتقل کرنے کے انتظامات کررہا ہے۔" پیٹر نے کار کے نزدیک آکر مجھ سے کہا۔
" ٹھیک ہے، تم وہ خط میرے حوالے کرو اور اپنی گاڑی میں میرے پیچھے آؤ۔"
پیٹر سے خط لے کر میں نے کار اسٹارٹ کرکے چلا دی۔" تم نے اُس سے کون سا خط لیا ہے؟" سلویا نے ایک اور سوال کیا۔
" خود پڑھ کر دیکھ لو۔" میں نے بیزاری سے خط اُس کی طرف بڑھا دیا اور اُس نے کار کی اندرونی لائٹ جلا کر خط پڑھنا شروع کردیا۔ پورا خط پڑھ چکنے کے بعد وہ ہذیانی انداز میں مجھ سے بولی۔" تم نے مجھے اس گاڑی میں کیوں بٹھا دیا۔ اس میں تو تین لاشیں بھی موجود ہیں۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا؟"
" میں تمھیں پہلے بتا دیتا تو تم کیا کرتیں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔
" میں اس گاڑی میں ہرگز نہ بیٹھتی۔ لاشوں کے ساتھ سفر کرنے کا تصور بھی میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔"
" بے وقوفی کی باتیں مت کرو سلویا۔" میں نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔" لاشیں تمھیں کھا نہیں جائیں گی۔"
" تمھیں کیا معلوم کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔" سلویا نے جھرجھری لی۔
" خود پر قابو پانے کی کوشش کرو سلویا ورنہ میں تمھیں راستے میں ہی اتار دوں گا۔" میں نے اُسے دھمکی دی۔
میری دھمکی کارگر ثابت ہوئی اور سلویا نے تازہ ہوا میں چند گہرے سانس لینے کے بعد مجھ سے کہا۔" اگر تم نے مجھے کار سے اتار دیا تو شاید مارے خوف کے میں بے ہوش ہی ہو جاؤں گی۔"
" تمھیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم تو اس وقت اوڈیو ہاورڈ کا سب سے اہم مہرہ ہو۔ کیا اُن لوگوں نے کلب میں تمھیں دیکھ کر کسی ردِ عمل کا اظہار کیا تھا؟"
" میں اس بات پر حیران ہو رہی تھی۔ اُن لوگوں نے مجھے یوں دیکھا تھا جیسے انھوں نے زندگی میں پہلے کبھی نہ دیکھا ہو۔ حالانکہ وہ سب ہی مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔"
" وہ تمھیں دیکھ کر صرف انجان ہی نہیں بنیں گے بلکہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کریں گے جیسے انھوں نے تمھیں دیکھا ہی نہ ہو۔"
" تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا کہ اُن کی نگاہ مجھ پر اتفاقاً ہی پڑ گئی تھی۔ اس کے بعد سب نے ہی میری طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا۔"
" اگر اُن میں سے کوئی تمھیں نظر بھر کر دیکھ لیتا تو اظہارِ شناسائی لازم ہو جاتا جو اُن کے خلاف جاتا۔ اس لیے وہ یہی ظاہر کریں گے جیسے انھوں نے تمھیں دیکھا ہی نہ ہو۔ انھیں اس سلسلے میں خاص ہدایات دی گئی ہوں گی۔ میرے علم میں تو یہی ہے نا کہ تم اُن سے بغاوت کرکے مجھ سے آملی ہو۔"
سلویا کسی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر چند لمحے بعد بولی۔" میری پوزیشن بہت نازک ہو گئی ہے۔ اوڈیو ہاورڈ کو جب یہ اطلاع ملے گی کہ میں اپنی اصل شکل و صورت میں برسرِ عام دیکھی گئی ہوں تو وہ کیا سوچے گا جبکہ تم میک اپ کے ماہر بھی ہو۔ کیا وہ اس پہلو پر غور نہیں کرے گا کہ تم نے اُن سے برگشتہ ایک لڑکی کو میک اپ کرکے تحفظ فراہم کرنے کے بجائے اس طرح منظرِ عام پر کیوں آنے دیا۔"
" تم بہت ذہین ہو سلویا۔" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔" یہ نکتہ واقعی بہت اہم ہے مگر جلدی میں میں اس طرف توجہ نہیں دے سکا تھا۔"
" پھر میرا کیا بنے گا؟ میں تو خطرے میں پڑ گئی۔"
" اس کے باوجود تمھیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔" اگر میں نے امتحاناً تمھیں تمھاری اصل شکل و صورت میں اُن لوگوں کے سامنے بھیجا ہوتا تو تمھیں میری طرف سے خطرہ ہو سکتا تھا۔ اُن کے اس رویے سے تمھاری پوزیشن میری نظروں میں مشکوک ہو سکتی تھی مگر اب ایسا نہیں ہے۔ تم مجھے چونکہ سب کچھ بتا چکی ہو لہٰذا میری طرف سے تمھیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"
" مگر اوڈیو ہاورڈ کا کیا بنے گا؟ وہ تو یہی سوچے گا کہ تم میری طرف سے مشکوک ہو چکے ہو اور پھر ممکن ہے وہ مجھے بھی واپس بلانے کی کوشش کرے۔"
" یہ ممکن ہے مگر میرے پاس اس کا توڑ بھی موجود ہے۔ تم ٹرانسمیٹر پر اُسے اطلاع دو گی کہ کلب میں اُن لوگوں سے سامنا ہونے پر تم نے علی یار خان کو بہت برا بھلا کہا اور علی یار خان نے اس غلطی پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے تمھارے چہرے پر میک اپ کردیا ہے اور تمھیں اوڈیو ہاورڈ کے خلاف استعمال کرنے کا خواہاں ہے۔"
" ہاں اس طرح ممکن ہے بات بن جائے۔" سلویا سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں بولی پھر اُس نے چونک کر کہا۔" تم نے کتنے آدمیوں کی مدد سے اُن چاروں پر قابو پایا تھا؟"
" مدد تو کسی کی بھی نہیں لی۔ میں نے تنہا ہی اُن سب پر قابو پایا ہے۔"
" میں ان سب کو جانتی ہوں۔ وہ سب کے سب خطرناک لوگوں میں شمار ہوتے ہیں مگر تم بھی تو آخر کسی بوتے پر ہی اوڈیو ہاورڈ کے مدِ مقابل ہونے کے دعوے دار ہو گئے۔"
میں نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ ہم شہر سے باہر نکل آئے تھے اور تھوڑی ہی دیر بعد اُس عمارت تک جانے والی سڑک شروع ہونے والی تھی۔
" تم نے یہ نہیں بتایا کہ اوڈیو ہاورڈ تک لاشیں پہنچانے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرو گے؟"
" عمارت سے کچھ فاصلے پر کار کھڑی کرکے ہم واپس آجائیں گے۔ اُن کا کوئی آدمی اپنی گاڑی دیکھ کر اس کے قریب ضرور آئے گا اور اُس کی نظر اس پرچے پر ضرور پڑے گی جو میں اسٹیئرنگ سے باندھ دوں گا۔ اس طرح لاشیں بھی اُس تک پہنچ جائیں گی اور میرا پیغام بھی۔"
" صبح ہونے سے قبل تو کسی کا گزر یہاں اس طرف سے ہو گا نہیں۔" سلویا نے کہا۔" تو کیا صبح تک کار یونہی کھڑی رہے گی؟"
" کیا فرق پڑتا ہے۔ اس سڑک سے اور گاڑیاں تو گزرتی نہیں ہوں گی۔"
" ہاں وہ عام گزرگاہ تو نہیں ہے مگر کبھی کبھار کوئی بھولا بھٹکا اس طرف سے گزر بھی جاتا ہے۔"
" اور پولیس؟"
" بغیر طلب کیے پولیس کے وہاں جانے کا کیا کام؟" سلویا نے کہا۔" پولیس تو ہائی وے پر پٹرولنگ کرتی ہے اور ہائی وے وہاں سے کئی میل کے فاصلے پر ہے۔ آس پاس کسی قسم کی آبادی بھی نہیں ہے۔"
" ٹھیک ہے۔ اس کا بھی کوئی طریقہ سوچیں گے۔" میں نے کہا۔ ہم اب اپنی مطلوبہ سڑک پر سفر کررہے تھے۔ میں نے کار کی ہیڈ لائٹس بجھا دی تھیں۔ کچھ دیر بعد عمارت نظر آنے لگی اور پھر میں نے تقریباً عمارت سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر کار روک دی۔ میرے عقب میں پیٹر نے بھی کار روک دی تھی۔
" تم جاکر پیٹر کی کار میں بیٹھو اور اُس سے کہو کہ یوٹرن کرکے کار کا رُخ شہر کی طرف کرلے اور انجن اسٹارٹ رکھے۔ میرے لیے کار

بدنام ترین مُجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل
قیمت ۳۰ روپے
چارلس سوبھراج کی سرگزشت
میں ملاحظہ فرمائیں
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں
کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

کا پچھلا دروازہ کھلا رکھنا اور اُس سے کہنا کہ میرے بیٹھتے ہی اُسے تیز رفتاری سے کار چلا دینی ہے۔ واپسی کا سفر ہم بہت تیز رفتاری سے طے کریں گے۔"

سلویا کار سے اتر کر چلی گئی اور میں نے اولیو ہارڈ کے نام لکھا ہوا پرچہ اسکاچ ٹیپ کی مدد سے اسٹیئرنگ وھیل پر چپکا دیا۔ اب صرف آخری مرحلہ رہ گیا تھا۔ میں نے چند اوزاروں کی مدد سے ہارن کے تار نکالے اور دونوں تاروں کو آپس میں جوڑ دیا۔ ہارن پُرشور آواز میں بجنے لگا۔ ہارن بجنا شروع ہوتے ہی میں تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا پیٹر کی کار کی طرف گیا۔ سلویا عقبی نشست پہ بیٹھی تھی اور اُس نے میری ہدایت کے مطابق کار کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ میں نے کار میں چھلانگ لگائی اور پیٹر نے نہایت تیز رفتاری سے کار چلا دی۔ میں نے دروازہ بند کیا اور پلٹ کر عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔

"مجھے اس وقت بہت مزہ آرہا ہے ایلن!" پیٹر نے چہک کر کہا۔ "زندگی میں پہلی بار میرے توسط سے اولیو ہارڈ کو کوئی زک اُٹھانا پڑی ہے۔"

"کار کی رفتار پر توجہ رکھو پیارے پیٹر!" میں نے کہا۔ "ورنہ اُس کی زک ہماری ہزیمت میں بھی تبدیل ہوسکتی ہے۔"

"پروا مت کرو۔" پیٹر نے ہنس کر کہا۔ "اگر کسی نے پیچھا کرنے کی کوشش کی تب بھی ہم تک نہیں پہنچ سکے گا۔ ہماری کار تو پہلے ہی پرواز کررہی ہے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ تیز رفتاری کے باعث کار واقعی پرواز کرتی معلوم ہورہی تھی۔

"میرا خیال ہے زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے اندر وہ نہ صرف کار تک پہنچ جائیں گے بلکہ سب کچھ اُن کے علم میں بھی آچکا ہوگا۔"

"ظاہر ہے، ہارن بجنے کی مسلسل آواز وہ کتنی دیر نظر انداز کرسکیں گے۔ اور پھر اُس ویرانے میں تو وہ آواز کچھ زیادہ ہی بھیانک تاثر پیش کررہی تھی۔"

"اپنی کامیابی کی خوشی میں ہم ایک جشن منائیں گے۔" پیٹر نے کہا۔

"ابھی ہمیں جاکر البرٹ سے نمٹنا ہے۔ یہ جشن وغیرہ پھر کسی وقت کے لیے اُٹھا رکھو۔ اولیو ہارڈ سے معلوم نہیں ایسے کتنے معرکے اور ہوں گے۔"

"ہر بار ایک جشن ہوگا۔" پیٹر نے ترنگ میں آکر کہا۔ "تمھیں نہیں معلوم کہ تم نے مجھے کتنی بڑی خوشی فراہم کی ہے۔"

"میں سوچ رہی ہوں کہ کیا تم سے غلطی نہیں سرزد ہوگئی۔" دفعتاً سلویا نے کہا۔

"کون سی غلطی؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"تم تہذیب کی رہائی کا مطالبہ بھی کرسکتے تھے۔ دونوں کام ایک ساتھ ہی ہوجاتے۔"

میں ہنس پڑا۔ "نہیں سلویا! بات اُس حد تک کرنی چاہیے جس حد تک نبھ سکے۔ البرٹ کی اوقات ہی کیا ہے۔ اُس کے بدلے جو مطالبہ میں نے کیا ہے وہ غیر متوازن نہیں ہے۔ تہذیب کے لیے تو لکی کے عوض ہی مطالبہ کیا جاسکتا تھا۔ اس کے علاوہ اُسے غلط فہمی میں بھی تو مبتلا رکھنا ہے کہ میں تہذیب کے بارے میں لاعلم ہوں۔"

سلویا نے سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دی۔ کار اب نیویارک کی صاف ستھری سڑکوں سے گزرنے کے بعد ایک رہائشی علاقے کی طرف جارہی تھی۔ کچھ دیر بعد کار ایک بنگلے کے پھاٹک پر رک گئی۔ پیٹر نے مخصوص انداز میں ہارن دیا اور ایک خوں خوار قسم کے شخص نے پھاٹک کھول دیا۔ پیٹر گاڑی اندر لیتا چلا گیا۔

پیٹر کے بعد میں اور سلویا بھی کار سے اُتر آئے اور اُس کی معیّت میں بنگلے کے اندر داخل ہوگئے۔

"تم یہاں بیٹھو۔" اُس نے ہمیں آراستہ و پیراستہ ڈرائنگ روم میں بٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں ذرا شیمپین کی بوتل لے آؤں۔"

"تمھیں جو کچھ کرنا ہے خود ہی کرو پیٹر!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں اس قسم کی لغویات میں تمھارا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔"

"اوہ! تو تم میری خوشی میں شریک نہیں ہونا چاہتے۔" اُس نے افسردگی سے کہا۔ "خیر کوئی بات نہیں، میں اکیلا ہی جشن مناؤں گا۔"

"تمھارا جو جی چاہے کرو۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہوگی کہ تم کیا کررہے ہو، لیکن مجھے یہ تو بتا دو کہ البرٹ کہاں ہے؟"

"چلو۔" پیٹر نے مُردہ سی آواز میں کہا اور ہم دونوں کو بنگلے کے وسطی کمرے میں لایا۔ کمرا خاصا بڑا اور فرنیچر سے محروم تھا۔ فرش پر صرف ایک قالین بچھا تھا اور اُس پر ایک طرف البرٹ پڑا نظر آرہا تھا۔ اُس کے ہاتھ ابھی تک پشت پہ بندھے ہوئے تھے۔ ہمیں کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر اُس نے اپنی سُرخ سُرخ آنکھوں سے ہمیں گھورا۔ شاید وہ سو رہا تھا اور دروازہ کھلنے کی آواز سن کر اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔

"تم لوگوں نے مجھے زبردستی کیوں بند کررکھا ہے؟" اس نے اپنی مخصوص پھٹی پھٹی سی آواز میں کہا جو میں اس سے قبل سن چکا تھا۔ "آخر میرا جرم کیا ہے؟"

"جیکسن کہاں ہے؟" میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے پیٹر کی طرف مڑ کر کہا۔

"میں دیکھتا ہوں۔ وہ یہیں کسی کمرے میں ہوگا۔" پیٹر اسے بلانے چلا گیا۔

"مجھے جانے دو ورنہ میں تم لوگوں کے خلاف پولیس میں رپورٹ درج کراؤں گا۔" البرٹ دوبارہ بولا۔

"میں نے جیکسن کو بلوایا ہے۔ ابھی تمھارے سامنے اس سے بازپُرس کروں گا۔" میرا جملہ ختم ہونے سے قبل ہی پیٹر، جیکسن کے ساتھ واپس آگیا۔

"یہ کیا حرکت ہے؟" میں نے جیکسن سے کہا۔ "تم نے اس شریف آدمی کو بلاوجہ حبسِ بیجا میں رکھا ہوا ہے۔ اب یہ پولیس میں رپورٹ درج کرائے گا۔ تم خود ہی پولیس کو جواب دہی کرنا، میری کوئی ذمّے داری نہیں ہے۔"

"جی!" جیکسن نے کہا۔ اس کی آنکھیں فرطِ حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"اور کیا، اب خود ہی بھگتنا۔ میں نے تو تمھیں پہلے ہی سمجھایا تھا، بُرے کاموں کا انجام بھی برا ہوتا ہے۔"

"م... میں سمجھا نہیں، آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" جیکسن نے ہکلا کر کہا۔

"اب تجاہلِ عارفانہ کا بھی مظاہرہ کروگے۔" میں دہاڑا۔ "ارے میاں! میں مسٹر البرٹ کی بات کررہا ہوں جن کا شمار نیویارک کے شرفا میں ہوتا ہے۔"

"آ... آپ ہی نے تو کہا تھا۔" جیکسن بہت زیادہ بوکھلا گیا تھا۔

"میں نے کہا تھا۔" میں نے قدرے تعجب سے کہا۔ "مجھے تو یاد نہیں، خیر کوئی بات نہیں۔" پھر میں البرٹ سے مخاطب ہوا۔ "معاف کرنا مسٹر البرٹ! میں ابھی آتا ہوں، ذرا جیکسن کے بیان کی تصدیق کرلوں۔" میں سب کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کمرے سے نکل آیا۔ سلویا کے لیے ہنسی روکنا دوبھر ہو رہا تھا۔

"تم بھی عجیب آدمی ہو۔" وہ قہقہے لگاتی ہوئی بولی۔ "اس قسم کی باتیں کرتے وقت یہ تو سوچ لیا کرو کہ آس پاس کوئی ایسا شخص تو موجود نہیں جو اپنی ہنسی پر قابو نہ پاسکتا ہو۔"

پیٹر کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ دکھائی دے رہی تھی مگر جیکسن ہونقوں کی طرح مجھے دیکھ رہا تھا۔ "کیا تم مذاق کررہے تھے مسٹر ایلن؟"

اُس کی اس بات پر سلویا کی ہنسی اور تیز ہوگئی۔ میں بھی اپنی مسکراہٹ پر قابو نہ رکھ سکا۔

"یہ شخص کچھ زیادہ ہی تیز معلوم ہوتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس کے کس بل نکالنے کے لیے میں نے اور ہی طریقہ سوچا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے۔" جیکسن نے اطمینان کی گہری سانس لے کر کہا۔ "ورنہ تم نے تو مجھے دہلا ہی دیا تھا۔"

"اب میری بات غور سے سنو۔" میں نے پیٹر اور جیکسن سے کہا اور پھر انھیں بتانے لگا کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔ میری بات سن کر انھوں نے اثبات میں سر ہلائے اور پھر تھوڑے سے انتظامات کرکے ہم پندرہ منٹ بعد دوبارہ اسی کمرے میں داخل ہورہے تھے۔ اس بار سلویا ساتھ نہیں تھی۔

"معاف کرنا مسٹر البرٹ! جیکسن کو کچھ غلط فہمی ہوگئی تھی، اسی وجہ سے تمھیں اس قدر زحمت اٹھانا پڑی۔"

البرٹ نے بے بسی سے میری طرف دیکھا۔ میرا رویّہ اس کی فہم سے بالاتر تھا۔

"اب میں تمھیں آزاد تو کردوں مگر مسٹر جیکسن کو خوف ہے کہ کہیں تم ان کے خلاف رپورٹ نہ درج کرادو۔"

"نہیں کراؤں گا۔" البرٹ نے بے ساختہ کہا۔

"کیا خیال ہے جیکسن! تم اس شریف آدمی کے زبانی وعدے پر بھروسا کرسکتے ہو؟"

"غلطی میری ہے جناب! اگر اس نے رپورٹ درج کرا بھی دی تو مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

"میں وعدہ کرچکا ہوں کہ رپورٹ درج نہیں کراؤں گا۔" البرٹ نے بڑی شد و مد سے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر البرٹ! ہم تمھیں تمھارے زبانی وعدے پر رہا کررہے ہیں۔" میں نے اس کے نزدیک بیٹھ کر اس کے ہاتھ کی بندشیں کھولتے ہوئے کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں تم اپنے وعدے سے پھر جاؤ۔"

"ایسا ہرگز نہ ہوگا۔" البرٹ نے اپنی آواز میں خلوص پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جارہا ہے۔

میں نے اس کی بندشیں کھول کر اسے آزاد کردیا اور وہ تیزی سے اٹھ بیٹھا۔ چند لمحے وہ اپنی کلائیاں مسلتا رہا پھر جب خون کی روانی بحال ہوگئی تو اس نے عجیب سے انداز میں میری طرف دیکھا۔

"تو میں جاؤں؟" اس نے احمقانہ انداز میں کہا اور میں نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"ضرور مسٹر البرٹ! لیکن مجھے افسوس ہے کہ ہم اس وقت آپ کے لیے کسی سواری کا بندوبست نہیں کرسکیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں پیدل ہی چلا جاؤں گا۔" اس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہا اور ڈرتے ڈرتے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ہر آن اسے یہ خطرہ تھا کہ ہم اس کے خلاف کوئی کارروائی کر گزریں گے مگر جب اس سے کسی نے کوئی تعرض نہیں کیا تو وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھا۔ اس کا خدشہ اب بھی برقرار تھا لیکن ہم میں سے کسی نے بھی اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی اور وہ دروازے تک پہنچ گیا۔ پھر میں ہی آگے بڑھا۔

"آیئے مسٹر البرٹ! میں آپ کو گیٹ تک چھوڑ آؤں"۔ میں نے کہا۔ مجھے آگے بڑھتے دیکھ کر البرٹ بھڑکا تھا مگر پھر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میں نے کچھ اور کرنے کے بجائے اس کے لیے دروازہ کھول دیا ہے۔ "آیئے آیئے مسٹر البرٹ! بلا جھجک چلے آیئے"۔

بلا جھجک تو خیر وہ کیا آتا بس ایک سحر کے سے عالم میں اس کے قدم اٹھنے لگے۔ میں اس کے ساتھ ہی چل رہا تھا اور اس کی طرف سے پوری طرح ہوشیار بھی تھا۔ اس جیسے شخص سے کچھ عجب نہیں تھا کہ کس وقت حملہ کر بیٹھے۔ جیکسن اور پیٹر چند قدم پیچھے آرہے تھے۔

ہم اسی طرح آگے پیچھے چلتے ہوئے عمارت سے باہر احاطے میں نکل آئے۔ گیٹ پر چوکیدار موجود تھا۔

"آپ اکیلے جائیں گے یا جیکسن کو بھی ساتھ لے جائیں گے؟" میں نے اچانک رُکتے ہوئے کہا۔

"ک ک... کیا مطلب؟" البرٹ نے گھبرا کر کہا۔ اسے اپنی وقتی آزادی بھی خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔

"میرا مطلب ہے اتنی رات گئے تنہا جاتے ہوئے کہیں آپ کو ڈر نہ لگے"۔ میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"ن... نہیں، مجھے ڈر نہیں لگے گا"۔ البرٹ نے کہا۔ یہ الفاظ ادا کرتے وقت وہ بالکل گاؤدی نظر آنے لگا تھا۔

"گیٹ کھول دو بھئی"۔ میں نے اونچی آواز میں چوکیدار سے کہا۔ "مسٹر البرٹ واپس جائیں گے"۔

چوکیدار نے میرے کہنے پر عمل کرتے ہوئے ذیلی کھڑکی کے بجائے گیٹ کھول دیا۔ جیسے البرٹ کے بجائے کوئی کار باہر جا رہی ہو۔ البرٹ بے یقینی سے باری باری ہم سب کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ہمارے اس رویّے کو کیا نام دے پھر اس نے یہی بہتر سمجھا کہ ہمارے رویّے پر غور کرنے کے بجائے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر نکل جائے۔ اس نے گیٹ کی طرف تیزی سے قدم بڑھائے، پھر اچانک رک کر ہماری طرف مڑا۔ غالباً اسے خطرہ تھا کہ ہم اس پر عقب سے حملہ کر دیں گے مگر ہم اپنی جگہوں پر کھڑے تھے۔ البرٹ مطمئن ہو کر پھر چل پڑا۔ اس بار اس نے ایک قدم گیٹ سے باہر رکھنے کے بعد مڑ کر ہمیں دیکھا تھا۔ ہم اب بھی اسی طرح کھڑے تھے۔ اس وقت شاید اسے یقین آگیا تھا کہ ہم اسے رہا کرنے کے بارے میں سنجیدہ ہیں، لیکن اس نے یقین کرنے میں بہت دیر کر دی تھی کیونکہ اسی وقت اس کے عقب میں ایک شخص نمودار ہوا تھا جس کے ہاتھ میں ایک موٹا سا رول دبا ہوا تھا اور عین اس لمحے جب البرٹ کے خدشات ڈھلنے والے تھے، اس کے عقب میں نمودار ہونے والے شخص نے پوری قوت سے رول اس کے سر پر رسید کر دیا۔ البرٹ کے ہونٹوں سے کراہ خارج ہوئی اور وہ جھومتا ہوا زمین بوس ہو گیا۔ چوکیدار اور اس دوسرے شخص نے مل کر بے ہوش البرٹ کو پکڑا اور اُسے گھسیٹتے ہوئے گیٹ سے اندر لے آئے۔ پھر گیٹ دوبارہ بند کر دیا گیا۔

"اسے لے جا کر کمرے میں بند کر دو اور اس کے ہاتھ پیر بھی باندھ دینا"۔ میں نے ان لوگوں سے کہا اور پھر ہم پلٹ کر ڈرائنگ روم میں واپس آگئے جہاں سلویا پہلے سے ہی موجود تھی۔

"رات کے دو بجنے کو ہیں"۔ میں نے پیٹر سے کہا۔ "اب ہم سوئیں گے۔ نیند آرہی ہے"۔

"آج کی رات تو ہم یہیں رہ جاتے ہیں"۔ پیٹر بولا۔ "اس وقت کہاں جائیں گے ہم؟"

"تمہارا خیال بہت مناسب ہے۔ ہمیں ہمارے کمرے دکھا دو۔ اس کے بعد چاہو تو تم جشن مناتے رہنا"۔

جشن کے تذکرے پر پیٹر اداس ہو گیا۔ "تو تم میرا ساتھ نہیں دو گے؟ میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ بُڈ کو بلا لوں"۔

"ہرگز نہیں"۔ میں نے سختی سے کہا۔ "اب ہم صبح ہی اس سے رابطہ قائم کریں گے۔ پہلے یہ معاملہ نمٹ جانے دو"۔

پیٹر نے ہمیں ہمارے کمروں تک پہنچا دیا۔ یہ اچھی بات ہوئی تھی کہ اب مجھے سلویا کے ساتھ نہیں سونا پڑ رہا تھا۔ تاہم اس کی اور میری خواب گاہیں برابر برابر ہی واقع تھیں۔

"البرٹ کے بارے میں تم نے کچھ نہیں بتایا۔ اگر اسے ہوش آجائے تو اس کا کیا کیا جائے؟" پیٹر نے جانے سے قبل پوچھا۔

"اس کی اہمیت بہت زیادہ نہیں ہے۔ اسے صبح تک یونہی پڑا رہنے دو"۔

سونے سے قبل میں نے کمرا اندر سے بند کر لیا تھا۔ سلویا کو بھی میں نے یہی تاکید کی تھی۔ وہ اب بھی علیحدہ کمرے میں سونے سے کترا رہی تھی مگر اس نے مجھ سے کچھ کہا نہیں۔ یہ بات میں نے محض اس کے انداز سے بھانپی تھی۔ بیڈ پر لیٹتے ہی خیالات نے میرے ذہن پر یورش کر دی۔ ان خیالات کا محور اولیو ہاورڈ اور تہذیب تھے۔ تہذیب کے اولیو ہاورڈ کے قبضے میں چلے جانے سے میں کمزور پڑ گیا تھا۔ اب اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے قبل مجھے بہت کچھ سوچنا پڑتا تھا۔ اس پر میرا وار ذرا بھی اوچھا پڑتا تو اس کا بدلہ وہ تہذیب سے لے سکتا تھا۔

پھر مجھے وہ فارمولے یاد آگئے جو ہاروت رابیل نے امریکی حکومت کی تحویل سے چوری کرائے تھے۔ میں نے تو وہ فارمولے امریکی حکومت کے حوالے کر کے اپنی جان چھڑانے کی پوری کوشش کی تھی، مگر اس بات پر کسی کو بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ میں نے ان کی نقلیں محفوظ نہیں رکھیں۔ بقول دیگرے دوسری لے زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ دنیا کا کوئی شخص اتنا بے وقوف نہیں ہو سکتا کہ اربوں ڈالر کی دولت یوں ہاتھوں سے نکل جانے دے۔ اولیو ہاورڈ بھی سمجھ رہا تھا کہ فارمولوں کی نقلیں میرے قبضے میں ہیں۔ کچھ بھی ہو اس سے یہ فائدہ تو بہرحال ہوا تھا کہ میری جان بچ گئی تھی۔ فارمولوں کے لالچ میں اس نے مجھے زندہ چھوڑ دیا تھا۔ ایک موہوم سی امید پر کہ شاید کلّی کے توسط سے وہ فارمولوں کے بارے میں کچھ معلوم کر کے ان کے حصول کی کوشش کر سکے۔

اس کے بعد میری ذہنی رو اس دوا ساز فیکٹری کی طرف مڑ گئی جو شام میں قائم کی گئی تھی اور شام کی حکومت سے اس کے لیے باقاعدہ معاہدہ کیا گیا تھا۔ چونکہ مجھے یقین تھا کہ اس اقدام کے پس پردہ کوئی بڑی سازش کارفرما ہے، اس لیے میں اس سازش کے تار و پود بکھیرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس سلسلے کا پہلا قدم میں شام کے قونصل جنرل سے ملاقات کر کے ہی اٹھا سکتا تھا۔ بعد کی باتیں اس سے ملاقات کے بعد ہی طے کی جا سکتی تھیں۔

آدھے گھنٹے تک میں مختلف خیالات کے ہجوم میں گھرا رہا اور اس کے بعد مجھے نیند نے آدبوچا۔ پھر دروازہ پیٹے جانے کی آواز سن کر میری آنکھ کھلی تھی۔ میں نے سب سے پہلے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ صبح کے پانچ بجے تھے۔ مجھے اس وقت یوں دروازہ پیٹے جانے پر حیرت ہوئی مگر میں نے اٹھنے میں دیر نہیں کی۔ دروازہ کھولنے سے قبل میں نے اطمینان کر لیا تھا کہ دروازہ پیٹنے والا پیٹر کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

پیٹر خاصے نشے میں تھا اور اس کے منہ سے شراب کے بھبکے نکل رہے تھے۔ "کیا بات ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"مبارک ہو ایلن! اولیو ہاورڈ نے میرے آدمی کو رہا کر دیا ہے"۔

"یہ اطلاع تم مجھے صبح نہیں دے سکتے تھے"۔ میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کلب سے فون آیا تھا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس پر بہت تشدد کیا گیا ہے اور اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ وہ کسی کو پہچان بھی نہیں رہا"۔

"اگر اس کی حالت اتنی خراب ہے تو وہ کلب تک کس طرح پہنچا؟" میں نے پوچھا۔

"ایک کار اسے چھوڑ کر گئی ہے۔ ڈرائیور نے کلب کے گیٹ پر ہارن بجا کر اسے چوکیدار کے حوالے کیا اور چلا گیا"۔

"ہوں"۔ میں نے پُرتفکر انداز میں کہا۔ "ذرا انتظار کرو، میں خود چل کر اسے دیکھتا ہوں"۔

کلب تک پہنچتے پہنچتے ساڑھے پانچ بج گئے تھے۔ سڑکوں پر برائے نام ٹریفک تھا اس لیے مجھے یقین تھا کہ کسی نے ہمارا تعاقب نہیں کیا۔ کلب کے آس پاس بھی ایسی کوئی علامت نظر نہیں آئی جس سے یہ کہا جا سکتا کہ کلب کی نگرانی ہو رہی ہو گی۔

پیٹر کے ہمراہ میں کلب کی اوپری منزل پر پہنچا۔ جہاں رہائشی کمرے تھے۔ ان کمروں میں کلب کے ملازمین کے علاوہ رقاصائیں وغیرہ بھی رہتی تھیں جن سے کلب کا معاہدہ ہوتا تھا اس وقت کلب میں بھی اُلو بول رہے تھے۔ چند ایک ملازمین کے علاوہ کوئی بھی جاگتا نظر نہیں آرہا تھا۔

"اینڈریوکس کمرے میں ہے؟" پیٹر نے ایک ملازم سے پوچھا اور اس نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کر دیا اور بولا۔ "لیکن وہ غنودگی کے عالم میں ہے اور اس نے کسی کو پہچانا بھی نہیں"۔

پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا اور آگے بڑھ کر اس کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا جس میں اینڈریو تھا۔ پیٹر نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے میں نے بھی کمرے میں قدم رکھا تھا۔ اینڈریو بیڈ پر دراز تھا۔ اس کے جسم پر جا بجا تشدد کے نشانات نظر آرہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھے اور کپڑے تار تار تھے۔ اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ میں دروازے میں ہی رک گیا تھا جبکہ پیٹر آگے بڑھ کر بیڈ کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ کمرے میں ایک اور شخص بھی تھا جو بیڈ کے نزدیک کرسی ڈالے بیٹھا تھا۔ پیٹر کو دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"تم لوگوں نے اس کے کپڑے تک تبدیل کرنے کی زحمت نہیں کی۔" پیٹر نے غصیلے لہجے میں اس شخص سے کہا۔

"ہم نے اسی لیے آپ کو فون کر دیا تھا۔" اس شخص نے جواب دیا۔ "یہ تو ٹھیک سے چل بھی نہیں پا رہا تھا۔ اب جیسا آپ کہیں۔"

پیٹر نے پلٹ کر سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا اور میں چند قدم آگے بڑھ گیا۔ میری چھٹی حس جاگ اٹھی تھی اور کسی خطرے کا اشارہ کر رہی تھی مگر یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ خطرے کی نوعیت کیسی ہے اور خطرہ مجھے کس سمت سے لاحق ہے۔ یہی وجہ تھی کہ میں کمرے کے دروازے میں ہی رک گیا تھا.......اپنی چھٹی حس کے اس اشارے کو نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا اور اسے ضرورت سے زیادہ اہمیت دے کر خواہ مخواہ پیٹر کی تضحیک کا نشانہ بھی نہیں بننا چاہتا تھا۔ تاہم میں بہت محتاط تھا۔

"کپڑے تبدیل کرنے سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ کسی ڈاکٹر سے اس کا معائنہ کراؤ۔ اسے فوری طور پر طبّی امداد کی ضرورت ہے۔" میں نے کہا لیکن پیٹر کو میری بات کا جواب تک دینے کا موقع نہیں ملا۔ اس لیے کہ اسی وقت اینڈریو کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی تھی اور ہم تینوں اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ اس کی آنکھیں جو کچھ دیر قبل بند تھیں اب کھلی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ سرخ آنکھیں جنھیں دیکھ کر خوف معلوم ہو رہا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے اینڈریو؟" پیٹر نے اس پر جھکتے ہوئے کہا۔ "تم ٹھیک تو ہو؟"

اینڈریو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس نے پیٹر کی آواز سنی ہی نہ ہو۔ اس کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

"مجھے تمھارا ہی انتظار تھا علی یار خان۔" اینڈریو نے کہا۔ اس کی آواز کسی کنویں میں سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اینڈریو کے چہرے سے وحشت اور ویرانی ٹپک رہی تھی اور وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ بیٹھا تھا۔ کچھ دیر قبل وہ اپنے پیروں پر بھی نہیں چل پا رہا تھا اور اب اس کے حرکت کرنے کے انداز سے قطعی معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ اسے کسی قسم کی جسمانی کمزوری لاحق ہے۔ میرے لیے سب سے زیادہ ہوش رُبا بات یہ تھی کہ اسے میرا نام کیسے معلوم ہوا۔ اگر نام معلوم ہو بھی گیا تھا تو اس نے مجھے پہچانا کیسے؟

اینڈریو کو یوں اٹھتے دیکھ کر غیر ارادی طور پر میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پیٹر حیرت سے مُنہ پھاڑے کھڑا تھا۔ دوسرا شخص بھی سناٹے کے عالم میں تھا اور مجھ پر تو خیر ویسے ہی حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے تھے۔

"بھاگ کہاں رہے ہو یہودیوں کے دشمن۔" اینڈریو نے بھیانک انداز میں کہا اور پھر اس نے اتنی تیزی سے مجھ پر چھلانگ لگائی کہ میں ہزار کوشش کے باوجود بھی اس کی زد سے نہ بچ سکا۔ اس قدر تیزی کی توقع تو میں کسی پھرتیلے ترین آدمی سے بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تیر کی طرح مجھ پر آ رہا تھا اور میں جو پہلے ہی پیچھے ہٹنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کے حملے کی وجہ سے پشت کے بل زمین پر گر پڑا۔ میں نے زور لگا کے اسے اپنے اوپر سے ہٹانے کی کوشش کی مگر میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس کے دونوں ہاتھ میرے گلے پر مضبوطی سے جم گئے تھے اور وہ مجھے جان سے مار دینے پر تُل گیا تھا۔ مجھے فوری طور پر اندازہ ہو گیا کہ میں بڑے بے ڈھب طریقے سے اس کی گرفت میں آیا ہوں اور اب مجھے سب سے پہلے کسی نہ کسی طرح اپنی گردن اس کی گرفت سے چھڑانی ہے۔ میں نے سنبھالا لے کر کچھ اور کرنے کے بجائے اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے لیکن پوری قوت صرف کرنے کے باوجود اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ میرے گلے پر اس کے ہاتھوں کا دباؤ لحظہ بہ لحظہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے طاقت کے اعتبار سے میرا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ پھر میں اس سے جان چھڑانے کے لیے کیا کروں؟ میں نے ڈوبتے ہوئے ذہن کے ساتھ سوچا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آ سکا۔ میرے سارے داؤ پیچ اس کڑے وقت میں مجھ سے روٹھ گئے تھے۔ میری مہارت معلوم نہیں کہاں جا سوئی تھی۔ میری قوتِ مزاحمت تیزی سے جواب دے رہی تھی اور وہ میرے سینے پر چڑھا بیٹھا پوری قوت سے میرا گلا گھونٹے جا رہا تھا اور میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ خود کو موت کا استقبال کرنے کے لیے تیار کر لوں۔

ہر۔ اُنڈریو نامی میرے ذہن پر اس بُری طرح حملہ آور ہوئی تھی کہ میں سب کچھ بھول گیا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ میں وہاں تنہا نہیں ہوں۔ آخر پیٹر اور اس کا ایک اور ملازم بھی تو وہیں موجود تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ دونوں مارے حیرت کے گنگ ہو کر رہ گئے تھے بلکہ وہ اپنی جگہ سے حرکت تک کرنا بھول گئے تھے۔ اگر وہ دونوں کچھ وقت اور اسی کیفیت میں مبتلا رہتے تو میرا کام تمام ہو چکا ہوتا مگر پھر پیٹر کو ہوش آ ہی گیا۔ اس نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس کا دستہ پوری قوت سے اس کے سر پر دے مارا۔ مجھے بہت موہوم سا احساس ہے کہ اس شدید ضرب کے باوجود اینڈریو پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا اور میری گردن پر اس کی گرفت پہلے ہی کی طرح برقرار رہی تھی۔

"اسے چھوڑ دو اینڈریو، ورنہ میں تمھیں گولی مار دوں گا۔" پیٹر کی آواز مجھے بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ لیکن جب پیٹر نے دیکھا کہ اینڈریو پر یہ دھمکی بھی بے اثر ثابت ہوئی ہے، تو اس نے فائر کر ہی دیا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے اینڈریو کے سر پر فائر کیا تھا۔ اس فائر کے نتیجے میں میرے گلے پر اینڈریو کے ہاتھوں کی گرفت یکلخت ختم ہو گئی۔ پھر پیٹر اور اس کا ملازم اینڈریو پر جھپٹے اور انھوں نے کھینچ کر اسے میرے اوپر سے ہٹا دیا۔ میں جھومتا جھامتا اٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا بیڈ کے کنارے سے ٹک گیا۔ میرا دماغ شائیں شائیں کر رہا تھا اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے گئی تھیں۔

پھر رفتہ رفتہ میری قوتیں بحال ہونا شروع ہو گئیں۔ مجھے کمرے میں بہت سے سائے حرکت کرتے نظر آئے۔ کانوں میں کسی کی آواز آئی جو مجھ سے لیٹنے کو کہہ رہا تھا مگر میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ کچھ دیر بعد منظر مزید واضح ہو گیا۔ کمرے میں موجود لوگ کلب کے ملازمین تھے جو اینڈریو کی لاش اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ فائر کی آواز سن کر وہ سب وہاں آ گئے ہوں گے۔ وہ لوگ کمرے کے فرش سے خون کے چھینٹے صاف کر رہے تھے۔

"تمھیں آرام کی ضرورت ہے ایلن۔" پیٹر نے مجھ سے کہا۔ "تھوڑی دیر آرام کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"نہیں پیٹر۔" میں نے بہ مشکل کہا۔ بولنے سے مجھے شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ "میں یونہی ٹھیک ہوں۔"

"نہیں لیٹتے تو تھوڑی دیر کے لیے آرام سے بیٹھ جاؤ۔" پیٹر نے مجھے کرسی پر بٹھانے کے لیے سہارا دینے کی کوشش کی مگر میں نے نرمی سے انکار کر دیا۔

"تمھیں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا۔ "میں خود ہی بیٹھ جاؤں گا۔"

پیٹر کمرے سے باہر چلا گیا اور کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں دو گولیاں تھیں۔ "لو یہ گولیاں نگل لو۔" اس نے پانی کے ایک گلاس کے ساتھ گولیاں مجھے دیتے ہوئے کہا۔ "تم خاصا سکون محسوس کرو گے۔"

میں نے گولیاں پیٹر سے لیں اور پانی کے ساتھ نگل لیں۔ گولیوں کے اثر سے چند منٹ کے اندر اندر میرے گلے کی تکلیف رفع ہو گئی اور میں خود کو حیرت انگیز طور پر بہتر محسوس کرنے لگا۔

"میں خود کو بہت بہتر محسوس کر رہا ہوں پیٹر۔" میں نے کہا۔ "اور اب تو مجھے بولنے میں بھی دقت نہیں محسوس ہو رہی۔"

"میں تو اس بات پر شکر کر رہا ہوں کہ تم بچ گئے۔" پیٹر بولا۔ "اور اس بات پر شرمندگی محسوس کر رہا ہوں کہ میں نے اتنی دیر کیوں لگا دی۔"

"میں خود حیران ہوں، معلوم نہیں اس میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میری گردن کسی آہنی شکنجے میں جکڑی ہوئی ہو۔"

"ہاں۔" پیٹر افسردگی سے بولا۔ "وہ زیادہ طاقت ور آدمی نہیں تھا۔ اس نے جس قوت کا مظاہرہ کیا وہ سب ہی کے لیے حیران کن ہے۔"

"جہاں تک میں اندازہ لگا سکا ہوں، وہ تنویمی کیفیت میں تھا۔ تمھیں یاد نہیں، وہ کس طرح بے ہوش تھا اور میری آواز سنتے ہی کتنی تیزی سے ہوش میں آ گیا تھا۔"

"کیا تنویمی کیفیت میں آدمی کے اندر اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے؟" پیٹر نے حیرت سے کہا۔

"ہپناٹزم کے بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ میں تو یہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اینڈریو پر کیا عمل کیا گیا ہو گا لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اس کے یہاں بھیجے جانے کا مقصد مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ غالباً ہپناٹزم کے ذریعے ہی اسے یہ ہدایات دی گئی ہوں گی کہ میری آواز سنتے ہی وہ ہوش میں آ جائے۔ اور اسے یہ بھی باور کرایا گیا ہو گا کہ میری ہلاکت کس طرح اس کے مفاد میں ہے۔"

"تمھاری آواز کی شناخت انھوں نے اینڈریو کو کس طرح کرائی ہو گی؟" پیٹر نے پوچھا۔

"اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو انھوں نے اس سے میرے بارے میں معلوم کر لیا ہو گا اور اسے میرے بارے میں بتا دیا ہو گا کہ دراصل میں کون ہوں۔ چونکہ عام حالات میں میں اپنی آواز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تبدیل نہیں کرتا۔ اس لیے ان کا یہ حربہ کارگر ثابت ہوا۔ ممکن ہے انھوں نے اینڈریو کو یہ ہدایت دی ہو کہ ایلن گراہم کی آواز سنتے ہی ہوش میں آجائے اور اس پر قاتلانہ حملہ کردے۔ دوسری صورت یہ ممکن ہے کہ اسے میری آواز کے ٹیپ سنوائے گئے ہوں۔"

"اولیو ہاورڈ کے پاس تمھاری آواز کے ٹیپ کہاں سے آگئے؟" پیٹر نے حیران ہوکر کہا۔

"میں اس کی قید میں تھا۔ اور کسی کی بے خبری میں اس کی آواز ٹیپ کرلینا کیا بڑی بات ہے۔"

"اینڈریو نے ہوش آتے ہی تمھیں کس نام سے مخاطب کیا تھا؟" پیٹر نے پوچھا۔

میں اس سے اس سوال کی توقع کر رہا تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے اپنے بارے میں بتاؤں۔ چنانچہ میں نے چند لمحے غور کرنے کے بعد کہا۔ "اس سوال کا جواب بہت ضروری ہے کیا؟"

"نہیں بتانا چاہتے تو مت بتاؤ۔" پیٹر نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور مجھے بڑی زحمتوں سے بچالیا۔" مجھے اس چیز سے کوئی خاص دلچسپی بھی نہیں ہے کہ تم درحقیقت کون ہو۔ میں تو صرف اولیو ہاورڈ سے انتقام لینے کی خاطر تم سے مدد کا خواہاں ہوں۔ بس تم کسی طرح میرے اس دیرینہ خواب کو تعبیر عطا کردو۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

میں نے اسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھا۔ اولیو ہاورڈ کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں تھا لیکن اس پر جنونِ انتقام طاری تھا۔ میں اس کے اس جنون کو برحق قرار دینے پر مجبور تھا۔ اس کے ساتھ اولیو ہاورڈ نے جو ظلم کیا تھا اس کے بعد اس کے سوا کوئی اور چارہ بچا بھی نہیں تھا۔ مگر وہ اپنے وسائل سے مجبور تھا۔ اس کے اور اولیو ہاورڈ کے درمیان مراتب اور صلاحیتوں کا جو فرق حائل تھا، وہ آسانی سے مٹنے والا نہیں تھا۔ درمیاں گویا ایک خلیج حائل تھی جو پٹنے والی نہیں تھی اور اب مجھے پُل کا کام کرنا تھا۔ کم از کم پیٹر مجھ سے یہی توقع کر رہا تھا۔ اس کی توقع کچھ ایسی غلط بھی نہیں تھی۔ بس اس کا یہ خیال غلط تھا کہ میں اس کے لیے کچھ کروں گا۔ یہاں تو یہ عالم تھا کہ میں خود اپنے لیے بھی کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ زندگی ہی ایک ایسے مقصد کے لیے وقف کردی تھی جس سے ہٹنا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔

"مجھے اس بات کا غم ہے کہ اس کی وجہ سے میرا ایک آدمی مارڈالا گیا۔" پیٹر نے مزید کہا۔ "اور مجھ پر ایک اور قرض واجب الادا ہوگیا۔"

"پہلے ہم نے اس کے تین آدمیوں کو لقمۂ اجل بنایا تھا پیٹر! تمھارا تو صرف ایک آدمی ہی مارا گیا ہے۔"

"غم تو مجھے اس بات کا ہے کہ اپنے آدمی کو میں خود اپنے ہاتھوں مارنے پر مجبور ہوگیا۔" اس نے مغموم لہجے میں کہا۔ "مجھے اپنا ہر آدمی عزیز ہے۔"

"میں تمھارا غم سمجھ سکتا ہوں پیٹر۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔ "زندگی میں بعض اس سے بھی زیادہ مشکل مقامات آتے ہیں۔"

"مجھے یہ بات تسلیم کرنے سے انکار نہیں ہے لیکن اولیو ہاورڈ بھی تو زندگی گزار رہا ہے۔ کچھ مشکل مقامات اس کی زندگی میں بھی تو آنے چاہییں۔"

میں اسے کیا بتاتا کہ اُس کی زندگی میں کتنے مشکل مقامات آئے ہیں۔ اُس کے لیے ایک درجن سے زائد مشکل مقامات پیدا کرنے کا ذمے دار تو میں خود تھا۔ میں نے بارہا اسے شکست دی، ہزیمتوں سے دوچار کیا اور اس کے مذموم عزائم اور مقاصد کو ناکام بنایا۔ اب بے شک ایک ایسا وقت آگیا تھا جب اس نے خود کو قلعہ بند کرلیا تھا اور میں وقتی طور پر بے بس نظر آنے لگا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ عارضی ہے۔ وہ زیادہ دیر خود کو مجھ سے محفوظ نہیں رکھ سکے گا۔ اگر میری نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے، میں حق کے لیے لڑ رہا ہوں تو قدرت میری مدد کرے گی۔ ظالم کی رسی دراز ضرور کی جاتی ہے مگر اسے کھینچ بھی تو لیا جاتا ہے اور جب رسی کھینچی جاتی ہے تو آدمی مُنہ کے بل گر پڑتا ہے۔ اولیو ہاورڈ نے بار بار شکست کھانے کے باوجود اپنا راستہ نہیں چھوڑا تھا۔ جس راستے پر وہ چل رہا تھا اسے تبدیل نہیں کیا تھا۔ اسے بہت سے مواقع ملے مگر وہ نہیں سنبھلا اور اب میرے خیال میں اس کا وقت قریب آگیا تھا۔

"جن لوگوں کی زندگی میں مشکل مقامات نہیں آتے ان کا آخری وقت بہت جلدی آجاتا ہے۔" میں نے گمبھیر آواز میں کہا۔

"میں اس وقت کا منتظر ہوں ایلن!" پیٹر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "وہ وقت تو جانے کب آئے، فی الوقت تو تم اپنا لباس تبدیل کرلو۔"

اس کے کہنے پر مجھے خیال آیا کہ میرا لباس اینڈریو کے خون سے تباہ ہوچکا تھا۔ اس پر خون کے دھبے ہی دھبے تھے۔

پیٹر نے مجھے دوسرا لباس لاکر دیا اور میں باتھ روم میں گھس گیا۔ کچھ دیر بعد میں نہا کر اور کپڑے تبدیل کرکے باہر نکلا تو گرما گرم کافی میری منتظر تھی۔

"اولیو ہاورڈ کا ایک آدمی ہماری قید میں ہے۔" کافی پینے کے دوران پیٹر نے کہا۔ "کیا اب تم اسے زندہ واپس کردو گے؟"

"تمھارا کیا خیال ہے؟" میں نے جوابی سوال کیا۔

"اولیو ہاورڈ نے جو حرکت کی ہے اس کے بعد تو اسے زندہ واپس نہیں جانے دینا چاہیے۔"

"بات تو معقول ہے مگر اس کی ذمے داری البرٹ پر تو نہیں ڈالی جاسکتی۔ وہ تو خود حکم کا غلام ہے۔"

"اینڈریو بھی تو میرا ملازم ہی تھا۔ اس نے اولیو ہاورڈ کا کیا بگاڑا تھا؟"

"میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ خوں ریزی سے حتی الامکان گریز کیا جائے۔"

"میں خود اس بات کے خلاف ہوں لیکن البرٹ کو اگر زندہ چھوڑا گیا تو اولیو ہاورڈ اور بھی شیر ہوجائے گا۔"

"اس کے تین آدمی تو پہلے ہی ہمارے ہاتھوں مارے جاچکے ہیں۔ اگر اس کے نزدیک اپنے آدمیوں کی جانوں کی کچھ بھی وقعت ہوتی تو کبھی ایسی کوشش نہ کرتا۔ لیکن اس کی یہ کوشش ظاہر کرتی ہے کہ البرٹ بھی اس کے لیے بساط پر ایک بے حقیقت پیادے سے زیادہ اہم نہیں ہے۔"

"میں بھی تو اتنی دیر سے یہی کہہ رہا ہوں۔" پیٹر نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ "شطرنج کی بساط پر بے حقیقت مہروں کا کوئی کام نہیں ہوتا۔"

"جلد بازی میں کوئی فیصلہ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "ہم اس بارے میں بعد میں بھی فیصلہ کرسکتے ہیں۔"

کافی ختم کرنے کے بعد میں وہاں سے اُٹھ گیا۔ پیٹر بھی ساتھ ہی تھا۔ ہم اپنی عارضی قیام گاہ کی طرف واپس آگئے۔

"آؤ، پہلے البرٹ کو دیکھ لیں کہ وہ کس حال میں ہے۔" میں نے کہا اور ہم اس کمرے کی طرف بڑھ گئے جہاں البرٹ قید تھا۔

کمرے کا منظر وہی تھا جو میں نے رات دیکھا تھا۔ البرٹ اسی طرح بندھا پڑا تھا۔ ہم کمرے میں داخل ہوئے تو اس کی آنکھیں بند تھیں مگر کمرے میں کسی کی آمد کو محسوس کرکے اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ رات کے برعکس اس وقت اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔

"تم ابھی تک یہیں ہو؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "رات ہی تو میں نے تمھیں آزاد کرایا تھا، پھر تم واپس کیوں چلے آئے؟"

البرٹ نے بےبسی سے مجھے دیکھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میری بات کا کیا جواب دے۔ شاید وہ میری اصل شخصیت سے واقف تھا۔ اسے معلوم ہوگا کہ میں اولیو ہاورڈ جیسے خطرناک مجرم کا حریف ہوں۔ اس لیے وہ مجھ سے مرعوب ہوگیا ہوگا۔

"اب مزید ڈھیل دینا مناسب نہیں ہے ایلن۔" پیٹر بولا۔ "اس سے جو کچھ اگلوانا ہے، جلدی سے اگلوالو۔ اگر یہ زبان نہ کھولے تو اس کی لاش کا تحفہ اس کے باس کو روانہ کردو۔"

"تم سن رہے ہو البرٹ؟" میں نے بلند آواز سے کہا۔ "تمھارے لیے بہتر یہی ہے کہ زبان کھول دو۔"

البرٹ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر انھیں تر کرنے کی کوشش کی۔ "میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "پہلے مجھے ان بندشوں سے تو آزاد کرو۔"

"اس گفتگو سے تو واضح طور پر یہی مطلب نکلتا ہے کہ اگر اسے بندشوں سے آزاد کردیا جائے تو یہ ہمیں معلومات فراہم کردے گا۔" میں پیٹر کی طرف دیکھ کر بولا۔

"ہم اس کی بندشیں کھول دیتے ہیں، مگر میں کسی قسم کا خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہوں۔ میں پہلے اپنے مسلح کارندے طلب کروں گا، پھر اسے کھولا جائے گا تاکہ یہ کوئی گڑبڑ نہ کرسکے۔"

پیٹر خود گیا اور دو مسلح افراد کے ساتھ واپس آیا۔ اس نے دو کرسیاں بھی منگوائی تھیں جن میں سے ایک پر میں بیٹھ گیا اور دوسری خود اس نے سنبھال لی۔ پیٹر کے اشارے پر البرٹ کی بندشیں کھول دی گئیں۔ میں چپ چاپ یہ سب کچھ دیکھتا رہا تھا۔ بندشیں کھلنے کے بعد البرٹ نے کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر پیٹر نے اسے منع کردیا۔

"اولیو ہاورڈ کی وجہ سے میرا ایک آدمی مارا گیا ہے۔ اس لیے بہت محتاط رہو۔" اس نے البرٹ کو وارننگ دی۔ "تمھاری کسی معمولی سی بھی حرکت پر میرے آدمی تمھیں گولی ماردیں گے۔"

"میں نہتا آدمی ہوں اور مجھ پر دو عدد مسلح افراد مسلط ہیں، پھر بھی تم مجھ سے خوف زدہ ہو۔"

"زیادہ زبان چلانا بھی تمھاری زندگی کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔" پیٹر نے بڑے خراب لہجے میں کہا اور البرٹ نے شانے اچکا دیے۔ وہ قطعی خوف زدہ معلوم نہیں ہورہا تھا۔

"میرا سر بُری طرح دُکھ رہا ہے اور دماغ سُن محسوس ہو رہا ہے۔ یہ اسی ضرب کا اثر ہے جو مجھے بے ہوش کرنے کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیے میرے سر پر لگائی گئی تھی۔" البرٹ نے اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا۔"میں کوشش کروں گا کہ مجھ سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہونے پائے جو خود میرے ہی حق میں خطرناک ثابت ہو تاہم اگر ہو سکے تو تم بھی اس کیفیت کے باعث مجھے تھوڑی سی رعایت دے دینا۔"

"تم اس کے گفتگو کرنے کا انداز دیکھ رہے ہو ایلین۔" پیٹر نے خوں خوار لہجے میں کہا۔"یہ اب تک محض تمھاری وجہ سے زندہ نظر آرہا ہے۔ اگر تمھیں اس کی ضرورت نہ ہوتی تو میں کب کا اسے موت کے گھاٹ اتار چکا ہوتا۔"

"کچھ دیر پہلے تو تم صرف اس لیے گڑگڑا رہے تھے کہ تمھیں کھول دیا جائے اور اب تم سینہ زوری کا مظاہرہ کر رہے ہو۔" میں نے البرٹ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے میں نے کوئی نازیبا بات منہ سے نہیں نکالی۔" البرٹ نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

"تم نے کہا تھا کہ اگر تمھیں کھول دیا جائے تو تم ہمیں معلومات فراہم کر دو گے۔" پیٹر نے کہا۔

"میں نے یہ بات کہی تو نہیں تھی مگر میرا یہ مطلب ضرور تھا اور میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔"

"لیکن تم نے جو انداز اپنایا ہے اس سے تو تمھاری بات کی نفی ہوتی ہے۔" پیٹر بولا۔"تم نے ابھی تک ہمیں کوئی بات بھی نہیں بتائی ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ مجھے کیا انداز اپنانا چاہیے اور یہ بھی نہیں معلوم کہ تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔ اس لیے کچھ بتانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

البرٹ کا انداز واقعی اشتعال انگیز تھا۔ وہ قیدی ہونے کے باوجود اس طرح گفتگو کر رہا تھا جیسے ہمارا معزز مہمان ہو اور میں دیکھ رہا تھا کہ اس کے اس انداز پر پیٹر کو واقعی غصہ آگیا تھا۔ البرٹ شاید اپنی زندگی کی طرف سے مایوس ہو چکا تھا، اور خود پر ہونے والے ممکنہ تشدد سے بچنے کی خاطر یہ حرکتیں کر رہا تھا تاکہ ہم اشتعال میں آکر اسے مار ہی ڈالیں اور وہ تشدد سے بچ سکے۔ اس کے بارے میں میرا اندازہ تو یہی تھا لیکن ضروری نہیں تھا کہ میرا اندازہ درست ہی ہوتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ فطرتاً اتنا ہی نڈر ہو یا یہ کہ اس کے پیش نظر کوئی اور مقصد رہا ہو۔

البرٹ کے سوال پر پیٹر نے مدد طلب کرنے والے انداز میں میری طرف دیکھا اور میں نے اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی البرٹ سے سوال کر ڈالا۔"تم کتنے عرصے سے ہاروت رابیل کے ملازم ہو؟"

"یہی کوئی آٹھ دس سال سے۔" البرٹ نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ اس کے نقطۂ نظر سے میرا سوال خاصا غیر اہم تھا۔

"اتنی طویل ملازمت کے دوران تو تم اس کے بہت سے رازوں سے واقف ہو گئے ہو گے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور البرٹ چونک پڑا۔

"میں سمجھ نہیں سکا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" اس نے سرسری انداز میں کہنے کی کوشش کی۔ مگر اس کے لیے اپنے لہجے کا ہیجان چھپانا خاصا مشکل کام تھا۔

"کچھ نہیں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔"یہ بتاؤ کہ نکی ہاورڈ کہاں ہے؟"

"اولیو ہاورڈ کی بیٹی کو پوچھ رہے ہو؟ وہ تو تمھارے ساتھ ہی فرار ہوئی تھی۔"

"فرار نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک سازش کے تحت مجھ سے مل گئی تھی۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔"لیکن قدرت نے میری مدد کی اور وہ سازش میرے علم میں آگئی۔ اب میں اسے نہیں بخشوں گا۔"

"م... میں بھلا کیسے بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔" البرٹ بوکھلا گیا۔"اسے تو تمھارے قبضے میں ہونا چاہیے۔"

"بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔ تم لوگ مجھے دھوکے میں ڈال کر اسے نکال لے گئے ہو لیکن میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ تمھیں بتانا پڑے گا کہ وہ کہاں ہے۔"

"وہ ہمارے ہاتھ نہیں لگ سکی تھی یقین کرو، جب اس سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ نہیں ہو سکا تو ہم خود وہاں پہنچے، مگر وہ وہاں نہیں تھی۔"

مجھے یہ چال اچانک ہی سوجھی تھی اور میرے خیال میں یہی ایک طریقہ تھا جس سے اولیو ہاورڈ کو شبہے میں ڈالا جا سکتا تھا۔ اسے شبہے میں ڈالنا بہت ضروری تھا۔ تہذیب اس کی قید میں تھی۔ نکی کو پہنچنے والے کسی نقصان کا انتقام لینے کے لیے وہ تہذیب کو نشانہ بنا سکتا تھا۔ اور تہذیب کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ اولیو ہاورڈ کو باور کرایا جائے کہ نکی میرے چنگل سے نکل چکی ہے۔ اسے یہ باور کرانے کے لیے البرٹ بہت عمدہ ذریعہ تھا۔ کچھ دیر پہلے تک میرے ذہن میں کچھ نہیں تھا۔ مگر اب پورا منصوبہ میرے ذہن میں واضح ہو چکا تھا۔ مجھے البرٹ سے بس نکی کے بارے میں ہی پوچھ گچھ کرنی تھی۔ نہ صرف پوچھ گچھ بلکہ نکی کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے اس پر تشدد بھی کرنا تھا اور اس کے بعد اسے کسی طرح فرار کرا دینا تھا تاکہ

وہ اولیو ہاورڈ کو جا کر یقین دلائے کہ نکی میرے قبضے میں نہیں ہے۔

البرٹ سے نکی کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے پر پیٹر خاصا حیران نظر آرہا تھا۔ یہ بات اس کے علم میں تھی کہ نکی میرے ہاتھوں ہلاک ہو چکی ہے۔ اب اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں اس کے بارے میں البرٹ سے لایعنی سوال کیوں کر رہا ہوں۔ اگر یہ بات کچھ دیر قبل مجھے سوجھ گئی ہوتی تو میں اسے پہلے ہی سب کچھ بتا کر مطمئن کر چکا ہوتا مگر چونکہ یہ سب کچھ اچانک ہی ہوا تھا۔ اس لیے مجھے پیٹر کو کچھ بتانے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔ اور میں خود بھی ایسی صورتِ حال میں پھنس گیا کہ میرے لیے اپنے اس فوری منصوبے کو مؤخر کرنا ممکن نہیں رہا۔ یہ غنیمت ہوا کہ پیٹر نے کوئی سوال نہیں کیا اور اپنی زبان بند ہی رکھی، ورنہ سب کچھ تباہ ہو جاتا۔

"میں بہت نرم مزاج آدمی ہوں البرٹ۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔"مجھے نکی کے بارے میں بتا کر تم بہت فائدے میں رہو گے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھیں کس طرح یقین دلاؤں۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ وہ کہاں ہے تو تمھیں ضرور بتا دیتا۔"

"میں بہت سنگدل بھی ہوں البرٹ۔" میں نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔"تم یوں نہیں مانو گے تو تم پر بدترین تشدد کرتے ہوئے بھی میں جھجکوں گا نہیں۔"

"تم مجھ سے ایسی بات پوچھ رہے ہو جو میرے علم میں ہے ہی نہیں تو میں اس کا جواب کیا دوں۔"

"میرا یہ اصول بھی ہے کہ آدمی کو غور کرنے کے لیے وقت ملنا چاہیے۔ میں اپنا یہ اصول توڑوں گا نہیں، لیکن تمھیں میں زیادہ مہلت نہیں دے سکتا۔ اس لیے کہ میں نکی تک پہنچنے کے لیے سخت بے تاب ہوں۔ اس کے علم میں بعض ایسی باتیں آگئی ہیں جو نہیں آنی چاہیے تھیں۔ اس کا زندہ رہنا خود میرے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ سمجھ رہے ہو تم.... اس لیے میں تمھیں غور کرنے کے لیے صرف اتنا وقت دے رہا ہوں کہ تم نہا دھو کر تازہ دم ہو جاؤ۔ اس کے بعد ناشتا کر لو۔ اس دوران اگر میری پیش کش قبول کرتے ہوئے تم نکی کے بارے میں مجھے معلومات فراہم کر دو تو یقین رکھو کہ تم ایک دانش مندانہ قدم اٹھاؤ گے۔"

"تم آخر میری بات سن کیوں نہیں رہے ہو۔ میں کبھی تو تم سے کچھ کہہ رہا ہوں۔" البرٹ نے احتجاجی انداز میں کہا۔

"جتنی خطرناک باتیں نکی کے علم میں آچکی ہیں۔ اس کے بعد میرا کچھ اور سننے کا موڈ ہی نہیں ہے۔"

"بھاڑ میں گئی نکی ہاورڈ۔" البرٹ اچانک ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کمرے میں موجود دونوں مسلح افراد کی انگلیاں اپنے ہاتھوں میں موجود گنوں کے ٹرائیگر پر مستعد ہو گئیں۔ مگر میں نے ہاتھ بلند کر کے انھیں فائر نہ کرنے کا اشارہ کیا اور وہ رُک گئے، ورنہ شاید ان میں سے کوئی ایک فائر کر ہی بیٹھتا۔

"اس اچھل کود سے کام نہیں چلے گا مسٹر البرٹ۔" میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔"معلوم ہوتا ہے تم میری دی ہوئی مہلت سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے۔"

"یہ میرے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔ مجھ سے وہ بات پوچھی جا رہی ہے جو میرے علم سے باہر ہے۔"

"ناشتا کرنے کے بعد تک تم اگر اپنی اس بات پر قائم رہے تو میرا جواب کچھ اور ہوگا لیکن اگر تم نے اسی وقت اپنی بات پر اصرار کیا تو میں اسی وقت سے تم پر تشدد کرانے کے لیے مجبور ہو جاؤں گا۔"

البرٹ پر قیامت گزر رہی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ اچھا خاصا تشدد جھیل سکتا ہے۔ اس کی زبان کھلوانا کوئی آسان کام نہ ہوتا لیکن اس پر ایک ایسی بات کے لیے تشدد شروع ہونے والا تھا جو اس کے علم میں ہی نہیں تھی۔ کسی بھی شخص کے لیے یہ بات انتہائی تکلیف کا باعث ہوتی ہے کہ اس پر کسی ایسی بات کے لیے تشدد کیا جائے جو اس کے علم میں نہ ہو یا جس کا وہ ذمّے دار نہ ہو۔ البرٹ بھی ایسی ہی صورتِ حال سے دوچار تھا۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ میں اسے ہرگز نہیں بخشوں گا۔ یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ اب اگر اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو جو تھوڑی بہت مہلت ملی ہے اسے بھی گنوا بیٹھے گا۔

چند لمحوں تک البرٹ مجھے گھورتا رہا۔ وہ کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر کار اس نے مہلت سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ تم کس چکر میں پڑ گئے؟" باتھ روم کا دروازہ بند ہوتے ہی پیٹر نے مجھ سے کہا۔ آواز اس نے دھیمی ہی رکھی تھی تاکہ البرٹ تک نہ پہنچ سکے۔

"چکر کو چھوڑو اور ناشتے کا بندوبست کرو۔ مجھے بھی معدہ کچھ خالی خالی سا محسوس ہو رہا ہے۔"

"معلوم نہیں تم کس قسم کے آدمی ہو۔" پیٹر بڑبڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔"آؤ ہم ناشتا کر لیں۔"

"بغیر مہمان کے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ارے تو کیا اسے اپنے ساتھ میز کرسی پر بٹھائیں گے؟" پیٹر نے جھنجلا کر کہا۔"اس کا ناشتا یہیں آجائے گا۔"

"چلو یونہی سہی۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ اور پیٹر کے ساتھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کمرے سے باہر نکل آیا۔
ناشتے کی میز پر سلویا بھی موجود تھی۔ اسے دیکھ کر مجھے خاصی حیرت ہوئی، میرے خیال کے مطابق تو اسے محوِ خواب ہونا چاہیے تھا۔

"تمھیں چاہیے تھا کہ اگر کہیں جا رہے تھے تو مجھے بھی ساتھ لے کر جاتے۔" اس نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"محض اس خیال سے چھوڑ گیا تھا کہ تمھاری نیند میں خلل پڑے گا۔ تم بہت دیر سے سوئی تھیں۔"

"نیند میں خلل پڑنے کی کیا حقیقت ہے..... زندگی میں خلل پڑنے سے تو بہر حال بہتر ہے۔"

"وہ تو میری زندگی میں پڑنے والا تھا۔" میں نے کہا اور سلویا کو مختصراً حالات سے آگاہ کر دیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"یہ طرفہ تماشا بھی سنو کہ اب یہ البرٹ سے نکی ہاورڈ کے بارے میں دریافت فرما رہے ہیں۔" پیٹر نے جلے بھُنے لہجے میں کہا۔

"وہ تو اپنے انجام کو پہنچ چکی۔" سلویا حیرت سے بولی۔ "اب اس کے بارے میں کیا پوچھ گچھ کر رہے ہو؟"

"انھیں یہ تاثر دینے کے لیے کہ نکی میرے ہاتھوں سے بھی نکل گئی ہے، یہ پوچھ گچھ ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"البرٹ کو یہ تاثر دے کر تم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہو؟ بات تو جب ہوتی کہ تم اولیو ہاورڈ کو یہ تاثر دیتے۔" پیٹر بولا۔

"پہلا مرحلہ تو البرٹ کو یقین دلانے کا ہے۔ اگر اسے ہی یقین نہ دلایا جا سکا تو وہ اولیو ہاورڈ کو کیا خاک یقین دلا سکے گا۔"

"کیا تم بھول گئے کہ اینڈریو کے بدلے البرٹ کو قتل کرنا لازمی ہے۔" پیٹر نے زور دے کر کہا۔

"میں کیوں بھولوں گا۔ اولیو ہاورڈ کو یہ دھمکی دینے والا میں خود ہی تو تھا۔"

"تمھاری باتوں میں تضاد نہیں ہے؟" پیٹر نے کہا۔ "ایک طرف تو تم اس کے ذریعے اولیو ہاورڈ کو غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتے ہو اور دوسری طرف یہ بھی مانتے ہو کہ اسے قتل کرنا بھی ضروری ہے۔"

"بدلے ہوئے حالات کے تحت اسکیم بھی تبدیل ہو گئی ہے۔ اب ہم اسے قتل نہیں کریں گے۔"

"اگر ہم نے اسے چھوڑ دیا تو کیا اولیو ہاورڈ مشکوک نہیں ہو جائے گا؟" پیٹر بولا۔ "یا وہ اتنا ہی بھولا ہے کہ سامنے کی بات بھی اس کی سمجھ میں نہ آسکے۔"

"نہیں، اولیو ہاورڈ بہت چالاک آدمی ہے، مگر ہم البرٹ کو رہا کیوں کریں گے۔ ہم تو اس پر تشدد کریں گے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ ہماری قید سے فرار ہو جائے۔"

"قید سے فرار ہو جائے؟" پیٹر نے حیرانی سے کہا۔ "ہم اسے اتنا موقع ہی کیوں دیں گے کہ وہ ہماری قید سے فرار ہو۔"

"موقع تو فراہم کرنا پڑے گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اس کے بغیر تو بات بن ہی نہیں سکتی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" سلویا نے تائید کی۔ "میں تمھاری بات پوری طرح سمجھ گئی ہوں۔"

"سمجھ تو میں بھی رہا ہوں۔" پیٹر نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "لیکن مجھے اس کا افسوس بہت ہو گا۔"

"البرٹ کی حیثیت کچھ نہیں ہے۔ اسے مار کر ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا جبکہ اس طرح ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

"اسے فرار تو ہم کرائیں گے اور اولیو ہاورڈ ہمیں اتنا کمزور سمجھ لے گا کہ ہم ایک شخص کو قید میں بھی نہیں رکھ سکتے۔"

"اس کی یہ غلط فہمی بھی ہمارے کام ہی آئے گی۔ دشمن جتنا زیادہ غلط فہمی میں مبتلا رہے اتنا ہی زیادہ اچھا ہے۔"

"ٹھیک ہے، جیسا مناسب سمجھو کرو۔" پیٹر نے کہا مگر اس کے لہجے سے بے زاری ٹپک رہی تھی۔

"کیا تم اسے فرار کرانے کے لیے کوئی خاص منصوبہ بناؤ گے؟" سلویا نے پوچھا۔

"اگر وہ اتنا نااہل ہے کہ خود سے فرار نہیں ہو سکتا تو مجبوراً کوئی نہ کوئی منصوبہ بنانا ہی پڑے گا۔"

"کیا مطلب؟" پیٹر میری بات سن کر چونک پڑا۔

"وہ تنہا اور نہتا ہے۔ یہ زیادتی ہے کہ تم نے اس پر دو مسلح افراد مسلط کر رکھے ہیں۔ ان میں سے ایک کو ہٹا دو۔"

"یہ بہت خطرناک ہو گا۔" پیٹر بولا۔ "ایک آدمی کی توجہ کسی بھی وقت اس کی طرف سے ہٹ سکتی ہے۔ اور....."

"میں بھی تو یہی چاہتا ہوں۔ وہ اپنی کوشش سے فرار ہو گا تو ڈرامے میں جان پڑ جائے گی۔"

"تو میں یوں کرتا ہوں کہ دوسرے آدمی کو کمرے کے باہر متعین کر دیتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں، اس طرح تو اس کے فرار کا راستہ بالکل ہی مسدود ہو جائے گا۔"

"سوچ لو ایلن! ایک آدمی پر بھی قابو پانا اس کے لیے آسان نہیں ہو گا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ وہ شخص مسلح

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھی ہوگا۔"

"میں تو اسے صرف ایک موقع فراہم کرنا چاہ رہا ہوں۔ اگر وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا سکا تو ٹھیک ہے، ورنہ کچھ اور سوچیں گے۔"

"یہ بھی ہو جائے گا۔" پیٹر نے کہا۔ "لیکن اگر میرے آدمی پر قابو پانے کے چکر میں خود اسے کوئی نقصان پہنچ گیا تو کون ذمے دار ہوگا؟"

"یہ سب کچھ سوچنا تمھارا کام نہیں ہے۔ تم تو بس وہ کرو، جو میں نے تم سے کہا ہے۔ اپنے آدمی کو خاص طور پر محتاط رہنے کی ہدایت بھی مت کرنا۔ عمارت میں اگر کسی قسم کے حفاظتی انتظامات ہیں تو وقتی طور پر انھیں بھی ختم کرا دو۔"

"میں یہ سب کچھ کر لوں گا لیکن اگر فرار ہوتے وقت البرٹ کسی کی نظروں میں آ گیا تو اسے روکنے کی کوشش ضرور کی جائے گی۔"

"یہ تمام باتیں اس مفروضے کے تحت ہو رہی ہیں کہ البرٹ کی فرار ہونے کی کوشش کامیاب ہو جائے گی فرض کرو کہ وہ کسی طرح تمھارے آدمی پر قابو پا لیتا ہے اور فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اس اثنا میں کسی اور کی نظر اس پر پڑ جاتی ہے تو اسے روکنے کی ناکام کوشش ضرور کرے۔ اس پر فائرنگ بھی کرے مگر اس طرح کہ اسے ذرہ برابر بھی گزند نہ پہنچے اور وہ فرار بھی ہو جائے۔"

پیٹر اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے چلا گیا اور سلویا کافی کا کپ میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ "تم نے تہذیب کو بچانے کے لیے بہت عمدہ ترکیب سوچی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اولیو ہاورڈ اس بات پر یقین کر لے گا؟"

"یقین نہیں کرے گا تب بھی الجھن میں تو ضرور پڑ جائے گا اور میں یہی چاہتا بھی ہوں کہ وہ وقتی طور پر الجھ کر تہذیب کے خلاف کوئی خطرناک قدم نہ اٹھانے پائے۔"

"کیا وہ اس امکان پر غور نہیں کر سکتا کہ تم نے اسے غلط راہ پر ڈالنے کے لیے یہ حرکت کی ہے؟"

"ضرور کر سکتا ہے اور کرے گا بھی، لیکن ایسی بہت سی باتیں موجود ہیں جو اس کے اس شبہے کو یقین کی حد تک نہیں پہنچنے دیں گی۔"

"مجھے بھی تو بتاؤ ایسی کون سی باتیں ہیں۔" سلویا نے تجسس بھرے لہجے میں پوچھا۔

"مثال کے طور پر یہ بات کہ میں نے البرٹ سے کوئی اور بات نہیں پوچھی۔ اس سے میری اضطراری کیفیت ظاہر ہوتی ہے، ورنہ البرٹ جیسے اندر کے آدمی سے بہت سی کام کی باتیں معلوم کی جا سکتی تھیں۔"

"اس کے علاوہ کوئی اور دلیل؟"

"میرا یہ کہنا کہ نکی کے علم میں کچھ خطرناک باتیں آ گئی ہیں۔ اولیو ہاورڈ اس سے یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ نکی کو ڈی فوسٹر کے فارمولوں کے بارے میں کچھ معلوم ہو گیا ہوگا۔ اس وقت ان لوگوں کے نزدیک یہی ایک معاملہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔"

"وہ یہ نہیں سوچے گا کہ اگر نکی کو اس بارے میں کچھ معلوم ہوتا تو سب سے پہلے اس سے رابطہ قائم کرتی؟"

"اصولی طور پر تو یہی ہونا چاہیے تھا لیکن اولیو ہاورڈ یہودی ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہودی کس قدر لالچی ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ یہ نتیجہ بھی اخذ کر سکتا ہے کہ فارمولوں کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوتے ہی نکی اپنے طور پر جستجو میں لگ گئی ہوگی۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ خود ہی فارمولے حاصل کر کے ان کی سودے بازی کرنے کے چکر میں پڑ جائے اور دوسری یہ کہ وہ فارمولے حاصل کر کے انھیں اولیو ہاورڈ تک پہنچانا چاہتی ہو۔ دونوں میں سے اولیو ہاورڈ جو نتیجہ بھی اخذ کرے، اسے الجھانے کے لیے بہت ہوگا۔"

"واقعی تم بہت دور تک سوچتے ہو۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ اولیو ہاورڈ ضرور الجھ جائے گا۔"

"کسی بھی معاملے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اس کے ہر پہلو کا جائزہ لینا پڑتا ہے۔ اس کے بغیر کامیابی کا حصول ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔"

"میں نے اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دی ہیں۔" پیٹر نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "اور اب میں سونا چاہتا ہوں۔ تمام رات جاگتا رہا ہوں۔"

میں نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا اور پیٹر سونے کے لیے چلا گیا۔

"اب تم بھی سو جاؤ علی۔" سلویا نے کہا۔ "تم بھی تو ساری رات جاگتے رہے ہو۔"

"میں نے تو ڈیڑھ دو گھنٹے کی نیند لے لی تھی۔ اس لیے اب مزید سونے کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔"

"ڈیڑھ دو گھنٹے میں بھی کہیں نیند پوری ہوتی ہے؟"

"نیند تو پوری نہیں ہوتی، البتہ ضرورت ضرور پوری ہو جاتی ہے۔" میں نے کہا۔ "اس کے علاوہ مجھے ابھی کچھ کام بھی کرنے ہیں۔"

"پھر بھی تمھیں تھوڑی دیر آرام کر لینا چاہیے۔ چلو، خوابگاہ میں چلو۔"

سلویا زبردستی مجھے بیڈ روم میں لے گئی۔ "نیند نہ بھی آئے تو کچھ دیر یونہی لیٹے رہو۔" اس نے کہا اور واپس پلٹ گئی۔

"میرے ساتھ زبردستی کر کے تم خود کہاں جا رہی ہو؟" میں نے کہا۔

"میں یہاں رک کے کیا کروں گی۔" سلویا نے پلٹ کر کہا۔ "خواہ مخواہ تمھارے آرام میں خلل پڑے گا۔"

"تم یہیں رکو، تمھارے اصرار پر میں لیٹ تو گیا ہوں مگر مجھے نیند نہیں آئے گی۔ ذہن پر بہت سے کام سوار ہیں۔"

سلویا بیٹھ گئی۔ "یہی بہت ہے کہ میرے کہنے سے تم لیٹ گئے، ورنہ میں تمھارا کیا کر لیتی۔"

میں نے اسے جواب دیے بغیر بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہوا فون اپنی طرف کھسکایا اور بڈ کے ہوٹل کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ ملنے پر میں نے بڈ کو پتا سمجھاتے ہوئے اپنے پاس آنے کی ہدایت دی اور فون بند کر دیا۔ سلویا خاموشی سے مجھے دیکھے جا رہی تھی۔

"تم کہہ رہے تھے تمھیں بہت سے کام کرنے ہیں۔" دفعتاً اس نے کہا۔ "جبکہ میرے خیال میں فی الوقت تمھیں کوئی کام نہیں ہے۔"

"میرے نزدیک سب سے اہم کام یہ ہے کہ مجھے شام کے کونسلیٹ سے ملنا ہے۔"

"اوہ! تم نے بتایا تو تھا لیکن یہ بات میرے ذہن سے نکل گئی تھی۔" سلویا نے کہا۔ "لیکن کیا ضروری ہے کہ تمھیں کچھ کارآمد باتیں معلوم ہو ہی جائیں۔"

"مجھے یقین ہے کہ شامی کونسلیٹ سے میری ملاقات بے حد کارآمد ثابت ہوگی۔"

"اس کے علاوہ تمھیں ایک اہم کام اور بھی تو کرنا ہے۔" سلویا نے کہا۔

"وہ کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"البرٹ پر تشدد۔" سلویا مسکرائی۔

"ہاں۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "یہ کام اہم بھی ہے اور ناگوار بھی تاہم مجبوراً کرنا ہی پڑے گا۔"

"اس کام کی اہمیت تو سمجھ میں آتی ہے مگر اس میں ناگواری کا پہلو کہاں سے نکل آیا؟"

"غلط کام کرتے وقت ناگواری کا احساس ہونا لازمی امر ہے۔ پیٹر پر تشدد اصولی طور پر غلط ہوگا۔ اس لیے کہ مجھے معلوم ہے کہ جس بات کے لیے اس پر تشدد ہوگا، وہ اس سے بے خبر ہے۔ ہاں اگر اس پر کوئی ایسی بات معلوم کرنے کے لیے تشدد کیا جاتا جو اس سے متعلق ہوتی یا جس کے بارے میں شبہ بھی ہوتا کہ وہ اس سے باخبر ہوگا تب تو درست تھا۔ لیکن موجودہ صورت میں میں اپنے ناگواری کے احساس کو دبا نہیں سکتا۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔ یہ باتیں اس شخص کے لیے کر رہے ہو جو جرائم پیشہ ہے اور کسی بھی قسم کی رعایت کا مستحق نہیں ہے۔ اس کو تو اگر بلاوجہ بھی ایذا پہنچائی جائے تو درست ہے۔"

"یہ تمھارا نکتۂ نظر ہے اور میں اس سے اختلاف بھی نہیں کروں گا لیکن اس کے باوجود میرا خیال یہی ہے کہ اس کے ساتھ زیادتی ہوگی۔"

"بعض موقعوں پر اخلاقیات بری لگنے لگتی ہیں۔" سلویا نے چڑ کر کہا۔

"اخلاقیات کے اصول مسلمہ ہیں۔ ان سے انحراف تو کیا جا سکتا ہے مگر انھیں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ اخلاقیات کے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اخلاقیات کو برا بھلا کہنا ذہنی کمزوری کی علامت ہے۔"

"تم بحث بہت کرتے ہو اور سارا زور اس بات پر صرف کر دیتے ہو کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اسے درست تسلیم کر لیا جائے۔"

"میں تمھیں مجبور تو نہیں کر رہا کہ میری بات مان ہی لو۔ میں تو محض اپنا نظریہ بیان کر رہا تھا۔"

"نظریاتی گفتگو چھوڑو اور عملی باتیں کرو۔ تم نے ابھی تک مجھ سے کوئی کام نہیں لیا۔"

"تم دیکھ ہی رہی ہو کہ واقعات کتنی تیزی سے پیش آ رہے ہیں سب مجھے خود تو کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا۔"

"جو کام تم البرٹ سے لینا چاہ رہے ہو اس میں میں تمھاری مدد کر سکتی ہوں۔"

"وہ کس طرح؟" میں نے کچھ چونک کر پوچھا۔

"شاید تمھارے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ میرے پاس ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ میں انھیں یہ اطلاع فراہم کر سکتی ہوں کہ نکی تمھارے ہاتھ سے نکل گئی ہے اور تم جھلاہٹ کا شکار ہو رہے ہو۔"

"نہیں، ابھی یہ مناسب نہیں ہوگا۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "اس طرح وہ تم پر شبہ کر سکتا ہے کہ کہیں تم مجھ سے مل نہ گئی ہو۔"

"انکل رابیل یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کریں گے کہ میں ان کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتی ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہمارا واسطہ ہاروت رابیل سے نہیں بلکہ اولیو ہاورڈ سے ہے۔ اور ہمیں اس کی طرف سے محتاط رہنا ہے۔"

"اس کا ذہن صاف کرنے کے لیے میں البرٹ کا حوالہ دوں گی اور کہوں گی کہ میں اسے فرار کرانے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"عرفِ عام میں اسے جلد بازی کہا جائے گا۔" میں مسکرا کر بولا۔ "تم یہ کام کرو گی مگر بعد میں .... اس وقت جب البرٹ یہاں سے فرار ہو کر اولیو ہاورڈ تک پہنچ چکا ہوگا۔"

"میں یہ بات پہلے کروں یا بعد میں، بات تو ایک ہی ہے۔ میرے خیال میں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"بہت فرق پڑتا ہے۔ تم میرے ساتھ ہو۔ اولیو ہاورڈ تمھاری طرف سے بالکل بے خبر ہے۔ اگر یہ اطلاع تمھارے ذریعے اس تک پہنچی تو وہ مشکوک ہو جائے گا۔"

"بعد میں جب البرٹ اسے یہ اطلاع فراہم کرے گا کہ تم نکی کے بارے میں معلومات کر رہے تھے تو اسے یقین آجائے گا۔"

"البرٹ کا اس تک پہنچنا ہی یقینی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "باقی تمام باتیں تو خود ہی غیر یقینی ہو جاتی ہیں۔"

"تم خود ہی تو اسے فرار کرانے کی باتیں کر رہے تھے اور اب اسے غیر یقینی قرار دے رہے ہو۔"

"سب کچھ حالات پر منحصر ہے۔ ممکن ہے وہ فرار نہ ہونے پائے۔ فرار ہونے کی کوشش میں کسی کی گولی کا نشانہ بن جائے تو تمھاری پوزیشن بلاوجہ ہی خراب ہو جائے گی۔"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس قسم کے بھی کچھ امکانات موجود ہیں۔" سلویا نے کہا۔

"چلو کوئی بات نہیں، ہم فرض کیے لیتے ہیں کہ البرٹ کامیابی سے فرار ہو کر اولیو ہاورڈ تک پہنچ گیا ہے۔ ...."

"تب تو مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔ میری دی ہوئی اطلاع کی تصدیق البرٹ کے ذریعے ہونے پر اولیو ہاورڈ کو فوراً یقین آجائے گا۔"

"اس کے برعکس چونکہ تمھاری طرف سے یہ اطلاع ملنے پر وہ پہلے سے مشکوک ہوگا۔ اس لیے البرٹ کا بیان بھی اس کے لیے اتنا اثر انگیز نہیں ہوگا۔ وہ اس کی باتوں کو بھی شبہے کی نظر سے دیکھے گا۔"

"معاف کرنا علی! تمھاری یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔"

"بہت آسان سی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "مشکوک ذہن کو مطمئن کرنا بہت زیادہ مشکل ہوتا ہے۔"

"یہ بات تو سمجھ میں آرہی ہے۔" سلویا بولی۔ "مگر یہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ اگر میں نے بعد میں اطلاع دی تو وہ کیوں مشکوک نہیں ہوگا؟"

"پہلے تم اسے اطلاع دو گی تو وہ سب سے پہلے یہی سوچے گا کہ شاید میں نے زبردستی تم سے کال کروائی ہے۔ جبکہ یہی اطلاع البرٹ کے ذریعے اسے ملے گی تو ممکن ہے پھر بھی اسے شبہ ہو مگر اس حد تک نہیں ہوگا کہ وہ اس کے بیان کو ہی غلط سمجھے۔ بعد میں جب تم البرٹ کی بات کی تصدیق کرو گی تو اس کا رہا سہا شبہ بھی زائل ہو جائے گا۔ اسے یقین ہو جائے گا کہ نکی واقعی میرے قبضے میں نہیں ہے۔ تم اسے بتاؤ گی کہ نکی کے نکل جانے سے میں پہلے ہی بہت پریشان تھا اور اب البرٹ کے فرار سے میرے اضطراب میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔"

"اب تمھاری بات میری سمجھ میں آئی۔" سلویا نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "ٹھیک ہے، پہلے البرٹ نکل جائے۔ پھر میں کال کروں گی۔"

ذرا ہی دیر بعد ایک ملازم نے آکر بڈ کے آنے کی خبر دی اور میں نے اسے خواب گاہ میں ہی بلوالیا۔

"تم بڑے بے مروت ہو چیف۔" بڈ نے خواب گاہ میں داخل ہوتے ہی کہا۔ "آخر کتنی تیزی سے ٹھکانے تبدیل کرتے ہو۔"

"حالات ہی ایسے پیش آرہے ہیں کہ چند گھنٹوں سے زیادہ ایک جگہ ٹکنا نصیب ہی نہیں ہو رہا۔"

"لیکن میں تمھاری مستقل مزاجی کا قائل ہو گیا چیف۔" بڈ نے معنی خیز نظروں سے سلویا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تمھاری اس بات کا تعلق میری ذات سے ہے؟" سلویا نے بڈ سے پوچھا۔

"نن ... نہیں۔" بڈ اس کے براہِ راست سوال پر گڑبڑا گیا۔ حالانکہ سلویا کے لہجے میں ناگواری کا تاثر نہیں تھا۔

"تو پھر تم نے یہ بات کہتے ہوئے میری طرف کیوں دیکھا تھا؟" سلویا نے کہا۔

"کچھ نہیں .... وہ تو میں چیف کی تعریف کر رہا تھا۔" بڈ نے بدستور لوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "نظر اتفاقاً ہی آپ کی طرف اُٹھ گئی ہوگی۔"

"تمھارے ذہن میں اگر کسی قسم کی خلش ہے تو اسے دُور کرنے کے لیے صاف الفاظ میں بھی گفتگو کر سکتے ہو۔"

"توبہ، توبہ۔" بڈ نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ "آپ کو کسی قسم کی غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میرے ذہن میں بھلا کیا غلط ہو سکتی ہے۔"

"حیرت ہے۔" سلویا بڑبڑائی، پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔ "رات بھی مسٹر بڈ نے اسی قسم کی گفتگو کی تھی۔ تمھاری اور ان کی فطرت میں کس قدر تضاد ہے۔ معلوم نہیں تم انھیں کس طرح برداشت کرتے ہو گے۔"

"بیٹھ جاؤ بڈ۔" میں نے بڈ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور سلویا سے بولا۔ "بڈ کو مزاح پیدا کرنے کی عادت ہے۔ اس چکر میں بعض اوقات گڑبڑ ہو جاتی ہے۔"

"چیف بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" بڈ نے جلدی سے کہا۔ "لوگ میری باتوں سے غلط مطلب اخذ کر لیتے ہیں۔"

"دوسروں کے بارے میں بات کرتے وقت محتاط رہنا چاہیے بڈ۔" میں نے سرزنش کی، حالانکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ بڈ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

"آئندہ خیال رکھوں گا چیف۔" بڈ نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔ "لیکن تم کہاں غائب ہو چیف؟"

میں نے اسے رات سے اب تک کی کتھا سنا دی۔ "اور اب میں چاہتا ہوں کہ اولیو ہاورڈ کی نگرانی بھی ختم کر دی جائے۔"

"سوچ لو چیف۔ میڈم اس کی قید میں ہیں۔ اس کی نگرانی کر کے ہم کم از کم میڈم کے بارے میں تو باخبر رہیں گے۔"

"اسے پہلے ہی اپنے تعاقب کا شبہ ہو چکا ہے۔ اس وقت وہ بہت محتاط ہو رہا ہوگا۔ میں اسے مزید کسی شبہے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔"

"جس طریقۂ کار کے تحت اس کی نگرانی ہو رہی ہے وہ سو فیصد محفوظ ہے۔" بڈ نے کہا۔ "تعاقب کا سلسلہ تو تمھاری ہدایت پر پہلے ہی ترک کر دیا گیا ہے، لہٰذا اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ تم نے کیا طریقۂ کار اختیار کر رکھا ہے۔ اور وہ کس حد تک محفوظ یا غیر محفوظ ہے۔"

"اس عمارت سے کوئی ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک اور عمارت ہے جس کی مالک ایک بیوہ عورت ہے۔ اس نے اس عمارت کے مختلف کمرے کرائے پر دے رکھے ہیں۔ جن میں سے بیشتر خالی ہی پڑے رہتے ہیں۔ مجھے ایک ایسا کمرا مل گیا جس کی کھڑکی اولیو ہاورڈ والی عمارت کی طرف کھلتی ہے اور میں نے اسے کرائے پر حاصل کر لیا۔ وہاں سے چونکہ اس عمارت پر نظر رکھنا آسان ہے، اس لیے نگرانی تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔"

"ایک ڈیڑھ میل کے فاصلے سے بھلا کس طرح نگرانی کی جا سکتی ہے؟" سلویا نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"درمیان میں کوئی ایسی آڑ نہیں ہے جو نظر کی راہ میں مزاحم ہو سکے۔ اس لیے کیا مسئلہ ہو سکتا ہے۔"

"پھر بھی اتنے فاصلے تک بغیر دوربین کے دیکھنا تو ممکن ہی نہیں ہے۔" سلویا نے کہا۔ "اور یہ بہت مشکل کام ہے کہ کوئی ہر وقت آنکھوں سے دوربین لگائے بیٹھا رہے۔"

"ٹی وی کیمرہ آخر کس دن کے لیے ایجاد ہوا تھا۔" بڈ نے برجستہ کہا۔

"تو تم نے وہاں ٹی وی کیمرہ نصب کر رکھا ہے۔" میں نے تشویش سے کہا۔ "اور بہت مطمئن ہو کہ کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔"

"صرف ٹی وی کیمرہ کہاں چیف!" بڈ بڑے اطمینان سے بولا۔ "مانیٹر بھی تو ہے۔"

"تم تو بالکل ہی مروا دینے والی حرکتیں کرتے ہو بڈ! کیا مکان مالکہ کو یہ سب باتیں پُراسرار نہیں معلوم ہوتی ہوں گی، جبکہ تم پہلے بتا چکے ہو کہ علی گروپ کے ارکان شفٹوں میں نگرانی کا کام کر رہے ہیں۔"

"ایسا نہ کہو چیف! مجھے ہول ہونے لگتی ہے۔ ویسے وہ بڑی غریب عورت ہے، غریب اور ضرورت مند .... اسے کیا پڑی ہے کہ معقول کرایہ ملنے کے باوجود فضول باتوں میں اپنا مغز پچی کرتی پھرے۔"

"تم بہت مردود ہو بڈ! اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے بے سروپا دلیلیں دینا شروع کر دیں۔"

"تو کیا میں اسے بتا دوں کہ میں اس بہت بڑی فرم کا مالک نہیں ہوں جو پرائیویٹ طور پر ٹی وی پروگرام تیار کر کے فروخت کرتی ہے۔"

"اس بے ہودہ گفتگو کا کیا مطلب ہوا؟" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"یہ بھی بتانا پڑے گا کہ مستقبلِ قریب میں میرا کوئی پروگرام تیار کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ بلکہ میں نے تو دراصل اولیو ہاورڈ کی نگرانی کے لیے یہ دردِ سری مول لی ہے۔"

"یہ ساری باتیں تم سیدھی طرح نہیں کر سکتے تھے۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"کمال ہے۔" سلویا بولی۔ "مسٹر بڈ نے کس قدر ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے اور تم انھیں داد بھی نہیں دے رہے۔"

سلویا کی بات سن کر بڈ پھول گیا اور میں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ان لوگوں سے خطرہ ہی لگا رہتا ہے۔ کسی روز اپنی کسی حماقت سے مجھے ڈبو ہی نہ دیں۔"

"جتنی ذہانت کا انھوں نے مظاہرہ کیا ہے، اس کے پیشِ نظر ان سے کوئی ایسی توقع کی تو نہیں جا سکتی۔"

"یہی تو مصیبت ہے، بڈ کو کوئی سمجھتا ہی نہیں۔ کوئی قدر ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں ہے بڈ کی۔" بڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ابھی چند ہی منٹ قبل تم میرے اور اس کے ساتھ پر حیرت کا اظہار کر چکی ہو۔" میں نے کہا اور سلویا جھینپ گئی۔

"وہ تو ان کی ایک بات پر میں نے اظہارِ رائے کیا تھا۔" اس نے کہا۔

"بڈ کی ذہانت سے مجھے بھی انکار نہیں ہے لیکن اس کی حرکتیں بعض اوقات ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہیں۔"

"اگر بڈ کسی اور کے لیے اتنی تگ و دو کرتا تو وہ ساری عمر بڈ کا ممنونِ احسان رہتا۔"

"بکواس مت کرو، میرے پاس فضول باتیں سننے کے لیے وقت نہیں ہے۔ بہت سے کام کرنے ہیں۔"

"تم نے یہ نہیں بتایا کہ اولیو ہاورڈ کی نگرانی جاری رہے گی یا اسے ختم کر دیا جائے۔"

"میرا خیال ہے اب اس کی ضرورت نہیں رہی لیکن حتمی جواب میں تمھیں شاید شام تک دے سکوں۔"

"اس وقت تک کیا فرق پڑ جائے گا؟"

"میرا اندازہ ہے کہ اولیو ہاورڈ اب یہاں نہیں رکے گا۔ وہ اور ہاروت رابیل شام جائیں گے۔ میں شام کے سفارت خانے سے رابطہ قائم کر کے معلومات حاصل کر لوں اس کے بعد ہی اس ضمن میں کوئی فیصلہ ہو سکے گا۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ تمھیں میڈم سے زیادہ اولیو ہاورڈ اور ہاروت رابیل کی فکر ہے۔" بڈ نے کہا۔

"تہذیب کی اہمیت ہے مگر میرے مشن کے مقابلے میں اسے ثانوی حیثیت حاصل ہے۔"

"برا نہ ماننا علی۔" سلویا بولی۔ "لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ تم اولیو ہاورڈ کے ساتھ براہِ راست تصادم سے گریز کر رہے ہو۔"

"یہ بات تو صاف ظاہر ہے سلویا! لیکن تم اس کی وجہ سے واقف نہیں ہو۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی قسم کا خوف تمھیں براہِ راست اقدام سے باز رکھے ہوئے ہے؟"

میں مسکرایا۔ "میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم بھی پیٹر ہی کی طرح اس بات کی خواہاں ہو کہ اولیو ہاورڈ جلد از جلد اپنے انجام کو پہنچ جائے لیکن مجھے ہر قدم اٹھانے سے قبل بہت کچھ سوچنا پڑتا ہے۔ اولیو ہاورڈ کوئی معمولی آدمی ہوتا تو کب کا میرے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ چکا ہوتا مگر میں نے ہمیشہ اسے اس وجہ سے ڈھیل دی کہ وہ کسی نہ کسی طرح میرے کام آتا رہتا ہے اور اب جبکہ میں نے اسے ٹھکانے لگانے کا تہیہ کر لیا ہے تو اس کی خوش قسمتی آڑے آ گئی۔ یہ معلوم کرنے سے قبل کہ شام میں اس کی کیا دلچسپی ہے، میں اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔"

"لیکن تم نے پیٹر سے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ اسے تو تم یہی تاثر دیتے رہے ہو جیسے پہلی فرصت میں تم اولیو ہاورڈ کو ٹھکانے لگا دو گے۔"

"یہ ضروری ہے۔ اگر میں پیٹر کو اصل بات بتا دوں تو وہ کسی جلد بازی سے کھیل بگاڑ بھی سکتا ہے۔ اس لیے مصلحتاً اسے دھوکے میں رکھنا ضروری ہے۔"

"کیا کسی شخص کو دھوکے میں رکھنا بری بات نہیں ہے؟" سلویا نے کہا۔

"میں نے مصلحتاً کا لفظ بھی تو استعمال کیا ہے اور یہ بات بھی طے ہے کہ اب میں اولیو ہاورڈ کو زیادہ عرصے ڈھیل نہیں دوں گا۔ ہونا آخر کار وہی ہے جو پیٹر کی خواہش ہے۔"

"تو پھر میرے لیے کیا حکم ہے چیف؟" بڈ نے پوچھا۔

"میں ابھی شام کے قونصل جنرل سے ملنے جاؤں گا۔ اس سے گفتگو کرنے کے بعد امید ہے کہ صورتِ حال واضح ہو جائے گی۔"

لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں شام کے قونصل جنرل سے ملا ضرور لیکن نتائج میری توقع کے بہت برعکس نکلے۔ اس کے آفس پہنچ کر میں نے ملاقات کے لیے اسے سلپ بھجوائی جس پر میں نے اپنا نام ایلن گراہم لکھا تھا۔ اور ملاقات کا مقصد تحریر کیا تھا۔ سلپ بھجوانے کے تھوڑی دیر بعد اس نے مجھے اپنے آفس میں طلب کر لیا۔ اس کے اطوار سے شائستگی ٹپک رہی تھی۔

"میرا خیال ہے، ذاتی طور پر تو میں آپ سے واقف نہیں ہوں تاہم آپ کے کسی کام آ کر مجھے خوشی ہوگی۔" اس نے مجھے بٹھانے کے بعد کہا۔

"دراصل میں امریکا میں فرضی نام کے تحت موجود ہوں اور محض رازداری کی غرض سے میں نے آپ کو اپنا نام نہیں بتایا۔ شاید آپ میرے نام سے واقف ہوں۔ میرا نام علی یار خان ہے۔"

قونصل جنرل کے چہرے کے تاثرات سے مجھے اندازہ کرنے میں دشواری نہیں ہوئی کہ وہ مجھ سے واقف ہے۔

"کیا آپ کا تعلق پاکستان سے ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"جی ہاں، میں وہی علی یار خان ہوں اور اس وقت ایک اہم مسئلے پر آپ سے تبادلۂ خیال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔"

قونصل جنرل مجھے جن نظروں سے دیکھ رہا تھا میں کوئی معنی نہیں پہنا سکا۔ اور اس کے لہجے کا رویہ تو میری توقع سے بہت بعید نکلا۔ اس نے گھنٹی بجا کر ملازم کو طلب کیا اور اس سے بولا۔

"ذرا ہیکل جیکل کو بلا لاؤ، ان کی ضرورت ہے۔"

"جو گفتگو میں کرنا چاہتا ہوں اس کے لیے رازداری بہت ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"ان دونوں کو آ جانے دو۔ انھیں ایسے ہی کاموں کے لیے زحمت دی جاتی ہے جن میں بہت زیادہ رازداری درکار ہوتی ہے...."

اس کے انداز نے مجھے الجھن میں ڈال دیا۔ مجھے کسی گڑبڑ کا احساس ہوا مگر میری سمجھ میں نہیں آ سکا کہ گڑبڑ کی نوعیت کیا ہے، پھر دروازہ کھلنے کی آواز سن کر میں نے پلٹ کر دیکھا تو دو قوی ہیکل مسلح افراد اندر داخل ہوتے نظر آئے۔

"انھیں لے جاؤ۔" قونصل جنرل نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔ "فی الحال یہ ہمارے مہمان رہیں گے۔"

میں بری طرح بوکھلا گیا۔ مجھے اس سے اس سلوک کی توقع ہرگز بھی نہیں تھی۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" میں نے احتجاجی لہجے میں کہا۔ "میں آپ کے پاس ایک اہم کام سے آیا تھا۔"

"جو نام تم نے استعمال کرنے کی کوشش کی ہے، اس نام کا حامل شخص عرصہ ہوا بم کے ایک حادثے میں جاں بحق ہو چکا ہے۔"

میرے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ یہ تو میرے ذہن میں تھا ہی نہیں کہ میرے مرنے کی خبریں شائع ہو چکی ہیں۔ گو کہ میں نے بعد میں ظاہر ہو کر بہت کچھ کیا تھا مگر یہ خبر عام نہیں ہو سکی تھی۔ یوں وہ مجھ پر شبہ کرنے میں حق بجانب تھا۔

"چلو۔" مجھ پر مسلط افراد میں سے ایک نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"میرے ساتھ جو کچھ بھی ہوگا میں اسے بھگتنے کو تیار ہوں۔" میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "لیکن...."

"تمھاری اصلیت کا علم ہونے کے بعد ہی ہم یہ فیصلہ کریں گے کہ تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ معلوم نہیں تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔" قونصل جنرل نے بہت خراب لہجے میں کہا۔ "اس وقت تمھارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم خاموشی سے چلے جاؤ۔ میں بہت مصروف آدمی ہوں۔"

"جو چاہو کرو۔" میں نے پلٹتے ہوئے کہا۔ "لیکن اگر میری اصلیت جاننا چاہتے ہو تو گوٹے ہل کے جنرل ٹیرس سے تمھیں مدد مل جائے گی۔"

اس کے بعد اسلحے کے زور پر مجھے ایک کمرے میں، جسے کمرے کے بجائے اسٹور کہنا زیادہ مناسب ہوگا، قید کر دیا گیا۔

میری یہ قیدِ تنہائی پورے دن پہ محیط تھی۔ کسی نے آ کر میری حالت تک پوچھنے کی زحمت نہیں کی، پھر کوئی شام چھ بجے کے قریب انھی دونوں افراد نے جنھیں میں ہیکل اور جیکل کے خفیہ نام سے جانتا تھا، مجھے اس اسٹور سے نکالا اور دوبارہ اسی کمرے میں پہنچا دیا جہاں صبح قونصل جنرل سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس بار قونصل کے علاوہ ایک اور شخص بھی موجود تھا۔

"اتفاق سے سفیرِ محترم آج ہی ایک کام کے سلسلے میں نیویارک آ گئے۔ اب یہی تمھارے بارے میں کوئی فیصلہ کریں گے۔"

شام کے سفیر نے گہری نظروں سے میرا جائزہ لیا۔ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور بولا۔ "تو تمھارا نام ایلن گراہم ہے۔"

"یہ میرا فرضی نام ہے۔" میں نے کہا۔ "اور یہ بات میں نے صبح ہی بتا دی تھی۔"

"تمھارا اصرار ہے کہ تم علی یار خان ہو جبکہ ہماری معلومات کے مطابق...."

"وہ خبر مصلحتاً شائع کرائی گئی تھی اور اس میں میری مرضی کو دخل تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ کسی روز یہی بات میرے لیے زحمت کا سبب بن جائے گی۔" میں نے سفیر کی بات کاٹ دی تھی مگر اس کے چہرے سے ناگواری ظاہر نہیں ہوئی۔

"دیکھو، یہ امریکا ہے۔ یہاں کے لوگوں کو طرح طرح کے خبط ہیں۔ اخبار میں کسی جرم کی خبر چھپتی ہے تو بہت سے سر پھرے اعترافِ جرم کے لیے تھانے پہنچ جاتے ہیں جبکہ درحقیقت ان کا اس جرم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔"

"میں کوئی خبطی نہیں ہوں سفیرِ محترم!" میں نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔ "مجھے احساس ہے کہ آپ لوگوں کا وقت بہت قیمتی ہے لیکن آپ کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ میرے وقت کی قیمت آپ لوگوں کے وقت کی بہ نسبت کتنی زیادہ ہے۔"

"تلخ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" سفیر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ہمارے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے آ کر کوئی دعویٰ کیا ہو۔ یہ پہلا موقع ہے اور تم نے دعویٰ بھی اس قسم کا کیا ہے جس نے ہمیں چکرا کر رکھ دیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم تم سے صرفِ نظر کر دیتے لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ ہم تمھارے ساتھ سر کھپا رہے ہیں۔"

"کیا آپ مجھ پر کوئی احسان کر رہے ہیں؟" میں نے کہا۔ میرا لہجہ بدستور تلخ تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہرگز نہیں،" سفیر نے نفی میں سر ہلایا۔ "پوری عرب دنیا علی یار خان کی خدمات سے واقف ہے جو اس نے فلسطین کے لیے سر انجام دیں۔ ہم اس شخص تک کا احترام کرنے پر مجبور ہیں جو اس نام سے متعلق بھی ہو۔"

"مجھے داد و تحسین کی نہیں بلکہ آپ کی توجہ کی ضرورت ہے۔ جب تک آپ کو یہ یقین نہیں ہو جائے گا کہ میں ہی علی یار خان ہوں بات آگے نہیں بڑھ سکے گی۔"

"ہم اسی لیے یہاں بیٹھے ہیں کہ اس مسئلے کا حل تلاش کیا جا سکے۔" سفیر نے بڑی متانت سے کہا۔

"یہ کوئی سفارتی مسئلہ نہیں ہے جناب! فوری توجہ طلب معاملہ ہے۔ آخر آپ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے کتنا وقت صرف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

میری یہ بات اسے ناگوار گزری تھی مگر اس نے ظاہر نہیں کیا اور پہلے کے سے پُرسکون انداز میں بولا۔ "تمھارے دعوے کی تصدیق کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ویسے بھی بارِ ثبوت مدعی کے ذمے ہوتا ہے۔ یہ تو تمھارا کام ہے کہ تم اپنے دعوے کا کوئی ایسا ثبوت پیش کرو جو ہمارے لیے قابلِ قبول ہو۔"

"تمام دن مجھے حبسِ بے جا میں رکھنے کے بعد مجھ سے یہ فرمائش کی جا رہی ہے۔ کیا یہ زیادتی نہیں ہے؟"

"اگر تم کوئی قابلِ قبول ثبوت پیش کر سکو تو ہم تم سے معافی مانگ لیں گے۔"

"میں نے اس وقت بھی کہا تھا اور اب بھی کہہ رہا ہوں کہ گوٹے ہل کے جنرل ٹیرس سے میرے دعوے کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔"

میری بات سن کر سفیر نے سوالیہ نظروں سے قونصل کی طرف دیکھا اور وہ گڑبڑا کر بولا۔ "جی ہاں، اس نے کہا تو تھا۔"

"پھر تم نے کیا کیا؟" سفیر نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ پھر معاملہ ایک سربراہِ حکومت کا تھا۔ اس لیے ہم آنکھ بند کر کے تو اس سے رابطہ نہیں کر سکتے۔"

"تمھیں کم از کم مجھ سے اس بات کا ذکر تو کرنا چاہیے تھا۔ یا یہ بھی غیر ضروری تھا۔"

"وہ..... دراصل مصروفیت بہت زیادہ تھی۔ اس لیے یہ بات میرے ذہن سے ہی نکل گئی تھی۔"

"چلو اب گوٹے ہل فون کرو۔" سفیر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور قونصل نے فوراً ہی ریسیور اٹھا لیا۔

"تمھیں جنرل ٹیرس کا فون نمبر معلوم ہے یا....."

میں نے اس کی بات پوری ہونے سے قبل ہی اسے جنرل ٹیرس کا فون نمبر بتا دیا۔ جو اس کے بہت ہی قریبی لوگوں کے لیے مخصوص تھا۔ "رابطہ ملنے پر تم کہہ سکتے ہو کہ علی یار خان، جنرل ٹیرس سے بات کرنا چاہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"تمہیں کیا معلوم کہ یہ نمبر کس کا ہے۔" سفیر نے سرزنش کرنے والے انداز میں قونصل سے کہا۔ "صدارتی محل کے ان نمبروں پر رنگ کرو جو تمھارے پاس موجود ہیں۔"

"جی بہتر۔" قونصل نے کہا۔ اور انٹر کام پر کسی کو ہدایت کی کہ اسے گوٹے ہل کے صدارتی محل کے فون نمبر فراہم کرے۔ چند منٹ کے اندر ایک شخص کمرے میں داخل ہوا اور کاغذ کا ایک پُرزہ قونصل کے حوالے کر دیا۔ قونصل نے بلند آواز میں نمبر دُہرانے کے بعد طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یہ وہ نمبر تو نہیں ہیں جو تم نے بتائے تھے۔ تمھاری یادداشت کچھ کمزور لگتی ہے۔"

"کسی سربراہِ مملکت سے فون پر بات کرنا بھی آسان نہیں ہوتا۔" میں نے اس کے لہجے کا اثر لیے بغیر کہا۔ "لہٰذا رابطہ ملنے پر یہی کہنا کہ علی یار خان جنرل ٹیرس سے بات کرنا چاہتا ہے، ورنہ وقت ضائع کرنے کے سوا تمھیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔"

تھوڑی سی کوشش کے بعد لائن مل گئی۔ اور اس احمق قونصل جنرل نے میری ہدایت پر عمل کرنے کے بجائے اپنی عقل استعمال کر ڈالی۔

"میں نیویارک سے شام کا کونسلیٹ جنرل بات کر رہا ہوں۔" اس نے فون پر کہا۔ "سفیرِ محترم ایک اہم مسئلے پر جنرل ٹیرس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

دوسری طرف سے جواب میں معلوم نہیں کیا کہا گیا مگر قونصل کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے بہت حوصلہ شکن جواب ملا ہے۔ اس نے جواب میں کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

"تم نے نہایت حماقت کا ثبوت دیا ہے۔" سفیر نے سخت لہجے میں کہا۔ "جو کچھ اس نے کہا تھا تمھیں اس پر عمل کرنا چاہیے تھا۔"

"جنرل ٹیرس آرام کر رہے ہیں جناب۔" قونصل نے کہا۔ "ظاہر ہے ان کے آرام میں ان کی اجازت کے بغیر تو مخل ہوا جا سکتا۔"

"اتنا تو میں بھی سمجھتا ہوں۔" سفیر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ہمیں اس سے اس طرح رابطہ کرنے میں کئی دن بھی لگ سکتے ہیں۔"

"دوبارہ فون کرو۔" میں نے کہا۔ "اور اس بار وہ کہو جو میں نے کہا ہے۔"

"اس وقت گوٹے ہل میں رات ہو گی اور صبح ہونے سے قبل یہ قطعی ناممکن ہے کہ اس سے کسی بھی طرح رابطہ ہو سکے۔"

"میری بات پر عمل کر دیکھنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "میرا دعویٰ ہے کہ اگر اس بار بھی پہلے کی طرح کوئی حوصلہ شکن جواب ملا تو میں اپنے دعوے سے دستبردار ہو جاؤں گا۔"

"ہمیں اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" سفیر نے کہا اور قونصل سے بولا۔ "نمبر دوبارہ ملاؤ۔"

قونصل جنرل نے جس کا نام زبیر بن حیان تھا، دوبارہ نمبر ملانے کی کوشش شروع کر دی اور رابطہ ملنے پر اس نے وہی بات دُہرائی جو میں نے کہی تھی۔ چند لمحے وہ دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا، پھر اس نے قلم دان میں سے قلم نکال کر ٹیبل کیلنڈر پر کچھ لکھ دیا اور شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔

"کیا ہوا؟" سفیر نے پوچھا۔

"جنرل ٹیرس ایک گھنٹا قبل ہی سونے کے لیے گئے ہیں۔" زبیر نے کہا۔ "اس طرف سے بولنے والے کا کہنا ہے کہ علی یار خان کے لیے انھیں اٹھانے کی زحمت دی جا سکتی ہے لیکن چونکہ وہ گزشتہ چند روز کے دوران بے حد مصروف رہے ہیں اس لیے اگر زحمت نہ ہو تو انھیں اس براہِ راست نمبر پہ رنگ کر لیا جائے۔" زبیر نے لکھے ہوئے نمبر دُہرائے۔

"میں نے تو پہلے ہی تمھیں یہ نمبر دیا تھا مگر تم نہیں مانے۔"

"ٹھیک ہے۔" سفیر نے کہا۔ "اب اگر تم کہو تو صبح تک انتظار کر لیا جائے۔"

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں مزید حبسِ بے جا میں رہنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"سوچ لو، کہیں ایسا نہ ہو کچی نیند سے اٹھائے جانے پر وہ جھنجلا جائے۔"

"یہ سب کچھ سوچنا میرا کام ہے اور میں کہہ رہا ہوں کہ تم نمبر ملاؤ اور اس سے خود بات کرنے کے بجائے ریسیور مجھے دے دو۔"

میرے اصرار پہ تیسری بار نمبر ملایا گیا اور رابطہ ملتے ہی زبیر نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔ سفیر نے اس پہ اعتراض نہیں کیا تھا۔ میں نے ریسیور لے کر کان سے لگا لیا۔ گھنٹی بجنے کی آواز آ رہی تھی۔ پانچویں گھنٹی پر ریسیور اٹھا لیا گیا اور کیتھی براؤن کی نیند میں ڈوبی ہوئی خمار آلود آواز سنائی دی۔

"ہیلو....."

"ہیلو، کیا حال ہیں کیتھی! بہت گہری نیند سو رہی تھیں کیا؟" میں نے شوخ لہجے میں کہا۔

"کون، علی؟" کیتھی کی چونکی ہوئی آواز آئی۔

"شکر ہے، تم میری آواز نہیں بھولیں، ورنہ میں تو سوچ رہا تھا شاید مجھے اپنی شناخت کرانی پڑ جائے۔"

"مذاق مت کرو۔" کیتھی نے بُرا مان کر کہا۔ "تم بہت بے مروت آدمی ہو۔ اتنے عرصے سے کہاں غائب ہو۔ فون تک کرنے کی زحمت نہیں کرتے۔"

"میری بے مروتی کا شکوہ بعد میں کر لینا پہلے یہ تو پوچھ لو کہ مجھ پر کیا افتاد پڑی ہے جس کی وجہ سے اتنی رات گئے تمھیں زحمت دینے پر مجبور ہونا پڑا۔"

"تم رسمی باتیں بھی بہت کرنے لگے ہو۔" کیتھی نے شکایتی لہجے میں کہا۔ "دنیا کا کون سا ایسا کام ہے جو تمھارے لیے کر کے ہمیں زحمت ہو گی۔"

"ارے تو اس میں بُرا ماننے کی کون سی بات ہے ڈیئر۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "دراصل میں ایک معاملے میں اُلجھ گیا ہوں اور میری شناخت کا مسئلہ درپیش ہے۔"

"تم ہو کہاں؟" کیتھی کے لہجے میں اضطراب تھا۔ "خطرے کی تو کوئی بات نہیں ہے؟"

"نہیں ڈیئر، خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں یہاں نیویارک میں کچھ ایسے دوستوں کے درمیان ہوں جنھوں نے میرے مرنے کی خبر پڑھ لی تھی۔ اگر وہ میرے صورت آشنا ہوتے تو یہ کال نہ کرنی پڑتی۔"

"جنرل اُٹھ گئے ہیں۔" کیتھی نے کہا۔ "لو ان سے بات کرو۔"

"ہیلو علی، تم کہاں ہو؟" جنرل کی آواز آئی۔

جواب میں مجھے دوبارہ دُہرانا پڑا کہ میں نیویارک میں ہوں اور میری شناخت کا مسئلہ درپیش ہے۔

"مجھے بہت خوشی ہے کہ کسی کام سے ہی سہی تم نے کم از کم فون تو کیا۔" جنرل ٹیرس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"مجھے بہرحال اس بات کا افسوس ہے کہ رات کے اس پہر مجھے تمھاری نیند میں مخل ہونا پڑا۔ لیکن معاملہ ایسا ہے کہ میں صبح تک صبر نہیں کر سکتا تھا۔"

"فضول باتیں مت کرو اور مجھے بتاؤ کہ میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میرے سامنے شام کے سفیر تشریف فرما ہیں جو کچھ یہ تم سے میرے بارے میں پوچھیں تم انھیں بتا دو۔ میں نے اپنا نام لینے سے اس لیے گریز کیا ہے کہ کہیں اس پر بھی شبہ نہ کیا جائے۔"

"پروا مت کرو، میں انھیں سنبھال لوں گا۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔ "تم ریسیور انھیں دو۔"

میں نے ریسیور سفیر کی طرف بڑھا دیا۔ اور اس نے رسمی گفتگو کے بعد کہا۔ "یہ صاحب جو ابھی آپ سے بات کر رہے تھے جناب عالی، یہ ہم سے ایلن گراہم کے نام سے ملے اور بعد میں انھوں نے ایک ایسا شخص ہونے کا دعویٰ کر دیا جو ہماری معلومات کے مطابق گوٹے ہل میں بم کے ایک دھماکے میں جاں بحق ہو گیا تھا۔ انھوں نے اپنے بارے میں تصدیق کرنے کے لیے آپ کا حوالہ دیا تھا اس لیے...." سفیر خاموش ہو کر دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا، پھر بولا "جی ہاں جناب.... جی نہیں، میں مطمئن ہو گیا.... آپ شرمندہ کر رہے ہیں یور آنر، آپ کی تصدیق کے بعد شبہے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے.... جی بہتر، میں ریسیور انھیں دے رہا ہوں۔" سفیر نے ریسیور میری طرف بڑھایا۔ "لیجیے جناب، وہ آپ سے مزید بات کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے ریسیور اس سے لے کر کان سے لگا لیا۔ اور وہ اپنی جیب سے رومال نکال کر اپنے چہرے سے پسینہ پونچھنے لگا۔

"تم گوٹے ہل کب آ رہے ہو علی؟" جنرل ٹیرس کہہ رہا تھا۔ "میں اور کیتھی براؤن شدت سے تمھارے منتظر ہیں۔"

"فرصت ملتے ہی تمھاری طرف آؤں گا جنرل۔"

جنرل ٹیرس نے جواب میں ایک قہقہہ لگایا۔ "تم غلط کہہ رہے ہو، اگر تمھاری مصروفیت ہی تمھیں اس طرف کھینچ لائے تو دوسری بات ہے، ورنہ ایسے تو تم آنے والے نہیں ہو۔"

"اپنی مصروفیات کی وجہ سے مجھے بہت سے لوگوں کے روبرو شرمندہ ہونا پڑتا ہے جنرل! دُعا کرو، فلسطین آزاد ہو جائے تاکہ میں اپنے لیے بھی کچھ وقت نکال سکوں۔"

"میرا مقصد تمھیں شرمندہ کرنا نہیں تھا۔ میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ کبھی تم فرصت سے یہاں آؤ.... خیر، آئندہ ملاقات تک کے لیے خدا حافظ.... کیتھی براؤن سے بات کرو۔"

چند لمحے بعد ریسیور سے کیتھی کی آواز ابھری۔ "خدا حافظ علی! بعض لوگ دل سے اتنے قریب ہوتے ہیں کہ دور رہ کر بھی دور نہیں ہوتے۔ میں تمھاری کامیابی کے لیے دل سے دعائیں کرتی ہوں۔"

"تم جیسے پُرخلوص دوستوں کی محبت ہی میرا زادِ راہ ہے ڈیئر کیتھی۔"

"یقین کرو، اس وقت تم سے باتیں کر کے اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ شاید اب صبح تک اس خوشی میں نیند ہی نہ آئے۔"

"تب تو میں نے اس وقت فون کر کے بہت بُرا کیا!" میں نے ہنس کر کہا۔ "صبح تک کے لیے تمھاری نیند برباد کر دی۔"

"ایسا نہ کہو علی! اور کبھی کبھی فون تو کرتے رہا کرو۔ اس طرح کم از کم تمھاری خیریت ہی ملتی رہا کرے گی۔"

"کوشش کروں گا ڈیئر۔" میں نے کہا۔ "اب اجازت دو۔ کال بھی بہت طویل ہو گئی ہے۔ خواہ مخواہ سفارت خانے والوں کے اخراجات میں اضافہ ہو رہا ہے۔"

کیتھی کی مترنم ہنسی سنائی دی۔ "خدا حافظ علی۔"

میں نے فون بند کر کے ان دونوں کی طرف دیکھا جو سکتے کے عالم میں مجھے دیکھ رہے تھے۔

"اُمید ہے اب آپ لوگوں کو یقین آ گیا ہو گا کہ میں نے کوئی غلط دعویٰ نہیں کیا تھا۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسے سرفروش سے ملاقات ہو گئی۔" سفیر نے کہا۔ "میں نے آپ کا تذکرہ تو بہت سنا تھا، ملاقات کی خواہش بھی تھی مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ خواہش کبھی عملی روپ بھی اختیار کر سکے گی۔"

"اگر آپ کو یقین آ گیا ہو تو ان دونوں حضرات کو رخصت فرما دیجیے۔" میں نے ہیکل اور جیکل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو اب بھی میرے عقب میں دروازے کے پاس چوکس کھڑے تھے۔ "ان کی موجودگی سے وحشت ہو رہی ہے۔"

"اوہ ہاں۔" زبیر بن حیان نے بوکھلا کر کہا۔ "تم لوگ جاؤ۔ اب تمھاری ضرورت نہیں رہی۔"

"یہ بات میرے علم میں تھی کہ آپ اس حادثے سے زندہ بچ نکلے تھے۔" سفیر نے کہا اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اگر یہ بات آپ کے علم میں تھی تو آپ کے رویے کو کیا کہوں۔" میں نے خاصے خراب لہجے میں کہا۔

"دیکھیے، بُرا نہ مانیے گا، میں نے اس قسم کی خبریں سنی ضرور تھیں مگر ان میں سے کبھی کسی خبر کی تصدیق نہیں ہو سکی تھی جبکہ آپ کے مرنے کی خبر مصدقہ تھی۔ اس صورت میں آپ کے دعوے کی تصدیق کرنا زیادہ ضروری ہو گیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ "جو کچھ بھی ہوا، اچھا ہی ہوا۔"

"ہم اس وقت حالتِ جنگ میں ہیں۔" سفیر نے کہا۔ "بیروت کے بعد اب اسرائیل کی نظریں شام پر لگی ہوئی ہیں۔ ہر چند کہ ہماری افواج سرحدوں کا دفاع کر رہی ہیں لیکن طاقت کا توازن واضح طور پر اسرائیل کے حق میں ہے۔ امریکا کی پشت پناہی کی وجہ سے یہ توازن اور زیادہ خراب ہو جاتا ہے۔ ایسے میں ہم کسی سازش کے امکان کو بھی نظرانداز نہیں کر سکتے اور ہمیں بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں کہ سازش سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"یہ عین ممکن ہے کہ اسرائیل یا امریکا کے ایجنٹ ہماری صفوں میں گھسنے کی کوشش کریں اور اگر کوئی ایجنٹ علی یار خان جیسے معتبر نام سے ہمارے درمیان گھسنے میں کامیاب ہو جائے تو ہمارا اللہ ہی حافظ ہے۔"

"ٹھیک ہے سفیرِ محترم! مجھے جو زحمت ہوئی وہ اپنی جگہ لیکن اس بات کی خوشی بھی ہوئی کہ آپ لوگ انتہائی محتاط ہیں۔" میں نے کہا۔ "اور اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے ساتھی کو فون کر کے مطلع کر دوں۔ میں اس سے ایک آدھ گھنٹے میں واپس آنے کو کہہ کے نکلا تھا۔ میرے واپس نہ پہنچنے پر وہ بے حد پریشان ہو رہا ہو گا۔"

میں نے بڈ کو فون کیا۔ وہ واقعی بہت پریشان تھا۔ سلویا کو بھی تشویش تھی۔ بڈ نے بتایا کہ اب وہ میری تلاش شروع کرنے ہی والا تھا۔ میں نے انھیں تسلی دی اور ان سے کہا کہ میری واپسی میں ابھی کچھ دیر لگے گی۔

جس وقت میں فون پر بڈ سے بات کرنے میں مصروف تھا، زبیر بن حیان نے چائے منگوالی جس کے ساتھ خاصے لوازمات بھی تھے۔

"ان تکلفات کی کیا ضرورت تھی۔" فون بند کرنے کے بعد میں نے قونصل جنرل سے کہا۔

"یہ تکلفات کہاں، اس وقت تو ضرورت ہیں۔" زبیر نے شرمندگی سے کہا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ سارا دن آپ نے کچھ کھائے پیے بغیر گزارا ہے۔"

"یہ بات میں آپ سے کہنے والا تھا زبیر! اگر دشمن بھی آپ کی قید میں ہو تو اس کی ضروریات کا خیال رکھنا آپ کے فرائض میں شامل ہو جاتا ہے اور میں تو صرف ایک مشتبہ آدمی تھا، کوئی مجرم بھی نہیں تھا۔"

"مجھے اس کا احساس ہے علی، اور اس میں میری غفلت کا بھی دخل ہے۔" زبیر نے کہا۔ "آئندہ تو خیر میں خیال رکھوں گا ہی لیکن اس وقت آپ کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے ازالے کے لیے میں نے رات کے کھانے کا بندوبست کیا ہے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے جس قدر لوازمات کا اہتمام کر لیا ہے یہی بہت ہے۔"

"نہیں علی۔" سفیر نے دخل دیتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ کھانا ہمارے ساتھ کھائیں تو ہمیں بہت خوشی ہو گی۔"

"وہ تو خیر دیکھا جائے گا۔ اس وقت تو آپ کو مجھ سے یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ یہاں میری آمد کا مقصد کیا تھا۔"

"وہ بھی ہو جائے گا۔ پہلے آپ کچھ کھا پی کر تازہ دم تو ہو جائیں۔" سفیر نے کہا۔ "یہ سینڈوچ لیجیے۔"

"شکریہ۔" میں نے سینڈوچ لیتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ پارکنسن نامی کسی شخص سے واقف ہیں؟"

"کیوں نہیں۔" سفیر اور قونصل نے بیک وقت کہا۔ پھر قونصل بولا۔ "وہی مسٹر پارکنسن نا جو شام میں ادویات کی فیکٹری لگانے کے خواہش مند ہیں؟"

"ہاں، میرا خیال ہے یہ وہی مسٹر پارکنسن ہیں جن سے کل شام آپ کے کسی آدمی نے ملاقات بھی کی تھی۔"

"آپ کو اس ملاقات کا علم کس طرح ہوا۔" زبیر نے حیرت سے کہا۔ "مسٹر پارکنسن نے تو محض رازداری کی غرض سے باہر ملاقات کی تھی۔"

"انھیں کس بات کا خطرہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"شاید آپ مسٹر پارکنسن پر کسی قسم کا شبہ کر رہے ہیں علی!" سفیر نے کہا۔ "اس لیے ضروری ہے کہ میں ان کے بارے میں کچھ تفصیلات آپ کے گوش گزار کر دوں۔"

"ضرور کیجیے سفیرِ محترم! میں ان کے معاملے میں خصوصی دلچسپی لے رہا ہوں۔"

"ان کی ذات میں آپ کی اس قدر دلچسپی مجھے تشویش میں مبتلا کر رہی ہے۔ تاہم ان کی ذات شک و شبہے سے بالاتر ہے۔ وہ دراصل سائنس کے شعبے سے متعلق آدمی ہیں اور کینسر پر ریسرچ کرتے رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ کس قدر موذی مرض ہے جس کا علاج دریافت کرنے کے لیے پوری دنیا میں تحقیقات ہو رہی ہیں مگر تاحال اس کا علاج دریافت نہیں ہو سکا ہے۔ اپنی تحقیقات کے دوران مسٹر پارکنسن کو ایک بوٹی کے متعلق علم ہوا جو شام کے علاقے میں بکثرت پیدا ہوتی ہے۔ اور جسے زمانۂ قدیم سے ہی بگڑے ہوئے زخموں کے علاج کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ مسٹر پارکنسن نے شام جا کر اس بوٹی پر ریسرچ کی اور مختلف دواؤں کی آمیزش سے ایک ایسا مُرکّب تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے جو کینسر کے مرض کے لیے خاصا مؤثر ثابت ہوا ہے۔"

میں نے مضطربانہ انداز میں کرسی میں پہلو بدلا۔ اولیو ہاوڈ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے خاصا گہرا جال بچھایا تھا اور اس سحر کو توڑنا آسان نہیں معلوم ہو رہا تھا۔

"یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ ان کا تیار کردہ مرکب کینسر کے لیے مؤثر ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تجربے سے۔" سفیر نے حیرت سے کہا۔ میرے احمقانہ سوال پر اس کی حیرت بجا تھی۔ "اس مرکب کو کینسر کے مختلف مریضوں پر استعمال کر کے دیکھا گیا جس کے نتائج بہت حوصلہ افزا نکلے۔"

"خیر، آپ اپنی بات جاری رکھیے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟"

"مسٹر پارکنسن کو یقین تھا کہ اس شعبے میں تحقیق کرنے والے دیگر لوگوں کو اس بوٹی سے متعلق علم نہیں ہو سکا ہے لہٰذا انھوں نے اپنی اس کامیابی کو صیغۂ راز میں رکھنے کا فیصلہ کیا اور اس سلسلے میں ایک منصوبہ بنایا جس کے لیے انھوں نے شام کی حکومت سے تعاون کی درخواست کی۔۔۔"

"میں اگر غلط نہیں سمجھا تو اس نے وہاں ادویات کی فیکٹری لگانے کی درخواست کی ہوگی۔" میں نے کہا۔ "لالچ یہ دیا ہوگا کہ اس دوا کی فروخت سے جو خطیر منافع ہوگا اور زرِ مبادلہ کی رقم حاصل ہوگی، اس کا بڑا حصہ شام کی حکومت کو ملے گا۔ میرا اندازہ غلط تو نہیں ہے سفیرِ محترم؟"

"نہیں، لیکن آپ کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مسٹر پارکنسن کی طرف سے بے حد بدگمان ہیں۔ حالانکہ دراصل وہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔"

"میری بدقسمتی یہ ہے کہ میں مسٹر پارکنسن کی اصلیت سے واقف ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ وہ کتنے بڑے محسنِ انسانیت ہیں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "لیکن اسے چھوڑیے اور مجھے مزید تفصیلات بتائیے۔"

"ہماری حکومت اور مسٹر پارکنسن کے درمیان معاہدہ ہو گیا، جس کے بارے میں بہت کم افراد کو علم ہے اور دمشق سے تیس کلومیٹر جنوب مشرق میں فیکٹری کی تعمیر شروع ہو گئی۔"

"یہ تعمیر اب کس مرحلے میں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مکمل ہو چکی ہے اور فیکٹری چند ہی روز میں کام شروع کرنے والی ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ کینسر کی واحد مؤثر دوا جب مارکیٹ میں آئے گی تو اس کی مانگ کا کیا عالم ہوگا جب کہ یہ مانگ دنیا کے ہر ملک میں ہوگی اور ہمیں ہر ملک کی مانگ پوری کرنا ہوگی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ دوا بے حد سستی تیار ہوگی اور اسے اپنی مرضی کی قیمت پر فروخت کیا جا سکے گا۔ مارکیٹ میں اس وقت کینسر کی جتنی بھی ادویہ دستیاب ہیں وہ سب انتہائی مہنگی ہیں اور لوگ انھیں اس بات کے باوجود بھی خریدتے ہیں کہ انھیں ان دواؤں کی عدم افادیت کے بارے میں علم ہوتا ہے۔"

سفیر معلوم نہیں کیا کیا کہتا رہا لیکن مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اولیو ہاورڈ نے بہت گہرا رنگ جمایا ہے۔ یقیناً اس نے شام کے حکام کو مطمئن کر دیا ہوگا۔ تبھی تو انھوں نے فیکٹری لگانے کی اجازت دے دی تھی بصورتِ دیگر یہ ممکن ہی نہیں تھا۔ میں سفیر کی باتیں تسلیم کر لیتا، اگر مجھے یہ علم نہ ہوتا کہ مسٹر پارکنسن دراصل اولیو ہاورڈ ہے۔ اور میں اولیو ہاورڈ کو کسی بھی حال میں انسانیت کا دوست نہیں سمجھ سکتا تھا۔ وہ تو تخریب کار تھا، انسانیت کا بدترین دشمن۔

میں کافی دیر تک اپنے خیالات میں ڈوبا رہا۔ سفیر کی آواز میری سماعت تک تو پہنچ رہی تھی مگر اس وقت فہم و سماعت کا رابطہ منقطع تھا۔ یہ رابطہ اس وقت بحال ہوا جب وہ خاموش ہو گیا اور خاموش ہونے کے بعد اس نے مجھ سے سوال کیا۔ "اب اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"خیال ظاہر کرنا تو فی الحال مشکل ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ بتائیے کہ فیکٹری کی تعمیر کس فرم نے کی ہے؟"

"تعمیر کا ٹھیکا کسی فرم کو دینے کے بجائے مسٹر پارکنسن نے اپنے اعتماد کے لوگوں سے تعمیراتی کام کرایا ہے۔"

"اس کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ گفتگو میں پہلی بار مجھے ایک ایسی بات نظر آئی تھی جو شبہے کی زد میں آتی تھی اور مجھے اس میں دلچسپی کی رمق محسوس ہوئی۔

"دراصل یہ ایک بہت بڑا پروجیکٹ تھا اور اس میں رازداری بہت ضروری تھی۔ اس لیے ہماری حکومت نے یہی مناسب سمجھا کہ سارا کام مسٹر پارکنسن پر چھوڑ دیا جائے تاکہ اگر کوئی اونچ نیچ ہو تو تمام ذمے داری انھی کی ہو۔"

"معاملہ اتنا ہی اہم تھا تو انھوں نے دوا ساز فیکٹری امریکا ہی میں کیوں نہ لگا لی۔ دیگر سہولتوں کے علاوہ وہاں مارکیٹ بھی بہت بڑی ہے اور ترسیل کے اخراجات بھی بچ جاتے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں علی۔" سفیر نے کہا۔ "شام میں فیکٹری لگانے کی کئی وجوہات تھیں۔ ان میں سے ایک وجہ تو یہی تھی کہ یہاں رازداری برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا۔ مسٹر پارکنسن اگر امریکی حکومت کے علم میں یہ معاملہ لاتے تو خبر عام ضرور ہو جاتی اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس سے کتنا نقصان ہوتا۔"

"یہ بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی۔ آخر اس قسم کے فارمولے پیٹنٹ بھی تو کرائے جا سکتے ہیں۔ اس کے بعد کیا خطرہ باقی رہ جاتا ہے؟"

"پیٹنٹ کرانے کے لیے فارمولا جمع کرانا ضروری ہوتا ہے جو رازداری کے لیے خطرہ ہے۔ دوسرا کوئی شخص بھی اس دوا کے جزوِ اعظم سے واقف ہو سکتا ہے۔"

"مارکیٹ تو بہرحال یہیں ہے مسٹر پارکنسن اپنے فارمولے کو پیٹنٹ نہ کرواتے۔ اسے خاموشی سے تیار کیا جا سکتا تھا۔"

"ایک بات تو یہ ہے کہ اسے تجارتی پیمانے پر تیار کرنے میں راز افشا ہو جانے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ محدود پیمانے پر البتہ اسے تیار کیا جا سکتا تھا مگر اس میں بھی ایک بہت بڑی قباحت تھی۔ شام میں پائی جانے والی بوٹی کو توڑنے کے بعد اگر زیادہ دیر رکھا جائے تو اس کی تاثیر زائل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ فیکٹری وہیں قائم کرنا ضروری ہو گیا، جہاں قرب و جوار میں وہ بوٹی پائی جاتی ہو۔"

مجھے اندازہ تھا کہ اولیو ہاورڈ نے کوئی پہلو کمزور نہیں چھوڑا ہوگا۔ اور میرا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔ میرے ہر اعتراض کا جواب موجود تھا اور اتنا معقول کہ اسے فراڈ ثابت کرنے کے لیے مجھے عملی طور پر بہت کچھ کرنا پڑتا، جس کے لیے میں ہر طرح تیار تھا۔ بس مجھے کچھ معلومات درکار تھیں۔

"جس حد تک رازداری برتی جا رہی ہے، اس میں تو خود فیکٹری بھی شامل ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" سفیر نے چونک کر پوچھا۔

"شام میں کسی دوا ساز فیکٹری کا قیام بجائے خود ایک خبر ہے جو متعلقہ لوگوں کی توجہ مبذول کرا سکتی ہے۔"

"خبر کسی تک پہنچے تب نا۔" سفیر نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "کسی کو یہ علم ہی نہیں ہے کہ کس پروجیکٹ پر کام ہو رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟" اب چونکنے کی باری میری تھی۔

"ہم نے ہر مرحلے پر اس خبر کو خفیہ رکھنے کا اہتمام کیا ہے۔ تعمیرات سے لے کر مشینری کی تنصیب تک۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" میں نے کہا۔ "مشینری تو ظاہر ہے باہر سے خریدی گئی ہوگی اور یہ بات پوشیدہ نہیں رکھی جا سکتی۔"

"مسٹر پارکنسن نے اس کے لیے خاص اہتمام کیا ہے۔ اول تو مختلف مشینیں مختلف ممالک سے خریدی گئیں تاکہ کسی کو بھی یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کسی بڑے پروجیکٹ کے لیے کام ہو رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ کوئی بھی چیز براہِ راست شام نہیں لے جائی گئی۔ ہر چیز پہلے کسی اور ملک لے جائی جاتی تھی، پھر دوسرے مرحلے میں اسے شام پہنچایا جاتا تھا۔ اس طرح ہم نے کامیابی سے فیکٹری قائم کر لی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی۔"

"اس طرح تو اخراجات میں بے حد اضافہ ہو گیا ہوگا۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"اس کے عوض ہمیں جو فائدہ ہوگا اسے بھی تو دیکھیے۔ کینسر کے علاج کی دوا پوری دنیا میں تہلکہ مچا دے گی۔"

"اس پروجیکٹ کی نگرانی کے لیے شام کی طرف سے بھی تو کچھ لوگ مقرر کیے گئے ہوں گے۔"

"شروع میں ہمارا ارادہ یہی تھا لیکن مسٹر پارکنسن کی درخواست پر اسے ترک کر دیا گیا۔"

"یہ کتنی عجیب بات ہے کہ کسی غیر ملکی کو اس حد تک آزادی دے دی جائے۔" میں نے کہا۔

"ہماری حکومت نے ہر طرح کا اطمینان کر لینے کے بعد ہی مسٹر پارکنسن کو اتنی آزادی دی ہے جناب!"

"اس کے باوجود یہ رازداری میری سمجھ سے باہر ہے۔ کیا تعمیرات کے مختلف مراحل کے دوران یہ معائنہ کیا جانا ضروری نہیں تھا کہ آخر وہاں ہو کیا رہا ہے؟"

"عام اصول تو یہی ہے لیکن مسٹر پارکنسن کو ان کی خدمات کے عوض یہ خصوصی سہولت فراہم کی گئی تھی تاہم پچھلے دنوں حکومت کے چند بڑے عہدے داروں کے درمیان اس معاملے پر اختلافِ رائے ہو گیا تھا۔ بعض لوگوں کا اصرار تھا کہ حکومتِ شام کی حدود میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے اسے حکومت سے پوشیدہ نہیں رہنا چاہیے۔ یہ اختلاف زیادہ بڑھا تو حکومت نے مسٹر پارکنسن سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا کہ چند مخصوص افراد فیکٹری کی تعمیرات کا معائنہ کر لیں۔"

"اس وقت فیکٹری کی تعمیر کس مرحلے میں تھی؟" میں نے بے صبری سے پوچھا۔

"فیکٹری کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی بس فنشنگ کا کام ہونا باقی رہ گیا تھا۔"

"آپ لوگوں نے بہت دیر کر دی۔" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "یہ کام بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔"

"اس سے آخر کیا فرق پڑتا ہے؟" سفیر نے کہا۔ "یہ تو انسانیت کی خدمت کا کام ہے۔ ہماری حکومت نے ان سے معاونت کر کے کیا برا کیا؟"

"کیا آپ اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے کہ انسانیت کی خدمت کے لیے اس قدر رازداری برتنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ہر آدمی سمجھ سکتا ہے لیکن یہ بھی تو دیکھیے کہ اس کے عقب میں ایک عظیم مقصد کارفرما تھا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "آپ ٹھیک کہہ رہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہیں جناب! میں بھی شاید دھوکا کھا جاتا، اگر مسٹر پارکنسن کی اصلیت سے واقف نہ ہوتا۔"

"اصلیت سے کیا مراد ہے؟" سفیر نے حیرت سے کہا

"وہ ایک بہت بڑا مجرم ہے۔ بین الاقوامی دہشت گرد اور عربوں کا دشمنِ جاں۔"

"آپ کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" سفیر نے ہنس کر کہا۔ "وہ تو بہت شریف النفس انسان ہے۔" زبیر نے بھی سر ہلا کر سفیر کی تائید کی تھی۔

"ان کے شریف النفس ہونے کا کوئی ثبوت موجود ہے آپ کے پاس؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"مسٹر پارکنسن ایسی گم نام شخصیت کے مالک بھی نہیں ہیں کہ ان کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت ہو — سائنسی رسائل میں ان کے مضامین چھپتے رہتے ہیں۔"

اس اطلاع پر مجھے قدرے حیرت ہوئی۔ "ممکن ہے وہ کوئی اور پارکنسن ہو۔" میں نے کہا۔

"ایک آدھ بار ان کی تصویر بھی چھپی ہے اور اسی وجہ سے ان کی شخصیت شبہے سے بالاتر ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ میرے پاس فی الحال کوئی جواب نہیں تھا اور میں نے یہ اندازہ بھی کر لیا تھا کہ جب شامی سفیر کو میرے لیے مطمئن کرنا ممکن نہیں تھا تو شامی حکام کو مطمئن کرنا قطعاً میرے بس سے باہر ہوتا۔ سفیر تو اس معاملے میں براہِ راست ملوث بھی نہیں تھا جبکہ شامی حکام نے تو خود اس سب کی اجازت دی تھی۔

"آپ کو مسٹر پارکنسن پر کس قسم کا شبہ ہے؟" سفیر نے پوچھا۔

"میرے خیال میں آپ میری بات پر یقین نہیں کریں گے اس لیے اس بارے میں کچھ کہنا فضول ہی ہوگا۔"

"پھر بھی، کچھ تو بتائیے، ممکن ہے میں اپنی حکومت کو کسی حد تک قائل کر سکوں۔"

"جب آپ خود ہی قائل نہیں ہوں گے تو کسی اور کو کس طرح قائل کریں گے۔"

"میں آپ کی کہی ہوئی کسی بات کو اتنی آسانی سے تو رد نہیں کر دوں گا۔" سفیر نے اصرار کیا۔ "آپ بتائیے تو سہی۔"

"میں معذرت چاہتا ہوں سفیرِ محترم!" میں نے نرمی سے کہا۔ "موجودہ حالات میں میں جب تک کوئی ٹھوس ثبوت نہ حاصل کر لوں، زبان سے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتا اور یہ میرا وعدہ ہے کہ اگر کہیں کسی قسم کی کوئی سازش ہو رہی ہے تو میں اسے ناکام بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دوں گا۔"

اس کے بعد سفیر نے اصرار نہیں کیا۔ میں اسی وقت واپس آنا چاہتا تھا مگر سفیر کے اصرار پر مجھے رات کے کھانے کے لیے رُکنا پڑا اور جب میں کھانے کے بعد واپس ہوا تو رات کے تقریباً دس بج رہے تھے۔ بڈ اور سلویا نشست گاہ میں موجود تھے۔

"کیا رہا چیف؟" بڈ نے پوچھا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم کامیاب لوٹے ہو گے اور معاملات تمھارے ذہن میں صاف ہو گئے ہوں گے۔"

"اس کے برعکس۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "معاملات اور زیادہ اُلجھ گئے ہیں۔"

"پہلے علی کو کھانا تو کھا لینے دو۔" سلویا نے قدرے خفگی سے کہا۔ "آتے ہی سوالات شروع کر دیے۔"

"میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔"

"تب بھی ذرا دیر دم تو لے لو۔ سارا دن مصروف رہنے کے باعث تم تھک گئے ہو گے۔"

"ان نزاکتوں کا گزر ہم جیسے لوگوں کے قریب سے بھی ہونے لگے تو ہم ناکارہ تصور کیے جانے لگیں۔" میں نے ہنس کر کہا اور اس کے بعد میں نے صبح سے اب تک کی روداد بڈ کے گوش گزار کر دی۔

"تم نے غلطی کی چیف!" بڈ نے کہا۔ "تمھاری جگہ میں ہوتا تو پارکنسن کو فراڈ ثابت کرنے میں ذرا بھی دشواری نہ ہوتی۔"

"اوہو، وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"جب یہ بات تمھیں معلوم تھی کہ پارکنسن کے میک اپ میں اولیو ہاورڈ ہے تو اسے ثابت کرنا کیا دشوار رہ جاتا تھا۔"

"میں نے سختی سے یہ ہدایت دی ہے کہ ابھی یہ بات ظاہر نہ ہونے پائے کہ پارکنسن پر کسی قسم کا شبہ کیا جا رہا ہے۔ اگر میں پارکنسن کی اصلیت ظاہر کر دیتا تو سفارت خانے والوں کے لیے خود پر قابو رکھنا مشکل ہو جاتا۔"

"لیکن تم نے ایسا کیوں کیا چیف؟" بڈ نے حیرت سے کہا "بات کو خواہ مخواہ طول دینے سے فائدہ؟"

"یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اولیو ہاورڈ نے اتنا لمبا چکر کیوں چلایا ہے۔ یقیناً اس نے کوئی بہت بڑی سازش کی ہے میرا سب سے پہلا ہدف اس سازش کے تار و پود بکھیرنا ہے۔"

"مرضی کے مالک ہو چیف، جو چاہو کرو، بڈ کو تو بس بتاتے رہو کہ کب اسے کیا کرنا ہے۔"

"اولیو ہاورڈ کی نگرانی ختم کرا دو اور علی گروپ کے تمام ارکان کو واپس بھجوا دو۔"

"اور اگر وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا تو...؟" بڈ نے کہا۔

"نہیں ہو گا۔" میں نے کہا۔ "چند روز کے اندر اندر وہ شام چلا جائے گا جس کی اطلاع مجھے مل جائے گی۔"

"میڈم کا معاملہ بھی تو ہے چیف! کیا تم نے اسے بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے؟"

"اس کے لیے میں کوئی ایسا قدم اٹھاؤں گا جو آر یا پار کر دینے والا ہو گا۔ اس طرح نگرانی کرنا تو اب بالکل ہی بے سود ہو گا۔"

"او کے چیف، کل صبح ہی میں نگرانی ختم کرا کے ان سب کو واپس بھجوائے دیتا ہوں۔"

"بغیر سوچے سمجھے تو کوئی قدم اٹھانا غیر مناسب ہو گا۔" سلویا نے تشویش سے کہا۔

"میرا یہ مقصد نہیں کہ میں کوئی اندھا دھند قدم اٹھا بیٹھوں گا لیکن یہ ہے کہ اب مجھے اپنی حکمتِ عملی تبدیل کرنا ہو گی اور اس کے لیے تم میری مدد کرو گی۔"

"کتنی بار تو کہہ چکی ہوں کہ مجھے بھی کچھ بتاؤ، مگر تم مجھے کوئی موقع ہی نہیں دے رہے۔"

"اب دوں گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آج صبح سے میرے ذہن میں یہ الجھن موجود ہے کہ اینڈریو پر کیا عمل کیا گیا ہو گا کہ وہ انتہائی ناتوانی کی حالت میں بھی اس قدر خونخوار ہو گیا کہ اس نے تقریباً میری جان ہی لے لی تھی اور آخر وہ کیا چیز تھی جس کے ذریعے اس نے میری شناخت کر لی۔"

"تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ اس پر عملِ تنویم کیا گیا ہو گا۔" سلویا نے کہا۔

"گویا تم اس سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتیں۔" میں نے مایوسی سے کہا۔

"میں بتاؤں چیف۔" بڈ نے دخل دیتے ہوئے کہا۔ "عملِ تنویم کا کوئی ماہر یہ مسئلہ حل کر سکتا ہے۔"

"مجھے بھی معلوم ہے کہ عملِ تنویم کا کوئی ماہر اس سلسلے میں میری مدد کر سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن سلویا سے میں نے اس لیے پوچھا تھا کہ شاید اسے اس بارے میں کچھ معلوم ہو۔"

"میرے لیے خود یہ ایک حیران کن کیس ہے۔" سلویا نے کہا۔ "مجھے عملِ تنویم سے زیادہ دلچسپی تو نہیں ہے مگر کبھی کبھار کسی رسالے میں کوئی آرٹیکل نظر سے گزر جاتا ہے۔ اور جہاں تک مجھے معلوم ہے، عملِ تنویم کے ذریعے کسی شخص کی جسمانی طاقت میں تو ہرگز اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"میرا خیال بھی یہی ہے اور میں ان امکانات پر غور کر رہا ہوں کہ کیا کسی طرح یہی حربہ اولیو ہاورڈ کے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا۔"

"اس کے لیے تو عملِ تنویم کے کسی ماہر کی خدمات حاصل کرنا پڑیں گی۔" بڈ نے کہا۔

"عملِ تنویم کا ایسا ماہر ہم کہاں سے مہیا کریں جو ہماری مرضی کے مطابق کوئی کام کر سکے۔"

"یہ مسئلہ حل کرنا پیٹر کی ذمے داری ہے۔ میں اسے بلا کر لاتا ہوں۔" بڈ نے کہا اور پیٹر کو بلانے چلا گیا۔ چند ہی منٹ بعد وہ پیٹر کے ساتھ کمرے میں دوبارہ داخل ہوا۔ "یہ کسی لیونارڈ کی بات کر رہا ہے۔" بڈ نے آتے ہی کہا۔ اس نے راستے میں ہی پیٹر سے معلومات حاصل کر لی تھیں۔

"میرا اس سے کبھی واسطہ تو نہیں پڑا لیکن اس کے بارے میں طرح طرح کی خبریں سننے کو ملتی ہیں۔ اس سے بہت سی پُراسرار باتیں بھی منسوب کی جاتی ہیں۔"

"اس سے معلومات حاصل کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے؟"

"اس سے وقت لینا پڑتا ہے جو بعض اوقات کئی کئی دن بعد کا ملتا ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ وہ صرف طبقۂ امرا کے کیس لیتا ہے۔"

"کیس سے تمھاری کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"عام تاثر یہی ہے کہ وہ عملِ تنویم کے ذریعے علاج کرتا ہے مگر میں نے یہ بھی سنا ہے کہ وہ مجرموں سے معاونت بھی کرتا ہے اور پولیس کی بلیک لسٹ پر ہے مگر اس کے خلاف کچھ ثابت نہیں کیا جا سکا۔"

"اوہو، تم نے یہ بات مجھے پہلے کیوں نہیں بتائی تھی۔" میں نے کہا۔

"پہلے تو خیر میں کیا سمجھ پاتا، مجھے تو اب بھی اندازہ نہیں ہو پا رہا کہ یہ معلوم کر کے تم کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔"

"پہلے مرحلے میں تو میں اس سے صرف گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ فائدہ اور نقصان تو بعد میں دیکھا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "میں صبح ہی اس سے وقت لینے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "جو کام کرنا ہے، فوراً کرنا ہے۔ میں انتظار کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر صبح اس کے مطب پہنچ کر ہم زبردستی اس سے مل لیں گے، یہ کون سا مشکل کام ہے۔"

"صبح تک انتظار کرنا بھی مشکل ہے۔ کوئی ایسی صورت نکالو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہ اس سے ابھی ملاقات ہو جائے۔"

"تھوڑی دیر انتظار کرو۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ وہ کہاں رہتا ہے، پھر اس کے گھر پر دھاوا بول دیں گے۔"

پیٹر کمرے سے چلا گیا اور میں نے سلویا سے کہا۔ "ہاروت رابیل نے عمارت میں کیا حفاظتی انتظامات کر رکھے ہیں؟"

"آج کل مسلح محافظوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے۔" سلویا نے بتایا۔ "ورنہ پہلے تو اتنے زیادہ محافظ نہیں ہوتے تھے۔"

"انھیں تو میں دیکھ چکا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ ان کے علاوہ اور کیا انتظامات ہیں؟"

"یہ بھی تمھیں معلوم ہی ہوگا کہ عمارت کے احاطے میں کتے گھومتے رہتے ہیں۔"

"نہیں۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "جب تم مجھے اس عمارت سے لے کر فرار ہوئی تھیں تو وہاں ایک کتا بھی نظر نہیں آیا تھا۔"

"وہ تو ایک طے شدہ پروگرام تھا لہٰذا کتے انھوں نے پہلے ہی بند کر دیے ہوں گے۔ لیکن تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس بات کے امکانات کا جائزہ لے رہا ہوں کہ اس عمارت میں گھسا جا سکتا ہے یا نہیں۔"

"میں تمھیں اس کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گی۔ کتے نہایت خوف ناک اور تربیت یافتہ ہیں۔"

"انھیں گوشت کے پارچوں پر بے ہوشی کی دوا لگا کر کھلائی جا سکتی ہے۔ ان کا کیا مسئلہ ہے۔"

"ان کی تربیت میں اس بات کو خاص طور پر ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ وہ کسی اجنبی کے ہاتھ سے کچھ نہیں کھاتے اور نہ ہی کوئی پڑی ہوئی چیز کھاتے ہیں۔"

"جب میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ مجھے اس عمارت میں داخل ہونا ہے تو میں ایک کوشش ضرور کروں گا، خواہ نتیجہ کچھ بھی برآمد کیوں نہ ہو۔"

"تم نے خودکشی کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو میں بھلا کیا کر سکتی ہوں۔" سلویا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"سارے مسلح محافظ عمارت کے اندر ہوتے ہیں یا کوئی باہر احاطے میں بھی ہوتا ہے؟" میں نے سنی ان سنی کر کے اگلا سوال کیا۔

"عمارت کے دروازے پر ایک اور احاطے کے گیٹ پر دو مسلح افراد مستقل موجود رہتے ہیں۔ عمارت کے اندر مسلح محافظوں کی موجودگی ضروری نہیں ہوتی۔"

"اوہو، تب تو عمارت میں داخل ہونا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ تین آدمیوں سے تو بہ آسانی نمٹا جا سکتا ہے۔"

"کمپاؤنڈ میں کم از کم چار خوں خوار کتے آزاد گھومتے رہتے ہیں۔ ان کا کیا کرو گے؟"

"جانور بے چارہ بے وقوف ہوتا ہے۔ اسے جس حد تک تربیت دے دی گئی ہے اس سے آگے کچھ نہیں کر سکتا۔ کتوں کو دھوکا دینا بھی کوئی مسئلہ ہے۔"

"اب تو اولیو ہاورڈ کو تمھاری طرف سے بھی خطرہ ہے۔ ممکن ہے اس نے کچھ اضافی انتظامات بھی کر ڈالے ہوں۔" بڈ نے کہا۔

"اضافی انتظامات تو اس وقت کیے گئے تھے جب علی اس عمارت میں لائے گئے تھے۔ اس وقت ہر منزل پر مسلح محافظ تعینات کر دیے گئے تھے۔" سلویا نے کہا۔

"میرا مطلب ہے کہیں عمارت کی چھت پر بھی مسلح محافظ تعینات نہ کر دیے گئے ہوں۔" بڈ نے کہا۔

"نہیں۔" سلویا بولی۔ "میرے آنے تک ایسا نہیں ہوا تھا اگر ایسا کوئی انتظام کیا جاتا تو میرے علم میں ضرور ہوتا۔"

"اس کا امکان بھی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "چار خوں خوار اور تربیت یافتہ کتے اور تین مسلح افراد بہت کافی ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں کوئی شخص چوری چھپے اندر داخل نہیں ہو سکتا اور جب کسی کے اندر داخل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو چھت پر محافظوں کی موجودگی خود بخود خارج از بحث ہو جاتی ہے۔"

"ایک طرف تم کہتے ہو کوئی چوری چھپے اندر داخل نہیں ہو سکتا اور دوسری طرف اس ناممکن کام کو کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہو، آخر تم کیا بلا ہو۔"

"یقیناً میرے ذہن میں ان حفاظتی انتظامات کے حصا کو توڑنے کا کوئی طریقہ موجود ہوگا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"وہ طریقہ کسی اور کے ذہن میں بھی تو آ سکتا ہے۔" سلو نے جھنجلا کے کہا۔ "جو طریقہ تمھارے ذہن میں آ سکتا ہے کیا اولیو ہاورڈ اس امکان پر غور نہیں کر سکتا۔"

"پہلے میں عملِ تنویم کے اس ماہر سے مل لوں، پھر بتاؤں اس دوران تم یہ غور کرو کہ ہاروت رابیل کا کوئی ایسا نزدیکی آد ہے جو قد و قامت میں مجھ جیسا ہو۔"

"اس میں غور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" سلویا نے کہا۔ "ہاروت رابیل کا معتمد خصوصی ہی اس معیار پر پورا اترتا ہے۔"

"اوہو۔" میں چونک پڑا۔ "وہ کہاں ہوتا ہے اور اس کا نام کیا ہے؟"

"اس کا نام ڈینیل ہے اور ہاروت رابیل کا دستِ راست سمجھا جاتا ہے۔ میں یہ تو نہیں بتا سکتی کہ اس وقت وہ کہاں ہوگا۔ لیکن تھا وہ ہاروت رابیل کے ساتھ ہی۔"

"اگر وہ وہاں تھا تو اب بھی وہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔

"یہ کوئی ضروری تو نہیں ہے چیف۔" بڈ بولا۔ "وہ کہیں اور بھی تو جا سکتا ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ اگر وہ کہیں جائے گا تو اس جگہ کا نام شام ہوگا اور گزشتہ چند روز کے دوران اس لوٹے میں سے شام کوئی نہیں گیا۔"

کچھ دیر بعد پیٹر واپس آ گیا۔ "میں نے معلوم کر لیا ہے ہمیں زبردستی نہیں کرنا پڑے گی۔ لیونارڈ ایمرجنسی کیس بھی لے لیتا ہے مگر رات کے وقت گھر پر ملاقات کرنے کی اس کی فیس بہت زیادہ ہے۔"

"فیس کی پروا مت کرو پیٹر! اگر وہ کارآمد ثابت ہوا تو ہم کوئی بھی فیس ادا کر دیں گے۔"

"لیکن اس کی فیس بہت ہی زیادہ ہے۔" پیٹر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "ایک ملاقات کے پانچ ہزار ڈالر۔"

میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "کیا کہہ رہے ہو پیٹر! پانچ ہزار ڈالر تو بے انتہا رقم ہوتی ہے۔"

"مجھے تو یہ شخص کوئی ڈاکو معلوم ہوتا ہے۔" بڈ نے کہا۔ "تم حکم کرو چیف! میں اسے پکڑ کر یہیں لے آتا ہوں۔"

"واقعی اسے پکڑ لانا کچھ مشکل نہیں ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "اپنے اپارٹمنٹ میں وہ تنہا رہتا ہے۔"

"میں یہ رقم ادا کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے کہا اور بڈ حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تم مجھے صرف پانچ سو ڈالر دو چیف، میں اس کے پورے خاندان کو تمھارے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دوں گا۔"

"میں بلاوجہ کوئی ہنگامہ کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ پیٹر! تم فون کر کے اس سے بات کر لو۔ ہم ابھی اس سے ملیں گے۔"

پیٹر نے اسے فون کیا اور وہ بلا حیل و حجت ملاقات پر آمادہ ہو گیا۔ ظاہر ہے پانچ ہزار ڈالر کسے بُرے لگتے ہیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد میں اور پیٹر، لیونارڈ کے اپارٹمنٹ میں داخل ہو رہے تھے۔ اس کا اپارٹمنٹ مختصر مگر سلیقے سے سجا ہوا تھا۔ وہ خود ایک دبلا پتلا طویل القامت شخص تھا۔ اس کی عمر پچاس سے اوپر ہی رہی ہوگی لیکن چہرہ یوں لٹا ہوا تھا کہ وہ ستر سے بھی زیادہ کا معلوم ہوتا تھا۔ اس کی ناک طوطے کی چونچ کی طرح مڑی ہوئی تھی اور آنکھوں میں اس قدر چمک تھی کہ عام لوگ تو اس سے نگاہ ہی نہیں ملا سکتے ہوں گے۔ اس نے ہمیں بٹھانے کے بعد سب سے پہلے اپنی فیس کا مطالبہ کیا جو میں نے اسے ادا کر دی۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے رقم گن کر جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ "اب اپنا مسئلہ بیان کرو۔"

"میں ہپناٹزم کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہنا شروع کیا ہی تھا کہ اس نے میری بات کاٹ دی۔

"تم غلط جگہ آئے ہو۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "میں نے کوئی درس گاہ نہیں کھول رکھی ہے۔"

اس کے طرزِ تخاطب پر مجھے بڑی طرح غصہ آ گیا۔ ویسے بھی میں نے اس کے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم نہیں کی تھی۔

"پانچ ہزار ڈالر وصول کرنے کے بعد ہم نے تمھارا وقت خرید لیا ہے۔ تمھیں ہمارا مسئلہ حل کرنا ہی پڑے گا۔"

اس نے ایک لمحے میری بات پر غور کیا، پھر بولا — "ٹھیک ہے مگر میں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔"

"کیا عملِ تنویم کے ذریعے کسی شخص کی جسمانی قوت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے؟" میں نے فوراً ہی اس سے سوال کیا۔

"اس کے لیے طویل علاج کی ضرورت ہوگی لیکن اس سے بھی جسمانی قوت میں بہت زیادہ اضافہ نہیں ہو سکتا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" میں نے کہا اور رائیڈر لیو والا واقعہ اس کے سامنے دُہرا دیا۔

"ہپناٹزم کا کوئی بہت بڑا ماہر ہی اتنے کامیاب سجیشن دے سکتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔"

"تم ہماری معلومات میں کچھ تو اضافہ کرو۔" میں نے کہا۔ "آخر تم خود بھی ایک ماہر ہو اور تم نے ہم سے پانچ ہزار ڈالر وصول کیے ہیں۔"

"میں تمھیں ہپناٹزم کے حوالے سے ہی جواب دے سکتا ہوں۔" لیونارڈ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "لیکن میرا اندازہ ہے کہ اس معمول کو کچھ غیر معمولی قسم کی ادویات بھی استعمال کرائی گئی ہوں گی۔ نہ تو تنہا میڈیکل سائنس اتنا بڑا کارنامہ کر سکتی ہے اور نہ ہی ہپناٹزم کے ذریعے کسی شخص میں اتنا بڑا تغیر رونما کیا جا سکتا ہے۔"

میں نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔ "کسی حد تک تو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تمھاری بات سمجھ میں آتی ہے۔ کیا تم اس کی مزید وضاحت کرو گے؟"

"یہ بات سمجھنا تمھارے لیے مشکل ہوگا۔ اس لیے کہ مجھے ہپناٹزم کے بارے میں بہت کچھ بیان کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ میں نے ایک ایسا امکان پیش کیا ہے جو نہ تو اس سے پہلے میرے ذہن میں آیا اور نہ ہی میں نے اس کا کبھی تجربہ کیا۔ اس لیے میں جو کچھ بھی کہوں گا وہ محض میرا اندازہ ہی ہوگا۔"

"پھر بھی اس بارے میں مختصر طور پر ہی مجھے کچھ بتاؤ۔" میں نے اصرار کیا۔

لیونارڈ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "کیا تم نے محض یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے پانچ ہزار ڈالر ادا کیے ہیں؟"

"اس کی پروا مت کرو کہ میں نے کس لیے کیا کیا ہے۔ ہم نے تمھارے وقت کی پوری قیمت ادا کی ہے۔"

"مجھے کیا۔" لیونارڈ بڑبڑایا، پھر سنبھل کر بولا۔ "ہم جو دوائیں استعمال کرتے ہیں، اس کا بہت کم حصہ جزوِ بدن بنتا ہے۔ زیادہ تر دوا جسم سے خارج ہو جاتی ہے۔ مجھے اس بارے میں زیادہ علم اس لیے نہیں ہے کہ یہ میرا شعبہ نہیں ہے۔ تاہم مجھے اندازہ ہے کہ جسم کا خود کار نظام اتنی ہی دوا قبول کرتا ہے یا غذا سے اتنی ہی توانائی حاصل کرتا ہے جس قدر ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کسی مصنوعی طریقے سے کسی طاقت ور دوا کو پوری طرح سے جزوِ بدن بنا دیا جائے تو میرے خیال میں یہ چیز جسم کے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔ نقصان کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ جسم کے ساتھ کس حد تک زیادتی کی گئی ہے۔ اب فرض کرو ایک شخص کو جو زخموں سے چور ہے یا کسی اور وجہ سے اس پر نقاہت طاری ہے، کوئی طاقت کی دوا دی جاتی ہے تو وہ اپنا عمل تو فوراً شروع کر دیتی ہے لیکن جسمانی قوت پوری طرح بحال ہونے میں ایک مخصوص مدت درکار ہوگی جو مختلف صورتوں میں مختلف ہوگی۔ اس کے برعکس اسٹیمنا بڑھانے والی دوائیں فوری طور پر اثر کرتی ہیں اور ایک مخصوص وقفے کے بعد ان کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن ممکن ہے کہ عملِ تنویم کے ذریعے ہم کسی شخص کے جسمانی نظام کے اس قدرتی فعل میں دخیل ہو سکیں۔ اگر یہ ممکن ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انتہائی نحیف شخص کو طاقت کی دوائیں دینے کے بعد عملِ تنویم کے ذریعے ان کو مکمل طور پر جزوِ بدن بنا دیا جائے۔ تو انسان کی فوری صحت یابی ممکن ہو سکتی ہے مگر اس کے مابعد اثرات یقیناً خراب ہوں گے اس لیے کہ جب جسم پر اس کی بساط سے بڑھ کر بوجھ پڑے گا تو اس کے اثرات بھی لازماً سامنے آئیں گے۔"

"میں نے جو کہانی تمھیں سنائی ہے اس میں کوئی دوا تو کیا غذا تک استعمال نہیں ہوئی تھی۔" میں نے کہا۔

"میں نے جو مفروضہ بیان کیا ہے اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کھلائی گئی دوا کے اثر کو کسی مخصوص وقت تک کے لیے روک دیا جائے۔ مثلاً میں تمھیں سر درد کی گولی کھلاؤں اور یہ ہدایت کر دوں کہ اس دوا کا اثر اس وقت شروع ہو جب کوئی شخص اس اپارٹمنٹ میں داخل ہو تو پھر دوا کا اثر اس وقت شروع ہوگا لیکن خیال رہے کہ یہ بات میں اس مفروضے کے تحت کہہ رہا ہوں کہ اگر عملِ تنویم کے ذریعے جسم کی فطری صلاحیت میں دخیل ہونا ممکن ہو۔"

"شکریہ مسٹر لیونارڈ! تم میرے لیے بہت مفید ثابت ہوئے۔" میں نے کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ کسی شخص کو معمول بنا کر اس سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں؟"

لیونارڈ کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ ابھری۔ "اب تم اپنے اصل مقصد کی طرف آئے ہو۔" اس نے کہا۔ "نہیں، کسی شخص کو زبردستی معمول نہیں بنایا جا سکتا۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ "اگر یہ ممکن نہیں ہے تو تم اتنی بھاری فیس کس بات کی وصول کرتے ہو....؟"

"اس کی فیس علیحدہ سے ہوتی ہے۔" لیونارڈ عیاری سے مسکرایا۔ "کام ویسا ہی ہوگا جیسا تم چاہو گے۔"

"اور اس وقت ہوگا جس وقت میں چاہوں گا؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"بالکل اسی وقت ہوگا۔ بشرطیکہ اس وقت پہلے سے میری کوئی اپائنٹمنٹ نہ ہو۔"

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "اگر مجھے ضرورت پڑ گئی تو تمھیں فوری طور پر مجھے وقت دینا ہوگا۔"

"اگر تم میری کُل فیس کو دو سے ضرب دے سکو تو یہ بھی ممکن ہو جائے گا۔" لیونارڈ نے کاروباری لہجے میں کہا۔

اس کی اس بات پر پیٹر نے پہلو بدلا تھا مگر اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی میں بول پڑا۔ "کام وہ جو میں کہوں اور معاوضہ وہ جو تم طلب کرو، ٹھیک ہے؟"

"مجھے منظور ہے۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔ "تم ایک اچھے کاروباری ہو۔"

"آؤ۔" میں نے پیٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اب ہم چلتے ہیں۔"

لیونارڈ کے اپارٹمنٹ سے نکل کر میں نے پیٹر کے ہمراہ ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور کا رُخ کیا اور وہاں سے متعدد چیزیں خریدیں جن میں گوشت کے پارچے، تین مختلف سائز کے کریپ سول جوتے اور کپڑوں کے کچھ جوڑے بھی شامل تھے۔

"یہ سب چیزیں خریدنے کی اس وقت کیا ضرورت ہے؟" پیٹر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نے ہر احتیاط بالائے طاق رکھ کر اس عمارت میں گھسنے کا فیصلہ کر لیا ہے جہاں اولیوہاورڈ اور ہاروت ایبل موجود ہیں۔"

"تمھیں ایسا کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے جس سے تمھاری زندگی کو کوئی خطرہ لاحق ہو۔"

"تمھیں تو وہ فیصلے بھی ناگوار گزرتے ہیں جن سے مجھے مالی نقصان ہوتا ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"کون سے فیصلے؟" پیٹر نے حیرت سے پوچھا۔

"لیونارڈ کو.... پانچ ہزار ڈالر فیس ادا کرنے کا فیصلہ۔"

"ظاہر ہے یہ ناگوار گزرنے والی بات ہے لیکن میں نے تمھیں روکا تو نہیں۔ اب اگر تم یہ چاہو کہ اس کا لٹیرا پن بھی مجھے ناگوار نہ گزرے تو یہ زیادتی ہوگی۔"

"یہ تو آخر میں ہی پتا چلے گا کہ کون کس کو لوٹ رہا ہے ابھی تو وہ ہمارے لیے بہت کارآمد ہے۔"

"جو باتیں تم نے اس سے معلوم کی ہیں، وہ تو کوئی بھی بتا سکتا تھا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔"

"اور جو کام میں اس سے لینے والا ہوں، وہ اس کے سوا کوئی نہیں کرے گا۔ اگر کوئی ہوگا بھی تو ہم اسے کہاں ڈھونڈتے پھریں گے اس وقت تو ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ وہ بیس ہزار ڈالر لے گا نا، لے لے لیکن خود اسے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کتنا بڑا کام کر رہا ہے اور میں اس سے جو فائدہ اٹھاؤں گا وہ لاکھوں ڈالر کے مساوی ہوگا۔"

"میرا خیال ہے، اسے اس بات کا پوری طرح اندازہ ہے تبھی تو اس نے اتنی خطیر رقم طلب کی ہے۔"

"اسے یہ اندازہ تو نہیں ہو سکتا کہ میں کتنا اور کیا فائدہ اٹھا سکتا ہوں لیکن یہ اندازہ میں نے پہلی ہی نظر میں لگا لیا تھا کہ وہ مجرمانہ ذہنیت کا آدمی ہے اور اسے صرف پیسے سے غرض ہے۔"

"لیکن یہ بتاؤ کہ اس عمارت میں داخل ہونے کے لیے تمھارے پاس کوئی قابلِ عمل منصوبہ بھی ہے یا تم یوں ہی اندھا دھند اس عمارت میں گھس پڑو گے۔"

"ابھی واپس چل کر میں سلویا اور بڈ کو اپنا منصوبہ بتاؤں گا۔ تم بھی اس وقت سن لینا تاکہ مجھے اپنی باتیں دُہرانا نہ پڑیں۔"

اپنی عارضی قیام گاہ پر واپس پہنچ کر میں سامان سمیت اندر پہنچا۔ بڈ مجھے اس حال میں دیکھ کر اپنی زبان پر قابو نہ رکھ سکا۔

"معلوم ہوتا ہے تم نے یہاں مستقل رہائش اختیار کرنے کا منصوبہ بنا لیا ہے چیف! چلو تم نے اچھا ہی کیا۔ تمھارے ساتھ آوارہ گردی کرتے کرتے بڈ بھی عاجز آ چکا تھا۔ اب سکون سے کہیں رہنا تو نصیب ہوگا۔"

"فضول گوئی سے پرہیز کرو اور کوچ کی تیاری کرو۔ اس سامان میں سے اپنا لباس اور جوتے نکال کر پہن لو۔"

بڈ نے میرے لائے ہوئے سامان کا اچھی طرح جائزہ لیا اور پھر اس نے وہ جوتے نکال لیے جو میں نے سلویا کے لیے خریدے تھے۔

"مانا کہ بڈ کا قد بہت چھوٹا ہے۔" اس نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔ "مگر اب اتنا بھی مختصر نہیں ہے کہ تم میرے لیے اتنے چھوٹے ناپ کے جوتے لے آئے۔"

"یہ جوتے سلویا کے ہیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "وقت ضائع مت کرو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

"بڈ تو احمق ہے۔ زبان کھولے تو اسے دبایا جاتا ہے۔ اور عالم یہ ہے کہ پیروں کا ناپ تک لیا جا چکا ہے۔"

"بہت مردود ہو تم! ارے احمق، میں نے محض اندازے سے جوتے خریدے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" بڈ نے سر ہلایا۔ "اگر جوتے فٹ آ گئے تو بڈ جو کچھ کہتا ہے صحیح کہتا ہے، ورنہ پھر میں تمھیں درست مان لوں گا۔"

سلویا اس گفتگو سے بہت محظوظ ہو رہی تھی۔ میں نے اسے ٹوکا۔ "صبح تو تم بڈ کی ایسی ہی باتوں پر بُرا مان رہی تھیں۔ اور اس وقت تمھاری بتیسی نکل رہی ہے۔"

"اس وقت مجھے بڈ صاحب کی شخصیت کے بارے میں پوری طرح اندازہ نہیں تھا۔ اب میں انھیں اچھی طرح سمجھ چکی ہوں۔"

"ایک ہی دن میں اتنا بڑا دعویٰ!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا اور سلویا ہنس پڑی۔

"بڈ صاحب بڑی باغ و بہار قسم کی طبیعت کے مالک ہیں۔ ان کی فطرت بھی بہت سادہ ہے۔ انھیں سمجھنا کیا مشکل ہے۔"

"گویا اب تمھیں اس بات پر حیرت نہیں رہی کہ میرا اور ان کا اکٹھے رہ کر گزارہ کس طرح ہوتا ہوگا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہرگز نہیں۔" سلویا نے نفی میں سر ہلایا۔ "ان کے ساتھ تو بہت اچھا وقت گزرتا ہے۔"

"بہت بہتر۔" میں نے سعادت مندی سے کہا۔ "لیکن بہتر ہو تا کہ آپ بھی جلدی سے لباس تبدیل کر لیتیں۔"

"لباس تبدیل کر کے کیا کرنا ہے؟" سلویا نے سیاہ رنگ کی وہ پتلون اٹھاتے ہوئے کہا، جو میں اس کے لیے لایا تھا۔

"ہمیں اولیو ہاورڈ کے مسکن کا رُخ کرنا ہے اور اس کے لیے یہ لباس ضروری ہے۔"

"اس وقت؟" سلویا نے حیرانی سے کہا۔ "وقت معلوم ہے کیا ہوا ہے۔ آدھی رات گزر چکی ہے۔"

"میرے پاس گھڑی ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وقت کیا ہوا ہے۔ رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر ہی ہم کچھ کر سکتے ہیں، ورنہ دن کی روشنی تو ہمارے راستے کی سب سے بڑی دیوار بن جائے گی۔"

"لیکن وہاں جا کر تم کیا کرو گے؟" سلویا نے کہا۔ "میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ اس عمارت میں داخلہ ناممکن ہے۔"

"ایک ہی دن میں بڈ کا اتنا گہرا اثر۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "میں تم سے کہہ رہا ہوں کپڑے تبدیل کر لو اور تم ہو کہ بحث کیے چلی جا رہی ہو۔"

"اس قسم کی مہم میں حصہ لینے سے مجھے ڈر لگتا ہے۔" سلویا بولی۔ "میں ڈاکٹر ہوں، فیلڈ ورکر نہیں ہوں۔"

"تمھارے بغیر تو کام ہی نہیں چلے گا۔" میں نے کہا۔ "مجبوراً تمھیں لے جا رہا ہوں۔"

"ایسی کیا خاص بات ہے جو تم پوشیدہ رکھنا چاہ رہے ہو۔" پیٹر نے کہا۔ "اگر تم اپنی اسکیم بتا دو تو ممکن ہے سلویا حوصلہ پکڑ لے۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "میں نے سوچا تھا راستے میں بتا دوں گا تا کہ وقت کی بھی تھوڑی سی بچت ہو جائے۔ مگر اب یہ وقت ضائع کرنا ہی پڑے گا۔ گوشت کے پارچوں پر مہلک زہر چھڑک کر کتوں کو کھلانا ہے۔ کتے چونکہ تربیت یافتہ ہیں اور کسی اجنبی کے ہاتھ سے یا پڑی ہوئی چیز نہیں کھاتے اس لیے سلویا کو ساتھ لے جانا ضروری ہے۔"

"میں کتوں کو گوشت کھلاؤں گی؟" سلویا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیوں؟" میں مسکرایا۔ "کیا کتے تم سے مانوس نہیں ہیں؟"

"بہت زیادہ مانوس ہیں۔" سلویا نے تھوک نگل کے کہا۔ "مگر میرے اندر اب اس عمارت میں قدم رکھنے کی بھی ہمت نہیں ہے۔"

"کچھ حاصل کرنے کے لیے قربانی تو دینا ہی پڑتی ہے۔" میں نے کہا۔ "اور میں تم سے اتنی سی ہی مدد کا خواہاں ہوں۔"

"اور پھر کتوں تک رسائی کس طرح ہو گی؟" سلویا نے کہا۔ "وہ تو کمپاؤنڈ وال کے دوسری طرف ہوں گے اور کمپاؤنڈ وال کم از کم آٹھ فٹ تو ضرور بلند ہو گی۔"

"میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔ سیڑھی موجود ہے جس کے ذریعے عقبی جانب سے تم بہ آسانی دیوار پر چڑھ سکو گی۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"وہاں صرف کتے ہی تو نہیں ہیں۔ مسلح نگراں بھی تو ہوتے ہیں۔ ذرا سی بھی گڑبڑ محسوس کر کے وہ فوراً گولی چلا دیں گے۔"

"میں نے سب کچھ سوچ لیا ہے۔" میں پھر جھنجلا گیا۔ "اگر تم تعاون نہیں کرو گی تو کھیل بگڑ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے مردہ سی آواز میں کہا اور لباس اٹھا کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

"تم زیادتی کر رہے ہو چیف!" بڈ نے کہا۔ "مس سلویا اتنا خطرناک کام نہیں کر سکیں گی۔"

"تم چپ رہو۔" میں نے اسے جھڑکی لگائی اور وہ منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔

"اگر تمھیں مزید کچھ افراد کی ضرورت ہو تو اپنے کچھ آدمی تمھارے ساتھ کر دوں؟" پیٹر نے پیش کش کی۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "صرف میں، سلویا اور بڈ وہاں جائیں گے۔ کوئی چوتھا فرد نہیں ہو گا۔"

آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہم پوری طرح تیار ہو گئے۔ ہم تینوں نے سیاہ رنگ کے چست لباس پہن رکھے تھے۔ اور پیروں میں کریپ سول جوتے تھے۔ جوتے اور لباس سلویا کے بالکل درست آئے تھے۔ بڈ نے پھر کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے اس کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی اور سلویا کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ بڈ کے مسخرے پن سے محظوظ ہو سکتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کچھ دیر بولتے رہنے کے بعد خاموش ہونے پر مجبور ہو گیا۔

ہم پیٹر کی کار میں ہی روانہ ہوئے تھے۔ بڈ کار ڈرائیو کر رہا تھا اور میں سلویا کے ساتھ عقبی نشست پر بیٹھا تھا۔

"کیا تم کتوں کی طرف سے کسی قسم کا خوف محسوس کر رہی ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کتے مجھے کچھ نہیں کہیں گے۔ میں تو ان انسان نما درندوں سے خوفزدہ ہوں..."

"ان سے خوف زدہ ہونے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ بالفرض اگر تم کسی کی نظروں میں آ جاؤ تو نہایت اطمینان سے بتا دینا کہ علی یار خان باہر موجود ہے۔ تم ان سے کہہ سکتی ہو کہ میں نے تمھیں زبردستی اس کام کے لیے مجبور کیا تھا۔ چونکہ تم ان کے باغی کی حیثیت سے مجھ سے ملی تھیں لہٰذا میرے کہنے پر عمل کرنا تمھاری مجبوری تھی۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنی جان بچانے کی خاطر تمھیں خطرے میں ڈال دوں۔" سلویا نے کہا۔

"میں کسی بھی صورت حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار ہو کے آیا ہوں۔ اگر ایسی کسی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا تو میں انھیں بھون ڈالوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمھارے کہنے پر عمل کرنے کی کوشش کروں گی۔" سلویا نے مُردہ سی آواز میں کہا۔

"اگر تم نے ہمت کر لی تو ہم یہ بازی جیت جائیں گے۔ اب میری اسکیم غور سے سنو۔ ہم خاموشی سے اس عمارت کی طرف جانے والی سڑک پہ داخل ہوں گے۔ کار کی ہیڈ لائٹس بجھی ہوئی ہوں گی۔ عمارت سے کوئی آدھے میل کے فاصلے پہ بڈ کار روک دے گا اور ہم دونوں کار سے اُتر جائیں گے میں تمھیں گوشت کے پارچے اور المونیم کی فولڈنگ سیڑھی دے دوں گا۔ جس کے ذریعے تم کمپاؤنڈ وال پھلانگ سکو گی۔ بے فکر رہو سیڑھی بہت ہلکی ہے اور اسے اٹھا کر لے جانے میں تمھیں ذرا بھی دقت محسوس نہیں ہو گی۔ تمھیں عمارت تک پہنچنے کے لیے دس منٹ کا وقت دیا جائے گا۔ دس منٹ بعد بڈ کار اسٹارٹ کرے گا اور ہیڈ لائٹس جلا کر کار عمارت کے گیٹ پہ لے جا کر روک دے گا۔ جب تم بڈ کو عمارت کے نزدیک پہنچتے دیکھو، اسی وقت تمھیں بھی حرکت میں آ جانا ہو گا۔ بڈ ان لوگوں پہ یہ ظاہر کرے گا جیسے وہ کہیں جانا چاہتا ہے اور راستہ بھٹک کر اس طرف آ نکلا ہے۔ چونکہ وہ لوگ بڈ کی طرف متوجہ ہوں گے اس لیے اگر کمپاؤنڈ وال میں تھوڑی سی گڑبڑ ہوئی یا کتوں کی طرف سے کسی غیر معمولی ردِ عمل کا اظہار ہوا تو انھیں اس کا اندازہ فوری طور پہ نہیں ہو سکے گا۔ تم میری بات سمجھ رہی ہو نا؟"

"بہت اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔" سلویا نے کہا۔ "لیکن خود تم کہاں ہو گے؟"

"بڈ کی طرح میں بھی عمارت کے سامنے ہی ہوں گا مگر سڑک کے دوسری طرف اور کسی مناسب جگہ پوزیشن لے لوں گا۔ میرے ہاتھ میں بے آواز رائفل ہو گی۔ بڈ نے اگر ان تینوں کو بے وقوف بنا کر ٹیک جا کر دیا تو میں بہ آسانی انھیں ٹھکانے لگا سکوں گا۔ یہاں بھی اگر تھوڑی بہت گڑبڑ ہو گئی تو ہمیں یہ اطمینان ہو گا کہ عمارت کے اندر کوئی آواز اس لیے نہیں جا سکتی کہ وہ ائر کنڈیشنڈ ہے۔"

میں نے سلویا سے بہت زیادہ توقعات وابستہ نہیں کی تھیں، مگر مجھے امید تھی کہ اگر اس نے ذرا سی ہمت سے کام لیا تو وہ اپنے حصے کا کام بہ خوبی انجام دے لے گی۔

"کتے چند ہی منٹ میں گوشت کے پارچوں کا صفایا کر دیں گے۔ میں نے ان پہ بہت سریع الاثر زہر لگایا ہے لہٰذا زہر کو اثر کرنے میں بہ مشکل چند منٹ لگیں گے۔ اس دوران ہم اپنا کام مکمل کر چکے ہوں گے لیکن تم احتیاطاً دس منٹ مزید انتظار کرنے کے بعد سامنے والے گیٹ کی طرف آ جانا۔"

"میرا خیال ہے سب سے خطرناک کام بڈ صاحب کا ہے۔" سلویا بولی۔ "اگر یہ ان تینوں کو شیشے میں نہ اتار سکے تو کیا ہو گا؟"

"بڈ صاحب بہت منجھے ہوئے فنکار ہیں۔ بڑے بڑوں کو چٹکیوں میں اڑا دیتے ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ انھیں کب کیا کرنا ہے۔"

"شکریہ چیف۔" بڈ نے کہا۔ "اب میں کار کی ہیڈ لائٹس بجھا رہا ہوں۔ ہم اپنی مطلوبہ سڑک پہ داخل ہو چکے ہیں۔"

بڈ نے ہیڈ لائٹس بجھا دیں اور اس کے ساتھ ہی کار کی رفتار سست ہو گئی۔ میں نے عقبی نشست کے نیچے ہاتھ ڈال کر سائیلنسر لگی ہوئی گن نکال لی اور سلویا کو ایک بار پھر سمجھانے لگا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

مطلوبہ عمارت سے تقریباً آدھ میل کے فاصلے پہ بڈ نے کار روک دی اور میں اور سلویا کار سے اُتر گئے۔ سلویا گھبرائی ہوئی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اسے تسلی دی اور وہ پیکٹ میں لپٹے ہوئے پارچے اور مختصر سی سیڑھی ہاتھ میں لے کر اندھیرے میں آگے بڑھ گئی۔ میں سڑک کے دوسری طرف اندھیرے میں اتر گیا۔ میں نے اپنی رفتار بہت تیز رکھی تھی اس لیے کہ مجھے گیٹ کے سامنے کی مناسب جگہ پر پوزیشن بھی سنبھالنی تھی۔

جھاڑیوں اور درختوں کے درمیان تیز رفتاری سے گزرتا ہوا میں تقریباً سات منٹ میں ہی عمارت کے سامنے پہنچ گیا۔ عمارت کے کمپاؤنڈ میں اندھیرا تھا اور گیٹ پہ ہلکی روشنی کا بلب جل رہا تھا۔ جس کی روشنی زیادہ دُور تک نہیں پھیل رہی تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے مجھے خود کو چھپانے میں زیادہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ گیٹ کے ساتھ اندرونی سمت میں بنے ہوئے کیبن میں دونوں مسلح افراد موجود رہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوں گے۔ میں ایک جھاڑی کے عقب میں لیٹ گیا۔ چند ہی منٹ بعد میں نے بڈ کو عمارت کی طرف آتے دیکھا۔ کار کی ہیڈلائٹس روشن تھیں اور رفتار زیادہ نہیں تھی۔ اس کے علاوہ وہ ریس دے کر اپنی آمد کا اعلان بھی کرتا جا رہا تھا۔

بڈ کی کارکردگی پر میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ مجھے امید تھی کہ اس کی کارکردگی بعد میں بھی ایسی ہی رہے گی۔ گیٹ کے عقب میں موجود چوکیداروں نے کار کی آواز سن لی تھی۔ اس لیے وہ کیبن سے نکل کر اب گیٹ سے لگے باہر جھانک رہے تھے۔ انھیں تجسس ہو رہا ہوگا کہ رات کے دو بجے کون ادھر آگیا ہے۔

بڈ نے عین گیٹ کے سامنے کار روک دی اور کار میں بیٹھے بیٹھے ان سے کچھ کہا۔ کچھ دیر دونوں میں باتیں ہوتی رہیں پھر بڈ کار سے نیچے اتر آیا۔ اس کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک پرزہ تھا جو اس نے ان دونوں کی طرف بڑھایا اور ان میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر گیٹ کی سلاخوں کے درمیان سے بڈ سے وہ پرزہ لے لیا۔

میرا دل بہت تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میری کامیابی کا انحصار بڈ کی اس کامیابی پر تھا کہ وہ بیک وقت تینوں محافظوں کو یکجا کرنے میں کامیاب ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر خدانخواستہ بڈ ناکام ہو جاتا تو میرا منصوبہ دھرا رہ جاتا۔ اب میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا اور کسی بھی لمحے حرکت میں آنے کو تیار تھا۔

جس محافظ نے بڈ سے کاغذ کا پرزہ لیا تھا، میں نے اسے نفی میں سر ہلاتے دیکھا، پھر وہ بڈ سے کچھ کہہ کر پلٹا اور کمپاؤنڈ کی طرف چلا گیا۔ میری نظریں بے چینی سے گیٹ پر جمی ہوئی تھیں۔

محافظ جلد ہی پلٹ آیا تھا مگر وہ تنہا نہیں آیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا جو میرے اندازے کے مطابق تیسرا محافظ تھا۔ اس نے آتے ہی گیٹ پر موجود محافظ سے کچھ کہا اور وہ گیٹ کھول کر باہر نکل آیا۔ پھر میں نے اسے کار کی طرف بڑھتے اور کار کی تلاشی لیتے دیکھا۔ تلاشی کیا، اس نے کار میں صرف ایک نظر ڈالی تھی۔ غالباً وہ یہ اطمینان کرنا چاہتے تھے کہ کار میں بڈ کے علاوہ کوئی اور تو موجود نہیں ہے۔ محافظ نے پلٹ کر رپورٹ دی اور پھر میں نے بقیہ دونوں محافظوں کو بھی گیٹ سے باہر نکلتے دیکھا۔ میں نے فوراً ہی بندوق اپنے کندھے سے لگالی۔ مجھے بہت تیزی سے ان تینوں کو نشانہ بنانا تھا۔ تاہم اگر ان میں سے کوئی ایک بچ بھی جاتا تو خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔ اس لیے کہ بڈ اسے سنبھال لیتا۔

تیسرا محافظ باہر آکر بڈ کو اشاروں سے کچھ بتانے لگا۔ غالباً بڈ نے ان سے کوئی پتا پوچھا تھا جو وہ اس کو سمجھا رہے تھے۔ وہ تینوں ایسے زاویے پر تھے کہ میں انھیں بہ آسانی نشانہ بنا سکتا تھا۔ میں نے خدا کا نام لے کر...... نشانہ باندھا اور فائر کر دیا۔ پہلے فائر کا انجام دیکھے بغیر میں نے دوسرا اور تیسرا فائر بھی کیا۔ تینوں فائر میں نے بہ مشکل تین سیکنڈ کے وقفے میں کیے ہوں گے اور اتنے کم عرصے میں کیے گئے فائروں کا انجام دیکھنے کی فرصت نہیں ہوتی لیکن بڈ کو فاتحانہ انداز میں اچھلتے دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ کامیابی نے میرے قدم چومے ہیں۔

میں اچھل کر کھڑا ہوا اور تیزی سے سڑک عبور کرتا ہوا بڈ کے پاس پہنچ گیا۔ "کیا کمال کا نشانہ ہے چیف!" بڈ نے کہا۔ "تینوں میں سے ایک کے حلق سے بھی آواز نہیں نکل سکی۔"

میں نے جھک کر ان تینوں کا اچھی طرح سے جائزہ لیا۔ تینوں کے بھیجے اڑ گئے تھے۔

"کمپاؤنڈ میں ان تینوں کے علاوہ اور تو کوئی نہیں ہے؟" میں نے بڈ سے پوچھا۔

"کسی کی موجودگی کے آثار نہیں ہیں۔" بڈ نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے سلویا بھی کامیاب ہوگئی۔ اس لیے کہ جب میں یہاں رکا تھا تو اس وقت اندر کمپاؤنڈ سے کتوں کی اچھل کود اور بھاگ دوڑ کی آوازیں آرہی تھیں۔ اب تو بالکل ہی سناٹا چھایا ہوا ہے۔"

"آؤ، اندر چل کر دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا اور محتاط انداز میں عمارت کے احاطے میں قدم رکھ دیا۔ یہ وہی عمارت تھی جس کے اندر راولیو ہاورڈ موجود تھا۔ ہاروت رابیل بھی یہیں مقیم تھا اور تہذیب بھی یہیں قید تھی لیکن میں نے خطرہ ان تینوں میں سے کسی کے لیے بھی مول نہیں لیا تھا۔ میرا ہدف تو ڈینیل تھا۔

کمپاؤنڈ میں واقعی سناٹا تھا۔ کتے تو کیا وہاں کسی بلی تک کے آثار موجود نہیں تھے۔ میں نے اندازہ کر لیا کہ سلویا نے کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اب کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں نے سلویا سے کہا تھا کہ وہ دس منٹ انتظار کرنے کے بعد سامنے کی طرف آئے لیکن اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

"میں سلویا کو دیکھنے جا رہا ہوں۔" میں نے پلٹ کر بڈ سے کہا۔ "تم ان تینوں کو کھینچ کھانچ کر ایک طرف کر دو اور گاڑی بھی سائیڈ میں کر لو۔"

جواب میں بڈ کچھ بڑبڑایا تھا مگر میں رکے بغیر آگے بڑھ گیا۔ میرا رخ عمارت کے پہلو کی جانب تھا جہاں گہری تاریکی تھی۔

چونکہ اندھیرے میں سلویا کو تلاش کرنا ممکن نہیں تھا، اس لیے میں آہستہ آہستہ آوازیں دینے لگا۔ ذرا ہی دیر میں تاریکی سے ایک سایہ نکل کر میری طرف جھپٹا اور مجھ پر آپڑا۔ میں نے بہ مشکل خود کو سنبھالا۔ وہ سلویا تھی جو مجھ سے لپٹ گئی تھی۔ اس کا جسم بری طرح لرز رہا تھا۔

"کیا بات ہے سلویا؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔ "کوئی گڑبڑ ہوگئی کیا؟"

جواب میں سلویا نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر اس کے منہ سے چند بے معنی آوازیں نکل کر رہ گئیں۔

میں نے اسے ہولے سے تھپکی دی۔ "تم نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے سلویا۔ ہم نے ان تینوں محافظوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے لیکن جو کام تم نے کیا ہے وہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

سلویا کے جسم کی لرزش بتدریج کم ہو رہی تھی۔ "اوہ، علی، اس قدر خوف....." اس نے ایک جھرجھری لی۔

"میں سمجھتا ہوں سلویا، لیکن اب خوفزدہ ہونے کی کیا بات ہے۔ اب تو تم اس مرحلے سے گزر چکی ہو... اور میں تمھارے پاس ہوں۔"

وہ جلد ہی پرسکون ہوگئی۔ "میں زندگی کے کسی لمحے میں بھی اپنے اس خوف کو فراموش نہیں کر سکوں گی۔" اس نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آؤ۔" میں نے آہستگی سے اسے خود سے علیحدہ کیا۔ "بڈ ہمارا منتظر ہے۔"

ہم واپس گیٹ کی طرف آئے۔ بڈ نے بڑے سلیقے سے چند ہی منٹ میں گیٹ کے سامنے والی جگہ صاف کر دی تھی۔

"عمارت کا داخلی دروازہ مقفل تو نہیں رہتا ہوگا؟" میں نے سلویا سے پوچھا۔

"رہتا تو نہیں تھا۔" سلویا نے کہا۔ "اور اگر ہوا بھی تو کسی محافظ کے پاس اس کی چابی بھی ہوگی۔"

دروازہ مقفل نہیں تھا۔ سب سے آگے میں تھا۔ میں نے آہستگی سے دروازہ کھولا۔ راہداری میں مدھم روشنی تھی اور وہاں کوئی متنفس نہیں تھا۔

"ڈینیل کس کمرے میں مل سکے گا؟" میں نے پلٹ کر سرگوشی میں سلویا سے پوچھا۔

"دائیں طرف تیسرا کمرا..... وہ اس کا مخصوص کمرا ہے۔" سلویا نے بتایا۔

میں نے ان دونوں کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور عمارت کے اندر داخل ہو کر مرکزی دروازہ بند کر دیا۔ بندوق چونکہ میں نے پہلے ہی کار میں ڈال دی تھی، اس لیے سائلینسر لگا ہوا ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور ہم ڈینیل کے کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔

میں نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے آہستہ سے گھمایا اور یہ دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ کمرے کا دروازہ بھی غیر مقفل تھا۔ میں نے دروازے میں ذرا سی جھری کر کے اندر جھانکا۔ کمرے میں نائٹ بلب جل رہا تھا مگر کسی قسم کی آواز نہیں تھی۔ گویا اگر کوئی کمرے میں تھا بھی تو سو رہا تھا۔

نہایت احتیاط سے کام لیتے ہوئے میں نے آہستہ سے پورا دروازہ کھول دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ سلویا پھر خوف کا شکار ہونے لگی ہے۔ وہ بار بار راہداری میں نظریں دوڑانے لگتی تھی یوں جیسے اسے کسی کی آمد کا خدشہ رہا ہو۔

"اندر آجاؤ۔" میں نے نہایت دھیمی سرگوشی کی اور وہ دونوں تیزی سے کمرے میں داخل ہوگئے۔ میں نے دروازہ بند کر کے بولٹ چڑھایا اور دیوار پر نصب بورڈ پر لگا ہوا بجلی کا بٹن دبا دیا۔ کمرے میں اچانک ہی تیز روشنی پھیل گئی۔ بیڈ پر سونے والا شخص جسے ڈینیل ہی ہونا چاہیے تھا، تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک حسینہ بھی محوِ خواب تھی۔ کمرے میں تیز روشنی ہوئی تو وہ دونوں ہی کسمسانے لگے پھر ڈینیل نے ہی پہلے آنکھیں کھولی تھیں۔ چند لمحے تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا، پھر وہ اچھل کر اٹھ بیٹھا۔

"کون ہو تم؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اور کیا چاہتے ہو؟"

"تمھاری زندگی کے دن پورے ہوئے مسٹر ڈینیل۔" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ اور ڈینیل کی آنکھیں خوف سے پھیلتی چلی گئیں۔

کالی کہانیاں
مکتبہ نفسیات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہونٹ تنفر آمیز انداز میں بھنچ گئے۔ میں اُس کی خوفزدگی کے سبب سے واقف تھا۔ اُس کے خیال میں اس عمارت میں کسی اجنبی شخص کا داخل ہونا ممکن نہیں تھا۔ کچھ تو پہلے سے ہی یہاں کے حفاظتی انتظامات اچھے تھے اور کچھ ادلیو ہارڈ کی ذلت اور اُس کی صلاحیتوں پر بے جا اعتماد کے باعث ہاروت رابیل اور اس کے گرگے اب زیادہ ہی بے فکر ہو گئے تھے۔ اُنھوں نے اس اعتماد کو چند کتوں، تین مسلح محافظوں اور ایک ادنیو ہارڈ کے بل پر ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ اُن کا یقین بہت پختہ تھا اور جب پختہ یقین پارہ پارہ ہوتا ہے تو آدمی پر ایسی ہی شدید کیفیات طاری ہُوا کرتی ہیں جیسی اُس وقت ڈینیل پر طاری تھی۔

میرے ہاتھ میں موجود ریوالور کی نال کا رُخ ڈینیل کی طرف تھا اور ڈینیل کی خوفزدہ نظروں کا مرکز ریوالور کی نال پر موجود سائیلنسر تھا جو اس بات کی واضح علامت تھا کہ اگر اُسے مار ڈالا گیا تو کسی کو کانوں کان پتا نہیں چلے گا۔ بڈ اور سلویا میرے عقب میں تھے اور ڈینیل نے ابھی تک اُن کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ اُس کے بیڈ پر خوابیدہ لڑکی نے کسمسا کر کروٹ لی تھی اور آنکھ کھولے بغیر دوبارہ سو گئی تھی۔ شاید وہ بہت زیادہ تھکی ہوئی تھی۔

”کک... کون ہو تم؟“ ڈینیل کے ہونٹ ہلے اور اُس نے مُردہ سی آواز میں پوچھا۔

”تم اسی عالم میں ہمارے ساتھ چلو گے یا چلنے سے قبل کپڑے تبدیل کرنا پسند کرو گے؟“ میں نے دھیمی آواز میں کہا تاکہ لڑکی کی آنکھ نہ کھل جائے۔

”میں کہیں نہیں جاؤں گا۔“ ڈینیل نے بے حد خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”نہیں جاؤ گے تو ہم تم کو یہیں ٹھکانے لگا دیں گے۔“ میں نے ٹرائیگر پر انگلی کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”زندگی عزیز ہے تو فوراً لباس تبدیل کر لو۔“

”ٹھہرو... ٹھہرو۔“ وہ ہذیانی انداز میں بولا۔ ”مجھے مارو مت، میں چل رہا ہوں۔“

میں نے ریوالور والا ہاتھ جھکا لیا اور وہ بیڈ سے اُتر کر باتھ رُوم کے دروازے کی طرف بڑھا۔ ”اُدھر کہاں جا رہے ہو؟“ میں نے اُسے للکارا۔

”کپڑے تبدیل کرنے۔“ ڈینیل نے ایک جھٹکے کے ساتھ رُکتے ہوئے کہا۔ یوں جیسے اس نے رُکنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر کی تو میں اُسے گولی کا نشانہ بنا دوں گا۔

”ہم تمھیں اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔ کپڑے تبدیل کرنے ہیں تو یہیں کر لو، ورنہ رہنے دو۔“

ڈینیل نے بے بسی سے سلویا کی طرف دیکھا اور چونک پڑا۔ اتنی دیر میں پہلی بار اُس کی نگاہ سلویا کی طرف اُٹھی تھی۔

”تم... !“ اُس نے حیرت سے کہا۔ ”تم یہاں کیسے، تم تو لاپتا ہو گئی تھیں۔“

”باتیں کرنے سے گریز کرو۔“ میں نے ایک بار پھر اُسے للکارا۔ ”جو کچھ بھی کرنا ہے جلدی کرو، ورنہ یونہی ہمارے ساتھ چلو۔“

اُس نے ایک بار پھر بے بسی سے سلویا کو دیکھا اور سلویا نے اُس کی نگاہوں کا مفہوم سمجھ کر دوسری طرف مُنہ پھیر لیا۔

میں دل ہی دل میں دُعائیں کر رہا تھا کہ بیڈ پر محوِ خواب حسینہ کہیں بیدار نہ ہو جائے اگر وہ جاگ جاتی تو اُسے زندہ چھوڑنا میرے منصوبے کو تباہ کر سکتا تھا لہٰذا بہتر یہی تھا کہ اُس کے اُٹھنے سے قبل ہی ہم یہاں سے نکل جائیں مگر یہ بات میرے اختیار میں نہیں تھی اور میں بلاوجہ قتل و غارت گری سے گریز کرنا چاہ رہا تھا۔

ڈینیل نے کپڑے تبدیل کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ اُس کے تیار ہوتے ہی میں نے بڈ کو باہر راہداری میں جھانکنے کا اشارہ کیا۔ بڈ نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور میں نے سلویا کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد ریوالور کے زور پر ڈینیل کو بھی کمرے سے باہر لایا۔ خود کمرے سے نکلنے سے قبل میں نے بیڈ پر سوئی ہوئی لڑکی پر نگاہ ڈالی۔ وہ بدستور بے خبر سو رہی تھی۔ میں نے کمرے کی لائٹ آف کی اور خود بھی راہداری میں آ گیا۔

”تم لوگ واپس جاؤ۔“ میں نے بڈ اور سلویا سے کہا۔ ”کار تم لے جا سکتے ہو، میں آ جاؤں گا۔“

”مگر تم کہاں جا رہے ہو چیف؟“ بڈ نے حیرت سے کہا۔

”جاؤ۔“ میں دانت پیس کر غرایا۔ ”ایک لمحہ بھی ضائع مت کرو اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُس پر عمل کرو۔“

بڈ محض ایک لمحے کے لیے جھجکا تھا پھر اُس نے سلویا کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ ”آ جاؤ، اس وقت چیف کا موڈ بہت خراب ہے۔“

میں اُن دونوں کو جاتے دیکھتا رہا پھر جب وہ باہر نکل گئے تو میں نے ڈینیل کی طرف دیکھا جو خوفزدگی کے عالم میں میری طرف دیکھ رہا تھا۔

”تہذیب مائکم اکیس کہاں ہے؟“ میں نے سپاٹ لہجے میں اُس سے سوال کیا۔

”تم... تم علی یار خان ہو؟“ وہ ہکلا کر بولا۔

”میرے سوال کا جواب دو۔“ میں نے ریوالور کی نال اُس کے حلق پر رکھتے ہوئے سفاکی سے کہا۔ ”ورنہ میں تمھاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔“

”وہ... وہ تہ خانے میں ہے۔“ اُس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

”تہ خانہ کدھر ہے؟ مجھے وہاں لے کر چلو۔“ میں نے اُس کے حلق پر ریوالور کی نال کا دباؤ بڑھا دیا۔

”تت... تم کیا کر رہے ہو، ریوالور ہٹاؤ... میں تمھیں لے کر چلتا ہوں لیکن تہ خانہ تو مقفل ہو گا۔“

”یہ مت کہنا کہ اُس کی چابی تمھارے پاس نہیں ہے ورنہ میں تمھیں گولی مار دوں گا۔“

ڈینیل کے چہرے پر مایوسی بکھر گئی۔ ”ہے، مگر اندر کمرے میں ہے۔“ اُس نے مضمحل انداز میں کہا۔

”چلو۔“ میں نے اُسے ریوالور سے کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا۔ ”لیکن اگر تم نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا کہ تم مجھ سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ نہیں کر سکو گے۔“

اُس نے خوفزدہ انداز میں سر ہلایا اور دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ دیا۔

”یہ بھی ذہن میں رہے کہ کمرے میں کم سے کم آواز پیدا کرنا اگر سوئی ہوئی لڑکی اُٹھ گئی تو مُفت میں جان سے جائے گی۔“

ڈینیل نے ایک بار پھر سر کو اثباتی جنبش دی اور دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو گیا۔ اُس نے نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں ہی دیوار گیر الماری کا پٹ کھولا اور اندر سے چابیوں کا ایک گچھا نکال لیا۔ میں ریوالور بدست اُس کے سر پر سوار تھا اور اُس کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ سے اس قدر خوف زدہ ہو گیا ہو گا کہ کسی قسم کی غلط حرکت کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا ہو گا مگر محتاط رہنا ضروری تھا۔

چابیوں کا گچھا نکال کر ڈینیل نے الماری کا پٹ احتیاط سے بند کیا اور ہم کمرے سے باہر نکل آئے۔ راہداری تک آ کر ڈینیل کا رُخ عمارت کے اندرونی حصّے کی طرف ہو گیا۔ میں اُسے ریوالور سے کور کیے اُس کے پیچھے چل رہا تھا۔ نچلی منزل پر واقع آخری کمرے کے سامنے پہنچ کر وہ رُک گیا۔

”تہ خانے میں جانے کا راستہ اس کمرے میں ہے۔“ اُس نے مجھے بتایا اور میں نے آگے بڑھ کر دروازے کا ہینڈل گھمایا مگر دروازہ مقفل تھا۔

”اندر کوئی موجود ہے؟“ میں نے اُس سے پوچھا۔

”ہاں۔“ ڈینیل نے جواب دیا۔ وہ پوری طرح مجھ سے تعاون پر آمادہ نظر آ رہا تھا۔ ”تہ خانے کی حفاظت کے خیال سے اس کمرے میں ہمیشہ ایک آدمی موجود رہتا ہے۔“

”تمھارے پاس اس کمرے کی چابی ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں، ہے۔“ ڈینیل نے کہا۔ ”تم سامنے سے ہٹو، میں دروازہ کھولتا ہوں۔“

”اور اندر جو محافظ موجود ہے اُس کا کیا کرنے گا؟“ میں نے کہا۔ ”کیا وہ مسلح ہوتا ہے؟“

”رات کے ڈھائی بج رہے ہیں، وہ بے خبر سو رہا ہو گا، ہم بہت خاموشی سے کام کریں گے۔“

میں نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ ڈینیل کو اندر موجود محافظ کی صورت میں اُمید کی ایک کرن دکھائی دے رہی تھی، اس لیے وہ مجھ سے اس قدر تعاون کر رہا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اب وہ خوفزدہ بھی نہیں رہا مگر اب مجھے کسی بات کی پروا نہیں رہی تھی۔ تہذیب کی بازیابی کے امکان کے بعد میں وہاں کشت و خون بھی کر سکتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ کسی مرحلے پر کوئی ایسی صورتِ حال پیش آ جائے جس کی وجہ سے میرا بعد کا منصوبہ تباہ ہو جائے مگر مجھے یہ بھی گوارا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ بعد کے مراحل کے لیے میں کوئی متبادل منصوبہ بھی بنا سکتا تھا مگر تہذیب کے اس قدر نزدیک پہنچ کر اُسے لیے بغیر واپس چلے جانا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔

ڈینیل نے اپنے پاس موجود چابی کے ذریعے دروازے کا ہضمی قفل کھول لیا اور سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

”دروازہ آہستگی کے ساتھ مگر پورا کھول دو۔“ میں نے دھیمی آواز میں کہا اور اُس کے عقب میں ہو گیا تاکہ اگر کمرے میں موجود محافظ کی جانب سے کوئی کارروائی ہو تو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پہلے ڈینیل اُس کی زد میں آتے۔

میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ڈینیل نے دروازہ کھول دیا۔ خود اُس نے اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔ شاید اُسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ ایسی کوئی کوشش کرکے وہ زندہ نہیں بچ سکے گا۔

کمرے کے اندر سے خراٹوں کی آوازیں آرہی تھیں اور اندر روشن نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں بیڈ پر چت لیٹا ہُوا شخص بھی صاف نظر آرہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے ڈینیل کی کمر سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے کہا۔ "اندر داخل ہو جاؤ۔"

ڈینیل آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور کمرے کے اندر داخل ہوگیا۔ میں اُس سے چند قدم پیچھے رہ گیا تھا۔ کمرے کے اندر داخل ہو کر وہ رُک گیا۔

میں نے چند لمحے انتظار کیا اور جب میں مطمئن ہوگیا کہ اندر کوئی خطرہ نہیں ہے تو میں بھی کمرے میں داخل ہُوا اور میں نے احتیاط سے دروازہ بند کرکے بولٹ کر دیا۔ ڈینیل کی طرف سے میں پوری طرح ہوشیار تھا۔

ایک محافظ کے سوا کمرے میں اور کوئی نہیں تھا اور وہ بھی سو رہا تھا۔ اُس کا سونا بھی برحق تھا۔ سونے سے قبل اُس نے دروازہ مقفل کر لیا تھا جس سے اُس کی محتاط طبیعت کا اندازہ ہوتا تھا، ورنہ عمارت کے گرد مضبوط حفاظتی حصار کے بعد کسی مزید حفاظتی تدبیر کی ضرورت کہاں باقی بچتی تھی۔

"تہ خانے کا راستہ کون سا ہے؟" میں نے سرگوشی میں ڈینیل سے پوچھا۔

"اس الماری کے اندر ہے۔" ڈینیل نے دیوار گیر الماری کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ دروازہ بھی مقفل ہوگا۔" میں نے سفاک لہجے میں کہا۔

"میں ساری چابیاں لے آیا ہوں۔" ڈینیل نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، تم نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا ہے اور میں تم سے بہت خوش ہوں۔ شاباش۔ میں تمھاری جان بخشی کر دوں۔ چلو اب جلدی سے وہ دروازہ بھی کھول ڈالو۔"

ڈینیل الماری کی طرف بڑھا اور میں لپک کر محافظ کے نزدیک پہنچا۔ ڈینیل کی پشت میری طرف تھی، اس لیے وہ دیکھ نہیں سکا کہ میں نے سوئے ہوئے شخص کی پیشانی پر ریوالور کی نال رکھ کر فائر کر دیا ہے لیکن اُس نے وہ ہلکی سی آواز ضرور سن لی تھی جو سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کی نال سے برآمد ہوئی تھی اور پھر محافظ کے حلق سے برآمد ہونے والے خراٹے بھی دفعتاً ہی ایک طویل خرخراہٹ میں تبدیل ہو گئے۔

ڈینیل یہ آوازیں سن کر بڑی تیزی سے پلٹا اور پھر مدھم روشنی کے باوجود اُسے یہ اندازہ کرنے میں دشواری نہیں ہوئی کہ میں نے محافظ کی چھٹی کر دی ہے۔

"تم نے... تم نے اسے مار ڈالا؟" ڈینیل نے تقریباً ہذیانی انداز میں کہا۔

"اگر تم اپنے آپ میں نہ رہے تو تمھیں بھی مار ڈالوں گا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں اور ایک تہذیب کے لیے اس پوری عمارت کو بم سے بھی اُڑا سکتا ہوں۔"

"م... میں تو تم سے تعاون کر رہا ہوں۔" ڈینیل نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اسی لیے زندہ نظر آرہے ہو اور جب تک تعاون کرتے رہو گے تمھیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

"ہم سب بے قصور ہیں۔" وہ گڑگڑایا۔ "یقین کرو تہذیب کو اولیو ہارڈ نے اغوا کرایا تھا۔"

"باتیں کم کرو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "چلو تہ خانے کا دروازہ کھولو۔"

ڈینیل لرزتے ہاتھوں سے الماری کا دروازہ کھولنے لگا اور میں نے کمرے کی لائٹ جلا دی۔ بیڈ پر محافظ کی لاش پڑی تھی جس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی تھی اور پیشانی پر واقع گول سوراخ سے خون بہہ بہہ کر اُس کے چہرے اور گردن پر سے ہوتا ہُوا تکیے کو تر کر رہا تھا۔ اُس کا مُنہ کھلا ہُوا تھا جیسے آخری وقت میں اُس نے کوئی فریاد کرنے کی کوشش کی تھی مگر موت نے اُسے مُنہ بند کرنے تک کی مہلت نہیں دی۔

میں نے بیڈ پر موجود چادر سے اُس کے مُردہ جسم کو ڈھک دیا اور ڈینیل کی طرف بڑھا جس نے الماری کا پٹ کھول لیا تھا۔ اُس نے جان بوجھ کر بیڈ کی طرف دیکھنے سے احتراز کیا تھا اور الماری کی طرف مُنہ کیے کھڑا تھا۔

"بتاؤ اب مجھے کیا کرنا ہے؟" اُس نے میری طرف رُخ کیے بغیر پوچھا۔

میں نے الماری کی طرف دیکھا اور بھنّا گیا۔ الماری اندر سے خالی تھی اور اُس کے عقبی تختے صاف نظر آرہے تھے۔

"کیا تم اپنی زندگی سے عاجز آچکے ہو ڈینیل؟" میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ "میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تہ خانے

کا دروازہ کہاں ہے؟"

ڈینیل مجھے کوئی جواب دیے بغیر آگے بڑھا اور اُس نے ایک چابی منتخب کرکے اُس چھوٹے سے سوراخ میں داخل کر دی جو مجھے نظر نہیں آسکا تھا۔ چابی گھما کر اُس نے الماری کے عقبی تختے کو ایک طرف دھکیلا اور میں نے حیرت سے دیکھا کہ الماری کا تختہ اپنی جگہ سے یوں کھسک گیا جیسے ریلنگ والا دروازہ کھسک جاتا ہے۔ جس جگہ الماری کا تختہ تھا وہاں اب تین فٹ چوڑا خلا نظر آرہا تھا۔

میں لپک کر ڈینیل کے نزدیک پہنچا اور ریوالور کی نال اُس کی گدّی سے لگا کر بولا۔ "تم مجھے تہذیب تک پہنچاؤ گے، سمجھ گئے؟"

"سمجھ گیا۔" ڈینیل نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ "لیکن اس کے لیے تمھیں میرے ساتھ تہ خانے میں چلنا پڑے گا۔"

"ضرور چلوں گا۔" میں نے سفاکی سے کہا۔ "مگر یاد رکھو، کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"مجھے اپنی جان بہت پیاری ہے۔" ڈینیل بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تمھاری مرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اُٹھاؤں گا۔"

میں چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر میں نے اُس سے کہا۔ "اب ہم تہ خانے میں داخل ہوں گے، تم آگے آگے ہو گے اور میں تمھارے پیچھے رہوں گا اگر تم نے کوئی آواز پیدا کرنے کی کوشش کی یا تہ خانے میں کچھ بولے تو میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تہ خانے کے اندر ہم صرف اشاروں کی زبان میں بات کریں گے، وہ بھی اگر ضرورت پڑی تو...."

ڈینیل کچھ کہے بغیر تہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف اندھیرا تھا مگر اُس نے کوئی بٹن دبایا اور تہ خانے کی طرف آنے والی سیڑھیاں منوّر ہو گئیں۔ میں نے حیرت سے دیکھا کہ سیڑھیوں پر قالین بچھا ہُوا ہے۔ سیڑھیوں کے اختتام پر پھر ایک دروازہ تھا۔ یہ دروازہ بھی مقفل تھا۔ ڈینیل نے اُسے بھی کھولا اور میں اس کے عقب میں تہ خانے کے اندر داخل ہو گیا۔ ڈینیل نے دیوار پر ٹٹول کر ایک سوئچ دبایا اور تہ خانے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ تہ خانے کی آرائش و زیبائش قابلِ دید تھی مگر اس کی طرف توجہ دینے کے لیے وقت نہیں تھا، اس لیے کہ ڈینیل اب اُس دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا جو دوسرے سرے پر دکھائی دے رہا تھا۔ اس دروازے کے مقفل ہونے پر مجھے خاصی حیرت ہوئی لیکن جب ڈینیل نے دروازہ کھولا تو میری حیرت میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔

دروازہ ایک نیم تاریک راہداری میں کھلا تھا۔ راہداری کی چھت سے جھولتا ہُوا ایک نہایت کم طاقت کا بلب وہاں کی فضا میں اپنی زرد روشنی بکھیر کر تاریکی کے احساس کو فزوں تر کر رہا تھا۔ راہداری کی دیواروں پر پلاستر بھی نہیں تھا اور فرش اُدھڑا ہُوا تھا۔ اس راہداری میں دونوں جانب آمنے سامنے چند کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں جن کے سلاخ دار دروازے بھی رنگ و روغن سے محروم تھے۔

ڈینیل انھی میں سے ایک کوٹھڑی کے سامنے جا کر رُکا اور اُس نے کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا۔ میں آگے بڑھ کر کوٹھڑی کے سامنے پہنچا تو میری آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ تنگ و تاریک کوٹھڑی کے نیم پختہ فرش پر پڑی ہوئی تہذیب کو پہچاننا تک مشکل تھا۔ اُس پر خاصا تشدد کیا گیا تھا۔

کوٹھڑی کا دروازہ کھلنے کی آواز سن کر تہذیب نے سر گھمایا تھا اور پھر دو آدمیوں کو دیکھ کر اُس نے اُٹھ بیٹھنے کی کوشش کی مگر شاید یہ بھی اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ میں اس کے ہاتھوں کی لرزش صاف محسوس کر رہا تھا۔ خون میری کنپٹیوں میں ٹھوکریں مار رہا تھا اور میرا جی چاہ رہا تھا کہ اس عمارت کو جہنم زار میں تبدیل کر دوں، اولیو ہارڈ کے پرخچے اُڑا دوں مگر مجھے اتنا ہوش تھا کہ اس وقت کوئی جذباتی قدم اُٹھانا خود میرے اور تہذیب کے لیے ہی مضر ثابت ہوگا۔

اس جذباتی کیفیت کے باوجود میں ڈینیل کی طرف سے بے خبر نہیں تھا جو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ میں نے سر گھما کر اُس کی طرف دیکھا تو وہ اپنی جگہ ساکت ہوگیا۔ اُس کے چہرے کی رنگت اُڑی ہوئی تھی.... اور وہ خوف سے بے حال ہو رہا تھا۔ میں اُس کے خوف کا سبب سمجھ سکتا تھا۔ اُسے خطرہ تھا کہ تہذیب کو اس حال میں دیکھ کر کہیں میں ڈینیل کے خلاف ہی کوئی قدم نہ اُٹھا بیٹھوں۔

میں نے خود کو حتی الامکان پُرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے ڈینیل کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور وہ لرزتا کانپتا میرے قریب آگیا۔ اُسے اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے ہوئے میں کوٹھڑی کے اندر داخل ہُوا اور تہذیب کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ ڈینیل کوٹھڑی کے دروازے پر کھڑا تھا اور میرے ریوالور کا رُخ اُس کی طرف تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ خطرناک ترین وقت ہے۔ ڈینیل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میری لمحاتی غفلت سے بھی فائدہ اُٹھا کر کم از کم بھاگنے کی کوشش ہی کر سکتا تھا، اس لیے میں کچھ زیادہ ہی محتاط ہوگیا تھا۔

تہذیب کی حالت بے حد خراب تھی۔ اس کی ذہنی حالت بھی متاثر معلوم ہوتی تھی مگر اس کی قوتِ تجزیہ اس حد تک ضرور بیدار تھی کہ اُس نے مجھے اپنا کوئی دُشمن نہیں سمجھا، اس لیے کہ اس کے دُشمنوں میں ایک میرے ریوالور کی زد پر تھا۔ میں نے اُسے اشارے سے خاموش رہنے کو کہا۔ معلوم نہیں کیوں مجھے شبہ تھا کہ اس تہ خانے میں خفیہ مائکروفون ضرور نصب ہوں گے جن کے ذریعے یہاں کی آوازیں کہیں اور بھی سُنی جاسکتی ہوں گی۔

میرے اشارے پر تہذیب نے اثبات میں سر ہلانے کی کوشش کی اور میرا دل خوشی سے بلّیوں اُچھلنے لگا۔ اس کا ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا، ورنہ وہ میرا اشارہ کیسے سمجھتی پھر میں نے تہذیب کو اُٹھانے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو اُس نے میرا سہارا قبول کرلیا۔ میں بہ مشکل اُسے بٹھانے میں کامیاب ہُوا۔ بہ مشکل اس لیے کہ مجھے اپنی زیادہ تر توجہ ڈینیل کی طرف مرکوز رکھنا پڑ رہی تھی۔ ڈینیل مجھ سے لاکھ خوفزدہ سہی مگر میں یہ امکان نظر انداز کرنے کو تیار نہیں تھا کہ وہ موقع پاتے ہی فرار ہونے کی کوشش کرے گا۔

میں نے تہذیب کو کھڑے ہونے کا اشارہ کیا اور اُس نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ اُسے کھڑے ہونے کے لیے اچھی خاصی جدوجہد کرنا پڑی تھی۔ اُس کے جسم پر رعشہ بھی تھا اور میں محسوس کر رہا تھا کہ اُس کے جسم پر زخم بھی ہیں لیکن میں اپنا ذہن بٹائے رکھنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ کسی قسم کی جذباتیت کا شکار ہونے سے بچا رہوں۔

کھڑے ہونے کے بعد تہذیب کو سہارا دے کر کوٹھری سے باہر نکال لانے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ ڈینیل کوٹھری کے دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا تھا اور اب مجھے اس کی طرف سے اتنا زیادہ خطرہ نہیں رہ گیا تھا۔

تہذیب کو کوٹھری سے نکال لینے کے بعد میں اچانک ہی بڑی پھرتی سے جُھکا اور پلک جھپکتے میں، میں نے اُسے اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھالیا۔ ڈینیل نے حیرت سے مجھے دیکھا، اس لیے کہ ریوالور بدستور میرے دائیں ہاتھ میں دبا ہُوا تھا اور اُس کا رُخ اب بھی ڈینیل کی طرف تھا۔ تہذیب نے ذرا بھی مزاحمت نہیں کی تھی۔ شاید وہ مجھے پہچان چکی تھی۔

میں نے اپنے ریوالور والے ہاتھ سے ڈینیل کو چلنے کا اشارہ کیا جو حیرت سے پلکیں جھپکا رہا تھا۔ وہ کوٹھری کا دروازہ بند کرنے کے لیے آگے بڑھا مگر میں نے اُسے اشارے سے منع کیا اور اُس نے نہایت فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرے کہنے پر عمل کیا۔ شاید اُسے اپنی جان بخشی کی اُمید پیدا ہو چلی تھی۔

تہ خانے سے باہر نکل کر اُس نے تہ خانے کا داخلی دروازہ بند کرنے کی کوشش کی مگر میں نے اُسے روک دیا۔

"سیدھے عمارت سے باہر نکل چلو۔" میں نے اُس سے کہا۔ "کہیں رُکنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

تہذیب بدستور میرے دونوں ہاتھوں پر موجود تھی۔ میری آواز سُن کر بولی۔ "تم نے آنے میں بہت دیر کی علی۔" اس کی آواز بہت نحیف تھی۔

"تھوڑی دیر اور صبر کرو جانِ علی۔" میں نے کہا۔ "ذرا اس عمارت سے نکل جائیں پھر شکوے شکایت کرلینا۔"

عمارت کے دروازے سے باہر آکر ڈینیل رُک گیا اور سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھنے لگا۔

"تمھاری کار کہاں ہے؟" میں نے اُس سے کہا اور وہ بغیر کچھ کہے عمارت کے پہلو کی طرف چل پڑا۔ میں اُس کے پیچھے پیچھے تھا۔

عمارت کے پہلو میں کئی کاریں کھڑی نظر آئیں۔ ڈینیل اُن میں سے ایک کار کے نزدیک پہنچ کر رُک گیا۔ "یہ لو کار کی چابی۔" اُس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "کار تم لے جاؤ۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس چابی سے دروازہ کھولو اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

"میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کیا کروں گا؟" اس نے بوکھلا کر کہا اور میں نے اپنے ریوالور والے ہاتھ کو جنبش دی۔

"اس عالم میں بھی درست ترین نشانہ لے سکتا ہوں۔" میں نے خوفناک لہجے میں کہا۔ "یقین نہ ہو تو اب مجھ سے جرح کر کے دیکھ لو۔ میں تمھارے پیٹ میں گولی ماروں گا تاکہ تم تڑپ تڑپ کر مرو۔"

ڈینیل کی رنگت ایک بار پھر اُڑ گئی مگر اُس نے مزید ردو قدح کرنے کے بجائے میرے کہنے کے مطابق ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ نہ صرف یہ بلکہ عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عقبی نشست کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے تہذیب کو عقبی نشست پر لٹایا اور پھر خود بھی اُس کے پاس بیٹھ گیا۔

"کار اسٹارٹ کر کے چلاؤ ڈینیل۔" میں نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "جس قدر تم مجھ سے تعاون کرو گے اُتنا ہی تمھارے زندہ رہنے کے امکانات بڑھتے چلے جائیں گے۔"

"ہمیں کہاں جانا ہوگا؟" ڈینیل نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا میں تمھیں نیوآرک شہر جانے والے راستے کا نقشہ بنا کر دوں مائی ڈیئر ڈینیل؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے کیا معلوم تھا کہ تمھیں کہاں جانا ہے۔" ڈینیل نے بڑبڑا کر کار چلادی۔

تہذیب کا سر میرے زانو پر رکھا ہُوا تھا اور میں ہولے ہولے اس کا سر سہلا رہا تھا۔ تہذیب پر شاید غنودگی طاری ہوگئی تھی، ورنہ وہ ضرور کچھ نہ کچھ بولتی۔ اس وقت مجھے اپنی رگوں میں خون کے بجائے دہکتا ہُوا لاوا دوڑتا محسوس ہو رہا تھا۔ تہذیب کو تشدّد کا نشانہ بنا کر اُس نے اچھا نہیں کیا تھا۔ وہ اس خوش فہمی کا شکار ہوگیا تھا کہ مجھے تہذیب کے اغوا کا علم نہیں ہوسکے گا۔ اپنی اس خام خیالی کی بنا پر وہ کھُل کھیلا تھا۔ میں تو خیر اُس کا حریف تھا ہی۔ . . اگر وہ میرے خلاف کچھ کرتا یا مجھ پر تشدّد کرتا تو درست تھا لیکن اُس نے جو بُزدلانہ حرکت کی تھی اُسے اس کا خمیازہ بُھگتنا تھا اور بہت جلد بھگتنا تھا۔ میں نے جو منصوبہ بنایا تھا وہ اُس کی زد سے نکل نہیں سکتا تھا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ عمارت میں میری سرگرمیاں کسی کی نظر میں نہیں آسکی تھیں اگر مجھے وہاں دیکھ لیا جاتا تو میرا کام دُشوار تر ہو جاتا۔

صبح کے تین بجے نیوآرک کی سڑکوں پر ڈینیل کی کار سُبک رفتاری سے رواں دواں تھی۔ میں اُسے راستہ بتاتا جا رہا تھا اور وہ بے چون و چرا میری ہر ہدایت پر عمل کر رہا تھا۔ اُسے یہ علم جو تھا کہ میرے ہاتھ میں ریوالور دبا ہُوا ہے جس کا رُخ اسی کی طرف ہے اور تھوڑی ہی دیر قبل وہ اس ریوالور کی کارکردگی اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی چکا تھا۔

پیٹر کے بنگلے پر پہنچ کر میں نے اُس سے کار روک دینے کو کہا۔ پیٹر شاید بنگلے کے احاطے میں ہی تھا اور میری واپسی کا منتظر تھا، اس لیے کہ کار رُکتے ہی اُس نے پھاٹک سے سر نکال کر جھانکا تھا۔ میں نے عقبی کھڑکی سے سر باہر نکالا اور پیٹر نے مجھے دیکھ کر بنگلے کے چوکیدار سے پھاٹک کھلوا دیا۔

"تم اسے سنبھالو۔" بنگلے کے اندر کار رُکنے کے بعد میں نے ریوالور پیٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور پیٹر نے ریوالور میرے ہاتھ سے لے کر ڈینیل کو کور کرلیا۔

"چلو، نیچے اُترو۔" پیٹر غرایا۔ "تم لوگوں نے بہت تنگ کیا ہے، اب میں تمھیں مزہ چکھاؤں گا۔"

"مزہ چکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے تہذیب کو کار سے نکالتے ہوئے کہا۔ "اسے میں ایک خاص مقصد کے تحت لایا ہُوں لہٰذا ابھی اسے صرف قید رکھنا ہے۔"

"تم . . . میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟" ڈینیل نے ہکلا کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

میں اُسے جواب دینے کی زحمت کیے بغیر تہذیب کو ہاتھوں پر اُٹھائے بنگلے کی اندرونی سمت بڑھ گیا۔ اندر پیٹر اور سلویا موجود تھے اور بے چینی سے میرے منتظر تھے۔ مجھے دیکھ کر اُنھوں نے سوالات کرنے شروع کردیے مگر میں انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے سیدھا بیڈروم کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں میرے پیچھے پیچھے آئے تھے۔

تہذیب کو بیڈ پر لٹا کر میں پیٹر کی طرف پلٹا۔ "جلدی سے کسی ڈاکٹر کا بندوبست کرو۔" میں نے اُس سے کہا۔ "تہذیب کی حالت خاصی تشویشناک ہے۔"

موقع کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے پیٹر نے کوئی سوال نہیں کیا اور فوراً ہی بیڈروم سے چلا گیا۔ تہذیب نے آنکھیں کھول دی تھیں اور ہولے ہولے کراہ رہی تھی۔

"اُن لوگوں نے مجھ پر بہت تشدّد کیا ہے علی!" تہذیب نے اٹک اٹک کر کہا۔ "اب مزید تشدّد برداشت کرنے کی تاب نہیں رہ گئی تھی اگر تم نہ آجاتے تو بس اب میں ایک دو دن کی مہمان رہ گئی تھی۔"

میں تہذیب کے پاس بیٹھ گیا۔ "تم آرام کرو تہذیب!" میں نے اُسے ہولے سے تھپکا۔ "میں نے ڈاکٹر کو بُلوایا ہے، اب تم قید میں نہیں ہو، کچھ مت سوچو اور سونے کی کوشش کرو۔"

"اولیویا ورڈ نے بہت بُرا کیا ہے علی!" تہذیب کراہی۔ "تم نے اُسے ہمیشہ ڈھیل دی اور اس نے یہ صلہ دیا۔"

"ماضی میں جو کچھ بھی ہُوا اُسے بھول جاؤ، اب نیا سورج طلوع ہوگا، نئے دن کا آغاز ہوگا۔ ممکن ہے آنے والا دن اولیویا ورڈ کے لیے احتساب کا دن ہو مگر میں تم سے آرام کرنے کو کہہ رہا ہُوں۔"

"اس سے زیادہ آرام اور کیا ہوسکتا ہے۔" تہذیب نے مُسکرانے کی ناکام کوشش کی۔ "میں آرام دہ بیڈ پر دراز ہُوں، قید میں نہیں ہُوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تم میرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ساتھ ہو۔"

سلویا اُٹھ کر میرے نزدیک آئی اور عقب سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی "میں بھی تو ڈاکٹر ہوں اگر تم تھوڑی دیر کے لیے باہر چلے جاؤ تو میں ان کا معائنہ کر لوں۔"

"معاف کرنا سلویا۔" میں نے شرمندگی سے کہا "میرا ذہن پوری طرح کام نہیں کر رہا، ورنہ میں کسی اور ڈاکٹر کو کیوں بُلواتا۔"

"میں سمجھتی ہوں۔" سلویا نے اثبات میں سر ہلایا "کل بھی تم رات بھر جاگتے رہے تھے، ڈیڑھ دو گھنٹے سونے سے بھی کہیں نیند پوری ہوتی ہے اور اب یہ پریشانی۔" وہ تہذیب کے پاس بیٹھ گئی اور میں اُٹھ کر کمرے سے نکل آیا۔ میں اُس وقت اپنی زندگی کی شدید ترین کشمکش میں گرفتار تھا۔ تہذیب کی حالت دیکھ کر میرا جی چاہتا تھا کہ اولیو ہاورڈ کو اس کے مسکن سمیت تباہ و برباد کر دوں مگر میرے پیروں میں مصلحت کی زنجیر پڑی ہوئی تھی۔

میں مضطربانہ انداز میں راہداری میں ٹہلنے لگا۔ میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اولیو ہاورڈ کی جرأتیں اس حد تک بھی بڑھ سکتی ہیں۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تہذیب کو تشدد کا نشانہ بنا کر اس نے اپنے حق میں کتنا بُرا کیا ہے جو کچھ اُس نے بویا وہ اب کاٹنا تھا مگر فصل کی تیاری میں وقت تھا اور کوئی بھی فصل وقت سے پہلے کاٹنا ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

چند ہی منٹ بعد مجھے بڈ نظر آیا جو بیڈ روم کی طرف آ رہا تھا۔ مجھے یوں ٹہلتے دیکھ کر اُس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں "خیریت تو ہے چیف؟" اس نے سنجیدگی سے کہا "میڈم کیسی ہیں؟"

"تم دیکھ ہی چکے ہو، اس پر سخت تشدد کیا گیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نے دیکھا تھا چیف! میڈم کی حالت خاصی خراب ہے مگر مجھے تمہارے سکون پر حیرت ہو رہی ہے۔"

"سکون؟" میں تلخی سے ہنسا "تہذیب کو اس حال تک پہنچانے کے ذمے داروں کے ساتھ میں جو کچھ بھی کروں کم ہے۔"

"مگر کب؟" بڈ نے بے صبری سے کہا "وہ لوگ تو فوری سزا کے مستحق تھے، تم انھیں سزا دیے بغیر واپس کیسے آ گئے چیف؟"

"ابھی اُن کی زندگی کی کچھ سانسیں باقی رہ گئی تھیں، جب تک وہ پوری نہیں ہو جائیں گی کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"مجھے حکم دو چیف، جو ہاتھ میڈم پر اُٹھا ہے آئندہ وہ کسی پر نہیں اُٹھ سکے گا۔"

"سلویا، تہذیب کا معائنہ کر رہی ہے۔" میں نے بات بدلتے ہوئے کہا "اس لیے میں باہر ٹہل رہا ہوں۔ پیٹر سے میں نے کسی ڈاکٹر کا بندوبست کرنے کو کہا تھا، معلوم نہیں وہ کہاں رہ گیا؟"

میرا جملہ ختم ہونے سے قبل ہی راہداری کے موڑ پر پیٹر نمودار ہوا۔ اُس کے ہمراہ ایک لیڈی ڈاکٹر بھی تھی۔ میں نے وقت ضائع کیے بغیر لیڈی ڈاکٹر سے اندر جانے کو کہا اور پیٹر میرے ساتھ ہی رُک گیا۔

"ڈینیل کو کہاں قید کیا؟" میں نے بڈ سے پوچھا۔

"البرٹ کے ساتھ ہی۔" بڈ نے بتایا "ڈینیل کے ساتھ ہی میں نے اس کے ہاتھ پیر بھی باندھ دیے ہیں۔"

"ہوں۔" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا اور بیڈ روم کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم نے ہمیں واپس بھیج دیا تھا چیف۔" بڈ نے کہا "میڈم کو نکالنے میں تمھیں کوئی دُشواری تو پیش نہیں آئی؟"

"نہیں۔" میں نے چونک کر کہا "ڈینیل ریوالور کے زور پر مجھ سے تعاون کرنے کے لیے مجبور تھا۔"

"اس قسم کی مہمات تمھیں تنہا نہیں سرانجام دینی چاہئیں، تم کسی مشکل میں بھی پھنس سکتے تھے۔"

"مجھے تم پر حیرت ہوتی ہے۔" پیٹر بولا "یا تو یہ عالم تھا کہ ایک باقاعدہ منصوبہ بنا کر بھی تم نے اُدھر کا رُخ نہیں کیا یا اب یہ حالت ہے کہ اکیلے ہی عمارت میں گھس گئے۔"

"یہ سب وقت اور حالات کے تقاضے ہیں۔ کوئی بھی قدم اُٹھاتے وقت میں صرف یہ بات مدِنظر رکھتا ہوں کہ خطرہ کم سے کم لاحق ہو۔"

"مجھے تفصیل کا علم نہیں ہو سکا۔" پیٹر نے کہا۔ اُس کے لہجے سے اضطراب ظاہر ہو رہا تھا "کیا وہاں اولیو ہاورڈ بھی موجود تھا، کیا تم نے اُسے ٹھکانے لگا دیا؟"

"نہیں پیٹر!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میرا اولین مشن تو تہذیب کو اُس کے قبضے سے نکالنا تھا۔"

"میں نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، تمھاری دوست کی حالت بہت خراب ہے اور اس کا ذمے دار بھی وہی مردود ہے۔" پیٹر نے کہا۔

"میں تمھارا مطلب سمجھ رہا ہوں پیٹر! تہذیب پر تشدد کرنے کا تنہا ذمے دار اولیو ہاورڈ ہی ہے لیکن یہ وقت ایسا نہیں تھا کہ میں اس کے خلاف کچھ کرتا۔"

"مجھے اتنا سنہری موقع ملتا تو کبھی اُسے معاف نہ کرتا۔ مجھے حیرت ہوتی ہے، تمھاری رگوں میں دوڑتا ہوا لہو بہت سرد ہے۔"

"میری رگوں میں ایک ایسے آتش فشاں کا لاوا دوڑ رہا ہے جو کبھی ٹھنڈا نہیں ہوتا۔"

"تم غلط کہہ رہے ہو، اگر ایسا ہوتا تو تم کبھی سکون سے نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ تمھیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم کسی غیر معمولی صورتِ حال سے دوچار ہو۔"

"ابھی مجھ میں اتنی سکت ہے کہ میں اولیو ہاورڈ کی زیادتیاں برداشت کر سکوں۔ ابھی میرے ضبط کا پیمانہ لبریز نہیں ہوا۔ جس روز ایسا ہوا وہ اولیو ہاورڈ کی زندگی کا آخری دن ہو گا۔"

پیٹر مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ اولیو ہاورڈ کو فوراً سے پیشتر ہی اُس کے انجام تک پہنچا دینا چاہتا تھا مگر یہ اُس کے بس میں نہیں تھا۔ اُس کے خیال میں، میں یہ کارنامہ سرانجام دے سکتا تھا، اس لیے وہ وقتاً فوقتاً مجھے اُکسانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ اپنی شدید خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مجھے اشتعال دلانے کی کوشش کرتا تھا لیکن اس طرح وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ میں ایک متعین وقت تک انتظار کرنے کے لیے مجبور تھا۔

کچھ دیر بعد سلویا کمرے سے باہر آئی۔ اُس کے ساتھ تو لیڈی ڈاکٹر بھی تھی "میں نے انھیں سب کچھ سمجھا دیا ہے۔" لیڈی ڈاکٹر نے سلویا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پیٹر سے کہا اور خاموشی سے چلی گئی۔ میں نے سوالیہ نظروں سے سلویا کو دیکھا۔

"اُن کے پورے جسم پر زخم ہی زخم ہیں۔" سلویا نے دھیمی آواز میں کہا "مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ان پر اتنا شدید تشدد کیا گیا ہو گا۔ یقیناً وہ ایک غیر معمولی خاتون ہیں۔ کسی عام لڑکی کے لیے اتنا تشدد برداشت کرنا ممکن نہیں ہو سکتا۔"

"اب اُس کی حالت کیسی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ڈاکٹر نے مرہم اور دوائیں لگانے کو دی ہیں، کھانے کی دوائیں بھی ہیں، اس کے علاوہ مسکن دوا اور انجکشن بھی دے دیا ہے۔"

مسکن دوا کا نام سنتے ہی میں بیڈ روم کی طرف جھپٹا۔ تہذیب کے چہرے سے قدرے طمانیت ظاہر ہو رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی بھی تھی۔

"ایک بار پھر میں تمھارے لیے زحمت کا باعث بن رہی ہوں۔" اس نے کہا "اور اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ تم سے علیحدہ رہ کر کام کروں گی۔"

"جو زحمت کا باعث بنا ہے وہ کیفرِ کردار کو ضرور پہنچے گا۔" میں نے اُس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا "تم علیحدہ رہ کر کام کرنا چاہو گی تو میں تمھیں روکوں گا نہیں۔" اس وقت اُس سے اختلاف کرنا مناسب نہیں تھا۔

"تمھیں معلوم ہے، اولیو ہاورڈ نے مجھ پر اتنا تشدد کس مقصد کے تحت کیا ہے؟"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا "اُس کا خیال ہے کہ ہمارے پاس ڈی فوسٹر والے فارمولوں کی نقلیں موجود ہیں۔"

تہذیب کا مُنہ حیرت سے کُھل گیا "تمھیں کیسے معلوم ہوا۔ کیا اُس نے تم سے بھی اس قسم کی کوئی بات کی تھی؟"

"نہیں، بلکہ اُس نے تو مجھے یہ تاثر دیا تھا جیسے اُسے یقین ہو کہ فارمولوں سے متعلق اب ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔"

"بہت چالاک ہے۔" تہذیب بولی "اُسے اندازہ ہو گا کہ تمھاری زبان کسی طرح بھی نہیں کھلوا سکے گا۔"

"لیکن وہ تمھارے معاملے میں دھوکا کھا گیا۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ تمھارے اعصاب اس قدر مضبوط ہوں گے۔"

"انھوں نے میرے جسم کی کھال تقریباً اُدھیڑ کر رکھ دی ہے علی!" تہذیب نے کہا "اگر فارمولوں کی نقلیں ہمارے پاس ہوتیں تو اس تشدد سے بچنے کے لیے میں انھیں ضرور آگاہ کر دیتی۔"

"تم نے جس قدر تشدد برداشت کیا ہے، اس کا مداوا تو نہیں ہو سکتا لیکن اس سے اتنا فائدہ تو بہرحال ہوا ہے کہ اولیو ہاورڈ مزید احساسِ کمتری کا شکار ہو گیا ہو گا۔"

"وہ کس طرح؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"اُس نے اس یقین کے ساتھ ہی تم پر تشدد کیا تھا کہ تمھاری زبان کھلوا لے گا۔ ظاہر ہے یہ ناکامی اُسے احساسِ کمتری میں مُبتلا کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس سے قبل بھی بہت سے مواقع پر وہ میرے خلاف ناکام ہوا ہے اور میرے مقابلے پر کسی نہ کسی طرح خود کو کمتر ضرور محسوس کرنے لگتا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ خود کو زبان کھلوانے کا ماہر تصور کرتا ہے۔"

"مجھ پر جو تشدد ہوا اُسے تھرڈ ڈگری سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔" تہذیب بولی۔ "ابھی اس نے تشدد کے دوسرے طریقے تو آزمائے ہی نہیں تھے اور پھر مجھے کچھ معلوم بھی تو نہیں تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ بہرحال خوف زدہ تھا ورنہ اُسے کسی بھی قسم کے تشدد سے روکنے والا کون تھا۔"

"مَیں نے بھی یہی محسوس کیا ہے۔ اُسے یہ خوف بہرحال لاحق تھا کہ مجھ پر جتنا تشدد کرے گا اس کا حساب اُسے بہرحال دینا پڑے گا۔"

"اس کے علاوہ اس نے لگی کو میرے پیچھے لگا یا، جو میرے ہاتھوں انجام کو پہنچ گئی پھر اُس نے سلویا کو مجھ سے معلومات حاصل کرنے کے لیے منتخب کیا۔ یہ اُس کی بدقسمتی اور میری خوش قسمتی کہ سلویا، ہاروت رابیل سے پہلے سے ہی بدظن تھی۔ اُسے مجھ تک پہنچنے کا موقع ملا تو اُس نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا اور اب وہ میرے ساتھ مل کر کام کر رہی ہے۔"

"کیا اُس عمارت میں تم اُسی کی مدد سے داخل ہوئے تھے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"تربیت یافتہ کتوں کی موجودگی میں سلویا کی مدد کے بغیر عمارت میں خاموشی سے داخل ہونا ناممکن تھا۔"

تہذیب کی آنکھوں سے نیند کا خمار جھلکنے لگا تھا۔ ڈاکٹر نے اُسے تکلیف سے نجات دلانے کے لیے جو خواب آور ادویات دی تھیں انھوں نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا تھا۔

"اب تم آرام کرو تہذیب۔" مَیں نے اُس کے پاس سے اُٹھنے کی کوشش کی مگر اُس نے میرے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔

"نہیں علی!" وہ تڑپ کر بولی۔ "آرام سے زیادہ مجھے تمھاری ضرورت ہے۔"

اُس کا دل بڑھانے کے لیے میں ہنسا ورنہ میرے اندر ایک ایسی آگ جل رہی تھی جس کی موجودگی میں ہنسنا تو دُور کی بات ہے میرے لیے مسکرانا تک ممکن نہیں تھا۔

"مَیں تمھارے پاس ہی تو ہُوں جانِ علی! سو کر اُٹھو گی تو اپنے پاس ہی پاؤ گی۔"

"مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔ ابھی تو مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ تم پر کیا گزری تھی۔"

"یہ باتیں تم بڈ سے بھی معلوم کر سکتی ہو۔" مَیں کوشش کے باوجود اُس سے اپنی اضطرابی کیفیت نہیں چھپا سکا۔

"مَیں تمھارے مُنہ سے سُننا چاہتی ہُوں۔" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ خواب آور دواؤں کے خلاف شدید مزاحمت کر رہی تھی۔

"اس وقت تمھاری حالت بھی ٹھیک نہیں ہے، تہذیب! یہ باتیں کسی اچھے وقت کے لیے اُٹھا رکھو۔"

"کیوں، تمھیں کیا ہُوا؟"

"کل رات مَیں صرف دو گھنٹے کی نیند لے سکا تھا اور اس وقت اتنے کام نمٹانے ہیں۔۔۔!"

"کام پھر ہوتے رہیں گے۔" تہذیب نے میری بات کاٹ کر کہا۔ "آرام کرنے کے بعد تم سکون اور یکسوئی سے کام کر سکو گے۔"

"وقت بہت کم ہے تہذیب اور کام بہت زیادہ... مجھے خدشہ ہے کہ وقت شاید ہی مجھے اپنے کام پورے کرنے کی مہلت دے۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں زیادہ اصرار نہیں کروں گی۔" تہذیب نے کہا۔ اب اس کے لیے آنکھیں کھُلی رکھنا بھی مشکل ہو گیا تھا۔

چند منٹ کے اندر اندر وہ دُنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہو گئی۔ مَیں نے اُسے چادر اوڑھائی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

بڈ، سلویا اور پیٹر مجھے کمرۂ نشست میں ملے۔ اُن کے درمیان کسی مسئلے پر بڑی زوردار بحث ہو رہی تھی مگر مجھے دیکھ کر وہ خاموش ہو گئے۔

"میڈم کی طبیعت کیسی ہے چیف؟" بڈ نے پوچھا۔

"سلویا نے تمھیں بتا ہی دیا ہو گا۔" مَیں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اس کی حالت سنبھلنے میں چند روز لگیں گے۔"

"اب تمھارا کیا پروگرام ہے ایلن؟" پیٹر نے پوچھا۔

"سب سے پہلے تو البرٹ پر نفسیاتی تشدد کیا جائے گا تاکہ وہ اولیو ہارڈ کو بچی کی زندگی کے بارے میں یقین... دلا سکے۔"

"میڈم تو آزاد ہو گئی ہیں چیف! اب ان سب باتوں کی کیا ضرورت ہے بس اسے موت کے گھاٹ اُتار دو۔"

"مسٹر بڈ کا کہنا درست ہے ایلن!" پیٹر بولا۔ "ہم پہلے ہی بہت انتظار کر چکے ہیں، اب تو راست اقدام کی ضرورت ہے۔"

"مَیں ان دونوں سے متفق ہُوں۔" سلویا نے تیزی سے کہا۔ "اولیو ہارڈ ایک درندہ ہے، اب تمھارے پاس اُسے ڈھیل دینے کا کوئی جواز نہیں رہ گیا۔"

مَیں نے باری باری اُن تینوں کو دیکھا پھر میری نظر پیٹر پر ٹھہر گئی۔ "تم نے میرا بہت ساتھ دیا ہے پیٹر! اگر اتفاقاً تم سے ملاقات نہ ہوتی تو مجھے بہت دُشواریاں پیش آتیں۔"

"اس میں میری غرض بھی شامل تھی۔" پیٹر نے پہلو بدل کر کہا۔ "مَیں نے ایک شخص کے خلاف تم سے اتحاد کیا تھا۔"

"مجھے اپنی بات پوری کر لینے دو پیٹر!" مَیں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "مَیں جانتا ہُوں کہ اولیو ہارڈ سے دُشمنی کے باعث تم مجھ سے مل گئے تھے اور مَیں یہ جاننے کے باوجود بھی تمھارا مشکور ہُوں۔ تم نہ ملتے تب بھی میرا مشن جاری رہتا۔ تاہم مَیں اتنی آسانی سے کام نہیں کر سکتا تھا۔ مَیں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ مَیں تمھارے دُشمن کو عبرت ناک موت سے ہمکنار کروں گا۔ مَیں اب بھی اپنے وعدے پر قائم ہُوں مگر میری تم سے ایک درخواست ہے۔"

"درخواست نہیں حکم کرو اور پلیز مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش مت کرو، مَیں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔"

"تمھاری جلد بازی اور بے صبری شروع سے ہی میرے لیے تکلیف دہ رہی ہے اگر تمھیں مجھ پر اعتماد ہے تو معاملہ مجھ پر چھوڑ کے مطمئن ہو جاؤ۔"

"بات بے اعتمادی کی نہیں ہے۔ اولیو ہارڈ کو جلد از جلد کیفرِ کردار تک پہنچانے کے معاملے میں مسٹر بڈ تک مجھ سے متفق ہیں۔"

"یہ فیصلہ بہرحال مجھے کرنا ہے کہ یہ کام کب اور کس طرح انجام دینا ہے۔"

"مَیں یہ بات تسلیم کرتا ہُوں۔" پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اور مَیں اتنا جلد باز بھی نہیں ہُوں جتنا تم سمجھ رہے ہو لیکن کیا تم انسان کی فطری تجسس پسندی سے واقف نہیں ہو؟"

مَیں نے ایک طویل سانس لی۔ "مَیں تمھارا مطلب سمجھ رہا ہُوں مسٹر پیٹر!" مَیں نے کہا۔ "تمھاری بے چینی کا بنیادی سبب غالباً یہ ہے کہ تم میری اصل شخصیت سے واقف نہیں ہو۔"

"مَیں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" پیٹر نے صاف گوئی سے کہا۔ "لیکن مجھے یہ خلفشار ہے اور شاید میری بے چینی کا سبب بھی یہی ہے۔"

"یہ قطعی ضروری نہیں تھا کہ مَیں تمھیں اپنے بارے میں کچھ بتاتا لیکن معاملات اب جس نہج پر پہنچ چکے ہیں اس کے پیشِ نظر مَیں ضروری سمجھتا ہُوں کہ تمھیں اپنے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور بتا دوں۔"

"اگر اپنی شخصیت کو روشنی میں لانا تمھاری کسی مصلحت کے خلاف ہے تو مَیں اس پر اصرار نہیں کروں گا۔"

"مَیں نے کہا نا کہ اب تمھیں اپنے بارے میں بتانا میرے لیے ضروری ہو گیا ہے۔ اس بات کا امکان ہے کہ معاملہ طول کھینچ جائے۔ مَیں چاہتا ہُوں کہ اگر ایسا ہو تو تم پُرسکون رہو کیونکہ اگر تم نے جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے طور پر اولیو ہارڈ کے خلاف کوئی قدم اُٹھانے کی کوشش کی تو اس سے میرے معاملات متاثر ہونے کا خطرہ ہے اور مَیں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گا۔"

"لیکن معاملے کو طول کیوں دیا جائے۔ آخر ایسی کون سی رکاوٹ ہے جسے عبور کرتے ہوئے تم ہچکچا رہے ہو؟"

"یہ بات تو تم جانتے ہی ہو گے کہ اولیو ہارڈ یہودی مفادات کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"ہاں یہ بات میرے علم میں ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "اور صرف اس لیے کہ مَیں برسوں سے اس کی تاک میں ہُوں۔ وقتاً فوقتاً اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔"

"وہ عرب مفادات کے خلاف کام کر رہا ہے اور مَیں اس کے خلاف یعنی عرب مفادات کے لیے سرگرداں ہُوں۔" مَیں نے کہا اور پیٹر چونک پڑا۔

"یہ اندازہ تو مجھے تھا۔ اب تمھارے کہنے سے بات یقین کی حدود میں داخل ہو گئی ہے لیکن یہ بات اب بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ اس قدر شدید اختلاف کے باوجود تم اُسے ڈھیل دینے پر کیوں آمادہ ہو؟"

"اولیو ہارڈ نے ہاروت رابیل کے ساتھ مل کر کوئی بہت خوفناک سازش کی ہے جس کے بارے میں ابھی مکمل معلومات حاصل نہیں ہو سکی ہیں۔"

"اُس کی تو پوری عمر سازشیں کرنے میں ہی گزری ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "اگر اُن دونوں کو ختم کر دیا جائے تو سازش خود بخود دفنا ہو جائے گی۔"

"یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ سازش کیا ہے۔ ان دونوں کو ختم کرنے سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ سازش کی بیخ کنی کر دی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے بعد کسی اور کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ذریعے سازش پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔"

پیٹر چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "میری تسلی کے لیے ضروری ہے کہ تم مجھے پوری بات بتاؤ، ممکن ہے میں کوئی ایسا حل پیش کر سکوں جو تمہارے لیے قابلِ قبول ہو۔"

میں نے مختصراً اُسے اُس فیکٹری کے بارے میں بتایا جو شام میں قائم کی گئی تھی۔ "جب میں ایک سفیر کو ہی قائل نہیں کر سکا تو شام کے حکام کو کس طرح مطمئن کر سکوں گا۔" اُسے سب کچھ بتانے کے بعد میں نے کہا۔

"فوری طور پر تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ معاملہ خاصا اُلجھا ہوا ہے لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"تہذیب کو آزاد کرانے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے ذہن سے کوئی بوجھ ہٹ گیا ہے۔ اب میں بے خوف ہو کر کام کر سکوں گا۔ سلویا نے مجھے اس قابل بنا دیا ہے کہ اب میں کوئی فیصلہ کن قدم اُٹھا سکتا ہوں۔ البرٹ تو پہلے ہی ہماری قید میں تھا، اب ہاروت رابیل کا اہم ترین مہرہ ڈینیل بھی ہماری گرفت میں ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ ہم اُس سے کیا کام لے سکتے ہیں۔"

"اُس پر تشدد کرو چیف۔" بڈ نے کہا۔ "اس کی کھال اُدھیڑ کر رکھ دو اور اُس سے ساری معلومات حاصل کر لو۔"

"اوّل تو مجھے یہی یقین نہیں ہے کہ ہم اس کی زبان کھلوا سکیں گے۔ بالفرض اُس نے ہمیں معلومات فراہم کر بھی دیں تو ہمارے پاس اُن معلومات کی تصدیق کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہو گا۔"

"البرٹ اور ڈینیل پر علیحدہ علیحدہ تشدد کر کے معلومات حاصل کرو۔" پیٹر بولا۔ "اگر اُن کی فراہم کردہ معلومات میں تضاد نہ ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ دونوں میں سے ایک نے غلط بیانی کی ہے۔"

"یہ طریقہ اس لیے کارگر نہیں ہو سکتا کہ البرٹ غیر اہم ہے اور اس کی معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں لہٰذا دونوں سے فراہم شدہ معلومات کا موازنہ کرنا ممکن نہیں ہو گا۔"

"یوں سکون سے بیٹھے رہنے سے بھی کچھ نہیں ہو گا۔" سلویا نے کہا۔ "تم ڈینیل پر تشدد کر کے کچھ نہ کچھ تو معلوم کر ہی لو گے۔ آگے بڑھنے کے لیے کوئی راستہ تو ملے گا۔"

"مجھے یقین ہے کہ اس کی فراہم کردہ معلومات انتہائی گمراہ کن ہوں گی۔ شاید ہم اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر منزل کا سُراغ ہی کھو بیٹھیں گے۔"

"تب تو یہ مسئلہ لاینحل ہوا۔" پیٹر نے کاندھے اُچکائے۔ "آگے بڑھنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔"

"ایک صورت ہے۔" بڈ نے کہا۔ "اگر کسی طرح ہاروت رابیل کو اغوا کر لیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے تشدد کے سامنے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکے گا۔"

"تمہاری تجویز خاصی معقول ہے۔" میں نے تعریفی لہجے میں کہا۔ "مگر اس میں یہ قباحت ہے کہ ہاروت رابیل کو اغوا کیا جانا ممکن نہیں ہے۔"

"تم ہر تجویز پر اعتراض کرتے چلے جا رہے ہو اور خود کوئی تجویز پیش کرنے سے گریز کر رہے ہو۔" پیٹر نے کسی قدر جھنجلا کر کہا۔

"میرا پروگرام یہ ہے کہ میں ڈینیل کا میک اپ کر کے ان لوگوں کے درمیان پہنچ جاؤں۔"

میری بات سن کر تینوں حیران رہ گئے۔ بڈ کا تو مُنہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ "کیسی باتیں کر رہے ہیں چیف؟" بڈ نے بہ مشکل کہا۔

"کیا میں نے کوئی ناممکن قسم کی بات کہہ دی ہے؟" میں نے مُسکرا کر اُس سے پوچھا۔

"اس میں خطرات ضرور ہیں مگر میرے خیال میں تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔" پیٹر بولا۔ "جتنی مہارت سے تم میک اپ کرتے ہو اس کے پیشِ نظر مجھے یقین ہے کہ تمہیں کوئی نہیں پہچان سکے گا۔"

"خود کو داؤ پر لگا دینا کہاں کی دانش مندی ہے؟" بڈ نے کہا۔ "صرف میک اپ کر لینے سے تو کچھ نہیں ہوتا اور بھی بہت سی باتیں مدِنظر رکھنا پڑتی ہیں۔"

"مسٹر بڈ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" سلویا اپنی مترنم آواز میں بولی۔ "ڈینیل، ہاروت رابیل کا بہت قریبی آدمی ہے اُس کا رول نبھانا آسان نہیں ہو گا۔"

"کوئی کام آسان نہیں ہوتا۔ مجھے معلوم ہے کہ میں نے کتنا خطرناک فیصلہ کیا ہے لیکن یہ فیصلہ میں نے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ پہلے مرحلے میں ہم البرٹ پر تشدد کریں گے اور اس سے لکی ہاورڈ کے بارے میں پوچھ گچھ کریں گے۔ ظاہر ہے لکی کے بارے میں اُسے کچھ نہیں معلوم... اور ایک آ... کیا، اولیو ہاورڈ یا ہاروت رابیل کے آدمیوں میں سے کوئی بھی اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اس راز سے صرف ... ہی آگاہ ہیں کہ وہ اپنے آخری انجام کو پہنچ چکی ہے۔ یہ تشدد صرف نمائشی ہو گا تاکہ جب البرٹ آزاد ہو کر اولیو ہاورڈ ... پہنچے تو اُسے ایک تو یہ یقین ہو جائے کہ لکی نہ صرف زندہ ہے بلکہ اس کے ہاتھ میرا کوئی اہم راز بھی لگ گیا ہے۔ دوسرے اُسے یہ غلط فہمی ہو جائے گی کہ میں مکمل تاریکی میں ہوں اور اس کی سازش کی مجھے ہوا تک نہیں لگ سکی ہے۔ اس اثنا میں ہم ڈینیل سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور میں اس کے چہرے کا مکمل ماسک تیار کروں گا۔"

"ڈینیل سے معلومات حاصل کرنے کے امکان کو تو تم نے خود ہی رد کر دیا تھا۔" بڈ نے کہا۔ "اور اب خود ہی اس سے معلومات حاصل کرنے کو کہہ رہے ہو۔"

"میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔ تشدد کے ذریعے اُس سے حاصل کردہ معلومات پر تکیہ نہیں کیا جا سکتا۔ میرے ذہن میں اُس سے معلومات حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ ہے۔ تمہیں یاد ہو گا پیٹر کہ میں نے اس سلسلے میں تمہارے ہپناٹزم کے ماہر لیونارڈ سے بات کی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ وہ ہماری مرضی کے مطابق کام کر دے گا۔"

"ہاں، مجھے یاد ہے مگر اُس نے اس کام کے عوض بہت بھاری معاوضہ طلب کیا تھا۔"

"معاوضے کو جہنم میں جھونکو، مجھے تو صرف کام سے غرض ہے تم اُسے فون کر دو۔"

"اس وقت؟" پیٹر نے حیرت سے کہا۔

"ہاں اس وقت۔" میں نے زور دے کر کہا۔ "مجھے اس معاملے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی گوارہ نہیں ہے۔"

"زیادہ جلد بازی کرنے سے کھیل بگڑ بھی سکتا ہے۔" سلویا نے دبی زبان سے کہا۔

"وہ کیسے؟" میں اس کی طرف پلٹ پڑا۔

"دیکھو غلط مت سمجھو۔" وہ جھجکتے ہوئے بولی۔ "تم مستقل ہنگاموں میں اُلجھے ہوئے ہو۔ کل رات بھی تم دو گھنٹے ہی سو سکے تھے کیا تمہاری کارکردگی متاثر نہیں ہو گی؟"

"تم خود بتاؤ ان معاملات کو میں التوا میں کس طرح ڈال سکتا ہوں۔ رہا کارکردگی کا سوال تو ابھی مجھے کچھ نہیں ہو رہا۔"

"ذرا آئینہ دیکھو تو پتا چلے، چہرے پر وحشت برس رہی ہے اور آنکھیں سُرخ ہو رہی ہیں۔"

مجھے یقین تھا کہ وہ ٹھیک کہہ رہی ہے، اس لیے کہ مجھے خود اپنی آنکھوں میں جلن کا احساس ہو رہا تھا۔ میں ہلکی سی تھکن بھی محسوس کر رہا تھا مگر فوری طور پر میں آرام کیے بغیر بھی مزید کئی گھنٹوں تک کام چلا سکتا تھا۔

"ممکن ہے میرے چہرے پر وحشت برس رہی ہو اور آنکھیں سُرخ ہو رہی ہوں لیکن خود میں کسی قسم کی تھکن نہیں محسوس کر رہا۔ جب ... کسی کو مجھ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ... تکمیل میرے لیے بہت زیادہ اہم ہے اور اس کی ... سب سے زیادہ فکر بھی مجھے ہی ہے۔ یہ بات خوب اچھی طرح سے سمجھ لو کہ میں کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھاؤں گا جس سے میرے مشن کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو۔"

"میں نے تو محض تمہاری ہمدردی میں ایک بات کہی تھی ورنہ مجھے کیا۔" سلویا نے کہا۔ اس کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔

"ارے تم ... ناراض ہو گئیں۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "شاید میری باتوں کا تم نے غلط مطلب اخذ کیا ہے۔ مجھے تمہاری نیت پر شبہ نہیں ہے۔ ہو بھی نہیں سکتا۔ میری خاطر تو تم نے اپنی بساط سے بڑھ کر کام کیا ہے۔ یہ خیال اپنے دل سے نکال دو کہ میں تمہارے خلوص پر شبہ کر رہا ہوں۔ تمہاری بات کے جواب میں، میں نے تمہیں ایک حقیقت سے آگاہ کیا تھا۔"

میرے اور سلویا کے درمیان ہونے والی گفتگو سُن کر پیٹر فون کی طرف بڑھ گیا۔ دوسری طرف سے کال ریسیو کرنے میں تاخیر ہوئی تھی جس کا مطلب یہی تھا کہ لیونارڈ سو رہا تھا۔ کچھ دیر اُس سے باتیں کرنے کے بعد پیٹر نے فون بند کر دیا اور میری طرف دیکھ کر بولا۔ "وہ یہاں آنے کے لیے تیار ہے۔ میں اُسے لانے کے لیے کار بھجوا رہا ہوں۔"

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور کمرۂ نشست سے باہر جاتے ہوئے پیٹر سے کہا۔ "اس وقت کافی کا ایک کپ مزہ دے جائے گا۔"

"صرف کافی یا کافی کے ساتھ کچھ اور بھی چلے گا۔" اُس نے مڑ کر کہا۔

"نہیں صرف کافی۔" میں نے جواب دیا۔ "اور ہاں اگر ہو سکے تو البرٹ کو یہاں بُلوا لو۔"

"اگر ہو سکے کا کیا مطلب ہے۔" پیٹر نے حیرت سے کہا۔ "میں ابھی ... بھجوا دیتا ہوں۔"

"تم بڈ ... ناراض ہو چیف؟" پیٹر کے جاتے ہی بڈ نے شکایتی ... میں کہا۔

"میں تم سے ناراض ہوں!" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "اس کا اندازہ بھلا تم نے کس طرح لگایا؟"

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خود ہی سب کچھ کر رہے ہو اور بڈ کو کسی خدمت کا موقع نہیں دے رہے۔"

"اوہ!" میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے بڈ! جو کام تمہارے کرنے کا ہو گا اس کے لیے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں تمہیں ضرور زحمت دوں گا۔"

"اور تم نے مس سلویا کو بھی ناراض کردیا۔ تمہیں ان کی ناراضگی دور کرنا ہوگی چیف! معلوم نہیں کیوں میں انھیں اُداس نہیں دیکھ سکتا۔"

سلویا ہنس پڑی۔ "آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے مسٹر بڈ کہ میں علی یار خان سے ہرگز ناراض نہیں ہوں۔ ہو بھی نہیں سکتی، اس لیے کہ میں ان کا بے حد احترام کرتی ہوں۔"

بڈ کے چہرے پر مایوسی بکھر گئی۔ "اس کے باوجود بھی میں آپ کو اُداس نہیں دیکھ سکتا۔" اُس کے اپنے لہجے میں اُداسی تھی اور میں صاف محسوس کر رہا تھا کہ وہ مصنوعی تاثر ہے۔

"میں اُداس بھی نہیں ہوں۔" سلویا پھر ہنسی۔ "آخر اُداس ہونے کے لیے کوئی وجہ بھی ہو؟"

بڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور مغموم لہجے میں بولا۔ "اُداس ہونے کے لیے کسی وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں خود اکثر بغیر کسی وجہ کے اُداس ہو جاتا ہوں۔"

"غالباً آپ ہر لڑکی سے اس قسم کی گفتگو کرتے ہوں گے۔" سلویا نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔" بڈ نے کمالِ صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "اور ہر لڑکی یہی سوال کرتی ہے۔"

سلویا کو بڑے زور کی ہنسی آئی۔ "آدمی بہرحال آپ دلچسپ ہیں۔" اُس نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"اس قدر دلچسپ کہ موقع محل بھی نہیں دیکھتے اور بے تکی ہانکنے لگتے ہیں۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔

"لڑکیوں میں بڈ کی مقبولیت دیکھ کر ہر شخص بڈ سے جلنے لگتا ہے۔" بڈ نے کہا۔

"ان کی ایسی ہی باتوں کی بنا پر شروع میں، میں نے ان کے بارے میں بہت خراب رائے قائم کرلی تھی مگر اب مجھے اندازہ ہوا کہ یہ صرف باتیں ہی ہیں۔" سلویا نے کہا۔

"مقصد صرف اتنا ہے کہ کوئی کام کی بات نہ ہو سکے ان سے تو بس زبان چلوا لو۔" میں نے کہا۔

"بڈ کی اوقات یہی ہے، جس کے لیے جان ہتھیلی پر لیے پھرے وہی ایسی باتیں کرے۔"

"اگر تم کسی طرح اپنی زبان پر قابو پا سکو تو بلاشبہ بہت کارآمد آدمی ہو۔"

بڈ کچھ کہنا ہی چاہ رہا تھا کہ کمرۂ نشست میں البرٹ داخل ہوا۔ اُس کے پیچھے ایک مسلح شخص بھی تھا، جس نے اُسے کور کر رکھا تھا۔

"بیٹھو البرٹ۔" میں نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور محافظ سے بولا۔ "تم باہر ہی ٹھہرو۔"

محافظ کمرے سے باہر چلا گیا اور البرٹ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔

"میں نے تو سنا تھا کہ تم بڑے جی دار آدمی ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "پھر تمہارے چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟"

البرٹ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ "تم نے خواہ مخواہ مجھے قید کر رکھا ہے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم مجھ سے کچھ معلوم نہیں کرسکو گے۔"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کتنے سخت جان ہو۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔" وہ احتجاجی انداز میں بولا۔ "جو بات تم مجھ سے معلوم کرنا چاہ رہے ہو، وہ میرے علم میں ہے ہی نہیں تو میں تمہیں کیا بتا سکتا ہوں۔"

"تمہارے علم میں نہیں ہے تو پھر کس کے علم میں ہے؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"مجھے نہیں معلوم... یقین کرو میں نہیں جانتا۔" اُس نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا تو ضرور بتا دیتا۔"

"اتنے سیدھے تو تم کہیں سے بھی نہیں دکھائی دیتے۔" میں نے مضحکانہ لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک ملازم ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر لا رہا تھا۔ ٹرالی میں کافی پاٹ کے ساتھ چار پیالیاں تھیں۔ ملازم کے عقب میں پیٹر بھی نمودار ہوا تھا۔

"ایک پیالی اور لے آؤ۔" میں نے ملازم سے کہا۔ وہ "بہتر جناب" کہہ کر واپس چلا گیا۔ البرٹ ندیدوں کی طرح کافی پاٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کافی بناؤ سلویا۔" میں نے کہا اور سلویا اٹھ کر پیالیوں میں کافی انڈیلنے لگی۔ اس دوران ملازم پانچواں کپ بھی لے آیا۔ سلویا نے سب سے پہلے کافی کا کپ میری طرف بڑھایا مگر میں نے البرٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "کافی کی سب سے زیادہ ضرورت البرٹ کو ہے۔"

سلویا نے مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھا مگر کچھ کہے بغیر پہلے البرٹ کو کافی پیش کی۔

"میں نے سوچنے کے لیے تمہیں جو مہلت دی تھی، وہ ختم ہوئے بیس گھنٹے سے بھی زیادہ وقت گزر چکا ہے۔" میں نے البرٹ سے کہا۔ "اور اب میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں۔ کافی پینے کے دوران تمہیں یہ فیصلہ کرلینا ہے کہ تم یونہی معلومات فراہم کردو گے یا اپنی کھال اُترواؤ گے۔"

البرٹ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُس کی نظریں وال کلاک پر جمی ہوئی تھیں جو صبح کے ساڑھے چار بجے کا اعلان کر رہا تھا۔ میں بڑے غور سے اُس کی تبدیل ہوتی ہوئی کیفیات دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اندازہ کرلیا تھا کہ خود کو کسی طرح بھی تشدد سے نہیں بچا سکے گا اور غالباً اُس نے دل ہی دل میں کوئی حتمی قدم اٹھانے کا فیصلہ بھی کرلیا تھا۔

کافی پینے کے دوران میں نے پیٹر سے پوچھا۔ "اگر میں کسی کو اُلٹا لٹکانا چاہوں تو کیا یہاں اس کا انتظام ہو سکے گا؟"

"پانچ منٹ کے اندر اندر۔" پیٹر نے خوش ہو کر جواب دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اب البرٹ پر تشدد ہوگا اور چونکہ یہ اُس کی دیرینہ خواہش تھی اس لیے وہ خوش ہو رہا تھا۔

"تو تم فوراً انتظام کرلو۔ میرا خیال ہے اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔"

کافی پی کر پیٹر اُٹھ گیا۔ کمرے میں اب میرے اور البرٹ کے علاوہ سلویا اور بڈ رہ گئے تھے۔ محافظ کمرے سے باہر تھا۔ میں نے اندازہ کرلیا تھا کہ البرٹ نے جان پر کھیلنے کا تہیہ کرلیا ہے اور میں نے جان بوجھ کر اُسے موقع فراہم کیا تھا۔ آزادی حاصل کرنے کے لیے اُسے صرف مجھ پر قابو پانا تھا۔ اُسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ اگر اُس نے کسی طرح مجھ پر قابو پالیا تو پھر اُس کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہے گی۔

البرٹ کافی کی خالی پیالی ٹرالی میں رکھنے کے لیے اٹھا۔ میں اُس پر یہ ظاہر کر رہا تھا جیسے میری توجہ اُس کی طرف نہیں ہے اور میں کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہوں جبکہ درحقیقت ایسا نہیں تھا۔ میں پوری طرح ہوشیار تھا۔

پیالی ٹرالی میں رکھنے کے بعد اپنی نشست کی طرف پلٹنے کے بجائے البرٹ مجھ پر جھپٹ پڑا۔ اپنی دانست میں اُس نے ایک بے خبر آدمی پر حملہ کیا تھا اور اُسے قطعی توقع نہیں تھی کہ پہلے مرحلے میں اُسے کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لیے اُس نے اپنی ساری توانائی حملہ کرنے پر صرف کردی تھی اور اپنی حفاظت کی طرف سے غافل ہوگیا تھا ورنہ اُس کے حملہ کرنے کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کراٹے کا ماہر ہے اور کراٹے کا ماہر جب کسی پر حملہ کرتا ہے تو مدِ مقابل کو نقصان پہنچانے سے زیادہ اپنے تحفظ کی فکر کرتا ہے۔

وہ تیر کی طرح میری طرف آیا تھا مگر میں نے انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود کو اُس کے حملے سے نہ صرف بچا لیا بلکہ موقع غنیمت جانتے ہوئے اُس کے ناک پر ایک بھرپور قوت والا گھونسہ رسید کردیا۔ اُس کی ناک پر یقیناً قیامت گزر گئی ہوگی۔ وہ سر جھٹکتا ہوا پیچھے ہٹا۔ اُس کی نکسیر پھوٹ گئی تھی، اور ناک سے بُری طرح خون بہہ رہا تھا۔ وہ اُلٹے ہاتھ سے خون پونچھ رہا تھا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ شاید وقتی طور پر اُس کی بینائی بھی متاثر ہوئی تھی۔ اُس پر مزید کوئی حملہ کرنے کے بجائے میں اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔

بڈ اور سلویا بھی اچھل کر کھڑے ہوگئے تھے۔ سلویا تو ایک صوفے کے پیچھے دُبک گئی تھی مگر بڈ نے اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا تھا۔ "اگر اپنی جگہ سے ذرا بھی حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔" وہ گرجا۔

"ریوالور جیب میں رکھ لو بڈ۔" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "جدوجہد کرنا ہر شخص کا بنیادی حق ہے اور میں البرٹ کو اس بنیادی حق سے ہرگز محروم نہیں کروں گا۔"

بڈ کی گرج دار آواز شاید کمرے سے باہر چلی گئی تھی تبھی تو مسلح محافظ نے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تھا اور پھر کمرے کا منظر دیکھ کر اُس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیل گئی تھیں۔ وہ اپنی گن سیدھی کرکے تیزی سے کمرے میں داخل ہوگیا۔

"آپ نے مجھے باہر رکنے کو نہ کہا ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی۔" اُس نے کہا۔ اُس کے لہجے سے معذرت بہرحال ٹپک رہی تھی۔

"تم سے جو کہا گیا ہے وہی کرو۔" میں نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "تم باہر ہی ٹھہرو اور جب تک تمہیں بلایا نہ جائے اندر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

محافظ نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ اُسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ چند لمحے وہ حیرت سے ٹکٹکی باندھے مجھے دیکھتا رہا۔ شاید وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہیے۔ شاید وہ کچھ کہنا بھی چاہ رہا تھا لیکن پھر اُس نے کچھ کہنے سننے کا ارادہ ملتوی کردیا اور بے پروائی سے کندھے جھٹک کر باہر نکل گیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کہہ رہا ہو بھاڑ میں جاؤ، میرا کیا ہے خود ہی بھگتو گے۔ میں تو بس حکم کا غلام ہوں۔

بڈ نے ریوالور جیب میں ڈال لیا تھا لیکن ابھی تک وہ اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ البرٹ کی ناک سے بہتا ہوا خون اب لوتھڑوں کی صورت میں جمنا شروع ہوگیا تھا تاہم اُس نے خود پر کسی حد تک قابو پالیا تھا۔ جو کچھ ہوا اُس پر یقین کرنا اُس کے لیے مشکل تھا۔ مجھ پر حملہ کرنے کی اب اس میں ہمت نہیں رہی تھی مگر اُسے اپنے لیے دو صورتوں میں سے ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کو منتخب کرنا تھا۔ بغیر ہاتھ پیر ہلائے خود کو ہمارے رحم و کرم پر چھوڑ دے یا پھر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق ایک اور کوشش کر لے۔

"آؤ البرٹ!" میں نے اُسے للکارا۔ "اپنی حسرتیں پوری کر لو میں تمھارے سامنے موجود ہوں۔"

البرٹ نے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کی جانب پھیلا لیے اُس کے چہرے پر اچانک ہی وحشت برسنے لگی تھی۔ شاید اُس نے جدوجہد کا فیصلہ کیا تھا۔ اُس کے چہرے کا تاثر تو یہی بتاتا تھا۔

اُس نے مجھ پر دوسرا حملہ بڑی مہارت سے کیا اور اس کے بعد تابڑ توڑ حملے کیے چلا گیا۔ اُس کے حملوں میں بڑی برق رفتاری تھی۔ مجھ پر اُس نے گویا لکوں کی بارش کر دی تھی۔ میں بڑے تحمل سے اُس کے ہر حملے کو روک رہا تھا۔ اُس کی لک کو بلاک کر رہا تھا۔ پھر میری توقع کے خلاف وہ اچانک ہی فضا میں اُچھلا۔ اُس نے مجھے فلائنگ کک مارنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اضطراری طور پر اپنا چہرہ پیچھے ہٹا لیا ورنہ میرے چہرے کا بھرتہ بن گیا ہوتا۔ البرٹ میرے عقب میں زمین پر گرا اور گرتے ہی یوں اُچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اُس کے جسم پر اسپرنگ لگے ہوئے ہوں۔ اُس کی پھرتی میرے لیے حیران کن تھی اس لیے کہ اُس کے جسم سے اچھا خاصا خون بہہ چکا تھا اور جس کے نتیجے میں اُس پر کچھ نہ کچھ نقاہت تو ضرور طاری ہو جانی چاہیے تھی۔

وہ ایک بار پھر میرے مقابل تھا۔ اُس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال رکھی تھیں اور دونوں ہاتھ سامنے پھیلائے مجھ پر حملہ کرنے کے لیے کسی بہتر زاویے کی تلاش میں تھا۔ ہم دونوں ایک دائرے کی صورت میں دھیرے دھیرے گردش کر رہے تھے۔ پھر اُس کے حلق سے ایک خوف ناک دہاڑ برآمد ہوئی اور اُس نے اپنے سارے جسم کا بوجھ اپنی دائیں ٹانگ پر ڈال دیا۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ اپنی بائیں لک سے مجھ پر حملہ کرے گا۔ میں بارہا ان مراحل سے گزر چکا تھا اس لیے نہ تو اُس کی دہاڑ سے خوف زدہ ہوا اور نہ ہی اُس کے انداز سے دھوکا کھایا۔ اُس نے مجھے جھبکی دی تھی۔ درحقیقت اُس نے بائیں کے بجائے اپنی دائیں لک مجھ پر آزمائی لیکن اُسے بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں اس سے قبل ہی اُس کے بائیں پہلو پر حملہ کر چکا تھا۔ اُس کے لیے میری یہ حرکت اتنی غیر متوقع تھی کہ وہ میری لک بلاک بھی نہیں کر سکا اور بوکھلا گیا۔ اُس کی بوکھلاہٹ سے میں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اُس پر مزید کوئی لک آزمانے کے بجائے پوری قوت سے اُس کی ناک پر ٹکر رسید کر دی۔ اُس نے آخری لمحوں میں پیچھے ہٹ کر خود کو بچانے کی کوشش تو کی تھی مگر وہ خود کو پوری طرح نہیں بچا سکا تاہم پہلے سے پھوٹی ہوئی نکسیر کے لیے یہ اچٹتی ہوئی سی ٹکر بھی کسی قیامت سے کم نہیں تھی۔ اُس کی ناک سے دوبارہ خون جاری ہو گیا اور اُس کے دونوں ہاتھ بے اختیار اپنی ناک پر پہنچ گئے۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اُس کے کان کے نیچے گردن پر ایک بھرپور قوت والا مُکا مارا جو اُس کے لیے تابوت کی آخری کیل ثابت ہوا۔ وہ چکرا کر زمین پر گر پڑا اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ وہ فوری طور پر بے ہوش ہو گیا تھا۔

"تم نے خواہ مخواہ بات بڑھائی۔" بڈ نے کہا۔ "بس مجھے اپنی ایک انگلی کو ذرا سی زحمت دینی پڑتی اور یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاتا۔"

میں نے بڈ کی بات کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور اطمینان سے واپس اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔

"مسٹر بڈ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" سلویا صوفے کے عقب سے نکلتی ہوئی بولی۔ "بات بڑھانے کی بھلا کیا ضرورت تھی؟"

"ڈرامے میں زیادہ سے زیادہ جان ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا اور دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پیٹر کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔

"میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔" اُس نے آتے ہی کہا۔ "لیونارڈ . . . ارے یہ کیا؟" اُس نے چونک کر فرش پر پڑے البرٹ کی طرف دیکھا۔

"اسے چھوڑو، یہ سب تو ہوتا ہی رہتا ہے، یہ بتاؤ کہ لیونارڈ آ گیا ہے؟"

"ہاں وہ آ گیا ہے۔ کیا اُسے یہیں بُلا لاؤں؟" پیٹر نے مجھ سے کہا مگر اُس کی نظریں بدستور بے ہوش البرٹ پر جمی ہوئی تھیں۔

"البرٹ کو یہاں سے ہٹاؤ اور جب اسے ہوش آ جائے تو اُلٹا لٹکوا دو اور لیونارڈ کو یہیں بُلا لاؤ۔"

میرے کہنے کے مطابق پیٹر نے چند آدمیوں کو بھیج کر البرٹ کو وہاں سے اُٹھوا لیا۔ اس کے بعد پیٹر اور لیونارڈ کمرے میں آ گئے۔

"میں نے تمھارے لیے کام کا بندوبست کر لیا ہے۔" بڈ نے لیونارڈ سے کہا۔

"کون ہے وہ؟" لیونارڈ نے سلویا اور بڈ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ان دونوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ ایک اور شخص ہے جسے ہپناٹائز کرنا ہے۔"

"میں نے تمھیں بتایا تھا کہ کسی شخص کو اُس کی مرضی کے خلاف ہپناٹائز کرنے کی فیس علیحدہ ہوتی ہے۔"

"کوئی بات دُہرانے کی ضرورت نہیں۔" میں نے سرد مہری سے کہا۔ "صرف یہ بتاؤ کہ تم کیا فیس لو گے؟"

"چونکہ تم ایک سُلجھے ہوئے آدمی ہو، جرح بالکل نہیں کرتے اس لیے میں صرف دس ہزار ڈالر میں تمھارا یہ کام کر دوں گا۔"

دس ہزار ڈالر کی خطیر رقم سُن کر بڈ اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ "ہمارے پاس حرام کی رقم نہیں ہے۔" وہ غرایا۔ "تم جا سکتے ہو۔"

لیونارڈ نے حیرت سے بڈ کی طرف دیکھا اور میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے لیونارڈ کی طرف۔ "یہ رقم تمھیں ادا کر دی جائے گی لیکن تم خوب غور کر لو۔ ممکن ہے وقت زیادہ لگ جائے۔"

"تم صاف گو بھی ہو۔" لیونارڈ نے خوش ہو کر کہا۔ "میں اپنے مؤکلوں کو عموماً ایک گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دیتا لیکن تمھیں دو گھنٹے دے دوں گا۔"

"اور اگر دو گھنٹے کے دوران میرا کام نہ ہو سکا تو . . ؟"

"چونکہ میں تمھیں پسند کرنے لگا ہوں اس لیے تم سے خاص رعایت کروں گا۔ دو گھنٹے کے بعد ہر اضافی گھنٹے کے ایک ہزار ڈالر لوں گا۔"

بڈ ایک بار پھر اُچھل پڑا۔ "ابے تم تو بہت لٹیرے ہو۔" اُس نے ہاتھ نچا کر کہا۔ "کتنی رقم جمع کر لی ہے اب تک؟"

"اگر تم خاموش نہیں رہ سکتے تو یہاں سے چلے جاؤ۔" میں نے سخت لہجے میں بڈ سے کہا اور وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا کر رہ گیا۔

"لیکن ایک سلسلے میں میں تم سے کوئی رعایت نہیں کر سکوں گا۔" لیونارڈ بولا۔ "فیس میں ہمیشہ پیشگی وصول کرتا ہوں۔"

میں نے پیٹر کی طرف دیکھا اور میرے اشارے پر اُس نے دس ہزار ڈالر کی رقم لا کر لیونارڈ کے حوالے کر دی۔ لیونارڈ نے پہلے رقم گنی اور پھر احتیاط سے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال لی۔

"اب میں پوری توجہ سے تمھارے کیس پر کام کر سکوں گا۔" لیونارڈ نے کہا۔ "تفصیل سے بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے۔"

"معاملہ صرف اتنا ہے کہ ایک شخص کو ہپناٹائز کر کے اُس سے معلومات حاصل کرنی ہیں۔" میں نے کہا۔

"وہ شخص کون ہے . . . میرا مطلب ہے اُس کا تعلق تمھارے اپنے گروہ سے ہے یا وہ تمھارا کوئی دشمن ہے؟"

"تم اپنے کام سے کام رکھو۔" میں نے بھڑک کر کہا۔ "غیر متعلق باتوں میں اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں اپنے کام سے ہی کام رکھتا ہوں۔" لیونارڈ نے بُرا مانے بغیر کہا۔ "جو کچھ میں نے پوچھا ہے اُسے جاننا میرے لیے ضروری ہے۔"

"کیوں ضروری ہے؟" میں نے جرح کی۔

"اگر وہ کوئی دشمن ہے تو ہر چیز کے خلاف پوری قوت سے مزاحمت کرے گا جس سے نبرد آزما ہونے کے لیے مجھے پہلے سے تیار رہنا ہو گا اور اگر وہ تمھارے اپنے ہی گروہ کا کوئی آدمی ہے تو . . ."

"نہیں، اُس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُسے دشمن ہی سمجھو۔"

"اگر وہ تمھارا دشمن ہے تو کیا تم نے اب تک اُس پر کوئی تشدد کیا ہے؟"

"تشدد ہی کرنا ہوتا تو ہم ایک خطیر رقم تمھیں کیوں ادا کرتے؟"

"یہ بہت اچھی بات ہے۔ اس سے میرا کام آسان ہو جائے گا۔ تم ایسا کرو، کسی چیز میں یہ دوا ملا کر اُسے پلا دو۔" اُس نے اپنی جیب سے ایک پڑیا نکال کر میری طرف بڑھائی۔

میں نے پڑیا اُس سے لے لی اور اُسے کھول کر دیکھا اُس میں ایک چٹکی بھر سفوف تھا۔ "یہ کیا چیز ہے؟" میں نے لیونارڈ سے پوچھا۔

"یہ ہے غیر متعلق سوال۔" اُس نے میری طرف ایک انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میں سنبھل گیا۔

"سوری۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "کیا یہ سفوف ہم اُسے شراب میں ملا کر پلا سکتے ہیں؟"

"کسی بھی چیز میں ملا دو۔ شراب میں البتہ تیزی سے اثر کرے گا۔ اس کے اثر سے وقتی طور پر اُس کی قوت مزاحمت میں کمی واقع ہو گی اور میرا کام آسان ہو جائے گا۔"

"ڈینیل کو یہیں بلوا لو۔" میں نے پیٹر سے کہا۔ "میں اُسے اپنے سامنے یہ دوا پلاؤں گا۔"

"اس کے علاوہ چند ایسی باتیں اور بھی ہیں جن پر اگر عمل ہو سکے تو اُسے ٹرانس میں لانا آسان ہو جائے گا۔" لیونارڈ نے پیٹر کو رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "مثلاً اگر اُسے کسی طرح خوف زدہ کیا جا سکے . . . خوف زدہ تو وہ ہو گا ہی لیکن اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے خوف میں اگر اضافہ ہو جائے، اُسے یہ یقین ہو جانا چاہیے کہ اب وہ یہاں سے بچ کر نہیں نکل سکے گا اور اس کے بعد میں اُس کی حمایت کرتے ہوئے تم سے سفارش کروں کہ تم اُسے رہا کر دو تو مجھے یقین ہے کہ وہ بہت جلدی ٹرانس میں آ جائے گا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ ہپناٹزم سے عدم واقفیت کے باعث مجھے نہیں معلوم تھا کہ لیونارڈ کو ان سب باتوں سے کیا فائدہ پہنچے گا لیکن اُس کی باتوں پر عمل کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے مسٹر لیونارڈ۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "ہم ابھی اُس کے ایک ساتھی پر تشدد شروع کرنے والے ہیں۔ تم کہو تو ہم اُس کے سامنے ہی تشدد کریں، اس سے وہ دہشت زدہ ہو جائے گا۔"

"یہ بہت مناسب رہے گا۔" لیونارڈ نے کہا۔ "جب میں تم سے اُسے رہا کرنے کی سفارش کروں تو تم اُسے رہا کرنے کا وعدہ کر لینا مگر یہ کہنا کہ شام سے قبل تم اُسے رہا نہیں کرو گے اس کے علاوہ مجھے ایک کاؤچ بھی درکار ہو گا۔"

میں نے پیٹر کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا اور اُس نے کہا۔ "کاؤچ تو یہاں نہیں ہے البتہ بیڈ ہے۔"

"کوئی بات نہیں، بیڈ سے بھی کام چل جائے گا۔ اب تم اُسے یہاں بُلوا لو۔"

کچھ دیر بعد ڈینیل کمرے میں داخل ہوا جس کے ہاتھ پُشت پر بندھے ہوئے تھے۔ اُس کے عقب میں پیٹر تھا۔ ڈینیل کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔

"ارے، تم نے اس کے ہاتھ کیوں باندھ رکھے ہیں۔" لیونارڈ نے پیٹر سے تیز لہجے میں کہا۔ "ہاتھ کھولو اس کے۔"

پیٹر کو لیونارڈ کا طرزِ تخاطب سخت ناگوار گزرا تھا۔ میں نے اُس کے ماتھے پر شکنیں پڑتی دیکھیں۔ وہ یقیناً جواب میں کوئی سخت بات کہنے والا تھا لیکن میں نے بروقت دخل اندازی کی ورنہ بات بگڑ جاتی۔

"بندشیں کھول دو پیٹر!" میں نے کہا۔ "مسٹر لیونارڈ ہمارے لیے بہت قابلِ احترام شخصیت ہیں۔ ان کی ہر بات ماننا ہمارے لیے ضروری ہے۔"

میرے بولنے پر پیٹر نے خود کو سنبھال لیا اور بلا حیل و حجت ڈینیل کے ہاتھ آزاد کر دیے۔

"بیٹھ جاؤ ڈینیل۔" میں نے کہا اور ڈینیل مُردہ قدموں سے چلتا ہوا ایک نشست پر بیٹھ گیا۔

"میں نے تم سے ہر طرح تعاون کیا۔" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اِس کے عوض تم میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ ابھی تک تو تمھارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوئی ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ زیادتی کیا کم ہے کہ تم نے بغیر کسی جواز کے مجھے قید کر لیا ہے۔"

"البرٹ کا موقف بھی یہی ہے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "وہ بھی خود کو بے قصور سمجھتا ہے۔"

"وہ بھی صرف احکامات پر عمل کرنے کا مجرم ہے ورنہ ہم دونوں میں سے ایک کا بھی تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔"

"تم دونوں میں سے کوئی بھی مجھے نکی ہاورڈ کے بارے میں بتا دے تو میں تم دونوں کو رہا کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نکی ہاورڈ تو تمھارے ساتھ تھی۔ ہم بھلا اُس کے بارے میں کیا بتا سکتے ہیں؟"

"اُسے اولیو ہاورڈ نے میرے پیچھے لگایا تھا۔" میں نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ "اور وہ میرے ایک اہم راز سمیت میرے پاس سے فرار ہو گئی۔ اُس نے یقیناً تم لوگوں سے رابطہ کیا ہو گا۔"

"ہم خود اس کے لیے بہت پریشان ہیں۔ اولیو ہاورڈ اُسے تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔"

"میں بھی اُسے تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ "ابھی میں تمھیں اپنی کوششوں میں سے ایک کا نمونہ دکھاؤں گا لیکن وہ بعد کی بات ہے۔ اِس وقت اگر تمھیں کچھ پینے کی خواہش ہو تو بتا دو۔"

"میں... میں تمباکو نوشی کا عادی ہوں۔" ڈینیل اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ "اِس کے علاوہ اگر ہو سکے تو ایک پیگ..."

"پیٹر! تم خود جا کر یہ چیزیں لے آؤ۔" میں نے کہا اور پیٹر کمرے سے باہر چلا گیا۔ اُس کے جاتے ہی میں بھی کمرے سے نکلا اور اُسے راہداری میں روک لیا۔ میں نے پیٹر یا اُس کے حوالے کی اور اُسے ضروری ہدایات دے کر پھر کمرۂ نشست میں واپس آ گیا۔ لیونارڈ اور ڈینیل آہستہ آہستہ کچھ باتیں کر رہے تھے اور سلویا بڈ سے کچھ کہہ رہی تھی مگر میں نے محسوس کیا کہ بڈ توجہ سے سلویا کی باتیں نہیں سُن رہا۔ اُس کے کان لیونارڈ اور ڈینیل کی طرف لگے ہوئے تھے۔

میں خاموشی سے اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اُن کی گفتگو میں دخل اندازی کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

کچھ دیر بعد پیٹر جام بدست آیا اور اُس نے ڈینیل کو جام پیش کیا۔ ڈینیل نے بڑی بے صبری سے جام اُس کے ہاتھوں سے جھپٹا مگر اُس نے پینے میں بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اُس نے بڑے سکون سے ایک چُسکی لی اور پھر پیٹر کے دیے ہوئے سگریٹ کے پیکٹ میں سے ایک سگریٹ نکال کر سُلگا لی۔

پیگ ختم کرنے میں ڈینیل نے کوئی بیس منٹ لگائے مگر اس دوران اُس نے تین سگریٹیں پھونک ڈالیں۔ میرے لیے یہ امر باعثِ تشویش تھا۔ آیندہ مجھے اُس کی جگہ لینی تھی اور خود کو شبہے سے بالاتر رکھنے کے لیے مجھے بھی اُس حساب سے سگریٹ نوشی کرنا پڑتی جس حساب سے ڈینیل کر رہا تھا۔

"آؤ ڈینیل۔" میں نے دفعتاً اُٹھتے ہوئے کہا۔ "تمھیں البرٹ سے ملاؤں۔ تم لوگ بھی آ جاؤ۔" میں نے دیگر لوگوں کو اشارہ کیا پھر پیٹر کے ساتھ ہم سب اُس کمرے میں پہنچے جہاں جہاں البرٹ چھت سے اُلٹا لٹک رہا تھا۔ اُس کا اوپری دھڑ برہنہ تھا، ہاتھ پُشت پر بندھے تھے اور ایک توانا شخص اُس پر ہنٹر برسا رہا تھا۔

"اس نے زبان کھولنے کی حامی بھری؟" میں نے اُس شخص سے پوچھا جس کے ہاتھ میں چمڑے کا ہنٹر تھا۔

"ابھی تو ابتدا ہے جناب۔" اُس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "اِس جیسے لوگ بہت مشکل سے زبان کھولتے ہیں۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم... میں کچھ نہیں جانتا۔" البرٹ بلبلا کر چیخا مگر میں نے اُس کی چیخ و پکار پر کان نہیں دھرے اور سفاکانہ انداز میں کہا۔

"اِس پر اتنے ہنٹر برساؤ کہ اس کے جسم پر کھال کا ایک ریشہ بھی باقی نہ رہے۔"

ڈینیل کی حالت بگڑنے لگی تھی۔ البرٹ کی چیخ و پکار اُس کے اعصاب پر بُری طرح اثر انداز ہو رہی تھی۔ لیونارڈ نے مجھے باہر چلنے کا اشارہ کیا اور ہم باہر نکل آئے۔

"تت... تم نے اس کی کیا حالت بنا دی۔" ڈینیل نے کپکپاتے ہوئے کہا۔ "وہ تو بڑی طرح لہولہان ہو رہا ہے۔"

"اس کا قصوروار وہ خود ہے۔" میں نے بے رحمی سے کہا۔ "میں نے تو اسے اچھی خاصی مہلت دی تھی مگر اس نے خود ہی اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔"

"لیکن تم مسٹر ڈینیل کے ساتھ یہ سلوک نہیں کرو گے۔" لیونارڈ نے کہا۔

"اگر ضرورت پڑی تو ضرور کروں گا۔" میں نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔ "مجھے ہر حال میں نکی ہاورڈ کا پتا درکار ہے۔"

"میں کہہ رہا ہوں کہ تم ان کے ساتھ کوئی خراب سلوک نہیں کرو گے۔" لیونارڈ سخت لہجے میں بولا۔ "یہ شریف آدمی ہیں اگر انھیں کچھ معلوم ہوا تو ضرور بتا دیں گے۔"

میں نے چونک کر لیونارڈ کی طرف دیکھا اور بولا۔ "ٹھیک ہے۔ اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو میں ان پر تشدد نہیں کروں گا۔"

"یہی نہیں بلکہ تم انھیں رہا بھی کر دو گے۔" اُس نے زور دے کر کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ مجھ سے کوئی ایسی فرمائش نہ کریں جس کی تکمیل میرے بس سے باہر ہو۔"

"بس سے کیوں باہر ہے۔" لیونارڈ کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ "اچھا چلو تم مجھے یہی بتا دو کہ کیا مسٹر ڈینیل سے تمھاری کوئی دشمنی ہے؟"

میں نے لاجواب ہو جانے کی اداکاری کی۔ "نہیں، اِن سے میری کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔"

"تمھاری دشمنی تو اولیو ہاورڈ سے ہے نا۔ تم اُس پر ہاتھ کیوں نہیں ڈالتے۔ چھوٹے چھوٹے ملازم لوگوں کو کیوں تنگ کرتے ہو؟"

"آپ اصرار کرتے ہیں تو میں انھیں رہا کر دوں گا لیکن یہ کام میں شام سے پہلے نہیں کروں گا۔" میں نے گویا ہتھیار پھینکتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں شام کو سہی۔" لیونارڈ نے فراخ دلانہ انداز میں کہا۔ "اب مسٹر ڈینیل آرام کریں گے، یہ بہت تھک گئے ہیں۔" لیونارڈ کا انداز ایسا تھا جیسے ڈینیل کوئی سربراہِ مملکت ہو۔

میں نے پیٹر کو اشارہ کیا اور وہ اُن دونوں کو لے کر اُس کمرے کی طرف چلا گیا جہاں اُس نے ڈینیل کے لیے انتظام کیا تھا۔

"تم کیا غضب کر رہے ہو چیف!" اُن لوگوں کے جاتے ہی بڈ نے بے تابی سے کہا۔ "یہ بڈھا لیونارڈ بڑا فنکار آدمی ہے وہ ڈینیل کو واقعی فرار کرا دے گا۔"

"کیوں ہر وقت بکواس کرتے رہتے ہو۔" میں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "کسی وقت فضولیات سے گریز بھی کر لیا کرو۔"

"یہ بکواس نہیں ہے چیف!" بڈ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "جب تم مسٹر پیٹر کے پیچھے کمرۂ نشست سے باہر نکلے تھے اس وقت میں نے اپنے کانوں سے اُن دونوں کی باتیں کرتے سُنا تھا۔ ڈینیل نے لیونارڈ کو آفر کی تھی کہ اگر وہ اُسے یہاں سے فرار کرا دے تو وہ اُسے ایک لاکھ ڈالر تک معاوضہ ادا کرنے کو تیار ہے اور جواب میں لیونارڈ نے اُس سے وعدہ کر لیا تھا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"شاید تمھارا دماغ خراب ہوگیا ہے یا تمھارے حواس معطل ہوگئے ہیں۔" میں نے بڈ کو گھورا۔

"بڈ کی بات پر کان دھرو چیف ورنہ بعد میں بہت پچھتاؤ گے۔ بڈ کے حواس کبھی معطل نہیں ہوتے۔"

"معلوم نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر بڈ۔" سلویا بولی۔ "میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں سنی۔ حالاں کہ میں آپ کے برابر ہی بیٹھی تھی۔"

"ارے تمھیں اتنی فرصت ہی کہاں تھی۔" بڈ نے ہاتھ نچا کر کہا۔ "تم تو چیف کی تعریفیں کرنے میں مگن تھیں۔ وہ ایسے لڑتے ہیں، ویسے لڑتے ہیں۔ البرٹ جیسے شخص کو کس آسانی سے زیر کرلیا۔"

بڈ کے انداز پر سلویا بُری طرح جھینپ گئی اور میں نے بڈ سے کہا۔ "میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم نے غلط سُنا ہے یا تم غلط کہہ رہے ہو۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ حواس میں رہ کر بات کرو اور عقل استعمال کیا کرو۔ لیونارڈ نے پہلے کہہ دیا تھا کہ وہ ڈینیل سے ہمدردی کا اظہار کرے گا۔ اس وقت اُس کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا ہمدردی ہوسکتی ہے کہ کوئی اسے رہا کرا دے؟"

"لل... لیکن چیف وہ ایک لاکھ ڈالر والا معاملہ تو ڈراما نہیں ہوسکتا۔"

"تم گدھے ہو۔" میں نے بھنّا کر کہا۔ "اگر وہ حقیقت ہو تب بھی ہماری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ لیونارڈ خود تو ہماری مرضی کے بغیر یہاں سے نکل نہیں سکتا۔ کسی اور کو کیا رہائی دلائے گا۔"

بڈ سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر کھسیانے انداز میں بولا۔ "بہرحال ہوشیار رہنا چیف! کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے جاکر لیونارڈ مخبری کردے۔"

"تمھاری یہ بات سُن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم مجھے اتنا بے وقوف سمجھتے ہو کہ میں اُسے یوں آسانی سے نکل جانے دوں گا۔"

بڈ نے ہونقوں کی طرح مجھے دیکھا اور پھر جھینپ کر چُپ ہوگیا۔ ہم نے راہداری میں کھڑے کھڑے یہ ساری گفتگو کی تھی۔ دفعتاً ہمیں پیٹر اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔

"تم لوگ ابھی تک یہیں کھڑے ہو۔ میں تمھیں کمرۂ نشست میں تلاش کرکے آرہا ہوں۔"

"تم نے اُن دونوں کو اُس کمرے میں پہنچا دیا؟" میں نے پیٹر سے پوچھا اور اُس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم نے چیف کو احمق سمجھ رکھا ہے بڈ! آؤ میں تمھیں دکھاؤں کہ میں نے کیسا انتظام کیا ہے۔ ہم لیونارڈ کی کارکردگی اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ لیکن خیال رہے کہ اس دوران کسی کے مُنہ سے ذرا بھی آواز نہ نکلے۔"

میں نے پیٹر کو پہلے ہی ہدایت کردی تھی کہ انھیں ایسے کمرے میں لے جائے جہاں ہم انھیں دیکھ بھی سکیں اور اُن کی گفتگو بھی سُن سکیں۔

پیٹر ہمیں ایک ایسے کمرے میں لے گیا جس کی ایک دیوار میں کھڑکی نظر آرہی تھی۔ کھڑکی کے دوسری طرف والے کمرے میں روشنی تھی اور جس کمرے میں ہم داخل ہوئے تھے وہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اگر ہم کھڑکی سے دو قدم دور کھڑے ہوجاتے تو دوسرے کمرے سے ہمیں دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔

ہم کھڑکی میں جا کھڑے ہوئے۔ پیٹر میرے دائیں جانب تھا اور سلویا اور بڈ بائیں جانب کھڑے تھے۔ کھڑکی پر شیشہ لگا ہوا تھا مگر ایک جگہ سے شیشہ کٹا ہوا تھا ہم اُس جگہ سے دوسرے کمرے میں کی جانے والی گفتگو بہ آسانی سُن سکتے تھے۔

ڈینیل بڑے دُکھ بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "میں تو صرف ایک اکاؤنٹنٹ ہوں بھائی صاحب! ان لوگوں نے معلوم نہیں کس دھوکے میں مجھے پکڑ لیا ہے۔ میں تو ہارورت رابیل کے کاروبار کی حد تک اُس سے وابستہ ہوں۔"

"اگر تم اتنے ہی معمولی آدمی ہو تو مجھے ایک لاکھ ڈالر کس طرح ادا کرو گے؟" لیونارڈ نے چونک کر کہا۔

"اُس کی فکر مت کریں جناب! میں نے جو وعدہ کیا ہے اُسے ہر حال میں پورا کروں گا۔"

"مگر کیسے نہ کروں۔ صرف اس رقم کی خاطر ہی تو میں تمھاری آزادی کے لیے کوشش کررہا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھاری بات کیوں کر تسلیم کرلوں۔ ایک لاکھ ڈالر بہت بڑی رقم ہے۔"

"میرا ایک ذاتی اپارٹمنٹ ہے۔" ڈینیل نے بات بگڑتے دیکھ کر جلدی سے کہا۔ "اکتالیس نمبر اسٹریٹ پر... میں اُسے فروخت کردوں گا۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔" لیونارڈ نے یوں کہا جیسے واقعی اُسے رقم کی وصولی کے لیے کوئی ٹھوس ضمانت مل گئی ہو۔

"آپ کا اطمینان ہی میرے لیے سب کچھ ہے۔ یقین کیجیے میں بہت شریف آدمی ہوں۔"

"مجھے یقین ہے۔" لیونارڈ نے کہا۔ "اب تم میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے سونے کی کوشش کرو تاکہ میں تمھاری رہائی کو مزید یقینی بنا سکوں۔"

"میں آپ کی ہر ہدایت پر عمل کروں گا۔" ڈینیل نے کہا۔ "آخر آپ میرے محسن ہیں۔"

"جوتے اُتار کر بیڈ پر لیٹ جاؤ۔" لیونارڈ نے کہا اور ڈینیل نے اُس کی ہدایت پر عمل کیا۔

"اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ بھول جاؤ کہ تم کسی کی قید میں ہو۔ خود کو بالکل آزاد تصور کرو بلکہ زبان سے یہ الفاظ دہراؤ کہ میں کسی کی قید میں نہیں ہوں۔ میں آزاد ہوں۔"

ڈینیل اُس کی ہدایت پر حرف بحرف عمل کررہا تھا۔ شاید یہ اس سفوف کا کمال تھا جو لیونارڈ نے اُسے شراب میں پلوایا تھا۔ رہی سہی کسر لیونارڈ نے اُس کی ہمدردیاں حاصل کرکے پوری کردی تھی۔

کچھ دیر ڈینیل لیونارڈ کے بتائے ہوئے الفاظ دہراتا رہا پھر لیونارڈ نے اگلی ہدایت جاری کی۔ "تمھارا دایاں ہاتھ بھاری ہورہا ہے۔" اُس نے کہا مگر اب اُس کی آواز کسی کنویں میں سے آتی محسوس ہورہی تھی۔ بھاری اور پُراسرار آواز "تمھارا جسم بالکل ہلکا پھلکا ہے مگر تمھارا دایاں ہاتھ بھاری ہورہا ہے۔ تم اسے اپنی مرضی سے حرکت نہیں دے سکتے۔ اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت دینے کی کوشش کرو لیکن یاد رہے کہ تم صرف کوشش کرو گے، اپنے ہاتھ کو حرکت نہیں دے سکو گے۔"

میں نے محسوس کیا کہ ڈینیل نے اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت دینے کی کوشش کی تھی مگر وہ کامیاب نہیں ہورہا تھا۔

"اب مزید کوشش مت کرو۔" دفعتاً لیونارڈ نے کہا۔ "اس وقت تم کامیاب نہیں ہوسکو گے اس لیے کہ تمھیں نیند آرہی ہے۔ تمھاری پلکیں بوجھل ہورہی ہیں۔ تمھارے لیے آنکھیں کھلی رکھنا مشکل ہے۔ تمھیں نیند آرہی ہے۔"

"ہاں، مجھے نیند آرہی ہے۔" ڈینیل نے بوجھل سی آواز میں کہا۔

"تم گہری نیند سو جاؤ گے۔ میری آواز کے علاوہ تم کسی اور آواز کو نہیں سُن سکو گے۔ جو میں تم سے کہوں گا تم وہی کرو گے۔ میرے ہر سوال کا جواب دو گے۔"

لیونارڈ ہپناٹزم دیتا رہا اور میں حیرت سے دیکھتا رہا کہ ڈینیل گہری نیند سو گیا ہے۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد لیونارڈ نے اُس کے پپوٹے الٹ کر دیکھے پھر مطمئن انداز میں سر ہلاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ ڈینیل ہپناٹائز ہوچکا تھا اور اب اُس سے معلومات حاصل کرنے سے مجھے کون روک سکتا تھا۔ لیونارڈ دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شاید وہ کسی کو بلانا چاہتا تھا۔ میں نے شیشہ کھٹکھٹا کر اُسے اپنی طرف متوجہ کیا اور وہ چونک کر کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہم اِدھر ہیں لیونارڈ۔" میں نے اونچی آواز میں کہا۔ "کیا ہم تمھارے پاس آسکتے ہیں؟"

"آجاؤ۔" لیونارڈ نے جواب دیا۔ "میں اپنا کام مکمل کرچکا ہوں۔ اب صرف تمھارا کام باقی رہ گیا ہے۔"

میں پیٹر کی طرف متوجہ ہوا۔ "میرا خیال ہے ہمیں ایک... ٹیپ ریکارڈر کی ضرورت پڑے گی۔"

"تم چلو۔" پیٹر نے کہا۔ "میں ٹیپ ریکارڈر لے کر ابھی

مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے

نک ویلوٹ کی چوریاں

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

وہ تمام کہانیاں جو آج تک لکھی گئی ہیں

قیمت ۴۰/- روپے

ڈاک خرچ ۱۶/- روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

آتا ہوں۔“

”کیا ہم لوگ بھی تمہارے ساتھ چل سکتے ہیں چیف؟“ بڈ نے مجھ سے پوچھا۔

”تمہاری مرضی ہے۔ ویسے بہتر یہی ہوتا کہ تم سو جاتے، تمھیں نیند آ رہی ہو گی۔“

”آ رہی تھی۔“ بڈ کے بجائے سلویا نے جواب دیا۔ ”لیکن اب اُڑ گئی ہے۔ تم نے اتنی سنسنی خیز صورتِ حال پیدا کر دی ہے کہ اب نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

ہم تینوں افراد اُس کمرے سے نکل کر برابر والے کمرے میں پہنچ گئے جہاں بیڈ پر ڈینیل گہری تنویمی نیند سو رہا تھا۔ لیونارڈ نے ہمیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”یہ میرے ٹرانس میں ہے۔“ لیونارڈ نے مجھ سے کہا۔ ”میری معرفت تم اس سے جو بھی پوچھو گے یہ اس کا جواب دے گا اور جو بھی کہو گے اس پر عمل کرے گا۔“

”میں نے ٹیپ ریکارڈر منگایا ہے، وہ آ جائے تو اس کے بعد سوال جواب کا سلسلہ شروع کروں گا تاکہ اگر کوئی بات ذہن سے محو ہو جائے تو ہم اُسے دوبارہ سُن سکیں۔“

لیونارڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر ہم چند منٹ تک خاموش رہے۔ یہ خاموشی اس وقت ٹوٹی جب پیٹر ٹیپ ریکارڈر لے کر کمرے میں داخل ہوا۔

”میں چند سادہ کیسٹیں بھی لے آیا ہوں۔“ اُس نے ٹیپ ریکارڈر لگاتے ہوئے کہا۔ ”میرا خیال ہے اضافی کیسٹوں کی ضرورت پڑے گی۔“

ٹیپ ریکارڈر آن ہونے کے بعد میں نے لیونارڈ سے کہا۔ ”اس سے اس کا نام پوچھو۔“

”ایک منٹ۔“ بڈ نے دفعتاً ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ ”اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ واقعی ٹرانس میں ہے۔ ممکن ہے یہ ایکٹنگ کر رہا ہو۔“

”ایسا ہو سکتا ہے۔“ لیونارڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”مگر ڈینیل کے معاملے میں ایسا نہیں ہے۔“

”تم یہ بات اتنے یقین سے کس طرح کہہ رہے ہو؟“ بڈ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ اس کا انداز بہت جارحانہ تھا۔ میں نے اس موقع پر دخل اندازی نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

”میں یہ بات اپنے تجربے کی بنا پر کہہ رہا ہوں لیکن میری غلطی یہ ہے کہ میں نے آپ لوگوں کو مطمئن نہیں کیا۔“ اُس نے خاموش ہو کر اپنی جیب سے ایک ماچس نکالی۔ ”اگر میں آپ چاروں میں سے کسی کو ماچس کی جلتی ہوئی تیلی لگاؤں تو کیا آپ اسے برداشت کریں گے؟“

”نہیں۔“ میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ”کسی بھی شخص کو اگر جلایا تو وہ ردِعمل ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔“

”ٹھیک ہے، اب آپ لوگوں میں سے کوئی ماچس کی تیلی سے ڈینیل کے پیروں کا انگوٹھا جلائے۔ اگر یہ تکلیف کا اظہار کرے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ اداکاری کر رہا ہے۔ یہ امتحان کافی ہو گا؟“

”اگر یہ ممکن ہو سکا تو ہم مطمئن ہو جائیں گے۔“ بڈ نے اُس کے ہاتھ سے ماچس لیتے ہوئے کہا۔

”ابھی نہیں، جب میں کہوں۔“ لیونارڈ نے بڈ سے کہا پھر ڈینیل سے مخاطب ہوا۔ ”کیا تم میری آواز سُن رہے ہو ڈینیل؟“

”ہاں میں تمہاری آواز سُن رہا ہوں۔“

”تمہارے بائیں پیر کے انگوٹھے میں درد ہو رہا ہے، تم سخت تکلیف محسوس کر رہے ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تم کیا محسوس کر رہے ہو؟“

”میں شدید تکلیف میں ہوں۔ میرے بائیں پیر کے انگوٹھے میں سخت درد ہو رہا ہے۔“ ڈینیل نے جواب دیا۔ اُس کی آواز سے کرب ظاہر ہو رہا تھا۔

”کوئی بات نہیں ڈینیل! میں تمہارے انگوٹھے پر ایک دوا لگا رہا ہوں۔ اس سے تمہاری تکلیف بالکل زائل ہو جائے گی۔“ اُس نے بڈ کو اشارہ کیا اور بڈ نے بیڈ کے نزدیک جا کر ماچس کی تیلی جلائی اور ڈینیل کے بائیں پیر کے انگوٹھے سے لگا دی۔

”میں تمہارے انگوٹھے پر دوا لگا رہا ہوں ڈینیل! اس دوا سے تمہاری تکلیف فوراً زائل ہو جائے گی اور تم خاصا آرام محسوس کرو گے۔ بتاؤ، اب تم کیا محسوس کر رہے ہو؟“

”میں آرام محسوس کر رہا ہوں۔“ ڈینیل نے کہا اور ہم سب حیران رہ گئے، اس لیے کہ بڈ نے اس کے انگوٹھے کو پوری تیلی سے جلا دیا تھا اور گوشت جلنے کی چراند پورے کمرے میں پھیل گئی تھی۔

”اب تو آپ کو یقین آ گیا مسٹر بڈ؟“ لیونارڈ نے کہا۔ ”یا اب بھی کوئی کسر رہ گئی ہے؟“

”اب بھی اگر کوئی بے یقینی کا اظہار کرے تو اُسے پاگل کہا جائے گا۔“ میں نے کہا۔ ”اب تم اس سے اس کا نام پوچھ ڈالو۔“

لیونارڈ نے میرا سوال دُہرایا اور ڈینیل نے کہا۔ ”میرا نام ڈینیل گراہم اونیل ہے۔“

”تم کون سے ملک کے رہنے والے ہو اور تمہارے والدین کا تعلق کہاں سے تھا؟“ میرے کہنے پر لیونارڈ نے سوال کیا۔

”میرے والدین کا تعلق آسٹریلیا سے تھا لیکن بعد میں وہ امریکا میں آباد ہو گئے تھے۔ میں امریکا کا ہی باشندہ ہوں۔“

میں نے اُس کا بیک گراؤنڈ جاننے کے لیے کئی سوال کیے تاکہ اس کا بدل ادا کرتے وقت مجھے کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے پھر میں نے اینڈریو کے بارے میں سوال کیا۔

”اس پر عملِ تنویم کیا گیا تھا۔“ ڈینیل نے بتایا۔ ”اُسے ہدایت کی گئی تھی کہ جیسے ہی ایلن گراہم کی آواز سُنے جو دراصل علی یار خان ہے، اپنی پوری قوت سے اُس پر حملہ کر کے اُسے ختم کر دے خواہ اس عمل کے دوران اُسے خود اپنی جان سے ہی کیوں نہ ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔“

”عملِ تنویم کی احمقانہ تجویز پیش کرنے والا اولیو ہارڈ تھا یا یہ ہارورت رابیل کی حرکت تھی؟“ میں نے اگلا سوال کیا۔

”یہ ہارورت رابیل کی حرکت تھی۔ اولیو ہارڈ نے تو اس تجویز کی سختی سے مخالفت کی تھی۔“

”تہذیب پر تشدد کیوں کیا گیا۔ تم لوگ اس سے کیا معلوم کرنا چاہتے تھے؟“

”ہمارا خیال تھا کہ ڈی فوسٹر والے فارمولوں کی نقلیں محفوظ کر لی گئی ہیں۔ انہی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے اُس پر تشدد کیا گیا تھا۔“

”عملِ تنویمی کے ذریعے بھی تو اُس سے معلومات حاصل کی جا سکتی تھیں۔ پھر اُس پر تشدد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟“

”کسی کو اس کا خیال ہی نہیں آیا تھا پھر جب اینڈریو پر عملِ تنویمی کیا گیا تو اولیو ہارڈ نے یہ امکان پیش کیا اور اب ہمارا ارادہ یہی تھا کہ کس طرح اُسے ہپناٹائز کر کے اُس سے معلومات حاصل کر لی جائیں مگر ہمیں اس کا موقع نہیں مل سکا۔“

”امریکا میں ہارورت رابیل کے کاروبار کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔“

”وہ ہتھیار سازی کے متعدد کارخانوں کا مالک تھا۔ عام لوگوں کا یہی خیال ہے کہ ہتھیار سازی کے باعث وہ اس قدر دولت مند ہے۔ یہ بات کسی حد تک درست بھی ہے تاہم اُس کی دولت مندی کا اصل ذریعہ تو منشیات کا کاروبار ہے۔ ہتھیار سازی پر پابندی کے بعد بھی اُس کا یہ بزنس برقرار ہے۔ امریکا میں ہارورت رابیل سے بڑا ہیروئن کا اسمگلر کوئی اور نہیں ہے۔“

”ہارورت رابیل کے گروہ میں تمہاری کیا پوزیشن ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”میرے مشورے کے بغیر وہ کوئی قدم نہیں اٹھاتا۔ ہر کاروباری معاملے میں میری رائے کو اہمیت دیتا ہے۔“

”شام میں دوا ساز فیکٹری کے قیام کا مشورہ بھی تم نے ہی دیا تھا؟“

”نہیں، میں نے اس فیکٹری کے قیام کی مخالفت کی تھی۔“

”کیوں؟“

”اس لیے کہ وہ بہت خطرناک کام ہے۔ اگر ہم پکڑے گئے تو بچت کا کوئی راستہ نہیں ہو گا۔“

میں نے اپنے جسم میں ہلکی سی سنسنی دوڑتی محسوس کی۔ گفتگو کارآمد موڑ پر پہنچ گئی تھی۔

”اس دوا ساز فیکٹری میں کیا خطرناکی ہے، وہاں تو صرف کینسر کی دوا تیار کی جائے گی۔“

”دوا ساز فیکٹری تو صرف دکھاوا ہے۔ اصل کام تو زیرِ زمین ہو گا۔ اُس فیکٹری کے نیچے وسیع و عریض تہ خانے میں۔ جہاں بڑے پیمانے پر جوہری اسلحہ تیار کرنے کے آلات نصب کیے گئے ہیں۔ فیکٹری کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے اور ہم ابھی تک محفوظ رہے ہیں لیکن کسی بھی وقت ہمارا بھانڈا پھوٹ سکتا ہے اور ہم شامی حکومت کی نظروں میں آ سکتے ہیں۔ اس خطرے کی بنا پر میں اس پروجیکٹ کے خلاف تھا۔“

میں سناٹے میں آ گیا۔ اس حد تک تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ یہ بات تو میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھی کہ سازش اتنی بڑی بھی ہو سکتی ہے۔ مجھے شام کی حکومت پر حیرت ہونے لگی۔ اُن کی مملکت کی حدود میں اتنا بڑا واقعہ رونما ہو گیا اور انھیں اس کی ہوا تک نہیں لگ سکی۔

ڈینیل کا انکشاف ایسا تھا جس نے لیونارڈ تک کو چونکا دیا۔ حالاں کہ اس کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں تھا اس کے باوجود میں نے اُس کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک دیکھی۔ مجرمانہ فطرت کا حامل تو وہ تھا ہی۔۔۔ اب یقیناً اس امکان پر غور کر رہا ہو گا کہ ان معلومات سے وہ خود کس طرح فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

”تم کن لوگوں سے ٹکرا گئے ہو بھائی؟“ پیٹر نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ میں بھی اولیو ہارڈ کا خیال ذہن سے نکالے دیتا ہوں۔“

”میں نے تم سے جو وعدہ کیا ہے اُسے ہر حال میں پورا کروں گا۔ تمہارا جو جی چاہے کرو۔“

”نہ تو خود میں خودکشی کر سکتا ہوں اور نہ ہی تمھیں خودکشی کرتے دیکھ سکتا ہوں۔“ اُس نے کہا۔ اس کی آواز لرز رہی تھی۔ ”مجھے ان کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا تو میں پہلے ہی تائب ہو چکا ہوتا۔ ذرا اندازہ تو کرو کہ جو لوگ کسی دوسرے ملک کی حدود میں غیر قانونی طور پر جوہری ہتھیاروں کی فیکٹری قائم کر سکتے ہوں، ہم جیسے بے حقیقت آدمی اُن کا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟“

”تم انھیں نہیں جانتے ہو گے مگر میں ان سب سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔“ میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ ”یہ بین الاقوامی لفنگے ہیں اور مجھے کسی لفنگے سے خوف نہیں محسوس ہوتا۔“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو چیف!“ بڈ نے کہا۔ ”ایسے تھرڈ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کلاس شہد طلب سے تو کبھی بڈ بھی خوف زدہ نہیں ہوا۔ تم تو خیر بہت گریٹ آدمی ہو۔"

"تم علی یار خان سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔" سلویا نے پیٹر سے کہا۔ "یہ وہ ہیں جنھوں نے اولیو ہاورڈ کو ہمیشہ ناکوں چنے چبائے ہیں۔ یہ وہ واحد شخصیت ہیں جن سے اولیو ہاورڈ خائف رہتا ہے۔"

"تم کوئی بھی ہو میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔" پیٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "سچی بات تو یہ ہے کہ میرا حوصلہ جواب دے چکا ہے۔"

"تمھیں میدانِ عمل میں آنے کی ضرورت بھی نہیں ہے پیٹر! میرا وعدہ ہے کہ تمھارے دشمن کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں اپنی جانب سے کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا۔ اگر کامیاب ہوگیا تو تمھیں اس کی اطلاع بھی ضرور دوں گا۔"

"تمھیں کوئی اور سوال کرنا ہو تو بتاؤ۔" ورنہ میں اس کی تنویمی نیند کا خاتمہ کر دوں۔"

"ابھی تو ابتدا ہوئی ہے۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "اس سے پوچھو کہ اگر اسلحہ ساز فیکٹری شامی حکومت کی نظروں میں آگئی تو کیا وہ اس سے فائدہ اٹھا کر ایک ایٹمی قوت نہیں بن جائیں گے۔"

لیونارڈ نے میرا سوال دُہرایا اور ڈینیل نے کہا۔ "نہیں اس کا تدارک کر لیا گیا ہے۔ اگر کبھی اس فیکٹری کا راز افشا ہوا بھی تو اس سے کوئی اور فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ فیکٹری میں جگہ جگہ طاقت ور بم نصب ہیں۔ اگر کبھی ہمارا راز افشا ہوا تو پوری فیکٹری اُڑا دی جائے گی۔"

"اس سے یہ معلوم کرو کہ بم کن کن مقامات پر نصب ہیں۔" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"یہ بات مجھے نہیں معلوم۔" ڈینیل نے جواب دیا۔

"تمھیں یہ بات کیوں نہیں معلوم... تم تو ہاروت رابیل کے خاص آدمی ہو؟"

"یہ منصوبہ ہاروت رابیل نے نہیں بلکہ اولیو ہاورڈ نے بنایا تھا۔ اس کے آدمیوں نے اس منصوبے پر کام کیا ہے۔ ہاروت رابیل نے تو صرف سرمایہ لگایا ہے، وہ خود بہت سی باتوں سے ناواقف ہے۔"

"یہ منصوبہ کب بنایا گیا تھا اور اس کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟"

"تقریباً دو سال قبل اولیو ہاورڈ نے یہ منصوبہ بنایا تھا۔ اس نے ہاروت رابیل کو جوہری ہتھیار سازی پر آمادہ کیا تھا۔ فارمولے بھی اسی نے چوری کروائے تھے اور شامی حکام سے پارٹنر کی حیثیت میں معاملات بھی اسی نے طے کیے تھے۔ چوں کہ امریکا میں اسے حکومت کی نظروں سے اوجھل رکھنا ناممکن تھا لہٰذا طے یہ کیا گیا کہ جوہری ہتھیار شام میں تیار کیے جائیں گے۔ چوں کہ اس سے کثیر منافعے کی توقع تھی۔ اس لیے ہاروت رابیل بھی راضی ہوگیا تھا۔"

"ڈی فوسٹر تو جوہری ہتھیاروں کے فارمولے لے کر فرار ہوگیا تھا۔ اب تو وہ فیکٹری تمھارے لیے بے کار ہوگئی ہوگی؟"

"نہیں اس فیکٹری میں عام ہتھیار بھی تیار کیے جا سکتے ہیں۔ صرف جوہری اسلحے کی تیاری ضروری نہیں ہے اور چونکہ ہاروت رابیل کا کام امریکا میں ختم ہوگیا ہے اس لیے اب اس کا ارادہ یہ ہے کہ اپنا کاروبار وہیں شروع کر دے گا۔ اس آڑے وقت میں یہ فیکٹری اس کے لیے بہت بڑا سہارا ثابت ہوگی۔"

میں نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ "اس طرح شامی حکومت کی نظروں میں زیادہ عرصے تو دھول نہیں ڈالی جا سکے گی۔"

"ہمیں اس کا احساس ہے اور اس خطرے سے بچنے کے لیے ہم شام میں فوجی انقلاب لانے کی کوشش کریں گے۔"

"یہ انقلاب لانے کے لیے جو منصوبہ بنایا گیا ہے وہ کیا ہے؟"

"مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ یہ اولیو ہاورڈ کا شعبہ ہے۔ وہ منصوبہ بنائے گا اور وہی اس پر عمل بھی کرے گا۔ اس کا کہنا ہے کہ شام کے قلب میں بیٹھ کر یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔"

ڈینیل کے انکشافات میری توقع سے بڑھ کر سنگین تھے۔ مجھے پہلے ہی خدشہ تھا کہ اولیو ہاورڈ کوئی بڑی سازش کرنے میں ملوث ہوگا لیکن مجھے یہ توقع بھی نہیں تھی کہ حالات اتنی سنگین نوعیت کے ثابت ہوں گے۔ بڈ بھی حیران بیٹھا تھا اور سلویا بھی کم حیران نہیں تھی۔ اس کے لیے بھی یہ سب باتیں کسی حیرت انگیز انکشاف سے کم نہیں تھیں۔

"کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہے کہ ان بموں کو تلاش کر کے ناکارہ کر دیا جائے جو وہاں نصب ہیں۔" میں نے اپنے اضطراب پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"بموں کو تلاش کرنا اس لیے ممکن نہیں ہے کہ انھیں دیواروں اور ملبوں کے اندر چُن دیا گیا ہے۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ جب بموں تک رسائی نہیں ہے تو انھیں استعمال کس طرح کیا جا سکے گا؟"

"وہ ریموٹ کنٹرول بم ہیں۔ اس لیے انھیں استعمال کے لیے ان تک پہنچنا ضروری نہیں ہے۔"

"اُن بموں کا ریموٹ کنٹرول کس کے پاس ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"کل پانچ افراد ہیں جن کے پاس ان کا ریموٹ کنٹرول ہے۔ اولیو ہاورڈ اور ہاروت رابیل کے علاوہ تیسرا خود میں ہوں۔ بقیہ دو کے بارے میں مجھے نہیں معلوم۔"

"اور اس ریموٹ کنٹرول کی رینج کتنی ہے؟"

"اتنی کہ اسے تل ابیب میں بیٹھ کر بآسانی استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

مجھے اپنا دل بیٹھتا محسوس ہوا تاہم میں نے ڈوبتے دل سے اگلا سوال کیا۔ "جن لوگوں کے پاس ریموٹ کنٹرول ہیں انھیں کن حالات میں انھیں استعمال کرنے کی ہدایت کی گئی ہے؟"

"کسی بھی ایسی صورت میں جبکہ ہم دشمن کی نگاہ ہی آ جائیں اور فیکٹری اُن کے قبضے میں جانے کا اندیشہ ہو۔"

اولیو ہاورڈ کا بنایا ہوا منصوبہ بہت تباہ کن تھا۔ ایسی کوئی تدبیر نہیں تھی جس پر عمل کر کے فیکٹری پر قبضہ کیا جا سکتا۔ جب تک اُن دو افراد کے بارے میں معلومات حاصل نہ ہو جائیں جن کے پاس ریموٹ کنٹرول تھے، فیکٹری پر قبضہ کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا... اور صرف معلومات حاصل کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ پانچوں ریموٹ کنٹرول قبضے میں لینے ضروری تھے۔ معلوم نہیں وہ دو افراد کون ہوں گے...؟ ممکن ہے وہ اسرائیل میں ہوں، یا اُن میں سے ایک اسرائیل میں ہو اور دوسرا دمشق میں ہی موجود ہو۔ اولیو ہاورڈ نے معلوم نہیں کس قسم کا جال بچھا رکھا ہوگا۔ مجھے یقین تھا کہ شام کے سرکاری محکموں میں حکومتِ اسرائیل کے مخبر ضرور ہوں گے۔ ممکن ہے اُن میں سے کچھ افراد اولیو ہاورڈ کے لیے بھی کام کرتے ہوں۔ مجھے اس بات کا پختہ یقین تھا کہ فیکٹری پر قبضہ کرنے کے لیے میں کتنا ہی خفیہ منصوبہ کیوں نہ بنا لوں اُس کی اطلاع اُن دونوں میں سے کسی ایک فرد تک ضرور پہنچ جائے گی جن کے پاس بموں کو استعمال کرنے والے ریموٹ کنٹرول ہیں۔ جیسے ہی انھیں اطلاع ملے گی کہ فیکٹری کا راز افشا ہو گیا ہے اور اُس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، وہ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے بم استعمال کر ڈالیں گے اور نتیجہ کیا نکلے گا۔ کم از کم سیکڑوں افراد مارے جائیں گے۔

"تمھیں کچھ اور پوچھنا ہے؟" لیونارڈ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ ایک غیر متعلق آدمی تھا۔ نہ صرف غیر متعلق بلکہ وہ... مجرمانہ رجحان رکھنے کے علاوہ پیسے کی ہوس میں بھی مبتلا تھا۔ ڈینیل کی بتائی ہوئی جو باتیں اُس کے علم میں آگئی تھیں وہ انھیں اپنے مفاد میں استعمال کرنے کی بھی کوشش کر سکتا تھا۔ اُس کا زندہ رہنا میری زندگی کے لیے خطرناک ہو سکتا تھا۔ مجھے اس بارے میں بھی فیصلہ کرنا تھا لیکن پہلے ڈینیل سے مکمل معلومات کا حصول بہت ضروری تھا۔

"فیکٹری کب سے کام کرنا شروع کرے گی؟" میں نے اپنی سوچوں سے باہر آتے ہوئے پوچھا۔

"ہم لوگ پرسوں شام کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔ ہتھیار ساز فیکٹری کا عملہ پہلے ہی وہاں پہنچ چکا ہے اس لیے وہ فیکٹری فوراً ہی کام شروع کر دے گی۔ دواؤں کی فیکٹری کا افتتاح ہمارے شام پہنچنے کے دو روز بعد ہوگا۔"

"دوا ساز فیکٹری میں وہاں کا مقامی عملہ بھی ملازم ہوگا یا تمام لوگ تمھارے ہوں گے۔"

"ہماری کوشش تو یہی ہے کہ تمام لوگ ہمارے ہی ہوں تاہم ایسا ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ شامی حکومت اپنے کچھ آدمیوں کی شمولیت پر ضرور اصرار کرے گی۔"

اس کے بعد بھی بڑی دیر تک ڈینیل سے ہاروت رابیل کے گروہ کے بارے میں کرید کرید کر سوالات کرتا رہا۔ سوال جواب کے اس سلسلے میں کوئی تین گھنٹے لگے اور تین کیسٹیں بھر گئیں۔ میں نے اُس سے ریموٹ کنٹرول کے بارے میں بھی معلوم کر لیا تھا جو اس کے کمرے میں موجود لاکر کے اندر محفوظ تھا۔

پیٹر، بڈ اور سلویا اس پورے عرصے بڑے سکون سے بیٹھے رہے۔ بلکہ وہ خاصی دلچسپی سے سب کچھ سُن رہے تھے۔

بالآخر میں نے لیونارڈ سے سوال جواب کا سلسلہ ختم کرنے کو کہا۔

"اب تم صرف میری آواز سنو گے۔ میری کسی بات کا جواب نہیں دو گے اور جو کچھ میں کہوں اس پر عمل کرو گے۔" لیونارڈ نے ڈینیل کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ "تم یوں ہی سوتے رہو گے اور نیند پوری ہونے پر اُٹھو گے۔ جب تم جاگو گے تو تمھیں کچھ بھی یاد نہیں ہوگا۔ سونے کے دوران تم سے جو سوالات ہوئے تم انھیں فراموش کر چکے ہو گے۔"

کچھ دیر بعد ہم سب ڈائننگ روم میں آ گئے۔ لیونارڈ جانا چاہ رہا تھا مگر میں نے اصرار کر کے اُسے ناشتے پر روک لیا تھا تاہم میں نے موقع پا کر پیٹر کو ہدایت کر دی تھی کہ اب لیونارڈ کی زندگی ہمارے لیے خطرناک ہے اور اُس نے مجھ سے بے فکر ہو جانے کو کہا تھا۔

ناشتے کے بعد لیونارڈ نے اجازت چاہی اور پیٹر نے اُس سے کہا۔ "میں ڈرائیور سے کہہ دیتا ہوں، وہ تمھیں چھوڑ آئے گا۔" پیٹر اُسے ساتھ لے کر چلا گیا۔

"اس شخص کے علم میں بڑی خطرناک باتیں آگئی ہیں۔" بڈ نے کہا۔

"بے فکر رہو، میں نے پیٹر سے کہہ دیا ہے، وہ لیونارڈ کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مناسب بندوبست کردے گا۔"

"میں تصور بھی نہیں کرسکتی تھی مسٹر علی کہ انکل رابیل اتنی خوفناک سرگرمیوں میں ملوث ہوں گے۔" سلویا نے کہا۔

"پروا مت کرو، اب چند دنوں سے زیادہ کا کھیل نہیں بچا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہاروت رابیل کی موت کے بعد تم آزاد ہوجاؤ گی۔"

"کاش ایسا ہوسکے مسٹر علی۔ مجھے آزادانہ زندگی بسر کرنے کی بڑی تمنا ہے۔"

"بس تمھیں چند دن کے لیے روپوش رہنا پڑے گا۔ اس کے بعد تم ان لوگوں کی تباہی کی اطلاع سُن لوگی۔"

"کیا تم ڈینیل کے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے اُس فیکٹری کو اُڑاؤ گے چیف؟" بڈ نے پوچھا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے بڈ! لیکن وہ بعد کی بات ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ جس وقت میں ریموٹ کنٹرول استعمال کروں اُس وقت اس گروہ کے زیادہ سے زیادہ لوگ وہاں جمع ہوں۔ تاہم اس وقت تو تمھارے لیے ایک کام ہے۔"

"حکم کرو چیف!" بڈ نے مستعدی سے کہا۔ "بڈ تو پہلے ہی بے کاری کی وجہ سے بیزار بیٹھا ہے۔"

"ڈینیل کے چہرے کا ماسک تیار کرو۔ مجھے دوسرے کام نمٹانے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام ہوجائے۔"

"یہ کام میرے بس سے باہر ہے چیف۔" بڈ نے کہا۔ "تمھیں تو معلوم ہی ہے کہ میں میک اپ کا اتنا ماہر نہیں ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے بڈ! اور میں تم سے یہ نہیں کہہ رہا کہ پورا کام تم کروگے۔ ظاہر ہے اُسے فائنل ٹچ تو میں خود دوں گا۔"

"تم اپنے چہرے کے نقوش تو تبدیل کرلوگے لیکن کیا تم اپنی آواز سے نہیں پہچان لیے جاؤ گے؟" سلویا نے کہا۔

"اس کا صحیح اندازہ تو تمھیں اس وقت ہوسکے گا جب میں ڈینیل کا میک اپ کرلوں گا۔" میں نے ڈینیل کی آواز کی نقل اُتاری اور سلویا مارے حیرت کے اُچھل پڑی۔

"یہ... یہ تم نے اپنی آواز کس طرح تبدیل کرلی؟" اُس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"آدمی اگر آواز تبدیل کرنے کے فن سے ناواقف ہو تو میک اپ اپنی افادیت کھو بیٹھتا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد پیٹر آگیا۔ "میں نے اُس کا مکمل انتظام کردیا ہے۔" اُس نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "اب تمھارے لیے میری یہ ہدایت ہے کہ جو کچھ تم نے ڈینیل کے منہ سے سُنا ہے اُسے یکسر فراموش کردو۔"

"میں سمجھتا ہوں مسٹر ایلی یار۔" اُس نے پہلی بار مجھے میرے اصل نام سے مخاطب کیا۔

"یہ ہدایت میں نے محض احتیاطاً تمھیں دی ہے۔ دوسری بات یہ کہ تمھیں ان لوگوں کے انجام تک خود کو روپوش رکھنا ہوگا۔ کیا تم سلویا کی حفاظت کی ذمّے داری قبول کرسکوگے؟"

"کیوں نہیں۔" پیٹر نے کہا۔ "یہ جب تک چاہیں میرے پاس رہیں۔ انھیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی لیکن مجھے آخر کتنے دن روپوش رہنا ہوگا؟"

"خواہ یہ روپوشی طویل ہی کیوں نہ ہوجائے لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ تم نہ صرف خود روپوش رہو بلکہ جیکسن کو بھی منظرِ عام پر سے ہٹادو۔"

"ہماری اس روپوشی کا اختتام کب ہوگا... میرا مطلب ہے ہمیں کس طرح معلوم ہوگا کہ اب ہماری روپوشی کے دن ختم ہوگئے ہیں؟"

"ان لوگوں کو انجام تک پہنچانے کے فوراً بعد میں تمھیں مطلع کردوں گا۔"

"میں تمھاری کامیابی کے لیے دل سے دعا کروں گا مسٹر ایلی... اور معاف کرنا مسٹر ایلی۔"

"اور اب میں تمھیں ایک اور زحمت دوں گا سلویا! تم... ٹرانسمیٹر پر اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کرو۔" میں اُسے آدھے گھنٹے تک سمجھاتا رہا کہ اُسے اولیو ہاورڈ سے کیا باتیں کرنی ہیں اور اُس کے کس سوال کے جواب میں کیا کہنا ہے۔ اُس کے بعد میں اُسے اُس کی خواب گاہ میں لے گیا جہاں اُس کا ٹرانسمیٹر تھا۔ سلویا نے ٹرانسمیٹر پر اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کرلیا۔ میری توقع کے عین مطابق دوسری طرف اولیو ہاورڈ نے خود کال ریسیو کی تھی۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ بے حد پریشان تھا۔

"تم... تم کہاں سے بات کررہی ہو؟ مطلع کیسا ہے؟" اولیو ہاورڈ کی آواز سے گہرا اضطراب جھلک رہا تھا۔

"نیویارک کا مطلع ابر آلود ہے جناب۔" سلویا نے کہا۔ یہ اُن کے درمیان طے شدہ کوڈ تھا جس کا مطلب تھا کہ سلویا نے یہ کال خود سے کی ہے، کسی کے دباؤ کے تحت نہیں کی۔ "مجھے نہیں معلوم میں کہاں ہوں۔"

"اس بات کا کیا مطلب ہوا سلویا؟" اولیو ہاورڈ کی غراہٹ سنائی دی۔

"وہ بہت محتاط ہے جناب! مجھے آنکھوں پر پٹی کر یہاں لایا گیا تھا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں نے تم سے کہا تھا کہ اشد ضرورت کے بغیر کال مت کرنا۔ اس وقت تمھیں کال کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟"

"لکی فرار ہوگئی ہے جناب اور وہ اس کے فرار کی وجہ سے بہت پریشان ہے۔ مجھے پہلے موقع نہیں ملا جناب ورنہ میں پہلے ہی آپ کو مطلع کردیتی۔"

"اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ لکی فرار ہوگئی ہے، ممکن ہے وہ جھوٹ بول رہا ہو۔"

"وہ بہت پریشان ہے جناب! اُس کی پریشانی سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاملہ بہت اہم ہے۔ اُس نے لکی کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے البرٹ پر تشدد بھی شروع کردیا ہے۔"

"اوہ! لیکن ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے وہ البرٹ پر تشدد تک کرنے پر مجبور ہوگیا؟"

"اس کی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ لکی کسی ایسی بات سے واقف ہوگئی ہے جو اس کے علم میں نہیں آنی چاہیے تھی۔"

"وہ بہت چالاک ہے سلویا! ممکن ہے حقیقت کچھ اور ہو جسے چھپانے کے لیے وہ یہ سب کچھ کررہا ہو۔"

"میں اُس کی قید میں ہوں۔ البرٹ اور ڈینیل بھی اُس کے قبضے سے نہیں نکل سکتے۔ اگر وہ چاہے تو ہمیں ختم بھی کرسکتا ہے۔ میں نہیں سمجھتی کہ وہ دکھاوے کے لیے کچھ کررہا ہے۔"

"اوہ! کیا ڈینیل بھی وہیں ہے؟"

"جی ہاں! ڈینیل بھی یہیں ہے اور اُس نے ڈینیل پر بھی لکی کے سلسلے میں خاصا دباؤ ڈالا ہے۔"

"کیا وہ صرف لکی کے بارے میں پوچھ گچھ کررہا ہے یا کچھ اور بھی معلوم کرنے کی کوشش کررہا ہے؟"

"ابھی تک تو اُس نے اُن دونوں سے اس ایک بات کے علاوہ اور کچھ نہیں پوچھا۔ ہر پوچھ گچھ کے دوران اُس نے مجھے اپنے ساتھ ہی رکھا ہے۔"

"تب تو یہ امکان ہے کہ لکی واقعی کسی طرح اُس کی گرفت میں نکلنے میں کامیاب ہوگئی ہوگی۔"

"مجھے کہنا تو نہیں چاہیے جناب لیکن لکی کا راز افشا کرکے آپ سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ اُس وقت تک وہ لکی کو اپنا ہمدرد ہی سمجھ رہا تھا۔"

"جو کچھ ہوا اُسے بھول جاؤ۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "میرے لیے یہی بہت ہے کہ لکی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اور یہ فائدہ کیا کم ہے کہ تم اُس پر مسلط ہو۔"

"مجھے جو کچھ کرنا پڑ رہا ہے وہ میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے جناب! اُس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے مجھے خود اپنے لوگوں کے خلاف کام کرنا پڑ رہا ہے۔"

"وہ کس طرح؟" اولیو ہاورڈ کی چونکی ہوئی آواز آئی۔

"میری ہی وجہ سے وہ عمارت میں داخل ہونے میں کامیاب ہوا تھا۔ اُس نے مجھے مجبور کیا تھا کہ میں گوشت کے زہریلے پارچے کتوں کو کھلاؤں۔"

"اوہ! تو یہ تم تھیں۔ اس بات پر تو میری ہاروت رابیل سے جھڑپ بھی ہوگئی تھی۔ میں نے اُسے کتوں کی کارکردگی پر طعنہ دیا تھا۔"

"یہ حقیقت ہے جناب کہ وہ کُتّے کسی اجنبی کے ہاتھوں سے کچھ نہیں کھاتے ہیں۔ اگر میں نہ ہوتی تو وہ کبھی عمارت میں داخل نہیں ہوسکتا تھا۔"

"تمھیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ ڈینیل کے علاوہ وہ تہذیب مالکم ایکس کو بھی یہاں سے نکال لے گیا ہے۔"

"جی ہاں جناب! لیکن اُس نے مجھے صرف کتوں کے لیے استعمال کیا تھا۔ اس کے بعد اپنے ساتھی بڈ کے ساتھ مجھے واپس بھیج دیا تھا۔"

"اس کے باوجود تمھیں نہیں معلوم کہ تم کس مقام پر قید ہو؟"

"مجھے علاقے کا نام تک معلوم نہیں جناب! بڈ نے بھی میری آنکھوں پر رومال باندھ دیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے وہ تمھاری طرف سے مشکوک ہے سلویا! تمھیں کال کرنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہیے تھا۔"

"میں یہاں قید نہیں ہوں جناب! عمارت میں آزادی سے گھوم پھر سکتی ہوں اور کال میں نے بہت دیکھ بھال کر کی ہے۔ رات بھر جاگنے کے بعد سب لوگ ابھی تھک کر سوئے ہیں۔ میں نے تو یہ سوچ کر کال کی ہے کہ شاید یہ اطلاع آپ کے لیے اہم ہو لیکن آپ کے انداز سے ایسا معلوم ہورہا ہے جیسے مجھ سے غلطی سرزد ہوگئی ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے سلویا! تمھاری دی ہوئی اطلاع بہت اہم ہے لیکن اس سے بھی زیادہ ضروری ڈینیل کی رہائی ہے، تم تو اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کرسکو گی۔"

"میں مسٹر ڈینیل کی اہمیت سے واقف ہوں جناب! اور اس بات سے خوف زدہ بھی ہوں کہ کہیں وہ مسٹر ڈینیل کی حقیقت سے باخبر نہ ہوجائے۔ اگر اُسے معلوم ہوجائے کہ مسٹر ڈینیل کتنے کارآمد آدمی ہیں تو وہ اُن پر تشدد کی انتہا کرکے انکل کے بہت سے اہم راز اگلوالے گا جو مجھے کسی صورت میں بھی گوارا نہیں ہے۔"

"شاباش سلویا! مجھے تم سے یہی اُمید تھی۔ مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ میں نے ہاروت رابیل کے حفاظتی نظام پر اعتماد کرلیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ تاہم اب میں نے سیکورٹی کے انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں۔ اب کوئی عمارت میں داخل نہیں ہو سکے گا لیکن اس وقت سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ ڈینیل کو اس کی دست بُرد سے محفوظ رکھنا ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں جناب۔" سلویا نے کہا۔ "اور اس وجہ سے خود بھی بے حد تشویش میں مبتلا ہوں۔ میں وعدہ تو نہیں کر سکتی لیکن کوشش کروں گی کہ کسی طرح اُن دونوں کے کام آ سکوں۔"

"اس کوشش کے نتیجے میں تم خود بھی خطرے میں پڑ سکتی ہو۔" اولیو ہاورڈ کی آواز آئی۔

"وہ تو میں اسی وقت پڑ گئی تھی جناب جب اس کام کے لیے میرا چناؤ کیا گیا تھا۔ اب مجھے کسی خطرے کی پروا نہیں ہے۔ میری کوشش بہرحال یہی ہو گی کہ وہ دونوں یہاں سے نکل جائیں اور مجھ پر شبہ نہ کیا جا سکے۔"

"مجھے تم پر فخر ہے سلویا! تم ثابت کر رہی ہو کہ میں نے اس کام کے لیے تمہارا انتخاب کر کے غلطی نہیں کی ہے۔"

سلویا نے بہت بُرا سا منہ بنایا مگر جب وہ بولی تو اُس کے لہجے سے کسی قسم کی ناگواری ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔ "اگر میں اپنی جان دے کر بھی انکل رابیل کے کسی کام آ سکوں تو اسے اپنی خوش نصیبی تصور کر دوں گی۔"

"ایک بات اور سُن لو۔ اگر تم محسوس کرو کہ ڈینیل کو رہا کرانا تمہارے لیے ممکن نہیں ہے تو انتظار کرنا۔ اگر وہ اُس پر تشدد شروع کرے تو موقع دیکھ کر ڈینیل کو ٹھکانے لگا دینا۔"

اولیو ہاورڈ کی اس بات نے سلویا کو سر سے پیر تک ہلا دیا۔ "یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا جناب۔" اُس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اپنے انکل رابیل کو بچانے کے لیے تمہیں قربانی تو دینی ہی پڑے گی سلویا! اگر وہ ڈینیل کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گیا تو یاد رکھو تمہارے انکل تباہ ہو جائیں گے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے جناب! مگر میرے پاس نہ تو کوئی ہتھیار ہے اور نہ ہی مجھے کوئی زہر میسّر ہے، پھر میں اُسے کیسے ختم کر سکوں گی؟"

"کسی چیز کی ضرورت نہیں پڑے گی سلویا! بس بلیڈ کے ایک ٹکڑے سے کام ہو جائے گا۔ اُس کی شہ رگ کاٹ دینا بقیہ کام خود ہی ہو جائے گا۔"

"کیا اپنے آدمی کو مار دینے کی بہ نسبت یہ بہتر نہیں رہے گا کہ میں علی یار خاں کو ہی ٹھکانے لگا دوں۔"

"ایسی حماقت کرنے کی کوشش ہرگز مت کرنا۔" اولیو ہاورڈ کی آواز میں تنبیہ تھی۔ "ورنہ نتائج کی ذمے دار تم خود ہو گی۔"

"میں اُس سے بہت قریب ہوں جناب! ممکن ہے مجھے کوئی ایسا موقع مل ہی جائے جب میں اُس پر کاری وار کر سکوں۔"

"تم اُسے مجھ سے زیادہ نہیں جان سکتیں۔ وہ کسی کی طرف سے بھی مطمئن ہونے والا آدمی نہیں ہے۔ تم بلاوجہ اپنی جان سے جاؤ گی اور اس وقت میری بساط پر سب سے اہم مہرہ تم ہو۔"

"مجھے اتنی اہمیت مت دیجیے جناب! میں اپنی حقیقت سے بخوبی واقف ہوں۔"

"اس وقت میرے لیے سب سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ اُس کی نقل و حرکت سے باخبر رہوں اور یہ کام تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔"

"میں کوشش کروں گی جناب کہ آپ کی ہدایات پر کاربند رہوں۔" سلویا نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور اولیو ہاورڈ نے اپنی ہدایات ایک بار پھر دہرانے کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا۔

"میری پرفارمنس کیسی رہی؟" ٹرانسمیٹر آف کرنے کے بعد سلویا نے مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔

"بہت شاندار۔" میں نے جوابی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ "اب تم سو جاؤ، تمہارے حصّے کا بقیہ کام میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔"

میں نے بڈ اور پیٹر کو بھی سونے کی اجازت دے دی۔ وہ رات بھر کے جاگے ہوئے تھے اس لیے انھوں نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ پھر تہذیب پر ایک نظر ڈالتا ہوا پیٹر کے بنگلے سے نکل آیا۔ تہذیب بے خبر سو رہی تھی اور اس کے چہرے پر سکون و اطمینان بکھرا ہوا تھا۔ ڈینیل کی طرف سے بھی مجھے اطمینان تھا کہ وہ فرار نہیں ہو سکے گا اور البرٹ کے لیے بھی میں نے ہدایت کر دی تھی کہ اُس پر وقفے وقفے سے تشدد کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔

میرا رُخ شام کے کونسلیٹ کی طرف تھا۔ قونصل سے ملنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ اُس نے فوراً ہی مجھے اپنے آفس میں بلوا لیا تھا۔

"آپ کو دوبارہ اپنے آفس میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔" اُس نے مجھے بٹھاتے ہوئے خوش اخلاقی سے کہا۔ "اُمید ہے آپ نے مسٹر پارکنسن سے متعلق اپنی رائے تبدیل کر لی ہو گی۔"

"غلط فہمیاں دور ہونے کے لیے ہی ہوتی ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "تاہم اس وقت میں ایک ذاتی کام کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں۔"

"میری خوش قسمتی کہ آپ کو مجھ سے کوئی کام پڑا۔"

"مجھے ایک تعارفی خط عنایت کر دیجیے جس میں آپ ذاتی طور پر تصدیق کریں کہ میں علی یار خاں ہوں اور ڈینیل گراہم نامی شخص کے میک اَپ میں ہوں۔"

"خیریت تو ہے؟" اُس نے مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں ڈینیل گراہم کے میک اَپ میں شام جاؤں گا۔ وہاں اپنی شخصیت ظاہر کیے بغیر میں اعلیٰ حکام تک رسائی حاصل نہیں کر سکوں گا۔ آپ کے خط کے ذریعے میرا کام آسان ہو جائے گا۔"

"میں آپ کو خط دیے دیتا ہوں لیکن اگر کوئی حرج نہ ہو تو یہ بھی بتا دیں کہ آپ کس مشن پر کام کر رہے ہیں۔"

"مسٹر پارکنسن کی دوا ساز فیکٹری میرا ٹارگٹ ہے۔ میں نے کچھ ٹھوس ثبوت بھی حاصل کر لیے ہیں جنھیں قبل از وقت ظاہر کرنے سے کھیل بگڑنے کا اندیشہ ہے لیکن خدارا آپ اپنے رویّے سے کوئی غیر معمولی بات ظاہر نہ ہونے دیجیے گا ورنہ مجھے پھر اُن لوگوں کو گھیرنے کے لیے معلوم نہیں کیا کیا جتن کرنے پڑیں گے۔"

قونصلیٹ نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے مجھے دیوانہ سمجھتا ہو تاہم اُس نے مجھے تعارفی خط دے دیا۔ اس کے آفس سے نکل کر میں بازار گیا جہاں سے میں نے ماسک تیار کرنے کے لیے ضروری سامان خریدا اور پھر پیٹر کے بنگلے پر واپس آ گیا۔ ماسک تیار کرنے کا سامان میں نے بڈ کے کمرے میں چھوڑا تاکہ وہ اُٹھنے کے بعد ماسک تیار کرنا شروع کر دے اور میں خود اپنے بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ تہذیب جاگ رہی تھی اور اُس کی حالت خاصی بہتر دکھائی دے رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی۔ "رات تم کہاں سوئے تھے؟" اُس نے پوچھا۔

"سویا کہاں تھا۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "اب سونے کا ارادہ ہے۔ جاگتے جاگتے آنکھیں جلنے لگیں۔"

"تب تو تم فوراً سو جاؤ۔" تہذیب نے تشویش سے کہا۔ "تمہارے ساتھ مشکل یہ ہے کہ تم کام میں اُلجھتے ہو تو آرام کی طرف سے بے نیاز ہو جاتے ہو۔ تمہیں اپنی یہ عادت تبدیل کرنی چاہیے۔"

"اب تبدیل کر لوں گا۔" میں نے بیڈ پر لیٹتے ہوئے بڑے خلوص سے کہا اور آنکھیں موند لیں۔ نیند کی مہربان دیوی نے مجھے فوراً ہی اپنی آغوش میں لے لیا۔

شام چار بجے کے قریب میری آنکھ کھلی۔ بھرپور نیند لینے کے بعد میں از سرِ نو چاق و چوبند ہو گیا تھا۔ رہی سہی کسر نہا کر پوری ہو گئی۔ تہذیب بیڈ روم میں موجود نہیں تھی۔ وہ مجھے کمرۂ نشست میں ملی، جہاں اُس کے ساتھ سلویا اور پیٹر بھی موجود تھے۔

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ تہذیب کی حالت بہت خراب ہے۔" میں نے سلویا سے کہا۔

"میں کیا کہہ رہی تھی، تم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا... اور اب بھی کہہ رہی ہوں کہ انھیں پوری طرح فِٹ ہونے میں کم از کم ایک ہفتہ لگے گا۔ اس وقت تو خیر دواؤں نے انھیں سہارا دے رکھا ہے۔"

"بڈ نظر نہیں آ رہا، وہ کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بیڈ روم میں ہی ہے۔" پیٹر نے جواب دیا۔ "تمہارے لیے ماسک تیار کر رہا ہے۔"

"میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور بیٹھ گیا۔ "اور ڈینیل کا کیا حال ہے؟"

"تمہاری ہدایت کے مطابق اُسے بیڈ روم میں ہی قید رکھا گیا ہے۔ کچھ دیر پہلے میں اُس کے کمرے میں گیا تھا تو وہ لیونارڈ کو پوچھ رہا تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ انھیں اچانک ایک ضروری کام سے نیویارک سے باہر جانا پڑ گیا ہے اور کل شام سے قبل اُن کی واپسی نہیں ہو سکے گی۔"

میں نے اُن لوگوں کے ساتھ چائے پی اور پھر بیڈ روم میں بڈ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ماسک تیار کر رہا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ ماسک تیار کرنا بڑی مہارت کا کام تھا۔ بڈ کی مدد سے میں نے چھ گھنٹے مسلسل کام کر کے ماسک مکمل کر لیا۔

ماسک مکمل کرنے کے بعد میں نے اُسے اپنے چہرے پر فِٹ کیا اور بڈ کے ساتھ بیڈ روم سے باہر آ گیا۔ سلویا، تہذیب اور پیٹر کھانے کے لیے ڈرائنگ روم کی طرف جا رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر پیٹر اچھل پڑا اور اُس نے فوراً اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا۔

"تم بیڈ روم سے باہر کس طرح نکلے۔" وہ غرّایا لیکن پھر اس کی نظر بڈ پر پڑی جو بڑے سکون سے کھڑا تھا۔ "یہ کیا ماجرا ہے مسٹر بڈ! کیا آپ اُسے نکل جانے دیں گے۔"

"ہاں۔" بڈ کے بجائے میں نے جواب دیا مگر میں ڈینیل کی آواز میں بولا تھا۔ "مسٹر ایلی نے مجھے جانے کی اجازت دے دی ہے۔"

پیٹر گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہو گیا اور بڈ نے جلدی سے کہا۔ "مسٹر ڈینیل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ چیف نے انھیں رہا کر دیا ہے۔"

سلویا کے چہرے پر پریشانی بکھر گئی تھی مگر تہذیب کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اُس نے پیٹر سے مخاطب ہو کر کہا: "علی کمال کا میک اَپ کرتے ہیں۔"

"میک اَپ!" پیٹر نے حیرت سے کہا۔ "یقین نہیں آتا کہ یہ ڈینیل نہیں ہیں۔"

"تو اب یقین کر لو۔" میں نے ماسک اُتارتے ہوئے کہا اور پیٹر کے ساتھ ساتھ سلویا کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں۔

"مجھے یقین ہے کہ اس میک اَپ میں انھیں اِنکل رابیل بھی نہیں پہچان سکیں گے۔"

"چلو اب کھانا کھائیں۔" میں نے کہا۔ "صبح سے اب تک میں نے کچھ نہیں کھایا ہے۔"

کھانے کے دوران میں نے بڈ اور تہذیب کو ضروری ہدایات دیں جن میں بڈ کے لیے یہ ہدایت بھی شامل تھی کہ وہ ڈینیل کے نام آسٹریلیا سے ایک ٹیلی گرام بھجوانے کا بندوبست کرے اور بڈ نے کہا تھا کہ اس کے لیے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ کل شام تک یہ کام کر دے گا۔

کھانے کے بعد میں تہذیب کے ساتھ بیڈ روم میں آ گیا۔ تہذیب کے جسم کے زخم مندمل ہونا شروع ہو گئے تھے تاہم مکمل صحت یابی میں کچھ نہ کچھ وقت ضرور لگتا۔

بیڈ روم میں آ کر میں نے تہذیب سے اولیو ہاورڈ کو فون کرنے کو کہا اور میری ہدایت کے مطابق اُس نے اولیو ہاورڈ کو فون کیا۔ فون نمبر ڈینیل سے حاصل کیے گئے تھے اور میں نے اُس سے یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ وہاں ایسا کوئی بندوبست نہیں ہے جس کے ذریعے کال ٹریس کی جا سکے۔

دوسری طرف سے فون کسی اور نے اٹھایا تھا۔ تہذیب نے اس سے اولیو ہاورڈ کو بلانے کے لیے کہا جس پر جواب ملا کہ وہاں اس نام کا کوئی آدمی نہیں رہتا۔

"میں لکی ہاورڈ بات کر رہی ہوں گدھے۔" تہذیب نے دانت پیس کر کہا۔ "کیا تم میری آواز نہیں پہچان رہے، فوراً ڈیڈی کو بلاؤ۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

پھر ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں اولیو ہاورڈ لائن پر آ گیا۔ میں تہذیب کے سر سے سر جوڑے، ریسیور کے ایئر پیس سے کان لگائے کھڑا تھا تاکہ دوسری طرف سے کہی جانے والی ہر بات اپنے کانوں سے سن سکوں۔

"ہیلو، کون بات کر رہا ہے؟" اولیو ہاورڈ کی محتاط آواز سُنائی دی۔

"میں لکی بات کر رہی ہوں ڈیڈی۔" تہذیب نے گھبرائے ہوئے لہجے میں لکی کی آواز کی نقل اُتارتے ہوئے کہا۔ "میں واشنگٹن سے بات کر رہی ہوں۔ فارمولوں کا کچھ سراغ مل گیا ہے اور میں ایک شخص کے تعاقب میں ہوں۔ موقع ملا تو... دوبارہ فون کر کے تفصیل سے بتاؤں گی۔"

"مجھے ابھی تفصیل سے بتاؤ تم کہاں ہو اور کیا کر رہی ہو؟" اولیو ہاورڈ نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ! وہ نکل جائے گا ڈیڈی! گھبرائیے گا مت، میں پھر فون کروں گی۔ خدا حافظ ڈیڈی۔" تہذیب نے جواب سُنے بغیر ریسیور رکھ دیا۔

"تمھاری وجہ سے بڑی آسانی ہو گئی۔" میں نے کہا۔ "ورنہ یہ کام جو تم نے کیا ہے ناممکن ہی تھا مگر اب تم کہہ رہی ہو کہ مجھ سے علیحدہ رہ کر کام کرو گی۔"

"ہاں علی! یہ ضروری ہے۔ لیکن میں اپنی سرگرمیوں سے جنرل ٹیرس کو باخبر رکھوں گی۔ تمھیں جب بھی میری ضرورت محسوس ہو اُسے اطلاع کر دینا۔ میں تم تک پہنچ جاؤں گی۔"

"جیسی تمھاری مرضی تہذیب۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "میں اپنا پروگرام تمھیں بتا ہی چکا ہوں۔ اُس میں کسی اور کی گنجائش ویسے بھی نہیں نکلتی۔"

"ہمیں اب علیحدہ رہ کر ہی کام کرنا ہو گا علی تاکہ فلسطین کی آزادی کے لیے مختلف سمتوں میں کام کر سکیں۔ ہماری مستقل یکجائی ویسے بھی فلسطین کی آزادی کے ساتھ مشروط تھی۔"

"ٹھیک ہے تہذیب! ہم دونوں اس وقت کا انتظار کریں گے۔ اب میں دو گھنٹے کے لیے سونا چاہتا ہوں تاکہ ڈینیل کے روپ میں یہاں سے فرار ہوتے وقت پوری طرح تازہ دم رہوں۔"

میں سو گیا اور تہذیب جاگتی رہی۔ اُس نے ٹھیک دو گھنٹے بعد مجھے اُٹھا دیا۔ میں نے ڈینیل کا ماسک اپنے چہرے پر فٹ کیا اور حرکت میں آ گیا۔ میں نے سلویا کو پہلے ہی سب کچھ سمجھا دیا تھا۔ پیٹر اور اُس کے آدمی بھی ہونے والے ڈرامے کے لیے پوری طرح تیار تھے۔

ڈینیل کے میک اَپ میں میں سلویا کے ساتھ اُس کمرے میں داخل ہوا جہاں البرٹ بند تھا۔ وہ غشی کی کیفیت میں تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور اوپری برہنہ جسم پر نیل ہی نیل دکھائی دے رہے تھے۔ اُس کے حلق سے کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ میں اُسے جھنجھوڑ کر بڑی مشکل سے ہوش میں لایا۔

"اٹھو البرٹ! سلویا نے ہماری رہائی کا بندوبست کر دیا ہے۔ ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

البرٹ بوکھلائے ہوئے انداز میں اُٹھ بیٹھا۔ اُس کا ذہن پوری طرح کام نہیں کر رہا تھا، اس لیے بات اُس کی سمجھ میں ذرا مشکل سے آئی۔ لیکن جب بات سمجھ میں آ گئی تو وہ لڑکھڑاتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کے بندھے ہوئے ہاتھ میں پہلے ہی کھول چکا تھا۔

میں نے اُسے سہارا دے کر کمرے سے باہر نکالا جہاں راہداری میں مسلح محافظ دیوار سے ٹیک لگائے سو رہا تھا۔ البرٹ اُس کی طرف جارحانہ انداز میں بڑھا تھا مگر میں نے اُسے سختی سے روک دیا۔ پھر سلویا کی رہنمائی میں میں ڈینیل کی کار تک آیا جس کے اگنیشن میں کار کی چابیاں جھول رہی تھیں۔ ڈینیل کو کار میں بٹھا کر میں نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ سلویا نے جا کر گیٹ کھولا تھا۔ گیٹ پر موجود محافظ گیٹ کے ساتھ بنے کیبن میں خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔

"تمھارا اوپری جسم برہنہ ہے البرٹ اور تم زخمی بھی ہو۔ اگر تم عقبی نشست پر لیٹ جاؤ تو بہتر ہے ورنہ کسی نے دیکھ لیا تو ہم مشکل میں بھی پڑ سکتے ہیں۔"

البرٹ نے بے چون و چرا میرے کہنے پر عمل کیا۔ اُسے لٹانے سے میرا مقصد یہ تھا کہ وہ پیٹر کے بنگلے کا محل وقوع نہ سمجھنے پائے۔ اس کے باوجود میں نے مرکزی سڑک پر نکلنے کے لیے خاصا پیچیدہ راستہ اختیار کیا۔ میں نے سلویا کو ہدایت کر دی تھی کہ ہمارے نکلنے کے بعد اولیو ہاورڈ کو ہمارے فرار سے مطلع کر دے تاکہ وہ ہمارے استقبال کے لیے تیار رہے۔

میری توقع کے عین مطابق عمارت کے گیٹ پر مسلح افراد ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ گیٹ کے باہر کار روکتے ہی وہ تیزی سے کار کی طرف جھپٹے اور انھوں نے کار کے اندر جھانک کر دیکھا۔

"دیکھ کیا رہے ہو۔" میں نے غرّا کر کہا۔ "گیٹ کھولو، البرٹ زخمی ہے اور اُسے طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

انھوں نے گیٹ کھول دیا اور میں نے کار عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل کر دی۔ سب سے بڑا خطرہ مجھے کتّوں کی طرف سے تھا۔ انھیں میک اَپ کے ذریعے دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ کمپاؤنڈ میں کتّے نہ دیکھ کر میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔

عمارت کے دروازے پر اولیو ہاورڈ اور ہاروت رابیل دونوں ہی موجود تھے۔ البرٹ کو اسٹریچر پر اندر بھجوانے کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئے۔

"تم خوش قسمت ہو کہ اُس کے قبضے سے صحیح سلامت نکل آئے۔" اولیو ہاورڈ نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میری خوش قسمتی سے زیادہ اس میں آپ کی پلاننگ کا دخل تھا۔" میں نے کہا پھر دفعتاً چونک کر بولا۔ "لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ عمارت میں داخل کس طرح ہو سکا۔ کیا کل کتّے نہیں تھے؟" میں نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا۔ "آج بھی کتّے نظر نہیں آ رہے۔ یہ تو بڑی غیر مناسب بات ہے۔"

"آؤ، اندر چل کر بات کریں گے۔" ہاروت رابیل نے کہا اور ہم عمارت کی پہلی منزل پر اُسی کمرے میں آ گئے جہاں اس عمارت میں پہلی بار اُن دونوں سے میری ملاقات ہوئی تھی۔

"جانوروں کو دھوکا دیا جا سکتا ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کمرے میں بیٹھنے کے بعد کہا۔ "اس لیے اُن کی چھٹی کر دی گئی۔"

پھر میرے مزید استفسار پر اُس نے مجھے بتایا کہ عمارت میں داخل ہونا کس طرح ممکن ہو سکا تھا۔

"اَب اُس سے انتقام لینے کے لیے آپ نے کیا منصوبہ بنایا ہے؟" میں نے اولیو ہاورڈ سے پوچھا۔

"اب ہم اُس سے اُلجھنے کی حماقت نہیں کریں گے۔ ہمیں شام جا کر فیکٹری کے معاملات بھی دیکھنے ہیں۔"

اُس نے مجھے لکی کی خیریت سے بھی مطلع کیا جس پر میں نے مسرت کا اظہار کیا۔ دونوں میں سے ایک کو بھی مجھ پر شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ پھر اولیو ہاورڈ نے اچانک ہی سوال کیا۔ "تم اس عمارت تک دوبارہ پہنچ سکتے ہو جہاں سے فرار ہوئے ہو؟"

"مجھے اتنا ہوش ہی نہیں تھا جناب کہ راستوں کا خیال رکھ سکتا۔ میرے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے اور مجھے یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کسی بھی لمحے میرے فرار کا راز کھل جائے گا۔ میں نے اندھا دھند ڈرائیونگ کی جناب اور سڑک سے زیادہ میری نگاہیں عقب نما پر لگی رہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے میرا تعاقب شروع ہو جائے گا۔ مجھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ کن راستوں سے گزر کر شہر سے باہر نکلا تھا۔"

"تم سے یہ توقع نہیں تھی۔" ہاروت رابیل نے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔ "آدمی کو اپنے حواس میں رہنا چاہیے۔"

"ایسے مواقع پر بعض اوقات فیلڈ ورکرز تک اپنے اوسان بحال نہیں رکھ پاتے۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "یہی بہت ہے کہ ڈینیل بچ گیا ورنہ اگر وہ اس کی زبان کھلوا لیتا تو ہم بڑے خطرے میں گھر جاتے۔"

"وہ تو لکی ہاورڈ کے سوا کچھ اور پوچھ ہی نہیں رہا تھا۔ جناب! کیا وہ بھی بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئی ہیں؟"

"ہاں ڈینیل! چند لمحے قبل اُس نے مجھے واشنگٹن سے کال کی تھی۔ اُس کے ہاتھ کچھ سراغ لگ گیا ہے اور وہ اُس پر کام کر رہی ہے۔"

"شکر ہے جناب!" میں نے پُرمسرت انداز میں کہا۔ "یہ تو ایک بہت بڑی خوش خبری ہے۔"

"لیکن وہ انتہائی احمق ہے۔ اُس نے مجھے تفصیل نہیں بتائی۔ وہ اپنے طور پر کام کرنا چاہتی ہے۔ کہیں کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"انھیں اپنی کامیابی کا یقین ہوگا جناب! ورنہ وہ آپ سے ضرور مدد طلب کرتیں اور سب سے بڑھ کر خوشی کی بات تو یہ ہے کہ علی کو قدم قدم پر ہزیمت اُٹھانی پڑ رہی ہے۔"

"اب ہم اُسے دھوکے میں رکھ کر شام چلے جائیں تو پھر وہ ہمارا سُراغ کبھی نہیں لگا سکے گا۔" اولیو ہارڈ نے کہا اور میں نے ایک زوردار جماہی لی۔

"جی ہاں جناب! میرے خیال میں بھی بہتر یہی ہے کہ اب ہم چُپ چاپ یہاں سے نکل جائیں۔"

"تمھیں نیند آ رہی ہوگی ڈینیل۔" ہاروت رابیل نے کہا۔ "تم آرام کرو، ہم بھی اب سوئیں گے۔"

اُن سے رُخصت ہو کر میں نچلی منزل پر واقع ڈینیل کے کمرے میں آگیا۔ فوری طور پر سرگرم ہو جانا مناسب نہیں تھا اس لیے میں اطمینان سے لیٹ کر سو گیا۔ سونے سے قبل میں اندر سے دروازہ بند کرنا نہیں بھولا تھا۔

اگلا پورا دن میں نے ڈینیل کے انداز میں گزارا۔ اُس سے حاصل کی ہوئی معلومات قدم قدم پر کام آ رہی تھیں۔ وہاں موجود ہر شخص کو میں نے ڈینیل کے بیان کردہ حلیے کی روشنی میں پہچان کر اُسے اُس کے نام سے مخاطب کیا تھا اور ہر ایک سے اس انداز میں ملا تھا جس طرح ڈینیل ملتا تھا۔

شام کو ہاروت رابیل نے مجھے اپنے کمرے میں بلوایا۔ "آسٹریلیا سے تمھارے نام ٹیلی گرام آیا ہے، تمھاری آنٹی بسترِ مرگ پر ہیں۔"

"وہ میری اکلوتی خالہ ہیں جناب! میں کافی عرصے سے اُن سے ملنا چاہ رہا تھا۔"

"اگر تمھارا اُن سے ملنا ضروری ہے تو تم جا سکتے ہو۔"

"ضروری تو شام جانا بھی ہے۔" میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"تم آسٹریلیا سے ہوتے ہوئے وہاں آجانا۔ میں نے اولیو ہارڈ سے پوچھ لیا ہے۔ اُسے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

تمام ضروری تیاریاں کر کے اگلے روز شام کے وقت میں آسٹریلیا کے لیے پرواز کر گیا۔ اولیو ہارڈ نے میری بحفاظت روانگی کے لیے خصوصی انتظامات کیے تھے۔ اُس کے خیال میں میرا آسٹریلیا ہوتے ہوئے شام جانا زیادہ بہتر تھا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ میں، علی یار خان، کی نظروں میں آچکا تھا اور کسی مرحلے پر میری وجہ سے کوئی خرابی پیدا ہو سکتی تھی۔

آسٹریلیا کے شہر سڈنی کے ایک ہوٹل میں میں نے بہت مختصر سا قیام کیا۔ میرے پاس ایک چھوٹے سے سفری سوٹ کیس کے علاوہ صرف ایک بریف کیس تھا جس میں ڈینیل کے اعتراف کی کیسٹیں اور وہ ریموٹ کنٹرول تھا جس کے ذریعے اسلحہ ساز فیکٹری کو تباہ کیا جا سکتا تھا۔

سڈنی سے شام کے لیے روانہ ہونے والی پہلی فلائٹ سے میں دمشق کے لیے روانہ ہوگیا۔ یہ اطمینان میں پہلے ہی کر چکا تھا کہ میری نگرانی نہیں کی جا رہی ہے۔

دمشق میں کئی گھنٹے کی کوششوں کے بعد وزیرِ دفاع سے میری ملاقات ممکن ہو سکی۔ اس ملاقات میں قونصلیٹ کے تعارفی خط کو خاصا دخل تھا۔ اگر وہ خط میرے پاس نہ ہوتا تو اتنی آسانی سے اُن سے ملاقات کی نہ ہو پاتی۔ وزیرِ دفاع جس انداز سے مجھ سے ملے اُس کی وجہ سے میں خاصا شرمسار ہوا۔ میں تو ایک معمولی سا آدمی تھا جسے وہ اتنی عزت دے رہے تھے۔

"دمشق سے تیس کلومیٹر کے فاصلے پر نو تعمیر شدہ دوا ساز فیکٹری میری آپ سے ملاقات کا سبب بنی ہے۔" میں نے اُن کے قیمتی وقت کے پیشِ نظر فوراً ہی مطلب کی بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کے مُنہ سے اس فیکٹری کے بارے میں سُن کر مجھے سخت حیرت ہوئی ہے علی۔" وزیرِ دفاع نے کہا۔

"بہت رازداری برتنے کی ضرورت ہے جناب! یہ بات تنہائی میں بھی آپ کے مُنہ سے نہ نکلے کہ اُس فیکٹری کے نیچے ایک اسلحہ ساز فیکٹری تعمیر کی گئی ہے۔"

"آپ کے مُنہ سے نکلی ہوئی بات آسانی سے نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔" انھوں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تاہم آپ کسی بڑی غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتے ہیں۔"

"میں ثبوت سمیت حاضر ہوا ہوں جناب!" میں نے بریف کیس سے کیسٹ اور ٹیپ ریکارڈر نکالتے ہوئے کہا۔ یہ کیسٹ وہ تھی جس میں فیکٹری سے متعلق ڈینیل کے انکشافات تھے۔ میں نے بالکل ابتدا سے کیسٹ چلا دی۔ ابتدا میں تو وزیرِ دفاع کے چہرے سے قدرے بیزاری ظاہر ہو رہی تھی لیکن رفتہ رفتہ اُن کے چہرے سے دلچسپی ظاہر ہونے لگی اور پھر اس دلچسپی کی جگہ تشویش نے لے لی۔

"اب آپ کیا فرماتے ہیں جناب؟" میں نے فیکٹری کے بارے میں ڈینیل کے اعترافات مکمل ہونے پر ٹیپ ریکارڈر آف کرتے ہوئے کہا۔

"تم فوری طور پر ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ سے مل لو۔ اس معاملے کا فیصلہ وہی کر سکے گا۔" انھوں نے ہاٹ لائن پر... انٹیلی جنس کے سربراہ سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔

آدھے گھنٹے بعد میں ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ کے دفتر میں بیٹھا تھا۔ اُس نے پوری توجہ سے میری باتیں سنیں اور پھر خود وہ کیسٹ بھی سُنی۔

"آپ کے پاس اس سلسلے میں کیا تجویز ہے؟" اُس نے پُرسکون انداز میں مجھ سے پوچھا۔

"میرے پاس ریموٹ کنٹرول موجود ہے۔ مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں تھی اور میں نے محض اس لیے آپ لوگوں سے رابطہ کیا ہے کہ مقامی طور پر کسی کا کوئی نقصان نہ ہونے پائے۔"

"ٹھیک ہے ہم انتظامات کر لیں گے۔" اس نے بے تابی سے کہا۔ "کون سا وقت مناسب رہے گا؟"

"کل وہ یہاں پہنچیں گے اور شاید ایک آدھ روز میں ہی وہ فیکٹری کا باقاعدہ افتتاح کریں گے۔ بس وہی وقت مناسب رہے گا۔ اُس وقت وہاں سب موجود ہوں گے۔"

"اس وقت وہاں ہمارے آدمی بھی تو موجود ہوں گے۔ ممکن ہے کوئی وزیر اس کا افتتاح کرے۔"

"وزیرِ صنعت و تجارت۔" میں نے کہا۔ "ہم وزیرِ موصوف کے پہنچنے سے قبل ہی ریموٹ کنٹرول استعمال کر ڈالیں گے۔ اوقات کا تعین میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔"

اس کے بعد دو روز میں سرکاری مہمان کی حیثیت سے رہا۔ سارے معاملات بے حد خفیہ رکھے گئے تھے اور چند خاص افراد کے سوا کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ حتیٰ کہ وزیرِ صنعت و تجارت تک کو بے خبر رکھا گیا تھا۔

تیسرے روز شام چھ بجے فیکٹری کا افتتاح ہونا تھا۔ ہم نے سارے معاملات طے کر لیے تھے۔ ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ کرنل سعید نے پانچ بجے مجھ سے روانہ ہونے کو کہا اور ہم سادہ نمبر پلیٹ والی ایک کار میں بیٹھ کر فیکٹری کی طرف روانہ ہوگئے۔ کار میں ٹرانسمیٹر نصب تھا جس پر کرنل سعید کو ایک ایک لمحے کی اطلاع مل رہی تھی۔

"میں نے تصدیق کر لی ہے، تمام افراد فیکٹری کے اندر موجود ہیں اور ہمارا کوئی آدمی اس وقت وہاں موجود نہیں ہے۔" کرنل سعید نے راستے میں مجھے بتایا۔

آدھے گھنٹے میں ہم فیکٹری سے ایک میل کے فاصلے پر موجود تھے۔ کرنل سعید نے جھاڑیوں کے ایک جھنڈ کے پاس کار روکی تھی۔

"آپ ریموٹ کنٹرول نکال لیں علی! کسی وقت بھی اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

میں نے پاکٹ ٹرانسمیٹر سائز کا ریموٹ کنٹرول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ پانچ ہی منٹ بعد ٹرانسمیٹر پر اطلاع ملی کہ وزیرِ صنعت فیکٹری آنے کے لیے روانہ ہو رہے ہیں۔

"بس علی! یہی موقع ہے۔ اب ہم مزید انتظار نہیں کریں گے۔ بسم اللہ کر کے اسے استعمال کیجیے۔"

میں نے ڈینیل کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ریموٹ کنٹرول کے مختلف بٹن دبائے اور پھر سانس روک کر فیکٹری کی طرف دیکھنے لگا۔ کرنل سعید کی نگاہیں بھی فیکٹری پر مرکوز تھیں۔

ایک منٹ گزرا، دو منٹ گزرے اور پھر تین منٹ بھی گزر گئے مگر کچھ نہیں ہوا۔ کرنل نے بے یقینی سے میری طرف دیکھا مگر میں کیا کہتا۔ میرے ماتھے پر تو پسینے کے قطرے اُبھر آئے تھے۔

"شاید ریموٹ کنٹرول استعمال کرنے میں مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہو۔" میں نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا مگر جو کچھ میں نے کہا تھا مجھے اُس پر یقین نہیں تھا۔

"ممکن ہے ڈینیل نے صحیح طریقہ نہ بتایا ہو۔" کرنل سعید نے کہا مگر اُس کے لہجے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنا اضطراب چھپانے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔

"اب تو سبھی کچھ ممکن ہے جناب!" میں نے متزلزل لہجے میں کہا۔ "میں دوبارہ کوشش کرتا ہوں۔"

میں نے دوبارہ کوشش کی اور جب اس بار بھی کچھ نہیں ہوا تو میرے ذہن پر مایوسی کی یلغار ہوگئی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گڑبڑ کس مقام پر ہوئی ہے۔

"اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔" کرنل سعید نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ معاملہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں پورے معاملے کی خود تفتیش..." اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا۔ اور اس کے بعد دھماکوں کی لائن لگ گئی۔ ایک میل کے فاصلے پر ہونے کے باوجود کار یوں لرز رہی تھی جیسے زلزلوں کے نہ رکنے والے جھٹکے اُسے ساکت ہونے کی مہلت ہی نہ دے رہے ہوں۔ بیس ایکڑ کے وسیع رقبے پر محیط فیکٹری ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں بکھر رہی تھی۔

"مبارک ہو علی!" کرنل سعید نے بڑے جوش سے میرا شانہ دباتے ہوئے کہا۔ "آپ کی وجہ سے یہودیوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔" اُس کی نظریں اب بھی اس مقام پر جمی ہوئی تھیں جہاں چند لمحے پہلے فیکٹری تھی اور اب وہاں ناچتے شعلوں اور بلند ہوتے دھوئیں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اس فیکٹری کے ساتھ ہی ہاروت رابیل اور میرے ازلی دشمن اولیو ہارڈ کا بھی خاتمہ ہوگیا تھا۔

شامی حکام مجھ سے بے حد خوش تھے اور وہ مجھے اعزاز سے نوازنے کے علاوہ میرے لیے کچھ تقاریب بھی کرنا چاہتے تھے مگر میں نے سختی سے اُن سے معذرت کی۔

"ہم آپ کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں جناب۔" وزیرِ دفاع نے ایک مختصر سی تقریب کے دوران مجھ سے کہا۔ "عرب دنیا آپ کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حسانات کا بدلہ نہیں اتار سکتی تاہم آپ خود ہی ہمیں کسی خدمت کا موقع دیں۔"

"میں شامی افواج کے شانہ بشانہ اسرائیلی فوج سے جنگ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا تھا اور انھوں نے میری خواہش فوراً ہی پوری کر دی تھی۔

کیپٹن کی وردی میں محاذِ جنگ پر روانہ ہونے سے قبل میں نے تہذیب سے فون پر گفتگو کی تھی اور اسے اپنی کامیابی سے آگاہ کر دیا تھا۔ تہذیب کے علاوہ بیٹر نے بھی مجھ سے بات کی تھی اور مجھے مبارکباد دی تھی۔ ہاروٹ رابیل کی موت کے بعد سلویا آزاد ہو گئی تھی اور اس نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ اگر میں کبھی امریکا آؤں تو اس سے ضرور ملوں۔ بلکہ میرے پاس آنے کے لیے بے قرار تھی مگر میں نے اسے سختی سے ہدایت کی کہ وہ تہذیب کے چارج میں کام کرے۔

میں بڑے جوش اور ولولے سے جنگ میں شریک ہوا تھا مگر مجھے پہلے ہی روز اندازہ ہو گیا کہ فوجی ڈسپلن اور حکمت عملی میرے مزاج کے مطابق نہیں ہے۔ میں تو کسی اور ہی قسم کا آدمی ہوں۔

شام کے سرکاری اور بااثر حلقوں میں میرے اس کارنامے کی خبریں تیزی سے پھیلی تھیں اور اسی باعث مجھے وہ موقع ملا تنظیم آزادی فلسطین کی ایک بااثر شخصیت نے مجھ سے مل کر مجھے کام کرنے کی آفر کی۔

"آپ کو معلوم ہوگا کہ بیروت میں کتنے خراب حالات ہیں اسرائیلی فوجوں کا کنٹرول وہاں بہت سخت ہے اور ہمارے بہت سے اچھے کارکن وہاں ضائع ہو چکے ہیں۔"

میں نے فوری طور پر بیروت جانے کی حامی بھر لی یہ ایک خطرناک فیصلہ تھا لیکن اس میں میری تسکین کا سامان تھا۔ میں رملی کے محاذ پر شامی افواج سے علیحدہ ہوا اور پانچ روز سفر پیدل طے کر کے بیروت پہنچ گیا جہاں اسلحے کے ذخائر تباہ کرنے کے بعد میں اسرائیلی افواج کے ہاتھوں گرفتار ہو کر بیرک نمبر تین میں قید ہو گیا۔

میرے کانوں میں ہنسی کی مدھر تانیں گونجنے لگیں، بیلوں کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی آوازیں، بانسری کی ان تانوں میں گھل مل گئی تھیں، میں ایک پاکستانی تھا۔ اگر ان لوگوں کو میری اصلیت کا علم ہو جاتا تو وہ یوں سکون سے نہ بیٹھے ہوتے، ان میں کھلبلی مچ جاتی اور اس کی صفوں میں ابتری پھیل جاتی۔ میری گرفتاری پر پورے اسرائیل میں جشن منایا جاتا، لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے۔

وردی فوجی بوٹوں کی آوازیں مجھے اپنے خیالات سے باہر لے آئیں، صبح ہو چکی تھی، میں رات بھر اپنے خیالات میں گم رہا تھا اور اب شاید وہ مجھے تشدد کرنے کے لیے جانے آئے تھے مگر میں نے بھی تہیہ کر لیا ہے کہ اپنی زبان نہیں کھولوں گا خواہ میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

اس کا اصل نام تو کچھ اور تھا مگر وہ اپنے ماتحتوں میں جنرل ایکس کے نام سے مشہور تھا، کٹر یہودی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی متعصب اسرائیلی اور فلسطینیوں کا جانی دشمن تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ ڈسپلن کا بھی بہت پابند تھا۔ ڈسپلن کی پابندی کا تو صرف نام تھا، اصل بات یہ تھی کہ وہ انتہائی سفاک شخص تھا۔ اس کے بھاری جبڑے اور پتلے ہونٹ بھی اس کی سخت گیری اور سفاک فطرت کے غماز تھے۔ اپنے ماتحتوں پر اس کی دہشت کا یہ عالم تھا کہ اس کے آفس کے باہر بھی وہ دبے قدموں گزرتے تھے۔ کیا معلوم کب کوئی بات جنرل کو ناگوار گزر جائے۔

ڈسپلن کی آڑ لے کر وہ ذرا ذرا سی بات پر اپنے ماتحتوں کو سخت ترین سزائیں دیا کرتا تھا۔ بظاہر سب اس کی عزت کرتے تھے کسی فوجی تنظیم میں اپنے آفیسر کی عزت نہ کرنے کا سوال ویسے بھی پیدا نہیں ہوتا لیکن درحقیقت اسرائیلی فوج میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جو اس کی عزت کرتا ہو۔ اس کے برعکس ہر ایک اس سے نفرت کرتا تھا۔ انتہا تو یہ ہے کہ اس کے سینیئرز بھی اسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے مگر ان میں بھی یہ مجال نہیں تھی کہ اس سے اختلاف کر سکتے۔ اختلاف کرنا تو دور کی بات ہے وہ اس سے نظریں ملا کر بات بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ انتہائی خود سر تھا۔

اسرائیل کے اعلیٰ حکام نے بھی اس کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ آنکھیں بند کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انھیں فلسطینیوں کو کچلنے کے لیے ایسے ہی سفاک لوگوں کی ضرورت تھی جو فطرتاً درندے ہوں۔ درندے کو بھی شاید کبھی کبھار کسی پر ترس آ جاتا ہوگا لیکن جنرل ایکس کی لغت میں ترس یا رحم کا لفظ تھا ہی نہیں۔ وہ تو لوگوں کی حالت قابلِ رحم بنا کر لطف اندوز ہونے کا عادی تھا۔

یوں تو اسرائیل کا ہر فوجی درندہ صفت تھا اور ان کا کام ہی یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو مظلوم فلسطینیوں کو کچل کر رکھ دیا جائے۔ مگر وہ کھل کر ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ آخر انھیں دنیا والوں کو بھی تو منہ دکھانا تھا۔ خود کو انصاف پسند کہلوانا تھا اور اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری تھا کہ فلسطینیوں کو دہشت گرد ثابت کیا جائے۔ فلسطین کے مظلوم عوام اپنی بقا کی جدوجہد کرتے تو انھیں دہشت گرد قرار دے دیا جاتا تھا۔ دنیا والوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ غاصب یہودیوں کو نہ صرف یہ کہ غاصب نہیں کہا جاتا تھا بلکہ بیشتر عالمی اقوام نے اسرائیل کو یہودیوں کا وطن تسلیم کر لیا تھا۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اقوام متحدہ پر کچھ فرائض عاید ہوتی تھیں۔ تیسری دنیا کے ممالک اور خصوصاً اسلامی ممالک سراپا احتجاج بن گئے تھے۔ فلسطین میں اسرائیلی فوج کے مظالم پر مزید خاموشی اختیار کرنے سے اقوام متحدہ جیسے ادارے کی پوزیشن مزید خراب ہونے کا اندیشہ تھا چنانچہ جنگی قیدیوں پر اسرائیلی فوج کے مظالم کا جائزہ لینے کے لیے اقوام متحدہ نے ایک سہ رکنی کمیٹی تشکیل دی تھی۔ اس کمیٹی میں ایک ایسا شخص بھی شامل تھا جو اپنی غیر جانب داری کے لیے پوری دنیا میں مشہور تھا۔

جنرل ایکس کو اطلاع دے دی گئی تھی کہ اقوام متحدہ کی کمیٹی قیدیوں کی حالت کا جائزہ لینے آ رہی ہے۔ صبح چھ بجے اسرائیل کے وزیر دفاع نے اس سے ہاٹ لائن پر گفتگو کی تھی۔

"یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔" جنرل ایکس کمیٹی کی آمد کی اطلاع پا کر ریسیور میں غرایا تھا۔ "کسی کو اس میں مداخلت کرنے کا حق نہیں ہے۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو جنرل۔" وزیر دفاع نے نرم لہجے میں کہا۔ "اقوام متحدہ کے سامنے ہم بے بس ہیں۔"

"اپنی پوری زندگی میں میں نے کبھی خود کو بے بس محسوس نہیں کیا۔ مجھے ان لوگوں کی کوئی پروا نہیں ہے۔"

"لیکن وہ لوگ تل ابیب سے روانہ ہو چکے ہیں۔" وزیر دفاع کے لہجے میں پریشانی تھی۔ "زیادہ سے زیادہ آٹھ بجے تک بیروت پہنچ جائیں گے۔"

"میں ان سے نمٹ لوں گا۔" جنرل نے نخوت سے کہا۔ "ان کا واسطہ آج تک کسی صحیح آدمی سے نہیں پڑا ہوگا۔"

"ان سے فروتری سے پیش آؤ جنرل! اس لیے کہ اس کمیٹی کا سربراہ اسٹیفن الوان ہے۔"

"اوہ" جنرل کے حلق سے غراہٹ نکلی۔ "میں سمجھ گیا ہمارے خلاف بڑی گہری سازش ہوئی ہے۔"

"تم اس سے واقف ہو گے۔ وہ کسی کی طرف داری نہیں کرتا اور نہایت دو ٹوک الفاظ میں اپنی رپورٹ پیش کرتا ہے۔"

"جو لوگ اس قسم کے دو ٹکے کے لوگوں سے ڈر جاتے ہیں انھیں جنرل ایکس نہیں کہا جاتا۔"

"بات ڈرنے کی نہیں ہے جنرل! اگر اس کے ساتھ ذرا بھی ناروا سلوک ہوا تو وہ اسرائیل کو دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑے گا۔ ہم رسوا ہو جائیں گے۔"

"میں کسی قسم کا دباؤ قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ یہ میری توہین ہے۔" جنرل ایکس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"ہوش میں رہ کر گفتگو کرو جنرل!" وزیر دفاع کا لہجہ بہت خراب تھا۔ "محض تمھاری انا کی خاطر پوری اسرائیلی قوم کے وقار کو داؤ پر نہیں لگایا جا سکتا۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اب اپنی ہر غیر ذمے دارانہ حرکت کے جواب دہ تم خود ہوگے۔" پھر وزیر دفاع نے کچھ سننے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا تھا اور جنرل ایکس نے ریسیور اس زور سے کریڈل پر پٹخا کہ وہ ٹوٹتے ٹوٹتے بال بال بچا تھا۔

اس وقت سے جنرل ایکس اپنے آفس میں موجود تھا۔ اس کا موڈ معمول سے کچھ زیادہ ہی خراب تھا۔ اس کے کیریئر میں یہ پہلا موقع تھا کہ اسے اس قدر تذلیل برداشت کرنا پڑی تھی۔ اس کا بس چلتا تو اقوام متحدہ کی تشکیل دی ہوئی کمیٹی کے ہر رکن کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیتا لیکن وہ جانتا تھا کہ عملاً یہ ناممکن ہے۔

وہ صورت حال سے نمٹنے کی مختلف تدبیروں پر غور کرتا رہا مگر اسے کوئی تدبیر کارگر ہوتی نظر نہیں آئی۔ آخر کار اس نے تنگ آ کر میٹنگ طلب کرنے کا فیصلہ کیا اور اس فیصلے کے پندرہ منٹ بعد جنرل ایکس کانفرنس روم میں اسرائیلی افسران کو موجودہ صورت حال سے آگاہ کر رہا تھا۔ اس کے تمام ماتحت افسران اس قسم کی میٹنگز کے انجام سے بخوبی واقف تھے۔ ضرورت پڑنے پر جنرل ایکس انھیں طلب کرتا، انھیں صورت حال سے آگاہ کرتا اور اس کے بعد فیصلہ سنا دیا کرتا تھا۔ وہ کسی سے رائے طلب کرنے کا عادی نہیں تھا۔ اور نہ ہی کسی میں اتنی جرأت تھی کہ اسے مشورہ دے سکے۔

مگر آج کا دن ان سبھی کے لیے حیرتوں کے پہاڑ لے کر آیا تھا۔ سب کچھ بیان کر چکنے کے بعد جنرل ایکس ان سے اس مسئلے کے کسی قابلِ قبول حل کا طلب گار تھا۔ جنرل ایکس اور مشورہ؟ بات بڑی ناقابلِ یقین تھی۔ وہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ان میں سے شاید ہی کسی نے پوری توجہ سے جنرل ایکس کی باتیں سنی ہوں۔ جنرل ایکس کی تقریر کے دوران سبھی کچھ نہ کچھ سوچنے میں مصروف تھے۔ ایسے میں کوئی مشورہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

لیکن نہیں... ان میں ایک ایسا بھی تھا جو بڑے غور سے جنرل کی باتیں سنتا رہا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ حال ہی میں جنرل کے ماتحتی میں آیا تھا اور اسے ابھی تک کوئی تلخ تجربہ نہیں ہوا تھا۔ کسی میٹنگ میں شرکت کرنے کا بھی یہ اس کا پہلا اتفاق تھا اور سب سے حسین اتفاق یہ تھا کہ اس نے کل ہی ایک دہشت گرد سے پوچھ گچھ کی تھی جس نے اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نکالنے سے انکار کر دیا تھا۔ ہر سوال کے جواب میں اس نے خاموشی اختیار

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی تھی۔

"سر میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔" اسرائیلی افسر نے کھڑے ہوکر کہا اور دیگر تمام افسران حیرت سے اُسے دیکھنے لگے۔ "اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔"

"میں نے جو بکواس کی ہے اس کے بعد اجازت لینے کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔" جنرل میز پر گھونسہ مار کر بولا۔ "جلدی کہو۔"

توہین کے احساس سے افسر کا چہرہ سُرخ ہوگیا مگر وہ جنرل ایکس کے بارے میں بہت کچھ سُن چکا تھا۔ اس لیے اپنے احساسِ اہانت کو نظر انداز کرکے جلدی سے بولا۔ "اُن کے سامنے کسی ایسے قیدی کو پیش کیا جائے جو انتہائی ہٹ دھرم ہو اور اُن کے کسی سوال کا جواب نہ دے۔ ظاہر ہے یہ منظر دیکھ کر اُن کی رائے فلسطینیوں کی طرف سے خراب ہو جائے گی اور رپورٹ ہمارے حق میں آئے گی۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔" جنرل دانت پیس کر بولا۔ "ایسے قیدی کا بندوبست ہم کہاں سے کریں گے، ہر ایک تو انھیں اپنی مظلومیت کی داستانیں سنانے کھڑا ہو جائے گا۔"

"بیرک نمبر الیون میں ایک ایسا قیدی موجود ہے جناب! کل ہم اُس سے بہت دیر تک سوالات کرتے رہے اور ہمارے ہر سوال کے جواب میں وہ صرف مسکراتا رہا۔ زبان سے ایک لفظ بھی نہیں بولا۔"

"کہاں ہے وہ قیدی؟" جنرل دہاڑا۔ "کون ہے وہ؟ اور اس میں ایسی کون سی راز کی بات تھی کہ اُسے مجھ سے پوشیدہ رکھا گیا۔ بتاؤ۔"

"اُسے کل شام ہی گرفتار کیا گیا ہے جناب۔" افسر نے بوکھلا کر کہا۔ "آج صبح اس کا فائل آپ کو پیش کیا جانا تھا... حتمی فیصلے کے لیے۔"

"اگر کوئی ایسا سرکش قبضے میں آگیا تھا تو اُسے فوری طور پر میرے سامنے کیوں نہیں پیش کیا گیا۔ کیا میں کہیں مر گیا تھا۔"

جنرل ایکس گرج رہا تھا اور کانفرنس روم میں موجود تمام چھوٹے بڑے افسران دم بخود بیٹھے تھے۔ کسی میں اتنی مجال نہیں تھی کہ ایک لفظ بھی بول سکتا۔

"اگر تم نے اس خیال سے مجھے اطلاع نہیں دی تھی کہ میں اُس وقت آرام کر رہا تھا تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اُس کی زبان کھلوانے کے لیے اُس پر کتنا تشدد کیا گیا؟"

کوئی کچھ نہیں بولا۔ جس افسر نے یہ تجویز پیش کی تھی وہ ابھی تک کھڑا تھا اور اُس کا سر جھکا ہوا تھا۔

"ہوں۔" جنرل ایکس غرّایا۔ "تم لوگوں کی خاموشی سے میں یہی نتیجہ اخذ کر سکتا ہوں کہ تم نے اُسے بڑے آرام سے رکھا ہوا ہے۔"

"آپ کے حکم کے بغیر ہم کوئی فیصلہ کیسے کر سکتے تھے سر۔" ایک افسر نے دل کڑا کرکے کہا مگر اُس کی آواز میں لرزش صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

"تم سب نااہل ہو۔" جنرل نے حقارت سے کہا۔ "کس نے تم لوگوں کو افسر بنا دیا ہے۔ میرا بس چلے تو تم سب کی وردیاں اُتروا دوں۔"

"وہ آپ اُس کی موت کا فیصلہ بھی تو صادر کر سکتے تھے جناب۔" ایک اور افسر نے کہا اور جنرل کا پارہ اور ہائی ہوگیا۔

"یہ سراسر میری توہین ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی قیدی جنرل ایکس کے سامنے زبان کھولے بغیر مر جائے۔ تم لوگ انتہائی ناکارہ ہوگئے ہو۔ میں جلد ہی تم سب کی رپورٹ اوپر بھیجوں گا۔"

تمام لوگوں کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ سبھی کو یہ احساس تھا کہ اپنی صفائی میں جتنا وہ بولیں گے اتنا ہی اُن کے حق میں بُرا ہوگا۔

"اگر اس وقت یہ منحوس مسئلہ درپیش نہ ہوتا تو میں فوری پر کوئی قدم اٹھاتا لیکن کوئی بات نہیں۔ میں بعد میں تم لوگوں سے نمٹوں گا۔ مجھے اُس قیدی کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

"وہ ایک نوجوان ہے جناب اور اس پر شبہ ہے کہ وہ اسلحے کے ذخائر اُڑانے میں ملوث تھا۔" اُس افسر نے جو کھڑا ہوا تھا جلدی جلدی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اتنے خطرناک مجرم سے تو جلد از جلد حقیقت اگلوا لینی چاہیے تھی۔ تم لوگوں کی جہالت سے اُس کے تمام ساتھی اب تک اپنے ٹھکانے تبدیل کر چکے ہوں گے۔ رات بھر میں تو مُردے بھی بول اُٹھتے ہیں۔" جنرل ایکس پھر سے اُکھڑ گیا۔ "یہ جانتے ہوئے بھی کہ بیروت میں اسلحے کے ذخائر کی تباہی نے ہمیں کتنا نقصان پہنچایا ہے، تم لوگوں نے اُس سے نرمی برتی... تمھارا جُرم ناقابلِ معافی ہے۔"

"ہماری اس کوتاہی کے باعث یہ ممکن ہو سکا ہے کہ ہم اقوامِ متحدہ کی تشکیل دی ہوئی کمیٹی کو مطمئن کر سکیں۔" اُسی افسر نے ہمت کرکے کہا جو پہلی بار جنرل ایکس کی ماتحتی میں آیا تھا۔

"کیا تم مجھے گدھا سمجھتے ہو؟" جنرل نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ "اپنی صفائی پیش کرنے کے چکر میں تم نے جاہلانہ باتیں کرنی شروع کر دی ہیں۔"

"میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں سر! لیکن ہمارے ہر قیدی کی حالت تباہ ہے۔ ہم کمیٹی کے سامنے اپنے قیدیوں پر تشدد کرنے کا کیا جواز پیش کریں گے؟"

جنرل کی آنکھیں سکڑ گئیں۔ "کیا میں یہ سمجھوں کہ تم فلسطینی... دہشت گردوں سے مل گئے ہو۔"

افسر نے بے چینی سے اپنے جسم کا بوجھ ایک ٹانگ سے دوسری ٹانگ پر منتقل کیا۔ "کمیٹی کے ہر رکن کو مطمئن کرنا ہماری ذمے داری ہے سر! یہ بات آپ نے خود کہی ہے۔"

"جانتے ہو جنرل ایکس سے بحث کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔" جنرل نے سرد لہجے میں کہا اور کانفرنس روم میں موجود ہر شخص نے اپنی سانس روک لی۔ انھیں اپنے درمیان آنے والے اس نئے افسر کا انجام کچھ اچھا نظر نہیں آ رہا تھا اور وہ افسر خود بھی اس بات کو سمجھ رہا تھا لیکن اب تو تیر کمان سے نکل ہی چکا تھا۔ اُس کی بنیادی غلطی یہ تھی کہ اُس نے اسرائیل سے ہمدردی میں ایک تجویز پیش کر دی... لیکن اُس نے سوچا کہ اب غلطی ہو ہی چکی ہے تو جان پر کھیل جانا چاہیے۔

"یہ نظریہ ہمارا ہے کہ فلسطینی دہشت گرد ہیں اور اُن میں سے جو بھی گرفتار ہو جائے، اُس پر ہر قسم کا تشدد جائز ہے لیکن کمیٹی کے ارکان کا ہم سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہمیں اُن کے سامنے ان فلسطینیوں پر تشدد کرنے کا کوئی ٹھوس جواز پیش کرنا پڑے گا۔ ایسا جواز جو اُنھیں مطمئن کر دے۔"

غصّے کی شدت سے جنرل ایکس کا حال بُرا ہو رہا تھا۔ کسی کو اُس کے سامنے اتنی باتیں کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔

"جس قیدی کا میں نے ذکر کیا ہے سر!" افسر اپنی رو میں کہے جا رہا تھا۔ "اُس کے سلسلے میں ہماری کوتاہیوں پر بعد میں سزا دے لیجیے گا۔ اس وقت تو اُس سے فائدہ اُٹھانے کی سوچیے۔"

"تو اب میں تم جیسے ماتحتوں سے فائدے اور نقصان کی باتیں سیکھوں گا۔" جنرل غرّایا۔

"آپ نے خود ہی تجویز طلب کی تھی سر! اگر میں نے خود سے بولنے کی جرأت کی ہو تو میں ہر سزا قبول کرنے کو تیار ہوں۔"

"ہوں۔" جنرل نے پہلو بدلا۔ وہ غیظ و غضب کی مُنہ بولتی تصویر نظر آ رہا تھا۔ "جو کچھ بکنا ہے ایک دفعہ میں بک لو۔"

"شکریہ سر۔" افسر نے خون کے گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔ "چونکہ وہ قیدی کسی سوال کا جواب نہیں دیتا اس لیے ہم اُسے کمیٹی کے سامنے پیش کرکے بتائیں گے ہم نے اسے اسلحے کے ذخائر اُڑاتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا تھا اور ہم اس کے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے عوض ہم اسے معاف تک کر دینے کو تیار ہیں لیکن اس کا جو رویّہ ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ ہم انھیں بتائیں گے کہ ہر فلسطینی دہشت گرد کا یہی رویّہ ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے سر کہ اس قیدی کی وجہ سے ہم اُن اراکین کی رائے متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"میٹنگ ڈس مس۔" جنرل نے غرّا کر کہا اور تمام افراد کانفرنس روم سے باہر چلے گئے۔ جنرل کو آئیڈیا بہرحال پسند آیا تھا مگر وہ اس کی برملا تعریف کرکے اپنے ماتحتوں کا دماغ نہیں خراب کر سکتا تھا۔

پونے آٹھ بجے کے قریب پتھریلی عمارت کے سامنے ایک ہیلی کاپٹر اُترا جس میں کمیٹی کے ارکان کے علاوہ سینٹ کا ایک رُکن بھی تھا۔ جنرل کو اسرائیلی پارلیمنٹ کے ارکان سے بھی خدا واسطے کا بَیر تھا تاہم خوش اخلاقی سے انھیں ریسیو کرنا اس کی مجبوری تھی۔

وہ انھیں لے کر سیدھا اپنے آفس میں گیا اور اُس نے فوراً ہی بیرک نمبر الیون والے قیدی کو حاضر کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ دو فوجی علی یار خان کو لیے ہوئے جنرل کے آفس میں داخل ہوئے تو کمیٹی کے تینوں اراکین نے حیرت سے اُسے دیکھا پھر سربراہ اسٹیفن الوان نے جنرل سے کہا۔ "یہ کون ہے؟"

"بہت خطرناک قیدی ہے۔" جنرل نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "اس نے بیروت میں ہمارے اسلحے کے ذخائر تباہ کیے ہیں اور ہم نے اسے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا ہے۔"

"کیا یہ اسرائیلی افواج سے بھی زیادہ خطرناک ہے؟" اسٹیفن الوان نے طنزیہ لہجے میں کہا اور جنرل کا چہرہ غصّے سے سُرخ ہوگیا۔

"کیا مطلب؟" اُس نے جارحانہ لہجے میں کہا۔

"ایک نہتّے شخص کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنے دیکھ کر یہی تاثر ملتا ہے۔" اسٹیفن نے اس کے لہجے کا نوٹس لیے بغیر کہا۔ "اس کے ہاتھ پیر کھول دو۔"

جنرل نے ہچکچا کر کہا۔ "لیکن اگر یہ فرار ہوگیا ہو کون ذمّے دار ہوگا۔" اسٹیفن الوان نے کہا۔ "اگر اسرائیلی افواج اتنی ہی ناکارہ ہیں تو فرار ہو جانا

دلچسپ ترین سلسلے ۔ کتابی شکل میں
شیخ کرامت کی سرگزشت جو اس نے بستر مرگ پر بیان کی
ہمزاد (مکمل)
قیمت ۴۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے
جسم کا قصہ جس کے جسم کی عمر ۱۳۰ سال تھی
اور بقیہ جسم کی عمر ۲۵ سال
ہمزاد مسخر کرنے کے طریقے۔
ہر دل عزیز شخصیت صبیحہ بانو کے قلم سے ایک سنسنی خیز سرگزشت
بال (مکمل)
ایک ایسے انسان کی کہانی جسے خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔
جب اس نے آنکھ کھولی تو ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا۔
دُنیا کی بڑی بڑی تنظیمیں اس کے تعاقب میں تھیں۔
اس پر نہ کوئی گولی اثر کرتی تھی اور نہ ہی کوئی زہر۔
کتابیات پبلی کیشنز کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کا حق ہے۔" اسٹیفن ایوان کا لہجہ اب بھی طنزیہ تھا۔
علی یار خان کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کھول دی گئیں۔ اتنی دیر میں علی نے صورتِ حال کا اندازہ کرکے اپنا لائحہ عمل متعین کرلیا تھا۔

"یہ بالکل جھوٹ ہے جناب کہ مجھے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا گیا ہے۔" اس نے دبنگ انداز میں کہا اور کمیٹی کے اراکین کے علاوہ سینیٹ کا رکن اور جنرل بھی چونک پڑا۔ "اگر یہ جنرل سچا ہے تو اس سے پوچھیے کہ مجھے کس مقام سے گرفتار کیا گیا تھا۔ اس کے بعد اُن لوگوں سے تصدیق کیجیے جو مجھے زبردستی میرے گھر سے پکڑ لائے ہیں مجھے یقین ہے کہ ان کے بیانات میں تضاد ہوگا۔" علی کی آواز سے کمرا گونج رہا تھا اور جنرل کا یہ عالم تھا کہ بس وہ مارے حیرت کے بے ہوش ہونے والا تھا۔

"تم اس بارے میں کیا کہتے ہو جنرل؟" اسٹیفن ایوان نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ مگر جنرل بے چارہ کیا کہتا۔ اس کی تو گویا روح ہی قبض کرلی گئی تھی۔

سینیٹ کے رُکن نے بروقت مداخلت کرنے کا فیصلہ کیا۔ "معلوم ہوتا ہے کوئی بڑی غلط فہمی ہوگئی ہے۔ اگر یہ بے قصور ہے تو اسے فوری طور پر رہا کرنے کے احکامات صادر کرو۔"

"ٹھیک ہے۔" جنرل کے حلق سے بڑی مشکل سے آواز نکلی۔ "اسے فوراً رہا کرو۔" اس کا دماغ مارے غصّے کے کھول رہا تھا۔ اسے اس افسر پر غصّہ آرہا تھا جس نے اسے ذلیل کروایا تھا۔ اب وہ اس افسر کے خلاف کوئی کارروائی بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اس لیے کہ اس ساری ناکامی کا ذمّے دار خود جنرل ایکس کو ٹھہرا کر اُسے ریٹائر کر دیا جاتا۔

دونوں فوجیوں نے بڑے ادب سے جنرل کو سلیوٹ کیا اور علی کو باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ قدرت کی اس مدد پر علی سخت حیران تھا۔ جس کیمپ سے فرار کا تصوّر تک ناممکن تھا وہاں سے اُسے رہا کر دیا گیا تھا لیکن ابھی اُسے بہت کڑے مراحل سے گزرنا تھا۔

اُسے کرنل ڈلوڈ کے سامنے پیش کیا گیا جس نے جنرل کا حکم سننے کے بعد مسکرا کر علی یار خان کو مبارک باد دی اور کہا۔ "آپ خوش قسمت ہیں اور ایسے خوش قسمت شخص کو میں خود اپنی جیپ میں چھوڑ کر آؤں گا۔"

"میرے پیر سلامت ہیں۔" علی نے خشک لہجے میں کہا۔ وہ کرنل کے مذموم عزائم کا اندازہ لگا سکتا تھا۔

"یہ تو ممکن ہی نہیں ہے جناب کہ ہم آپ کو یوں چلا جانے دیں۔" کرنل نے پھر مسکرا کر کہا۔ اس کے لہجے میں موجود دھمکی علی سے پوشیدہ نہ رہ سکی اور اس نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کرلیا۔

"میں اس کرم نوازی کے لائق تو نہیں ہوں، تاہم آپ کی یہی خواہش ہے تو یوں ہی سہی۔" اس نے بھی مسکرا کر جواب دیا تھا۔

پندرہ منٹ بعد وہ ایک کھلی فوجی جیپ میں اُس کیمپ سے باہر نکل رہا تھا۔ کرنل ڈیوڈ اگلی نشست پر تھا اور اُس نے تہیہ کرلیا تھا کہ اس قیدی کو اُس کے گھر پر لے جا کر ہلاک کردے گا۔

پچھلی سیٹ پر علی دو فوجیوں کے درمیان پھنسا بیٹھا تھا۔ اُس وقت وہ بیروت کی ایک مضافاتی سڑک سے گزر رہے تھے۔ جیپ بہت تیز رفتاری سے سفر کر رہی تھی اور آگے ایک موڑ آرہا تھا۔ علی سنبھل کر بیٹھ گیا۔ موڑ کے نزدیک پہنچ کر بھی جیپ کی رفتار سست نہیں ہوئی تھی مگر علی کو کسی چیز کی پروا نہیں رہی تھی۔ موڑ کے نزدیک پہنچتے ہی اُس نے بائیں ہاتھ سے اسرائیلی فوجی کی گردن جکڑتے ہوئے خود کو جیپ سے باہر لڑھکا دیا۔ فوجی حواس باختہ ہوگیا تھا مگر علی نے اپنے حواس بحال رکھے تھے۔ پہلے فوجی سڑک پر گرا تھا اور علی اس کے اوپر گرا تھا۔ چوٹیں تو علی کے بھی آئیں مگر فوجی کے مقابلے میں بہت کم آئیں۔ فوجی کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی تھی اس کی کوئی ہڈی چٹخ گئی تھی۔

وہ دونوں سڑک پر دُور تک قلابازیاں کھاتے چلے گئے تھے علی خود کو متوازن کرتے ہوئے اچھل کر کھڑا ہوگیا اُسے اندازہ تھا کہ فوجی ناکارہ ہوگیا ہے۔ اس لیے اُس نے صرف اُس کی گن چھین لینے پر اکتفا کیا اور سڑک سے نیچے اُتر کر پوری قوت سے دوڑنا شروع کردیا۔

مڑتی ہوئی جیپ نے دائیں جانب والا فوجی خود کو متوازن کرنے میں مصروف تھا۔ چند لمحوں تک تو اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ پھر جب اُسے ہوش آیا تو تیز رفتار جیپ مڑ کر بہت دُور نکل چکی تھی۔ کرنل ڈیوڈ کو بھی کسی گڑبڑ کا دھڑکا ہوا تھا تبھی تو اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ اور پچھلی سیٹ پر سے دو افراد کو غائب پاکر اُن کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے تھے۔

"جیپ روکو۔" اُس نے چیخ کر کہا اور ڈرائیور نے بے ساختہ پورے بریک لگا دیے اور جیپ اُلٹتے اُلٹتے بچی۔

"وہ... وہ قیدی اُسے لے کر جیپ سے کود گیا جناب۔" فوجی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "موڑ سے اس طرف...!"

"جیپ موڑو۔" کرنل دہاڑا۔ "جلدی کرو۔"

ڈرائیور نے بڑی بدحواسی کے عالم میں جیپ موڑی اور واپسی کا سفر شروع ہوگیا۔ جیپ پہلے سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے چل رہی تھی لیکن موڑ سے مڑتے ہی اُسے پھر پورے بریک لگانے پڑے۔ اس لیے کہ فوجی سڑک پر پڑا ہاتھ پیر پٹخ رہا تھا۔

تینوں افراد اضطراری طور پر جیپ سے اُتر کر فوجی کے نزدیک پہنچ گئے جس کے چہرے سے کرب ظاہر ہو رہا تھا۔

"وہ کہاں گیا؟" کرنل نے فوجی کو جھنجھوڑتے ہوئے مضطربانہ لہجے میں پوچھا اور فوجی نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ... اُس طرف جناب۔" دوسرے فوجی نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور کرنل نے اُس سمت میں دیکھا۔ علی دوڑتا ہوا بہت دور نکل گیا تھا۔

"اسے بچ کر نہیں نکلنا چاہیے۔" کرنل نے فوجی سے کہا اور فوجی نے علی کے تعاقب میں دوڑ لگا دی۔ مگر اس طرح وہ کبھی بھی علی تک نہیں پہنچ سکتا اور علی تو پہلے ہی گن کی رینج سے باہر تھا۔

"اس کے پیچھے جیپ لگا دو۔" کرنل نے ڈرائیور سے کہا اور وہ دونوں اُچھل کر جیپ میں سوار ہوگئے۔ ڈرائیور نے بڑی برق رفتاری سے جیپ سڑک سے اُتار دی۔

"جیپ میں بیٹھ جاؤ۔" علی کے تعاقب میں دوڑتے ہوئے فوجی کے نزدیک پہنچ کر کرنل ڈیوڈ نے چیخ کر کہا۔ جیپ کی رفتار لمحہ بھر کو سست ہوئی اور فوجی کود کر جیپ میں سوار ہوگیا۔ وہ جیپ کا ہڈ پکڑ کر کھڑا ہوگیا تھا اور اُس نے گن سنبھال لی تھی۔ پھر جیسے ہی اُس نے محسوس کیا کہ علی رینج میں آگیا ہے اُس نے ایک برسٹ مارا۔ کچے پکے راستے پر اچھلتی ہوئی جیپ کی وجہ سے اس کا ہاتھ بہک گیا... بھی گولی علی کو نہیں لگ سکی لیکن اس کے جواب میں علی نے پیٹ کر جو برسٹ مارا اس کی بیشتر گولیاں جیپ کی باڈی میں دھنس گئیں۔ جیپ کا ونڈ اسکرین بھی ٹوٹ گیا تھا مگر اتفاق ہی تھا کہ کوئی گولی کسی کے نہیں لگی تھی۔

ڈرائیور نے اضطراری طور پر فل بریک لگائے۔

فوجی عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جیپ سے کود [illegible] جیپ سے ویسے بھی صحیح نشانہ لینا ممکن نہیں تھا۔

علی یار خاں بڑی تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ اُس کی منزل بہت قریب آگئی تھی۔ بس چند لمحوں کی بات تھی اُسے یقین تھا کہ وہ نکل جانے میں کامیاب ہوجائے گا اسی لیے وہ پیٹ کر گولیاں چلانے کے بجائے دوڑتے رہنے کو ترجیح دے رہا تھا۔ لیکن اُس کے اندازے میں لمحاتی فرق پڑ گیا۔ اپنی منزل سے چند قدم پہلے اُس نے گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنی اور اُس کے پورے وجود میں انگارے بھر گئے۔ اُسے اندازہ نہیں تھا کہ کتنی تعداد میں گولیاں اُس کے جسم میں پیوست ہوئی ہیں۔

فوجی نے دوڑتے ہوئے ہی نشانہ لے کر برسٹ مارا اور کافی فاصلے کے باوجود اُس نے علی کو لڑکھڑاتے دیکھا۔ اتنے فاصلے کے باوجود اُس کا لباس خون میں سُرخ ہوتا نظر آیا تھا۔ پھر علی لڑکھڑاتا ہوا گرا اور اُن کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ کرنل ڈیوڈ نے یہ منظر دیکھا تو پھر جیپ میں سوار ہوگیا۔ وہ تینوں افراد اُس مقام پر پہنچے جہاں علی کو گولیاں لگی تھیں اور وہ اُن کی نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا۔ "[illegible] خیال ہی نہیں رہا تھا کہ ادھر دریا ہے۔" ڈرائیور نے کہا۔ "اس نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔"

"بکواس مت کرو۔" کرنل ڈیوڈ نے اُسے جھڑک [illegible] دریا میں نظریں دوڑانے کے بعد اُس نے ایک وحشیانہ [illegible] لگایا۔ "وہ دیکھو اُس کی لاش دریا کی لہروں پر... اُس کی موت کی خبر سن کر جنرل ایکس بہت خوش ہوگا... چلو واپس چلیں۔"

وہ فتح و کامرانی کے احساس کے ساتھ واپسی کے لیے روانہ ہوگئے۔

قارئین! علی یار خان کی سرفروشانہ سرگزشت کا ایک باب اس ماہ جاسوسی ڈائجسٹ میں اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔ مصنف کا خیال تھا کہ اس سلسلے کو اسی موڑ پر ختم کر دیا جائے لیکن ہمارا اصرار یہی رہا کہ علی یار خان کی زندگی کا دوسرا باب بھی رقم کیا جائے جو یقیناً پہلے باب سے کم دلچسپ نہیں ہے۔ اس معاملے میں پہلا مسئلہ تو بہرحال مصنف کی آمادگی ہی کا تھا جو بالآخر حل ہوگیا مگر دوسرا مسئلہ زیادہ دشوار اور اذیت ناک تھا۔ سرگزشت کی اشاعت کے بعد تین سلسلے وار کہانیوں کی وجہ سے پرچے کا توازن ہی بگڑ گیا، خصوصاً پہلی کہانی شائع کرنا ناممکن ہو کر رہ گیا جو یقیناً قارئین کی اکثریت کا ایک بڑا نقصان تھا اور وہ اسے زیادہ عرصے تک برداشت کرنے کے لیے قطعی تیار نہ تھے۔ اکثر خطوط میں اس طرف مسلسل توجہ دلائی جارہی تھی چنانچہ اس کا حل اب صرف یہی تھا کہ اس لازوال داستان کو ادارے کے نئے پرچے ماہنامہ "سرگزشت" میں جاری رکھا جائے۔ اس طرح 'جاسوسی' کی بگڑی ہوئی صورت بھی درست ہوجائے گی اور علی یار خان کی زندگی کا دوسرا رُخ بھی قارئین کے سامنے آجائے گا۔ لہٰذا مجاہد کی آئندہ قسط کے لیے "سرگزشت" کے پہلے شمارے کا انتظار فرمائیے جو انشاء اللہ دسمبر ہی میں آپ تک پہنچ جائے گا اور یوں یہ سلسلہ کسی درمیانی تعطّل کا شکار بھی نہ ہوگا۔ (ادارہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجاہد

علی یار خان

عالم اسلام کے خلاف یہودیوں کی سازشیں سالہاسال سے جاری ہیں۔ اسرائیل کا قیام بھی درحقیقت اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ یہ آپ بیتی ایک ایسے سرفروش کی ہے جس کی زندگی کا مقصد صہیونی مفادات و مقاصد کے خلاف سرگرم و برسرِپیکار رہنا بن گیا تھا۔ یہودی اُس کے خون کے پیاسے ہوگئے تھے اور وہ ہر محاذ پر اُنہیں شکست سے دوچار کرنے کے لیے کمربستہ تھا۔

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جانباز کا سفر

علی یار خان کون ؟

ٹھٹھے شاہ کے شہر قصور میں میری پیدائش ہوئی 'علی یار خان میرا نام ہے۔ امریکا میں زیرِ تعلیم تھا کہ ایک صیہونی تقریب میں شرکت کا اتفاق ہوا ایک یہودی مقرر کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تقریر نے مجھے مشتعل کردیا۔ میری جوابی تقریر امریکا کے یہودیوں کو میرا دشمن بنانے کا سبب بن گئی۔ امریکن سی آئی اے کا یہودی ایجنٹ اولیو ہاورڈ میرا سخت ترین دشمن بن گیا۔ اس نے مجھے شدید اذیتوں سے دوچار کیا۔ اس دوران میں عالمِ اسلام اور مسلمانوں سے یہودیوں کی نفرت کا مجھے اندازہ ہوا اور میں نے بھی عہد کرلیا کہ اپنی زندگی فتنۂ یہود کے خلاف وقف کردوں۔ امریکا سے فرار ہوکر میں تنظیمِ آزادئ فلسطین میں شامل ہوگیا۔ وہاں میری باقاعدہ تربیت ہوئی جس کے بعد میں نے تنظیم کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں اور ایک نمایاں مقام حاصل کرلیا۔ لیکن اولیو ہاورڈ نے میرے خلاف اپنی مہم جاری رکھی اور تنظیم کے اہم افراد کو مجھ سے بدظن کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس سانحے نے مجھے بہت مایوس کیا اور میں نے اپنے طور پر صہیونیت کے خلاف مصروفِ عمل رہنے کا فیصلہ کرلیا۔ اپنے مشن کے آغاز ہی میں مجھے ایک قابلِ اعتماد ساتھی تہذیب مالکم ایکس کی صورت میں مل گیا۔ تہذیب 'مشرق و مغرب کے حسن کا دلکش امتزاج تھی۔ وہ ایک بین الاقوامی دہشت گرد تنظیم سے وابستہ رہ چکی تھی۔ مجھ سے ملاقات کے بعد رفتہ رفتہ وہ میرے قریب آتی چلی گئی اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ ہم ایک دوسرے کے لئے ناگزیر ہوگئے۔ ہم نے دنیا بھر میں قدم قدم پر اسرائیلی مفاد کو زک پہنچائی۔ میرا نام ہی کسی یہودی کے لئے خوف و نفرت کی علامت بن گیا۔ ایک اہم معرکے میں اولیو ہاورڈ کو میں نے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جھونک کر اس خبیث یہودی سے نہ صرف اپنی جان چھڑائی بلکہ اس کی ریشہ دوانیوں سے عالمِ اسلام کو بھی نجات دلادی۔ لبنان کے محاذ پر اسرائیلیوں نے مجھے گرفتار کرلیا لیکن وہ علی یار خان کی حیثیت سے مجھے شناخت نہ کرسکے۔ ان کے نزدیک میں ایک عام تخریب کار تھا۔ ایک موقعے پر فرار کی کوشش کے دوران اسرائیلیوں کی گولیوں کا نشانہ بن کر میں ایک گہری کھائی میں کود گیا۔ اس حادثے کے بعد مجھ پر کیا گزری 'یہی میری کتاب زندگی کا دوسرا باب ہے جس کی ابتداء ماہنامہ سرگزشت میں ہو رہی ہے۔

وہ میری زندگی کا اہم ترین دن تھا۔ مجھے سخت ترین حفاظتی انتظامات کے درمیان دشمنوں کے بھٹ میں گھس کر ایک انتہائی اہم مشن کی تکمیل کے لئے بنیاد فراہم کرنا تھی۔ شام کا وقت تھا۔ مزدور چھٹی کرکے گھر جارہے تھے۔ باہر کمپنی کی گاڑیاں قطار لگائے کھڑی تھیں اور مزدور ان میں بیٹھ رہے تھے۔ پلانٹ کے اندر کچھ لوگ موجود تھے جو اب بھی کام کررہے تھے۔ پلانٹ کے اندر کام کرنے والے ان لوگوں میں میں بھی شامل تھا۔

میرے جسم وجاں میں 'ہر رگ وپے میں سنسنی جیسے خون کے ساتھ گردش کررہی تھی۔ میں ایک اہم ترین مشن کی تکمیل کے مراحل میں داخل ہورہا تھا۔ وہ اہم ترین مشن میری زندگی کے دوسرے عہد کا نقطہ آغاز تھا۔ زندگی کا دوسرا عہد جو میرے لئے سراسر عطیہ خداوندی تھا۔

صبح سے ہی میرا یہ حال تھا۔ اس وقت سے جب میں بس سے اتر کر گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسی وقت سے میرے رگ وپے میں یہ سنسنی دوڑ رہی تھی۔ میرے جسم پر موجود سفید ڈانگری کی جیبیں کنوؤں جیسی گہری تھیں اور ان جیبوں میں جو کچھ بھی تھا 'اس سے پورے اسرائیل میں بلکہ پوری دنیا میں تہلکہ مچنے والا تھا۔

"ہیلو سلامی!" سیکیورٹی گارڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "سنا ہے 'تمہارا موجودہ کام مکمل ہونے والا ہے ؟"

"ہاں جیرالڈ! تم نے ٹھیک سنا ہے۔" میں بھی مسکرایا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ "جہاں تک میرے کام کا تعلق ہے تو وہ آج ہی مکمل ہوجائے گا۔"

میں زیرِلب مسکراتا ہوا پلانٹ میں داخل ہوگیا۔ میں سوچ رہا تھا 'اگر گارڈ کو میرا اصل نام معلوم ہوجائے تو اس پر کیا گزرے گی اور اگر اسے یہ پتا چل جاتا کہ میں وہاں کیا کام کررہا ہوں تو شاید اس کا ہارٹ فیل ہوجاتا۔ وہ بے چارہ تو مجھے نوری سلامی سمجھ رہا تھا۔

نوری سلامی پلانٹ میں ملازم تھا... نسلاً وہ الجزائری تھا مگر اس کا تعلق الجزائر کے ان باشندوں سے تھا جو ترک وطن کرکے فرانس میں آباد ہوگئے تھے اور اب فرانس ہی ان کا وطن تھا۔ گارڈ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اصل نوری سلامی اس وقت فلسطینی مجاہدین کی تحویل میں تھا۔ وہ تو شاید اس بات سے بھی ناواقف تھا کہ فرانس میں فلسطینی مجاہدین کی سربراہی احمد رش کررہا ہے۔ احمد رش جو اسرائیل میں صفِ اوّل کے ایک فلسطینی دہشت گرد کی حیثیت سے جانا جاتا تھا اور دنیا کا ہر یہودی اس کے خون کا پیاسا تھا۔

اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو گارڈ یقیناً میرے نام سے واقف رہا ہوگا۔ میرا نام صرف اسرائیلیوں کے لئے ہی اہم نہیں رہا تھا بلکہ ماضی میں میں نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے تھے 'ان کی وجہ سے اسرائیلیوں کے مغربی حلیف بھی میرے نام سے لرزہ براندام رہنے لگے تھے۔

آپ پوچھیں گے میں کون ہوں۔ آپ میں سے ہر شخص مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہے اور میں بھی آپ کو آپ کے تمام جذبوں سمیت جانتا ہوں۔ میں تو آپ کا آئینہ ہوں۔ آپ کے جذبہ جہاد کی تصویر ہوں۔ آپ کے شوق شہادت کا عکس ہوں 'آپ ہی کی طرح میں بھی ارضِ بیت المقدس کو یہودیوں کے ناپاک قدموں سے محفوظ رکھنے کا خواہاں ہوں۔ مسجدِ اقصیٰ کی حرمت کے پاسبانی کرنے والے خدام کی فہرست میں ایک ادنا کارندے کی حیثیت سے اپنا نام درج کرانا ہی میرا مقصد حیات ہے۔ آپ سب.. ہر مسلمان 'ہر پاکستانی مجھے اسی طرح جانتا اور پہچانتا ہے جیسے خود اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔ میں آپ کا ... عالمِ اسلام کا سپاہی ہوں۔ ہر مسلمان کی طرح میرے دل میں بھی جذبۂ جہاد ایک ننھی سی چنگاری کی صورت میں موجود تھا۔ میں دنیا داری کے ہنگاموں میں الجھتا تو شاید یہ چنگاری بجھ کر راکھ ہوچکی ہوتی لیکن ایک چھوٹے سے حادثے نے اس حقیر سی چنگاری کو بھڑکادیا تھا اور اب یہ ایک ایسی آتش شوق میں تبدیل ہوچکی تھی جو کبھی سرد نہیں ہوتی۔

میں ایبرن ہال کے اس خوبصورت سانحے کو دہراؤں گا نہیں جس نے میری زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا کردیا تھا ایبرن ہال والے سانحے سمیت آپ میری زندگی کی کتاب کے ہر ورق سے اتنا ہی واقف ہیں 'جتنا میں خود ہوں۔ اپنی زندگی کے پہلے عہد کا ہر وہ واقعہ میں آپ کے گوش گزار کرچکا ہوں جو ذرا سی بھی اہمیت کا حامل تھا۔ میں نے اپنی داستان میں اپنے ان تمام بھائیوں کو شامل کیا جنہیں اگر حالات میسر آجاتے تو شاید ان کے کارناموں کے سامنے میری کارکردگی بھی ماند پڑجاتی۔ میں جانتا ہوں کہ میرے پاکستانی بھائیوں کے دل اپنے مظلوم فلسطینی بھائیوں کے لئے کس طرح دھڑکتے ہیں وہ پورے عالم اسلام کے ہر واقعے سے کس طرح متاثر ہوتے ہیں۔ ان کا بس چلے تو کسی بھی مسلمان کی طرف بدنیتی سے اٹھنے والے ہاتھ توڑ ڈالیں 'جو ان کے کسی مسلمان بھائی کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے بھی دیکھے 'اس کی آنکھ نکال کر پھینک دیں لیکن انہیں کوئی موقع ہی نہیں ملا۔

جس طرح یہودیوں کے خلاف برسرِپیکار رہنا میرا مشن ہے 'انہیں ہر قدم 'ہر محاذ 'ہر گلی کوچے میں زک پہنچانا میرا اوّلین مقصد ہے 'اسی طرح میں اپنی کاوشوں اور جہد مسلسل کی داستان ہر مسلمان تک پہنچانا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ مجھے احساس ہے 'میں نے غیر معمولی زندگی بسر کی ہے۔ اگر ایبرن ہال والے واقعے سے قبل کوئی شخص مجھے بتاتا کہ تم اپنی آئندہ زندگی میں کیا کچھ کرنے والے ہو تو میں اس کی باتوں کو ہنسی میں اڑادیتا۔ میں تو بہت امن پسند آدمی تھا۔ میں نے تو اپنی زندگی میں کسی سے اونچی آواز سے بات بھی نہیں کی تھی۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں اتنی پرخطر زندگی بسر کروں گا۔ میں نے تو خود کو ہمیشہ بہت کم حوصلہ جانا تھا۔ عام لوگوں کی طرح میں بھی ہنگاموں سے خوف زدہ رہنے والا آدمی تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ قدرت نے مجھ میں کتنی صلاحیتیں پوشیدہ کررکھی ہیں۔ کوئی بھی اپنی صلاحیتوں سے باخبر نہیں ہوتا۔ ممکن ہے میری داستان پڑھنے والوں میں سے بعض لوگوں کو میرے بیان کئے ہوئے بعض واقعات غیر یقینی معلوم ہوتے ہوں۔ وہ میری داستانِ حیات کو محض کسی مصنف کے زورِ قلم کا نتیجہ سمجھتے ہوں مگر بیشتر لوگ جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ میں اپنی داستانِ حیات کو غیر یقینی قرار دینے والے حضرات کو موردِالزام نہیں ٹھہراتا۔ اپنے سرانجام دیے ہوئے بعض کارناموں پر مجھے خود بھی حیرت ہوتی ہے۔ اگر یہی واقعات کسی اور کے ساتھ پیش آئے ہوتے اور خود میں نے انہیں کہیں پڑھا ہوتا تو شاید میں خود ان پر یقین کرنے کو تیار نہ ہوتا لیکن یہ بے یقینی کیوں؟ آخر ہم آئے دن اخبارات میں غیر معمولی خبریں پڑھتے رہتے ہیں لوگ محیرالعقول کارنامے انجام دیتے ہی رہتے ہیں۔ ڈکیتی کی بڑی بڑی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں 'ہزار حفاظتی انتظامات کے باوجود طیارے اغوا ہوجاتے ہیں۔ بعض اوقات مجرم بڑی بڑی حکومتوں کو بلیک میل کرجاتے ہیں اور ایک ایسی حکومت جس کے پاس ہر قسم کی قوت موجود ہوتی ہے وہ مٹھی بھر لوگوں کے سامنے بے بس ہوجاتی ہے۔ ایسے کارنامے سرانجام دینے والے بھی تو انسان

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہی ہوتے ہیں میری طرح، آپ کی طرح، ہم سب کی طرح تو پھر ہم محض اس بنیاد پر کیوں کسی حقیقت کو جھٹلائیں کہ وہ عام ذکر سے ہٹ کر ہے۔

اور پھر یوں بھی تو ہے کہ قدرت ہمیشہ حق کا ساتھ دیتی ہے۔ قدرت نے عربوں کو ان کی تن آسانی کی سزا یہ دی کہ ان پر یہودیوں کو مسلط کردیا اور پھر انہی نہتے فلسطینیوں کو ایک طاقت ور حکومت کے مقابل لاکر کھڑا کردیا۔ فلسطینیوں کی گوریلا کارروائیوں نے اسرائیلی حکومت کو عاجز کررکھا تھا۔ تمام تر وسائل میسر ہونے کے باوجود ان کارروائیوں کا تدارک کرنے سے عاجز و لاچار ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے پہچان گئے ہوں گے۔ جی ہاں میں علی یار خان ہوں۔ یہ میری زندگی کا دوسرا عہد ہے۔ اللہ نے مجھے موت کے چنگل سے نکالا مجھے دوسری زندگی عطا کی اور اس بنیاد پر مجھے یقین ہے کہ اسے مجھ سے کوئی بڑا کام لینا مقصود ہے۔

اپنی زندگی کے پہلے عہد میں، میں اسرائیل کی قید میں تھا اس قید سے فرار ہونے کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا عام حالات میں تو شاید فرار کا کوئی امکان ہوتا بھی مگر جس طرح سے مجھے گرفتار کیا گیا تھا اس کے بعد مجھے ان سے کسی نرمی کی توقع نہیں تھی۔ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں سمیت فرار ہونے کا خیال بھی دیوانے کی بڑ ہوتا اور اس بات کا بھی کوئی امکان نہیں تھا کہ کال کوٹھری سے باہر کبھی مجھے بیڑیوں اور ہتھکڑیوں سے آزاد بھی کیا جاسکتا ہے لیکن مقدر کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے۔ میں آج بھی سوچتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ کیا ضروری تھا کہ اقوام متحدہ کی جانب سے بھیجی گئی ٹیم کے سامنے مجھے ہی پیش کیا جاتا۔

یہ بھی ایک اتفاق ہی تھا کہ میں اس اسٹیفن ایوان سے واقف تھا۔ یہ تو مجھے یاد نہیں کہ میں نے اسکی تصویر کہاں دیکھی تھی تاہم ذہن پر ذرا سا زور دینے سے مجھے یہ یاد آگیا تھا کہ وہ انتہائی غیر جانبدار قسم کا آدمی ہے۔ اگر میں اسے نہ پہچانتا تب بھی ہونا تو وہی تھا جو ہوا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ اسے اس جنرل پر بھی برتری حاصل ہے جو وہاں کا بے تاج بادشاہ تھا۔

میں نے سر جھٹک کر سوچوں سے چھٹکارا پایا اور گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ میرا یہ مشن بہت اہم تھا۔

باہر ایئرپورٹ کی روشنیاں جلنا شروع ہو گئی تھیں۔ معراج طیاروں کا ایک اسکواڈرن رن فضا میں انگریزی حرف "وی" تشکیل دیتے ہوئے پرواز کررہا تھا۔ باہر کمپنی کی بسیں عملے کو لے جانے کے لئے تیار کھڑی تھیں۔ چھٹی کرکے نکلنے والے افراد ان بسوں میں بیٹھ رہے تھے۔

اندر پلانٹ میں اضافی دودھیا روشنیاں آن ہوئیں تو میں چونک پڑا۔ میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی ایک اور الجزائری اوور ٹائم کے لئے رکا تھا۔ میں نے اسے دیکھا تو نہ جانے کیوں وہ گڑ بڑا گیا اور مجھ سے نظریں چرانے لگا۔

اب میں آہنی مچان پر بیٹھے ہوئے عظیم العجثہ پرندے کے سامنے تھا۔ وہ عظیم العجثہ پرندہ جسے دنیا کانکرڈ کے نام سے جانتی ہے۔ اپنی مچان پر بیٹھا ہوا وہ پرندہ بظاہر اڑنے کے لئے تیار نظر آتا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ ابھی اس کی وائرنگ فائنل ہونا باقی ہے۔ وائرنگ فائنل کرنے کے دوران ہی مجھے اپنا کام دکھانا تھا۔

میں سیڑھیاں چڑھ کر آہنی مچان کے سب سے بلند پلیٹ فارم پر پہنچا اور رینگتا ہوا اس چرخی کی طرف بڑھا جو بارہ فٹ اونچی دم کے متوازی قائم کی گئی تھی۔ دم کے قریب رنگ و روغن سے محروم ایلومینیم کی ایک پلیٹ پر پروڈکشن نمبر درج تھا... 4X - LPN

میں نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ چھٹی ہوئے دس منٹ ہوچکے تھے۔ اب میرے کام کرنے کا وقت آگیا تھا۔ دوسری شفٹ میں کام کرنے والے آتے تو وہ مجھے جہاز کے دم والے حصے میں بند کردیتے۔ ٹیل سیکشن کہلاتا ہے۔ میں نے چرخی سے لٹکا ہوا کلپ بورڈ اتارا اور جلدی جلدی اس کا جائزہ لیا پھر میں نے پلٹ کر اپنے کندھوں کے اوپر سے عقب میں دیکھا۔ نیچے وہی الجزائری کھڑا تھا جس نے چند منٹ قبل مجھ سے نظریں چرائی تھیں۔

میرے چہرے پر پسینہ نمودار ہوا پھر فیکٹری کے سرد ماحول نے اسے خشک کردیا۔ میں نے آستین سے اپنا چہرہ پونچھا جہاز کے شکمی حصے میں جہاں سیڑھیاں جڑے شہتیر کھڑے تھے وہاں بعض جگہوں پر باڈی ورک مکمل نہیں تھا۔ میں سیڑھیوں والے دو شہتیروں کے درمیان گھس گیا۔

میں نے گیارہ نمبر ٹرم ٹینک کے عین اوپر پاؤں جمائے پھر میں جھک کر کچھوے کی طرح چلتا ہوا پریشر بلک ہیڈ کی طرف بڑھا جس کا کام ابھی تک مکمل نہیں ہوا تھا۔ اوپر کیبن پر سفید روشنی والے بلب نصب تھے جو کام کرنے والوں کو مدد دیتے تھے۔ ایک لائٹ جہاز کی دم میں بھی نصب تھی۔ میں چاہتا تو اس لائٹ کو روشن کرسکتا تھا مگر میں نے دانستہ اسے روشن نہیں کیا اور جہاز کے دم والے حصے میں نیم تاریکی میں بلک ہیڈ کے پاس کھڑا رہا۔

پھر میں نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور قدرے بلند آواز میں پکارا "انسپکٹر لاویل!"

آواز سن کر طویل القامت فرانسیسی میری طرف مڑا۔ وہ ایمرجنسی ڈور کا معائنہ کررہا تھا۔ "ارے سلامی" اس نے چہک کر کہا۔ "یہ تم چوہے کی طرح اندھیرے میں کیا کررہے ہو؟" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

میں نے جواباً مسکرانے کی کوشش کی مگر میرا اعصابی تناؤ بہت بڑھ گیا تھا۔ اعصابی تناؤ بڑھ جانے کی وجہ خوف ہرگز نہیں تھا۔ مجھے تو صرف اس بات کی فکر لاحق تھی کہ میرا مشن خوش اسلوبی سے مکمل ہوجائے۔ ہمارے پورے منصوبے کا دارومدار اسی کامیابی پر تھا۔ جو کام مجھے کرنا تھا اس کا کوئی متبادل انتظام نہیں کیا گیا تھا اور اگر میں خدانخواستہ کسی وجہ سے ناکام ہوجاتا تو پورا منصوبہ دھرا رہ جاتا۔

میں نے کلپ بورڈ لہرا کر انسپکٹر کو دکھایا "یہ اب فائنل ہونے والا ہے، ہے نا؟" میں نے پوچھا۔

انسپکٹر لاویل نے ٹارچ کی روشنی بلک ہیڈ پر ڈالی اور وہیں سے اس کا سرسری معائنہ کیا۔ پھر اس نے دوسرا ہاتھ بڑھا کر کلپ بورڈ مجھ سے لے لیا اور تیزی سے اس کے ورق الٹنے لگا وہ انسپکشن شیڈول کے معاملے میں الجزائریوں پر بھروسا کرنے کا قائل نہیں تھا۔ اس نے ہر صفحے پر ہر انسپکٹر کے دستخط خاص طور پر چیک کئے۔ ہر انسپکٹر کا تبصرہ پڑھا۔ میں پرسکون انداز میں کھڑا رہا۔ ان سب چیزوں کی طرف سے مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ سب کچھ اصلی تھا لہٰذا فکر مند ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ الیکٹریکل، ہائیڈرالک اور فیول ٹینک انسپکشن معمول کے مطابق تھا۔ انسپکٹر لاویل کا اپنا شعبہ اسٹرکچر تھا، جہاز کا ڈھانچہ۔ اس نے خود اپنے ریمارکس پڑھے اور بولا "ہاں تمام انسپکشن ہوچکے ہیں۔ سب ٹھیک ہے۔"

"اور میرا کام... میرا مطلب ہے جہاز میں برقی تنصیبات کام؟" میں نے پوچھا۔

"تمہاری کارکردگی شاندار رہی ہے؟" اس نے تعریفی لہجے میں کہا "برقی تنصیبات کا کام مکمل ہوچکا ہے اور آج اسے سیل کردیا جائے گا؟" اس نے کلپ بورڈ دوبارہ مجھے تھمایا اور مجھے گڈنائٹ کہتا ہوا باہر چلا گیا۔

میں نے کلپ بورڈ اپنی بیلٹ سے لٹکایا اور شہتیروں کے نیچے جھک کر بڑی احتیاط سے آگے بڑھنے لگا۔ آگے بڑھنے کے دوران میں وقفے وقفے سے پلٹ کر عقب میں بھی نگاہ ڈالتا جارہا تھا۔ انسپکٹر لاویل واپس جاچکا تھا اور انسولیٹرز اپنے اپنے اوزار سنبھال کر واپسی کی تیاری کررہے تھے۔ پھر کسی نے کیبن کی بیشتر روشنیاں بجھادیں، کیبن کی روشنیاں بجھ جانے کے باعث جہاز کے ٹیل سیکشن میں چھایا ہوا اندھیرا اور زیادہ گہرا ہوگیا۔

میں نے ڈانگری کی جیب سے ٹارچ نکال کر روشن کی اور اس کا رخ کھلی دم کی طرف کرکے آہستہ آہستہ اوپر چڑھنا شروع کردیا یہاں تک کہ اس مقام تک پہنچ گیا جہاں دم کے دونوں حصے ملتے تھے۔ عظیم العجثہ کانکرڈ طیارے کا مستقبل میرے آئندہ پانچ منٹ کے عمل سے وابستہ تھا۔

میں نے اپنی ڈانگری کی پھولی ہوئی جیبوں میں سے ایک جیب سے سیاہ رنگ کا الیکٹریکل باکس نکالا۔ یہ باکس اپنے سائز کے اعتبار سے سگریٹ کے پیکٹ کے برابر تھا۔ باکس کے اوپر دھات کی ایک نمبر پلیٹ تھی جس پر ڈی-۱۲۲۶۵۲۱ ایس ایف این اے تحریر تھا لیکن وہ باکس اس نمبر پلیٹ کے مطابق ہرگز نہیں تھا۔

ڈانگری کی اوپری جیب سے میں نے ایپوکسی کی ٹیوب نکالی اور ایلومینیم کی ایک پلیٹ پر گلو لگایا اور باکس کو پوری طاقت سے جہاز کی ایک سائیڈ پر چپکا کر کچھ دیر دباؤ ڈالتا رہا پھر میں نے باکس میں سے ٹیلی اسکوپنگ انٹینا کھینچا اور اسے اس حد تک باہر نکالا کہ وہ دم کی آہنی سائیڈوں سے ہٹ کر باہر نکل گیا۔

اس کام کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے اپنی پوزیشن تبدیل کی اور دم کے اندر داخل ہوگیا۔ ٹیل سیکشن میں گرمی میری توقع سے بہت کم تھی پھر بھی میری پیشانی پسینے سے تر ہوگئی۔ میں نے چاقو کی مدد سے ایک سبز تار چھیلا جو ٹیل لائٹ سے منسلک تھا پھر میں نے اس رنگ کا ایک تار اپنی جیب سے نکالا۔ تار کے ایک سرے سے سگریٹ کے سائز کا ایک دھاتی سلنڈر منسلک تھا۔ دوسرے سرے پر محض تانبے کا ایک تار تھا۔ میں نے اس سرے کو نیوی گیشن لائٹ وائر سے ملادیا اور پھر بڑی احتیاط سے اس پر ٹیپ لپیٹ دیا۔

اس کے بعد میں آہستہ آہستہ نیچے اتر آیا۔ سبز تار میرے ہاتھ میں تھا۔ دم کے اندر رنگ برنگے تاروں کا جال بچھا ہوا تھا۔ میں نے اس سبز تار کو بھی تاروں کے اس جال میں ملادیا۔ پھر میں اس تار کو گیارہ نمبر کے ٹرم ٹینک میں لے گیا۔

نیچے کھڑے ہوئے مزدور مجھے صاف نظر آرہے تھے۔ دم کے اندرونی حصے میں گرمی کے اندر کام کرنے کے باعث پسینہ میرے چہرے پر پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ مجھے خدشہ محسوس ہوا کہ پسینے کے قطرے ان میں سے کسی پر نہ جاگریں مگر خیریت گزری اور کسی نے سر اٹھا کر نہیں دیکھا۔

دوسری جیب سے میں نے سفید پڈنگ جیسا پلاسٹر نکالا اس کا وزن قریباً آدھا کلوگرام رہا ہوگا۔ میں نے بڑی احتیاط سے اس مادے کو گیارہ نمبر فیول ٹینک کے اوپر چپکا دیا۔ پھر میں نے ٹٹول کر سبز تار نکالا اور اس وقت تک کھینچتا رہا جب تک اس سے منسلک سلنڈر میری انگلیوں سے مس نہیں ہوگیا میں نے سلنڈر کو پلاسٹر میں گھسایا اور پلاسٹر سے اسے اچھی طرح ڈھک دیا۔

اسی وقت دوسری شفٹ کی گھنٹی بجی۔ گھنٹی کی آواز نے مجھے بری طرح چونکا دیا۔

میں جلدی سے اٹھا اور اپنے پسینے سے تر بتر ہاتھ ڈانگری پر پونچھے پھر میں آہستہ آہستہ دم کے اس حصے کی طرف آیا جو بالکل سامنے تھا۔ وہاں سے میں نے آہنی مچان کے سب سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اونچے پلیٹ فارم پر چھلانگ لگائی۔ اپنا پورا کام نمٹانے میں مجھے صرف چار منٹ کا مختصر سا عرصہ لگا تھا مگر مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے صدیاں بیت گئی ہوں۔ کچھ یوں بھی تھا کہ چار منٹ کے اس مختصر سے کام کے لئے طویل منصوبہ بندی کی گئی تھی جو کئی مہینوں پر محیط تھی۔ اس وقت دوسری شفٹ کے دو کاریگر آ پہنچے۔ ان کا کام پیچ کسنا تھا۔ اس پلیٹ فارم پر مجھے دیکھ کر ان کی نگاہوں میں تجسس ابھرا مگر اس وقت تک میں خود پر پوری طرح سے قابو پا چکا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک فرانسیسی تھا اور دوسرے شخص کا تعلق الجزائر سے تھا۔ الجزائری نے ہاتھ اٹھا کر جہاز کی دم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرانسیسی زبان میں مجھ سے پوچھا "یہ تیار ہے؟"

ایک لمحے کو تو میری سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ کیا جواب دوں۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ میرے کام کے متعلق پوچھ رہے ہوں لیکن میں نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال لیا۔ میرے کام سے ان کا کیا تعلق ہو سکتا تھا۔ یہ تو میرے اور تنظیم آزادی فلسطین کے درمیان ایک ایسا راز تھا جس کا علم کسی بھی غیر متعلق شخص کو نہیں ہو سکتا تھا۔ ہم نے بہت بڑا منصوبہ بنایا تھا اور بڑے منصوبوں کے لئے راز داری بنیادی شرط ہوتی ہے۔

ہم نے تو اس حد تک راز داری برتی تھی کہ تنظیم کے بھی صرف وہی لوگ اس منصوبے کے بارے میں جانتے تھے جن کا اس سے تعلق تھا۔ دیگر لوگوں کو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ ہم کس منصوبے پر کام کر رہے ہیں۔ جب ہم نے راز داری کا اس حد تک خیال رکھا تھا تو پھر اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ الجزائری کے سوال کا تعلق میرے کام سے رہا ہو۔ میں نے فقط ایک لمحے میں سمجھ لیا کہ وہ دم کا کام مکمل ہونے کے بارے میں استفسار کر رہے ہیں۔

میری نظر اپنی بیلٹ سے لٹکے ہوئے کلپ بورڈ پر پڑی میں نے کلپ بورڈ الجزائری کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ کام ہر اعتبار سے مکمل ہو چکا ہے الیکٹریکل 'اسٹریکچر' ہائیڈرالک' ہر انسپکشن مکمل ہو چکا ہے۔ اب اسے بند کرنا ہے۔"

انہوں نے کلپ بورڈ پر ہر انسپکشن رپورٹ چیک کی اور مطمئن ہو کر وہ المونیم پلیٹیں تیار کرنے اور انھیں کسنے میں مصروف ہو گئے۔ میں چند لمحے کھڑا انھیں کام کرتے دیکھتا رہا اور پھر میں سیڑھی کے ذریعے نیچے اترا اور اپنا کارڈ پنچ کرنے کے بعد میں باہر آ گیا۔

بس میں دوسرے مزدوروں کے ساتھ بیٹھا میں انھیں وائن پیتا دیکھتا رہا۔ بس سینٹ نزائر کی طرف جا رہی تھی۔ میرے ذہن پر پھر ماضی کی یادیں حملہ آور ہو گئی تھیں۔

یہ بات مجھے بہت بعد میں معلوم ہوئی کہ جس شخص نے مجھے رہا کرنے کے لئے کہا تھا وہ اسرائیلی پارلیمنٹ نیسٹ کا ایک رکن تھا۔ اس نے یہ تجویز صرف اس لئے پیش کی تھی کہ کسی طرح اقوام متحدہ کی کمیٹی کے اراکین کے سامنے اسرائیل کی ساکھ خراب ہونے سے بچا لے۔ واقعات جس طرح سے پیش آئے تھے اس میں یہ کچھ ہونا ناگزیر تھا۔ اقوام متحدہ کی کمیٹی کے اراکین کے سامنے مجھے پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ فلسطینیوں پر کوئی بھی الزام عائد کر دیں۔ اسرائیل کے فوجی افسران مجھے پہچان نہیں سکے تھے ورنہ ان سے یہ حماقت ہرگز سرزد نہ ہوتی۔ ایک ہی روز قبل تو میں کسی بھی قیمت پر اپنی زبان کھولنے پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ ان بے چاروں کو کیا معلوم تھا کہ میں بدلتے ہوئے حالات کو اپنے حق میں استعمال کرنے کا ماہر ہوں۔ ان کے سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں ایک ذرا سا موقع ملتے ہی یوں فرار ہونے لگوں گا۔

میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تاہم میرا اندازہ ہے کہ اس وقت میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو وہی کرتا جو میں نے کیا تھا۔ قدرت تو صرف موقع فراہم کرتی ہے۔ ان سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا انسان کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ قدرت نے مجھے موقع عطا کیا میں نے اس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور اس کے نتیجے میں جنرل ایکس کو مجبوراً میری رہائی کا فرمان جاری کرنا پڑ گیا تھا۔

یہ کس طرح ممکن ہے کہ مجھے اپنی رہائی کے حکم کا خیال آنے کے ساتھ ساتھ کرنل ڈیوڈ نہ یاد آ جائے جب بھی مجھے کرنل ڈیوڈ یاد آتا ہے میرے جسم میں غصے کی ایک شدید لہر دوڑ جاتی ہے۔ کرنل ڈیوڈ وہ شخص تھا جس نے فوجی حکم کی خلاف ورزی اس طرح سے کی تھی کہ اس پر خلاف ورزی کرنے کا الزام بھی عائد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مجھے کامل یقین ہے کہ اس کی نیت میں فتور تھا۔ میں خود کو اس کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ کچھ تو یہودیوں کی فطرت سے آگاہ ہونے کے باعث اور کچھ اس کے انداز سے میں نے اس کے عزائم کا اندازہ لگا لیا تھا۔

قید سے فرار ہوتے وقت میرے جسم میں ان گنت گولیاں اتر گئی تھیں۔ یہ سانحہ لمحاتی فرق سے پیش آیا تھا اگر مجھے ایک لمحہ بھی مزید مل جاتا تو میں نے دریا میں چھلانگ لگا دی ہوتی لیکن کبھی یوں بھی ہوتا ہے۔ کمند اس وقت بھی ٹوٹ جاتی ہے جب لب بام دو چار ہاتھ سے بھی کم فاصلہ ہوتا ہے۔

گولیاں جسم میں اترتے ہی میں گر پڑا تھا تاہم قدرت غیبی ہاتھ اس وقت بھی میری مدد پر آمادہ تھا جس وقت مجھے گولیاں لگیں میں دریا کے کنارے پہنچ چکا تھا اور دریا میں چھلانگ لگانے ہی والا تھا۔ گولیاں کھا کر میں گرا ضرور مگر خشکی پر نہیں دریا کی نرم آغوش میں اور دریا کی مہربان لہریں مجھے یہود درندوں سے دور بہا کر لے گئیں۔

فرار ہوتے ہوتے بھی میں نے اسرائیل پر ایک کاری ضرب لگا دی تھی۔ اسٹیفن ایوان اور اس کے دونوں ساتھی اراکین نے اسرائیلی افواج کے رویّے کو جارحیت پر مبنی قرار دیا تھا اور ان کی رائے میں فلسطینی مظلوم ٹھہرے تھے۔ اس بیان کو عام ہونے سے بچا لیا گیا تھا ان کی رائے متاثر کرنے میں بہرحال میں نے نمایاں کام کیا تھا اور پھر جنرل ایکس کو بھی تو ریٹائر کر دیا گیا تھا۔

جنرل ایکس تو خیر ریٹائر کر دیا گیا تھا مگر کرنل ڈیوڈ ابھی تک اپنی جگہ موجود تھا۔ اس نے اپنے ذاتی فیصلے سے مجھے موت کے منہ میں پہنچا دیا تھا اور اس کی یہ حرکت ایک قرض تھی۔ یہ قرض مجھے ہر حال میں چکانا تھا۔ میں اب پہلے جیسا نہیں رہا تھا مجھ میں بڑی تبدیلیاں آ گئی تھیں۔

موت کے منہ سے بچ نکلنا میرے لئے ایک نیا تجربہ تھا۔ کئی گولیاں لگنے کے باوجود زندہ رہ جانا کوئی معمولی بات نہیں ہوتی۔ میں کئی روز موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا رہا تھا۔ مجھے ابتدائی طبی امداد بھی پورے طور پر نہیں مل سکی تھی۔ میرے جسم سے گولیاں نکالنے کا کام لبنان کے ایک گاؤں کے جراح نے کیا تھا۔ یہ تو محض اتفاق تھا کہ چند روز گزرنے کے بعد ہی تنظیم آزادی فلسطین کے لوگ مجھے تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

وہ چند روز جب میں موت و زیست کی کشمکش میں گرفتار رہا تھا' میرے لئے اپنی زندگی کا قیمتی ترین تجربہ ہیں۔ اس دوران بیشتر وقت میں ہوش و حواس سے بے گانہ رہا تھا تاہم میری یادداشت میں ان چند دنوں کی دھندلی یادیں اب تک موجود ہیں۔ ان یادوں میں سب سے نمایاں چیز وہ ناقابل برداشت تکلیف ہے جس سے میں ان چند دنوں کے دوران گزرا تھا۔ نقاہت 'کمزوری' تکلیف اور بے ہوشی کے علاوہ ان دنوں کا سرمایہ وہ چند غیر واضح اور دھندلی اشکال ہیں جو کبھی واضح شکل اختیار نہیں کر سکیں۔ کچھ نامانوس آوازیں ہیں ہاں صرف آوازیں' ان کا کوئی مفہوم نہیں ہے۔ میں آج بھی اپنے ان محسنوں سے ملنے کا مشتاق ہوں جنھیں اللہ تعالیٰ نے میرا نجات دہندہ بنایا تھا۔ میں ان ہاتھوں کو دیکھنے کا متمنی تھا جنھوں نے میرے لئے مسیحائی کی تھی لیکن تنظیم کے ہر فرد نے میری اس خواہش کو پورا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

"تم ان لوگوں سے مل کر کیا کرو گے؟" میرے روز روز کے اصرار سے تنگ آ کر ایک روز میرے میزبان نے سوال کیا۔

"یہ میری خواہش ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہر شریف آدمی اپنے محسنوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہے۔"

"وہ بہت غریب لوگ ہیں۔" عبداللہ سروانی نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "محنتی کسان جو اگر محنت نہ کریں تو انہیں دو وقت کی روٹی بھی نہ میسر آئے۔"

"اوہ۔" میں اس جواب پر مضطرب ہو گیا۔ "گویا نادانستگی میں میں ان پر بوجھ بنا؟"

"عربوں کی مہمان نوازی سے واقف ہونے کے باوجود تم اس قسم کی باتیں کر رہے ہو؟"

"میں اپنے محسنوں کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے میری زندگی بچا کر مجھ پر میری زندگی کا سب سے بڑا احسان کیا ہے۔"

"یہ مت بھولو کہ زندگی اور موت کا اختیار صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے جسے چاہا اس کام کے لئے وسیلہ بنا دیا۔"

"میں جانتا ہوں۔ بیشک وہی ایک کو دوسرے کے لئے وسیلہ بناتا ہے لیکن تم لوگ یہ کیوں چاہتے ہو کہ میں اپنے محسنوں کے لئے وسیلہ نہ بننے پاؤں؟"

"تمہیں پوری طرح فٹ ہونے میں کئی ماہ کا عرصہ لگے گا اور یہ پورا عرصہ تم خاموشی سے گزارو گے... جیسے ہم چاہیں گے ویسے۔"

"دیکھو عبداللہ میں تنظیم آزادی فلسطین کا بھی شکر گزار ہوں۔ تم لوگوں نے مجھے بہترین علاج کی سہولتیں مہیا کی ہیں مگر میں نے کبھی خود کو کسی کا پابند نہیں بنایا۔ اب بھی نہیں بناؤں گا۔"

میری بات سن کر عبداللہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر چند لمحے بعد اس نے کہا۔ "ہم اپنے مفاد میں نہیں بلکہ تمہارے فائدے کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔"

"میں اپنا اچھا برا خود سمجھ سکتا ہوں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میری طرف سے تنظیم کے بڑوں کا شکریہ ادا کر دینا۔" اس وقت تک میری توانائی پوری طرح بحال نہیں ہوئی تھی اور میرے بائیں پیر میں ہلکی سی لنگڑاہٹ بھی موجود تھی۔ ایک گولی نے میرے بائیں پیر کی ہڈی کو نقصان پہنچایا تھا۔

"تم بہت جذباتی ہو علی!" عبداللہ نے بے بسی سے کہا۔ "ہمارا خیال تھا کہ اب تمہارے جذبات کسی حد تک تمہارے قابو میں آ جائیں گے۔"

"ہاں میں بہت جذباتی ہوں عبداللہ! یہ جذباتیت نہ ہوتی تو اس وقت بڑے سکون سے زندگی گزر رہی ہوتی مگر تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ میرے جذبات میرے قابو میں نہیں ہیں شاید ہی کبھی میرے جذبات میرے قابو سے باہر ہوتے ہوں اور اپنے محسنوں کے لئے تو میں جان کی بازی بھی لگا سکتا ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ علی! ہمیں غلط نہ سمجھو۔ جن لوگوں نے تم پر احسان کیا ہے وہ بالواسطہ طور پر ہمارے محسن بھی بن گئے ہیں۔ دونوں کے مفادات کا خیال رکھنا ہماری ذمے داری ہے۔"

"تو پھر مجھے ان لوگوں کا پتا بتاؤ جنھوں نے مجھے دریا سے نکال کر میرا علاج کرایا تھا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہمارا خیال ہے کہ تمہیں ان کا پتا بتانا ان کے مفاد میں نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے اگر تمہارا یہی خیال ہے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا تاہم اب تم مجھے روک بھی نہیں سکو گے۔ میں خود انہیں تلاش کروں گا۔"

"نہ تو میں تمہیں اس کا مشورہ دوں گا اور نہ ہی اجازت دوں گا۔"

"کیا تم مجھے زبردستی روکو گے؟" میں نے عبداللہ کو گھورتے ہوئے کہا تھا اور وہ ہنس پڑا تھا۔

"تم بہت ضدی ہو علی! نہیں ہم زبردستی تمہیں نہیں روک سکتے تاہم اب میں بعض حقائق تمہارے علم میں لانے کے لئے مجبور ہو گیا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھ سے کچھ چھپایا بھی ہے؟"

"ہاں علی!" عبداللہ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "ہم نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ تمہیں ان باتوں سے بے خبر ہی رکھا جائے گا تاہم اب ان کا تمہارے علم میں لانا ناگزیر ہو گیا ہے ورنہ تم اپنے ساتھ ان غریب کسانوں کو بھی مشکل میں پھنسا دو گے۔"

اس کی مبہم باتوں نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا۔ "جو کچھ تمہیں کہنا ہے جلدی کیوں نہیں کہہ دیتے؟"

"تمہاری خوش قسمتی یہ تھی کہ اسرائیلی فوج کا کوئی شخص تمہیں شناخت نہیں کر سکا تھا اگر انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ تم علی یار خان ہو تو دو ہی باتیں ہوتیں یا تو اس وقت تم زندہ نہ ہوتے یا زندہ ہوتے تو ان لوگوں نے تمہیں اس حال تک پہنچا دیا ہوتا کہ تم موت کی دعائیں مانگ رہے ہوتے۔"

"مگر اس بات سے ان لوگوں کا کیا تعلق ہے جنھوں نے میری زندگی بچائی ہے؟"

"جنرل ایکس نے بڑی مجبوری کے تحت تمہاری رہائی کا حکم جاری کیا تھا۔ شاید زندگی میں پہلی بار اسے اپنی فطرت کے خلاف کام کرنے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ جب کمیٹی کے ارکان کیمپ کا معائنہ کر کے چلے گئے تو جنرل ایکس نے سب سے پہلے تمہارے بارے میں پوچھا۔ کرنل ڈیوڈ نے اسے جب اپنے کارنامے سے آگاہ کیا تو وہ بہت خوش ہوا لیکن دوسری طرف نیسٹ کے رکن کی رپورٹ پر ہائی کمان حرکت میں آگئی اور جنرل ایکس سے اس قیدی کے بارے میں تفصیلات طلب کر لی گئیں جس کی وجہ سے اسرائیل کی پوزیشن خراب ہوئی تھی۔ جنرل ایکس بے چارہ تفصیلات کیا فراہم کرتا، اسے کچھ معلوم ہی نہیں تھا تاہم وہ تمہارا حلیہ تو بیان کر ہی سکتا تھا سو وہ اس نے کر دیا اور ہیڈ کوارٹر کو یہ معلوم کرنے میں دیر نہیں لگی کہ دراصل وہ قیدی کون تھا..."

میں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ اس وقت تک میں یہی سمجھتا رہا تھا کہ اسرائیلی میری اصلیت سے بے خبر ہی رہے لیکن عبداللہ کے اس انکشاف سے معلوم ہوا کہ میرے فرار کے بعد انہیں میرے بارے میں علم ہو گیا تھا۔ میرے لئے ایک حیران کن بات یہ بھی تھی کہ تنظیم نے یہ بات مجھ سے چھپائی کیوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھی۔

عبداللہ نے گویا یہ سوال میری آنکھوں میں پڑھ لیا۔ مسکرا کر بولا "ہم نے سوچا تھا کہ تمہارے پوری طرح صحت یاب ہونے تک تم سے یہ خبر پوشیدہ ہی رکھیں گے تاکہ تم پوری یکسوئی کے ساتھ خود کو مستقبل کے لئے تیار کرسکو۔ ہمیں اندیشہ تھا کہ کہیں تم ایک بار پھر اسرائیلیوں سے الجھنے کے لئے بے تاب نہ ہو جاؤ۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ خبر سن کر ممکن ہے تم کسی قسم کی جلد بازی کا مظاہرہ کرو اور اس کے نتیجے میں کسی نقصان سے دوچار ہو جاؤ۔"

"انسان کے ردِ عمل کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا لیکن تم نے یہ خفیہ خبراب کیوں منکشف کردی؟" میں نے بھینچتے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہی بتانے جارہا تھا" عبداللہ نے بڑے تحمل سے جواب دیا "تمہاری اصلیت سے باخبر ہوتے ہی وسیع پیمانے پر مگر نہایت خفیہ طریقے سے تمہاری تلاش کا کام شروع کردیا گیا۔"

"جب میں مرچکا تھا تو وہ کسے تلاش کر رہے تھے؟" میں نے عبداللہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"معاملہ کسی عام آدمی کا ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی لیکن تمہارے معاملے میں وہ کسی بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھے۔ تمہارے بچ جانے کے امکانات بہرحال موجود تھے۔ تمہارا زخمی ہوکر دریا کی لہروں کی نظر ہوجانا تو یقینی تھا لیکن تمہاری موت پر وہ اس وقت تک یقین نہیں کرسکتے تھے جب تک کہ تمہاری لاش اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیتے۔ ہمیں بروقت اس بات کی اطلاع مل گئی اور ہم نے اس کا توڑ بھی کرلیا چنانچہ اسرائیلی جاسوس تمہارے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں کرسکے لیکن انہیں ابھی تک توقع ہے کہ کہیں نہ کہیں سے انہیں کوئی نہ کوئی سراغ ضرور مل جائے گا چنانچہ دریا کے کنارے والی تمام آبادیوں میں ان کے جاسوس تمہاری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ تمہیں یہ تو معلوم ہوگا کہ چھوٹی بستیوں میں کسی اجنبی کے لئے خود کو چھپانا تقریباً ناممکن ہوتا ہے اس لئے اگر تم نے اس سلسلے میں کسی غیر معمولی سرگرمی میں ملوث ہونے کی کوشش کی تو عین ممکن ہے کہ تم اپنے محسنوں تک پہنچنے سے قبل ہی ان کی گرفت میں آجاؤ۔

عبداللہ کی باتوں نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا تھا یہ حقیقت ہے کہ اس وقت میں ان فٹ تھا۔ فیلڈ میں آنے کی کوشش کرتا تو ایک عام آدمی کی طرح مارا جاتا۔ اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں دوبارہ فیلڈ میں اترنے کے قابل بھی ہوسکوں گا یا نہیں لیکن یہ ضرور تھا کہ میں اپنے طور پر اتنا عمدہ علاج نہیں کرا سکتا تھا جتنا تنظیم کی زیرِ نگرانی ہو رہا تھا۔ بہترین ڈاکٹروں کے علاوہ متعدد ماہرین مجھے مشقیں کرانے اور تربیت دینے میں مصروف تھے۔ انہیں امید تھی کہ میں دوبارہ

پہلے کی طرح فٹ ہو جاؤں گا۔

"میں بہت عرصے یہودیوں سے برسرِپیکار رہا ہوں عبدللہ میں نے انہیں جس قدر نقصانات پہنچائے ہیں اس کے بعد اصولاً مجھے مطمئن ہو جانا چاہئے تھا لیکن معاملہ بالکل برعکس ہے۔ یہودی غاصبوں کے خلاف میرے سینے میں جلتی ہوئی آگ پہلے سے بھی زیادہ شدید ہوگئی ہے اور اس بنیاد پر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب کچھ عرصہ خاموشی سے ان کے خلاف تیاری کرنے کے بعد ان کے لئے زیادہ خطرناک بن کر میدان عمل میں اتروں گا۔"

"اللہ تمہارا بھلا کرے براور!" عبدللہ نے خوش ہوکر کہا "ہماری خواہش بھی یہی ہے۔"

"تم مجھے ان کے بارے میں کچھ نہ بتاؤ لیکن میری خواہش ہے کہ میرے نادیدہ و نامعلوم محسنوں کے لئے بھی کچھ ضرور کیا جائے۔"

فی الحال تو اسرائیلی جاسوسوں کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہے لیکن یقین رکھو کہ مطلع صاف ہوتے ہی ہم تمہاری خواہش ضرور پوری کریں گے۔"

قصبے کے وسط میں میں بس سے اترا اور بل کھاتی سڑکوں سے گزرتا ہوا سینٹ نزائر کے عسرت زدہ علاقے کی طرف بڑھا جہاں گوشت کی ایک دکان کے اوپر نوری سلامی کا فلیٹ تھا۔ نوری سلامی کے فلیٹ کی طرف جاتے ہوئے بھی میرے ذہن پر ماضی کی یادوں کی یلغار تھی۔

وہ عرصہ جس میں میں غیر متحرک رہا تھا میں نے بے کار نہیں جانے دیا تھا۔ یہ درست ہے کہ میں فیلڈ ورک کے لائق نہیں تھا تاہم اس دوران میں نے بہت کچھ سیکھا تھا۔ مجھے جہازوں سے دلچسپی ہوئی تھی۔ جہازوں کے بارے میں میں نے بہت کچھ پڑھا بھی تھا اور پھر ہوابازی کی باقاعدہ تربیت حاصل کی تھی۔ میں خود کو صیہونیت کے لئے بہت زیادہ مہلک بنا دینا چاہتا تھا۔

پہلے میں بہت زیادہ سرگرم تھا۔ مجھ میں تحرک کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ قسمت ہمیشہ میرا ساتھ دیتی تھی مگر موت کے منہ سے بچ نکلنے کے بعد میرے مزاج میں خاصا ٹھہراؤ تھا۔ سیمابیت میرے اندر کہیں بہت گہرائی میں اب بھی موجود تھی مگر پہلے سے زیادہ میرے کنٹرول میں تھی۔ جب میں چاہتا تھا تب ہی ابھر کر آتی تھی۔

پہلے میں منصوبہ بندی پر زیادہ توجہ نہیں دیا کرتا تھا مگر اب میں منصوبہ بندی پر بہت زور دینے لگا تھا۔ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ فیلڈ میں کام کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے جب کہ اس کے مقابلے میں منصوبہ ساز نہ ہونے کے برابر ہیں اگر کام کرنے والوں کو ایک مکمل منصوبہ دے دیا جائے تو ان کے کامیابی سے ہمکنار ہونے کے امکانات بہت روشن ہو جاتے

لیکن میں نے یہ بھی دیکھا تھا کہ جو لوگ اچھے منصوبے بناتے ہیں وہ عملی طور پر صفر ہوتے ہیں۔ میدان عمل میں وہ ریوالور تک چلانے کے متحمل نہیں ہوسکتے اور میرے لئے عملی زندگی سے کنارہ کش ہونا ممکن نہیں تھا لہٰذا میں نے فیصلہ کیا تھا کہ جو بھی منصوبہ بناؤں گا اس پر عمل کرنے کے دوران خود بھی اس میں شامل رہا کروں گا۔ عضوِ معطل بننا مجھے کسی حال میں بھی گوارا نہیں تھا۔

میں تنظیم آزادی فلسطین کے بڑوں کے اس اجلاس میں شریک ہوا تھا جس کی سربراہی مجاہد اعظم جناب یاسر عرفات کر رہے تھے۔ اس اجلاس کا مقصد یہودیوں کی نئی چال کے بارے میں غور کرنا اور اس کے سدباب کے بارے میں سوچنا تھا۔

مشرقِ وسطیٰ کی صورتِ حال تبدیل ہوئی تھی۔ ظالموں کو امن کا خیال آیا تھا۔ نفرت کرنے والے اب محبت کی باتیں کر رہے تھے۔ امن کانفرنس کے انعقاد کی کوشش ہو رہی تھی عربوں کا رویہ بھی تبدیل ہو رہا تھا اور بیشتر عرب ممالک اس کانفرنس میں شرکت کرنے پر رضا مند ہوگئے تھے۔

"اسرائیل امن نہیں چاہتا۔ اسے صرف مہلت درکار ہوتی ہے وہ اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لئے ایک اور قدم اٹھا رہا ہے۔ وہ دھوکا دے رہا ہے" یاسر عرفات نے زور دے کر کہا تھا "وہ یکسوئی سے اپنا دفاع مضبوط کرنے اور اپنی طاقت بڑھانے کے لئے مہلت حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"آپ درست فرمارہے ہیں سیدی!" ایک رہنما نے کہا تھا "لیکن ہم عربوں کو یہ بات کس طرح سمجھائیں؟"

"ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہے خود ہی کرنا ہے" یاسر عرفات نے کہا "جو کسی اور سے توقع رکھتے ہیں انہیں نقصان کے سوا کچھ میسر نہیں آتا۔"

"لیکن ہم کر کیا سکتے ہیں؟" ایک اور رہنما نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدل کر کہا "ہمارے وسائل بہت محدود ہیں"۔

یاسر عرفات یہ سن کر بڑے مدبرانہ انداز میں مسکرائے۔ "ہماری کارروائیاں بہت چھوٹے پیمانے پر ہوتی ہیں لیکن کیا آپ اس سے انکار کرسکتے ہیں کہ اسرائیل سب سے زیادہ ہماری طرف سے فکر مند رہتا ہے۔"

کانفرنس میں موجود تمام شرکا نے اثبات میں سر ہلا کر یاسر عرفات سے متفق ہونے کا اظہار کیا تھا۔

"ہم اپنی انہی چھوٹی چھوٹی کارروائیوں کے ذریعے اسے الجھائے رکھتے ہیں" یاسر عرفات نے مزید کہا "قومی سطح پر اسے سکون اور یکسوئی میسر نہیں آنے دیتے ورنہ اسرائیل اور امن کا [illegible]۔"

"ہمیں اندازہ ہے سیدی کہ ہم اسرائیل کے لئے خطرہ ہیں لیکن اس کی قوت کے سامنے ہماری کیا حقیقت ہے؟"

"اس کے باوجود ہمیں اپنی بقا کے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتا ہے" یاسر عرفات نے فضا میں مکا لہراتے ہوئے کہا "وہ صرف ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے تیاری کرنے کی مہلت چاہتا ہے۔ ہمارے عرب مدبرین امن معاہدہ کرکے حماقت کا ثبوت دیں گے۔"

یہ ایک ایسا جال ہے جس سے بچنا ان کے لئے ممکن بھی نہیں ہے۔ پوری دنیا کی نظریں ان کی طرف لگی ہوئی ہیں" کسی نے کہا تھا۔

یہی تو مسئلہ ہے کہ ہم عرب ممالک کو یہ معاہدہ کرنے سے نہیں روک سکتے" یاسر عرفات کے لہجے میں تاسف تھا۔ "بین الاقوامی سطح پر اپنی پوزیشن صاف رکھنا ہر ملک کے لئے اہم ہوتا ہے"

"مشکل یہ ہے سیدی کہ ہم برادر عرب ممالک کے خلاف طاقت استعمال نہیں کرسکتے ورنہ ہم انہیں امن معاہدہ کرنے سے بہ آسانی روک سکتے تھے" میٹنگ میں شریک ایک رہنما نے کہا۔

"اپنے بھائیوں کے خلاف طاقت استعمال کرنے کا تو تصور بھی نہیں کرسکتے تاہم انہیں یہ باور کرایا جاسکتا ہے کہ ہم مکر میں لپٹے ہوئے نام نہاد امن کے خواہاں نہیں ہیں۔"

"آپ خود تو کہہ رہے تھے سیدی کہ عرب ممالک کو امن معاہدہ کرنے سے کسی طرح بھی نہیں روکا جا سکتا؟"

"پوری دنیا دیکھے گی کہ ہم اسرائیل کی اس چال کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں تو عرب ممالک کو خود ہی عقل آجائے گی۔"

"آپ کی بات وضاحت طلب ہے سیدی! ہم کس طرح احتجاج کریں گے؟"

"امن کانفرنس کے انعقاد سے کچھ پہلے اور انعقاد کے دوران ہمیں کارروائیاں کرنی ہوں گی۔"

"میرے ذہن میں کچھ منصوبے ہیں" یاسر عرفات نے کہا تھا اور اس کے بعد ان منصوبوں پر تفصیلی گفتگو ہوئی تھی۔ اہم ترین منصوبے میں کلیدی کردار مجھے ادا کرنا تھا میرا نوری سلامی کی جگہ لینا بھی اس منصوبے کا ایک جزو تھا۔ نوری سلامی نامی الجزائری جو کانکرڈ طیارے بنانے والی کمپنی میں ملازم تھا۔ میں نے اس کی جگہ لے لی تھی اور خود فلسطینی مجاہدین کی تحویل میں تھا۔

اور اب میں اپنا کام مکمل کرکے واپس جارہا تھا۔ ایک طیارے کا کام میں پہلے ہی کرچکا تھا اور آج دوسرے طیارے کا کام بھی مکمل ہوگیا تھا۔

فلیٹ میں نوری سلامی کی بیوی اور اس کے چار بچے اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے منتظر تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ کھل اٹھے۔ میں نے عربی میں ان سے حال احوال پوچھا۔ کھانے کے بعد میں نے کہا "کلثوم! مجھے ایک ضروری کام سے شہر سے باہر جانا ہے۔ ایک ماہ لگ جائے گا واپسی میں' تم یہ رقم رکھ لو۔"

اس نے زیادہ تفتیش نہیں کی۔ نوری سلامی سال میں دو ایک بار اسی طرح جایا کرتا تھا۔ یہ ہدایت مجھے احمد رش سے ملی تھی۔ میں نے اس سے سبب بھی پوچھا تھا۔ اس پر اس نے کہا تھا کہ وہ نوری سلامی سے ایک اور کام لینا چاہتا ہے۔ اس میں ایک ماہ بہرحال لگے گا۔ دوسری طرف میں فیکٹری میں نوری سلامی کی طرف سے ایک ماہ کی چھٹی کی درخواست دے چکا تھا اور وہ منظور بھی ہو چکی تھی۔

"تو کیا آج ہی جا رہے ہو؟" سلامی کی بیوی نے حیرت سے پوچھا۔

"ابھی' اسی وقت۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "اور میں جانتا ہوں کہ تم حوصلہ مند اور باہمت بیوی ہو۔ اسی لئے بے فکر ہو کر جا رہا ہوں۔"

نیچے آکر میں نے زینوں کے پاس کھڑی نوری سلامی کی سائیکل سنبھالی اور باہر نکل آیا۔ تنگ سڑکوں سے گزرتا ہوا میں اس طرف چل دیا' جہاں دریائے لوائر خلیج بسکے سے ملتا ہے۔ چڑھائی پر سائیکل چلانے میں بہت لطف آرہا تھا۔ تاریک ہوتی سڑکوں پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔ دریا کا کنارہ آگیا تھا اور اب میں بارونق حصے سے سنسان حصے کی طرف جا رہا تھا۔ یو بوٹس کے لئے جرمنوں کے بنائے ہوئے کنکریٹ کے احاطے اسی علاقے میں تھے۔ وہ بم پروف احاطے تھے جو دیکھنے میں نہایت بدنما لگتے تھے میں سائیکل کو ان زنگ آلود زینوں تک لے گیا جو نیچے جا رہے تھے۔ سائیکل کو میں نے جھاڑیوں میں کھڑا کیا اور زینوں پر قدم رکھا۔ نیچے اترتے اترتے سیلن اور ڈیزل کی ملی جلی بو دماغ پر چڑھنے لگی۔ میں نے زنگ آلود آہنی دروازے کو دھکیلا اور کنکریٹ کے اس احاطے میں داخل ہو گیا جو کبھی یو بوٹس کی پناہ گاہ کے طور پر استعمال ہوا کرتا تھا۔

باہر جو موجیں دیواروں سے سر ٹکرا رہی تھیں' ان کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ اندر بہت مدھم روشنی تھی۔ صرف چند شمعیں روشن تھیں۔ دراصل وہ متروک پناہ گاہیں تھیں' کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فلسطینی مجاہدین انہیں استعمال کر رہے ہوں گے۔

میں جانتا تھا کہ پہرے پر موجود مجاہد اوپر ہی سے مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہوں گے۔ مگر میں انہی میں سے تھا۔ اس لئے انہوں نے مجھ سے تعرض نہیں کیا تھا۔

اندر بہت ٹھنڈ تھی۔ مجھے اپنے جسم میں خفیف سی لرزش محسوس ہوئی۔

"رش..." میں نے پکارا "احمد رش۔"

جواباً مجھے احمد رش کی آواز سنائی دی "اندر چلے آؤ۔" بظاہر تو وہاں صرف احمد رش ہی تھا مگر میں جانتا تھا کہ وہاں دوسرے لوگ بھی موجود ہیں۔

"آؤ برادر!" اس نے چہک کر کہا۔ پھر اس نے مجھے منہ کھولتے دیکھ کر ہاتھ اٹھایا "نہیں علی! کچھ نہ کہو۔ میں سمجھتا ہوں۔ تم اپنا کام مکمل کر آئے ہو۔ یہی بات ہے نا؟"

"ہاں..."

"بہت خوب اور تم جب کوئی کام کرتے ہو تو اس کے مکمل ہونے میں اور کامیابی میں شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔" اس کی آواز اور لہجے میں تفاخر تھا۔ وہ یوں خوش ہو رہا تھا جیسے میری کارکردگی اس کی اپنی کارکردگی ہو۔

"تمام انسپکشن ہو چکے ہیں۔ آج جہاز کا دم والا حصہ بند کر دیا جائے گا۔" میں نے کہا "میں نے ریڈیو کو دم والے حصے میں سب سے اونچی جگہ نصب کر دیا ہے۔ انٹینا کھول دیا ہے۔ ریڈیو کو جہازی بیٹری سے توانائی ملتی رہے گی اور اس کام کے لئے جو تار میں نے استعمال کیا ہے اس پر کسی کو جہاز سے غیر متعلق ہونے کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ کتنی ہی باریک بینی سے معائنہ کر لیں۔ ریڈیو بھی کسی کو نظر نہیں آسکتا۔ میں نے اس پر طیارے کے پرزوں کے لئے مخصوص نمبر پلیٹ چڑھا دی ہے۔ اب کوئی بھی اسے دیکھے تو جہاز کا کوئی اہم اور ضروری پرزہ ہی سمجھے گا اور جہاز میں اتنے پرزے استعمال ہوتے ہیں کہ کسی ایک آدمی کو تمام پرزوں کے متعلق علم نہیں ہوتا۔"

"بہت خوب علی! بہت خوب۔" اس نے مجھے داد دی "اور ڈائنامائیٹ؟"

"اسے میں نے فیول ٹینک کے منہ پر لگایا ہے۔" میں نے جواب دیا "ٹینک اس جگہ خاص گولائی میں ہے ڈائنامائیٹ کی چوڑائی دس سینٹی میٹر کے قریب ہوگی اس کے عقبی حصے میں بیچوں بیچ میں ڈیٹونیٹر لگا دیا ہے دھماکا ٹینک پر مطلوبہ اثر ڈالے گا اور ڈائنامائیٹ کسی کو نظر نہیں آئے گا۔"

"بہت خوب برادر۔ مبارک ہو۔"

"لیکن اس مبارک بادی میں نوری سلامی کا بھی حصہ ہے۔ اسے تو بلاؤ۔"

ایک لمحے کے لئے مجھے احمد رش کا رنگ بدلتا ہوا محسوس ہوا۔ پھر اس نے قہقہہ لگایا۔ مجھے اپنا خون رگوں میں سرد ہوتا محسوس ہوا۔ اس قہقہے میں سفاکی تھی۔ "علی! تم نوری کی بیوی اور اس کے بچوں کو بتا آئے نا؟"

"ہاں' لیکن تم نے نوری سلامی کے بارے میں جواب نہیں دیا۔" اس بار میں ناخوش گواریت کو اپنے لہجے سے دور نہ رکھ سکا۔ درحقیقت میرا تحمل جواب دے رہا تھا۔

"اسے میں نے ایک مشن پر بھیج دیا ہے۔" احمد رش نے کہا۔

"کہاں؟"

"یہ تو اللہ جانتا ہے کہ وہ جنت میں گیا ہوگا یا دوزخ میں۔" اس کے لہجے میں بے نیازی بھی تھی اور سفاکی بھی۔

لیکن اس کا جواب بے حد واضح تھا۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ نوری سلامی کی بیوی اور بچوں کے چہرے میری نگاہوں میں پھر گئے "کیا مطلب؟ تم نے مروا دیا اسے؟" میں نے کہا۔

"ہاں' یہ ضروری تھا۔ وہ کمزور آدمی تھا۔ راز فاش بھی کر سکتا تھا۔ اس طرح کے کاموں میں کمزور لوگوں کے لئے عارضی گنجائش تو نکل آتی ہے لیکن انہیں مستقل طور پر نہیں رکھا جا سکتا۔"

اس بے رحمی پر میرا خون کھول کر رہ گیا "یہ فیصلہ تم نے مجھ سے پوچھے بغیر کیسے کر لیا؟" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"منصوبے پر عمل درآمد سے پہلے ہر بات طے کر لی گئی تھی یہ بھی پہلے سے طے کر لیا گیا تھا کہ نوری سلامی کو ٹھکانے لگا دیا جائے گا اور کوئی صورت تھی بھی نہیں۔"

"مجھے تو شروع سے علم نہیں تھا اس بات کا اگر یہ ضروری تھا تو تمہیں مجھے بتا دینا چاہئے تھا۔"

"تو تم کیا کرتے؟"

"میں اس کام کے لئے کوئی اور طریقہ سوچتا۔ کام تو مجھے کرنا تھا۔"

"دیکھو علی! تم ہمارے لئے بہت محترم ہو لیکن ایک بات یاد رکھو' ایسی تنظیموں میں ڈسپلن کی بڑی اہمیت ہوتی ہے تمہاری اہمیت اپنی جگہ لیکن فرانس میں تنظیم کا سربراہ میں ہوں۔ ہر ذمے داری میری ہے۔ تم تو آج ہی یہاں سے چلے جاؤ گے لیکن مجھے یہیں رہنا ہے یہیں کام کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کس غلطی کے ہم متحمل ہو سکتے ہیں اور کس کے نہیں' سمجھے۔"

"لیکن نوری سلامی بھی مسلمان تھا اور ہمارے کاز سے مخلص بھی تھا۔" میں نے احتجاج کیا "اور میں کسی ایسے شخص کی جان نہیں لے سکتا بلکہ میں تو انسانی جانوں کا احترام کرتا ہوں ہم کوئی متبادل منصوبہ بھی بنا سکتے تھے۔"

"علی! ہمارے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت ہمارے کاز کی ہے۔" احمد رش کا لہجہ تند ہو گیا "اور ہم جانتے ہیں کہ عظیم مقصد کے لئے جانوں کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ یہ تو شطرنج کی بازی ہے۔ بازی بچانے کے لئے تو مہرے بھی کٹوانے پڑ جاتے ہیں' تم پیدل کی بات کرتے ہو۔ نوری سلامی تو بے حیثیت آدمی تھا برا نہ ماننا۔ کسی بڑے مقصد کے لئے تو میں تمہیں بلکہ خود کو بھی اپنے ہاتھوں ختم کر سکتا ہوں۔"

میرے لئے یہ دلیل قابل قبول نہیں تھی مگر میں اپنی پوزیشن سے بھی واقف تھا' اور اس کی پوزیشن بھی سمجھتا تھا۔ وہ اس ملک میں تنظیم کا سربراہ تھا۔ میں محض ایک مشن کا انچارج تھا لیکن میں بھی کیا کرتا۔ میری سرشت میں انسانی زندگی کا احترام کرتا تھا۔ میں انسان کو نہ پیدل سمجھتا تھا نہ ہی مہرہ مجھے تو نوری سلامی کی بیوی اور بچوں کی بھی فکر تھی' جو اب بے سہارا رہ گئے تھے۔

"میں بہرحال یہی کہوں گا رش کہ یہ خون بہانا ضروری نہیں تھا۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"چھوڑو ان باتوں کو' اپنی روانگی کی فکر کرو۔ سب سے پہلے اس میک اپ سے پیچھا چھڑاؤ۔" اس نے بے پروائی سے کہا۔

میں نے دل ہی دل میں عہد کیا کہ اس سلسلے میں تنظیم کی ہائی کمان سے ضرور بات کروں گا۔ مجھے یاد تھا کہ تنظیم سے ایک بار پہلے بھی میرے اختلافات ہو گئے تھے۔

☆○☆

وادیٔ شیرون کے سامنے سمارین ہلز میں ہم چار افراد کھڑے تھے۔ سپیدہ سحر رات کی تاریکی کا جگر کاٹنے کا آغاز کر چکا تھا۔ نیچے وادی پھیلی ہوئی تھی۔ نو کلومیٹر دور سے لاڈ ایئرپورٹ کی روشنیاں نظر آرہی تھیں۔ لاڈ کے عقب سے تل ابیب کی دھندلی روشنیاں پلکیں جھپکا رہی تھیں۔ ان کے پیچھے ڈوبتے چاند کی کرنوں کو منعکس کرتا بحیرہ روم کا پانی نظر آرہا تھا۔

یہ وہ مقام تھا' جو چھ روزہ عرب اسرائیل جنگ سے پہلے اردن کا علاقہ تھا۔ ۶۷ء میں جنگی نکتۂ نگاہ سے یہ ایک اہم مقام تھا۔ اس لئے کہ یہاں سے اسرائیل میں جھانکا جا سکتا تھا۔ لاڈ ایئرپورٹ سامنے ہی تھا۔ یہاں سے اردنی توپ خانے نے چند راؤنڈ فائر کئے تھے مگر پھر اسرائیل کے جنگی طیاروں نے ان کی زبان بند کر دی تھی۔ پھر عربوں نے دریائے اردن کے مغربی کنارے کی ہر پوزیشن کے ساتھ اس مقام کو بھی چھوڑ دیا تھا۔ اب اس پوزیشن کی کوئی جنگی اہمیت نہیں رہی تھی۔ اب یہ اسرائیل کا حصہ تھا' خار دار تاروں کی باڑھیں ہٹالی گئی تھیں۔ بنکرز توڑ دیئے گئے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اب اسرائیلی فوجی یہاں گشت نہیں کرتے تھے۔

لیکن اسرائیلیوں کو یہ علم نہیں تھا کہ عرب یہاں سے پسپا ہوتے ہوئے کچھ اسلحہ اور کچھ لوگ یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ وہ اسلحہ ۱۲۰ ملی میٹر کی تین مارٹر توپیں تھیں' جن میں راؤنڈز موجود تھے' اور آدمی تین فلسطینی تھے' جو اس وقت جوان تھے انہیں یہ کہہ کر یہاں چھوڑا گیا تھا کہ انہیں آئندہ ا[illegible] کا انتظار کرنا ہے۔ یہ بہت پرانا طریقہ کار' بے حد آزمودہ داؤ رہا ہے۔ جدید عسکری دور کی ہر فوج پسپا ہوتے وقت اس امید پر اپنے افراد اور اسلحہ چھوڑتی رہی ہے کہ کسی نہ کسی موقعے پر وہ کام آئیں گے اس موقعے پر جب وہ دوبارہ اپنی قوت مجتمع کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے دشمن پر حملہ آور ہونے کی پوزیشن میں ہو گی۔

تینوں فلسطینی مقامی تھے اور بدرس نامی گاؤں کے رہنے والے تھے، جس پر اب اسرائیل کا قبضہ تھا۔ وہ اپنے گاؤں واپس گئے اور پرسکون زندگی گزارتے رہے۔ برسوں انہیں یاد بھی نہ رہا کہ تین توپیں اور کچھ گولہ بارود ان کے سپرد کیا گیا تھا۔ انہیں یہ بات میں نے یاد دلائی۔ انہیں حیرت ہوئی کیونکہ انہیں امن کانفرنس سے صرف ایک دن پہلے برسوں پرانی بات یاد دلائی گئی تھی۔

وہ صنوبر کے درختوں میں جھکے اور انہوں نے ہاتھوں سے نرم مٹی ہٹائی۔ خاصا نیچے سے پلاسٹک کا ایک بڑا تھیلا برآمد ہوا تھیلے میں گتے کا ایک پیکٹ تھا۔ پیکٹ میں کینوس سے لپٹے ہوئے ۱۲۰ ملی میٹر کے درجن بھر گولے تھے۔

ان میں سے ایک، صباح خابانی، ایک پہاڑی ٹیلے کی طرف بڑھا۔ وہاں سے اس نے جھک کر وادی میں دیکھا اگر خوش قسمتی سے مشرق کی ہوا چل جائے تو فائر لاڈ ایئرپورٹ تک پہنچ سکتے تھے۔ انہیں مرکزی ٹرمنل اور رن وے کو نشانہ بنانا تھا۔

اور اسی وقت میری پشت سے گرم ہوا کا ایک تیز جھکڑ ٹکرایا۔ وہ مشرق کی ہوا تھی۔ شاید صباح کی دعا قبول ہو گئی تھی۔

تینوں فلسطینیوں نے مل کر ایک بھاری پتھر کھسکایا۔ پتھر کے نیچے چھپے گرگٹ بھاگے۔ پتھر ہٹنے کے بعد ایک سوراخ نظر آیا، جو ۱۲۰ ملی لیٹر سے کچھ بڑا ہی تھا۔ صباح نے سوراخ میں ہاتھ ڈال کر تیل میں لتھڑے ہوئے چیتھڑے نکالے پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر سوراخ کو ٹٹولا۔ چند لمحے بعد اس نے ہاتھ باہر نکالا "بہت اچھی حالت میں ہے۔" اس نے اپنے ہاتھ کا معائنہ کرتے ہوئے کہا "زنگ کا نام ونشان بھی نہیں۔" اس نے گریس سے لتھڑی ہوئی انگلیاں اپنی پینٹ پر رگڑیں پھر اس نے اس سوراخ کو دیکھا، جو بظاہر بہت بے ضرر دکھائی دے رہا تھا۔ کوئی اسے سرسری طور پر دیکھ کر اس کی ہلاکت خیزی نہیں بھانپ سکتا تھا۔

یہ ایک بہت پرانی گوریلا ترکیب تھی۔ یہ ویت نام گوریلوں کی اختراع تھی، جسے بعد میں دوسری فوجوں نے بھی اپنا لیا تھا۔ مارٹر کی ٹیوب ایک بڑے سوراخ میں رکھی جاتی ہے اسے کئی افراد تھامتے ہیں پھر مارٹر کے راؤنڈ اس میں ڈالے جاتے ہیں۔ فائرنگ شروع ہوتی ہے اور جیسے ہی ہدف نشانہ بنتا ہے، فائرنگ روک دی جاتی ہے۔ سوراخ میں بڑی احتیاط سے پتھر اور مٹی بھر دی جاتی ہے، اس طرح کہ شست نہ بدلے۔ یوں ٹیوب کی نال چھپ جاتی ہے۔ فائر کرنے والے کھسک لیتے ہیں۔ دوبارہ ضرورت پڑنے پر انہیں صرف مٹی اور پتھر ہٹانا ہوتے ہیں۔ اس میں سب سے بڑی سہولت یہ ہے کہ مارٹر کے دوسرے بھاری حصے استعمال نہیں کرنے پڑتے۔

ان تینوں کو چار چار گولے فائر کرنا تھے پھر مارٹر کو چھپا کر نکل بھاگنا تھا۔

میں اپنا کام کر چکا تھا۔ اب مجھے واپس جانا تھا۔ مصروفیت بہت زیادہ تھی۔

☆○☆

"کوئی کام کی بات؟" میں نے آپریٹر سے پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ بہت اہم کام پر مامور تھا۔ میں نے جان کھیل کر اسرائیلی ایئرفورس کے اہم ترین پائلٹ ٹیڈی لاسکوف کے اپارٹمنٹ اور ایئرپورٹ بلڈنگ میں واقع سیکیورٹی ہیڈ کے کانفرنس روم میں بگ فٹ کر دیئے تھے اسے ہمہ وقت ان کے ریسیورز پر الرٹ بیٹھنا تھا۔

"کچھ ہوا بھی؟" میں نے چھیڑنے والے انداز میں پوچھا۔

جابر نامی، اس فلسطینی نے دانت نکال دیے "بہت کچھ ہوا مگر تمہارے کام کا نہیں۔ البتہ میں اتنا بور نہیں ہوا، جتنا امکان نظر آ رہا تھا۔ رات بھر وہ ولد الخنزیر اسرائیل کی نائب وزیر مریم برنسٹن کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا رہا ہے۔ اب شاید سو رہا ہے۔"

وہ ایک کشادہ غار تھا، بے حد محفوظ غار۔ باہر سے تلاش کرنے پر بھی اس کا دہانہ نظر نہ آتا۔ میں تھکے تھکے انداز میں ایک کونے میں پڑی ہوئی کاؤچ پر دراز ہو گیا۔ فوراً ہی میری آنکھ لگ گئی۔

لیکن جیسے ہی جابر نے مجھے ہیجانی لہجے میں پکارا، میری آنکھ کھل گئی۔ "برادر ... برادر! کوئی اس سے ملنے آیا ہے۔"

میں اٹھا اور لپک کر ریسیور سیٹ پر پہنچا۔ بیل کی آواز ایسے سنائی دے رہی تھی، جیسے غار میں بج رہی ہو۔ مجھے الیکٹرونک آلات دیئے گئے تھے وہ بے حد حساس تھے۔

پھر دور جاتے ہوئے قدموں کی چاپ ابھری "کون ہے؟" مجھے لاسکوف کی آواز پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ بند دروازے کے دوسری طرف سے کسی نے پھنسی پھنسی آواز میں کچھ کہا۔ لاسکوف نے دروازہ کھول دیا۔ "رچرڈسن!" وہ بڑبڑایا۔

میں نام رچرڈسن کو جانتا تھا۔ وہ اسرائیل میں امریکا کا اتاشی تھا۔

اب ان دونوں کی آوازیں بے حد واضح تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ میں نے بگ وہیں فٹ کیا تھا۔

"کیا بات ہے رچرڈسن! یہ تمہارا انجی وزٹ ہے یا سرکاری؟" لاسکوف نے پوچھا۔

"میں فل یونیفارم میں ہوں اور ابھی تک سورج طلوع نہیں ہوا ہے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ آوازوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ لاسکوف کافی بنا کر لایا ہے پھر کرسی کھسکنے کی آواز آئی اور لاسکوف نے کہا "جو کچھ کہنا ہے، جلدی کہہ ڈالو۔ آج میرے سامنے بے شمار کام ہیں۔"

"میرا بھی یہی حال ہے۔" رچرڈسن نے کہا "میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم کانکرڈ طیاروں کو کس طرح کا کور دے رہے ہو؟"

میرا دل خوش گوار انداز میں دھڑکنے لگا۔ میری محنت بار آور ثابت ہوتی نظر آ رہی تھی۔

"مجھے آج کے آپریشن کے بارے میں مکمل رپورٹ درکار ہے۔" رچرڈسن کی آواز سنائی دی۔

"اس قسم کی معلومات کے بارے میں ہم بہت محتاط رہتے ہیں کہ کس کو دی جا رہی ہیں۔" لاسکوف کا لہجہ خشک تھا۔

"کیا... کیا مطلب ہے تمہارا؟" رچرڈسن کی آواز غصے سے لرز رہی تھی۔ میں تصور میں اس کا غصے سے تمتمایا ہوا چہرہ دیکھ سکتا تھا "دیکھو، مجھے بھی رپورٹس آگے بڑھانی ہیں۔ مجھے بحر روم میں اپنے بیڑے کو بھی مطلع کرنا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ تم لوگوں کی کوئی بات کبھی ہم سے ڈھکی چھپی نہیں رہی اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے پاس سے معلومات باہر نکلتی..."

"تحمل سے بات کرو رچرڈسن ... کرنل!"

شاید رینک کے حوالے نے رچرڈسن کے غصے کو ٹھنڈا کر دیا تھا کیونکہ اس نے کہا "سوری جنرل!"

لاسکوف نے شاید فون پر کوئی نمبر ملایا تھا۔ اس کی آواز سنائی دی "ای ٹو ڈی ملاؤ۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ میں جانتا تھا، ای ٹو ڈی گرومین کا جدید ترین فلائنگ ریڈار ہے۔ زمین پر، ہواؤں اور سمندر میں اسے ڈیٹیکشن کے معاملے میں جو درستی حاصل تھی، اس کا اس سے پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسرائیل کے پاس ایسے تین ریڈار تھے جن میں سے ایک فضائی ریڈار ہمہ وقت زیرِ استعمال رہتا تھا۔

مجھے محرومی کا احساس ہونے لگا کیونکہ دوسری طرف سے ہونے والی گفتگو میں نہیں سن سکتا تھا۔ لاسکوف خاموشی سے سنتا رہا ہو گا۔ پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"تم ایف۔ ۱۴ استعمال کرو گے؟" رچرڈسن نے پوچھا۔

"ظاہر ہے، اس وقت گرومین ایف۔ ۱۴ دنیا کا بہترین فائٹر ہے لیکن طیاروں کے معاملے میں اصل اہمیت ہمیشہ سے اس بات کی رہی ہے کہ اسے کون اڑا رہا ہے۔"

"تو تم بھی پرواز کرو گے؟"

"یقیناً۔"

"یہ کام نوجوانوں پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟"

"تم اپنے کام سے کام کیوں نہیں رکھتے؟"

رچرڈسن ہنس دیا "تم کتنی دور تک ان کے ساتھ جاؤ گے؟"

"اپنی فضائی حدود تک ... کم از کم۔"

"میں سمجھا تھا، تم کم از کم انہیں لیبیا، تیونس، مراکش اور الجزائر کی فضائی حدود سے ضرور نکالو گے۔ دیکھو اگر تم اتنی دور تک جانا چاہو تو ہمارا سسلی والا اڈہ استعمال کر سکتے ہو اور اگر تم چاہو تو ہم تمہارے طیاروں کو آگے کے لئے فیول بھی فراہم کر سکتے ہیں۔"

"دیکھو رچرڈسن! کانکرڈ طیاروں کا روٹ آخری لمحے میں تبدیل کیا جائے گا۔ ہم نے فرانس اور اٹلی سے اپنے کانکرڈ طیاروں کی پرواز کے لئے خصوصی اجازت لے لی ہے۔ سسلی سے وہ مشرق کی طرف پرواز کریں گے۔ وہاں سے تم چاہو تو ان کا ساتھ دے دینا مگر میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں۔ یہ مت بھولو کہ وہ ساٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر ماخ ۲.۲ اسپیڈ پر جا سکتے ہیں۔ اتنی بلندی پر انہیں نشانہ نہیں بنایا جا سکتا۔"

"تم کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہو؟ ہماری انٹیلی جنس نے تو او کے رپورٹ دی ہے۔"

"ہم تو ہمیشہ ہی خطرے کی توقع کرتے ہیں لیکن میں صاف گوئی سے کہتا ہوں کہ اس بار کوئی خطرہ نہیں۔ البتہ ہم کوئی احتیاطی تدبیر نظرانداز نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ ان دونوں جہازوں میں بہت بڑے لوگ ہوں گے۔ ہمارا تو سب کچھ داؤ پر لگا ہوا ہے سب کچھ، ایک ذرا سی گڑبڑ بھی ہوئی تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔"

"گراؤنڈ سیکیورٹی کے متعلق کیا کہتے ہو؟" رچرڈسن نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے میرے خیال میں۔" لاسکوف نے کہا۔ "ہم وی ایچ ایف چینل ۳۱ پر ہوں گے۔ ۱۳۴.۷۲۵ میگا ہارٹز۔ میری متبادل فریکوئنسی لاسٹ منٹ سیکیورٹی طے کرے گی۔ وہ میں تمہیں بعد میں بتا دوں گا۔ میرا کوڈ نیم اینجل جبرائیل ہو گا نمبر ۳۲۔ دیگر طیاروں کے ساتھ اینجل کے علاوہ ان کے طیاروں کی ٹیل کا نمبر لگے گا۔"

"اور کانکرڈ؟"

"ایل ال ۰۱ اور ایل ال ۰۲۔ فریکوئنسیز بھی ایل ال۔"

میں زیرِ لب مسکرا دیا۔ اچھی خاصی کارآمد معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ وہ مطمئن تھے۔ انہوں نے بہت اچھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حفاظتی انتظامات کئے تھے لیکن انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ وار کس طرف سے ہوگا۔

○☆○

میں نے مریم برنسٹن کے متعلق فلسطینی ہیڈ کوارٹر میں موجود معلومات پڑھی تھیں جو ایک ڈوزیر کی شکل میں تھیں وہ خاص یورپین مزاج کی عورت تھی۔ اتحادی فوجیوں کو وہ ایک جرمن کیمپ میں ملی تھی۔ اسے اس وقت بھی یاد تھا کہ کبھی اس کے ماں باپ تھے ... کنبہ تھا' ایک چھوٹی بہن تھی اور یہ کہ وہ یہودی تھی اس کے علاوہ اسے بہت تھوڑا یاد تھا اور وہ بھی دھندلا دھندلا۔ وہ ٹوٹی پھوٹی جرمن بھی بول لیتی تھی جو شاید اس نے کیمپ میں سیکھی ہوگی۔ وہ تھوڑی بہت پولش بھی بول لیتی تھی کیونکہ کیمپ میں پولش بچے بھی تھے۔

لیکن مجموعی طور پر وہ ایک خاموشی پسند بچی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ جرمن ہے اور نہ اسے اس بات کی پروا تھی۔ وہ یہودی تھی اور یہی اس کے لئے بہت کافی تھا۔

اتحادیوں کی فتح کے بعد وہ ایک اسپتال میں زیر علاج رہی پھر اسے ایک بوڑھے میاں بیوی کے سپرد کردیا گیا۔ وہ اسے یورپ سے حیفہ لارہے تھے کہ راستے میں ان کا انتقال ہوگیا۔ مریم کو ان کے نام بھی معلوم نہیں تھے۔

حیفہ میں ایک اور یہودی جوڑے نے اسے اپنالیا۔ انہوں نے برطانوی فوجیوں کو بتایا کہ اس بچی کا نام مریم برنسٹن ہے اور وہ ان کی بیٹی ہے جو چپکے سے گھر سے نکلی تھی اور راستہ بھول گئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ فلسطین ہی میں پیدا ہوئی ہے وہ میاں بیوی جوان تھے اور ٹھیک طرح سے جھوٹ نہیں بول پارہے تھے لیکن مریم کو یاد تھا کہ برطانوی فوجی اسے ان کے سپرد کرکے چلے گئے تھے۔

پھر عربوں اور یہودیوں کی ایک جھڑپ میں برنسٹن بھی مارا گیا۔ اس کے بعد مریم کو پتا چلا کہ جس یوسف برنسٹن کو وہ برنسٹن کا سگا بیٹا سمجھتی تھی' وہ بھی اس کی طرح بے سہارا تھا جسے برنسٹن نے اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ مریم کو کوئی حیرت نہیں ہوئی اس کے خیال میں دنیا کے تمام بچے یتیم تھے جنہیں محبت کرنے والے لوگوں نے لے پالک بنالیا تھا۔

یوں مریم اور یوسف کے درمیان محبت کا سلسلہ شروع ہوا جو شادی پر منتج ہوا۔

مریم برنسٹن ابتدا ہی سے پرائیویٹ امن گروپس میں دلچسپی لیتی رہی تھی۔ اس وجہ سے مقامی عرب اس کی عزت کرتے تھے اور اسی وجہ سے وہ دوسرے یہودیوں سے الگ تھلگ رہتی تھی۔ یوسف مریم کو سمجھتا تھا لیکن فائٹر پائلٹ ہونے کی وجہ سے وہ خود بہت مصروف تھا۔ ویسے بھی ایک فائٹر پائلٹ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فاختہ صفت عورت کا شوہر ہونا اس کے لئے کوئی آسان کام نہیں تھا۔

۷۳ء میں اسرائیلی عربوں میں مقبولیت اور امن دوست ہونے کی وجہ سے اس کی پارٹی نے اسے اسرائیلی پارلیمنٹ نیسٹ میں خالی ہونے والی ایک نشست پر نامزد کردیا۔ جلد اس نے اسرائیلی وزیر اعظم مسز گولڈا میئر کی توجہ حاصل کر ۷۴ء میں جب مسز گولڈا میئر نے استعفیٰ دیا تو یہ سمجھا جانے کہ اب نیسٹ میں مریم برنسٹن 'گولڈا میئر کی آواز ہے۔ گولڈا میئر کی پشت پناہی نے اسے نائب وزیر کے عہدے پر پہنچادیا۔ اور وہ اپنے اس عہدے سے چپکی رہی' حکومت تبدیلی اور بڑے بڑے بحرانوں کے باوجود۔ بظاہر تو ایسا لگتا اسے خود بھی یقین تھا کہ کابینہ کی بارہا تبدیلی کے باوجود وہ عہدے پر صرف اس وجہ سے موجود ہے کہ وہ اپنے کار ماہر ہے۔ اس کے مخالفین کا کہنا تھا کہ اسے اپنے تو حسن کی وجہ سے تحفظ حاصل ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ میں جبلی طور پر زندہ رہنے کی صلاحیت موجود تھی۔ اپنے اور فطرت کے اس پہلو سے وہ خود بھی بے خبر تھی۔

اور اب وہ اسرائیلی امن وفد کی رکن تھی۔ نیویارک سرکاری کام کے علاوہ اسے نجی کام بھی تھے۔ یوسف تین سے غائب تھا۔ خیال تھا کہ نیویارک میں وہ اس کے معلومات کرسکے گی کہ وہ زندہ ہے یا مرگیا اور یہ بات اسے ہی بتاسکتے تھے۔

یہ آخری معلومات تازہ ترین تھیں۔

اسرائیلی امن وفد میں نیسٹ کا ایک مسلمان ر عبدالماجد جابری بھی شامل تھا۔ وہ اپنے گھر والوں سے بچھڑا ایک ایسا عرب تھا جس سے عرب نفرت کرتے تھے غدار تھے۔ وہ اس امن کے نتیجے میں اپنے گھر واپس جانے خواب دیکھ رہا تھا حالانکہ جانتا تھا کہ اس خواب کی کوئی نہیں۔

میں نے فائل بند کرکے ایک طرف رکھی اور آ موند لیں۔

دو گھنٹے بعد میں صباح خابانی اور اس کے ساتھیو پوزیشن دیکھنے کے لئے گیا۔

صباح خابانی دوربین آنکھوں سے لگائے ایئرپور جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "باقی گھنٹا رہ گیا ہے۔ ایک گھنٹے بعد وی آئی پی لاؤنج کھچا کھچ ہوگا۔ اس کے بعد اور ٹیک آف سے پہلے کوئی بھ مناسب رہے گا۔"

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"ٹرمنل مارٹر کی پہنچ سے کچھ دور ہے۔" صباح نے کہ کرو کہ مشرقی ہوا چل جائے۔ اس صورت میں گولے تک پہنچ سکیں گے۔"

"نہیں پہنچے' تب بھی وہاں تک تو ضرور پہنچ

جہاں کانکرڈ کھڑے ہیں۔" میں نے کہا۔

"لیکن مقصد کیا ہے؟"

"صرف اتنی سی بات ہے کہ فلائٹ کینسل ہوجائے۔"

صباح کے ایک ساتھی نے عجیب سی آواز نکالی۔ وہ ایک طرف اشارہ کررہا تھا۔ میں نے اور صباح نے اشارے کی سمت دیکھا۔ دونوں کانکرڈ آگے پیچھے لاڈ ایئرپورٹ کی طرف آرہے تھے۔ میں نے صباح سے دوربین لے کر انہیں دکھا۔ وہ بہت خوب صورت طیارے تھے۔

"دونوں طیاروں میں ملا کر ڈھائی لاکھ کلوگرام فیول ہے۔" میں نے صباح کو دوربین واپس دیتے ہوئے کہا۔ "اس کے زور پر تو اتنا بڑا دھماکا ہوسکتا ہے کہ یروشلم بھی لرز اٹھے گا۔"

پھر میں اپنے غار کی طرف واپس چل دیا۔

جابر نے مجھے بتایا کہ لاڈ ایئرپورٹ کے کانفرنس روم میں ابھی تک کوئی سرگرمی شروع نہیں ہوئی ہے۔ ڈکٹا فون خاموش ہے۔

میں نے اس بار جیکب ہیسنو کا ڈوزیر سنبھالا۔

اب وہ لاڈ ایئرپورٹ سیکیورٹی فورس کا چیف تھا۔ وہ یہودیوں کی اس جنریشن سے تعلق رکھتا تھا' جو ہٹلر کے طاقت میں آنے سے پہلے ہی جرمنی سے نکل آئے تھے اور فلسطین میں آبسے تھے۔ اس کے نتیجے میں وہ یورپ میں ہونے والی تباہی سے محفوظ رہے تھے۔ وہ اپنے ساتھ سرمایہ بھی لائے تھے اور ہنر بھی۔ وہ تمام کے تمام اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ ان میں سے بیشتر حیفہ میں آباد ہوئے۔

دوسری جنگِ عظیم شروع ہوئی تو سترہ سالہ جیکب ہیسنو نے ایم آئی ٦' برٹش سیکرٹ انٹیلی جنس سروس جوائن کرلی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا اپنا اسٹائل اب بھی برطانوی سیکرٹ سروس کا سا تھا۔ دوسرے جنگ کے دوران اس نے محض شوقیہ طور پر یہ کام کیا تھا۔ ورنہ وہ بے حد خوشحال تھا۔ دیکھنے میں وہ کہیں سے بھی جاسوس نہیں لگتا تھا اور یہی خوبی اس کی کامیابی کی ضامن تھی۔

حیفہ سے باہر وہ جرمن ہونے کا دعویٰ کرتا تو اس پر کوئی بھی شک نہیں کرسکتا تھا۔ اس کا ذہن جزئیات جمع کرنے اور انہیں محفوظ رکھنے کا ماہر تھا۔ دہری زندگی گزارنا آسان کام نہیں ہوتا لیکن اسے یہ کام بے حد دلچسپ لگتا تھا۔

اس دوران فرصت کے ایام میں بوریت سے بچنے کے لیے ہیسنو نے ایک پرائیویٹ فلائنگ کلب جوائن کرلیا تھا اب وہ فلسطین کے چند گنے چنے لائسنس یافتہ پائلٹس میں شامل تھا۔

جنگ کے بعد وہ یورپ گیا اور اس نے غیر قانونی ہگاناہ ایئرفورس کے لئے جنگ سے متاثرہ طیارے خریدے۔ وہ پہلا برٹش اسپٹ فائر اسی کا خریدا ہوا تھا جو جنرل لاسکوف نے اڑایا تھا۔

سو اس خوبی کی بنا پر کہ وہ بنیادی طور پر انٹیلی جنس کا آدمی تھا اور جہاز بھی اڑا سکتا تھا' اسے ایل ال کا پہلا سیکیورٹی چیف مقرر کردیا گیا۔ دوسرے یہودیوں کے برعکس اس نے بہت سہل زندگی گزاری تھی۔ ہرزلیہ میں اس کا چھوٹا سا بنگلا تھا۔ وہ نہایت عیش پرست آدمی تھا۔ عورت اس کی کمزوری تھی۔ اپنے گھر والوں سے وہ اس حد تک وفاداری نبھاتا تھا کہ مذہبی تہواروں کے موقع پر حیفہ' اپنے گھر ضرور آتا تھا۔

وہ اندازے لگانے اور خدشے پالنے کا قائل نہیں تھا۔ اپنے ملک کی انٹیلی جنس پر اسے بہت زیادہ ناز تھا...

"برادر! کانفرنس شروع ہورہی ہے۔" جابر نے مجھے چونکادیا میں اٹھا اور ریسیور سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس کانفرنس میں بہت اہم لوگ شریک ہورہے تھے۔ ان میں شن بیتھ (اسرائیل کی انٹرنل سیکیورٹی سروس) کا سربراہ شائم مازر تھا۔ بریگیڈیئر جنرل اسحاق سلمان تھا جو ایئرفورس کا چیف آف آپریشنز تھا۔ آرمی چیف آف اسٹاف کی نمائندگی جنرل بنجمن ڈوبکن کررہا تھا۔ ٹرانسپورٹ کی نائب وزیر مریم برنسٹن تھی۔ انسداد دہشت گردی گروپ کا سربراہ آئزک برگ بھی تھا۔ مریم برنسٹن کے علاوہ نیسٹ کے پانچ ارکان اور بھی تھے۔

یہ تمام لوگ دراصل اس ایڈہاک کمیٹی میں شامل تھے جو کانکرڈ طیاروں کے حفاظتی انتظامات کا جائزہ لینے کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس سلسلے میں انہیں جیکب ہیسنو سے سوال کرنے تھے۔

"میں اس میٹنگ میں اس لئے شریک ہورہا ہوں" ریسیور سیٹ پر جیکب ہیسنو کی آواز ابھری۔ "تاکہ آپ لوگوں کو قائل کرسکوں کہ لاڈ ایئرپورٹ سے کسی بھی طیارے کی محفوظ پرواز کے انتظامات کرنے کی اہلیت رکھتا ہوں۔"

احتجاجی آوازیں سنائی دیں۔

"چلیں... میرے اس جملہ معترضہ کو نظرانداز کردیں۔" ہیسنو کا موڈ یقیناً خراب تھا۔ میں جانتا تھا کہ ہیسنو کے گارڈز نے دونوں طیاروں کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہوگا۔ اس کے باوجود آرمی نے انفنٹری کے دس جوان طیاروں کی حفاظت کے لئے بھیج دیے تھے۔ یہ بات ہیسنو کے لئے اہانت آمیز تھی۔

"آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اسرائیلی ایئرلائنز ایل ال نقصان میں جارہی ہے۔" ہیسنو کی آواز ابھری۔ "اس کی وجہ جانتے ہیں آپ؟ کہنے کو ہم تمام مسافروں سے فرسٹ کلاس کا کرایہ لیتے ہیں۔ بیس فی صد سرچارج اس کے علاوہ ہے۔ ہونا تو منافع چاہئے لیکن نہیں ہوسکتا اس لئے کہ میں سخت ترین سیکیورٹی کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ سیکیورٹی انسانی

WWW.PAKSOCIETY.COM

بساط سے باہر ہے۔ اب سے چند ماہ پہلے آپ میں سے کچھ منافع کے طلب گار تھے اور اس کے لئے سیکیورٹی کو غیر اہم قرار دینے پر آمادہ تھے اور اب وہی لوگ سیکورٹی کی طرف سے تشویش میں مبتلا ہیں۔ ان کے خیال میں میں نے طیاروں کی حفاظت کے لئے تمام ضروری انتظامات نہیں کئے ہیں۔ اب میرے انتظامات کی تفصیل بھی سن لیں۔ جب سے ہمیں طیاروں کا قبضہ ملا ہے' وہ ایک منٹ کے لئے بھی میرے سیکیورٹی اسٹاف کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوئے ہیں۔ ہم نے فیکٹریوں تک میں حفاظتی انتظامات کئے جہاں یہ طیارے بنائے جارہے تھے۔ آج میں نے خود ان میں فیول ڈلوایا ہے اپنی نگرانی میں۔ دنیا بھر کے کانکرڈ طیارے بیرونی گراؤنڈ پاور یونٹ کی مدد سے اسٹارٹ ہوتے ہیں جبکہ میں نے ان میں بطور خاص انٹرنل پاور یونٹ نصب کرایا ہے تاکہ ہمارے طیاروں کو دوسرے ایئرپورٹس پر یہ تحفظ ملے کو ووٹرک' جو ضروری ہوتے ہیں' ان کے قریب بھی نہ آئیں۔" ہیسنر نے چند لمحے توقف کیا۔ پھر اپنی بات جاری کی "چھوٹے چھوٹے تمام کام یہیں مکمل کئے گئے ہیں ہماری نگرانی میں۔ جہاز کے چپے چپے کو سیکیورٹی کے نکتہ نظر سے چھانا گیا ہے کہ کہیں کسی نے کوئی آتش گیر مادہ' کوئی بم تو نہیں چھپا دیا سیٹ کے نیچے۔ اس جہاز کے لئے کھانا یہیں تیار ہو رہا ہے اور یقین کریں' وہ صرف خوش ذائقہ اور لذیذ ہی نہیں' ہر اعتبار سے محفوظ بھی ہوگا۔ قصہ مختصر یہ کہ دنیا کی کوئی فلائٹ اس سے زیادہ سیف اور پرٹیکٹڈ نہیں ہوسکتی۔

میرے نائب میٹی یادن نے کانکرڈ ۱۰ پر ۷۰۰ ٹیم کی قیادت کی ذمے داری قبول کرنے کی رضا کارانہ پیش کش کی ہے۔ یہی پیش کش میں نے کانکرڈ ۲۰ کے لئے کی ہے۔ تاہم ابھی تک وزیرِ اعظم کی طرف سے جواب نہیں ملا کہ میں اس مشن کے ساتھ جارہا ہوں یا نہیں۔ خیر اسے چھوڑیں۔ اب آپ لوگ طیارے کی سیکیورٹی کے لئے کوئی سوال کرنا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر ہیسنر نے کہا "کسی کو کچھ نہیں پوچھنا۔ گڈ... ویری گڈ۔ مسٹر شائم مازر۔ اب آپ رپورٹ پیش کریں۔"

کرسی کھسکنے کی آواز سنائی دی۔ شاید شائم کھڑا ہو رہا تھا۔ اس کی تصویر میری آنکھوں میں پھر گئی۔ وہ طویل القامت اور دبلا پتلا تھا۔ اس کی آنکھیں آرپار دیکھنے کا بھرپور تاثر دیتی تھیں۔ اس کے انداز کی بدتمیزی سے لوگ نالاں رہتے تھے۔

اس وقت بھی اس نے بلا تمہید بات شروع کی "اس وقت فکر ہے تو صرف ایسے کسی جنونی کی' جو حرارت پر لپکنے والا میزائل لئے کسی چھت پر کھڑا ہوگا اور وہ چھت یہاں سے ساحل تک' درمیان میں کسی جگہ بھی ہوسکتی ہے لیکن میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پوری فلائٹ کے دوران کہیں' کسی بھی چھت پر کسی جنونی کو ایسا کوئی موقع نہیں ملے گا۔ میں نے وزیرِ دفاع سے بات کرکے فلائٹ کے راستے میں مختصر فضائی مشقوں کا انتظام کرادیا ہے۔ اس پورے علاقے میں ہیلی کاپٹر موجود ہوں گے۔ اس کے علاوہ اس وقت پورے اسرائیل میں کہیں گوریلا سرگرمیوں کی کوئی علامت نظر نہیں آرہی ہے۔ مجھے اعتماد ہے' یقین ہے کہ آپ کی راہ میں کوئی دشواری نہیں آئے گی۔ تھینک یو۔"

"اب میں مسٹر آئزک برگ سے درخواست کروں گا۔" ہیسنر نے کہا۔

آئزک برگ کے تمام بال سفید تھے۔ وہ پستہ قامت تھا۔ اس کی شخصیت باوقار تھی لیکن وہ محض دھوکا تھا۔ جو کچھ وہ نظر آتا تھا' ویسا نہیں تھا۔ اس کی عمر بھی اتنی زیادہ نہیں تھی جتنی لگتی تھی۔ اس کی نیلی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی وہ کسی انسان کو یوں قتل کرسکتا تھا جیسے کسی لال بیگ کو بے پروائی سے جوتے کے نیچے دبا کر کچل دیا جاتا ہے۔ اس نے پوری دنیا میں فلسطینی گوریلوں کو ختم کرنے کا عہد کیا تھا اور اس سلسلے میں بہت موثر طریقے سے کام بھی کرتا رہا تھا۔ اس کے ایجنٹ بھی بے حد سفاک تھے۔ آئزک برگ درحقیقت لبنان میں فلسطینی مجاہدین کے قتلِ عام کا ذمے دار تھا۔

"گزشتہ روز ہم نے پیرس میں ایک فلسطینی گوریلے کو پکڑا۔" آئزک برگ کی آواز ریسیور سیٹ پر ابھری۔ "وہ بلیک ستمبر تنظیم کا بہت اہم رکن رہا ہے۔ ہم نے اس سے پوچھ گچھ کی۔ اس نے ہمیں یقین دلایا کہ کم از کم اس کے علم میں ایسا کوئی منصوبہ نہیں ہے جو ہمارے امن مشن کو روکنے کے لئے بنایا گیا ہو۔ گوریلے اس بری طرح منتشر ہوئے ہیں اور اتنے بے اعتماد ہوچکے ہیں کہ اب ایک دوسرے سے بھی بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں مگر ہمارا ایک آدمی جو فلسطین انٹیلی جینس سروس کا اہم رکن ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ امن مشن کے خلاف کوئی منصوبہ زیرِ غور تک نہیں آیا۔

دوسری طرف ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہماری طرح عرب ممالک بھی اس کانفرنس کی کامیابی کے دل سے خواہاں ہیں انہوں نے مختلف ذریعوں سے ہمیں مطلع کیا ہے کہ وہ اپنے علاقوں میں گوریلوں پر بطور خاص نظر رکھے ہوئے ہیں سی آئی اے نے بھی یقین دلایا ہے کہ کہیں کوئی گڑبڑ نہیں سی آئی اے کے مسٹر میکلیور چھٹی پر جارہے ہیں۔ ہمارے ساتھ ہی سفر کریں گے۔"

"مسٹر بنجمن ڈوبکن..."

"پس ماندہ ممالک کے دور دراز کے علاقوں میں کچھ بھی ہوسکتا ہے" ڈوبکن نے کہا "یہ مسئلہ ہمیشہ سے ہے' اب ہے اور رہے گا کہ گوریلے کہیں بھی چھپے ہوسکتے ہیں اور کچھ بھی کرسکتے ہیں۔ اسرائیلی فوج نے ان کا صفایا کردیا ہے۔ باقی کام عرب فوجوں نے پورا کردیا لیکن یہاں موجود دوسرے دوستوں کے برعکس فوج کسی گوریلا کارروائی کے امکان کو یکسر مسترد نہیں کرسکتی۔ سرزمینِ عرب کے دشوار گزار صحراؤں اور پس ماندہ علاقوں میں مٹھی بھر گوریلوں کی موجودگی سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہماری انٹیلی جنس کے افراد عربوں کے بھیس میں ایسے علاقوں کو کھنگالتے رہتے ہیں۔ عرب ممالک نے بھی یقین دلایا ہے کہ وہ بچے کھچے گوریلوں سے بھی پیچھا چھڑا رہے ہیں۔"

"مسٹر ڈوبکن! یہ بتائیں کہ یہ بچے کھچے گوریلے اگر ہمارے امن مشن کے خلاف کارروائی کریں گے تو وہ کس طرح کی ہوسکتی ہے؟" شائم مازر نے پوچھا۔

"ہم سمندر اور فضا کی طرف سے فکر مند ہیں۔" ڈوبکن نے کہا "تاہم نیوی نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ بحیرہ روم میں کانکرڈ طیاروں کی پرواز کے راستے پر نیوی کی پٹرولنگ جاری رہے گی۔ امریکا کا چھٹا بحری بیڑہ بھی الرٹ ہے۔ ناٹو کی مشقیں بھی شروع کرادی گئیں ہیں۔ اس کے علاوہ کانکرڈ جس بلندی پر جس رفتار سے پرواز کریں گے' انہیں سمندر سے نشانہ بنانا جن جدید میزائلوں کے لئے ممکن ہوسکتا ہے' وہ ٹٹ پونجیے دہشت گردوں کو میسر نہیں اور نہ وہ انہیں آپریٹ کرسکتے ہیں اور اگر یہ ممکن بھی ہے تو وہ کانکرڈ کے ایئرفورس کے محافظ طیاروں سے نہیں بچ سکیں گے۔ ٹھیک ہے نا جنرل طلمان؟"

اب ریسیور سیٹ پر جنرل آئزک طلمان کی آواز ابھری "میرا بہترین فائٹر آفیسر جنرل لاسکوف خود محافظ اسکواڈرن کی قیادت کرے گا۔ اسکواڈرن کے تمام پائلٹ ہماری ایئرفورس کی کریم ہیں۔ ٹیڈی لاسکوف کا کہنا ہے کہ وہ آسمان پر نظر آنے والی ہر چیز کو نہ صرف ڈھونڈ نکالنے بلکہ مار گرانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ ایئرفورس انٹیلی جنس کا کہنا ہے کہ گوریلوں کے پاس فضائی حملے کی اہلیت کبھی نہیں رہی' اب بھی نہیں ہے اور ان کانکرڈز پر ناکام حملے کے لئے بھی بحیرہ روم کا بہترین اسکواڈرن درکار ہوگا۔ مجھے ٹیڈی لاسکوف پر پورا پورا اعتماد ہے اور میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ہر طرح کی ذمے داری قبول کرتا ہوں۔"

"مسٹر ہیسنر!" یہ مریم برنسٹن کی آواز تھی۔

"جی' فرمایئے۔"

"میں بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ یہاں جو کچھ کہا گیا' میں نے پوری توجہ سے سنا۔ آپ لوگوں نے سیکیورٹی کے متعلق گفتگو جس زبان میں کی اور جس جذبے سے کی' میں اس کی طرف سے فکر مند ہوں۔ یہ نہ بھولیں کہ ہم امن مشن پر جارہے ہیں۔ ہمارا مقصد قیامِ امن ہے۔ یہاں ہر اڑنے والی چیز کو مار گرانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ بتایا جارہا ہے کہ ہم عرب ممالک میں جاسوس بھیجتے رہے ہیں اور وہاں ہمارے جاسوس اب بھی موجود ہیں۔ ممکن ہے' یہ سب کچھ کسی طرح کے حالات میں جائز قرار دیا جاسکے لیکن اس تاریخی لمحے میں میں غیر جارحانہ طرزِ عمل کا خطرہ مول لینے کو تیار ہوں۔ ہم اقوامِ متحدہ شوٹنگ کرتے... انسانی جانوں سے کھیلتے نہیں پہنچنا چاہتے ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم قیامِ امن کے لئے دنی سنجیدہ اور مخلصانہ کوشش کرنے آئے ہیں۔ میں آپ لوگوں کے لئے مسئلہ کھڑا نہیں کرنا چاہتی۔ صرف یہ چاہتی ہوں کہ آپ فوری طور پر تمام ملٹری اور انٹیلی جنس آپریشنز رد کردیں۔ یہ ہماری طرف سے جذبۂ خیر سگالی کا اظہار ہوگا۔ دیکھیں کسی نہ کسی کو تو اپنا ریوالور ہولسٹر میں رکھنے کے سلسلے میں پہل کرنا ہوگی۔ جنرل طلمان! میں کہتی ہوں' اگر آپ کو ریڈار اسکرین پر شیطان بھی نظر آئے تو اس پر بے دریغ میزائل استعمال نہ کریں۔ آپ اسے بتائیں کہ ہم ایک امن مشن پر جارہے ہیں اور ہمیں کسی بھی طرح جارحیت پر نہیں اکسایا جاسکتا۔ وہ آپ کی بات یقیناً سمجھ لے گا اور بالآخر واپس چلا جائے گا۔ میں جانتی ہوں' ہم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں کہ جو کچھ انہوں نے خون کے عوض حاصل کیا ہے' اسے امن کی میز پر واپس نہیں دینا چاہتے۔ میں ان کا نکتۂ نظر سمجھتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ 'ہر قیمت پر امن' کے فلسفے کے کیا مضمرات ہیں لیکن میں امید کرتی ہوں کہ آپ میری بات پر غور کریں گے۔"

ریسیور پر ایسی خاموشی چھائی جیسے کبھی کوئی آواز ابھری ہی نہیں تھی۔ میں لاڈ ایئرپورٹ کے کانفرنس روم کے سکوت کا تصور کرسکتا تھا۔

پھر اچانک بھانت بھانت کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ کانفرنس ختم ہوگئی تھی۔ میرے اشارے پر جابر نے ریسیور آف کردیا۔

مریم برنسٹن کی باتوں میں خلوص تھا' سچائی تھی' لیکن تمام یہودی ایسے نہیں ہوتے۔ دو چار ہی ہوں تو بہت ہیں پھر مسئلہ یہ تھا کہ انہوں نے طاقت کے زور پر جو وطن حاصل کیا تھا' وہ ان کا وطن نہیں تھا۔ جن کا وطن تھا' انہیں واپس دیے بغیر امن کی بات کرنا بیکار تھا۔ امن کے نام پر غاصبانہ قبضہ تو گوارا نہیں کیا جاسکتا۔ بے غیرتی تو نہیں لادی جاسکتی۔ حکمراں اپنا شوقِ حکمرانی پورا کرنے کے لئے' اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے ایسا کرسکتے ہیں' افراد نہیں کرسکتے' قومیں نہیں کرسکتیں۔ اب مجھے قبرص پہنچنا تھا۔

○☆○

سب کچھ شیڈول کے مطابق ہوا اور درحقیقت اس بات کی بہت زیادہ اہمیت تھی۔ فلائٹ پلان پہلے ہی تیار کرکے منظور کرایا جاچکا تھا۔ قبرص میں ہی ہمیں پتا چلا کہ لاڈ ایئرپورٹ پر گولے برسانے کا منصوبہ ناکام ہوچکا ہے۔ اسرائیلی انٹیلی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جنس نے صباح خابانی اور اس کے ساتھیوں کو عین اس وقت پکڑا جب وہ مارٹر سے فائر کرنے والے تھے۔

ہمارے پاس لیئر جیٹ تھا۔ اس میں ہم چھ افراد تھے احمد رش بھی تھا۔ نوری سلامی والے واقعے کے بعد میں اسے شدت سے ناپسند کرنے لگا تھا لیکن اس منصوبے کی حد تک بہرحال مجھے اس کے ساتھ کام کرنا تھا۔

ہم نے پرواز شروع کی۔ قبرص کی حدود سے نکلتے ہی جہاز کا رخ لاڈ کی طرف کر دیا گیا۔ لاڈ ایئرپورٹ سے دونوں اسرائیلی کانکرڈ پرواز کرنے ہی والے ہوں گے۔ ان کے ساتھ جنگی محافظ طیاروں کا اسکواڈرن بھی ہوگا۔ ہم ان تمام حفاظتی انتظامات کے باوجود ان دونوں طیاروں کو ہائی جیک کرنے والے تھے۔ یہ ہائی جیکنگ کی تاریخ کا منفرد ترین واقعہ ہوتا تھا۔ ہم نے ہائی جیکنگ کے مروجہ طریقوں سے ہٹ کر کام کیا تھا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہماری پلاننگ کیا ہے۔ اسرائیلی مطمئن تھے کہ ان کے یہ طیارے کم از کم ہائی جیک نہیں کئے جاسکتے۔ حملے کی صورت میں بچاؤ کے لئے انہوں نے جو حفاظتی انتظامات کئے تھے، وہ درحقیقت موثر ترین تھے۔ میں اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس سے زیادہ احتیاط برتی نہیں جاسکتی اور اس سے موثر حفاظتی انتظامات ممکن نہیں۔

ہمیں اس معاملے میں اسرائیلیوں پر جہاں جہاں فوقیت حاصل تھی، اسرائیلی اس سے بے خبر تھے۔ اس اعتبار سے ہماری فوقیت کی اہمیت اور بڑھ جاتی تھی۔ اسرائیلیوں کو علم نہیں تھا کہ ہمیں علم ہے، دونوں کانکرڈ طیاروں میں کون کون سفر کر رہا ہے۔ محافظ اسکواڈرن کی قیادت کون کر رہا ہے۔ ہمیں تمام طیاروں کی خفیہ فریکوئنسی اور خفیہ ناموں کا بھی علم تھا۔ ہمارے اپنے لیئر جیٹ میں تین ریڈیو تھے۔ یعنی ہم ان سب کی گفتگو الگ الگ بھی سن سکتے تھے۔ ہمیں یہ علم بھی تھا کہ ایک جہاز میں موثر ترین ریڈار بھی موجود ہے۔ ہمارے طیارے میں دو بٹن نصب تھے، جن پر ۰۱ اور ۰۲ لکھا تھا۔ وہ بٹن دونوں کانکرڈ طیاروں کی مکمل تباہی کا سامان تھے۔

اور ہمیں اسرائیلیوں پر سب سے بڑی اور اہم ترین فوقیت یہ حاصل تھی کہ وہ ہمارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے.... نتیجتاً وہ بے خبر تھے اور بے حد مطمئن۔ ایسے میں اچانک آگہی ان کے حواس پر حملہ آور ہوتی اور وہ کچھ سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کے قابل نہ رہتے۔ رہتے بھی تو وہ کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ ترپ کے تمام پتے ہمارے ہاتھ میں تھے۔ میں اپنی مسکراہٹ نہ روک سکا۔

ہمارا جہاز گھوم کر لاڈ سے آگے نکلا۔ جلد ہی ہمیں وہ پورا قافلہ نظر آ گیا۔ وہ ہم سے تقریباً ۱۸۰ کلو میٹر کے فاصلے پر تھے۔ ۸۳ درجے پر۔

"میں اس کے شاک کا تصور کر رہا ہوں" احمد رش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں نے احمد رش کی طرف دیکھا "مگر ایک بات یاد رکھنا رش!" میں نے کہا "ہمیں اس صورت حال سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہے۔ ہمارا مقصد صرف ان لوگوں کو اڑانا نہیں۔ میں بلاوجہ انسانی جانوں سے کھیلنے کا قائل نہیں ہوں۔"

آخر میں میرا لہجہ طنزیہ ہو گیا تھا۔ احمد رش کے چہرے پر تکدر کا سایہ سا لہرایا، مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اور یہ بھی یاد رکھنا کہ اس آپریشن کا انچارج میں ہوں!" میں نے مزید کہا "تم تنظیم کے فرانسیسی اسٹیشن کے انچارج ضرور ہو، مگر یہ فرانس نہیں ہے۔"

اس بار اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔ "انچارج کیا ہوتا ہے، جس کے پاس طاقت ہو اور وہ اسے استعمال کرنا جانتا ہو، وہ انچارج ہوتا ہے۔ کوئی لمحہ کسی کا ہوتا ہے اور کوئی کسی کا۔"

"اچھا، اب ریڈیو آن کر دو" میں نے کہا۔ میں اس سے بلاوجہ الجھنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

پہلے ریڈیو پر کانکرڈ کی فریکوئنسی سیٹ تھی۔ اس پر محافظ اسکواڈرن کا انچارج جنرل لاسکوف کانکرڈ ۰۲ کے پائلٹ بکر سے مخاطب تھا جس کا کوڈ نیم مینونکل تھا۔

"مینونکل! میں جرائیل ۳۲ بول رہا ہوں" "ہاں، تمہاری آواز صاف آرہی ہے۔ میں تمہیں اور کلیو کو دیکھ رہا ہوں۔ اس فریکوئنسی پر ایک ریڈیو آن رکھو۔"

"راجر جرائیل! ہم اے ٹی سی سے کلیرنس ملنے کے بعد ماخ ۲.۰ رفتار سے ساٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کریں گے۔ ۲۸۰ درجے پر۔"

"راجر! میں تمہارے ساتھ ہوں گا، اب تک سب ٹھیک ہے نا؟"

"سب ٹھیک ہے۔ اب میں کمپنی فریکوئنسی پر جارہا ہوں۔ کوپائلٹ تم سے رابطہ رکھے گا۔"

رابطہ منقطع ہو گیا۔

میں نے دوسرا ریڈیو آن کیا۔ اس پر ای ٹو ڈی عقابی آنکھ کی فریکوئنسی سیٹ تھی۔ وہ کانکرڈ اور محافظ طیاروں کے عین اوپر کوئی پانچ کلو میٹر کی بلندی پر تھا۔

جنرل لاسکوف نے عقابی آنکھ کی فریکوئنسی ملائی تھی۔ "عقابی آنکھ .... دس از جرائیل ۳۲۔ تمہارے بلپس کی پوزیشن ہے۔ ریڈار کے نقطے کیا کہہ رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"تم سب مجھے ریڈار پر نظر آرہے ہو" عقابی آنکھ سے جواب ملا "جرائیل! ایک طیارہ ۸۳ درجے سے تمہاری طرف بڑھ رہا ہے۔ فاصلہ کوئی ۱۸۰ کلو میٹر ہے۔ تمہیں وہ نظر آرہا وہ کوئی شیڈول کی پرواز نہیں۔ یہ مجھے معلوم ہے۔"

میں مسکرادیا۔ کھیل شروع ہو رہا تھا۔

لاسکوف نے انٹرکام پر اپنے فلائٹ آفیسر سے پوچھا۔ "ڈان! تمہیں کچھ نظر آرہا ہے؟"

"ہاں، ریڈار کے جنوب مشرقی کنارے پر کچھ نظر تو آرہا ہے۔ وہ ہم سے ۱۶۰ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے اور ہمارے مقررہ راستے کی طرف بڑھ رہا ہے۔"

"ہم اس طیارے سے رابطے کی کوشش کر رہے ہیں مگر اب تک ہمیں کوئی جواب نہیں ملا ہے" عقابی آنکھ سے کہا گیا۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ میں پرسکون تھا مگر احمد رش کے چہرے اور انداز سے اس کے اندرونی ہیجان کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"جرائیل! نامعلوم طیارہ ۹۶۰ کلو میٹر کی رفتار سے تمہارے مقررہ راستے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ تمہارا اس سے ٹکراؤ ہوگا۔ البتہ وہ تم سے اور کانکرڈ طیاروں سے ڈھائی ہزار فٹ کم بلندی پر اڑ رہا ہے۔"

"راجر عقابی آنکھ! اس منحوس سے فوری طور پر رابطہ کرو اس سے کہو، وہ اپنا راستہ یا رفتار تبدیل کرلے بلکہ بہتر ہوگا کہ راستہ اور رفتار دونوں تبدیل کرلے۔"

"راجر جرائیل! ہم کوشش کر رہے ہیں۔"

جرائیل یعنی لاسکوف اپنے فلائٹ آفیسر سے مخاطب ہوا اس کے لہجے میں ہلکی سی پریشانی تھی "تقریباً ایک منٹ بعد یہ نامعلوم طیارہ ہم سے ۱۶۰ کلو میٹر کے فاصلے پر ہوگا۔ اگر اس میں روسی ساخت کے ایکرڈ میزائل نصب ہوئے، تب بھی وہ ایک سو تیس کلو میٹر سے زیادہ فاصلے سے کانکرڈ طیاروں کو نشانہ نہیں بنا سکے گا۔ ایف ۱۶ کو اسی لئے آسمان کا بادشاہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس کی رینج زیادہ ہے۔ اس لحاظ سے اس وقت تو ایڈوانٹیج ہمارے پاس ہے مگر چند منٹ بعد یہ صورت حال نہیں رہے گی۔"

"جی ہاں جنرل!"

لاسکوف نے پھر عقابی آنکھ سے رابطہ کیا "میں اس طیارے کو ۱۳۰ کلو میٹر سے زیادہ قریب نہیں آنے دوں گا!" اس نے کہا "یا تو تم اس کی شناخت حاصل کرلو، یا وہ خود اپنے بارے میں بتادے، ورنہ میں ایک سو تیس کلو میٹر کی حد تک پہنچتے ہی اسے اڑادوں گا۔"

میں نے احمد رش کی طرف دیکھا اور مسکرادیا۔ احمد رش کے اعصاب تن رہے تھے۔

ریڈیو پر جنرل طلمان کی آواز ابھری "جرائیل! میں آپریشن کنٹرول سے مداخلت کر رہا ہوں۔ یہ درست ہے کہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔ ہم گراؤنڈ والوں کے سامنے صحیح صورت حال تو نہیں ہے نا جبکہ تم اس سے دوچار ہو۔ مگر فار نو سیک، فیصلہ کرنے سے پہلے ہر زاویے سے سوچ سمجھ لینا۔ نتیجہ کچھ بھی ہو، میں بہرحال تمہاری پشت پر ہوں۔ اب میں رابطہ منقطع کر رہا ہوں۔ ریڈیو زیادہ دیر تک انگیج رکھنا مناسب نہیں۔"

میں لاسکوف کی سوچیں بھی پڑھ سکتا تھا۔ جنرل طلمان کا پیغام اس کے لئے یقیناً مایوس کن تھا۔ وہ چاہتا ہوگا کہ جنرل طلمان سیدھا سیدھا اسے فائر کرنے کا حکم دے۔ وہ خود اس معاملے میں جلد بازی نہیں کرسکتا تھا۔

میں نے احمد رش اور اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ ان کے چہروں پر دبا دبا ہیجان تھا۔ احمد رش نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا مگر میں نے ریڈیو کی طرف اشارہ کیا تو وہ رک گیا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ریڈیو آف کر دیا "ہاں، اب کہو، کیا بات ہے؟" میں نے کہا۔

"ہمیں انہیں بتادینا چاہئے" احمد رش بولا۔

"ابھی نہیں، مناسب وقت پر بتائیں گے" میں نے جواب دیا۔

"اور تمہارے خیال میں مناسب وقت کون سا ہوگا؟" اس کا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

"مشن کا انچارج ہونے کی حیثیت سے ضروری نہیں کہ میں تمہیں یہ بات بتاؤں لیکن میں کوئی تلخی نہیں چاہتا، ہمیں مل جل کر ایک کام کرنا ہے اور وہ کام بہت اہم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے طیارے کی طرف سے تشویش میں مبتلا رہیں، گوگو کا شکار رہیں۔ میں ان کے اعصاب پر ہر ممکن دباؤ ڈالنا چاہتا ہوں تاکہ جس وقت ہم ان کی سماعت پر دھماکا کریں تو وہ ذہنی اور اعصابی طور پر بہت زیادہ منتشر ہو جائیں۔ اس طرح ہم زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاسکیں گے۔"

"اور اگر گھبراہٹ میں انہوں نے ہمیں نشانہ بنالیا تو؟"

"تو کیا، ہم تو سرفروش ہیں۔ سر ہتھیلی پر رکھے شہادت کی آرزو میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ البتہ یہ بات طے ہے کہ ہم جاتے جاتے دونوں کانکرڈ طیاروں کو ضرور تباہ کردیں گے۔"

"میرے نزدیک یہ رسک غیر ضروری ہے۔ خودکشی کرنے والے کبھی شہید نہیں ہوتے۔"

"انچارج میں ہوں" میں نے اسے یاد دلایا۔

خلاف توقع اس نے سپر ڈال دی۔

میں نے پھر ریڈیو آن کر دیا۔ دوسری طرف کی صورت حال سے باخبر رہنا ضروری تھا۔ جنرل لاسکوف کسی بھی وقت ہمیں اڑانے کا فیصلہ کرسکتا تھا۔ میں نے تو صرف انسانی نفسیات پر انحصار کرکے انہیں تڑپانے کا فیصلہ کیا تھا۔

دوسری طرف ریڈار بردار طیارہ عقابی آنکھ، جنرل لاسکوف سے رابطہ کر رہا تھا۔

"جرائیل! میری بات غور سے سنو۔ وہ طیارہ فوجی طیارہ بہرحال نہیں ہی۔ میں پھر دہرا رہا ہوں، وہ طیارہ فوجی طیارہ نہیں ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تو پھر ۹۶۰ کلومیٹر فی گھنٹا کی رفتار کا کیا مطلب ہے ؟" لاسکوف نے بھنا کر کہا۔

"وہ شاید سویلین جیٹ ہے۔ ایک منٹ ' ہمارے ریڈیو پر اشارے موصول ہو رہے ہیں۔"

"سنو ' وہ سویلین ہو یا فرشتوں کا جیٹ ' مجھے کوئی پروا نہیں۔ فضا سے فضا میں مار کرنے والے میزائل تو سویلین جیٹ میں بھی نصب ہو سکتے ہیں۔ اس کی شناخت طلب کرو ' ورنہ میں اسے اڑادوں گا۔" لاسکوف حلق کے بل چیخ رہا تھا مگر عقابی آنکھ سے کوئی جواب نہ ملا۔

پھر ریڈیو پر لاسکوف کے ماتحت فلائٹ آفیسر کی آواز ابھری "سنو جنرل! یہ مجھے خطرناک معاملہ معلوم ہو رہا ہے۔ میں ذمے داری قبول کرنے کو تیار ہوں۔ تم کہہ دینا کہ گھبراہٹ میں لیون سے بٹن دب گیا تھا۔"

میں نے احمد رش کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں جھنجلاہٹ تھی اور وہ مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔ مجھے احساس تھا کہ میں بہت بڑا خطرہ مول لے رہا ہوں۔ یہودی اپنی بقا کو موہوم سا غیر یقینی خطرہ لاحق دیکھ کر بھی بری طرح گھبرا جانے کے عادی تھے اور انسانی جانوں کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ' یہ بات وہ بہت عرصے سے مسلسل ثابت کرتے آرہے ہیں۔

"تمہیں صرف احکامات پر عمل کرنا ہے۔ اپنے کام سے کام رکھو۔" لاسکوف نے اپنے فلائٹ آفیسر کو ڈانٹا۔

اسی لمحے عقابی آنکھ نے پھر جبرائیل سے رابطہ کیا۔

"جبرائیل! ابھی ہم نے قبرص کے ایئر ٹریفک کنٹرول سے بات کی ہے۔ اس طیارے کے متعلق معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ یہ ایک سویلین لیئر جیٹ ہے۔ ماڈل ۲۳۔ اس کا رجسٹریشن فرانسیسی ہے۔ فلائٹ پلان کے مطابق اسے قاہرہ سے قبرص ' قبرص سے استنبول ' استنبول سے ایتھنز جانا ہے۔ طیارے پر چھ افراد سوار ہوئے ہیں جو بزنس مین ہیں۔ ان کے پاسپورٹ فرانسیسی ہیں۔ ہم نے قبرص سے ان کی فریکوئنسی معلوم کرلی ہے اور ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

ہمارے ریڈیو پر اشارات موصول ہو رہے تھے مگر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں ابھی انہیں اور پریشان کرنا چاہتا تھا۔

چند لمحے بعد لاسکوف نے عقابی آنکھ سے رابطہ کیا "کیا رہا تمہاری کوشش کا؟" وہ بھنایا ہوا تھا "اب وہ صرف ۱۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے مسئلہ کیا ہے آخر؟ فریکوئنسی مل گئی ہے تو رابطہ کیوں نہیں کرتے ؟"

"ہم کوشش کر رہے ہیں۔"

لاسکو نے باری باری کانکرڈ ۰۱ اور ۰۲ کے پائلٹوں سے رابطہ کیا "ایئر ٹریفک کنٹرول سے رابطہ کر کے اپنا راستہ شمال کی طرف بدلنے اور ۱۹۰۰۰ فٹ کی بلندی پر جانے کی اجازت مانگو۔"

۰۱ کے پائلٹ نے ایئر ٹریفک کنٹرول سے اس سلسلے میں بات کی۔ مجھے خوشی ہو رہی تھی کہ ہم ہر مرحلے پر ان کی آواز سن رہے ہیں۔ یہ میرے لگائے ہوئے بگس کا کمال تھا۔

"اس وقت ٹی ڈبلیو اے کا ایک بوئنگ ۷۴۷ اور لفت ہنسا کا ایک بوئنگ ۷۰۷ اوپر موجود ہیں۔ تمہیں پانچ منٹ بعد اس بلندی پر پرواز کی اجازت مل سکتی ہے۔" ایئر کنٹرول سے جواب ملا۔

یہ جواب لاسکوف کو پہنچا تو اس کا دماغ گھوم گیا۔ اس نے اپنے اسکواڈرن میں کسی سے بات نہیں کی البتہ انٹر کام پر اپنے فلائٹ آفیسر لیون سے کہا "لیون... ٹارگٹ انگیج کرنے کی تیاری کرو۔" پھر اس نے عقابی آنکھ سے رابطہ کیا "عقابی آنکھ... اگر یہ طیارہ اپنی شناخت نہیں کرائے گا تو ساٹھ سیکنڈ سے زیادہ فضا میں نہیں رہ سکے گا۔"

"راجر جبرائیل!" عقابی آنکھ سے جواب ملا "ہم رابطہ نہیں کر پا رہے ہیں۔ میں مزید کچھ نہیں کر سکتا۔ مجھے تمہاری پوزیشن کی نزاکت کا بھی احساس ہے۔ جو مناسب سمجھتے ہو ' وہ کرو۔"

گراؤنڈ کنٹرول سے جنرل طلمان نے کہا "میں تمہارے ساتھ ہوں جبرائیل! کوئی گڑبڑ ضرور ہے اس معاملے میں۔ اگر لیئر جیٹ کا ریڈیو خراب ہو گیا تھا تو اسے واپس جا کر اسکندریہ میں لینڈ کر لینا چاہئے تھا۔ اور اگر ریڈیو ٹھیک ہے تو وہ جواب کیوں نہیں دے رہے ہیں۔ ان سے رابطے کے دوران پہلے فرانسیسی میں ' پھر انگریزی میں ' پھر پرواز کی بین الاقوامی زبان میں اور آخر میں عربی میں بات کی گئی۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ کوئی گڑبڑ ہے ضرور۔"

اسلام کے خاموش مبلغوں (اولیاء اللہ) کے پراثر واقعات کا مجموعہ
برصغیر کی مشہور مصنفہ ضیا تسنیم بلگرامی کے قلم سے
روشنی کے مینار
شائع ہو چکا ہے
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب کریں۔ یا براہ راست ہمیں لکھیں
مکتبۂ نفسیات۔ پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

"راجر!" لاسکوف نے کہا۔ پھر انٹر کام میں بولا "وہ ہے کہاں ؟"

لیون کا جواب سنائی دیا "۶۵ کلومیٹر دو... اور بلند ہو رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹارگٹ انگیج کر دو۔"

"رائٹ جنرل۔"

میرے خیال میں رابطہ کرنے کا وقت آگیا تھا۔ میرے رابطے کے دوران ہی ۰۲ کے پائلٹ بیکر نے ریڈیو پر لاسکوف کو اس رابطے سے مطلع کیا۔ لاسکوف نے فوری طور پر لیون کو کارروائی سے روک دیا۔

بیکر اب پھر لائن پر موجود تھا۔

"ایل ال کانکرڈ ۰۱ اور ۰۲۔ ہم لیئر جیٹ نمبر فائیو فور سے بول رہے ہیں۔ تم سن رہے ہو ؟"

"ہاں۔ ہم سن رہے ہیں۔" دوسری طرف سے پائلٹ نے جواب دیا۔

"میری بات توجہ سے سنو" میں نے کہا "میں تمہیں بے حد اہم اطلاعات فراہم کر رہا ہوں۔"

دوسرے ریڈیو پر جنرل لاسکوف کی آواز ابھری "میرا خیال ہے ' وہ وقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیون ' جیسے ہی میں ہاتھ اٹھاؤں ' میزائل فائر کر دینا۔"

"دونوں کانکرڈ طیاروں کی دموں میں ریڈیو سے کنٹرول ہونے والے بم فٹ ہیں" میں نے جلدی سے کہا۔ صورتِ حال ہمارے لئے بھی نازک ہوتی جا رہی تھی۔ مگر میں جانتا تھا کہ اگر سب کچھ میرے منصوبے کے مطابق ہو گیا تو صورتِ حال پوری طرح ہمارے قابو میں ہوگی اور یہودی بوکھلائے ہوئے ہوں گے۔ ان کی قوتِ فیصلہ اور ان کے اعصاب جواب دے چکے ہوں گے۔ میں نے اپنے دھماکا خیز الفاظ کو زیادہ موثر بنانے کے لئے توقف کیا۔ پھر میں نے ریڈیو پر کہا "اس سلسلے میں شک کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ ۰۱ میں یہ بم سینٹ نزائر میں فٹ کیا گیا تھا اور ۰۲ میں تولوس میں۔ یہ بھی سن لو کہ بم گیارہ نمبر فیول ٹینک کے منہ پر فٹ کیا گیا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تمہاری حفاظت کے لئے الیف ۱۶ طیاروں کا ایک اسکواڈرن تمہارے ساتھ پرواز کر رہا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر مجھے ان کی طرف سے میزائلوں کا دھواں اپنے جہاز کی طرف بڑھتا دکھائی دیا تو میں ریڈیو ڈیٹونیٹر کا بٹن دبا کر دونوں کانکرڈ تباہ کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں ہچکچاؤں گا۔ سمجھ گئے میری بات ؟"

کو پائلٹ نے چیخ کر بہت گندی گالی دی۔

"میں زبانی جمع خرچ کا قائل نہیں ہوں" میں سرد لہجے میں کہا "میں گالی کا جواب بھی دوں گا تو عملی طور پر..."

"ہم سمجھ گئے" پائلٹ نے جلدی سے مداخلت کی۔ رابطہ منقطع ہو گیا۔

پائلٹ بیکر نے فوراً ہی پیسنجر اناؤنسمنٹ کا بٹن دبایا اور بڑے ہموار لہجے میں کہا "مسٹر ہیسنو ' جنرل ڈوبکن اور مسٹر برگ کاک پٹ میں تشریف لے آئیں۔ یہ ایمرجنسی ہے۔"

میں جنرل لاسکوف کی مایوسی کا تصور کر سکتا تھا۔ ڈینگیں مارنے والوں اور خود پر حد سے زیادہ اعتماد کرنے والوں کا یہی حشر ہوا ہے۔ میں نے تصور میں اسے دیکھا۔ اس کا سر سینے پر ٹکا ہوا ہوگا۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا ہوگا۔ دونوں جہازوں کی حفاظت کے لئے اس نے کیسے کیسے محتاط منصوبے بنائے تھے۔ پھر اس نے دوربین اٹھا کر جائزہ لیا ہوگا۔ لیکن ہم محفوظ پوزیشن میں تھے۔ کم سے کم سولہ کلومیٹر تک مار کرنے والے میزائل کی حد کے اندر اور زیادہ سے زیادہ آٹھ کلومیٹر تک فائر کرنے والے سائیڈ ونڈر کی حد سے باہر۔ اس کے علاوہ اب ہم ۹۰ درجے کے زاویے پر کانکرڈ کے سائے میں پرواز کر رہے تھے۔ ہم نے منصوبہ بندی کرتے وقت تمام جزئیات ذہن میں رکھی تھیں۔

ہمارا ایک ساتھی خود دوربین سنبھالے بیٹھا تھا۔

یہ جو آٹھ کلومیٹر اور سولہ کلومیٹر کے درمیان کا محفوظ فاصلہ تھا جس میں کسی طیارے کو نشانہ بنانا ممکن نہیں ہوتا تھا اسی نے مغرب کے جرنیلوں کو ہمیشہ پریشان رکھا تھا۔ لیکن عام طور پر کسی بھی صورتِ حال میں وہ سنگین ثابت نہیں ہوتا تھا۔ میں نے منصوبہ بندی کرتے وقت اس کمزوری سے بطور خاص فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا تھا۔ کانکرڈ کی آڑ لینا اضافی احتیاط تھی۔ اب میزائل چلاتے وقت انہیں دس بار سوچنا پڑتا کیونکہ ان کی ذرا سی غلطی ان کے ہی جہاز کو نقصان پہنچا دیتی۔ اور اس جہاز میں تمام افراد وی آئی پی تھے۔

ریڈیو سے ابھرنے والی لاسکوف کی آواز نے مجھے چونکا دیا وہ اپنے فلائٹ آفیسر لیون سے کہہ رہا تھا "سائیڈ ونڈر تیار کرو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ رینج میں آجائے۔"

میں جانتا تھا کہ وہ یونہی آس لگا رہا ہے۔ درحقیقت وہ ہم سے یہ امید نہیں رکھ سکتا تھا۔ ہم کانکرڈ سے قریب تر ہو کر پرواز کر رہے تھے ہم نے کانکرڈ ۰۲ کے ۱۵۰ میٹر نیچے اور اس کی چونچ سے ذرا آگے پوزیشن لی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ ایف ۱۶ طیاروں کے اسکواڈرن کے لئے ہمیں پوری طرح سے دیکھنا بھی آسان کام نہیں تھا۔ نشانہ بنانا تو بہت دور کی بات ہے۔

پائلٹ بیکر ' ہیسنو ' ڈوبکن اور برگ کو صورتِ حال سمجھا رہا تھا۔ امریکن ملٹری اتاشی ٹام رچرڈسن اور سی آئی اے مین جان میکلیو ر بھی بن بلائے کاک پٹ میں آگئے تھے۔ میرے خیال میں انہوں نے بھی ہمارے لیئر جیٹ کو دیکھا ہوگا اور انہیں گڑبڑ کا احساس ہو گیا ہوگا۔

"مجھے پان ایم کی پرواز سے وطن واپس جانا چاہئے تھا" بیکر کی رپورٹ سن کر جان میکلیو نے صرف اتنا کہا۔ وہ تعطیلات پر وطن جا رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

برگ نے بیکر سے کہا "وزیر خارجہ کو بلا لاؤں ؟"

"نہیں ۔ میں سیاست دانوں کے زیرِ ہدایت کام نہیں کرنا چاہتا ۔ فیصلے یہیں ہونے ہیں اور اس صورتِ حال میں جمہوری اصول کام نہیں آتے ۔ بس آپ لوگ الرٹ رہیں مسٹر ہیمسنو ' ایک بات بتائیں ۔ یہ بلف تو نہیں ۔ کیا واقعی طیارے میں بم نصب ہونا ممکن ہی ؟"

کچھ دیر خاموشی رہی ۔ شاید ہیمسنو سوچ رہا تھا ۔ لاڈ ایئرپورٹ کے کانفرنس روم میں جو کچھ اس نے کہا تھا ' مجھے یاد تھا ۔ اس نے کہا تھا کہ جب سے ہمیں طیاروں کا قبضہ ملا ہے ' وہ ایک منٹ کے لئے بھی میرے سیکورٹی اسٹاف کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوئے ہیں ... اب وہ سوچ رہا ہوگا کہ قبضے میں آنے سے پہلے ...

"ہاں ۔ یہ ممکن ہے ۔ آئی ایم سوری " ہیمسنو نے میرے خیال کی تائید کردی ۔ اس وقت وہ خود کو دنیا کا سب سے بڑا احمق سمجھ رہا ہوگا ۔

بیکر نے لاسکوف سے رابطہ کیا " اب ہمیں کیا کرنا ہے جبرائیل ؟"

"پلیز اسٹینڈ بائی " جواب ملا ۔

میں نے کانکرڈ ۲۰ کی فریکوئنسی ملائی " میری بات غور سے سنو مسٹر ۔ اپنے محافظ اسکواڈرن کو خبردار کردو ۔ میرا ایک آدمی دوربین لئے بیٹھا ہے ۔ اگر انہوں نے کوئی چالاکی دکھائی تو دونوں کانکرڈ طیاروں کو کوئی نہیں بچاسکے گا ۔ مجھے زندگی کی کوئی پروا نہیں ۔ میں اسلام کا سپاہی ہوں ۔ شہادت کا آرزو مند ۔ تمہیں اڑانے کے لئے مجھے صرف ایک بٹن دبانا ہوگا ۔"

"اس کے لئے تمہیں اسکواڈرن لیڈر سے بات کرنا چاہئے ؟"

پائلٹ نے جواب دیا ۔

"اس کی فکر نہ کرو ۔ میں اس سے بھی بات کرلوں گا ۔ تمہیں صرف صورت حال کی سنگینی کا احساس دلانا چاہتا تھا "

پھر میں نے جنرل لاسکوف سے رابطہ کیا " میں لیئرجیٹ سے بول رہا ہوں ۔ میری بات توجہ سے سنو ۔ میں تمہیں اپنے اسکواڈرن سمیت واپس جانے کا حکم دے رہا ہوں ۔ تمہارا یہاں کوئی کام نہیں ۔ ساٹھ سیکنڈ کے اندر اندر واپس چلے جاؤ ' ورنہ مجھے تم پر اپنی سنجیدگی ثابت کرنے کے لئے کانکرڈ ۱۰ کو اڑانا پڑے گا " میں نے جواب کا انتظار کئے بغیر رابطہ منقطع کردیا ۔

اوڈار نے فوراً ہی لاسکوف سے رابطہ کیا " اب کیا کیا جائے جبرائیل ؟"

دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا ۔ لاسکوف شاید اپنی بوٹیاں نوچنے میں مصروف تھا ۔

"بتاؤ نا جبرائیل ۔ ہمیں کیا کرنا ہے " اوڈار نے دہرایا ۔

میں نے مداخلت کی " کانکرڈز ... میرا خیال ہے ' تم اپنے محافظوں سے بات کررہے ہو ۔ میں تمہیں بتادوں ۔ اب صورت حال تم لوگوں کے حق میں کسی بھی طرح بہتر نہیں ہوسکتی ۔ محافظ اسکواڈرن کی واپسی کی مہلت ختم ہونے میں صرف پندرہ سیکنڈ باقی ہیں " میں نے رابطہ منقطع کردیا ۔

چند لمحے بعد لاسکوف نے ہم سے رابطہ کیا ۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ ہم سے براہِ راست مخاطب تھا " لیئر ... میں محافظ اسکواڈرن کا لیڈر بات کررہا ہوں ۔ ہم واپس نہیں جائیں گے ۔ میں دہرا رہا ہوں ... ہم کسی قیمت پر واپس نہیں جائیں گے ۔ ایک صورت یہ ہے کہ ہم سب لاڈ ایئرپورٹ کی طرف پلٹ رہے ہیں ۔ تمہارا جی چاہے تو ہمارے پیچھے آؤ اور لاڈ پر شوق سے اترو ۔ اگر تم اس ہدایت پر عمل نہیں کروگے تو میں .. " وہ ہچکچایا ۔ شاید وہ ... تمہیں انگیج کرلوں گا ... کہنا چاہتا تھا ۔ مگر صورتِ حال ایسی نہیں تھی ۔ چنانچہ اس نے دانت پیستے ہوئے اپنی بات پوری کی " میں ... میں تمہیں ختم کردوں گا "

مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی " سنو جنرل ... تمہارا وقت پورا ہوچکا ہے ' اس لئے دیوانوں جیسی گفتگو کررہے ہو ۔ عزت سے واپس چلے جاؤ ' ورنہ ان اموات کے ذمے دار تم ہوگے "

اسی وقت احمد رش ریڈیو پر بول پڑا " لاسکوف ... تم سب کتے کی موت مارے جاؤگے ۔"

کانکرڈ ۲۰ پر وہ گفتگو سنی جارہی تھی کیونکہ ہیمسنو نے بیکر سے کہا " بیکر ... میں یہ آواز پہچان گیا ہوں ۔ لاسکوف کو بتاؤ کہ لیئرجیٹ میں احمد رش موجود ہے ۔ اور وہ ایسا آدمی ہے کہ جو کچھ کہہ رہا ہے ' کر بھی گزرے گا ۔ لاسکوف سے کہو کہ واپس چلا جائے "

میں نے احمد رش کو گھور کر دیکھا ۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں یا میرے ساتھی پہچانے جائیں ۔

کانکرڈ ۲۰ پر رچرڈسن نے کہا " وہ ہمیں ختم نہیں کرنا چاہتے ' ورنہ اب تک طیارے اڑا چکے ہوتے ۔ یہ تو سیدھا سادا سا ہائی جیکنگ کا کیس ہے ۔ ان سے پوچھو کہ وہ چاہتے کیا ہیں ؟"

"ہاں ... یہ ٹھیک ہے " ڈونکن اور برگ بیک آواز بولے ۔

بیکر نے لاسکوف سے بات کی اور پھر ہم سے رابطہ کیا ۔

" تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو ؟"

اس بار رش نے ہی جواب دیا ۔ میں خاموش رہا ۔

"اس سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے کہ ہم کون ہیں ۔ ہمارا مقصد تمہیں کہیں لے جاکر یرغمال بنانا ہے ہماری ہدایات پر عمل کروگے تو کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے اب اگر محافظ اسکواڈرن واپس نہیں ہوگا تو میں کانکرڈ ۱۰ کو تباہ کرنے والا بٹن دبادوں گا ۔"

لیون نے انٹرکام پر لاسکوف سے کہا " جنرل ... اگر دونو جہازوں میں بم فٹ ہیں تو ہم کچھ بھی نہیں کرسکتے ۔ ہمیں واپس جانا ہی ہوگا ۔ ہاں ... اگر ہم واپس جانے کے بہانے کلومیٹر کا فاصلہ قائم کرکے اسے نشانہ بنانے کی کوشش کریں ..."

لاسکوف نے گراؤنڈ کنٹرول سے بات کی " کنٹرول ... میں واپس آرہا ہوں ۔"

جنرل طلمان کی آواز سنائی دی " جبرائیل ... غلطی میری ہی ہے ۔ وہ لوگ تو تمہارا نام بھی جانتے ہیں ۔"

"میرے خیال میں قصوروار ہم میں سے کوئی نہیں ۔ لیکن قصوروار ہمیں ہی ٹھہرایا جائے گا " لاسکوف کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی " مجھے یقین ہے کہ انہیں ہماری فریکوئنسی معلوم ہے ۔ کیسے ... یہ میں نہیں کہہ سکتا ۔ بہرحال وہ میری گفتگو سن رہے ہیں ۔ اب متبادل فریکوئنسی استعمال کی جائے "

پھر لاسکوف نے کانکرڈز سے رابطہ کرکے انہیں متبادل فریکوئنسی استعمال کرنے کو کہا ۔ پھر اس نے کہا " ہم تمہیں چھوڑ کر واپس نہیں جائیں گے ۔ ہوسکتا ہے ' ان کے پاس متبادل فریکوئنسی بھی ہو ۔ مگر مجھے کوئی پروا نہیں ۔ میں بہرحال تم سے رابطہ رکھوں گا ۔ بات کروں گا ۔ عقابی آنکھ تم پر نظر رکھے گا اور ہم چند سو میل کا فاصلہ بڑھا کر تمہارے پیچھے چلتے رہیں گے ۔ کہیں نہ کہیں تو موقع ملے گا ۔ سمجھ رہے ہونا ؟"

میں مسکرایا ۔ اسے محض گمان تھا ۔ ہمیں درحقیقت ان کی ہر فریکوئنسی معلوم تھی ۔

احمد رش نے لاسکوف سے رابطہ کرکے کہا " اب مجھے یقین دلانا ہی پڑے گا ۔ تم اپنے ساتھیوں سمیت صرف فاصلہ نہیں بڑھاؤگے ۔ تمہیں واپس جانا ہے اور ہماری طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا ۔ میں جانتا ہوں ' تم شرافت کی زبان نہیں سمجھتے ۔ یہ لو ..."

اور اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھ سکتا ' اس نے ۱۰ والا بٹن دبادیا ۔

ایل ال ۱۰ سے نارنجی شعلے اٹھتے دکھائی دیے اور اس نے موت کا خوب صورت رقص شروع کردیا ۔

ایل ال ۲۰ میں چیخ وپکار مچ گئی ۔ کوئی شخص اپنی بیوی کو رو رہا تھا جو ۱۰ میں تھی ۔

میں نے جھپٹ کر دوربین اٹھائی اور تباہ ہونے والے طیارے کا جائزہ لینے لگا ۔ مجھے معلوم تھا کہ طیارے میں بم کس جگہ فٹ تھا اور اس سے کس قسم کی تباہی پھیلی ہوگی ۔ طیارے کو تباہ ہونے سے نہیں روکا جاسکتا تھا تاہم مجھے اندازہ تھا کہ جدید ترین کانکرڈ کا کمپیوٹر ابھی تک کام کررہا ہے ۔ کمپیوٹر جو انسان کی مایہ ناز ایجاد ہے ' ایک مشینی دماغ ہے ۔ کسی جاندار کے دماغ کی طرح اسے بھی اندازہ ہوجاتا ہے کہ وہ خطرے میں ہے لیکن جاندار کا دماغ یہ اندازہ کرلیتا ہے کہ اسے پہنچنے والا زخم کس قدر کاری ہے ۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ دماغ کا رابطہ حسیات سے ہوتا ہے ۔ جاندار کے تمام حواس حسیات اپنی معلومات کا نچوڑ دماغ کو پیش کردیتی ہیں جن کے ذریعے وہ اس بات کا بخوبی اندازہ کرلیتا ہے کہ اسے پہنچنے والا نقصان کس نوعیت کا ہے ۔

مگر وہ ایک بے جان دماغ تھا ۔ ہر قسم کے محسوسات سے عاری ' اس مشینی دماغ کے پاس یہ تجزیہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ ایل ال ۱۰ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے ۔ وہ تو مشینی انداز میں اپنا فرض پورا کئے جارہا تھا ۔ اسے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ طیارے کا برقی اور ہائیڈرالک نظام فیل ہوچکا ہے چنانچہ اس نے برقی ہائیڈرالک نظام کی بحالی کے لئے متبادل طریقہ اختیار کیا ہوگا ۔ یہ صورت مزید تباہ کن تھی ۔ اس لئے کہ آگ کی زد میں آئے ہوئے طیارے کے ٹوٹے ہوئے ہائیڈرالک پائپوں میں مزید فیول پہنچ کر اس کی تباہی کو نزدیک تر کردیتا ۔

میں نے فضا میں آگ اور موت کا رقص پیش کرتے ہوئے طیارے کا جائزہ لینے کے بعد دوربین واپس رکھ دی ۔ اسرائیلی ایئرلائن کا پہلا کانکرڈ تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا تھا ۔ ۲۰ میں چیخ وپکار مچنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ اس کے مسافروں کو بھی ۱۰ کی تباہی کا یقین ہوگیا تھا ۔ ریڈیو پر آنے والی آوازوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ بہت سے مسافر ۲۰ کے کیبن میں گھس آئے ہیں ۔ وہ سب بیک وقت بول رہے تھے اس لئے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں تاہم ایک شخص کی آواز سب پر حاوی تھی اور وہ شخص اپنی بیوی کو رو رہا تھا جو ایل ال ۱۰ میں سوار تھی ۔

ایل ال ۲۰ ' ایل ۱۰ سے زیادہ دور نہیں تھا ۔ تباہ ہونے والے جہاز کے ٹکڑے اسے بھی نقصان پہنچا سکتے تھے ۔ پھر میں نے ۱۰ کے بہت سے جلتے ہوئے ٹکڑے اڑتے ہوئے دیکھے ۔ ۲۰ کے پائلٹ نے بھی دیکھے ہوں گے تبھی تو اس نے اپنے طیارے کو دیوانہ وار غوطہ دیا تھا ۔ فضا میں کانکرڈ کی ڈائیو بڑی خوبصورت تھی مگر یہ محظوظ ہونے کا وقت نہیں تھا ۔

۲۰ کے غوطہ لگاتے ہی اس سے آنے والی چیخ وپکار ایک لمحے کو تھمی ۔ کیبن میں موجود مسافر طیارے کے فرش پر گر پڑے ہوں گے اور سیٹوں پر بیٹھے مسافر بھی اتھل پتھل ہوگئے ہوں گے ۔ ۲۰ میں چھانے والا سناٹا محض لمحاتی تھا ۔ اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ شدت سے شور غل شروع ہوگیا ۔ اب اس طیارے کے مسافروں کو اپنی جانوں کی فکر لائق ہوگئی تھی ۔

"اپنی نشستوں پر سکون سے بیٹھے رہیں اور سیٹ بیلٹ کس لیں ' بیکر نے پبلک اناؤنسمنٹ سسٹم پر اعلان کیا ۔ "ہمارے طیارے کو فی الوقت کوئی خطرہ درپیش نہیں ہے ۔"

احمد رش نے اس بار ۲۰ سے رابطہ کیا " تمہارے محافظ اسکواڈرن نے مجھے انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کیا ہے " اس نے چیخ کر کہا ۔ اس کی آواز میں ہسٹیریائی تاثر تھا " کان کھول کر سن لو اگر تم لوگوں کو اپنی خیریت درکار ہے تو چپ چاپ میری ہدایات پر عمل کرو ورنہ تمہارے طیارے کا بھی وہی حشر ہوگا ۔

بیکر نے جواب میں کچھ کہنا چاہا تھا مگر ایسا معلوم ہوا کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہسنو نے مائیکرو فون اس سے جھپٹ لیا ہے۔ ریڈیو پر ہسنو کی آواز ابھری "رش... بد باطن درندے... میں جیک ہسنو بول رہا ہوں۔ قاتل، خونی... نیچے اترتے ہی میں تجھے اپنے ہاتھوں سے ختم کردوں گا۔ اس کے بعد عربی میں گالیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

ہسنو کی باتیں سن کر رش غصے میں آپے سے باہر ہوگیا تھا مگر جب وہ بولا تو اس کی آواز سے جذباتی ہیجان کا اندازہ کرنا مشکل تھا "بس تم خیریت سے لینڈ کر جاؤ ہسنو!" رش کہہ رہا تھا "لینڈ کرنے کے بعد پہلا نیک کام میں یہ کروں گا کہ زمین کو تمہارے ناپاک وجود سے نجات دلادوں گا۔"

جواب میں ہسنو کی گالیاں ابھریں۔ اس پر شاید کسی قسم کا دورہ پڑ گیا تھا اس کی گالیاں کسی صورت ختم ہونے میں ہی نہیں آرہی تھیں۔ پھر شاید بیکر نے اس سے مائیکرو فون چھین لیا تھا اور متبادل فریکوئنسی پر لاسکوف سے رابطہ قائم کیا تھا مگر دوسری طرف بلند آواز سے رونے کے سوا کوئی آواز نہیں آئی۔

"اب تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم اپنے محافظ کو بھول جاؤ اور میرے پیچھے آؤ" رش نے کہا۔

بیکر نے تمام ریڈیو آن کردیے "ان کے پاس ہماری ہر فریکوئنسی موجود ہے" اس نے ہذیانی لہجے میں کہا "اور ممکن ہے بہت طاقتور ٹرانس میٹر بھی موجود ہو۔"

میں سناٹے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ احمد رش نے جنونیوں والا کام کیا تھا۔ اس مہم کا انچارج میں تھا اور اس قسم کے مہمات میں ڈسپلن کی اہمیت کلیدی ہوتی ہے۔ احمد رش نے خود سری کا مظاہرہ کیا تھا جبکہ اسے ہر حال میں میرے تابع رہنا تھا وہ میرے کسی بھی حکم کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کا مجاز نہیں تھا کجا یہ کہ اس نے اپنے طور پر ایک انتہائی قدم اٹھالیا تھا۔

میں نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کیا اور احمد رش کو گھورنے لگا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے غصیلے لہجہ میں کہا تم نے ٹرانسمیٹر کیوں آف کردیا۔ میں ان سے بات کررہا تھا۔

"تم نے اس کو کیوں تباہ کیا؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"کیا میں نے تمہیں اس کا حکم دیا تھا؟"

"اسے تباہ کرنا ناگزیر ہوگیا تھا۔ اگر میں اسے تباہ نہ کرتا تو خود ہمیں بھی کوئی نقصان پہنچ سکتا تھا۔"

"یہ سوچنا تمہارا نہیں میرا کام ہے اور یہ مت بھولو کی اس مشن کا انچارج میں ہوں۔"

"لیکن تمہیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ تم اپنے ساتھ میری زندگی بھی داؤ پر لگادو۔"

"تم انتہائی جلد باز آدمی ہو رش! مجھے حیرت ہے کہ اس مہم کے لئے تمہارا انتخاب کیوں کیا گیا؟"

"میں نے بہت سے کارنامے سرانجام دیے ہیں" احمد رش نے فخریہ لہجے میں کہا "اسرائیل سمیت دنیا کا ہر یہودی میرے نام سے کانپتا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن تم اس تحمل سے محروم ہو جو اس قسم کی مہمات کے لئے انتہائی ضروری ہوتا ہے۔"

"اگر اپنی زندگی بلاوجہ خطرے میں ڈالنے کا نام تحمل ہے تو میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں اس سے محروم ہوں۔ تمہیں تو شاید اپنی زندگی کی پروا ہی نہیں۔"

"تمہیں بھی نہیں ہونی چاہئے مسٹر رش! کسی بھی فدائی کو نہیں ہونی چاہئے۔ ہم نے تو اپنے سروں سے کفن باندھ رکھے ہیں۔ اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہوسکتی ہے کہ شہادت ہمارے قدم چوم لے۔"

"شہادت!" احمد رش نے طنزیہ لہجے میں کہا "کیا تم شہادت اور خود کشی میں فرق نہیں کرسکتے مسٹر علی؟"

"کرسکتا ہوں مسٹر رش! لیکن تم جہاد اور فساد کے درمیان تمیز کے شعور سے محروم ہو۔"

"کیا مطلب؟" احمد رش نے پہلو بدلا۔

"خدا کی راہ میں لڑنے کو جہاد کہا جاتا ہے اور بلاوجہ کشت وخون کرنا [illegible] زمرے میں آتا ہے۔ کیا سمجھے؟"

"تم میری توہین کررہے ہو" رش غصے سے کھول گیا۔

"اگر میں بروقت قدم نہ اٹھاتا تو وہ ہمیں ہٹ کرسکتے تھے۔ کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟"

"آتی ہے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن اتنی انسانی جانوں سے کھیلنے پر میں اپنا جہاز ہٹ کرانے کو ترجیح دیتا..."

"تمہاری منطق میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور یوں تم مجھے قائل نہیں کرسکو گے۔"

"تم نے محض اس وہم کی بنیاد پر کانکرڈ تباہ کردیا کہ وہ ہمارا جہاز ہٹ کردیں گے"

"یہ وہم نہیں، ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ کیا تم نے خود ان کی گفتگو نہیں سنی تھی؟"

"کاش تم نے مجھے موقع دیا ہوتا۔ وہ آسانی سے اتنا بڑا اقدام نہیں اٹھاسکتے تھے۔ ہمارا جہاز ہٹ کرنے سے پہلے وہ بہت کچھ سوچتے۔"

"اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنے سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ دشمن کو زندگی سے محروم کردیا جائے۔"

"اگر وہ ہمارا جہاز ہٹ کرنے کی حماقت کرتے تو ہم ان کے دونوں کانکرڈ تباہ کردیتے۔"

"میں نے تو ان کا ایک ہی طیارہ تباہ کیا ہے اور تم دونوں طیارے تباہ کرنے کی بات کررہے ہو؟"

احمد رش جس طرح مجھ سے جرح کررہا تھا اس سے صاف معلوم ہورہا تھا کہ وہ میری کوئی بات نہیں مانے گا لہٰذا اس سے الجھنا بے سود تھا۔ میں نے خاموشی اختیار کرلی۔

مجھے خاموش دیکھ کر احمد رش نے ٹرانسمیٹر آن کردیا۔ ریڈیو پر برگ کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی "مجھے وزیر خارجہ سے بات کرنی ہوگی۔ اب یہ بہت ضروری ہوگیا ہے۔"

"اور مسافروں کو بھی صورتِ حال سے آگاہ کردینا" ڈوبکن نے کہا۔

ٹام رچرڈسن نے کھنکار کر گلا صاف کیا "میرا خیال ہے اب ہمیں ان کی ہدایت پر عمل کرنا چاہئے۔"

"ہاں" ڈوبکن کی آواز آئی "اس کے علاوہ ہمیں ہر مسافر سے فرداً فرداً گفتگو بھی کرنی ہوگی۔ انہیں معلوم ہوجانا چاہئے کہ ہم کس قسم کے حالات سے دوچار ہیں۔ یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ زمین پر اترنے کے بعد ہمیں یرغمال بنالیا جائے گا یہ ضروری ہے کہ ہر شخص یرغمالی بننے کے لئے ذہنی طور پر پہلے سے تیار ہو۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت طویل اسیری ہوگی۔ کم از کم تمہارے لئے" ہسنو بولا۔

"اس کی فکر نہ کرو۔ میرا خیال ہے وہ خبیث تمہیں صرف دھمکی دے رہا تھا" رچرڈسن نے کہا۔

میکلیور نے بہت دیر بعد زبان کھولی "احمقانہ باتیں مت کرو رچرڈسن! احمد رش وہ شخص ہے جس نے ابھی چند لمحے قبل ہم سب کی آنکھوں کے سامنے پچاس افراد کو موت کی نیند سلادیا ہے۔ ہمیں کسی قسم کی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ اس نے مسٹر ہسنو کو دھمکی دی ہے تو اس پر عمل بھی کرے گا۔ وہ انہیں قتل کردے گا۔"

"میں بہت حقیقت پسند آدمی ہوں۔ شترمرغ کی طرح ریت میں گردن چھپانے کا عادی نہیں ہوں" ہسنو کا جواب تھا۔

احمد رش نے فاتحانہ انداز میں میری طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو "دیکھا، میرے اقدام سے وہ کس طرح سیدھے ہوگئے"

میں نے اسے نظرانداز کردیا۔ اب ہمارا رخ جنوب کی طرف تھا اور کانکرڈ ہمارے طیارے کے پیچھے آرہا تھا۔ ایف۔ ۱۶ طیاروں کے اسکواڈرن کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ یہ بات یقینی تھی کہ اب وہ ہمارا تعاقب کرنے کی ہمت نہیں کرسکتے تھے۔ احمد رش نے صورتحال کی سنگینی ان پر ثابت کردی تھی یہ اس کے اقدام سے میرا اختلاف اپنی جگہ، لیکن یہ حقیقت تھی کہ اس کی سفاکی کے نتائج مثبت نکلے تھے۔ ہم خطرات سے محفوظ ہوگئے تھے۔ مجھے یہ بات بھی اچھی نہیں لگی مجھے تو خطرات سے کھیلنے میں لطف آتا تھا۔

ادھر کانکرڈ میں ہسنو کے علاوہ تمام لوگ کاک پٹ سے باہر چلے گئے تھے، ہسنو بدستور کاک پٹ میں موجود تھا میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سے اندازہ لگا سکتا تھا کہ ہسنو شرمندہ ہے وہ اس سانحے کے لئے خود کو ذمے دار ٹھہرا رہا تھا اور اس کے لئے وی آئی پی مسافروں کا سامنا کرنا آسان نہیں تھا۔

○☆○

ہمارے طیارے کی بلندی تیزی سے کم ہورہی تھی۔ کانکرڈ بھی ہماری پیروی میں بلندی کم کرتا جارہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ہمیں ای ٹوڈی ریڈار پر صاف دیکھا جارہا ہوگا لیکن انتہائی کم بلندی پر پرواز کرنے کی صورت میں ہم اس جدید ترین ریڈار کی زد سے بھی نکل جاتے۔ مجھے یہ [illegible] معلوم تھا کہ ہم [illegible] اپنی بلندی کم کرتے دیکھ کر گرا[illegible] اس حکمت عملی سے آگاہ ہوتے رہے

اس وقت ہم سینائی کے ساحل پر پرواز [illegible] رفتار پیما کے مطابق ہمارا جہاز صرف دو سو پچاس کی [illegible] رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کم رفتار سے اڑنے پر کانکرڈ [illegible] انجن جواب دے جائیں گے۔ ہم نے بلندی بھی بے حد [illegible] کردی تھی۔ صرف تین سو فٹ کی بلندی پر پرواز کرتے رہنا کانکرڈ کے لئے ایک نیا اور دلچسپ تجربہ ثابت ہورہا ہوگا۔

"اتنی کم بلندی پر پرواز کرنے کے لئے بیکر کو طیارے کی چونچ جھکانی پڑی ہوگی تاکہ سامنے کا منظر اسے بخوبی نظر آسکے" میں نے احمد رش سے کہا۔

"اس نے جواب میں ایک قہقہہ لگایا "میں اپنے طیارے کی رفتار اور کم کررہا ہوں" اس نے کہا۔

"رفتار مزید کم مت کرنا رش!" میں نے تیزی سے کہا۔ "کانکرڈ کے انجن سیلز بھی ہوسکتے ہیں۔"

احمد رش پھر ہنسا "کیا مہیب پرندہ ہے مگر ہم نے اسے بکری بنا کر رکھ دیا ہے۔"

"تمہیں معلوم ہے اتنی کم بلندی اور اس قدر کم رفتار پر اڑنے کی وجہ سے کانکرڈ پر کیا گزر رہی ہوگی؟"

احمد رش نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ "طیاروں کے بارے میں میری معلومات بہت کم ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تم طیاروں کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔"

"اسی لئے تو مجھے اس مشن کا انچاج مقرر کیا گیا ہے" میں نے مسکرا کر کہا "اس وقت کانکرڈ طیارہ تقریباً چھ سو کلوگرام فی منٹ کے حساب سے ایندھن جلا رہا ہوگا۔"

رش کا منہ حیرت سے کھل گیا "چھ سو کلوگرام فی منٹ۔ اس نے حیرت سے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہاں" میں نے جواب دیا "اور انہیں طیارے کا توازن برقرار رکھنے کے لئے دس نمبر کے درمیانی ٹینک میں ایندھن بھرنا پڑے گا۔"

"مجھے یہ سب کچھ نہیں معلوم" رش بڑبڑایا "واقعی تمہاری معلومات حیرت انگیز ہے۔"

اس وقت ہم جس مقام پر پرواز کررہے تھے وہاں ہمارے دائیں جانب نہر سوئز تھی اور ہمارے نیچے درۂ متلا تھا۔ سامنے زمین کی سطح بتدریج بلند ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ کافی فاصلے پر صحرائے سینائے کے جنوب میں واقع پہاڑی سلسلہ نظر آرہا تھا۔ اس پہاڑی سلسلے میں واقع کوئی پہاڑی بھی ڈھائی ہزار فٹ سے زیادہ بلند نہیں تھی۔

دفعتاً ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔ کانکرڈ کا پائلٹ ہم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کررہا تھا۔

"رش! لیڈر! ہم اتنی نیچی پرواز نہیں کرسکتے" بیکر کی آواز سنائی دی "تم سن رہے ہو رش! کانکرڈ گر کر تباہ ہوجائے گا"

رش کوئی جواب دینے ہی والا تھا کہ میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ ہماری طرف سے کوئی جواب نہ پاکر بیکر نے پھر اپنی بات دہرائی اور اس کے بعد وہ برہم ہوکر گالیاں بکنے پر اتر آیا۔ میں نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کیا اور رش سے بولا۔

"بیکر کا کہنا درست ہے۔ پہاڑی سلسلہ شروع ہوچکا ہے طیارے کو بلند کرنا شروع کردو۔"

اس نے سر کو اثباتی جنبش دی اور ریڈیو آن کردیا۔ اب ہم جہاز کے کاک پٹ میں ہونے والی گفتگو دوبارہ سن سکتے تھے۔

"اس بات کے کیا امکانات ہیں کہ ہمارا زمینی عملہ ہماری نقل و حرکت سے واقف ہوگا؟" بھسنر کی آواز بہت دیر بعد سنائی دی تھی۔

"اس وقت سطح زمین سے ہماری بلندی تقریباً صفر کے برابر ہے" بیکر نے جواب دیا "اگر ای نوڈی ریڈار میں کسی قسم کا کمپیوٹر نصب ہے جو ارضی نشیب و فراز سے مبرا ہوکر اپنا کام جاری رکھ سکا ہے تاہم چونکہ ہم کافی دیر سے مصری علاقے پر محو پرواز ہیں اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ وہ اب بھی ہماری پوزیشن سے واقف ہوں گے۔"

"مانا کہ [illegible] ریڈار کی پہنچ سے باہر ہیں مگر مصری ریڈار [illegible] ہوں گے" بھسنر نے کہا۔

"[illegible] مشرقی سمت میں ہے اور وہ اسرائیل کی لائن [illegible] ہے" بیکر نے جواب دیا "ہمیں ریڈار پر تو نہیں دیکھا جاسکا ہوگا تاہم ممکن ہے کہ ہمیں بغیر ریڈار بھی دیکھ لیا گیا ہو۔ لیکن جب تک مصری حکام یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہوں گے کہ ہم کون ہیں اور کہاں سانحہ رونما ہوا ہے، ہم بحیرہ احمر پر پہنچ چکے ہوں گے۔"

"بحیرہ احمر پر؟" بھسنر کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"ہاں، جس رخ پر ہم پرواز کررہے ہیں اگر اسی سمت میں پرواز کرتے رہے تو بالآخر ہم بحیرہ احمر پر جانکلیں گے۔ اس وقت تک اگر کسی طرح مصری حکام اصل صورتِ حال سے آگاہ ہو بھی گئے تو وہ چاہنے کے باوجود بھی ہماری مدد نہیں کرسکیں گے اس وقت بھی نہیں کرسکتے۔ کیا سمجھے؟"

"سمجھ گیا" بھسنر کی آواز آئی "اب مجھے میزائل مارنے کے بارے میں لاسکوف کی تجویز یاد آرہی ہے۔ کاش اس تجویز پر عمل در آمد ہوگیا ہوتا۔"

"جو نہیں ہوسکا اسے رونا لاحاصل ہے۔ یہ سوچو کہ اب کیا کرنا ہے؟" بیکر نے کہا۔

"اگر ہم لاسکوف کے ریڈار پر ظاہر ہوسکیں تو کیا اس تجویز پر اب عمل نہیں ہوسکتا؟" بھسنر نے پوچھا۔

"عمل ہو کیوں نہیں سکتا لیکن اس کے لئے دو شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے"

"کون سی شرائط؟"

"نمبر ایک، ہم اندھیرا ہونے کے بعد تک پرواز کرتے رہیں۔ نمبر دو، ہم اس وقت تک لاسکوف کے ریڈار پر موجود رہیں۔"

"ریڈار پر موجود رہنے والی شرط تو سمجھ میں آتی ہے مگر اندھیرے والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"میزائل سے خارج ہونے والا غبار آنکھوں سے بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ اگر دن کے وقت کوئی ایسی کوشش کی تو وہ اس سے قبل ازوقت آگاہ ہوجائیں گے اور اس کے بعد کیا ہوگا اس سے ہم سب بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ جو حشر ۰۱ کا ہوا ہے وہی ۰۲ کا بھی ہوگا۔ کیا تم اپنی تباہی کی قیمت پر ان کی ہلاکت کا سودا کرسکو گے؟"

"ہرگز نہیں" بھسنر نے کہا "اس خطرے کی موجودگی میں یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا۔"

"اس کے علاوہ ایک خطرہ اور بھی ہے مسٹر بھسنر! ہمارے اور ان کے طیاروں کے درمیان بہت کم فاصلہ ہے۔ ریڈار اسکرین پر اتنا کم فاصلہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ اور ایسی صورت میں اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہوگی کہ ریڈار اسکرین کی مدد سے فائر کیا گیا میزائل ان کے طیاروں کے بجائے ہمارے طیارے کو ہٹ نہیں کردے گا۔"

"تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ اس تجویز پر عمل در آمد ہونا عملاً ناممکن ہے" بھسنر کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔

"اگر میں سادہ الفاظ میں یہ بات کہتا تو تم اتنی آسانی سے [illegible] اسے تسلیم نہ کرلیتے۔"

"خیر، میں جارہا ہوں۔ اب پریشر بلیک ہیڈ تک پہنچنے کی کوشش کرنے کے سوا اور کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی ہے" بھسنر نے کہا

"ضرور جاؤ" بیکر نے کہا "لیکن اس پر میں پہلے ہی غور کرچکا ہوں۔ جہاز کے اندر رہتے ہوئے پریشر بلیک ہیڈ تک پہنچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تاہم اگر تم جہاز کے دروازے سے باہر نکل کر جہاز کی دم تک پہنچنے کی ہمت کرسکو تو کامیابی تمہارے قدم چوم سکتی ہے"

میں نے بیکر کے ریمارک سن کر بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روکی۔ میرا فٹ کیا ہوا بم اور ٹرانسمیٹر ان کے لئے بہت بڑا مسئلہ بن گیا تھا۔ ان کے لئے اس تک پہنچنا کسی طرح ممکن نہیں تھا۔ لینڈنگ کے بعد وہ ممکن ہے اسے تلاش کرنے میں کامیاب ہوجاتے مگر اس وقت تک ہم اپنا کام کرچکے ہوں گے اور ہمیں ان چیزوں کی مزید ضرورت نہیں رہ جائے گی۔

احمد رش نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کیا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا "اب وہ لوگ بم تلاش کرکے اسے ناکارہ کردیں گے"

"بم تلاش کرنا تو بہت دور کی بات ہے رش! وہ اس حصے تک پہنچ ہی نہیں سکیں گے جہاں میں نے بم فٹ کیا ہے"

"کیا تم نے سنا نہیں کے بھسنر خود بم تلاش کرنے گیا ہے؟"

"احمقانہ باتیں مت کرو رش! میں نے بھسنر کی بات بھی سنی ہے اور اس پر پائلٹ کا تبصرہ بھی سنا ہے"

"ہمیں کوئی امکان نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ ممکن ہے وہ بم تک پہنچنے کی کوئی صورت نکال ہی لے"

"میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ اپنے حواس قابو میں رکھو" میں نے قدرے ناگواری سے کہا۔ اس کی اعصاب زدگی میرے لئے مسئلہ بنتی جارہی تھی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ ۰۲ کو بھی نہ اڑادے۔

اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری "ہم نے ان کے ٹرانسمیٹر کو جام کررکھا ہے۔ وہ کسی سے بھی رابطہ قائم نہیں کرسکتے۔ ان پر جھنجلاہٹ طاری ہونا فطری امر ہے"

"تم پر مایوسی اور ناامیدی حملہ آور ہورہی ہے رش! تمہارے لئے میرا مشورہ ہے کہ تم لاسکوف یا جنرل طلمان کو کسی فریکوئینسی پر تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ اگر وہ مل گئے تو مجھے یقین ہے کہ ان کی باتیں تمہارا حوصلہ پھر سے بلند کرنے میں معاون ثابت ہوں گی"

خلاف توقع رش نے بحث کئے بغیر میرے مشورے پر عمل کیا۔ اس نے سب سے پہلے لاسکوف کی فریکوئینسی پر طبع آزمائی کی۔ اس کی پہلی ہی کوشش کامیابی سے ہمکنار ہوئی لاسکوف اور جنرل طلمان آپس میں گفتگو کررہے تھے۔

"میں ایندھن لینے کے لئے ایلاط پر اتر رہا ہوں" لاسکوف کہہ رہا تھا "میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا اس لئے ایندھن بھرنے کی ساری تیاریاں مکمل کررکھو۔ اور ہاں، ایلاط سے پرواز کرنے کے بعد میں اس وقت تک لینڈ نہیں کروں گا جب تک کانکرڈ کا سراغ نہیں مل جائے گا لہٰذا اسٹیشن پر امریکن ٹینکر منگوالو تاکہ آئندہ ہمارے طیاروں میں فضا میں ہی ایندھن بھرا جاسکے۔ کانکرڈ کی تلاش میں چپہ چپہ چھان ماروں گا۔ میرے اسکوارڈن کے پائلٹ اور فلائٹ آفیسر باری باری آرام اور پرواز جاری رکھیں گے مگر زمین پر نہیں اتریں گے۔"

لاسکوف کی باتیں سن کر رش کے چہرے پر چھایا ہوا اضطراب کم ہوگیا تھا۔

"ایک منٹ صبر کرو جبرائیل! میں ذرا اپنے سامنے پھیلے ہوئے نقشوں پر ایک نظر ڈال لوں" جنرل طلمان کی آواز ابھری پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ بولا "کانکرڈ کے ہماری نظروں کے اوجھل ہونے کے آدھے گھنٹے بعد اس کی تلاش شروع کردی گئی تھی۔ اس آدھے گھنٹے کے دوران اس کی سمت میں کیا تبدیلی ہوئی ہم اس سے لاعلم ہیں۔ اس وقت سے اب تک کانکرڈ کو تقریباً پانچ سو کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے تلاش کیا جارہا ہے۔ چونکہ کانکرڈ کی سمت میں کوئی بھی تبدیلی ہوسکتی ہے لہٰذا اس کی سابقہ آخری رفتار کو مد نظر رکھتے ہوئے اس وقت ہمیں اس کی تلاش کے لئے ڈھائی سو کلومیٹر کے حلقے کو چھاننا ہوگا۔ تمہیں اندازہ ہے کہ اس طرح ہمیں کتنے رقبے میں انہیں تلاش کرنا پڑے گا؟"

"نہیں" لاسکوف کی آواز آئی "یہ خاصا لمبا حساب ہے۔ تم خود ہی بتادو"

"سارے اعداد و شمار میں نے کمپیوٹر کی مدد سے تیار کئے ہیں۔ اس وقت کانکرڈ کو تلاش کرنے کے لئے ہمیں ایک لاکھ چھیانوے ہزار مربع کلومیٹر فضا کو کھنگالنا ہوگا۔ اس میں ایک سو پچاس میٹر سے لے کر آٹھ کلومیٹر تک کی بلندی شامل نہیں ہے۔ ہر گزرنے والا منٹ ہماری تلاش کے مربع کلومیٹر اور مکعب کلومیٹر میں اضافہ کرتا چلا جارہا ہے۔ گم شدہ کانکرڈ کو تلاش کرنے کے لئے ہم نے ایک ہی دن میں غیر ملکی فضائی حدود کی بہت زیادہ خلاف ورزی کرلی ہے۔ مصریوں نے بے حد تحمل کا مظاہرہ کیا ہے مگر اب ان کا تحمل بھی جواب دے چکا ہے اور انہوں نے ہمیں اپنی فضا کی حدود سے نکل جانے کو کہا ہے۔ لہٰذا تم واپس آجاؤ۔ مصریوں نے کانکرڈ کی تلاش کے لئے اپنے طیارے فضا میں بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ ہمیں جلد ہی معلوم ہوجائے گا کہ کانکرڈ کہاں ہے۔"

"جب ہم اسے تلاش نہیں کرسکتے تو مصری اسے کیسے تلاش کرلیں گے؟ کیا وہ اتنی دل جمی سے اسے تلاش کرسکیں گے جتنی دل جمی کا مظاہرہ ہم کریں گے؟"

"واپس آجاؤ جبرائیل! مصریوں کے علاوہ اور بھی ذرائع استعمال کئے جارہے ہیں جن پر انحصار کیا جاسکتا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مجھے بتاؤ کہ کون کون سے ذرائع استعمال کئے جا رہے ہیں؟" لاسکوف نے بے صبری سے کہا۔

"واپس آ جاؤ گے تو تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا۔ اس قسم کی باتوں کے لئے ٹرانسیٹر غیر محفوظ ہے۔"

"یا تو تم مجھے بتاؤ ورنہ میں واپس نہیں آؤں گا۔" لاسکوف کے لہجے میں ہٹ دھرمی تھی۔

"امریکی مواصلاتی سیارے کے ذریعے طیارے کو تلاش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔" طلمان نے کہا اور احمد رش کے علاوہ میں بھی چونک پڑا۔ معاملہ اگرچہ بے حد اہم تھا مگر مجھے یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ بات مواصلاتی سیارے تک جا پہنچے گی۔

"اس کے علاوہ" طلمان مزید کہہ رہا تھا "یو۔۲ بنانے والی امریکن لاک ہیڈ کمپنی کے ایس آر اے کرافٹ بھی فضا میں بھیجے جا چکے ہیں جو آواز سے تین گناہ رفتار سے پرواز کرتے ہوئے جزیرہ نمائے سینائی کے ایک ایک چپے کی تصویریں اتار رہے ہیں۔"

"لیکن مواصلاتی سیارے اور ایس آر اے کی تصاویر کو سمجھنے میں کئی دن لگ جائیں گے۔" لاسکوف نے اعتراض کیا۔

"تمہارا کہنا درست ہے مگر یہ کچھ نہ کرنے سے تو بہتر ہی ہے۔ ہمارا سب سے بڑا ہتھیار وہ الیکٹرانک ڈیوائس ہے جسے امریکن نیشنل سیکیورٹی ایجنسی اور اسرائیلی انٹیلی جنس مشترکہ طور پر استعمال کریں گے۔ یہ الیکٹرانک آلہ ان لہروں کا سراغ لگائے گا جن کے ذریعے کانکرڈ کے ٹرانسیٹر کو جام کیا گیا ہے۔"

"یہ طریقہ بھی زیادہ کار آمد ثابت نہیں ہو سکے گا" لاسکوف کی آواز آئی۔ "اس لئے کہ لیئر اور کانکرڈ کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہوگا اور فاصلہ کم ہونے کے باعث کانکرڈ کا ٹرانسیٹر جام کرنے کے لئے لیئر سے بہت کم طاقت کے سگنل نشر کئے جا رہے ہوں گے۔ اتنے کم طاقت کے سگنل کا سراغ لگانا مشکل ہوتا ہے۔"

"اس کے امکانات کم سہی مگر کامیابی کے امکان کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔" جنرل طلمانی نے کہا۔ "اب تم واپس آ جاؤ۔"

"میں واپس آ رہا ہوں۔" لاسکوف کی آواز آئی اور رش نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانس میٹر آف کر دیا۔

"تم نے سنا علی؟" احمد رش نے کہا۔ "ان کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی ہے اور وہ ہمیں تلاش کرنے کے لئے کون کون سے ذرائع اختیار کر رہے ہیں۔"

"خوش قسمتی ہے ہماری۔" میں مسکرایا۔ "اتنے بڑے پیمانے پر شاید ہی کبھی کسی کو تلاش کیا گیا ہو۔"

"میں کہتا ہوں ہم زیادہ دیر ان کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکیں گے۔ جس طرح سے وہ ہماری تلاش کر رہے ہیں اس کے پیشِ نظر ہم کیا، کوئی سوئی بھی ان سے چھپی نہیں رہ سکتی۔"

"اگر وہ ہمیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے تب بھی کون سا فرق پڑ جائے گا؟" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"تمہیں صورتِ حال کی سنگینی کا ذرا بھی احساس نہیں ہے علی؟"

"وہ ہمیں تلاش کرنے کے باوجود ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ان کا کانکرڈ طیارہ ہمارے ایک اشارے کا محتاج ہے اور اب ذرا یہ معلوم کرو کہ ۰۲ پر کیا ہو رہا ہے؟"

رش نے ریڈیو آن کر دیا۔ کچھ دیر تک ہمیں فضول قسم کی گفتگو سننا پڑی اس کے بعد دفعتاً ہیسنو کی آواز سنائی دی وہ شاید ابھی ابھی کاک پٹ میں داخل ہوا تھا۔

"میرے کمانڈوز نے اپنے چاقوؤں سے دیواروں کا سارا پلاسٹک چھیل ڈالا مگر طیارے کی فولادی دیواروں سے گزرنے کا کوئی راستہ نہیں ملا۔"

"یہ بات تو میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دی تھی۔" بیکر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ہاں، لیکن بم کو ناکارہ کرنے کی ترکیب میری سمجھ میں آ گئی ہے۔" ہیسنو کی آواز میں جوش جھلک رہا تھا۔

یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ بیکر پر اس اطلاع کا کیا ردِ عمل ہوگا لیکن رش تو میرے سامنے تھا۔ اس کے چہرے کی رنگت متغیر ہو گئی تھی۔

"سنو، بم سے منسلک ریڈیو کے لئے توانائی کے حصول کا ذریعہ دم پر نصب نیوی گیشن لائٹس ہیں۔" ہیسنو کہہ رہا تھا۔ "انہیں بجھا دو، ہم محفوظ ہو جائیں گے۔"

"تمہارا اندازہ درست بھی ہو سکتا ہے۔" بیکر نے کہا۔ "رش نے نیوی گیشن لائٹس جلائے رکھنے کو کہا تھا حالانکہ کوئی بھی طیارہ پرواز کے دوران انہیں بجھاتا نہیں۔"

"اس کے اصرار سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی کہ میرا اندازہ درست ہے۔"

"لیکن توانائی کے حصول کے لئے نیوی گیشن لائٹس کے علاوہ اور بھی ذرائع ہیں۔ دم میں موجود تمام ہائیڈرالکس برقی رو سے چارج ہوتے ہیں جن میں دم کا بمپر وھیل اور رڈر بھی شامل ہیں۔ میں نیوی گیشن لائٹس آف کر سکتا ہوں۔ دم کے بمپر وھیل کی سپلائی بھی منقطع کر سکتا ہوں مگر میں رڈر کی سپلائی بند نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ رڈر کے بغیر اڑان کا تصور بھی محال ہے۔"

"میں نے بھی اس پہلو پر غور کیا تھا کہ نیوی گیشن لائٹس کے ذریعے توانائی حاصل کی جا سکتی ہے۔" فلائٹ انجینئر کی آواز سنائی دی۔ "مگر ریڈیو سے کنٹرول ہونے والے

ہر بم کے ساتھ عموماً ایک بیٹری بھی منسلک ہوتی ہے اور وہ دم میں موجود کسی بھی ذریعے سے چارج ہو سکتی ہے۔ اگر وہ بیٹری برسوں قبل بھی نصب کی گئی ہو تب بھی طیارے کا انجن اسٹارٹ ہوتے ہی وہ بیٹری چارج ہو گئی ہوگی۔"

فلائٹ انجینئر کے انکشاف نے سب کو دم بخود کر دیا تھا۔ کوئی کچھ نہیں بولا پھر ہیسنو کی آواز ابھری۔ "یہ ایک مفروضہ ہے جو غلط بھی ہو سکتا ہے۔"

"قطعی ضروری نہیں کہ میرا اندازہ درست ہی ہو۔ ممکن ہے اس بم کے ساتھ کوئی بیٹری نصب نہ کی گئی ہو لہٰذا یوں کرتے ہیں کہ نیوی گیشن لائٹس آف کئے دیتے ہیں۔ بمپر وھیل کی سپلائی بھی منقطع کر دیتے ہیں اور پھر ہم یہاں سے نکل چلتے ہیں۔ ممکن ہے طیارہ اڑا دیا جائے۔ ممکن ہے کچھ بھی نہ ہو" "کیا خیال ہے ... تجربہ کیا جائے۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ کسی میں اتنا بڑا رسک لینے کی ہمت نہیں تھی۔ ادھر احمد رش مطمئن ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

ہیسنو نے جلد ہی خود کو سنبھال لیا۔ "اگر ہم کیبن کا کوئی حصہ اکھاڑنے میں کامیاب ہو جائیں اور اس کے نیچے موجود تاروں کا جال اور انسولیشن بھی ہٹا دیں تو ہم سامان والے کمپارٹمنٹ میں اتر سکیں گے۔ لگیج کمپارٹمنٹ میں پہنچنے کے بعد بلک ہیڈ سے گزر کر دم والے حصے میں پہنچنا خاصا آسان ہو جائے گا۔"

"میں ایسے لوگوں کو سخت ناپسند کرتا ہوں جو میرے طیارے میں سوراخ کرتے پھریں۔" بیکر بڑبڑایا۔

"کیا کہہ رہے ہو؟" ہیسنو نے کہا۔ شاید وہ بیکر کی بات سمجھ نہیں سکا تھا۔

"تمہیں شاید معلوم نہیں کہ لگیج کمپارٹمنٹ پریشرائزڈ ہے اور اس کے بلک ہیڈ کی موٹائی کیبن کے بلک ہیڈ کی موٹائی سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ اگر تم اس سے گزر سکو تو بھی میں طیارے میں کوئی سوراخ ہونا پسند نہیں کروں گا۔ طیارے کے فرش کے ذریعے آمدورفت کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔ اس میں بہت سے تار ہیں کوئی بھی نقصان ہو سکتا ہے۔"

"تب تو تم یہ بھی پسند نہیں کرو گے کہ ہم گولیوں سے بارود نکال کر دھماکے سے پریشر بلک ہیڈ میں سوراخ کر دیں۔"

بیکر نروس سے انداز میں ہنسا۔ "اس بحرانی صورت میں تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے؟" اس نے کہا۔

"یہ تجویز کچھ دیر قبل میرے ایک آدمی نے پیش کی تھی۔ اس وقت میں نے اس کی مخالفت کی تھی۔"

ہیسنو کی پیش کی ہوئی تجویز انتہائی احمقانہ تھی مگر میں اس کے محسوسات کو سمجھ سکتا تھا۔ اگر وہ طیارے کو اس بحران سے نہ نکال پاتا تو وہ شاید زندہ رہنے پر موت کو ترجیح دیتا۔ ایسا شخص کوئی بھی انتہائی اقدام کر سکتا تھا۔ یہ بیکر کا کام تھا کہ اسے ایسی کوئی تجویز پر عمل کرنے سے روکے۔

"آپ اس طیارے کو بچانے کے لئے جو کوششیں کر رہے ہیں ان کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں مسٹر ہیسنو،" بیکر کی آواز سنائی دی۔ "لیکن اس طیارے کے کپتان کی حیثیت سے میں ایسی کسی بھی تجویز کو ویٹو کرنے کا اختیار رکھتا ہوں جس پر عمل کرنے سے طیارہ یا اس کے مسافروں کی جان کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو۔ جب تک ہم فضا میں ہیں میں کمانڈر ہوں۔ نہ تم، نہ برگ اور نہ ہی وزیر خارجہ۔ صرف میں۔ سمجھے تم؟" اس کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی پھر بیکر دوبارہ بولا۔ "ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ بہتر یہی ہوگا کہ ہم تحمل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انتظار کریں۔ ہمارا طیارہ تقریباً دو گھنٹے مزید پرواز کر سکتا ہے۔ ممکن ہے اس دوران میں بہتری کی کوئی صورت نکل آئے۔"

○☆○

جزیرہ نما سینائی سے گزرنے کے بعد ہمارا رخ بدستور بحیرہ احمر کی طرف تھا لیکن پھر ہمارا لیئر طیارہ بائیں جانب مڑا اور ہمارا رخ سعودی عرب کی جانب ہو گیا۔ کسی کو ہماری منزل سے متعلق کچھ علم نہیں تھا۔ کسی کو علم ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ اس راز سے صرف چند افراد ہی واقف تھے اور ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جس کی طرف سے افشائے راز کا خطرہ رہا ہو۔

بحیرہ احمر پر نیچی پرواز کرتے ہوئے اپنی جھکی ہوئی چونچ اور پروں کی وجہ سے کانکرڈ کسی ایسے بڑے بحری پرندے کی مانند نظر آ رہا تھا جو پانی پر اترنے کی کوشش تو کر رہا ہو مگر کسی وجہ سے اتر نہ پا رہا ہو۔

پھر سعودی عرب کا ساحل آیا اور تیزی سے گزر گیا۔ اب ہم سعودی عرب پر پرواز کر رہے تھے۔ یہاں تاحد نگاہ زمین ہموار نظر آ رہی تھی۔

"جزیرہ نمائے سینائی سے نکل آنے پر بیکر نے شکریہ ادا کیا ہوگا" میں نے رش سے کہا۔

"کیوں، وہاں اسے کیا تکلیف تھی اور یہاں کیا آرام ہے؟" رش نے غرا کر کہا۔

"سینائی کی پہاڑیوں پر کانکرڈ کو اتنی کم بلندی پر اڑانا آسان نہیں تھا۔ بیکر نے ثابت کر دیا کہ وہ ایک ماہر پائلٹ ہے۔"

"اس نے کوئی کارنامہ تو بہرحال نہیں کیا ہے۔ جتنی بلندی پر وہ تھا اتنی ہی بلندی پر میں بھی طیارہ اڑا رہا تھا۔"

"اس ننھے لیئر جیٹ کو اس عظیم الجثہ کانکرڈ سے ملا دینا تمہارا ہی کمال ہے رش! یہ ہر ایک کی بس کی بات نہیں ہے۔"

رش نے برا سا منہ بنایا مگر کچھ بولا نہیں۔ اپنی احمقانہ بات کے جواب میں وہ جو کچھ بھی سنتا کم ہوتا۔ اور اسے اس بات کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

احساس بھی تھا۔

"میرا خیال ہے تم اتنا پیچیدہ راستہ خواہ مخواہ اختیار کر رہے ہو۔" دفعتاً رش نے کہا۔ "اس وقت ہم کسی کی نظروں میں بھی نہیں ہیں۔ اگر سیدھے اپنی منزل کی طرف نکل چلیں تو کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی۔"

"تم پھر بحث کرنے لگے رش! ہم طے شدہ راستے پر ہی سفر کریں گے۔ کانکرڈ کا ایندھن ختم کرانا بے حد ضروری ہے۔"

"اگر تم کہو تو میں زیادہ بلندی پر پرواز کروں؟" رش نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے سختی سے کہا۔ "ہم پانچ سو فٹ سے زیادہ پر ہرگز پرواز نہیں کر سکیں گے۔"

"تو پھر رفتار بڑھانے کی اجازت دو۔ آخر ہم کب تک اس جیٹ کو گدھا گاڑی کی طرح چلاتے رہیں گے؟" اس نے جھنجلا کر کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"ٹھیک ہے، تم رفتار میں اضافہ کرسکتے ہو۔" میں نے کہا اور رش نے ایک دم ہی طیارے کی رفتار بڑھادی اور آٹھ سو کلو میٹر کی رفتار سے پرواز کرنے لگے۔

زمین سے صرف پانچ سو فٹ کی بلندی پر اتنی تیز رفتاری کانکرڈ کے لئے بہت زیادہ خطرناک تھی مگر یہ ضروری تھا۔ بلندی پر جانے کی صورت میں ہم کسی بھی ریڈار کی زد میں آسکتے تھے اور اگر اپنی رفتار کم رکھتے تو منزل تک پہنچنے سے قبل ہی کانکرڈ کا ایندھن ختم ہوجانے کا اندیشہ تھا۔

سامنے کچھ فاصلے پر ہمیں بدو اونٹوں پر سوار نظر آئے وہ اپنے سر اٹھاکر حیرت سے دونوں طیاروں کو دیکھ رہے تھے۔ مغرب کی طرف جھکتے ہوئے سورج کی روشنی میں ان پر ہمارے طیاروں کے سائے پڑے اور پھر چنگھاڑتے ہوئے ان کے سروں پر سے گزر گئے۔ میں نے ہاتھ بڑھاکر ریڈیو آن کردیا کانکرڈ سے فلائٹ انجینئر کی آواز آئی۔

"ہمارے پاس ایک گھنٹہ پچاس منٹ پرواز کرنے کا ایندھن موجود ہے۔"

پائلٹ بیکر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر شاید ڈوبکن کاک پٹ میں داخل ہوا تھا۔ "حالات کیسے چل رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"حالات بدستور ہیں۔" بیکر نے کہا۔ "کوئی خاص بات؟"

"ہم نے ابھی موجودہ صورتحال پر تھوڑی سی مغز سوزی کی ہے۔"

"کس نتیجے پر پہنچے؟" بیکر نے پوچھا۔

"اس نتیجے پر کہ ہمارے اغواہ کنندگان بے حد چالاک لوگ ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ انہوں نے کوئی سیاسی تقریر نہیں کی جیسا کے اور قسم کے لوگ عموماً کیا کرتے ہیں لہٰذا ہم اس بات سے لاعلم ہیں کہ وہ لوگ کون ہیں۔ علاوہ اس کے کہ شاید وہ فلسطینی ہوں۔ اگر ہیسنو نے رش کی آواز پہچان نہ لی ہوتی تو ہم اس سے بھی بے خبر رہتے اس تاریکی کی بنا پر ہماری انٹیلی جنس کے لوگوں کے لئے اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے کام کرنا بہت مشکل ہوگا۔

"یہ تو بڑا حوصلہ شکن تجزیہ ہے۔" بیکر نے کہا۔

"بالکل۔" ڈوبکن بولا۔ "اس کے علاوہ انہوں نے ہمارے ٹرانسمیٹر جام کر کے ہمیں پوری دنیا سے کاٹ دیا ہے جس کا واحد مطلب یہ ہے کہ ہمیں کسی خفیہ مقام پر لے جایا جارہا ہے۔ گویا ہم جہاں بھی اتریں گے کوئی انٹرنیشنل ایئرپورٹ نہیں ہوگا وہاں گرما گرم خبروں کی تلاش میں آئے ہوئے ہزاروں کی تعداد میں صحافیوں کی فوج بھی نہیں ہوگی اور نہ ہی ہمیں رہائی دلانے کے لئے کوئی کمانڈوز کارروائی کی جائے گی اس لئے کہ کسی کو علم ہی نہیں ہوگا کہ ہم کہاں ہیں۔"

"میں بھی اسی صورتِ حال پر غور کرتا رہا ہوں اور میں نے بھی تقریباً یہی نتائج اخذ کئے ہیں۔" بیکر نے کہا۔ "مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ کہیں ان لوگوں کی طرف سے طیارے کو ریگستان میں اتارنے کی فرمائش نہ کردی جائے اور اب تو مجھے اس بات کا یقین ہوگیا ہے کہ ہمیں طیارہ ریت پر ہی اتارنا پڑے گا۔ کاش وہ سخت زمین پر طیارہ اتارنے کی فرمائش کریں۔"

"اور اگر ایسا نہ ہوا تو؟" ڈوبکن کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"پروا مت کرو۔" بیکر ہنس کر بولا۔ "میں کسی بھی جگہ طیارہ اتار سکتا ہوں۔"

○☆○

ہم نے اپنا طیارہ شمال کی سمت موڑ لیا اور کانکرڈ نے ہماری تقلید کی۔ ہم سعودی عرب سے نکل کر عراق کی فضائی حدود میں داخل ہورہے تھے۔ ہم نے یہاں تک پہنچنے کے لئے جو طوفانی اور پیچیدہ راستہ اختیار کیا تھا اس کے پیشِ نظر اسرائیلیوں کے لئے ہمارا سراغ لگانا ممکن نہیں رہ گیا تھا۔

سورج بس غروب ہوا ہی چاہتا تھا۔ افق پر نارنجی رنگ کے لہریے دکھائی دے رہے تھے مجھے معلوم تھا کہ کانکرڈ میں آدھے گھنٹے سے زیادہ کا ایندھن نہیں بچا ہوگا۔ میں نے چارٹ بک کھول لی جس مقام پر ہم تھے وہاں پر غروب آفتاب کا وقت چھ بجکر سولہ منٹ تھا۔ غروب آفتاب کے پانچ منٹ بعد تک مصنوعی روشنی کے بغیر لینڈ کیا جاسکتا تھا اس کے بعد یہ ممکن نہ رہ جاتا میں اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی چھ بج کر ایک منٹ ہوا تھا گویا کانکرڈ میں انتیس منٹ کا ایندھن باقی تھا جبکہ روشنی صرف بیس منٹ کی باقی رہ گئی تھی۔

میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ افق پر چاند نظر آنے لگا تھا چند ایک تارے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ نیچے بہت فاصلے پر زمین ڈھلوان ہوتی نظر آرہی تھی اور سرسبز تھی کیوں نہ ہوتی ایک دریا بالکل ہمارے جہاز کے نیچے تھا اور دوسرا دور کھجور کے درختوں کے درمیان بہتا نظر آرہا تھا۔ یہ دجلہ وفرات تھے۔

دجلہ وفرات کو دیکھ کر میرے ذہن کے دریچے وا ہوگئے ان دونوں دریاؤں کا تعلق مسلمانوں کے ماضی سے، ان کی پوری تاریخ سے رہا ہے۔ مسلمانوں کا عروج و زوال ان سے زیادہ کسی نے نہیں دیکھا ہوگا۔

میں نے سر جھٹک کر بمشکل خود کو خیالات کے دھارے پر بہنے سے روکا ورنہ شاید میں خلافت عباسیہ کے مشہور ترین بادشاہ ہارون الرشید کے دور میں جا پہنچا۔ بچپن میں سنی ہوئی اس عظیم المرتبت بادشاہ کی بہت سی کہانیاں ذہن کے پردے پر انگڑائی سی لے کر رہ گئیں۔

دریائے دجلہ کے عقب میں ایران کے پہاڑ سر اٹھاکر کھڑے تھے۔ کانکرڈ بدستور ہمارے تعاقب میں تھا۔ اس وقت ہماری بلندی ایک ہزار فٹ تھی۔ میں نے کانکرڈ پر ہونے والی گفتگو سننے کی غرض سے ریڈیو آن کردیا۔

"ممکن ہے اب ہمیں بغداد کے لئے شمال کی سمت مڑنا پڑے۔" بیکر کی آواز آئی۔ وہ اپنے فلائٹ انجینئر سے گفتگو کررہا تھا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس وقت ہی ہمارے جہاز نے بائیں جانب ایک طویل چکر لگایا۔ کانکرڈ نے پیروی کی اور پھر بلندی کم کرتے دیکھ کر انھوں نے اپنا خیال تبدیل کردیا۔

"گویا ہمیں یہی کہیں لینڈ کرنا پڑے گا۔" بیکر کی آواز آئی۔ "ہماری منزل بغداد نہیں ہے۔" پھر اس نے مائیکروفون سنبھالا اور مسافروں سے مخاطب ہوا۔ "ہم لینڈ کرنے والے ہیں۔ سیٹ بیلٹ باندھ لیجئے اور سگریٹ بجھادیجئے۔"

"ان سے کہو ایل ال سے سفر کرنے کا شکریہ۔" فلائٹ انجینئر نے کہا۔

"مذاق مت کرو اور یہ بتاؤ ایندھن کتنا رہ گیا ہے؟" بیکر بولا۔

"فنی اعتبار سے جہاز میں ایندھن ختم ہوچکا ہے۔" فلائٹ انجینئر نے جواب دیا۔

"میں فنی اعتبار سے نہیں پوچھ رہا۔ الیکٹرانک آلات اور کمپیوٹر سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ایندھن کی وہ مقدار بتاؤ جسے ہوا باز مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔"

فلائٹ انجینئر نے واضح طور پر ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔ "تقریباً دو ہزار کلو گرام"

"گویا ہم پانچ منٹ مزید پرواز کرسکتے ہیں اور اگر لینڈنگ میں تاخیر نہ ہو تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

لیئر اپنا دائرہ مکمل کرتے ہوئے نوے درجے کے زاویے پر مڑا اور پھر لینڈ کرنے کے لئے اس کا رخ نیچے کی طرف ہوگیا۔ مجھے توقع تھی کہ بیکر کو بھی وہ سڑک نظر آگئی ہوگی جہاں اسے ہماری پیروی میں طیارہ اتارنا تھا۔ اگرچہ سورج غروب ہوچکا تھا اور سڑک بمشکل دکھائی دے رہی تھی تاہم وہاں مصنوعی روشنی ....کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔

نیچے کچھ گاڑیاں موجود تھیں جن کی ہیڈ لائٹ کی روشنی میں ہم نے لیئر کو اس شکستہ سڑک پر اتار لیا تھا۔ اور اب کانکرڈ بھی اترنے کی تیاری کررہا تھا۔ پھر اچانک ہی کانکرڈ کے کیبن میں ڈوبکن اور ہیسنو گھس گئے وہ چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہے تھے۔

"تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو۔ واپس اپنی سیٹوں پر جاؤ، بیکر نے ناراضگی سے کہا۔ "کیا تمہیں نہیں معلوم طیارہ لینڈنگ کے مرحلے میں ہے۔"

"ہم نے ایک ووٹ حاصل کرلیا ہے۔" ہیسنو کی آواز سنائی دی۔

"خاموش رہو۔" بیکر نے اسے جھڑک دیا۔ "یہ ٹیسٹ نہیں ہے۔"

"طیارہ لینڈ کرنے کے بعد بم طیارے کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ زیادہ سے زیادہ طیارے کی دم کو ہی نقصان پہنچے گا۔" ہیسنو نے کہا۔

"کہے جاؤ، میں سن رہا ہوں۔" بیکر بولا۔

"ہم نے زمین پر لڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔" ہیسنو نے کہا۔ میرے آدمیوں کے پاس کچھ ہتھیار ہیں۔ کیا تم ہمیں طیارے سے اتار سکتے ہو؟"

میں سناٹے میں آگیا۔ ہیسنو کسی صورتِ ہتھیار پھینکنے پر آمادہ نہیں تھا۔

"خدا کی پناہ!" بیکر کی مضطربانہ آواز سنائی دی۔ "تم نے دو منٹ پہلے یہ بات کیوں نہیں بتائی؟"

"ہم نے انہیں پوری طرح ٹریپ کرلیا ہے۔" رش نے کہا ہم لینڈ کرچکے تھے اور کانکرڈ بس لینڈ کرنے ہی والا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔" میں نے کہا۔ "کانکرڈ میں فیول ختم ہوچکا ہے۔ اس کے علاوہ اسے اس پوزیشن میں لینڈ کرنا ہی پڑے گا۔"

کانکرڈ کے وھیل شکستہ سڑک سے ٹکرائے اور طیارہ اچھلا مگر فوراً ہی اس نے دوبارہ زمین پکڑلی۔ اب وہ تیزی سے اچھلتا کودتا ٹیکسی کرتا ہوا ہماری طرف بڑھنے لگا اس وقت وہ ہم سے کوئی دو کلومیٹر کے فاصلے پر رہا ہوگا، پھر اچانک کانکرڈ بہت زور سے اچھل کر ہوا میں بلند ہوا، کم از کم میں اور رش یہی سمجھے تھے لیکن حقیقت کچھ اور تھی۔ اس نے زمین چھوڑ دی تھی اور فضا میں بلند ہورہا تھا۔ وہ فرار ہورہا تھا۔

صورتِ عال کی سنگینی محسوس کرتے ہوئے رش نے کانکرڈ کے ٹرانسمیٹر کو جام کر دینے والی ڈیوائس کا بٹن آف کردیا اور ٹرانسمیٹر میں چیخنے لگا۔ "رکو، ٹھہر جاؤ۔" لیکن کانکرڈ نے اس کی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ کانکرڈ چھنگاڑتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ ہم ایک یقینی تصادم کی زد میں تھے۔ میں نے دیکھا کہ رش اپنا ہاتھ ایل ال ۰۲ کو تباہ کردینے والے بٹن کی طرف بڑھ رہا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بڑا عجیب وقت تھا۔ میں رش کو روکنا چاہتا تھا مگر روک نہیں سکتا تھا۔ ایل آل ۲۰ نے فرار ہونے کی کوشش کر کے ہمارے سارے راستے مسدود کردیے تھے۔ اسرائیل سے عراق تک طویل سفر کے دوران میں نے بیکر کو ایک ماہر پائلٹ کے روپ میں دیکھا تھا اگر وہ نہ ہوتا تو کانکرڈ کو تباہ ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ رش نے اسے بے حد مشکل پرواز کرائی تھی۔ ذرا سی غفلت سے کانکرڈ تباہ ہو سکتا تھا لیکن یہ بیکر کی مہارت تھی جس نے طیارے کو بچائے رکھا تھا۔

اور اب اس نے حیران کن حرکت کی تھی اس کی وجہ سے میں بھی چکرا کر رہ گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کی اس حرکت کا محرک ہیسنو بنا ہے۔ بیکر کو خود سے کوئی توقع تھی ہی نہیں۔ ایل آل ۱۰ کی تباہی کے بعد اس نے ہتھیار پھینک دیے تھے اور تن بہ تقدیر ہو کر ہمارے ہر کہنے پر عمل کرتا رہا تھا جبکہ ہیسنو اس تمام عرصے میں مختلف تدبیروں پر غور کرتا رہا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ بیکر نے اس کی ہر تجویز رد کردی تھی مگر اس کی آخری تجویز ایسی تھی جس نے بالآخر بیکر کو اپنے جال میں جکڑ ہی لیا۔

سامنے بائیں جانب ایک پہاڑی سر اٹھائے کھڑی تھی۔ اس پہاڑی کی وجہ سے دریائے فرات نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ ہمارے طیارے سے کچھ فاصلے پر مختلف گاڑیوں کا ایک چھوٹا سا گروپ موجود تھا جن کی ہیڈ لائٹس روشن تھیں۔ کانکرڈ کو اس مقام پر رکنا تھا۔

کانکرڈ کی رفتار ایک سو اسی ناٹ تو ضرور رہی ہو گی۔ اس کا رخ اوپر کی جانب ضرور تھا مگر اس کا لینڈنگ گیئر زمین سے چند انچ سے زیادہ نہیں اٹھ سکا تھا۔ کانکرڈ کا رخ ہماری ہی جانب تھا، ممکن ہے بیکر نے ہمیں فنا کردینے کا تہیہ کرلیا ہو مگر کیا اس نے یہ نہیں سوچا ہو گا کہ اس طرح کانکرڈ تباہ ہو جائے گا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ صرف دو افراد کو مارنے کے لئے نہ صرف پورا کانکرڈ تباہ کردے بلکہ اس میں سوار تمام مسافروں کی جان سے بھی کھیل جائے۔

میرا ذہن بے انتہا برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ ہم خطرے میں ضرور تھے مگر ہم سے کہیں زیادہ خطرہ خود ایل آل ۲۰ کو لاحق تھا اور اسی ایک بنیاد پر یہ بات کہی جا سکتی تھی کہ بیکر نے اتنا خطرناک قدم اٹھانے سے قبل یقیناً بہت کچھ سوچا ہو گا ... کیا سوچا ہو گا ... یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

اس وقت کانکرڈ جس خطرناک پوزیشن میں تھا اس کے پیش نظر تھروٹل اور آفٹر برنر استعمال کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ہمیں یا دوسرے لفظوں میں کانکرڈ کو ہمارے طیارے سے بچانے کے لئے اگر بیکر کانکرڈ کو محدود درمیانی فاصلے میں اچانک بلند کرنے کی کوشش کرتا تو کانکرڈ کی دم زمین سے ٹکرا کر تباہ ہو سکتی تھی اور اگر دم تباہ ہو جاتی تو کانکرڈ کی تباہی لازمی تھی۔ بغیر دم کے طیارہ پرواز نہیں کر سکتا تھا۔ کانکرڈ کے ساتھ ساتھ اس میں موجود ہر مسافر بھی ہلاک ہو جاتا اور اگر بیکر آفٹر برنر استعمال کرتا تو طیارے میں بچا کھچا ایندھن بڑی تیزی سے جل جاتا۔ ایندھن کے بغیر طیارہ کیا خاک اڑ پاتا۔

اور بیکر نے طیارے کو اچانک بلند کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ وہ بہت نیچی پرواز کرتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ بظاہر یہی معلوم ہو رہا تھا کہ دونوں طیاروں میں تصادم ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ کسی یقینی نتیجے پر پہنچنا محال تھا۔

احمد رش نے ایل آل ۲۰ کو تباہ کرنے والا بٹن دبا دیا اور میں نے اسے روکا بھی نہیں۔ وقت اتنا کم تھا کہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچا جا سکتا تھا۔ اس وقت ہماری جو پوزیشن تھی اس میں کانکرڈ کو تباہ کرنے کے علاوہ اور کیا ہی کیا جا سکتا تھا۔ گو وہ فرار ہو کر زیادہ دور نہیں جا سکتا تھا۔ تاہم ہمیں ہر جھنجٹ سے دور ہی رہنا تھا۔

بٹن دباتے ہی اس نے لیئر سے باہر چھلانگ لگا دی۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ ہم اپنے طیارے میں ہی بیٹھے رہتے تو شاید نہ بچ پاتے۔ کانکرڈ جیسے دیو ہیکل جہاز کی ٹکر سے ہمارے چھوٹے طیارے کے پرخچے اڑ جاتے۔

میں اور رش جہاز سے باہر گرے تھے۔ گرنے سے کچھ چوٹیں تو ضرور لگی تھیں مگر یہ چوٹیں سہلانے کا موقع نہیں تھا۔ میں نے اپنے دونوں کان بند کرلئے اور عین اسی وقت کانکرڈ چنگھاڑتا ہوا ہمارے سروں پر سے گزر گیا۔ ہمارا جہاز اس سے بال بال بچا تھا۔ تاہم وہ لرز کر ضرور رہ گیا تھا اس لئے کہ کانکرڈ کے بلند ہونے سے ہوا کا شدید دباؤ پیدا ہوا تھا۔ اسی دباؤ کی وجہ سے زمین سے گرد و غبار کا ایک بادل فضا میں بلند ہوا اور ماحول پر چھائی ہوئی تاریکی اور سوا ہو گئی۔

بہت دھندلی روشنی میں میں نے کانکرڈ کو پہاڑی کے اوپر سے گزرنے کی کوشش کرتے دیکھا۔ میرا اندازہ ہے کہ اس کا عقبی لینڈنگ گیئر پہاڑی سے ٹکرا گیا تھا اور شاید یہی وجہ تھی کہ وہ فضا میں مزید بلند ہونے کے بجائے پہاڑوں کے درمیان دوسری طرف نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ شاید وہ گر گیا تھا۔

احمد رش کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم دونوں گرد میں اٹ گئے تھے۔ رش پر جنونی کیفیت طاری تھی۔

"اسے ہر حال میں تباہ ہونا تھا۔" اس نے ہذیانی انداز میں کہا "بم نہ پھٹے تب بھی وہ بچ نہیں سکتے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو رش" میں نے زمین سے اٹھتے ہوئے کہا "ویسے بھی اس کا وہیل پہاڑی سے ٹکرا گیا تھا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

"محض میرا اندازہ ہے۔ تم نے دیکھا نہیں، وہ بلند نہیں ہوا۔ شاید پہاڑی کے دوسری طرف گر گیا ہو گا۔"

رن وے کے دونوں طرف کھڑی ہوئی گاڑیوں میں سے

بہت سے لوگ اتر کر ہماری طرف دوڑ پڑے تھے۔ ان سب کا تعلق تنظیم آزادی فلسطین سے تھا اور وہ پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق وہاں موجود تھے مگر اب منصوبے سے ہٹ کر کام کرنا تھا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو گی" رش نے بڑے وثوق سے کہا "اندھیرے میں اتنے فاصلے کی چیز نظر آنا کیسے ممکن ہے؟"

"ممکن ہے مجھے غلط فہمی ہی ہوئی ہو لیکن تم کانکرڈ کے پرواز نہ کرسکنے کی کیا توجیہہ کرو گے؟"

"میں نے بم کا بٹن دبا دیا تھا" رش نے فخریہ لہجے میں کہا۔ اسی وجہ سے کانکرڈ تباہ ہو گیا ہو گا۔"

"اس مرحلے پر جب کہ کانکرڈ میں برائے نام ایندھن رہ گیا تھا۔ میرا فٹ کیا ہوا بم اتنا زیادہ موثر نہیں ثابت ہو سکتا کہ پورے جہاز کو تباہ کردے" میں نے کہا "بم گیارہ نمبر کے درمیانی ٹرم ٹینک پر فٹ کیا گیا تھا۔ اس ٹینک میں اب بھی تھوڑا بہت ایندھن ضرور ہو گا تاہم موجودہ حالت میں بم پھٹنے سے جو نقصان ہو گا وہ صرف اتنا ہی ہو گا کہ پائلٹ جہاز کو تباہ ہونے سے قبل ہی زمین پر اتار سکے گا۔"

"تو پھر یہی ہوا ہو گا۔ بیکر کو پتا چل گیا ہو گا کہ بم پھٹ گیا ہے اور اس نے فوری طور پر جہاز اتار لیا ہو گا۔"

"کچھ تو عقل استعمال کرو رش!" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا "ڈھلوان پہاڑی پر تو جیپ کا چلانا ناممکن ہوتا ہے۔ جہاز کیا خاک لینڈنگ کرے گا۔"

"تم آخر کہنا کیا چاہتے ہو؟" رش جھلا گیا۔

"کچھ نہیں" میں نے بڑے سکون سے کہا "اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ اصل صورتِ حال جاننے کے لئے ہمیں پہاڑی کے اوپر پہنچنا ہو گا۔"

میں اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر تیزی سے پہاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں پر موجود فلسطینی، احمد رش کے نزدیک پہنچ گئے تھے اور اس سے سوالات کر رہے تھے چونکہ تمام لوگ بیک وقت بول رہے تھے اس لئے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

"خاموش ہو جاؤ" میں نے عقب سے رش کو دہاڑتے ہوئے سنا "ہمیں پہاڑ کے اوپر پہنچنا ہے" پھر میں نے ان سب کو اپنے پیچھے آتا ہوا محسوس کیا، مگر میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

سورج غروب ہوئے دیر ہو گئی تھی اور اب آسمان پر چمکتے ہوئے تارے صاف نظر آنے لگے تھے۔ فضا میں خفیف سی خنکی کا احساس ہونے لگا تھا جس کا مطلب تھا کہ رات میں ٹھنڈ بڑھ جانے کا امکان ہے۔

مجھے پہاڑی کی چوٹی تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ رش اور دیگر لوگ بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر کانکرڈ اور اس پر سوار لوگوں کی تھی اگر کانکرڈ بحفاظت اتر گیا ہے تو ہمیں خود کو جنگ کے لئے تیار کرنا ہو گا۔ ایک ایسی جنگ جس میں مارو یا مر جاؤ کے سوا کوئی راستہ نہ ہوتا۔

پہاڑی کی چوٹی پر سینے کے بل لیٹ کر میں نے دوسری طرف کا جائزہ لیا اور یہ حقیقت مجھ پر فوراً ہی آشکارہ ہو گئی کہ بیکر نے نہ صرف کانکرڈ کو زمین پر اتار لیا ہے بلکہ ایل آل ۲۰ کے مسافر بھی خیریت سے ہیں۔ کانکرڈ کے اطراف ان لوگوں کی سرگرمیاں واضح طور پر نظر آرہی تھیں۔ جس مقام پر کانکرڈ نظر آرہا تھا۔ وہ قدرے ہموار تھی اور اس کے دونوں طرف ڈھلان نظر آرہی تھی جن میں ایک کا رخ یقیناً دریائے فرات کی طرف تھا۔

کچھ ہی دیر بعد رش اور دیگر لوگ بھی میرے پاس پہنچ گئے۔ رش میرے برابر آکر لیٹ گیا تھا جبکہ دیگر افراد ذرا فاصلے پر تھے۔

"تم نے سنا تھا وہ مردود جیکب ہیسنو ہم سے زمین پر مقابلہ کرنے کی باتیں کر رہا تھا" رش نے کہا۔

"ہاں، میں نے سنا تھا اور اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ یہ تو اس کی ذمے داری ہے جسے پورا کرنے کی وہ کوششیں کر رہا ہے"

"میں اسے خاک میں ملا دوں گا" رش نے دانت پیس کر کہا "آخر وہ خود کو سمجھتا کیا ہے۔"

"ہمیں جذبات سے نہیں عقل سے کام لینا ہو گا رش! موثر منصوبہ بندی کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

"منصوبہ بندی تم کرتے رہو" رش نے تضحیک آمیز لہجے میں کہا "جب تک تمہاری منصوبہ بندی مکمل ہو گی اس وقت تک میں ان سب کو جہنم رسید کر چکا ہوں گا۔"

مجھے رش پر شدید غصہ آیا۔ وہ بہت خود سر تھا اور بجائے تعاون کرنے کے مستقل میری راہ میں مشکلات پیدا کرتا رہا تھا۔

"کیا تم تنہا اتنا بڑا کام کر سکو گے؟" میں نے مشتعل ہوئے بغیر اس سے کہا۔

"تنہا کیا مطلب ہے" اس نے حیرت سے کہا "اتنے بہت سے لوگ جو میرے ہمراہ ہوں گے"

"میں اس مشن کا انچارج ہوں اور میری مرضی کے بغیر ان میں سے کوئی ایک قدم بھی نہیں اٹھائے گا"

رش غصے میں اپنے بال نوچنے لگا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سو فی صد حقیقت ہے۔ کوئی اس کا ساتھ نہ دے گا۔

"اگر تم اپنا دماغ ٹھنڈا نہیں رکھ سکتے تو یہاں سے میرے اور تمہارے راستے الگ الگ ہو جائیں گے۔ میرے ساتھ کام کرنے کی صورت میں تمہیں میرا پابند رہنا ہو گا"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رش کی بے بسی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ منہ سے کچھ نہیں بولا لیکن اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ اس نے ہتھیار پھینک دیے ہیں۔ "سنو رش! بلندی پر ہونے کی وجہ سے ہم بہت محفوظ پوزیشن میں ہیں۔ کیا تم اس بات سے متفق ہو؟"

"یہ بات تو ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ پہاڑی علاقے میں اسی کی پوزیشن مضبوط ہوتی ہے جو بلندی پر ہو۔"

"اور تم یہاں سے نیچے اتر کر ان پر حملہ کرکے اپنی پوزیشن کمزور کر دینا چاہتے ہو۔ اتنی بڑی غلطی تو کوئی بچہ بھی نہیں کرے گا۔" میں نے رش کو اسی کی زبان میں جواب دیا۔ رش تلملا گیا لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ تھا بھی نہیں۔

"اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمیں دشمن پر اور کیا برتری حاصل ہے... ہمارے پاس اجتماعی طور پر اعشاریہ دو دو کے چھ پستول ہیں، ایک یوزی مشین گن اور ایک رائفل کے علاوہ ایک اعشاریہ چار پانچ کا امریکن کولٹ ریوالور ہے۔ جیکب ہسنو نے ہم سے مقابلہ کرنے کی بات کی ہے تو یقیناً ان کے پاس وافر مقدار میں اسلحہ ہوگا۔"

رش نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا۔ وہ میرا مطلب اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ "اس کے علاوہ انہیں یہ توقع بھی نہیں ہوگی کہ ہم اتنی تیزی سے پہاڑی پر پہنچ گئے ہوں گے۔ لہٰذا جیکب ہسنو ہم پر حملہ کرنے کے لئے ادھر آنے کی کوشش ضرور کرے گا۔"

"میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔" رش نے دھیمی آواز میں کہا۔ "ہمیں چھپ کر لڑنے سے ہی فائدہ ہوگا لیکن میں اس بات پر حیران ہوں کہ کانکرڈ صحیح سلامت نظر آرہا ہے۔ بیکر نے ہوابازی کی تاریخ میں ایک نئے ریکارڈ کا اضافہ کیا ہے۔" میں نے کہا۔ "تاہم یہ طیارہ اب دوبارہ کبھی پرواز نہیں کرسکے گا۔"

"میرے سامنے یہودیوں کی تعریف مت کیا کرو۔" رش نے کہا اس کا لہجہ بے حد غصیلا تھا۔

"کسی کی اچھائیوں سے محض اس کی برائیوں کی وجہ سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔"

"بیکر میری طرف سے بھاڑ میں جائے۔" رش نے بھنا کر کہا۔ "میں تو سوچ رہا ہوں کہ بم کیوں نہیں پھٹا۔"

"بم یقیناً پھٹ گیا ہوگا رش! مجھے اس بات کا مکمل یقین ہے۔"

"اگر بم پھٹ گیا ہے تو طیارہ کیوں صحیح سلامت نظر آرہا ہے۔" رش نے اعتراض کیا۔

"نیول ٹینک پر بم نصب کرنے کی وجہ یہی تھی کہ بم پھٹے تو ایندھن آگ پکڑ لے اور فضا میں اگر طیارے کو آگ لگ جائے تو اس کی تباہی یقینی ہوجاتی ہے۔"

"میں مانے لیتا ہوں کہ طیارے میں ایندھن بالکل ختم ہوچکا تھا لیکن بم کو کچھ تو تباہی پھیلانی چاہئے تھی۔ کم از کم طیارے کی دم ہی تباہ ہوجاتی۔"

"دم کے اندرونی حصے میں تو اس نے یقیناً تباہی پھیلائی ہوگی مگر اس کی قوت اتنی نہیں تھی کہ پوری دم کو اڑا سکتا۔"

"تم نے ایک بات نظر انداز کردی۔" یکایک رش نے چونک کر کہا۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اندھیرے میں اضافہ ہورہا ہے۔ کیا ضروری ہے کہ وہ ہم سے مقابلہ کرنے کی ہی کوشش کریں۔"

رش کی بات نے مجھے چونکا دیا۔ اس پہلو پر تو میں نے غور ہی نہیں کیا تھا۔ "ٹھیک کہہ رہے ہو، عین ممکن ہے کہ وہ سب یا ان میں سے کچھ دریائے فرات کے ذریعے یا اسکے کنارے کنارے بغداد کی طرف نکلنے کی کوشش کریں۔ انہیں گھیرے میں لینا بہت ضروری ہے۔" میں نے وہاں موجود فلسطینیوں کو ضروری ہدایات دے کر ان ڈھلانوں کی طرف روانہ کردیا جہاں سے فرار ہوا جاسکتا تھا۔

"تم نے تو سب کو ہی بھیج دیا۔" رش نے حیرت سے کہا۔ "اور یہاں صرف ہم دونوں باقی رہ گئے۔"

"جو بات تم کہہ رہے ہو مجھے بھی نظر آرہی ہے رش! مگر میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"ان کے فرار ہونے کے امکانات بہت کم ہیں جبکہ وہ کسی بھی لمحے ہم پر حملہ آور ہوسکتے ہیں۔"

"میں یہ بات بھی مانتا ہوں رش! لیکن اس کے باوجود بھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔" میں نے بڑی معصومیت سے کہا

"اس وقت سمجھ میں آئے گا جب وہ ہم پر ہلہ بول دیں گے اور ہماری چٹنی بن کر رہ جائے گی۔"

"اپنے بارے میں تو مجھے معلوم ہے۔ میری چٹنی بنانا ہنسی کھیل نہیں ہے.... البتہ تمہارے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

رش بھنا گیا۔ میں اس کی کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا قبرص سے پرواز کرنے کے بعد سے اس نے میرا ناطقہ بند کئے رکھا تھا اور اب میرا نمبر تھا۔

"تمہیں یاد ہے رش؟" میں نے تفریح لیتے ہوئے کہا۔ "تم نے ہیسنر سے کہا تھا کہ زمین پر اترنے کے بعد تم اسے زندہ نہیں چھوڑو گے؟"

"یقیناً میں نے کہا تھا اور میں اپنی بات پر اب بھی قائم ہوں بس موقع ملنے کی دیر ہے۔"

"فرض کرو تم سے پہلے اس کا وار چل جائے... تو کیا ہوگا"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اس کی تمام تر ذمے داری تم پر عائد ہوگی۔" اس نے دانت پیس کر کہا۔ "تم نے اس اہم ترین محاذ کو خالی چھوڑ دیا... کاش میں انچارج ہوتا۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"کوئی محاذ خالی نہیں ہے رش! یہاں ہم دونوں جو موجود ہیں یاد رکھو کہ جنگیں صرف حوصلے سے جیتی جاتی ہیں۔"

"میں اپنا حوصلہ بلند کئے لیتا ہوں۔ کیا صرف بلند حوصلے سے ہم ان کے اسلحے کا مقابلہ کرلیں گے۔"

"مجھے غصہ مت دلاؤ رش! اسرائیل اسلحے کی برتری کے زور پر ہی قائم ہوا ہے۔ عربوں نے محض اسی بنا پر شکست کھائی ہے اور آج تم بھی یہی بات کررہے ہو۔"

"یہ ایک حقیقت ہے علی! اور میں نہیں سمجھتا کہ تم جیسا معقول آدمی کسی حقیقت سے روگردانی بھی کرسکتا ہے۔"

"شاید تم کسی اور کو تو ان باتوں سے بہلا سکو لیکن مجھ پر یہ دلیلیں بے اثر ثابت ہوں گی۔ میں جانتا ہوں کہ تنظیم آزادی فلسطین اس تلخ حقیقت کے باوجود ہی قائم کی گئی تھی۔ جس طاقت سے پورے عرب کی تمام حکومتیں مل کر بھی نہیں ٹکرا سکیں اسی طاقت کو ایک چھوٹی سی تنظیم نے ناکوں چنے چبوا دیے ہیں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں رش؟"

رش نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "نہیں، تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن عقل مندی کا تقاضا یہ تھا کہ ہم جیکب ہسنو کے عزائم خاک میں ملانے کے لئے اپنی پوری قوت مرکوز کردیتے۔"

"تم ہی نے میری توجہ اس جانب مبذول کرائی تھی کہ وہ دوسری طرف سے فرار بھی ہوسکتے ہیں۔" میرے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ انہیں روکنے کی خاطر ہم اپنی تھوڑی بہت طاقت کو بھی تقسیم کردیں۔"

"یہ تو پہلے سوچنے کی بات تھی۔ اس وقت جب ہم نے اس مشن کی منصوبہ بندی کی تھی۔"

"اس وقت ہمارے وہم و گماں میں بھی نہیں تھا کہ ایسی کوئی صورتِ حال بھی پیش آسکتی ہے ورنہ ہم پیش بندی کے طور پر یہاں زیادہ قوت مجتمع کرلیتے۔"

"کوئی منصوبہ بھی مکمل نہیں ہوتا رش! کہیں نہ کہیں کوئی خلافِ توقع بات ہوسکتی ہے اور یہ ذمے داری انچارج کی ہوتی ہے کہ وہ تبدیل شدہ صورتِ حال سے کس طرح نمٹتا ہے۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ تمہاری ذمے داری ہے۔ اس مشن کے انچارج تم ہی سہی لیکن اگر تم نہ ہوتے تو انچارج میں ہوتا۔ اس وقت بھی تمہارے بعد میں ہی ہر بات کا ذمے دار ہوں۔ دوسرے الفاظ میں میں تمہارا نائب خصوصی ہوں۔ کیا اس حیثیت میں، میں تمہیں کوئی مشورہ بھی نہیں دے سکتا؟"

"مشورہ ضرور دے سکتے ہو، فیصلہ نہیں کرسکتے۔" میں نے کہا۔ "تمہارے مشورے کو قبول کرنا یا نہ کرنا سراسر میرا کام ہے۔"

"میں نے اس امکان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ لوگ دوسری طرف سے فرار ہونے کی کوشش کرسکتے ہیں تو تم نے ساری قوت انہیں فرار سے روکنے کے لئے جھونک دی۔ حالانکہ یہ امکان بھی موجود ہے کہ وہ فرار ہونے کی کوئی کوشش کرنے کے بجائے ہم سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کریں اور ہم پر حملہ کر بیٹھیں یا تمہارے خیال میں ایسا ممکن نہیں ہے؟"

"بالکل ممکن ہے بلکہ زیادہ امکان اسی بات کا ہے۔" میں نے کہا۔

"تو پھر عقل مندی کا تقاضا یہ تھا کہ ہم اپنی قوت اس محاذ پر جمع رکھتے جو زیادہ قرین قیاس ہے۔"

"تم نے یہ حقیقت نظر انداز کردی کہ جنگی نکتۂ نگاہ سے ہم محفوظ ترین مقام پر ہیں۔ اس مقام پر ہمیں شکست دینے کے لئے ایک پوری تربیت یافتہ بٹالین درکار ہوگی۔"

"ہم لاکھ محفوظ مقام پر سہی لیکن ہم کتنی دیر ان کا مقابلہ کرسکیں گے۔ ہمارے پاس زیادہ اسلحہ تو ہے نہیں۔"

"ہم دونوں تجربے کار ہیں اور اس وقت ہمیں یہی ثابت کرنا ہے کہ اگر تدبیر، حوصلہ اور تجربہ یکجا ہوجائے تو تعداد اور اسلحے کی برتری کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔"

احمد رش خاموش ہوگیا لیکن مجھے اندازہ تھا کہ وہ مجھ سے متفق نہیں ہوا ہے محض مروتاً یا مجبوراً خاموش ہوگیا ہے۔

"اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے رش!" چند لمحوں بعد میں نے دوبارہ کہا۔ "میں کسی قیمت پر یہ پسند نہیں کروں گا کہ وہ لوگ فرار ہوجائیں۔ میں مرجانا گوارا کرلوں گا لیکن اتنی بڑی شکست منظور نہیں کروں گا۔"

"ہم میں سے ہر شخص کی جان قیمتی ہے علی! ان کے فرار سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اگر ہمارا ایک بھی

اشر نعمانی
بے وقوف
پپے سرپھر
ہر صفحہ قہقہوں سے لبالب
کتابیات پبلی کیشنز ☆ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

آدمی مرگیا تو ..."

"وہ شہید ہوجائے گا" میں نے رش کی بات کاٹ دی۔

مجھے اس پر شدید غصہ آرہا تھا۔ بلاشبہ وہ ایک دہشت گرد تھا اور اندر سے بزدل تھا۔ مجھے وہ وقت یاد تھا جب اس نے فرانس میں نوری سلامی نامی الجزائری کو جان سے مار دیا تھا۔ وہی نوری سلامی جس کے میک اپ میں' میں نے کانکرڈ میں بم فٹ کئے تھے۔ اس وقت جب میں نے رش سے اس کے اس عمل پر احتجاج کیا تھا تو اس نے بڑی رعونت سے کہا تھا کہ وہ انچارج ہے اور جو چاہے گا کرے گا۔ میری نظر میں نوری سلامی کا قتل قطعی غیر ضروری تھا۔ اس وقت میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا تھا۔ ظاہر ہے جو ہوگیا تھا میں اسے واپس نہیں لاسکتا تھا۔

دوسروں کو اتنی بے دردی سے قتل کردینے ولا آج خوف زدہ تھا۔ اسے صرف اپنی جان کا خوف تھا اور میں یہ بات اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ جہاں مجھے اس پر غصہ آرہا تھا وہیں اس بات کی خوشی بھی تھی کہ میں اسے اس حد تک خوف زدہ کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں۔ ابھی کچھ ہی دیر قبل وہ جیکب ہیسنر کو قتل کرنے کے لئے پہاڑی سے نیچے اترا جارہا تھا۔ وہ صرف قوت اور نفری کا گھمنڈ تھا۔ اب جبکہ وہ میرے ساتھ تنہا رہ گیا تھا تو اسے یہ خوف کھائے جارہا تھا کہ کہیں جیکب ہیسنر ہم پر حملہ نہ کردے۔

میں نے یہ سب کچھ سوچا ضرور مگر اس سے کچھ نہیں کہا میں مصلحت کے ہاتھوں مجبور تھا' احمد رش کچھ بھی تھا مگر تنظیم کے لئے کام کررہا تھا۔ میں اس کے طریقہ کار سے اختلاف کرسکتا تھا لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ یہودیوں کے لئے ایسے ہی درندوں کی ضرورت تھی جو انہیں چیر پھاڑ کر کھاجائیں۔ جن کے دل میں ہمدردی اور انسانیت کا شائبہ تک نہ ہو اگر میں رش کو نوری سلامی کا حوالہ دیتا تو ممکن تھا اس سے تکرار ہوجاتی۔ ہم دونوں مسلح تھے اور جس فطرت کا وہ مالک تھا اس کے پیش نظر اس کے علاوہ اور کوئی توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ غصے سے بے قابو ہوکر مجھ پر ہی حملہ کر بیٹھے گا۔ ایسی صورت میں کچھ بعید نہیں تھا کہ متحد ہوکر دشمن کا مقابلہ کرنے کے بجائے ہم آپس میں ٹکراجاتے۔ نتیجہ ہم دونوں میں سے ایک کی جان کے نقصان کی صورت میں ظاہر ہوتا جو کسی بھی قیمت پر برداشت نہیں کیا جاسکتا تھا۔

"ہم سب اپنے سروں سے کفن باندھ کر نکلے ہیں رش!" میں نے کہا۔ میری پوری کوشش یہی تھی کہ اپنے لہجے پر حتی الامکان قابو ہی رکھوں "ہم شہادت کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں رش! اگر ہم میں سے کوئی ایک بھی شہید ہوا تو میں اس کی خوش قسمتی پر رشک کروں گا لیکن اس بات کا یقین رکھو کہ اگر ہم دونوں افراد شہید ہوگئے تب بھی وہ لوگ بچ کر نہیں نکل سکیں گے۔ ہمارے ساتھی انہیں بھون ڈالیں گے۔"

احمد رش یقیناً اندر ہی اندر تلملا رہا تھا مگر مجبور تھا' اظہار نہیں کرسکتا تھا اگر کرتا تو اس کی بزدلی کھل کر سامنے آجاتی۔

میں نے مزید وقت ضائع کئے بغیر ایم ۱۴ رائفل ایک چٹان پر ٹکائی۔ رائفل پر برقی طاقت کی مدد سے کام کرنے والی دوربین نصب تھی۔ اس دوربین کی مدد سے تاروں کی روشنی میں بھی صاف دیکھا جاسکتا تھا۔ میں نے دوربین آنکھوں سے لگا کر دیکھا تو ہر چیز انتہائی سبز رنگ کی نظر آرہی تھی۔ میں نے دوربین ایڈجسٹ کی تو منظر صاف ہوگیا۔

"اوہ" میرے منہ سے نکلا "یہاں تو کسی قدیم شہر کے کھنڈرات دکھائی دے رہے ہیں۔"

"اس مقام کا چناؤ اسی لئے تو کیا گیا تھا" رش نے جواب دیا "کہ ایک قدیم شہر کے کھنڈرات کے علاوہ دور دور تک کسی قسم کی آبادی نہیں پائی جاتی۔"

اس منظر نے مجھے مسحور ہی کردیا ہوتا اگر دو سو گز کے فاصلے پر پہاڑی کے اوپر چڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے مسلح یہودی مجھے نظر نہ آجاتے۔ میں گن تو نہیں سکا۔ تاہم میرا اندازہ ہے کہ ان کی تعداد بیس کے قریب رہی ہوگی۔ وہ ایک قطار کی صورت میں آگے پیچھے چلتے ہوئے اوپر کی طرف آرہے تھے۔ میں نے رائفل کا رخ قطار میں سب سے پچھلے والے شخص کی طرف کیا اور دوربین میں نظر آنے والے کراس کو اس کے دل کے مقام پر فکس کرتے ہوئے رائفل کا ٹریگر دبادیا۔ سائیلنسر لگی ہوئی رائفل سے صرف آپریٹنگ راڈ کے آگے پیچھے ہونے کی محدود آواز ابھری۔ کوئی دھما[کہ] نہیں ہوا اور میں نے اس شخص کو لڑھکتے دیکھا۔ آگے چلنے والوں میں سے کسی کو احساس بھی نہ ہوسکا کہ ان میں سے ایک فرد کم ہوگیا ہے۔

رش نے مجھے رائفل چلاتے دیکھ لیا تھا۔ وہ بوکھلا کر میرے نزدیک آگیا "کیا ہوا' تم نے کس پر گولی چلائی ہے۔ کیا وہ اس طرف آرہے ہیں؟"

"ذرا سا صبر کرلو رش! ابھی بتاتا ہوں" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا" اور رائفل اس یہودی کی طرف گھمائی جو قطار میں سب سے آخر میں تھا۔ ایک بار پھر رائفل سے بولٹ اور آپریٹنگ راڈ کے آپس میں ٹکرانے کی ہلکی سی دھاتی آواز ابھری اور ایک اور یہودی اپنے منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر لڑھک گیا۔

میرے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ تھوڑی دیر قبل رش نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا موجودہ منظر اس کے بالکل برعکس تھا۔ میرے ہاتھوں نے پھر حرکت کی۔ اب میں تیسرے یہودی کا نشانہ لے رہا تھا۔ میں نے اسے بھی موت کے منہ میں پہنچادیا لیکن شاید اس مردود کے منہ سے کوئی آواز نکل گئی تھی۔ اس لئے کہ اس کے لڑھکنے کے ساتھ ہی میں نے یہودیوں کو منتشر ہوتے دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے مختلف چٹانوں کی آڑ میں پناہ لے لی۔

"کچھ مجھے بھی تو بتاؤ" رش نے مجھے تقریباً جھنجوڑ ڈالا "تم آخر کیا کررہے ہو؟"

میں بڑے سکون سے اس کی طرف پلٹا "میں نے تین فائر کئے ہیں رش!" میں نے نہایت اطمینان سے کہا "اور ایک گولی بھی ضائع نہیں کی۔ ہمارے دشمنوں کی تعداد میں تین کی کمی ہوچکی ہے۔"

میں نے رش کے چہرے سے خوف کے بادل چھٹتے دیکھے اس کا خوف اس امید پر کم ہوگیا تھا کہ دشمن کے تین افراد مر گئے ہیں اور اب وہ حملہ آور ہونے کی ہمت مشکل سے ہی کریں گے۔

خود کو کسی قدر محفوظ سمجھتے ہی اس کی فطرت عود کر آئی۔ "کیا مرنے والوں میں ہیسنر بھی شامل ہے؟" اس نے فوراً ہی پوچھا۔

"میرا خیال ہے ان تینوں میں سے کوئی بھی ہیسنر نہیں تھا" میں نے کہا "بلکہ وہ تینوں ہی میرے لئے اجنبی تھے۔"

"وہ کس مقام پر تھے؟" اس نے بے صبری سے کہا "میرا مطلب ہے کیا وہ کانکرڈ کے قریب ہی تھے؟"

"نہیں' وہ ہم پر حملہ کرنے کے ارادے سے اس طرف آرہے تھے۔ جن تین یہودیوں کو میں نے ٹھکانے لگایا ہے وہ سب سے پیچھے تھے۔"

"تم سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے" رش مضطربانہ انداز میں بولا "تمہیں چاہئے تھا کہ سب سے آگے موجود فرد کو سب سے پہلے نشانہ بنانے کی کوشش کرتے۔"

"یہ تو کھلی ہوئی حماقت ہوتی۔ اس طرح صرف ایک ہی شخص مرپاتا جبکہ میں نے تین یہودی شکار کرلئے ہیں۔"

"اوہ! تم سمجھے نہیں" رش نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا "مجھے یقین ہے کہ جیک ہیسنر خود انہیں لیڈ کررہا ہوگا۔"

میں نے رش کو ترحم آمیز نظروں سے دیکھا۔ اس کے اعصاب پر ہیسنر سوار تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ہیسنر کے اعصاب پر بھی رش اسی طرح سوار ہوگا۔

"اگر ہماری اس مہم کا مقصد صرف جیکب ہیسنر کو ٹھکانے لگانا ہوتا تو یقیناً میں نے اسے ٹھکانے لگادیا ہوتا لیکن تم خود بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ایسا نہیں ہے۔"

"وہ ال آل ایرلائنز کا چیف سیکورٹی آفیسر ہے" رش نے پہلے ہی کے سے لہجے میں کہا "اس کے مرتے ہی ان کے حوصلے پست ہوجاتے۔"

"اگر اس بات کا شائبہ بھی ہوتا تو میں نے یہی کیا ہوتا لیکن تم جانتے ہو کہ وہ اکیلا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں جو ظاہر ہے کہ باقاعدہ تربیت یافتہ لوگ ہیں۔ ہیسنر

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی

مشہور ماہرینِ نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب

احساسِ کمتری

اسباب - تدارک - علاج

اس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ

احساسِ کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔
کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
کیا آپ واقعی احساسِ کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔
ہوسکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہوجائے۔

مشہور نفسیاتی ادیب
اسلام کرم حسین

قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی موت کے بعد اس کا کوئی ماتحت اس کی جگہ لے لیتا۔ انہیں تو زندگی اور موت کی جنگ کرنی ہے۔ اس خیال میں مت رہنا کہ وہ ہتھیار پھینک دیں گے۔"

"خیر اس بحث کو چھوڑو' یہ بات تو بہرحال ثابت ہو گئی کہ وہ فرار ہونے کی کوشش نہیں کر رہے۔"

"اور یہ کہ میں نے ان کے تین آدمی مار کر باقاعدہ جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔"

"تم ہیسنو سے واقف نہیں ہو۔ اب تک اسے اندازہ ہو چکا ہو گا کہ ہم ان سے کمزور پڑ رہے ہیں" رش نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا "ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوا' ان کے تین آدمی مر گئے اور کمزور بھی ہم پڑ رہے ہیں؟"

"ان کے تین آدمی ضرور مر گئے مگر انہیں اندازہ بھی ہو گیا ہو گا کہ فائر کرنے والا ایک ہی تھا۔ اس کے لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا کیا دشوار ہو گا کہ یہاں جو بھی ہے اکیلا ہی ہے ورنہ اور لوگ بھی فائر کرتے۔"

"نتیجہ تو کچھ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "لیکن اس کے مطابق عمل کرنا آسان نہیں ہو گا۔ اسے بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ ہماری پوزیشن بہت محفوظ ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے" رش نے ہچکاتے ہوئے کہا "کیا اب وہ اس طرف آنے کی ہمت نہیں کریں گے؟"

"میں نے کہا نا کہ اگر انہوں نے اس طرف آنے کی کوشش کی تو ہمیں اپنے استقبال کے لئے پوری طرح تیار پائیں گے۔ میں اکیلا ہی ان کے لئے لوہے کا چنا ثابت ہو سکتا ہوں" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔

رش محض ایک لمحے کے لئے مطمئن ہوا پھر اس پر دوبارہ خوف غالب آنے لگا "یہ بھی تو سوچو کہ ان کے پاس وافر اسلحہ موجود ہے' پھر آخر انہوں نے اب تک ایک بھی گولی کیوں نہیں چلائی۔ آخر وہ کس چکر میں ہیں؟"

"ضروری تو نہیں کہ میں صحیح نتیجہ اخذ کر لوں۔ بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایمونیشن ضائع کرنے کے موڈ میں نہ ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہمیں غلط فہمی میں مبتلا کر دینا چاہتے ہوں" میں نے ایک بار پھر رائفل پر لگی ہوئی دوربین آنکھوں سے لگالی۔ پہاڑی پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ بہت فاصلے پر کانکرڈ کی چونچ اور اگلے پہیے زمین میں دھنسے نظر آ رہے تھے۔ اسے دیکھ کر کسی ایسی ہیبت ناک مخلوق کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا جسے گھٹنوں کے بل جھکنے پر مجبور کر دیا گیا ہو۔ پہاڑیوں پر مسلط سناٹے میں ابھرنے والی واحد آواز کانکرڈ کے ان چار رولس رائس اولمپس انجنوں کی تھی جو کانکرڈ میں کولنگ کر رہے تھے۔

کانکرڈ کی کیبن لائٹس روشن نظر آ رہی تھیں۔ شاید بکر ابھی تک جہاز کے اندر ہی موجود تھا۔ کچھ مسافر جہاز کے گرد پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر جاتے نظر آ رہے تھے۔ شاید ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جائیں اور کیا کریں حالانکہ میرے خیال کے مطابق یہ ممکن نہیں تھا کہ انہیں ہدایات نہ دی گئی ہوں۔

اچانک ایک دریائی پرندہ تیز آواز بلند کرتا ہوا ہمارے سروں پر سے گزرا اور رش کے علاوہ میں بھی بری طرح چونک پڑا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ سفید رنگ کے پرندوں کا ایک غول ہمارے سروں پر سے گزر رہا تھا۔ پہلے پرندے کے آواز نکالنے کے بعد وہ سب باری باری آوازیں نکال رہے تھے۔ شاید وہ یہاں روز آتے تھے اور آج اجنبی قسم کی سرگرمیاں دیکھ کر اظہار حیرت کر رہے تھے۔

"کیا پوزیشن ہے علی؟" رش نے پوچھا۔ اس کی آواز میں خفیف سی لرزش تھی جو ظاہر ہے اس کے اندرونی خوف کی غماز تھی۔

"کانکرڈ کے گرد جہاز کے کچھ مسافر پریشان گھومتے دکھائی دے رہے ہیں" میں نے کہا "باقی ہر طرف سناٹا ہے۔"

رش رائفل کی طرف بڑھا۔ میں اپنی جگہ سے ہٹ گیا تاکہ وہ خود دوربین سے منظر دیکھ سکے۔

"کانکرڈ رائفل کے رینج سے باہر ہے رش!" میں نے تنبیہی انداز میں کہا "اگر تمہیں جیکب ہیسنو بھی دکھائی دے تو اس پر بھی فائر مت کرنا۔"

مجھے توقع نہیں تھی کہ رش میری ہدایت پر عمل کرے اس لئے میں اس کے نزدیک ہی موجود رہا اگر وہ ٹریگر پر انگلی رکھتا تو میں اسے روک دیتا لیکن شاید اسے ہیسنو دکھائی نہیں دیا۔

کچھ دیر دوربین کی مدد سے جائزہ لینے کے بعد رش میری طرف متوجہ ہو گیا "ان کے درمیان تو واقعی بڑی بے ترتیبی پائی جاتی ہے۔"

"یہ جہاز کے عام مسافر ہیں رش! خاص لوگوں نے ہم حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو تھی جس کا انہوں نے بھی بھگت لیا۔ لاؤ ذرا میں ایک بار پھر جائزہ لوں" میں ایم ۴ نصب دوربین پر جھک گیا۔ میں نے نشیب کی جانب دوڑائی۔ تینوں یہودی اسی مقام پر پڑے نظر آئے جہاں نے انہیں گرایا تھا۔ ان کے نزدیک دوا ے کے ۴۷ خود کار رائفلیں بھی پڑی نظر آ رہی تھیں۔

"سنو رش!" میں نے دوربین سے آنکھ ہٹاتے ہوئے "جن یہودیوں کو میں نے نشانہ بنایا تھا ان کے نزدیک ان کی کار رائفلیں بھی موجود ہیں۔"

"اچھا" رش نے احمقانہ انداز میں کہا "پھر ہمیں کیا

ہے؟"

"اگر کسی طرح ہم وہ رائفلیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو ذرا سوچو کہ ہمارا محاذ کس قدر مضبوط ہو جائے گا"

"ہاں یہ بات تو ہے" اس نے تائید کی "مگر ہم وہ رائفلیں کس طرح حاصل کر سکیں گے؟"

"تم ایم ۱۴ سنبھالو اور مجھے کور دیتے رہو۔ میں نیچے جا کر وہ رائفلیں حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"للل... لیکن یہ تو خطرناک ہو گا... اور پھر میں یہاں اکیلا رہ جاؤں گا۔"

"میری تو پروا ہی مت کرو۔ میرے لئے تو تمہارا اسمتھ اینڈ ریسن اعشاریہ دو دو ہی کافی رہے گا۔"

"یہ" رش نے حیرت سے کہا "یہ تو ایک کھلونے کی مانند ہے۔ کیوں خود کو خطرات میں ڈال رہے ہو؟"

"اس پر لگا ہوا سائیلنسر اسے بہت مہلک بنا رہا ہے رش! اور میری تو فکر ہی مت کرو۔ خطرات سے کھیلنے میں مجھے لطف آتا ہے۔ بس تم مجھے کور دیتے رہنا۔"

میں نے دوسری طرف ڈھلان پر اترنے سے قبل بڑی احتیاط سے قرب و جوار کا جائزہ لیا۔ کہیں کسی کی موجودگی کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے میں تیزی سے دوسری طرف اتر گیا اور اس کے بعد میں نے ایک چٹان کی آڑ لے لی۔ چند لمحے تک گن لینے کے بعد میں تیزی سے دوڑتا ہوا دوسری چٹان تک پہنچ گیا اور اس کے بعد میرا نیچے اترنے کا سفر اسی طرح شروع ہو گیا۔ اس طرح دوڑنے کے دوران مجھے یہ اندازہ ہوا کہ جنہیں میں چٹانیں سمجھ رہا تھا وہ تو دراصل خشک مٹی کے بڑے بڑے تودے تھے جو بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑی کے اوپر سے ٹوٹ کر نیچے لڑھک آئے ہیں۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ بھاگ دوڑ کے دوران میرے پیروں سے مٹی کے ٹکڑے ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گر رہے ہیں۔ اس کا مطلب تھا کہ دشمن اگر حملہ کرتا تو اسے دہری مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ ایک تو اسے ہماری طرف سے چلائی جانے والی گولیوں سے بچنا پڑتا دوسرے مٹی کے ان تودوں سے ٹوٹ کر گرنے والے ٹکڑے ان کے آزادانہ اوپر چڑھنے کی راہ میں حائل ہوتے۔ گویا میں اور رش غیر معمولی طور پر محفوظ محاذ پر تھے۔

اندھیرے میں دور تک دیکھنا مشکل تھا۔ تاہم میں نے کوشش کی تھی کہ سیدھا اس مقام تک پہنچ جاؤں جہاں تینوں یہودیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ اس مقام کی سب سے بڑی پہچان یہ تھی کہ وہاں مٹی کے تودوں کی شکل کسی کشتی کے بادبان سے ملتی جلتی تھی۔ میں نے ایک مقام پر ترک کردہ جگہ تک پہنچنے کی کوشش کی جہاں مجھے پہنچنا تھا مگر تاریکی میری راہ میں مزاحم تھی۔

میں نے دوبارہ نیچے اترنا شروع کر دیا۔ رش یقیناً مجھے دیکھ رہا ہو گا۔ اس کے اعصاب کمزور تھے۔ مجھے حیرت تھی کہ اس نے بڑی بڑی مہمات کس طرح سر کی ہوں گی۔ اسرائیلیوں کے لئے وہ ایک ہوّا تھا اور اس کی وجہ غالباً صرف یہ تھی کہ وہ جذبہ رحم سے ناآشنا تھا۔ سفاکی کے معاملے میں اس نے یہودیوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ اس کا نام سنتے ہی بڑے بڑے سورماؤں کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے تھے۔ اسرائیلی سیکرٹ سروس موساد کا سربراہ اس کا جانی دشمن تھا اور اسے ختم کرنے کی کوشش میں متعدد بار ناکام ہو چکا تھا۔ رش اسرائیلیوں کی قید میں بھی رہ چکا تھا اور اس کے کارناموں میں ایک یہ بھی کارنامہ شامل تھا کہ وہ ان کی قید سے فرار ہو گیا تھا قید کے دوران کبھی جیکب ہیسنو نے احمد رش کو ایک تھپڑ مار دیا تھا جس کی وجہ سے رش اب اس کی جان لینے کے درپے ہو رہا تھا۔ اس کا یہ جذبہ پاگل پن کی حد تک بڑھا ہوا تھا۔ یہ امکان تھا کہ اگر ہیسنو اسے نظر آ گیا تو وہ ہر بات سے بے پروا ہو کر اس پر فائر کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔ شاید وہ یہ بات بھی نظر انداز کر دے کہ اس کی اس حرکت سے میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔

میں ہر بات سے واقف ہونے کے باوجود نیچے اترنے کا خطرہ مول لینے کے لئے مجبور تھا۔ یہودیوں کو شکست دینے کے لئے یہ ضروری تھا۔ احمد رش کو اس لئے نیچے نہیں بھیجا جا سکتا تھا کہ اس کے اعصاب کم از کم میرے نزدیک ناقابل اعتبار تھے۔ اس کے علاوہ مجھے ان فلسطینیوں کی طرف سے بھی خطرہ لاحق تھا جنہیں میں نے دوسرے دو مقامات پر متعین کیا تھا۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ میں نیچے اترا ہوں اگر اس دوران ان کے اور اسرائیلیوں کے درمیان کوئی تصادم ہو جاتا تو وہ بے دریغ فائرنگ کرتے اور مجھے فائرنگ بند ہونے تک کسی مناسب مقام پر پناہ گزیں رہنا پڑتا۔

لیکن اس کا امکان بہت کم تھا اور اسلحہ بہرحال ہماری ضرورت تھا جس کی خاطر میں تمام خطرات مول لینے پر مجبور تھا۔ میری دشواریوں میں پہاڑی کے پیچیدہ راستوں کی وجہ سے اور اضافہ ہو رہا تھا۔ کافی کوشش کے باوجود میں اندازہ نہیں کر پا رہا تھا کہ مجھے کس مقام پر پہنچنا ہے۔

اچانک میں نے کوئی آواز سنی اور میں بڑی پھرتی سے ایک چٹان سے چپک گیا۔ میری سماعت نے دھوکا نہیں کھایا تھا۔ یقیناً وہ کوئی آواز تھی۔ کوئی انسانی آواز... جسے کراہ سے مشابہ بھی قرار دیا جا سکتا تھا۔ کسی نے کچھ کہا تھا مگر الفاظ اور مفہوم میری سمجھ میں نہیں آ سکے تھے۔

میں سانس روکے منتظر کھڑا رہا۔ احمد رش کا سائیلنسر لگا ہوا اسمتھ اینڈ ریسن میرے ہاتھ میں تھا اور میں لمحاتی نوٹس پر فائر کرنے کو تیار تھا۔ مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ وہی آواز دوبارہ ابھری تھی۔ اس بار میں نے آواز صاف سنی تھی "میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہاں ہوں" کسی نے عبرانی میں کہا تھا۔ آواز بہت نحیف تھی اور یقیناً زیادہ دور تک نہیں جاسکی ہوگی۔

میرا دماغ بہت تیزی سے کام کررہا تھا پھر میں ایک نتیجے پر پہنچ گیا "میں آرہا ہوں" میں نے بھی عبرانی میں کہا مگر اپنی آواز زیادہ بلند نہیں ہونے دی۔ میں اب پہلے سے بھی زیادہ چوکنا ہوگیا تھا۔

"میں یہاں ہوں" نحیف آواز پھر ابھری "میں زخمی ہوں۔"

مجھے یقین ہوگیا کہ یہ کسی قسم کا جال نہیں ہے۔ وہ شخص واقعی زخمی معلوم ہوتا تھا۔ آواز سے کرب کا اظہار ہورہا تھا۔ میں نے آواز کی سمت کا تعین بھی کرلیا تھا۔

"میں آرہا ہوں" میں نے اپنی بات دہرائی اور رینگتا ہوا اس تنگ راستے میں داخل ہوگیا جس سے آواز آئی تھی۔ مجھے زیادہ دور نہیں جانا پڑا۔ راستے کا اختتام جس مقام پر ہوا تھا وہی میری مطلوبہ جگہ تھی۔ یہاں ٹیلے اس ترتیب سے ابھرے ہوئے تھے کہ انہیں دیکھ کر کسی کشتی کے بادبان کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا۔ یہیں میری گولیوں کا شکار ہونے والے تینوں افراد گرے تھے اور نئے چاند کی مدھم روشنی میں مجھے وہ نظر بھی آگئے لیکن ان میں سے ایک زندہ تھا اور مجھے دیکھ کر اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کی تھی اس کی اے کے ۴۷ رائفل اس کے ہاتھ سے ٹنگی ہوئی تھی۔

میں نے ایک لمحے صورتِ حال پر غور کیا۔ وہ اعشاریہ دو دو کی رینج سے باہر تھا اگر میں اس پہ گولی چلاتا تو ممکن ہے اس پر چلائی ہوئی گولی کارگر نہ ہوتی لیکن اگر وہ جوابی فائرنگ کر بیٹھتا تو اے کے ۴۷ کی آواز میلوں دور تک سنی جاتی۔ اس کے ساتھی اس مقام پر ہلہ بول دیتے اور میرے لئے اپنی جان تک بچانا مشکل ہوجاتا۔ ایک فوقیت مجھے بہرحال حاصل تھی اور وہ یہ کہ میرے جسم پر فلسطینیوں کا مخصوص لباس نہیں تھا۔

میں نے پستول جیب میں ڈالا اور اٹھ کر تیزی سے زخمی کی طرف بڑھا۔ یہ وہی شخص تھا جو میری تیسری گولی کا شکار ہوا تھا اگر گولی بالکل درست نشانے پر لگی ہوتی تو وہ آواز نکال کر اپنے ساتھیوں کو ہوشیار نہ کرسکا ہوتا۔

ابھی میں زخمی سے بیس فٹ کے فاصلے پر ہی تھا کہ اسے مجھ پر شبہ ہوگیا "کون ہو تم؟" اس نے عبرانی میں کہا۔ ساتھ ہی اس نے رائفل بھی سیدھی کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ زخمی تھا، مجھ سے زیادہ پھرتی کا مظاہرہ نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے اپنی رفتار کم کئے بغیر جیب سے پستول نکالا اور قبل اس کے کہ وہ اپنی رائفل سیدھی کرپاتا میرے پستول سے نکلی ہوئی گولی اسے چاٹ گئی۔

میں نے تیزی سے تینوں اے کے ۴۷ سمیٹیں، ایمونیشن اٹھایا اور واپسی کے لئے پلٹ پڑا۔ میرے پاس خاصا وزن ہوگیا تھا لیکن اس وزن کو لے کر اوپر تک پہنچنا میرے لئے کوئی بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ میں کچھ ہی دور گیا تھا کہ میری چھٹی حس نے کسی خطرے کا اعلان کیا۔ میں اپنی چھٹی حس کے اس سگنل کو نظر انداز نہیں کرسکتا تھا مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ خطرے کی نوعیت کیا ہے اور کس سمت سے خطرہ درپیش ہے۔ رک کر جائزہ لینے سے خطرات میں اضافہ ہوسکتا تھا۔ اس لئے میں بڑی پھرتی سے ایک ٹیلے کی طرف جھپٹا۔ میرا بروقت حرکت میں آنا اور برق رفتاری میرے کام آگئی۔ عین اسی وقت فضا گولیوں کے پے درپے دھماکوں سے لرز اٹھی تھی۔ جس مقام سے میں نے حرکت کی تھی۔ گولیاں اسی مقام پر ٹکرائی تھیں مٹی کے تودوں سے بہت سے ریزے اڑ کر فضا میں بکھر گئے مگر خدا نے مجھے بچالیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ ابھری۔ مجھے معلوم ہوگیا تھا کہ دشمن کس طرف ہے۔ میں ایک ٹیلے کی آڑ لے کر محفوظ ہوچکا تھا۔ اگلے ہی لمحے میں نے آٹومیٹک اے کے ۴۷ سنبھال اور خود کو جوابی فائرنگ کرنے کے لئے تیار کرلیا مگر اس سے قبل ہی وہ ٹیلہ فائرنگ کی زد میں آگیا جس کے عقب میں میں موجود تھا۔ پہاڑیاں متواتر فائرنگ کی دہشت ناک آوازوں سے گونج رہی تھیں اور میں چٹانوں کے عقب میں مزید دبک جانے پر مجبور ہوگیا تھا۔ وہ لوگ مجھے اس ٹیلے کے عقب میں چھپتے ہوئے دیکھ چکے تھے اور اب وہ ہر قیمت پر مجھے شکار کرنا چاہتے تھے۔ نرلیوں سے اڑنے والی مٹی کے ریزے اور ٹکڑے اڑ اڑ کر مجھ پر گر رہے تھے۔

چند منٹ بعد فائرنگ رک گئی۔ اس دوران میں میں لائحہ عمل طے کرچکا تھا۔ فائرنگ رکتے ہی میں چٹان کی آڑ سے ذرا سا باہر نکلا اور میں نے اے کے ۴۷ کا پورا بنا نا کلپ خالی کردیا۔ میں نے پورا برسٹ اس جانب مارا تھا جس جانب سے مجھ پر فائرنگ کی جاتی رہی تھی۔ مجھ پر فائرنگ کرنے والے دبک جانے پر مجبور ہوگئے تھے۔ تمیں راؤنڈ کا برسٹ مارنے کے دوران میں نے اپنی پوزیشن بھی تبدیل کرلی تھی۔ اب میں ایک دوسرے ٹیلے کی آڑ میں تھا۔ اس ٹیلے کی آڑ میں پہنچ کر میں رکا نہیں بلکہ میں تیزی سے دوڑ کر اس تنگ راستے تک پہنچ گیا جس سے گزر کر اس طرف آیا تھا۔ اسی وقت فائرنگ شروع ہوگئی۔ وہ لوگ اب بھی اس ٹیلے پر فائرنگ کررہے تھے جس کے عقب میں میں نے پہلی بار پناہ لی تھی۔ گولیوں کے کان پھاڑ دینے والے دھماکوں کے درمیان میں نے جلدی جلدی تنگ راستہ عبور کیا۔ مجھے یقین تھا کہ تھوڑی دیر کے لئے تو میں محفوظ ہوگیا ہوں اگر وہ لوگ فوری طور پر بھی اپنی جگہ چھوڑ دیتے تب بھی انہیں مجھ تک پہنچنے کے لئے وقت درکار ہوتا اور میں اس تھوڑی سی مہلت سے بہت زیادہ فائدہ اٹھانے کے موڈ میں تھا۔

میں زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ مجھے ٹھٹک کر رک جانا پڑا۔ میرے رکنے کا باعث گولیوں کی وہ نئی آوازیں تھیں جو پہلی آواز میں شامل ہوگئی تھیں۔ یہ یوزی سب مشین گن کی آوازیں تھیں اور میں نے اس آواز کو صاف پہچان لیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ فلسطینیوں کا وہ گروپ جس کے پاس سب مشین گن تھی۔ اس جنگ میں شریک ہوگیا ہے۔ یقیناً اس نے یہودیوں پر عقب سے حملہ کیا ہوگا۔

میں ان لوگوں کی حماقت پر ماتم کرنے کو زیادہ دیر نہیں رکا انہوں نے میری ہدایات کی خلاف ورزی کی تھی اور اب نقصانات کے ذمے دار بھی وہی تھے۔ میں ان لوگوں سے بہت ناراض تھا۔ ان میں جذبہ جہاد کچھ زیادہ ہی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس حد تک کہ وہ عقل و خرد کا دامن بھی ہاتھوں سے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ پہاڑیوں میں فائرنگ ہوتے دیکھ کر وہ خود پر قابو نہیں رکھ سکے تھے اور خود بھی جنگ میں کود پڑے۔ انجام سے بے پرواہ ہو کر...... یہ سوچے سمجھے بغیر کہ وہ یہاں کی پوزیشن سے لاعلم ہیں۔ ان کی اس حماقت سے انہیں خود بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

لیکن ان کی یہ حماقت میرے لئے تو فائدہ مند ہی ثابت ہوئی تھی۔ میں پوری طرح محفوظ ہوگیا تھا۔ اب فائرنگ کا رخ تبدیل ہوگیا تھا۔ اس نئی افتاد پر یہودی یقیناً بوکھلا گئے ہوں گے اور اس امکان پر غور کررہے ہوں گے کہ ہم نے انہیں گھیرنے کے لئے کوئی چال چلی ہے۔

کچھ دیر بعد فائرنگ بالکل ہی تھم گئی۔ فضا پر مہیب سناٹا چھا گیا تھا۔ اتنی دیر فائرنگ کے بعد یہ سناٹا بھی عجیب سا معلوم ہورہا تھا۔ مرتعش مرتعش سا سناٹا...... کانوں میں سیٹیاں سی بجتی معلوم ہورہی تھیں مگر میں رکے بغیر اوپر کی طرف بڑھتا رہا۔

"چلے آؤ علی!" کافی فاصلے سے ہی میں نے رش کی آواز سنی "ہمارے ساتھیوں نے انہیں بروقت الجھا لیا تھا۔ تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے"

"اور تم کیا کررہے تھے؟" میں نے اوپر پہنچتے ہی اس سے سوال کیا۔

"وہ بہت محتاط تھے علی!" رش نے جواب دیا "میں نے کوشش کی تھی مگر کوئی بھی میری زد میں نہیں آیا"

"بس میری قسمت ہی اچھی تھی کہ بچ کر نکل آیا" میں نے تینوں رائفلیں زمین پر ڈالتے ہوئے کہا "ورنہ اس کا امکان تو معدوم تھا"

"مجھے خود یقین نہیں آرہا" رش بولا "اس کے علاوہ اور کہا جاسکتا ہے کہ خدا کو تمہاری زندگی منظور تھی۔"

"مگر تمہیں جو ذمے داری میں سونپ کر گیا تھا تم اسے پورا کرنے میں ناکام رہے"

"یقین کرو انہوں نے مجھے ایک بھی موقع نہیں دیا ورنہ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں انہیں بخشتا؟"

رش ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اسے واقعی موقع نہیں ملا ہوگا ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ کشت و خون کا کوئی موقع ضائع کردے وہ تو ایسے مواقع کی تاک میں رہنے والا شخص تھا۔

"وہ بڑے منظم طریقے سے اس مقام کی طرف بڑھے تھے" رش کہہ رہا تھا "ایک ایک کرکے اور مختلف چٹانوں کی آڑ لیتے ہوئے...... تم خود ہی بتاؤ ایسے میں فائر کرنا گولیاں ضائع کرنے کے مترادف نہ ہوتا؟"

"میں تمہاری بات مانتا ہوں لیکن عین اس وقت جب میں اس طرف جارہا تھا، وہ لوگ بھی ادھر جارہے تھے۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھ لیا تھا؟"

"میں نہیں سمجھتا کہ ایسا ہوا ہوگا" رش نے کہا "ایک تو رات کی تاریکی میں دور تک دیکھنا ممکن نہیں ہے دوسرے تم بہت زیادہ محتاط تھے"

"اسی لئے تو میں ان کے وہاں عین وقت پر پہنچنے پر حیران ہورہا ہوں"

"ہمسنو بہت مردود آدمی ہے۔ جب تک ان کے درمیان وہ موجود ہے۔ ہمارے لئے مشکلات پیدا کرتا ہی رہے گا"

"بات کسی فرد واحد کی نہیں ہے رش! یہ خاصا تشویشناک معاملہ ہے۔ ہمیں اس پر غور کرنا پڑے گا"

"میرے پاس غور کرنے کے لئے وقت نہیں ہے" رش منہ بنا کر بولا "میں تو اسی مردود کو ہر بات کا ذمے دار سمجھتا ہوں۔ تمہارا جو جی چاہے غور کرتے رہو"

"مجھے اس کی ایک ہی صورت ممکن نظر آتی ہے" میں نے کہا "وہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھانے آئے ہوں گے"

"اور ٹھیک اسی وقت وہاں پہنچے جب تم وہاں سے رائفلیں اٹھا کر واپس آرہے تھے" رش کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"اسے محض اتفاق قرار دیا جاسکتا ہے اگر تم اس واقعے کی اور توجیہہ کرسکو تو میں اس سے صرف نظر نہیں کروں گا"

"اپنے ساتھیوں کی لاشیں انہیں اتنی ہی عزیز ہوتیں تو پہلے ہی لے گئے ہوتے بعد میں واپس آنے کی کیا تک تھی؟"

"ان پر بے آواز فائر ہوئے تھے۔ جس نے انہیں بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ یقیناً اپنی جانیں بچا کر وہاں سے بڑی افراتفری میں فرار ہوئے تھے۔ ممکن ہے وہ یہ سمجھے ہوں کہ انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے"

"ان کے پاس اسلحے کی کمی تو نہیں تھی...... کیا وہ جوابی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

فائرنگ بھی نہیں کرسکتے تھے ؟"

"صرف ہوائی فائرنگ کرسکتے تھے۔ اس لئے کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ان پر کس سمت سے حملہ کیا گیا ہے۔ ان کے تین آدمی مارے گئے تھے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے وہ خاموشی سے پسپا ہوگئے اور تم نے دیکھا کہ جب وہ دوبارہ اس طرف آئے تو کس قدر منظم طریقے سے آئے۔ تمہیں ایک گولی چلانے کا بھی موقع نہیں ملا۔"

"جو ہونا تھا وہ ہوگیا" رش نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا "اس پر بحث کرنے سے تو کچھ حاصل ہو نہیں سکتا۔"

"جب تک ہر پہلو پر نظر نہ رکھی جائے' اچھی جنگی حکمت عملی ترتیب نہیں دی جاسکتی"

"پہلوؤں پر تم ہی نظر رکھو' تم انچارج ہو' یہ سب کچھ سوچنا تمہارا کام ہے۔ میں کیوں اپنا مغز کھپاؤں" رش نے ایک رائفل اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تم آخر میرے نائب ہو" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم سے مشورہ نہیں کروں گا تو اور کس سے کروں گا ؟"

"تم نے واقعی کمال کردیا علی! رش نے شاید میری بات سنی ہی نہیں تھی" رائفلوں کے ساتھ کافی بنانا کلپ بھی ہیں۔ اب ہماری پوزیشن خاصی مستحکم ہوگئی ہے۔"

اچانک میں نے محسوس کیا کہ عقب سے کوئی اوپر چڑھ رہا ہے۔ میں تیزی سے پلٹا۔ ایک فلسطینی فدائی اوپر آرہا تھا۔ رش بھی مڑ کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہ یہاں کیوں آرہا ہے ؟" احمد رش نے کہا "جب ان لوگوں کو دوسرے محاذ پر تعینات کیا گیا تھا تو انہیں وہیں رہنا چاہئے تھا"

"ایک غلطی تو یہ پہلے بھی کرچکے ہیں۔ انہوں نے پہاڑیوں میں بلا جواز فائرنگ کی تھی" میں نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"اسی غلطی کی وجہ سے تم وہاں سے اتنی آسانی سے نکلنے میں کامیاب ہوئے ورنہ شاید وہ تمہیں گھیر لیتے"

"مجھے اس سے کوئی بحث نہیں کہ غلطی سے کیا فائدہ ہوا تم تو ظاہری فائدے کو دیکھ رہے ہو۔ تمہیں نہیں معلوم کہ اس سے کتنا بڑا نقصان ہوا ہے"

"نقصان تو اس وقت ثابت ہوگا جب ہمارے کسی آدمی کا جانی نقصان ثابت ہوجائے" رش نے کہا اور میں غصے سے کھول اٹھا۔

"تمہاری نظر میں صرف جانی نقصان ہی اہمیت رکھتا ہے حالانکہ انہوں نے میری ترتیب دی ہوئی پوری جنگی حکمت عملی تباہ کرکے رکھ دی ہے"

"کسی کو کیا معلوم کہ تم نے کیا جنگی حکمت عملی ترتیب دی ہے۔ وہ بے چارے تو ایک طرف رہے' خود مجھے بھی نہیں معلوم کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو"

احمد رش سے بات کرنا تقریباً فضول ہی ثابت ہوتا تھا۔ ہمیشہ اوندھی سیدھی باتیں کرتا تھا۔ اس کے اور میرے بات کرنے کے انداز میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ ہمارے درمیان کوئی مماثلت نہیں تھی۔ اب میں اس کے ساتھ پھنس گیا تو مجھے کسی نہ کسی طرح گزارا کرنا تھا۔

میں نظریں جمائے اس فلسطینی کو دیکھتا رہا جو ہماری طرف آرہا تھا۔ یقیناً کوئی خاص بات ہوئی تھی ورنہ وہ محاذ چھوڑ کر نہ آتا۔

وہ ہمارے نزدیک پہنچا تو میں نے اسے پہچان لیا۔ اس کا نام صید تھا اور میں نے اسے دریائے فرات کی سمت والے دستے کا کمانڈر مقرر کیا تھا۔

"کیا بات ہے صید ؟" میں نے اس سے کہا "تمہارا یہاں آنا ظاہر کرتا ہے کہ کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے"

وہ چند لمحے اپنی بے ترتیب سانسیں درست کرنے کی کوشش کرتا رہا' پھر بولا "ہمیں آپ لوگوں کی طرف سے تشویش تھی جناب! نیچے بہت شدید فائرنگ ہوئی تھی۔ آپ نیچے اترے تھے ؟"

"تم دیکھ ہی رہے ہو کہ ہم محفوظ ہیں" میں نے کہا "لیکن کیا تم صرف ہماری خیریت معلوم کرنے آئے تھے ؟"

"ہمارے دو آدمی زخمی ہوگئے ہیں جناب" صید نے ہچکچاتے ہوئے کہا "انہیں ابتدائی طبی امداد دے دی گئی ہے لیکن ...." وہ رک گیا۔

"تم رک کیوں گئے صید ؟" میں نے بے صبری سے کہا "جو کچھ بھی ہے جلدی سے کہہ ڈالو"

"ان کی حالت ٹھیک نہیں ہے جناب! ہمارے پاس موجود طبی اشیاء ناکافی ہیں اگر رات یونہی گزر گئی تو..."

"انہیں فوراً کسی بھی نزدیکی قصبے کی طرف روانہ کرو جہاں انہیں مناسب طبی امداد مل سکے۔ ہمارے پاس گاڑیاں موجود ہیں۔ اپنے کسی آدمی کے ساتھ انہیں روانہ کرو"

"اس طرح تو ہماری پوزیشن بہت کمزور ہوجائے گی جناب! تین محاذوں کے لئے ہماری تعداد بھی کم ہے اور اسلحہ بھی اس قدر ناکافی ہے کہ ......"

"تعداد اور اسلحے کی پرواہ مت کرو۔ وقت آنے پر میں اکیلا بھی ان سب کے لئے بہت کافی ثابت ہوسکتا ہوں" میں نے خوں خوار انداز میں کہا "جو میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو"

"بہت بہتر جناب!" صید نے کہا "آپ کی ہدایات پر عمل کرنا ہمارا فرض ہے" وہ واپس جانے کے لئے مڑا۔

"ٹھہرو" میں نے اسے آواز دی اور وہ رک کر مڑا۔

"میں نے تمہیں واضح ہدایات دی تھیں لیکن اس کے باوجود تم نے اپنے آدمیوں کو جنگ میں جھونک کر میرے واضح احکامات کی خلاف ورزی کی ہے۔ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ جب تک ان میں سے کوئی تمہاری طرف سے فرار ہونے کی کوشش نہ کرے تم کوئی عملی قدم نہیں اٹھاؤ گے ؟"

"میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں جناب" صید نے سر جھکا کر کہا "لیکن میری جگہ آپ ہوتے تو شاید آپ بھی وہی کرتے جو میں نے کیا ؟"

"تمہارے پاس وضاحت کا پورا موقع ہے صید!" میں نے نرم لہجے میں کہا "تم کہو' میں سن رہا ہوں"

"مجھے یہ بات معلوم تھی جناب کہ اگر اسرائیلیوں کی جانب سے کوئی پیش قدمی کی گئی تو آپ ہی کی جانب سے کی جائے گی اور آپ کے پاس ایک رائفل اور ایک پستول کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اسرائیلیوں سے بھی صرف دو ہی امیدیں تھیں یا تو وہ دریائے فرات والی سمت سے فرار ہونے کی کوشش کرتے یا پھر آپ والے محاذ پر حملہ کرتے۔ جب ان دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہوئی اور ایک مختلف مقام پر فائرنگ شروع ہوئی تو میں تشویش میں مبتلا ہوا۔ ظاہر ہے وہ لوگ آپس میں تو لڑ نہیں سکتے تھے اور نہ ہی ہوائی فائرنگ کرنے کی حماقت کر سکتے تھے اس کا مطلب یہی تھا کہ آپ دونوں میں سے کوئی نیچے اترا ہے جسے ان لوگوں نے گھیر لیا ہے۔ فائرنگ کے انداز سے بھی یہی معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے انہوں نے کسی کو ایک مقام پر گھیر لیا ہو۔ بس یہ خیال آتے ہی مجھ پر دیوانگی سی طاری ہوگئی کہ آپ دونوں میں سے کوئی ایک گھر گیا ہے۔"

صید کے مدلل تجزیے نے مجھے حیران کردیا۔ میں تو اب تک یہی سمجھتا رہا تھا کہ وہ ایک جذباتی اقدام تھا لیکن جس طرح اس نے تجزیہ کیا تھا اس سے صاف ظاہر ہوگیا تھا کہ ان کا اٹھایا ہوا اقدام حالات کے تحت بہت ضروری تھا اگر اس کی جگہ خود میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا لیکن میں نے اپنے ان خیالات کا اظہار نہیں کیا۔ میں اسے مزید ٹٹولنا چاہتا تھا۔

"محاذ جنگ پر احکامات کی اہمیت سب سے زیادہ ہوتی ہے صید! کیا تم اس بات سے واقف نہیں ہو ؟"

"ہم کوئی باقاعدہ تربیت یافتہ فوجی نہیں ہیں جناب! ہم تو فدائین ہیں اور جس قسم کی جنگیں ہمیں لڑنی پڑتی ہیں ان میں بعض اوقات ہمیں احکامات سے تجاوز بھی کرنا پڑتا ہے.... اس کے باوجود اگر میں نے آپ کی حکم عدولی کرکے کوئی بڑی غلطی کردی ہے تو میں اس پر نہ صرف نادم ہوں بلکہ معافی کا بھی خواستگار ہوں"

"تم ایک جاگتے ہوئے ذہن کے مالک ہو۔ تم نے جو کچھ بھی کیا' حالات کے تحت اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ میں تم سے بہت خوش ہوں"

"اس عزت افزائی کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں جناب" صید نے کہا

"شکر گزار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تم جاؤ اور زخمیوں کو روانہ کرنے کے بعد مزید ہدایات لینے کے لئے واپس آؤ...... اور ہاں یہ رائفلیں اور میگزین بھی ساتھ ہی لیتے جاؤ؟ شاید تمہارے آدمیوں کو ان کی ضرورت پڑ جائے' میں نے دو رائفلیں اور ان کے چند فالتو کلپ صید کی طرف بڑھائے۔

"اور اگر ہمیں یہاں ضرورت پڑ گئی تو کیا ہوگا؟" صید کے جاتے ہی احمد رش نے کہا۔

"ہمارے پاس ایک ایم ۱۶ بھی تو موجود ہے۔ ہم دو آدمی ایک وقت میں دو رائفلیں ہی استعمال کرسکتے ہیں اور ہمارے پاس دو رائفلیں ہیں۔ مزید اسلحے کی کیا ضرورت ہے ؟"

"برا وقت کہہ کر نہیں آتا" رش نے کہا "شاید کوئی ضرورت پڑ ہی جائے"

میں نے اس کی بے تکی بات کے جواب میں خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا مگر اس نے میرے جواب کا انتظار نہیں کیا۔

"کیا خیال ہے اگر ہم اپنی پوری قوت مجتمع کرکے ان پر خود ہی حملہ کردیں ؟"

عجیب آدمی تھا' ایک ہی لمحہ قبل اسلحے کی کمی کا رونا رو رہا تھا اور اب ان پر حملہ آور ہونے کی تجویز پیش کر بیٹھا تھا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن اسرائیلیوں کو بے خبر مت سمجھنا۔ وہ پوری طرح تیار بیٹھے ہوں گے"

اس کا ردِ عمل میری توقع کے مطابق ظاہر ہوا "میں نے تو صرف ایک تجویز پیش کی تھی۔ فیصلہ تمہارے اختیار میں ہے تم انچارج ہو۔"

"ہر اچھی تجویز پر عمل ہونا چاہئے" میں نے دھیمے سے مسکرا کر کہا مگر اندھیرے میں وہ مجھے مسکراتے ہوئے نہ دیکھ سکتا تھا۔

"تم ایک بات کو نظرانداز کررہے ہو" اس نے جلدی سے کہا "ہیسنر نے خود ہم سے مقابلہ کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی"

"تمہارا خیال غلط ہے..... میں نے یہ بات ہرگز نظرانداز نہیں کی..... مجھے یاد ہے' اس نے بیکر سے یہی کہا تھا کہ وہ زمین پر ہم سے مقابلہ کرسکے گا"

"تم نے شاید غور نہیں کیا کہ اس کے ان الفاظ کا کیا مطلب تھا؟" خود کو خطرے میں دیکھ کر اس کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

" یہ تو بڑی سادہ سی بات ہے۔ اس پر غور کرنے کی کیا ضرورت ہے " میں نے اس کی حالت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا " وہ ہاتھ پیر ہلائے بغیر مرنا پسند نہیں کرتا "

" تم سمجھے نہیں " رش نے بوکھلا کر کہا " اگر اس کے پاس کافی قوت موجود نہ ہوتی تو ہرگز ایسی خواہش ظاہر نہ کرتا "

" ہاں یہ تو ہے " میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا " لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو ؟"

" عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم محتاط رہیں اگر اس نے واقعی طاقت کے بل پر ایسی بات کہی تھی تو ہم خواہ مخواہ نقصان اٹھا جائیں گے "

" پھر کیا کیا جائے ؟" میں نے خاصی تشویش سے کہا۔

" دفاعی اعتبار سے ہم بہت اچھی پوزیشن میں ہیں اگر انہوں نے خود سے ہم پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو نقصان ان کا ہوگا جبکہ دوسری صورت میں ہم خسارے میں رہیں گے۔"

" ہم کوئی اعلان جنگ کر کے تو ان پر حملہ کریں گے نہیں" میں نے بڑی معصومیت سے کہا " بس چپکے سے انہیں گھیر لیں گے "

" یہ بہت مشکل ہوگا علی !" رش پر اضطراب طاری ہونے لگا " بلندی سے نیچے کی طرف جاتے ہوئے ہم ضرور ان کی نظروں میں آجائیں گے "

" اندھیرا بہت گہرا ہے رش ! پھر یہ کہ ہم مزید انتظار کرلیں گے اور رات گئے حرکت میں آئیں گے "

" ان کے پاس اسلحہ بھی بہت زیادہ ہے۔ ہم سے ذرا سی بھی چوک ہوئی تو وہ ہوشیار ہو جائیں گے اور پھر ہم زیادہ دیر ان کے مقابلے پر نہیں ٹھہر سکیں گے "

" ممکن ہے ان کے پاس ہمارے مقابلے میں بہت زیادہ اسلحہ ہو مگر وہ اس جذبے سے محروم ہیں جو ہلاکے ہر ساتھی کی رگوں میں خون کے ساتھ دوڑ رہا ہے۔"

احمد رش پر جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا اگر اسے معلوم ہوتا کہ میں اس کی تجویز پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاؤں گا تو اپنی زبان کو قابو میں رکھتا مگر اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا اور وہ دم بخود بیٹھا تھا۔

" تمہیں کچھ اندازہ ہے رش کہ ہم اس وقت کس مقام پر ہیں ؟" یکایک میں نے کہا اور رش میرے سوال کی نوعیت پر حیران رہ گیا۔

" کیوں نہیں معلوم ہوگا " اس نے حیرت سے کہا " ہم عراق میں ہیں۔"

" یہ بات تو ان لوگوں کے علم میں بھی ہوگی جنہیں زبردستی یہاں لایا گیا ہے۔"

" انہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ ہم دریائے فرات کے کنارے موجود ہیں۔"

" ضرور معلوم ہوگا۔" میں نے کہا " فضائی عملے کو خاص جغرافیائی معلومات ہوتی ہیں "

" آخر وہ کون سی ایسی بات ہے جو ان کے علم میں نہ ہوگی اور تم مجھے بتانا چاہتے ہو ؟" رش نے الجھن آمیز لہجے میں پوچھا

" تم نے ان پہاڑیوں کی ساخت پر غور کیا..... تمہیں کوئی عجیب بات محسوس نہیں ہوئی ؟"

" عجیب بات...... نہیں تو، یہ عام قسم کی پہاڑیاں ہیں ان میں عجیب بات کون سی ہو سکتی ہے ؟"

" جس مقام پر ہم موجود ہیں۔ وہ حصہ آگے کی طرف نکلا ہوا ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے کوئی بالکونی ہوتی ہے۔"

رش چند لمحے غور کرتا رہا پھر حیرت زدہ لہجے میں بولا " ٹھیک کہہ رہے ہو۔ واقعی یہ کوئی بہت بڑی بالکونی معلوم ہوتی ہے۔"

" اس بات پر بھی غور کرو کہ بعض مقامات پر پہاڑی ڈھلان نوے درجے کا زاویہ بنادیتی ہے جیسے کوئی دیوار ہوتی۔"

" یہ تو ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے " رش بولا۔

" پہاڑوں میں یقیناً ایسا ہوتا ہے مگر پہاڑیوں میں ایسی ڈھلانوں کا پایا جانا غیر معمولی بات ہے "

" میں بالکل نہیں سمجھ پا رہا کہ ان سب باتوں سے تمہارا مقصد کیا ہے ؟"

" صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جس مقام پر ہم موجود ہیں اس کی تاریخی اہمیت کیا ہے "

" اس واہیات مضمون سے مجھے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی " رش نے بیزاری ظاہر کی۔

" مجھے اس کا اندازہ ہے۔ اسی لئے میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اس مہم کے لئے خاص طور پر یہی مقام کیوں منتخب کیا گیا ہے "

" میرا خیال ہے کہ کانکروڈ کو اغوا کر کے یہاں لانے کی تجویز تمہاری ہی پیش کردہ تھی "

" یہ تجویز میں نے ایک خاص مقصد کے تحت پیش کی تھی اور کوئی اس مقصد کو نہیں سمجھ سکا۔ سب کا خیال یہ تھا کہ محض ایک ویرانہ ہونے کے باعث میں نے اس جگہ کو پیش کیا تھا "

" تم بڑی حیران کر دینے والی باتیں کر رہے ہو۔ شاید مذاق کے موڈ میں ہو "

" دجلہ اور فرات وادیٔ بابل کے دو دریاؤں کے نام بھی پہچانے جاتے ہیں "

" مجھے یہ بات نہیں معلوم....... اگر ایسا ہو بھی تو اس کی اہمیت کیا ہے ؟"

" تمہارے نزدیک ممکن ہے نہ ہو مگر یہودیوں سے جاکر پوچھو۔ بابل کی سرزمین کا تذکرہ تو ان کی مذہبی کتب تک میں موجود ہے "

رش بے اعتباری سے ہنسا " اس بے سروپا بات پر میں یقین نہیں کر سکتا "

" مجھے یقین ہے کہ اسرائیلیوں میں سے کسی نہ کسی ...... نے اب تک یہ بات محسوس کر لی ہوگی کہ انہیں کہاں لایا گیا ہے "

" فرض کرو ایسی کوئی بات ہے تو بھی اس سے ان کی صحت پر کیا اثر پڑے گا ؟"

" ان کی صحت برباد ہو کر رہ جائے گی۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں ان کو قیدی کی حیثیت سے لایا گیا تھا "

" مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم اتنے اچھے افسانہ گو بھی ہو " رش نے خوش دلی سے کہا۔

" یہ افسانہ گوئی نہیں ہے رش ! ٹھوس حقیقت ہے۔ اگر تم پسند کرو تو میں ان کی موجودہ زبور سے کوئی گیت حوالے کے طور پر تمہیں سناؤں ؟"

" اب تم مجھے اس طرح مرعوب کرنے کی کوشش کرو گے ؟" رش نے ہنس کر کہا۔

" تم یقین کرو یا نہ کرو۔ یہ تمہاری اپنی مرضی ہے تاہم میں تمہیں زبور کا ایک گیت ضرور سناؤں گا " میں نے کہا اور اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر گیت شروع کر دیا۔

ہم بابل کے دریا کے کنارے بیٹھے
بیت المقدس کو یاد کر کے رو رہے ہیں
اپنے بربط ہم وہیں بید کے درختوں پر ٹانگ آئے ہیں
اس لئے کہ ہمیں قید کرنے والے ہم سے گیت سننے کی فرمائش کر رہے تھے۔
ہمیں برباد کر دینے والے ہم سے خوشیوں کے طلبگار تھے
ہم سے بیت المقدس کا کوئی گیت سنانے کی فرمائش کر رہے تھے
ایک اجنبی سرزمین پر ہم رب عظیم کا کوئی گیت کس طرح گائیں گے ؟
اے یروشلم ! اگر میں تجھے فراموش کروں
تو میرا دایاں ہاتھ اپنی مہارت بھول جائے
اگر میں تجھے یاد نہ رکھوں
تو میری زبان میری تالو سے چپک کر رہ جائے
اگر میں یروشلم کو اپنی ہر خوشی پر فوقیت نہ دوں

احمد رش سناٹے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ گیت سننے کے بعد بھی کافی دیر تک وہ کچھ نہیں بولا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا " یہ گیت تمہارے علم میں کیسے آیا ؟"

" میں یہودیوں کے خلاف صف آرا ہوں رش ! میں نے اپنے لئے کوئی خاص میدان مقرر نہیں کیا ہے۔ ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ علم ہونا میری ضرورت ہے تاکہ ہر محاذ پر انہیں شکست سے ہمکنار کرسکوں "

" یہودیوں کے خلاف تو میں بھی ہوں " رش نے کہا " اور میں نے انہیں بہت سے نقصانات بھی پہنچائے ہیں مگر مجھے تو بالکل معلوم نہیں کہ ان کی مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے ؟"

" میں نے کہا نا کہ میں یہودیوں کو صرف میدان جنگ میں ہی شکست دینے کا خواہاں نہیں ہوں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں انہیں نیچا دکھانا میرا مشن ہے۔ اس کام کے لئے مجھے خود کو بہت زیادہ باخبر رکھنا پڑتا ہے "

" کمال ہے " رش بڑبڑایا " تمہاری معلومات واقعی حیران کن ہیں لیکن کیا اس کے علاوہ ان کی مذہبی کتابوں میں بابل یا وادیٔ بابل کا کوئی اور حوالہ بھی ملتا ہے ؟"

جاسوسی ادب کی معیاری کتابیں کم سے کم قیمت میں

جاسوسی ناولوں کے مقبول ترین مصنف ایچ اقبال کے قلم سے

عمران سیریز

بے باک لڑکی — دہری چال

ایک جلد میں دو کتابیں ○ قیمت: ۲۰/- روپے

پرمود سیریز

جاسوس شہزادہ — لیڈی بلیک

ایک جلد میں دو کتابیں ○ قیمت: ۲۰/- روپے

آج ہی طلب فرمایئے

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"زبور میں ہی اس کا ایک اور حوالہ جو مجھے یاد آرہا ہے اس میں بابل کو اپنے وقت کی عظیم ترین مملکت قرار دینے کے بعد اس کی تباہی کی پیشن گوئی کی گئی ہے۔"

"جس وقت تم نے طیارہ اغوا کر کے لانے کے لئے اس مقام کو تجویز کیا تھا کیا اس وقت یہ سب باتیں تمہارے ذہن میں تھیں ؟" احمد رش نے پوچھا۔

"نہ صرف یہ باتیں موجود تھیں بلکہ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اس سے کیا فائدے حاصل کئے جاسکیں گے۔" میں نے کہا

"غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ انہیں اپنی تاریخ یاد ہے اور اس مقام پر آنے کے بعد ان کے اعصاب متاثر ہوں گے۔"

"قدرتی بات ہے رش! ہر یہودی کو اپنی تاریخ از بر ہے۔

آج ان کے لئے تاریخ خود کو دہرا رہی ہے۔ پہلی بار وہ یروشلم سے قید کر کے جس مقام پر لائے گئے تھے آج پھر وہیں موجود ہیں۔ وہ نام نہاد امن کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے اپنے وطن سے روانہ ہوئے تھے اور ایک طویل دباؤ میں رہنے کے بعد خود کو جس مقام پر قیدی محسوس کر رہے ہیں۔ اس سے انہیں اپنی پہلی ذلت آمیز جلا وطنی یاد آگئی ہوگی۔ انہیں اندازہ ہوگا کہ جلد یا بدیر ان کی پوری قوم کو پہلے کی طرح ایک بار پھر فلسطین سے نکلنا ہوگا۔ میں نے ان کے خلاف ایک نفسیاتی چال چلی ہے۔"

"تمہارا یہ نفسیاتی وار بے حد کارگر ثابت ہوگا علی! اور تمہارا یہ کہنا بھی درست ہے کہ کسی کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ تم کتنی دور تک دیکھ رہے ہو۔ سب کا خیال یہی تھا کہ تم نے محض اس مقام کی ویرانی کے سبب اس جگہ کا انتخاب کیا ہے۔ تم نے اصل بات چھپانے کے لئے دلیلیں بھی تو کیا کیا دی تھیں۔"

"میری تمام دلیلیں اپنی جگہ درست تھیں رش! یہاں تک پہنچنے کے لئے میں نے جس طویل راستے کا چناؤ کیا۔ وہ بے حد ضروری تھا اگر کانکرڈ میں ایندھن ختم نہ ہوگیا ہوتا تو وہ یوں ہم سے نزدیک نہ ہوتا۔ آخری وقت میں کہیں دور نکل گیا ہوتا۔ ہم اسے تباہ تو کر سکتے تھے مگر ان لوگوں کو گھیر نہیں سکتے تھے اور اگر ہم نے اس قدر پیچیدہ راستہ نہ منتخب کیا ہوتا تو ہمیں کب کا تلاش کیا جاچکا ہوتا۔ اس کے علاوہ نیچی پرواز کرنے سے ہمیں دو فوائد حاصل ہوئے۔ ہمیں کسی بھی ملک کے ریڈار پر نہیں دیکھا جاسکا اور دوسرے یہ کہ اس طرح کانکرڈ کا ایندھن جلدی ختم ہوگیا۔"

"مجھے یاد ہے علی! تم نے اپنے پلان کے حق میں یہ تمام دلیلیں پیش کی تھیں مگر تم نے یہودیوں کی تاریخ کا تذکرہ نہیں کیا تھا"

"ہمارے مشن کے لئے یہ ایک غیر اہم بات تھی۔ اس لئے میں نے اس کا تذکرہ کرنا ضروری نہیں سمجھا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ باقی تمام باتیں ایک طرف اور ان کاری ضرب ایک طرف۔ میں نے ان کے زخموں پر نمک چھڑکنے کا کام کیا ہے اور سب سے زیادہ لطف مجھے اسی بات کا آرہا ہے۔ ان لوگوں کو مارنے کے بجائے انہیں ذہنی اذیت میں مبتلا کر کے مجھے زیادہ تسکین حاصل ہوتی ہے۔"

"اگر تمہاری طرح میں بھی یہودیوں کی تاریخ سے واقف ہوتا تو یقیناً میں بھی اسی طرح فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا جس طرح تم نے کیا ہے۔" احمد رش نے کہا۔

"اس بات سے تو سبھی واقف ہیں کہ یہودی ایک بے وطن قوم ہے۔ ان کی نافرمانیوں کے باعث خدا نے ذلت اور رسوائیاں ان کا مقدر کردی ہیں"

"یہاں تم غلطی کر رہے ہو علی! اب یہودی بے وطن کہاں رہے۔ عرب قوم کے وسط میں اسرائیل کا ناسور گزرتے دن کے ساتھ اپنی جڑیں مظبوط کرتا جارہا ہے۔"

"ہزاروں سال سے رسوا اور بے وطن رہنے والوں نے سازشوں کا جال بچھا کر اپنے لئے ایک وطن حاصل کر لیا لیکن اس سے صرف ہماری کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ مسلمان اگر چھوٹی چھوٹی مملکتوں میں بٹے ہوئے نہ ہوتے۔ ان کے درمیان آپس کے اختلافات نہ ہوتے تو اسرائیل کبھی وجود میں نہیں آسکتا تھا۔ یہ تو ایک سزا ہے جو قدرت کی طرف سے ہمارے لئے مقرر کی گئی ہے۔"

"قدرت نے اسرائیل کے لئے فلسطینیوں کے دلوں میں جذبہ جہاد بھی تو پیدا کیا۔" احمد رش بولا "تم تو فلسطینی نہیں ہو بلکہ عرب بھی نہیں ہو۔ تم کیوں ان کے خاطر سرگرم عمل ہو؟"

"بے شک دلوں میں جذبے پیدا کرنے والی وہی ذات اقدس ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے دوسروں کے لئے عبرت کا سامان بنا دیتا ہے۔ عربوں کی بد اعمالیوں کے باعث پہلے اس نے ان پر اسرائیل کا فتنہ مسلط کیا پھر مٹھی بھر فلسطینیوں کو اس مضبوط مملکت کے مقابل لے جاکر کھڑا کیا جس سے عرب کی تمام حکومتیں مل کر بھی شکست کھا گئیں۔ اب بھی اگر مسلمان ہوش میں نہ آئے تو پھر کب آئیں۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر احمد رش نے کہا "کچھ دیر قبل تم زبور سے اقتباسات سنا رہے تھے۔ میں نے تو سنا ہے کہ زبور اب کہیں بھی نہیں پائی جاتی"

"زبور عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی اور عبرانی زبان بذات خود ختم ہوگئی تھی۔ جب وہ زبان ہی نہ رہی تو اس میں کوئی کتاب تھی تو اس کتاب کے بچنے کا کیا سوال پیدا ہوتا۔ اس زبان میں نازل ہوئی تھی"

"تو پھر تم نے ایک معدوم کتاب سے اقتباسات کس طرح سنا دیے؟" احمد رش نے حیرت سے کہا۔

عبرانی ایک مردہ زبان تھی جسے یہودیوں نے زندہ کیا' اسے دوبارہ رائج کیا۔ آج یہودی اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر عبرانی سیکھتا ہے تاکہ یہ دوبارہ ختم نہ ہونے پائے۔ بلاشبہ یہ یہودیوں کا ایک بڑا کارنامہ ہے لیکن انہوں نے غلط حرکت یہ کی کہ زبور بھی جمع کرنے کی کوشش کر ڈالی۔ جس کے تراجم تو تھے مگر وہ اصل زبان میں نہیں تھی اور تراجم بھی ایسے جن میں تحریف ہو چکی تھی پھر اسلام آجانے کے بعد پچھلی تمام شریعتیں اور آسمانی کتب، عمل کرنے کی حد تک منسوخ ہو چکی تھیں۔ ہمارے لئے ان منسوخ شدہ شریعتوں اور آسمانی کتب کا ماننا تو ضروری ہوگیا مگر ان میں سے کسی پر بھی عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"کیا ایک تحریف شدہ کتاب کے حوالے تمہارے نزدیک مستند ہوسکتے ہیں؟" رش نے پوچھا۔

"کسی کے لئے بھی نہیں ہونے چاہئیں۔" میں نے جواب دیا "لیکن یہودی اسے مانتے ہیں بابل کی اس وادی سے ہمارا کوئی نظریہ وابستہ نہیں ہے۔ میں نے یہودیوں کے اس نقطہ نظر سے اس جگہ کا انتخاب کیا ہے زبور میں جو کچھ لکھا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ صحیح ہے یا غلط ...... اس لئے کہ یہ تو تحریف شدہ زبور ہے لیکن یہودی اس کے ایک ایک حرف پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم چونکہ ان کے خلاف ہیں ان سے برد آزما ہیں لہٰذا ہمیں ان کی ہر کمزوری سے فائدہ اٹھانا ہے۔"

"تو پھر یہی کیا ضروری ہے کہ یہ جگہ جہاں ہم موجود ہیں بابل کی وادی ہو؟" رش نے سوال کیا۔

"اس بات کا تعلق زبور سے نہیں جغرافیہ سے ہے۔ میں نے تم سے یہ تو نہیں کہا کہ ہم مریخ پر ہیں جو تم اتنا الجھ رہے ہو۔ بابل کی سلطنت ہماری زمین پر واقع تھی۔ جغرافیہ دانوں کے لئے بابل کے نام میں بے حد کشش ہے اس لئے کہ یہ صرف ایک نام نہیں بلکہ ایک حقیقت بھی ہے"

"نہ بھی ہو تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے" رش نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا "یہودیوں پر تو اس کا نفسیاتی اثر ہوگا ہی...... اس کے علاوہ ہمیں اور چاہئے بھی کیا"

"میں خود اس مقام پر پہلی بار آیا ہوں اور یہاں اتنی دیر گزارنے کے بعد اب میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہوں۔"

"کیا سوچنے پر مجبور ہو؟" رش نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں اشتیاق جھلک رہا تھا۔

"بابل کے بارے میں طرح طرح کی کہانیاں مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یاد آرہی تھی" میں نے رش کے اشتیاق کو ہوا دینے کی کوشش کی اور میں اس میں کامیاب بھی رہا۔

"کہانیاں مشہور ہیں!" اس نے حیرت سے کہا "میں نے تو کوئی کہانی نہیں سنی؟"

"روایت ہے کہ انہوں نے ایک بہت بلند عمارت تعمیر کرنے کی کوشش کی تھی۔ اتنی بلند کہ اس پر چڑھ کر خدا تک پہنچا جاسکے یا کم از کم اس کی آواز سنی جاسکے"

رش ہنسنے لگا "تم بڑے مزاحیہ آدمی ہو" رش نے کہا۔ "ایسی ناقابلِ یقین کہانیاں سناتے ہو جن پر یقین کیا ہی نہیں جاسکتا"

"یہ میرا نہیں اہالیان بابل کا کمال ہے۔ معلوم نہیں اس دور میں علمیت کا معیار کیا تھا...... لیکن اس وقت جس مقام پر ہم موجود ہیں یقیناً یہ وہ عمارت نہیں ہوسکتی"

"عمارت" رش کے لہجے میں تحیر تھا "شاید تم اپنے ہوش میں نہیں ہو۔ ارے ہم ایک پہاڑی پر موجود ہیں"

"حالانکہ کچھ دیر قبل تم نے خود تسلیم کیا تھا کہ ہم نے جس جگہ مورچہ بنایا ہے وہ کسی بہت بڑی بالکونی سے مشابہ ہے۔"

"تم اس بات پر کیوں مصر ہو کہ اس کے پیچھے انسانی ہاتھ کی کاریگری موجود ہے۔ ممکن ہے کسی قدرتی عمل کے ذریعے کوئی چٹان ایسی صورت اختیار کر گئی ہو؟"

"اچھا تو اب اس بات پر غور کرو کہ ان پہاڑیوں کی بلندی دو سو فٹ کے قریب ہے۔ موجودہ دور میں کوئی بیس منزلہ عمارت ہی اتنی بلند ہوسکتی ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"اس حد تک تو تمہاری بات درست ہے" رش نے کہا۔ "مگر اس سے تو کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔"

"وہی بتانے جارہا ہوں...... یہ دیکھو کہ اس کی چوٹی کتنی ہموار ہے۔ جیسے کسی میز کی سطح ہموار ہوتی ہے"

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ ایک تو یہ بالکنی نما حصہ اور پھر اس کی سطح کا ہموار ہونا واقعی قابل غور ہے"

"میرا خیال ہے یہ شہر کی شمالی دیوار ہے جو شہر پناہ کے طور پر تعمیر کی گئی ہوگی۔ صدیاں گزرنے پر اڑنے والی گرد اور مٹی نے جم جم کر اصل عمارت کو اپنے اندر چھپا لیا اور اب تو ہزاروں سال گزر چکے ہیں یہ مٹی اس قدر پختہ ہو چکی ہے کہ اس پر پہاڑی کا گمان گزرتا ہے"

"ممکن ہے بابل والے اس عمارت کو شہر پناہ کے طور پر استعمال کرتے ہوں لیکن مجھے تو اس کا شبہ بھی نہیں ہوا تھا کہ یہ پہاڑی غیر قدرتی بھی ہوسکتی ہے کسی اور کو بھی نہیں ہوا ہوگا' پھر تم نے یہ اندازہ کیسے لگا لیا؟"

"جب میں نیچے اترا تھا اس وقت مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ یہ پہاڑیاں غیر قدرتی بھی ہوسکتی ہیں لیکن جب میں نے دیکھا کہ جنہیں میں پہاڑیاں سمجھ رہا ہوں وہ محض مٹی کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تو دے ہیں اور پہلے بھاگ دوڑ کے دوران اور اس کے بعد گولیاں چلنے کے دوران میں نے محسوس کیا کہ جگہ جگہ سے مٹی اڑ رہی ہے تو میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہوا اور واپس یہاں پہنچنے پر میں نے یہ سارے نتائج اخذ کئے جو تمہیں بتا چکا ہوں"

"تمہاری ہر بات میں وزن ہے مگر یہ معلومات میرے لئے کس طرح کار آمد ہو سکتی ہیں؟"

"جتنا زیادہ ہم اس مقام سے واقف ہوں گے اتنے ہی بہتر انداز میں جنگ کر سکیں گے۔ اجنبی مقام پر جنگ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔" میں نے کہا

"اگر یہاں کھدائی کی جائے تو کیا یہاں کوئی عمارت دریافت کی جاسکے گی؟"

"ظاہر ہے...... میرے اندازے کے مطابق یہ شہرپناہ کی فصیلیں ہیں اور وہ سامنے ابھری ہوئی چوٹی غالباً نگرانی کے کام آتی ہوگی۔ شہرپناہ کے محافظ وہاں سے دور دور تک نگرانی کرتے ہوں گے۔"

"تم نے اتنی دماغ سوزی کر کے اتنے اندازے لگائے ہیں تو اب تم ہی کوئی جنگی حکمت عملی بھی ترتیب دو" رش نے کہا

"یہ پہاڑیاں دریائے فرات کے متوازی شمالاً جنوباً پھیلی ہوئی ہیں اور سال کے اس حصے میں دریائے فرات اپنے پورے بہاؤ پر ہوتا ہے۔ دریا کا پانی پہاڑں کی ڈھلان تک آجاتا ہے...... یہی ڈھلان یہودیوں کے فرار کا ذریعہ ہو سکتی تھی مگر ہم نے کچھ آدمی وہاں متعین کردیے ہیں لہٰذا وہ حصہ تو محفوظ ہوا۔ یہودی اس طرف سے فرار نہیں ہو سکیں گے"

"لیکن اس طرف تو بہت کم آدمی ہیں اور تربیت یافتہ یہودیوں کے لئے بہت ناکافی ہیں"

"یہودیوں کو ہماری طاقت کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔ کچھ دیر قبل صید نے جس جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر فائرنگ کی تھی اس کے بعد تو وہ اور بھی خوف زدہ ہو گئے ہوں گے۔ اب کم از کم اس جانب سے تو ہمیں بے فکر ہو جانا چاہئے ان میں اتنی جرأت نہیں ہو گی کہ اس طرف اب کوئی بڑا حملہ کریں"

"ٹھیک ہے وہ حصہ تو محفوظ ہوا لیکن وہ کسی اور جانب سے بھی تو حملہ کر سکتے ہیں؟"

"یہ واقعی ایک مسئلہ ہے۔ شمالاً جنوباً پہاڑی کی لمبائی کوئی آدھا کلو میٹر کے لگ بھگ ہوگی۔ سڑک اور میدان کی جانب اس کی ڈھلان بتدریج اور ہموار ہے۔ ان میں سے بہت سے مقامات پر قدرتی کٹاؤ بھی موجود ہیں۔ یہی ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں کہ دشمن ان کی آڑ لے کر ہم تک پہنچ سکتا ہے اس کے علاوہ جو مقامات ہیں ان پر کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ایک بار نقصان اٹھانے کے بعد وہ دوبارہ محتاط رہیں گے اور کسی کھلے ہوئے حصے تک پہنچنے کی کوشش بھی نہیں کریں گے"

"لیکن یہاں تو ہم صرف دو افراد ہیں" رش نے کہا "اگر وہ چھپ کر ہمارے عقب میں پہنچ گئے تو کیا ہوگا؟"

"انہیں وقت لگے گا۔ اس کا امکان ضرور ہے تاہم اس مقام کی اجنبیت کی وجہ سے وہ فوری طور پر یہ اقدام نہیں کر سکیں گے۔"

"مانا کہ راستے تلاش کرنے میں انہیں وقت لگے گا لیکن ان راستوں کے تحفظ کا کچھ بندوبست بھی تو ہونا چاہئے"

"ہوگا" میں نے مسکرا کر آہستہ سے کہا "ذرا صید واپس آنے دو پھر میں ایسے مقامات پر محافظ متعین کر دوں"

"تمہارا کیا خیال ہے...... رات میں وہ ہم پر دوبارہ حملہ کرنے کی کوشش کریں گے؟"

"اگر نہ کی تو انہیں زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ جتنی زیادہ ان کی طرف سے دیر ہوگی اتنا ہی ہم منظم ہو چلے جائیں گے"

"میرا خیال ہے رات گزرنے کے بعد دن کی روشنی میں تو وہ ہم پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکیں گے؟"

"رات کی تاریکی ان کی سب سے بڑی معاون ہے اگر اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو دن میں کیا خاک فائدہ اٹھائیں اسں وقت تو ہم انہیں بھون ڈالیں گے"

صید کی واپسی تک میں اور رش وقفے وقفے سے ا[illegible] لائٹ ٹیلی اسکوپ کی مدد سے پہاڑی ڈھلانوں کا جائزہ رہے۔ اسٹار لائٹ ٹیلی اسکوپ کا مستقل استعمال اس نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ بیٹری کے ذریعے کار آمد ہوتی تھی بیٹری اگیزہاسٹ ہونے کے بعد دوربین بھی بے کار ہو جاتی۔

صید کے واپس آتے ہی میں نے اس سے کہا کہ در[illegible] جانب والی ڈھلان پر چند افراد کو چھوڑ کر اپنے تمام آدمیوں ساتھ میرے پاس واپس آجائے۔ اس نے بے چون میرے کہنے پر عمل کیا۔ میں نے فلسطینیوں کو ضروری ہد[illegible] دیں اور رش اور صید کو لے کر پہاڑی کا جائزہ لینے نکل کھ[illegible]

پہاڑی کی چوٹی پر چلنے کے دوران رش کو میری اس با[illegible] یقین آگیا کہ پہاڑیاں غیر قدرتی ہیں۔

"یہ تو واقعی اتنی ہموار ہے کہ اس کے نیچے کسی باقاعد[illegible] کا یقین کرنا ہی پڑتا ہے" رش نے کہا۔

"یہ جو بعض مقامات پر گول ابھرے ہوئے مینار۔ آرہے ہیں یہ اس فصیل کی برجیاں ہو سکتی ہیں" میں اور رش نے اثبات میں سر ہلا کر میری بات کی تائید کی

"میرا خیال ہے جناب کہ ہر برجی پر ایک آدمی کو [illegible] کر دینا چاہئے" صید نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا" میں نے کہا "تم جا کر اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دو۔"

صید چلا گیا اور ذرا ہی دیر بعد بڑی خاموشی سے تمیں افراد برجیوں کے عقب میں پوزیشنیں سنبھال چکے تھے۔

"ہم نے آدمی تو تعینات کردیے ہیں جناب لیکن اسلحے کی کمی کیسے پوری کی جائے؟" صید نے کہا۔

"اس کی ایک ہی صورت ہے" میں کچھ سوچتے ہوئے بولا "اور وہ یہ کہ ہم اپنی پوزیشن سے فائدہ اٹھائیں۔"

"وہ کس طرح جناب؟" صید نے پوچھا۔

"دشمن نیچے سے اوپر کی طرف آئے گا اور کھلی جگہ میں ہوگا جبکہ ہمارے آدمیوں کو آڑ میسر ہوگی۔ ان کے لئے ہم پر فائر کرنا ضروری ہوگا۔ اس کے بغیر وہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے جبکہ ہمارے لئے یہ قطعی ضروری نہیں ہوگا کہ انہیں نقصان پہنچانے کے لئے ان پر فائر ہی کریں...."

"میں سمجھ گیا جناب!" صید نے بڑے جوش سے کہا۔ "آپ کا مطلب ہے کہ ہم بڑے بڑے پتھر لڑھکا کر بھی انہیں اوپر چڑھنے سے روک سکیں گے۔"

"تم نے بالکل درست اندازہ لگایا صید!" میں نے خوش ہو کر کہا "میں اسی امکان پر غور کر رہا تھا۔"

"آپ نے بہت عمدہ ترکیب سوچی ہے جناب! دراصل ہم اسلحے کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ اب کوئی سادہ سی بات بھی مشکل ہی سے سجھائی دیتی ہے۔"

"ضرورت ایجاد کی ماں والا محاورہ ایسے ہی مواقع کے لئے ایجاد کیا گیا ہے صید!" میں نے کہا اور صید ہنس پڑا۔

"میں ابھی جا کر اپنے لوگوں کو ہدایات دیتا ہوں جناب!" صید نے کہا اور تیزی سے مورچوں کی طرف چلا گیا۔

"صید ایک نچلی سطح کا آدمی ہے علی! اس کے جانے کے بعد رش نے کہا "اسے اتنا زیادہ منہ مت لگاؤ۔"

"مت بھولو رش کے انچارج میں ہوں... فرانس میں تم انچارج تھے اور تم نے جو چاہا کیا۔ یہاں جو میں چاہوں گا وہی ہوگا۔"

"اوہ!" رش کی تیوریوں پر بل پڑ گئے "مجھے یاد ہے نوری سلامی کے قتل پر تم نے کس ردعمل کا اظہار کیا تھا۔ کیا تم اس طرح مجھ سے بدلہ لے رہے ہو؟"

"موت کا بدلہ موت ہوتا ہے رش!" میں نے بڑے تحمل سے کہا "میں تم سے کسی چیز کا بدلہ نہیں لے رہا ہوں۔ اس مشن کی کامیابی کے لئے جو میں مناسب سمجھوں گا، کروں گا۔"

"تم نے اس وقت بھی میرے اس عمل پر اعتراض کیا تھا" رش نے ہٹ دھرمی سے کہا "اور اس وقت اس واقعے کا حوالہ دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ابھی تک اس واقعے کو نہیں بھولے۔"

"مجھے تمہارے کام کرنے کے انداز پر اس وقت بھی اعتراض تھا اور آج بھی میں تم سے مطمئن نہیں ہوں" میرا لہجہ قدرے تلخ ہو گیا "جس طرح میں نے تمہارے اس عمل پر اعتراض کیا تھا اسی طرح تم نے بھی میرے کام کرنے کے انداز پر اعتراض کیا ہے۔ جس طرح تم نے اس وقت اپنے انچارج ہونے کا حوالہ دیا تھا اسی طرح میں نے اس وقت اپنے انچارج ہونے کا حوالہ دیا ہے۔ جس طرح میں نے اس وقت خاموشی اختیار کر لی تھی، تمہیں چاہئے کہ بالکل اسی طرح اس وقت تم بھی خاموشی اختیار کر لو۔"

رش کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نظر آئے "تو میرا اندازہ درست تھا... تم مجھ سے بدلہ لینے کی کوشش کر رہے ہو۔"

مجھے رش پر بڑا شدید غصہ آیا۔ کوئی اور موقع ہوتا تو میں سزا دیے بغیر نہ رہتا مگر اس وقت میں مصلحت کے ہاتھوں مجبور تھا۔

"ہم ایک ہی مقصد کے حصول کے لئے کوشاں ہیں رش!" میں نے خون کے گھونٹ پیتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ "اختلافات کہاں نہیں ہوتے۔ ہر ایک کے کام کرنے کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ ہم ایک دوسرے سے الجھ جائیں۔ ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ایک دوسرے سے بدلہ لینے کی کوشش کریں۔ ہم ایک تنظیم کے ماتحت ہیں اگر ہمیں ایک دوسرے سے کوئی شکایت ہو بھی تو ہمیں چاہئے کہ تنظیم کے بڑوں سے رجوع کریں۔ کسی کے خلاف تادیبی کارروائی ہوگی تو وہ کریں گے۔ ہمیں اس کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔"

"تم تنظیم کے بڑوں کو مانتے ہی کب ہو۔ ایک بار پہلے بھی تم تنظیم میں شامل ہو کر اس سے علیحدہ ہو چکے ہو۔ کیا پتا پھر کب علیحدہ ہو جاؤ۔"

میں نے ایک طویل سانس لے کر اپنے غصے کو کم کرنے کی کوشش کی "تم کوئی نئی بات نہیں کہہ رہے ہو رش! جن لوگوں نے مجھے دوبارہ تنظیم میں قبول کیا ہے وہ بھی اس حقیقت سے واقف تھے اگر میں کسی اختلاف کی بنا پر تنظیم سے علیحدہ ہو گیا تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں نے اپنے لئے کسی اور منزل کا تعین کر لیا تھا۔ میں نے راستہ ضرور تبدیل کر لیا تھا لیکن ہماری منزل کل بھی ایک تھی، آج بھی ایک ہے۔"

"مجھے راستوں اور منزلوں کی بھول بھلیوں میں بھٹکانے کی کوشش مت کرو۔ ہم کل بھی تنظیم کے ساتھ تھے اور آج بھی تنظیم کے ساتھ ہیں۔ تمہارا کچھ پتا نہیں کب تنظیم سے علیحدہ ہو جاؤ۔"

"کیا بات ہو گئی جناب؟" صید نے حیرت سے پوچھا۔ وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہی ابھی واپس آیا تھا اور اس نے رش کا جملہ سن لیا تھا۔

"جو بات تم سے متعلق نہیں ہے اس میں ٹانگ اڑانے کی کوشش مت کرو" رش نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

میں بری طرح بھنا گیا۔ رش میری مجبوری سے بری طرح فائدہ اٹھا رہا تھا۔ وہ طبعاً بلیک میلر تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ اس موقع پر میں اس سے بگاڑ مول نہیں لوں گا۔ اسی لئے اپنی حدود سے اس قدر تجاوز کئے جا رہا تھا۔

"تم نے اپنے لوگوں کو ہدایات دے دیں صید؟" میں نے ایک بار پھر ضبط کا مظاہرہ کیا اور رش کی حرکت کا ازالہ کرنے کے لئے اظہار اپنائیت کے طور پر صید کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

"جی ہاں جناب!" صید نے سر جھکا کر آہستگی سے جواب دیا "انہوں نے بہت سے پتھر جمع کر لئے ہیں۔ اب وہ اسلحے کے بغیر بھی یہودیوں کو اوپر پہنچنے سے روک سکیں گے، میرے لئے کوئی اور حکم؟"

"ہم میں سے کسی کو محض اس لئے انچارج بنایا جاتا ہے کہ ہم افراتفری کا شکار نہ ہونے پائیں۔ میرے انچارج ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں تمہارا حکمراں ہوں۔ تم سب میرے ساتھی ہو۔ ہم ایک مقصد کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ مجھے اپنی بڑائی جتانے کا کوئی خبط نہیں ہے۔ تم میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت مجھے کوئی مشورہ دے سکتا ہے۔"

احمد رش کے حلق سے غراہٹ نکلی اور صید نے سر جھکا لیا۔ میں اس کے دل سے رش کی بات کا تاثر زائل نہیں کر سکا تھا۔

"مجھے تم بار بار انچارج ہونے کا حوالہ دے کر احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہو اور دوسروں کے ساتھ تمہارا رویہ بالکل برعکس ہے" رش غرایا۔

"تم بھی میرے ساتھی ہو رش! میں تم سے بھی تعاون کی توقع رکھتا ہوں" میں نے پھر نرمی سے کہا۔

"تمہارے قول و فعل میں تضاد ہے، تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ صرف دکھاوا ہے۔ تمہارا ہر عمل میرے جذبات کو مجروح کرنے کے لئے ہے۔"

"کاش میں کسی طرح تمہاری غلط فہمی کا ازالہ کر سکتا رش!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"مجھے دھوکا دینا آسان نہیں ہے علی!" رش نے زہریلے لہجے میں کہا "اپنی یہ چکنی چپڑی باتیں دوسروں کے لئے اٹھا رکھو، مجھ پر ان کا کوئی اثر نہ ہوگا۔"

"میرے بعد تم ہی انچارج ہو رش! ہمارے درمیان اختلافات کی یہی صورت رہی تو ہم دشمن کا مقابلہ کس طرح کریں گے؟"

"مجھے تمہارا نائب خصوصی بنایا گیا تھا لیکن تمہارا طرز عمل ظاہر کرتا ہے کہ میری حیثیت ایک عام رکن سے بھی گئی گزری ہے۔"

"تم نے میری مرضی کے خلاف ایل آل ا۰ کو تباہ کر دیا اور میں نے تم سے کچھ نہیں کہا۔ تم آخر مجھ سے اور کیا توقع رکھتے ہو؟"

"اس کے لئے تو تمہیں میرا احسان مند ہونا چاہئے اگر میں ذرا سی بھی تاخیر کرتا تو ہم خود تباہ ہو جاتے۔"

"میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا رش! تاہم انچارج کی اجازت کے بغیر کوئی اتنا بڑا قدم اٹھانا بہرحال ڈسپلن کی خلاف ورزی ہے جس پر میں نے تم سے جواب طلب نہیں کیا۔"

"یہی تو وہ امتیازی سلوک ہے جس نے مجھے تم سے برگشتہ کیا ہے۔ صید نے بھی تمہارے احکامات کی خلاف ورزی کی تھی مگر تم نے اسے داد تحسین سے نوازا..."

"تم غلط بیانی کر رہے ہو رش! میں نے اس سے فوری طور پر جواب طلب کیا تھا اگر اس کی وضاحت ناقابل قبول ہوتی تو میں اس کے خلاف تادیبی کارروائی بھی کر سکتا تھا۔"

"تم کسی کے خلاف بھی تادیبی کارروائی نہیں کر سکتے" رش نے اپنی نیش زنی جاری رکھی "اپنی حد سے بڑھی ہوئی نرم دلی کی وجہ سے تم ایسے کسی بھی مشن کے لئے نااہل ہو۔"

"میں جتنا نرم دل ہوں رش اس سے کہیں زیادہ سفاک بھی ہوں۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ میں کسی کے خلاف تادیبی کارروائی نہیں کر سکتا۔"

"زبان سے کہنا جتنا آسان ہوتا ہے عمل کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ انچارج اگر سخت نہ ہو تو ماتحت بغاوت کر دیتے ہیں۔ میں تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو کوئی تمہارا حکم نہیں مانتا۔"

رش کا انداز گفتگو بتا رہا تھا کہ وہ زبان سے نہیں مانے گا۔ میں نے اسے راہ راست پر لانے کی بہت کوششیں کر کے دیکھ لی تھیں۔ تاہم آخری کوشش کرنا ضروری سمجھتے ہوئے میں نے اس سے کہا "تمہیں مجھ سے انتہائی شدید اختلاف ہے لیکن کیا تم تھوڑا سا صبر نہیں کر سکتے۔ ہم اپنے جھگڑے بعد میں بھی طے کر سکتے ہیں۔"

"تم نے میری تذلیل کرنے کی دانستہ کوشش کی ہے۔ جھگڑا نمٹنے کی واحد صورت یہ ہے کہ تم اس کی تلافی کرو۔"

"اگر میری کسی بات سے تم نے توہین محسوس کی ہے تو میں اس کے لئے تم سے معافی مانگنے کو بھی تیار ہوں" میں نے انتہائی نرمی سے کہا۔ صید حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے معافی مانگنے کی بات نہیں کی" رش مکاری سے مسکرایا "تم نے میری توہین کی ہے اور تمہیں اس کی تلافی کرنا ہوگی۔"

"اس مشن کی کامیابی کی خاطر میں تمہاری یہ بات ماننے کے لئے بھی مجبور ہوں" میں نے ایک طویل سانس لی "بتاؤ میں تلافی کے لئے کیا کروں؟"

"انچارج مجھے بنا دو" رش نے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ اے کے ۴۷ کے دستے پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی تھی۔

"رش" میں نے جارحانہ انداز میں کہا "تم نے ہر حد عبور کر لی۔ میری قوت برداشت کو آزمانے کی کوشش مت کرو۔"

"تم نے اپنی پوزیشن سے ناجائز فائدہ اٹھایا تھا" رش نے زہرخند کیا "اب اس کی تلافی کی یہی ایک صورت ہے۔"

"میری صحت پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا رش کہ انچارج کون ہے۔ میں تو صرف یہودیوں کو شکست خوردہ دیکھنا چاہتا ہوں" میں نے ایک بار پھر نرم پڑتے ہوئے کہا۔

"میں تمہاری دفاعی حکمت عملی کے خلاف ہوں۔ اس طرح ہم کبھی انہیں شکست نہیں دے سکیں گے۔ ہمیں چاہئے کہ ان پر یکلخت ٹوٹ پڑیں۔"

"تم مجھ سے اختلاف ضرور کر سکتے ہو مگر مجھ پر اپنا کوئی فیصلہ تھوپ نہیں سکتے۔ میں وہی کروں گا جو مناسب سمجھوں گا۔"

"بس تو پھر تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ میری بات مان جاؤ اور اپنی جگہ مجھے انچارج بنا دو۔"

"تمہارا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا رش!" میں نے پرسکون لہجے میں کہا مگر اس لہجے کی تہہ میں جو طوفان مچل رہے تھے رش ان سے بے خبر تھا۔

"تو پھر مجھے مجبوراً یہ اعلان کرنا پڑے گا کہ اب میں انچارج ہوں" رش نے سرکشی کی انتہا کرتے ہوئے کہا "تم میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ کوئی جنگ جیت سکو۔"

صید حیرت سے گنگ کھڑا تھا۔ وہ کبھی میری طرف اور کبھی رش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس موقع پر اس کا کردار کیا ہونا چاہئے۔

اچانک میں صید کی طرف مڑا "میں تم لوگوں کو کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا" میں نے بلند آواز میں اس سے کہا "میں رضاکارانہ طور پر احمد رش کے حق میں دست بردار ہو رہا ہوں۔ اب یہی تمہارا انچارج ہے۔"

رش نے ایک بلند قہقہہ لگایا "اگر تم پہلے ہی یہ فیصلہ کر لیتے تو..."

وہ اپنا جملہ مکمل نہیں کر سکا۔ میں نے اچانک ہی پلٹ کر اس پر حملہ کر دیا تھا۔ میری دائیں لات بھرپور قوت سے اس کے دائیں ہاتھ پر پڑی تو اس کے ہاتھ میں موجود اے کے ۴۷ رائفل اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ میرا اگلا نشانہ اس کی کنپٹی تھی۔ میں نے اسے سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر اس کی کنپٹی پر ایک گھونسا رسید کر دیا تھا۔ گھونسا بالکل صحیح جگہ پر لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں تارے ناچ گئے ہوں گے۔ وہ تیورا کر زمین پر گر پڑا۔

"اس برتے پر تمہیں انچارج بننے کا شوق چرایا تھا؟" میں نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔

احمد رش نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ زمین پر پڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا وہ اس کے لئے بڑا غیر متوقع تھا۔

"تم گواہ رہنا صید! میں نے اسے سنبھلنے کی انتہا کر دی تھی اور بہت مجبور ہو کر میں نے اس پر ہاتھ اٹھایا ہے۔"

"درحقیقت آپ نے انتہا کر دی تھی جناب!" صید نے اتنی آہستہ آواز میں کہا جسے رش نہ سن سکے "میں تو آپ کی قوتِ برداشت پر حیران ہو رہا ہوں۔"

"میں گروپ بندی پسند نہیں کرتا صید! سرکشی برداشت کرنا بھی میرے لئے ناممکن ہے مگر اس وقت ہم جس صورت حال سے دوچار ہیں اس کے تحت میں آپس میں تصادم سے بچنا چاہ رہا تھا۔"

"تم نے بے خبری میں مجھ پر حملہ کیا ہے" رش نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس وقت اس کے لئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا آسان نہیں ہوگا۔ اسے چکر آ رہے ہوں گے۔ یہی گھونسا اگر میں نے ذرا زیادہ قوت سے مارا ہوتا تو وہ بے ہوش ہو گیا ہوتا مگر میں نے آخری وقت میں بھی اس کے ساتھ رعایتی سلوک کیا تھا۔

"تمہاری طرح میں کوئی دہشت گرد نہیں ہوں رش!" میں نے تلخ لہجے میں کہا "اسلحے کے بل پر نہتے لوگوں کو خوف زدہ کرنا اور ان کی جانوں سے کھیلنا میرا شیوہ نہیں ہے۔"

"اگر تم نے مجھے للکار کر مجھ پر حملہ کیا ہوتا تو میں دیکھتا کہ تم کتنے بہادر ہو" رش نے کہا۔ اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہو سکنے کے باوجود اس کی زبان قابو میں نہیں آ رہی تھی۔

"اب میں نے تمہیں سیدھا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے رش! جب تم اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو جاؤ گے تو میں تمہیں اگلا سبق بھی دوں گا" میں نے اس کے ہاتھ سے گری ہوئی رائفل اٹھاتے ہوئے کہا۔

رش اکڑوں بیٹھا ہوا تھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام رکھا تھا۔ اس بار اس نے میری بات کے جواب میں کچھ کہا بھی نہیں تھا۔

"اور اب میں انچارج کی حیثیت سے تمہیں معزول کر رہا ہوں" میں نے دبنگ انداز میں کہا "میرے نائب اب تم نہیں صید ہوگا۔"

رش اچانک ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا مگر وہ اب بھی جھوم رہا تھا جس کا مطلب تھا کہ ابھی تک وہ خود پر پوری طرح قابو نہیں پا سکا ہے۔

"مجھے معزول کرنا تمہارے اختیار سے باہر ہے" اس نے جھومتے ہوئے کہا "مجھے ہائی کمان نے تمہارا نائب مقرر کیا تھا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور ہائی کمان کی مرضی کے بغیر معزول نہیں کیا جاسکتا۔"

"اب یہاں میں ہی ہائی کمان ہوں... صید! اسے کسی مناسب مورچے پر تعینات کردو۔"

صید مخمصے میں پھنس گیا۔ احمد رش بہرحال تنظیم آزادی فلسطین میں ایک نمایاں حیثیت کا حامل تھا۔ اس نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی ہر مہم کے دوران اس نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کئے رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہودی مجھ سے زیادہ اس کے جانی دشمن تھے۔ مستقلاً تنظیم سے وابستہ رہنے کے باعث اس کا تنظیم میں بھی ایک اہم مقام تھا اور مجھے معلوم تھا کہ اس سے تحکمانہ لہجے میں بات کرنا صید کے لئے ایک نہایت مشکل مرحلہ ثابت ہوگا۔

"چلو رہنے دو" صید کو جھجکتے دیکھ کر میں نے کہا۔ "یہ نیک کام میں خود سرانجام دے لوں گا" میں احمد رش کی طرف متوجہ ہوا "چلو" میں نے رائفل سے اسے چلنے کا اشارہ کیا۔

"اس بات کو یاد رکھنا کہ تم نے بندوق کی نال پر مجھ سے اپنی بات تسلیم کرائی تھی" رش غرایا۔

"آتشیں اسلحہ تو کمزوروں کے لئے بنایا گیا ہے رش!" میں نے اپنی اے کے ۴۷ صید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "میں تو سب سے زیادہ اپنے ہاتھوں پر بھروسا کرنے کا قائل ہوں' آؤ" میں نے اسے للکارا۔

احمد رش کے ہوش اڑ گئے۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے کترا رہا تھا۔ وہ لاکھ بد عقل سہی مگر اتنی بات تو اس کی سمجھ میں آچکی تھی کہ وہ جسمانی قوت کے اعتبار سے مجھ سے برتر نہیں۔

"میں اس وقت تم سے الجھنا نہیں چاہتا" رش نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ہمارے اختلافات سے دشمن کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

بے اختیار میرا جی چاہا کہ ایک زوردار قہقہہ لگاؤں، مگر میں نے اپنی اس خواہش کا گلا گھونٹ دیا۔ میں کوئی بھی موقع ضائع کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"میں تم سے پوری طرح متفق ہوں رش!" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "تم نے بہت بروقت فیصلہ کیا ہے۔"

"یہ مت سمجھنا کہ میں تم سے ڈر گیا ہوں۔ اس مہم سے نمٹنے کے بعد میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔"

"تمہارے خوف زدہ ہونے کا تصور بھی عجیب لگتا ہے۔ تمہارے نام کی تو اسرائیلیوں تک پر بھی دہشت ہے تم بھلا کیوں خوف زدہ ہوسکتے ہو۔"

"اور یہ بھی سن لو کہ میں اگر تمہارے ساتھ رہوں گا تو اپنی موجودہ حیثیت میں رہوں گا ورنہ میں یہیں سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"تمہیں میرا خصوصی نائب اس لے مقرر کیا گیا تھا کہ تم میری مدد کرو گے۔ اس لئے نہیں کہ تم میری ہی جگہ پر قابض ہونے کی کوشش کرو گے۔ جب تک تم اپنی حدود میں رہو گے تمہاری حیثیت بحال رہے گی۔ مجھے کسی سے اس کے اختیارات چھیننے کا شوق نہیں ہے۔ اب یہ فیصلہ تمہیں خود کرنا ہے کہ تم اپنے لئے کیا پسند کرتے ہو۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ اس مہم کی حد تک تم سے تعاون کروں گا۔ اس کے بعد میں کیا کروں گا اور کیا نہیں کروں گا' یہ وقت ہی بتائے گا" اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"احمد رش کو رائفل واپس کردو صید!" میں نے کہا اور صید نے بڑے احترام سے اسے رائفل واپس کردی۔ احمد رش نے صید سے رائفل جھپٹی اور پلٹ کر ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔

"ہمیں اس وقت جس یکجہتی کی ضرورت تھی' افسوس وہ نہیں رہی" میں نے کہا۔

"مجھے حیرت ہے جناب!" صید نے کہا "مسٹر رش نے جو کچھ کہا ان سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔"

"چھوڑو" میں نے بے پروائی سے کہا "اس قسم کے واقعات تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ یہ بتاؤ کہ تم دفاعی حکمت عملی سے مطمئن ہو؟"

"ذاتی طور پر تو میں اس کے حق میں ہوں کہ چاند کے غروب ہونے تک ہمیں انتظار کرنا چاہئے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم جیسا تجربے کار سپاہی میرے ساتھ موجود ہے۔ خود میرا ارادہ بھی یہی ہے کہ چاند غروب ہونے کے بعد ہم ان پر حملہ کرنے کی کوشش کریں گے۔"

میں بابل کی وادی میں دیکھنے لگا جہاں کافی فاصلے پر دریائے فرات کی جھاگ اڑاتی لہریں چاند کی روشنی میں چمکتی نظر آرہی تھیں۔

"تمہارا تجربہ کیا کہتا ہے صید؟" دفعتاً میں نے کہا "اگر وہ لوگ ہم پر حملہ کر بیٹھے تو کیا نتیجہ نکلے گا؟"

"اس کا انحصار تو ان کے عزم پر ہوگا جناب!" صید نے نپے تلے انداز میں کہا "اگر منظم اور بھرپور طریقے سے حملہ کیا جائے تو ایک پلٹن بھی ان پہاڑیوں کو فتح کرسکتی ہے جبکہ اس کے برعکس اگر دشمن ناتجربے کاری یا اناڑی پن کا مظاہرہ کرے تو پانچ سو افراد پر مشتمل بٹالین بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ ہمارا دفاع کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ مہارت کے بغیر وہ ہم پر فتح حاصل نہیں کرسکیں گے۔"

صید نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اس کے جواب سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جنگی چالوں سے بخوبی واقف ہے۔

"تمہارے خیال میں ہمسنو کی قیادت میں یہ پہاڑی فتح کی جاسکتی ہے؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"ہمسنو ایل آل ایئرلائنز کا چیف سیکیورٹی آفیسر ہے جناب!" صید نے کہا "اس کی صلاحیتوں پر تو شبہ نہیں کیا جاسکتا تاہم اس کے ساتھ جو لوگ ہیں ان میں بہت کم ایسے ہوں گے جنہیں عملی طور پر کسی جنگ میں حصہ لینے کا موقع ملا ہوگا۔ ان کی اکثریت ناتجربے کار لوگوں پر مشتمل ہے۔"

"گویا مجموعی طور پر ان میں اہلیت نہیں ہے کہ ہم سے جنگ جیت سکیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں جناب! اس کا انحصار تو ان لوگوں کے جذبہ قربانی پر ہے اگر ان میں صیہونیت پر قربان ہوجانے کا جذبہ موجود ہے تو ہمسنو کی قیادت ان کے لئے بہت کافی ثابت ہوگی۔"

"قربانی کا جذبہ تو ہمارے لوگوں میں بھی ہے اور ان سے زیادہ ہے۔ پھر وہ ہم پر کس طرح قابو پاسکیں گے۔"

"عددی برتری کے علاوہ انہیں اسلحے کی برتری بھی حاصل ہے۔ ہمیں ان پر صرف یہ فوقیت ہے کہ ہم بہتر جگہ پر ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ ہمارے ایک بھی آدمی کو زندہ گرفتار نہیں کرسکیں گے۔ قربانی کا جذبہ ان میں ہم سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ وہ غاصب ہیں۔ انہوں نے ہماری زمینیں غصب کی ہیں۔ ہم اپنی جانیں قربان کردیں گے مگر ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔"

"یہ جذبہ شہادت ہی ہے صید! جو مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کرتا چلا آیا ہے اور اللہ نے چاہا تو اس محاذ پر بھی فتح ہماری ہی ہوگی۔"

"ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہاں ایسی کوئی صورتِ حال پیدا ہوسکتی ہے" صید نے کہا "ہمیں اس کا ذرا سا بھی اندازہ ہوتا تو ہم پوری تیاری سے آتے۔ ہمارے پاس ایک مارٹر گن بھی ہوتی تو ہم انہیں ایک گھنٹے کے اندر اندر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیتے۔"

"یہ غلطی تو ہوئی ہے صید! اور اس کے لئے کسی کو الزام بھی نہیں دیا جاسکتا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ آخری وقت میں ایسی کوئی حرکت کر گزریں گے۔"

"انہوں نے جو حرکت کی ہے اس کا خمیازہ بھی انہی کو بھگتنا پڑے گا۔"

"تم اس علاقے سے اچھی طرح واقف ہو صید؟"

"بہت اچھی طرح واقف ہوں جناب" صید نے کہا۔ "یہاں صرف کھنڈرات بکھرے ہوئے ہیں... لیکن آپ کس لئے یہ بات پوچھ رہے ہیں؟"

"کتنی عجیب بات ہے کہ یہ علاقہ دریا کے کنارے واقع ہونے کے باوجود اس قدر بنجر اور غیر آباد ہے۔ اسے تو بہت زرخیز اور بارونق ہونا چاہئے تھا۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب!" صید نے کہا۔ "لیکن عربوں کے خیال میں یہ آسیب زدہ علاقہ ہے۔ اسی وجہ سے کوئی ادھر کا رخ نہیں کرتا۔"

"میں نے بھی اس علاقے کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں صید! میں نے سنا ہے یہاں ایسے قبائل بھی آباد ہیں جنہیں چند سال قبل تک یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ عراق کی حدود میں رہ رہے ہیں۔"

"صحرائی علاقوں میں یہی ہوتا ہے جناب! وہ تو فوجی مشقوں کے دوران ایسے قبائل کا سراغ لگ بھی گیا ورنہ وہ اب تک تاریکی میں رہتے۔"

میں نے شمال کی سمت دیکھا جہاں تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر میدان میں ایک اونچی پہاڑی سر اٹھائے کھڑی تھی۔

"یہ کیا ہے صید؟" میں نے اس طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

"بابل کی پہاڑی ہے جناب!" صید نے کہا "بعض ماہرین آثار قدیمہ اسے مینار بابل کے مقام کے طور پر شناخت کرتے ہیں۔"

"تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں صید!" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا "تمہیں ان داستانوں پر یقین ہے جو بابل سے منسوب ہیں؟"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے جناب!" صید دھیرے سے ہنسا۔ "بابل تو جادو نگری تھی۔ میرے پاس اتنی فرصت کہاں کہ جادوئی داستانوں میں سر کھپاؤں۔"

"اور معلق باغات کس طرف ہیں" میں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا "کیا وہ یہاں سے نظر آسکتے ہیں؟"

"اب تو سنا ہے ان کے صرف آثار ہی باقی رہ گئے ہیں۔ خود میں اس طرف کبھی نہیں گیا تاہم وہ یہاں سے جنوب کی سمت ہیں۔"

"کتنی عجیب بات ہے صید! رش یہاں کا باشندہ ہے اور اسے یہاں کی تاریخ کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم؟"

"یہ تو دلچسپی کی بات ہے جناب! بہت سے لوگ یہاں کے باشندے نہیں ہیں لیکن یہاں کے باشندوں سے زیادہ یہاں کی تاریخ سے واقف ہیں۔"

میں نے احمد رش کو اپنی طرف آتے دیکھا "اسرائیلی خاموش ہیں" اس نے کہا "کوئی غیر معمولی نقل و حرکت دکھائی نہیں دے رہی" اس کے لہجے میں ناگواری تھی جسے میں نے بخوشی نظر انداز کردیا۔

"اس وقت چاند کی ہلکی سی روشنی پھیلی ہوئی ہے" میں نے کہا "انہیں اگر ہم پر حملہ کرنا بھی ہوا تو چاند غروب ہونے کے بعد کریں گے۔"

"اس وقت تک انتظار کرنے سے بہتر یہ ہوگا کہ ہم خود

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ان پر حملہ کردیں " رش نے کہا۔

" اسلحے کی کمی ہماری راہ میں حائل ہے۔ ہمارا محدود اسلحہ زیادہ دیر تک ہمارا ساتھ نہیں دے سکے گا اور ہمارے ساتھی بلاوجہ مارے جائیں گے۔"

" تم نے اس صورت حال سے نمٹنے کی کوئی تدبیر سوچی؟" احمد رش نے ہتک آمیز لہجے کہا۔

" مجھے توقع ہے کہ وہ ہم پر حملہ ضرور کریں گے۔ اس وقت ہم انہیں شدید نقصانات سے دوچار کرسکیں گے۔"

" اس وقت تک ہم یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے ان کا انتظار کرتے رہیں گے؟"

" جنگ لڑنے کے لئے بڑے مضبوط اعصاب کی ضرورت ہوتی ہے" میں نے نرمی سے کہا۔

" میرے ذہن میں ایک تجویز ہے" رش نے کہا "اگر تم اجازت دو تو..."

" میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اپنے کسی بھی ساتھی کی ہر اس تجویز کا خیر مقدم کروں گا جو کسی بھی اعتبار سے سود مند ثابت ہوسکے۔ تمہیں اجازت طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

" تم انچارج ہونا" رش نے طنزیہ لہجے میں کہا "میں نے سوچا کہ تم برا نہ مان جاؤ۔"

میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ وہ مستقل میرا خون جلانے پر تلا ہوا تھا "میں برا نہیں مانوں گا رش" میں نے آہستہ سے کہا۔

" اسرائیلیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ہم مزید کمک طلب کرسکتے ہیں۔"

میں نے اور صید نے چونک کر رش کو دیکھا "کمک کہاں سے طلب کریں گے؟" میں نے کہا۔

" فلسطینیوں کے بیس کیمپ سے" رش نے جواب دیا۔ "جو یہاں سے سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔"

" تجویز تو اچھی ہے" صید نے کہا " لیکن بیس کیمپ بہت دور ہے۔ وقت بہت لگ جائے گا۔"

" اس کا حل بھی میں نے سوچ لیا ہے" رش بولا " میں اپنے طیارے کے ٹرانسیٹر پر ان سے رابطہ قائم کرسکتا ہوں۔"

" اگر ایسا ہوجائے تو ہماری ساری مشکلیں حل ہوجائیں گی" صید نے پرجوش انداز میں کہا۔

" میرا خیال ہے اس طرح ہماری مشکلات اس قدر بڑھ جائیں گی کہ انہیں حل کرنا بالکل ہی ناممکن ہوجائے گا" میں نے کہا۔

" مجھے معلوم تھا" رش نے زہریلے انداز میں کہا " تم ہرگز میری تجویز سے اتفاق نہیں کرو گے۔"

" اگر تم نے کوئی قابل عمل تجویز پیش کی ہوتی تو میں ہرگز اسے رد نہ کرتا" میں نے اس کے لہجے کو نظرانداز کرتے ہوئے بڑے سکون سے کہا۔

" یہ تجویز تو بالکل قابل عمل ہے جناب" صید نے کہا۔

" مجھے حیرت ہے کہ یہ بات میرے ذہن میں کیوں نہیں آئی؟"

" تم یہ بات کہہ سکتے ہو صید! اس لئے کہ تم بہت سی باتوں سے لاعلم ہو۔ احمد رش ان باتوں سے واقف ہے اگر اس کو غور کرنے کا موقع ملا ہوتا تو یہ خود ہی اپنی تجویز مسترد کردیتا۔"

" اگر تم کوئی ایسی وجہ پیش کرسکو جس کی بنا پر میری پیش کی ہوئی تجویز ناقابل عمل قرار پائے تو میں تمہاری طرف سے اپنا دل صاف کرلوں گا" رش نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔

" تم یہ وعدہ کرو کہ اس مہم کے خاتمے کے بعد بھی ہمارے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہوگی"

" مجھے منظور ہے" رش نے بڑی تیزی سے کہا۔ اسے اپنی تجویز کے قابل عمل ہونے کا پورا یقین تھا۔

" تمہیں معلوم ہے کہ گم شدہ کانکرڈ کی تلاش کس پیمانے پر کی جارہی ہے؟" میں نے کہا اور رش سناٹے میں آگیا۔ اس کی سمجھ میں فوراً ہی پوری بات آگئی تھی لیکن صید کچھ بھی نہیں سمجھ سکا تھا۔

" یہ کیا بات ہوئی جناب؟" صید نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

" گمشدہ کانکرڈ کو بہت بڑے پیمانے پر تلاش کیا جارہا ہے... اس کی انتہا یہ ہے کہ زمین کے مدار میں موجود امریکی سیٹلائٹ تک سے مدد لی جارہی ہے۔ ایسے میں ٹرانسیٹر کا استعمال مخدوش ثابت ہوسکتا ہے اگر ہمارا پیغام کہیں بھی سن لیا گیا تو فوری طور پر ہماری نشاندہی ہوجائے گی اور پھر فلسطینیوں سے پہلے اسرائیلی بمبار طیارے ہمارے سروں پر موجود ہوں گے۔"

" لیکن آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ کانکرڈ کو کس پیمانے پر تلاش کیا جارہا ہے؟"

" یہ بات رش کو بھی معلوم ہے۔ کانکرڈ کو اغوا کرنے کے بعد ہم نے ٹرانسیٹر پر ہونے والی ان کی ایک گفتگو سن لی تھی جس سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی تھی۔"

صید نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا " واقعی جناب پھر تو ٹرانسیٹر استعمال کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لایا جاسکتا" اس نے کہا۔

" تمہاری بات تسلیم کرلی جائے تب بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کانکرڈ کے پائلٹ بیکر نے انہیں ٹرانسیٹر پر اپنی پوزیشن سے کیوں مطلع نہیں کردیا؟" رش نے کہا۔

" میرے فٹ کئے ہوئے بم نے کانکرڈ کی وائرنگ کو کم از کم تباہ کرہی دی ہوگی اور ان کا ٹرانسیٹر ناکارہ ہوگیا ہوگا ورنہ ہم

اب تک کبھی کے راہی ملک عدم ہوچکے ہوتے۔"

" ٹھیک ہے دوست" رش نے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا " میں تم سے اپنے سارے اختلافات ختم کرتا ہوں۔"

میں نے بڑی گرمجوشی سے اس سے ہاتھ ملایا " میرے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کوئی نہیں ہوسکتی" میں نے کہا۔

" مجھے ویسے بھی احساس ہوگیا تھا کہ غلطی میری ہے" رش نے ندامت سے کہا " معلوم نہیں کبھی کبھی کیا ہوجاتا ہے۔ غصہ آتا ہے تو دماغ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہ جاتا۔"

" کوئی بات نہیں رش" میں نے اس کے شانے پر ہلکی سی تھپکی دی " ہم سب کسی نہ کسی کمزوری کا شکار ہوتے ہیں۔ بس آدمی کو اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔"

" میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ خود پر قابو رکھنے کی کوشش کروں گا" احمد رش نے بڑے خلوص سے کہا پھر صید کی طرف مڑ کر بولا " میں تم سے بھی معذرت خواہ ہوں۔"

" آپ مجھے شرمندہ کررہے ہیں جناب" صید نے کہا۔ "میں نے آپ کی کسی بات سے اپنی توہین محسوس نہیں کی۔"

" چاند غروب ہونے والا ہے" میں نے کہا " اب ہمیں فیصلہ کرلینا چاہئے کہ ہمارا آئندہ اقدام کیا ہوگا۔"

" ہمارے پاس دونوں صورتیں موجود ہیں۔ مکمل تاریکی پھیلتے ہی ہم ان پر حملہ کردیں یا پھر انہیں خود پر حملہ آور ہونے کا موقع دیں۔"

" میرے خیال میں جنگ کا فیصلہ جتنی جلد ہوجائے اتنا ہی اچھا ہے" رش نے کہا۔

" اور تم کیا کہتے ہو؟" میں نے صید کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

" جنگ کا فیصلہ جلد ہو یا دیر سے... اہم بات یہ ہے کہ وہ فیصلہ ہمارے حق میں ہونا چاہئے" صید نے کہا۔

" رش! تمہارے خیال میں اگر ہم آگے بڑھ کر حملہ کردیں تو نتائج ہمارے حق میں نکلنے کے کیا امکانات ہوسکتے ہیں؟" میں نے رش سے پوچھا۔

رش نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا " اس کے امکانات کم ہوں گے۔"

" نہ ہونے کے برابر" میں نے تصحیح کی " اس کے برعکس ہم انہیں جتنا طویل انتظار کرائیں گے اتنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔"

" میں آپ سے متفق ہوں جناب" صید نے کہا " بہتر صورت یہی ہے کہ ہم دفاعی جنگ لڑیں۔"

" اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ ہم پر ضرور حملہ کریں گے؟" رش نے اعتراض کیا " فرض کرو ہماری طرح وہ بھی دفاعی جنگ لڑنے کا فیصلہ کرلیں تو کیا ہوگا؟"

" وہ اتنا مخدوش فیصلہ کرہی نہیں سکتے" میں نے کہا " وہ جلد از جلد لڑ بھڑ کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے اگر ہم نے انہیں زیادہ دیر گھیرے رکھا تو وہ بھوکے مرجائیں گے۔ ان کے پاس نہ تو راشن ہے اور نہ ہی ان کی کوئی سپلائی لائن ہے جبکہ ہمارے پاس کئی دنوں کی خوراک موجود ہے۔"

گویا اگر ہم نے چوبیس گھنٹے تک انہیں یہاں سے نہ نکلنے دیا تو وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوجائیں گے" رش نے خوش ہوکر کہا۔

" ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں رہے گا... لہٰذا مجھے یقین ہے کہ ان کی طرف سے ہم پر ضرور حملہ ہوگا۔

" تب تو ہم دفاعی جنگ ہی لڑیں گے" رش نے کہا اور میں نے سکون کا ایک گہرا سانس لیا۔

سب سے پہلے میں نے انہیں دیکھا... پہاڑی ڈھلان پر اپنی قائم کردہ چیک پوسٹ پر متعین نگرانی کرنے والوں سے بھی پہلے... اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں دوربین سے نگرانی کررہا تھا۔

چاند غروب ہوئے کچھ دیر ہوچکی تھی اور میں نے یہودیوں کے استقبال کے لئے ساری تیاریوں کو آخری شکل دے دی تھی۔ ان تیاریوں میں وہ نگراں چوکیاں بھی شامل تھیں جو میں نے ڈھلان پر خاصا نیچے قائم کی تھیں اور ان پر متعین افراد کی ذمے داری صرف اتنی تھی کہ جیسے ہی وہ دشمن کو اوپر کی طرف آتے دیکھیں ہمیں فوراً اس کی اطلاع بہم پہنچائیں۔

وہ مجھے سایوں کی مانند نظر آرہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں خودکار رائفلیں موجود تھیں۔ تاروں کی روشنی میں کام کرنے والی دوربین نے برائے نام روشنی کو بھی اتنا بڑھادیا کہ میں رات کے جانوروں سے بھی زیادہ واضح طور پر دیکھ سکتا تھا۔ مجھے تاروں کی چھاؤں میں ان کے سائے تک نظر آرہے تھے۔ ان کے چہروں پر رینگتے خوف کے سائے بھی میری نظروں سے پوشیدہ نہیں تھے۔ مجھے ان کے ہلتے ہوئے لب بھی دکھائی دے رہے تھے۔ شاید وہ لوگ زیر لب اپنی مذہبی دعاؤں کا ورد کررہے تھے۔

میں نے رائفل ایک طرف رکھتے ہوئے بہت آہستہ آواز میں کہا " وہ آرہے ہیں۔"

رش سنبھل کر بیٹھ گیا " مشرقی ڈھلانوں کے محافظوں کو چوکنا کردو" رش نے صید سے کہا اور وہ فوراً ہی مشرقی سمت میں دوڑ گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں احمد رش اور صید کے ساتھ پہاڑی کی مشرقی والے حصے کے وسط میں ایک برجی کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کا نام میں نے کمانڈنٹ آبزرویشن پوسٹ رکھا تھا۔ جنگ دوران ضروری ہدایات حاصل کرنے کے لئے کچھ افراد تھے جن کا کام صرف یہ تھا کہ وہ دوڑتے ہوئے کما پوسٹ تک آتے اور ہدایات حاصل کرکے مطلوبہ مو پہنچادیتے۔ اس کے علاوہ اگر خدانخواستہ اسرائیلی ہمار حصار توڑنے میں کامیاب ہوجاتے تو یہ جگہ ہمارے اور دفاعی چوکی کا کام کرسکتی تھی۔

کچھ دیر بعد صید نے آکر بتایا کہ مشرقی سمت کے م کو چوکنا کردیا گیا ہے اور اس کے چند ہی منٹ بعد پہاڑ والی چیک پوسٹ سے دو افراد دوڑتے ہوئے آ کمانڈنٹ پوسٹ کے نیچے تقریباً بے دم ہوکر گر پڑے نے ہمیں وہی اطلاع فراہم کی جو پہلے سے ہی ہمار تھی "وہ آرہے ہیں۔"

"وہ بتدریج اوپر کی طرف بڑھ رہے ہیں" احمد کہا۔ جس کے ہاتھ میں ایم ۱۴ رائفل تھی اور ا دوربین اسی رائفل پر نصب تھی۔

"لاؤ دوربین مجھے دو" میں نے رش سے کہا ا رائفل میری طرف بڑھادی۔

میں نے رش سے دوربین لے کر اپنی آنکھو اس بار وہ بہت محتاط تھے اور ایک دوسرے سے وہ وقفے وقفے سے کسی چٹان کی آڑ بھی لے لیتے نکل کر تیزی سے اوپر چڑھنے لگتے تھے۔ انہوں کھاکر سبق لے لیا تھا۔

"اگر ان میں ہیبن دکھائی دے تو اسے شو رش نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"تم خود دیکھ چکے ہو، ان میں کسی مخصوص کرنا کتنا مشکل کام ہے" میں نے رش سے کہا دیکھنے کے لئے پوری ڈھلان کا ایک سرے سرے تک جائزہ لینا پڑے گا۔"

"ہاں۔ میں نے دیکھا ہے.... وہ مردود کسی کا منظر پیش کر رہے ہیں۔"

"اس بار ان کی رائفلوں پر سنگینیں بھی نے دوربین آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

کے لئے وہ منظر خوف زدہ کردینے والا رہا خوف زدہ نہیں تھا۔ اس کے برعکس مجھے ا ردِعمل دیکھنے کا اشتیاق تھا جب ہماری جانب برسائی جاتیں۔

میرے لئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا

سے گولیوں کے جواب میں وہ کس طرح کے ردِعمل کا اظہار کریں گے۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر ایک آڑ لینے کی کوشش کرے گا۔ جسے جو بھی آڑ میسر آئے گی اس کے پیچھے دبک کر بیٹھ رہے گا۔ وہ سب تو بعد کی باتیں تھیں۔ اس وقت تو وہ بڑے منظم پیمانے پر ہم پر حملہ کرنے آرہے تھے اور یہ حملہ وہ محض اپنی جانیں بچانے کی خاطر کر رہے تھے۔ یہودی قوم کا اس میں کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"اب وہ کتنی دور رہ گئے ہیں؟" احمد رش نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔

"ابھی تو وہ بہت دور ہیں" میں نے کہا "کوئی آدھا کلومیٹر کا فاصلہ تو ضرور ہوگا۔"

"تو پھر تم کس بات کا انتظار کررہے ہو... فائر کھولنے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟" رش نے کہا۔

"ان کے قریب آنے کا منتظر ہوں" میں نے جواب دیا۔ "ابھی وہ بہت دور ہیں۔"

"ہماری دفاعی لائن بہت کمزور ہے اس لئے ضروری ہے کہ انہیں خود سے قریب آنے ہی نہ دیا جائے۔"

"انہیں خود سے دور رکھنے کے چکر میں بہت ایمونیشن ضائع ہوگا اور ہم ایمونیشن ضائع کرنے کے متحمل نہیں ہوسکتے" میں نے جواب دیا۔

"اور اگر ان کے پاس دستی بم ہوئے تو وہ قریب پہنچ کر ہمیں تہس نہس کردیں گے۔"

"مگر ان کے پاس دستی بموں کی موجودگی کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

"ہیں تو سہی" رش بے تابی سے بولا "اندازے کی ذرا سی غلطی سے ہم سب کی زندگیاں خطرے میں پڑجائیں گی۔"

"ہمیں کوئی نہ کوئی خطرہ تو مول لینا ہی ہے" میں نے کہا۔ "اگر انہیں دور رکھنے کی کوشش کی گئی تو ایمونیشن ختم ہوجائے گا۔ اس صورت میں ہماری شکست لازمی ہوجائے گی۔"

"تم بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہو.... ممکن ہے ہماری فائرنگ سے خوف زدہ ہوکر وہ پسپا ہی ہوجائیں۔"

"ایسا کرتے ہیں کہ اس مسئلے پر صید کی رائے لے لیتے ہیں" میں نے سوالیہ نظروں سے صید کی طرف دیکھا۔

"ان کے نزدیک آنے میں جتنا ہماری جانوں کو خطرہ لاحق ہوگا اس سے کہیں زیادہ خطرے میں خود ان کی جانیں پڑجائیں گی" صید نے کہا "ہم کم سے کم ایمونیشن کے ذریعے انہیں زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں ہوں گے۔ لہٰذا میری رائے تو یہی ہے کہ ہم انہیں زیادہ سے زیادہ نزدیک آجانے دیں۔"

"میرا کیا ہے" رش بڑبڑایا لیکن میرا مشورہ ہے کہ انہیں زیادہ قریب مت آنے دینا، کہیں ہم دستی بموں کے دائرہ کار

کے اندر نہ آجائیں" اس کے بعد میں نے ایم ۱۴ رائفل رش کو تھمادی اور وہ اس کی دوربین پر جھک گیا۔

"ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں اے کے ۴۷ رائفل ہے اور ان کے عزائم بھی اچھے نظر نہیں آتے" رش نے کہا مگر میں نے اس کی بات کے جواب میں کچھ کہنا ضروری نہیں سمجھا۔

"اب وہ کتنے فاصلے پر رہ گئے ہیں" کچھ دیر بعد میں نے رش سے پوچھا۔

"ساڑھے تین سو میٹر کے فاصلے پر" رش نے سر اٹھائے بغیر جواب دیا۔

"اور ان کی پوزیشن کیا ہے؟"

"ان کی رائفلوں پر سنگینیں موجود ہیں اور زیادہ تر آڑ میں ہیں۔ کچھ کھلے میں بھی موجود ہیں۔"

میں اس فلسطینی کی طرف مڑا جسے پیغام بر کا کام کرنا تھا۔ "اے کے ۴۷ کی پوزیشن پر جاکر کہو کہ فائرنگ شروع کردی جائے" میں نے اس سے کہا اور وہ بڑی پھرتی سے اٹھ کر روانہ ہوگیا۔

میں دوبارہ رش کی طرف پلٹا "اب ان کا فاصلہ بتاؤ" میں نے کہا۔

"تین سو میٹر" رش کی آواز واضح طور پر کپکپا رہی تھی۔

"بہت مناسب فاصلہ ہے" میں نے مطمئن انداز میں کہا "فائرنگ شروع کردو۔"

رش تو جیسے اشارے کا منتظر تھا۔ اس نے فوراً ہی ٹریگر دبادیا۔ سائیلنسر لگی ہوئی رائفل سے ہلکی سی دھاتی آواز ابھری۔ اس نے رائفل ذرا سی گھمائی اور دوبارہ ٹریگر دبادیا۔ پھر رائفل گھمائی اور تیسری بار ٹرائیگر دبادیا۔ اس موقع پر پہلی اے کے ۴۷ سے فائرنگ شروع کردی گئی۔ جنگ کا باقاعدہ آغاز ہوچکا تھا اور اس کے بعد تو جیسے قیامت ہی آگئی۔ یہودیوں نے بھرپور جوابی فائرنگ شروع کردی تھی۔ پہاڑ کی چوٹی پر اور ڈھلانوں میں ہر طرف رائفلیں گرج رہی تھیں اور ان سب میں نمایاں ترین آواز نائن ایم ایم کی یوزی سب مشین گن کی تھی۔

رفتہ رفتہ شور اس قدر بڑھا کہ کانوں کے پردے پھٹتے محسوس ہونے لگے۔ ہر طرف شعلے لپک رہے تھے۔ گولیاں ٹکرا رہی تھیں اور گرد و غبار کا ایک طوفان سا ہر طرف چھاگیا تھا۔

یہ سب کچھ تھا مگر اس جنگ میں جنگ کا لطف نہیں تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ مقابلہ صرف گولیوں سے ہو رہا تھا۔ نہ کوئی توپ تھی، نہ ٹینک تھا۔ گھن گرج کا فقدان تھا۔

ہماری جانب سے بڑے تواتر کے ساتھ فائرنگ کی جارہی تھی۔ ہم ذرا سا بھی تساہل برتتے تو اس کا مطلب یہی ہوتا کہ

ہم دشمن کو آگے بڑھنے کا موقع دے رہے ہیں۔ مجھے حیرت تھی کہ اسرائیلیوں کی جانب سے اتنی جرأت کا مظاہرہ کیا جارہا تھا۔ انہیں یہ خوف بھی نہیں تھا کہ ہمارے پاس زیادہ اسلحہ ہوسکتا ہے۔ کم از کم مارٹر گنوں کی موجودگی تو خارج از امکان نہیں تھی۔

مجھے خدشہ تھا کہ اگر چند منٹ تک مزید یہی عالم رہا تو ہمارے پاس ایمونیشن ختم ہوجائے گا۔ عین اس وقت جب کہ میں یہ بات سوچ رہا تھا اچانک فلسطینیوں کی جانب سے فائرنگ میں تیزی آگئی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے انہوں نے میرے خیالات پڑھ لئے ہوں۔

اسرائیلی اب ہم سے محض سو گز کے فاصلے پر رہ گئے تھے اور ہیولوں کے مانند نظر آرہے تھے۔ بڑھی ہوئی فائرنگ نے ان کے آگے بڑھنے کی رفتار میں فرق ڈال دیا تھا بلکہ وہ آگے بڑھ ہی نہیں پارہے تھے اور یہ ایک خوش آئند بات تھی مگر تشویش ناک بات یہ تھی کہ وہ پیچھے بھی نہیں ہٹ رہے تھے اور اب ان کا پسپا ہونا بہت ضروری ہوگیا تھا۔

پھر میں نے چند ایسے افراد کو دیکھا جو غالباً انہیں آگے بڑھنے کے لئے اکسا رہے تھے۔ وہ کچھ زیادہ ہی دلیر تھے مگر انہیں اپنی دلیری بہت مہنگی پڑی۔ احمد رش تو ایسے مواقع کی تاک میں رہا کرتا تھا۔ اس نے ان میں سے یکے بعد دیگرے دو کو ڈھیر کردیا۔ ایم ۱۴ رائفل سب سے زیادہ مہلک ثابت ہوئی تھی۔ دو افراد کے ڈھیر ہوتے ہی یہودیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔

دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ احمد رش بہت زیادہ مضطرب ہوگیا ہے۔ یہودیوں کی طرف سے پہلے ہی فائرنگ رک گئی تھی اور اب فلسطینی بھی فائرنگ نہیں کررہے تھے۔ بے پناہ فائرنگ کے بعد یک دم طاری ہونے والا سناٹا بڑا غیر فطری سا محسوس ہو رہا تھا۔

"کیا بات ہے رش؟" میں نے کہا "تم کچھ مضطرب نظر آرہے ہو؟"

"مجھے..... مجھے شبہ ہے کہ میں نے ہبسنو کو دیکھا تھا" اس نے دوربین پر جھکے جھکے جواب دیا "میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔"

"اسے مارنا مت رش" میں نے کہا مگر شاید اس نے میری بات سنی ہی نہیں تھی۔ میں نے اس کی انگلی کو ایم ۱۴ رائفل کے ٹرائیگر پر دباؤ ڈالتے دیکھا اور اس کے بعد وہ بڑے جوش کے ساتھ اچھل کر کھڑا ہوگیا "میں نے اسے ہلاک کردیا ہے علی! میں کامیاب ہوگیا ہوں علی! میں کامیاب ہوگیا۔"

میں حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ یوں خوش ہو رہا تھا جیسے جیکب ہبسنو کو ہلاک کرنا ہی اس کی زندگی کا سب سے بڑا مشن رہا ہو۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں یہ نہیں کہتا کہ تم نے غلطی کی ہے رش!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن یہ ہمارا مشن تو نہیں تھا۔"

رش نے ایک طویل قہقہہ لگایا اور ہذیانی انداز میں بولا۔ "اب کوئی امن کانفرنس نہیں ہوگی۔ ہم کامیاب ہوگئے۔"

"جیکب ہمسنو سے تمہاری ذاتی دشمنی تھی رش! اور یہ وقت ذاتیات سے مبرا ہو کر سوچنے کا تھا۔ ہمسنو کے علاوہ اور لوگ بھی تو ہیں۔"

"ہمسنو ہماری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ ایل آل کا چیف سیکیورٹی آفیسر ہونے کی وجہ سے وہی ان کا سربراہ تھا"

"بیشک اس کے مرنے سے کچھ نہ کچھ اثر تو ضرور پڑے گا مگر ان کے حوصلے بالکل ہی پست نہیں ہوجائیں گے۔ ہم اب بھی مشکلات سے نہیں نکلے۔"

میری بات سن کر رش اچانک سنجیدہ ہوگیا "اب تک ہم ان کے دو حملے پسپا کرچکے ہیں۔ ان کے حوصلے پست ہونا لازمی امر ہے۔"

"میرا اندازہ ہے کہ انہیں زیادہ جانی نقصان نہیں ہوا۔ یہ عددی برتری کا کھیل ہے۔ اس بار زیادہ سے زیادہ چند آدمی ہلاک ہوئے ہوں گے۔"

"اس بار وہ لوگ محتاط بھی تو بہت تھے" رش نے کہا "وہ آگے ضرور بڑھ رہے تھے مگر چٹانوں کی آڑ لے کر بڑھ رہے تھے۔"

"ہمیں نتائج سے غرض رکھنی چاہئے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ ان کا جانی نقصان کم کیوں ہوا۔ بات تو یہ ہے کہ وہ پھر ہم پر حملہ کریں گے۔"

"میں اندازہ کرچکا ہوں کہ وہ تربیت یافتہ نہیں ہیں" رش بے نیازی سے بولا "ہمسنو کے مرنے کے بعد وہ اتنی دیدہ دلیری کا مظاہرہ نہیں کرسکیں گے۔"

"میں تمہارے اندازے کی داد دیتا ہوں" میرا لہجہ طنزیہ ہوگیا "مگر تم نے یہ اندازہ بھی لگایا کہ اس وقت ہمارے پاس ایمونیشن کی کیا پوزیشن ہے؟"

احمد رش چونک پڑا "یہ سوچنا تمہارا کام ہے" اس نے کہا "میری توجہ تو اس طرف تھی ہی نہیں .... مگر ہمارے پاس ایمونیشن ختم تو نہیں ہوا ہوگا؟"

"ختم ہوتے ہوتے رہ گیا.... اگر یہ جنگ محض چند منٹ اور جاری رہ جاتی تو شاید ہمارے آدمیوں کے پاس ایک گولی بھی نہ باقی بچتی۔"

"فکر مت کرو علی!" احمد رش کے لہجے میں اچانک ہی بے پروائی کا عنصر شامل ہوگیا "جیکب ہمسنو کو ہلاک کرکے میں نے جو کارنامہ ...."

"ہوش کی دوا کرو رش!" میں نے سخت لہجے میں کہا "اتنی دیر سے میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ خطرہ ٹلا نہیں، بڑھ گیا ہے۔"

رش نے بے بسی سے میری طرف دیکھا "میں نہیں سمجھ سکتا" وہ بڑبڑایا "خود کو ان لوگوں کی جگہ رکھ کر سوچو تو تمہیں اندازہ ہوگا...."

"وہی کر رہا ہوں رش" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "ان کے پاس دو ہی راستے ہیں۔ مقابلہ کریں یا ہتھیار ڈال دیں۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب!" صید نے کہا "اگر یہ رات انہوں نے یونہی گزار دی تو ان کی شکست لازمی ہوجائے گی۔"

"شکست سے تو ہم انہیں پہلے ہی دوچار کرچکے ہیں"

رش بولا "ہم نے ان کے طیارے اغوا کیے جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ پھر ہم نے ان سے مقابلہ کرکے ان کے چیف سیکیورٹی آفیسر کو ہلاک کردیا۔ انہیں دوبار پسپا کیا...."

"ان کے پاس راشن نہیں ہے رش!" میں نے قدرے تلخ لہجے میں کہا "یہ تو عام لوگ ہیں۔ راشن کے بغیر تو کوئی فوج بھی زیادہ دیر نہیں لڑسکتی۔"

"یہ تو میری بات کی تائید ہوئی" رش خوش ہو کر بولا۔ "ہمیں بس کسی طرح یہ رات گزارنی ہے۔ اس کے بعد تو یہ لوگ لڑنے کے قابل ہی نہیں رہ جائیں گے۔"

"خود کو ان کی جگہ رکھ کر سوچو" میں نے رش کی نقل کی "تم ان کی جگہ ہوتے اور تمہیں معلوم ہوتا کہ تمہارے پاس خوراک نہیں ہے تو تم کیا کرتے؟"

"اگر میں اس صورت حال میں پھنستا تو کبھی پیچھے نہ ہٹتا۔" رش نے بڑے جوش سے کہا "آخری سانس تک مقابلہ جاری رکھنے کو ترجیح دیتا۔"

"وہ عقل مند لوگ ہیں رش! وقتی طور پر پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ منظم ہو کر نئی حکمت عملی کے ساتھ دوبارہ ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ میں اسی بارے میں فکر مند ہوں۔"

"تمہاری بات میرے حلق سے نہیں اترتی" رش نے کہا "اگر تم ان کی جگہ ہوتے تو کیا حکمت عملی اختیار کرتے.... مجھے بتاؤ!" اس کے لہجے میں چیلنج تھا۔

میں سوچ میں پڑ گیا۔ رش کے کہنے کے مطابق میں خود کو تو ان کی جگہ نہیں رکھ سکتا تھا اس لئے کہ میرا انداز یکسر مختلف تھا مگر پھر بھی میں نے کوشش کی کہ ایک یہودی کے انداز میں سوچوں۔

"ہمیں مسٹر رش کی بات پر غور کرلینا چاہئے جناب!" اچانک صید نے کہا "اگر ہم ان کی آئندہ حکمت عملی پر غور کرسکیں تو بہتر طور پر ان کا مقابلہ کرسکیں گے۔"

"میں اسی پر غور کر رہا ہوں صید" میں نے کہا "اس بات میں وزن ہے کہ وہ اپنی حکمت عملی تبدیل ضرور کریں گے۔"

"میں ایک بار پھر کہہ رہا ہوں کہ تم بلاوجہ پریشان ہو رہے ہو" رش نے کہا "اب وہ ہم پر حملہ کرنے کی جرأت ہی نہیں کرسکیں گے۔"

"یہ ممکن ہے جناب!" صید بولا "یہ بات تو ہم جانتے ہیں نا کہ ہمارے پاس اسلحہ کم ہے۔ وہ تو یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ ہمارے پاس بہت اسلحہ ہے۔"

یکایک میں اچھل پڑا "میں نے ان کی آئندہ حکمت عملی کا اندازہ کرلیا ہے صید!" یہ تو بالکل سامنے کی بات تھی جو میری سمجھ میں نہیں آسکی۔"

میں نے اندھیرے کے باوجود محسوس کیا کہ صید مسکرایا تھا "ایسا ہوتا ہے جناب!" اس نے کہا "میں خود ابھی ابھی اس نتیجے پر پہنچا ہوں...."

"کہ اب وہ کسی اور جانب سے نکل جانے کی کوشش کریں گے" میں نے اس کی بات مکمل کردی "یہی نتیجہ اخذ کیا ہے نا تم نے؟"

"قدرتی بات ہے جناب" صید نے کہا "ایک محاذ پر دوبار شکست کھانے کے بعد ان کا کسی اور جانب متوجہ ہوجانا قدرتی امر ہے۔"

"یہ بات تو طے ہوئی کہ اب وہ اس طرف حملہ نہیں کریں گے" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا "اب ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ ان کا اگلا ہدف کون سا ہوگا؟"

"وہ ہماری تعداد سے بھی لاعلم ہیں جناب" صید بولا "وہ تو یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم نے چاروں طرف سے انہیں گھیر رکھا ہے۔"

"لہٰذا اب وہ صرف اپنی سلامتی کی فکر کریں گے" رش نے فاتحانہ انداز میں کہا "اور کسی بھی طرف حملہ کرنے سے گریز کریں گے۔"

"میں تم سے متفق نہیں ہوں صید!" میں نے رش کی بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا "انہیں کم از کم یہ اندازہ ضرور ہے کہ ہم مضبوط پوزیشن میں نہیں ہیں۔"

صید نے چند لمحے میری بات پر غور کیا پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا "میں سمجھ گیا جناب! اگر ہماری تعداد زیادہ ہوتی تو ہم خود ان پر ٹوٹ پڑتے۔"

"ہاں" میں نے کہا "ان کے لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم دفاعی جنگ لڑ رہے ہیں۔"

"وہ اگر مکمل طور پر پسپا ہوچکے ہیں جناب!" صید نے نشیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہمارے پاس سوچنے کے لئے زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"وقت کی کمی نہیں ہے صید! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بالکل درست فیصلہ کریں۔ انہیں منظم ہونے میں خاصا وقت لگے گا ہمارے پاس بہت وقت ہے۔"

صید نے اثبات میں سر ہلایا "میں تو خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں جناب! اگر وہ دریا والی سمت حملہ کر بیٹھتے تو اس وقت کیا پوزیشن ہوتی؟"

"تیزی سے روانہ ہو جاؤ صید!" میں نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا "مجھے یقین ہے کہ اب وہ لوگ اسی سمت سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔"

صید بڑی پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا تھا "اپنے ساتھ کتنے آدمی لے جاؤں جناب؟" اس نے پوچھا۔

"تمام لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ" میں نے کہا "ہمیں اپنی ساری قوت اس محاذ پر جھونک دینی ہے جو اُن کا متوقع ہدف ہے۔"

صید جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ میں نے اسے روک لیا "تم یہیں رکو گے صید! اپنے آدمیوں کو ضروری ہدایات دے کر واپس آجاؤ۔"

کوئی سوال کیے بغیر وہ چلا گیا۔ اس کی یہ عادت مجھے بہت پسند آئی تھی۔ غیر ضروری طور پر کوئی بات نہیں کرتا تھا اور احکامات پر بے چون چرا عمل کرتا تھا۔

"آج میں بہت خوش ہوں" احمد رش نے کہا "جیکب ہمسنو نے مجھے جو تھپڑ مارا تھا۔ میں نے اس کا انتقام لے لیا ہے۔"

"تھپڑ کا بدلہ تو تھپڑ ہی ہوسکتا ہے رش! اگر یہ انتقام تھا تو دنیا کے کسی قانون کی رو سے اسے جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔"

"اس نے میری بے عزتی بھی کی تھی" اس نے بے پروائی سے کہا "اس بات کا بہرحال مجھے افسوس رہے گا کہ میں اس کی بے عزتی نہیں کرسکا۔"

میں نے حیرت سے اسے دیکھا "تمہارا مطلب یہ ہے کہ اس کی جان لینے کے باوجود بھی تمہارا انتقام تشنہ رہ گیا؟"

"خود پر ہاتھ اٹھانے والے کسی شخص کو میں معاف کر ہی نہیں سکتا" رش مسکرایا "اس کے اس عمل سے میری جو بے عزتی ہوئی ہے اس کے بدلے میں زیادہ سے زیادہ اس کی جان ہی لی جاسکتی تھی۔"

"ہمارا مذہب تو اس بات کے خلاف ہے رش! تھپڑ کا بدلہ تھپڑ اور بے عزتی کا بدلہ بے عزتی ہی ہوسکتا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔"

"اس شخص کی بے عزتی کس طرح کی جاسکتی تھی جس کی کوئی عزت ہی نہ ہو؟" اس نے میری بات کا برا مانتے ہوئے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"وہ ایل آل کا سیکیورٹی چیف تھا رش!" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا "اور تم کہتے ہو کہ اس کی کوئی عزت ہی نہیں تھی؟"

"وہ ایک یہودی بھی تھا" اس نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا "اور میرے دل میں کسی یہودی کی کوئی عزت نہیں ہے خواہ وہ کتنے ہی بلند مرتبے پر کیوں نہ فائز ہوں۔"

میں خاموش ہوگیا۔ اس سے معقولیت کی توقع کرنا عبث تھا۔ وہ تو ایک انتہا پسند تھا جس کی زندگی کے کسی بھی پہلو میں اعتدال کا شائبہ تک نہ تھا۔

کچھ دیر بعد صید واپس آگیا "میں نے ان سب کو دریا والی سمت روانہ کردیا ہے جناب" اس نے کہا "لیکن اگر اس طرف حملہ ہوگیا تو وہ لوگ زیادہ دیر مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔"

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے صید! میں جانتا ہوں کہ ایمونیشن کی کیا صورت حال ہے۔ تمہیں روکنے کا مقصد یہی تھا۔ ابھی ہم نیچے چلیں گے۔ مجھے امید ہے کہ پسپا ہونے والے ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہوں گے۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب! یقیناً ہمیں کافی اسلحہ مل جائے گا۔ پسپائی کے وقت انہیں اتنا ہوش کہاں رہا ہوگا کہ اپنی جانوں کے ساتھ اپنے اسلحے کی فکر بھی کرتے لیکن ہمیں اسلحہ تلاش کرنے میں خاصا وقت لگے گا۔ اس دوران میں اگر انہوں نے دریا والی سمت میں حملہ کردیا تو کیا ہوگا؟"

"اول تو اس کا امکان بہت کم ہے۔ انہیں از سر نو حملہ کرنے کے لئے تیاری میں خاصا وقت لگے گا تاہم اگر انہوں نے زیادہ تیزی کا مظاہرہ کیا تو ہم ان کے عقب میں موجود ہوں گے۔"

صید نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ وہ میری بات کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

ہم دونوں نیچے جائیں گے جب کہ رش اسی مقام پر رکے گا۔ اس کے پاس ایم ۱۴ رائفل موجود ہے جس پر نصب دوربین کی مدد سے وہ ڈھلانوں کا جائزہ لیتا رہے گا اگر ہمیں کوئی خطرہ درپیش ہوا تو رش ہمیں کور فراہم کرے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی.... تمہارے پاس پستول تو موجود ہے نا؟" میں نے صید سے پوچھا۔

"جی ہاں جناب" صید نے مجھے پستول نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "میرا خیال بھی یہی ہے کہ ڈھلانوں پر کسی سے مڈبھیڑ نہیں ہوگی۔"

"ایک پستول میرے پاس بھی ہے" میں نے کہا "اگر کوئی بدقسمت وہاں موجود ہوا بھی تو یہ دو پستول اس کے لئے کافی ہوں گے۔"

میں نے صید کے ساتھ پہاڑی ڈھلان پر قدم رکھ دیے اور نشیب کی سمت اترنے لگا۔ ہمارا انداز محتاط تھا مگر ہم تیز رفتاری سے نیچے اتر رہے تھے۔ پندرہ منٹ کے اندر اندر ہم سو گز کے فاصلے پر اس جگہ پہنچ گئے جہاں تک پہنچنے کے بعد یہودیوں کو پسپا ہونا پڑا تھا ذرا سی تلاشی کے بعد ہمیں تین یہودیوں کی لاشیں مل گئیں۔

"تم یہیں سے واپس پلٹ جاؤ" میں نے ان تینوں کی رائفلیں لیں اور فالتو کلپ صید کے حوالے کرتے ہوئے کہا "فوری طور پر اتنا اسلحہ کافی رہے گا؟"

"بہت کافی رہے گا" صید نے کہا "اور اس بار ہم ایمونیشن بہت احتیاط سے خرچ کریں گے تاکہ زیادہ بہتر نتائج حاصل کرسکیں۔"

"کوشش کرنا کہ جب وہ تم سے زیادہ سے زیادہ قریب آجائیں تب ان پر فائرنگ شروع کرو ورنہ ایمونیشن ضائع ہونے کا اندیشہ رہے گا۔"

"آپ بالکل بے فکر رہیں جناب! میں ہر ممکن احتیاط کا مظاہرہ کروں گا" صید نے کہا کہ میری کوشش یہی رہے گی کہ ایک گولی بھی ضائع نہ ہونے پائے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں ایم ۱۴ کی ضرورت بھی نہیں رہی... اسے بھی تم ہی لے جاؤ۔ بلکہ چلو، میں خود ہی رش سے تمہیں رائفل دلوادوں۔"

میں صید کے ساتھ اوپر واپس آیا اور احمد رش سے ایم ۱۴ رائفل لے کر صید کے حوالے کردی۔ رش نے کوشش کی تھی کہ رائفل اس کے قبضے سے نہ نکلنے پائے مگر میں نے اس کی ایک نہ سنی۔

"ہم دونوں کے پاس پستول موجود ہیں" صید کے جانے کے بعد میں نے رش سے کہا "اور ہمیں کوئی خطرہ بھی نہیں ہے۔ ہمارے لئے بارہ گولیاں بھی بہت ہیں۔"

"خطرہ کیوں نہیں ہے۔ تم دوبارہ نیچے اترنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ گے اور کہتے ہو کہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ معلوم نہیں نیچے کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑا۔"

"کچھ نہیں ہوگا" میں نے اسے تقریباً کھینچتے ہوئے کہا۔ "تم خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ اب وہ ہم پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کریں گے اور اب تم ہی یہ کہہ کر رہے ہو کہ خطرے کا امکان موجود ہے۔"

"بلندی پر تو ہم کسی قدر محفوظ بھی رہیں گے لیکن نیچے اگر کسی سے مڈبھیڑ ہوگئی تو صورتِ حال بہت مختلف بھی ہوسکتی ہے۔"

"ہمارے پاس بارہ گولیاں اور دو پستول ہیں" میں نے ڈھلان پر اترتے ہوئے بڑے اطمینان سے کہا "اور مجھے امید ہے کہ ابھی ہمیں مزید اسلحہ بھی ملے گا۔"

احمد رش خاصا چوکنا تھا اور ذرا ذرا سی آہٹ پر بھڑک رہا تھا "یہاں کس قدر اندھیرا ہے" اس نے کہا "اگر کسی نے ہمیں چھپ کر نشانہ بنا دیا تو دونوں پستول اور تمام گولیاں دھری رہ جائیں گی۔"

"دشمن ہم سے کہیں زیادہ خوف زدہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر کسی سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی بھی وہ یا تو تو کوئی زخمی ہوگا یا پھر مرچکا ہوگا۔"

"اس کے باوجود ہمیں کوئی امکان نظر انداز نہیں کرنا چاہئے" اس نے کہا "عقل مندی کا تقاضا یہی تھا کہ میں ایم ۱۴ کے ساتھ اوپر ہی موجود رہتا۔"

"کیا تم اس مقام کی نشان دہی کرسکو گے جہاں تم نے ہیسنو کو نشانہ بنایا تھا؟" میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"کیوں؟" رش، چلتے چلتے رک گیا "تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟" اس نے کہا۔

"چلتے رہو" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کا کہا "جیکب ہیسنو کی لاش اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا جی چاہ رہا ہے۔ معلوم نہیں مرنے کے بعد کیسا لگ رہا ہوگا۔"

"تمہیں یہ بات اوپر ہی کہنی چاہئے تھی" رش نے کہا۔ "اتنا نیچے اتر آنے کے بعد اس جگہ کی صحیح نشان دہی کرنا میرے لئے آسان نہیں ہے۔"

"اندازہ لگانے کی کوشش کرو رش! ہم بالکل سیدھ میں نیچے اتر رہے ہیں اگر تم ذرا سا ذہن پر زور دو تو یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔"

"میں اس مقام پر تھا" رش نے پلٹ کر چوٹی کی طرف دیکھا "اور میں نے ذرا سا بائیں جانب فائر کیا تھا فاصلہ تقریباً ڈیڑھ سو گز رہا ہوگا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو، میرا بھی یہی اندازہ تھا" میں نے اپنے چلنے کی سمت تبدیل کرتے ہوئے کہا۔ رش بھی میرا ساتھ دے رہا تھا۔

"میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم کیا کرنا چاہ رہے ہو" رش نے کہا۔ اس کے لہجے میں الجھن عیاں تھی۔

"بنیادی مقصد تو یہ ہے کہ جو یہودی جنگ میں کام آچکے ہیں ان کا اسلحہ سمیٹ لیا جائے" میں نے کہا "ہمیں اسلحے کی اشد ضرورت ہے۔"

"یہ بات تو میں بھی سمجھ رہا ہوں" رش جھنجلا کر بولا۔ "لیکن اس وقت تو تم جیکب ہیسنو کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔"

"میں تمہاری بے نیازی پر حیرت ہی ظاہر کرسکتا ہوں رش! اگر میں نے اپنے کسی دشمن کو ٹھکانے لگایا ہوتا تو سب سے پہلے اس کی لاش دیکھنے کی خواہش ہوتی۔"

"یہ خواہش تو اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کسی قسم کا شبہ ہو" رش نے کہا "مجھے یقین ہے کہ میں نے ہیسنو کو ٹھکانے لگادیا ہے پھر خواہ مخواہ خود کو خطرے میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟"

رش کو کوئی جواب دیے بغیر میں خاموشی سے چلتا رہا۔ پھر جب میرے اندازے کے مطابق ہم ڈیڑھ سو گز کا فاصلہ طے کرچکے تو میں نے اس سے کہا "اب وہ جگہ پہچاننے کی کوشش کرو۔"

رش رک کر چند لمحے ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولا "یہ وہ جگہ ہے۔ میں نے اسے اس چٹان کی آڑ میں دیکھا تھا اور یہیں نشانہ بنایا تھا۔"

میں نے چند لمحے آس پاس نگاہ دوڑائی اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اسے غلط فہمی نہیں ہوسکتی۔ جس چٹان کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا وہ دوسری چٹانوں سے خاصی مختلف تھی۔

"آؤ" میں نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "میں تمہارے شکار کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

چٹان کے عقب میں پہنچتے ہی ہمیں ایک تاریک ہیولا نظر آگیا جو مڑا تڑا زمین پر پڑا تھا "دیکھا، میں نے تم سے کہا تھا نا کہ وہ مرچکا ہے۔"

رش کو جواب دینے کی زحمت کئے بغیر میں اس لاش کے پاس پہنچ گیا جو تاریکی میں ایک ہیولے کی مانند نظر آرہی تھی۔ اس کا چہرہ بہت قریب سے دیکھنے کے بعد میں رش کی طرف مڑا "یہ جیکب ہیسنو تو نہیں ہے۔"

میری بات سن کر احمد رش بوکھلائے ہوئے انداز میں لاش پر جھک گیا "یہ .... یہ تو واقعی ...." وہ مسکرا کر رہ گیا۔

میری نگاہ تیزی سے آس پاس کا جائزہ لے رہی تھی مگر وہاں اس کے علاوہ کوئی اور لاش ہوتی تو دکھائی دیتی۔

"تمہیں اس جگہ کو شناخت کرنے میں کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوئی" میں نے رش سے پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" رش نے بدستور بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا "مجھے پورا یقین ہے کہ ....

وہ اپنا جملہ مکمل نہیں کرسکا اس لئے کہ اسی وقت ایک چٹان کے عقب سے ابھرنے والی آواز ہم دونوں کے اعصاب پر بم کی طرح گری تھی۔

"اچھا ہوا تم لوگ آگئے۔ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔"

آواز سنتے ہی میں نے بڑی تیزی سے خود کو زمین پر گرا دیا اس مختصر سے وقفے میں میں نے پستول بھی جیب سے نکال لیا تھا۔ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر تھی کہ چٹان کے عقب سے ابھرنے والی آواز نسوانی تھی۔ ہمیں کسی عورت نے مخاطب کیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

احمد رش بھی پیچھے نہیں رہا تھا اور میرے نزدیک ہی موجود تھا۔ میری طرح اس نے بھی خود کو زمین پر گرا دیا تھا۔ میں سینے کے بل رینگتا ہوا اس کے بالکل برابر پہنچ گیا۔

"فائر مت کرنا رش!" میں نے سرگوشی کی۔ اس کی طرف سے مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ آواز کی سمت فائر نہ کر بیٹھے۔ پستول تو اس کے ہاتھ میں موجود ہی تھا۔

"میں اندازہ ہی نہیں کرسکا کہ یہ آواز کس سمت سے آئی تھی ورنہ اسے ہرگز نہ چھوڑتا" احمد رش نے غصیلے لہجے میں کہا۔

میں نے اس کی بات پر خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ سمت کا اندازہ نہیں کرپایا تھا۔ اس موقع پر فائر کرنا بہرحال خطرے سے خالی نہ ہوتا۔ فائر کی آواز دوسروں کو متوجہ کرسکتی تھی۔

"یہ ہمارے لئے کوئی جال بھی ہوسکتا ہے رش!" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی "ممکن ہے وہ اندازہ کرنے کی کوشش کررہے ہوں کہ ہمارے ساتھ اور کتنے لوگ ہیں۔"

"تب تو یہ جگہ ہمارے لئے خطرناک ہے" رش نے سرگوشیانہ انداز میں کہا "محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم کسی چٹان کے عقب میں رینگ جائیں۔"

"اندھیرے کی چادر اس قدر دبیز ہے کہ ہمیں چند قدم کے فاصلے سے بھی نہیں دیکھا جاسکے گا" میں نے اسے ایک بار پھر پرسکون کرنے کی کوشش کی۔

"اگر دوسری طرف سے اندھا دھند فائرنگ شروع کردی گئی تو ہماری خیر نہیں ہوگی" احمد رش نے کہا۔ اس کا انداز بدستور ہیجانی تھا۔

"ساکت وصامت پڑے رہو رش!" میں نے آہستہ مگر تحکمانہ آواز میں کہا "اگر ہم نے حرکت کی تو ہمیں لازمی طور پر دیکھ لیا جائے گا۔"

یہ بات اس کی عقل میں آگئی اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا اس لئے کہ اس کی عقل خاصی موٹی تھی مگر جان بچانے والی بات وہ بہ آسانی سمجھ جایا کرتا تھا۔

کچھ دیر سکوت چھایا رہا اس کے بعد ایک بار پھر وہی نسوانی آواز سنائی دی "تم لوگ کہاں چلے گئے" پہلے کی طرح اس بار بھی بولنے کے لئے عربی زبان استعمال کی گئی تھی۔

"میں نے اندازہ کرلیا" رش نے مضطربانہ انداز میں سرگوشی کی "وہ جو کوئی بھی ہے، سامنے والی چٹان کے عقب میں موجود ہے" اس نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا۔

"میں پہلے ہی اندازہ کرچکا تھا" میں نے کہا "لیکن اس سے ہم کیا فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔ ہمارے پاس ہتھیار بھی نہ ہونے کے برابر ہیں اور ہمارے ساتھی بھی ہم سے بہت دور ہیں۔"

"اگر ہم ذرا سی ہوشیاری کا مظاہرہ کریں تو اسے بہ آسانی گھیر سکتے ہیں۔ بس ہمیں خاموشی سے اس کے عقب میں پہنچنا ہوگا اور ہم اس پر قابو پالیں گے۔"

احمد رش ہر موقع پر اپنی عقل استعمال کرنے کی کوشش ضرور کرتا تھا جو اس کے پاس تھی ہی نہیں اور اس کی یہ عادت میرے لئے مستقل طور پر تکلیف کا باعث بن گئی تھی۔ خاموش رہنا شاید اس کے لئے ممکن ہی نہیں تھا۔

"تم اگر ذرا سی عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھ دیر کے لئے خاموش ہوجاؤ تو میں کچھ سوچ لوں" میں نے غصہ ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اس میں سوچنے کی کون سی بات ہے؟" اس کے انداز میں حیرت تھی "میں نے تو بہت آسان سی تجویز پیش کی ہے جس پر عمل کرنا کچھ مشکل بھی نہیں ہے۔"

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے یہ آواز پہلے بھی کہیں سنی ہے۔ میں ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کررہا ہوں مگر تم مستقل بولے چلے جارہے ہو۔"

"مجھ سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں" نسوانی آواز ایک بار پھر گونجی "میں تم لوگوں سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔ کیا تم مجھے اس کا موقع دوگے؟"

"ضرور دیں گے" میں نے رش کے کان میں سرگوشی کی۔ "لیکن اس سے پہلے ہم دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ ہوجانا چاہئے، کیا خیال ہے؟"

"ٹھیک کہہ رہے ہو، میں تم سے متفق ہوں" رش نے بھی سرگوشی کی "اگر ہمیں پھانسنے کی کوشش کی جارہی ہے تو ہم اس کا مقابلہ کرسکیں۔"

میں نے اپنا پستول رش کی طرف بڑھایا "تم یہ پستول لے لو اور اپنا پستول مجھے دے دو" میں نے اس سے کہا۔

میری اس عجیب فرمائش نے رش کو چونکا دیا "تم پستول کیوں تبدیل کرنا چاہتے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"تم اس جگہ ٹھہرو گے" میں نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا "جبکہ میں گھوم کر اس کے عقب میں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

"تم لوگ خاموش کیوں ہو۔ میری بات کا جواب تو دے دو!" نسوانی آواز ابھری۔ اس بار لہجے میں اضطراب جھلک رہا تھا۔

"جلدی کرو" میں نے رش سے کہا "وقت زیادہ نہیں ہے۔ ہمیں تیزی سے عمل کرنا ہے۔ لاؤ اپنا پستول میرے حوالے کردو"

رش نے اپنا پستول مجھے دیا اور میں نے اپنا پستول اسے دے دیا۔ اس طرح پستول تبدیل کرنے کی ایک خاص وجہ تھی۔ میں اپنا پستول خالی کرچکا تھا۔ احمد رش جیسے شخص پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا تھا اگر میں اس سے کہتا کہ فائر نہ کرے تو وہ ہرگز میری

ہدایت پر عمل نہ کرتا اور کسی نہ کسی موقع پر فائر کرکے کھیل بگاڑ دیتا جبکہ میرے اندازے کے مطابق ہمیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں نے وہ آواز پہچان لی تھی اور اسی وجہ سے مطمئن تھا۔ وہ مریم برنسٹین کی آواز تھی جو نیسٹ کی رکن تھی اور باوجود اس کے کہ وہ یہودی تھی میں اس پر یقین کرسکتا تھا۔ اس کے اندر اچھائی کا جذبہ تھا۔ نام نہاد امن گروپ کی وہ واحد رکن تھی جس کی سوچ مثبت تھی۔ میں نے اپنے کانوں سے اسے اسرائیلیوں کے اس طرز عمل کی مخالفت کرتے سنا تھا کہ امن مشن کے اراکین کو غیر مسلح ہونا چاہئے۔ بنیادی طور پر وہ تشدد کے خلاف تھی۔ چاہتی تھی کہ امن مذاکرات اس طرح ہوں جس طرح امن مذاکرات ہونے چاہئیں۔ کوئی فریق بھی اپنی قوت کا مظاہرہ نہ کرے کہ ایک فریق کا اپنی قوت کا اظہار کرنا ہی دوسرے فریق کو برہم کرتا ہے۔ اس نے قیام امن کے لئے کی جانے والی کوششوں کو غیر سنجیدہ قرار دیا تھا پھر بھی ان کے ساتھ تھی۔ اس کی وجہ یہی ہوسکتی تھی کہ وہ دل سے امن کی خواہاں ہے اور اپنے ہم وطنوں کی حماقتوں کو بادل ناخواستہ برداشت کررہی ہے۔

میں بڑی آہستگی سے رش سے علیحدہ ہوا اور سینے کے بل بے آواز رینگتا ہوا ایک چٹان کی آڑ میں جا پہنچا۔ مجھے اندازہ تو تھا کہ وہ کس چٹان کی آڑ میں ہے لہٰذا میں نے اندازے سے سمت کا تعین کیا اور بڑی پھرتی سے اونچے نیچے ٹیلوں کو پھلانگتا ہوا اس چٹان کے اوپر جا پہنچا جس کے عقب سے میں نے مریم برنسٹین کی آواز آتے سنی تھی۔ چٹان کے اوپر پہنچ کر میں اوندھا لیٹ گیا اور میں نے ذرا سا سر نکال کر نیچے کی سمت جھانکا۔ میرا اندازہ تھا کہ یہ چٹان دس بارہ فٹ سے زیادہ بلند نہیں ہے لیکن یقین سے کچھ کہنا مشکل ہی تھا۔ دوسری طرف تاریکی میں کچھ دیکھنا مشکل تھا تاہم ذرا سی کوشش کے بعد مجھے وہ ہیولا نظر آگیا جو اسی چٹان کے ساتھ پیوست تھا۔ وہ یقیناً مریم برنسٹین ہی تھی۔ میں نے آس پاس کا جائزہ لیا مگر اور کوئی ہیولا نظر نہ آسکا۔

اس بات کا مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ مریم برنسٹین کوئی دھوکے بازی نہیں کرے گی اور اب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ وہاں اس کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ معلوم نہیں اس نے خود کو اس خطرے میں کیوں ڈالا تھا۔ وہ فیلڈ ورکر نہیں تھی اور دوران جنگ فلسطینیوں سے کسی درگزر کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی تھی پھر اس نے اپنی زندگی کا خطرہ کیوں مول لیا؟

میں نے سر جھٹک کر اپنے خیالات سے چھٹکارا پایا اور سطح چٹان کے اوپر رینگتا ہوا عین مریم برنسٹین کے اوپر جا پہنچا۔ وہ میرے وجود سے بے خبر چٹان کی آڑ سے دوسری طرف جھانکنے کی کوشش کررہی تھی جہاں کچھ دیر قبل میں اور احمد رش موجود تھے احمد رش تو خیر اب بھی وہیں تھا مگر میں مریم برنسٹین کے سر پر مسلط تھا۔

میں چٹان کے اوپر کھڑا ہوگیا۔ چند لمحے خود کو متوازن کرنے کے بعد میں نے مریم برنسٹین کے عقب میں چھلانگ لگادی۔ میں پنجوں کے بل زمین پر گرا اور تیزی سے اچھل کر مریم برنسٹین پر جا پڑا۔ اس نے محسوس کرلیا تھا کہ کوئی اس کے عقب میں کودا ہے۔ وہ اچھل کر کچھ کرنا چاہتی تھی مگر اس سے قبل ہی پوری طرح میری گرفت میں آگئی تھی اور اب میرے بازوؤں میں مچل رہی تھی۔ اسرائیلی پارلیمنٹ کی ایک اہم رکن کے منہ سے نکلنے والی ممکنہ چیخ کے تدارک کے لئے میں نے اس کے منہ پر سختی سے اپنا بایاں ہاتھ جمادیا تھا اور وہ میری گرفت سے نکلنے کی ناکام کوشش کررہی تھی۔

"میں تمہیں صرف اس شرط پر چھوڑ سکتا ہوں کہ تم اپنے منہ سے کوئی آواز نہیں نکالوگی" میں غرایا "بولو منظور ہے؟"

اس نے سر کو تیزی سے اثباتی جنبش دی اور میں نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر سے ہٹالیا مگر وہ بدستور میرے آہنی بازوؤں کی گرفت میں تھی۔

"اس طرح مجھے پکڑنے کی کیا ضرورت تھی؟" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میں تو خود تم سے کچھ باتیں کرنا چاہ رہی تھی۔"

"تم مریم برنسٹین ہونا" میں نے کہا اور اندھیرے کے باوجود میں نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات پھیل گئے ہیں۔

"ہاں" اس نے خود کو میری گرفت سے چھڑانے کی کوشش کئے بغیر کہا "لیکن تم مجھے کس طرح جانتے ہو؟"

"اس بات کو چھوڑو کہ میں تمہیں کس طرح جانتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ تم ہم سے کیا چاہتی ہو؟"

"بتادوں گی" اس نے بڑے سکون سے کہا "لیکن تم نے مجھے بہت زور سے پکڑ رکھا ہے۔ کم از کم اپنی گرفت ہی ذرا ڈھیلی کردو تاکہ مجھے تکلیف تو نہ ہو۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ آس پاس تمہارے کتنے ساتھی چھپے ہوئے ہیں؟" میں نے کہا۔

"تمہیں کس بات کا خطرہ ہے۔ تم مسلح ہو اور تمہارا ایک ساتھی اور بھی تو ہے جو کہیں چھپا ہوا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں لیکن یہ خیال رکھنا کہ اگر تم نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو سب سے پہلے تم ہی نشانہ بنوگی۔"

"تم شاید یقین نہ کرو مگر یہ حقیقت ہے کہ یہاں میرے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے بلکہ میرے ساتھیوں کو تو یہ معلوم بھی نہیں ہوگا کہ میں یہاں رک گئی ہوں۔"

"غلط بیانی کروگی تو اس کا خمیازہ بھی تمہیں ہی بھگتنا پڑے گا" میں نے اسے چھوڑتے ہوئے کہا "اب یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مجھے احمد رش کے پاس لے چلو" مریم برنسٹین نے کہا۔ "میں اسی سے بات کرنا پسند کروں گی۔"

"تم احمد رش کو کیسے شناخت کرو گی؟" میں نے کہا "ممکن ہے میں ہی احمد رش ہوں۔"

"نہیں، تم احمد رش نہیں ہو سکتے" اس نے بڑے یقین سے کہا اور میں حیران رہ گیا۔

"کیا تم اسے پہچانتی ہو" میں نے پوچھا "تم نے اس کی تصویر کہیں دیکھی ہے یا اس سے ملاقات ہو چکی ہے؟"

"نہ میں نے اس کی تصویر دیکھی ہے اور نہ ہی اس سے کبھی میری ملاقات ہوئی ہے" مریم برنسٹین نے کہا۔

"پھر آخر تمہارے پاس اس کی شناخت کا کیا ذریعہ ہے؟" میں نے الجھ کر پوچھا۔

"میں اسے اس کی آواز سے پہچان سکتی ہوں۔ دوران پرواز ٹرانس میٹر پر میں نے اس کی آواز سنی تھی۔"

"اوہ۔" میرے ہونٹ دائرے کی صورت اختیار کر گئے۔ وہ خاصی ذہین تھی۔ ذہین نہ ہوتی تو نیسٹ کی رکن کیوں کر منتخب ہو پاتی۔

"تم کیا سوچنے لگے؟" مریم برنسٹین نے مجھے ٹوکا "مجھے اس کے پاس لے جانے میں تمہیں کیا قباحت محسوس ہو رہی ہے؟"

"میں سوچ رہا ہوں ایسی کیا بات ہے جو تم احمد رش کے علاوہ کسی اور سے نہیں کر سکتیں؟"

"بات تو میں کسی سے بھی کر سکتی ہوں لیکن وہ انچارج ہے نا۔" مریم برنسٹین نے مضطربانہ انداز میں کہا "جلدی کرو ورنہ دونوں فریق کہیں آپس میں نہ بھڑ جائیں۔"

"تم احمد رش سے ملنا تو چاہتی ہو لیکن کیا تمہیں اندازہ ہے کہ وہ فطرتاً کس قسم کا شخص ہے؟"

"میں اس سے ایک سفیر کی حیثیت سے ملنا چاہتی ہوں۔ اس کی فطرت سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"تم ایک عورت ہو، جوان اور خوش شکل بھی ہو اس لئے میں تمہیں خبردار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

"اگر صرف اتنی سی قیمت پر بلاوجہ ہونے والا خون خرابہ رک جائے تو میں اسے بہت سستا سودا سمجھوں گی" مریم برنسٹین نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"تم اس حماقت کا ارتکاب کرنے پر مصر ہو تو میں احمد رش سے تمہاری ملاقات کرائے دیتا ہوں" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور وہیں سے رش کو آواز دی۔

"تم خطرے میں تو نہیں ہو" رش نے اونچی آواز میں پوچھا اور میں سمجھ گیا کہ اسے اب بھی اپنی سلامتی کی فکر لاحق ہے۔

"میں خطرے میں ہوتا تو تم کو کیوں آواز دیتا، چلے آؤ۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"کیا احمد رش یہیں موجود ہے؟" مریم برنسٹین نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اس کے لہجے سے مسرت جھلک رہی تھی۔

"ہاں، وہ یہیں موجود ہے۔ ہم دونوں ساتھ ہی اس طرف آئے تھے۔"

"اوہ۔ میں کتنی خوش قسمت ہوں.... میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ اس سے ملاقات اتنی آسانی سے ہو جائے گی۔"

"کیا بات ہے علی!" اندھیرے میں سے احمد رش کی آواز ابھری "تم کس سے باتیں کر رہے ہو؟"

"قریب آجاؤ رش! یہ مریم برنسٹین ہیں، نیسٹ کی رکن، تم سے کچھ مذاکرات کرنا چاہتی ہیں۔"

"یہ بھی یہودیوں کی کوئی چال معلوم ہوتی ہے" احمد رش نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ سوچنا تمہارا کام ہے" میں نے بے نیازی ظاہر کی "تم سے یہ اس لئے ملنا چاہ رہی ہیں کہ اس مشن کے انچارج تم ہو۔"

"اوہو۔ تو یہ سفیر بن کر آئی ہیں۔ کیا تم لوگ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو؟"

"میں سفیر بن کر نہیں آئی، اپنی ذاتی حیثیت میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"تمہاری ذاتی حیثیت بھی تو کچھ کم نہیں ہے۔ آخر تم پارلیمنٹ کی رکن ہو۔"

"یہ بھی درست نہیں ہے" مریم برنسٹین نے احتجاجی لہجے میں کہا "میں تم سے انسانیت کے نام پر اپیل کرنا چاہتی ہوں کہ خون خرابہ مت کرو۔"

"تم لوگ تو ویسے بھی امن کانفرنس کے انعقاد کے لئے نکلے تھے۔ تمہاری یہ اپیل حیران کن تو نہیں ہے۔"

"یہ تو بحث طلب باتیں ہیں، سوال یہ ہے کہ جیک ہیسنر کہاں ہے؟" میں نے کہا۔

"واپس چلا گیا" مریم برنسٹین بولی "حملہ ناکام ہونے کے سبب سب کے سب پسپا ہو گئے۔"

"لیکن احمد رش کا خیال ہے کہ جیکب ہیسنر اس کی گولی کا نشانہ بن گیا تھا۔"

"وہ ہیسنر نہیں تھا۔ میں اس وقت یہیں موجود تھی۔ ہیسنر نے اس چٹان کے عقب سے جھانکا تھا۔ اس نے پسپائی کا اعلان کیا اور واپس پلٹ پڑا۔ اس کے ساتھ موجود بدقسمت شخص نے جس کی لاش تم نے تھوڑی دیر قبل دریافت کی ہے، اس کے حکم پر عمل کرنے سے قبل جھانکنے کی کوشش کی تھی اور وہی لمحہ اس کی زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہوا۔"

"شاید اسی وجہ سے تمہیں غلط فہمی ہوئی تھی کہ جیکب ہیسنر تمہاری گولی کا نشانہ بن گیا ہے" میں نے احمد رش سے کہا۔

"وہ کب تک مجھ سے بچتا رہے گا" رش غرایا "میں اسے ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"فی الحال وہ زندہ ہے" میں نے کہا "اور ہمیں وقت ضائع کرنے کے بجائے جلد از جلد اسلحہ اکٹھا کر لینا چاہئے۔"

"سنو، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ..." مریم برنسٹین نے کہنا چاہا مگر میں نے اس کا جملہ مکمل نہیں ہونے دیا۔

"تم بھی ہمارے ساتھ آؤ" میں نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "تم سے بعد میں بات ہو گی۔"

"تم بدتمیز ہو" مریم برنسٹین غرائی "میں تمہارے انچارج سے بات کر رہی ہوں۔ تم کیوں دخل اندازی کر رہے ہو؟"

"انچارج قسم کی فضولیات تمہارے ہاں ہوتی ہوں گی" میں نے ہنس کر کہا "ہماری طرف تو ہر شخص انچارج ہوتا ہے۔"

"میں کہتی ہوں میرا ہاتھ چھوڑ دو ورنہ اچھا نہیں ہو گا" مریم برنسٹین نے مجھ سے زور آزمائی کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"چلتی رہو ورنہ میں تمہارے بھیجے میں سوراخ کر دوں گا" رش نے پستول کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی۔

مریم برنسٹین کے ہاتھ پر میری گرفت برقرار تھی۔ اس نے بھی جدوجہد کرنا ترک کر دیا تھا اور سحر زدہ انداز میں اونچے نیچے راستوں پر ہمارے ساتھ چل رہی تھی۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم لوگ چلتے ہوئے باتیں بھی کرتے جاؤ" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"ہو کیوں نہیں سکتا" میں نے کہا "لیکن اس سے کچھ حاصل نہیں ہو گا، جو باتیں تم کرنا چاہتی ہو ان کی اہمیت ثانوی ہے۔"

"میں بے حد اہم باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ تم نے بغیر سنے کس طرح فیصلہ کر لیا۔"

"جس طرح میں نے اس بات پر اعتبار کر لیا تھا کہ تم تنہا ہو اور ہمارے ساتھ کوئی چال نہیں چل رہی ہو۔"

"مجھے اس پر بھی حیرت ہے۔ تم نے میری تلاشی تک لینے کی زحمت نہیں کی۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تمہارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ ذرا سا شبہ بھی ہوتا تو میں تمہاری تلاشی ضرور لیتا۔"

"یہ تم نے کیا حماقت کی" رش چلتے چلتے رک گیا "کسی بھی یہودی پر آنکھ بند کر کے اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ میں اس کی تلاشی لوں گا۔"

"ضرور لو" میں نے مریم برنسٹین کا ہاتھ چھوڑ دیا "اگر تم اس کے پاس سے کچھ برآمد کر سکے تو مجھے خوشی ہو گی۔"

احمد رش نے مریم برنسٹین کی جامہ تلاشی لی مگر اسے سخت مایوسی ہوئی۔ اس کے پاس سے واقعی کچھ برآمد نہیں ہو سکا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آتا" رش نے بے اعتباری سے کہا "ہمارے خلاف کوئی گہری سازش ہو رہی ہے۔"

"جو بھی سازش ہو گی سامنے آجائے گی۔ اس وقت تو ان سے مقابلہ کرنے کی تیاری کرو" میں نے کہا اور ہم ایک بار پھر پہاڑی راستوں پر چل پڑے۔

کافی تلاش و جستجو کے بعد ہم چھ مزید آٹومیٹک رائفلیں اور خاصی تعداد میں فالتو میگزین تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

"اتنا بہت ہے رش! میرے خیال میں ہمیں فوراً واپس نکل چلنا چاہئے" میں نے کہا اور رش واپسی کے لئے فوراً ہی تیار ہو گیا واپسی کا سفر ہم نے بہت تیزی سے طے کیا۔ کچھ ہی دیر بعد ہم دوبارہ بلندی پر موجود تھے۔ مریم برنسٹین نے چپ سادھ رکھی تھی۔

"میں یہیں رکوں گا" میں نے احمد رش سے کہا "کیا تم یہ اسلحہ صید تک پہنچا سکو گے؟"

"اگر ہم اپنے لئے بھی ایک یا دو رائفلیں رکھ لیتے تو بہتر ہوتا" رش بولا۔

"دو رائفلیں ہمارے پاس رہیں گی۔ بقیہ اسلحہ صید کو پہنچانا ہے۔"

احمد رش اسلحہ لے کر چلا گیا اور میں نے نیچے تاریکی میں نگاہ دوڑائی جہاں کسی نقل و حرکت کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

"سچ بتاؤ تم کون ہو؟" دفعتاً مریم برنسٹین نے عقب سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میں ایک فدائی ہوں، تنظیم آزادی فلسطین سے میرا تعلق ہے۔ اس کے علاوہ تم اور کیا جاننا چاہتی ہو؟"

"اپنے انداز و اطوار سے تم کوئی عام آدمی نہیں لگتے" مریم برنسٹین نے کہا۔

"عام آدمی نہ ہوتا تو یوں احمد رش کے ماتحت کام نہ کر رہا ہوتا۔"

"ہم لوگ یہی سمجھتے رہے تھے کہ احمد رش انچارج ہے۔ مگر اب میں نے قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ انچارج وہ نہیں ہے۔"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ انچارج احمد رش ہی ہے۔ تمہارا پہلا خیال درست تھا۔"

"اگر وہ انچارج ہوتا تو تمہاری ہر بات پر بے چون و چرا عمل نہ کرتا۔"

"ہم سب ایک ہی انداز سے سوچتے ہیں۔ وہ میرے کہنے پر عمل نہیں کرتا بلکہ اس کا انداز فکر بھی وہی ہے جو میرا ہے۔"

"اس کا اندازہ تو مجھے اسی وقت ہو گیا تھا جب اس نے تمہارے منع کرنے کے باوجود میری تلاشی لی تھی۔"

"ان چکروں میں مت پڑو... یہ بتاؤ کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"کوئی ایسی صورت ہے کہ جس سے بلاوجہ ہونے والا خون

WWW.PAKSOCIETY.COM

خرابہ رک سکے۔"
"میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کوئی طریقہ ممکن ہے۔ تمہارے ذہن میں کوئی تجویز ہو تو بتاؤ۔"
"میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا" مریم برنسٹین دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامتے ہوئے بولی۔
"تمہیں چاہئے تھا کہ پہلے اپنے ساتھیوں کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کرتیں۔"
"میں پاگل تو نہیں ہوں جو اس طرح تم لوگوں کے درمیان چلی آئی۔ پہلے میں نے ان کو ہی سمجھانے کی کوشش کی تھی' جب وہ نہیں مانے تو مجبوراً تمہارے پاس آئی ہوں۔"
"تم نے بہرحال بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ شکر کرو تم بچ گئیں ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ تمہیں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑ جاتے۔"
"میں جانتی ہوں... ہر خطرے سے بخوبی واقف ہوں اور میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھایا ہے۔"
"تمہارا یہ اقدام میرے لئے ہر اعتبار سے حیران کن ہے۔ تم نے کس بنیاد پر یہ فرض کر لیا تھا کہ ہم لوگ وہاں ضرور آئیں گے۔"
"میں تو پہلے ہی تم لوگوں سے مذاکرات کرنا چاہ رہی تھی۔ میں نے یہ تجویز جیکب ہیسنر کے سامنے بھی رکھی تھی مگر اس نے میری تجویز یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ فلسطینی گوریلے صرف ایک ہی زبان سمجھتے ہیں اور وہ زبان ہے طاقت کی زبان... میں نے ہر ممکن کوشش کی کہ خون خرابہ نہ ہونے پائے مگر کسی نے میری ایک نہ سنی۔ اس کے بعد ظاہر ہے یہی صورت رہ جاتی تھی کہ میں کسی طرح تم لوگوں تک پہنچ کر تم سے اس بات کی اپیل کروں شاید اس طرح کچھ بات بن جائے..."
"خواہ اس کوشش میں تمہیں اپنی جان سے ہی کیوں نہ ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔"
"اس کا خطرہ تھا مگر میرے لئے ان لوگوں کے درمیان سے نکلنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ یہ موقع مجھے اس وقت ملا جب میں ان کے ساتھ حملے میں شریک ہوئی اور انہیں افراتفری کے عالم میں فرار ہونا پڑا۔ کسی کو احساس بھی نہیں ہو سکا ہوگا کہ میں پیچھے رہ گئی ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ جلد یا بدیر تم لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی نیچے ضرور اترے گا۔"
"معاف کرنا مریم! تم لوگوں کو اپنی طاقت کا زعم بہت زیادہ ہے ورنہ یہ نوبت نہ آتی۔"
"تم شاید میری بات کا یقین نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں شروع سے ہی طاقت کے استعمال کے خلاف رہی ہوں۔"
"خصوصاً امن کانفرنس میں ہتھیار بدست شرکت کی مخالفت کی ہے" میں نے کہا۔
"ہاں" مریم کے منہ سے روا روی میں نکلا اور پھر وہ یکدم ہی چونک کر مجھے دیکھنے لگی "تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔
"ایسی ہی معلومات پر ہم اپنے ہر مشن کی بنیاد رکھتے ہیں" میں نے مسکرا کر کہا۔
"یہ تو اندر کی بات ہے۔ اس کے باہر نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
"تو پھر تم مجھ کو اندر کا آدمی تسلیم کر لو... باہر کے آدمی کے علم میں تو یہ بات ہو نہیں سکتی۔"
"میں شروع سے ہی اس ادھیڑبن میں ہوں کہ آخر تم کون ہو... کس ملک سے تعلق رکھتے ہو؟"
"ملک سے نہیں تنظیم سے" میں نے اسے ٹوکا "ہم لوگوں کا تعلق کسی ملک سے نہیں ہوتا' ہم تو بس ایک تنظیم کے لئے کام کرتے ہیں۔ ہم کوئی بھی ہوں۔ ہمارا مقصد ایک ہے۔"
"میں جانتی ہوں کہ تنظیم آزادی فلسطین میں مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مسلمان شامل ہیں۔ مثال کے طور پر احمد رش عراقی ہے لیکن زیادہ تر کا تعلق عرب ممالک سے ہے۔ اس کے علاوہ کچھ افریقی مسلمان بھی اس تنظیم میں شامل ہیں مگر وہ سب کے سب اپنے لب و لہجے سے پہچانے جاتے ہیں مگر تم..."
"میں اپنے لب و لہجے کے باعث کسی یورپی ملک کا باشندہ لگتا ہوں" میں نے اس کا جملہ مکمل کر دیا "کیوں' یہی بات ہے نا؟"
"ہاں" مریم برنسٹین نے کہا "تم واقعی کسی یورپی کی طرح انگریزی بول رہے ہو مگر میں اسے تسلیم نہیں کر سکتی کہ تمہارا تعلق یورپ سے ہو سکتا ہے۔"
"تم بالکل غلط سمجھ رہی ہو۔ میں امریکی ریاست کیلی فورنیا کا باشندہ ہوں" میں نے خالص امریکی لہجے میں کہا۔
"کمال ہے!" مریم حیرت سے بولی "کوئی سننے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم امریکی نہیں ہو۔"
"لیکن یہ بھی غلط ہے" میں ہنس کر بولا "صحیح بات تو یہ ہے کہ میں ایک یہودی ہوں" اس بار میں نے عبرانی زبان استعمال کی تھی۔
مریم برنسٹین چونکی اور پھر اس نے ایک طویل سانس لی۔
"میں سمجھ گئی کہ تم کئی زبانیں اہل زبان کی طرح بول سکتے ہو۔ تمہاری قومیت کا اندازہ لگانا ناممکن نہیں ہے۔"
"آخری بات میں نے بالکل درست کہی ہے" میں نے بڑی سنجیدگی سے عبرانی میں کہا "کچھ عرصہ قبل تک میں اسرائیلی شہری تھا۔"
"یہ ناممکن ہے" مریم نے غصیلے لہجے میں کہا "کوئی اسرائیلی ایسی حرکت نہیں کر سکتا جیسی تم نے کی ہے۔"
"کوئی کر سکتا ہو یا نہ کر سکتا ہو" میں نے بے پروائی سے کہا "مگر میں نے تو یہی کچھ کیا ہے۔"
"تم بکواس کرتے ہو۔ دنیا کا کوئی یہودی اپنے مفادات سے

اری نہیں کر سکتا۔"
"کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اپنے مفادات سے یادہ دوسروں کے مفادات کی فکر ہوتی ہے۔ میرا شمار بھی شاید یسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔"
"دوسروں کے مفادات پر اپنے مفادات بہرحال قربان یں کئے جا سکتے" مریم برنسٹین بولی "اور یہ بھی خیال رہے کہ ھے تمہاری کسی بات پر بھی اعتبار نہیں ہے۔"
اسے میری کسی بات پر یقین ہوتا یا نہ ہوتا مجھے اس سے کوئی پی تھی بھی نہیں.... میں نے تو محض اس کی توجہ اپنی ذات کی انب سے ہٹانے کے لئے اوٹ پٹانگ گفتگو چھیڑ دی تھی۔ معلوم یں کیوں وہ اچانک مجھ میں دل چسپی لینے لگی تھی۔ میں چونکہ نی شخصیت کو فی الحال تاریکی میں رکھنا چاہتا تھا اس لئے ضروری ا کہ اس کی توجہ اپنی جانب سے ہٹا دیتا... اور میں اپنی اس وشش میں کامیاب رہا تھا۔ جن خطوط پر وہ پہلے سوچ رہی تھی رانہی پر سوچتی رہتی تو کچھ عجب نہیں تھا کہ علی یار خان تک پہنچ باتی۔ اسرائیلی حکام کے لئے یہ نام بہت زیادہ آشنا تھا۔ گو کہ وٹے بل کے جنرل ٹیرس کے ساتھ مل کر میں نے اپنی موت کا جو راما رچایا تھا اس کے بعد مجھے مردہ تسلیم کر لیا گیا تھا لیکن بعد میں بچھ لوگوں کے علم میں یہ بات آ گئی تھی کہ میں زندہ ہوں' مرا یں تھا بلکہ وہ محض ایک ناٹک تھا چونکہ کچھ لوگ اس بات سے انف تھے جن میں بہت سے یہودی بھی تھے خاص کر اولیو ہاورڈ ور ہارورت رابیل سرفہرست تھے۔ ان کے گروہ کے بہت سے رگ بھی میری زندگی سے واقف رہے ہوں گے اور یہ کچھ عجب ہیں تھا کہ میری زندگی کی خبر اب راز نہ رہی ہو۔ ایسی صورت ں کسی کے لئے بھی یہ نتیجہ اخذ کرنا زیادہ مشکل نہ ہو تا کہ میں لون ہوں۔
"دانش مندی کا تقاضا تو یہی ہے کہ اپنے مفادات پر وسروں کے مفادات قربان کر دئے جائیں" میں نے طنزیہ لہجے ں کہا۔
"معلوم نہیں تم کون اور کیا ہو" مریم برنسٹین نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "اور سب کچھ جانتے ہوئے بھی مجھ پر طنز کیوں کر رہے ہو؟"
"سب کچھ جانتا ہوں اسی لئے تو تم پر طنز کر رہا ہوں۔ تم نے خود ہی تو مجھے اندر کا آدمی قرار دیا ہے۔"
"تمہاری معلومات پر حیرت کا اظہار کیا تھا ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ تم اندر کے آدمی ہو۔"
"فلسطینی بہت آگے بڑھ چکے ہیں مریم برنسٹین! یہ تمہارے نام کی غلطی ہے کہ وہ انہیں اب بھی پہلے کی مانند نہتا تصور رتے ہیں۔"
"تم بالکل غلط کہہ رہے ہو اگر وہ فلسطینیوں کو کم تر سمجھتے ہوتے تو اتنے سخت حفاظتی انتظامات ہرگز نہ کرتے۔"
"بدقسمتی سے میں ان تمام حفاظتی انتظامات سے واقف ہوں جو یہودیوں نے اپنے طیاروں کے لئے کئے تھے اس لئے میں تم سے ان حفاظتی انتظامات کی تفصیلات نہیں پوچھوں گا لیکن کیا ان کی دانست میں ان کے حفاظتی انتظامات مکمل نہیں تھے۔ ایل آل کی ان .... پروازوں کو دنیا کی محفوظ ترین پرواز قرار نہیں دیا گیا تھا؟"
"ہاں' ایسا ہوا تھا... تو اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے.... یہی نا کہ اسرائیلی حکام فلسطینیوں کو کم تر نہیں سمجھتے؟"
"اور جو نتیجہ ہے اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟" میں نے اس کے سے انداز میں کہا "یہی نا کہ تم لوگوں نے فلسطینیوں کی طاقت کا غلط تجزیہ کیا تھا۔"
"ہماری سیکیورٹی نے ہر ممکن حفاظتی اقدامات کئے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ میں نے ان کے حفاظتی انتظامات پر سخت تنقید کی تھی۔"
"فلسطینیوں نے تمہارے حفاظتی انتظامات کے باوجود تمہارا ایک طیارہ تباہ کر دیا اور دوسرا محاصرے میں ہے۔"
"اس بات سے اگر انکار کر دیا جائے کہ فلسطینیوں نے ہمارے حفاظتی انتظامات کو شکست دے دی ہے تب بھی یہ حقیقت تبدیل نہیں ہوگی۔"
"میں تمہیں یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ جو کل تک بے دست و پا تھے اب وہ ایک قوت بن کر ابھر رہے ہیں۔"
"اپنی اس درندگی کو کیا کہو گے کہ تم نے ایک پورا جہاز بلا سبب تباہ کر دیا۔"

ایک نہرو جمال فتنہ خصال کے
ماورائی کمالات کا قصہ
اپنے وقت کی مقبول ترین کہانی
جمیل احمد خان کی سرگزشت
انکا
6 انچ کی وہ گڑیا بڑے بڑے شہ زوروں سے زیادہ طاقت کی مالک تھی۔
دو حصوں میں مکمل ○ قیمت فی حصہ ○ ڈاک خرچ ایک یا دونوں حصوں پر
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23، رمضان چیمبرز، بلمور یا اسٹریٹ، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی 74200

WWW.PAKSOCIETY.COM

"وہ فرد واحد کی حرکت تھی... اس لئے یہ سوال تم احمد رش سے ہی کرنا۔"

"تم بھی تو فرد واحد ہو... میں بھی تو فرد واحد ہوں... پھر تم مجھ سے اس قسم کی باتیں کیوں کر رہے ہو... کیا میں اپنی قوم اپنے ملک کی طرف سے جواب دہ ہوں؟"

"تم اسرائیلی پارلیمنٹ کی منتخب رکن ہو اس لئے تم یقیناً اپنے ملک کی طرف سے جواب دہ ہو۔"

"کچھ دیر قبل تم کہہ چکے ہو کہ تم میں سے کوئی بھی انچارج نہیں ہے۔ ہر ایک کی حیثیت برابر ہے لہٰذا تم میں سے ہر شخص جواب دہ ہے۔"

"بالکل ہے" میں نے برجستہ کہا "اسی لئے تو میں کہہ رہا ہوں جس نے طیارہ تباہ کیا تھا اس سے سوال کرنا۔"

مریم بر نشتین لاجواب سی ہو گئی لیکن اس نے فوراً ہی سنبھالا لے لیا "لیکن تمہیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ طیارے کو تباہ کردینے کا فعل قابل مذمت ہے۔"

"اس سے پہلے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ دوسرے کی سرزمین پر تسلط جمالینا بھی قابل مذمت فعل ہے" میں نے سرد مہری سے کہا "ہم یہی مسئلہ حل کرنے کے لئے تو گھر سے نکلے تھے لیکن تم لوگوں نے ہمارا مشن تباہ کردیا۔"

"اس مسئلے میں حل کرنے کے لئے کچھ نہیں رکھا۔ یہ تو دو اور دو چار والا معاملہ ہے۔ تم لوگ اسے الجھانے کے لئے دنیا کی توجہ بٹانے کی کوشش کرتے رہتے ہو۔"

"امن کانفرنس کی افادیت تو پوری دنیا نے تسلیم کرلی ہے۔ تبھی تو وہ ہمارے ساتھ بیٹھنے کے لئے تیار ہوگئے تھے..."

"عرب ممالک تمہارے فریب میں آگئے اور ہم اس فریب میں آنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہی بات تم لوگوں کو کھل رہی ہے۔"

"جو بات میز پر بیٹھ کر طے کرلی جائے وہ بہرحال بہتر ہی ہوتی ہے۔"

"یہ ہمارا کارنامہ ہے کہ ہم تمہیں میدان سے میز تک کھینچ کر لے گئے۔ یہ بات پہلے بھی تو ہو سکتی تھی لیکن ایسا لگتا ہے کہ بعض اوقات طاقت کا مظاہرہ کئے بغیر بات نہیں بنتی۔"

"ٹھیک ہے... غلطیاں یقیناً ہوئی ہیں۔ امن کانفرنس میں تمام عرب ممالک شریک ہو رہے تھے۔ ہر ایک اپنا موقف بیان کرسکتا تھا اور ہم کسی ایک بات پر متفق ہو جاتے۔"

"یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسرائیل غاصب ہے اور غاصب کے ساتھ کوئی گفت وشنید نہیں ہو سکتی۔"

"تنظیم میں تم کسی بڑی پوزیشن کے مالک نہیں معلوم ہوتے لیکن معلوم ہوتا ہے تم لوگوں نے طے کرلیا ہے کہ کوئی بات مانی ہی نہیں ہے۔"

"یہ حقیقت ہے کہ میں تنظیم کا ایک ادنیٰ کارکن ہوں اور یہ بھی کہ تنظیم کے ہر فرد نے طے کرلیا ہے کہ فلسطین کو اسرائیل کے تسلط سے آزاد کرانے سے کم کوئی بات نہیں مانیں گے۔"

"تو کیا اس کا اطلاق اس مقام پر بھی ہوتا ہے" مریم بر نشتین نے خاصے مایوسانہ لہجے میں کہا "یہ تو اسرائیل نہیں ہے ہم کیوں بلاوجہ خوں ریزی کر رہے ہیں؟"

"ممکن ہے اپنی ذات کی حد تک تم معقولیت کا مظاہرہ کرو مگر تم اپنے ہم وطنوں کو کسی طرح قائل نہیں کرسکوگی۔"

"یہی تو مشکل ہے" مریم نے طویل سانس لی "میں اپنے ساتھیوں کے ذہنوں میں اپنی بات نہیں اتار سکتی اور اگر تم چاہو تو تم بھی اپنے ساتھیوں سے اپنی بات نہیں منوا سکو گے۔"

"میرے ساتھ اگر کبھی ایسی صورت ہوئی تو ان سے علیحدگی اختیار کرلوں گا" میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ ماضی میں ایسا ہو بھی چکا ہے۔

"ممکن ہے تم ایسا کرنے پر قادر ہو مگر میں یہ نہیں کرسکی ورنہ کب کی ان سے علیحدہ ہو چکی ہوتی۔"

"تم جو کچھ بھی ہو اسرائیل کی وجہ سے ہو۔ اسرائیل نہیں رہے گا تو تمہاری پوزیشن خاک میں مل جائے گی۔ یہ تمہاری کمزوری بھی ہے اور مجبوری بھی۔"

"شاید تمہاری بات درست ہو۔ ممکن ہے میں ہی غلطی پر ہوں، یہودی بھی غلطی پر ہو سکتے ہیں لیکن کیا فلسطینی کبھی غلطی نہیں کرتے؟"

"میرا مطمع نظر یہ ہے کہ بڑی غلطی کے جواب میں چھوٹی غلطی نظر انداز کردینی چاہئے۔"

"کیا میں اس سے یہ نتیجہ اخذ کروں کہ تم احمد رش کو طیارہ تباہ کرنے میں حق بجانب سمجھتے ہو؟"

"بنیادی طور پر میں رواداری کا مظاہرہ کرنے کا قائل ہوں لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ جو لوگ طاقت کی زبان سمجھتے ہوں ان کے ساتھ رواداری کا مظاہرہ کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ میں احمد رش کو طیارہ تباہ کرنے میں حق بجانب تو نہیں سمجھتا البتہ یہ ضرور ہے کہ اس نے کچھ ایسا زیادہ غلط بھی نہیں کیا۔"

"اور اب یہاں ایک خوں ریز جنگ لڑی جا رہی ہے۔ دونوں طرف کے لوگ مارے جائیں گے۔ اس سے تم لوگوں کو کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"جس طرح فلسطینی اپنے بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں، تم بھی لڑو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ بقا کی جنگ کیا ہوتی ہے اور کیسے لڑی جاتی ہے" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم لوگ امن کانفرنس کو سبوتاژ کرنا چاہتے تھے۔ تم اس میں کامیاب بھی ہوگئے۔ اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"یہودی غاصب ہیں، اسرائیل کی صورت میں انہوں نے فلسطینیوں کے حق پر ڈاکا ڈالا ہے۔ ان کی سرزمین پر زبردستی قبضہ کرلیا ہے۔ انہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ کسی موقع پر فریاد کریں۔ فریاد کرنے کا حق تو صرف مظلوم کو ہوتا ہے۔ ظالم گڑگڑاتا ہوا اچھا نہیں لگتا۔ تم لوگوں پر جو بھی افتاد پڑی ہے یہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ اس کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ یا پھر جا کر اپنے جیکب ہیسنر سے کہو کہ وہ ہتھیار ڈال دے۔ ہم تو جنگ کرنا ہی نہیں چاہتے۔ جنگ کرنا نہ پہلے ہمارا مقصد تھا اور نہ اب ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ ماضی میں عربوں کی تاریخ خواہ کچھ ہی کیوں نہ رہی ہو مگر آج کے دور میں وہ ایک امن پسند قوم ہیں اور وہ جن کا ماضی بہت اچھا تھا، جن کی تاریخ خونی نہیں تھی' اب وہی لوگ ترقی یافتہ ہیں اور ان کی ترقی کیا ہے... وہ جدید ترین اسلحوں کے موجد ہیں۔ انہوں نے ایٹمی اسلحہ متعارف کرایا۔ نہ صرف متعارف کرایا بلکہ اسے پہلی بار استعمال کرنے کا سہرا بھی انہی کے سر ہے۔ ہیروشیما اور ناگاساکی کے لاکھوں بے گناہ اور معصوم شہریوں کو ایٹم بم مار کر چشم زدن میں ہلاک کردینے والے امن کے سب سے بڑے علم بردار ہیں بلکہ ٹھیکیدار ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ کو خونی قرار دینے والے یہی لوگ ہیں اور اسرائیل کی پشت پناہی کرنے والے بھی یہی ہیں۔"

"میں عالمی سیاست پر بحث نہیں کر رہی ہوں" مریم بر نشتین مانے بغیر بولی "عالمی سیاست سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ میں اس کی ذمے دار ہوں..."

"اگر تفتیش کرنے نکلو تو ایک بھی ذمے دار نہیں مل سکے گا اس قسم کی ذمے داریاں کون قبول کرتا ہے لیکن درحقیقت ہر شخص ذمے دار ہوتا ہے۔ یہ تو قوموں کا معاملہ ہے۔ ایک فرد تن تنہا یا کسی پوری قوم کی تاریخ مسخ نہیں کرسکتا۔ یہ کام تو قومیں کیا کرتی ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ کرنے اور اسے خونی قرار دینے میں تمام غیر مسلم اقوام برابر سے شریک ہیں۔ اس مہم میں ان لوگوں نے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جنہوں نے علم وثقافت، تہذیب وتمدن اور موجودہ ترقی کی چنگاریاں مسلمانوں سے ہی حاصل کی تھیں۔ ان بجھتی ہوئی چنگاریوں سے اپنے الاؤ روشن کرکے آج وہ مسلمانوں کے ہی درپے ہوگئے ہیں۔ عربوں کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرنے کے ذمے دار بھی یہی ہیں اور پوری دنیا میں مسلمان مملکتوں کی کمزوری اور ان کے آپس کے اختلافات بھی انہی کی سازشوں کا شاخسانہ ہیں۔ موجودہ صدی میں لڑی جانے والی دونوں عالمی جنگوں میں ایک بھی مسلمان مملکت شامل نہیں تھی... اس کے باوجود بھی تاریخ اگر خونی ہے تو صرف مسلمانوں کی..."

"غالباً ایران اور عراق میں سے ایک بھی ملک غیر مسلم نہیں ہے" مریم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ تم لوگوں کی سازشوں کی ایک اور بدترین مثال ہے۔ اس وقت ایران اور عراق کے درمیان جو جنگ ہو رہی ہے اس کے ذمے دار بھی تمہی لوگ ہو۔ تم نے ہی ان ممالک کو اسلحہ فروخت کیا ہے۔ مالی منفعت بھی تمہاری اور سیاسی منفعت بھی تمہاری۔"

"تم زیادہ سے زیادہ امریکا کو مورد الزام ٹھہرا سکتے ہو... اسرائیل تو کسی کو اسلحہ فروخت نہیں کرتا۔"

"دنیا جانتی ہے کہ امریکا پر بظاہر تو عیسائیوں کی حکومت ہے لیکن درحقیقت امریکا کی پالیسیاں یہودی بناتے ہیں۔ امریکا کی معیشت پورے طور پر یہودیوں کے قبضے میں ہے اور اسرائیل کیا ہے؟ بجائے خود تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر اسے امریکا کی پشت پناہی حاصل نہ ہوتی تو یہ ریاست کبھی معرض وجود میں نہ آتی اگر کسی طرح آ بھی جاتی تو قائم نہیں رہ سکتی تھی۔"

"یہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کے کرنے والی باتیں ہیں اور اس وقت ہم دریائے فرات کے کنارے ایک نہایت خراب صورت حال سے دوچار ہیں۔"

"دریا کوئی سا بھی ہو پیغام حیات ہی دیتا ہے" میں نے بڑی معصومیت سے کہا "یہ اور بات ہے کہ دجلہ وفرات تمہیں کوئی اور ہی کہانی سناتے ہوں۔"

"کیا مطلب!" مریم نے چونک کر کہا۔ اس کے لہجے سے سنسنی ٹپک رہی تھی۔ دجلہ وفرات کے حوالے نے اس کے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔

"یہودیوں کے لئے دریائے فرات ذلت کی علامت ہے۔ ہزاروں سال قبل جب پہلی بار تمہارے کرتوتوں کے باعث بیت المقدس تم سے چھینا گیا تو تم لوگ قیدی بن کر یہیں لائے گئے تھے اور آج..."

"تمہیں یہ ساری باتیں کہاں سے معلوم ہوئیں؟" مریم نے ہذیانی انداز میں مجھے جھنجوڑ ڈالا۔

"تمہاری مذہبی کتب میں اس کا تذکرہ ملتا ہے" میں نے اس کے ہاتھوں پر تھپکی دے کر اسے پرسکون کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "آرام سے بیٹھ جاؤ مریم۔ ہیجان میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

مریم میرے برابر میں یوں بیٹھ گئی جیسے اس کے پیروں میں جان ہی نہ رہ گئی ہو۔

"تم نے ہماری مذہبی کتابیں بھی پڑھی ہیں" مریم نے خالی خالی سے لہجے میں کہا "حالانکہ تم مسلمان ہو؟"

"اللہ کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں... اگر میں نے تمہاری مذہبی کتابیں پڑھی ہیں تو کیا میں نے کوئی جرم کیا ہے؟"

"نہیں... لیکن تم نے فرات کو جو حوالہ دیا اس پر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ ہم تو سمجھ رہے تھے یہ محض اتفاق ہے کہ..."

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ اتفاق نہیں مریم! ہم نے بہت طویل منصوبہ بندی کی تھی۔ جزئیات پر ہماری بہت گہری نظر تھی۔ اس مقام کا انتخاب خاص طور پر اسی لئے کیا گیا تھا کہ تمہیں اپنا ماضی نظر آجائے۔"

"کیا یہ ساری منصوبہ بندی تم نے کی تھی؟" مریم نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ساری تو نہیں' البتہ بیشتر منصوبہ بندی میری ہی ہے۔ ویسے یہ منصوبہ بنانے اور اس پر عمل کرنے میں بہت سے لوگ شریک رہے ہیں۔"

"تمہیں معلوم ہے جب میں نے تم لوگوں سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو میرے ذہن میں کیا کیا خدشات کلبلائے تھے؟"

"معلوم تو نہیں مگر میں اندازہ ضرور کر سکتا ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے سوچا تھا' میری کوئی بات نہیں سنی جائے گی۔ تم لوگ ہر طرح سے میری بے عزتی کرو گے۔ میری بے آبروئی کی جائے گی اور اس کے بعد مجھے زندگی سے محروم کردیا جائے گا۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا "مجھے بہت افسوس ہے کہ تمہاری توقعات پوری نہیں ہوسکیں اگر تم کہو تو ہم اب تمہاری توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کریں۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں مجھے اس بات پر شرمندگی محسوس ہو رہی ہے کہ میں نے تم لوگوں کی طرف سے بدگمانی کی۔"

"قصور تمہارا نہیں ہے مریم! تم لوگوں کی پروپیگنڈا مشینری بہت شاندار ہے۔ ذرائع ابلاغ نے جو کچھ تمہیں باور کرایا ہے تم وہی تو سمجھو گی۔"

"ذرائع ابلاغ سے قطع نظر میرا اپنا ذاتی خیال بھی یہی تھا کہ تنظیم آزادی فلسطین دہشت گردوں کا ٹولہ ہے۔"

"اگر تمہارا ذاتی خیال یہ تھا تو تم نے اسے تبدیل کیوں کردیا؟"

"تم سے ملنے کے بعد میں اپنا خیال تبدیل کرنے پر مجبور ہوگئی۔ جس تنظیم میں تم جیسے لوگ موجود ہوں وہ محض دہشت گردوں کا ٹولہ نہیں ہوسکتی۔"

"میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں" میں نے سنجیدگی سے کہا "میں بھی بہت بڑا دہشت گرد ہوں۔"

"دہشت گرد جنونی ہوتے ہیں اور جنونی لوگ باتیں کم کرتے ہیں کام زیادہ کرتے ہیں۔"

"میں نے تو سنا ہے زیادہ بولنا بھی جنون کی ہی ایک شکل ہے۔"

"ہاں' نگران کی گفتگو سے بھی جنون ٹپکتا ہے اور دہشت گرد تو دہشت گردی کرے گا اسے نظریاتی اختلافات سے کیا سروکار؟"

"اگر یہی بات تم اپنے ہم وطنوں اور ہم قوموں کے ذہنوں میں اتار سکو تو یہ ایک نیک کام ہوگا۔"

"مجھے ان کی پالیسیوں سے اختلاف ہے' بہت سے نظریات سے اختلاف ہے مگر جہاں جمہوری طرز حکومت ہو وہاں ایک آدمی کچھ نہیں کرسکتا۔"

"میں جو اتنی دیر سے تم سے اتنے سکون سے باتیں کئے جارہا ہوں اس کی وجہ تمہارے یہی نظریات ہیں ورنہ ممکن ہے تمہارا وہی حشر ہوتا جس کے خدشات تمہارے ذہن میں تھے۔"

"تم نے ایک بار پہلے بھی انہی معلومات کا حوالہ دیا تھا" مریم نے کہا "آخر تمہاری معلومات کا ذریعہ کیا ہے؟"

"ہم سیکرٹ ایجنٹوں کی طرز پر کام کرتے ہیں اور تم بہت اچھی طرح جانتی ہوگی کہ سیکرٹ ایجنٹ اپنے مشن پر کسی سے بات نہیں کرتے۔"

"بہرحال تمہاری معلومات حیران کن حد تک وسیع ہیں۔ تم نے بڑی باریک بینی سے ایک منصوبہ بنایا۔ نہایت جاں فشانی سے اس پر عمل بھی کیا لیکن تم نے یہ بات کیسے نظرانداز کردی کہ آخری مراحل کے لئے تم نے جس ملک کا انتخاب کیا وہ حالت جنگ میں ہے اگر ہمارے جہاز کسی ریڈار پر نظر آجاتے تو ہمیں فوراً مار گرایا جاتا۔ یہ پہلو نظرانداز کرکے تم نے تمام لوگوں کی زندگیاں داؤ پر لگادی تھیں۔"

"جتنی نیچی پرواز ہم نے کی ہے وہ کسی ریڈار کی زد میں آہی نہیں سکتی۔"

"اس کے باوجود کسی ایسے ملک میں چوری چھپے داخل ہونا جہاں جنگ ہو رہی ہو' خطرناک ہوتا ہے۔"

"عراق بڑا ملک ہے" میں نے کہا "اور جنگ اس کے دوسرے سرے پر ہو رہی ہے۔"

"دنیا میں اور بھی تو بہت سے ممالک ہیں۔ عراق کو ہی منتخب کرنا کیا ضروری تھا؟"

"اس کا جواب میں پہلے بھی دے چکا ہوں۔ یہ مقام یہودیوں کے زوال کی علامت ہے۔"

"ہاں" مریم افسردگی سے بولی "ہم اس معاملے میں بہت حساس ہیں۔ تم نے یہ حرکت کرکے ہماری دکھتی رگوں پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔"

"تم شاید بغداد کے پس منظر سے واقف نہیں ہو۔ جس طرح دریائے فرات تمہارے زوال کی علامت ہے اسی طرح عراق کا دارالحکومت بغداد مسلمانوں کے عروج کی علامت ہے۔ صدیوں تک یہ شہر مسلمان حکومت کا دارالخلافہ رہا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے علاوہ کوئی قابل ذکر طاقت نہیں تھی۔ اس کے بعد گو کہ تاتاری حملہ آوروں نے اسے تہس نہس کردیا لیکن تم دیکھ رہی ہو کہ آج پھر بغداد پہلے کی طرح آباد ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ شہر حکمرانی کی علامت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دوبارہ جب بھی مسلمان ابھریں گے تو اس میں عراق کا بڑا حصہ ہوگا۔"

مریم برنسٹین نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا "میں سمجھتی تھی صرف یہودی ہی توہم پرست قوم ہے۔ آج معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔"

"یہ توہم پرستی کا معاملہ نہیں ہے مریم!" میں نے اس کا نرم و نازک ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں میں بھی ضعیف الاعتقاد لوگوں کی کمی نہیں ہے تاہم یہ ضعیف الاعتقادی کا معاملہ نہیں ہے۔ اسے تم میری چھٹی حس کہہ لو یا تجزیہ... لیکن مجھے یقین ہے کہ مسلمانوں کے عروج ثانی میں عراق کا کردار کلیدی ہوگا۔"

"صرف چھٹی حس کہو۔ اس لئے کہ یہ بات کسی تجزیے کی روشنی میں نہیں کہی جاسکتی۔ ایران سے طویل جنگ کے نتیجے میں عراق کی قوت تقریباً ختم ہوچکی ہے اور جنگ معلوم نہیں کب تک جاری رہے گی۔"

"شاہ کے دور میں ایران مسلم ممالک کی سب سے بڑی طاقت کے طور پر ابھرا تھا لیکن ایران عراق جنگ نے ثابت کردیا ہے کہ عراق بھی کم بڑی طاقت نہیں ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عراق اتنا طویل عرصے جنگ لڑنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عراق کی قوت دنیا کے علم میں نہیں تھی۔ اس بے مقصد جنگ کو ایک نہ ایک دن تو ختم ہونا ہی ہے۔ میں ایران کے بارے میں تو نہیں کہہ سکتا لیکن عراق سے امید کی جاسکتی ہے کہ جنگ کے خاتمے کے بعد وہ بہت کم عرصے میں پہلے سے زیادہ طاقتور ہوجائے گا اور یہی میرے تجزیے کی بنیاد ہے۔"

"جنگ کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہوتی" مریم برنسٹین نے نرمی سے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے کہا "جنگوں کے نتیجے میں تباہی تو پھیل سکتی ہے خوش حالی نہیں آسکتی... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم جنگ کی بات کیوں کرتے ہو جب کہ تم بظاہر ایک نرم خو آدمی نظر آتے ہو۔"

"جب کسی بیماری کے علاج کے لئے آپریشن ضروری ہوجائے تو آپریشن سے جھجکنا نہیں چاہئے۔ بہت سی زندگیاں بچانے کے لئے اگر چند زندگیاں قربان کرنا لازمی ہوجائے تو چند زندگیاں قربان کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ جنگ سے مجھے بھی اتنی ہی نفرت ہے جتنی تمہیں ہے مگر میں جانتا ہوں کہ بہت سے مسائل حل کرنے کے لئے جنگ ناگزیر ہے لہٰذا اس میں کوئی برائی بھی نہیں ہے۔ جنگ ضرور ہونی چاہئے۔"

"ہمیں یہ خوف تھا کہ اگر تم لوگوں نے ہمارے خلاف مارٹر گنیں استعمال کرنا شروع کردیں تو ہماری تباہی میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے لیکن یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے خدشات بالکل بے جا تھے۔ تمہارے پاس تو شاید اسلحہ بھی ناکافی ہے۔"

"تمہارا تعلق ہمارے حریف گروپ سے ہے جن سے ہم برسرپیکار ہیں۔ لہٰذا تم سے ایسی کوئی گفتگو نہیں کی جاسکتی جو کسی طرح سے بھی ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔"

"یہ اندازہ تو میں کرہی چکی ہوں" مریم مسکرائی "اور ابھی میں واپس بھی جاؤں گی..."

"یہ غلط فہمی تمہیں کیوں کر ہوئی کہ تمہیں یہاں سے واپس جانے دیا جائے گا؟"

"تمہارا رویہ دیکھ کر تو یہ یقین ہوجاتا ہے کہ تم مجھے واپس جانے سے روکو گے نہیں۔"

"تمہارا خیال درست ہے" میں نے کہا "درحقیقت میں تمہیں نہیں روکوں گا۔"

"میں یہ بھی دیکھ چکی ہوں کہ اس طرف تمہارا دفاع نہ ہونے کے برابر ہے اور سارا زور دریا والی سمت ہے" مریم نے شوخی سے کہا۔

"جنگی حکمت عملی کی رو سے تو کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا جاسکتا جس کے علم میں اتنی اہم باتیں آچکی ہوں۔"

"اس کے باوجود تم مجھے قیدی نہیں بناؤ گے!" مریم کے لہجے میں حیرت تھی "مجھے واپس جانے دو گے؟"

"تمہیں قیدی بنالینے سے بے شک ہمیں فائدہ ہوگا لیکن اس کے باوجود میں تمہیں قیدی نہیں بناؤں گا۔"

"کیوں' آخر کیوں؟" اس نے میرے دونوں بازو پکڑ کر کہا۔ "تم ایسا کیوں کرو گے؟"

"اس لئے کہ مجھے خطرات سے کھیلنے میں لطف آتا ہے" میں نے بڑے سکون سے کہا "اور تمہاری واپسی سے خطرات بڑھ جانے کے امکانات موجود ہیں۔"

"یا تو تم بہت بڑے احمق ہو یا پھر انتہائی جنونی ہو" مریم بے بسی سے بولی "سمجھ میں نہیں آتا تمہیں کس خانے میں فٹ کیا جائے۔"

"تم جس وقت بھی واپس جانا چاہو جاسکتی ہو" میں نے خشک لہجے میں کہا "میرے بارے میں زیادہ سوچنے کی زحمت نہ کرو تو بہتر ہے" میری نگاہ پہاڑی ڈھلان پر بھٹک رہی تھی جہاں اب تک کسی قسم کی نقل و حرکت کے آثار نظر نہیں آئے تھے۔ دریا والی سمت میں بھی سناٹا تھا۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ اسرائیلی ابھی تک حرکت میں نہیں آئے ہیں۔

"تم یا تو ذہانت سے محروم ہو یا پھر تم چاہتے ہو کہ بے گناہوں کا خون یونہی بہتا رہے۔"

"اور تمہارے ساتھی امن کے خواہاں ہیں" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا "تبھی وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہیں ہیں۔"

"انہیں جنگ کرنے سے روکا جاسکتا ہے" مریم زور دے کر بولی "لیکن یہ کام میں خود نہیں کرسکتی۔ البتہ میری رضاکارانہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خدمات حاضر ہیں۔"

میں نے چونک کر مریم کی طرف دیکھا۔ میں اس کا مطلب سمجھ گیا تھا "تم شاید یہ کہنا چاہتی ہو کہ ہم تمہیں یرغمالی بنا لیں؟" میں نے کہا۔

"یہ بات تو ابتدا ہی میں تمہیں سمجھ لینی چاہئے تھی اور پھر تمہیں میری رضامندی کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ میں تمہارے قبضے میں ہوں، جو چاہو سلوک کرو۔"

"مجھے افسوس ہے مریم!" میں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا "یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔"

"میں ٹھیک ہی کہہ رہی تھی نا؟ تم لوگ آگ اور خون کے اس کھیل کو جاری رکھنے کے خواہاں ہو۔"

"تمہاری حیثیت میری نظر میں ایک قاصد کی سی ہے اور تمہیں یرغمالی بنانے سے آداب سفارت مجروح ہو جائیں گے جو ہزارہا سال سے مسلمہ ہیں اور ہر ایک ان کی پابندی کرتا ہے۔"

"میں قاصد نہیں ہوں۔ مجھے یہاں بھیجا نہیں گیا تھا میں تو اپنی مرضی سے آئی ہوں اور اپنی مرضی سے ہی یرغمال بننے کو تیار ہوں۔"

"تم کچھ بھی کہو مریم! لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمہاری اس تجویز پر عمل کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔"

مریم چند لمحوں تک خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "اور اگر میں واپس نہ جانا چاہوں تو؟"

"تم کیوں واپس نہیں جانا چاہو گی؟" میں نے حیرت سے کہا "تمہارا کسی سے کوئی ایسا اختلاف تو نہیں ہے۔"

"گولی کسی کو دیکھ کر نہیں لگتی" مریم نے تلخی سے کہا "میں سمجھتی ہوں کہ میرے تمام ساتھی اس جنگ کی نذر ہو جائیں گے۔"

"اگر تم نے یہ موقف اختیار کیا تو اسے ہتھیار ڈالنے کے مترادف سمجھا جائے گا۔"

مریم خاموش ہو گئی۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا "اس سے بہتر تو یہی ہو گا کہ میں واپس چلی جاؤں۔"

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تمہارا واپس چلے جانا ہی مناسب ہے۔"

"ہر بات میری توقع کے برعکس ہوئی ہے۔ بہرحال میں ناکام واپس جا رہی ہوں ... خدا حافظ" اس نے کہا اور پلٹ کر تیزی سے ڈھلان سے نیچے اترنے لگی لیکن ابھی وہ چند گز سے زیادہ دور نہیں گئی ہو گی کہ دریا والی سمت سے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ دونوں گروپ آپس میں ٹکرا گئے تھے۔ میرے اندازے کے مطابق اسرائیلیوں نے اس طرف سے فرار ہونے کی کوشش کی تھی۔

مریم رک گئی۔ کچھ دیر وہ تذبذب کے عالم میں رکی رہی اور بالآخر کسی فیصلے پر پہنچ کر دوبارہ میری طرف مڑی۔

"اب بتاؤ، میں کہاں جاؤں؟" اس نے میرے نزدیک پہنچ کر سوال کیا۔

"سوال بہت پیچیدہ ہے" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تمہارے لئے واقعی یہ مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔"

"اگر تم اجازت دو تو کوئی نتیجہ برآمد ہونے تک میں یہیں رک جاؤں؟"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تاہم غلطی سراسر تمہاری ہے اول تو تمہیں اپنے ساتھیوں سے جدا نہیں ہونا چاہئے تھا پھر اگر تم یہاں آ ہی گئی تھیں تو تمہیں چاہئے تھا کہ جلدی واپس چلی جاتیں.... لیکن خیر.... ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ اس جھڑپ کے اختتام تک تم میرے ساتھ ٹھہر سکتی ہو۔"

مریم برنسٹین خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گئی اور میں نے فائرنگ کی آوازوں پر کان لگا دئے۔ یہ اندازہ کرنا ناممکن نہیں تھا کہ اس جنگ میں کس گروپ کو برتری حاصل ہو رہی ہے۔

کچھ دیر یونہی گزر گئی پھر مجھے احمد رش نظر آیا جو دوڑتا ہوا میری طرف آ رہا تھا۔

"تمہارا اندازہ درست نکلا" اس نے اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "انہوں نے اسی طرف سے نکلنے کی کوشش کی تھی" وہ خاموش ہو کر مریم کو دیکھنے لگا جو خاموش بیٹھی تھی۔

"کوئی بات نہیں رش! اس بار تو ہمارے ساتھیوں کے پاس اسلحے کی کمی بھی نہیں ہے۔ وہ ان سے بخوبی نمٹ لیں گے۔"

"لیکن ہم لوگ کیا کریں گے؟" اس نے مضطربانہ انداز میں کہا "کیا ہم ان پر عقب سے حملہ کر دیں؟"

"ہماری پوزیشن اتنی مستحکم نہیں ہے کہ ہم ان پر عقب سے حملہ آور ہو سکیں" میں نے اس کی تجویز مسترد کر دی۔

احمد رش نے ایک بار پھر مریم کی طرف دیکھا "اور اس کے لئے تم نے کیا فیصلہ کیا؟" اس نے مریم کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا ... میں انتظار کر رہا ہوں" میں نے کہا۔ اس وقت خود مجھے معلوم نہیں تھا کہ کتنا انتظار کرنا پڑے گا تاہم ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اچانک ہم نے مشین گن چلنے کی آوازیں سنیں۔ یہ آوازیں پہاڑی کے نیچے کی جانب سے آئی تھیں۔ میرے ساتھ احمد رش بھی چونک پڑا۔

"یہ کس قسم کی آوازیں ہیں" اس نے حیرت سے کہا "ہمارے ساتھیوں کے ہتھیاروں کی تو نہیں ہو سکتیں۔"

"ہمارے مخالفین کے پاس بھی مشین گنیں نہیں ہیں" اس نے تشویش سے کہا "اور پھر یہ آوازیں ہمارے عقب سے ہیں۔"

مریم برنسٹین کو حالات کی اس کروٹ کا ادراک ہو گیا تھا اور وہ کھڑی ہو گئی تھی۔ پہاڑی سے نیچے لپکتے ہوئے شعلوں کی زبانیں نظر آ رہی تھیں۔

اس نئی افتاد پر ہمارے ساتھی بھی بوکھلا گئے تھے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ انہوں نے فائرنگ کرنا بند کر دی ہے۔ پھر مشین گنوں سے کی جانے والی فائرنگ بھی رک گئی اور پھر ہم نے ایک اعلان سنا جو میگافون سے کیا جا رہا تھا۔

"تم لوگ جو کوئی بھی ہو، تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ ہتھیار پھینک کر فوراً خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ پوری پہاڑیاں گھیرے میں لی جا چکی ہیں۔ میں عراقی فوج کا میجر عبدالسلام تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنی بہتری کی خاطر فوراً ہتھیار ڈال دو فرار کے سارے راستے مسدود کئے جا چکے ہیں اور تمہیں ہتھیار ڈالنے کے لئے صرف آدھے گھنٹے کی مہلت دی جا رہی ہے۔"

یہ اعلان پہلے عربی اور پھر انگریزی میں متعدد بار دہرایا گیا۔ مریم نے صورتِ حال سمجھ لی تھی بلکہ میگافون پر کیا جانے والا اعلان شاید اسرائیلیوں نے بھی سن لیا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے بھی فائرنگ روک دی تھی اور اب ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔

"میرا خیال ہے یہ موقع بہترین ہے۔ مجھے واپس چلے جانا چاہئے" مریم نے کہا۔

"ایک لمحے کی بھی تاخیر مت کرو اور اپنے ساتھیوں کو سمجھاؤ کہ اگر انہوں نے اب بھی ہتھیار نہ پھینکے تو عراقی فوج نہیں بخشے گی نہیں۔"

"اور تم لوگ کیا کرو گے؟" اس نے جانے سے قبل آخری سوال کیا۔

"عراقی فوج سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے" میں نے کہا "ہم ہتھیار ڈال دیں گے۔"

"تم عقل مندی کا مظاہرہ کرو گے" مریم نے کہا اور تیزی سے واپسی کے لئے مڑ گئی۔

"تو کیا ہم واقعی ہتھیار ڈال دیں گے؟" احمد رش نے پرجوش انداز میں مجھ سے کہا۔

"ہتھیار نہیں ڈالیں گے تو کیا فوج سے مقابلہ کریں گے؟" میں نے کہا "ہمارے پاس کوئی متبادل نہیں ہے۔"

"ہم فرار ہونے کی کوشش تو کر سکتے ہیں" احمد رش بولا۔ "ہو سکتا ہے ہم کامیاب ہو جائیں۔"

"یہ سراسر حماقت ہو گی اور اگر ہم فرار ہوتے ہوئے مارے گئے تو یہ ہماری بدترین بدقسمتی ہو گی۔"

"لیکن ہمارے ساتھیوں کو کس طرح علم ہو گا کہ تم نے کیا کیا ہے؟" رش نے سوال کیا۔

"ہم وہیں چل رہے ہیں۔ ظاہر ہے جب تک ہم انہیں بتائیں گے نہیں، انہیں کیسے پتا چلے گا۔"

صید ہمیں راستے ہی میں مل گیا "یہ کیا ہو گیا جناب!" اس نے بڑی بدحواسی سے کہا "اب کیا ہو گا؟"

"فکر مت کرو" میں نے اس کا شانہ تھپتھپا کر کہا "عراقی مسلمان ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ ان سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"کسی بھی حکومت کی سرحدوں میں بلا اجازت داخل ہونا جرم ہے" احمد رش نے کہا "ہمیں اس کی سزا ضرور ملے گی۔"

"ہم ایک ملک کی تربیت یافتہ فوج کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں" میں نے کہا "اگر ہوتے تب بھی مسلمانوں سے نہ لڑتے۔"

مہلت کا وقت ختم ہونے سے قبل ہی ہم نے عراقی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دئے۔ عراقی فوج کی کارکردگی حیران کن تھی۔ انہوں نے نہ صرف بڑی خاموشی سے پہاڑیوں کو گھیرے میں لیا تھا بلکہ مورچے بھی بنا لئے تھے۔ ہمیں احساس تک نہیں ہو سکا تھا کہ ہم کو گھیرے میں لے لیا گیا ہے۔

عراقی جوانوں نے ہماری تلاشی لی تھی اور اس کے بعد میجر عبدالسلام نے ہم سے سوال کیا تھا "تم لوگ کون ہو اور عراقی سرحد میں کیوں داخل ہوئے ہو؟"

"یہ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ ہم فلسطینی ہیں" میں نے آگے بڑھ کر کہا اور اسے جلدی جلدی ساری صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔

"ہوں" اس نے سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں کہا "تم لوگوں کے بارے میں بعد میں فیصلہ کیا جائے گا۔ ابھی تم قید میں رہو گے۔"

ہمیں فوجی ٹرکوں میں سوار کر کے نامعلوم منزل کی جانب روانہ کر دیا گیا تھا۔ میجر عبدالسلام نے فوجیوں کو پہاڑیوں کے گرد محاصرہ تنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔

ہم نے فوجی ٹرکوں پر کئی گھنٹے سفر کیا۔ اس دوران میں میں زیادہ تر اونگھتا رہا تھا پھر ایک جھٹکے کے باعث میری آنکھ کھلی تو میں نے محسوس کیا کہ رات کی تاریکی چھٹنے لگی ہے۔ دھندلکے میں اردگرد نظر آنے والے مناظر سے معلوم ہوتا تھا کہ ہماری منزل کوئی فوجی کیمپ ہے۔

ہمیں ٹرکوں سے اتارا گیا اور فوجی بیرکوں میں پہنچا دیا گیا۔ جس کوٹھری میں مجھے قید کیا گیا تھا وہ نسبتاً چھوٹی تھی اور اس میں دو آدمیوں سے زیادہ کی گنجائش نہیں تھی۔ یہ شاید اتفاق ہی تھا کہ احمد رش کو بھی میری ہی کوٹھری میں رکھا گیا تھا یا شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ احمد رش کے بارے میں میں انہیں بتا چکا تھا کہ وہ میرا نائب ہے تاہم میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس بات کا بھی امکان تھا کہ اس کوٹھری میں ہماری گفتگو کہیں اور سنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جانے کا بھی کوئی بندوبست کیا گیا ہو اور اسی مقصد کے تحت احمد رش کو اور مجھے یک جا کیا گیا ہو تاکہ ہماری گفتگو سے ہمارے بارے میں صحیح معلومات حاصل کی جاسکیں۔ اس بات سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا تھا اس لئے کہ نہ تو ہم نے ان سے کوئی غلط بیانی کی تھی اور نہ ہی آئندہ اس کا کوئی امکان تھا۔

میں نے اس بات کی مخالفت کی تھی کہ خود کو ان کے حوالے کیا جائے" احمد رش بڑبڑایا "مگر تم نے میری بات نہیں مانی۔ اب دیکھ لو ہم کس مشکل میں پھنس گئے ہیں۔"

"مشکل میں تو ہم پہلے پھنسے ہوئے تھے" میں نے کوٹھری کے نیم پختہ فرش پر بچھے ہوئے کمبل پر بیٹھتے ہوئے کہا "اب ہمارے مخالفین پھنسے ہوئے ہوں گے۔"

"میں جیکب ہیسنر کو اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں یہ کام نہیں کرسکا اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ عراقیوں کے ہاتھوں نہ مارڈالا جائے۔"

"تم بھی تو عراقی ہو" میں نے ہنس کر کہا "اگر وہ عراقی فوج سے مقابلے میں مارا گیا تب بھی تمہارے دل کو تسلی تو رہے گی کہ وہ اغیار کے ہاتھوں نہیں مارا گیا۔"

"میں عراقی ضرور ہوں مگر اس وجہ سے میں بچ نہیں سکوں گا عراق میں چوری چھپے داخل ہونے پر ہمیں سزا ضرور دی جائے گی۔"

"خواہ مخواہ کے اندیشوں سے خود کو ہلکان مت کرو اور سکون سے بیٹھ جاؤ۔ عراقی بھی مسلمان ہیں۔ اسرائیل کے خلاف کام کرنے کی وجہ سے ممکن ہے ہمارے ساتھ نرمی برتی جائے۔"

"کیا تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ نرمی برتی جانے کے باوجود ہمارے ساتھ جو سلوک کیا جائے گا وہ کتنا سخت ہو سکتا ہے؟" احمد رش نے حیرت سے کہا۔

"ہم نازک اندام لڑکیاں نہیں ہیں رش! فیلڈ میں کام کرنے والے لوگ ہیں۔ ہمیں سخت سے سخت حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔"

سورج نکلنے کے بعد ہمیں ناشتا پہنچادیا گیا۔ میں نے ناشتا لانے والے فوجی سے بات کرنے کی کوشش کی مگر اس نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔

"اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتادینا" اس نے مختصراً کہا اور ایڑیوں کے بل گھوم کر باہر نکل گیا۔

"تم نے دیکھا" احمد رش بولا "اس کے رویے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم پر بہت برا وقت آنے والا ہے۔"

"تم خوش فہمیوں میں کیوں مبتلا ہوگئے تھے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ وہ ہمیں اپنے سروں پر ہی بٹھالیں اور پھر تمہیں میجر عبدالسلام کی بات یاد نہیں... اس نے کہا تھا تمہارے بارے میں فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔"

پورا دن یونہی گزر گیا۔ شام کے وقت یہ جمود اس وقت ٹوٹا جب دو فوجی کوٹھری کے دروازے پر آگئے اور دروازہ کھول کر انہوں نے مجھ سے کہا "آپ کو میجر صاحب نے یاد کیا ہے۔"

میجر عبدالسلام کے آفس میں اس کے علاوہ دو اور افراد بھی موجود تھے اور میں ان دونوں کو پہچانتا تھا۔ وہ جیکب ہیسنر اور بیکر تھے۔ ایل آل کا سیکیورٹی چیف اور کانکرڈ کا پائلٹ۔ وہ دونوں میجر عبدالسلام کی میز کے سامنے مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

میں آفس میں داخل ہوا تو ان دونوں نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ مجھے دیکھ کر بیکر کا چہرہ تو بے تاثر رہا مگر جیکب ہیسنر چونک پڑا۔

"تم" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا "تم یہاں کہاں سے آگئے؟"

میجر عبدالسلام بڑی دلچسپی سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا اور اب اس پر میری شخصیت منکشف ہونے والی تھی۔

"تمہارے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم مجھے پہچانتے ہو" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اسرائیل کی قومی ایئرلائن کا سیکیورٹی چیف ہونے کے ناتے میری یہ ذمے داری ہے کہ ہر اس شخص سے واقف رہوں جو اسرائیل کی سلامتی کے لئے خطرہ ثابت ہو سکتا ہو۔"

"تمہارے خیالات جان کر بے حد خوشی ہوئی" میں نے کہا لہجہ بدستور طنزیہ ہی تھا۔

"لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھ ساتھ تمہیں بھی قیدی بنالیا گیا ہے" جیکب ہیسنر نے مضحکانہ انداز میں کہا "شاید یہ لوگ تمہاری قدر و قیمت سے واقف نہیں ہیں۔"

میجر عبدالسلام کے چہرے پر چھائے ہوئے تجسس میں اضافہ ہوگیا۔ میرا مضحکہ اڑانے کے چکر میں جیکب ہیسنر نے میرے لئے آسانیاں پیدا کردی تھیں۔ شاید وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس کی طرح میجر عبدالسلام بھی مجھ سے واقف ہے اور اس کے باوجود بھی مجھے قید کرلیا گیا ہے جبکہ حقیقت یہ نہیں تھی۔

"اتنا ہی کافی ہے کہ یہ تمہاری قدر و قیمت سے واقف ہیں اور میرے لئے یہی بات اہم ہے۔"

میجر عبدالسلام نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ شاید وہ جلد از جلد ہمارے بارے میں جان لینا چاہتا تھا۔

"تو یہ تم تھے جس کی وجہ سے ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا" جیکب ہیسنر نے زہریلے لہجے میں کہا "میں آخر وقت تک اس دھوکے میں رہا کہ اس منصوبے کے پیچھے صرف احمد رش ہے۔"

احمد رش کے نام پر میجر عبدالسلام بری طرح چونک پڑا تھا۔ جیکب ہیسنر نے اسے محسوس کرلیا مگر جیکب ہیسنر کی تمام تر توجہ میری طرف تھی۔ وہ میجر عبدالسلام کے تاثرات سے بے خبر کہتا رہا۔

"اگر مجھے علم ہوجاتا کہ یہ تم ہو تو میں کوئی اور طریقہ آزماتا۔ احمد رش تو بس ایک دہشت گرد ہے۔ منصوبہ ساز نہیں ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میری ایک معمولی سی غلطی سے تمہیں نقصان ہوا۔ آئندہ تمہیں بتادیا کروں گا کہ میں کس منصوبے پر کام کررہا ہوں۔"

"تم خود کو بہت اسمارٹ سمجھتے ہو علی یار خان! جس روز مجھے موقع مل گیا میں تمہیں مزہ چکھائے بغیر نہیں رہوں گا۔"

میرا نام سن کر بیکر تو خیر چونکا ہی تھا مگر میجر عبدالسلام اچھل پڑا۔ یہ بات جیکب ہیسنر نے بھی محسوس کرلی تھی اور اسے اندازہ کرنے میں ذرا دیر نہیں لگی کہ وہ میرا تعارف کرانے کا باعث بن گیا ہے۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ میری شخصیت عراقیوں کے لئے اجنبی ہوگی لیکن اب کیا ہوسکتا تھا' جو کچھ اس کے منہ سے نکل گیا تھا اسے واپس کرنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔

"تم علی یار خان ہو؟" میجر عبدالسلام نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا "علی یار خان پاکستانی؟"

"ہاں میجر" میں نے سنجیدگی سے کہا "میں وہی علی یار خان ہوں جسے خدا نے اسرائیلیوں کے لئے موت کرہرکارہ بنا دیا ہے۔"

"تم نے پہلے ہی اپنا تعارف کیوں نہ کرادیا" وہ مجھ سے بغل گیر ہوتے ہوئے بولا "میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے اتنی بڑی شخصیت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔"

"میں ایک معمولی آدمی ہوں میجر! اگر کسی مقام پر ہوں تو اس میں میرے کسی کمال کو دخل نہیں ہے۔ میرے وجود میں جو آگ دہک رہی ہے وہ میں نے خود تو نہیں بھڑکائی۔ قدرت اپنے جس بندے سے جو کام لینا چاہتی ہے لے لیتی ہے۔ یہ میری خوش قسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ قدرت نے ایک نیک کام کے لئے میرا چناؤ کرلیا۔"

"ان دونوں کو لے جاکر قید کردو" میجر عبدالسلام نے فوجیوں سے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوا "مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ساتھ نازیبا سلوک ہوا... بیٹھ جاؤ' مجھے تم سے بہت سی باتیں معلوم کرنی ہیں۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں ہمارے عراق میں داخلے کے بارے میں علم کس طرح ہوا؟" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہماری حکومت کو سعودی عرب نے مطلع کیا تھا کہ ان کی فضاؤں سے گزر کر دو طیارے عراق میں داخل ہوئے ہیں۔"

"مجھے یہی خدشہ تھا۔ سعودی عرب کے پاس اواکس طیارے ہیں ورنہ جتنی کم بلندی پر ہم نے پرواز کی تھی اس کے پیش نظر کسی اور ذریعے سے ہمارا سراغ نہیں لگایا جاسکتا تھا۔"

"تم نے اپنے منصوبے کے بارے میں بہت اختصار سے بتایا تھا" میجر نے کہا "میں تفصیلات جاننا چاہتا ہوں۔"

میں نے میجر کو ساری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ وہ بڑی حیرت سے میری ساری باتیں سنتا رہا۔

"یہ سب کچھ بڑا ناقابلِ یقین معلوم ہوتا ہے مگر ظاہر ہے اسے جھٹلایا بھی نہیں جاسکتا۔"

"اب تم بتاؤ میجر! ان لوگوں پر قابو پانے میں تمہیں زیادہ دشواری تو نہیں ہوئی ہوگی۔"

"یہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہیں تھے" میجر نے کہا "اگر ہم چاہتے تو انہیں ایک گھنٹے کے اندر اندر قابو میں کیا جاسکتا تھا لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ ہمارا کوئی جانی نقصان ہو اس لئے ہم نے دن کی روشنی پھیلنے کا انتظار کیا اور اللہ کا شکر ہے کہ اپنا ایک آدمی بھی ضائع کئے بغیر ان پر قابو پالیا گیا۔"

"اور ان کے طیارے کی کیا پوزیشن ہے؟" میں نے بے تابی سے پوچھا "کیا وہ قابلِ استعمال ہے؟"

"نہیں' ان کی قسمت ہی اچھی تھی کہ طیارہ پوری طرح تباہ ہونے سے بچ گیا ورنہ یہ لوگ بھی طیارے کے ساتھ ہی تباہ ہوجاتے۔ خوش قسمتی سے طیارہ جس ڈھلان پر اترا وہاں منوں مٹی کی تہہ جمی ہوئی ہے۔ طیارے کے پہیئے اگر اس مٹی میں دھنس کر ٹوٹ نہ جاتے تو کچھ بھی باقی نہ رہتا۔"

"پہاڑی سے نیچے ہمارا ایئر جیٹ بھی تو تھا اور اس کے علاوہ کچھ گاڑیاں بھی تھیں..."

"وہ سب کچھ تو ہم نے رات ہی اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور سب کچھ محفوظ ہے۔"

"اسرائیلیوں کے بارے میں تم نے کوئی فیصلہ کیا یا اس سلسلے میں ابھی کچھ کارروائی کرنی ہوگی؟"

"اس پورے معاملے کی اطلاع میں ہائی کمان کو دے چکا ہوں۔ ظاہر ہے اپنے طور پر تو میں کچھ فیصلہ نہیں کرسکتا۔ اب انہیں تمہاری اصل شخصیت کے بارے میں بھی اطلاع دوں گا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے" میں نے کہا "اہمیت تو اس بات کی ہے کہ ہمارے مقاصد کیا ہیں۔"

"تمہاری شخصیت کی اہمیت اس لئے ہے کہ یہ معاملہ ملٹری انٹیلی جنس کو ریفر کردیا گیا ہے۔ جو بھی فیصلہ کریں گے انٹیلی جنس والے ہی کریں گے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے" میں نے حیرت سے کہا "فیصلہ شخصیات کی بنیاد پر تو نہیں کیا جائے گا؟"

"میں خود بھی کچھ عرصہ ملٹری انٹیلی جنس میں رہ چکا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ انٹیلی جنس کے موجودہ سربراہ تمہارے بڑے مداح ہیں۔ یہ تو مجھے اندازہ ہے کہ تنظیم آزادی فلسطین میں ہونے کی وجہ سے کچھ نرمی برتی جائے گی۔ مزید نرمی اس لئے برتی جاسکتی ہے کہ ہر عراقی کے لئے اسرائیل نفرت انگیز ہے۔ تمہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تو معلوم ہی ہوگا کہ اسرائیل نے جب سے عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کو تباہ کیا ہے اس وقت سے ہر عراقی اندر ہی اندر سلگ رہا ہے۔ اس بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ تم لوگوں نے ہماری سرحدی حدود کی جو سنگین خلاف ورزی کی ہے اسے اتنا سنگین جرم قرار نہیں دیا جائے گا جتنا یہ سنگین ہے۔ رہی سہی کسر اس وجہ سے پوری ہوجائے گی کہ انٹیلی جنس کے سربراہ تمہارے مداح ہیں۔"

"بہرحال یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے۔ جس طرح چاہو کرو میں ہر طرح سے تیار ہوں۔"

"میں جس حد تک تمہاری مدد کرسکتا ہوں کروں گا" میجر نے کہا "لیکن مجھے افسوس یہ ہے کہ میں چونکہ کوئی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں اس لئے مجبور ہوں۔"

"میں اگر اپنی ذات کے لئے کچھ کررہا ہوتا تو کسی سے شکایت ہوتی لیکن میں تو پورے عالم اسلام کے لئے سرگرم عمل ہوں۔"

"میں سمجھتا ہوں" میجر نے سر ہلایا "اور جب تک تم لوگ میرے پاس ہو، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔ اس کے علاوہ جو لوگ تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کریں گے وہ بھی بے وقوف نہیں ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ فیصلہ تمہارے حق میں ہوگا۔ اس کے برعکس ہوا تو خود مجھے تم سے بھی زیادہ افسوس ہوگا۔"

اس فوجی کیمپ میں ہمیں زیادہ دیر نہیں رکنا پڑا۔ اگلی صبح ہی ہمیں وہاں سے روانہ ہونا پڑا۔ میجر عبدالسلام نے خود ہمیں رخصت کیا۔ اس نے ہمیں آزاد تو نہیں کیا تھا تاہم اس نے ہمیں ہر طرح کی سہولتیں ضرور بہم پہنچادی تھیں۔

"میں تمہارے لئے دل سے دعا کرتا رہوں گا" میجر عبدالسلام نے کہا تھا "میں نے اپنی طرف سے ہر ممکن اچھی رپورٹ دے دی ہے۔ آگے اللہ مالک ہے۔"

میں اور رش ہیلی کاپٹر میں سوار ہوگئے۔ ڈھائی گھنٹے سے زیادہ محوِ پرواز رہنے کے بعد ہم نے کسی آبادی کے آثار دیکھے لیکن آبادی میں داخل ہونے سے قبل ہی ہیلی کاپٹر ایک چھ منزلہ عمارت کی چھت پر لینڈ کرچکا تھا۔ یہ عمارت شہر سے باہر مضافات میں تھی اور اس کے آس پاس دور دور تک ویرانہ بکھرا ہوا تھا۔

"آپ لوگ نہادھو کر تیار ہوجائیں" ہمیں اس عمارت کے ایک کمرے میں پہنچانے کے بعد کہا گیا "کرنل نعمان ایک گھنٹے بعد آپ سے ملاقات کریں گے۔"

کمرے کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نے کمرے میں موجود الماری کھول ڈالی۔ الماری کے اندر کچھ کپڑے سلیقے سے ٹنگے ہوئے تھے۔ یہ میرے اور احمد رش کے ناپ کے کپڑے تھے۔

"تم نے دیکھا رش!" میں نے کہا "ہمارا استقبال شایان شان طریقے سے کیا جارہا ہے۔"

"دیکھ رہا ہوں... مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس مدارات کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔"

"جو کچھ بھی ہوگا اچھا ہی ہوگا آثار و قرائن سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ کے چکر میں الجھ کر میں خود کو ہلکان نہیں کرسکتا" میں نے کہا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

ٹھیک ایک گھنٹے بعد میری طلبی ہوئی۔ احمد رش کو نہیں بلایا گیا تھا۔ مجھے ایک ایسے کمرے میں لے جایا گیا جو خاصا طویل و عریض تھا اور اس میں صرف ایک ہی میز نظر آرہی تھی جس کے عقب میں ایک ادھیڑ عمر مگر صحت مند شخص بیٹھا تھا۔ مجھے کمرے تک لانے والا باہر ہی رہ گیا تھا اور اب کمرے میں صرف میں اور وہ تھے۔

میز کے عقب میں موجود شخص مجھے دیکھ کر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا "تشریف رکھیے علی صاحب!" اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے فصیح عربی میں کہا "آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔"

"شکریہ" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا "غالباً آپ کرنل نعمان ہیں؟"

"جی ہاں، میں ہی کرنل نعمان ہوں اور میجر عبدالسلام سے مجھے پوری رپورٹ مل بھی چکی ہے لیکن اس کے باوجود میں تفصیلات آپ کی زبانی دوبارہ سننا پسند کروں گا۔"

مجھے معلوم تھا کہ یہ ہوگا اس لئے میں پوری طرح تیار تھا میں نے بلاکم و کاست اسے اپنے مشن کی تمام جزئیات سے آگاہ کردیا۔"

"آپ کو چاہئے تھا کہ آپ عراقی حکومت کو اعتماد میں لے لیتے" کرنل نعمان نے کہا "آپ نے بلاوجہ ہماری سرحدوں میں گھسنے کا خطرہ کیوں مول لیا۔ ہماری حکومت آپ سے تعاون ضرور کرتی۔"

"یہ ممکن نہیں تھا کرنل!" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا "ہمارا منصوبہ انتہائی خفیہ نوعیت کا تھا اور ہم نے اسے کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لئے کم سے کم لوگوں کو اس کے بارے میں بتایا تھا۔ اس منصوبے پر جتنے لوگوں نے کام کیا ہے وہ خود بھی اس پورے منصوبے سے واقف نہیں تھے۔ ہر ایک کو بس اس کی ذمے داریوں کے بارے میں بتایا گیا تھا۔"

"آپ کو معلوم ہے اس کے نتیجے میں آپ لوگوں کو سزا بھی دی جاسکتی ہے؟"

"میں ہر سزا بخوشی قبول کرنے کو تیار ہوں... ہمیں صرف اپنے منصوبے کی کامیابی سے غرض تھی جو کامیاب ہوگیا۔ اس کامیابی کی قیمت معمولی سی سزا کے طور پر ادا کرنا میرے خیال میں مہنگا سودا نہیں ہے۔"

"یعنی آپ سزا قبول کرسکتے ہیں اور آپ کو یہ منظور نہیں تو کہ آپ عراقی حکومت کو اعتماد میں لے لیتے؟" کرنل نعمان نے حیرت سے کہا۔

"میں نے عرض کیا نا کہ اس پورے منصوبے سے صرف چند افراد ہی واقف تھے اور اس کا خفیہ رہنا بھی بے حد اہم تھا۔ اگر ہم عراقی حکومت کو اعتماد میں لینے کی کوشش کرتے تو اس سے ایک تو وقت ضائع ہوتا۔ دوسرے یہ کہ حکومت کے معلوم نہیں کتنے اہل کاروں کے علم میں یہ بات آتی اور کیا آپ اس بات سے انکار کرسکتے ہیں کہ ہر حکومت میں دوسری حکومتوں کے جاسوس موجود ہوتے ہیں؟"

"یہ نکتہ قابلِ غور ہے" کرنل نعمان نے تائید کی "بے شک یہ ممکن ہے کہ بات اسرائیل تک جا پہنچتی۔"

"اب آپ خود ہی بتائیے کہ ہم یہ خطرہ مول لینے کے لئے مجبور تھے یا نہیں... ہرچند کہ یہ جرم ہے مگر آپ لوگوں کو ہماری نیت بھی مدنظر رکھنی ہوگی۔"

"ہمارے پیشِ نظر تو اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے" کرنل نعمان نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"میں سمجھا نہیں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں" میں نے کہا۔ اس کی بات واقعی میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"تم لوگوں کی کارکردگی حیران کن ہی قرار دی جاسکتی ہے۔ اس سے کہیں چھوٹے معاملات میں ہمارے ایجنٹ ناکام ہوچکے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارا ملک خود اس امن منصوبے کے خلاف ہے۔ اس طرح امن کانفرنس کو ناکام بنا کر تم نے بالواسطہ طور پر عراقی موقف کو کامیابی سے ہمکنار کیا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں" میں نے کہا "یہ ایٹمی ری ایکٹرز کی اسرائیل کے ہاتھوں تباہی کا لازمی ردِ عمل ہے۔"

"ہاں، یہ ہم پر ایک دھبا ہے جسے دھونے کے لئے ہم بے چین ہیں۔"

"میں انتہائی معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ عراقی حکومت کا طرزِ عمل اس بیان کے منافی ہے۔"

کرنل نعمان کے ہونٹوں پر ایک مدبرانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا "تمہارا اشارہ ایران عراق جنگ کی طرف ہے؟"

"جس قوم کے پاس ایک واضح نصب العین ہو وہ اپنی توانائیاں اس طرح ضائع نہیں کرتی۔"

"توانائیاں ضائع ہوتی نظر آرہی ہیں مگر درحقیقت جمع ہورہی ہیں" کرنل نے مسکرا کر کہا۔

"میں اس پراسرار جملے کا مفہوم پوچھنے کی جسارت کرسکتا ہوں؟" میں نے سادگی سے کہا۔

"وقت آنے پر تم بھی سمجھ جاؤ گے اور دنیا بھی دیکھ لے گی۔ فی الحال یہ بات بہت قبل از وقت ہے۔"

"میں اصرار نہیں کروں گا... میرے ذہن میں جو بات تھی وہ میں نے کسی لاگ لپیٹ کے بغیر کہہ دی۔"

"میں تمہاری صاف گوئی سے متاثر ہوا ہوں۔ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس موقع پر ہماری ہاں میں ہاں ملا کر ہماری ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔"

"یہ بات اب تک میری سمجھ میں نہیں آسکی کہ مجھے یہاں بلانے سے آپ کا کیا مقصد تھا؟"

معیاری نفسیاتی و علمی کتابیں

اِن کتابوں کا مطالعہ آپ کی شخصیت کے نکھارنے، آپ کو صحت مند رکھنے اور کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے مددگار ثابت ہوگا۔

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
ٹیلی پیتھی، مستقبل بینی	۲۰/-	دست شناسی کے نئے رُخ	۲۰/-
ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات	۲۰/-	تحریر اور شخصیت	۲۵/-
ہپناٹزم	۲۵/-	مسائل اور حل	۳۰/-
ہپناٹزم کے عملی طریقے	۳۰/-	باخبری	۲۵/-
ہپناٹزم کی جدید تحقیقات	۳۰/-	چھ حیرت انگیز علوم	۲۵/-
ذاتی ہپناٹزم	۲۵/-	احساسِ کمتری	۲۵/-
خوابوں کے اسرار	۲۵/-	سگریٹ نوشی چھوڑیے	۲۵/-
عورتوں کی نفسیات	۴۰/-	کامیابی	۲۵/-
مقناطیسیت	۳۰/-	کراٹے	۴۰/-
ازدواجی نفسیات	۴۰/-	مٹاپا اور اس کا سدباب	۲۵/-
خوف و شرم اور اس کا سدباب	۴۰/-	امتحان میں کامیابی	۲۵/-
نظر کی کمزوری اور اس کا سدباب	۲۵/-		

اندرونِ ملک ڈاک خرچ ایک یا دو کتابوں کا ۱۶ روپے۔
۳ یا ۴ کتابوں کا ۱۸ روپے ہوگا۔ رقم صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجیں

بیرونِ ملک اخراجات

بیرونِ ملک ڈاک خرچ، مشرقِ وسطیٰ ۴۵ روپے فی کتاب یورپ و مشرقِ بعید ۶۰ روپے فی کتاب، آسٹریلیا و امریکا ۷۵ روپے فی کتاب رقم پیشگی بذریعہ ڈرافٹ ارسال فرمائیں۔ کسی قسم کی نقد رقم لفافے میں نہ رکھیں۔ ڈرافٹ اس نام پر بنوائیں۔

MAKTABA NAFSIAT A/C 688 H. B. L
MANSFIELD STR. BR. KARACHI

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۳ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

179

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ماضی میں میں نے تمہارے کارناموں کے بڑے تذکرے سنے ہیں" کرنل نعمان نے کہا "تم سے ملنے کا اشتیاق بھی تھا اور موجودہ معاملے سے متعلق تفتیش بھی مقصود تھی۔"

"اور اس تفتیش میں احمد رش کو بھی شامل کیا جائے گا" میں نے کہا "یا تفتیش مکمل ہوگئی؟"

"نہیں' احمد رش سے پوچھ گچھ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ معاملات پوری طرح میری سمجھ میں آچکے ہیں۔"

"تو پھر احمد رش کو بھی بلوانے کا کیا مقصد تھا اور یہ کہ ہمارا فیصلہ کب تک ہوسکے گا؟"

"احمد رش کو تمہارے ساتھ اس لئے بلایا گیا تھا کہ شاید اس کی ضرورت پڑجائے مگر تم سے گفتگو کے بعد اس کے ملنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ تمہارے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اصولی طور پر تم لوگوں کو کوئی سزا نہ دینے کے بارے میں پہلے ہی فیصلہ کرلیا گیا تھا۔ اب یہ بات زیادہ یقینی ہوگئی ہے۔"

"یہ فیصلہ حکومت نے کیا ہے یا اس کی نوعیت فوجی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کل رات اعلیٰ سطح کی ایک میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا اور اس میٹنگ میں کئی فوجی جنرل بھی شریک تھے۔ سب نے متفقہ طور پر یہی فیصلہ کیا کہ تم لوگوں کو خاموشی سے ملک سے نکل جانے دیا جائے اور ریکارڈ پر کچھ نہ لایا جائے۔"

"اس فیصلے پر میں عراقی حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں" میں نے کہا "اور اسرائیلیوں کے بارے میں آپ لوگوں نے کیا فیصلہ کیا؟"

"کانکرڈ کے پرزے کھول کر وہاں سے منتقل کردئے جائیں گے تاکہ اس کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے اور تمام اسرائیلیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ ہم نے اس پورے معاملے کو راز رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سعودی حکومت کو بھی ہم نے یہی بتایا ہے کہ ہماری فضائی حدود میں کوئی طیارہ داخل نہیں ہوا۔ کم ازکم ہم کوئی سراغ نہیں لگا سکے۔"

"اس معاملے کا راز رہنا ہر اعتبار سے ضروری تھا کرنل! تم لوگوں نے بہت اچھا فیصلہ کیا .... لیکن تمام اسرائیلیوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا ...."

"بہت ضروری ہے" کرنل نے میری بات کاٹ دی "ورنہ یہ راز طشت ازبام ہونے کا خطرہ باقی رہے گا۔"

"بات یہ ہے کرنل کہ ان قیدیوں میں مریم برنسٹین نامی ایک لڑکی بھی ہے۔ اس کی موت پر مجھے افسوس ہوگا۔"

"افسوس ہوگا!" کرنل نے حیرت سے کہا "نام سے تو وہ یہودی معلوم ہوتی ہے۔"

"یہودی تو وہ ہے کرنل!" میں نے کہا "لیکن وہ عام یہودیوں سے بہت مختلف ہے۔"

"کتنی ہی مختلف کیوں نہ ہو مگر ہے تو یہودی ... اور کسی یہودی کی موت پر تمہارا افسوس کرنا میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"وہ بہت امن پسند لڑکی ہے کرنل! جنگ سے نفرت اور انسانیت سے محبت کرنے والی۔"

"تمہارے منہ سے یہ بات سن کر مجھے حیرت ہورہی ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہودی کتنی مکار قوم ہے؟"

"وہ اس قدر امن پسند ہے کہ امن کانفرنس میں شرکت کے لئے جانے والے طیاروں کے حفاظتی انتظامات تک کے خلاف تھی۔"

کرنل نعمان چند لمحے غور سے مجھے دیکھتا رہا پھر اچانک بولا۔ "کیا اس سے تمہاری کبھی ملاقات ہوئی ہے؟"

"صرف ایک بار" میں نے کہا "دریائے فرات کے کنارے پہاڑیوں پر جب ہمارے اور اسرائیلیوں کے درمیان ٹھنی ہوئی تھی اس دوران وہ اپنی جان کا خطرہ مول لے کر ہمارے پاس آئی تھی اور اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ یوں بے مقصد خون نہ بہایا جائے۔ اس کے لئے وہ رضاکارانہ طور پر یرغمال تک بننے کو تیار تھی۔"

کرنل نعمان نے ایک طویل سانس لی "کیا وہ لڑکی بہت زیادہ حسین ہے؟"

"ہر یہودی لڑکی خوب صورت ہوتی ہے" میں نے کہا "یہ کوئی ایسی خاص بات تو نہیں ہے۔"

"تمہاری عمر میں سچ اور جھوٹ کے درمیان تمیز کرنا بہت مشکل ہوتا ہے خصوصاً اس وقت جب جھوٹ بولنے والی کوئی حسین لڑکی ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو کرنل! میں نے اس کے بیان پر یقین نہیں کیا بلکہ میں نے اپنے کانوں سے اسے امن کانفرنس کے شرکا کے لئے غیر معمولی حفاظتی اقدامات کی مخالفت کرتے سنا ہے۔"

کرنل کے چہرے پر دلچسپی کے آثار نمودار ہوئے اور اس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے پوچھا "وہ کس طرح؟"

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ہم نے ان کی تمام اہم جگہوں پر ڈکٹا فون نصب کردیے تھے۔ اسی دوران ایک موقع پر مریم برنسٹین نے جیکب ہیسنر کے خلاف حفاظتی انتظامات کرنے پر سخت تنقید کی تھی۔ یہ بات مجھے مریم برنسٹین نے نہیں بتائی۔ کہ اسے غلط قرار دے دیا جائے۔"

"بالفرض اس بات کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی اس کی جاں بخشی ممکن نہیں ہے۔ گیہوں کے ساتھ گھن تو پستے ہیں۔"

میں خاموش ہوگیا۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ مریم برنسٹین کو چھوڑا نہیں جاسکتا تھا۔

"ان لوگوں کو کہاں رکھا گیا ہے؟" کچھ دیر توقف کے بعد میں نے پوچھا۔

"یہ بات تمہیں نہیں بتائی جاسکتی" کرنل نے کہا "تاہم اگر مریم برنسٹین سے ملاقات کرنا چاہو تو اس کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔"

"ہاں کرنل!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے' میں اس کا انتظام کردوں گا" کرنل نے کہا اور کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ میں غور سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہا تھا۔

"کس سوچ میں پڑگئے کرنل!" میں نے اسے ٹوکا "کیا کوئی خاص بات کہنا چاہ رہے ہو۔"

"ہاں" کرنل نے چونک کر کہا "میں سوچ رہا تھا بات کہاں سے شروع کروں۔"

"بات کہیں سے بھی شروع کرو کرنل' مگر شروع کردو' میں خود ہی کڑیاں ملالوں گا۔"

"اس سے پہلے یہ معلوم ہونا بھی تو ضروری ہے کہ تم ہمارے لئے کام کرنے پر تیار ہو بھی جاؤ گے یا نہیں؟"

"کیا مطلب؟" میں نے حیران ہوکر کہا "میں بھلا تمہارے لئے کیا کام کرسکتا ہوں؟"

"میں تمہارے بارے میں بہت کچھ سنتا رہا ہوں۔ تمہارے بارے میں بعض باتیں تو مبالغہ آمیز معلوم ہوتی تھیں۔ مگر اب میں نے تمہارا ایک ناقابل یقین کارنامہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو میں اس بات پر یقین کرنے کے لئے مجبور ہوگیا ہوں کہ تم انتہائی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو۔"

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں مجھ سے زیادہ احمد رش کے کارنامے مشہور ہیں۔ تم اس کی خدمات کیوں حاصل نہیں کرتے بلکہ وہ تمہارے ہی ملک کا باشندہ ہے؟"

"احمد رش کے کارنامے پوری دنیا میں مشہور ضرور ہیں مگر یہی اس کی خامی بھی ہے۔ تم عوامی سطح پر اتنے مشہور نہیں ہو۔ اس کے کارنامے اتنے اہم نہیں ہیں جتنا انہیں بنادیا گیا ہے۔ مثلاً اس نے اولمپک کے دوران اسرائیلی کھلاڑیوں کو اغوا کرکے یرغمال بنالیا تھا۔ اس واقعے کی شہرت پوری دنیا میں ہوئی۔ ہر اخبار نے اس خبر اور احمد رش کے نام کو نمایاں طور پر شائع کیا لیکن اس کا یہ کارنامہ ایسا نہیں تھا جو خواص کی توجہ مبذول کراسکتا۔ نہتے لوگوں کو اغوا کرکے یرغمال بنالینا کمال کی بات نہیں ہے۔ اس کے برعکس تمہارے کارناموں کی تعداد بہت زیادہ بھی ہے اور تم مشہور بھی نہیں ہو۔ تم نے کبھی اپنا نام نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ایک سیکرٹ ایجنٹ میں ان بنیادی خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے۔"

"اول تو میں کوئی سیکرٹ ایجنٹ نہیں ہوں۔ زیادہ تر اپنے طور پر کام کیا ہے۔ کچھ عرصہ تنظیم آزادی فلسطین کے ساتھ بھی کام کیا مگر بعد میں ان سے علیحدہ ہوگیا۔ اب پھر ان کے ساتھ مل کر کام کررہا ہوں۔ دوسری بات یہ کہ میری شہرت پوری دنیا میں بے شک نہ ہو مگر یہودی میرے نام سے واقف ہیں۔ خصوصاً موساد کے ایجنٹ..."

"کوئی شخص اپنے کام کی وجہ سے ہی کسی خاص نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ تم خود کو سیکرٹ ایجنٹ کہو یا نہ کہو لیکن جو کام تم کرتے رہے ہو سیکرٹ ایجنٹ بھی وہی کام کرتے ہیں اور یہ سمجھنا غلط ہے کہ ان سیکرٹ ایجنٹوں سے کوئی بھی واقف نہیں ہوتا۔ اکثر سیکرٹ ایجنٹ حریف ممالک کے لئے اجنبی نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی ایجنٹ بطور سیکرٹ ایجنٹ زیادہ عرصے میدانِ عمل میں نہیں رہتا۔"

"یہ تمام باتیں میں بھی جانتا ہوں مگر میں آزاد رہ کر کام کرنے کا عادی ہوں۔"

"تمہاری آزادی سلب نہیں کی جائے گی۔" کرنل نعمان نے تیزی سے کہا "جب تک چاہو ہمارے لئے کام کرنا اور جب چاہو چھوڑ دینا۔"

"اگر میں تمہارے لئے کام کرنے کی حامی بھرلوں تو میری حیثیت کیا ہوگی؟"

"ہمارا کام صرف اتنا ہوگا کہ ہم تمہیں کوئی مشن سونپیں گے۔ اس مشن کو تم اپنے انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچاؤ گے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں تمہارے لئے کام کرنے کی حامی کیوں بھرلوں؟" میں نے کہا۔

"اس کے لئے صرف یہی ایک وجہ کافی ہے کہ ہم اسرائیل کے خلاف کام کریں گے اور تمہاری زندگی کا مشن بھی یہی ہے۔"

یہ کام تو میں بہت پہلے سے کررہا ہوں۔ آزاد رہ کر بھی اور تنظیم آزادی فلسطین سے مل کر بھی' تمہارے لئے کام کرنے سے کون سی نئی بات پیدا ہوجائے گی؟"

"مجھے اندازہ تھا کہ تم آسانی سے راضی نہیں ہوگے" کرنل نعمان مسکرایا "بے شک یہ کام تم بہت پہلے سے کررہے ہو مگر تمہارا دائرہ کار بہت محدود ہے۔ تم نے بہت بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے مگر اسرائیل کو کوئی بڑا نقصان پہنچانے میں ناکام رہے۔ اس طرح توانائیاں تو برباد ہوتی ہیں لیکن کوئی مثبت نتیجہ نہیں برآمد ہونے پاتا۔"

"میری تو خیر کوئی حقیقت ہی نہیں ہے' عرب کی ساری حکومتیں مل کر بھی اسرائیل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں۔ میں نتائج کی پروا کئے بغیر اپنا کام کرتا رہوں گا۔ جب تک میرے جسم وجاں میں توانائی کا ایک قطرہ بھی موجود ہے میں اپنی جدوجہد جاری رکھوں گا۔ جہاں بڑی بڑی حکومتیں ناکام ہورہی ہوں وہاں ایک فرد کی چھوٹی چھوٹی کامیابیاں بہت اہم ہوتی ہیں۔"

"اوہ' تم نے میری بات کا غلط مطلب لے لیا۔ میں تمہاری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کامیابیوں کو غیر اہم نہیں کہہ رہا تھا بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ اتنی ہی کوششوں سے تم اسرائیل کو اس سے کہیں زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہو جتنا اب تک پہنچاتے رہے ہو۔ چھوٹی چھوٹی کامیابیاں بے کار ہیں۔ اسرائیل کو چھوٹے موٹے نقصانات پہنچانے کے بجائے اس پر کوئی کاری ضرب لگانا پڑے گی۔"

"نظریاتی طور پر تو یہ بات درست ہے مگر پورے عالم عرب میں کوئی بھی حکومت مجھے اتنی طاقت ور نہیں نظر آتی جو یہ کام کر سکے۔"

"دنیا کو ابھی عراق کی قوت کا اندازہ نہیں ہے اور اندازہ ہونا بھی نہیں چاہئے۔"

"گستاخی ہوتی ہے کرنل، لیکن عراق تو ایران سے جنگ کرتے کرتے تباہ ہو چکا ہے۔"

کرنل نے ایک بار پھر گہری نظروں سے مجھے دیکھا "اگر میں تمہیں یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو جاؤں کہ عراق ہی اسرائیل پر کاری ضرب لگا سکتا ہے تو تمہارا کیا ردِ عمل ہو گا؟"

"اول تو یہ ایک مضحکہ خیز بات معلوم ہوتی ہے تاہم اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ عراقی حکومت یہ نیک کام کر سکتی ہے تو مجھے عراق کے لئے کام کر کے خوشی ہو گی۔"

"غالباً یہ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا کہ میں تم پر بعض فوجی راز ظاہر کرنے والا ہوں، انہیں راز رکھنا۔"

"میں سمجھتا ہوں کرنل!" میں نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "اور میں خود یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے علم میں زیادہ باتیں ہوں تاہم اس موقعے پر بعض باتوں کا میرے علم میں ہونا ضروری ہے۔"

"اس کہانی کی ابتدا اس وقت سے ہوتی ہے کہ جب عراق ایٹمی طاقت بننا چاہ رہا تھا اور اسرائیل نے ہمارے ایٹمی ری ایکٹر تباہ کر دیے تھے۔ یہ اسرائیل کی غنڈہ گردی کی انتہا تھی۔"

"عراقی حکومت بھی اس تباہی کی ذمے دار تھی۔ آپ کو اپنی ایٹمی تنصیبات کی حفاظت کا خاطر خواہ بندوبست کرنا چاہئے تھا۔"

"یہ بات کسی حد تک درست ہے لیکن یہ بات تم سے پوشیدہ تو نہیں ہے کہ تمام مسلمان حکومتیں ہر قسم کے اسلحے کے لئے بڑی طاقتوں کی محتاج ہیں۔"

"اس کی ذمے داری بھی کسی اور پر نہیں مسلمان حکومتوں پر ہی عائد ہوتی ہے۔ ہم آخر کب تک ان طاقتوں کے محتاج رہیں گے؟"

"یہ بات کم از کم ہم نے تو سمجھ لی ہے اور ہم نے اس میدان میں پیش رفت بھی کی ہے۔"

"ایسی پیش رفت اور ایسی قوت کا کیا فائدہ جو مسلمانوں ہی کے خلاف استعمال ہو رہی ہو؟"

"شط العرب پر عراق کا دعویٰ بہت پرانا ہے۔ اس علاقے کو حاصل کرنے کے لئے ایران پر حملہ بھی بہت مہنگا پڑا۔ ایرانیوں نے سر دھڑ کی بازی لگا دی تاہم اگر تمہیں سیاسی حالات سے دلچسپی ہے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ عراق بعد میں جنگ بند کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا لیکن ایران نہیں مانا اور یوں یہ بے مقصد جنگ اب تک جاری ہے۔"

"دیکھئے، غلطی کسی کی بھی ہو، خون تو مسلمانوں کا ہی بہہ رہا ہے۔ نقصان تو ہمارا اپنا ہے کسی کا کیا بگڑ رہا ہے۔"

"بڑے ممالک عراق کو بے دریغ اسلحہ دے رہے ہیں" کرنل نعمان نے کہا "عراق بہت بڑی فوجی طاقت بن چکا ہے۔"

"بڑی فوجی طاقت بن چکا ہے" میں نے حیرت سے کہا "برسوں جنگ لڑنے کے بعد طاقت تو تقریباً ختم ہو جانی چاہئے؟"

"فارمولا تو یہی ہے" کرنل نعمان مسکرایا "مگر ہم نے تمام فارمولے الٹ دیے ہیں۔ اس جنگ کے دوران ہم نے دس لاکھ کے قریب فوج تیار کر لی ہے۔ بڑے ممالک سے ملنے والا تمام کا تمام جدید اسلحہ محفوظ ہے۔ اسے ہم نے ایران کے خلاف ابھی تک استعمال نہیں کیا ہے۔"

"اوہ، مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی لیکن یہ ہتھیار کس کام آئیں گے؟"

"ہم نے اچھی خاصی ٹیکنالوجی حاصل کر لی ہے اور اسرائیل نے ہم پر جو کاری وار کیا تھا ہم اس کا بدلہ لینے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

"نہیں" میں مضطربانہ انداز میں اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ "مجھے ان باتوں پر یقین نہیں آتا۔"

"کوئی بھی یقین نہیں کر سکتا۔ جو ممالک ہمیں اسلحہ فراہم کر رہے ہیں، یہ بات خود ان کے علم میں بھی نہیں ہے اگر انہیں بھنک بھی پڑ جائے کہ ہم مستقبل کے لئے کیا منصوبہ بندی کر رہے ہیں تو ہمیں اسلحہ ملنا بند ہو جائے گا لیکن یہ خالصتاً فوجی نوعیت کا معاملہ ہے اس لئے ابھی تک خفیہ ہی ہے۔"

"میں بیان نہیں کر سکتا کرنل کہ یہ خبر سن کر مجھے کتنی مسرت ہو رہی ہے۔ کوئی تو ایسا ہے جو مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کر رہا ہے۔"

"ہم اپنی کوششیں کر رہے ہیں اور اسرائیل اپنے چکر میں لگا ہوا ہے۔ تمام ممالک مطمئن ہیں کہ عراق تباہ ہو رہا ہے مگر اسرائیل کو اس بات پر تشویش ہے کہ عراق کو اتنے بڑے پیمانے پر اسلحہ کیوں مل رہا ہے۔ اس نے نہ صرف عراق کو ملنے والے اسلحے میں تخفیف کرانے کی کوشش کی بلکہ اس کے ایجنٹ عراق کی فوجی قوت کے بارے میں سن گن لینے کے لئے بھی سرگرم عمل ہیں۔ ہم ابھی تک اسرائیل کے کئی ایجنٹوں کو گرفتار کر چکے ہیں لیکن کسی کی زبان نہیں کھلوا سکے۔ ادھر ہمارے ایجنٹ بھی کوئی خاص کارنامہ سرانجام نہیں دے پا رہے ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آزادی فلسطین والوں کے کام کرنے کا اپنا مخصوص انداز ہے۔ ان سے بھی ہمیں کوئی مدد نہیں مل سکتی۔ تم نے احمد رش کا نام پیش کیا تھا لیکن وہ ہمارے کسی کام کا نہیں ہے۔ وہ ایک جذباتی شخص ہے اور جس قسم کا کام ہم لینا چاہتے ہیں اس کے لئے نہایت ٹھنڈے دماغ کا اور باصلاحیت آدمی درکا ہے۔ بولو' تم کیا کہتے ہو؟"

"اگر عراق کے عزائم وہی ہیں جو تم نے بتائے ہیں تو عراق کو مضبوط بنانا میرا فرض ہوجاتا ہے۔ بیت المقدس کو صیہونی تسلط سے آزاد کرانے کے لئے تو میں کچھ بھی کرسکتا ہوں۔"

"مجھے معلوم تھا کہ تم بالآخر ہم سے تعاون کرنے پر آمادہ ہوجاؤ گے۔ بے فکر رہو' ہم ہر طرح سے تمہیں اطمینان کرادیں گے لیکن سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ تمہاری اپنی صلاحیتوں کا معیار کیا ہے۔"

"میرا ماضی تمہارے سامنے ہے۔ تم خود ہی نتائج اخذ کرسکتے ہو۔ میں کوئی سرٹیفکیٹ تو پیش کرنے سے رہا۔"

"وہ سب کچھ تو ہمیں معلوم ہے لیکن ہمارے اپنے بھی کچھ اصول ہیں۔ ایجنٹ کو کسی بھی مہم پر روانہ ہونے سے قبل کچھ امتحانات سے گزارا جاتا ہے..."

"اگر کوئی ایجنٹ تمہارے امتحانات میں پورا نہ اتر سکے تو پھر؟" میں نے پوچھا۔

"ہم اسے از سرنو تیار کرتے ہیں۔ اس میں جو کمی ہوتی ہے اسے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ظاہر ہے سیکرٹ ایجنٹ سپرفٹ نہیں ہوگا تو دشمن کے درمیان رہ کر کوئی کام نہیں کرسکے گا۔"

"تمہارا طریقہ کار بہت اچھا ہے لیکن میرا وقت بہت قیمتی ہے۔ میں اپنے وقت کو ان جھمیلوں میں ضائع کرنے پر کام کرتے رہنے کو ترجیح دوں گا۔"

کرنل نعمان نے ایک طویل سانس لی "میں ان لوگوں کی بات کررہا تھا جنہیں ہم تربیت دیتے ہیں۔ ایک سیکرٹ ایجنٹ پر ہمارے لاکھوں روپے صرف ہوتے ہیں اس لئے ہم انہیں آنکھیں بند کرکے کسی مہم پر نہیں جھونک سکتے۔ ہر ممکن احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد ہی انہیں کسی مہم پر روانہ کیا جاتا ہے لیکن تمہارا معاملہ مختلف ہے تم پر تو ہمارا ایک پیسہ بھی نہیں لگا۔ اگر تمہارے لئے ہم کچھ کریں گے تو وہ ہم سے زیادہ تمہارے مفاد میں ہوگا۔ تمہیں کچھ ہوگیا تو ہمارا کیا نقصان ہوگا...؟"

"تم میرے نقصان کی فکر نہ کرو۔ اپنے ہر نقصان کا ذمے دار میں خود ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ میرے سپرد کیا کام کیا جائے گا؟"

"اس کا انحصار تمہاری صلاحیتوں پر ہے۔ ظاہر ہے ہم نہیں جانتے کہ تم کتنی صلاحیتوں کے مالک ہو۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ میرے ماضی کے کارنامے تمہارے علم میں ہیں۔ ان کی روشنی میں...."

"وہ ایک الگ معاملہ ہے۔ ہمارے اطمینان کے لئے تمہیں اپنی کچھ صلاحیتوں کا عملی مظاہرہ کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر بات نہیں بن سکے گی۔"

میرے جی میں آئی کہہ دوں کہ اگر نہیں بن سکے گی تو نہ بن سکے' مگر میں نے خود پر جبر کرلیا۔ میں شاید تمہارے معیار پر پورا نہ اتر سکوں" میں نے مردہ سی آواز میں کہا "تاہم میں تیار ہوں۔"

"عربی تمہاری مادری زبان نہیں ہے مگر تم عربی اہل زبان کی طرح روانی سے بولتے ہو" کرنل نعمان نے کہا "اس کے علاوہ تمہیں اور کتنی زبانیں آتی ہیں؟"

"تمہارے لئے اتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ میں انگریزی اور عبرانی بھی اتنی ہی روانی سے بول سکتا ہوں۔"

"ایک سیکرٹ ایجنٹ خواہ کتنا ہی زیادہ باصلاحیت کیوں نہ ہو اسے اپنی صلاحیتیں ہمیشہ کم محسوس ہوتی ہیں.... تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

"میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ میں کوئی سیکرٹ ایجنٹ نہیں ہوں۔ اپنے طور پر کام کرنے کا عادی ہوں اور خدا کے بھروسے پر کام کرتا ہوں۔"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں مزید تربیت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟"

"کوئی شخص کبھی بھی پرفیکٹ نہیں ہوسکتا۔ میرے اندر بھی بہت کچھ سیکھنے کی لگن ہے مگر میرے پاس اتنی فرصت نہیں ہے۔"

"دیکھو' کوئی بڑا مقصد حاصل کرنے کے لئے قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں' اگر تم اپنے کچھ وقت کی قربانی دے سکو تو زیادہ بہتر انداز میں کام کرسکو گے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں مگر اس کے باوجود میں بہت زیادہ وقت نہیں صرف کرسکوں گا۔"

"پہلے ہمیں یہ طے کرنا ہوگا کہ تمہیں کن شعبوں میں مزید مہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔"

"ظاہر ہے یہ طے کئے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔"

"سب سے پہلے میں یہ جاننا چاہوں گا کہ جسمانی لڑائی میں تم کتنے ماہر ہو؟"

"مہارت کا دعویٰ کرنا تو میرے لئے بہت مشکل ہے تاہم میں کسی نہ کسی طرح کام چلا ہی لیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے" کرنل نعمان نے کہا "پہلے میں یہ دیکھوں گا کہ اس شعبے میں تمہیں کتنی تربیت درکار ہوگی۔ اس کے لئے تمہیں میرے کسی آدمی سے مقابلہ کرنا ہوگا کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟"

"بالکل تیار ہوں" میں نے کہا "لیکن مقابلہ ایسا ہونا چاہئے جس سے کسی فریق کو زیادہ نقصان نہ پہنچے۔"

"کرنل نعمان نے تفہیمی انداز میں سہلایا اور اپنی میز پر نصب ایک بٹن دبایا۔ چند ہی لمحے بعد دروازہ کھلا اور اس کھلے ہوئے دروازے سے پانچ افراد اندر داخل ہو کر کرنل کے سامنے مودب انداز میں کھڑے ہوگئے۔

"ان پانچوں میں سے کسی ایک کو مقابلے کے لئے منتخب کرلو" کرنل نے مجھ سے کہا۔

میں نے ان پانچوں پر ایک نظر ڈالی۔ وہ مختلف قد و قامت کے تھے اور ان میں سے چار افراد تنومند بھی تھے جبکہ پانچواں نہ تو قد آور تھا اور نہ ہی جسمانی طور پر مضبوط دکھائی دیتا تھا۔ تاہم اس کی آنکھیں بے حد چمک دار تھیں۔ معلوم نہیں اسے یہاں کیوں بلایا گیا تھا۔ ان سب کے لباس اس قسم کے تھے کہ ان کی جسمانی ساخت کے بارے میں اندازہ کرنا مشکل تھا۔

میرے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ میں ان میں سے کس سے مقابلہ کروں" میں نے کرنل نعمان سے کہا "میں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا۔"

"پانچوں ہمارے محکمے کے مایہ ناز لوگ ہیں۔ تم کسی سے بھی مقابلہ کرسکتے ہو۔"

"تو پھر یہ زحمت تم خود ہی کرلو۔ جس سے کہو گے میں اسی سے مقابلہ کرلوں گا۔"

"ٹھیک ہے" کرنل نعمان نے اس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو جسمانی اعتبار سے سب سے کم تر نظر آرہا تھا "تم اس سے مقابلہ کرلو۔"

کرنل کے اشارے پر وہ شخص اپنی جگہ کھڑا رہا جبکہ بقیہ چاروں افراد پیچھے ہٹ کر دیواروں کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس شخص کے مقابل آکھڑا ہوا۔

"مجھے افسوس ہے کہ مجھے تمہارے مقابل آنا پڑ رہا ہے۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ میرے ہاتھوں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے" میں نے اپنے حریف سے کہا۔

"اس کے ہونٹ اس انداز میں پھیلے جیسے اس نے مسکرانے کی کوشش کی ہو اور پھر اس نے کراٹے فائٹر کی طرح اپنے ہاتھ آگے کی جانب پھیلا لئے۔

میں نے کرنل نعمان کی طرف دیکھا اور اس نے اپنے سر کی خفیف سی جنبش سے مقابلہ شروع کرنے کی اجازت دے دی۔ اجازت ملتے ہی میرا حریف مجھ پر بڑی تیزی سے جھپٹا۔ وہ بلاشبہ بہت ماہر تھا۔ روزانہ کئی گھنٹے پریکٹس کے بغیر اتنی مہارت کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔ وہ جھپٹ جھپٹ کر مجھ پر حملے کررہا تھا اور میں صرف مدافعت کررہا تھا۔ کمرا اگر بہت زیادہ کشادہ نہ ہوتا تو میرے لئے بڑی مشکلات پیدا ہوجاتیں۔ اس کے تابڑتوڑ حملوں کا سامنا کرنا آسان نہیں تھا۔

چند منٹ کے اندر اندر مجھے پسینہ آگیا۔ ان چند منٹوں کے دوران اس نے مجھے ایک لمحے کی بھی مہلت نہیں دی تھی۔ مجھے اس بات کا یقین ہوگیا کہ میرا مدمقابل کوئی سیکرٹ ایجنٹ نہیں ہے۔ وہ تو اپنے شعبے کا ماہر تھا جس سے بچنے کے لئے مجھے اپنی تمام تر پھرتی اور مہارت کو استعمال کرنا پڑ رہا تھا۔ ایک برق تھی جو مسلسل کوندے جارہی تھی۔

میں ہمیشہ اس ترکیب پر عمل کرتا ہوں کہ دوسرے کو تھکا کر مارا جائے لیکن اس روز مجھے یوں معلوم ہورہا تھا جیسے میرا حریف کبھی نہیں تھکے گا اور میں خود تھک جاؤں گا۔ کئی گھنٹے روزانہ پریکٹس والوں کے سامنے ٹکنا ہنسی کھیل نہیں ہوتا۔ مگر میں خود کو اس سے بچاتا رہا۔

جلد ہی مجھے اندازہ ہوگیا کہ اب مجھے کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا ورنہ میں تھک جاؤں گا۔ تھکنے کے بعد میری رفتار سست ہوگی اور یہ گویا میرے حریف کے لئے کھلا موقع ہوگا۔ وہ جس طرح چاہے گا مجھ پر قابو پالے گا۔ اگرچہ وہ میرا دشمن نہیں تھا اور اگر میں اس سے ہار بھی جاتا تب بھی میری صحت پر کوئی خاص اثر نہ پڑتا مگر میں اتنی آسانی سے شکست تسلیم کرلینے کے موڈ میں نہیں تھا

میرے حریف کو بھی یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ میں اس کے لئے کوئی تر نوالہ ثابت نہیں ہوں گا۔ تر نوالہ ہوتا تو وہ بہت پہلے مجھے نگل چکا ہوتا۔ وہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ میں اس پر حملہ نہیں کررہا ہوں۔ میری تمام تر جدوجہد صرف اپنے دفاع تک محدود ہے۔ معلوم نہیں اس سے اس نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہوگا تاہم وہ میری مہارت کی طرف سے مشکوک ضرور ہوگیا ہوگا۔ اس کا نتیجہ اس کی بے پروائی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس کے حملوں میں اب بھی جارحیت تھی مگر اب اسے اپنے دفاع کی زیادہ فکر نہیں رہ گئی تھی۔ میرے لئے یہ ایک اچھی علامت تھی۔

پھر مجھے موقع مل گیا۔ ایک بار کک مارتے ہوئے وہ خاصا غیر محتاط ہوگیا تھا اور میں نے موقعے سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ میں پہلے ہی طے کرچکا تھا کہ مجھے جو بھی پہلا موقع ملے گا اس سے فائدہ اٹھاؤں گا اور میں نے اپنے اس فیصلے پر پوری طرح سے عمل کیا۔ میں نے ذرا سا دائیں جانب ہٹتے ہوئے اس کے بائیں پیر کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس کے لئے یہ بڑی غیر متوقع حرکت تھی۔ کوئی بھی کراٹے فائٹر ایسی حرکت نہیں کرسکتا مگر میں کراٹے فائٹر تھا ہی کب... میں تو بس یہ جانتا تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اپنے حریف کو شکست سے دوچار کردینا چاہئے۔ اس وقت بھی ہمارا مقابلہ کسی قاعدے قانون کے تحت نہیں ہورہا تھا

میری اس اچانک حرکت پر وہ بری طرح بوکھلا گیا۔ اس نے اپنے دوسرے پیر پر اچھل کر خود کو بڑی مشکل سے گرنے سے بچایا تھا اور اس کے بعد بھی اس کے لئے اپنا توازن برقرار رکھنا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خاصا مشکل ہو رہا تھا۔ میری گرفت اس کے پیر پر بہت مضبوط تھی "تمہارا فائٹر میرے قابو میں ہے کرنل!" میں نے بہ آواز بلند کہا "اتنا کافی ہے یا کچھ اور نمونہ پیش کروں۔"

"نہیں بس" کرنل نے ہاتھ اٹھا کر کہا "اسے چھوڑ دو' اب مقابلہ جاری رکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔"

میں نے اس کا پیر چھوڑ دیا مگر میں اس کی طرف سے محتاط تھا مجھے خدشہ تھا کہ کہیں وہ اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے دوبارہ مجھ پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ مگر ایسا نہیں ہوا' میں بھول گیا تھا کہ اس کا تعلق کسی شرپسند گروہ سے نہیں ہے بلکہ وہ ایک فوجی ہے اور فوج میں حکم عدولی کا تصور نہیں پایا جاتا۔

"تم لوگ واپس جا سکتے ہو" کرنل نے کہا اور وہ پانچوں مودبانہ انداز میں سر جھکا کر واپس چلے گئے۔

"تمہاری کارکردگی بہت اچھی رہی" کرنل نے مجھ سے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

"شکریہ کرنل!" میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "مجھے کسی مزید تربیت کی ضرورت تو نہیں پڑے گی۔"

"نہیں" کرنل نے کہا "مجھے یقین ہے کہ تم کسی بھی شخص سے آسانی سے مات کھانے والے نہیں ہو۔"

"اب جلدی سے یہ بھی بتا دو کہ مجھے کس کس شعبے میں اپنی صلاحیتوں کا امتحان دینا ہوگا؟"

"تم شاید برا مان گئے' لیکن ہمارے لئے اپنا اطمینان کرنا بے حد ضروری ہوتا ہے۔"

"میں نے بالکل برا نہیں مانا کرنل!" میں نے ہنس کر کہا "مگر میں ان مراحل سے گزرنے کا عادی نہیں ہوں۔ اس لئے الجھن کا شکار ہونا تو لازمی ہے۔"

"یہ الجھنیں صرف ایک بار کی ہیں۔ اس کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یہ بتاؤ کہ تمہارا نشانہ کیسا ہے؟"

"ہمیں سر کا نشانہ لینا ہوتا ہے کرنل! اور یہ کام تو وہ بھی کرسکتا ہے جس کا نشانہ خاصا خراب ہو۔"

"اب میں تم سے میک اپ کے فن کے بارے میں پوچھنا چاہوں گا" کرنل نے ذرا سا جھینپ کر بات بدل دی "تمہیں میک اپ کرنا آتا ہے؟"

"اس ایک میدان میں قدرے مہارت کا دعویٰ کرسکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اوہ!" کرنل نے آگے کی طرف جھک کر میز پر کہنیاں ٹیک دیں "تم دعویٰ کر رہے ہو تو یقیناً بہت عمدہ میک اپ کر لیتے ہوگے کیا تم ہمیں یہ فن سکھانا پسند کرو گے؟"

"یہ کوئی ایک دو منٹ کا کام تو نہیں ہے کرنل!" میں نے قدرے جھنجلا کر کہا "کئی مہینے بھی برباد ہوسکتے ہیں۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو' ہمارے پاس میک اپ کا شعبہ بھی ہے' اس شعبے میں ماہرین بھی موجود ہیں۔ انہیں مزید کچھ سکھانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا اس میں اتنا وقت نہیں لگے گا اس شعبے میں کمال حاصل کرنا ہمارے لئے بہت اہم ہے۔"

"میرے لئے اپنا مشن سب سے زیادہ اہم ہے بقیہ ہر چیز ثانوی ہے اور پھر ممکن ہے تمہارے ماہرین مجھ سے بھی زیادہ ماہر ہوں۔"

"تم ہمارے ساتھ تعاون نہیں کر رہے ہو علی!" کرنل نے شکایت آمیز لہجے میں کہا "میں محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے تم سے کھل کر بات کرنی پڑے گی۔"

"مطمئن ہوئے بغیر میں کچھ نہیں کرسکتا۔ تم میک اپ کی افادیت ثابت کردو۔ پھر چاہے ایک سال ہی کیوں نہ لگ جائے میں تمہارے ماہرین کو تربیت دوں گا۔"

"دیکھو میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں کہ ہم اسرائیل سے اپنے ایٹمی ری ایکٹر کی تباہی کا انتقام لینے کے لئے بے چین ہیں۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اسرائیل کی پشت پر دنیا کی تمام بڑی طاقتیں ہیں۔ اسرائیل کا سب سے بڑا سرپرست اور ہمدرد امریکا ہے۔ بقیہ بڑے ممالک صرف مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لئے اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ سامان حرب کے اعتبار سے تمام عرب ممالک مل کر بھی اسرائیل کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ اس کے پاس ایٹم بم موجود ہیں تو کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے اور اگر کوئی اسلامی ملک ایٹمی قوت بننا چاہ رہا ہے تو اسے جرم قرار دے دیا جاتا ہے۔"

"تم موضوع سے ہٹ رہے ہو کرنل!" میں نے اسے ٹوکا۔

"معاف کرنا علی! میں ذرا جذباتی ہوگیا تھا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ہمیں ایک نہ ایک روز اسرائیل سے جنگ تو کرنی ہے۔ یہ بات ہماری فوج کے ادنیٰ سے ادنیٰ افسر نے بھی طے کر رکھی ہے۔ سربراہ مملکت بدل سکتا ہے' چیف آف آرمی اسٹاف تبدیل ہوسکتا ہے مگر ہماری یہ پالیسی اٹل ہے ہم خواہ کچھ ہی کیوں نہ کر رہے ہوں اس ایک مقصد کو نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔ ہم خود کو ہر اعتبار سے اسرائیل کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانا چاہتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ جنگ کے دوران سربراہ مملکت کی اہمیت کس قدر بڑھ جاتی ہے۔ تمہیں یہ بھی علم ہوگا کہ تمام ترقی یافتہ ممالک چھوٹے ممالک کے خلاف کتنی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ کیا ہمارا یہ اندیشہ غلط ہے کہ جنگ کے دوران یہ لوگ ہمارے ملک میں سیاسی خلفشار پیدا کرنے کی کوشش کریں گے؟"

"تمہارا اندیشہ بالکل درست ہے۔ مغربی ممالک کی زیادہ تر کوششیں منفی نوعیت کی ہی ہوتی ہیں اور دوران جنگ تو وہ کرتے یہی ہیں کہ حریف ملک میں سیاسی انقلاب لا کر اپنی مرضی کی حکومت قائم کردیں۔"

"اس طرح یہ بات ثابت ہوگئی کہ جنگ کے دوران میک اپ کو ایک موثر دفاعی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ سربراہ مملکت خود کسی خفیہ مقام سے احکامات جاری کرتا رہے اور مخالفین کو گمراہ کرنے کے لئے اس کے مختلف ہم شکل منظر عام پر آتے رہیں۔"

"واقعی تم لوگ اسرائیل سے جنگ کے معاملے میں سنجیدہ ہو" میں نے کہا "بصورت دیگر تم اتنی دور تک نہ سوچتے۔"

"اب جبکہ تمہیں ہمارے بارے میں یہ یقین ہوگیا ہے کہ ہم اسرائیل سے جنگ ضرور کریں گے' تمہارا جواب کیا ہے؟"

"میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ میری زندگی کا ہر لمحہ اسرائیل کے خلاف کام کرتے گزرے۔"

"گویا تم ہمارے آدمیوں کو فن میک اپ میں ماہر بنانے کے لئے ہم سے تعاون کرنے پر تیار ہو؟"

"میں تو ہر اس کام کے لئے تیار ہوں جس کے نتائج اسرائیل کے لئے مضر ثابت ہوتے ہوں۔"

"بس ایک بات کا خیال رکھنا۔ اس کمرے میں ہونے والی گفتگو یہاں سے باہر نہ جانے پائے۔ احمد رش سے بھی تذکرہ مت کرنا۔"

مجھے واپس اپنے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ کرنل نعمان کے پاس بہت دیر لگ گئی تھی۔ اسی مناسبت سے احمد رش کی بے تابی بھی بڑھی ہوئی تھی۔

"میں تو سمجھا تھا تمہیں کہیں اور منتقل کردیا گیا ہے" احمد رش نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"فی الحال تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا۔

"تو پھر اتنی دیر کیوں لگ گئی" احمد رش نے مضطربانہ انداز میں کہا "میں تو پریشان ہوگیا تھا۔"

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے رش! کرنل نعمان مجھ سے معلومات حاصل کر رہا تھا۔"

"اتنی طویل معلومات!" رش نے حیرت سے کہا "وہ تو تمہارے شجرہ نسب تک سے واقف ہوگیا ہوگا۔"

"اسے مطمئن کرنا بھی تو ضروری تھا رش! ورنہ ہم رہا کس طرح ہوتے۔"

"رہائی کے احکامات صادر کردیے گئے؟" رش نے خوش ہو کر کہا۔

"احکامات تو خیر صادر نہیں کئے گئے۔ البتہ یہ فیصلہ کرلیا گیا کہ ہمیں رہا کردیا جائے گا۔"

"حکم صادر کیا جائے یا فیصلہ کرلیا جائے' بات تو ایک ہی ہے۔" رش بولا۔

"جب تک احکامات نہ آجائیں اس فیصلے پر عمل درآمد نہیں ہوگا۔ کسی بھی فیصلے پر نہیں ہوسکتا... تاہم اب ہم محض رسمی طور پر قید ہیں۔"

"مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ جیکب ہیسنز ہاتھوں سے نکل گیا۔ اب میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کرسکوں گا۔"

"اس بات پر افسوس مت کرو رش! غنیمت سمجھو کہ تم لوگوں کو رہا کیا جا رہا ہے۔ مجھے تو ابھی مزید کچھ عرصہ قید میں گزارنا پڑے گا۔"

"ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ ہمیں رہا کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے" احمد رش نے حیرت سے کہا۔

"میرے علاوہ تمام لوگ رہا کردیے جائیں گے۔ دراصل یہ لوگ پوری طرح مطمئن نہیں ہوئے ہیں وہ اپنے ذرائع سے میرے بیانات کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے تجویز پیش کی تھی کہ تمام لوگوں کو قید رکھنے کے بجائے صرف مجھے قید میں رکھا جائے۔ اگر میرا کوئی ایک بیان بھی غلط ثابت ہو تو میں سزا کے لئے حاضر ہوں۔"

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا... اس طرح تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"میں نے اگر کوئی جھوٹ بولا ہوگا تبھی تو میری زندگی خطرے میں پڑے گی۔ کیونکہ میں نے تو کوئی غلط بیانی نہیں کی اس لئے مجھے کوئی ڈر بھی نہیں ہے۔"

"تم سمجھتے کیوں نہیں۔ فرض کرو تمہارے کسی بیان کی یہ لوگ اپنے ذرائع سے تصدیق نہ کرپائے تو کیا ہوگا؟"

"تصدیق نہ کرپانا اور بات ہے اور تکذیب ہوجانا اور بات یہ تو ممکن ہے کہ یہ لوگ کسی بات کی تصدیق نہ کرپائیں مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ میری کہی ہوئی کوئی بات غلط ثابت ہو۔"

"تمہاری مرضی" احمد رش نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا مگر اندر سے وہ بہت خوش تھا۔

اسی روز سہ پہر کے وقت دوبارہ میری طلبی ہوئی۔ میں نے کرنل نعمان کو بتا دیا کہ میں نے احمد رش سے کیا غلط بیانی کی ہے۔

"تم نے بہت اچھا کیا.... تمہارے یہاں رکنے کے لئے اس سے بہتر جواز نہیں ہوسکتا تھا۔ میرا خیال ہے کل تک تمہارے ساتھیوں کو رہا کردیا جائے گا۔"

"میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد اپنا کام شروع کردوں تاکہ اسے ختم کرنے کے بعد کوئی اور کام کرسکوں۔"

"میں ابھی تمہیں میک اپ روم میں لے چلوں گا لیکن میں نے محسوس کیا تھا کہ تم میری باتوں سے زیادہ مطمئن نہیں ہوئے تھے اس لئے میں نے ہائی کمان سے مشورہ کیا اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں تمہیں عراق کی فوجی قوت کے بارے میں مزید کچھ باتیں بتا دوں تاکہ تم پوری دل جمعی اور یکسوئی کے ساتھ کام کرسکو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ حقیقت ہے کرنل کہ اسرائیل اور اس کے حواری بے حد طاقت ور ہیں۔ میرے لئے یہی کافی ہے کہ کوئی مسلمان حکومت انہیں للکارنے کا عزم رکھتی ہے تاہم یہ خیال عبث ہے کہ ان کے مقابلے میں کامیابی کوئی آسان کام ہو گا۔ ان کے ہتھیاروں کا مقابلہ کرنے کے لئے ان سے بہتر ہتھیاروں کا حصول لازمی ہے۔"

"ہم نے ان سے ٹکرانے کا عزم کیا ہے تو اس پہلو پر بطور خاص نظر رکھی ہے۔ ہم نے اسکڈ میزائل کی رینج دو سو پچاس میل سے بڑھا کر چار سو میل کردی ہے اور اب اسرائیل ہماری زد میں ہے۔"

میں نے حیرت سے کرنل نعمان کو دیکھا "اب تو تم اور بھی زیادہ ناقابلِ یقین باتیں کرنے لگے" میں نے کہا "جس ملک نے میزائل بنایا ہے وہ خود تو رینج میں اضافہ نہ کرسکا اور تم نے کرلیا۔"

"یہ کارنامہ جیرالڈ بل نامی ماہر طبیعات کا ہے۔ اس کا اصل شعبہ تو فزکس تھا لیکن اسے ہتھیار ڈیزائن کرنے کا شوق پیدا ہوگیا تھا۔ ہمیں اس کے بارے میں جیسے ہی علم ہوا ہم نے فوراً اس سے رابطہ قائم کیا۔ وہ امریکا سے نالاں تھا۔ اس لئے کہ امریکی حکومت نے اسے چھ ماہ قید رکھا تھا۔ اس پر جنوبی افریقہ کی حکومت سے تعاون کرنے کا الزام تھا۔ ہمارے محکمے کو اس کے بارے میں بھنک مل گئی تھی اور ہم نے اپنے ایجنٹ اس کے پیچھے لگادیے۔ ہم نے اس تک رسائی حاصل کرنے کے لئے کتنی قربانیاں دیں' یہ ایک الگ کہانی ہے...."

"میں وہ کہانی سننا پسند کروں گا کرنل!" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"نہیں' اس میں تمہاری دلچسپی کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ مختصراً یہ سمجھ لو کہ اس تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ہمارے کئی ایجنٹوں کو امریکا میں سزا بھگتنا پڑی تھی۔ کئی ایجنٹوں کی قربانی کے بعد آخر کار ایک ایجنٹ سزا پاکر اس جیل تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا جس میں جیرالڈ بل سزا بھگت رہا تھا۔ اس نے جب جیرالڈ بل کو ہماری حکومت کے لئے کام کرنے کی آفر کی تو اس نے تھوڑی سی رد و قدح کے بعد یہ آفر قبول کرلی۔ اس وقت ہمیں معلوم نہیں تھا کہ وہ ہمارے لئے کس قدر کار آمد ثابت ہوسکتا ہے۔ تاہم یہ ضرور تھا کہ ہمیں اس سے کچھ نہ کچھ فائدے کی توقع ضرور تھی۔ دیگر حکومتوں کے لئے وہ ایک غیر اہم آدمی تھا مگر ہمارے لئے بہت اہم تھا چنانچہ جب وہ قید سے رہا ہو کر جینوا پہنچا تو ہمارے ایجنٹ اس کے تعاقب میں تھے۔ ہم ہر ممکن احتیاط برتنا چاہتے تھے۔ اس لئے دو ہفتے تو ہم نے محض اس کی نگرانی کرنے میں گزار دیئے۔ جب ہمیں یقین ہوگیا کہ اس کی نگرانی نہیں کی جارہی ہے تو ہم نے اسے بلوالیا۔ اسے لینے کے لئے عراق سے ایک خصوصی طیارہ جینوا گیا تھا۔ اسکڈ میزائلوں کی رینج بڑھانے کا کارنامہ بھی اسی کا ہے۔"

"یہ تو بڑی دلچسپ اور بڑی سنسنی خیز کہانی ہے کرنل! تم تو کہہ رہے تھے اس میں دلچسپی کے لئے کچھ نہیں ہے۔"

"اس نے ہمارے لئے کچھ اور ہتھیار بھی ڈیزائن کئے ہیں۔ جب دنیا کو ان ہتھیاروں کے بارے میں معلوم ہو گا تو اسے دنیا کا جدید ترین نظام قرار دیا جائے گا۔"

"تم تو مجھے حیران کئے دے رہے ہو کرنل! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم نے اس حد تک تیاریاں کررکھی ہیں۔"

"ہماری فوجی قوت کا سب سے مضبوط پہلو ہماری توپیں ہیں جن کی تعداد ساڑھے تین ہزار سے بھی زائد ہے۔ ان میں ۱۵۵ ملی میٹر کی وہ تین سو توپیں بھی شامل ہیں جن کی رینج ۲۵ میل تک ہے۔ یہ رینج عام توپ خانے کی رینج سے دوگنی ہے۔ ایک دوسری قسم کی توپ جو اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یہ ۵۳ ٹن کی ۲۱۰ ملی میٹر کی توپ ہے اس کی رینج ۳۵ میل تک ہے۔ اس کی نالی کی لمبائی ۳۶ فٹ ہے اور یہ ایک منٹ میں تین سو پاؤنڈ وزنی چار گولے پھینک سکتی ہے۔ اس کی خصوصیت اس اعتبار سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اسے صرف چار منٹ کے مختصر سے عرصے میں نصب بھی کیا جاسکتا ہے اور ہٹایا بھی جاسکتا ہے۔ اس کو استعمال کرنے کے فوراً بعد اسے نشانہ بنانا اسی لئے مشکل ہوجاتا ہے کہ اسے اپنی جگہ سے ہٹایا جاسکتا ہے۔"

"گزشتہ کچھ عرصے سے کیمیائی ہتھیاروں کا بہت چرچا ہے' کیا واقعی عراق کے پاس اس قسم کے ہتھیار موجود ہیں؟"

"نہ صرف موجود ہیں بلکہ انہیں میزائلوں کے ذریعے طویل فاصلوں تک پھینکنے کا نظام بھی موجود ہے۔ ہماری ہر ممکن کوشش یہی ہے کہ ہمیں ایران کے خلاف کیمیائی ہتھیار نہ استعمال کرنا پڑیں۔ اس لئے کہ عراق کی یہ تیاریاں خالصتاً اسرائیل کے لئے ہیں۔"

"تمہاری بیان کردہ باتیں بہت متاثر کن ہیں مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اسرائیل کے پاس ایٹمی ہتھیار تو یقیناً موجود ہیں۔ جب اس کا بس نہیں چلے گا تو وہ عراق کے خلاف ایٹم بم استعمال بھی کرسکتا ہے۔ تم لوگوں نے اس پہلو کی طرف توجہ نہیں دی۔"

کرنل نعمان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی "بڑی افسانوی سی بات ہے مگر ہے حقیقت اور یہ سب کچھ میں تمہیں اس لئے بتارہا ہوں کہ اول تو ان باتوں پر کوئی یقین نہیں کرے گا بالفرض کسی کو یقین آبھی جائے تو اس میں ہمارے نقصان کا پہلو تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ ایٹمی حملے سے بچاؤ کے لئے بغداد میں ایک زیر زمین دنیا تعمیر کی گئی ہے۔ ہمیں اندازہ ہے کہ اگر جنگ ہوئی تو طویل ہوگی اور جنگ کی طوالت سے تنگ آکر ہم پر ایٹمی ہتھیار آزمائے جاسکتے ہیں۔ یہ زیر زمین دنیا ان بنکرز پر مشتمل ہے جو زمین میں ۱۲۵ فٹ گہرائی میں تعمیر کئے گئے ہیں۔ ان پر ایٹمی حملوں کا بھی اثر نہیں ہوسکتا اور اسے پوری طرح سیل کردیا گیا ہے۔ ان بنکرز میں ضروریات زندگی کی ہر سہولت مہیا ہوگی۔ ہر بنکر ایئر کنڈیشنڈ ہے اور اس میں پانی کی سپلائی کے لئے بھی زیر زمین قدرتی پانی کو ذریعہ بنایا گیا ہے۔ جس کی گہرائی ایک ہزار فٹ سے بھی زیادہ ہے۔ اتنی گہرائی میں پانی کو ایٹمی حملے سے بھی آلودہ نہیں کیا جاسکتا۔ انہی بنکرز سے مواصلاتی نظام اور نشریاتی نظام بھی کنٹرول ہوسکتا ہے۔ ان بنکرز کے نقشے یہیں بنائے گئے تھے اور ضائع بھی کردیے گئے۔ اب پوری دنیا میں ان کی ایک بھی نقل موجود نہیں ہے۔"

"میں تمہارا شکریہ ادا نہیں کرسکتا کرنل کہ تم نے مجھے اس حد تک قابلِ اعتماد سمجھا ورنہ کون اپنے فوجی راز کسی پر ظاہر کرتا ہے۔"

"غیریت کی باتیں مت کرو علی! تم ہمارے لئے اتنے ہی بااعتماد ہو جتنا ہمارے اپنے ملک کا کوئی فوجی ہوسکتا ہے۔ تم نے قومیت کا لحاظ کئے بغیر پورے عالم عرب میں مسلمانوں کے استحصال کے خلاف جدوجہد میں عملی حصہ لیا ہے۔ ہم تم پر اعتماد نہیں کریں گے تو اور کس پر کریں گے۔"

"اب میری تمام تر صلاحیتیں تمہارے لئے وقف ہیں کرنل! میں چاہتا ہوں کہ جب اسرائیل کو شکست ہو تو اس میں میرا بھی کوئی نمایاں حصہ ہو۔"

"اسرائیل کو شکست ہو یا نہ ہو تمہارا نمایاں حصہ برقرار رہے گا۔ تمہاری خدمات نظر انداز نہیں کی جاسکتیں۔"

"جہاں مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ عراقی حکومت اتنی جدوجہد کررہی ہے وہیں اس بات کا افسوس بھی ہے کہ دیگر ممالک کیوں خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں؟"

"یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا علی! ممکن ہے ہمارے علاوہ بھی کوئی ملک خفیہ طور پر تیاری کررہا ہو۔ ہمارے بارے میں بھی کسی کو نہیں معلوم کہ ہمارے عزائم کیا ہیں۔ ہم نے طویل منصوبہ بندی کی ہے۔ معلوم نہیں اس پر عمل پیرا ہونے میں کتنی مدت اور لگے گی لیکن اس پر عمل ہو گا ضرور.... اور ہمیں توقع ہے کہ جب ہم اسرائیل سے بھڑ جائیں گے تو دوسرے مسلم ممالک بھی ہمارا ساتھ دیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔ اسرائیل کو شکست خوردہ دیکھنا اور فلسطین کو صیہونی تسلط سے آزاد کرانا ہی میرے لئے سب کچھ ہے۔"

"آؤ اب ہم تمہیں میک اپ روم میں لے چلیں تاکہ تم اپنے کام کا آغاز کرسکو۔"

عراق کی آرمی انٹیلی جنس کا میک اپ روم بہت شاندار تھا اس میں میک اپ میں کام آنے والی جدید ترین اشیا تک موجود تھیں۔ کچھ کمی تھی تو اس کے استعمال میں مہارت کی کمی تھی اور مجھے یہ ذمے داری سونپی گئی تھی کہ میں اس کمی کو دور کردوں۔

"تمہارے آدمی بہت کچھ جانتے ہیں کرنل!" میں نے کہا۔ "ان پر زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔"

اگلے روز احمد رش وہاں سے روانہ ہوگیا۔ کرنل نعمان نے اس سے ملنے تک کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ جن لوگوں نے اسے رہا کیا انہوں نے بھی اس سے وہی کہا جو میں نے کہا تھا یعنی مجھے اس وقت رہا کیا جائے گا جب میرے بیانات کی تصدیق ہوجائے گی۔ احمد رش کا ایئر جیٹ اس کے حوالے کردیا گیا تھا اور ان سے کہا گیا تھا کہ وہ جس طرح چوری چھپے عراق میں داخل ہوا تھا اسی طرح وہاں سے نکل جائے۔

احمد رش کے جانے کے بعد میں اپنے کام میں مصروف ہوگیا میں نے ان لوگوں کو خود پر کرنل نعمان کا میک اپ کرکے دکھایا میں نے کرنل نعمان کے ہر انداز اور اس کی آواز کی نقل اتار کے دکھائی۔ وہ لوگ میری کارکردگی پر انگشت بدنداں تھے۔

"حیرانی کی کوئی بات نہیں ہے" میں نے کرنل نعمان سے کہا جو اپنے ڈپلی کیٹ کی خبر پاکر میک اپ روم میں دوڑا چلا آیا تھا۔ "محنت' شوق اور لگن سے جو کام کیا جائے اس میں حیران کن کامیابی حاصل کرلینا کوئی بڑی بات نہیں ہے"۔ میں خالص کرنل نعمان کے لہجے میں بول رہا تھا۔

"میں .... میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوں کہ تم نے تمام کامیابیاں اپنی صلاحیت کے بل پر حاصل کی ہیں" کرنل نعمان نے زچ ہو کر کہا۔

"صلاحیتیں ہر شخص میں ہوتی ہیں۔ جو شخص انہیں مرکوز کردیتا ہے وہ کامیاب ہوجاتا ہے۔"

"میں نے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہوتا تو مجھے اتنی حیرت انگیز مشابہت پر ہرگز یقین نہ آتا۔"

"بے فکر رہو کرنل! میں تمہارے آدمیوں کو ہر وہ گر بتادوں گا جو میں نے اپنے تجربات سے سیکھا ہے اور اس میں کوئی زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ۔"

اس ایک ہفتے کے دوران مجھے کسی چیز کا ہوش نہیں رہا۔ میں نے دن رات ایک کرکے ان لوگوں کو میک اپ کی باریکیوں سے آگاہ کیا۔ انہوں نے بھی نہایت محنت سے وہ سب کچھ سیکھا اور ایک ہفتے کے بعد جب میں نے کرنل نعمان کو رپورٹ پیش کی تو وہ ایک بار پھر حیران رہ گیا۔ اس ایک ہفتے کے دوران وہ بے حد مصروف رہا تھا اور اس سے میری کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

"تم کہہ رہے ہو' تم نے انہیں سب کچھ سکھادیا" اس نے حیرت سے کہا "اتنے کم وقت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ لوگ مہارت حاصل کرلیں۔"

"وہ اناڑی لوگ تو تھے نہیں۔ بہت کچھ جانتے تھے۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ ایک ہفتے میں سب کچھ سیکھ لیں گے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آؤ، میں خود دیکھوں گا کہ تم نے انہیں کیا سکھایا ہے" کرنل نے کہا اور ہم میک اپ روم میں آگئے۔

ایک ہفتہ قبل میں نے خود پر کرنل نعمان کا میک اپ کیا تھا اس بار کرنل نعمان نے خود کو میک اپ کے لئے اپنے ماتحتوں کے سامنے پیش کیا۔

کرنل نعمان کے چہرے پر میک اپ مکمل ہونے میں کوئی دو گھنٹے کے قریب وقت لگا۔ جن لوگوں کو میں نے تربیت دی تھی انہی میں سے ایک اس کے چہرے پر اپنی مہارت آزما رہا تھا۔

"دو گھنٹے بعد جب کرنل کے سامنے آئینہ پیش کیا گیا تو وہ ایک بار پھر حیران رہ گیا۔ جب کہ میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا تھا۔

"میں تو ہو بہو علی یار خان بن گیا" کرنل نعمان نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"میرے پاس جو کچھ تھا میں نے انہیں منتقل کردیا ہے اور اب تم مجھے اگلا کام بتاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے" کرنل نعمان نے کہا "تم نے غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب میں پورے اعتماد سے تمہارے اگلے مشن کے بارے میں فیصلہ کرسکوں گا۔"

کرنل نعمان نے میک اپ صاف کرایا اور ہم میک اپ روم سے باہر آگئے "ہمارے محکمے کا ایک اصول ہے" کرنل نے کاریڈور میں چلتے ہوئے مجھ سے کہا "ہمارا کوئی ایجنٹ جب بھی کوئی مہم کامیابی سے اختتام تک پہنچاتا ہے تو ہم اسے انعام ضرور دیتے ہیں۔ تم نے اپنی پہلی مہم میں جو حیران کن کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اسی اعتبار سے تمہارا انعام بھی بڑا ہونا چاہئے۔"

"روپے پیسے کی میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے" میں نے کہا "اور نہ ہی دولت کا حصول میرے لئے کبھی کوئی مسئلہ رہا ہے۔"

کرنل چلتے چلتے رک کر مجھے گھورنے لگا "ہوں" وہ غرایا "یہ بات ہے تو تم اپنے کمرے میں جاؤ، میں تمہارے بارے میں سوچ کر کوئی فیصلہ کروں گا۔"

وہ میرا جواب سننے کے لئے رکا نہیں اور ایڑیوں کے بل گھوم کر دوسری طرف چلا گیا۔ میں اس کی اس حرکت پر ناچ کر رہ گیا۔ اس کے رویّے کی اچانک تبدیلی میرے فہم سے بالاتر تھی میں نے ایسی تو کوئی بات نہیں کی تھی جو وہ اتنا غصے میں آگیا۔

میں چند لمحے وہیں کھڑا رہا۔ مجھے غصہ بھی آرہا تھا اور حیرت بھی ہو رہی تھی۔ اس سے پہلے تو اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی تھی۔ جتنی بار بھی ملا تھا نہایت خوش اخلاقی سے پیش آیا تھا لیکن اس وقت ایک معمولی سی بات پر آپے سے باہر ہوگیا تھا۔

میں نے سر جھٹک کر اپنے خیالات سے چھٹکارا پانے کی کوشش کی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ میں اس قسم کے رویّے کا عادی نہیں تھا اور محض اسی وجہ سے دوسروں کے لئے کام کرنے سے گریز کرتا تھا کہ اس طرح کسی نہ کسی کے ماتحت رہنا پڑتا ہے۔ کچھ نہ کچھ پابندیاں قبول کرنی پڑتی ہیں۔ میں آزاد رہ کر کام کرنا چاہتا تھا۔ کسی کو جواب دہی کرنا میری فطرت کے خلاف تھا۔ شاید میری فطرت میں سرکشی بہت زیادہ تھی یا شاید گزشتہ چند سالوں کے دوران بڑھ گئی تھی۔

میں یہ تہیہ کرکے اپنے کمرے تک پہنچا تھا کہ کل صبح ہی کرنل سے معذرت کرلوں گا مگر کمرے کے دروازے پر نظر آنے والے منظر نے میرے اشتعال میں مزید اضافہ کردیا۔ دروازے پر ایک مسلح باوردی فوجی دکھائی دے رہا تھا۔ میرا غصہ انتہا کو پہنچ گیا کرنل نعمان کس قسم کا مذاق کررہا تھا۔ وہ مجھے دوبارہ قیدی بنا دینا چاہتا تھا۔ جب اس نے تمام لوگوں کو رہا کردیا تھا تو پھر میرے ساتھ اس قسم کا سلوک کیوں کررہا تھا؟ میں نے تو اس کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی تھی بلکہ اس کے کام ہی آنے کی کوشش کی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے تک میں آزاد تھا اور اب میری نگرانی کے لئے ایک مسلح فوجی متعین کردیا گیا تھا۔

ایک لمحے کے لئے میرے جی میں آئی کہ اس فوجی کی گردن مروڑ کر رکھ دوں مگر میں نے تیزی سے خود کو سنبھال لیا۔ اس بے چارے کا کیا قصور تھا۔ وہ تو حکم کا غلام تھا۔ جس طرح اسے کہا گیا تھا وہ وہی کررہا تھا۔ اس سے الجھنا بے سود تھا اور اس سے الجھ کر کچھ حاصل بھی تو نہ ہوتا۔ اس عمارت سے فرار ہونا بھی آسان نہیں تھا۔

میں رکے بغیر اپنے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ فوجی کو میں نے نظر انداز کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس نے مجھے سیلوٹ کیا تو میں حیران رہ گیا۔

"تم یہاں کیا کررہے ہو؟" میں نے سپاٹ لہجے میں اس سے سوال کیا۔

"نگرانی جناب!" اس نے انتہائی مختصر جواب دیا اور میں بری طرح بھنا گیا۔

"کیا میں کوئی قیدی ہوں جو تم میری نگرانی کررہے ہو؟" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

وہ کھسیانا سا ہوگیا "آپ مذاق کررہے ہیں جناب!" اس نے بے بسی سے کہا۔

میں نے مناسب یہی سمجھا کہ اس کے ساتھ مغز ماری نہ کی جائے۔ وہ فوجی رنگروٹ تھا۔ ایسے لوگ عقل سے محروم ہوتے ہیں۔ جو حکم دیا جائے صرف اسی پر عمل کرتے ہیں اور ان میں مزاح کی حس بھی نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود اس کا کہنا تھا کہ میں اس سے مذاق کررہا ہوں۔

میں نے کمرے کا دروازہ کھولا اور دروازہ کھولتے ہی چونک پڑا۔ کمرے میں روشنی ہو رہی تھی جو ایک غیر معمولی بات تھی۔ روزانہ خود آکر کمرے کی لائٹ جلایا کرتا تھا۔ یقیناً اندر کوئی موجود تھا۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ کمرے میں کون ہے مگر اس عمارت میں بغیر اجازت کسی کے داخلے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا اس لئے یہ تو اطمینان تھا کہ اندر جو کوئی بھی ہے اس سے کم از کم مجھے کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا۔ اس کے باوجود میں محتاط انداز میں اندر داخل ہوا۔ احتیاط بہر حال اچھی چیز ہوتی ہے۔

کمرے میں بیڈ پر موجود شخصیت کو دیکھ کر مجھے واقعی حیرت ہوئی وہ مریم برنسٹین تھی۔

"علی!" اس نے مجھے دیکھتے ہی سریلی آواز میں کہا اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں اپنے دفاع میں کچھ نہ کرسکا۔ ایک لمحے کے اندر اندر میری سمجھ میں ساری بات آگئی۔ کرنل نعمان جس انعام کی بات کررہا تھا وہ مریم برنسٹین تھی اور دروازے پر فوجی بھی اس کی وجہ سے متعین کیا گیا تھا۔

ابھی میں مریم کی سریلی چیخ کے جواب میں کچھ کہہ بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً کمرے میں ایک قہقہہ گونجا "انعام پسند آیا علی!" یہ کرنل نعمان کی آواز تھی جو کمرے میں کسی پوشیدہ مقام پر نصب اسپیکر کے ذریعے سنائی دے رہی تھی۔ میں اب تک اس بات سے لاعلم تھا کہ وہاں ایسا کوئی نظام بھی ہے۔

"مجھے تمہارا انداز پسند نہیں آیا کرنل!" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"لیکن تم مجھے بہت پسند آئے ہو" کرنل نے ایک اور قہقہہ لگایا "اور جو لوگ مجھے پسند آجاتے ہیں انہیں ایسے ہی سرپرائز دیا کرتا ہوں۔"

"چھپ کر دوسروں کی گفتگو سننا بھی کوئی پسندیدہ بات نہیں ہے کرنل!" میں نے مزید کہا۔

"ایسا پہلی بار ہوا ہے علی! اطمینان رکھو، میں تمہاری خلوت میں مخل نہیں ہوں گا۔ ہم دوستوں کی ذاتی گفتگو سننے کو اس سے بھی بڑا اخلاقی جرم سمجھتے ہیں جتنا یہ ہے۔"

"تمہاری اخلاقیات اپنی جگہ کرنل لیکن میں نے صرف ایک ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی۔"

"تم نوجوان ہو علی! اسے میری طرف سے تحفہ سمجھو۔ بڑی مشکل سے عارضی طور پر اس کی عارضی جاں بخشی کرا سکا ہوں۔ محض تمہاری خاطر....."

"میری زندگی کا مقصد تمہارے سامنے ہے کرنل! میرے پاس لغویات کی گنجائش نہیں ہے۔"

"تم چوبیس گھنٹے کام نہیں کرسکتے علی! کام کے ساتھ تفریح بھی ضروری ہوتی ہے۔ تفریح نہیں کرو گے تو تمہیں زنگ لگ جائے گا۔ زندگی مختصر اور کارکردگی متاثر ہوگی۔ کام کے وقت کام اور تفریح کے وقت تفریح۔ اسے اپنی زندگی کا اصول بنالو اور فرصت کے اوقات کو رنگین تر بنانا سیکھو۔"

"تمہارے اور میرے نظریات میں زمین آسمان کا فرق ہے میرے لئے کام ہی سب سے بڑی رنگینی ہے؟"

"تو پھر میرا دوسرا اور آخری نظریہ بھی سن لو "حریف" کو ہر "محاذ" پر زیر کرنے کے زریں اصول سے استفادہ کرو۔ بس اب میں اسپیکر آف کررہا ہوں، صبح ملاقات ہوگی۔ شب بخیر" اور اس کے ساتھ ہی اسپیکر سے آواز آنا بند ہوگئی۔

مریم برنسٹین مجھ سے یوں لپٹی کھڑی تھی جیسے اس نے مجھے چھوڑا تو میں بھاگ جاؤں گا یا پھر وہ ایک جان دو قالب کے محاورے کو عملی شکل دینا چاہ رہی تھی۔ میں نے خود کو اس کی گرفت سے چھڑانا چاہا تو وہ اور زور سے مجھ سے چمٹ گئی۔ جیسے مجھ میں پیوست ہوجانا چاہتی ہو۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ صرف تمہاری سفارش پر میری جاں بخشی کی گئی ہے" وہ اپنے رخسار میرے سینے سے مس کرتے ہوئے بولی۔

"ذرا سا فاصلہ درمیان میں ہو تو کوئی بات بھی کروں۔ کسی بات کا جواب بھی دوں۔"

اس نے سر اٹھا کر اپنی گہری نیلی آنکھوں سے میری آنکھوں میں جھانکا "کیا میں اتنی ہی بری ہوں۔"

"نن... نہیں۔ تم ہرگز بھی بری نہیں ہو" میں نے بوکھلا کر کہا "تم تو بہت اچھی ہو۔"

"نہیں، تم مجھے برا سمجھتے ہو تبھی تو مجھے خود سے دور کردینا چاہتے ہو ورنہ کتنے ہی لوگ میرے قرب کی آرزو کرتے ہیں۔ بڑے بڑے عہدے دار... مگر میں نے ان کو کبھی نہیں نوازا۔"

"تم بہت حسین ہو مریم!" بے اختیار میرے ہاتھوں نے اس کے حسین و جمیل چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے لیا "تمہارے قرب میں نشہ ہے اور میں مدہوش نہیں ہونا چاہتا۔ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ...."

"تم مدہوش نہیں ہونا چاہتے اور میں ہوش میں نہیں رہنا چاہتی" وہ وارفتگی سے بولی "تم میرے محسن ہو علی! میرا قرب بہت سوں کو مدہوش کردیتا ہے مگر آج مجھ پر نشہ طاری ہو رہا ہے۔ یہ کیسی لذت ہے۔ کیسا سرور و انبساط ہے جس نے درِ طلب کو وا کردیا ہے۔ میرے پورے جسم میں کیسی سنسنی دوڑ رہی ہے۔ مجھے خود سے دور مت کرو علی! مجھے خود سے دور مت کرو۔"

"تم پاگل ہوگئی ہو مریم!" میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا لہجے کی اس سختی سے دراصل میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔ میری اپنی حالت بھی دگرگوں تھیں۔ جس طرح وہ مجھ سے لپٹی ہوئی تھی اس کے بعد تو کوئی عابد و زاہد بھی بہک سکتا تھا۔ میں تو خیر ایک معمولی سا آدمی تھا۔ کسی آدمی کے لئے کسی لڑکی کا لمس ایسا ہی ہوتا ہے جیسے بارود کے ڈھیر کو آگ لگادی جائے۔ پتا نہیں کیوں قدرت نے مرد کو صنف کرخت بنایا اور اسے صنف

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نازک کے سامنے اس قدر بے بس کردیا۔

مجھے شاید اس تلخ حقیقت کا شعوری ادراک تھا اس لئے میں ایسے مواقع پر غیر معمولی مدافعت کا مظاہرہ کرتا تھا یا شاید نہیں۔ ممکن ہے جسے میں اپنی غیر معمولی مدافعت سمجھ رہا ہوں وہ تائیدِ ایزدی ہو۔ جس قدرت نے مرد کو عورت کے سامنے بے بس کیا ہے وہ خود تو بے بس نہیں ہے۔ یقیناً ایسے مواقع پر قدرت میری مدد کرتی ہے ورنہ تنہائی ہو' کسی حسین لڑکی کا قرب میسر ہو۔ نہ صرف قرب میسر ہو بلکہ وہ بلائے بے درماں بنی ہوئی ہو تو بہکنے میں کوئی کسر نہیں رہ جاتی۔ قانون فطرت بھی یہی ہے اور ازل سے اسی کے مطابق ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ جب بھی ایسا کوئی حادثہ ہوتا ہے قصور وار مرد کو ہی ٹھہرایا جاتا ہے۔ عورت تو ہر حال میں معصوم اور بے خطا ہوتی ہے۔ وہ فعال لیے میں بڑی ہوتی۔

میرے لہجے کی سختی مریم کو ہوش میں لے آئی۔ وہ ایک جھٹکے سے مجھ سے علیحدہ ہوئی "تم مجھے دھتکار رہے ہو" اس نے بھیگی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور دوڑتی ہوئی بیڈ تک گئی اور بیڈ پر جاکر گر پڑی۔ اس کا جسم لرز رہا تھا۔ شاید وہ رو رہی تھی۔

"میں نے عجیب قسم کی بے بسی محسوس کی۔ اس کا رویّہ میری سمجھ سے بالا تر تھا۔ تاہم اس صورتِ حال سے نمٹنا اب میری ذمے داری تھی۔ کرنل نعمان عجیب آدمی تھا۔ اس نے اپنے طور پر ایک مطلب اخذ کیا اور مریم کو میرے سر منڈھ دیا۔ اب اس کے کئے کو میں بھگت رہا تھا۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا بیڈ تک گیا اور مریم کے پاس بیٹھ گیا "میرا یہ مطلب نہیں تھا مریم!" میں نے اس کے شانے پر ہولے سے ہاتھ رکھا مگر اس نے کندھا جھٹک کر میرا ہاتھ ہٹا دیا۔

"چلے جاؤ' میرے پاس سے" وہ رندھی آواز میں بولی "تم نے میری توہین کی ہے' نسوانیت کی توہین کی ہے۔ اب مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تمہارے اس خوبصورت جسم اور حسین چہرے کے عقب میں تو محبت کرنے والی روح پوشیدہ ہے مجھے اس سے محبت ہے مریم! میں نے تمہارے جسم اور چہرے کے حسین نقوش کی وجہ سے تمہاری سفارش نہیں کی تھی۔ میری نظر تو اس دل پر تھی جو کسی قوم کے لئے نہیں پوری انسانیت کے لئے دھڑکتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ تم مجھے سمجھ نہیں سکیں۔"

"تمہیں کیا معلوم.... تم کیا جانو کہ کتنے ہی لوگ میری ایک نگاہِ التفات کو ترستے ہیں" وہ مجھے جھنجوڑتے ہوئے بولی "میں نے خود کو پلیٹ میں سجا کر تمہارے سامنے پیش کردیا اس لئے تم مجھے یوں ٹھکرا رہے ہو۔ میں اتنی آسانی سے تمہارے سامنے جھک گئی اس لئے میری ناقدری کر رہے ہو۔ بولو؟"

"میں تمہاری ناقدری نہیں کر رہا ہوں مریم! کر بھی نہیں سکتا۔ تمہارے اندازِ فکر کی مذمت نہیں کرسکتا۔ مجھے معلوم ہے کہ جنسی آزادی تمہارے کلچر کا لازمی حصہ ہے۔ میں تو خود پر اظہار افسوس کرسکتا ہوں کہ میں خود کو تمہارے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں کرسکا اور تم نے اسے نسوانیت کی تذلیل سمجھ لیا۔ میں کیا کروں کہ میرے نظریات ہی فرسودہ ہیں۔ جو کچھ تم مجھ سے چاہ رہی تھیں میں تو اسے نسوانیت کی تذلیل سمجھتا ہوں۔ تم نے سنا نہیں تھا کہ کرنل نعمان کیا کہہ رہا تھا۔ حریف کو ہر محاذ پر زیر کرنے کے زریں اصول سے استفادہ کرو لیکن میں کیا کروں میں تو تمہیں حریف نہیں سمجھتا۔ تم میرے حریف گروپ سے تعلق رکھتے ہوئے بھی میری حریف نہیں ہو۔ نیسٹ کی رکن ہونے کے باوجود میرے لئے تم ایک قابلِ احترام ہستی ہو۔ اگر تم مجھے اتنا ہی کم ظرف سمجھتی ہو...."

مریم نے اپنا نازک ہاتھ میرے ہونٹوں پر رکھ دیا "کم ظرف تو شاید میں ہوں۔ تمہارے بارے میں تو میں اس قسم کی بات سوچ بھی نہیں سکتی۔ میں نے تمہارے بارے میں جو کچھ سنا تھا تمہیں ویسا ہی پایا۔ اس روز رات کو جب تم سے دریائے فرات کے کنارے پہاڑیوں میں ملاقات ہوئی تھی اس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ انجانے میں میری ملاقات کس سے ہوگئی ہے۔ تمہاری اصول پسندی اور شرافت نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا۔ تمہاری شخصیت کے بارے میں میرے ذہن میں خلش ضرور پیدا ہوگئی تھی مگر تم نے اپنی باتوں سے مجھے الجھا دیا ورنہ ممکن تھا میں محض اندازے سے تمہاری شخصیت کے بارے میں جان جاتی اور بعد میں جب جیکب ہیسنر نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا تو میں نے بھی اسے اس رات تم سے ہونے والی ملاقات سے آگاہ کیا۔ جانتے ہو' اس کا تبصرہ کیا تھا۔ اس نے تمہیں ایک باظرف دشمن قرار دیا تھا جبکہ وہی شخص احمد رش کا نام سنتے ہی آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں کم ظرف نہیں ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا اور مجھے اس مسکراہٹ کا خمیازہ اس صورت میں بھگتنا پڑا کہ مریم برنشین نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔

"جو تمہیں کم ظرف کہے وہ خود کم ظرف ہے۔ یہ بات تو تمہارے بارے میں تمہارے دشمن بھی نہیں کہہ سکتے۔"

"یہ بتاؤ کہ اس رات ہمارے پاس سے جانے کے بعد تم کن حالات سے گزری تھیں؟"

"خوف سے میرے جسم کا رواں رواں کانپ رہا تھا" مریم نے میرے شانے پر سر رکھے رکھے مدھم آواز میں کہنا شروع کیا۔ "عراقی فوج کے نرغے میں آجانے کے تصور نے مجھے لرزہ رکھا تھا مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا کیا حشر ہونے والا ہے۔ ہمارے ساتھیوں کا کیا انجام ہوگا۔ پھر اندھیرا اتنا گھپ تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میرے ساتھی

کس پوزیشن میں ہیں اور ان تک پہنچنے کے لئے مجھے کون سا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ فائرنگ بھی رک چکی تھی اس لئے میں اندازہ بھی نہیں کرسکتی تھی کہ میرے ساتھی کس مقام پر ہوں گے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے کانکرڈ کے پاس پہنچ جانا چاہیے۔ میں پہاڑی نشیب و فراز سے گزر کر جب کانکرڈ کے پاس پہنچی تو اپنے ساتھیوں کو بھی وہاں موجود پایا۔ انہوں نے دریا والی سمت سے فرار ہونے کی کوشش کی تھی اور عراقی فوج کے گھیرے میں آنے کے بعد وہ سب واپس پلٹ آئے تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے درمیان موجود نہ پاکر مجھے مردہ فرض کرلیا تھا۔ مجھے زندہ پاکر انہوں نے ملے جلے ردِ عمل کا اظہار کیا۔ بہرحال تمام رات اس بات پر بحث و مباحثہ ہوتا رہا کہ ہم لوگ ہتھیار ڈال دیں یا مقابلہ کریں۔ جیکب ہیسنر مقابلہ کرنے پر بضد تھا جبکہ دیگر لوگ ہتھیار ڈال دینے کے حق میں تھے۔ وہ تو اچھا ہوا کہ دن نکلنے پر ہم نے خود کو اس طرح گھرا ہوا پایا کہ ہتھیار نہ پھینکنا خود کشی کے مترادف ہوگیا اور جیکب ہیسنر کو بھی بدرجہ مجبوری ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔"

"چلو کم از کم تمہیں اس بات کی خوشی تو ہوئی ہوگی کہ بے مقصد ہونے والا خون خرابہ رک گیا۔"

"مگر اس کا فائدہ کیا ہوا" مریم برنشین نے سر اٹھا کر کہا۔ "فوجی عدالت نے ہم سب کو سزائے موت سنادی ہے کل صبح میرے تمام ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔"

"مجھے اس کا افسوس ہے مریم!" میں نے دھیرے سے کہا "مگر ان لوگوں کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔"

"صرف میری جاں بخشی کی گئی ہے" مریم نے تلخ لہجے میں کہا "اور وہ بھی تمہاری خصوصی سفارش پر۔"

"میں سمجھتا ہوں مریم!" میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا "میں سب کی جان نہیں بچا سکتا تھا۔"

"اس لئے نہیں بچا سکتے تھے کہ وہ لوگ نہ تو میری طرح عورت تھے اور نہ ہی میری طرح حسین جسم کے مالک...."

کیا کہہ رہی ہو مریم!" میں نے تیز لہجے میں کہا "ہوش میں رہ کر گفتگو کرو۔ مانا کہ تمہیں اپنے ساتھیوں کو سزائے موت دیے جانے کا صدمہ ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ...

"سچ کس قدر تلخ ہوتا ہے" مریم زہریلے انداز میں ہنسی۔ "ایک گھونٹ بھی برداشت نہیں کرسکے۔"

میں نے بے بسی سے اسے دیکھا "معلوم نہیں تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ کس قسم کی باتیں کر رہی ہو۔"

"کتنے معصوم ہو۔ کس قدر انجان.... بھیڑ کی کھال میں بھیڑیے.... کتنے بڑے اداکار ہو تم۔ تم سے بڑا اداکار آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔ پہلے میری جاں بخشی کرائی اور اب یوں بن رہے ہو جیسے میرے جسم سے تمہیں کوئی سروکار ہی نہیں ہے۔ میں سب کچھ قبول کرسکتی ہوں اپنی یہ تذلیل برداشت نہیں کرسکتی۔ میں نے تو اپنی زندگی کے گل ہوتے ہوئے چراغ کو مزید کچھ دنوں تک روشن رکھنے کے لئے خود کو تمہاری خواہش پر تمہارے حوالے کیا تھا مگر اب تم یوں بن رہے ہو جیسے یہ تمہاری نہیں میری تمنا ہو۔ تم کس قدر سفاک اور بے رحم ہو۔ تمہیں کسی کے جذبات تک کا پاس نہیں ہے۔"

"تمہیں کوئی شدید قسم کی غلط فہمی ہوگئی ہے" میں نے تیزی سے کہا۔

"غلط فہمی" مریم ایک بار پھر تلخی سے ہنسی "شاید تم فوجی عدالت کے جج کو یہ ہدایت دینا بھول گئے تھے کہ فیصلے میں تمہاری خواہش کو شامل نہ کیا جائے۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو تم؟" میں نے اسے جھنجوڑ کر کہا "میں نے تمہاری جاں بخشی کے علاوہ کوئی خواہش نہیں کی تھی۔ مجھے بتاؤ کہ جج نے کیا فیصلہ سنایا تھا۔"

"تم مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے علی یار خان! تاہم میں وہ الفاظ ضرور دہراؤں گی... جج نے کہا تھا مریم برنشین کی سزائے موت کو اس وقت تک موخر کیا جاتا ہے جب تک علی یار خان کا دل اس سے نہ بھر جائے۔"

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے دل کی دھڑکنیں رک گئی ہوں۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے ساتھ اس قسم کا سلوک کیا جائے گا۔ پھر اچانک ہی میرے اندر کہیں بہت گہرائی سے اشتعال کی ایک لہر اٹھی جس نے میرے پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ میں ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے چہرے کے تاثرات نے مریم کو خوف زدہ کردیا تھا مگر میں اس کی طرف دیکھے بغیر دروازے کی طرف بڑھا۔ میرے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں سختی سے بھنچی ہوئی تھیں۔

میں نے دروازہ کھولا تو باہر متعین فوجی چونک پڑا مگر میں نے اسے کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں دی۔ میں اس پر کسی عقاب کی طرح جھپٹا تھا اور اس کے ہاتھ سے آٹومیٹک گن جھپٹ لی تھی۔ گن جھپٹنے کے ساتھ ساتھ میں نے اسے زمین پر گرا دیا تھا اور گن کا رخ فوجی کی طرف کردیا تھا۔ وہ فرش پر پڑا حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"کرنل نعمان کہاں ہے؟" میں نے سفاک لہجے میں فوجی سے پوچھا مگر اس کے کوئی جواب دینے سے قبل ہی مجھے سرسراہٹ کی سی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا۔ میں جس عمارت میں موجود تھا اس کا تعلق آرمی انٹیلی جنس سے تھا۔ حفاظتی انتظامات کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا تاہم یہ بات یقینی تھی کہ اس عمارت میں غیر معمولی انتظامات کئے گئے ہوں گے۔

اِدھر اُدھر دیکھتے وقت بھی میں فرش پر گرے ہوئے فوجی کی طرف سے پوری طرح ہوشیار تھا۔ میرے عقب میں کمرے کے کھلے ہوئے دروازے میں مریم برنسٹین کھڑی تھی۔ میں نے اس کی آہٹ سن لی تھی لیکن اس سرسراہٹ کا تعلق مریم کی ذات سے ہرگز نہ تھا اور نہ ہی روشن راہداری میں ہم تینوں کے علاوہ کسی اور کی موجودگی کی علامات نظر آرہی تھیں۔

فرش پر گرا ہوا فوجی حیرت سے پلکیں جھپکا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر غصے کی کوئی علامت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ کسی قدر خوفزدہ بھی تھا اور اس وجہ سے اس نے اٹھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کرنل نعمان کہاں ہے؟" میں نے دوبارہ فوجی کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے سختی سے کہا۔

"کیا بات ہے اخی؟ دفعتاً راہداری میں ایک آواز گونجی۔ تم ناراض کیوں ہورہے ہو؟" آواز پوشیدہ اسپیکروں کے ذریعے آئی تھی۔ اب مجھے اندازہ ہوا کہ چند لمحے قبل میں نے سرسراہٹ کی جو آواز سنی تھی وہ ان ہی پوشیدہ اسپیکروں کے آن کئے جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔

"کیا تم نے سنا نہیں؟" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ میں پوچھ رہا ہوں کرنل نعمان کہاں ہے؟"

"وہ سونے کے لئے جاچکے ہیں علی!" آواز دوبارا آئی "اگر ہمارے لائق..."

"نہیں، مجھے کرنل سے ہی کام ہے۔ اسی سے بات کروں گا مجھے بتاؤ کہ اس کی قیام گاہ کہاں ہے؟"

"کرنل بہت تھکے ہوئے تھے علی! اگر ضروری کام نہ ہو تو ... انتظار کرلیجئے۔"

"ہرگز نہیں" میں دہاڑا "میں اس سے اسی وقت بات کروں گا۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

"آپ بہت برہم معلوم ہوتے ہیں جناب! میں ان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس وقت تک آپ اپنے کمرے میں تشریف رکھیں۔"

"میری فکر کرنے کے بجائے وہ کرنے کی فکر کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔ میں یہیں ٹھیک ہوں۔"

دوسری طرف سے جواب میں کچھ نہیں کہا گیا۔ شاید وہ کرنل نعمان کو صورتِ حال سے مطلع کررہا تھا۔

چند منٹ بعد پوشیدہ اسپیکروں سے دوبارہ آواز سنائی دی۔ آپ اپنے کمرے میں تشریف رکھیں جناب! کرنل نعمان خود آپ کے پاس پہنچ رہے ہیں۔"

میں نے خونخوار نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اسپیکر نہ تو دیکھائی دے رہے تھے اور نہ ہی یہ اندازہ ہورہا تھا کہ وہ کس کس مقام پر نصب کئے گئے ہیں۔ فرش پر گرے ہوئے فوجی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ بدستور آنکھیں پٹ پٹا کر مجھے دیکھے جارہا تھا، پھر اس نے فرش سے اٹھنے کی کوشش کی۔

"خبردار" میں نے گرج کر کہا "جس پوزیشن میں ہو اسی میں پڑے رہو، اگر ہلنے جلنے کی کوشش کی تو..."

"اسے کچھ نہ کہیں علی!" نامعلوم مقام سے آنے والی آواز نے دخل اندازی کی "اسے تو آپ کی حفاظت اور مریم برنسٹین کی نگرانی پر مامور کیا گیا ہے۔"

میں نے بے پراوائی سے شانے جھٹکے۔ اس بات کا مجھے خود بھی اندازہ تھا مگر میں کوئی خطرہ مول لینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ فوجی کے ساتھ میں نے جو سلوک کیا تھا اس کے بعد اس سے کوئی بعید نہ تھا کہ مجھ پر جھپٹ پڑنے کی کوشش کر بیٹھتا۔ اسی لئے میں اس کی طرف سے محتاط رہنے پر مجبور تھا۔

مریم برنسٹین میرے عقب میں موجود تھی۔ اس کی زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہیں ہوا تھا۔ میرے غیر متوقع ردِ عمل پر وہ حیران تھی یا ممکن ہے کوئی اور وجہ رہی ہو، تاہم وہ کچھ بول نہیں رہی تھی اور دم سادھے اپنی جگہ کھڑی تھی۔ میں نے نہ تو پلٹ کر دیکھا اور نہ ہی اس سے کچھ کہا۔

چند منٹ یونہی گزر گئے۔ اس کے بعد راہداری میں قدموں کی چاپ ابھری اور کرنل نعمان ایک موڑ سے نمودار ہوتا نظر آیا وہ ہماری ہی طرف آرہا تھا۔

"کیا بات ہے علی؟" اس نے قریب آکر حیرت سے کہا۔ اس کی آواز بھاری ہورہی تھی اور آنکھیں سرخ تھیں۔ جسم پر شب خوابی کا لباس تھا۔ غالباً اسے کچی نیند سے اٹھ کر آنا پڑا تھا۔

"تم نے میرے ساتھ بہت خراب سلوک کیا ہے کرنل!" میں نے گن کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"خراب سلوک تو ہم نے صرف دشمنوں کے لئے وقف کر رکھا ہے علی! تم تو ہمارے قابل اعتماد دوستوں میں سے ہو۔"

"قابل اعتماد قرار دے کر تم میرے تشخص کو مجروح نہیں کرسکتے... نہیں یہ غلط ہے۔ تم نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ تو کوئی دشمنوں کے ساتھ بھی نہیں کرتا ہوگا۔"

"صاف صاف گفتگو کرو علی!" کرنل نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "تم کسی غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتے ہو۔"

"غلط فہمی کا شکار میں نہیں ہوا تم ہوئے ہو۔ تمہیں چاہئے تھا کہ میری کسی بات سے کوئی مطلب اخذ کرنے کے بجائے مجھ سے پوچھ لیتے کہ میرا مقصد کیا ہے۔"

"غلط فہمیاں دور کی جاسکتی ہیں علی! تم نے جو رویہ اختیار کیا ہے وہ نامناسب ہے" اس نے میرے ہاتھ میں موجود گن کی طرف اشارہ کیا۔

"میں انتظار نہیں کرسکتا تھا کرنل! اس لئے مجھے یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ ورنہ تمہارے ماتحت ٹال مٹول سے کام لیتے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو علی ... اپنی حیثیت سمجھنے کی کوشش کرو میرے کسی ماتحت میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ تم جیسے اہم آدمی کو ٹال سکے۔"

"ہوگا" میں نے بے پراوائی سے کہا "میرے پاس تمہارے بیان کی تصدیق کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

"اوہ" کرنل نعمان نے بڑی سنجیدگی سے کہا "لیکن میں اپنی بات ثابت کرسکتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے گھور کر دیکھا۔ اس کے لہجے میں چھپی ہوئی دھمکی میں نے محسوس کرلی تھی۔

"یہ گن تمہارے ہاتھ میں اس لئے موجود ہے کہ یہ علی یار خان کے ہاتھ میں ہے۔ کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی تو کب کی نکل چکی ہوتی۔"

"میری عمر زیادہ نہیں مگر میں نے ایسے دعوے بہت سنے ہیں اور میں نے ایسی باتوں سے مرعوب ہونا سیکھا ہی نہیں ہے۔"

"میں تمہیں مرعوب نہیں کررہا ہوں۔ یہ آرمی انٹیلی جنس سے متعلق عمارت ہے۔ کیا تم اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے کہ یہاں غیر معمولی حفاظتی انتظامات کئے گئے ہوں گے۔"

"غیر معمولی انتظامات سے انکار نہیں کیا جاسکتا مگر تم جادو کا دعوا کررہے ہو۔ اگر کسی نے مجھ سے گن چھیننے کی کوشش کی ہوتی تو اس کے لئے بہت سی قربانیاں بھی دینی پڑتیں۔"

کرنل نعمان ہنسا "بات اتنی آسانی سے تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی" اس نے کہا اور پھر اچانک زور سے بولا "اپ"

اس کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہوتے ہی معلوم نہیں کیا ہوا کہ میرے ہاتھوں پر ایک شدید جھٹکا لگا اور گن میرے ہاتھ سے نکل کر اڑتی ہوئی جاکر چھت سے چپک گئی۔ میں نے بوکھلا کر اوپر کی طرف دیکھا اور میری آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔ کوئی شخص میرے نزدیک نہیں آیا تھا مگر گن میرے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ کیا کرنل نعمان واقعی کوئی جادوگر تھا۔

میں نے ہونقوں کی طرح پہلے اپنے ہاتھوں اور پھر کرنل نعمان کی طرف دیکھا۔ اس کی ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ فرش پر گرا ہوا فوجی اٹھ کر اٹینشن ہوگیا تھا۔ مریم برنسٹین باہر راہداری میں نکل آئی تھی اور وہ بھی حیرت سے گن کی طرف دیکھ رہی تھی جو چھت سے چپکی ہوئی تھی۔

"مجھے امید ہے کہ اب تمہیں میری بات پر یقین آگیا ہوگا؟" کرنل نعمان نے مسکرا کر کہا۔

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ جواب میں کیا کہوں۔ میں ابھی تک حیرت کے جھٹکے سے نہیں نکل پایا تھا۔

"آؤ" کرنل نعمان نے مجھ سے نرم لہجے میں کہا "میرے کمرے میں چلو، جو کچھ کہنا چاہتے ہو میں اسے ضرور سنوں گا۔"

"تمہارے کمرے میں چلنا کیا ضروری ہے۔ ہم یہاں بھی بات کرسکتے ہیں۔"

"اب یہ جگہ محفوظ نہیں رہی۔ ہماری گفتگو آپریشن روم میں سنی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے، چلو۔ مگر مریم برنسٹین بھی میرے ساتھ جائے گی" میں نے کہا۔

ہم کرنل کی خواب گاہ میں پہنچے اور کرنل نے ہمیں کرسیوں پر بٹھایا۔ خود وہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"ہاں اب بتاؤ کیا بات ہے؟" اس نے کہا "تم کیوں اس قدر برہم ہورہے تھے؟"

"مریم برنسٹین کو تم نے میری خدمت میں بطور انعام پیش کیا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "کیا یہ کوئی جنس ہے جس کا لین دین کیا جائے؟"

"یہ سب کچھ تمہاری خواہش پر ہی تو ہوا تھا۔ تم نے مریم

ایک کارآمد کتاب جس کی آپ کو بھی ضرورت ہے
مسائل اور حل
قیمت ۳۰ روپے
ڈاک خرچ ۷ روپے
ہر شخص کسی نہ کسی الجھن یا مسئلے سے دوچار ہے۔ جذباتی، ازدواجی، ملازمت وغیرہ۔ یہ ہے تمام مسائل کا حل
اس کتاب کا
مطالعہ یقینی طور پر
آپ کے سکون کا باعث ہوگا
مکتبہ ہمسفر ... کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

برنسٹین کی جاں بخشی کے لئے کہا تھا۔ میں نے کوشش کر کے عارضی جاں بخشی کرادی۔ اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟"

"اب تم کن الفاظ میں تردید کرو گے؟" مریم نے زہریلے انداز میں مسکرا کر کہا "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تم ڈراما کر رہے ہو۔"

میں نے شدید غصے کے عالم میں پہلو بدلا "اگر میں نے مریم کی جاں بخشی کے لئے کہا تھا تو اس کی وجہ کیا بیان کی تھی؟" میں نے اپنے لہجے پر قابو رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"جب تک میں نے مریم کو دیکھا نہیں تھا اس وقت تک میں بھی یہی سمجھا تھا۔ یہ تو خوبصورتی کے اس پیکر کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ....."

"کرنل نعمان!" میں نے انتہائی سرد لہجے میں کہا "میرے نزدیک اپنا تشخص سب سے زیادہ اہم چیز ہے۔ چونکہ تم اسے برباد کرنے کے مرتکب ہوئے ہو اس لئے میرے اور تمہارے راستے الگ ہوئے۔ مجھے افسوس ہے کہ اب میں تمہارے لئے کوئی کام نہیں کرسکوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو" کرنل نے بوکھلا کر کہا "ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی جس پر تم برہم ہو رہے ہو۔"

"میں نے تم سے پوچھ لیا تھا کہ میں نے مریم برنسٹین کی سفارش کیا کہہ کر کی تھی اور جواب میں تم نے اپنے اخذ کردہ نتائج سنانے شروع کردئے۔"

"اوہ، تم برا مان گئے ...میں یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں میرا خیال ہے کہ تم نے کہا تھا کہ وہ امن پسند ہے اس لئے اس کی جاں بخشی کردی جائے۔"

"اور تم نے میری بات ماننے سے انکار کردیا تھا کہ مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی اور یہ کہ کوئی یہودی نہ تو امن پسند ہو سکتا ہے اور نہ ہی قابلِ اعتبار۔"

"مجھے یاد آگیا۔ بلاشبہ میں نے یہی سب کچھ کہا تھا" کرنل نعمان نے اثبات میں سرہلایا۔

"اس کے علاوہ میرے اصرار پر تم نے یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا مریم برنسٹین بہت حسین ہے؟"

"قدرتی بات ہے۔ تمہارے اصرار پر مجھے شبہ ہوا تھا کہ کہیں تم مریم کے حسن کے جال میں نہ پھنس گئے ہو مگر تمہاری وضاحت کے بعد میں نے تمہاری بات تسلیم کرلی تھی۔"

"کہاں تسلیم کی تھی۔ اگر تم نے میری بات پر یقین کرلیا ہوتا تو یہ نوبت نہ آنے پاتی ...مریم کی جاں بخشی کرتے ہوئے وہ الفاظ نہ استعمال کئے جاتے جن کے باعث میری توہین ہوئی ہے۔"

"کون سے الفاظ؟" کرنل نعمان نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"مریم برنسٹین کی موت اس وقت تک موخر کی جاتی ہے جب تک علی یار خاں کا دل اس سے نہ بھر جائے۔"

کرنل نعمان اچھل کر کھڑا ہوگیا "یہ کیا بکواس ہے۔ اس قدر بے تکی بات میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں سنی۔"

میں نے بڑے غور سے اسے دیکھا۔ مجھے شبہ تھا کہ وہ اداکاری کر رہا ہے مگر میں ایسی کوئی علامت تلاش نہ کرسکا جس کی بنا پر اس کے ردِعمل کو اداکاری قرار دیا جاسکتا۔ تو پھر یہ سب کیا تھا۔ مریم برنسٹین تو کہہ رہی تھی کہ فیصلہ سناتے وقت وہی کہا گیا تھا جو میں نے کرنل کے سامنے دہرایا تھا۔ تو پھر کرنل کی حیرت چہ معنی دارد۔ کیا وہ ان الفاظ سے بے خبر تھا۔

"میں تمہیں بہت ذہین سمجھتا تھا علی! کیا تم خود غور نہیں کرسکتے کہ دنیا کی کوئی بھی عدالت اپنے فیصلے میں اس قسم کے الفاظ استعمال نہیں کرسکتی؟"

میں اسے کیا جواب دیتا۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا اور اس کی بات دل کو لگ رہی تھی۔ اس قسم کے الفاظ واقعی کوئی عدالت اپنے فیصلے میں شامل نہیں کرسکتی... تو پھر اس کا واحد مطلب یہ تھا کہ مریم برنسٹین نے جھوٹ بولا تھا۔ یہ خیال آتے ہی میری نگاہ مریم کے چہرے کی طرف اٹھ گئی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ اس سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی پھر بھی میں نے اس سے سوال کیا۔

"جج کے فیصلے کے بارے میں تم نے مجھے خبر دی تھی اور تم نے کرنل کا ردِعمل بھی دیکھ لیا۔ اب تم کیا کہتی ہو؟"

یادداشت بڑھانے، مطالعہ کرنے اور امتحان دینے کے کارآمد نفسیاتی طریقے۔
ہر شخص کے لیے کارآمد۔ طالب علموں کے لیے بے بہا تحفہ۔
امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے
اگر آپ بھول جانے کے مرض میں مبتلا ہیں تو یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ یادداشت کس طرح بہتر بنائی جاسکتی ہے۔
اس کتاب کا مطالعہ کرکے آپ "بھول جانے" کے مرض سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کرلیں گے۔
کتاب کے چند عنوانات
کامیاب مطالعہ کے چند نفسیاتی اصول۔
مطالعہ کے گیارہ اہم اصول۔
کتابوں کے کیڑے نہ بنیے۔
مطالعے سے کیا مراد ہے؟
تعلیم کا صحیح مصرف
دماغی انتشار اور اس کا سدِباب۔
مطالعے میں یکسوئی پیدا کرنے کے طریقے۔
آپ کی یادداشت بھی اچھی ہے۔
ہمارا ذہن اور قوتِ یادداشت۔
خود اعتمادی کس طرح پیدا کی جاسکتی ہے؟
ہم بھولتے کیوں ہیں؟
قیمت ۲۵ روپے — ڈاک خرچ ۱۶ روپے
کراچی

جواب دینے کے بجائے وہ رونے لگی "مجھے کچھ نہیں معلوم" اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر کہا "میری سمجھ میں نہیں آرہا۔ شاید موت کی خوف نے میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب کرلیں ہیں۔"

"میں تم سے شرمندہ ہوں کرنل!" میں نے دھیمی آواز میں کہا "میں نے بلاوجہ تمہاری نیند بھی خراب کی۔ تم شاید سو رہے تھے۔"

"اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مجھے خوشی ہے کہ تمہاری غلط فہمی دور ہوگئی تاہم یہ افسوس بھی ہے کہ تم ایک یہودی کی باتوں میں آگئے۔"

"یہودی مت کہو کرنل! صرف عورت کہو، صنف نازک کہو اور عورت کہو۔ وہ بھی تو ایک عورت ہی تھی جس نے آدم کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔"

کرنل ہنس پڑا "کہتے تو تم ٹھیک ہو مگر وہ پہلی غلطی تھی۔ ہمیں اس مثال سے عبرت پکڑنی چاہئے اور سبق حاصل کرنا چاہئے۔"

"کوئی کتنا ہی دامن کیوں نہ بچائے، بنتِ حوا کے جال میں کہیں نہ کہیں پھنس جاتا ہے۔"

"جو اس میدان کے کھلاڑی ہوتے ہیں وہ بچ جاتے ہیں۔ اگر تم بھی میرے کہنے پر عمل کرتے ہوئے کھیل میں شامل ہوگئے ہوتے تو تم بھی بچ جاتے۔"

"میں اس کھیل سے بھی دور رہنا چاہتا ہوں اور اس صنف سے بھی" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "شاید یہ پہلا موقع تھا کہ میں یوں بے وقوف بن گیا۔"

"ہم نے محض اس ایک وجہ سے احمد رش سے کام لینے سے گریز کیا تھا کہ وہ جذباتی ہے اور تمہیں اس لئے ترجیح دی کہ تم عقل سے کام لیتے ہو مگر اب ہمیں بہت کچھ سوچنا پڑے گا۔"

میں نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا "میں پہلے ہی اظہار ندامت کرچکا ہوں کرنل! کیا اتنا کافی نہیں ہے؟"

"میدانِ عمل میں اس قسم کی غلطی کرو گے تو تلافی ناممکن ہو جائے گی۔ اس وقت تو خیر تم اپنوں کے درمیان ہو۔ وہاں تو کوئی معذرت بھی کام نہیں آئے گی۔"

"قصوروار تم بھی ہو کرنل! تمہیں مریم کو مجھ سے ملوانے کے لئے یہ سب حرکتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ملاقات کی خواہش کا اظہار بھی تم نے کیا تھا اور اس کی جاں بخشی کے لئے بھی تم نے ہی سفارش کی تھی۔ میرے لئے جس حد تک کچھ کرنا ممکن تھا، میں نے کیا۔"

"بنیادی بات یہ ہے کہ تم نے مجھے سمجھنے میں غلطی کی۔ مریم سے اس انداز میں نہیں ملنا چاہتا تھا اور نہ ہی یہ چاہتا تھا کہ اسے میرے حوالے کردیا جائے۔"

"مریم برنسٹین نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ اس کی اپنی ذہنی اختراع ہے۔ اس کے دوسرے ساتھیوں کو سزائے موت دے دی گئی ہے اور اس کی جاں بخشی کے لئے جج نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں کہ علی یار خاں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے فی الحال اس کی جاں بخشی کی جارہی ہے۔"

"حالات کے پیش نظر میں مریم کو زیادہ موردِ الزام بھی نہیں ٹھہرا سکتا تھا۔ معلوم نہیں اس نے کیا سوچ کر مجھ سے یہ بات کہی ہوگی۔ ایک ایسے شخص کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگانا آسان نہیں ہے جسے معلوم ہوگیا ہو کہ اب اس کی زندگی کے دن گنے جاچکے ہیں۔"

مریم نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرا ذہن شل ہو کر رہ گیا ہو" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "مجھے خود نہیں معلوم کہ میں نے کیا سوچ کر تم سے وہ بات کہی تھی۔"

"تمہارے لاشعور میں ضرور یہ بات رہی ہوگی کہ اس سے کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور ہوگا۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ میرے لاشعور میں کیا تھا۔ بس اچانک ہی یہ بات میرے ذہن میں آئی اور میں نے کہہ ڈالی۔"

"معلوم نہیں تم اسے تسلیم کروگی یا نہیں کہ تم میرے جسمانی قرب کی خواہاں ہو؟" میں نے کرنل نعمان کی موجودگی کی پروا کئے بغیر مریم برنسٹین سے کہا "اور تمہاری یہ خواہش بہت شدید ہے؟"

مریم نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا "ایک درست بات کو تسلیم کرنے میں مجھے کوئی تامل نہیں ہے" اس نے کہا۔

"تمہاری دوسری شدید خواہش یہ کہ کسی طرح تم اس قید سے نکل جاؤ۔ ظاہر ہے آزادی کی خواہش کسے نہیں ہوتی۔ تمہاری ان دونوں خواہشوں میں سے ایک کی تکمیل تو قطعی ناممکن نظر آتی ہے۔ یعنی آزادی کی خواہش...دوسری خواہش کی تکمیل کا تمہیں یقین تھا مگر جب تمہیں اس میں بھی غیر متوقع ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو تم نے جھنجلاہٹ میں مجھ پر ایک بے بنیاد الزام عائد کردیا۔ لاشعوری طور پر تمہیں اس کا یقین ہوگا کہ اس کا مثبت یا منفی کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور نکلے گا۔ گومگو کی کیفیت ختم ہوگی اور تمہیں بے یقینی سے نجات مل جائے گی۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم اس جھوٹ کے نتیجے میں تمہیں زندگی ہی سے نجات مل جائے گی۔ ایسی زندگی کا کیا فائدہ جس میں ہر آن موت کا دھڑکا لگا رہے؟"

"ہاں، ایسی زندگی کا کوئی فائدہ نہیں" مریم ہذیانی انداز میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بولی "میرے تمام ساتھیوں کو موت کی گھاٹ اتارنے کے باوجود تم نے مجھے سسکنے کے لئے زندہ کیوں چھوڑ دیا۔ مجھے ایسی زندگی نہیں چاہئے یا مجھے زندگی کی نوید سناؤ یا پھر مجھے بھی موت کے گھاٹ اتاردو..."

میں نے اس کے شانے پر ہولے سے تھپکی دی "ہر چیز کا ایک وقت معین ہوتا ہے مریم! حوصلہ رکھو۔"

"کاش تم اس کیفیت سے دوچار ہوتے جس سے میں دوچار ہوں تو میں پوچھتی کہ ایسے حالات میں کوئی کس طرح حوصلہ برقرار رکھ سکتا ہے" اس نے سسکتے ہوئے کہا۔

"چلو اٹھو" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا "مزید گفتگو کمرے میں چل کر کریں گے۔"

"صبح مجھ سے مل لینا تاکہ ہم آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے کر سکیں" کرنل نعمان نے کہا اور میں سر کو اثباتی جنبش دیتا ہوا مریم کو ساتھ لے کر خواب گاہ سے باہر نکل گیا۔

چند منٹ بعد میں مریم کے ساتھ دوبارا اپنے کمرے میں موجود تھا۔ کمرے کے دروازے پر وہی فوجی موجود تھا۔ اس کے انداز سے ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ کچھ دیر قبل ہمارے درمیان کسی قسم کی تلخی ہوئی تھی۔ اس نے پہلے کے سے مودبانہ انداز میں مجھے سلیوٹ کیا تھا۔ فوجی کے ہاتھ میں گن موجود تھی گن دیکھ کر میری نگاہ بے ساختہ چھت کی طرف اٹھ گئی تھی جہاں وہ جادوئی طریقے سے میرے ہاتھ سے نکل کر جا لگی تھی مگر وہ اب وہاں نہیں تھی۔ باتوں میں الجھ کر مجھے کرنل نعمان سے اس کے بارے میں پوچھنے کا خیال ہی نہیں رہا تھا۔ اب یہ بات صبح ہی معلوم کی جا سکتی تھی۔

"ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں مریم"! کمرے میں پہنچنے کے بعد میں نے کہا ہمیں ایک دوسرے سے کسی رعایت کی توقع بھی نہیں رکھنی چاہئے۔"

"میں تو دشمن نہیں ہوں علی! میں نے تو ہمیشہ جنگ کی مخالفت اور امن کی بات کی ہے۔"

"اس کی باوجود چونکہ تمہارا تعلق دشمن قوم سے ہے اس لئے تم ہماری دشمن ہی قرار پاؤ گی۔"

"یعنی فرد کی کوئی اہمیت نہیں ہے" مریم نے افسردہ لہجے میں کہا "آدمی کو صرف قوموں سے تعلق رکھنے کے بنیاد پر پرکھا جاتا ہے۔ انفرادی خیالات اجتماعی طرز فکر کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔"

"گیہوں کے ساتھ گھن تو پستے ہی ہیں مریم! یہ کوئی نئی بات نہیں۔"

"یہ بھی تو دیکھنا پڑتا ہے کہ پیسنے والا کون ہے۔ اور پھر گھن کو پسنے سے بچانا اگر ممکن ہو تو کون جانتے بوجھتے اسے کھانا گوارا کرے گا؟"

"اس معاملے میں میں خود بے بس ہوں۔ یہاں میری کوئی حیثیت نہیں ہے جس کے زور پر میں تمہارے کسی کام آسکوں۔"

"تم کم از کم اپنی ذاتی حیثیت میں ہی میرے حق میں فیصلہ صادر کر سکتے ہو۔"

"میں اگر ایسا کر بھی دوں تو اس سے تمہاری صحت پر کیا اثر پڑے گا؟"

"میں سکون سے مر تو سکوں گی۔ مرتے وقت مجھے یہ اطمینان تو ہوگا کہ اس دنیا میں کم از کم ایک آدمی تو ایسا ہے جس کی نظروں میں میں بے قصور ہوں۔"

"تم میرے خیالات سے آگاہ ہو مریم! ذاتی طور پر میں تمہارے خیالات کا معترف ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں تمہیں سزائے موت دینا زیادتی ہے لیکن اس سلسلے میں میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اس معاملے میں میں بالکل اسی طرح بے بس ہوں جس طرح اسرائیل کے سامنے بے بس ہوں۔"

"شکریہ علی یقین کرو تمہارے یہ خیالات میرے لئے بڑا اثاثہ ہیں، لیکن تمہارا یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ تم اسرائیل کے سامنے بے بس ہو۔"

"یہ ٹھیک ہے کہ میں نے اسرائیل کے مفادات کو بھاری نقصانات پہنچائے ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ میں اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں اس وقت تک خود کو بے بس ہی تصور کرتا رہوں گا جب تک کہ فلسطین آزاد نہیں ہو جاتا۔"

"سیاسی باتیں مت کرو علی"! مریم نے کہا "باتوں میں نظریاتی اختلاف کے علاوہ رکھا ہی کیا ہے۔"

"تم نیسٹ کی رکن ہو، خالص سیاسی شخصیت ہو۔ تمہیں ان باتوں میں خاصی دلچسپی ہونی چاہئے۔"

مریم تلخی سے ہنسی "جب آدمی یقینی موت سے دوچار ہو تو اسے سیاست سوجھ ہی نہیں سکتی۔"

"میرا خیال ہے اب سو جانا چاہئے۔ رات کافی گزر چکی ہے تمہیں بھی نیند آرہی ہوگی۔"

کمرے میں ایک ہی بیڈ تھا اور شاید اسی وجہ سے مریم سونے کے لئے فوراً تیار بھی ہو گئی تھی مگر میں نے سختی کے ساتھ اسے یہ فیصلہ سنایا تھا کہ میں رات صوفے پر سو کر گزاروں گا۔

اگلی صبح میں پھر کرنل نعمان کی آفس میں موجود تھا۔ "تم تفریح کرنا بھی سیکھو" کرنل نے مجھ سے کہا "ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔"

"اسرائیل کے خلاف سرگرم عمل رہنا ہی میری تفریح ہے اور اگر مجھ سے میری یہ تفریح بھی چھین لی گئی تو میں واقعی تباہ ہو جاؤں گا۔"

"تم عجیب آدمی ہو تاہم تمہارا یہ طرز فکر بہت عمدہ ہے اور خاص طور پر ہمارے لئے بہت سود مند ہے۔ میں تو چاہ رہا تھا

چند دن بے فکری سے گزار کر تم تازہ دم ہو جاؤ تو کوئی نئی مہم سونپی جائے۔"

"تم مجھے ہر وقت تازہ دم پاؤ گے کرنل! مگر اس سے پہلے یہ بتادو کے کل رات میرے ہاتھ سے گن کس طرح نکل گئی تھی؟"

کرنل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی "اس عمارت میں طرح طرح کے حفاظتی انتظامات ہیں۔ رات تم نے جو کچھ دیکھا یہ ان انتظامات کی ایک ہلکی سی جھلک تھی۔"

"میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ یہاں کیا کیا حفاظتی انتظامات ہیں مگر اس ایک معاملے میں تو میرا ذہن صاف کردو۔ تم نے صرف ایک لفظ ادا کیا تھا 'اپ' اور کسی غیر مرئی قوت نے گن میرے ہاتھ سے چھین لی' نہ صرف چھینی بلکہ وہ چھت سے جا کر چپک گئی۔ بعد میں میں نے دیکھا کہ وہی گن دوبارا فوجی کے ہاتھ میں موجود تھی۔"

"کیا تم نے اس معاملے پر غور نہیں کیا؟" کرنل نے کہا۔ تمہاری سمجھ میں کیا آتا ہے؟"

میری سمجھ میں اگر کچھ آگیا ہوتا تو تم سے کیوں پوچھتا۔ میں نے تو بہت غور کیا مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔"

"پھر تو ہمیں اس بات پر نازاں ہونا چاہئے کہ تم جیسا ذہین آدمی بھی اسے نہیں سمجھ سکا۔ حالانکہ یہ ایک بہت معمولی سی بات ہے۔"

"ہوگی" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا "بعض اوقات سامنے کی بات بھی سجھائی نہیں دیتی۔"

"پوری عمارت میں جگہ جگہ چھتوں پر مقناطیس نصب ہیں۔"

"مقناطیس!" میں نے حیرت سے کہا "کیا تم نے مقناطیس کو بھی اپنے تابع کر لیا ہے؟"

کرنل ہنس پڑا "وہ مصنوعی مقناطیس ہیں اور انتہائی طاقتور ہیں۔ عام حالات میں وہ لوہے کے عام ٹکڑے ہوتے ہیں مگر جب ان میں سے طاقت ور برقی رو گزاری جاتی ہے تو وہ انتہائی باقوت مقناطیس میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔"

"اوہ!" میں نے ہونٹ سکیڑ لئے "گویا تم پہلے سے طے کر کے آئے تھے کہ جب تم 'اپ' کہو گے اس وقت کنٹرول روم میں موجود شخص لوہے کے اس ٹکڑے میں جو اتفاق سے میرے عین اوپر چھت میں نصب ہے 'برقی رو دوڑا دے گا؟"

"تم بالکل ٹھیک سمجھے۔ جب مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ تم نے فوجی سے گن چھین لی ہے اور خاصے غصے میں ہو تو میں نے فوری طور پر یہ ہدایت جاری کر دی تھی۔ ایک اسی بات سے تم اندازہ کر سکتے ہو کہ یہاں تمہاری پوزیشن کیا ہے۔ تمہیں بڑی آسانی سے غیر مسلح کیا جا سکتا تھا مگر نہیں کیا گیا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ تم ہر حال میں ہمارے دوست ہو۔ دنیا کا کوئی مسلمان تمہارے کارناموں سے انکار نہیں کر سکتا۔ یہودیوں کے خلاف تمہاری کاوشیں پوری دنیا تسلیم کرتی ہے۔"

"شکریہ کرنل"! میں نے آہستگی سے کہا "تم کوئی مہم میرے سپرد کرنے کی بات کر رہے تھے؟"

"ہاں" کرنل نے دو فائلیں میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ فائلیں پڑھ لو' اس کے بعد ہم آئندہ مہم پر بات کریں گے۔"

"ٹھیک ہے کرنل"! میں نے فائلیں لے کر اٹھتے ہوئے کہا "میں انہیں پڑھ لوں گا۔"

"ان پر ابھی نظر ڈال لو" کرنل نے بے صبری سے کہا "تمہارے کمرے میں مریم برنشٹین بھی موجود ہے۔ یہیں بیٹھ جاؤ اور سکون سے ان فائلوں کا مطالعہ کر لو۔"

میں دوبارہ بیٹھ گیا تو کرنل نے کہا "میں تمہیں مختصراً بتادوں یہ موساد کے دو ایجنٹوں سے متعلق فائلیں ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام ٹارمنڈو ہے جو اٹلی کا باشندہ ہے۔ دوسرے کا تعلق کیوبا سے ہے اور اس کا نام نارمن شیلوف ہے۔ یہ دونوں اس وقت ہماری قید میں ہیں۔ یہ ان دونوں کی بدقسمتی اور ہماری خوش قسمتی تھی کہ یہ ہمارے ہاتھ لگ گئے ورنہ یہ دونوں ہی بہت چالاک اور تیز طرار ایجنٹ ہیں اور پہلی بار گرفتار ہوئے ہیں۔ انہیں عراق کی جنگی صلاحیت سے متعلق معلومات بہم پہنچانا تھیں مگر یہ خود ہمارے ہتھے چڑھ گئے۔"

"میں فائلیں دیکھ لیتا ہوں کرنل اس کے بعد ہی کوئی بات ہو سکے گی۔"

اس کی بعد میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک فائلوں میں مستغرق رہا اس دوران کرنل نعمان دوسرے کام نمٹاتا رہا تھا۔

"تم نے ان دونوں کے بارے میں بڑی تفصیلی معلومات جمع کی ہیں کرنل! اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمہارا محکمہ بہت فعال ہے۔"

"یہ معلومات ہمارے لئے بے حد ضروری تھیں۔ ہمارا پروگرام یہ تھا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے میک اپ میں اپنے کسی ایجنٹ کو اسرائیل کی صفوں میں پہنچا دیا جائے۔"

"بہت عمدہ آئیڈیا ہے کرنل!" میں نے بے ساختہ کہا۔ "لیکن تم نے ابھی تک اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟"

"ہماری راہ میں بہت دشواریاں حائل تھیں" کرنل بولا۔ "سب سے پہلا مرحلہ تو ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا تھا جو کسی نہ کسی طرح ہم نے حاصل کر لیں۔ اس کے بعد میک اپ کا مسئلہ تھا۔ ہمارے پاس میک اپ کا کوئی ایسا ماہر نہیں تھا جو کسی کی ہو بہو نقل تیار کر سکے۔"

"تمہارا یہ مسئلہ تو حل ہو گیا۔ اب تو تمہارے پاس ماہرین

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی ٹیم موجود ہے۔"

"اس کے لئے ہم تمہارے ممنون ہیں مگر اب بھی ہمارے پاس کوئی ایسا ایجنٹ موجود نہیں ہے جو ان دونوں میں سے کسی کے بھی حلئے پر پورا اترتا ہو اور ان کی آواز اور چال ڈھال کی کامیاب نقل اتار سکے۔"

گویا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے یہ کام کرنا قبول کرلوں؟" میں نے کہا۔

"ہاں" کرنل نے اثبات میں سر ہلایا "میری خواہش تو یہی ہے۔ اگر تم تیار ہو تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔"

"خوش قسمتی تو میری ہوئی کرنل کہ اس طرح مجھے اسرائیل کو کوئی بڑی زک پہنچانے کا موقع مل جائے۔"

"اسرائیل میں داخل ہونے کے بعد تمہیں ہر قسم کے مواقع حاصل ہوں گے۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ اس طرح کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکوں گا تاہم اس امکان کو یکسر مسترد بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ممکن ہے مجھے کوئی موقع مل ہی جائے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم کام کرنے کے لئے تیار ہو؟" کرنل نے خوش ہو کر کہا۔

"کب نہیں تھا کرنل! میں نے تو ابتداء ہی میں رضامندی ظاہر کردی تھی لیکن اگر کسی موقع پر میں نے محسوس کیا کہ مجھے کوئی بڑا فائدہ نہیں ہو رہا ہے تو میں اس کام سے بھاگ نکلوں گا۔"

"مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے" کرنل نے بڑے جوش سے کہا "اب ہم اس منصوبے پر عمل پیرا ہونے کے لئے تفصیلات طے کرلیں۔ ان دونوں میں سے تم کس کا میک اپ آسانی سے کرسکو گے۔"

"یہ بڑا الجھا ہوا معاملہ ہے کرنل! نارمنڈو کا تو قد مجھ سے چھوٹا ہے لہٰذا اس کا میک اپ کرنا تو ممکن ہی نہیں ہے۔ نارمن شیلوف قد و قامت میں تو میرے مماثل ہے مگر مسئلہ ہے زبان کا۔"

"شاید تم نے توجہ سے نہیں پڑھا۔ وہ صرف تین زبانیں بول سکتا ہے۔ چوتھی زبان اسے آتی ہی نہیں ہے۔"

"اوہ ہاں، مجھے یاد آیا۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ فائل میں لکھا تو ہے کہ وہ انگریزی، فرانسیسی اور عبرانی زبانیں بول اور سمجھ سکتا ہے۔ مجھے دراصل اس بات سے مغالطہ ہوا تھا کہ وہ کیوبن نژاد ہے۔ ممکن ہے کیوبن کا تذکرہ اس لئے نظر انداز کیا گیا ہو کہ وہ تو اس کی مادری زبان ہے ہی۔"

"وہ اپنی مادری زبان کا ایک بھی لفظ نہ تو بول سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ اس کی پیدائش فلسطین میں ہوئی تھی جہاں دیگر بہت سے یہودیوں کی طرح اس کے باپ نے بھی زمینیں خریدی تھیں اور وہیں جاکر آباد ہوگئے تھے۔ نارمن شیلوف بہت چھوٹا تھا جب اس کے والدین یکے بعد دیگرے فوت ہوگئے۔ کوئی قریبی رشتے دار نہ ہونے کی وجہ سے اس کی پرورش کیمپوں میں ہوئی جس کی تفصیل فائل میں موجود ہے۔ بعد میں اس کی صلاحیتیں دیکھتے ہوئے اسرائیلی حکومت نے اس کی بطور خاص تربیت کی اور اس وقت وہ موساد کا ایک اہم ترین ستون ہے۔"

"یہ تینوں زبانیں تو میں بھی روانی سے بول سکتا ہوں لہٰذا اس طرف سے تو بے فکری ہوئی۔ اب مسئلہ رہ گیا اس کے لب و لہجے اور چال ڈھال کی نقل اتارنے کا تو میرے لئے یہ بھی زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔"

"میں تمہاری صلاحیتوں کا عملی مظاہرہ دیکھ چکا ہوں" کرنل مسکرایا "تو اب میں نارمن شیلوف سے تمہاری ملاقات کرادوں۔"

"ملاقات تو ہوتی رہے گی۔ پہلے یہ بتاؤ اس سے ملنے کے لئے کہاں جانا پڑے گا"

"کہیں بھی نہیں" کرنل نعمان نے مسکرا کر کہا "وہ اسی عمارت کی تہہ خانے میں قید ہے۔"

"اوہو!" میں نے حیرت سے کہا "اور نارمنڈو کو کس جگہ قید رکھا گیا ہے؟"

"وہ بھی یہیں ہے۔ چونکہ تمہیں ان دونوں سے ملانا ضروری تھا اس لئے انہیں یہاں منتقل کردیا گیا ہے ورنہ وہ دونوں کہیں اور قید تھے۔"

"کیا وہ دونوں ایک دوسرے کی موجودگی سے واقف ہیں؟" میں نے کرنل سے پوچھا۔

"ہاں، لیکن انہیں کل ہی یکجا کیا گیا ہے۔ اس سے قبل انہیں ایک دوسرے کے قید ہوجانے کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔"

"یہ معلومات جو ان فائلوں میں موجود ہیں ان میں سے کتنے فیصد ان دونوں سے حاصل کی گئی ہیں۔"

"ہم نے ان پر بہت تشدد کیا مگر ان سے برائے نام معلومات حاصل کرسکے۔ فائلوں میں موجود معلومات کا بڑا حصہ ہم نے اپنے ذرائع سے حاصل کیا ہے۔"

"ان دونوں کو یکجا کرنے کے بعد ان کی گفتگو سننے کی کوشش نہیں کی گئی؟"

"وہ بہت منجھے ہوئے ایجنٹ ہیں۔ انہوں نے ایسی باتیں ہی نہیں کیں جن سے ہمیں کسی قسم کی معلومات ہوسکتیں۔ ان کی زیادہ تر باتیں بھی نجی نوعیت کی تھیں۔"

"گویا ان فائلوں میں موجود معلومات کو قابل اعتبار قرار دیا جاسکتا ہے۔"

"یہ معلومات سو فیصد درست ہیں اور انہیں خاص اس نقطہ نظر سے حاصل کیا گیا ہے کہ ہم ان سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں

"چلو یہاں تک تو معاملہ طے پاگیا کہ میں نارمن شیلوف کا میک اپ کرلوں گا۔ یہاں سے اسرائیل پہنچنے کے بعد مجھے کوئی بڑا خطرہ بھی نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس فائل سے حاصل شدہ معلومات اتنی کافی ہیں کہ اگر ذہانت سے کام لیا جائے تو پکڑا جانا محال ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عراق کی ملٹری انٹیلی جنس کے چنگل سے فرار ہونے میں کامیابی کس طرح حاصل کروں گا؟"

"تمہیں فرار ہونے کی کیا ضرورت ہے؟" کرنل نعمان نے کہا "تم کوئی قیدی تھوڑا ہی ہوگے۔ ہم ایسے انتظامات کریں گے کہ تم کسی کی نظروں میں آئے بغیر نہ صرف عراق سے نکل جاؤ گے بلکہ ہم تمہیں کسی ایسے ملک تک بھی پہنچوادیں گے جہاں سے تم بہ آسانی اسرائیل جاسکو گے۔"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا" میں نے کہا "میں نارمن شیلوف کے افسران کو مطمئن کس طرح کرسکوں گا؟"

"انہیں یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ تم ملٹری انٹیلی جنس کی قید میں تھے۔"

"اس کے بغیر میں انہیں کس طرح مطمئن کرسکوں گا؟ آخر دو ماہ تک لاپتا رہنے کا کوئی جواز تو پیش کرنا ہی ہوگا۔"

"یہ بتانا ضروری نہیں ہوگا کہ تم قید ہوگئے تھے۔ اس کے بجائے تم انہیں کوئی بھی کہانی سنا کر مطمئن کرسکتے ہو۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ موساد کے عہدیداروں کو اتنی آسانی سے بے وقوف بنایا جاسکتا ہے۔ وہ نرے احمق تو نہیں ہیں۔"

"کیا تمہارے ذہن میں کوئی خاص اسکیم ہے؟" کرنل نے پوچھا۔

"ہے تو سہی مگر اس کے لئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تم ان دونوں کو گرفتار کرنے میں کیوں کر کامیاب ہوئے تھے؟"

"بصرہ میں ایک غیر ملکی شپنگ ایجنسی ہے۔ یہ بات اتفاقاً ہمارے علم میں آئی تھی کہ اس شپنگ ایجنسی کی آڑ میں کچھ اور بھی کام ہو رہا ہے۔ ایجنسی کا مالک عراق پہنچنے والے موساد کے ایجنٹوں کی مالی اعانت کرتا ہے اور انہیں مختلف قسم کی سہولتیں فراہم کرتا ہے۔ ہم نے اس کی نگرانی شروع کرادی اور اس کے ذریعے ان دونوں تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔"

"پھر تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عراق میں موجود موساد کے ایجنٹوں اور موساد کے درمیان رابطے کا کام سرانجام دیتا ہو۔"

"ہمارا اپنا خیال بھی یہی ہے" کرنل نعمان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "یقیناً آرتھر ہی ان دونوں سے اطلاعات وصول کرکے موساد تک پہنچاتا ہوگا۔ ورنہ ان کے پاس سے ایسی کوئی چیز ضرور برآمد ہوتی جس کے ذریعے یہ لوگ پیغام رسانی کرتے ہوں۔"

"تو کیا آرتھر کے پاس سے بھی ایسی کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی؟"

"آرتھر کے پاس سے؟" کرنل نعمان نے حیران ہو کر کہا "اسے ہم نے گرفتار ہی کہاں کیا؟"

"گرفتار نہیں کیا؟" میں نے بھی حیرت سے کہا "مگر کیوں گرفتار نہیں کیا؟"

"دراصل وہ رابطے کا آدمی ہے۔ ہمیں توقع تھی اور ہے کہ اس کے ذریعے مزید ایجنٹوں کو گرفتار کرسکیں گے۔ اس لئے ہم نے اسے چھیڑنے سے گریز کیا ہے۔"

"اسے گرفتار نہ کرکے بلاشبہ تم نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ مستقبل میں آرتھر تمہارے بہت کام آئے گا مگر تم نے یہ بات نظر انداز کردی کہ عراق میں کام کرنے والے تمام ایجنٹ اسے باقاعدہ رپورٹ دیتے ہوں گے اور جب اسے کسی ایجنٹ کی طرف سے رپورٹ نہیں ملتی ہوگی تو وہ ہیڈ کوارٹر کو مطلع کردیتا ہوگا۔"

"تم یہ کیوں کہہ رہے ہو کہ ہم نے یہ بات نظر انداز کردی ہے۔ یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔"

"مقصد یہ ہے کہ ان دونوں ایجنٹوں کی گمشدگی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ کسی دشمن ملک میں کوئی ایجنٹ اتنا طویل عرصہ غائب رہے تو اس کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے کہ اسے گرفتار کرلیا گیا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" کرنل نعمان نے کہا "مگر میں اب بھی نہیں سمجھ سکا کہ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہاری اس بات کا جواب دے رہا تھا کہ انہیں یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ میں ملٹری انٹیلی جنس کی قید میں تھا۔"

کرنل ہنس پڑا "تم بہت گھما پھرا کر گفتگو کرتے ہو۔ خیر اگر یہی بات ہے تو ہم یہاں سے تمہارے فرار کا بندوبست کردیں گے۔"

"بات صرف اتنی سی ہے کرنل کہ کوئی ایسا طریقہ موجود ہے جس کے ذریعے موساد کے عہدے داروں کو مطمئن کیا جاسکے؟"

"ہم تمہارے فرار کے لئے ایسا سیٹ اپ کریں گے جو بالکل حقیقی معلوم ہوگا۔"

یہ مت بھولو کرنل کہ میں میک اپ میں ہوں گا اور انہیں مجھ پر ذرا سا بھی شبہ ہوگیا تو میری پول کھلتے دیر نہیں لگے گی۔"

"سوال یہ ہے کہ اس سے زیادہ اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں؟"

"کوئی بھی ایسا کام جس کے ذریعے موساد کے عہدے داروں کو یقین دلایا جاسکے کہ یہاں سے میرا فرار ڈراما نہیں بلکہ حقیقت ہے۔"

"کیا تمہارا مطلب ہے کہ یہاں سے کچھ ایسے راز اپنے ساتھ لے جاؤ جن کی وجہ سے موساد والے تم پر شک نہ کرسکیں؟" کرنل نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں کرنل؟" میں نے نفی میں سرہلایا "اگر اپنے کچھ راز ان کے حوالے کرکے خود کو شک وہ شبے سے بالا ترکیا تو کیا مال ہے؟"

"تو پھر تم ہی کوئی ایسا طریقہ بتاؤ۔ میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"اس کی ایک ہی صورت ہے کرنل! اور وہ یہ کہ نارمن شیلوف کے ساتھ نارمنڈو بھی فرار ہوجائے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے!" کرنل نعمان نے حیران ہوکر کہا۔ نارمنڈو کلر کی جگہ لینے کے لئے ہم مناسب آدمی کا بندوبست کس طرح کریں گے؟"

"میرا مطلب ہے جعلی نارمن شیلوف کے ساتھ اصل ،رمنڈو بھی فرار ہوجائے۔"

"اوہ" کرنل نعمان مجھے غور سے دیکھنے لگا "ترکیب تو اچھی ہے مگر اس کے لئے تمہیں باقاعدہ فرار ہونا پڑے گا۔ مشکلات بڑھ جائیں گی۔"

"مشکلات بڑھیں گی نہیں۔ کم ہوں گی" میں نے کہا۔ نارمنڈو اور نارمن شیلوف ایک دوسرے کی تصدیق کرنے کے لئے موجود ہوں گے۔"

"اس کے لئے ہمیں تمہارے فرار کا ایسا سیٹ اپ تیار کرنا پڑے گا کہ اس پر تصنع کا گمان بھی نہ گزرنے پائے۔"

"نہیں گزرے گا.... میں نے طریقہ سوچ لیا ہے۔ ہم اسپتال سے فرار ہوں گے۔"

"اسپتال سے؟" کرنل نعمان حیران رہ گیا "مگر تم اسپتال پہنچو گے کیسے؟"

"تشدد کے ذریعے" میں نے مسکرا کر کہا "مزید معلومات حاصل کرنے کے بہانے ان دونوں بدمعاشوں پر پھر تشدد شروع کرادو۔ ان کی کھالیں کھنچوالو۔ جب وہ خوب زخمی ہوجائیں تو علاج کی غرض سے انہیں بصرہ کے کسی اسپتال میں منتقل کرادو۔ دراصل صرف نارمنڈو کو منتقل کیا جائے گا۔ نارمن شیلوف یہیں رہے گا اور اسپتال میں نارمنڈو کے ساتھ نارمن شیلوف کے میک اپ میں میں ہوں گا۔ امکان ہے کہ ہم چند روز کے علاج کے بعد وہاں سے فرار ہونے کے قابل ہوجائیں گے۔ ان چند دنوں میں نہ صرف میں نارمنڈو سے مفید معلومات حاصل کرلوں گا بلکہ ہم دونوں مل کر فرار کا منصوبہ بھی بنالیں گے۔ کیا خیال ہے اسپتال سے فرار ہونا آسان نہیں رہے گا؟"

"اس بات پر نارمنڈو مشکوک بھی ہوسکتا ہے کہ علاج کے لئے کسی فوجی اسپتال کا انتخاب کیوں نہیں کیا گیا" کرنل نے کہا۔

فوجی اسپتال چھاؤنیوں سے نزدیک ہوتے ہیں اور یہ خطرہ رہتا ہے کہ بمباری کے دوران کہیں اسپتال بھی زد میں نہ آجائیں۔ ایران سے جنگ کے دوران بمباری کے اس خدشے کو جواز کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔"

کرنل نعمان نے تفہیمی انداز میں سرہلایا "یہ جواز پیش تو کیا جاسکتا ہے مگر پھر بھی وہ مشکوک ہوسکتا ہے۔"

"اپنے شکوک کا اظہار وہ مجھ سے ہی تو کرے گا، میں اس کا ذہن صاف کردوں گا۔"

"ٹھیک ہے علی! میں ان دونوں پر تشدد شروع کرادیتا ہوں .... مگر تم کب تک میدان میں عمل میں اترنے کے لئے خود کو تیار کرسکو گے۔"

"میں تو ہر وقت تیار رہتا ہوں کرنل! بس مجھے تیاریاں کرنے کے لئے تھوڑا بہت وقت درکار ہوگا۔ نارمن شیلوف کی تصویر تو میں فائل میں دیکھ چکا ہوں۔ اس کی مدد سے میں میک اپ کرلوں گا مگر اس کی آواز کی نقل اتارنے کے لئے مجھے یا تو اس کی آواز کے ٹیپ درکار ہوں گے یا پھر میں اس سے براہِ راست مل کر اس ن آواز سنوں۔"

"جیسا تم پسند کرو.... ویسے اس کی آواز کے کیسٹ ہمارے پاس موجود ہیں۔"

"کیسٹ تو تم مجھے دے دینا مگر مجھے اس سے ملنا ہی پڑے گا۔ ذرا اس کی عمر، چال ڈھال پر بھی تو غور کرلوں۔ ورنہ بعد میں کہیں پکڑا ہی نہ جاؤں۔"

"اگر تم اس سے اس وقت ملنا پسند کرو تو میں اسے یہیں بلوائے لیتا ہوں" کرنل نے کہا۔

"نہیں، میں تہہ خانے میں جاکر اس سے خود مل لوں گا۔ ضروری نہیں ہے کہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

"میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں" کرنل نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور ہم تہہ خانے میں جا پہنچے۔

تہہ خانہ میری توقع سے بھی زیادہ وسیع تھا۔ پوری عمارت کے نیچے تہہ خانے پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں متعدد راہداریاں اور کمرے تھے جہاں جگہ جگہ مسلح پہرے دار موجود تھے۔

ہم مختلف راہداریوں سے ہوتے ہوئے ایک ایسے حصے میں پہنچے جہاں لائن سے کوٹھریاں بنی ہوئی تھیں۔ جن کے سلاخ دار دروازوں سے اندر دیکھا جاسکتا تھا۔ عام طور پر قیدیوں کے لئے ایسی ہی کوٹھریاں بنائی جاتی ہیں مگران کوٹھریوں میں خاص بات یہ تھی کہ وہ صاف ستھری اور روشن تھیں۔ قیدیوں کے لیٹنے اور سونے کے لئے اس طرح کے دیوار گیر بستر موجود تھے جیسے بحری جہازوں کے بینوں میں ہوتے ہیں۔

کرنل نعمان ایک کوٹھری کے سامنے رکا۔ میں نے نارمن شیلوف اور نارمنڈو کو پہچان لیا۔ ان کی تصویریں میں فائل میں دیکھ چکا تھا اس لئے انہیں پہچاننے میں دشواری نہیں ہوئی۔

"یہاں سے کمان میرے ہاتھ میں ہے" میں نے کرنل نعمان سے آہستہ آواز میں کہا کہ ان دونوں میں سے کوئی نہ سن سکے۔ کرنل نعمان نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی اور پھر ایک فوجی کو اشارہ کیا جس نے آگے بڑھ کر کوٹھری کا دروازہ کھول دیا۔

"آپ لوگوں کو یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟" میں نے آگے بڑھ کر بڑے ادب سے کہا۔

ان دونوں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ کرنل نعمان کو دیکھ کر وہ کسی نئی مصیبت کی توقع کررہے ہوں گے۔ مگر میرے لہجے نے انہیں خاصا مایوس کیا ہوگا۔ کسی دشمن ملک کی قید میں رہتے ہوئے اگر اتنے نرم لہجے سے واسطہ پڑے تو اس کا مطلب مصیبت نہیں بلکہ بہت بڑی مصیبت ہوتا ہے۔"

"ارے بھئی جواب تو دے دو" میں نے ہنس کر کہا "تم تو مجھے یوں دیکھ رہے ہو جیسے میں نے کسی اجنبی زبان میں تمہیں مخاطب کیا ہو۔"

"نہیں، ہمیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے" ان دونوں نے یک آواز کہا پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ وہ ایک ہی وقت ایک ہی جیسے الفاظ استعمال کرنے پر حیران تھے۔

"واقعی ٹھیک ہی کہہ رہے تھے کرنل" میں نے کرنل نعمان کی طرف مڑتے ہوئے کہا "انہیں تو واقعی کوئی تکلیف نہیں ہے چلو واپس چلتے ہیں۔"

میری اس بات سے کرنل نعمان بھی ہونق نظر آنے لگا۔ اس کی سمجھ میں یہ نہیں آرہا تھا کہ کیا میں یہی ایک سوال پوچھنے کے لئے تہہ خانے میں آیا تھا۔

کرنل نعمان کے تاثرات کی پروا کئے بغیر میں واپس پلٹ پڑا پہرے دار کو میں نے کوٹھری بند کرنے کا اشارہ کیا تھا۔ ابھی پہرے دار دروازہ بند کرہی رہا تھا کہ نارمنڈو نے ہاتھ اٹھا کر بے بسی سے کہا "ٹھہرو، میری بات سنو۔"

"ہاں، کہو" میں نے بڑے سکون سے اس کی طرف پلٹتے ہوئے کہا۔ پہرے دار دروازہ بند کرتے کرتے رک گیا تھا۔

"میں سگریٹ نوشی کا عادی ہوں۔ جب سے قید ہوا ہوں سگریٹ پینے کو ترس گیا ہوں" نارمنڈو نے کہا۔

"کون سے برانڈ کی سگریٹ پیتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کیمل" نارمنڈو بولا "ترکی کے بنے ہوئے.... وہ اگر نہ ملیں تو...."

"مل جائیں گے" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "تمہیں بھی اگر کچھ چاہئے تو بتادو" میں نارمن شیلوف سے مخاطب ہوا۔

"میں کھلی فضا میں سانس لینے کو ترس گیا ہوں" نارمن شیلوف نے جھجکتے ہوئے کہا "دو ماہ سے میں نے آسمان نہیں دیکھا ہے۔"

"چچ.... چچ.... بڑا افسوس ہوا.... کرنل انہیں آسمان دکھاؤ۔"

میرے اشارے پر پہرے دار نے کوٹھری کا دروازہ دوبارہ کھول دیا اور میں نے نارمن شیلوف کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔ اس کے چہرے پر اب بھی بے یقینی کے تاثرات پھیلے ہوئے تھے جبکہ نارمنڈو کے چہرے سے تاسف کا اظہار ہورہا تھا۔ شاید اسے اس بات پر افسوس ہورہا تھا کہ اس نے بھی تھوڑی دیر کے لئے کھلی فضا میں جانے کی فرمائش کیوں نہ کردی۔ وہ دونوں کچھ ہی کیوں نہ سوچ رہے ہوں یہ بات طے ہے کہ میرا رویہ ان دونوں کے لئے ناقابل فہم تھا۔ اور ایک ان دونوں ہی پر کیا موقوف ہے، کرنل نعمان بھی کچھ کم اچنبھے میں نہ تھا۔ حالانکہ اسے سمجھ لینا چاہئے تھا کہ میرا مقصد صرف نارمن شیلوف کی آواز اور اس کی چال ڈھال کو ذہن نشین کرنا تھا۔ میں نے خود بھی اس سے گفتگو کرنے کے لئے کوئی خاص لائحہ عمل نہیں طے کیا تھا۔

نارمنڈو کی حالت دیدنی تھی اس نے کئی بار کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا مگر کچھ سوچ کر خاموش ہوگیا۔ اس نے عقل مندی کا ہی مظاہرہ کیا تھا۔ اگر وہ کہتا تب بھی میں نارمن شیلوف کو ہی تہہ خانے سے باہر لے جاتا۔ اس سے مجھے کوئی غرض نہیں تھی۔ اس کے لئے یہی کیا کم تھا کہ اسے سگریٹ ملنے والے تھے اور وہ بھی اس کے پسندیدہ برانڈ کے۔

میں نارمن شیلوف کو کرنل نعمان کے کمرے میں لے گیا۔ کمرے میں ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ کرنل نعمان اپنی کرسی پر بیٹھا تھا۔ میں ایک کرسی کھینچ کر اس کے برابر ہی بیٹھ گیا تھا اور نارمن شیلوف کو میں نے مقابل والی کرسی پر بیٹھنے کو کہا تھا۔

"مم.... مگر میں نے تو کھلی فضا میں جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ یہ تم مجھے کہاں لے آئے؟" نارمن شیلوف نے کرسی پر

مشہور ماہرینِ نفسیات کی آرا پر مشتمل کتاب
احساسِ کمتری
اسی کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ:
احساسِ کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔
کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
کیا آپ واقعی احساسِ کمتری کا شکار ہیں صرف یہ آپ کا خیال ہے۔ ہوسکتا ہے کہ صرف اسی کتاب کے مطالعے سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہوجائے
اسباب
تدارک
علاج
قیمت ۵۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے
مکتبہ نفسیات

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کھلی فضا میں بھی چلیں گے پہلے یہ مرحلہ کامیابی سے طے کرلو.... اس سے پہلے اس کمرے میں آئے ہو؟" میں نے کہا اور نارمن شیلوف نے سر کو نفی میں جنبش دینے پر اکتفا کیا۔

"ان سے واقف ہو؟" میں نے کرنل نعمان کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

"ہاں، یہ کرنل نعمان ہیں، ملٹری انٹیلی جنس سے ان کا تعلق ہے۔ مگر تم یہ بات مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"جواب درست ہے" میں سنجیدگی سے بولا "اب اپنے بارے میں بھی کچھ بتاؤ۔"

"اس جیسے بہت سے سوالات کے جواب میں پہلے بھی دے چکا ہوں" نارمن شیلوف نے کہا۔

"میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں... اس کے علاوہ کھلی فضا میں جانے سے قبل ان سوالوں کے جواب دینا بہت ضروری ہے۔"

"میرا نام نارمن شیلوف ہے اور میں موساد کا ایک ادنیٰ سا کارکن ہوں۔"

"اس ملک میں تمہاری آمد کا مقصد کیا تھا؟"

"تم چاہو تو مجھے کھلی فضا میں نہ لے جاؤ مگر میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"مجھے تو اسی پر حیرت ہے کہ تم نے موساد سے اپنے تعلق کا اعتراف اتنی آسانی سے کیوں کرلیا۔"

"جو بات پہلے سے تم لوگوں کے علم میں ہے اسے میں کیوں چھپاؤں؟" نارمن شیلوف نے بے پروائی سے کہا۔

"گویا ہمارے علم میں یہ بات نہیں کہ تم یہاں کس مقصد کے تحت آئے تھے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اگر تمہیں معلوم ہوتا تو مجھ پر تشدد ہرگز نہ کیا جاتا" نارمن شیلوف نے بھی طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا تمہاری گرفتاری یہ ظاہر نہیں کرتی کہ ہم تمہارے عزائم سے واقف ہیں۔"

"اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم میری شخصیت اور حیثیت سے واقف ہو۔ اس لئے میں نے اس سلسلے میں تم سے کچھ نہیں چھپایا ہے۔"

"ہوسکتا ہے یہ محض تمہارا خیال ہو۔ تمہارے اعتراف سے قبل ہم تمہاری اصل شخصیت سے بھی بے خبر رہے ہیں۔"

"یہ ممکن نہیں ہے، مجھے پہچان لیا گیا تھا اسی لئے گرفتار کیا گیا۔ لیکن یہ تم کبھی نہیں جان سکو گے کہ میں یہاں کس مشن پر آیا تھا۔"

"ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرکے تم اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔ کیا تمہیں اس خوفناک حقیقت کا ادراک نہیں ہے؟"

"ہماری ہر سانس ہمارے ملک و قوم کی امانت ہوتی ہے۔ ہمیں اگر اپنی جانیں اتنی ہی پیاری ہوتیں تو اس پیشے میں قدم بھی نہ رکھتے۔"

"تمہارے خیالات سن کر خوشی ہوئی اور اب یہ بھی سن لو کہ تم پر جو تشدد کیا گیا وہ کچھ بھی نہیں تھا۔ اصل تشدد تو اب شروع ہوگا۔"

"یہ صرف دھمکی ہے یا اس پر عمل بھی ہوگا؟" نارمن شیلوف نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ نظر آرہی تھی

"تمہاری ایک محبوبہ ہے۔ اس کا خیال کرلو۔ وہ تمہارا انتظار کررہی ہوگی۔"

نارمن نے چونک کر مجھے دیکھا "ایلسا کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"ہم نے اپنے ذرائع سے تفتیش کرائی تھی۔ ہمیں پتا چلا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہو۔"

"میں تمہارے ذرائع کی داد دینے کے علاوہ اور کیا کرسکتا ہوں۔ ایلسا کے وجود سے تو میرا محکمہ بھی واقف نہیں ہے" نارمن شیلوف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم لوگ اس تک کیسے پہنچ گئے؟ اس کے خلاف کچھ مت کرنا۔ وہ بہت معصوم اور بے ضرر لڑکی ہے۔ سراپا محبت۔"

"بے وفائی کرنے سے پہلے ہر لڑکی سراپا محبت ہوتی ہے اور جب وہ نظریں پھیرتی ہیں تو مجسم بے رخی بن جاتی ہے۔ اس وقت اس کا اصل روپ سامنے آتا ہے۔"

"میں بہت سی لڑکیوں سے واقف ہوں مگر ایلسا ان سب سے مختلف ہے۔ وہ ایسی نہیں ہوسکتی۔"

"یار نارمن شیلوف!" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "تم کہیں اس لڑکی سے افلاطونی محبت تو نہیں کررہے ہو؟"

"یہ بھی اس کا اصرار تھا۔ عجیب لڑکی ہے۔ جسے ہم محبت کہتے ہیں وہ اسے آلودگی قرار دیتی ہے۔ وہ مغرب کی عام لڑکیوں سے یکسر مختلف ہے۔"

"غالباً اس کی اسی ادا نے تمہیں اس کا دیوانہ بنادیا ہے؟" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"وہ ایک ایسی لڑکی ہے جس کی تمنا کوئی بھی کرسکتا ہے۔ میں اگر فیلڈ ایجنٹ نہ ہوتا تو کب کا اس سے شادی کرچکا ہوتا۔"

"خیر یہ قطعی تمہارا ذاتی معاملہ ہے جس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں" دفعتاً میں نے خشک لہجے میں کہا "لیکن یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ ہم تمہارے مشن سے ناواقف ہیں۔"

نارمن نے چونک کر مجھے دیکھا پھر مسکرانے لگا "تم بلف کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکو گے۔"

"عراق اب بہت آگے جاچکا ہے۔ چند سال قبل والے

عراق کو بھول جاؤ جس کے ایٹمی پلانٹ کو تم نے چند سیکنڈ میں تباہ کردیا تھا۔ اب تم لوگ یہی جھک مارتے رہ جاؤ گے کہ عراق کے ہتھیار ساز کارخانے ہیں کس جگہ؟"

نارمن شیلوف نے چونک کر مجھے دیکھا مگر وہ خاموش رہا، کچھ بولا نہیں۔

موساد کے سربراہ سے کہو کہ عراق کی ہتھیار سازی صلاحیت اور ٹھکانوں کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے بہترین ایجنٹ بھیجے۔ نارمنڈو اور تم جیسے تھرڈ ریٹ ایجنٹ اتنا بڑا کام نہیں کرسکتے۔"

نارمن کا چہرہ غصے اور توہین کے احساس سے سرخ ہوگیا۔ اسے اپنی نازک پوزیشن کا احساس تھا۔ ورنہ مجھ پر جھپٹ پڑتا۔

"تم تصور بھی نہیں کرسکتے کہ عراقی انٹیلی جنس کس قدر فعال ہوچکی ہے۔ ہم نے عزم کرلیا ہے کہ تمہیں تمہارے ہی کھیل میں شکست دیں گے۔ تم لوگ سازشیں کرتے ہو نا.... اب ہم بھی سازشیں کریں گے۔ غالباً تم سمجھ گئے ہو گے کہ میرا اشارہ کس طرف ہے۔ موساد کی نقل و حرکت پر ہماری گہری نظر ہے۔ تھوڑی دیر پہلے تم نے مجھ پر بلف کرنے کا جو الزام لگایا تھا اب اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

نارمن شیلوف نے کرسی پر پہلو بدلا "میں نے الزام عائد نہیں کیا تھا" اس نے کہا "قیدیوں سے معلومات حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے حربے آزمائے جاتے ہیں۔"

"کیا تمہیں اب بھی میری صداقت پر یقین نہیں آیا؟ کیا اسرائیل کو عراق کی کیمیائی ہتھیار سازی کی صلاحیت سے خطرہ نہیں ہے؟ کیا تمہاری اور نارمنڈو کی عراق میں آمد کا یہ مقصد نہیں تھا کہ عراق کی ان اسلحہ ساز فیکٹریوں کا سراغ لگایا جائے جہاں کیمیائی ہتھیار تیار کئے جاتے ہیں؟"

"میں اس بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کروں گا" نارمن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "لیکن اگر یہ سب باتیں تمہارے علم میں تھیں تو پھر ہم پر تشدد کیوں کیا گیا؟"

"ابھی مزید تشدد کے لئے تیار رہو۔ تم جیسے لوگ بار بار کہاں ہاتھ آتے ہیں۔ ہماری کوشش ہوگی کہ مرنے سے قبل تم سے عراق کے بارے میں زیادہ سے زیادہ راز اگلوا لئے جائیں۔"

اس کے بعد میں نے نارمن شیلوف کو واپس بھجوادیا تھا اور کرنل نعمان نے فوری طور پر ان دونوں پر تشدد کرنے کا حکم دے

"میں کہہ رہا تھا تم بلف کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکو گے لیکن میں بلف کرنے میں کامیاب ہوگیا" کرنل نعمان نے ہنس کر

"یہ تو خیر سامنے کی بات تھی حیرت تو مجھے اس کی محبوبہ پر ہوئی اس نے کتنی آسانی سے اس کا نام اگل دیا تھا کہیں وہ ہمیں دھوکا دینے کی کوشش تو نہیں کررہا؟"

"نہیں" کرنل نعمان مسکرایا "وہ بے چارہ واقعی ایلسا کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہوگیا ہے۔"

میں نے چونک کر اسے دیکھا "تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟" میں نے کہا۔

"اس لئے کہ ایلسا ہماری ایجنٹ ہے اور میں اس پوری کہانی سے پہلے سے واقف ہوں۔"

"لیکن تم نے پہلے تو اس بارے میں مجھے کچھ نہیں بتایا؟" میرے لہجے میں ہلکی سی شکایت تھی جسے کرنل نعمان نے محسوس کرلیا۔

"میں تمہیں کیا کیا بتاؤں؟" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اسرائیل میں ہمارے بہت سے ایجنٹ کام کررہے ہیں۔ ان میں سے کچھ کے بارے میں تمہیں بتاؤں گا بھی... لیکن تمہیں ایلسا کے بارے میں بتانا بہت ضروری تھا۔ اس سے پہلے تو خیر موقع نہیں مل سکا تھا تاہم یہ ممکن نہیں تھا کہ ہم تمہیں اس سے بے خبر رکھتے۔ نارمن شیلوف کے بارے میں معلومات فراہم کرنے میں ایلسا نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔"

"ایلسا کے بارے میں مجھے زیادہ سے زیادہ باتیں بتاؤ۔ وہ کون ہے اصل ایلسا کہاں ہے اور اصل ایلسا سے اس کی تبدیلی کیوں کر ممکن ہوئی؟"

"یہ تبدیلی آسٹریلیا میں ہوئی تھی۔ ایلسا آسٹریلین نژاد یہودی ہے۔ وہ اتفاقاً ہی ہمارے ایک آدمی کی نظر میں آئی تھی۔ اس نے ہمیں مطلع کیا تھا کہ اس کی شکل ہماری ایک ایجنٹ ذریحہ سے بہت ملتی ہے۔ یہ اطلاع ملنے پر ہم نے غور کرنا شروع کیا کہ اس مشابہت سے کس طرح فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اگلی اطلاع یہ ملی کہ ایلسا آسٹریلیا چھوڑ کر اسرائیل منتقل ہونے کی تیاریاں کررہی ہے۔ چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا کہ اس کو ذریحہ سے تبدیل کردیا جائے۔ چونکہ اس کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں تھی اس لئے ہم نے بہ آسانی اپنا کام کر دکھایا۔ یہ تبدیلی عین اس روز عمل میں آئی تھی جس روز ایلسا اسرائیل کے لئے روانہ ہونے والی تھی۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے ذریحہ کو مستقل طور پر ایلسا کا روپ دے دیا گیا ہے۔"

"تو یہ ایلسا یا ذریحہ نارمن شیلوف پر ڈورے ڈالنے میں کس طرح کامیاب ہوگئی؟"

"اسے صرف ایلسا کہو.... بھول جاؤ کہ دنیا میں ذریحہ نام کی کوئی لڑکی بھی موجود تھی" کرنل نعمان نے کہا "ہم نے ایلسا کو کوئی مشن نہیں سونپا تھا۔ اس کا کام صرف اتنا تھا کہ اسرائیل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی ایک عام شہری کی طرح وہاں رہتی۔ اب یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ نارمن شیلوف نے اس کے برابر والے فلیٹ میں رہائش اختیار کرلی۔"

"اوہو" میں نے حیرت سے کہا "تو وہ دونوں پڑوسی ہیں۔"

"ہاں اسی بنا پر ایلسا اس پر ڈورے ڈالنے میں کامیاب ہوسکی۔ ہم نے اسے سختی سے ہدایت کی تھی خود پر شبہ کرنے کا موقع کبھی نہ دے۔ نارمن شیلوف نے بھی ایلسا کو اپنی حقیقت سے باخبر نہیں کیا۔ ہمیں توقع تھی کہ ہمیں ایک نہ ایک دن اس سے ایلسا کے ذریعہ مفید معلومات حاصل ہوجائیں گی لیکن اس سے قبل ہی وہ گرفتار ہوگیا۔"

"پروا مت کرو' ایلسا اب بھی کارآمد ہے۔ بس اسے یہ بتانا ہوگا کہ نارمن شیلوف کی جگہ کسی اور نے لے لی ہے۔ میں دیکھوں گا کہ اس سے کیا کام لیا جاسکتا ہے۔"

"اس بات کا تو اسے علم ہے کہ نارمن شیلوف کس مہم پر عراق آیا تھا اور یہاں گرفتار ہوگیا ہے" کرنل نعمان نے کہا۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ اچانک اس کے سامنے پہنچ کر میں اس کے اعصاب کی مضبوطی کا بھی اندازہ کرسکوں گا۔"

"ان سب چکروں میں پڑ کر دوپہر کے کھانے کا وقت بھی گزر چکا ہے" کرنل نعمان نے کہا "اس وقت میرے ساتھ ہی کھانا کھالو۔"

"نہیں میں کھانا اپنے کمرے میں ہی کھاؤں گا... اور ہاں' میں نے دفعتاً چونک کر کہا "مریم برنٹین کے لئے بھی تم نے کچھ سوچا؟"

"ہاں میں نے اس معاملے میں غور کیا ہے۔ وہ سزا سے بچنا چاہتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ قصوروار بھی نہیں ہے۔ اس لئے میں نے اسے ایک رعایت فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

میں نے حیرت سے کرنل کو دیکھا "کیا تم اسے واقعی کوئی رعایت فراہم کرسکتے ہو؟"

"زیادہ تو نہیں صرف اتنی کہ ہم اسے آخری وقت سزا کے کرب سے بچالیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اسے زہر فراہم کردوں گا تاکہ....."

"وہ خودکشی کرسکے" میں نے زہریلے لہجے میں کہا "یہی کہنا چاہتے ہونا؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو علی!" کرنل نے جزبز ہوتے ہوئے کہا "اس کی سزائے موت منسوخ کرادینا میرے اختیار سے باہر ہے۔"

"لیکن یہ بھی تو کھلی ہوئی سفاکی ہے کہ کسی شخص کو زہر فراہم کرکے اس سے خودکشی کرنے کی فرمائش کی جائے۔"

"ہم تو صرف یہ کریں گے کہ تمہارے کمرے میں خواب آور گولیوں کی شیشی پہنچوادیں گے۔ اب یہ مریم پر منحصر ہے کہ وہ ان سے کیا فائدہ اٹھاتی ہے۔"

"بہرحال یہ تمہارا اپنا دردِ سر ہے۔ مجھے ان تمام باتوں سے بے خبر ہی رکھو تو اچھا ہے.... میں جارہا ہوں' دو گھنٹے بعد تمہیں میک اپ روم میں ملوں گا۔"

میں مریم برنٹین کے لئے افسردہ تھا۔ وہ رعایت کی مستحق تھی مگر حالات ایسے تھے کہ اس کے ساتھ کوئی رعایت برتی بھی نہیں جاسکتی تھی۔

"تم نے کھانا کھالیا ہے؟" میں نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے مریم سے پوچھا۔

"نہیں" اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "ان حالات میں بھوک کہاں لگتی ہے اور پھر تمہیں کیا۔ تم تو صبح سے غائب ہو۔"

میں نے ایک خدمت گار کو بلا کر کھانا لانے کو کہا اور مریم سے بولا "میری مصروفیت نے اجازت نہیں دی ورنہ تمہیں کمپنی ضرور دیتا۔ لیکن یہ دیکھ لو کہ تمہارے خیال سے میں نے بھی کھانا نہیں کھایا تھا۔"

"ایک ایسی ہستی پر رحم کھانے کے لئے جس کی زندگی کے کچھ ہی دن باقی رہ گئے ہیں۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

"تم اسرائیل کی پارلیمنٹ کی رکن ہو۔ عام لوگوں کے برعکس تمہیں عامیانہ گفتگو سے گریز کرنا چاہئے۔"

"نیسٹ کی رکنیت میرے جذبات پر پہرے نہیں بٹھاسکتی۔ جذبات تو سب کے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ موت تو سب کو ہی آتی ہے مگر سب ہی موت سے خوف زدہ بھی رہتے ہیں۔ سزائے موت کا کوئی بھی مجرم ذہنی اعتبار سے نارمل نہیں رہ سکتا اور اگر کسی ایسے شخص کو سزائے موت دی جائے جو مجرم بھی نہ ہو تو اس پر کیا گزرے گی؟"

"کاش میرے اختیار میں کچھ ہوتا تو میں تمہیں سزائے موت سے بچالیتا" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور کھانے کی ٹرالی پر نظریں جمادیں جو ملازم لگا گیا تھا "آؤ کھانا کھاؤ" میں نے کہا۔

"تم ہی کھاؤ" مریم نے بے رخی سے کہا "مجھے بھوک محسوس نہیں ہورہی۔"

"زندہ رہنے کے لئے کھانا ضروری ہے' تمہیں دوسروں نے سزا دی ہے' تم خود کیوں اپنے آپ کو سزا دے رہی ہو؟"

"تم کھاؤ' جب مجھے بھوک ہوگی تو میں خود ہی کھالوں گی۔"

"ٹھیک ہے" میں نے طویل سانس لے کر کہا "تم نہیں کھاؤ گی تو میں بھی نہیں کھاؤں گا۔"

"کیوں میری وجہ سے خود پر ظلم کررہے ہو؟" مریم بڑی تلخی سے مسکرائی۔

"میں کسی کی وجہ سے کسی پر ظلم کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ ...یا ظلم کروں گا۔"

"مجھ پر ترس مت کھاؤ علی! مجھے کسی کی ہمدردیوں کی ...رت نہیں ہے۔"

"میں ترس نہیں کھارہا ہوں مریم! اور نہ ہی یہ ہمدردی ہے ...برا تو عام حالات میں بھی یہی رویّہ ہوتا ہے۔ تم پر جذباتی ...یت طاری ہے اس لئے ہر بات کو اسی رنگ میں دیکھ رہی ہو۔ ...غور کرو اگر میں تمہاری جگہ ہوتا اور تم میری جگہ ہوتیں تو ...ارا رویّہ میرے ساتھ کیا ہوتا؟"

مریم سوچ میں پڑ گئی "میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا" کچھ دیر ...اس نے کہا۔

"سوچنے کا کام بعد میں کرلینا پہلے کھانا کھالو.... کھانا ...ڈا ہورہا ہے۔"

"تم بہت ضدی ہو" وہ جھنجلا کر بولی "کسی صورت پیچھا ...ں چھوڑتے۔"

"چلو اٹھو" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "میرا ...ہارنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

وہ پیر پٹختی ہوئی باتھ روم گئی اور ہاتھ دھو کر آگئی "تم انتہائی ...غرض آدمی ہو..."

"تمہارے اس بیان سے مجھے بالکل اختلاف نہیں ہے" ...نے اس کی پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے کہا۔

وہ کھسیانے انداز میں ہنس دی "ڈھیٹ بھی بہت ہو" اس ...ہا۔

"تمہیں کھانا کھلانے کے لئے اس کے علاوہ اور بھی بہت ...خطابات قبول کرسکتا ہوں" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اتنی محبت کرتے ہو مجھ سے؟" وہ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے ...۔

"تمہارے خیالات کی قدر کرتا ہوں" میں نے کہا "آدمیوں ...درمیان نظریات کا فرق ہی تو ہوتا ہے ورنہ تو سب ایک جیسے ...ہیں۔"

میں نے محسوس کیا کہ میرے جواب پر وہ کچھ مرجھا سی گئی ...لیکن وہ کھانا کھاتی رہی۔

کھانے کے بعد میں مزید کچھ دیر اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا ...ہر طرح سے اس کی دل جوئی کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ اس طرح ...کی سزائے موت میں کوئی کمی نہ ہوتی مگر کم از کم میں تو اپنے ...کوئی بوجھ محسوس نہ کرتا۔ میں جانتا تھا کہ یہ دل کا بہلاوا ...لیکن کبھی کبھی دل کو بہلانا ہی پڑجاتا ہے۔ نہ بہلایا جائے تو ...مچل جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

...گھنٹے بعد میں نے میک اپ روم پہنچ کر نارمن شیلوف کا روپ دھارنے کی تیاریاں شروع کردیں۔ کچھ دیر بعد کرنل نعمان بھی وہیں پہنچ گیا۔ وہ اپنے ساتھ نارمن شیلوف کی آواز کی کیسٹ بھی لایا تھا۔ اس نے کیسٹ ٹیپ ریکارڈر میں لگادی۔

"یہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے کرنل کہ مجھے یہ کیسٹ سننے کی ضرورت ہے یا نہیں" میں نے نارمن شیلوف کی آواز کی نقل اتارتے ہوئے کہا اور کرنل نعمان چونک پڑا۔

"او خدا کے بندے' آخر تم کیا بلا ہو؟" اس نے انتہائی حیران ہوکر کہا "اتنی جلدی تم نے اس کی آواز کی اتنی کامیاب نقل کیسے اتارلی۔"

"انہی کرتبوں کی وجہ سے اب تک بچا ہوا ہوں" میں نے ہنس کر کہا "ورنہ کب کا کام آچکا ہوتا۔"

"اتنی کامیابی سے کسی کی آواز کی نقل اتارلینا ناقابلِ یقین سی بات لگتی ہے۔"

"تم نے نارمن شیلوف اور ٹارمنڈو پر تشدد شروع کرادیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں' ان دونوں پر تشدد شروع ہوچکا ہے' اور تمہاری ہدایت کے بموجب ہنٹروں اور بیدوں سے ان کی کھالیں اتارنے کی کوشش کی جارہی ہے۔"

"نہایت مناسب کوششیں کی جارہی ہیں" میں نے سرہلاتے ہوئے مطمئن انداز میں کہا "ان کی خوراک پر بھی خاصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ تین روز تک ان پر تشدد جاری رہنا چاہئے۔ اس دوران انہیں کم سے کم خوراک دی جائے تاکہ اسپتال پہنچنے کے بعد بھی ٹارمنڈو کی قوت بحال ہونے میں چند روز لگ جائیں۔ ان تین دنوں کے دوران میں میں نارمن شیلوف کے چہرے کا ماسک تیار کرالوں گا..."

"اور اس دوران میں ٹارمنڈو سے مزید کارآمد معلومات حاصل کرلوں گا" کرنل نعمان نے میری نقل اتاری۔

"ہاں" میں ہنس پڑا "اپنا کام نکالنے کے لئے ہم لوگوں کو اسی قسم کے طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔"

"تم بہت تیزی سے سوچتے ہو اور اسی تیزی سے عمل بھی کرتے ہو۔ تم سے میں نے کم از کم ایک بات ضرور سیکھی ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں ہمیشہ اس بات کا قائل رہا ہوں کہ کام کرنے کے لئے تفریح کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ تفریح نہیں کرتے' کام انہیں کھا جاتا ہے... تم نے مجھ سے اس کے بالکل برعکس بات کہی اور میں نے اسے غلط سمجھا لیکن جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ بات تمہاری درست ہے۔ جو لوگ تفریح کرتے ہیں وہ کام کو کام سمجھ کے کرتے ہیں اور جو کام کو کام سمجھ کے کرے وہ کبھی حقیقی کامیابی نہیں حاصل کرسکتا۔ حقیقی کامیابی تو صرف ان

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لوگوں کے حصے میں آتی ہے جو کام کو تفریح سمجھ کے کرتے ہیں اور تفریح کو تضیع اوقات سمجھتے ہیں۔"

"چلو مجھے کسی بات کا تو کریڈٹ ملا" میں نے ہنس کر کہا "ہاں توہم بات یہ کررہے تھے کہ ٹارمنڈو کو غشی اور بے ہوشی کی حالت میں اسپتال پہنچایا جائے گا۔ جب اس کی آنکھ کھلے گی تو میں نارمن شیلوف کے میک اپ میں اس کے ساتھ ہی موجود ہوں گا اور اسی کی طرح پٹیوں سے جکڑا ہوا ہوں گا۔"

"ان باتوں کی طرف سے بالکل بے فکر رہو۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

"یہ تو ابتدا ہے کرنل! اصل کھیل تو اسپتال سے شروع ہوگا۔"

"اور اس کھیل میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہوگا" کرنل نعمان نے مسکرا کر کہا۔

"فرار ہونے کا منصوبہ تم بناؤ گے' منصوبے کے بجائے اسے ڈراما کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اس ڈرامے کی ہدایت کاری کے فرائض تو تمہیں ہی سرانجام دینے ہوں گے۔"

"کمال ہے" کرنل نعمان نے پلکیں جھپکائیں "میں تو سمجھ رہا تھا کہ منصوبہ تم خود بناؤ گے۔"

"منصوبہ تو میں بنالوں گا مگر اس کے لئے بہت مغز پچی کرنا پڑے گا۔"

"میں سمجھ رہا تھا کہ اسپتال سے فرار ہونے والی تجویز پیش کرتے وقت تمہارے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ ہوگا" کرنل نعمان نے حیران ہو کر کہا۔

"وہ تو میں نے صرف اس خیال سے کہا تھا کہ یہاں سے فرار ہونے کی بہ نسبت' اسپتال سے فرار ہونا زیادہ آسان ہوگا... نہ صرف آسان بلکہ موساد کے سرکردہ لوگوں کو بھی یہ باور کرانے میں آسانی ہوگی کہ ہمارا فرار مبنی بر حقیقت ہے۔ اب تم کہہ رہے ہو کہ وہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ بھی میں ہی بناؤں۔"

"دراصل تم اپنے ساتھ ٹارمنڈو کو بھی لے جانا چاہتے ہو۔ تمہاری حد تک تو بات درست تھی لیکن ظاہر ہے جب ٹارمنڈو تمہارے ساتھ ہوگا تو ہم تمہارے لئے کچھ نہیں کرسکیں گے۔ ممکن ہے ملک سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے تم دونوں پکڑ لئے جاؤ۔ یہ خدشہ بھی ہے کہ اس سے قبل ہی تم کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤ۔"

"ملک سے باہر نکلنے تک ہم تمہاری نظروں میں رہیں گے اور ہمیں تمہارا تعاون بھی حاصل رہے گا۔ اسپتال سے فرار ہونے کے لئے کوئی پیچیدہ منصوبہ بنانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم کوئی بھی آسان اور سادہ سا طریقہ منتخب کرلیں گے۔ وہاں سے نکل کر میں اور ٹارمنڈو آرتھر کے پاس پہنچیں گے۔ اس طرح نہ صرف عراق سے نکلنے کے لئے ہمیں ذاتی طور پر کوئی جدوجہد نہیں کرنی پڑے گی بلکہ آرتھر موساد کے ہیڈ کوارٹر کو بھی صورتِ حال سے آگاہ کردے گا۔ گویا ہمارے اسرائیل پہنچنے سے قبل ہی موساد والے ہمارے فرار کو ذہنی طور پر قبول کر چکے ہوں گے اور ہمیں زیادہ وضاحتیں پیش نہیں کرنی پڑیں گی۔"

اسی روز رات کو میرے کمرے میں ہائی پوٹینسی خواب آور دوا کی گولیاں پہنچادی گئیں "یہ گولیاں کس کے لئے منگوائی ہیں؟" مریم نے گولیاں دیکھ کر پوچھا تھا۔

"منگوائی تو اپنے لئے ہیں لیکن اگر تم ضرورت محسوس کرو تو تم بھی استعمال کرسکتی ہو" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم خواب آور گولیاں استعمال کرنے کے عادی ہو؟" مریم نے پوچھا۔

"عادی تو نہیں ہوں لیکن کبھی کبھی ضرورت پڑنے پر استعمال کرلیتا ہوں" میں نے کہا "کل رات ٹھیک سے نیند نہیں آئی تھی اس لئے آج گولیاں منگوالیں۔"

"تمہیں بے آرامی کی وجہ سے نیند نہیں آئی ہوگی' تم صوفے پر سوئے تھے نا..."

"ایسی کوئی بات نہیں ہے مریم! بعض اوقات ذہنی الجھنوں کے باعث بھی نیند اڑ جاتی ہے۔"

"میری بات مانو' اگر میرے ساتھ سونا گوارا نہیں ہے تو میں صوفے پر سو جاتی ہوں..."

"اس سلسلے میں میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔ اپنا فیصلہ کل ہی سنا چکا ہوں۔"

مریم خاموش ہوگئی مگر میں محسوس کررہا تھا کہ اس کی نگاہ بار بار خواب آور گولیوں کی طرف اٹھ رہی تھی۔ میں نے کرنل نعمان کو دل ہی دل میں داد دی۔ اس نے واقعی ایسا طریقہ اختیار کیا تھا کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ مریم۔ شاید ابھی سے ان خطوط پر سوچنا شروع کردیا تھا جن کی طرف کرنل نعمان نے اشارہ کیا تھا۔

نارمن شیلوف اور ٹارمنڈو پر تشدد ہوتا رہا۔ اس دوران میں نارمن شیلوف کے چہرے کا مکمل ماسک تیار کرچکا تھا۔ اب صرف آخری مراحل طے کرنے باقی رہ گئے تھے۔ ان تین دنوں کے دوران میری توجہ زیادہ تر کام کی طرف رہی تھی۔ کرنل نعمان سے بھی ملاقات کم ہی ہوئی تھی۔

تیسرے روز شام کو کرنل نے مجھے اطلاع دی کہ اب ٹارمنڈو کو اسپتال منتقل کیا جاسکتا ہے اور یہ کہ اس کی حالت خاصی تباہ ہوچکی ہے۔

"اسپتال پہنچنے تک اسے لازماً بے ہوش رہنا چاہئے" میں نے نارمن شیلوف کا ماسک اپنے چہرے پر جماتے ہوئے کہا۔

"ہم اسے بے ہوشی کا انجکشن لگادیں گے" کرنل بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ظاہر ہے اتنے بڑے معاملے میں ہم کوئی رسک نہیں لے سکتے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے مطمئن انداز میں کہا "اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ ہمیں کون سے اسپتال میں رکھا جائے گا۔"

"ایک پرائیویٹ اسپتال کی تیسری منزل پر تم دونوں کو ایک ہی کمرے میں رکھا جائے گا" کرنل نے کہا "تمہارے کمرے کے باہر سادہ لباس میں فوجی متعین ہوں گے جن کے پاس ہتھیار ہوں گے مگر پوشیدہ ہوں گے تاکہ اسپتال میں خواہ مخواہ خوف و ہراس نہ پھیلے۔"

"یہ تو میں تمہیں بتا ہی چکا ہوں کہ ہم وہاں سے فرار ہو کر آرتھر کے پاس جائیں گے۔ اب صرف یہ طے کرنا ہے کہ ہم کب اور کس طرح فرار ہوں گے۔"

"ہاں' یہ طے کرنا تمہارا کام ہے۔ جس طرح تم کہو گے اسی طرح کے انتظامات کردیے جائیں گے۔"

"فی الحال تمہیں یہ کرنا ہے کہ ہماری بینڈیج وغیرہ تبدیل کرنے کے لئے ہمیں الگ کمرے میں لے جایا جائے اور علیحدہ علیحدہ لے جایا جائے تاکہ میں کوئی منصوبہ بناؤں تو تم سے اس کی جزئیات پر گفتگو کرسکوں۔"

"بصرہ ان دنوں بلیک آؤٹ کی زد میں ہے لہٰذا میرا خیال ہے کہ اگر تم فرار ہونے کے لئے رات کا وقت منتخب کرو تو تمہیں اندھیرے کی آڑ بھی مل جائے گی۔"

"ہم جب بھی فرار ہوں گے' دن کے وقت فرار ہوں گے۔ اس لئے کہ ہمیں فوری طور پر آرتھر تک پہنچنا ہوگا اور میں اس کے گھر نہیں جانا چاہتا۔"

تمام معاملات طے ہوچکے تھے۔ تیاریاں مکمل تھیں... وہاں سے روانہ ہونے سے قبل میں اپنے کمرے میں آیا۔ مریم حسب معمول لیٹی ہوئی تھی۔ زیادہ تر وقت وہ لیٹ کر ہی گزارتی تھی۔ مجھے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھی۔ اس کے پاس جانے سے قبل میں نے نارمن شیلوف کا ماسک چہرے سے اتار دیا تھا۔

"تمہارے ہوتے ہوئے بھی میں زیادہ تر وقت تنہا ہی گزارتی ہوں" مریم نے آہستگی سے کہا۔ تین چار دنوں کے دوران اس کا حسن ماند پڑگیا تھا۔ سزائے موت کے خوف نے اسے نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اب نہ اس کے رخساروں پر سرخی باقی رہی تھی اور نہ ہی آنکھوں میں وہ پہلے کی سی چمک رہ گئی تھی۔ وہ بجھی بجھی' مضمحل اور اداس نظر آنے لگی تھی۔

"میرا وقت امانت ہوتا ہے مریم!" میں نے بھی دھیمی آواز میں کہا "مجھے افسوس ہے کہ چاہنے کے باوجود بھی میں تمہیں وقت نہیں دے سکا۔"

اس نے غور سے مجھے دیکھا "تمہاری اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری جدائی کا وقت قریب آگیا ہے۔"

"ہاں مریم!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "مجھے ایک اہم مشن سونپ دیا گیا ہے جس کی تکمیل کے لئے میدان عمل میں اترنا لازمی ہوگیا ہے۔ میں تم سے اجازت طلب کرنے آیا ہوں۔"

"میں تمہاری شکر گزار ہوں" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم نے جس طرح میری دلجوئی کی اس طرح تو کوئی اپنوں کے لئے بھی نہیں کرتا ہوگا۔"

"میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ہے مریم! نظریاتی اختلاف سے قطع نظر میں نے تم میں اپنی جھلک دیکھی تھی۔ ہم دونوں ہی امن کے خواہاں ہیں۔ یہ بہت مضبوط رشتہ ہوتا ہے مریم! ہم دونوں کی زندگی کا ایک ہی مقصد ہے۔ طرز عمل کا فرق ضرور ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"مگر تم یہ بات کیوں نظرانداز کررہے ہو کہ میں یہودی ہوں اور تم یہودیوں کے جانی دشمن ہو؟"

"یہ خیال غلط ہے کہ میں یہودیوں کا جانی دشمن ہوں۔ میں تو آزادی کا علم بردار ہوں۔ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کا مذہب اختیار کرے۔ کسی کو صرف اس کے مذہب کی بنیاد پر نہ تو مطعون کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے دشمنی رکھی جاسکتی ہے۔ میں اگر یہودیوں کا دشمن ہوں تو صرف اس وجہ سے ہوں کہ انہوں نے فلسطینیوں کی آزادی سلب کرلی ہے۔ وہ بیت المقدس پر قبضے کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ میری جنگ یہودیوں کے خلاف نہیں بلکہ اس جبر و استبداد کے خلاف ہے جسے یہودی برحق سمجھتے ہیں۔"

"اگر کوئی اور یہ باتیں کہتا تو شاید میں یقین نہ کرتی لیکن میں نے تمہارا طرز عمل دیکھا ہے... میں تمہارے ان نظریات کو سلام کرتی ہوں۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا "یہ نظریات میرے نہیں ہیں مریم!" میں نے کہا "یہ تو اس مذہب کی تعلیمات ہیں جس کا میں نام لیوا ہوں۔ اگرچہ میں اچھا مسلمان نہیں ہوں تاہم کوشش کرتا ہوں کہ جس حد تک بھی ممکن ہوسکے اپنے مذہب کی تعلیمات پر عمل کرسکوں۔"

"م... مگر میں نے تو سنا ہے" مریم نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "کہ اسلام جبر کا قائل ہے۔"

"تم مجھ سے کھل کر گفتگو کرسکتی ہو" میں نے نرم لہجے میں کہا "میں کوشش کروں گا کہ تمہارے سامنے تصویر کا صحیح رخ پیش کرسکوں۔ یہ صرف ایک پروپیگنڈہ ہے جس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

"کیا یہ بات غلط ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنا مذہب تبدیل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنا چاہے تو اسے جان سے ماردیا جاتا ہے۔"

"ہاں' یہ بات بالکل درست ہے۔ ایک بار دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اگر کوئی اسے چھوڑتا ہے تو اس کا قتل لازم ہوجاتا ہے لیکن اگر وہ تائب ہوجائے تو اس کی جاں بخشی کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس حکم کا اطلاق غیر مسلموں پر نہیں ہوتا۔ جبر تو اس وقت کہا جائے گا جب کسی کو زبردستی مسلمان بنایا جائے۔"

مریم کچھ کہنا ہی چاہ رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اور ایک شخص دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا "آپ کو کرنل صاحب یاد کررہے ہیں" اس نے مجھ سے مودبانہ انداز میں کہا۔

"ان سے کہنا کہ مجھے کچھ دیر لگے گی۔ اگر وہ چاہیں تو یہاں آسکتے ہیں۔"

"تم میری وجہ سے اپنا نقصان کیوں کررہے ہو؟" مریم نے کہا "تمہیں کسی اہم کام سے جانا ہے تو چلے کیوں نہیں جاتے؟"

"میں یہ محسوس کررہا ہوں کہ ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو اس کام کے مقابلے میں بہت زیادہ اہم ہے" میں نے کہا۔ "ہاں تو تم کچھ کہہ رہی تھیں؟"

"میں نے یہ بھی سنا ہے کہ مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ تاریخ خونی تاریخ ہے؟"

"یہ مغربی مورخین کی رائے ہے جو سراسر تعصب پر مبنی ہے۔ مسلمانوں نے فتوحات ضرور کیں مگر نہتے لوگوں پر کبھی ظلم نہیں کیا۔ اس کے برعکس جب اسپین میں مسلمانوں کی عظیم سلطنت زوال پذیر ہوئی تو عیسائیوں نے نہتے مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے سب واقف ہیں۔ مسلمانوں کو زندہ تک جلایا گیا... مساجد کی بے حرمتی کی گئی جبکہ اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ مسلمانوں نے کبھی کسی کی عبادت گاہ کی بے حرمتی کی ہو یا کسی کو بالجبر مسلمان بنایا گیا ہو۔"

"اور بیت المقدس کے بارے میں تمہارا مذہب کیا کہتا ہے؟" مریم نے پوچھا۔

"ہم اسے قبلۂ اول کہتے ہیں اور ہمارے نزدیک وہ بھی اتنا ہی محترم ہے جتنا تمہارے لئے۔ ہم تمہارے تمام پیغمبروں کو مانتے ہیں۔ اگر ایک بھی پیغمبر کو نہ مانیں تو دائرہ اسلام سے خارج ہوجائیں گے۔"

"مرد اور عورت کے تعلقات کے بارے میں اسلام کا کیا نظریہ ہے؟"

"مرد کو عورت کا محافظ بنایا گیا ہے۔ اس کی عزت' آبرو' جان مال سب کی حفاظت کرنا مرد پر لازم ہے۔ شادی کے بغیر دونوں کا آپس میں جنسی تعلق قائم کرنا قطعاً منع ہے۔"

"ہوں" مریم نے کہا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ میں اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ کرنل نعمان کمرے میں داخل ہوا۔

"تم کس چکر میں الجھ گئے علی؟" اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا "ہم روانہ ہونے کے لئے تمہارے منتظر ہیں۔"

"میرا خیال ہے ابھی مزید تاخیر ہوگی" میں نے کہا "تم کچھ دیر مزید انتظار نہیں کرسکتے؟"

"انتظار تو خیر ساری رات کیا جاسکتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر مشن مؤخر بھی کیا جاسکتا ہے مگر ایسی کون سی بات ہوگئی جس کی وجہ سے تم نے اپنا پروگرام ملتوی کیا ہے۔"

"دراصل مریم نے کچھ ایسی باتیں چھیڑ دیں جن کی بنا پر مجھے رکنا پڑ گیا ورنہ میں تو مریم سے الوداعی ملاقات کرنے آیا تھا... اگر کوئی ضروری کام نہ ہو تو تم بھی ہماری گفتگو میں حصہ لے سکتے ہو۔"

کرنل نعمان نے ملازم کو طلب کرکے اسے ضروری ہدایات دیں اس کے بعد وہ بھی میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ اس تمام عرصے میں مریم کسی گہری سوچ میں ڈوبی رہی تھی۔

"عام طور پر جن مسلمانوں کو میں نے دیکھا ہے انہیں ان تمام برائیوں میں مبتلا پایا ہے جن میں بقول تمہارے اہل مغرب ملوث ہیں" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ کچھ یا تمام لوگوں کے عمل نہ کرنے سے مذہبی تعلیمات پر اثر پڑ سکتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں" اس نے نفی میں سر ہلایا "لیکن یہ فیصلہ کیسے ہو کہ اصل تعلیمات کیا ہیں؟"

"یہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہے' ممکن ہے میں کوئی غلط بات بتادوں اس لئے لٹریچر کا مطالعہ کرو' لٹریچر کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔"

"میں یہ تصور بھی نہیں کرسکتی کہ تم مجھ سے جھوٹ بولو گے" مریم نے تڑپ کر کہا "تمہارے کردار سے متاثر ہوکر ہی تو میں تمہارے مذہب کے بارے میں جاننا چاہ رہی ہوں۔ اگر تم کہتے ہو تو یقیناً ٹھیک ہی کہہ رہے ہو لیکن یہ بھی تو ہے کہ اب میرے پاس لٹریچر کا مطالعہ کرنے کی مہلت ہی نہیں ہے' ظاہر ہے تم مجھے ساری باتیں تو نہیں بتاسکتے' اگر مہلت ملتی تو میں تمہارے لٹریچر کا مطالعہ ضرور کرتی۔"

"اگر تمہیں مطمئن کرنے کے لئے مجھے تمام رات بھی یہاں بیٹھنا پڑے تو یقین کرو مجھے کوئی عار نہیں ہوگا۔ میرے لئے اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں ہوسکتی کہ تم میرے مذہب میں دلچسپی لے رہی ہو۔"

"میں صرف یہ جانتی ہوں کہ جس مذہب کے پیروکاروں میں تم جیسے مثالی فرد موجود ہوں وہ مذہب غلط نہیں ہوسکتا۔ بقیہ باتیں تو میں بعد میں معلوم کرلوں گی۔ سب سے پہلے یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کوئی شخص اگر تمہارے مذہب میں شامل ہونا چاہے تو اس کے لئے اسے کیا شرائط پوری کرنا ہوں گی؟"

میرے جسم میں جیسے خون کی گردش یکلخت ہی تیز ہوگئی۔

م قبول کرنا چاہ رہی تھی۔ ایک غیر مسلم کا اسلام قبول کرنا تو ہی خوشی کی بات ہوتی ہے لیکن اس کے معاملے میں تو میری دوچند ہوگئی تھی۔ باطنی طور پر تو وہ پہلے سے ہی مسلمان تھی ں کی فطرت میں امن اور سلامتی تھی اور اسلام کس چیز کا ہے۔ اس کے تو لفظی معنی ہی امن اور سلامتی کے ہیں۔ یہ تو اور اخوت کا درس دینے والا مذہب ہے۔ مریم اگر قبول م کے بغیر ہی مرجاتی تو مجھے تکلیف ہوتی۔ شاید اسے مسلمان میری لاشعوری خواہش تھی۔

"اسلام قبول کرنے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے مریم!" میں خوشی سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "خدا کی وحدانیت اور کے آخری نبیؐ پر زبان اور دل سے ایمان لانے سے آدمی ان ہوجاتا ہے۔"

"صرف اتنی سی بات؟" مریم نے حیرت سے کہا "میں ان باتوں پر ایمان لاتی ہوں"

"تم نے دیکھا کرنل!" میں نے خوشی سے سرشار لہجے میں کہا یم مسلمان ہوگئی... یہ پہلے ہی اسلامی تعلیمات سے قریب اب باقاعدہ مسلمان بھی ہوگئی۔"

"میں نے ایسے ڈرامے بہت دیکھے ہیں" کرنل نعمان نے لہجے میں کہا "یہ صرف اپنی جان بچانے کے لئے یہ حرکت رہی ہے۔"

"کیا اس طرح میری جان بچ جائے گی؟" مریم نے حیرت کہا "مگر میں نے تو صرف اس لئے اسلام قبول کیا ہے کہ تے وقت علی کے مذہب پر ہوں۔"

"تم نہا کر اور کپڑے بدل کر آؤ مریم! میں تمہیں باقاعدہ کلمہ نواؤں گا۔"

"کلمہ کیا ہوتا ہے؟" مریم نے پوچھا۔

"عربی کے وہ الفاظ جن کے ادا کرتے ہی آدمی دائرہ اسلام داخل ہوجاتا ہے۔"

"میں ابھی نہا کر آتی ہوں" وہ جھینپتی ہوئی باتھ روم کی بڑھ گئی۔

"یہ تم بیٹھے بٹھائے کس چکر میں پھنس گئے" کرنل نعمان منہ بنا کر کہا۔

"چکر!" میں نے حیرت سے کہا "وہ مسلمان ہورہی ہے اور ے چکر کہہ رہے ہو۔"

"میں کسی یہودی پر اعتبار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ کوئی شخص جان کے خوف سے کلمہ پڑھ لے تو اس کا قبول ام لائق اعتنا نہیں ہوتا۔"

"تم غلط کہہ رہے ہو کرنل!" میں نے سنجیدگی سے کہا "جو ی زبان سے کلمہ پڑھ لے اسے وہ تمام مراعات حاصل

ہوجاتی ہیں جو کسی بھی مسلمان کو ہوسکتی ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے علی! لیکن دل کا حال تو خدا ہی بہتر جانتا ہے ہم ایک ایسے شخص کی زبان پر کیسے یقین کرسکتے ہیں جسے ایک یقینی موت کا سامنا ہے۔"

"جب تم مان رہے ہو کہ دل کا حال خدا ہی بہتر جانتا ہے تو پھر زبان پر یقین کرنے کے سوا اور کیا چارہ رہ جاتا ہے؟"

"تمہیں چاہئے تھا یہ کام کسی اور کے سپرد کردیتے یہ کام تو کوئی بھی کرلے گا مگر جو کام تمہیں کرنا ہے وہ صرف تم ہی کرسکتے ہو' کوئی اور نہیں کرسکتا۔"

"میری لاشعوری خواہش شاید یہی تھی کہ مریم مسلمان ہوجائے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے ہی ہاتھوں پر قبول اسلام کرے۔ نہیں کرنل نعمان! یہ کام بھی کوئی اور نہیں کرسکتا تھا۔"

کرنل نعمان بے بسی سے کندھے اچکا کر رہ گیا۔ اسے اندازہ تھا کہ مریم کے قبول اسلام سے اس کے لئے کیا دشواریاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ مریم کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا جاچکا تھا۔ ظاہر ہے مسلمان ہونے کے بعد اسے معاف کرنا پڑتا۔ وہ نہ کرتے تو انہیں اندازہ تھا کہ میں اس بات پر زور دوں گا اور انہیں ایک آزمائش سے دوچار ہونا پڑے گا۔

کرنل زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکا "تمہیں معلوم ہے کہ فوجی عدالت اسے سزائے موت سناچکی ہے" اس نے کہا "مریم کے مسلمان ہونے کے بعد کیا ہوگا؟"

"تم خود اندازہ کرسکتے ہو" میں مسکرایا "مسلمان ہونے کا مطلب ہے اس نے اپنی وفاداریاں تبدیل کرلی ہیں۔ ایسے میں فیصلہ تو منسوخ کرنا ہی پڑے گا۔"

کرنل نعمان اٹھ کر مضطربانہ انداز میں کمرے میں ٹہلنے لگا۔ "فوجی عدالتوں کے سنائے ہوئے فیصلے آسانی سے تبدیل نہیں ہوا کرتے" اس نے کہا۔

"اس معاملے میں تو فیصلے پر غور کرنا پڑے گا" میں نے دو ٹوک انداز میں کہا "غور نہیں بلکہ اسے باعزت طور پر رہا کرنے کا فیصلہ کرنا ہوگا۔"

"تمہیں سوچنا چاہئے کہ یہ ملکی سالمیت کا معاملہ ہے۔ کل کلاں کو اگر یہ بات اسرائیل تک پہنچ گئی کہ ان کا طیارہ اغوا کرکے عراق لایا گیا تھا اور ہم نے طیارہ ہائی جیک کرنے والوں کی نہ صرف مدد کی تھی بلکہ اسرائیل کے تمام لوگوں کو سزائے موت دے دی تھی تو ذرا تصور کرو کہ ہماری پوزیشن کیا ہوگی' کیا ہم بیک وقت دو ملکوں سے جنگ کرسکیں گے۔ ایران سے تو پہلے ہی جنگ ہورہی ہے۔"

"تم اس مفروضے کی بنیاد پر یہ ساری باتیں کررہے ہو کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مریم ہم سے دھوکا کررہی ہے" میں نے کہا "اور کسی مفروضے کی بنیاد پر کسی کی جان نہیں لی جاسکتی۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو علی! یہ مفروضہ ہی سہی مگر اس کی خوف ناکی پر بھی تو غور کرو۔ اگر خدانخواستہ یہ مفروضہ صحیح ثابت ہوا تو کیا ہوگا؟"

"اول تو یہ بعید ازامکان ہے لیکن اگر یہ خدشہ درست ثابت ہوا تو میں مریم کو اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتاروں گا۔ اسے دنیا کے کسی گوشے میں پناہ میسر نہیں آسکے گی۔"

"تم اسے جو بھی سزا دو گے اس سے اس نقصان کی تلافی نہیں ہوسکے گی جو وہ ہمیں پہنچا چکی ہوگی۔ اس لئے عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ..."

"میں اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتا کرنل! میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ اسلام قبول کرتے ہی وہ رعایت کی مستحق ہوگئی۔ یہ اس کا حق ہے جو اسے ہر حال میں ملنا چاہئے۔"

"فرض کرو تمہاری توقعات پوری نہیں ہوتیں" کرنل نے رک رک کر کہا "فرض کرو فوجی عدالت اپنی دی ہوئی سزا پر نظر ثانی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئی تو کیا ہوگا؟"

"میں کسی کے ساتھ زیادتی ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ خاص طور پر کسی نومسلم کے معاملے میں تو میرے لئے غیر جانب دار رہنا اور بھی مشکل ہوجائے گا۔"

"اپنے الفاظ پر غور کرو علی!" کرنل کے لہجے میں دھمکی پوشیدہ تھی "تمہارے الفاظ بھی نامناسب ہیں اور لہجے سے بھی بغاوت کی بو آرہی ہے۔"

میں سنبھل کر بیٹھ گیا "میں پہلے غور کرتا ہوں پھر کوئی بات منہ سے نکالتا ہوں لہٰذا کچھ کہنے کے بعد اس پر غور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"میں تمہیں آخری بار سمجھانے کی کوشش کررہا ہوں۔ ہمارے معاملات میں الجھنے کے بجائے اپنے کام سے کام رکھو۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔"

"میں اپنا بھلا برا خوب سمجھتا ہوں کرنل! میں کوئی بچہ نہیں ہوں جسے تم سمجھانے کی کوشش کررہے ہو" اس بار میرا لہجہ بھی خراب ہوگیا تھا۔

"تو پھر وسیع تر ملکی مفادات میں میں بھی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہوں" کرنل نے ریوالور نکال کر مجھے زد میں لے لیا "خود کو زیر حراست تصور کرو۔"

"وہ تو میں کرلوں گا" میں نے بے پروائی سے مسکرا کر کہا۔ "لیکن تم نے صرف ملکی مفاد کے بارے میں سوچا' کچھ مذہبی مفاد کے بارے میں بھی سوچ لیتے تو کیا برا تھا؟"

"اب تم تو صرف اپنے بارے میں سوچو... تم پر ریوالور اٹھاتے ہوئے مجھے افسوس تو ہورہا ہے لیکن اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران بعض اوقات ناگوار صورت حال سے بھی گزرنا پڑجاتا ہے" کرنل کی بات مکمل ہوئی ہی تھی کہ باتھ روم کا دروازہ کھلا۔ مریم نہانے کے بعد باہر نکل رہی تھی۔ کرنل کی نگاہ اس طرف اٹھی۔ میں ایسے ہی کسی موقعے کا منتظر تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کی قید میں جانے کے باوجود مجھے کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہے مگر پھر بھی مجھے یہ گوارا نہیں تھا کہ میں قید ہوجاتا۔ میرے خیال میں یہ ایک نقصان ہی کچھ کم نہ ہوتا کہ مریم کو سزائے موت دے دی جاتی۔

جیسے ہی اس کی نگاہ مریم کی طرف اٹھی میں نے چیتے کی طرح اس پر زقند لگادی۔ اگلے ہی لمحے نہ صرف ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا بلکہ میں نے اسے سنبھلنے کی مہلت دئے بغیر اسے اپنے قابو میں کرلیا تھا۔

"برا نہ ماننا کرنل!" میں نے اس کا ہاتھ موڑ کر پشت پر لے جاتے ہوئے کہا "میرے بھی کچھ فرائض ہیں جن سے عہدہ برا ہونے کے لئے بعض اوقات مجھے بھی ناگوار صورت حال سے گزرنا پڑتا ہے۔"

مریم باتھ روم کے دروازے میں ہی رک گئی تھی اور سناٹے کے عالم میں ہمیں دیکھ رہی تھی۔ چند لمحوں کے دوران اتنی بڑی تبدیلی اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

"تم اگر یہ سمجھ رہے ہو کہ اس طرح یہاں سے بچ کر نکل جاؤ گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے" کرنل نعمان نے کہا۔ وہ اس طرح میری گرفت میں جکڑا ہوا تھا کہ اپنی مرضی سے ہل بھی نہیں سکتا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ یہاں بہت سخت حفاظتی انتظامات ہیں لیکن اب میں دیکھوں گا کہ کون سا حفاظتی نظام میری راہ میں دیوار بنے گا" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو' تم نے ایک بار پہلے بھی حماقت کی تھی اور ہم نے اسے نظرانداز کردیا تھا" کرنل بولا "لیکن ضروری نہیں کہ ہر بار تمہیں معاف کردیا جائے' ابھی وقت ہے' سوچ لو۔"

میں نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا "اس وقت میں جذبات کی میں بہہ گیا تھا لیکن اس بار میرا تم سے اصولی اختلاف ہے۔ تمہیں یرغمال بنا کر خود بھی یہاں سے نکل جاؤں گا اور مریم کو ساتھ لے جاؤں گا۔ میں نہ تو خود قید ہونا گوارا کرسکتا ہوں اور نہ ہی یہ برداشت کرسکتا ہوں کہ مسلمان ہونے کے باوجود اسے سزائے موت دے دی جائے۔"

"یہ تم کیا کررہے ہو علی؟" دفعتاً مریم نے کہا "میرے معاملے میں تمہیں اتنا آگے بڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"یہ ایک اصولی بات ہے مریم! محض اس مطالبے پر کہ تمہاری سزا پر نظر ثانی کی ضرورت ہے' کرنل نے مجھے بھی حراست میں لینے کی کوشش کی تھی۔ اب وہ ہوگا جو میں چاہوں گا۔"

"کرنل نعمان کو چھوڑ دو علی!" مریم نے کہا "میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے دو افراد کے درمیان کسی قسم کی مخالفت پیدا ہو۔"

"تم فکر نہ کرو مریم! اس کی وجہ تم ہرگز نہیں ہو' ہمارے درمیان اصولوں کی جنگ ہے' جو اصولی طور پر درست ہوگا وہی فریق فتح یاب ہوگا۔"

"تو تم یوں میری بات نہیں مانو گے" مریم نے آگے بڑھ کر کرنل نعمان کے ہاتھ سے گرا ہوا ریوالور اٹھالیا "میں ریوالور کے زور پر تمہیں حکم دیتی ہوں کہ کرنل نعمان کو چھوڑ دو" اس نے سخت لہجے میں حکم دیا۔

مریم کی جرأت میرے لئے حیران کن تھی۔ معلوم نہیں وہ کیا چاہتی تھی تاہم مجھے یقین تھا کہ اس میں گولی چلانے کا حوصلہ نہیں ہے۔ اس لئے میں نے بے خوفی سے کہا "تم ضرور گولی چلادو مگر میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔"

"تم شاید سمجھ رہے ہو کہ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے" مریم نے دھمکی دی مگر اسے خود اپنے لہجے کی کمزوری کا احساس ہوگیا تھا۔

"فرض کرو تم نے مجھ پر گولی چلانے کی ہمت کر بھی لی تب بھی یہ تو سوچو کہ میرے اور تمہارے درمیان کرنل نعمان موجود ہے۔ گولی پہلے اسے لگے گی بعد میں مجھ تک پہنچے گی" میں نے فاتحانہ انداز میں کہا۔

مریم نے ایک لمحے کے لئے میری بات پر غور کیا پھر بولی "تم مجھے احمق کیوں سمجھ رہے ہو۔ گولی چلاتے وقت میں اپنی جگہ تبدیل کرلوں گی۔"

"مت بھولو کرنل نعمان میرے شکنجے میں بے بس ہے' میں اس سمت اپنی پوزیشن تبدیل کرلوں گا' گولی ہر حال میں پہلے کرنل نعمان کو لگے گی۔"

مریم خاموش ہوگئی۔ وہ کسی خاص نکتے پر غور کررہی تھی۔ ٹھیک ہے' میں یہ بات تسلیم کرتی ہوں" وہ کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے بولی "تم جیسے شخص پر میں واقعی اسلحے کے بل پر بھی قابو نہیں پاسکتی لیکن میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اگر تم دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا بھی تو وجہ نزاع میں ہرگز نہیں بنوں گی۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ آپس میں جھگڑا مت کرو اور کرنل نعمان کو چھوڑ دو۔"

"کیا تم یہ چاہتی ہو کہ یہ مجھے قید کرلے اور تمہیں سزائے موت دلوادے... نہیں مریم! تم احمقانہ بات کررہی ہو اور میں تمہاری یہ بات نہیں مان سکتا۔"

"یہ سب کچھ اس لئے ہورہا ہے کہ میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کرلیا تھا اور میں یہ جانتی ہوں کہ کوئی بھی ایسا کام کرنے سے گریز کرنا چاہئے جس سے ہنگامے کی فضا پیدا ہو لہٰذا میں اپنا مسلمان ہونے کا فیصلہ واپس لیتی ہوں۔"

مریم کی اس بات سے مجھے شدید دھچکا لگا۔ کرنل نعمان کے ہاتھ پر میری گرفت خود بخود ختم ہوگئی اور وہ میری گرفت سے آزاد ہوگیا۔ اب میں براہِ راست مریم کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کی زد پر تھا۔ میری نظروں کا مرکز مریم کا چہرہ تھا۔ اس کے ہاتھ میں موجود ریوالور پر میری توجہ بالکل بھی نہیں تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس موقع پر کیا کہنا چاہئے یا کیا کرنا چاہئے۔

میری طرح کرنل نعمان بھی تذبذب کا شکار تھا۔ وہ چاہتا تو آگے بڑھ کر مریم کے ہاتھ سے ریوالور چھین سکتا تھا' میرے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتا تھا یا پھر کم از کم آواز دے کر اپنے آدمیوں کو ہی طلب کرسکتا تھا مگر اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔ عراقی انٹیلی جنس کا سربراہ قوتِ فیصلہ سے محروم ہوچکا تھا۔

چند لمحوں تک کمرے پر سکوت طاری رہا پھر میری آواز نے اس سکوت کو توڑا "تمہیں ایسی بات منہ سے نہیں نکالنی چاہئے مریم!" میں نے کہا۔

"اگر تم دونوں آپس میں جھگڑا ختم کروگے تو جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر قائم رہوں گی ہاں اگر تم مجھے یقین دلادو کہ میرے اس فیصلے سے تمہارے تعلقات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا تو مجھے تمہارا مذہب قبول کرنے میں کوئی عار نہیں ہوگا۔"

"تم سمجھتی کیوں نہیں ہو مریم!" میں نے بے بسی سے کہا۔ "اگر میں نے خاموشی اختیار کئے رکھی تو تمہیں سزائے موت دے دی جائے گی۔"

"فیصلہ تو پہلے ہی سنایا جاچکا ہے۔ اب اس پر عمل درآمد بھی ہوجائے گا' تم کیا سمجھتے ہو' کیا میں نے اپنی جان بچانے کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے' نہیں علی! نہیں... یہ فیصلہ میں نے بہت سوچ بچار کرنے کے بعد کیا ہے۔ پورے تین دن تک میں کشمکش میں مبتلا رہی ہوں تب کہیں جاکر اس نتیجے پر پہنچی ہوں اور وہ بھی تم سے گفتگو کرنے کے بعد... اب تم بتاؤ' میں کیا کروں؟"

"تم نے مجھے بے بس کردیا ہے مریم! میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب اس معاملے میں کچھ نہیں بولوں گا۔"

"تم نے میرا دل خوش کردیا" وہ سرشاری کے عالم میں بولی۔ "اب جلدی سے مجھے کلمہ پڑھوادو۔"

اس کا یہ والہانہ جذبہ دیکھ کر میری آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ کرنل نعمان پر بھی اس کی وارفتگی کا گہرا اثر ہوا تھا۔ مریم نے اس کا ریوالور اس کے حوالے کردیا اور کرنل نعمان نے اس سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ریوالور لے کر رکھ لیا۔ میں نے مریم کو کلمہ پڑھوادیا جو وہ تھوڑی سی دقت کے بعد پڑھنے میں کامیاب ہو گئی۔ میں نے کلمہ طیبہ کا ترجمہ انگریزی اور عبرانی میں اسے سنایا۔

"تم گواہ رہنا علی!" مریم نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "میں نے خدا کی وحدانیت اور اس کے آخری نبیؐ کی رسالت کا زبان سے اقرار کرلیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ہر وہ حکم تسلیم کرلیا ہے جو تمہارے مذہب کا ہے اور جو ظاہر ہے میرے علم میں نہیں ہو سکتا... لیکن ماضی میں میں نے جو گناہ کئے ہیں ان کا کیا بنے گا؟" اس کے لہجے میں تشویش کا عنصر شامل ہو گیا۔

"ہمارا مذہب کہتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد آدمی اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے وہ ابھی ابھی ماں کی پیٹ سے پیدا ہوا ہو اور اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔"

"خدا کا شکر ہے کہ یہ بات مجھے پہلے معلوم نہیں تھی ورنہ شاید میری نیت میں کھوٹ شامل ہو جاتا۔"

"مبارک ہو مریم! مبارک ہو علی!" دفعتاً نعمان نے کہا "خدا نے مریم کو ہدایت دی۔ دعا کرو کہ وہ مریم کو استقامت بھی عطا فرمائے۔"

میں نے زخمی نگاہوں سے کرنل نعمان کو دیکھا۔ کچھ دیر پہلے وہ یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ مریم مخلص ہے اور اب مجھے مبارک باد پیش کر رہا تھا۔

"میں خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرتا ہوں کرنل!" میں نے دونوں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا "تم جب تک چاہو مجھے حراست میں رکھ سکتے ہو۔ میں کوئی مزاحمت نہیں کروں گا۔"

کرنل نعمان بری طرح جھینپ گیا "کیسی باتیں کر رہے ہو علی! اب مریم کے مسلمان ہونے میں مجھے کوئی شبہ نہیں رہا۔"

"سوچ لو کرنل! میں ایک بار پہلے بھی جذباتی غلطی کا مرتکب ہوا تھا۔ اب پھر میں نے ایک غلطی کی ہے۔ بار بار معاف کرو گے تو میرے حوصلے بڑھ جائیں گے۔"

"اس بار میں غلطی پر تھا" کرنل نعمان نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا "ایک غلطی تم نے کی، ایک مجھ سے ہوئی، حساب برابر ہو گیا۔"

"میں تمہارے خلاف جارحیت کا مرتکب بھی تو ہوا تھا" میں نے کہا "یہ چیز ڈسپلن کے بھی خلاف ہے۔"

"حالات کے تحت تو تم نے جو کچھ بھی کیا میں اسے درست تصور کرتا ہوں" کرنل نے سنجیدگی سے کہا "رہی بات ڈسپلن کی تو تم ہمارے ملازم نہیں ہو۔ تم پر محکمہ جاتی قوانین اس طرح سے لاگو نہیں ہو سکتے جس طرح ہمارے ملازمین پر لاگو ہوتے ہیں۔ تم تو ہمارے معاونین میں سے ہو، میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ اور اپنا دل صاف کرلو۔"

"اوکے کرنل! پچھلی ساری باتیں ختم، اب یہ بتاؤ کہ ہم کس وقت یہاں سے روانہ ہوں گے۔"

"میرے خیال میں یہ معاملہ اب صبح پر اٹھا رکھو" کرنل نے کہا "اور اب میں چلتا ہوں۔"

"یہ شیشی اپنے ساتھ ہی لیتے جاؤ کرنل" مریم نے کہا۔ "اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ میں ہنستے ہوئے موت کو گلے لگاؤں گی۔"

کرنل نے میری طرف دیکھا اور میں جلدی سے بولا "مریم کی اس بات پر مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ میں نے اسے کچھ نہیں بتایا۔"

میری اس وضاحت پر کرنل مطمئن تو ہو گیا مگر اس کی حیرت برقرار تھی تاہم کچھ کہے بغیر اس نے مریم کے ہاتھ سے خواب آور گولیوں کی شیشی لی اور کمرے سے چلا گیا۔

"تم نے تو اس وقت کمال ہی کر دیا" میں نے مریم سے کہا۔ "یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا کہ خواب آور دوا کی تجویز کرنل نے پیش کی تھی۔"

"میں پہلے روز ہی سمجھ گئی تھی کہ یہ حرکت کرنل نعمان کی ہی ہو سکتی ہے۔ تمہارے دباؤ سے مجبور ہو کر اس نے مجھے یہ موقع فراہم کرنے کا وعدہ کیا ہو گا تاکہ میں سزائے موت سے بچنے کے لئے خودکشی کرلوں۔"

اس رات میں پلک بھی نہیں جھپکا سکا۔ نہ میں ایک لمحے کے لئے سویا اور نہ مریم سوئی۔ وہ کرید کرید کر مجھ سے مذہب کے بارے میں سوالات کرتی رہی اور میں حتی الامکان اسے مطمئن کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ اسلام کے بارے میں کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ جان لینا چاہتی تھی۔ اس کے دل میں سچی لگن اور تڑپ پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے پر سچائی کا نور تھا۔ میں نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی کہ شاید اب اس کی سزا میں تخفیف ہو جائے مگر اب اسے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ اسے تو بس یہ فکر تھی کہ مرنے سے قبل اسلام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جان لے۔ میں اس پر رشک کرنے کے سوا اور کیا کر سکتا تھا۔

صبح کرنل خود میرے کمرے میں آگیا اور اس نے ہمارے ساتھ ہی ناشتا کیا۔

"میں نے تمہارا کیس وزارت دفاع بھجوا دیا ہے" ناشتے کے دوران کرنل نے مریم سے کہا "مجھے توقع ہے کہ تمہاری سزا پر نظرثانی ہو جائے گی۔"

"تم لوگ تو یہاں سے چلے جاؤ گے اور میں تنہا رہ جاؤں گی" مریم نے کہا "اگر تم اپنے مذہب سے متعلق چند کتابیں..."

"اب ہمارا اور تمہارا مذہب الگ الگ نہیں رہا" کرنل نے کہا "اور کتابیں تمہیں تھوڑی دیر بعد مل جائیں گی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرے دل پر سے ایک بوجھ سا ہٹ گیا تھا اور میں خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

ناشتا کرنے کے بعد ہم اسپتال کے لئے روانہ ہو گئے۔ میں اور نارمنڈو ایک بند وین کے پچھلے حصے میں تھے۔ نارمنڈو کا جسم پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا اور وہ بے ہوشی کے انجکشن کے زیر اثر تھا کرنل نعمان نے بتایا تھا کہ اسے کئی گھنٹوں تک ہوش نہیں آئے گا۔

میں نارمن شیلوف کے میک اپ میں تھا اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ مجھے کتنا عرصہ اس روپ میں گزارنا پڑے گا۔ یقیناً میری راہ میں بہت سی مشکلات آتیں۔ یہ بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ میں اس رول کو کامیابی سے نباہ بھی سکوں گا یا نہیں کسی بھی وقت راز کھل سکتا تھا تاہم توقع تھی کہ میں اسرائیل کو کوئی نہ کوئی نقصان پہنچانے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اس لئے میں یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہو گیا تھا۔

نارمنڈو کو کمرا نمبر تین سو بارہ میں پہنچا دیا گیا۔ تیسری منزل پر پرائیویٹ وارڈ تھا اور کرنل نے مجھے بتایا تھا کہ وہاں ایک کمرے میں دو مریضوں کو نہیں رکھا جاتا مگر یہ معاملہ چونکہ ملٹری انٹیلی جنس سے متعلق تھا اس لئے ظاہر ہے اسپتال کی انتظامیہ معترض نہیں ہو سکتی تھی۔

کمرے کی کھڑکیوں پر پڑے ہوئے پردے سیاہ رنگ کے تھے۔ کھڑکیوں کے شیشوں پر بھی سیاہ رنگ کا پینٹ کر دیا گیا تھا تاکہ رات کے وقت کمروں میں جلنے والی روشنی چھن کر باہر نہ جا سکے۔ میں ٹہلتا ہوا کھڑکی کے پاس گیا اور اسے کھول کر باہر کا جائزہ لینے لگا۔ کھڑکی کے ساتھ نیچے تک دیوار سپاٹ تھی۔ اس طرف سے فرار ہونا ناممکن تھا۔ اسپتال کا احاطہ خاصا کشادہ تھا اور اس میں خوبصورت لان لگایا گیا تھا جس کا اختتام لوہے کے جنگلوں پر ہوتا تھا۔

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور کرنل کی طرف پلٹا جو بڑے غور سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے کرنل!" میں نے کہا "اس سمت سے فرار ہونا ممکن نہیں ہے۔ گویا ہمیں فرار ہونے کے لئے پورے اسپتال سے گزرنا پڑے گا۔"

"اسی لئے میں کہہ رہا تھا کہ اگر تم پہلے ہی ان سب باتوں کا جائزہ لے لیتے تو اچھا ہوتا۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا" میں نے بے پروائی سے کہا "میں تمہیں اپنا منصوبہ بتاؤں گا اور یہ تمہاری ذمے داری ہو گی کہ اس میں کوئی گڑبڑ نہ ہونے پائے۔"

"کیا تم نے کوئی منصوبہ بنا لیا ہے" کرنل نعمان نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"ابھی نہیں" میں نے نفی میں سر ہلادیا "لیکن میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جو بھی منصوبہ ہو گا وہ بہت سادہ اور آسان منصوبہ ہو گا۔ اس وقت تو تم مجھے تیسری منزل کی سیر کرادو۔"

کرنل مجھے لے کر کمرے سے باہر نکلا "یہ سامنے ڈریسنگ روم ہے" اس نے قدرے بائیں جانب اشارہ کرتے ہوئے بتایا "تم دونوں کو علیحدہ علیحدہ ڈریسنگ کے لئے روز آنہ یہاں لایا جائے گا۔"

میں کرنل کے ساتھ ڈریسنگ روم میں داخل ہوا۔ وہ زیادہ بڑا کمرہ نہیں تھا اور وہاں آلات جراحی اور ادویات کے علاوہ چند کرسیاں اور ایک اسٹریچر دکھائی دے رہا تھا۔

کچھ ہی دیر میں میں اس منزل سے پوری طرح واقفیت حاصل کر چکا تھا۔ سب سے زیادہ کار آمد جگہ ایک کونے پر واقع وہ کمرہ تھا جو اسٹور تھا۔ میں نے اسٹور کا تفصیلی جائزہ لیا تھا۔ اس کمرے میں صرف دو آدمی ہوا کرتے تھے۔ ایک اسٹور کیپر اور ایک اس کا اسسٹنٹ اسٹور کی ایک الماری میں سفید رنگ کے دھلے ہوئے کوٹ رکھے ہوئے تھے۔ یہ وہ کوٹ تھے جو ڈاکٹروں کے استعمال میں رہتے ہیں۔

"اب آؤ، تمہاری ڈریسنگ بھی کروادوں" کرنل نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"خیال رکھنا کرنل کہیں کسی ڈاکٹر کے ذریعے میری زخمی نہ ہونے کا راز افشا نہ ہو جائے۔"

"بے فکر رہو، تم دونوں کی مرہم پٹی کوئی عام ڈاکٹر نہیں کرے گا بلکہ ملٹری انٹیلی جنس سے تعلق رکھنے والا ایک ڈاکٹر کرے گا۔"

ملٹری انٹیلی جنس کے ایک ڈاکٹر نے میرے جسم پر پٹیاں لپیٹ دیں اور میں بھی کمرے میں آکر بیڈ پر دراز ہو گیا۔ چونکہ رات بھر کا جاگا ہوا تھا اس لئے نیند نے فوراً ہی آدبوچا۔

میری آنکھ کوئی چار گھنٹے بعد کھلی۔ کمرے میں نارمنڈو کے کراہنے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ میں نے آنکھ کھول کر ادھر ادھر دیکھا اور نحیف سی آواز میں بولا "ہم کہاں ہیں؟"

"یہ کوئی اسپتال معلوم ہوتا ہے" نارمنڈو نے تکلیف سے کراہتے ہوئے جواب دیا۔

میں بھی ہولے ہولے کراہنے لگا تاکہ نارمنڈو کو مجھ پر شبہ نہ ہونے پائے "اب اس کمبخت ملٹری اسپتال سے کیسے نکلیں گے؟" میں نے کہا۔

نارمنڈو میری یہ بات سن کر ایک لمحے کے لئے اپنی تکلیف بھول گیا "ملٹری اسپتال!" اس نے حیرت سے کہا "یہ کوئی فوجی اسپتال تو ہرگز نہیں ہے۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو نارمنڈو! فوجی اسپتال میں نہیں تو کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہمیں کسی پرائیویٹ اسپتال میں رکھا جائے گا؟"

"میں پاگل نہیں ہوا بلکہ تمہاری ذہنی صلاحیتیں متاثر ہوئی ہیں۔ فوجی اسپتال مختلف ہوتے ہیں۔ اور وہ دیکھو' پردوں پر اسپتال کا نام کڑھا ہوا ہے۔ سارہ جنرل اسپتال۔"

میں نے نارمنڈو کو دکھانے کے لئے سر کو جنبش دینے کی کوشش کی اور کراہ کر رہ گیا "کمبختوں نے بڑے بے دردی سے کھال ادھیڑی ہے۔ میرے تو سر کو بھی نہیں بخشا۔ ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔"

کمرے میں ایک نرس کے داخل ہونے سے ہماری گفتگو کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ نرس خاصی حسین تھی۔ معلوم نہیں کرنل نعمان نے خصوصی طور پر اہتمام کیا تھا یا وہاں کی ساری نرسیں ایسی ہی حسین تھیں تاہم حسن کے معاملے میں عراق کسی بھی طرح مصر اور لبنان سے پیچھے نہیں تھا۔

"تم لوگوں کو ہوش آگیا" نرس نے کہا اور سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی جہاں کچھ دوائیں رکھی نظر آرہی تھیں۔ پہلے اس نے نارمنڈو کو کچھ دوائیں کھلائیں اس کے بعد میری طرف آگئی۔

"یہ لو" اس نے پانچ چھ گولیاں میری طرف بڑھائیں "انہیں پانی کے ساتھ نگل لو" اس نے دوسرے ہاتھ میں موجود پانی کا گلاس بھی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں نے اٹھنے کی ناکام کوشش کی اور کراہ کر رہ گیا "لیٹ کر گولیاں نگلنے کا مجھے کوئی تجربہ نہیں ہے" میں کراہا "اور بغیر سہارے کے اٹھ کر بیٹھنا ممکن نظر نہیں آرہا۔"

اس نے گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھا پھر بڑھ کر مجھے سہارا دیا اور میں جیسے تیسے اٹھ کر بیٹھ گیا "تمہارا بہت بہت شکریہ اے حسین و جمیل خاتون!" میں نے گولیاں نگل کر کہا "کیا میں تمہارا نام پوچھنے کی جسارت کرسکتا ہوں؟"

اس نے حیرت سے مجھے دیکھا "مجھے بتایا گیا تھا کہ تم بری طرح زخمی ہو" اس نے کہا۔

"تو کیا ایک زخمی کو یہ حق بھی نہیں پہنچتا کہ وہ کسی حسین خاتون سے اس کا نام معلوم کرسکے" میں نے معصومیت سے کہا اور وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

"میرا نام فرغانہ ہے" اس نے ایک ادا سے گردن جھٹک کر کہا اور کرسی پر بیٹھ گئی "میری ڈیوٹی تمہارے کمرے میں لگائی گئی ہے۔"

"میں اس نیک دل ڈاکٹر کا مشکور ہوں جس نے تم جیسی حسین نرس کی ڈیوٹی میرے پاس لگائی۔ اب میں جلدی صحت یاب ہوسکوں گا۔"

"تم بڑے دل پھینک معلوم ہوتے ہو۔ اتنی خراب حالت میں بھی رومانی گفتگو سے باز نہیں آرہے۔"

"اگر تم برا مان رہی ہو تو اب ایسی کوئی بات نہیں کروں گا" میں نے اپنے لہجے میں یاسیت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں" وہ ہنس پڑی "ایسی کوئی بات نہیں ہے" "بھلا اپنی تعریف سن کر کون سی لڑکی ایسی ہوگی جو خوش نہیں ہوگی۔"

"ایک ایسی بھی ہے" میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "میں اس کے حسن کی تعریف کرتا ہوں تو جانتی ہو کیا کہتی ہے۔ کہتی ہے آپ کو بے وقوف بنانے کے لئے میرے علاوہ اور کوئی نہیں ملا۔ کبھی کہتی ہے' آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ میں جانتی ہوں کہ میں کتنی خوبصورت ہوں۔"

فرغانہ ہنس رہی تھی "ایسی بھی لڑکیاں ہوتی ہیں" اس نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "جو چاہتی ہیں کہ ان کے حسن کی تعریف زیادہ شدومد سے کی جائے۔"

میں نے یوں آنکھیں پھاڑ کر فرغانہ کو دیکھا جیسے اس کے تجزیے نے میری آنکھیں کھول دی ہوں لیکن درحقیقت میں سوچ رہا تھا کہ وہ اتنی بے تکلفی سے کیوں گفتگو کررہی ہے۔ یہ اس کی عادت تھی یا اس کی کوئی خاص وجہ تھی۔ میں چونکہ نارمن شیلوف کا رول کررہا تھا اس لئے مجھے تو یہی کچھ کرنا تھا۔ اس کے بارے میں یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ لڑکیوں کی موجودگی میں کچھ زیادہ ہی چہکنے کا عادی ہے۔

"ہائے" میں بڑے زور سے کراہا اور فرغانہ اٹھ کر میری طرف جھپٹی "کیا ہوا؟" اس نے پوچھا۔

"سر میں ٹیس اٹھی تھی" میں نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "اب ٹھیک ہوں۔"

اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی "آپ کو بالکل بھی حرکت نہیں کرنی چاہئے" اس نے مجھے سرزنش کی "میں اسی اسپتال میں ملازم ہوں۔ ٹھیک ہونے کے بعد میرے ہاتھ سے شوق فرما لیجئے گا۔"

"تم پہلے کہاں تھیں... تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ لڑکیاں اپنی تعریف کرانے کے لئے ایسی باتیں کرتی ہیں۔ میں دن رات ان کی تعریف کرتا رہتا۔"

"میرا ہاتھ چھوڑیے جناب" فرغانہ نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"معلوم نہیں لڑکیاں مجھ سے ناراض کیوں ہوجاتی ہیں" میں نے مغموم لہجے میں کہا۔

"تم کون سی مٹی کے بنے ہوئے ہو نارمن" نارمنڈو نے ہانک لگائی "بستر مرگ پر بھی نہیں سدھرو گے؟"

"معلوم نہیں بھائی!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی "بستر مرگ کیا ہوتا ہے میں ابھی سے کیسے بتا سکتا ہوں۔"

فرغانہ نے پھر کرسی سنبھال لی تھی اور حیران کن بات یہ تھی کہ اب اس کے چہرے سے ذرا سی بھی ناراضگی ظاہر نہیں ہورہی تھی۔

"مجھے آپ کی تیمارداری کرنی ہے" اس نے کہا "اگر آپ نے زیادہ ملنے جلنے کی کوشش کی تو کیس بگڑ سکتا ہے اور مجھ سے جواب طلبی بھی ہوسکتی ہے۔"

"یہ بات تم نے مجھے پہلے ہی بتادی ہوتی" میں نے بڑے خلوص سے کہا "اب ٹھیک ہونے تک میں ذرا سی بھی جنبش نہیں کروں گا۔"

میں نے محسوس کیا کہ نارمنڈو کی پلکیں بوجھل ہورہی ہیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ فرغانہ نے اس کے قریب جاکر اسے چیک کیا اور میری طرف پلٹ کر بولی "یہ سوچکا ہے۔"

"کیا ان گولیوں میں خواب آور دوا کی بھی گولی شامل تھی؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں! تکالیف کا احساس زائل کرنے کے لئے خواب آور ادویات کا ہی سہارا لیا جاتا ہے۔"

"لیکن مجھے ابھی تک نیند کیوں نہیں آئی۔ دوائیں تو ہم دونوں نے ایک ہی ساتھ کھائی تھیں۔"

"آپ کو جو گولیاں دی گئی ہیں ان میں خواب آور گولی شامل نہیں تھی۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا" میں نے خوش ہوکر کہا "اب ہم اطمینان سے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرسکیں گے۔"

"وہ ہوچکا ہے جناب! اس لئے اب اس ناٹک کی ضرورت نہیں رہی۔"

"کیا کہہ رہی ہو" میں نے حیران ہوکر کہا "کیسا ناٹک اور کہاں کا ناٹک؟"

"مجھے کیپٹن فرغانہ کہتے ہیں۔ میں نرس نہیں ڈاکٹر ہوں اور میرا تعلق..."

"ملٹری انٹیلی جنس سے ہے" میں نے کراہ کر اس کا جملہ مکمل کردیا "یہ کرنل نعمان مجھے کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔ کسی روز معلوم ہوگا کہ خود میرا تعلق بھی ملٹری انٹیلی جنس سے ہے۔"

فرغانہ ہنس پڑی "تو اس میں شبہ ہی کیا ہے سیدی علی!" اس نے شوخی سے کہا۔

"آئندہ خیال رکھنا' خواہ نارمنڈو سو ہی کیوں نہ رہا ہو' گفتگو کرتے ہوئے محتاط رہا کرو" میں نے اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب! میں خیال رکھوں گی" فرغانہ نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اور مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے تکلفات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا مؤدبانہ انداز نارمنڈو کو مشکوک کرسکتا ہے۔"

"میں اس بات کا بھی خیال رکھوں گی جناب" فرغانہ بولی "اس وقت تو میں نے اطمینان کرلیا تھا۔ وہ واقعی گہری نیند میں ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کرنل نعمان کو کیا ہوگیا ہے" میں نے چڑ کر کہا "اس نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا۔ آخر کسی لڑکی کی یہاں ضرورت ہی کیا تھی؟"

فرغانہ کا چہرہ اتر گیا "انہوں نے مجھ سے کہا تھا جیسے ہی آپ کوئی اسکیم بنائیں' میرے ذریعے ان تک اطلاع بھجوادیں۔"

"ٹھیک ہے" میں نے جھلا کر کہا "اور میری سمجھ میں یہ بھی نہیں آتا کہ تمہیں ملٹری انٹیلی جنس میں کیوں لے لیا گیا ہے' میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھ سے بے تکلفی سے گفتگو کرو۔"

"اوکے ڈیئر نارمن" فرغانہ نے بھنا کر کہا "آئندہ تمہیں اس قسم کی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

"یہ ہوئی نا بات" میں نے خوش ہوکر کہا "یاد رکھو' انٹیلی جنس کے آدمی کے لئے بے حد ضروری ہے کہ جو کچھ اس سے کہا جائے اس پر بلاتامل عمل کرے۔"

تین روز بعد نارمنڈو کے زخم مندمل ہونے شروع ہوگئے۔ اب وہ اٹھ کر کمرے میں چل پھر بھی سکتا تھا۔ میں نے تو خیر اس سے قبل ہی چلنا پھرنا شروع کردیا تھا۔ فرغانہ چونکہ ہر وقت کمرے میں موجود نہیں ہوتی تھی اس لئے میں نے اس کی عدم موجودگی میں سب سے پہلا کام یہ کیا کہ نارمنڈو کو دکھانے کے لئے پوری باریک بینی سے پورے کمرے کی تلاشی لی۔

"کہیں سے کوئی آلہ برآمد نہیں ہوسکا جس کی بنا پر یہ شبہ کیا جاسکتا کہ اس کے ذریعے ہماری گفتگو کہیں اور سنی جاسکتی ہے؟" میں نے نارمنڈو سے کہا۔

"یہ ایک پرائیویٹ اسپتال ہے" نارمنڈو نے کہا "ملٹری اسپتال ہوتا تو یقیناً یہاں کوئی نہ کوئی ایسا انتظام ضرور ہوتا۔"

"پھر بھی تلاشی لینا ضروری تھا" میں نے کہا "ملٹری انٹیلی جنس کے لئے یہاں بھی ہماری گفتگو سننے کے لئے کوئی انتظام کرنا کیا مشکل تھا؟"

"تم نے اچھا کیا دوست! اب یہ بتاؤ کہ فرار ہونے کا کوئی ارادہ ہے یا نہیں۔"

"اگر ہم یہاں سے فرار نہ ہوئے تو پھر کبھی فرار نہ ہوسکیں گے مگر اس کے لئے بڑے تحمل کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ابھی ہماری جسمانی حالت اس لائق نہیں ہے کہ ہم زیادہ جسمانی محنت کرسکیں اور ہمیں اس قابل ہونے سے قبل ہی یہاں سے ڈسچارج کردیا جائے گا۔"

"تو گویا ہم فرار نہیں ہوسکیں گے؟" نارمنڈو نے قدرے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"اس کی ایک صورت ہے کہ ٹھیک ہوجانے کے باوجود خود پر نقاہت طاری کئے رکھو۔"

"وہ تو میں کرلوں گا لیکن اس سے ہمیں فرار میں کیا مدد ملے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گی؟" ٹارمنڈو نے کہا۔

"باہر دروازے پر ایک آدمی ہر وقت موجود رہتا ہے" میں نے رازدارانہ انداز میں کہا "وہ ہوتا تو سادہ لباس میں ہے مگر مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی فوجی ہے اس کے علاوہ راہداری میں بظاہر کوئی حفاظتی انتظام نظر نہیں آتا۔ ہمیں اس فوجی پر قابو پانا ہوگا۔ اس کے بعد ہماری قسمت ہے۔ فرار ہوگئے یا پکڑے گئے بہرحال ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے سے تو بہتر یہ ہے کہ قسمت آزمائی کی جائے۔"

ٹارمنڈو نے میرے کہنے پر عمل شروع کردیا۔ مزید تین روز بعد اگرچہ اس کے زخم پوری طرح مندمل ہوچکے تھے لیکن وہ خود پر نقاہت طاری کئے رہتا تھا۔ میں تو خیر شروع ہی سے اداکاری کرتا رہا تھا۔

چھٹے روز میں نے فرغانہ کے ذریعے کرنل نعمان کو پیغام بھجوایا اس روز جب مجھے ڈریسنگ روم میں لے جایا گیا تو وہاں کرنل نعمان بھی موجود تھا۔

"مجھے بلوانے کا مطلب یہی ہے نا کہ تم کوئی منصوبہ بنا چکے ہو؟" کرنل نعمان نے کہا۔

"سرخ رنگ کی کسی کار کا بندوبست ہوسکے گا؟" میں نے کرنل نعمان سے کہا۔

"بالکل ہوجائے گا" کرنل نے کہا "ڈاٹسن سولہ سو سی سی کی ایک سرخ رنگ کی کار عمدہ حالت میں موجود ہے۔"

"تو پھر میرا منصوبہ سن لو۔ کل صبح ٹھیک نو بجے فرغانہ ہمیں کمرے میں آکر اطلاع دے گی کہ آج دوپہر ہمیں اسپتال سے ڈسچارج کردیا جائے گا۔ میں اسے کمرے میں بے ہوش کردوں گا بے ہوش ہونے سے قبل وہ ایک ہلکی سی چیخ مارے گی جسے سن کر دروازے پر متعین شخص دروازہ کھول کر اندر جھانکے گا۔ میں اسے اندر کھینچ لوں گا۔ اس سے کہہ دینا کہ وہ ذرا سی بھی مزاحمت نہ کرے اور میرا پہلا ہاتھ کھاتے ہی بے ہوش ہوجائے فرغانہ کے کمرے میں داخل ہونے سے فوجی کے بے ہوش ہونے تک زیادہ سے زیادہ دو منٹ صرف ہونے چاہئیں۔ اس دوران راہداری خالی رہنی چاہئے کیوں کہ پھر میں اور ٹارمنڈو کمرے سے نکل کر اسٹور کی طرف جائیں گے۔ اس وقت وہاں اسٹور کیپر کے علاوہ کسی اور کو موجود نہیں ہونا چاہئے۔ میں اسے بھی بے ہوش کردوں گا اور دو عدد ڈاکٹر کے پہننے والے سفید کوٹ حاصل کرکے ایک میں پہنوں گا اور دوسرا ٹارمنڈو کو پہنا کر سیدھا لفٹ کی طرف جاؤں گا۔ لفٹ بھی ہمیں رکی ہوئی ملے گی اور ہم لفٹ کے ذریعے نیچے اتر کر اسپتال کے داخلی دروازے سے باہر نکل جائیں گے۔ چونکہ ہم ڈاکٹروں والے سفید کوٹوں میں ہوں گے اس لئے کوئی ہم پر خصوصیت سے توجہ نہیں دے گا۔ اس پورے عمل میں ٹھیک پانچ منٹ صرف ہونے چاہئیں۔ لہٰذا نو بجکر پانچ منٹ پر ہمیں اسپتال کے دروازے پر سرخ رنگ کی ڈاٹسن سے ایک نوجوان اترتا ہوا نظر آئے گا جو خاصا حواس باختہ ہوگا اس لئے کہ اس کے ساتھ کوئی مریض ہوگا جس کی خراب حالت کی وجہ سے وہ اتنا بوکھلایا ہوا ہوگا کہ کار سے چابیاں نکالنا تو کجا کار کا انجن تک بند کرنا بھول جائے گا۔ ہم اس کی بدحواسی سے فائدہ اٹھا کر اس کی کار لے کر فرار ہوجائیں گے۔"

"یہ سارے کام تو تمہاری مرضی کے مطابق ہوجائیں گے" کرنل نعمان نے کہا "لیکن اگر تمہارا تعاقب نہ کیا گیا تو کیا یہ مناسب ہوگا۔"

"قطعی نامناسب ہوگا" میں مسکرایا "اس ایک آدمی کے علاوہ جو ہمارے دروازے پر متعین ہے، اور بھی لوگ نگرانی کرنے کے لئے موجود ہونے چاہئے۔ مگر ہمارے حلئے کی وجہ سے وہ دھوکا کھا جائیں گے لیکن اسپتال کے کمپاؤنڈ میں جو فوجی جیپ موجود ہے..."

"کمپاؤنڈ میں تو کوئی فوجی جیپ نہیں ہے" کرنل نے میری بات کاٹ دی۔

"نہیں ہے تو ہوجائے گی، تم اتنی جلدی گھبرا کیوں جاتے ہو؟ ہاں تو اگر اس جیپ نے ہمارا تعاقب نہ کیا تو مزا نہیں آئے گا۔"

"اگر کہو تو کار پر فائرنگ بھی کروادوں" کرنل نعمان نے ہنس کر کہا۔

"وہ تو کرانی پڑے گی ورنہ فائدہ ہی کیا ہوگا لیکن ذرا سنبھال کے... کہیں کار کا ٹائر فلیٹ نہ کرادینا۔"

"تم کیا سمجھتے ہو" کرنل نے برا مان کر کہا "فائرنگ کرنے والے فوجی، وں گے، کوئی اناڑی نشانے باز نہیں ہوں گے۔"

اگلے روز میں ذہنی طور پر پوری طرح تیار تھا۔ ٹارمنڈو البتہ بے خبر تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ چند لمحوں بعد کیا ہونے والا ہے گزشتہ چند روز کے دوران میں نے باتوں باتوں میں اس سے انتہائی قیمتی معلومات حاصل کرلی تھیں۔ وہ میرے اس جھانسے میں آگیا تھا کہ سر پر لگنے والی چوٹ کی وجہ سے میری یادداشت متاثر ہوئی ہے۔

پروگرام کے مطابق ٹھیک نو بجے کمرے کا دروازہ کھلا اور فرغانہ اندر داخل ہوئی "آج دوپہر تم دونوں ڈسچارج کردئے جاؤ گے" اس نے آتے ہی کہا۔

میں بیڈ سے یوں اٹھا جیسے خوشی کا اظہار مقصود ہو مگر میں نے تیزی سے جھپٹ کر اس کی کنپٹی پر ایک ہاتھ رسید کردیا۔ میں نے خیال رکھا تھا کہ اسے زیادہ چوٹ نہ آنے پائے۔ فرغانہ کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ لہراتی ہوئی فرش پر ڈھیر ہوگئی۔ ٹارمنڈو بوکھلا کر اٹھ بیٹھا تھا "یہ... یہ تم نے کیا کیا؟" اس نے ہکلا کر کہا مگر میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اگلے ہی لمحے کمرے کا دروازہ ایک بار پھر کھلا اور دروازے

WWW.PAKSOCIETY.COM

پر متعین شخص نے کمرے کے اندر جھانکا۔

"انہیں معلوم نہیں کیا ہوگیا جناب!" میں نے انتہائی بوکھلاہٹ کے مظاہرہ کرتے ہوئے کہا اور وہ شخص بھی گھبراہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمرے کے اندر داخل ہوکر فرغانہ پر جھک گیا میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس کی گدی پر طبع آزمائی کرڈالی۔ یہ ضرب بھی ایسی نہیں تھی جس سے وہ بے ہوش ہوتا مگر وہ فوراً بے ہوش ہوگیا۔

"چلو جلدی کرو" میں نے ٹارمنڈو کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "اگر ہم اس موقع سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو کبھی فرار نہیں ہوسکیں گے۔"

ٹارمنڈو کو فوراً ہی عقل آگئی اور اس نے مزید حیران ہونے کا پروگرام ملتوی کرتے ہوئے میرا ساتھ دینے کا فیصلہ کرلیا۔

کمرے کے دروازے پر رک کر میں نے راہداری میں جھانکنے کی اداکاری کی۔ مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا کہ وہاں کوئی نہیں ہوگا۔ پھر میں نے ٹارمنڈو کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ وہ کسی معمول کی طرح میرے ساتھ چل رہا تھا۔ میرا رخ اسٹور کی طرف تھا۔

اسٹور کیپر کو کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں مل سکی۔ وہ چونکہ سویلین آدمی تھا اس لئے اسے بے ہوش کرنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں ثابت ہوا۔ اسے بے ہوش کرتے ہی میں نے بڑی برق رفتاری سے دو تین الماریاں کھولیں۔ یہ حرکت میں نے ٹارمنڈو کو دکھانے کے لئے کی تھی۔ آخر چوتھی الماری میں مجھے سفید رنگ کے کوٹ مل گئے۔ میں نے تیزی سے دو کوٹ نکالے اور ایک ٹارمنڈو کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "جلدی سے یہ کوٹ پہن لو۔"

ٹارمنڈو نے بھی بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر ہم دونوں کوٹ پہن کر دوبارہ راہداری میں نکل آئے۔

"تمہارے کسی انداز سے عجلت یا گھبراہٹ نہ ظاہر ہونے پائے" میں نے ٹارمنڈو سے کہا اور اس نے اثبات میں [illegible] دیا۔

راہداری میں اب بھی کوئی نہیں تھا پھر بھی ہم عام رفتار سے چلتے ہوئے لفٹ تک آئے جو وہاں موجود تھی۔ ہم دونوں لفٹ میں داخل ہوئے اور میں نے گراؤنڈ فلور کا بٹن دبادیا۔

لفٹ کے باہر نکلتے ہی مجھے اپنی مطلوبہ کار دکھائی دے گئی۔ چونکہ پورا پروگرام میرے علم میں تھا اس لئے میں نے محسوس کیا کہ سرخ کار وہاں پہلے سے موجود تھی اور لفٹ کا دروازہ کھلتے دیکھ کر کار میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا نوجوان حرکت میں آگیا تھا۔ ٹارمنڈو چونکہ اس بات سے واقف نہیں تھا اس لئے وہ یہ بات نوٹ نہیں کرسکتا تھا۔ وہ محتاط انداز میں اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔

"ادھر اُدھر دیکھے بغیر سیدھے باہر نکل چلو" میں نے ٹارمنڈو سے کہا اور وہ فوراً ہی سنبھل گیا۔ کار والا نوجوان اپنی ساتھی نوجوان لڑکی کو سہارا دے کر سیڑھیوں سے اوپر لا رہا تھا۔ کار اس سے محض چند قدم کے فاصلے پر تھی اور اس کے اگلے دونوں دروازے کھلے ہوئے تھے۔

"اس سرخ کار میں بیٹھ جاؤ" میں نے دھیمی آواز میں ٹارمنڈو سے کہا "میں ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتا ہوں۔"

ہم نے کوشش کی تھی کہ ہمارے کسی انداز سے عجلت ظاہر نہ ہونے پائے لیکن کار تک پہنچنے کے بعد ہم نے ہر احتیاط بالائے طاق رکھ دی۔ ٹارمنڈو بھی جھپٹ کر کار میں سوار ہوا تھا اور میں نے بھی اس تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کار نہ صرف اسٹارٹ کردی تھی بلکہ اسے گیر میں ڈال کر آگے بھی بڑھادیا۔

"میری کار..." میں نے عقب سے نوجوان کے چیخنے کی آواز سنی مگر وہ سننے کا نہیں عمل کرنے کا وقت تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ابھی فوجی گاڑیاں ہمارا تعاقب شروع کردیں گی۔

اسپتال کے احاطے سے باہر نکلتے وقت ٹارمنڈو نے بدحواسی سے کہا "ایک فوجی جیپ اسٹارٹ ہوکر ہمارے تعاقب میں آرہی ہے۔"

"پرواہ مت کرو" میں نارمن شیلوف کی آواز میں غرایا "کار کی ٹنکی فل ہے، میں دیکھوں گا کہ وہ کتنے ماہر ہیں۔"

احاطے کے گیٹ سے نکلتے ہی میں نے کار کو سڑک پر بائیں جانب موڑ دیا۔ تیز رفتاری کے باعث کار کے ٹائروں سے تیز آوازیں خارج ہوئی تھیں اور راہ گیر پلٹ پلٹ کر ہماری کار کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اچھی بات یہ تھی کہ اسپتال شہر کے مرکز میں واقع نہیں تھا ورنہ سڑکوں پر ٹریفک کے ہجوم میں تیز رفتاری سے کار چلانا ممکن نہ رہ جاتا۔ میں نے بھی کار کو بائیں جانب اس لئے موڑا تھا کہ یہ سڑک بصرہ کے مضافات کی طرف جاتی تھی۔ اگر میں براہِ راست آرتھر کے دفتر کا رخ کرتا تو ٹریفک کے سیلاب میں پھنس کر رہ جاتا۔

ایکسیلریٹر پر میرے پیر کا دباؤ بڑھتا ہی چلا جارہا تھا اور اسی مناسبت سے کار کی رفتار میں بھی اضافہ ہورہا تھا۔ سڑک سے زیادہ میری نظریں عقب نما آئینے پر مرکوز تھیں۔ فوجی جیپ کافی فاصلے پر تھی اور یہ فاصلہ برقرار تھا۔ میرے رفتار بڑھانے کے باوجود اس فاصلے میں کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔

"اس جیپ سے پیچھا چھڑانا بہت ضروری ہے نارمن!" ٹارمنڈو نے پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم دیکھ رہے ہو، اسپیڈ میٹر کی سوئی نوے کے ہندسے پر لرز رہی ہے۔ اس سے زیادہ رفتار بڑھانا ممکن نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

"اگر سیدھی سڑک پر سفر کرتے رہے تو کبھی ان سے پیچھا نہیں چھڑا سکیں گے" ٹارمنڈو بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”مجھے احساس ہے ٹارمنڈو! مگر اس رفتار پر کار موڑنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔“

”کار تو موڑنی ہی پڑے گی ورنہ ہم بری طرح پھنس جائیں گے۔ خیال رہے کہ ان کے پاس وائرلیس بھی ہو گا۔“

مجھے ایک موڑ نظر آیا اور میں نے کار کے بریک پر پیر رکھ دیا رکتے رکتے بھی کار کوئی بیس گز کا فاصلہ طے کر چکی تھی۔ ٹارمنڈو ابھی پوری طرح ٹھیک بھی نہیں ہوا تھا کہ پھر زخمی ہو گیا اس کا سر بڑے زور سے ڈیش بورڈ سے ٹکرایا تھا مگر مجھے اتنی فرصت کہاں تھی کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر توجہ دے سکتا۔ ٹارمنڈو شاید احتجاج کرتا مگر اسی لمحے ہم پر فائرنگ شروع کر دی گئی بریک لگانے سے کار اور جیپ کا درمیانی فاصلہ کم ہوا تھا اور اسی دوران ہم پر فائرنگ شروع کر دی گئی تھی۔

میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر کار کو دائیں جناب موڑ دیا۔ یہ ایک مضافاتی بستی تھی۔ کار گولی کی سی تیزی سے اس بستی میں داخل ہو گئی مگر اس سے قبل ہی کئی گولیاں کار کی باڈی میں دھنس چکی تھیں۔

”آج ان لوگوں سے بچ کر نکلنا ناممکن لگتا ہے“ ٹارمنڈو بڑبڑایا۔

میں نے ٹارمنڈو کو کوئی جواب دئے بغیر کار دائیں ہاتھ پر نظر آنے والی پہلی سڑک پر موڑ دی۔ اس سڑک پر مڑتے ہوئے مجھے عقب نما آئینے میں فوجی جیپ کی ایک جھلک دکھائی دی تھی اور مجھے یقین تھا کہ اگر انہوں نے ہماری کار کو نہ دیکھا ہو تب بھی ہم تک پہنچ جائیں گے۔ گرد کے اڑتے بادل ان کی رہنمائی کرنے کو موجود تھے۔

اس بستی میں سڑکوں پر قریب قریب موڑ تھے اور میں نظر آنے والے ہر موڑ پر کار کو موڑ دیتا تھا۔ موڑ کاٹتے وقت بھی میں رفتار زیادہ کم نہیں کرتا تھا۔ کئی بار کار الٹتے الٹتے بچی تھی اور اس بچت میں میری مہارت کو بڑا دخل تھا۔

چند منٹ کے اندر اندر بستی میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ طوفانی رفتار سے دوڑتی ہوئی ایک سرخ رنگ کی کار اور اس کا تعاقب کرتی ہوئی فوجی جیپ خوف و ہراس پھیلانے کا سبب بنی ہوں گی۔ فوجی جیپ اگرچہ بہت پیچھے رہ گئی تھی مگر ابھی اس سے خطرہ درپیش تھا چنانچہ میں نے دوبارا مرکزی سڑک پر نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔

مجھے اندازہ تھا کہ کون سے موڑ کے ذریعے میں مرکزی سڑک تک پہنچ سکوں اس لئے مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی اور میں دوبارا مرکزی سڑک پر پہنچ گیا۔ ہم واپسی کا سفر کر رہے تھے۔

”رفتار بڑھاؤ تارمن!“ ٹارمنڈو نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ورنہ یہ موقع بھی ضائع ہو جائے گا۔“

”ہم انہیں اپنے عقب سے جھٹک چکے ہیں اور کار کی رفتار میں اس سے زیادہ اضافہ نہ کرنا ممکن نہیں ہے۔“

”وہ دیکھو ایک موڑ آ رہا ہے“ ٹارمنڈو چیخا ”رفتار آہستہ کر کے ادھر مڑ جاؤ، پھر ہم محفوظ ہو جائیں گے۔“

وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور کار موڑ لی۔ یہ اونچے طبقے کی آبادی والا علاقہ تھا اور یہاں ہم محفوظ طریقے سے داخل ہوئے تھے۔ یعنی اب فوجی جیپ ہمارے تعاقب میں نہیں رہی تھی۔ ان کے لئے ہمیں دوبار تلاش کرنا آسان بھی نہیں تھا۔

”اب اس کار سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرو“ ٹارمنڈو نے کہا ”اس وقت پورے بصرہ میں انٹیلی جنس والے سرخ کار کی بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔“

”میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ اس کار سے کیسے جان چھڑائی جائے؟“ میں نے کہا اور پھر فوراً ہی مجھے ایک تدبیر سوجھ گئی۔ میں نے اپنے عقب میں ایک سفید رنگ کی کار آتے دیکھی تھی جس میں ڈرائیونگ سیٹ پر ایک ادھیڑ عمر شخص کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ میں نے کھڑکی سے ہاتھ باہر نکال کر اسے کار روکنے کا اشارہ کیا۔

”یہ کیا کر رہے ہو؟“ ٹارمنڈو نے حیرت سے پوچھا۔

”خود ہی تو کہہ رہے تھے کار سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرو اب ہم اس شریف آدمی کی کار میں سفر کریں گے، آؤ۔“

اس شخص نے کار روک دی تھی۔ واقعی وہ کوئی شریف آدمی ہی تھا۔ میں نے سرخ کار سے اترتے وقت انجن تو بند کر دیا تھا مگر چابیاں انگنیشن میں ہی لگی رہنے دی تھیں۔ کار کے دروازے البتہ لاک کر دئے تھے۔

میں اور ٹارمنڈو سفید کار کی طرف بڑھے۔ کار کے نزدیک پہنچ کر میں ڈرائیونگ سیٹ والی کھڑکی پر جھکا ”آپ سے ایک پتا معلوم کرنا ہے“ میں نے ایک ہاتھ کوٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے اس شخص سے کہا مگر اسی اثنا میں دوسرے ہاتھ سے میں نے ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ کھول دیا تھا۔ وہ ہمارے حلیے دیکھ کر پہلے ہی حیران ہو رہا تھا، میری اس حرکت پر خوف زدہ بھی ہو گیا

”تم نے دروازہ کیوں کھولا ہے؟“ اس نے خوف زدہ لہجے میں کہا ”کیا چاہتے ہو تم؟“

”ڈرنے کی ضرورت نہیں“ میں نے نرم لہجے میں کہا ”اگر تم نے ہم سے تعاون کیا تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“

اتنی دیر میں ٹارمنڈو دوسری طرف سے دروازہ کھول کر اس کے برابر والی نشست سنبھال چکا تھا۔ اس شخص کو اندازہ ہو گیا کہ اگر اس نے ہمارے کہنے کے خلاف کوئی حرکت کی تو اسے نقصان اٹھانا پڑ جائے گا۔ چنانچہ وہ چپ چاپ کار سے اتر آیا ”میرے پاس زیادہ رقم نہیں ہے“ اس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

”ہم لٹیرے نہیں ہیں“ میں نے اس کے لئے عقبی نشست

کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا ”ایک مجبوری کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے تمہاری کار استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ یقین کرو تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔“

میرے اشارے پر وہ عقبی نشست پر بیٹھ گیا۔ میں نے بھی اس کے ساتھ ہی عقبی نشست سنبھال لی تھی۔

”یہاں سے آگے تم ڈرائیونگ کرو گے“ میں نے ٹارمنڈو سے کہا اور وہ اثبات میں سر ہلا کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

”تم لوگ کون ہو اور کیا کرنا چاہتے ہو؟“ کار والا پھر بولا۔ ”میں ایک ضروری کام سے جا رہا تھا۔“

میں نے اسے جواب دینے کی زحمت کئے بغیر اس کی گدی پر ایک جچا تلا ہاتھ رسید کر دیا اور وہ پچھلی سیٹ پر ڈھیر ہو گیا۔ دو گھنٹے سے قبل اسے ہوش نہیں آنا چاہئے تھا۔

”اسے تو میں نے بے ہوش کر دیا ہے“ میں نے ٹارمنڈو سے کہا ”اب سیدھے آرتھر کی طرف نکل چلو تاکہ ہم ملٹری انٹیلی جنس کی دست برد سے محفوظ ہو جائیں۔“

آدھے گھنٹے بعد ٹارمنڈو نے بندرگاہ کے علاقے کے نزدیک ایک مصروف شاہراہ پر کار پارک کر دی اور پلٹ کر میری طرف دیکھنے لگا۔

”سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں ہے“ میں نے کہا ”بس تیزی سے نکل چلو۔“

”میں سوچ رہا ہوں کہ کیا آرتھر کے پاس اس طرح چلے جانا مناسب ہو گا۔“

”مٹھائی کے ڈبے لے کر جائیں یا ڈھول تاشے پیٹتے ہوئے جائیں؟“ میں نے بھنا کر کہا۔

”تم سمجھے نہیں... ہمارے حلیے مناسب نہیں ہیں اور پھر ہم فرار ہو کر آئے ہیں...“

”ہم بردکھاوے میں نہیں جا رہے ہیں... رہی فرار کی بات تو بعد میں تم کہو گے کہ چونکہ ہم فرار ہوئے ہیں اس لئے ہمیں اسرائیل بھی نہیں جانا چاہئے۔“

”تم اس کے اختیارات سے واقف ہو پھر بھی ایسی باتیں کر رہے ہو“ ٹارمنڈو نے مایوسی سے کہا ”خیر چلو، جو حشر بھی ہو گا دونوں کا ایک ساتھ ہی ہو گا۔“

آرتھر کے اختیارات کے بارے میں سن کر میں چونک پڑا تھا اس بارے میں ٹارمنڈو سے پہلے گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ اب اس موقع پر اس سے کچھ پوچھا نہیں جا سکتا تھا۔ کسی بھی معاملے میں اس سے براہ راست سوال کرنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا... آرتھر کے بارے میں اب تک میرا تصور یہی تھا کہ وہ یہودی ایجنٹوں کو سہولیات فراہم کرتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ اس کے کچھ اختیارات بھی ہوں گے۔ میں الجھن میں گرفتار ہو گیا مگر خاموشی سے ٹارمنڈو کے ساتھ چلتا رہا۔

ہم پرانے طرز کی ایک بلڈنگ میں داخل ہوئے جو خاصی حد تک بوسیدہ ہو چکی تھی۔ اگر پتھروں کی بنی ہوئی نہ ہوتی تو کب کی زمیں بوس ہو چکی ہوتی۔ اس کی سیڑھیاں بھی لکڑی کی تھیں۔ کل چار منزلہ عمارت تھی اور اس میں زیادہ تر شپنگ کمپنیوں کے دفاتر ہی واقع تھے۔

چوبی زینوں پر سفر کر کے ہم دوسری منزل پر پہنچے۔ زینوں کی طرح راہداری بھی نیم تاریک تھی۔ ایک کونے پر آرتھر اینڈ کمپنی کا بورڈ لگا نظر آ رہا تھا۔ ہم اس آفس میں داخل ہو گئے۔ اندر کا ماحول باہر کے ماحول سے خاصا مختلف تھا۔ یہاں تاریکی اور سیلن کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ آفس میں روشنی کا معقول انتظام موجود تھا۔ چند کیبن بنے ہوئے تھے جن میں سے ایک نسبتاً بڑے کیبن پر آرتھر کی نیم پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ کیبن کے باہر ایک کاؤنٹر کے عقب میں ایک سفید فام لڑکی کسی رجسٹر پر سر جھکائے حساب کتاب میں مصروف تھی۔ ٹارمنڈو سیدھا اس طرف بڑھتا چلا گیا لڑکی نے کسی کی موجودگی محسوس کر کے سر اٹھایا اور میں نے محسوس لیا کہ ہمیں دیکھ کر وہ چونک پڑی ہے مگر اس نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال لیا اور استقبالیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتے ہوئے بولی ”فرمائیے جناب! ہمارے لائق کوئی خدمت... آپ کی خدمت کر کے ہمیں خوشی محسوس ہو گی۔“

”مجھے فضائی راستے سے کچھ پھل ایکسپورٹ کرنے ہیں“ ٹارمنڈو نے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ کوڈ ورڈز ہیں جو صرف آرتھر کے لئے مخصوص ہیں۔ جو بھی یہودی ایجنٹ یہاں آتا تھا اسے اپنی شناخت کرانے کے لئے یہی جملے دہرانے پڑتے تھے۔ میں اور ٹارمنڈو چونکہ پراسرار طریقے سے کافی عرصہ غائب رہے تھے اس لئے یہ کوڈ ورڈز دہرائے بغیر ہم پر یقین نہیں کیا جا سکتا تھا۔

”اس کے لئے آپ کو کسی ائرلائن کے آفس سے رجوع کرنا چاہئے تھا... یہ تو شپنگ ایجنسی ہے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن پھل بہت جلدی خراب ہو جاتے ہیں میں انہیں اس راستے سے نہیں بھجوا سکتا۔“

”ہم آپ کے لئے ایکسپریس سروس کا بندوبست کر سکتے ہیں جناب“ لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

”ٹھیک ہے... وہ جہاز بک کر دو“ ٹارمنڈو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس شناخت کا مرحلہ ختم ہو گیا۔

”مسٹر آرتھر مصروف ہیں جناب! تاہم مجھے یقین ہے کہ آپ کی آمد کی اطلاع سن کر وہ اپنی مصروفیات ترک کر دیں گے“ لڑکی نے کہا اور انٹر کام پر آرتھر کو ہم دونوں کے بارے میں بتایا۔ ہمیں فوراً ہی اندر طلب کر لیا گیا۔

آرتھر ایک لحیم شحیم آدمی ثابت ہوا۔ وہ ایک بڑی سی میز کے عقب میں ریوالونگ چیئر پر براجمان تھا۔ ہمارے اندر داخل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہونے پر اس نے سر سے پیر تک ہم دونوں کا جائزہ لیا۔ میں نے محسوس کیا کہ ٹارمنڈو خاصا نروس ہوگیا ہے۔ اس کی دیکھا دیکھی مجھے بھی تھوڑا بہت نروس ہونا پڑا۔

"ہوں" چند لمحوں بعد آرتھر کے حلق سے غراہٹ خارج ہوئی "تم دونوں کہاں مرگئے تھے؟"

"ہم دونوں پکڑ لئے گئے تھے جناب؟" ٹارمنڈو نے کہا۔ اس کا لہجہ خوشامدانہ تھا۔ میں خاموش تھا مگر مجھے غصہ آنا شروع ہوگیا تھا۔ ہم دونوں کھڑے ہوئے تھے اور آرتھر نے ابھی تک ہم سے بیٹھنے کو نہیں کہا تھا۔

"کیسے پکڑ لئے گئے تھے... کس نے پکڑ لیا تھا؟" آرتھر نے تحکمانہ انداز میں پوچھا۔

"ملٹری انٹیلی جنس نے پکڑ لیا تھا" دفعتہً میں نے کہا اور آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

آرتھر نے غصیلے انداز میں مجھے دیکھا "تم ان کی قید سے فرار کیسے ہوگئے... اور اگر فرار ہو ہی گئے؟ تو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی اور اگر آ ہی گئے تھے تو میری بغیر اجازت اس کرسی پر کیسے بیٹھے۔"

"بیٹھنے کا سبب یہ ہے کہ ہم ملٹری انٹیلی جنس کے مہمان نہیں تھے، ان کی قید میں تھے۔ ہم پر جو تشدد کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ہم بہت کمزور ہوچکے ہیں۔ ابھی ہمیں مزید علاج کی ضرورت تھی لیکن چونکہ ہمیں آج ہی اسپتال سے ڈسچارج کیا جانا تھا اس لئے ہمیں افراتفری میں اسپتال سے فرار ہونا پڑا۔ یہاں آنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں فوری طور پر پناہ گاہ کی ضرورت تھی۔ ایسی پناہ گاہ جہاں انٹیلی جنس والے ہمیں تلاش نہ کرسکیں۔ ہم نے پہلے انہیں اپنے تعاقب سے جھٹکا تھا پھر یہاں آئے تھے۔ ہمیں اس حال میں بھی تمہارے تحفظ کی فکر تھی۔"

"ہوں" آرتھر نے مجھے بڑے غور سے دیکھا پھر ٹارمنڈو سے بولا "بیٹھ جاؤ" اس بار اس کا لہجہ نسبتاً نرم تھا۔

"تمہارا تیسرا سوال کہ ہم پکڑے کس طرح گئے تھے۔ اس کا صحیح جواب تو ملٹری انٹیلی جنس والے ہی دے سکتے ہیں۔ انہیں ہمارے بارے میں کس طرح علم ہوا اور وہ کس طرح ہم تک پہنچے لیکن یہ بات طے ہے کہ مخبری ضرور ہوئی ہے۔ اگر یہ کوئی اتفاق تھا تو ہم دونوں کے ساتھ ہی کیوں پیش آیا جبکہ ہم دونوں خود ایک دوسرے کے بارے میں بے خبر تھے۔"

ٹارمنڈو نے سر کو اثباتی جنبش دے کر مجھ سے متفق ہونے کا اظہار کیا۔

"تمہارے خیال میں یہ مخبری کون کرسکتا ہے؟" آرتھر نے مجھ سے پوچھا۔ وہ بتدریج راہِ راست پر آرہا تھا۔

"یہ معلوم کرنا میرا کام نہیں ہے۔ تاہم وہ جو شخص بھی ہے ہم ہی میں سے ہے۔ یا پھر عراق کا کوئی ایجنٹ یا تو ہمارے درمیان موجود ہے یا پھر ہم سے یا ہمارے کسی آدمی سے اتنا قریب ہے کہ اس تک ساری اطلاعات پہنچ جاتی ہیں اور وہ عراقی حکام کو ان سے مطلع کردیتا ہے۔"

"اس معاملے پر سوچنا پڑے گا" آرتھر نے کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی "لیکن میں دس سال سے یہاں ہوں۔ اس دوران بہت سے ایجنٹ آئے اور گئے، کبھی کوئی نہیں پکڑا گیا۔ یہ پہلا واقعہ تھا۔"

"اس سے میرے نظریے کو تقویت ملتی ہے۔ یہ بات نہیں مانی جاسکتی کہ یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس اچانک اتنی فعال ہوگئی ہو ان کی اس کارکردگی کے عقب میں مخبری کا طاقت ور محرک ضرور موجود ہے۔"

"یہ کیسے طے ہوگا کہ وہ مخبر یہاں موجود ہے یا اسرائیل میں ہے" آرتھر نے کہا۔

"یہ طے کرنے کے لئے تمہیں میرے چند سوالوں کے جواب دینے پڑیں گے" میں نے کہا۔

"پوچھو۔"

"جب ہم گرفتار ہوئے اس وقت اور اس وقت سے لے کر آج تک ہم دونوں کے علاوہ یہاں اور کتنے ایجنٹ تھے یا ہیں؟"

"بصرہ میں تم دونوں کے علاوہ اور کوئی ایجنٹ نہیں تھا اور نہ اب تک کسی اور کو بھیجا گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے سر ہلایا "بصرہ کے علاوہ عراق کے اور شہروں میں بھی تو ہمارے ایجنٹ سرگرم عمل ہوں گے؟"

"ہاں" آرتھر نے جواب دیا "کئی شہروں میں ہمارے ایجنٹ موجود ہیں۔"

"ان میں گرفتار ہونے والوں کا تناسب کیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور اپنے سوال کا جواب آرتھر کے چہرے پر پڑھ لیا۔

"گزشتہ دس برسوں کے دوران عراق میں ہمارے چھ ایجنٹ پکڑے گئے" آرتھر نے پریشانی سے کہا "ان میں سے دو تم ہو۔"

"اس کا مطلب ہوا کہ جو شخص بھی مخبر ہے وہ بصرے میں ہی موجود ہے" میں نے فاتحانہ انداز میں کہا "اگر اسرائیل میں ہوتا تو عراق میں موجود ہمارے تمام ایجنٹ خطرے میں پڑجاتے۔"

میرا مقصد آرتھر کو پریشان کرنا تھا جس میں میں کامیاب رہا تھا۔ آرتھر کرسی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ صاف ظاہر تھا کہ اگر بصرے میں کوئی شخص مخبر ہے تو زیادہ امکان یہی تھا کہ وہ آرتھر کے آدمیوں میں سے ہی کوئی ہوسکتا ہے اور اگر ایسا تھا تو اس کی تمام ترذمے داری آرتھر پر ہوتی۔

میں نے اپنے سفید کوٹ کے بٹن کھولے تو دفعتاً آرتھر کی نگاہ ان پٹیوں پر پڑگئی جو میرے جسم پر بندھی ہوئی تھیں "اوہ! تم زخمی ہو۔ سب سے پہلے تو تمہاری ڈریسنگ کرنے کی ضرورت ہے چلو۔"

میں سناٹے میں آگیا۔ بھلا میں ڈریسنگ کیسے کرا سکتا تھا۔ میں کوئی زخمی تو تھا نہیں... اگر میں ڈریسنگ کروانے جاتا تو پول

کھل جاتا۔ میرا ذہن اس مشکل صورتِ حال سے نکلنے کے لئے بہت تیزی سے کام کرنے لگا۔

خیالات بہت تیزی سے میرے ذہن سے گزر رہے تھے مگر یہ وقت ایسا نہیں تھا کہ میں زیادہ سوچ بچار کرتا۔ مجھے کچھ نہ کچھ کہنا تھا اور جلدی کہنا تھا ورنہ مجھے ڈریسنگ کرنے کے لئے لے جایا جاتا۔ مجھے تو اندازہ بھی نہیں تھا کہ اس قدر جلد مجھے ایسے کسی امتحان سے گزرنا پڑجائے گا۔ یہ تو طے شدہ بات تھی کہ مجھے ایسی کسی صورت حال سے لازماً دوچار ہونا تھا مگر میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ وقت بالکل ابتدا میں بھی آسکتا ہے۔

"ٹارمنڈو کی فکر کرو" میرے منہ سے یہ الفاظ بے اختیاری کے عالم میں نکلے تھے "میرے زخم تو کسی حد تک مندمل ہو بھی چکے ہیں لیکن اسے تو فوری توجہ کی ضرورت ہے۔"

آرتھر کی نگاہ کا زاویہ تبدیل ہوگیا "تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا، چلو جلدی سے اٹھو" اس نے ٹارمنڈو سے کہا اور انٹرکام پر اپنی سیکریٹری کو طلب کرکے ٹارمنڈو کی بینڈیج کرانے کو کہا، سیکریٹری اسے لے کر کیبن سے باہر چلی گئی اور آرتھر میری طرف متوجہ ہوگیا۔

"تم نے مجھے تشویش میں مبتلا کردیا ہے" اس نے متفکرانہ لہجے میں کہا "آخر وہ کون شخص ہوسکتا ہے جو مخبری کررہا ہے؟"

"اپنے آدمیوں کو چیک کرو آرتھر! مخبر کہیں آسمان سے تو نہیں ٹپکتے" میرے لہجے میں خفیف سا طنز تھا جسے شاید اس نے نظرانداز کردیا یا ممکن ہے محسوس ہی نہ کیا ہو۔

"مجھے اپنے لوگوں پر مکمل اعتماد ہے، کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے، جس پر صیہونی مفادات سے غداری کا شبہ بھی کیا جاسکے۔"

"تم جانو" میں نے بے پروائی سے کہا "ہم دونوں کے بیک وقت گرفتار ہونے پر ہیڈ کوارٹر تم سے بازپرس ضرور کرے گا۔"

"میری پریشانی کی اصل وجہ یہی تو ہے، ویسے بھی اس وقت اسرائیل میں تہلکہ مچا ہوا ہے۔"

"کیوں!" میں نے چونک کر کہا "اسرائیل پر ایسی کون سی افتاد آن پڑی؟"

"تمہیں معلوم نہیں ہوگا اس لئے کہ جب یہ سانحہ ہوا اس وقت تم عراق میں تھے" آرتھر بولا "ایل آل کے دو کا نکرڈ طیارے اغوا ہوگئے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے اپنے لہجے میں تحیر پیدا کرتے ہوئے کہا "ہماری سیکیوریٹی بہت مضبوط ہے۔"

"ہمارا یہ گمان چکنا چور ہوچکا ہے۔ دونوں طیاروں کے لئے غیر معمولی حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے مگر اس کے باوجود انہیں نہایت کامیابی سے اغوا کرلیا گیا۔"

"یقین نہیں آتا" میں بڑبڑایا "تاہم اگر یہ ہوچکا ہے تو مستقبل کے لئے ہمیں بہت کچھ سوچنا ہوگا۔"

"ہائی کمان سوچ رہی ہے" آرتھر بولا "فلسطینی گوریلے بہت منظم ہوچکے ہیں، ہماری توقعات سے بھی بہت زیادہ... دونوں جہازوں میں سے ایک کو تو انہوں نے فضا میں ہی تباہ کردیا تھا اور دوسرے کا کوئی سراغ نہیں مل سکا حالانکہ اس کی تلاش کے لئے ہم نے امریکا کے مصنوعی سیارے تک کی مدد لی تھی۔ اب ہم یہ فرض کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ انہوں نے دوسرا کانکرڈ بھی تباہ کردیا ہوگا ورنہ اس کا کوئی سراغ تو ضرور ملتا۔"

میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ میرے سامنے بیٹھا ہوا نفرت انگیز یہودی اپنی شکست کا اعتراف کررہا تھا۔ میں نے تنظیم آزادی فلسطین کے متوالوں کے ساتھ مل کر نہ صرف یہودیوں بلکہ ان کے سرپرست اعلیٰ امریکا کو بھی شکست فاش دی تھی۔ اپنی تمام تر ترقی اور جدید ترین وسائل بروئے کار لانے کے باوجود دنیا کی سب سے بڑی حکومت ایک بے سروسامان تنظیم کے مقابلے میں ہار گئی تھی۔ ان کی اس شکست میں سعودی عرب کا بھی نمایاں حصہ تھا۔ حکومت عراق کی درخواست پر انہوں نے ان طیاروں کا ذکر کسی سے نہیں کیا تھا جو ان کی فضائی حدود سے گزر کر عراق کی طرف گئے تھے۔ ہم اواکس طیاروں کی زد سے تو نہیں بچ سکے تھے مگر اسلامی یکجہتی سرخرو ہوکر ابھری تھی اور یہودی دنیا جھک مار کر رہ گئی تھی۔

آرتھر مجھے طیاروں کے اغوا کی تفصیلات بتا رہا تھا مگر میں اس کی باتیں توجہ سے نہیں سن رہا تھا اس لئے کہ میں ان تمام باتوں سے پہلے ہی سے واقف تھا۔ اس دوران ٹارمنڈو واپس آگیا اور آرتھر نے اسے بھی ان تفصیلات سے آگاہ کیا جو وہ پہلے ہی میرے گوش گزار کرچکا تھا۔

"سر!" آرتھر کی سیکریٹری نے کہا "مسٹر نارمن شیلوف کی بینڈیج ابھی ہونا باقی ہے۔"

"ہاں!" آرتھر چونک کر بولا "جاؤ، تم بھی بینڈیج تبدیل کرالو، مجھے باتوں کے دوران خیال ہی نہیں رہا تھا۔"

میں ایک بار پھر مخمصے میں پھنس گیا۔ اس وقت ایسی پوزیشن نہیں تھی کہ میں کسی ڈاکٹر کا سامنا کرپاتا، دوسری طرف آرتھر اور اس کی سیکریٹری مجھے متوقع نگاہوں سے دیکھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہے تھے۔ وہ میرے اٹھنے کے منتظر تھے۔ مگر میں نہ تو اٹھنے کے موڈ میں تھا اور نہ اس کا متحمل ہو سکتا تھا۔ وجہ یہی تھی کہ میں زخمی نہیں تھا اور مرہم پٹی کے دوران پول کھلنا لازمی تھا۔

"مرہم پٹی سے زیادہ مجھے یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ ہم عراق سے کس طرح نکلیں گے؟" میں نے کہا۔

"یہ سوچنا میرا کام ہے" آرتھر سنجیدگی سے بولا "تم صرف وہ کرو جو تمہارا کام ہے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے سرہلایا "مگر میں اپنی سلامتی کی فکر سب سے پہلے کرتا ہوں۔"

"تمہاری سلامتی کو کیا خطرہ لاحق ہے؟" آرتھر نے حیرت سے کہا "عراقی انٹیلی جنس کو جل دے کر نکل آنے کے بعد اب تم بالکل محفوظ ہو۔"

اس سے بھی زیادہ محفوظ ہم اس وقت تھے جب اپنے مشن پر عراق آئے تھے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "لیکن انجام کیا ہوا؟"

آرتھر نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا اور اپنی سیکریٹری کو جانے کا اشارا کیا۔ میں نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"دیکھو اب جو بھی صورت حال ہے اس سے ہمیں مل جل کر ہی نکلنا ہے" سیکریٹری کے جانے کے بعد اس نے کہا۔

"میں نے کہا تھا کہ مجھے ان باتوں سے کوئی غرض نہیں ہے' اپنے مسائل سے تم خود نمٹو گے' مجھے تو صرف اس بات سے غرض ہے کہ ہائی کمان میرے لئے کیا ہدایات جاری کرتی ہے۔"

"میں انہیں مطلع کردوں گا لیکن اس کے لئے مجھے گھر جانا ہوگا' یہاں تو ایسا کوئی انتظام نہیں ہے' اس دوران تم مرہم پٹی کرالو۔"

"میرے زخم مندمل ہو چکے ہیں مسٹر آرتھر! اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمیں ڈسچارج کرنے کا فیصلہ نہ کیا جاتا۔ ٹارمنڈو کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن مجھے اب مزید بینڈیج کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی ۔ ہاں' ایک مسئلہ ضرور ہوگیا ہے؟" میں نے سوچ میں ڈوبنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا "تشدد کے دوران میرے سر پر چوٹ آئی تھی' اس کے بعد سے کسی کسی وقت میرا سر چکرانے لگتا ہے' شاید میری یادداشت بھی متاثر ہوگئی ہے۔"

"اوہ! یہ تو بہت خطرناک علامت ہے' خاص طور پر ایک فیلڈ ایجنٹ کو تو ہر اعتبار سے فٹ ہونا چاہئے۔"

"فیلڈ ایجنٹ کی زندگی ہی کتنی ہوتی ہے" میں تلخی سے مسکرایا "اور جس قدر ہوتی ہے اس کا بھی زیادہ بھروسا نہیں ہوتا' کسی بھی لمحے زندگی کا چراغ گل ہو سکتا ہے۔"

آرتھر نے انٹرکام پر اپنی سیکریٹری کو طلب کیا اور ایک پرچے پر کچھ لکھ کر اس کی طرف بڑھایا' سیکریٹری نے پرچے پر نظر ڈالی اور اثبات میں سرہلا کر باہر نکل گئی۔

"میں نے تم لوگوں کے لئے ریڈی میڈ لباس منگوایا ہے" آرتھر نے کہا "کپڑے آنے تک تم دونوں اپنے حلیوں میں تھوڑی بہت تبدیلی کرلو تاکہ ایک نظر میں تمہیں شناخت نہ کیا جا سکے۔"

آرتھر ہمیں ملحقہ کیبن میں لے گیا جہاں ہلکے پھلکے میک اپ کے لئے ضروری سامان موجود تھا۔ میں نے اور ٹارمنڈو نے پندرہ منٹ کے اندر اندر اپنا کام مکمل کرلیا۔ اب ہمیں آسانی سے شناخت نہیں کیا جا سکتا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد ہمارے لئے ریڈی میڈ لباس اور جوتے وغیرہ بھی آگئے اور ہم کپڑے تبدیل کرکے چلنے کے لئے تیار ہوگئے۔

"اندیشہ یہ ہے کہ اس وقت بصرے کی سڑکوں پر تم لوگوں کی تلاش میں جگہ جگہ چیکنگ ہو رہی ہوگی" آرتھر نے کہا "اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہارے لئے بندرگاہ کے ہی علاقے میں واقع ایک نزدیکی ہوٹل میں کمرے بک کرادوں تاکہ چیکنگ ختم ہونے تک تم دونوں وہاں وقت گزار سکو۔"

"ہماری تلاش ضرور ہو رہی ہوگی آرتھر! لیکن سب سے پہلے انہوں نے بصرہ سے باہر جانے والے تمام راستوں کہ ناکہ بندی کی ہوگی' بصرے میں تو ہزاروں کی تعداد میں غیر ملکی ہوں گے' وہ کس کس کو روک کر چیک کریں گے۔"

"اطمینان کرلینے میں کیا حرج ہے اگر بعد میں بصرے کی سڑکیں محفوظ ثابت ہوئیں تو میں تم لوگوں کو ہوٹل سے اپنے گھر منتقل کردوں گا۔"

"میں تم سے اتفاق نہیں کرتا مسٹر آرتھر! ممکن ہے اب تک تمام ہوٹلوں کو ہدایات جاری کی جا چکی ہوں اور ہر نئے قیام کرنے والے کو چیک کرلیا جائے۔"

"یہ مشکل تو ہے" آرتھر نے تشویش سے کہا "اور یہ بھی مشکل ہے کہ میں تمہیں اپنی گاڑی میں لے جاؤں' اگر چیکنگ ہوگئی تو تمہارے ساتھ میں بھی جاؤں گا۔"

"اس کا حل یہ ہے کہ تم اپنی گاڑی سے جاؤ' ہم دونوں الگ الگ ٹیکسیوں سے آتے ہیں' ہمارے حلئے اس حد تک تو تبدیل ہو چکے ہیں کہ ہمیں آسانی سے نہیں پہچانا جا سکے گا' کپڑوں سے بھی ہم مشکوک نظر نہیں آتے' مسئلہ اگر ہے تو کرنسی کا جو ہمارے پاس بالکل بھی نہیں ہے۔"

آرتھر نے اسی وقت کیشیر کو بلا کر خاصی مقدار میں مقامی کرنسی ہمارے حوالے کردی اور ہم تینوں آگے پیچھے وہاں سے روانہ ہوگئے۔ آرتھر نے اس معاملے میں خاصی رازداری برتی تھی اور اپنے اسٹاف کے کسی آدمی کو بھی یہ ہوا نہیں لگنے دی تھی کہ وہ ہمیں اپنے گھر لے جا رہا ہے۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا' وہ اپنے اسٹاف کی طرف سے شکوک و شبہات کا شکار ہو گیا تھا۔

بصرہ کی سڑکوں پر ٹریفک رواں دواں تھا۔ راتوں کو یہاں بلیک آؤٹ ہوا کرتا تھا مگر دن کے وقت قطعی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ عراقی قوم حالت جنگ سے گزر رہی ہے اور جنگ بھی کیسی جو گزشتہ کئی سال سے جاری تھی اور جس کے ختم ہونے کے بظاہر کسی قسم کے امکانات نظر نہیں آتے تھے۔

میں نے ایک ٹیکسی روکی اور ڈرائیور کو اس علاقے کا نام بتا کر ٹیکسی میں بیٹھ گیا جہاں آرتھر کی رہائش تھی' آرتھر سب سے پہلے روانہ ہوا تھا' مجھے اس کی روانگی کے کوئی پندرہ منٹ بعد ٹیکسی ملی تھی۔

میں ابھی راستے میں ہی تھا کہ فضائی حملے کے سائرن بجنے لگے اور ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی سڑک کے کنارے لگا کر روک دی۔ ٹریفک کا بہتا ہوا سیلاب دفعتاً تھم گیا تھا اور لوگوں نے گاڑیوں سے نکل کر یا تو پناہ گاہوں کا رخ کیا تھا یا محفوظ پوزیشن اختیار کرلی تھی۔ بصرے کے آسمان پر طیارہ شکن توپوں کے گولوں کے دھوئیں کی لکیریں کھنچ گئی تھیں اور فضا دھماکوں سے مرتعش ہونے لگی تھی۔ مجھے کوئی طیارہ تو نظر نہیں آیا تاہم یہ امکان تھا کہ عراقی طیاروں نے ایرانی طیاروں کو بصرے کی فضائی حدود سے باہر ہی روک لیا ہو۔

پندرہ منٹ تک دھماکوں کی گونج سے فضا لرزتی رہی پھر طیارہ شکن توپیں خاموش ہوگئیں اور بصرے کی فضا مہیب سناٹے کی لپیٹ میں آگئی۔ اس کے کوئی پانچ منٹ بعد خطرہ ٹل جانے کے سائرن بجے اور سڑکوں پر پھر سے رونق نظر آنے لگی۔ میرا رکا ہوا سفر بھی پھر سے جاری ہوگیا۔

جس وقت میں آرتھر کے مختصر سے بنگلے میں داخل ہوا ٹارمنڈو اس سے قبل ہی وہاں پہنچ چکا تھا۔ آرتھر مجھے ڈرائنگ روم میں لے گیا جہاں ٹارمنڈو پہلے سے موجود تھا۔

"میں نے تم دونوں سے متعلق ہائی کمان کو مطلع کردیا ہے" آرتھر نے مجھ سے کہا "اور اب مجھے ان کے جواب کا انتظار ہے۔"

آرتھر کے ہاتھ میں ایک پنسل تھی اور میز پر ایک پیڈ پڑا نظر آرہا تھا۔ ڈرائنگ روم کے ایک گوشے میں ایک ریڈیو بھی رکھا ہوا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ آرتھر کو تل ابیب سے پیغام ریڈیو پر ہی موصول ہوتا۔ اس سے آخر میں کوئی اندازہ لگانے سے قاصر تھا' تاہم جو کچھ بھی تھا جلد ہی سامنے آنے والا تھا۔

"تم یہاں خیریت سے پہنچ گئے" میں نے ٹارمنڈو سے کہا "میرا مطلب ہے راستے میں کسی قسم کی چیکنگ سے تو واسطہ نہیں پڑا؟"

"نہیں" ٹارمنڈو نے جواب دیا "میری ٹیکسی کو تو کہیں بھی چیک نہیں کیا گیا۔ اور تم؟" اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہمیں بصرہ کی سڑکوں پر ہرگز نہیں تلاش کیا جائے گا۔"

"تمہارا اندازہ درست نکلا" آرتھر نے دھیرے سے کہا "مجھے بھی کہیں کوئی غیر معمولی سرگرمی نہیں دکھائی دی۔"

"اب میں خود کو کسی حد تک محفوظ تصور کر رہا ہوں" میں نے کہا "تل ابیب سے ہدایات موصول ہو جائیں تو پھر ہم یکسوئی کے ساتھ اپنے آئندہ لائحہ عمل پر غور کر سکیں گے۔"

پیغام موصول ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ ریڈیو سیٹ سے عجیب قسم کی آوازیں ابھری تھیں اور آرتھر کی پنسل تیزی سے کاغذ پر دوڑنے لگی۔ پیغام غالباً مورس کوڈ میں تھا اور انتہائی مختصر تھا۔ اتنا مختصر کہ محض تین حرفی تھا۔ انہیں واپس بھیج دو۔

"اس کے علاوہ کوئی اور ہدایت نہیں دی گئی" آرتھر نے پیڈ پر لکھے پیغام کو گھورتے ہوئے کہا "اس کا مطلب ہے کہ اب سب کچھ مجھے ہی طے کرنا ہوگا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی "ہاں' سب کچھ تم ہی طے کرو گے مگر اس سے قبل میں نہانا چاہتا ہوں' نہائے ہوئے ایک عرصہ ہوگیا۔"

آرتھر بضد تھا کہ نہانے سے قبل میرا طبی معائنہ ضروری ہے مگر میں نے اس کی ایک نہیں سنی۔ سن بھی کیسے سکتا تھا۔ ڈاکٹر کا سامنا کرنے کی تیاری تو مجھے باتھ روم میں ہی کرنی تھی۔ آخر کار آرتھر کو شکست تسلیم کرنی پڑی اور چند ہی لمحوں بعد میں باتھ روم میں تھا۔

نہا کر نکلا تو ڈاکٹر کو موجود پایا۔ وہ ایک امریکی یہودی تھا مگر اس نے یہاں خود کو عیسائی ظاہر کر رکھا تھا اور درپردہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آرتھر یا دوسرے لفظوں میں اسرائیل کے لئے کام کر رہا تھا۔ اس نے مجھے خشمگیں نظروں سے گھورا "آپ کے بارے میں جو تفصیلات مجھے مسٹر آرتھر کی زبانی معلوم ہوئی ہیں ان کے پیش نظر نہانا آپ کے لئے سخت مضر تھا" اس نے کہا۔

"میں اپنے رسک پر نہایا ہوں ڈاکٹر!" میں نے جواب دیا "میرے خیال میں میرے زخم اس حد تک مندمل ہو چکے ہیں کہ اب کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہے۔"

"اس قسم کے فیصلے آپ کو خود نہیں کرنے چاہئیں" اس نے خشک لہجے میں کہا "آپ کی زندگی ملک اور قوم کی امانت ہے' کپڑے اتاریئے۔"

"میں خود بھی اس بات سے واقف ہوں ڈاکٹر!" میں نے قمیص اتارتے ہوئے کہا "لیجئے آپ اپنا اطمینان کر لیجئے۔"

نہانے کے بعد میں نے اپنی کمر پر ایک مخصوص لوشن مل لیا تھا جو مجھے کرنل نعمان نے فراہم کیا تھا اور جو شروع سے ہی میرے پاس موجود رہا تھا۔ کرنل نعمان نے بتایا تھا کہ اس کے استعمال سے جلد کی ہیت ایسی ہو جائے گی جیسے کوئی چوٹ ٹھیک ہونے کے بعد ہوتی ہے۔ باتھ روم میں نصب آئینے میں' میں اس لوشن کا کمال خود تو دیکھ ہی چکا تھا۔ اب وہی کمال ڈاکٹر کے چہرے کے تاثرات کے آئینے میں دیکھنا چاہتا تھا۔

میری کمر کی حالت دیکھ کر ڈاکٹر کے چہرے پر جو تاثرات ابھرے انہوں نے مجھے اس حیرت انگیز لوشن کی تاثیر کا قائل کر دیا جس نے ایک ڈاکٹر کو بھی دھوکا دے دیا تھا۔

"ٹھیک ہے" ڈاکٹر بڑبڑایا "زخم مندمل ہو چکے ہیں' آپ نہا سکتے ہیں مگر آپ پر بڑی بے دردی سے تشدد کیا گیا ہے۔"

"تشدد کبھی رحم دلی سے نہیں کیا جاتا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر بھی کچھ تو خیال کرنا چاہئے' آدمی اور جانور میں کچھ تو فرق ہونا چاہئے' یہ عراقی تو بالکل درندے ہیں۔"

"ہم تو اپنے شکار کے ساتھ اس سے بھی زیادہ برا سلوک کرتے ہیں' انہوں نے تو پھر بھی بڑی انسانیت کا مظاہرہ کیا ہے" میں نے کہا اور ڈاکٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کہیں آپ کی برین واشنگ تو نہیں کر دی گئی" ڈاکٹر نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے ڈاکٹر" ٹارمنڈو نے کہا "انہوں تو صرف ہماری کھالیں ہی ادھیڑنے کی کوشش کی ہے' جسے تشدد کہا جاتا ہے وہ تو ہم پر کیا ہی نہیں گیا۔"

"ان فٹ۔۔۔ قطعی ان فٹ" ڈاکٹر نے قطعیت سے کہا "ان دونوں کی برین واشنگ کر دی گئی ہے۔ اب یہ دونوں خطرناک بھی ہو گئے ہیں۔ انہیں کسی مہم میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔"

"اس حد تک تو میں بھی ان دونوں سے متفق ہوں" آرتھر نے کہا "اور مجھے اس پر حیرت بھی ہے کہ عراقیوں نے اتنی شرافت کا مظاہرہ کیوں کیا۔ ان سے ایسی توقع تو نہیں تھی' وہ تو درندے ہیں۔"

"کیا تم بھی عراقیوں کی قید میں رہ چکے ہو؟" ڈاکٹر نے تھوک نگل کر کہا۔

"کیا مطلب؟" آرتھر نے ڈاکٹر کو گھورا۔

"تم بھی عراقیوں کی طرف داری کر رہے ہو' لگتا ہے تمہاری برین واشنگ بھی کی گئی ہے۔"

"کیا فضولیات بک رہے ہو" آرتھر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا "اپنے کام سے کام رکھو' غیر متعلق باتوں میں کیوں پڑ رہے ہو' تمہیں کیا معلوم تشدد کس چڑیا کا نام ہے۔"

اپنی اس بے عزتی پر ڈاکٹر نے بہت برا سا منہ بنایا مگر مزید کچھ کہے بغیر اس نے چند دوائیوں کے نام لکھے اور نسخہ آرتھر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "یہ دوائیں بازار سے منگوا لینا' میں نے استعمال کا طریقہ لکھ دیا ہے۔"

ڈاکٹر اپنا بیگ اٹھا کر واپس جانے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ میں نے اسے ٹوک دیا "تشدد کے دوران میرے سر پر بھی چوٹ آئی تھی ڈاکٹر صاحب!"

وہ واپس جاتے جاتے رک گیا "سر پر چوٹ آنا تشویش ناک بات ہے" اس نے کہا "تم کیا محسوس کرتے ہو؟"

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری یادداشت متاثر ہوئی ہو' کوئی بات یاد کرنے کے لئے ذہن پر زور دیتا ہوں تو سر میں درد محسوس ہونے لگتا ہے۔"

اس نے دو چار مزید سوالات کئے' سر کا سرسری سامعائنہ کیا اور اپن سیفابول ٹیبلیٹ لکھ کر چلا گیا۔ اس بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ سر میں چوٹ آنا تو کجا مجھ پر تو تشدد تک نہیں کیا گیا تھا۔

آرتھر کے بنگلے پر صرف ایک ملازم تھا جس نے ہمارے لئے کھانے کا بندوبست کیا' اس کے متعلق آرتھر نے بتایا کہ وہ بھی موساد سے ہی متعلق ہے۔

"فی الحال تم دونوں اسی بنگلے تک محدود رہو" کھانے کے دوران آرتھر نے کہا "تمہارا باہر نکلنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"ہم کب تک گوشہ نشین رہیں گے مسٹر آرتھر!" میں نے کہا "گوشہ نشینی ہمارے مسئلے کا حل تو نہیں ہے۔"

"یہ وقتی بات ہے' میں تمہارے کاغذات بنوانے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ تم محفوظ طریقے سے عراق سے باہر نکل سکو۔"

"اس کے لئے بھی ہمیں اپنے حلئے تو تبدیل کرنے ہی پڑیں گے یا۔۔۔؟"

"حلیوں کی تبدیلی لازمی ہے' میک اپ کا سامان یہاں بھی موجود ہے۔ آج رات تک کسی بھی وقت اپنے حلئے تبدیل کر لو تاکہ کل صبح تمہاری تصویریں کھینچی جائیں اور کل ہی سے میں تم دونوں کے لئے کاغذات حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دوں۔"

اس رات سونے سے قبل ہم دونوں اپنے حلئے تبدیل کر چکے تھے۔ پروگرام کے مطابق صبح آرتھر کو ہمارے کاغذات بنوانے کا کام شروع کرنا تھا مگر وہ صبح کبھی نہیں آئی۔

دوپہر کے کھانے کے بعد رات کا کھانا بھی ہم نے ایک ساتھ ہی کھایا۔ کھانے کے دوران مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ اب ٹارمنڈو نے بھی گفتگو میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ آرتھر کے انداز میں وہ سختی برقرار نہیں رہ گئی تھی جس کا مظاہرہ اس نے ہم سے ملتے ہی کیا تھا۔

کھانے کے بعد ہم تینوں افراد بے تکلفانہ فضا میں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ آرتھر اس بات کی وجہ سے بہت فکر مند تھا کہ اس کے آدمیوں میں کوئی کالی بھیڑ بھی موجود ہے۔ وہ بار بار اس عزم کا اظہار کر رہا تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے آرتھر کی نظروں سے زیادہ عرصے بچا نہیں رہ سکے گا۔ ٹارمنڈو بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ ہماری مخبری ہوئی تھی۔ صرف میں اس حقیقت سے واقف تھا کہ کسی مخبر کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اصل بات تو یہ تھی کہ آرتھر خود ہی آرمی انٹیلی جنس والوں کی نظر میں آگیا تھا۔

ہماری یہ نشست رات بارہ بجے کے بعد اختتام پذیر ہوئی اور ہم دونوں سونے کے لئے بالائی منزل پر واقع خواب گاہ میں چلے گئے مگر آرتھر کی خواب گاہ نچلی منزل پر تھی جبکہ اس کا ملازم کمپاؤنڈ میں واقع سرونٹ کوارٹر میں رہائش پذیر تھا۔

سونے سے قبل ہم دونوں نے میک اپ کر کے اپنے حلئے کافی حد تک تبدیل کر لئے تھے۔ یہ عارضی میک اپ تھا مگر کافی عرصہ برقرار رہ سکتا تھا۔ ٹارمنڈو تو خیر میک اپ میں تھا مگر مجھے دہرے میک اپ کے عذاب سے گزرنا پڑ رہا تھا۔ اصل چہرے پر نارمن شیلوف کا ماسک تھا اور اس ماسک پر اپنی اس عارضی حیثیت کا پلاسٹک میک اپ تھا۔

میک اپ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد جب ہم سونے کے لئے لیٹے تو رات کے ڈیڑھ بج چکے تھے۔ ٹارمنڈو فوراً ہی سو گیا تھا مگر مجھے سونے میں خاصا وقت لگا' ذہن پر بہت سے خیالات کی یلغار تھی۔ ماضی کی یادیں بھی تھیں اور مستقبل کے منصوبے بھی۔۔۔ مستقبل جو ہمیشہ بے یقینی کی دھند میں پوشیدہ ہوتا ہے' کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس دھند کے عقب سے کیا برآمد ہوگا۔

مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ خیالات کی اس یلغار کے دوران کب نیند کی کوئی ننھی سی کرن پھوٹی تھی اور کب اس نے مجھے اپنی مہربان آغوش میں لے لیا تھا۔ بس اتنا معلوم ہے کہ میں سوچتے سوچتے سو گیا تھا اور دوبارا میری آنکھ کھلی تو مجھے بے چینی کے احساس نے گھیر رکھا تھا۔ یقیناً کوئی غیر معمولی بات تھی جس نے سوتے میں بھی میرے اعصاب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

ایک لمحے کے شاید ہزارویں حصے کے اندر اندر میری نیند کافور ہو گئی اور حواس پوری طرح کام کرنے لگے۔ کسی بھی غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہونے پر میرے ساتھ یہی ہوتا ہے۔

میں نے سب سے پہلے نظریں گھما کر کمرے کا جائزہ لیا۔ زیرو پاور کے نیلے بلب کی مدھم روشنی میں ٹارمنڈو اپنے بیڈ پر بے سدھ پڑا سو رہا تھا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا' الماریاں بند تھیں' ائر کنڈیشنر کی خنک سرسراہٹ معمول کے مطابق تھی۔ کھڑکیوں پر پڑے ہوئے پردے ہولے ہولے ہل رہے تھے' دیوار گیر گھڑی تین بجنے کا اعلان کر رہی تھی۔

ایک ہی لمحے میں' میں پورے کمرے کا جائزہ لے چکا تھا۔ سب کچھ حسب معمول تھا' کہیں کسی گڑبڑ کے آثار نہیں تھے لیکن سوال یہ تھا کہ میری چھٹی حس مسلسل کسی خطرے کا اعلان کیوں کر رہی تھی؟

میں نے از سر نو کمرے کا جائزہ لیا مگر کوئی ایک بات بھی خلاف معمول تلاش نہ کر سکا۔ آخر میں بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھا کہ میری چھٹی حس نے مجھے دھوکا دیا ہے اس سے قبل بھی بارہا میری چھٹی حس نے مجھے ان دیکھے خطرات سے خبردار کیا تھا اور ماضی کے ریکارڈ کے پیش نظر میں اس پر اعتماد کرنے کے لئے مجبور تھا۔

مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی کمرے کے اندر موجود ہے یا جیسے کوئی مجھے دیکھ رہا ہے مگر بہ ظاہر کمرے میں میرے اور ٹارمنڈو کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا' اگر کوئی تھا تو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بیڈ کے نیچے ہو سکتا تھا یا باتھ روم کے اندر۔

باہر سڑک پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ دور کہیں سے بھاری اسلحہ چلنے کی دھمک سنائی دے رہی تھی۔ لڑائی بصرہ کے مضافات میں ہو رہی تھی اور اس قسم کے دھماکوں کی آوازیں معمولات میں شامل ہو گئی تھیں اس لئے انہیں غیر معمولی قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ ائرکنڈیشنر کی سرسراہٹ اور وال کلاک کی ٹک ٹک بھی معمول کی بات تھی۔ ٹارمنڈو سوتے میں خراٹے نہیں لیتا تھا مگر اس کی گہری گہری سانسیں لینے کی آوازیں بھی میری سماعت سے صاف ٹکرا رہی تھیں۔ ایسے میں یہ یقین کر لینا مشکل ہی تھا کہ کمرے میں اور کوئی بھی موجود ہے۔ اگر موجود ہے تو اسے بیڈ کے نیچے چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہلے جلے بغیر صرف آنکھوں کو گردش دے کر کمرے کا جائزہ لیا تھا۔ اگر کوئی وہاں موجود ہوتا تو میری نظروں سے چھپ نہیں سکتا تھا اور ایک سوئے ہوئے شخص سے چھپنے کے لئے بیڈ کے نیچے گھسنے کی تک بھی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

پھر مجھے یہ بھی اچھی طرح یاد تھا کہ سونے سے قبل میں نے خود اندر سے دروازے کی کنڈی لگائی تھی، کھڑکیاں بھی اندر سے بند تھیں۔ ایسے میں کسی کے کمرے میں داخل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ اندر سے کوئی چٹخنی کھولی جاتی۔ واحد صورت یہ تھی کہ میرے سونے کے بعد ٹارمنڈو نے کوئی چٹخنی کھول دی ہو۔ اور یہ بات بھی خاصی ناقابل فہم تھی۔ وہ تو تقریباً فوراً ہی سو گیا تھا اور مجھے سوئے ہوئے ایک گھنٹا بھی نہیں ہوا تھا۔ اتنے کم وقفے میں کسی سوئے ہوئے شخص کا اٹھنا مشکل ہی ہوتا ہے۔

میں بیڈ سے اتر آیا۔ بے چینی کے جس احساس سے میں گزر رہا تھا اس کے پیش نظر سونا میرے لئے ممکن نہیں رہا تھا۔ دوبارا سونے سے قبل پوری طرح مطمئن ہونا ضروری تھا۔ میں نے سب سے پہلے دیوار گیر الماری کھول کر دیکھی۔ پھر بیڈ کے نیچے جھانک کر دیکھا۔ دونوں جگہ کوئی نہیں تھا۔ میں خود کو احمق محسوس کرنے لگا۔ میں ایک بند کمرے کے اندر کسی کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جہاں کسی کا داخل ہونا ممکن ہی نہیں تھا مگر میں اپنی اس حس کا کیا کرتا جو بدستور مجھے خطرے کے سگنل دئے چلی جا رہی تھی۔

اچانک مجھے خیال آیا کہ خطرے کی نوعیت مختلف بھی تو ہو سکتی ہے، مثلاً یہ کہ کوئی مہلک قسم کا کیڑا مکوڑا، سانپ یا بچھو کمرے میں گھس آیا ہو۔ اس خیال سے قدرے اطمینان محسوس ہوا مگر مکمل اطمینان کرنا ضروری تھا، ابھی تک میں نے باتھ روم چیک نہیں کیا تھا۔ مجھے توقع تھی کہ وہاں بھی کوئی نہیں ہوگا اور باتھ روم کا دروازہ کھولنے پر میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔

ٹارمنڈو ابھی تک بے خبر سو رہا تھا۔ میں نے بڑی خاموشی کے ساتھ کمرے کی تلاشی لی تھی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میری الجھن میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ خطرے کی کوئی علامت نظر نہیں آ رہی تھی، میں نے ہر ممکن باریک بینی سے کمرے کی تلاشی لی مگر کوئی مثبت نتیجہ حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ کمرے میں کچھ ہوتا تو ملتا، وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا لیکن اس کے باوجود کوئی خطرہ تھا ضرور۔

اب صرف دو امکانات باقی رہ گئے تھے۔ خطرہ یا تو دروازے کی سمت سے تھا یا پھر کھڑکیوں کی طرف سے۔ کھڑکی کے امکانات زیادہ تھے۔ وجہ یہ تھی کہ کھڑکی بیرونی رخ پر کھلتی تھی اور اگر کوئی اس کمرے میں گھسنے کی کوشش کرتا تو اس کے لئے آسان راستہ کھڑکی والا ہوتا جہاں کسی قسم کی مزاحمت کے امکانات بہت کم تھے۔ بنگلے کے اندر گھسنا تو شاید ممکن ہی نہ تھا۔

میں نے پہلے کھڑکی کو آزمانے کا فیصلہ کیا مگر کھڑکی کھولنے کے لئے کمرے کی لائٹ بجھانا ضروری تھا، بصرہ ان دنوں بلیک آؤٹ کی زد میں تھا۔

زیرو پاور کا بلب بجھتے ہی کمرے میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔ میں اندھیرے میں کھڑکی کی طرف بڑھا اور کھڑکی کے نزدیک پہنچ کر پردہ سرکا دیا۔ باہر کی فضا تاریک نہیں تھی۔ قمری مہینے کا تیسرا ہفتہ چل رہا تھا اور چاند کی روشنی میں سامنے کی رو میں بنے ہوئے بنگلے دھند میں ڈوبے ہوئے سے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے کھڑکی کھول دی۔ کھڑکی کھولنے سے ہلکی سی آواز ابھری تھی مگر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کھڑکی کھلنے کی آواز کے علاوہ میں نے کوئی اور آواز بھی سنی ہو۔ فوری طور پر یہ تعین کرنا دشوار تھا کہ یہ میرا واہمہ تھا یا حقیقت تھی تاہم میں نے کھڑکی سے سر نکال کر باہر جھانکا۔ سب کچھ معمول کے مطابق دکھائی دے رہا تھا۔ احاطے کی دیوار کے ساتھ اگے ہوئے پھولوں کے پودے نرم ہوا کے دوش پر لہرا رہے تھے اور گیٹ کے دونوں طرف لگے ہوئے کھجوروں کے تناور درخت گویا سرشاری کے عالم میں جھوم رہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے تو مجھے یقین ہو گیا کہ میں کسی واہمے کا شکار ہو گیا ہوں۔ کھڑکی کھلنے پر جو آواز میں نے سنی تھی ممکن ہے وہ کسی درخت کے پتوں کی سرسراہٹ رہی ہو۔

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میں نے دوبارا ایک آواز سنی۔ اس بار آواز بہت واضح تھی۔ نہ صرف واضح تھی بلکہ میں نے اس کی سمت کا تعین بھی کر لیا تھا۔ آواز کمرے کے اندر سے آئی تھی اور دروازے کی سمت سے آئی تھی۔ میں بڑی تیزی سے پلٹا۔ کھڑکی کھلی ہونے کی وجہ سے کمرے میں اندھیرا نہیں رہا تھا اور میں بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ خاص طور پر دروازے کا چمکدار ہینڈل جواب نیچے سے اوپر کی طرف واپس جا رہا تھا۔ کمرے کے باہر راہداری میں کوئی موجود تھا اور ہینڈل گھما کر دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میرے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ میرے اور ٹارمنڈو کے علاوہ اس بنگلے میں صرف دو افراد اور تھے۔ آرتھر اور اس کا ملازم۔ ان دونوں میں سے کسی سے بھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ اس وقت اور اس طرح دروازہ کھولنے کی کوشش کرے گا۔ بالفرض انہیں ہم دونوں میں سے کسی سے کوئی کام پڑتا تو بھی وہ یہ پراسرار انداز ہرگز اختیار نہ کرتا۔

تو پھر سوال یہ تھا کہ باہر راہداری میں کون ہے، اور اس کمرے تک اس کی رسائی کیوں کر ہوئی، آرتھر اور اس کے ملازم کا کیا بنا؟

یہ تمام سوالات اپنی جگہ بے حد اہمیت کے حامل تھے مگر اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ تھی کہ اس شخص سے نمٹا جائے جو دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر کوئی شخص بنگلے کے اندر گھسا ہے تو یقیناً وہ تنہا نہیں ہوگا اس کے اور بھی ساتھی ہوں گے اور مسلح بھی ہوں گے جبکہ نہ تو میرے پاس اسلحے کے نام پر کوئی چیز تھی اور نہ ہی ٹارمنڈو کے پاس کچھ تھا اور سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ میں دروازہ نہیں کھول سکتا تھا۔ اس کے لئے ٹارمنڈو کو اٹھانا ضروری تھا اسے جگائے بغیر دروازہ کھولتا اور فائرنگ ہوتی تو وہ سوتے میں مارا جاتا اور میرا مقصد فوت ہو جاتا۔

فوری طور پر اس فیصلے پر پہنچ کر میں ٹارمنڈو کے بیڈ کی طرف جھپٹا اور اس کا کاندھا پکڑ کر ہلایا۔ ٹارمنڈو ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور چونکہ کمرے کی لائٹ بجھی ہوئی تھی اس لئے فوری طور پر اسے کچھ نظر بھی نہیں آ سکتا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ منہ سے کوئی آواز نکالے جسے سن کر باہر موجود شخص یا اشخاص ہوشیار ہو جائیں۔

"ٹارمنڈو! یہ میں ہوں نارمن" میں نے جلدی سے سرگوشیانہ آواز میں کہا "ہم خطرے میں ہیں، کوئی کمرے کے باہر موجود ہے اور دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا ہے۔ خبردار، زور سے کچھ مت بولنا ورنہ وہ ہوشیار ہو جائیں گے۔"

میری بات اس کی سمجھ میں آ گئی مگر شاید نیند اس کے ذہن پر مسلط تھی اور وہ پوری طرح سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہوا تھا "کون دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا ہے؟" اس نے کہا، آواز ہلکی ہی تھی۔

"میں دروازہ کھولنے جا رہا ہوں" میں نے اس کا بے وقوفانہ سوال نظر انداز کرتے ہوئے کہا "وہ جو بھی ہیں مسلح ضرور ہوں گے، ممکن ہے فائرنگ بھی شروع کر دیں، تم کو میں نے اسی لئے اٹھایا ہے کہ فائرنگ ہونے کی صورت میں کہیں سوتے میں ہی نہ مارے جاؤ۔"

ٹارمنڈو کی عقل ٹھکانے آ گئی اور اس کے حواس پوری طرح کام کرنے لگے "دروازہ کھولنے کی کیا ضرورت ہے نارمن" اس نے خوف زدہ سے انداز میں کہا۔

"معلوم تو ہو آخر باہر کون ہے اور اس طرح چوری چھپے یہاں کیوں گھسا ہے؟"

"یہ سراسر حماقت ہو گی، باہر کون ہے اور اندر کیوں گھسا ہے یہ معلوم کرنا آرتھر کا دردسر ہے، ہم کیوں اپنی زندگیاں خطرے میں ڈالیں؟"

ٹارمنڈو ٹھیک کہہ رہا تھا۔ ہمارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں تھا، آرتھر جانے اور اس کا کام جانے۔ میں تو بالکل ہی غیر متعلق تھا۔ اگر ان لوگوں پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو ہوا کرے، مجھے اس سے کیا؟ مگر میں اپنی متجسس فطرت کا کیا کرتا، میرے لئے نچلا بیٹھنا مشکل ہو رہا تھا۔

"میں دروازہ کھول رہا ہوں ٹارمنڈو" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ ٹارمنڈو نے پھر احتجاج کرنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے اس کی بات پر کان نہیں دھرے اور اس نے بھی یہ محسوس کر کے کہ اب میں دروازہ کھول ہی دوں گا، بیڈ سے چھلانگ لگا دی۔ وہ خوف زدہ تھا اور اس کا خوف زدہ ہونا حق بجانب تھا۔ ایک نہتا شخص کبھی بھی مسلح افراد کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

میں نے دروازے کی چٹخنی گرائی اور تیزی سے دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا تاکہ اگر کوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو تو میں دروازے کے پٹ کی آڑ میں رہوں۔ مگر دروازہ نہیں کھلا حالانکہ میں اب بھی باہر راہداری میں کسی کی موجودگی محسوس کر سکتا تھا۔

میں سانس روکے دروازہ کھلنے کا انتظار کرتا رہا۔ باہر جو کوئی بھی تھا اسے یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کمرے میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

موجود فرد یا افراد غیر مسلح ہوں گے۔ شاید وہ اسی لئے محتاط تھا۔ ممکن ہے جس طرح میں ان کے اندر آنے کا انتظار کررہا تھا اسی طرح وہ بھی میرے باہر نکلنے کے منتظر ہوں۔ یہ تو ایک غیر معمولی بات تھی کہ ہم مسلح نہیں تھے اور ایسے میں' میں دروازہ کھول کر باہر نکلنے کا خطرہ بہرحال مول نہیں لے سکتا تھا۔

پھر وہ ہوا جس کی توقع نہ میں کرسکتا تھا اور نہ ہی یہ بات کسی اور کے وہم دگمان میں آسکتی تھی۔ دروازے کے قفل میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دی۔ پھر میں نے ہینڈل گھومتے دیکھا اور مجھے فوراً ہی اندازہ ہوگیا کہ دروازہ باہر سے مقفل کردیا گیا ہے اس کے بعد باہر سے دھیمی آواز میں باتیں کرنے کی آوازیں آئیں اور پھر میں نے ایک سے زائد لوگوں کے چلنے کی آوازیں سنیں جو کمرے سے دور ہوتی جارہی تھیں۔

میں بری طرح بوکھلا گیا۔ ان لوگوں نے بڑی خلاف توقع حرکت کی تھی۔ میں نے جھپٹ کر دروازے کے ہینڈل پر زور آزمائی کی مگر میرا اندازہ درست ہی تھا' دروازہ باہر سے مقفل کردیا گیا تھا۔

ٹارمنڈو نے بھی بدلی ہوئی صورت حال محسوس کرلی تھی اور اٹھ کر میرے نزدیک آگیا تھا "کیا بات ہے نارمن؟" اس نے پریشان سے لہجے میں پوچھا۔

"تم دیکھ ہی رہے ہو' دروازہ باہر سے لاک کردیا گیا ہے" میں نے کہا۔

میری بات سن کر اس کے بھی اوسان خطا ہوگئے اور میری طرح اس نے بھی ہینڈل سے زور آزمائی کی جو بے نتیجہ ہی رہی۔

"اب کیا ہوگا نارمن؟" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "ابھی ایک قید سے نکلنے نہیں پائے تھے کہ پھر پھنس گئے۔"

میں اسے کیا جواب دیتا "خود میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ وہ کون لوگ تھے اور ہمیں اس طرح کمرے میں بند کردینے سے ان کا مقصد کیا تھا۔

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آرمی انٹیلی جنس والے ہمیں تلاش کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے ہوں" ٹارمنڈو نے کہا۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو' اگر ان لوگوں کا تعلق آرمی انٹیلی جنس سے ہوتا تو وہ ہمیں یوں چھوڑ کر واپس نہ چلے جاتے۔"

"تو پھر آخر وہ لوگ کون تھے اور ہمیں یوں کمرے میں کیوں بند کرگئے؟"

"جو لوگ بھی ہیں ہمارے دشمن ہیں' دوست ہرگز نہیں ہوسکتے" میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ یہودیوں کے دشمن میرے تو دوست ہی ہوں گے' مگر میں اپنے اس خیال کا برملا اظہار نہیں کرسکتا تھا۔ میں ایک یہودی ایجنٹ کے روپ میں جو تھا۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ ان لوگوں کا تعلق کسی مقامی جرائم پیشہ گروہ سے ہو؟"

"ہاں' یہ ممکن ہے مگر ہم اس امکان پر یقین کرنے کا خطرہ نہیں مول لے سکتے۔ ہمیں تو جلد از جلد یہاں سے نکلنے کی فکر کرنی ہے" میں نے کہا اور کمرے کی کھڑکی بند کرکے پردے کھینچ دیئے۔ ٹارمنڈو نے کمرے کی لائٹ جلادی تھی۔

"اگر مجھے چار پانچ انچ لمبا کوئی موٹا تار مل جائے تو میں قفل کھولنے کی کوشش کرسکتا ہوں" ٹارمنڈو نے کہا۔

"ہماری کل کائنات یہ کمرا ہے" میں نے جواب دیا "مل کر ڈھونڈتے ہیں' اگر یہاں کوئی تار مل گیا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر کھڑکی کے راستے ہی فرار ہونا پڑے گا۔"

کافی تلاش کرنے کے بعد ہمیں ایک مڑا تڑا سا تار مل گیا اور ٹارمنڈو وہ تار لے کر دروزاے کی طرف بڑھ گیا۔ اسے تالا کھولنے میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔

"دروازہ غیر مقفل ہوگیا ہے نارمن!" ٹارمنڈو نے میری طرف مڑ کر کہا "اب بتاؤ کیا کیا جائے۔"

"سب سے پہلے تو بنگلے کا جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ ان لوگوں کے بارے میں کچھ تو اندازہ ہو لیکن دروازہ کھولنے سے قبل کمرے کی لائٹ بجھادینا ضروری ہے۔

سوئچ بورڈ دروازے کے ساتھ ہی دیوار پر نصب تھا۔ میں نے کمرے کی روشنی بجھائی اور ٹارمنڈو کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا "میرے نزدیک ہی رہنے کی کوشش کرنا" میں نے اس سے کہا "ممکن ہے وہ لوگ ابھی تک گئے نہ ہوں۔ ایک ساتھ رہ کر ہم ایک دوسرے سے بے خبر تو نہیں رہیں گے۔"

دروازہ کھول کر باہر نکلنے کے معاملے میں میں نے ٹارمنڈو کو آگے رکھا۔ ایک یہودی کے میک اپ میں نہ معلوم لوگوں کے ہاتھوں مارا جانا مجھے گوارا نہیں تھا۔ اگر مرنا ہی ہے تو ایک مسلمان کی جگہ ایک یہودی کیوں نہ مرتا؟"

راہداری مکمل تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی حالانکہ یہاں سے روشنی کی ایک کرن بھی باہر نہیں جاسکتی تھی۔ بلیک آؤٹ کی خلاف ورزی ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ رات جب ہم سونے کے لئے کمرے میں آئے تھے تو یہاں روشنی تھی جبکہ اس وقت مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ شاید یہ بھی انہی لوگوں کا کارنامہ تھا جو یہاں گھس آئے تھے۔ وہی یہاں سے جاتے ہوئے روشنی بجھا گئے ہوں گے۔

میں اور ٹارمنڈو آگے پیچھے محتاط انداز میں چلتے ہوئے نیچے جانے والے زینوں تک پہنچے۔ ٹارمنڈو بدستور مجھ سے آگے تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ لوگ فرار ہو چکے ہیں۔ خود میرا خیال بھی یہی تھا لیکن میں محتاط رہنا چاہتا تھا اور یہی احتیاط پسندی میرے کام آگئی۔

زینوں کے پاس پہنچتے ہی وہ نیچے سے ایک فائر ہوا اور ٹارمنڈو چیخ مار کر گرا۔ میں نے بجلی کی سی تیزی سے فرش پر لوٹ لگائی تھی ورنہ اگلی گولی نے مجھے چاٹ لیا ہوتا۔ یہ اندازہ غلط ثابت ہوا تھا کہ وہ لوگ واپس جاچکے ہیں۔ وہ واپس نہیں گئے تھے۔ معلوم نہیں ان کی تعداد کیا تھی۔ ہم پر فائر کرنے والا بہرحال ایک ہی تھا جو اندھیرے کی وجہ سے ہمیں نظر نہیں آسکا تھا۔ ہم چونکہ متحرک تھے اس لئے وہ ہمیں دیکھ لینے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

ٹارمنڈو بری طرح تڑپ رہا تھا۔ معلوم نہیں گولی اس کے جسم پر کہاں لگی تھی۔ زخم اگر مہلک نہ ہوتا تب بھی اس کا بچنا مشکل ہی لگتا تھا۔ اس کے جسم سے خون تو بہرحال بہتا ہی رہتا۔ اس کے لئے طبی امداد کا بندوبست کرنا تو دور کی بات تھی' مجھے تو خود اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔

دو فائروں کے بعد مزید فائر کئے گئے۔ معلوم نہیں وہ کتنے دیدہ دل لوگ تھے کہ انہوں نے سائیلنسر تک استعمال کرنے کی زحمت نہیں گوارا کی تھی یعنی انہیں کسی قسم کا ڈر خوف نہیں تھا۔ مزید فائر انہوں نے محض احتیاطاً ہی کئے تھے۔ اس لئے کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس اسلحہ ہوتا تو ہم نے جوابی فائر ضرور کئے ہوتے لیکن یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ ہم غیر مسلح ہیں انہوں نے اوپر آنے کی کوشش نہیں کی بلکہ میں نے محسوس کیا کہ وہ فرار ہو رہے ہیں۔ شاید یہاں ان کی آمد کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔

وہ صدر دروازے سے باہر نکلے تھے۔ شاید اسی راستے سے اندر بھی آئے ہوں گے۔ انہوں نے صدر دروازے کو بھی باہر سے مقفل کردیا تھا۔ میں نے کنجی گھومنے کی آواز صاف سنی تھی۔ اب میرے لئے اس بات پر یقین کرنا دشوار تھا کہ وہ مقامی جرائم پیشہ افراد تھے۔ بات یقیناً کچھ اور تھی۔

میں تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھا۔ خطرات بڑھ چکے تھے۔ گولیاں چلنے کی آوازیں دور تک گئی ہوں گی اور اب اس بنگلے میں نہیں رہا جاسکتا تھا۔ مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ آرتھر کتنی گہری نیند سو رہا ہے جو کئی فائر ہونے کے باوجود نہیں اٹھا اور اس کا وہ ملازم کہاں مرگیا جو آرتھر کے بقول سرونٹ کوارٹر میں رہتا ہے۔

میں نے سب سے پہلے راہداری کی لائٹ جلادی۔ لائٹ آن ہونے کے باعث نیچے ہال میں بھی روشنی پھیل گئی تھی۔ میں نے ایک لمحے میں پورے ہال کا جائزہ لے ڈالا۔ اب وہاں کوئی نہیں تھا۔ تمام حملہ آور فرار ہو چکے تھے۔ اس طرف سے مطمئن ہوکر میں نے ٹارمنڈو کو چیک کیا۔ گولی اس کے سینے پر تقریباً وسط میں لگی تھی اور وہ غشی کی کیفیت میں تھا۔ خون کافی بہہ چکا تھا۔ اب بھی اگر اسے فوری طبی امداد مل جاتی تو اس کے بچنے کے کچھ امکانات پیدا ہوسکتے تھے۔ گولی دل سے چند انچ ہٹ کر لگی تھی۔

میرے پاس وقت بہت کم تھا۔ ہر لمحہ اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں کوئی آنہ جائے۔ فائرنگ کی آوازیں سن کر کسی نہ کسی نے پولیس کو فون ضرور کردیا ہوگا اور میں یہاں قید ہو کر رہ گیا تھا۔

ٹارمنڈو کو اس کے حال پر چھوڑ کر میں تیزی سے نچلی منزل پر آیا اور آرتھر کے کمرے کی طرف بڑھا۔ نچلی منزل کی روشنیاں جلانے پر یہ حیران کن انکشاف ہوا کہ کہیں کسی قسم کی افراتفری نظر نہیں آرہی۔ جیسے وہاں کوئی غیر معمولی واقعہ ہوا ہی نہ ہو۔

آرتھر کے کمرے کے دروازے پر مجھے پہلی غیر معمولی علامت نظر آئی۔ سرخ رنگ کے مارکر سے دو عدد ترچھی لکیریں کھینچی گئی تھیں جو ایک دوسرے کو درمیان سے قطع کرتی ہوئی گزر رہی تھیں یعنی سرخ رنگ سے ضرب کا نشان بنایا گیا تھا۔ میرے پاس اس نشان پر غور کرنے کی مہلت نہیں تھی اس لئے میں نے اس نشان کو نظر انداز کرتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ اندر ملگجی روشنی میں پورا کمرا الٹ پلٹ دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے کمرے میں داخل ہوکر لائٹ جلادی اور فوراً ہی آرتھر کے باہر نہ آنے کی وجہ میری سمجھ میں آگئی۔ وہ اب کبھی خود سے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل نہیں رہ گیا تھا۔ اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی اور منہ کھلا ہوا تھا۔ اسے قتل کردیا گیا تھا۔

وقت ضائع کئے بغیر میں آگے بڑھا اور میں نے دیوار میں نصب اس آہنی سیف کو دیکھا جو کھلا ہوا تھا۔ اس کی صفائی کردی گئی تھی۔ معلوم نہیں آرتھر اس میں رقم کے علاوہ اور کیا چیزیں رکھتا ہوگا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ کچھ خفیہ قسم کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کاغذات بھی اس سیف میں رکھتا ہوگا۔ بہرحال اب نہ وہاں کوئی رقم تھی اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی کاغذ تھا۔ اس آہنی سیف کے علاوہ کمرے کی ہر چیز تقریباً ادھیڑ ڈالی گئی تھی۔ پولیس تفتیش کرتی تو انہیں ڈاکو قرار دیتی جو لوٹ مار کر کے چلے گئے تھے۔

میں نے کمرے کی لائٹ آف کی اور راہداری میں نکل آیا۔ ابھی میں راہداری میں ہی تھا کہ میں نے پولیس کار کے سائرن کی آواز سنی جو تیزی سے قریب آتی جارہی تھی۔ کسی پڑوسی نے فون کر کے پولیس کو مطلع کیا ہوگا۔ میری رفتار میں اچانک بہت تیزی آگئی۔ میں کئی کئی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپری منزل پر پہنچا۔ ٹارمنڈو کے سینے سے گاڑھا گاڑھا خون ابل رہا تھا اور وہ بدستور غشی کی کیفیت میں تھا۔ اسے نظر انداز کر کے میں اپنی خواب گاہ میں آیا جہاں میں نے مقامی کرنسی چھوڑی تھی جو آرتھر نے میرے حوالے کی تھی۔ وہیں الماری میں ٹارمنڈو نے بھی اپنی رقم رکھی تھی۔ اپنے پیسوں کے علاوہ میں نے ٹارمنڈو کے پیسے بھی جیب میں ٹھونسے اور واپسی کے لئے پلٹ پڑا۔

پولیس کاریں اب بہت نزدیک آگئی تھیں۔ شاید وہ بنگلے کے احاطے میں داخل ہو رہی تھیں اور جب تک میں دوبارا نچلی منزل پر پہنچا' پولیس کاریں نہ صرف رک چکی تھیں بلکہ انہوں نے کال بیل کا بٹن بھی دبا دیا تھا۔ میں بری طرح سے گھر گیا تھا۔ پولیس چونکہ فائرنگ کی اطلاع پاکر یہاں پہنچی تھی اس لئے امکان تھا کہ وہ بنگلے کو گھیرے میں لے لیں گے۔

سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔ تیزی سے عمل کرنے کا وقت تھا۔ میں ان کے نرغے سے محض اپنی رفتار کے بل پر ہی نکل سکتا تھا ورنہ ایک بار وہ مجھے گھیرنے میں کامیاب ہو جاتے تو کم از کم فوری طور پر ان کی گرفت سے بچنا میرے لئے محال ہو جاتا۔ بعد میں اگر فرار ہونے کا موقع مل جاتا تو وہ اور بات ہوتی۔

میں نچلی منزل پر رکے بغیر عقبی دروازے کی طرف بڑھا۔ میں دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ عقبی دروازہ مقفل نہ ہو اور اس وقت میں خوشی سے نہال ہو گیا جب میں نے عقبی دروازے کو غیر مقفل پایا۔ صرف اندر سے چٹخنی لگی ہوئی تھی۔ دروازے سے باہر نکلنے سے قبل میں نے جھانک کر باہر کا جائزہ لیا اور میدان صاف پاکر جلدی سے باہر نکلا اور ایک نزدیکی قد آدم پودے کے عقب میں پہنچ گیا۔ اگر مجھے ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوتی تو میں ان پولیس والوں کی نظروں میں آگیا ہوتا جو پوزیشن لینے کے لئے عقبی سمت آگئے تھے۔ ان کا انداز واقعی ایسا تھا جیسے وہ ڈاکوؤں کو گھیرے میں لے رہے ہوں۔

میں سانس روک کر انہیں دیکھنے لگا۔ اتنی چاندنی تو تھی کہ کچھ فاصلے تک صاف دیکھا جا سکتا تھا۔ مجھے اگر بروقت آڑ نہ مل جاتی تو مڑتے وقت وہ ضرور مجھے دیکھ لیتے۔ وہ دو پولیس والے تھے اور ایک شاید ہیڈ کانسٹیبل تھا۔ ہیڈ کانسٹیبل نے ان دونوں کو ہدایات دیں اور انھیں متعین کر کے واپس چلا گیا۔ دونوں کے ہاتھوں میں خود کار رائفلیں تھیں اور رخ بنگلے کی طرف تھا تاہم دونوں کے انداز میں بے پروائی تھی۔

"کیا مصیبت ہے" ایک نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ فائرنگ کرنے والے کیا ہمارے انتظار میں اب تک اندر بیٹھے ہوں گے؟"

میں نے دل ہی دل میں اس کی ذہانت کی داد دی۔ وہ واقعی درست کہہ رہا تھا۔

"ہمیں کیا" دوسرے کانسٹیبل نے کہا "ہمیں تو احکامات کی بجا آوری سے غرض ہونی چاہئے۔"

میں ایسی فرض شناسی کے خلاف ہوں جس میں آدمی کو عقل کے منافی کام کرنا پڑے۔

"عقل استعمال کرو گے تب بھی اتنی ہی تنخواہ ملے گی جتنی عقل استعمال کئے بغیر ملتی ہے۔"

"نہیں یار' ذرا غور تو کرو۔ اگر کوئی بنگلے میں ہوتا تب بھی سائرن سن کر فرار ہو گیا ہوتا یا ہمارے انتظار میں بیٹھا رہتا۔"

"کیوں دماغ خراب کر رہے ہو۔ اگر کوئی اندر نہیں ہوگا تو ہمارا کیا جاتا ہے بلکہ یہ ہمارے لئے اچھا ہی ہے۔ خواہ مخواہ مقابلہ کرنے سے تو بچیں گے۔"

پہلا کانسٹیبل بڑبڑا کر خاموش ہو گیا اور میں پلٹ کر عقبی دیوار کی طرف دیکھنے لگا جو زیادہ بلند نہیں تھی مگر اس تک پہنچنا بھی مسئلہ تھا۔ دیوار مجھ سے کم از کم چھ فٹ کے فاصلے پر تھی۔ میں اپنی جگہ چھوڑتا تو کسی کی بھی نظروں میں آسکتا تھا۔ میں نے کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے کا فیصلہ کرنے میں عافیت جانی۔

چند ہی منٹ بعد ایک سارجنٹ آتا دکھائی دیا۔ اس کے ساتھ چند سپاہی بھی تھے۔

"تمام کھڑکیاں اور دروازے چیک کرو" اس نے سپاہیوں کو حکم دیا "شاید کہیں سے اندر داخل ہونے کا راستہ مل جائے۔"

وہ سامنے والے راستے کی طرف سے مایوس ہو کر اس طرف آئے ہوں گے۔ صدر دروازہ تو مقفل تھا اور اندر کوئی ہیں تھا جو دروازہ کھولتا۔

دو منٹ کے اندر اندر انہوں نے عقبی دروازہ دریافت رلیا جو کھلا ہو تھا۔ اس دریافت نے ان میں سنسنی سی پھیلا ی اور پھر سارجنٹ کے حکم پر کئی سپاہی دوڑتے ہوئے بنگلے ے اندر گھس گئے۔ کچھ باہر ہی رک گئے تھے مگر اب ان ب کی توجہ عقبی دروازے کی طرف تھی اور وہ کسی غیر عمولی وقوع کی توقع کر رہے تھے۔

یہ موقع میرے لئے بہت غنیمت تھا۔ اس سے فائدہ نہ ٹھاتا تو شاید اس کے بعد کوئی اور موقع نہ مل پاتا۔ انہیں ؛ر کوئی نہ ملتا تو پھر ان کی توجہ باہر کی طرف ہی مرکوز ہوتی ونکہ تمام لوگوں کی توجہ دروازہ پر مرتکز تھی اس لئے میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی جگہ چھوڑی اور عقبی دیوار کی لرف بڑھ رہا تھا۔ چاند ایسے زاویئے پر تھا کہ اس کی روشنی اہ راست مجھ پر نہیں پڑ رہی تھی۔

دیوار کے نزدیک پہنچ کر کھڑے ہونے سے قبل میں نے ٹ کر دیکھا۔ اب بھی ان میں سے کوئی اس طرف نہیں دیکھ ہا تھا۔ میں تیزی سے کھڑا ہوا اور عقبی دیوار پر چڑھ گیا۔ قسمتی سے اسی وقت کسی نے پلٹ کر دیکھا اور مجھ پر نگاہ ڑتے ہی وہ زوردار آواز کے ساتھ چیخا۔

"وہ رہا" پھر اس نے چیخ کر مجھ سے کہا "رک جاؤ ورنہ م تمہیں گولی مار دیں گے۔"

اتنی مہلت بہت تھی۔ اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ں میں دوسری طرف کود چکا تھا۔ پولیس والوں نے بھی ئرنگ کرنے میں تامل نہیں کیا مگر مجھے للکارنا ان کی غلطی تھی تنی دیر میں ان کی للکار مکمل ہوئی اتنی دیر میں تو میں دوسری لرف پہنچ چکا تھا۔ گولیاں میرے اوپر سے نکل گئیں۔ لگاتار ئرنگ کی آوازوں نے علاقے کا سکون درہم برہم کر دیا تھا۔

زمین پر گرتے ہی میں نے بڑی پھرتی سے خود کو سنبھالا ردا میں طرف دوڑ لگا دی۔ عقبی گلی ناہموار تھی اور ہموار ک کے مقابلے میں یہاں دوڑنا دشوار ثابت ہو رہا تھا۔ ھے دو تین بار ٹھوکر لگی اور میں گرتے گرتے بچا۔ ادھر لیس والے اب دیوار پر چڑھ کر مجھ پر فائرنگ کرنے کی شش کر رہے تھے۔ مگر میں بنگلوں کی دیواروں سے قریب کر دوڑ رہا تھا اس لئے ان کی کوششیں رائیگاں ثابت رہی تھیں۔ میں نے بعض بنگلوں کی کھڑکیاں کھلنے کی ازیں بھی سنی تھیں۔ میں شدید خطرے میں گھر گیا تھا۔ بلا ایسا خطرہ جس سے نکلنا محال تھا۔ مجھے گرفتاری سے کوئی ں بچا سکتا تھا۔ واحد صورت یہ تھی کہ مجھے کوئی پناہ گاہ میسر آجاتی۔

میں اگرچہ خاصی تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا مگر اس تیز رفتاری کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ جدید ترین ساز و سامان سے لیس پولیس کو دھوکا دے کر نکل جانا ناممکنات میں سے تھا اور مجھے اس بات کا پوری طرح احساس تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ جتنا زیادہ وقت گزرتا جائے گا' میرے بچ نکلنے کے امکانات اتنے ہی کم ہوتے چلے جائیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے دوڑتے دوڑتے رک کر ایک نگاہ عقب میں ڈالی اور جب مجھے اپنے عقب میں کوئی نظر نہیں آیا تو میں نے ایک اور بنگلے کی عقبی دیوار پھلانگنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کی۔ یہ آرتھر کے بنگلے سے چوتھا بنگلہ تھا۔

پولیس والے شاید حکم کے انتظار میں رہ گئے تھے ورنہ اگر وہ تیزی دکھاتے تو عقبی گلی میں ہوتے اور مجھے گم ہونے کا موقع نہ مل پاتا' مگر اب تو موقع مل ہی گیا تھا یہ الگ بات ہے کہ اس موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہی ایک سریلی نسوانی چیخ سے واسطہ پڑا تھا۔ یہی شکر تھا کہ چیخ کی آواز زیادہ بلند نہیں تھی یا شاید فائرنگ میں دب گئی تھی۔

میں نے چونک کر دیکھا۔ وہ ایک سرونٹ کوارٹر تھا جس کے دروازے پر وہ کھڑی ہوئی تھی اور اس نے چیخ دبانے کے لئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ اندھیرے کے باعث اس کے خدوخال واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہے تھے "شش" میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارا کیا "ڈرو مت' میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

اس کا جسم مارے خوف کے لرز رہا تھا۔ شاید وہ فائرنگ کی آواز سن کر اٹھی تھی اس کا خوف زدہ ہونا فطری امر تھا۔ میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے جسم کے ارتعاش میں اضافہ ہو گیا ہے اور غالباً وہ اندر جا کر دروازہ بند کر لینا چاہتی تھی مگر اس میں اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی ہمت ہی نہیں رہ گئی تھی۔ شاید اس نے میری آواز سنی ہی نہیں تھی۔ اگر سنی تھی تو اس کا خوف زدہ ذہن الفاظ کو مربوط کر کے ان سے کوئی معنی اخذ کرنے سے قاصر تھا۔ وہ اب بھی یہی سمجھ رہی تھی کہ میں اس کی طرف کسی بری نیت سے بڑھ رہا ہوں۔

میں اچانک رک گیا۔ اس کا خوف دور کئے بغیر اس کی طرف بڑھنا' اس کے نزدیک جانے کی کوشش کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ خوف کی انتہا کسی ایسی خوفناک چیخ کو جنم دے سکتی تھی جو دور تک سنی جاتی۔ میری یہاں موجودگی کا راز فاش ہو جاتا۔ اور مجھے اپنا بچاؤ کرنے کے لئے از سر نو جدوجہد کرنا پڑتی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سرونٹ کوارٹر کے دروازے میں تنہا اس کی موجودگی ظاہر کرتی تھی کہ اس کے علاوہ وہاں کوئی اور نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو لگاتار ہونے والی فائرنگ کے شور کے بعد سو نہ رہا ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی دروازے پر نظر آتا۔ اس اعتبار سے یہ جگہ بہت محفوظ تھی اور میں اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔

"میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا" میں نے رکتے ہوئے کہا۔ آواز زیادہ بلند نہیں تھی "اگر مجھے بے گناہ مرتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔"

میں نے اس پر ایک نفسیاتی حربہ آزمایا تھا۔ مجھے اس حربے کی کامیابی کا سو فیصد یقین نہیں تھا تاہم اگر یہ حربہ کامیاب نہ ہوتا تو میری مشکلات میں سو فیصد اضافہ ضرور ہو جاتا۔

میں آہستہ آہستہ واپس مڑا اور مردہ کے سے انداز میں چلتا ہوا اس سے دور ہونے لگا۔ میرا دل بہت زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ میں اسے دھمکی دے کر بھی پناہ حاصل کر سکتا تھا۔ مگر حالات کے پیش نظر میں کوئی عارضی قدم اٹھانے سے گریز کر رہا تھا۔ یہ جوا بھی میں نے اس لئے کھیلا تھا کہ جو بھی نتیجہ نکلے مستقل بنیادوں پر نکلے۔

گلی سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور میرا خون خشک ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی بنگلوں کی قطار کے سامنے والی سڑک پر سے پولیس کار کا سائرن سنائی دیا۔ گویا پولیس والوں نے میری تلاش کے لئے لائحہ عمل طے کر لیا تھا۔ وہ اس سمت سے واقف تھے جدھر میں گیا تھا۔ انہوں نے مجھے ہر طرف سے گھیرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انہیں اندازہ ہوگا کہ ایک آدمی اتنی دیر میں زیادہ سے زیادہ کتنی دور جا سکتا ہے اگر وہ پورے علاقے کو گھیر کر پوری طرح تلاشی نہ لیتے تو میں کہتا کہ بصرے کا پولیس ڈپارٹمنٹ اس قابل ہے کے اسے توڑ دیا جائے۔

میں بڑے مضمحل انداز میں چل رہا تھا۔ بوجھل قدموں سے اور آہستہ آہستہ میں اسے سوچنے کا زیادہ سے زیادہ موقع دینا چاہتا تھا۔ اس پر میرا حربہ اگر کارگر نہ ہوتا تو پھر فوری طور پر کوئی جائے پناہ ملنی مشکل تھی۔

"ٹھہرو" یہ روح افزا نسوانی سرگوشی میں نے اس وقت سنی جب میں تقریباً مایوس ہو چلا تھا۔

میں رک کر آہستہ آہستہ اس کی طرف پلٹا۔ مجھ پر اضطرابی کیفیت طاری ہو رہی تھی مگر جلد بازی سے کھیل بگڑ سکتا تھا اس لئے میں خود پر جبر کرنے کے لئے مجبور تھا۔

وہ سرونٹ کوارٹر سے باہر نکل کر میری طرف آ رہی تھی۔ کچھ دیر قبل میں اس کی طرف بڑھ رہا تھا تو وہ خوف زدہ تھی لیکن اب وہ خود میری طرف آ رہی تھی تو اسے کوئی خوف نہیں تھا۔

"تم کون ہو؟" اس نے میرے نزدیک پہنچ کر کہا "اور پولیس تمہارے پیچھے کیوں لگی ہوئی ہے" اب نہ تو وہ خوف سے لرز رہی تھی اور نہ ہی اس کی آواز میں خوفزدگی کا کوئی تاثر تھا۔

"میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ تم مجھے پناہ دینے کے لئے تیار ہو یا نہیں۔ وہ لوگ مجھے ہر طرف ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ کسی بھی لمحے یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو بے موت مارا جاؤں گا۔"

وہ ایک بار پھر تذبذب میں مبتلا ہو گئی۔ معلوم نہیں کیا سوچنے لگی تھی بالآخر مجھے اس کو ٹوکنا پڑا "تم کس سوچ میں گم ہو گئیں۔ مجھے ہاں یا ناں میں جواب تو دے دو۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا "میں سوچ رہی تھی عموماً مرد عورتوں کو پناہ دیا کرتے ہیں۔ آج ایک عورت ایک مرد کو پناہ دے گی۔ آؤ۔"

میں اس کے ساتھ چلتا ہوا سرونٹ کوارٹر میں داخل ہو گیا۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ ایک کمرے کے کوارٹر میں گہری تاریکی چھا گئی پھر اس نے لائٹ جلا دی۔ کھڑکیاں اور دروازے بند ہونے سے لائٹ باہر نہیں جا سکتی تھی۔ روشنی ہوتے ہی میں نے اس کا جائزہ لیا۔ وہ خاصی خوش شکل لڑکی تھی۔ عمر پچیس سے تیس کے درمیان رہی ہوگی۔ میری تجربے کار نگاہوں سے اس کا پیشہ پوشیدہ نہیں رہ سکا اور مجھے حیرت ہوئی۔ جس پیشے سے اس کا تعلق تھا اس میں تو ہر قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ پھر وہ اس قدر خوف زدہ کیوں ہو گئی تھی۔

وہ بھی متجسس نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ شاید میرے بارے میں زیادہ سے زیادہ اندازہ کرنا چاہ رہی تھی مگر وہ جو اندازہ بھی لگاتی، غلط ہی ہوتا۔ میری حقیقت تک پہنچنا آسان کام نہیں تھا۔ رات سونے سے قبل میں نے اور ٹارمنڈو نے جو میک اپ کئے تھے ان کی بدولت ہم دونوں کے خدوخال مقامی لوگوں کے جیسے ہو گئے تھے اور اب ہمیں غیر ملکیوں کی حیثیت سے شناخت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جو بھی ہمیں دیکھتا مقامی ہی سمجھتا۔ ٹارمنڈو کی زندگی کا تو کوئی بھروسا نہیں تھا البتہ میں مشکل حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے زندہ تھا۔

"تاریخ شاہد ہے کہ مرد نے ہمیشہ عورت کے دامن میں پناہ لی ہے" میں نے اس پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا۔ اب میں کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ صرف ایک کمرا تھا اور بس چھت پر ایک پنکھا ٹنگا ہوا تھا جو اس وقت بھی چل رہا تھا۔ ایک دیوار کے ساتھ لکڑی کا پرانا سا ریک رکھا ہوا تھا جس پر گرد کی تہیں ظاہر کر رہی تھیں کہ اسے عرصہ دراز سے استعمال نہیں کیا گیا ہے ایک اسٹول تھا جو کبھی بیٹھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہوگا۔ اس کے علاوہ کمرے میں جو سامان تھا وہ ایک جھلنگی سی چارپائی تھی جس پر ایک بوسیدہ گدا بچھا ہوا تھا۔ گدے پر بچھی ہوئی چادر نہ صرف میلی تھی بلکہ اس قدر جی دامن تھی کہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود گدے کی بوسیدگی کو چھپانے میں ناکام تھی۔ ایک تکیہ بھی تھا جو اپنی ظاہری حالت کے اعتبار سے چارپائی، گدے اور اس پر بچھی ہوئی چادر سے ہم آہنگ نظر آ رہا تھا۔

میری بات سن کر وہ زور سے ہنسی "تاریخ کے بارے میں تو مجھے معلوم نہیں البتہ میرا ذاتی تجربہ تو یہی ہے" اس نے کہا۔ اب وہ قطعی خوف زدہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

میری نگاہ چارپائی کے نیچے رینگ گئی جہاں ایک عمدہ قسم کا مختصر سا سوٹ کیس رکھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس سرونٹ کوارٹر میں وہ واحد چیز تھی جو اس لڑکی کی شخصیت اور اس کے جسم پر موجود لباس سے میل کھاتی تھی۔

معلوم نہیں تم کون ہو اور پولیس تمہارے پیچھے کیوں لگی ہے۔ صورت سے تو معصوم نظر آ رہے ہو مگر ضروری تو نہیں کہ آدمی کا ظاہر بھی اس کے باطن ہی کی طرح ہو۔"

"قطعی ضروری نہیں" میں مسکرایا "بلکہ ظاہر و باطن کبھی یکساں نہیں ہوتے۔ بسا اوقات تو خود پر بھی عیاں نہیں ہوتے۔ آدمی خود کو دریافت کرتے کرتے ہی چل بستا ہے۔"

"میرا نام سونیا ہے" وہ بھی جواباً مسکرائی "اگر تمہیں زمانے کے سرد و گرم کی ذرا سی بھی ہوا لگی ہے تو تم نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ میرا پیشہ کیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ عورت کو دیکھ کر اچھا خاصا احمق بھی فلسفہ بولنے لگتا ہے۔ تم صورت سے تو معصوم نظر آتے ہو مگر احمق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ تمہاری آنکھوں کی چمک تمہاری ذہانت کی عکاسی کرتی ہے۔"

"میرا نام علی ہے اور میں عملی آدمی ہوں مگر تمہارے تجربے کو چیلنج کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ تمہارے بارے میں اندازہ کر چکا ہوں۔ تم پیشہ ور ہو مگر خود کو احتیاط سے خرچ کرنے کی عادی ہو اور اسی بات پر تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میری ایک سادہ سی بات کو فلسفے کے روپ میں سنا ورنہ جو کچھ میں نے کہا اسے صدق دل سے حقیقت جان کر کہا تھا۔"

وہ ہنس پڑی "تم یہاں پناہ گزیں نہیں میرے مہمان ہو۔ میرا کل سرمایہ تمہارے سامنے موجود ہے۔ مجھ سے کسی بڑی میزبانی کی توقع مت رکھنا" اس کے لہجے میں ہلکی سی شوخی تھی۔

"بڑی مہربانی کی توقع تو رکھ سکتا ہوں" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "حالانکہ اس سے بڑی مہربانی تو تم پہلے ہی کر چکی ہو۔"

وہ افسردہ سی ہو گئی "تم دیکھ رہے ہو کہ میں نے اب تک تم سے بیٹھنے کو بھی نہیں کہا۔ سمجھ میں نہیں آتا تمہیں کہاں بٹھاؤں۔"

"مجھے اپنے دل میں بٹھاؤ، آنکھوں میں جگہ دو۔ اس کوٹھری میں تو اپنی جگہ میں خود بنا سکتا ہوں" میں نے گرد آلود اسٹول کھینچ کر بلا تکلف اس پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم میرا مضحکہ اڑا رہے ہو" اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں کہ اپنے محسنوں کا مذاق اڑاتا پھروں" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو پھر تمہاری اس بات کو کیا سمجھوں۔ کسی ہوش مند سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی ایسی عورت کے دل میں بسنے کی خواہش کرے جو روز ایک نئی آغوش کی زینت بنتی ہو۔"

"اگر ہوش مندی اسی کا نام ہے تو میں باز آیا" میں نے دونوں کانوں کو ہاتھ لگائے "معاشرہ جتنی عزت ان لوگوں کو دیتا ہے جو بغیر کسی مجبوری کے صرف اپنی دولت کے بل پر کسی کی مجبوریاں خریدتے ہیں میری نظر میں ایسے لوگ ان صاحب ثروت لوگوں سے کہیں زیادہ محترم ہوتے ہیں اور مجبوریاں خریدنے والے میری نظروں میں حشرات الارض سے بھی زیادہ بے وقعت ہوتے ہیں۔"

وہ ایک جھٹکے سے جھلنگی چارپائی میں گر گئی "تم انتہائی خطرناک آدمی معلوم ہوتے ہو" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "پولیس تمہارے پیچھے ہے اور تم اتنے سکون سے یہاں بیٹھے باتیں بنا رہے ہو۔"

"صرف میرے پیچھے نہیں ہے سونیا خانم! اس وقت تک پورا علاقہ گھیرے میں لے لیا جا چکا ہوگا اور کچھ عجب نہیں کے ہر گھر کی تلاشی بھی لی جائے۔"

"ایسی کون سی واردات کر کے بھاگے ہو کہ تمہاری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خاطر پولیس اتنی دردسری مول لے گی۔" ایک غیر ملکی قتل ہوگیا ہے اور دوسرا شدید زخمی۔ اس کا جاں بر ہونا ممکن معلوم نہیں ہوتا۔"

"دونوں قتل تم نے ہی کئے ہیں" وہ بوکھلا کر کھڑی ہوگئی۔ بوکھلائی ضرور تھی مگر خوف زدہ نظر نہیں آرہی تھی۔

"میرے پاس تو ایک قلم تراش چاقو بھی نہیں ہے۔ میرا قصور تو صرف اتنا ہے کہ میں اس بنگلے میں پھنس کر رہ گیا تھا۔ خود بھی قتل ہوتے ہوتے رہ گیا اور جب پولیس آئی تو ان کی نظروں میں آگیا۔ اگر وہ مجھے گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگئے تو میں کسی طرح بھی اپنی بے گناہی ثابت نہیں کرسکوں گا۔"

"تم نے مجھے مطمئن کرنے کے لئے یہ کہانی گھڑی ہے۔ ورنہ در حقیقت تم نے ہی ان دونوں کو قتل کیا ہوگا۔"

"تو تمہیں یقین نہیں آیا" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "ہاں یہ حقیقت ہے کہ میں جھوٹ بول رہا تھا۔ ان دونوں کو میں نے ہی قتل کیا ہے اور سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ تمہیں بھی قتل کردوں۔"

"میرا دل بہت کم زور ہے۔ مجھے ڈراؤ مت" وہ خوف زدہ سے انداز میں ہنسی "نہیں، تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے کوئی قتل نہیں کیا۔"

"تم کہہ رہی ہو تو پھر یہ ٹھیک ہی ہوگا" میں نے بڑی سعادت مندی سے کہا اور سر جھکالیا۔

"یہ کیا بکواس ہے" وہ چڑ کر بولی "آخر تم مجھے سچی بات کیوں نہیں بتاتے؟"

"پہلے سچی بات بتائی تھی، اس پر تم نے یقین نہیں کیا۔ پھر جھوٹا الزام اپنے سر لیا۔ تم اس پر بھی یقین کرنے کو تیار نہیں، اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں" میں نے بے بسی سے کہا۔

"تم شاید مجھ سے خطرہ محسوس کررہے ہو" اس نے تلخ لہجے میں کہا "اور ٹھیک ہی کررہے ہو۔ مجھ میں ایسے کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ تم مجھ پر یقین کرلو۔"

"شاید تم آرتھر نامی شخص سے واقف ہو جو یہاں سے چوتھے بنگلے میں رہتا ہے۔ میں اور میرا دوست اس کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہمارے سونے کے بعد چند نامعلوم افراد گھر میں گھس آئے۔ انہوں نے آرتھر کو ہلاک کردیا۔ میں اپنے دوست کے ساتھ دریافت حال کے لئے کمرے سے نکلا تو ان لوگوں نے ہم پر بھی فائرنگ کی۔ بدقسمتی سے گولی میرے دوست کو لگی اور اس کو مہلک زخم آیا۔ میں محض اپنی خوش قسمتی کی وجہ سے بچ گیا۔ فائرنگ کی آواز سن کر کسی نے شاید پولیس کو فون کردیا جو فوراً ہی آپہنچی۔ میں بڑی مشکل سے عقبی دیوار پھاند کر وہاں سے بھاگا۔ آخری لمحے میں کسی کی نظر مجھ پر پڑ گئی اور انہوں نے مجھ پر فائرنگ کردی۔"

"میں اپنی اس بات پر قائم ہوں کہ تم کوئی بہت خطرناک آدمی ہو۔ کسی آدمی نے دو شخص کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہو تو اس کی حالت ویسے ہی غیر ہوجاتی ہے اور اگر کسی شخص کے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہو تو وہ اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک کہ خطرے سے نکل جانے کا یقین نہیں آجائے لیکن تم۔ تم یوں اطمینان سے بیٹھے مجھ سے باتیں کررہے ہو جیسے یہاں کسی دعوت میں آئے ہوئے ہو۔"

"یہ حقیقت ہے سونیا کہ میں بہت خطرناک آدمی ہوں مگر صرف اپنے دشمنوں کے لئے، دوستوں کے لئے بے ضرر ترین آدمی سے بھی بے ضرر ہوں۔"

"کچھ بھی ہو، اب تو تم میرے مہمان ہو اور تمہاری حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔"

"یہ سودا تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔ وہ لوگ مجھے تلاش کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیں گے۔ معاملہ ایک غیر ملکی کے قتل کا ہے۔"

"سونیا چونک پڑی "میں سمجھی تھی آرتھر کوئی مقامی عیسائی ہوگا۔"

"وہ امریکی قومیت کا حامل تھا اور یہاں ایک شپنگ کمپنی چلا رہا تھا۔ تم خود اندازہ کرلو کہ اس کے قتل پر پولیس کتنی سرگرمی دکھائے گی۔"

سونیا اٹھ کر ٹہلنے لگی "مجھے اندازہ نہیں تھا کہ معاملہ اس قدر گھمبیر ہے" اس نے پریشانی سے کہا "واقعی پولیس تمہیں ہرگز نہیں چھوڑے گی۔"

"تو تم کیوں پریشان ہورہی ہو۔ پولیس اگر مجھ تک پہنچ گئی تو میری قسمت۔ تم تو اپنا کام کرچکیں۔"

میں نے خود کو صرف اعلیٰ طبقے تک محدود کر رکھا ہے" سونیا نے کہا "بہت سے افسران کے بھی مجھ سے روابط ہیں۔ میں سوچ رہی تھی کہ تمہیں بچانے کے لئے کس سے بات کروں۔"

میں نے بڑے غور سے اسے دیکھا۔ کچھ ہی دیر قبل وہ مجھ سے بے انتہا خوف زدہ تھی اور اب مجھے بچانے کے لئے اس قدر مضطرب ہورہی تھی۔ اس کا یہ تضاد میری سمجھ سے بالاتر تھا۔

"یا تو تم مجھ سے اس قدر خوف زدہ تھیں کہ خوف سے بے ہوش ہونے والی تھیں یا اب یہ حال ہے کہ مجھے بچانے کے لئے ذرائع تلاش کررہی ہو" میں نے اس سے براہ

ست ہی سوال کرلینا مناسب سمجھا۔

"تمہارا ذہن پور طرح کام کررہا ہے" وہ مسکرا کر بولی
پنی جاں بچانے کے بجائے تمہیں یہ فکر زیادہ ہے کہ میں
ن سا کام کیوں کررہی ہوں۔ اس سے میرے اندازے کی
ید ہوتی ہے۔ تم بہت گہرے آدمی ہو۔ تمہاری جگہ کوئی عام
ی ہوتا تو اس کے ہاتھ پیر پھولے ہوئے ہوتے اور اسے
ں بات سے قطعی سروکار نہ ہوتا کہ اس کی جان کس طرح
رہی ہے۔"

"یہ میرے سوال کا جواب تو نہیں ہے۔"

وہ دوبارا چارپائی پر بیٹھ گئی "تم ٹھیک ہی سمجھے۔ اس دنیا
ں ہر آدمی خود غرض ہے۔ میں اگر تمہارے لئے کچھ کرنا
ہتی ہوں تو اس میں بھی کوئی غرض پوشیدہ ہے۔"

"مجھے پناہ دے کر جو احسان تم مجھ پر کرچکی ہو اس کے
ر تمہیں مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے
اب میں اگر میں تمہارے کسی کام آسکا تو مجھے خوشی ہوگی
"

"کام آنے کے لئے تمہارا آزاد رہنا بھی تو ضروری
ہے۔ اگر تم ہی کام آگئے تو پھر میرے کام کون آئے گا؟"

"مجھے سر چھپانے کے لئے ایک عدد ٹھکانہ درکار تھا۔ جو
مارے طفیل مجھے میسر آگیا۔ اب پولیس مجھے کبھی گرفتار
یں کرسکے گی۔"

پہلے تو تم کہہ رہے تھے کہ وہ پورے علاقے کو گھیرے
ں لے کر تمہیں تلاش کریں گے اب اس قدر مطمئن ہوگئے
و؟"

"ان کے پاس میری کوئی شناخت نہیں" میں نے مسکرا
کر کہا "کوئی میری صورت بھی نہیں دیکھ سکا۔ میں بھاگتے
ہوئے پکڑا جاتا تو بات دیگر تھی۔ اب تو میں انہیں شبہ تک
یں ہونے دوں گا۔"

وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گئی "تو تمہارے اطمینان
کا یہ وجہ ہے" اس نے کہا "لیکن اس کے لئے بھی تمہیں
یرا تعاون درکار ہوگا۔"

"اس بات سے میں نے کب انکار کیا ہے۔ تم نے اگر
ہاتھ نہ دیا تو میں مارا جاؤں گا۔"

سونیا کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر چند لمحے بعد بولی "تم نے
ی تک میرے بارے میں نہیں پوچھا؟"

"مناسب سمجھو گی تو تم خود ہی بتادو گی۔ ویسے بھی شاید
ے اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ میں تمہاری ذات کے
رے میں کرید کروں۔"

"تمہیں تو معلوم ہی ہوگا جب سے ایرانی فوجیں بصرہ کے نواح تک پہنچی ہیں یہاں کے لوگوں میں بہت بے چینی پائی جاتی ہے۔ بہت سے لوگوں نے بصرہ چھوڑ کر دوسرے شہروں کا رخ کیا ہے۔ یہ بنگلا بھی ایک ایسے ہی شخص کا ہے۔ وہ اپنے خاندان سمیت عارضی طور پر یہاں سے منتقل ہوگیا۔ چونکہ جنگ ختم ہونے کے آثار نظر نہیں آتے اس لئے ملازمین کو بھی رخصت کردیا گیا ہے۔ مجھ جیسے بہت سے لوگوں نے ایسے ہی خالی مکانات کو اپنا مسکن بنالیا ہے۔ اس کوٹھری میں ایک بوڑھا مالی رہا کرتا تھا وہ بھی اپنے گاؤں چلا گیا اور میں نے یہاں اپنا ٹھکانہ بنالیا۔"

"تمہاری مالی حالت تو بہت اچھی ہوگی سونیا! تمہیں یہ زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"جنگ کی وجہ سے مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے۔ پہلے میں ایک مہنگے فلیٹ میں رہا کرتی تھی۔ اب میرا کاروبار بھی متاثر ہوا ہے۔ میرے سامنے دو ہی صورتیں تھیں۔ یا تو خود کو ارزاں کردوں یا پھر اپنے اخراجات میں تخفیف کرلوں۔ میں نے دوسری صورت کو ترجیح دی۔ خود کو ارزاں اور عام کردینا مجھے گوارا نہیں ہوا۔"

"تمہیں کسی بات کی کیا کمی ہوسکتی ہے سونیا! تمہارے حلقے میں تو بڑے بڑے لوگ شامل ہیں جو تمہارے ایک اشارے پر تمہارے لئے کچھ بھی کرسکتے تھے؟"

"بہت سے اب بھی متمنی ہیں کہ میں اب بھی انہی کی ہو رہوں۔ کئی ایک نے مجھے رہائش اور کار تک کی بھی آفر کی مگر میں نے انہیں ٹال دیا۔ جسم کا سودا کرنا تو میری مجبوری ہے، میں اپنی آزادی کا سودا کیوں کرکرلوں۔ یہ تو کاروبار ہے علی! کاروبار میں خود کو گروی نہیں رکھا جاسکتا۔ روح کا سودا نہیں کیا جاسکتا۔ جسم فروشی تو بہت تھوڑے سے وقت کے لئے ہوتی ہے اور اس کے عوض معاوضہ بھی بھرپور ملتا ہے۔ کسی ایک کی ہو رہوں گی تو پھر یہ کاروبار کہاں رہے گا۔ یہ تو ملازمت ہوجائے گی بلکہ ملازمت سے بھی کئی ہاتھ آگے کی چیز یقینی غلامی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو" میں نے اس کی باتوں سے متاثر ہوکر کہا "لیکن کیا تم نے اتنا بھی جمع نہیں کیا کہ کچھ برے دن گزار سکو؟"

جمع کرنے کے لئے کچھ بچتا تو اس پیشے ہی کو خیرباد نہ کہہ دیتی۔"

"تم تنہا ہو، تمہارے اخراجات اتنے زیادہ کس طرح ہوسکتے ہیں کہ تمہاری آمدنی ان کے سامنے ماند پڑجائے" میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے حیرت سے کہا۔

"میرے والدین زندہ ہیں" اس نے دھیمی آواز میں کہا "گیارہ بہن بھائی ہیں۔ میرے والدین کا پیشہ زراعت ہے۔ دیگر بہت سے کسانوں کی طرح وہ بھی زمینداروں کے قرضوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ کبھی ہماری زمینیں ہوا کرتی تھیں۔ اب کچھ بھی نہیں بچا۔ مجھے نہیں معلوم یہ نقصان کس طرح شروع ہوا تھا لیکن میرے والد کو قرض کی ضرورت پڑی تھی جو انہوں نے اس خیال سے سود پر لے لیا تھا کہ آئندہ فصل پر ادا کردیں گے مگر ایسی کوئی خوش نصیب فصل کبھی نہیں آئی جس کے ذریعے قرض سے مکمل چھٹکارا حاصل ہوپاتا۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے گھر میں تنگ دستی کا دور دورہ پایا ہے۔ میں نے اپنے والدین کا سہارا بننے کا فیصلہ اٹھارہ سال کی عمر میں کیا تھا۔ میں گھر سے فرار ہوگئی تھی۔ شہر آکر میں نے بڑے دھوکے کھائے اور بالا خراب میں دھوکا دینا سیکھ گئی ہوں۔ میں نے لوگوں کی جیبیں ہلکی کرنے کا ہنر سیکھ لیا ہے۔ میرے والدین سمجھتے ہیں کہ ان کی بیٹی کو شہر میں کوئی عمدہ ملازمت مل گئی ہے۔ جنگ کی وجہ سے حالات خراب نہ ہوگئے ہوتے تو شاید میں اپنے والدین کو قرض کے اس بوجھ سے بہت پہلے آزاد کرچکی ہوتی۔ مگر اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ زیادہ سے زیادہ ایک آدھ سال اور لگے گا۔"

میں خاموش تھا۔ وہ بھی خاموش ہوگئی تھی۔ پولیس والوں کی طرف سے لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کیا جارہا تھا کہ ایک خطرناک مجرم فرار ہوگیا ہے۔ لوگ اپنے گھروں ہی میں رہیں اور دروازے کھڑکیاں اچھی طرح بند رکھیں۔

اعلان سن کر سونیا نے تشویش سے میری طرف دیکھا "وہ تو اعلانات کررہے ہیں۔ اب کیا ہوگا" اس نے کہا۔

"ہم دونوں میاں بیوی ہیں اور یہاں ملازم ہیں۔ گھر کے مالکان گئے ہوئے ہیں اور نگرانی کے لئے یہاں ہمیں چھوڑ گئے ہیں۔"

"ہاں' یہ ٹھیک رہے گا۔ اس طرح انہیں زیادہ شبہ کرنے کا موقع بھی نہیں مل سکے گا۔"

"اگر وہ میری تلاش میں ادھر آنکلے تب بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں پوچھیں گے کہ ہم نے کسی مشکوک آدمی کو تو نہیں دیکھا" میں نے کہا "اب تم یہ بتاؤ کہ تم نے رہنے کے لئے سرونٹ کوارٹر کو ہی کیوں منتخب کیا۔"

"پھر اور کیا کرتی۔ عمارت تو مقفل ہے نہ ہوتی تب بھی مجھ میں اتنی ہمت کہاں کہ اتنی دیدہ دلیری سے کسی اور کے گھر میں رہ سکوں۔ آخر تم یہاں بھی تو رہ رہی ہو۔ یہاں اور وہاں میں کیا فرق ہے؟"

"یہاں سامان کچھ نہیں ہے۔ اگر مکین واپس آجائے تب بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن وہاں مجھ پر الزام بھی آسکتا ہے۔"

"تمہاری بات معقول ہے مگر اب ہم یہاں نہیں رہیں گے۔ مجھے دروازے تک لے چلو' میں تالا کھولوں گا۔"

اس نے بہت احتجاج کیا مگر میں نے اس کی ایک نہ سنی۔ اسے یہ سمجھانا مشکل تھا کہ اس سرونٹ کوارٹر میں ہم کم محفوظ ہیں۔ بڑے گھر کے مکینوں سے پولیس بھی کتراتی ہے۔

پہلے ہم نے عقبی دروازہ آزمایا مگر وہ اندر سے بند تھا آخر ہم سامنے والے دروازے پر پہنچے۔ سڑک پر پولیس والوں کی غیر معمولی سرگرمیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ شاید انہوں نے ہر گھر کے مکینوں سے پوچھ گچھ کا سلسلہ شروع کردیا تھا۔ سونیا سہم گئی۔

"تم اپنے ساتھ مجھے بھی مرواؤ گے" اس نے سرگوشیانہ انداز میں کہا "اگر کسی نے ہمیں اس طرح دروازہ کھولتے ہوئے دیکھ لیا تو پھر ہماری خیر نہیں ہے۔"

"یہ سب میرے سوچنے کی باتیں ہیں" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "ان کے باپ کو بھی کچھ پتا نہیں چل سکے گا۔"

وہ میرے ساتھ تقریباً گھسٹتی ہوئی مرکزی دروازے تک آئی۔ وہ بار بار خوفزدہ انداز میں سڑک کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔ دروازے کے سامنے پہنچ کر میں دروازے پر جھک گیا اور دروازے کو اپنے ہاتھ میں موجود تار کی مدد سے غیر مقفل کرنے میں مجھے آدھ منٹ سے زیادہ نہیں لگا۔ سونیا میری مہارت دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر میں اس کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کرلیا۔ اب میں ہر اعتبار سے محفوظ تھا مگر بعد میں میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔

میں نے ٹٹول کر دیوار پر سوئچ بورڈ تلاش کیا اور لائٹ آن کردی۔ ہم فوجی طرز کے بنگلے میں کھڑے تھے۔ دائیں ہاتھ کی طرف ڈرائنگ روم تھا اور سامنے کی طرف لاؤنج تھا۔ سامان پر گرد کی خفیف سی تہہ نظر آرہی تھی۔ ہم ڈرائنگ روم میں آکر صوفے پر بیٹھ گئے۔

"تم نے کتنی جلدی تالا کھول لیا" سونیا نے کہا "سچ بتاؤ کیا تم کوئی پیشہ ور چور ہو۔"

خواہ مخواہ کی باتوں سے بور مت کرو۔ یہاں ضرورت کی ہر چیز موجود ملے گی۔ سونے کے لئے عمدہ سامان سے مزین سجی خواب گاہیں بھی موجود ہوں گی۔ اب تم میری مہمان ہو۔"

"تمہیں مہمانی اور میزبانی کی پڑی ہوئی ہے اور مجھے جان بچانے کی فکر کھائے جارہی ہے۔ معلوم نہیں ہمیں گرفتار کرنے کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔"

میں نے ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا "اس کے بجائے اگر تم چائے بنانے کی فکر کرلو تو کتنا اچھا ہو۔ شاید چائے کا سامان مل جائے ـــــ مگر نہیں' تم رہنے دو۔ میں خود ہی چائے بنالوں گا۔"

"تم کیوں چائے بنالو گے۔ کسی چکر میں مت رہنا۔ تم اب بھی میرے مہمان ہو۔"

"میں تو اس خیال سے کہہ رہا ہوں کہ تم نے عرصہ دراز سے کچن کا کام نہیں کیا ہوگا۔"

"یہ تمہاری بھول ہے۔ بنیادی طور پر میں ایک دیہاتی لڑکی ہوں۔ گھر کے سارے کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرسکتی ہوں اور پھر یہاں بھی میں نے عیش و عشرت کی زندگی نہیں گزاری ہے۔ تمہیں سب کچھ تو بتا چکی ہوں۔"

"میری بات سے تمہیں تکلیف پہنچی' میں معذرت چاہتا ہوں اور اس کی تلافی اس طرح ہوگی کہ میں بدستور تمہارا مہمان رہوں گا۔"

وہ ہنس کر اٹھ کھڑی ہوئی "تم بیٹھو' میں دیکھتی ہوں۔ معلوم نہیں کچن میں چائے کا پورا سامان ہوگا بھی یا نہیں۔"

وہ ڈرائنگ روم سے چلی گئی اور میں ڈرائنگ روم کی آرائش کا جائزہ لینے لگا۔ اس بنگلے کے مکین نہ صرف دولت مند تھے بلکہ باذوق بھی تھے۔ ہر چیز سے نفاست ٹپکتی تھی۔

ابھی میں ڈرائنگ روم کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی اور میں چونک اٹھا۔ ٹیلی فون لائن کا بحال ہونا میرے لئے باعث حیرت تھا۔ مکین اگر زیادہ عرصے کے لئے باہر جائیں تو انہیں یہ سہولت حاصل ہوتی ہے کہ ٹیلی فون ڈپارٹمنٹ سے کہہ کر عارضی طور پر لائن بند کرا سکتے ہیں۔ اس طرح وہ لائن رینٹ ادا کرنے سے بچ جاتے ہیں اور محکمہ ٹیلی فون اس نمبر کو عارضی طور پر کہیں اور استعمال کرسکتا ہے۔ پھر مجھے خیال آیا کہ بچت کا یہ پہلو تو غریب لوگ اپنی نظروں میں رکھتے ہیں۔ جن کے پاس دولت کی فراوانی ہوتی ہے وہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں کہاں خاطر میں لاتے ہیں۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہی مگر میں نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ امکان یہی تھا کہ کوئی رانگ نمبر مل گیا ہوگا۔ گھنٹی کی آواز سن کر سونیا ڈرائنگ روم میں چلی آئی تھی مگر اب گھنٹی بجنا بند ہوگئی تھی۔

"میں تمہیں پہلے ہی منع کررہی تھی۔ اب ہم طرح طرح کے جھنجٹوں میں پھنس جائیں گے۔ وہاں سرونٹ کوارٹر میں سکون تو تھا۔"

"ارے اس سے کیا فرق پڑتا ہے" میں نے ہنس کر کہا "اور زندگی تو ویسے ہی جھمیلوں کا نام ہے پرسکون زندگی تو بے کیف ہوجاتی ہے۔"

سونیا نے برا سا منہ بنایا "باورچی خانے میں ہر قسم کا سامان موجود ہے۔ تم چائے پیو گے یا قہوہ۔"

"اس وقت تو چائے کا ہی موڈ ہے۔ اگر دودھ نہ ہو تو قہوہ ہی چلے گا۔"

"خشک دودھ موجود ہے۔ میں چائے بنالاتی ہوں" وہ واپسی کے لئے پلٹتے ہوئے بولی مگر اسی وقت دوبارا فون کی گھنٹی بجنے لگی اور اس نے پلٹ کر مجھے گھورا "اب اس سے کس طرح نمٹو گے۔"

کوئی مسئلہ نہیں ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "پہلے میں سمجھا تھا شاید کوئی رانگ نمبر مل گیا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کوئی اسی نمبر پر رنگ کررہا ہے۔ ابھی دیکھے لیتا ہوں۔"

میں نے فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا مگر کچھ نہیں بولا دوسری طرف بھی سناٹا چھایا ہوا تھا۔ چند لمحے انتظار کرنے کے بعد میں نے ہیلو کہا۔ میری آواز سے گویا لائن میں جان پڑگئی مگر جس قسم کی جان پڑی اس نے میری جان نکال کر رکھ دی۔ میرا ارادہ تھا کہ رانگ نمبر کہہ کر فون بند کردوں مگر دوسری طرف سے بولنے والے نے کسی قسم کی تصدیق کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔

"مسٹر نارمن شیلوف" دوسری طرف سے آنے والی آواز میری سماعت سے ہتھوڑے کی طرح ٹکرائی۔

"معاف کیجئے گا' یہاں اس نام کا کوئی آدمی نہیں رہتا" میں نے حتی الامکان پرسکون آواز میں کہا مگر میں خود بھی محسوس کررہا تھا کہ میرا سکون نہ صرف رخصت ہوچکا ہے بلکہ میں اپنی آواز کو پوری طرح پرسکون رکھنے میں بھی ناکام ہوگیا ہوں۔ میں تو خود کو محفوظ تصور کررہا تھا۔ آخر کوئی اس بات سے کس طرح واقف ہوا کہ میں یہاں موجود ہوں۔

دوسری طرف سے جواب میں ایک قہقہہ سنائی دیا "ہم چاہیں تو تمہاری پناہ گاہ کو چوہے دان میں تبدیل کردیں مگر ہم اپنا شکار خود ہی کھیلتے ہیں' یاد رکھنا تم ہمارے شکار ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"معلوم نہیں تم کیا بے پر کی ہانک رہے ہو" میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا "میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا؟"

"تم خوش قسمت تھے جو ہمارے ہاتھوں سے بچ نکلے ورنہ آرتھر اور نارمنڈو کی طرح تم بھی اس وقت دوسرے جہان میں ہوتے لیکن بے فکر رہو ہم پولیس کو مطلع کرکے تمہاری پناہ گاہ کو چوہے دان میں تبدیل نہیں کریں گے۔"

مجھے ایک بات کی بہرحال خوشی ہوئی تھی۔ ان کی باخبری خاصی ہوش ربا تھی مگر وہ میری اصل حیثیت سے بے خبر تھے اور اس خراب صورت حال میں یہ ایک خیال بھی خاصا خوش گوار تھا۔

"میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ تم کون ہوسکتے ہو مگر شاید میں تم لوگوں سے واقف ہی نہیں ہوں۔"

"کیا تم آرتھر کے کمرے کی طرف نہیں گئے تھے مسٹر نارمن؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"اس کی لاش کے علاوہ وہاں اور تھا ہی کیا؟" میں نے کہا۔

"کمرے کے دروازے پر سرخ رنگ کی وہ علامت ایسی تو نہیں تھی جو آسانی سے نظرانداز کردی جائے۔"

"ہاں' میں نے دیکھا تھا' وہاں ضرب کا نشان بنا ہوا تھا" میں نے جلدی سے کہا "مگر اس کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آسکا۔"

"تم میں حس مزاح بھی موجود ہے نارمن! تمہارا شکار کرنے میں کچھ زیادہ ہی لطف آئے گا۔"

"اگر یہ حس مزاح ہے تو اس مزاح کا مظاہرہ تمہاری طرف سے کیا گیا ہے۔ وہ نشان میں نے تو نہیں بنایا تھا۔"

"کل کلاں کو تم نے آئی کو ون یا او کو زیرو کہنا شروع کردیا تو کوئی تمہارا کیا بگاڑ لے گا" اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہوگیا۔

میں نے الجھے ہوئے انداز میں ریسیور کریڈل پر واپس رکھ دیا۔ میرا ذہن اس کے آخری جملے میں الجھا ہوا تھا مگر سونیا نے مجھے کچھ سوچنے ہی نہیں دیا۔

"کس کا فون تھا' کیا کہہ رہا تھا' تم کچھ پریشان سے ہوگئے ہو۔"

"میں بہت زیادہ پریشان ہوگیا ہوں سونیا" میں نے کہا "مجھے نہیں معلوم کہ فون پر کون تھا مگر جو بھی تھا وہ مجھ سے بخوبی واقف ہے۔"

"تب تو وہ پولیس کو اطلاع دے کر تمہیں گرفتار کروا سکتا ہے" سونیا تشویش سے بولی۔

"ارے بابا تم سے ایک کام کہا تھا' وہ تو تم سے ہو نہیں رہا' یہیں کھڑی سوال جواب کئے جارہی ہو۔"

سونیا جھنجلائے ہوئے انداز میں کچن کی طرف جانے کے لئے پلٹی مگر ابھی چائے میرے نصیب میں نہیں تھی۔ اس بار کال بیل بج اٹھی تھی۔

"لو' ایک اور مصیبت آگئی" سونیا رکتے ہوئے بولی "اب اسے کون بھگتے گا۔"

"بے فکر رہو' اسے بھی میں ہی بھگتوں گا" میں نے دیوار پر نصب انٹرکام کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اس انٹرکام کا تعلق گیٹ سے تھا "کون صاحب ہیں؟" میں نے انٹرکام کے ریسیور میں کہا۔

"گیٹ کھولئے جناب! پولیس" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ' ایک منٹ انتظار کیجئے۔ میں حاضر ہو رہا ہوں" میں نے کہا اور ریسیور رکھ کر سونیا سے [illegible] "پولیس آئی ہے۔ میں گیٹ کھولنے جارہا ہوں' تم [illegible] سے قریب ہی رہنا۔"

میں اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر تیزی سے باہر نکلا اور جاکر گیٹ کی ذیلی کھڑکی کھول دی "یہ [illegible] مہ ہے انسپکٹر صاحب! پہلے فائرنگ ہوئی' اس کے بعد آپ کی طرف سے اعلانات ہوئے کہ کوئی خطرناک مجرم فرار ہوگیا ہے۔"

اپنے لئے میرے منہ سے انسپکٹر کا خطاب سن کر میرے سامنے موجود سب انسپکٹر کا سینہ فخر سے پھول گیا "جی ہاں' وہ بہت خطرناک مجرم ہے جناب! ہم اسے پورے علاقے میں تلاش کر رہے ہیں۔ اس طرف تو کوئی نہیں آیا؟" سب انسپکٹر نے پوچھا۔

"میں اور میری بیوی فائرنگ کی آوازیں سن کر جاگے تھے اور جب سے جاگ رہے ہیں۔ ہمیں تو ایسی کوئی علامت نظر نہیں آئی۔ آپ چاہیں تو اپنا اطمینان کرلیں۔"

"یہ بہت ضروری ہے جناب!" سب انسپکٹر نے اپنے ساتھ موجود پولیس والوں کو اندر جاکر تلاشی لینے کا اشارہ کیا اور وہ سب کمپاؤنڈ میں داخل ہوگئے۔

"جب تک یہ لوگ کمپاؤنڈ کی تلاشی لیں کیوں نہ آپ میرے ساتھ ایک کپ چائے پی لیں' میری بیوی چائے بنانے ہی والی تھی۔"

"جی تو بہت چاہ رہا ہے مگر اس میں دیر لگ جائے گی" سب انسپکٹر نے للچائے ہوئے انداز میں کہا۔

"انسپکٹر صاحب کے لئے جلدی سے قہوہ بنالو سونیا!" میں

نے وہیں سے آواز دے کر کہا "یہ بہت جلدی میں ہیں۔"

"ابھی لائی جان" اس نے بھی پکار کر کہا اور میں نے سب انسپکٹر کو اندر چلنے کی دعوت دی جو اس نے معمولی سی ردوقدح کے بعد قبول کرلی۔

ہم ڈرائنگ روم میں پہنچ کر ٹھیک سے بیٹھنے بھی نہیں پائے تھے کہ ایک بار پھر مصیبت نازل ہوئی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں دانت پیسے مگر بظاہر خوش اخلاقی کے ساتھ سب انسپکٹر سے معذرت کرکے فون کا ریسیور اٹھالیا "ہیلو' کون صاحب بات کر رہے ہیں" میں نے کہا۔

دوسری طرف سے اسی شخص کی آواز سنائی دی جس کی آواز میں نے اس سے قبل فون پر سنی تھی "مبارک ہو نارمن شیلوف" اس نے کہا "تم پولیس کو جل دینے میں کامیاب ہوگئے' ہماری خواہش بھی یہی تھی۔"

"او ہاں' میں نے تمہاری آواز پہچان لی ہے" میں نے کن انکھیوں سے سب انسپکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اتنی صبح فون کرنے کی کیا ضرورت پڑگئی۔"

"ہمیں معلوم ہے تم اس وقت کھل کر بات نہیں کرسکو گے" معنی خیز لہجے میں کہا گیا "غالباً سب انسپکٹر کی خاطر تواضع کر رہے ہوگے۔"

"پندرہ منٹ بعد فون کرنا' کوئی مجرم فرار ہوگیا ہے' پولیس اسے تلاش کر رہی ہے۔ اس وقت یہاں انسپکٹر صاحب موجود ہیں' تفصیلی گفتگو نہیں کرسکوں گا۔"

"تم نے اسے خوب مکھن لگایا ہے۔ وہ تو اپنے لئے انسپکٹر کا لفظ سن کر خوشی سے پھول گیا ہوگا۔ اسے کیا معلوم کہ جس کی تلاش میں اس کے ماتحت کمپاؤنڈ کو کھنگال رہے ہیں وہ تو اس وقت اس کے ساتھ ڈرائنگ روم موجود ہے۔"

"نہیں' زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ بس وہ پندرہ منٹ کے اندر اندر رخصت ہوجائیں گے" میں نے کہا اور فون بند کردیا۔

سونیا تین منٹ کے اندر اندر قہوہ تیار کرکے لے آئی۔ سب انسپکٹر نے اسے گہری نظروں سے دیکھا مگر کچھ کہا نہیں' قہوہ دے کر سونیا ڈرائنگ روم سے چلی گئی تھی۔

قہوہ پینے کے دوران ہی پولیس والوں نے کمپاؤنڈ کی تلاشی لے ڈالی تھی اور آل کلیئر کی رپورٹ دے دی تھی۔ انہیں تو ایک مشکوک آدمی کی تلاش تھی جو ظاہر ہے انہیں وہاں نہیں مل سکا تھا۔

سب انسپکٹر نے جلدی جلدی قہوہ حلق سے انڈیلا اور واپس جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"فرض کیجئے آپ لوگوں کے جانے کے بعد وہ مجرم عقبی دیوار کود کر اندر گھس آئے تو آپ کو کیسے علم ہوگا؟" میں نے سب انسپکٹر سے کہا۔

"ہر طرف پولیس موجود ہے جناب! وہ ہماری نظروں سے بچ کر نہیں نکل سکے گا تاہم احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کھڑکیاں اور دروازے بند رکھیں۔ کم از کم دن نکلنے تک تو بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔"

سب انسپکٹر کو رخصت کرکے میں سونیا کی طرف مڑا "میں نے تم سے کہا تھا ناکہ تم خواہ مخواہ گھبرا رہی ہو۔ اب دیکھ لو پولیس کتنی مطمئن ہوکر گئی ہے۔"

"یہ تمہارا ہی حوصلہ ہے کہ تم نے اتنی بے خوفی سے پولیس کا سامنا کرلیا" سونیا بولی "لیکن علی' اس پولیس والے کی موجودگی میں بھی تو ایک فون آیا تھا؟"

"تم نے قہوہ اتنی جلدی کیسے تیار کرلیا۔ میں تو حیران ہی رہ گیا" میں نے اس کی بات اڑا کر کہا۔

"ٹالنے کی کوشش مت کرو علی" سونیا سنجیدگی سے بولی "آخر وہ کون شخص ہے جو تمہاری یہاں موجودگی سے واقف ہے؟"

"سچ تو یہ ہے کہ میری یہاں موجودگی سے تمہارے علاوہ کوئی بھی واقف نہیں ہے اور اس سے بھی بڑی حقیقت یہ ہے کہ پورے بصرے میں مجھے کوئی نہیں جانتا۔"

"تم بہت زیادہ پراسرار ثابت ہو رہے۔ کیا فون پر تمہیں کوئی دھمکی بھی دی گئی ہے؟"

"ہاں" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "وہ پولیس کو میرے بارے میں مطلع کرنے کے بجائے خود میرا شکار کھیلیں گے۔"

"کیا!" سونیا کا منہ حیرت سے کھل گیا "انہوں نے تمہیں قتل کرنے کی دھمکی دی ہے اور تم بالکل بھی خوف زدہ نہیں ہو؟"

"اگر میرے خوف زدہ ہونے سے ان لوگوں کو نقصان پہنچنے کا ذرا سا بھی امکان ہو تو میں فوری طور پر خوف زدہ ہونے کو تیار ہوں۔"

سونیا نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا "کیا تم ان لوگوں سے واقف ہو؟"

"نہیں' اگر مجھے ان کے بارے میں کچھ معلوم ہوتا تو وہ مجھے دھمکیاں دینے کے لئے زندہ نہ رہتے۔"

"ان کے بارے میں کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

سونیا نے پوچھا۔

"بالکل بھی نہیں" میں نے کہا "اندازہ لگانے کے لئے بھی کچھ نہ کچھ تو معلوم ہونا ضروری ہے' ہوا میں کیا اندازے لگاؤں۔"

"گویا تم نے شکار ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے" سونیا نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"یہ تو وقت بتائے گا کہ کون کس کا شکار کرتا ہے۔ تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔"

"تم یقین دیکھ کر حیرت ہوتی ہے" سونیا بڑبڑائی "معلوم نہیں تم کس بات پر اکڑ رہے ہو؟"

"اس وقت تو پورا علاقہ پولیس کے گھیرے میں ہے لہٰذا ان کی طرف سے مجھ پر کوئی حملہ ہوا تو اس وقت ہوگا جب پولیس مطمئن ہو کر یہاں سے رخصت ہو جائے گی۔"

"پولیس کو تو بالآخر یہاں سے رخصت ہونا ہے' زیادہ سے زیادہ دوپہر تک یہاں موجود رہے گی۔ اس کے بعد تم کیا کرو گے؟"

"معلوم نہیں تم کیا جاننا چاہتی ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک میں کوئی لائحہ عمل طے نہیں کرسکا ہوں تاہم ذہن میں بعض ایسی باتیں ضرور ہیں جن کی بنا پر مجھے یقین ہے کہ میں اپنی تمام تر بے خبری اور لاعلمی کے باوجود نہ صرف اپنے دفاع میں کچھ نہ کچھ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان پر کوئی کاری ضرب بھی لگا سکوں۔"

"تم کہیں پاگل تو نہیں ہو۔ اس قسم کا دعویٰ ان لوگوں کے بارے میں کر رہے ہو جن کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ اندھیرے سے آئے ہوئے تیر کا رخ کون موڑ سکتا ہے؟"

اس کے سوال جواب سے مجھے جھنجلاہٹ ہونے لگی تھی۔ میں سکون سے سوچنا چاہتا تھا اور وہ بلائے بے درماں کی طرح میرے سر پر مسلط تھی مگر میں اسے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا' آخر وہ میری محسنہ تھی۔

"دراصل بعض باتیں تمہارے علم میں نہیں ہیں اس لئے تم تشویش کا شکار ہو رہی ہو" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"مثلاً؟" اس نے حجت کی اور مجھے بہت بری طرح غصہ آگیا مگر میں نے اب بھی خود پر قابو ہی رکھا۔

"مثال کے طور پر تم میری صلاحیتوں سے واقف نہیں ہو" میرے لہجے میں جھنجلاہٹ نہیں تھی مگر میری زبان سے جو الفاظ نکلے تھے وہ میری جھنجلاہٹ کے غماز تھے۔

"تمہاری ایک خصوصیت کی تو میں قائل ہو گئی' بدترین حالات میں بھی تم پرسکون ہی رہتے ہو' اس کے علاوہ کوئی اور بات بتاؤ۔"

میں نے سوچا اگر میں نے اسے مطمئن نہ کیا تو وہ مستقل میرے سر پر سوار رہے گی لہٰذا بہتر یہی ہے کہ جو کچھ میرے ذہن میں ہے اسے بتا دوں۔

"سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فون کرنے والا میری نقل و حرکت سے واقف ہے۔ انتہا تو یہ ہے کہ اس نے عین اس وقت فون کیا جب پولیس یہاں موجود تھی اور تلاشی لے رہی تھی۔ نہ صرف فون کیا بلکہ اس بات کا حوالہ بھی دیا کہ پولیس یہاں کی تلاشی لے رہی ہے۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ میرے پاس جو پولیس افسر بیٹھا تھا' اس کا عہدہ انسپکٹر نہیں بلکہ سب انسپکٹر تھا۔"

سونیا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں "مجھے ان باتوں پر یقین نہیں آرہا علی! آخر کوئی شخص اتنا باخبر کس طرح ہوسکتا ہے؟"

"میں اس نکتے پر غور کر رہا ہوں۔ تم بھی غور کرو' مجھے یقین ہے کہ کامیابی کی کرن اسی نکتے سے پھوٹے گی۔"

سونیا غور کرنے بیٹھ گئی اور اس دوران مجھے بھی سوچنے کا تھوڑا بہت موقع مل گیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ فون پر جس شخص نے مجھ سے گفتگو کی تھی وہ آواز بدل کر بول رہا تھا۔ آواز بدل کر آدمی اسی وقت بولتا ہے جب اسے پہچان لئے جانے کا خطرہ ہو اور پہچاننے کے لئے پہلے سے واقف ہونا ضروری ہوتا ہے۔ تو کیا یہ ذاتی دشمنی کا کوئی کیس تھا' کہیں وہ شخص نارمن شیلوف کا دشمن تو نہیں تھا۔

ذرا سا غور کرنے کے بعد مجھے اپنا نظریہ رد کر دینا پڑا۔ وہ جو کوئی بھی تھا' اس کے اور نارمن شیلوف کے درمیان شناسائی نہیں ہوسکتی تھی۔ اس لئے کہ آرتھر کے بنگلے سے فرار ہونے کے بعد مجھے نارمن شیلوف کی آواز میں بولنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی تھی مگر میں اب بھی آواز بدل کر بول رہا تھا۔ اگر وہ شخص نارمن شیلوف کا شناسا تھا تو اسے آواز سے پہچان لینا چاہئے تھا کہ میں نارمن شیلوف نہیں بلکہ کوئی اور ہوں مگر ایسا نہیں ہوا اس نے مجھے نارمن شیلوف سمجھ کر ہی گفتگو شروع کی تھی اور آخر تک اسی حیثیت میں گفتگو کرتا رہا تھا۔

عراق میں میری موجودگی کے راز سے ملٹری انٹیلی جنس کے چند لوگ واقف تھے۔ ان کے علاوہ میری اصل حیثیت کسی کے علم میں بھی نہیں تھی۔ نارمن شیلوف کی حیثیت

سے بھی انٹیلی جنس کے چند افراد کے سوا صرف چار افراد مجھے جانتے تھے' آرتھر' نارمنڈو' آرتھر کا ملازم اور اس کی سیکریٹری۔ آرتھر اور نارمنڈو تو مر چکے تھے۔ آرتھر کے ملازم کے بارے میں بھی مجھے یقین تھا کہ ان لوگوں نے اسے ہرگز زندہ نہیں چھوڑا ہوگا۔ اب صرف آرتھر کی سیکریٹری باقی رہ جاتی تھی تو اس سے میری گفتگو ہوئی تھی وہ میری آواز سے تو خیر واقف ہی تھی لیکن اس کے بارے میں یہ سوچنا عبث تھا کہ وہ ایسی کسی حرکت میں ملوث ہوسکتی ہے۔ آرمی انٹیلی جنس کے افراد سے ویسے ہی اس قسم کی بچکانہ حرکت کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اگر کر بھی لی جائے تو سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ کوئی میری نقل و حرکت سے کس طرح باخبر ہوا۔

میں خود کو بڑا غیر محفوظ تصور کرنے لگا۔ سونیا کا کہنا ٹھیک ہی تھا کہ اندھیرے سے آئے ہوئے تیر کا رخ کون موڑ سکتا ہے۔ میں نے ایسے پہلوؤں پر غور کیا تھا جن کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اب مجھے ان امکانات کا جائزہ لینا تھا جو قرین قیاس ہوسکتے تھے۔ آخر مجھے اس صورت حال سے نمٹنا بھی تو تھا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی نے ایک بار پھر مداخلت کی اور اس بار فون اٹھانے سے قبل ہی میں ایک حتمی فیصلہ کر چکا تھا۔

"تم نے سونیا کا شکریہ ادا کردیا" دوسری طرف سے آواز آئی "اگر وہ تمہاری بھرپور مدد نہ کرتی تو تم پولیس سے بچ نہیں سکتے تھے۔"

اس کی بات سن کر میرے ذہن کو ایک اور جھٹکا لگا۔ آخر وہ لوگ کتنے باخبر ہیں۔ انہیں سونیا کے بارے میں بھی علم ہے لیکن میں نے خود کو بڑی تیزی سے سنبھال لیا۔

"تم لوگوں کی معلومات قابل رشک ہیں" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

دوسری طرف سے جواب میں ایک قہقہہ لگایا گیا جو سراسر مصنوعی تھا "اپ ٹوڈیٹ بھی کہو مسٹر نارمن! ہماری انٹیلی جنس بہت تیز ہے۔"

"یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے' میں پہلے ہی اس کا قائل ہو چکا ہوں۔ معلوم نہیں تم لوگ پہلے کہاں تھے' عرصہ دراز سے کوئی ڈھنگ کا مدمقابل نہیں ملا تھا۔ اب تم سے مقابلہ کرنے میں لطف آئے گا۔"

"صرف خود کو بچانے کی کوشش کرو مسٹر نارمن!" اس نے تحقیر آمیز لہجے میں کہا "تم ہم سے کیا مقابلہ کرو گے۔ ہم تمہیں ہاتھ پیر مارنے تک کی مہلت نہیں دیں گے۔"

"میں تمہارا چیلنج قبول کرتا ہوں" میں نے بڑے سکون سے کہا "لیکن مجھے ایک بات کا ہمیشہ افسوس رہے گا۔"

"وہ کیا مسٹر نارمن؟"

"وہ یہ کہ میرے مدمقابل بزدل تھے' مجھے صرف بہادروں سے ہی مقابلہ کر کے لطف آتا ہے۔"

"اس مقابلے کے نتیجے سے ہی یہ فیصلہ ہوگا کہ کون بزدل ہے اور کون بہادر ہے۔"

"چھپ کر وار کرنے والے کو تو کسی بھی حال میں بہادر نہیں کہا جاسکتا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہمارا خون بہت ٹھنڈا ہے مسٹر نارمن شیلوف! ہم گدھے نہیں ہیں کہ تمہاری باتوں میں آکر خود کو ظاہر کردیں گے۔ اپنے حربے کسی اور پر آزمانا۔"

میرے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھر آئی "اس کے باوجود میرا تم سے وعدہ ہے کہ پہلے تمہیں روشنی میں لاؤں گا اس کے بعد تمہارے خلاف کوئی کارروائی کروں گا۔"

میری بات نے معلوم نہیں کیا اثر کیا تھا کہ سناٹا چھا گیا۔ میں سمجھا کہ شاید رابطہ منقطع کردیا گیا ہے "ہیلو' کیا سو گئے" میں نے کہا۔

"نہیں' لیکن تم نے الجھاؤ پیدا کردیا ہے۔ ہمیں روشنی میں لانے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم لوگ کون ہو اور مجھ سے تمہیں کیا دشمنی ہے؟"

"ہمارا اصول بھی یہی ہے مسٹر نارمن! کہ ہم کسی کو اس وقت تک قتل نہیں کرتے جب تک کہ اس کی اصلیت سے باخبر نہ ہو جائیں۔ تم نے اپنی زندگی کے لمحات تھوڑے سے طویل کرلئے ہیں۔ اب ہمیں یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ تم کون ہو اور تمہاری حقیقت کیا ہے۔"

اس کی بات خاصی حیران کن تھی مگر میں نے ذرا سی بھی حیرت ظاہر نہیں کی اور ایک قہقہہ لگایا "کمال ہے' جب میں نارمن شیلوف ہونے سے انکار کر رہا تھا تو تم مصر تھے کہ میں نارمن شیلوف ہی ہوں اور اب جب کہ میں نے تمہاری بات تسلیم کرلی ہے تو تم میری اصلیت جاننا چاہتے ہو' کہیں تم میرے ساتھ مسخرہ پن تو نہیں کر رہے ہو۔"

"تم نارمن شیلوف کے علاوہ سب کچھ ہوسکتے ہو اور یہ معلوم کرنا ہمارا کام ہے کہ تم دراصل کون ہو۔"

اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں نے ایک طویل سانس لے کر ریسیور کریڈل پر واپس رکھا۔ سونیا بڑی بے چینی سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔

"گفتگو کے دوران اپنے لئے تم نے کون سا نام استعمال کیا تھا؟" اس نے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ وہ نام ہے جو ان لوگوں نے مجھے دیا تھا' میں نے تردید کرنے کی کوشش کی تو وہ مانے نہیں تھے اور اب خود ہی مجھ پر شبے کا اظہار کررہے ہیں۔"

"میں نے یہ سوچ کر تمہیں پناہ دینا قبول کرلیا تھا کہ تم میرے کسی کام آجاؤ گے مگر تم تو خود اپنی جان کے دشمن بنے ہوئے ہو۔ کسی اور کے کیا کام آسکتے ہو۔"

"میں کیا کروں' ان کے سامنے گھگھیاؤں' ان سے رحم کی بھیک طلب کروں' کیا چاہتی ہو تم؟" میں نے غصیلے انداز میں کہا۔

"دونوں طرف انتہا پسندی" وہ بے بسی سے بولی "معقولیت سے بھی تو بات کی جاسکتی ہے۔ چیلنج بازی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"وہ ضرورت سے زیادہ چالاک بننے کی کوشش کررہے ہیں۔ مجھے خوف زدہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ مجھ پر حملہ کریں تو میں مزاحمت تک کرنے کے قابل نہ رہ جاؤں لیکن وہ نہیں جانتے کہ اس چکر میں انہوں نے اپنا کتنا نقصان کرلیا ہے۔ اگر انہوں نے یہ حرکتیں نہ کی ہوتیں تو شاید وہ کامیاب ہوجاتے مگر اب نہیں ہوسکیں گے۔"

"انہوں نے کیا حرکتیں کی ہیں' تمہیں فون ہی تو کیا ہے اور وہ بھی کچھ ناقابل یقین اطلاعات فراہم کرنے کے لئے۔"

"اس بار معلوم ہے وہ کیا کہہ رہے تھے؟" میں نے سونیا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا "وہ کہہ رہے تھے کہ میں پولیس کو صرف تمہارے تعاون کی وجہ سے جل دینے میں کامیاب ہوسکا ہوں۔"

"کیا!" سونیا حیرت سے اچھل پڑی "کیا انہوں نے میرا نام لیا تھا؟"

"ہاں' انہوں نے تمہارا نام لیا تھا' وہ تم سے اچھی طرح واقف معلوم ہوتے ہیں۔"

"کہیں تم جھوٹ تو نہیں بول رہے" اس نے مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بات واقعی اتنی غیر معمولی ہے کہ اس پر جھوٹ کا ہی گمان گزرتا ہے' اب اگر کوئی فون آئے تو تم خود بات کرلینا۔"

"میں ضرور بات کروں گی' ذرا میں بھی تو دیکھوں کہ وہ کتنے پانی میں ہیں۔"

"تمہیں مایوسی ہوگی' میں نے محسوس کیا ہے کہ جو شخص دوسری طرف سے بات کرتا ہے وہ آواز بدل کر بولتا ہے لہٰذا اگر تم اس سے واقف ہوگی تو بھی شناخت نہیں کرسکوگی۔"

"میں اسے شناخت کرسکوں یا نہ کرسکوں' اس سے بات ضرور کروں گی" سونیا نے سر جھٹک کر کہا۔

"ضرور کرنا' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ان کی انہی حرکتوں کی وجہ سے میں نے ان کے بارے میں سرسری سا ایک اندازہ قائم کرلیا ہے۔ میں تمہیں ترتیب سے ساری باتیں بتاتا ہوں۔ اس کے بعد تم خود بھی کوئی فیصلہ کرسکوگی۔ یہ لوگ آرتھر کے بنگلے میں گھسے اور اسے قتل کرکے فرار ہوگئے۔ فرار ہونے کے لئے انہوں نے کوئی گاڑی استعمال نہیں کی۔"

"یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟" سونیا نے میری بات کاٹ کر کہا۔

"میں وہیں موجود تھا۔ اگر یہ لوگ کسی گاڑی میں فرار ہوتے تو میں گاڑی کی آواز ضرور سنتا۔ تو پہلی بات یہ ذہن میں رکھو کہ انہوں نے فرار ہونے کے لئے گاڑی استعمال نہیں کی۔ یہ ایک غیر معمولی بات ہے۔ جس منظم انداز میں یہ لوگ وہاں گھسے تھے اس کے پیش نظر یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ یہ ایسی غلطی بھی کرسکتے ہیں۔ خیر' دوسری بات یہ کہ میں اس بنگلے میں عقبی دیوار سے کودا تھا۔ جس وقت کودا تھا اس وقت عقبی گلی سنسان پڑی تھی۔ اس کے بعد جب میں تمہارے ساتھ بنگلے کے اندر داخل ہوگیا تو انہوں نے فون کرکے مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کی۔ پھر جب یہاں پولیس آئی تو انہیں یہ بھی معلوم تھا اور ان سے یہ بات بھی پوشیدہ نہیں تھی کہ تفتیش کرنے ایک سب انسپکٹر آیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ تمہارے نام سے بھی واقف ہیں اور مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیشہ بھی ان سے پوشیدہ نہیں ہوگا۔"

"ان سب باتوں سے تو کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا" سونیا نے کہا "تم نے تو پرانی باتیں دہرادیں' نئی بات کوئی بھی نہیں کی۔"

"کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ مجھے اس بنگلے میں کودتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا۔ پھر تمہارے ساتھ یہاں داخل ہوتے ہوئے بھی دیکھا گیا۔ فون پر جتنے یقین سے بات کی گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بنگلے کا خالی ہونا ان لوگوں کے علم میں تھا ورنہ ریسیور کوئی اور بھی اٹھا سکتا تھا اور اس کے بعد سب انسپکٹر اور پولیس کی تلاشی سے آگاہی بھی یہی ظاہر کرتی ہے۔"

"نتیجہ تو اب بھی کوئی برآمد نہیں ہوا" سونیا نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"اس حد تک تو نتیجہ برآمد ہوچکا ہے کہ وہ لوگ سامنے

والی لائن کے کسی بنگلے میں موجود ہیں" میں نے کہا اور سونیا اچھل پڑی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو اگر ایسی باتیں کروگے تو میں خوف کی وجہ سے سو بھی نہیں سکوں گی۔"

"تم کیا سمجھتی ہو کہ اتنی باتیں جادو کے زور سے ان کے علم میں آگئی ہوں گی یا ان کے قبضے میں کوئی موکل وغیرہ ہیں جن کے ذریعے وہ معلومات حاصل کررہے ہیں؟"

"سامنے والے کسی بھی بنگلے سے عقبی دیوار نظر نہیں آسکتی" سونیا نے اعتراض کیا۔

"اس پر غور کرنا پڑے گا" میں نے کہا "یا تو مجھے اتفاقاً دیکھا گیا ہے یا پھر ان کے آدمی اس طرف والے کسی بنگلے میں بھی موجود ہوں گے۔"

"یہ بات عقل میں نہیں آتی۔ آخر کوئی اتنی زحمت کیوں کرے گا اور پھر دور سے دیکھ کر کسی کا نام کس طرح معلوم کیا جاسکتا ہے؟"

"تین دلیلیں ایسی ہیں جو ان کے کہیں بہت قریب قیام کی طرف اشارا کرتی ہیں۔ نمبر ایک وہ گاڑی پر فرار نہیں ہوئے' نمبر دو انہیں یہ معلوم تھا کہ یہ بنگلا خالی ہے اور نمبر تین یہ کہ وہ تمہارے نام سے واقف ہیں۔"

"یہاں تم نے ایک غلطی کردی" سونیا نے کہا "اس علاقے میں کوئی شخص بھی مجھ سے واقف نہیں ہے۔"

"یہ محض تمہارا خیال ہے' جرائم پیشہ لوگ جب منصوبہ بندی کرتے ہیں تو اس پر عمل کرنے کے لئے بہت سی غیر متعلقہ معلومات بھی حاصل کرلیتے ہیں۔"

"تو تمہارے تجزیے کے مطابق وہ لوگ سامنے والی لائن کے کسی بنگلے میں مقیم ہیں" سونیا نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں' بلکہ جہاں تک میرا اندازہ ہے وہ بالکل سامنے والے بنگلے میں ہی ہیں' کسی اور بنگلے سے شاید اس بنگلے کا مرکزی دروازہ دکھائی نہیں دیتا' میں اس وقت یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"دن کی روشنی میں تو تم حتمی طور پر اس بنگلے کی نشان دہی کردوگے" سونیا نے مسکرا کر کہا۔

"امکان تو یہی ہے۔ اس کے علاوہ میں انہیں ان کی کمین گاہ سے نکالنے کے لئے اور طریقے بھی اختیار کروں گا۔"

"تم چاہو تو خاموشی سے یہاں سے نکل سکتے ہو' دھوکا دے کر نکلنا زیادہ مشکل نہیں ہوگا' پھر تم کیوں اس چکر میں پڑ رہے ہو۔"

"یہ قطعی اتفاق ہے کہ وہ میری نظروں میں آگئے۔ اگر وہ بچ کر نکل گئے تو پھر میرے لئے واقعی اندھیرے کا تیر ہوجائیں گے جس کا رخ موڑنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔"

"کیا تمہیں یہ بات مضحکہ خیز نہیں معلوم ہوتی" سونیا بولی "انہیں پہلے سے معلوم ہوگیا کہ تم کس بنگلے میں گھسوگے لہٰذا اس کے سامنے والے بنگلے پر انہوں نے پہلے سے ہی قبضہ کرلیا۔"

"یہ ایک اتفاق بھی ہوسکتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ محض اتفاق ہی ہے کہ میں ان کی کمین گاہ کے مقابل والے بنگلے میں گھسا اور انہیں فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا۔"

"میں تمہیں مصیبت سے نکالنا چاہتی ہوں مگر تم ہو کہ اس میں دھنستے ہی چلے جارہے ہو" سونیا نے مایوسانہ لہجے میں کہا پھر اچانک بولی "تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے؟"

"میری حرکتوں سے تمہیں کچھ اندازہ نہیں ہوتا" میں نے مسکرا کر کہا۔

"حرکتوں سے تم جرائم پیشہ معلوم ہوتے ہو اور وہ بھی اعلیٰ درجے کے مگر تمہاری عادات واطوار اور لب ولہجہ اس حقیقت کی نفی کرتا معلوم ہوتا ہے۔"

"اتفاق سے تمہاری دونوں ہی باتیں درست ہیں۔ جرائم پیشہ لوگوں کے درمیان رہنا میری مجبوری ہے مگر میں تعلیم یافتہ آدمی ہوں۔ اس لائن میں اتفاقاً ہی آگیا۔"

"میرا بھی ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم کوئی معقول مشورہ دے سکوگے۔"

"تمہارے ہر مسئلے کو حل کرنا میرا اخلاقی فرض ہے" میں نے کہا۔

"نہیں' یہ مناسب نہیں ہوگا" سونیا نے سر کو منفی جنبش دیتے ہوئے کہا "تم بھی سوچوگے کہ میں نے تمہیں اپنی مطلب براری کے لئے استعمال کیا۔"

مجھے ہنسی آگئی "ایسی کوئی بات نہیں ہے سونیا! آدمی ہی آدمی کے کام آتا ہے۔"

"مجھے بڑی شرمندگی محسوس ہورہی ہے" سونیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی "جانتے ہو میں نے کیا سوچ کر تمہیں پناہ دی تھی؟"

"جب تک تم نہیں بتاؤگی' مجھے کیسے معلوم ہوسکتا ہے" میں نے اسے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے سوچا تھا تم کوئی جرائم پیشہ شخص ہو' تمہارے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہے' اگر میں نے تمہیں پناہ دے دی تو تم میرے ممنون احسان ہوجاؤگے اور مجھے تحفظ فراہم کروگے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہم جیسی عورتوں کو ایک محافظ کی ضرورت بھی پڑتی ہے' تم تو واقف ہی ہوگے۔"

"مجھے معلوم ہے" میں نے کہا "لیکن ان باتوں سے کیا فرق پڑتا ہے"

"بہت فرق پڑتا ہے' میری سوچ خود غرضی پر مبنی تھی۔ میں نے یہ نہیں سوچا کہ تمہیں میری مدد کی ضرورت ہوگی۔ اگر میں نے تمہیں پناہ نہ دی تو تمہیں کوئی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"ہر شخص کو اپنے مفاد کی فکر ہوتی ہے سونیا! اگر تم نے ایسا سوچا تھا تو کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ ہم سب اسی انداز میں سوچتے ہیں۔ یہ تمہاری بڑائی ہے کہ تم نے اس بات کا اعتراف کرلیا۔"

"مجھے بہلانے کی کوشش مت کرو علی! آدمی اگر کوئی نیکی کرے تو خلوص نیت سے کرے۔ ایسے نیک کام سے کیا فائدہ جس میں اپنی غرض بھی شامل ہوجائے۔"

"کمال ہے' تم ایک جرائم پیشہ شخص کو پناہ دینے کو نیکی کا کام کہہ رہی ہو" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"اس وقت تم ایک مصیبت زدہ شخص تھے۔ میرے پاس تمہاری اچھائی یا برائی ناپنے کا کوئی پیمانہ نہیں تھا۔ صرف اس ایک بات سے تو کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا کہ اس کے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہے۔"

"ٹھیک ہے مگر اب تو تمہیں معلوم ہوچکا کہ میں ایک جرائم پیشہ شخص ہوں اب تو اپنی رائے پر نظر ثانی کرلو۔"

"اگر جرائم پیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے تم ہو تو میں بھی جرائم کی راہ اختیار کرنے کو تیار ہوں۔ کسی کے جرائم پیشہ ہونے کے لئے محض اس کا زبان سے اعتراف کرلینا کافی نہیں ہوتا۔"

"اس کے لئے اور کون سی شرائط پوری کرنی پڑتی ہیں" میں نے بڑی سادگی سے پوچھا مگر سونیا برا مان گئی۔

"میرا واسطہ شرفا سے رہتا ہے علی! جرائم پیشہ لوگوں کے بارے میں میں نے صرف دوسروں سے سنا ہے اور جتنا کچھ بھی سنا ہے تمہیں اس کے بالکل برعکس پایا ہے۔ کسی لڑکی کے ساتھ تنہائی پاکر تو بڑے بڑے شریف آدمی بہک جاتے ہیں۔ تم تو میرے پیشے سے واقف ہونے کے باوجود بھی نہیں بہکے۔ بہکنا تو دور کی بات ہے تم نے اشارتاً بھی کوئی نازیبا بات نہیں کی حالانکہ تمہارے لئے تو میں مفت کا مال تھی۔ اتنی دیر میں تمہارے بارے میں میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ یہ ہے کہ تم سب کچھ ہوسکتے ہو مگر کوئی برے آدمی نہیں ہوسکتے۔ اگر تم برے آدمی ثابت ہوتے تو مجھے ذرا بھی شرمندگی نہیں ہوتی۔"

"تمہارا انداز فکر جذباتی ہے سونیا! اور جذبات حقائق سے دور لے جاتے ہیں۔ میں تم پر اپنی اصلیت تو ظاہر نہیں کرسکتا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ تمہارا اندازہ حیرت انگیز حد تک درست ہے۔ جہاں تک تمہارے طرز فکر کا تعلق ہے تو میں اس کی تائید نہیں کرسکتا۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تم نے کیا سوچ کر مجھے پناہ دی تھی اور نہ ہی نتائج پر اس سے کوئی فرق پڑسکتا ہے۔ تمہیں تو اپنی اس سوچ کا ممنون ہونا چاہئے' اگر تم نے یہ بات نہ سوچی ہوتی تو مجھے پناہ نہ دیتیں اور میں ناحق مارا جاتا۔"

"ہاں' دل بہلانے کے لئے اب اس انداز میں سوچنا پڑے گا" سونیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں پوری دیانت داری سے کہہ رہا ہوں کہ تم نے جو کچھ بھی کیا وہ قابل مذمت نہیں ہے' اب جلدی سے بتادو کہ تمہارا مسئلہ کیا ہے؟؟"

سونیا نے ایک طویل سانس لی "مجھے اپنی ایک ہم پیشہ کی طرف سے خطرہ ہے" سونیا نے کہا "اس کا نام سلومی ہے اور میری وجہ سے اس کی ساکھ متاثر ہوئی ہے۔ دھندے پر بھی اثر پڑا ہے حالانکہ اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ غلطی اس کی اپنی ہے۔ اس نے خود کو مین ٹین نہیں رکھا۔ کافی عرصے تک وہ مجھ پر ہوٹنگ کرتی رہی مگر میں نے نوٹس نہیں لیا۔ پرسوں اس سے ایک ہلکی سی جھڑپ ہوگئی اور اس نے مجھے دھمکی دی کہ وہ مجھے اٹھوادے گی۔ اس وقت سے اب تک میں باہر نہیں نکلی ہوں۔"

"کیوں' باہر کیوں نہیں نکلیں؟" میں نے کہا "اس کی دھمکی سے اس قدر خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟؟"

"مجھ سے پہلے بھی وہ دو لڑکیوں کا صفایا کراچکی ہے۔ ان دونوں نے بھی اس سے الجھنے کی غلطی کی تھی۔"

"اوہو" میں نے حیران ہوکر کہا "اس کے ذرائع کیا ہیں؟؟"

"وہ واحد کال گرل ہے جس کے مراسم ہر قسم کے حلقوں میں ہیں۔ بڑے بڑے جرائم پیشہ لوگ اس کے مستقل گاہک ہیں۔ معلوم نہیں اس میں کیا خصوصیت ہے خصوصاً جرائم پیشہ لوگ تو اس کے دیوانے ہیں۔ اسی لئے سب اس سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ معلوم نہیں کب کس کا صفایا کرادے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو پھر تم یہاں بھی محفوظ نہیں تھیں' ایسے لوگ تو گھروں کے اندر سے بھی لوگوں کو اغوا کرلیتے ہیں۔"

"میرے اس ٹھکانے کے بارے میں کسی کو بھی علم نہیں ہے' اب یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں' کیا بصرہ چھوڑ کر کسی اور شہر کا رخ کروں۔"

"یہ تو مسئلے کا حل نہیں ہے' دوسرے شہر میں تمہیں زیادہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہاں تمہارا تصادم کسی دوسری سلومی سے نہیں ہوگا؟؟"

"یہی باتیں میں بھی سوچتی ہوں لیکن بصرے میں رہنا تو اب ناممکن ہی ہوگیا ہے۔"

"اگر میں کوئی جرائم پیشہ شخص ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا" میں نے شرارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا "تمہارا مسئلہ چٹکی بجاتے حل ہوجاتا۔"

"مجھ پر طنز مت کرو" وہ بگڑ گئی "مجھے احساس ہوچکا ہے کہ میں بچکانہ انداز میں سوچ رہی تھی' کیا ضروری ہے کہ دوسرے کا مقابلہ کرنے کے لئے آدمی اپنی سطح سے گر جائے۔"

"میں نے طنز نہیں کیا تھا" میں نے گڑبڑا کر کہا "ضروری نہیں ہے کہ دوسرے سے مقابلا کرنے کے لئے اس سطح تک گرا جائے' اپنی سطح پر رہ کر بھی مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔"

"میں اگر تمہاری طرح مضبوط اعصاب کی مالک ہوتی تو میں بھی یہی کہتی' مگر مجھے سہارے کی ضرورت پڑگئی۔"

"میں تمہیں ایک ایسا مشورہ دے سکتا ہوں جس پر عمل کرکے تم زیادہ سے زیادہ ایک ماہ میں اپنے والدین کو قرضے سے نجات دلاسکتی ہو۔ اس کے بعد جو بھی آمدنی ہو وہ تمہاری بچت ہوگی۔"

"یہ سوال تم سیدھی طرح نہیں کرسکتے تھے" سونیا نے مجھے گھورا "بہرحال میں تمہیں جواب دے رہی ہوں۔ اپنا ٹارگٹ پورا ہونے کے بعد میں ایک دن بھی یہ کام جاری رکھنا تو کجا شہر میں رہنا تک گوارا نہیں کروں گی۔"

"میں شرمندہ ہوں سونیا! واقعی میں یہی بات معلوم کرنا چاہ رہا تھا۔"

سونیا ہنس پڑی "وہ لوگ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں جو فوراً ہی اپنی غلطی تسلیم کرلیتے ہیں" اس نے کہا "ہاں تم مجھے کیا مشورہ دے رہے تھے۔"

"ابھی نہیں' وقت آنے پر بتاؤں گا" میں نے کہا "اب چلو جاکر سوجاؤ' تمہاری رات کی نیند تو برباد ہوگئی۔"

"میں تو راتوں کو جاگنے کی عادی ہوں۔ ناشتا کرنے کے بعد ہی مجھے نیند آتی ہے' تم اپنی فکر کرو۔"

"تم دیکھ رہی ہو میں کتنے خطرات میں گھرا ہوا ہوں۔ ایسے میں نیند آنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ابھی تک بنگلے کا جائزہ لینے کی فرصت بھی نہیں ملی' آؤ ذرا دیکھتے ہیں۔"

ہم دونوں نے پورے بنگلے کا جائزہ لیا۔ بنگلے میں کل چار خواب گاہیں تھیں۔ ایک نیچے اور تین اوپر۔ گھر کے مکین جاتے ہوئے تمام دروازے تو بند کرگئے تھے مگر ساتھ ہی کی بورڈ پر تمام چابیاں موجود تھیں۔ انہی چابیوں کی مدد سے میں نے تمام دروازے کھول لئے تھے۔ سونیا متواتر بولے جارہی تھی اور میں اس کی باتوں سے عاجز تھا۔ آخر تنگ آکر میں نے اس کے تبصروں کی طرف سے کان بند کرلئے۔

میرا ذہن اس پراسرار شخص کی طرف بھٹک گیا تھا جس سے فون پر گفتگو ہوتی رہی تھی۔ آخر وہ میری نارمن شیلوف والی حیثیت کی طرف سے کیوں مشکوک ہوا تھا۔ شاید میں نے کوئی جملہ کہا تھا جس پر اسے یہ شبہ پیدا ہوا تھا کہ میں نارمن شیلوف نہیں' کوئی اور ہوں' میں وہ جملہ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا جو سونیا کی مہربانی سے میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔

ذہن پر ذرا سا زور دینے سے مجھے یاد آگیا کہ میں نے ان لوگوں کو روشنی میں لانے سے متعلق کچھ کہا تھا جس پر وہ میری طرف سے مشکوک ہوا تھا۔ اس کا مطلب واضح طور پر یہی تھا کہ نارمن شیلوف ان لوگوں سے واقف تھا' اگر واقف تھا تو وہ شخص نارمن شیلوف کی آواز کیوں نہیں پہچانتا تھا' یہ کیا اسرار تھا۔

میں نے بہت مغزماری کی مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔ معاملہ خاصا پیچیدہ تھا اور صرف ذہنی جمناسٹک کے ذریعے حل ہوتا نظر نہیں آتا تھا۔ نارمن شیلوف اور ان لوگوں کے درمیان جو بھی تعلق تھا اس کا علم ہونے کی واحد صورت یہ تھی کہ دونوں پارٹیوں میں سے کسی ایک سے معلومات حاصل ہوجاتیں۔

پھر اچانک میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور میں نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ میں سونیا کے ساتھ بنگلے کے دروازے پر آیا اور دروازہ کھول دیا۔ سورج نکلنے والا تھا اور باہر خاصی روشنی پھیل چکی تھی۔

"یہاں کھڑی ہوکر دیکھو" میں نے سونیا سے کہا "اگر کوئی شخص اس دروازے سے اندر داخل ہو تو اسے صرف سامنے والے بنگلے سے دیکھا جاسکتا ہے۔"

"ہاں" سونیا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا "یہاں کوئی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور بنگلا نظر نہیں آتا۔"

"اس کا مطلب یہی ہوا کہ ہماری نگرانی اس بنگلے سے کی جارہی ہے۔ دشمن اس بنگلے میں چھپا ہوا ہے۔"

"تمہارے دشمن" سونیا شوخی سے مسکرائی "میرا تو ان سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"اب اندر آجاؤ' زیادہ دیر یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے' کہیں انہیں شبہ نہ ہوجائے کہ ان کی کمین گاہ ہمارے علم میں آگئی ہے۔"

میں نے نہ صرف سامنے والے بنگلے کے گیٹ پر نصب نیم پلیٹ پڑھ لی تھی بلکہ بنگلے کا نمبر بھی ذہن نشین کرلیا تھا۔ میں ڈرائنگ روم میں آیا اور ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھالی۔ ڈائریکٹری میں سامنے والے بنگلے کا فون نمبر موجود تھا۔ نمبر ذہن نشین کرنے کے بعد میں نے ڈائریکٹری بند کی اور فون نمبر ملانے لگا۔ سونیا پوچھ رہی تھی کہ میں کیا کررہا ہوں مگر میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارا کردیا تھا۔

دوسری طرف سے پانچویں گھنٹی پر ریسیور اٹھایا گیا۔ جس شخص نے ریسیور اٹھایا وہ غالباً سوتے سے اٹھا تھا اور اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی مگر اس کے باوجود اس کے ہیلو کہتے ہی میں نے اس کی آواز پہچان لی۔

اس آواز کو سنے کئی سال ہوگئے تھے مگر اسے پہچاننے میں مجھے ایک لمحہ بھی نہیں لگا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا دماغ بھک سے اڑ گیا ہو' ریسیور پر میری گرفت سخت ہوگئی۔

"ہیلو' کون بات کررہا ہے؟" اس بار اس نے اونچی آواز میں کہا تھا مگر اب بھی وہ اپنی اصلی آواز میں بول رہا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ میں یہ حرکت بھی کرسکتا ہوں۔ اگر نہ کرتا تو نادانستگی میں مجھ سے کوئی غلطی بھی ہوسکتی تھی۔

وہ ہیلو ہیلو کرتا رہ گیا اور میں نے ایک لفظ کہے بغیر ریسیور کریڈل پر واپس رکھ دیا۔ میرا ہاتھ واضح طور پر لرز رہا تھا۔ آج کی رات میرے لئے دھماکوں کی رات ثابت ہوئی تھی اور آخری لمحات میں تو مجھے شدید ترین دھماکے سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

سونیا نے میری حالت میں رونما ہونے والے تغیر کو محسوس کرلیا تھا۔ وہ جھپٹ کر میرے قریب آگئی "کیا بات ہے علی! تمہیں کیا ہوگیا؟"

"کچھ نہیں سونیا! کچھ بھی نہیں ہوا" میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا' میں اپنے حواس میں نہیں رہا تھا۔

"کوئی بات تو ضرور ہے' کیا تم نے اس کی آواز پہچان لی' کیا تم اس سے واقف ہو؟"

"مجھے تنہا چھوڑ دو سونیا!" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "اس وقت مجھے تنہائی کی ضرورت ہے۔"

"اوہ! تمہیں تو پسینہ بھی آرہا ہے۔ لیٹ جاؤ علی' آرام کرلو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"مجھے آرام کی نہیں' سکون کی ضرورت ہے" میں صوفے سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں ٹہلنے لگا۔ میرے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس ہنگامہ آرائی کے عقب سے برآمد ہونے والی شخصیت سے کسی قسم کی شناسائی بھی ہوسکتی ہے۔

مجھ پر اضطرابی کیفیت طاری تھی اور میں ڈرائنگ روم کے قالین کو اپنے قدموں تلے روندے ڈال رہا تھا کہ فون کی گھنٹی سن کر میں رک گیا۔ سونیا اپنی جگہ ساکت بیٹھی مجھے دیکھے جارہی تھی۔

"فون پر تم بات کرلو سونیا!" میں نے کہا "لیکن میرے بارے میں کچھ مت بتانا' تم میرے نام سے بھی واقف نہیں ہو' سمجھیں تم۔ اور میں سو رہا ہوں' ٹھیک ہے۔"

سونیا نے سر کو تفہیمی جنبش دے کر ریسیور اٹھالیا اور میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر ریسیور سے کان لگادیا تاکہ میں بھی دوسری طرف سے کہی جانے والی باتیں سن سکوں۔

"اوہو' مس سونیا بات کررہی ہیں" دوسری طرف سے چہکتی ہوئی آواز میں کہا گیا "آپ کے ساتھی کہاں ہیں؟"

"وہ سو رہے ہیں" سونیا نے آہستہ سے کہا "مگر آپ کو میرے نام کا علم کیسے ہوا؟"

"باخبر رہنا ہماری ضرورت ہے مس سونیا! ہم تو رائل کلب سے بھی لاعلم نہیں ہیں جہاں صرف ذی حیثیت لوگ جاسکتے ہیں مگر آپ وہاں کی مستقل گاہک ہیں۔"

"مگر میں تو تمہیں نہیں پہچان سکی' کیا کبھی ہماری ملاقات ہوئی ہے؟"

"نہیں مس سونیا! لیکن اگر آپ چاہیں تو ملاقات ہوسکتی ہے۔"

"میں اجنبیوں سے ملنا پسند نہیں کرتی' معلوم نہیں تم کون ہو' پہلے اپنا تعارف کراؤ۔"

"اور جس شخص کو آپ نے پناہ دی ہے اسے کب سے جانتی ہیں' کچھ معلوم بھی ہے کہ وہ کتنا خطرناک مجرم ہے؟"

"بکواس مت کرو" سونیا غرائی "وہ ہرگز بھی مجرم نہیں ہے' پولیس غلط فہمی میں اس کے پیچھے لگ گئی ہے۔"

"اگر آپ سننا پسند کریں تو ہم آپ کو اس کی حقیقت سے آگاہ کرسکتے ہیں؟"

میں نے سونیا کو انکار کرنے کا اشارا کیا اور وہ ریسیور میں بولی "تم تو خود کوئی بہت بڑے مجرم معلوم ہوتے ہو' میں تمہاری بات پر کیا یقین کروں گی؟"

"تم اپنے حق میں کانٹے بو رہی ہو سونیا! جو کچھ میں بتانا چاہ رہا ہوں سن لو۔"

"میں فون بند کررہی ہوں۔ اس کے بعد فون کروگے تو میں تم سے بات نہیں کروں گی" سونیا نے کہا اور ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا "میں نے غلط تو نہیں کیا نا؟" وہ مجھ سے بولی۔

"نہیں' تم نے بہت صحیح کیا" میں نے صوفے پر گرتے ہوئے کہا "اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کی جاسکتی تھی۔"

"تم بیڈ روم میں جاکر تھوڑی دیر کے لئے آرام کیوں نہیں کرلیتے" سونیا نے پھر کہا۔

"ٹھیک ہے' مجھے شاید واقعی آرام کی ضرورت ہے" میں نے کہا اور اوپری منزل پر واقع اس خواب گاہ میں آگیا جہاں سے سامنے والا بنگلا نظر آتا تھا۔ سونیا بھی میرے ساتھ ہی آئی تھی۔ میں نے ایک کھڑکی پر پڑا ہوا پردہ ذرا سا سرکا کر باہر جھانکا۔ سورج طلوع ہوچکا تھا اور باہر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ سامنے والے بنگلے پر بظاہر سناٹا مسلط تھا جب کہ سڑک پر کئی پولیس والے متعین نظر آرہے تھے۔ شاید ان کی ڈیوٹی لگادی گئی تھی کہ ہر آنے جانے والے کو چیک کریں۔

سونیا نے خواب گاہ کا دروازہ بند کرکے ائرکنڈیشنر چلا دیا تھا۔ کھڑکیوں اور دروازوں پر پڑے ہوئے بھاری پردوں کی وجہ سے کمرے میں مدھم سی روشنی تھی۔ سونیا نے بیڈ پر بچھی ہوئی چادر جھاڑدی تھی اور الماری میں سے ایک چادر نکال کر اوڑھنے کے لئے بیڈ پر رکھ دی تھی۔ میں خاموشی سے اسے کام کرتے دیکھتا رہا پھر میں نے سوچا اب لیٹ ہی جانا چاہئے۔

میں بیڈ پر جاکے بیٹھا اور اپنے جوتوں کے تسمے کھولنے کے لئے جھکنے لگا تو سونیا میرے قریب آئی اور اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"لاؤ' یہ کام میں کئے دیتی ہوں" اس نے میرے قدموں میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا کررہی ہو سونیا!+" میں نے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا "ایسی فضول باتیں مت کرو۔"

میں نے محسوس کیا کہ میری بات سے اسے صدمہ پہنچا ہے اور وہ سن ہوکر رہ گئی ہے تاہم اس نے جرح نہیں کی مگر وہیں بیٹھی رہی۔

"نیچے کیوں بیٹھی ہو" میں نے جوتے اتارتے ہوئے کہا "اوپر آجاؤ۔"

وہ منہ سے کچھ کہے بغیر خاموشی سے اٹھی اور میرے برابر بیٹھ گئی مگر اس نے منہ دوسری طرف پھیر رکھا تھا۔

"ناراض ہوگئیں" میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں" اس نے میری طرف دیکھے بغیر کہا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کی آواز بھرائی ہوئی ہے۔

"ادھر دیکھو میری طرف" میں نے کہا اور اس نے آہستہ آہستہ سر میری طرف گھمایا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"تم رو رہی ہو" میں نے حیرت سے کہا "ایسی کیا بات ہوگئی جس پر تمہیں رونا آرہا ہے؟"

"کچھ نہیں" اس نے پھر مختصر سا جواب دیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپالیا۔ اب وہ باقاعدہ سسکیاں لے رہی تھی۔

"تم کیوں مجھے پریشان کررہی ہو سونیا؟" میں نے جھنجلا کر کہا "پہلے ہی میرے لئے مسائل کی کمی نہیں ہے۔"

"اوہ! معاف کرنا" اس نے مشینی انداز میں کہا اور آنسو پونچھ کر ساکت و صامت بیٹھ گئی۔ میں نے اس پر لعنت بھیجی اور بیڈ پر لیٹ کر چادر اوڑھ لی۔ وہ اسی طرح بیڈ کے کنارے پر بیٹھی رہی۔

"اگر تمہیں برا نہ لگے تو میں تمہارا سر دبادوں" کچھ دیر بعد اس نے میری طرف مڑ کر دھیرے سے کہا۔

"دبادو" میں نے خود پر جبر کرتے ہوئے کہا۔ اگر اسے منع کرتا تو پھر رونے لگتی۔ مجھے سر دبوانے پر رضامند دیکھ کر وہ کھل اٹھی۔ یوں محسوس ہوا جیسے اس میں دوبارا جان سی پڑگئی ہو۔ وہ بیڈ پر سرہانے کی طرف بیٹھ کر ہولے ہولے میرا سر دبانے لگی۔ اس کے جادوئی لمس نے ذرا ہی دیر میں میری تمام جھنجلاہٹ کافور کردی۔ میں نے اپنی آنکھیں موندلی تھیں۔

"ایک بات بتاؤگی سونیا!" میں نے خواب ناک سے لہجے میں کہا۔

"اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے علی!" وہ بڑے اشتیاق سے بولی "تم دس باتیں پوچھو' میں سب کے جواب دوں گی۔"

"کچھ دیر پہلے تم بلاوجہ رونے کیوں بیٹھ گئی تھیں؟"

"تم بہت مضبوط اعصاب کے مالک ہو علی! بات تمہاری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سمجھ میں نہیں آئے گی" اس نے بجھی ہوئی سی آواز میں کہا۔

"میں وجہ جاننا چاہتا ہوں سونیا! چاہے میری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔"

"تم نے مجھے اپنے جوتے اتارنے سے جو روک دیا تھا" وہ رک رک کر بولی "بس اسی بات پر رونا آگیا تھا۔"

"تو اس میں رونے کی کیا بات تھی۔ میں اپنا ہر کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کا عادی ہوں۔"

"میں نے کہا تھا ناکہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ تم بہت مضبوط اعصاب کے مالک ہو" اس نے مرجھائی ہوئی آواز میں کہا "آدمی جب کسی کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے' آنکھوں پر بٹھاتا ہے تو خود بخود اس کے کام کرنے کو دل چاہنے لگتا ہے' ایسے میں اگر اسے خدمت کرنے سے روک دیا جائے تو دل بھر ہی آتا ہے۔"

"تو آدمی کیوں کسی کو اپنے دل میں جگہ دے اور آنکھوں پر بٹھائے؟" میں نے کہا۔

"یہ تو دل کا سودا ہے علی! اس میں آدمی کے ارادے کا کیا دخل اور پھر تم ہی نے تو مجھ سے فرمائش کی تھی" اس نے شرمائے ہوئے انداز میں سر جھکالیا اور مجھے بے ساختہ تہذیب یاد آگئی جس سے بچھڑے مجھے کئی سال ہوگئے تھے۔ معلوم نہیں وہ کہاں اور کس حال میں ہوگی۔ میں نے تو کبھی اس کے بارے میں معلوم تک کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ مجھ سے بچھڑ کر اس پر کیا گزری ہوگی۔ مجھے خود پر افسوس ہونے لگا۔ معلوم نہیں میں کس قسم کا آدمی تھا' میں کتنی آسانی سے اس سے علیحدہ ہوگیا تھا۔ شاید میں پتھر دل تھا مگر دوسرے تو پتھر دل نہیں ہوتے۔ ان کے تو جذبات واحساسات ہوتے ہیں۔ ان کے دل پر تو چوٹ لگتی ہے' روح زخمی ہوجاتی ہے۔ سب کی آنکھیں تو میری طرح سخت نہیں ہوتیں اور کبھی کبھار تو پتھر بھی نم ہوجاتے ہیں۔ مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ کسی کو تکلیف پہنچاؤں یا آزار میں مبتلا کروں۔ اگر یہی کرنا تھا تو محبت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ آدمی جنگل میں بسیرا نہ کرلے۔

سونیا کو کیسے معلوم ہوسکتا تھا کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔ وہ ایک کال گرل تھی مگر نہیں تھی گناہ آلود زندگی بسر کرنے کے باوجود اندر سے وہ ایک معصوم لڑکی تھی۔ اس کے جذبات واحساسات کسی ایسی ہی لڑکی کی طرح تھے جسے کبھی کسی نے نہ چھوا ہو۔ شرمانے کی اداکاری تو کی جاسکتی ہے مگر گالوں پر جو حیا کی سرخی پھیلتی ہے وہ نہیں پیدا کی جاسکتی۔ وہ شرمائی تھی تو اس کے گال سرخ ہوگئے تھے۔ کسی کے بارے میں کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ وہ اندر سے کیا ہے۔ ہر شخص ظاہر کو دیکھتا ہے اور اسی پر فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ جانے کتنے بے گناہ مصلوب ہوجاتے ہوں گے۔

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری بات کا یہ مفہوم نکلتا ہے تو کبھی یہ بات میرے منہ سے نہ نکلتی" میں نے آہستگی سے کہا۔

"تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے علی" وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولی "کسی کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا' کوئی خود کو کسی پر مسلط نہیں کرسکتا اور کوئی کسی کو اپنے ذہن سے نہیں جھٹک سکتا۔ یہ تو ایک خود کار عمل کے ذریعے ہوتا ہے' آدمی کہنے کو بااختیار ہوتا ہے مگر اس کی وقعت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ جب تک چابی بھری رہے گی چلتا رہے گا۔ چابی ختم ہونے پر خود بخود رک جائے گا۔"

وہ بڑی بالغ نظری کی باتیں کررہی تھی' اس کی تعلیم وتربیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بہت غیر معمولی بات تھی۔ شاید یہ اس کا اپنا تجربہ تھا۔ اس نے زندگی کے تلخ تجربات سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ ورنہ لوگ تو دریا میں سے بھی خشک نکل آتے ہیں' ایسے تجربات کا کیا فائدہ جن سے کچھ حاصل نہ کیا جائے۔

"میرے رویئے سے تمہیں جو تکلیف پہنچی اس کے لئے میں تم سے معذرت چاہتا ہوں سونیا!"

اس نے تڑپ کر میرے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا "مجھے اور تکلیف مت پہنچاؤ علی! آئندہ کسی بات پر معذرت مت کرنا' میں تمہیں شرمندہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ تم نے مجھے جو مقام دیا ہے وہ کسی نے نہیں دیا۔ میں ایک کاروباری عورت جو ہوں" اس کا لہجہ تلخ ہوگیا "میری حیثیت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں ہے' جب جی چاہا خریدا اور دل بھر گیا تو توڑ دیا۔ آج سے پہلے مجھے ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا تھا جس کی نظر میں میں نے کسی قسم کا بھی احترام دیکھا ہو۔ ہر ایک کی آنکھوں میں ہوس ہی ناچتی دکھائی دیتی ہے' جیسے میں جذبات واحساسات سے عاری کوئی مشین ہوں۔"

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہولے سے کھینچا اور وہ میرے سینے پر آرہی۔ اس کا سر میرے سینے پر تھا اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ چہرے پر ایسی طمانیت بکھری ہوئی تھی جیسے اسے دنیا جہان کی دولت مل گئی ہو۔ وہ مجھے کسی ایسی معصوم بچی کی طرح نظر آئی جسے اس کا من پسند کھلونا مل گیا ہو۔

"مجھ سے کوئی توقع مت وابستہ کرلینا سونیا!" میں نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا "تمہارے جذبوں کے جواب میں میں تمہیں کچھ نہیں دے سکوں گا۔"

"میں تم سے کیا طلب کررہی ہوں' بس تم مجھے اپنی خدمت کرنے سے مت روکا کرو۔"

میں نے بے بسی سے ایک طویل سانس لی۔ ان سب باتوں سے مجھے کوفت ہوتی تھی مگر میں اس کا دل بھی نہیں توڑ سکتا تھا' ٹھیک ہے سونیا' آئندہ نہیں روکوں گا۔"

وہ مارے خوشی کے اچھل کر بیٹھ گئی "تمہارے پیر دبادوں" اس نے کہا۔

میں نے بڑی مشکل سے خود کو انکار کرنے سے روکا "ضرورت تو نہیں محسوس ہورہی لیکن اگر تمہارا جی چاہ رہا ہے تو دبادو۔"

وہ یوں پیر دبانے بیٹھ گئی جیسے اس کی زندگی کا مقصود ہی یہ رہا ہو۔ مجھے اس سے پیر دبوانا بری طرح کھل رہا تھا مگر مجبوری تھی۔

"سونیا!" کچھ دیر بعد میں نے اسے پکارا۔

"کیا بات ہے علی؟" اس نے جواب تو دیا مگر اس کے ہاتھ نہیں رکے۔

"ناشتے کا کیا بنے گا سونیا؟ کیا یہاں کھانے کا کچھ سامان موجود ہے؟"

"اوہو' مجھے تو خیال ہی نہیں رہا تھا کہ صبح کے وقت ناشتا کیا جاتا ہے۔ میں ابھی دکان سے ناشتے کا سامان لے کر آتی ہوں۔"

میں نے اسے روکا نہیں' اس کے ساتھ نچلی منزل پر آیا۔ اس نے اپنا پرس سنبھالا' ٹوکری اٹھائی اور جیسے ہی وہ دروازے سے باہر نکلی' میں دروازہ بند کرکے اوپری منزل کی طرف جھپٹا۔ جب تک وہ گیٹ تک پہنچی میں خواب گاہ میں واپس آچکا تھا۔ میں نے کھڑکی کا پردہ ذرا سا سرکا کر باہر کا جائزہ لیا' میری نظریں سامنے والے بنگلے کے گیٹ پر مرکوز تھیں۔

سونیا کے باہر نکلنے کے ایک منٹ کے اندر اندر سامنے والے بنگلے کے گیٹ سے بھی ایک شخص برآمد ہوا۔ وہ مقامی ہی معلوم ہوتا تھا اور اپنے حلیئے سے ملازم نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ٹوکری تھی اور وہ بھی اسی سمت میں گیا تھا جدھر سونیا گئی تھی۔ پولیس والے کسی سے تعرض نہیں کررہے تھے' معلوم نہیں اب وہاں ان کی موجودگی کا جواز کیا تھا۔

سونیا کی واپسی میں کوئی پندرہ منٹ لگے۔ میں سڑک پر نظریں جمائے وہیں کھڑا رہا اور میں نے اس شخص کو دوبارا دیکھا جو سونیا کے پیچھے گیا تھا۔ اس کا صاف مطلب یہی تھا کہ سامنے والے بنگلے سے مستقل ہم پر نظر رکھی جارہی تھی۔ جیسے ہی ہم میں سے کوئی بنگلے سے باہر نکلتا' اس کا تعاقب شروع کردیا جاتا۔

میں نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی اور نیچے کچن میں پہنچ گیا۔ سونیا بہت سی چیزیں اٹھالائی تھی۔ کولڈ بیف' مکھن' ڈبل روٹی' جام' پنیر اور انڈے۔

"کیا یہاں مستقل قیام پذیر ہونے کا ارادہ ہے" میں نے اتنی چیزیں دیکھ کر حیرت سے کہا۔

"دراصل مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم ناشتے میں کیا پسند کرتے ہو' اس لئے میں بہت سی چیزیں لے آئی۔"

"میں ہر حال میں گزارا کرنے کا عادی ہوں' ناشتا نہ ملے تو بھی کام چلتا ہے۔"

"جب میں یہ سب چیزیں خرید رہی تھی تو جانتے ہو میرے دل میں کیا خیال آیا۔ میں نے سوچا میری آمدنی تو ایک ہی قسم کی ہے' معلوم نہیں تم ایسے پیسوں سے کچھ کھانا پسند کرو یا نہ کرو۔"

وہ خاموش ہوکر مجھے دیکھنے لگی۔ یوں جیسے میرے جواب پر اس کی زندگی کا دارومدار ہو۔ اس کی بات سن کر میرا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔ اس کا ذریعہ آمدنی برا تھا مگر اسے اس کا بھرپور احساس تھا۔ دنیا ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہے۔ جن کے ذرائع آمدنی ناجائز ہیں مگر کون اپنی آمدنی کے بارے میں اتنا حساس ہوتا ہے۔ لوگ رشوتیں بھی لیتے ہیں' دوسروں کا حق بھی مار لیتے ہیں' جوئے کے اڈے بھی چلاتے ہیں' منشیات کا کاروبار کرتے ہیں مگر کسی کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ اس کی آمدنی ناجائز ہے۔ کوٹھیاں اور بنگلے یوں ہی تو نہیں بن جاتے۔ ان کے پیچھے کم از کم استحصال کا عنصر ضرور کارفرما ہوتا ہے۔ استحصال جو بدترین لعنت ہے مگر ان تمام ناجائز ذرائع پر صرف ظاہری چمک دمک کا ہی پردہ پڑا ہوا نہیں ہوتا بلکہ دلیلیں بھی ہوتی ہیں۔ ہر غلط کام کو جائز قرار دیا جاتا ہے۔ جن کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے ان کی کوئی نہیں سنتا۔ طاقت ور کبھی غلط نہیں کہتا اور کمزور کی کوئی بات بھی درست نہیں ہوتی۔

"اگر ایسی بات ہوتی تو میں جاتے وقت تمہیں پیسے دے دیتا" میں نے کوشش کی تھی کہ میرے لہجے سے کچھ ظاہر نہ ہونے پائے۔

"میں نے یہ بھی سوچا تھا" سونیا نے سر جھکا کر کہا "لیکن پھر خیال آیا' ممکن ہے تمہارے پاس پیسے نہ ہوں۔"

"زبانی کہنے سے شاید تمہیں یقین نہ آئے" میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹ نکالتے ہوئے کہا "خود دیکھ لو کہ میرے پاس رقم ہے یا نہیں۔"

اتنے بہت سے نوٹ دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں "میں خوش نصیب ہوں کہ ایک امیر آدمی میرا مہمان ہے۔"

"خوش نصیب تو میں ہوں جسے ایک عظیم خاتون کا مہمان بننے کا شرف حاصل ہوا" میں نے کہا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"کسی کسی وقت یوں لگتا ہے جیسے تم بس دوسرے کو خوش کرنے کے لئے کوئی بات کہہ دیتے ہو۔"

"ہاں' جیسے ابھی میں یہ کہنے والا ہوں کہ کیوں نہ ساحل سمندر پر ناشتا کیا جائے۔"

"بہت عمدہ خیال ہے' میں سینڈو چز تیار کئے لیتی ہوں۔ کافی تھرماس میں بھر لیں گے اور۔۔۔ مگر ہم جائیں گے کیسے؟"

"وہ جو کار تم نے کھڑی دیکھی تھی آخر ہمارے میزبان کس مقصد کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔"

"مم۔۔۔ مگر اس کی چابی کہاں ہے" سونیا نے گھبرا کر کہا "اور پھر کسی دوسرے کی کار۔۔۔"

"جب میں ساتھ ہوں تو اس قسم کی باتیں مت سوچا کرو' یہ سب سوچنا میرا کام ہے۔"

"لیکن علی! یہاں تو پولیس کی وجہ سے ہم محفوظ بھی ہیں' کسی سنسان جگہ جائیں گے تو تمہارے دشمن وار کر جائیں گے۔"

"میں نے کہا نا کہ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں یہ تمام باتیں مجھ پر چھوڑ دو۔ تم تو بس خاموشی سے میرے کہنے پر عمل کرتی رہو" میں اسے کیا بتاتا کہ میرا تو مقصد ہی یہی ہے کہ ان لوگوں سے کسی کھلے مقام پر تصادم ہو۔ میں نے ان سے وعدہ کر لیا تھا کہ انہیں روشنی میں لانے کے بعد کیفر کردار کو پہنچاؤں گا۔ روشنی میں تو خیر وہ آچکے تھے۔ اب کیفر کردار کو پہنچانا باقی رہ گیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ یہ کام جس قدر جلد ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ اگر میں اس شخص کی آواز نہ پہچان لیتا تو اتنی جلدبازی کا مظاہرہ نہ کرتا مگر اب میرے لئے ایک لمحے کے واسطے بھی نچلا بیٹھنا مشکل تھا۔ اگر میں نے اس کو شناخت نہ کر لیا ہوتا تو ان لوگوں سے نمٹنے کے لئے کوئی موقع پا کر یا رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سامنے والے بنگلے میں گھسنے کی کوشش ضرور کرتا مگر اب میرے اندر اتنا خطرناک قدم اٹھانے کی ہمت نہیں رہ گئی تھی۔ خطرہ تو خیر کھلی جگہ میں بھی ہوتا مگر بہت کم ہوتا اور میں تھوڑا بہت خطرہ تو مول لے سکتا تھا۔

"تم ناشتا تیار کرو' میں ذرا نہا لوں" میں نے سونیا سے کہا اور پھر میں نے کپڑے تلاش کرنے کی مہم شروع کر دی۔ ایک الماری میں مجھے اپنے سائز کے کپڑے مل گئے۔

میں نہا کر اور کپڑے بدل کر باہر نکلا تو سونیا غائب تھی۔ کافی تلاش کرنے کے بعد وہ ایک غسل خانے میں دریافت ہوئی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو سونیا؟" میں نے دروازہ پیٹ کر کہا "میں سارے گھر میں تمہیں تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔"

سونیا نے باتھ روم کا دروازہ کھول دیا۔ اس نے بھی نہا کر کپڑے تبدیل کر لئے تھے "میں نہ نہاتی کیا' میرا بھی حلیہ تباہ ہو رہا تھا۔"

"تباہ تو خیر نہیں ہو رہا تھا۔ لیکن خیر' اب تو تمہیں جو کرنا تھا کر چکیں مگر تم نے کمال کر دیا۔ سارے کام اتنی جلدی کر لئے؟"

"چند منٹ کا تو کام تھا" اس نے اپنے بال جھٹکتے ہوئے کہا "بس اب چند منٹ میں ڈرائر سے بال خشک کر لوں گی۔"

دس منٹ بعد ہم گاڑی میں بیٹھے ساحل سمندر کی طرف جا رہے تھے۔ سونیا میرے برابر بیٹھی تھی اور میں گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ بے حد خوش تھی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ ایک کار ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔

سڑکوں پر ٹریفک زیادہ نہیں تھا مگر میں دھیمی رفتار سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ سونیا بہت خوش تھی اور میں چاہتا تھا کہ کوئی ہنگامہ شروع ہونے سے قبل وہ زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہو لے۔

میرا خیال تھا کہ اس وقت ساحل سمندر پر مکمل ویرانی چھائی ہوئی ہوگی مگر ایسا نہیں تھا۔ ساحل کے ساتھ بنے ہوئے بعض ہٹ آباد بھی نظر آ رہے تھے۔

"کیا خیال ہے سونیا! سمندر پر چلیں یا کسی ہٹ کو وقتی مسکن بنا لیں۔"

"اس وقت ریت میں نہانے کا موڈ نہیں ہے' کسی خالی ہٹ کے عقبی برآمدے میں بیٹھ جاتے ہیں۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور ایک خالی مگر خوب صورت ہٹ کے سامنے گاڑی روک دی۔ کہیں قریب ہی سے ہٹ کا چوکیدار آگیا۔ اس نے کچھ کہا تو نہیں مگر میں سمجھ گیا کہ وہی اس ہٹ کا چوکیدار ہے۔ اس نے بہت تھوڑے سے پیسوں کے عوض ہٹ کھولنا منظور کر لیا۔

"پیسے برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی" سونیا نے آہستہ

سے کہا "تھوڑی دیر کے لئے تو ہم کہیں بھی بیٹھ سکتے تھے۔"

"جن پیسوں کے عوض کچھ یادگار لمحات میسر آ رہے ہوں وہ پیسے کبھی برباد نہیں ہوتے۔"

"اگر یہی بات تھی تو تمہیں مجھ سے کہنا چاہئے تھا' آخر میں تمہاری میزبان ہوں۔"

"میرا جی چاہا کہ تمہاری خوشیوں میں میرا بھی تھوڑا بہت حصہ ہو۔"

وہ خوشی سے کھل اٹھی "میں کئی بار یہاں آچکی ہوں مگر یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے آج میں پہلی بار یہاں آئی ہوں۔ دیکھو ہر چیز کتنی نکھری نکھری لگ رہی ہے۔"

"کسی بھی خوفناک وقت سے گزرنے کے بعد ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔"

"ایسی باتیں کر کے مزہ کرکرا مت کرو" وہ برا مان کر بولی "آج سے پہلے میں مصنوعی دنیا میں رہ رہی تھی۔ یہ تمہارا پرخلوص جذبہ ہے جس کی وجہ سے ہر چیز نئی نئی معلوم ہو رہی ہے۔"

میں ہنس پڑا "مجھے نہیں معلوم" میں نے کہا "مجھے تو تم اتنی نکھری نکھری لگ رہی ہو کہ کسی اور طرف توجہ دینے کی فرصت بھی نہیں مل رہی۔"

وہ ایک دم اداس ہو گئی "تم تو ایسی باتیں مت کرو علی!" اس نے سر جھکا کر کہا۔

"کیوں' کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی" میں نے گھبرا کر پوچھا۔

"معلوم نہیں تم کب جدا ہو جاؤ' اگر تم مجھ سے ایسی باتیں کرو گے تو تم سے بچھڑنے کے بعد میرا جینا محال ہو جائے گا۔ بس مجھے اپنے طور پر خوش ہو لینے دو۔"

میرے ہونٹ سختی سے بھنچ گئے' میرے ذہن کے پردے پر یکے بعد دیگرے ان تمام لڑکیوں کی تصویریں ابھریں جو پیشہ ور نہیں تھیں مگر انہوں نے اپنے آپ کو تھالی میں سجا کر میرے سامنے پیش کیا۔ اس لڑکی نے جو پیشہ ور تھی ایسی تمام لڑکیوں کو مات دے دی تھی۔ وہ کال گرل ہوتے ہوئے بھی معصوم تھی۔ کم از کم مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں اسے کسی قسم کا الزام دے سکوں' اس کے کردار پر شبہ کر سکوں۔

ہم نے فولڈنگ چیرز عقبی برآمدے میں نکال لی تھیں اور یہ ساری گفتگو وہیں ہوئی تھی۔ باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ ہم سینڈوچ بھی کھاتے جا رہے تھے۔

ہم نے خوب ڈٹ کر ناشتا کیا اور کافی پی' اس کے بعد سونیا نے اپنی فولڈنگ چیر میری کرسی کے بالکل برابر بچھائی اور میرے شانے پر سر رکھ کے آنکھیں بند کر لیں۔ میری نگاہ سامنے سمندر پر جمی ہوئی تھی۔ ابھی تک تعاقب کنندگان میں سے کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔ جیسے ہی میں نے ان کے بارے میں سوچا وہ مجھے نظر آگئے۔ وہ دو افراد تھے۔ ایک کو میں نے پہچان لیا یہ وہی تھا جس نے صبح سونیا کا تعاقب کیا تھا۔

دونوں افراد ہمیں بڑے غور سے دیکھتے ہوئے گزرے۔ وہ مقامی ہی نظر آتے تھے مگر یہ ضروری نہیں تھا۔ ان کا تعلق کسی اور ملک سے بھی ہو سکتا تھا۔ ان کے میری طرف دیکھنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ میری صورت ذہن نشین کر لینا چاہتے ہوں۔ میں نے ان کی طرف خصوصی توجہ نہیں دی تھی مگر میں پوری طرح ہوشیار تھا۔

میں نے کار میں چار افراد کو دیکھا تھا مگر اس وقت صرف دو افراد سامنے سے گزرے تھے۔ بقیہ دو نگرانی کرنے کے لئے کسی اور سمت میں رہے ہوں گے۔ مجھے ان کی کوئی خاص پروا نہیں تھی۔ یہ تو طے ہو گیا تھا کہ وہ کسی وجہ سے میری شخصیت کی طرف سے مشکوک ہو گئے ہیں اور جب تک میری اصلیت نہیں معلوم کر لیں گے مجھے کوئی نقصان پہنچانے سے گریز کریں گے۔

آرتھر کی خواب گاہ کے دروازے پر نظر آنے والے پراسرار نشان کا معما کسی حد تک حل ہو چکا تھا۔ اسے حل کرنے میں دو عوامل نمایاں تھے۔ ایک وہ جملہ جو فون پر مجھ سے کہا گیا تھا کہ اگر تم آئی کو ون اور او کو زیرو کہنے لگو تو ہم تمہارا کیا بگاڑ لیں گے اور دوسری وہ ٹیلی فون کال جو میں نے کی تھی۔ اس شخص کی اصل آواز نے ہی بہت سی گرہیں کھولی تھیں۔

میں سونیا کے ساتھ دوپہر تک ساحل سمندر پر رہا۔ اس کے بعد ہم واپس آگئے۔ ان لوگوں نے صرف ہمارا تعاقب کرنے پر اکتفا کیا تھا' معلوم نہیں ان کے ذہنوں میں کیا تھا۔

ہم واپس پہنچے تو پتا چلا کہ پولیس مایوس ہو کر واپس جا چکی ہے۔ چونکہ ہم دونوں نے ڈٹ کر ناشتا کیا تھا اس لئے کھانے کی گنجائش نہیں بچی تھی۔ نیند بھی حملہ آور ہو رہی تھی اس لئے ہم نے سونے کا فیصلہ کر لیا مگر سونے سے قبل ہی پھر فون آگیا' میں نے ریسیور اٹھایا' دوسری طرف وہی شخص تھا۔

"ناشتا گھر پر بھی کیا جا سکتا تھا' اس کے لئے ساحل سمندر پر جانے کی کیا ضرورت تھی؟" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"تمہارے لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ اپنی کھال میں رہنے کی کوشش کرو" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا اور فون بند

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کردیا۔

سونیا سونے کے لئے بستر پر لیٹ چکی تھی۔ میں نے کمرے سے جانا چاہا تو اس نے آواز دے کر روک لیا "کہاں جارہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"اس بیڈ روم میں تو تم سوؤ گی' میں دوسرے بیڈ روم میں چلا جاتا ہوں۔"

"کچھ ان دیکھے دشمنوں کے خطرے کے پیش نظر کیا میں تنہا سو سکوں گی؟" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"میں مٹی کا بنا ہوا انسان ہوں سونیا! اور میرے سینے میں دل بھی دھڑکتا ہے۔ وہی دل جس میں جذبات پرورش پاتے ہیں' میں تمہارے ساتھ نہیں سو سکوں گا۔"

"بے کار باتیں مت کرو' خیالات اگر پاکیزہ ہوں تو کوئی چیز گمراہ نہیں کرسکتی۔"

"شیطان لوگوں کو ایسی ہی باتوں کے ذریعے گمراہ کیا کرتا ہے" میں نے کہا۔

"میں کہہ رہی ہوں فضول باتیں مت کرو" اس نے مجھے کھینچ کر بیڈ پر گرایا۔ پھر میرے پیر سے جوتے موزے اتارے اور میرے برابر آکر لیٹ گئی۔

"آج رات ہم رائل کلب میں کھانا کھائیں گے" سونیا نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

وہاں تمہارے جاننے والے بہت ہوں گے۔ پھر میری وجہ سے تمہارا نقصان بھی ہوسکتا ہے۔"

"تم ساتھ ہوگے تو پھر کسی اور کی کیا حقیقت ہے۔ میرا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔"

اس کے بعد مجھے نیند آگئی۔ آنکھ کھلی تو مغرب ہونے والی تھی۔ سونیا مجھ سے پہلے ہی بیدار ہو چکی تھی۔ مجھے اٹھتے دیکھ کر خود بھی اٹھ گئی۔

"تم چاہو تو نہا کر نیچے آجاؤ' میں اتنی دیر میں چائے بنا لیتی ہوں۔"

○☆○

رات نو بجے کے بعد میں سونیا کے ساتھ رائل کلب جانے کے لئے نکلا۔ اس بار ہمارے تعاقب میں دو کاریں تھیں اور دونوں اسی بنگلے سے برآمد ہوئی تھیں' سڑکوں پر اندھیرا ہونے کے باعث انہیں یہ خوف ہوگا کہ کہیں میں فرار نہ ہو جاؤں اس لئے ایک کار آگے چل رہی تھی اور دوسری پیچھے تھی۔ دونوں کاریں زیادہ فاصلے پر نہیں تھیں۔ شاید اب وہ لوگ بھی میرے تعاقب کو خفیہ نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ شاید وہ آج رات ہی ڈراپ سین کردینا چاہتے تھے۔ میرے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی۔ دیکھنا یہ تھا کہ ڈراپ سین کس کے حق میں ہوتا ہے۔

رائل کلب کی عمارت قدیم و جدید کا حسین امتزاج ثابت ہوئی۔ کار پارکنگ کے لئے وسیع و عریض احاطہ تھا جہاں اندھیرے کے باوجود فرش پر پڑی ہوئی سفید لکیر نظر آرہی تھی کلب کی عمارت کی بیرونی دیواریں سرخ پتھر کی تھیں اور اسے اسپین کے مشہور تاریخی محل الحمرا کی طرز پر تعمیر کیا گیا تھا۔

کلب میں داخلے کے لئے سونیا نے جو رقم ادا کی اسے دیکھ کر ہی میرے ہوش اڑ گئے۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ میری اتنی مہنگی دعوت کرے گی۔ پھر مجھے یہ بھی حیرت ہوئی کہ سونیا روزانہ اس کلب میں داخلے کے اخراجات کس طرح برداشت کرتی ہوگی۔ آخر یہ سوال میرے لبوں پر آہی گیا۔

میری بات سن کر سونیا ہنس پڑی "تم نے شاید غور نہیں کیا' میں نے ایک ہی ٹکٹ خریدا ہے۔ اس لئے کہ میں یہاں کی مستقل ممبر ہوں۔ کلب نے مجھے اعزازی رکنیت دے رکھی ہے۔ بہت سے لوگ صرف میری وجہ سے یہاں آتے ہیں۔ اگر میں کہیں اور جانے لگوں تو وہ بھی وہیں جانے لگیں گے۔"

سونیا مجھے مرکزی ہال میں لے گئی اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ مرکزی حال کسی قحبہ خانے کا سا منظر پیش کر رہا تھا۔ وسیع و عریض ہال کی بیشتر میزیں آباد تھیں۔ ایئر کنڈیشنڈ ہونے کے باوجود وہاں سگریٹوں کا دھواں بھرا ہوا تھا۔ تقریباً ہر شخص کے ہاتھ میں یا اس کے سامنے میز پر شراب کے جام موجود تھے۔ میزوں کے درمیان ایک حسین رقاصہ تھرکتی پھر رہی تھی۔ رنگ و نور کا ایک طوفان تھا جسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ قوم گزشتہ سات سال کے طویل عرصے سے حالت جنگ میں ہے۔ باہر بلیک آؤٹ ہے اور جنگ بصرہ کے نواح تک آچکی ہے۔

"تم تو کہہ رہی تھیں کاروبار مندا ہے" میں نے سونیا سے کہا "یہاں تو بڑی رونق نظر آرہی ہے۔"

"یہ سب زبردستی کی باتیں ہیں۔ اصل رونقیں تو کب کی دم توڑ چکی ہیں" سونیا نے کسی مناسب میز کی تلاش میں نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔

"میں معذرت چاہتا ہوں سونیا! یہاں نہیں بیٹھ سکوں گا۔ ان خرافات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں' ہم ڈائننگ ہال میں چلے چلتے ہیں" سونیا نے کہا اور ہم ڈائننگ ہال کی طرف چلے گئے۔ رائل کلب کا ڈائننگ ہال بھی بہت شاندار تھا۔ مگر یہ دیکھ کر مجھے سخت افسوس ہوا کہ وہاں بھی کچھ میزوں پر شراب کے جام موجود تھے اور لوگ چسکیاں لے رہے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ جس قوم کی عیاشی اس انتہا کو پہنچی ہوئی ہو وہ کوئی بڑی جنگ کس طرح لڑ سکتی ہے۔

میں نے دروازے کے نزدیک ہی ایک میز منتخب کی اور سونیا کے ساتھ اس پر جا بیٹھا۔ کئی لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر سونیا کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس نے انہیں یوں نظر انداز کردیا تھا جیسے انہیں دیکھا ہی نہ ہو۔

"آج تم ان لوگوں کو نظر انداز کررہی ہو لیکن بعد میں یہ چیز تمہارے لئے نقصان دہ ثابت ہوگی۔"

"یہ سب میرے سوچنے کی باتیں ہیں" سونیا نے میری نقل اتاری "جب تک تم میرے ساتھ ہو ان باتوں کو مجھ پر چھوڑ دو۔"

"اچھا اچھا" میں نے سر ہلا کر کہا اور ہنس پڑا۔ میری زیادہ توجہ اس بات پر تھی کہ اپنے دشمنوں کو پہچان لوں۔ ابھی تک تو کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ یہ بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی تھی کہ وہ لوگ اندر آنے کی زحمت گوارا کریں گے یا نہیں۔ کلب میں داخلے کا ٹکٹ بہت مہنگا تھا اس لئے میرا خیال یہی تھا کہ وہ باہر ہی رک کر ہمارا انتظار کریں گے۔

ویٹر نے مینو ہمارے سامنے لاکر رکھے اور میں مینو کا جائزہ لینے لگا۔ میری توقع کے مطابق کھانے بہت مہنگے تھے۔

"تم چاہو تو اپنی پسند سے بھی کوئی چیز منگا سکتے ہو" سونیا نے کہا "لیکن اصل آرڈر میں دوں گی۔"

"اس طرح تم مجھے زحمت سے بچالوگی" میں نے مسکرا کر کہا "میں ایک چیز بھی اپنی مرضی سے نہیں منگاؤں گا۔"

سونیا نے لمبا چوڑا آرڈر نوٹ کرادیا "یہ تم نے کیا کیا سونیا" ویٹر کے جانے کے بعد میں نے کہا "واپسی میں تمہارے پرس میں کچھ بچے گا بھی یا نہیں؟"

"میں کبھی فضول خرچی نہیں کرتی علی!" سونیا بولی "بس آج جی چاہ رہا ہے اور پیسوں کی فکر مت کرو' میں دو چار روز مزید ایسی عیاشیاں کرسکتی ہوں۔"

"تم نے شراب کا آرڈر نہیں دیا" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ! کیا تم پیتے ہو؟" اس نے گڑبڑا کر پوچھا۔

"نہیں' مجھے شراب سے نفرت ہے۔"

"میری بات سن کر سونیا نے سکون کی سانس لی "میرا بھی یہی خیال تھا اس لئے میں نے تم سے نہیں پوچھا۔ میں خود اسے پسند نہیں کرتی مگر اپنے کرم فرماؤں کے اصرار پر پینی پڑ جاتی ہے" اس نے نظریں جھکالیں۔ اس وقت ڈائننگ ہال کے دروازے سے ایک شخص اندر داخل ہوا۔ اس نے دروازے پر رک کر پورے حال پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلکیاں دکھائی دی تھیں۔ میں نے اسے پہلے نہیں دیکھا تھا لیکن اس کی اس حرکت سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ اس کا تعلق دشمن گروپ سے ہے۔ وہ شخص یوں واپس چلا گیا جیسے کسی کی تلاش میں آیا تھا اور وہ نظر نہیں آیا۔

"کیا سلومی بھی یہاں موجود ہوگی؟" دفعتاً میں نے سونیا سے پوچھا۔

"مرکزی ہال میں وہ مجھے نظر آئی تھی" سونیا نے جواب دیا "مگر تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں نے سوچا جب یہاں آہی گیا ہوں تو لگے ہاتھوں اسے بھی دیکھتا چلوں۔"

"نہیں' تمہیں اس جھمیلے میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' میں نے اپنا ارادہ تبدیل کردیا ہے۔"

"اب تو میں اس جھمیلے میں پڑ چکا اور تمہارے ارادہ تبدیل کردینے سے میرا ارادہ تو تبدیل ہونے سے رہا۔"

"مجھ سے غلطی ہوئی تھی کہ میں نے تم سے اس کا تذکرہ کردیا تھا۔ کیا تم میری غلطی کو درگزر نہیں کرسکتے؟"

"تم چاہتی کیا ہو؟" میں نے سونیا سے پوچھا مگر میں نے اس شخص کو دیکھ لیا تھا جو چند لمحے قبل مجھے دیکھ کر گیا تھا۔ اب اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ ان دونوں نے ہمارے دائیں جانب والی میز سنبھال لی تھی۔

"میں محسوس کررہی ہوں کہ تم اس سے الجھنے کے موڈ میں ہو' میں چاہتی ہوں کہ تم اس کا خیال دل سے نکال دو۔"

"میری کمزوری ہے کہ اگر مجھے کسی کام سے روکنے کی کوشش کی جائے تو اسے ضرور کرتا ہوں" میں نے مضبوط لہجے میں کہا "چونکہ میں نے اس سے نمٹنے کا ارادہ کرلیا ہے اس لئے اب میرا باز رہنا ناممکن ہے۔"

"تم اسے نہیں جانتے علی!" سونیا مضطرب ہوگئی "وہ خود تو کچھ بھی نہیں ہے مگر جن لوگوں سے اس کے خاص مراسم ہیں وہ بہت خطرناک ہیں۔"

"تم تو میرا اشتیاق بڑھا رہی ہو" میں نے مسکرا کر کہا "اب تو میں اسے ضرور دیکھوں گا" میں محسوس کررہا تھا کہ برابر والی میز پر موجود دونوں افراد ہماری باتیں سننے کی کوشش کررہے ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سونیا چپ تو ہوگئی مگر اس کے چہرے پر تشویش کے سائے پھیل گئے تھے۔ میں نے ادھر ادھر کی باتیں کر کے اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کی مگر اس کا اضطراب دور نہ ہوسکا۔

کھانے کے بعد میں نے اس سے مرکزی ہال میں چلنے کی فرمائش کی تو اس کی اضطرابی کیفیت میں اضافہ ہوگیا۔

"پہلے ہی تمہارے پیچھے کچھ نامعلوم لوگ لگے ہوئے ہیں' ایسے میں تم کیوں کسی اور الجھن کو گلے لگا رہے ہو؟"

"میرے دشمن بہت بودے ثابت ہورہے ہیں" میں نے بلند آواز میں کہا "اس لئے میں نے سوچا ہے کہ کچھ جاندار لوگوں سے دشمنی مول لی جائے۔ زندگی بہت بے کیف ہوگئی ہے۔ چلو' اٹھو۔"

ڈائننگ ہال کے دروازے سے نکلتے وقت میں نے ان دونوں کو بھی اٹھتے دیکھا۔ غالباً وہ مجھے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ میں ان سے نمٹنے کی تدبیروں پر غور کرنے لگا۔

"مجھ سے ایک وعدہ کرو علی!" مرکزی ہال میں داخل ہونے سے قبل سونیا نے مجھ سے کہا "کم از کم اس وقت تم اس سے نہیں الجھو گے۔"

"تم خواہ مخواہ گھبرا رہی ہو' میں تو صرف اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ کچھ کرنے نہ کرنے کے بارے میں میں نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔"

"وہ جو آسمانی رنگ کے اسکرٹ میں ملبوس لڑکی ہے' اس کا نام سلومی ہے" سونیا نے مجھے آنکھ کے اشارے سے بتایا اور میں نے اسے دیکھ لیا۔ اس کی میز پر ایک شخص اور بھی موجود تھا جو صورت سے ہی چھٹا ہوا بدمعاش لگ رہا تھا۔ لمبا تڑنگا اور مضبوط ہاتھ پیروں والا۔ اس کا عمدہ لباس بھی اس کی اصل شخصیت کی پردہ پوشی کرنے میں ناکام تھا۔

میں سونیا کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اس کی نزدیکی میز تک پہنچ گیا۔ سونیا وہاں بیٹھنا نہیں چاہ رہی تھی مگر زیادہ انکار کر کے دوسروں کی نظروں میں آنے سے بھی گریزاں تھی اور اسی وجہ سے میرا ساتھ دینے پر مجبور تھی۔

ٹیبل پر بیٹھنے کے بعد میں نے سلومی کو غور سے دیکھا۔ وہ بہت زیادہ حسین تو نہیں تھی مگر اس میں سیکس اپیل بہت زیادہ تھی۔ چہرے کے نقوش کچھ عجیب سے تھے جنہیں دیکھ کر میرے ذہن میں کسی بلی کا تصور ابھر رہا تھا۔ اس کی نیلی آنکھیں اس تصور کو مزید پختہ کررہی تھیں۔ وہ ٹیبل پر جھکی اپنے ساتھی سے محو گفتگو تھی۔ اس کا ساتھی بھی باتیں کرنے میں مگن تھا۔ میری نظریں ان دونوں پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

کچھ دیر بعد باتیں کرتے کرتے اس نے نگاہ اٹھائی۔ اس کی نگاہ سیدھی سونیا پر پڑی تھی۔ میں نے اسے چونکتے دیکھا۔ سونیا نروس دکھائی دینے لگی تھی۔ اپنے ساتھی کو چونکتے دیکھ کر سلومی نے بھی سونیا کی طرف دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ سونیا پر نگاہ پڑتے ہی سلومی تن کر بیٹھ گئی ہے' اسے دیکھ کر یہ گمان ہوتا تھا جیسے کوئی بلی اپنے شکار پر جست لگانے کے لئے تیار ہو۔

سونیا اب بری طرح نروس ہوگئی تھی۔ سلومی اب ہونٹ بھینچ کر اپنی کرسی سے کھڑی ہوگئی تھی اور ہماری ٹیبل کی طرف آرہی تھی۔ اس کے ساتھی نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ میں ان دونوں کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا مگر میری آنکھوں میں تمسخر تھا۔ ان دونوں نے ہماری اجازت کے بغیر کرسیاں کھینچیں اور بیٹھ گئے۔

"میں نے تجھ سے کہا تھا کہ اگر آئندہ تجھے یہاں دیکھا تو اچھا نہیں ہوگا" سلومی غرائی "تیری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی؟"

"تم نے رائل کلب کی بڑی تعریفیں کی تھیں" میں نے سونیا سے کہا "یہاں تو بڑے بد تہذیب لوگ آتے ہیں۔ انھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ دوسرے کی میز پر بیٹھنے سے قبل اجازت طلب کی جاتی ہے۔"

"تو تم ہو اس نئے یار" سلومی نے کٹکھنی بلی کی طرح کہا "اس نے شاید تمہیں عدنان عباسی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا" اس کا اشارہ اپنے ساتھی کی طرف تھا۔

"بتایا تھا" نے بڑی سنجیدگی سے کہا "کہہ رہی تھی عدنان عباسی بڑی ثقیل ڈش کا نام ہے مگر میں نے کہا' پروا مت کرو' میرا ہاضمہ بہت مضبوط ہے۔"

"تمیز سے بات کرو" اس بار خاقان عباسی غرایا تھا "ورنہ تمہارے دانت معدے میں بھی اتر سکتے ہیں۔"

"سونیا تم نے یہ تو نہیں بتایا تھا کہ اس ڈش کو کھانے سے دانت معدے میں بھی اتر سکتے ہیں" میں نے برا مان جانے والے انداز میں کہا "کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ مجھے اپنے دانت کس قدر عزیز ہیں؟"

"تم کوئی انتہائی بے وقوف آدمی معلوم ہوتے ہو۔ جانتے ہو' اگر مجھ سے الجھو گے تو اس کا کیا انجام ہوگا؟"

"میں آپ کو کیا جانوں۔۔۔ آپ نے تو ابھی تک اپنا تعارف بھی نہیں کرایا۔"

"اس شہر میں میرے جوئے اور سٹے کے کئی اڈے چلتے ہیں۔ سیکڑوں غنڈے میرے ملازم ہیں۔"

"اف فوہ' آپ تو بڑے کام کے آدمی ہیں جناب" میں نے بڑے پرجوش انداز میں کہا "مجھے آپ جیسے ہی کسی آدمی کی تلاش تھی۔"

"اس وقت اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے رخصت ہوجاؤ" عدنان نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا "ورنہ یہ رات تمہاری زندگی کی آخری رات بھی ثابت ہوسکتی ہے۔"

"ن۔۔۔ نہیں۔ مجھے اپنی زندگی بہت پیاری ہے جناب! میں جارہا ہوں۔"

سونیا کے چہرے پر زردی چھا گئی تھی۔ یوں معلوم ہورہا تھا جیسے کسی نے اس کے جسم کا سارا خون نچوڑ لیا ہو۔ اس میں اتنی سکت بھی نہیں رہ گئی تھی کہ میری اس حرکت پر احتجاج ہی کرسکتی۔

میں کسی کی طرف دیکھے بغیر رنگ و نور کے اس سیلاب سے باہر نکل آیا۔ کلب کے گیٹ سے باہر نکلنے سے قبل میں نے کلب کے ایک ملازم کو اپنے ہمراہ لے لیا تھا۔ پانچ دینار کے عوض وہ میرا ایک چھوٹا سا کام کرنے پر راضی ہوگیا۔ اس ملازم کے ساتھ میں کار تک پہنچا۔ میرے دشمن بھی باہر نکل آئے تھے۔ میں نے کار کا دروازہ کھولا اور بلند آواز میں اس ملازم سے بولا "ارے وہ تینوں کہاں رہ گئے؟"

"معلوم نہیں صاحب!" ملازم نے میرا بتایا ہوا جواب دہرایا "وہ آپ کے ساتھ ہی گئے تھے۔ اندھیرے میں معلوم نہیں کہاں رک گئے۔"

"جاؤ' جلدی سے جاکر انہیں بھیجو۔ وہ میرے ساتھ ہی جائیں گے۔"

ملازم چلا گیا اور میں کار کا دروازہ بند کر کے کار کے نزدیک ہی ٹہلنے لگا۔ میرے دشمن اپنی گاڑیوں میں بیٹھ چکے تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ انھوں نے سونیا سمیت مجھے اغوا کرنے کا پروگرام بنایا ہوگا اور کچھ عجب نہیں تھا کہ اس مقصد کے لئے کوئی شخص میری کار کی عقبی نشست پر چھپا ہوا بھی ہو۔

میں ٹہلتے ٹہلتے غیر محسوس طریقے پر دور سے دور ہوتا چلا جارہا تھا مگر میری توجہ کار کی جانب ہی مرکوز تھی۔ کار کا عقبی نشست کا دروازہ کھلا اور پھر بہ آہستگی بند کردیا گیا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اتنے فاصلے سے یہ منظر نہیں دیکھ سکتا تھا مگر میری تو تمام تر توجہ اس طرف تھی۔ گویا میرا اندازہ درست تھا۔ جو شخص اس مقصد کے لئے عقبی نشست پر چھپا تھا وہ فرار ہوگیا تھا۔ آخر میرے ساتھ جانے کے لئے تین اور افراد' جو آنے والے تھے۔ ایسے میں میرے اغوا کا منصوبہ دھرا رہ جاتا۔ مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ وہ لوگ ایسی کوئی حرکت کرنے سے گریز کریں گے جس سے وہ خود کسی کی نظروں میں آئیں۔ لہٰذا لازم تھا کہ وہ یہاں کسی ہنگامہ آرائی سے گریز کریں۔

کچھ دیر بعد میں نے عدنان اور سلومی کو اس عالم میں کلب کے دروازے سے نکلتے دیکھا کہ سونیا ان کے درمیان تھی اور دونوں نے اسے سہارا دے رکھا تھا۔ سونیا چل کیا رہی تھی' گھسٹ رہی تھی۔ میں تو اس کی حالت دیکھ ہی چکا تھا اس واسطے میرے لئے یہ سمجھنا دشوار نہیں تھا کہ سونیا اس حال کو کس وجہ سے پہنچی ہے۔

انہوں نے سونیا کو اپنی کار کی عقبی نشست پر پھینکا۔ پھر سلومی نے بھی عقبی نشست ہی سنبھالی اور خاقان خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

میری گاڑی عدنان کی گاڑی کے عقب میں ہی کلب کے گیٹ سے نکلی تھی اور میری گاڑی کے پیچھے دو گاڑیاں اور تھیں جو شروع سے ہی میرے تعاقب میں رہی تھیں۔

بصرے کی سڑکوں پر چاروں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی شہر کے اس فیشن ایبل علاقے میں پہنچ گئیں جہاں دو ہزار گز سے کم کے کوئی کوٹھی نہیں تھی۔ میں نے عدنان کی کار ایک کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھی اور اپنی گاڑی آگے نکال لے گیا۔ میں نے کار کی رفتار میں اضافہ کردیا تھا۔

ایک طویل چکر کاٹ کر میں عدنان کی کوٹھی کی عقبی سمت میں پہنچ گیا۔ اس سمت میں بھی سڑک تھی مگر آگے جاکر بند ہوجاتی تھی اس لئے یہاں ٹریفک نہیں چلتا تھا۔ میں نے ایک جگہ کار روک دی۔ اپنے تعاقب کنندگان کو میں نے یکسر نظرانداز کردیا تھا جن کی کاریں میں نے گلی کے نکڑ تک آتے دیکھی تھیں۔

کار لاک کرنے کے بعد میں عدنان کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ وال کی طرف بڑھا۔ کمپاؤنڈ وال سے اندر کودنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ رات ابھی آدھی بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے چاند بھی نہیں نکلا تھا اور کمپاؤنڈ میں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا میرے پیروں تلے نرم نرم گھاس تھی اور عقب میں دیوار کے ساتھ پودے اگے ہوئے تھے۔ ادھر ادھر دیکھ کر اطمینان کرنے کے بعد میں سیدھا کھڑا ہوگیا مگر اس لمحے میں نے ایک خوفناک سرگوشی سنی۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو ورنہ گولی مار دی جائے گی۔ عدنان کے بنگلے میں گھسنے کی سزا موت ہے۔"

میں سن ہو کر رہ گیا مگر ہاتھ تو مجھے اٹھانے ہی پڑے۔ میں تو یہاں سونیا کو عدنان عباسی کے چنگل سے نکالنے آیا تھا مگر خود پھنس گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ مجھے دھمکی دینے والا شخص تنہا ہے یا اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ اندھیرے کی وجہ سے ویسے بھی کچھ دیکھنا مشکل تھا۔ اور وہاں تو گھاس کے علاوہ عقب میں پودے بھی تھے۔ پس منظر میں اگر تاروں بھرا آسمان ہوتا تب بھی کچھ نظر آجاتا مگر اس گہرے پس منظر کے باعث کچھ بھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ شخص میرے عقب میں تھا اور غالباً پودوں کے درمیان چھپا ہوا تھا۔ اس لئے میں اسے دیکھ نہیں سکا تھا۔ یہ اتفاق تو نہیں ہو سکتا تھا کہ جس جگہ میں کودا وہیں ایک محافظ چھپا ہوا تھا۔ ... یقیناً عدنان عباسی نے اپنی حفاظت کا بھرپور بندوبست کر رکھا ہوگا۔ جس قسم کا وہ آدمی تھا اور جیسے پیشے سے وابستہ تھا اس میں تو حفاظت کا بندوبست کرنا ہی پڑتا ہے۔ دشمنیاں چلتی ہیں اور ایک دوسرے کا خون پانی کی طرح بہادیا جاتا ہے۔ عدنان کے بھی کچھ دشمن رہے ہوں گے جن کی طرف سے اسے خطرہ لاحق ہوگا اور جس شخص کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو وہ ایک محافظ پر تکیہ نہیں کر سکتا۔ کمپاؤنڈ میں جگہ جگہ محافظ ہوں گے۔ اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا۔

"زبیر! ذرا اس کی تلاشی تو لو" اس شخص کی آواز آئی اور میں طویل سانس لے کر رہ گیا۔ گویا وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی موجود تھا۔ زبیر نامی شخص نے آگے بڑھ کر میری تلاشی لی۔ وہ پشت کی جانب سے میرے نزدیک آیا تھا اور اس نے بڑی احتیاط سے سر سے پیر تک میرے جسم اور جیبوں کو تھپ تھپا کر اپنا اطمینان کر لیا تھا۔ میں نے اس مرحلے پر حرکت میں آنے کا فیصلہ کیا۔ دوسرے شخص کی آواز سے مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ کس سمت میں کھڑا ہے اس لئے جیسے ہی زبیر میری تلاشی لے کر پیچھے ہٹنے لگا میں برقی سرعت سے پلٹا اور میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر پوری قوت سے اس جانب پھینکا جہاں دوسرا محافظ موجود تھا۔ دونوں میں سے ایک کو بھی سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں مل سکی تھی۔

دونوں ایک دوسرے سے الجھ کر پودوں کے درمیان گرے اور میں نے بڑی تیزی سے ان پر چھلانگ لگادی۔ دوسرا شخص زبیر کے نیچے دبا ہوا تھا۔ میں نے زبیر کے سر پر نپی تلی ضرب لگائی، ... یہ لازمی طور پر بے ہوش کر دینے والی ضرب تھی۔ ضرب میں نے سیدھے ہاتھ سے لگائی تھی اور الٹے ہاتھ سے دوسرے شخص کے اس ہاتھ کو جکڑ لیا تھا جس میں پستول تھا۔ زبیر کے نیچے دبا ہونے کے باعث اس شخص کو نہ تو فائر کرنے کا موقع مل سکا تھا اور نہ ہی وہ اپنا دفاع کرنے کی پوزیشن میں تھا۔ وہ اس چکر میں تھا کہ کسی طرح زبیر کو اپنے اوپر سے ہٹا دے۔ دوسری طرف وہ پستول پر اپنا قبضہ بھی برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ میرے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ مجھے تو اس کے ہاتھ سے پستول چھیننا تھا اور بس ... اس کام کے لئے اب میرے دونوں ہاتھ آزاد ہوگئے تھے۔

زبیر تو ایک ہی ضرب میں بے ہوش ہوگیا تھا۔ میں نے پستول چھیننے سے قبل اس کے منہ پر دو چار زبردست قسم کے مکے مارے۔ ...اس کے حلق سے کراہیں ضرور نکلیں مگر وہ چیخا نہیں ... غالباً اسے اندازہ تھا کہ اگر اس نے چیخ پکار کرنے کی کوشش کی تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک جرائم پیشہ شخص تھا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ کس حرکت کا کیا نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔ ... اس کی مزاج پُرسی کرنے کے بعد میں نے اس کے پستول بردار ہاتھ کی انگلیوں کو اپنی ضربات سے کچلنے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پستول پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ میں نے اس سے پستول چھینا اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ زبیر کے نیچے دبا ہولے ہولے کراہ رہا تھا۔ اس کی آواز سے گہرا کرب ظاہر ہو رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ دبا لیا تھا اور اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ اپنی شکست تسلیم کر چکا ہے اور اب میرے کہے بغیر اپنی مرضی سے حرکت نہیں کرے گا۔

"زبیر کو اپنے اوپر سے ہٹاؤ اور اٹھ کر بیٹھ جاؤ" میں نے اس کے سر کے پاس پہنچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ پستول میں نے اس کی کنپٹی سے لگا دیا تھا۔ "اگر آواز نکالنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔"

اس نے کوشش کر کے زبیر کو ایک طرف لڑھکا دیا۔ میں کھڑا ہوگیا تھا۔ اس نے بجائے بیٹھنے کے میری دونوں ٹانگیں پکڑ کر کھینچ لیں اور میں پشت کے بل گرا۔ مجھے اس سے اتنی جرأت مندی کی توقع نہیں تھی۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ اس کی جتنی مرمت ہو چکی وہ بہت کافی ہے مگر اس حرکت سے اندازہ ہوا کہ اس میں ابھی کس بل باقی ہیں اور ابھی اسے اچھی خاصی خاطر تواضع کی ضرورت ہے۔ حملہ چونکہ اس نے کیا تھا اس لئے اس کی طرف سے پھرتی کا مظاہرہ ہونا قدرتی بات تھی۔ میں نے تو خیر گرتے ہی پستول چھوڑ دیا تھا مگر مجھے دھچکا ضرور لگا تھا۔ اس نے مجھے گراتے ہی تیزی سے اٹھ کر مجھ پر چھلانگ لگائی۔ اس کے خیال میں یہ مجھے چھاپ لینے کا نادر موقع تھا مگر افسوس کہ اس کے اور میرے درمیان میری دونوں ٹانگیں حائل ہوگئی تھیں جنہیں میں نے سکیڑ لیا تھا اور اب میرے گھٹنے پیٹ سے لگے ہوئے تھے۔ قبل اس کے کہ وہ مجھ تک پہنچ پاتا میں نے دونوں پیر پوری قوت سے اس کی طرف اچھالے۔ اس کا پورا وزن میرے اچھالے ہوئے پیروں پہ گرا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سینے پر پڑنے والی ضرب اتنی شدید ہوئی کہ یقیناً اس کے سینے پر قیامت گزر گئی ہوگی جو میرے پیروں کا ہدف بنا تھا۔ اس کے حلق سے انتہائی کرب ناک قسم کی کراہ خارج ہوئی۔ اس بار آواز ذرا تیز تھی۔ میں نے پستول

اٹھایا اور بڑی تیزی سے رینگتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ اپنا سینہ پکڑے لوٹ رہا تھا اور تکلیف کی شدت سے دہرا ہوا جا رہا تھا۔ میں نے پستول دوبارہ اس کے سر سے لگا دیا۔

"زندگی عزیز ہے تو ساکت ہو جاؤ۔" میں نے غرا کر کہا۔ "اب کوئی حرکت کی تو ذرا رعایت نہیں کروں گا۔"

"کیا بات ہے حسین" کوٹھی کی طرف سے آواز آئی "ابھی میں نے کسی قسم کی آواز سنی تھی۔" وہ شاید کوئی اور محافظ تھا جو اسی طرف آ رہا تھا۔

"اسے اپنے قریب بلاؤ" میں نے اس کے کان میں سفاکانہ سرگوشی کی "لیکن اس طرح کہ اسے بالکل بھی شبہ نہ ہونے پائے، ... ورنہ تمہاری زندگی کی خیر نہیں ہوگی۔"

"میرے سینے میں شدید درد ہو رہا ہے۔" حسین نے کراہ کر کہا۔ اس کی آواز میں درد کا حقیقی تاثر موجود تھا اور یہ اس نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ اس نے اپنے سینے پر میرے پیروں کی بھرپور ضرب برداشت کی تھی۔ اس کی تڑپ میں بھرپور کرب تھا۔ جیسے کسی مچھلی کو پانی سے نکال کر خشکی پر ڈال دیا گیا ہو۔

حسین کے اتنی بری طرح سے تڑپنے کی وجہ سے ہی آنے والا محافظ بوکھلا گیا تھا اور اس نے بوکھلاہٹ میں یا تو مجھے دیکھا نہیں تھا یا دیکھنے کے باوجود نظر انداز کر دیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں موجود خود کار گن اپنے کاندھے سے لٹکالی تھی اور بڑی تیزی سے حسین کی طرف لپک رہا تھا۔ میں نے اس پر زقند لگانے کے لئے خود کو پوری طرح تیار کر لیا۔

محافظ کے حسین تک پہنچنے سے قبل ہی میں نے چیتے کی طرح اس پر چھلانگ لگادی۔ وہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ اس پر کیا آفت نازل ہوئی ہے۔ میں اسے لئے ہوئے گھاس پر گرا۔ اس کی گردن میں نے اپنے بازو میں جکڑ لی تھی اور اس پر پوری قوت صرف کر رہا تھا۔ وہ جاندار آدمی تھا اور اگر وہ ہوشیار ہوتا تو اس سے لپٹ پڑنا مجھے بہت مہنگا پڑتا مگر میں نے اسے بے خبری میں چھاپ لیا تھا اس لئے وہ میرے خلاف اپنی جسمانی قوت کا ذرا سا استعمال بھی نہیں کر سکا تھا۔ دوسری طرف مجھے حسین سے بھی خطرہ تھا اس لئے میں اسے زیادہ ڈھیل نہیں دے سکتا تھا، یہی وجہ تھی کہ میں اس کی گردن کے گرد اپنے بازو کی آہنی گرفت سخت تر کرتا چلا جا رہا تھا۔

وہ دُہری مصیبت میں گرفتار تھا۔ اس کا ایک ہاتھ پہلو میں دبنے کی وجہ سے عملاً بے کار ہوگیا تھا اور اس پہلو سے لٹکی ہوئی گن اس کے پہلو میں چبھ رہی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ کس مصیبت میں گرفتار ہے۔ اسی لئے میں اپنی گرفت نرم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلنے لگی تھیں۔ سانس بھی رکنے لگا تھا۔ میں نے دو تین انتہائی شدید قسم کے جھٹکے دئے اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سن کر اسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ وہ مر چکا تھا۔ میں نے اسے سیدھا کیا اور گن پر قبضہ کر لیا۔ حسین نامی محافظ ابھی تک تکلیف میں تھا۔ اب عقبی لان میں مزید کوئی خطرہ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو میرے جی میں آئی کہ کوٹھی میں گھس جاؤں مگر پھر یہ سوچ کر میں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا کہ ہاتھ آئی نعمت سے فائدہ نہ اٹھانا بے وقوفی ہے۔ اندر داخل ہونے کے لئے میں حسین کو استعمال کر سکتا تھا۔ حسین تکلیف میں ضرور مبتلا تھا مگر دیکھ سکتا تھا کہ میں نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے اور امکان یہی تھا کہ اب وہ مجھ سے زیادہ تین پانچ نہیں کرے گا۔ وہ نہ صرف خود مجھ سے شکست کھا چکا تھا بلکہ اپنے دو ساتھیوں کا انجام بھی اس کے سامنے تھا۔ چنانچہ میں دوبارہ اس کے نزدیک پہنچا تو وہ خوف زدہ ہوگیا۔ اس قدر خوف زدہ کہ اپنی تکلیف تک بھول گیا۔ تکلیف کی شدت کے باعث وہ بری طرح تڑپ رہا تھا مگر مجھے اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ ساکت ہوگیا۔

"مجھے کوٹھی کے اندر داخل ہونا ہے۔" میں نے گن کی نال اس کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے سفاکانہ انداز میں کہا "اور اس بات کے ذمے دار تم ہوگے کہ مجھے بحفاظت اندر پہنچاؤ بلکہ واپس بھی لاؤ۔"

یوں محسوس ہوا جیسے اسے سانپ سونگھ گیا ہو "عدنان مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔" حسین نے کہا۔ اس کی آواز خوف کی شدت سے لرز رہی تھی۔

"اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں بھی تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" میں نے اس کی کنپٹی پر گن کی نال کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا "تمہیں فیصلہ کرنا ہے کہ کس کے ہاتھوں مرنا پسند کرو گے۔"

"مجھ پر رحم کرو" وہ گڑگڑایا۔ "کیوں میری زندگی کے درپے ہوگئے ہو۔ مجھ پر رحم نہیں آتا تو اپنا ہی خیال کر لو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ وہ کتنا خطرناک آدمی ہے؟"

"وہ کرائے کے غنڈوں کے بل پر خطرناک ہوگا جب کہ میں اپنی صلاحیتوں پر انحصار کرنے کا عادی ہوں... اگر اپنی زندگی کے لمحات تھوڑے سے طویل کرنا مقصود ہو تو اٹھو ورنہ تمہیں ٹھکانے لگائے دیتا ہوں۔ کوٹھی میں تو میں ہر حال میں داخل ہوں گا۔"

اس نے فیصلہ کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ عقل مند آدمی معلوم ہوتا تھا اس لئے اس نے میرے حق میں فیصلہ کیا۔ "میں تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "مگر اس کے بعد عراق میں میرے لئے کوئی جگہ نہیں رہ جائے گی۔"

مجھے اس کی اس بات پر حیرت ہوئی۔ وہ بہت بڑی بات کہہ رہا تھا۔ آخر عدنان عباسی کتنا بڑا غنڈہ تھا۔ بات بصرے کی حد تک ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی مگر پورے عراق پر اس کی عمل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

داری ہونا دعوتِ فکر دیتا تھا۔ "بعد کی بات بعد میں دیکھی جائے گی" میں نے کہا "فی الحال تو تم اٹھو اور مجھے کسی محفوظ راستے سے اندر لے چلو۔"

وہ کراہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور لڑکھڑاتا ہوا ایک سمت چلنے لگا۔۔۔ میں اس کے پہلو سے لگا چل رہا تھا۔ گن میں نے کندھے سے لٹکالی تھی اور میرا ہاتھ جیب میں پڑے ہوئے پستول کے دستے پر تھا۔

"میں تمہیں آخری بار وارننگ دے رہا ہوں کہ اگر تم نے ذرا بھی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو میں گولی چلانے میں ذرا تامل نہیں کروں گا اور تم خود اپنے پستول کی گولی کا شکار ہو جاؤ گے"۔

اسے خود بھی خوب اندازہ تھا کہ مجھ سے پار نہیں نکل سکے گا۔۔۔ میری پھرتی اور جنگ جویانہ صلاحیت وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ کوٹھی کی عقبی دیوار کے پاس پہنچ کر وہ اچانک رک گیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے سرگوشی کی "تم رک کیوں گئے؟" میں اچانک ہی محتاط ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں اس نے دل میں کیا ٹھان لی ہو۔ اس قسم کے لوگوں کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔

"میں تم سے ایک سودے بازی کرنا چاہتا ہوں" اس نے بھی سرگوشی میں کہا۔

"لیکن میں کوئی سودے بازی نہیں کرنا چاہتا" میں غرایا "تم اس وقت میرے پستول کی زد پر ہو۔ میں تم سے سودے بازی کیوں کروں؟"

"مجھ سے زیادہ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے" حسین نے کہا۔ "میں تو اپنی زندگی کی طرف سے مایوس ہو چکا ہوں۔ عدنان ہر حال میں مجھے مروا دے گا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا، مجھے محفوظ راستے سے کوٹھی کے اندر پہنچا دو اور تم فضول باتوں میں پڑ گئے۔"

"پوری کوٹھی میں خفیہ کیمرے نصب ہیں۔ کوئی شخص بھی خود کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔ میں چاہتا تو تمہیں پھنسوا سکتا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تم سے سودے بازی کر کے میں نقصان میں نہیں رہوں گا۔"

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو" میں نے قدرے بے بسی سے کہا۔

"صرف اتنا کہ اگر تم یہاں سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو جاؤ تو مجھے عراق سے نکلنے میں مدد دینا اور ہو سکے تو اپنے ساتھ مجھے بھی لے چلنا۔"

"یہ کوئی ایسا سودا نہیں ہے جو مجھے نامنظور ہو" میں نے کہا۔ "جس حد تک بھی میرے بس میں ہوگا میں تمہیں ضرور تحفظ فراہم کروں گا۔"

"میں تمہیں مرکزی کنٹرول روم میں لے چلتا ہوں جہاں سے خفیہ کیمرے اور اسپیکر کنٹرول ہوتے ہیں۔ اگر تم نے وہاں موجود عملے پر قابو پالیا تو پھر خطرات نہ ہونے کے برابر رہ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے فوراً ہی کہا "لیکن یہ ذہن میں رکھنا کہ کوئی چالاکی دکھائی تو تمہارا انجام بہت بھیانک ہوگا۔"

"بصرے کا کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو عدنان عباسی سے واقف نہ ہو۔ اس کے باوجود تم نے یہاں گھسنے کی جرأت کی ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ تم کوئی سرپھرے ہو۔ میں عدنان عباسی کی دشمنی مول لے سکتا ہوں مگر کسی سرپھرے سے نہیں الجھ سکتا۔۔۔ جسے اپنی زندگی کی پروا نہ ہو اس سے تو ڈر ہی لگتا ہے۔"

"اب جلدی کرو۔ وہ میری محبوبہ کو اغوا کرلایا ہے۔ میں زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتا۔"

"کنٹرول روم کے دروازے پر دو مسلح محافظ ہر وقت تعینات رہتے ہیں۔ کیا تم ان سے نمٹ سکو گے؟"

"مجھے خون کی ندیاں بہانی پڑیں تو اس سے بھی گریز نہیں کروں گا۔ اپنی محبوبہ کو عدنان کے چنگل سے چھڑانا میرا مشن ہے۔۔۔ اس کے لئے میری جان چلی جائے تب بھی مجھے کوئی پروا نہیں ہوگی، بس مجھے یہ بتا دو کہ کنٹرول روم ہے کدھر؟"

"ادھر کونے والا دروازہ کنٹرول روم کا ہے۔ یہیں وہ دونوں محافظ پہرا دیتے ہیں۔ اس دروازے سے داخل ہو کر ہمیں سیڑھیاں اترنا پڑیں گی جو ہمیں اس تہہ خانے تک لے جائیں گی جہاں کنٹرول روم ہے۔ اس تہہ خانے میں ائر کنڈیشننگ کا نظام بھی نصب ہے جو پوری کوٹھی کو ٹھنڈک فراہم کرتا ہے۔"

حسین پوری طرح تعاون کرنے پر آمادہ تھا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ پھر وہ مجھے اس طرف لے گیا جہاں سے نیچے جانے کا راستہ تھا۔ یہ بھی کوٹھی کا عقبی حصہ تھا۔ ہم چند سیڑھیاں چڑھ کر برآمدے نما جگہ پر پہنچے جہاں دو دروازے تھے اور دو ہی محافظ بھی ٹہلتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ تاریکی کی وجہ سے ان کے صرف ہیولے ہی دیکھے جا سکتے تھے۔ چہرے کے نقوش دیکھنا تو شاید قریب سے بھی ممکن نہ ہوتا۔

ہم دونوں ٹہلنے کے سے انداز میں ان کی طرف بڑھے۔ حسین ان سے باتیں کرنے لگا۔ ہمارے درمیان یہی طے ہوا تھا۔ میں ذرا سا پیچھے رہ گیا تھا۔ حسین پر اندھا اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا۔۔۔ اس لئے میں اس کی طرف سے بھی محتاط تھا۔ وہ ذرا سی بھی گڑبڑ کرتا تو مجھے صرف تین فائر کرنے پڑتے۔ اس کے بعد جو بھی ہوتا وہ بعد میں دیکھا جاتا لیکن حسین نے ایسا موقع نہیں آنے دیا۔ اس نے ان دونوں کو قریب بلا لیا تھا اور پھر وہ اچانک میری طرف مڑ کر بولا "ارے زبیر! تم وہاں کیوں رک گئے۔ قریب آجاؤ نا۔"

میں ہولے سے کھنکار کر آگے بڑھا۔ میرا دایاں ہاتھ جو اس سے قبل جیب میں تھا باہر آچکا تھا۔ اندھیرے کے باعث ان لوگوں کے لئے میرے عزائم کا اندازہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ مجھے پہچان تو وہ ویسے بھی نہیں سکتے تھے، ان کی اسی بے خبری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے ان میں سے ایک کی گردن پر کراٹے کا وار کر دیا۔ وہ منہ سے آواز نکالے بغیر تیورا کر گرا۔ دوسرے نے ذرا حرکت کرنے کی کوشش کی ہی تھی کہ میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن دبوچ لی۔ اب اس کے پاس اتنا موقع نہیں تھا کہ وہ اپنی گن کندھے سے اتار سکتا۔ میرے دونوں انگوٹھے اس کے نرخرے پر دباؤ بڑھاتے ہی چلے جا رہے تھے۔ اس نے ہاتھ پیر مارنے کی کوشش کی مگر مجھے کوئی مؤثر ضرب نہ لگا سکا۔ اچانک افتاد اور شدید تکلیف نے اس کا ذہن ماؤف کر دیا تھا ورنہ وہ کچھ تو کر ہی سکتا تھا۔

ان لمحات میں بھی میں حسین کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ جیسے ہی میں نے دوسرے محافظ پر حملہ کیا تھا، وہ گرے ہوئے محافظ کی طرف جھپٹا تھا اور اس کے کندھے سے لٹکتی ہوئی گن اتارنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ میں نے کنکھیوں سے اسے دیکھا اور قبل اس کے کہ وہ گن اپنے قبضے میں لے پاتا، میں نے پوری قوت صرف کر کے محافظ کی گردن کو ایک شدید جھٹکا لگایا اور اسے پوری قوت سے پیچھے کی طرف دھکیل دیا۔ وہ مرا تو نہیں تھا۔ مگر ادھ موا ضرور ہو گیا تھا۔ میں بڑی پھرتی سے دو قدم پیچھے ہٹ کر الٹے پیر کی ایڑی پر گھوما اور میرے دائیں پیر کی بھرپور قوت والی ضرب حسین کے منہ پر پڑی۔ وہ محافظ کی گن پر قبضہ کر کے کھڑا ہونے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ منہ پر پڑی ہوئی بوٹ کی اس بھرپور ضرب سے دوسری طرف الٹ گیا۔ اس کا منہ اندر سے بری طرح پھٹ گیا ہوگا اور کئی دانت ہل گئے ہوں گے۔ اس کے منہ سے ایک کرب ناک آواز نکلی تھی اور اسے گن کا ہوش بھی نہیں رہ گیا تھا۔ گن اس کے ہاتھ سے نکل کر فرش پر پھسلتی چلی گئی تھی۔ میں فوری طور پر اس محافظ کی طرف پلٹا جو سر جھٹک کر اپنے حواس درست کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے سنبھلنے کا موقع دینا نہایت خطرناک ہوتا۔ میں ذرا سا آگے بڑھ کر ہوا میں اچھلا اور اس کے منہ پر فلائنگ کک ماری۔ وہ اچھل کر پیچھے جا گرا اور میں زمین پر پہلو کے بل گرتے ہی یوں اچھل کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا جیسے میرے جسم میں اسپرنگ لگے ہوئے ہوں۔ حسین فرش پر لوٹ رہا تھا۔ اس کی خبر لینا بھی ضروری تھا، اس نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ میں جھپٹ کر اس کے سر پر پہنچا اور اس کے پہلو میں تابڑ توڑ کئی زوردار ٹھوکریں رسید کر دیں۔ ہر ٹھوکر پر اس کا جسم جھٹکا کھاتا تھا مگر منہ سے آواز نہیں نکلتی تھی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر اس کے لئے زندہ رہنے کا کوئی موقع ہو سکتا ہے تو خاموشی سے پٹنے کی قیمت پر ہی ہو سکتا ہے۔ منہ سے آواز نکالنے کی صورت میں تو میں اسے فوراً ہی مار دیتا۔ خود میرے لئے جو خطرہ پیدا ہو جاتا۔

حسین کے پہلو میں تابڑ توڑ کئی ٹھوکریں لگانے کے بعد میں پھر محافظ کی طرف متوجہ ہوا جو اَب اٹھ بیٹھا تھا اور اپنے کندھے سے گن اتارنے ہی والا تھا۔ میں برق سرعت سے اس کے عقب میں پہنچا اور اس کی گدی پر بوٹ سے ایک نپی تلی ٹھوکر ماری۔ اس کی حالت پہلے ہی خراب تھی اس لئے وہ ضرب سے بچنے کی کوشش بھی نہیں کر سکا۔ ضرب چونکہ نپی تلی تھی اس لئے وہ فوراً ہی بے ہوش ہو گیا۔

اس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں حسین کی طرف بڑھا اور وہ لرز کر رہ گیا "مم۔۔۔۔ مجھے مارنا مت" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں فریاد کی۔

میں اس پر جھکا اور اس کا گریبان پکڑ کر ایک جھٹکے سے اسے کھڑا کر دیا "میں تمہیں کیوں ماروں گا پیارے" میں نے دانت پیس کر کہا "میں تو تمہاری پوجا کروں گا۔ تم میرے ہمدرد جو ہو"

"میں۔۔۔ وعدہ کرتا ہوں" اس نے ہانپتے ہوئے کہا "تم سے مکمل تعاون کروں گا"

"بکواس مت کرو" میں غرایا "اس سے پہلے بھی تم مجھ سے اس قسم کا وعدہ کر چکے ہو مگر اس کا انجام کیا ہوا۔ تم سمجھ رہے تھے میں تمہاری طرف سے غافل ہو گیا ہوں۔"

"مجھ سے غلطی ہو گئی تھی" وہ گڑگڑایا "جان کے خوف نے مجھے یہ قدم اٹھانے پر مجبور کیا تھا"

"میں نے پہلے ہی تمہیں تنبیہہ کر دی تھی" میں نے اس کے گریبان کو جھٹکا دیا "لیکن تمہیں عقل نہیں آئی۔ اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"نہیں۔۔۔ رحم کرو" وہ ہذیانی انداز میں بولا "خدا کے واسطے میری جان مت لو"

"تم جیسے لوگوں پر خدا کا واسطہ دینا زیب نہیں دیتا لیکن اس کے باوجود میں تمہیں معاف کر رہا ہوں۔ اب اگر تم نے کوئی حرکت کی تو میں کچھ نہیں سنوں گا" میں نے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔

"میں۔۔۔۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں" اس نے سکون کا گہرا سانس لیتے ہوئے کہا "میں کوشش کروں گا کہ تمہارا یہ احسان چکا دوں"

"میرے پاس وقت نہیں ہے حسین" میں نے سخت لہجے میں کہا "اگر تم مجھ سے تعاون نہیں کرو گے تو میں اپنا راستہ خود بنانا بھی جانتا ہوں۔"

"میرا منہ بری طرح زخمی ہے۔ میرے لئے بولنا بھی مشکل ہو رہا ہے" حسین نے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھتے ہوئے کہا۔ "سامنے کنٹرول روم کا دروازہ ہے۔ میں نے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا ضرور کروں گا۔"

"تم مجھ پر کوئی احسان نہیں کرو گے۔ میں بہ زورِ قوت تم سے حکم منوا رہا ہوں۔ اب جلدی سے آگے بڑھو۔ میں تمہارے پیچھے رہوں گا۔ تم ایک بار مجھے دھوکا دے چکے ہو اس لئے اب

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں تم پر اعتبار کرنے کا خطرہ مول نہیں لوں گا۔ میرے ہاتھ میں پستول موجود ہے جس کا رخ تمہاری طرف ہے۔ تم نے ذرا بھی چالاکی دکھانے کی کوشش کی اور میں نے تمہاری گدّی میں سوراخ کیا۔"

حسین کچھ نہیں بولا۔ خاموشی سے پلٹا اور سامنے نظر آنے والے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں محتاط انداز میں اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ دروازے کے نزدیک پہنچ کر وہ رک گیا۔

"امکان یہی ہے کہ اندر کوئی محافظ نہیں ہو گا" اس نے میری طرف مڑ کر کہا "لیکن اس کے باوجود تم محتاط ہی رہنا"

"میں ہمیشہ محتاط رہتا ہوں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "نہ رہوں تو تم جیسے پتا نہیں کتنے ہمیشہ میری تاک میں لگے رہتے ہیں۔"

اس نے میرا طنز نظر انداز کر دیا "کنٹرول روم تک پہنچنے کے لئے ہمیں سیڑھیاں اتر کر نیچے جانا ہو گا۔ ممکن ہے وہ ہمیں دیکھ لیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت وہ اس داخلی دروازے کو اسکرین پر نہ دیکھ رہے ہوں۔ تمہیں ہوشیار کرنا میرا فرض ہے۔ اب تم جو بھی کہو میں وہی کرنے کو تیار ہوں۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی بات معقول تھی۔ زیادہ امکان اس بات کا تھا کہ وہ لوگ ہمیں اسکرین پر دیکھ لیں گے۔ پھر اس کا کیا توڑ کیا جائے' فوری طور پر کوئی تدبیر نہیں سجھائی دی۔

"اگر تم مجھ پر اعتبار کرو تو میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔" مجھے سوچوں میں گم دیکھ کر حسین نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"تم نے خود کو اعتبار کے لائق چھوڑا تو نہیں ہے لیکن خیر .... تم بتاؤ میں دیکھوں گا کہ تمہاری ترکیب میرے لئے کس حد تک قابل قبول ہے۔"

"میں دروازہ کھول کر اندر جاتا ہوں۔ تم یہیں رک کر مجھ پر نظر رکھو۔ جب میں نیچے کا دروازہ کھلوا لوں تو تم تیزی سے نیچے آجاؤ۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم کتنی تیزی کا مظاہرہ کر سکتے ہو۔"

اس کے بتائے ہوئے طریقے میں رسک تھا۔ تاہم خطرہ تو مجھے مول لینا ہی تھا "ٹھیک ہے" میں نے سر ہلا کر رضامندی ظاہر کر دی اور اسٹین گن سنبھال لی "تم نیچے جا کر دروازہ کھلواؤ۔"

حسین نے مڑ کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اندر بہت مدھم روشنی تھی مگر اس روشنی میں بھی میں صاف دیکھ سکتا۔ ... حسین سیڑھیاں اتر کر نیچے جا رہا تھا۔ میں دروازے سے ایک قدم پیچھے ہی رک گیا تھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر دو دروازے نظر آرہے تھے۔ ایک دائیں ہاتھ کی جانب اور دوسرا سامنے کی طرف ... حسین نے سامنے والے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کچھ پوچھا گیا جس کا جواب اس نے دیا مگر میں یہ نہیں سن سکا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ بہرحال دروازہ کھول دیا گیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب میں حرکت میں آگیا۔ میں نے بہت تیزی سے کئی کئی سیڑھیاں پھلانگیں اور دو تین ہی چھلانگوں میں نیچے پہنچ گیا۔

دروازہ کھولنے والے شخص کی سمجھ میں کچھ آہی نہ سکا۔ میں نے اسے اسٹین گن کی نال پر لے کر ہاتھ بلند کرنے کا حکم دیا اور اسے دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ میں نے حسین کو دروازہ بند کرنے کا اشارہ کیا تھا۔

اندر دبیز قالین بچھے تھے' کمرا ائر کنڈیشنڈ تھا اور دیواروں کے ساتھ قد آدم مشینیں نصب تھیں جن پر متعدد اقسام کے ڈائل اور بٹن نظر آرہے تھے۔ کئی ٹی وی بھی تھے جن میں سے کچھ کی اسکرینیں روشن تھیں اور کچھ تاریک پڑے تھے' دروازہ کھولنے والے شخص کے علاوہ وہاں ایک شخص اور بھی تھا جو ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے میز پر قہوے کی پیالی موجود تھی اور اس کی نظریں ٹی وی اسکرین پر بھٹک رہی تھیں۔ اس شخص نے کسی قسم کی گڑبڑ محسوس کر کے نظریں اٹھائیں تو اس کے ہوش اڑ گئے، ... میں اسٹین گن سمیت کنٹرول روم میں داخل ہو چکا تھا۔

"خاموشی سے ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ" میں غرایا "ورنہ تم دونوں کو بھون کر رکھ دوں گا"

وہ چون وچرا کیے بغیر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر میرے اشارے پر دروازہ کھولنے والے شخص کے برابر جا کھڑا ہوا۔ حسین میرے نزدیک ہی موجود تھا۔

"تم لوگوں سے میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے" میں نے کہا۔ "میری دشمنی عدنان سے ہے۔ اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

دونوں نے اثبات میں سر ہلائے۔ وہ بہت زیادہ خوف زدہ نظر آرہے تھے۔ شاید پہلی بار اس قسم کی صورتِ حال سے دوچار ہوئے تھے۔

"اگر مجھ سے تعاون نہیں کرو گے تو میں تم سے کسی قسم کی رعایت نہیں برتوں گا۔ میرے پاس زیادہ وقت بھی نہیں ہے۔ فوری طور پر فیصلہ کر کے بتا دو کہ تم لوگ مجھ سے تعاون کرنے پر آمادہ ہو یا نہیں؟"

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا' نظروں ہی نظروں میں کچھ پیغامات کا تبادلہ ہوا اور انہوں نے اثبات میں سر ہلا کر رضامندی ظاہر کر دی۔

"عدنان عباسی میری محبوبہ کو اغوا کر کے لے آیا ہے۔ تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ وہ اس وقت کون سے کمرے میں ہے۔"

"وہ اپنی خوابگاہ میں ہے" اس شخص نے تھوک نگل کر جواب دیا جسے میں نے پینل بورڈ پر بیٹھے دیکھا تھا۔

"اس کے ساتھ اور کون کون ہے؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"سلویٰ ہے اور اس کے علاوہ ایک نئی لڑکی ہے۔ غالباً وہی تمہاری محبوبہ ہو گی"

"کیا یہاں سے اس کی خواب گاہ کا منظر دیکھا جا سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

وہ جواب دیتے ہوئے ذرا سا ہچکچایا "ہاں" اس نے جیسے کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے کہا "یہاں سے کوٹھی کے ہر حصے کا منظر دیکھا جا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے .... تم مجھے اس کی خواب گاہ کا منظر دکھاؤ" میں نے فرمائش کی اور وہ شخص بڑی فرماں برداری سے پینل بورڈ کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو' رک جاؤ" میں نے عین اس وقت کہا جب وہ ایک سوئچ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ اس کا بڑھتا ہوا ہاتھ رک گیا۔

"کیا بات ہو گئی؟" اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"واپس اپنی جگہ پر چلے جاؤ" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "جو شخص کئی محافظوں کو زیر کر کے یہاں تک پہنچا ہو وہ تم جیسوں کے ہاتھوں بے وقوف نہیں بن سکتا۔"

وہ اپنی جگہ واپس آگیا "میں تو تمہاری ہدایت پر عمل کر رہا تھا" اس نے بے چارگی سے کہا "ہم تو خود تمہارے رحم و کرم پر ہیں' تمہیں بے وقوف کیسے بنا سکتے ہیں۔"

"یہ بات قطعی خلافِ عقل ہے کہ عدنان جیسا شخص تمہیں اپنی خلوت میں جھانکنے کی اجازت دے دے گا۔" میں نے کہا۔

"تم مجھے موقع دیتے .... سب کچھ تمہارے سامنے آجاتا۔ اگر میں تمہیں اس کی خواب گاہ کا منظر نہ دکھاتا تو تم مجھے موردِ الزام ٹھہرا سکتے تھے۔ اس کے بغیر نہیں ٹھہرا سکتے۔"

"یقیناً اس نے کوئی ایسا انتظام ضرور کر رکھا ہو گا کہ اگر تم لوگ اس کی خواب گاہ کا منظر دیکھنے کی کوشش کرو تو اسے اس کا علم ہو جائے۔"

"اگر اس نے ایسا کوئی انتظام کر بھی رکھا ہے تو ہمیں اس کا علم کس طرح ہو سکتا ہے' ہم تو ملازم ہیں۔ جتنا بتایا جاتا ہے اتنا ہی جانتے ہیں۔"

"یہ تجاہلِ عارفانہ کسی اور وقت کے لئے بچا رکھو۔ میں نے تم سے تعاون کی درخواست کی تھی مگر تم نہیں مانے۔ تمہیں چاہئے تھا کہ مجھے اس خطرے سے باخبر کر دیتے۔"

"ہمیں نہیں معلوم کہ تم نے یہ سب مفروضے کس بنیاد پر قائم کئے ہیں لیکن یہ بات غلط ہے کہ ہم ایسے کسی انتظام سے واقف ہیں۔"

"اگر تم اتنے ہی بے خبر ہوتے تو عدنان عباسی کی خواب گاہ کا منظر دکھانے کی ہدایت ملنے پر تمہارے چہرے پر سکون کے تاثرات نہ پھیلتے" میں نے زہر خند کیا۔

ان دونوں کے چہرے تاریک ہو گئے' انہیں اندازہ نہیں تھا کہ محض اتنی سی بات سے اتنا بڑا اور فیصلہ کن نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے۔

"یہ حرکت کرنے سے قبل تمہیں یہ سوچ لینا چاہئے تھا کہ اگر تمہاری وجہ سے میں کسی خطرے سے دوچار ہوتا تو تم دونوں بھی زندہ نہیں بچ سکتے تھے۔"

وہ دونوں منہ سے کچھ نہیں بولے۔ بس تھوک نگل کر رہ گئے۔ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

"تم عدنان کے نمک خوار ہو اس لئے میں تمہیں زیادہ الزام نہیں دوں گا لیکن اب تم پر بھروسا بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حسین' ان دونوں کو باندھ دو"

حسین نے بجلی کے تاروں کے کچھ ٹکڑے ڈھونڈے اور ان کی مدد سے ان دونوں کے ہاتھ پیر باندھ دیے۔ میں نے مزید اطمینان کی خاطر ان دونوں کی بندشیں چیک کیں اور مطمئن انداز میں سر ہلاتا ہوا حسین کی طرف متوجہ ہو گیا "تمہیں تو معلوم ہو گا کہ عدنان کی خواب گاہ کون سی ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"میں تمہیں اس کی خواب گاہ تک لے چلوں گا" حسین نے کہا "مگر اس کے بعد میری زندگی کی کیا ضمانت ہو گی؟" اس کی آواز خوف سے لرز رہی تھی۔

"زندگی کی ضمانت تو کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ کسی کی زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔ تمہیں کیا خطرہ ہے۔ تم تو اسلحے کے زور پر میری باتیں مان رہے ہو۔"

"میں یہاں کے محافظوں میں شامل ہوں۔ اگر میں ہی کسی کا آلۂ کار بن گیا تو ظاہر ہے میری افادیت تو ختم ہو کر رہ گئی۔"

"پہلے میرا کام ہو جائے' اس کے بعد ہی تمہارے بارے میں کچھ سوچ سکوں گا۔ اب چلو' مجھے اس کی خواب گاہ تک لے چلو"

حسین خاصا مضطرب دکھائی دینے لگا تھا مگر اس نے کچھ کہا نہیں اور کنٹرول روم کے اندرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ کوٹھی کے اندر اس دروازے سے بھی پہنچا جا سکتا ہے۔ اس دروازے کے دوسری طرف بھی زینے تھے جو ہمیں دوسری منزل تک لے گئے۔ راستے میں کسی سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی۔

"کوٹھی کے اندر محافظ نہیں ہوتے" حسین نے مجھے بتایا۔ "صرف ملازمین ہوتے ہیں اور اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ ہم دوسری منزل پر پہنچ چکے تھے۔ ... حسین نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا "وہ عدنان ... کی خواب گاہ ہے" اس نے کہا "اب مجھے جانے دو۔"

"نہیں" میں نے سختی سے کہا "تم میرے ساتھ رہو گے۔ اس وقت تک جب تک میں کامیاب نہیں ہو جاتا"

حسین کے چہرے پر مایوسی بکھر گئی۔ میرے پاس یہ غور کرنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے لئے فرصت نہیں تھی کہ اس کی مایوسی کی وجہ کیا ہے۔ میری نظریں تو اس ملازم پر جمی ہوئی تھیں جو ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا عدنان کے کمرے کی طرف جارہا تھا۔ ٹرالی میں پینے پلانے کا سامان سجا ہوا تھا۔ میں اور حسین راہداری کے موڑ پر آڑ میں تھے اس لئے ملازم ہمیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ میں خاموشی سے ملازم کو دیکھتا رہا۔ عدنان کے کمرے کے دروازے پر رک کر اس نے دوبارہ دروازہ ناک کیا اور دروازہ کھول کر اس کی خواب گاہ میں داخل ہوگیا... اس کے کوئی ایک ہی منٹ بعد وہ ٹرالی اندر چھوڑ کر واپس باہر نکلا اور خواب گاہ کا دروازہ بند کر کے اسی سمت میں چلا گیا جدھر سے آیا تھا۔ میں حسین کے ساتھ آڑ سے نکل آیا اور خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ ملازم کی طرح میں نے دروازے پر دستک دینے کا تکلف نہیں کیا اور اچانک ہی دروازہ کھول دیا۔ میں نے دونوں ہاتھوں میں اسٹین گن سنبھال رکھی تھی جس کی نال سامنے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ سامنے دیوار کے ساتھ صوفے بچھے تھے جن پر سلوی اور عدنان بیٹھے نظر آرہے تھے۔ شراب کی ٹرالی ان کے سامنے موجود تھی۔ سلوی جام میں شراب انڈیل رہی تھی۔ دروازہ یوں کھلتے دیکھ کر ان دونوں نے بیک وقت نظریں اٹھائیں اور ایک اسٹین گن بردار کو اپنے سامنے دیکھ کر ان دونوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ سلوی جس پوزیشن میں تھی اسی میں رہ گئی۔ یوں معلوم ہورہا تھا جیسے کسی جادوگر نے جادو کے زور سے اسے پتھر کے مجسمے میں تبدیل کردیا ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بوتل سے شراب جام میں گرتی رہی یہاں تک کہ جام لبریز ہوگیا اور اس کے بعد شراب ٹرالی میں گرنے لگی مگر سلوی کے جسم میں جنبش تک نہ ہوئی۔

عدنان عباسی ہڑبڑا کر صوفے سے کھڑا ہوگیا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی بے یقینی کی کیفیت تھی اور اس کے دونوں ہاتھ خود بخود بلند ہوگئے تھے۔ میرے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ حسین میرے برابر کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ ٹرالی پر گرنے والی شراب اب ٹرالی سے بہہ کر فرش پر بچھے ہوئے قیمتی قالین تک پہنچ گئی تھی۔

"مجھے پہچانے عدنان؟" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "میں وہی ہوں جسے تم نے جان سے ماردینے کی دھمکی دی تھی"

عدنان نے جواب میں کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر اس کے ہونٹ کانپ کر رہ گئے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور کمرے میں داخل ہونے کے لئے قدم اٹھایا لیکن کمرے میں پوری طرح داخل ہونے سے قبل ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھوں پر قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔ خصوصاً میرا دایاں ہاتھ بری طرح جھنجھنا اٹھا تھا جس سے میں نے اسٹین گن پکڑ رکھی تھی۔ خواب گاہ میں ایک محافظ دیوار کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ جیسے ہی اسٹین گن کی نال کمرے کے اندر داخل ہوئی اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گن لٹھ کی طرح گھما کر پوری قوت سے میری اسٹین گن پر رسید کردی تھی۔ میرے ہاتھ سے نہ صرف اسٹین گن نکل گئی تھی بلکہ میں اپنے ہاتھ کو بری طرح جھٹکنے پر مجبور بھی ہوگیا تھا۔ کمرے میں عدنان عباسی کا قہقہہ گونج رہا تھا۔

دروازے کے کھلے ہوئے پٹ کے عقب سے ایک اور محافظ برآمد ہوا تھا اور اب میں دو اسٹین گنوں کی زد میں تھا۔

"میں نے تمہیں متنبہ کیا تھا مگر تم نہیں مانے" عدنان نے اپنے ہاتھ گراتے ہوئے کہا "اب تم میرے چنگل میں ہو۔ بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

میں سناٹے کے عالم میں کھڑا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بساط کس طرح الٹ گئی۔ خواب گاہ میں محافظوں کی موجودگی سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی۔ یہ بات تو واضح تھی کہ کچھ دیر قبل عدنان عباسی اور سلوی کے چہروں پر جو تاثرات نظر آئے تھے وہ مصنوعی تھے۔ ان تاثرات کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

سلوی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور وہ قربان ہو جانے والی نظروں سے عدنان کو دیکھ رہی تھی جب کہ عدنان کی تمام تر توجہ کا مرکز میں تھا۔

"تم باہر کیوں کھڑے ہو؟ اندر آجاؤ۔ میں اپنے مہمانوں کا شایانِ شان استقبال کرنے کا عادی ہوں" عدنان نے مجھ سے کہا۔ پھر اس نے حسین کی طرف دیکھا اور خوں خوار لہجے میں بولا "دفع ہو جاؤ" حسین دُم دبا کر دفع ہوگیا اور میں خواب گاہ کے اندر داخل ہوگیا۔ خواب گاہ میں بائیں جانب جہازی سائز کا ڈبل بیڈ دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا جو دروازے سے نظر نہیں آرہا تھا۔ سونیا بیڈ پر بندھی پڑی تھی اور اس کے منہ میں ایک رومال ٹھنسا ہوا تھا۔ مجھ سے ابھی تک ہاتھ اٹھانے کو نہیں کہا گیا تھا۔ خواب گاہ میں وسکی کی تیز بو پھیلی ہوئی تھی۔

"غالباً تمہیں اندازہ ہوگیا ہوگا کہ عدنان عباسی کس قسم کی ڈش کا نام ہے" عدنان نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔

"لیکن تمہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ علی حماد کتنی بڑی بلا ہے" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"اس بلا کی جیب سے پستول نکال لو سلوی! یہ حقیقت ہے کہ یہ شخص واقعی کسی بلا کی مانند ہے" عدنان نے کہا۔ غالباً میرے سکون نے اس کے اعصاب کو متاثر کیا تھا۔

سلوی نے آگے بڑھ کر میری جیب سے پستول نکال لیا۔ "تمہارے منہ سے اپنے دشمن کی تعریف سننا اچھا نہیں لگا" سلوی منہ بنا کر بولی۔

"باصلاحیت لوگوں کی تعریف نہ کرنا بخل ہوتا ہے سلوی! کیا تم نے مجھے کسی بھی معاملے میں بخیل پایا ہے؟" عدنان عباسی نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہا۔

"میں بھی بہت دریا دل ہوں سلومی ڈیئر" میں نے لفنگے اسٹائل میں کہا "دریا دلی میں میرا ثانی ملنا مشکل ہے۔"

سلومی نے مجھ پر سر سے پیر تک ایک ناقدانہ نگاہ ڈالی "اگر تم ایسے ہی دریا دل ہوتے تو آج یوں تنہا نہ ہوتے۔ عدنان کی طرح تمہارے بھی بہت سے جاں نثار ہوتے۔"

"اور بہت بڑا کاروبار ہوتا۔ کاریں اور کوٹھیاں ہوتیں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "ایسی دریا دلی نہ دیکھی نہ سُنی جس میں آدمی کروڑپتی بن جائے۔ دریا دلی تو یہ ہوتی ہے کہ آدمی کروڑوں کا ہوتے ہوئے بھی مفلس ہو۔ بری طرح قلاش ہو' آدمی اگر واقعی دریا دل ہو تو کچھ بھی پس انداز نہیں کر سکتا۔"

"میں تم سے متفق ہوں" عدنان بولا "اور میں تم جیسے لوگوں کا قدرداں بھی ہوں"

میں نے ایک نظر سونیا پر ڈالی جو میری طرف دیکھ کر پلکیں جھپکا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ساتھ مایوسی اور خوف کی جھلکیاں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔

"کیا اس بے ضرر لڑکی سے تم اس قدر خوف زدہ ہو کہ تم نے اسے یوں باندھ کر ڈال رکھا ہے؟" میں نے سونیا کی طرف اشارہ کرکے عدنان سے کہا۔

"یہ دھینگا مشتی کرنے پر اتر آئی تھی" عدنان بولا "اب تم آگئے ہو تو میرا خیال ہے یہ قدرے پُرسکون ہو جائے گی۔" اس نے ایک محافظ کو اشارہ کیا اور اس نے آگے بڑھ کر سونیا کی بندشیں کھول دیں۔ اس کے منہ میں ٹھنسا ہوا رومال نکال دیا گیا تھا' سونیا اپنے ہاتھ پیر سہلاتی ہوئی بیڈ پر اٹھ بیٹھی۔

"تمہیں یہاں نہیں آنا چاہئے تھا علی!" سونیا نے خوف زدہ لہجے میں کہا "اب تمہاری بھی خیر نہیں ہے"

"ایک آزاد آدمی کی حیثیت سے میں اپنے ہر فعل کا ذمے دار خود ہوں۔ میں نے محسوس کیا کہ تمہیں عدنان کے چنگل سے نکالنا میری ذمے داری ہے اس لئے یہاں آگیا"

"اور اب تمہیں یہاں سے نکالنے کے لئے کوئی نہیں آئے گا" سلومی زہریلے لہجے میں بولی "عراق میں رہتے ہوئے عدنان عباسی سے بچنا محال ہے۔"

"علی حماد نے کبھی بے بس ہونا نہیں سیکھا" میں نے بڑے سکون سے کہا "عدنان کو غالباً آج تک کوئی ڈھنگ کا مدِمقابل ملا ہی نہیں تھا۔"

اچانک عدنان نے ہاتھ کے اشارے سے دونوں محافظوں کو وہاں سے چلے جانے کو کہا اور وہ دونوں مؤدب انداز میں سر جھکا کر خواب گاہ سے باہر چلے گئے۔ عدنان کی اس حرکت پر سلومی اور سونیا کو تو حیرت ہوئی ہی تھی' خود میں بھی حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ خواب گاہ سے باہر جاتے ہوئے وہ میری اسٹین گن بھی اٹھا کر لے گئے تھے۔

"میں کچھ بھی سہی علی حماد! مگر قدر ناشناس نہیں ہوں" محافظوں کے جانے کے بعد اس نے مجھ سے کہا "اگر تم میرے لئے کام کرنا منظور کر لو تو میں سونیا کو رہا کرنے پر آمادہ ہوں"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" سلومی اچھل کر صوفے سے کھڑی ہو گئی "سونیا کو کسی قیمت پر رہا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ میری آن کا مسئلہ ہے۔ اس کے ساتھ تم جو چاہو سلوک کرو"

عدنان نے سلومی کو خشمگیں نظروں سے گھورا "تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ اس گفتگو میں دخل اندازی نہ کرو" اس نے کہا پھر دوبارہ مجھ سے مخاطب ہوا "ہاں' تو تمہارا جواب کیا ہے۔"

"علی حماد ناقابلِ فروخت ہے عدنان!" میں نے مضبوط لہجے میں جواب دیا "تم غلط قسم کی بات کہہ رہے ہو۔ یہ سودا نہیں ہو سکے گا"

"میں نے تمہاری قیمت تو نہیں لگائی... تم غلط سمجھ رہے ہو' میں تو دوستانہ ماحول میں بات کر رہا ہوں۔ میری نیک نیتی کا ثبوت یہ ہے کہ میں نے اپنے محافظوں تک کو باہر بھیج دیا ہے۔"

"کچھ ہی دیر قبل رائل کلب میں تم مجھے دھمکیاں دے رہے تھے اور اب دوستانہ ماحول میں بات کر رہے ہو۔ کیا یہ عجیب بات نہیں؟" میں نے کہا۔

"اس وقت تک میں تمہاری صلاحیتوں سے بے خبر تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اتنے باصلاحیت ہو تو اسی وقت تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا دیتا۔"

"تم سے میری دشمنی کی وجہ یہ ہے کہ تم نے سونیا پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اگر تم اسے چھوڑ دو تو ہمارے درمیان کوئی دشمنی باقی نہیں رہ جائے گی۔"

"بیٹھ جاؤ علی حماد! اور مجھ کو اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم کون ہو اور کیا کرتے ہو؟"

میں نہایت اطمینان سے سلومی کے برابر جا بیٹھا جو حالات کی اس نئی کروٹ پر سناٹے کے عالم میں خاموش بیٹھی تھی۔

"میں ایک آوارہ آدمی ہوں عدنان! میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اور میں کوئی کام مستقل طور پر کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"تم اپنے آپ کو ضائع کر رہے ہو۔ میں تمہیں بہت اچھی تنخواہ دوں گا۔ تم شہزادوں کی طرح زندگی بسر کرو گے۔"

"اور اس کے عوض مجھے کیا کرنا ہو گا؟" میں نے یوں کہا جیسے میں نیم رضامند ہو گیا ہوں۔

"میں تم سے زیادہ کام نہیں لوں گا" مجھے نیم رضامند دیکھ کر وہ خوش ہو گیا "بس تمہیں میرے بعض کاروباری معاملات کی دیکھ بھال کرنا ہو گی اور تم پوری طرح خود مختار ہو گے۔"

"اپنی تمام تر خود مختاری کے باوجود مجھے تمہارے احکامات

کی تعمیل کرنا ہو گی؟" میں نے کہا۔

"وہ تو ظاہر ہے۔ تم میرے لئے کام کرو گے تو پالیسی میری ہی ہو گی" عدنان بولا۔

"اس گفتگو کے لئے یہ موقع مناسب نہیں ہے عدنان! جس کام کے لئے میں یہاں آیا تھا اس کے علاوہ فی الحال اور کوئی کام نہیں کر سکوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ معاملہ ہم بعد میں طے کر لیں گے لیکن عدنان کے گھر سے کوئی یوں ہی نہیں واپس جا سکتا۔ کیا پیو گے؟"

"یہ تمہیں دھوکا دے رہا ہے عدنان!" سلومی غرائی "سونیا کو لے کر نکل جائے گا تو پھر اس کا ہاتھ لگنا بھی مشکل ہو جائے گا۔"

"میں نے تمہیں گفتگو میں دخل اندازی کرنے سے منع کیا تھا۔" عدنان نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

"تمہاری دوست ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ تمہیں خطرات سے خبردار کرتی رہوں" سلومی نے کہا مگر اب اس کے لہجے میں دم خم باقی نہیں رہ گیا تھا۔

"مجھ میں اتنی صلاحیت ہے کہ اپنا اچھا برا خود سمجھ سکوں۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ گھر چلی جاؤ" عدنان اٹھا اور دیوار پر نصب انٹرکام پر کسی سے رابطہ قائم کیا "سلومی گیٹ پر آرہی ہے"... اس نے انٹرکام کے ریسیور میں کہا "اسے گھر چھوڑ آؤ" وہ انٹرکام کا سلسلہ منقطع کرکے سلومی کی طرف مڑا مگر وہ پہلے ہی پیر پٹختی ہوئی خواب گاہ کے دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔

"ہاں' اب تم بتاؤ" عدنان نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا "کیا پینا پسند کرو گے۔"

"چائے' کافی یا قہوے میں سے جو چیز بھی آسانی سے میسّر آجائے" میں نے کہا اور عدنان کے چہرے پر حیرت کے تاثرات بکھر گئے۔

"میرے پاس عمدہ قسم کی شرابوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے... اتنی عمدہ شرابیں تم نے کبھی چکھی بھی نہیں ہوں گی۔ تکلف مت کرو۔ بے تکلفی سے بتاؤ۔"

"اس معاملے میں میرا ذوق بہت خراب ہے۔ میں نے آج تک کوئی سی بھی شراب نہیں چکھی۔"

"اوہ گویا تم پیتے ہی نہیں ہو... خیر' پھر تو مجبوری ہے۔ میں تمہارے لئے کافی منگوا لیتا ہوں۔"

عدنان نے انٹرکام پر کافی کا آرڈر دیا اور میں نے سونیا کو صوفے پر اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ وہ ابھی تک خوفزدہ تھی۔ اسے عدنان کے بدلے ہوئے انداز پر یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ بہت ڈرتے ہوئے اٹھی اور میرے پاس آکر بیٹھ گئی۔

"میں نے پہلے تمہیں کبھی نہیں دیکھا" کافی کا آرڈر دینے کے بعد عدنان نے کہا "کیا تم آج پہلی بار رائل کلب آئے تھے؟"

"سونیا کے اصرار پر چلا گیا تھا ورنہ آج بھی نہ جاتا۔"

"سونیا کو تو میں نے اکثر وہاں دیکھا ہے مگر بدقسمتی سے کبھی ہماری ملاقات نہیں ہوئی تھی حالانکہ مجھے بڑا اشتیاق تھا۔"

"آج بھی سلومی کی آڑ میں' تم اپنے دیرینہ اشتیاق کی تکمیل کرنا چاہ رہے تھے" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

عدنان نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا "تمہارا اندازہ درست ہے۔ اگر معاملہ کسی اور کا ہوتا تو شاید میں نے سلومی کو ٹال دیا ہوتا۔"

"سلومی نے تم سے کچھ سوچ کر ہی مدد طلب کی ہو گی؟" میں نے پوچھا "اسے توقع رہی ہو گی کہ تم اس کی مدد ضرور کرو گے؟"

"ممکن ہے تم اس بات سے واقف ہو... یا شاید نہ جانتے ہو کہ دس سال قبل میں ایک عام جرائم پیشہ شخص تھا۔ میری حیثیت بہت معمولی تھی۔ صرف بصرے ہی میں مجھ جیسے جرائم پیشہ افراد کی تعداد ہزاروں میں تو ضرور رہی ہو گی۔ ان دنوں سلومی بھی ایک معمولی درجے کی طوائف ہوا کرتی تھی۔ سلومی سے میری آشنائی انہی دنوں سے ہے۔"

"تب تو اس نے بہت صحیح آدمی سے مدد طلب کی... لیکن دس سالوں کے مختصر عرصے میں تمہاری اتنی ترقی سمجھ میں نہیں آئی؟"

"اس میں میری ذہانت کو دخل ہے" عدنان نے فخریہ لہجے میں کہا "میں بعث پارٹی میں شامل ہو گیا تھا۔ ایک انقلابی پارٹی ہونے کے ناتے اس دور میں پارٹی کو مجھ جیسے افراد کی شدید ضرورت تھی۔ میں نے مختصر سے عرصے میں پارٹی کے لئے ایسی ایسی خدمات سرانجام دیں کہ میں پارٹی کی ناک کا بال بن گیا۔ میں نے پارٹی کے خلاف ہونے والی کئی سازشیں بے نقاب کیں اور پارٹی کے کئی مخالفین کو ٹھکانے لگانے میں اہم کردار ادا کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے حکومت کی طرف سے مراعات ملنا شروع ہو گئیں اور میں نے ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ یہی میری ترقی کا راز ہے۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے' ترقی کے اس سفر کے دوران سلومی نے تمہارا ساتھ نہیں چھوڑا ہو گا۔"

"یہ اندازہ تم نے کیسے لگا لیا؟" عدنان نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے اندازے کے مطابق وہ خود غرض بھی ہے اور موقع پرست بھی۔ اگر اسے کوئی امید نظر آئی ہو گی تو اس نے اس سے فائدہ ضرور اٹھایا ہو گا۔ اس کے علاوہ وہ تم سے جس انداز میں بات کرتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے تم پر بہت مان ہے۔ ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب کوئی کسی کے لئے کچھ کرتا ہے۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے۔ اس نے بعث پارٹی میں شمولیت تو اختیار نہیں کی تھی مگر اس نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ اسے سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اب بھی نہیں ہے' میرے اس مقام تک پہنچنے میں اس کا بڑا حصہ ہے۔ بعض

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سازشوں کا علم مجھے سلوی کے ذریعے ہی ہوا اور کچھ مخالفین کو ٹھکانے لگانے کے لئے میں نے سلوی کا ہی سہارا لیا۔ سازشوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جرائم پیشہ افراد کا ہی سہارا لیا جاتا ہے اور ایسے حلقوں میں سلوی کا خاصا عمل دخل تھا اس لئے اسے سازشوں کی بھنک مل جایا کرتی تھی اور وہ مجھے ان سے آگاہ کردیا کرتی تھی۔"

"تب تو تم نے اس کا دل توڑ کر بہت برا کیا... تمہیں اس کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہئے تھا۔"

"اس نے میرے لئے جو کچھ کیا میں نے اس سے بہت زیادہ اسے واپس کردیا۔ اب میری طرف اس کا کوئی قرض باقی نہیں رہا۔ ... میں کسی مرحلے پر اسے نہیں بھولا۔ اگر میں نے جواباً اس کی مدد نہ کی ہوتی تو وہ آج بھی ایک معمولی درجے کی طوائف ہی ہوتی۔ لیکن وہ اب بھی نہیں بدلی۔ اس کا رجحان اب بھی جرائم پیشہ لوگوں کی طرف ہے۔"

میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ عدنان خود بھی ایک خود غرض اور موقع پرست آدمی تھا۔ اس سے اس کے علاوہ اور کیا توقع کی جاسکتی تھی۔

ایک ملازم کافی لے کر آیا اور میں نے سونیا سے کافی بنانے کے لئے کہا۔ وہ سر جھکا کر پیالیاں سیدھی کرنے لگی۔

"میں کافی شوق سے نہیں پیتا مگر آج پیوں گا" عدنان نے کہا۔ "ان کے ہاتھ کی بنی ہوئی کافی پینا بھی ایک اعزاز ہوگا۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی اعزاز حاصل ہونے کی توقع بھی نہیں ہے" میں نے کہا "اس لئے کہ سونیا نے شریفانہ زندگی گزارنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔"

سونیا اور عدنان نے بیک وقت چونک کر میری طرف دیکھا۔ "یہ کیسے ہوسکتا ہے" عدنان نے کہا "میں نے آج تک کسی کو یہ پیشہ ترک کرتے نہیں دیکھا۔"

"اب دیکھ لو" میں نے بڑے سکون سے کہا "آج کے بعد سونیا رائل کلب کا رخ بھی نہیں کرے گی۔"

"یہ بڑی ناممکن سی بات ہے" عدنان نے بڑے مضطربانہ انداز میں پہلو بدل کر کہا "میں اس پر یقین نہیں کرسکتا۔"

"اتنی سی بات پر یقین نہیں کرسکتے تو اس بات پر کیسے یقین کروگے کہ ہم دونوں شادی کرچکے ہیں۔"

سونیا کے ہاتھ سے کافی کی پیالی گرتے گرتے بچی جو وہ عدنان کی طرف بڑھا رہی تھی اور عدنان کی تو آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"اگر تم نے شادی کرلی ہے تو یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے" وہ پہلو بدل کر بڑبڑایا "میں بھلا کیا کرسکتا ہوں۔"

"کیا یہ خبر سن کر تمہیں خوشی نہیں ہوئی عدنان؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "تم نے تو مبارکباد تک نہیں دی۔"

"جب خوشی ہوگی تو مبارکباد بھی دوں گا... ابھی تو صرف حیرت ہی ہورہی ہے۔ معلوم نہیں تم نے یہ فیصلہ کیوں کیا۔ تم جیسے آدمیوں کے لئے لڑکیوں کی کیا کمی ہوسکتی ہے۔؟"

سونیا زبردست قسم کی بے بسی کا شکار ہوگئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میری اس حرکت پر اپنے ردِ عمل کا اظہار کس طرح کرے۔ عدنان وہاں موجود نہ ہوتا تو معلوم نہیں وہ کیا کرتی۔

"اب ہمیں یہاں سے واپسی کے لئے کیا کرنا ہوگا عدنان؟" میں نے کافی ختم کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے پاس گاڑی تو موجود ہوگی۔ اگر نہیں ہے تو میں اپنی گاڑی میں تمہیں بھجوائے دیتا ہوں" عدنان نے کہا۔

شکریہ عدنان! میری گاڑی عقبی سڑک پر موجود ہے۔ ہم چلے جائیں گے" میں نے کہا اور سونیا کو اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

"تم عقبی دیوار کود کر یہاں داخل ہوئے تھے مگر اب گیٹ سے واپس جاؤ گے۔ لاؤ، چابی مجھے دو۔ میں تمہاری گاڑی سامنے منگوائے لیتا ہوں۔"

میں نے کار کی چابی نکال کر عدنان کے حوالے کردی اور اس نے ایک ملازم کو بلا کر اسے چابی دیتے ہوئے ضروری ہدایات دیں پھر ملازم کے جانے پر میری طرف مڑا۔

"میرا وہ آدمی زندہ نہیں بچا جس پر تم نے عقبی برآمدے میں حملہ کیا تھا" اس نے اچانک ہی مجھ سے کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے حیران ہوکر پوچھا۔ وہ شروع سے اب تک میرے ساتھ ہی تھا اور یہ اطلاع کسی کے ذریعے اس تک نہیں پہنچی تھی۔ اگر میرے سامنے اسے اطلاع ملتی تو مجھے ضرور معلوم ہوجاتا۔

"اس کے علاوہ تمہیں یہاں تک پہنچنے کے لئے پانچ مزید افراد سے بھی نمٹنا پڑا جن میں سے ایک حسین تھا جسے تم اسی کے پستول کی زد پر یہاں تک لائے تھے" اس نے مجھے مزید حیران کرنے کے لئے کہا مگر اب میں مزید حیران ہونے کے موڈ میں نہیں تھا بلکہ میں نے الٹا اسے حیران کرنے کا تہیہ کرلیا تھا۔

"غالباً تمہاری معلومات کا راز اس کمرے میں پوشیدہ ہے" میں نے خواب گاہ میں نظر آنے والے اس دروازے کی طرف اشارہ کیا جو وہاں زائد دکھائی دے رہا تھا۔ ایک دروازہ تو باتھ روم کا تھا مگر دوسرے دروازے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ یقیناً کوئی انتہائی اہم وجہ تھی جس کے تحت وہ دروازہ وہاں رکھا گیا تھا۔

عدنان چونک پڑا "یہ اندازہ تم نے کس طرح لگایا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"بڑی معمولی سی بات ہے عدنان! جس عمارت میں خفیہ ٹی وی کیمروں کا نظام موجود ہو اس کے بارے میں یہ بات حلق سے نہیں اترتی کہ اس کے مالک نے کیمروں کے ذریعے نگرانی کا نظام مکمل طور پر دوسروں کے سپرد کر رکھا ہوگا۔ یقیناً کوئی ایسا بھی ذریعہ ہوگا جسے استعمال کرکے وہ خود بھی دوسروں کی نگرانی کرسکتا ہو۔ میرے اس نظرئے کو تین باتوں سے تقویت ملتی ہے۔ تم نے سلوی سے کہا کہ علی کی جیب سے پستول نکال لو۔ یعنی تمہارے علم میں تھا کہ میری جیب میں پستول ہی ہے ریوالور نہیں ہے۔ دوسری دو باتیں تم نے ابھی ابھی کہی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ محافظ مرگیا جس پر میں نے عقبی برآمدے میں حملہ کیا تھا اور دوسری یہ کہ مجھے یہاں تک پہنچنے کے لئے پانچ مزید افراد سے نمٹنا پڑا تھا۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی یہ ہے کہ تم میرے استقبال کے لئے پوری طرح تیار تھے۔ ورنہ تم جیسے آدمی کی خواب گاہ میں مسلح محافظوں کی موجودگی سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ ان سب باتوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اپنے خفیہ کیمروں سے تم نے براہِ راست سارے مناظر دیکھے ہیں۔ تم تک کسی اور ذریعے سے اطلاعات نہیں پہنچیں۔ اب یہ مسئلہ رہ جاتا ہے کہ وہ کنٹرول روم کہاں ہے جہاں سے تم نے یہ سارا منظر دیکھا۔ تو اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ ایسا خفیہ کیمرہ خواب گاہ سے ملحق ہی ہوسکتا ہے۔ اور پھر یہ اضافی دروازہ بھی اس طرف اشارہ کررہا ہے کہ یہ اسی خفیہ کمرے کا دروازہ ہے۔"

"مجھے یہ اندازہ تو تھا کہ تم غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو مگر مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تمہاری صلاحیتیں اس انتہا کو پہنچی ہوئی ہوں گی" عدنان عباسی نے طویل سانس لے کر کہا "کلب میں تم نے مجھ سے جس انداز سے بات کی مجھے اسی سے اندازہ ہوگیا تھا کہ تم کوئی عام آدمی نہیں ہوسکتے۔ پھر جتنی بے پروائی اور جس انداز میں تم وہاں سے اٹھ کر آئے تھے اس سے بھی مجھے محسوس ہوگیا تھا کہ تم سونیا کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کروگے۔ اسی لئے میں نے راستے بھر عقب نما آئینے پر نظر رکھی۔ میرا خدشہ اس وقت درست ثابت ہوگیا جب کلب سے لے کر یہاں تک میرا تعاقب کیا گیا۔ صاف ظاہر تھا کہ تعاقب کرنے والی کار میں تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا اور یہ کہ تم کوٹھی میں بھی گھسنے کی کوشش ضرور کروگے۔ میں نے اپنی حفاظت کا معقول بندوبست کر رکھا ہے لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان انتظامات کو آزمانے کا موقع ملا ہو۔ میں چاہتا تو محافظوں کو ہوشیار کرسکتا تھا۔ اس طرح تم بے خبری میں پکڑے جاتے یا مارے جاتے مگر مجھے تو اپنے حفاظتی انتظامات کی آزمائش کا موقع ملا تھا اور اسی لئے میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا فیصلہ کیا۔ کیمرے اس طرح نصب ہیں کہ کوٹھی کا کوئی گوشہ بھی ان کی زد سے بچا ہوا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ان کے ذریعے کوٹھی کے اردگرد ہونے والی نقل و حرکت بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ ان کیمروں پر ایسے لینس نصب ہیں جن کے ذریعے اندھیرے کا منظر بھی صاف نظر آتا ہے۔ ... یہی وجہ ہے کہ تم اس وقت سے میری نظروں میں ہو جب عقبی سڑک پر کار سے اترے تھے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں نے جن لوگوں کی صلاحیتوں پر اعتماد کیا تھا وہ بالکل ہی ناکارہ ثابت ہوئے۔ اگر میں خود ہوشیار نہ رہا ہوتا تو اب تمہاری راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہ گئی تھی۔"

"اس میں قصور تمہارے آدمیوں کا نہیں ہے عدنان! ان بے چاروں کا واسطہ غلط آدمی سے پڑ گیا تھا۔"

"میں خود بھی یہی محسوس کررہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہیں اپنے لئے کام کرنے کی آفر کی ہے۔"

"اس آفر پر ہم بعد میں کسی وقت بات کریں گے۔ نہ تو اس بات کے لئے یہ وقت مناسب ہے اور نہ جگہ مناسب ہے۔"

"تم جس وقت اور جہاں چاہو گے میں تم سے بات کرنے کو تیار ہوں۔ مگر میں تم سے رابطہ کس طرح کروں گا؟"

"اس وقت تو میرا کوئی ایسا ٹھکانہ نہیں ہے جس کا پتا تمہیں بتاؤں، لیکن فکر کی کوئی بات نہیں... میں خود تم سے رابطہ کرلوں گا۔"

"میں بے چینی سے تمہارا انتظار کروں گا" عدنان نے کہا۔ وہ ہمارے ساتھ کوٹھی کے گیٹ تک آیا تھا۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" کوٹھی کے گیٹ سے کار باہر نکلتے ہی سونیا نے مجھ سے کہا "تم نے اس سے یہ کیوں کہا کہ ہم نے شادی کرلی ہے؟"

"مجھے ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں وہ تمہارے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہہ دے جسے سن کر مجھے غصہ آجائے۔"

سونیا نے مجھے غور سے دیکھا مگر کچھ بولی نہیں۔ وہ دونوں گاڑیاں پھر پیچھے لگ گئی تھیں جو شروع سے ہی میرے تعاقب میں لگی ہوئی تھیں۔

"تم نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا علی!" کچھ دیر بعد سونیا پھر بولی "تمہیں اس طرح وہاں نہیں گھسنا چاہئے تھا۔"

"پھر کس طرح گھسنا چاہئے تھا؟"

"میرا مطلب ہے تمہیں عدنان سے دور ہی رہنا چاہئے تھا۔ وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس نے ہمیں چھوڑ کیسے دیا؟"

"وہ مجھ سے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہوگیا ہے۔ کوٹھی کی حفاظت کے لئے اس نے نامی گرامی بدمعاش رکھ چھوڑے ہوں گے۔ جب میں ان کے حصار کو توڑتا ہوا گزر گیا تو اس کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہونا لازمی تھا کہ کسی طرح مجھے بھی ملازم رکھ لے۔ اس کا اور کام ہی کیا ہے۔ بصرہ کے غنڈوں بدمعاشوں کی سرپرستی یہی تو کررہا ہے۔ ایک بدمعاش اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتا ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں تو سمجھتی ہوں مگر تم نہیں سمجھتے۔ میں نے تمہیں پہلے ہی منع کردیا تھا مگر تم نہیں مانے۔"

"سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے خطرات سے ڈر نہیں لگتا مگر میں بلاوجہ خطرات سے کھیلنا بھی پسند نہیں کرتا اور جہاں خطرہ مول لینا ناگزیر ہوجائے وہاں پیچھے بھی نہیں ہٹتا۔ میں نے تم سے وعدہ کرلیا تھا کہ کلب میں سلومی سے نہیں الجھوں گا۔ اس کے بعد کسی سڑک پر بھی اس سے الجھا نہیں جاسکتا تھا۔ واحد طریقہ یہی رہ گیا تھا کہ اس کی کوٹھی کے اندر گھس جاؤں اور میں نے وہی کیا۔

"اب تو مجھے بھی تم سے خوف محسوس ہونے لگا ہے۔ رائل کلب میں آنے والے معمولی حیثیت کے لوگ نہیں ہوتے مگر میں نے ان سب کو ہمیشہ عدنان سے خوفزدہ ہی دیکھا ہے لیکن تمہارے سامنے تو خود وہ دبا دبا سا لگ رہا تھا۔ یوں معلوم ہورہا تھا جیسے وہ تمہاری خوشامد کررہا ہو؟"

"تمہارا مشاہدہ بہت اچھا ہے۔ ہاں' وہ میری خوشامد ہی کررہا تھا۔ اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ میں آسانی سے اس کے قابو میں نہیں آؤں گا۔ اس نے چونکہ اپنی آنکھوں سے میری کارکردگی دیکھی ہے اس لئے مجھے چھوڑے گا نہیں... میری بڑی سے بڑی شرائط بھی منظور کرلے گا۔ یہی دیکھ لو کہ اس نے کتنی آسانی سے ہمیں وہاں سے نکل آنے دیا۔"

"کیا تم اس کے لئے کام کرنے پر رضامند ہوجاؤ گے؟" سونیا نے پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"تو پھر تم نے صاف انکار کیوں نہیں کردیا۔ بعد میں انکار کروگے تو وہ مشتعل ہوجائے گا۔"

"اگر تمہیں وہاں سے نکالنے کا مرحلہ نہ درپیش ہوتا تو میں نے اسی وقت صاف انکار کردیا ہوتا اور یہ بات تم بھی اچھی طرح سمجھتی ہو کہ اگر میں اس سے الجھتا تو وہاں سے نکلنا ناممکن ہوجاتا۔"

... سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہاں اس قدر زبردست حفاظتی انتظامات سے واسطہ پڑے گا۔ اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہوجاتا تو اسے کوٹھی تک پہنچنے ہی نہ دیتا۔ اگر وہ کسی صورت کوٹھی تک پہنچ بھی جاتے تو میں اندر پہنچنے کے لئے کوئی اور تدبیر اختیار کرتا۔"

"اس کے حفاظتی انتظامات کو توڑنا کسی صورت بھی ممکن نہیں ہے" سونیا نے کہا اور میں دھیرے سے ہنس دیا۔

"ہاں' بہ ظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے" میں نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

"بہ ظاہر کا کیا مطلب؟ صاف صاف بات کیوں نہیں کرتے کہ ایسا کرنا عملاً ناممکن ہے۔"

"اگر واقعی ایسا ہوتا تو اعتراف کرلینے میں کوئی باک نہیں تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ حفاظتی انتظامات کچھ بھی نہیں ہیں۔"

"تم بڑے بڑے دعوے کرنے کے خبط میں مبتلا ہو" سونیا نے چڑ کر کہا "اس وقت اگر قسمت نے یاوری نہ کی ہوتی تو زبان چلانے کے لئے زندہ نہ ہوتے۔"

"انہوں نے بھی مجھے بڑبولے کا لقب دیا تھا" میں نے بے خیالی سے کہا۔ یہ جملہ قطعی غیرارادی طور پر میرے منہ سے نکل گیا تھا۔

"کس نے تمہیں بڑبولے کا لقب دیا تھا؟" سونیا کا سوال مجھے ہوش میں لے آیا۔

"کچھ نہیں" میں نے گڑبڑا کر کہا "شاید میں واقعی بڑی بڑی باتیں کرتا ہوں اسی لئے سب مجھے بڑبولے کا لقب عطا کردیتے ہیں۔"

"مگر میں تو تمہاری قدر کرتی ہوں" سونیا نے ہنس کر کہا۔ "میرے لئے تو تم کسی بیش قیمت ہیرے سے بھی زیادہ قیمتی ہو۔"

"وہ تو عدنان عباسی کے لئے ہوں حالانکہ اسے ایک سے بڑھ کر ایک لوگوں کی خدمات حاصل ہیں مگر وہ مجھ پر ریجھ گیا ہے۔ ... اب دیکھنا یہ ہے کہ میری خدمات حاصل کرنے کے لئے کون کون سی پیشکشیں کرتا ہے۔"

ہم اپنی عارضی قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ رات کا ایک بج چکا تھا۔ سڑکوں پر سناٹا تھا مگر گزشتہ رات والے واقعے کے سبب پولیس گشت کرتی نظر آرہی تھی۔ متعاقب گاڑیاں مستقل طور پر میری کار کے پیچھے لگی ہوئی تھیں لیکن آج رات ان کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوسکتی تھی۔ علاقے میں پولیس موجود تھی اور مجھے یقین تھا کہ وہ پولیس کی نظروں میں آنے کا خطرہ ہرگز مول نہیں لیں گے۔

ہمارے بنگلے میں داخل ہوتے ہی فون کی گھنٹی بجی۔ سونیا نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ جواب میں' میں خود فون کی طرف بڑھ گیا۔

"تم تو بڑے باکمال آدمی نکلے" فون پر دوسری طرف سے وہی مانوس آواز آرہی تھی جس نے میرا پیچھا پکڑ رکھا تھا۔ "بھیڑیئے کے بھٹ میں گھس کر صحیح سالم نکل آئے۔"

"میں اس سے زیادہ باکمال ہوں مسٹر پردہ نشین" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اور وہ آٹھ آدمی مجھ پر قابو پانے کے لئے قطعی ناکافی ہیں جو میرا تعاقب کرتے پھر رہے ہیں۔"

"بقیہ سات تو محض تمہاری نگرانی کے لئے ہیں ورنہ میں تنہا ہی تمہارے لئے کافی ہوں۔"

"بہت خوب مسٹر پردہ نشین!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم مجھے یہ تاثر دینے کی کوشش کررہے ہو کہ ان آٹھ میں تم خود بھی موجود تھے۔"

"تاثر دینے کی کوشش نہیں کررہا ہوں مسٹر نارمن شیلوف! میں درحقیقت ان ہی میں سے ایک ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ تم ان کے درمیان مجھے شناخت نہیں کرسکتے۔"

"تم نارمن شیلوف کو دھوکا نہیں دے سکتے مسٹر پردہ نشین!" میں نے مضبوط لہجے میں کہا "تم ان کے درمیان نہیں تھے اگر ہوتے تو میری نظروں سے بچ نہیں سکتے تھے۔"

"تم بکواس کررہے ہو۔ تمہارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے مجھے شناخت کرسکو۔"

"اگر نہ ہوتا مسٹر پردہ نشین! تو میں ہرگز اتنے یقین سے یہ بات نہ کہتا کہ تم ان کے درمیان نہیں تھے۔"

"تم بلف کررہے ہو۔ اس طرح میری حقیقت جاننا چاہ رہے ہو۔ میں اس قسم کی چالوں سے خوب واقف ہوں۔"

"میں جانتا ہوں کہ اس قسم کے مقابلوں میں بلف کئے جاتے ہیں مگر جس بلف کی تم بات کررہے ہو وہ میرے لئے قطعی بے مقصد ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ مجھے یقین ہے کہ تم ان آٹھ میں نہیں تھے۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہے تم ان آٹھ میں نہیں تھے۔ کیا میں تمہیں یقین اور علم کے درمیان فرق سمجھاؤں مسٹر پردہ نشین؟"

"تمہارے چہکنے کی وجہ یہ ہے کہ تم علاقے میں پولیس کو گشت کرتے دیکھ چکے ہو اور تم نے اندازہ لگالیا ہے کہ کم از کم آج رات تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا "یقین اس خیال کو کہتے ہیں جو انتہائی پختہ ہو" میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا "اور جہاں یقین کی سرحدیں ختم ہوتی ہیں اس سے کہیں آگے سے علم کی سرحدیں شروع ہوتی ہیں۔ کوئی انتہائی پختہ یقین کسی بھی وقت غلط ثابت ہوسکتا ہے مگر علم غلط نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ علم کے معنی ہیں جاننا اور آدمی جو بات جانتا ہے..."

"میں نے تمہاری خرافات سننے کے لئے فون نہیں کیا تھا" انتہائی خراب لہجے میں کہا گیا۔

"تو کیا اپنی خرافات سنانے کے لئے فون کیا تھا؟" میں نے سونیا کو آنکھ مارتے ہوئے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوجانے پر میں نے بھی مسکراتے ہوئے فون بند کردیا۔

"تم نہیں تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟ عقل مندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم ان لوگوں کو جُل دے کر نکل جاتے مگر تم تو "آ بیل مجھے مار" کی تصویر بنے ہوئے ہو" سونیا بڑبڑائی۔

"ایسے ہی کھیلوں میں تو لطف آتا ہے۔ کل عدنان عباسی کو صاف جواب دوں گا تو ممکن ہے وہ بھی دشمنی پر اتر آئے۔ تب اور زیادہ مزہ آئے گا۔"

"ایسی حرکتیں مت کرو علی! آخر تمہیں ضرورت کیا ہے عدنان کو چھیڑنے کی؟"

"میں نے اس سے وعدہ کرلیا ہے اس لئے رابطہ تو بہرحال ضرور قائم کروں گا اور مذاکرات بھی ہوں گے۔"

"اچھا تو میری یہ بات مان لو کہ اس سے جو بات بھی کرنی ہو فون پر ہی کرلو۔ اس طرح کم از کم تم محفوظ تو رہو گے۔"

"کیا تم یہ سمجھ رہی ہو کہ وہ ہماری قیام گاہ سے لاعلم ہوگا؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"اسے علم ہو بھی کیسے سکتا ہے؛ نہ تو میں نے اسے کچھ بتایا ہے اور نہ ہی تم نے اسے کچھ بتایا ہے۔"

"تم بڑی خوش فہمیوں کا شکار ہو سونیا! اب تک نہ صرف وہ ہماری قیام گاہ کا سراغ لگا چکا ہوگا بلکہ یہاں کی نگرانی بھی شروع ہوچکی ہوگی۔"

"کیا اس کے پاس الٰہ دین کا چراغ موجود ہے؟" سونیا جھنجلا کر بولی "تم کیسی ناممکن قسم کی باتیں کرتے ہو جنہیں عقل تسلیم ہی نہ کرے۔"

"عقل بے چاری تو ہمیشہ بے قصور ہوتی ہے۔ کوئی اس پر زور ہی نہ دینا چاہے تو وہ کر بھی کیا سکتی ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔ پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا "تم اسے مجھ سے زیادہ جانتی ہو۔ اس نے ہمارے سامنے جو اعترافات کئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ عراق کی پولیس کی بھی مجال نہیں ہے کہ وہ عدنان عباسی کے خلاف ایک قدم بھی اٹھا سکے۔ حکومت کے کسی محکمے کا بڑے سے بڑا افسر بھی اس کے خلاف ایک لفظ بولنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ ... محض اس لئے کہ وہ حکمراں پارٹی کی ناک کا بال ہے۔ کوئی بھی حکومت جو اپنی بقا کے لئے اس قسم کے افراد پر انحصار کرتی ہے وہ دراصل قانون کی دھجیاں اڑانے کا سامان پیدا کرتی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا کوئی کام رک نہیں سکتا۔ اس نے ہماری کار کا نمبر نوٹ کرلیا ہوگا اور اس کے محض ایک فون پر رجسٹریشن آفس میں زلزلہ آگیا ہوگا۔ نمبروں کے ذریعے پتا معلوم کرنا پندرہ منٹ سے زیادہ کا کام نہیں ہوتا۔"

"غضب خدا کا علی!" سونیا نے خوفزدہ ہوکر کہا "تم تو دوسروں کے ہوش اڑا دیتے ہو۔"

"یہ تو دوسروں کا قصور ہوا" میں نے ہنس کر کہا "میری باتوں سے اس کے ہوش اڑ جاتے ہیں اور ادھر مخالف جو چالیں عملاً چل رہا ہے اس سے ان کے ہوش نہیں اڑتے؟"

"سچ بتاؤ علی! اتنی خوفناک قسم کی باتیں معلوم ہوتے ہوئے بھی تم اس قدر پُرسکون کس طرح رہتے ہو؟"

"میں جانتا ہوں کہ کوئی مقابلہ جیتنے کے لئے پُرسکون رہنا بہت ضروری ہے۔ بدحواسی سے عقل خبط ہوجاتی ہے اور مخبوط الحواس شخص کبھی کوئی مقابلہ نہیں جیت سکتا۔"

میں نے سونے سے قبل بنگلے میں ان جگہوں کا اچھی طرح معائنہ کیا جہاں کوئی خطرناک ہتھیار وغیرہ چھپائے جانے کا امکان ہوسکتا تھا۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ ہماری گفتگو سننے کے لئے کوئی آلہ وغیرہ چھپا دیا گیا ہو مگر میں ایسی کوئی چیز برآمد نہیں کرسکا۔ تلاش کے دوران سونیا مستقل میرے کان کھائے جارہی تھی اور میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مختصر جوابات دے کر اسے ٹالے جا رہا تھا۔

"تم نے عدنان سے یہ کیوں کہا تھا کہ میں نے اپنا پیشہ ترک کردیا ہے اور آئندہ رائل کلب نہیں جاؤں گی؟" اچانک اس نے سوال کیا۔

"اس کا جواب میں تمہیں پہلے بھی دے چکا ہوں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ کوئی ایسی بات کہے جس پر مجھے غصہ آجائے۔"

"تم نے یہ نہیں سوچا کہ تمہاری زبان سے ادا ہونے والے الفاظ میرے لئے کتنی اہمیت رکھتے ہیں۔"

"تم میری پابند تو نہیں ہو۔ میں نے اس سے جان چھڑانے کے لئے ایک بات کہی تھی۔ ضروری تو نہیں کہ تم اس پر عمل بھی کرو۔"

"تمہاری بات اونچی رکھنا بھی میرے لئے ضروری ہے اور میری اپنی مجبوریاں بھی ہیں جو مجھے اس پیشے میں رہنے پر مجبور کرتی ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے سونیا، اسی لئے میں نے تم سے ایسی کوئی فرمائش نہیں کی جس کی تکمیل کرنا تمہارے لئے ممکن نہ ہو حالانکہ میری خواہش یہی ہے کہ تم کوئی ملازمت وغیرہ کرلو۔"

"خواہش تو میری بھی یہی ہے علی!" سونیا نے ایک ٹھنڈی سانس لی "معلوم نہیں وہ وقت کب آئے گا جب میری یہ خواہش حقیقت کا روپ دھارے گی۔"

"میں نے عدنان سے غلط نہیں کہا تھا سونیا! سلوی تو پہلے ہی تمہاری دشمن ہے۔ اب میں عدنان کے ساتھ کام کرنے سے انکار کردوں گا تو وہ میرے ساتھ ساتھ تمہارا بھی دشمن ہوجائے گا۔ ایسے حالات میں تم کم از کم رائل کلب کا رخ تو نہیں کرسکوگی۔"

"بات پہلے ہی اتنی بڑھ چکی ہے کہ میں کسی اور شہر کا رخ کرنے کا سوچ رہی ہوں۔ ممکن ہے میں بغداد چلی جاؤں۔ وہاں آمدنی کے مواقع بہت زیادہ ہیں۔"

"اس وقت تو صرف سونے کی فکر کرو۔ کل کا دن بہت زیادہ مصروف گزرنے کا امکان ہے۔"

○☆○

اگلے روز صبح دس بجے میں بصرہ کے سب سے شاندار ہوٹل کے ایک سوئیٹ میں نرم اور آرام دہ صوفے پر بیٹھا تھا۔ میں نے صبح ہی عدنان کو فون کیا تھا اور وہ اپنی نیند کو خیرباد کہہ کر یہاں دوڑا چلا آیا تھا۔ بصرہ کے سب سے شاندار ہوٹل میں یہ سوئیٹ مستقل اس کے نام بک رہا کرتا تھا۔ اس سوئیٹ میں ملاقات کی تجویز خود عدنان نے ہی پیش کی تھی۔

"مجھے اس بات سے بہت دکھ پہنچا کہ تم چوری کی گاڑی لئے گھوم رہے ہو" عدنان نے گفتگو کی ابتدا کی۔ وہ مجھ پر اپنی معلومات کا رعب ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"وہ چوری کی گاڑی نہیں ہے عدنان! بے کار کھڑی تھی۔ مالک بصرہ میں نہیں ہے۔ میں تو اسے عارضی طور پر استعمال کر رہا ہوں۔"

"اور عارضی طور پر اس خالی بنگلے میں رہائش بھی اختیار کرلی ہے" عدنان نے مجھے مزید مرعوب کرنے کے لئے کہا۔

"بالکل" میں نے بڑی سنجیدگی سے سرہلایا "جب مالک آجائے گا تو میں بنگلا اور کار اس کے حوالے کردوں گا۔"

"تمہاری یہ بے سروسامانی کی کیفیت دیکھ کر دل کڑھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کوئی باقاعدہ کام شروع کردو۔"

"بعض لوگوں کی زندگی بے ترتیبی سے عبارت ہوتی ہے۔ مجھے بھی انہی میں سے سمجھ لو۔"

"کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ تم خود کو ضائع کر رہے ہو؟" عدنان نے کہا۔

"نہیں" میں نے نفی میں سرہلایا "مجھے ایسا کوئی احساس کبھی نہیں ہوا۔ میرے خیال میں میرے پاس ضائع کرنے کے لئے کچھ ہے ہی نہیں۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو علی! ممکن ہے تمہاری زندگی کی اس بے قاعدگی کی وجہ یہ ہو کہ تمہیں آگے بڑھنے کے لئے کوئی مظبوط سہارا میسر نہ آیا ہو؟"

"سہاروں کی ضرورت انہیں پڑتی ہے جو کمزور ہوں۔ میں سب کچھ ہوسکتا ہوں مگر کمزور نہیں ہوسکتا۔ نہ ہی میرے اندر آگے بڑھنے کی ایسی کوئی خواہش ہے جس کے لئے سہارے تلاش کرتا پھروں۔"

عدنان نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا "بڑے بڑے جرائم پیشہ اس بات کے متمنی رہتے ہیں کہ انہیں عدنان عباسی کا سہارا میسر آجائے اور تم میری پیش کش کو مسترد کر رہے ہو۔ خوش قسمتی تمہارے دروازے پر دستک دے رہی ہے لیکن تم نے اپنے کان بند کر رکھے ہیں۔"

میرے ہونٹوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی "میں جرائم پیشہ ہوتا تو ممکن ہے میری تمنا بھی یہی ہوتی لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہے۔"

عدنان کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے غصہ آنا شروع ہوگیا ہے "تم بلا اجازت کسی اور کے گھر میں رہ رہے ہو۔ بغیر اجازت کسی اور کی کار استعمال کر رہے ہو، کیا یہ جرم نہیں ہے؟"

"ہوگا" میں نے بے پروائی سے کہا "لیکن کسی بے کار چیز کو استعمال کرلینے میں کیا حرج ہے؟"

"پولیس یہ نہیں دیکھتی" عدنان کا لہجہ زہر آلود ہوگیا "بغیر اجازت کسی کے گھر میں گھسنے پر فرد جرم عائد کردی جاتی ہے۔"

"پولیس کو معلوم کیسے ہوگا کہ میں وہاں بلا اجازت مقیم ہوں؟" میں نے کہا "اور پھر اگر کوئی خطرہ سر پر آہی گیا تو میں فرار ہوجاؤں گا۔"

"میں تمہیں ایک بار پھر اپنی آفر پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہوں" عدنان نے اپنا غصہ دباتے ہوئے کہا۔

"تمہاری آفر پر میں اس لئے غور نہیں کرسکتا کہ محکومیت میرے مزاج سے میل نہیں کھاتی۔"

عدنان اٹھ کر دبیز قالین پر ٹہلنے لگا۔ میں اطمینان سے بیٹھا سامنے رکھی ہوئی چیزیں اڑا رہا تھا۔ عدنان ٹہلتے ٹہلتے رکا اور مجھے گھورتے ہوئے بولا "تمہیں میرے اثر رسوخ کا اندازہ نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے" میں نے ایک کیلا چھیلتے ہوئے بے پروائی سے کہا "تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ تم حکمراں پارٹی کے لئے لازمی ضرورت کی حیثیت رکھتے ہو۔"

"تم نے ابھی میری شخصیت کا ایک ہی رخ دیکھا ہے۔ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ میں جس کام کا ارادہ کرلوں اسے ہر قیمت پر کرکے ہی دم لیتا ہوں۔"

"مجھے اس کا بھی اندازہ ہے" میں نے ایک کیلا ختم کرکے دوسرے کیلے کی طرف ہاتھ بڑھایا "تمہیں مجھ سے یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"آج تک ایسا نہیں ہوا کہ میں نے ناکامی کا منہ دیکھا ہو" عدنان رفتہ رفتہ آپے سے باہر ہو رہا تھا "لیکن میں اس اصول پر سختی سے کاربند رہتا ہوں کہ جو کام نرمی سے ہو رہا ہو اسے نرمی سے ہی کیا جائے۔"

"میں سمجھتا ہوں" میں نے اثبات میں سرہلا کر انگوروں کی پلیٹ کا رخ کیا "اور میں خود بھی اس اصول پر عمل پیرا رہتا ہوں۔"

"آدمی کو کبھی کبھار حالات سے سمجھوتہ بھی کرلینا چاہئے" عدنان نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

"ہم دونوں کے خیالات میں حیرت انگیز مماثلت ہے" میں نے بڑے جوش سے کہا۔ "خود میرا خیال بھی یہی ہے کہ آدمی کو اپنے رویے میں لچک رکھنی چاہئے۔"

عدنان نے مجھے بری طرح گھورا۔ میں اپنی حرکتوں سے اس کے اشتعال میں اضافہ ہی کئے چلا جا رہا تھا۔ ایسے میں اگر کوئی مجھے دیکھ لیتا تو بلا تامل پاگل قرار دے دیتا مگر میں اسے سبق دینے کے لئے مجبور تھا۔ اس کی شخصیت مجھے نفرت انگیز لگی تھی۔ اس کی حرکتیں اوچھی تھیں۔ اس سے بہتر تو سلوی تھی جو کم از کم اپنے اصولوں سے ہٹتی تو نہیں تھی۔ عدنان تو انتہائی تھرڈ کلاس آدمی تھا اور کیوں نہ ہوتا، اس کا تو تعلق ہی نچلے طبقے سے تھا۔ حالات نے اسے زمین سے آسمان پر پہنچا دیا تھا تو وہ اپنی حیثیت بھول گیا تھا۔ اسے اس کی اوقات یاد دلانا بے حد ضروری تھا۔

دولت کے ساتھ ساتھ اثر ورسوخ نے اس کا دماغ خراب کردیا تھا۔ سونیا کے سلسلے میں اس نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا، اسے سزا دینے کے لئے وہی ایک جواز بہت کافی تھا۔ اس کے بعد اس نے مجھے ملازمت کی آفر کرکے گویا اپنے تابوت میں آخری کیل ٹھونک لی تھی۔ مجھے متاثر کرنے کے لئے بہت بھونڈا طریقہ اختیار کیا تھا۔ یہ دیکھنے کے بعد کہ میں اس کے چھ آدمیوں کو تنہا زیر کرکے اس تک پہنچ گیا ہوں وہ مجھ سے ہر طرح کا تعاون کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔ جب کہ اس سے قبل وہ مجھے جان سے مار دینے کے درپے تھا۔ گویا وہ اس قبیل سے تعلق رکھتا تھا جس کے نزدیک جینے کا حق صرف طاقت ور کو حاصل ہوتا ہے۔ کم زور صرف اس لئے ہوتا ہے کہ اسے محکوم بنا لیا جائے۔

وہ سمجھتا تھا کہ اس نے میری صلاحیتوں کو پوری طرح پرکھ لیا ہے اور یہ اس کی بہت بڑی خام خیالی تھی۔ اس نے کچھ بھی نہیں دیکھا تھا اگر اس کی کھوپڑی میں تجزیہ کرنے والا دماغ ہوتا تو وہ سمجھ گیا ہوتا مگر وہاں تو دولت کا اور اثر رسوخ کا خناس بھرا ہوا تھا۔ اسے بڑا زعم تھا اور جس شخص کو زعم ہوجاتا ہے اس کی آنکھوں پر پردہ پڑجاتا ہے۔ سامنے کی چیزیں دکھائی نہیں دیتیں۔ وہ میرے اطمینان اور سکون کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا حالانکہ اسے سوچنا چاہئے تھا کہ وہ میرے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ اس نے اپنے طور پر مجھے ایک جرائم پیشہ شخص تصور کرلیا تھا۔ نہ صرف فرض کیا تھا بلکہ مجھ پر اپنے حسن واخلاق کا رعب ڈالنے کی بھی کوشش کی تھی۔ مجھ پر وہ شخص اپنے حسن واخلاق کا رعب ڈال رہا تھا جو مجھے جان سے مار دینے کی دھمکی دے چکا تھا اور اب ایک بار پھر مجھے ڈھکے چھپے الفاظ میں دھمکیاں دے رہا تھا۔

"میرے ماتحتوں میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ میرے سامنے زبان چلا سکیں" عدنان نے کہا۔

"ماتحتوں کو زبان چلانا زیب بھی نہیں دیتا" میں نے کہا۔ میں میز پر موجود پھلوں کا بڑی تیزی سے صفایا کر رہا تھا "تمہارے ماتحت بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔"

"مگر میں بہت خراب آدمی ہوں" عدنان نے دانت پیس کر کہا "میں بس ایک حد تک ہی لحاظ کرتا ہوں۔"

"میں تمہارے بیان کی تردید نہیں کروں گا۔ لحاظ واقعی ایک حد تک ہی کرنا چاہئے۔"

"اگر میں نے تمہیں خاص طور پر مدعو نہ کیا ہوتا تو اتنی چرب زبانی کے بعد یہاں سے زندہ نہیں جاسکتے تھے۔"

"یہ بات البتہ اختلافی نوعیت کی ہے۔ ضروری تو نہیں کہ میں تمہاری ہر بات سے متفق ہی ہوجاؤں۔"

"یہاں سے چلے جاؤ علی! میں نہیں چاہتا کہ مجھ پر الزام آئے کہ میں نے تمہیں اپنی حدود میں نقصان پہنچایا ہے لیکن یہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یاد رکھنا کہ تم نے میری پیش کش ٹھکرا کر اچھا نہیں کیا ہے۔ بصرے کی گلیاں تم پر تنگ ہو جائیں گی۔"

"بصرے کی گلیاں تنگ ہو جائیں گی تو میں کہیں اور کا رخ کروں گا۔ میں کشادہ مقامات پر رہنے کا عادی ہوں۔ تنگ جگہوں پر مجھ سے نہیں رہا جاتا۔"

"میری مرضی کے بغیر میرے دشمن فرار بھی نہیں ہو سکتے" عدنان نے مٹھیاں بھینچ کر کہا "میں اپنے دشمنوں پر زمین تنگ کر دیتا ہوں۔"

میں اچانک ہی عدنان کی طرف متوجہ ہو گیا "تم اپنے قد سے اونچی باتیں کرنے کے مرض میں مبتلا ہو عدنان!" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

عدنان گڑبڑا گیا "تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ جو باتیں میں نے کی ہیں ان میں کتنی صداقت ہے۔"

"تم تو کچھ بھی نہیں ہو عدنان! تم سے پہلے بہت بڑے بڑے مغرور لوگ گزر چکے ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ فرعون اور شداد اور نمرود اور ہامان جیسے لوگوں کا کیا حشر ہوا تھا؟ ان کا غرور اور تکبر ہی انہیں لے ڈوبا تھا۔"

"لیکن میں تمہیں لے کر ڈوبوں گا" عدنان غرایا "میں آخری بار تم سے کہہ رہا ہوں کہ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ نتائج کی ذمے داری تم پر ہو گی۔"

"میں نتائج کی ذمے داری قبول کرنے سے کبھی نہیں گھبرایا عدنان! نہ ہی مجھے یہاں سے جانے میں کوئی عار ہے مگر تمہارا رویّہ مجھے روک رہا ہے۔ تم مجھ سے یوں بات کر رہے ہو جیسے میں تمہارا کوئی ماتحت ہوں۔"

"میرے نرم رویّے کو میری کمزوری پر محمول مت کرو۔ کل رات بھی تم میرے قابو میں آ گئے تھے۔"

"اور اس کے باوجود آزاد گھوم رہا ہوں" میں مسکرایا۔ "اسے تم کیا کہو گے؟"

"میں تمہیں اس وقت بھی جہنم رسید کر سکتا تھا اور اس وقت بھی کر سکتا ہوں" عدنان نے کہا اور دونوں ہاتھوں سے تالی بجائی۔ میں بہت دیر سے اس لمحے کا منتظر تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اندرونی کمرے میں اس نے کچھ لوگوں کو چھپا رکھا ہے۔ ورنہ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ مجھ سے اس طرح اکڑ کر بات کرتا۔

تالی بجتے ہی اندرونی کمرے سے دو اسٹین گن بردار نمودار ہوئے تھے مگر میں اس سے پہلے ہی حرکت میں آ چکا تھا۔ میں نے عدنان پر چھلانگ لگائی تھی اور اس کے کچھ سمجھنے سے قبل ہی اسے جکڑ لیا تھا۔ نہ صرف جکڑ لیا تھا بلکہ اس کی جیب سے پستول نکال کر اس کی کنپٹی سے لگا دیا تھا۔

"اگر کسی نے حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں عدنان کو ہلاک کر دوں گا" میں نے غرا کر کہا اور دونوں اسٹین گن بردار ساکت ہو گئے۔

"اسٹین گن پھینک دو اور دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ" میں نے اگلا حکم دیا اور وہ دونوں ہونقوں کی طرح عدنان کی طرف دیکھنے لگے۔

"انہیں اپنی زبان میں سمجھاؤ" میں نے اس کی کنپٹی پر پستول کی نال کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا "ورنہ دنیا سے رخصت ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"جو یہ کہہ رہا ہے اس پر عمل کرو" عدنان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ایک منٹ کے اندر اندر اس کے سارے کس بل نکل گئے تھے۔

دونوں اسٹین گن برادروں نے اسٹین گنیں پھینکیں اور دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ میں نے عدنان کو دھکا دیا' ...وہ فرش پر بچھے ہوئے قالین پر جا گرا۔ ممکن ہے وہ کسی زمانے میں بہت طاقت ور رہا ہو مگر عیش و عشرت کی زندگی نے اسے آرام طلب بنا دیا تھا اور وہ اس قابل نہیں رہا تھا کہ کسی کا مقابلہ کر سکتا۔

میں نے آگے بڑھ کر ان دونوں کے سروں پر بڑی تیزی سے پستول کے دستے سے ضربیں لگائیں اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ...عدنان پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اندرونی کمرے میں اب کوئی نہیں ہو گا تاہم اطمینان کر لینا ضروری تھا۔ میں دونوں اسٹین گنوں پر قبضہ کرتا ہوا اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں واقعی کوئی اور نہیں تھا۔

"اٹھو اور صوفے پر بیٹھ جاؤ عدنان!" میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا "اب میں تمہیں ایک پیش کش کرنے والا ہوں' میں تمہیں بتاؤں گا کہ پیش کش کس طرح منظور کرائی جاتی ہے۔"

عدنان نے چپ چاپ میرے کہنے پر عمل کیا۔ اس کے سارے کس بل نکل گئے تھے۔

"اب تمہیں معلوم ہوا کہ میرے مقابلے میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تمہارا یہ خیال بھی خام ہے کہ گزشتہ رات میں تمہارے رحم و کرم پر تھا۔"

عدنان صرف اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ منہ سے وہ اب بھی کچھ نہیں بولا تھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہاری کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تم سے بڑے بڑے لوگ خاک کا ڈھیر ہو گئے مگر اس وقت تم نے میری بات نہیں مانی۔ اب دیکھ لو تم کتنے بے بس ہو اور کس طرح میرے رحم و کرم پر ہو۔ بتاؤ' میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟" ...میں نے پستول کی نال اس کے گالوں پر پھیری۔

"میں... میں تم سے سودے بازی کرنے کے لئے تیار ہوں" عدنان نے ہانپتے ہوئے کہا۔ اس کی رنگت زرد پڑ گئی تھی۔

"اور اگر میں یہ کہوں کہ میں سودے بازی کے موڈ میں نہیں ہوں تو...؟" میں نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔

"میں تمہیں مالا مال کر دوں گا... مجھے تمہارا ہر مطالبہ منظور

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔ میں تمہارا پیچھا بھی نہیں کروں گا۔"

میں نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا "ابھی کس بل نہیں نکلے" میں نے حقارت سے کہا "تم میرا پیچھا کرو گے... تم" میں نے اس کی طرف انگلی اٹھائی "تمہیں یہ یقین کیوں ہے کہ میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گا؟"

"نہیں... نہیں" عدنان پر ہذیانی کیفیت طاری ہو گئی "مجھے مارنا مت... مجھے مت مارنا..."

"اس کا انحصار صرف اس بات پر ہے کہ تم مجھ سے کس حد تک تعاون کرتے ہو۔"

"میں تم سے ہر طرح تعاون کرنے کو تیار ہوں" اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ اس پر موت کا خوف غالب آ چکا تھا۔

"اسی میں بہتری ہے" میں نے سہلا کر کہا "ویسے تم اپنی جاں بخشی کے عوض کتنی رقم بطور تاوان ادا کر سکتے ہو؟"

"جتنی رقم بھی تم کہو گے میں ادا کر دوں گا" اس نے بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ میرے مطالبے سے اسے اپنی زندگی کی کرن پھوٹتی ہوئی نظر آئی تو اس کے چہرے کی کھوئی ہوئی رونق واپس آ گئی۔

"مجھے نہیں معلوم کہ تمہاری زندگی کی کیا قیمت ہے؟" میں نے کہا "کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ تم اپنی زندگی کی قیمت کا تعین خود کرو۔"

عدنان چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا "میں تمہیں دس ہزار دینار دے سکتا ہوں۔"

میں ہنس پڑا "میں نے تم سے بھیک نہیں مانگی ہے عدنان! تمہاری زندگی کی قیمت پوچھی ہے۔"

"یہ بہت بڑی رقم ہے۔ لوگ اپنی پوری زندگی میں اتنی رقم پس انداز نہیں کر پاتے۔"

"معلوم ہوتا ہے تمہیں اپنی زندگی سے پیار نہیں ہے" میں نے مایوسی سے کہا اور پستول کی لبلبی پر انگلی کا دباؤ بڑھا دیا۔

"ٹھہرو' جلد بازی مت کرو" عدنان بے صبری سے چیخا۔ اس کے چہرے پر یکلخت پسینہ پھوٹ پڑا تھا "میں رقم بڑھائے دیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے" میں نے انگلی کا دباؤ کم کرتے ہوئے کہا۔ "اطمینان سے رقم بڑھاؤ' مجھے زیادہ جلدی بھی نہیں ہے۔"

"پندرہ ہزار دینار لے لو" اس نے مردار آواز میں کہا "یہ بھی میری حیثیت سے بڑھ کر ہیں۔"

"یہودیوں کی طرح باتیں مت کرو عدنان! تم بہت بڑے سرمایہ دار ہو۔ ایسی باتیں تمہارے منہ سے اچھی نہیں لگتیں"

"لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ میں بہت مالدار آدمی ہوں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ میرے اخراجات بہت زیادہ ہیں اسی لئے میری جمع پونجی بہت زیادہ نہیں ہے۔"

"تم مجھے ابھی تک نہیں سمجھ سکے عدنان! تم یہ سوچ رہے ہو کہ میرے لئے یہ بہت بڑی رقم ہو گی جس پر میں پھسل جاؤں گا لیکن تمہارا خیال غلط ہے۔ میں بہت اونچے سودے کرنے کا قائل ہوں اور یہ بھی میرا اصول ہے کہ میں خود کسی سے نہیں الجھتا۔ اگر دوسرا شخص خود ہی مجھ سے الجھ جائے تو اسے کیفرِ کردار تک پہنچا کر دم لیتا ہوں۔ اب کی بار یہ بدقسمتی تمہارے حصے میں آئی ہے۔ تم سلوی کے چکر میں تباہ ہو کر رہو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ سلوی سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھوں گا۔"

"تم پر اور بھی قرض ہیں عدنان اور میں قرض مع سود وصول کرتا ہوں۔ تم نے سونیا پر ہاتھ ڈالا' تمہارا یہ جرم میری نظر میں ناقابلِ معافی ہے۔ اس کے بعد تم نے مجھے دھمکیاں دیں۔ میری خاموشی کو میری کمزوری پر محمول کیا۔ کیا تمہارا یہ اصول نہیں ہے کہ کمزور کو دباؤ اور طاقت ور سے دور رہو... تم نے مجھے کم زور سمجھنے کی غلطی کی۔ ظاہر ہے تم ایک بہت بڑا گروہ چلا رہے ہو جبکہ میں ایک تنہا آدمی ہوں۔ ایک تنہا آدمی کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو کسی گروہ سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ ایک مسلّمہ اصول ہے مگر میں یہ مسلّمہ اصول غلط ثابت کر کے دکھاؤں گا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو علی! بات اگر یہی ہوتی تو میں نے تمہیں کل رات ہی طاقت کے زور پر اپنے گروہ میں شامل کرنے کی کوشش کی ہوتی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے تو تمہیں ایک پیش کش کی تھی۔ میں نے چاہا تھا کہ ہمارے درمیان معاملات آزادانہ ماحول میں طے پا جائیں..."

"تم نے پیش کش ضرور کی تھی لیکن اس لئے کی تھی کہ میں اسے لازماً قبول کر لوں۔ تم نے ہر قیمت پر مجھے اپنا ملازم دیکھنا چاہا۔ ...تمہارا یہ طرزِ عمل تمہاری فرعون صفت فطرت کی عکاسی کرتا ہے۔ دوستانہ انداز میں پیش کش کر کے تم نے یہ ثابت کر دیا کہ تم مکار بھی ہو۔ جس طرح تمہیں یہ حق تھا کہ مجھے پیش کش کرتے اسی طرح مجھے بھی حق تھا کہ چاہوں تو تمہاری پیش کش ...... قبول کروں چاہوں تو رد کر دوں۔ تمہارا طرزِ عمل شخصی آزادی کے اصولوں کے سراسر منافی ہے۔ میں تمہیں اس حرکت کی بہت عبرت ناک سزا دوں گا۔"

"مجھ سے... مجھ سے غلطی ہو گئی علی!" عدنان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔"

"میری گرفت میں آنے سے قبل اگر تم نے معافی مانگی ہوتی تو میں تمہیں معاف کر دیتا مگر اب یہ ممکن نہیں رہا۔ اب تو تمہیں سزا بھگتنی ہے۔"

"اگر تم مجھے رہا کر دو تو میں تمہیں پندرہ کے بجائے بیس ہزار دینار ادا کر دوں گا۔"

"سانپ کو زخمی کر کے چھوڑ دینا حماقت ہے عدنان! میں تم سے رقم بھی وصول کروں گا اور تمہیں رہا بھی نہیں کروں گا۔"

"یہ تو... یہ تو کھلی ہوئی بددیانتی ہو گی" عدنان نے احتجاج کیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں تمہیں رقم بھی ادا کروں اور تم مجھے رہا بھی نہ کرو۔"

"جو بھی سودا ہوگا وہ محض تمہاری جاں بخشی کے عوض ہوگا، ...یہ رہائی بیچ میں کہاں سے آکودی۔"

"اتنی بڑی رقم کوئی گھر پر نہیں رکھتا۔ زیادہ سے زیادہ ہزار دو ہزار دینار گھر پر نکل آئیں گے۔ بقیہ رقم کا انتظام تو میں رہا ہونے کے بعد ہی کروں گا۔"

"میرے پاس ہر چیز کا علاج موجود ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اور یہ بھی خیال رہے کہ ابھی تک میں نے اس رقم پر رضامندی بھی ظاہر نہیں کی ہے۔"

"تم دھاندلی کر رہے ہو۔ میں نے پہلے ہی اپنی بساط سے بڑھ کر رقم ادا کرنے کا وعدہ کرلیا ہے۔"

"میں نے کہا نا کہ میرے پاس ہر چیز کا علاج موجود ہے" میں مسکرایا "مجھے اندازہ ہے کہ تم بہت موٹی آسامی ہو۔ تمہارے بہت کاروبار ہیں۔ قانونی بھی اور غیر قانونی بھی۔ تم مجھے ان سب کی تفصیل سے آگاہ کرو گے۔"

عدنان نے بہت ہاتھ پیر چلائے مگر میں نے اسے کاروبار کی تفصیلات بتانے پر مجبور کر ہی دیا مگر مجھے یقین تھا کہ بیشتر تفصیلات اس نے چھپالی ہوں گی۔ صرف وہی تفصیلات بتائی ہوں گی جو بہت مشہور ہوں گی لیکن جو کچھ بھی اس نے مجھے بتایا تھا اس کے مطابق بھی وہ کروڑوں کی آسامی ثابت ہوتا تھا اور جو کچھ اس نے چھپا لیا تھا معلوم نہیں وہ کیا اور کتنا تھا۔ اس سے مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے اس پر تشدد کرنا پڑتا اور میں اس وقت زیادہ لمبے جھمیلوں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا تاہم ایک کوشش کرلینے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔

"ذہن پر اچھی طرح زور دو عدنان! کہیں کچھ تفصیلات رہ تو نہیں گئیں؟ بعد میں اگر یہ بات میرے علم میں آئی کہ تم نے کچھ چھپایا ہے تو اس کے نتائج تمہارے حق میں خطرناک ثابت ہوسکتے ہیں۔"

"میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے" اس نے مضمحل انداز میں کہا "وہ بھی جو بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔"

میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ عدنان نے اٹھنے کی کوشش کی مگر میں نے پستول کے اشارے سے اسے بیٹھے رہنے کو کہا اور آگے بڑھ کر ریسیور اٹھالیا "ہیلو" میں نے عدنان عباسی کی آواز میں کہا "میں عدنان بات کر رہا ہوں" میرے منہ سے اپنی آواز سن کر عدنان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"آپ کے کمرے میں مسٹر نارمن شیلوف موجود ہوں گے مسٹر عدنان!" دوسری طرف سے اس شخص کی آواز سنائی دی جو پُراسرار بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرے ہونٹ بھنچ گئے۔ یہ تو مجھے معلوم تھا کہ ان لوگوں نے اس کمرے تک میرا تعاقب کیا ہے لیکن یہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ یہاں اس کمرے میں مجھے فون کریں گے۔

"ہاں موجود ہیں" میں نے پُرسکون انداز میں کہا "آپ کو ان سے کیا کام ہے؟"

"اگر آپ ان سے بات کرا سکیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

"میں ریسیور انہیں دے رہا ہوں۔ بات کر لیجئے" میں نے کہا اور پھر ریسیور دوسرے ہاتھ میں منتقل کر کے قدرے توقف کے بعد آواز بدل کر بولا "ہیلو۔"

"اوہ! ڈیئر نارمن، معاف کرنا تمہیں ناوقت زحمت دینا پڑ گئی، ...امید ہے تم میری آواز پہچان گئے ہو گے۔"

"بالکل پہچان گیا ہوں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "پردہ نشینوں کی آواز میں کچھ زیادہ ہی کشش ہوتی ہے۔"

"ہم تمہیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تم ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر فرار نہیں ہوسکو گے۔"

"تم انتہائی احمق اور بے وقوف ہو" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "میں نے ہمیشہ دوسروں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا ہے۔"

"ہم ہرگز بے وقوف نہیں ہیں مسٹر شیلوف! اور یہ بھی یاد رکھنا کہ چونکہ ہم تم میں دلچسپی لے رہے ہیں اس لئے عدنان بھی تمہیں سرحد پار نہیں کرا سکے گا۔"

"ذرا وضاحت سے بات کرو" میں نے عدنان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جو الجھی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"آرتھر کے مرنے کے بعد تم بے سہارا ہوگئے تھے۔ تمہیں ملک سے باہر نکلنے کے لئے کوئی نہ کوئی سہارا تو درکار تھا۔ تم نے بہت صحیح آدمی کا انتخاب کیا ہے لیکن ہم پہلے ہی تمہارا صفایا کردیں گے۔"

"یہ تو بعد میں پتا چلے گا کہ کون کس کا صفایا کرتا ہے.... فی الوقت تو تمہاری بات سمجھنے کا مسئلہ درپیش ہے۔"

"غیر قانونی طور پر سرحد پار کرانے کے وہ تین ہزار دینار لیتا ہے۔ بعض اوقات زیادہ بھی طلب کر بیٹھتا ہے۔ شاید اب بات تمہاری سمجھ میں آگئی ہوگی۔"

"ہاں" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "کسی حد تک بات صاف ہوگئی مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں۔"

"ہمیں بھی رقم کی شدید ضرورت ہے" دوسری طرف سے مضحکانہ انداز میں کہا گیا "اگر تم نے اسے رقم دے بھی دی تب بھی وہ تمہیں سرحد پار نہیں کرائے گا۔"

"کیوں؟" میں نے غیر ارادی طور پر سوال کرلیا۔

"اس لئے کہ وہ زندہ آدمیوں کو سرحد پار کراتا ہے۔ لاشوں کو نہیں" اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع کردیا گیا۔

"کس کا فون تھا؟" عدنان نے بے صبری سے کہا "تم کس سے بات کر رہے تھے؟"

میں خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔ پستول کی نال اس کی پیشانی کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

"تم خاموش کیوں ہو؟" اس طرح گھورے جانے پر عدنان کی ہوش اُڑ گئے۔ کچھ ہوش تو اس ٹیلی فون کال سے ہی اُڑ گئے تھے۔ جس کا مطلب تھا کہ میں بصرے میں تنہا نہیں ہوں، رہی سہی کسر میرے گھورنے نے پوری کردی اور اس پر پہلے کی سی اضطرابی کیفیت طاری ہونے لگی۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھ سے کچھ مت چھپانا" میں نے تیز قسم کی سرگوشی کی "لیکن تم نہیں مانے اب نتائج کے ذمے دار تم خود ہو۔"

وہ بری طرح نروس نظر آنے لگا "یقین کرو... میں نے سب کچھ بتا دیا تھا۔ کچھ چھپانے کا آخر مجھے فائدہ بھی کیا ہوگا؟"

"کیا یہ غلط نہیں ہے کہ تم تین ہزار دینار کے عوض لوگوں کو اسمگل آؤٹ کرنے کا دھندا بھی کرتے ہو؟"

اس کے اوسان بالکل ہی خطا ہوگئے۔ اس کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا کہ یہ اطلاع مجھے فون پر موصول ہوئی ہے۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر اس کے ہونٹ صرف کپکپا کر رہ گئے۔

"میرے گروہ کے آدمی تمہارے بارے میں مزید معلومات مہیا کر رہے ہیں۔ انہوں نے اطلاع دی ہے کہ تمہارے کچھ اور خفیہ کاروبار بھی ہیں اور یقین کرو ذرا سی ہی تفتیش سے سب سامنے آجائے گا۔ میں تمہیں ایک اور موقع دے رہا ہوں۔ ورنہ یاد رکھو میرے آدمی بہت تیز ہیں۔ شام تک سب کچھ معلوم کرلیں گے۔"

عدنان نے گردن ڈال دی۔ اس شخص کی مداخلت کو میں نے بڑی خوبصورتی سے اپنے حق میں استعمال کرلیا تھا۔ اس کے بعد عدنان نے اپنے مزید ناجائز دھندوں کی تفصیلات میرے گوش گزار کیں۔

"تمہیں شرم نہیں آتی؟" میں نے اسے ملامت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "کروڑوں کے آدمی ہوتے ہوئے مجھے صرف بیس ہزار دینار پر ٹرخا رہے ہو۔"

"مجھ پر رحم کرو" وہ پھر گڑگڑانے لگا "بیس ہزار دینار بہت بڑی رقم ہوتی ہے۔"

"بکواس مت کرو" میں دہاڑا "تم ذرہ برابر قابلِ رحم نہیں ہو۔ میں تم سے بیس لاکھ دینار وصول کروں گا۔"

یوں محسوس ہوا جیسے اسے سکتہ ہوگیا ہو۔ وہ کسی بت کی طرح ساکت ہوگیا تھا۔ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں اس کا ہارٹ فیل نہ ہوجائے۔

"اٹھو اور میرے ساتھ چلو" میں نے دوبارا دہاڑ کر کہا۔ "ورنہ میں تمہیں یہیں ہلاک کردوں گا۔"

وہ مشینی انداز میں اٹھا اور اس نے چلنے کی کوشش کی مگر لڑکھڑا کر منہ کے بل گر گیا۔ اس کا جسم واضح طور پر لرز رہا تھا۔ اب بوکھلانے کی باری میری تھی۔ میں نے اس سے جس رقم کا مطالبہ کیا تھا اس کی مالیت پاکستانی روپوں میں دس کروڑ سے بھی زیادہ تھی اور اتنی بڑی رقم بطور تاوان ادا کرنے کے تصور سے کسی بھی سرمایہ دار کو ہارٹ اٹیک ہوسکتا تھا۔

عدنان کا جسم تشنجی انداز میں اینٹھ رہا تھا۔ میں بوکھلا کر اس کی طرف جھپٹا۔ پستول میں نے جیب میں رکھ لیا تھا۔ میں نے اسے سیدھا کیا اور اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کے دل کی دھڑکنیں چیک کرنے کی کوشش کرنے لگا لیکن یہ کوشش مجھے بہت مہنگی پڑی۔ بیس لاکھ دینار کی رقم سُن کر عدنان پر کوئی دورہ نہیں پڑا تھا بلکہ وہ اداکاری کر رہا تھا۔ اس نے اتنی خطیر رقم ادا کرنے کے بجائے اپنی جان پر کھیل جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کی اداکاری میں اتنی بے ساختگی تھی کہ مجھے شبہ تک نہیں ہوسکا۔ ہوش تو اس وقت آیا جب وہ اچانک مجھ سے لپٹ پڑا۔

میں گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا، اس کے اس اچانک حملے سے بچنے کے لئے کچھ بھی نہیں کرسکا۔ وہ بھی مجھ سے اس طرح لپٹا تھا کہ میرے دونوں ہاتھ جکڑ کر رہ گئے تھے۔ میں نے زور لگا کر اپنے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو اسے فوراً ہی اندازہ ہوگیا کہ وہ مجھ پر اپنی گرفت برقرار نہیں رکھ سکے گا۔ اس نے بڑی تیزی سے فیصلہ کیا اور اچانک ہی اس کے دونوں ہاتھ میرے گلے پر جم گئے۔ ...اپنے دورِ عروج میں وہ یقیناً ایک طاقت ور اور سخت جان آدمی رہا ہوگا مگر اب اس کا دورِ زوال تھا۔ اس میں وہ طاقت تو نہیں رہ گئی تھی لیکن اب بھی خاصا دم خم باقی تھا اور پھر وہ تو زندگی کی بازی لڑ رہا تھا۔ ایسے میں تو کمزور سے کمزور آدمی پر جنون طاری ہوجاتا ہے اور جب جنون طاری ہوجائے تو آدمی میں غیر معمولی توانائی پیدا ہوجاتی ہے اور وہ بعض ناممکن کام بھی کر گزرتا ہے۔

وہ میرے سینے پر چڑھا بیٹھا تھا اور نہ صرف گردن پر اپنی پوری قوت صرف کر رہا تھا بلکہ اپنے جسم کا سارا بوجھ بھی اس نے میرے گلے پر ڈال دیا تھا۔ مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا سا محسوس ہوا۔ ...میں نے اس کے پہلو پر کئی ضربیں لگائیں مگر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس پر کوئی اثر ہی نہ ہوا ہو۔ پھر عین اس وقت میں نے کسی کے کراہنے کی آواز سُنی اور میری آنکھوں میں گویا ستارے سے ناچ گئے۔ ان دو اسٹین گن برداروں میں سے کسی ایک کو ہوش آرہا تھا جنہیں میں نے کچھ دیر قبل بے ہوش کیا تھا۔

میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ وہ شخص ہوش میں آتے ہی اسٹین گن پر جھپٹتا۔ میں نے دونوں اسٹین گنیں کمرے ہی کے ایک گوشے میں ڈال دی تھیں۔ میں نے بوکھلا کر اس پر ضربیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لگانا بند... کیں اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے گلے پر سے ہٹانے کے لئے میں نے خاصا زور لگایا مگر اس کا صرف اتنا فائدہ ہوا کہ میرے گلے پر اس کا بڑھتا ہوا دباؤ رک گیا۔ ایک جنونی پر قابو پانا میرے لئے مسئلہ بن گیا تھا۔

پھر میں نے محسوس کیا کہ وہ شخص اٹھ بیٹھا ہے۔ اگر وہ اسٹین گن تک پہنچ جاتا تو نہ صرف میں جیتی ہوئی بازی ہار جاتا بلکہ مجھے زندگی کی بازی بھی ہارنی پڑتی۔ مجھ جیسے خطرناک شخص کو عدنان عباسی ایک لمحے کے لئے بھی زندہ دیکھنا پسند نہ کرتا۔ میں نے اپنی بچی کھچی قوت مجتمع کرکے ایک بار پھر زور لگایا اور کروٹ بدلنے کی کوشش کی۔ میری کوشش قدرے نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور عدنان میرے سینے پر سے لڑھک گیا۔ اگرچہ یہ کوئی بڑی کامیابی نہیں تھی تاہم بڑی کامیابی کی طرف پہلا قدم ضرور تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ میرے پاس وقت بہت کم تھا۔

اب میری کوشش تھی کہ کسی طرح زور لگا کر عدنان کو پلٹا دے دوں جبکہ وہ دوبارا مجھے چت کرکے میرے سینے پر چڑھ بیٹھنے کے چکر میں تھا۔ وہ مجھے گلا گھونٹ کر مار دینا چاہتا تھا مگر اب میری گردن پر اس کے ہاتھوں کی گرفت پہلے کی بہ نسبت خاصی کم ہوگئی تھی لیکن ابھی تک میں اس پوزیشن میں نہیں آسکا تھا کہ اس کی گرفت سے نجات پاسکوں۔

میں نے ایک بار پھر لوٹ لگانے کی کوشش کی اور عدنان کو دوبارا اپنے اوپر آنے سے روک دیا۔ اس کی جدوجہد چونکہ دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی اس لئے اب وہ کسی ایک طرف بھی پورا زور نہیں لگا پارہا تھا۔ اس دوران مجھے ایک موقع مل گیا۔ میں نے اپنا ایک پیر اٹھایا اور ذرا سی کوشش سے میرا پیر اس کی بغل تک پہنچ گیا۔ میں نے پیر اس کی بغل میں پھنسا کر زور لگانا شروع کیا۔ یہ تقریباً اس قسم کی پوزیشن بن گئی تھی جیسے جیک سے کسی کو اٹھاتے وقت بن جاتی ہے۔ کم طاقت سے وزنی چیز اٹھا سکنے والی پوزیشن۔

عدنان کی گرفت تو پہلے ہی کم زور پڑنا شروع ہوگئی تھی اس نئی افتاد نے اسے واقعتاً اکھاڑ پھینکا۔ اس کا بایاں ہاتھ میری گردن سے ہٹ گیا۔ میں نے فوری طور پر اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لے کر موڑنا شروع کردیا۔ عدنان نے دوسرے ہاتھ سے بھی میری گردن چھوڑ دی اور ایک بار پھر دیوانہ وار مجھ سے لپٹنے کی کوشش کی مگر اب یہ ممکن نہیں رہا تھا۔ منہ پر پڑنے والے پہلے ہی گھونسے نے اس کے چودہ طبق روشن کردیئے تھے۔

اسٹین گن بردار ہوش میں آنے کے بعد نہ صرف اٹھ بیٹھا تھا بلکہ اس کی سمجھ میں ساری پوزیشن بھی آگئی تھی اور اسٹین گن بھی نظر آگئی تھی۔ وہ اسٹین گن کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ میں نے عدنان کے جبڑے پر ایک مکا اور رسید کیا۔ مکا کیا تھا، آہنی ہتھوڑا تھا جس نے اس کے دانت تک ہلا دیئے ہوں گے۔ اس کے منہ سے درد میں ڈوبی ہوئی ایک کراہ نکلی اور اچانک اس کا سارا جنون دم توڑ گیا۔ میں اسے دھکا دے کر تیزی سے اٹھا۔ وہ شخص اسٹین گن اٹھانے کے لئے جھک رہا تھا۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس پر چھلانگ لگادی اور عین اس وقت اسے چھاپ بیٹھا جب وہ اسٹین گن اٹھا کر پلٹ رہا تھا۔ میں نے اسے تو چھاپ لیا تھا مگر اس پر چھلانگ لگاتے وقت میری جیب سے پستول نکل کر گر گیا تھا۔ اب میں اور زیادہ مشکل میں پھنس گیا تھا۔ عدنان پستول پر جھپٹا مارنے میں ذرا بھی تامل نہ کرتا۔ اگر میں اس کی طرف پلٹتا تو محافظ اسٹین گن پر قبضہ کرلیتا۔ ایسے میں عموماً فیصلہ کرنا دشوار تر ہوجاتا ہے مگر میں بالکل بھی نہیں رکا۔ ایک ایکشن سے دوسرے ایکشن میں جانے میں کچھ وقت بہرحال ضائع ہوتا ہے اور اس وقت تو میرے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔

میں نے بڑی پھرتی سے محافظ کی گُدی پر ایک نپا تلا ہاتھ رسید کیا اور اسی ایکشن میں صوفے کی طرف چھلانگ لگادی۔ میں نے بہت بروقت فیصلہ کیا تھا۔ عدنان نے پستول سے فائر کردیا تھا۔ مجھے ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوتی تو میں گولی کی زد میں آجاتا۔ اس کی چلائی ہوئی گولی نے دیوار کا پلاستر ادھیڑ دیا تھا۔ میں نے پھرتی سے صوفے کی آڑ میں پناہ لے لی۔ محافظ بے ہوش ہوچکا تھا مگر اب عدنان میرے لئے خطرہ بن گیا تھا اور اس سے بچنے کے لئے مجھے کچھ نہ کچھ کرنا تھا۔ میں نے تیزی سے فیصلہ کیا اور صوفے کو عقب کی جانب سے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور سامنے دیوار میں نصب آئینے پر نگاہ ڈالی۔ عدنان آہستہ آہستہ کھڑا ہورہا تھا۔ وہ بہت محتاط تھا اور اس کی پوری توجہ صوفے پر موکوز تھی۔ اس نے تہیہ کرلیا ہوگا کہ پستول میں موجود پانچ گولیوں میں سے کم از کم ایک میرے جسم میں اتار کر رہے گا۔ وہ پستول اور اس میں موجود گولیاں ہی اس کی زندگی کی امید تھیں۔

میں نے اپنے جسم کو متوازن کیا، صوفے پر اپنے ہاتھوں کی گرفت میں اضافہ کیا اور پھر اچانک پوری قوت سے صوفے کو عدنان کی طرف اچھال دیا۔ وہ صوفے سے دس فٹ کے فاصلے پر تھا۔ بچنے کے لئے اتنا فاصلہ کافی ہوتا ہے لیکن صرف اس وقت جب کہ آدمی کسی ایسی چیز کے لئے تیار ہو۔ عدنان ایسے کسی وار کے لئے تیار نہیں تھا۔ تاہم اس نے جبلی طور پر بچنے کی کوشش ضرور کی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی یہ کوشش رائیگاں ثابت ہوئی اور صوفے کی زد سے ہٹتے ہٹتے بھی صوفہ اس کے جسم سے ٹکرا گیا۔ بھاری بھرکم صوفہ فضا میں اڑتا ہوا اس سے ٹکرایا تھا' عدنان توازن برقرار نہ رکھ سکا اور عین اس وقت جبکہ وہ قالین پر گرا تھا میں بھی اڑتا ہوا اس پر جارہا تھا۔ اس بار میں نے اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی۔ میں اس پر بری طرح گھونسے برسا رہا تھا لیکن میں نے یہ خیال رکھا تھا کہ اسے زیادہ نقصان نہ پہنچنے پائے۔

وہ خاموشی سے پٹتا رہا۔ جب وہ پٹ پٹ کر بے حال ہوگیا تو میں نے اسے گریبان سے پکڑ کر کھڑا کردیا اور اس کی ٹھوڑی پر آخری مکا رسید کیا۔ وہ اچھل کر دور جاگرا۔ پستول پہلے ہی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا اور قالین پر ایک طرف پڑا نظر آرہا تھا۔ میں نے نہایت اطمینان سے کپڑے درست کئے' پھر پستول اٹھا کر جیب میں رکھا اور اس محافظ کی طرف پلٹ گیا جسے میں نے گُدی پر ہاتھ مار کر بے ہوش کیا تھا۔ وہ بھی قالین پر بے سُدھ پڑا لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا۔ میں نے دونوں اسٹین گنیں اٹھا کر الماری میں رکھ دیں اور عدنان کے سر پر جا پہنچا جس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا' اس کے منہ سے دبی دبی کراہیں خارج ہورہی تھیں۔ میں نے اس کے پہلو میں ایک ٹھوکر رسید کی۔

"اٹھو عدنان!" میں غرایا "اب مجھ پر تمہاری کوئی اداکاری اثر نہیں کرے گی۔"

عدنان کانپتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی حالت کسی ایسی بکری سے مشابہ تھی جو تنہا بھیڑیوں کے غول میں پھنس گئی ہو اور اس کے پاس فرار کا کوئی راستہ بھی نہ ہو۔

"قالین پر سے اٹھ جاؤ اور صوفے پر بیٹھو" میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا "اب تمہارا حشر بہت عبرت ناک ہوگا۔"

اس نے لرزتے ہوئے میرے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ اس کے چہرے پر متعدد نیل پڑ گئے تھے اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔

"باتھ روم میں جاؤ اور اپنا حلیہ درست کرکے آؤ۔ مجھے گندے لوگ بالکل اچھے نہیں لگتے" میں نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔

عدنان چپ چاپ اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اسی اثنا میں فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف ہوٹل کا منیجر تھا۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کے کمرے سے فائر کی آواز سنائی دی ہے" منیجر گھبرائے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے" میں نے عدنان عباسی کی آواز میں بے پروائی سے کہا "میرے پستول سے گولی چل گئی تھی مگر کوئی نقصان نہیں ہوا۔ البتہ ایک مقام پر دیوار کا پلاستر ذرا سا اکھڑ گیا ہے"

"اس کی کوئی فکر نہیں ہے جناب" منیجر نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا "پلاستر تو درست ہوجائے گا۔ مجھے یہ فکر تھی کہ کہیں خدانخواستہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچ گیا ہو۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کرکے فون بند کردیا۔ عدنان عباسی گرم پانی سے منہ دھو کر باہر نکل آیا تھا مگر اس کا بگڑا ہوا حلیہ درست نہیں ہوسکا تھا۔ خون بہنا البتہ بند ہوگیا تھا اور چونکہ اس نے لباس بھی تبدیل کرلیا تھا اس لئے اب اس کے کپڑے بھی خون آلود نظر نہیں آرہے تھے لیکن اپنے تاثرات کے اعتبار سے وہ ایک ہارا ہوا جواری لگ رہا تھا۔ مجھ سے نظریں ملائے بغیر وہ خاموشی سے صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔

"تمہاری بے ہودگی کی وجہ سے میرا پورا پروگرام برباد ہوکر رہ گیا" میں نے عدنان کو گھورتے ہوئے کہا "اب مجھے اپنا پروگرام از سرِنو ترتیب دینا پڑے گا۔"

عدنان نے نگاہ اٹھا کر میری طرف دیکھا اور دوبارا نظریں جھکا لیں۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ رہا ہی نہیں تھا۔

"میں تمہاری کوٹھی میں کسی پر قاتلانہ حملہ کرنے کی نیت سے نہیں گھسا تھا۔ بدقسمتی سے میں تمہاری گرفت میں آگیا تو تم نے محض اپنی غرض کی خاطر مجھ سے اچھا سلوک کیا' مجھے یہ تاثر دیا جیسے مجھے زندہ چھوڑ کر تم نے مجھ پر کوئی احسان کیا ہے" میں نے کہا "اب تم نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اس بار اگر میں تمہاری گرفت میں آجاتا تو تم ہرگز مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔ مجھے جواب دو، ... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"مجھے تم سے خطرہ تھا کہ تم مجھے جان سے مار ڈالو گے" عدنان نے دھیمی آواز میں کہا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے ایک جوا کھیلا تھا۔ اس جُوئے میں تمہاری زندگی تک داؤ پر لگ گئی تھی لیکن محض تاوان کی رقم بچانے کی خاطر تم نے یہ خطرہ مول لیا تھا۔ تم یہ بھول گئے تھے کہ اگر تم ناکام ہوئے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور اب جب کہ تم ناکام ہوچکے ہو اور دوبارا میرے قبضے میں ہو' میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"بیس لاکھ دینار تو میں تمہیں کسی طرح بھی ادا نہیں کرسکتا" ... عدنان بولا "اتنی بڑی رقم جمع کرنے کے لئے مجھے اپنے اثاثے فروخت کرنے پڑ جائیں گے"

"اس کی پروا مت کرو" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "تاوان کی

اشتر نعمانی
بے وقوف
ہر صفحہ قہقہوں سے لبالب
کتابیات پبلی کیشنز ☆ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رقم جمع کرنے کا بندوبست میں خود کر لوں گا۔ تم تو اب صرف میرے احکامات پر عمل کرو گے۔ تمہیں یہ بات منظور ہے یا نہیں ہے؟"

"مجھے منظور ہے" عدنان نے مُردار سی آواز میں کہا۔

"یہی تمہارے حق میں بہتر ہے" میں نے مطمئن انداز میں کہا "تم ماضی میں کبھی مجرم رہے ہو گے عدنان مگر اب تم ایک ذی حیثیت شہری ہو۔ تمہیں کسی کے ہاتھ سے مار کھائے بہت عرصہ گزر چکا ہو گا۔ اب تم اس کے عادی بھی نہیں رہے ہو گے۔ میں نے کوشش کی تھی کہ تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہونے پائے مگر تم نے میرا ہاتھ اٹھوا ہی دیا۔ اب بھی تمہارے پاس موقع ہے۔ مجھ سے تعاون کرتے رہو گے تو فائدے میں رہو گے۔ جہاں تم نے گڑبڑ کرنے یا کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی، میں تمہاری پٹائی کر ڈالوں گا۔"

"میں تم سے ہر ممکن تعاون کرنے کی کوشش کروں گا" عدنان نے کہا۔ خفت سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"تم نے پہلے بھی یہی وعدہ کیا تھا اور وعدہ خلافی کر کے اس کا انجام بھی دیکھ لیا۔ اب اگر تم نے وعدہ خلافی کی تو انجام پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو گا ..... ہاں تو میری ہدایات ذہن نشین کرو۔ تمہارے یہ دونوں محافظ جو بے ہوش پڑے ہیں جب انہیں ہوش آجائے تو تم ان سے کہو گے کہ میرے اور تمہارے درمیان معاملات طے پا چکے ہیں۔ ہم ان کے سامنے دوستانہ انداز میں گفتگو کریں گے۔ انہیں یہ احساس نہیں ہونا چاہئے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ تم سے زبردستی کہلوایا جا رہا ہے۔"

"میں تو یہ سب کہہ دوں گا لیکن یہ لوگ یقین نہیں کریں گے" عدنان نے کہا۔

"یقین کریں یا نہ کریں یہ سوچنا تمہارا کام نہیں ہے۔ تم تو یہ یاد رکھو کہ اگر یہاں سے جانے کے بعد انہوں نے کسی سے کچھ کہا اور تمہارے کسی حمایتی نے تمہیں رہا کرانے کے لئے کوئی کوشش کی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے کہ تم ان سے کس طرح گفتگو کرتے ہو اور تمہیں اپنی زندگی کس حد تک عزیز ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ میں ابھی زندہ رہنا چاہتا ہوں لیکن اس کے لئے مجھے ان سے اپنے انداز میں بات کرنی پڑے گی۔"

"شاید اسے ہوش آرہا ہے۔ جیسے چاہو اس سے بات کرو، میں دخل اندازی نہیں کروں گا لیکن معمولی سی بھی گڑبڑ کی صورت میں میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔"

اس محافظ کو ہوش آیا تھا جو پہلے بے ہوش ہوا تھا۔ وہ کراہ کراہ کر اٹھ بیٹھا تھا اور حیرت سے مجھے اور عدنان کو دیکھ رہا تھا۔

"کھڑے ہو جاؤ" عدنان نے غرا کر کہا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"میری حالت دیکھ رہے ہو؟" عدنان پھر غرایا "یہ تم لوگوں کی نمک حرامی کا نتیجہ ہے۔"

"ہم نے کیا کیا ہے جناب؟" محافظ نے کم زور سے لہجے میں کہا۔

"میرے اس حال کو پہنچنے کی ذمے داری تم دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ تم دو مل کر بھی ایک شخص پر قابو نہیں پا سکے۔"

"ہم تو محض اس لئے کچھ نہیں کر سکے کہ کہیں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے"

"بکواس مت کرو" عدنان دہاڑا "اس کی نوبت آنے سے پہلے ہی تمہیں اس پر قابو پا لینا چاہئے تھا۔"

محافظ حیران تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے اسے کیا سمجھے؟ لیکن وہ ملازم تھا۔ اسے تو حکم پر عمل کرنا تھا۔

"تمہیں اس غفلت کی سزا ضرور ملے گی .... میری جان بھی جا سکتی تھی لیکن اب ہمارے درمیان صلح ہو چکی ہے۔ تم دونوں یہاں سے جانے کے بعد کوئی کام نہیں کرو گے۔ میں خود تمہارے بارے میں فیصلہ کروں گا۔"

پھر عدنان کے کہنے پر وہ اپنے ساتھی کو ہوش میں لایا اور پھر وہ دونوں مجرموں کے سے انداز میں کمرے سے رخصت ہو گئے۔

"اب تو تم مطمئن ہو؟" ان دونوں کے جانے کے بعد عدنان نے مجھ سے کہا "انہیں شبہ تک نہیں ہو سکا کہ یہ سب میں نے تمہارے کہنے پر کہا ہے۔"

"بے شک تمہاری کارکردگی تسلی بخش رہی لیکن ابھی تو ابتدا ہے۔ ابھی تو تمہیں بہت سے مراحل سے گزرنا ہے۔"

عدنان نے بے بسی سے مجھے دیکھا "تم مجھے کب تک رہا کرو گے؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو تمہارے پروگراموں سے باخبر رہتے ہوں گے، اگر تم بلا اطلاع غائب ہو جاؤ تو انہیں تشویش ہو جاتی ہو گی؟"

"ہاں، ایسے لوگ ہیں" عدنان نے قدرے تامل کرتے ہوئے کہا "تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"ایسے تمام لوگوں سے فون پر کوئی بہانہ کرتے ہوئے کہہ دو کہ تم چند روز تک نہیں آسکو گے؟"

عدنان نے چون و چرا کئے بغیر میری اس ہدایت پر عمل کیا اور کئی فون کئے۔ اس کے بعد میں نے اس سے ہوٹل کے مینیجر کو فون کرایا اور پھر عدنان عباسی کو ساتھ لے کر کمرے سے نکل آیا۔

نیچے عدنان کی کار موجود تھی۔ ڈرائیور بھی تھا۔ میری ہدایت پر عدنان نے ڈرائیور سے کہا کہ وہ کار لے کر واپس چلا جائے۔

"تم آخر میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟" عدنان

نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"گاڑی تم ڈرائیو کرو گے" میں نے اپنی کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "اور تمہارے ساتھ اس وقت تک کوئی بدسلوکی نہیں ہو گی جب تک کہ تم اس کے لئے مجبور نہ کرو۔"

میں عقبی نشست پر بیٹھ گیا اور عدنان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ میں اسے لے کر اپنی عارضی اقامت گاہ کی طرف چل پڑا۔

بنگلے پر پہنچتے ہی مجھے کسی غیر معمولی پن کا احساس ہوا اور جلد ہی معلوم ہو گیا کہ کیا چیز غیر معمولی ہے۔ سونیا بنگلے میں موجود نہیں تھی۔

"وہ کسی ضرورت سے کہیں چلی گئی ہو گی" عدنان عباسی نے مجھے متفکر دیکھ کر کہا "آجائے گی۔"

"میں نے اسے سختی سے کہیں جانے کو منع کیا تھا" میں بڑبڑایا "لیکن یہاں زبردستی کے آثار بھی نظر نہیں آرہے"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ ممکن تھا کہ سونیا خود ہی کہیں چلی گئی ہو۔ اگر اسے زبردستی یہاں سے لے جایا جاتا تو کوئی علامت تو نظر آتی۔ اس کے باوجود اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اسے اغوا کیا گیا ہے تو یہ حرکت کون کر سکتا ہے؟ بصرہ میں تین گروپ تھے جن سے اس حرکت کی توقع کی جا سکتی تھی۔ عدنان عباسی، سلوی اور نامعلوم لوگ جو میرے جانی دشمن بنے ہوئے تھے۔ سلوی خارج از امکان تھی۔ اس لئے کہ وہ اس قیام گاہ سے واقف ہی نہیں تھی۔ عدنان عباسی واقف تھا مگر وہ تو خود میرے قبضے میں تھا، گویا اگر اسے اغوا کیا ہے تو انہی نامعلوم لوگوں نے کیا ہے۔

فون کی گھنٹی نے میرے خیالات کو درہم برہم کر دیا۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے وہی اجنبی آواز آرہی تھی جو اب میرے لئے اجنبی نہیں رہی تھی۔

"سونیا کو اغوا کر لیا گیا ہے مسٹر نارمن شیلوف! غالباً تم سوچ رہے ہو گے کہ اسے ہم نے اغوا کیا ہے؟"

"اب تم اپنی صفائی پیش کرو گے" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا "جبکہ اس کے علاوہ اور کوئی امکان ہی نہیں ہے"

"ہم نے یہ حرکت کی ہوتی تو صفائی پیش کرنے کے بجائے اسے کارنامے کے طور پر پیش کرتے مگر ہم ایسی گھٹیا حرکتیں کرنے کے قائل ہی نہیں ہیں۔ سونیا سے ہمارا کیا جھگڑا؟"

"تو کیا تم نے مجھ سے اظہارِ ہمدردی کرنے کے لئے فون کیا ہے؟" میں جھنجلا گیا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ تم ہمارے لئے پہلے سے زیادہ پُراسرار ہوتے جا رہے ہو۔ پہلے ہمارا خیال تھا کہ تم عدنان عباسی کی مدد لے کر عراق سے نکل جانا چاہتے ہو لیکن واقعات کا تجزیہ کرنے سے اندازہ ہو رہا ہے کہ معاملہ کچھ اور ہی ہے۔ عدنان کا چوہتا رہا ہے کہ تم نے اس کی خاصی مرمت کی ہے۔ کیا یہ بات درست ہے؟"

"بات درست ہو یا نہ ہو تمہیں ان سب باتوں سے مطلب کیا ہے؟"

"ہم نہیں چاہتے کہ تم کسی اور کے ہاتھوں مارے جاؤ۔ تم ہمارے شکار ہو لیکن معلوم نہیں کیوں تم عدنان عباسی جیسے خطرناک آدمی سے الجھ گئے۔"

"یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی۔ میں تو اسے معصوم اور بے ضرر سمجھ رہا تھا"

"تم اسے معصوم تو ہرگز نہیں سمجھ سکتے لیکن یہ ضرور ہے کہ تمہیں اس کی خطرناکی کا اندازہ نہیں ہو گا۔ ورنہ تم اس سے دور ہی رہتے۔ عراق میں کسی کی مجال نہیں کہ اس کے منہ لگ سکے۔ بڑے بڑے غنڈے اس کے ملازم ہیں۔ سرکاری اہل کار تک اس سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ اب بھی وقت ہے، اس سے دور ہو جاؤ۔"

"اب یہ ممکن نہیں رہا۔ کسی کام میں ہاتھ ڈال دینے کے بعد اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائے بغیر پیچھے ہٹنا میرے لئے ممکن نہیں ہوتا۔"

دوسری طرف سے ایک طویل سانس لینے کی آواز سنائی دی۔ "اگر تم کسی اور کے ہاتھوں مارے گئے تو ہمیں افسوس ہو گا"

"تم عقل کے اندھے معلوم ہوتے ہو" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "کیا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ میں اس وقت کمانڈنگ پوزیشن میں ہوں"

"نہیں، ہم عقل کے اندھے نہیں ہیں ..... سونیا کو عدنان عباسی نے اغوا کرایا ہے۔"

میں حیران رہ گیا "تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ اس طرح تم میری توجہ اپنی جانب سے ہٹانے کی کوشش کر رہے ہو"

"واقعی ہم بڑے گدھے ہیں۔ سونیا کو اغوا کر کے تمہیں بلیک میل کرنے کے بجائے اپنی صفائی پیش کر رہے ہیں۔"

"تم بڑا فائدہ اٹھانے کے چکر میں ہو۔ مجھے دوسری طرف الجھا کر اپنا الّو سیدھا کرنے کی فکر میں ہو لیکن یاد رکھنا کہ تم مجھے کبھی غافل نہیں پاؤ گے۔"

"تمہارے یہاں سے روانہ ہونے کے تھوڑی دیر بعد سونیا کو اغوا کر لیا گیا تھا" اس نے میری باتوں کا نوٹس لئے بغیر کہا۔ "اور اغوا کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو عدنان عباسی کی طرف سے تمہاری نگرانی پر مامور تھے۔ اگر تمہیں یقین نہیں آرہا تو عدنان عباسی پر طبع آزمائی کرو۔ حقیقت کا علم تمہیں خود ہو جائے گا۔"

میں فون بند کر کے عدنان عباسی کی طرف مڑا۔ میں اس پہلو پر غور کر رہا تھا کہ سونیا کو عدنان نے ہی اغوا کرایا ہو گا۔ یقین سے کچھ کہنا مشکل تھا تاہم میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ بات بالکل ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خارج از امکان نہیں ہے۔

عدنان مجھے اپنے لئے کام کرنے پر مجبور کر دینے کا خواہاں تھا' ...اس نے مجھے بات چیت کرنے کے لئے ہوٹل بلایا اور اپنے آدمیوں سے کہہ دیا کہ میرے پیچھے ... سونیا کو اغوا کر لیں۔ اس کے علم میں تو یہی تھا کہ سونیا میری بیوی ہے۔ اس نے سوچا ہو گا کہ اگر میں اس کے لئے کام کرنے پر تیار نہ ہوا تو وہ اس طرح مجھے بلیک میل کرلے گا۔ عدنان جیسے شخص سے کچھ بعید نہیں تھا۔

"سونیا کہاں ہے عدنان؟" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا اور وہ حیرت سے پلکیں جھپکانے لگا۔

"میں کیا بتا سکتا ہوں" اس نے کہا "میں تو دس بجے سے اب تک تمہارے ساتھ ہوں"

"اگر تم کچھ بتا سکتے ہو تو بتا دو ورنہ مجھے خود معلوم کرنا پڑے گا اور تمہارے لئے وہ کوئی اچھی صورت نہیں ہو گی"

"میں تم سے یہ توقع نہیں رکھتا کہ تم میرے ساتھ کوئی زیادتی کرو گے۔" عدنان نے بے بسی سے کہا۔

"ہاں یہ شعبہ تو تم نے سنبھال رکھا ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم سب کے ساتھ زیادتیاں کرتے رہو اور کوئی تمہارے ساتھ زیادتی نہ کرے۔"

"میں نے کبھی کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی کسی سے بلا معاوضہ کام نہیں لیا۔ کسی کو ناحق...."

"تقریر مت کرو عدنان! میں نے خشک لہجے میں کہا "میں تمہاری پارسائی کے کچھ رنگ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں اس لئے یہ باتیں مجھ پر اثر نہیں کریں گی۔"

"تم میری طرف سے بدگمان ہو گئے ہو اس لئے مجھ پر یقین نہیں کر رہے ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں برا آدمی ہوں مگر سونیا والے کیس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور پھر یہ بات تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ اسے اغوا کیا گیا ہے؟"

میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ مجھے یقین تو تھا کہ سونیا کو اغوا ہی کیا گیا ہے مگر میرے پاس ثبوت کوئی نہیں تھا۔ اگر سونیا کے اغوا کا ذمے دار عدنان تھا تو میں اس سے منٹوں میں اُگلوا سکتا تھا مگر میں اپنے سر کوئی الزام لینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ یہ امکان تو بہرحال موجود تھا کہ سونیا کے اغوا میں عدنان کا ہاتھ نہ ہو۔

"ٹھیک ہے عدنان!" میں نے ایک فیصلے پر پہنچ کر مسکراتے ہوئے کہا "میں تمہاری بات پر یقین کئے لیتا ہوں لیکن اگر بعد میں تمہاری بات غلط ثابت ہوئی تو...." میں جملہ ادھورا چھوڑ کر اسے گھورنے لگا۔

"تم مجھے ہر سزا کے لئے تیار پاؤ گے" عدنان نے بڑے خلوص سے کہا اور ایک لمحے کے لئے تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ واقعی سچ کہہ رہا ہو مگر میں نے اس تاثر کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔

"سلوی کہاں رہتی ہے؟" اچانک میں نے اس سے سوال کیا اور وہ گڑبڑا گیا۔ سلوی کے ایڈریس سے لاعلمی ظاہر کرنا اس کے لئے محال تھا اس لئے اسے اعتراف کرنا ہی پڑا اور اس سے سلوی کا ایڈریس پوچھ کر ذہن نشین کرنے کے بعد میں نے اسے ایک کمرے میں لے جا کر بند کر دیا۔

آدھے گھنٹے بعد میں سلوی کے فلیٹ کی کال بیل دبا رہا تھا۔ کال بیل کے جواب میں دروازہ خود سلوی نے ہی کھولا۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں پہلے تو حیرت کے تاثرات نظر آئے لیکن بڑی تیزی سے معدوم ہو گئے اور آنکھوں میں پھیلی ہوئی حیرت کی جگہ اس کے ہونٹوں پر ابھرنے والی دل فریب مسکراہٹ نے لے لی۔

"اوہو' علی حماد صاحب تشریف لائے ہیں" اس نے بڑی ادا سے کہا "زہے نصیب' تشریف لایئے" اس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے مجھے اندر آنے کا راستہ دیا۔

"میں شاید ناوقت آگیا" میں نے فلیٹ میں قدم رکھتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز میں کہا "شاید آپ سوتے سے اٹھی ہیں"

"ارے نہیں" وہ دروازہ بند کرتے ہوئے مسکرائی اور مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی "بیٹھو" اس نے کہا "میں بس اٹھنے ہی والی تھی۔ تمہیں تو معلوم ہے ہم راتوں کو جاگتے ہیں تو دن میں ہی نیند پوری کرنا پڑتی ہے۔"

اسے قطعی احساس نہیں تھا کہ وہ فقط ایک باریک سا لبادہ پہنے ہوئے ہے بلکہ وہ تو اپنے جسمانی خطوط اور بھی نمایاں کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تمہیں یہاں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی" سلوی نے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا "یہ چھوٹا سا فلیٹ تمہارے لائق تو نہیں ہے لیکن تم نے یہاں آکر اس کی اہمیت میں اضافہ کر دیا ہے۔"

"قدر مکان کی نہیں ہوتی مکین کی ہوتی ہے" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "اور اگر مکین حسین بھی ہو تو قدم خود بخود ہی اٹھ جاتے ہیں"

"شکر ہے تمہیں احساس تو ہوا" وہ صوفے پر میرے برابر ہی بیٹھتے ہوئے بے باکی سے مسکرا کر بولی "ورنہ میں تو سمجھی تھی کہ تم پر سونیا کا جادو پوری طرح چل گیا ہے"

"جادو تو تمہاری شخصیت میں ہے" میں نے بڑے میٹھے لہجے میں کہا "میں تو ڈر رہا تھا کہ معلوم نہیں تم میری پذیرائی کرو گی بھی کہ نہیں۔"

"پھر یہاں آنے کی جرأت کیسے کی؟" وہ شوخی سے مسکرا کر بولی۔

"جرأت کہاں ... بس ایک عالم بے اختیاری میں قدم تمہارے فلیٹ کی طرف اٹھ گئے"

"یقین نہیں آتا" اس نے بے اعتباری سے مجھے دیکھا "تم ایسے لگتے تو نہیں ہو"

"کوئی بھی یقین نہیں کرتا جس سے بھی سچ بولتا ہوں جھوٹ سمجھتا ہے اور جس سے جھوٹ بولتا ہوں وہ فوراً یقین کرلیتا ہے"

"گویا تم جھوٹ بھی بولتے ہو" وہ ہنسی اور ہنستے ہنستے مجھ پر گر پڑی۔

"کون نہیں بولتا" میں نے بے ساختہ کہا اور اسے کندھوں سے پکڑ کر آہستہ سے خود سے علیحدہ کر دیا۔

"کل رات تک تو تم سونیا کے سب سے بڑے طرف دار بنے ہوئے تھے" سلوی نے کہا۔

"اس وقت تو تم بھی مجھے یوں نظر انداز کر رہی تھیں جیسے میرا کوئی وجود ہی نہ ہو"

"میں عدنان کی وجہ سے مجبور تھی۔ وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی موجودگی میں میں کسی اور پر نگاہِ التفات ڈالوں۔"

"میرا خیال بھی یہی تھا" میں نے کہا "جس کی تصدیق اس وقت تمہارے رویئے نے بھی کر دی"

"ابھی تو توثیق بھی ہو گی' پہلے میں ذرا نہا کر آجاؤں۔ تمہیں تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا۔"

وہ نہانے چلی گئی اور اس دوران میں نے اس کے پورے فلیٹ کا جائزہ لے ڈالا۔ تین کمروں کے اس مختصر سے فلیٹ میں کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی علاوہ اس کے کہ فلیٹ میں موجود ہر چیز قیمتی تھی۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ دوسروں کی عنایات تھیں۔ خواب گاہ میں دیواروں پر عریاں و نیم عریاں تصاویر آویزاں تھیں۔

جلدی جلدی پورے فلیٹ کا جائزہ لے کر میں دوبارا ڈرائنگ روم میں آبیٹھا۔ سلوی نے بھی نہا کر نکلنے میں دیر نہیں لگائی اس نے سر پر تولیہ لپیٹ رکھا تھا۔

"میں نے زیادہ دیر تو نہیں لگائی؟" اس نے کہا "تمہیں انتظار کرانا اچھا تو نہیں لگا لیکن تم آئے ہی ایسے وقت....."

"جب کہ تم میری کوئی خاطر تواضع بھی نہیں کر سکتیں" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا اور وہ میری بات کا مطلب سمجھ گئی۔

"میں تمہیں ایسے اسرار و رموز سے آشنا کراؤں گی کہ تم سونیا کو بالکل فراموش کر دو گے۔" اس نے کہا "یہ جو اس وقت تمہیں انتظار کرنا پڑا ہے اس کا مداوا ہو جائے گا۔"

"مجھے معلوم ہے تم ایسے جہانوں کی سیر کراتی ہو کہ آدمی خود سے بھی بے گانہ ہو جاتا ہے' سب کچھ بھول کر تمہارا ہی ہو رہتا ہے۔"

"بات تو درست ہے مگر تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟" سلوی نے حیران ہو کر کہا۔

"عدنان عباسی کی حالت دیکھ کر" میں نے کہا "وہ تمہاری مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔"

"حالانکہ رات تم نے خود دیکھا تھا وہ مجھے بولنے تک نہیں دے رہا تھا" سلوی نے اپنے بال جھٹکتے ہوئے کہا۔

"اس سے میری بات ہو چکی ہے۔ سارے معاملات طے پا گئے ہیں۔ میں سیدھا اسی کے پاس سے آرہا ہوں۔"

"اوہ" وہ مجھے غور سے دیکھنے لگی "کوئی الجھن تو نہیں پیش آئی"

"نہیں' الجھن بھلا کیوں پیش آتی۔ وہ بہت اچھی قیمت لگانا جانتا ہے"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ وہ واقعی اچھی قیمت لگاتا ہے مگر رات تمہارے تیور بتا رہے تھے کہ تم کسی بھی قیمت پر اس کے لئے کام نہیں کرو گے۔"

"میں نے کہا نا کہ وہ قیمت لگانا جانتا ہے۔ جب میں نہیں مانا تو اس نے مجھے بتایا کہ اس نے سونیا کو اغوا کرالیا ہے"

"کیا!" سلوی نے حیرت سے مجھے دیکھا "یہ بات اس نے تمہیں خود بتائی ہے؟"

"میں نے تصدیق بھی کرلی۔ وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ سونیا واقعی اغوا ہو چکی ہے۔ میرے پاس کوئی متبادل نہیں بچا۔ اب مجھے عدنان کے لئے کام کرنا ہی پڑے گا۔"

"عدنان بہت اچھا باس ہے۔ وہ باصلاحیت لوگوں کی قدر کرنا جانتا ہے۔ اس کے لئے ہنسی خوشی کام کرو تو بہتر ہے۔"

"میں نے اس سے کہا تھا کہ وہ سونیا کو رہا کر دے۔ میں پھر بھی اس کے لئے کام کروں گا مگر اس نے کہا کہ تمہاری اجازت کے بغیر وہ ایسا نہیں کر سکتا۔"

"میرا اس معاملے سے کیا تعلق؟" سلوی نے کہا اُس کے ماتھے پر سلوٹیں پڑ گئی تھیں۔

"تمہارا ہی تو تعلق ہے۔ عدنان کہہ رہا تھا کہ سونیا کو تمہاری فرمائش پر اغوا کرایا گیا ہے اور تمہارے ہی کہنے پر اسے رہا کیا جا سکتا ہے"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ پیٹ کا اس قدر ہلکا ثابت ہو گا" سلوی غرائی اور میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ اس نے کتنی آسانی سے اعتراف کر لیا تھا۔

"میں نے اس سے کہا تھا کہ رات تو تم میرے سامنے سلوی کو جھڑک رہے تھے پھر اس کے کہنے پر سونیا کو کیسے اغوا کر لیا تو جانتی ہو اس نے کیا جواب دیا۔ کہنے لگا کہ وہ تو میں تمہیں شیشے میں اتارنے کے لئے اداکاری کر رہا تھا۔ بعد میں میں نے سلوی سے وعدہ کر لیا تھا کہ سونیا کو ضرور اغوا کراؤں گا اور اب یہ الگ بات ہے کہ میں اس کے اغوا کو اپنی مطلب برآری کے لئے استعمال کر رہا ہوں۔"

"اس نے بالکل ٹھیک کہا" سلوی تن کر بولی "سونیا نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میری توہین کی تھی۔ اسے اس کی سزا ضرور ملے گی"

"وہ واقعی سزا کی مستحق ہے۔ اسے تم جیسی شاندار خاتون کی بے عزتی کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔"

"تم یہ بات کیوں کہہ رہے ہو؟"سلوی نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھا "تم تو اس سے شادی کر چکے ہو۔"

"میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا "ارے وہ تو میں نے عدنان کو گولی دی تھی۔"

"مجھے خود اس بات پر یقین نہیں آیا تھا"سلوی کے چہرے پر میری تردید سے سکون کے آثار نظر آئے۔

"یہ یقین کرنے والی بات تھی ہی نہیں"میں نے برا سا منہ بنا کر کہا "اس میں رکھا ہی کیا ہے کہ میں اس سے شادی کرتا۔ کوئی میرا دماغ خراب تھوڑی ہے"

"لیکن مجھے عدنان سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ تمہیں ہر بات سے آگاہ کردے گا۔"

میں صوفے سے اٹھا اور آگے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں لے لیا "کیا تم واقعی مجھے بے خبر رکھنا چاہتی ہو؟"

"نہیں"وہ وارفتگی کے ساتھ مجھ سے لپٹ گئی "میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ میں تمہیں کیسے بے خبر رکھ سکتی ہوں"

"پھر؟"میں نے اس کی گیلی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سرگوشی کی "تم اتنی برہم کیوں ہو رہی ہو؟"

"عدنان بہت مطلب پرست ہے"اس نے ایک جان دو قالب ہونے کی کوشش کی "مجھے اس پر غصہ آگیا تھا"

"لیکن میں مطلب پرست نہیں ہوں"میں نے اسے خود سے مزید قریب کرلیا "مجھ پر تو تمہیں غصہ نہیں آئے گا؟"

"نہیں" وہ میرے چہرے پر اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے بولی۔ "لیکن تم بہت جلد باز ہو، میں نے ابھی ناشتہ بھی نہیں کیا ہے۔"

"اوہ معاف کرنا"میں نے اس کی کمر پر اپنی گرفت ڈھیلی کر دی مگر وہ اب بھی میری آغوش میں تھی "تم جلدی سے ناشتا کرلو... میں نے بھی ابھی لنچ نہیں کیا ہے"

"میں بھی اب کیا ناشتہ کروں گی۔ تمہارے ساتھ ہی کسی اچھے سے ہوٹل میں کھانا کھالوں گی"

"کیا اس حلئے میں چلو گی؟"میں نے اس کے باریک شب خوابی کے لبادے کی طرف اشارہ کیا جو اس نے نہانے کے بعد دوبارہ پہن لیا تھا۔

"تمہاری موجودگی میں تو مجھے یہ بھی گراں گزر رہا ہے" وہ بے حیائی سے مسکرائی۔

"گراں تو مجھے بھی گزر رہا ہے لیکن ابھی ہمیں باہر جانا ہے۔ وہاں تو ایک ہجوم ہوگا"

"جی تو چاہتا ہے کہ جب تک تمہارے ساتھ رہوں اس سے زیادہ جسم پر کوئی لباس نہ ہو"اس نے پہلے کی سی بے حیائی سے کہا "لیکن مجبوری ہے۔"

اسے کسی بات میں کوئی باک نہیں تھا۔ اور کیوں ہوتا؟ اس کے پیشے میں تو بے جھجک ہونا ہی لازمی تصور ہوتا ہے۔ حجاب تو اس پیشے کے قریب سے بھی نہیں گزرتا۔ لباس تبدیل کرنے کے معاملے میں بھی اس نے اسی روایتی بے حجابی کا مظاہرہ کیا۔ مصلحتاً میں یہ سب کچھ برداشت کر رہا تھا۔

میں نے سلوی کے ساتھ ایک عمدہ سے ہوٹل میں لنچ کیا۔ وہ بہت سرشار دکھائی دے رہی تھی، یوں جیسے اس نے کوئی بہت بڑی سلطنت فتح کرلی ہو۔

"اب کیا ارادہ ہے؟" کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے سلوی سے پوچھا۔

"میں نے تو خود کو تمہارے حوالے کردیا ہے"اس نے خمار آلود آواز میں کہا "لہٰذا تم بتاؤ کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"اپنی فتوحات میں اضافہ کرنے کا ارادہ ہے، تم میرا ساتھ دے سکو گی؟"

وہ بڑی آسودگی سے مسکرائی "کون جانتا ہے کہ کس کی فتوحات میں اضافہ ہوگا۔"

"میں جانتا ہوں"میں نے بھی مسکرا کر کہا "بس یہ نہیں معلوم کہ یہ مہم کہاں سر کی جائے گی۔"

"جہاں تم کہو"اس نے کہا۔ اس کے لہجے میں مکمل خود سپردگی کی کیفیت موجود تھی۔

"میں تو تمہیں جہنم میں بھی لے جا سکتا ہوں"میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ساتھ جہنم میں جانا بھی میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں ہوگا۔"سلوی نے مخمور لہجے میں کہا۔

میں نے مطمئن انداز میں سہلایا اور بل ادا کر کے اس کے ساتھ باہر آگیا۔ اس نے یہ معلوم کرنے کی ذرا بھی زحمت نہیں کی تھی کہ میں اسے کہاں لے جا رہا ہوں۔ ڈرائیونگ کے دوران وہ مجھ سے تقریباً چپک کر بیٹھ گئی تھی اور اس نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا تھا۔ میرا رخ اپنی عارضی قیام گاہ کی طرف تھا۔

"تم نے سونیا کو کیا سزا دینے کا فیصلہ کیا ہے؟"اچانک میں نے کہا اور اس نے چونک کر اپنا سر میرے شانے پر سے ہٹا لیا۔

"کیا ضروری تھا کہ تم اس موقع پر اس کا تذکرہ کر کے سارا مزہ کرکرا کردو"اس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"تم تو ناراض ہو گئیں"میں نے دھیرے سے ہنس کر کہا۔ "حالانکہ تم نے ناراض نہ ہونے کا وعدہ کیا تھا"

"وہ بہت مغرور اور خود سر ہے۔ اس کی وجہ سے بہت سے گاہک میری طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ تم بتاؤ، اس کی کیا سزا ہونی چاہیے؟"

"اس کا پتہ صاف کرادو، تمہاری راہ ہموار ہو جائے گی" میں نے سرسری انداز میں کہا۔

"کسی کی جان لئے بغیر کام چل رہا ہو تو خون اپنی گردن پر لینے سے کیا فائدہ؟"

"بات تو تم درست کہہ رہی ہو لیکن اگر تم نے اسے ایسے ہی چھوڑ دیا تو پھر تمہارا کاروبار متاثر ہوگا۔"

"میں اسے ایسے ہی کیوں چھوڑوں گی"سلوی نے برا مان کر کہا "اسے اپنی خوبصورتی پر بہت گھمنڈ ہے۔ میں اس کا چہرہ بگاڑ کر اسے چھوڑوں گی۔ وہ خود ہی کہیں منہ کالا کر جائے گی۔"

میں سناٹے میں آگیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس قدر سفاک ہوگی۔ کتنے سکون سے اس نے سونیا کا چہرہ بگاڑنے کا تذکرہ کیا تھا۔

"تم بہت ذہین ہو"میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے تعریفی لہجے میں کہا "تم نے واقعی بہت عمدہ ترکیب سوچی ہے۔"

"عمدہ ترکیب ہے نا"وہ خوش ہو کر بولی "خواہ مخواہ کسی کو مارنے سے کیا فائدہ، اس کا چہرہ تباہ ہو جائے گا تو میری راہ کا کانٹا خود ہی نکل جائے گا"اس نے ایک بار پھر میرے شانوں پر سر ٹکا دیا۔

میں... ہونٹ بھینچے کار ڈرائیو کرتا رہا۔ جو لوگ میرے جانی دشمن بنے ہوئے تھے ان کی فراہم کردہ اطلاع بالکل درست ثابت ہوئی تھی۔ سونیا کو واقعی عدنان نے ہی اغوا کرایا تھا۔ باقی ماندہ تجزیہ کر کے صحیح نتیجہ میں نے ہی اخذ کیا تھا لیکن اگر انہوں نے مجھے یہ اطلاع فراہم نہ کی ہوتی تو میں انہیں ہی سونیا کے اغوا کا ذمے دار تصور کرتا رہتا۔

میں نے نگاہ اٹھا کر عقب نما آئینے میں اس کار کو دیکھا جس میں چار افراد سوار تھے۔ یہ وہی نامعلوم لوگ تھے جو گزشتہ چھتیس گھنٹوں سے میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے ابھی تک عملاً مجھ سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کس چکر میں ہیں اور مجھ پر کس زاویے سے ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں۔ عدنان کے چکر میں الجھ جانے کی وجہ سے مجھے بھی اتنا موقع نہیں مل سکا تھا کہ میں ان پر پوری توجہ صرف کر پاتا لیکن اب مجھے کچھ نہ کچھ کرنا تھا۔ کیا کرنا تھا، اس کا فیصلہ میں نے ابھی نہیں کیا تھا۔ یہ فیصلہ تو وقت آنے پر ہی کیا جا سکتا تھا۔

سلوی کی توجہ راستوں کی طرف نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو بھی مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ میرا ٹھکانا کسی کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھا۔ آرتھر اور نارینڈہ کو ہلاک کرنے والے بھی میری اس پناہ گاہ کو دیکھ چکے تھے۔ اب اگر سلوی بھی اس کے راستوں سے واقف ہو جاتی تو میرا کیا بگڑ جاتا۔ اسے تو ویسے بھی میرے عتاب کا نشانہ بننا تھا۔

بنگلے پر پہنچنے کے بعد بھی سلوی اسی کیفیت کا شکار رہی۔ اس نے بس سرسری انداز میں بنگلے کی تعریف کی تھی ورنہ درحقیقت تو وہ میرے قرب سے مدہوش تھی۔ اس کی [illegible] والی بات تھی۔ میری اور اس کی عمر میں واضح [illegible] کے دوران اس کا واسطہ ہمیشہ اپنی عمر سے [illegible] سے پڑا کرتا تھا۔ اب وہ بھی کم عمر نہیں رہی تھا [illegible] اچانک مجھے اپنی ذات میں دلچسپی لیتے دیکھ کر وہ گرویدہ [illegible] گانہ ہو گئی تھی تو یہ کوئی ایسی حیران کن بات نہیں [illegible] گزشتہ رات میری جرأت کا مظاہرہ بھی دیکھ چکی تھی۔

میں اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ فوری طور پر [illegible] عدنان کے روبرو لے جانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ یہ [illegible] ڈرائنگ روم تھا جہاں میں نے پہلی بار وہ گمنام کال وصول کی تھی جس نے میرے ہوش اڑا دئے تھے۔ آئی کو ون اور اد کو زیرو قرار دئے جانے کی مثال یاد کر کے مجھے اچانک ہی ہنسی آگئی۔

"کیا بات ہے؟"سلوی نے میری گردن میں باہیں ڈال کر تقریباً جھولتے ہوئے کہا "تم ہنس کیوں رہے ہو؟"

"خوش ہو رہا ہوں"میں نے اس سے اپنی گردن چھڑاتے ہوئے کہا "مگر تم میرے گلے کا ہار کیوں بن رہی ہو؟"

"میں تو تمہاری جیت بننا چاہتی ہوں" اس نے قربان ہو جانے والی نظروں سے مجھے دیکھا۔

"میں تمہیں کسی ایسی ٹرافی سے کم تو نہیں سمجھتا جو کسی بڑے مقابلے میں اول آنے پر ملی ہو"میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا اور وہ مجھ پر لد گئی۔

"یہ ایک نشست والا صوفہ ہے"میں نے اس سے جان چھڑانے کی کوشش کی "تم ادھر دوسرے صوفے پر کیوں نہیں بیٹھ جاتیں۔"

"کبھی ٹرافی قرار دیتے ہو اور کبھی جان چھڑانے کی کوشش شروع کردیتے ہو"اس نے مُنہ پُھلا لیا۔

"اسی لئے تو میں نے میڈل کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا۔ کون تمہیں گلے سے لٹکائے پھرتا۔"

اپنی تمام تر اہانت کے باوجود وہ ہنس پڑی۔ یوں جیسے میں نے اس کی تعریف کی ہو۔

"تم بہت بہادر ہو"وہ مجھ سے علیحدہ ہوئے بغیر بولی "عدنان مجھ سے تمہاری بڑی تعریف کر رہا تھا۔"

"اس کی تعریف میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں ہے" میں نے طنز کیا مگر اسے لہجے پر توجہ دینے کا ہوش نہیں تھا۔

"وہ بہت کم کسی کو خاطر میں لاتا ہے اور تمہاری وجہ سے تو اس نے مجھے بھی ڈانٹ دیا تھا۔ ذرا لحاظ نہیں کیا۔"

"وہ تمہیں بھی تو بہت اہمیت دیتا ہے" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی "تم بھی تو کسی سے کم نہیں ہو۔"

"ہاں، وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔ میں نے اس کا ساتھ بھی تو بہت دیا ہے۔ اب اسے میری کوئی خاص ضرورت نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہی مگر وہ کہتا ہے کہ میں اس کی ضرورت ہوں۔"

"بڑی بات ہے ورنہ اکثر لوگ جب بلندی کا سفر شروع کرتے ہیں تو خراب وقتوں کے ساتھیوں د بھول جاتے ہیں۔"

میں نے محسوس کیا کہ میری یہ بات اس پر بری طرح اثر انداز ہوئی۔ معلوم نہیں میری بات میں کیا اثر تھا کہ وہ مجھ سے علیحدہ ہوئی اور دوسرے صوفے پر جاکر بیٹھ گئی۔

"بُرے وقتوں میں میں کبھی اس کی ساتھی نہیں رہی" سلوی نے کہا "اس وقت تو ہمارے تعلقات بھی نہیں تھے۔"

"کیا مطلب" میں چونک پڑا "عدنان تو کہہ رہا تھا کہ تم اس وقت سے اس کے ساتھ ہو..."

"وہ غلط کہہ رہا تھا۔ سب سے یہی کہتا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس وقت ہم دونوں بس ایک دوسرے سے واقف تھے۔ اس سے زیادہ ہمارا کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی... عدنان کو اس قسم کی غلط بیانی کرکے کیا حاصل ہوتا ہے؟"

"یہ ان دنوں کی بات ہے جب عدنان ایک گمنام شخص تھا۔ میرا کاروبار بھی نچلے درجے کے لوگوں تک محدود تھا۔ ان دنوں عدنان کا ایک دوست ہوا کرتا تھا جس کا نام تمکین تھا۔ میرے اس سے تعلقات تھے۔ کبھی کبھار عدنان کے ہاں اس سے ملاقات ہوجاتی تھی۔ اس سے میری بات چیت کبھی سلام دعا سے آگے نہیں بڑھی۔ اس نے میری ذات میں کبھی غیر معمولی تو کیا معمولی دلچسپی کا مظاہرہ بھی نہیں کیا۔ پھر وہ سرکاری پارٹی میں شامل ہوگیا۔ تمکین نے بھی کسی لڑکی سے شادی کرلی تھی اس لئے اس سے بھی میرا میل جول بہت کم ہوگیا تھا۔ کچھ عرصہ اسی طرح گزر گیا پھر اچانک ایک روز عدنان خود میرے پاس آیا اور مجھے پارٹی میں شامل ہونے کی آفر کی۔ میں نے انکار کیا تو اس نے میرے ساتھ رات گزارنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ یہ تو میرا دھندا تھا میں بھلا انکار کیسے کرسکتی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ رات گزاری۔ صبح رخصت ہوتے وقت اس نے جو رقم مجھے دی وہ میرے معمول کے معاوضے سے کہیں زیادہ تھی۔ اس کے بعد ہمارے تعلقات بڑھتے ہی چلے گئے۔"

"کیا یہ بات عجیب نہیں ہے کہ جب اس کا تعلق نچلے طبقے سے تھا تب تو اس نے تم پر کوئی توجہ نہیں دی اور جب وہ ترقی کرگیا تو اچانک ہی تم پر مہربان ہوگیا جب کہ پیسہ آجانے کے بعد اس کے لئے لڑکیوں کی کیا کمی رہ گئی تھی۔ اس کے ایک اشارے پر تم جیسی ہزاروں خود کو نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتی ہوں گی۔"

سلوی نے مجھے غور سے دیکھا "معلوم نہیں تم کیا جاننا چاہ رہے ہو لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ سوال میرے ذہن میں بھی پیدا ہوا تھا اور میں نے عدنان پر اس کا اظہار بھی کردیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ مجھے اس وقت بھی پسند کرتا تھا لیکن چونکہ میرے تعلقات اس کے دوست تمکین سے تھے اس لئے وہ مجھ سے ربط ضبط نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔"

"یہ بڑی عجیب سی بات ہے" میں نے کہا "اگر اسے اپنے دوست کا اتنا ہی خیال تھا تو بعد میں بھی رہنا چاہئے تھا۔"

"مجھے یہ سب کچھ نہیں معلوم... میں تو بس یہ جانتی ہوں کہ وہ مجھے بہترین معاوضہ دے رہا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے اور کیا چاہئے تھا۔"

"اور اس کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ تم نے موجودہ مقام تک پہنچنے میں اس کی بہت مدد کی ہے؟"

"مدد کیا کی بس بعض ایسی اطلاعات اس تک پہنچادیں جو میرے علم میں آگئی تھیں۔ میں نے کوئی خاص طور پر اس کے لئے تو کام نہیں کیا۔"

"گویا اس سلسلے میں اس نے مجھ سے غلط بیانی نہیں کی تھی" میں نے کہا۔

"جب تم نے اس کے لئے کام کرنے کی ہامی بھرلی تو پھر کیوں ان چکروں میں پڑ رہے ہو؟" سلوی بولی۔

"مجھے معلوم تو ہونا چاہئے کہ جس کے لئے مجھے کام کرنا ہے وہ کس قسم کا آدمی ہے اور مجھے اس کے ساتھ کیا رویّہ اختیار کرنا ہے۔"

"ہاں' اس نے غلط بیانی نہیں کی تھی مگر تم آم کھاؤ۔ پیڑ کیوں گن رہے ہو؟"

"وہ میرا باس ہے اور باس کے پسندیدہ آم پر ماتحتوں کا کوئی حق نہیں ہوتا۔"

"جو آم صرف اس کے نام ہو" اس نے بائیں آنکھ دبائی۔ "لیکن جو آم عام ہو اس سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔"

"مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ اب میں اس کا ماتحت ہوں۔ کوئی عام آدمی ہوتا تو ظاہر ہے مجھے اس کی پروا نہ ہوتی۔"

"کیا فضول قسم کی باتیں لے بیٹھے" وہ جھنجلا گئی "وقت سے فائدہ اٹھانا سیکھو۔ ہاتھ آئی نعمت سے منہ موڑنا اچھا نہیں ہوتا۔"

"کفرانِ نعمت کہلاتا ہے" میں نے مسکرا کر کہا "لیکن میں نعمت کی تعریف اس انداز میں نہیں کرتا جس انداز میں تم کرتی ہو۔"

"اور میں عدنان سے کسی ایسے شخص کی تعریف نہیں کرسکتی جو میری توہین کا مُرتکب ہو رہا ہو" سلوی نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا "ملازمت کرنی ہے تو آدابِ ماتحتی سیکھو۔"

"پہلی بار ماتحتی کر رہا ہوں۔ اب تم ہی مجھے آدابِ ماتحتی سکھاؤ گی" میں نے کہا اور وہ خوش ہوگئی۔

"بس تو پھر جو میں کہوں اس پر عمل کرتے رہو۔ میں تمہیں کُندن بنادوں گی۔"

"کیا تم مجھے کندۂ ناتراش سمجھتی ہو؟" میں نے ایک بار پھر

طنزیہ لہجے میں کہا مگر اس بار بھی اس نے میرا لہجہ نظرانداز کردیا۔

"میں تمہیں تراش خراش کر ایسی چمک عطا کردوں گی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوجایا کریں گی۔ یہاں میرے پاس آکر بیٹھو۔"

"میری ہمت نہیں پڑتی" میں نے ہچکچانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"اور وہاں فلیٹ پر جو تم نے مجھے اپنی آغوش میں لیا تھا" وہ غرائی۔

"اس وقت مجھے خیال نہیں تھا کہ تم باس کی منظورِ نظر ہو اس لئے بہک گیا تھا۔"

"ایک بار پھر بہک جاؤ" وہ آنکھیں بند کرکے مخمور لہجے میں بولی لیکن ٹیلی فون کی گھنٹی نے اس کی محویت توڑدی۔ میں سمجھ گیا کہ پھر وہی گمنام کال آئی ہے۔ ریسیور اٹھانے پر میرے خیال کی تصدیق ہوگئی۔

"امید ہے تم نے میری فراہم کردہ اطلاع کی اپنے طور پر تصدیق کرلی ہوگی۔"

"ہاں... اور یہ بھی یاد رکھو کہ میں کسی قسم کا ادھار رکھنے کا قائل نہیں ہوں۔ بہت جلد تمہارے سارے قرضے چکادوں گا۔"

"ایک اطلاع اور بھی ہے" دوسری طرف سے کہا گیا "اگر تم پہلے کی طرح بے اعتباری نہ کرو تو ہم تمہیں وہ اطلاع بھی فراہم کردیں۔"

میں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ جو کچھ ہو رہا تھا وہ میرے لئے پسندیدہ نہیں تھا لیکن میں اس بری طرح پھنس گیا تھا کہ ان لوگوں کا قرض چکا نہیں پارہا تھا جبکہ یہ میرے لئے بہت معمولی سی بات تھی۔

"میں آنکھ بند کرکے اعتبار کرنے کا قائل نہیں ہوں" میں نے کہا "آگے تمہاری مرضی' بتاؤ یا نہ بتاؤ۔"

"تم بہت چالاک ہو نارمن شیلوف! لیکن ہم تمہیں اطلاع ضرور فراہم کریں گے۔ پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تم عدنان کو زبردستی پکڑ لائے ہو؟"

"میں ایک آزاد آدمی ہوں۔ کیا تم میرے معاملات میں مداخلت کرنا چاہ رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں مسٹر نارمن! ہم معاملات میں نہیں زندگیوں میں مداخلت کیا کرتے ہیں۔ ہم نے تمہیں پہلے بھی سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ عدنان سے مت الجھو لیکن تم نہیں مانے۔ سونیا کے اغوا کے بعد عدنان کے وہ آدمی جو تمہاری قیام گاہ کی نگرانی کر رہے تھے واپس چلے گئے تھے لیکن اب وہ لوگ پھر واپس آگئے ہیں اور اس بار ان کے تیور بھی اچھے نہیں دکھائی دیتے۔"

میں حیران رہ گیا۔ دوبارہ نگرانی شروع ہونے کا مطلب یہی تھا کہ وہ عدنان کے اغوا سے باخبر ہوچکے تھے جبکہ میں نے ہر طرح سے تدارک کرلیا تھا۔ پھر یہ بات عدنان کے آدمیوں کے علم میں کس طرح آئی؟

"ہیلو نارمن! کیا فون بند کردیا؟"

"نہیں' میں سوچ رہا تھا کہ ان کی یہاں دوبارہ آمد کا کیا مقصد ہوسکتا ہے؟"

"اپنی جان کی خیر مناؤ۔ وہ کمانڈو ایکشن بھی کرسکتے ہیں۔ اگر تم ہمیشہ اس طرح کی حرکتیں کرتے ہو تو ہمیں حیرت ہے کہ تم اب تک زندہ کیوں ہو؟"

میں نے قہقہہ لگایا "اپنی انہی حرکتوں کی وجہ سے... میری پوزیشن بہت مضبوط ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے' کیا وہ اپنے سربراہ کی زندگی خطرے میں ڈالنا پسند کریں گے؟"

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تم نے اپنی مضبوطی کرلی ہے مگر کیا تم تنہا باہر نہیں نکلو گے؟"

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں مگر میں ان کے لئے تر نوالہ ثابت نہیں ہوں گا۔"

"تمہاری وجہ سے ہمیں بہت محنت کرنا پڑ رہی ہے لیکن تم نے بھی شاید طے کررکھا ہے کہ کسی اور کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔"

"نہ کوئی ہونی کو روک سکتا ہے اور نہ لکھے ہوئے وقت کو تبدیل کیا جاسکتا ہے۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ عدنان کے بعد سلوی کو اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"باتوں کی روانی میں شاید تم بھول گئے... تمہاری فراہم کردہ اطلاع کی تصدیق کے لئے میں نے یہی ذریعہ تو اختیار کیا ہے۔"

سلوی پر اضطرابی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ وہ شاید ٹھیک سے گفتگو بھی نہیں سن رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب میں فون بند کرکے اس کی طرف مڑا تب بھی اس نے فون کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔

"فون پر مختصر گفتگو کیا کرو۔ خاص طور پر اس وقت جب کوئی تمہارا منتظر بیٹھا ہو۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمہیں زحمت اٹھانی پڑی" میں اٹھ کر اس کے برابر جا بیٹھا۔

"تمہاری وجہ سے مجھے جو کوفت اٹھانی پڑی ہے اس کا ازالہ بھی تم ہی کو کرنا پڑے گا" وہ مجھ سے لپٹ گئی۔

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے انوکھی لذتوں سے آشنا کراؤ گی' نئے جہانوں کی سیر کراؤ گی..."

"ہاں' میں نے وعدہ کیا تھا مگر پیش قدمی تو تم ہی کرو گے... یا وہ بھی مجھے ہی کرنی پڑے گی" وہ بے باکی سے مسکرائی۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ سب سے پہلے تم نے کسے اس لذت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے آشنا کیا ہوگا" میں نے کہا اور وہ ہنستا کر مجھ سے علیٰحدہ ہو گئی۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔ تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ کس موقع پر کیا بات کرنی چاہئے۔"

"یہ بات تو خود میری سمجھ میں نہیں آتی... اب مجھے تمکین کا خیال آ رہا ہے۔ معلوم نہیں وہ کہاں ہوگا۔"

"جہنم میں گیا تمکین اور اس کے ساتھ ہی عدنان بھی" سلومی نے چڑ کر کہا "اس وقت میرے علاوہ تم کسی اور کی بات مت کرو۔"

"تمکین کی حد تک تو درست ہے" میں نے سہلایا "لیکن تم میرے باس کو کچھ نہیں کہہ سکتیں۔"

"میں جا رہی ہوں" سلومی غصے میں بپھر کر اٹھی اور ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف بڑھی لیکن میں نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا۔

"ارے تم ناراض ہو گئیں" میں نے اسے آغوش میں لیتے ہوئے کہا اور وہ یوں پگھل گئی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

"تمہیں بہت کچھ سیکھنا پڑے گا" سلومی نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "تم مجھے اناڑی معلوم ہوتے ہو۔"

"وہ تو میں سیکھ لوں گا لیکن تمہیں چاہئے کہ مجھے سمجھنے کی بھی تھوڑی سی کوشش کرو۔ مجھے لگتا ہے کہ ہمارے تعلقات برسوں چلیں گے۔"

طویل عرصے تک قائم رہنے والے تعلقات کی خبر سن کر وہ مزید خوش ہو گئی "تم نے مجھے اپنے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں..."

"آہستہ آہستہ سب کچھ بتا دوں گا۔ پہلے میری کمزوری کے بارے میں سن لو جس کی وجہ سے تم اس وقت ناراض ہو گئیں۔ اگر میرے ذہن میں کوئی بات اٹک جائے تو میں کچھ اور نہیں کر سکتا۔"

اس نے مجھے ٹٹولنے والی نگاہوں سے دیکھا "مثلاً اس وقت تمہارے ذہن میں کون سی بات اٹکی ہوئی ہے؟"

"گراموفون کی سوئی تمکین پر اٹک گئی ہے۔ بس میں یہی سوچے جا رہا ہوں کہ معلوم نہیں وہ کہاں ہوگا۔ تمہیں کتنا یاد کرتا ہوگا۔"

"میں خود بھی اکثر اس کے بارے میں سوچتی ہوں۔ عدنان سے بھی اس کا تذکرہ کرتی رہتی ہوں۔ آخر وہ اس کا دوست بھی تو تھا۔"

"تو کیا عدنان اسے یاد نہیں کرتا؟" میں نے کہا اور وہ مزید مغموم نظر آنے لگی۔

"برے وقتوں کے ساتھی کبھی بھلائے نہیں جا سکتے۔ خواہ انسان کتنی ہی بلندی پر کیوں نہ پہنچ جائے۔"

"لیکن انہیں اس طرح نظر انداز بھی تو نہیں کر دیا جاتا جس طرح تم دونوں نے اس بے چارے کو کر دیا ہے۔"

"کون کہتا ہے کہ ہم نے اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ میں نے تو کئی بار اسے تلاش کرنے کی کوشش کی مگر وہ معلوم نہیں کہاں چلا گیا۔ میں نے اس کے تمام دوستوں کو ٹٹول کے دیکھ لیا مگر اس کے بارے میں تو کسی کو بھی کچھ نہیں معلوم۔ وہ ایسا لاپتا ہوا کہ اس کی آج تک کوئی خبر نہیں مل سکی۔"

"تم بتا رہی تھیں کہ اس نے شادی کر لی تھی" میں نے کہا۔ "تم کسی طرح اس کی بیوی تک رسائی حاصل کر کے اس سے معلومات حاصل کر سکتی تھیں!"

"صرف شادی نہیں کی تھی' اس کے دو بچے بھی ہو گئے تھے مگر وہ اپنے بیوی بچوں سمیت لاپتا ہوا ہے۔ معلوم نہیں اسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا!"

مجھے اس بات پر حیرت ہوئی۔ کوئی شخص یوں لاپتا نہیں ہو سکتا لیکن میں اس اطلاع پر زیادہ تشویش نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ یہ بات بہت زیادہ اہم نہیں تھی۔ میں کسی اور ذریعے سے کام چلا سکتا تھا۔ تمکین اگر مل جاتا تو عدنان کا ماضی آئینہ ہو جاتا' ...اب مجھے کسی اور طرح کام چلانا تھا۔

"ابھی تمہارے ذہن میں ایک بات اور اٹکی ہوئی ہے" سلومی مسکرائی "اب تمہیں سونیا یاد آ رہی ہوگی۔"

"تم نے یاد دلا ہی دیا ہے تو سوچ رہا ہوں کہ اس کا چہرہ بگاڑنے کے لئے تم کون سا طریقہ اختیار کرو گی؟"

"اس کا چہرہ بگڑنے میں تمہاری دلچسپی بہت زیادہ ہے" سلومی شوخی سے مسکرائی اور میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جھوٹ مت بولو علی حماد! جس کی وجہ سے بلیک میل ہو کر تم نے عدنان جیسے شخص کی ملازمت کرنا قبول کر لی اسے بچانے کے لئے تم کیا نہیں کرو گے؟"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو" میں نے بے بسی سے کہا "واقعی میں اس کے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں۔"

"سوچ لو علی حماد! تم بہت بڑا دعوا کر رہے ہو۔ اپنے دعوے پر پورے بھی اتر سکو گے؟"

"میں بہت سوچ سمجھ کر بولتا ہوں۔ تم مجھے آزما کر دیکھ لو' جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر سو فیصد پورا اتروں گا۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات دسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ اس حصے کے ساتھ ہی شائع ہو چکا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مقبول ترین سلسلہ

فکر و ضمیر سے عاری پیہم اور کشاکشِ حیات کی پل پل رنگ بدلتی داستان

"سونیا رہا ہو سکتی ہے" سلومی نے کہا "اور تمہیں اس کے لئے کوئی قربانی بھی نہیں دینی پڑے گی بس میری ایک معمولی سی فرمائش پوری کرنی پڑے گی۔"

مجھے اندازہ تھا کہ وہ کس قسم کی فرمائش کر سکتی ہے لیکن پھر بھی میں نے اس سے پوچھ لینا ضروری سمجھا "مجھے جلدی سے بتاؤ سلومی تاکہ میں تمہاری فرمائش پوری کر کے جلد از جلد اسے رہا کرا سکوں" میں نے بے تابی کا مظاہرہ کیا۔

سلومی کے ہونٹوں پر ایک پُر ہوس مسکراہٹ پھیل گئی۔ "مجھے صرف ایک بار سیراب کر دو اور اس کے بعد مجھ سے مستقل تعلقات قائم رکھنے کا وعدہ کرلو، میں اسے چٹکی بجاتے میں رہا کرا دوں گی۔"

"تو پھر اس کام میں دیر نہیں کرنی چاہئے" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ میں اسی طرح اسے لے کر اس کمرے تک پہنچ گیا جہاں عدنان کو بند کر کے گیا تھا۔ کمرے کے دروازے پر رک کر میں نے چابی نکالی اور دروازہ غیر مقفل کر کے کھول دیا۔ سلومی کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تیرنے لگے تھے لیکن کمرے کا اندرونی منظر دیکھ کر وہ حواس باختہ ہوگئی۔ اس نے عدنان کو دیکھ لیا تھا اور یہ بات فوراً ہی اس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ وہ کس مصیبت میں پھنس گئی ہے۔ وہ کچھ کہنے کے لئے میری طرف مڑی مگر اس کی بات سننے سے قبل ہی میں نے اس کے بال مٹھی میں جکڑ کر اسے دھکا دیا اور وہ کمرے کے فرش پر جا گری۔ اس کے منہ سے مغلظات کا طوفان پھوٹ نکلا۔

میں اس کی مغلظات سے بے پروا کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر دیا۔ عدنان بے بسی سے کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا۔

"سلومی نے اعتراف کر لیا ہے کہ سونیا کو تم نے ہی اغوا کرایا ہے" میں نے عدنان کو گھورتے ہوئے کہا اور وہ غصیلی نظروں سے سلومی کو دیکھنے لگا۔

"یہ جھوٹ بول رہا ہے" سلومی چیخی "اس کی باتوں میں مت آنا۔ اس نے مجھے بھی دھوکا دینے کی کوشش کی تھی مگر میں اس کی باتوں میں نہیں آئی۔"

میرے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ ابھر آئی "یہ بات ثابت ہو چکی ہے عدنان کہ سونیا کو تم نے ہی اغوا کرایا ہے۔ اب بھی تمہاری بچت کی ایک صورت ہے۔ سیدھی طرح بتا دو کہ سونیا کہاں ہے؟"

"اس کا پتا بتانے کے بعد میری زندگی کی کوئی ضمانت نہیں رہے گی" عدنان نے کہا۔

"تم بہت گھٹیا بات کر رہے ہو عدنان" میں نے نفرت سے کہا "جس طرح میں نے سلومی سے یہ بات اگلوائی ہے کہ سونیا کے اغوا کی ذمے داری تم پر ہے اسی طرح میں کسی اور ذریعے سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سونیا تک بھی پہنچ سکتا ہوں۔ اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اس کے بل پر تم مجھ سے سودے بازی کرسکو گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ اس طرح تم اپنی موت کو یقینی بنالو گے۔"

"وہ تمہاری بیوی ہے اور جہاں بھی ہے آرام سے ہے۔ جب تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں بھی اسے رہا کردوں گا۔ اگر تم مجھے مار دو گے تو اس کی زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے گی اور مجھے یقین ہے کہ تم مجھ جیسے غیر متعلق آدمی کی خاطر اپنی بیوی کی جان کا خطرہ مول لینا ہرگز پسند نہیں کرو گے۔"

"تم کس کے چکر میں آرہے ہو عدنان!" سلویٰ پھر چیخی۔ 'اس نے جھوٹ بولا تھا۔ سونیا اس کی بیوی نہیں ہے۔"

"سن لیا تم نے؟" میں نے عدنان کو گھورتے ہوئے کہا "میں نے جھوٹ بولا تھا کہ ہم نے شادی کرلی ہے۔ اب تمہارا کیا خیال ہے؟"

کچھ دیر تک تو عدنان سکتے کی سی کیفیت میں رہا پھر سنبھل کر بولا "اگر تم نے اس سے شادی نہیں کی ہے تو اس کے لئے کیوں اتنے لمبے چکر میں پڑ رہے ہو؟"

"میں تو خیر بے وقوف آدمی ہوں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "لیکن تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ تم کیوں سلویٰ کے چکر میں آگئے؟"

عدنان بغلیں جھانکنے لگا۔ اس کے پاس میری بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

"اور میں کسی چکر میں نہیں پھنسا ہوں عدنان! میں تو پہلے کی طرح آزاد ہوں۔ چکر میں تو تم پھنسے ہو۔"

اس بار بھی اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے پاس کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں بچا تھا۔

"اور تم نے دیکھ لیا سلویٰ! یہ ہے تمہارا سب سے بڑا حمایتی"... میں نے عدنان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس کا حشر دیکھو اور عبرت پکڑو۔ بلکہ اس سے بڑا کوئی اور حمایتی ہے تو بتاؤ۔"

سلویٰ نے مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کی مگر میرے ایک ہی تھپڑ نے اس کے پیر اکھاڑ دئے اور وہ اچھل کر بیڈ پر جا پڑی۔ اس کے ہونٹوں سے خون کی ایک پتلی سی لکیر بہہ رہی تھی۔

"تم بے غیرت ہو... نامرد ہو۔ ایک عورت پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے شرم نہیں آتی" اس نے ہذیانی انداز میں کہا اور بے تحاشہ رونے لگی۔ مجھے اس پر ذرا بھی ترس نہیں آیا۔ کچھ ہی دیر پہلے تو وہ سونیا کا چہرہ بگاڑنے کی باتیں کررہی تھی۔ اس کی رہائی کے عوض مجھے بلیک میل کرکے اپنے سفلی جذبات کی تسکین کی خواہش مند تھی۔ مجھے اس پر کس طرح ترس آسکتا تھا۔

"جو عورت اپنی حدود بھول جائے اسے حدود میں لانا مرد کا ہی فرض ہوتا ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "ویسے یہاں تمہارا ایک آشنا بھی موجود ہے۔ تمہیں پٹتے دیکھ کر اسے غیرت کیوں نہیں آئی؟"

جواب میں سلویٰ نے عدنان کو بھی بے شمار مغلظات سے نواز کر رکھ دیا۔ عدنان کسی مجرم کی طرح نگاہیں جھکائے کھڑا تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ مجھ سے الجھنے کا کیا انجام ہوسکتا ہے۔

"اور اب تمہارا نمبر ہے عدنان" میں نے جیب سے پستول نکالتے ہوئے کہا "میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ اگر تم نے سونیا کے بارے میں زبان نہ کھولی تو میں تمہارے بھیجے میں گولی اتار دوں گا۔"

میرے لہجے کی سفاکی نے عدنان کو لرزا کر رکھ دیا۔ یہ حقیقت تھی کہ اگر اس نے اس موقع پر زبان نہ کھولی ہوتی تو میں واقعی اسے گولی مار دیتا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں شدید ذہنی کش مکش کے تاثرات دیکھ لئے تھے۔ اس کے انداز سے میں نے یہ بھی بھانپ لیا تھا کہ وہ سلویٰ کے سامنے بات کرنے سے گریز کررہا ہے۔ یہ بات خاصی عجیب تھی مگر مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ سلویٰ کے سامنے زبان کھولنے سے کیوں گریزاں ہے۔ مجھے تو صرف اس کی زبان کھولنے سے دلچسپی تھی، میں تو جلد از جلد حقیقت جان لینے کے چکر میں تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم تشدد کے بغیر نہیں مانو گے" دفعتاً میں نے کہا "چلو' کمرے سے نکلو' میں تمہیں ابھی سیدھا کئے دیتا ہوں۔" میں نے پستول سے اسے چلنے کا اشارا کیا۔

سلویٰ نے بھی ہمارے ساتھ نکلنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے بڑی بے دردی سے اسے اندر دھکیل کر باہر سے دروازہ لاک کردیا اور عدنان کو لے کر ڈرائنگ روم میں آگیا۔

"بیٹھ جاؤ" میں اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی ایک صوفے پر بیٹھ گیا "میں نے محسوس کیا تھا کہ تم سلویٰ کے سامنے بات کرنے سے ہچکچا رہے ہو۔ اس لئے تمہیں وہاں سے ہٹا لایا ہوں لیکن میں اپنے اس فیصلے پر اب بھی قائم ہوں کہ اگر تم نے مجھے حقائق سے آگاہ نہ کیا تو میں تمہاری چھٹی کرکے خود ہی سونیا کو تلاش کرلوں گا۔"

"مجھے اندازہ ہے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس پر عمل بھی کرسکتے ہو" عدنان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "اور اپنی جان کسے پیاری نہیں ہوتی۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ..." وہ بولتے بولتے خاموش ہوگیا۔

"رکو مت' بولتے رہو" میں نے کہا "ابھی تم نے عقلمندی کی باتیں کرنا شروع کی ہی تھیں کہ پھر خاموش ہوگئے۔"

"میں دو طرفہ مصیبت میں پھنس گیا ہوں" اس نے مضطربانہ لہجے میں کہا "زبان نہیں کھولی تو تم ماردو گے اور اگر زبان کھولی تو..." وہ ایک بار پھر چپ ہوگیا۔

"بولتے بولتے رک کیوں جاتے ہو؟" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "کہیں میں تمہاری اس حرکت پر ہی تمہیں شوٹ نہ کر بیٹھوں"

"مجھے مرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ موت اب میرا مقدر بن چکی ہے" اس کا لہجہ واقعی اس شخص کا سا لہجہ تھا جسے اپنی موت کا یقین ہوچکا ہو۔ چند ہی لمحوں کے اندر اندر وہ برسوں کا بیمار نظر آنے لگا تھا۔ وہ اداکاری نہیں کررہا تھا۔ وہ اداکاری ہو بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کی حالت میں میرے دیکھتے ہی دیکھتے بہت بڑا تغیر رونما ہوا تھا۔

"کیا تمہیں مجھ پر رحم نہیں آتا؟ کیا تم مجھے زندگی کی بخشش نہیں دے سکتے؟" اس نے میرے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دئے۔ "میں تمہیں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کا واسطہ دیتا ہوں۔ انہیں ابھی میری ضرورت ہے۔ تم تو ایک رحم دل آدمی ہو۔ میرے معصوم بچوں کا کیا قصور ہے۔ تم کیوں انہیں باپ کے سائے سے محروم کردینا چاہتے ہو" اس کا انداز درحقیقت کسی ایسے شخص کا سا انداز تھا جسے اپنی زندگی کی ذرا سی بھی امید باقی نہ رہ گئی ہو۔

"ہوش میں آؤ عدنان" میں نے بلند آواز میں کہا "تمہاری اپنی گردن پر بہت سے بے گناہوں کا خون ہے۔ آج میرے سامنے اس طرح سے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی؟"

"تم نہیں سمجھو گے" اس نے بڑی مایوسی سے کہا "بات اس طرح تمہاری سمجھ میں آبھی نہیں سکے گی۔ میں نے تمہیں بتادیا تب بھی تم یقین نہیں کرو گے۔"

"یقین کرنا یا نہ کرنا میرا کام ہے" میں نے بھنّا کر کہا۔ "تمہارا کام صرف یہ ہے کہ مجھے حقائق سے آگاہ کردو۔"

"میرے خدا! میں ایک بہت بڑا راز ظاہر کرنے جارہا ہوں۔ ... پورے ملک میں چند ہی ایسے افراد ہیں جو اس راز سے واقف ہیں۔ یہ راز ظاہر کرنے کے بعد میری زندگی کی ضمانت ختم ہوجائے گی۔"

میرا جی چاہا کہ اس کی کھوپڑی میں گولی اتار دوں مگر اس کی حالت اس قدر تباہ تھی کہ مجھے اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ یقیناً کوئی بہت بڑی بات تھی جو اس کی زبان سے ادا نہیں ہو پارہی تھی۔ اس کی سفاکی اور بے رحمی سے واقف ہونے کے باوجود مجھے اس پر رحم آرہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کو زبان کھولنے پر کس طرح آمادہ کروں۔ آمادہ تو وہ تھا مگر ڈر رہا تھا۔ آخر اسے کس بات کا خوف تھا؟ میری سمجھ میں نہ آسکا۔

"سنو! تمہیں مجھ سے اتنی دلچسپی ہرگز نہیں ہوسکتی کہ میری جان بچانے کی خاطر تم اپنا مشن ترک کردو لیکن میں صرف اس توقع پر تمہیں اس راز سے آگاہ کررہا ہوں کہ تم بہت باصلاحیت ہو۔ شاید میری جان کی قیمت پر تم اس فتنے کی بیخ کنی کرسکو جس کا نام عدنان عباسی ہے۔"

میرے اعصاب جھنجنا اٹھے اور میں بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا "یہ کیا بکواس ہے؟" میرے منہ سے بے اختیار نکلا "کیا تم عدنان عباسی نہیں ہو؟"

وہ بے جان سے انداز میں مسکرایا "میں نے کہا تھا ناں یہ بات اس قدر ناقابلِ یقین ہے کہ میرے بتانے کے باوجود تم اس پر یقین نہیں کرو گے۔"

میں پلکیں جھپکائے بغیر اسے گھور رہا تھا "تم مجھ سے کئی جھوٹ بول چکے ہو۔ مجھے کئی بار دھوکا دینے کی کوشش کرچکے ہو۔ تمہاری اس بات پر یقین کرنا میرے لئے واقعی ناممکن ہے۔"

"اپنی جان بچانے کی خاطر مجھے اپنی زندگی کا سب سے بڑا جُوا کھیلنے کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ تم یقین کرو یا نہ کرو یہ تمہاری مرضی ہے۔"

"اس بے ہودہ بات پر میں کیسے یقین کرلوں کہ تم عدنان عباسی نہیں ہو۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"کوئی بھی یقین نہیں کرسکتا۔ جن لوگوں کو یہ بات معلوم ہے وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتے۔ میں نے اپنی زندگی بہت مختصر کرلی ہے۔"

اس کے انداز سے تو یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے لیکن اس پر یقین کرنا بہت مشکل تھا۔

"اگر تم عدنانِ عباسی نہیں ہو تو پھر عدنان عباسی کون ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں اس کا ہم شکل ہوں۔ وہ خود تو زیادہ تر بغداد میں رہتا ہے۔ بصرہ شاذونادر ہی آتا ہے۔"

"کیا تمہیں یہ خیال بھی نہیں آتا کہ دو افراد کے درمیان اتنی مشابہت یا تو جڑواں بھائیوں میں ہوتی ہے یا پھر کہانیوں اور فلموں میں دکھائی دیتی ہے؟"

"میں پیدائشی طور پر اس کا ہم شکل نہیں ہوں۔ میرے چہرے پر پلاسٹک سرجری کی گئی ہے۔"

"اگر یہ جھوٹ ہے تو اس کا سہارا لے کر تم زیادہ عرصے تک اپنی جان بچائے رکھنے میں کامیاب نہیں ہوسکو گے۔ میں جلدی حقیقت کا سراغ لگالوں گا۔" میں نے اسے دھمکی دی۔

"تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر یہ سچ ہوا تو میرا کیا انجام ہوگا؟" اس نے تلخی سے کہا "تمہیں یہ سوچنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ تمہارا اُلّو تو سیدھا ہوگیا۔"

اس نے مجھے مخمصے میں پھنسا دیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے ساتھ کس ڈھب سے گفتگو کروں۔

"تم نے مجھے اس سے بھی زیادہ کوئی انہونی بات سنائی ہوتی تب بھی میں اس کی تصدیق کئے بغیر کوئی فیصلہ نہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرتا۔"

"میرے بیان کی تفتیش کرو گے تو عدنان عباسی کو ضرور علم ہو جائے گا اور یہ بہت واضح ہوگا کہ تم نے مجھ سے ہی معلومات حاصل کی ہیں۔"

"اگر یہ ثابت ہو گیا کہ تم نے مجھ سے تعاون کیا ہے تو میں بھول جاؤں گا کہ تم نے جان بچانے کے لئے مجھ سے تعاون کیا تھا۔ جس حد تک بھی میرے بس میں ہوگا میں تمہاری حفاظت کروں گا۔"

"عدنان عباسی کو اب تک میرے اغوا کا علم ہو چکا ہوگا۔ مجھے تو اسی بات پر حیرت ہے کہ اس نے مجھے چھڑانے کی اب تک کوئی کارروائی کیوں نہیں کی؟"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ تم نے اپنے آدمیوں کو کوئی اشارہ کر دیا تھا؟" میں نے اسے گھورا۔

"ہرگز نہیں۔۔۔۔ لیکن باس میں نہیں ہوں۔ میں تو خود کسی اور کو جواب دہ ہوں اور تم کیا سمجھتے ہو' میں نے جو کچھ کیا اپنی مرضی سے کیا' نہیں' میں نے جو کچھ بھی کیا عدنان کی ہدایت پر کیا۔ یہ اسی کی خواہش تھی کہ تمہیں اس کے لئے کام کرنے پر آمادہ کیا جائے اور اس کے لئے تمہیں کسی بھی معاوضے پر رضامند کر لیا جائے۔ جب میں نے اسے بتایا کہ میں نے سونیا کو چھوڑ دیا ہے تو اس نے میرے اس اقدام کو سراہا۔"

"کوٹھی میں گھسنے سے تمہاری خواب گاہ تک پہنچنے میں مجھے زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔ اتنی جلدی تم نے ہدایات کس طرح لے لیں؟"

"فون پر میرا اس سے مستقل رابطہ تھا۔ سلومی خواب گاہ میں سونیا کے پاس موجود تھی اور میں عدنان عباسی کو ایک ایک لمحے کا آنکھوں دیکھا حال سنا رہا تھا۔ اس کے جرائم کی فہرست سن کر تمہارا خون کھول اٹھے گا مگر جب میں نے اسے یہ اطلاع دی کہ کوئی شخص کوٹھی میں گھسا ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے کہا کہ اگر وہ شخص خواب گاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کی جان بخشی کر دی جائے۔ اسے ایسے جرأت مند لوگوں کی ضرورت ہے جو اس کے لئے کارہائے نمایاں انجام دے سکیں۔"

"سلومی کے اور اس کے درمیان کس قسم کا تعلق ہے؟"۔۔۔ میں نے پوچھا۔

"کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تعلق تو صرف میرے اور سلومی کے درمیان ہے وہ تو یہی سمجھتی ہے کہ اس کا تعلق عدنان عباسی سے ہے۔"

"گویا تمہیں اتنا اختیار ہے کہ عدنان عباسی کے بے علم میں لائے بغیر اس قسم کے اقدامات کر سکو؟"

"سونیا کا اغوا ذاتی معاملہ تھا اور اس میں تنظیم کے ملوث ہونے کا امکان نہیں تھا اس لئے سلومی کی فرمائش پر میں نے یہ قدم اٹھالیا۔"

"لیکن اس میں تنظیم ملوث ہو ہی گئی۔" میں نے کہا۔ "سونیا کے بارے میں تم نے عدنان کو کیا بتایا تھا؟"

"حقیقت حال ہی بتائی تھی۔ وہ میرے اور سلومی کے تعلقات سے واقف ہے بلکہ میرے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ اس معاملے میں سونیا بے قصور ہے۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "اور وہ تمہاری ہی وجہ سے مشکل میں پھنسی ہے؟"

اس نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا "مجھے تو سلومی نے جو کچھ بتایا تھا اس کے مطابق۔۔!"

"قصور سونیا کا ہی ہے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یہی کہنا چاہتے ہو نا؟"

"ہاں" عدنان جھجک گیا "سلومی کے بیان سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سونیا نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی۔"

"تم نے سلومی کے بیان کی تصدیق کرنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی۔" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا "میری نظر میں تمہارا یہی ایک جرم تمہیں سزا دینے کے لئے بہت کافی ہے۔"

"تصدیق تو تم نے بھی نہیں کی۔" اس نے ترکی بہ ترکی کہا "ممکن ہے سونیا نے ہی غلط بیانی کی ہو۔"

"ہوش میں رہ کر گفتگو کرو۔ میں تصدیق کئے بغیر کوئی بڑا قدم نہیں اٹھاتا۔۔۔ اور اب مجھے جلدی جلدی اپنے بارے میں آگاہ کر ڈالو۔"

"میرا اصل نام تمکین ہے۔" اس نے کہا اور میں چونک پڑا مگر وہ اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا "عدنان سے میرے تعلقات بہت پرانے ہیں۔ ہم دونوں ہی چھوٹے موٹے جرائم کے ذریعے گزر بسر کیا کرتے تھے' پھر حالات نے پلٹا کھایا اور عدنان کو آگے بڑھنے کا موقع مل گیا۔ وہ حکمران پارٹی میں شامل ہو گیا تھا اور ان کے لئے کئی کارنامے کرکے ان کے درمیان اپنی ایک پوزیشن بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس کے دشمنوں کی تعداد بڑھنے لگی تھی۔ اسی موقع پر عدنان نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور مجھے آفر کی کہ میں پلاسٹک سرجری کرا کے اس کا ہم شکل بن جاؤں تاکہ وہ سکون سے اپنا کام کر سکے۔ ان دنوں میری نئی نئی شادی ہوئی تھی اور یہ میرے حالات بہت خراب تھے۔

اس کام کے عوض وہ مجھے جتنی رقم کی پیشکش کر رہا تھا وہ میرے لئے ایسی نہیں تھی کہ میں اسے نظرانداز کرتا۔ میں نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا۔ وہ فوراً ہی تیار ہو گئی۔ بس ایک رازداری کی شرط تھی۔ میں نے سوچا یہ شرط پوری کرنا کیا مشکل ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس راہ میں آگے چل کر میرا کیا حشر ہونے والا ہے' اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں نے اس کی پیشکش رد کر دی ہوتی۔ بہرحال میں نے سرجری کرائی اور اس کی جگہ لے لی۔ اس وقت عدنان کے یہ ٹھاٹ باٹ نہیں تھے۔ مجھ پر کئی بار قاتلانہ حملے ہوئے مگر میں کسی نہ کسی طرح بچتا رہا۔ اس کے بعد عدنان کی مزید ترقی کا دور شروع ہوا۔ اس کے ساتھ میری ترقی بھی شروع ہو گئی۔ آج میری پوزیشن تمہارے سامنے ہے لیکن اب عدنان میرے لئے پہلے والا عدنان نہیں رہا۔ اب وہ میرا آقا ہے اور میں اس کا ملازم ہوں۔ مجھے اس مصنوعی زندگی سے نفرت ہو گئی ہے۔ میں' میں نہیں رہا' کوئی اور ہو گیا ہوں۔ ذرا سوچو کہ کسی سے اس کی شخصیت چھین لی جائے تو اس پر کیا گزرے گی۔ سلومی کے تعلقات پہلے تمکین سے تھے۔ اب وہ تمکین کو بھول گئی ہے۔ وہ بھی مجھے عدنان عباسی سمجھتی ہے۔ عدنان کے تقریباً سارے ملازم مجھے عدنان سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میری حیثیت اس کے ایک ادنیٰ ملازم سے زیادہ نہیں ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر وہ اپنے ماتحتوں کو قتل کرا دیتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ اگر مجھ سے بھی کوئی غلطی ہوئی تو میرا حشر بھی دوسروں سے مختلف نہیں ہوگا۔"

"تم بے اختیار کس طرح ہو سکتے ہو جب کہ بصرہ میں اس کے تمام کاروبار کی دیکھ بھال تمہارے ذمے ہے؟" میں نے اپنے تاثرات چھپاتے ہوئے سرسری انداز میں کہا۔

"کاروبار کے معاملے میں میری حیثیت ایک منیجر سے زیادہ نہیں ہے۔ تمام بڑے بڑے فیصلے عدنان خود کرتا ہے۔"

"وہ خود بھی تو کبھی یہاں آتا ہوگا۔ ایسے موقع پر تم کیا کرتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"وہ کبھی کبھار ہی بصرے کا رخ کرتا ہے۔ اس کی آمد کی اطلاع مجھے قبل از وقت مل جاتی ہے اور میں روپوش ہو جاتا ہوں جب تک وہ بصرے میں رہتا ہے مجھے سب کی نظروں سے اوجھل رہنا پڑتا ہے' اگر ایسا نہ کیا جائے تو بھانڈا پھوٹ سکتا ہے۔"

"کہانی تو تم نے بہت اچھی گھڑی ہے۔ اس کی داد نہ دینا زیادتی ہوگی۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے خوش ہونا چاہیے مگر نہیں ہو سکتا۔" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا "تم نے میرے بیان کردہ حقائق کو تسلیم کر لیا تو عدنان کی تلاش میں نکل کھڑے ہو گے اور جیسے ہی اسے علم ہوگا کہ میں نے اس کا راز فاش کر دیا ہے۔ وہ میرے قتل کے احکامات صادر کرے گا اور اگر تم نے اس پر یقین نہیں کیا تو تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے لہٰذا میں تن بہ تقدیر ہو گیا ہوں۔"

"فرض کر لیا کہ تم عدنان نہیں تمکین ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عدنان کو تمہارے اغوا کا علم کس طرح ہو سکے گا؟"

"بصرہ میں عدنان کی ایک منظورِ نظر مرجانہ مستقل طور پر رہتی ہے۔ وہی اس کی اصل نائب ہے اور عدنان کے بعد میں اس سے احکامات وصول کرتا ہوں۔ بصرہ میں وہ واحد شخصیت ہے جو میری حقیقت سے واقف ہے۔ سونیا کے اغوا سمیت وہ پورے منصوبے سے واقف تھی۔ اس کا حکم میرا حکم یعنی عدنان عباسی کا حکم تصور کیا جاتا ہے۔ اسے یہ اختیار بھی ہے کہ عدنان کے کسی بھی ملازم کو براہِ راست کوئی بھی حکم دے سکے۔ جب میں نے اسے کوئی وجہ بتائے بغیر اپنی غیر حاضری کے بارے میں بتایا تھا تو وہ اچنبھے میں پڑ گئی تھی۔ دوسرے لوگ تو خیر مطمئن ہو گئے ہوں گے لیکن مرجانہ جانتی ہے کہ میں عدنان کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ لہٰذا اس نے فوری طور پر ان دونوں محافظوں کو طلب کیا ہوگا جو میرے ساتھ ہوٹل میں موجود تھے۔ ان سے پوچھ گچھ کرنے پر اس کی سمجھ میں ساری بات آ گئی ہوگی۔ رہی سہی کسر ڈرائیور کی واپسی سے پوری ہو گئی ہوگی' پھر اس نے تمام حالات سے عدنان کو مطلع کر دیا ہوگا اور اس نے اس ہنگامی صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے اسے جو بھی ہدایات دی ہوں گی اس وقت مرجانہ ان پر عمل کرنے میں مصروف ہوگی۔"

یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ اس کی بات میں کتنی صداقت ہے اس سے قبل وہ مجھ سے کئی جھوٹ بول چکا تھا لیکن اس بار اسے سلومی کی تائید بھی حاصل تھی ویسے بھی خود کو محفوظ رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ اس کی تمام باتوں کو درست تسلیم کر لیا جائے تاکہ اپنے بچاؤ کی تدابیر کی جا سکیں۔ اگر میں اس کے بیان کو جھوٹ ہی سمجھتا رہتا اور سچ ثابت ہوتا تو میں کسی بہت بڑی ناگہانی مصیبت سے بھی دوچار ہو سکتا تھا۔

"تمہیں کچھ اندازہ بھی نہیں ہے کہ سونیا کو کہاں لے جایا گیا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ اندازہ کرنا مشکل ہے۔ عدنان کے یہاں کئی ٹھکانے ہیں، ممکن ہے اسے مرجانہ کے بنگلے پر لے جایا گیا ہو۔"

"لیکن اسے تو تم نے سلوی کی فرمائش پر اغوا کرایا تھا۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ عدنان کا منصوبہ تھا تاکہ اگر تم اس کے لئے کام کرنے پر رضامند نہ ہو تو تمہیں اس کے ذریعے سے مجبور کیا جاسکے۔ میں نے سلوی پر یہی ظاہر کیا تھا جیسے میں اسے سلوی کی خواہش پر اغوا کرا رہا ہوں۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ جب عدنان کا مقصد پورا ہوجائے گا تو میں اسے اپنی تحویل میں لے لوں گا۔"

"مجھے مرجانہ کی رہائش کا پتا بتاؤ۔" میں نے کہا اور وہ ایک بار پھر ہچکچاہٹ کا شکار نظر آنے لگا۔

"اگر تم وہاں گئے تو انہیں یقین ہوجائے گا کہ میں نے ہی تمہیں اس کے پتے سے آگاہ کیا ہے۔" اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"اور اس طرح تمہاری زندگی خطرے میں پڑجائے گی۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "یہی کہنا چاہتے ہو نا۔"

"ہاں، صرف شبے کی بنیاد پر عدنان مجھے دیکھتے ہی گولی ماردینے کا حکم دے سکتا ہے۔"

"تم مجھے اپنے بچوں کے واسطے دے رہے تھے کیا تم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ ایک طوائف سے تعلقات رکھ کے تم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کتنا بڑا ظلم کررہے ہو؟"

"بارہا سوچا ہے۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن جب میرے پاس جرائم کی راہ چھوڑنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے تو میں کیوں اس سے قطع تعلق کروں۔ دولت تو ویسے بھی تمام جرائم کی پردہ پوشی کردیتی ہے۔"

"عدنان تمہیں بعد میں مارے گا اس سے پہلے تمہیں میری طرف سے خطرہ ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ تم پر کوئی آنچ نہ آنے پائے لیکن میں کسی بھی قیمت پر پیچھے نہیں ہٹ سکتا اگر میں نے کسی بھی وجہ سے پسپائی اختیار کی تو ساری زندگی سکون کا سانس نہیں لے سکوں گا لہٰذا بہتر یہی ہے کہ جو کچھ بھی میں پوچھوں سیدھے سیدھے مجھے بتاتے رہو۔"

"وہ تو بتانا ہی پڑے گا۔" اس نے ایک طویل سانس لی اور مجھے مرجانہ کے پتے سے آگاہ کردیا۔

"اب یہ بھی بتا ڈالو کہ اس کے بنگلے پر کس قسم کے حفاظتی انتظامات ہیں؟"

تمکین نے ایک طویل سانس لی "وہ کتے پالنے کی شوقین ہے۔ تم خود اندازہ کرسکتے ہو کہ اس کے بنگلے پر کیا حفاظتی انتظامات ہوسکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم یہ بتاؤ کہ تمہیں سلوی والے کمرے میں بند کروں یا تم کوئی علیحدہ کمرا پسند کروگے؟"

تمکین کی خواہش پر میں نے اسے دوبارہ اسی کمرے میں پہنچادیا اور خود واپس آکر ڈرائنگ روم کے ایک صوفے پر نیم دراز ہوگیا۔ صورتِ حال بڑی گمبھیر ہوگئی تھی۔

سلوی کی فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا تھا کہ جس شخص کو میں نے عدنان سمجھ کر پکڑا تھا وہ واقعی عدنان نہیں ہے بلکہ تمکین ہے۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہو میرا اس سے کوئی ذاتی جھگڑا نہیں تھا۔ اس پورے ہنگامے کی پشت پر سلوی تھی۔ اسی کی وجہ سے عدنان عباسی یا تمکین اس میں ملوث ہوا تھا اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ عدنان عباسی سے میری باقاعدہ دشمنی ہوگئی تھی۔ سونیا اس کے قبضے میں تھی جسے اس کے چنگل سے آزاد کرانا میری ذمّے داری تھی۔ دوسری طرف عدنان نے بھی اسے اپنے وقار کا مسئلہ بنالیا ہوگا۔ میری وجہ سے اسے جو زک اٹھانا پڑی، اسے برداشت کرنا اس کے لئے کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اس بات سے مجھے بہرحال کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ اصل عدنان کون ہے اور نقل کون؟

دلچسپی ہونا یا نہ ہونا الگ معاملہ تھا...... اب تو میں مجبور تھا۔ عدنان نے اپنی توجہ مجھ پر مرکوز کردی تھی۔ میں دلچسپی نہ لیتا تو مارا جاتا۔ عدنان عباسی کا جو خاکہ بنا تھا اس کے پیش نظر اس سے درگزر کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ مجھے اپنے لئے کام کرنے پر مجبور نہیں کرسکا تھا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی مجھے خیالات کی دنیا سے باہر لے آئی۔ ... ریسیور اٹھاتے وقت میں سوچ رہا تھا کہ دوسری طرف میرے وہی نامعلوم دشمن ہوں گے مگر اس بار معاملہ مختلف تھا۔ دوسری طرف سے جو آواز سنائی دی اسے سن کر یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ آواز کسی مشین سے برآمد ہوئی ہو۔

"کون بات کررہا ہے؟" لہجہ سپاٹ اور بے تاثر تھا۔

"تم کون ہو؟" میں نے جوابی سوال کیا۔ میرے ماتھے پر ناگوار سی شکنیں پڑگئی تھیں۔

جواب میں اس مشینی آواز نے ٹیلی فون نمبر دہرایا۔ "کیا تم اس نمبر سے بات کررہے ہو؟"

"ہاں" میں نے بھی بے تاثر آواز میں کہا "تمہیں کس سے بات کرنی ہے؟"

"اگر تم اسی نمبر سے بول رہے ہو تو تمہیں علی حماد ہونا

چاہیے۔"

"ہاں، میں علی حماد ہی ہوں، میری پیشانی پر پڑی ہوئی شکنیں کچھ اور گہری ہوگئیں "مگر میں تمہیں شناخت نہیں کرسکا۔ تم کون ہو؟"

جواب میں ایک قہقہہ سنائی دیا۔ یہ بھی ایسا ہی تھا جیسے کسی مشین سے آواز نکلی ہو۔

"تم شناخت کر بھی نہیں سکتے۔ اگر تم عدنان عباسی کو رہا کردو تو تمہاری جاں بخشی کی جاسکتی ہے۔"

میں نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا "کون عدنان عباسی؟" ... میں نے بڑی معصومیت سے سوال کیا۔

"وہی جسے تم نے اغوا کیا ہے۔ تمہاری بھلائی کے لئے مشورہ دیا جاتا ہے کہ یا تو اسے رہا کردو یا بدترین صورتِ حال کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہو جاؤ۔"

"ٹھیک ہے، میں اسے رہا کردوں گا مگر پہلے اس نے میری بیوی کو اغوا کیا تھا۔ میں نے اس کے خلاف جوابی کارروائی کی ہے۔"

"سودے بازی کرنا ہمارے اصول کے خلاف ہے۔ تم سے جو کچھ کہا جارہا ہے، کردو ورنہ نتائج کے ذمّے دار تم خود ہوگے۔"

"سودے بازی کرنا تمہارے اصول کے خلاف ہے اور دوسروں کے سامنے جھکنا میرا شیوہ نہیں ہے لہٰذا مزید گفتگو کرنا لاحاصل ہوگا۔"

"ٹھیک ہے، پہلے تم عدنان کو رہا کردو، پھر ہم تمہاری بیوی کو بھی چھوڑدیں گے۔"

"نہیں" میں نے دوٹوک انداز میں کہا "جسے پہلے اغوا کیا گیا ہے، رہا بھی پہلے وہی کیا جائے گا"

"تم بہت ہٹ دھرم آدمی ہو۔ تمہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ اس طرح انکار کرکے تم اپنے لئے کتنی مشکلات پیدا کرلوگے۔"

"ہٹ دھرم میں نہیں ہوں بلکہ تم ہو۔ میں نے تو ایک اصول کی بات کی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہم تمہیں دوبارہ فون کریں گے۔ اس وقت تک انتظار کرو۔"

فون بند کرکے میں دوبارہ سوچ میں ڈوب گیا۔ عدنان کے آدمیوں نے دوبارہ اسی بنگلے کی نگرانی شروع کردی تھی اور کسی بھی وقت کچھ بھی ہوسکتا تھا۔ اس وقت جو فون مجھے موصول ہوا تھا۔ وہ بھی خاصا الجھا دینے والا تھا۔ وہ آواز قطعی غیرانسانی معلوم ہوتی تھی گویا وہ کوئی مشینی آواز تھی۔ ... سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ عدنان کا گروہ کتنا منظم ہے؟ کیا تھوڑی دیر قبل میں نے کسی کمپیوٹر سے شرفِ ہم کلامی حاصل کیا تھا۔ کم از کم عراق میں کسی ایسے کمپیوٹر کی موجودگی تعجب خیز تھی جو باتیں بھی کرسکتا ہو۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کوئی آدمی ہی ہو مگر آدمی کے لہجے میں جذبات کی تھوڑی بہت آمیزش تو ہو ہی جاتی ہے؟

میں محسوس کررہا تھا کہ اتنے منظم گروہ سے تنہا ٹکرانا آسان نہیں ہوگا۔ میرے ذہن میں عراقی انٹیلی جنس کے سربراہ کرنل نعمان کا نام آیا مگر میں نے اس سے مدد لینے کا خیال ذہن سے جھٹک دیا۔ میرے اندازے کے مطابق عدنان عباسی کے سامنے کرنل نعمان بھی بے بس ہوگا۔ مجھے یہ احساس بھی تھا کہ کرنل نعمان تک نہ صرف آرتھر اور ٹارمنڈو کے قتل کی اطلاع پہنچ گئی ہوگی بلکہ وہ میرے غائب ہوجانے پر پریشان بھی ہورہا ہوگا لیکن میں اس سے رابطہ قائم نہ کرنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔

میری نظر میں کرنل نعمان اپنے تمام تر اختیارات کے باوجود ایک بے بس آدمی تھا اور کسی بے بس آدمی کے لئے کام کرنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ اس سے بہتر تو یہ ہوتا کہ میں عدنان کے لئے ہی کام کرلیتا جو کم از کم بااختیار تو تھا۔

عدنان عباسی بعث پارٹی کا سرکردہ کارکن تھا اور اس سے الجھنے کا مطلب تھا حکومت سے تصادم، مگر میں اس تصادم کو کس طرح روک سکتا تھا۔ جب قسمت میں دربدری لکھ دی گئی ہو تو کوئی کیا کرسکتا ہے۔ آدمی کتنا بے بس ہے۔

اب میرے سامنے ایک طرف عدنان عباسی تھا اور دوسری طرف وہ پارٹی تھی جس نے آرتھر کے گھر پر شب خون مارا تھا۔ وہ دونوں ہی میرے دشمن ہورہے۔ حالات کی نزاکت کے پیش نظر مجھے ان دونوں میں سے کسی ایک سے مصالحت کرنی تھی۔ عدنان سے مصالحت کرنا ممکن نہیں تھا۔ تو پھر......؟

میں اٹھ کر کھڑکی کے قریب آیا اور پردہ سرکا کر سامنے والے بنگلے کی طرف دیکھنے لگا۔ میرے پاس انتظار کرنے کے لئے وقت نہیں تھا۔ جو بھی فیصلہ کرنا تھا فوری طور پر کرنا تھا۔ عدنان عباسی کے ہاتھ بہت لمبے تھے اور وہ کسی بھی وقت میرے خلاف کوئی کارروائی کرسکتا تھا۔ اپنا دفاع کرنے کے لئے میں ایک ناگوار فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگیا تھا۔

میں پلٹ کر ٹیلی فون سیٹ تک آیا اور ریسیور اٹھا کر سامنے والے بنگلے کا فون نمبر ڈائل کیا۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے وہی آواز سنائی دی جو میں اس سے قبل بھی ایک بار سن چکا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں علی حماد بات کر رہا ہوں۔" میں نے اپنی اصلی آواز میں کہا۔

"تم... تم..." اس کا لہجہ ہیجانی ہو گیا۔ اس نے میری آواز پہچان لی تھی۔

"خبردار!" میں نے تیزی سے کہا "اس سے آگے کچھ نہ کہنا۔ ہو سکے تو مجھ سے مل لو۔"

"تم..... تم کہاں سے بات کر رہے ہو۔" اس نے کہا' اس کے لہجے میں اب بھی ہیجان تھا۔

"کیا تم نہیں جانتے کہ میں کہاں ہوں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "وقت مت ضائع کرو۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ معلوم نہیں میں نے صحیح قدم اٹھایا تھا یا نہیں... لیکن اب تو میں اپنی اصلیت ظاہر کر ہی چکا تھا۔

مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دروازے پر دستک کی آواز سن کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اگر گیٹ سے اندر آنے کی کوشش کرتا تو اسے کال بیل بجانی پڑتی اس لئے کہ گیٹ تو بند تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ عدنان کے آدمیوں کو جل دے کر کسی اور طرح اندر گھسا ہے۔

دروازہ کھولتے ہی میری نظر اس پر پڑی اور میں نے اسے پہچان لیا۔ وہ اگرچہ میک اپ میں تھا مگر میری نگاہوں سے چھپ نہیں سکتا تھا۔ وہ بھی مجھے دیکھ کر صرف ایک لمحے کے لئے جھجکا تھا اور جب میں نے اسے اندر آنے کے لئے کہا تو اس نے ایک نعرہ لگا کر مجھ پر چھلانگ لگا دی۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے۔" میں نے بوکھلا کر کہا "الگ ہٹو۔"

"نہیں چھوڑوں گا' کتنی مشکل سے تو ملے ہو اور اب کہہ رہے ہو چھوڑ دوں۔"

میں نے اسے گردن سے پکڑ کر خود سے علیحدہ کیا اور وہ احتجاج کرنے لگا "ارے چھوڑو' میری گردن ٹوٹ جائے گی۔"

"ٹوٹ جانے دو" میں نے دوسرے ہاتھ سے دروازہ بند کرتے ہوئے بڑی بے نیازی سے کہا۔

"ارے خدا کے واسطے چھوڑ دو۔ کیوں میری جان لینے پر تُل گئے ہو۔" وہ بری طرح مچل رہا تھا۔

"جاؤ خدا کے واسطے تمہاری گردن چھوڑی مگر اب مجھ سے لپٹنے کی کوشش مت کرنا۔"

"تم بہت سنگدل ہو چیف" اس پستہ قامت نے کہا جو بڈ کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا "ہم تمہاری تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں اور تم بڈ کی گردن توڑنے کے چکر میں ہو۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ حالات بہت سنگین ہو گئے ہیں۔ میں نے مجبوراً تم پر اپنی اصلیت ظاہر کی ہے۔"

"وہ تو میں تمہاری آواز سنتے ہی سمجھ گیا تھا چیف!" بڈ نے میرے ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں عدنان پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے تھا۔"

"جسے میں نے عدنان سمجھ کر اغوا کیا تھا وہ عدنان کی ڈمی ہے۔" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

بڈ میری بات سن کر اچھل پڑا "کیا کہہ رہے ہو چیف!" اس نے انتہائی حیرت سے کہا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ جس شخص کو میں نے اغوا کیا ہے۔ اس کا اصل نام تمکین ہے اور یہ مستقل عدنان کے روپ میں رہتا ہے۔"

"کیا... یہ سب باتیں اس نے تمہیں خود سے بتائی ہیں؟" ... بڈ نے پوچھا۔

"خود سے نہیں بتائیں' میں نے اس سے اگلوائی ہیں۔ ایسی باتیں کبھی خود سے نہیں بتائی جاتیں۔"

"اس نے اپنی جان بچانے کے لئے تم سے جھوٹ بولا ہو گا۔" بڈ نے کہا۔

"تم مجھے اتنا بے وقوف سمجھتے ہو کہ میں اس کے بیان پر اتنی آسانی سے یقین کر لوں گا۔" میں نے بڈ کو گھورا اور وہ گڑبڑا گیا۔

"نن... نہیں" بڈ ہکلا گیا "میرا مطلب یہ تھا کہ تمہیں اس کے بیان کی تصدیق کر لینی چاہیے تھی۔"

"میں پہلے ہی تصدیق کر چکا ہوں۔ ظاہر ہے اتنی بڑی بات پر آنکھ بند کر کے تو یقین نہیں کیا جا سکتا تھا۔"

"کہیں آئے گئے بغیر تم نے کس طرح اس کے بیان کی تصدیق کر لی؟" بڈ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اس بحث کو چھوڑو۔" میں نے جھنجلا کر کہا "مسئلہ یہ ہے کہ اصل عدنان عباسی میرے گرد گھیرا تنگ کر رہا ہے۔"

بڈ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا "ایسی باتیں تمہارے لئے مسئلہ کب سے ہو گئیں۔"

"جب سے دو افراد میری قید میں ہیں۔" میں نے کہا۔ "میں اگر تنہا ہوتا تو مجھے کوئی پروا نہیں ہوتی۔"

"سمجھ میں نہیں آتا۔" بڈ بڑبڑایا "کبھی تو تم اتنے نڈر ہو جاتے ہو' ارے ہاں۔" وہ یک بیک چونک پڑا "تمہیں میرے بارے میں کس طرح علم ہوا؟"

میں مسکرایا "تم بہت باصلاحیت سہی بڈ' مگر میرے

سامنے طفلِ مکتب ہو۔"

"یہ بات تو مجھے تسلیم ہے چیف' ورنہ بڈ کسی کے سامنے نہیں جھکتا مگر تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"جب تم نے پہلی بار مجھے فون کیا تو آواز بدل کر بول رہے تھے اس لئے میں تمہیں نہیں پہچان سکا تھا لیکن جب تم نے مجھ پر اپنی معلومات کا زیادہ رعب ڈالنے کی کوشش کی تو میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ جس قسم کی حماقت تم نے کی تھی اس سے کوئی بھی نتیجہ اخذ کر سکتا تھا کہ اس بنگلے کی نگرانی ہمہ وقت کی جا رہی ہے۔ ظاہر ہے اس کے بغیر اتنی اپ ٹو ڈیٹ معلومات نہیں ہو سکتیں۔ انہی خطوط پر غور و فکر کرنے کے بعد میں نے سامنے والے بنگلے کا فون نمبر ڈائریکٹری سے تلاش کیا اور جب دوسری طرف سے فون اٹھایا گیا تو تم نے اپنی اصلی آواز میں بولنے کی حماقت کی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تمہاری آواز سن کر میں سناٹے میں آ گیا تھا لیکن پھر مجھے تمہاری حماقتوں پر غصہ آ گیا۔ آخر ان حماقتوں کی کیا ضرورت تھی؟"

"تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو ہمارے ہاتھوں مار کھا گیا ہوتا۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا "یہ تو ہماری بدقسمتی ہوئی کہ نارمن شیلوف کے میک اَپ میں ہمارے مدِ مقابل تم نکلے۔"

"بکواس مت کرو" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "کسی روز تم اپنی کسی حماقت کے نتیجے میں دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہو جاؤ گے۔"

"ابھی تک تو ایسا کوئی مائی کا لال پیدا نہیں ہوا جو بڈ کو دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کر سکے۔" بڈ نے ڈھٹائی سے کہا۔

میں نے بڈ کو گھور کر دیکھا تو وہ مجھ سے نظریں چرانے لگا پھر اٹک اٹک کر بولا۔

"تم ہمیشہ بڈ کو ناجائز طور پر دبانے کی کوشش کرتے ہو چیف' بڈ اگر زبان کھولے تو اس پر ڈانٹ پڑتی ہے۔"

"بکو" میں نے بدستور اسے گھورتے ہوئے کہا "کیا بکنا چاہتے ہو۔"

"جب تم نے مجھے پہچان لیا تھا تو خود کو چھپائے رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا تم خود کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے؟"

"تمہاری حماقتوں کی وجہ سے میں نے تمہیں سزا دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ میں نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم نے بھی جواب میں حماقت کی تھی' اگر ہم میں سے کسی کے ہاتھوں مارے جاتے تو کیا ہوتا؟"

"میں نے اچھی طرح غور کر لیا تھا۔ ... درزی سے اتنی بری طرح مشکوک ہو گئے تھے کہ اپنا ... بغیر میرے خلاف کوئی بڑا قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔"

"تمہاری یہ بات درست ہے چیف! جب تم نے ہمارے بنائے ہوئے نشان کو ضرب کا نشان قرار دیا تو مجھے چوکنا ہونا پڑا کیونکہ موساد کے ایجنٹ اس نشان سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔"

"واقف تو میں بھی ہوں مگر چونکہ پہلی بات یہی ذہن میں آئی تھی اس لئے ذہن کسی اور طرف منتقل ہی نہیں ہو سکا۔ جب تم نے "آئی کو ون" اور "او کو زیرو" والی مثال دی تو یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ ضرب کا نشان نہیں بلکہ انگریزی حرف ایکس تھا اور ظاہر ہے کہ یہ حرف تہذیب مالکم ایکس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔"

"تم نے تو ہم لوگوں سے یوں منہ موڑا کہ پھر پلٹ کر خبر تک نہ لی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنے بے مروت بھی ہو سکتے ہو۔"

بڈ کا کہنا اپنی جگہ درست تھا۔ میں نے واقعی ان لوگوں کی خبر نہیں لی تھی لیکن وہ یہ بات نہیں جان سکتا تھا کہ تہذیب سے یوں قطع تعلق کر لینے سے مجھ پر کیا بیتی تھی۔ میں نے خود سے تو کچھ بھی نہیں کیا تھا۔ تہذیب نے خود ہی اس بات کی خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ مجھ سے علیحدہ رہ کر کام کرنا چاہتی ہے۔ تہذیب جو مجھے سب سے زیادہ عزیز تھی' میں اس کی خواہش کس طرح رد کر سکتا تھا۔ جذباتی بحران تو آتے جاتے رہتے ہیں۔ آدمی اپنی ہر کیفیت سے لڑ سکتا ہے' بڑے بڑے طوفانوں سے سرخ رو ہو کر ابھر سکتا ہے تو اپنی کسی محبوب ہستی کی خواہش پر کوئی قربانی کیوں نہیں دے سکتا؟

میں نے بھی تو یہی کیا تھا۔ تہذیب کی خواہش پر خود کو اس سے دور کر لیا تھا۔ میں نے کوئی جرم تو نہیں کیا تھا' مگر میں مجرم گردانا جا رہا تھا اور مجھے مجرم گرداننے والا کون تھا وہ کوئی غیر نہیں تھا' میرا سب سے قریبی ساتھی تھا... جو میرے لئے سردھڑ کی بازی لگانے کو تیار رہا کرتا تھا۔ جس نے میری خاطر سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور صرف میرا ہو رہا تھا۔ وہ جو میرے احکامات پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھا کرتا تھا' مجھ سے میری بے مہری کا شکوہ کر رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اسے کیا بتاؤں کن الفاظ میں اپنی صفائی پیش کروں۔

"کیا تہذیب کو بھی مجھ سے یہی شکایت ہے۔" میں نے کہا۔ تمام تر کوششوں کے باوجود میں اپنی آواز کی بھراہٹ پر قابو نہیں پا سکا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں لوگ پوری دنیا میں تمہیں تلاش کرتے پھر رہے
آواز میں علی گروپ کا ہر ممبر تمہاری تلاش میں ہے۔"
"تہذیب کہاں ہے" نہ چاہتے ہوئے بھی میں پوچھ
بیٹھا "کیا وہ بھی مجھے یاد کرتی ہے؟"
بڈ نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا "تمہارے بعد
میڈیم ہی تو ہماری انچارج ہیں۔ کیا ان کی مرضی کے بغیر ہم
کوئی کام کر سکتے ہیں؟"
بڈ کے جواب سے صاف ظاہر تھا کہ تہذیب مجھ سے
ملنے کے لئے بے چین ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ
مجھ سے کیوں ملنا چاہ رہی ہے۔
"تمہیں کچھ اندازہ ہے چیف کہ ہم لوگ کب سے
تمہاری تلاش میں سرگرداں ہیں؟" بڈ نے کہا۔
"نہیں، مجھے بھلا کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟"
"تمہیں واقعی نہیں معلوم ہو سکتا۔" بڈ نے ایک
ٹھنڈی سانس لے کر کہا "تمہیں یاد ہوگا کہ تم امریکا سے
شام آئے تھے اور تم نے وہ اسلحہ ساز فیکٹری تباہ کر دی تھی
جو اولیو ہاورڈ اور ہاردت رابیل کے اشتراک سے شام میں
خفیہ طور پر قائم کی گئی تھی۔ اس فیکٹری کے ساتھ ہی اولیو
ہاورڈ بھی ہلاک ہو گیا تھا۔ ہم لوگ اس وقت امریکا میں ہی
تھے اور ہم نے اس کامیابی کا جشن بھی منایا تھا۔ اس کے
بعد ہمیں اطلاع ملی کہ تم نے شامی فوج میں شمولیت اختیار
کر لی ہے۔ میڈیم اس اطلاع پر خوش بھی ہوئی تھیں اور
افسردہ بھی تھیں۔"
"اس میں افسردہ ہونے والی کون سی بات تھی؟" میں
نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔
"میڈیم کے خیال میں تم نے خود کو محدود کر لیا تھا۔ ان
کا موقف تھا کہ تمہیں یہودیوں کا مقابلہ زیادہ وسیع محاذ پر
کرنا چاہیے۔ خوشی ان کو تمہارے جذبے کی تھی جس کے
تحت تم فوج میں شامل ہوئے تھے تاہم تم نے جلدی میں
اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کر لی۔ شاید تمہیں خود بھی احساس
ہو گیا ہو گا کہ تم نے صحیح فیصلہ نہیں کیا تھا۔ کیا میں غلط کہہ
رہا ہوں چیف؟
"تم بالکل صحیح کہہ رہے ہو لیکن یہ تجزیہ بھی تہذیب
نے کیا ہو گا؟" میں نے کہا اور بڈ جھینپ گیا۔
"ہاں، پھر تم بیروت میں ایک مشن کی تکمیل کے بعد
اسرائیلیوں کی قید میں چلے گئے۔ میں بیان نہیں کر سکتا
چیف کہ تمہاری گرفتاری کی خبر سن کر میڈیم کی کیا حالت
ہوئی تھی۔ ہم نے تمہیں اسرائیلیوں کی قید سے رہا کرانے
کے لئے ایک منصوبہ بنایا اور بیروت پہنچ گئے۔ جہاں ہم نے
اس کیمپ کے ایک افسر کو اغوا کر لیا جہاں تمہیں قید کیا گیا
تھا۔ ہمیں یہ جان کر حیرت ہوئی کہ وہ تمہاری اصلیت سے
ناواقف تھے۔ بہرحال یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ تم پہلے ہی ان
کی قید سے فرار ہو چکے ہو۔ مزید تصدیق کرنے کی غرض سے
ہم نے ایک اور افسر کو اغوا کیا۔ اس سے بھی وہی معلومات
حاصل ہوئیں۔ ان معلومات سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا
کہ تم نے جامِ شہادت نوش کر لیا ہو گا لیکن میڈیم اس بات
پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں تھیں۔ انہوں نے حکم دیا
کہ جب تک علی یار خان کے بارے میں کوئی حتمی اطلاع
نہ مل جائے۔ علی گروپ کا ہر ممبر تمہاری تلاش پر مامور
رہے گا۔"
"تو کیا تم لوگ اس وقت سے ہی مجھے تلاش کر رہے
ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔
"ہاں، تمہاری شہادت کی تصدیق بھی نہیں ہو پا رہی
تھی اور سراغ بھی نہیں مل رہا تھا۔ آخر کار میڈیم نے نیا
حکم جاری کیا کہ تمہارے بارے میں کوئی اطلاع ملنے تک
جو بھی یہودی ایجنٹ زد پر آئے اسے بلا تردد ہلاک کر دیا
جائے اور یہ واضح کیا جائے کہ اسے کس نے ہلاک کیا
ہے۔"
"اسی لئے تم لوگ ایکس کا نشان استعمال کر رہے تھے؟"
... میں نے پوچھا۔
"ہاں شروع میں ہم نے انہیں بتایا تھا کہ ایکس سے
مراد تہذیب ماکم ایکس ہے۔ اس کے بعد ہم صرف
ایکس کا نشان بنانے پر ہی اکتفا کرنے لگے۔ اب تک ہم
ان کے درجنوں ایجنٹ ہلاک کر چکے ہیں اور موساد کے بڑوں
میں کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ پوزیشن یہ ہے کہ ہم تمہاری تلاش
میں ہیں اور موساد کے ایجنٹ علی گروپ کے ارکان اور
تہذیب ماکم ایکس کا سراغ لگانے کے درپے ہیں۔ اسی
وجہ سے ہم نے اپنا ہیڈ کوارٹر بیروت سے گوٹے ہل منتقل
کر دیا ہے۔ بیروت میں ہمارے لئے اپنا وجود برقرار رکھنا
ممکن نہیں رہ گیا تھا۔"
گوٹے ہل کے ذکر سے مجھے جنرل اور کیتھی براؤن یاد آ گئے
اور میں نے بڈ سے ان کے بارے میں پوچھا۔
"وہ دونوں بھی تم سے بے حد محبت کرتے ہیں چیف!
اور جب سے تمہاری زندگی کی خبر ملی ہے وہ دونوں بھی تم
سے ملنے کے لئے بے چین ہیں۔"
"میری زندگی کی خبر!" میں نے حیران ہو کر کہا "انہیں

کیسے معلوم ہوا کہ میں زندہ ہوں؟"
"اسرائیل کے کانکرڈ اغوا ہونے کے بعد تمہاری
زندگی کا راز افشا ہوا گو کہ اس سے قبل بھی ہم نے تنظیم
آزادیِ فلسطین سے تمہارے بارے میں معلومات حاصل
کرنے کی کوششیں کی تھیں مگر ہر بار انہوں نے لاعلمی ظاہر
کی تھی۔ کانکرڈ اغوا ہونے کے بعد انہوں نے ہمیں
تمہارے بارے میں بتا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہاں نظر
آ رہے ہیں۔"
میں خود پر قابو نہیں رکھ پا رہا تھا۔ ایک عرصے بعد
تہذیب کے بارے میں کچھ معلوم ہوا تھا اور وہ مجھ سے ملنا
چاہ رہی تھی۔ اب میرے لئے مزید ضبط کرنا ممکن نہیں رہ
گیا تھا۔
"لیکن تہذیب کہاں ہے؟ کیا وہ بھی تم لوگوں کے
ساتھ موجود ہے۔" میں نے بے تابی سے کہا۔
بڈ مسکرایا "فراق کی ایک رات اور باقی رہ گئی ہے۔
میڈم کل صبح یہیں پہنچ جائیں گی۔"
مجھے یہ بات عجیب معلوم ہوئی۔ تہذیب اگر مجھ سے
ملنے کے لئے اتنی بے چین تھی تو اصولی طور پر اسے پہلی
فرصت میں یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔
"تم لوگ یہاں کب سے ہو؟" میں نے پوچھا۔
"کئی روز ہو گئے۔" بڈ نے بتایا "ہمیں یہ تو معلوم ہو گیا
تھا کہ تم یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس کے ہتھے چڑھ گئے تھے
اس کے بعد ہم کچھ معلوم نہیں کر پا رہے تھے۔"
"تہذیب نے یہاں پہنچنے میں اتنی دیر کیوں کر دی۔ وہ
تو مجھ سے ملنے کے لئے بہت بے تاب تھی؟"
"اس سوال کا جواب تو میڈم ہی دے سکیں گی۔ بڈ
بھلا کیا بتا سکتا ہے۔" بڈ نے بڑی معصومیت سے کہا۔
"مجھے ٹالنے کی کوشش مت کرو بڈ!" میں نے اسے
گھورتے ہوئے کہا "تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔"
"ہاں" بڈ نے خلافِ توقع بڑی شرافت سے اعتراف
کر لیا "میں واقعی تم سے کچھ چھپا رہا ہوں۔ مجھے میڈم کی
تاخیر کی وجہ معلوم ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ وجہ تم خود ان کی
زبانی ہی سنو۔"
"ایسی کون سی بات ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو؟"
"یہی بتا دیا تو پھر چھپانے کو کیا رہ جائے گا۔" بڈ شرارت
آمیز انداز میں مسکرایا پھر فوراً ہی سنجیدہ بھی ہو گیا "تم سے
کون سی بات چھپائی جا سکتی ہے چیف! میڈم کی ہدایت تھی
کہ اگر تمہارا سراغ مل جائے تو پہلی فرصت میں یہ اطلاع
تم تک پہنچا دی جائے مگر میں ان کے حکم کی خلاف ورزی
کر رہا ہوں۔"
"کیوں؟" میں نے اسے گھورا۔
"اطلاع بہت اہم ہے چیف! اگر میڈم کل صبح یہاں
پہنچنے والی نہ ہوتیں تو میں تمہیں آگاہ کر دیتا مگر اب میں چاہتا
ہوں کہ وہ بات تم خود میڈم کی زبانی ہی سنو۔"
مجھے بڈ پر غصہ تو آیا مگر میں نے اس پر ظاہر نہیں ہونے
دیا کہ میں غصے میں ہوں۔ میں نے بے پروائی سے شانے
جھٹکے اور اس سے پوچھا "تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی
تھی کہ میں نے اس بنگلے میں پناہ لی ہے؟"
"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ہم تمہاری تلاش کے
ساتھ ساتھ یہودی ایجنٹوں کو بھی ٹھکانے لگا رہے تھے۔
یہاں ہم تمہیں تو نہیں ڈھونڈ سکے مگر آرتھر ہماری نظروں
میں آ گیا۔ اس کے بارے میں چھان بین کرنے پر مزید
شکوک و شبہات پیدا ہوئے اور پھر تم بڈ کے طریقہ کار سے تو
واقف ہی ہو۔ ہم نے اس کی سیکریٹری کو اغوا کر لیا۔ جب
اس کی سمجھ میں پیار محبت کی زبان نہیں آئی تو ہم نے اپنا
مخصوص طریقہ کار آزمایا۔ نازک اندام سیکریٹری نے ذرا
سے ہی تشدد کے بعد زبان کھول دی اور وہ باتیں تک بتا دیں
جو ہم نے اس سے پوچھی بھی نہیں تھیں۔"
"میں پوچھ رہا ہوں کہ بحیثیت نارمن شیلوف میرے
اس بنگلے میں پناہ لینے کے بارے میں تمہیں کس طرح معلوم
ہوا اور تم غیر متعلق باتیں کر رہے ہو۔" میں نے غصیلے لہجے
میں کہا۔
"وہی بتا رہا ہوں چیف!" بڈ نے کہا "آرتھر کی نگرانی
کرنے کی غرض سے ہم پہلے سے ہی سامنے والے بنگلے پر
قابض تھے۔ اس علاقے کے بیشتر مکین اپنے مکانات چھوڑ
کر جا چکے ہیں۔ اسی لئے ہم نے عقبی روڈ کے ایک مکان پر
بھی قبضہ کر لیا تھا۔ وہیں سے تمہیں اس بنگلے کی عقبی دیوار
کودتے دیکھا گیا تھا۔ یہ بات ہمیں پہلے سے معلوم تھی کہ
یہاں سرونٹ کوارٹر میں صرف سونیا رہ رہی ہے' بنگلا خالی
پڑا تھا لیکن چیف اگر اس روز رات کو خدانخواستہ تم بھی
ہماری کسی گولی کا نشانہ بن جاتے تو کیا ہوتا؟"
"وہی ہوتا جو گولی کا نشانہ بننے پر ہوتا ہے۔" میں نے
سادگی سے کہا "فی الحال تو تم یہ بتاؤ کہ اس وقت یہاں کس
طرح آئے ہو؟"
"برابر والا بنگلا بھی خالی پڑا ہے۔" بڈ نے بائیں آنکھ
دبا کر کہا "اسی کی دیوار کود کر آیا ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اوہ، گویا اس راستے سے فرار بھی ہوا جا سکتا ہے؟"
میں نے چونک کر کہا۔
"بڑی آسانی سے۔" بڈ نے کہا "لیکن مجھے یقین نہیں ہے کہ تم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرو گے۔"
"کیوں نہیں کروں گا۔ مجھے صرف سونیا سے دلچسپی ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔"
"ان دونوں یرغمالیوں کا کیا بنے گا جو تمہاری قید میں ہیں؟" بڈ نے پوچھا "کیا انہیں یہیں چھوڑ جاؤ گے؟"
"ہاں' ان کے عوض کوئی سودے بازی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے مجھے ان سے کوئی دلچسپی بھی نہیں ہے۔"
"تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا۔" بڈ نے خوش ہو کر کہا۔
"بس اب یہاں سے نکل چلو۔"
"ابھی نہیں' اندھیرا پھیلنے کے بعد۔" میں نے کہا۔
"نگرانی کرنے والے میرے چہرہ آشنا ہیں۔ میں تمہاری طرح آسانی سے نہیں نکل سکوں گا۔"
"جیسی تمہاری مرضی چیف۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ تم کسی چھوٹے آدمی سے نہیں الجھ سکتے تھے۔ ایک عدنان عباسی ہی ملا تھا تمہیں؟"
"میں اس سے نہیں الجھا' وہ مجھ سے الجھا ہے۔ میں تو اب بھی اس سے پہلو بچانا چاہ رہا ہوں۔"
"تم سونیا کو اس کے چنگل سے نکالنے کی کوشش کرو گے تو تصادم لازمی ہے۔"
"کوشش تو یہی ہے کہ اس سے تصادم نہ ہونے پائے۔۔۔۔" میرا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔
"تمہاری بات اصولی طور پر درست ہے۔" دوسری طرف سے مشینی آواز آ رہی تھی "ہم سونیا کو رہا کرنے کے لئے تیار ہیں۔"
میں نے معنی خیز انداز میں سرہلایا "مجھے خوشی ہے کہ میرا ایک جائز مطالبہ تسلیم کر لیا گیا۔"
"ہم بہت فراخ دل لوگ ہیں۔ اصولی بات کوئی بھی کرے' ہم اسے مان لیتے ہیں۔"
"شکریہ" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تو پھر اس تبادلے کی کیا صورت ہوگی۔"
"تمہارے لہجے میں طنز ہے۔" بے تاثر' سپاٹ لہجے میں کہا گیا "لیکن ہماری طرف سے کوئی شرط عائد نہیں کی جا رہی۔ پہلے سونیا کو رہا کیا جائے گا۔ جب وہ تمہارے پاس پہنچ جائے' اس کے بعد ہی تم عدنان اور سلومی کو رہا کرنا۔

یہ ہم اس لئے کر رہے ہیں تاکہ تمہاری بدگمانی دور کی جا پا لیں گے۔"
...یقیناً تم یہ سوچ رہے ہو گے کہ ہم تمہارے خلاف کو "تو گویا تمہارا پروگرام یہ ہے کہ تم ان دونوں کو رہا
چال نہ چل جائیں۔" نہیں کرو گے!" بڈ نے کہا۔
"میں واقعی یہی سوچ رہا تھا مگر اب مطمئن ہو "نہیں' میرا پروگرام یہ ہے کہ ان دونوں کو ضرور رہا
ہوں۔" میں نے کہا جب کہ درحقیقت میرے ذہن م کروں گا۔" میں نے مسکرا کر کہا "وعدے کا پاس بھی تو کوئی
خطرے کی گھنٹیاں بجنا شروع ہو گئی تھیں۔ چیز ہوتی ہے۔"
"ہمیں تمہارا اطمینان ہی مقصود تھا۔ اب ہم سونیا "کیا یہ غلطی نہیں ہوگی چیف؟" بڈ نے کہا "اس طرح
رہا کر رہے ہیں۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ تم تک تم اپنے ہاتھ پیر نہیں کٹوا بیٹھو گے؟"
جائے گی۔" "میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے صرف سونیا کی رہائی
"اگر ایسا ہوا تو میں بھی ان دونوں کو رہا کرنے م سے غرض ہے۔ اس نے برے وقت میں میری مدد کی تھی
زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔" اب میں اسے یوں بے سہارا نہیں چھوڑ سکتا۔"
"تو پھر انتظار کرو۔" دوسری طرف سے کہا گیا ا "مگر ان دونوں کو رہا کرنے کے بعد تمہارے پاس کیا
سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ڈھال رہ جائے گی؟"
"کس کا فون تھا چیف؟" بڈ نے بے صبری سے پوچھا "وہ ڈھال نہیں یرغمال ہیں۔ مقصد پورا ہوتے ہی
"تم کس سے بات کر رہے تھے؟" میں انہیں آزاد کر دوں گا۔ عدنان عباسی سے الجھنا میرا
"ایک مشین سے" میں نے مسکرا کر کہا "جو عدنا مقصد ہے ہی نہیں۔"
عباسی کی نمائندہ ہے۔" "اس طرح تو تم عدنان عباسی کو خود پر حملہ کرنے کی
"مشین سے!" بڈ نے حیران ہو کر کہا "مشین بھلا ک دعوت دو گے۔ کیا تم نے یہ نہیں سوچا کہ ان دونوں کے
کی نمائندگی کس طرح کر سکتی ہے؟" آزاد ہوتے ہی عدنان کے آدمی تم پر چڑھ دوڑیں گے۔"
"مجھے نہیں معلوم لیکن ہے وہ کوئی مشین ہی۔۔۔۔ ک "میں تمہیں اتنا ہی احمق نظر آ رہا ہوں نا۔ ان دونوں
طرح آپریٹ ہوتی ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہ کو چھوڑنے کے بعد یہیں بیٹھ کر اس کے آدمیوں کا انتظار
سکتا۔ ممکن ہے وہ کوئی ایسی مشین ہو جو انسانی آواز کو کرتا رہوں گا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
خاص طریقہ کار کے ذریعے جذبات و تاثرات سے عار "معلوم نہیں کیوں تمہارے سامنے عقل ہی خبط ہو کر
کر دیتی ہو۔" رہ جاتی ہے۔" بڈ نے جھینپ کر سر کھجاتے ہوئے کہا۔
"خاصی حیران کن بات ہے لیکن عدنان عباسی جی "ویسے کب خبط نہیں رہتی۔ فون پر اپنی معلومات کا
شخص کے لئے اس قسم کی مشینری مہیا کرنا کوئی بڑا مسئلہ رعب ڈالنے والی حرکت کیا عقل مندی کے زمرے میں
نہیں ہے۔" بڈ نے کہا "اب وہ کیا کہہ رہا ہے؟" آتی ہے؟"
"مشین کے ذریعے یہ فراخ دلانہ پیش کش ہوئی "بس' اب تم مجھے شرمندہ کئے جاؤ۔" بڈ نے منہ بنایا۔
کہ پہلے وہ لوگ سونیا کو رہا کریں گے۔ جب وہ میرے پا حالاں کہ میں شرط لگا سکتا ہوں کہ اگر تمہاری جگہ واقعی
پہنچ جائے گی تب میں اپنے دونوں قیدیوں کو رہا کروں گا۔ نارمن شیلوف ہوتا تو اس کا آدھا خون تو مارے خوف کے
"یہ بات بھی تعجب خیز ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے خشک ہو گیا ہوتا۔"
جو شخص تمہاری قید میں ہے وہ اصل عدنان عباسی ہی ہو۔ "ہاں' شاید تمہاری بات درست ہو۔" میں بڑبڑایا۔
"نہیں۔۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ وہ عدنان عباسی نہیں۔ لیکن کیا تم ابھی واپس نہیں جاؤ گے؟"
...سونیا کو رہا کرنے کا ایک مقصد تو یہی ہے کہ کہیں م "اس وقت واپس جانے کا کیا فائدہ ہوگا چیف! کچھ
عدنان کے ہم شکل کے راز سے آگاہ نہ ہو جاؤں۔" دیر بعد اندھیرا پھیلنے والا ہے۔ اب تمہیں ساتھ لے کر ہی
"اور دوسرا مقصد؟" بڈ نے پوچھا۔ جاؤں گا۔"
"وہ ضرورت سے زیادہ پُر اعتماد ہیں۔ انہیں یقین میں خاموش ہو گیا۔ ہر بات میرے بنائے ہوئے
کہ جب میں ان۔ ۔ دونوں کو رہا کر دوں گا تو وہ مجھ پر منصوبوں کے خلاف ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ بڈ کو

اس کے بنگلے میں گھس کر حیران کر دوں گا مگر حالات کے تحت اس سے قبل از وقت ہی رابطہ قائم کرنا پڑ گیا۔ شاید ایک اعتبار سے یہ ٹھیک ہی ہوا تھا۔ میں تو بڈ کی بصرے میں موجودگی کو اتفاق پر محمول کر رہا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تہذیب مجھ سے ملنے کی خواہاں ہے۔ اس کی خاطر تو سارے پروگرام ترک کئے جا سکتے تھے۔
میں نے سوچا تھا کہ سلومی کو سزا دوں گا تاکہ آئندہ وہ سونیا سے الجھنے کی ہمت نہ کر سکے مگر میں اپنے اس منصوبے پر بھی عمل نہیں کر پایا تھا۔ اب اگر میں اسے یونہی چھوڑ دیتا تو وہ کسی اور ذریعے سے سونیا کو پریشان کرتی۔ ظاہر ہے میں سونیا کو تو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا۔ اسے تو یہیں عراق میں ہی رہنا تھا۔
میں نے بڈ سے ڈرائنگ روم میں ہی ٹھہرنے کو کہا اور جا کر تمکین کو اس کے کمرے سے نکال لایا۔ سلومی نے ایک بار پھر مغلظات بکنا شروع کر دی تھیں مگر میں نے اس پر توجہ نہیں دی اور اسے واپس کمرے میں دھکیل کر تمکین کے ساتھ ڈرائنگ روم میں واپس آ گیا۔
"بیٹھو" میں نے اسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ بڈ پر ایک سرسری نظر ڈالتا ہوا بیٹھ گیا۔
"کچھ دیر قبل مجھے ایک فون موصول ہوا ہے۔" میں نے کہا "مجھے یوں محسوس ہوا جیسے دوسری طرف سے کوئی مشین گفتگو کر رہی ہے۔ کیا تم اسے معمے پر کوئی روشنی ڈال سکتے ہو؟"
تمکین نے ایک بار پھر بڈ پر نظر ڈالی اور ہچکچاتے ہوئے بولا "ہاں' وہ ایک مشین ہے جس سے گزر کر انسانی آواز مشینی آواز معلوم ہونے لگتی ہے۔"
"میرا خیال بھی یہی تھا۔" میں نے مطمئن انداز میں سرہلایا "اس مشین سے تمہاری رہائی کا معاملہ طے پا گیا ہے۔"
"تو کیا تم مجھے رہا کر دو گے۔" تمکین نے گھبرا کر کہا۔
"تم نے انہیں کچھ بتایا تو نہیں۔"
"بے فکر رہو۔ نہ کچھ بتایا ہے اور نہ ہی آئندہ کچھ بتانے کا ارادہ ہے۔"
تمکین مطمئن ہو گیا "تاوان کی رقم کیا طے ہوئی؟" اس نے پوچھا۔
"تم دونوں کو تبادلے میں رہا کیا جائے گا۔ پہلے وہ سونیا کو رہا کریں گے۔ جب وہ میرے پاس پہنچ جائے گی اس کے بعد میں تم دونوں کو رہا کروں گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تمکین نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا پھر منہ سے کوئی لفظ نکالے بغیر سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ میں بڑے غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم کچھ کہنا چاہ رہے تھے۔" میں نے کہا "جو کچھ کہنا چاہتے ہو بے فکر ہو کر کہو۔"

"نن نہیں۔" تمکین نے گھبرا کر کہا "میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہ رہا تھا۔"

"غالباً تم یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ تم دونوں کو رہا کرنے کے بعد میں غیر محفوظ ہو جاؤں گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

تمکین نے خوف زدہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ "تم اپنے طور پر جو چاہو مطلب اخذ کرو' میں کچھ نہیں کہہ رہا۔"

"میں تمہاری پوزیشن سمجھ رہا ہوں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا "تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مجھ سے تعاون کر کے تم نقصان میں نہیں رہو گے۔"

"جتنا تعاون پہلے کر چکا ہوں اسی پر پچھتا رہا ہوں۔ معلوم نہیں رہائی کے بعد میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔"

"تم سے پوچھ گچھ تو ضرور ہوگی لیکن تم کہہ سکتے ہو کہ تم نے کسی بھی قسم کی معلومات فراہم نہیں کیں۔"

"لیکن۔" تمکین نے جھجکتے ہوئے کہا "اگر وہ تمہیں پکڑنے میں کامیاب ہو گئے اور تم نے ان کے تشدد کے سامنے زبان کھول دی تو......؟"

"اس کا بندوبست میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ وہ مجھے ڈھونڈتے ہی رہ جائیں گے لیکن اگر تم اتنے ہی خوف زدہ ہو تو میں اب تم سے مزید معلومات حاصل نہیں کروں گا البتہ تم سے ایک تعاون... کی درخواست ضرور کروں گا۔"

تمکین حیرت سے مجھے دیکھنے لگا "میں تم سے کیا تعاون کر سکتا ہوں؟" اس نے پوچھا۔

"تم دونوں کو رہا کرنے کے بعد میں عراق میں نہیں رکوں گا لیکن ظاہر ہے سونیا یہیں رہے گی۔ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہوگی کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

تمکین سوچ میں پڑ گیا۔ چند لمحے بعد بولا "سلومی کی حد تک تو میں تمہیں یقین دہانی کرا سکتا ہوں۔ اسے میں کسی نہ کسی طرح سنبھالوں گا لیکن جہاں تک دوسرے معاملے کا تعلق ہے اس میں مَیں کوئی یقین دہانی نہیں کرا سکتا۔"

"تم کوشش تو کر سکتے ہو۔" میں نے کہا "اور مجھے یقین ہے کہ اگر تم نے دلجمعی سے کوشش کی تو اسے کو[ئی] نقصان پہنچنے سے بچا سکو گے۔"

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔" تمکین نے بڑے خلوص سے کہا "اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا۔ ایسے [میں] [تم] نے میرے ساتھ برا سلوک نہیں کیا اور اب تو تم میرے رازوں کے بھی امین ہو۔"

"مزید پیش بندی کے طور پر میں مرجانہ کو اغوا کرا رہا ہوں۔" میں نے کہا اور تمکین بھڑک اٹھا۔

"کیوں مجھے بے موت مرواؤ گے۔ مرجانہ پر ہاتھ ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ میں نے ہی تمہیں معلومات فراہم کی ہیں۔"

"ٹھیک ہے' میں اس پر غور کروں گا۔" میں نے کہا "ویسے یہ ضروری نہیں ہے کہ مرجانہ کے بارے میں مجھے [تم] سے ہی معلومات حاصل ہوئی ہوں۔"

"اس سے بہت سے لوگ واقف ہیں۔" تمکین نے مجھ سے اتفاق کیا "لیکن اس موقعے پر تو وہ یہی سمجھے گا کہ میں نے ہی تمہیں مرجانہ کے بارے میں بتایا ہے۔"

"اچھا چلو۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "سونیا کی واپسی تک تو تم یہیں رہو گے۔"

میں اسے دوبارہ کمرے میں بند کر کے واپس آیا۔ [بڈ] ڈرائنگ روم میں ٹہل رہا تھا۔

"میری مانو تو سونیا کا چکر چھوڑ دو اور یہاں سے نکل چلو۔" بڈ نے کہا۔

"تم جانتے ہو ایسا کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا "اور پھر تم نے شاید سونیا کو دیکھا نہیں ہے۔"

بڈ نے مشکوک نظروں سے مجھے دیکھا "نہیں' میں نے اسے نہیں دیکھا مگر تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اگر اسے دیکھ لیا ہوتا تو ہرگز اس قسم کی بات نہ کرتے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"کیا وہ بہت حسین ہے چیف!" چوکنا ہونے کے باوجود بڈ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"بہت زیادہ" میں نے کہا "جی تو یہی چاہ رہا ہے کہ اسے چھوڑ چھاڑ کر نکل جاؤں مگر تمہارا خیال آڑے آجاتا ہے۔"

"میرا خیال کیوں آڑے آجاتا ہے؟" بڈ نے پوچھا۔ [وہ] ایک بار پھر الرٹ ہو گیا تھا۔

"ہم اسے دو چار روز اپنا مہمان رکھیں گے۔ تمہارا دل بھی ذرا بہلا رہے گا۔"

"تم بہت بدلے بدلے نظر آرہے ہو چیف! پہلے تو تم ایسے نہیں تھے؟"

"تم سے بہت عرصے بعد ملاقات ہوئی ہے نا' اس لئے جی چاہتا ہے کہ تمہیں کسی انعام سے نوازا جائے۔"

"اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا۔" بڈ بڑبڑایا "لیکن خیر" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی "تمہارے دیے ہوئے انعام سے دامن بچانا بھی ممکن نہیں ہے۔"

کچھ دیر بعد کال بیل بجی۔ اس وقت تک باہر اندھیرا پھیل چکا تھا۔ میں نے انٹرکام کا ریسیور اٹھا کر دریافت کیا کہ گیٹ پر کون ہے۔

"ہم مس سونیا کو لے کر آئے ہیں جناب!" مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"اسے گیٹ پر چھوڑ دو اور تم لوگ واپس چلے جاؤ۔" میں نے کہا۔

"بہت بہتر جناب!" دوسری طرف سے کہا گیا۔ میں نے چند لمحے توقف کرنے کے بعد سونیا کو آواز دی "تم میری آواز سن رہی ہو سونیا۔ کیا وہ لوگ واپس چلے گئے؟"

"ہاں" سونیا کی کمزور سی آواز سنائی دی "وہ لوگ واپس جا چکے ہیں۔"

"تم ٹھہرو' میں ابھی آکر گیٹ کھولتا ہوں۔" میں انٹرکام کا ریسیور رکھ کر باہر نکل آیا۔ بڈ بھی میرے پیچھے باہر نکلا تھا۔ میں بڈ کی طرف توجہ دیے بغیر گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

گیٹ کے قریب پہنچ کر میں نے ذیلی کھڑکی کی کنڈی ہٹائی اور تیزی سے دیوار کی اوٹ میں ہو گیا۔ میں نے محض احتیاطاً یہ حرکت کی تھی مگر یہ احتیاط ہی میرے کام آگئی۔ کنڈی کے کھلتے ہی برین گن کا ایک طویل برسٹ مارا گیا تھا۔ ...گیٹ چھلنی ہو کر رہ گیا تھا۔ نہ صرف گیٹ چھلنی ہوا تھا بلکہ شاید سونیا بھی چھلنی ہو گئی تھی۔ برین گن کی تڑتڑاہٹ میں سونیا کی کربناک چیخ بھی شامل ہو گئی تھی۔ میں نے بڑی تیزی سے خود کو زمین پر گرا دیا۔ عدنان عباسی نے میرے ساتھ دھوکا کیا تھا۔ میں یہی سمجھتا رہا تھا کہ وہ پہلے تمکین کو رہا کرائیں گے اس کے بعد میرے خلاف کچھ کریں گے لیکن اس نے انتہائی بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے پہلی فرصت میں ٹھکانے لگانے کی کوشش کر ڈالی تھی۔

میرا پورا جسم غصے سے دہک اٹھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری رگوں میں خون کے بجائے لاوا دوڑنے لگا ہو مگر میں بے قابو نہیں ہوا۔ ان لوگوں نے دو چھوٹے چھوٹے برسٹ اور مارے جن کے نتیجہ میں گیٹ کے سوراخوں میں اضافہ ہو گیا۔ سونیا تو پہلے ہی مر چکی تھی اور میں دیوار کے عقب میں گولیوں کی دست برد سے محفوظ تھا۔ سونیا اس طرح گری تھی کہ اس کا آدھا دھڑ گیٹ سے اندر تھا اور آدھا باہر تھا۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ سونیا صرف میری وجہ سے ماری گئی تھی۔ حملہ آوروں کا مقصد مجھے ہلاک کرنا تھا۔ وہ بے چاری تو خواہ مخواہ زد میں آگئی۔

"کیا خیال ہے چیف!" مجھے اپنے نزدیک سے بڈ کی سرگوشی سنائی دی "کوئی جوابی کارروائی کرو گے؟"

"نہیں" میں غرایا "ابھی نہیں۔ ابھی تو اس بنگلے سے ہی نکل چلو۔"

ہم دونوں آگے پیچھے تیزی کے ساتھ رینگتے ہوئے کمپاؤنڈ وال تک پہنچے اور دیوار کود کر برابر والے بنگلے کے احاطے میں پہنچ گئے۔ بڈ اسی راستے سے آیا تھا اور اب میں بھی اس کے ساتھ اسی راستے سے واپس جا رہا تھا۔

ہم برابر والے بنگلے کے گیٹ سے باہر نکلے تو سڑک سنسان پڑی تھی۔ حملہ آور غالباً فرار ہو چکے تھے۔

"تیزی سے نکل چلو" میں نے بڈ سے کہا اور ہم دونوں نے جلدی جلدی سڑک عبور کی اور چند ہی لمحوں کے اندر اندر میں بڈ کے ساتھ اس بنگلے میں پہنچ گیا جہاں اس نے اپنی عارضی پناہ گاہ بنا رکھی تھی۔

"تم اس وقت بال بال بچے ہو چیف!" بڈ نے کہا اور وہاں موجود اس کے ساتھی مجھے حیرت سے دیکھنے لگے۔ جس شخص کو وہ لوگ ٹھکانے لگانے کے درپے تھے اب وہ چیف کیسے ہو گیا۔ ان کے لئے یہ بات کسی معمے سے کم نہیں تھی۔ ...بڈ نے بھی ان کی حیرت محسوس کر لی تھی۔ اس لئے وہ ان سے میرا تعارف کرانے لگا۔ میں اپنے خیالوں میں گم تھا اس لئے ان لوگوں کی طرف توجہ نہیں دے پا رہا تھا۔

"عدنان عباسی نے براہِ راست مجھ پر حملہ کیا ہے۔" دفعتاً میں غرایا "اور سونیا بے گناہ ماری گئی ہے۔ اب میں عدنان سے انتقام لئے بغیر یہاں سے ہلوں گا بھی نہیں۔"

"جیسا تم کہو گے ویسا ہی ہوگا چیف!" بڈ نے کہا "ہم لوگ تو ماتحت ہیں۔"

"سامنے والے بنگلے کی کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ لوگ حیرت انگیز طور پر فرار ہو گئے ہیں اور اب مکمل طور پر سناٹا چھایا ہوا ہے۔" بڈ نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تمہیں معلوم ہے انہوں نے کیا منصوبہ بندی کی ہے۔
... انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ میرے اور دو قیدیوں کے علاوہ وہاں کوئی اور نہیں ہے۔ لہٰذا جب وہ سونیا کو چھوڑنے آتے تو گیٹ کھولنے کے لئے میں ہی آتا۔ میرا ان کی فائرنگ کی زد میں آنا لازمی تھا' اگر میں غیر معمولی طور پر محتاط نہ ہوتا تو یہ گفتگو کرنے کے لئے زندہ نہ بچتا۔ ابھی انہیں اندازہ نہیں ہے کہ میں ان کی فائرنگ کی زد سے بچ نکلا ہوں۔ وہ خود تو فائرنگ کرکے فرار ہوگئے۔ اب پولیس آکر تمکین اور سلومی کو برآمد کرلے گی۔ اس طرح ان کے سارے کام ہوجائیں گے۔ وہ خود کسی کی نظروں میں بھی نہیں آئیں گے اور ان کے دونوں آدمی بھی رہا ہوجائیں گے۔"

"میں نے تمہیں پہلے ہی خبردار کردیا تھا چیف! وہ بہت خطرناک شخص ہے۔ سرکاری سرپرستی حاصل ہونے کی وجہ سے اس سے مقابلہ کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔"

"یہ تم مجھ سے کہہ رہے ہو بڈ۔" میں نے تلخی سے کہا۔ "ابھی تک میں اس سے تصادم سے گریز کرتا چلا آرہا تھا مگر اب" میں سائرن کی آواز سن کر خاموش ہوگیا۔ پولیس آگئی تھی۔

"میں کہہ چکا ہوں چیف کہ تم حکم کرو۔ ہم لوگ ہر طرح سے خدمت کے لئے حاضر ہیں۔"

"ابھی تو ہمیں انتظار کرنا پڑے گا۔ پولیس علاقے سے چلی جائے تبھی کوئی قدم اٹھائیں گے۔"

پولیس کی کارروائیاں مکمل ہونے میں کئی گھنٹے لگے۔ میں نے جلتی آنکھوں سے سونیا کی لاش اٹھائے جانے کا منظر دیکھا۔ وہ جو طوائف ہوتے ہوئے بھی طوائف نہیں تھی۔ جس نے مجھ سے بے لوث محبت کی تھی اور آخرکار میری خاطر جان سے ماری گئی۔ میں کیسے اس کے لہو کی پکار کو نظر انداز کرسکتا تھا۔

رات بارہ بجے کے قریب پولیس علاقے سے رخصت ہوئی اور میں نے فوری طور پر بڈ سے کہا کہ وہ مرجانہ کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ تمکین کے ذریعے اس کا پتا تو پہلے ہی میرے علم میں تھا۔ بڈ نے اپنے تمام آدمیوں کو اس کام پر مامور کردیا۔ کوئی ایک گھنٹے بعد فون پر اطلاع ملی کہ مرجانہ رائل کلب میں موجود ہے اور تنہا نہیں ہے۔ عدنان عباسی بھی اس کے ہمراہ ہے۔ یہ خاصی حیرت انگیز اطلاع تھی۔ مجھے سوچنا پڑا۔ کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ ایک بار پھر تمکین پر عدنان کا دھوکا کھا جاؤں۔ آخر اس طرح منظر عام پر آنے سے اس کا کیا مقصد ہے۔ یہ بات تو اس کے علم میں آ ہی چکی ہوگی کہ مجھ پر اس کے آدمیوں کا قاتلانہ حملہ ناکام ہوچکا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ میرے لئے کوئی ایسا جال بچھانا چاہتا ہو جس میں مَیں خود جا کر پھنس جاؤں۔

میں نے تمام خیالات ذہن سے جھٹکے اور بڈ کو ساتھ لے کر نکل کھڑا ہوا۔ مجھ پر جو ہیجانی کیفیت طاری تھی اسے محسوس کرکے بڈ نے بھی چپ سادھ لی تھی۔ چنانچہ راستہ کلب تک کا سفر خاموشی سے طے ہوا۔ کلب کے پارکنگ لاٹ میں جیسے ہی کار رکی ایک شخص جھپٹتا ہوا کار کے نزدیک آیا۔ اس کا تعلق علی گروپ سے تھا۔

"کیا رپورٹ ہے سعید؟" بڈ نے اس شخص سے پوچھا۔

"وہ دونوں ابھی تک اندر ہی موجود ہیں جناب" سعید نے کہا "وہ غیر معمولی حفاظتی انتظامات میں یہاں ہے۔ کمپاؤنڈ میں اس کے کئی مسلح آدمی موجود ہیں اور اندر بھی کئی آدمی اس کی نگرانی کررہے ہیں۔ ہم نے معلومات کی ہیں۔ اس سے قبل وہ کبھی اتنے حفاظتی انتظامات کے ساتھ یہاں نہیں آیا۔"

بڈ نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا اور پھر سعید سے کہا "اپنی جگہ پر واپس جاؤ اور بہت محتاط رہو ... کسی بھی معاملے میں اس وقت تک مداخلت کرنے کی ضرورت نہیں جب تک کہ مداخلت کرنا اشد ضروری نہ ہوجائے۔"

سعید مؤدبانہ انداز میں سر ہلا کر واپس چلا گیا اور بڈ نے بڈ سے کہا "تم اور میں الگ الگ کلب میں داخل ہوں گے۔ تم حالات پر گہری نظر رکھو گے اور ضرورت کے تحت کوئی بھی قدم اٹھا سکو گے۔"

بڈ اچھی طرح جانتا تھا کہ کب کیا قدم اٹھانا چاہیے اس لئے اسے زیادہ ہدایات دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ پروگرام کے مطابق ہم دونوں ایک دوسرے سے بے تعلق کلب میں داخل ہوئے اور سیدھے ڈانسنگ ہال کی طرف جا نکلے۔ جہاں عدنان اور مرجانہ موجود تھے۔

میں نے عدنان کے قریب ترین میز منتخب کی اور اس پر جا بیٹھا۔ میں نے ہر قسم کا میک اپ پہلے ہی ختم کردیا تھا اپنے اصل روپ میں تھا۔ اب نہ میں علی حماد تھا اور نارمن شیلوف۔ اب تو میں علی یار خان تھا۔

میں نے بہت قریب سے عدنان کو دیکھا۔ وہ کم از کم تمکین تو ہرگز نہیں تھا۔ تمکین کا تو میں نے حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس کا چہرہ بری طرح سوجا ہوا تھا جبکہ میرے سامنے موجود شخص نہ صرف پوری طرح ہشاش بشاش تھا بلکہ اس کے چہرے پر کسی بھی قسم کا نشان نظر نہیں آرہا تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور خاص بات جو میں نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ اس عدنان عباسی میں رکھ رکھاؤ نظر آرہا تھا۔ تمکین کی طرح اس کے انداز سے عامیانہ پن نہیں ٹپک رہا تھا۔ یہ ایسی باریک بات تھی جس کا مشاہدہ کرنا آسان نہیں تھا۔

اپنی اصل شکل و صورت میں ہونے کی وجہ سے میں پہچانے جانے کے خدشے سے بے نیاز تھا۔ عدنان کے جتنے آدمیوں نے بھی مجھے دیکھا تھا، علی حماد والے میک اپ میں دیکھا تھا۔ بھلا وہ مجھے علی یار خان کے روپ میں کس طرح شناخت کرسکتے تھے۔

عدنان عباسی اور مرجانہ ایک دوسرے میں گم تھے۔ مرجانہ کے بارے میں میرا تصور یہ تھا کہ وہ کوئی بہت حسین جمیل عورت ہوگی مگر اسے دیکھ کر میرے تصورات باطل ہوگئے تھے۔ اسے حسین تو نہیں کہا جاسکتا تھا مگر اس کے انداز میں ایک عجیب قسم کی تمکنت موجود تھی اور یہ کوئی ایسی عجیب بات بھی نہیں تھی۔ جس طبقے سے وہ تعلق رکھتی تھی اس طبقے کے لوگوں میں تمکنت تو پیدا ہو ہی جاتی ہے۔

عدنان عباسی کے بارے میں مَیں نے اندازہ لگایا تھا کہ یہی اصل عدنان عباسی ہے۔ تمکین کے بیان کے مطابق اس کا کوئی اور ڈپلی کیٹ نہیں تھا، پھر یہ بات بھی مجھے یاد تھی کہ وہ جب بھی بصرے آتا ہے' اس کا زیادہ تر وقت مرجانہ کے ساتھ گزرتا ہے۔

بڈ مجھ سے ذرا فاصلے پر تھا اور بہت چوکنا نظر آرہا تھا۔ اس کی یہی خوبی مجھے پسند تھی۔ جب کام کا وقت آتا تھا تو وہ سب کچھ بھول کر صرف کام کا ہی ہو رہتا تھا۔ اس وقت وہ ان حسیناؤں کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ رہا تھا جو تھوک کے بھاؤ ہال میں موجود تھیں۔

دفعتاً عدنان عباسی نے مرجانہ کی طرف سے نگاہ ہٹائی اور سر گھما کر کسی طرف دیکھنے لگا۔ اس عمل کے دوران اس کی نگاہ مجھ پر بھی پڑی تھی لیکن وہ اچٹتی ہوئی سی نگاہ تھی۔ .. عدنان شاید کسی ویٹر کو بلانا چاہ رہا تھا۔ اس نے ایک ویٹر کو بلانے کے لئے ہاتھ سے اشارہ بھی کیا تھا لیکن پھر میں نے اسے چونکتے دیکھا اور عجیب بات یہ ہوئی کہ اس نے چونک کر میری طرف دیکھا تھا۔ میں اسے بغور دیکھ رہا تھا لیکن جب میں نے اسے اپنی طرف متوجہ ہوتے محسوس کیا تو میں نے فوری طور پر اس کی طرف سے نگاہ ہٹالی مگر اس کی حرکات و سکنات اب بھی میری نظر میں تھیں۔

عدنان براہِ راست مجھی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی یہ حرکت میرے لئے ناقابل فہم تھی۔ مجھے اس طرح گھورنے کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں تھی اور چونکہ اس کے طور طریقوں سے عامیانہ پن نہیں جھلکتا تھا اس لئے یہ بھی نہیں سوچا جاسکتا تھا کہ اس نے یوں ہی بلاوجہ مجھے گھورنا شروع کردیا ہے۔ یقیناً کوئی نہ کوئی وجہ ضرور تھی۔ میں اضطراب کا شکار ہونے لگا۔

مرجانہ نے بھی عدنان کی مجھ میں غیر معمولی دلچسپی نوٹ کرلی تھی اور اس نے عدنان سے کچھ کہا بھی تھا۔ مرجانہ کے بولنے پر عدنان چونک پڑا تھا اور اس کیفیت سے نکل آیا تھا' جسے محویت کہا جاتا ہے۔ اس نے جواب میں مرجانہ سے کچھ کہا تھا اور نفی میں سر ہلایا تھا غالباً اس نے مرجانہ کو بتایا ہوگا کہ وہ مجھے پہچاننے کی کوشش کررہا تھا مگر پہچان نہیں سکا۔ اس کے انداز سے میں یہی نتیجہ اخذ کرسکتا تھا۔ مرجانہ کی دخل اندازی سے اتنا فائدہ ضرور ہوا تھا کہ اب عدنان کی توجہ میری طرف سے ہٹ گئی تھی۔

عدنان کی مجھ میں غیر معمولی دلچسپی بڈ کی نظروں سے بھی پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی اور میری طرح وہ بھی حیران ہو رہا تھا۔ کیا عدنان کسی مافوق الفطرت قوت کا مالک تھا جس کے ذریعے اسے یہ معلوم ہوگیا کہ میں اس کے لئے خطرناک ثابت ہوسکتا ہوں؟

میں نے انگڑائی لینے کے بہانے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ اسی آڑ میں مَیں نے بڈ کو ایک مخصوص اشارہ کردیا جس کا مطلب تھا کہ میں ڈائریکٹ ایکشن لینے جارہا ہوں۔ بڈ نے میرا اشارہ دیکھ لیا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ میں کیا کروں گا تاہم وہ مزید الرٹ ہوگیا۔

عدنان عباسی مستقل بے چینی کا شکار ہوگیا تھا۔ اس کی نظریں بار بار میری طرف اٹھ رہی تھیں۔ ایسے ہی ایک موقعے پر جیسے ہی اس سے نظریں ملیں میں مسکرایا اور اپنا ہاتھ بلند کردیا۔ عدنان کے چہرے پر حیرت کے تاثرات دکھائی دیے تاہم اس نے بھی بادل ناخواستہ جواب میں ہاتھ ہلایا۔ مجھے اور کیا چاہیے تھا۔ میں اپنی کرسی سے اٹھا اور اس کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ سے ملاقات کا بڑا اشتیاق تھا جناب!" میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر بڑی شائستگی سے کہا "کیا آپ تھوڑی دیر کے لئے مجھے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دیں گے۔"

"بیٹھو" عدنان نے ایک خالی کرسی کی طرف اشارہ کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور میں اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

"ایسا لگتا ہے کہ میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے۔" عدنان نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ کچھ دیر قبل مجھے دیکھ کر جس طرح وہ چونکا تھا اس سے صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ مجھے جانتا ہے اور مجھے یہاں دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا ہے۔ میرے لئے یہ بات خاصی حیران کن تھی کہ وہ مجھے پہچانتا ہے۔ میرا نام تو خیر بہت مشہور تھا لیکن میرے صورت آشنا لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ میں خود ہی اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ کم سے کم لوگ مجھے صورت شکل سے پہچانیں۔ مجھ جیسے لوگوں کے لئے یہ ضروری بھی ہوتا ہے۔ جتنے کم لوگ چہرہ آشنا ہوں، کام کرنے میں اتنی ہی آسانی رہتی ہے۔

جتنے لوگ بھی مجھے پہچانتے تھے ان سب کے نام میرے حافظے میں محفوظ تھے۔ ان میں عدنان عباسی کا نام کہیں بھی نہیں تھا۔ گزشتہ چند روز سے قبل میں نے اس کا نام تک نہیں سنا تھا اور ملاقات آج پہلی بار ہوئی تھی، پھر اس کے پاس ایسا کون سا ذریعہ تھا کہ اس نے مجھے پہچان لیا اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ مجھ پر اپنی شناسائی کے اظہار سے گریزاں تھا۔

"آپ بڑے لوگ ہیں جناب!" میں نے خاکسارانہ انداز میں کہا "یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ آج آپ سے میری ملاقات ہوئی اور آپ نے ازراہِ کرم مجھے اپنی ٹیبل پر بیٹھنے کا اعزاز بھی بخش دیا۔ ورنہ ہم جیسے چھوٹے لوگوں کا تو آپ کے نزدیک سے بھی گزر نہیں ہوتا۔"

اگر میں واقعی کوئی معمولی آدمی ہوتا تو عدنان میرے الفاظ پر برہم ہو جاتا لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہے اور شاید یہی وجہ تھی کہ میرے الفاظ پر اس نے کوئی خاص ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔

"ایسے شربتی آنکھوں والے نوجوان کو ایک بار دیکھ لینے کے بعد بھلانا تقریباً ناممکن ہوتا ہے عدنان!" مرجانہ نے کہا جو اَب تک مجھے بہت غور سے دیکھتی رہی تھی "مجھے حیرت ہے تمہاری یادداشت کو کیا ہو گیا ہے؟"

"شکریہ خاتون!" میں نے بڑے ادب سے کہا "آپ جیسی باوقار خاتون کے منہ سے نکلے ہوئے توصیفی کلمات مجھ جیسے معمولی آدمی کے لئے ایک اثاثے کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"تم معمولی آدمی تو ہرگز نہیں ہو سکتے۔" مرجانہ نے اپنے ہونٹوں پر ایک دل فریب مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔

"تم بڑی دل آویز شخصیت کے مالک ہو۔"

میں نے عدنان کے چہرے پر ناگواری کے تاثرا[ت] ابھرتے دیکھے مگر میں نے اسے اس کے تاثرات سمیت [نظر] انداز کر دیا۔

"آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں خاتون!" میں [نے] شرمانے کی اداکاری کی۔

"میرا نام مرجانہ ہے۔" مرجانہ نے جلدی سے کہا "تم مجھے میرا نام لے کر مخاطب کر سکتے ہو۔" میری شخصیت [کا] سحر اس پر غالب آ رہا تھا۔

"اوہو!" میں نے پُرمسرت انداز میں کہا "میں کس [قدر] خوش قسمت ہوں۔ آپ مجھے بہت بڑے اعزاز سے نو[از] رہی ہیں۔"

"تم شاید مجھ سے ملنے آئے تھے؟" عدنان عبا[سی] کٹکھنے انداز میں غرایا۔

"ایک ہی بات ہے جناب!" میں نے بڑے ادب [سے] کہا "آپ ہوں یا آپ کی اہلیہ"

"مرجانہ میری بیوی نہیں، دوست ہے۔" عدنان [نے] غرا کر کہا۔

"آپ کے دوست بھی میرے لئے اتنے ہی لا[ئقِ] احترام ہیں جتنے خود آپ ہیں۔"

"تمہاری مجھ سے ملنے کی آرزو پوری ہو چکی" عدنا[ن] نے بے رخی سے کہا "اب تم واپس اپنی میز پر جا سکتے ہو۔"

"تم اتنی بداخلاقی کا مظاہرہ کیوں کر رہے ہو عدنان" مرجانہ نے اسے سرزنش کی "یہ ہمارے مہمان ہیں۔"

"یہ" عدنان زہریلے انداز میں مسکرایا "جس کے [نام] تک سے ہم لاعلم ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ دونوں [کے] درمیان تلخی پیدا ہوئی۔" میں نے اٹھنے کے لئے کر[سی] کھسکاتے ہوئے کہا "مجھے پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا کہ [میرا] نام حسن کمال ہے۔"

"تم ایسے نہیں جا سکتے۔" مرجانہ نے میرا ہاتھ پکڑ [لیا] "یہ ہماری توہین ہو گی۔"

میں اٹھتے اٹھتے دوبارہ بیٹھ گیا "دیکھئے، میں آپ دونو[ں] میں سے ایک کا دل بھی نہیں توڑنا چاہتا۔ میری سمجھ [میں] نہیں آتا کہ کیا کروں۔" میں نے بے بسی سے کہا۔

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ ہمارے درمیان نہ تو کوئی [تلخی] پیدا ہو گی اور نہ ہی تمہارے یہاں بیٹھنے سے عدنان کا [دل] ٹوٹے گا۔ کیوں عدنان؟" وہ عدنان عباسی کی طرف دیکھ [کر] مسکرائی۔

"نہیں۔۔۔ میں تو ان کے یہاں بیٹھنے سے بہت خوش ہوں۔" عدنان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"دیکھا" مرجانہ نے اس کے طنز کو نظرانداز کرتے ہوئے مجھ سے کہا "میں نے تم سے کیا کہا تھا۔ اب یہ بتاؤ کیا پسند کرو گے؟"

"آج کی رات میرے لئے بڑی خوش قسمتی لے کر آئی ہے۔ عدنان صاحب جیسی بڑی شخصیت سے ملاقات ہوئی۔ ان کے طفیل آپ جیسی جادو اثر خاتون میری میزبان بنیں۔ اس کے بعد بھی کچھ پسند کرنے کو رہ جاتا ہے۔"

مرجانہ کھِل کھِلا کر ہنس پڑی "میرا یہ مطلب نہیں تھا"... اس نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "میں کھانے پینے کی بات کر رہی تھی۔"

"اوہ! کھانا تو میں کھا چکا ہوں۔ آپ کے اصرار پر کوئی سافٹ ڈرنک لے لوں گا۔"

"تکلف مت کرو حسن!" مرجانہ نے بڑی اپنائیت سے کہا "یہ وقت تو ہارڈ ڈرنک کے لئے بہت موزوں ہے۔"

"بدقسمتی سے میری زندگی میں ابھی تک وہ وقت آیا ہی نہیں جو ہارڈ ڈرنک کے لئے موزوں ہو۔"

"اوہ! تو یوں کہو کہ تم پیتے ہی نہیں ہو۔" مرجانہ نے بڑی ادا سے کہا اور ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر میری طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"سافٹ ڈرنکس میں کچھ بھی منگا لیں۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا اور مرجانہ نے ویٹر کو لائم جوس کا آرڈر دے دیا۔

"آپ کی یہ نوازشِ خصوصی میری کتابِ زیست میں ایک سنہری باب کے طور پر رقم رہے گی۔"

"تم ہر ایک سے ایسی ہی دل فریب گفتگو کرتے ہو گے؟" مرجانہ نے شوخی سے کہا۔

"یہ آپ کے قرب کا اعجاز ہے۔ شاید میری گفتگو پر آپ کے جمال کا کوئی پرتو پڑ گیا ہے۔"

مرجانہ ایک بار پھر کھِل کھِلا کر ہنس پڑی "شکریہ اے شربتی آنکھوں والے نوجوان! تم کم وقت میں زیادہ سے زیادہ تعریف کرنے کے ماہر لگتے ہو۔"

"مرجانہ!" دفعتاً عدنان کٹ کھنے کتے کی طرح غرایا۔ "کسی اجنبی کے ساتھ اتنی زیادہ بے تکلفی ٹھیک نہیں ہے۔"

مرجانہ کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں "شاید میرا ہنسنا تمہیں ناگوار گزرا ہے۔" اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"یہی سمجھ لو۔۔۔ لیکن میں تمہیں کسی اجنبی سے اس قدر بے تکلف ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"تم حد سے گزر رہے ہو عدنان! میں تمہاری زر خرید نہیں، بزنس پارٹنر ہوں۔"

"میں بھی یہ بات بزنس کی بہتری کے لئے کہہ رہا ہوں"... عدنان دفعتاً ہی نرم پڑ گیا۔

"تم میری ذاتیات میں مداخلت کر رہے ہو" مرجانہ نے تیکھے لہجے میں کہا "میں تمہیں اس مداخلت کی اجازت نہیں دے سکتی۔"

عدنان ایک طویل سانس لے کر رہ گیا لیکن اس کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے دل ہی دل میں کوئی خطرناک فیصلہ کر لیا ہے۔

"ٹھیک ہے" اس نے بے بسی سے کہا "میں تمہاری ذاتیات میں مداخلت نہیں کروں گا لیکن اس سے کم از کم اتنا تو پوچھ ہی لو کہ یہ ہے کون؟"

"قطعی ضروری نہیں ہے کہ جس شخص سے ہم تھوڑی دیر کے لئے مل رہے ہوں اس کے کوائف بھی ہمیں ازبر ہوں۔" مرجانہ نے بگڑ کر کہا "بعض اوقات تم حد سے تجاوز کر جاتے ہو۔"

"اگر یہ جھگڑا صرف میری اجنبیت کی وجہ سے ہے تو میں اسے ابھی دور کئے دیتا ہوں۔ میں۔۔۔۔"

ان لوگوں کو سنانے کے لئے مجھے کوئی جھوٹ نہیں بولنا پڑا۔ اس لئے کہ اسی وقت پبلک ایڈریس سسٹم جاگ اٹھا تھا "خواتین و حضرات توجہ فرمایئے" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور اس میز کی طرف دیکھا جس پر بڈ بیٹھا تھا۔ اب وہ میز خالی پڑی تھی۔ بڈ اب وہاں ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کہ اسپیکر سے ابھرنے والی آواز اسی کی تھی۔

"کلب کی انتظامیہ آپ سب سے پُرسکون رہنے کی درخواست کرتی ہے۔" پورے ہال پر پہلے ہی سناٹا چھا گیا تھا... غالباً اس طرح مخاطب کئے جانے کا یہ پہلا واقعہ تھا۔ میں حیران تھا کہ بڈ آخر کیا کرنا چاہ رہا ہے "ہمیں توقع ہے کہ آپ لوگ نظم و نسق کی اعلیٰ مثال قائم کریں گے۔" کوئی اعلان کرنے سے قبل اس قسم کی تمہید کا مطلب تھا کہ کوئی خطرناک اعلان کیا جانے والا ہے۔ لوگوں نے بھی یہ بات محسوس کر لی تھی اور ان میں بے چینی اور اضطراب پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔

"ایک گم نام فون کال کے ذریعے اطلاع ملی ہے کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کسی تخریب کار نے کلب کی عمارت میں بم رکھ دیا ہے۔۔۔"
میں اس سے آگے کچھ نہیں سن سکا۔ ہال میں ایسی چیخ وپکار شروع ہوئی تھی جس کے سامنے مچھلی بازار کا شور بھی ماند پڑجائے۔ لوگ گرتے پڑتے دروازے کی طرف بھاگ نکلے تھے۔ میزیں الٹ رہی تھیں' کرسیاں گر رہی تھیں اور لوگ ایک دوسرے کو دھکیل کر پہلے نکل جانے کی فکر میں تھے۔

بڈ نے یہ حرکت کچھ سوچ سمجھ کر ہی کی ہوگی۔ میں کسی حد تک سمجھ تو گیا تھا مگر زیادہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ صورت حال فوری فیصلے اور اس پر تیزی سے عمل پیرا ہونے کے متقاضی تھی اور میں نے وہی کیا۔ بڈ کا کیا ہوا اعلان سن کر دیگر لوگوں کی طرح مرجانہ اور عدنان بھی بدحواسی کا شکار ہوگئے تھے۔ انہوں نے بھی اٹھ کر دروازے کی طرف بھاگنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے ان دونوں کی راہ میں اپنی ٹانگ حائل کرکے انہیں گرادیا۔ اتنا بہت کافی تھا۔ بقیہ کام بدحواس لوگوں نے پورا کردیا جو انہیں اٹھنے کا موقع ہی نہیں دے رہے تھے۔ عدنان کے محافظ بھی اس افراتفری کا شکار ہونے سے نہیں بچ سکے تھے۔

ذرا سی کوششوں کے بعد وہ دونوں اٹھنے میں کامیاب ہوگئے مگر میں نے ان دونوں کو پکڑلیا "عقبی سمت سے نکل چلو" میں نے گھبراہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "سامنے تو ہم پھنس کر رہ جائیں گے۔"
بات چونکہ جان بچانے کی تھی اس لئے بدحواسی کے باوجود ان کی سمجھ میں آگئی اور میں انہیں عقبی سمت میں لے چلا۔ ہال سے نکلنے سے قبل ہی میں نے ہال سے ملحقہ ایک کمرے سے بڈ کو برآمد ہوتے دیکھا۔
"کار لے کر عقبی سمت میں آؤ۔" میں نے چیخ کر کہا۔ "جلدی کرو' ہمیں ہر قیمت پر عدنان صاحب کی جان بچانی ہے۔"

بڈ سامنے والی سمت میں جھپٹا اور میں ان دونوں سمیت عقبی حصے کی طرف بڑھ گیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ بڈ نے کیا حرکت کی ہوگی کہ کلب کی انتظامیہ نے اسے اس قسم کا اعلان کرنے کی اجازت دے دی لیکن میں اس کی حکمت عملی کا بہرحال قائل ہوگیا۔ اس نے بہت بروقت فیصلہ کیا تھا اور نہایت مناسب فیصلہ کیا تھا۔ اس افراتفری کے بغیر عدنان کا اغوا آسان نہ ہوتا۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ فائدہ اٹھانے کے لئے مجھے برقی سرعت سے فیصلہ کرنا پڑا تھا ورنہ بڈ کے کئے کرائے پر پانی پھر جاتا۔

ہم کلب کی عمارت سے نکل کر عقبی کمپاؤنڈ میں پہنچ گئے جہاں کلب کے ملازمین افراتفری کے عالم میں عقبی گیٹ کی طرف بھاگ رہے تھے۔ ہم اس عالم میں عقبی گیٹ سے باہر نکلے کہ کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی ہماری طرف نہیں دیکھا اور دیکھتا کون؟ بم کی خبر سن کر چوکیدار بھی فرار ہوگیا تھا۔

کلب سے باہر پہنچ کر میں نے رکنے کی کوشش کی مگر عدنان وہاں رکنے کے لئے تیار نہیں تھا۔
"بم عمارت میں رکھا گیا ہے اگر وہ پھٹ بھی گیا تب بھی اس کے اثرات یہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"
"معلوم نہیں کتنی طاقت کا بم ہو اور کس قدر تباہی پھیلائے۔" عدنان نے وحشت سے کہا "میرا ہاتھ چھوڑ دیا پھر اس جگہ مت رکو۔ عمارت سے دور نکل چلو۔"
اسی وقت بڈ کی کار آتی دکھائی دی اور میں نے سکون کا سانس لیا۔ بڈ نے بہت پھرتی دکھائی تھی ورنہ سامنے جو افراتفری مچی ہوگی۔ اس میں سے اتنی جلدی کار نکال لانا ممکن نہیں تھا۔ اگر بڈ نہ آتا۔۔۔ تو مجھے عدنان عباسی کو قابو میں رکھنے کے لئے اسی کا ریوالور استعمال کرنا پڑتا جو اس دوران میں اس کی جیب سے نکال چکا تھا۔
بڈ نے کار ہمارے قریب لاکر روکی اور میں نے جھپٹ کر عدنان کے لئے اگلی نشست کا دروازہ کھول دیا "تشریف رکھیے جناب!" میں نے کہا اور وہ ایک بھی لفظ کہے بغیر جلدی سے اندر بیٹھ گیا۔ اسی دوران مرجانہ پچھلی نشست پر بیٹھ چکی تھی۔ میں نے جلدی سے اگلا دروازہ بند کیا اور مرجانہ کے ساتھ پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ بڈ نے فوراً ہی کار چلادی۔
کلب سے کچھ دور بحفاظت نکل آنے کے بعد ان دونوں کی جان میں جان آئی جس کا پہلا ثبوت مرجانہ نے پیش کیا۔
"تم نے ہماری بہت مدد کی حسن!" وہ میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی "میں تمہاری شکرگزار ہوں۔"
"جو کچھ میں نے کیا وہ میرا فرض تھا مرجانہ!" میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور جب اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تو میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور اسے ہولے ہولے سہلانے لگا۔
"اگر تم نہ ہوتے تو معلوم نہیں ہمیں کن زحمتوں سے دوچار ہونا پڑتا۔" مرجانہ نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کئے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کبیر لہا۔

"عدنان صاحب اتنے بڑے آدمی ہیں۔ یہ میرے لئے بڑے فخر کی بات ہے کہ میں ان کے کسی کام آسکا۔"

"تم کیوں اس قدر احساسِ کمتری کا شکار ہو۔" مرجانہ نے خفگی سے کہا "بار بار بڑا آدمی کہہ کر ہمیں شرمندہ مت کرو۔"

"اگر یہ بات آپ کو ناگوار گزرتی ہے تو اب نہیں کہوں گا۔" میں نے آہستگی سے اس کا ہاتھ دبایا۔

کار تیزی سے اڑی چلی جارہی تھی۔ دفعتاً عدنان نے چونک کر کہا "یہ تم ہم لوگوں کو کہاں لے جارہے ہو؟"

"آج کی رات قسمت مجھ پر مہربان ہوہی گئی ہے تو کیا آپ میرے غریب خانے پر ایک پیالی چائے نوش کرنا پسند نہیں کریں گے؟" میں نے آگے کی طرف جھک کر کہا۔ مرجانہ کا ہاتھ بدستور میرے ہاتھوں میں تھا۔

"نہیں" عدنان نے مضطربانہ انداز میں کہا "اس وقت رہنے دو پھر کبھی دیکھی جائے گی۔"

"کیا حرج ہے" مرجانہ بولی "ایک پیالی چائے میں دیر ہی کتنی لگے گی۔"

"بات دیر اور جلدی کی نہیں ہے مرجانہ!" عدنان نے بے بسی سے کہا "تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں؟"

"اگر تم نہیں جانا چاہتے تو مت جاؤ" مرجانہ نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا "میں تو ضرور جاؤں گی۔"

عدنان نے خاموشی اختیار کرلی۔ وہ بڑی آسانی سے میرے قبضے میں آگیا تھا اور بڈ کے علاوہ اس کا ایک بڑا سبب مرجانہ تھی جو مجھ سے متاثر ہوگئی تھی۔ ورنہ عدنان کو زبردستی ہی اغوا کرنا پڑتا۔

بلیک آؤٹ کے سبب سڑکوں پر اندھیرا تھا اور اسی سبب عدنان کے لئے راستوں کا پہچاننا آسان نہیں تھا۔

جلد ہی ہم اپنی قیام گاہ تک پہنچ گئے۔ کار رکتے ہی میں نے مرجانہ کا ہاتھ چھوڑا اور کار سے اتر کر عدنان کے لئے اگلا دروازہ کھولا۔ میں نے محسوس کیا کہ میرے طرزِ عمل سے مرجانہ بہت مطمئن ہے جبکہ عدنان مستقلاً اضطرابی کیفیت کا شکار تھا۔ کلب سے یہاں تک آنے کے دوران بھی وہ راستے ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔

میں ان کو بڑے احترام سے ڈرائنگ روم میں لایا اور عدنان عباسی کو خاص طور ایک نشست والے صوفے پر بٹھایا۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تمہاری شخصیت کسی عام آدمی کی شخصیت نہیں ہوسکتی۔" مرجانہ نے کہا "اتنے شاندار گھر میں رہتے ہو اور خود کو معمولی آدمی کہتے ہو۔"

"یہ میرے دوست کا گھر ہے۔" میں نے ایک ٹھنڈا سانس لے کر بڈ کی طرف اشارہ کیا جس نے چپ سادھ رکھی تھی۔

"تم تو ہمیں یہاں یہ کہہ کر لائے تھے کہ یہ تمہارا گھر ہے۔" عدنان عباسی نے بھڑک کر کہا۔

"یہ میرا بہت عزیز دوست ہے۔" میں نے مرجانہ کے برابر بیٹھتے ہوئے کہا "اس میں اور خود میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔" میں نے بڈ کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تم جلدی سے ہمیں چائے پلا کر رخصت کرو۔" عدنان عباسی نے کہا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا تھا۔

"اس قدر جلدی کرنے کی کیا ضرورت ہے جناب!" میں نے قدرے بے نیازی سے کہا پھر مرجانہ کی طرف متوجہ ہوکر بولا "کیوں مرجانہ!"

"عدنان کی باتوں پر توجہ مت دو۔" مرجانہ مسکرا کر بولی "ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔ تم کہو گے تو ہم ناشتا بھی یہیں کرلیں گے۔"

"ہاں اور کیا" میں نے گردن ہلائی "صبح ہونے میں اب دیر ہی کتنی رہ گئی ہے۔"

"بکواس مت کرو" عدنان آپے سے باہر ہوگیا "تم انتہائی بدتمیز آدمی ہو۔"

"لینگویج پلیز" مرجانہ نے ہاتھ اٹھا کر سرد لہجے میں عدنان سے کہا اور وہ تلملا کر رہ گیا۔

"مجھے تمیز سکھاتی ہو اور خود میری آنکھوں کے سامنے دوسرے کے پہلو میں بیٹھی ہو۔" عدنان نے برہم ہوکر کہا۔

"میں تمہاری بیوی نہیں ہوں عدنان! میرا نام مرجانہ ہے اور مجھ پر کوئی الزام عائد کرنے سے قبل تمہیں بہت کچھ سوچنا پڑے گا۔"

تم میری بیوی ہو بھی نہیں سکتیں۔ وہ تمہاری طرح آبرو باختہ عورت نہیں ہے۔"

"شٹ اَپ" مرجانہ اچھل کر کھڑی ہوگئی "تمہاری یہ مجال کیسے ہوئی کہ تم نے میرے لئے آبرو باختہ جیسے گھٹیا الفاظ استعمال کئے۔"

عدنان بھی غصے میں بھنّایا ہوا اٹھا اور قبل اس کے کہ مرجانہ اس کے ارادے سے آگاہ ہوپاتی' عدنان نے اس کے گال پر ایک بھرپور تھپڑ رسید کردیا۔ تھپڑ کی آواز ڈرائنگ روم کی محدود فضا میں گونج کر رہ گئی تھی اور مرجانہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

تیورا کر مجھ پر گری تھی۔

"خواتین پر ہاتھ اٹھانا ناشائستگی کے زمرے میں آتا ہے جناب عالی!" میں نے مرجانہ کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے بڑے ادب سے کہا۔

"ناشائستگی کے بچے میں تیرے دانت توڑ دوں گا۔"

عدنان دہاڑا اور اس نے مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کی۔ میں تیزی سے اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔

"یہ آپ کیا کررہے ہیں جناب!" میں چیخا "میں تو آپ کو چائے پلانے کے لئے لایا تھا۔ آپ نے معلوم نہیں کیا شروع کردیا۔"

"رک جاؤ عدنان!" دفعتاً مرجانہ کی سرد آواز کمرے میں گونجی اور عدنان جہاں تھا وہیں رک گیا۔ مرجانہ نے اپنے بلاؤز کے گریبان سے پستول نکال کر عدنان کو کور کرلیا تھا۔

میں نے ایک طویل سانس لے کر بڈ کی طرف دیکھا اور شرارت آمیز انداز میں مسکرایا۔ مرجانہ کی طرف ضرورت سے زیادہ التفات سے میں عدنان کو مشتعل کرنا چاہتا تھا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ بات اس حد تک بڑھ جائے گی۔ شاید مرجانہ کے معاملے میں عدنان کے جذبات کچھ زیادہ ہی قابضانہ تھے۔ بات کچھ بھی رہی ہو' میں تو اس صورتِ حال سے محظوظ ہورہا تھا۔

"یہ کیا کررہی ہو۔ کیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔" عدنان نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا "تمہاری اتنی جرأت کہ تم نے مجھ پر پستول نکال لیا۔"

"اگر اپنی جگہ سے ذرا بھی جنبش کرنے کی کوشش کی تو میں تمہیں بے دریغ شوٹ کردوں گی۔" مرجانہ نے سفاکانہ انداز میں کہا "تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ میں تمہیں اس کی سزا ضرور دوں گی۔"

"شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کیا کررہی ہو اور کس کی خاطر کررہی ہو۔"

"میں کسی کی خاطر کچھ نہیں کررہی ہوں۔ تم نے میری توہین کی ہے اور میں تم سے اس کا انتقام ضرور لوں گی۔"

"اگر میں تمہیں بتادوں کہ جس شخص کی خاطر تم نے مجھ پر پستول اٹھایا ہے وہ دراصل کون ہے تو تمہارے ہوش اڑجائیں گے۔"

میں نے معنی خیز انداز میں سرہلایا اور بڈ کو ہوشیار رہنے کا اشارہ کیا۔ میرا اندازہ درست ثابت ہونے کے نزدیک تھا۔ عدنان نے اعترافِ شناسائی تو کرلیا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ وہ مجھے کس حیثیت سے شناخت کرتا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ عنقریب بہت سے سنسنی خیز انکشافات ہونے والے ہیں۔

"میں تمہاری فطرت سے اچھی طرح واقف ہوں عدنان! تم لوگوں کو چالاکی سے مارتے ہو۔ مجھ پر تمہاری کوئی چال کارگر نہیں ہوسکے گی۔"

"جس شخص کا جادو تمہارے سر چڑھ کر بول رہا ہے اس کا نام علی یار خان ہے۔" عدنان نے کہا اور مرجانہ چونک پڑی۔

"تم اس کی تردید کرو حسن!" مرجانہ نے جارحانہ انداز میں کہا "میں اسے جانتی ہوں۔ یہ اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے بڑے سے بڑا جھوٹ بول سکتا ہے۔"

"بے شک یہ شخص بہت مکار اور جھوٹا ہے لیکن بدقسمتی سے اس وقت اس نے سچ بولا ہے۔" میں نے دبنگ آواز میں کہا "میں واقعی علی یار خان ہی ہوں۔"

میرا اعتراف سن کر مرجانہ کا چہرہ دھواں ہوگیا۔ اس کی حالت کا یہ تغیّر ناقابلِ فہم تھا۔ اس نے فوراً ہی پستول کا رخ میری طرف کردیا۔

"میں تم لوگوں کا دشمن تو نہیں ہوں۔" میں نے متحیّرانہ لہجے میں کہا "میں تو یہودیوں کے خلاف جنگ کررہا ہوں۔ تم سے میری کیا دشمنی ہے۔"

مرجانہ نے عدنان کی طرف دیکھا۔ انداز ایسا تھا جیسے مدد کی طلب گار ہو۔ عدنان عباسی نے بھی اسے مایوس نہیں کیا۔

"حسن کمال کو کس خانے میں فٹ کرو گے؟" عدنان نے طنز کیا "کوئی دوستوں سے بھی جھوٹ بولتا ہے۔"

"تم مجھے پہچاننے سے کیوں گریزاں تھے عدنان؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

عدنان مجھے گھورنے لگا "تم اس وقت میرے قیدی ہو علی! تم نے کسی سازش کے تحت فرضی نام سے ملاقات کرکے ہم دونوں کے تعلقات خراب کرانے کی کوشش کی مگر تم ناکام ہوگئے۔"

"میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم مجھے کیوں کر پہچانتے۔ جب کہ اس سے قبل کبھی ہماری ملاقات نہیں ہوئی؟" میں نے سخت لہجے میں سوال کیا۔

"مجھے معلوم ہے کہ غیر متوقع طور پر حاصل ہونے والی بہت سی کامیابیوں نے تمہارا دماغ حد سے زیادہ خراب کردیا ہے مگر اب تم بچ نہیں سکو گے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے بڑے کی طرف دیکھا اور وہ میرا مطلب سمجھ کر مرجانہ کے پستول والے ہاتھ پر جھپٹ پڑا۔ ان دونوں ہی نے اسے نظرانداز کر رکھا تھا۔ مرجانہ کے پستول سے فائر ضرور ہوا مگر گولی دیوار میں کہیں پیوست ہوگئی تھی۔ عدنان نے پانسہ پلٹتے دیکھا تو بوکھلا کر جیب میں ہاتھ ڈالا مگر اس کا ریوالور تو میری جیب میں تھا۔

"کہیں تم اسے تو تلاش نہیں کر رہے ہو؟" میں نے اپنی جیب سے اس کا ریوالور نکال کر اسے دکھاتے ہوئے مضحکانہ انداز میں کہا۔

عدنان کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نظر آئے۔ کچھ ہی دیر قبل وہ میرے سامنے بعض اعترافات کر چکا تھا جو اب اس کی جان کو آنے والے تھے۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ ایک سنگین صورت حال سے دوچار ہو چکا ہے۔ بڑے نے مرجانہ سے پستول چھین کر اسے صوفے پر دھکیل دیا تھا اور وہ صوفے پر پڑی یوں پلکیں جھپکا رہی تھی جیسے اس کی بصارت زائل ہو گئی ہو۔

"دیکھ لیا اپنی حماقت کا انجام" عدنان نے مرجانہ کی طرف پلٹ کر برہمی سے کہا۔

"سکون سے بیٹھ جاؤ عدنان! تمہیں بہت طویل حساب کتاب سے دوچار ہونا ہے۔ تمہارا نامہ اعمال بہت سیاہ ہے۔"

"تم خسارے کا سودا کر رہے ہو علی! اگر مجھے کوئی نقصان پہنچا تو تم عراق سے صحیح وسالم نہیں نکل سکو گے۔"

"یہ میرا مسئلہ ہے" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "تمہیں اس میں سر کھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم تو بس وہ کرو جو تم سے کہا جائے۔"

عدنان عباسی کو اندازہ ہو گیا کہ حکم عدولی کا کیا انجام ہوگا ورنہ وہ ہرگز میری ہدایت پر عمل نہ کرتا۔

"اب اگر اجازت ہو تو میں مرجانہ کے پاس بیٹھ جاؤں" میں نے بڑی معصومیت سے کہا "بات دراصل یہ ہے کہ مرجانہ مجھے پسند آگئی ہے۔"

"ضرور ضرور" عدنان نے بڑے خلوص سے کہا "بلکہ اگر تم چاہو تو میں اس پر اپنے دعوے سے دست بردار بھی ہو سکتا ہوں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے مرجانہ؟" میں نے کہا "کیا تم میرے ساتھ خوش رہ سکو گی؟"

مرجانہ نے اپنی آنکھیں پٹ پٹائیں۔ اتنی بات تو اس کی سمجھ میں آرہی تھی کہ میں ان کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کروں گا۔

"ہم تمہاری قید میں ضرور ہیں لیکن کیا ضروری ہے کہ تم ہمارے جذبات سے کھیلو" مرجانہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم نے سمجھداری کی بات کی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ تمہارے اپنے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔ جب بھی کسی شخص کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے، وہ بہت سمجھدار ہو جاتا ہے۔ کوئی ایسا نہیں ملتا جو دوسروں کے جذبات کا بھی پاس کرے۔ معلوم نہیں دوسروں کے جذبات سے کھیلتے وقت آدمی کے احساسات کہاں جا کر سو جاتے ہیں۔"

"کم از کم میں نے تو تمہارے جذبات کو کوئی ٹھیس نہیں پہنچائی" مرجانہ نے کہا۔

"میں غیر عرب ہو کر عربوں کے مفاد کے لئے لڑ رہا ہوں۔ صرف اس لئے کہ وہ مسلمان ہیں اور تم نے ایک عرب ہوتے ہوئے بھی میری حقیقت جاننے کے بعد مجھ پر پستول تان لیا تھا۔ کیا یہ کوئی بہت خوش گوار بات تھی۔ کیا تمہارے اس رویئے سے میرے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچنی چاہیے تھی۔"

مرجانہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔ عدنان عباسی کے مقابلے میں وہ بہت زیادہ خوف زدہ ہو گئی تھی۔

"تم لوگوں کے غیر معمولی رویے کا سبب جانے بغیر میں سکون کا سانس نہیں لے سکتا۔ یہ تم پر منحصر ہے کہ مجھے ازخود معلومات فراہم کرتے ہو یا۔۔۔" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"کم از کم میں نے تو آج تک نہیں سنا کہ کسی مجرم نے بغیر تشدد کے زبان کھولی ہو" بڑے نے دخل اندازی کی۔

"یہ بات میں بھی جانتا ہوں لیکن ایک موقع دے دینے میں کیا حرج ہے" میں نے کہا۔

"ہاں، حرج تو کوئی نہیں ہے" بڑے نے کہا "بس اس چکر میں تھوڑا سا وقت برباد ہو جائے گا۔"

"تم مجھے کس طرح جانتے ہو عدنان؟" میں نے اچانک عدنان عباسی سے کہا "کیا تم اپنی معلومات کا ذریعہ ظاہر کرنا پسند کرو گے؟"

عدنان نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا "میں نے تمہاری تصویر دیکھی تھی۔ اس لئے تمہیں دیکھتے ہی پہچان گیا تھا۔"

"میری تصویر تم تک کیسے پہنچی؟"

"مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ تم نارمن شیلوف کے میک اپ میں اسرائیل جانے والے تھے" عدنان نے کہا

اور میں بری طرح چونک پڑا۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو... یہ معلومات آرمی انٹیلی جنس کے ذریعے تم تک پہنچی ہیں" میں نے کہا۔

"خود کرنل نعمان نے مجھے یہ ساری باتیں بتائی ہیں" عدنان نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"کیا یہ حکم بھی تمہیں اسی نے دیا تھا کہ مجھے مار دیا جائے" میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں، اس سے ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی تھی" عدنان نے نفی میں سر ہلایا۔

"تمہیں جھوٹ بولنے تک کی تمیز نہیں ہے عدنان! میں نے کہا تھا نا کہ تمہارا نامہ اعمال بہت زیادہ سیاہ ہے اور میں تم سے بہت طویل حساب لوں گا۔"

"تم مستقل مجھ پر الزامات عائد کئے جا رہے ہو" عدنان بپھر گیا "جانتے ہو عراق میں میں کس پوزیشن کا مالک ہوں؟"

"میں لوگوں کی ظاہری پوزیشن [illegible] نہیں مانتا۔ میری نظر تو ان کے باطن پر ہوتی ہے۔ [illegible] ظاہری پوزیشن خواہ کتنی مضبوط کیوں نہ ہو [illegible] قابل نفرت آدمی ہو۔"

"اس سے [illegible] بے عزتی میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا" عدنان نے صوفے سے اٹھنے کی کوشش کی۔

"ابھی تو ابتدا بھی نہیں کی ہے پیارے، بیٹھے رہو کہ بیٹھے رہنے میں ہی تمہاری عافیت ہے۔ اٹھنے کی کوشش کرو گے تو میں تمہارے گھٹنے پر فائر کروں گا۔"

عدنان بیٹھ گیا۔ نہ بیٹھتا تو اپنی کم از کم ایک ٹانگ تو ضرور تڑوا بیٹھتا۔

"تم بہت زیادہ جذباتی ہو اور یہ تمہاری بہت بڑی خامی ہے، آدمی کو حقیقت پسند ہونا چاہیے۔"

"مجھے اپنی خامی کا اعتراف ہے عدنان! اگر میں نے حقائق سے کبھی منہ نہیں موڑا۔"

"تم کن چکروں میں الجھ رہے ہو۔ سب کچھ بھول جانے کا وعدہ کرو تو میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔ تمہاری نسلیں عیش سے زندگی بسر کریں گی۔"

"اگر واقعی اتنی بڑی رقم مل جائے تو مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں کسی بھی قسم کے چکر میں الجھوں، مگر میں سودے بازی میں ذرا کمزور ہوں۔"

"تمہیں سودے بازی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہیں ایک ملین ڈالر دے سکتا ہوں۔ ایک ملین ڈالر کی خطیر رقم جو ایک امریکی کا خواب ہوتی ہے۔"

"تم نے اپنی آزادی کے لئے ایک ملین ڈالر کی بولی لگائی ہے جبکہ میں تمہیں محض اس بات کے لئے دو ملین ڈالر دے سکتا ہوں کہ تم مجھے میرے بارے میں اپنی معلومات کے ذرائع سے آگاہ کر دو" میں نے حقارت آمیز لہجے میں کہا "جانتے ہو، دو ملین کی رقم کیا ہوتی ہے۔۔۔ یہ دو امریکیوں کا خواب ہوتی ہے۔"

عدنان کا چہرہ تاریک ہو گیا مگر اس نے فوراً ہی سنبھالا لے کر کہا "میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ کرنل نعمان۔"

"میں مان لیتا ہوں کہ میرے بارے میں کرنل نعمان ہی تمہاری تمام معلومات کا ذریعہ بنا ہے مگر یہ معمّا کس طرح سلجھے گا کہ تمہیں میری ذات سے کیا دشمنی ہے؟"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے" عدنان نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے تم سے ہرگز کوئی دشمنی نہیں ہے۔"

"تمہارے اور مرجانہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس سے تو یہی ظاہر ہو رہا تھا، پھر مرجانہ نے جس طرح میرا نام سنتے ہی مجھے پستول کی زد میں لیا تھا۔"

"مرجانہ کی کسی حرکت کی ذمے داری مجھ پر کس طرح عائد ہو سکتی ہے" عدنان نے کہا۔ اس کی بات سن کر مرجانہ نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا تھا مگر میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"بات تو معقول ہے" میں نے بڑے کی طرف دیکھا "اب کیا کہتے ہو؟"

"تمہارے اندر یہ بہت بڑی خرابی ہے چیف!" بڑے نے برا سا منہ بنایا "خواہ مخواہ کی باتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہو۔ اس کی معلومات کا ذریعہ معلوم کر کے تمہیں کیا حاصل ہو جائے گا۔ جو تھوڑی بہت رقم یہ تمہیں دے رہا ہے، لے کر اسے چھوڑ دو۔ مانا کہ ایک ملین ڈالر کی رقم بہت کم ہوتی ہے مگر نہ ہونے سے تو بہتر ہے۔ کچھ دن عیش سے گزریں گے، پھر دوسرا شکار دیکھیں گے۔"

"تمہارا ساتھی بہت عقل مند ہے" عدنان نے خوش ہو کر کہا "کیسی دانش مندی کی باتیں کر رہا ہے۔"

"میں اس سے بھی زیادہ عقل مند ہوں۔ کھوٹے سکوں کا سودا کبھی نہیں کرتا۔"

"کیا مطلب؟" عدنان نے چونک کر کہا۔

"اگر تم اصل عدنان عباسی ہوتے تو میں ضرور تم سے سودے بازی کرتا مگر تم کوئی فراڈیے ہو۔ عدنان عباسی تو ہرگز نہیں ہو سکتے۔"

"یہ کیا بکواس ہے" عدنان نے بھڑک کر کہا "اگر میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

عدنان عباسی نہیں ہوں تو پھر عدنان عباسی کون ہے؟"

"وہ جو آج شام تک قید میں تھا" میں نے کہا "پٹائی کے نتیجے میں اس کا چہرہ تقریباً ناقابلِ شناخت ہو کر رہ گیا تھا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" عدنان نے حیرت سے کہا۔

"میں نے ہی اس کی پٹائی کی تھی۔ وہ میری قید میں تھا مگر اس کے آدمی اسے چھڑا کر لے گئے۔"

"وہ تو علی حماد تھا اور اس کے چہرے کے نقوش بھی کچھ اور تھے" عدنان عباسی نے بوکھلا کر کہا۔

"اتفاق سے وہ یہی خاک سار تھا۔ اور اب تم ہی بتاؤ کہ میں کیسے تمہیں اصل عدنان عباسی مان لوں؟"

عدنان عباسی کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ چند منٹ تک وہ بے یقینی سے مجھے دیکھتا رہا پھر اچانک اس نے خود کو سنبھال لیا۔

"سنو' وہ میرا ڈپلی کیٹ ہے۔ میں اسے منظرِ عام پر رکھتا ہوں اور خود پس پردہ رہ کر کام کرتا ہوں تاکہ میرے خلاف اگر کوئی سازش ہو تو میں محفوظ رہوں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو عدنان! غالباً تم نے اندازہ لگا لیا ہے کہ میں اصل عدنان کو جان سے نہیں ماروں گا جبکہ نقلی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"یقین کرو' میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں" عدنان گڑگڑایا۔ اسے اپنی موت جو نظر آنے لگی تھی۔

"میں خواہ مخواہ تو یقین نہیں کر سکتا۔ کیا تم اپنے اصلی ہونے کا کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں" عدنان نے جلدی سے کہا "میرے ڈپلی کیٹ کا نام تمکین ہے اور اس کے سپرد بہت محدود ذمے داریاں ہیں۔ وہ زیادہ بڑی رقومات کا لین دین بھی نہیں کر سکتا۔"

"تم اس وقت اتنی دیدہ دلیری کے ساتھ منظرِ عام پر کیوں آئے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اپنی حفاظت کا معقول بندوبست کر رکھا تھا۔ اگر عین وقت پر وہ بم درمیان میں نہ آجاتا تو تم مجھے اغوا نہیں کر سکتے تھے۔"

بم کے تذکرے پر میں نے بڈ کی طرف دیکھا "کیا واقعی کلب کی عمارت میں بم رکھے جانے کی اطلاع ملی تھی؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہرگز نہیں چیف!" بڈ نے نفی میں سر ہلایا "میں نے تو ریوالور کے زور پر وہ اعلان کیا تھا۔ خود کلب کے ملازمین یہی سمجھے تھے کہ واقعی ایسی کوئی اطلاع ملی ہے۔"

"میرے علم میں لائے بغیر تمہیں ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اگر میں بھی دوسروں کی طرح بوکھلاہٹ کا شکار ہو جاتا تو کیا ہوتا؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اتنا وقت کہاں تھا چیف! تم تو پہلے ہی مجھے ڈائریکٹ ایکشن کا اشارہ کر چکے تھے۔ جب میں نے دیکھا کہ تم عدنان کی میز پر کچھ دیر بیٹھنے کا ارادہ رکھتے ہو تو میں نے فوری طور پر منصوبہ بنایا اور اس پر عمل بھی کر گزرا لیکن میں نے خیال رکھا تھا کہ تم لاعلم نہ رہنے پاؤ۔ اسی لئے میں نے اپنی اصل آواز میں اعلان کیا تھا۔"

"دیکھا تم نے" میں نے فخریہ لہجے میں عدنان سے کہا۔ "میرے ساتھی کتنے ذہین ہیں' وہ میرے محتاج نہیں رہتے۔ جہاں ضرورت پڑتی ہے بڑے بڑے فیصلے بھی کر لیتے ہیں۔"

"میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں" عدنان نے مضمحل انداز میں کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھ پر ہاتھ ڈالنے کے لئے تم لوگ یہ طریقہ بھی اختیار کر سکتے ہو۔"

"میں تمہارے اس طرح منظرِ عام پر آنے کی وجہ سے بھی واقف ہوں عدنان! تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ علی حماد تم سے سونیا کا بدلہ لینے کی کوشش ضرور کرے گا۔ تم نے اپنے آدمی ہر طرف پھیلا رکھے تھے تاکہ علی حماد کو پکڑ سکیں اس سے تمہاری اَنا کو سخت ٹھیس پہنچی تھی۔ تم یہ کس طرح گوارا کر سکتے تھے کہ تم اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے اور تمہیں اس کے ہاتھوں کئی بار زک بھی اٹھانا پڑی۔"

"تم بہت باصلاحیت آدمی ہو۔ میں ایک بار پھر تمہیں اپنے ساتھ کام کرنے کی پیش کش کرتا ہوں۔ تم بادشاہوں کی سی زندگی بسر کرو گے۔"

"فقیروں کو بادشاہی راس نہیں آیا کرتی... اور بادشاہوں کو وعدہ خلافی زیب نہیں دیتی۔ تم نے سونیا کو رہا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ تمہارے ساتھ کام کروں گا تو مجھے بھی یہی کچھ کرنا پڑے گا۔"

"وہ میری مجبوری تھی" عدنان نے کہا "لیکن جب تم میرے ساتھ کام کرو گے تو تمہیں ہر قسم کا تحفظ حاصل ہو جائے گا۔"

"تم" میں نے اس کی طرف انگلی اٹھائی "تم مجھے تحفظ فراہم کرو گے" میں نے حقارت سے کہا "تمہیں گفتگو کرنے تک کی تمیز نہیں ہے۔ میرے قیدی ہونے کے باوجود تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو۔ تمہاری زندگی اس وقت میری انگلی کے ایک ہلکے سے اشارے کی محتاج ہے اس کے باوجود تم مجھ سے حاکمانہ شان سے بات کر رہے ہو۔ یوں جیسے میں تمہارا پشتی غلام ہوں۔ تم آخر کتنے متکبر شخص ہو عدنان! تمہیں یہ احساس بھی نہیں ہے کہ تم اپنے ماتحتوں کی نظروں سے اوجھل ہو چکے ہو۔ وہ سر پٹختے رہ جائیں گے مگر تمہاری گرد کو بھی نہیں پا سکیں گے۔ تم ہر طرح میرے رحم و کرم پر ہو مگر تمہارے لہجے کی اکڑفوں کا وہی عالم ہے۔ تم آخر ہو کیا چیز؟ میں تمہیں کسی حقیر چیونٹی کی طرح مسل سکتا ہوں مگر میں تمہیں زندہ رکھوں گا لیکن تمہاری زندگی ایسی ہوگی کہ تم موت کی دعائیں مانگا کرو گے۔ میں تمہیں اپاہج کر دوں گا۔ بتاؤ' تم مجھے کس طرح پہچانتے تھے۔"

میرے لہجے کی سفاکی نے اسے لرزا کر رکھ دیا "یقین کرو" وہ گھگھیایا "میں نے تمہیں جو کچھ بتایا وہ درست ہے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو عدنان" میں نے دانت پیس کر کہا اور ریوالور کی نال ذرا سا جھکا کر فائر کر دیا۔ گولی اس کے جوتے کی ٹو پھاڑتی ہوئی گزر گئی۔ اس کے جسم کو کوئی گزند نہیں پہنچا تھا مگر اس کے باوجود اس کے منہ سے جو کربناک چیخ نکلی تھی اسے سن کر یہی محسوس ہوا تھا کہ جیسے اس کا پیر زخمی ہو گیا ہو۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کمرے میں اس کے علاوہ مرجانہ کی سریلی چیخ بھی گونجی تھی۔

"بیٹھ جاؤ عدنان! ورنہ اگلی گولی تمہاری کھوپڑی میں اترے گی" میں نے غرا کر کہا اور عدنان ایک جھٹکے سے دوبارہ بیٹھ گیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میرا نشانہ خطا ہو گیا۔ ضروری نہیں کہ اگلی بار بھی نشانہ خطا ہو۔"

"مم... میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں" عدنان گڑگڑایا "میرے ساتھ یہ سلوک مت کرو۔ میرا دل بہت کمزور ہے۔"

"تم... اور کسی کی بات مانو گے۔ کس قدر مضحکہ خیز تصور ہے۔ تم تو حکمرانی کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہو۔ میں تمہارے ساتھ کام کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے تحفظ فراہم کرو گے؟"

عدنان عباسی کے چہرے پر پسینہ پھوٹ نکلا تھا اور اس کے ہونٹ پھڑکنے لگے تھے۔

"اب تم مجھ سے زندگی کی بھیک مانگو عدنان ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں ہلاک ہی کر بیٹھوں۔"

"میری وجہ سے تمہیں جو بھی تکلیف پہنچی ہے' میں اس کا ازالہ کرنے کو تیار ہوں" اس نے جیب سے رومال نکالا اور چہرے پر بہتا ہوا پسینہ پونچھنے لگا۔

"تم نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرایا۔ میں خوش قسمتی سے بچ گیا جب کہ سونیا بے قصور ماری گئی۔ میں نے اس کا انتقام لینے کا عہد کیا ہے عدنان اور یہ اس کی پہلی قسط ہے" میں نے دوبارہ فائر کیا۔ اس بار گولی نے جوتے کے ساتھ ساتھ اس کے پیر کو بھی پھاڑ دیا تھا۔ عدنان کی چیخ بڑی کربناک تھی۔ وہ ڈرائنگ روم میں فرش پر بچھے قالین پر ماہیِ بے آب کی طرح لوٹ رہا تھا۔ مرجانہ چیخ مار کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"اس کی ڈریسنگ کراؤ" میں نے بڈ سے کہا "اور ان دونوں کی ہر چیز اپنے قبضے میں لے لو۔ ان کے لباس بھی تبدیل ہونے ضروری ہیں۔"

بڈ نے سر کو اثباتی جنبش دی "ہمارے پاس سارے انتظامات ہیں۔ ابھی اس کی ڈریسنگ ہو جائے گی۔"

"ڈریسنگ سے میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ اس کا خون بہنا بند ہو جائے" میں نے خشک لہجے میں کہا "ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑنے کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور مرجانہ کو لباس تبدیل کرنے کے بعد میرے پاس بیڈ روم میں لے آؤ" میں تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔

بیڈ روم میں آنے کے بعد میں بیٹھا نہیں۔ مجھے رہ رہ کر سونیا کا خیال آ رہا تھا۔ بار بار اس کا چہرہ تصور میں ابھرتا تھا۔ وہ اندر سے کتنی پاکیزہ تھی مگر جب اس نے میرا کہنا مانتے ہوئے اپنی راہ بدلنے کا فیصلہ کیا تو موت نے اسے مہلت نہیں دی۔ اس نے خود کو مجھ پر نچھاور کر دیا۔ اس کا خون مجھ پر قرض تھا اور اب اس کے ماں باپ میری ذمے داری تھے۔ میرا بس چلتا تو سونیا کا انتقام لینے کے لئے عدنان عباسی کو بار بار موت کے گھاٹ اتارتا مگر میں اسے صرف ایک بار ہلاک کر سکتا تھا اور اس سے میرے جذبۂ انتقام کی تشفی نہیں ہو سکتی تھی۔

میرا سینہ انتقام کی جس آگ میں جل رہا تھا وہ بجھ نہیں سکتی تھی۔ میں بے بس تھا۔ موت کا تو خیر ایک وقت معین ہوتا ہے' کوئی کسی کو مرنے سے نہیں روک سکتا لیکن میں تو سونیا کا انتقام بھی نہیں لے پا رہا تھا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا احساسِ بے بسی ہو سکتا تھا۔

کوئی پندرہ منٹ بعد بڈ مرجانہ کو لئے ہوئے بیڈ روم میں داخل ہوا۔ اب وہ تبدیل شدہ لباس میں تھی اور چہرے سے برسوں کی بیمار نظر آ رہی تھی۔

"تمہاری ہدایت کے بموجب ان دونوں کی ہر چیز قبضے میں لے لی گئی ہے" بڈ نے کہا "اور عدنان کی ڈریسنگ کرنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے بعد اسے ایک کمرے میں بند کردیا گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے' بیٹھو" میں نے ان دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"جو کچھ تم نے ابھی دیکھا ہے وہ صرف ابتدا ہے" میں نے مرجانہ سے کہا "آئندہ میں جو سلوک کرنے والا ہوں تم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتیں۔"

مرجانہ خالی خالی نظروں سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس کے ہونٹ خشک ہو رہے تھے۔

"مجھے اندازہ ہے کہ کسی غیر معمولی بات نے تم لوگوں کو میرا دشمن بنادیا ہے لیکن یہ ممکن ہے کہ اگر تم سب کچھ سچ سچ بتادو تو میں تمہارے ساتھ نرم رویّہ اختیار کرلوں۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ تم جھوٹ بول کر میرے ہاتھوں سے بچ نکلو۔"

"تم نے عدنان کے بیان کی تصدیق کئے بغیر اسے زخمی کردیا" مرجانہ نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا "ممکن ہے اسے کرنل نعمان سے ہی تمہارے بارے میں معلوم ہوا ہو۔"

"وہ جھوٹ بول رہا تھا اور اب تم بھی وہی حرکت کررہی ہو۔ میں نے کہا ہے کہ سچ بولنے پر تو میں کوئی رعایت دے بھی سکتا ہوں مگر جھوٹ بولنے کا نتیجہ بہت سنگین نکلے گا۔"

"مجھے کیا معلوم تمہارا اور اس کا کیا جھگڑا ہے' میں تو خواہ مخواہ ماری گئی۔"

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میرا اور اس کا کوئی جھگڑا ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "جھگڑا تو میرا اصل نام معلوم ہونے کے بعد شروع ہوا ہے۔"

مرجانہ نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے مگر اس کے ہونٹ لرز کر رہ گئے۔

"مجھے معلوم ہے کہ بات بہت سنگین ہے لیکن میں اسے تمہاری زبانی سننا پسند کروں گا" میں نے کہا۔

"نہیں" مرجانہ نے ہذیانی انداز میں کہا "مجھے اس پر مجبور مت کرو' مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میں کچھ نہیں جانتی"

اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپالیا۔

"میں تم دونوں کے تعلقات کی نوعیت سے بھی باخبر ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ جو الزام عدنان پر آئے گا تم اس سے بچ نہیں سکوگی۔"

"ایسا نہیں ہے" مرجانہ نے کہا "میں اس کے ہر کام میں شریک ضرور ہوں مگر ضروری نہیں ہے کہ ہر کام میں میری منشا بھی شامل ہوتی ہو۔"

"میں بے وقوف نہیں ہوں مرجانہ! تم لوگوں کے ردِعمل اور طرزِ عمل سے میں بہت سے نتائج اخذ کرچکا ہوں۔ بس یہ عقدہ نہیں کھلنے پاتا کہ عدنان مجھے پہچان کس طرح گیا تھا۔"

"کرنل نعمان۔۔" مرجانہ نے کہنا چاہا مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ ایک ذمّے دار آفیسر ہے۔ اس سے ایسی کوئی توقع نہیں کی جاسکتی۔"

"عدنان بھی کوئی غیر ذمّے دار آدمی نہیں ہے۔ بعث پارٹی کی ایک اہم شخصیت ہے اور حکومت کے تمام عہدے دار اس کی عزت کرتے ہیں۔"

"مگر وہ سب اس کی اصلیت سے واقف ہوں گے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ اس کا ماضی کیا تھا۔ میں کبھی اس بات پر یقین نہیں کرسکتا کہ اس کا ذریعۂ معلومات کرنل نعمان رہا ہوگا۔"

"تم اس کے بیان کی تصدیق کیوں نہیں کرلیتے؟" مرجانہ نے کہا۔

"اس لئے کہ اب میں کرنل نعمان سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتا۔ کرنل نعمان کے ذریعے اسے عراق میں میری موجودگی کی خبر بھی مل سکتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ میں نارمن شیلوف نامی ایجنٹ کے میک اَپ میں اسرائیل جارہا ہوں مگر یہ بات ناقابلِ یقین ہے کہ کرنل نعمان نے اسے میری تصویر بھی دکھائی ہوگی۔۔ اور تم تو پہلے سے بہت کچھ جانتی ہو ورنہ مجھے پستول کی زد میں کیوں لیتیں۔"

مرجانہ نے ایک طویل سانس لی "میں اس معاملے میں عدنان سے کبھی متفق نہیں رہی" اس نے آہستہ آواز میں کہنا شروع کیا "مگر میں مجبور ہوں۔ اس سے ٹکرا نہیں سکتی۔ میں نے کئی بار اس کی مخالفت بھی کی لیکن اس کے لئے پیسہ سب سے اہم چیز ہے اور وہ ایسا کوئی ذریعہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا جس سے اسے آمدنی ہورہی ہو۔"

میں نے معنی خیز نظروں سے بڈ کی طرف دیکھا جو مرجانہ کی گفتگو پر حیرت سے منہ پھاڑے بیٹھا تھا۔ شاید اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا تھا۔

"تم حکومت کے اعلیٰ عہدے داروں کو حقیقت سے آگاہ کرسکتی تھیں؟" میں نے کہا۔

"اس کے لئے مجھے بہت کچھ ثابت کرنا پڑتا اور میں کچھ بھی ثابت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ پھر میں کیوں خواہ مخواہ اس سے دشمنی مول لیتی۔"

"بات تو معقول ہے لیکن اگر تم دل سے اس کے خلاف ہوتیں تو اس کے مقابلے میں میرا ساتھ دیتیں۔"

"ممکن ہے تمہارے لئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہو مگر میرے لئے نہیں ہے۔ ہر شخص اپنے تحفظ کی فکر کرتا ہے۔ اگر مجھے غور و فکر کرنے کا موقع ملا ہوتا تو شاید میرا ردِّعمل مختلف ہوتا۔"

"اب کیا کہتی ہو؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ "اب تو تم اضطرابی کیفیت کا شکار نہیں ہو؟"

"میرے اعصاب ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم میں کیا کررہی ہوں اور کیوں کررہی ہوں۔ دماغ پر ایک دُھند سی چھائی ہوئی ہے۔ ایسے میں مَیں کیا فیصلہ کرسکتی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے مگر میں بھی مجبور ہوں۔ فی الحال تمہارے ساتھ اتنی ہی رعایت کرسکتا ہوں کہ تم سے مزید گفتگو صبح تک کے لئے ملتوی کردوں۔ اس دوران تم آرام کرکے تازہ دم ہوجاؤگی۔"

اس نے نفی میں سر ہلایا "میں نہیں سمجھتی کہ ان حالات میں مجھے نیند آسکے گی۔"

"پروا مت کرو' بڈ تمہیں ٹرانکولائزر دے دیگا۔ سکون سے نیند پوری کرو' مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ ہم پھر کسی وقت اطمینان سے گفتگو کریں گے۔۔ بڈ انہیں چھوڑ کر واپس آؤ۔"

بڈ' مرجانہ کو چھوڑ کر واپس آگیا "اسے کسی علیحدہ کمرے میں تو نہیں رکھنا تھا" بڈ نے پوچھا۔

"نہیں' اس کا عدنان کے ساتھ ہی رہنا بہتر ہے۔ تہذیب کب آئے گی؟"

"میڈم کو صبح دس بجے تک یہاں پہنچ جانا چاہیے۔ ممکن ہے کسی وجہ سے لیٹ ہوں تو گیارہ بج جائیں۔"

"تہذیب کو ریسیو کرنے ائرپورٹ کون جائے گا؟" میں نے پوچھا اور بڈ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"وہ بغداد سے بائی روڈ آئیں گی۔ بصرہ میں تو جہازوں کی آمد و رفت بند ہے۔"

"اوہ! مجھے خیال نہیں رہا تھا۔ یہاں تو جنگ ہورہی ہے۔ کیا وہ بغداد سے تنہا آئے گی۔"

"مجھے نہیں معلوم چیف!" بڈ نے کہا "ممکن ہے ان کے ساتھ کوئی اور بھی ہو۔۔ ایک بات کہوں چیف! تم برا تو نہیں مانوگے؟"

"کیا بات ہے؟" میں نے چونک کر کہا۔ بڈ کا انداز بہت عجیب تھا۔ جیسے اسے کسی بات کا خوف ہو۔

"تم اب سوجاؤ چیف! رات بہت ہوگئی ہے" میں نے محسوس کیا کہ یہ بات کہتے وقت بھی اس کے انداز میں خوف تھا۔

"میں سوجاؤں گا بڈ" میں نے نرم لہجے میں کہا "مگر تم نے یہ بات اس قدر ڈرتے ڈرتے کیوں کہی ہے؟"

بڈ نے یوں ایک طویل سانس لی جیسے اس کے سر سے کوئی بوجھ ہٹ گیا ہو "تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ شام سے تمہاری حالت کیا ہورہی ہے۔ تم پر ایک وحشت طاری ہے۔ ایسے میں خوف محسوس نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا۔"

"ایسا تو نہیں ہے۔ عدنان اور مرجانہ کے ساتھ میں کافی دیر تک ہنسی مذاق کرتا رہا تھا۔"

"خدا کی پناہ!" بڈ نے کانوں کو ہاتھ لگالئے "وہ تمہاری اپنی دانست میں ہنسی مذاق رہا ہوگا۔ مجھے تو تم اس وقت کچھ زیادہ ہی خوں خوار لگ رہے تھے۔"

"اچھا" میں نے ہنس کر کہا "اگر ایسا تھا بھی تو تمہیں خوف محسوس کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"تم بہت بدل گئے ہو چیف! بہت زیادہ۔ پہلے تو تم بہت رحم دل ہوا کرتے تھے۔ ہر ایک کی مخالفت کے باوجود تم نے ہمیشہ اولیو ہاورڈ کو ڈھیل دی۔ اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ڈھیل دینا جانتے ہی نہیں۔"

"عدنان عباسی کو سونیا کے خون کے ایک ایک قطرے کا حساب دینا ہوگا بڈ! تم نہیں جانتے کہ اس کی موت سے مجھ پر کیا گزری ہے۔ میں عدنان کو اپاہج کئے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔"

"بہتر ہوگا کہ اب تم سو ہی جاؤ چیف!" بڈ نے اٹھتے ہوئے کہا "میں بھی ذرا اپنی نیند پوری کرلوں۔"

بڈ کے جانے کے بعد میں لائٹ آف کرکے سونے کے لئے لیٹ گیا۔ تہذیب سے ملاقات کے لمحات قریب آنے والے تھے۔ برسوں کے بعد اسے دیکھنے کا تصور جسم و جاں میں سنسنی سی پیدا کررہا تھا۔ کہیں میک اَپ میں نہ ہو' اگر ایسا ہوا تو کیا ہوگا۔ کیا میری آنکھوں کی پیاس بجھ جائے گی؟ نہیں' اس کا چہرہ اگرچہ میرے ذہن پر نقش تھا مگر میں اس نقش کو تازہ کرنا چاہتا تھا۔

تہذیب کے خیال کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی تو ذہن موجودہ صورتِ حال کی طرف منتقل ہوگیا۔ مرجانہ نے ڈھکے چھپے لفظوں میں جو اعتراف کیا تھا وہ دہلا دینے والا تھا۔ علی یار خان سے دشمنی اور خصوصاً عدم واقفیت کے باوجود

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دشمنی کا واحد مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ عدنان کے روابط یہودیوں سے ہیں۔ یہ بہت سنگین بات تھی۔ مرجانہ نے کہا تھا کہ عدنان کے نزدیک پیسہ سب سے اہم شے ہے گویا وہ محض پیسوں کی خاطر یہودیوں کا آلۂ کار بن کر میری جان کے درپے ہو گیا تھا۔

پوری یہودی قوم فلسطینیوں کی جانی دشمن تھی۔ فلسطینیوں کے دوست بھی ان کے اتنے ہی دشمن تھے۔ میں چونکہ فلسطینیوں کی جدوجہد کا سب سے بڑا حمایتی تھا اس لئے وہ مجھے بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے اور اس مقصد کے حصول کے لئے کسی حد تک بھی جا سکتے تھے۔ مجھے اس معاملے کی حد تک یہودیوں سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ میں ان کا دشمن تھا تو انہیں میری جان کے درپے ہونا ہی چاہیے تھا۔ شکایت اگر تھی تو اپنوں سے تھی جو یکجا نہیں ہوتے تھے۔ انہیں آپس کے جھگڑوں سے فرصت نہیں ملتی تھی اور پھر انہی کی صفوں میں کچھ ضمیر فروش بھی تھے جو مسلمانوں کی آبرو کا سودا کرتے ذرا بھی نہیں ہچکچاتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک عدنان عباسی بھی تھا۔

کچھ ایسے تھے جو یہودیوں کے آلۂ کار تو تھے مگر اس میں ان کی مرضی شامل نہیں تھی۔ کچھ مجبوریاں تھیں جو انہیں ان کا آلۂ کار بننے پر مجبور کر دیتی تھیں۔ ممکن ہے سونیا بھی ایسے ہی لوگوں میں سے ایک ہو مگر میں ایسی کسی مجبوری کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا جو آدمی کو مذہب یا وطن کی آبرو کا سودا کرنے پر مجبور کر دے۔ کچھ حاصل کرنے کے لئے کچھ کھونا ہی پڑتا ہے اور یہاں تو اتنا بڑا مقصد سامنے تھا کہ خواہ کتنی ہی بڑی قربانی پیش کر کے اسے حاصل کر لیا جاتا سودا مہنگا نہ ہوتا۔

ایسے ہی غدّاروں اور وطن فروشوں میں وہ لوگ بھی تھے جو یہودی لڑکیوں کے جال میں پھنس کر غداری کے مرتکب ہو رہے تھے۔ اس قسم کے غداروں کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ یہودی قوم نے اپنی لڑکیوں کو مسلمانوں کے خلاف سب سے بڑے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا تھا۔ عرب شیوخ اور بااثر طبقہ اس ہتھیار کا سب سے بڑا شکار تھا۔ میں یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ عدنان صرف پیسوں کے چکر میں ان کا آلۂ کار بنا تھا یا اس میں یہودی حسن کی کارفرمائیاں بھی شامل تھیں۔

میرے حق میں سب سے زیادہ خطرناک بات جو ہو سکتی تھی وہ ٹل چکی تھی، اگر عدنان واقعی یہودیوں کا آلۂ کار بنا ہوا تھا تو اس کے توسط سے میرا نارمن شیلوف کے میک اَپ میں ہونا یہودیوں کے علم میں آنا لازمی تھا۔ میں اپنے طور پر یہی سمجھتا رہتا کہ میں قطعی محفوظ ہوں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اگر میں نارمن شیلوف کے میک اَپ میں اسرائیل پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا تو اسرائیلی میرا کیا حشر کرتے۔

یہی سب کچھ سوچتے سوچتے معلوم نہیں کس وقت میں نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ آنکھ کھلی تو نو بج رہے تھے۔ بڈ وغیرہ مجھ سے پہلے ہی اٹھ چکے تھے۔ میں آدھے گھنٹے کے اندر ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر بڈ کے ساتھ عدنان عباسی والے کمرے میں پہنچ گیا۔ عدنان کے ساتھ مرجانہ بھی تھی جس کا چہرہ اترا ہوا تھا لیکن عدنان کے چہرے پر تو مُردنی چھائی ہوئی تھی۔

"تم نے کیا فیصلہ کیا عدنان؟" میں نے اندر داخل ہوتے ہی سنجیدگی سے کہا "تم نے مجھے کیوں کر پہچانا تھا۔"

"میں بڑی اذیت سے گزر رہا ہوں" عدنان نے کراہ کر کہا "مجھ پر رحم کھاؤ۔ میرے پیر کی ہڈی پر ضرب آئی ہے۔ رات بھر تکلیف کی وجہ سے سو بھی نہیں سکا۔"

"میری بات کا جواب دو عدنان!" میں نے سخت لہجے میں کہا "ورنہ میں تم پر تشدد کروں گا۔ مجھے یہ پروا بھی نہیں ہو گی کہ تشدد کے دوران تم کہیں مر نہ جاؤ۔"

"میں واقعی مر جاؤں گا، یہ تکلیف اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی۔ مجھے کوئی دافع درد گولی ہی منگوا دو۔"

"اب تمہارے مقدر میں بس ریوالور کی گولیاں ہی رہ گئی ہیں۔ میں نے طے کر لیا ہے کہ ایک گولی صبح اور ایک شام۔۔۔ اس وقت تمہارے دوسرے پیر کا نمبر ہے" میں نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔

"نہیں" عدنان ہاتھ اٹھا کر چیخا "میں۔۔۔ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا مگر مجھے مارو مت۔"

"اگر میں تمہارے گروہ میں شامل ہو جاؤں تو تم مجھے تحفظ تو فراہم کرو گے نا" میں نے سفاکی سے کہا "عراق میں میری سلامتی کو کوئی خطرہ تو لاحق نہیں ہو گا نا؟"

"تم۔۔۔ تم جو کہو گے، میں وہی کروں گا۔ تم دنیا کے جس ملک میں کہو گے، میں تمہیں پہنچوا دوں گا۔"

"تمہارا زندہ رہنا میرے لئے بہت خطرناک ہو گیا ہے عدنان! نہ ہوتا تب بھی سونیا کے قتل کی پاداش میں مَیں تمہیں ہلاک ضرور کرتا لیکن میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں کہ پہلے تم سے معلومات حاصل کروں گا۔"

"مم۔۔۔ مجھے ایک گلاس پانی پلا دو" عدنان گڑگڑایا۔ "میرا حلق خشک ہو رہا ہے۔"

"ان لوگوں کو ناشتا دیا گیا یا نہیں؟" میں نے بڈ کی طرف پلٹ کر کہا اور وہ بوکھلا گیا۔

"نن۔۔۔ نہیں چیف!" اس نے ہکلا کر کہا۔

"کیوں" میں نے خوں خوار لہجے میں پوچھا "کیا تم انہیں بھوکا پیاسا مارنا چاہتے ہو۔ جاؤ انہیں ناشتا مہیا کرو۔"

بڈ دُم دبا کر کمرے سے نکل گیا۔ میرا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ عدنان کی حالت تو ویسے ہی تباہ تھی لیکن مرجانہ کے جسم پر بھی کپکپی سی طاری تھی۔ میں کمرے سے نکل آیا۔

"ان لوگوں کے کھانے پینے کا خاص خیال رکھو" میں نے بڈ کو ہدایت دی "اور عدنان کو دافع درد گولیاں بھی فراہم کرو۔ ہڈی ٹوٹنے کی تکلیف برداشت کرنا ہنسی کھیل نہیں ہوتا، کہیں وہ مر ہی نہ جائے۔"

بڈ نے اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا اور میں ڈرائنگ روم میں چلا آیا تھا۔ بڈ میرا سامنا کرنے سے کتراتا رہا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد میں دوبارہ بڈ کے ہمراہ عدنان کے کمرے میں پہنچا۔ اب اس کی حالت خاصی بہتر نظر آ رہی تھی۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں" عدنان نے کہا "اگر مجھے پین کلر گولیاں نہ ملتیں تو میں شاید تکلیف کی زیادتی سے مر ہی جاتا۔"

"میں تمہیں دنیا کے لئے سامانِ عبرت بناؤں گا عدنان! تمہیں ناقابلِ تسخیر تصور کیا جاتا ہے اور میں تمہارا حشر اتنا برا کر دوں گا کہ تم موت کی تمنا کرنے لگو گے۔"

عدنان نے اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیری "اگر تم مجھ پر کوئی تشدد کئے بغیر رہا کر دو تو میں تمہارا ہر مطالبہ ماننے کو تیار ہوں۔"

"یہ بعد کی باتیں ہیں عدنان! پہلے تو مجھے اپنے سوال کا جواب چاہیے" میں نے کہا۔

"میں تمہارا قیدی ہوں۔ پہلے تم مجھے ضمانت فراہم کرو کہ مجھے مزید کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"ابھی دماغ کے کیڑے نہیں جھڑے" میں نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہا "ابھی اتنا دم خم موجود ہے کہ مجھ سے سودے بازی کر رہے ہو۔"

"غلط مت سمجھو، میں اپنی رہائی کے عوض تمہارا ہر مطالبہ ماننے کو تیار ہوں۔ اپنی سلامتی کے لئے تم سے صرف ایک ضمانت ہی تو طلب کر رہا ہوں۔"

"میں تمہیں شام تک کی مہلت دے رہا ہوں عدنان!" میں نے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا "اس وقت کی گولی تو تم نے بچا لی۔ شام کی گولی کا فیصلہ شام کو تمہارا طرزِ عمل دیکھنے کے بعد کروں گا۔"

"نہیں" عدنان ہذیانی انداز میں چیخا "مجھ پر رحم کرو، میں تمہیں ویسے ہی سب کچھ بتانے کو تیار ہوں۔"

میں نے متاسفانہ انداز میں سر کو منفی جنبش دی "تم نے دیر کر دی عدنان! میں بحث کرنا پسند نہیں کرتا۔ اب میں بہرا ہو چکا ہوں" میں نے اس کی دوسری ٹانگ کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ گولی ٹخنے پر لگی تھی۔ ٹخنے کی ہڈی چور چور ہو گئی ہو گی۔ عدنان کی چیخ بڑی بھیانک تھی اور وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا تھا۔ مرجانہ پر دوبارہ کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

"بینڈیج" میں نے عدنان کی طرف اشارہ کر کے بڈ سے کہا اور واپسی کے لئے پلٹ گیا۔ میرا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر تھا کہ میں نے عقب سے مرجانہ کی آواز سنی۔

"میرے حال پر تو رحم کرو" وہ کمزور سی آواز میں کہہ رہی تھی "میرا قصور کیا ہے؟"

"تمہیں تکلیف کیا ہے" میں نے پلٹ کر کہا "تم سے تو کسی نے کچھ نہیں کہا۔"

"میری طبیعت بگڑ رہی ہے۔ مجھ سے یہ سب مناظر نہیں دیکھے جاتے۔ میں اس کے ساتھ ایک کمرے میں نہیں رہ سکتی۔"

"ٹھیک ہے، تم میرے ساتھ آ جاؤ" میں اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ ڈرائنگ روم میں پہنچنے کے بعد وہ ایک صوفے پر گر گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام رکھا تھا۔

"ایک نہ ایک دن تو یہ ہونا ہی تھا" میں نے کہا "ہر عروج کو زوال ہوتا ہے۔"

"مگر میرا کیا قصور ہے، مجھے کس جرم کی سزا مل رہی ہے" مرجانہ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"تم اس کی شریک ہو، اس کے ہر جرم میں شریک سمجھی جاؤ گی۔ اس کے باوجود میں نے تمہارے ساتھ کوئی خراب سلوک نہیں کیا۔"

"مگر تم عدنان کے ساتھ زیادتی کر رہے ہو۔ وہ تمہیں سب کچھ بتانے پر آمادہ ہو گیا تھا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں اس کے باوجود اسے نہیں بخشوں گا۔ وہ ایک درندہ ہے۔ اسے یوں ہی چھوڑ دیا گیا تو آزاد ہوتے ہی پھر دوسروں کو بھنبوڑنے لگے گا۔"

"مجھے اگر معلوم ہوتا کہ اسے تمہارے بارے میں کس ذریعے سے اطلاع ملی تھی تو میں تمہیں ضرور بتادیتی۔"

"لیکن تم یہ جانتی تھیں کہ میرا وجود اس کے لئے خطرناک ہے؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔۔۔ یہ بات میرے علم میں تھی۔ کون نہیں جانتا کہ تم یہودیوں کے دشمن ہو۔"

"عدنان خود تو یہودی نہیں ہے" میں نے کہا "کیا وہ صرف پیسوں کی ہوس میں ان کا آلۂ کار بن گیا ہے؟"

"کوئی اور وجہ میرے علم میں نہیں ہے" مرجانہ نے کہا "اور نہ ہی ... وہ ہر بات کا مجھ سے تذکرہ کرتا ہے۔"

"کیا تمہارے درمیان میری ذات بھی کبھی زیرِ بحث آئی؟" میں نے مرجانہ کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے یاد نہیں آتا" مرجانہ ذہن پر زور دیتے ہوئے بولی "شاید ایسا کبھی نہیں ہوا۔"

"تو پھر تم نے میرا نام سنتے ہی پستول کا رخ میری طرف کیوں کردیا تھا؟"

"میں نے تم سے کہا تھا ناکہ وہ میری اضطراری حرکت تھی۔ میں عدنان کی ساتھی ہوں اور ہم معقول معاوضے کے عوض یہودیوں کو بے ضرر قسم کی سہولتیں فراہم کرویتے ہیں۔"

"بے ضرر قسم کی سہولتیں!" میں نے حیرت سے کہا۔ "ان کی وجہ سے تو احساسِ جرم کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔"

"جو بھی غیر قانونی کام کرے گا احساس جرم کا شکار ضرور ہوگا اور پھر اس وقت تو عدنان نے مجھے احساس دلادیا تھا کہ تم ہمارے حق میں بہت خطرناک ثابت ہوسکتے ہو۔"

"تمہاری حد تک تو بات قابلِ فہم ہے لیکن جہاں تک عدنان کا معاملہ ہے۔" میں جملہ اُدھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا۔ بڈ ڈرائنگ روم میں داخل ہو رہا تھا۔

"میڈم کے آنے کا وقت ہو رہا ہے چیف!" بڈ نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا۔

"تو مجھے کیا کرنا چاہیے" میں نے بڑی سادگی سے پوچھا۔ "تم تو کہہ رہے تھے وہ سیدھی یہیں آئے گی۔"

"ہاں چیف! وہ بس یہاں پہنچنے ہی والی ہیں۔ میں نے انہیں بتایا نہیں ہے کہ تم بھی ہمارے درمیان موجود ہو۔"

"اچھا" میں نے کہا اور پھر مرجانہ کی طرف متوجہ ہوگیا "ممکن ہے تم بہت سی باتوں سے بے خبر ہو۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ عدنان بعض ایسے سنگین معاملات میں ملوث ہے جن سے اس کی حب الوطنی پر بھی آنچ آسکتی ہے۔"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے" مرجانہ نے تیزی سے کہا "وہ تو شدید قسم کا حب الوطن ہے۔"

"یہودی' دنیا کے کسی بھی ملک سے تعلق رکھتا ہو' اس کی ہمدردیاں اسرائیل کے ساتھ ہوتی ہیں۔ یہ وہی اسرائیل ہے جس نے چند سال پیشتر عراق کا ایٹمی ری ایکٹر تباہ کردیا تھا' اگر کوئی یہ سمجھے کہ وہ کسی یہودی سے تعاون کرکے حب الوطنی کا مظاہرہ کر رہا ہے تو کم از کم وہ عراقی نہیں ہوسکتا۔"

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے" مرجانہ نے مضطربانہ انداز میں کہا "میں نے کبھی اس انداز میں نہیں سوچا تھا لیکن اسے غداری تو نہیں کہیں گے۔"

"یہ صریحاً غداری ہے۔ وہ ملک و قوم کا غدار تو ہے ہی' مذہب سے بھی بغاوت کا مرتکب ہوا ہے۔ اس نے یہودیوں کے ہاتھ مضبوط کئے۔۔۔ مجھے بتاؤ کہ مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے میں وہ کس حد تک حق بجانب تھا۔"

"تم اس وقت کی بات کر رہے ہو جب تم علی حماد کے روپ میں ہمارے سامنے آئے تھے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ تم کون ہو؟"

"اس کے دل میں میرے لئے اچھے جذبات ہوتے تو اس نے رائل کلب میں مجھ سے اظہارِ شناسائی کردیا ہوتا مگر وہ تو چور بن گیا۔۔۔"

"ہاں' تمہیں دیکھ کر وہ چوکنا ضرور تھا مگر میرے پوچھنے پر اس نے یہی کہا تھا کہ اس نے شاید تمہیں کہیں دیکھا ہے۔"

"اس نے مجھے ایک نظر میں پہچان لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے تمہیں اکسایا کہ تم مجھ پر پستول تان لو۔ نہیں مرجانہ۔۔۔ اس کے حق میں کوئی ایک بات بھی نہیں جاتی۔"

"تم رحم دل بھی بہت ہو اور تمہاری سفاکی سے بھی خوف آتا ہے۔ میرے ساتھ تم نے ابھی تک کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ تمہارا رویّہ نرم ہے۔ دوسری طرف عدنان کے ساتھ تم جو سلوک کر رہے ہو وہ خاصا لرزا دینے والا ہے۔"

"میں اسے اپاہج کردینا چاہتا ہوں اس لئے کہ وہ مجرم ہے۔ نہ صرف مجرم بلکہ بہت بڑا مجرم ہے۔ جب کہ

تمہارے خلاف ابھی تک اس کے علاوہ کچھ ثابت نہیں ہوسکا ہے کہ تم اس کی ساتھی ہو۔"

"میں براہِ راست کسی بھی چیز میں ملوث نہیں ہوں۔ کیا تم مجھ پر اتنی مہربانی نہیں کرسکتے کہ مجھے رہا کردو" مرجانہ نے کہا اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میرے نرم رویے سے کسی غلط فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں احمق نہیں ہوں جو تمہیں رہا کردوں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں تمہیں بتاچکی ہوں کہ میں عدنان کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے مجبور تھی۔ میرا کوئی ٹھکانا بھی تو نہیں تھا' اگر وہ مجھے گروہ سے نکال باہر کرتا تو میں کہاں جاتی؟"

"میں تمہارے بیان کی تردید نہیں کر رہا" میں نے کہا۔ "لیکن فی الحال میں تمہیں رہا بھی نہیں کرسکتا۔ تم یہ خیال ذہن سے نکال دو۔"

"میں عدنان کی حرکتوں سے بالکل برگشتہ ہوچکی ہوں لیکن اس کے چنگل سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا۔"

میں نے مرجانہ کو غور سے دیکھا۔ وہ میرا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور اس کا واحد طریقہ یہ تھا کہ وہ عدنان کو برا بھلا کہتی مگر یہ طریقہ بہت فرسودہ ہوچکا تھا۔ میں ایسے جھانسوں میں آنے والا نہیں تھا خصوصاً اس صورت میں کہ تمکین کے ذریعے مرجانہ کے بارے میں کسی حد تک پہلے ہی جان چکا تھا۔

"جس آدمی کا ضمیر تھوڑا سا بھی زندہ ہوگا وہ عدنان سے نفرت کرنے پر مجبور ہوجائے گا" میں نے کہا۔

"ہاں' میرا ضمیر اکثر مجھے کچوکے لگایا کرتا تھا لیکن تم تو جانتے ہی ہو کہ عدنان کس پوزیشن کا مالک ہے لہٰذا میں اپنے ضمیر کو تھپک تھپک کر سلادیا کرتی تھی۔۔۔ لیکن اب۔۔۔" وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر چپ ہوگئی۔

"تم چاہو تو اس کے خلاف میری مدد کرسکتی ہو" میں نے نرم لہجے میں کہا "اس طرح تمہارے جذبات کی تسکین بھی ہوجائے گی اور میں بھی اس سے انتقام لے سکوں گا۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے کسی قابل سمجھا" وہ خوشی سے کھل اٹھی "مجھے بتاؤ کہ میں تمہاری کیا مدد کرسکتی ہوں۔"

"اگر تم نے مجھے اس کے بارے میں صحیح اطلاعات فراہم کردیں تو میں تمہیں اس رقم میں سے بھی حصہ دوں گا جو میں اس سے وصول کروں گا" میں نے کہا "پھر تم بے فکر

ہوکر [illegible] بھی جاسکوگی۔"

"جو تم پوچھوگے میں بتادوں گی لیکن مجھے کوئی رقم دینے کے بجائے اگر تم مجھے بھی اپنے ساتھ شریک کرلو تو مجھے زیادہ خوشی ہوگی۔"

"یہ بہت کٹھن راہ ہے مرجانہ! تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے۔ میرے ساتھ چلوگی تو ہر لمحے زندگی داؤ پر لگی رہے گی۔"

"ضمیر تو مطمئن رہے گا نا" مرجانہ نے کہا "شاید اسی طرح میں اپنے سابقہ گناہوں کی تلافی کرسکوں۔"

"ٹھیک ہے مرجانہ! میں تمہاری درخواست پر غور کروں گا لیکن اس سے رقم اینٹھنے کا خیال ترک نہیں کیا جاسکتا۔"

"اس کے پاس ساری کی ساری ناجائز دولت ہے۔ اس سے رقم ضرور وصول کرو' میں کب منع کر رہی ہوں؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ اس کی مالی پوزیشن کیا ہے۔ ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ کتنی رقم ادا کرسکتا ہے؟"

"اوہ! یہ ساری تفصیلات تو میں تمہیں فراہم کرسکتی ہوں۔ اس وقت بصرہ میں اس کا سب سے بڑا اکاؤنٹ نیشنل بینک میں ہے جس میں اس نے کل ہی دس لاکھ دینار جمع کرائے ہیں۔"

"دس لاکھ دینار یعنی چھ کروڑ پاکستانی روپوں سے زیادہ رقم!" میں نے حیرت سے کہا "اتنی رقم کا وہ کیا کرے گا؟"

"وہ کھجوریں صاف کرنے اور انہیں جدید ترین طریقے سے پیک کرکے ایکسپورٹ کرنے کے لئے بصرہ میں ایک کارخانہ لگانا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک جاپانی فرم سے اس کے مذاکرات چل رہے تھے۔ آج گیارہ بجے مشینری کی خریداری کے سودے کو حتمی شکل دی جانے والی تھی۔ اسی سلسلے میں اس نے یہ رقم یہاں منتقل کرائی تھی۔"

"میں سمجھا تھا شاید وہ علی حماد سے نمٹنے کے لئے خود بصرہ آیا تھا" میں نے قدرے مایوسی سے کہا۔

"تمکین کے اغوا پر وہ خاصا پریشان ہوگیا تھا۔ مشینری کی خریداری کا مرحلہ درپیش نہ ہوتا تو شاید وہ تمہاری شرائط اتنی آسانی سے نہ مانتا لیکن اس نے جھکنا نہیں سیکھا۔۔۔ تمہاری شرائط تسلیم کرنے کی آڑ میں اس نے تم پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس کے خیال میں تمہاری ہلاکت یقینی تھی لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ حملے میں علی حماد بچ گیا ہے تو وہ تشویش کا شکار ہوگیا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

باوجود اس نے تمہاری طرف سے کوئی خاص خطرہ محسوس نہیں کیا ورنہ ہرگز اتنی دیدہ دلیری سے منظرِ عام پر نہ آتا۔"

"خیر! وہ تو الگ معاملہ ہے۔ اس وقت جو مسئلہ درپیش ہے وہ یہ ہے کہ نیشنل بینک سے وہ رقم کس طرح نکلوائی جائے؟"

"تم نے عدنان کو زخمی نہ کردیا ہوتا تو رقم بڑی آسانی سے نکالی جاسکتی تھی۔"

"تمہارا خیال غلط ہے" میں نے اس کی بات کاٹ دی "میں اسے کھلے بندوں لے کر گھومنے کا خطرہ ہرگز مول نہ لیتا۔ اس سے بہتر تو یہ ہوگا کہ میں اس رقم کے حصول کا خیال ہی دل سے نکال دوں۔"

"اس کے علاوہ بھی ایک طریقہ ہے" مرجانہ نے کہا۔ "عدنان سے چیک لکھوالو اور بینک کے منیجر کو فون کرادو۔ اس کی یہ مجال نہیں ہوسکتی کہ عدنان کے فون کے بعد رقم کی ادائیگی سے انکار کردے۔"

"ہاں یہ ممکن ہے" میں نے کہا "لیکن اس کے لئے چیک بک موجود ہونی ضروری ہے۔"

"چیک بک عدنان کے آفس میں موجود ہے، اگر تم کہو تو میں فون کر کے ابھی چیک بک منگوا سکتی ہوں۔"

"فون کرنے سے خرابی پیدا نہیں ہوگی" میں نے کہا۔ "آج تو مشینری کی خریداری کے معاہدے کو حتمی شکل دی جانے والی تھی؟"

"میں اس کے لئے بھی ہدایت دے دوں گی تاکہ کسی قسم کی گڑبڑ کا امکان نہ رہے" مرجانہ نے تیزی سے کہا۔

"رات سے عدنان عباسی غائب ہے۔ اس کے آدمیوں میں کھلبلی مچی ہوئی ہوگی۔ تم انہیں کس طرح مطمئن کروگی؟"

"ہاں، یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے" مرجانہ نے کہا "میں انہیں کیا کہہ کر مطمئن کروں گی" وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"عدنان کے آدمی اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ اس کی کوئی ڈمی بھی ہے" میں نے مرجانہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "تمہیں صرف تمکین کو مطمئن کرنا ہوگا۔"

"اوہ!" مرجانہ اچھل پڑی "اس طرف تو ذہن ہی نہیں گیا تھا۔ واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں تمکین کو فون کردیتی ہوں کہ وہ آفس پہنچ جائے۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ اس سے کچھ پوچھ سکے۔"

"میں یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ عدنان کے آدمیوں میں سے کوئی ہماری اس پناہ گاہ سے آگاہی حاصل کرے۔"

"میں تمکین کو ہدایت دے دوں گی۔ تمہارا کوئی آدمی جا کر اس سے چیک بک لے آئے گا۔ میں اسے ایک رقعہ لکھ دوں گی۔ اس کے بعد بس ایک ہی مرحلہ رہ جائے گا۔ عدنان چیک بک پر دستخط کرتا ہے یا نہیں۔"

"وہ چیک بک پر دستخط بھی کرے گا اور فون پر منیجر کو ہدایت بھی دے گا۔ اب تم اٹھو اور تمکین کو فون کرو۔"

فون کرنے کے دوران میں مرجانہ کے نزدیک ہی موجود تھا۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی سے تمکین کو ہدایات دیں۔ اس دوران بڈ بھی ڈرائنگ روم میں دوبارہ داخل ہوا مگر میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کو کہا۔

"لاؤ مجھے قلم دو" فون بند کرنے کے بعد مرجانہ نے مجھ سے کہا "تمکین آدھے گھنٹے کے اندر اندر عدنان کی جگہ لے لے گا۔ میں اس کے نام تمہیں رقعہ لکھ دوں۔"

میں نے بڈ سے قلم کاغذ لانے کو کہا، مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ اس کے انداز سے ہچکچاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے اسے گھور کر دیکھا "میں نے تم سے قلم کاغذ لانے کو کہا ہے، تم نے سنا نہیں؟"

"میڈم کے یہاں پہنچنے میں زیادہ سے زیادہ دس منٹ رہ گئے ہیں" بڈ نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"تو میں کیا کروں" میں جھنجلا گیا "مجھے معلوم ہے کہ وہ آنے والی ہے۔ تم یہ اطلاع مجھے کتنی بار دوگے؟"

"اب نہیں دوں گا" بڈ نے دل گرفتگی سے کہا "میں چاہ رہا تھا کہ تم ڈھنگ کا لباس پہن لیتے۔ رات سے یہی کپڑے پہن رکھے ہیں۔ اتنے عرصے بعد میڈم سے ملاقات ہوگی۔ لیکن خیر، مجھے کیا" وہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

"تمہارا ساتھی بار بار کس میڈم کا تذکرہ کر رہا ہے؟" مرجانہ نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں" میں نے بے پروائی سے جواب دیا "تم سے قطعی غیر متعلق بات ہے۔"

مرجانہ کا چہرہ اتر گیا مگر وہ کچھ بولی نہیں۔ مجھے اس کے جذبات سے کوئی غرض تھی بھی نہیں۔ وہ اپنی زندگی بچانے کے لئے مجھ سے تعاون کر رہی تھی، مجھ پر کوئی احسان تو کر نہیں رہی تھی۔ بلکہ مجھے تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی خاص مقصد کے تحت مجھ سے نزدیک آنے کی خواہاں ہے۔ اس کے ریاکارانہ رویّے سے میں کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کا روادار نہیں تھا۔

بڈ قلم کاغذ لے آیا اور مرجانہ نے ایک کاغذ پر چند سطریں لکھ کر میری طرف بڑھادیں۔ میں نے بہت باریک بینی سے اس تحریر کا جائزہ لیا۔ اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں تھی۔ مطمئن ہونے کے بعد میں نے وہ پرچہ بڈ کے حوالے کردیا۔

"یہ پرچہ اپنے کسی آدمی کو دے کر عدنان عباسی کے پاس بھیج دو۔ وہ ایک چیک بک دے گا جو تمہیں مجھ تک پہنچانی ہوگی مگر خیال رہے کہ کوئی ہمارے ٹھکانے تک نہ پہنچنے پائے۔"

"یہ بات تم بڈ کو سمجھا رہے ہو" بڈ نے حیرت سے کہا۔ "بڈ تو خود دوسروں کے ٹھکانوں تک پہنچتا ہے اور اپنا ٹھکانا ہر نظر سے اوجھل رکھتا ہے۔"

"عدنان بدترین سزا کا مستحق ہے" بڈ کے جانے کے بعد مرجانہ نے کہا "دس لاکھ دینار کی رقم سے تو اس کا کچھ بھی نہیں بگڑے گا۔ وہ بہت موٹی آسامی ہے۔"

وہ مجھے پوری طرح الّو بنانے کے چکر میں تھی۔ عدنان کی دولت کے بل پر میرا اعتماد حاصل کرنا چاہ رہی تھی۔ اس کی اپنی گرہ سے تو کچھ بھی نہیں جا رہا تھا۔ عدنان کنگال ہوتا ہے تو ہوجائے۔ اس کا اپنا مستقبل تو محفوظ ہوجائے گا۔ اس نے اندازہ کرلیا تھا کہ اب عدنان کا بچنا محال ہے۔ اس لئے وہ خود کو بچانے کے لئے ہر ممکن طریقے سے مجھے بے وقوف بنانے کے درپے تھی۔

"اگر تم اسی طرح تعاون کرتی رہیں تو میں بہت جلد دولت مند ہوجاؤں گا" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تمہیں شاید احساس نہیں ہے کہ میں تمہاری خاطر کیا کچھ کرسکتی ہوں۔ عدنان عباسی تو کیا چیز ہے، میں تو خود کو بھی داؤ پر لگادوں۔"

"وہ تو تم نے لگا ہی دیا ہے" میرے لہجے میں خفیف سا طنز تھا۔

"کیا مطلب؟" مرجانہ نے چونک کر کہا۔

"یہ تمہارا خلوص ہی تو ہے کہ مجھ سے کوئی ضمانت طلب کئے بغیر تم میرے ساتھ اس قدر تعاون کر رہی ہو" میں نے کہا اور مرجانہ کے چہرے پر سکون کے تاثرات نظر آنے لگے ورنہ وہ میرا جملہ سن کر گھبرا گئی تھی۔ جس کا مطلب یہی ہوسکتا تھا کہ اس کے دل میں چور تھا۔

دفعتاً باہر سے کسی کار کے ہارن کی آواز سنائی دی۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ تہذیب آگئی ہے۔ چند ہی منٹ کے اندر اندر میرا اندازہ درست ثابت ہوگیا۔ تہذیب ڈرائنگ روم کے دروازے سے بڈ کے ساتھ اندر داخل ہو رہی تھی۔ وہ بغداد سے بائی روڈ بصرہ آئی تھی اور اس کے چہرے پر تھکن کے آثار موجود تھے مگر اس کے باوجود وہ ہنس ہنس کر بڈ سے باتیں کر رہی تھی۔

پھر اچانک ہی اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ اپنی جگہ ساکت ہو کر رہ گئی "یہ... یہ تم ہو" اس نے بمشکل کہا۔ "میرے خدا، میں خواب دیکھ رہی ہوں یا یہ حقیقت ہے۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا "یہ میں ہی ہوں تہذیب! تمہارا علی" میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میرے خدا، میرے معبود! تو کتنا بڑا کارساز ہے۔ آخر کار تو نے مجھ گناہ گار کی دعائیں سن لیں" تہذیب نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا۔

"وہ سب سے بڑا کارساز ہے تہذیب! دلوں کے احوال سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس کے دل میں کیا ہے۔ وہ جو اپنے بندوں سے ماں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے، انہیں مایوس کیسے کرسکتا ہے۔"

"مجھے سہارا دو علی" تہذیب نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا پورا جسم لرز رہا تھا "تم سے ملتے ہی یہ احساس ہونے لگا ہے کہ میں نے تمہاری تلاش میں کتنی صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ اچانک ہی تھکن کا احساس ہونے لگا ہے علی!"

میں بڑی محبت سے تہذیب کو سہارا دے کر صوفے تک لایا۔ بڈ کو میں نے اشارہ کردیا تھا کہ وہ مرجانہ کو لے جائے اور اس نے فوراً ہی اس پر عمل بھی کیا تھا۔

تہذیب کا سر میرے شانے سے ٹکا ہوا تھا اور مجھے بے پایاں سکون کا احساس ہو رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں مکمل ہوگیا ہوں۔ اس سے دوری کے ہر لمحے میں میں نے خود کو ادھورا محسوس کیا تھا۔ اس نے بھی یہی کچھ محسوس کیا ہوگا۔ تبھی تو اس کی یہ حالت ہو رہی تھی۔ کون کسی سے اتنی محبت کرتا ہے، اب تو محبت بھی ایک کاروبار بن کر رہ گئی ہے جسے ہر شخص اپنی کسی غرض کے لئے استعمال کرتا ہے۔ میں کتنا خوش قسمت تھا کہ وہ مجھ سے اس قدر محبت کرتی تھی۔ میری تلاش میں اس نے آدھی دنیا چھان ماری تھی۔

"مجھے سمیٹ لو علی! ورنہ میرے وجود کا شیرازہ بکھر جائے گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تم بھڑکیں تو تیرا کیا جائے گا؟ کبھی یہ بھی سوچا ہے؟

میں نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالوں میں لے کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑی محبت سے کہا۔

"تم نے تو کبھی پلٹ کر خبر تک نہیں لی۔ کم از کم اپنی خیریت سے مطلع کردیتے۔ ایک چھوٹی سے غلطی کی اتنی بڑی سزا؟"

"ایسا نہ کہو تہذیب! تمہیں کیا معلوم تمہاری دوری میں مَیں کس کرب سے گزرا ہوں۔ میں نے تمہیں بھلانے کے لئے ہر لمحے خود کو مصروف رکھا۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تو میرے پائے استقلال میں لغزش آجائے گی۔ میں تم سے کیا ہوا عہد نبھا کر تمہارے سامنے سرخ رو ہونا چاہتا تھا۔ تمہاری ادنیٰ سی خواہش بھی میرے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔"

"تو مجھ سے وعدہ کرو کہ آئندہ میری ایسی کسی خواہش پر عمل نہیں کروگے جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے سے دور ہو جائیں۔"

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں تہذیب!" میں نے اس کا نرم ونازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا "آئندہ ہم کبھی ایسی حماقت کا ارتکاب نہیں کریں گے جس سے ہماری زندگیاں جہنم بن جائیں۔"

تہذیب کے چہرے پر طمانیت کے گہرے سائے اتر آئے۔ اس کی حالت اب سنبھل گئی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے تھے۔ گردوپیش کی ہمیں کچھ خبر نہیں تھی۔

معلوم نہیں کتنی دیر گزر گئی۔ ہم تو اس وقت چونکے جب ڈرائنگ روم کے دروازے پر دستک سنائی دی، پھر دروازہ کھلا اور بڈ اندر داخل ہوا۔

"ڈسٹرب کرنے کی معافی چاہتا ہوں چیف!" بڈ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا "لیکن وہ مرجانہ اصرار کر رہی ہے کہ بینک سے رقم آج ہی نکلوالو۔ ابھی کچھ وقت باقی ہے۔" بڈ نے اپنے ہاتھ میں موجود چیک بک میری طرف بڑھائی۔

"ہاں ٹھیک ہے، اسے بلالاؤ" میں نے چیک بک لیتے ہوئے کہا اور بڈ نے دونوں ہاتھ دعا کے سے انداز میں اٹھادیے۔

"خدایا تیرا شکر ہے، چیف کا موڈ تو بحال ہوا۔ ورنہ کل شام سے یہ حال تھا کہ بات بات پر کاٹ کھانے کو دوڑ رہے تھے؟

"شروع کردی بکواس" میں نے برا سامنہ بنایا "جاؤ، دیر مت کرو۔"

"جارہا ہوں چیف! بس تم اپنا موڈ مت خراب کرلینا" بڈ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور دوڑتا ہوا باہر نکل گیا۔

"یہ بہت سور ہے" تہذیب نے ہنس کر کہا "اس بات کی ہوا تک نہیں لگنے دی کہ تم بھی یہاں موجود ہو۔"

"کل شام ہی تو میری اس سے ملاقات ہوئی ہے" میں نے بڈ کی طرف داری کرنے کی کوشش کی۔

"آج فون پر دوبارہ میری اس سے بات ہوئی لیکن مجال ہے کہ اس نے کوئی اشارہ تک دیا ہو۔"

میں ہنسنے لگا "وہ تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا" میں نے کہا "لیکن کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہونے دیتا۔ ایک سرپرائز میرے لئے بھی رکھ چھوڑا ہے۔ کوئی اطلاع تھی جو تمہاری ہدایت کے مطابق فوراً مجھ تک پہنچنی چاہیے تھی لیکن وہ کہنے لگا کہ میڈم چونکہ صبح آنے والی ہیں لہٰذا انہی کی زبانی سننا۔"

تہذیب چونک گئی "بہت مردود ہے، اسے چاہئے تھا کہ وہ اطلاع فوراً تم تک پہنچاتا، تم خطرے میں ہو۔" وہ مرجانہ کو آتے دیکھ کر چپ ہوگئی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ مرجانہ کو دیکھ کر وہ کچھ بے چین سی ہوگئی ہے۔

"جلدی کرو، عدنان سے چیک پر دستخط کرالو تاکہ چیک آج ہی کیش کرالیا جائے" مرجانہ نے آتے ہی کہا "تم پہلے ہی بہت وقت ضائع کرچکے ہو۔"

"موشے رینڈل تمہیں بہت یاد کرتا ہے" میرے جواب دینے سے قبل ہی تہذیب نے مرجانہ سے کہا اور مرجانہ بری طرح چونک پڑی۔

"کون موشے رینڈل؟" مرجانہ نے انجان بننے کی کوشش کی لیکن صاف نظر آرہا تھا کہ وہ موشے رینڈل کو جانتی ہے۔

"وہی جس نے اپنا نام تبدیل کرکے۔" تہذیب بڑے اطمینان سے کہہ رہی تھی "موشے ہاورڈ رکھ لیا ہے" معلوم نہیں ان الفاظ میں کیا تاثیر تھی کہ مرجانہ کسی غضب ناک بلی کی طرح تہذیب پر جھپٹ پڑی۔ میں تو حیرت سے گنگ ہوکر رہ گیا تھا۔ کیا موشے ہاورڈ، اولیو ہاورڈ کا کوئی رشتے دار ہے؟ میں اس کے علاوہ کچھ نہ سوچ سکا۔

مرجانہ کو تہذیب پر جھپٹتے دیکھ کر بڈ نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔ میں خود بھی ان دونوں سے دور ہٹ گیا تھا۔ تہذیب بالکل ایکس ماضی میں گرین پول کی مایہ ناز ایجنٹ رہ چکی تھی۔ کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ مرجانہ سے نہ نمٹ پاتی۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ مرجانہ کون ہے اور وہ موشے ہاورڈ کیا شے ہے کہ جس کے حوالے پر مرجانہ آپے سے باہر ہوگئی۔ یہ بات بھی حیران کن تھی کہ تہذیب نہ صرف مرجانہ سے واقف تھی بلکہ اس کے بیک گراؤنڈ سے بھی بہت زیادہ واقفیت رکھتی تھی۔ معلوم نہیں تہذیب کی معلومات کا کیا ذریعہ تھا؟

مرجانہ نے تہذیب پر کراٹے کا خطرناک وار کیا تھا مگر تہذیب پہلے سے ہی ہوشیار تھی۔ غالباً اسے اندازہ رہا ہوگا کہ جو حوالہ اس نے دیا ہے اس پر مرجانہ کسی حد تک آپے سے باہر ہوسکتی ہے۔ تہذیب خود بھی جوڈو کراٹے کی ماہر تھی اور اسے زیر کرنا آسان نہیں تھا۔ ویسے بھی میں یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ غیر ضروری طور پر دوسروں کے معاملات میں مداخلت کی جائے۔

مرجانہ تہذیب پر جوڈو کراٹے کے تابڑتوڑ حملے کررہی تھی لیکن ابھی تک تو تہذیب کے جسم پر ایک خراش تک نہیں آئی تھی۔ خود تہذیب نے ایک بھی وار نہیں کیا تھا۔ وہ مخالف کو تھکا کر مارنے والی پالیسی پر عمل پیرا تھی۔ دوسری طرف مرجانہ پر جنون طاری تھا۔ وہ جلد از جلد تہذیب پر کوئی کاری وار کرنے کے چکر میں تھی۔ اس جنونی کیفیت میں وہ یہ بھی بھول گئی تھی کہ خود وہ ہماری قید میں ہے اور اگر اس نے تہذیب کو کوئی نقصان پہنچایا تو خود بھی نہیں بچ سکے گی۔

تہذیب کی پھرتی اور برق رفتاری قابل دید تھی۔ مرجانہ اس پر جھپٹ جھپٹ کر حملے کررہی تھی اور تہذیب بڑی کامیابی سے اپنا دفاع کررہی تھی۔ پھر تہذیب کو مرجانہ پر وار کرنے کا موقع مل گیا۔ مرجانہ اچھل کر پیچھے گری تھی مگر فوراً ہی نہ صرف اچھل کا دوبارہ کھڑی ہوگئی بلکہ اس نے تہذیب پر بھرپور جوابی حملہ بھی کردیا۔ اس نے تہذیب کو فلائنگ کک مارنے کی کوشش کی تھی مگر تہذیب نے بڑی پھرتی سے جھکائی دی تھی۔ مرجانہ اپنے ہی زور میں گویا اڑتی ہوئی صوفے پر جاگری۔ پہلے کی طرح اس بار بھی اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی مگر اس بار تہذیب نے اس پر بازی لے گئی اور اس کے سنبھلنے سے قبل ہی تہذیب نے اسے دبوچ لیا۔ مرجانہ کا ہاتھ اس کی گرفت میں تھا جسے تہذیب پوری قوت سے موڑ رہی تھی۔ پھر اچانک تہذیب نے مرجانہ کی گردن پر دو تین وار کئے اور مرجانہ کو بے ہوش کردیا۔

"تم نے دیکھا" تہذیب بے ہوش مرجانہ کو چھوڑ کر ہٹتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوئی "موشے ہاورڈ کے حوالے پر یہ کس طرح بھڑک اٹھی۔"

"ہاں میں نے دیکھا مگر سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔ البتہ اولیو ہاورڈ ضرور یاد آیا۔"

"سمجھ میں کس طرح آئے گا۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔ "میری واضح ہدایات کے باوجود بڈ نے تمہیں بے خبر رکھا۔"

"میں نے سوچا تھا کہ چوبیس گھنٹے سے بھی کم رہ گئے ہیں۔" بڈ نے ہکلا کر کہا "تم خود ہی چیف کو تفصیلات سے آگاہ کردوگی۔"

"بڈ سے بعد میں جواب طلبی کرتی رہنا۔ پہلے مجھے تو بتادو کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ موشے ہاورڈ کا جغرافیہ کیا ہے اور مرجانہ کا اس سے کیا تعلق ہے؟"

تہذیب نے ایک طویل سانس لی "یہ شخص اولیو ہاورڈ کا غائبانہ پرستار ہے۔" تہذیب نے کہنا شروع کیا "جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس کی ملاقات کبھی اولیو ہاورڈ سے نہیں ہوئی لیکن اس سے اس کی عقیدت کا یہ عالم ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس نے اپنے نام کے ساتھ ہاورڈ کا اضافہ کرلیا۔ اب اس کا پورا نام موشے رینڈل ہاورڈ ہے۔ یہ شخص سی آئی اے کا ایجنٹ بھی رہ چکا ہے اور اولیو ہاورڈ کی طرح اسے سی آئی اے سے نکالا نہیں گیا بلکہ اس نے خود سی آئی اے سے استعفیٰ دیا ہے۔ استعفیٰ دینے کا فیصلہ اس نے اولیو ہاورڈ کی موت کی خبر سننے کے بعد کیا۔ وہ غائبانہ طور پر تمہارا جانی دشمن تھا مگر اس نے تمہارے خلاف کبھی کوئی قدم اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ وجہ یہ تھی کہ تمہارے مقابلے پر اولیو ہاورڈ موجود تھا جو رینڈل کا آئیڈیل ہے۔ اولیو ہاورڈ سے اسے صرف ایک اختلاف تھا اور وہ یہ کہ وہ تمہیں بے جا ڈھیل دیا کرتا تھا۔ رینڈل اپنے دوستوں سے اکثر اس بات کا تذکرہ کیا کرتا تھا۔ پھر جب اسے اولیو ہاورڈ کے مرنے کی خبر ملی تو اس نے برملا کہا تھا کہ اس کی موت کی ذمے داری علی یار خان پر عائد ہوتی ہے۔ تل ابیب میں اسرائیلی ایجنسیوں کو بھی تم پر شبہ تھا مگر اس شخص کو شبہ نہیں یقین تھا اور ہے۔ اس نے اپنے روحانی استاد اولیو ہاورڈ کی موت کا انتقام لینے کے لئے سب سے پہلے سی آئی اے سے پیچھا چھڑایا۔ اس کے بعد اس نے کسی صیہونی تنظیم میں شامل

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہونے کے بجائے اپنی ایک الگ تنظیم قائم کی جس کا نام اس نے ا یگلر رکھا۔ ا یگلر کا صدر دفتر پیرس میں ہے جو بظاہر ایک بڑے کاروباری ادارے کا دفتر ہے۔ اگرچہ رینڈل کو اس میدان میں قدم رکھے زیادہ عرصہ نہیں گزرا لیکن اس کے باوجود اس نے اپنی تنظیم کو تقریباً پوری دنیا میں پھیلا دیا ہے۔ اسے اپنے ہم خیال یہودیوں کو جمع کرنے میں بہت زیادہ محنت نہیں کرنا پڑی۔ دنیا کے جس ملک میں یہودی موجود ہیں۔ وہاں ا یگلر کے ممبر بھی موجود ہیں جس کی ایک مثال مرجانہ ہے۔ مرجانہ یہودی ہے اور اسے یہاں دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی ہے۔ یہ تو رینڈل کے ساتھ سی آئی اے میں ہوا کرتی تھی۔ دونوں کے تعلقات اس قدر گہرے تھے کہ ان کا آپس میں شادی کرلینا یقینی تھا۔ انتہا یہ ہے کہ رینڈل کے ساتھ ساتھ مرجانہ نے بھی سی آئی اے سے استعفیٰ دیا تھا۔

میں سناٹے کے عالم میں یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ تہذیب بڑی دھماکہ خیز اطلاعات فراہم کررہی تھی۔ یہ تصور بڑا سنسنی خیز تھا کہ کوئی شخص میری جان لینے کے درپے ہے اور اسی مقصد کے لئے اس نے پوری دنیا میں میرے واسطے جال بچھا رکھا ہے۔ میں کسی بھی وقت بے خبری میں اس جال میں پھنس سکتا تھا۔

”تم سے انتقام لینے کے لئے رینڈل تمہاری تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ شروعات اس نے شام سے کی تھیں۔ وہاں سے تمہاوے بارے میں معلومات حاصل کرنا اس کے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن ان معلومات سے وہ کوئی بڑا فائدہ حاصل نہیں کرسکا۔ یہ تصدیق تو ہوگئی کہ ادلیو ہاورڈ اور اس کے تمام ساتھیوں کی موت کے ذمے دار تم ہی تھے۔ اس نے یہ بھی معلوم کرلیا کہ تم نے وہاں سے بیروت کا رخ کیا ہے لیکن اس کے بعد بلیک آؤٹ تھا۔ معلومات اگر حاصل ہوسکتی تھیں تو صرف تنظیم آزادی فلسطین سے ہی ہوسکتی تھیں اور یہ وہ مقام ہے جہاں ہر یہودی کے پر جلنے لگتے ہیں۔ فدائین سے کسی قسم کی معلومات کا حصول تقریباً ناممکن کام ہے۔ پھر بیروت کے حالات ایسے نہیں تھے کہ رینڈل وہاں سے کچھ معلوم کرپاتا لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری۔ تاہم اسے یقین ہوگیا تھا کہ تمہاری تلاش کا کام وہ تنہا نہیں کرسکے گا۔ اسی لئے اس نے ا یگلر نامی تنظیم قائم کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ تمہیں منظم طریقے سے تلاش کیا جاسکے۔ تمہیں تو اندازہ ہے کہ کسی یہودی کے لئے اس قسم کی تنظیم قائم کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ یہودیوں کے پاس دولت کی کمی نہیں ہے اور وہ اپنی تمام تر فطری کنجوسی کے باوجود اس قسم کے کاموں کے لئے دل کھول کر پیسہ خرچ کرتے ہیں۔ چناں چہ جب رینڈل اپنا منصوبہ لے کر چند یہودی سرمایہ داروں کے پاس پہنچا تو انہوں نے فوراً ہی اس پروجیکٹ کے لئے اپنی تجوریوں کے منہ کھول دیئے۔ رینڈل نے دنیا کے تمام اہم ممالک میں اپنے ایجنٹ تمہاری تلاش پر مامور کردیئے۔ ان ایجنٹوں کو عموماً کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ ان کا کام صرف اتنا ہے کہ جیسے ہی انہیں تمہارے بارے میں کوئی اطلاع ملے وہ فوراً ہیڈ کوارٹر کو مطلع کریں۔ اتنے سے کام کے عوض انہیں بھاری معاوضے ادا کئے جاتے ہیں۔“

”یہ ساری معلومات تمہیں کس طرح حاصل ہوئیں؟“ میں نے متحیرانہ لہجے میں سوال کیا۔

تہذیب مسکرائی ”ہم خود تمہاری تلاش میں تھے۔ رینڈل کی بہ نسبت ہمیں تمہارے بارے میں آسانی سے معلومات حاصل ہوگئیں اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ سب جانتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں۔ اسی دوران ہم پر یہ منکشف ہوا کہ ہمارے علاوہ بھی کوئی تم میں دلچسپی لے رہا ہے۔ بس وہیں سے ہم نے اپنی توجہ اس شخص پر مرکوز کردی اور پھر اس کے بارے میں بڑی باریک بینی سے تفتیش کی گئی۔ رینڈل پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں تھا۔ اسی لئے ہم نے صرف اس کی نگرانی پر اکتفا کیا۔ چوں کہ تمہاری تلاش کی حد تک ہمارے مقاصد ایک ہی تھے اس لئے اس پر نظر رکھنا اور بھی زیادہ ضروری ہوگیا تھا تاکہ اگر تم پہلے اس کی نظروں میں آجاؤ تو ہماری نگاہ سے بھی اوجھل نہ رہو۔ پھر یہ ہوا کہ تم اسرائیل کے کانکرڈ اغوا کرکے عراق پہنچے۔ یہاں پہنچنے کے بعد تمہاری شخصیت پوری طرح ابھر کر سامنے آگئی۔“

”میں تو عراقی آرمی انٹیلی جنس کے لئے کام کررہا تھا۔“ میں نے حیرت سے کہا ”پھر یہ راز کس طرح کھلا؟“

”عدنان عباسی کے ذریعے“ تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہا ”وہ بدبخت یہودیوں کے لئے بھی کام کررہا ہے۔ اسی کے ذریعے رینڈل ہاورڈ کو تمہارے بارے میں معلوم ہوا۔ ہمیں تو بہت بعد میں علم ہوا کہ تم یہاں ہو۔ مجھے حیرت ہے کہ اتنی رازداری برتنے کی کیا ضرورت تھی کہ ہمیں بھی تمہارے وجود سے بے خبر رکھا گیا۔“ تہذیب کا لہجہ شکایتی ہوگیا۔

”مجھے تو خیر یہ بھی معلوم نہیں کہ تم نے میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوششیں بھی کی تھیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نے تنظیم آزادی فلسطین کے لئے بہ شرط رازداری ہی کام کرنا قبول کیا تھا۔ رازداری کی انتہا کا اندازہ اس بات سے کرلو کہ طیارے کے اغوا میں حصہ لینے والے تمام افراد بھی اس بات سے بے خبر تھے کہ میں بھی اس منصوبے میں شریک ہوں۔ طے یہ ہوا تھا کہ ایک بھی غیر ضروری فرد کو میرے بارے میں نہیں بتایا جائے گا۔ منصوبے میں عملی طور پر حصہ لینے والے بھی پورے منصوبے سے بے خبر تھے۔ اس حد تک رازداری نہ برتی جاتی تو کامیابی کے امکانات بہت کم ہوجاتے لیکن مجھے عدنان عباسی پر حیرت ہے۔“

”ایسے بدطینت لوگوں کی کمی نہیں ہے جو حقیر فائدوں کے عوض دشمن کے ہاتھ مضبوط کررہے ہیں۔“ تہذیب نے تنفرانہ لہجے میں کہا ”یہودیوں کے پاس دو ہتھیار ہیں پیسہ اور لڑکیاں۔ اور وہ ان دونوں ہتھیاروں کو مسلمانوں کے خلاف بھرپور طریقے سے استعمال کررہے ہیں۔“

”یہی تو افسوس ناک بات ہے تہذیب! ہم اس کا تدارک بھی نہیں کرسکتے۔ کاش مسلمان مملکتوں کو ایسی کالی بھیڑوں کے وجود سے پاک کیا جاسکتا۔“

”مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم عدنان عباسی تک کس طرح جا پہنچے!“ تہذیب نے کہا۔

”حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔“ میں مسکرا کر بولا ”مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ یہودیوں کے لئے کام کررہا ہے۔“ میں نے تہذیب کو عدنان سے تصادم کی داستان مختصراً سنادی۔

”عدنان کو تمہاری تصویر رینڈل نے دکھائی ہوگی۔“ تہذیب نے مضطربانہ لہجے میں کہا ”ورنہ وہ تمہیں پہچان نہیں سکتا تھا۔“

”اگر یہ بات تھی تو پھر مرجانہ مجھے کیوں نہیں پہچان سکی؟“ میں نے اعتراض کیا۔

”یہ بات تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو کہ مرجانہ تمہیں نہیں پہچان سکی تھی؟“

”میں نے اس کے تاثرات دیکھے تھے۔ اس کی آنکھوں میں شناسائی کا کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا۔“

”تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ ان دونوں میں سے کوئی تمہیں پہچانتا ہوگا۔ اس لئے تم ان کے ردعمل پر اس انداز میں غور بھی نہیں کرسکتے تھے۔“

”لیکن عدنان عباسی کا ردعمل تو بہت واضح تھا۔“ میں نے کہا۔ ”مرجانہ اگر مجھے پہچانتی ہوتی تو اس کے چہرے پر کوئی تاثر تو ابھرتا؟“

WWW.PAKSOCIETY.COM

”مت بھولو کہ مرجانہ ایک منجھی ہوئی ایجنٹ ہے جو حملہ کیا اس نے اپنے تاثرات چھپا لئے ہوں گے جبکہ عدنان مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔“

”تمہاری بات دل کو لگتی ہے لیکن اس کا طرز عمل آخر تک ایسا نہیں تھا۔“

”وہ تم سے بہت اچھی طرح واقف ہے اور جو شخص بھی تم سے اس حد تک واقف ہوگا وہ تم پر ہاتھ ڈالتے ہوئے گھبرائے گا۔ مرجانہ تو پھر ایک عورت ہے۔ اس نے یہی بہتر سمجھا ہوگا کہ تم پر ہاتھ ڈالنے کے بجائے تمہارے بارے میں رینڈل ہاورڈ کو اطلاع دے دے لیکن جب عدنان نے اس کے سامنے ہی تمہارا نام بھی لے دیا تو اس کے پاس کوئی چارہ کار نہیں بچا۔“

”مجھے اب بھی یہ الجھن ہے کہ اگر وہ میری صورت آشنا تھی تو یہ بات عدنان عباسی کے علم میں کیوں نہیں تھی۔ ان دونوں کے درمیان جس قسم کے مکالمے ہوئے اسے اداکاری تو قرار نہیں دیا جاسکتا۔“

”عدنان عباسی کو مرجانہ کی اصل حیثیت کا علم نہیں تھا۔ وہ تو ایک باصلاحیت عورت تھی جو نہ صرف اس کے گروہ کو کنٹرول کررہی تھی بلکہ اس کی جسمانی طلب بھی پوری کررہی تھی۔ اس کی کسی اور حیثیت سے عدنان بے خبر ہی رہا ہوگا۔ رینڈل نے اسے حال ہی میں عدنان کے ساتھ لگایا تھا تاکہ اگر عدنان اس سے کچھ باتیں چھپائے بھی تو وہ مرجانہ کے ذریعے اس کے علم میں آجائیں۔“

”یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔“ میں نے تفہیمی انداز میں سرہلایا ”اب تم بتاؤ کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔“

”یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔“ تہذیب نے شوخی سے کہا۔ ”تمہارے سامنے آکر تو میں ہمیشہ خود کو بے بس محسوس کرنے لگتی ہوں۔“

”اس بار معاملہ مختلف ہے۔“ میں مسکرایا ”تمہاری معلومات اتنی زیادہ ہیں کہ ہر فیصلہ تم ہی کو کرنا ہے۔ میں نے کوئی قدم اٹھایا تو تذبذب کا شکار رہوں گا۔“

”سب سے پہلے تو میں تمہیں وہ علامت دکھاؤں جس کے ذریعے ا یگلر کے ممبر ایک دوسرے کو شناخت کرتے ہیں۔“ تہذیب مجھے بے ہوش مرجانہ کے قریب لائی جو ابھی تک ڈرائنگ روم میں بے ہوش پڑی ہوئی تھی اور جس دوران میں اور تہذیب گفتگو کررہے تھے۔ بڈ نے اس کے ہاتھ پیر رسیوں سے جکڑ دیئے تھے۔

تہذیب جھک کر مرجانہ کا لباس ٹٹولنے لگی ”یہ اس کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہونے کے بجائے ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ!" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھا۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی۔ چند لمحوں بعد وہ دوبارہ مرجانہ پر جھکی۔ اس بار اس نے مرجانہ کے بالوں میں لگا ہوا ہیر کلپ کھول کر نکال لیا تھا۔ وہ ہیر کلپ کا الٹ پلٹ کر جائزہ لیتی رہی پھر اس نے کلپ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے کلپ لے کر دیکھا۔ ہیر کلپ کے عقب میں ایک جھپٹتے ہوئے عقاب کی ننھی سی شبیہہ کھدی ہوئی تھی۔

"ہوں" میں نے ہونٹ بھینچ لئے "تو یہ ہے ان کا شناختی نشان" میں نے کہا "لیکن یہ اس کے پاس رہنے کیوں دیا گیا۔ میں نے کہا تھا کہ ان کی کوئی بھی چیز ان کے پاس نہ رہنے دی جائے۔"

"اس سے اندازہ کرلو۔۔۔۔ یہ لوگ عام استعمال کی ایسی بے ضرر چیزوں پر اپنی علامت کندہ کرتے ہیں جن پر کسی کی توجہ نہیں جاسکتی۔ ظاہر ہے ایک خاتون کے ہیر کلپ سے کسی کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔ یہ ایک ایسی لازمی ضرورت کی چیز ہے جو کوئی بھی ضبط نہیں کرے گا۔"

"تم نے مرجانہ کو کس طرح پہچانا تھا۔ کیا تم نے اسے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے؟"

"میں نے اسے متعدد بار رینڈل کے ساتھ دیکھا ہے۔" تہذیب نے کہا "تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں پہچاننے کے بعد اسے کوئی موقع نہیں ملا ورنہ اب تک رینڈل کے آدمی یہاں یلغار کرچکے ہوتے۔"

"سنو تہذیب" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "مجھے معلوم نہیں تھا کہ کوئی ایسا شخص بھی ہے جو خود کو اولیو ہاورڈ کا جانشین سمجھتا ہے۔ اگر مجھے علم ہوتا تو میں اس سے دو دو ہاتھ تو ضرور کرتا۔"

"یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں۔ اگر مرجانہ کی اصلیت معلوم ہونے سے قبل اسے ذرا سا بھی موقع مل جاتا تو تم خطرے میں پڑجاتے۔"

"تم کیا سمجھتی ہو۔ کیا میں خود کو موشے رینڈل ہاورڈ سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کروں گا؟"

"میں تمہیں جانتی ہوں۔" تہذیب مضطرب ہوگئی "تم علانیہ اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کروگے مگر میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔"

"کیا تم مجھے بزدلی کا درس دے رہی ہو تہذیب! میں علی الاعلان اس کا مقابلہ کیوں نہ کروں؟"

"میں تمہیں بزدلی کا درس دے نہیں سکتی لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ اس سے مقابلہ کرنے سے قبل اسے للکارا بھی جائے۔ فتنے کا سر کچل دینا چاہئے۔ جس طرح بھی ممکن ہو۔"

"پھر اس میں اور مجھ میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔ وہ بھی تو بے خبری میں مجھ پر حملہ کرنا چاہ رہا تھا۔"

"یہ بتانا ضروری ہے کہ اولیو ہاورڈ رینڈل کا آئیڈیل ضرور تھا مگر رینڈل اس سے کہیں زیادہ سفاک اور بے رحم ہے۔ اس کا سب سے بڑا ہتھیار اس کی سرد مزاجی ہے۔ وہ اولیو ہاورڈ کی طرح گرم دماغ کا مالک نہیں ہے۔ ایسے آدمی سے مقابلہ کرنا آسان نہیں ہوتا۔"

"یہ میرا ایمان ہے تہذیب کہ میری کامیابیاں میری صلاحیتوں کی مرہون منت نہیں ہوتیں بلکہ یہ صرف تائید ایزدی ہے جس کے سبب میں کامیاب ہوجاتا ہوں ورنہ صلاحیتوں کے معاملے میں میرے مقابلے پر آنے والے اکثر حریف مجھ سے برتر تھے۔ لہٰذا صرف اس وجہ سے پیچھے ہٹ جانا مجھے گوارا نہیں ہے کہ رینڈل ہاورڈ ایک باصلاحیت اور خطرناک حریف ہے۔"

"مجھے معلوم تھا تم نہیں مانو گے۔" تہذیب نے بے بسی سے کہا "لیکن کیا اپنی حفاظت کا بندوبست بھی نہیں کرو گے؟"

"اس طرف سے میں کب غافل رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "اس وقت بھی نہیں رہا جب تمہارے چہیتے بڈ صاحب حماقتیں فرما رہے تھے۔"

"بعض اوقات بڈ پاگل ہوجاتا ہے۔ معلوم نہیں اس کے دماغ میں کس قسم کی خرابی ہے لیکن علی! اس کی یہ حماقت تو بڑی مفید ثابت ہوئی۔"

"وہ کس طرح؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ چاہتا تو ان جھنجٹوں میں پڑے بغیر نارمن شیلوف ٹھکانے لگا دیتا۔ ذرا غور کرو یہ کتنا بڑا المیہ ہوتا کہ تم اپنوں کے ہاتھوں مارے جاتے۔ ہم تمہیں تلاش کرتے رہ جاتے کسی کو کبھی یہ معلوم نہ ہوپاتا کہ علی یار خان کا انجام کیا ہوا تھا؟"

میں نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا بڈ سے اتنی بڑی حماقت کی توقع کی جاسکتی ہے؟"

"نہیں" تہذیب نے نفی میں سر ہلایا "عام حالات میں وہ ایک ذہین اور معاملہ فہم آدمی ہے۔ اس کی عمومی کارکردگی بھی حیران کن ہوتی ہے۔ میں سمجھ نہیں سکی کہ اس نے تمہیں گم نام فون کالیں کیوں کیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کی چھٹی حس نے اسے تمہارے بارے میں خبردار کردیا ہو؟"

"میں صرف یہ جانتا ہوں کہ مجھے تائید ایزدی حاصل رہتی ہے۔ بڈ نے گم نام فون کالیں کرکے جس بے ہودگی کا مظاہرہ کیا وہ بھی اس کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔"

مرجانہ کسمسائی۔ وہ ہوش میں آرہی تھی۔ تہذیب اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔ چند ہی لمحوں میں اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے اپنے ہاتھ پیروں کو جنبش دینے کی کوششیں کیں مگر اس کے ہاتھ پیر تو بندھے ہوئے تھے۔

"مجھے کس جرم میں قید کیا گیا ہے۔" مرجانہ غرائی "مجھے کھول دو ورنہ میں تم لوگوں پر کیس کردوں گی۔"

اس کی اکڑ دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی جب کہ تہذیب نے پرسکون لہجے میں کہا "اب تمہارا راز راز نہیں رہا۔ اگر تم کہو تو میں تمہیں کھولنے کے لئے تیار ہوں مگر اس سے پہلے تمہارے لئے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہاں موجود تمام لوگ فلسطینی گوریلے ہیں۔"

تہذیب کی بات سن کر مرجانہ حواس باختہ تو ہوئی مگر اب بھی وہ ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار نہیں تھی "میں خود بھی عرب ہوں۔" اس نے کہا "فلسطینی گوریلوں سے مجھے کیا خطرہ ہوسکتا ہے؟"

"ہر اس عرب کو فلسطینیوں سے خوف زدہ ہونا چاہئے جو یہودی مفادات کے حامی ہیں۔" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا "تم تو خیر ان کی ایجنٹ ہو۔"

"یہ الزام ہے۔ تم میری توہین کررہی ہو۔ اتنا بڑا الزام لگانے سے پہلے تمہیں تصدیق کرلینی چاہئے تھی۔ میں تم پر ہتک عزت کا دعویٰ دائر کردوں گی۔"

"ضرور کردینا" تہذیب نے کہا "لیکن اس کے لئے تمہارا عدالت تک پہنچنا ضروری ہوگا اور مجھے اس میں شبہ ہے کہ اب دنیا کی کسی عدالت تک تمہارے رسائی ہوسکے گی۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا" مرجانہ نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ "کیا۔ کیا تم لوگ مجھے ہلاک کردو گے؟"

"ممکن ہے نہ بھی کریں۔" تہذیب بے پروائی سے بولی۔ "اس کا انحصار تمہاری روئیے پر ہے۔ تمہارا موجودہ رویہ ایسا نہیں ہے جس کی بنیاد پر تمہیں کسی بھی قسم کی رعایت دی جاسکے۔"

"لیکن تم مجھ پر الزام کیوں لگا رہی ہو۔ فدائین کی دھمکیاں کیوں دے رہی ہو۔ تم نے مجھے صیہونی ایجنٹ قرار دیا ہے۔ کیا میں اس پر احتجاج بھی نہ کروں؟"

"رینڈل ہاورڈ کے حوالے پر تم کیوں بھڑک اٹھی تھیں۔" تہذیب نے طنز کیا "اور تم نے مجھ پر جو حملہ کیا اس کا کیا جواز پیش کروگی؟"

"میں۔۔۔ میں سمجھی تھی تم موشے رینڈل کی ساتھی ہو۔"

مرجانہ کے اس بے ساختہ جھوٹ پر تہذیب ہکا بکا رہ گئی۔ پھر اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات نمودار ہوئے۔

"تمہارے اندر جھوٹ بولنے کی بھی صلاحیت نہیں ہے۔ کم از کم یہ تو سوچ لیا ہوتا کہ علی یار خان کے ساتھ کوئی صیہونی ایجنٹ نہیں ہوسکتا۔" تہذیب نے کہا۔

"کیوں نہیں ہوسکتا۔ علی یار خان بھی آدمی ہے۔ کسی وقت وہ بھی دھوکا کھا سکتا ہے۔ یہ کوئی اتنی انوکھی بات تو نہیں ہے۔"

تہذیب غصے میں دانت پیسنے لگی جبکہ میں مرجانہ کے جوابات سے محظوظ ہورہا تھا۔

"بکواس مت کرو۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی "تمہارے خلاف یہی ایک بات بہت کافی ہے کہ تم موشے ہاورڈ سے واقف ہو۔"

"واقف تو تم بھی ہو" مرجانہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا "اگر اس سے واقف ہونا جرم ہے تو تم بھی اتنی ہی مجرم ہو جتنی مجرم میں ہوں۔"

"زبان طراریوں سے کام نہیں چلے گا مرجانہ! تمہیں بتانا پڑے گا کہ تم اسے کیوں اور کس طرح جانتی ہو؟"

"اگر یہ بات تم نے پہلے پوچھ لی ہوتی تو بات اس قدر نہ بڑھتی۔ میں تمہیں پہلے ہی بتادیتی کہ۔۔۔" مرجانہ کی آواز بھرا گئی۔ وہ بہت عمدہ اداکاری کررہی تھی۔ چند لمحے وہ یوں خاموش رہی جیسے اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کررہی ہو۔ پھر اس نے دوبارہ سلسلہ کلام جوڑا "پچھلے سال میں عدنان کے ساتھ یورپ کے دورے پر گئی تھی۔ تفریح کے ساتھ ساتھ عدنان کے پیش نظر اپنے کچھ کاروباری امور بھی تھے۔ جنہیں وہ ساتھ ساتھ نمٹاتا جارہا تھا۔ جب ہم پیرس پہنچے تو وہاں کے ایک ہوٹل میں عدنان کے ایک دوست نے ہمیں اس کے بارے میں بتایا تھا۔ اس وقت موشے رینڈل ہاورڈ بھی موجود تھا۔ مجھے اس کی صورت ہی نفرت انگیز معلوم ہوئی تھی اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ اس کے عزائم کتنے مذموم ہیں۔ میری نفرت اور بھی گہری ہوگئی مگر ظاہر ہے میں کچھ نہیں کرسکتی تھی اگر وہ عراق میں ہوتا تو میں ہرگز اسے نہ چھوڑتی لیکن فرانس جیسے ملک میں اس کے خلاف کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم کیوں اپنا وقت ضائع کررہی ہو تہذیب۔" میں نے دخل اندازی کی "تمہیں یہ بات ویسے ہی سمجھ لینی چاہئے کہ سیدھی طرح کچھ نہیں بتائے گی۔"

"یہ بات میں بھی جانتی ہوں علی! میں تو یہ چیک کررہی تھی کہ یہ کس حد تک جھوٹ بول سکتی ہے۔ جتنی غلط بیانی اب تک یہ کرچکی ہے اس کے بعد اس کی کسی بات پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔"

"یہ سراسر زیادتی ہے۔" مرجانہ نے احتجاجی لہجے میں کہا۔ "میں نے تم سے کوئی غلط بیانی نہیں کی۔ تم جس طرح چاہو میری باتوں کی تصدیق کرسکتے ہو۔"

"مثال کے طور پر" میں نے اس کا ہیر کلپ اس کی آنکھوں کے سامنے لے جاکر کہا "اس ہیر کلپ کے بارے میں تم کیا سچ بولنا پسند کروگی؟"

"یہ۔ یہ تو میں نے بصرہ کی ایک دکان سے خریدا تھا۔" مرجانہ نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا "اس کے بارے میں میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو بجائے خود ایک داستان ہے۔ سی آئی اے کے ایک ایجنٹ کی اپنی تنظیم قائم کرنے کی داستان۔"

"تم لوگ معموں میں گفتگو کررہے ہو۔ یہ ایک عام ہیر کلپ ہے۔"

"میں کہہ رہا ہوں کہ اس پر ایک داستان رقم ہے۔ اگر تم نے میری بات سے اتفاق نہ کیا تو مجبوراً مجھے ایک اور داستان رقم کرنی پڑے گی جو تمہارے جسم پر رقم ہوگی۔ یہ داستان رقم کرنے کے لئے کسی قلم کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ یہ تو لوہے کی گرم سلاخوں اور ہنٹروں کی مدد سے رقم کی جائے گی۔"

"کیا تم لوگ باتیں ہی کرتے رہوگے" بڈ نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا "کھانا کھانے کا ارادہ نہیں ہے؟"

"ضرور کھائیں گے بڈ" میں نے کہا "تم اس کا انتظام کرو، ہم کھانے کے لئے چلتے ہیں۔"

بڈ نے مرجانہ کو ڈرائنگ روم سے بڑا دیا۔ میں اور تہذیب کھانے کے کمرے میں پہنچ گئے۔ کھانے کی میز پر ہمارے ساتھ بڈ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"علی نے مجھے تمہاری حماقتوں کے بارے میں بتایا ہے۔" کھانے کے دوران تہذیب نے بڈ سے کہا "تمہیں گم نام فون کالیں کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ انہی حماقتوں کے لئے میں نے تمہیں انچارج بنایا تھا؟" میں نے قطعیت سے کہا۔

بڈ بری طرح جھینپ گیا "میں خود اس بات پر غور کرتا رہا ہوں میڈم! سمجھ میں نہیں آتا کہ میں نے وہ حرکت کیوں کی تھی۔"

"حالاں کہ تم نے دلیلیں دے کر مجھے قائل کرنے کی کوشش کی تھی کہ جو کچھ تم نے کیا وہی درست تھا۔" [میں] نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"عقل مند اور بے وقوف میں یہی تو فرق ہوتا ہے چیف!" بڈ نے محققانہ انداز میں کہا "عقل مند اپنی حماقت کو دلیلوں سے چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ بے وقوف یہ نہیں کرسکتا۔"

"گویا تم اپنی حماقت کا برملا اعتراف کررہے ہو۔" میں نے کہا۔

"جب اپنے سے زیادہ عقل مند لوگوں سے واسطہ پڑ رہا ہو تو یہی کرنا پڑتا ہے لیکن میں نے اس پر بہت غور کیا ہے چیف! اس کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ابھی تمہیں مزید زندہ رہنا تھا ورنہ مجھ سے یہ حماقت نہ ہوتی۔"

"جو ہونا تھا وہ تو ہوگیا" تہذیب نے کہا "اب اپنے آئندہ قدم پر غور کرو۔ میری رائے میں ہمیں یہ جگہ فوراً چھوڑ دینی چاہیے۔"

"کیوں" بڈ نے حیرت سے کہا "یہاں کیا پریشانی ہے۔ مفت کی جگہ میسر آگئی ہے۔ ہم کیوں اسے چھوڑ کر کفران نعمت کے مرتکب ہوں۔"

"اس قسم کے خالی مکانات میں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ مکین کسی وقت بھی لوٹ کے آسکتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ کسی ہوٹل میں منتقل ہوجائیں۔"

"کم از کم آج تو یہ ممکن نہیں ہوگا۔" میں نے کہا "اس لئے کہ عدنان عباسی ہماری قید میں ہے اور اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا ہے۔"

"فیصلہ کیا کرنا ہے چیف!" بڈ بولا "ایک گولی میں اس کا کام تمام ہوجائے گا۔"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے بڈ! اس کی گردن پر سونیا کا خون ہے جو میں کسی صورت بھی معاف نہیں کرسکتا۔" میں نے [...] لہجے میں کہا۔

"تم درست کہہ رہے ہو علی" تہذیب بولی "وہ واقعی سخت سزا کا مستحق ہے لیکن اسے سزا دینے کے لئے کوئی اور طریقہ بھی تو اختیار کیا جاسکتا ہے۔"

"تم سب لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔ میں فی الحال یہیں رہوں گا۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" تہذیب نے آہستہ سے کہا۔ "میں نے تو محض ایک تجویز پیش کی تھی۔"

"میں نے تمہاری تجویز سے اختلاف تو نہیں کیا۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہہ رہا ہوں کہ علی گروپ کے بقیہ ارکان کو واپس ہی بھیج دو۔"

"ٹھیک ہے۔ اب ان کی یہاں کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔" تہذیب نے بڈ کی طرف دیکھا۔

"میں ان سب کی واپسی کا انتظام کیے دیتا ہوں۔" بڈ نے مستعدی سے کہا "مگر خیال رہے کہ بڈ خود واپس نہیں آئے گا۔"

"تمہارا شمار علی گروپ کے ارکان میں ہوتا ہی کب ہے۔" تہذیب نے ہنس کر کہا "تم تو علی گروپ کے بانیوں میں سے ہو۔"

کھانے کے بعد بڈ تو علی گروپ کے ارکان کی روانگی کے انتظامات کرنے نکل گیا اور میں تہذیب کے ساتھ خواب گاہ میں چلا آیا۔

"مجھے یہ سب کچھ خواب سا معلوم ہورہا ہے علی! لگتا ہے کسی بھی لمحے آنکھ کھلے گی اور سپنا بکھر کر رہ جائے گا۔"

"نہ آنکھ کھلے گی اور نہ سپنا بکھرے گا۔" میں نے کہا "ہمیں تو کھل کر حقائق کا سامنا کرنا ہے۔ عدنان عباسی، مرجانہ اور رینڈل ہاورڈ جیسے حقائق کا سامنا۔"

"تم نے عدنان عباسی کو اپاہج کردینے کا فیصلہ کیا ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہاں، اس سے کم اسے کوئی سزا دینا ناانصافی ہوگی اور میں اس کے ساتھ ناانصافی نہیں کرنا چاہتا۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ اس کا مستحق بھی ہے لیکن مرجانہ کے لیے تم نے کیا سوچا ہے؟"

"مرجانہ کو میں عراق سے صحیح سالم حالت میں نکال کر لے جانا چاہتا ہوں۔"

"اوہ" تہذیب مجھے غور سے دیکھنے لگی "کیا میں اس کی وجہ پوچھ سکتی ہوں؟"

"تم جانتی ہو کہ عموماً میں ایسی باتوں کی وضاحت نہیں کرتا لیکن چوں کہ اس پورے معاملے کا کریڈٹ تمہارے نام ہے اس لئے بتا رہا ہوں کہ ہم یہاں سے فرانس جائیں گے۔"

"اس کی تو خیر تم سے مجھے توقع ہے کہ تم رینڈل ہاورڈ سے ضرور الجھو گے لیکن مرجانہ کا اس میں کیا رول ہوگا۔"

"بہترین رول ہوگا۔ میں رینڈل ہاورڈ کی خدمت میں ایک تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ مرجانہ کی لاش کا تحفہ ہوگا۔"

"تمہیں روکنے کی کوشش کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوگا لیکن کیا رینڈل کو چیلنج کرنے کا اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔"

"میں تو اسی کو بہتر سمجھتا ہوں۔ اگر تم اس سے بہتر کوئی تدبیر پیش کرسکو تو میں اسے قبول کرلوں گا۔"

"مرجانہ کو یہاں سے لے کر نکلنے میں ہمیں خواہ مخواہ خطرات سے کھیلنا پڑے گا۔" تہذیب نے کہا "اور پھر کیا ضروری ہے کہ اسے فرانس ہی لے جایا جائے۔"

"اسے یہاں سے لے کر نہیں جائیں گے تو اس کی لاش کا تحفہ رینڈل ہاورڈ کو کس طرح پیش کریں گے؟"

"اگر تم پسند کرو تو ایسا بندوبست کیا جاسکتا ہے کہ رینڈل خود عراق آجائے۔ اس طرح ہم بہت سے خطرات سے بچ جائیں گے۔"

"نہیں" میں نے سر کو منفی جنبش دی "اسے یہ معلوم ہوچکا ہے کہ میں زندہ ہوں۔ عدنان عباسی کی مہربانی سے یہ بات بھی اس کے علم میں ہے کہ میں نارمن شیلوف کے میک اپ میں اسرائیل جارہا تھا۔ پھر اسے معلوم ہوا ہوگا کہ آرتھر اور نارمنڈو مارے گئے اور نارمن شیلوف بچ نکلا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نارمن شیلوف یا علی عمران کہاں گیا؟" میں نے تہذیب کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اصولی طور پر تو علی کو کرنل نعمان سے رابطہ قائم کرنا چاہئے تھا۔" تہذیب نے کہا۔

"بالکل ٹھیک" میں نے تعریفی انداز میں کہا "مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ اس پر روشنی ڈال سکتی ہو۔"

تہذیب چند لمحے ذہن پر زور دیتی رہی پھر مایوسی سے سر کو منفی جنبش دی۔ "نہیں۔۔۔۔ اس کا اندازہ لگانا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔"

"تم نے تہذیب مالکم ایکس کی حیثیت سے سوچا ہے اس لئے تمہاری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اگر تم نے رینڈل ہاورڈ کے نکتہ نگاہ سے سوچا ہوتا تو سب تمہاری سمجھ میں آجاتا۔ دراصل رینڈل کو معلوم ہے کہ نارمن شیلوف کے میک اپ میں میں تھا۔ پھر آرتھر کے گھر حملہ ہوا جس میں میرے علاوہ سب مارے گئے۔ حملہ آور ان کے تھے۔ میرے ساتھی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اوہ! میں سمجھ گئی" تہذیب اچھل پڑی "اس نے یہی سمجھا ہوگا کہ جو کچھ ہوا وہ ہماری ملی بھگت کا نتیجہ تھا۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی نتیجہ بھی تو نہیں نکلتا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو منطقی اعتبار سے مجھے کرنل نعمان سے لامحالہ رابطہ قائم کرنا چاہئے تھا۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو علی!" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھا "لیکن تمہاری گفتگو نے مجھے الجھن میں مبتلا کردیا ہے۔ آخر تم نے کرنل نعمان سے رابطہ کیوں قائم نہیں کیا۔"

"کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔ میرا خیال ہے میں زیادہ عرصہ کسی کا پابند نہیں رہ سکتا۔ میرا کام کرنے کا ایک الگ انداز ہے۔ جس سے دوسروں کا متفق ہونا آسان نہیں ہے لہٰذا میں نے بہتر یہی سمجھا کہ اس سے رابطہ قائم نہ کروں۔ خیر یہ تو ایک الگ معاملہ ہے۔ بات ہو رہی تھی رینڈل کی۔ اس نے تل ابیب میں میرے استقبال کے انتظامات کرلئے ہوں گے لیکن وہ پروگرام ملیامیٹ ہوگیا۔ اب رینڈل یہی سمجھ رہا ہوگا کہ میں تمہارے ساتھ مل کر کام کر رہا ہوں۔ یہ حقیقت بھی ہے مگر یہ حقیقت محض اتفاقاً ہی حقیقت ہوئی ہے ورنہ حالات بہت مختلف بھی ہوسکتے تھے۔ اس حد تک تو رینڈل کا اندازہ درست ثابت ہوتا ہے لیکن اس سے آگے وہ مکمل طور پر تاریکی میں ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ میرا آئندہ قدم کیا ہوگا۔ وہ اس بات سے بھی بے خبر ہے کہ میں اس کے وجود اور اس کے عزائم سے واقف ہوں لہٰذا ایسے میں جب اسے اچانک اپنی ایک ایجنٹ کی لاش تحفے میں ملے گی تو وہ بوکھلا جائے گا۔ اسے اپنی حیثیت کا بھی اندازہ ہوگا اور وہ زیادہ بہتر انداز میں میرا مقابلہ کرے گا۔"

"محض اتنی سی بات کے لئے تم اتنے جھمیلوں میں پڑ رہے ہو۔" تہذیب نے مجھے عجیب سے نظروں سی دیکھتے ہوئے کہا۔

میں مسکرایا "بات اتنی سی نہیں ہے تہذیب۔" میں نے کہا "رینڈل ہاورڈ کو خاموشی سے بھی ٹھکانے لگایا جاسکتا ہے لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ رینڈل ہاورڈ کی پشت پر دنیا کے بہت سے یہودی ہوں گے۔ اگر میں نے اسے مار دیا تو وہ اس کی موت کو زیادہ عرصہ یاد نہیں رکھیں گے لیکن اگر میں نے اسے کوئی زک پہنچائی تو اس کی شکست سے یہودیوں کو اپنی بے وقتی کا احساس ہوگا۔ انہوں نے میرے مقابلے میں رینڈل ہاورڈ کو اپنی امیدوں کا مرکز بنا رکھا ہے۔ میں اسے جتنی زیادہ بے بسی میں مبتلا کروں گا۔ یہودیوں کو اتنی ہی زیادہ اذیت ہوگی اور میرا مشن کیا ہے؟"

تہذیب نے تفہیمی انداز میں سرہلایا "میں تمہارا
سمجھ رہی ہوں۔" اس نے کہا "بس مجھے اس میں ایک
تردد ہے کہ مرجانہ کو یہاں سے نکال لے جانا آسان
ہوگا۔"

"یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔" میں نے کہا "تم ا
مسئلے کے بارے میں تو سوچ ہی نہیں رہی ہو۔ ہم عدنا
زندہ چھوڑ کر جائیں گے۔ کیا وہ ہم سے پہلے ہی ہمارے بار
میں رینڈل کو خبر نہیں کردے گا۔"

تہذیب بے بسی سے ہنسی "ہاں یہ مسئلہ ہے اور چو
تمہارے ذہن میں موجود ہے اس لئے میں یقین سے کہہ
ہوں کہ تم نے اس کا بھی کوئی حل سوچ رکھا ہوگا۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے۔ مرجانہ کو تو ہم یہاں
بغرض علاج پیرس لے جائیں گے۔ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ حا
کرنا مشکل نہیں ہوگا اور ایسے انجکشنوں کی کمی نہیں
جن کے ذریعے عارضی طور پر دماغ ماؤف کردیا جائے۔ پہ
دونوں مرجانہ کو لے کر یہاں سے نکل جائیں گے اور عدنا
بڈ کی تحویل میں یہاں چھوڑ جائیں گے۔ ہم اپنا کام تیز
تکمیل کو پہنچائیں گے اور پھر بڈ کو سگنل دیں گے۔ ہمارا ا
ملنے پر وہ عدنان کو رہا کرکے خود بھی ہم سے آملے گا۔"

"میں نے کہا تھا نا کہ تمہارے ذہن میں اس مسئلے کا
ضرور ہوگا۔" تہذیب نے ہنس کر کہا "اب یہ بتاؤ کہ
کب سے شروع ہوگا۔"

"کھیل کی ابتدا تو ہوچکی ہے تہذیب! بڈ کے واپس
ہی ہم اسے مرجانہ کے لئے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ حاصل کر
مامور کردیں گے۔ کل صبح ہم عدنان عباسی سے دس لاکھ
کا چیک حاصل کرکے اسے کیش کرانے کی کوشش کریں
اور اس کے بعد پہلی فرصت میں عراق سے نکل جا
گے۔"

"دس لاکھ دینار کا چیک۔" تہذیب نے حیران ہو
"کیا اتنی بڑی رقم کا چیک کیش ہوجائے گا۔"

"کیش کیوں نہیں ہوگا۔۔۔ اگر نہ ہوا تو عدنان عبا
زندہ نہیں رہے گا اور یہ بات وہ خود اچھی طرح سمجھتا

"ٹھیک ہے علی! یہ تمہارے معاملات ہیں۔ جس
مناسب سمجھو کرو لیکن تمہیں اپنی مصروفیات میں سے
بہت وقت دوسروں کے لئے بھی نکالنا چاہئے۔"

میں نے چونک کر اسے دیکھا "کہیں تمہارا اشا
براؤن اور جنرل ٹیرس کی طرف تو نہیں ہے؟"

"ہاں میرا اشارہ انہی کی طرف تھا۔ تمہیں بڈ نے نہیں بتایا کہ وہ دونوں تمہیں کتنا یاد کرتے ہیں؟"

"بڈ نے نہ بتایا ہوتا تب بھی مجھے اندازہ ہے تہذیب! میں جانتا ہوں کہ وہ دونوں مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔"

"اور یہ بات بھی تمہارے علم میں ضرور ہوگی کہ جنرل ٹیرس نے گوٹے بل میں انتخابات کرا دیئے ہیں اور اب وہ وہاں کا منتخب صدر ہے۔"

"میں نے اخبارات میں پڑھا تھا اور اس پر مجھے بے حد خوشی بھی ہوئی تھی۔ جمہوریت بہرحال اچھی چیز ہے۔"

میں اور تہذیب بہت دیر تک گزرے دنوں کی باتیں کرتے رہے۔ پھر بڈ آگیا۔ اس نے اطلاع دی کہ علی گروپ کے ارکان فوری طور پر روانہ ہو رہے ہیں۔ ان سب کی سیٹیں اگلے روز کے جہاز سے گوٹے بل کے لئے بک کرادی گئی ہیں اور فلائٹ ظاہر ہے بغداد سے روانہ ہونی تھی۔ بصرہ ایئرپورٹ تو ان دنوں جنگ کی وجہ سے بند تھا۔

علی گروپ کے ارکان کے پاس چونکہ برائے نام سامان تھا لہٰذا وہ فوری طور پر روانہ ہوگئے۔ انہیں رخصت کرنے کے بعد میں تہذیب اور بڈ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آگیا۔

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ مرجانہ کو ذہنی مریض کی حیثیت سے بغرض علاج فرانس لے جاؤں۔ تہذیب میرے ساتھ جائے گی اور تم عدنان عباسی کے ساتھ یہیں رکو گے۔"

"تمہارے مقابلے میں بڈ کیا خیال ظاہر کرے گا۔" بڈ نے کہا۔ "بڈ کو تو یہ بتاؤ کہ اسے کیا کرنا ہے۔"

"ایک عدد ڈاکٹری سرٹیفکیٹ کا بندوبست کرو جس میں مرجانہ کو علاج کے لئے بیرون ملک لے جانے کی سفارش کی گئی ہو۔ اس کے علاوہ میرے اور مرجانہ کے لئے دیگر ضروری کاغذات کا بندوبست کرو۔ تہذیب کے پاس تو خیر پاسپورٹ موجود ہے۔ صرف ویزے کا مسئلہ ہوگا۔"

"میرے پاسپورٹ پر فرانس کا ویزا موجود ہے۔" تہذیب نے کہا "تم بس اپنی اور مرجانہ کی فکر کرو۔"

"پاسپورٹ تو مرجانہ کا بھی ہوگا۔" بڈ بولا "بہتر یہی ہوگا کہ اس کا اصل پاسپورٹ استعمال کیا جائے۔ ڈاکٹری سرٹیفکیٹ حاصل کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہے اور تمہارے لئے کاغذات تیار کرانے میں بھی زیادہ سے زیادہ دو دن لگیں گے۔"

"میں بہت معمولی سے میک اپ میں یہاں سے جاؤں گا۔ میک اپ بس اس قدر ہوگا کہ کوئی پہلی ہی نظر میں مجھے نہ پہچان لے۔ تم مجھے میک اپ کا سامان دو۔ یہ کام میں ابھی کرلینا چاہتا ہوں۔"

بڈ نے مجھے میک اپ کا سامان لاکر دیا اور میں نے محض چند منٹ میں میک اپ کرلیا۔ یہ میک اپ ہلکی سی مونچھوں اور فرنچ کٹ داڑھی پر مشتمل تھا۔ اس سے بس اتنا ہوگیا کہ سرسری نظروں سے دیکھنے پر کوئی مجھے بحیثیت علی یار خان کے شناخت نہیں کرسکتا تھا۔ میک اپ کرنے کے بعد میں نے ایک نزدیکی فوٹو اسٹوڈیو سے ارجنٹ تصویر کھنچوائیں اور جب اسٹوڈیو سے واپس لوٹا تو تصویریں میرے پاس تھیں۔ میں نے تصویریں بڈ کے حوالے کیں اور مرجانہ کو طلب کرلیا۔

بڈ، مرجانہ کو لے کر آیا تو اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ پیر البتہ بڈ نے کھول دیئے تھے۔ مرجانہ کا چہرہ اگرچہ اترا ہوا تھا مگر اس کے تیور اب بھی خراب تھے۔

"تم لوگ میرے ساتھ جو سلوک کر رہے ہو اس کا خمیازہ تمہیں ضرور بھگتنا پڑے گا۔" اس نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی بپھرے ہوئے انداز میں کہا۔

"اس کے ہاتھ بھی کھول دو بڈ" میں نے مرجانہ کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا اور بڈ نے اس کے ہاتھوں کی بندشیں بھی کھول دیں۔ میں نے مرجانہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ مجھے گھورتی ہوئی ایک صوفے پر ٹک گئی۔

"تمہاری تمام حرکتوں کے باوجود میں نے اب تک تمہارے ساتھ کوئی خراب سلوک نہیں کیا ہے۔" میں نے مرجانہ سے کہا۔ "تم سے میرا کوئی جھگڑا ہے بھی نہیں۔ جھگڑا تو دراصل اس سے ہے جو میری جان کا دشمن ہے۔ اگر تم اس کی ایجنٹ ہو تو ہوا کرو۔ میں ہمیشہ جڑ پر توجہ دیتا ہوں۔ جب رینڈل ہاورڈ نہیں ہوگا تو تم بھی میری دشمن نہیں رہو گی۔ میں تم سے بس اس حد تک تعاون کا طلب گار ہوں کہ رینڈل تک پہنچنے میں میری مدد کرو۔ اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ بولو، تمہیں یہ سودا منظور ہے یا نہیں؟"

مرجانہ کی آنکھیں سوچ میں ڈوب گئیں۔ وہ میری تجویز پر غور کر رہی تھیں جو ہر اعتبار سے اس کے لئے سودمند تھی۔ غالباً اسے یقین رہا ہوگا کہ میں رینڈل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکوں گا بلکہ خود ہی پھنس جاؤں گا۔ میرے بارے میں رینڈل کو اطلاع فراہم کرنا تو اس کی ذمے داری تھی۔ میری گرفت میں آجانے کی وجہ سے وہ اپنی یہ ذمے داری پوری نہیں کرسکتی تھی لیکن اسے یہ موقع قسمت سے مل رہا تھا کہ میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

خود ہی اس سے رینڈل کے پاس جانے کی فرمائش کر رہا تھا اور
اس کے ساتھ کوئی خراب سلوک بھی نہیں کر رہا تھا۔ وہ یہ
موقع ہاتھ سے کس طرح گنوا سکتی تھی۔ چند لمحوں کی سوچ
بچار کے بعد اس نے لب کشائی کی۔

"رینڈل کے بارے میں معلومات تمہیں کس ذریعے
سے حاصل ہوئی ہیں؟" اس نے کہا۔

"تم ابتدا ہی غلط کر رہی ہو۔ ہم ایک دوسرے سے کوئی
بھی غیر متعلق بات نہیں کریں گے۔ مجھے رینڈل تک پہنچانے
کی ذمے داری قبول کرتی ہو یا نہیں؟"

"میں یہ ذمے داری قبول تو کرلوں مگر میری زندگی کی
ضمانت کون دے گا؟"

"میرا رویہ ہی ضمانت ہے۔ عدنان سے میری دشمنی
تھی۔ اس کا حشر تمہارے سامنے ہے۔ تم سے دشمنی نہیں
تھی چناں چہ میں نے تمہیں انگلی بھی نہیں لگائی۔ اب جب
کہ تم مجھ سے تعاون کرو گی تو میں تمہیں کیا اور کیوں نقصان
پہنچاؤں گا؟"

"میں یہ رسک لینے کے لئے تیار ہوں۔ مرجانہ نے
بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تمہیں رینڈل کے پتے سے آگاہ
کردوں گی۔"

"غلط بات مت کرو مرجانہ! میں نے تم سے اس کا پتا
نہیں پوچھا ہے۔ یہ کہا ہے کہ تم مجھے اس تک پہنچاؤ گی۔"

"ایک ہی بات ہے۔ تمہیں تو رینڈل تک پہنچنا ہے یہ
کام ایسے بھی ہو سکتا ہے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو مرجانہ! تم خود بھی جانتی ہو
کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ میں تصدیق کئے بغیر تو تمہیں رہا نہیں
کروں گا؟"

"ٹھیک ہے" مرجانہ نے بے بسی سے کہا "مگر اس کے
لئے تمہیں فرانس جانا پڑے گا۔"

"فرانس جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے
مسکرا کر کہا "بلکہ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اس بہانے
فرانس بھی دیکھ لوں گا" "تمہارے پاس پاسپورٹ تو ہوگا؟"

"پاسپورٹ بھی ہے اور فرانس کا ویزا بھی" مرجانہ نے
کہا۔ "لیکن اس کے لئے مجھے گھر جانا پڑے گا۔"

"میں خود تمہیں لے کر چلوں گا۔" میں نے کہا "خیال
رکھنا کہ اگر تم نے کوئی گڑ بڑ کرنے کی کوشش کی تو میں تنہا
نہیں ہوں گا اور لوگ بھی ہوں گے جو تمہاری نگاہ سے پوشیدہ
ہوں گے اور کسی گڑ بڑ کا احساس ہوتے ہی حرکت میں
آجائیں گے۔"

"میں سمجھتی ہوں" مرجانہ نے دھیمی آواز میں کہا "بے
فکر رہو، مجھے اپنی زندگی بہت عزیز ہے۔ میں کوئی گڑ بڑ نہ
کروں گی۔"

"میرے خیال میں اب میڈیکل سرٹیفکیٹ کے جھنجھ
میں پڑنے کی ضرورت نہیں رہی۔" میں نے بڈ کی طرف دیکھ
ہوئے کہا۔

"جیسا تم مناسب سمجھو چیف!" بڈ نے کہا مگر وہ مطمئن
نظر نہیں آ رہا تھا۔

"میں مرجانہ کے ساتھ جا رہا ہوں۔" میں نے بڈ
عدم اطمینان کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا "تم مرجانہ
رہائش گاہ سے واقف ہو۔ اپنے تمام آدمیوں کو مرجانہ
رہائش گاہ کے اطراف پھیلا دو۔ اگر میں مرجانہ کے سا
پندرہ منٹ کے اندر اس کی رہائش گاہ سے باہر نہ آیا تو
پوری قوت سے حملہ کر سکتے ہو۔"

مرجانہ کو کیا معلوم تھا کہ سب لوگ واپس جا چکے ہیں
بڈ بھی سمجھ گیا کہ میرا مقصد صرف مرجانہ کو خوف زدہ کرنا
تاکہ وہ کوئی غلط حرکت کرنے کے بارے میں سوچ بھی
سکے۔ لہٰذا اس نے بڑی شد و مد سے میری تائید کی۔

پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد میں مرجانہ کے سا
نکل کھڑا ہوا۔ کار مرجانہ ڈرائیو کر رہی تھی اور میں اس
برابر بیٹھا ہوا تھا۔ مرجانہ ہونٹ بھینچے خاموشی سے کار ڈرا
کر رہی تھی۔ شام کا وقت ہونے کی وجہ سے بصرہ کی سڑکوں
ٹریفک کا ازدحام تھا۔ دفاتر اور کاروباری اداروں میں
ہونے کے بعد لوگ اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے۔
کی سڑکوں پر شام کے سائے اتر رہے تھے۔ سورج مغرب
سمت جھک رہا تھا اور ٹریفک سے بھری پڑی سڑکوں پر
کار سست رفتاری سے سفر کر رہی تھی۔

وعدے کے مطابق مرجانہ نے کوئی گڑ بڑ کرنے
کوشش نہیں کی۔ میں بہرحال پوری طرح چوکس تھا۔ اگر
کوئی حرکت کرتی تو اسے بھگتنا پڑتا۔

اپنے بنگلے پر پہنچ کر اس نے ہارن دیا اور گیٹ پر
چوکیدار کو گیٹ کھولنے کا اشارہ کیا۔ چوکیدار کے چہرے
عجیب سے تاثرات دکھائی دیئے مگر ظاہر ہے وہ رتبے کے
کی وجہ سے کچھ پوچھ نہیں سکتا تھا۔ گیٹ کھلتے ہی مرجانہ
اندر لیتی چلی گئی۔ میں مرجانہ کے ساتھ اس کے بنگ
داخل ہوا کئی ملازمین نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر مرجا
ان سب کو جھڑک دیا اور میرے ساتھ سیدھی اپنی خوا
میں پہنچ گئی۔ اس نے خواب گاہ میں موجود الماری کھو

اس کے سر پر مسلط تھا اور اس کی ہر حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے
تھے۔ مرجانہ نے الماری کی ایک دراز سے پاسپورٹ نکال کر
میری طرف بڑھایا۔ میں نے پاسپورٹ لیتے ہوئے اسے
الماری بند کرنے کا اشارہ کیا۔ جب اس نے الماری بند کردی
تب میں نے اس کے پاسپورٹ پر نگاہ ڈالی۔

"بیٹھ جاؤ علی!" اس نے بڑے شیریں لہجے میں کہا
"یہاں تم میرے مہمان ہو۔ کچھ پینا پسند کرو گے؟"

"مجھے یقین ہے کہ اس خواب گاہ سے کچھ کاغذات بھی
برآمد ہو سکتے ہیں۔" میں نے کہا "لیکن وعدے کا پاس کرتے
ہوئے میں صرف پاسپورٹ پر اکتفا کر رہا ہوں۔ ہمارے
درمیان معاہدہ ہوا ہے کہ ہم اپنے کام سے کام رکھیں گے۔
میں تم سے کوئی غیر متعلق بات نہیں کر رہا ہوں لہٰذا تم بھی
احتیاط کرو۔"

"کیا ہم اپنی ذاتیات کا گلا بھی گھونٹ دیں۔ اخلاقیات کو
بھی ترک کردیں؟"

"تم بھول رہی ہو کہ اگر مجھے پندرہ منٹ سے زیادہ وقت
لگا تو میرے آدمی یہاں دھاوا بول دیں گے۔"

"ٹھیک ہے" مرجانہ جھنجلا گئی "لیکن مجھے اتنی مہلت تو
دو کہ میں اپنے کچھ کپڑے رکھ لوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم فرانس ضرور جا رہے ہیں
مگر تم اپنا کام کرتے ہی واپس آسکتی ہو۔"

"مجھے چند جوڑوں کی ضرورت تو پڑے گی اور پھر ممکن
ہے میں اپنے طور پر وہاں کچھ وقت گزارنا چاہوں۔"

"ریڈی میڈ کپڑے خرید لینا" میں نے بے پرواہی سے
کہا۔ "اب جلدی سے نکل چلو۔"

مرجانہ نے روانہ ہوتے وقت اپنے ملازمین سے کہہ دیا
کہ وہ چند روز بعد واپس آئے گی اور اس کے بعد ہم واپس
آگئے۔ ہمارے واپس پہنچنے تک سورج غروب ہو چکا تھا۔ بڈ
اور تہذیب موجود تھے۔ میں ان کو ساتھ لے کر عدنان عباسی
والے کمرے میں پہنچ گیا۔ مرجانہ کو دوسرے کمرے میں بند
کردیا گیا تھا۔

عدنان عباسی کا برا حال تھا۔ ہم اس کے کمرے میں پہنچے
تو اس نے ہماری طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر مردنی اور
آنکھوں میں ویرانی بسیرا کئے ہوئے تھی۔ نگاہوں میں
اجنبیت تھی۔

"کیا حال ہے عدنان!" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا
"اگر میں تمہارے گروہ میں شامل ہو جاؤں تو تم مجھے زندگی کی
ضمانت تو فراہم کرو گے نا۔"

وہ جواب میں اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ اس
میں اتنی سکت نہیں رہ گئی تھی کہ مجھ سے زبان چلا سکتا۔

"کچھ بولو نا عدنان!" "تم تو بڑے زندہ دل مشہور ہو۔ اس
وقت تمہاری زندہ دلی کو کیا ہو گیا ہے؟"

وہ بے بسی سے مجھے دیکھتا رہا۔ کل تک وہ عراق کا سب
سے زیادہ بارسوخ شخص تھا اور آج اس پر ایسی بے بسی مسلط
تھی جسے دیکھ کر عبرت پکڑی جا سکتی تھی۔

"میں نے تمہارے لئے ایک گولی صبح اور ایک گولی شام
کا نسخہ تجویز کیا تھا۔" میں نے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے
کہا۔

"نہیں" وہ دونوں ہاتھ اٹھا کے چیخ پڑا "میں بڑے
عذاب سے گزر رہا ہوں۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھے
معاف کردو۔"

"یوں کام نہیں چلے گا عدنان! یہ مفلس اور قلاش
لوگوں کا طریقہ کار ہوا کرتا ہے۔ تم تو یوں معافی مت مانگو۔"

"مجھے بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کروں۔" اس نے ہذیانی
انداز میں کہا "مجھے اس کرب سے نجات حاصل کرنے کی
قیمت بتادو میں ادا کردوں گا۔"

"ابھی تم سیدھے نہیں ہوئے ہو عدنان! میرے خیال
میں مزید دو چار ڈوز کے بعد تم راہ راست پر آؤ گے۔ ابھی میں
نے قیمت لگائی تو تم اپنی غربت کا رونا رونے لگو گے۔"

"میں ۔۔۔ میں ہر قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔" عدنان
گڑگڑایا "تم کیوں ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔ مجھے
بتاتے کیوں نہیں کہ تم کتنے تاوان کے طلب گار ہو؟"

"دس لاکھ دینار کے بارے میں کیا خیال ہے عدنان!"
میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔

"مجھے منظور ہے۔" عدنان نے بے ساختہ کہا "لیکن
اتنی بڑی رقم اکٹھی کرنے میں وقت لگے گا۔"

"بالکل بھی وقت نہیں لگے گا عدنان!" میں نے جیب
سے چیک بک نکالتے ہوئے کہا "یہ نیشنل بینک آف عراق
بصرہ برانچ کی چیک بک ہے۔ اسے پہچانتے ہو نا؟"

عدنان کا چہرہ دھواں ہو گیا "یہ ۔۔۔ یہ چیک بک تمہارے
پاس کہاں سے آئی؟" اس نے اٹک اٹک کر پوچھا۔

"یہ میں نے تمہاری آسانی کے لئے منگوائی ہے۔" میں
نے چیک بک اس کی طرف بڑھائی "دس لاکھ دینار کا چیک
کاٹ دو۔"

"چیک تو میں کاٹ دوں گا مگر تم مشکل میں پھنس جاؤ
گے ۔۔۔ بینک میں اتنی بڑی رقم نہیں ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میری مشکلات کی پروا مت کرو عدنان! اگر کرو گے تو میں اپنے تجویز کردہ نسخہ پر دوبارہ عمل شروع کردوں گا۔" میں نے ریوالور لہرایا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ لاؤ مجھے قلم دو۔" میں چیک کاٹے دیتا ہوں" عدنان نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اس کے اس انداز پر بڈ کو ہنسی آگئی۔ میں نے بڈ کو گھورا مگر وہ میری طرف سے بے نیازی برتتے ہوئے آگے بڑھا اور قلم نکال کر بڑے ادب سے عدنان کی خدمت میں پیش کردیا۔

"چیک کاٹنے سے قبل اپنے حواس درست کرلو عدنان! کہیں دستخط کرتے وقت تمہارا ہاتھ نہ بہک جائے۔ اگر ایسا ہوا تو تمہاری گردن بھی کٹ سکتی ہے۔" میں نے بلند آواز سے کہا۔

چیک لکھنے کے لئے عدنان کو اٹھ کر بیٹھنا پڑا اور یہ اس کے لئے بڑا تکلیف دہ عمل تھا۔ اس کے حلق سے کئی بار درد میں ڈوبی ہوئی کراہ خارج ہوئی مگر وہ جیسے تیسے اٹھ کر بیٹھ ہی گیا۔ بڈ نے اسے سہارا دے رکھا تھا۔ عدنان نے بڑی مشکل سے چیک پر صرف دستخط کئے اور دوبارہ ڈھے گیا۔

"میں نے دستخط کردیئے ہیں۔" عدنان کراہا "رقم تم خود بھرلینا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے۔"

مجھے اندازہ تھا کہ اس کی تکلیف میں بے حد اضافہ ہوگیا ہوگا اور اس کے لئے لکھنا تو کیا کوئی بھی کام کرنا ممکن نہیں تھا۔ بڈ نے عدنان سے چیک بک اور قلم واپس لے لیا اور چیک بک میری طرف بڑھادی۔ میں نے چیک بک سے عدنان کا دستخط شدہ چیک علیحدہ کیا اور اسے تہہ کرکے احتیاط سے جیب میں رکھ لیا۔

"اس رقم میں سے بڈ کو کتنا کمیشن ملے گا چیف!" بڈ نے کہا۔

"کمیشن!" میں نے حیرت سے بڈ کو دیکھا "کس بات کا کمیشن؟"

"بڈ کوئی کام بغیر کمیشن کے نہیں کرتا۔" بڈ نے سینہ پھلانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تو اس وقت تم نے کون سا کام کیا ہے جس کے عوض کمیشن طلب کررہے ہو؟"

"اگر میں نے عدنان کو سہارا نہ دیا ہوتا تو وہ دستخط نہیں کرسکتا تھا لہٰذا اس رقم میں کم از کم پچیس فیصد کا حق دار بڈ بھی ہے۔"

"ہروقت مسخرے پن کی باتیں مت کیا کرو۔" میں نے ناگواری سے کہا "کسی وقت سنجیدہ بھی ہوجانا چاہئے۔"

بڈ کی باتیں سن کر عدنان تھوڑی دیر کے لئے اپنی تکلیف بھول گیا تھا اور حیرت سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

"موشے ہاورڈ کے لئے تم کب سے کام کررہے ہو؟" دفعتاً تہذیب نے سوال کیا اور عدنان بری طرح چونک پڑا۔

"کون سا ہاورڈ؟" بوکھلاہٹ کے عالم میں اس کے منہ سے اس کے سوا کچھ نہ نکل سکا۔

"موشے ہاورڈ" تہذیب ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی "موشے رینڈل ہاورڈ"

"میں۔۔۔ میں نہیں جانتا تم کس کی بات کررہی ہو۔" عدنان نے اٹک اٹک کر کہا "میں تو تمہیں بھی نہیں جانتا۔ تم کون ہو؟"

"جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ وہ تہذیب مالکم ایکر ہے جس کے بغیر علی یار خان نامکمل رہتا ہے۔" میں نے پاٹ دار آواز میں کہا۔

"اوہ ہاں۔۔۔ میں نے تمہارے بارے میں سنا ہے۔" عدنان نے زور زور سے سرہلایا۔ وہ تہذیب کے سوال سے فرار ہونے کی ناکام کوشش کررہا تھا۔

"ضرور سنا ہوگا مسٹر عدنان۔" تہذیب نے کہا "اور آئندہ مجھے یاد بھی رکھو گے۔ اس لئے کہ میں اپنے سوال کا جواب پوچھ کر ہی دم لوں گی۔"

"میں نے کہا نا کہ میں اس نام کے کسی شخص سے واقف نہیں ہوں۔" عدنان نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔

"میرا خیال ہے اس ڈھیٹ شخص کے لئے تم نے ٹھیک ہی نسخہ تجویز کیا تھا۔" تہذیب مجھ سے مخاطب ہوئی "ذرا پستول تو نکالنا۔"

"نہیں" عدنان بے بسی سے چیخ پڑا "تم وعدہ کرچکے ہو اب مجھے کوئی اذیت نہیں پہنچاؤ گے۔"

"اگر تم تہذیب کے سوالوں کے جواب دے دو تو میں اب بھی اپنے وعدے پر قائم ہوں۔"

"جب تم لوگ سب کچھ جانتے ہو تو مجھے کیوں ذہنی اذیت میں مبتلا کررہے ہو؟"

"ہم سب کچھ نہیں جانتے عدنان!" تہذیب نے کہا "بہت کچھ جانتے ہیں۔ تم ہمیں سب کچھ بتاؤ گے۔ اگر تمہاری ایک بات بھی ہماری معلومات کے خلاف ثابت ہوئی تو ہم سمجھیں گے کہ تم نے ہم سے سب کچھ ہی جھوٹ بولا ہے! اگر ایسا ہوا تو پھر علی نے تمہارے لئے جو نسخہ تجویز کیا اس پر دوبارہ عمل درآمد شروع ہوجائے گا۔"

"تم لوگ مجھے ہلاک کردو۔" عدنان حلق پھاڑ کر چیخا۔ اس پر جنونی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔

"شور مت مچاؤ عدنان! حلق پھاڑ کے تم اپنے جرائم پر پردہ نہیں ڈال سکو گے۔" میں نے اسے سرزنش کی مگر اس پر واقعی جنونی کیفیت طاری ہوچکی تھی۔ اس نے اٹھ کر مجھ پر جھپٹ پڑنے کی کوشش کی جبکہ وہ ہلنے کی پوزیشن میں بھی نہیں تھا۔ اس کے پیروں کی ہڈیاں دو تین جگہ سے چکنا چور ہوچکی تھیں۔

"میں تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔" اس نے مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "تو نے مجھے تباہ کردیا مگر تجھے اب بھی سکون نہیں مل رہا۔"

میں نے عدنان کو پکڑ کر دوبارہ بیڈ پر دھکیل دیا۔ اتنی ہی دیر میں اس کی جنونی کیفیت ہوا ہوگئی تھی اور اب اس پر ہسٹریائی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ میں سمجھ سکتا تھا کہ اس کے پیروں میں اٹھنے والی درد کی شدید لہریں اس کا سبب بنی ہیں۔ وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہا تھا اور اس کے منہ سے بے معنی الفاظ کی بارش ہورہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر دو تین زوردار تھپڑ رسید کئے۔ اس نے ایک بار پھر مجھ سے الجھنے کی کوشش کی مگر اس کے لئے میرا ایک ہی گھونسہ کافی ثابت ہوا۔ گھونسہ اس کی ناک پر لگا تھا اور اس کی ناک سے خون جاری ہوگیا تھا۔ عدنان نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپالیا۔ اب وہ سسکیاں لے رہا تھا۔

"میں بہت شریف آدمی ہوں عدنان!" میں نے بہ آواز بلند کہا۔ "اگر میری شرافت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو گے تو میں بہت بری طرح پیش آؤں گا۔"

بڈ جھپٹ کر ٹھنڈے پانی کی بوتل لے آیا تھا اور عدنان کے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دے رہا تھا۔ عدنان کی ناک سے بہنے والا خون بڈ کی کوششوں سے جلدی رک گیا۔

"دس لاکھ دینار کی بھاری رقم ادا کرنے کے باوجود میرے ساتھ یہ سلوک کیا جارہا ہے۔" عدنان نے نقاہت زدہ آواز میں کہا۔

"اپنی حرکتوں پر بھی نظر کرو عدنان! تمہیں اپنی پوزیشن کا اندازہ نہیں ہے۔ میں نے تمہارے ساتھ جو نرمی برتی ہے اس سے تم ناجائز فائدہ اٹھارہے ہو۔"

"یہ نرمی ہے۔" عدنان نے ہذیانی انداز میں کہا "میرے پیروں کی ہڈیاں چکنا چور کردیں۔ اب بھی مستقل مجھ پر تشدد کئے چلے جارہے ہو اور کہتے ہو یہ نرم رویہ ہے۔"

"یہ بھی تو ہوسکتا تھا کہ میں تمہاری آنکھوں میں گرم سلائیاں بھروا دیتا۔" میں نے سفاکی سے کہا "اور اگر تم نے مجبور کیا تو اب بھی یہ ہوسکتا ہے۔"

عدنان کو جھرجھری آگئی۔ بینائی چھن جانے کا تصور بڑا دہشت ناک ہوتا ہے۔

"تمہاری بہتری اسی میں ہے عدنان کہ جو کچھ تم سے پوچھا جائے سیدھی طرح بتادو۔ ورنہ یقین کرو تم اپنی بینائی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔"

"میں تباہ ہوجاؤں گا۔" عدنان نے بڑے کربناک لہجے میں کہا۔ "میری پوری زندگی کی محنت پر پانی پھر جائے گا۔ میں کہیں کا نہیں رہوں گا۔"

"مجھے معلوم ہے عدنان کہ تم ایک طرح سے صیہونی ایجنٹ ہو۔ تم نے انہیں بہت کارآمد معلومات فراہم کی ہیں لیکن اس کے باوجود میں تمہیں زندگی سے محروم نہیں کروں گا۔ جتنی سزا تمہیں مل چکی ہے وہ بہت کافی ہے۔"

"اس کے باوجود میں تباہ ہوجاؤں گا۔ یہ باتیں جب دوسروں کے علم میں آئیں گی تو میری موت کے احکامات جاری ہوجائیں گے اور رسوائی الگ ہوگی۔"

"یہ تو تمہیں پہلے سوچنا چاہئے تھا۔" میں نے بے رحمی سے کہا "تاہم فی الحال میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ یہ باتیں کسی اور کو بتاؤں۔ یہ فیصلہ تو تمہیں کرنا ہے کہ آئندہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ یہاں سے رہا ہونے کے بعد بھی اگر تم نے یہودیوں کو معلومات کی فراہمی کا سلسلہ جاری رکھا تو میں یہ ساری معلومات عراقی حکومت کو فراہم کردوں گا۔"

"نہیں۔ ایسا مت کرنا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اب کسی یہودی سے تعلق بھی نہیں رکھوں گا۔"

"ٹھیک ہے، اب یہ بتاؤ کہ رینڈل ہاورڈ سے تمہارے مراسم کب سے ہیں اور تم نے اس کے لئے کیا کیا کام سرانجام دیئے ہیں؟"

"اس بات کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ اس نے خود ہی مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اسے کہیں سے معلوم ہوگیا تھا کہ میں مسد کے لئے کام کررہا ہوں۔"

میں چونک پڑا "مسد کے لئے تم کیا کام کررہے تھے اور کب سے کررہے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"غلط مت سمجھو" عدنان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میرا کام صرف اتنا تھا کہ ان کا کوئی آدمی اگر کسی مشکل میں پھنس جائے تو اس کی مدد کردوں یا ان کو اگر کسی قسم کی مشکل درپیش ہو تو اسے حل کرادوں۔ یہ کام پس منظر میں رہ کر کرتا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے اور کوئی کام نہیں کیا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آرتھر سے تمہارا رابطہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مستقل رہتا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔
"میں نے کہا نا کہ صرف ضرور تاہم میں رابطہ قائم ہوا کرتا تھا اس کام کے لئے میں نے اپنے آدمی مخصوص کررکھے تھے۔"
"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نارمن شیلوف کے میک اپ میں اسرائیل جارہا ہوں؟"
"کرنل نعمان نے اس منصوبے کی منظوری دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بات میرے علم میں آگئی۔ بصورت دیگر یہ ممکن نہ ہوتا۔"
"رینڈل ہاورڈ کے لئے تم کیا خدمات انجام دے رہے تھے!" تہذیب نے پوچھا۔
"اس نے مجھ سے کوئی کام نہیں لیا۔ میرے سپرد صرف اتنی ذمے داری تھی کہ علی یار خان کے بارے میں جیسے ہی کوئی اطلاع ملے اسے مطلع کردوں۔"
"تو تم نے اسے بتادیا کہ نارمن شیلوف کے میک میں علی ہے؟" تہذیب نے کہا۔
"ہاں، میں نے یہ اطلاع اس تک پہنچادی تھی اور اس نے کہا تھا کہ یہ بات کسی اور کے علم میں نہ آنے پائے۔"
"جب تمہیں آرتھر اور اس کے دو ساتھیوں کے قتل کی اطلاع ملی تو تمہیں تشویش نہیں ہوئی تھی؟" میں نے کہا۔
"ہوئی تھی لیکن مجھے اس سے کیا سروکار ہوسکتا تھا۔ میں نے تو یہ اطلاع بھی رینڈل کو فراہم کردی تھی اس نے کہا کہ میں اپنے طور پر نارمن شیلوف کو تلاش کرنے کی کوشش کروں مگر میں نے معذرت کرلی۔ میں اس معاملے میں براہ راست ملوث نہیں ہونا چاہتا تھا۔"
"اور تم نے مجھے دیکھ کر کس طرح پہچان لیا تھا؟" میں نے پوچھا۔ "جبکہ پہلے کبھی ہم ایک دوسرے سے نہیں ملے تھے؟"
"تمہاری تصویر مجھے رینڈل نے فراہم کی تھی تاکہ اگر کہیں تم سے آمنا سامنا ہو تو تمہیں پہچان سکوں۔"
"مرجانہ بھی تو اس کی ساتھی ہے۔ وہ مجھے کیوں نہیں پہچان سکی؟" میں نے کہا۔
"وہ بھی تمہیں پہچان گئی تھی۔ میں نے تو اس سے کہا تھا کہ میں فوری طور پر رینڈل کو تمہارے بارے میں مطلع کردوں مگر اسی نے روک دیا۔"
"اس کا مطلب یہ ہوا کہ میرے سامنے تم دونوں میں جو گفتگو ہوئی وہ محض دکھاوا تھی؟"
"کلب کی حد تک تو وہ سب کچھ محض دکھاوا تھا مگر جب تم ہمیں یہاں لے آئے تو میں خوف زدہ ہوگیا۔ اس لئے میرے محافظ میرا سراغ کھوچکے تھے اور کسی مشکل میں گرفتار ہونے کی صورت میں کسی قسم کی مدد کی توقع نہیں تھی۔ مرجانہ پر کوئی اثر نہیں معلوم ہورہا تھا۔ شاید وہ تمہارا معلوم ہوجانے پر بہت مگن تھی۔
"کیا بعد میں وہ اس بات پر برہم نہیں ہوئی کہ تم میرے سامنے میرا نام کیوں لے دیا تھا؟"
"بہت زیادہ برہم ہوئی تھی اور اس نے تمام ترالز میرے سر ڈال دیا تھا۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ اپنے کیے کی سزا بھگتوں۔ وہ تمہیں کسی نہ کسی طرح بیوقوف بنا کر نکل جائے گی۔ میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔ اس لئے کہ وہ یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوجاتی تو بھی فائدہ ہوتا مگر وہ خام خیالی کا شکار تھی۔ اس نے تمہاری قوت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ تمہاری معلومات تو بہت ہیں۔"
"نہ صرف معلومات وسیع ہے بلکہ ذرائع بھی لا محدود ہیں" میں نے کہا "تم تصور بھی نہیں کرسکتے کہ میرے وسائل کہاں کہاں تک پھیلے ہوئے ہیں۔"
"میں صرف اندازہ لگا سکتا ہوں۔۔۔۔ اولیو ہاورڈ جیسا شخص تمہارے ہاتھوں مارا گیا اور اسرائیل کی اتنی بڑی ایجنسی تمہارے سامنے بے بس ہوگئی۔ پوری دنیا کے یہودی تمہارے جانی دشمن ہیں مگر تم آزادی کے ساتھ دندناتے پھر رہے ہو۔ یقیناً تم غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو۔ جس شخص کے اتنے دشمن ہوں اس کا زندہ رہنا سمجھ میں نہیں آتا۔"
"رینڈل ہاورڈ کو اطلاع دینے کے لئے تم کیا ذریعہ استعمال کرتے ہو؟" میں نے پوچھا۔
"اس سے میرا رابطے کا ذریعہ صرف فون ہے" اس نے کہا "میں اسے فون پر ہی اطلاع فراہم کرتا ہوں۔"
"اگر میں اسے کوئی اطلاع بھجوانا چاہوں تو اس کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا؟"
"کیا تم خود اس سے فون پر بات کروگے؟" عدنان نے پوچھا
"نہیں۔۔۔۔ میں تمہیں جو کچھ بتاؤں گا وہ تم اس سے فون پر کہو گے۔ کیا یہ ممکن ہے؟"
"ممکن کیوں نہیں ہے" عدنان نے کہا "لیکن اس کے لئے ٹیلی فون تو ضروری ہے۔"
"ٹیلی فون سیٹ یہیں اٹھالاؤ بڈ" میں نے بڈ سے کہا۔ عدنان کی طرف متوجہ ہوگیا۔ تم اسے بتاؤ گے کہ علی یار خان نے تمہیں اور مرجانہ کو اغوا کرلیا تھا۔ پھر اس نے تمہیں تو رہا کردیا اور مرجانہ کو لے کر پیرس روانہ ہوگیا ہے۔ یہ کوئی مشکل پیغام نہیں ہے۔ کیا تم یہ کام کرسکو گے؟"
"ضرور کرسکوں گا لیکن میں شدید تکلیف میں مبتلا ہوں" عدنان کراہا۔ "تکلیف سے نجات حاصل کئے بغیر سکون سے کوئی کام کیسے کرسکتا ہوں۔"
میں نے بڈ کو اشارہ کیا جس نے ٹیلی فون سیٹ لاکر اس کا پلگ لگا دیا تھا۔ میرا اشارہ پاکر اس نے عدنان کو رافع درد گولیاں لاکر کھلائیں۔ گولیاں کھانے کے کوئی پندرہ منٹ بعد عدنان کے چہرے پر سکون کے تاثرات ابھرنا شروع ہوگئے۔ مزید دس منٹ گزرنے کے بعد میں نے اسے فون کرنے کا اشارہ کیا۔ بڈ اور تہذیب کو وہیں چھوڑ کر کمرے سے نکل گیا۔ میں دوسرے سیٹ پر عدنان اور رینڈل کی گفتگو سننا چاہتا تھا۔
دوسرے کمرے میں پہنچ کر میں نے ایکسٹینشن سیٹ کا ریسیور اٹھالیا۔ اس وقت تک عدنان نمبر ملا چکا تھا۔ گھنٹی بجنے کی آواز آرہی تھی۔ پھر ریسیور اٹھالیا گیا اور دوسری طرف سے ایک سریلی نسوانی آواز آئی۔
"ہیلو، یونیورسل ٹریڈنگ کارپوریشن۔"
"میں عدنان عباسی بات کررہا ہوں فرام عراق۔۔۔۔ مجھے موشے ہاورڈ سے بات کرنی ہے۔"
"ایک منٹ توقف کریں۔۔۔۔ میں ابھی ان سے آپ کی بات کراتی ہوں" اس کے بعد کلک کی آوز سنائی دی۔ پھر چند لمحوں کے توقف سے ایک مردانہ آواز ابھری "ہاورڈ اسپیکنگ۔۔۔۔ اس وقت کیسے یاد کیا؟"
"میرے پاس ایک اہم اطلاع ہے۔ علی یار خان نے مجھے اور مرجانہ کو اغوا کرلیا تھا۔ پھر اس نے مجھے تو چھوڑ دیا لیکن مرجانہ کو لے کر فرانس کے لئے روانہ ہوگیا ہے۔"
"اوہ! یہ تو بہت اہم اطلاع ہے لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ فرانس ہی گیا ہے؟"
"اس نے خود ہی بتایا تھا" عدنان نے کہا "ورنہ مجھے یہ بات کس طرح معلوم ہوسکتی تھی؟"
"تم نے اس کے بیان کی تصدیق کرنے کی کوشش نہیں کی؟" رینڈل نے سوال کیا۔
"نہیں۔۔۔۔ میں اس بات کی تصدیق کیسے کرسکتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں وہ کس نام سے اور کون سے میک اپ میں سفر کرے۔"
"مرجانہ کے نام سے چیک کرلو۔ اس کے پاس تو اپنا پاسپورٹ ہوگا۔ مسافروں کی فہرست چیک کرالو۔"
"وہ میک اپ کا ماہر ہے" عدنان نے جواب دیا "اور جعلی کاغذات کی فراہمی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ علی یار خان کوئی کچا کام کرے گا۔"
دوسری طرف سے ایک طویل سانس لینے کی آواز سنائی دی "تمہارا خیال بالکل درست ہے عدنان! وہ واقعی بہت چالاک ہے۔ بہرحال اطلاع کا شکریہ۔ اب سارے معاملات مجھے خود ہی دیکھنے ہوں گے۔"
فون بند ہونے کے بعد میں نے بھی ریسیور رکھا اور دوبارہ اس کمرے میں واپس آگیا۔
"تم نے اپنا کردار بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا ہے" میں نے عدنان سے کہا "اب تم آرام کرو۔ تم سے صبح ملاقات ہوگی۔"
ہم تینوں ڈرائنگ روم میں آگئے۔ تہذیب کچھ بے چین سی نظر آرہی تھی۔ موقع ملتے ہی مجھ سے کہنے لگی "تم نے غلطی تو نہیں کی علی!"
"معلوم نہیں تہذیب! میں نے غلطی کی یا نہیں کی۔ اس کا فیصلہ تو نتائج سامنے آنے کے بعد ہی ہوسکے گا۔"
"تم نے رینڈل کی صلاحیتوں کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ جس قدر معلومات تم نے اسے فراہم کردی ہیں ان کی بنیاد پر وہ تم تک پہنچ بھی سکتا ہے۔"
"اگر وہ مجھ تک پہنچتا ہے تو پہنچ جائے" میں نے بے پروائی سے کہا "اس میں حرج ہی کیا ہے۔"
"یہ مت سمجھنا کہ جس طرح اولیو ہاورڈ تمہیں ڈھیل دے دیا کرتا تھا اسی طرح رینڈل بھی ڈھیل دے دے گا۔"
"یہاں تم غلطی پر ہو تہذیب!" میں مسکرایا "اولیو ہاورڈ نے کبھی مجھے ڈھیل نہیں دی بلکہ گوٹے ہل میں تو اس نے میرے کمرے کو بھی بم سے اڑادیا تھا۔ میرے مرنے میں کیا کسر رہ گئی تھی؟
"مجھے یاد ہے" تہذیب نے کہا "لیکن رینڈل اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ اس نے تم پر اس قسم کا کوئی وار کیا تو کوئی امکان نہیں چھوڑے گا۔"
"مجھے اندازہ ہے تہذیب کہ وہ مجھ تک پہنچنے کے لئے کیا کچھ کرسکتا ہے۔ اس کو جانچنے کے لئے میں نے یہ حرکت کی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا کچھ کرتا ہے۔"
تہذیب ایک طویل سانس لے کر رہ گئی اور بڈ نے مجھ سے کہا۔ "مجھے بتادو چیف کہ میرے ذمے کیا کام ہیں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم میرے لئے کاغذات کا بندوبست کرو گے اور روانگی کے انتظامات کرو گے۔ باقی باتیں بعد میں دیکھی جائیں گی۔"

"لیکن چیف تم یہاں سے فرانس تو نہیں جاؤ گے" بڈ نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں چونک پڑا۔

"یہ نتیجہ تم نے کس طرح اخذ کیا؟" میں نے بڈ کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بڈ بھی کبھی کبھی دماغ استعمال کر لیتا ہے چیف" بڈ نے مسکرا کر کہا "جب سے تم نے رینڈل کو پیغام بھجوایا ہے میں مستقل الجھن میں ہوں۔ تمہیں غلط بھی نہیں کہہ سکتا اسی لئے کہ تم ذہانت میں بڈ سے بہت آگے ہو۔ تم سے کچھ پوچھ بھی نہیں سکتا' اس لئے کہ تم کچھ بتاتے ہی نہیں ہو۔ چناں چہ میں نے خود سوچنے کا فیصلہ کیا۔ سب سے پہلے تو میں نے یہ سوچا کہ اگر میں رینڈل کی جگہ ہوتا تو کیا کرتا۔۔۔" بڈ خاموش ہو گیا۔

میرے ساتھ ساتھ تہذیب بھی بڑے غور سے بڈ کی باتیں سن رہی تھی۔ بڈ خاموش ہوا تو تہذیب نے اسے ٹوک دیا "تم خاموش کیوں ہو گئے بڈ؟"

"فرض کرو اس قسم کا پیغام میں تمہیں بھجواتا تو کیا تم یہ نہیں سوچتیں کہ رینڈل نے آخر مجھے یوں ہی کیوں چھوڑ دیا" بڈ نے تہذیب سے سوال کیا۔

"قدرتی بات ہے۔ یہ خیال میرے ذہن میں ضرور آتا" تہذیب نے کہا۔

"دشمن کے کسی آدمی کو یوں ہی چھوڑ دینا شبے میں ڈالنے والی حرکت ہے۔ کیا چیف کو یہ بات نہیں معلوم۔۔۔؟" بڈ نے کہا۔ "بالکل معلوم ہے۔ خصوصاً جب کہ مقابلے پر رینڈل جیسا زیرک اور چالاک آدمی موجود ہے۔ سب سے پہلے اس کے ذہن میں یہی خیال آیا ہو گا کہ کہیں یہ پیغام زبردستی تو نہیں بھجوایا گیا؟"

"اوہ!" تہذیب مضطرب ہو گئی "میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ علی! تم بتاؤ' اس طرح تو پیغام کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔"

"نہیں ختم ہوتی" بڈ مسکرایا "ظاہر بات ہے رینڈل اپنے ذرائع سے اس پیغام کی تصدیق کرنے کی کوشش کرے گا جو اسے عدنان کے ذریعے ملا ہے۔۔۔"

"اور اسے معلوم ہو جائے گا کہ عدنان کے ذریعے اسے جو پیغام بھجوایا گیا وہ غلط ہے۔ اس لئے کہ عدنان عباسی تو غائب ہے" تہذیب نے بڈ کی بات کاٹ کر کہا۔

"نہیں" بڈ نے نفی میں سر ہلایا "تم عدنان کی ڈمی کو بھول گئیں میڈم! رینڈل کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ عدنان عباسی غائب ہے؟"

"واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو" تہذیب نے کہا "تب تو رینڈل کو اس پیغام پر یقین کرنا ہی پڑے گا۔"

"اس کے پاس ایسا کون سا ذریعہ ہو سکتا ہے جس کے ذریعے وہ اس پیغام کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے؟" بڈ نے کہا۔

"تم احمق ہو۔۔۔ تم نے یہ بات نظرانداز کر دی کہ مرجانہ عدنان عباسی کی حقیقت سے واقف ہے؟" میں نے کہا اور بڈ اچھل پڑا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا تھا نا چیف! تم نے بہت سوچ سمجھ کر رینڈل کو پیغام بھجوایا ہے۔ وہ معلوم کرے گا کہ اصلی عدنان ابھی تک غائب ہے۔ یا اس کے ذریعے جو پیغام موصول ہوا وہ بوگس تھا۔"

"تم بڑی ذہانت سے تجزیہ کر رہے ہو بڈ" میں فخریہ انداز میں مسکرایا "تمہارا اب تک کا تجزیہ درست ہے۔ اب آگے چلو۔"

"آگے کیا چلوں۔ جب اسے معلوم ہو گا کہ تم یہاں سے نہیں گئے تو وہ تمہیں عراق ہی میں گھیر کر مارنے کے چکر میں پڑ جائے گا" بڈ نے کہا۔

"بات اتنی سادہ نہیں ہے بڈ! یہاں سے پیچیدگیاں پیدا ہونا شروع ہوتی ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ میں عراق میں ہی موجود ہوں؟"

"جب یہ ثابت ہو گیا کہ عدنان سے زبردستی پیغام بھجوایا گیا ہے تو ظاہر ہے وہ پیغام غلط ہی ہو گا۔ گویا تم فرانس نہیں گئے اور اسے دھوکا دینے کے لئے کہلوا دیا کہ تم فرانس کے لئے روانہ ہوئے ہو۔"

"یہ نتیجہ تم نے صرف اس وجہ سے اخذ کر لیا کہ یہ بات تمہارے علم میں ہے۔ سوچنا ہے تو اس شخص کے انداز میں سوچنے کی کوشش کرو جو قطعاً تاریکی میں ہے۔ وہ دونوں پہلوؤں میں سے ایک کو بھی نظرانداز کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ میں واقعی فرانس گیا ہوں اور اسے مغالطے میں ڈالنے کے لئے فون کرا دیا ہو؟"

بڈ نے بے چینی سے پہلو بدلا "ممکن تو ہے چیف! اگر بہت بعید از امکان پہلو ہے۔ اتنے لمبے چکر میں کون پڑتا ہے۔"

"کسی وقت پڑ بھی سکتا ہے۔ جہاں دو حریف ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہوں وہاں بعید امکانات بھی نظرانداز نہیں کئے جا سکتے۔"

"اگر رینڈل نے یہ تصدیق کر لی کہ پیغام زبردستی بھجوایا گیا ہے تو اس سے وہ یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ تم نے تشدد کے ذریعے عدنان یا مرجانہ میں سے کسی کی زبان کھلوالی ہے۔" تہذیب نے کہا "اسے کیا معلوم کہ تمہاری معلومات کا کوئی اور ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے سب سے زیادہ تشویش ناک بات یہی ہو گی کہ اس کا راز فاش ہو گیا ہے۔"

"اب تو میں بھی یہ کہنے کے لئے مجبور ہوں کہ تم نے غلطی کی ہے چیف!" بڈ نے کہا "دشمن کو ہوشیار کرنا عقل مندی نہیں کہلاتا۔"

میں نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا "جو شخص اولیو ہاورڈ کو اپنا روحانی استاد مانتا ہے' اسے آئیڈیل تسلیم کرتا ہے اسے یہ سوچنا چاہئے کہ اس کے آئیڈیل نے جس کے مقابلے میں اپنی جان گنوا دی وہ بھی کچھ وزن رکھتا ہو گا۔ رینڈل کو بے خبری میں بھی مارا جا سکتا ہے لیکن یہ تو بڑی کور ذوقی ہو گی۔ میرا مقصد اسے ہلاک کرنا نہیں احساس شکست سے دوچار کرنا ہے۔"

"اس سے بڑھ کر اور کیا شکست ہو گی کہ شکار تاریکی میں ہے اور شکاری خود روشنی میں آ گیا" تہذیب نے کہا "اب اسے اپنی سلامتی کی فکر لاحق ہو گئی ہو گی۔"

"فی الحال میرا اس پر حملہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے لیکن وہ یہی سمجھ رہا ہو گا کہ میں اس پر کسی وقت بھی حملہ کر سکتا ہوں۔ اب اس کی زندگی کا ہر لمحہ خوف کے عالم میں گزرے گا۔ اندھیرے کے تیر کا کیا پتا کب کدھر سے آئے اور شکار کر لے۔ میرا سراغ مل جانے کے باوجود وہ میری نقل و حرکت سے بے خبر ہے۔"

"اس کے باوجود میری چھٹی حس کہتی ہے کہ تم یہاں سے سیدھے فرانس نہیں جاؤ گے۔"

"تمہاری چھٹی حس بالکل صحیح کہہ رہی ہے۔ میں نے پروگرام تبدیل کر دیا ہے۔ اب ہم سب سے پہلے گوٹے ہل جائیں گے۔"

"تم نے بالکل درست فیصلہ کیا" تہذیب نے خوش ہو کر کہا۔ "جنرل ٹیرس کو فون کروں؟"

"ہاں۔۔۔ اسے مطلع کر دو کہ ہم عنقریب گوٹے ہل پہنچ رہے ہیں" میں نے کہا اور تہذیب نے جھپٹ کر فون کا ریسیور اٹھا لیا اور نمبر ملانے کے بعد اس نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔

"تم خود بات کر لو نا" میں نے تہذیب سے کہا "کوئی لمبی چوڑی بات تو کرنی نہیں ہے۔"

"جلدی سے ریسیور سنبھالو۔ لائن پر خود جنرل موجود ہے" تہذیب نے کہا اور میں نے ریسیور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"ہیلو" میں نے ریسیور میں کہا اور جواب میں مجھے جنرل ٹیرس کی مانوس آواز سنائی دی۔

"تم۔۔۔ تم علی یار خان بات کر رہے ہو نا۔۔۔ میرے خدا کیا میں خوشی سے پاگل ہو جاؤں۔ تم کہاں ہو؟" اس کی آواز شدت جذبات سے لرز رہی تھی۔

"پاگل ہونے کی ضرورت نہیں ہے جنرل" میں نے ہنس کر کہا۔ "اگر تم پاگل ہو گئے تو گوٹے ہل کے عوام کا کیا بنے گا؟"

"ارے تم اتنا عرصہ کہاں رہے اور اب کہاں سے بات کر رہے ہو؟ کتنے عرصے بعد تمہاری آواز سنی ہے۔ تم خود کب ملاقات کر رہے ہو؟"

"اتنے بہت سے سوال جنرل! ایک ایک کر کے سوال کرو تو میں ان کے جوابات بھی دوں۔ بہرحال میں اس وقت عراق میں ہوں۔"

"ہاں' مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم ایک مشن کی تکمیل کے سلسلے میں عراق پہنچے ہو۔"

"اور اب ایک اور مشن کی تکمیل کے سلسلے میں گوٹے ہل آنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"بڑا مبارک ارادہ ہے لیکن اس ارادے پر جلدی سے عمل کر گزرو۔ ہمیں اور کب تک انتظار کراؤ گے؟"

"میں ایسے ہی شرمندہ ہوں جنرل! مجھے اور شرمندہ مت کرو۔ بس چند ہی روز میں تم مجھے گوٹے ہل میں دیکھو گے۔"

"اگر تم کہو تو میں تمہارے لئے خصوصی طیارہ بھجوا دوں" جنرل ٹیرس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"ارے نہیں' ایسا غضب مت کرنا جنرل" میں نے بوکھلا کر کہا "اگر ایسی کوئی ضرورت ہوئی تو میں خود ہی تم سے کہہ دوں گا۔"

"تم بہت زیادہ غیریت برتنے لگے ہو علی! اپنائیت کا مظاہرہ کرتے تو مجھے یہ سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ پیش آتی۔۔۔ لو اب کیتھی سے بات کرو۔ یہ تم سے بات کرنے کے لئے بے چین ہے۔"

"ہیلو' بے مروت علی!" کیتھی کی آواز آئی "تم کبھی دوسروں کے جذبات کا خیال نہیں رکھتے۔"

"تم لوگوں کے خلوص کے سامنے میں کتنی ہی مروت کا مظاہرہ کیوں نہ کروں' بے مروت ہی کہلاؤں گا" میں نے ہنس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر کہا۔

"اپنی عادت کے مطابق باتوں میں اڑانے کی کوشش مت کرو۔ تمہیں اپنی کوتاہیوں کی تلافی کرنی پڑے گی۔"

"ضرور ضرور" میں نے بڑے خلوص سے کہا "آئندہ کوشش کروں گا کہ جہاں بھی ہوں تمہیں اپنی خیریت سے مطلع کرتا رہوں"

"میں تمہیں اتنی آسانی سے نہیں چھوڑوں گی علی!" کیتھی بولی "اب تمہیں کم از کم دو مہینے تک میرے پاس رہنا پڑے گا۔"

"اب اتنی بڑی سزا بھی مت دو۔ تم تو جانتی ہو میں بہت مصروف رہتا ہوں۔ اس وقت بھی ایک مہم درپیش ہے۔"

"تو گویا تم ہم سے ملنے کے لئے نہیں بلکہ اپنے کسی کام کے سلسلے میں یہاں آرہے ہو" کیتھی نے برا مان کر کہا۔

"یقین کرو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے تو گوٹے مل آنے کے لئے ایک جواز پیدا کیا ہے۔ ورنہ میرا کام یوں بھی چل سکتا تھا۔"

"ہاں، تم بڑے آدمی ہو۔ تمہیں ہماری کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ ہم خود بھی تمہارے ضرورت مند ہیں۔"

"تم بہت زیادہ ناراض معلوم ہوتی ہو کیتھی! میں تمہیں منانے کے لئے اپنے کچھ نہ کچھ وقت کی قربانی ضرور دوں گا۔"

"اگر تم نے ایسا کیا" کیتھی کی آواز مسرتوں سے لبریز تھی "تو میں تمہاری ساری کوتاہیوں کو معاف کردوں گی۔"

"ایک آدھ روز میں دوبارہ فون کرکے تمہیں اپنی آمد کی تاریخ سے مطلع کروں گا" میں نے کہا اور اسے خدا حافظ کہہ کے سلسلہ منقطع کردیا۔

"تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں اس قدر محبت کرنے والے دوست میسر ہیں" تہذیب نے کہا۔

"میں اکیلا ہی تو خوش قسمت نہیں ہوں۔ تم بھی تو میرے ساتھ شامل ہو۔"

"کمال ہے" بڈ نے حیران ہو کر کہا "میں تو سمجھتا تھا کہ تم لوگ ہر معاملے میں ایک دوسرے کے ساتھ شامل ہو۔ آج معلوم ہوا کہ یہ شمولیت صرف اس ایک بات تک محدود ہے۔"

تہذیب ہنسنے لگی اور بڈ اسے ہنستے دیکھ کر پھول گیا "کیوں میڈم! میں نے غلط تو نہیں کہا" بڈ نے داد طلب انداز میں کہا۔

"تم ہمیشہ درست بات کہتے ہو۔ بس انداز ذرا ایسا ہوتا ہے کہ دوسروں کے لئے وہ بات نہیں پڑتی۔" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"شکریہ میڈم" بڈ نے جھک کر آداب بجالاتے ہوئے کہا۔ "ایک تم ہی ہو جو بڈ کی قدر کرلیتی ہو، ورنہ چیف کا موڈ ہمیشہ بگڑا ہی رہتا ہے۔"

"تمہارا حال یہ ہے کہ اگر تمہاری ذرا سی تعریف کردی جائے تو فوراً جامے سے باہر ہو جاتے ہو لہٰذا موڈ آف ہی رکھنا پڑتا ہے" میں نے کہا اور بڈ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"سن لیا آپ نے میڈم! اب بھی وقت ہے۔ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرلیں۔ آپ دونوں کے خیالات میں بہت زیادہ تضاد ہے۔"

"اس قسم کے فیصلے صرف ایک بار کئے جاتے ہیں بڈ" تہذیب نے کہا وہ بھی تفریح کے موڈ میں نظر آرہی تھی "اور تو میں فیصلہ کرچکی ہوں۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"ہو کیوں نہیں سکتا میڈم" بڈ نے سینہ ٹھونک کر کہا "آپ حکم کیجئے۔ میں ایک سے بڑھ کر ایک اعلیٰ رشتوں کے ڈھیر لگا دوں گا۔"

"بکواس مت کرو" میں نے ڈانٹ کر کہا "یہی میں کہہ رہا تھا کہ ذرا سی دیر میں تم کھال سے باہر ہو جاتے ہو۔"

بڈ نے برا سا منہ بنایا اور تہذیب نے شرارت آمیز انداز میں میری طرف دیکھا "بڈ نے اپنی خدمات مجھے پیش کی ہیں علی! تم کیوں جل رہے ہو۔"

"شکر ہے میڈم تمہاری سمجھ میں بات تو آئی" بڈ نے دونوں ہاتھ دعا کے سے انداز میں اٹھاتے ہوئے کہا "ورنہ چیف تو بس تمہیں کنوارہ ہی دیکھنا چاہتا ہے۔"

"تم بھی اس بے ہودہ آدمی کی حوصلہ افزائی کررہی ہو" میں نے کہا اور تہذیب ہنسنے لگی۔

"غلط بات ہے علی! تم نے اس کی زبان پر بہت زیادہ پابندی عائد کر رکھی ہے۔ یہ ہمارے بہت کام آتا ہے۔ اگر تھوڑا بہت ہنسی مذاق کرکے اس کا دل بہل جاتا ہے تو ہمارا کیا جاتا ہے۔"

"تمہارا کچھ نہیں جاتا میڈم" بڈ چہکا "لیکن چیف کو لگتا ہے کہ کہیں تم میری باتوں میں آکر کسی اور سے شادی کر کے بیٹھو۔ یہ تو سب کو اپنی طرح دیکھنا چاہتے ہیں۔ کنوارے پیدا ہوئے اور کنوارے ہی رہیں گے۔"

"تمہارا باپ تو کیا شادی شدہ پیدا ہوا تھا؟" میں نے جھنجلا کر کہا اور تہذیب بے ساختہ ہنس پڑی۔

"بولنے دو علی" تہذیب نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "بے چارہ کبھی کبھی تو بولتا ہے۔"

"دورہ بھی آدمی کو کبھی کبھار ہی پڑتا ہے" میں نے سرہلا کر کہا۔ "روز روز تو نہیں پڑتا۔"

"اس وقت مجھے میڈم کی حمایت حاصل ہے" بڈ سینہ تان کر بولا "اس لئے تم مجھے ناجائز نہیں دبا سکو گے۔"

"اس وقت ہم جلدی سوئیں گے" اچانک میں نے اعلان کیا۔ "تہذیب تھکی ہوئی ہے اور ہمیں فوری طور پر کوئی کام نہیں ہے۔"

"مجھے اتنی جلدی نیند نہیں آئے گی چیف! اس لئے مجھے اجازت دو کہ۔۔۔ کہ۔۔۔"

"کیا بات ہے" میں نے بڈ کو متغیر نظروں سے گھورا "کون سی ایسی بات ہے جسے کہتے ہوئے تم جھجک رہے ہو؟"

"میں۔۔۔ دراصل یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ مرجانہ بور ہو رہی ہوگی۔ اگر تم برا نہ مانو تو۔۔۔" بڈ پھر خاموش ہو گیا۔

"مرجانہ اگر کسی طرح بھی فرار ہونے میں کامیاب ہوگئی تو ہم بہت پیچھے چلے جائیں گے" میں نے سنجیدگی سے کہا "لہٰذا تم اپنے عشق کے بھوت پر قابو پائے رکھو۔"

ہم نے رات کا کھانا کھایا اور اپنے اپنے کمروں میں سونے چلے گئے۔ صبح ناشتے کے بعد میں نے عدنان عباسی کے چیک پر رقم بھری اور عدنان کے پاس پہنچ گیا۔

"میں یہ چیک کیش کرانے جارہا ہوں عدنان! تم میرے سامنے بینک منیجر کو فون کرکے اسے رقم ادا کرنے کی ہدایت کردو"

بڈ نے کل رات کی طرح عدنان کو ٹیلی فون سیٹ فراہم کیا اور عدنان نے بنک کا نمبر ملانے کے بعد ہمدان سعیدی سے بات کی۔

"میں اپنے ایک آدمی کو دس لاکھ دینار کا چیک دے کر بھیج رہا ہوں۔ اسے فوراً کیش کردو" وہ خاموش ہو کر چند لمحے دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا پھر بڑی تلخی سے بولا "مجھے کاروباری اصول سمجھانے کی کوشش مت کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ کب چیک کو کراس کرنا چاہئے اور کب نہیں" عدنان نے فون بند کردیا۔

"تم بے فکر ہو کر جاؤ" اس نے مجھ سے کہا "چیک کیش ہو جائے گا۔ تم سے کوئی تعرض نہیں کرے گا۔"

میں بڈ کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔ بڈ نے ٹیلی فون سیٹ ہاتھوں میں اٹھا رکھا تھا "تم تہذیب کے پاس ہی رکو۔ میں چیک کیش کرا کے ابھی واپس آتا ہوں۔"

بینک تک پہنچنے میں مجھے صرف پندرہ منٹ لگے اور

چیک کیش ہونے میں صرف دو منٹ کا وقت صرف ہوا۔ رقم تو پہلے سے ہی تیار رکھی تھی۔ عدنان عباسی کے فون کی وجہ سے کسی میں اتنی جرات نہیں تھی کہ مجھ سے کوئی سوال کرسکتا۔ میں بڑے اطمینان سے بینک میں داخل ہوا اور صرف دو منٹ بعد اس سے بھی زیادہ اطمینان سے دس لاکھ دینار کی خطیر رقم سے بھرا ہوا بریف کیس لے کر بینک سے نکل رہا تھا۔

بنگلے پر واپس پہنچ کر میں نے بڈ کو روانہ کردیا۔ اس کے سپرد کاغذات کی تیاری کا کام تھا۔

"عدنان عباسی سے جو رقم تم نے حاصل کی ہے اسے کس مصرف میں لاؤ گے؟" تہذیب نے مجھ سے پوچھا۔

"ویسے تو اس رقم پر سونیا کے گھر والوں کا حق ہے لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ اتنی بڑی رقم ان کے لئے بہت زیادہ ہو جائے گی"

"یہ رقم تو واقعی زیادہ ہو جائے گی" تہذیب نے مجھ سے اتفاق کیا "اس کے باوجود کم از کم آدھی رقم پر تو ان کا حق بنتا ہے۔"

"میں نے کہا نا کہ اس پوری رقم پر ان کا حق ہے مگر میں انہیں دو لاکھ دینار سے زیادہ نہیں دوں گا۔ یہ بھی ان کے لئے بہت بڑی رقم ہوگی۔ انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا کہ اتنی بڑی رقم انہیں اکٹھی بھی مل سکتی ہے۔ ایک وہی کیا عراق کے اسی فیصد سے زائد لوگوں کے لئے اتنی بڑی رقم ایک خواب کی حیثیت رکھتی ہوگی۔ اس رقم کے سہارے وہ اپنی پوری زندگی بڑے آرام سے بسر کرسکیں گے۔"

"یہ رقم تم سونیا کے والد تک کس طرح پہنچاؤ گے" تہذیب نے پوچھا۔

"سونیا نے مجھے اپنا پتا بتایا تھا۔ خود میرے اندر تو اتنی ہمت نہیں ہے کہ اس کے والدین کا سامنا کرسکوں۔ یہ رقم بڈ کے ہاتھوں ان تک پہنچوانی پڑے گی۔ اب آؤ ذرا عدنان سے بھی کچھ گفتگو ہو جائے۔"

بڈ نے عدنان کو درد دور کرنے والی گولیاں فراہم کردی تھیں جن کے سہارے اس نے اپنے درد سے نجات حاصل کررکھی تھی۔

"میں نے چیک کیش کرالیا ہے عدنان" میں نے کہا "اور یہ پورے دس لاکھ دینار ہیں" میں نے بریف کیس کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

عدنان عباسی کے چہرے پر کرب کے تاثرات ابھرے۔ یہ خیال ہی اس کے لئے بہت تکلیف دہ تھا کہ اتنی بڑی رقم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یوں آسانی سے اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔

"چیک کیش کرانے میں کوئی دقت تو نہیں ہوئی؟" اس نے اپنے تاثرات چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"دقت سے بچنے کے لئے ہی تو میں نے تم سے فون کرایا تھا" میں نے بریف کیس بند کرتے ہوئے کہا "کس کی مجال ہے کہ تمہارے فون کے بعد کوئی گڑ بڑ کرنے کی کوشش کرے۔"

"تم نے اپنی مطلوبہ رقم وصول کرلی۔ اب تو مجھے رہا کرو" عدنان نے کراہتے ہوئے کہا۔

"تمہاری رہائی میں ایک آدھ دن مزید لگے گا۔ مجھے امید ہے کہ تمہارا انجام دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کریں گے۔ اپنی بقیہ زندگی تم یا تو وھیل چیئر پر گزارو گے یا پھر بیساکھیاں تمہارا مقدر بنیں گی۔ یہاں سے جانے کے بعد میرا مقابلہ رینڈل سے ہوگا۔ تم نے اپنی حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش کی تو میرے آدمی تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"نہیں نہیں۔۔۔ میں تمہارے خلاف کچھ نہیں کروں گا۔ میری بات پر یقین کرو۔"

وہ مجھ سے اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ میرے سامنے گڑگڑا رہا تھا حالاں کہ وہ اپاہج ہو چکا تھا اور اس کی ٹانگوں کا علاج اور ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کے جڑنے کی توقع نہ ہونے کے برابر تھی مگر وہ اس کے باوجود مرنے سے خوف زدہ تھا۔ اسے اپاہجوں والی زندگی گزارنا گوارا تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ تمہاری فرعونیت ختم ہو چکی ہے۔ آئندہ تم کسی سے خراب سلوک کرو گے تو تمہیں اپنا انجام بھی یاد آئے گا اور یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ تمہارا یہ حشر سونیا کی وجہ سے ہوا ہے۔ زندگی بھر تم اپنے اس فیصلے پر پچھتاتے رہنا کہ تم نے مجھے مروانے کا فیصلہ کیا تھا اور تمہارے آدمیوں کی زد میں سونیا آگئی تھی۔"

"اس کے باوجود میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے جان سے نہیں مارا۔"

"میں نے تمہیں جان سے نہ مار کر تم پر کوئی احسان نہیں کیا عدنان! یہ تو تمہاری سزا کا ایک حصہ ہے۔ اگر تم مرجاتے تو مجھے بہت قلق ہوتا۔ میرا انتقام ادھورا رہ جاتا۔ یہ رقم جو میں نے تم سے وصول کی ہے اس کا ایک حصہ سونیا کے خاندان کے لئے ہے جن کی وہ کفالت کیا کرتی تھی۔ بقیہ رقم میرے پاس محفوظ رہے گی تاکہ اگر کبھی تم دوبارہ سر اٹھانے کی کوشش کرو تو اسے تمہارا سر کچلنے کے لئے استعمال کرسکوں۔"

"میں پہلے ہی تمہیں یقین دہانی کرا چکا ہوں کہ اب نہ تمہارے خلاف کچھ کروں گا اور نہ ہی یہودیوں کے لئے کام کروں گا۔"

"چوں کہ تمہاری رقم کا ایک حصہ سونیا کے والدین کو جائے گا اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم ان کے خلاف ہی انتقامی کارروائی نہ کر بیٹھو۔"

"نہیں، میں ان کے خلاف بھی کچھ نہیں کروں گا۔ اپنی زندگی مجھے بہت عزیز ہے۔"

"تم ایک بد طینت آدمی ہو۔ تمہاری کسی بات پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ تمہیں کام کرنے کے ڈھنگ آتے ہیں۔ تم ان کے خلاف کچھ نہ کرو تب بھی انہیں اچانک کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔ کسی کا ایکسیڈنٹ ہو سکتا ہے۔ ان کے گھر کو یا فصلوں کو آگ لگ سکتی ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی کئی طرح کے حوادث ہوتے ہیں۔ تمہیں تو ان کا خاصا تجربہ ہوگا۔"

"یہ میری بد قسمتی ہوگی اگر انہیں اس قسم کا کوئی حادثہ پیش آجائے اور اسے میرے کھاتے میں ڈال دیا جائے" عدنان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم نے اپنے ماضی کی حرکتوں سے اپنے مستقبل پر بد قسمتی کی مہر ثبت کردی ہے۔ کسی دوسرے کا اس میں کیا قصور ہے۔ اگر ان میں سے کسی کا بال بھی بیکا ہوا تو میں اسے تمہارے ہی کھاتے میں ڈالوں گا۔"

عدنان کا چہرہ جو پہلے ہی اترا ہوا تھا، مزید اتر گیا مگر وہ کچھ بولا نہیں۔ اس نے اندازہ کرلیا تھا کہ اس موضوع پر کچھ بولنا لاحاصل ہوگا۔

دوپہر کو بڈ واپس آگیا۔ وہ اپنے ساتھ لنچ باکس لایا تھا۔

"پرسوں تک سارے کاغذات تیار ہوجائیں گے جس کے بعد صرف ٹکٹ اور ویزے کا کام باقی رہ جائے گا جو بغداد سے بھی ہو سکتا ہے" بڈ نے بتایا۔

"وہ کوئی مسئلہ نہیں ہے" میں نے کہا "ہمیں تو گوئٹے مالا کے ویزے درکار ہوں گے جو ہمیں کھڑے کھڑے مل جائیں گے۔ اب تمہارے لئے ایک اور کام ہے۔ تمہیں سونیا کے گھر والوں کو دو لاکھ دینار کی رقم پہنچانی ہوگی۔"

میں نے بڈ کو سونیا کے والدین کا پتا بتایا اور اسے سمجھا دیا کہ اسے ان سے کیا گفتگو کرنا ہے۔ بڈ بھی یہ کام کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا مگر وہ راضی ہو ہی گیا۔ اس کی ہچکچاہٹ کی وجہ بھی وہی تھی جس وجہ سے میں ہچکچا رہا تھا۔ سونیا کے اہل خانہ کو اس کی موت کی اطلاع پہنچانا ایک ناگوار فریضہ تھا جس سے بچنے کی کوشش ہم سب کر رہے تھے۔

لنچ کے بعد بڈ رقم لے کر روانہ ہوگیا۔ تہذیب نے فرصت دیکھ کر ایک بار پھر کرنل نعمان کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

"اصولی طور پر تمہیں چاہئے کہ اس سے کم از کم ایک ہی بار رابطہ قائم کرکے اسے مطلع تو کردو کہ اب تم اس کے لئے کام نہیں کروگے" تہذیب نے کہا۔

"میں اس کا ملازم نہیں ہوں اور نہ ہی کسی معاہدے کی رو سے اس بات کا پابند ہوں۔"

"میں کب کہہ رہی ہوں کہ تم پابند ہو۔ میں تو ایک اصولی بات کہہ رہی تھی۔"

"تو میں کون سی غیر اصولی بات کر رہا ہوں۔ میں نے بھی تو ایک اصولی بات ہی کی ہے۔"

"تم بہت ضدی ہو علی" تہذیب نے ہنس کر کہا "ضدی تو پہلے بھی تھے لیکن اب تو کچھ زیادہ ہی ضدی ہوگئے ہو۔"

"بات ضد کی نہیں ہے تہذیب! ممکن ہے میں اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہوئے اسے مطلع کردیتا لیکن میں بہت بری طرح بدظن ہوگیا ہوں۔"

"بدظن ہوگئے ہو" تہذیب نے چونک کر کہا "کس بات سے بدظن ہوگئے ہو۔ کس کی طرف سے بدظن ہوگئے ہو؟"

"کرنل نعمان کی حد تک تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے وہ ایک مخلص آدمی محسوس ہوا ہے۔ اس کے ساتھیوں میں بھی میں نے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی لیکن جب مجھے عراقی قوم کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو میں نے انہیں اس سے بہت مختلف پایا جیسا کہ ان کے بارے میں تاثر پایا جاتا ہے۔ جو قوم سات آٹھ سال سے مسلسل جنگ لڑ رہی ہو اسے بہت سنجیدہ ہوجانا چاہئے لیکن یہ لوگ لہو و لعب میں مبتلا ہیں۔ اعلیٰ سطح پر عدنان عباسی جیسے ضمیر فروش اور بے حس لوگ موجود ہیں جو بڑی آسانی سے بک جاتے ہیں۔ میں نے کسی توقع پر ہی کام کرنے کی حامی بھری تھی لیکن تم اندازہ کرسکتی ہو کہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد مجھے کس قدر مایوسی ہوئی ہوگی۔ جنگیں حکومتیں نہیں جیتا کرتیں۔ یہ تو پوری قوم کا کام ہوتا ہے۔ یہ لوگ بے حس ہوگئے ہیں۔ ان کے لئے کام کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ آدمی اپنے طور پر کام کرے۔"

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے علی" تہذیب نے مجھ سے اتفاق کیا۔ اس میں یہ خوبی تھی کہ کج بحثی نہیں کرتی تھی اور معقول بات فوراً تسلیم کرلیتی تھی۔

"میرا مقصد تو فلسطین کو آزاد کرانا ہے۔ عرب دنیا کو

بدنام ترین مجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل تفصیل
چارلس سوبھراج کی سرگزشت
قیمت ۴۰ روپے
میں ملاحظہ فرمائیں
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں
کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہودیوں کے ناپاک وجود سے آزاد کرانا ہے۔ مجھے تو ہر حال میں یہودیوں کے خلاف برسرِ پیکار رہنا ہے۔ میں یہی کر رہا ہوں اور یہی کرتا رہوں گا"

سونیا کے والدین کو رقم پہنچانے کے بعد بڈ کی واپسی شام کے وقت ہوئی۔ وہ خاصا افسردہ نظر آ رہا تھا۔

"تم نے مجھے بہت مشکل کام سونپا تھا چیف" بڈ نے مضمحل انداز میں کہا "بہرحال میں کام نمٹا آیا ہوں۔"

میں نے ایک طویل سانس لی "تم نے بہت بڑا کام کیا ہے بڈ! بڑا بھی اور نیک بھی۔"

"نیک کام کر کے تو سکون ملتا ہو گا چیف! پھر مجھے سکون کیوں نہیں مل رہا؟؟"

"سکون تو ملتا ہے بڈ!" تہذیب بولی "تم پر صرف افسردگی طاری ہے۔ تم نے ان لوگوں کو ایک ناگوار اطلاع جو پہنچائی ہے یہ اسی کا اثر ہے۔"

"تم اندازہ نہیں کر سکتیں میڈم کہ بیٹی کی موت کی اطلاع سن کر وہ لوگ کس طرح دھاڑیں مار مار کر روئے تھے۔"

"کیوں اندازہ نہیں کر سکتی۔ جوان بیٹی یا بہن کی اچانک موت پر تو ہر ایک کا ردعمل یہی ہو گا۔"

"وہ بہت خوش اخلاق لوگ ہیں چیف" بڈ نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا "انہیں معلوم ہوا کہ میں ان کی بیٹی کو جانتا ہوں تو انہوں نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان کے لئے اس دنیا میں مجھ سے بڑھ کر کوئی ہستی نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ چیف کہ اس حالت میں میں کیا کرتا لیکن میں جو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ میں نے انہیں یہ ناگوار اطلاع پہنچا کر ان سے ان کی خوشیاں چھین لیں۔ سونیا کی موت کی اطلاع نہ ملتی تو وہ اس کے زندہ ہونے کی آس میں زندگی تو آسانی سے گزار لیتے۔"

"جذباتی باتیں مت کرو بڈ! صدمہ بہت بڑا سہی مگر وقت ہر صدمے کو مندمل کر دیتا ہے۔ اب کم از کم وہ بے یقینی کی صلیب پر تو مصلوب نہیں رہیں گے۔"

"وہ لوگ تو رقم بھی نہیں لے رہے تھے چیف! انہیں اس رقم میں سے اپنی بیٹی کے خون کی بو آتی محسوس ہو رہی تھی" بڈ کی آواز بھرا گئی۔ تہذیب کی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں۔

"ان کا کہنا ایک طرح سے ٹھیک ہے بڈ!" میں نے دھیمی آواز میں کہا "رقم خواہ کتنی بھی بڑی کیوں نہ ہو کسی کی زندگی کا نعم البدل نہیں ہو سکتی۔"

"بڈ کو آئندہ اتنا مشکل کام مت سونپنا چیف! مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ مرحلہ اس قدر مشکل ہوتا ہو گا۔"

"آدمی کو مشکلات سے گزرنے کا عادی ہونا چاہئے خصوصاً تم جیسے آدمی کو۔"

"اس قسم کے مشکل کام تم خود ہی کر لیا کرو چیف! قربانی کا بکرا بننے کے لئے ایک بڈ ہی رہ گیا ہے؟؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے میرے دوست" میں نے اداسی سے کہا "لیکن میں سونیا کے گھر والوں کا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سونیا سے میرا جذباتی تعلق تھا۔"

بڈ اچانک اٹھ کر کھڑا ہو گیا "ایک بار پھر کہو چیف!" اس نے کہا۔ "تم نے مجھے دوست کہا ہے۔ اگر ہمیشہ اسی طرح کہتے رہو تو بڈ تمہارے لئے اس سے ہزار گنا زیادہ مشکل کام سرانجام دے سکتا ہے۔"

میں پھیکے سے انداز میں ہنس پڑا "تم میرے دوست تو ہو بے وقوف آدمی..... تم ہو، تہذیب ہے، جنرل ٹیرر اور کیتھی براؤن ہیں۔ تم سب وہ لوگ ہو جن کے بغیر علی یا خان کچھ بھی نہیں ہے۔"

"شکریہ چیف! شکریہ، تمہارے یہ الفاظ بڈ کی عزت افزائی کے مترادف ہیں۔ اب بڈ تمہارے لئے جان بھی دے سکتا ہے۔"

"اس کے لئے مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جان تو تم میرے لئے ویسے بھی دے سکتے ہو۔ یہی جذبہ تو ہے جو مجھے تم لوگوں کے سحر سے نکلنے نہیں دیتا۔ تم ہی لوگوں کی وجہ سے میں نے اتنی بہت سی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔"

"بس کرو چیف! بس کرو" بڈ نے ہاتھ اٹھا کر کہا "بڈ! اتنی تعریفیں مت کرو کہ اس کا دماغ خراب ہو جائے یا خوشی سے پاگل ہو جائے ...... لیکن اس رقم میں سے بڈ کا کمیشن کب ملے گا۔"

"وہ ساری کی ساری رقم تم اپنے تصرف میں لا سکتے ہو بڈ! کمیشن کا کیا مطلب ہے۔ میری ہر چیز پر تمہارا حق ہے۔"

بڈ نے مجھے دیکھ کر حیرت سے پلکیں جھپکائیں "آج تم بڈ کو حیران کئے دے رہے ہو چیف! ایسے موڈ میں میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"پہلے کبھی تم نے اتنا بڑا کام بھی تو نہیں کیا تھا" میں نے کہا۔ اور بڈ نے ایک بار پھر حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"یعنی ماضی میں بڈ نے تمہارے لئے جو کچھ کیا وہ سب کا سب ضائع ہو گیا" بڈ نے کہا۔

"علی کا مطلب یہ ہے کہ سونیا کے گھر والوں کو رقم پہنچانے کا کام خود علی کے لئے بے حد مشکل تھا" تہذیب نے کہا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں نے اتنا بڑا کارنامہ سر انجام دے دیا ہے۔ ورنہ میں چیف سے کوئی انعام ضرور طلب کر لیتا۔"

"وہ تو تم اب بھی طلب کر سکتے ہو بڈ" میں نے کہا "تم بجا طور پر انعام کے مستحق ہو۔"

"مجھے بار بار مرجانہ کا خیال آ رہا ہے چیف! وہ بے چاری بور ہو رہی ہو گی۔ اگر تم اجازت دو....."

"ہرگز نہیں" میں نے سختی سے کہا "تمہیں کسی فضول کام کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"

"دیکھ لیا میڈم" بڈ نے فریاد طلب انداز میں تہذیب کی طرف دیکھا "چیف نے کتنی تیزی سے چولا بدلا ہے۔"

"علی کا کہنا درست ہے بڈ!" تہذیب نے نرمی سے کہا۔ "مرجانہ ایک خطرناک ایجنٹ ہے۔ وہ ذرا سے موقعے سے بھی فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ اس سے دور ہی رہنا بہتر ہو گا۔"

"بس بس رہنے دو میڈم! تم دونوں نے مل کر بڈ کے خلاف سازش کی ہے" بڈ نے بگڑ کر کہا اور پیر پٹختا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"بہت سور ہے" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا "سنجیدگی تو ذرا دیر کے لئے بھی نہیں برداشت کر سکتا۔"

"اس کے باوجود بہت کارآمد آدمی ہے۔ اس کی افادیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔"

تیسرے روز سارے کاغذات تیار ہو گئے اور ہم بصرہ سے بغداد کے لئے روانہ ہو گئے۔ کاغذات کے مطابق میں عراقی باشندہ تھا۔ مجھے فوجی بھرتی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ ان دنوں عراق میں لازمی فوجی بھرتی کی وجہ سے جگہ جگہ چیکنگ ہوتی تھی اور لوگ فوجیوں سے چھپتے پھرتے تھے۔ میرے کاغذات میں یہ چیز شامل نہ ہوتی تو میں کہیں بھی دھرا جا سکتا تھا۔

کار بڈ ڈرائیو کر رہا تھا اور اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر تہذیب تھی۔ میں پچھلی سیٹ پر تھا اور مرجانہ کو میں نے اپنے ساتھ بٹھایا تھا۔

"راستے میں چیکنگ ضرور ہو گی" میں نے مرجانہ سے کہا۔ "ممکن ہے تم کوئی حرکت کرو لیکن یہ سوچ لینا کہ کسی کے حرکت میں آنے سے قبل میرے ریوالور کی گولی تمہیں چاٹ جائے گی۔"

"میں جانتی ہوں" مرجانہ نے کہا "مجھے کچھ بتانے کی کوشش مت کرو۔"

"تمہیں یہ بتانا اس لئے ضروری ہے کہ تم جوڈو کراٹے جانتی ہو اور جو لوگ کراٹے جانتے ہیں وہ خود کو سپرمین سمجھنے لگتے ہیں۔"

مرجانہ نے مجھے گھور کر دیکھا مگر کچھ نہیں بولی، عدنان کو ہم وہیں چھوڑ آئے تھے۔ چوں کہ سارے پروگرام تبدیل ہو گئے تھے اس لئے عدنان کے بارے میں بھی ہمارا پروگرام تبدیل ہو چکا تھا۔ اب ہم اسے تنہا چھوڑ کر جا رہے تھے۔ بغداد پہنچنے کے بعد ہم اس کے کسی آدمی کو فون کر دیتے جو اسے چھڑا لیتا۔

بصرہ سے عراق تک ساڑھے پانچ سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے میں پانچ گھنٹے سے زیادہ وقت لگ گیا۔ راستے میں تین جگہ ہماری چیکنگ ہوئی تھی۔ چیکنگ کے دوران فوجیوں کی توجہ کا مرکز میں ہی رہا تھا۔ بڈ اور تہذیب تو غیر ملکی سیاح تھے اور مرجانہ کو عورت ہونے کی وجہ سے چھوٹ تھی جب کہ میں مقامی تھا۔ اصولی طور پر تو مجھے فوج میں بھرتی ہو جانا چاہئے تھا۔ ان لوگوں کے چیک کرنے کا مقصد بھی یہی تھا لیکن میرے کاغذات ہر طرح سے مکمل تھے اس لئے کسی مشکل میں پھنسنے سے بچ گیا۔

بغداد پہنچنے کے بعد سوال پیدا ہوا کہ کون سے ہوٹل میں ٹھہرا جائے لیکن مرجانہ کا مسئلہ تھا۔ اگر ہم ہوٹل میں ٹھہرتے تو مرجانہ کے پاس گڑبڑ کرنے کے بہت سے مواقع ہوتے۔ ہم کہاں تک اس کی نگرانی کر سکتے تھے۔ اس مسئلے کا ایک حل تو یہ تھا کہ کوئی مکان یا فلیٹ کرائے پر لے لیا جائے مگر اس میں بھی مشکلات تھیں۔ اول تو ہمیں ایک دو دن سے زیادہ یہاں رکنا نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ یوں اچانک کوئی جگہ کرائے پر نہیں مل سکتی تھی۔ مل جاتی تو بھی فوری طور پر قبضہ تو نہیں مل سکتا تھا۔ ضروری کارروائیوں کے بغیر کوئی بھی اجنبیوں کو اپنی جگہ کرائے پر نہیں دے سکتا۔

اس مسئلے کا حل میں نے پیش کیا اور جھک کر بڈ کے کان میں کہا "گوئٹے بل کے سفیر کی قیام گاہ کی طرف نکل چلو۔"

"تمہارا دماغ خوب کام کرتا ہے چیف" بڈ نے خوش ہو کر کہا۔ اس کے اور تہذیب کے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ ہم وہاں بھی رہ سکتے ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سفیر کا نام نگروما تھا۔ اس سے اس کے گھر پر ملاقات کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا لیکن جب میں نے ملازم سے کہلوایا کہ علی یار خان آیا ہے تو وہ خود ہی گیٹ تک دوڑا چلا آیا۔ اس کی بوکھلاہٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

"معاف کیجئے گا میں نام سے واقف ہوں مگر چہرے سے آشنا نہیں ہوں" اس نے کار کی کھڑکی پر جھکتے ہوئے کہا۔ "آپ میں سے کوئی صاحب۔۔۔۔"

"علی یار خان میں ہوں سفیر محترم" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "آپ گیٹ تو کھلوائیے۔ باتیں تو بعد میں بھی ہو سکتی ہیں"

نگروما نے بوکھلائے ہوئے انداز میں گیٹ کھولنے کا اشارہ کیا مگر میں نے دیکھ لیا تھا کہ اس نے محافظوں کو ہوشیار رہنے کا اشارہ کیا ہے۔ وہ ایک حاضر دماغ آدمی تھا۔ اسے احساس تھا کہ صرف نام سن کر کسی اجنبی پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔

اندر پہنچنے کے بعد ہم کار سے اترے "مجھے بتائیے کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں" سفیر نے کہا۔

"ہمیں گوٹے ہل کے ویزے چاہئیں" میں نے کہا "یہ میری ساتھی تہذیب مالکم ایکس ہیں، یہ بڈ ہیں۔ ان دونوں کے نام تو آپ نے سنے ہوں گے۔ یہ تیسری ہستی محترمہ مرجانہ ہیں۔ مرجانہ ہماری قیدی ہے۔ اس کی وجہ سے آپ کو زحمت دینی پڑی ورنہ ہم خود تو کہیں بھی ٹھہر سکتے تھے۔"

"میری خوش قسمتی کہ آپ جیسے لوگوں نے غریب خانے کو اس قابل سمجھا اور بد قسمتی یہ کہ میں آپ میں سے کسی کو بھی نہیں پہچانتا" نگروما نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

میں نے تہذیب کی طرف دیکھا اور اس نے میرا اشارہ سمجھ کر اپنے اور بڈ کے پاسپورٹ نکال کر نگروما کی طرف بڑھا دئے۔ دونوں پاسپورٹ گوٹے ہل کے ہی تھے۔

"میں اس گستاخی کے لئے معذرت خواہ ہوں جناب" نگروما نے مجھ سے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا اور محافظوں کو واپس جانے کا اشارہ کیا۔

"جو کچھ آپ نے کیا مسٹر نگروما اگر وہ نہ کرتے تو یقین کریں میں جنرل ٹیرس سے رپورٹ کر دیتا۔"

"اطمینان کرنا تو بہر حال ضروری ہوتا ہے جناب! آیئے اندر تشریف لایئے۔"

ہم اس کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ڈرائنگ روم میں آئے۔ "سب سے پہلے میں گوٹے ہل فون کرنا چاہوں گا" میں نے کہا۔

"آپ کو اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے جناب! یہاں کی ہر چیز پر آپ کا حق ہے۔"

میں نے تہذیب کو نمبر ملانے کا اشارہ کیا اور نگروما کی طرف متوجہ ہو گیا جو ابھی تک بوکھلایا ہوا تھا۔

"ہم لوگ بصرہ سے سیدھے یہاں آرہے ہیں مسٹر نگروما۔" میں نے کہا "کچھ کھانے پینے کا بندوبست تو کیجئے!"

"بالکل بالکل" اس نے گھنٹی بجا کر ملازم کو بلایا اور اسے ہدایات دینے لگا۔ اس دوران میں تہذیب نے گوٹے ہل کا نمبر ملا لیا تھا اور کیتھی براؤن سے بات کر رہی تھی۔ پھر اس نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔

"ہیلو، کیا حال ہے کیتھی؟" میں نے ریسیور لے کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

"ٹھیک ہوں علی! اس بار تو تم نے کمال کر دیا۔ وعدے کے مطابق فون کر لیا۔"

"مجھے گوٹے ہل آنا ہی ہے۔ تہذیب نے تمہیں بتا دیا ہوگا کہ ہم لوگ اس وقت کہاں ہیں؟"

"ہاں، تہذیب مجھے بتا چکی ہے۔ تم ریسیور ذرا نگروما کو دو تاکہ میں اسے ہدایات دے دوں۔ جنرل تو اس وقت موجود نہیں ہیں۔"

میں نے ریسیور نگروما کے حوالے کر دیا۔ نگروما بڑے مودبانہ انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔ کیوں نہ کرتا۔ وہ اپنے ملک کی خاتونِ اول سے بات کر رہا تھا۔

چند منٹ بعد نگروما نے فون بند کر دیا اور مجھ سے کہنے لگا "مادام کیتھی نے ہدایت کی ہے کہ آپ لوگوں کو سرکاری مہمان تصور کیا جائے اور آپ کی ہر خواہش کی تکمیل کی جائے۔"

"مجھے اپنے اور مرجانہ کے لئے گوٹے ہل کا ویزا چاہئے۔" میں نے کہا "اس کے علاوہ جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے ہماری روانگی کا بندوبست کرا دو۔"

"ویزے تو میں ابھی لگوا دیتا ہوں۔" نگروما نے کہا "فلائٹ کے لئے البتہ معلوم کرنا پڑے گا۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ تم مجھے لے کر فرانس جاؤ گے۔" دفعتاً مرجانہ نے کہا۔

"میں احمق نہیں ہوں۔ ہم فرانس ضرور جائیں گے مگر یہاں سے نہیں گوٹے ہل سے۔ تاکہ ہر ممکن حد تک رینڈل کی نظروں سے بچ سکیں۔"

○☆○

ٹھیک چھ بجے صبح ہم بغداد ائرپورٹ کی بلڈنگ میں موجود تھے۔ ہمیں آٹھ بجے کی فلائٹ سے گوٹے ہل کے لئے روانہ ہونا تھا۔ آٹھ لاکھ دینار کی رقم میں نے نگروما کے حوالے کر دی تھی جو وہ گوٹے ہل منتقل کرا دیتا۔ اس کے پاس سے روانہ ہوتے وقت میں نے بصرہ فون کر دیا تھا اور تمکین کو اس بنگلے کا پتا بتا دیا تھا جہاں عدنان عباسی اپنی آزادی کا منتظر تھا۔ مرجانہ کے ایک انجکشن لگا دیا گیا تھا جس کے بعد یہ امکان نہیں رہ گیا تھا کہ وہ کوئی گڑبڑ کرے گی۔

امیگریشن کاؤنٹر پر کاغذات کی جانچ پڑتال کے دوران میں نے محسوس کیا کہ میرا پاسپورٹ چیک کرنے والا شخص کچھ چونک گیا ہے۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ یقیناً کوئی گڑبڑ تھی۔ یہ اندازہ لگانے سے قاصر تھا کہ گڑبڑ کیا تھی۔ اس شخص نے میری تصویر کو بڑے غور سے دیکھا۔ پھر میرے چہرے کی طرف دیکھا پھر دوبارہ اس کی نگاہ میری تصویر پر جم گئی۔ چند لمحے یوں ہی گزر گئے پھر اس نے اپنے ساتھی کی طرف جھک کر سرگوشیانہ انداز میں کچھ کہا اور پاسپورٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے بھی اپنے ساتھی کی طرح بہت غور سے پہلے میری طرف اور پھر میری تصویر کی طرف دیکھا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ میں پریشان ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر وقت میں کیا چکر پڑ گیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ انہیں پاسپورٹ کے جعلی ہونے کا شبہ ہو گیا ہو لیکن وہ تو میری تصویر دیکھ کر چونکے تھے۔

"آپ اس طرف تشریف لے آیئے جناب۔" آخر کار امیگریشن کاؤنٹر پر موجود شخص نے مجھ سے کہا اور میں دھڑکتے دل کے ساتھ کاؤنٹر کے عقب میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اتنی دیر میں اس نے ایک اور باوردی شخص کو اپنے قریب بلا کر اسے کچھ ہدایات دے دی تھیں۔ ہدایات سن کر اس باوردی شخص نے سر کو اثباتی جنبش دی اور مجھے اپنے ساتھ لے کر اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جس پر امیگریشن آفیسر کی تختی لگی تھی۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ میرے وہاں سے ہٹتے ہی کاؤنٹر پر موجود شخص نے انٹرکام کا ریسیور اٹھا لیا تھا۔ شاید وہ امیگریشن آفیسر کو کسی خاص بات سے مطلع کر رہا تھا۔

میں ہر قسم کی صورت حال سے نمٹنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ بڈ کو میں نے پرسکون رہنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ میں موقع پر میں ہر قسم کی ہنگامہ آرائی سے گریز کرنا چاہتا تھا۔ اگر یہاں کوئی ہنگامہ کھڑا ہوتا تو عراق سے نکلنے کے لئے ہمیں از سر نو محنت کرنی پڑتی اور اس میں بہت وقت صرف ہوتا۔

باوردی شخص مجھے لے کر امیگریشن آفیسر کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ انٹرکام کا ریسیور رکھ رہا تھا۔ امیگریشن آفیسر نے باوردی شخص سے پاسپورٹ لے کر باہر جانے اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ کاؤنٹر پر موجود افراد کی طرح اس نے بھی پہلے میرا اور میری تصویر کا موازنہ کیا پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا لیا اور کوئی نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"مجھے کیوں روکا گیا ہے جناب" میں نے کہا "کیا میرے پاسپورٹ میں کوئی سقم ہے؟"

بھاری بھرکم امیگریشن آفیسر نے ہاتھ اٹھا کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اب تک اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ اس کے منہ سے پہلا جملہ میں نے اس وقت سنا جب اسے مطلوبہ فون نمبر مل گیا۔

"مطلوبہ شخص مل گیا ہے جناب! وہ اس وقت میرے سامنے والی کرسی پر موجود ہے۔ آٹھ بجے والی فلائٹ پر گوٹے ہل کے لئے اس کی سیٹ بک ہے جناب۔"

دوسری طرف سے جو کچھ کہا گیا اسے سن کر اس نے فون بند کر دیا اور میرے پاسپورٹ کا مطالعہ کرنے لگا۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے جناب۔" میں نے کہا "ابھی ائرلائن والوں سے بھی نمٹنا ہے۔ آپ نے آخر مجھے کیوں روکا ہے؟"

میری بات سن کر اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔ انداز ایسا تھا جیسے میری بات اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔

"میں عرض کر رہا ہوں کہ مجھے دیر ہو رہی ہے۔" میں نے قدرے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا "کیا آپ میری فلائٹ نکلوائیں گے؟"

"مجھے نہیں معلوم" اس نے مختصر سا جواب دیا اور دوبارہ میرے پاسپورٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"کمال ہے، آپ نے مجھے روکا ہے اور آپ کو ہی نہیں معلوم۔ پھر یہ کون بتائے گا کہ مجھے کیوں روکا گیا ہے؟"

اس نے دوبارہ نگاہ اٹھائی "کیا تم تھوڑی دیر خاموش بیٹھ کر انتظار نہیں کر سکتے۔" عراقی افسر نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"میں کیوں انتظار کروں اور کس بات کا انتظار کروں؟" میرے لہجے میں بدستور جھنجلاہٹ موجود تھی۔

امیگریشن آفیسر کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ میرے ساتھ کس قسم کا رویہ اختیار کرے۔ لیکن اتنا تو مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ معاملہ خطرناک نہیں ہے۔ کم از کم امیگریشن آفیسر کی حد تک تو یہ بات یقینی تھی کہ اس کی طرف سے مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن یہ تشویش بہرحال برقرار تھی کہ مجھے کس کے کہنے پر روکا جا رہا ہے۔

"ملک سے باہر جانے کے لئے امیگریشن سے کلیرنس لینا ضروری ہوتا ہے۔" چند لمحوں کی سوچ بچار کے بعد امیگریشن آفیسر نے کہنا شروع کیا "امیگریشن ڈیپارٹمنٹ کا دائرۂ کار بہت وسیع ہے۔ بعض اوقات ہمیں مروجہ طریقۂ کار سے ہٹ کر کام کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔ اپنا کام ہم اس طرح کریں گے جس طرح ہم مناسب سمجھیں گے۔"

"خواہ اس چکر میں میری فلائٹ ہی کیوں نہ نکل جائے؟"... میں نے تیز مزاجی کا مظاہرہ کیا۔

"خواہ اس چکر میں ایک مہینہ ہی کیوں نہ لگ جائے"... عراقی افسر نے میز پر گھونسہ مار کر کہا۔ اسے غصہ آگیا تھا۔ "ہم کیا کر رہے ہیں اور کیوں کر رہے ہیں یہ تمہیں نہیں بتایا جاسکتا۔ میں نے تم سے کہا ہے کہ خاموش بیٹھ کر انتظار کرو۔ اگر تم خاموش نہیں بیٹھ سکتے تو مجبوراً مجھے اپنے کسی آدمی کو بلانا پڑے گا۔"

میں یوں خاموش ہوگیا جیسے اس سے مرعوب ہوگیا ہوں جب کہ درحقیقت میں تذبذب اور بڑی کی طرف سے فکرمند تھا۔ معلوم نہیں میں کس چکر میں پھنس گیا تھا۔ اگر فلائٹ نکل گئی تو ان دونوں کا کیا بنے گا اور پھر مرجانہ بھی تو تھی اگرچہ حفظ ماتقدم کے طور پر اس کے انجکشن لگا دیا گیا تھا لیکن اس پر کلی طور پر انحصار تو نہیں کیا جاسکتا تھا۔

میں اپنی سوچوں میں غلطاں و پیچاں خاموش بیٹھا تھا۔ امیگریشن آفیسر بھی خاموش تھا اور میرے پاسپورٹ کے اوراق الٹتے ہوئے اس پر یوں نظریں جمائے ہوئے تھا جیسے پاسپورٹ کے اوراق سادہ نہ ہوں بلکہ ان پر کوئی دلچسپ کہانی تحریر ہو۔ ایسی دلچسپ کہانی جس پر سے نظریں ہٹائے نہ ہٹ رہی ہوں۔

تقریباً پندرہ منٹ یوں ہی گزر گئے۔ پھر اس سکوت کو ٹیلی فون کی گھنٹی نے توڑا۔ امیگریشن آفیسر نے چونک کر ریسیور اٹھایا۔

"جی ہاں ... مجھے یقین ہے کہ یہی مطلوبہ شخص ہے... جی ہاں، وہ اس وقت بھی میرے سامنے موجود ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں ریسیور اسے دے رہا ہوں۔" اس نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔

میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ ریسیور اس کے ہاتھ سے لے کر اپنے کانوں سے لگا لیا۔ معلوم نہیں دوسری طرف کون تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب میں نے ریسیور میں ہیلو کہا تو میرا لہجہ اور آواز دونوں کسی حد تک تبدیل تھے۔ امیگریشن آفیسر اس معمولی سی تبدیلی کو نوٹ نہیں کرسکا۔

"ہیلو، تم کون ہو۔ اپنا تعارف کراؤ۔" دوسری طرف سے بولنے والے کو میں نے فوراً ہی پہچان لیا۔ وہ عراقی ملٹری انٹیلی جنس کا کرنل نعمان تھا۔

"میرا نام علی حماد ہے جناب۔" میں نے بدستور بدلی ہوئی آواز میں کہا "میں امیگریشن آفیسر صاحب سے مسلسل پوچھ رہا ہوں کہ مجھے کیوں روکا گیا ہے مگر یہ کچھ بتاتے ہی نہیں۔ آپ معلوم نہیں کون ہیں؟ کم از کم آپ ہی مجھے بتا دیجئے کہ میرا قصور کیا ہے ورنہ میری فلائٹ مس ہوجائے گی۔"

"تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہئے کہ میں کون ہوں تاہم تمہیں اس لئے روکا گیا ہے کہ تمہاری شکل ایک ایسے شخص سے ملتی ہے جو حکومت کو مطلوب ہے۔"

"اگر میری صورت آپ کو مطلوب کسی شخص سے ملتی ہے تو اس کی سزا مجھے تو نہیں ملنی چاہئے۔ آخر وہ شخص کون ہے۔ ممکن ہے میں اس شخص کو جانتا ہوں۔"

"ممکن ہے تم اسے جانتے ہو مگر ہم اس کا نام ظاہر نہیں کرسکتے اور پوری طرح تصدیق کئے بغیر تمہیں ملک سے باہر جانے کی اجازت بھی نہیں دے سکتے۔"

"یہ تو بہت زیادتی ہوگی جناب! آخر اس کارروائی میں کتنا وقت صرف ہوگا؟"

"آج کا پورا دن صرف ہوجائے گا۔ تم آج کی کسی فلائٹ سے نہیں جاسکو گے۔"

"امیگریشن آفیسر صاحب تو اس شخص کے نام سے واقف ہوں گے۔ میں انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کیا اس طرح کام نہیں چل جائے گا۔"

"امیگریشن آفیسر اس کے نام تک سے واقف نہیں ہے۔ وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کرسکے گا۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں جناب! یہ ایک ذمے دار آدمی ہیں۔ ایک اہم عہدے پر فائز ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کے نام سے بھی واقف نہ ہوں۔ آپ لوگ مجھے مخواہ روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"فضول باتیں مت کرو، وہ شخص اس امیگریشن آفیسر سے کہیں زیادہ اہم ہے اور اس کا نام تک خفیہ رہنا ضروری ہے۔ تم انتظار کرو، میرے آدمی تمہیں لینے آ رہے ہیں۔"

"ایک منٹ ٹھہرئیے جناب۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "جب وہ شخص اتنا ہی اہم ہے تو آپ نے مجھ سے اپنا تعارف کرانے کے لئے کیوں کہا تھا۔ فرض کیجئے میں ہی وہ شخص ہوں۔ تو کیا میں اپنی حقیقت ظاہر کرسکتا ہوں۔"

"اوہ!" کرنل نعمان چونک گیا "مگر میں اس کی آواز پہچان سکتا ہوں۔"

"مجھے کہنے دیجئے کہ آپ اس شخص سے واقف ہی نہیں ہیں" میں نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

"میں نے پہچان لیا۔ تم علی یار خان ہی ہو۔" کرنل نعمان کی آواز شدتِ جذبات سے لرز رہی تھی "تم کہاں غائب ہوگئے تھے۔ تمہاری تلاش کے لئے تو میں نے کنوؤں میں بانس ڈلوا دیئے۔"

"میری پوزیشن سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں یہاں سے تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں" کرنل نعمان کی آواز آئی۔ "ریسیور ذرا امیگریشن آفیسر کے حوالے کرو۔"

میں نے ریسیور امیگریشن آفیسر کی طرف بڑھایا۔ اس نے دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنی اور "جی بہتر"... کہہ کر ریسیور مجھے واپس کیا اور خود اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

"ہاں، اب بتاؤ" کرنل نعمان نے کہا "اب وہ اس وقت تک اپنے کمرے میں واپس نہیں آئے گا جب تک تم اسے واپس آنے کو نہیں کہو گے۔"

"میں گوٹے بل جا رہا ہوں کرنل! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے لئے کام نہیں کرسکوں گا۔"

"کسی معقول وجہ کے بغیر تمہیں ایسا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔" کرنل نعمان نے کہا "ویسے تم ہر قسم کا فیصلہ کرنے کے لئے آزاد ہو۔"

"شکریہ کرنل" میں نے کہا "لیکن میرے پاس بہت سی معقول وجوہات موجود ہیں۔"

"اگر تم نے آرتھر اور اس کے ساتھیوں کی موت سے خوف زدہ ہو کر یہ فیصلہ کیا ہے تو..."

"نہیں کرنل! اس قسم کے حادثات تو ہمارے لئے معمول کی بات ہوتے ہیں۔ میرے انکار کی سب سے بڑی وجہ عدنان عباسی ہے۔"

"عدنان عباسی!" کرنل نے حیرت سے کہا "اس کا تم سے کیا تعلق ہے؟"

"تمہیں معلوم نہیں ہوگا لیکن میرا اس سے ٹکراؤ ہوا تھا اور مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ وہ صیہونی ایجنٹ ثابت ہوا ہے۔ اگر خدانخواستہ میں نارمن شیلوف کے میک اپ میں اسرائیل پہنچ جاتا تو میری چٹنی بن جاتی۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو علی! معلوم ہوتا ہے تم کسی شدید قسم کی غلط فہمی کا شکار ہوگئے ہو۔"

"ایک غلط فہمی تو میرے ساتھ گوٹے بل جا رہی ہے"... میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "اس غلط فہمی کا نام مرجانہ ہے جو کسی زمانے میں سی آئی اے کی ایجنٹ تھی اور اب رینڈل ہاورڈ کے لئے کام کر رہی ہے۔ رینڈل بھی یہودی ہے اور اس نے اولیو ہاورڈ کی موت کا انتقام لینے کے لئے ایگلز نامی ایک تنظیم قائم کی ہے۔ ایگلز کی ایجنٹ مرجانہ کی عدنان کے ساتھ جوڑی کو کیا معنی پہناؤ گے؟"

"عدنان عباسی سب کچھ ہوسکتا ہے مگر اس کا صیہونی ایجنٹ ہونا میری فہم سے بالاتر ہے۔"

"تم انٹیلی جنس کے سربراہ ہو کرنل! اس قسم کی باتیں تمہارے فہم سے بالاتر نہیں ہونی چاہئیں۔ اس نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس نے نہ صرف رینڈل کو میرے بارے میں اطلاع دی تھی بلکہ وہ عراق میں موجود موساد کے ایجنٹوں کو درپردہ سہولیات بھی فراہم کر رہا تھا۔"

"تمہارے منہ سے نکلی ہوئی بات کی تردید کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔" کرنل نعمان بولا "تم نے مجھے تشویش میں مبتلا کردیا ہے۔"

"میں حرام موت مرنا پسند نہیں کرتا کرنل! مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ میں علیحدہ رہ کر کام کروں۔ ورنہ کسی کی مخبری پر مارا جاؤں گا۔"

"تمہارا فیصلہ درست ہے علی! ان حالات میں میں تمہیں مجبور نہیں کرسکتا۔ لیکن تمہیں چاہئے تھا کہ مجھے مطلع ہی کردیتے۔ مجھے طرح طرح کے اندیشوں اور وسوسوں نے گھیر لیا تھا۔ ملک سے باہر جانے والے ہر راستے پر تمہاری تصویریں پہنچا دی گئی تھیں تاکہ اگر کوئی تمہیں زبردستی ملک سے باہر لے جانا چاہئے تو نہ لے جاسکے۔"

"میری تصویر تمہارے پاس کہاں سے آئی؟"

"جب بھی کوئی اجنبی ہمارے ہیڈ کوارٹرز میں داخل ہوتا ہے۔ خودکار طریقے سے اس کی تصویر کھینچ لی جاتی ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میری تصویر تمہیں اتنے بڑے پیمانے پر نہیں پھیلانا چاہئے تھی۔"

"بے فکر رہو۔ تمہاری تصویر کی ہر کاپی واپس لے لی جائے گی۔"

"بہرحال، تمہارے ان جذبات کے لئے میں تمہارا شکر گزار ہوں کرنل! مجھے معلوم ہوتا کہ تم اس حد تک پریشان ہو جاؤ گے تو میں خود تمہیں مطلع کر دیتا۔"

"اب مجھے مشورہ دو کہ عدنان عباسی کے سلسلے میں میں کیا کروں۔ اس کی پوزیشن بہت مضبوط ہے۔ کسی ثبوت کے بغیر اس پر ہاتھ ڈالنا ممکن نہیں ہوگا۔"

"اس کے خلاف کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ معلوم نہیں اور کتنے لوگ یہودیوں کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اس لئے ان سب کی نشان دہی تو نہیں ہو سکتی۔ زیادہ کچھ کرنا چاہو تو عدنان کی سرگرمیوں پر نظر رکھو۔ اگر وہ زد میں آتا ہے تو ضرور اسے گرفت میں لے لو۔ ورنہ بہتر یہی ہے کہ خاموشی اختیار کئے رکھو۔"

"مجھے ہمیشہ اس بات کا قلق رہے گا کہ میرے ملک میں تمہیں تکلیف پہنچی اور ہم تمہاری خدمات سے استفادہ نہیں کر سکے۔"

"جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ کرنل! ہمارا مشن ایک ہی ہے۔ میں جہاں بھی رہوں گا اسی مقصد کے لئے کام کرتا رہوں گا۔ اب مجھے اجازت دو، بہت دیر ہو چکی ہے۔"

"خدا حافظ علی! تمہیں کبھی کہیں میری ضرورت پڑے تو مجھے یاد ضرور کر لینا۔ تمہارے کام آ کر مجھے خوشی ہوگی۔"

"تمہارے خلوص کے لئے میں تمہارا شکر گزار ہوں اور اب امیگریشن آفیسر کو بلا رہا ہوں۔ اسے ضروری ہدایات دے دو۔"

میں نے امیگریشن آفیسر کو بلایا اور کرنل نے اسے ہدایت کر دی کہ مجھے چلا جانے دیا جائے۔ امیگریشن آفیسر ....فون بند کر کے میری طرف مڑا۔

"یہ لیجئے جناب اپنا پاسپورٹ۔" اس نے پاسپورٹ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "کاؤنٹر سے اسٹمپ لگوا لیجئے۔ میں انٹرکام پر انہیں ہدایت کر دیتا ہوں۔"

میں امیگریشن آفیسر کے کمرے سے نکلا تو بڈ بہت بے چین نظر آ رہا تھا۔ اس کی نگاہ امیگریشن آفیسر کے کمرے کے دروازے پر جمی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے بے چینی کا مظاہرہ کیا۔ میں نے ہاتھ ہلا کر اسے پُرسکون رہنے کو کہا اور امیگریشن کاؤنٹر سے پاسپورٹ پر اسٹمپ لگوا کر باہر نکل آیا۔

باہر نکلتے ہی بڈ اور تہذیب نے مجھ پر سوالات کی بوچھا کر دی۔ میں نے مختصراً انہیں ساری صورت حال بتائی تب کہیں جا کر ان کی جان میں جان آئی۔

"ویسے تمہیں میک اپ کر لینا چاہئے تھا۔ اگر میک اپ کر لیا ہوتا تو ہم بلا روک ٹوک یہاں سے نکل جاتے۔ اب کسی اور مشکل میں نہ پڑ جائیں۔" تہذیب نے کہا۔

"اتنا ہلکا میک اپ کرنے کی بہت سی وجوہات تھیں تہذیب! ان میں سے ایک تو تمہارے سامنے آ گئی۔ اب دیکھنا ہے کہ رینڈل کتنے پانی میں ہے۔"

"تم نے خود کو مشکلات میں مبتلا کرنے کی عادت اپنا لی ہے علی! رینڈل سے بچنے کی کوشش کرو۔ وہ تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرے گا۔"

"بے فکر رہو۔ میں پوری طرح محتاط ہوں۔"

○☆○

فلائٹ ٹھیک وقت پر گوٹے ہل ائرپورٹ پر لینڈ کر گئی تھی۔ دوران سفر کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا اور بڈ کے ساتھ ساتھ تہذیب بھی اس بات پر بے حد خوش تھی کہ اب ہم گوٹے ہل پہنچ کر نئی حکمتِ عملی وضع کرنے کے بعد پوری یکسوئی کے ساتھ رینڈل ہاورڈ کے خلاف سرگرم عمل ہو سکیں گے۔

رن وے پر ہمارا استقبال آرمی کے ایک سیاہ فام شخص نے کیا۔ جس کی وردی پر لگے ہوئے نشانات اسے کرنل ظاہر کر رہے تھے۔

"مجھے کرنل شوالو کہتے ہیں جناب۔" اس نے مجھ سے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میں جنرل ٹیرس کے ذاتی محکمہ تعلقات عامہ کا سربراہ ہوں۔ جنرل خود آپ کے استقبال کے لئے نہیں آ سکے۔ انہیں اچانک ایک ایسی مصروفیت پیش آ گئی کہ ان کے پاس معذرت کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔ مجھے ان کا نمائندہ ہی سمجھئے۔"

"گویا آپ ان کے نمائندے نہیں ہے۔" بڈ نے کہا اور کرنل شوالو چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب" اس نے قدرے برہمی سے کہا "میں ان کا نمائندہ کیوں نہیں ہوں؟"

"آپ نے خود ہی تو کہا ہے کہ مجھے ان کا نمائندہ سمجھئے" ...بڈ بڑی معصومیت سے بولا "گویا آپ ان کے نمائندے نہیں ہیں تبھی آپ نے "سمجھئے" کا لفظ استعمال کیا۔"

کرنل شوالو ہنسنے لگا "آپ کے ساتھی بہت بذلہ سنج معلوم ہوتے ہیں جناب۔" اس نے مجھ سے کہا۔

"گویا ہوں نہیں، صرف معلوم ہوتا ہوں۔" بڈ نے تیزی سے کہا اور کرنل شوالو ایک بار پھر چونک پڑا۔ لیکن اس بار اس کی سمجھ میں جلدی ہی آ گیا کہ بڈ کا کیا مطلب تھا اور وہ ایک بار پھر ہنسنے لگا۔

کرنل شوالو کے ساتھ ہم سیاہ رنگ کی لیموزین میں بیٹھ کر ائرپورٹ کی بلڈنگ تک آئے اور کرنل شوالو ہمیں لے کر دی آئی پی لاؤنج میں لے گیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ پہلے میں جنرل ٹیرس کے ساتھ نہیں تھا ورنہ آپ جیسے دلچسپ آدمی سے پہلے ہی میری ملاقات ہو جاتی۔" کرنل شوالو نے کہا۔

"ہمیں یہاں کتنی دیر رکنا ہوگا۔ مسٹر شوالو؟" میں نے وی آئی پی لاؤنج کے نرم اور آرام دہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بس ذرا آپ لوگوں کا سامان آ جائے۔ میرے آدمی نیچے موجود ہیں۔ سامان آتے ہی وہ مجھے اطلاع دیں گے اور ہم روانہ ہو جائیں گے۔"

"کیتھی براؤن کہاں ہے کرنل" تہذیب نے کہا۔

"جنرل نہیں آئے تھے تو وہی آ جاتی۔"

"وہ ضرور آتیں محترمہ تہذیب۔ لیکن اچانک ہی ان کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ تاہم وہ بڑی بے چینی سے آپ لوگوں کی منتظر ہیں۔"

"چلو کوئی بات نہیں.... اب دیر ہی کتنی رہ گئی ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہم ان سے ان کے محل میں ملاقات کر لیں گے۔" میں نے کہا اور کرنل شوالو اثبات میں سر ہلانے لگا۔

"جی ہاں، ہم تو بہت جلدی محل تک پہنچ جاتے مگر آپ لوگوں کو پورے پروٹوکول کے ساتھ لے جایا جائے گا۔ جنرل ٹیرس نے اس سلسلے میں سخت ہدایات دی ہیں۔"

"اوہ!" میں نے مردہ سی آواز میں کہا "گویا ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ہمیں پہلے آزادی کی یادگار پر لے جایا جائے گا۔"

"ہم فوجی لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں جناب۔" کرنل شوالو نے ہنستے ہوئے کہا "ڈسپلن پر ہر حال میں عمل پیرا رہتے ہیں۔"

"میں تو سمجھا تھا جنرل اس بار خود نہیں آ سکا تو تمہیں اس سلسلے میں ہدایات دینا بھی بھول گیا ہوگا۔"

"فوجی کبھی کچھ نہیں بھولتا جناب۔" کرنل شوالو نے فخریہ لہجے میں کہا "جنرل ٹیرس خود نہیں آ سکے تو کیا ہوا۔ مجھے تو انہوں نے واضح ہدایت دے دی تھی۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔" میں نے مضمحل انداز میں کہا "اب تو بھگتنا ہی پڑے گا۔"

کرنل شوالو ایک بار پھر ہنسنے لگا اور بڈ نے کہا "آپ ہنسنے کے بڑے شوقین معلوم ہوتے ہیں جناب۔"

کرنل شوالو کی ہنسی کو بریک لگ گیا "کیا مجھے نہیں ہنسنا چاہئے مسٹر بڈ۔" شوالو نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"حالاں کہ آپ کو پوچھنا چاہئے تھا کہ کیا میں صرف ہنسنے کا شوقین معلوم ہوتا ہوں.... ہوں نہیں؟" بڈ نے کہا اور کرنل شوالو نے پھر ہنسنا شروع کر دیا۔

"آپ لوگ یہاں کتنا عرصہ قیام کریں گے؟" شوالو نے بڈ سے پوچھا۔

"آپ یہ بات کیوں پوچھ رہے ہیں.... کیا بجٹ بنانے کی ذمے داری بھی آپ کے سپرد ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے جناب" شوالو نے ہنس کر کہا "میں یہ جاننا چاہ رہا تھا کہ آپ کی صحبت سے کتنے دنوں تک فیض یاب ہو سکوں گا۔ آپ بڑے دلچسپ آدمی ہیں۔"

"ابھی ابھی ہوا ہوں۔" بڈ نے برجستہ کہا "ورنہ کچھ دیر پہلے تک یہ حال تھا کہ دلچسپ معلوم تو ہوتا تھا مگر تھا نہیں۔"

"بس کیجئے جناب" شوالو بے تحاشہ ہنس رہا تھا "آپ تو ہر بات میں مزاح پیدا کر دیتے ہیں۔"

میں ان دونوں کو باتیں کرتا چھوڑ کر اٹھا اور وی آئی پی لاؤنج کے دروازے کی طرف بڑھا۔

"ارے.... آپ کہاں جا رہے ہیں مسٹر علی؟" کرنل شوالو نے چونک کر پوچھا۔

"آپ لوگ باتیں کریں.... میں ذرا باہر کاریڈور میں ٹہل رہا ہوں۔"

"میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں جناب" کرنل شوالو نے اٹھنے کی کوشش کی مگر میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

"تم بیٹھے رہو کرنل" میں نے کہا "میں کہیں گم نہیں ہو جاؤں گا۔"

"یہ بات نہیں ہے جناب! آپ کی حفاظت کی ذمے داری ہم پر ہے۔ خدانخواستہ آپ کو کچھ ہو گیا تو ہمارے لئے جواب دہی کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

"میں بچہ نہیں ہوں کرنل! خطرات سے کھیلتے میری عمر گزری ہے۔ تمہیں جنرل ٹیرس کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا پڑے گا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنل بیٹھ گیا لیکن انداز ایسا ہی تھا جیسے میرے ساتھ جانا چاہتا ہو لیکن اگر وہ ساتھ آتا تو میرا مقصد ہی فوت ہوجاتا۔

باہر کاریڈور میں وی آئی پی روم کے دروازے پر دو فوجی مستعد کھڑے تھے۔ مجھے دیکھ کر دونوں اٹین شن ہوگئے۔

"میں کرنل شوالو کی اجازت سے باہر نکلا ہوں۔ امید ہے تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟" میں نے کہا اور وہ دونوں صرف سرہلا کر رہ گئے۔

کاریڈور میں سناٹا تھا۔ میں ٹہلتا ہوا کاریڈور کے سرے کی طرف بڑھا جہاں سے کاریڈور بائیں سمت گھوم گیا تھا۔ سرے پر پہنچ کر میں بھی بائیں طرف مڑگیا۔ مڑتے وقت میں نے کن انکھیوں سے دیکھا۔ دونوں فوجی اپنی جگہ موجود تھے۔ ان کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہی میری رفتار اچانک ہی تیز ہوگئی۔ میرا رخ نیچے جانے والے زینوں کی طرف تھا۔

میں بڑی تیزی سے نیچے اترا۔ نیچے مسافروں کا ہجوم تھا۔ میں ان کے درمیان جگہ بناتا ہوا ٹیلی فون بوتھ تک پہنچ گیا۔ خوش قسمتی سے ٹیلی فون بوتھ مجھے خالی مل گیا۔ میں نے بوتھ میں داخل ہوکر سکے ڈالے اور ٹیرس محل کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ یہ جنرل ٹیرس کے ذاتی ٹیلی فون نمبر تھے۔ جو ڈائریکٹری میں موجود نہیں تھی اور ٹیلی فون سیٹ جنرل کی خواب گاہ میں بھی موجود تھا۔

تیسری گھنٹی پر ریسیور اٹھالیا گیا اور دوسری طرف سے کیتھی براؤن کی سریلی آواز سنائی دی۔

"میں علی یار خان بات کررہا ہوں کیتھی ڈیئر۔" میں نے کہا "تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں علی لیکن تم کہاں سے بات کررہے ہو۔ اور یہاں کب آرہے ہو؟"

"تمہارا کیا خیال ہے کیتھی ڈیر! مجھے کہاں ہونا چاہئے؟" ... میں نے کہا۔

"تمہارے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ رات تک تو تم بغداد میں تھے۔" کیتھی نے ہنستے ہوئے کہا اور میں نے معنی خیز انداز میں سرہلایا۔

"اور جنرل کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ باتھ روم میں ہیں۔" کیتھی نے کہا "کیوں کیا ان سے کوئی ضروری بات کرنی ہے؟"

"نہیں، ضروری بات تو کوئی نہیں کرنی۔ بس ویسے ہی تم لوگوں کی خیریت معلوم کرنے کے لئے فون کرلیا تھا۔"

"تم کچھ چھپا رہے ہو علی!" کیتھی نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "تم نے یونہی بلا مقصد تو فون نہیں کیا ہوگا۔"

"میں کب کہہ رہا ہوں کہ میں نے بلا مقصد فون کیا ہے۔ میں نے تو تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لئے فون کیا تھا۔"

"اپنی باتیں تم خود جانو، علی! میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ بہرحال میں یہ نہیں مان سکتی کہ تم نے صرف خیریت معلوم کرنے کے لئے فون کیا ہوگا۔ یہ تو بتادو کہ اب تمہاری روانگی میں کتنا وقت رہ گیا ہے؟"

"بہت تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے۔ کوشش کروں گا کہ آنے سے پہلے تمہیں مطلع کردوں۔ ورنہ پھر پہلے کی طرح اچانک ہی وارد ہوجاؤں گا۔"

کیتھی کو خدا حافظ کہہ کر میں نے فون بند کردیا۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ کرنل شوالو جعلی آدمی ہے۔ ٹیرس محل فون کرنے سے میرا واحد مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ کہیں جنرل ٹیرس یا کیتھی براؤن پر تو کوئی زد نہیں آگئی۔ یہ بات خاصی حیران کن تھی کہ وہ دونوں تو ہماری آمد سے لاعلم تھے اور ہمارے مخالفین باخبر تھے۔ یہ بات ناقابل فہم تھی کہ ایسا کیوں کر ہوا۔ بغداد میں گوٹے ہل کے سفیر نگروما نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ جنرل ٹیرس کو ہماری گوٹے ہل آمد کی اطلاع پہنچادے گا۔ کیا وہ فون کرنا بھول گیا تھا؟ لیکن سوال یہ تھا کہ اگر وہ فون کرنا بھول گیا تھا تو پھر مخالفین کو کیسے اطلاع ہوئی؟

وقت کم تھا اور ان سوالات پر بعد میں بھی سر کھپایا جاسکتا تھا۔ اس لئے میں فون بند کرتے ہی بوتھ سے باہر نکل آیا۔ کرنل شوالو پر مجھے ابتدا ہی میں شبہ ہوگیا تھا۔ حالاں کہ وہ فوجی گاڑی میں تھا اور اسے ائرپورٹ پر ہر وہ سہولت حاصل تھی جو کسی خاص آدمی کو بھی حاصل ہوسکتی تھی۔ لیکن اس کے انداز میں کوئی ایسی چیز تھی جو مجھے کھٹک رہی تھی۔ اس پر شبہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جنرل ٹیرس ہمیں لینے خود نہیں آیا تھا۔ یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں تھا کہ وہ خود ہمیں ریسیو کرنے نہ آتا۔ اس کے علاوہ کرنل شوالو نے کیتھی براؤن کی بیماری کا بہانہ کیا۔ یہ بہانہ بھی کم زور تھا اسے شاید اندازہ نہیں تھا کہ کیتھی مجھ پر کس طرح جان چھڑکتی ہے۔ اسے معلوم ہوتا تو وہ کوئی جان دار بہانہ گھڑنے کی کوشش کرتا۔

میں کئی کئی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر چڑھنے لگا۔ تہذیب اور بڈ خطرے میں تھے۔ ان دونوں میں سے کسی کو بھی اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ کرنل شوالو جعلی ہے اور مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ کس گروپ کا آدمی ہے۔ بظاہر تو یہی

معلوم ہوتا تھا کہ اس کا تعلق ریڈنل سے ہوگا تاہم یہ انداز پھر بھی نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ ہمارے بارے میں اس کے عزائم کیا ہیں۔

اوپر پہنچتے ہی میری نگاہ ان دونوں فوجیوں پر پڑی جنہیں میں وی آئی پی روم کے دروازے پر چھوڑ گیا تھا۔ وہ دونوں کاریڈور کے نکڑ پر نظر آرہے تھے۔ غالباً میری تلاش... انہیں یہاں تک کھینچ لائی تھی۔

"آپ کہاں چلے گئے تھے جناب؟" ان میں سے ایک نے کہا "ہم تو پریشان ہوگئے تھے۔"

ان کے سوال سے ثابت ہوگیا کہ وہ بھی جعلی ہیں۔ کرا صلی فوجی ہوتے تو کبھی یہ سوال نہ کرتے۔

"میں تمہیں بتا کر تو گیا تھا کہ میں کرنل شوالو کے ایک کام سے نیچے جارہا ہوں۔" میں نے کہا اور ان دونوں نے یرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"آپ نے یہ کب کہا تھا کہ آپ کرنل شوالو کے کسی ام سے جارہے ہیں۔ آپ نے تو کہا تھا کہ میں ٹہلنے کے لئے نکلا ہوں۔"

"یہ کہا تھا میں نے" میں نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ ے تو یاد نہیں آرہا۔۔۔ خیر چھوڑو" دفعتاً میں نے بے تکلفی ے ایک کے شانے پر ہاتھ مارا اور وہ گڑبڑا گیا۔ دوسرا فوجی ی الرٹ ہوگیا تھا "اب تو میں واپس آگیا ہوں۔ اب تو یشانی کی کوئی بات نہیں ہے نا؟"

"نہیں جناب! اب ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہے۔" ن میں سے ایک نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"بس تو پھر آؤ واپس چلتے ہیں۔" میں نے اِدھر اُدھر بکھا۔ کاریڈور بدستور سنسان پڑا تھا۔ چند قدم چل کر میں نے اچانک ان پر حملہ کردیا۔ دائیں جانب والے کی گدی پر یں نے ایک مخصوص وار کیا تھا۔ وہ تو اپنی گدی پکڑنے کی وشش میں ہی ڈھیر ہوگیا۔ بائیں جانب والے نے ذرا بھالا لینے کی کوشش کی تھی مگر اس کی کوشش رائیگاں ہی بت ہوئی۔ ایک سے نمٹنے کے بعد میری تمام تر توجہ کا رکز وہی تھا لہٰذا اس کے بچنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ دہ وہ بھی ڈھیر ہوگیا۔ میں نے جلدی جلدی ان دونوں کی نوں پر قبضہ کیا اور انہیں گھسیٹتا ہوا وی آئی پی لاؤنج کے وازے تک لے آیا۔

ان دونوں کو دروازے پر ہی چھوڑ کر میں سیدھا کھڑا ا اور پھر تیزی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ ب گن میں نے بڈ کی طرف اچھال دی تھی اور دوسری سے کرنل شوالو کو زد پر لے لیا تھا۔ کرنل شوالو نے چونک کر میری طرف دیکھا اور اس کے چہرے پر بے یقینی کے تاثرات پھیل گئے تھے۔ یوں جیسے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آرہا ہو۔

"اپنے ہاتھ اٹھالو اور کھڑے ہوجاؤ۔ جعلی کرنل شوالو"... میں نے سفاکی سے کہا "تمہارا ڈرامہ اختتام کو پہنچا۔"

کرنل شوالو اچھل کر کھڑا ہوا اور اس کے ایک ہاتھ نے بڑی تیزی سے حرکت کی۔ اتنی تیزی سے کہ میں کچھ دیکھ ہی نہیں سکا۔ بس ایک سفید سی چیز مجھے اپنے چہرے کی طرف آتی دکھائی دی تھی۔ میں نے اس سے بچنے کی کوشش بس جبلی طور پر ہی کی تھی مگر اس کی یہ حرکت اتنی غیر متوقع تھی کہ میں اپنی تمام تر کوشش کے باوجود اس چیز کی زد سے نہیں نکل سکا تھا۔ معلوم نہیں وہ کیا چیز تھی۔ میرے ماتھے سے ٹکرا کر پھٹی اور اس سے کسی قسم کا مائع نکل کر میرے چہرے پر پھیل گیا تھا۔

میرے ہاتھ سے گن چھوٹ گئی اور میرے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پہنچ گئے۔ میرے چہرے پر ناقابلِ برداشت جلن ہورہی تھی اور میرے حواس جواب دیتے چلے جارہے تھے۔ مجھے اردگرد کا کوئی ہوش نہیں رہ گیا تھا اور مجھے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے میں اندھا ہوگیا ہوں۔

باخبری
قیمت ۷۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
1 2 3 4 5 6 7 8
علامتوں کا انتخاب نہ صرف آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کرے گا بلکہ یہ بھی بتائے گا کہ ان حالات میں معقول ترین راہِ عمل کیا ہوسکتی ہے۔
ھر اچھے بک سٹال سے طلب کریں یا ہم سے منگوائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چہرے کی جلن بتدریج بڑھتی جارہی تھی۔ اس وقت میں کچھ بھی سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہ گیا تھا ورنہ میں وہاں تنہا تو نہیں تھا۔ بڈ اور تہذیب بھی تھے اور بڈ تو مسلح بھی تھا۔ میں نے خود اس کی طرف وہ گن پھینکی تھی جو میں نے جعلی فوجیوں کو بے ہوش کرکے ان سے چھینی تھی۔ جس گن سے میں نے شوالو کو کور کرنے کی کوشش کی تھی وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی تھی۔

ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے شوالو مردود نے مجھ پر تیزاب پھینک دیا ہو۔ چہرے پر گویا آگ لگ گئی تھی۔ میری قوتِ برداشت بڑی تیزی سے جواب دیتی جارہی تھی۔ میرا جی چاہ رہا تھا اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے رگڑ ڈالوں مگر اتنا ہوش تو بہرحال تھا کہ میں نے اپنی اس خواہش پر عمل نہیں کیا ورنہ ممکن ہے میرے چہرے کی کھال ہی اتر جاتی۔

میں وی آئی پی لاؤنج کے نرم اور دبیز قالین پر گرا ماہئ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ کرب کا ایک سمندر تھا جو میرے چاروں طرف لہریں لے رہا تھا۔ میرے وجود کی گہرائی سے درد کی لہریں اٹھ کر میرے اطراف بکھرے ہوئے سمندر میں شامل ہورہی تھیں۔ درد کے اس سمندر میں گہری تاریکی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا اور میں اس سمندر میں کسی ایسے تختے کے مانند بہا چلا جارہا تھا جو کسی کشتی سے ٹوٹ کر علیحدہ ہوگیا ہو اور اب اس کی کوئی منزل نہ ہو۔ کرب کے اس بیکراں سمندر میں تاریکی تو تھی مگر سناٹا نہیں تھا۔ کچھ آوازیں تھیں، نامانوس اور ناقابلِ شناخت قسم کی آوازیں۔ سمندر کی لہروں کے دوش پر تیرتی ہوئی آوازیں۔۔۔ آپس میں گڈمڈ ہوتی ہوئی آوازیں۔ ایسی آوازیں جنہیں کوئی معنی نہیں پہنائے جاسکتے۔

پھر رفتہ رفتہ ان آوازوں نے سمٹنا شروع کیا اور ایک دوسرے سے علیحدہ ہونا شروع ہوگئیں۔ چہرے کی جلن بھی حیرت انگیز طور پر زائل ہونا شروع ہوگئی تھی۔ جتنی تیزی سے اس جلن نے مجھے اپنی لپیٹ میں لیا تھا اس نے کہیں زیادہ تیزی سے زائل ہوگئی تھی۔ مگر ذہن اب بھی پوری طرح میرے قابو میں نہیں آیا تھا۔ بہت دور سے کوئی آواز آتی محسوس ہورہی تھی اور یہ موہوم سا احساس تھا کہ مجھے پکارا جارہا ہے۔ میں نے اپنی سماعت پر زور دینے کی کوشش کی ۔۔۔ ایک قہقہہ سنائی دیا۔

"اٹھو علی یار خان اور دیکھو کہ بساط کس طرح الٹ گئی ہے۔" اس بار میں نے پہچان لیا۔ یہ کرنل شوالو کی آواز تھی۔

میرا ذہن کام کرنے لگا تھا۔ میں سوچ سکتا تھا مگر میرے ہاتھ پیر قابو میں نہیں رہ گئے تھے۔ شاید وہ اعصاب کو مفلوج کردینے والی کوئی شے تھی جو شوالو نے مجھ پر پھینکی تھی۔

"تم بڑے طرم خاں بنتے ہو۔ دنیا میں تمہارے نام کا شہرہ ہے۔ دیکھ لو آج تم کس طرح میرے سامنے بے بس پڑے ہو۔ اپنی خواہش کے مطابق ہل بھی نہیں سکتے۔"

گویا میرا اندازہ درست تھا۔ مجھ پر واقعی کوئی ایسی آزمائی گئی تھی جس کے باعث میں ہلنے جلنے سے معذور تھا۔ شوالو کی آواز مجھے اپنے نزدیک سے سنائی دے رہی تھی مگر میں اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ دیکھنے کے لئے مجھے ا دونوں ہاتھوں کو جنبش دے کر چہرے سے ہٹانا ضروری مجھے حیرت تھی کہ تہذیب اور بڈ کو کیا ہوا۔ دونوں اپنی جگہ بہت ماہر تھے۔ ان پر قابو پانا آسان نہیں تھا۔ تنہا نے ان پر کس طرح قابو پایا ہوگا؟

"کچھ تو بولو علی!" شوالو کی مضحکانہ آواز آئی "یا تم زبان کو حرکت دینے سے بھی معذور ہوگئے ہو؟"

شوالو کے کہنے پر میں نے کوشش کی تو معلوم ہوا کہ میں زبان کو حرکت دے سکتا ہوں۔ لیکن میں جس پوزیشن میں ہوا تھا اس میں تو کچھ بولنا بھی دشوار تھا۔ غالباً شوالو کو اس بات کا احساس ہوگیا تھا۔ وہ میرے قریب آیا اور میرے ہاتھ چہرے پر سے ہٹادیے۔ اب میں قالین پر چت پڑا میں نے آنکھیں گھما کر دیکھا۔ تہذیب اور بڈ صوفوں پر حس و حرکت پڑے تھے۔ وی آئی پی لاؤنج میں شوالو کے دو افراد اور بھی موجود تھے جو تہذیب اور بڈ پر جھکے ہوئے آئے۔ معلوم نہیں وہ لوگ کیا کررہے تھے۔ مرجانہ بھی تھی اور اس کی حالت پہلے سے بہتر نظر آرہی تھی مگر وہ بد اسی جگہ بیٹھی تھی جہاں میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ وہ لا محافظ اب اندر پڑے تھے جنہیں میں دروازے کے باہر کر آیا تھا۔ انہیں دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ شاید میں کچھ کے لئے ہوش و حواس سے بالکل ہی بیگانہ ہوگیا تھا میں ان دونوں کی منتقلی سے بے خبر تھا۔

"امید ہے تمہارے حواس ٹھکانے آگئے ہوں گے۔ خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھنے لگے تھے۔" شوالو نے کہا۔

"تم کون ہو۔۔۔ میں تمہیں جانتا تک نہیں ہوں۔ تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟" میں نے دکھتے جبڑوں کے ساتھ بمشکل کہا۔ بولنے میں بھی مجھے دقت محسوس ہورہی تھی۔

"نہیں جانتے تو جان جاؤ گے۔۔۔ دو محافظوں کو بے تک

کرکے تم خود کو ہیرو سمجھنے لگے تھے۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ فی الحال تم نے مجھے پوری طرح بے بس کردیا ہے۔" میں نے کہا اور شوالو ہنس پڑا۔

"ہم نے مکمل منصوبہ بنایا ہے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی کہ تم پر کیا گزری۔ اور خود تم اس قابل نہیں ہو کہ ہمارے چنگل سے نکل سکو۔ اگر تم کسی بیرونی مدد کی توقع کررہے ہو تو اسے اپنے ذہن سے جھٹک دو۔"

"ٹھیک ہے" میں نے کہا "مگر یہ بھی تو معلوم ہونا چاہئے کہ میرا قصور کیا ہے؟"

"تم نے عدنان عباسی کا جو حشر کیا ہے کیا تم اسے اپنا کارنامہ سمجھتے ہو؟" شوالو نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اوہو تو تم عدنان عباسی کے آدمی ہو۔" میں نے اپنے لہجے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"تم اتنے معصوم تو نہیں ہو علی! ہم نے تمہارے بارے میں بڑی باریک بینی سے معلومات جمع کی ہیں اور تم بھی خوب جانتے ہو کہ ہمارا عدنان عباسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کون ہو" میں نے بے بسی سے کہا "عدنان عباسی کے سوا کسی اور سے تو میری دشمنی بھی نہیں ہے۔"

"اور یہ مرجانہ کیا چیز ہے جسے تم اپنے ساتھ لئے پھر رہے ہو؟" شوالو نے طنز کیا۔

"یہ بھی عدنان کی ساتھی ہے۔" میں نے سادگی سے کہا "عدنان کو سزا دینے کے خیال سے میں اسے اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔"

"تم سمجھتے تھے کہ موشے ہاورڈ تمہارے اس فون سے دھوکا کھاجائیں گے جو تم نے انہیں عدنان عباسی سے کرایا تھا؟"

"میں سمجھا نہیں" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ حیرت کے اظہار کے لئے پلکیں جھپکانے کے سوا اس وقت میں کچھ اور کر بھی نہیں سکتا تھا۔

"تم نے موشے ہاورڈ کو غلط راہ پر ڈالنے کے لئے عدنان عباسی سے فون کرایا کہ تم مرجانہ کو لے کر فرانس روانہ ہوگئے ہو۔" شوالو نے زہریلے لہجے میں کہا "تم یہ بھول گئے تھے کہ اس وقت تک موشے ہاورڈ کو معلوم ہی نہیں تھا کہ عدنان تمہاری قید میں ہے۔ تمہارے فون سے ان کے لئے نئی راہیں کھل گئیں۔ سب سے پہلے انہوں نے یہ معلوم کیا کہ عدنان عباسی کہاں ہے۔ فوراً ہی معلوم ہوگیا کہ وہ ابھی تک غائب ہے۔ اس کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرنا کیا مشکل تھا کہ وہ ابھی تک تمہاری قید میں ہے اور تم نے اس سے زبردستی فون کرایا ہے۔ تم شاید موشے ہاورڈ کو دھوکے میں رکھ کر عراق سے نکل جانا چاہتے تھے مگر تم نے دیکھا۔۔۔ ہم نے تمہیں کتنی آسانی سے بے بس کردیا۔"

"میں نے واقعی یہ سوچا تھا کہ رینڈل کو دھوکے میں رکھ کر میں بحفاظت عراق سے نکل سکوں گا۔ لیکن مجھے حیرت ہے کہ اس کے باوجود تم لوگ مجھ تک کیسے پہنچ گئے؟" میں نے بے بسی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"غیر متوقع طور پر حاصل ہوجانے والی کامیابیوں نے تمہیں مغرور کردیا ہے۔ تم حد سے زیادہ اوور کانفیڈنس کے شکار ہوگئے ہو۔ اس کا نتیجہ تمہیں اب بھگتنا پڑے گا۔ ہم تمہارے بارے میں ہر بات جانتے ہیں۔ تم میک اپ کے ماہر ہو۔ اگر تم چاہتے تو عمدہ قسم کا میک اپ کرکے بہ آسانی عراق سے نکل سکتے تھے مگر تم نے اتنا ہلکا میک اپ کیا کہ تمہیں ایک نظر میں پہچان لیا جائے۔ تم نے مرجانہ بد بھی میک اپ کرنے کی زحمت نہیں کی۔ تم چاہتے تو یہاں گوٹے ہل میں جنرل ٹیرس کو اپنی آمد سے مطلع کرسکتے تھے مگر تم نے یہ کام خود نہیں کیا اور اسے بھی بغداد میں گوٹے ہل کے سفیر کے سپرد کرکے مطمئن ہوگئے۔"

"اس سے کیا فرق پڑ گیا؟" میں نے حیرت سے کہا "جنرل ٹیرس کو اطلاع پہنچانا ہی مقصود تھا کیا نگروما نے یہ اطلاع نہیں پہنچائی؟"

"اس بے چارے نے تو فون کردیا تھا لیکن ظاہر ہے وہ براہِ راست جنرل ٹیرس سے تو بات نہیں کرسکتا تھا۔"

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کررہا تھا اور میں شوالو کی گفتگو کی روشنی میں صورتِ حال کا تجزیہ کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ اگر نگروما نے فون کرکے میری گوٹے ہل آمد کی اطلاع دی تھی تو وہ جنرل کے اعتماد کے آدمی تک ہی پہنچی ہوگی جبکہ تھوڑی دیر قبل کیتھی سے ہونے والی گفتگو سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ہماری یہاں آمد سے لاعلم ہے۔ گویا جس شخص نے بھی یہ پیغام وصول کیا تھا اس نے جنرل کو اس سے باخبر کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ یہ ایک خطرناک صورتِ حال تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ رینڈل کی رسائی ٹیرس محل کے اندر تک ہے۔

"اس کے علاوہ" شوالو نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "ابھی کچھ دیر قبل تم نے کیتھی براؤن کو یہ بتانے تک کی زحمت نہیں کی کہ تم گوٹے ہل پہنچ چکے ہو۔"

میرا ذہن بھک سے اڑ گیا۔ یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ لوگ اتنے باخبر ہوں گے۔ انہوں نے اس وقت بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میری نگرانی جاری رکھی تھی جب میں اپنی دانست میں ان کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ ان کی باخبری کی انتہا یہ تھی کہ وہ اس گفتگو تک سے واقف تھے جو میں نے فون پر کیتھی براؤن سے کی تھی۔ کیتھی براؤن تو ان لوگوں کی ایجنٹ ہونے سے رہی اور ٹیلی فون بوتھ سے آواز باہر جا نہیں سکتی تھی۔ یقیناً جنرل ٹیرس کا فون ٹیپ کیا جا رہا تھا۔ یہ کہنا مشکل تھا کہ یہ کام ٹیلی فون ایکسچینج کے ذریعے کیا گیا تھا یا ٹیرس محل کا کوئی شخص ان لوگوں سے ملا ہوا تھا۔

"اگر تم نے کیتھی کو اپنی آمد سے باخبر کر دیا ہوتا تب بھی تمہارے بچت کی کوئی صورت نکل آتی لیکن تمہاری اڑان بہت اونچی ہے۔ تم نے سوچا کہ تم تنہا ہی مجھ پر قابو پالو گے۔ کم از کم اتنا ہی سوچ لیتے کہ میں یہاں تنہا نہیں تھا۔ میرے ساتھ اور بھی کئی لوگ تھے جن سے تم ناواقف تھے۔"

شوالو کا انداز مستقل مضحکانہ تھا اور مجھے اس کے مقابل بے بسی ہی ظاہر کرنی تھی ورنہ وہ ہرگز نہ کھلتا۔ اس سے معلومات حاصل کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا تھا۔

"واقعی مجھ سے زبردست قسم کی غلطیاں ہوئی ہیں مسٹر شوالو! مجھے اندازہ ہوتا کہ رینڈل اس قدر ذہین ہے تو میں محتاط رہتا۔" میں نے بے چارگی سے کہا۔

"تمہارے ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ہر امکان کو مدِنظر رکھتے ہو۔" شوالو نے کہا۔ "موشے ہاورڈ کا کہنا ہے کہ تم سے غلطی ہو تو سکتی ہے لیکن وہ تم سے کسی غلطی کی توقع نہیں رکھتے۔"

"معلوم نہیں لوگ مجھ سے کیوں اس قدر توقعات وابستہ کر لیتے ہیں۔ اس ایک معاملے میں ہی دیکھ لو، مجھ سے کتنی بہت سی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔"

"تم دوسروں کو بے وقوف بنانے کے خبط میں مبتلا ہو۔ تم نے صرف ایک غلطی کی ہے اور وہ ہے موشے ہاورڈ کو کم تر سمجھنے کی غلطی۔۔۔ تمہیں ان کے بارے میں صحیح معلومات مل جاتیں تو تم اتنی آسانی سے ہمارے قابو میں نہیں آسکتے تھے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو شوالو۔۔۔ مجھے واقعی رینڈل کے بارے میں اندازہ نہیں تھا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اس کی ذہنی سطح بھی عام مجرموں کی طرح ہوگی۔"

"عام مجرموں کی طرح" شوالو نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا "تم موشے ہاورڈ کے لئے مجرم کا لفظ استعمال کر رہے ہو جب کہ وہ ایک اعلیٰ درجے کے آرٹسٹ ہیں۔"

"ممکن ہے وہ اس سے بھی بڑے آرٹسٹ ہوں جتنا تم انہیں قرار دے رہے ہو لیکن میری نظر میں اس کی حیثیت ایک مجرم سے زیادہ نہیں ہے۔ وہ ایک بین الاقوامی م... ہے۔"

"اس مقام پر میں تمہارا اور موشے ہاورڈ کا مواز... کروں تو وہ تم سے کہیں بڑے آدمی ثابت ہوں گے... انہیں مجرم قرار دے رہے ہو مگر ان کی سخت ہدایات ہیں تمہیں یا تمہارے کسی ساتھی کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچ پائے۔"

"اگر رینڈل نے اس قسم کی ہدایات جاری کی ہیں تو میں بھی اس کا کوئی مفاد پوشیدہ ہوگا۔ اس موازنے ذریعے تم مجھ پر اس کی برائی ثابت نہیں کر سکتے۔"

"تم اگر موشے ہاورڈ کو گالیاں دینے لگو تب بھی غصہ نہیں آئے گا۔" شوالو نے مسکرا کر کہا "ہمیں اس کی خصوصی تربیت دی گئی ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔۔۔ میں ہر حال میں سچ بولتا ہوں تمہیں غصہ دلانا ہرگز میرا مقصد نہیں تھا۔"

تہذیب اور بڈ پر جھکے ہوئے دونوں افراد علیحدہ ہٹ... تھے۔ ان کے ہٹنے پر میں نے دیکھا کہ انہوں نے تہذیب... بڈ کے ساتھ کیا کارستانی کی ہے۔ وہ دونوں اب بالکل سیاہ نظر آ رہے تھے۔ ان لوگوں کے پاس کوئی ایسا سیال تھا جو... کی رنگت تبدیل کر کے سیاہ کر دیتا تھا۔ جلد کی رنگت تبد... کر دینے والا یہ سیال میک اپ کے لئے عام طور پر استعمال... جاتا ہے۔

"اب ہمارے لئے کیا حکم ہے جناب!" ان دونوں سے ایک نے کہا جو تہذیب اور بڈ پر جھکے ہوئے تھے۔

"اب اس کی رنگت بھی تبدیل کر دو تاکہ ہم... مرحلے پر عمل شروع کر سکیں۔" شوالو نے کہا اور جس... نے سوال کیا تھا وہ بڑی نیاز مندی سے سر کو خم کر کے... نزدیک چلا آیا۔

مجھے معلوم نہیں تھا کہ تہذیب اور بڈ پر کیا گزری۔ میں تو اب تک یہی سمجھتا رہا تھا کہ وہ دونوں بے ہوش... لیکن جب میں نے تہذیب کی آواز سنی تو معلوم ہوا کہ... میری طرح اعصاب زدگی کے شکار ہوئے ہیں۔

"اب تمہیں اندازہ ہوا علی کہ میں محتاط رہنے... اصرار کیوں کر رہی تھی؟"

"دراصل بعض باتیں ٹھوکر کھائے بغیر سمجھ میں... نہیں ہیں۔" میں نے کہا "بہرحال اب مجھے اندازہ ہو... کہ مقابلے پر کتنا زیرک اور ذہین مجرم ہے۔"

"اب اندازہ ہونے کا کیا فائدہ؟" شوالو نے قہقہ...

"اس لئے کہ جو ہمارے چنگل میں ایک بار پھنس جائے نہیں نکل سکتا۔"

"ممکن ہے کبھی کوئی بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو ہی جائے۔" میں نے کہا "اتنے یقین کے ساتھ کوئی دعویٰ مت کرو۔"

"موشے ہاورڈ سائنٹیفک اصولوں کے تحت کام کرتے ہیں۔ اس لئے اگر تم نے اس قسم کی کوئی توقع وابستہ کر بھی رکھی ہے تو اسے حرفِ غلط کی طرح مٹا دو۔"

"میرا مشورہ بھی یہی ہے۔" بڈ کی آواز آئی "موشے ہاورڈ بڑے مخلص آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ مجھے سیاہ فام بنا دیا تاکہ سیاہ فام لڑکیوں سے عشق کرنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہو۔"

"سیاہ فام لڑکیوں سے عشق کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" شوالو نے کہا "ہم تمہیں حسین ترین لڑکیوں کی ایک پوری کھیپ فراہم کر سکتے ہیں۔ وہ تم سے عشق بھی کریں گی۔"

"سفید فام لڑکیوں سے میرا دل بھر چکا ہے مسٹر شوالو! بالکل پھیکا شلغم معلوم ہوتی ہیں۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر بڈ! سیاہ فام لڑکیوں کا بندوبست کرنا بھی ہمارے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"میں کرائے کی لڑکیوں سے عشق کرنا اپنی توہین سمجھتا ہوں مسٹر!" بڈ نے غصیلے لہجے میں کہا "میں آزاد آدمی ہوں اور آزاد لوگوں کو ہی پسند کرتا ہوں۔"

"تو پھر سیاہ فاموں کا تصور بھی ذہن سے نکال دو۔ یہ لوگ صدیوں سے غلام چلے آ رہے ہیں۔" شوالو نے کہا اور میں چونک پڑا۔ اس کے اس جملے سے ثابت ہو گیا تھا کہ وہ سیاہ فام نہیں ہے۔

"کیا ایسا ممکن نہیں ہے مسٹر شوالو کہ تم کچھ آزاد سفید فام لڑکیوں کو میرے لئے سیاہ فام بنا دو؟" بڈ نے بڑی معصومیت سے کہا اور مجھے بے ساختہ ہنسی آئی جسے میں نے بڑی مشکل سے ضبط کیا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا مسٹر بڈ!" شوالو نے بڑی سنجیدگی سے کہا "ہم اپنے مہمانوں کا بہت خیال رکھتے ہیں۔"

"کیا خاک خیال رکھتے ہو۔ مفلوج کر کے تو ڈال رکھا ہے۔ ایسے میں آدمی کیا خاک عشق کرے گا۔"

"بے فکر رہو مسٹر بڈ! تم لوگوں کی یہ کیفیت عارضی ہے۔ بہت جلد تم لوگوں کا کوئی مناسب بندوبست ہو جائے گا اور تم پہلے کی طرح اپنی مرضی سے جو چاہو گے کر سکو گے۔"

"میں تو سمجھا تھا کہ ہم تمہارے چنگل میں پھنس گئے ہیں تو اب تم ہمیں زندہ نہیں چھوڑو گے۔" بڈ نے کہا۔

"ہم کسی کو رعایت دینے کی بات کرتے ہیں تو واقعی رعایت دیتے ہیں، رحم دلی کا پروپیگنڈا نہیں کرتے۔ ہم کشت و خون کے خلاف ہیں اور ہماری یہ پالیسی ہمارے عمل میں بھی نظر آئے گی۔ اس وقت تم لوگ ہماری قید میں ہو۔ کیا ہم تم سے عدنان عباسی کا انتقام نہیں لے سکتے؟ لیکن دیکھ لو کہ اب تک تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی گئی۔"

"محض پندرہ منٹ کے سلوک کی بنیاد پر کیا فیصلہ کیا جا سکتا ہے؟" میں نے کہا۔

"اصل مجرم تو تم ہی ہو۔" شوالو نے ہنس کر کہا "لیکن میں موشے ہاورڈ کی طرف سے تمہیں یہ یقین دہانی کرا رہا ہوں کہ تم سے کوئی انتقام نہیں لیا جائے گا۔"

"تم لوگ تو بہت اچھے معلوم ہوتے ہو۔" بڈ بولا "ہماری معلومات کے بالکل برعکس۔"

"صرف معلوم ہوتے ہیں۔" شوالو نے قہقہہ لگایا "اچھے ہیں نہیں؟"

"بہت اچھے مسٹر شوالو" بڈ نے تعریفی انداز میں کہا۔

"اکثر لوگ اس سے بہت مختلف ہوتے ہیں جیسے دکھائی دیتے ہیں۔" میں نے کہا "لہٰذا اگر تم لوگ اچھے معلوم ہوتے ہو تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم درحقیقت اچھے ہی ہو۔"

"ہم تمہاری نس نس سے واقف ہیں علی!" شوالو نے

ڈائجسٹوں کی معرکہ آرا کہانیاں
ہر کہانی انعام یافتہ کہانی
کہانیاں
آج ہی ایک خط لکھ کر طلب فرمائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تمسخرانہ لہجے میں کہا "تم اپنی باتوں سے حریف کو غصہ دلاتے ہو۔ غصے سے عقل سلب ہوجاتی ہے اور تم اپنے حریف پر قابو پالیتے ہو۔ تمہارا یہ حربہ ہم پر کارگر نہیں ہوگا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میں ہر حال میں صاف گوئی کا عادی ہوں۔ اگر تمہیں میری صاف گوئی بری لگ رہی ہے تو مجھے افسوس ہے۔"

"ہم تمہیں دکھائیں گے کہ ہم کیا ہیں۔" شوالو نے کہا۔ "ہم پر تمہارا کوئی حربہ بھی کارگر نہیں ہوگا۔"

اتنی دیر میں مجھے بھی سیاہ فام بنادیا گیا تھا۔ پھر شوالو کے اشارے پر ہم لوگوں کے انجکشن لگائے گئے۔ مفلوج تو ہم پہلے ہی تھے۔ انجکشن کے اثر سے بے ہوش ہوگئے۔

میں ایک جزیرے پر ہوش میں آیا۔ صبح ہونے والی تھی۔ تہذیب اور بڈ میرے ساتھ ہی کھلے آسمان تلے سمندر کے کنارے ریتلی زمین پر پڑے تھے۔ اب ہم سیاہ فام نہیں رہے تھے۔ میں تیزی سے اٹھ بیٹھا۔ فضا میں اچھی خاصی خنکی پھیلی ہوئی تھی۔ اور افق پر پھیلی ہوئی سرخی سورج کی آمد کی اطلاع دے رہی تھی۔ سمندر ہم سے فاصلے پر تھا مگر لہروں کا شور ہم تک پہنچ رہا تھا۔ عقب میں درختوں اور بے ترتیب جھاڑیوں کے جھنڈ نظر آرہے تھے اور سمندر کے اوپر آسمان پر پرندوں کے غول شکار کی تلاش میں غوطہ لگانے کو بے چین تھے۔

میں اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ معلوم نہیں ہم کس مقام پر تھے۔ سمندر کی سطح پر تاحدِ نگاہ کوئی متحرک شے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ گویا ہم اس جزیرے پر قیدی تھے۔ مجھے یقین تھا کہ یہ جزیرہ عام سمندری راستے سے ہٹ کر ہوگا اور ہمارے حریفوں نے اسے اپنی آماجگاہ بنا رکھا ہوگا ورنہ ہمیں یہاں لاکر ہرگز نہ پھینکا جاتا۔

تہذیب اور بڈ یکے بعد دیگرے ہوش میں آئے اور دونوں نے مجھ سے ایک ہی سوال کیا "ہم کہاں ہیں؟"

"میں بھی ابھی ابھی ہوش میں آیا ہوں۔" میں نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ یہ کوئی غیر آباد جزیرہ ہے۔ جس پر کسی حکومت کا دعویٰ نہیں ہوگا۔"

"کیا ضروری ہے کہ یہ کوئی جزیرہ ہی ہو۔" بڈ نے کہا۔

"ہونا تو جزیرہ ہی چاہئے۔ اگر نہ ہوا تو مجھے حیرت ہوگی۔ ہم ان کے قیدی تھے اور انہوں نے یہ سب کچھ تفریحاً نہیں کیا ہوگا۔ صرف جزیرہ ہی ایک ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں سے فرار نہیں ہوا جاسکتا۔"

"مجھے تم سے اختلاف ہے چیف! شوالو انہی لوگوں کا آدمی تھا مگر کس قدر شریف تھا۔ تم نے دیکھا نہیں کہ اس نے ہمارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے ہمیں رہا کردیا ہے۔"

"کون سا وعدہ بڈ؟" میں نے حیرت سے کہا "تم دونوں کے درمیان وعدے وعید کب ہوگئے؟"

"اس نے ائرپورٹ پر مجھ سے کہا نہیں تھا کہ تم لوگوں کی یہ کیفیت عارضی ہے۔ بہت جلد تم پہلے کی طرح اپنی مرضی سے جو چاہو گے کرسکو گے۔"

"تم اتنے سیدھے کب سے ہوگئے بڈ! شوالو کی بات پر تم نے اتنی آسانی سے یقین کرلیا؟"

"آسانی سے تو خیر یقین نہیں کیا چیف! اس کا رویہ اس بات کا گواہ تھا اور اس نے ہمیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔ کیوں میڈم؟"

"میں نے تو علی سے پہلے ہی کہا تھا کہ رینڈل خطرناک آدمی ہے۔ اسے چھیڑنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ مگر وہ علی ہی کیا جو کسی کی سن لی ہو۔" تہذیب بولی "جب شوالو اتنا خطرناک ہے تو خود رینڈل کا کیا عالم ہوگا؟"

"ثابت ہوا کہ میرے لئے خاموشی اور گم نامی سے سرگرم عمل رہنا بہتر تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا "نہ تم لوگ مجھے تلاش کرتے ہوئے مجھ تک پہنچتے اور نہ ہم اس حال کو پہنچتے۔"

"رینڈل سے الجھنے والی حرکت کے تنہا ذمے دار تم ہو۔ میں نے تو تمہیں ہر طرح سے خبردار کردیا تھا مگر تم کسی کی سنتے ہی کب ہو۔" تہذیب کے لہجے میں شکایت تھی۔

"یہ محض تمہاری غلط فہمی ہے تہذیب!" میں نے سنجیدگی سے کہا "میں رینڈل سے الجھتا یا نہ الجھتا یہ نوبت ضرور آتی۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتی۔ اگر تم عدنان عباسی سے اسے فون نہ کراتے تو اسے کیسے معلوم ہوتا کہ تم کہاں ہو؟"

"اس ٹیلی فون سے کوئی فرق نہیں پڑا تہذیب! اسے پہلے سے معلوم تھا کہ میں زندہ ہوں اور عراق میں ہوں۔"

"مگر اسے یقین نہیں تھا۔ اگر تم وہ فون نہ کراتے تو وہ اسی الجھن میں رہتا کہ ممکن ہے تم عراق سے نکل گئے ہو۔"

"تم نے ایک فیصلہ کرلیا ہے اس لئے دوسرے پہلو نہیں دیکھ رہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گوٹے بل ائرپورٹ پر ہی ہم پر کیوں مصیبت نازل ہوئی۔ کیا میں نے اسے یہ بھی بتادیا تھا کہ میں کہاں جانے والا ہوں؟"

"اوہ!" تہذیب چونک پڑی "یہ بات قابلِ غور ہے۔ آخر جنرل ٹیرس خود کیوں نہیں آیا۔ نگروما نے آتے فون تو کردیا ہوگا؟"

"اب تم نے درست لائنوں پر سوچنا شروع کیا ہے۔ میں نے معلوم کرلیا تھا۔ کیتھی براؤن ہماری گوٹے بل آمد سے لاعلم تھی۔"

"تم تو ہمارے ساتھ تھے۔" تہذیب نے حیران ہوکر کہا۔ "تم نے کیتھی براؤن سے کس طرح معلومات حاصل کیں؟"

"میں وی آئی پی لاؤنج سے نکل کر اسے فون کرنے ہی تو گیا تھا۔ مجھے شوالو پر شبہ ہوگیا تھا۔"

"میرے خیال میں تو تمہیں یقین ہوگیا تھا۔" تہذیب نے کہا "تم نے یادگارِ آزادی کے بارے میں جو بات کہی تھی۔"

"ہاں، اس سے صرف یہ تصدیق ہوئی تھی کہ شوالو گڑبڑ آدمی ہے۔ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے قبل میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کہیں جنرل ٹیرس یا کیتھی براؤن کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچ گیا۔ فون کرنے سے یہ اندازہ ہوگیا کہ وہ دونوں خیریت سے ہیں اور انہیں ہمارے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔"

"جب انہیں ہی کچھ معلوم نہیں تھا تو پھر ان لوگوں کو ہمارے بارے میں کس طرح علم ہوگیا؟" بڈ نے کہا۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے۔ نگروما نے ہماری ہدایت کے مطابق جنرل ٹیرس کو فون کیا ہوگا جو اس کے سیکریٹری نے اٹینڈ کیا ہوگا اور یہ اطلاع وہیں سے ان لوگوں تک پہنچی ہے۔"

"کیا ان لوگوں کی رسائی ٹیرس محل کے اندر تک ہے چیف؟" بڈ نے حیرت سے کہا "اس طرح تو جنرل ٹیرس کو بھی خطرہ لاحق ہے۔"

"نہیں، جنرل ٹیرس کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ رینڈل جیسے لوگوں کی رسائی ہر جگہ تک ہوسکتی ہے مگر وہ خواہ مخواہ کی الجھنوں میں پڑنے سے گریز ہی کرتے ہیں۔ اس کا الو سیدھا ہوگیا لہٰذا اب ٹیرس محل میں اس کا کوئی آدمی نہیں ملے گا۔"

"اور یہ میری بات کا جواب بھی ہے۔" تہذیب مسکرائی "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اگر تم رینڈل کو عدنان سے فون نہ کراتے تب بھی اس تک تمہاری گوٹے بل آمد کی اطلاع پہنچ جاتی؟"

"بالکل یہی بات ہے۔ چونکہ رینڈل کو میری تلاش تھی اس لئے اس نے ہر ایسی جگہ اپنے آدمی پہنچادیے ہوں گے جہاں میری آمد کا ذرا سا بھی امکان ہو۔ بالفرض میں اچانک جنرل ٹیرس کے پاس پہنچ جاتا تب بھی اس تک اطلاع ضرور پہنچتی۔ اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے جنرل ٹیرس کے ملازمین کو خرید لیا ہوگا یا انہیں اغوا کرا کے اپنے آدمی اصل آدمیوں کی جگہ پہنچوا دیے ہوں گے لیکن یہ طے ہے کہ اب وہاں اس کا کوئی آدمی نہیں ہوگا۔"

"لیکن تم نے دیکھا کہ وہ اور اس کے آدمی کس قدر برق رفتار ہیں۔" تہذیب نے کہا "کتنے کم وقت میں انہوں نے تمام انتظامات کرلئے؟"

"وہ بہت پہلے سے میری تاک میں تھا اور اس نے اس قسم کے انتظامات کر رکھے ہوں گے کہ میرے بارے میں کوئی اطلاع ملتے ہی فوراً میرے خلاف حرکت میں آسکے۔"

"کچھ ناشتے وغیرہ کی بھی فکر کرو چیف!" بڈ نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "بڑے زور کی بھوک لگ رہی ہے۔"

"واقعی" تہذیب نے چونک کر کہا "ہم لوگ فضول قسم کی باتوں میں الجھ گئے۔ ذرا گھوم پھر کر دیکھیں تو سہی کہ یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی صورت ہے یا نہیں؟"

"مجھے یقین ہے کہ یہ کوئی جزیرہ ہی ہے۔" میں نے کہا۔ اس کے باوجود تم لوگوں کے اصرار پر میں یہاں کا جائزہ لینے کو تیار ہوں۔ ویسے بھی یہ ضروری ہے۔ معلوم نہیں ہمیں کس قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑے۔"

"تو یوں کرتے ہیں کہ ساحل کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کردیتے ہیں۔" تہذیب نے کہا "ممکن ہے اس طرح ہم کسی ایسے مقام تک پہنچ جائیں جہاں سے فرار ہوا جاسکے۔"

فرار" میں ہنس پڑا "فی الحال تو فرار کا تصور بھی ذہن سے نکال دو۔ جس منظم طریقے سے یہ لوگ ہمارے خلاف سرگرم عمل ہوئے ہیں اس کے پیشِ نظر ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے کہیں کوئی سقم چھوڑا ہوگا۔"

"فرض کرو کہ یہ کوئی جزیرہ ہی ہے۔" تہذیب بولی "تب بھی یہ ضروری ہے کہ ہم اس کے طول و عرض سے آشنا ہوں تاکہ اگر کبھی کوئی موقع ملے تو ہم اس سے فائدہ اٹھانے کی پوزیشن میں ہوں۔"

"اس بات سے تو میں نے پہلے ہی اتفاق کیا تھا لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ میرے خیال میں بہتر صورت یہ ہے کہ ہم ساحل کی مخالف سمت میں چلیں۔"

ہماری باتیں سن کر بڈ بھنا گیا "میں نے کہا تھا بھوک لگ رہی ہے اور تم لوگوں کو اس جگہ کے محل وقوع کی فکر پڑی ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے پیٹ کی آگ بجھانے کی فکر کرو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اس طرف کچھ درخت نظر آرہے ہیں بڈ" میں نے
کہا" ہمیں انہی کے درمیان سے گزرنا ہے۔ ممکن ہے کوئی
پھل دار درخت مل جائے تو تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔
ورنہ درخت کے پتے چبا کر گزارا کرنا پڑے گا۔"
"علی!" اچانک تہذیب نے سنسنی خیز لہجے میں کہا۔
"تمہاری کلائی پر گھڑی موجود ہے۔ ذرا دیکھو تو سہی" تہذیب
کی نظریں اپنی گھڑی پر جمی ہوئی تھیں۔
"کسی کو وقت دے رکھا ہے کیا؟" میں نے مزاحیہ لہجے
میں کہا اور گھڑی کی طرف دیکھا" یا تمہاری گھڑی بند ہوگئی
ہے۔۔۔ خیر وقت ملا لو۔ پانچ بج کر بیالیس منٹ ہوئے ہیں۔"
تہذیب نے عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھا۔
"میری گھڑی میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی علی! وقت بالکل درست
ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ میں کچھ گڑبڑ ہوگئی ہے۔"
تہذیب کے کہنے پر میں نے تاریخ دیکھی تو میں بھی چونک
پڑا۔ گھڑی کے مطابق پندرہ تاریخ تھی جب کہ ہم گیارہ تاریخ
کی صبح گوٹے ہل ایئرپورٹ پر اترے تھے۔ تو کیا ہم چار روز
تک بے ہوش رہے تھے؟
"کیا سوچنے لگے علی!" تہذیب نے مجھے ٹوکا "میری
گھڑی کے مطابق تو آج پندرہ تاریخ ہے۔۔۔ کیا تمہاری
گھڑی۔۔۔۔۔۔"
"ہاں تہذیب! ادھر بھی یہی صورت حال ہے۔" میں
نے ایک طویل سانس لی "اگر تم توجہ نہ دلاتیں تو معلوم نہیں
میں کب تک اس چیز پر توجہ نہ دیتا۔"
"تبھی تو میں سوچ رہا تھا کہ مجھے اتنی زوردار بھوک
کیوں لگ رہی ہے۔" بڈ اچھل پڑا "غضب خدا کا! میں چار
روز سے بھوکا ہوں۔"
"ہم بھی تو تمہارے ساتھ ہیں بڈ!" میں نے کہا "اگر تم
چار روز سے بھوکے ہو تو ہم نے بھی چار روز سے کچھ نہیں
کھایا۔"
"تمہارا اور میڈم کا کیا ہے۔۔۔ تم لوگ تو باتوں سے بھی
پیٹ بھر لیتے ہو۔ مصیبت تو بے چارے بڈ کی آتی ہے۔ ہر بار
تم لوگوں کی محبت میں مارا جاتا ہے اور پھر بھی اس کی قدر
نہیں ہوتی۔"
"ہم آخر کس جگہ ہیں علی!" تہذیب نے مضطربانہ
انداز میں کہا "اس جگہ کا فاصلہ گوٹے ہل سے بہت زیادہ
معلوم ہوتا ہے۔ ذرا سوچو تو سہی ہمیں یہاں تک پہنچانے میں
انہیں چار دن لگ گئے۔"
میں نے تہذیب کو بڑے غور سے دیکھا "تم نے غور
کرنے کے لئے مجھے ایک نیا زاویہ دے دیا ہے تہذیب!
اس چیز پر غور کرنا پڑے گا۔"
"ارے تم لوگ کیوں میرا بیڑہ غرق کردینے پر تل گئے
ہو۔" بڈ بلبلایا "تم اس مقام پر ریسرچ کرتے رہو گے اور بڈ
اللہ کو پیارا ہو جائے گا۔"
"چلو، اب یہاں سے اٹھ ہی چلو۔" میں نے تہذیب
سے کہا" ورنہ یہ بے چارہ کہیں واقعی اللہ کو پیارا نہ
ہو جائے۔ باتیں تو راستے میں بھی ہوتی رہیں گی۔"
سورج طلوع ہو چکا تھا۔ ہم اس سمت میں بڑھے جدھر
درختوں کے جھنڈ دکھائی دے رہے تھے۔ درخت تو خیر ساحل
کے ساتھ ساتھ بھی نظر آرہے تھے مگر وہ سب ناریل کے
درخت تھے جو کسی طرح توڑ لئے جاتے تب بھی ہمارے لئے
بے کار ہی ہوتے اس لئے کہ ناریل کو توڑنے کے لئے خاصے
مضبوط اوزاروں کی ضرورت پڑتی ہے۔
"میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہماری گھڑیوں میں
تاریخیں آگے کردی گئی ہیں۔" اچانک میں نے تہذیب سے
کہا۔
"یہ نتیجہ تم نے کیسے اخذ کرلیا علی! ایسی ادویات
نہیں ہے جن کے استعمال سے کچھ نہ کھانے پینے کے باوجود
کسی قسم کی کمزوری محسوس نہیں ہوتی۔"
"مگر ایسی ادویات نہیں ہیں جن کے ذریعے جسم کی
اکڑن پر قابو پایا جاسکے۔ کسی اچھے خاصے آدمی کو اگر چار روز
تک بے ہوش رکھا جائے تو کیا اس کا جسم اکڑ نہیں جائے
گا؟"
"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" تہذیب نے کچھ
سوچتے ہوئے کہا" واقعی اگر ہم حرکت کرنا بند کردیں تو جسم
اکڑنے لگتا ہے اور جسم میں دکھن شروع ہو جاتی ہے۔ مگر
سمجھ میں نہیں آیا کہ گھڑیوں میں تاریخیں تبدیل کرنے سے
ان کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"
"ایک مقصد تو یہ ہے کہ ہم اس مقام کے بارے میں
کوئی اندازہ نہ لگا پائیں۔ میرا اندازہ ہے کہ ہم چوبیس گھنٹے
سے زیادہ بے ہوش نہیں رہے۔ یعنی ہم جہاں بھی ہیں، وہ جگہ
گوٹے ہل سے بہت زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔ دوسری بات
ظاہر ہوتی ہے کہ یہاں ہم کسی بھی طرح تاریخ معلوم نہیں
کرسکیں گے۔"
"ایسی جگہ تو کوئی جزیرہ ہی ہو سکتا ہے۔" تہذیب نے
کہا" اور جزیرہ بھی ایسا جو یا تو غیر آباد ہو یا پھر مکمل طور پر
لوگوں کے تسلط میں ہو۔"

تمہاری دوسری بات زیادہ قرین قیاس ہے۔" میں نے
ہمیں کسی غیر آباد جگہ پر پھینکوانے کا انہیں کیا فائدہ
سکتا ہے۔ یہ جزیرہ غیر آباد ہوگا جس پر انہوں نے اپنا قبضہ
بیا ہوگا۔"
"تم دیکھ رہے ہو علی" تہذیب نے دونوں اطراف اُگے
ے درختوں کی طرف اشارہ کیا "یہ درخت کتنی ترتیب
آگے ہوئے ہیں۔ درمیان میں چلنے کے لئے دس بارہ فٹ
اصلہ چھوڑ دیا گیا ہے۔"
"میں تو پہلے ہی اس بات پر مصر ہوں کہ اس جزیرے پر
ے مخالفین کا قبضہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ شجر کاری بھی
کی مرہون منت ہوگی۔"
"اوہ چیف! ذرا دیکھو تو سہی، وہ کیا ہے۔" بڈ نے اچانک
تے ہوئے کہا اور میں اس طرف دیکھنے لگا جدھر اس نے
را کیا تھا۔ درختوں کے درمیان پگڈنڈی پر بہت دور دھول
ہوئی نظر آرہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی جانور
تا ہوا ہماری طرف آرہا ہو۔ میں اور تہذیب بھی رک
تھے۔ زیادہ فاصلے اور اڑتی ہوئی دھول کے سبب کوئی
کی کرنا مشکل تھا۔
فاصلہ ذرا کم ہوا تو ہم نے دیکھا کہ وہ ایک سیاہ فام آدمی
س کے اوپری دھڑ پر چیتے کی کھال تھی اور نچلے حصے پر
ایک لنگوٹی۔
"اللہ رحم کرے" تہذیب نے کہا "مصیبت نازل ہونے
میں دیر نہیں لگی۔۔۔ لیکن اس کے عزائم کیا ہیں؟"
"ہمیں کسی خوں ریز تصادم کے لئے تیار رہنا چاہئے۔"
بہتر ہوگا کہ تم لوگ مجھ سے دور ہٹ جاؤ۔ میں
دیکھتا ہوں۔" میں نے کہا اور ان کے کوئی جواب دینے
قبل ہی ان سے چند قدم آگے بڑھ گیا۔
حبشی کی رفتار حیران کن حد تک تیز تھی۔ میں نے کسی
کو اس قدر تیز دوڑتے نہیں دیکھا تھا۔ میں پگڈنڈی کے
وسط میں کھڑا تھا اور میں نے اس کے جارحانہ عزائم کا
زہ لگا لیا تھا اس لئے میں اس کے راستے سے نہیں ہٹا۔
توقع تھی کہ وہ مجھ پر حملہ ضرور کرے گا اور میری توقع بے
تھی۔ ہم رینڈل ہاورڈ کی قید میں تھے، ایک اجنبی
تھے اور بڈ کی طرح میں اس سے کوئی اچھی توقع
نے کے لئے تیار نہیں تھا۔
وہ میری توقعات پر پورا اترا۔ اس نے کوئی چھ فٹ کے
ے سے مجھ پر چھلانگ لگادی۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا یا خود
اگر پہلے سے پوری طرح تیار نہ ہوتا تو اس کی زد سے نہیں
بچ سکتا تھا۔ میں بڑی تیزی سے جھکا تھا اور وہ تقریباً اڑتا ہوا
میرے سر پر سے گزر گیا تھا۔ اس نے شاید طویل ترین جست
کا عالمی ریکارڈ قائم کیا تھا۔ اس لئے کہ وہ مجھ سے تقریباً چھ ہی
فٹ پیچھے جا کر گرا تھا اور گرنے کے بعد اس طرح اچھلا تھا
جیسے فٹ بال پختہ سطح سے ٹکرا کر اچھلتی ہے۔
میں اس کی طرف پلٹ کر پھر تیار ہو گیا۔ اس کے جسم
میں پارہ بھرا ہوا محسوس ہو رہا تھا لیکن وہ جدید فنون حرب سے
ناآشنا تھا اس لئے براہ راست مجھ پر جھپٹ پڑا۔ میں اس بار
بھی جھکائی دے کر اس کی زد سے بچ نکلا۔ میں نہ صرف اس
کے حملے سے بچا بلکہ اس پر جوڈو کا ایک داؤ بھی آزما ڈالا جس
کے نتیجے میں وہ اچھل کر کئی فٹ کے فاصلے پر جا گرا۔
ساڑھے چھ فٹ سے نکلتے ہوئے قد کا حبشی دوبارہ اپنے
پیروں پر کھڑا ہوا تو اس کا دماغ بڑی حد تک ٹھکانے آچکا تھا۔
اب وہ اندھا دھند حملہ آور ہونے کے بجائے آہستہ آہستہ
میری طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ ایک خطرناک صورت حال تھی۔
جوڈو کراٹے سے واقفیت کے سبب مجھے اس پر فوقیت حاصل
تھی مگر وہ نہ صرف حبشی تھا بلکہ اس کا جسم کسی گینڈے کے
مانند مضبوط تھا۔ اسے زیر کرنا میرے لئے آسان نہ ہوتا۔
تہذیب اور بڈ مجھ سے کافی فاصلے پر تھے اور مجھے
اندازہ تھا کہ ان دونوں کے ہوش اڑے ہوئے ہیں۔ اگر وہ
وحشی مجھے زیر کرلیتا تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد انہی دونوں کا
نمبر آتا۔
"اتنی دور کھڑے کیا سوچ رہے ہو؟" میں نے انگریزی
میں حبشی کو مخاطب کیا۔ مجھے توقع تھی کہ اسے کچھ نہ کچھ
انگریزی ضرور آتی ہوگی "کیا میرے قریب آتے ہوئے ڈر لگ
رہا ہے؟"
میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ اسے انگریزی آتی تھی
اور میرے جملے پر مشتعل ہو کر وہ دوبارہ مجھ پر حملہ آور ہو گیا
تھا۔ میں خود بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ بغیر سوچے سمجھے مجھ پر حملے
کرتا رہے۔ اس سے نمٹنے کی واحد صورت یہی تھی۔ ورنہ
اگر کہیں وہ سوچ سمجھ کر مجھ پر حملے کرنے لگتا تو میں کہیں کا نہ
رہتا۔
وہ تیر کی طرح میری طرف آیا تھا۔ انداز ایسا تھا جیسے
اس بار مجھے کچل ڈالنا چاہتا ہو۔ میں انتہائی پھرتی کا مظاہرہ
کرتے ہوئے اس کی زد سے نکلا۔ اسی دوران میں نے اس کی
کنپٹی پر ایک بھرپور گھونسا بھی جڑ دیا تھا لیکن مجھے یوں محسوس
ہوا جیسے میرے دائیں ہاتھ پر قیامت گزر گئی ہو۔ جیسے میں
نے گھونسا اس کی کنپٹی پر نہیں بلکہ کنکریٹ کی کسی دیوار پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وے مارا ہو۔ اور حبشی کا یہ عالم تھا جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

میرے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ وہ میرے اندازے سے کہیں زیادہ سخت جان تھا۔ میں اپنا ہاتھ جھٹک کر اس پر اپنی کمزوری ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ اسے اگر میری کمزوری کا علم ہو جاتا تو وہ شیر ہو جاتا۔ چیتے کی کھال تو اس نے پہلے ہی اوڑھ رکھی تھی۔ لہٰذا میں نے تکلیف ضبط کرتے ہوئے اپنے ہونٹوں پر ایک مصنوعی استہزائیہ مسکراہٹ سجائی۔

"کوئی بات نہیں میرے دوست! تم میں پھرتی کی کچھ کمی معلوم ہوتی ہے۔ ایک بار پھر کوشش کرو، شاید تم مجھے چھونے میں کامیاب ہو جاؤ۔"

میں اسے ایک موہوم سی امید پر اشتعال دلا رہا تھا۔ شاید مجھے اس پر کوئی کاری وار کرنے کا موقع مل جائے۔ اس کی جسمانی مضبوطی کا یہ عالم تھا کہ مجھے اس پر کراٹے کا کوئی وار بھی کارگر ہوتا نہیں دکھائی دے رہا تھا اور اس کی توانائیوں کے پیش نظر میں یہ توقع بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ تھک جائے گا۔ اسے تھکانے کے چکر میں مَیں خود ہی تھک جاتا۔

میں اس کے ہر حملے سے نبرد آزما ہونے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ اس بار اسے میرا جملہ بھی پوری طرح مشتعل نہیں کر سکا تھا۔ مشتعل تو خیر وہ تھا لیکن آنکھیں بند کر کے مجھ پر حملہ کرنے سے گریزاں تھا۔ اس بار وہ میری طرف بڑھا تو اس کی رفتار خاصی سست تھی۔ دو تین بار میں اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ میں اس کی زد سے ہٹ جاتا ہوں اس لئے اب اس نے اپنی عقل استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اس بار وہ سیدھا مجھ پر نہیں آئے گا بلکہ اس سمت حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا جس طرف میں بچنے کی کوشش کروں گا۔

میں اپنی جگہ ڈٹا کھڑا رہا اور جب وہ مجھ سے مطلوبہ فاصلے پر پہنچا تو میں نے اپنا بایاں پیر زمین پر مارا، ساتھ ہی جسم کو بائیں جانب ہلکا سا جھکولا دیا۔ وہ بہ آسانی میرے دھوکے میں آ گیا اور رخ بدل کر بائیں طرف جھپٹ پڑا۔ اپنی دانست میں اس بار اس نے مجھ پر کاری وار کر دیا تھا لیکن گردے کے مقام پر پڑنے والی کِک نے اس کے چودہ طبق روشن کر دیے ہوں گے۔ دوسرا حادثہ یہ ہوا کہ میں اس جگہ نہیں تھا جہاں اس کے خیال میں مجھے ہونا چاہئے تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسے زمین چاٹنا پڑی۔ نہ صرف زمین چاٹنا پڑی بلکہ گردہ بھی سہلانا پڑا۔ میں نے اس کے گردے پر غیر معمولی طاقت سے کِک ماری تھی۔

"یہ تم کیا حرکتیں کر رہے ہو دوست!" میں نے اسے مشتعل کرنے کے لئے ہانک لگائی "لڑنے کا اتنا ہی شوق ہے تو مجھ پر حملہ کرو۔ اِدھر اُدھر ہوا میں کیا ہاتھ پیر مار رہے ہو۔"

میرے جملے نے اس کے تن بدن میں آگ لگا دی۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ یہ میرے جملے کے نتیجے میں پیدا ہونے والا اشتعال ہی تھا کہ وہ اپنی تکلیف بھی بھول گیا تھا۔

ایک بار پھر وہ پہلے کی طرح وحشیانہ انداز میں مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میں نے حکمتِ عملی تبدیل کرتے ہوئے اسے پہلے کی طرح جھکائی نہیں دی بلکہ پوری قوت سے اچھل کر اسے فلائنگ کِک ماری۔ زمین سے ساڑھے چھ فٹ کی بلندی پر واقع اس کے سر پر بیک وقت دو قیامتیں ٹوٹیں۔ ایک تو اسے میری بھرپور فلائنگ کِک برداشت کرنی پڑی۔ .... یہ اس کے لئے ایک بالکل نئی چیز ہوگی۔ فلائنگ کِک اور وہ بھی ساڑھے چھ فٹ کی بلندی پر اور دوسرے یہ کہ وہ الٹ کر پیچھے جا گرا۔

میں نے موقع دیکھ کر تہذیب اور بڈ پر ایک نگاہ ڈالی۔ ان دونوں کے چہروں پر رونق لوٹ آئی تھی۔ کچھ دیر پہلے میری طرح وہ دونوں بھی بے یقینی کا شکار تھے۔ اپنے حریف کی جسمانی برتری کے باعث مجھے یہ امید نہیں تھی کہ میں اس پر قابو پا سکوں گا۔ اور میں واقعی اس پر قابو نہیں پا سکتا اگر وہ خود ذہنی طور پر مجھ سے شکست نہ کھا گیا ہوتا۔

"یہ تو بڑی غلط بات ہے پیارے بھائی! لڑائی کے دوران آرام نہیں کرتے۔ تم تو سو گئے شاید۔"

وہ آہستہ آہستہ اٹھا اور اپنی جگہ رک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر بے یقینی اور نگاہوں میں حیرت تھی۔ کِک تو اس کے اتنی نہیں لگی تھی مگر اس کے حواس ضرور گم ہو گئے تھے۔ یہ بات اس کے فہم سے بالاتر تھی کہ وہ قد کے اعتبار سے اپنے سے ایک بہت کم تر آدمی سے کس طرح شکست کھا سکتا ہے۔ اس نے کئی طرح سے مجھ پر حملے کئے تھے جو سب کے سب ناکام ہو گئے تھے۔ اب وہ کوئی نیا طریقہ سوچ رہا تھا۔ خطرناک بات یہ تھی کہ اب اس پر میری باتوں کا اثر بھی نہیں ہو رہا تھا۔

چند لمحے وہ اپنی جگہ کھڑا مجھے دیکھتا رہا۔ یوں جیسے نظروں ہی نظروں میں مجھے تول رہا ہو۔ میں نے اسے مشتعل کرنے کے لئے کئی باتیں کہیں مگر اس نے تو جیسے اپنے کان بند کر لئے تھے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگا۔ میں نے خود کو زیادہ خراب صورتِ حال کے لئے تیار کرنا شروع کر دیا۔

...نا تھا کہ ایک بار اس کی گرفت میں آنے کے بعد میری سلامتی کی ہر ضمانت ختم ہو جائے گی۔ جس طرح بھی ممکن ہو مجھے اس کی گرفت میں آنے سے بچنا تھا۔

ہمارے درمیان فاصلہ بتدریج کم ہو رہا تھا۔ میں اس وقت تک اپنی جگہ کھڑا رہا جب تک میں خود کو محفوظ سمجھتا رہا۔ پھر میں نے بھی آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ میرا مقابل ایک جنگلی تھا۔ بغیر کسی ہتھیار کے دوبدو لڑائی کی صورت میں جنگلیوں میں پینترے بازی نہیں ہوتی۔ وہاں تو صرف جسمانی برتری کی بنیاد پر مقابلے ہوتے ہیں۔ جو زیادہ طاقت ور ہوتا ہے وہ لازماً فتح سے ہمکنار ہوتا ہے۔ کمزور کو یقینی شکست سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہ میرے حریف کی بدقسمتی تھی کہ اسے میرے مقابلے پر آنا پڑ گیا تھا۔ مہذب دنیا نے دوبدو لڑائی کو ایک ایسے آرٹ کا درجہ دے دیا تھا جہاں جسمانی برتری بے حقیقت ہو کر رہ جاتی ہے۔ جو جتنا بڑا آرٹسٹ ہے وہ اتنا ہی بڑا لڑاکا تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن جسمانی برتری کو یکسر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا اور اس جنگلی نے یہ نکتہ سمجھ لیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اب وہ مجھ پر حملہ کرنے کے بجائے مجھے اپنی گرفت میں لینے کے چکر میں تھا۔

ہم دونوں نیم دائرے کی صورت میں گردش کر رہے تھے۔ وہ مجھ پر جھپٹ پڑنے کے لئے بے تاب تھا مگر اس نے خود پر جبر کر رکھا تھا۔ غالباً اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس بار مجھ پر قابو پا کر ہی رہے گا۔ اب ہمارے درمیان اعصاب کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ میں تو اس جنگ کا ماہر تھا۔ پُرسکون رہ کر طویل انتظار کر سکتا تھا۔ وہ شاید اپنے اس انداز سے مجھے دہشت زدہ کرنا چاہتا تھا۔ اگر اس کی ایسی کوئی نیت تھی تو یہ ضرور اس کے اپنے خوف کی دلیل تھی۔ وہ مجھ پر حملہ کرتے ہوئے خوف کھا رہا تھا۔

چند منٹ یوں ہی گزر گئے۔ پھر اس نے ایک بار پھر مجھ پر حملہ کیا۔ اس بار چونکہ اس نے بہت دیکھ بھال کر اور بہت ... فاصلے سے حملہ کیا تھا لہٰذا اس کے خیال میں کامیابی یقینی تھی مگر میں بڑی صفائی سے اس کے ہاتھوں کے نیچے سے نکل گیا تھا۔ اس کے ہاتھ ہوا میں لہرائے۔ اس کے ہاتھوں کے نیچے سے نکلتے وقت میں نے اپنی ایک ٹانگ اس کی ٹانگوں میں پھنسا کر اسے زور سے دھکا دے دیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ منہ کے بل زمین پر جا کے گرا۔

"مردوں کی طرح اٹھ کر مقابلہ کرو۔" میں نے اسے مشتعل کرنا شروع کر دیا "اس وقت اگر میں چاہوں تو تمہیں چیونٹی کی طرح مسل سکتا ہوں مگر میں پشت سے حملہ کرنا پسند نہیں کرتا۔"

اس بار وہ اٹھا تو اس کے جسم کا بیشتر حصہ مٹی میں اَٹ چکا تھا اور اس کا اشتعال انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ تھوڑی بہت عقل جو اس نے استعمال کرنے کی کوشش کی تھی، ناکام ہو چکی تھی اور اس پر مستزاد... اشتعال کی وہ تازہ لہر تھی جس نے اس کی رہی سہی عقل بھی خبط کر کے رکھ دی تھی۔ اس کے اٹھنے کے انداز سے میں نے محسوس کر لیا کہ اس وقت اسے صاف دکھائی بھی نہیں دے رہا ہوگا چنانچہ میں نے اس پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور قبل اس کے کہ وہ پوری طرح اپنے پیروں پر کھڑا ہوتا میں نے اس کے ایک اور بھرپور فلائنگ کِک رسید کی۔ وہ ایک بار پھر الٹ کر گرا۔ اس کی ایک آنکھ میری کِک کی زد میں آ گئی تھی۔ وہ تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھا۔ میں مزید وقت ضائع کئے بغیر اس کے سر پر جا پہنچا اور ایک بھرپور ٹھوکر اس کے کان پر رسید کی۔ ٹھوکر اگرچہ بہت زوردار تھی لیکن تکلیف کا اظہار کرنے کے بجائے اس نے میری ٹانگ پکڑنے کی کوشش کی اور مجھے اچھل کر پیچھے ہٹنا پڑا، ورنہ بساط الٹ گئی ہوتی۔ خوش آئند بات یہ تھی کہ وہ اپنی آنکھ کی تکلیف کو نظرانداز نہیں کر پا رہا تھا اور بار بار آنکھ سہلانے لگتا تھا۔ یہی تکلیف اسے اٹھنے بھی نہیں دے رہی تھی۔ میں اس کے سر کے اردگرد ہی موجود رہا اور موقعے موقعے سے اس کے ٹھوکریں رسید کرتا رہا۔ کوئی اور ہوتا تو اتنی ٹھوکریں کھانے کے بعد کسی قابل نہ رہتا مگر وہ اب بھی میری ٹانگ کی فکر میں تھا۔

یہ کھیل کوئی پندرہ بیس منٹ جاری رہا اور آخر کار اس کی قوتِ برداشت جواب دینے لگی۔ مجھے یقین تھا کہ اتنی دیر میں اس کا دماغ ہل کر رہ گیا ہوگا۔ پھر اچانک وہ کسی زخمی سانپ کی طرح پلٹا۔ وہ آزاد دنیا کا باسی ہوتا یا کسی مہذب معاشرے کا فرد ہوتا تو اس نے شکست تسلیم کر لی ہوتی۔ تہذیب آدمی کو بزدل اور کم ہمت بناتی ہے۔

"اس سے ہوشیار رہنا علی!" اچانک تہذیب نے چیخ کر مجھ سے کہا "یہ کسی زخمی درندے کی طرح خطرناک ثابت ہوگا۔"

جنگلی جو اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا تھا، تہذیب کی آواز سن کر ایک لمحے کے لئے اس کی طرف متوجہ ہوا اور اسی لمحے میں اس پر جا پڑا۔ میں نے اس کی آنکھ پر گھونسا مارا تھا اور فوراً ہی اس کی زد سے نکل گیا تھا۔ وہ اپنی آنکھ پکڑ کر دہرا ہو گیا اور میں نے اس کی گدی پر گھونسوں کی بارش کر دی۔ ایک گھونسا اس کے لئے بڑا خطرناک ثابت ہوا اور وہ چکرا کر ڈھیر ہو گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بڈ دوڑتا ہوا میرے قریب آیا "تم نے کمال کردیا چیف! اسے مار گرایا۔"

"یہ مرا نہیں ہے، صرف بے ہوش ہوا ہے۔" میں نے کہا "کم بخت، بہت سخت جان ثابت ہوا۔"

تہذیب بھی نزدیک چلی آئی تھی "ایک اجنبی مقام پر یہ بڑا ہنگامہ خیز آغاز ہے۔" اس نے کہا۔

"یہ تو بڈ سے پوچھو جن کے خیال میں شوالو نے ہمارے ساتھ غیر معمولی نرمی برتی ہے۔"

"تو کیا تم سمجھ رہے ہو کہ یہ جنگلی مسٹر شوالو کا آدمی ہے؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔

"یہ اس جزیرے کا باشندہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔" میں نے کہا "ورنہ اس طرح ہم پر نہ چڑھ دوڑتا۔"

"تم تو ہر ایک کی طرف سے بدگمان ہو جاتے ہو چیف!" بڈ نے منہ بنا کر کہا "اس قسم کے جنگلی کسی کے تابع دار کس طرح ہو سکتے ہیں؟"

"یہ بات تم اتنے یقین سے اس لئے کہہ رہے ہو کہ تم نے اس سے نئے یہاں کوئی انگلش میڈیم اسکول کھول رکھا ہوگا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" بڈ نے احمقانہ انداز میں منہ کھول کر کہا۔

تہذیب ہنس پڑی "علی کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے انگریزی کس طرح آتی ہے؟"

"ہاں، اس بات پر تو غور کرنا پڑے گا۔" بڈ نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"بے وقوف آدمی، اس پر غور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو لوگ اس مقام پر قابض ہیں اور جن کی قید میں ہم ہیں یہ انہی لوگوں کا کارنامہ ہے۔"

"تم تو مجھے بھی مسٹر شوالو کی طرف سے بدظن کئے دے رہے ہو چیف!" بڈ نے تشویش سے کہا "وہ تو اتنے نیک دل آدمی ہیں کہ انہوں نے میرے لئے سیاہ فام لڑکیاں مہیا کرنے کا وعدہ کرلیا تھا۔"

"اور وہ وعدہ پورا کرنے کے بجائے انہوں نے تمہیں بھی سیاہ فام نہیں رہنے دیا۔"

بڈ جھینپ گیا "دراصل اس وقت بھوک بہت سخت لگ رہی ہے نا اس لئے دماغ بھی کام نہیں کر رہا۔"

"چلو، ہمیں اپنا سفر جاری رکھنا چاہئے۔" میں نے کہا۔ "معلوم نہیں آگے اور کون کون سی آفتیں ہماری منتظر ہوں گی۔"

"پہلے اس جنگلی کا تو کوئی بندوبست کرلو چیف! اسے ہوش آگیا تو یہ ہمارے پیچھے ضرور آئے گا۔"

"آنے دو" میں نے بے پروائی سے جواب دیا "ایک بار اسے شکست سے دوچار کردیا ہے تو اب کیا ڈر۔"

تہذیب مجھ سے متفق تھی مگر بڈ بہت خوف زدہ تھا "مجھے جنگلیوں سے بہت ڈر لگتا ہے چیف!" اس نے کہا۔

میں نے متاسفانہ انداز میں سر کو جنبش دی "شوالو نے اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ سیاہ فام جنگلی عورتوں سے عشق کرنا۔"

"مجھ سے مذاق مت کرو چیف!" بڈ نے خوف زدہ انداز میں ہنس کر کہا "جنگلی عورت کو تو دیکھ کر ہی میری روح فنا ہو جائے گی۔"

میں نے بڈ کو گدی سے پکڑ کر آگے کی طرف دھکیلا "تم شوالو کی شان میں قصیدے پڑھتے رہو۔ میں تمہیں منع نہیں کرتا مگر تمہیں رکنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"میں اس بات پر حیران ہو رہی ہوں کہ ان لوگوں نے یہاں شجر کاری کیوں کی ہے؟" تہذیب نے کہا "اگر یہ ضروری تھا تو اس طرح کرتے کہ یہ انسانی ہاتھوں کی نہ معلوم ہوتی۔"

"ہمارا واسطہ معمولی لوگوں سے نہیں ہے تہذیب! انہیں کسی قسم کا کوئی خوف معلوم نہیں ہوتا۔"

"اوہو چیف! سیب۔" اچانک بڈ نے چیخ کر کہا اور اچھل کر ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔ میں نے اس طرف دیکھا تو واقعی وہاں سیب کا ایک درخت موجود تھا جو پھلوں سے لدا ہوا تھا۔

اگلا آدھا گھنٹا سیب توڑنے اور کھانے کی نذر ہوگیا۔ بڈ کو سیب کھانے کے دوران بھی اسی جنگلی کا خیال ستاتا رہا۔ وہ پلٹ پلٹ کر خوف زدہ نظروں سے اس طرف دیکھتا رہا جدھر سے گزر کر ہم آئے تھے۔

"اب چلو چیف! کہاں چلنا ہے؟" پیٹ بھرنے کے بعد بڈ نے اکڑتے ہوئے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے جنگلیوں کا خیال دل سے نکل گیا۔" تہذیب نے کہا اور بڈ پھر پلٹ کر دیکھنے لگا۔

"میری بلا سے۔" اس نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا "اگر کوئی مشکل درپیش ہوئی تو چیف ہی اس کا مقابلہ کرے گا۔ یہ میرا دردِ سر تھوڑی ہے۔"

"میں تنہا کتنی مشکلات کا مقابلہ کروں گا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں کسی آدم خور کے ہاتھوں نہ مارا جاؤں۔ پھر تمہارا کیا ہوگا؟"

"ارے چھوڑو چیف! بڈ اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہے۔ دو چار جنگلیوں کو تو پتھر مار مار کر گرا دوں گا۔"

"اگر ہم پگڈنڈی پر چلنے کے بجائے درختوں کے درمیان سفر کریں تو کیسا رہے گا؟" تہذیب نے کہا۔

"ہم پگڈنڈی پر ہی سفر کریں گے تاکہ معلوم تو ہو کہ جس جگہ ہمیں لا کے پھینکا گیا ہے یہاں کے کیا اسرار ہیں۔"

پگڈنڈی پر مزید پندرہ منٹ چلنے کے بعد ہمیں درختوں اور جھاڑیوں کے ایک جھنڈ سے واسطہ پڑا۔ یہاں سے آگے جانے کا راستہ نہیں تھا بلکہ پگڈنڈی دو شاخہ میں تبدیل ہوگئی تھی۔ دونوں شاخیں ایک دوسرے کے مخالف سمت جا رہی تھیں۔ یہاں پہنچ کر ہم تینوں رک گئے۔ ہمیں فیصلہ کرنا تھا کہ دائیں طرف والے راستے پر جائیں یا بائیں طرف مڑیں۔

"بائیں طرف والے راستے پر چلو چیف!" بڈ نے کہا۔ "مشرقی سمت ہے اور سورج توانائی کا سرچشمہ ہوتا ہے لہٰذا اس طرف چلنے سے ممکن ہے ہمیں کچھ توانائی حاصل ہو جائے۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔" میں نے بڈ کو گھورا "ہم دائیں سمت جائیں یا بائیں طرف...... اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

پھر ہم دائیں طرف والے راستے پر ہو لئے۔ راستہ بتدریج بلند ہو رہا تھا پھر کچھ آگے جا کر ہمیں راستے کے ساتھ ساتھ نیم دائرے کی صورت میں گھومنا پڑا اور پھر اچانک میں نے تہذیب اور بڈ کو رکنے کا اشارا کیا۔

وہ دونوں رک گئے اور سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارا کیا اور اپنی سماعت پر زور دینے لگا۔ میں نے کسی قسم کی آوازیں سنی تھیں۔ تہذیب اور بڈ نے میرے انداز سے سمجھ لیا کہ میں کچھ آوازیں سننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ وہ آوازیں ہوا کی دوش پر تیرتی ہوئی آ رہی تھیں اور بہت ہلکی تھیں۔ یہ مختلف قسم کی دھمک کی آوازیں تھیں جن میں بہت سے لوگوں کی آوازیں بھی شامل تھیں جو بڑے تواتر سے متعین وقفوں کے ساتھ آ رہی تھیں۔

"کیا ہمیں گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے علی؟" تہذیب نے بوکھلا کر کہا۔

"میرا خیال ہے ایسا نہیں ہے۔" میں نے کہا "ہم تو ان کے قبضے میں ہیں ہمیں گھیرنے کی انہیں کیا ضرورت ہے؟"

"بڈ بری طرح بھڑکا ہوا نظر آ رہا تھا "میں تو چھپنے کے لئے کسی جگہ تلاش کرتا ہوں۔" اس نے سراسیمہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"فضول باتیں مت کرو۔ ہم ان کے قیدی ہیں۔ بھاگنے کی کوشش فضول ہی ثابت ہوگی۔"

ہم ایک بار پھر پگڈنڈی پر آگے بڑھے۔ خم کھاتی ہوئی پگڈنڈی کا اختتام ایک محراب دار دروازے پر ہوا تھا۔ دروازے سے زیادہ اسے در کہنا مناسب ہوگا۔ یہ چوبی محراب بیلوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ ہم در میں رک گئے۔ اس سے آگے تھوڑی دور تک ڈھلوان زمین تھی اور اس کے بعد ایک وسیع و عریض مسطح میدان تھا جس کی لمبائی اور چوڑائی آدھے آدھے میل سے ہرگز کم نہیں تھی۔ اس میدان میں کنارے کنارے متعدد تعمیرات نظر آ رہی تھیں۔ کئی بیرکیں اور عمارتیں تھیں جن میں سے ایک عمارت کو دیکھ کر تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کوئی ہینگر ہو۔ ہمارے سامنے موجود میدان کے وسط میں دو ڈھائی سو کے لگ بھگ افراد سیاہ رنگ کے لبادے اوڑھے کراٹے کی مشقوں میں مصروف تھے۔

"میری بات مان لو چیف! یہاں سے بھاگ نکلنے کی فکر کرو ورنہ ہماری چٹنی بن جائے گی" بڈ نے کہا۔

تہذیب سناٹے کے عالم میں یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ میں بھی حیران تھا۔ جو کچھ ہماری نظروں کے سامنے تھا وہ خاصا ناقابلِ یقین تھا۔ ان لوگوں نے اپنی ایک علیحدہ دنیا آباد کر رکھی تھی۔

"تم نے مجھے بتایا تھا کہ رینڈل ہاورڈ کا موساد سے کوئی تعلق نہیں ہے؟" میں نے تہذیب کی طرف پلٹ کر کہا۔

"ہاں، اس نے اپنی زندگی کا ایک مشن بنایا اور اس کے لئے کوششیں شروع کردیں۔ اگر موساد کے لئے کام کرتا تو اپنی مرضی سے کام نہیں کر سکتا تھا۔"

"تو کیا جو کچھ ہماری نظروں کے سامنے ہے یہ سب کچھ اس کی اپنی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ایگلز کے لئے اتنے بڑے پیمانے پر کام ہو رہا ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"یہ سب کچھ میرے لئے بھی حیران کن ہے علی!" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "حالاں کہ میں نے رینڈل کے بارے میں خاصی تحقیقات کی ہیں مگر یہ رخ تو بالکل ہی نیا ہے۔"

"یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے تہذیب!" میں نے کہا "وہ باتیں جو تم نے اس کے بارے میں آسانی سے معلوم کرلیں وہ سب دکھاوے کی باتیں ہوں گی۔ اصل معاملات تو اتنے خفیہ ہوں گے کہ ان کو ہوا بھی نہیں لگ سکتی ہوگی۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو" تہذیب نے دھیرے سے کہا۔ "میں خود یہ سوچا کرتی تھی کہ اگر ذرا سی کوشش کی جائے تو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رینڈل کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکا جا سکتا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ کس قدر مشکل کام ہے۔"

"یعنی تم اب بھی ایسے امکانات پر غور کر رہی ہو" میں نے ہنس کر کہا "حالاں کہ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ ہم ان کے شکنجے میں بری طرح جکڑے ہوئے ہیں۔"

"اب بھی وقت ہے چیف! ابھی ہم پر کسی کی نظر نہیں پڑی۔ کسی اور طرف نکل چلو۔"

"تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے بڈ کہ ہم لوگ آزاد ہیں؟" میں نے کہا "خود کو قید میں ہی تصور کرو۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو چیف! قبل اس کے کہ ہمیں کسی کال کوٹھری میں بند کر دیا جائے، کیوں نہ ہم کوئی کوشش کر لیں۔ شاید ہماری کوشش نتیجہ خیز ثابت ہو جائے۔"

"میں بڈ سے متفق ہوں علی!" تہذیب نے آہستگی سے کہا "خود کو اس طرح ان کے حوالے کر دینا اعترافِ شکست ہوگا۔"

"اور جب ہم یہاں سے نکلنے میں ناکام ہو جائیں گے تو کیا ہوگا؟" میں نے کہا "نتیجہ تو وہی نکلے گا نا۔ ذرا سوچو تو سہی۔ ہم تھک ہار کر خود کو ان کے حوالے کریں گے تو اعترافِ شکست کے ساتھ ساتھ ذلت اور بے بسی ہمارا مقدر بن چکی ہوگی۔ اگر تمہیں ذلت ہی منظور ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"تمہیں اتنا یقین کیوں ہے کہ ہم یہاں سے فرار نہیں ہو سکیں گے؟" تہذیب نے جھنجلا کر کہا "تم نے اپنے طور پر ایک مفروضہ قائم کر لیا ہے اور اسی پر اڑے ہوئے ہو۔"

"ایسا نہیں ہے تہذیب!" میں نے نرمی سے کہا "میں نے تو تمہاری فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں صورتِ حال کا تجزیہ کیا ہے۔ رینڈل بڑے ٹھنڈے دماغ کا آدمی ہے۔ وہ مجھ سے اولیو ہاورڈ کی موت کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ یہ انتقام وہ مجھے مار کر بھی لے سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس کے آدمیوں نے گوٹے بل ایئرپورٹ پر جس طرح ہمیں بے بس کر دیا تھا اس کے بعد ان کے لئے ہمیں زندگیوں سے محروم کر دینا کیا مسئلہ رہ گیا تھا۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے ہماری خاطر اتنی زحمت کیوں اٹھائی۔ ہمیں سیاہ فاموں کی شکل میں معلوم نہیں کتنے خطرات مول لے کر یہاں منتقل کیا۔ اس کے بعد ہمارے سیاہ فاموں والے میک اپ ختم کئے گئے۔ کیا یہ سب کچھ صرف اس لئے کیا گیا کہ ہم ہوش میں آ کر فرار ہو جائیں اور رینڈل کے لئے ایک بار پھر وہی مسئلہ کھڑا ہو جائے جس سے وہ پہلے دو چار تھا۔ یعنی میری تلاش کا مسئلہ؟"

تہذیب اور بڈ مجھے دیکھ رہے تھے۔ بات ان کی سمجھ میں آ رہی تھی۔

"تو پھر اس نے ایسا کیوں کیا؟" چند لمحوں بعد تہذیب نے سوال کیا "اور اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"رینڈل کا مقصد یہی رہا ہوگا کہ ہم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کریں اور ناکام ہو جائیں۔ جیسا کہ تم لوگوں کا خیال ہے کہ ہمیں یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کی بے فکری ظاہر کرتی ہے کہ یہاں سے فرار ہونا ناممکن ہے۔ خود میں نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کس ردِ عمل کا اظہار کریں تو میری نظر میں بہتر یہی ہے کہ رینڈل سے اسی کی سطح پر مقابلہ کیا جائے۔ بے نیازی کے جواب میں بے نیازی۔ وہ مجھے شکست سے دو چار کرنا چاہتا ہے۔ مجھے احساسِ کمتری میں مبتلا کرنا اس کا مقصد ہے اور یہ مقصد صرف اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب ہم فرار ہونے کی کوشش کریں۔ فرض کرو ہم اس جنگل میں چھپ جاتے ہیں تو تمہارا کیا خیال ہے ہم یہاں کتنے دن گزار سکیں گے۔ ہمارے پاس کھانے پینے کو کچھ نہیں ہے۔ کھانے کا مسئلہ تو کسی حد تک حل بھی ہو سکتا ہے لیکن پانی کا کیا ہوگا؟"

"تم بہت دور تک سوچتے ہو علی!" تہذیب نے کہا "ایسے پہلوؤں پر نظر رکھتے ہو جو نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں۔"

"میرے خیال میں تو یہ سامنے کی بات ہے۔ فرق یہ ہے کہ میں نے پہلے ہی اس پر غور کر لیا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو فرار ہونے کے بعد یہ بات اس کی سمجھ میں آتی۔"

بڈ بہت مضطرب نظر آ رہا تھا "میں تو مسٹر شوالو کو دیانت دار آدمی سمجھ رہا تھا مگر انہوں نے بھی میرے ساتھ فراڈ کیا۔"

"اب تم یہ بتاؤ کہ تمہارے کیا ارادے ہیں۔ ہمارے ساتھ رہو گے یا فرار ہونے کی کوشش کرو گے؟" تہذیب نے پوچھا اور بڈ نے ایک طویل سانس لی۔

"بڈ نے ہمیشہ تم لوگوں کا ساتھ دیا ہے۔ اسی چکر میں کسی روز مارا جائے گا۔"

اچانک مجھے پگڈنڈی پر کسی کے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی اور پھر کچھ فاصلے پر وہ جنگلی نمودار ہوا جو کچھ دیر قبل میرے ہاتھوں شکست سے دو چار ہوا تھا۔

"ہوشیار ہو جاؤ بڈ!" میں نے بڈ سے کہا "وہی جنگلی..."

بڈ نے پلٹ کر دیکھا اور جنگلی پر نظر پڑتے ہی بھڑک کر ایک طرف بھاگ نکلا۔ تہذیب بھی مجھ سے دور ہٹ گئی تھی۔ میری نگاہ جنگلی پر جمی ہوئی تھی جو سر جھکائے چلا آ رہا تھا۔ اس نے ابھی تک ہمیں نہیں دیکھا تھا۔ میں اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔ جس وقت جنگلی کی نظر مجھ پر پڑی اس وقت تک وہ میرے خاصا قریب آ چکا تھا۔ میں ایک بار پھر اس سے نبرد آزما ہونے کو تھا مگر اس کی نوبت نہیں آئی۔ مجھے دیکھتے ہی جنگلی ٹھٹک گیا تھا۔ اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات تھے۔ چند لمحوں تک وہ یوں مجھ پر نظریں جمائے کھڑا رہا جیسے اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ پھر اچانک وہ سجدے میں گر گیا۔ میرے لئے یہ بدترین صورتِ حال تھی۔ کسی انسان کو سجدہ کرنا میرے تصور سے بھی باہر تھا۔ یہ اظہارِ عبدیت کی وہ خالص ترین شکل ہے جو صرف رب ... کو ہی جائز ہے۔ کسی اور کو سجدہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ وہ تو ... جنگلی تھا۔ ہر قسم کی تعلیمات سے بے بہرہ تھا مگر میں تو سب کچھ جانتا تھا۔

وہ میرے سامنے سجدے میں گرا تو خوف کی شدت سے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ میں نے کیا جرم کیا تھا جس کی پاداش میں ایک انسان میرے سامنے سرنگوں ہو گیا تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نادانستگی میں سرزد ہونے والی کوئی غلطی حیاتِ ابدی کا دائمی پچھتاوا بن جائے۔ میں بے خودی کے سے عالم میں آگے بڑھا۔ مجھے کچھ ہوش نہیں تھا۔ سماعت سے کچھ آوازیں ٹکرا رہی تھیں مگر ذہن ان آوازوں کو کوئی معنی پہنانے سے قاصر تھا۔ میں اس وقت کچھ سن ہی نہیں سکتا تھا۔ سنتا تب بھی اسے نظرانداز کرنا مجھ پر لازم تھا۔ میرے سامنے مجھ جیسا ایک آدمی سجدہ ریز تھا۔ وہ اس گناہِ عظیم کا مرتکب ہو رہا تھا جو خدائے رحمان و رحیم کے نزدیک بھی ناقابلِ مغفرت ہے اور اس کے اس گناہ کا باعث میں بنا تھا۔ میں اپنی تمام تر بے گناہی کے باوجود اسے روکنے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی کر دیتا تو وہ ایک لمحہ میرے نامۂ اعمال کی ہر نیکی پر خطِ تنسیخ کھینچ سکتا تھا۔ اس ایک لمحے کے لئے تو بڑی سے بڑی قربانی دی جا سکتی تھی۔ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے بھی خود کو اس گناہِ عظیم سے بری الذمہ قرار دلوا لیتا تو میں سمجھتا کہ میں نے مہنگا سودا نہیں کیا۔ اصولی طور پر مجھے کسی فریب کے امکانات پر غور کرنا چاہئے تھا مگر میں نے نہیں کیا۔ اس وقت تو صرف ایک بات پیش نظر تھی۔ اس کے علاوہ ہر خیال ذہن سے محو ہو گیا تھا۔ وقت کا بہتا ہوا دھارا تھم گیا تھا۔ خیالات کی روانی رک گئی تھی، ہوا کے دوش پر اڑتی ہوئی آوازیں ساکت ہو گئی تھیں۔ پوری کائنات کا نظام درہم برہم ہونے کو تھا۔ ہر چیز کا دارومدار مجھ پر تھا۔ میری جانب سے ایک لمحے کی تاخیر قیامت برپا کر سکتی تھی اور مجھے اس قیامت کو روکنا تھا۔ قیامت نہیں آنی چاہئے تھی۔ اس کا تو ایک وقت مقرر ہے۔ وہ وقت سے پہلے کیوں آئے؟

میں چشم زدن میں درمیانی فاصلہ طے کر کے جنگلی کے سر پر پہنچ گیا اور اسے بازو سے پکڑ لیا۔ میرا لمس محسوس کرتے ہی اس کے جسم کو ایک شدید جھٹکا لگا اور وہ یوں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا جیسے اسے میرے لمس سے جل کر خاکستر ہو جانے کا اندیشہ رہا ہو۔ اس کے منہ سے طرح طرح کی بے معنی آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ یوں ہاتھ ہلا رہا تھا جیسے مجھے اپنے قریب آنے سے روکنا چاہتا ہو۔

"اٹھو اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ" میں نے پاٹ دار آواز میں کہا "تم میرے سامنے کیوں جھکے تھے؟"

وہ تیزی سے کھڑا ہو گیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ شاید یہ اظہارِ ندامت تھا۔

"بتاؤ، میں نے کیا پوچھا ہے؟" میں نے گرج کر کہا "مجھے اپنی بات کا جواب چاہئے۔"

اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تو نہیں تھے مگر چہرے پر شدید بے بسی نظر آ رہی تھی۔ پھر اس نے اپنا منہ کھول دیا اور میں لرز کر رہ گیا وہ گونگا تھا۔ اس کی زبان کٹی ہوئی تھی اور یہ کارنامہ انہی لوگوں کا معلوم ہوتا تھا جن کی قید میں ہم تھے۔ میرا خون کھول اٹھا۔ جسمانی قوت کے اعتبار سے اسے اگر پہاڑ کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ انہوں نے اس قسم کا سلوک کیوں کیا؟ وہ بھیڑ کی کھال میں بھیڑیے تھے۔

"میرے قریب آؤ" میں نے بلند آواز میں کہا اور وہ ایک بار پھر خوف سے کانپنے لگا۔

"سنو، میں کوئی دیوتا نہیں ہوں۔ تم جیسا ہی ایک آدمی ہوں۔ آئندہ میرے ساتھ ایسی حرکت مت کرنا جیسی تم نے ابھی کی تھی۔ سمجھے؟"

اس کے چہرے پر بے بسی پھیل گئی لیکن اس نے اثبات میں سر ہلا کر رضامندی کا اظہار کیا تو میں نے سکون کا سانس لیا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ خود کو ناقابلِ تسخیر سمجھتا ہے اور مجھ سے شکست کھانے کے بعد وہ مجھے کوئی آسمانی مخلوق سمجھنے لگا ہے۔ جنگلیوں میں اس قسم کے عقائد بہت عام ہیں۔

"اس کے لئے تم طاقت کے دیوتا ہو چیف!" مجھے اپنے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نزدیک سے بڈ کی چہکار سنائی دی "ایک بڑا خطرہ ٹل گیا چیف! اب ہمیں کم از کم اس طرف سے کوئی خطرہ نہیں رہا۔"

"ان جیسے لوگ ہمیشہ بے ضرر ہوتے ہیں بڈ! خطرہ تو ہمیشہ ان لوگوں کی طرف سے ہوتا ہے، جو بھیڑ کی کھال میں بھیڑیے ہوتے ہیں۔"

"فلسفہ چھوڑو چیف! اس بات پر غور کرو کہ یہ ہمارے لئے کتنا کارآمد ہے۔"

"یہ بے چارہ تو خود ان کا قیدی ہے۔ انہوں نے اس کی زبان کاٹ کر اسے گونگا کر دیا ہے۔ اب دیکھو ہمارے ساتھ کیا سلوک ہو۔"

"یہ لوگ بھیڑیے تو ہیں علی!" تہذیب نے نفرت سے کہا "ان کا ہمیشہ سے یہی کام رہا ہے کہ دنیا کے سامنے خود کو مظلوم بنا کر پیش کرتے ہیں اور اندر ہی اندر دوسروں پر مظالم ڈھاتے ہیں۔"

"اس سے بات کرنے میں مجھے کوئی خطرہ تو نہیں ہوگا؟" بڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"نہیں، تمہارے اور تہذیب کے لئے یہ اب بالکل بے ضرر ہو گیا ہے مگر تم اس سے بات کر کے کیا کرو گے؟"

مجھے جواب دینے کے بجائے بڈ جنگلی کی طرف متوجہ ہو گیا "سنو، تم کہاں رہتے ہو؟" بڈ نے جنگلی سے پوچھا اور اس نے میدان کی طرف ہاتھ اٹھا دیا۔

"یہ تو بڑا مسئلہ ہو گیا چیف!" بڈ نے تشویش سے کہا "یہ تو خود بھی وہیں رہتا ہے۔ اب ہم کہاں جائیں گے؟"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا" تہذیب نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا "ہم اس جنگلی کے ساتھ رہیں گے کیا؟"

"تو اس میں حرج بھی کیا ہے میڈم؟" بڈ نے بڑی ڈھٹائی سے کہا "چیف اس کے لئے دیور ہیں تو، آپ دیورانی ہوئیں۔"

"تم دیکھ رہے ہو علی!" تہذیب بھنا کر بولی "یہ کس قدر بے ہودگی کر رہا ہے۔"

"تم نے ہی اس کے دماغ اس قدر خراب کئے ہیں" میں نے ہنس کر کہا "ویسے بھی اس نے کوئی ایسی غلط بات تو نہیں کہی۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے چیف!" بڈ خوشی سے اچھل کر بولا "ہم اس جنگلی کے ساتھ چلتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی رہیں گے۔"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ یہ انہی کا آدمی ہے" میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہا "اس کے باوجود تم اس کے ساتھ رہنے پر اصرار کر رہے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"تم تو ہر بات کی مخالفت کر رہے ہو۔ فرار ہونے کی کوشش بھی نہ کریں۔ اس کے ساتھ بھی نہ رہیں تو کیا ہوا میں معلق ہو جائیں؟"

"اگر تم ہوا میں معلق ہو سکو تو مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اپنے معاملے میں' میں خود مختار ہوں اور میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"چلو چھٹی ہوئی" بڈ وہیں دھرنا دے کر بیٹھ گیا "ایک بات سے تمہیں اختلاف ہے' دوسری پر کوئی اعتراض نہیں اور تیسری کا ارادہ نہیں ہے۔ جب تم کسی نتیجے پر پہنچ جاؤ تو بتا دینا۔"

"یہ تو واقعی سنگین مسئلہ ہے علی!" تہذیب نے کہا۔ "ہمیں جلد سے جلد کوئی ایک فیصلہ کر کے اس پر عمل پیرا ہو جانا چاہئے۔"

"فیصلہ تو میں بہت پہلے کر چکا ہوں" میں نے کہا "ہم فوری طور پر خود کو ان لوگوں کے حوالے کر دیں گے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو علی!" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "بڈ کا منہ بھی کھل گیا تھا اور وہ منہ پھاڑے مجھے گھور رہا تھا۔

"ہمارے درمیان یہی بات تو طے ہوئی تھی۔ یہ معلوم ہونا بھی تو ضروری ہے کہ آخر رینڈل چاہتا کیا ہے۔ ہمیں زندہ رکھنے سے اس کا کوئی خاص مقصد تو ضرور ہو گا۔"

"تم اپنے ساتھ دوسروں کو بھی مرواؤ گے چیف! یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ آدمی ہاتھ باندھے دشمن کے حضور جا کھڑا ہو۔"

جنگلی جہاں تھا وہیں کھڑا تھا اور اس کا سر بدستور جھکا ہوا تھا۔ میں چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا پھر میں نے اس سے واپس چلے جانے کو کہا اور وہ' سر جھکائے میدان کی طرف بڑھ گیا۔

"ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ یہ کہاں جاتا ہے" میں نے تہذیب سے کہا "اور اسے تنہا دیکھ کر ان لوگوں کا کیا ردِ عمل ہوتا ہے۔"

"تم یہ بتاؤ کہ میرے منع کرنے کے باوجود تم اس جنگلی کے نزدیک کیوں چلے گئے تھے؟" تہذیب نے کہا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم نے مجھے کب منع کیا تھا؟"

"جب وہ سجدے میں گرا ہوا تھا اور تم اس کی طرف بڑھ رہے تھے اس وقت میں تمہیں چیخ چیخ کر اس کے نزدیک جانے سے روک رہی تھی مگر تم نے سنا ہی نہیں۔۔۔۔ تمہیں کیا ہو گیا تھا علی؟"

"میں تمہیں کیا بتاؤں کہ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں نے کچھ آوازیں تو سنی تھیں مگر اس وقت کچھ ہوش نہیں تھا۔ مجھ جیسا ایک آدمی میرے سامنے سجدہ ریز تھا۔ میں یہ بات کس طرح برداشت کر سکتا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے چیف!" بڈ نے کہا "لیکن یہ کوئی چال بھی تو ہو سکتی تھی۔ چال نہ ہوتی تب بھی یہ ممکن تھا کہ تمہیں قریب پا کر وہ تم پر حملہ کر بیٹھتا۔"

"میں اس موضوع پر بحث کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں" میں نے خشک لہجے میں کہا اور جنگلی پر نظریں جما دیں جو میدان کے درمیان سے گزر کر جانے کے بجائے کنارے کنارے جا رہا تھا۔

اس کی منزل ایک بیرک ثابت ہوئی۔ اگر وہ میدان کے درمیان سے گزرتا تو جلدی وہاں پہنچ سکتا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میدان کے وسط سے گزرنے پر پابندی ہے۔ میدان میں اب بھی کراٹے کی مشقیں جاری تھیں۔ مشقیں کرنے والے تمام افراد گنجے تھے اور میرے اندازے کے مطابق ان سب کا تعلق مشرقِ بعید کے ممالک سے تھا۔

"تم نے کیا فیصلہ کیا علی؟" تہذیب نے مجھ سے پوچھا "اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"ہم بھی انہی بیرکوں کی طرف چلیں گے" میں نے کہا "جنگلی میدان کے کنارے کنارے چل کر گیا ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ میدان کے درمیان سے گزرنا منع ہو اور ہم چوں کہ یہاں نئے ہیں اور ایسی کسی ممانعت سے آگاہ نہیں ہیں اس لئے ہم میدان کے درمیان سے ہی گزریں۔ تاکہ ہمیں ان لوگوں کے عزائم کا جلد سے جلد اندازہ ہو سکے۔"

ہم تینوں میدان میں داخل ہو گئے۔ ابھی صبح کے سات ہی بجے تھے مگر دھوپ میں اچھی خاصی تپش پیدا ہو گئی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ جزیرہ کسی انتہائی گرم خطے میں واقع تھا۔

ہم نہایت بے پروائی سے چل رہے تھے۔ یوں جیسے یہاں سیر و سیاحت کے لئے آئے ہوئے ہوں۔ تہذیب اور بڈ کو میں نے یہ انداز اپنانے کی خاص طور پر ہدایت کی تھی اور وہ میری ہدایت پر حرف بحرف عمل کر رہے تھے۔ جیسے جیسے میدان کے وسط کی طرف بڑھ رہے تھے' مشقیں کرنے والوں کی آوازیں بھی تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ اندازاً پچاس' ساٹھ ساٹھ کی ٹکڑیوں میں چاروں طرف موجود تھے اور ان سب کے منہ اس شخص کی طرف تھے جو ان کے عین وسط میں تھا۔ ان سب کو وہی شخص مشقیں کرا رہا تھا۔

ان سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر ہم رک گئے۔ مجھے توقع تھی کہ کوئی ہمیں روکے گا مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔ کسی نے ہم پر توجہ تک نہیں دی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہی نہ ہو۔

کچھ دیر ہم وہیں کھڑے رہے' پھر ہم نے ان کے گرد چکر لگایا لیکن کسی نے ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

"یہ واقعی بہت اچھے لوگ معلوم ہوتے ہیں چیف! میں سوچ رہا ہوں اچھا موقع ہے۔ کیوں نہ میں بھی کراٹے سیکھ لوں۔"

"خیال تو بہت عمدہ ہے" میں نے بڈ کو تعریفی نظروں سے دیکھا "اس طرح تم بور بھی نہیں ہو گے اور مفت میں کراٹے بھی سیکھ لو گے۔"

بڈ نے بے یقینی سے میری طرف دیکھا "تو کیا میں جاؤں؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"زبان سے تو اجازت دے چکا ہوں۔ اب کہو تو لکھ کر بھی اجازت دے دوں" میں نے کہا اور بڈ آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا۔

"اب شاید تمہیں ڈر لگ رہا ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "اگر اتنے ہی بزدل ہو تو ایسی بات زبان سے کیوں نکالتے ہو جس پر عمل نہیں کر سکتے۔"

بزدلی کا طعنہ سن کر بڈ آپے سے باہر ہو گیا اور تیز تیز قدموں سے جا کر ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو کراٹے کی مشقیں کر رہے تھے۔ میں بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کا ردِ عمل معلوم کر سکوں مگر ان میں سے کسی نے بھی بڈ پر توجہ نہیں دی تھی۔

"تم بعض اوقات زیادتی کر جاتے ہو" تہذیب نے مجھ سے کہا "خواہ مخواہ اسے غصہ دلا دیا۔ اگر اسے کچھ ہو جاتا تو؟"

"میں یہی تو دیکھنا چاہ رہا تھا کہ یہ لوگ کتنے پانی میں ہیں اور اس بات کا تو مجھے یقین تھا کہ بڈ کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ ورنہ میں اسے ہرگز ان کے قریب نہ جانے دیتا۔"

بڈ نے کچھ دیر الٹے سیدھے ہاتھ پیر چلائے پھر واپس پلٹ آیا "گرمی بہت ہے چیف!" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "پھر یہ چیز مجھے کچھ زیادہ پسند بھی نہیں آئی۔ کل سے دیکھیں گے۔"

"چلو کوئی بات نہیں" میں نے ہنس کر کہا "اب آرام کرنے کے لئے کوئی جگہ تلاش کرتے ہیں۔"

ہم نہایت اطمینان سے بیرکوں تک چلے گئے۔ ان بیرکوں کی کل تعداد دس تھی۔ ہر بیرک کے اوپر ہریالی نظر آ رہی تھی یعنی انہیں کیموفلاج کیا گیا تھا تاکہ جزیرے پر کسی قسم کی تعمیرات کا سراغ نہ لگایا جا سکے۔ ہم ان بیرکوں کے کمروں میں جھانکتے پھر رہے تھے اور ہمیں روکنے ٹوکنے والا کوئی نہیں تھا۔ ہر کمرے میں تھوڑا بہت سامان ضرور موجود تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہاں کچھ لوگ مقیم ہیں۔

کافی دیر تک گھومنے پھرنے کے بعد ہمیں ایک ایسا کمرا نظر آ گیا جس میں صرف تین عدد فولڈنگ بیڈ اور ایک الماری تھی۔ اس کے علاوہ وہاں کچھ اور نہیں تھا۔

"مبارک ہو چیف!" بڈ نے کہا "یہ لوگ تو واقعی بڑے مہمان نواز ہیں۔ ہمارے قیام کا بندوبست تو انہوں نے کر رکھا ہے۔"

"ممکن ہے یہ بات تم نے مذاق میں کہی ہو" میں نے بڈ سے کہا "مگر میرا خیال ہے کہ درحقیقت یہ کمرا ہمارے ہی لئے ہے اور چوں کہ ہمارے پاس کسی قسم کا سامان نہیں ہے لہٰذا ہم اسی وقت سے اس کمرے میں ڈیرا جما سکتے ہیں۔"

ہم لوگ نہایت اطمینان سے پلنگوں پر دراز ہو گئے۔ میں تو درحقیقت مطمئن تھا اس لئے کہ میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا مگر تہذیب اور بڈ مطمئن نہیں تھے۔

"ہم کتنے عجیب حالات کا شکار ہو گئے ہیں علی!" تہذیب نے کہا "ان لوگوں نے تو ہمیں کوئی افسانوی کردار بنا کر رکھ دیا ہے۔"

"سوچنا صرف وہاں کارآمد ہوتا ہے تہذیب جہاں اس سے کوئی نتیجہ نکلنے کی توقع ہو اور جب حالات قابو سے باہر ہو جائیں تو سوچنا ترک کر دینا چاہئے۔"

"جن لوگوں کو اپنی سوچوں پر اختیار ہو وہ قابلِ رشک ہوتے ہیں" تہذیب نے کہا "اور مجھے قلق ہے کہ میں تمہاری طرح قابلِ رشک شخصیت نہیں ہوں۔"

"ہم یا تو مر جائیں گے یا بچ نکلیں گے۔ دونوں صورتوں میں ذہن کو تھکانے سے فائدہ؟ یہ سوچو کہ ہمیں کوئی فکر نہیں ہے۔ رینڈل ہاورڈ نے ہمیں ان بکھیڑوں سے نجات دلا دی ہے جن سے نجات حاصل کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں تھا۔ ہم کوشش کے باوجود تفریح کے لئے وقت نہیں نکال پاتے تھے۔ اگر نکال لیتے تب بھی بہت سے تفکرات جان کو لاگو رہتے۔ ہمیں تو رینڈل کا شکر گزار ہونا چاہئے جس نے ہمیں فرصت کے کچھ لمحات بخش دئے۔ معلوم نہیں فرصت کا یہ وقت کب ختم ہو جائے اس لئے میرا مشورہ ہے کہ اس سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہونے کی کوشش کریں۔"

"کم بختی ہر حال میں بڈ کی آئے گی" بڈ نے اچھل کر پلنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا "تم دونوں تو تفریح کرو گے اور بڈ بھاڑ جھونکے گا۔"

"کیوں، تم کیوں بھاڑ جھونکو گے" میں نے حیرت سے کہا "تم نے پہلے کبھی تذکرہ نہیں کیا کہ تم اپنے فرصت کے اوقات بھاڑ جھونک کر گزارتے ہو۔"

"ہاں اب تو تمہیں ہری ہری سوجھے گی۔ میڈم کے ساتھ بے فکری سے وقت گزارنے کو مل رہا ہے نا" بڈ نے جل کر کہا۔

"میں سمجھا نہیں بڈ!" میں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں کوئی پریشانی ہے۔ اگر ایسا ہے تو تمہیں چاہئے کہ مجھے بتادو تاکہ میں کسی طرح اسے حل کرنے کی کوشش کروں۔"

"ارے اکیلا آدمی کیا خاک تفریح کرے گا" بڈ نے اپنا سر پیٹتے ہوئے کہا۔

"تم اکیلے تو نہیں ہو بڈ!" میں نے حیرت سے کہا "میں اور تہذیب بھی تو تمہارے ساتھ ہیں اور یہ سرسبز و شاداب جزیرہ ہے اور فضاؤں میں اڑتے ہوئے سمندری پرندے ہیں۔۔۔۔"

"اور یہ دو سو گنجے گدھ ہیں" بڈ نے کراٹے کی مشقیں کرنے والوں کی طرف اشارا کیا "اور وہ حسین و جمیل جنگلی ہے جس کی رنگت الٹے توے کو بھی شرماتی ہے اور جس کی سنگت دل کو لرزاتی ہے۔"

تہذیب کو ہنسی آگئی "تم آخر اس قدر کٹکھنے کیوں ہو رہے ہو۔ عام حالات میں تو تم بہت خوش مزاج ہوتے ہو۔"

"تم دیکھ نہیں رہیں چیف کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں۔ یہ جان بوجھ کر مجھے غصہ دلا رہے ہیں۔"

"پتا نہیں تمہیں کون سی بات بری لگ گئی۔ میرے خیال میں تو علی نے ایسی کوئی بات نہیں کہی جس پر تم اتنی بری طرح چراغ پا ہو گئے۔"

"انہیں دراصل کسی سیاہ فام حسینہ کی تلاش ہے" میں نے کہا "جو انہیں کہیں دکھائی نہیں دے رہی۔"

"سیاہ فام حسینہ کی تلاش خود تمہیں ہو گی" بڈ نے بھڑک کر کہا "مجھے کیوں بد دعائیں دے رہے ہو۔"

"ارے، وہاں ائرپورٹ پر تو شوالو کی بڑی خوشامدیں ہو رہی تھیں کہ میرے لئے کسی سیاہ فام حسینہ کا بندوبست کر دیجئے۔"

"وہ تو میں اسے گھس رہا تھا" بڈ نے بھڑک کر کہا "میرا یہ مقصد تھوڑی تھا کہ واقعی کوئی سیاہ فام میرے پلے باندھ دی جائے۔"

"خیر کوئی بات نہیں، میں تمہارے پیارے مسٹر شوالو سے کہہ کر تمہارے لئے کسی سفید فام لڑکی کا بندوبست کرائے دیتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہاں سفید فام لڑکیاں ضرور پائی جاتی ہوں گی۔"

"میرے سامنے شوالو کا نام بھی مت لو۔ میں نے اس پر اعتبار کیا تھا مگر وہ دھوکے باز ثابت ہوا۔"

"تفریح تو خیر ہم کریں گے" تہذیب نے کہا "لیکن زندہ رہنے کے لئے خوراک بھی تو ضروری ہوتی ہے۔ اور یہاں کوئی پر[illegible] نظر نہیں آ رہا۔"

"بے جا [illegible] مت دو۔ ناشتا ہم کر چکے ہیں۔ دوپہر کے کھانے سے قبل اس بارے میں کچھ سوچنا ہی غلط ہے۔"

تہذیب بڑبڑا کر رہ گئی۔ ا[illegible] یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ موجودہ حالات میں کیا ہو گا جب کہ میں نے خود کو حالات سے لاتعلق کر لیا تھا۔ میرے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ فی الحال ہم میں سے کسی کی زندگی کو بھی خطرہ نہیں ہے۔ رینڈل کی وجہ سے میرا ایک منصوبہ ناکام ہو گیا تھا۔ میں اسے مرجانہ کی لاش بھجوانا چاہتا تھا لیکن وہ اس سے قبل ہی اسے چھڑانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے بساط پلٹ دی تھی۔ جب دو حریف ایک دوسرے کے مد مقابل ہوں تو یہ تو ہوتا ہی ہے۔ رینڈل نے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا لہٰذا فتح اس کے حصے میں آئی۔ مجھے چاہئے تھا کہ میں عراق سے سیدھا فرانس پہنچتا۔

تہذیب اور بڈ کو میرے میک اپ نہ کرنے پر بھی اعتراض تھا۔ میک اپ کرنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا مگر رینڈل کو سامنے بھی تو لانا تھا۔ وہ میری توقع سے بہت پہلے سامنے آگیا اور خاصے خطرناک تیوروں کے ساتھ آیا۔ تہذیب کی فراہم کردہ معلومات سے بھی کہیں زیادہ خطرناک انداز میں۔۔۔۔ اور اب ہم اس کے قیدی تھے۔

آٹھ بجے کے قریب کراٹے کی ایکسر سائز ختم ہوئی اور لوگ بیرکوں کی طرف آتے نظر آئے اور مختلف کمروں میں جا کر غائب ہو گئے۔ میں، تہذیب اور بڈ پلنگوں پر دراز تھے اور اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے کہ اچانک میں نے کسی کے چلنے کی آواز سنی۔ بیرک میں پہلے برآمدہ تھا جس کا فرش پختہ تھا اور کمرے بعد میں آتے تھے۔ آواز اسی فرش پر چلنے کی وجہ سے پیدا ہو رہی تھی۔ یہ نسوانی سینڈلوں کی آواز تھی۔

"وہ آ رہی ہے چیف! وہ آ رہی ہے" آواز سنتے ہی بڈ اچھل کر بیٹھ گیا "تمہیں مجھ پر احسان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاہا۔۔۔ اب میں بھی تفریح کر سکوں گا۔"

بڈ کا جملہ ختم ہونے تک آوازیں خاصی قریب آچکی تھیں اور سب سے زیادہ حیران کن بات یہ ہوئی کہ ان آوازوں کا اختتام عین ہمارے کمرے کے دروازے پر ہوا۔ وہ کوئی عورت ہی تھی جس کا چہرہ ہم اس لئے نہیں دیکھ پائے کہ وہ مخالف سمت میں دیکھ رہی تھی۔

"قسمت آزمائی کا اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا چیف!" بڈ نے سرگوشیانہ انداز میں کہا "میں جا رہا ہوں۔"

میں نے سر کے اشارے سے اسے اجازت دے دی اور بڈ پلنگ سے اتر آیا۔ ابھی وہ باہر جانے کے لئے ایک قدم بھی نہیں اٹھا پایا تھا کہ دروازے کے باہر کھڑی ہوئی عورت پلٹی اور اسے دیکھ کر بڈ کے ساتھ ساتھ میں اور تہذیب بھی چونک پڑے۔ وہ مرجانہ تھی۔

وہ مسکراتی ہوئی ہمارے کمرے میں داخل ہوئی اور بڑی بے تکلفی سے تہذیب کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"گوٹے بل ائرپورٹ پر مجھے چھوڑ کر کیوں فرار ہو گئے تھے؟" اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "دیکھ لو، میں تمہیں تلاش کرتی ہوئی یہاں تک پہنچ گئی۔"

"ہمیں داد نہیں دو گی مرجانہ! ہم نے اسی کمرے میں ڈیرہ ڈالا ہے جو ہمارے ہی لئے مخصوص کیا گیا تھا" میں نے کہا۔

مرجانہ نے بے چینی سے پہلو بدلا "یہ اعتراف تو کرنا پڑے گا کہ یہ بات واقعی حیران کن ہے" اس نے کہا "حالاں کہ یہ اتنی تعجب خیز بات بھی نہیں ہے مگر جس اطمینان سے تم یہاں براجمان ہو اس پر حیرت ہوتی ہے۔"

بڈ بڑی مایوسی سے دوبارہ پلنگ پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی مایوسی بجا تھی۔ وہ کسی حسین لڑکی کی توقع کر رہا تھا لیکن وہ مرجانہ نکلی جو کسی طرح بھی حسین نہیں کہلائی جا سکتی تھی۔

"تمہارے کرنل شوالو کہاں رہ گئے؟" میں نے کہا "وہ تو ایک ہی ملاقات میں میری پسندیدہ شخصیات میں شامل ہو گئے ہیں۔"

مرجانہ عجیب سے انداز میں مسکرائی "شوالو سے تو شاید تمہاری ملاقات نہ ہو سکے۔ بعض لوگوں کا کردار بڑ[illegible] ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ اسٹیج پر نہیں آتے۔"

"کیا یہاں کوئی ڈراما اسٹیج کیا جا رہا ہے؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"ایک ایسا ڈراما جس کا اسکرپٹ پہلے سے تحریر نہیں کیا گیا۔۔۔ جس میں رٹے رٹائے مکالمے نہیں بولے جاتے ۔۔۔ ہر کردار کو بدلتے ہوئے وقت اور حالات کے مطابق اپنا طرز عمل تبدیل کرنا ہوتا ہے۔"

"تم تو فلسفہ بولنے لگیں" میں نے ہنس کر کہا "یوں تو پوری دنیا ایک اسٹیج ہے۔۔۔"

"بات ہو رہی تھی شوالو کی" مرجانہ نے میری بات کاٹ دی "اس سے اب تمہاری ملاقات مشکل ہی ہے اس لئے کہ اب وہ صورت حال پیدا نہیں ہو سکتی جس میں تمہاری اس سے ملاقات ہونی تھی۔"

"صرف میں ہی نہیں، بڈ بھی ان سے ملاقات کا خواہاں ہے۔ انہوں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ ان کے لئے حسین لڑکیوں کا بندوبست کریں گے۔"

"تم ہر وقت بڈ کو بدنام کرنے پر کیوں تلے رہتے ہو؟" بڈ نے احتجاجی انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں مسٹر بڈ!" مرجانہ مسکرائی "اگر مسٹر شوالو نے ایسا کوئی وعدہ کیا تھا تو اسے ضرور پورا کیا جائے گا۔"

"دیکھ لیا تم نے چیف!" بڈ نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ "میں کہہ رہا تھا کہ مسٹر شوالو بہت اچھے آدمی ہیں مگر تم مان کر ہی نہیں دے رہے تھے۔ اب بولو کیا کہتے ہو؟"

"بعض لوگ ظاہر پر فیصلہ کر دیتے ہیں اور بعض نہیں کرتے" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"بعض لوگوں کو دوسروں کی طرف سے بدگمانی کی عادت پڑ جاتی ہے" مرجانہ نے تہذیب کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں تمہاری اس بات سے اتفاق کرتی ہوں" تہذیب نے معنی خیز انداز میں جواب دیا "بعض لوگوں میں واقعی یہ عادت ہوتی ہے۔"

"میں بھول گئی تھی کہ تم علی کی ساتھی ہو اس لئے اسی کی طرف داری کرو گی" مرجانہ نے کہا مگر اس کے لہجے سے ذرا سی بھی ناگواری ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔

"کم از کم میں تو ہاں میں ہاں ملانے والوں کو دوست نہیں کہہ سکتی۔ میری نظر میں تو ایسے لوگ بدترین دشمن ہوتے ہیں۔"

مرجانہ میری طرف متوجہ ہو گئی "کل تک میں تمہاری قید میں تھی مگر آج معاملہ برعکس ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں ہر وقت ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کو تیار رہتا ہوں" میں نے جواب دیا۔

"تم دیکھ رہے ہو کہ تمہیں کتنی آزادی میسر ہے۔ یہ اس اچھے سلوک کا جواب ہے جو تم نے میرے ساتھ کیا تھا۔"

"میں نے کسی توقع پر تمہارے ساتھ نرم سلوک نہیں کیا تھا۔"

"لیکن ہم پر یہ اخلاقی ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ جواب میں تمہارے ساتھ زیادہ اچھا سلوک کیا جائے۔"

"مجھے بے حد خوشی ہے کہ میرا سابقہ عالی ظرف حریفوں سے ہے۔"

"کیا تم ہمارا مذاق اڑانے کی کوشش کررہے ہو؟"

مرجانہ کی خوش اخلاقی جواب دے گئی۔

"طنز کرنے کو اگر تم مذاق اڑانا کہتی ہو تو یہی سمجھ لو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس نرم سلوک پر ہمارا شکر گزار ہوتا لیکن تم ہم پر طنز کررہے ہو۔"

"کوئی اور ہوتا تو بے شک تمہارا شکر گزار ہوتا مگر میں کوئی اور نہیں ہوں۔ میرا نظریہ یہ ہے کہ اچھا کام اگر بدنیتی سے کیا جائے تو لائقِ تحسین نہیں ہوتا۔"

"ہماری نیت پر شبہ ظاہر کرکے تم اچھا نہیں کررہے ہو"

مرجانہ کا ضبط جواب دیتا جارہا تھا۔

"میرے کرتوت اگر اچھے رہے ہوتے تو آج یہاں نظر نہ آرہا ہوتا' کہیں پرسکون زندگی بسر کررہا ہوتا۔"

"تمہارا قصور نہیں ہے۔ تمہیں جو ڈھیل دی گئی ہے یہ اس کا نتیجہ ہے کہ تم اس قدر بڑھ بڑھ کر باتیں کررہے ہو۔"

"کوئی بلاوجہ کسی کو ڈھیل نہیں دیتا۔ تم لوگوں نے ہمارے ساتھ کوئی رعایت کی ہے تو اپنے ہی کسی فائدے کے لئے کی ہوگی۔"

"تم یہودی دنیا کے خلاف ہو۔ تم نے اولیو ہاورڈ کو مارا' اس کی بیٹی کے قتل کے ذمے دار بھی تم ہو' تمہاری ذات سے ہمیں بے شمار نقصانات پہنچے' اس کے باوجود موشے ہاورڈ تم سے سخت سلوک کے خلاف ہیں۔"

"میں موشے ہاورڈ کا شکر گزار ہوں لیکن تم نے ان نقصانات کا تذکرہ نہیں کیا جو اولیو ہاورڈ کی وجہ سے عربوں کو پہنچے۔ قیامِ اسرائیل کی وجہ سے جو فلسطینی بے گھر ہوئے وہ کس کھاتے میں جائیں گے؟"

مرجانہ اپنی خوش اخلاقی برقرار رکھنے کی بہت کوشش کررہی تھی مگر میری گفتگو اور خصوصاً میرے انداز کی سے اسے بہت دشواری ہو رہی تھی۔ میں بھی صاف گو تلا ہوا تھا۔ مجھے اس کی چاپلوسی کرنے کی ضرورت بھی تھی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ میں ان لوگوں سے خوف نہیں تھا۔ ڈھائی سو کراٹے فائٹرز کے لشکر سے بھی مجھے خوف نہیں تھا۔ اس بات کی فکر بھی نہیں تھی کہ میں نامانوس جگہ سے کس طرح نکل پاؤں گا۔ ایک عجیب بے فکری نے مجھے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔

"شوالو ہمارا بہت معمولی سا کارکن ہے" مرجانہ زہریلے لہجے میں کہا "تم نے دیکھا کہ اس ادنیٰ سے کار نے تمہیں کتنی آسانی سے زیر کرلیا۔ تمہیں تو اپنی صلاحیتوں پر بڑا گھمنڈ ہے۔"

"تم نے تین باتیں کہیں جن میں سے دو غلط ہیں" بڈ نے بڑے اطمینان سے کہا "صرف یہ بات درست ہے اس نے مجھے نہایت آسانی سے زیر کرلیا۔ بقیہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ نہ تو شوالو کوئی معمولی کارکن ہے اور نہ ہی مجھے صلاحیتوں پر گھمنڈ ہے۔ میں تو بہت بے صلاحیت آدمی ہوں ... جو کارنامہ بھی مجھ سے سرزد ہوتا ہے اس کے لئے میں اپنے رب کا شکر گزار ہوتا ہوں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میں کچھ نہیں ہوں۔"

"تم صرف اس لئے شوالو کو ہمارا معمولی سا کارکن ماننے سے انکار کررہے ہو کہ اس نے تمہیں شکست فاش سے دوچار کردیا۔ اگر تم نے اسے معمولی آدمی تسلیم کرلیا اس سے تمہاری بڑائی میں فرق پڑے گا۔"

"بڑائی ہوگی تبھی تو فرق پڑے گا" میں نے مسکرا کر

"اگر تم مجھے بڑا آدمی سمجھتی ہو تو یہ تمہارا حسنِ نظر ہے۔"

"بے فکر رہو' تمہارے دن پورے ہو چکے ہیں مستقبل میں تم سے کوئی کارنامہ سرزد نہیں ہو سکے گا۔"

"اب تم نے پیشن گوئیاں شروع کردیں۔ کیا تم علم نجوم سے بھی واقف ہو؟"

"کوئی بات نہیں علی!" مرجانہ نے سرہلا کر کہا "تمہارا وقت تھوڑا سا رہ گیا ہے۔ جس قدر چہکنا چاہو چہک لو۔ موقع نہیں ملے گا۔"

"کیا تم اسی قسم کی گفتگو کرنے کے لئے یہاں آئی تھیں؟"

.... تہذیب نے کہا اور مرجانہ چونک پڑی۔

"نہیں' میں تو تمہیں ناشتے کے لئے لینے آئی تھی مگر بڈ نے مجھے باتوں میں الجھالیا۔"

"ناشتا تو ہم جنگل میں کرچکے" بڈ نے مرجانہ سے کہا۔

میں سوچ رہا تھا کہ مرجانہ ہمیں لینے آئی ہے یعنی اسے علم تھا کہ ہم لوگ یہاں پہنچ چکے ہیں۔ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ ہماری نقل و حرکت کسی وقت بھی پوشیدہ نہیں رہی تھی۔ وہ لوگ ہماری نقل و حرکت سے پوری طرح باخبر تھے۔ چوں کہ یہاں ان کی حکمرانی تھی اس لئے یہ بات بہت زیادہ تعجب خیز بھی نہیں تھی۔ جنگل میں خفیہ کیمرے بھی نصب ہو سکتے ہیں اور یہ کمرا جس میں ہم تھے' بگڈ بھی ہو سکتا تھا۔ تہذیب اور بڈ سے باتیں کرتے وقت میں خاص طور پر محتاط رہا تھا۔ یہ سوچنا بھی حماقت تھی کہ رینڈل ہم پر مہربان ہو گیا ہے۔ بنئے کا بیٹا کچھ دیکھ کر ہی گرتا ہے۔ جو نہیں جانتے وہ اظہار تاسف کرتے ہیں مگر جو واقفِ احوال ہیں وہ اظہار تاسف کرنے لگیں تو افسوس ہوتا ہے۔

میں دیکھ رہا تھا کہ رینڈل کے نرم رویّے سے بڈ نے گہرا اثر لیا ہے۔ تہذیب اس کے مقابلے میں بہت زیادہ ذہین تھی' معاملہ فہم بھی تھی مگر اس جال سے پوری طرح وہ بھی نہیں بچ سکی تھی۔ اس کے ذہن میں زیادہ سے زیادہ یہی شبہ ہو سکتا تھا کہ مستقبل میں ان لوگوں کا رویّہ ہمارے ساتھ تبدیل ہو جائے گا۔ ممکن ہے وہ سمجھ رہی ہو کہ رینڈل ہم سے معلومات حاصل کرنے کے لئے ہم پر تشدد کرے گا مگر میں ایسا نہیں سوچ رہا تھا۔ میں تو کسی بہت بڑے طوفان کی توقع کررہا تھا۔

"تم لوگ میرے ساتھ چلو" مرجانہ کہہ رہی تھی "میں تمہیں اس میس میں لے چلتی ہوں جہاں تمہیں کھانے کے اوقات میں پہنچنا ہوگا۔"

"تم لوگ بہت اچھے معلوم ہوتے ہو" بڈ نے کہا "میں تو سوچ رہا تھا کہ ہمیں بھوکا ہی نہ مرنا پڑ جائے۔ معلوم نہیں یہ کون سی جگہ ہے۔ اس جنگلی کو دیکھ کر تو میں خوف ہی کھا گیا تھا۔"

مرجانہ ہنس پڑی "اب تمہیں اس سے کوئی خطرہ نہیں رہ گیا۔ تمہارے چیف نے اسے شکست دے دی ہے اور یہ جنگلی لوگ جس سے شکست کھا جائیں اسے دیوتا کا درجہ دے دیتے ہیں۔"

میں نے معنی خیز انداز میں سرہلایا۔ جنگل میں ہم پر جو کچھ گزری یہ لوگ اس سے بھی واقف تھے۔ ان سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم فرار ہونے کی کوشش کرتے تو وہ رائگاں ہی جاتی۔

مرجانہ کی معیت میں ہم بیرک کے کمرے سے باہر نکلے۔ وہ ہمیں بیرکوں سے آگے لے گئی جہاں ایک بیرکوں سے مختلف عمارت نظر آرہی تھی۔

"اس عمارت کا محل وقوع ذہن نشین کرلو" مرجانہ نے کہا "صبح آٹھ بجے سے نو بجے تک ناشتے کا وقت ہوتا ہے۔ دوپہر کے کھانے کے لئے ایک سے دو اور رات کے کھانے کے لئے آٹھ سے نو بجے کا وقت مقرر ہے۔ اگر تم نے ان اوقات کی پابندی نہ کی تو کھانے سے محروم رہ جاؤ گے اور اگلے وقت تک تمہیں بھوکا رہنا پڑے گا۔ تم پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جہاں چاہو گھومو پھرو لیکن کھانے کے وقت یہاں پہنچ جاؤ۔"

ہم اندر داخل ہوئے تو یوں محسوس ہوا جیسے کسی وسیع و عریض کینٹین میں آ گئے ہوں۔ میزوں کی تعداد پچاس سے بھی زائد تھی اور ہر میز پر چار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔

"تم لوگ اگر کچھ کھانا پینا چاہو تو کھا پی لو" مرجانہ نے کہا "ناشتا کرنے کے بعد تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔"

میں نے میس میں ناشتا کرتے ہوئے افراد پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔ ان میں بیشتر وہی گنجے کراٹے فائٹر تھے جنہیں ہم نے گراؤنڈ میں کراٹے کی مشقیں کرتے دیکھا تھا۔

"یہاں ناشتا اور کھانا تو مل جائے گا مگر شاید چائے نہ مل سکے" میں نے کہا۔

"ضرور ملے گی..... یہاں بہت کم لوگ چائے پیتے ہیں مگر ان کے لئے چائے فراہم کی جاتی ہے۔"

مرجانہ مجھے ایک کنارے پر بنے ہوئے کاؤنٹر پر لے گئی جس کے عقب میں کچن تھا۔ میس میں ویٹر کا کوئی تصور نہیں تھا اس لئے کاؤنٹر سے اپنے لئے خود ہی سرو کرنا پڑتا تھا۔ میں محسوس کررہا تھا کہ میس میں موجود ہر فرد کے رویّے اور انداز میں مرجانہ کے لئے احترام تھا۔ یہ بات یقینی تھی کہ مرجانہ کسی امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔

کاؤنٹر سے چائے لے کر ہم اس ٹیبل پر آئے جہاں بڈ اور تہذیب بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ مرجانہ نے بھی چائے پی تھی۔ چائے پینے کے بعد ہم میس سے باہر نکل آئے۔ اس بار ہماری منزل وہ عمارت ثابت ہوئی جسے ہینگر کی طرز پر تعمیر کیا گیا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق اس کا رقبہ ایک ایکڑ کے لگ بھگ ضرور تھا۔ عمارت کا آہنی دیو قامت گیٹ بند تھا لیکن ہم اس کے سامنے پہنچے تو وہ خود بخود کھل گیا اور ہمارے اندر داخل ہونے کے بعد وہ دوبارہ بند ہو گیا۔

وہ ایک ہال تھا۔ بالکل کسی سینما ہال کی طرح..... اس کی لمبائی چوڑائی بھی کسی درمیانہ سائز کے ہال سے زیادہ نہیں تھی۔ سامنے والی دیوار پر اسکرین نصب تھی جس کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سامنے ہال کی پوری چوڑائی پر محیط چبوترہ تھا جسے بوقت ضرورت اسٹیج کے طور پر استعمال کیا جا سکتا تھا۔ اس ہال میں کوئی سیٹ نہیں تھی، کوئی دروازہ نہیں تھا ماسوا اس گیٹ کے جس سے ہم اندر داخل ہوئے تھے اور کوئی پروجیکشن روم نہیں تھا۔ باہر سے عمارت کا رقبہ جتنا نظر آتا تھا۔ یہ ہال اس کا چوتھائی بھی نہیں تھا جس کا مطلب یہی تھا کہ بقیہ حصہ کسی اور مقصد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ابھی میں ہال کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ ایک دم اسکرین روشن ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی ہال میں جلتی ہوئی تیز روشنیاں بجھ گئیں۔ ہم سب اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اسکرین پر ایک وسیع و عریض ہال کا منظر ابھرا تھا جس میں دیو ہیکل مشینیں نصب تھیں۔ میں بڑی توجہ سے ان مشینوں کو دیکھ رہا تھا جن کے بارے میں میرے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کس کام آتی ہوں گی۔ یہ منظر اسکرین پر بمشکل چند سیکنڈ برقرار رہا پھر اس کی جگہ ایک کمرا نظر آنے لگا۔ ایک بڑی سی میز کے عقب میں کوئی شخص بیٹھا تھا جس کی پشت ہماری طرف تھی۔ اس شخص کا رخ دیوار کی طرف تھا اور دیوار۔۔۔ دیوار پر نظر پڑتے ہی میرا خون کھول اٹھا۔ پوری دیوار پر اسرائیل کا نقشہ نظر آ رہا تھا جس میں اسرائیل کی سرحدیں سعودی عرب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اردن، عراق، شام، لبنان اور کویت کی جگہ بھی اسرائیل کی حدود نظر آ رہی تھیں یعنی یہ اسرائیل کا وہ توسیعی نقشہ تھا جسے مکمل کرنے کے لئے یہودی لابی روز و شب سرگرداں تھی۔ وہ سعودی عرب سمیت مشرقِ وسطیٰ کے تمام ممالک کو ہڑپ کر لینا چاہتے تھے اور دنیا بھر کے سامنے اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹتے تھے۔

تہذیب میرے برابر ہی کھڑی تھی۔ اس نے اندھیرے میں میرا ہاتھ تھام لیا اور ہولے سے میرا ہاتھ دبایا۔ یہ میرے لئے پرسکون رہنے کا اشارا تھا۔ تہذیب میری مزاج آشنا تھی۔ اسے معلوم تھا کہ یہ بے ہودہ نقشہ دیکھ کر میں اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکوں گا۔ تہذیب کے لمس نے مجھے پرسکون ہونے میں مدد دی۔

اسکرین پر نظر آنے والا شخص ریوالونگ چیئر پر بیٹھا تھا۔ اس نے کرسی گھما کر ہماری طرف رخ کر لیا۔ چہرے سے وہ امریکن معلوم ہوتا تھا اور اس کی عمر تیس پینتیس کے لگ بھگ نظر آتی تھی۔ اس کی بھویں گھنی تھیں اور آپس میں ملی ہوئی تھیں جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مضبوط اعصاب کا مالک ہے۔ جبڑے اور ٹھوڑی کی بناوٹ اسے سخت گیر اور سفاک ظاہر کرتی تھی جب کہ اس کی نیلی آنکھوں سے ذہانت ٹپکتی محسوس ہوتی تھی۔

"میں تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت خوش آمدید کہتا ہوں مسٹر علی!" اس شخص نے کہا۔ اس کی آواز نرم اور ملائم تھا۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہی رینڈل ہے۔ تہذیب مجھے اس کے بارے میں پہلے ہی آگاہ کر چکی تھی۔ وہ نہایت ٹھنڈے مزاج کا آدمی تھا۔ اس جیسے شخص کے سامنے دماغ ٹھنڈا رکھنا بے حد ضروری تھا جبکہ اس کے عقب میں موجود مجوزہ اسرائیل کا فرضی نقشہ دیکھ کر میں پہلے ہی آپے سے باہر ہو چکا تھا۔ تہذیب نے بروقت سہارا نہ دیا ہوتا تو میری زبان شعلے اگل رہی ہوتی اور یہ رینڈل کی کامیابی ہوتی۔ اس جیسے لوگ دوسروں کو مشتعل کرنے کے ماہر ہوتے ہیں۔ انہیں شکست دینے کے لئے خود پر قابو ضروری ہوتا ہے۔

"میں اپنے محسن کا نام پوچھ سکتا ہوں؟" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ میری آواز کے ساتھ ہی کچھ اسپاٹ لائٹس روشن ہوئیں اور ہم چاروں کو اپنے احاطے میں لے لیا۔ میں سمجھ گیا کہ اب رینڈل بھی ہمیں دیکھ سکے گا۔

"تم مجھ سے غائبانہ طور پر واقف ہی ہو مسٹر علی! ایکس میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے خاصی سرگرداں رہی ہیں۔ میرا نام رینڈل تھا۔ اب لوگ موشے ہاورڈ کے نام سے جانتے ہیں۔"

"تم خاصے باخبر آدمی معلوم ہوتے ہو رینڈل!" میں نے جان بوجھ کر اسے رینڈل کے نام سے مخاطب کیا۔ مجھے اس کے مزاج کی ٹھنڈک کا امتحان بھی تو کرنا تھا۔

"سانس کی ڈوری کا رشتہ اپنے جسم سے برقرار رکھنے کی خاطر باخبر رہنا میرے لئے بہت ضروری ہے مسٹر علی! خود باخبر رہنا اور دوسروں کو بے خبر رکھنا۔ ان زریں اصولوں پر عمل کئے بغیر میرے لئے اپنا وجود برقرار رکھنا ممکن نہیں ہے۔"

"سنا ہے تم مجھ سے اپنے روحانی استاد کی موت کا بدلہ لینا چاہتے ہو؟"

"پہلے میں نے سوچا تھا ان کے قتل کا انتقام تمہارا خون بہا کر لوں گا، پھر میں نے اپنا فیصلہ تبدیل کر دیا۔ میرا ارادہ تھا کہ تمہیں ایک مخصوص طریقہ کار سے گزار کر تمہارے خیالات تبدیل کر دیے جائیں اور پھر تمہیں اپنے مفادات کے لئے استعمال کیا جائے لیکن اب مجھے اپنے اس فیصلے پر بھی نظر ثانی کرنا پڑے گی۔ تم تو بہت بے صلاحیت ثابت ہوئے ورنہ ایک معمولی سے کارندے کے قابو میں اتنی آسانی سے نہ آ گئے ہوتے۔"

"میں تم سے متفق ہوں رینڈل! تمہیں اپنے فیصلے پر ہرگز عمل نہیں کرنا چاہئے لیکن تم نے بھی مجھے بہت مایوس کیا ہے۔ میں تو سمجھتا تھا کہ تم کوئی ذہین آدمی ہو گے۔"

رینڈل مسکرایا "میں نے کبھی بہت زیادہ ذہین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔"

"لیکن اپنے بارے میں تمہیں گمان یہی ہے کہ تم بہت ذہین ہو۔ حالانکہ ابھی ابھی تم نے جس تضاد بیانی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی توقع تو کسی عام ذہانت رکھنے والے شخص سے بھی نہیں کی جا سکتی۔"

"میرے ماتحت بھی اگر میری کسی غلطی کی نشان دہی کرتے ہیں تو میں ان کا بھی مشکور ہوتا ہوں۔ میرے کسی فیصلے پر کھل کر تنقید کرنے کی ہر ایک کو اجازت ہے۔"

"میری جان لینے کا خیال تم نے صرف اس لئے ترک کیا تھا کہ میں ایک باصلاحیت آدمی ہوں۔ تم نے یہی بتایا ہے نا؟"

"ہاں" رینڈل نے کہا۔ وہ بڑی توجہ سے میری باتیں سن رہا تھا۔ "میں نے یہی کہا تھا۔"

"صلاحیتوں کے اعتبار سے، تمہارے خیال میں، میں اس قدر آگے تھا کہ تم نے مجھے یہودی مفادات کے لئے استعمال کرنے کے بارے میں سوچا؟"

"بالکل" رینڈل نے اثبات میں سر ہلایا۔ "میں نے تمہیں یہی بتایا ہے۔"

"تو پھر مسٹر رینڈل یہ بتاؤ" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا "کہ اس قدر باصلاحیت اور خطرناک شخص کے مقابلے میں تم نے ایک عام کارکن کو کیوں اتارا؟"

رینڈل سناٹے میں آ گیا لیکن اس کی یہ کیفیت لمحاتی تھی۔ اس نے فوراً ہی خود پر قابو پا لیا اور مسکرا کر بولا "کیا تم بتا سکتے ہو کہ میں نے ایسا کیوں کیا تھا؟"

"بالکل بتا سکتا ہوں" میں نے مسکرا کر کہا "تم میری ذہانت اور صلاحیت کا امتحان لے رہے ہو۔"

رینڈل کو اپنے تاثرات پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کی انتہائی کوشش تھی کہ اپنی حیرت چھپا لے لیکن کم از کم میری حد تک تو وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں تھا۔

"کیسی ذہانت اور کون سی صلاحیت مسٹر علی! کیا تم وضاحت سے گفتگو کرنا پسند کرو گے؟"

"میں تمہاری توقع سے کہیں زیادہ وضاحت سے گفتگو کر سکتا ہوں لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ تم میرے کسی صحیح تجزیے کو غلط نہیں کہو گے؟"

"مجھے تم سے ملنے کا بے حد اشتیاق تھا مسٹر علی! میں اس شخص کو دیکھنا چاہتا تھا جس نے اولیو ہاورڈ جیسے مایہ ناز ایجنٹ کو ہر ہر قدم پر ناکامیوں سے دوچار کیا۔ اب تم سے مل کر میں اس بات کا تو قائل ہو گیا کہ میں نے آج تک تم جیسا بے باک آدمی نہیں دیکھا۔ بلاشبہ تم دوسروں سے بہت ممتاز ہو۔"

"شکریہ مسٹر رینڈل! لیکن میں نے سنا ہے کہ تم اولیو ہاورڈ کو الزام دیتے رہے کہ اس نے مجھے ڈھیل دے کے اچھا نہیں کیا؟"

"مجھے ان سے یہ شکایت تھی اور ہے۔ تم یہودی دنیا کے لئے بہت بڑا خطرہ تھے۔ بلاشبہ انہوں نے تمہیں ڈھیل دے کر جو غلطی کی اس کا خمیازہ ہم سب کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔"

"ممکن ہے اولیو ہاورڈ سے تم بہت اچھی طرح واقف ہو لیکن مجھے بھی یہ گمان ہے کہ پوری دنیا میں الیو ہاورڈ کو مجھ سے زیادہ بہتر طور پر جاننے والا کوئی نہیں ہے۔ بالکل یہی دعویٰ اولیو ہاورڈ کا بھی تھا۔ ہم ایک دوسرے کے حریف تھے اور اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ ہم متضاد نظریات کے لئے کام کر رہے تھے۔ ہمارے نظریات میں زمین آسمان کا فرق نہ ہوتا تو ہماری راہیں الگ الگ ہوتیں اور ہم باہم متصادم نہ ہوتے لیکن یہ تصادم ناگزیر تھا۔ اس کے باوجود ہم حتی الامکان ایک دوسرے کی جانوں سے کھیلنے سے گریز کرتے رہے۔ تمہاری یہ بات بہرحال غلط ہے کہ اولیو ہاورڈ نے مجھے ڈھیل دی۔ اس نے تو مجھے ہر طرح ناکامیوں سے ہمکنار کرنے کی کوشش کی اور جب اس نے دیکھا کہ اس کی کوششیں بارآور ثابت نہیں ہو رہیں تو اس نے گوٹے ہل میں ہوٹل کا وہ پورا کمرا ہی بم سے اڑا دیا جس میں، میں مقیم تھا۔ اب یہ میری قسمت تھی کہ اس کے باوجود میں مر نہیں سکا۔ لیکن جس بات کے لئے تم اولیو ہاورڈ کو موردِ الزام ٹھہراتے ہو، کیا اب خود اس غلطی کا اعادہ نہیں کر رہے ہو؟"

"تم غلط کہہ رہے ہو، میں نے تمہیں کوئی ڈھیل نہیں دی بلکہ تمہیں اپنے مقصد کے لئے استعمال کرنے کے لئے زندہ رکھا ہے۔"

"تم ایک چھوٹے آدمی ہو۔" میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بہت چھوٹا بتایا۔ "اسی لئے تم اندازہ ہی نہیں کر سکتے کہ ایک بڑے آدمی کے کیا جذبات ہوتے ہیں۔ اولیو ہاورڈ بڑا آدمی تھا۔ وہ مجھے شکست سے دوچار کرنا چاہتا تھا۔ تم کیا جانو کہ حریف کو شکست سے دوچار کرنے میں کیا لطف آتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے؟"

میرا خیال تھا وہ مشتعل ہو جائے گا مگر میری تمام باتیں سن کر بھی اس کے چہرے کی مسکراہٹ رخصت نہیں ہوئی۔ "اگر میں نے تمہارے قتل کا حکم صادر کیا تو یقین کرو بہت سوچ سمجھ کر کروں گا۔ تمہاری کسی بات پر مشتعل ہو کر ہرگز ایسا کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا لہٰذا تم اس سے بھی زیادہ کھل کر گفتگو کر سکتے ہو۔"

"میں تمہارے اس بیان کو غلط قرار دیتا ہوں کہ گوٹے بل ائرپورٹ پر میرے مقابلے میں کوئی معمولی شخص تھا۔" میں نے دبنگ آواز میں کہا "تم نے مجھے احساس کمتری میں مبتلا کرنے کے لئے پہلے مرجانہ کو میرے پاس بھیجا جس نے یہی بات کہی۔ اب تم مجھے یہ باور کرانا چاہتے ہو کہ میں کسی معمولی سے شخص کے قابو میں آگیا۔"

"ہمارے درمیان معاہدہ ہو چکا ہے کہ میں تمہارے کسی صحیح تجزیے کو غلط قرار نہیں دوں گا لیکن تم نے کوئی غیر معمولی بات تو نہیں کہی۔ یہ تجزیہ تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔"

میرے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ ابھر آئی۔ "تم نے کبھی ایک لمحے کے لئے بھی مجھے کمتر نہیں سمجھا۔ کیا خیال ہے 'کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"یہ تجزیہ نہیں اندازہ ہے۔" رینڈل نے کہا "بہرحال یہ بھی غلط نہیں ہے۔"

"میں یہی بات دلائل کے ساتھ بھی کر سکتا ہوں مسٹر رینڈل لیکن مجھے اس کی کیا ضرورت ہے۔"

"تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے علی! میں نے تمہاری صلاحیتوں کے بارے میں جو اندازے لگائے تھے تم ان پر پورے نہیں اتر سکے۔"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "تم نے میرے اور اس جنگلی کے درمیان مقابلے کی پوری فلم تیار کی ہے۔"

رینڈل چونک پڑا۔ "یہ بات بھی تم نے اندازے سے کہی ہے؟" اس کا لہجہ سوالیہ تھا۔

"ظاہر ہے۔ جب مرجانہ نے مجھے اس مقابلے کا حوالہ دیا ہے تو یقیناً وہاں اس قسم کے انتظامات ہیں جن کے ذریعے کسی کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جا سکے اور میں تم سے یہ توقع نہیں رکھتا کہ تم نے اس مقابلے کی فلم نہ بنائی ہو۔"

"یہ ضروری تو نہیں ہے۔" رینڈل نے کہا "یہ تو ٹھیک ہے کہ وہاں خفیہ کیمرے نصب ہیں مگر فلم بنانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"وہ ایک دلچسپ مقابلہ تھا۔ اس کا انجام کچھ ہی کیوں نہ ہوتا تم اسے بار بار دیکھنا پسند کرتے۔ میں اس کے ہاتھوں مارا جاتا تب بھی اور اس کے برعکس ہوتا تب بھی۔ وہ میری جسمانی صلاحیتوں کا امتحان تھا اور اب تم میری ذہنی صلاحیتوں کا امتحان لینا چاہتے ہو تاکہ مجھ پر کوئی عمل کرنے سے پہلے یہ جان سکو کہ میں کس حد تک کارآمد ہوں اور مجھ سے کیا کیا کام لئے جا سکتے ہیں۔"

"یہ تمہاری خام خیالیاں ہیں۔ میں کسی شکست خوردہ شخص پر کیوں اتنی محنت کروں گا؟"

"تم یقین کرنا چاہتے ہو کہ میں محض اتفاقاً مار کھا گیا تھا یا واقعی میں اتنا ہی بودا ہوں۔"

"مجھے حیرت ہے کہ تم محض اندازوں کی بنیاد پر اتنی صحیح باتیں کس طرح کہہ رہے ہو۔" رینڈل نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"اس کی ایک بہت ہی خاص وجہ ہے مسٹر رینڈل" میں نے کہا "میں نے تمہاری جگہ خود کو رکھ کر غور کیا ہے اسی لئے اتنے صحیح نتائج اخذ کر رہا ہوں۔"

رینڈل نے بے اعتباری سے مجھے دیکھا "تم شاید مجھے تاریکی میں رکھنا چاہتے ہو۔"

"بات دراصل یہ ہے مسٹر رینڈل کہ تم نے بھی ابتدا غلط بیانی سے کی تھی۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جو دوسروں پر بہت کم انحصار کرتے ہیں۔ میں یہ کس طرح مان لوں کہ تم نے ایک انتہائی اہم نوعیت کے معاملے میں کسی اور کا سہارا لیا ہوگا۔ گوٹے بل ایئرپورٹ پر مجھے دھوکا دے کر اغوا کرنے کا معاملہ تمہارے منصوبے کا سب سے اہم حصہ تھا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں مسٹر رینڈل؟"

"مجھے یہ بتاؤ کہ میں نے تم سے کیا غلط بیانی کی ہے تاکہ میں اس کی تصدیق یا تردید کر سکوں۔"

"کرنل شوالو" میں نے کہا "تم مجھے بار بار کرنل شوالو کا حوالہ دے کر گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"کرنل شوالو ہی وہ ہیرو ہے جس نے میرے لئے ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔ اس کا حوالہ دینے میں گمراہ کرنے کی کیا بات ہے۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں نے بہت کوشش کی مگر نہیں مانے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "یہ ایک الگ معاملہ ہے کہ میں مار کھا گیا اور تمہارے قابو میں آ مسٹر رینڈل لیکن تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اولیو ہاورڈ مجھے اپنا واحد حریف تصور کیا کرتا تھا۔ اس نے مجھ میں کوئی بات تو دیکھی ہوگی پھر آخر تم میرا امتحان لینے پر کیوں تلے ہوئے ہو۔ میں نے صرف ایک بار دھوکا کھایا ہے۔ وہ بھی اس لئے کہ میں تم سے واقف نہیں تھا اور تم مجھ سے پوری طرح واقف تھے۔ اسی لئے تم نے خود میرے مقابلے پر آنے کا فیصلہ کیا۔"

"کیا مطلب!" رینڈل کے ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ کرنل شوالو کے میک اپ میں تم خود تھے مسٹر رینڈل!" میں نے کہا اور رینڈل مضطربانہ انداز میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تہذیب اور بڈ بھی چونکے بغیر نہیں رہ سکے تھے۔ مرجانہ نے بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا تھا۔

"یہ اندازہ تم نے کس طرح لگایا؟" رینڈل نے سرسراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اس کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے کہ میرا معاملہ تم کسی اور پر نہیں چھوڑ سکتے تھے لیکن اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے جو میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔"

"یہ اندازہ تمہیں ابھی ہوا ہے یا ایئرپورٹ پر ہی ہو گیا تھا؟" رینڈل نے پوچھا۔

"ایئرپورٹ پر تو میں بے خبری میں مارا گیا مسٹر رینڈل! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنی تیزی کا مظاہرہ کرو گے۔ یہ نتیجہ تو میں نے ہوش میں آنے کے بعد اخذ کیا تھا کہ شوالو کے میک اپ میں تم خود تھے۔"

رینڈل کمرے میں ٹہلنے لگا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔ پھر وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ "بظاہر تم جتنے بے ضرر نظر آتے ہو در حقیقت اتنے ہی خطرناک ہو۔" اس نے کہا۔

"یہ تو دیکھنے والی آنکھوں کا قصور ہے۔" میں نے بڑی انکساری سے کہا۔

"تم مجھے متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئے ہو علی! تمہاری صلاحیتیں اسرائیل کے لئے استعمال ہونی بے حد ضروری ہیں۔"

"اگر تم مجھے میری مرضی کے خلاف استعمال کر سکو تو یہ بالکل ممکن ہے۔ ورنہ نہیں۔"

"تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف تمہاری مرضی سے استعمال کیا جائے گا لیکن اس سے قبل تمہیں چند امتحانوں سے گزارا جائے گا۔"

"کیا اب بھی مزید کسی امتحان کی ضرورت باقی رہ گئی ہے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا لیکن اچانک ہی اسکرین تاریک ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی ہال میں بھی تاریکی چھا گئی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ بمشکل آدھے منٹ بعد ہال کی روشنیاں دوبارہ جل اٹھیں۔ تیز روشنی میں مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ میرے نزدیک ہی ایک اور شخص بھی موجود ہے۔ وہ کب اور کس طرح اندر آیا اس کا مجھے پتا ہی نہیں چل سکا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میری سماعت اس طرح مجھے دھوکا بھی دے سکتی ہے۔ وہ کتنی ہی احتیاط کیوں نہ کرتا مجھے احساس تو ہونا چاہئے تھا۔

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کا قد ساڑھے پانچ فٹ کے قریب تھا۔ منحنی جسامت اور عمر کم از کم بھی پچاس سے اوپر ضرور تھی۔ اس نے سفید رنگ کا لبادہ زیب تن کر رکھا تھا اور اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی نظریں میرے جسم کے آرپار ہو رہی ہوں۔

"یہ کون ہے چیف؟" بڈ نے سرگوشی کی "مشرقِ بعید کے کسی ملک کا باشندہ معلوم ہوتا ہے۔"

"میرا نام لی کوان ہے دوستو۔" اس نے سرخم کرتے ہوئے کہا "اور میں موشے ہاورڈ کے حکم پر آپ لوگوں کی خدمت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔"

اسی وقت اسکرین دوبارہ روشن ہو گئی اور اس پر وہ فلم دکھائی جانے لگی جس میں 'میں اور جنگلی برسرپیکار تھے۔ ہال کی روشنیاں پھر بجھا دی گئی تھیں۔ میں بڑے غور اور توجہ سے اسکرین پر خود کو لڑتے دیکھ رہا تھا۔ خود کو لڑتے دیکھنا میرے لئے نیا تجربہ تھا۔ مجھے اپنی خامیاں نظر آ رہی تھیں۔

فلم ختم ہونے پر اسپاٹ لائٹس روشن ہو گئیں اور اسکرین پر دوبارہ رینڈل نظر آنے لگا۔ لی کوان مجھ سے دس فٹ آگے تھا اور اس کی نگاہ اسکرین پر جمی ہوئی تھی۔

"تم نے فائٹ دیکھی لی کوان!" رینڈل نے کہا "تمہارا کیا تبصرہ ہے؟"

"جنگلی بہت طاقت ور تھا اور علی کو اس پر صرف تیکنیک کی برتری تھی۔ اسی وجہ سے جنگلی کو شکست ہوئی۔"

"کیا اس جنگلی کو تربیت نہیں دی جا سکتی؟" رینڈل نے سوال کیا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ گفتگو مجھے سنانے کے لئے کی جا رہی ہے۔

"ہم اس پر کوشش کر کے دیکھ چکے ہیں۔ اس میں سیکھنے کی صلاحیت کا فقدان ہے۔" لی کوان نے جواب دیا۔

"علی کی صلاحیتوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رینڈل نے پوچھا۔

"باصلاحیت معلوم ہوتا ہے مگر یہ مارشل آرٹس سے ناواقف ہے۔" لی کوان نے کہا۔

"تم نے سنا علی! ماسٹر لی کوان کے تجزیے کے مطابق تم مارشل آرٹس سے ناواقف ہو۔ جنگلی کو شکست دے کر تم نے کوئی بڑا کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔"

"میں ماسٹر کے تجزیے کو چیلنج نہیں کروں گا۔" میں نے کہا "اور مجھے اس بات سے بھی اختلاف نہیں ہے کہ جنگلی کو شکست دے دینا کوئی کارنامہ نہیں تھا؟"

"تم یقیناً یہاں سے نکلنے کے خواہاں ہو گے۔ ممکن ہے تم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش بھی کرو اور اسی چکر میں کوئی نقصان اٹھا جاؤ۔"

"اگر مجھے فرار ہونے کی کوشش کرنی ہوتی تو اب تک کرچکا ہوتا مسٹر رینڈل!"

"ہاں، مجھے خود بھی اس پر حیرت ہے کہ تم نے فرار ہونے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"میں صرف اس قسم کی کوشش کرنے کا عادی ہوں جس میں کامیابی کے کچھ نہ کچھ امکانات ہوں اور میں جانتا ہوں کہ اس جزیرے سے فرار ہونا ممکن نہیں ہے۔"

رینڈل بری طرح چونک پڑا۔ "تمہیں کس نے بتایا کہ یہ کوئی جزیرہ ہے؟" باوجود کوشش کے وہ اپنے لہجے کی حیرت نہیں چھپا سکا تھا۔

"ہر بات بتانے سے نہیں معلوم ہوتی مسٹر رینڈل! جو کچھ آدمی سیکھتا ہے اگر اسے بروئے کار لاکر کچھ اخذ نہ کرسکے تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ سیکھنے سے تائب ہوجائے۔"

"تم نہیں بتانا چاہتے تو مت بتاؤ لیکن میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ یہاں سے فرار ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے البتہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک موقع فراہم کرسکتا ہوں۔"

"فرار ہونے کا۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں" رینڈل نے میرے طنز کو نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا "اگر تم میری ایک شرط پوری کردو تو میں تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت رہا کردوں گا۔"

"اوہو" میں نے غور سے رینڈل کو دیکھا۔

"ماسٹر لی کوان کو زیر کرلو۔ تم دنیا میں جس جگہ جانے کی خواہش کرو گے تمہیں پہنچوا دیا جائے گا۔"

میری نگاہ کا زاویہ بدل گیا۔ اب میں لی کوان کو دیکھ رہا تھا جس کی پشت میری طرف تھی۔ اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔

"یہ مقابلہ کب ہوگا مسٹر رینڈل؟" میں نے کہا مگر میں لی کوان سے نہ الجھنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔

"جب تم چاہو" رینڈل نے کہا پھر لی کوان سے مخاطب ہوا "تمہارا کیا خیال ہے ماسٹر؟"

"تم جانتے ہو کہ لی کوان ہر وقت تیار رہتا ہے۔" لی کوان نے جواب دیا۔

"مسٹر بڈ، میڈیم ایکس اور مرجانہ دیوار کے ساتھ ہوجائیں۔ ہم ایک عظیم فائٹ دیکھنے والے ہیں۔ علی یار خان بمقابلہ ماسٹر لی کوان۔"

تینوں افراد دیوار کے ساتھ جالگے۔ ہال کے وسط میں صرف میں اور لی کوان رہ گئے تھے۔ لی کوان نے اب تک پلٹ کر میری طرف نہیں دیکھا تھا۔

"میں تین تک گنوں گا۔" رینڈل نے کہا "اس کے ساتھ ہی مقابلہ شروع ہوجائے گا۔ یہ مقابلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کوئی حریف دوسرے پر اپنی برتری ثابت نہ کردے۔ مقابلے کے دوران کوئی بھی داؤ آزمایا جاسکتا ہے کسی بھی قسم کا فاؤل کیا جاسکتا ہے کسی پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ ایک، دو، تین۔"

رینڈل کے تین کہتے ہی ہال تیز روشنی میں نہا گیا۔ اسکرین پر نظر آنے والی رینڈل کی تصویر دھندلا کر رہ گئی تھی اور لی کوان..... وہ تو اب بھی میری طرف پشت کئے کھڑا تھا۔ میری چھٹی حس مجھے کسی بڑے خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے میری عافیت اسی میں ہو کہ میں اس سے مقابلہ نہ کروں۔ بظاہر بے ضرر نظر آنے والے اس شخص میں معلوم نہیں کیا بات تھی جو مجھے اس پر حملے آور ہونے سے روک رہی تھی۔ رینڈل نے بھی اتنا بڑا داؤ بغیر کسی مضبوطی کے نہیں کھیلا ہوگا۔ میں رینڈل کے کسی جال میں پھنسنے کو تیار نہیں تھا۔

"تم کیا سوچ رہے ہو علی!" ہال میں رینڈل کی آواز گونجی "لی کوان سے مقابلہ کیوں نہیں کرتے"

"لی کوان کی پشت میری طرف ہے اور عقب سے وار کرنا بزدلی کی علامت ہے رینڈل! شاید تمہارا ماسٹر مقابلے سے کترا رہا ہے۔"

میری بات سن کر لی کوان آہستہ سے میری جانب گھوما، اس کے ہونٹوں پر بہت ہلکا سا تبسم تھا اور اگر میں نے غلط نہیں سمجھا تھا تو اس کی آنکھوں میں میرے لئے تعریفی چمک بھی تھی۔

لی کوان نے اپنا رخ میری طرف تو کرلیا مگر وہ اب بھی اپنی جگہ پر ہی کھڑا تھا۔ نہ تو اس نے میری طرف ایک قدم بڑھایا اور نہ ہی حملہ کرنے کا کوئی انداز اختیار کیا۔ میں بھی اپنی جگہ کھڑا رہا۔

"اب کیا ہوگیا علی!" رینڈل کی آواز آئی "اب تو تمہاری شکایت دور ہوگئی۔ آگے کیوں نہیں بڑھتے۔"

"میں کسی پر ہاتھ اٹھانے میں پہل نہیں کرتا رینڈل! لہٰذا اگر تم مجھ سے یہ توقع کررہے ہو کہ میں لی کوان پر حملہ کروں گا تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔"

"تو پھر تم نے لی کوان سے مقابلہ کرنے کی ہامی کیوں بھری تھی؟" رینڈل نے کہا۔

"میرا خیال ہے میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی جس سے تم نے یہ نتیجہ اخذ کرلیا۔ یہ مقابلہ صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ لی کوان خود مجھ پر حملہ کرے۔"

"لی کوان نے اپنی زندگی میں کسی پر ہاتھ اٹھانے میں پہل نہیں کی نوجوان!" لی کوان نے کہا "اور تمہاری خاطر میں اپنا یہ اصول نہیں توڑ سکتا۔ اور پھر یہ مقابلہ میری نہیں تمہاری ضرورت ہے۔ میری شکست کی قیمت پر ہی تمہیں آزادی مل سکے گی۔ تمہیں ایک اچھا موقع مل رہا ہے۔ اسے کیوں ضائع کررہے ہو؟"

"اسے موقع کہتے ہیں کہ کسی کو روند کر نکل جاؤ..... میں یہ بات نہیں مانتا۔ تم سے میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ محض رینڈل کو خوش کرنے کے لئے میں تم پر کیوں ہاتھ اٹھاؤں؟"

"مجھے خوش کرنے کے لئے نہیں مسٹر علی! اپنی آزادی کے لئے۔ تمہیں رہا کرنے کے لئے میری واحد شرط یہی ہے کہ لی کوان کو زیر کرو اور جہاں چاہو چلے جاؤ۔"

تہذیب اور بڈ میرے اس رویئے پر حیران تھے۔ ان کے خیال میں یہ ایک سنہری موقع تھا جس سے فائدہ نہ اٹھا کر میں غلطی کررہا تھا۔

"کیا غضب کررہے ہو چیف!" بڈ نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "آگے بڑھ کر حملہ کرو چیف! اس سے اچھا موقع پھر نہیں مل سکے گا۔"

"تم میرے اصول سے واقف ہو بڈ! اس کے باوجود ایسی باتیں کررہے ہو؟" میں نے بڈ کی طرف مڑتے ہوئے کہا مگر میری توجہ لی کوان کی طرف تھی۔

"گویا تم نے رہائی کا وہ واحد موقع ضائع کردیا جو میں نے تمہیں فراہم کیا تھا۔" رینڈل نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"میں تمہیں اپنے جواب سے آگاہ کرچکا ہوں۔" میں نے کہا "اور اب مزید کچھ نہیں کہوں گا۔ یہ مقابلہ کبھی نہیں ہوسکے گا۔"

"میں نے تمہیں بہت آسان ہدف دیا تھا۔ ماسٹر لی کوان کو زیر کرنا تمہارے لئے زیادہ مشکل نہ ہوتا۔ یہ ایک منحنی آدمی ہے، قد میں بھی تم سے چھ انچ کم ہے، تم نوجوان ہو جبکہ وہ بڑھاپے کی حدود میں قدم رکھ چکا ہے۔"

"اگر لی کوان مجھ سے کمزور ہے اور عمر میں بھی مجھ سے بڑا ہے تو اس کا حق دگنا ہوگیا۔ کمزور کو تحفظ فراہم کرنا چاہئے اور بزرگوں کی عزت کرنا چاہئے۔ مجھے افسوس ہے کہ اب میں لی کوان پر جواباً بھی ہاتھ نہیں اٹھا سکوں گا۔"

"بس تو پھر یہ موقع ضائع سمجھو اور مقابلے کا وقت بھی ختم ہوا۔ اب تم کبھی رہا نہیں ہوسکو گے۔ میں تمہیں ڈیتھ مشین میں تبدیل کردوں گا اور تمہارے نظریات تبدیل کرنے کے لئے سائنٹیفک بنیادوں پر آج سے ہی کام شروع ہوجائے گا۔"

"میں اس سے اختلاف کروں گا۔" لی کوان نے کہا۔ "نظریات کی تبدیلی کے لئے جو دوائیں استعمال کرائی جائیں گی ان سے اس کی سیکھنے کی صلاحیت متاثر ہوسکتی ہے اور میں یہ ہرگز گوارا نہیں کروں گا۔"

"کچھ مجھے تو معلوم ہو آخر میرے بارے میں یہ کس قسم کی گفتگو کی جارہی ہے۔" میں نے کہا "تم لوگ مجھے کیا سکھانا چاہتے ہو اور مجھے کون سی دوائیں استعمال کرائی جائیں گی؟"

"لی کوان کے اعتراض کے بعد اب پہلے تمہیں مارشل آرٹ کی تربیت دی جائے گی۔" رینڈل نے کہا "تم پر نظریات کی تبدیلی کے لئے عمل بعد میں شروع کیا جائے گا۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ معلوم نہیں وہ مجھے کس قسم کی دوائیں استعمال کرانے کا ارادہ رکھتے تھے اور ان دواؤں کے مجھ پر کیا اثرات ہوتے۔ یہ خیال ہی لرزا دینے والا تھا کہ میں اسرائیل کے لئے کام کروں گا۔

"میں مارشل آرٹ سے واقف ہوں۔" میں نے کہا۔ "میں نے اس کی باقاعدہ تربیت حاصل کی ہے۔ اب آخر مجھے کیا سکھایا جائے گا؟"

"تم کچھ بھی نہیں جانتے۔" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "تم نے جن لوگوں سے مارشل آرٹ کی تربیت حاصل کی ہے وہ خود بھی اس فن سے ناواقف ہوں گے۔ کسی اور کو کیا سکھائیں گے؟"

"تم لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ میں نے ایک جنگلی لڑاکے کو کتنی آسانی سے زیر کرلیا۔ اگر میں اناڑی ہوتا تو اس سے مار کھا گیا ہوتا۔"

"اسے شکست دینے میں تمہاری پھرتی کا زیادہ ہاتھ ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

فنی اعتبار سے تمہاری کارکردگی نہ صرف ناقص رہی بلکہ تم نے کئی غلطیاں بھی کیں۔" لی کوان نے کہا "تمہیں طویل اور سخت تربیت کی ضرورت ہے۔"

"اور اگر میں یہ تربیت حاصل کرنے سے انکار کردوں تو؟"

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔" رینڈل نے کہا "یہ بڑے خسارے کا سودا ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ تم پر تشدد کروں۔"

"یہ بھی تمہاری مجبوری ہے۔ تم ہر فیصلہ اپنے مفاد میں کرتے ہو۔ مجھے یہ تاثر دینے کی کوشش مت کرو کہ تم مجھ پر کوئی احسان کر رہے ہو۔"

رینڈل مسکرایا "میں کب کہہ رہا ہوں کہ میں نے تمہارے مفاد میں کوئی فیصلہ کیا ہے۔ یہ مشورہ البتہ تمہارے مفاد میں ضرور ہے کہ ہم سے تعاون کرو۔ آگے تمہاری مرضی مشورہ قبول کرو یا نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے، میں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ اس لئے تم سے تعاون کروں گا۔ مگر مجھے مارشل آرٹس سکھائے گا کون؟"

"ماسٹر لی کوان کے علاوہ یہ کام اور کون کر سکتا ہے۔ تمہیں فوری طور پر ان کی شاگردی میں دیا جاتا ہے۔ تم ان کے تعاون سے جلد از جلد سب کچھ سیکھ لو....."

"مارشل آرٹس کو سیکھنا مذاق نہیں ہے۔ اس میں بہت وقت لگتا ہے۔" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "اور پھر ہر شخص اسے سیکھ بھی نہیں سکتا۔"

"وقت تو خیر لگتا ہے۔" میں نے کہا "لیکن جب ہر شخص مارشل آرٹس نہیں سیکھ سکتا تو پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میں اسے سیکھنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"لی کوان کبھی نااہل کو اپنی شاگردی میں نہیں لیتا۔" رینڈل نے کہا "میرا خیال ہے تمہارا شمار خوش قسمت ترین افراد میں ہوتا ہے۔ تم پہلے خوش نصیب ہو جسے لی کوان نے اس مقصد کے لئے چنا ہے۔"

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میری اہلیت کے بارے میں فیصلہ کس بنیاد پر کیا گیا ہے؟"

"مجھ پر حملہ کرنے کے لئے تمہارے پاس بہت موقع تھا مگر تم نے اپنی آزادی کو قربان کر دیا۔ ایک کم زور پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ یہ تمہارا سب سے بڑا امتحان تھا۔"

"تم نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا مسٹر لی کوان! اگر میں تم پر حملہ کر بیٹھتا تو کیا ہوتا؟"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا کہ میں تمہیں اپنی شاگردی میں نہ لیتا۔"

"مجھے اتنا بے صلاحیت بھی مت سمجھو...... یا یہ کہ اس صورت میں تم فوری طور پر شکست تسلیم کر کے اپنی جان بچا لیتے۔"

"میں دنیا کا واحد ماسٹر ہوں۔" لی کوان نے بڑے انداز میں ہاتھ اٹھا کر کہا "اور ماسٹر کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس پر دھوکے سے بھی قابو نہیں پایا جا سکتا۔"

"یہ تو صرف تمہارا بیان ہے میں اس پر کس طرح یقین کرلوں؟" میں نے بے اعتباری سے کہا۔

"اب شاید تمہیں اپنے فیصلے پر پچھتاوا ہو رہا ہے۔ چاہو تو اب بھی مجھ سے مقابلہ کر سکتے ہو۔"

"میں ایک بار فیصلہ کرتا ہوں اور پھر اس پر قائم رہتا ہوں۔ وہ اور لوگ ہوتے ہوں گے جو اپنے فیصلوں پر پچھتاتے ہوں گے۔ مجھے تو صرف اس بات پر حیرت ہے کہ اگر میں تم پر عقب سے حملہ کر دیتا تو کیا ہوتا؟"

"تم یہ کیوں بھول رہے ہو مسٹر علی کہ لی کوان تمہارا ہونے والا استاد ہے۔ اس میں کوئی غیر معمولی بات ہوگی تو اسے تمہارا استاد مقرر کیا گیا ہے۔"

"مجھے یہ بات ماننے میں تامل نہیں ہے کہ مسٹر لی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں لیکن اب ان کی وہ عمر نہیں رہی جس میں آدمی اپنے فن کو پھرتی سے استعمال کر سکتا ہے۔ میرے اور ان کے درمیان بیس سال سے زیادہ کا فرق ہے۔ میں ان پر حملہ کر بیٹھتا تو انہیں کچھ نہ کچھ نقصان ضرور پہنچتا۔"

میری بات سن کر لی کوان مسکرایا۔ اس کے مسکرانے کا انداز ایسا تھا جیسے کسی بچے کی لن ترانیوں پر کوئی بڑا مسکراتا ہے۔

"تم حجت بہت زیادہ کرتے ہو۔" اس نے کہا "مجھے یہ بات پسند نہیں ہے۔ فنی تربیت کے دوران یہ عادت تمہارے لئے بہت مضر ثابت ہوگی۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" میں نے اثبات میں سرہلایا "لیکن جو بات بہت زیادہ ناممکن محسوس ہو رہی ہو اس کا اظہار کئے بغیر بھی تو نہیں رہا جا سکتا۔"

"میں تمہیں اپنی شاگردی میں قبول کر چکا ہوں اس لئے تربیت شروع ہونے سے قبل میں تمہیں مطمئن کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ انگلی دیکھ رہے ہو۔" لی کوان نے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت بلند کی "محض اس ایک انگلی سے میں تمہارا کان تمہارے جسم سے علیحدہ بھی کر سکتا ہوں

لیکن میں محض تمہارا کان چھونے پر اکتفا کروں گا۔ پہلے دایاں کان' اس کے بعد بایاں اور گدی..... ٹھیک ہے۔"

میں نے اثبات میں سرہلایا لیکن مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے کر کے بھی دکھا سکتا ہے۔

"تمہارا کان چھونے کے لئے ظاہر ہے مجھے تمہارے قریب آنا پڑے گا۔ تمہارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف پھرتی کا مظاہرہ کر کے بچ جاؤ بلکہ تم روکنے کے لئے مجھ پر حملہ بھی کر سکتے ہو۔ خواہ اس سے مجھے کوئی بڑا نقصان ہی کیوں نہ پہنچ جائے۔"

"نہیں" میں نے نفی میں سرہلایا "مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا۔" میں نے کہا "میں بچنے کی کوشش تو ضرور کروں گا مگر تم پر جوابی حملہ کرنا میرے بس کی بات نہیں ہوگی۔"

"تم کیا کرتے ہو کیا نہیں کرتے۔ اس سے مجھے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو تمہارے اصرار پر ایک مظاہرہ کر رہا ہوں۔ چلو سنبھلو میں تمہاری طرف آ رہا ہوں۔ بعد میں نہ کہنا کہ تم تیار نہیں تھے۔"

میں سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے خاصا ناممکن قسم کا دعویٰ کیا تھا مگر اس کے باوجود میری خود اعتمادی بری طرح متزلزل تھی۔ معلوم نہیں کیوں مجھے یقین تھا کہ جو کچھ اس نے کہا ہے کر کے دکھا دے گا۔

لی کوان کا جسم متحرک ہوا۔ وہ میرے بائیں پہلو کی طرف جھپٹا تھا۔ میں اس سے بچنے کے لئے دائیں طرف ہٹ گیا لیکن وہ بائیں طرف آیا ہی کب تھا۔ اس کی ہلکی سی جھلک میں نے اپنے دائیں جانب دیکھی تھی اور اس کے ساتھ ہی اپنے دائیں کان پر اس کی انگلی کی دستک محسوس کی تھی۔ میں بڑی تیزی سے ایڑی کے بل گھوما لیکن میں اس کی دوسری جھلک بھی نہ دیکھ سکا۔ اس نے البتہ نہ صرف میرے بائیں کان کو چھوا بلکہ میری گدی پر ایک ٹھوکا لگا دیا تھا اور اس کے بعد اسی جگہ کھڑا ہوا نظر آیا جہاں سے اس کا سفر شروع ہوا تھا۔

"کیا خیال ہے علی!" لی کوان نے پوچھا "اب تمہیں یقین آیا؟"

میں نے متحیرانہ انداز میں اسے دیکھ کر پلکیں جھپکائیں "جو کچھ ابھی میرے ساتھ ہوا ہے وہ کسی اور نے مجھ سے بیان کیا ہوتا تو میں ہرگز یقین نہ کرتا۔"

"میں اپنا فن تمہیں منتقل کروں گا۔ تم میرے شاہکار ہوگے ناقابل تسخیر۔"

"اسے جلد از جلد ڈیتھ مشین میں تبدیل کر دو لی کوان!"

رینڈل نے مضطربانہ انداز میں کہا "تاکہ اس کی صلاحیتیں مسلم دنیا کے خلاف استعمال کی جا سکیں۔"

"یہ جلدی کا کام نہیں ہے مسٹر!" لی کوان بے رخی سے بولا "ماسٹر بننے میں عمریں بیت جایا کرتی ہیں۔"

"اتنا انتظار نہیں کیا جا سکتا لی کوان! ایگلز میں ویسے ہی اچھے ایجنٹوں کی کمی ہے۔"

"تم لوگ تو بس ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے چکر میں لگے رہتے ہو۔ دو سال تو اسے مارشل آرٹس کی بنیادی باتیں سکھانے میں ہی لگ جائیں گے۔"

"تمہیں زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کا عرصہ دیا جا سکتا ہے۔ اتنے ہی عرصے میں جو کچھ سکھا سکتے ہو سکھا دو۔ ہم کسی بین الاقوامی مقابلے میں شرکت کی تیاری نہیں کر رہے۔"

"مارشل آرٹس کوئی مذاق نہیں ہے موشے ہاورڈ! چھ ماہ میں کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"تم نے جس شخص کو اپنی شاگردی میں لیا ہے وہ ہر امتحان میں پورا اترا ہے۔ یہ کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ اس کی سیکھنے کی صلاحیتیں بھی غیر معمولی ہوں گی۔ اس کے باوجود اگر تم دو سال پر اصرار کرو تو تمہارا کیا کمال ہے۔ یہ تو وہ شخص ہے جس نے اپنی موجودہ حالت میں بھی دنیا بھر کے مایہ ناز ایجنٹوں کو ناکوں چنے چبوا دیے۔"

"تم لوگوں کو تو بس کام چلانے سے غرض ہوتی ہے۔" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "ٹھیک ہے میں اسے چھ ماہ میں زیادہ سے زیادہ سکھانے کی کوشش کروں گا لیکن یہ میرے خوابوں کی تعبیر نہیں بن سکے گا۔ اگر یہ کسی نحاذ پر شکست سے دوچار ہو جائے تو لی کوان کو الزام مت دینا جو کچھ بھی ہوگا تمہاری بے صبری کا نتیجہ ہوگا۔"

"مجھے منظور ہے۔" رینڈل کی آواز خوشی کی شدت سے لرز رہی تھی "تمہیں کوئی الزام نہیں دیا جائے گا۔ بس تم ابھی سے اس کی تربیت شروع کر دو۔"

"مجھے بھی کچھ کہنا ہے جناب!" اچانک بڈ نے ہاتھ اٹھا کر کہا "گوٹے ہل ائرپورٹ پر آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ...!"

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے مسٹر بڈ!" رینڈل نے مسکرا کر کہا "تمہارے چیف نے مجھے مشکل میں پھنسا دیا ہے۔ اگر وہ مجھے شناخت نہ کرتا تو میں اپنا وعدہ پورا کرنے سے بری الذمہ ہو جاتا۔ اس لئے کہ وعدہ تو کرنل شوالو نے کیا تھا۔"

"تو پھر میں کوئی اچھی امید رکھوں؟" بڈ نے بہت خوش ہو کر کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بالکل مسٹر بڈ! زندگی کے لمحات کو رنگین بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا۔ میں آج ہی تمہارے لئے بندوبست کرادوں گا۔"

ہم اس عمارت سے باہر آئے تو مرجانہ وہیں رہ گئی تھی اور لی کوان ہمارے ساتھ ہی باہر آیا تھا۔

"اب تم لوگ بیرک میں نہیں رہو گے۔" لی کوان نے کہا پھر سامنے سے گزرتے ہوئے ایک شخص کو آواز دے کر اس سے کہا کہ ہمیں گیارہ نمبر میں چھوڑ آئے۔ میں نے اس شخص کے ساتھ جانے کے لئے قدم بڑھایا تو لی کوان نے مجھے ٹوک دیا۔

"تم کہاں چلے تمہیں تو اب چھ مہینے کا عرصہ میرے ساتھ گزارنا ہے۔ تم میرے ہی ساتھ بارہ نمبر میں رہو گے۔"

میں نے تہذیب اور بڈ کو اس شخص کے ساتھ جانے کا اشارا کیا اور خود لی کوان کے ساتھ چل پڑا جس کا رخ گراؤنڈ کی طرف تھا۔

گراؤنڈ میں تیز چمکیلی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ گرمی بہت زیادہ تھی اور ہوا اگرچہ مرطوب اور ٹھنڈی تھی مگر وہ درجہ حرارت تو کم نہیں کرسکتی تھی۔ گراؤنڈ تک پہنچتے پہنچتے میں پسینے میں شرابور ہوچکا تھا۔

"وہ سامنے جنگل دیکھ رہے۔" لی کوان نے اس طرف اشارا کیا جہاں سے ہم صبح گزر کر یہاں آئے تھے "یہاں سے وہاں تک کا فاصلہ پانچ سو میٹر کے قریب ہوگا۔ تم یہ فاصلہ زیادہ سے زیادہ کتنی دیر میں طے کرسکتے ہو؟"

"میرا خیال ہے مجھے تین منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگے گا۔" میں نے کہا۔

"تین منٹ!" لی کوان نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ "تین منٹ میں پانچ سو میٹر کا مطلب سمجھتے ہو۔ تمہارے دوڑنے کی رفتار صرف دس کلومیٹر فی گھنٹا ہے۔"

"میں نے اندازاً کہا تھا ممکن ہے یہ فاصلہ میں دو منٹ میں ہی طے کرلوں۔"

"یہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اس سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ تو کوئی کچھوا بھی کرلے گا۔"

میں نے لی کوان کو حیرت سے دیکھا "میں آدمی ہوں مسٹر لی کوان! کوئی ریسنگ کار نہیں ہوں۔"

"ریسنگ کار انسان نے بنائی ہے اور انسان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنی ہی بنائی ہوئی کسی چیز سے شکست کھا جائے۔"

"کل کو تم یہ دعویٰ بھی کرسکتے ہو کہ آدمی کو ہوائی جہاز سے بھی تیز اڑنا چاہئے۔" میں نے کہا۔

"اڑنا انسان کا کام نہیں ہے۔ اس لئے یہ بات اور ہے۔" لی کوان غصیلے لہجے میں بولا "اب تم گھڑی میں دیکھ کر دوڑنا شروع کرو۔ تمہیں مجھ سے پہلے وہاں پہنچنا اور اپنی انتہائی رفتار سے پیچھے دیکھے بغیر دوڑنا ہے۔"

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی اور اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظریں جمادیں۔ جیسے ہی سیکنڈ کی سوئی بارہ ہندسے پر پہنچی میں نے دوڑ لگادی۔ نہ تو میں نے لی کوان سے کچھ کہنے کی زحمت کی تھی اور نہ ہی میں نے یہ دیکھنے کی کوشش کی تھی کہ وہ بھی میرے پیچھے آرہا ہے یا نہیں۔ اس نے ایک بار مجھے شکست دی تھی اور اب میں اسے ہرا کر بدلا لینے کے موڈ میں تھا۔ وہ بوڑھا آدمی تھا۔ لاکھ پھرتیلا ہو اس کے باوجود پانچ سو میٹر کے فاصلے تک مجھ سے زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتا تھا۔ میں انتہائی رفتار سے دوڑ رہا تھا۔ اس وقت میرا مقصد صرف ایک ہی تھا۔ جس طرح بھی ممکن ہو لی کوان کو شکست سے ہمکنار کروں تاکہ وہ آئندہ میرے سامنے بڑی بڑی باتیں نہ کرسکے۔ میں اسے زیادہ سے زیادہ فاصلے سے ہرانا چاہتا تھا۔ اس نے میری رفتار کو کچھوے سے تشبیہ دے کر میری توہین کی تھی۔ میں اس سے صرف نظر نہیں کرسکتا تھا۔

گراؤنڈ کے اختتام پر پہنچ کر میں نے سب سے پہلے گھڑی پر نظر ڈالی۔ پانچ سو میٹر کا فاصلہ میں نے صرف ایک منٹ پچپن سیکنڈ میں طے کرلیا تھا۔ میرے سامنے ہی جنگل کا راستہ تھا۔ گھڑی پر نظر ڈالنے کے بعد میں مڑا اور لی کوان کی تلاش میں نظریں دوڑائیں مگر وہ کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ اسے کہیں موجود نہ پاکر پہلے تو میں حیران ہوا پھر مجھ کو غصہ آگیا۔ مجھے گراؤنڈ میں دوڑا کر خود وہ عقب سے کھسک گیا تھا۔

"تم مجھے غلط جگہ تلاش کررہے ہو۔" میں نے لی کوان کی آواز سنی۔ آواز عقب سے آئی تھی۔ میں بوکھلا کر مڑا۔ وہ جنگل کے داخلی دروازے پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ میرے لئے اس کی وہاں موجودگی قطعی ناقابل یقین تھی۔ یہاں تک پہنچنے کے لئے اس کا میرے برابر سے گزرنا لازمی تھا۔ ایسی کوئی صورت نہیں تھی کہ وہ میری نظروں سے بچ کر نکل سکتا۔ پھر وہ وہاں کیسے پہنچا؟

"تمہاری حیرت بجا ہے علی!" لی کوان نے مسکراتے ہوئے کہا "میں گراؤنڈ کے کنارے کنارے دوڑتا ہوا دوسرے راستے سے جنگل میں داخل ہوا تھا اور اندر ہی اندر گھوم کر اس طرف سے باہر آیا ہوں۔ اسی لئے تم مجھے نہیں دیکھ سکے۔"

"اس طرح تو تمہیں مجھ سے دگنا فاصلہ طے کرنا پڑا۔" میری حیرت بڑھ گئی تھی۔

"تو کیا ہوا" لی کوان بدستور مسکرا رہا تھا "ماسٹر فاصلوں سے نہیں گھبرایا کرتے۔"

"دگنا فاصلہ طے کرنے کے باوجود تم اتنی جلدی کس طرح یہاں پہنچ گئے؟"

"میں تمہیں کسی حد تک سمجھ چکا ہوں علی! جب تک تم دل سے کسی کی برتری تسلیم نہیں کرلو اس کے کہنے پر آنکھ بند کرکے عمل نہیں کرسکتے اور ایک شاگرد کے لئے ضروری ہے کہ استاد کے کہنے پر بلا چون وچرا عمل کرے۔ اس کے بغیر کامیاب ہونا مشکل ہوتا ہے۔ مجھے چونکہ بہت کم وقت دیا گیا ہے اس لئے میں نے یہ مظاہرہ کرنا ضروری سمجھا تاکہ تم میری برتری پوری طرح تسلیم کرلو اور مجھ سے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ سیکھو۔"

میں اسے کیا بتاتا کہ میں نے اس کی برتری اسے دیکھتے ہی تسلیم کرلی تھی۔ جہاں تک میں نے اندازہ لگایا تھا اس کے مطابق وہ صرف ایک ملازم تھا۔ ایک ایسا ملازم جو اپنی باتیں منوا بھی سکتا تھا۔ اس کی ملازمت کی نوعیت کیا تھی یہ مجھے معلوم نہیں تھا لیکن یہ ضرور تھا کہ بظاہر وہ میرے عزائم کی راہ میں حائل ہوتا نظر نہیں آرہا تھا بلکہ اپنا فن مجھے منتقل کرکے وہ مجھ سے معاونت کررہا تھا۔ رینڈل ہاورڈ نے میرے بارے میں جس قسم کے عزائم ظاہر کئے تھے ان کے پیش نظر یہ ممکن نہیں تھا کہ جو کچھ میں سیکھتا اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرسکتا لیکن کوئی نہیں جانتا کہ مستقبل کے صفحات پر کیا تحریر ہے۔ ہم میں سے ہر شخص اپنے طور پر مختلف منصوبے بناتا ہے مگر وقت کے بے رحم ہاتھ سب کچھ تبدیل کرکے رکھ دیتے ہیں۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہم سوچیں وہ من وعن پورا ہوجائے۔

میرے ساتھ بھی یہی کچھ ہورہا تھا۔ میں نے رینڈل کو گھیرنے کا منصوبہ بنایا تھا مگر خود اس کے جال میں پھنس گیا تھا اور اتنی بری طرح پھنسا تھا کہ ہر کام اپنی مرضی سے کرنے کے باوجود رینڈل کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ وہ مجھے اپنے مذموم عزائم کے لئے مسلمانوں کی خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا اور میں نے محض اس توقع پر خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا کہ شاید قدرت مجھے کوئی موقع فراہم کردے اور جو مہلک فن میں لی کوان سے سیکھوں اسے یہودیوں کی خلاف استعمال کرسکوں۔

"میں نے تمہاری برتری تسلیم کرلی ہے لی کوان۔" آخر کار میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "بے فکر رہو جو کچھ کہو گے میں اس پر بے چون وچرا عمل کروں گا۔"

"سوچ لو علی!" لی کوان نے معنی خیز انداز میں کہا "تم بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔ ممکن ہے تم اپنے قول پر پورے نہ اتر سکو۔"

"یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہوتا ماسٹر! جب مجھے تمہاری نیت پر شبہ ہوتا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اپنی بساط بھر تمہاری ہر بات پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

لی کوان کی آنکھیں چمکنے لگیں "کسی کو اپنا شاگرد بنانے کے لئے میری تین شرائط تھیں جن سے میں نے موشے ہاورڈ کو بھی آگاہ کردیا تھا۔ میں صرف اس شخص کو اپنی شاگردی میں لے سکتا تھا جو میری تینوں شرائط پر پورا اترتا۔ جانتے ہو وہ تین شرائط کیا تھیں۔ صلاحیت' ذہانت اور عالی ظرفی۔ تم ان تینوں صلاحیتوں کا حسین مجموعہ ہو۔ میں تمہیں صرف اپنا فن منتقل کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے علاوہ جو باتیں ہوں گی وہ تم خود سمجھ لوگے۔"

میں اسے الجھے ہوئے انداز میں دیکھتا رہا۔ معلوم نہیں جو کچھ اس نے کہا تھا اس کا مطلب کیا تھا لیکن میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ اس نے بھی مزید کوئی وضاحت نہیں کی اور مجھے اپنے ساتھ جنگل میں لے گیا۔

"انسان اشرف المخلوقات ہے۔ وہ جانوروں کو اپنی عقل سے تو زیر کرلیتا ہے مگر مقابلہ کرکے انہیں زیر نہیں کرسکتا۔" لی کوان نے مجھ سے کہا "کیا تم اس کی وجہ بتاسکتے ہو؟"

"میرے خیال میں اس کی تین اہم وجوہات ہیں۔ طاقت' پھرتی اور بے حسی۔" میں نے کہا۔

"تیسری بات بالکل غلط ہے۔ جانوروں کی حسیات انسانوں سے کہیں بہتر ہوتی ہیں۔ خاص طور پر سونگھنے سننے اور دیکھنے کی صلاحیتیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" میں نے اس سے اتفاق کیا۔ "ان معاملات میں جانور انسانوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔"

"قدرت نے انسان کو ہر صلاحیت سے نوازا ہے۔ ساتھ ہی یہ گنجائش بھی رکھی ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو جتنا چاہے بڑھالے۔" لی کوان کہہ رہا تھا "ہم چونکہ فطرتاً آرام طلب ہوتے ہیں اس لئے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہماری حسیات ماند پڑتی چلی جاتی ہے۔ ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اپنی ان حسیات کو جانوروں کے برابر بڑھالیں۔"

"ہم اپنی صلاحیتوں میں کتنا ہی اضافہ کیوں نہ کرلیں محض اپنی جسمانی صلاحیتوں کی بنیاد پر جانوروں کو شکست

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں دے سکتے۔"

"مگر انسانوں کے لئے ناقابل تسخیر ثابت ہو سکتے ہیں۔ مارشل آرٹس میں مہارت حاصل کرنے کے لئے اپنی حسیات کو ترقی دینا بے حد ضروری ہے۔ یاد رکھو درندوں سے نمٹنے کے لئے درندوں والے اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے۔"

لی کوان مجھے لیکچر دیتا رہا اس کے لیکچر کا محور درندوں کے اوصاف تھے۔ مثال کے طور پر شیر جب جنگل میں شکار کے لئے نکلتا ہے تو اس کے چلنے سے ذرا سی بھی آہٹ پیدا نہیں ہوتی حالاں کہ جنگل میں سوکھی ہوئی شاخیں بھی ہوتی ہیں جو پیروں کے نیچے آکر ٹوٹ بھی سکتی ہے مگر شیر اور دیگر جنگلی درندے ان سے کس طرح بچ کر نکلتے ہیں۔

میں اس کی کہی ہوئی ہر بات کا ایک ایک لفظ ذہن نشین کر رہا تھا۔ اس کی ہر بات بہت کار آمد تھی۔ میں نے جوڈو کراٹے سیکھا ضرور تھا مگر وہ صرف جسمانی داؤ پیچ تک ہی محدود رہا تھا اور لی کوان مجھے جو کچھ بتا رہا تھا وہ اس سے کہیں آگے کی چیزیں تھیں۔

"ایک اور چیز بھی ہے جسے رفتار کہتے ہیں اکثر اوقات ہم صرف رفتار کے بل پر حریف کو مات دے سکتے ہیں۔ تمہیں اپنی رفتار میں بھی اضافہ کرنا پڑے گا۔ تمہاری موجودہ رفتار بڑی مایوس کن ہے۔"

پھر لی کوان نے مجھے عجیب قسم کی مشقیں شروع کرا دیں ... یہ بہت مشکل قسم کی مشقیں تھیں مگر لی کوان نے مجھے ایسے گر بتائے جن کی وجہ سے مجھے وہ مشکل مشقیں آسان معلوم ہونے لگیں۔ پہلے روز مجھے چار گھنٹے تک جسمانی ورزشیں کرنا پڑیں۔ مجھے اچھی خاصی تھکن محسوس ہونے لگی تھی مگر میں نے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ دوپہر کا کھانا بھی ورزشوں کی نذر ہو گیا تھا۔

"تمہیں بھوک لگ رہی ہوگی۔" شام پانچ بجے کے قریب لی کوان نے مجھ سے کہا۔

"بھوک تو لگ رہی ہے ماسٹر! لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ابھی میرے جسم میں بہت توانائی موجود ہے۔"

لی کوان مسکرا دیا "چھ مہینے تک ہر چیز میں میرے پابند رہو گے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ مجھے لے کر سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ یہ جزیرے کی شمالی سمت تھی۔ سمندر سے کچھ ہی فاصلے پر چولائی کی قسم کی گھاس لہلہا رہی تھی۔

"اس میں سے تمہیں دو مٹھی بھر گھاس چبا کر نگلنی ہے۔" لی کوان نے کہا اور میں بوکھلا کر اس کی صورت دیکھنے لگا مگر وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ میں نے محض ایک لمحے کے لئے اس کی بات پر غور کیا اور پھر میں خود رو گھاس کی طرف بڑھ گیا۔ گھاس کا ذائقہ بہت تلخ تھا مگر میں دل پر جبر کر کے کسی نہ کسی طرح اسے نگل ہی گیا۔

"بہت خوب علی!" لی کوان نے تحسین آمیز انداز میں کہا "یہ دو مٹھی گھاس تمہیں روز صبح شام چبا کر نگلنی ہوگی۔ آؤ اب واپس چلتے ہیں۔"

لی کوان مجھے ہینگر نما عمارت کے عقب میں بنے ہوئے ہٹ نما ایک مکان میں لے گیا جس پر بارہ کا ہندسہ لکھا نظر آرہا تھا۔

"تمہارے ساتھی گیارہ نمبر میں ہیں۔" لی کوان نے کہا۔ "تم میرے ساتھ بارہ نمبر میں رہو گے۔ اگر تم چاہو تو ایک گھنٹے کے لئے اپنے ساتھیوں سے مل سکتے ہو مگر یہ یاد رکھنا کہ چھ مہینے تک تمہیں صنفِ نازک سے دور ہی رہنا ہے۔"

"بے فکر رہو ماسٹر! میں ماضی میں بھی ہمیشہ اس نعمت سے دور ہی دور رہا ہوں۔" میں نے کہا اور گیارہ نمبر کی طرف بڑھ گیا۔ تہذیب مجھے دیکھتے ہی تیر کی طرح میری طرف آگئی اور اس نے مجھے جھنجوڑ ڈالا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے علی! تم نے ان لوگوں کے مقابلے میں شکست کیسے قبول کر لی؟ تم ایسے تو نہیں تھے۔"

"اب بھی نہیں ہوں۔" میں نے پرسکون انداز میں کہا "میں نے شکست قبول نہیں کی بلکہ حالات سے مصالحت کی ہے۔"

"یہ کیسی مصالحت ہے جس کے نتیجے میں ذلت اور بے بسی کا احساس ہو رہا ہے۔"

"تمہارے خیال میں میرا رویہ کیسا ہونا چاہئے تہذیب! کیا میں اس عالم میں ان سے ٹکرانے کی کوشش کروں اور خود تباہ ہو جاؤں؟"

"تو کیا تم خود کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دو گے کہ وہ تمہاری شخصیت تبدیل کر کے تمہیں فلسطین اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں؟"

"یہ ان کا منصوبہ ہے تہذیب! کیا ضروری ہے کہ وہ کامیاب ہو جائیں شخصیت کی تبدیلی مذاق تو نہیں ہوتی، آدمی کو خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔"

چھ ماہ بعد مجھے ایک بار پر اسی ہینگر نما عمارت میں بلایا گیا۔ تہذیب اور بڈ کو ہال میں روک دیا گیا جبکہ مجھے ایک اور دروازے سے گزار کر دوسرے حصے میں لے جایا گیا جہاں کل مشینیں نصب تھیں۔ یہ مقام پچھلی بار ہمیں فلم میں دکھایا گیا تھا۔ میرے ساتھ ماسٹر لی کوان بھی تھا۔ لی کوان نے چھ ماہ تک دن رات مجھے تربیت دی تھی اور اسی کی محنت کا نتیجہ تھا کہ میں خود کو توانائیوں سے بھرپور ایک نئی شخصیت محسوس کر رہا تھا۔

"میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں علی!" ہال میں رینڈل کی آواز گونجی "لی کوان تمہاری تربیت سے مطمئن ہے۔"

"مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں اپنے استاد کو مطمئن کر سکا۔"

"میں تمہاری کارکردگی اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے تمہیں مسٹر بل فرازو سے مقابلہ کرنا ہوگا جو یہاں کراٹے انسٹرکٹر ہیں۔"

"میرے لئے کسی ماہر فائٹر کو بلاؤ رینڈل! کیا کسی انسٹرکٹر سے مقابلہ کرا کے تم میری توہین کرنا چاہتے ہو؟"

"وہ بہت پائے کا لڑاکا ہے۔" رینڈل نے کہا "اس سے مقابلہ کر کے تمہیں بھی لطف آجائے گا۔"

مگر لطف نہیں آسکا۔ مقابلے کا فیصلہ پہلے ہی منٹ میں ہو گیا۔ میں نے قوی الجثہ بل فرازو کو کسی کھلونے کی مانند ہوا میں اچھال دیا تھا اور وہ بارہ فٹ کی بلندی پر بنے ہوئے آہنی پلیٹ فارم پر جا گرا تھا۔

"اوہ! کمال ہے' واقعی کمال ہے۔" رینڈل کی آواز گونجی "میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ بل فرازو اس طرح بھی شکست کھا سکتا ہے۔"

اسی وقت بل فرازو نے بارہ فٹ بلند آہنی پلیٹ فارم سے میرے اوپر چھلانگ لگا دی۔ پلیٹ فارم کی طرف میری پشت تھی اور بل فرازو کا خیال ہوگا کہ وہ عقب سے مجھ پر قابو پا لے گا۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اگرچہ میں اسے آنکھوں سے نہیں دیکھ رہا تھا لیکن اس کے باوجود اس کی موجودگی کو اسی طرح محسوس کر رہا تھا جس طرح آنکھوں سے دیکھ کر کی جا سکتی ہے۔ میں نے مڑے بغیر اپنی کہنی اٹھا دی۔ اس کا سینہ پوری قوت سے میری کہنی سے ٹکرایا اور وہ ایک دل خراش چیخ مار کر الٹ گیا۔

"مجھے افسوس ہے رینڈل! بل فرازو شاید اب تمہارے کسی کام نہ آسکے۔" میں نے کہا۔

"اسے جہنم میں جھونکو۔ یہ بتاؤ کہ اب تمہاری سمجھ میں آیا کہ عقب سے حملہ کر کے مارشل آرٹس کے ماہر کا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا۔"

"بالکل سمجھ میں آگیا۔" میں نے کہا۔

"چونکہ اب تم پوری طرح تیار ہو اس لئے اب تم پر آخری عمل کیا جائے گا۔ شخصیت کی تبدیلی کے لئے گزشتہ چھ ماہ میں تم جو خوراک استعمال کرتے رہے ہو اس میں دوائیں شامل ہوتی تھیں مگر ہم نے بہت ہلکی طاقت کی دوائیں استعمال کی ہیں تاکہ ان کا کوئی منفی اثر نہ ہو۔ اب صرف پندرہ منٹ کا کام باقی رہ گیا ہے۔ تم بالکل برعکس شخصیت کے مالک ہو جاؤ گے۔"

رینڈل کا جملہ ختم ہوتے ہی ایک دروازے سے سفید یونیفارم میں ملبوس ایک حسین و جمیل لڑکی اندر داخل ہوئی اس کے ہاتھ میں دوا سے بھری ہوئی ایک سرنج تھی۔ اب مزاحمت کا وقت آگیا تھا۔ میں اگر اب بھی مزاحمت نہ کرتا تو شاید کبھی یہ موقع نہ ملتا۔ میں نے اپنا لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے ارد گرد نگاہ دوڑائی اور اسی دوران میری نگاہ لی کوان کی نگاہ سے ٹکرائی۔ اس کی آنکھوں میں کوئی خاص بات تھی جس نے میری قوت مزاحمت کا گلا گھونٹ دیا اور میں پہلے کی طرح پرسکون ہو گیا۔

نرس بڑے اطمینان سے چلتی ہوئی میرے قریب آئی اور میرے بازو پر انجکشن لگا کر چلی گئی۔ میرے جسم میں جیسے انگارے سے بھر گئے تھے۔ لیکن یہ کیفیت صرف چند سیکنڈ رہی اس کے بعد میں بالکل ہلکا پھلکا ہو گیا۔ اس قدر ہلکا پھلکا کہ مجھے بے وزنی کا احساس ہونے لگا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ اس خواب کے دوران دروازہ کھلا' دو افراد اندر داخل ہوئے اور میرے دائیں بائیں آکر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑا اور آہنی پلیٹ فارم کی طرف لے چلے۔ میں کسی بے جان کھلونے کی طرح ان کے ساتھ چل رہا تھا۔

آہنی پلیٹ فارم کی سیڑھیاں طے کر کے ہم اوپر پہنچے جہاں کسی دھات کی ایک سفید چمک دار کرسی رکھی تھی۔ اس کی ساخت کچھ عجیب سی تھی۔ مجھے اس کرسی پر بٹھا دیا گیا ... اس کے بعد ان دونوں افراد نے میرے سر پر وہ ہیلمٹ پہنا دیا جو اس کرسی سے منسلک تھا میرا چہرہ تک اس ہیلمٹ سے ڈھک گیا تھا۔ پھر ان میں سے ایک شخص بجلی کے بورڈ تک گیا اور ایک سوئچ آن کر دیا۔ ہیلمٹ کے اندر ہلکے سے زناٹے کی آواز ابھری اور میرے پورے جسم میں سنسناہٹ دوڑنے لگی۔ میں شخصیت کی تبدیلی کے آخری مرحلے سے گزر رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور مجھے سب کچھ نظر آرہا تھا مگر مجھے اپنے ہاتھ پیروں پر ذرا بھی قابو نہیں رہ گیا تھا۔ میں اپنی مرضی سے اپنے جسم کے کسی حصے کو حرکت نہیں دے سکتا تھا۔ اس وقت بھی میرے ذہن کے کسی بعید ترین گوشے میں یہ احساس موجود تھا کہ اس عمل سے گزرنے کے بعد میرے نظریات تبدیل ہوچکے ہوں گے۔ اسرائیل کا سب سے بڑا دشمن نہیں رہے گا' صیہونی مفادات کا حامی ہوجائے گا اور اس کے بعد...."

اس کے بعد جو کچھ ہوتا اس کا تذکرہ کرنے کا بھی یارا نہیں تھا۔ فلسطین کا سب سے بڑا حامی انتہائی خوف ناک مرحلے سے گزر رہا تھا۔ ایک معمولی سی کوتاہی برسوں کی ریاضت پر پانی پھیر دیتی ہے۔ یہ معتبر شخص تھا۔ اسرائیل کا بڑے سے بڑا ایجنٹ عربوں کے خلاف وہ کچھ نہیں کرسکتا تھا جو میں آسانی سے کرگزرتا۔ میرا ایک خاص مقام تھا۔ میری آزادانہ نقل و حرکت پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ میں ہی اگر تخریب کاری پر اتر آتا تو کسی کو شبہ بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ میں نے عربوں کے لئے اور یہودیوں کے خلاف کارہائے نمایاں انجام دئے تھے۔ مجھ پر کون شبہ کرتا اور میں اپنوں کی پشت میں خنجر گھونپتا رہتا۔

وہ دونوں افراد اب بھی میرے دائیں بائیں موجود تھے۔ جنہوں نے مجھے اس کرسی پر بٹھایا تھا۔ لی کوان نیچے کھڑا تھا اور اس کی توجہ کا مرکز میں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میری اس بے بسی کا منظر تہذیب اور بڈ تک بھی پہنچ رہا ہوگا۔ ان دونوں پر یقینا قیامت گزر رہی ہوگی مگر وہ کچھ نہیں کرسکتے تھے اور میں تو خیر تھا ہی بے بس۔

چھ ماہ کی تربیت کے دوران میں نے غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کرلی تھیں۔ ایسی غیر معمولی صلاحیتیں جن کا عام لوگ تو کیا جوڈو کراٹے کے ماہر بھی تصور نہیں کرسکتے۔ اپنے دل و دماغ اور حرکات و سکنات پر میں نے غیر معمولی کنٹرول حاصل کرلیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں اپنی قوت ارادی کے بل پر نظریات کی تبدیلی کے اسی سائنٹیفک عمل کو غیر موثر بنادوں گا مگر اب مجھے محسوس ہورہا تھا کہ میں غلطی پر تھا' میرے اندر مزاحمت نام کی کوئی شے باقی نہیں رہ گئی تھی۔

انتہا درجے کے کرب اور اذیت کے یہ لمحات کتنی دیر جاری رہے' مجھے نہیں معلوم.... مجھے تو یوں محسوس ہورہا تھا جیسے ایک عمر گزر گئی ہو' صدیاں بیت گئی ہوں.... وہ جسمانی تکلیف نہیں تھی۔ میں تو ایک روحانی کرب سے گزر رہا تھا۔ وہ آگہی کا عذاب تھا۔ اگر مجھے یہ نہ معلوم ہوتا کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے تو مجھے ذرا بھی تکلیف نہ ہوتی۔

معلوم نہیں کتنی دیر بعد یہ اذیت ناک سلسلہ ختم ہوا۔ بجلی کا سوئچ آف کرنے کے بعد میرے سر سے ہیلمٹ اتار لیا گیا تھا۔ مجھے اپنی گردن ڈھلکتی محسوس ہوئی اور میں نے اپنا سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا۔ وہ دونوں افراد اب بھی مصروف عمل تھے۔ ایک شخص نے کوئی بہت تیز اسپاٹ لائٹ جلادی تھی جو براہ راست میرے چہرے پر پڑ رہی تھی اور دوسرا شخص ایک اسپرے گن اٹھا لایا تھا۔ مجھ سے کوئی دو فٹ کے فاصلے پر رک کر اس نے اسپرے گن کا بٹن دبایا اور میرے چہرے سے کسی محلول کی پھوار ٹکرائی۔ میرے پورے جسم میں ٹھنڈک سرایت کرگئی۔ ایک عجیب قسم کی طمانیت اور سرشاری کا احساس تھا۔ جس نے میرے پورے سراپا کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

"علی یار خان! کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟" اس شخص نے کہا جس کے ہاتھ میں اسپرے گن نہیں تھی۔

"ہاں" میں نے کہا' میری آواز نحیف اور کمزور تھی۔ اسپرے گن سے خارج ہونے والی پھوار میری پیشانی سے ٹکرا رہی تھی۔

"فلسطینیوں کے بارے میں تمہارا موقف کیا ہے؟" اس نے اگلا سوال کیا۔

"وہ مظلوم ہیں' ان کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے۔ ان سے ان کی زمین چھین لی گئی ہے اور انہیں بے وطن کردیا گیا ہے۔"

"یہ غلط ہے" اس شخص نے کہا "صحیح بات یہ ہے کہ انہوں نے خود اپنی مرضی سے اپنی زمین بیچی تھی۔ مقبوضہ فلسطین پر اب ان کا کوئی حق نہیں ہے۔ اب فلسطینیوں کے بارے میں اپنا نظریہ بیان کرو۔"

"انہوں نے اپنی زمین فروخت کردی تھی' اب فلسطین پر ان کا کوئی حق نہیں ہے۔"

"یہودیوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟"

"یہودی ایک لالچی قوم ہے۔ لالچی اور مکار.... ان کی حرکتوں کی وجہ سے انہیں دنیا میں رسوائی کا طوق پہنا دیا گیا۔"

"یہودی دنیا کی تمام قوموں سے اشرف ہیں۔ ان کے اعلیٰ اوصاف کی وجہ سے ان پر انعام و اکرام کیا گیا یہی وجہ ہے کہ دولت مندی اور حسن کے اعتبار سے کوئی قوم ان کی ہم پلہ نہیں ہے.... اب بتاؤ یہودیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"یہودی قوم اپنی شرافت کی وجہ سے دیگر تمام اقوام سے ممتاز ہے" میں نے کہا "حسن اور دولت میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔"

"اقوام عالم کی سازشوں کے باعث یہودی ہمیشہ کسی خطہ زمین سے محروم رہے لیکن اب وہ اپنے لئے زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں کیا تم اس جدوجہد میں ان کا ساتھ دوگے؟"

"میں یہودیوں کے خلاف ہونے والی کوئی سازش کامیاب نہیں ہونے دوں گا' انہیں بھی حق ہے کہ اپنے لئے کوئی علیحدہ خطہ زمین حاصل کریں۔"

"موشے ہاورڈ کے بارے میں تمہارا نقطہ نظر کیا ہے؟"

"رینڈل بے حد ذہین آدمی ہے مگر وہ شاطر بھی ہے۔ میں نے اتنا ذہین شخص کبھی نہیں دیکھا لیکن ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ وہ فطین بھی ہے اور اس وقت میرا سب سے بڑا حریف ہے۔"

"موشے ہاورڈ بلاشبہ ذہین ہیں مگر نہ تو وہ شاطر ہیں اور نہ ہی فطین ہیں۔ وہ تمہارے حریف بھی نہیں ہیں بلکہ وہ تمہارے ہمدرد اور دوست ہیں' کیا سمجھے؟"

"موشے ہاورڈ میرے حریف نہیں ہیں" میں نے کہا "وہ میرے ہمدرد اور دوست ہیں۔"

"اسرائیل کے قیام اور اس کے استحکام کی جدوجہد میں تم موشے ہاورڈ کے شانہ بہ شانہ شریک رہوگے؟"

"ہاں.... وسیع اور مضبوط تر اسرائیل کے قیام کے لئے میں موشے ہاورڈ کی ہر ممکن مدد کروں گا۔"

اس کے ساتھ ہی سوال و جواب کا سلسلہ اختتام کو پہنچ گیا اور میرے چہرے پر پڑنے والی پھوار بھی بند ہوگئی۔ نظریات کی تبدیلی کا عمل مکمل ہوچکا تھا۔ میرا سر اب بھی کرسی کی پشت سے ٹکا ہوا تھا اور میں آنکھیں بند کئے گہری گہری سانسیں لے رہا تھا' میری حالت تیزی سے بہتر ہورہی تھی۔

چند منٹ بعد میں نے آنکھیں کھول دیں اور کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ میں نے آہنی پلیٹ فارم پر موجود دونوں افراد کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو انہوں نے مجھے نیچے چلنے کا اشارہ کیا اور میں سیڑھیاں طے کرکے نیچے ہال میں پہنچ گیا۔ لی کوان مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میرے باطن میں جھانکنا چاہتا ہو۔

"تم کیسا محسوس کررہے ہو علی؟" ہال میں رینڈل کی آواز ...

"میں خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کررہا ہوں موشے ہاورڈ!" میں نے کہا اور میں نے محسوس کیا کہ میرا جواب سن کر لی کوان کے چہرے پر اطمینان کی جھلکیاں نظر آئی تھیں۔

"ہم نے بہت مجبور ہوکر تمہیں اس عمل سے گزارا ہے علی! تم جیسے باصلاحیت آدمی کو ضائع بھی نہیں کیا جاسکتا تھا اس لئے تمہارے نظریات کی اصلاح کرنا پڑی۔"

"میں تمہارا شکر گزار ہوں موشے ہاورڈ! مجھے افسوس ہے کہ میں نے ماضی میں کبھی اس انداز میں کیوں نہیں سوچا۔ ایک غلط نظریے کے تعاقب میں میں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ ضائع کردیا۔"

"یہ ایک بڑا زیاں تو ہے مگر تمہارے پاس اس کی تلافی کا موقع بھی تو موجود ہے۔ مستقبل کے لئے صحیح لائحہ عمل کا تعین کرکے تم ماضی کی غلطیوں کا ازالہ کرسکتے ہو۔"

"یہ تو مجھے کرنا ہے موشے ہاورڈ! لیکن فوری طور پر میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"ابھی تم ایک آدھ روز آرام کرو۔ اس کے بعد تمہیں کوئی مہم سونپی جائے گی۔"

لی کوان نے مجھے چلنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ چلتا ہوا ہال میں پہنچ گیا جہاں تہذیب اور بڈ موجود تھے۔ ان دونوں کے چہروں پر شکست خوردگی کی علامات تھیں۔ تہذیب نے پہلے میری طرف اور پھر لی کی طرف دیکھا۔

"یہ جو نقصان ہوا ہے ماسٹر کیا کبھی اس کا ازالہ بھی ہوسکے گا؟" تہذیب نے کہا' اس کے لہجے میں گہرا کرب تھا۔

لی کوان نے تہذیب کے شانے کو ہولے سے تھپک کر اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا اور ہم سب باہر نکل آئے۔ تہذیب اور بڈ کے تاثرات نے فضا کو سوگوار سا کردیا تھا مگر میں بڑی

تاریخی کہانیوں کے مصنف کی دو نئی کتابیں شائع ہوچکی ہیں
قیمت ۴۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
آشنا نا آشنا
زرد زم
ان کے علاوہ مصنف کی دیگر تصانیف بھی ہم سے مل سکتی ہیں
رنگ کا بدن ۴۰ روپے
کشمیر کی کلی ۴۰ روپے
شہزادی کا نیلام ۴۰ روپے
داستان حور ۴۰/- روپے
بالا خانے کی دلہن ۴۰/- روپے
ڈاک خرچ فی کتاب ۱۶ روپے
ملنے کا پتہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

بے پروائی سے ادھر ادھر دیکھتا ہوا چل رہا تھا۔
"آدمی کا یقین اگر پختہ ہو تو وہ ناممکن کو بھی ممکن بنا سکتا ہے" لی کوان نے تہذیب سے کہا اور بارہ نمبر کی طرف بڑھ گیا۔ تہذیب اسے خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہ گئی تھی۔
"یہاں کھڑے رہنے سے کیا فائدہ"؟ میں نے تہذیب سے کہا اور وہ چونک کر آگے کی طرف چل پڑی۔
"چائے پلواؤ بڈ!" گیارہ نمبر میں پہنچ کر میں نے اطمینان سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور بڈ نے بجلی کا ہیٹر جلا دیا۔
"سچ بتاؤ علی! تمہیں بالکل بھی احساس نہیں ہے کہ تم کتنے بڑے نقصان سے دوچار ہو گئے ہو؟" تہذیب نے بڑی افسردگی سے کہا۔
میں نے حیرت سے تہذیب کی طرف دیکھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو تہذیب! میں تو کسی نقصان سے دوچار نہیں ہوا۔"
"ان لوگوں نے تمہارے نظریات تبدیل کروئے اور تم کہتے ہو کوئی نقصان نہیں ہوا۔"
"میرے نظریات تبدیل نہیں ہوئے تہذیب! بس یہ ہے کہ بعض باتیں میرے ذہن میں صاف نہیں تھیں، اب وہ صاف ہو گئی ہیں۔"
"مثلاً یہ کہ یہودی دنیا کی تمام قوموں سے برتر ہیں" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
"اس میں کیا شبہ ہے"؟ میں نے تہذیب کے طنزیہ لہجے کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا "اور ان کی دولت مندی اور حسن اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔"
"اگر تمہارے نظریات کا یہی رخ رہا تو میں تم سے قطع تعلق کر لوں گی" تہذیب بپھر گئی۔
"میں تم سے اس فیصلے پر نظرثانی کی درخواست کروں گا۔ اتنے بڑے فیصلے عجلت میں نہیں کئے جاتے۔"
"تم نے اپنا مشن ترک کر دیا ۔۔۔ فلسطین سے منہ موڑ لیا کیا یہ بڑا فیصلہ نہیں ہے۔ تم نے فیصلہ کرنے میں کیوں عجلت کی "
"میں غلطی پر تھا، فلسطینیوں نے اپنے پیروں پر خود کلہاڑی ماری ہے۔ کس نے ان سے اپنی زمین فروخت کرنے کو کہا تھا۔ انہوں نے جو زمین بغیر کسی دباؤ کے اپنی خوشی سے فروخت کی ہے اب انہیں اس زمین پر اپنا حق جتاتے شرم نہیں آتی۔ کیا تم اس بات سے واقف نہیں ہو۔"
"کیا یہ بات پہلے تمہارے علم میں نہیں تھی، سب کچھ علم میں ہونے کے باوجود تم کیوں ان کی طرف داری کر رہے تھے؟"

"اسی لئے تو میں نے کہا کہ میں غلطی پر تھا اور موشے ہاورڈ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرا زاویہ درست کر دیا۔"
"مجھ سے ضرور کوئی ایسا گناہ ہوا ہے علی! جس کی سزا مل رہی ہے" تہذیب نے رنجیدگی سے کہا "پہلے ۔۔۔ سے بچھڑ گئے، ایک طویل عرصے بعد ملے تو یہ آفت ٹوٹ ۔۔۔"
"کوئی آفت نہیں ٹوٹی تہذیب! ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ جذباتی انداز میں سوچنے سے آدمی کبھی ۔۔۔ پر نہیں پہنچ سکتا۔"
"جذباتی انداز میں تو میں بھی سوچتا ہوں چیف!" ۔۔۔ میرے سامنے چائے کی پیالی رکھتے ہوئے کہا "یہ علیحدہ ہے کہ میری جذباتیت تم دونوں تک ہی محدود ہے۔"
"آدمی ۔۔۔ کسی اور سے وابستہ کرے تو بہت مسائل سے جان چھوٹ جاتی ہے" میں نے کہا۔
"میں نے بھی تو خود کو تم سے وابستہ کیا تھا علی! لیکن کیا نکلا۔ تم نے مجھے ایسے دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے ۔۔۔ سے میں اپنے ماضی کو بھی آواز نہیں دے سکتی۔"
"ماضی کو تو کوئی بھی آواز نہیں دے سکتا تہذیب! ۔۔۔ ہوا وقت کبھی واپس نہیں آتا۔ یہ تو کاتب تقدیر کا ۔۔۔ ہے۔ جو ورق الٹ گیا وہ الٹ گیا۔ یہ وہ آموختہ ہے جسے ۔۔۔ دہرایا نہیں جا سکتا۔ ہر گزرتا لمحہ ایک نیا باب رقم کرتا ۔۔۔ ہے۔"
"میں سوچتا ہوا ذہن رکھتی ہوں علی! صحیح اور ۔۔۔ فیصلہ خود بھی کر سکتی ہوں۔ تم نے جو موقف اختیار کیا ۔۔۔ میں میں تمہارا ساتھ دینے سے معذور ہوں۔"
"اگر مجھے فلمی ڈائیلاگ بولنے کا شوق ہوتا تو ۔۔۔ ضرور کہتا کہ وہ جو تم نے ساتھ جینے مرنے کے وعدے ۔۔۔ وہ کیا ہوئے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "لیکن مجھے ڈائیلاگ بولنے کا شوق نہیں ہے اس لئے میں کچھ نہیں ۔۔۔ گا۔"
"سب کچھ کہہ کے بھی تم کچھ نہیں کہتے، اور ۔۔۔ کر کے بھی معصوم کے معصوم ہی رہتے ہو، تم ۔۔۔ افراد پر قیامت گزرتی ہے تو گزرتی رہے، تم سے مطلب ۔۔۔"
"میڈم!" بڈ کے لہجے میں تنبیہہ تھی "چیف ۔۔۔ کرتے ہوئے تمہیں خیال رکھنا چاہئے کہ چیف نارمل ۔۔۔ ہیں۔"
"یہ کیا بکواس ہے" میں بھڑک گیا "کیا میں پاگل ہو ۔۔۔ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے، تم نے کیا سمجھ کر یہ بات کی ۔۔۔"

"ناراض کیوں ہو رہے ہو چیف! چائے پیو، ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ میں نے بڑی محبت سے بنائی ہے۔"
"محبت کے بچے ۔۔۔ مجھے بے وقوف بناتا ہے۔ جانتا نہیں میں کون ہوں۔"
"علی!" تہذیب کے لہجے میں سرزنش تھی "اس نے تمہیں ایسی کون سی بات کہہ دی کہ تم اس کے پیچھے پڑ گئے ہو؟"
"تم بیچ میں مت بولو تہذیب!" میں ۔۔۔ غصیلے لہجے میں کہا "یہ مجھے بے وقوف بناتا ہے۔ میں اس کا دماغ درست کروں گا" میں اچھل کر کرسی سے کھڑا ہو گیا۔
"تت ۔۔۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے چیف!" بڈ نے سہم کر کہا "بڈ تو تمہیں عقل کل سمجھتا ہے، نہ سمجھتا ہوتا تو تمہارے در پر نہ پڑا رہتا۔"
"تو جھوٹ بولتا ہے" میں دہاڑا "تو اپنے علاوہ کسی اور کو عقل کل نہیں سمجھتا۔"
"جو جی چاہے کہہ لو مگر بڈ پر اتنا بڑا الزام تو مت لگاؤ" بڈ نے کہا۔ اس کی آواز کانپ رہی تھی۔
"دیکھا" میں تہذیب کی طرف پلٹا "مجھ سے زبان چلا رہا ہے۔ میں اس پر الزام لگا رہا ہوں گویا میں جھوٹا ہوں۔"
"علی پلیز! خود پر قابو پانے کی کوشش کرو، تم اپنے آپ میں نہیں ہو۔"
میں ہونٹ بھینچے بڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بڈ بری طرح سہما ہوا تھا۔ مجھے بڈ کی طرف بڑھتے دیکھ کر تہذیب جھپٹتی ہوئی میرے قریب آئی اور مجھے بازو سے پکڑ کر روکنے کی کوشش کرنے لگی۔
"ہوش میں آجاؤ علی! تم کیا کر رہے ہو، تمہارے ہاتھ سے اسے کوئی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"
میں نے تہذیب کی طرف دیکھے بغیر اپنا وہ ہاتھ جھٹکا جو تہذیب نے پکڑ رکھا تھا۔ تہذیب ایک جھٹکے سے اچھل کر پلنگ پر جا گری۔ تہذیب کا حشر دیکھ کر بڈ کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے بھاگنے کے لئے ادھر ادھر دیکھا مگر اس کے فرار ہونے کی راہیں مسدود ہو چکی تھیں۔
"مم ۔۔۔ مجھے معاف کر دو چیف!" بڈ عاجزی سے بولا "آئندہ تمہاری شان میں گستاخی نہیں کروں گا۔"
میں نے اس کی بات کا جواب دئے بغیر ہاتھ بڑھا کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور اسے زوردار جھٹکا دے کر چھوڑ دیا۔ بڈ نے سنبھلنے کی بہت کوشش کی مگر اس کا توازن بگڑ گیا تھا۔ وہ مخالف سمت والی دیوار کے پاس فرش پر جا کر گرا۔ اگر اس نے ہاتھ نہ ٹیک دئے ہوتے تو اس کا سر فرش سے ٹکرا گیا ہوتا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے علی!" تہذیب اچھل کر کھڑی ہو گئی "اب اگر تم نے اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو مجھے تمہارے مقابلے پر آنا پڑے گا۔"
"خدا کے واسطے میڈم! تم خاموش رہو" بڈ نے سر موڑ کر میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے "بڈ تو ایک وفادار کتا ہے۔ وہ یہ کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے اس کے مالکان آپس میں جھگڑ پڑیں۔"
"اگر تم لوگوں کا خیال یہ ہے کہ میں تمہاری ڈرامائی باتوں سے متاثر ہو جاؤں گا تو یہ تمہاری خام خیالی ہے" میں نے خشک لہجے میں کہا۔
"یہاں کیا ہو رہا ہے؟" اچانک دروازے کی طرف سے لی کوان کی دبنگ آواز سنائی دی اور میں دروازے کی طرف گھوم گیا۔
"کوئی خاص بات نہیں ہے ماسٹر!" میں نے بے پروائی سے کہا "ہم ذرا آپس کے معاملات طے کر رہے تھے۔"
"علی غلط بیانی سے کام لے رہا ہے ماسٹر!" تہذیب نے تیزی سے کہا "یا تو علی کا دماغ الٹ گیا ہے یا اس پر کوئی دورہ پڑا ہے۔"
"میرا دماغی توازن بالکل درست ہے ماسٹر! تہذیب خواہ مخواہ مجھے فاترالعقل قرار دینے کی کوشش کر رہی ہے۔"
"میں غلط کہہ رہی ہوں تو یہ کیا ہے؟" تہذیب نے بڈ کی طرف اشارہ کیا جو فرش سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔
"کیا بڈ کو اس حال تک پہنچانے کے ذمے دار تم ہو؟" لی کوان نے سرد لہجے میں کہا۔
"میں نے اسے سزا دی ہے ماسٹر! یہ میرے ساتھ بدتمیزی کر رہا تھا۔"
"میں نے جو کچھ تمہیں سکھایا ہے وہ اس لئے نہیں ہے کہ اسے کمزوروں پر استعمال کیا جائے۔"
"یہ میرا ماتحت ہے ماسٹر!" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "اور میں ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے ماتحت مجھ سے بدتمیزی کریں۔"
"یہ تمہارا ماتحت ہے اور میں تمہارا استاد ہوں۔ آئندہ اگر تم نے ایسی کوئی حرکت کی تو میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے سزا دینے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"
میں نے سر جھکا لیا اور تہذیب کہنے لگی "علی کو کیا ہو گیا ہے ماسٹر! مجھ سے یہ سب کچھ برداشت نہیں ہو سکے گا۔"
"تمہارے یقین میں دراڑیں پڑ چکی ہیں بے بی!" لی کوان نے کہا "اپنے دل کو آئینے کی طرح شفاف

WWW.PAKSOCIETY.COM

رکھو۔ تمہیں کوئی تصویر دھندلی نظر نہیں آئے گی۔"
"میرا یقین اب بھی پہلے کی طرح پختہ ہے ماسٹر! میں علی میں اتنی بڑی تبدیلی برداشت نہیں کرسکتی۔"
"تمہیں سب کچھ برداشت کرنا پڑے گا میری بچی! تم دونوں ایک دوسرے کے لئے بنے ہو۔"
"بنے ہوں گے ماسٹر! لیکن یہ وہ علی تو نہیں ہے' یہ تو کوئی اجنبی ہے۔"
"اجالے ہمیشہ تاریکیوں کے عقب میں ہوتے ہیں" لی کوان نے کہا "روشنی کی کرن ہمیشہ اندھیرے سے پھوٹتی ہے۔"
"بعض راتیں بہت طویل ہوتی ہیں ماسٹر! صبح کا انتظار کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف محسوس ہونے لگتا ہے۔"
"جو لوگ تھک کر بیٹھ جاتے ہیں انہیں کبھی منزل نہیں ملتی۔ سفر کا تسلسل تو بہت ضروری ہے۔"
"مجھے معاف کردینا چیف!" بڈ نے میرے نزدیک آکر دھیمی آواز میں کہا۔
"تم مجھے بہت مشکل کام کی تلقین کررہے ہو ماسٹر!" تہذیب نے کہا "تاہم اس صدمے کو برداشت کرنے کی کوشش کروں گی۔"
"اگر تم نے بڈ کو معاف نہ کیا تو بڈ بھی کبھی خود کو معاف نہیں کرے گا۔" بڈ مجھ سے کہہ رہا تھا۔
"شریک زندگی شریک سفر بھی ہوتا ہے" لی کوان بولا "تمہیں علی کے قدم سے قدم ملا کر چلنا ہوگا۔"
میں نے لی کوان کی نگاہ بچا کر بڈ کو گھورا اور وہ سٹ پٹا کر خاموش ہوگیا۔
"میں تمہیں اپنے باپ کی جگہ سمجھتی ہوں ماسٹر! مجھے جو بھی مشورہ دو یہ سمجھ کر دینا کہ میں ..." تہذیب کی آواز بھرا گئی۔
"کاش تمہاری جگہ میری اپنی بیٹی ہوتی تو میں اسے صرف زبانی یہ مشورہ نہ دیتا بلکہ اسے اس پر عمل کرنے کے لئے مجبور بھی کرتا۔"
"مجھے تم پر بھروسہ ہے ماسٹر! بے فکر رہو آج کے بعد میں بھی وہی راہ اپنانے کی کوشش کروں گی جو ..."
"میں جبر کا قائل نہیں ہوں ماسٹر!" میں نے بلند آواز سے کہا "خود کو کسی پر مسلط کرنا گوارا نہیں کرسکتا ..."
"تم خاموش رہو" لی کوان نے مجھے جھڑک دیا "جس بات سے تمہارا تعلق نہ ہو اس میں دخل مت دیا کرو۔"
"تب تو میں چیف کے ساتھ زیادتی کررہا ہوں" بڈ نے کہا "چیف مجھے پسند نہیں کرتے مگر میں ان کا پیچھا ہی نہیں چھوڑتا۔"
"سن لیا تم نے؟" لی کوان بولا "تمہارے بارے میں تمہارے ماتحت کے کیا نظریات ہیں۔"
"ان لوگوں نے عقل سے کام لینا چھوڑ دیا ہے اور جذبات کی رو میں بہہ گئے ہیں' میرے پاس ان کی بات کا کوئی جواب نہیں ہے۔"
"جذبات کی رو میں بہنے کی ہی وجہ سے یہ تمہارے ساتھ تھے۔ اب انہوں نے عقل سے کام لینا شروع کیا تو تبھی تمہیں برا لگنے لگا ہے۔"
"کیا تم یہ کہنے کی کوشش کررہے ہو ماسٹر کہ میں ان لوگوں کی خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کردوں؟"
"کمال یہ نہیں ہے کہ دوسروں سے اپنی بات منوائی جائے۔ کمال تو یہ ہوتا ہے کہ دوسرے از خود تمہاری بات مان لیں۔"
"میں اس وقت کا انتظار کروں گا ماسٹر جب یہ لوگ خود میری باتیں تسلیم کرنا شروع کردیں" میں نے کہا' میرے لہجے میں ہلکی سی تلخی تھی جسے لی کوان نے محسوس کرلیا۔
"وقت کا انتظار بعد میں کرنا' اس وقت تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے' تم میرے ساتھ چلو۔"
میں لی کوان کے ساتھ باہر نکل آیا "میں نے پہلے ہی تمہاری ذہانت تسلیم کرلی تھی" راستے میں لی کوان نے مجھ سے کہا "آج بھی مجھے یقین ہے کہ تم نے جو کچھ کیا کسی مقصد کے پیش نظر ہی کیا ہوگا۔"
میں دوسری طرف دیکھنے لگا' لی کوان کی اس بات کا جواب نہ دینا ہی بہتر تھا۔
"ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں" بارہ نمبر میں پہنچنے کے بعد لی کوان نے کہا "ہمیں زبان سے اپنے جذبات کے اظہار کی ضرورت نہیں پڑتی۔"
میں نے لی کوان کو غور سے دیکھا "تم ٹھیک کہہ رہے ہو ماسٹر!" میں نے کہا "مگر میں سمجھ نہیں سکا کہ آج اس کی ضرورت پیش آگئی۔"
لی کوان نے ایک طویل سانس لی "آج میں تم ... محسوس کررہا ہوں۔ تمام تر اعتماد کے باوجود میں ڈر رہا تھا ... آخری مرحلہ بہت سخت تھا۔"
میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی "تم پہلے آدمی ہو لی کوان" میں نے کہا "جس کے حوالے میں نے خود کو اس طرح کردیا۔"
"تمہارا مستقبل بہت تابناک ہے میرے بچے! تم پر قابو پانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا۔"
"میں بھی یہی محسوس کرتا ہوں ماسٹر! جو کچھ تم نے مجھے سکھایا ہے اس کے بعد مجھ پر قابو پانا آسان نہیں رہ گیا۔"
"جو کچھ تم نے مجھ سے سیکھا ہے وہ تمہارے لئے ایک اضافی ہتھیار تو ہے لیکن یہ کہنا غلط ہے کہ تم ان فنون کے محتاج ہو۔ میرا خیال ہے تم پہلے بھی ناقابل تسخیر تھے۔"
"اسی لئے اتنی آسانی سے موشے ہادرڈ کے جنگل میں پھنس گیا تھا؟"
"کبھی ایسا بھی ہوجاتا ہے" لی کوان بولا "لیکن تمہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچا بلکہ تم نے صحیح فیصلہ کرکے اپنی صلاحیتوں میں اضافہ ہی کرلیا۔"
"اوہو" اچانک میں چونک پڑا "مجھے خیال ہی نہیں رہا ماسٹر! تم نے بل فرازو سے میری فائٹ پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔"
لی کوان نے بہت برا سا منہ بنایا "وہ اسپینی! اسے کیا معلوم مارشل آرٹس کیا چیز ہے۔"
"اس طرح تو مت کہو ماسٹر! آخر وہ کراٹے انسٹرکٹر ہے۔ کچھ نہ کچھ تو جانتا ہی ہوگا۔"
"یہاں آنے والے تمام انسٹرکٹر گدھے ہوتے ہیں" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "اور پھر کوئی اسپینی مارشل آرٹس سے کس طرح واقف ہوسکتا ہے؟"
"اسپین کا کوئی باشندہ مارشل آرٹس سے واقف نہیں ہوسکتا تو پاکستان کا باشندہ کیوں کر ہوسکتا ہے؟"
"بالکل ہوسکتا ہے ... اگر وہ ماسٹر لی کوان کا شاگرد ہے تو مارشل آرٹس سے ضرور واقف ہوگا۔"
"تم تو میری امیدوں پر اوس ڈالے دے رہے ہو۔ بل فرازو اناڑی ہے تو میرا کارنامہ کیا رہ گیا؟" میں نے مایوسانہ انداز میں کہا۔
"تمہیں تربیت کے لئے جتنا کم عرصہ ملا ہے اس کے پیش نظر تم اس سے زیادہ کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔"
"گویا میرا اندازہ درست ہے' تم میری کارکردگی سے مطمئن نہیں ہو۔"
"میں نے کہا نا کہ اتنے کم عرصے تربیت حاصل کرنے کے بعد اس سے زیادہ کی توقع کی بھی نہیں جاسکتی۔"
"اچھا یہ بتاؤ کہ بل فرازو کے بجائے میرے مقابلے پر اگر مارشل آرٹس سے واقف شخص ہوتا تو کیا ہوتا؟"
"جتنے غلط طریقے سے تم نے بل فرازو پر حملہ کیا تھا اگر

دنیا کے حیرت انگیز فن
تحریر شناسی
کا مدد سے دوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیے
اردو میں پہلی بار
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب
تحریر اور شخصیت
یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ...
یہ شخص کس کام کے لیے موزوں ہے؟
کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟
کیا اسے جلد غصہ آتا ہے؟
کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے؟
کیا اس کے ساتھ شادی کی جاسکتی ہے؟
کیا اس پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے؟
کیا یہ ایمان دار اور ہمدرد ہے؟
اس کا جنسی رویہ کیسا ہے؟
اس میں برائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں؟
اور ایسی دوسری بہت سی باتیں۔
قیمت ۲۵ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے
ہر شخص کے لیے یکساں طور پر کارآمد کتاب۔
ملنے کا پتہ
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مارشل آرٹس جاننے والے کسی شخص پر کرتے تو کم از کم اپنے پیروں پر چلنے کے قابل تو ہرگز نہ رہے ہوتے۔"

"کیا کہہ رہے ہو ماسٹر!" میں نے حیران ہو کر کہا "اگر وہ مارشل آرٹس سے ناواقف ہے تو یہاں انسٹرکٹر کس طرح ہو گیا؟"

"اسے یہاں آئے ہوئے چند ہی روز ہوئے ہیں" لی کوان بولا "مجھے یقین ہے کہ کسی غلط فہمی کی بنا پر اسے انسٹرکٹر کی حیثیت سے یہاں بھیج دیا گیا ہے ورنہ وہ اس قابل نہیں ہے۔"

"یہ بات تم محض اس لئے کہہ رہے ہو کہ میں نے اسے بڑی آسانی سے شکست دے دی" میں نے ہنس کر کہا۔

"نہیں" لی کوان غصیلے لہجے میں بولا "بل فرازدو اسپینی ہے۔ وہ بل فائٹنگ کا ماہر تو ہو سکتا ہے مگر مارشل آرٹس کا ماہر نہیں ہو سکتا۔"

"تو کیا خیال ہے 'بل فرازدو کو اس میدان میں شکست نہ دی جائے جس کا وہ ماہر ہے۔"

"تم بل فرازدو کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہو؟" لی کوان نے چڑ کے کہا "وہ کسی میدان میں بھی تم سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

"ہاں 'اب تو واقعی نہیں کر سکتا 'اس کے سینے پر میں نے جو ضرب لگائی ہے۔۔۔"

"وہ تمہارا کمال تھا" لی کوان نے میری بات کاٹ دی "مجھے تم سے اتنی مہارت کی توقع نہیں تھی تاہم تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ بل فرازدو تمہاری اس ضرب سے بے کار ہو گیا ہو گا۔"

"وہ کہنی سے لگائی گئی ضرب تھی ماسٹر! بل فرازدو کا چھٹی کا دودھ یاد آ گیا ہو گا۔ سینے کی تکلیف اسے کبھی سکون نہیں لینے دے گی۔"

"ایسا صرف اس صورت میں ممکن تھا جب اسے بروقت طبی امداد نہ ملتی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بل فرازدو کو اسی وقت وہاں سے لے جایا گیا تھا اور کل صبح تم اسے پھر میدان میں موجود پاؤ گے۔"

"تمہاری اس بات پر میں حیرت ظاہر کرنے کے سوا کیا کر سکتا ہوں" میں نے شانے اچکائے۔

"طب کی دنیا نے ویسے بھی بہت ترقی کر لی ہے اور پھر موشے ہاورڈ کی زیر نگرانی بعض ایسی دوائیں تیار کر لی گئی ہیں جن کی تاثیر پر مشکل سے ہی یقین آتا ہے۔"

"ممکن ہے تمہاری بات درست ہو" میں نے کہا "لیکن تمہاری باتیں سن کر مجھے غصہ آ رہا ہے۔ اگر بل فرازدو واقعی بل فائٹر ہے تو میں اسے بل فائٹنگ میں مقابلے کی دعوت دوں گا۔"

"بل فرازدو بل فائٹنگ کا کتنا ہی بڑا ماہر کیوں نہ ہو' ایک وقت میں دو سے زیادہ بھینسوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گا" لی کوان نے کہا "اور تم چونکہ لی کوان کے شاگرد ہو اس لئے ایک وقت میں چار بھینسے مل کر بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ تمہارا اور بل فرازدو کا کوئی جوڑ نہیں ہے اس لئے میرا مشورہ ہے کہ اسے بھول جاؤ۔"

میں ہنس پڑا "ہم تو یوں گفتگو کر رہے ہیں جیسے وہ واقعی بل فائٹنگ کے فن سے بھی واقف ہو" میں نے کہا "میرے خیال میں بل فرازدو بل فائٹنگ کی الف بے سے بھی واقف نہیں ہو گا۔ بل فائٹنگ اسپین کا قومی کھیل سہی لیکن یہ ضروری ہے کہ اسپین کا ہر باشندہ بل فائٹنگ جانتا ہو؟"

"بل فائٹنگ اسپین کا قومی کھیل ہے۔ اسپین کا ہر شخص اس کھیل میں دلچسپی رکھتا ہے اور بل فرازدو کے بارے میں میں ذاتی طور پر یہ جانتا ہوں کہ وہ اس کھیل کا ماہر ہے۔"

"پہلے تو تم نے مجھ سے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا" میں نے مشکوک لہجے میں کہا۔

"پہلے ایسا کوئی موقع نہیں آیا اور پھر بل فرازدو کو یہاں آئے ہوئے چند روز سے زیادہ بھی تو نہیں ہوئے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ لی کوان غلط بیانی نہیں کرتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ بل فرازدو بل فائٹنگ کا ماہر ہے تو وہ ماہر ہو گا۔ سوال یہ تھا کہ کیا میں اس کا مقابلہ کر سکوں گا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس نے بل فائٹنگ کب سیکھی تھی؟" کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے لی کوان سے پوچھا۔

"ہاں مجھے معلوم ہے" لی کوان بولا "بل فرازدو بچپن ہی سے بل فائٹنگ کا شوقین تھا۔ بارہ سال کی عمر میں اس نے فائٹنگ سیکھنی شروع کر دی تھی اور اٹھارہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے وہ اس کھیل کا ماہر ہو چکا تھا۔ چار سال کے اندر وہ اسپین کا قومی چیمپین بن چکا تھا پھر اچانک اس کا رجحان تبدیل ہوا اور اس نے مارشل آرٹس سیکھنا شروع کر دیا۔"

"لیکن اس جزیرے میں بھینسے کہاں سے آ گئے؟" میں نے کہا "اور بغیر بھینسوں کے بل فائٹنگ کس طرح ہو سکے گی؟"

"تم بل فرازدو سے مقابلہ کرنے کے لئے بہت بے چین ہو" لی کوان نے معنی خیز لہجے میں کہا "آدمی جب کوئی فن سیکھتا ہے تو اس کا مظاہرہ کرنے کے لئے بے چین بھی رہتا ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے ماسٹر!" میں نے سنجیدگی سے کہا "بلکہ میں اپنی فتح اور اس کی شکست کی تکمیل کا خواہاں ہوں۔"

لی کوان کے جواب دینے سے قبل ہی دروازے پر دستک ہوئی اور بڈ اندر آیا "میں ۔۔۔ میں مخل تو نہیں ہوا؟" اس نے سہمے ہوئے انداز میں میری طرف دیکھا۔

میرے چہرے پر ناگواری کے تاثرات پھیل گئے۔ جب کہ لی کوان کے ہونٹوں پر شفیق مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"آج سے پہلے تو تم نے ایسی غیریت نہیں برتی تھی" لی کوان نے نرم لہجے میں کہا "پھر آج تمہیں کیا ہوا؟"

"میں نے سوچا کہیں چیف ناراض نہ ہو جائیں" بڈ نے جھجکتے ہوئے کہا۔ وہ اب بھی میری ہی طرف دیکھ رہا تھا۔

"میری طرف دیکھ کر بات کرو" لی کوان نے تحکمانہ لہجے میں کہا "میرے سامنے تمہارے چیف کی کوئی حیثیت نہیں ہے اگر وہ چیف ہے تو تمہارا ہو گا۔"

میں بے پروائی سے شانے جھٹک کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ لی کوان کی باتیں سننے کے باوجود بڈ کا خوف رفع نہیں ہوا تھا۔

"بات دراصل یہ ہے" بڈ ہچکچاتے ہوئے بولا "کہ میڈم چیف سے ملنا چاہ رہی ہیں۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا" لی کوان بگڑ گیا "کیا اب علی اتنا اہم آدمی ہو گیا ہے کہ تم لوگوں کو اس سے ملنے کے لئے اجازت کی ضرورت پیش آنے لگی ہے۔"

بڈ بری طرح گڑبڑا گیا "میڈم کہہ رہی تھیں کہ دیکھ کر آؤ کہ چیف کا موڈ کیسا ہے؟" بڈ نے تیزی سے کہا۔

لی کوان تحقیر آمیز انداز میں ہنسا "میں بگڑے ہوئے موڈ ٹھیک کرنے کا ماہر ہوں' تہذیب سے کہنا جب تک لی کوان زندہ ہے اسے علی سے خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

بڈ نے حیرت سے میری طرف دیکھا مگر میں نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ میں جانتا تھا وہ کس بات پر حیران ہو رہا ہے۔ اس نے کبھی مجھے کسی سے دبتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ میرے ماتحت مجھے ہمیشہ ایک نمبر دیکھنے کے خواہاں رہتے تھے اور بڈ کو تو مجھ سے والہانہ لگاؤ تھا۔ وہ شاید مجھ سے یہ توقع کر رہا تھا کہ میں لی کوان کو کوئی منہ توڑ جواب دوں گا۔ میں اس سے کہوں گا کہ میں اس لہجے میں بات سننے کا عادی نہیں ہوں۔ مجھ سے ذرا تمیز سے بات کرنا۔ میرا نام علی یار خان ہے اور میں دومنٹ کے اندر آدمی کو سیدھا کر دیا کرتا ہوں۔ میں نے اولیو ہاورڈ جیسے شیطان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ ہر قدم پر اسے شکست سے ہمکنار کیا۔ میں ناقابل شکست ہوں اور ہمیشہ ناقابل شکست رہوں گا۔ تمہاری تو حیثیت ہی کیا ہے۔ تم ایک نحیف و نزار بوڑھے ہو کر مجھ سے اس لہجے میں بات کر رہے ہو' تم تو میرا ایک ہاتھ بھی نہیں سہار سکو گے۔

مگر میں نے یہ سب کچھ نہیں کہا۔ میں اس سے یہ سب کچھ کس طرح کہہ سکتا تھا۔ وہ میرا استاد تھا' اپنے فن میں یکتا تھا اور میں دل سے اس کی عظمت اور برتری کا قائل تھا۔ میں اس کی توہین کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے مجھے جو کچھ سکھایا تھا کوئی اور شاید پوری عمر میں نہ سکھا پاتا۔ بظاہر اس نے میری تحقیر کی تھی لیکن اس کی کسی بات سے میری تحقیر نہیں ہو سکتی تھی۔ یہاں تو یہ معاملہ تھا کہ اس کے سامنے' سر تسلیم خم کرنے سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میرے قد میں اضافہ ہو گیا ہو۔ وہ میری کھال کی جوتیاں بنا کر فروخت کر دیتا تب بھی میں اف نہ کرتا' آخر وہ میرا استاد تھا۔

"میں تہذیب سے نہیں ملوں گا" میں نے بلند آواز سے کہا اور لی کوان نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

"تمہارے اندر اتنی جرات کہاں آئی کہ تم نے میرے حکم سے سرتابی کی" لی کوان غرایا "کیا تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ میں تمہارا کیا حشر کر سکتا ہوں؟"

"مجھے اندازہ ہے لی کوان!" میں نے دبنگ لہجے میں کہا "اور مجھے تمہارے ہاتھوں اپنی درگت بنوانا منظور ہے مگر میں اپنے نزدیک اسرائیل کے کسی دشمن کا وجود برداشت نہیں کر سکتا۔"

میری بات نے لی کوان کو ایک بار پھر چونکنے پر مجبور کر دیا "اوہ' تو یہ بات ہے" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا پھر چند لمحے خاموش رہنے کے بعد دوبارہ بولا "کیا تم تہذیب مالکم ایکس کی صلاحیتوں سے انکار کر سکتے ہو؟"

"کوئی باصلاحیت آدمی اگر اسرائیل کا دشمن ہے تو مجھے اس کی صلاحیتوں سے کوئی سروکار نہیں۔"

"سیدھی طرح بات کرو علی!" لی کوان بگڑ گیا "جو کچھ میں نے پوچھا ہے مجھے صرف اس کا جواب چاہئے۔"

"میں تہذیب کی صلاحیتوں سے انکار نہیں کر سکتا" میں نے بجھے ہوئے انداز میں کہا "بلاشبہ بہت باصلاحیت ہے۔"

"اور کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو کہ روئے زمین پر تم وہ واحد شخص ہو جس سے وہ محبت کرتی ہے؟"

"نہیں۔۔۔ میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا' وہ خود کو میری امانت سمجھتی ہے۔"

"تو کیا تم پر یہ ذمے داری عائد نہیں ہوتی کہ اس کے نظریات تبدیل کرنے کی کوشش کرو؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم دیکھ چکے ہو لی کوان! کہ میری اس کوشش کا کیا انجام ہوا تھا۔یہ جذباتی لوگ ہیں' کوئی بات سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔"

"انہیں سمجھانے کی کوشش کرو' ان پر اپنے نظریات مسلط کرنے کی کوشش مت کرو۔"

"یہ بہت تکلیف دہ عمل ہوگا" میں نے کہا "طویل اور تھکا دینے والا عمل۔"

"تمہارے بارے میں تو مشہور ہے کہ تم کسی بات کو ناممکن نہیں سمجھتے؟" لی کوان نے کہا' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں اسے ناممکن تو نہیں کہہ رہا' میں نے تو اس کام کو صرف مشکل قرار دیا ہے" میں نے کہا۔

"میں نے یہ بھی سنا ہے کہ مشکل کاموں کا بیڑہ اٹھاتے وقت تمہاری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔"

"بے شک میں نے بہت سے مشکل کام کئے ہیں لیکن معلوم نہیں کیوں مجھ سے اسرائیل کی مخالفت برداشت نہیں ہو رہی۔"

لی کوان نے معنی خیز انداز میں سرہلایا "گویا چھ مہینے تک میں نے تمہیں جو تربیت دی ہے وہ رائیگاں ثابت ہوئی۔ تمہارے اندر معمولی سی قوت برداشت بھی پیدا نہیں ہو سکی۔"

"یہ بات نہیں ہے ماسٹر!" میں نے پہلو بدلا "پہلے بھی مجھ میں قوت برداشت کی کمی نہیں تھی اور اب تو اس میں غیر معمولی اضافہ ہوچکا ہے لیکن جب میں اسرائیل کی مخالفت میں کوئی بات سنتا ہوں تو میری قوت برداشت جواب دینے لگتی ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نادیدہ قوت نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا ہو۔میں اپنے آپ میں نہیں رہتا' جی چاہتا ہے اس شخص کا خون کردوں۔"

"میں تمہاری کیفیت کو سمجھ سکتا ہوں برخوردار!" لی کوان نے سرہلایا "اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہاری تربیت مکمل نہیں ہوسکی لیکن تمہیں خود پر قابو رکھنے کی پوری کوشش کرنی ہوگی۔ تم جذبات میں آکر کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔"

"میں کوشش کرنے کا وعدہ تو کرسکتا ہوں ماسٹر مگر اس سلسلے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"تم نہایت احمق آدمی ہو۔ تہذیب کو سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہو اور اتنی سی بات نہیں جانتے کہ اب وہ تمہارے سامنے اسرائیل کی مخالفت میں زبان نہیں کھولے گی۔"

میں نے متحیرانہ انداز میں لی کوان کو دیکھا "تم یہ بات اتنے یقین سے کس طرح کہہ رہے ہو؟"

"مجھے کہنے دو کہ میں تہذیب کو تم سے زیادہ بہتر طور پر جانتا ہوں۔یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لو' اس کے بارے میں کچھ میں نے کہا ہے وہی درست ثابت ہوگا۔"

"میں تمہاری بات کو ضرور آزماؤں گا" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "میں ابھی تہذیب کے پاس جا رہا ہوں۔"

لی کوان کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ ابھری میں نے اسے نظر انداز کردیا۔ میں نے بڈ کی طرف بھی توجہ نہیں دی اور تیزی سے باہر نکل آیا۔

تہذیب [illegible] مضطربانہ انداز میں ٹہل رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ رک گئی۔ میں دروازے پر دستک دئے بغیر ہی اندر چلا گیا تھا۔ وہ بجھی بجھی سی لگ رہی تھی مگر مجھے دیکھتے ہی وہ کھل اٹھی تھی۔

"تم مجھ سے ناراض ہوکر چلے گئے تھے علی؟" اس نے بے تابانہ انداز میں کہا "اپنی تہذیب سے ناراض مت ہوا کرو علی!"

"تم بھی ایسی گفتگو سے گریز کیا کرو جس کے نتیجے میں تمہیں میری ناراضگی مول لینا پڑے" میں نے قدرے رکھائی سے کہا۔

وہ ایک بار پھر بجھ سی گئی "میں کوشش کروں گی کہ اب میری زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکلے" اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا "لیکن اگر میں نادانستہ طور پر ایسی کوئی بات کر جاؤں جس سے تمہاری دل آزاری ہوتی ہو تو تم مجھے ٹوک دینا۔ میں فوری طور پر تم سے معافی مانگ لوں گی۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں نمی تھی' میں سمجھ گیا کہ آنسو اس کی آنکھوں سے امنڈ پڑنے کے لئے بے تاب ہیں مگر وہ کمال ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں روکے ہوئے ہے۔

"ٹھیک ہے تہذیب! اگر تم اپنے رویئے پر نادم ہو تو تمہیں معاف کردینے میں کوئی حرج نہیں ہے" میں نے متاثر لہجے میں کہا۔

"شکریہ علی!" تہذیب بھرائی ہوئی آواز میں بولی "تم نے میرے اوپر ایک اور احسان کیا ہے' میں تمہاری ممنون ہوں۔"

تہذیب کو اس وقت ہمدردانہ رویئے کی ضرورت تھی۔وہ شدید قسم کے جذباتی بحران سے گزر رہی تھی۔ ایک طرف اس کا محبوب تھا اور دوسری طرف اس کے نظریات تھے۔دونوں ہی اپنی اپنی جگہ بہت اہم تھے۔دونوں سے اس کی وابستگی تھی۔قسمت نے اسے ایک ایسے دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا جہاں اسے لازماً ان دونوں میں سے ایک کی قربانی پیش کرنی۔اس کے لئے یہ فیصلہ کرنا آسان نہیں تھا کہ کس کی قربانی پیش کرے۔ایک طرف اس کی اپنی ذات تھی اور دوسری طرف ایک پوری قوم تھی۔اگر وہ اپنی ذات کا خیال کرتی تو اس کے لئے اسے پوری قوم کے مفادات کا سودا کرنا پڑتا' فلسطین کی قربانی پیش کرنا پڑتی۔اور ایک مقدس سرزمین پر یہودیوں کے وجود کو برداشت کرنا پڑتا۔ وہ بہت بڑے عذاب سے دوچار تھی۔اسے دنیا اور آخرت میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا۔میں اس کی دنیا تھا اور فلسطینیوں کے لئے جدوجہد کرنا اس کی آخرت کا زادِ راہ۔۔۔ دونوں کی یکجائی ناممکن تھی۔یہ دل اور دماغ کی کشمکش تھی جن میں ہمیشہ سے جنگ ہوتی چلی آرہی ہے۔دل کی آواز تھی کہ محبوب کو ناراض نہیں ہونا چاہئے اور دماغ کہتا تھا کہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔۔۔ مگر ہمیشہ کی طرح اس جنگ میں شکست دماغ کی ہوئی اور تہذیب دل کے تقاضوں سے مجبور ہوگئی۔

"عقل سے کام لینا سیکھو تہذیب! مجھے جذباتی رویوں سے چڑ ہے" میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا اور تہذیب نے مجھے یوں دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ اگر جذبات سے کام نہ لیتی تو تمہاری ناراضگی کی پروا بھی نہ کرتی۔ مسلم دنیا کے مفادات کو تم پر قربان نہ کرتی اور تمہیں مجھ سے یہ الفاظ کہنے کا موقع بھی نہ ملتا۔ مگر اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔یہ تو نظروں کا پیغام تھا۔ نظروں کی زبان جس پر کسی کی گرفت نہیں ہوسکتی اور کس طرح ہو کہ اس زبان کی کوئی لغت نہیں ہے' نظریں کہتی ہیں اور نظریں سنتی ہیں۔ بعض اوقات ایک نظر وہ کچھ کہہ دیتی ہے جو ضخیم سے ضخیم کتاب میں بھی نہیں سما سکتا۔

"ٹھیک ہے علی! آئندہ تمہیں مجھ سے یہ شکایت بھی نہیں ہوگی۔میں کوشش کروں گی کہ میرے جذبات تم پر ظاہر نہ ہونے پائیں۔"

"زندگی بڑی کٹھن ہوتی ہے تہذیب! آدمی سوچتا کچھ ہے ہوتا کچھ ہے۔جو لوگ خود کو وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے میں ناکام ہوجاتے ہیں وہ قصہ پارینہ بن جاتے ہیں۔وقت انہیں فراموش کردیتا ہے اور جسے وقت فراموش کردے اسے کوئی بھی یاد نہیں رکھتا۔زندگی بسر کرنا ایک فن ہے تہذیب! اس فن کو سیکھنے کی کوشش کرو۔"

"میں نے تم سے بہت کچھ سیکھا ہے علی! اب یہ فن بھی سیکھ لوں گی" تہذیب نے بڑی سادگی سے کہا۔اس کے لہجے میں طنز کا شائبہ تک نہیں تھا۔

"ممکن ہے اس وقت میری باتیں تمہیں بری لگ رہی ہوں لیکن جب تم ان پر عمل شروع کرو گی تو تمہیں معلوم ہوگا کہ میں ٹھیک کہہ رہا تھا اور تمہارا رویہ غلط تھا۔"

تہذیب کے ہونٹوں پر ایک زخمی مسکراہٹ ابھری "برے اور بھلے کا وقت گزر چکا علی! اس وقت کے بعد میرا جو بھی عمل ہوگا۔وہ فائدے یا نقصان کے لئے نہیں ہوگا۔میں نے تہذیب مالکم ایکس کو قربان کردیا ہے۔اب میں محض ایک کنیز ہوں جسے ہر حال میں اپنے آقا کے اشاروں پر عمل کرنا ہے خواہ اس کا انجام کچھ ہی ہو۔"

میں نے برا سا منہ بنایا۔تہذیب کے لئے جذباتی گفتگو سے بچنا ممکن نہیں تھا۔میں نے مناسب یہی سمجھا کہ موضوع تبدیل کردیا جائے۔اسے زیادہ ٹوکنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"موشے ہاورڈ مجھے دو چار روز کے اندر کوئی مہم سونپ دیں گے" میں نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا "میں چاہ رہا ہوں کہ اس دوران کیوں نہ اپنے طور پر کوئی منصوبہ بنانے کی کوشش کرلی جائے۔"

"کس قسم کا منصوبہ؟" تہذیب نے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔اس کی آواز کسی بھی قسم کے جذبے سے عاری تھی۔

"عظیم تر اسرائیل کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے کوئی ایسا منصوبہ جس پر عمل کرکے یہ کام جلد از جلد ممکن ہوسکے۔"

تہذیب کے چہرے پر کرب کے آثار نظر آئے۔میرے منہ سے اس قسم کی بات سننا اور اسے برداشت کرنا اس کے لئے آسان نہیں تھا مگر وہ تو پہلے ہی ہتھیار پھینک چکی تھی۔

"کیوں نہیں علی!" اس نے خالی خالی سی آواز میں کہا۔ "ماضی میں بھی تم کامیابی سے منصوبے بنا کر ان پر عمل کرتے رہے ہو' یہ تمہارے لئے کوئی نئی بات تو نہیں ہوگی۔"

"ماضی کے حوالے نہ دو تو بہتر ہے" میں نے خشک لہجے میں کہا "گزرا ہوا وقت کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔"

"میرا وہ مطلب نہیں تھا جو تم نے لیا ہے" تہذیب نے گڑبڑا کر کہا "مجھے فقط تمہاری توصیف مقصود تھی۔"

"اسرائیل کی توسیع بے حد ضروری ہے تہذیب! اس کام میں پہلے ہی بہت تاخیر ہوچکی ہے۔"

"بالکل ہونی چاہئے علی! اس لئے نہیں کہ یہ کام ضروری ہے بلکہ اس لئے کہ تم کہہ رہے ہو۔"

"جب تم نے اس کام کو ضروری تسلیم کر ہی لیا ہے تو پھر تمہیں مجھ سے تعاون بھی کرنا چاہئے۔"

"مجھے بتاؤ علی کہ میں کس طرح تمہاری معاونت کرسکتی ہوں؟" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"تم گرین بول کی مایہ ناز ایجنٹ رہ چکی ہو۔ منصوبہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سازی میں بھی تم کسی سے کم نہیں ہو۔ کوئی اچھا سا منصوبہ بنانے میں میری مدد کرو۔"

تہذیب نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا "گرین پول کی مایہ ناز ایجنٹ قصہ پارینہ ہو چکی ہے علی!" اس نے کہا "اس کے لئے تو کوئی ڈھنگ کی بات سوچنا بھی ممکن نہیں رہا لیکن تمہاری فرمائش ٹالنا بھی میرے اختیار میں نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ کہ تم کن خطوط پر سوچ رہے ہو شاید اس سے مجھے کچھ تحریک ملے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ سیاسی محاذ کو نشانہ بنا کر ہم بہتر نتائج حاصل کر سکیں گے۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔ فوجی اعتبار سے برتر ہونے کے باوجود اسرائیل آج تک کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں کر سکا۔"

"بیشتر اسلامی ممالک میں سیاسی محاذ آرائی اور رسہ کشی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ ہم اگر کوشش کریں تو ہمیں ایسے کار آمد لوگ مل سکتے ہیں جو ہمارے آلۂ کار بننے پر رضامند ہو جائیں۔ ایسے لوگوں کو برسر اقتدار لانے کے لئے جدوجہد کرنا ہوگی۔ جب من پسند لوگ برسر اقتدار آجائیں گے تو کوئی مسئلہ نہیں رہ جائے گا، وہ اسرائیل سے الحاق کرلیں گے۔"

"یہ سب کچھ اتنی آسانی سے نہیں ہو سکتا علی!" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا "رائے عامہ کو ہموار کئے بغیر کوئی حکومت اتنا بڑا اقدام نہیں کر سکتی۔"

"یہی تو مصیبت ہے، لوگوں کی سمجھ میں صحیح بات نہیں آتی۔ اب اس مسئلے کا کیا حل تلاش کیا جائے؟"

"رائے عامہ کو ہموار کرنا ممکن نہیں ہوگا علی! صرف کٹھ پتلی حکومتوں کا قیام ہی بڑا کارنامہ ہوگا۔"

"خیر ہوگا" میں نے بے زاری سے کہا "یہ بہت الجھا ہوا معاملہ ہے۔ اس کے لئے طویل منصوبہ بندی کرنا پڑے گی۔ ابھی تو میں بل فرازو سے مقابلہ کرنے کے امکانات پر غور کر رہا ہوں۔"

"بل فرازو سے مقابلہ!" تہذیب نے حیران ہو کر کہا "کیا وہ اس قابل بچا ہوگا کہ کسی سے بھی مقابلہ کر سکے؟"

"لی کوان کا کہنا ہے کہ فوری طبی امداد مل جانے کی وجہ سے وہ کوئی بڑا نقصان اٹھانے سے بچ گیا ہے۔"

"یقین نہیں آتا" تہذیب بڑبڑائی "تمہارے سامنے تو وہ کسی بچے سے بھی بدتر نظر آرہا تھا۔ بالفرض وہ ٹھیک ہو بھی گیا تو تمہارا اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔"

"اس بار بل فائٹنگ کا مقابلہ ہوگا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "لی کوان کا کہنا ہے کہ بل فرازو مارشل آرٹس سے ناواقف ہے مگر بل فائٹنگ کا ماہر ہے۔"

"وہ یہاں کراٹے انسٹرکٹر کی حیثیت سے آیا ہے۔ لی کوان یہ کیسے کہتا ہے کہ بل فرازو مارشل آرٹس سے واقف نہیں ہے؟"

"لی کوان ٹھیک کہتا ہے تہذیب! تم نے دیکھا نہیں کہ وہ مجھ سے کتنی آسانی سے شکست کھا گیا؟"

"تو کیا تم سے مقابلہ کرنے کی خواہش اس نے خود ظاہر کی ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"نہیں، یہ میری خواہش ہے" میں نے کہا "اس میں شاید مجھے للکارنے کی ہمت بھی نہیں رہ گئی ہوگی۔"

"لیکن اس کی ضرورت کیا ہے؟" تہذیب بولی "جس عبرتناک طریقے سے تم نے اسے شکست سے ہمکنار کیا اس کے بعد تمہارے دل میں کوئی حسرت تو نہیں بچنی چاہئے تھی۔"

"لی کوان کا کہنا ہے کہ بل فرازو کی شکست کی وجہ اس کی عدم مہارت تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقابلہ برابر کا نہیں تھا۔ میں اس داغ کو مٹا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے سے کمتر کسی شخص سے مقابلہ کیا تھا۔ اس لئے میں نے بل فرازو سے اس میدان میں مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کا وہ ماہر ہے۔"

"اس کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے علی!" تہذیب نے تشویش سے کہا "وہ بل فائٹنگ کا ماہر ہے اور تم اس خطرناک کھیل کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔"

"اتنا تو خیر میں جانتا ہی ہوں کہ اس کھیل میں آدمی کو خالی ہاتھ ایک بھینسے کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔"

"خالی ہاتھ تو نہیں چیف!" دروازے کی طرف سے آواز آئی "مقابلہ کرنے والے کے ہاتھ میں سرخ رنگ کا ایک کپڑا ہوتا ہے جسے بھینسے کے سامنے لہرا کر بھینسے کی توجہ تبدیل کی جا سکتی ہے۔ بھینسے کی تربیت اس انداز میں کی جاتی ہے کہ وہ سرخ کپڑے پر ہی حملہ آور ہوتا ہے۔"

میں نے بڑے غور سے بڈ کو دیکھا جو بڑی بے پروائی سے دوسری کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ چکا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ بڈ کے اس غیر معمولی رویئے کے پیچھے لی کوان کا ہاتھ ہے۔ اس نے بڈ کو کچھ سکھا پڑھا کر بھیجا ہوگا ورنہ کچھ دیر قبل تو بڈ میرے سامنے بھیگی بلی بنا ہوا تھا اور اب یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کی نظر میں میری کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔

"مجھے معلوم ہے بڈ!" میں نے مصلحتاً نرم لہجے میں کہا "لیکن وہ سرخ کپڑا کوئی ہتھیار تو نہیں ہوتا جسے بھینسے کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہو۔"

"وہ ایک طرح کا ہتھیار ہی ہوتا ہے چیف! بل فائٹر کی مہارت یہی ہوتی ہے کہ خود بچ کر بھینسے کو سرخ کپڑے میں الجھائے رکھے۔"

"اور دوسرا ہتھیار وہ اسسٹنٹ ہوتا ہے جو بل فائٹر کے ساتھ موجود ہوتا ہے" تہذیب نے کہا "اسے ایک بہت خطرناک کھیل ہے۔ بل فائٹر کسی بھی وقت زخمی ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے احتیاطاً ایک اسسٹنٹ بھی موجود رہتا ہے۔"

"مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی" میں نے کہا "لیکن جو کچھ تم نے بتایا ہے اس کے بعد کھیل کی خطرناکی کہاں برقرار رہ گئی؟"

"بپھرے ہوئے بھینسے کی ایک ہی ٹکر بعض اوقات جان لیوا ثابت ہوتی ہے" تہذیب نے کہا "اس لئے اسسٹنٹ کے باوجود بل فائٹنگ کو خطرناک ترین کھیل تصور کیا جاتا ہے۔"

"مجھے بڑی مایوسی ہوئی ہے، کھیل خواہ کتنا ہی خطرناک کیوں نہ ہو، معاون کی وجہ سے بے کار ہو کر رہ جاتا ہے۔"

"تب تو تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ بل فرازو بغیر کسی معاون کے بھینسے کے مقابلے پر اترتا ہے" بڈ نے کہا۔

"اوہ!" میں نے چونک کر بڈ کو دیکھا "تمہیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی؟"

"لی کوان سے معلوم ہوا ہے" بڈ نے جواب دیا "ابھی اس سے بل فرازو کے بارے میں ہی گفتگو ہو رہی تھی۔"

"یہ تو تم نے بہت اچھی خبر سنائی" میں نے کہا "اب بل فرازو سے مقابلہ کرنے میں مزہ آئے گا۔"

"لیکن علی! یہ مقابلہ ہوگا کہاں... یہاں اس جزیرے پر تو بل فائٹنگ کا مقابلہ ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔"

"میرا کام تو بل فرازو کو چیلنج کرنا ہے، مقابلہ کرنے کے لئے سب سے پہلے تو اس کا رضامند ہونا ضروری ہے۔ باقی باتیں بعد کی ہیں۔"

○☆○

اگلی صبح ناشتا کرنے سے قبل ہی میں تہذیب اور بڈ کے ساتھ گراؤنڈ کی طرف جا نکلا۔ ہم تینوں ہی وہاں بل فرازو کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ لی کوان نے ہمیں اس بارے میں پہلے ہی بتا دیا تھا لیکن اس کے باوجود اسے معمول کے مطابق کراٹے کی مشکل ورزشیں کراتے دیکھ کر حیرت پر قابو رکھنا مشکل ہو گیا تھا۔ ذرا بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اسے کبھی کوئی چوٹ لگی ہوگی۔

"بل فرازو ایک غیر معمولی آدمی ہے چیف!" بڈ نے کہا "کوئی اور ہوتا تو کئی روز تک ہل بھی نہیں سکتا تھا۔"

"موشے ہاورڈ غیر معمولی شخصیت کے مالک ہیں بڈ!" میں نے عقیدت مندی سے کہا "یہ انہی کی تیار کردہ دواؤں کا اعجاز ہے۔ بل فرازو کا اس میں کوئی کمال نہیں ہے۔"

"ورزشیں ختم ہونے کا وقت قریب ہے علی!" تہذیب نے کہا "کیا تم بل فرازو کو یہیں چیلنج کرو گے؟"

"جو کام کرنا ہی ٹھہرا اس میں تاخیر کیوں کی جائے؟" میں نے کہا اور ہم تینوں میدان کے وسط میں پہنچ گئے۔ حسب معمول کسی نے ہماری طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

چند منٹ بعد ورزشوں کا وقت ختم ہو گیا اور تمام لوگ بیرکوں کی طرف جانے کے لئے روانہ ہو گئے۔ بل فرازو سمیت کسی نے بھی ہماری طرف توجہ نہیں کی۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے بل فرازو" میں نے بلند آواز سے کہا اور بل فرازو چونک کر رک گیا۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر کوئی قابل ذکر تاثر نہیں ابھرا تھا۔ وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھتا رہا، منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"کل ہمارے درمیان جو مقابلہ ہوا تھا میں اس سے مطمئن نہیں ہوں" میں نے اس کے قریب جا کر کہا "مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم مارشل آرٹس میں مہارت نہیں رکھتے ورنہ میں کبھی تم سے مقابلہ نہ کرتا۔"

"پھر اب تم کیا چاہتے ہو؟" بل فرازو نے یکے بعد دیگرے ہم تینوں کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ بقیہ لوگ گراؤنڈ سے باہر جا چکے تھے۔

"میں نے سنا ہے کہ تم بل فائٹنگ کے ماہر ہو اور اسپین کے قومی چیمپئن بھی رہ چکے ہو؟" میں نے کہا۔

"یہ بات درست ہے" بل فرازو بولا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ غالباً اس نے میرے عزائم کا اندازہ کر لیا تھا۔

"تمہارے ساتھ جو زیادتی ہوئی میں اس کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم پسند کرو تو میں بل فائٹنگ کے میدان میں تم سے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟" بل فرازو نے کہا، اس کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"شاید تم یہ محسوس کرتے ہو کہ تمہاری توہین ہوئی ہے۔ میں یہ حساب بے باق کر دینے کا خواہاں ہوں۔ ظاہر ہے میں تو بل فائٹنگ کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوں۔"

"تمہیں چاہئے تھا کہ اس سلسلے میں موشے ہاورڈ سے بات کرتے" بل فرازو نے کہا۔

"موشے ہاورڈ سے میں ضرور بات کروں گا لیکن اس سے قبل تمہاری رضامندی حاصل کرنا بہت ضروری

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔ میں تمہیں ایک کھلا موقع فراہم کررہا ہوں۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ اس سے فائدہ اٹھاؤ یا نہ اٹھاؤ۔"

بل فرازو کو ظاہر ہے کیا اعتراض ہو سکتا تھا' اس نے ہامی بھرلی اور میں سیدھا لی کوان کے پاس واپس چلا آیا۔

"تم باز نہیں آؤگے؟" لی کوان نے بل فرازو ن رضامندی کی خبر سن کر مسکراتے ہوئے کہا "میں ناشتے کے بعد موشے ہاورڈ سے بات کرکے تمہیں بتاتا ہوں۔"

مجھے رینڈل کے جواب کے لئے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ایک ہی گھنٹے بعد میرا بلاوا آگیا۔

"لی کوان نے بتایا ہے کہ تم بل فرازو سے بل فائٹنگ کے میدان میں نبرد آزما ہونے کے خواہاں ہوں؟" رینڈل نے پوچھا۔ وہ اسی اسکرین کے ذریعے مجھ سے مخاطب تھا جس پر پہلی بار اس سے میری بات ہوئی تھی۔ اس بار میرے ساتھ صرف لی کوان تھا اور ہم دونوں ہال کے وسط میں کھڑے تھے۔

"آپ نے بالکل درست سنا ہے موشے ہاورڈ!" میں نے مودبانہ انداز میں کہا "میں بل فرازو کو اس کی فیلڈ میں شکست دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا تم بھی کبھی بل فائٹر رہ چکے ہو؟" رینڈل نے سوال کیا۔

"نہیں' اس کھیل سے میری واقفیت صرف سنی سنائی باتوں تک محدود ہے۔ میں نے تو کبھی بل فائٹنگ کا کوئی مقابلہ دیکھا تک بھی نہیں۔"

"اوہ! تب تو یہ بہت خطرناک ہوگا" رینڈل نے مضطربانہ لہجے میں کہا" میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے اسے چیلنج کیوں کیا؟"

"ماسٹر لی کوان کے خیال میں میرے ہاتھوں اس کی شکست کی وجہ اس کا اناڑی پن تھا۔ وہ مارشل آرٹس کا ماہر نہیں ہے۔"

رینڈل ہنسا "تم بھی کس چکر میں پڑگئے علی! لی کوان تو ہر کراٹے فائٹر کے بارے میں یہی تبصرہ کرتا ہے۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو..... لیکن اس کے باوجود میں نہیں چاہتا کہ کسی کو مجھ پر انگلی اٹھانے کا موقع ملے۔ لہٰذا میں یہ مقابلہ کرنے پر اصرار کروں گا۔"

"تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو میں اجازت دینے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی نہ کرتا۔ اس قسم کے جان لیوا مقابلوں کا میں خود بھی بہت شوقین ہوں مگر تم ہمارا بہت قیمتی سرمایہ ہو۔ اس قسم کے کسی بے مقصد مقابلے کے لئے تمہاری جان کا خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا۔"

"میری زندگی سب سے زیادہ خود میرے لئے ... ہے" میں نے کہا اور لی کوان نے میری بات سن کر تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"ہر شخص کی زندگی اس کے اپنے لئے بے حد قیمتی ہے لیکن بعض لوگوں کی زندگی دوسروں کے لئے زیادہ ... ہوجاتی ہے۔ تم تو آنکھ بند کرکے خطرات میں کود پڑنے کے عادی ہو۔ یہ تمہاری فطرت ہے جس سے تم انحراف نہیں کرسکتے لیکن ہم نے تم پر جو محنت کی ہے وہ بلاوجہ ہی تو نہیں کی۔ تمہاری ذات کو بنیاد بناکر ہم نے بہت بڑے بڑے منصوبے بنائے ہیں۔ ہمارے پاس تمہارا کوئی متبادل بھی نہیں ہے۔ بل فرازو جوڈو کراٹے کے فن سے بہت اچھی طرح واقف ہے۔ تمہارے ہاتھوں اس کی شکست کوئی معرکہ واقعہ نہیں ہے۔ لی کوان کے تبصروں کو بھول جاؤ۔"

"اگر یہ آپ کا حکم ہے تو میں اس سے سرتابی نہیں کرسکتا" میں نے کہا۔

"یہ میرا مشورہ ہے جو تم سے زیادہ ہمارے مفاد میں ہے" رینڈل بولا۔

"آپ کا مفاد میرا اپنا مفاد ہے اور آپ کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ میں ایسا کوئی فیصلہ نہیں کروں گا جس سے آپ کے مفادات کو ٹھیس پہنچنے کا امکان ہو۔"

"کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تم کسی بھینسے کی زد میں آکر ہلاک بھی ہوسکتے ہو۔ خاص طور پر اس صورت میں جب کہ تم بل فائٹنگ سے ناواقف ہو اس بات کا امکان اور بھی بڑھ جاتا ہے۔"

"میں نے کچھ سوچ کر ہی بل فرازو کو للکارا ہے۔ اگر مجھے اپنی شکست کا ایک فیصد بھی اندیشہ ہوتا تو میں ہرگز یہ فیصلہ نہ کرتا۔"

"تم متضاد باتیں کررہے ہو علی!" رینڈل نے ... ہوئے انداز میں کہا "جب تم بل فائٹنگ نہیں جانتے تو تم بل فرازو کا مقابلہ کس طرح کرسکوگے اور سب سے بڑی بات کہ اپنا تحفظ کس طرح کرسکوگے؟"

"میرا خیال ہے اس بات کا جواب ماسٹر لی کوان زیادہ بہتر طور پر دے سکیں گے" میں نے لی کوان کی طرف دیکھا۔

"اگر لی کوان تمہاری کامیابی کی ضمانت دے تو میں اس معاملے پر غور کرنے کے لئے تیار ہوں" رینڈل نے کہا "کہو لی کوان! تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟"

"علی میرا شاگرد ہے" لی کوان نے فخریہ لہجے میں کہا "اور جسے لی کوان کی شاگردی کا شرف حاصل ہو وہ کسی معاملے میں بھی کسی سے شکست نہیں کھاسکتا۔"

"یعنی تمہارا مطلب ہے علی یار خان بل فرازو کو ہرادے گا" رینڈل نے حیرت سے کہا۔

"بل فرازو کی اوقات ہی کیا ہے" لی کوان نے حقارت سے کہا "علی سے مقابلہ کرنا ہے تو کسی آرٹسٹ کو اس کے مقابلے پر لاؤ۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو لی کوان! بل فرازو بل فائٹنگ کا ماہر ہے۔ وہ اسپین کا قومی چیمپئن رہ چکا ہے اور تم اس بات سے واقف بھی ہو۔"

لی کوان عجیب سے انداز میں ہنسا "وہ اسپین کا قومی چیمپئن صرف اس لئے بن گیا تھا کہ وہاں نہ لی کوان تھا اور نہ اس کا کوئی شاگرد۔"

"تم نے میرے اندر آتش شوق بھڑکادی ہے لی کوان!" رینڈل نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اب چاہے علی کو کوئی نقصان ہی کیوں نہ پہنچ جائے میں یہ مقابلہ ضرور منعقد کراؤں گا۔ ذرا میں بھی تو دیکھوں کہ علی پر تمہاری محنت کس حد تک بار آور ثابت ہوئی ہے۔"

"میں اس سے مقابلہ کرنے کے لئے سخت بے چین ہوں موشے ہاورڈ!" میں نے کہا "معلوم نہیں مجھے کتنا عرصہ انتظار کرنا پڑے گا۔"

"میں تم سے بھی زیادہ بے چین ہوگیا ہوں" رینڈل نے کہا "بے فکر رہو پرسوں شام تک سارے انتظامات مکمل ہوچکے ہوں گے۔"

○☆○

"تم سے زبردست غلطی ہوئی ہے" تہذیب نے کہا۔ "میں مخالفت کرتی رہی مگر تم نے میری بات پر کان نہیں دھرے۔ اب دیکھنا تمہارا کیا حشر ہوگا؟"

"چیف کی صلاحیتوں سے انکار ممکن نہیں ہے" بڈ بولا۔ "مگر ہر کام کے اپنے اصول ہوتے ہیں۔ پریکٹس کے بغیر تو کوئی ماہر بھی صحیح پرفارمنس نہیں دے سکتا۔"

"کہاں کی پریکٹس اور کس چیز کی پریکٹس؟" تہذیب نے بھنا کر کہا "پریکٹس تو بعد میں کی جاتی ہے۔ پہلا مرحلہ تو سیکھنے کا ہوتا ہے۔ جو شخص کسی کام سے واقف ہی نہ ہو وہ پریکٹس کیا خاک کرے گا۔"

"یہاں نہ تو کوئی بھینسا میسر آئے گا اور نہ ہی بل فائٹر" بڈ نے کہا "ورنہ میں کوشش کرتا کہ چیف کو دو دن میں بل فائٹنگ سکھا دی جائے۔"

میں پلنگ پر لیٹا خاموشی سے ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ تہذیب اور بڈ کرسیوں پر بیٹھے تھے اور جب سے انہوں نے پرسوں ہونے والے مقابلے کی خبر سنی تھی مستقل تبصرے کئے جارہے تھے۔

"جو شخص خود اپنے آپ سے دشمنی پر آمادہ ہو کوئی اور اس کے لئے کچھ نہیں کرسکتا" تہذیب نے کہا "لہٰذا میرا خیال ہے تشویش میں مبتلا ہونے سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"اب تم نے صحیح فیصلہ کیا ہے" میں کروٹ بدل کر اٹھ بیٹھا۔

"میں اندر آسکتی ہوں" دروازے کی طرف سے مرجانہ کی آواز آئی اور ہم سب حیران ہوگئے۔

"آؤ آؤ" میں نے کہا "تم تو یوں غائب ہوگئی تھیں جیسے۔۔"

"گدھے کے سر سے سینگ" مرجانہ نے ہنستے ہوئے کہا اور اندر آگئی "میں ایک اہم کام کے سلسلے میں باہر چلی گئی تھی۔ آج ہی واپس آئی ہوں" اس نے گرم جوشی کے ساتھ مجھ سے ہاتھ ملایا "مبارک ہو' اب تم بھی ہم میں شامل ہوگئے ہو۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا مگر تہذیب کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہونے لگی تھی اور وہ کینہ توز نظروں سے مرجانہ کو گھور رہی تھی۔

"ابھی یہاں یہ بحث ہورہی تھی کہ میں نے بل فرازو سے مقابلے کا فیصلہ کرکے غلطی کی ہے" تہذیب کے کچھ کہنے سے قبل ہی میں بول پڑا۔

"بظاہر تو یہ فیصلہ غلط ہی معلوم ہوتا ہے" مرجانہ نے کہا "لیکن جب یہ فیصلہ تم نے کیا ہے اور موشے ہاورڈ اور ماسٹر لی کوان نے اس پر اعتراض نہیں کیا تو پھر یہ درست ہی ہوگا۔"

"ان دونوں کو علی کے اس فیصلے پر بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا "کوئی نقصان پہنچا تو علی کو پہنچے گا ان دونوں کا تو کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"کیسے نہیں بگڑے گا میڈم ایکس!" مرجانہ نے مسکرا کر کہا "علی ماسٹر لی کوان کے اکلوتے شاگرد ہیں اور موشے ہاورڈ کے مستقبل کی امیدوں کا واحد مرکز۔"

"آپ یہ بھول رہی ہیں کہ میڈم بھی چیف کی اکلوتی محبوبہ ہیں۔۔۔"

"ہوش میں رہ کر گفتگو کرو بڈ!" تہذیب غرائی "بعض اوقات تم ساری حدود پھلانگ جاتے ہو۔"

"مم۔۔۔ میں معافی چاہتا ہوں میڈم!" بڈ نے سہم جانے کی اداکاری کی "تم ناراض ہوتی ہو تو آئندہ نہیں کہوں گا' مگر میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"خاموش رہو" تہذیب نے اسے جھڑک دیا اور بڈ منہ بنا کر واقعی خاموش ہوگیا۔

"تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں علی یار خان کی محبوبہ ہونے کا شرف حاصل ہے" مرجانہ نے کہا "معلوم نہیں کتنی لڑکیاں اس اعزاز کے لئے ترستی ہوں گی۔"

تہذیب کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ ابھری۔ "ہاں' یہ شرف ہی تو ہے ورنہ میں اس قابل کہاں۔"

مرجانہ گڑبڑا گئی "میرا مطلب تھا کہ بڈ نے جو کچھ کہا اس پر تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہئے تھا۔"

مرجانہ کی بات سن کر بڈ کھل اٹھا "شکریہ" اس نے کہا۔ "کوئی تو میرا طرف دار نکلا۔"

"تم کبھی ماحول کو سنجیدہ نہیں رہنے دیتے بڈ!" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

بڈ نے ناگواری سے سر کو جھٹکا دیا "بڈ کا بولنا کسی کو بھی گوارا نہیں ہے۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔"

"علی کو سمجھانے کی بہت کوشش کی گئی تھی میڈم ایکس مگر یہ اس مقابلے پر مصر تھے" مرجانہ نے کہا "اگر ہماری جانب سے اس قسم کی کوئی تحریک ہوتی تبھی آپ ہمیں الزام دینے میں حق بجانب ہوتیں۔"

"مرجانہ ٹھیک کہہ رہی ہے تہذیب!" میں نے کہا "میں موشے ہادرڈ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری فرمائش پر اس مقابلے کے انتظامات کرانے قبول کرلئے ہیں۔"

"نتائج تو تم بھگتو گے" تہذیب نے چڑ کر کہا "کسی اور کی صحت پر کیا اثر پڑے گا۔"

کسی اور کی صحت پر اثر پڑے نہ پڑے تمہاری صحت تو متاثر ہوتی نظر آرہی ہے" میں نے ہنس کر کہا۔

"مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی۔ اب اس کے بعد تم مجھ سے اپنی مخالفت میں ایک لفظ بھی نہیں سنو گے۔"

"حیرت ہے" مرجانہ بڑبڑائی "تمہارے مخالفین تم سے کس قدر خوف زدہ رہتے ہیں لیکن تمہارے اپنے ساتھی تمہاری صلاحیتوں کے بارے میں ذرا بھی پر اعتماد نظر نہیں آتے۔"

"تمہیں تو میری صلاحیتوں پر اعتماد ہے نا" میں نے مرجانہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہت زیادہ" مرجانہ مسکرائی "اتنا زیادہ اعتماد جس کا تم تصور بھی نہیں کرسکتے۔"

"اعتماد کی بنیادوں میں اس مقام سے لرزش پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہے جہاں سے جذباتی وابستگی کی ابتدا ہوتی

ہے" میں نے کہا۔ میرے لہجے میں بہت خفیف سی تلخی جسے کوئی بھی محسوس نہیں کرسکا۔

"میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھی؟" مرجانہ پلکیں جھپکائیں۔

"اس بات کو یوں سمجھو کہ ایک شخص کو اپنے نشانے پر بہت اعتماد ہے۔ وہ کسی شخص پر بھی اس طرح فائر کرسکتا کہ گولی اس کے بالوں کو چھوتی ہوئی گزر جائے لیکن اگر شخص کے سامنے اس کے بیٹے کو کھڑا کردیا جائے تو وہ اپنا اعتماد کھو بیٹھے گا۔"

"میں سمجھ گئی" مرجانہ نے سر ہلا کر کہا "تمہارا مطلب ہے کہ تمہارے ساتھی تم سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں لئے وہ تمہیں اس مقابلے سے روک رہے ہیں۔"

"نہ صرف محبت کرتے ہیں بلکہ یہ بھی جانتے ہیں بل فائٹنگ کے میدان میں بالکل ہی کورا ہوں اس لئے بھی گھبرا رہے ہیں۔"

"یہ الجھن تو مجھے بھی ہے کہ تم نے کس بنا پر بل فر چیلنج کرنے کی ہمت کی؟"

"اور لی کوان نے بھی مجھے اس کی اجازت دی" میں مرجانہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرادیا۔

"تمہیں شاید اندازہ بھی نہ ہو کہ تم کتنے خوش آدمی ہو" مرجانہ نے کہا "لی کوان کسی کو اپنا فن سکھا لئے آمادہ نہیں ہوتا تھا۔"

"مجھے اپنی خوش قسمتی کا تم سے زیادہ اندازہ ہے نے طنزیہ لہجے میں کہا "بل فائٹنگ کا مقابلہ بھی میں اپ قسمتی کی وجہ سے ہی جیتوں گا۔"

مرجانہ نے حیرت سے مجھے دیکھا "تم بات کو غل میں لے گئے۔ اگر تم نے مقابلہ جیتا تو ظاہر ہے اپنی صلا کے بل پر جیتو گے۔ میرا اشارہ تو لی کوان کی طرف تھا نہیں اس نے کس طرح تمہیں اپنی شاگردی میں لے لا

"ہاں یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اسے پہلی ہی مجھ سے محبت ہوگئی تھی" میں نے کہا اور مرجانہ کا منہ سے کھل گیا۔

"کیا بے تکی ہانک رہے ہو" اس نے کہا۔

"ظاہر ہے اس نے میرا انتخاب یا تو کچھ سوچ ہوگا یا پھر بغیر سوچے سمجھے کیا ہوگا۔ دوسری صورت نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اسے مجھ سے محبت ہوگئی ہوگی

"تمہاری خوش قسمتی یہ تھی کہ تم اس کے منہ نہیں آئے ورنہ یقیناً مارے جاتے۔"

"وہاں بھی میری صلاحیتوں نے میری رہنمائی کی تھی مرجانہ!" میں نے قدرے تلخی سے کہا "میں نے ترمہ وس کرلیا تھا کہ اس شخص سے مقابلہ کرنا میرے حق میں ہتر ثابت ہوسکتا ہے۔"

"تم کہہ رہے ہو تو پھر یہی درست ہوگا" مرجانہ نے ہنس رکہا "میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔"

"میں وہ شاگرد ہوں مرجانہ! جس پر لی کوان کو بھی فخر ہے مجھے بھی یہ کہنے میں فخر محسوس ہوتا ہے ہم دونوں نے جس ح ایک دوسرے کو سمجھا ہے کم ہی لوگ سمجھتے ہوں گے۔"

"ہاں' انڈر اسٹینڈنگ تو کسی کسی سے ہی ہوتی ہے" مرجانہ نے کہا۔

"یہ انڈر اسٹینڈنگ نہیں ہے مرجانہ! انڈر اسٹینڈنگ تو ی حقیر سی چیز کا نام ہے۔ ہمارے درمیان جو معاملہ ہے وہ ے کہیں آگے کا ہے۔ میرے علاوہ کوئی اور لی کوان سے طرح واقف نہیں ہوسکتا جس طرح میں واقف ہوں اور ی اچھی طرح اس نے مجھے سمجھا ہے دنیا میں کوئی اور سمجھ ہں سکتا۔"

"کیا میں بھی نہیں؟" تہذیب نے کہا۔

"نہیں' تم بھی نہیں" میں نے متاسفانہ انداز میں سر کو بش دی "میں نے اسے اپنے بارے میں کچھ زیادہ نہیں بتایا روہ میری صلاحیتوں سے اور میری فطرت سے پوری طرح نف ہوگیا۔ یہی معاملہ میرا بھی ہے۔ اس کو پوری طرح ھنے میں مجھے تھوڑا سا وقت ضرور لگا' لیکن اب میں کہہ سکتا وں کہ اسے مجھ سے زیادہ کوئی اور نہیں جان سکتا۔ یہ اس خواہش تھی کہ میں بل فرازو سے بل فائٹنگ کا مقابلہ کروں۔"

"یہ خواہش اس نے کب ظاہر کی تھی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"کبھی بھی نہیں" میں نے مسکرا کر کہا "بلکہ وہ تو مجھے باز رکھنے کی کوشش کررہا تھا۔"

"کیسی باتیں کررہے ہو' خواہش بھی اس کی تھی اور ہی باز رکھنے کی کوشش بھی کررہا تھا" مرجانہ نے کہا۔

"یہی تو عجیب بات ہے' اس کی خواہش پر اس کے کہے بغیر میں اس طرح عمل کررہا ہوں جس طرح اس نے چاہا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ مجھے باز رکھنے کی کوشش کرے اور میں اصرار کروں۔"

"تمہاری اس بات پر کس طرح یقین کیا جاسکتا ہے؟" مرجانہ نے کہا "یہ تمہارا واہمہ بھی تو ہو سکتا ہے؟"

"وہ میرا استاد ہے مرجانہ! اس نے میری تربیت کی ہے۔ یہ تربیت کتنی ہی نامکمل سہی وہ مجھے اپنی آنکھوں سے ایکشن میں دیکھنا چاہتا ہے۔ بل فرازو سے میرا مقابلہ ہوا تھا وہ اس کی تشفی کے لئے ناکافی تھا۔ لی کوان نے مجھے بعض ایسے اصول سکھائے ہیں جنہیں عملی میدان میں مختلف طریقوں سے بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ بل فائٹنگ سے ناواقف شخص کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو بل فائٹنگ نہیں کرسکتا لیکن لی کوان نے جو کچھ مجھے سکھایا ہے اسے اگر ذہانت کے ساتھ استعمال کیا جائے تو میں کسی شعبے میں بھی مار نہیں کھا سکتا۔ کیا اس صورت حال میں اس کی یہ خواہش غیر فطری ہے؟"

"غیر فطری تو خیر نہیں ہے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ اس کی یہی خواہش رہی ہو" مرجانہ نے کہا "تم اس کے دل میں تو جھانک کر نہیں دیکھ سکتے۔"

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں کہ جس حد تک اسے میں سمجھ سکتا ہوں کوئی اور نہیں سمجھ سکتا" میں نے کہا "اور یہ مقابلہ بالکل اسی انداز میں ہوگا جس طرح وہ چاہتا ہے۔"

"وہ کیا چاہتا ہے؟" مرجانہ نے پوچھا۔

"یہ بات ابھی نہیں بتائی جاسکتی" میں نے مسکرا کر کہا۔ "جو کچھ ہوگا اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔"

○☆○

رینڈل کے علاوہ گراؤنڈ میں جزیرے کے تقریباً تمام افراد موجود تھے۔ مخصوص افراد کے بیٹھنے کے لئے نشستوں کا انتظام بھی تھا۔ گراؤنڈ کے وسط میں چوبی باڑھ کے ذریعے بل فائٹنگ کے لئے اکھاڑہ بنایا گیا تھا مجھے نہیں معلوم کہ رینڈل نے اتنی جلد بل فائٹنگ کے لئے تربیت یافتہ بھینسے کہاں سے اور کس طرح فراہم کئے تھے۔ اس قدر جلد تمام انتظامات مکمل کرلینا حیران کن ضرور تھا مگر میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کے وسائل غیر معمولی ہیں لہٰذا یہ ان کے لئے کوئی بہت بڑی بات بھی نہیں تھی۔

رنگ کے اطراف پانچ کٹہرے تھے جن میں سے ہر ایک میں ایک ایک بھینسا نظر آرہا تھا۔ کٹہرے کا دروازہ کھولتے ہی بھینسے رنگ میں داخل ہوجاتے۔ لی کوان' تہذیب اور بڈ میرے ساتھ ہی بیٹھے تھے جب کہ بل فرازو ہم سے اگلی قطار میں تھا' مقابلوں کی فلم بنانے کے لئے چار جدید قسم کے ٹی وی کیمروں کا انتظام بھی کیا گیا تھا حالانکہ وہاں جگہ جگہ خفیہ کیمرے نصب تھے مگر انہیں کافی نہیں سمجھا گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اگر تم اس وقت مقابلہ کرنے سے انکار کر دو تو کیا ہوگا؟" تہذیب نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"بل فرازو کو فاتح قرار دے دیا جائے گا" لی کوان نے جواب دیا اور تہذیب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ لی کوان نے اتنی مدھم آواز کس طرح سن لی۔ وہ اس بات سے واقف نہیں تھی کہ لی کوان اس سے بھی مدھم آواز اس سے بھی زیادہ فاصلے سے سن سکتا ہے۔

"تم علی کو اس مقابلے سے روکنے کی کوشش مت کرو' مجھے حیرت ہے تم اس کے اتنے قریب ہونے کے باوجود اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتیں کہ علی جب کوئی فیصلہ کر لے تو پھر پیچھے نہیں ہٹتا" لی کوان نے مزید کہا۔

"تہذیب خوف زدہ ہے ماسٹر!" میں نے کہا۔

"لیکن یہ تو بل فائٹنگ کے مقابلے میں حصہ نہیں لے رہی" لی کوان نے بیساختہ کہا۔

"اگر تہذیب خود اس مقابلے میں حصہ لے رہی ہوتی تو ذرا بھی خوف زدہ نہ ہوتی بلکہ اس صورت میں تو میں خوف زدہ ہوتا" میں نے کہا۔

"اچھا اچھا میں سمجھ گیا" لی کوان نے معنی خیز لہجے میں کہا "یہ بات ہے... لیکن اس کے خوف زدہ ہونے سے کوئی فائدہ تو ہونے سے رہا لہٰذا اسے پرسکون رہنے کی تلقین کرو۔"

"پرسکون تو میں خود بھی نہیں ہوں ماسٹر!" میں نے سنجیدگی سے کہا "میں اپنے فیصلے پر پچھتا رہا ہوں۔ یہ بھینسے تو دیکھ کر ہی خوف محسوس ہو رہا ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو" لی کوان نے منہ بنا کر کہا "ان بے ضرر بھینسوں سے تو چڑیا کا بچہ بھی خوف زدہ نہیں ہو سکتا۔ تم تو پھر ماسٹر لی کوان کے شاگرد ہو۔"

"اگر ان بھینسوں میں سے کسی ایک کو بھی پتا چل جائے کہ اس کے مقابلے پر ماسٹر لی کوان کا شاگرد آ رہا ہے تو حملہ کرنے سے انکار کر دیں گے" بڈ نے کہا اور اس کی بات سن کر لی کوان کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

"تمہارا یہ ساتھی مجھے بہت پسند ہے" لی کوان نے خوش ہو کر کہا "یہ بہت زندہ دل ہے۔ آدمی کو ایسا ہی زندہ دل ہونا چاہئے۔"

میں نے کان دبا لیا۔ بڈ نے واضح طور پر لی کوان کا مضحکہ اڑایا تھا مگر وہ اسے اپنی تعریف سمجھ کر خوش ہو رہا تھا۔

دس منٹ بعد مقابلہ شروع ہونے کا اعلان ہوا اور ایک شخص مائیک ہاتھ میں لئے ہوئے اکھاڑے میں داخل ہوا۔

"خواتین و حضرات! آج موشے ہاورڈ کی طرف سے تین گھنٹے کے لئے خصوصی تفریح کا اہتمام کیا گیا ہے" اس نے کہا "آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ آپ بل فائٹنگ کی تاریخ کے اس عظیم ترین مقابلے کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ایک طرف اسپین کے سابق قومی چیمپئن بل فرازو اور دوسری طرف عظیم ماسٹر لی کوان کے شاگرد علی ہیں" "اپنے لئے عظیم کا لقب سن کر لی کوان نے فخریہ انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی۔ وہ ہمیشہ اپنی تعریف سن کر خوش ہوتا تھا۔

"میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مسٹر بل فرازو کی مہارت کے بارے میں مختصراً کچھ بتا دوں" اناؤنسر کہہ رہا تھا "عام طور پر بل فائٹرز اپنے ساتھ ایک اسسٹنٹ رکھتے ہیں لیکن مسٹر بل فرازو ماضی میں بغیر اسسٹنٹ کے بھی بل فائٹنگ کے مظاہرے کر چکے ہیں اور آج کے لئے بھی انہوں نے یہی اعلان کیا ہے۔ وہ بغیر اسسٹنٹ کے بل فائٹنگ کا مظاہرہ کریں گے" چند افراد کے سوا سب نے یہ اعلان سن کر تالیاں بجائیں "اس کے علاوہ مقابلے کے اختتام پر بھینسے کو قتل کرنے کے لئے صرف ڈیڑھ فٹ کی مختصر سی تلوار استعمال کریں گے" ایک بار پھر تالیاں بجیں اور بل فرازو کو اکھاڑے میں آنے کی دعوت دی گئی۔

بل فرازو بڑے باوقار انداز میں اکھاڑے میں داخل ہوا۔ اس کے پہلو میں ڈیڑھ فٹ کی تلوار لٹک رہی تھی جو نیام میں تھی۔ اکھاڑے کے وسط میں پہنچ کر وہ رکا اور باری باری ہر طرف حاضرین کے سامنے سر خم کیا۔

"یہ شخص کچھ بھی نہیں جانتا" لی کوان نے حقارت سے کہا "یہ تو ٹھیک سے اداکاری بھی نہیں کر سکتا۔"

بل فرازو نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ وہ مقابلہ شروع کرنے کے لئے تیار ہے اور کٹہرے کے پاس کھڑے ایک شخص نے کٹہرے کا دروازہ کھول دیا۔ بھینسا تیزی سے باہر نکل آیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ بل فرازو نے کپڑا لہرا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ سرخ رومال دیکھ کر بھینسے کی آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا اور اس نے دیوانہ وار انداز میں بل فرازو کی سمت دوڑ لگا دی۔ بل فرازو ذرا سا ایک طرف جھکا کھڑا تھا۔ جیسے ہی بھینسا اس کے نزدیک پہنچا اس نے نہ صرف ذرا سا ایک طرف ہٹا بلکہ اس نے سرخ کپڑے کا رخ بھی تبدیل کر دیا۔ بھینسا اپنی جھونک میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

کچھ دور جا کر بھینسے نے بمشکل تمام خود کو روکا اور ایک بار پھر اپنی تمام تر وحشت کے ساتھ پلٹ پڑا۔ وہ بل فائٹنگ کے لئے خاص طور پر تربیت یافتہ بھینسا تھا اور سرخ رنگ دیکھ کر بری طرح مشتعل ہو گیا تھا۔ اس بار اس کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ تیز تھی۔ بل فرازو نے پہلے کی طرح اس بار بھی بھینسے کو ڈاج دے دیا تھا مگر اس بار بہت سے تماشائیوں کی چیخیں نکل گئی تھیں۔ بل فرازو نے خود کو تو خیر بچا لیا تھا لیکن اس کے ہاتھ میں موجود سرخ رنگ کے کپڑے کا کچھ حصہ بھینسے کی سینگوں کی زد میں آ کر پھٹ گیا تھا۔ ایک لمحے کی تاخیر بھی بل فرازو کی ہلاکت کا باعث ہو سکتی تھی۔

"بل فائٹنگ کاہلوں کا کھیل ہے" لی کوان نے تبصرہ کیا "اور میں نے اپنی پوری زندگی میں بل فرازو سے زیادہ ست آدمی نہیں دیکھا۔"

بل فرازو اور بھینسے کے درمیان آنکھ مچولی جاری رہی۔ بل فرازو واقعی مہارت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ بھینسے کو تو خیر شروع سے ہی بل فائٹر کو ختم کرنے کا اختیار ہوتا ہے لیکن بل فائٹر پر یہ پابندی ہوتی ہے کہ وہ ایک مخصوص وقت تک صرف اپنا دفاع کرے گا۔ عام مقابلوں میں تو کسی بھی خطرناک لمحے بیرونی مداخلت کے ذریعے بل فائٹر کی جان بچا لی جاتی ہے مگر اس مخصوص قسم میں بل فائٹر اور بھینسا ایک دوسرے کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بل فائٹنگ کی یہ قسم عام نہیں ہے کیوں کہ اس میں جان جانے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

بل فائٹنگ کے لئے مخصوص وقت ختم ہونے سے قبل ہی بل فرازو پر تھکن کے اثرات غالب نظر آنے لگے لیکن تھکن کے باعث اسے کوئی خطرہ اس لئے لاحق نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کے ساتھ ساتھ بھینسا بھی تھک گیا تھا۔ بل فرازو کی نسبت بھینسے کو بہت زیادہ بھاگ دوڑ کرنا پڑ رہی تھی۔ بل فرازو کا انداز بے انتہا خطرناک تھا۔ وہ جان بوجھ کر بھینسے کو بالکل آخر وقت میں ڈاج دیتا تھا اور اس کا یہ انداز کسی بھی لمحے مہلک ثابت ہو سکتا تھا۔ مجھے خوب اندازہ تھا کہ تہذیب کے ساتھ ساتھ بڈ بھی یہی دعا کر رہا ہوگا کہ بل فرازو بھینسے کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے تاکہ میں اس خطرناک کھیل میں ملوث ہونے سے بچ سکوں۔

پھر گھنٹی بج گئی۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اب اگر بل فرازو چاہے تو بھینسے کو ہلاک کر سکتا ہے۔ تلوار کے ذریعے بھینسے کو ہلاک کرنا بھی ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ بھینسا تو سرخ کپڑے پر جھپٹتا ہے اور اس آخری مرحلے میں بل فائٹر کے لئے نہ صرف بھینسے کو ڈاج دینے کا مرحلہ درپیش ہوتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اسے تلوار سے بھینسے پر کاری ضرب بھی لگانا پڑتی ہے۔ تیز رفتار بھینسے کی گردن پر کاری ضرب لگانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ تلوار اگر بھینسے کی گردن کے بجائے اس کے جسم کے کسی اور حصے پر لگے تو اسے بل فائٹر کے اناڑی پن پر محمول کیا جاتا ہے اور اس کے پوائنٹ کم ہو جاتے ہیں۔

گھنٹی بجتے ہی بل فرازو نے تلوار نیام سے نکال لی۔ تلوار اس نے سیدھے ہاتھ میں پکڑی تھی جبکہ سرخ کپڑا اس نے الٹے ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔ اس بار اس نے کپڑا اپنے جسم سے فاصلے پر رکھا تھا۔ اس کا بایاں ہاتھ پوری طرح باہری طرف پھیلا ہوا تھا۔ تلوار نیام سے نکالنے کے مطلب تھا کہ اب اس نے بھینسے کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ وہ اگر کھیل کو طول دینا چاہتا تو تلوار کو بے نیام نہ کرتا۔ تلوار نیام سے نکالنے کا مطلب یہ تھا کہ اب اگر وہ کسی بھی وجہ سے بھینسے پر وار نہ کر پاتا تو بھی اس کے پوائنٹ ضائع ہوتے رہتے۔

بھینسے کے دوڑنے سے دھول اڑ رہی تھی۔ تہذیب اور بڈ سانس روکے مقابلے کا یہ آخری مرحلہ دیکھ رہے تھے۔ ان کی دعائیں قبول ہونے کا اب یہی امکان رہ گیا تھا کہ بل فرازو بھینسے پر فیصلہ کن وار کرنے میں ناکام ہو جائے۔ بصورت دیگر تہذیب اور بڈ کے خیال میں میری شکست کے امکانات روشن ہو جاتے۔

جیسے ہی بھینسا بل فرازو کے قریب آیا' بل فرازو نے بڑی پھرتی سے پینترہ بدلا اس کا دایاں ہاتھ فضا میں بلند ہوا اور پھر ہم سب نے اسے بھینسے کی گردن پر وہ خوبصورت وار کرتے دیکھا۔ چمکتی ہوئی تیز دھار تلوار بھینسے کی گردن کاٹتی ہوئی گزر گئی تھی۔ بھینسے کی کٹی ہوئی گردن سے خون کا ایک فوارہ ابلا اور سر دھڑ سے جدا ہو کر دور جا گرا اور سربریدہ بھینسا اپنی رفتار کے باعث کچھ دور تک یونہی دوڑتا چلا گیا اور پھر زمین بوس ہو گیا۔ بل فرازو نے دونوں ہاتھ بلند کر کے اپنی فتح کا اعلان کیا اور تالیوں کی گونج میں اکھاڑے سے باہر نکل آیا۔

"بل فرازو واقعی بل فائٹنگ کا ماہر ہے" میں نے تعریفی انداز میں کہا "اس کا اسٹائل مجھے بہت پسند آیا۔"

"وہ انتہائی کاہل آدمی ہے" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "اس لئے اس نے بل فائٹنگ جیسے ست کھیل کو اپنے لئے منتخب کیا ہے۔"

"وہ تو اکھاڑے سے سرخ رو ہو کر نکلا ہے" تہذیب نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہا "اب تم اپنی خیر مناؤ' اس سے زیادہ پوائنٹ حاصل کرنا آسان نہیں ہوگا۔"

"مجھے چیف پر فخر ہے" بڈ بولا "ماضی میں بھی کئی بار انہوں نے ایسے موقعوں پر پانسہ پلٹا ہے جب کسی کو بھی اس کی توقع نہیں رہی تھی۔"

"لیکن اس بار ایسا ہونا ممکن نظر نہیں آتا" تہذیب نے بھنا کر کہا "آدمی کو کبھی بھی سوچے سمجھے بغیر قدم نہیں اٹھانا چاہئے۔ ضروری تو نہیں ہے کہ ہمیشہ ہی کامیابی اس کے قدم چومے۔"

"کامیابی کبھی خود سے قدم نہیں چومتی تہذیب" میں نے کہا "اس کے لئے بڑی مشقت کرنی پڑتی ہے۔"

"تم کتنی ہی مشقت کیوں نہ کرو' بل فائٹنگ میں اسپین کے قومی چیمپین کو شکست نہیں دے سکتے۔"

"کیا بل فائٹنگ کرنا کوئی بہت مشکل کام ہے؟" لی کوان نے یوں پوچھا جیسے اس نے کبھی بل فائٹنگ کا مقابلہ نہ دیکھا ہو۔

"ہرگز نہیں ماسٹر!" میں نے جلدی سے کہا "یہ تو کاہل لوگوں کا ایجاد کیا ہوا ایک انتہائی سست رفتار کھیل ہے۔"

"تب تو لوگ اسے دیکھ کر بور ہوتے ہوں گے" لی کوان نے کہا۔

"ارے نہیں ماسٹر!" میں نے ہنس کر کہا "اسے دیکھنے والے بھی کاہل ہوتے ہیں اس لئے وہ بور نہیں ہوتے۔"

"لیکن یہاں ماسٹر لی کوان بھی موجود ہے" اچانک لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "اور وہ بہت بور ہوا ہے' اب تمہیں اس کی بوریت کا ازالہ کرنا ہے۔"

تہذیب اور بڈ بڑی حیرت سے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا ہوگا کہ آخر لی کوان اس خونی کھیل کو سست اور بور کس طرح قرار دے رہا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میں اس سے کیوں کر متفق ہو گیا ہوں۔ یہ بات ان کے سمجھنے کی تھی بھی نہیں۔

"میں کوشش کروں گا ماسٹر کہ اس کھیل کو تمہارے معیار تک پہنچا سکوں" میں نے کہا۔

"کوشش کا کیا مطلب ہے؟" لی کوان غرایا "تمہیں یہ کھیل سنسنی خیز بنانا ہوگا۔ وہ کھیل ہی کیا جسے دیکھ کر رگوں میں خون کی گردش نہ تیز ہو جائے۔"

"تمہارے خون کی گردش بھلا کون تیز کرسکتا ہے لی کوان" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ تو وقت آنے پر معلوم ہوگا" لی کوان بڑبڑایا اور اکھاڑے کی طرف دیکھنے لگا جہاں سے مردہ بھینسے کو ہٹا دیا گیا تھا اور اب وہاں ایک بار پھر اناؤنسر نظر آرہا تھا۔

"مسٹر بل فرازو کی منفرد اسٹائل کی بل فائٹنگ سے آپ لوگ محظوظ ہو چکے" اناؤنسر نے کہا "اب میں علی یار خان سے درخواست کروں گا کہ وہ مقابلہ کرنے سے قبل اپنے بارے میں خود ہی کچھ بتا دیں۔"

میں نے اکھاڑے میں پہنچ کر اس کے ہاتھ سے مائیکرو فون لے لیا "جیسا کہ آپ لوگوں کو پہلے بتایا جا چکا ہے کہ میں بل فائٹنگ سے واقف نہیں ہوں" میں نے کہا "شاید آپ کو یہ سن کر حیرت ہو کہ آج سے پہلے میں نے بل فائٹنگ کا کوئی مقابلہ دیکھا تک نہیں تھا۔ اس لئے مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا لیکن آج یہ مقابلہ دیکھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بھینسا بڑا مظلوم جانور ہے۔"

میرے اس تبصرے پر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور بھن بھناہٹ کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مقابلہ برابری کی بنیاد پر کیا جائے" میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "یہ تو سراسر ظلم ہے کہ نہتے بھینسے کے مقابلے میں بل فائٹر تلوار بدست ہو۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ بھینسے کو بھی کوئی ہتھیار فراہم کی جائے تاکہ مقابلہ برابری کی بنیاد پر ہوسکے۔"

بل فرازو اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا اور دہاڑ کر بولا "تم مقابلے سے بچنے کی کوشش کر رہے ہو۔ جب بل فائٹنگ نہیں جانتے تو چیلنج کیوں کیا تھا؟"

"میں مسٹر بل فرازو سے درخواست کروں گا کہ پہلے مجھے اپنی بات پوری کر لینے دیں اس کے بعد بھی اگر انہیں کوئی اعتراض ہوا تو میں اسے پوری توجہ سے سنوں گا۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ مقابلہ برابری کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔ اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ بھینسے کو کوئی ہتھیار فراہم کر دیا جائے۔ اس لئے کہ بھینسا کوئی ہتھیار استعمال کر ہی نہیں سکتا لہٰذا اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ بھینسے کے مقابلے پر خالی ہاتھ اترا جائے۔ اگر مسٹر بل فرازو کو اعتراض نہ ہو تو میں خالی ہاتھ بھینسے کا مقابلہ کر لوں۔"

بل فرازو کو اس پر بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا لیکن اس نے یہ شرط عائد کر دی کہ مقابلے کا اختتام اس وقت ہوگا جب ایک لاش گر جائے۔

"وہ تو ظاہر ہے مسٹر بل فرازو لیکن چونکہ میں بغیر کسی ہتھیار کے بھینسے کا مقابلہ کر رہا ہوں اس لئے وقت کی پابندی خود بخود ختم ہو جائے گی۔ مقابلہ شروع ہونے کی گھنٹی تو بجے گی لیکن اس کے بعد اور کوئی گھنٹی نہیں بجے گی۔ میں جس وقت چاہوں بھینسے پر کوئی ہلاکت خیز وار کر سکتا ہوں اور ہاں ایک بات اور۔۔۔ میں چونکہ سرخ کپڑے کے استعمال سے ناواقف ہوں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اگر مسٹر بل فرازو کو اعتراض نہ ہو تو میں سرخ رنگ کا لبادہ زیب تن کر لوں۔"

بل فرازو کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ میں نے اپنی ہلاکت کا پورا سامان کر لیا تھا۔ اس کی دانست میں چند منٹ کے اندر اندر بھینسے کا شکار ہو جاتا اس لئے کہ بھینسا تو ہر حال میں سرخ کپڑے پر حملہ آور ہوتا ہے اور میں نے چونکہ سرخ لبادہ خود پہننے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اس لئے میرا بھینسے کی زد میں آنا یقینی امر تھا۔

چونکہ بل فرازو کو کوئی اعتراض نہیں تھا اس لئے کسی اور کو بھی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ میرے لئے فوراً ہی ایک سرخ لبادے کا بندوبست کر دیا گیا۔ ابھی میں لبادہ پوری طرح پہن بھی نہیں پایا تھا کہ لی کوان اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"پہلے تم نے دوسروں پر ظالم ہونے کا الزام عائد کیا اور اب خود جو ظلم کرنے جا رہے ہو اس پر تمہیں کوئی ندامت محسوس نہیں ہوتی؟" لی کوان نے بلند آواز میں کہا۔

"میں دوبدو بھینسے کا مقابلہ کر رہا ہوں ماسٹر!" میں نے بھی چیخ کر جواب دیا "اس کے سوا میں اور کر بھی کیا سکتا ہوں۔"

"تم لی کوان کے نام پر بٹا لگانے پر تل گئے ہو۔ ایک وقت میں صرف ایک بھینسے سے مقابلہ کرتے تمہیں شرم نہیں آئے گی؟"

"ایک بھی بہت ہے ماسٹر!" میں نے احتجاج کیا "ایک آدمی کے لئے ایک بھینسا بھی بہت ہوتا ہے۔"

"آدمی کے لئے ہوتا ہوگا۔ تم آدمی کے ساتھ ساتھ لی کوان کے شاگرد ہو' کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں؟"

"ٹھیک ہے ماسٹر! تمہارے اصرار پر میں ایک ساتھ دو بھینسوں کا مقابلہ کروں گا" میں نے اعلان کیا اور گراؤنڈ تالیوں سے گونج اٹھا۔ لیکن تالیوں کی گونج ختم ہوتے ہی لی کوان پھر بول اٹھا۔

"یہاں نہ تو نیلامی ہو رہی ہے اور نہ ہی کوئی سودے بازی ہو رہی ہے۔ تم ایک ایک کرکے تعداد کیوں بڑھا رہے ہو؟" لی کوان نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو ماسٹر!" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا "دو بھینسے کم نہیں ہوتے" ہم دونوں اتنی بلند آواز میں گفتگو کر رہے تھے کہ ہماری آوازیں ہر ایک تک پہنچ رہی ہوں گی۔

"تمہیں ان چاروں بھینسوں سے بیک وقت مقابلہ کرنا ہوگا" لی کوان نے دبنگ انداز میں کہا۔

"یہ زیادتی ہے ماسٹر! بغیر کسی ہتھیار کے چار بھینسوں سے مقابلہ کروں گا تو یہ میرا کچومر بنا کے رکھ دیں گے۔"

"تم اسی قابل ہو کہ تمہارا کچومر بنا دیا جائے" لی کوان نے غصیلے انداز میں کہا "صرف چار بھینسوں سے خوف زدہ ہو کر تم جس بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہو' اس کے پیش نظر تم اسی کے مستحق ہو۔"

"میں بزدل نہیں ہوں ماسٹر! میں ثابت کر دوں گا کہ ماسٹر لی کوان کا شاگرد بزدل نہیں ہو سکتا۔ میں ان چاروں بھینسوں کا بیک وقت مقابلہ کروں گا خواہ میرا انجام کچھ ہی کیوں نہ ہو۔"

گراؤنڈ میں سناٹا طاری ہو گیا۔ ہر شخص کو سانپ سونگھ گیا تھا پھر اس سکوت کو تہذیب کی آواز نے توڑا۔

"یہ سازش ہے" وہ ہذیانی انداز میں چیخی "یہ لوگ علی کو قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔"

"ان آخری لمحوں میں مجھے کمزور کرنے کی کوشش مت کرو تہذیب!" میں نے بلند آواز سے کہا "میری کامیابی کے لئے دعا کرو۔"

میں پلٹ کر چلتا ہوا اکھاڑے کے وسط میں پہنچ گیا اور دونوں ہاتھ بلند کرکے اشارہ کیا کہ میں مقابلے کے لئے تیار ہوں۔ اس دوران میں چاروں کٹہروں کے دروازے پر ایک ایک آدمی پہنچ چکا تھا۔ مقابلہ شروع ہونے کے لئے گھنٹی بجی اور ان چاروں نے ایک ساتھ کٹہروں کے دروازے کھول دیئے۔ میں نے سرخ لبادہ پہن رکھا تھا۔ جسے دیکھ دیکھ کر بھینسے پہلے ہی بے قابو ہو رہے تھے اس لئے دروازہ کھلتے ہی انہوں نے میری طرف رخ کیا۔

چار بپھرے ہوئے بھینسے چار مختلف سمتوں سے مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے دوڑے چلے آرہے تھے۔ میں ان چاروں سے یکساں فاصلے پر تھا اور مجھے بیک وقت ان چاروں پر نظر رکھنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ چاروں کے سر جھکے ہوئے تھے۔ وحشی بھینسوں کے دوڑنے سے دھمک پیدا ہو رہی تھی اور مٹی کے گویا بادل سے اڑ رہے تھے۔ اس قدر دھول اڑ رہی تھی کہ شاید میں تماشائیوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہوں گا۔

میں پوری طرح مستعد تھا۔ اگر میں انہیں ڈاج دینے کی کوشش کرتا تو یہ ممکن نہ ہوتا۔ وہ چار تھے اور میں اکیلا۔۔۔ اور ان چاروں کو ایک ہی وقت میں مجھ تک پہنچنا تھا۔ ایک وقت میں چار بھینسوں کو ڈاج دینا عملاً ناممکن تھا۔ اگر میں یہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حماقت کرتا تو کسی نہ کسی بھینسے کی زد میں آکر اپنی پسلیاں تڑوا بیٹھتا۔ مجھے مختلف حکمت عملی اختیار کرنا تھی جس کا تعین میں پہلے ہی کر چکا تھا۔

چاروں بھینسے طوفانی رفتار سے دوڑتے ہوئے میرے اتنے نزدیک آگئے کہ ان کا اور میرا تصادم یقینی ہوگیا تو میں دونوں پیروں پر وزن ڈال کے پوری قوت سے اچھلا اور فضا میں کئی فٹ بلند ہونے کے بعد ان سے کچھ فاصلے پر جاگرا۔ چاروں بھینسوں کے سر پوری قوت سے آپس میں ٹکرائے تھے جس کے نتیجے میں ایک زور دار دھماکا ہوا تھا۔ سننے والوں کے دل دہل گئے ہوں گے۔ اکھاڑے میں اس قدر دھول اڑ رہی تھی کہ کسی کو کچھ نظر نہیں آسکتا تھا۔ سب یہی سمجھے ہوں گے کہ میں اس تصادم میں کام آگیا ہوں جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا تھا کہ لوگوں کے منہ سے دبی دبی چیخیں نکل گئی تھیں۔ تہذیب کی دلخراش چیخ سب پر حاوی تھی۔

میں زمین پر گرتے ہی اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ تین بھینسے آپس میں لڑ پڑے تھے جب کہ چوتھا انتہائی اشتعال کے عالم میں میری طرف پلٹا تھا۔ وہ خوں خوار انداز میں مجھ پر جھپٹا۔ وہ میرے سرخ لبادے کے پرخچے اڑا دینا چاہتا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اس پر کیا قیامت گزرنے والی ہے۔

میں بھینسے سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اس لئے مجھ پر حملہ آور ہوتے وقت اس کی رفتار میں بہت زیادہ تیزی نہیں تھی تاہم اس کا انداز بڑا خوں خوار تھا۔ میں نے اپنے جسم کو دائیں سمت جھکولا دیا۔ بھینسے کا رخ بھی میری حرکت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوا تھا مگر میں نے انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود کو بائیں سمت ہٹالیا۔ بھینسا ڈاج کھا گیا تھا مگر اس قدر کافی نہیں تھا۔ میں نے بڑی پھرتی سے چھلانگ لگائی اور بھینسے کی پیٹھ پر سوار ہوگیا۔ یہ ایک نہایت مشکل کام تھا۔ بھینسے کے جسم میں تو بجلیاں سی بھری ہوئی تھیں۔ اس کی پشت پر سوار رہنا تو قریب قریب ناممکن کام تھا تاہم میں نے اس کی گردن سے چمٹتے ہوئے اس کے دونوں سینگ پکڑ لئے۔ اب کم از کم وہ مجھے آسانی سے اپنے اوپر سے نہیں گرا سکتا تھا۔

اس اچانک افتاد پر بھینسا بری طرح بوکھلا گیا۔ وہ پورے اکھاڑے میں بری طرح دوڑتا پھر رہا تھا' ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی گردن جھٹک کر مجھے گرا دینے کی کوششوں میں بھی مصروف تھا۔ جو کچھ اس پر گزر رہی تھی اس کی تو اسے ٹریننگ بھی نہیں دی گئی تھی لیکن اس کی حیوانی جبلت اس کی رہنمائی کر رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ صرف اسی طرح وہ اس بلا سے پیچھا چھڑا سکتا ہے جو اس کی پشت پر سوار ہے۔

تینوں بھینسے آپس میں بری طرح الجھے ہوئے تھے۔ اکھاڑے میں اڑتی ہوئی دھول اس حد تک چھٹ گئی تھی کہ اب تماشائی احاطے کے اندر ہونے والی افراتفری بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ مجھے بھینسے کی پشت پر سوار دیکھ کر کسی کو بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا ہوگا۔ وہ منظر ہر اعتبار سے ناقابل یقین تھا۔ اول تو میرا زندہ بچ جانا ہی ان لوگوں کے لئے ناقابل فہم تھا۔ جس شخص پر چار مختلف سمتوں سے چار بپھرے ہوئے بھینسے حملہ آور ہوئے' وہ نہ صرف بچ گیا تھا بلکہ ایک بھینسے کی پشت پر سواری بھی کر رہا تھا۔ بل فائٹنگ کی تاریخ میں پہلی بار ایسا واقعہ رونما ہوا تھا۔ اس سے پہلے کسی بل فائٹر نے کسی بھینسے پر سواری نہیں کی ہوگی۔

بھینسے کی وحشیانہ جدوجہد کے باوجود خود کو بھینسے کی پشت پر برقرار رکھنا اس وقت مجھے دنیا کا سب سے بڑا کارنامہ محسوس ہو رہا تھا اور مجھے شدت سے یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ کارنامہ انجام دینے کے لئے لی کوان کا شاگرد ہونا بے حد ضروری تھا۔ اگر چھ ماہ قبل میں نے یہ حماقت کی ہوتی تو مجھے اس کا خمیازہ اپنی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کی صورت میں بھگتنا پڑتا۔

بھینسا چاروں پیروں پر اچھل رہا تھا' گردن جھٹک رہا تھا اور ساتھ ساتھ اکھاڑے میں چکر بھی لگاتا جا رہا تھا۔ وہ ہر قیمت پر مجھے اپنی پشت سے گرا دینا چاہتا تھا اور میں اس کی کوششیں ناکام بنانے میں اپنی پوری صلاحیتیں صرف کے دے رہا تھا۔ اس جدوجہد میں میرے جسم کا ایک ایک جوڑ ہل کر رہ گیا تھا لیکن یہ بہت ضروری تھا۔ جو کچھ میں کرنا چاہ رہا تھا اس کے لئے بھینسے کی پشت پر سواری گانٹھنا لازم تھا۔ بصورت دیگر میں چار بھینسوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

اس شدید جدوجہد کے دوران بھی میرے حواس پوری طرح کام کر رہے تھے۔ میں محسوس کر سکتا تھا کہ ہر شخص دم بخود ہے۔ وہ ایک ناقابل یقین منظر دیکھ رہے تھے۔ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ اس بھیانک جدوجہد کا انجام کیا ہوگا۔ میرے کانوں تک تہذیب کی ہذیانی چیخیں بھی پہنچ رہی تھیں لیکن وہاں کسے اتنی فرصت تھی کہ تہذیب کی طرف توجہ دیتا۔ ہر ایک کو یہی فکر لاحق تھی کہ کہیں اس کی پلک جھپک جائے اور وہ ایک ناقابل فراموش منظر دیکھنے سے محروم نہ رہ جائے۔ مقابلے کی نوعیت ایسی تھی کہ کسی بھی لمحے کوئی بہت بڑا واقعہ رونما ہو سکتا تھا۔

لڑتے لڑتے تینوں بھینسوں کو اچانک خیال آیا کہ ان کا ہدف تو کچھ اور ہے۔ اس لئے ۔۔۔ انہوں نے اچانک ہی لڑنا موقوف کر دیا تھا اور میری طرف سرپٹ دوڑ پڑے تھے۔ جس بھینسے پر سوار تھا اس وقت وہ اکھاڑے کی چوبی باڑ کے نزدیک تھا۔ اس نے اچانک ہی اپنی گردن کو بڑا زوردار جھٹکا دیا اور مجھے فضا میں کئی فٹ اوپر اچھال دیا۔

میں فضا میں اڑتا ہوا چوبی باڑھ کے کوئی بیس فٹ باہر جا کر گرا۔ اچھا یہ ہوا کہ کوئی تماشائی میری زد میں نہیں آیا۔ لوگوں کے منہ سے ایک بار پھر چیخیں نکل گئیں۔ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگ مضطربانہ انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ تماشائیوں میں ہلچل مچ گئی تھی۔ ان کے خیال میں میں یا تو دم توڑ چکا تھا یا کسی بھی لمحے دم توڑنے والا تھا لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ میرا بال بھی بیکا نہیں ہوا ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ابھی تو یہ مقابلہ شروع ہوا ہے ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا' میں نے ان کے لئے سنسنی خیزی کے بہت سے در تو ابھی وا کئے ہی نہیں تھے۔

زمین پر گرتے ہی میں پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ نہ صرف اٹھا بلکہ اٹھ کر اکھاڑے کی طرف دوڑ بھی لگا دی۔ میری طرف بڑھتے ہوئے لوگ کائی کی طرح چھٹ گئے۔

چند لمحوں کے لئے تماشائیوں کے درمیان میں آجانے کی وجہ سے میں بھینسوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا اس لئے وہ قدرے پرسکون ہو گئے تھے لیکن جیسے ہی میں اٹھ کر اکھاڑے کی طرف دوڑا انہوں نے مجھے دیکھ لیا اور ایک بار پھر مشتعل ہو گئے۔ میرے جسم پر موجود سرخ لبادہ ان کے اشتعال کا باعث تھا۔ ایک بھینسے نے اشتعال کے عالم میں چوبی باڑھ کے اوپر سے چھلانگ لگا دی اور میری طرف دوڑا۔ بھینسے کے چوبی باڑھ سے باہر نکل آنے کے باعث تماشائیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ مخالف سمتوں میں بھاگے تھے اس لئے بھینسے کے واسطے میدان صاف ہو گیا تھا۔

بھینسے کے باہر نکل آنے کی وجہ سے میرے لئے اکھاڑے میں داخل ہونا ممکن نہیں رہ گیا تھا۔ بقیہ تینوں بھینسے بھی باڑھ پھلانگنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ میں نے اپنی طرف آتے ہوئے بھینسے سے بچنے کے لئے پلٹ کر مخالف سمت میں دوڑ لگا دی۔ بپھرا ہوا بھینسا میرے پیچھے لگ گیا۔ اسی اثنا میں بقیہ تینوں بھینسے بھی اسی طرف کود آئے تھے اور میرے تعاقب میں دوڑ پڑے تھے۔ بھاری بھرکم خونخوار بھینسوں کے دوڑنے سے زمین لرز رہی تھی اور گرد کے بادل اڑ رہے تھے۔ چاروں بھینسے ان بادلوں کے آگے تھے اور بھینسوں سے آگے میں تھا۔ لی کوان کی محنت کارگر ثابت ہو رہی تھی۔ میں رفتار کا بھرپور مظاہرہ کر رہا تھا۔ بھینسے مجھ تک پہنچنے میں ناکام تھے۔

بھینسے میرے تعاقب میں دوڑتے رہے' زمین لرزتی رہی یہاں تک کہ گراؤنڈ ختم ہوگیا۔ گراؤنڈ کے اختتام پر پہنچ کر میں نے ذرا سا چکر کاٹا اور واپس اکھاڑے کی طرف دوڑنے لگا۔ مجھ تک نہ پہنچ سکنے کے باعث چاروں بھینسے پاگل ہوئے جا رہے تھے۔ ان کی سانسیں پھولنے لگی تھیں جس کا اندازہ ان کے زور زور سے ہانپنے کی آوازوں سے بخوبی ہو رہا تھا۔

تماشائی جن میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو یہاں کراٹے سیکھا کرتے تھے' بھینسوں کو خود سے دور ہوتے دیکھ کر رک گئے تھے لیکن جب میں نے پلٹ کر دوبارہ اکھاڑے کی طرف دوڑنا شروع کیا تو ایک بار پھر ہلچل مچ گئی۔ وہ گرتے پڑتے بھاگے۔ بپھرے ہوئے بھینسے کی زد میں آنا کسی کو بھی گوارا نہیں تھا۔ کیمرہ مین البتہ بدستور اپنے کام میں مصروف تھے۔ وہ تماشائی نہیں تھے۔ اس مقابلے کی کوریج کرنا ان کی ڈیوٹی تھی۔ ڈیوٹی انجام دینے کے دوران خواہ ان میں سے کسی کی موت بھی کیوں نہ واقع ہو جاتی مگر وہ اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اس جزیرے میں اپنے فرائض کی بجا آوری سے غفلت برتنے کی سزا موت تھی۔

میں نشستوں کے درمیان گھس گیا۔ تمام نشستیں خالی پڑی تھیں۔ انتہا یہ ہے کہ لی کوان تک موجود نہیں تھا اور بل فرازو بھی غائب تھا۔ میں ان دونوں کے بھاگ جانے کی وجہ سے واقف تھا۔ لی کوان محض اس لئے وہاں سے ہٹ گیا تھا کہ کہیں اس پر میری مدد کرنے کا الزام نہ عائد ہو جائے اور بل فرازو جو اسپین کا سابق قومی چیمپین تھا' عام لوگوں کی طرح اپنی جان کے خوف سے بھاگ گیا تھا۔ وہ صرف اکھاڑے میں ہی بل فائٹنگ کر سکتا تھا۔ اکھاڑے سے باہر کسی بپھرے ہوئے بھینسے کا سامنا کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

نشستوں کے درمیان سے اکھاڑے کی طرف دوڑتے ہوئے' اکھاڑے کے نزدیک پہنچ کر میں نے ایک طویل جست لگائی اور اکھاڑے کے اندر جا گرا۔ بھینسے کرسیوں میں الجھ کر رہ گئے تھے تاہم اشتعال کے عالم میں وہ سب کچھ زیر و زبر کر دینے پر تل گئے تھے اور کرسیوں کو روندتے ہوئے بڑھے چلے آ رہے تھے۔ سب سے آگے والا بھینسا پوری قوت سے چوبی باڑھ سے ٹکرایا اور تڑاخ کی زوردار آواز کے ساتھ چوبی باڑھ ٹوٹ گئی۔ میں پلٹ کر دوسری طرف بھاگا اور دوسری طرف سے باڑھ کے باہر کود گیا مگر بھینسے پاگل ہو رہے تھے۔ انہوں نے اس طرف کی چوبی باڑھ بھی توڑ ڈالی اور گراؤنڈ میں ایک بار پھر میرے اور بھینسوں کے درمیان مسابقت شروع ہو گئی۔

بھینسا نہ صرف بہت طاقتور اور تیز رفتار ہوتا ہے بلکہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پھرتیلا بھی بہت ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ تیز رفتاری سے دوڑتے ہوئے بھی وہ سرخ کپڑے کے ساتھ ساتھ اپنا رخ بھی تبدیل کرلیتا ہے لیکن میں نے ان چاروں بھینسوں کو جس صورتِ حال سے دوچار کردیا تھا وہ ان کے لئے قطعی اجنبی تھی۔انہیں ایک ایسے ٹارگٹ کا پیچھا کرنا پڑ رہا تھا جو ان سے کہیں زیادہ تیز رفتار تھا۔بھینسے کا اشتعال اسی وقت بڑھتا ہے جب وہ بار بار ناکام ہوتا ہے اور ٹارگٹ اسے اپنی دسترس میں دکھائی دیتا ہے۔وہ بار بار پلٹ کر وحشیانہ انداز میں اپنے ہدف پر حملے کرتا رہتا ہے۔وہ اس چیز کا عادی ہوتا ہے۔یہاں صورتِ حال یہ ہوگئی تھی کہ میں نے انہیں ایک بار بھی ڈاج نہیں دیا تھا بس وہ مجھ تک پہنچنے کی کوشش کئے جارہے تھے۔مجھے معلوم تھا کہ جلد ہی ان کا جوش و خروش ماند پڑجائے گا۔لی کوان نے میری تربیت اس قدر سخت کی تھی کہ میں مزید دو تین گھنٹے اسی رفتار سے دوڑ سکتا تھا۔

گراؤنڈ کے دوسرے کنارے تک پہنچتے پہنچتے بھینسے بری طرح ہانپ چکے تھے اور ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی تھی کہ وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔یہی وجہ تھی کہ جب میں نے ایک مختصر سا چکر کاٹ کر اکھاڑے کا رخ کیا تو بھینسے رک گئے۔وہ مزید میرا تعاقب کرنے پر آمادہ نہیں تھے'انہیں رکتے دیکھ کر میں بھی رک گیا۔

سب سے پہلے میں نے کیمروں کی طرف نگاہ کی۔دو کیمروں کا رخ میری طرف تھا اور بقیہ دو کا رخ مخالف سمت میں تھا جہاں گراؤنڈ کے اختتام پر بنی ہوئی بیرکوں کے پاس تمام لوگ جمع تھے تاکہ بگڑے ہوئے بھینسے اس طرف کا رخ کریں تو وہ لوگ بیرکوں کے کمروں میں پناہ لے سکیں۔مجھے ان لوگوں کے خوف پر ہنسی آگئی۔

میں نے پلٹ کر بھینسوں کی طرف دیکھا۔ان کے سانس بری طرح پھولے ہوئے تھے اور پیٹ بڑے زور زور سے پھول اور پچک رہے تھے۔وہ چاروں برابر برابر کھڑے تھے۔ان کا مجھ پر جھپٹنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا تاہم ان کی نگاہوں میں اب بھی غضب ناکی موجود تھی۔اس کا مطلب تھا کہ وہ ابھی پوری طرح مایوس نہیں ہوئے تھے اور مجھے یہ بات گوارا نہیں تھی۔

میں نے اپنے اور بھینسوں کے درمیانی فاصلے کا جائزہ لیا۔اندازاً تیس فٹ کا فاصلہ تھا۔میں اپنی جگہ کھڑے کھڑے ذرا سا اچھلا کودا۔۔۔ مجھے حرکت میں آتے دیکھ کر بھینسے چوکنا ہوگئے تھے۔پھر میں نے آگے بڑھنا شروع کیا۔چند قدم چلنے کے بعد میں نے ان کی طرف دوڑ لگائی۔بھینسے سر جھکا کر مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے دوڑے۔انہیں امید کی ایک کرن نظر آئی تھی۔ٹارگٹ خود ان کی طرف آرہا تھا اور وہ اپنی تربیت سے مجبور ہو کر اس پر جھپٹ پڑے تھے۔ایک بار پھر میدان میں گرد کے بال اڑنے لگے تھے۔

میں نے اچانک چھلانگ لگائی اور بھینسوں کے اوپر سے اڑتا ہوا ان کے پیچھے جاگرا۔بھینسے میرے نیچے سے نکل گئے تھے۔کچھ دور دوڑنے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ ان کا ٹارگٹ ان کے سامنے ہے۔وہ ایک ساتھ رکے اور رک کر ایک ساتھ پلٹے۔وہ ایک بار پھر مشتعل ہوگئے تھے۔شاید ان کے خیال میں اب بل فائٹنگ شروع ہوگئی تھی۔انہوں نے ایک بار پھر سر جھکا کر میری طرف دوڑنا شروع کردیا۔اس بار بھی وہی کچھ ہوا جو اس سے پہلے ہوچکا تھا۔تھکے ہوئے بھینسوں کو کسی طرح بل فائٹنگ کا موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔شروع سے اب تک ایک بار بھی وہ اپنے ٹارگٹ کو چھونے میں ناکام رہے تھے۔عام بل فائٹنگ میں انہیں بار بار یہ موقع ملتا ہے اور ان کے جوش و خروش میں اضافہ ہوتا رہتا ہے لیکن یہاں تو معاملہ بالکل برعکس تھا۔وہ ایک بار پھر اپنی جگہوں پر رک کر کھڑے ہوگئے۔

انہیں اشتعال دلانے کے لئے میں نے پھر تھرکنا شروع کردیا۔میرے اس عمل سے ان میں کوئی تحریک پیدا نہیں ہوئی تو میں دوبارہ ان کی طرف بڑھا۔ان کے سر ایک بار جھک گئے۔وہ حملہ کرنے کی پوزیشن میں آرہے تھے میں ان کی طرف چند قدم اور بڑھا اور وہ ایک موہوم سی امید پر مجھ پر حملہ کرنے کے لئے دوڑ پڑے۔میں اچانک رکا اور پلٹ کر اکھاڑے کی سمت دوڑنے لگا۔بھینسے میرے تعاقب میں تیز رفتاری سے دوڑ رہے تھے۔

اکھاڑے میں داخل ہونے کے بعد میں اکھاڑے کے وسط میں جاکر رک گیا مگر بھینسے اکھاڑے سے کچھ فاصلے پر رک گئے تھے۔میں چوبی باڑھ کے نزدیک آیا اور انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوئے۔اب ان کے انداز میں لاتعلقی پیدا ہوگئی تھی۔مجھے اکھاڑے سے باہر آنا پڑا۔بھینسوں کا ردِعمل میری توقع کے عین مطابق تھا۔وہ مجھے اکھاڑے سے باہر آتے دیکھ کر چوکنا ہوئے تھے اور پھر اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر مزید چوکنا ہوگئے۔میں ان کی آنکھوں کے تاثرات سے صاف سمجھ رہا تھا کہ اب وہ مشتعل نہیں بلکہ خوف زدہ ہیں اور مجھ سے پیچھا چھڑا لینے کی فکر میں ہیں۔اس موقع پر میری طرف سے جرأت کا مظاہرہ ہونا بے حد ضروری تھا چنانچہ میں نے ان کے نزدیک جانے کا فیصلہ کرلیا۔

بھینسوں کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ اس موقع پر وہ کس ردِعمل کا مظاہرہ کرکے اپنی جان بچائیں۔آخر کار یہ بات ان کی سمجھ میں آگئی کہ مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے انہیں مجھ سے بے غرض ہونا ہوگا اور انہوں نے یہی کیا۔وہ یوں ادھر ادھر دیکھنے لگے جیسے مجھے دیکھتے ہی نہ ہوں۔میں ان سے محض چند قدم کے فاصلے پر رک گیا لیکن وہ میرے کسی جال میں آنے کو تیار نہیں تھے۔

"کیا بات ہے پیارے بھینسو!"میں نے ہنس کر کہا "اتنی جلدی میں سیدھے ہوگئے"میری آواز سن کر ایک بھینسے نے میری طرف دیکھا ضرور مگر اتنے اجنبی انداز میں جیسے وہ مجھے جانتا تک نہیں۔

"کمال ہے بھئی"میں نے کہا "مجھے نہیں معلوم تھا کہ بے رخی کی وبا انسانوں کے بعد اب جانوروں میں بھی پھیل گئی ہے۔"

میری اس بات پر بھینسوں نے میری جانب سے رخ موڑ لئے گویا انہوں نے شکست تسلیم کرلی تھی۔

اچانک میں نے کسی کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں۔میں نے چونک کر دیکھا۔تہذیب دوڑتی ہوئی میری طرف آرہی تھی۔یہ اندازہ تو ہر ایک کو ہوچکا تھا کہ مقابلہ ختم ہوچکا ہے لیکن اس کے باوجود وہ اندر آتے ہوئے ہچکچا رہے تھے'جانور کا کیا بھروسا۔۔۔ بھینسے کسی وقت بھی دوبارہ بھڑک سکتے تھے'یہ تہذیب ہی تھی جو ہر قسم کے خطرات سے بے پروا ہو کر میری طرف دوڑی چلی آرہی تھی۔

وہ تیر کی طرح اس طرف آئی اور مجھ سے چمٹ گئی۔"تمہیں کوئی چوٹ تو نہیں آئی علی!تم خیریت سے تو ہو"

"مجھے کچھ نہیں ہوا تہذیب!"میں نے اسے سمیٹتے ہوئے کہا"ایک خراش تک نہیں آئی۔تم میری کامیابی کی دعائیں جو مانگ رہی تھیں۔"

"خدایا تیرا شکر ہے۔۔۔ خدایا تیرا شکر ہے"تہذیب سسک پڑی پھر اچانک ہی وہ مجھے بے تحاشا چومنے لگی۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس پر کوئی دورہ پڑ گیا ہے۔اسے یہ احساس ہی نہیں تھا کہ سیکڑوں نگاہیں ہمیں دیکھ رہی ہیں۔ٹی وی کیمرے کوریج کررہے ہیں۔اسے یہ احساس نہیں تھا مگر مجھے تھا لیکن اس کے باوجود میں نے اسے روکا نہیں۔میں اس کیفیت کا اندازہ کرسکتا تھا۔اس نے شدید قسم کی ذہنی اور اعصابی جنگ لڑی تھی۔اس کے جسم میں شدید قسم کی لرزش تھی۔وہ بید مجنوں کی طرح کانپ رہی تھی۔میں جانتا تھا کہ وہ اپنے پیروں پر نہیں میرے سہارے پر کھڑی ہے۔میں اسے خود سے علیحدہ کرتا تو وہ ڈھے جاتی'زمین پر گر پڑتی۔

پھر اچانک ہی اس کی آنکھیں بند ہوئیں اور وہ بے ہوش ہوکر میرے بازوؤں میں جھول گئی۔میں نے بے ہوش تہذیب کو اپنے بازوؤں میں اٹھالیا۔

"میڈم کو کیا ہوگیا چیف؟"میں نے بڈ کی بوکھلائی ہوئی آواز سنی۔تہذیب کے بعد گراؤنڈ میں داخل ہونے والا وہ پہلا فرد تھا۔

"کچھ نہیں ہوا بڈ!"میں نے پرسکون لہجے میں کہا"جذباتی ہیجان کے باعث تہذیب بے ہوش ہوگئی ہے'خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

میں تہذیب کو ہاتھوں میں اٹھائے کرسیوں کی طرف بڑھ رہا تھا کہ دو افراد دوڑتے ہوئے میرے پاس آگئے'انہوں نے اسٹریچر اٹھا رکھا تھا۔

"مس صاحبہ کو اس اسٹریچر پر منتقل کردیں جناب!"ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے"میں نے کہا"تم لوگ واپس جاسکتے ہو۔"

"مس صاحبہ کو فوری طبی امداد کی ضرورت ہے جناب!"اس شخص نے دوبارہ کہا"ہمیں حکم ملا ہے کہ۔۔۔"

"تم نے سنا نہیں میں نے کیا کہا ہے؟"میں غرایا"دفع ہوجاؤ میری نظروں سے۔"

وہ جھجک کر پیچھے ہٹ گئے اور میں تہذیب کو لے کر کرسیوں کے پاس پہنچ گیا جو سب کی سب الٹی پڑی تھیں۔بڈ نے جلدی سے تین کرسیاں سیدھی کیں'اور انہیں جوڑ کر بچھادیا۔میں نے تہذیب کو آہستگی سے ان کرسیوں پر لٹادیا۔کچھ لوگوں نے بھینسوں کو پکڑ کر واپس کٹہروں میں بند کردیا تھا۔یہ وہ لوگ تھے جو بھینسوں کے ساتھ اس جزیرے پر آئے تھے ورنہ اس سے قبل میں نے انہیں نہیں دیکھا تھا۔بھینسے بند ہونے کے بعد بقیہ افراد بھی گراؤنڈ میں داخل ہوگئے۔

چند منٹ بعد میں نے لی کوان کو اپنی طرف آتے دیکھا۔"میں نے تم سے اس قسم کی سنسنی پھیلانے کو تو نہیں کہا تھا"اس نے غصیلے انداز میں کہا مگر مجھے معلوم تھا کہ وہ بے انتہا خوش ہے اور کھل کر میری تعریف نہیں کرنا چاہتا۔

"ایک تو تم نے مجھے مروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور اب مجھے ہی ڈانٹ بھی رہے ہو"میں نے بھی جواب میں خفگی کا مظاہرہ کیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم انتہائی نالائق شاگرد ہو" لی کوان نے مایوسی سے کہا "صرف چار بھینسوں سے دم نکلا جا رہا تھا۔۔۔ ارے اسے کیا ہوا؟" وہ یوں چونک کر تہذیب کی طرف متوجہ ہوا جیسے اسے کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔

"جذباتی ہیجان اس کی قوتِ برداشت سے تجاوز کر گیا تھا اس لئے بے ہوش ہو گئی ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "وہ لوگ اس کے لئے اسٹریچر لائے تھے میں نے انہیں ڈانٹ کر بھگا دیا۔"

"تم نے بہت اچھا کیا" لی کوان نے تعریفی انداز میں سرہلایا "اب تم اس کے پاس سے ہٹ جاؤ' میں اسے دیکھتا ہوں۔"

مجھے معلوم تھا کہ انسانی جلد کے نیچے پھیلے ہوئے نسوں کے جال کے بارے میں اس کی معلومات کس قدر وسیع ہیں۔ میں تہذیب کے پاس سے ہٹ گیا اور لی کوان آگے بڑھ کر تہذیب پر جھک گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے تہذیب کی کنپٹیاں ٹٹول رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کسی مخصوص نس کی تلاش میں ہے۔

"جو کچھ تم نے کیا اسے بل فائٹنگ تو ہرگز نہیں کہا جا سکتا علی!" میں نے اپنے نزدیک سے بل فرازو کی آواز سنی۔

"نہ کہا جا سکتا ہو" میں نے اس کی طرف پلٹتے ہوئے بے پروائی سے کہا "جو کچھ بھی ہوا تمہاری اجازت سے ہوا۔ اگر یہ بل فائٹنگ نہیں تھی تو تمہیں پہلے سوچنا چاہئے تھا۔"

"تم نے اکھاڑے سے باہر نکل کر فاؤل کیا ہے" بل فرازو نے بڑے خراب لہجے میں کہا "میں نے اس کی اجازت تو نہیں دی تھی۔"

"میں خود سے باہر نہیں نکلا تھا بلکہ بھینسے نے مجھے باہر پھینک دیا تھا" میں نے نرمی سے کہا "کیا تم یہ مقابلہ نہیں دیکھ رہے تھے؟"

"میں سب کچھ دیکھ رہا تھا" بل فرازو نے زہریلے لہجے میں کہا "تم نے اکھاڑے سے فرار ہونے کے لئے یہ حرکت کی تھی تاکہ تم پر کوئی حرف نہ آنے پائے۔"

"اگر تمہارا یہی خیال ہے تو میں تمہیں بھی اس کی اجازت دیتا ہوں۔ اگر تم بھی اس انداز میں بھینسوں سے مقابلہ کر سکو تو میں شکست تسلیم کر لوں گا۔"

"تم نے مجھے بل فائٹنگ کے میدان میں چیلنج کیا تھا" بل فرازو نے گرم ہوتے ہوئے کہا "اور تم شکست کھا چکے ہو۔"

"وہ کس طرح مسٹر بل فروزے؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"یہ زندگی اور موت کا مقابلہ تھا علی! کسی کی موت کے بغیر مقابلہ ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ بات پہلے ہی طے ہو[...] تھی۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں تم سے اتفاق [...] کر سکتا" میں نے نفی میں سرہلایا "اگر میں کسی مرحلے [...] شکست تسلیم کر لیتا تو کیا ہوتا؟"

"تم مقابلہ ہار جاتے" بل فرازو نے بے ساختہ کہا "[...] میں مقابلہ جیت جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا اور تم بھینسو[...] ہلاک کرنے میں بھی ناکام رہے۔"

"انہوں نے اعترافِ شکست کر لیا ہے مسٹر بل فر[...] وہ مجھ پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہو رہے تھے۔"

"لیکن طے یہ ہوا تھا کہ تم خالی ہاتھوں سے انہیں [...] کرو گے اس میں تم ناکام ہو چکے ہو۔"

"میں انہیں خالی ہاتھوں سے ہلاک کر سکتا تھا م[...] فرازو! اب بھی کر سکتا ہوں مگر کسی شکست خوردہ کو ہلاک [...] میرا شیوہ نہیں ہے۔ اگر کوئی لڑتے ہوئے مارا جائے تو [...] بات ہے۔"

"بہانے بازی مت کرو علی! یہ کیوں نہیں کہتے کہ [...] نااہلی چھپانے کے لئے بہانے تراش رہے ہو۔"

"بہانے وہ تراشتے ہیں مسٹر بل فرازو جو ماسٹر لی[...] کے شاگرد نہیں ہوتے' جو نئی راہیں نہیں نکال سکتے۔ لک[...] فقیر ہوتے ہیں۔ میں نے جو مقابلہ کیا ہے اس کے لئے [...] کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کسی بھی شخص سے پوچھ کر د[...] یہی کہے گا کہ لی کوان کے شاگرد کے مقابلے میں بل فراز[...] بونا نظر آتا ہے۔ ان دونوں کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔"

بل فرازو کا ہاتھ تلوار کے دستے پر پہنچ گیا "تم نے توہین کی ہے۔ مجھ سے معافی مانگو ورنہ۔۔۔"

"ورنہ تم اس تلوار سے اپنی گردن کاٹ ڈالو گے[...] مضحکانہ انداز میں بولا۔

"تمہارا سر تن سے جدا کروں گا جس طرح بھینسے [...] تن سے جدا کیا تھا" بل فرازو دہاڑا۔

"میں کوئی بھینسا نہیں ہوں مسٹر بل فرازو" [...] ہوئے لہجے میں کہا "میں عظیم لی کوان کا شاگرد ہوں [...] نے دیکھا نہیں کہ چار بھینسے مل کر بھی میرا کچھ نہ[...] سکے۔"

"تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو" بل فر[...] تلوار نیام سے کھینچ لی "میں تمہیں ایک موقع اور فر[...] ہوں۔"

"مجھ پر حملہ نہ کر کے تم خود اپنی زندگی کو طول د[...] ہو۔ میری مانو تو تلوار نیام میں واپس رکھ لو' میں [...] نہیں کہوں گا۔"

بل فرازو نے جواب میں زبان سے کچھ نہیں کہا' تلوار بلند کر کے مجھ پر جھپٹ پڑا۔ میں نے اس سے بچنے کے لئے پلٹ کر دوڑ لگا دی۔ میرا رخ کراٹے سیکھنے والوں کی طرف تھا جو ایک طرف مجمع لگائے آج کے مقابلوں پر تبصرے کر رہے تھے۔ انہیں پتا ہی نہیں چل سکا تھا کہ میرے اور بل فرازو کے درمیان کس قسم کے مکالمے ہوئے ہیں۔

ان کے نزدیک پہنچتے پہنچتے بل فرازو نہ صرف میرے سر پر پہنچ چکا تھا بلکہ اس نے تلوار سے مجھ پر وار بھی کر دیا تھا۔ میں نے اس کے وار سے بچنے کے لئے غوطہ لگایا اور تیز دھار تلوار میرے بجائے ایک کراٹے فائٹر کی کھوپڑی میں اتر گئی۔ مرنے والے کی چیخ بڑی بھیانک تھی۔

بل فرازو پر دیوانگی طاری ہو رہی تھی۔ وہ تلوار سونت کر دوبارہ میری طرف بڑھا۔ کراٹے فائٹرز کا مجمع کائی کی طرح چھٹ گیا تھا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ ناقابلِ یقین منظر دیکھ رہے تھے۔ ان کا ایک ساتھی خاک و خون میں لوٹ رہا تھا اور ان کا انسٹرکٹر برہنہ تلوار لئے میرے پیچھے دوڑ رہا تھا۔

"ہوش میں آؤ بل فرازو!" میں نے دوڑتے دوڑتے چیخ کر کہا "تم نے اپنے ایک ساتھی کو قتل کر دیا ہے۔"

بل فرازو ہوش میں نہیں آیا۔ اس پر تو دیوانگی طاری تھی۔ اس دیوانگی کے عالم میں اس نے مجھ پر دوسرا وار کیا تو اس کا ایک اور ساتھی اس کی زد میں آ گیا۔ وہ تو شاید میرا پیچھا نہ چھوڑتا لیکن کسی نے اس کی گردن پر عقب سے کراٹے کا وار کیا تھا اور بل فرازو لہرا کر گر پڑا تھا۔ ان لوگوں کے دو آدمی ختم ہو گئے تھے اور اگر بل فرازو پر قابو نہ پا لیا گیا ہوتا تو ابھی اور لوگ بھی ہوتے۔

میں رک گیا اور پلٹ کر ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کی لاشوں کے گرد جمع تھے۔ میں بے پروائی سے شانے جھٹک کر واپس پلٹ پڑا۔

"آج تو بڑی فارم میں نظر آ رہے ہو چیف!" بڈ نے مجھ سے کہا اور میں اس کے تبصرے کو نظر انداز کرتے ہوئے تہذیب کی طرف متوجہ ہو گیا جس نے لی کوان کی کوششوں سے آنکھیں کھول دی تھیں۔ بل فرازو نے چونکہ اس کی بے ہوشی کے دوران مجھ پر حملہ کیا تھا اس لئے وہ اس سے بے خبر تھی۔

لی کوان مطمئن انداز میں تہذیب کے پاس سے ہٹ گیا تھا "تم بہت نالائق شاگرد ہو" لی کوان نے کہا "ڈیڑھ فٹ کی تلوار سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔"

"تو کیا تلوار کا وار ہاتھ پر روک لیتا" میں نے برا سامنہ بنا کر کہا "اس کے ہاتھ میں تلوار تھی ماسٹر! کوئی کھلونا نہیں تھا۔"

"تلوار ہی تو تھی کوئی توپ تو نہیں تھی" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "تم لی کوان کے شاگرد ہو کر ڈیڑھ فٹ کی تلوار سے ڈر گئے' شرم کرو۔"

"شرم تو کرنی ہی چاہئے جو شرم نہیں کرتے بے شرم کہلاتے ہیں لیکن تلوار بدست شخص کے سامنے نہتا شخص ڈٹ کے کھڑا ہو جائے تو مقتول کہلاتا ہے۔"

"میں تو اس لمحے کو پچھتا تا ہوں جب میں نے تمہیں شاگردی میں لینے کا فیصلہ کیا تھا' کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم اتنے بڑے بھگوڑے ثابت ہو گے۔"

"کیا بات ہو گئی علی!" تہذیب نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "کیا پھر کچھ ہو گیا؟"

"کچھ نہیں ہوا" میں نے تہذیب کو سہارا دیتے ہوئے کہا "بہتر ہو تاکہ تم کچھ دیر آرام کر لیتیں۔"

"نہیں' اب میں ٹھیک ہوں" تہذیب نے نحیف آواز میں کہا "لیکن تم مجھ سے غلط بیانی کیوں کر رہے ہو' ضرور کوئی بات ہوئی ہے۔ تمہاری اور لی کوان کی گفتگو سے تو یہی اندازہ ہو رہا ہے۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ بس ذرا بل فرازو کو غصہ آ گیا تھا اور تلوار نکال کر مجھ پر چڑھ دوڑا تھا۔"

"تمہاری نظر میں یہ کوئی خاص بات ہی نہیں ہے" تہذیب نے مجھ پر آنکھیں نکالیں۔

"ارے وہ ڈیڑھ فٹ کی معمولی سی تلوار تھی' کوئی توپ تو نہیں تھی" میں نے شرارت آمیز انداز میں لی کوان کا جملہ دہرایا۔

"تم ایک ہی بار میں میری جان کیوں نہیں لے لیتے علی!" تہذیب مضمحل انداز میں بولی "قسطوں میں کیوں مار رہے ہو؟"

"اس سے کچھ کہنا بے کار ہے بے بی!" لی کوان نے کہا "یہ بہت نالائق آدمی ہے۔"

"اوہ! یہ کیا چیف؟" اچانک بڈ نے کہا "ایک گاڑی ہماری طرف آ رہی ہے۔"

میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور بڈ کی طرح میں بھی حیران رہ گیا۔ وہ سفید رنگ کی ایک بڑی ایمبولینس تھی۔ اس سے قبل میں نے جزیرے پر کوئی گاڑی نہیں دیکھی تھی۔

"میرا خیال ہے یہ لوگ زخمی ہو جانے والوں کو اٹھانے آئے ہیں" میں نے کہا مگر میرا خیال غلط ثابت ہوا۔ ایمبولینس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہمارے نزدیک آکر رکی تھی۔ ڈرائیور نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے عقبی سمت والے دروازے کی طرف آنے کو کہا۔ میں حیرت زدہ سا عقبی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جیسے ہی میں عقبی دروازے کے پاس پہنچا' دروازہ کھلا اور سفید کوٹ پہنے ہوئے ڈاکٹر نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں بغیر کچھ کہے ایمبولینس کے اندر داخل ہوگیا۔ ایمبولینس کے اندر جدید قسم کی متعدد مشینیں نصب تھیں جو میرے اندازے کے مطابق میڈیکل سے ہی متعلق ہوسکتی تھیں۔ ان مشینوں پر چھوٹے بڑے کئی ڈائل بھی نظر آرہے تھے جنہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ یہ مشینیں کسی قسم کی چیکنگ کے لئے استعمال ہوتی ہوں گی۔ پہیوں والا اسٹریچر بھی تھا اور اس کے علاوہ ایک خوب رو نرس بھی تھی جس کے ہونٹوں پر پُر فریب مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

میرے اندر داخل ہوتے ہی ڈاکٹر نے دروازہ بند کردیا اور مجھے اسٹریچر پر لیٹنے کا اشارہ کیا۔

"لیکن کیوں ڈاکٹر صاحب؟" میں نے حیرت سے کہا۔ 'میں بالکل ٹھیک ہوں' مجھے کچھ بھی نہیں ہوا۔"

"جلدی کیجئے جناب!" ڈاکٹر نے مضطربانہ انداز میں کہا "ہمیں پہلے ہی بہت دیر ہوچکی ہے۔"

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ دیر ہوچکی ہے سے اس کی کیا مراد ہے۔ میں نے بے بسی سے شانے اچکائے اور اسٹریچر پر دراز ہوگیا۔ میرے لیٹتے ہی نرس بڑی تیزی سے حرکت میں آئی اور میرے جسم کے مختلف حصوں سے عجیب وغریب قسم کے آلات منسلک کردئے گئے جن سے نکلنے والی نلکیوں یا تاروں کا سلسلہ کسی نہ کسی مشین سے جاملا تھا۔ ادھر ڈاکٹر نے کانوں سے اسٹیتھواسکوپ لگالیا تھا اور غالباً میرے دل کی دھڑکنیں چیک کررہا تھا۔ نرس کے ہاتھوں میں ایک پیڈ نظر آنے لگا تھا جس پر وہ مختلف مشینوں سے ریڈنگ لینے میں مصروف ہوگئی تھی۔ ڈائلوں کی سوئیاں تھرک رہی تھیں اور میں انہیں صاف دیکھ سکتا تھا۔

"آپ نے کمال کردیا مسٹر علی!" ڈاکٹر نے کہا "مسٹر بل فرازو کو اتنی عبرت ناک شکست دی ہے جسے وہ زندگی بھر نہیں بھول سکیں گے۔"

"آپ کی اس بات سے تو میں متفق ہوں" میں نے کہا۔ "مگر یہ سب کیا ہے؟"

"یہ میں آپ کو تھوڑی دیر بعد بتاؤں گا مسٹر علی!" ڈاکٹر نے کہا "پہلے یہ بتایئے کہ بل فائٹنگ کے لئے اکھاڑے میں جاتے وقت آپ کے تاثرات کیا تھے؟"

"میرا خیال ہے میں نے اپنے تاثرات مقابلہ شروع ہونے سے قبل ہی بیان کردئے تھے۔"

"میرا مطلب ہے اس وقت آپ کے احساسات کیا تھے؟ بظاہر تو ایسا لگ رہا تھا کہ آپ پر سکون ہیں۔"

"ظاہر بھی تو وہی ہوتا ہے ڈاکٹر جو آدمی کے اندر ہوتا ہے" میں نے کہا۔

"آدمی اداکاری کے ذریعے اپنے تاثرات چھپا بھی تو لیتا ہے" ڈاکٹر نے کہا "میں چونکہ آپ کے حقیقی تاثرات جاننا چاہتا ہوں اس لئے براہِ راست آپ سے سوال کررہا ہوں۔"

"میرا اندازہ ہے کہ میں اس سے بھی زیادہ پر سکون تھا جتنا نظر آرہا تھا۔"

"اس وقت یقیناً آپ کی دھڑکنیں بے ربط ہوگئی ہوں گی' جب ماسٹر لی کوان نے آپ سے بیک وقت چار بھینسوں سے مقابلہ کرنے کو کہا تھا؟"

"اگر میں یہ کہوں کہ اس وقت بھی میں بالکل پر سکون تھا تو کیا تم یقین کرلوگے؟"

"ہم آپ کے جوابات پر انحصار کرنے کے لئے مجبور ہیں مسٹر علی! اور ہماری درخواست ہے کہ ہمیں بالکل درست جوابات دیں۔ اس میں آپ کا بھی فائدہ ہے اور ہمارا بھی۔"

میں نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ فائدہ کیا ہوگا اور کس طرح ہوگا "تو پھر یقین کرلو ڈاکٹر کہ اس وقت بھی میں بالکل پُر سکون تھا۔"

"کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ اتنی خوف ناک خبر سن کر بھی آدمی پُر سکون رہے؟"

"اگر میں اس سے ذرا سا بھی متاثر ہوتا تو یہ مقابلہ جیت نہیں سکتا تھا۔"

"جس وقت بھینسے چاروں طرف سے تم پر حملہ آور ہونے کے لئے آرہے تھے اس وقت تمہاری کیفیت کیا تھی؟"

"میری تمام تر توجہ ان پر مرکوز تھی۔ اس لئے کہ ان کی طرف سے لمحاتی غفلت بھی مجھے موت کے منہ میں دھکیل سکتی تھی۔"

"تمہیں یہ خوف تو محسوس ہوا ہوگا کہ اگر تم کسی بھینسے کی زد میں آگئے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سوجانا تمہارا مقدر ہوجائے گا۔"

"ضرور محسوس ہوتا ڈاکٹر اگر مجھے خود پر پوری طرح اعتماد نہ ہوتا۔ میں نے ایک لمحے کے لئے بھی یہ نہیں سوچا کہ میں ان کی زد میں آسکتا ہوں۔"

"جس وقت تم بھینسے کی پشت پر سوار ہوئے تھے اس وقت یہ خیال تو ضرور تمہارے ذہن میں آیا ہوگا کہ کاش تم

نے یہ حرکت نہ کی ہوتی۔ اس لئے کہ اس کی پشت پر سوار رہنے کی خاطر تمہیں شدید ترین جدوجہد کرنا پڑی تھی۔"

"میرے ذہن میں ایسا کوئی خیال نہیں آیا۔ آبھی نہیں سکتا تھا اس لئے کہ میں نے جو کچھ بھی کیا بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا اور ہر بات میں نے پہلے سے طے کررکھی تھی۔"

"لیکن آپ کی پلاننگ وہاں خراب ہوگئی جب بھینسے نے آپ کو اکھاڑے سے باہر پھینک دیا تھا" ڈاکٹر نے کہا۔

مجھے ہنسی آگئی "بھینسے نے مجھے نہیں پھینکا تھا ڈاکٹر بلکہ یہ بھی میرے منصوبے کا حصہ تھا۔ اس کے جھٹکے کے سہارے میں خود ہی اچھل کر باہر جاگرا تھا۔ اکھاڑے کے اندر رہتے ہوئے بیک وقت چار بھینسوں سے نمٹنا خاصا مشکل ہوتا اس لئے میں نے طے کررکھا تھا کہ انہیں میدان میں دوڑا کر تھکادوں گا تاکہ کوئی مسئلہ ہی نہ رہے۔"

"آپ بڑی حیران کن باتیں کررہے ہیں مسٹر علی! یعنی جب بھینسے نے آپ کو اکھاڑے سے باہر پھینکا اس وقت بھی آپ خوف زدہ نہیں ہوئے؟"

"میں نے تمہیں بتایا تو ہے کہ مجھے بھینسے نے نہیں پھینکا تھا بلکہ وہ میری اپنی حرکت تھی لہٰذا کسی قسم کے خوف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"کیا آپ کو اندازہ ہے کہ میدان میں آپ کس رفتار سے دوڑ رہے تھے؟"

"نہیں ڈاکٹر!" میں نے کہا "لیکن اگر یہ بات معلوم کرنا ضروری ہے تو میری ٹانگوں میں رفتار پیما فٹ کرادو۔ میں دوبارہ دوڑنے کو تیار ہوں۔"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا" ڈاکٹر بری طرح جھینپ گیا۔ 'میں یہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ کیا اس وقت آپ اپنی پوری رفتار سے دوڑ رہے تھے؟"

"ارے نہیں ڈاکٹر! پوری رفتار تو مجھے کسی موقع پر بھی نہیں استعمال کرنا پڑی۔"

ڈاکٹر نے اثبات میں سرہلایا "گویا پورے مقابلے کے دوران آپ پر خوف زدگی کا کوئی لمحہ نہیں آیا۔"

"بالکل نہیں" میں نے نفی میں سرہلایا "خوف زدگی کا لمحہ تو دور کی بات ہے' ایسا کوئی لمحہ بھی نہیں آیا جس سے میں محظوظ نہ ہوا ہوں۔"

"اس وقت تو آپ یقیناً گھبرا گئے ہوں گے جب مسٹر بل فرازو آپ پر تلوار سے حملہ آور ہوئے تھے۔"

"مجھے افسوس ہے ڈاکٹر! تمہارے اس سوال کا جواب بھی میں نفی میں دینے پر مجبور ہوں۔"

"یہاں اس جزیرے پر آنے کے بعد سے کوئی ایسا لمحہ آپ کو یاد آتا ہے جب آپ کے دل کی دھڑکنیں ذرا بھی بے ربط ہوئی ہوں" ڈاکٹر نے خاصے جھنجلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ہاں" میں نے سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا "ایسا ایک لمحہ آیا تو تھا جب میرے دل کی دھڑکنیں بہت بری طرح بے ربط ہوگئی تھیں۔"

"اوہ!" ڈاکٹر کے انداز میں اشتیاق پیدا ہوگیا "کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ ایسا کب ہوا تھا۔"

"کیوں نہیں ڈاکٹر! یہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی کی تو بات ہے" میں نے کہا اور ڈاکٹر شدت تجسس میں میرے اوپر تھوڑا سا جھک گیا۔ اس کا تجسس بڑھانے کے لئے میں خاموش ہوگیا۔

"آپ خاموش کیوں ہوگئے مسٹر علی!" ڈاکٹر نے بے چینی سے کہا۔ نرس بھی پلٹ کر میری طرف دیکھنے لگی تھی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے جب میں اس ایمبولینس میں داخل ہوا تو۔۔۔" میں پھر خاموش ہوگیا۔

"اوہو کہئے نا۔ آپ باربار خاموش کیوں ہوجاتے ہیں؟" ڈاکٹر سخت مضطرب تھا اور ایمبولینس کا تذکرہ سن کر تو وہ اور بھی بے چین ہوگیا تھا۔ نرس کو بھی بڑی شدت سے دلچسپی پیدا ہوگئی تھی جس کا اندازہ اس بات سے ہورہا تھا کہ وہ اپنا کام بھول کر اسٹریچر کے نزدیک چلی آئی تھی۔

"وہ۔۔۔ وہ ڈاکٹر بات یہ ہے کہ۔۔۔ میرا حوصلہ نہیں ہورہا" میں نے اٹک اٹک کر کہا۔ انھوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ان کا اشتیاق انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ وہ جاننا چاہ رہے تھے کہ ایسی کون سی چیز ہے جس نے مجھ جیسے آدمی کو خوف زدہ کردیا۔

"آپ کا حوصلہ کیوں نہیں ہورہا مسٹر علی!" ڈاکٹر نے حیرت سے کہا "ہمیں معلوم تو ہونا چاہئے کہ آپ جیسا بے جگر آدمی کس چیز سے اس قدر متاثر ہوگیا؟"

"دراصل۔۔۔ مجھے اس بات سے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں یہ برا نہ مان جائیں" میں نے جھجکنے کی اداکاری کرتے ہوئے نرس کی طرف اشارہ کیا۔

"میں؟" نرس حیران ہوکر بولی "میں بھلا کیوں برا مانوں گی' آپ کو جو کچھ بھی کہنا ہے بے خوف وخطر کہئے۔"

"نہیں" میں نے نفی میں سرہلایا "پہلے آپ وعدہ کیجئے کہ آپ بالکل بھی برا نہیں مانیں گی۔"

ان دونوں نے ایک بار پھر حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر نرس نے ایک طویل سانس لی "میں وعدہ کرتی ہوں کہ آپ خواہ کچھ ہی کیوں نہ کہیں میں بالکل برا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں مانوں گی۔"

"آپ بہت اچھی ہیں" میں نے بڑی بے ساختگی سے کہا "دراصل آپ کو دیکھ کر ہی میری دھڑکنیں بے ربط ہو گئی تھیں۔"

"کیا!" نرس کا منہ حیرت سے کھل گیا "مجھے دیکھ کر۔۔۔ کیا میں اتنی بدصورت ہوں۔"

"ارے نہیں، توبہ توبہ ۔۔۔ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ تو اس قدر خوبصورت ہیں ۔۔۔ اس قدر خوبصورت ۔۔۔ اسی لئے تو میرے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہو گئی تھیں لیکن دیکھئے آپ وعدہ کر چکی ہیں۔۔۔"

وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی "ہم آپ کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں مسٹر علی!" اس نے کہا "آپ اپنی حرکتوں سے باز کیوں نہیں آجاتے؟"

"لل ۔۔۔ لیکن آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ برا نہیں مانیں گی" میں نے ہکلا کر کہا۔

"میں بالکل برا نہیں مانی مسٹر علی! حالانکہ مجھے برا لگ جانا چاہئے تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ بسا اوقات اس قسم کی حرکتیں کر گزرتے ہیں لیکن اس کے باوجود مجھے برا نہیں لگا۔"

"کس قسم کی حرکتیں کر گزرتا ہوں؟" میں نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"آپ حسن پرست نہیں ہیں مسٹر علی! مگر ظاہر یہی کرتے ہیں جیسے آپ سے بڑا حسن پرست کوئی اور ہے ہی نہیں۔"

"تم نے چارٹ بنا لیا" ڈاکٹر نے اس سے پوچھا تو وہ یکدم سنجیدہ ہو گئی۔

"جی ڈاکٹر!" اس نے مستعدی سے کہا اور اپنے ہاتھ میں موجود پیڈ ڈاکٹر کی طرف بڑھا دیا۔

"حیرت انگیز" چند لمحے چارٹ پر نظریں دوڑانے کے بعد ڈاکٹر نے کہا "تمام جوابات درست۔"

"جی ہاں" نرس نے شوخی سے کہا "آخری جواب کے علاوہ۔"

"اوہ! وہ کوئی بات نہیں ہے۔ علی ذرا مذاق کے موڈ میں آگئے تھے ورنہ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"کیا تم لوگ میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو؟" میں نے بگڑ کر کہا "میں نے جو کچھ بھی کہا ہے پوری سنجیدگی سے کہا ہے۔ کیسا مذاق اور کہاں کا مذاق؟"

"رہنے دیجئے علی!" نرس ہنستے ہوئے بولی "آپ کسی طرح بھی مجھے دھوکا نہیں دے سکتے، آپ کا ماضی، آپ کی حرکات آپ کی عادات سب ہم پر آئینہ ہیں۔"

"یہ کیا بکواس ہے" میں نے اٹھنے کی کوشش کی "آج تک کبھی اس طرح میرا مذاق نہیں اڑایا گیا جس طرح تم اڑا رہی ہو۔"

"لیٹے رہئے، لیٹے رہئے" ڈاکٹر نے میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ہم ابھی چیک کئے لیتے ہیں کہ آپ کی بات کس حد تک درست ہے۔"

"تم بھی کس چکر میں آرہے ہو سمرنوف!" نرس نے کہا "کیا تم اس بات سے واقف نہیں ہو کہ۔۔۔"

"جب ہمیں ایک سہولت میسر ہے تو اس سے فائدہ اٹھانے میں کیا حرج ہے؟" ڈاکٹر سمرنوف نے سنجیدگی سے کہا پھر میری طرف متوجہ ہوا "میں آپ سے جو سوال کروں اس کا جواب بے جھجک دینا۔ نکیتا کو پہلی بار دیکھ کر تم نے کیا محسوس کیا تھا؟" ڈاکٹر سمرنوف کی نگاہیں مشینوں پر نصب ڈائلوں پر مرکوز تھیں۔ نکیتا بھی اس طرف متوجہ تھی۔

"کس قدر حسین نام ہے" میں نے آنکھیں بند کر کے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا "کتنی نغمگی اور شیرینی ہے اس نام میں ۔۔۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے سمرقند و بخارا کی تمام تر حلاوت اس ایک نام میں گھل گئی ہو۔ اوہ! تم نے کیا پوچھا تھا ڈاکٹر؟" میں نے چونک کر کہا "ہاں تم نے پوچھا تھا کہ نکیتا کو پہلی بار دیکھنے پر میں نے کیا محسوس کیا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرے تخیل نے حقیقت کا روپ دھار لیا ہو۔ یہی وہ چہرہ ہے جو چاندنی راتوں میں چاند سے جھانکا کرتا تھا۔ جیسے نغمگی مجسم ہو کر میرے سامنے آگئی ہو۔ مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میں جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ ایک لمحے کو تو میں اسے اپنا واہمہ سمجھا تھا۔ میں نے خود کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ شاید میری آنکھیں مجھے دھوکا دے رہی ہیں لیکن یہ کوئی دھوکا نہیں تھا۔ میں نے کئی بار نکیتا کو دیکھا اور ہر بار وہی چہرہ نظر آیا تو میں یقین کرنے پر مجبور ہو گیا لیکن مجھے نہیں معلوم کہ اس دریافت کا انجام کیا ہوگا۔ نکیتا مجھے قبول کرے گی یا ٹھکرا دے گی۔"

ڈائلوں پر متعدد سوئیاں لرز رہی تھیں اور وہ... دونوں یوں کھڑے تھے جیسے انہیں سکتہ ہو گیا ہو۔ چند لمحے وہ دونوں یوں ہی ساکت و صامت کھڑے رہے پھر سمرنوف ہی اس محویت سے چونکا۔

"لیکن تم تو تہذیب سے محبت کرتے ہو؟" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں، میں تہذیب سے محبت کرتا ہوں۔ اس کی محبت ایک ایسا جھرنا ہے، جو میری روح کو سیراب کرتا ہے۔"

ان دونوں کے چہروں پر ایک بار پھر حیرت کے تاثرات نظر آئے "یہ کیسے ممکن ہے مسٹر علی کہ آدمی بیک وقت دو افراد سے محبت کرے؟" سمرنوف نے کہا۔

"کیوں ممکن نہیں ہے مسٹر سمرنوف؟" میں نے بے باکی سے کہا "تہذیب کی محبت میری روح کی غذا ہے اور نکیتا میرے جسم کی ضرورت ۔۔۔ ان میں کوئی تصادم نہیں ہے۔"

سمرنوف میری طرف پلٹ پڑا۔ اس نے نکیتا کو کوئی اشارہ کیا تھا۔ نکیتا میرے نزدیک آئی اور میرے جسم پر لگائے گئے آلات علیحدہ کرنے لگی۔ وہ بے حد سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی۔

"اگر تم نکیتا سے اتنی بری طرح متاثر ہوئے تھے تو ہمیں علم کیوں نہیں ہو سکا؟" سمرنوف نے کہا "بظاہر تو تم بہت سکون سے تھے۔"

"مجھے اپنے جذبات پر بھی اختیار ہے سمرنوف! جب تک میں خود نہ چاہوں وہ ظاہر نہیں ہو سکتے۔"

"بہرحال" سمرنوف نے شانے اچکائے "ہمارا کام ختم ہوا، اب اگر تم چاہو تو جا سکتے ہو۔"

"جاتے جاتے مجھے اس اسرار سے تو آگاہ کرتے جاؤ کہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ یہ اتنی بہت سی نلکیاں اور تار میرے جسم سے کیوں منسلک کروائے گئے تھے؟"

"ان مشینوں کے ذریعے کسی شخص کی مکمل کیفیات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے" سمرنوف نے کہا "جسمانی، ذہنی اور جذباتی کیفیات ہمیں ان ڈائلوں پر نظر آجاتی ہیں۔ ہمیں موشے ہاورڈ کی طرف سے حکم ملا تھا کہ فوری طور پر تمہارا مکمل چیک اپ کر کے انہیں رپورٹ پیش کی جائے۔"

"کیا تم مجھے میرے چیک اپ کا نتیجہ بھی بتاؤ گے؟" میں نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"نتائج بڑے حیران کن ہیں مسٹر علی! ہماری مشینوں کی ریڈنگ کے مطابق تم ہر اعتبار سے نارمل تھے جب کہ تم جن حالات سے دوچار ہوئے ہو ان کے پیش نظر تمہیں بہت زیادہ اپ سیٹ ہونا چاہئے تھا۔ تمہارا بلڈ پریشر نارمل ہے۔ نبض کی رفتار معمول کے مطابق ہے، تھکن کے آثار بھی نظر نہیں آتے۔ بس نکیتا کے تذکرے پر تم جذباتی تغیر سے دوچار ہوئے تھے۔"

"تو تم لوگوں کو میری بات پر یقین آگیا" میں نے اسٹریچر سے اترتے ہوئے کہا۔

"ہاں" سمرنوف بولا "ان مشینوں کے سامنے جھوٹ نہیں بولا جا سکتا۔ تم نکیتا سے بہت بری طرح سے متاثر ہوئے ہو۔ اتنا گہرا اثر کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔"

"کہیں مس نکیتا ناراض تو نہیں ہو گئیں؟" میں نے سہمے ہوئے لہجے میں سمرنوف سے پوچھا۔

سمرنوف ہنس پڑا "پرانے زمانے میں عام طور پر کہا جاتا تھا کہ کاش میں تمہیں اپنا دل چیر کر دکھا سکتا۔ آج کل میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ دل چیر کر دکھائے بغیر ہی تمہارے جذبات نکیتا پر پوری طرح سے ظاہر ہو گئے۔ کم از کم نکیتا انہیں جھٹلا نہیں سکتی۔"

"اگر میری کوئی بات بری لگی ہو تو میں معذرت کا طلب گار ہوں مس نکیتا" میں نے نگاہیں نیچی کر کے بہت دھیمی آواز میں کہا اور ایمبولینس کے دروازے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی مگر نکیتا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ کوئی مجھ سے اس طرح بھی متاثر ہو سکتا ہے" نکیتا نے کہا "اور یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ مجھ سے متاثر ہونے والے تم ہو۔ تمہارے بارے میں تاثر یہ ہے کہ تم نے متاثر ہونا سیکھا ہی نہیں ہے۔"

"میں انسان ہوں نکیتا! گوشت پوست اور ہڈیوں کا بنا ہوا ویسا ہی انسان جیسے سب ہوتے ہیں۔ میرے سینے میں بھی دل دھڑکتا ہے۔ میرے بھی کچھ جذبات ہیں، بالکل ویسے ہی جیسے اوروں کے جذبات ہوتے ہیں۔ اور پھر اگر میں تم سے متاثر ہو گیا تو کیا خاص بات ہو گئی؟ تمہیں قدرت نے حسن بھی تو ایسا ہی عطا کیا ہے۔"

"شکریہ علی! میں کوشش کروں گی کہ مجھے تمہاری رفاقت میں کچھ وقت گزارنے کی اجازت مل جائے۔"

میں ایمبولینس سے باہر نکل آیا۔ نکیتا نے مجھے خدا حافظ کہا تو اس کی آواز لرز رہی تھی۔ پھر وہ لوگ چلے گئے۔

گراؤنڈ میں اب صرف لی کوان، تہذیب اور بڈ نظر آرہے تھے۔ بقیہ لوگ جا چکے تھے۔ مل فرازو کے ہاتھوں ہلاک ہونے والوں کی لاشیں بھی ہٹا دی گئی تھیں۔ بڈ وغیرہ بھی بس میرے ہی منتظر تھے۔ مجھے دیکھتے ہی بڈ میری طرف جھپٹا۔

"کیا معاملہ تھا چیف؟" بڈ نے بے صبری سے پوچھا۔ "ڈرائیور کہہ رہا تھا تمہارے کچھ ٹیسٹ وغیرہ لینے ہیں۔"

"ہاں وہ دیکھنا چاہ رہے تھے کہ لی کوان سے جو کچھ میں نے سیکھا ہے، وہ کس حد تک کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" بڈ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں "کسی ٹیسٹ سے یہ کس طرح معلوم ہو سکتا ہے؟"

"میں نے جس اتار چڑھاؤ کا سامنا کیا ہے اس کے بعد میرے سسٹم پر جو منفی اثرات پڑنے تھے وہ نہیں پڑے۔ وہ لوگ یہی چیک کرنے آئے تھے۔"

"کسی شخص کی افادیت کے ثبوت کے لئے یہی ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دلیل کافی ہے کہ وہ لی کوان کا شاگرد ہے" لی کوان نے بڑے فخریہ انداز میں کہا۔

"وہ لوگ یہ بات نہیں جانتے لی کوان!" میں نے کہا۔ "اسی لئے انہوں نے مشینوں کا سہارا لیا تھا۔ آئندہ وہ ایسی نامعقول حرکت نہیں کریں گے۔"

○☆○

تہذیب کے چہرے سے نقاہت ظاہر ہو رہی تھی۔ بڈ کولی کوان اپنے ساتھ لے گیا تھا اور مجھے خاص طور پر تہذیب کی تیمار داری کرنے کے لئے اس کے پاس چھوڑ گیا تھا۔ تہذیب پلنگ پر لیٹی تھی اور میں اس کے نزدیک ہی کرسی ڈالے بیٹھا تھا۔ رات خاصی گزر چکی تھی۔ لی کوان اور بڈ تھوڑی ہی دیر قبل ہمارے پاس سے اٹھ کر گئے تھے۔

"تم بھی لیٹ جاؤ علی!" تہذیب نے پیار سے کہا "رات خاصی گزر چکی ہے۔"

"لی کوان مجھے تمہاری تیمارداری کرنے کے لئے تمہارے پاس چھوڑ گیا ہے" میں نے مسکرا کر کہا "اگر میں سو گیا تو اس کی حکم عدولی ہوگی۔"

"تمہیں لی کوان کا بہت خیال ہے" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اور میری ذرا بھی پروا نہیں ہے۔"

"پروا کیوں نہیں ہے تہذیب!" میں نے سنجیدگی سے کہا "تمہاری پروا نہ ہوتی تو آرام سے پڑ کر سو رہا ہوتا۔ اپنی نیند کیوں حرام کرتا؟"

"تم نے خود ہی تو کہا ہے کہ اگر تم سوئے تو لی کوان کی حکم عدولی ہو جائے گی۔"

"اس کا کہنا بھی اہم ہے لیکن تمہاری حیثیت بھی تو مسلمہ ہے۔ یہ حکم کسی اور کے لئے ہوتا تو اس کی اتنی زیادہ اہمیت نہ رہ جاتی۔"

"تمہارے طرزِ عمل سے تو تمہارے اس بیان کی نفی ہوتی ہے، تمہیں میرا ذرا بھی خیال نہیں ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے تم پر نیند حاوی آ رہی ہے" میں نے ہنس کر کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ مجھے تمہارا ذرا بھی خیال نہ ہو۔"

"تم بہت بدل گئے ہو علی!" تہذیب شکایتی لہجے میں بولی۔ "پہلے تمہیں میرا کتنا خیال رہتا تھا لیکن اب۔۔۔ اب یہ حال ہے کہ میرے لاکھ منع کرنے کے باوجود تم بلا فرازو سے الجھ کر رہے۔"

"وہ اگر بہت ضروری نہ ہوتا تہذیب تو میں ہرگز اس سے نہ الجھتا لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں بچا تھا۔"

"تمہیں معلوم ہے جب چار اطراف سے چار بھینسے تم پر حملہ آور ہونے آ رہے تھے تو مجھ پر کیا گزر رہی تھی؟" تہذیب نے آنکھیں بند کر کے جھرجھری لی "مجھے بالکل یوں لگا تھا جیسے وہ مجھ سے ٹکرائے ہوں اور میرا کچومر نکل گیا ہو۔"

"لیکن تم نے دیکھا کہ میں نے ان کا کیا حشر کیا؟" میں نے مسکرا کر کہا "ان چاروں کے دماغ درست ہو گئے۔ شاید ہی آئندہ وہ کسی بل فائٹر پر حملہ کریں۔"

"مجھے تسلیم ہے کہ لی کوان کی تربیت نے تمہاری صلاحیتوں میں غیر معمولی نکھار پیدا کر دیا ہے اور تمہارے اعصاب فولادی ہو گئے ہیں لیکن تم کیوں نہیں سوچتے کہ دوسرے تو تمہاری طرح فولادی اعصاب کے مالک نہیں ہیں۔ ان پر تو جذباتی تغیرات اسی طرح اثر انداز ہوتے ہیں جس طرح دوسروں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ہر شخص تمہاری طرح پتھر دل تو نہیں ہو سکتا۔"

"میں پتھر دل نہیں ہوں تہذیب! تم یہ بات بہت اچھی طرح جانتی ہو۔ بس میری قوتِ برداشت تمام لوگوں سے زیادہ ہے۔ اس کو اگر سنگدلی کہتے ہیں تو تم شوق سے مجھے سنگدل کہہ سکتی ہو۔"

"بے شک پہلے تم سنگدل نہیں تھے" تہذیب نے کہا۔ "لیکن اب تم میں بڑی تبدیلیاں آ چکی ہیں۔ تم صرف اپنے بارے میں سوچتے ہو۔"

"یعنی اب خود غرضی کا الزام بھی آئے گا" میں نے تہذیب کو افسردگی سے دیکھا "سنگدلی کا الزام تو پہلے ہی عائد کر چکی ہو۔"

"ایک دوست کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے دوست کی خامیاں اس کے منہ پر بیان کر دے" تہذیب نے کہا "میں پھر تمہارے لئے دوست سے بہت بڑھ کر ہوں۔"

"کبھی کبھی یوں بھی تو ہوتا ہے تہذیب کہ ہم ضرورت کے ہاتھوں مجبور ہو جاتے ہیں۔"

"تم مجھے پہلے ہی سب کچھ بتا سکتے تھے لیکن تم نے جان بوجھ کر مجھے اندھیرے میں رکھا۔"

میں نے متاسفانہ انداز میں سر کو منفی جنبش دی "تم یقین نہ کرتیں تہذیب! میں بلاوجہ اپنے الفاظ کیوں ضائع کرتا؟"

"تم نے ایک بات فرض کر لی کہ میں تمہاری بات پر یقین نہیں کروں گی اور اپنے مفروضے کی بنیاد پر فیصلہ کر لیا" تہذیب نے کہا، اس کے لہجے میں خفگی تھی۔ "مفروضے بھی ہوا میں تو قائم نہیں کئے جاتے تہذیب! ان کی بھی کچھ بنیادیں ہوتی ہیں۔"

تہذیب زہریلے انداز میں مسکرائی "ذرا میں بھی تو سنوں کہ تم نے کس بنیاد پر یہ مفروضہ قائم کیا تھا؟"

"تم نے لی کوان جیسے شخص کی بات پر یقین کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے مجھے تربیت دی تھی۔ اس سے زیادہ کون جان سکتا تھا کہ میں کتنا باصلاحیت ہوں لیکن تم کچھ سوچنے سمجھنے کے موڈ میں تھیں ہی نہیں۔"

"یہ لوگ تمہارے دشمن ہیں علی!" تہذیب نے کہا "میں ان سے کسی بھلائی کی توقع نہیں رکھ سکتی۔"

"مت رکھو مگر منطقی اندازِ فکر کا دامن بھی ہاتھ سے مت چھوڑو۔ تم ایک بالغ نظر شخصیت کی حامل ہو تہذیب! مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تمہیں بچوں کی طرح سمجھاؤں۔ کیا تم ان لوگوں کو احمق سمجھتی ہو؟ یہ جب چاہیں ہمیں ٹھکانے لگا سکتے ہیں مگر انہوں نے مجھے چھ مہینے تک زیرِ تربیت رکھا۔ ہمیں نقصان پہنچانے کے لئے انہیں اتنا پیچیدہ طریقہ کار اختیار کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔"

تہذیب کچھ جھینپ سی گئی "دراصل تمہیں خطرے میں دیکھ کر سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے جاتی ہیں۔ پھر ہمیں یہاں قید ہوئے چھ مہینے سے زیادہ ہو گئے۔ ایک طرح سے ہم پوری دنیا سے کٹ کر رہ گئے ہیں۔ کچھ نہیں معلوم دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ دنیا کو تو خیر چھوڑو، خود ہمارا مستقبل واضح نہیں ہے۔ معلوم نہیں کل ہمارے ساتھ کیا ہو۔ ایسے میں ذہن کیا خاک کام کرے گا۔"

"تم گرین پول کی ایجنٹ رہ چکی ہو تہذیب! غیر معمولی حالات میں اپنی صلاحیتیں برقرار رکھنا ہی کسی کو دوسروں سے ممتاز بناتا ہے۔"

تہذیب نے بے بسی سے مجھے دیکھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر نہیں کہہ سکی۔ وقت اور حالات نے اس کی زبان پر تالے ڈال دیئے تھے۔ ہر آدمی کی قوتِ برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔ کسی پر اس کی قوتِ برداشت سے بڑھ کر صدمہ پڑ جائے تو وہ کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ تہذیب کو بھی میرے نظریات کی تبدیلی کا صدمہ کھا گیا تھا۔ وہ ہل کر رہ گئی تھی۔ اس کا اعتماد متزلزل ہو گیا تھا۔ وہ اپنی مرضی کے خلاف میرا ساتھ دینے پر مجبور تھی۔ میری مخالفت کرنے کا انجام وہ پہلے بھی دیکھ چکی تھی۔ اب اس میں اتنی ہمت نہیں رہ گئی تھی کہ میرے خلاف کچھ بولتی۔ شاید اس موقع پر وہ کہنا چاہتی تھی کہ کیا اس سے پہلے میں غیر معمولی حالات سے نہیں گزری اور کیا ان غیر معمولی حالات کے دوران میں نے اپنے حواس بجا نہیں رکھے۔ یہ تو تم ہو جو بدل گئے ہو۔ میں اگر کچھ کہوں گی تو تم ناراض ہو جاؤ گے، لہٰذا میں کچھ نہیں کہتی، تم جیتے اور میں ہاری۔

میرے نظریات کی تبدیلی نے تہذیب کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ یہ سانحہ اس کی برداشت سے کہیں بڑھ کر تھا۔ تہذیب کو اتنے بڑے سانحے کی خبر کسی اور کی زبان سے ملتی تو شاید وہ یقین ہی نہ کرتی مگر جو کچھ بھی ہوا اس کی اپنی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا۔ وہ اسے کس طرح جھٹلا سکتی تھی۔ ظلمت کو روشنی کس طرح قرار دے دیتی۔ علی یار خان جو تحریک آزادی فلسطین کا سب سے بڑا علم بردار تھا اب فلسطین کا مخالف ہو چکا تھا۔ اور تہذیب کے جذباتی ہیجان کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی سانحہ تھی۔

○☆○

میں لی کوان کے ساتھ کانفرنس ہال میں داخل ہو گیا۔ کانفرنس حال کے وسط میں ایک بڑی سی میز کے گرد بچھی ہوئی کرسیاں خالی پڑی تھیں۔ میز پر دو عدد تختیاں رکھی نظر آ رہی تھیں جن پر میرے اور لی کوان کے نام لکھے ہوئے تھے۔ ہم اپنے اپنے ناموں کے سامنے والی کرسیاں کھینچ کر بیٹھ گئے۔ ہال میں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"ہمیں نو بجے کا وقت دیا گیا تھا" میں نے لی کوان سے کہا "لیکن یہاں ہم دونوں کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے۔"

ابھی لی کوان میری بات کا جواب بھی نہیں دے پایا تھا کہ دیوار پر نصب اسکرین روشن ہو گئی۔ اسکرین پر ابھرنے والا چہرہ حسبِ توقع رینڈل کا تھا۔

"خوش آمدید!" رینڈل نے کہا "ہم لوگ وقت کے بہت پابند ہیں مسٹر علی!"

"میں نے اعتراض نہیں کیا تھا موشے ہاورڈ! میں تو صرف حیرت ہی ظاہر کر رہا تھا۔"

"اب تم ہماری تنظیم کے ممبر ہو مسٹر علی! تمہیں پورا حق ہے کہ اگر کہیں کوئی بے ضابطگی ہوتے دیکھو تو اس پر کھل کر اعتراض کرو۔"

"شکریہ موشے ہاورڈ! اگر کبھی مجھے کہیں کوئی خامی نظر آئی تو اس کی نشان دہی ضرور کروں گا۔"

"آج میں نے تمہیں یہاں اس لئے بلایا ہے کہ ایگلز کے بڑوں سے تمہارے تعارف کی رسم ادا کر دی جائے" رینڈل نے کہا اور اس کے بعد اسکرین سے رینڈل کی تصویر غائب ہو گئی اور اس جگہ ایک اور شخص کی تصویر ابھری جس کے چہرے پر سنہرے رنگ کا ایک چمکدار نقاب نظر آ رہا تھا جس پر ایس ون تحریر تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"شالوم مسٹر علی" ایس ون نے کہا "ایگلز میں شمولیت مبارک ہو" لہجے سے وہ روسی معلوم ہو رہا تھا مگر اس نے مجھے عبرانی میں مخاطب کیا تھا۔

"یہ میری خوش بختی ہے کہ مجھے ایگلز میں شمولیت کا موقع میسر آگیا" میں نے کہا۔

"خوش بختی تو ہماری ہے مسٹر علی" ایس ون ہنس کر بولا "ہم نے کل ہونے والا بل فائٹنگ کا مقابلہ دیکھا اور آپ کی برتری تسلیم کرلی۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ کسی بھی شخص کو اس فیلڈ میں شکست سے دوچار کر سکتے ہیں جس کا وہ ماہر ہو۔"

چند جملوں کے تبادلے کے بعد ایس ٹو سے تعارف ہوا۔ وہ فرانسیسی ثابت ہوا۔ ایس تھری کا لہجہ اسے جرمن ظاہر کررہا تھا۔ ایس فور برطانوی نکلا اور ایس فائیو امریکی لہجے میں گفتگو کررہا تھا۔ ان پانچوں نے مجھ سے عبرانی میں بات کی اور پانچوں نے ایک ہی جیسی باتیں کیں۔ اس کے بعد اسکرین پر ایک بار پھر رینڈل کی تصویر ابھری۔

"غالباً تم سمجھ گئے ہوگے کہ پانچوں بڑوں سے تمہارا تعرف جدید ترین مواصلاتی نظام کے ذریعے ممکن ہوسکا ہے" رینڈل نے کہا "ایگلز کو یہ سہولت مہیا ہے کہ ہم جب چاہیں مواصلاتی سیارے کے ذریعے دنیا کے دور دراز ترین علاقے میں بھی فوری طور پر رابطہ قائم کرسکتے ہیں۔"

"میں یہ سب کچھ دیکھ کر بہت متاثر ہوا ہوں موشے ہاورڈ" میں نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"یہ سب کچھ تمہیں متاثر کرنے کے لئے نہیں تھا علی! ہم سب تو خود تم سے بے حد متاثر ہیں۔ شاید تمہیں علم نہ ہو کہ بل فرازو حراست میں ہے۔"

"بل فرازو حراست میں ہے!" میں نے بڑی حیرت سے کہا "لیکن اسے حراست میں کیوں لیا گیا' اس کا قصور کیا ہے"

"اس نے اپنی حدود سے تجاوز کیا تھا" رینڈل نے سرد لہجے میں کہا "اسے اس کی سزا ملنا ضروری ہے۔"

"اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا اور میں اس سے بدلہ نہیں لینا چاہتا موشے ہاورڈ! وہ ہماری تنظیم کا ایک اہم رکن ہے' اس کا نقصان پوری تنظیم کا نقصان ہے۔"

"جہاں مصلحتیں آڑے آجائیں وہاں تنظیم قائم نہیں رہ سکتی" رینڈل نے کہا "وہ خواہ کتنا ہی اہم آدمی کیوں نہ ہوتا میں اسے سزا دیے بغیر نہ رہتا۔ اس طرح دوسروں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔"

رینڈل کی بات اصولی طور پر درست تھی۔ کسی بھی تنظیم کی بقا کے لئے سخت قوانین کے علاوہ قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے شخص کے خلاف سخت ایکشن لینا ضروری ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو تنظیم کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں۔ نرمی اور مصلحت کوشی کسی تنظیم کے لئے زہر کا کام کرتی ہیں۔

"لیکن یہ تو ممکن ہے کہ اس کے ساتھ نرمی برتی جائے" میں نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس کی سفارش کرنے پر کیوں تل گئے ہو۔ اس نے تو تمہاری جان لینے کی کوشش کی تھی" رینڈل نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "تم نہتے تھے اور وہ تلوار بدست تھا۔ کسی نہتے شخص پر حملہ کرنا بزدلی ہے۔ یہ درست ہے کہ تم نے اسے معاف کردیا ہے لیکن شاید تم یہ بھول رہے ہو کہ ہمارے دو آدمی مارے گئے ہیں۔"

"جو مر گئے انہیں تو زندہ نہیں کیا جاسکتا موشے ہاورڈ! میرے خیال میں مناسب یہ ہوتا کہ بل فرازو کو معمولی سی تادیبی کارروائی کرنے کے بعد چھوڑ دیا جائے۔ تنظیم پہلے ہی دو افراد کا نقصان اٹھا چکی ہے۔ بل فرازو کو کوئی سخت سزا دینے کی صورت میں کہیں ایسا نہ ہو کہ نقصان دو سے تجاوز کرکے تین تک پہنچ جائے۔"

"ہلاکت اس کا مقدر ہو چکی ہے علی! تم نے یہ کیوں فرض کرلیا ہے کہ اسے تادیبی کارروائی کے بعد چھوڑ دیا جائے گا۔ پہلے اسے سزا دی جائے گی اور پھر قتل کردیا جائے گا۔"

"اوہ! اس طرح تو تنظیم کو ایک اور نقصان پہنچ جائے گا" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا "لیکن یہ فیصلہ آپ نے کیا ہے تو کچھ سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا؟"

"فیصلے ہمیشہ سوچ سمجھ کر ہی کئے جاتے ہیں مسٹر علی!" رینڈل نے ہنس کر کہا "بل فرازو کے بارے میں جو فیصلہ ہوگیا' وہ تبدیل نہیں کیا جاسکتا اور تمہیں میں نے اپنا نائب خصوصی بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔"

میں چونک پڑا "نہیں موشے ہاورڈ" میں نے کہا "میں اتنے بڑے عہدے کا اہل نہیں ہوں۔ مجھے تو بس عام کارکن کے طور پر کام کرنے دیا جائے۔"

"ایگلز کا بڑے سے بڑا عہدے دار بھی عام کارکن ہی ہوتا ہے مسٹر علی! یہاں کسی بھی شخص کو زنگ نہیں لگنے دیا جاتا۔"

"اس کے باوجود میں یہی چاہوں گا کہ مجھے منصبی فرائض سے دور ہی رکھا جائے۔ میں فیلڈ ورکر ہوں موشے ہاورڈ اور فیلڈ ورکر ہی رہنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے علی!" رینڈل نے ایک طویل سانس لی۔ "تمہیں ایک مہم سونپنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ میں نے تنظیم کے بڑوں سے بھی اس کی منظوری حاصل کرلی ہے۔"

"یہ میرے لئے خوش خبری ہے موشے ہاورڈ! میری شدید خواہش ہے کہ اب میں اپنے نظریات کے لئے عملی جدوجہد شروع کردوں۔۔۔۔"

"تمہیں جو مہم بھی سونپی جائے گی اسے سرانجام دینے کے لئے تمہیں اس جزیرے سے باہر جانا ہوگا" رینڈل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "اس جزیرے پر تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔"

"وہ تو ظاہر ہے موشے ہاورڈ" میں نے بڑی حیرت سے کہا "اگر زندگی رہی تو ممکن ہے مجھے بہت سے ممالک میں مہمات سرانجام دینی پڑیں۔"

"مسئلہ یہ ہے کہ ہر مہم کی انجام دہی کے لئے تمہیں ان لوگوں کے درمیان جانا پڑے گا جو اسرائیل اور یہودیوں کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے موشے ہاورڈ" میں نے بے پروائی سے کہا "میں بھی اسرائیل اور یہودیوں کے بارے میں غلط فہمی کا شکار تھا۔"

"میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اب تم اسرائیل کے خلاف کچھ بھی نہیں سن سکتے اور تمہاری یہ کمزوری تمہاری راہ کی بہت بڑی رکاوٹ۔۔۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے موشے۔۔۔ آپ کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی علی! تمہارا انداز فکر بہت زیادہ جذباتی ہے۔ تہذیب اور بڈ سے تمہاری جھڑپ کیوں ہوئی تھی؟"

"ان کی بات اور ہے موشے۔۔۔ وہ میرے ساتھی ہیں۔ ان کی گمراہی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ دوسروں کے نظریات سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔"

"اوہ! میں تو سمجھا تھا کہ اس مسئلے پر تم بہت زیادہ جذباتی ہوگئے ہو اور اپنی مخالفت میں ایک لفظ سننے کے روادار بھی نہیں ہو۔"

"اگر واقعی ایسی صورت حال ہو تو میں نااہل قرار پاؤں گا اور قطعاً ناکارہ ہوجاؤں گا۔ مجھے تو یہی ظاہر کرنا پڑے گا کہ میں ان سے متفق ہوں۔"

"ٹھیک ہے علی!" رینڈل نے سر کو اثباتی جنبش دی "مجھے تمہاری طرف سے یہی ایک خطرہ تھا لیکن میں حیران بھی تھا۔"

"حیرانی کس بات پر تھی موشے ہاورڈ" میں نے کہا۔

"تم تہذیب اور بڈ کی معمولی سی باتوں پر آپے سے باہر ہوگئے تھے جبکہ بل فرازو سے مقابلے کے بعد میں نے تمہارا فزیکل چیک اپ کرایا تو تمہارے سسٹم پر کوئی غیر معمولی اثر دریافت نہیں کیا جاسکا۔"

"کیا یہ مشینوں کا قصور نہیں ہوسکتا موشے ہاورڈ" میں نے کہا۔

"نہیں' ہمیں اپنی مشینوں پر ناز ہے۔ انسان دھوکا کھاسکتا ہے ان مشینوں کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا۔ یہ ایسی مشینیں ہیں جو انسان کے اندر رونما ہونے والے کسی معمولی سے تغیر کی بھی نشان دہی کردیتی ہیں۔ مجھے پہلے حیرت تھی لیکن اب نہیں ہے۔ تم نے وضاحت کردی ہے کہ تم اسرائیل کے خلاف کوئی بات صرف اپنے ساتھیوں کے منہ سے برداشت نہیں کرسکتے' مگر یہ حیرت ابھی برقرار ہے کہ بل فرازو سے مقابلے کے بعد تم نارمل کس طرح تھے؟"

"یہ لی کوان کا کمال ہے موشے" میں نے لی کوان کی طرف دیکھا۔

لی کوان نے فخریہ انداز میں سر ہلایا اور رینڈل نے کہا "ہاں' ہم لی کوان کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں ایک انمول تحفہ دیا اور اب ایک تحفہ میں تمہیں دے رہا ہوں۔ تمہیں ایک انتہائی اہم مہم کے سلسلے میں جزیرے سے باہر جانا ہوگا۔ کام اتنا نازک ہے کہ تمہارے علاوہ کوئی اور اسے سر انجام نہیں دے سکتا۔ میں اس مہم کے لئے تمہیں تنہا روانہ نہیں کروں گا بلکہ تمہارے ساتھ تہذیب ما لکم ایکس بھی ہوگی۔"

رینڈل کی بات سن کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازہ کھلا اور تہذیب مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اس نے وہی لباس پہن رکھا تھا جس میں' میں اسے چھوڑ کر آیا تھا۔

"میں آپ کی شکر گزار ہوں موشے ہاورڈ کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا" تہذیب نے بڑی سنجیدگی سے کہا "میں آپ کے اعتماد پر پورا اترنے کی کوشش کروں گی۔"

"یہ کیا بکواس ہے" میں نے انتہائی اشتعال کے عالم میں کہا "یہ لڑکی تہذیب نہیں ہے۔ تم نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کیوں کی رینڈل! میں تمہارے خلاف بغاوت کا اعلان کرتا ہوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا کہہ رہے ہو علی؟" تہذیب نے متحیرانہ لہجے میں کہا "مجھے غور سے دیکھو۔۔۔ میں تہذیب ہوں۔ تہذیب مالکم ایکس۔۔۔ جو کڑے سے کڑے وقت میں تمہارے ساتھ رہی' آج تم مجھے ہی پہچاننے سے انکار کر رہے ہو؟"

"تم اچانک ہی مشتعل ہو گئے علی" رینڈل نے نرمی سے کہا "تم ہماری تنظیم میں شامل ہو چکے ہو اور اب تمہاری ہر شکایت کا ازالہ کرنا ہمارا فرض ہے' ہم سے بغاوت کرنے کی تمہیں کبھی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"مجھے علی سے کوئی شکایت نہیں ہے مسٹر رینڈل" تہذیب نے کہا "نظریات کی تبدیلی کے عمل کے بعد سے میں نے علی میں بہت سی تبدیلیاں محسوس کی ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر مشتعل ہو جانا بھی انہی تبدیلیوں کا ایک حصہ ہے۔"

"آپ کے مشاہدے کو چیلنج کرنا آسان نہیں ہے میڈم ایکس" رینڈل نرم لہجے میں بولا "لیکن ہم نے جو عمل کیا ہے اس کے نتیجے میں ایسی کسی تبدیلی کا تصور کبھی نہیں کیا جا سکتا یقیناً اس کی وجہ کچھ اور ہو گی۔"

"مجھے وجہ سے کوئی غرض نہیں ہے مسٹر رینڈل! میں تو علی کو پہلے جیسی حالت میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ مجھ سے علی کی بدلی ہوئی کیفیات نہیں دیکھی جاتیں۔ آپ نے خود سنا ہے کہ اب علی نے مجھے پہچاننے سے بھی انکار کر دیا ہے۔"

"تم نے سنا علی؟" رینڈل نے کہا "تمہاری غیر ذمے دارانہ بات سے میڈم تہذیب کے جذبات کو کس قدر ٹھیس پہنچی ہے۔ تم تو بہت سوچ سمجھ کر گفتگو کرنے کے عادی تھے۔ تم اتنے جذباتی کس طرح ہو گئے؟"

میرے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھر آئی "میں تہذیب کو پہچاننے سے کبھی انکار نہیں کر سکتا' اور نہ ہی اسے پہچاننے میں کوئی غلطی کر سکتا ہوں۔"

رینڈل نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں "پہچاننے سے انکار بھی کر رہے ہو اور ساتھ ہی اس پر بھی مصر ہو کہ تم اسے پہچاننے سے انکار نہیں کر سکتے' یہ کیا بات ہوئی؟"

"آپ نے دیکھا مسٹر رینڈل؟" تہذیب نے تیزی سے کہا "یہی بات میں آپ کو بتانے کی کوشش کر رہی تھی' علی کی ذہنی کیفیات ایسی نہیں ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جا سکے۔"

"علی کی یہ کیفیت میرے لئے بھی اتنی ہی حیران کن ہے جتنی آپ کے لئے" رینڈل نے کہا "اس لئے کہ ہم نے علی کا میڈیکل چیک اپ جدید ترین مشینوں سے کیا تھا اور یہ سپر نارمل ثابت ہوا تھا۔"

"مشینیں غلطی بھی کر سکتی ہیں مسٹر رینڈل! اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمیں موجودہ صورتِ حال کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔"

میں خاموشی سے ان دونوں کی گفتگو سنتا رہا۔ میں چاہتا تھا کہ ان میں کتنی طویل ڈرامائی گفتگو کرنے کی صلاحیت ہے لیکن انہوں نے گفتگو کو طول نہیں دیا۔

"علی کے موجودہ ردِ عمل کی کوئی خاص وجہ ضرور ہے" رینڈل نے کہا "ممکن ہے لی کوان کی دی ہوئی سخت تربیت کا نتیجہ ہو۔۔۔"

"لی کوان کی دی ہوئی تربیت کوئی بگاڑ پیدا نہیں کر سکتی" لی کوان نے رینڈل کی بات کاٹ دی "اور نہ ہی کوئی بگاڑ پیدا ہوا ہے۔"

"بگاڑ کیسے پیدا نہیں ہوا ماسٹر؟" تہذیب نے کہا "کیا علی کی حالت پہلے بھی ایسی ہی تھی۔"

"اپنے ہر عمل کی وضاحت علی خود کرے گا" لی کوان نے کہا "میں کسی قسم کی دخل اندازی کرنا پسند نہیں کرتا۔"

"تم خاموش کیوں ہو علی؟" رینڈل نے کہا "تمہارا غیر معمولی رویہ تو نے ہم سب کو الجھا کر رکھ دیا ہے' کیا ہماری الجھنیں دور نہیں کرو گے؟"

"میں کسی کی الجھن کیا دور کروں گا میں تو خود الجھ کر رہ گیا ہوں' سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے مجھے دھوکا دینے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟"

"یہ بات تم پہلے بھی کہہ چکے ہو مگر تم نے اس کی وضاحت نہیں کی تھی' کیا میں یہ سمجھوں کہ تم ہم سے جان چھڑانے کے لئے ہم پر الزام لگا رہے ہو؟" رینڈل نے کہا۔

"میں الزام عائد نہیں کر رہا مسٹر رینڈل! تم مجھے کسی پروانہ کر رہے ہو لیکن تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے اس تم نے کسی اور لڑکی کو تہذیب کے میک اپ میں میرے پاس بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"تم نے پھر وہی بات کی" تہذیب بگڑ گئی "تم جانتے میں اس قسم کی بے ہودہ باتیں برداشت نہیں کر سکتی۔"

"اگر یہ تہذیب مالکم ایکس نہیں تو پھر کون ہے؟" رینڈل نے کہا "تمہیں یہ شبہ کس وجہ سے ہو رہا ہے کہ یہ تہذیب نہیں ہے؟"

میرے ہونٹوں پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی "کیا تمہارا یہ سوال مناسب ہے کہ اگر یہ تہذیب نہیں تو کون ہے؟"

رینڈل نے بے چینی سے پہلو بدلا "ظاہر ہے جب تم بڑا الزام عائد کرو گے تو میں جواب میں اور کیا کہوں گا؟"

"تو پھر سنو مسٹر رینڈل! اس لڑکی کا اصل نام نکیتا

ہے' نکیتا جس نے میرا میڈیکل چیک اپ کیا تھا۔"

رینڈل بری طرح چونک پڑا تھا۔ خود نکیتا بھی حیران رہ گئی تھی "تم نے اسے کس طرح پہچانا؟" رینڈل کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"قدرت نے ہمارے مابین ایک ایسی انجانی کشش رکھی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو ہر حال میں پہچان لیتے ہیں۔"

"لیکن تم نے اسے نکیتا کی حیثیت سے کس طرح شناخت کر لیا؟" رینڈل نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی "ہمارا تو خیال تھا کہ نکیتا' تہذیب کی مکمل کاپی ہے۔"

"نکیتا ہر اعتبار سے مکمل ہے' میرے سوا کوئی اور اسے شناخت بھی نہیں کر سکتا۔ اس کی تربیت پر واقعی سخت محنت ہوئی ہے۔"

"ہم نے پورے چھ ماہ اس کی تربیت کی ہے" رینڈل نے کہا "ماہرین کے ایک پورے گروپ نے اسے ہر طرح سے پاس کیا تھا" اسے تمہارے سامنے لا کر تمہیں دھوکا دینا مقصود نہیں تھا مسٹر علی بلکہ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ ہماری محنت کس حد تک بار آور ہوئی ہے لیکن تم نے جتنی آسانی سے اسے شناخت کر لیا اس سے مجھے سخت دھچکا لگا ہے۔"

"میں نے کہا نا کہ اسے میرے سوا کوئی اور شناخت نہیں کر سکتا" نکیتا نے واقعی بہت محنت کی ہے۔"

"تمہیں بتانا پڑے گا کہ تم نے اسے کس طرح پہچانا؟" رینڈل نے مضطربانہ انداز میں کہا "اسے نکیتا کی حیثیت سے شناخت کر لینا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے جسے میں اتنی آسانی سے نظر انداز کر دوں۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی "کوئی خاص بات نہیں ہے موشے ہاورڈ! یہ صرف محترم لی کوان کی تربیت کا اعجاز ہے۔"

رینڈل نے لی کوان کی طرف دیکھا "کیا علی کی کہی ہوئی بات درست ہے لی کوان؟"

"بالکل" لی کوان نے اثبات میں سر ہلایا "لی کوان کی تربیت کے حوالے سے جو بات کہی جائے اس پر کبھی شبہ نہیں کرنا چاہئے۔"

"مگر یہ کیسے ممکن ہے؟" رینڈل نے مضطربانہ انداز میں کہا "علی نے ایک نظر میں اسے کیسے پہچان لیا؟"

"اس کے حواس خمسہ بہت ترقی کر چکے ہیں" لی کوان نے فخریہ لہجے میں کہا "تم سب کچھ تبدیل کر سکتے ہو مگر کسی شخص کے جسم کی مخصوص بو نہیں بدل سکتے۔"

"اوہو" رینڈل کی حیرت دیدنی تھی "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی کو اس طرح بھی پہچانا جا سکتا ہے۔"

"کیوں نہیں سوچ سکتے تھے؟" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا "نابینا افراد کیسے لوگوں کو شناخت کر لیتے ہیں۔"

"میرا مطلب ہے علی کو بہت کم وقت ملا ہے۔ اتنے کم وقت میں تم نے اسے کیا کیا سکھا دیا ہے؟"

"کاش تم نے مجھے پورا وقت دیا ہوتا" لی کوان نے ایک سرد آہ بھری "تو میں تم کو بتاتا کہ لی کوان کی تربیت آدمی کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے۔"

"تمہارا یہ کارنامہ بھی کم نہیں ہے لی کوان" رینڈل نے کہا "اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ علی کو کسی طرح بھی زیر نہیں کیا جا سکتا۔"

"کیا میری اصلیت معلوم ہونے کے بعد آپ مجھے اپنے ساتھ شریک رکھنا پسند کریں گے مسٹر علی؟" نکیتا نے مجھے پر امید نگاہوں سے دیکھا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو نکیتا! یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ تم تہذیب کے روپ میں میرے ساتھ رہو گی۔"

"ہمیں اس وقت تمہاری مدد کی اشد ضرورت ہے مسٹر علی!" رینڈل نے کہا "ہم نے عربوں کو کبھی متحد نہیں رہنے دیا مگر گزشتہ چند ماہ کے دوران ہماری بعض کوتاہیوں کے سبب عربوں کو دوبارہ متحد ہونے کا خیال آ گیا ہے۔ نہ صرف خیال آیا ہے بلکہ ایک مشترکہ لائحہ عمل طے کرنے کی غرض سے آئندہ ہفتے عرب وزرائے خارجہ کی ایک کانفرنس بھی منعقد ہو رہی ہے۔"

"یہ تو بہت بری بات ہے موشے ہاورڈ!" میں مضطربانہ لہجے میں کہا "عربوں کو متحد نہیں ہونا چاہئے' ان کا اتحاد صیہونی دنیا کے لئے زبردست خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔"

"اسی لئے تو ہم پریشان ہیں مسٹر علی! ہم چاہتے ہیں کہ ان کے متحد ہونے سے قبل ہی کچھ کر گزریں ورنہ اگر ایک بار وہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے تو انہیں پارہ پارہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

"بات تو درست ہے موشے ہاورڈ مگر انہیں یکجا ہونے سے روکنے کے لئے کوئی منصوبہ بنانا پڑے گا اور میرے خیال میں کوئی موثر منصوبہ بنانے میں وقت لگے گا۔"

"منصوبے بنانے کا وقت ہماری نااہلی کی نذر ہو چکا ہے مسٹر علی! اب تو براہ راست اقدام کی ضرورت ہے۔"

"سچ کہتے ہو موشے ہاورڈ" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا

WWW.PAKSOCIETY.COM

"راست اقدام کے نتائج اسرائیل کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں۔"

"یقیناً ہوں گے" رینڈل نے اثبات میں سر ہلایا "اگر یہ ظاہر ہو گیا کہ اس راست اقدام کے پس پردہ کون ہے اور ہم یہ بات کبھی ظاہر نہیں ہونے دیں گے۔"

"راست اقدام کتنی ہی احتیاط سے کیوں نہ کیا جائے یہ تو ظاہر ہو ہی جائے گا کہ اس کے پس پردہ کون ہے" میں نے کہا۔

"ہمیں بس اتنی احتیاط کرنا پڑے گی کہ وہ ہمارے خلاف کچھ ثابت نہ کر سکیں۔ دنیا ثبوت مانگتی ہے' قیاس آرائیوں سے عالمی رائے عامہ کو متاثر نہیں کیا جا سکتا۔"

"بات تو درست ہے موشے ہاورڈ" میں نے اثبات میں سر ہلایا "اگر آپ نے کوئی منصوبہ بنا لیا ہے تو میں بخوشی اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کو تیار ہوں۔"

"منصوبہ تو بن چکا ہے مسٹر علی! اور تمہارے علاوہ کوئی اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کا اہل بھی نظر نہیں آتا۔ ہمارا منصوبہ بہت سادہ ہے۔ عربوں میں اتحاد کی روح پھونکنے کا ذمے دار شہزادہ صائم ہے۔ دوسرا نمبر تمہارے دوست جنرل ٹیرس کا ہے جس نے اس کانفرنس کے انعقاد کے لئے میزبانی کے فرائض انجام دینے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ جنرل ٹیرس چونکہ عرب نہیں ہے اس لئے وہ اس کانفرنس کا سربراہ نہیں ہو سکتا لہٰذا لامحالہ شہزادہ صائم ہی سربراہ ہو گا۔ ہمیں کانفرنس کے دوران شہزادہ صائم کو بم سے اڑانا ہو گا۔"

رینڈل کی بات سن کر میں سناٹے میں آ گیا "کیا تمہیں احساس ہے موشے ہاورڈ کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے کہا۔

"بہت اچھی طرح مسٹر علی!" رینڈل نے مسکرا کر کہا "اگر مجھے اس منصوبے کی سنگینی کا احساس نہ ہوتا تو اس کے لئے تمہیں منتخب نہ کرتا۔"

"مگر یہ منصوبہ کہاں ہے موشے ہاورڈ!" میں نے کہا "یہ تو محض ایک خاکہ ہے' ایک خیال ہے جس کے خدوخال واضح نہیں ہیں۔"

"یہ منصوبہ تمہیں پایۂ تکمیل کو پہنچانا ہے۔ کام ایسا ہے جسے تمہارے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا اور ہم تمہیں کسی مخصوص طریقہ کار کے لئے پابند نہیں کر سکتے۔ تم جو طریقہ چاہو اختیار کرو۔ اخراجات کی پروا مت کرنا۔ ہمارے پاس دولت کی کمی نہیں ہے لیکن یہ خیال رکھنا کہ منصوبہ طشت ازبام نہ ہونے پائے۔ اگر یہ ظاہر ہو گیا کہ اس منصوبے کی پشت پر کون ہے تو سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔"

"یہ سب باتیں تو میں خود بھی سمجھتا ہوں موشے ہا... لیکن سوال یہ ہے کہ میں یہاں بیٹھ کر تو کچھ بھی نہیں کر... یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ گوٹے بل میں مجھے کس قسم... حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"جنرل ٹیرس تمہارا دوست ہے۔ گوٹے بل میں تم... آسانی سے کام کر سکتے ہو کسی اور ملک میں نہیں کر سکتے... ہماری خوش قسمتی ہے کہ کانفرنس گوٹے بل میں ہو رہی..."

"اس کے باوجود موشے ہاورڈ! مجھے کیا معلوم کہ... ٹیرس نے کس قسم کے حفاظتی انتظامات کئے ہوں گے... بات تو طے ہے حفاظتی انتظامات انتہائی سخت ہوں گے۔"

"تبھی تو ہم تمہاری مدد لینے کے لئے مجبور ہوئے ہ... تمہیں کسی نہ کسی طرح ان حفاظتی انتظامات کی دیوار... دراڑ ڈالنی ہو گی۔"

"معلوم نہیں تم اس کام کو کتنا آسان سمجھ رہے... تمہارے انداز سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے" میں نے بے بسی سے کہا۔

"اور مجھے تم پر حیرت ہے" رینڈل نے کہا "تمہاری... صلاحیتیں ہمارے سامنے آئی ہیں ان کے پیش نظر تمہاری... گفتگو بڑی عجیب معلوم ہو رہی ہے۔"

"ضرور ہو رہی ہے موشے ہاورڈ! وجہ یہ ہے کہ ا... مقام پر آ کر صلاحیتیں جواب دے جاتی ہیں۔ سب سے ب... مسئلہ یہ ہے کہ میری شخصیت مشکوک نہ ہونے پائے اور... کو چھپاتے ہوئے یہ کام کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ یا تو مجھے اجازت دو کہ میں کھل کر ان لوگوں کے مقا... پر آ جاؤں۔ اگر مجھے یہ اجازت مل جاتی ہے تو میں پور... کانفرنس ہال کو بم سے اڑا دوں گا۔"

"سوچ لو علی!" رینڈل نے معنی خیز لہجے میں کہا "... تمہارا بہت عزیز دوست جنرل ٹیرس بھی موجود ہو گا۔"

"اسرائیل کے مفادات کے لئے اس سے بھی... قربانی پیش کی جا سکتی ہے موشے ہاورڈ!" میں نے تیزی سے... "جنرل ٹیرس کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔"

رینڈل نے مطمئن انداز میں سر ہلایا "تمہارا یہی... تمہیں کامیابیوں کی راہ پر گامزن کرے گا علی" اس نے... "اس بات سے انکار نہیں ہے کہ خود کو شکوک و شبہات... بالاتر رکھتے ہوئے شہزادہ صائم کو ہلاک کرنا بہت مشکل... لیکن تمہیں کوشش کرنی ہو گی۔ ہم کوشش ہی کر سکتے ہیں...

...معاملے میں تم ہی ہماری آخری امید ہو۔"

"میں سمجھ گیا موشے ہاورڈ!" میں نے سر ہلا کر کہا "اپنے... کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے میں خود کو بچاتے ہوئے موقع تلاش کرنے کی کوشش کروں گا بلکہ موقع پیدا کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"ہمارا مقصد بھی بس اتنا ہی ہے" رینڈل نے کہا "یہ نہ... ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں اور دشمن قوتیں ہم پر... وار کر جائیں۔"

"میں ہر ممکن کوشش کروں گا موشے ہاورڈ! مگر سائنس... ترقی کر گئی ہے اور سائنسی آلات کو شکست دینا میرے... بس میں نہیں ہے۔ اب تو ایسے آلات ایجاد ہو گئے ہیں جو کسی بھی قسم کے اسلحے کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔"

"یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے" رینڈل نے جوشیلے انداز میں کہا "سائنس چاہے کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لے ہم سے... آگے نہیں نکل سکتی۔ ہم نے ایسے آلات ایجاد کر لئے ہیں... اسلحے کی نشان دہی کرنے والے آلات کو بے کار کر کے رکھ دیتے ہیں۔ اور کیا تم سمجھتے ہو ہم تمہیں کسی مہم پر یونہی روانہ کر دیں گے۔ نہیں مسٹر علی! ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ اگر ایسا ہوا تو دنیا میں ہم سے بڑا احمق کوئی نہیں ہو گا۔ ہم نے کروڑوں ڈالر خرچ کر کے بڑی بڑی سائنسی لیبارٹریز قائم کی ہیں جن میں سیکڑوں چوٹی کے سائنس داں دن رات نت نئی ایجادات کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ دنیا میں جب بھی کہیں کوئی نئی ایجاد ہوتی ہے ہمارے سائنس داں اس کا توڑ تیار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہم اس لئے کر رہے ہیں تاکہ اسرائیل ایک ناقابل شکست طاقت بن کر ابھرے۔ ہمارے معمولی ایجنٹ بھی ان محیرالعقل سائنسی ہتھیاروں سے لیس رہتے ہیں۔ تم تو بہت کارآمد اور قیمتی اثاثہ ہو مسٹر علی! ہم تمہیں کسی مشن پر یونہی تو نہیں جھونک دیں گے۔"

"شکریہ موشے ہاورڈ!" میں نے ممنونیت بھرے انداز میں کہا "اس اعتماد کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ میں ان ہتھیاروں کا بھرپور اور انوکھا استعمال کروں گا۔"

"ہمیں یقین ہے مسٹر علی!" رینڈل نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا "لیکن ایک بات تو بتاؤ' ایٹمی ہتھیاروں کے وہ فارمولے کیا ہوئے جو ہاروت رابیل نے امریکی حکومت کی تحویل سے چوری کرائے تھے اور بعد میں وہ تمہارے ہاتھ لگ گئے تھے۔"

"کمال ہے!" میں نے حیران ہو کر کہا "تم ایک ایسا سوال کر رہے ہو جس کا جواب پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ فارمولے تو میں نے امریکی حکومت کو واپس کر دئے تھے۔"

"یہ بات تو سب کے علم میں ہے کہ تم نے وہ فارمولے امریکی حکومت کو واپس کر دئے تھے لیکن اس پر کسی کو بھی یقین نہیں ہے کہ تم نے ان کی نقلیں نہیں بنوائی تھیں۔"

"آنجہانی اولیو ہاورڈ کو بھی اس بات پر یقین نہیں آیا تھا لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نے سرے سے ایسی کوئی کوشش کی ہی نہیں تھی۔"

"تم ہمارے ساتھ تو بہت مخلص ہو علی! اور تمہارے خلوص کو مدنظر رکھتے ہوئے میں تمہاری بات پر یقین کئے لیتا ہوں لیکن کیا تم سے حماقت سرزد نہیں ہوئی تھی؟"

"میں ایسا نہیں سمجھتا موشے ہاورڈ!" میں نے کہا "وہ

دو حصے مکمل، قیمت ۴۰ روپے فی حصہ
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
دو حصے مکمل
قیمت ۴۰ روپے فی حصہ
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
قیمت: ۳۰ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

فارمولے فساد کی جڑ تھے۔ ان کی وجہ سے پہلے ہی بہت کشت وخون ہو چکا تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ سلسلہ جاری رہے۔"

"تم نے اپنا بہت بڑا نقصان کیا ہے علی! تمہیں ان فارمولوں کی کم از کم ایک نقل تو ضرور بنا لینی چاہئے تھی، دنیا کی کوئی بھی حکومت اسے منہ مانگے معاوضے پر حاصل کر لیتی۔"

"اور اس کے ساتھ ہی میری زندگی بھی خطرے میں پڑ جاتی۔ کون یقین کرتا کہ میں نے ان کی مزید نقلیں نہیں بنوائی ہیں اور وہ نقلیں دوسری حکومتوں کو فروخت نہیں کروں گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن اگر تم نے ان کی نقل محفوظ کر لی ہوتی تو آج وہ نقل ہمیں فراہم کر کے تم اسرائیل کی بہت بڑی خدمت کرتے۔"

"یہ ایک زیاں تو ہے موشے ہاورڈ! لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کی تلافی نہ کی جا سکے۔ ہاروت رابیل وہ فارمولے ایک بار چوری کرا سکتا ہے تو دوبارہ ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟"

"معلوم نہیں اس نے کیا کیا ہو گا" رینڈل نے کہا "ہم نے متعدد بار کوشش کی مگر ہم کامیابی کے قریب تک نہیں پہنچ سکے۔"

"اگر تم مجھے اجازت دو تو میں تمہارے لئے یہ کام کرنے کو بھی تیار ہوں" میں نے کہا اور رینڈل میری بات سن کر مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"نہیں مسٹر علی!" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا "یہ تمہارا کام نہیں ہے، تمہیں تو ہم صرف عربوں کے خلاف استعمال کریں گے۔ فی الحال تو تم گوٹے بل جانے کی تیاری کرو۔ جو مہم تمہیں سونپی گئی ہے اسے معمولی مت جاننا۔ نکتیا کو ہم اس لئے تمہارے ساتھ بھیج رہے ہیں کہ تمہیں کسی بھی مرحلے پر تنہائی کا احساس نہ ہونے پائے۔ نکتیا ہماری بہت باصلاحیت ایجنٹ ہے۔ تم اسے کسی معاملے میں پیچھے نہیں پاؤ گے۔"

"لیکن موشے ہاورڈ!" میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا "میں نکتیا سے جذباتی لگاؤ محسوس کرتا ہوں۔ اگر یہ میرے ساتھ رہے گی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ـــ" میں نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔

"آدمی، ہر اعتبار سے مطمئن نہ ہو تو اس کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے" رینڈل نے کہا "اس لئے ہم کسی پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتے اور نکتیا ہر طرح تم سے تعاون کرے گی۔"

میں نے نکتیا کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، حوصلہ افزا مسکراہٹ۔

"شکریہ موشے۔" میں نے کہا "اب میں زیادہ بہتر طور پر کام کر سکوں گا۔"

"اور تمہارے لئے ایک مشورہ ہے علی!" ہاورڈ نے کہا "تم سگریٹ نوشی شروع کر دو۔"

"وہ کیوں موشے؟" میں نے حیرانی سے کہا۔

"سگریٹ کیس اور لائٹر کی شکل میں ہم نے کچھ کار آمد چیزیں ایجاد کی ہیں، تم ان سے بہت فائدہ اٹھا سکو گے۔"

"بات فائدے کی ہے موشے ہاورڈ! تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں آج سے ہی سگریٹ نوشی شروع کر دیتا ہوں۔"

"تم سمجھدار آدمی ہو علی!" رینڈل نے کہا "پرسوں تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ گے اور اپنی مہم سرانجام دینے کے لئے سرگرم عمل ہو جاؤ گے۔"

"پرسوں کا انتظار کیوں موشے ہاورڈ!" میں نے بے چینی کا مظاہرہ کیا "میں تو آج ہی سے میدان عمل میں اترنے کو تیار ہوں۔"

"پرسوں تک انتظار کرنا ناگزیر ہے مسٹر علی" رینڈل نے کہا "ہمارا جزیرہ ایک سمندری طوفان کی زد میں ہے۔ امکان یہ ہے کہ آج شام کسی وقت طوفان اس جزیرے تک پہنچ جائے گا لہٰذا کسی بھی قسم کے سفر کی خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔ بہرحال تمہیں جو مہلت ملی ہے۔ وہ رائیگاں نہیں جائے گی۔ نکتیا تمہاری ماتحت ہے اور تمہارے احکام کی تعمیل کرنا اس کے لئے ضروری ہے۔ فی الحال یہ تمہیں ایسی چیزیں فراہم کرے گی جو اس مہم میں تمہارے کام آئیں گی۔"

"تمہاری معلومات کا ذریعہ یقیناً موسمی حالات بتانے والے سائنسی آلات ہوں گے" میں نے کہا "کیا طوفان کا رخ تبدیل نہیں کیا جا سکتا؟"

"طوفانوں کے رخ تبدیل نہیں کئے جا سکتے تاہم ہم نے حفاظتی انتظامات کر لئے ہیں۔ یہ ہمارا پہلا تجربہ ہو گا کہ ہم طوفان کی شدت کم کرنے کے لئے بعض اقدامات کر رہے ہیں۔ دیکھو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔"

مجھے اندازہ تھا کہ وہ لوگ کتنے ترقی یافتہ ہیں اس لئے مجھے رینڈل کی بات سن کر زیادہ حیرت نہیں ہوئی۔

"نکتیا، تم علی کو لیبارٹری کی سیر کرا دو اور شام سے قبل اپنی اپنی جگہوں پر پہنچ جاؤ تاکہ طوفان سے کسی کو نقصان نہ پہنچنے پائے۔"

نکتیا نے سر کو اثبات میں خفیف سی جنبش دی اور مجھے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ مجھے لے کر کانفرنس ہال کے ایک گوشے تک پہنچی اور ایک دروازہ کھول کر مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ دروازے کے دوسری طرف ایک لفٹ تھی۔ میرے بعد نکتیا بھی لفٹ میں داخل ہوئی اور دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے لفٹ کی دیوار میں نصب ایک بٹن دبا دیا۔ رینڈل کو ان ہال میں ہی رہ گیا تھا۔

لفٹ نے نیچے کی جانب سفر شروع کر دیا تھا۔ گویا ہم کسی تہہ خانے میں جا رہے تھے۔ لفٹ کوئی آدھے منٹ بعد رکی اور دروازہ کھلتے ہی میں نے خود کو ایک وسیع و عریض ہال میں موجود پایا۔ یہ ایک جدید ترین سائنسی لیبارٹری تھی جس میں دیوار کے ساتھ ساتھ عجیب عجیب قسم کے سائنسی آلات نصب تھے اور متعدد افراد ان مشینوں پر جھکے دکھائی دے رہے تھے۔

"خوش آمدید مسٹر علی!" ایک طویل القامت دبلے پتلے شخص نے میری طرف بڑھتے ہوئے کہا "مجھے ہربرٹ کہتے ہیں، ڈاکٹر ہربرٹ ـــ میں یہاں کا انچارج ہوں۔"

میں نے اس سے ہاتھ ملایا اور وہ ہمیں ایک مختصر سے کمرے میں لے گیا "آپ لوگ تشریف رکھیں" اس نے کہا "موشے ہاورڈ نے مجھے آپ کے لئے ہدایات دے دی ہیں۔"

میں اور نکتیا کرسیوں پر بیٹھ گئے جبکہ ہربرٹ نے کمرے کے ایک کونے میں رکھی ہوئی ایک الماری کھول ڈالی۔

"یہ دیکھیں مسٹر علی!" ہربرٹ نے الماری سے ایک بریف کیس نکال کر میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا "موشے ہاورڈ کی ہدایت پر یہ بریف کیس خصوصی طور پر آپ کے لئے تیار کرایا گیا ہے۔"

"موشے ہاورڈ کی ہدایت پر!" میں نے حیرت سے کہا "ان سے تو تھوڑی ہی دیر قبل میری بات ہوئی ہے۔ آپ نے اتنی جلدی ـــ"

"نہیں مسٹر علی!" ہربرٹ نے ہنس کر کہا "یہ ہدایت تو بہت پہلے ملی تھی ـــ کوئی دو ماہ قبل ـــ یہ کوئی عام بریف کیس نہیں ہے اور عام بریف کیس بھی اتنی جلدی نہیں بنایا جا سکتا۔"

میں نے گہری نظروں سے بریف کیس کو دیکھا۔ وہ بظاہر ایک عام بریف کیس نظر آتا تھا۔ اگر اس میں کوئی خصوصیت تھی بھی تو ظاہر ہے اسے آسانی سے دریافت

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی

مشہور ماہرین نفسیات کی آراء پر مشتمل کتاب

احساس کمتری

اسباب ۔ تدارک ۔ علاج

اس کتاب کا مطالعہ آپ کو بتائے گا کہ

احساس کمتری سے کس طرح نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں

کیا آپ واقعی احساس کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔

ہو سکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہو جائے۔

مشہور نفسیاتی ادیب اسلام حسین

قیمت ۔/۲۵ روپے

ڈاک خرچ ۱۶ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

SALIM 92

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"کیا اس قسم کا بریف کیس پہلے کسی ایجنٹ کے لئے نہیں بنایا گیا؟" میں نے ہربرٹ سے پوچھا۔

"نہیں مسٹر علی! اس قسم کے ہتھیار کے لئے کسی قسم کا رسک نہیں لیا جا سکتا۔ اول تو آپ کے پکڑے جانے کا کوئی امکان نہیں ہے اور بالفرض ایسا کوئی موقع آیا بھی تو آپ اس کی حفاظت کر سکیں گے جب کہ ہمارے ایجنٹ دنیا کے مختلف ائیرپورٹس پر تلاشی کی زد میں آتے رہتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ہربرٹ!" میں نے سر ہلایا "اب آپ مجھے اس کی خصوصیات سے بھی آگاہ کر دیں۔"

"اس کے براؤن کور کے نیچے باریک تاروں کا ایک جال بچھا ہوا ہے مسٹر علی! جس سے کام لینے کے لئے آپ کو پورا طریقہ کار سمجھنا پڑے گا" ہربرٹ نے اپنی جیب سے رنگین شیشوں والا ایک چشمہ نکال کر میری طرف بڑھایا "یہ چشمہ لگا لیجئے مسٹر علی تاکہ اس بریف کیس کے اسرار آپ پر پوری طرح کھل سکیں۔"

میں نے کچھ کہے بغیر ہربرٹ سے چشمہ لے کر اپنی آنکھوں پر لگا لیا۔ ہربرٹ نے بھی اسی قسم کا چشمہ لگا رکھا تھا۔

"آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ نمبروں کی مخصوص ترتیب سے کھلنے والا بریف کیس ہے" ہربرٹ نے کہا "آپ اسے جس نمبر پر چاہیں سیٹ کر سکتے ہیں" ہربرٹ نے بریف کیس کھولا، بریف کیس کے اندر ایک سگریٹ کیس اور عمدہ قسم کا لائٹر رکھا تھا "یہ آپ کے لئے موشے ہاورڈ کی طرف سے تحفہ ہے" اس نے سگریٹ کیس اور لائٹر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "سگریٹ کیس کے ذریعے زہریلی سوئیاں پھینکی جا سکتی ہیں اور لائٹر کے اندر موجود مائیکرو فلم پر آپ اپنی مرضی سے تصاویر کھینچ سکتے ہیں۔"

"یہ تو کوئی خاص چیز نہیں ہے مسٹر ہربرٹ!" میں نے قدرے مایوسی سے کہا "اس قسم کی چیزیں تو دنیا کے بہت سے ممالک کے ایجنٹ عام طور پر استعمال کرتے ہیں۔"

"آپ ان کی کارکردگی کو بہتر پائیں گے" ہربرٹ نے کہا "اور پھر اصل چیز تو یہ بریف کیس ہے جو بیک وقت ایک طاقتور ٹرانسمیٹر بھی ہے اور ٹیلی ویژن سیٹ بھی۔ اس کے ذریعے مہلک گیس بھی پھینکی... جا سکتی ہے اور ضرورت پڑنے پر یہ ایک خوفناک بم میں بھی تبدیل ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ایک عمدہ ڈسٹربنگ ڈیوائس بھی ہے۔ آپ دنیا کے کسی بھی گوشے سے اس کے ذریعے موشے ہاورڈ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ ان کی تصویر آپ تک پہنچ سکتی ہے اور کمال یہ ہے کہ جب تک اسے کاٹ نہ ڈالا [illegible] معلوم کرنا ممکن نہیں ہے کہ اس بریف کیس کی کچھ [illegible] خصوصیات بھی ہیں۔"

میں نے بریف کیس کے اندر نظر ڈالی اور یہ [illegible] حیران رہ گیا کہ بریف کیس کی تہ میں صفر اور ایک [illegible] کی ہندسے چمکتے نظر آ رہے تھے جن کے اوپر ایک لمبی [illegible] سی اسکرین بھی تھی۔ بالکل ایسی جیسی کسی کیلکولیٹر [illegible] ہے۔ ہندسوں کے علاوہ انگریزی کے چھبیس حروف [illegible] تھے جو دس بٹنوں پر چمک رہے تھے۔

"آپ تو کہہ رہے تھے کہ اس کی خصوصیات کم [illegible] نہیں ہو سکتیں" میں نے ہربرٹ سے کہا "جبکہ کوئی بھی [illegible] ایک ہی نظر میں یہ سب کچھ دیکھ اور سمجھ سکتا ہے۔"

ہربرٹ مسکرایا "یہ اس چشمے کا کمال ہے مسٹر [illegible] آپ نے لگا رکھا ہے۔ چشمہ اتار کر دیکھیں۔ فرق خود [illegible] ہو جائے گا۔"

میں نے چشمہ اتارا اور فرق واقعی ظاہر ہو گیا۔ [illegible] بریف کیس کی تہ میں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں [illegible] تفہیمی انداز میں سر ہلایا اور دوبارہ چشمہ لگا لیا۔

"سارا کمال انہی نمبروں کا ہے" ہربرٹ نے کہا [illegible] مخصوص ترتیب سے دبانے سے اسی بریف کیس سے [illegible] کام لئے جا سکتے ہیں لیکن یہ ڈسٹربنگ ڈیوائس کا کام [illegible] میں کرتا رہے گا۔"

ہربرٹ نے مجھے بڑی تفصیل سے اس بریف کیس [illegible] کام لینے کے طریقے بتائے۔ نکتیا بڑے غور سے [illegible] سن رہی تھی۔

ایک گھنٹا ہربرٹ کے ساتھ گزارنے کے بعد ہم [illegible] سے رخصت ہو گئے۔ میں نکتیا کے ساتھ کانفرنس [illegible] آیا۔ جہاں اس نے مجھے خدا حافظ کہا "اب پرسوں [illegible] ہو گی علی!" اس نے کہا اور میں سر ہلا کر اس سے [illegible] ہو گیا۔ بریف کیس اور چشمہ ابھی ہربرٹ کی تحویل [illegible] وہ دونوں چیزیں یہاں سے روانہ ہوتے وقت میرے [illegible] کی جانی تھیں جبکہ سگریٹ کیس اور لائٹر میرے پاس [illegible] تھے۔

وہاں سے میں سیدھا تہذیب کے پاس پہنچا۔ [illegible] طرح تہذیب اور بڈیہ جاننے کے لئے بے چین تھے کہ [illegible] اور رینڈل کے درمیان کیا گفتگو ہوئی۔ میں نے انہیں [illegible] ساری باتیں بتائیں مگر نکتیا کا تذکرہ نہیں کیا۔

"تو تم پرسوں یہاں سے روانہ ہو جاؤ گے" تہذ[illegible]

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"روانہ تو ہو جاؤں گا مگر جو مہم مجھے سونپی گئی ہے اس کے بارے میں میں زیادہ پرامید نہیں ہوں۔"

"لیکن مجھے یقین ہے کہ تم شہزادہ صائم کو شکار کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے" تہذیب نے کہا' اس کے لہجے میں افسردگی تھی مگر میں نے اس کے لہجے کو نظرانداز کر دیا۔

"کچھ دیر قبل اعلان کیا گیا ہے چیف کہ تمام لوگ اپنی اپنی رہائش گاہوں تک محدود ہو جائیں" بڈ نے کہا "شام پانچ تک اس جزیرے کے طوفان کی زد میں آنے کا خطرہ ہے۔"

"بظاہر تو طوفان کی آمد کی کوئی آثار نہیں ہیں" میں نے سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر سلگائی "لیکن احتیاط اچھی چیز ہے۔"

تہذیب اور بڈ مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے "یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں علی! تم سگریٹ نوشی کر رہے ہو؟"

"ہاں" میں نے مسکرا کر کہا "یہ دونوں چیزیں مجھے تحفتاً ملی ہیں' لہٰذا اب سگریٹ بھی پینی پڑے گی۔"

"میں سمجھ گیا چیف!" بڈ نے معنی خیز انداز میں کہا "ان دونوں چیزوں کا یقیناً کوئی خاص مصرف ہوگا۔ تم صرف ان کا جواز پیدا کرنے کے لئے سگریٹ پینے پر مجبور ہو۔"

میں نے سگریٹ کا ایک طویل کش لیا "بلاجواز تو کوئی کام بھی نہیں کرنا چاہئے" میں نے سگریٹ کا کثیف دھواں اگلتے ہوئے کہا اور بڈ سر کو اثباتی جنبش دے کر خاموش ہو گیا۔

"تو تم ہم دونوں کو ان لوگوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر چلے جاؤ گے" چند لمحوں بعد تہذیب گویا ہوئی۔

"رحم و کرم سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" میں نے قدرے تیز ہو کر کہا "ان سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے یا کسی نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے علی! لیکن تمہارے بغیر وقت بہت مشکل سے گزرے گا۔"

"یہ مشکل تو میرے ساتھ بھی ہے تہذیب! میں کوشش کروں گا کہ جلد از جلد واپس آ جاؤں" میں نے سگریٹ کا ٹوٹا کھڑکی سے باہر اچھالا اور ان دونوں کو باہر نہ نکلنے کی تلقین کرتا ہوا خود باہر نکل آیا۔

میں اپنے ہٹ میں داخل ہوا تو لی کوان مجھے دیکھ کر مسکرایا "تمہاری محنت آخر کار بار آور ثابت ہوئی" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"جو کچھ بھی ہے اس کے لئے میں تمہارا ممنون احسان

ہوں لی کوان! تم نے تعاون نہ کیا ہوتا تو معلوم نہیں کیا حالات ہوتے۔"

"حالات ہوتے نہیں پیدا کئے جاتے ہیں" لی سرزنش کرنے والے انداز میں کہا "بعض اوقات تم وقوفی کی باتیں کر جاتے ہو۔"

میں ہنس پڑا "ایسا نہ کہا کرو لی کوان! تم آخر میرے ہو' کوئی اور سنے گا تو کیا کہے گا۔"

لی کوان نے برا سا منہ بنایا "تم ذہین ضرور ہو دانش مندی کی کمی ہے' دانش مندی کا تعلق ذہانت عمر اور تجربے سے ہوتا ہے۔"

میں نے ایک سگریٹ سلگائی "ہر چیز کا ایک وقت ہے لی کوان! دانش مندی سے زیادہ ضروری عظیم تر... کے قیام کا کام ہے اس سے فرصت ملی تو دانش مندی ... کروں۔"

دوپہر دو بجے کے قریب ہوا بالکل بند ہو گئی اور جبس ہو گیا۔ رفتہ رفتہ جبس اتنا بڑھا کہ سانس لینے ... وقت ہونے لگی۔ یہ طوفان کی آمد کا واضح اشارہ تھا۔ جبس کی یہ کیفیت اندھیرا پھیلنے کے بعد ختم ہوئی۔ ابتدا ٹھنڈی ہوا کے تیز جھونکوں سے ہوئی تھی جن کے بارش کے چھینٹے بھی شامل تھے۔ جس کے بعد ٹھنڈی ... یہ جھونکے بڑے غنیمت معلوم ہوئے تھے لیکن اس بات سے سبھی واقف تھے کہ اب طوفان آئے گا۔

ہوا کی رفتار میں بتدریج تیزی پیدا ہو رہی تھی۔ ... کی گرج چمک تو پہلے ہی چل رہی تھی۔ اب اس میں ... سنسناہٹ بھی شامل ہو گئی تھی۔ میں نے اٹھ کر کھڑکی

دروازے اچھی طرح سے بند کر دئے۔ یہ سمندری طوفان اور ہوا کی رفتار میں جس تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا اس کے پیش نظر یہ خطرہ موجود تھا کہ سمندر کی لہریں جزیرے پر دوڑیں گی۔ اگر ایسا ہو گیا ہوتا تو شاید ہم لوگ اس جزیرے میں بے بسی کی موت مر جاتے لیکن سمندری لہریں جزیرے پر نہیں آئیں۔ ہوا کی شدت اچانک ہی ... تھی لیکن بارش کی رفتار تیز ہو گئی تھی اور فضا میں ... پیدا ہو گئی تھی۔

لی کوان فرش پر کنول کا آسن جمائے ساکت ... بیٹھا تھا۔ وہ گرد و پیش سے قطعاً بے گانہ نظر آ رہا تھا۔ ... اٹھ کر عقبی سمت والی کھڑکی کھولی اور دوبارہ اپنی

... تھم گئی تھی اس لئے بارش کے بوچھاڑ اندر ... کا امکان نہیں تھا۔ کھڑکی کھلنے سے البتہ شور میں اضافہ ... گیا تھا۔ تیزی سے برستی ہوئی بارش کے قطروں کے مختلف ... گرنے کا شور' ... لوں کے آپس میں ٹکرانے سے پیدا ہونے والا ... سنج اور جزیرے پر بارش کے بہتے ہوئے پانی کا شور' میرا ذہن پراگندہ ہونے لگا۔ بیک وقت بہت سی مختلف ... نے میرے ذہن پر حملہ آور ہوئی تھیں جبکہ میں ایک وقت میں ... ایک ہی بات سوچنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں ان تمام خیالات کو ذہن سے جھٹک کر اٹھا اور کیتلی میں پانی بھر کے الیکٹرک ہیٹر پر رکھ دیا۔ اس وقت کافی پینا صرف موسم کا تقاضا ہی نہیں میری ضرورت بھی تھی۔

گرم گرم کافی کے ایک ہی کپ نے میرے خیالات کو مرکز کر دیا۔ وہ منظر میرے ذہن میں اجاگر ہو گیا جب میں اسرائیلی فوجیوں کی گولیوں کا نشانہ بن کر دریائے لبنان میں گر گیا تھا۔ وہ ایسا حادثہ تھا جس سے زندہ بچ نکلنا کسی معجزے سے کم نہیں تھا لیکن یہ معجزہ رونما ہوا تھا۔ تنظیم آزادی فلسطین کے درمیان رہ کر مجھے دوبارہ تربیت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مجھے تربیت دینے والے تمام لوگ میری استعداد پر رشک کرتے تھے۔ میں بھی خود کو پراعتماد محسوس کرنے لگا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ایک روز مجھے لی کوان جیسا استاد ملے گا جس سے چھ ماہ تربیت حاصل کرنے کے بعد میری تشنگی میں اضافہ ہو جائے گا۔ لی کوان سے قبل میں نے جو کچھ بھی سیکھا تھا۔ وہ مجھے ہیچ معلوم ہونے لگا تھا۔ لی کوان سے قبل کسی نے بھی مارشل آرٹس کے سائنٹیفک پہلو اجاگر کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہ لی کوان ہی تھا جس نے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔ وہ واقعی ماسٹر تھا اور اپنے فن سے متعلق معلومات کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ تھا۔

مجھے اپنی پہلی مہم یاد آئی۔ احمد رش کے ساتھ اسرائیل کے دو کا نگریس کو اغوا کر کے ہم نے پوری صیہونی دنیا میں کھلبلی مچا دی تھی۔ اس منصوبے کا خالق میں تھا اور اسی بنا پر مجھے اس مشن کا انچارج بنایا گیا تھا۔ میری حکمت عملی کامیاب ثابت ہوئی تھی اور اگر احمد رش نے جلد بازی کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو حالات مختلف بھی ہو سکتے تھے۔ منصوبہ میری اب تک کی زندگی کا شاہکار تھا۔ میں نے وہ منصوبہ بڑی باریک بینی سے مرتب دیا تھا نہ صرف ترتیب دیا تھا بلکہ میں اس میں عملی طور پر بھی شریک رہا تھا۔ میرا منصوبہ آخری مراحل میں اس طرح پورا نہ ہو سکا جس طرح میں نے چاہا تھا تاہم ہمارا مقصد پورا ہو گیا تھا اور امن کانفرنس منعقد نہیں ہو سکی تھی۔ میں

اس بات سے بے خبر تھا کہ رینڈل ہاورڈ نامی ایک یہودی میری تلاش میں سرگرداں ہے۔ اگرچہ تہذیب نے بعد میں مجھے اس خطرے سے آگاہ کر دیا تھا لیکن میں نے اسے اتنی اہمیت نہیں دی جتنی کہ دینی چاہئے تھی۔ اس جزیرے پر قید اسی بے پروائی کا نتیجہ تھی۔

پہلی بار میں اسرائیلی کیمپ سے فرار ہونے کے بعد لاپتا ہوا تھا تو تہذیب مجھے تلاش کرتی پھر رہی تھی اور اب گوٹے بل ائرپورٹ سے غائب ہوا تھا تو یقیناً جنرل ٹیرس مجھے تلاش کر رہا ہوگا۔ عراق سے روانہ ہوتے وقت میں نے عراق میں گوٹے بل کے سفیر مسٹر نگروما کو ہدایت کی تھی کہ وہ ہماری گوٹے بل آمد سے جنرل ٹیرس کو مطلع کر دے۔ ہماری گوٹے بل آمد کی خبر جنرل ٹیرس تک تو نہ پہنچ سکی البتہ رینڈل کو ہو گئی۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ چھ ماہ سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود جنرل ٹیرس کو اصل صورتِ حال کا علم نہ ہو سکا ہو۔ مجھے یقین تھا کہ ہمارے غائب ہونے کے چند دن کے اندر اندر جنرل ٹیرس کو علم ہو گیا ہوگا کہ ہمارے ساتھ کوئی سانحہ پیش آیا ہے۔ اس نے ہمارا سراغ لگانے کی کوششیں بھی کی ہوں گی مگر ان لوگوں نے اپنا کوئی سراغ چھوڑا ہی نہیں تھا۔ اگر چھوڑا ہوتا تو بھی اسے یہ کیسے علم ہو سکتا تھا کہ ہم کہاں قید کئے گئے ہیں؟

مجھے جو مہم سونپی گئی تھی اس کا تعلق بھی گوٹے بل سے ہی تھا۔ گوٹے بل پہنچنے کے بعد جنرل ٹیرس سے ملاقات ناگزیر تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوتا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھ پر سوالات کی بوچھار بھی کرتا۔ مجھے اس کے سامنے مسلسل جھوٹ بولنا تھا۔ کامیاب ہونے کے لئے جھوٹ کا سہارا لینا اشد ضروری تھا بصورتِ دیگر اپنی منزل کے قریب پہنچ کر بھی منزل سے دور ہو سکتا تھا۔

آثر نعمانی
بے وقوف
قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے
ہر صفحہ قہقہوں سے لبالب
کتابیات پبلی کیشنز ☆ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جزیرے پر قیامت خیز بارش ہو رہی تھی مگر علی کوان پتھر کے مجسمے کی طرح ساکت و صامت بیٹھا تھا۔ میں نے اپنے لئے کافی کا ایک کپ اور بنایا اور اسے پینے کے دوران اپنا لائحہ عمل مرتب کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ گورنٹے بل میں مجھے ہر طرح کی سہولت میسر ہوتی۔ میں کسی بھی معاملے میں مداخلت کر سکتا تھا۔ جنرل ٹیرس میری مداخلت پر پھولا نہ سماتا۔ وہ ہر معاملے میں میرے مشوروں کا خواہاں رہا کرتا تھا۔ نہ صرف خواہاں رہتا تھا بلکہ میرے کسی مشورے کو بھی نظر انداز نہیں کرتا تھا۔ میں نے اس کی جتنی مدد کی تھی اس کے بعد میری کسی بات کو رد کرنا اس کے لئے ممکن بھی نہیں تھا۔ اگر میں اس کی مدد نہ کرتا تو وہ اقتدار میں نہ آتا اور وہ بھی اس بات کو دل سے تسلیم کرتا تھا کہ یہ صرف میری ذات تھی جو اسے اقتدار میں لانے کے باعث بنی۔ اس نے ماضی میں بھی مجھے اور میرے دوستوں کو ہر قسم کی مراعات فراہم کی تھیں اور مجھے یقین تھا کہ مستقبل میں بھی کرتا رہے گا لیکن اس بار میں اسے استعمال کرنے جا رہا تھا' اس کے علم میں لائے بغیر کہ میرے عزائم کیا ہیں۔

جنرل ٹیرس فلسطینیوں کے حامیوں میں سے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے عرب ممالک کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس کی میزبانی قبول کی تھی۔ امکان یہ تھا کہ یہ کانفرنس اسمبلی ہال میں منعقد ہوگی اور رینڈل ہاورڈ کی فرمائش کے مطابق شہزادہ صائم کو اس وقت ٹھکانے لگانا تھا جب وہ کانفرنس میں شریک ہو۔ ابھی تک مجھے کوئی ہتھیار فراہم نہیں کیا گیا تھا لیکن میں اندازہ کر سکتا تھا کہ یہاں سے روانہ ہونے سے قبل کوئی ٹائم بم وغیرہ ضرور دیا جائے گا تاکہ اسے کسی مناسب جگہ پر نصب کرنے کی کوشش کی جا سکے۔ یہ بھی ممکن تھا بلکہ یہی امکان زیادہ تھا کہ ٹائم بم کے بجائے مجھے کوئی ریموٹ کنٹرول بم دیا جائے گا۔ ٹائم بم کے مقابلے میں ریموٹ کنٹرول زیادہ موثر اور یقینی کام کرتا ہے۔

رات کے دس بجے کے قریب میں سونے کے لئے لیٹا اور عین اسی وقت لائٹ چلی گئی۔ شاید جزیرے میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ لائٹ جانے کی وجہ سے گہری تاریکی چھا گئی۔ ماحول خاصا پراسرار ہو گیا تھا۔ موسلا دھار بارش تین گھنٹے گزر جانے کے باوجود پہلے کی سی رفتار سے ہو رہی تھی۔ کبھی کبھی بادلوں کے گرجنے سے قبل بجلی چمکتی تو چند لمحوں کے لئے روشنی پھیلتی اور پھر پہلے کی سی تاریکی مسلط ہو جاتی۔ اندھیرا اس قدر گہرا تھا کہ اس میں چند قدم کے فاصلے پر بھی کچھ دیکھنا ممکن نہیں تھا' علی کوان ابھی تک مراقبے میں تھا۔ میں اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس قسم کے مراقبے اس کے معمولات میں شامل تھے' کچھ عجب نہیں تھا کہ اس نے ساری رات گزار دیتا۔

بستر پر لیٹنے کے دس منٹ کے اندر اندر میں ... جب میری آنکھ کھلی تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ کوئی ز... بات ہے جس کی وجہ سے میری آنکھ کھلی ہے۔ میں نے سب سے پہلے اپنی ریڈیم ڈائل والی گھڑی پر نظر ڈالی۔ ساڑھے دس بجے تھے۔ گویا میں کچی نیند سے جاگا تھا۔ موسلا دھار بارش جاری تھی اور لائٹ اب بھی غائب تھی۔ گھٹا ٹوپ اندھیرے کے باعث آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ... باوجود کچھ نظر آنا محال تھا۔ اس کے باوجود میں ... اپنے اور علی کوان کے علاوہ کسی اور شخص کی موجودگی محسوس کر رہا تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا کھڑکی کی نزدیک ... بات تو یقینی تھی کہ وہ کھڑکی کے راستے ہی اندر داخل ... دروازے تو سب کے سب بند تھے۔

پھر اچانک ہی بجلی چمکی اور وہ مجھے نظر آ گیا۔ ا... کوان کے قد سے بھی چھوٹا تھا جسم البتہ فربہ مائل ... اس نے گہرے رنگ کا لباس پہن رکھا تھا جو پانی ... ہو رہا تھا۔ اس قد کاٹھ کا کوئی شخص مجھے اب تک ... نظر نہیں آیا تھا۔ معلوم نہیں وہ کون تھا اور یہاں کیا ... جبکہ رینڈل کی طرف سے سخت ہدایت تھی کہ کوئی ... نکلے۔

اس شخص کے دونوں ہاتھ خالی تھے اس لئے ... نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ خطرناک عزائم لے کر یہاں ... پھر آخر اس طوفانی رات میں یہاں آنے سے اس کا ... ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا اور اس کے لئے ... کرنا تھا' اس کے عزائم جلد ہی سامنے آ گئے۔

بجلی چمکنے سے جو روشنی ہوئی تھی اس نے اس ... بھی رہنمائی کی تھی اور اس نے مجھے دیکھ لیا تھا چنانچہ ... آہستہ آہستہ میرے پلنگ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں ... و حرکت لیٹا اس کے نزدیک آنے کا منتظر تھا مگر وہ ... سے کچھ فاصلے پر ہی رک گیا۔

"علی یار صاحب!" اس نے سرگوشیانہ انداز ... آواز دی "جناب علی صاحب! آپ سو رہے ہیں کیا ..."

اس کی آواز سن کر بھی میں نے کوئی رد عمل ... کیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ مجھے خاموش پا کر کیا ... ہے۔

"مسٹر علی یار خان!" اس نے دو قدم آگے ... بلند آواز میں کہا "میں آپ کی مدد کرنے کے لئے آیا ہوں۔"

یہ بات تو ظاہر ہو گئی تھی کہ وہ کسی بری نیت سے نہیں آیا ہے' تاہم یہ طے ہونا باقی تھا کہ وہ میری کیا مدد کر سکتا ہے اور میری مدد کرنے کے لئے یہ کون سا وقت ہے جو اس نے منتخب کیا ہے۔

"کون ہے... کیا بات ہے؟" میں نیند اسی آواز میں بڑبڑایا اور اس کی طرف کروٹ لے لی۔

"اوہ! آپ اٹھ گئے" وہ خوشی سے کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا اور عین اسی وقت لائٹ آ گئی۔ تیز روشنی نے میری آنکھیں چکاچوند کر دی تھیں مگر میں اچھل کر بیٹھ گیا۔

"کون ہو تم؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "اور یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں آپ کا دوست ہوں جناب! اور آپ کی مدد کرنے کے لئے آیا ہوں" اس نے اپنے سر کے بالوں سے پانی نچوڑتے ہوئے کہا۔

"پہلے اپنا حلیہ درست کرو' اتنی دیر میں میں تمہارے لئے کافی بناتا ہوں۔ پھر میں پوچھوں گا کہ تم میری کیا مدد کر سکتے ہو۔"

"اتنا وقت نہیں ہے جناب! بس آپ مختصراً میری بات سن لیجئے' میں موشے ہاورڈ کا باغی ہوں۔"

میں نے گہری نظروں سے اسے دیکھا اور اس نے علی کوان کی طرف خوف زدہ نظروں سے دیکھا جو بظاہر دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا۔

"ہوں تو تم موشے ہاورڈ کے غدار ہو" میں نے کہا "لیکن میں تو نہیں ہوں۔"

"میں غدار نہیں تمہارا مددگار ہوں اور تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تمہارے علاوہ مجھے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آ رہی تھی۔ مجھے معلوم ہے کہ تم پر شخصیت کی تبدیلی کا عمل کیا گیا ہے وہ غیر موثر ثابت ہوا ہے۔"

"اچھا!" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا اور ایک سگریٹ سلگا کر "تمہیں اس حقیقت کا علم کس طرح ہوا؟"

"میں... میں تمہارے سوال کا جواب نہیں دے سکتا" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا "جس شخص کے ذریعے یہ راز معلوم ہوا ہے اس نے اپنا نام پوشیدہ رکھنے کو کہا ہے۔"

"خیر کوئی بات نہیں" میں نے بدستور بے تاثر لہجے میں کہا "لیکن موشے ہاورڈ کو تو یہ بات نہیں معلوم۔"

"نہیں" اس نے زور سے اپنے سر کو منفی جنبش دی "وہ اس بات سے بے خبر ہے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے' اب یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"موشے ہاورڈ نے مجھے یہاں میری مرضی کے خلاف قید کر رکھا ہے' میں اس کی قید سے نکلنا چاہتا ہوں لیکن میرے اندر اتنی ہمت نہیں ہے کہ ایسی کوئی کوشش کر سکوں۔ اس شخص کی زبردستیوں کی وجہ سے مجھ سے میرے بیوی بچے تک چھوٹ گئے میں انہیں خط تو لکھ سکتا ہوں مگر وہ بھی سنسر ہوتے ہیں اور مجھے یہ اجازت بھی نہیں ہے کہ میں انہیں اپنی موجودہ صورت حال سے آگاہ کر سکوں۔ آپ مجھے اپنے نجات دہندہ محسوس ہوئے اس لئے خطرہ مول لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ" میں نے نرم لہجے میں کہا اور وہ اپنے گیلے کپڑوں سمیت کرسی پر بیٹھ گیا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے اور میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم اس طوفانی موسم میں یہاں آئے لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم میری مدد کرنے آئے ہو۔"

"سب جانتے ہیں کہ آپ یہودیوں کے دشمن ہیں۔ میں خود بھی یہودی ہوں مگر موشے ہاورڈ کے رویے کی وجہ سے یہودیت سے ہی متنفر ہو گیا ہوں۔ ایک میں ہی نہیں' یہاں ہر شخص اس سے متنفر ہے لیکن خوف کی وجہ سے کوئی اس کے خلاف زبان نہیں کھول سکتا۔ وہ کسی پر اعتبار نہیں کرتا۔ اس کا اندازہ اس بات سے کر لو کہ تقریباً ہر مقام پر خفیہ مائکرو فون نصب ہیں۔ کہیں بھی کی جانے والی کوئی بھی بات خود بخود ریکارڈ ہو جاتی ہے۔"

"تب تو تم نے بہت برا کیا۔ اب تک تو اسے معلوم ہو گیا ہو گا کہ تم اس سے غداری کے مرتکب ہوئے ہو۔"

"اس طوفان کی آڑ لے کر میں نے جزیرے میں خرابی پیدا کر دی تھی اور اس کے ساتھ ہی گفتگو سننے والے سسٹم بھی خراب کر دئیے تھے۔ خرابی تلاش کرنے اور اسے دور کرنے میں ایک ڈیڑھ گھنٹا تو لگ ہی جائے گا۔"

"تم خاصے چالاک آدمی ہو" میں نے اسے ستائشی نظروں سے دیکھا "پورا بندوبست کرنے کے بعد آئے ہو' مجھے بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟"

"فی الحال تو آپ خود بھی قیدی ہیں لیکن خوش قسمت ہیں کہ آپ کو یہاں سے نکلنے کا موقع مل رہا ہے۔ میں نے اس جزیرے کا ایک نقشہ تیار کیا ہے" اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پلاسٹک میں لپٹا ہوا ایک کاغذ نکال کر میری طرف بڑھایا "اسے دیکھ لیجئے جناب! یہ نقشہ میں نے محض یاد

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

داشت کی مدد سے ترتیب دیا ہے۔ جنرل ٹیرس آپ کے دوست ہیں‘ یہاں سے نکلنے کے بعد ان کی مدد سے آپ اس جزیرے پر ریڈ کرسکتے ہیں۔“

میں نے اس سے کاغذ لے لیا اور اسے پلاسٹک سے باہر نکال کر اس کا جائزہ لینے لگا۔ وہ ہاتھ سے بنایا ہوا نقشہ تھا جس کے مطابق یہ جزیرہ گوٹے بل سے اسی میل جنوب مغرب میں تھا۔

”بہت خوب“ میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”اب تم باتھ روم میں جا کر لباس تبدیل کرلو‘ پھر تم سے مزید گفتگو ہوگی۔“

”میں اب واپس جاؤں گا جناب! اگر کسی کو میری عدم موجودگی کا علم ہوگیا تو...“

”آج کی رات تم یہیں قیام کروگے۔ صبح میں تمہیں موشے ہاورڈ کی خدمت میں پیش کروں گا۔“

”یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب؟“ وہ بوکھلا کر کرسی سے کھڑا ہوگیا ”کیا دنیا میں ہمدردی کرنے والوں کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے؟“

”بیٹھ جاؤ“ میں نے ہاتھ ہلا کر کہا ”میں تمہیں مہمان کا درجہ دے چکا ہوں اور جسے میں مہمان کا درجہ دے دوں وہ میری مرضی کے بغیر ہل بھی نہیں سکتا۔“

”کیا آپ مجھے مروا دینے پر تل گئے ہیں جناب! اگر موشے ہاورڈ کو بھنک بھی مل گئی تو میری زندگی کا ہر امکان ختم ہوجائے گا۔“

میں نے بڑے غور سے اسے دیکھا۔ وہ جسمانی کام کرنے کا عادی معلوم ہوتا تھا‘ شاید یہی وجہ تھی کہ اس کے چہرے پر بے پناہ گھبراہٹ کے تاثرات تھے۔

”میں نے ایک بار کہہ جو دیا کہ تم اب یہاں سے نہیں جاؤگے“ میں نے خشک لہجے میں کہا ”تمہارے ہاتھ کا بنا ہوا یہ نقشہ تمہارے خلاف ثبوت کی طور پر استعمال ہوگا۔“

”میں... میں تو آپ کے پاس بڑی امیدیں لے کر آیا تھا“ اس نے ہانپتے ہوئے کہا ”لیکن آپ تو مجھے ہی مروائے دے رہے ہیں۔“

”مجھے افسوس ہے مگر میں زمین پر اسرائیل کے ایک بھی غدار کا وجود برداشت نہیں کرسکتا‘ اگر یہ حرکت تم نے کہیں اور کی ہوتی تو میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے سزا دیتا مگر یہ چونکہ موشے ہاورڈ کی عملداری ہے اس لئے تمہارا فیصلہ بھی وہی کریں گے۔“

میری بات سن کر اس کا چہرہ تاریک ہوگیا ”میں نے اپنی زندگی خود اپنے ہاتھوں ختم کرلی۔“

”جملے ذرا مختصر بولا کرو“ میں نے طنزیہ لہجے میں کہا زندگی خود اپنے ہاتھوں ختم کرنے کو خودکشی کہا جاتا ہے۔“

وہ اچانک ہی اٹھ کھڑا ہوا اور قبل اس کے کہ میں سمجھ پاتا اس نے پلٹ کر کھڑکی کی طرف چھلانگ لگادی نے بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا مگر کھڑکی کی چوکھٹ میرا بنی۔ میں نے سنبھل کر دوسری جست لگائی۔ یہ جست کھڑکی سے باہر تو لے گئی لیکن وہاں برستے ہوئے پا گرجتے ہوئے بادلوں اور گہری تاریکی کے سوا اور تھا اس پراسرار شخص کو اندھیرے کی چادر نے نگل لیا تھا نے جتنی پھرتی کا مظاہرہ کیا وہ میرے لئے حیرت انگیز تھی میں چند لمحے سوچتا رہا اور آخر کار پلٹ کر کاٹیج واپس آگیا۔ ان چند ہی لمحوں نے مجھے شرابور کر کے تھا لہٰذا کپڑے تبدیل کرنا ناگزیر ہوگیا تھا۔

”جب مدِّمقابل کو خود سے کمتر سمجھو گے ایسی ہی سے دوچار ہونا پڑے گا“ لی کوان نے کہا۔ گزشتہ کئی کے دوران اس نے پہلی بار لب کشائی کی تھی مگر ا پوزیشن میں فرق نہیں پڑا تھا‘ آنکھیں بدستور بند تھیں

”باہر بارش ہورہی ہے“ میں نے جھینپ کر کہا اس طرح نہ نکلنے پاتا۔“

”اس کو تربیت کی کمی کہتے ہیں برخوردار!“ لی کوا ”وہ دن کی روشنی میں بھی تمہارے ہاتھ نہ آتا۔“

”کیوں“ میں نے بے ساختہ سوال کیا۔

”اس لئے کہ وہ کیچڑ آلود زمین پر دوڑنے کا ماہر سنبھلتے ہی رہ جاتے اور وہ بچ کر نکل جاتا۔“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا؟“ میں نے حیرت سے کہا اس سے واقف ہو؟“

”نہیں... میں اس سے واقف نہیں ہوں لیکن بارے میں کچھ معلوم ہونے کے لئے اس سے واقف قطعی ضروری نہیں ہے۔“

میں سوچ میں پڑگیا۔ لی کوان کہہ رہا تھا کہ وہ اس سے واقف نہیں ہے۔ میں لی کوان کی بات جھٹلا نہیں تھا۔ اگرچہ اس نے اس شخص کو ایک بار بھی آنکھ کھ نہیں دیکھا تھا لیکن میں لی کوان کی صلاحیتوں سے واقف اس قسم کے اندازے لگانے کے لئے وہ کسی ذریعے کا نہیں تھا۔ معلوم نہیں وہ شخص کون تھا۔ میں تو یہی تھا کہ وہ ایک ست اور کاہل آدمی ہے میں نے تو اس

تک نہیں پوچھا تھا۔

اگلی صبح بڑی خوش گوار تھی۔ بارش تقریباً رات بھر ہوتی رہی تھی لیکن صبح ہوتے ہوتے نہ صرف تھم گئی تھی بلکہ مطلع بھی صاف ہوگیا تھا۔ رات بھر کی بارش کے بعد پورا جزیرہ نکھرا نکھرا سا لگ رہا تھا اور آسمان کی رنگت کچھ زیادہ ہی نیلی معلوم ہورہی تھی۔ زمین پر البتہ جگہ جگہ پانی جمع تھا اور کیچڑ تھی۔

میں کانفرنس ہال میں موجود تھا اور میرے ساتھ نکتیا تھی۔ مجھے میری خواہش پر طلب کیا گیا تھا اور یہ پہلا موقع تھا کہ لی کوان میرے ساتھ نہیں تھا۔ میں اور نکتیا کرسیوں پر خاموش بیٹھے تھے۔ نکتیا آج بھی تہذیب کے میک اپ میں تھی۔ کچھ دیر بعد اسکرین روشن ہوئی اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اسکرین پر رینڈل کا مسکراتا ہوا چہرہ نمودار ہوا تھا۔

”خیریت تو ہے علی!“ رینڈل نے کہا ”معلوم ہوتا ہے تم اپنی مہم پر جانے کے لئے کچھ زیادہ مضطرب ہو؟“

”یہ بات بھی ہے موشے ہاورڈ! مگر اس وقت میں نے آپ سے ملنے کی خواہش کسی اور وجہ سے ظاہر کی تھی۔“

”اوہو“ رینڈل سنجیدہ ہوگیا ”کیا تمہیں کوئی مسئلہ درپیش ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے اپنے کسی مسئلے کے لئے مجھے یاد کیا۔“

”رات ایک شخص میرے کاٹیج میں گھس آیا تھا جناب!“ میں نے کہا اور رینڈل حیرت اور استعجاب کی تصویر بن گیا۔

”رات تو بہت شدید طوفان تھا مسٹر علی! اور میری سخت ہدایات تھیں کہ کوئی شخص باہر نہ نکلے۔“

”وہ شخص بارش میں بھیگتا ہوا آیا تھا اور کاٹیج کی عقبی کھڑکی سے اندر گھسا تھا۔ اس نے مجھ سے بڑی عجیب و غریب قسم کی باتیں کیں، تمہیں موشے ہاورڈ! مثلاً اس نے کہا تھا کہ مجھ پر نظریات کی تبدیلی کے لئے جو عمل کیا گیا ہے وہ درحقیقت ناکام ہوگیا ہے۔“

”کیا!“ رینڈل کھڑا ہوگیا ”اسے کیسے معلوم ہوا کہ تم پر اس قسم کا کوئی عمل کیا گیا ہے؟“

”اس کا کہنا تھا کہ وہ آپ کے ملازمین میں سے ہی ایک ہے اور چونکہ اسے بالجبر یہاں روکا گیا ہے اس لئے وہ آپ سے بغاوت پر آمادہ ہے۔ وہ مجھ سے مدد طلب کررہا تھا۔ اس نے مجھے اس جزیرے کے محل وقوع سے بھی آگاہ کیا تاکہ میں یہاں سے نکلنے کے بعد جنرل ٹیرس کی مدد سے اس جزیرے پر حملہ آور ہوسکوں۔“

”معلوم نہیں تم کیا کہہ رہے ہو!“ رینڈل نے الجھے ہوئے انداز میں کہا ”یہاں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس سے اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام لیا جارہا ہو۔“

میں نے نکتیا کی طرف دیکھا اور اس نے سہلا کر رینڈل کی بات کی تائید کی۔

”وہ شخص کون تھا اور اب کہاں ہے؟“ رینڈل ہاورڈ نے سوال کیا۔

”وہ تو اسی وقت فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا تھا جناب!“ میں نے کہا اور رینڈل حیران رہ گیا۔

”یقین نہیں آتا علی کہ کوئی شخص تمہاری گرفت سے اس طرح بھی نکل سکتا ہے۔“

”میں شرمندہ ہوں موشے ہاورڈ! مجھ سے واقعی کوتاہی ہوئی لیکن میں نے مائیکرو فلم پر اس کی تصویر اتار لی تھی“ میں نے جیب سے لائٹر نکالتے ہوئے کہا۔

”تم نے دیکھا سگریٹ نوشی کتنی مفید چیز ہے؟“ رینڈل نے خوش ہو کر کہا پھر نکتیا سے مخاطب ہوا ”علی سے لائٹر لے کر چار نمبر میں دے دو‘ مجھے فوراً رزلٹ چاہئے۔“

نکتیا نے مجھ سے لائٹر لیا اور کانفرنس ہال کے ایک دروازے سے باہر نکل گئی۔ اس کی واپسی میں بمشکل دو منٹ لگے ہوں گے ”اس میں دوسری فلم ڈال دی گئی ہے علی!“ نکتیا نے لائٹر مجھے واپس کرتے ہوئے کہا۔

”دس منٹ کے اندر اندر معلوم ہوجائے گا کہ وہ شخص کون تھا“ رینڈل نے کہا ”لیکن تم نے اس کا نام کیوں نہیں پوچھا؟“

”میں نے اس کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی موشے ہاورڈ! اور پھر کیا ضروری تھا کہ وہ مجھے اصل نام ہی بتاتا۔ میں نے سوچا تھا کہ صبح اس کو تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔“

”سمجھ میں نہیں آتا“ رینڈل بڑبڑایا ”اس جزیرے پر باہر سے کسی شخص کی آمد بھی ناممکن ہے۔“

دس منٹ کے اندر اندر مائیکرو فلم سے تصویر بن کر رینڈل تک پہنچ گئی۔ رینڈل نے تصویر اٹھا کر دیکھا اور اس کے چہرے سے شدید الجھن ظاہر ہونے لگی۔

”میں نے اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا مسٹر علی، اور اب یہ معاملہ اور بھی زیادہ پراسرار ہوگیا ہے۔ مجھے اس پر ذاتی توجہ دینی پڑے گی لیکن یہ اس قدر تشویش ناک بات ہے کہ اب میں یہاں سے تمہاری روانگی میں مزید تاخیر کا خطرہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مول نہیں لے سکتا۔ معلوم نہیں یہاں کس قسم کی سازش ہو رہی ہے" رینڈل کی آواز سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ اس سے قبل میں نے اسے پریشان ہوتے نہیں دیکھا تھا "اب تم کاٹیج میں واپس نہیں جاؤ گے۔ میں آج ہی تمہاری روانگی کا بندوبست کر رہا ہوں۔"

"ارے نہیں موشے ہاورڈ!" میں نے ہنس کر کہا "میری زندگی کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے ' کیا میں اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتا؟"

"یہ بات نہیں ہے" رینڈل نے مضطربانہ انداز میں کہا "معاملہ اس قدر پراسرار ہے کہ میری تو عقل ہی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔ کوئی ہمارے منصوبے کو سبوتاژ کرنا چاہتا ہے۔ پوزیشن یہ ہے کہ کل تک میں اس جزیرے کو محفوظ ترین مقام تصور کرتا تھا لیکن کل رات جو واقعہ پیش آیا ہے اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ بظاہر یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اجنبی اس جزیرے پر قدم بھی رکھ سکے اور یہ تو سمجھ میں آنے والی بات ہی نہیں ہے کہ کسی کو تمہارے بارے میں علم ہو جائے۔ یقیناً میرا ہی کوئی آدمی غداری کا مرتکب ہوا ہے اور یہ کام بڑے منظم طریقے سے ہوا ہے۔ کیا تم میری پریشانی کا اندازہ نہیں کر سکتے؟"

"ٹھیک ہے موشے ہاورڈ! جیسا آپ مناسب سمجھیں گے ' میں ہر طرح سے تیار ہوں۔"

"تم اب نکیتا کے ساتھ ہی رہو گے۔ تمہیں بریف کیس کے خفیہ خانے میں انتہائی مختصر جسامت کے ریموٹ کنٹرول بم ملیں گے۔ نکیتا ان کے استعمال سے واقف ہے۔ اس کے ... وہ اگر تمہیں مزید کوئی مدد درکار ہو تو گوٹے ہل میں ہمارے ... ٹ تم سے رابطہ کر لیں گے اور تمہیں جو بھی چیز درکار ہو ... فراہم کریں گے۔"

نکیتا مجھے ایک مختصر سی خواب گاہ میں لے آئی "آرام کرو علی!" اس نے مسکرا کر کہا "تم بہت خوش قسمت ہو ' تم نے میری خواہش کی اور میں تمہیں مل گئی۔"

"کاش تم میک اپ میں نہ ہوتیں" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "میک اپ کی وجہ سے تمہارا حسن تو ختم ہو کر رہ گیا ہے۔"

"آدمی بہت ناشکرا ہوتا ہے مسٹر علی!" نکیتا نے شوخی سے کہا "پہلے کسی نعمت کی خواہش کرتا ہے اور جب وہ اسے میسر آ جائے تو اس کی ناقدری کرنے لگتا ہے۔"

"میں کسی بھی نعمت کی قدر صرف اس وقت کرتا ہوں جب مجھے کوئی مہم درپیش نہیں ہوتی لہٰذا فی الوقت تو مجھے معذور ہی سمجھو۔"

○☆○

میں نے آنکھیں کھول کر حیرت سے ادھر ادھر ... میں ایک پر تکلف ڈبل بیڈ پر دراز تھا اور میرے ... نکیتا موجود تھی اور تہذیب کے ہی میک اپ میں ... وہ خواب گاہ تو نہیں تھی۔ یہ تو کوئی اور جگہ تھی۔ ہوٹل کا کمرہ معلوم ہوتا تھا اور جیسے ہی میں نے دوسر... سر گھمایا میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔ بیڈ سائڈ ... رکھے ہوئے گلاس پر ہوٹل کا نام کندہ تھا جسے پڑھ ... حیران رہ گیا۔ یہ تو گوٹے ہل کے ایک ہوٹل کا نام تھا۔

میں نے بڑی تیزی سے بیڈ چھوڑ دیا اور جلدی ... کمرے کی تلاشی لے ڈالی۔ الماری میں میرے اور ... کے ملبوسات تھے اور بریف کیس بھی تھا جس کے اندر ... اور تہذیب کے پاسپورٹ بھی موجود تھے۔ یہ وہی پاسپ... تھے جن پر ہم چھ ماہ قبل گوٹے ہل آئے تھے۔ میں ... پاسپورٹ کھول کر دیکھے تو معلوم ہوا کہ ہم جس روز گو... آئے تھے اسی روز کی فلائٹ سے عراق واپس چلے ... اور اس کے بعد اب گوٹے ہل آئے تھے۔ پاسپورٹ ... ہوئی امیگریشن کی مہریں بھی یہی ظاہر کر رہی تھیں۔

میں نے الماری بند کی اور واپس بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا ... تو اس جزیرے پر تھا اور نکیتا کے ساتھ تھا۔ بریف ... وہیں میرے حوالے کر دیا گیا تھا۔ میں نے دوپہر کا کھانا ... کے ساتھ کھایا تھا اور اس کے بعد چونکہ کوئی کام نہ ... اس لئے ذرا دیر کو لیٹا تھا اور اس کے بعد میری آنکھ ... کھلی تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی پردے ہٹا کر کھڑکی سے ... جھانکا۔ صبح کا وقت تھا۔ یعنی دوپہر سے اب تک سو... لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ آخر ہمیں عالم بے ہوشی ... یہاں منتقل کس طرح کیا گیا تھا اور پھر پاسپورٹ پر ... امیگریشن کی مہریں ...؟

نکیتا نے کسمسا کر کروٹ لی اور پھر آنکھیں کھو... "صبح بخیر علی!" اس نے کہا ' گویا اسے معلوم تھا کہ ... وقت ہے۔

وہ چادر ہٹا کر اٹھ بیٹھی اور مجھے اس کی طرف سے ... ہٹانی پڑیں۔ اس نے شب خوابی کا مہین لبادہ اوڑھ رکھ... "باتھ روم اس طرف ہے" میں نے ہاتھ اٹھ... "پہلے ڈھنگ کا لباس پہن کر آؤ پھر کوئی اور بات ہو گی" "کیوں ' کیا اس میں بری لگ رہی ہوں" ... اٹھلا کر کہا اور میں اسے خشمگیں نظروں سے گھور ...

"میں نے تم سے کہا تھا کہ جب مجھے کوئی مہم درپیش ہوتی ہے تو میں کسی نعمت کی قدر نہیں کر سکتا۔"

نکیتا نے میری بات کا بالکل برا نہیں مانا اور خاموشی سے اٹھی اور الماری سے ایک جوڑا نکال کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے فون کا ریسیور اٹھا کر روم سروس کو ناشتے کا آرڈر دے دیا۔ پانچ منٹ کے اندر دروازے پر دستک ہوئی۔ دستک سن کر میں حیران رہ گیا۔ آرڈر کی تعمیل ہونے میں کم از کم پندرہ منٹ تو لگنے چاہئے تھے۔ آخر یہ لوگ کتنی تیز سروس کرتے ہیں۔

"کم آن" میں نے اونچی آواز میں کہا۔ دروازہ کھلا اور نیلے سوٹ میں ملبوس ایک سرخ و سفید وجیہہ شخص اندر داخل ہوا۔

"گڈ مارننگ۔ مسٹر علی!" اس شخص نے مودبانہ انداز میں کہا ' میں ڈیوڈ ریان ہوں۔ اس ہوٹل کا چیف سیکیورٹی آفیسر۔"

میں نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی "کیا یہاں کا پورا عملہ ایگلز سے متعلق ہے؟"

"یہ ہوٹل دراصل موشے ہاورڈ کی ہی ملکیت ہے اور یہاں کے بیشتر عملے کا تعلق بھی ایگلز سے ہی ہے۔ اس سے ہمیں یہ سہولت ہے کہ ہم کسی کی نظر میں آئے بغیر اپنا کام کر سکتے ہیں۔"

"میں سمجھ گیا ... یہ بتاؤ کہ ایگلز کی گوٹے ہل برانچ کا انچارج کون ہے؟"

"یہی خاکسار انچارج ہے" ڈیوڈ ریان نے انکساری سے کہا "اور مجھے آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کا حکم ملا ہے۔"

"ٹھیک ہے ... میں ذرا حالات کا جائزہ لے لوں پھر اگر ضرورت پڑی تو تمہیں زحمت دوں گا۔"

"پرسوں آنے والے طوفان نے گوٹے ہل کی ساحلی علاقوں میں بڑی تباہی مچائی ہے" ڈیوڈ نے کہا "جنرل ٹیرس کی مصروفیات بڑھ گئی ہیں۔ وہ بذات خود امدادی کارروائیوں کی نگرانی کر رہا ہے۔ یہاں کے بعض حلقوں میں یہ خیال ظاہر کیا جا رہا ہے کہ ممکن ہے وزرائے خارجہ کانفرنس مؤخر کر دی جائے۔"

"اچھا" میں نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے کہا "اور تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال ہے اس کانفرنس کے انعقاد میں کسی تاخیر کا امکان نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اب تک اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی بات سامنے آ چکی ہوتی۔"

"تمہارا تجزیہ درست معلوم ہوتا ہے" میں نے سر ہلا ... کہا "کانفرنس کے انعقاد کے لئے مقام کا تعین تو کیا جا ... ہوگا؟"

"جی ہاں ' کانفرنس نیشنل اسمبلی ہال میں منعقد ہوگی ا... اس کے لئے انتہائی سخت حفاظتی اقدامات کئے گئے ہیں۔"

"اب تم جا سکتے ہو مسٹر ڈیوڈ! ناشتے کے بعد میں تمہیں ... پھر زحمت دوں گا۔"

ڈیوڈ چلا گیا اور اس کے جانے کے بعد نکیتا بھی ت... ہو کر باتھ روم سے نکل آئی "کس سے باتیں کر رہے تھے علی ..." نکیتا نے بال جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی ڈیوڈ ریان تھا گوٹے ہل میں ایگلز کا انچارج۔"

"میں اس سے واقف ہوں ' وہ بہت ذہین آدمی ہے۔"

"میرے سامنے اس کی تعریف مت کرو ورنہ میں ا... سے رقابت محسوس کرنے لگوں گا۔"

"کسی کی تعریف کرنے کا یہ مقصد تو نہیں ہوتا" ... نے ہنس کر کہا اور میں سنجیدہ ہو گیا۔

"مقصد کا فرق دراصل طرز معاشرت کا ... ہی ہوتا ... تم آزاد معاشرے سے تعلق رکھتی ہو اور میں تیسری د... آدمی ہوں ' میں تو اپنے انداز میں ہی سوچوں گا۔"

"تمہاری دل آزاری ہوئی علی! آئندہ میں احتیاط بر... گی۔"

"دل آزاری کا سبب تمہارا تبصرہ نہیں ہے بلک... بنیادی فرق ہے جو ہمارے نظریات کے درمیان ہے۔ تم ... جسے محبت کہتے ہو ' ہمارے ہاں ہوس کہلاتی ہے۔"

"تم بھی صبح صبح کیا باتیں لے بیٹھے" نکیتا نے بور ... کہا "پہلے ناشتا وغیرہ تو کر لیں ' ان باتوں کے لئے وقت ک... نہیں ہے۔"

ناشتے کے بعد میں نے ڈیوڈ ریان کو بلوا لیا "ہاں مسٹ... اب بتاؤ کہ یہاں کیا صورت حال ہے" میں نے لائٹر ... ایک سگریٹ جلا کر کہا۔

"وزرائے خارجہ کانفرنس کے انعقاد میں پانچ روز با... گئے ہیں" ڈیوڈ نے کہا "اس کانفرنس میں سولہ مسلم مم... کے وزرائے خارجہ شرکت کر رہے ہیں۔ کانفرنس کے ا... سے ایک روز قبل تمام ممالک کے وزرائے خارجہ یہاں ... جائیں گے۔ جنرل ٹیرس انہیں فوجی ائرپورٹ پر خود ر... کریں گے۔ جہاں سے انہیں اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس لے ... جائے گا اور اس سے اگلے روز وہ نیشنل اسمبلی ہال ... کانفرنس میں شرکت کریں گے۔ یہ کانفرنس دو روز جا...

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہے گی اور اس میں اسرائیل کے خلاف کسی ایسے اقدام پر غور کیا جائے گا جس کے ذریعے اسے کمزور کیا جا سکے۔"

"گوٹے بل میں ایگلو کا عمل دخل بہت زیادہ ہے۔ اس کے باوجود تم لوگ اس سلسلے میں بے بس ہو گئے' اس کی کیا وجہ ہے؟" میں نے کہا۔

"اس کی بنیادی وجہ یہ ہے مسٹر علی! کہ حفاظتی انتظامات فوج کے سپرد ہیں اور فوج میں ہمارا ذرا بھی عمل دخل نہیں ہے۔"

"یہ چیز تو واقعی مسئلہ بنے گی" میں نے تشویش سے کہا "میں یہاں سے جا کر جائزہ لیتا ہوں۔ ممکن ہے کوئی صورت نکل آئے۔ ممکن ہے کوئی صورت نہ نکلے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مجھے اس مشن کی تکمیل کے لئے کچھ خاص چیزوں کی مدد کی ضرورت پڑ جائے۔ ظاہر ہے مجھے جس چیز کی مدد کی بھی ضرورت پڑی' تم مہیا کرو گے لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ مجھے افرادی قوت کی ضرورت پڑ جائے۔"

"ہمارے پاس اس کی بھی کمی نہیں ہے" ڈیوڈ نے تیزی سے کہا "اس وقت گوٹے بل میں ڈھائی سو کے قریب افراد موجود ہیں جو ایک اشارے پر ہر قسم کی مدد کے لئے حاضر ہوں گے۔"

"مجھے تو کسی مخصوص قسم کے فرد یا افراد کی ضرورت ہوگی۔ یہ تعین کیسے ہوگا کہ میرے مطلوبہ افراد کون کون سے ہیں؟"

"یہ کیا مسئلہ ہے" ڈیوڈ نے کہا "آپ مجھے بتا دیجئے گا کہ آپ کو کیا صلاحیتیں مطلوب ہیں' میں خود مطلوبہ صلاحیتوں کے حامل افراد کا انتخاب کروں گا۔"

"نہیں مسٹر ڈیوڈ! ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے" میں نے متاسفانہ انداز میں نفی میں سر ہلایا "بعض اوقات ایک ایک لمحہ اہم ہوتا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں مسٹر علی! لیکن اس مسئلے کا کیا حل ہو سکتا ہے؟"

"اس کا واحد حل یہ ہے کہ تم یہاں موجود اپنے تمام افراد کے بارے میں تفصیلات مجھے فراہم کرو۔ کیا ایسی کوئی فہرست ہے۔ جس پر ایک نظر ڈال کر ہر فرد کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہو جائیں۔"

"بالکل ہے مسٹر علی اور میں وہ فہرست آپ کو فراہم کروں گا تاکہ آپ بوقت ضرورت صرف ہمیں ناموں سے مطلع کر کے اپنے مطلوبہ افراد طلب کر سکیں۔"

ڈیوڈ نے کمرے سے فون کر کے اپنے تمام افراد کی فہرست وہیں طلب کرلی۔ میں نے اس فہرست پر ایک نظر ڈالی۔ اس میں تمام معلومات موجود تھیں۔ میں نے وہ فہرست احتیاط سے بریف کیس میں رکھ دی۔

"اب تم چلے جاؤ ڈیوڈ! جب ضرورت پڑے گی میں خود تم سے رابطہ قائم کرلوں گا۔ میں جنرل ٹیرس کو فون کرنے جا رہا ہوں۔ میرا قیام ٹیرس محل میں ہی رہے گا اس لئے میری پوزیشن بہت نازک ہو گی لہٰذا کتنی ہی اہم بات کیوں نہ ہو اور اس کا میرے علم میں آنا کتنا ہی ضروری کیوں نہ ہو' تم مجھ سے رابطے کی کوئی کوشش نہیں کرو گے' ذرا سی بے احتیاطی سے جنرل ٹیرس مشکوک ہو سکتا ہے اور اگر وہ ایک بار میری طرف سے مشکوک ہو گیا تو سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا اور ہم ایک ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہو جائیں گے۔"

"میں سمجھتا ہوں مسٹر علی!" ڈیوڈ نے اٹھتے ہوئے کہا "بے فکر رہئے' ہم ایسی کوئی کوشش نہیں کریں گے۔"

ڈیوڈ کے جانے کے بعد میں نکیتا کی طرف متوجہ ہوا "کیا خیال ہے' ٹیرس محل تم فون کرو گی یا میں کروں؟"

"میں کئے دیتی ہوں" نکیتا نے بڑے اعتماد سے کہا اور اٹھ کر فون کے قریب آ گئی۔ اس نے ریسیور اٹھایا اور آپریٹر کو فون نمبر ملانے کی ہدایت کی۔

"یہ نمبر تمہیں کیسے ملا؟" میں نے حیران ہو کر کہا "یہ جنرل ٹیرس کی خواب گاہ کا نمبر ہے۔"

"تم اب بھی یہ سوال کر رہے ہو" نکیتا نے ہنس کر کہا "اب تک تو تمہیں ہماری وسیع معلومات کا عادی ہو جانا چاہئے تھا۔"

میں جواب میں صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ ان لوگوں کی معلومات نہایت وسیع اور حیران کن تھیں۔ جزیرے پر میں اس کے کئی نمونے دیکھ چکا تھا۔ تہذیب کا رول کرنے کے لئے نکیتا کو چھ ماہ تربیت دی گئی تھی۔ چھ ماہ بہت ہوتے ہیں۔ معلوم نہیں نکیتا کو کس کس طرح تربیت دی گئی ہوگی اور کیا کیا معلومات ازبر کرا دی گئی ہوں گی۔

چند سیکنڈ کے اندر اندر آپریٹر نے فون نمبر ملا دیا۔ نکیتا نے بڑے اعتماد سے ریسیور تھام کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف کہی جانے والی بات سن کر وہ ہنسی۔

"ارے نہیں کیتھی! تمہیں تو معلوم ہے ہم لوگ بعض اوقات ہنگامی حالات سے دوچار ہو جاتے ہیں" نکیتا تہذیب کے لب ولہجے کی بڑی کامیابی سے نقل اتار رہی تھی

"تفصیلات تمہیں علی بتائیں گے" اس نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔

میں نے ریسیور لے کر ہیلو کہا اور میری آواز سن کر کیتھی براؤن نے شکایات کے دفتر کھول دئے "تم لوگوں کا کہیں کوئی پتا ہی ہے۔ تمہیں معلوم ہے میں اور جنرل تمہارے لئے کتنے پریشان تھے" غالباً یہی باتیں اس نے نکیتا سے بھی کہی تھیں جن کے جواب میں نکیتا نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا تھا۔

"مجھے اندازہ ہے ڈیئر کیتھی لیکن فون پر زیادہ تفصیلی گفتگو تو نہیں ہو سکتی۔ یہ باتیں تو ملاقات ہونے پر ہی ہو سکیں گی۔"

"ملاقات کب ہوگی؟" کیتھی براؤن نے بے تابی سے کہا "تم کہاں سے بات کر رہے ہو؟"

"ہم لوگ گوٹے بل پہنچ چکے ہیں اور بس تمہارے پاس آنے کے لئے روانہ ہونے ہی والے ہیں۔"

"تم یہیں گوٹے بل سے بات کر رہے ہو" کیتھی براؤن حیران رہ گئی "کیا تم ائیر پورٹ سے بات کر رہے ہو؟"

"نہیں ہم لوگ ایک ہوٹل میں مقیم ہیں" میں نے کہا' مجھے معلوم تھا کہ ہوٹل میں قیام کی خبر سن کر کیتھی برہم ہو جائے گی اور وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔

"تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ آخر ہوٹل میں قیام کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" کیتھی کے لہجے سے شدید ناراضی جھلک رہی تھی "مجھے ہوٹل کا نام اور کمرے کا نمبر بتاؤ۔ میں خود تمہیں لینے آ رہی ہوں۔"

"تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیتھی! ہم آدھ گھنٹے کے اندر تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔"

"اگر اس سے مجھے تکلیف ہوتی تو تمہارے یہاں آنے سے اس تکلیف میں اور اضافہ ہو جائے گا' بہتر یہ ہے کہ تم یہاں نہ آؤ' وہیں ہوٹل میں ہی رہتے رہو۔"

"اوہو" میں نے ہنس کر کہا "تم بہت جلدی ناراض ہو جاتی ہو۔ خیر ہوٹل کا نام اور کمرے کا نمبر نوٹ کرو" میں نے اسے دونوں چیزوں سے آگاہ کر کے فون بند کر دیا۔

"تم خوش قسمت ہو علی کہ تمہیں ایسے جاں نثار دوست میسر ہیں" نکیتا نے کہا۔

"میری اس سے بھی بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ میں نے اپنی منزل کا سراغ پالیا ہے ورنہ میں ایک گمراہ کن نظریے کے پیچھے ہی دوڑتا رہ جاتا اور مجھے کبھی منزل نہ ملتی۔"

کیتھی براؤن دس منٹ کے اندر اندر ہمارے کمرے تک پہنچ گئی۔ اس نے دروازے پر دستک دینے تک کی زحمت نہیں کی تھی اور دورانہ اندر گھستی چلی آئی تھی۔ اس کے اس قدر جلد یہاں پہنچنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ فون بند کرتے ہی ٹیرس محل سے نکل کھڑی ہوئی تھی۔ ویسے بھی ہوٹل سے ٹیرس محل زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی کیتھی اور نکیتا بغل گیر ہو گئیں۔ نکیتا نے اسی انداز میں گرم جوشی کا اظہار کیا تھا جس انداز میں تہذیب گرم جوشی ظاہر کیا کرتی تھی۔

"تم نے کمال کر دیا" نکیتا نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا "اتنی جلدی یہاں پہنچ گئیں۔"

"اب میں مزید انتظار نہیں کر سکتی تھی" کیتھی نے ہنستے ہوئے کہا "سیکیورٹی والے مجھے گوٹے بل کی سڑکوں پر تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے۔"

"تم پہلے کے مقابلے میں کچھ موٹی ہو گئی ہو" میں نے مزاحیہ انداز میں کہا "سنا ہے موٹے لوگوں میں قوت برداشت کی کمی ہوتی ہے۔"

"تم سے تو میں بہت اچھی طرح نمٹوں گی علی! برسوں بعد تمہاری صورت دیکھنے کو ملی ہے۔"

"اللہ خیر کرے" میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا "معلوم نہیں' اب میرے ساتھ کس قسم کا سلوک ہو۔"

"جنرل بھی تمہاری وجہ سے بہت پریشان تھے۔ اب ہم ساری کسر نکال لیں گے۔ چھ ماہ تک تمہیں کہیں نہیں جانے دیں گے۔"

"ارے نہیں" میں واقعی گھبرا گیا "ایسا غضب مت کرنا بہت سے کام ادھورے پڑے ہیں۔"

"یہ تو واقعی بہت لمبی سزا ہو جائے گی کیتھی" نکیتا نے کہا "میں تم سے سزا میں تخفیف کی درخواست کروں گی۔"

"مقدمہ بعد میں نمٹایا جائے گا' فی الحال تو سامان سمیٹو اور میرے ساتھ چلو۔"

کیتھی براؤن بغیر کسی حفاظتی دستے کے چلی آئی تھی۔ جس کار میں وہ آئی تھی اس کا تعلق ٹیرس محل سے تو تھا مگر اس پر نمبر پلیٹ پرائیویٹ تھی لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔ وہ گوٹے بل کی خاتون اول تھی اور لوگ اسے پہچانتے تھے۔ اگرچہ یہ ایک بڑا ہوٹل تھا لیکن اس کے باوجود لوگ جمع ہو گئے تھے۔ ہوٹل کی انتظامیہ کو میرے اور جنرل ٹیرس کے تعلقات کا علم تھا لیکن انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ میری وجہ سے یہ صورت حال بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ کمرے سے باہر نکلتے ہی ہم لوگوں کے ہجوم میں گھر گئے تھے۔ ہوٹل کی مختلف منزلوں سے لوگ اپنے ملک کی خاتون اول کی آمد کی اطلاع

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاکر ہمارے کمرے کے سامنے راہداری میں جمع ہوگئے تھے۔ اتنی جگہ بھی نہیں بچی تھی کہ ہم لفٹ تک ہی پہنچ سکتے۔

"تمہیں اس طرح یہاں نہیں آنا چاہئے تھا" میں نے جھنجلا کر کہا تھا۔ اس وقت کیتھی کے پاس جواب دینے کا موقع نہیں تھا اس لئے وہ خاموش ہوگئی تھی۔

ہوٹل کی انتظامیہ اس صورت حال پر بوکھلا گئی تھی بہرحال انہیں جلد ہی ہوش آگیا اور ان کی پوری سیکیورٹی فورس حرکت میں آگئی۔ یہ وہی سیکیورٹی فورس تھی جس کا چیف ڈیوڈ ریان تھا اور سب کے سب یہودی تھے۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کے جانی دشمن تھے مگر اس وقت کیتھی براؤن کی حفاظت کرنے کے لئے مجبور تھے۔

جنرل منیجر خود دوڑا چلا آیا تھا اور کیتھی براؤن کو رخصت کرنے کے لئے کار تک آیا تھا۔ بریف کیس میرے ہاتھ میں ہی تھا جبکہ میرے اور نکمیا کو سوٹ کیس پورٹر نے پہنچائے تھے۔

"اوہ' اس افراتفری میں حساب ہونے سے رہ گیا" کار میں بیٹھنے سے قبل ہی میں نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے جنرل منیجر سے کہا۔

"تم ہمارے مہمان ہو علی! ہوٹل کا بل ہم ادا کریں گے" کیتھی براؤن نے کہا۔

"آپ ہمیں شرمندہ کر رہی ہیں یور ہائی نس!" جنرل منیجر نے کہا "یہ ہمارے ہوٹل کی خوش قسمتی ہے کہ مسٹر علی اور میڈم تہذیب نے قیام کے لئے ہمارے ہوٹل کا انتخاب کیا۔"

کیتھی براؤن نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی "تم کہہ رہے تھے مجھے اس طرح یہاں نہیں آنا چاہئے تھا" اس نے مجھ سے کہا "اگر میں اس طرح نہ آتی تو پھر اور کس طرح آتی؟ تم تو چھلاوہ بنے ہوئے ہو۔ اگر میں ذرا سا بھی وقت ضائع کرتی تو معلوم نہیں پھر کب تمہاری آواز سننے کو ملتی۔"

"ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا کیتھی! میں نے جب بھی وعدہ کیا تم لوگوں سے ملا ضرور۔"

"مثلاً تم نے عراق سے ہمیں فون کیا کہ گوٹے بل آنے والے ہو۔ پھر تم نے ائرپورٹ سے فون پر مجھ سے بات کی مگر یہ نہیں بتایا کہ تم کہاں سے بات کر رہے ہو۔ میں یہی سمجھتی رہی کہ تم ابھی تک عراق میں ہی ہو۔ تم نے تاثر ہی ایسا دیا تھا اور اس کے بعد اس طرح غائب ہوئے کہ ہزار کوششوں کے باوجود تمہارا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔"

میں ہنسنے لگا "ہاں' یہ ایک وعدہ خلافی تو مجھ سے ہوئی ... کچھ بھی ہوا وہ کسی مجبوری کی وجہ سے ہوا تھا۔ اس ... مطلب تو نہیں کہ ہمیشہ ہی ایسا ہوتا رہے گا۔"

"کیتھی ہم سے بہت زیادہ ناراض معلوم ہوتی ہیں" نکمیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جنرل ٹیرس تم لوگوں سے بہت خوش ہے۔ ان ... ملاقات ہونے پر تمہیں اس کا اندازہ ہوگا۔"

"ارے' تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ جنرل کہاں ہیں؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"تم نے پوچھا ہی کب تھا۔ جب تمہارا فون آیا اس وقت وہ محل میں موجود نہیں تھے۔ ممکن ہے اب واپس پہنچ چکے ہوں۔"

کیتھی کا اندازہ درست تھا۔ کار سے اترتے ہی جنرل ... ہمیں آلیا' شاید وہ کیتھی براؤن کا انتظار کر رہا تھا۔

"تم کہاں غائب ہوگئے تھے میرے عزیز دوست!" جنرل مجھ سے لپٹ گیا "کم از کم فون پر ہی مطلع کردیا کرو کہ تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو۔"

"یہ دونوں ہی بے مروت ہوگئے ہیں" کیتھی نے شکایتی لہجے میں کہا "نہ علی نے فون کیا اور نہ ہی تہذیب نے ایک کوئی زحمت کی۔"

"تم بھی شکایات کے دفتر کھول کر بیٹھ گئیں" جنرل ٹیرس بولا "ارے بھئی' یہ دونوں تھکے ہوئے ہوں گے پہلے ان کی کچھ خاطر تواضع تو کرلو' بعد میں شکوے شکایتیں بھی ہوتی رہیں گی۔"

"آپ کو شاید معلوم نہیں ہے کہ میں ان لوگوں کو کہاں سے لے کر آرہی ہوں؟" کیتھی نے کہا اور جنرل چونک پڑا۔

"ائرپورٹ کے علاوہ اور کہاں سے لے کر آرہی ہوگی" جنرل نے حیرت سے کہا۔

"یہی تو بات ہے' یہ لوگ کل سے یہاں آئے ہوئے ہیں اور ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔"

"کیا کیتھی کا بیان درست ہے؟" جنرل نے مجھ سے کہا۔ انداز ایسا تھا جیسے وہ مجھ سے کیتھی براؤن کے بیان کی تردید سننا چاہتا ہو۔

"ہاں' کیتھی درست کہہ رہی ہے جنرل!" میں نے دھیمی آواز میں کہا "مجھے اس کا افسوس ہے لیکن۔۔۔"

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے علی!" جنرل نے ہاتھ اٹھا کر کہا "مجھے یقین ہے کہ کسی بہت بڑی مجبوری کے باعث تم ہوٹل میں ٹھہرے ہوگے۔ میں تمہاری طرف سے بدظن نہیں ہوسکتا' آؤ پہلے ناشتا کرلیں۔"

"دیکھا" میں نے فاتحانہ انداز میں کیتھی کی طرف دیکھا "دوست ایسے ہوتے ہیں۔"

"ہاں تمہاری دوستی تو صرف جنرل سے ہی ہے' میں تو تمہاری دشمن ہوں۔"

"نہیں یہ بات نہیں ہے" میں نے ہنس کر کہا "لیکن تم یقین کی اس منزل تک نہیں پہنچ سکیں جہاں تک جنرل کی رسائی ہوچکی ہے۔"

ہم ڈرائنگ روم تک پہنچے جہاں کھانے کی میز پر کھانے پینے کی بہت سی پرتکلف اشیا چنی ہوئی تھیں۔

"ہم تو ناشتا کرچکے ہیں جنرل!" نکمیا نے کہا "اب یہ اتنی بہت سی چیزیں کون کھائے گا۔"

"کیا تم بھول گئیں کہ جنرل کتنے خوش خوراک ہیں" میں نے کہا "یہ تو صرف ان کے لئے ہے۔ انہیں اگر معلوم ہوتا کہ ہم لوگ بھی آرہے ہیں تو مزید انتظامات کرتے۔"

"میں یہاں سے چلتے وقت کہہ کر گئی تھی کہ میرے کچھ دوست آرہے ہیں' ناشتا ساتھ ہی کریں گے" کیتھی نے جلدی سے کہا۔

"دیکھا" میں نے ایک قہقہہ لگایا "شوہر کو بچانے کی خاطر الزام فوراً اپنے سر لے لیا۔ بیوی ہو تو ایسی۔"

کیتھی جھینپ گئی "اس بار کچھ زیادہ ہی زبان طراری کا مظاہرہ کر رہے ہو۔"

"کئی برسوں بعد ملاقات ہوئی ہے بھئی" جنرل نے کہا "اب تو علی سارے قرضے مع سود کے چکائیں گے اور ایک سال تک ہمارے مہمان رہیں گے۔"

میری بذلہ سنجی کافور ہوگئی "یہ تم نے کیا شروع کردیا؟" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"جو کچھ تم کر رہے تھے یہ اس کا جواب ہے" جنرل نے کہا "چلو اب کھانا تو شروع کرو۔"

"میں تو مذاق کر رہا تھا" میں نے بدستور بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اینٹ کا جواب پتھر سے دینا چاہئے اور مذاق کا سنجیدگی سے۔ تم مذاق کر رہے تھے لہٰذا اس کا جواب سنجیدگی سے دیا جا رہا تھا۔"

میں نے بے بسی سے کیتھی کی طرف دیکھا اور وہ ہنس پڑی "میں نے چھ مہینے کہا تھا تم اگر اس پر رضامند ہوجاتے تو کتنا اچھا ہوتا۔"

"ان باتوں کے لئے بہت وقت پڑا ہے" جنرل ٹیرس نے کہا "یہ بتاؤ کہ تم گوٹے بل ائرپورٹ تک آنے کے بعد پراسرار طریقے سے غائب کہاں ہوگئے تھے؟"

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہم گوٹے بل ائرپورٹ تک آئے تھے؟" میں نے کہا۔

"تم نے کیتھی کو گوٹے بل ائرپورٹ سے فون کیا تھا مگر یہ نہیں بتایا تھا کہ تم کہاں سے بات کر رہے ہو۔ ہم یہی سمجھتے رہے کہ تم نے عراق سے کال کی ہے اور ابھی تک عراق میں ہی ہو لیکن اتفاق سے نگرما کی کال آگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس وقت تم نے فون کیا اسے وقت تو تمہیں گوٹے بل میں ہونا چاہئے تھا۔ میں نے نگرما سے اطلاع نہ دینے پر بازپرس کی تو اس نے بتایا کہ وہ تو کئی گھنٹے قبل میرے سیکریٹری کو اطلاع دے چکا تھا۔ بس وہیں سے مجھے کسی سازش کی بو محسوس ہوئی اور میں نے تفتیش کرنا شروع کی تو بڑی حیرت انگیز باتیں سامنے آئیں۔ میرا سیکریٹری لاپتا تھا۔ وہ تمہاری آمد کی اطلاع پانے کے فوراً بعد ٹیرس محل سے نکل گیا تھا۔ اس کے بعد سے آج تک اس کا کوئی پتا نہیں چل سکا۔ سیکریٹری کا غائب ہونا تو پہلے ہی میرے لئے باعث تشویش بنا ہوا تھا پھر یہ اطلاع اور بھی تشویش ناک ثابت ہوئی کہ تم اپنے ساتھیوں سمیت لاپتا تھے۔ تمہارا فون حالات کو اور زیادہ پراسرار بنا رہا تھا۔ اس ضمن میں میں نے جو تحقیقات کرائیں ان کا لب لباب یہ ہے کہ تم اپنے ساتھیوں سمیت گوٹے بل ائرپورٹ پر اترے تھے اور وہاں تمہیں ریسیو کرنے کے لئے صدارتی محل کی خصوصی کار بھی اور میرا حفاظتی دستہ بھی موجود تھا۔ تمہاری شخصیت یہاں ایسی زیادہ اجنبی بھی نہیں ہے اور پھر کرنل شوالو سے تو ائرپورٹ کے حکام ذاتی طور پر واقف ہیں۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ صدارتی مہمان کی آمد کے موقع پر وی آئی پی لاؤنج کی طرف بھٹکنے کی بھی کوشش کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے آتے تو دیکھا مگر یہ نہیں بتا سکے تم وہاں سے رخصت کب ہوئے۔ میں نے کرنل شوالو کی خبر لی تو معلوم ہوا کہ وہ محل میں ہی موجود تھا۔ محل سے ہلا تک نہیں تھا۔ یہی حال محافظ دستے کا بھی تھا اور اس روز صدارتی محل کی کوئی گاڑی ائرپورٹ کی طرف گئی بھی نہیں تھی۔ یہ سب معلومات ایسی تھیں جنہوں نے مجھے چکرا کے رکھ دیا تھا۔ صاف نظر آرہا تھا کہ تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت اغوا کرلیا گیا ہے لیکن میں کسی طرح بھی یہ معلوم نہیں کرسکا کہ تم کہاں چلے گئے۔ میں نے ملک سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کرادی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھی مگر کئی روز گزرنے کے باوجود نہ تمہارا سراغ ملا اور نہ تمہارے کسی ساتھی کا اور نہ ہی آج تک یہ معلوم ہوسکا کہ میرا سیکریٹری کہاں چلاگیا۔ اب تم آئے ہو تو یہ معما تو حل ہوجائے گا کہ تم پر کیا بیتی تھی؟"

میں نے ایک طویل سانس لے کر نکیتا کی طرف دیکھا جو سر جھکائے ناشتا کرنے میں مگن تھی۔ میرا ذہن بہت تیزی سے کوئی جھوٹ گھڑنے میں مصروف تھا۔ جنرل ٹیرس نے جو کچھ بیان کیا تھا اس کے بعد کوئی جھوٹ گھڑنا آسان نہیں تھا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ میرے اور نکیتا یعنی تہذیب کے پاسپورٹوں پر اس تاریخ میں گوٹے بل ائرپورٹ کی امیگریشن کی مہریں موجود تھیں جن کے مطابق ہم اسی روز یہاں سے واپس چلے گئے تھے جس روز یہاں پہنچے تھے اور اس کے بعد اب یہاں واپس پہنچے تھے۔ میرے پاس اس کے سوا کوئی اور صورت نہیں بچی تھی کہ فی الحال جنرل ٹیرس کو ٹال دوں۔ وہ ویسے بھی مجھ پر اندھا اعتماد کرتا تھا۔ جو کچھ میں کہہ دیتا وہ اس پر یقین کرلیتا۔

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے کیتھی کو ائرپورٹ سے فون کیا تھا؟" اچانک میں نے سوال کیا۔

"ٹیلی فون ایکس چینج کے ذریعے" جنرل ٹیرس نے سادگی سے کہا "اور مجھے اس پر حیرت ہے کہ کسی سازش کا شکار ہونے کے باوجود تم نے فون کیسے کرلیا اور اس فون سے تمہارا مقصد کیا تھا؟"

"وہ ایک خطرناک مجرم ہے جنرل! اس کی خطرناکی کا اندازہ اس بات سے کرلو کہ ٹیرس محل بھی اس کی زد سے نہیں بچ سکا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے تمہارے سیکریٹری کو پہلے ہی اغوا کرلیا گیا تھا اور اس کی جگہ اس نے اپنا کوئی آدمی یہاں پہنچادیا تھا۔ اس اقدام سے اس کا واحد مقصد مجھے شکار کرنا تھا۔ جب اسے میری آمد کی اطلاع مل گئی تو اس کے بعد یہاں اس کا کام ختم ہوگیا اور اس نے رخت سفر باندھ لیا۔ ان لوگوں کا اصل نشانہ میں تھا۔ وہ جانتے تھے کہ کبھی نہ کبھی میں گوٹے بل ضرور آؤں گا اور اس مقصد کے لئے انہوں نے پہلے سے انتظامات کر رکھے تھے۔ اگر نہ کر رکھے ہوتے تو وقت کے وقت اتنے منظم طریقے سے مجھ پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب نہ ہوپاتے۔"

"سوال یہ ہے کہ ائرپورٹ پر اترنے کے بعد تم پر کیا گزری؟" جنرل نے بے چینی سے پوچھا۔

"کرنل شوالو ہمیں ریسیو کرنے کے لئے موجود تھا۔ ہم سب کو اس بات پر حیرت تھی کہ تم ہمیں ریسیو کرنے کیوں نہیں آئے۔ کرنل شوالو نے یہ کہہ کر ہمیں مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ تم کسی اہم کام میں مصروف ہو اور کیتھی کی طبیعت خراب ہے۔"

ظاہر ہے مجھے اس کی اس بات پر یقین نہیں آیا، میں نے اس سے بعض ایسی باتیں کیں جن کے جوابات اس نے غلط دیئے۔ مجھے یہ یقین تو ہوگیا کہ وہ کوئی غلط آدمی ہے مگر اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے قبل یہ اطمینان کرنا ضروری تھا کہ کہیں اس نے تم دونوں کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے، چنانچہ میں ایک بہانے سے وی آئی پی لاؤنج سے کھسک گیا اور میں نے پبلک فون بوتھ سے یہاں فون کیا اور کیتھی سے گفتگو کرکے مجھے یہ اطمینان ہوگیا کہ کم از کم تم لوگ تو محفوظ ہو۔"

"تم نے یہ کیوں نہیں بتایا تھا کہ تم کس صورت حال سے دوچار ہو؟" جنرل نے میری بات کاٹ کر کہا "اگر تم اشارہ بھی کردیتے تو ہم ان لوگوں کو ہرگز نہ بخشتے۔"

"اس وقت مجھے اندازہ نہیں تھا کہ حالات کیا رخ اختیار کریں گے۔ میرا خیال تھا کہ میں ان لوگوں پر قابو پالوں گا پھر اس کے بعد تمہیں زحمت دوں گا چنانچہ فون کرنے کے بعد جب میں واپس پہنچا تو میں نے کرنل شوالو کو قابو میں کرلیا اور اسے لے کر تمہاری طرف روانہ ہوا لیکن مجھے یہ خیال نہیں رہا تھا کہ اس کے اور بھی ساتھی ہماری تاک میں ہوں گے۔ آخر انہوں نے اس قدر منظم طریقے سے کام کیا تھا۔ راستے میں ایک جگہ انہوں نے ہم پر حملہ کردیا۔ اگر وہ چاہتے تو ائرپورٹ پر بھی ایکشن لے سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ ائرپورٹ پُرہجوم جگہ ہوتی ہے جہاں کوئی بھی حرکت دوسروں کی نظر میں آئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ قصہ مختصر یہ کہ ہمیں اپنی جان بچانے کے لئے فرار ہونا پڑا۔ اس وقت جو جگہ مجھے محفوظ ترین محسوس ہوئی وہ ائرپورٹ تھی۔ ائرپورٹ کے سوا وہ لوگ ہر جگہ ہمیں تلاش کرتے چنانچہ ہم انہیں جل دے کر ائرپورٹ کی طرف نکل گئے اور میں نے بہتر یہی سمجھا کہ عراق واپس چلا جاؤں کیونکہ اس شخص کی جڑیں عراق میں ہی تھیں اور اس کی اس دیدہ دلیری کے بعد اس کی بیخ کنی کرنا ضروری ہوگیا تھا۔"

"کیا تمہارے پاس اتنا وقت بھی نہیں تھا کہ تم فون پر ہمیں مطلع کردیتے؟" جنرل ٹیرس نے پھر میری بات کاٹی۔

"وقت تو تھا مگر موقع نہیں تھا۔ ائرپورٹ پر اس کے گروہ کے بعض افراد موجود تھے۔ میں ان کی نظروں سے بچ کر نکل جانا چاہتا تھا تاکہ اسے عراق میں اس کی بے خبری میں جا چھاپ سکوں اور اپنی دانست میں میں ان لوگوں کی نظروں

سے بچ کر نکل بھی گیا۔"

"یعنی ایک فلائٹ سے یہاں پہنچے اور اگلی فلائٹ سے واپس بھی نکل گئے؟" جنرل ٹیرس نے حیران ہوکر کہا۔

"ہاں" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا "یہی تو میں تمہیں بتا رہا ہوں۔"

"کمال ہے" جنرل ٹیرس بڑبڑایا "اپنی دانست میں تو میں بھی سمجھ رہا تھا کہ میں نے بھرپور ناکہ بندی کرادی ہے اور اب تم میرے آدمیوں کی نظروں میں آئے بغیر ملک سے باہر نہیں نکل سکو گے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس سے قبل ہی گوٹے بل سے واپس جاچکے ہوگے۔"

میں نے جیب سے سگریٹ کیس نکالا اور اس میں سے ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبالی۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ پھر جب میں نے لائٹر سے سگریٹ جلائی تو کیتھی براؤن خاموش نہ رہ سکی۔

"یہ تم نے سگریٹ پینا کب سے شروع کردی؟" کیتھی براؤن نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

"کیوں؟" میں نے تیوریوں پر بل ڈالے "کیا میں سگریٹ نہیں پی سکتا؟"

"نن۔۔۔ نہیں، یہ بات نہیں ہے" کیتھی گڑبڑا گئی۔ "دراصل تم سگریٹ کو بہت برا سمجھتے تھے نا اس لئے مجھے حیرت ہورہی تھی۔"

"آدمی کے خیالات تبدیل بھی ہوسکتے ہیں" میں نے بے پروائی سے کہا۔ جنرل ٹیرس بھی اس تبدیلی پر حیران تھا مگر اس نے کچھ کہا نہیں "ہاں تو جنرل تم اس بات پر حیران ہورہے ہو کہ میں تمہارے تمام اقدامات سے قبل گوٹے بل سے نکل چکا تھا اور مجھے اس وقت حیرت کا سامنا کرنا پڑا جب بغداد ائرپورٹ پر پہنچتے ہی مجھے دوبارہ گھیر لیا گیا۔ اپنی دانست میں تو میں ان لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل گیا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں یا میرا کوئی ساتھی ان لوگوں کی نظروں میں آگیا تھا ورنہ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ اس کے گروہ کے آدمی ائرپورٹ پر پہلے سے موجود ہوتے۔ بہرحال میں اسے وہاں بھی جل دینے میں کامیاب ہوگیا لیکن اس کے بعد آنکھ مچولی کا طویل سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس کا گروہ بہت منظم اور سائنٹفک تھا جس کا صفایا کرنے میں مجھے دانتوں پسینے آگئے مگر کسی نہ کسی طرح میں اس کا قلع قمع کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا اور اس طرف سے فراغت پانے کے بعد میں نے سیدھا یہاں کا رخ کیا۔"

"میں یہ بات ہرگز نہیں مان سکتی کہ کئی مہینوں کے دوران تمہیں فون کرنے کا ایک بھی موقع نہیں ملا" کیتھی براؤن برا مان کر بولی "ایک فون کرنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔"

"موقع ملا تھا کیتھی!" میں نے سنجیدگی سے کہا "لیکن میں چونکہ ایک فون کال کا حشر دیکھ چکا تھا اس لئے میری ہمت نہیں ہوئی تھی۔"

کیتھی براؤن جھینپ گئی اور جنرل ٹیرس نے کہا "تم نے ٹھیک کیا علی! اس گروہ کا قلع قمع کرنے سے قبل تمہارا محتاط رہنا فطری بات تھی۔ اس کے لئے تمہیں الزام نہیں دیا جاسکتا۔"

"میں اور علی پہلے بھی کئی بار مشکلات سے دوچار ہوئے ہیں لیکن اس بار تو انتہا ہوگئی" نکیتا نے کہا "ہمیں یقین نہیں ہوتا تھا کہ اگلے روز کا سورج دیکھنے کو ملے گا بھی کہ نہیں۔"

"تم دونوں ہی بہت باصلاحیت ہو" جنرل نے کہا "مجھے فخر ہے کہ اتنے باصلاحیت لوگ مجھے اپنا دوست سمجھتے ہیں لیکن آدمی کو اپنے لئے فرصت کے کچھ لمحات بھی نکالنے چاہئیں۔"

"اب فرصت ہی تو ہے جنرل!" میں نے مسکرا کر کہا "اور فرصت کے لمحات گزارنے کے لئے ٹیرس محل سے زیادہ بہتر جگہ اور کون سی ہوسکتی ہے؟"

"کوئی فرصت ورصت نہیں ہے" کیتھی براؤن منہ بنا کر بولی "چند روز بعد پھر تمہیں کوئی کام یاد آجائے گا۔"

تلواروں سے ملک فتح کیے جاسکتے ہیں دل نہیں
مگر جو دلوں کو فتح کرلیتے ہیں وہی فاتح زمانہ کہلاتے ہیں
دلوں کو فتح کرنے والے بزرگان دین کے ایمان افروز حالات زندگی پر مشتمل کتاب
قیمت
روپے
اس کتاب میں شامل چند مضامین کی جھلکیاں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہم جیسے لوگوں کو آرام کے چند روز مل جائیں تو ہم نہیں بھی غنیمت سمجھتے ہیں" میں نے کہا۔

"تمہاری خاطر میں اتنا کرسکتی ہوں کہ علی کو ایک ہفتے یہاں قیام کرنے کے لئے رضامند کرلوں" نکتیا بولی۔

"ایک ہفتہ تو یوں ہی گزر جائے گا" جنرل ٹیرس نے کہا "کیا تمہیں معلوم نہیں کہ گوٹے بل میں عرب مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کانفرنس کی منعقد ہورہی ہے۔"

"نہیں" میں نے چونک کر کہا "مجھے اتنا موقع ہی نہیں ملا کہ اخبار پڑھ سکوں۔"

"ہاں میرے دوست! میں تمہارے مشن کی طرف سے غافل نہیں ہوں اور مجھ سے جس حد تک بھی ہوسکے گا تمہارے مشن کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتا رہوں گا۔"

"مجھے بے حد خوشی ہوئی جنرل! لیکن اس کانفرنس کا ایجنڈا کیا ہے؟"

"بنیادی طور پر اس کا مقصد یہ ہے کہ اسرائیل کے خلاف کوئی مشترکہ لائحہ عمل اختیار کیا جائے جس پر تمام ممالک سختی سے عمل کریں۔ اس سے قبل بھی ایسی کئی کوششیں ہوئی ہیں جو سب کی سب ناکام ہوگئیں۔ ایک بار عرب ممالک نے تیل کو بطور ہتھیار استعمال کیا تھا مگر بعض ممالک کے عدم تعاون کی وجہ سے وہ اقدام بھی غیر مؤثر ہوگیا تھا۔ اب شہزادہ صائم نے اتحاد کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس سلسلے میں کوششیں کی ہیں جن کے مثبت نتائج بر آمد ہوئے ہیں۔"

"تب تو تمہاری مصروفیات بہت بڑھی ہوئی ہوں گی" میں نے کہا۔

"ہاں" جنرل ٹیرس بولا "اور اسی دوران گوٹے بل سمندری طوفان کی زد میں بھی آگیا جس کے نتیجے میں ساحلی علاقوں میں خاصا جانی ومالی نقصان ہوا ہے۔ میری توجہ دو اطراف میں بٹ گئی تھی۔ امدادی کاموں کی نگرانی خود کرنا بھی میں اپنی ذمے داری سمجھتا ہوں لیکن اب تم آگئے ہو تو مجھے ڈھارس ہوئی ہے۔ تم میرے ساتھ ہوگے تو مجھے مفید مشورے بھی دے سکوگے۔"

"بلاشبہ ایسے مواقع پر میزبان ملک کی پوزیشن بڑی نازک ہوتی ہے۔ اگر خدانخواستہ کسی ایک بھی مہمان کو کوئی گزند پہنچ جائے تو میزبان ملک کی بہت بدنامی ہوتی ہے۔"

"جنرل کی مدد کرکے ہمیں دلی خوشی ہوگی" نکتیا نے کہا "اس کام میں میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گی علی! تاکہ ہم بہتر سے بہتر حفاظتی انتظامات کرسکیں۔"

"مجھے یقین ہے کہ ہمیں جنرل کو کوئی مشورہ دینے کی ضرورت نہیں پڑے گی اس لئے کہ جنرل نے اس کی کوئی گنجائش چھوڑی ہی نہیں ہوگی، تاہم حفاظتی انتظامات کا جائزہ لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"ظاہر ہے علی! اس وقت مجھے بہت بڑی ذمے داری کا سامنا ہے اس لئے میں نے کوشش کی ہے کہ حفاظتی انتظامات میں کوئی کسر نہ رہنے پائے۔ میں نے یہاں تک اہتمام کیا ہے کہ حفاظتی انتظامات کی نوعیت کے بارے میں بھی چند افراد کو ہی علم ہے۔"

"اوہو" نکتیا کے چہرے پر دلچسپی کے تاثرات ابھر آئے "یہ تم نے بہت اچھا کیا جنرل! دشمن حفاظتی انتظامات کی نوعیت سے واقف ہوئے بغیر ان کا توڑ نہیں کرسکتا۔"

"یہ بات تو یقینی ہے کہ ہمارے حفاظتی انتظامات ظاہر نہیں ہوسکتے۔ اس لئے کہ ان کی نوعیت کے بارے میں گنتی کے چند افراد ہی جانتے ہیں اور وہ سب کے سب انتہائی خاص افراد ہیں۔"

"کیا تم ہمیں بھی انتظامات سے آگاہ نہیں کروگے؟" نکتیا نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے صبری تھی جو مد مقابل کو مشکوک بھی کرسکتی تھی۔ اگر جنرل ٹیرس کی جگہ کوئی اور ہو تو یقینا نکتیا کے اس انداز پر چونک پڑتا مگر جنرل ٹیرس خوش ہوا۔ خوشی کی وجہ یہ تھی کہ اس کے خیال میں ہم اس میں دلچسپی لے کر اس کی مدد پر آمادہ تھے۔

تمام وزرائے خارجہ اور ان کے ساتھ آنے والے وفد کے اراکین کی آمدورفت کے لئے فوجی ائرپورٹ استعمال ہوگا۔ انہیں اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرایا جائے گا اور کانفرنس کا انعقاد نیشنل اسمبلی ہال میں ہوگا۔ حفاظتی انتظامات کے لئے پولیس پر انحصار نہیں کیا گیا ہے اور اصل کام فوج کے سپرد ہے۔ عام حالات میں فوج کو زحمت دینے کی ضرورت نہ پڑتی لیکن چونکہ یہ کانفرنس بنیادی طور پر اسرائیل کے خلاف ہے اس لئے ہمیں خطرہ ہے کہ وہ اسے سبوتاژ کرنے کے لئے کسی حد تک بھی جاسکتے ہیں۔ یہی سوچ کر میں نے فوج کی مدد لی ہے۔ فرض کرو، کانفرنس کے کسی بھی مندوب کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو ممکن ہے کانفرنس کا انعقاد ہی خطرے میں پڑجائے اور یہ امر تو یقینی ہے کہ آئندہ اس قسم کی کوئی کانفرنس منعقد ہو ہی نہیں سکے گی۔"

"میں تمہاری بات کاٹ رہا ہوں جنرل! لیکن جہاں تک کانفرنس کے کسی مندوب کو نقصان پہنچنے کا تعلق ہے تو صیہونی ایجنٹ کسی مندوب کو اس کے اپنے ملک میں نقصان نہیں پہنچا سکتے؟"

"بالکل پہنچا سکتے ہیں لیکن اس سے ان کا مقصد تو حل نہیں ہوسکے گا۔ ایک وزیر خارجہ کی جگہ دوسرا وزیر خارجہ لے لے گا جبکہ یہاں اگر کسی کو کوئی نقصان پہنچا تو اس کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ اسے یہ نقصان کانفرنس میں شرکت کرنے کی وجہ سے پہنچا ہے۔ اس تاثر کے نتیجے میں ہی آئندہ کے لئے خوف وہراس پیدا ہوگا۔ کیا خیال ہے، کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"تمہارا تجزیہ بالکل درست ہے جنرل!" میں نے اثبات میں سرہلایا "ہاں، تو تم حفاظتی انتظامات کے بارے میں بتا رہے تھے؟"

"ہم نے حفاظتی انتظامات کی بنیاد یہ بنائی ہے کہ باہر کا کوئی آدمی ہمارے درمیان نہیں آسکتا" جنرل ٹیرس نے کہا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ تہذیب کے میک اپ میں نکتیا دراصل رینڈل کی ایجنٹ ہے "البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ ہمارے کسی آدمی کو توڑ لیں یا خرید لیں۔ چنانچہ اگر تخریب کاری کا کوئی امکان ہے تو اس طرف سے ہے اور ہمیں اس کا تدارک کرنا ہے۔"

جنرل ٹیرس بڑا حقیقت پسندانہ تجزیہ کررہا تھا لیکن اسے نہیں معلوم تھا دونوں خطرناک امکانات حقیقت کا روپ دھار چکے ہیں۔

"اگر کوئی قابل اعتماد شخص تخریب کاری پر آمادہ ہوجائے تو اسے روکنا مشکل ثابت ہوتا ہے اور یہ بات طے ہے کہ تخریب کاری کے لئے آتشیں ہتھیار لازمی ہیں۔ ہم نے طے کیا ہے کہ اسمبلی کی عمارت کے اندر مسلح محافظ بھی داخل نہیں ہوں گے اور عمارت کے اندر داخل ہونے والے ہر شخص کی تلاشی لی جائے گی۔ چونکہ بعض ہتھیار ایسے خفیہ ہوتے ہیں جنہیں شناخت بھی نہیں کیا جاسکتا اس لئے آتشیں اسلحے کا سراغ لگانے والے آلات سے بھی کام لیا جائے گا۔"

"میں نے سنا ہے اب ایسی ایجادات بھی ہوگئی ہیں جو اسلحے کا سراغ لگانے والے آلات کی کارکردگی میں خلل ڈال دیتی ہیں" میں نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے" جنرل مسکرایا "اور تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ اسمبلی ہال میں جگہ جگہ ہم نے وہ جدید ترین آلہ نصب کرادیا ہے جو ڈسٹربنگ ڈیوائس کی نشان دہی کرنے کے لئے گوٹے بل کے سائنس دانوں کی کاوش کا نتیجہ ہے۔"

میں نے اور نکتیا نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

صاف ظاہر تھا کہ ایسے کسی آلے کی موجودگی میں ہماری کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوسکتی۔

"تم نے اس قدر مکمل انتظامات کئے ہیں جنرل ٹیرس کہ اس کے بعد کسی مشورے کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے" نکتیا کو کہنا پڑا۔ اگر نہ کہتی تب بھی کچھ نہ ہوتا لیکن جب آدمی کے دل میں چور ہو تو وہ خواہ مخواہ خوف زدہ ہوجاتا ہے۔

"اب اس وقت تم دونوں میرے ساتھ چلو تاکہ میں تمہیں تمام انتظامات دکھا بھی دوں۔"

"تم بھی عجیب آدمی ہو" کیتھی براؤن نے کہا "اتنے عرصے بعد تو ان دونوں سے ملاقات ہوئی ہے اور تم انہیں فوراً ہی کام میں الجھا دینا چاہتے ہو۔"

"ہم جنرل کے کام نہیں آئیں گے تو اور کس کے کام آئیں گے کیتھی؟" میں نے کہا۔

"یہ کوئی ایسا کام نہیں ہے کہ جس کا ابھی ہونا ضروری ہو" کیتھی براؤن نے کہا "کانفرنس میں ابھی کئی روز باقی ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے، ان لوگوں کو پھر کسی وقت لے جاؤں گا، میرا جانا بہرحال ضروری ہے، کئی کام دیکھنے ہیں۔"

جنرل ٹیرس چلا گیا اور کیتھی براؤن ہمیں لے کر ٹیرس محل کے عظیم الشان ڈرائنگ روم میں آگئی۔

"ارے تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ بڈ کہاں ہے؟" کیتھی نے اچانک پوچھا۔

"وہ ابھی عراق میں ہی ہے" میں نے کہا "اور ابھی مزید کچھ عرصہ وہیں رہے گا۔"

کیتھی براؤن باتیں کرنے کے موڈ میں تھی جبکہ نکتیا مضطرب دکھائی دے رہی تھی۔ شاید اس کے اضطراب کا سبب یہ تھا کہ وہ جلد از جلد کانفرنس کو سبوتاژ کرنے کا کوئی قابل عمل طریقہ تلاش کرلینا چاہتی تھی۔

کچھ دیر بعد کیتھی براؤن نے نکتیا کی عدم دلچسپی محسوس کرلی "اوہ معاف کرنا، میں نے تم لوگوں کو جنرل کے ساتھ جانے سے اس لئے روکا تھا کہ تمہیں آرام کرنے کا موقع مل جائے مگر میں خود ہی تم سے باتیں کرنے بیٹھ گئی۔ چلو تم لوگ جاکر آرام کرو، دوپہر کے کھانے پر ملاقات ہوگی۔"

"کیسی باتیں کررہی ہو کیتھی!" میں نے کہا "تم سے باتیں کرکے تو تھکن دور ہوگی۔"

"میں دیکھ رہی ہوں کہ تہذیب پر تھکن غالب ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تمہارا کہنا ہے، تم تو آہنی اعصاب کے مالک ہو۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں تہذیب کو خواب گاہ تک چھوڑ کے واپس آرہا ہوں" میں نے ہنس کر کہا اور نکمیا کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تم واپس آجاؤ گے تو میں بور ہو جاؤں گی" نکمیا نے کہا اور صوفے کی پشت سے گردن لگالی۔

"تہذیب بہت تھکی ہوئی ہے علی! تمہیں خیال کرنا چاہئے۔ چلو جاؤ" کیتھی نے مجھے بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا "دوپہر کے کھانے پر ملاقات ہوگی۔"

میں نے نکمیا کو اٹھنے کا اشارہ کیا اور ہم دونوں اس خواب میں چلے آئے جو ٹیرس محل میں ہمارے لئے مخصوص تھی۔ میں بریف کیس اٹھانا نہیں بھولا تھا۔

"یہ کیا حماقت ہے" خواب گاہ میں پہنچتے ہی میں نے نکمیا کو ڈانٹا "تم نے کیتھی پر اپنی بے زاری کیوں ظاہر ہونے دی؟"

"اوہ، میں بہت بے چینی محسوس کر رہی تھی علی! اس کم بخت جنرل ٹیرس نے تو ہر راہ مسدود کردی ہے۔ ہم شاید کچھ بھی نہ کرسکیں۔"

"یہ سوچنا تمہارا نہیں میرا کام ہے" میں نے سخت لہجے میں کہا "کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمہاری جگہ تہذیب ہوتی تو کتنے والہانہ انداز میں کیتھی سے ملتی؟"

"میں ۔۔۔ میں جانتی ہوں" نکمیا نے بے بسی سے کہا "لیکن کیا کروں، منصوبہ ناکام ہونے کے تصور نے مجھے مضطرب کردیا تھا"

"تم اپنے ساتھ مجھے بھی مرواؤ گی" میں نے دانت پیس کر کہا "کیا تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ اگر کیتھی براؤن یا جنرل ٹیرس پر ہماری اصلیت ظاہر ہوگئی تو ٹیرس محل ہمارے لئے چوہے دان بن جائے گا؟"

"مجھے اندازہ ہے" نکمیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "آئندہ میں ان لوگوں کے سامنے نارمل رہنے کی کوشش کروں گی۔"

"تم نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کردیا ہے کہ شاید موشے ہاورڈ نے تمہیں میرے ساتھ بھیج کر غلطی کی ہے" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"کہہ تو دیا آئندہ محتاط رہوں گی" نکمیا اٹھلائی "اب کیوں ناراض ہو رہے ہو؟"

"تمہاری نادانی پر میرا خون کھول رہا ہے" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "آخر موشے ہاورڈ نے کیا سوچ کر تمہاری تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے تھے؟"

"اوہو، تم تو بہت زیادہ ناراض ہوگئے" نکمیا نے فر... کہا اور میرے نزدیک آکر میری گردن میں اپنی مرمریں باہی... حمائل کردیں۔

"ہمیں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے نکمیا!" میں نے اس کے نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے... "خواہ شہزادہ صائم ہمارے ہاتھوں سے بچ کر ہی کیوں نہ ن... جائے لیکن ہماری شخصیتیں راز میں ہی رہنی چاہئیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی! میں پہلے ہی اپنی غلطی تسل... کرچکی ہوں لیکن تمہاری ذہانت سے مجھے توقع ہے کہ تم کو... نہ کوئی راہ ضرور نکال لوگے۔"

"جنرل ٹیرس نے جو انتظامات کئے ہیں ان کے پیش نظر تو کوئی موثر منصوبہ بنانا ممکن نظر نہیں آتا۔ خود کو ظاہر کئے بغ... شہزادہ صائم کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا۔"

"تو کیا وزرائے خارجہ کی یہ کانفرنس کامیاب ہوجائے گی؟" نکمیا نے مجھ سے ہاتھ چھڑاتے ہوئے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے" میں نے کہا۔ میرے لہجے میں بھی تشویش تھی۔

"اس کانفرنس کے کامیاب انعقاد کا لازمی مطلب عظیم تر اسرائیل کے قیام کی راہ میں رکاوٹ ہوگا" نکمیا نے کہا پھر اچانک چونک کر بولی "یہاں ڈکٹافون تو پوشیدہ نہیں ہوں گے؟"

"ویسے تو تم لوگوں کی معلومات بڑی وسیع ہیں لیکن بعض اوقات تم بڑی کم علمی پر مبنی بات کرجاتی ہو۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" نکمیا بڑبڑائی "جنرل اور کیتھی تمہارے جاں نثاروں میں سے ہیں، ان سے اس قسم کی توقع نہیں کی جاسکتی۔"

"اگر یہاں ڈکٹافون پوشیدہ ہوتا تب بھی ہمارے لئے کوئی خطرہ نہیں تھا اس لئے کہ میرے پاس بریف کیس کی شکل میں ڈسٹربنگ ڈیوائس موجود ہے۔"

"اوہ واقعی!" نکمیا نے چونک کر کہا "اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا۔"

"اب تو ہمیں اپنی توجہ کوئی ایسا منصوبہ بنانے پر مرکوز کرنی ہے جس پر عمل کرکے شہزادہ صائم کا کام تمام کیا جاسکے۔"

"اس کا کام تمام کرنا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے علی! اصل بات تو یہ ہے کہ اس پر کانفرنس ہال میں حملہ کیا جانا ہے۔"

"میں سوچ رہا ہوں کہ اس معاملے میں کیوں نہ موشے ہاورڈ سے مشورہ کرلیا جائے۔"

"تمہارا خیال بالکل درست ہے علی! لیکن اس سے قبل ڈیوڈ ریان سے رابطہ قائم کرلو۔ ممکن ہے وہ کوئی مفید اور کام کی بات بتاسکے؟"

اس روز سہ پہر کے وقت ہم ڈیوڈ ریان کے پاس پہنچ گئے۔ کیتھی براؤن اور جنرل ٹیرس سے اجازت حاصل کرنا کارِ دارد تھا مگر میں نے کسی نہ کسی طرح اس سے ایک گھنٹے کی اجازت لے ہی لی تھی۔

"جی مسٹر علی!" ڈیوڈ ریان نے ہمیں اپنے آفس میں بٹھاتے ہوئے کہا "کسی مشکل کا سامنا تو نہیں کرنا پڑا؟"

میں نے نکمیا کی طرف دیکھا اور اس نے میرا اشارہ پاکے گراموفون کے ریکارڈ کی طرح بولنا شروع کردیا۔ ڈیوڈ ریان حیرت سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

"بڑی تشویش ناک باتیں بتارہی ہو، ایسی صورت حال میں بھلا میں کیا مشورہ دے سکتا ہوں۔"

"میرا خیال تو پہلے بھی یہی تھا کہ معاملہ براہِ راست موشے ہاورڈ کے گوش گزار کردیا جائے اور پھر ان سے اس سلسلے میں کوئی مشورہ طلب کیا جائے۔"

"بہت مناسب خیال ہے جناب!" ڈیوڈ ریان نے کہا "میرے ساتھ آیئے، میں موشے ہاورڈ سے آپ کی بات کرائے دیتا ہوں"

وہ مجھے اور نکمیا کو اپنے آفس سے ملحق عقبی کمرے میں لایا جہاں ایک طاقت ور ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ چند لمحوں کے اندر اندر ڈیوڈ ریان، رینڈل سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہوچکا تھا۔

"کیا بات ہے ڈیوڈ؟" دوسری طرف سے رینڈل کی سخت آواز سنائی دی "تم نے اس وقت مجھ سے کیوں رابطہ قائم کیا ہے؟"

"مسٹر علی آپ سے کوئی اہم بات کرنا چاہتے ہیں" ڈیوڈ نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے، علی سے بات کراؤ" میرا نام سن کر رینڈل کی آواز اچانک ہی نرم پڑگئی تھی۔

"مجھے افسوس ہے موشے ہاورڈ کہ میرے پاس آپ کو سنانے کے لئے کوئی اچھی خبر نہیں ہے" میں نے کہا۔

"پرواہ مت کرو علی!" رینڈل کی آواز میں بے پناہ سکون تھا "میں بری سے بری خبر سننے کے لئے بھی تیار رہوں۔"

"جنرل ٹیرس نے اس قدر مکمل حفاظتی انتظامات کر رکھے ہیں جو مجھے تو ناقابلِ شکست نظر آتے ہیں، نکمیا اور ڈیوڈ ریان کا بھی یہی خیال ہے۔ اب مجھے تمہارا مشورہ درکار ہے۔"

"کوئی بات نہیں علی!" رینڈل نے کہا "مجھے حفاظتی انتظامات کی تفصیلات بتاؤ تبھی میں کوئی مشورہ دے سکوں گا۔"

"سب سے زیادہ تشویش ناک بات یہ ہے کہ اس نے کانفرنس ہال میں ایسے آلات نصب کرائے ہیں جو ہتھیاروں کی نشان دہی کریں گے اور ایسے آلات بھی ہیں جو ڈسٹربنگ ڈیوائس کا سراغ بھی لگالیں گے۔"

"تمہاری پریشانی کی وجہ میری سمجھ میں آگئی علی!" رینڈل کی آواز آئی "لیکن کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ موقع پاکر تم ان آلات کو ہٹا ہی دو؟"

"اگر ایسا ممکن ہوتا تو تمہیں زحمت دینے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے کہا "میں خود ہی یہ کام نہ کرگزرتا۔"

"بہرحال یہ بات حیران کن ہے کہ جنرل ٹیرس کے پاس ایسے آلات کہاں سے آگئے۔ ایسے آلات تو ہمارے پاس بھی نہیں ہیں"

"اس کا کہنا ہے کہ یہ آلات اس نے خصوصی طور پر گوٹے بل کے سائنس دانوں سے فرمائش کرکے تیار کرائے ہیں۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب گوٹے بل کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا پڑے گا۔"

"وہ بعد میں سوچنا، اس وقت تو یہ مسئلہ اہم ہے کہ کیا اس صورت حال کا کوئی توڑ ہے؟"

"مجھے افسوس ہے علی! فوری طور پر تو ہمارے پاس کوئی توڑ نہیں ہے لیکن اس سلسلے میں کوششیں کی جاسکتی ہیں۔ اس کے لئے مجھے اپنے سائنس دانوں سے بات کرنی پڑے گی۔"

"جو کچھ بھی کرنا ہے جلدی کریں موشے ہاورڈ!" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا "اگر اس کا کوئی توڑ جلد از جلد تیار ہوسکے تو اچھا ہے۔ اس لئے کہ مجھے بھی کام کرنے کے لئے کچھ وقت درکار ہوگا۔"

"ٹھیک ہے علی! تم انتظار کرو، میں آدھے گھنٹے کے اندر تم سے رابطہ کرتا ہوں" رینڈل نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کردیئے۔

"سچی بات تو یہ ہے مسٹر علی کہ گوٹے بل کے سائنس دانوں سے اتنی بڑی توقع نہیں کی جاسکتی" ڈیوڈ ریان نے کہا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جنرل ٹیرس نے آپ سے بلف کیا ہو؟"

"بچوں کی سی باتیں مت کرو ڈیوڈ!" کمنیا نے منہ بگاڑ کر کہا "کیا تمہیں گوٹے بل کی آب و ہوا راس نہیں آئی۔ جنرل ٹیرس کو بھلا علی یار خان سے بلف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

ڈیوڈ جھینپ گیا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ روانی میں اس کے منہ سے ایک انتہائی غلط بات نکل گئی ہے۔

"میں آپ لوگوں کے لئے کافی منگاتا ہوں" اس نے اپنی جھینپ مٹانے کے لئے موضوع بدلنے کی کوشش کی اور پھر خود ہی اٹھ کر کمرے سے نکل گیا۔

"ڈیوڈ ریان کو میں ایک بہت ذہین آدمی کی حیثیت سے جانتی ہوں" کمنیا نے کہا "لیکن تم نے سنا اس نے اس وقت کس قدر احمقانہ بات کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوٹے بل کی آب و ہوا نے اس کی ذہانت کو زنگ لگا دیا ہے۔"

"یہ ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بعض اوقات ذہین آدمی کے منہ سے بھی کوئی احمقانہ بات نکل سکتی ہے۔ اور پھر کیا ضروری ہے کہ وہ میرے اور جنرل ٹیرس کے تعلقات کی نوعیت سے بھی پوری طرح واقف ہو۔"

ڈیوڈ ایک بیرے کے ساتھ واپس آیا جو ہمارے سامنے کافی پاٹ اور پیالیاں رکھ کر واپس چلا گیا۔

"سنا تو یہی گیا ہے کہ جنرل ٹیرس اور مسٹر علی کے تعلقات مثالی نوعیت کے ہیں" ڈیوڈ ریان نے کافی بناتے ہوئے کہا "لیکن بعض اوقات جب آدمی کوئی بات چھپانا چاہتا ہے تو اپنے قریب ترین آدمی سے بھی چھپا لیتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو مسٹر ڈیوڈ!" کمنیا کے کچھ کہنے سے قبل ہی میں بول پڑا "انسانی رویئے کے بارے میں کوئی بات بھی یقین سے نہیں کہی جا سکتی لیکن جنرل ٹیرس نے ہم سے غلط بیانی نہیں کی ہے۔"

کمنیا خاموش رہی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ میں ڈیوڈ سے بحث میں نہیں الجھنا چاہتا۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ٹرانسیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ رینڈل نے رابطہ قائم کیا تھا۔

"کیمیکل بم استعمال کرنا ہو گا علی!" رینڈل کہہ رہا تھا "یہ مخصوص قسم کے کیمیکل بم ہیں جن کا خول پلاسٹک کا ہے اور تم انہیں ایک طرح سے ٹائم بم بھی کہہ سکتے ہو۔ اس لئے کہ ان میں ٹائمر بھی نصب ہوتا ہے۔ وقت معینہ پر ان کے اندر کیمیکل ری ایکشن شروع ہو جاتا ہے اور ان میں سے گیس خارج ہونے لگتی ہے۔ میں تمہارے لئے ایسے بم بنوا دوں گا جو انتہائی مہلک گیس خارج کریں گے اور چند لمحوں کے اندر اندر کسی بھی جاندار کو ہلاک کر سکیں گے۔"

"تمہیں چاہئے تھا کہ پہلے ہی بم میرے حوالے کر دیتے۔ مجھے خواہ مخواہ ذہنی کوفت اٹھانا پڑی" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

رینڈل ہنسا "تم غلط سمجھ رہے ہو علی! اگر پہلے اس قسم کے بم ہمارے پاس ہوتے تو ہم ضرور تمہارے حوالے کر دیتے لیکن یہ تو تازہ ترین نظریہ ہے جس پر کام شروع کرایا گیا ہے۔"

"جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے اس کے بارے میں تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ہمارے پاس بہترین دماغ موجود ہیں۔ جب میں نے ان کے سامنے موجودہ مسئلہ رکھا تو ان میں سے ایک نے یہ نظریہ پیش کیا اور دوسرے اس سے فوراً ہی متفق بھی ہو گئے۔ انہیں یقین ہے کہ اس میں ناکامی کا ایک فیصد بھی امکان نہیں ہے اس لئے کہ اس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے اور یہ بہت سادہ طریقے سے کام کرنے والا بم ہو گا جس سے کوئی دھماکا نہیں ہو گا۔ کوئی ٹوٹ پھوٹ نہیں ہو گی، کسی کو پتا نہیں چلے گا اور نہایت خاموشی سے آدمی موت کی آغوش میں چلا جائے گا۔"

"تو پھر یہ بم مجھے کب تک مل جائیں گے؟"

"زیادہ سے زیادہ کل شام تک" رینڈل نے کہا "کل شام کو اسی وقت تم ڈیوڈ سے بم حاصل کر سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے موشے ہاورڈ!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میری انتہائی کوشش ہو گی کہ میں اسے محفوظ طریقے سے کانفرنس ہال میں چھپا دوں۔"

"میں تمہاری کامیابی کے لئے دعاگو ہوں علی!" رینڈل نے کہا "تمہیں جب بھی ضرورت پڑے مجھے زحمت دے سکتے ہو۔"

"تہذیب اور بڈ کس حال میں ہیں موشے ہاورڈ!" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"انہیں یہاں کوئی پریشانی نہیں ہے اور نہ ہو گی، اس مہم کے بعد تم ان سے ملاقات کر سکو گے۔"

"ان دونوں کے بغیر میں خود کو ادھورا محسوس کرتا ہوں۔ وہ میرے ساتھ ہوتے تو میں یہ کام بڑی آسانی سے کر سکتا تھا۔"

"تم خود سمجھ سکتے ہو علی کہ ہم اپنا راز افشا کر کے خطرہ مول نہیں لے سکتے۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی میری مرضی کے خلاف کوئی حرکت کر سکتا ہے۔"

"یہ بات تم زیادہ سے زیادہ بڈ کے بارے میں کہہ سکتے ہو۔ تہذیب کی طرف سے ہر وقت خطرہ ہی لگا رہے گا اور اگر میں نے بڈ کو بھیج دیا تو تہذیب اکیلی رہ جائے گی۔"

"نہیں موشے ہاورڈ!" میں نے تیزی سے کہا "بڈ کو بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ ان دونوں کی طرف سے خطرہ ٹل جائے۔"

"تم اس مہم سے فارغ ہو جاؤ پھر ہم اس مسئلے پر گفتگو کریں گے" رینڈل نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

"کیا تمہارے آدمیوں میں کوئی ایسا شخص نہیں مل سکتا جو بڈ کا متبادل ثابت ہو سکے" میں نے ڈیوڈ سے کہا۔

"میں نے تو پوری لسٹ آپ کے حوالے کر دی تھی مسٹر علی! اور میرے خیال میں ان میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ہے۔"

"کچھ ایسے لوگ بھی تو ہوں گے جو گوٹے بل کے مختلف علاقوں میں سرگرم عمل ہوں گے۔"

"نہیں مسٹر علی! فی الوقت ہم نے مکمل طور پر خاموشی اختیار کر لی ہے۔ وزرائے خارجہ کانفرنس کے انعقاد کے بعد ہم دوبارہ سرگرم عمل ہوں گے۔"

"خیر میں دیکھوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ڈیوڈ ریان بھی ہمارے ساتھ ہی اٹھا "چلئے میں آپ کو نیچے تک چھوڑ آؤں۔"

"ہمارے ساتھ تمہارا زیادہ منظر عام پر آنا ٹھیک نہیں ہے" کمنیا نے کہا۔

"آپ لوگ اسٹیٹ کے مہمان ہیں، ہمارے ہوٹل میں قیام کر چکے ہیں۔ اگر میں آپ کو کار تک چھوڑنے نہ جاؤں تو ہوٹل کی انتظامیہ میرے خلاف کارروائی بھی کر سکتی ہے۔"

"ڈیوڈ ٹھیک کہہ رہا ہے کمنیا! اسے اپنی ذمے داریاں پوری کرنے دو۔"

ڈیوڈ ہمیں پارکنگ تک چھوڑنے آیا۔ وہ بہت الرٹ نظر آ رہا تھا اور اس کا انداز ایسا تھا جیسے ہمارا باڈی گارڈ ہو۔

"تم بہت فرض شناس ملازم ہو ڈیوڈ!" میں نے کار اسٹارٹ کرتے وقت مسکرا کر کہا "مجھے امید ہے کہ تم بہت ترقی کرو گے۔"

ڈیوڈ جواب میں بڑے ادب سے جھکا اور مسکرا کر بولا "کل شام کو اسی وقت ملاقات ہو گی جناب!"

میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ شام کے پانچ بج چکے تھے مگر گوٹے بل کے موسم میں ابھی تک افریقہ کے آگ برساتے ہوئے سورج کی تمازت موجود تھی۔ ایئر کنڈیشنڈ کار کی اگلی نشست پر کمنیا میرے برابر بیٹھی تھی۔

"گزشتہ کئی روز سے میں ایک ہی بات سوچے جا رہی ہوں علی!" اچانک کمنیا نے کہا "اور وہ یہ کہ اگر تم ان راہوں پر نہ آئے ہوتے تو بہت بڑے آدمی ہوتے۔"

"اوہو" میں نے بڑی حیرت سے کہا "کیا اب تم مجھے چھوٹا آدمی سمجھتی ہو۔"

"میرا مطلب تھا کہ تم بہت کامیاب آدمی ہوتے، بے انتہا دولت مند۔"

"دولت مند تو میں اب بھی ہوں کمنیا! مجھے تمہاری محبت کی دولت میسر ہے میں خود کو بہت خوش قسمت تصور کرتا ہوں۔"

"خوش قسمت تو تم ہو" کمنیا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "لیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں تمہاری طرف مائل ہوں۔"

"میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں" میں نے ہنس کر کہا "تم میری خوش قسمتی کی وجہ سے میری طرف مائل ہو۔"

"کیا یہ ضروری تھا کہ تم اتنی پرخطر زندگی کی طرف آتے؟" کمنیا نے افسردگی سے کہا "اور کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم اب بھی پرسکون زندگی کی طرف لوٹ جاؤ۔"

"سکون تو اسی وقت میسر آتا ہے کمنیا جب آدمی کسی نظریئے کے لئے کام کرے۔ بے مقصد زندگی بھی کوئی زندگی ہوتی ہے؟"

"کون جانے علی کہ آدمی جس نظریئے کے لئے کام کر رہا ہے وہ صحیح بھی ہے کہ نہیں۔"

"جو شخص اتنی قوت تجزیہ سے بھی محروم ہو اسے زندہ رہنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔"

"تم اپنی ہی مثال لے لو، کل تک تم جس نظریئے کے حامی تھے آج اس کے برعکس نظریئے کے لئے سرگرم عمل ہو۔"

"غلطی ہو سکتی ہے کمنیا! کسی سے بھی ہو سکتی ہے لیکن جب کسی کو اپنی غلطی کا علم ہو جائے تو اس کا ازالہ بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ دنیا میں اربوں افراد بغیر کسی نظریئے کے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ بس پیدا ہوگئے اس لئے جی رہے ہیں۔ ایسی زندگی کا کیا فائدہ جو آدمی اس لئے گزارے کہ بس اسے زندگی گزارنی ہے۔"

"ابھی تمہاری عمر بھی زیادہ نہیں ہے علی! میری بات مانو اور بقیہ زندگی سکون سے گزار دو۔"

"اچھا" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

نکتیا نے ایک ٹھنڈی سانس لی "میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ تم جوابی کارروائی کرو۔ میرا تمہارا کیا مقابلہ۔۔۔ تم اپنی مرضی کے مالک ہو، کسی کے پابند نہیں ہو، تمہیں اختیار ہے کہ چاہو تو کام کرو چاہو تو نہ کرو۔"

میں نے کار کا رخ تبدیل کردیا۔ گفتگو بہت اہم موڑ پر آگئی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ ابھی یہ گفتگو جاری رہے۔ نکتیا جس موڈ میں تھی، معلوم نہیں دوبارہ اس موڈ میں آتی یا نہ آتی۔ کار ٹیرس محل سے دور ہوتی جارہی تھی۔

"میں ایک الجھن میں مبتلا ہوں نکتیا! کیا تم وہ الجھن دور کرنے میں میری مدد کروگی؟"

"ہاں، کہو کیا بات ہے" نکتیا نے چونک کر کہا "اگر میرے بس میں ہوا تو ضرور تمہاری مدد کروں گی۔"

"طوفانی رات جو شخص میرے کاٹیج میں گھسا تھا اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔ جب جزیرہ اس قدر محفوظ ہے تو۔۔۔"

"میں خود بھی اس بارے میں غور کرتی رہی ہوں" نکتیا نے کہا "لیکن میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آیا، موشے ہاورڈ کا رویّہ بھی اس معاملے میں غیر معمولی ہے۔"

"تم نے اس شخص کی تصویر دیکھی تھی۔۔۔ کیا تم اسے پہچانتی ہو؟" میں نے کہا۔

نکتیا نے نفی میں سر ہلادیا "نہیں، اس شخص کو میں نے کبھی نہیں دیکھا، حالاں کہ میں اس جزیرے پر کام کرنے والے ہر شخص کو پہچانتی ہوں۔"

"اس نے کہا تھا کہ موشے ہاورڈ لوگوں سے جبرا کام کرا رہا ہے۔ موشے ہاورڈ نے اس بات کی تردید کردی تھی اور تم نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا لیکن اس وقت تمہاری گفتگو سے یہی تاثر ملتا ہے جیسے تم بھی جبرا اس کے لئے کام کررہی ہو۔"

"تم تو مجھے مروا دوگے علی!" نکتیا نے بوکھلا کر کہا "میں نے یہ کب کہا ہے کہ مجھ سے میری مرضی کے خلاف کام لیا جارہا ہے۔"

"تم نے جو باتیں کی ہیں ان سے اس کے علاوہ کوئی تاثر لیا ہی نہیں جاسکتا۔"

"دنیا کا ہر یہودی عظیم تر اسرائیل کے لئے اپنی بساط ... کام کرنے کے لئے مجبور ہے علی" نکتیا نے کہا "یہ ایک ... کی اخلاقی پابندی ہے جو ہم نے خود اپنے اوپر عائد کر ... ہے۔ دولت مند لوگ عملاً حصہ نہیں لیتے تو مالی امداد کر ... رہتے ہیں۔ کیا تم یقین کروگے کہ ان کی دولت کا نصف ... بھی زائد اس مد میں صرف ہوجاتا ہے اور جو دولت مند نہ ... ہیں وہ اپنی صلاحیتیں اس مشن کے لئے وقف کردیتے ہیں ... اس کے عوض معقول معاوضہ بھی مل جاتا ہے اور ... حادثے کی صورت میں ورثا کو بے سہارا بھی نہیں چھوڑ ... جاتا۔ تو یہ مجبوری ہماری ذاتی مجبوری ہے۔ کسی اور کا اس ... میں کوئی دخل نہیں ہے۔"

"حیرت ہے! پھر اس شخص کو ایسا جھوٹ بولنے کی ... ضرورت تھی جس کا کوئی سر پیر بھی نہیں ہے" میں بڑبڑایا۔

"تم کیوں اس الجھن میں گرفتار ہوتے ہو، تم تو وہاں ... سے صحیح سلامت نکل آئے اور اب تمہیں کوئی خطرہ ... نہیں ہے۔"

"کیسی باتیں کررہی ہو نکتیا! ایک شخص جانتا ہے کہ مجھ پر شخصیت کی تبدیلی کا عمل کیا گیا ہے اور اب میں اسرائیل کی حمایت میں کام کررہا ہوں اور وہ شخص جو اس راز سے واقف ہے وہ آزاد گھوم رہا ہے تو کیا میں سکون کی نیند سو سکتا ہوں۔ میرے سر پر تو تلوار لٹک رہی ہے۔ معلوم نہیں وہ شخص کب یہ راز افشا کردے۔ مجھے بتاؤ اگر ایسا ہوگیا تو میری کیا پوزیشن ہوگی؟"

"تمہارے خدشات بجا ہیں مگر یہ معاملہ اتنا پراسرار ... کہ کسی صورت حلق سے نہیں اترتا۔ آخر وہ شخص کون تھا ... اس طوفانی رات میں تمہارے کاٹیج تک اس کی رسائی کیسے ... ہوئی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے تم پر کیے گئے عمل کے ... بارے میں کس طرح علم ہوا جبکہ یہ بات عام بھی نہیں ہے۔"

"اس نے تو اس سے بھی آگے بڑھ کر بات کی تھی اور ... یہ تھی کہ شخصیت کی تبدیلی کا عمل مجھ پر کارگر نہیں ہوسکا ... ہے اور یہ بات موشے ہاورڈ کے تحت کام کرنے والے بعض ... افراد کے علم میں بھی ہے۔"

"اس کی تمام باتیں جھوٹ تھیں۔ اگر ایسی کوئی بات ... ہوتی تو سب سے پہلے میرے علم میں آتی۔ بل فائٹنگ کے ... مقابلے کے بعد تمہارے جو چیک اپ ہوئے تھے اس میں ... چیز بھی چیک کی گئی تھی۔"

میں چونک پڑا "اوہو، لیکن اس وقت تو مجھے یہ بات نہیں بتائی گئی تھی۔"

"تم کسی سے اس بات کا تذکرہ مت کرنا" نکتیا کے لہجے میں خوف تھا "میرے منہ سے یہ بات غلطی سے نکل گئی ورنہ موشے ہاورڈ نے ہمیں یہ بات ظاہر کرنے سے منع کردیا تھا۔"

"میں ایسی کوئی بات ظاہر نہیں کرسکتا نکتیا جس سے تمہیں نقصان پہنچنے کا ذرا سا بھی احتمال ہو۔"

"میں تمہاری شکر گزار ہوں علی کہ تم مجھے اتنی اہمیت دیتے ہو" نکتیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں تمہیں اہمیت دیتا نہیں ہوں نکتیا بلکہ تمہاری اہمیت ہے اور میں تمہارے معاملے میں خود کو بالکل بے بس محسوس کرتا ہوں۔"

ہم اس وقت گوٹے بل کی ایک بڑی شاہراہ سے گزر رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب گاڑی واپس موڑ لینی چاہئے۔ کیتھی براؤن اور جنرل ٹیرس ہمارا انتظار کررہے ہوں گے۔ اگر ہم پرائیویٹ نمبر پلیٹ والی کار میں سوار نہ ہوتے تو اتنی آزادی سے سفر نہیں کرسکتے تھے لیکن اس کے باوجود ہم لوگوں کی توجہ کا مرکز بن رہے تھے۔ گوٹے بل میں اتنی شاندار کاریں شاذونادر ہی تھیں۔

اور پھر وہ قیمتی کار تباہ ہوگئی۔ اسی شاہراہ کے ایک سگنل سے گزرتے وقت مخالف سمت سے آنے والی ایک تیز رفتار کار سگنل توڑتی ہوئی آئی اور عین چوراہے کے وسط میں وہ کار پوری قوت سے میری کار کے اگلے حصے سے ٹکرائی۔ میں نے فل بریک لگا کر اس تصادم سے بچنے کی کوشش کی تھی وہ بس اسی حد تک کامیاب ہوسکی کہ نکتیا بچ گئی۔ میں نے بریک نہ لگائے ہوتے تو کار کے اگلے حصے کے بجائے وہ حصہ زد میں آتا جہاں نکتیا بیٹھی تھی اور ٹکر جتنی شدت سے ہوئی تھی اس کے پیش نظر نکتیا کی زندگی بھی خطرے میں پڑسکتی تھی۔

تصادم کے نتیجے میں ایک زوردار دھماکا ہوا اور چاروں طرف کاروں کے بریک چرچرانے کی صدائیں گونجنے لگیں۔ فل بریک لگنے سے کار کو جو دھچکا لگا تھا اس کے نتیجے میں نکتیا کا سر بڑے زور سے ونڈ اسکرین سے ٹکرایا تھا اور اس کے فوراً بعد جو تصادم ہوا اس سے میری کار چوک کے وسط میں واقع ٹریفک سگنل کے چبوترے سے ٹکرائی اور نکتیا اچھل کر میری گود میں آپڑی جبکہ دوسری کار کسی کھلونے کی مانند قلابازیاں کھانے لگی تھی۔ مخالف سمت فٹ پاتھ پر چڑھنے سے کئی گاڑیاں اور ایک موٹر سائیکل بھی اس کی زد میں آگئی تھی۔

چاروں طرف سے راہ گیر دوڑ پڑے تھے۔ ٹریفک بالکل جام ہوکر رہ گیا تھا۔ مجھے تو خیر معمولی سے دھچکے لگے تھے البتہ نکتیا کے ذرا زیادہ چوٹیں آگئی تھیں اور وہ بے ہوش بھی ہوگئی تھی۔ میں نے اسے اپنے اوپر سے ہٹایا اور احتیاط سے سیٹ پر لٹادیا۔ اسی اثنا میں ٹریفک کانسٹیبل کار کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔

"آپ کی ساتھی زخمی ہوگئی ہیں جناب!" اس نے کار کے اندر جھانکتے ہوئے کہا "ایمبولینس کے لئے فون کردیا گیا ہے جناب اور ایمبولینس کسی بھی لمحے یہاں پہنچنے والی ہوگی، آپ کے تو زیادہ چوٹیں نہیں آئیں؟"

"نہیں" میں نے دروازہ کھول کر کار سے باہر نکلتے ہوئے کہا "دوسری کار کے ڈرائیور کا کیا بنا؟"

"بہت بری طرح سے زخمی ہوا ہے جناب! اسے کسی طرح سے کھینچ کھانچ کر کار سے باہر تو نکال لیا گیا ہے مگر شاید ہی بچ سکے۔"

کانسٹیبل کا جملہ ختم ہونے سے قبل ہی ایمبولینس کے سائرن کی آواز سنائی دی۔ ٹریفک جام ہونے کی وجہ سے ایمبولینس کو متاثرہ مقام تک پہنچنے میں کسی قدر دشواری پیش آئی تھی۔ پھر دونوں زخمیوں یعنی دوسری کار کے ڈرائیور اور نکتیا کو بڑی تیزی سے ایمبولینس میں منتقل کردیا گیا۔ میں بھی جھپٹ کر ایمبولینس کے عقبی حصے میں گھس گیا تھا۔ دوسری کار کا ڈرائیور واقعی بہت بری طرح زخمی ہوا تھا۔ اس کی سانسیں بھی ٹوٹ رہی تھیں۔ ایمبولینس کے عقبی حصے میں موجود ڈاکٹر نے زخمی ڈرائیور کے پلازما کی ڈرپ لگادی تھی اور ایک انجکشن بھی دیا تھا پھر وہ نکتیا کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"اس کی حالت تشویش ناک نہیں ہے" میں نے کہا "بس اسے معمولی سی مرہم پٹی کی ضرورت ہے۔"

"مجھے اپنا فرض پورا کرنے دیجئے" ڈاکٹر نے بڑی بے رخی سے کہا اور نکتیا کا معائنہ کرنے لگا۔

"یہ صدمے سے بے ہوش ہوگئی ہیں" ڈاکٹر نے سر اٹھاتے ہوئے کہا "سر کی چوٹ معمولی نوعیت کی ہے، انہیں اسپتال میں رکنا نہیں پڑے گا۔"

میں نے دوسری کار کے ڈرائیور کو غور سے دیکھا جو اسٹریچر پر پڑا تھا۔ اس کی عمر بمشکل اٹھائیس برس رہی ہوگی۔ معلوم نہیں وہ اتنی تیز رفتاری سے کیوں ڈرائیونگ کررہا تھا۔

ایمبولینس سرکاری اسپتال کی تھی جو سیدھی شعبہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حادثات کے باہر جاکر رکی اور مستعد وارڈ بوائے دونوں زخمیوں کو بڑی پھرتی سے اسٹریچروں پر ڈال کر شعبہ حادثات میں لے گئے۔ کمیا کو جلد ہی ہوش آگیا تھا۔ اس کے سر پر معمولی سی بینڈیج کی گئی تھی جبکہ دوسری کار کے ڈرائیور کو طبی امداد دینے کا عمل اب تک جاری تھا۔

ڈاکٹروں نے کمیا کو چونکہ جانے کی اجازت دے دی تھی اس لئے ہم دونوں شعبہ حادثات سے باہر نکل آئے۔ ابھی ہم اسپتال کی راہداری میں ہی تھے کہ عقب سے کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ذرا ایک منٹ بات سنئے گا جناب!" میں نے ایک نرم آواز سنی مگر میں بڑے جارحانہ انداز میں پلٹا۔ چھو کر متوجہ کرنے کا عمل انتہائی غیر اخلاقی ہوتا ہے۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔ میرا مخاطب درمیانہ قد کا مالک ایک سیاہ فام نوجوان تھا۔

"حادثہ آپ ہی کی کار کو پیش آیا تھا جناب" اس نے بڑے شائستہ لہجے میں کہا' سوال اس نے مجھ سے کیا تھا مگر اس کی نظریں کمیا کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"ہاں" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"کیا آپ دونوں حضرات ذرا دیر کے لئے میرے ساتھ چلنے کی زحمت کریں گے؟"

"نہیں" میں نے صفائی سے کہا اور کمیا کا ہاتھ پکڑ کر اسے چلنے کا اشارہ کیا۔

"مجھ سے عدم تعاون کا مظاہرہ کرکے آپ اپنی مشکلات میں اضافہ کریں گے' بہتر یہ ہے کہ میرے ساتھ چلے چلیں۔"

"جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم کون ہو' میں تم سے کسی قسم کا تعاون نہیں کرسکوں گا۔"

اس نے جیب میں سے اپنا پرس نکالا اور اسے کھول کر میری طرف بڑھادیا جہاں اس کا شناختی کارڈ نظر آرہا تھا۔ اس کا تعلق سی آئی ڈی سے تھا۔

"اوہ۔" میں نے مسکرا کر کہا "چلو کہاں چلنا ہے' میں تم سے ہر طرح تعاون کروں گا۔"

وہ مجھے اسپتال میں ہی واقع ایک چھوٹے سے کمرے میں لایا۔ کمرے میں رکھے ہوئے سازوسامان سے ہی ظاہر ہورہا تھا کہ وہ رپورٹنگ سینٹر ہے۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ دونوں مقامی باشندے نہیں ہیں" اس نے ہمیں کرسیوں پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"تمہارا اندازہ بالکل درست ہے سارجنٹ!" میں نے مسکرا کر کہا "ہم مقامی باشندے نہیں ہیں۔"

"پاسپورٹ دکھایئے" اس نے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"پاسپورٹ!" میں نے حیرت سے کہا "وہ تو اس وقت ہمارے پاس موجود نہیں ہیں۔"

"کیوں نہیں ہیں؟" اس نے خشک لہجے میں کہا "کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ غیر ملکیوں کا بغیر پاسپورٹ گھومنا جرم ہے؟"

"نہیں" میں نے نفی میں سر ہلایا "مجھے تو یہ بات معلوم نہیں ہے۔"

"آپ کے خلاف مقدمہ درج ہوگا۔ آپ لوگ قانون شکنی کے مرتکب ہوئے ہیں" اس نے ایک رجسٹر کھولتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے" کمیا نے غصیلے لہجے میں کہا "میں زخمی ہوں' مجھ سے ہمدردی کرنے کے بجائے تم ہمیں ہراساں کرنے کی کوشش کررہے ہو۔"

"کوشش نہیں کررہا ہوں خاتون! بلکہ مجھے آپ پر غیر ملکی ایجنٹ ہونے کا بھی شبہ ہے' جائے وقوعہ سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے سگنل توڑا تھا جس سے یہ حادثہ رونما ہوا ہے۔"

"اگر ہم نے سگنل توڑا تھا تو ڈیوٹی پر موجود کانسٹیبل نے ہمیں کیوں چھوڑ دیا؟"

"اس نے آپ لوگوں کو کب چھوڑا۔ آپ لوگ تو وہاں سے فرار ہوگئے تھے۔ آپ کے خلاف رپورٹ درج کرائی جاچکی ہے"

میں بڑے غور سے اسے دیکھ رہا تھا "کیا تمہیں اتنا نہیں معلوم کہ اگر تم ہمارے ساتھ اسی قسم کا سلوک کرو گے تو ہمارے ملک کا سفارت خانہ خاموش نہیں رہے گا۔"

"وہ بعد کی بات ہے" اس نے بے پروائی سے کہا "فی الحال تو تمہیں لاک اپ میں ڈال دیا جائے گا۔ اخبارات میں تمہاری تصویریں چھپیں گی تو پتا چلے گا۔"

میرا خون کھولنے لگا تھا جبکہ کمیا غصے میں آپے سے باہر ہوگئی تھی۔

"تم انہیں بتاتے کیوں نہیں کہ ہم کون ہیں؟" اس نے بڑے غصیلے لہجے میں مجھ سے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے اس سے پرسکون رہنے کو کہا اور سارجنٹ سے بولا "دیکھو ہم شریف لوگ ہیں' ہمیں لاک اپ میں مت ڈالنا۔"

میری بات سن کر وہ فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔ انداز ایسا تھا جیسے اس نے کوئی بڑا معرکہ جیت لیا ہو۔

"تم تین عدد قانون شکنیوں کے مرتکب ہوئے ہو۔ تمہارے خلاف پرچہ ضرور کٹے گا۔"

"مجھے اجازت دو کہ میں اپنے سفارت خانے کو مطلع کردوں" میں نے ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"خبردار" اس نے میز پر سے رول اٹھاتے ہوئے کہا "یہاں کی کسی بھی چیز کو بلا اجازت ہاتھ مت لگانا۔"

میں نے ہاتھ پیچھے ہٹالیا "میں سمجھ نہیں سکا کہ تم آخر چاہتے کیا ہو؟" میں نے بے بسی سے کہا۔

"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ قانون کی خلاف ورزی کرنے پر تمہیں سزا دلوائی جائے۔"

"ہم لوگ مجرم نہیں ہیں سارجنٹ! مجرم پہلے اپنا تحفظ کرتے ہیں پھر کوئی قدم اٹھاتے ہیں "کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟"

اس نے سر کو منفی جنبش دی "یہ فیصلہ کرنا عدالت کا کام ہے کہ تم مجرم ہو یا بے قصور ــــ میں تو تمہارے خلاف رپورٹ درج کررہا ہوں' اپنے نام بتاؤ۔"

"سنو" میں نے سرگوشیانہ انداز میں کہا "کیا بچت کی کوئی صورت نہیں ہے۔"

"سوچ سمجھ کر گفتگو کرو مسٹر!" اس نے بڑے جلال سے کہا "اگر تمہارے منہ سے کوئی غیر ذمے دارانہ بات نکلی تو ایک اور چارج لگ جائے گا۔"

"اگر واقعی کوئی صورت نہیں ہے تو پھر رپورٹ ہی درج کرلو" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میں تو چاہ رہا تھا کہ ایسی صورت نکل آئے جس میں ہم دونوں کا فائدہ ہوجائے۔"

"دونوں کا فائدہ" اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "بتاؤ تمہارے ذہن میں کیا صورت ہے۔"

"دیکھو یہ تو تم جانتے ہو کہ ہم مجرم نہیں ہیں۔ ہم صرف بے جا زحمتوں سے بچنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے اگر تم ہم سے کوئی سودا کرلو۔"

"میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا" اس کا لہجہ اچانک سخت ہوگیا "تم نہیں مانے' اب مجھے رشوت کی پیش کش کرکے آخرکار تم نے خود کو مشکل میں پھنسالیا۔"

"تمہاری مرضی' جتنے چاہو مقدمات بنا ڈالو لیکن ہمارے خلاف مقدمات بنا کے تمہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔"

وہ مجھ سے رشوت لینے کے چکر میں بھی تھا مگر اس کا حوصلہ بھی نہیں ہورہا تھا لیکن جب میں نے ذرا سی بے پروائی کا مظاہرہ کیا تو اسے اپنا نقصان ہوتا نظر آیا اور اس نے کہا "دیکھو تم دونوں غیر ملکی ہو' ہم لوگ غیر ملکیوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرتے ہیں۔ تمہارے خلاف بہت سنگین الزامات ہیں' اگر ایک بار رپورٹ درج کردی گئی تو تم ملک سے باہر بھی نہیں نکل سکو گے۔"

"اگر تم کوئی صورت نکال لو تو میں تمہارا شکر گزار رہوں گا" میں نے بڑی لجاجت سے کہا۔

"ہوں" اس نے بال پین کا سرا ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا "کیا دے سکو گے؟"

"ہم سیاح لوگ ہیں' ہمارے پاس زیادہ رقم تو ہوتی نہیں اور پھر ابھی کار کا نقصان بھی پورا کرنا ہے۔"

"وہ میرا دردسر نہیں ہے" اس نے بڑی بے نیازی سے کہا "مجھ سے تو صرف کام کی بات کرو۔"

"وہی کررہا ہوں جناب! لیکن میں اندازہ نہیں کرسکتا کہ اس معاملے سے جان چھڑانے کے لئے مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"دو ہزار امریکن ڈالر" اس نے کہا اور کمیا اچھل پڑی۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا' ہمارے خلاف جھوٹے چارج لگا کر ہمیں لوٹ رہے ہو۔"

"اپنی ساتھی کو سمجھایئے جناب! ان کی باتیں آپ کی مشکلات میں اضافے کا باعث ہوسکتی ہیں۔"

"لیکن جو رقم تم نے طلب کی ہے وہ واقعی بہت زیادہ ہے" میں نے نرمی سے کہا "اتنی رقم تو ہمارے پاس نکلے گی بھی نہیں۔"

"الزامات بہت سنگین ہیں لیکن خیر! تم یہ بتاؤ کہ کتنے دے سکتے ہو؟"

"زیادہ سے زیادہ دو سو ڈالر" میں نے کہا "اس کے نتیجے میں بھی میں کنگال ہوجاؤں گا۔"

سارجنٹ نے ایک نگاہ کمرے کے بند دروازے کی طرف ڈالی اور اپنا اضطراب چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا "یہ تو بہت کم ہے لیکن تم چونکہ غیر ملکی ہو اور تم نے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی اس لئے میں تم سے یہ حقیر سی رقم قبول کررہا ہوں۔ لاؤ جلدی سے رقم نکالو" جملہ ختم کرتے کرتے اس کے لئے اپنی بے چینی چھپانا بھی مشکل ہوگیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے نہایت اطمینان سے جیب سے پرس نکالا۔ پرس امریکی ڈالرز کے بڑے نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔ اتنے بہت سے نوٹ دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ میں نے نہایت اطمینان سے پرس میں سے سو سو ڈالر کے دو نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

"معلوم نہیں تمہیں کیا ہو گیا ہے" نکمتیا بڑبڑائی "اس طرح بلیک میل ہونے کی کیا ضرورت تھی؟"

"تم تو کہہ رہے تھے تمہارے پاس زیادہ رقم نہیں ہے" سارجنٹ نے کہا مگر وہ اپنا ہاتھ نوٹوں کی طرف بڑھنے سے نہیں روک سکا تھا۔

ابھی میں کوئی جواب بھی نہیں دے پایا تھا کہ اچانک دروازہ کھلا اور وہی ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا جو ایمبولینس میں میرے ساتھ آیا تھا۔ اس وقت پوزیشن یہ تھی کہ سارجنٹ میرے ہاتھ سے نوٹ لے رہا تھا۔ ڈاکٹر بڑے طوفانی انداز میں اندر داخل ہوا تھا اور اس نے رشوت کے اس لین دین کو بڑی حیرت سے دیکھا تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو سارجنٹ کو جیسے سکتہ سا ہو گیا مگر دوسرے ہی لمحے وہ سنبھل گیا اور ڈالر تیزی سے میرے ہاتھ سے لے کر اپنی جیب میں ڈالے اور غصیلے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ کمرے میں داخل ہونے کا کون سا طریقہ ہے؟" اس نے ڈاکٹر سے درشت لہجے میں کہا "کمرے میں داخل ہونے سے قبل اجازت لینا ضروری ہوتی ہے۔"

"آپ یہاں بیٹھے ہیں جناب! اور پورے اسپتال میں ہنگامہ برپا ہے" ڈاکٹر نے سارجنٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"تم پر مداخلت بے جا کا مقدمہ بھی قائم کیا جا سکتا ہے" سارجنٹ ستھے سے اکھڑ گیا "میں نے جو کچھ کہا ہے تم نے اسے یوں نظر انداز کر دیا جیسے میں نے کوئی بکواس کی ہو۔"

"پولیس والا پولیس والا ہی رہتا ہے خواہ اس کا تعلق سی آئی ڈی سے ہی کیوں نہ ہو" میں نے کہا۔

"اپنی خیر مناؤ سارجنٹ!" ڈاکٹر نے خشک لہجے میں کہا "جن سے ابھی تم نے رشوت لی ہے یہ صدارتی مہمان ہیں۔"

سارجنٹ کے چہرے پر ہوائیاں اڑ گئیں مگر اس نے بے یقینی سے کہا "تم مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔ اگر یہ صدارتی مہمان ہوتے تو کبھی ــــ" اس نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے ورنہ وہ یہ کہنے جا رہا تھا کہ اگر یہ صدارتی مہمان ہوتے تو کبھی رشوت نہ دیتے۔

"تمہیں شاید معلوم نہیں کہ جس کار میں یہ سفر کر رہے تھے اس کا تعلق صدارتی محل سے ہے۔ جیسے ہی یہ بات معلوم ہوئی، صدارتی محل کو اطلاع بھجوائی گئی اور اس کے بعد سے جنرل ٹیرس نے سب کو کھڑ کھڑا کر رکھ دیا ہے۔"

سارجنٹ نے تھوک نگلا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان مہمانوں کو قتل کر کے ان لوگوں نے ان سے کار چھینی ہے۔"

"اور حلئے بھی انہی کے بنا لئے ہیں" ڈاکٹر نے طنزیہ لہجے میں کہا "ہوش کے ناخن لو مسٹر سارجنٹ! جنرل کے فون کے بعد سے ہم ان لوگوں کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اتفاق سے ایک وارڈ بوائے نے انہیں تمہارے ساتھ آتے دیکھا تھا اس لئے میں ادھر آنکلا۔ اب میں جا کر جنرل ٹیرس کو اطلاع کئے دیتا ہوں۔"

ڈاکٹر واپسی کے لئے پلٹا ہی تھا کہ سارجنٹ نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا "میری بات تو سنئے ڈاکٹر صاحب!" اس نے بدحواسی سے کہا "میری عزت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میں ان لوگوں سے معافی مانگ لوں گا۔"

"تمہارا جرم ناقابل معافی ہے سارجنٹ!" میں نے دبنگ انداز میں کہا "تم کسی مجرم کو بھی رشوت لے کر چھوڑ سکتے ہو اور اس سے ملکی سلامتی کو بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"میں ــــ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب پوری زندگی کبھی رشوت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھوں گا" سارجنٹ رو دینے والے انداز میں بولا۔

"چلئے ڈاکٹر صاحب! جنرل پریشان ہو رہے ہوں گے" میں نے پلٹ کر کہا" نکمتیا بھی اٹھ گئی تھی لیکن سارجنٹ جھپٹ کر میرے سامنے آ گیا۔

"مجھے معاف کرتے جائیے جناب!" اس نے رشوت واپس میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "ورنہ میں پوری زندگی سکون کا سانس نہیں لے سکوں گا۔"

اسے کوئی جواب دینے کے بجائے میں پلٹ کر فون کی طرف بڑھ گیا اور فون کا ریسیور اٹھا لیا۔ سارجنٹ نے ایک بار پھر میری طرف بڑھنے کی کوشش کی۔

"اگر یہ مجھے فون کرنے سے روکنے کی کوشش کرے تو اس کے سر پر یہ رول رسید کر سکتے ہو" میں نے ڈاکٹر سے کہا اور اس نے واقعی رول ہاتھ میں ہاتھ اٹھا لیا۔ سارجنٹ مارے خوف کے تھر تھر کانپ رہا تھا اور گڑگڑا رہا تھا مگر میں نے اس کی طرف سے کان بند کر لئے تھے۔

فون خود جنرل ٹیرس نے اٹھایا اور میری آواز سنتے ہی بولا "تم کہاں ہو علی! حادثے کی خبر سن کر تو میں بے حد پریشان ہو گیا تھا۔"

"ابھی میں اسپتال ہی میں ہوں جنرل! گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم دونوں خیریت سے ہیں۔"

"میں گاڑی روانہ کر چکا ہوں۔ اسپتال پہنچنے ہی والی ہوگی۔ فوراً میرے پاس آجاؤ، ایک بہت سنگین نوعیت کے مسئلے سے دوچار ہو گیا ہوں۔"

"خیریت تو ہے جنرل!" میں نے تشویش سے کہا۔

"فون پر نہیں، بس تم جلدی سے آجاؤ، معاملہ انتہائی پیچیدہ ہے، شاید تم بھی اسے حل نہ کر سکو۔"

"کیا بات ہو گئی؟" نکمتیا نے مجھ سے پوچھا۔ اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی غیر معمولی بات ہے۔

"محل پہنچ کر ہی پتا چلے گا، جنرل کچھ پریشان محسوس ہو رہا تھا" میں نے نکمتیا سے کہا پھر ڈاکٹر سے بولا "میں جنرل سے تمہارے لئے بات کروں گا، ممکن ہے یہ تمہیں بعد میں پریشان کرنے کی کوشش کرے۔ اگر ایسی کوئی بات ہو تو تم براہ راست جنرل ٹیرس سے مدد لے سکو گے۔"

"میں ــــ میں وعدہ کر رہا ہوں جناب! آئندہ کبھی ایسا نہیں ہو گا۔"

"پولیس والوں کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا" میں نے کہا اور نکمتیا کے ساتھ باہر نکل آیا۔

اسپتال کے گیٹ پر گاڑی موجود تھی جس کے ساتھ مسلح محافظوں کا دستہ بھی تھا۔ ڈرائیور نے ہمارے لئے گاڑی کا دروازہ کھولا اور ہم گاڑی میں بیٹھ گئے۔

ٹیرس محل تک پہنچنے کے دوران خاموشی چھائی رہی۔ میں اپنی سوچوں میں گم تھا اور نکمتیا معلوم نہیں کن خیالوں میں تھی۔ میں تو یہی سوچ رہا تھا کہ جنرل ٹیرس کا لہجہ بہت سنگین تھا۔ آخر ایسا کون سا مرحلہ تھا جس کا حل میرے پاس بھی نہیں تھا؟

جنرل بڑی بے تابی سے میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ تقریباً جھپٹتا ہوا میری طرف بڑھا۔

"تم لوگ خیریت سے تو ہو نا؟" اس نے بڑی تشویش سے کہا۔

"وہ تو میں نے فون پر ہی بتا دیا تھا" میں نے کہا "بس تہذیب کے سر میں معمولی سی چوٹ آ گئی تھی۔ دو چار روز میں بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔"

"کیتھی خود آپ کی تیمارداری کرے گی" جنرل نے کہا "میں معذرت چاہتا ہوں، علی کو ذرا اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ اس سے بہت ضروری کام ہے۔"

"کیا ایسی کوئی بات ہے جس کا مجھ سے بھی چھپایا جانا ضروری ہے" نکمتیا نے شوخی سے کہا۔

"ایسی کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی" جنرل نے کہا "لیکن معاملہ ایسا ہے جسے میں خود آپ کے علم میں نہیں لا سکتا۔ علی خود ہی آپ کو بعد میں بتا دیں گے۔"

جنرل پر شدید اضطرابی کیفیت طاری تھی۔ اس نے تہذیب کے جواب کا انتظار کرنے کی زحمت بھی نہیں کی اور میرا ہاتھ پکڑ کر تقریباً کھینچتا ہوا ایک طرف چل دیا۔ میں بغیر کسی مزاحمت کے اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

جنرل ٹیرس سیدھا تہ خانے کے دروازے پر جا کر رکا۔ میری حیرت اور بھی بڑھ گئی۔ آخر وہ تہ خانے میں مجھے کیا دکھانے کے لئے لے جا رہا ہے، میں نے سوچا مگر میں نے خاموشی ہی اختیار کئے رکھنا مناسب سمجھا۔ جو کچھ بھی تھا خود ہی سامنے آ جاتا۔ تہ خانے کے دروازے پر صرف ایک فوجی تھا جو عہدے کے اعتبار سے کرنل تھا۔ یہ بھی ایک تعجب خیز بات تھی۔ وہاں تو کسی سنتری کو ہونا چاہئے تھا، کرنل کا وہاں کیا کام۔

"تمام انتظامات مکمل ہیں" جنرل ٹیرس نے کرنل سے پوچھا۔

"جی ہاں جناب" کرنل نے نہایت ادب سے کہا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ مٹاپا عمر کم کر دیتا ہے؟

آپ چاہتے ہیں کہ آپ ایک سڈول اور صحت مند جسم کے مالک ہوں؟

ان خواتین کیلئے بھی جو ایک شاداب اور متناسب جسم چاہتی ہیں!

ہزاروں ماہرینِ طب کی آراء کی روشنی میں مرتب کردہ کتاب

موٹاپا ــــ چند حقائق

لوگ موٹے کیوں ہو جاتے ہیں

رقیق اشیاء اور موٹاپا

خوراک اور موٹاپا

تطہیری پروگرام

مضر اشیاء

گیارہ اہم ورزشیں

اور وہ سب کچھ جس پر عمل کر کے سڈول اور صحت مند جسم کا حصول ممکن ہے

تو کتاب مٹاپا اور اس کا سدِباب کا مطالعہ کریں

قیمت ۵ روپے ڈاک خرچ ۔ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں نے جو ہدایات دی ہیں انہیں اچھی طرح ذہن نشین کرلیا ہے؟" جنرل نے کہا۔

"جی ہاں جناب! بہت اچھی طرح ذہن نشین کرلیا ہے۔"

"میں علی کے ساتھ اندر جارہا ہوں۔ اس کے بعد ہر چیز کا دارومدار تم پر ہوگا۔"

"میں اپنی ذمے داری محسوس کرتا ہوں جناب! آپ نے ہر بات اس قدر وضاحت سے سمجھادی ہے کہ اب کسی غلطی کی گنجائش نہیں رہی۔"

"آؤ علی!" جنرل نے کہا اور ایک میکنزم کے ذریعے تہ خانے کا دروازہ کھول دیا۔ میں جنرل ٹیرس کے ساتھ بلا جھجک اندر داخل ہوگیا۔ تہ خانے کا دروازہ ہمارے عقب میں خود کار طریقے سے بند ہوگیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ تہ خانے کا دروازہ بند ہوتے ہی جنرل نے سکون کا گہرا سانس لیا ہے۔

تہ خانے کے اندر روشنی تھی اور نیچے ہال کے وسط میں پڑی ہوئی اکلوتی میز سیڑھیوں کے اوپر سے بھی صاف نظر آرہی تھی جس کے گرد صرف دو عدد کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ میز پر ایک ٹیپ ریکارڈر رکھا تھا۔

میں جنرل کے ساتھ سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا اور پھر جنرل کے ہی اشارے پر ایک کرسی پر بیٹھ بھی گیا۔ دوسری کرسی خود جنرل نے سنبھال لی تھی۔

"میں نے تم کو دوست کہا ہے اور ہمیشہ دوست ہی سمجھا ہے" جنرل نے کہنا شروع کیا "میں نے تمہارے مشن کو اپنا مشن سمجھا اور اسے جاری رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن آج ایک ایسا حادثہ پیش آگیا کہ مجھے وزرائے خارجہ کی کانفرنس منسوخ کرنا پڑی۔ میں نے اس کی منسوخی کی اطلاع تمام ممالک کو بھجوادی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو جنرل!" میں نے چونک کر کہا "تم نے ایسی حماقت کیوں کی؟"

"اس لئے میرے دوست کہ میں بہت بے بس آدمی ہوں" جنرل کی آواز بھرا گئی "میں نے محسوس کیا کہ شہزادہ صائم کی حفاظت کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے اس لئے مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو جنرل! شہزادہ صائم کو کیا خطرہ لاحق تھا؟"

جنرل نے مغموم نظروں سے میری طرف دیکھا "جب اپنا سایہ ہی وفا نہ کرے تو آدمی کسی سے کیا شکوہ کرے لیکن بے فکر رہو۔ دنیا میں کسی کو کبھی معلوم نہیں ہوسکے گا کہ علی یار خان اسرائیلی مفادات کا حامی ہوگیا تھا۔"

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر پر بم کا دھماکا ہو۔ آخر جنرل ٹیرس کو اس عظیم راز کا علم کس طرح ہوا۔

"مجھ سے زیادہ تمہاری صلاحیتوں سے کون واقف ہے علی! میں جانتا ہوں کہ تم میرے قابو میں آنے والے نہیں میں تمہیں اسرائیل کی حمایت کرنے کے لئے آزاد بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ میں تمہیں کوئی سزا بھی نہیں دے سکتا تھا جس زبان سے تمہیں دوست کہا ہے اس زبان کو تمہارے خلاف کس طرح استعمال کرتا، جن ہاتھوں سے تمہیں گلے لگالیا ہے ان ہاتھوں سے تمہاری سزا کا فرمان کس طرح جاری کرتا۔ پھر تمہاری رسوائی کا خوف بھی تو دامن گیر تھا۔ اگر یہ خبر عام ہوجاتی تو آئندہ کوئی کسی پر اعتبار نہ کرتا۔ اس لئے مجبوراً مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا۔ جانتے ہو کہ میں نے آج ہی [illegible] میں اس تہ خانے کے میکنزم میں ایسی تبدیلی کرادی ہے کہ اب یہ اندر سے کھل ہی نہیں سکتا اور اپنے آدمیوں کو حکم دے دیا ہے کہ کوئی ہمیں باہر سے بھی نہ کھولے۔ ہم دونوں اب یہیں دفن ہوجائیں گے علی! موت ذرا مشکل سے آئے گی میرے دوست مگر مجھ پر بے وفائی کا الزام تو نہیں آئے گا۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ جان دوں گا اور تم پر فلسطین سے غداری کا الزام بھی نہیں آنے دوں گا میرے دوست! کسی کو تمہارے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوسکے گا۔"

"کیا تم پاگل ہوگئے ہو جنرل ٹیرس!" میں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا "تم تو بہت عقل مند آدمی ہوا کرتے تھے، تم نے تصدیق کئے بغیر اتنی بڑی بات پر کیسے یقین کرلیا۔"

جنرل پھیکے انداز میں مسکرایا "مجھے معلوم تھا میرے دوست کہ تم مجھے جھٹلانے کی کوشش کروگے اس لئے میں نے یہاں اس ٹیپ ریکارڈر کا بندوبست کرلیا تھا" اس نے [illegible] بٹن دبایا اور ٹیپ ریکارڈر کے اسپیکر سے آوازیں ابھرنے لگیں۔ یہ میرے اور کمتیا کے درمیان ہونے والی وہ گفتگو تھی جو آج ہی صبح میں نے کمتیا سے خواب گاہ میں کی تھی۔ میں نے سناٹے کے عالم میں وہ پوری گفتگو سنی۔ اس ٹیپ کے بعد میرے جنرل کو جھٹلانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

تو کیا یہ تہ خانہ میرا مقبرہ بن جائے گا، میں نے انتہائی مایوسی کے عالم میں سوچا۔ لی کوان کی دی ہوئی تربیت بھی اس وقت بے کار ہوکر رہ گئی تھی۔ میں اپنے ڈوبتے ہوئے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے بمشکل تمام اپنے حواس یکجا کئے اور جنرل ٹیرس کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر افسردگی کے سوا اور کوئی تاثر نہیں تھا۔

"تم میرے کچھ سوالوں کے جواب دینا پسند کرو گے جنرل؟" میں نے کہا اور جنرل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

"ہم اب بھی دوست ہیں علی! تم جو بھی پوچھو گے میں تمہیں ضرور بتاؤں گا اس لئے کہ اب ہمیں یہاں سے نکالنے کوئی نہیں آئے گا۔"

"بقول تمہارے اب یہ تہ خانہ ہمارا مدفن بن جائے گا، کیا میں اس افسوس کے ساتھ مروں گا کہ ایک دوست نے میرے دوست کی جاسوسی کرنے کی کوشش کی تھی؟"

جنرل ٹیرس سنبھل کر بیٹھ گیا "نہیں! یہ سب کچھ اتفاقاً ہوا ہے علی! تمہاری گفتگو سننے کے لئے کوئی آلہ نصب نہیں کیا گیا تھا بلکہ ہوا یہ تھا کہ جب تم گوٹے بل ائرپورٹ سے غائب ہوگئے اور میرے علم میں یہ بات آئی کہ تمہارے مخالفین کی رسائی ٹیرس محل کے اندر تک ہوگئی ہے تو مجھے فطری طور پر یہ سوچنا پڑا کہ ممکن ہے محل کا کوئی اور شخص بھی ان کا آلہ کار بنا ہوا ہو چنانچہ مستقبل میں ایسے کسی خطرے کے تدارک کے لئے میں نے کئی اقدامات کئے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ میں نے محل کے ہر گوشے میں خفیہ طور پر ایسے آلات نصب کرادئے جن کے ذریعے کہیں بھی کی جانے والی گفتگو سنی جاسکے۔ ایک آپریشن روم کا بندوبست کیا گیا جہاں میرے انتہائی خاص آدمی متعین تھے۔ ابھی میں نے تم کو جو گفتگو سنوائی ہے یہ وہیں ریکارڈ کی گئی تھی ــ تو میرے دوست اس دوران اس خواب گاہ میں بھی وہ آلات نصب کئے گئے تھے جو تمہارے اور تہذیب کے لئے مخصوص تھی۔ جب تم یہاں آئے تو نہ مجھے اور نہ ہی کیتھی کو ان آلات کا خیال آیا اور پھر جب میرے آدمیوں نے تم دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کی اطلاع دی تو میں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور فوری طور پر تمہاری خواب گاہ سے وہ آلات ہٹانے کا حکم دیا۔ اس کے جواب میں مجھے یہ کیسٹ پیش کی گئی۔ تم اندازہ کرسکتے ہو کہ کیسٹ سننے کے بعد مجھ پر کیا گزری ہوگی، بہرحال یہ ایک اتفاق تھا اور ایک غلطی تھی۔ میں اپنے عملے کا مشکور ہوں کہ ان کی غلطی کی وجہ سے دنیا ایک بڑی تباہی سے بچ گئی۔"

"مجھ سے کہا گیا تھا کہ میرے پاس جو بریف کیس ہے وہ ڈسٹربنگ ڈیوائس کا کام بھی کرتا ہے؟"

"ڈسٹربنگ ڈیوائس کو غیر موثر کرنے والے آلات بھی موجود ہیں اور اس کی نشان دہی کرنے والے آلات بھی ہیں۔"

"ہوں گے" میں نے بے پروائی سے کہا "ان سائنسی آلات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس وقت تو مجھے یہاں سے نکلنے کی فکر لاحق ہے۔"

"یہاں سے باہر نکلنے کی واحد صورت یہ ہے کہ دروازہ باہر سے کھولا جائے" جنرل نے کہا "میرا کوئی آدمی تو دروازہ کھولنے سے رہا اور تمہارے حمایتیوں کو اطلاع ملے گی تبھی وہ کوئی قدم اٹھائیں گے جس کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"یہ وہی تہ خانہ ہے نا جنرل جہاں لکی ہاورڈ کو قید کیا گیا تھا؟"

"تہ خانہ تو وہی ہے مگر اب اس میں بہت سی تبدیلیاں کردی گئی ہیں۔ تم یہاں سے باہر نکلنے کے تمام راستوں سے واقف ہو لیکن افسوس کہ کوئی راستہ باہر نہیں جاتا۔ سب اندر ہی آتے ہیں۔"

"مجھے احساس ہے جنرل! تم نے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا ہوگا لیکن کاش اتنا بڑا قدم اٹھانے سے قبل تم نے پوری طرح تصدیق کرلی ہوتی۔"

جنرل ہنسا "تم سب کچھ کہنے کے لئے آزاد ہو لیکن یہ یاد رکھنا کہ اب کسی بات کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی "تم اب بھی مجھ سے نہیں پوچھ رہے ہو کہ میں کن مصائب سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہوں؟"

"تم بتا ہی چکے ہو کہ گوٹے بل ائرپورٹ سے عراق واپس چلے گئے تھے۔"

"ہمیں گوٹے ائرپورٹ سے اغوا کرلیا گیا تھا جنرل! اس کے بعد ہماری آنکھ ایک جزیرے پر کھلی۔ میں تو خیر وہاں سے نکل آیا مگر تہذیب اور بڈا اب بھی وہاں پھنسے ہوئے ہیں۔"

"اس وقت تم مجھے قائل کرنے کی کوشش کررہے ہو اس لئے میں تم پر سخت جرح کروں گا۔"

"ضرور کرو جنرل! یہ تمہارا حق ہے، جرح سے وہ ڈرتا ہے جو جھوٹ بول رہا ہو۔"

"تم وہاں سے موشے ہاورڈ کے ایجنٹ بن کر نکلے، اس حد تک تو میں مان سکتا ہوں کہ تم نے انہیں دھوکا دیا لیکن مجھے دھوکا دینے میں کیا مصلحت کارفرما تھی؟"

"کمتیا ــ جو تہذیب کے میک اپ میں مجھ پر مسلط ہے۔ اس کی موجودگی میں میں تمہیں حقائق سے کس طرح

WWW.PAKSOCIETY.COM

آگاہ کر سکتا تھا؟"

"یہ بات تم کہہ رہے ہو" جنرل نے حیرت سے کہا "نکیتا تو ایک منٹ کے اندر تمہارے قابو میں آسکتی تھی۔"

"اس سے بھی کم میں جنرل لیکن پھر تہذیب اور بڈ کا کیا ہوتا جو اس نامعلوم جزیرے پر قید ہیں؟"

جنرل سوچ میں پڑ گیا "بات تو درست ہے لیکن کیا موشے ہاورڈ اتنا ہی معصوم ہے کہ تمہاری باتوں میں آ گیا؟"

میں نے جنرل ٹیرس کو جزیرے پر پیش آنے والے واقعات مختصراً بتائے۔ وہ بڑی دلچسپی سے میری باتیں سنتا رہا۔

"تو کسی سائنسی طریقے سے تمہارے نظریات تبدیل کروئے گئے ہیں" جنرل نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"انہوں نے کوشش تو یہی کی تھی لیکن مجھ پر ان کا عمل کارگر ثابت نہیں ہو سکا۔"

"ظاہر ہے مجھ سے تو تم یہی کہو گے" جنرل مسکرا دیا "اس سے قبل عراق والی کہانی سنا چکے ہو۔"

"اپنی کہانی تبدیل کرنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں تھی" میں نے سنجیدگی سے کہا "اس لئے کہ ہمارے پاسپورٹوں پر امیگریشن کی مہریں بھی ہیں اور ویزے بھی ۔۔۔ جن سے اس کہانی کی تصدیق ہو سکتی ہے جو میں نے تمہیں پہلے سنائی تھی۔ اب تمہیں کوئی کہانی نہیں سنا رہا جنرل! جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا ایک ایک لفظ حقیقت پر مبنی ہے۔"

"جو کچھ بھی ہوا اور جس طرح بھی ہوا افسوس ناک ہے" جنرل نے کہا "فلسطین کا سب سے بڑا حامی یہودیوں کے لئے کام کر رہا ہے۔"

"میں نے تم سے کہا ہے کہ مجھ پر نظریات کی تبدیلی کے لئے جو عمل کیا گیا تھا وہ کارگر ثابت نہیں ہو سکا۔"

"جو لوگ سائنسی میدان میں اتنا آگے ہوں ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ تم جیسے دشمن کو اپنا اطمینان کئے بغیر یوں آزاد کر دیں گے۔"

"موشے ہاورڈ بہت کائیاں ہے۔ ہر طرح کا امتحان کرنے کے باوجود وہ میری طرف سے مطمئن نہیں ہوا۔ نکیتا کو اس نے اسی لئے میرے ساتھ لگا دیا ہے۔"

"تم کہتے ہو کہ تم پر نظریات کی تبدیلی کا عمل ناکام ہو گیا جبکہ میں اس پر یقین نہیں کر سکتا۔ آخر یہ عمل کیوں ناکام ہو گیا؟"

"میری لاعلمی میں مجھے کچھ دوائیں استعمال کرائی جاتی رہی تھیں۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ دوائیں قوت ارادی کو کمزور کرتی ہوں گی۔ مجھے تو معلوم نہیں تھا لیکن شاید لی کو ان

کا علم تھا۔ پہلے ہی دن سے اس نے مجھے ایک خاص گھاس استعمال کرانی شروع کر دی تھی۔ میں سمجھتا ہ اس گھاس کا عرق ان دواؤں کا توڑ تھا۔ یہی وجہ نظریات کی تبدیلی کا عمل ناکام ہو گیا۔"

"کس قسم کے افسانے سنا رہے ہو علی! کیا تم سمجھتے میں ایسی بے سروپا باتوں پر یقین کر لوں گا۔"

"مجھے معلوم تھا تم یقین نہیں کرو گے" میں نے سے کہا "لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم ایک ذہین ہو۔ تم نے ایک دروازہ یقیناً کھلا رکھا ہو گا۔"

"سارے دروازے بند ہیں" جنرل نے بے سا "تم خود چیک کر لو۔"

میں ہنس پڑا "میرا مطلب تھا یہاں سے باہر نکلنے نہ کوئی صورت تم نے ضرور رکھی ہو گی' آدمی اتنی آسا خود کو موت کے منہ میں نہیں دھکیل سکتا۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے علی لیکن تم اس پر کس طرح عمل نہیں کر سکو گے۔"

"بس اتنا کافی ہے" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "اب اطمینان ہو گیا ورنہ تم تو سب کچھ تباہ کرنے پر تل گئے تھے"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" جنرل ٹیرس چونکا نظر آ

"میں بتا چکا ہوں کہ یہاں سے باہر نکلنے کا ہر راستہ ہے۔ تم نے شاید کبھی شکست نہ کھائی ہو لیکن انتظامات کے سامنے تمہاری کوئی چال کارگر نہیں گی۔"

"لعنت ہے مجھ پر اگر تمہارے ساتھ کوئی چلوں" میں نے جھنجلا کر کہا "میں رینڈل کے گروہ کا کرنے کے چکر میں تھا ۔۔۔ لیکن خیر" میں نے ایک لم سانس لی "یہی بہت ہے کہ یہاں سے نکلنے کی کوئی صو موجود تو ہے۔"

"تم یہی سوچ سوچ کر خوش ہوتے رہو۔ لیکن یقین اس کے بارے میں کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکو گے۔"

"تم اندازے کی بات کر رہے ہو جنرل! مجھے تقریبا ہے کہ تم نے یہاں سے نکلنے کی کون سی صورت رکھی ہو

"ناممکن" جنرل نے چیلنج کرنے والے انداز م

"اگر تمہیں اتنا ہی یقین ہے تو بتاؤ کیا صورت ہے؟"

"جب تم ہی مجھے نہیں بتا رہے تو میں تمہیں بتاؤں؟" میں نے بھی جنرل کے سے انداز میں کہا۔

"مجھے یہ اعتراف کرنا ہی نہیں چاہئے تھا' اب تم زندگی اجیرن کر دو گے۔"

"نہیں کروں گا جنرل! یقین کرو' لیکن تم نے مجھے بہت مشکل میں پھنسا دیا ہے۔ کیا تم نے نکیتا کو بھی گرفتار لیا ہے۔"

"تمہاری زندگی میں کسی کو بھی ہاتھ نہیں لگایا جائے گا' نکیتا کو اور نہ ڈیوڈ ریان کو جو گوٹے بل میں موشے ہاورڈ ڈھائی سو افراد کا سرغنہ ہے۔"

"تو تم نے بریف کیس کھول لیا" میں نے ایک طویل انس لے کر کہا۔

"جہاں فوج کی نگرانی میں کام ہو رہا ہو ۔۔ ار ایسی باتیں ئی مسئلہ نہیں ہوتیں" جنرل ٹیرس نے معنی خیز لہجے میں کہا بھی تو اس پر مزید تجربات ہو رہے ہیں۔"

"یہ کیا حماقت ہے جنرل" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا راسی غلطی سے وہ بریف کیس کسی بم کی طرح پھٹ سکتا ہے۔"

"پھٹ جانے دو" جنرل نے بے پروائی سے کہا "کسی میابی کے لئے خطرات تو مول لینے ہی پڑتے ہیں۔"

"خطرات مول لینے کی کیا ضرورت ہے' میں تمہیں اس بارے میں سب کچھ بتائے دیتا ہوں" میں نے جنرل کو بڑی میل سے بریف کیس کے بارے میں بتایا۔

"سوال یہ ہے کہ میں ان معلومات سے کیا فائدہ ٹھا سکتا ہوں جو کچھ ہونا تھا ہو بھی چکا ہو گا۔"

"مجھے بے وقوف مت بناؤ جنرل! میں نے جو کچھ بتایا ہے ں سے فائدہ اٹھایا بھی جا چکا ہو گا۔ یقین کرو کہ اتنی مشکل ورت حال میں پھنسنے کے باوجود میں خود کو دنیا کا خوش مت ترین آدمی سمجھ رہا ہوں۔ یہ میری خوش قسمتی نہیں تو ور کیا ہے کہ مجھے تم سا جاں نثار دوست میسر ہے۔"

"تمہیں شاید اب بھی امید ہے کہ لفاظی کر کے تم کوئی ئدہ اٹھا سکو گے۔"

"اور تم بھی خوش قسمت ہو کہ تمہیں کیتھی براؤن جیسی یوی میسر ہے" میں نے جنرل کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا "ورنہ دنیا میں ایسی کون سی بیوی ہو گی جو اپنے شوہر سے س حد تک تعاون کرے۔"

"کس حد تک" جنرل نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ محض تمہاری شریک حیات ہی نہیں' شریک کار بھی ہے اور جس مشن کا تم نے بیڑہ اٹھایا ہے اس کی انچارج بھی ائی ہے۔"

"اندازہ کی بنیاد پر تم بڑی اچھی باتیں کر لیتے ہو" جنرل نے ہنستے ہوئے کہا "ورنہ کہاں یہ مشن اور کہاں کیتھی

براؤن۔"

"ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ سنا جا رہا ہے جنرل! اور یہ گفتگو سننے والی کیتھی براؤن خود ہے۔ ہمیں باہر نکالنے یا نہ نکالنے کا فیصلہ وہ خود کرے گی۔"

"اپنی دانست میں تم نے بہت بڑا تیر مارا ہے لیکن جو کچھ تم نے کہا ہے حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔"

"اس کے سوا کوئی دوسری صورت ہی نہیں جنرل! ہو ہی نہیں سکتی' نہ میں یہ مان سکتا ہوں کہ تم نے اس سے ہٹ کر کوئی قدم اٹھایا ہو گا۔ اور اگر واقعی تم نے کچھ اور اقدامات کئے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ تم جیسے شخص کو کسی ریاست کا سربراہ ہونے کے بجائے گھسیارہ ہونا چاہئے تھا۔"

جنرل ٹیرس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں "تم بے جا خود اعتمادی کا شکار ہو علی! ایک جنرل کے ذہن سے سوچو تو تمہیں بہت سے طریقے نظر آ جائیں گے۔"

"مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ ورنہ میں اس جنرل سے صرف سوال کرتا کہ دوہ کیتھی براؤن کو کس خانے میں فٹ کرے گا۔"

جنرل نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا "بالفرض تمہارا تجزیہ درست ہے تو بھی تم اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکو گے۔"

"میرے اور نکیتا کے درمیان ہونے والی گفتگو سن کر تمہیں یقین کرنا پڑا کہ میں دشمن قوتوں کا ایجنٹ بن گیا ہوں ورنہ تم ہرگز یقین نہ کرتے اور اب بھی تمہاری خواہش یہی ہے کہ کاش یہ سب کچھ غلط ہو۔ کیتھی کی تمنا بھی یہی ہو گی۔ کیوں؟" ایسا معلوم ہوا جیسے جنرل نے کچھ کہنا چاہا ہو مگر پھر اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

"اس اسٹیج پر تمہیں مطمئن کرنے سے زیادہ کیتھی کو مطمئن کرنا میرے لئے ضروری ہے۔ اس نے میری خاطر اپنے شوہر کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ پوری طرح مطمئن ہوئے بغیر وہ بھی دروازہ نہیں کھولے گی۔"

"تم بہت خطرناک، آدمی ہو علی!" جنرل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "آخر تم اس حد تک درست اندازے کس طرح لگا لیتے ہو؟"

"مجھے تہذیب اور بڈ کی فکر ہے جنرل" میں نے اونچی آواز میں کہا "اس بات کی پروا نہیں ہے کہ یہ خانہ میرا مدفن بن جائے گا۔"

"تم اس قسم کے مکالمے بول کر ہمیں متاثر کرنا چاہتے ہو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیتھی کی آواز آئی۔
"شکریہ کیتھی! اس وقت تم پر بہت بڑی ذمے داری
تمہیں صرف ایک بات ذہن میں رکھنی ہے اور
کہ تم یہ خانے کا راستہ اس وقت تک نہیں کھولوگی جب
کہ تم پوری طرح مطمئن نہ ہو جاؤ اور جنرل ٹیرس بھی تم
متفق نہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ تمہیں میری ہدایات پر
بحرف عمل کرنا ہوگا۔"
"تمہیں اندازہ نہیں ہے علی کہ ہم پر کس قدر سخت
آپڑا ہے" کیتھی کی افسردہ آواز آئی "میرے شوہر کی
بھی تمہاری بے گناہی سے مشروط ہو گئی ہے۔"
"ہر قسم کے خدشات ذہن سے جھٹک دو کیتھی! ماضی
میں نے جب بھی کوئی کامیابی حاصل کی یہی سمجھا کہ یہ
کی طرف سے ہے۔ آج بھی مجھے امید ہے کہ میں تم لوگوں
ذہن صاف کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"
"کیا تم ایسا کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکتے جس سے
تمہاری بے گناہی ثابت ہو جائے؟" کیتھی نے کہا۔ اس کی
آواز لرز رہی تھی۔
"ایسا کوئی ثبوت ہے ہی نہیں کیتھی! اگر ہوتا تو میں اب
پیش نہ کر چکا ہوتا۔"
معاملہ اتنا الجھ گیا تھا کہ اب اس کے سلجھنے کی کوئی
صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ میں کسی کو الزام بھی نہیں دے
سکتا تھا۔ جنرل ٹیرس نے واقعی حق دوستی نبھایا تھا ورنہ مجھے
کے سے مروا دینا اس کے لئے کیا مشکل تھا۔
"نکیتا کہاں ہے کیتھی! کیا موجودہ صورت حال اس
کے علم میں ہے؟"
"وہ اپنے کمرے میں ہے۔ ہم نے اس پر ظاہر نہیں
ہونے دیا کہ ہم اس کی اصلیت سے واقف ہو چکے ہیں لیکن
ہمارے آدمی مستعد ہیں۔ اسے کوئی گڑبڑ نہیں کرنے دیں
گے۔"
"میری غیر حاضری کے لئے اس سے کوئی بہانہ کر دو
کیتھی! اسے شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ مشکوک ہو چکی
ہے۔"
"بے فکر رہو علی! جنرل تمہیں بتا چکے ہیں کہ تمہاری
مرضی کے بغیر کسی پر ہاتھ نہیں ڈالا جائے
گا۔"
"شکریہ کیتھی" میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ
کیس اور لائٹر نکالا۔ جنرل ٹیرس کی نظریں ان دو تین چیزوں

پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے انہیں میز پر رکھ دیا۔
"یہ لائٹر ایک اسپائی کیمرا ہے اور سگریٹ کیس سے
زہریلی سوئیاں پھینک کر کسی کو ہلاک کیا جا سکتا ہے۔" میں
نے کہا۔
جنرل نے اثبات میں سرہلایا۔ "یہاں تم میرے علاوہ
کسی اور کی تصویر نہیں اتار سکو گے" اس نے مسکرا کر
کہا "اور نہ ہی کسی اور کو ہلاک کر سکو گے۔ ہاں اگر تم پسند کرو
تو میں تمہاری دو چار تصویریں بنا ڈالوں۔"
"تصویر کھنچوانے کا شوق مجھے کبھی نہیں رہا جنرل اور نہ
ہی میں سگریٹ پیتا ہوں۔ سگریٹ نوشی شروع کرنے کا مشورہ
مجھے رینڈل نے دیا تھا تاکہ ان کا جواز پیدا کیا جا سکے۔"
"اور اسرائیل کے مفاد میں تم نے اس کا مشورہ بلا حیل
و حجت قبول کر لیا"
"سمجھ میں نہیں آتا یہ فیصلہ کس طرح ہوگا کہ میں نے
اس کا مشورہ اسرائیل کے مفاد میں قبول کیا تھا یا فلسطین کے
لئے" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔
"تہذیب اور بڈ تو اس بات سے واقف ہوں گے کہ
تمہارے نظریات تبدیل نہیں ہوئے؟" جنرل نے کہا۔
"نہیں، میں نے ان پر بھی اصل صورت حال ظاہر
نہیں ہونے دی تھی۔"
"کیوں؟" جنرل نے مجھے گھورا "کیا تمہاری یہ حرکت
تمہارے خلاف نہیں جاتی؟"
"میں بتا چکا ہوں کہ اس جزیرے پر جگہ جگہ خفیہ
کیمرے نصب تھے۔ میری زبان سے نکلا ہوا ایک بھی غلط لفظ
سارے کئے کرائے پر پانی پھیر سکتا تھا۔"
"تمہارے پاس ہر بات کا جواب اور ہر عمل کا جواز
موجود ہے" جنرل نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اب
سوال یہ ہے کہ ہم فیصلہ کس طرح کریں؟"
"اس حقیقت سے اگر کوئی واقف ہے تو وہ صرف ایک
شخص ہے اور اس کا نام لی کوان ہے۔"
"تم نے پہلے بتایا تھا کہ اس شخص نے تمہاری مدد کی
تھی" جنرل نے کہا "سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ تو ان کا آدمی
ہے، پھر ان کے خلاف کیوں ہے؟"
"یہ میں نہیں بتا سکتا جنرل! اس لئے کہ اس موضوع پر
کبھی اس سے میری بات نہیں ہوئی۔"
"تو پھر اسے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ تمہارے نظریات
تبدیل نہیں ہوئے؟" جنرل نے مجھے گھورا۔
"وہ وہی شخص ہے جس نے مجھے تریاق استعمال کرایا

تاکہ ہم تمہیں یہاں سے نکل جانے دیں"
"تمہارے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں متاثر معلوم ہوتی
ہیں جنرل! ورنہ تم سب سے پہلے تہذیب کی فکر کرتے۔"
"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" جنرل نے شرمندگی سے
کہا "مجھے واقعی تہذیب کی فکر کرنی چاہئے تھی مگر میں اس
سلسلے میں کر ہی کیا سکتا ہوں؟"
"سب سے پہلے تو تمہیں یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنی
چاہئے تھی کہ وہ جزیرہ کہاں ہے جہاں ہمیں قید رکھا گیا تھا؟"
"یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے" جنرل نے کہا "اگر کوئی
صورت ہوتی تو تم نے خود ہی معلوم نہ کر لیا ہوتا۔"
"تم نے مجھے اتنی مہلت ہی کب دی" میں جھنجلا
گیا "کچھ کرنے سے قبل ہی یہ حرکت کر بیٹھے"
"پھر بتاؤ اب میں کیا کروں" جنرل نے بے بسی سے
کہا "اب تو تمہارے ساتھ میں بھی یہاں قید ہوں"
"کیتھی براؤن" دفعتاً میں نے بلند آواز سے کہا "تم
ہماری پوری گفتگو سن چکی ہو۔ گوٹے بل کے نزدیک کسی ایسے
جزیرے کا سراغ لگانے کی کوشش کرو جو غیر آباد ہو۔"
مجھے اپنی بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ چند لمحے انتظار
کرنے کے بعد میں نے دوبارہ کہا "مجھے یقین ہے کہ تم میری
آواز سن رہی ہو۔ اس بات کا بھی یقین ہے کہ تمہاری آواز
بھی مجھ تک پہنچ سکتی ہے۔"
اس بار بھی کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے جنرل ٹیرس کو
گھور کر دیکھا "معلوم نہیں تم نے کس قسم کی ہدایات دی
ہیں۔ کیا کیتھی کو بولنے کی بھی ممانعت کر دی تھی؟"
جنرل نے پہلو بدلا۔ وہ پہلے ہی متذبذب نظر آرہا
تھا۔ میرے تجزیے نے اس کا اعتماد متزلزل کر دیا تھا۔ وہ بس
پہلو بدل کر رہ گیا۔ منہ سے کچھ نہیں بولا۔ شاید اس کی سمجھ
میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔
"نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہوتا ہے" میں نے
خشک لہجے میں کہا "میرے لئے تم سے بہتر رینڈل ثابت ہوا
ہے۔ تمہارے ہاتھوں نہ صرف میں بے گناہ مارا جاؤں گا بلکہ
تہذیب اور بڈ کی زندگیاں بھی خطرے میں پڑ جائیں گی۔"
جنرل مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے اس کے سوچنے کی
صلاحیتیں جواب دے گئی ہوں۔
"بولو جنرل! میری بات کا جواب دو" میں نے اسے
جھنجوڑ کر کہا "کیا مجھے اتنا بھی حق نہیں ہے کہ میں تم سے اپنی
بے گناہی ثابت کرنے کے لئے کوئی مطالبہ کروں۔"
"صفائی کا موقع تو بدترین مجرموں کو بھی دیا جاتا ہے، تم تو

پھر میرے دوست ہو" جنرل نے کہا۔ اس کی آواز بھرائی
تھی۔
"تو پھر جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کیوں نہیں
رہا۔ اگر میں تمہاری نظروں میں قصوروار ہوں تو تہذیب
بڈ نے کیا قصور کیا ہے۔ اگر کیتھی نے مجھ سے گفتگو کر
میں یہاں سے فرار ہو جاؤں گا؟"
"علی کی ہدایات پر عمل کرو کیتھی" جنرل ٹیرس نے
کار ایک فیصلے پر پہنچتے ہوئے کہا "لیکن جب تک علی کی
گناہی ثابت نہ ہو جائے یہ یہاں سے نکلنے نہ پائے۔"
"میں مستقل ہدایات جاری کر رہی ہوں جنرل"
خانے میں کیتھی براؤن کی آواز گونجی جو کسی خفیہ اسپیکر
ذریعے نشر ہو رہی تھی "ہمارے ماہرین نے علی کے
ہوئے طریقے پر عمل کر کے بریف کیس کے اسرار معلوم
لئے ہیں۔ اگر علی نے رہنمائی نہ کی ہوتی تو شاید اس
کیس کے اسرار پر سے پردہ نہیں ہٹ سکتا تھا۔ کوئی سوچ
نہیں سکتا کہ اس چشمے اور بریف کیس میں کوئی تعلق ہو گا
"مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ بریف کیس آواز کے
تصویریں ٹرانسمٹ اور ریسیو کر سکتا ہے" میں نے کہا "
مخصوص فریکوئنسی بھی دی گئی ہے جس پر موشے ہادروز
وقت رابطہ کیا جا سکتا ہے مگر میں تمہیں اس سے آگاہ
کروں گا۔ ویسے مجھے ابھی تک اس کی ایک بھی خصوصیت
تجربہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔"
"اس کا تجربہ کیا جا چکا ہے علی!" کیتھی نے کہا "
ماہرین نے تصدیق کی ہے کہ یہ ٹیلی ویژن ریسیور اور ٹرانسمیٹر
ہے۔"
"محض اتنی سی بات بتا دینے سے تمہاری بے
ثابت نہیں ہوتی" جنرل ٹیرس نے کہا اور میں اسے گھو
لگا۔
"میں نے کب کہا ہے کہ میں بے گناہ ثابت ہو گیا
نے ناگواری سے کہا۔
"تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس موقع پر وہ
کرتا۔ ... کو بچانے کے لئے ایسی بے ضرر معلومات فراہم
دینا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"
"تم احمق ہو۔ میں نے خود کو بچانے کے لئے نہیں
تمہارے آدمیوں کو بچانے کے لئے معلومات فراہم
تھیں۔"
"میں نے ایسے کسی جزیرے کا سراغ لگانے کے
بھی ہدایات جاری کر دی ہیں جو تمہارے بیان کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ وہ اس حقیقت سے واقف نہیں ہوگا تو اور کون ہوگا؟"

"ایک سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے۔۔۔ جب اس سے تمہاری کوئی بات ہی نہیں ہوئی تو تم نے آنکھ بند کرکے اس پر اعتماد کیسے کرلیا!"

"یہ وہ بات ہے جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں" میں نے کہا "اگر کوئی جواب ہے بھی تو وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

"تم بتاؤ...... میری سمجھ میں آنے یا نہ آنے سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے۔"

"اس شخص نے شروع میں ہی مجھے مسحور کردیا تھا۔ وہ ان لوگوں سے الگ تھلگ معلوم ہوتا تھا۔ میں اسی سے متاثر تھا اور ہوں جنرل! مجھے یقین تھا کہ اس کے ہاتھوں مجھے نقصان نہیں پہنچ سکتا اور وہ بھی مطمئن تھا کہ کسی غلط شخص کو اپنا فن منتقل نہیں کر رہا۔ مجھ سے قبل سیکڑوں افراد کو شاگردی میں لینے سے انکار کرچکا تھا۔"

"تم نے اب تک ایک بیان بھی ایسا نہیں دیا جس کی صحت کی تصدیق کی جاسکے۔ تمہارا ہر بیان نئی داستان کا لطف دے رہا ہے۔"

"مجھ سے اس جزیرے کے بارے میں کچھ معلومات مزید طلب کی جارہی ہیں" دفعتاً اسپیکر سے کیتھی کی آواز ابھری "اور مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ کیا میں براہ راست تمہاری بات کراؤں؟"

"معلوم تو مجھے بھی کچھ نہیں ہے کیتھی" میں نے کہا "لیکن خیر! میں دیکھتا ہوں"

"میں تمہارا رابطہ براہ راست کرا رہی ہوں۔ یہ ظاہر نہ ہونے دینا کہ تم کسی غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہو۔"

"میں سمجھتا ہوں کیتھی" میں نے کہا اور جنرل کی طرف دیکھا۔ وہ اپنی نشست پر مطمئن بیٹھا تھا۔

چند لمحوں بعد اسپیکر سے ایک مردانہ آواز ابھری "گوٹے بل کے اطراف کے تمام نقشے کھنگالنے کے بعد ہم ایسا ایک ہی جزیرہ دریافت کرسکے ہیں جو مکمل طور پر غیر آباد ہے لیکن تصدیق کے لئے ہمیں مزید معلومات درکار ہیں۔"

"تم پوچھو' اگر مجھے معلوم ہو تو تمہاری رہ نمائی ضرور کروں گا۔" میں نے باوقار انداز میں کہا۔

"کیا وہ جزیرہ پرسوں شام آنے والے طوفان کی زد میں آیا تھا؟" مجھ سے سوال کیا اور میں نے محسوس کیا کہ جنرل کے انداز میں اچانک ہی دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔

"ہاں" میں نے کہا "لیکن اس سوال سے جزیرے کی تلاش کا کیا تعلق ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے جناب! اگر وہ جزیرہ طوفان کی زد میں آیا تھا تو ہم طوفان کے راستے پر جزیرے کو تلاش کریں گے اور اگر وہاں طوفان نہیں آیا تھا تو پھر ہم کوئی اور صورت نکالیں گے۔"

"میں نے کہا ہے کہ پرسوں شام وہ جزیرہ طوفان کی زد میں آیا تھا۔ اس سے تم کیا نتیجہ اخذ کروگے؟"

"جو جزیرہ ہمارے پیش نظر ہے وہ پرسوں شام آنے والے طوفان کے راستے میں پڑتا ہے۔ اب اگر آپ ہمیں طوفان کی آمد کے صحیح وقت سے آگاہ کرسکیں تو سمجھیں جزیرے کا یقینی سراغ مل گیا۔"

میں نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی "وقت کا تعین کس گھڑی سے کیا جائے گا؟" میں نے کہا "گھڑیوں کے آپس کے وقت میں بھی تو فرق ہوتا ہے۔"

"اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو ہم وہ فرق نکال لیں گے۔ آپ صحیح وقت بتا سکیں گے؟"

"اس وقت سات بج کر تقریباً تین منٹ کا وقت تھا جب طوفان شروع ہوا تھا۔"

"اور اس وقت آپ کی گھڑی میں کیا وقت ہوا ہے جناب؟"

"نو بج کر تیرہ منٹ" میں نے کہا جنرل ٹیرس بے حد متجسس نظر آنے لگا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ میرے بیان کی تصدیق ہوجانے کی صورت میں وہ اور کیتھی میری اور باتوں پر یقین کرنے کے لئے مجبور ہوجاتے۔

"آپ کی گھڑی کا وقت بالکل درست ہے جناب! اور آپ نے جزیرے پر طوفان کی آمد کا جو وقت بتایا ہے اس کے مطابق بھی یہ وہی جزیرہ ہے جو ہم نے نشان زد کیا تھا۔"

میں نے جنرل ٹیرس کی طرف دیکھا جو تن کر بیٹھ گیا تھا۔

"کیا ضروری ہے کہ یہ وہی جزیرہ ہو؟" جنرل نے کہا۔

"ہمیں جو معلومات فراہم کی گئی ہیں اور مسٹر علی نے جزیرے پر طوفان کی آمد کا جو وقت بتایا ہے اس کے پیش نظر وہ کوئی اور جزیرہ ہو ہی نہیں سکتا جناب! آپ نے بھی جزیرہ مرگ کا نام ضرور سنا ہوگا۔ یہ گوٹے بل کے ساحل سے ڈیڑھ سو کلومیٹر شمال مشرق میں واقع ہے اور یہ وہ واحد جزیرہ ہے جو غیر آباد ہے۔ زیر آب چٹانوں کی وجہ سے اس طرف چھوٹی کشتیوں کا جانا بھی ممنوع ہے۔ علی صاحب نے جزیرے پر طوفان کی آمد کا جو وقت بتایا ہے' ہمارے حساب کی رو سے بھی وہی وقت بنتا ہے۔ ہم نے یہ وقت طوفان کی رفتار سمت اور گوٹے بل سے جزیرۂ مرگ کے فاصلے کو مدنظر رکھتے ہوئے نکالا ہے۔"

"شکریہ" جنرل نے کہا "ضرورت پڑی تو تمہیں پھر زحمت دی جائے گی" جنرل کے ان الفاظ کے ساتھ ہی اسپیکر سے آواز آنا بند ہوگئی اور جنرل میری طرف متوجہ ہوگیا "موجودہ صدی کے دوران جزیرۂ مرگ دوبار ڈوب چکا ہے۔ اس کے اطراف ایسی خطرناک زیر آب چٹانیں بکھری ہوئی ہیں جن کے خوف سے ماہی گیر بھی اس طرف نہیں جاتے۔ بڑے بحری جہازوں کے اس طرف جانے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہاں کوئی مقامی آبادی بھی نہیں ہے۔ دنیا میں ایسے چند اور جزائر بھی ہیں جو سمندر میں ڈوبتے ابھرتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسی خطرناک جگہ جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جو کسی وقت بھی ڈوب سکتی ہو' وہاں رہائش اختیار کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ اگر تمہارے بیان کی اس طرح تصدیق نہ ہوجاتی تو میں کبھی یقین نہ کرتا تاہم مجھے اب بھی حیرت ہے کہ کچھ لوگوں نے اس جزیرے کو کیوں اپنا مسکن بنا رکھا ہے؟"

"تم لوگ میرے ہر بیان کو شبہے کی نظر سے دیکھ رہے ہو۔ میں اس بات پر افسوس کے سوا اور کیا کرسکتا ہوں۔"

"کیا ہم تم پر شبہ کرنے میں حق بجانب نہیں ہیں علی؟" جنرل نے بڑی حیرت سے کہا۔

"ہرگز نہیں جنرل! یہ میرے ساتھ زیادتی ہے مگر میں اس پر احتجاج نہیں کروں گا' اظہار افسوس البتہ ضرور کرتا رہوں گا۔"

"مجھے تمہارے الفاظ سے تکلیف پہنچی ہے علی! تم ایک اہم حقیقت کو نظرانداز کررہے ہو۔ کیتا سے ہونے والی تمہاری گفتگو کا یہ ٹیپ سننے کے بعد تمہارے یہودی ایجنٹ ہونے میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے لیکن پھر بھی۔۔۔"

"یہ وقت اس بحث کے لئے مناسب نہیں ہے جنرل! ایک بات ایسی بھی ہے جو میرے حق میں جاتی ہے اور مجھے اس کی رعایت ملنی چاہئے تھی مگر افسوس تم نے اس رعایت سے بھی محروم کردیا۔"

جنرل حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔ یقیناً وہ یہ سوچ رہا ہوگا کہ ایسے مخالف حالات میں تو کوئی بات میرے حق میں جا ہی نہیں سکتی۔

"گوٹے بل آنے کے بعد مجھے تم سے یا کیتھی براؤن سے تنہائی میں بات کرنے کا ایک بھی موقع نہیں ملا' اگر مجھے ایسا ایک موقع بھی مل گیا ہوتا اور اس کے باوجود میں نے تمہیں حقیقت حال سے آگاہ نہ کیا ہوتا تو تم مجھے مجرم گردان سکتے تھے لیکن میرے ساتھ تمہارا طرز عمل وہی ہے جو کسی ایسے شخص کے ساتھ ہوسکتا ہے جو مجرم ثابت ہوچکا ہو۔ میرے ہر بیان کو تم من گھڑت قرار دے رہے ہو اور میرے ہر تعاون کو جان بچانے کی کوشش سمجھ رہے ہو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں کرسکتے جنرل کہ میری کسی بات کو اس وقت تک جھوٹ نہ سمجھو جب تک کہ وہ غلط ثابت نہ ہوجائے؟"

میں دیکھ رہا تھا کہ میری باتوں نے جنرل ٹیرس کو متاثر کیا ہے۔ وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ اس وقت میرے پاس اپنی زندگی بچانے کے لئے سب سے مؤثر ہتھیار یہی تھا۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کے اعتماد کو زیادہ سے زیادہ متزلزل کرکے ہی میں کامیابی سے قریب تر ہوسکتا تھا اور یہ حقیقت تو بہرحال اٹل تھی کہ میں اپنے کہے کو کسی طرح بھی ثابت نہیں کرسکتا تھا۔

"تمہاری باتوں میں وزن ہے علی! میں تم سے بہت اچھی طرح واقف ہوں' تم دلائل کے انبار لگا دیتے ہو۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اس موقع پر تم اپنے حق میں ایک بھی دلیل پیش نہیں کرسکوگے لیکن ایسی دلیل ڈھونڈ لائے جسے کسی طرح رد کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ دوسری طرف جو کچھ ہوچکا ہے میں اس کا تدارک بھی نہیں کرسکتا۔ ہم دونوں کو ایک دودھاری تلوار سے گزرنا ہے میرے دوست! میں مانتا ہوں کہ میں نے جلدبازی سے کام لیا ہے۔ یہاں لانے سے قبل تمہیں ایک موقع ضرور ملنا چاہئے تھا لیکن گزرے ہوئے وقت کو واپس لانا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ میری حماقت سے تم ایک ایسی صورت حال میں پھنس گئے ہو جس سے نکلنے کی تدبیر اب تمہیں ڈھونڈنی ہے۔ میں ہر قسم کے نظریات سے مبرا ہوکر صرف ایک دوست کی حیثیت سے تم سے مشورہ طلب کررہا ہوں کہ اس وقت میری جگہ اگر تم خود ہوتے تو کیا کرتے؟"

"تم غلط سمجھ رہے ہو جنرل! میں تو تم سے صرف اتنی رعایت طلب کررہا ہوں کہ خدارا میری کسی بات کو جھوٹ مت سمجھو' مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے۔"

"تمہارا جواب بہت واضح ہے' یعنی اب تمہیں اس وقت تک یہیں رہنا ہے جب تک کہ خود کو شک و شبہے سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پوری طرح بالاتر ثابت نہ کردو۔ رہی یہ بات کہ میں تمہارے کسی بیان کو جھوٹ نہ سمجھوں تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔"

"تو سب سے پہلے اس بات پر یقین کرلو کہ میرے نظریات کی تبدیلی کے لئے مجھ پر عمل کیا گیا تھا مگر وہ غیر موثر ثابت ہوا اور میں اب بھی وہی پہلے والا علی یار خان ہوں جو فلسطین کی آزادی کے لئے صیہونی فتنے کے سامنے آہنی دیوار بنا رہتا تھا اور یہ کہ رینڈل ہاورڈ اور اس کے گروہ کے ارکان کو دھوکے میں رکھے ہوئے تھا۔"

"میں تو اس پر یقین کرلوں گا لیکن۔۔۔"

"فی الوقت میرے لئے یہی کافی ہے کہ تم میری بے گناہی پر یقین کرلو" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "زندگی کے آخری لمحات میں اس کرب سے تو محفوظ رہوں گا کہ میں اپنوں کی نظروں سے گر گیا ہوں۔"

"میں۔۔۔ میں تمہاری بات پر یقین کرتا ہوں میرے دوست" جنرل ٹیرس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "اگر تم واقعی بے گناہ ہو تو مجھے معاف کردینا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا۔۔۔"

"مجھے تم پر فخر ہے جنرل!" میں نے اس کا ہاتھ گرم جوشی سے دباتے ہوئے کہا "تم نے جو کچھ بھی کیا نیک نیتی سے کیا اور میرا برا نہیں چاہا۔ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے جنرل۔"

"شکریہ علی! اب یہ بتاؤ کہ ہمیں اگلا قدم کیا اٹھانا چاہئے۔ تمہارے موشے ہاورڈ کے ٹھکانے کا سراغ تو مل گیا۔ کیوں نہ اسے تباہ کردیا جائے۔"

"اول تو رینڈل خود وہاں نہیں ہوگا اور فرض کرو وہ وہاں ہوا تب بھی یہ نہ بھولو کہ تہذیب اور بڈ بھی اس جزیرے پر قید ہیں۔"

"تو کیا خیال ہے ان کی رہائی کے لئے کوئی مشن ترتیب دیا جائے؟" جنرل نے کہا۔

"تمہیں دیر میں خیال آیا جنرل" اسپیکر سے کیتھی کی آواز ابھری "میں فوج کے اعلیٰ افسران سے تبادلہ خیال کرچکی ہوں۔ وہ فوری طور پر آپریشن کے لئے تیار رہیں۔"

"معلوم ہوتا ہے تم نے ہنگامی حالت کا اعلان کردیا ہے تبھی اتنی تیزی سے فیصلوں پر عمل درآمد ہو رہا ہے" میں نے کہا۔

"ہم ہنگامی حالت سے ہی تو دوچار ہیں علی" کیتھی نے کہا "تینوں مسلح افواج کے چنیدہ دستے کسی بھی وقت حرکت میں آنے کو تیار بیٹھے ہیں۔"

"میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان دونوں کی رہائی کے لئے کوشش ناگزیر ہوگئی ہے۔ میرے بعد تہذیب میرا مشن جاری رکھ سکے گی لیکن مجھے شبہ ہے کہ انہیں رہا کرانے کی کوئی کوشش کامیاب بھی ہوسکے گی؟"

"یہ فوجی آپریشن ہوگا علی" کیتھی نے کہا "اسے ناکام بنانا اتنا آسان نہیں ہوگا۔"

"اہمیت طاقت کی نہیں، حکمت عملی کی ہوگی کیونکہ ہمیں نہیں معلوم کہ جزیرے کی حفاظت کے کیا انتظامات ہیں۔ ممکن ہے جزیرے پر کسی کے پہنچنے سے قبل ہی ان کے آلات نشان دہی کردیں اور وہ ہوشیار ہوجائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جزیرے کے ساحلوں کی نگرانی کے لئے خفیہ کیمرے متعین ہوتے ہوں۔"

"جزیرہ مرگ تک کسی بحری جہاز کی رسائی تو ناممکنات میں سے ہے" جنرل ٹیرس بولا "اس بات سے وہ لوگ خود واقف ہوں گے اور اس بنا پر امید کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے اتنے حفاظتی انتظامات نہیں کئے ہوں گے جتنی تمہیں توقع ہے۔"

"کیتھی براؤن تو وہاں ایک پورے دستے سے حملہ کرنے کے بارے میں سوچ رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب وہاں کشتی بھی نہیں پہنچ سکتی تو ایک پورا دستہ کس طرح پہنچے گا؟"

"ہم یہاں سے ایک کمانڈو دستہ روانہ کررہے ہیں" کیتھی نے کہا "یہ لوگ غوطہ خوری کے لباس میں ہوں گے اور ان کی اولین ذمے داری تہذیب اور بڈ کو رہا کرانا ہوگی۔ باقی باتیں بعد کی ہیں۔"

"ٹھیک ہے" میں نے کہا "جزیرہ مرگ تک پہنچنے کے لئے آبدوزیں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں لیکن غوطہ خوری کے لباس کی ضرورت نہیں ہے۔ جنرل کی یہ دلیل دل کو لگتی ہے کہ جب وہ جزیرہ اتنے خطرناک سمندر میں واقع ہے تو وہ لوگ اس کی حفاظت کی طرف سے بھی غافل ہوں گے۔ انہیں کسی کی طرف سے خطرہ بھی نہیں ہے۔ میں واحد مرد ہوں جس کا تعلق ان کے گروہ سے نہیں مگر میں وہاں سے ہوکر آیا ہوں۔ ان کی احتیاط کا اندازہ اس بات سے کرادو کہ مجھے وہاں سے گوٹے بل بے ہوشی کے عالم میں منتقل کیا گیا لہٰذا وہ مطمئن ہوں گے کہ جزیرے کے محل وقوع سے میں لاعلم ہوں۔ میری طرف سے کوئی خطرہ ہوا تو بھی میں کسی کو معلومات فراہم نہیں کرسکوں گا۔"

"میں جزیرہ مرگ پر شب خون مارنے کے احکامات جاری کررہی ہوں علی! بحریہ کے جنگی جہاز، آبدوزیں اور اعلیٰ تربیت یافتہ کمانڈو دستہ یہاں سے روانہ ہونے کے لئے تیار ہے۔"

"میں تمہیں جزیرے کی تعمیرات کے بارے میں تفصیل سے بتا رہا ہوں۔ ان معلومات کی مدد سے نقشہ تیار کرلو تاکہ کمانڈوز کو تہذیب تک پہنچنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے" میں نے جزیرے کے بارے میں بڑی تفصیل سے بتانا شروع کردیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کیتھی نے یہ معلومات کس طرح نوٹ کی ہوں گی تاہم اس نے نہ تو درمیان میں مجھے ٹوکا اور نہ ہی بعد میں کوئی سوال کیا۔

"ان معلومات کی روشنی میں کام بہت آسان ہوجائے گا علی" کیتھی نے کہا "اب یہ اور بتادو کہ کیا لی کوان کو بھی وہاں سے نکالنا ہے۔"

"تمہارے کمانڈوز اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرسکیں گے، اس کی لاعلمی میں اس کے نزدیک تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو علی؟" کیتھی کی متحیرانہ آواز آئی "تم تو اچھی طرح جانتے ہو کہ کمانڈو ٹریننگ کیا ہوتی ہے۔"

"ہاں یہ میں کہہ رہا ہوں کیتھی! اور اگر تم یہ چاہتی ہو کہ تمہارا کوئی آدمی بلاوجہ ضائع نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ جزیرے پر داخل ہونے والے کسی شخص کے پاس میری استعمال کی ہوئی کوئی چیز موجود ہو۔ مجھے سب سے زیادہ خطرہ لی کوان کی طرف سے ہے۔ ہر قسم کے حفاظتی حصار کو توڑا جاسکتا ہے مگر لی کوان کی نظروں سے نہیں بچا جاسکتا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ تہذیب اور بڈ اس کے برابر والے کاٹیج میں قیام پذیر ہیں۔ میرے کمرے کی الماری سے تمہیں ایک استعمال شدہ رومال مل جائے گا۔ جب جزیرے پر لی کوان کا سامنا ہو تو اس کے سامنے یہ رومال لہرادیا جائے ورنہ تمہاری یہ مہم کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکے گی۔"

میری بات سن کر کیتھی ہنسنے لگی "عجیب انہونی باتیں کررہے ہو علی! لی کوان آدمی ہے یا۔۔۔"

"خبردار! اس کی شان میں کوئی نازیبا لفظ مت کہنا۔ وہ میرا استاد ہے اور میں اس کا بے حد احترام کرتا ہوں۔ میری باتیں تمہیں کتنی ہی انہونی کیوں نہ معلوم ہو رہی ہوں ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔"

"عمل ہوجائے گا علی! لیکن کیا ضروری ہے کہ کسی کا لی کوان سے سامنا بھی ہو۔"

"ضرور ہوگا کیتھی" میں نے کہا "مجھے اس بات کا یقین ہے اور سامنا ان میں سے کسی کا ہوگا جو تہذیب کے کاٹیج تک جائیں گے۔ تم شاید یقین نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ لی کوان کی حسیات جانوروں سے بھی بڑھ کر ہیں۔"

پھر کیتھی غالباً ہدایات دینے میں مصروف ہوگئی۔ میں نے جنرل ٹیرس کی طرف دیکھا اس کے چہرے کے تاثرات سے اس کی دلی کیفیات کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

"تم اندازہ نہیں کرسکتے جنرل کہ یہودی مسلمانوں سے کس قدر خوف زدہ ہیں۔ اپنی تمام تر برتری کے باوجود وہ اس خوف سے پیچھا نہیں چھڑا سکے جو ان کے لاشعور میں موجود ہے۔"

"میں جانتا ہوں علی" جنرل نے جواب دیا۔

"یقیناً تم جانتے ہو لیکن میں تمہیں بتاؤں گا تو تم یقین نہیں کروگے۔ رینڈل نے سائنٹیفک طریقے سے میرے نظریات تبدیل کئے، مشینوں کے ذریعے میرا چیک اپ کرکے اطمینان کیا مگر انہیں اطمینان نہیں ہوا۔ حالاں کہ انہیں اپنی مشینوں پر بڑا اعتماد ہے۔ ہر قسم کے مرحلوں سے گزرنے کے بعد بھی انہوں نے میرا امتحان لینا جاری رکھا۔ یہ پرسوں رات کی بات ہے جب جزیرہ طوفانِ برگ و باراں کی زد میں تھا کہ ایک شخص اندھیرے میں میرے کاٹیج میں داخل ہوا۔ اس وقت لائٹ گئی ہوئی تھی۔ اس نے خود کو موشے ہاورڈ کا باغی ظاہر کیا اور مجھے جزیرے کے محل وقوع کا ہاتھ کی مدد سے بنایا ہوا ایک نقشہ پیش کیا اور مجھ سے درخواست کی کہ میں جزیرے سے نکلنے کے بعد جنرل ٹیرس کی مدد سے جزیرے پر حملہ آور ہوجاؤں۔۔۔"

"وہ نقشہ کہاں ہے" جنرل نے میری بات کاٹتے ہوئے بے صبری سے کہا۔

"اس نقشے کے مطابق وہ جزیرہ گوٹے بل سے اسی میل جنوب مغرب میں تھا جبکہ درحقیقت وہ نوے میل شمال مشرق میں واقع ہے۔"

"اوہ!" جنرل ٹیرس حیران رہ گیا "پھر تم نے کیا کیا؟"

"مجھے اس پر اس وقت شبہ ہوگیا تھا جنرل! اس شخص کو دراصل رینڈل نے خود بھیجا تھا۔ قدرتی بات ہے کہ میں اس نادر موقع کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیتا لیکن میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ اس کی کسی چال میں آجاؤں۔ میں نے رینڈل کے ہاتھوں صرف ایک بار چوٹ کھائی ہے اور دوبارہ چوٹ کھانے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میرے نظریات تبدیل ہوگئے تو ہوگئے۔ ایک بار یہودی نظریات سے متفق ہوجانے کے بعد کسی پر رحم کھانے کی گنجائش کہاں نکل سکتی ہے۔ میں نے اس کی تصویر کھینچ لی اور اس سے کہہ دیا کہ میں اسے موشے ہاورڈ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ وہ شخص میک اپ میں تھا اور مجھے افسوس یہ ہے کہ وہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ میں نے صبح ہوتے ہی ساری کتھا رینڈل کو سنادی اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس شخص کی تصویر بھی پیش کردی جو میں نے لائٹر کی مدد سے کھینچی تھی۔ رینڈل نے اسے پہچاننے سے انکار کردیا۔ وہ مجھے دھوکا دے رہا تھا اور میں اسے دھوکا دے رہا تھا۔ وہ تو مجھے دھوکا دینے میں کامیاب نہیں ہوسکا لیکن دیکھ لو میں اسے کتنی کامیابی سے دھوکا دے رہا ہوں۔ وہ یہی سمجھتا ہے کہ اب میں یہودیوں کے لئے کام کروں گا مگر اس کی خوف زدگی کا عالم یہ ہے کہ اس نے مجھے جزیرے کے محل وقوع سے بے خبر رکھا۔ اس ذریعے سے واقف نہیں ہونے دیا جس کے ذریعے جزیرے پر آمدورفت ممکن ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نکیتا کو میرے ساتھ لگادیا تاکہ وہ ہروقت میری نگرانی کرتی رہے۔"

"یہ تو میں جانتا ہوں کہ یہودی مسلمانوں سے بے حد خوف زدہ ہیں لیکن مجھے اس حد تک اندازہ نہیں تھا" جنرل نے کہا۔

"یہ شخص جس کا نام رینڈل ہے یہ مجھ سے اولیو ہارڈی کی موت کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے آدمیوں کو مجھے قتل کردینے کی ہدایات جاری کررکھی تھیں لیکن جب میں اس کے قابو میں آگیا تو اس نے اپنا ارادہ تبدیل کردیا۔ اگر لی کوان نہ ہوتا تو صورت حال بہت مختلف ہوتی۔ رینڈل سے یا اس کے آدمیوں سے جزیرے پر ہی تصادم ہوجاتا۔ کوٹے بل ائرپورٹ پر ان کے قابو میں آجانا میرے لئے ہر اعتبار سے سودمند ثابت ہوا ہے۔ کسی اور ذریعے سے شاید ہمیں کبھی اس جزیرے کا علم نہ ہوپاتا جہاں دہشت گردوں کی ایک پوری کھیپ تیار کی جارہی ہے۔ یہ دہشت گرد تربیت پوری ہونے کے بعد کیا گل کھلائیں گے اس کا اندازہ کرنا بھی محال ہے۔ رینڈل نے عظیم تر اسرائیل کی سرحدوں کا جو نقشہ بنایا ہے اس کے لئے واقعی اسے اتنی ہی تعداد میں دہشت گرد درکار ہوں گے۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے جس اتحاد کی ضرورت ہے وہ مسلمانوں میں مفقود ہے اور افراتفری کے ساتھ انفرادی محاذوں پر زیادہ عرصے کامیابی سے ان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔"

"تہذیب اور بڈ کی رہائی کے لئے جنگی بحری جہازوں کا بیڑہ روانہ ہوچکا ہے علی" کیتھی کی آواز آئی۔

"اتنی جلدی!" میں نے حیران ہوکر کہا۔

"اوہ! میں سمجھ گیا" جنرل نے تیزی سے کہا "بحریہ کے جہاز جنگی مشقوں کے سلسلے میں پہلے ہی بین الاقوامی سمندر میں موجود تھے۔ اس لئے وہ اتنی جلدی روانہ ہوسکے ہوں گے۔"

"کمانڈوز کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ان جہازوں تک پہنچایا گیا ہے جنرل اور آبدوزیں تو پہلے ہی کھلے سمندر میں موجود تھیں۔"

"بحری جہاز تو جزیرے سے دور ہی رک جائیں گے" جنرل نے کہا۔

"جی ہاں جنرل! منصوبہ یہ ہے کہ جہاز محفوظ مقام پر رک جائیں گے اور آبدوزوں کے ذریعے کمانڈوز جزیرے تک پہنچ سکیں گے۔ تہذیب اور بڈ کو جزیرے سے نکالنے کے بعد ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ یہ تم بتاؤ گے علی!"

"مجھے کامیابی کی امید کم ہی ہے کیتھی لیکن تہذیب اور بڈ کے بعد جس قدر جلد ممکن ہوسکے جزیرے پر تباہ کن حملہ کرنے کی کوشش کرنا۔"

"میرا خیال بھی یہی ہے علی! میں ابھی فضائیہ کے سربراہ سے بات کرتی ہوں۔"

"ایسی حماقت مت کرنا کیتھی" میں نے تیزی سے کہا "اس معاملے میں فضائیہ کو ملوث کرنا خطرناک ہوگا۔"

"ہماری فضائیہ بہت مضبوط ہے علی" جنرل ٹیرس نے کہا "اور پھر یہاں تو انہیں مزاحمت کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑے گا۔"

"مجھے اس میں شبہ ہے جنرل! فضائی حملے کے خلاف ان کے پاس زیادہ مؤثر ہتھیاروں کی موجودگی کے امکانات ہیں۔"

"ہوائی جہازوں کے ذریعے بمباری کرکے زیادہ تباہی پھیلائی جاسکتی ہے جبکہ بحری جہازوں کے ذریعے توپوں کے گولے پھینک کر یا میزائلوں سے حملہ کرکے اتنے عمدہ نتائج حاصل نہیں کئے جاسکتے۔"

"تمہاری بات سے مجھے اختلاف نہیں ہے جنرل" میں نے کہا "تم جس طرح مناسب سمجھو کرو' میں نے تو بس ایک خطرے کی نشان دہی کی تھی۔"

"تم جزیرے پر حملہ کرنے کے لئے ہر ذریعہ اختیار کرو لیکن علی کی وارننگ کو نظرانداز بھی مت کرنا اور فضائی قوت ذرا احتیاط سے استعمال کرنا۔"

"ٹھیک ہے جنرل! میں اس سلسلے میں متعلقہ محکموں سے بات چیت کرتی ہوں۔"

"یہ آپریشن صبح سے قبل مکمل نہیں ہوسکے گا" جنرل نے مجھ سے کہا "اگر تم چاہو تو اس وقت تک کے لئے سو سکتے ہو۔ تہ خانوں سے تو تم واقف ہی ہو۔"

"مجھے معلوم ہے جنرل کہ اس تہ خانے میں آرام دہ خواب گاہیں موجود ہیں لیکن ان حالات میں کسے نیند آسکتی ہے البتہ فریج ٹٹولنا پڑے گا۔"

میں اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا جہاں فریج موجود تھا۔ جنرل ٹیرس بھی میرے ساتھ ہی اٹھا تھا۔ فریج میں دو آدمیوں کے لئے کم از کم تین روز کی خوراک کا ذخیرہ تو موجود تھا۔

"کھانے پینے کی اشیا کا اتنا ذخیرہ ہمیشہ یہاں موجود رہتا ہے" جنرل نے کہا۔

"ہم دونوں کی مشترکہ خوش قسمتی ہے جنرل! ورنہ زندگی کچھ اور مختصر ہوجاتی۔"

"بار بار اس قسم کی باتیں کرکے مجھے شرمندہ مت کرو" جنرل ٹیرس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم کیوں شرمندہ ہورہے ہو جنرل! تم نے مجھے تنہا تو مشکل میں نہیں پھنسایا۔ میرے ساتھ خود بھی گرفتار ہوئے ہو۔"

ہم نے کھانا کھایا اور اس کے بعد ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ کیتھی برابر ہی جاگ رہی تھی اور ہر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ہمیں تفصیلات سے آگاہ کررہی تھی۔ فضائیہ کے سربراہ نے بڑے جوش و خروش سے اس مہم میں حصہ لینے پر آمادگی کا اظہار کیا تھا۔ میں ان کے حق میں دعا ہی کرسکتا تھا۔ اس لئے کہ جزیرے پر فضائی حملہ ہونے کی صورت میں مجھے کوئی اچھی توقع نہیں تھی۔ میں نے کیتھی کو منع بھی کیا تھا کہ جنگی بحری جہازوں سے وائرلیس پر زیادہ رابطہ نہ رکھے۔ وجہ یہ تھی کہ گفتگو سنی بھی جاسکتی تھی۔ اس پر کیتھی نے جو موقف اختیار کیا وہ یہ تھا کہ ساری گفتگو کوڈ ورڈز میں ہورہی ہے اس لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تاہم اس نے کسی احتیاط کا مظاہرہ ضرور کیا تھا اور اب صرف ضرورتاً ہی لاسلکی گفتگو کررہی تھی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجھ پر بے چینی طاری ہونا شروع ہوگئی۔ جنرل ٹیرس کی حماقت سے میں پھنس نہ گیا ہوتا تو کوئی ایسی صورت اختیار کرتا جس میں تہذیب کی جان کو خطرہ نہ ہوتا لیکن اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں بچا تھا کہ اسے دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے اور میں نے وہی کیا تھا۔

حیران کن بات یہ تھی کہ حالات کی سنگینی مجھ پر اتنی اثر انداز نہیں ہورہی تھی۔ مجھے یہ فکر بھی نہیں رہی تھی کہ میں اس تہ خانے سے کس طرح نکل پاؤں گا۔ کوئی خیال تھا تو تہذیب کا تھا۔ ہم نے چھ ماہ سے زیادہ عرصہ قید میں گزارا تھا۔

اس قید کے دوران میں تو مصروف رہا تھا لیکن تہذیب کے پاس کوئی کام نہیں تھا۔ چھ ماہ کی مدت کم نہیں ہوتی۔ آدمی کے ہاتھ پیروں میں زنگ لگ جاتا ہے۔ ذہنی صلاحیتیں تک متاثر ہوتی ہیں۔ تہذیب اور بڈ کو اگرچہ کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا لیکن قید ہونے کا احساس بھی تو کم نہیں ہوتا۔ ذہنی کرب تو جسمانی اذیت سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے اور ذہنی کرب کے لئے صرف یہ احساس بہت کافی ہوتا ہے کہ آدمی قید ہے "آزاد نہیں ہے"۔ اپنی مرضی سے جہاں چاہے گھوم پھر سکتا ہے مگر اس کی بھی کچھ حدود ہیں۔ عجیب بات ہے کہ جب اور جہاں کسی بھی شخص کے لئے کچھ حدود کا تعین کردیا جائے وہ انہیں توڑنے پر تل جاتا ہے۔ شاید قدرت نے انسان کا خمیر ہی بغاوت اور سرکشی سے اٹھایا ہے۔

اور پھر تہذیب کو ایک دوسرا صدمہ بھی تو پہنچا تھا جس کے سامنے ہر صدمہ ہیچ تھا اور وہ تھا میرے نظریات کی تبدیلی کا صدمہ۔ تہذیب کے لئے یہ بہت جان لیوا صدمہ تھا جبکہ بڈ کا معاملہ دوسرا تھا۔ اس کی اپنی ایک شخصیت تھی جس کا مجروح ہونا وہ گوارا نہیں کرسکتی تھی دوسری طرف مجھ سے

ایم اے راحت کے سنسنی خیز ناول
عمران، ناصر آفریدی اور پروفیسر ڈارک
وہی تین ہنگامے
طنز و مزاح سے بھرپور
قیمت فی کتاب ۱۵/روپے
ڈاک خرچ فی کتاب ۱۰/روپے
چاروں کتابیں ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۶/روپے
کتابیات پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی
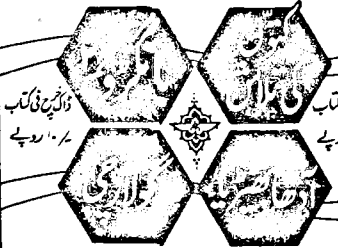
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کا تعلق بہت گہرا تھا۔ میرے نظریات کی تبدیلی کا علم ہونے کے باوجود وہ مجھ سے قطع تعلق نہیں کر سکی تھی۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کے خیال میں میرے نظریات کی تبدیلی عارضی ہو یا پھر اس نے سوچا ہو کہ برے وقت میں ساتھ نہیں چھوڑنا چاہئے۔

میں عالم اضطراب میں کبھی ٹہلنے لگتا تھا اور کبھی بیٹھ جاتا تھا۔ جنرل بھی ایسی ہی کیفیات سے گزر رہا تھا۔ میں اس کے اضطراب کے اصل سبب سے ناواقف تھا تاہم اس نے میرے لئے جو فیصلہ کیا وہ بہت جذباتی تھا اور میرے ساتھ ساتھ وہ خود بھی پھنس گیا تھا۔ کچھ عجب نہیں تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ پشیمانی کے احساس سے دوچار ہو رہا ہو۔ جذباتی فیصلے عموماً پشیمانی کا باعث بن جاتے ہیں۔

رات ڈھائی بجے کے قریب کیتھی براؤن نے اطلاع دی کہ جنگی جہازوں کے بیڑے نے آگے بڑھنا بند کر دیا ہے اور جزیرہ مرگ سے کوئی تیس میل دور کھلے سمندر میں لنگرانداز ہو گیا ہے۔ اس سے آگے آبدوزوں کا کام تھا۔ آبدوز ہی ایک ایسا ذریعہ تھا جس کے ذریعے جزیرے تک رسائی ممکن تھی۔ زیر آب بکھری ہوئی چٹانوں اور جزیرے پر ریڈار کے خطرے کے پیش نظر کوئی اور ذریعہ محفوظ نہیں تھا۔

اس خبر نے میرے اضطراب میں اضافہ کر دیا تھا۔ تہذیب کی رہائی کے لئے روانہ کی جانے والی ٹیم فیصلہ کن مراحل میں داخل ہو گئی تھی۔ اگر کمانڈو دستہ جزیرے کے ساحل تک بحفاظت پہنچ جاتا تو یہ پہلی کامیابی ہوتی۔

"تم سو جاؤ علی!" اچانک جنرل ٹیرس نے مجھ سے کہا "میں جاگ رہا ہوں، کوئی اہم اطلاع موصول ہوئی تو میں تمہیں اٹھا دوں گا۔"

"میں اٹھ کر کر بھی کیا لوں گا" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا "بس تو اس وقت خود کو دنیا کا بے بس ترین آدمی محسوس کر رہا ہوں۔"

جنرل کے چہرے پر شرمندگی بکھر گئی۔ میں نے جو بات کہی وہ اسے شرمندہ کرنے کے لئے نہیں کہی تھی لیکن میں بھی کیا کرتا۔ اپنی موجودہ کیفیت کے اظہار کے لئے خواہ کتنی ہی احتیاط سے الفاظ کیوں نہ منتخب کر لیتا، جنرل ٹیرس اس کی زد سے نہیں بچ سکتا تھا۔ اس لئے کہ موجودہ صورت حال کی تمام تر ذمے داری اس پر عائد ہوتی تھی۔

"ویسے اگر تم سونا چاہو تو سو سکتے ہو" میں نے اپنے جملے کا تاثر کم کرنے کی کوشش کی "اس مہم کے اختتام تک تو مجھے نیند آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

"تو پھر میں تمہارے لئے کافی بنا کر لاتا ہوں" جنرل نے کہا۔ یہیں محل کے نیچے واقع اس وسیع و عریض تہ خانے میں ہر قسم کے انتظامات موجود تھے اور یہ انتظامات صرف اس وجہ سے کئے گئے تھے کہ کسی بھی ہنگامی صورت میں وہاں چند روز پناہ حاصل کی جا سکے۔ باہر کی دنیا سے رابطہ منقطع ہو جائے تو بھی محصور کسی کا دست نگر نہ ہو۔ ویسے بھی سربراہان مملکت کے بہت چونچلے ہوا کرتے ہیں۔ کسے معلوم تھا کہ ایک روز یہ چونچلے بازی مجھ جیسے غریب الوطن شخص کے کام آئے گی۔

میں نے بہت کوشش کی کہ کافی بنانے کا فریضہ جنرل مجھے سونپ دے مگر وہ مصر ہو گیا۔ ہرچند کہ وہ اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنے کا عادی نہیں تھا۔ اس کے کام کرنے کے لئے ملازمین کی ایک پوری فوج ہر وقت تیار رہا کرتی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے میرے لئے کافی بنائی۔ ایک طرح سے یہ اس زیادتی کی تلافی کرنے کی کوشش تھی جو اس نے مجھے یہاں قید کر کے میرے ساتھ کی تھی۔

"کافی بہت عمدہ ہے جنرل" میں نے کافی کا ایک گھونٹ لینے کے بعد کہا۔

"یہ تمہارا خلوص ہے کہ کافی تمہیں اچھی لگی ورنہ مجھے تو کافی بنائے ایک عرصہ بیت گیا" جنرل نے بجھے بجھے سے انداز میں کہا۔

"واقعی تمہیں بہت محنت کرنی پڑی اس لئے سوکھا سا منہ بنا کر بات کر رہے ہو" میں نے ہنس کر کہا۔

"تمہاری خوش قسمتی ہے علی کہ تمہیں جنرل کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی کافی پینے کو ملی" کیتھی براؤن کی آواز آئی "تمہارے منہ سے کافی کی تعریف سن کر جنرل کے ہاتھوں کی بنی ہوئی کافی پینے کو میرا دل بھی مچلنے لگا ہے۔"

جنرل چونک پڑا "اپنے فرض پر نگاہ رکھو کیتھی! ایسی بات تمہیں مذاق میں بھی نہیں کہنی چاہئے۔"

"میری فرض شناسی پر تمہیں کوئی شبہ ہونا نہیں چاہئے جنرل! لیکن بہت غور کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ ہم ایک سنگین نوعیت کی غلطی کے مرتکب ہو چکے ہیں۔"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ اس مشن کا انچارج تمہیں بنا کر میں نے غلطی کی ہے" جنرل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بے فکر رہو جنرل! اب علی کو آزاد کر کے دوسری غلطی نہیں کی جا سکتی لیکن تمہیں یہ تو تسلیم کر لینا چاہئے کہ ہم سے جلد بازی میں غلطی ہو چکی ہے۔"

"اپنی اس کوتاہی کا اعتراف میں پہلے ہی کر چکا ہوں" جنرل نے بڑی بے بسی سے کہا۔

"کاش ہمیں تھوڑا سا وقت مل جاتا" کیتھی نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "تو شاید ہم اس معاملے کے اور پہلوؤں پر بھی غور کر لیتے۔ یہ وہی علی یار خان تو ہے جو برس ہا برس سے یہودیوں کے خلاف برسرپیکار ہے۔ ہمارے پاس ہر طرح کے ثبوت موجود تھے کہ گوٹے بل ائیرپورٹ سے لاپتا ہونے تک علی کی وفاداریوں پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایلو ہاورڈ کو ہلاک کرنے کے بعد علی منظر عام پر آگیا تو اس شان سے کہ اسرائیل کے دل تل ابیب سے دو کانکرڈ طیارے اغوا کر لئے اور اسرائیل کے حکام کو ایسی بھرپور شکست سے دوچار کیا جسے وہ کبھی نہیں بھلا سکیں گے۔ ان دونوں طیاروں میں اسرائیل کے چوٹی کے افراد سفر کر رہے تھے اور اسرائیل نے ان طیاروں کی حفاظت کے لئے جو انتظامات کئے تھے ان کی مثال ملنی مشکل ہے لیکن ان کی کوششوں کا انجام کیا ہوا۔ علی نے طیارے اغوا کر لئے۔ نہ صرف اغوا کئے بلکہ آج تک اسرائیلی حکام سراغ نہیں لگا سکے کہ وہ طیارے کہاں گئے۔ اس کے بعد عراق میں علی نے جو کارنامے سرانجام دیئے وہ بھی ہمارے علم میں ہیں پھر آخر ہم چند جملے سن کر اتنے جذباتی کیوں ہو گئے کہ ہم نے بغیر کچھ سوچے سمجھے علی کے خلاف اتنا بڑا قدم اٹھا لیا۔ کیا یہ سوچنا ہمارا فرض نہیں تھا کہ علی وہ شخص ہے جسے نہ خریدا جا سکتا ہے، نہ توڑا جا سکتا ہے اور نہ جھکایا جا سکتا ہے۔ اس وقت ہمارا ذہن کسی ایسے سائنٹیفک طریقے کی طرف نہیں جا سکتا تھا جس سے نظریات تبدیل کئے جا سکتے ہوں لہٰذا ہمیں کیسٹ سننے کے باوجود یہ بات رد کر دینی چاہئے تھی کہ علی یہودیوں کے لئے کام کر رہا ہے اور بالفرض ایسا تھا بھی تو کیا ایک غلطی سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیتی ہے؟"

"آخری بات تم نے درست کہی ہے کیتھی" میں نے ہنس کر کہا "بعض اوقات تو ایک غلطی پورے کیریر کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے اور اس کی سب سے بڑی مثال شیطان ہے۔"

"میری بات مذاق میں اڑانے کی کوشش مت کرو علی! میں بے حد سنجیدہ ہوں۔"

"ان سب باتوں پر میں بھی غور کر چکا ہوں کیتھی" جنرل نے شکست خوردہ سے انداز میں کہا "اس وقت تو مجھے صرف یہ بتاؤ کہ اب ہم کیا کریں۔ جو غلطی ہم نے کر دی ہے اس کا مداوا کیسے ہو۔"

"میں یہ فیصلہ علی پر چھوڑتی ہوں" کیتھی براؤن کی گمبھیر آواز آئی اور جنرل اضطراری انداز میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہرگز نہیں" اس نے سخت لہجے میں کہا "جنرل اپنے فیصلے واپس نہیں لیا کرتے۔ یہ معاملہ اپنے منطقی انجام کو پہنچ کر ہی ختم ہوگا۔"

میں نے ان کی گفتگو میں دخل دینے کی کوشش نہیں کی۔ میرا ذہن تو جزیرہ مرگ کی طرف منتقل ہو گیا تھا جس کی طرف اس وقت آبدوزیں بڑھ رہی ہوں گی اور گوٹے بل کی مسلح افواج کے بہترین تربیت یافتہ کمانڈوز اس وقت کے منتظر ہوں گے جب ان کی آبدوزیں جزیرہ مرگ کے ساحل تک پہنچیں۔

کیتھی براؤن اور جنرل ٹیرس میں تکرار ہوتی رہی۔ کیتھی کے دل میں میرے لئے نرم گوشہ پیدا ہو چکا تھا۔ وہ عورت تھی اور اس کا دل نرم تھا۔ اس پر میری باتیں اثرانداز ہوئی تھیں جبکہ جنرل ٹیرس نہ صرف مرد تھا بلکہ فوجی بھی تھا۔ اس نے پسیجنا نہیں سیکھا تھا۔ جنرل اگر پسیجنے لگیں تو فوجوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔

ان دونوں کی تکرار کا انجام یہ ہوا کہ کیتھی اپنے موقف سے دستبردار ہو گئی۔ وہ چاہ یہ رہی تھی کہ مجھے رہا کر دیا جائے خواہ اس میں کتنے ہی خطرات کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔

میں کبھی ٹہلنے لگتا اور کبھی بیٹھ جاتا۔ ذہن کا عالم عجیب تھا۔ یہاں سے باہر نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میرا انجام یہ بھی ہو سکتا ہے۔ ہر معرکے میں بے خوف و خطر کود پڑنے والا شخص یوں گمنامی کی موت مر جائے گا اور وہ بھی اپنوں کے ہاتھوں اور بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کے۔ باہر سے کمک آنے کی کوئی توقع نہیں تھی۔ آج شام ڈیوڈ ریان سے میری ملاقات طے تھی۔ میں اور نکیتا وہاں نہ پہنچ پاتے تو رینڈل کو اطلاع دی جاتی۔ اس اطلاع پر رینڈل کا ردعمل کیا ہوتا اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا اس لئے کہ اس کا ردعمل بہت سی باتوں سے مشروط ہوتا۔ اگر تہذیب کو رہا کرانے کی مہم کامیاب ہو جاتی اور جزیرہ مرگ پر حملہ کر دیا جاتا تو ظاہر ہے کہ رینڈل کا ذہن سب سے پہلے میری ہی طرف منتقل ہوتا پھر کانفرنس ملتوی ہونے کی خبر بھی تو تھی اور اس کے بعد میرا منظر عام سے غائب ہو جانا۔ ان میں سے ہر بات میرے خلاف جاتی تھی اور اس کے بعد ان سے یہی امید کی جا سکتی تھی کہ وہ ایک بار پھر میری تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔ صفائی کا موقع بھی مجھے شاید ہی دیا جائے۔ اگر یہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تین عوامل میرے خلاف نہ ہوتے تو میرے غائب ہونے پر وہ لوگ پریشان ہو کر مجھے تلاش کرتے۔ اگرچہ ٹیرس محل وہ مقام تھا جہاں ان کی پہنچ اوّل تو ہو نہیں سکتی تھی اور اگر ہو بھی جاتی تو یہاں انہیں کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ لوگ کتنے ہی طاقت ور کیوں نہ ہوتے۔ کسی ملک سے ٹکرانا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔

صبح کے چار بجے کیتھی براؤن نے اطلاع دی کہ کمانڈوز دستہ جزیرے کے ساحل پر اتر چکا ہے اور اسے کسی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس اطلاع نے میرے اضطراب میں اضافہ کردیا۔ مہم اہم ترین حصے میں داخل ہو گئی تھی اور اگلا گھنٹہ بے حد اہمیت کا حامل تھا۔ اس ایک گھنٹے کے دوران ہماری شکست اور فتح کا فیصلہ ہونا تھا۔

"اگر تہذیب اور بڈ کی رہائی کی مہم کامیاب ہو گئی تو جانتی ہو اس کے بعد تمہیں کیا کرنا ہے؟" میں نے کیتھی براؤن کو مخاطب کیا۔

"ہاں، اس کے فوراً بعد ہم جزیرے کو تہس نہس کردیں گے" کیتھی نے جواب دیا۔

"وہ تو تم کرہی دوگی لیکن یہ بھی سوچا ہے کہ ان ڈھائی سو صیہونی ایجنٹوں کا کیا بنے گا جو گوٹے ہل میں موجود ہیں؟"

"ان کا معاملہ تم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جب تم کہو گے ان کے خلاف کوئی کارروائی ہوجائے گی۔"

"تہذیب کی رہائی میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد جزیرۂ مرگ پر پہلا بم گرائے جانے سے قبل ان سب کو گرفتار ہو جانا چاہئے۔"

"بہت مناسب ہے علی! میں ابھی متعلقہ محکموں کو الرٹ کئے دیتی ہوں۔"

میں نے جنرل ٹیرس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں نیند کا خمار نہیں تھا، چہرے پر شب بیداری کے آثار نہیں تھے البتہ وہ بے حد متفکر نظر آرہا تھا۔ اس کے تفکرات کا باعث وہی مہم ہو سکتی تھی جو تہذیب کی رہائی کے لئے روانہ کی گئی تھی۔ میری خواہش تھی کہ تہذیب اور بڈ کو رہا کرانے کی غرض سے میں خود جزیرۂ مرگ جاتا مگر آدمی کی ہر خواہش کہاں پوری ہوتی ہے۔ ہرچند کہ یہ ایسی خواہش تھی جس کے پورا نہ ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا اس کے باوجود جب تہذیب کو رہا کرانے کی کوششیں کی جارہی تھیں میں اس سے بیسیوں میل کے فاصلے پر بے بس وقت گزار رہا تھا۔۔۔ یا شاید وقت مجھے گزار رہا تھا۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنا ہر اختیار کھو بیٹھتا ہے، خود کو وقت کی بے رحم لہروں کے حوالے کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ میں بھی ایسی ہی ایک منزل پر پھنس گیا تھا۔ میں نے اپنی باتوں سے جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کو متاثر کرنے کی جو کوششیں کی تھیں وہ میری رہائی کی حد تک بار آور ثابت نہیں ہو سکی تھیں اور نہ ہی میری کوششوں کے اس حد تک بار آور ہونے کا امکان تھا۔ میں خود کو حالات کے رحم و کرم پر نہ چھوڑتا تو اور کیا کرتا۔ میں کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کے لئے بھی تیار نہیں تھا۔

"مبارک ہو علی" پونے پانچ بجے اسپیکر سے کیتھی براؤن کی خوشی سے لرزتی ہوئی آواز ابھری "ہمارے کمانڈوز نے ہمیں کامیابی کا سگنل دیا ہے۔"

میں خوشی کی شدت سے اٹھ کھڑا ہوا "مجھے تفصیلات بتاؤ کیتھی" میں نے کہا۔

"ابھی تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا علی! تم نے ہی تو کہا تھا کہ بلا ضرورت لاسلکی رابطہ نہ قائم کیا جائے۔ ہمارے سگنل کہیں اور بھی سنے جا سکتے ہیں اس لئے میں نے انہیں منع کردیا تھا۔ کامیابی کی اطلاع کے لئے ایک مخصوص سگنل مقرر کیا گیا تھا اور مجھے وہ سگنل موصول ہو گیا ہے۔ جیسے ہی مزید کوئی اطلاع ملی میں تمہیں فوراً مطلع کروں گی اور اب میں موشے ہاورڈ کے ایجنٹوں کی گرفتاری کے لئے احکامات جاری کررہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے کیتھی! لیکن ان کی گرفتاری بہت منظم طریقے سے عمل میں آنی چاہئے۔ کسی کو اتنا نہ موقع ملے کہ وہ ہیڈ کوارٹر کو مطلع کرسکے۔"

"او کے علی ڈیئر! میں ہر ممکن احتیاط برتنے کی ہدایت کئے دیتی ہوں۔"

"اب جزیرۂ مرگ پر آگ اور خون کا کھیل ہوگا علی" جنرل ٹیرس نے دانت پیستے ہوئے کہا "جو دوسروں کے لئے گڑھا کھودتے ہیں اسی میں خود ہی گر جاتے ہیں۔"

"اگر تم سمجھ رہے کہ رینڈل جزیرے پر ہوگا تو تمہارا یہ خیال غلط ہے تاہم جزیرے کی تباہی سے ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔"

"تم تو کہہ رہے تھے جزیرے پر تمہاری اس سے گفتگو ہوتی رہی ہے" جنرل نے چونک کر کہا۔

"ایک بار بھی اس سے روبرو ملاقات نہیں ہوئی۔ جب بھی بات ہوئی اسکرین اور مشینوں کے ذریعے ہوئی۔ وہ جزیرے پر ہوتا تو کم از کم ایک بار تو اس سے ضرور ہی ملاقات ہوجاتی۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔ اس طرح تو ہماری ساری محنت اکارت ہوجائے گی۔"

"وہ جزیرہ ان کا اہم ترین اڈہ ہے جنرل! جس آزادی سے وہاں کام ہو رہا ہے اتنی آزادی تو انہیں تل ابیب میں بھی میسر نہیں آسکتی۔ وہاں جو بھی قدم اٹھایا جائے گا لامحالہ دنیا والوں کے علم میں ضرور آئے گا جب کہ یہاں کسی قسم کی دخل اندازی کا خطرہ نہیں تھا۔ مکمل یکسوئی اور آزادی سے وہ جو چاہ رہے تھے کر رہے تھے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس ایک محاذ پر اگر ہمیں مکمل کامیابی حاصل ہو گئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے انہیں کم از کم دس سال پیچھے دھکیل دیا ہے۔"

"لیکن ابھی لی کوان کا مسئلہ طے ہونا تو باقی ہے" جنرل نے کہا "معلوم نہیں وہ جزیرے پر ہی ہے یا۔۔۔"

"یہ سب مسائل ثانوی حیثیت کے حامل ہیں جنرل! اپنی تمام تر اہمیت کے باوجود لی کوان ہمارے مشن کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔"

"کیا تم یہ گوارہ کرلوگے کہ اس کی جان بلاوجہ ضائع ہوجائے" جنرل نے حیرت سے کہا۔

"اسے قربانی کہتے ہیں جنرل" میں پھیکے سے انداز میں مسکرادیا "بڑے مقاصد کے حصول کے لئے چھوٹی موٹی قربانیاں تو دینی ہی پڑتی ہیں۔ جو قوم قربانیاں پیش کرنے کے جذبے سے عاری ہو وہ کبھی ابھر نہیں سکتی۔"

"ابتدائی تفصیلات معلوم ہو گئی ہیں علی!" کیتھی کی آواز آئی "ہماری آبدوزیں جزیرے سے کافی دور نکل آئی ہیں لیکن ابھی تک وہ جہازوں سے بہت دور ہیں۔ ہمارے کمانڈوز نے نہ صرف تہذیب اور بڈ کو جزیرہ سے بحفاظت نکال لیا ہے بلکہ ان کے ساتھ لی کوان بھی ہے۔ تہذیب اور بڈ بے ہوش ہیں جبکہ لی کوان اپنی مرضی سے ان کے ساتھ آیا ہے۔"

"اوہ! وہ دونوں بے ہوش کیوں ہیں؟" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا "کیا انہیں وہاں سے نکالنے کے دوران کوئی۔۔۔"

"یہ پروگرام میں شامل تھا علی کہ انہیں سوتے میں ہی بے ہوش کردیا جائے گا۔ وجہ یہ تھی کہ جزیرے پر ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا جاسکتا تھا۔"

"ٹھیک ہے" میں نے اطمینان کا سانس لیا "جزیرے پر کوئی دشواری تو پیش نہیں آئی۔"

"جو کچھ مجھے معلوم تھا میں تمہیں بتا چکی ہوں" کیتھی نے کہا "آبدوزوں سے میرا براہ راست رابطہ نہیں ہے۔ پیغامات پہلے ہمارے جہازوں پر موصول ہو رہے ہیں اور وہاں سے مجھے ڈائریکٹ کئے جارہے ہیں۔"

"اور ایگلز کے ایجنٹوں کی گرفتاری کے لئے تم نے کیا اقدامات کئے؟"

"اب سے ٹھیک ایک گھنٹے بعد ان سب کو بیک وقت گرفتار کرلیا جائے گا" کیتھی نے کہا "اس مقصد کے لئے ٹیمیں تشکیل دے لی گئی ہیں لیکن یہ بہت بڑا قدم ہوگا۔"

"موشے ہاورڈ کے لئے یقیناً یہ بہت بڑا صدمہ ہوگا لیکن اس نے جو کچھ کیا ہے صرف اس کا انتقام لینے کے لئے یہ سب کچھ بہت ناکافی ہے۔"

"اوہ! میں یہ نہیں کہہ رہی تھی۔۔۔ دراصل وہ فہرست اتنی طویل تھی کہ ہم غور نہیں کرسکے۔ اس میں بعض ایسے نام بھی شامل ہیں جن پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔ جنرل ٹیرس کے کان بھی کھڑے ہوگئے تھے۔

"اس فہرست میں نو ایسے افراد ہیں جو گوٹے ہل کے بااثر لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان نو میں سے پانچ تو سیاست داں ہیں، دو حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں، ایک صنعت کار ہے اور ایک سائنس داں ہے۔"

میرے لئے یہ انکشاف کسی دھماکے سے کم نہیں تھا۔ ڈیوڈ ریان کی فراہم کردہ فہرست تفصیل سے دیکھنے کی مجھے مہلت نہیں ملی تھی۔ میں نے تو اس فہرست پر سرسری نظر ڈالی تھی۔ یہی معاملہ جنرل ٹیرس کا بھی تھا۔ وہ ایک ایک نام غور سے پڑھتا تب ہی اس پر یہ اسرار منکشف ہوسکتے تھے جن کا اعلان ابھی ابھی کیتھی براؤن نے کیا تھا۔

"تم اس حقیقت سے کب آگاہ ہوئیں کہ اس فہرست میں نو ایسے لوگ بھی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"بہت دیر پہلے کی بات ہے علی! دیگر کام سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ میں اس فہرست کو بھی دیکھتی رہی تھی۔"

"تو پھر تم نے یہ انکشاف کرنے میں اتنی دیر کیوں کردی؟" میرا لہجہ قدرے سخت تھا۔

"میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پارہی تھی۔۔۔ دراصل مجھے اندازہ بھی نہیں تھا کہ ان لوگوں کی گرفتاری کی نوبت اس قدر جلد بھی آسکتی ہے۔"

"مجھے ان لوگوں کے نام بتاؤ کیتھی؟" جنرل ٹیرس نے کہا اور کیتھی نے اسے ان نو افراد کے ناموں سے آگاہ کردیا۔ کیتھی سارے نام بتا چکی تو جنرل میری طرف مڑا۔

"تمہیں یقین ہے علی کہ اس فہرست میں کوئی گڑبڑ نہیں ہے" جنرل نے عجیب سے لہجے میں کہا اور اس کے اس انداز تخاطب پر میں گڑبڑا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو جنرل" میں نے کہا۔

جنرل نے ایک طویل سانس لی "اس لئے کہ یہ تمام افراد ہر قسم کے شک و شبے سے بالا تر ہیں۔"

"میں صرف اس بنیاد پر اس فہرست کو غلط نہیں قرار دے سکتا کہ ان میں سے کچھ پر تمہیں شبہ نہیں ہے" میں نے کہا۔

"یہ سب کے سب محب وطن لوگ ہیں علی! گوٹے بل کے لئے ان میں سے ہر ایک کی خدمات نمایاں ہیں۔ میں کیسے یقین کرلوں کہ۔۔"

"میرے بارے میں کس طرح یقین کیا تھا" میں نے بڑی سادگی سے کہا "یا ان لوگوں کی خدمات مجھ سے بڑھ کر ہیں؟"

جنرل سوچ میں ڈوب گیا۔ چند لمحوں بعد سر اٹھا کر بولا "کیوں نا ان کی گرفتاری مؤخر کردی جائے۔"

"نہیں" میں نے نفی میں سرہلایا "اگر تم نے ایسی حماقت کرنے کی کوشش کی تو ان میں سے ایک بھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"اور اگر ان میں سے کوئی ایک مجرم نہ ثابت ہوسکا تو کیا ہوگا؟" جنرل نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا" میں نے بے پروائی سے کہا "ان سے معذرت کی جاسکتی ہے۔ ہم میں سے کون ہے جو غلطیاں نہیں کرتا۔"

"تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے علی" جنرل نے مضطربانہ انداز میں کہا "بغیر کسی مضبوطی کے اتنا بڑا قدم اٹھانے پر حکومت کی بنیادیں بھی ہل سکتی ہیں۔"

"ہل جانے دو" میں نے غصیلے لہجے میں کہا پھر کیتھی کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "میں تمہیں حکم دیتا ہوں کیتھی کہ ان میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑا جائے خواہ اس کا انجام کچھ ہی کیوں نہ ہو۔"

"حکم کی تعمیل ہوگی عالی جاہ" کیتھی براؤن کے لہجے میں شوخی تھی "اگر اجازت ہو تو بندی ٹرانس میٹر پر بات کرلے۔ اشارہ موصول ہورہا ہے" پھر کیتھی میرے جواب کا انتظار کئے بغیر غالباً ٹرانسیٹر پر گفتگو کرنے لگی تھی۔

"تم گوٹے بل کے سیاہ و سفید کے مالک ہو علی! اس قید خانے سے بھی تم جو حکم جاری کروگے، وہ میرے حکم پر بھاری ہوگا۔ تم اس کے مستحق بھی ہو اس لئے کہ جنرل ٹیرس کو اس مقام تک پہنچانے والے بھی تم ہو اور گوٹے بل کی تقدیر بھی تم ہی نے بدلی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تم نے ابھی ابھی جو حکم دیا ہے وہ زیادتی پر مبنی ہے۔ اتنے عزت دار لوگوں پر محض اس بنا پر ہاتھ نہیں ڈالا جانا چاہئے کہ ان کا نام کسی ا... فہرست میں شامل تھا جس کی تصدیق کا بھی ہمارے پاس کو... ذریعہ نہیں ہے۔"

"جن افراد کے لئے تم پریشان ہو کیا تمہیں ان کی حب الوطنی پر یقین ہے؟" میں نے جنرل کو گھورتے ہوئے کہا۔

"بہت زیادہ" جنرل نے کہا۔

"اگر گوٹے بل پر کوئی برا وقت آپڑے اور اس آڑے وقت میں ان سے کوئی قربانی طلب کی جائے تو کیا یہ لوگ تیا... ہوجائیں گے؟"

"بالکل" جنرل نے بلا تامل کہا "ماضی میں بھی ا... مثالیں موجود ہیں اور مجھے یقین ہے کہ مستقبل میں بھی یہ ... قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کریں گے۔"

"پھر تو معاملہ بہت آسان ہوگیا جنرل! انہیں گرفتار کرنے کے بجائے انہیں پہلے پوری صورت حال سے آگا... کردیا جائے اور اس کے بعد ان سے درخواست کی جائے ک... صورت حال کی نزاکت کے پیش نظر خود کو رضا کارانہ طور... گرفتاری کے لئے پیش کردیں۔ اگر وہ بے گناہ ثابت ہوئے ... ان کی عزت پر کوئی حرف نہیں آنے دیا جائے گا۔ اچھا ... اس بہانے ان کا امتحان بھی ہوجائے گا۔"

جنرل حیرت سے مجھے دیکھنے لگا پھر اس کے ہونٹوں ... مسکراہٹ نمودار ہوئی جو بتدریج بڑھتے بڑھتے قہقہے میں تبدیل ہوگئی "تم بھی کمال کے آدمی ہو علی!" اس نے قہقہ... ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "کس قدر نازک معاملے کا کتنا آسان اور سادہ حل پیش کیا ہے۔ واقعی تم بہت تیز رفتاری سے سوچتے ہو۔"

"کمانڈوز انچارج سے رابطہ قائم ہوگیا ہے علی!" کیتھی کی آواز آئی "وہ لوگ بحری جہازوں میں پہنچ گئے ہیں۔ تم ... میں انچارج کی براہ راست بات کراتی ہوں۔"

"ایک منٹ کیتھی" جنرل ٹیرس نے تیزی سے کہا اور اسے اس تجویز سے آگاہ کردیا جو نو معزز افراد کی گرفتاری کے لئے پیش کی تھی۔ کیتھی نے اس تجویز پر عمل کرنے کی حامی بھری اور پھر کمانڈوز کے انچارج سے رابطہ ملادیا۔

"خدا کے فضل و کرم سے ہم کامیاب لوٹے ہیں جناب" انچارج نے کہا "جتنی احتیاط انسان کے بس میں ہوسکتی تھی وہ ہم نے کی اور خدا کا شکر ہے کہ جزیرے پر کسی سے ہماری مڈبھیڑ نہیں ہوئی۔ آپ کے فراہم کردہ نقشے کی وجہ سے ہمارا ایک منٹ بھی ضائع نہیں ہوا اور ہم ساحل سے مادام تہذیب کے کاٹیج تک صرف بیس منٹ میں پہنچ گئے۔ ہم نے یہ سارا سفر محض احتیاط کے پیش نظر سینے کے بل رینگتے ہوئے طے کیا تھا۔ آپ تو جانتے ہوں گے کہ کمانڈوز جب کسی خطرے میں گھر کر رینگتے ہوئے سفر کرتے ہیں تو ذرا سی سرسراہٹ بھی نہیں پیدا ہونے دیتے لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ ابھی ہم مادام کے کاٹیج میں داخل بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ وہ بوڑھا ہمارے سروں پر پہنچ گیا۔ اگرچہ ہمیں اس کے بارے میں پہلے سے بتادیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود ہم خوف زدہ ہوگئے۔ ہمیں اس کے بارے میں معلوم نہ ہوتا تو ہم یقیناً اس سے الجھ جاتے اور اس کے بعد معلوم نہیں کیا ہوتا۔ مجھے تو وہ بوڑھا بالکل بے خبر لگتا ہے جناب! تاہم وہ بے حد پراسرار ہے۔ ہمیں اس کی آمد کا احساس ہی نہیں ہوسکا اور جہاں تک میرا اندازہ ہے اس نے جان بوجھ کر ہمیں اپنے وجود کا احساس دلایا تھا۔ جیسے ہی میں نے اسے اپنے نزدیک محسوس کیا میں نے مادام کیتھی کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے جیب سے رومال نکال کر لہرایا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا جناب کہ وہ اچانک ہی ساکت ہوگیا اور چند لمحے کسی سوچ میں ڈوبے رہنے کے بعد اس نے اشارے سے ہمیں اپنا کام جاری رکھنے کی اجازت دے دی۔ ہم کاٹیج کے اندر داخل ہوئے اور پروگرام کے مطابق مادام تہذیب اور مسٹر بڈ کو کلوروفارم سنگھا کر بے ہوش کردیا۔ بوڑھا اس دوران خاموش تماشائی بنا رہا تھا۔ واپس ہوتے وقت ہم نے اشارے سے اسے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی جو اس نے قبول کرلی۔"

"اس بوڑھے کا نام لی کوان ہے اور وہ میرا استاد ہے، اس وقت وہ کہاں ہے؟"

"وہ جنگی بحری جہازوں کو دیکھ دیکھ کر یوں خوش ہورہا ہے جیسے اس نے زندگی میں پہلی بار جہاز کی شکل دیکھی ہو۔ جہاز کا پورا عملہ پریشان ہے جناب! یہ جنگی جہاز ہیں اور اس کے انداز سے ایسا لگ رہا ہے جیسے آج ہی جہاز کے ہر حصے کا معائنہ کرکے چھوڑے گا۔ وہ دشمن کا آدمی ہے جناب اور اسے اتنی ڈھیل نہیں دی جاسکتی۔"

"کیا تم نے سنا نہیں کہ وہ میرا استاد ہے" میں نے خشک لہجے میں کہا "اسے اس کے حال پر چھوڑ دو بلکہ اس سے میری بات کرادو اور ہاں۔۔ تہذیب اور بڈ کہاں ہیں؟"

"انہیں ہوش آنے میں وقت لگے گا، لی کوان سے میں آپ کی بات کس طرح کراؤں۔ وہ تو ہماری کسی بات پر کان ہی نہیں دھر رہا۔"

"اسے بتاؤ کہ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ اس پر تیار نہ ہو تو کوئی بات نہیں لیکن یہ خیال رکھنا کہ کوئی اسے روکنے ٹوکنے کی کوشش نہ کرے۔"

"چند منٹ انتظار کیجئے جناب! معلوم نہیں وہ اس وقت جہاز کے کس حصے میں ہوگا، میں اس تک آپ کا پیغام بھجواتا ہوں۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جنگی جہازوں کے بارے میں معلومات دشمنوں تک پہنچادے" جنرل ٹیرس نے دھیمی آواز میں مجھ سے کہا۔

"وہ مشینوں سے چڑنے والا آدمی ہے جنرل! اس کی سمجھ میں ہی کچھ نہیں آئے گا تو معلومات وہ کیا خاک فراہم کرے گا۔"

جنرل نے بے بسی سے شانے اچکائے اور خاموش ہوگیا۔ انداز ایسا تھا جیسے میں نے کوئی انہونی بات کہہ دی ہو۔ میں نے بھی اسے یقین دلانے کی کوشش نہیں کی۔

لی کوان سے بات کرنے کے لئے مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ڈیڑھ منٹ بعد میں نے اس کی آواز سنی۔ وہ کمانڈوز انچارج سے جھگڑ رہا تھا۔

"تم بہت جھوٹے آدمی ہو۔ تم نے کہا تھا کہ علی مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔ بتاؤ علی یہاں کہاں ہے ورنہ میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔"

"میں جہاز پر نہیں ہوں استاد محترم! اور اس نے آپ سے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ میں نے ہی آپ کو بلوایا ہے۔"

"موشے ہاورڈ کی طرح تم بھی بزدل ہو علی! تم نے میرے نام کو بٹا لگایا ہے۔ تہذیب کو رہا کرانے کے لئے تمہیں خود آنا چاہئے تھا لیکن تم تو کہیں چوہے کے بل میں گھس کر بیٹھ گئے ہو۔"

جواب میں مجھے لی کوان کو بتانا پڑا کہ مجھ پر کیا افتاد پڑی ہے۔

"کیا تم جنرل ٹیرس کو بتا نہیں سکتے تھے کہ حقیقت کیا ہے؟" لی کوان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں اسے بتا چکا ہوں لی کوان لیکن ظاہر ہے وہ میرے کہنے پر تو یقین نہیں کرسکتا اور اس حقیقت کو ثابت کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔"

"اس سے میری بات کراؤ، میں اسے حقیقت سے آگاہ کروں گا۔ وہ عظیم لی کوان کی بات رد نہیں کرسکے گا۔"

میں نے بوکھلا کر جنرل ٹیرس کی طرف دیکھا اور جنرل ٹیرس جلدی سے بول پڑا "علی کی زبانی تمہاری تعریفیں سن سن کر میں تمہارا معتقد ہوگیا ہوں لی کوان! کیا تم مجھے شرفِ ملاقات بخشوگے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"علی کو چھوڑ دو جنرل!" لی کوان نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا "یہ محض اس کی شرافت ہے کہ وہ تمہاری قید میں ہے ورنہ اسے اس کی مرضی کے خلاف قید کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"میں نے اسے دھوکا دے کر قید کیا ہے لی کوان! تمہاری اس بات سے خود میں بھی متفق ہوں کہ علی پر قابو پانا آسان نہیں ہے لیکن میری مرضی کے خلاف یہاں سے نکلنا اب علی کے بس میں بھی نہیں رہا۔"

"اگر یہ تمہارا دعویٰ ہے تو ہوشیار رہنا" لی کوان کا لہجہ انتہائی پُرسکون تھا "علی کو میں آزاد کراؤں گا۔ اپنے لوگوں کو ہوشیار کردو' اگر وہ روک سکیں تو مجھے روک لیں۔"

"میں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گا ماسٹر" میں نے احتجاجی لہجے میں کہا "میری درخواست ہے کہ تم اس معاملے میں دخل مت دو۔ میں اپنی جنگ خود لڑنا چاہتا ہوں۔"

"تم نہایت ناخلف شاگرد ہو' ہر بات میں استاد کی مخالفت کرتے ہو۔"

"تم یہ بتاؤ کہ کہاں جانا چاہتے ہو" میں نے جلدی سے گفتگو کا رُخ تبدیل کردیا "وہ جزیرہ تو تباہ کیا جانے والا ہے اس لئے تمہیں وہاں سے نکال لیا گیا۔"

"اڑنے والی مشین پر بٹھا کر مجھے خشکی پر کسی جگہ بھی پہنچوا دو اور اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ ان میں سے کوئی بھی مجھے نہیں جانتا نہ کسی نے مجھے دیکھا ہے۔"

اسی وقت کیتھی کی آواز آئی "میں نے ساری باتیں سن لی ہیں علی! اور میں لی کوان کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے نزدیک ترین ساحل تک بھجوانے کی ہدایات جاری کررہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے کیتھی" میں نے کہا "لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ جزیرے پر حملہ کیا گیا یا نہیں؟"

"اب سے ٹھیک دس منٹ بعد بحریہ کے جہاز چاروں طرف سے جزیرے پر حملہ شروع کردیں گے۔ فضائیہ بھی ان حملوں میں بحریہ سے تعاون کرے گی۔"

"میں اب بھی یہی کہوں گا کہ فضائیہ کا اس حملے میں شامل ہونا مناسب نہیں ہے اور اگر تم لوگوں نے یہ طے کر ہی لیا ہے تو اتنی احتیاط برتنا کہ طیارے جزیرے سے دور ہی رہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ جزیرے کے اوپر سے گزرنے والا طیارہ کسی نہ کسی طرح تباہی سے دوچار ہوجائے گا۔"

"اس ترقی یافتہ دور میں بمباری نہیں کی جاتی علی!" جنرل ٹیرس نے کہا "بموں کی جگہ میزائلوں نے لے لی ہے۔"

"بس میں یہی چاہتا ہوں کہ جزیرے سے دور رہ کر ہی کیا جائے" میں نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

دس منٹ بعد کیتھی براؤن نے جزیرے پر حملے کی خبر دی "ہمارے جنگی بحری اور ہوائی جہازوں نے جزیرے پر میزائیلوں کی بارش کردی ہے علی!" کیتھی پُرجوش انداز میں کہہ رہی تھی "تمہارے اندیشے بے بنیاد ثابت ہوئے۔ جزیرے سے برائے نام مزاحمت بھی نہیں کی گئی۔"

"یہ بڑی خوش آئند بات ہے کیتھی! مجھے خوشی ہے کہ میرے اندیشے بے بنیاد ثابت ہوئے اور یہودیوں کا ایک اہم ٹھکانا تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے؟"

"میں اس بات پر حیران ہورہا ہوں کہ تمہاری فراہم کی ہوئی ہر اطلاع درست ثابت ہورہی ہے" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"حالانکہ میری فراہم کی ہوئی ہر اطلاع کو غلط ثابت ہونا چاہئے تھا؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"جو کچھ تم نے بتایا وہ بہت ناقابل یقین تھا۔ مجھے اب بھی یہی محسوس ہورہا ہے جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔"

"میں نے تہذیب اور بڈ کے ساتھ یہ بھیانک خواب چھ ماہ تک دیکھا ہے جنرل" میں نے کہا "لیکن مجھے خوشی ہے کہ تہذیب رہا ہوگئی۔ اس پر تو یہودی ایجنٹ ہونے کا شبہ نہیں ہے نا؟ وہ میری باتوں کی تصدیق کرے گی تو تمہیں مزید یقین آجائے گا۔"

"جزیرے سے آگ اور دھوئیں کے بادل اٹھ رہے ہیں علی" کیتھی کی آواز آئی "ہمارا آپریشن مکمل ہوچکا ہے لیکن ہمارے تین ہیلی کاپٹر تباہ ہوگئے۔"

میں چونک پڑا "ہیلی کاپٹر کس طرح تباہ ہوگئے کیتھی؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"جزیرے کی تباہی قلم بند کرنے کی غرض سے یہ ہیلی کاپٹر جزیرے کے نزدیک پہنچ گئے تھے اور وہ تینوں ہی تباہ ہوگئے۔ فضائیہ کے جن پائلٹوں نے ہیلی کاپٹر تباہ ہوتے دیکھے ہیں ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے جزیرے سے ایک چمکدار لکیر بلند ہوتے دیکھی تھی جو پلک جھپکتے میں ہیلی کاپٹر تک پہنچی اور ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ گئے۔"

"شکر کرو کہ فضائیہ کے طیارے جزیرے کے نزدیک نہیں گئے ورنہ ان کا حشر بھی ہیلی کاپٹروں سے مختلف نہ ہوتا۔"

"جو ہونا تھا وہ ہوگیا علی! تمام طیارے بحفاظت واپس آچکے ہیں اور بحری بیڑا واپسی کے لئے روانہ ہوچکا ہے۔ لی کوان کو گوٹ بل کے ساحل پر ایک جگہ اتار دیا گیا ہے' اس نے خود ہی وہاں اترنے کی فرمائش کی تھی۔"

"بحری بیڑے کی واپسی فضائیہ کے لڑاکا طیاروں کی حفاظت میں ہونی چاہئے کیتھی! ان پر حملہ بھی ہوسکتا ہے۔"

جنرل ٹیرس نے چونک کر مجھے دیکھا "یہ بات تم کس شبہ کی بنا پر کہہ رہے ہو؟"

"رینڈل کو جزیرے کی تباہی کی اطلاع مل چکی ہوگی اور اس خبر پر وہ ہرگز نچلا نہیں بیٹھے گا۔ اس کا پہلا ٹارگیٹ وہ بحری جہاز ہوگا جس نے جزیرے کو تباہ کیا ہے۔"

ان لوگوں کو میرا مشورہ ماننا پڑا۔ نہ مان کر وہ اپنے بحری بیڑے کی غرقابی کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ میں دنیا کا عجیب ترین قیدی تھا جو قید خانے سے احکامات جاری کررہا تھا اور اس کے ہر حکم پر عمل کیا جارہا تھا۔ میں ہر حکم جاری کرسکتا تھا علاوہ اپنی رہائی کے حکم کے۔

"تمام رات آنکھوں ہی آنکھوں میں کٹ گئی" جنرل نے کہا "اب تو سارے مراحل طے ہوگئے' اب ہم سکون سے سوسکتے ہیں۔"

"ناشتے کا مرحلہ باقی ہے جنرل! یہ مرحلہ طے کرنے کے بعد میں واقعی سکون سے سوسکوں گا۔ تم چاہو تو اس سے پہلے بھی سوسکتے ہو۔"

ناشتے کا مرحلہ شروع تو ہوا مگر اس کے مکمل ہونے سے قبل ہی تہ خانے کی دیواروں میں پوشیدہ اسپیکر ایک بار پھر جاگ اٹھے "تہذیب مالکم ایکس سے گفتگو کروگے علی!" کیتھی براؤن کی آواز آئی۔

"نہیں کیتھی! میں تہذیب یا بڈ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ میری بات مانو تو انہیں میری موجودہ صورت حال کے بارے میں بتانا بھی مت ۔۔۔ خواہ مخواہ وہ افسردہ ہوجائیں گے۔"

"یہ فیصلہ کرنے میں تم نے بہت دیر کردی علی! تہذیب اور بڈ میرے پاس موجود ہیں اور میں انہیں سب کچھ بتاچکی ہوں۔"

"کیتھی ٹھیک کہہ رہی ہے علی!" تہذیب کی بجھی بجھی سی آواز آئی "مجھے یہاں پہنچے بہت دیر ہوچکی ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ جنرل ٹیرس نے حالات کے تحت جو کچھ کیا اس سے بہتر [illegible] نہیں کیا جاسکتا تھا۔ تمہاری خاطر وہ اپنی جان کا قربانی پیش [illegible] رہا ہے جبکہ اس کا اپنا کوئی قصور نہیں برعکس کیتھی براؤن کی عظمت اور حوصلے کو سلام کرتی ہوں جس نے وہ فیصلہ کیا جو دنیا کی کوئی بیوی نہیں کرسکتی تھی۔ کیتھی کے اس حوصلے کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں بھی تم پر صبر کرلوں۔"

میں سناٹے کے عالم میں تہذیب کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سن رہا تھا۔ جس مضبوطی کا اس نے مظاہرہ کیا میں اس سے اس کی توقع نہیں کرسکتا تھا۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزے نے رنگ پکڑلیا تھا۔ کیتھی براؤن کو دیکھ کر تہذیب بھی گمراہ ہوگئی تھی۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کی طرح اب وہ بھی مجھ سے میری بے گناہی کے ثبوت کی طلب گار تھی۔ میں ایک بے بس اور بے یار ومددگار شخص بن کر رہ گیا تھا۔ اب تو قریب ترین ہستی بھی مجھ سے متنفر ہوگئی تھی' اب زندہ رہنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔ میں مطمئن تھا کہ میں نے یہودیوں پر جو ضربیں لگائی ہیں وہ بہت کافی ہیں۔ ایک تنہا آدمی اس سے زیادہ اور کر بھی کیا سکتا ہے اور میں غیر مطمئن بھی تھا کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت تہذیب کی نظروں میں میری حیثیت ایک دشمن کی سی ہوگی۔ برس ہا برس کی کاوشوں پر چند لمحات حاوی آگئے تھے۔ وہ چند الفاظ زیادہ معتبر ٹھہرے تھے' جو میں نے ایک بڑے مقصد کے حصول کے لئے ادا کئے تھے۔ کوئی مجھ پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہر شخص ثبوت کا خواہاں تھا۔ مجھے ہر شخص کی نہیں صرف تہذیب کی پروا تھی جس نے ابھی ابھی اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

"کیتھی براؤن اور جنرل ٹیرس ہمارے محسنوں میں سے ہیں تہذیب! مجھے خوشی ہے کہ تم نے ان کے نقش قدم پر چلنے کا فیصلہ کیا۔ میں تمہارے فیصلے کو دل وجان سے قبول کرتا ہوں تہذیب۔"

"میں تمہیں اچھی طرح سمجھتی ہوں علی! اب تم اپنی چرب زبانی سے کام لے کر بچنے کی کوشش کروگے۔ کیتھی پر تمہاری باتیں اچھا خاصا اثر کرچکی تھیں مگر اب میں آگئی ہوں۔ کیتھی براؤن کو تمہاری لچھے دار گفتگو کے جال میں نہیں پھنسنے دوں گی۔"

"میں بہرحال اب بھی اپنے اس مؤقف پر قائم ہوں کہ علی کو رعایت ملنی چاہئے' کم ازکم اتنی رعایت دینے میں تو کوئی حرج ہی نہیں ہے کہ علی کا علاج کرایا جائے اگر دواؤں کے ذریعے کسی کے نظریات تبدیل کئے جاسکتے ہیں تو اس کا توڑ بھی کیا جاسکتا ہے۔"

"میں نے اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھا تھا کیتھی جب علی پر وہ عمل کیا گیا تھا۔ میں وہ منظر کبھی نہیں بھول سکتی۔ علی کو ایک عجیب قسم کی کرسی سے جکڑ دیا گیا تھا اور اس کے سر پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ایک آہنی ہیلمٹ منڈھ دیا گیا تھا جس کے بجلی کے کچھ تار نکل کر ایک مشین تک جا رہے تھے۔ وہ مشین آن کی گئی تو اس سے زناٹے دار آواز نکل رہی تھی۔ پھر ایک آدمی ایک کین کے ذریعے علی کے ماتھے پر کوئی اسپرے کرتا رہا اور دوسرا اپنے نظریات بتاتا رہا۔ معلوم نہیں یہ ان دونوں میں سے کس چیز کا اثر تھا کی علی مسحور نظر آنے لگا۔ یہ بالکل کسی سعادت مند بچے کی مانند نظر آرہا تھا اور جو کچھ وہ کہہ رہے تھے اسے یوں دہرا رہا تھا جیسے وہ نظریات اس کا ایمان بن گئے ہوا ہا۔ میں کیسے مان لوں کہ اس سائنٹیفک عمل کا کوئی توڑ بھی ممکن ہے اور اگر ہے تو اسے دریافت کیا جاسکتا ہے یا اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔"

"تم نے سن لیا علی" جنرل نے مجھے مخاطب کیا "یہ تہذیب کے خیالات ہیں۔ تم نے خود ہی کہا تھا کہ تہذیب تمہاری باتوں کی مزید تصدیق کردے گی۔ اب تہذیب کے خیالات جاننے کے بعد تم مجھے کس حد تک مورد الزام ٹھہراؤ گے؟"

"میں نے تمہیں کب مورد الزام ٹھہرایا ہے جنرل! نہ ہی تہذیب کا کوئی قصور ہے۔ جو کچھ اس نے دیکھا' بیان کردیا۔"

"بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے جنرل" تہذیب کی آواز آئی "اس کی گفتگو بظاہر بڑی بے ضرر نظر آتی ہے لیکن غیر محسوس طریقے پر آدمی اس کا شکار ہوجاتا ہے۔"

"میں بس یہ چاہتا ہوں کہ میرے بعد یہودی سکون سے نہ بیٹھنے پائیں۔ کچھ لوگ ہونے چاہئیں جو انہیں زک پر زک پہنچاتے جائیں۔"

"میں اور کیتھی براؤن مل کر تمہارے مشن کو آگے بڑھائیں گے علی!" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا "تمہیں اس طرف سے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس کے بعد اسپیکر آف ہوگیا' تہذیب کا رویّہ میری توقعات کے برعکس تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس حد تک میرے خلاف ہوچکی ہوگی۔ میری جزیرے سے روانگی تک تو اس کا یہ روپ نہیں تھا۔ شاید اسے کیتھی نے بھڑکا دیا تھا۔۔۔ لیکن یہ نظریہ بھی دل کو نہیں لگتا تھا۔ کیتھی تو خود میرے حق میں بول رہی تھی۔ پھر اس انقلاب کی کیا وجہ تھی' میں سمجھ نہیں سکا۔

اور پھر بڈ بھی تو تھا۔ اس نے تو مجھے مخاطب کرنے تک کی زحمت نہیں کی تھی۔ کیا وہ بھی مجھ سے بدظن ہوگیا تھا؟ میں بری طرح مضطرب ہوگیا۔ ساری دنیا مجھ سے بدظن ہوسکتی ہے مگر بڈ نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ تو بے دام کا غلام تھا۔ ممکن ہے وہ بھی تہذیب کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے کچھ نہ بول سکا ہو۔ میں اضطراب کے عالم میں اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

کچھ دیر تو جنرل خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا پھر وہ اٹھ کر میرے نزدیک آیا اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "خود کو ہلکان کرنے سے فائدہ۔۔۔ سب کچھ ذہن سے جھٹک دو۔"

میں بڑی تلخی سے مسکرایا "کیا آخری وقت میں اپنا محاسبہ بھی نہ کروں۔ یہ حساب بھی نہ کروں کہ میں نے کیا کھویا اور کیا پایا۔"

"تمام مصائب صرف اس وقت تک ہوتے ہیں جب تک جسم اور روح کا رشتہ قائم ہے" جنرل نے ناصحانہ انداز میں کہا۔

"تمہیں نیند آرہی ہوگی جنرل" میں نے بے رخی سے کہا "جاؤ اور جاکر سوجاؤ۔"

"ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں میرے دوست" جنرل نے مغموم لہجے میں کہا "مرتے دم تک مجھے تمہارا ساتھ نبھانا ہے' تمہیں چھوڑ کر مرنے کے لئے کیسے چلا جاؤں۔"

"مجھے غصہ مت دلاؤ جنرل! ہم ایک کشتی کے مسافر کس طرح ہوسکتے ہیں۔ رسوا ہوکر مرنا میرا مقدر ہے اور تم۔۔۔" میں نے بپھرے ہوئے انداز میں کہا "تم نے خود کو ایثار و قربانی کا پیکر بنالیا ہے۔۔۔"

"علی" جنرل ٹیرس متحیر رہ گیا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو علی! میں تمہیں اپنا دوست۔۔۔"

"یہی تو تمہارا کمال ہے جنرل" میں زہریلے انداز میں مسکرایا "تم دونوں طرف سے اچھے بن گئے اور میں۔۔۔ مجھے تم نے اس حد تک بے بس کردیا کہ میں اپنی صفائی میں کچھ ثابت بھی نہیں کرسکتا۔"

"اگر تم یہ سمجھتے ہو علی تو میں تمہاری رہائی کا حکم دینے کو تیار ہوں۔"

میں نے ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا "گویا جو کچھ میں نے کہا ہے تم اسے ثابت کردینے پر تل گئے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے کہا تھا کہ تم ہر طرف سے اچھے رہنا چاہتے ہو۔ اب مجھ سے میری رہائی کی بات کرکے تم یہی جانتے ہو تاکہ میرا دل تمہاری طرف سے صاف ہوجائے لیکن میں احمق نہیں ہوں جنرل! اب اگر تم کوئی حکم دوگے بھی تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہوگی' تم نے جو احمقانہ حرکتیں کی ہیں اس کے بعد کون تمہاری بات مانے گا۔"

"اس وقت میرے ذہن میں کچھ اور تھا علی! اس لئے میں نے سختی سے یہ حکم دیا تھا کہ خواہ میں ہی کیوں نہ کہوں تہ خانے کا راستہ نہ کھولا جائے۔"

"میں جانتا ہوں جنرل کہ وہ کچھ اور کیا تھا؟" میں نے کہا اور جنرل چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"تمہیں کیا معلوم کہ میں نے اتنے سخت احکامات کیوں جاری کئے تھے؟"

"میں بچہ نہیں ہوں جنرل!" میں نے تلخی سے کہا "تمہیں خدشہ تھا کہ میں تم پر تشدد کرکے تم سے اپنی مرضی کی کوئی بات بھی کہلوالوں گا۔ ممکن ہے تم نے یہ بھی سوچا ہو کہ میں تمہیں ہلاک کرکے تمہاری آواز میں تمہارے آدمیوں کو اپنی مرضی کے احکامات دوں گا اور یہاں سے بچ نکلوں گا۔"

جنرل ٹیرس کے چہرے پر خفت کے آثار نظر آئے "کیا مجھے یہ احتیاطی تدابیر اختیار نہیں کرنا چاہئے تھیں علی!" اس نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ سوال خود سے کرو جنرل اور موجودہ صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے تجزیہ کرو۔"

"میں نے جو کچھ بھی سوچا تھا وہ محض احتیاط کے پیش نظر تھا۔۔۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں۔۔۔"

"خواہ احتیاطی تدابیر کے طور پر ہی سہی تم نے میری طرف سے بدگمانی تو کی" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ تہذیب کی بے رُخی کے بعد میں خود پر قابو کھو بیٹھا تھا "تم اول و آخر ایک جنرل ہو' ہر حال میں اپنی فتح کے خواہاں ۔ خواہ وہ فتح کسی بھی قیمت پر کیوں نہ حاصل ہو' تمہیں واقعی مجھ سے یہ خطرہ تھا کہ میں تم پر حملہ کربیٹھوں گا اس لئے تم نے ابتدا ہی میں مجھے یہ اطلاع فراہم کردی تھی کہ اگر تم کہو گے تو بھی تہ خانے کا دروازہ نہیں کھولا جائے گا۔"

"کیا تمہیں ہر بات سے آگاہ کردینا میرا فرض نہیں تھا" جنرل نے افسردگی سے کہا "اور مجھ سے جو کوتاہی ہوئی اس کا اعتراف تو میں کرہی چکا ہوں۔"

"میں نے تمہیں لاجواب کردیا تھا۔ تمہارے پاس اپنی غلطی کے اعتراف کے سوا اور کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ مجھے صرف اس بات کا غم ہے کہ تم نے میرا امیج تباہ کردیا اور تہذیب کی نظروں میں تباہ کیا۔"

جنرل نے سر جھکالیا اور بوجھل قدموں سے چلتا ہوا واپس کرسی پر جاکر بیٹھ گیا "کاش اس غلطی کا مداوا کرنا میرے بس میں ہوتا۔"

"بڑے لوگوں کا کام مداوا کرنا نہیں ہوتا۔ ان کا کام صرف غلطیاں کرنا ہوتا ہے۔۔۔ تم کیوں فکرمند ہو جنرل! تم نے جو غلطی کی ہے اسے بھی دوسرے بھگت لیں گے۔"

اچانک اسپیکر سے سرسراہٹ ابھری اور اس کے بعد کیتھی براؤن کی آواز سنائی دی "تہذیب کی حالت ٹھیک نہیں ہے جنرل۔"

جنرل چونک کر اٹھ کھڑا ہوا "تم یہ اطلاع مجھے کیوں دے رہی ہو؟ کیا ڈاکٹر کہیں مرگیا ہے۔"

"یہ معاملہ ڈاکٹر کے بس کا نہیں ہے جنرل! تہذیب کو جذباتی صدمہ پہنچا ہے۔"

"جذباتی صدمہ پہنچنے کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے" جنرل نے کہا "فوراً ڈاکٹر کو طلب کرکے اس کا معائنہ کراؤ۔"

"تہذیب بے ہوش ہوگئی ہے جنرل! وہ ناقابل برداشت ہیجان سے دوچار ہوئی ہے۔"

"تھوڑی ہی دیر پہلے تو اس نے ہمارے اقدامات سے اتفاق کیا ہے۔ اب اسے کیا جذباتی صدمہ پہنچ گیا۔"

"کیا تم نہیں جانتے جنرل کہ وہ علی پر جان چھڑکتی ہے "کیا تمہارے خیال میں علی کو زندہ درگور کردینے کی خبر پاکر وہ خوش ہوئی ہوگی؟"

"جو کچھ اس نے زبان سے کہا میں تو اس کو درست سمجھوں گا' مجھے کیا معلوم کہ اس کے دل میں کیا ہے؟" جنرل نے بے بسی سے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو جنرل! اس لئے کہ تم محض ایک جنرل ہو' تمہیں کیا معلوم کہ جذبات کیا ہوتے ہیں۔ جس شخص کا واسطہ عمر بھر انسان نما مشینوں سے رہا ہو اس کی سمجھ میں یہ باتیں آہی نہیں سکتیں۔"

جنرل کی مٹھیاں بھنچ گئیں "میں تو بے حس ہوں" اس نے غصیلے لہجے میں کہا "لیکن تم تو ان باتوں کو سمجھتی ہو پھر تم نے تہذیب تک یہ اطلاع کیوں پہنچائی تھی۔"

"صرف اس لئے کہ وہ ہماری دوست ہے جنرل اور میں کسی مصلحت کے تحت بھی اسے بے خبر نہیں رکھ سکتی تھی۔ جو بات کل اس کے علم میں آنا تھی وہ میں آج ہی کیوں نہ بتادیتی۔ تم تو علی کے ساتھ اپنی جان دے کر ہر جھنجٹ سے چھوٹ جاتے۔ جواب دہی تو مجھے کرنی ہوگی۔ میں اسے کیا بتاتی کہ میں نے اسے بروقت حالات سے کیوں مطلع نہیں کیا۔"

"تم اپنے حواسوں میں نہیں ہو کیتھی! میں نے تمہیں بہت بڑی ذمے داری سونپی ہے۔ تمہیں جذبات میں نہیں الجھنا چاہئے۔"

"اگر علی کو کچھ ہوا تو تہذیب بھی زندہ نہیں رہ سکے گی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جنرل اور میں یہ بات پوری ذمے داری کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ ایک مجرم کی خاطر ایک بے گناہ کی جان سے نہیں کھیلا جاسکتا خاص طور پر اس صورت میں کہ مجرم کے بے گناہ ہونے کے پورے امکانات موجود ہوں اور جس کی جان جانے کا خطرہ ہو اس سے ہمارے بہت قریبی تعلقات ہوں۔۔۔"

"تم پاگل ہوگئی ہو کیتھی" جنرل دھاڑا "مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے تمہیں انچارج بنا کر غلطی کی ہے۔ مجھے پہلے ہی سوچ لینا چاہئے تھا کہ تم ایک عورت بھی ہو۔"

"جسے تم غلطی کہہ رہے ہو وہ تمہارا واحد صحیح فیصلہ تھا جنرل! میرے سوا کوئی اور اس موقع پر وہ فیصلہ نہیں کرسکتا تھا جو میں نے کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں نے غلط فیصلہ نہیں کیا۔ میں علی کی رہائی کا حکم دے رہی ہوں۔"

"کیتھی براؤن" جنرل کی دھاڑ سے تہ خانہ گونج اٹھا "تم نے یہ حماقت کی تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔"

حالات نے اچانک ہی ایک نئی کروٹ لے لی تھی اور میں حیران تھا کہ اس موقع پر مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میں نے بہت تیزی سے فیصلہ کیا۔ وہ تیزی سے ہی فیصلہ کرنے کا وقت تھا ورنہ میں صورت حال اپنے حق میں نہیں کرسکتا تھا۔

"تم جنرل کو دھوکا دے سکتی ہو، مجھے نہیں" میں نے بڑی تیزی سے کہا "تم جو کچھ بھی کررہی ہو اچھا نہیں کررہیں۔"

جنرل نے چونک کر مجھے دیکھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔

"میں جو کچھ بھی کررہی ہوں اپنی ذمے داری پر کررہی ہوں" کیتھی نے خشک لہجے میں کہا۔

"تم۔۔۔ تم اسے کیوں منع کررہے ہو" جنرل نے حیرت سے کہا "تمہیں تو اس سے بہتر موقع مل ہی نہیں سکتا۔"

"یہ کیتھی براؤن نہیں ہے جنرل! تہذیب مالکم ایکس ہے، اس لئے میں نے اسے منع کیا ہے۔"

جنرل نے بے یقینی سے مجھے دیکھا "تم اتنی آسانی سے بھی مذاق کرسکتے ہو؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"تو پھر وجہ بتادو جس کے تحت چند منٹ کے اندر اندر کیتھی براؤن نے اپنا فیصلہ تبدیل کردیا۔"

"مجھے ان چکروں میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے علی! اب ایسا بھی کیا کہ میں کیتھی کی آواز بھی نہ پہچان پاؤں۔"

"تم نہیں پہچان سکے جنرل مگر میں نے پہچان لیا، یہ تہذیب ہی ہے۔۔۔ اور تہذیب میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ کسی حماقت میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تو کیا میں تم کو زندہ درگور ہوجانے دوں" تہذیب پڑی "یہ کبھی نہیں ہوسکتا علی! ابھی نہیں ہوسکتا۔۔۔ سوال کرتی ہوں، میری جگہ تم ہوتے تو تمہارا ار ہوتا؟"

جنرل سناٹے میں آگیا تھا۔ تہذیب نے اس کی ہوئی بساط الٹ دی تھی۔ وہ شکست کھا گیا تھا "کیتھی کہاں ہے تہذیب" جنرل نے بھرائی ہوئی آواز میں پو

"وہ خیریت سے ہے جنرل! میں اسے کوئی نقصان پہنچا سکتی تھی۔ بڑی احتیاط سے اسے بے ہوش کیا ہے۔ اس وقت ماسٹر کنٹرول روم پر میرا قبضہ ہے۔ اب وہی میں چاہوں گی۔"

جنرل کا سر جھک گیا۔ اس نے تہذیب سے کچھ کہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ تہذیب اس کی کسی دلیل سے نہیں ہوگی۔ اس نے شکست تسلیم کرلی تھی۔ اب ٹیرس نہیں محض ایک شکست خوردہ جنرل تھا۔

"تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ تہ خا داخلی دروازے پر اس وقت بڈ کے علاوہ اور کوئی نہی اور میں اسے دروازہ کھولنے کا حکم دے رہی ہوں۔ پُرسکون رہنے کی درخواست ہے ورنہ تمہارے اپنے تمہیں گرفتار کرلیں گے۔"

"تم حد سے گزر رہی ہو تہذیب! جنرل ٹیرس لئے واجب الاحترام ہے۔ ماضی میں ان کے ہم احسانات ہیں۔ کیا ان احسانات کا صلہ تم اس طرح ادا ہو؟" میں نے غصیلے انداز میں کہا۔

"یہ دونوں میاں بیوی میرے محسن بھی ہیں علی مجھے بھی تو یہ دیکھنا ہے کہ میں بے بسی سے تمہیں مو منہ میں جاتے دیکھتی ہوں یا تمہاری رہائی کے لئے ہا ماروں۔ تمہارے مقابلے پر کوئی بھی ہو، میری نظر نہیں ہے۔"

"تمہاری جگہ موشے ہاورڈ یا اس کی تنظیم کا کوئی ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا جو تم کررہی ہو۔"

"اوّل تو ان کا انداز مختلف ہوتا اور فرض کرو ہوتا تب بھی وہ اس یقین کے ساتھ تمہیں رہا کراتے کہ کے آدمی ہو اور رہا ہونے کے بعد ان کے لئے ہی کام جبکہ میں تمہیں اس یقین کے ساتھ رہا کرا رہی ہوں تمہارے نظریات تبدیل نہیں ہوئے۔"

"تم ماسٹر کنٹرول روم پر قابض ہو تہذیب! تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے اور یہاں خوراک کا اتنا ذخیرہ ہے

دونوں افراد کے لئے دو دن تک بہت کافی ہوگا۔ فوری طور پر مجھے بھی جان کا خطرہ نہیں ہے اس لئے تمہیں مشورہ دوں گا کہ جلد بازی میں کوئی قدم مت اٹھاؤ، تمہارے پاس بہت وقت ہے۔ خوب اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ جلد بازی میں کیا ہوا کوئی فیصلہ ندامت کا سبب بن جائے۔"

"مجھے بچوں کی طرح ٹریٹ مت کرو علی!" تہذیب برامان کر بولی "میں نے خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے اور ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا رہی جس پر مجھے کبھی بھی ندامت کا سامنا کرنا پڑے۔"

"اس قدر یقین" میں نے حیرت سے کہا "تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم میرے دوست جنرل ٹیرس کو بھی قائل کردو تاکہ یہ معاملہ خوش اسلوبی سے نمٹ سکے۔"

"میں نے عدالت نہیں لگا رکھی علی! اور نہ ہی میرے پاس ایسی کوئی طاقت ہے جس کے ذریعے دوسروں کو قائل کرسکوں۔ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میرا اپنا ضمیر مطمئن ہے۔"

"ٹھیک ہے تہذیب" میں نے سرہلا کر کہا "تم اپنا کام کرو، میں اپنا کام کروں گا۔ بڈ کو حکم دو کہ وہ تہ خانے کا دروازہ کھول دے اور میں اس وقت تک یہاں سے باہر نہیں نکلوں گا جب تک کہ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن میری طرف سے مطمئن نہیں ہوجاتے۔"

جنرل نے حیرت سے میری طرف دیکھا "جو کچھ تم کہہ رہے ہو، اس پر عمل بھی کرسکو گے؟"

"میرا حوصلہ بہت بلند ہے جنرل" میں نے مسکرا کر کہا "اللہ نے چاہا تو جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرکے ضرور دکھاؤں گا۔"

"تمہارا نام احمقوں کی فہرست میں درج کیا جانا چاہئے" تہذیب کی جھنجلائی ہوئی آواز آئی "یہودی ہر قسم کی حماقت سے بڑا ہو کر عالم اسلام کے خلاف سازشیں کررہے ہیں اور ایک تم ہو کہ تمہیں ذاتیات سے ہی فرصت نہیں مل رہی۔"

تہذیب کی بات کسی تازیانے سے کم نہیں تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں سوتے سے جاگ اٹھا ہوں "میرے نظریات تبدیل نہ ہونے کا تمہیں اتنا یقین کیوں ہے تہذیب!"

"اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ماسٹر کوان نے اس بات کی تصدیق کی ہے۔ اس شخص نے مجھے ہمیشہ بیٹیوں کی طرح چاہا۔ اب مجھے یاد آتا ہے کہ اس نے جزیرے پر مجھ سے بسا اوقات ایسے جملے بولے تھے جن کا مفہوم اس وقت پوری طرح واضح نہیں ہوسکا تھا۔ جزیرے پر وہ کھل کے مجھ سے گفتگو نہیں کرسکتا تھا اس لئے کہ گفتگو سن لئے جانے کا خطرہ تھا لیکن اب مجھے وہ سارے جملے یاد آرہے ہیں۔"

"ماسٹر کوان کے کہنے پر تم نے آنکھ بند کرکے یقین کرلیا" میں نے حیرت سے کہا "حالانکہ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ وہ موشے ہاورڈ کا ملازم ہے۔ وہ تو تمہیں گمراہ کرنے کی ہی کوشش کرے گا۔"

"میں صرف یہ جانتی ہوں کہ وہ یہودی نہیں ہے اور یہ کہ اس نے دھوکے سے تم پر حملہ نہیں کیا تھا۔ جو شخص موقع ملنے کے باوجود مقابل پر دھوکے سے ہاتھ نہ اٹھائے وہ مجھے اتنا بڑا دھوکا کیوں دے گا اور اگر اسے دھوکا دینا ہی تھا تو کیا پہلے ایسا نہیں کرسکتا تھا؟"

میں سوچ میں پڑگیا۔ تہذیب کی دلیلوں میں وزن تھا۔ مجھے اس کی یہ بات ماننے پر مجبور ہونا پڑا کہ اس نے میری رہائی کے لئے اندھا دھند کوئی قدم نہیں اٹھایا۔

"کس سوچ میں ڈوب گئے علی!" تہذیب کی آواز نے مجھے چونکا دیا "مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ تم خود سے باہر آتے ہو یا۔۔۔"

میں چونک پڑا۔ تہذیب مجھے کوئی دھمکی دینے والی تھی مگر اس نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ میں دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوتا۔ پھر اس نے مجھے دھمکی دینے کی جرأت کس طرح کی۔ کیا وہ مجھے کوئی اتنی بڑی دھمکی دے سکتی ہے جس سے ڈر کر میں اپنا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور ہوجاؤں؟

"خاموش کیوں ہوگئیں! مجھے دھمکی دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کس دھمکی کے ذریعے مجھے مجبور کرسکتی ہو۔"

"تمہاری ضدی طبیعت سے میں بہت اچھی طرح واقف ہوں علی!" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن میں نے پہلے تمہیں قائل کرنے کے لئے اپنی سی ہر ممکن کوشش کی۔ جب تم نہیں مانتے تو مجبوراً مجھے انتہائی قدم اٹھانے کے بارے میں غور کرنا پڑا۔"

"تم مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود مجھے دھمکی دینے کی کوشش کرکے میرا اشتیاق بڑھا دیا ہے۔ تم نے اپنی دھمکی مکمل نہیں کی لیکن اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ اب تو تم اپنی دھمکی پر عمل کرکے ہی مجھے یہاں سے نکال سکوگی۔"

"علی پلیز! تم لوگ آپس میں مت الجھو" جنرل ٹیرس نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہا "اتنا احساس تو مجھے ہو ہی چکا ہے کہ میں تمہارے سلسلے میں بدترین غلطی کا مرتکب ہوا ہوں۔"

"ہم سب غلطیاں کرتے ہیں جنرل! کوئی بڑی غلطی کرتا ہے اور کوئی چھوٹی غلطی کرتا ہے۔ اب تو یہ دیکھنا ہے کہ مادام تہذیب میری مرضی کے خلاف مجھے یہاں سے نکالنے کے لئے کیا حربہ اختیار کریں گی۔"

تہذیب ہنس پڑی "بعض اوقات بالکل بچّوں کی سی باتیں کرنے لگتے ہو" اس نے کہا "دھمکی سن کر ہوش اڑجائیں گے، ساری شیخی دھری رہ جائے گی۔"

"بس تو پھر فیصلہ ہوگیا۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "اب میں کوئی شیخی نہیں بگھاروں گا۔ صرف یہ دیکھوں گا کہ ہم دونوں میں کون فتح یاب ہوتا ہے۔"

"تم ہار جاؤ گے علی!" تہذیب نے ہنس کر کہا۔ وہ اچانک ہی بڑے اچھے موڈ میں آگئی تھی۔ اس کا یہ انداز میرے لئے بہت عجیب تھا۔ وہ بڑے یقین کے ساتھ دعویٰ کررہی تھی۔ آخر اس کے ذہن میں کیا تھا جس کی بنا پر وہ اس قدر بڑھ بڑھ کر باتیں کررہی تھی۔ ذہن پر خاصا زور ڈالنے کے باوجود میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔

"میں اپنی دھمکی پر دو مرحلوں میں عمل کروں گی علی! پہلے مرحلے میں تمہیں صرف یہ بتاؤں گی کہ میں کیا کرنے والی ہوں۔ اپنی بات مکمل ہونے کے بات میں تمہیں صرف پانچ منٹ کی مہلت دوں گی۔ ان پانچ منٹوں کے دوران تمہیں کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔ اگر تم اپنے فیصلے پر قائم رہے تو میں دوسرے مرحلے پر عمل شروع کردوں گی۔"

"میں صرف ایک بار فیصلہ کرتا ہوں۔"

"آج تم دوبار فیصلہ کروگے علی! تہذیب مالکم ایکس تمہیں اس امر کی یقین دہانی کرا رہی ہے اور یہ بات مجھے خود بھی گوارا نہیں ہے کہ تم کسی جبر کے تحت فیصلہ تبدیل کردیا شکست کھا جاؤ لہٰذا میں تم سے درخواست کرتی ہوں کہ اپنے فیصلے پر نظرثانی کرلو۔"

"تم کہے جاؤ تہذیب! میں سنے جارہا ہوں۔" میں نے بے پروائی سے کہا لیکن درحقیقت تہذیب کا اعتماد مجھے دہلائے دے رہا تھا۔ کسی بڑی مضبوطی کے بغیر وہ اتنی بڑی بڑی باتیں زبان سے نہیں نکال سکتی تھی...... "تم نہیں مانتے تو سنو علی! مجھے ٹیرس محل پہنچنے کے بعد ہوش آیا تھا لیکن بڈ پہلے ہی ہوش میں آچکا تھا اور اس کی زبانی مجھے لی کوان کا پیغام ملا ہے۔ اس نے تمہیں میری ذمے داری قرار دیا ہے۔ ساتھ ہی یہ پیش کش بھی کی ہے! اگر میں تمہیں رہا کرانے میں کوئی دشواری محسوس کروں تو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اسے مدد کے لئے طلب کرسکتی ہوں۔"

"تم بلف کررہی ہو" میں نے تیزی سے کہا "لی کوان میں پہلے ہی اس معاملے میں ہاتھ ڈالنے سے منع کرچکا ہوں۔"

"اس کے پیغام میں یہ حوالہ بھی موجود تھا اور اس لئے وہ خود نہیں آیا لیکن اس نے کہلوایا ہے کہ تمہیں ہر صورت میں آزاد ہوکر ظالموں کی سرکوبی کرنی ہے۔ جو کام اپنی مجبوریوں کی وجہ سے وہ خود نہیں کرسکا وہ تمہیں کرنا ہے اور تمہارے لئے اس کا پیغام یہ ہے کہ دنیا میں فلسطینیوں کے علاوہ اور بھی مظلوم ہیں۔ بے شک فلسطین کو اولیت دیئے رہنا مگر کبھی کسی مظلوم کی مدد سے منہ مت موڑنا خواہ وہ مظلوم یہودی ہی کیوں نہ ہو۔"

میں ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مجھے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے کسی نے مجھے بہت بلندی سے نیچے گرا دیا ہو۔ میرے ذہن میں ایک ہی جملہ گونجے جارہا تھا "کبھی کسی مظلوم کی مدد سے منہ مت موڑنا خواہ وہ مظلوم یہودی ہی کیوں نہ ہو" میں ہیجانی کیفیت کا شکار ہوگیا۔ یہ جملہ لی کوان کا تھا۔ لی کوان جو مسلمان بھی نہیں تھا۔ معلوم نہیں اس کے پیروں میں مصلحت کی کون سی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں کہ وہ میدان عمل میں نہیں اتر سکتا تھا۔ وہ مسلمان نہیں تھا لیکن اس کے کہے ہوئے جملے نے میری آنکھیں کھول دی تھیں۔ یہ جملہ تو ہماری مذہبی تعلیمات کی بنیاد تھا۔ مظلوم کی مدد کو ہر حال میں اولیت دی گئی تھی۔ یہ وہ مقام تھا جہاں فرائض بھی پس پشت ڈال دیئے جاتے ہیں۔ خدا کی شان تھی کہ مجھے تلقین ایک غیر مسلم کی طرف سے کی گئی تھی۔ میں جو یہودیوں کے خلاف ایک آہنی عزم لے کر میدان عمل میں اترا تھا، میں جو فلسطین کے مظلوم عوام کے لئے سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھا اس لئے کہ ان کا استحصال کیا گیا تھا۔ اس لئے کہ وہ دینی رشتے سے میرے بھائی تھے اور کسی بھائی کی تکلیف مسلمان کو اسی طرح بے چین کردیتی ہے جس طرح جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو پورے جسم پر اس کے اثرات پڑتے ہیں۔ میرے لئے فلسطینی عوام کی اولیت تھی مگر میں نے کبھی کسی مظلوم کی مدد سے منہ نہیں موڑا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہمارا مذہب ہمیں اس کی تعلیم دیتا ہے بلکہ یہ تو مجھ پر میرے پروردگار کا احسان تھا۔ اس نے مجھے فطرت ہی ایسی بخشی تھی۔ تو پھر میرا کمال کیا ہوا؟

مجھے تہذیب کی آواز آئی۔ وہ مجھے پکار رہی تھی مگر میرے دل ودماغ میں تو آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ جو کچھ میں نے آج تک کیا اس میں میرا رتی بھر کوئی حصہ نہیں تھا۔ بات تو جب ہوتی کہ میں کوئی قربانی دے کر اپنا مشن جاری رکھتا اور مجھے ماضی میں دور دور تک کوئی قربانی نظر نہیں آرہی تھی۔ کچھ نظر آیا تو یہ کہ میں اپنے فرائض سے روگردانی کا مرتکب ہورہا تھا۔ محض اپنی دوستی نبھانے کی خاطر اور جنرل ٹیرس کو مطمئن کرنے کے خیال سے یہاں قید ہوکر رہ گیا تھا۔ میں نے تہ خانوں سے نکلنے کے لئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا تھا جب کہ یہ میرا فرض تھا۔ میں شاید اسیر ذات ہوکر رہ گیا تھا، انانیت پسند ہوگیا تھا جبکہ میری زندگی تو امانت تھی۔ فلسطین کے بے گھر مظلوم لوگوں کی امانت۔۔۔ ان معصوم بچوں کی امانت جنہوں نے کیمپوں میں آنکھیں کھولی تھیں۔۔۔ جن سے ان کے گھر چھین لئے گئے تھے اور اب کوششیں یہ ہورہی تھیں کہ معصوم بچوں کے منہ سے دودھ کی بوتلیں چھین لی جائیں۔ ماؤں کو ان کے جگر گوشوں سے دور کردیا جائے اور عرب کی پوری سرزمین کو یہودیوں کے ناپاک قدموں تلے روند ڈالا جائے۔

تو میں کیا کرتا رہا اور کیا کررہا ہوں؟ میں نے خود سے سوال کیا اور اس کا جواب بڑا خوف ناک تھا۔ میں لرز کر رہ گیا۔ میری ہر سانس مظلوموں کی امانت تھی اور میں اس امانت میں خیانت کا مرتکب ہورہا تھا۔ میں امین نہیں تھا خائن تھا۔ مجھے خدا نے مظلوموں کے لئے اثاثہ بنایا تھا اور میں اس اثاثے کو ضائع کرنے کا مجرم تھا۔ قبر میں منکر نکیر مجھ سے سوال کرتے تو میں کیا جواب دیتا کہ میں نے اس اثاثے کو کس کس طرح ضائع کیا۔ جن نعمتوں سے مجھے نوازا گیا تھا کس کس طرح ان کی ناقدری کی۔۔۔ میدان حشر میں میں اپنے معبود کو کیا منہ دکھاتا۔ وہ بڑا رحیم وکریم ہے۔ بندوں کی خطاؤں سے درگزر کرنے والا ہے لیکن حقوق العباد کے گناہوں کے لئے تو اس سب سے بڑی بارگاہ میں بھی معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور میں اس بھیانک جرم کا مرتکب ہوا تھا۔ مجھے اپنی عاقبت خطرے میں نظر آنے لگی۔

"تہ خانے کا دروازہ کھولنے کا حکم دو تہذیب ورنہ میں ان دیواروں کو گرا کر یہاں سے نکل جاؤں گا" میں نے گرج دار آواز میں کہا اور اچانک مجھے محسوس ہوا کہ تہ خانے کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ جنرل ٹیرس کے علاوہ بڈ اور تہذیب بھی میرے نزدیک ہی موجود تھے۔ ان سب کی نگاہوں میں میرے لئے تشویش تھی۔ تہ خانے کا دروازہ کب کھلا، کب بڈ اور تہذیب وہاں آئے مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ میں شاید کچھ زیادہ ہی خود فراموشی کی کیفیت میں مبتلا ہوگیا تھا تبھی وہ لوگ میرے نزدیک آنے کی ہمت نہیں کرسکے تھے۔

"تمہیں کیا ہوگیا تھا علی" سب سے پہلے جھپٹ کر میرے نزدیک آنے والی تہذیب تھی۔

"کچھ نہیں تہذیب!" میں نے دھیمی آواز میں کہا "میں غفلت کی نیند سوگیا تھا تم نے مجھے بیدار کردیا۔ تم نے میری آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی کھول دی ہے تہذیب! میں تمہارا، بڈ اور لی کوان تینوں کا شکر گزار ہوں تہذیب۔"

"خدا کا شکر ادا کرو علی! وہی بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھاتا ہے" تہذیب نے کہا۔

"میں بہت بڑی خیانت کا مرتکب ہوا ہوں تہذیب! مشینوں میرے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ میں اپنے عمل سے اپنی غلطیوں کا ازالہ کردوں" میں نے کہا اور تہذیب اور بڈ کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

"کیا تم مجھ سے ناراض ہو علی! میرے دوست" جنرل ٹیرس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں صرف اپنے آپ سے ناراض ہوں جنرل! میں اپنے فرائض سے روگردانی کرنے کا مجرم ہوں۔"

"نہیں تم مجھ سے ناراض ہو" جنرل نے تیزی سے قریب آکر میرا بازو پکڑلیا "تمہارا اس طرح یہاں سے جانا کیا معنی رکھتا ہے۔"

"تم میرے بہت مخلص دوست ہو جنرل" میں پھیکے سے انداز میں مسکرایا "اور مخلص دوستوں سے کسی حال میں بھی ناراض نہیں ہوا جاسکتا" میں نے نہایت نرمی سے اس سے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"مجھے بتاؤ علی کہ جو زیادتی میں نے کی اس کے ازالے کے لئے میں کیا کروں" جنرل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"تم نے جو زیادتی کی اس کا ازالہ تو ہو بھی گیا جنرل" میں نے زینوں پر چڑھتے ہوئے کہا "اب تو مجھے اس زیادتی کا ازالہ کرنا ہے جو میں نے کی ہے۔"

جنرل ہمارے ساتھ ساتھ چل رہا تھا "تمہارے انداز میں بڑی اجنبیت ہے علی! مجھے بتاؤ تو سہی، تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"میں یہودیوں کو صفحۂ ہستی سے تو نہیں مٹا سکتا جنرل تاہم انہیں جس قدر نقصانات پہنچانا اور ان کے جتنے ایجنٹوں کا جلد از جلد صفایا کرنا میرے بس میں ہے، مجھے اس میں تاخیر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں کرنی چاہئے' شروعات میں نکیتا سے کروں گا۔"

تہ خانے سے باہر نکل کر جنرل نے اپنے آدمیوں کو جلدی جلدی کچھ احکامات دیئے اور پھر تیز تیز قدموں سے ہمارے ساتھ ہولیا "اگر کوئی حرج نہ ہو تو میں بھی تمہارے ساتھ...."

"تمہاری موجودگی تو ضروری ہوگی جنرل" میں نے کہا۔ اس دوران ہم خواب گاہ تک پہنچ گئے تھے۔ میں نے دستک دیئے بغیر ہینڈل گھمایا مگر دروازہ اندر سے بند تھا' مجبوراً مجھے دستک دینا پڑی۔

"کون ہے" اندر سے نکیتا کی خمار آلود آواز آئی۔ شاید وہ سوتے سے اٹھی تھی۔

"دروازہ کھولو تہذیب" میں نے بلند آواز سے کہا "میں علی یار خان ہوں۔"

نکیتا نے دروازہ کھولنے میں دیر نہیں لگائی اور دروازہ کھولتے ہی یہ دیکھے بغیر کہ میرے ساتھ کون کون ہے مجھ سے لپٹ گئی۔

"تمام رات بے تابی سے کروٹیں بدل کر تمہارا انتظار کرتے گزاری ہے علی!" نکیتا نے شکایتی لہجے میں کہا "کہاں رہ گئے تھے' میرا ذرا بھی خیال نہیں ہے۔"

میں نے اسے خود سے علیحدہ کرکے ایک زوردار دھکا دیا وہ کمرے کے اندر جاپڑی۔ میں بڑے اطمینان سے کمرے میں داخل ہوا۔ نکیتا کی آنکھیں میرے رویے پر حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں پھر اس نے میرے ساتھ تہذیب اور بڈ کو دیکھا اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوگئے۔

"تم۔ تم۔ علی یار خان۔ تم تو۔" نکیتا نے اٹک اٹک کر کہا اور خاموش ہوگئی۔ جملہ مکمل کرنا اس کے بس کی بات تھی بھی نہیں۔ اس طرح وہ خود بھی بے نقاب ہوجاتی۔

"بے فکر رہو نکیتا! میں اب بھی یہودی مفادات کا حامی ہوں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "لیکن جنرل ٹیرس کو مجھ پر شبہ ہوگیا تھا' اس لئے تمہاری قربانی ناگزیر ہوگئی ہے۔"

"میں.... میں تمہارے تصورات کی تجسیم ہوں" نکیتا نے وحشت سے کہا "میں وہی حسین پیکر ہوں جسے تم چاندنی راتوں میں تخیل کی آنکھ سے دیکھا کرتے تھے۔ اب میں تمہیں مل گئی تو تم مجھے قربانی کی بھینٹ چڑھا دینا چاہتے ہو۔"

"کیا بے پر کی ہانک رہی ہو" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا "معلوم ہوتا ہے تمہارا دماغ الٹ گیا ہے۔ جو خصوصیات تم نے بیان کی ہیں تہذیب ما لکم ایکس کے علاوہ کوئی اور لڑکی ان خصوصیات کی حامل کس طرح ہوسکتی ہے۔"

"اس سے تم دلی محبت کرتے ہو جبکہ میں تمہارے جز کی ضرورت ہوں۔ کیا تم اپنے الفاظ بھول گئے۔"

"یہ تمہارے سامنے بے ہودہ بکواس کررہی ہے اور تم کھڑے منہ دیکھ رہے ہو' معلوم نہیں تم کیسے جنرل ہو" میں نے جنرل ٹیرس سے کہا۔

"بے فکر رہو' اب یہ کوئی بکواس نہیں کرے گی۔ میں ابھی اسے اپنے آدمیوں کی تحویل میں دے دیتا ہوں۔"

"ٹھہر جاؤ جنرل" نکیتا اچھل کر کھڑی ہوگئی "اس شخص کے نظریات تبدیل ہوچکے ہیں۔ یہ اب یہودی مفادات کا حامی ہوگیا ہے۔ تم اس سے کوئی بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔"

"کون تمہاری بات پر یقین کرے گا" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "ممکن ہے تھوڑی دیر بعد تم یہی الزام جنرل ٹیرس پر بھی عائد کردو۔"

"میرا دماغ خراب نہیں ہے۔ میں کسی پر کیوں الزام عائد کرنے لگی۔ یہ شخص تمہارا غدار ہے جنرل! یہ تم لوگوں کو ڈبو دے گا۔"

"ذرا غور کرو جنرل! اگر میں یہودی مفادات کا حامی ہوتا تو یہ مجھے بچانے کی کوشش کرتی لیکن اس کے الزام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مجھے تمہاری نظروں میں مشکوک کرنا چاہتی ہے۔ خود گرفتار ہوتے ہوتے بھی مسلمانوں کو کچھ نہ کچھ نقصان پہنچانے کی خواہاں ہے۔"

"ہر ایجنٹ گرفتار ہوتے وقت یا گرفتار ہونے کے بعد ایسی ہی حرکتیں کرتا ہے" جنرل ٹیرس نے بے پروائی سے کہا "لہٰذا ایسی باتوں کا نوٹس لینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"میں.... میں بلف نہیں کررہی ہوں" نکیتا چیخ پڑی "میں نے خود مشینوں کے ذریعے اس کا امتحان کیا تھا۔ میری بات پر یقین نہیں کروگے تو بعد میں پچھتاؤ گے۔"

"انہی مشینوں کے ذریعے تمہیں میری محبت پر بھی تو یقین آیا تھا" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور نکیتا چونک پڑی۔

"ہاں.... لیکن' لیکن.... کیا تم۔" اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے اور کیا نہ کہے۔

"تمہارا اندازہ بالکل درست ہے نکیتا" میں نے سنجیدگی سے کہا "تم جیسی قابل نفرت عورتوں سے محبت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔"

"تو پھر وہ سب کیا تھا علی! نہیں' میں یقین نہیں کرسکتی۔ ہماری مشینیں جھوٹ نہیں بول سکتیں" نکیتا نے کہا' اس کا انداز ہذیانی تھا۔

"مشینوں کو دھوکا دینا کیا مشکل ہے نکیتا! برتر انسان ہے یا مشینیں؟ تم مجھے پچاس مرتبہ مشینی امتحانوں سے گزارو میں ہر بار انہیں دھوکا دے دوں گا۔"

جنرل ٹیرس' تہذیب اور بڈ میں سے کوئی بھی اس "محبت" سے واقف نہیں تھا۔ جو مجھے نکیتا سے ہوگئی تھی اس لئے وہ تینوں ہی حیران تھے۔

"تم اس بات سے اچھی طرح واقف ہوگی کہ غیر ملکی ایجنٹوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جاتا ہے۔ اگر تم کسی رعایت کی خواہاں ہو تو بتادو۔"

نکیتا تلخی سے ہنسی "مجھے معلوم ہے تم لوگ کس قسم کی رعایت دیتے ہو' خاص طور پر کوئی حسین عورت اگر ہاتھ آجائے تو۔"

"تم پر بہت سنگین الزامات ہیں نکیتا! تم فرضی نام اور جعلی پاسپورٹ پر گوٹے بل میں داخل ہوئیں اور تم نے ایک انتہائی اہم کانفرنس کو سبوتاژ کرنے کی سازش کی۔ میرا مشورہ ہے کہ ہوش کے ناخن لو۔ ہمارے ساتھ تعاون کرو' میں نے تم سے یہ نہیں کہا کہ تمہیں رہا کردیا جائے گا۔ تم ہم سے تعاون کروگی تو تمہارے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے گا' یہ تم سے علی یار خان کا وعدہ ہے۔"

"اور اگر میں تعاون کرنے سے انکار کردوں تو....؟"

نکیتا نے میری آنکھوں میں جھانکا۔ وہ اپنی شکست تسلیم کرچکی تھی۔

"تہذیب اور بڈ کو دیکھ کر اندازہ کرلو کہ جزیرۂ مرگ تباہ کیا جاچکا ہے۔ تمہارے موشے ہاورڈ نے جو سحر پھونکا تھا اس کا خاتمہ ہوچکا ہے۔ گوٹے بل میں موشے ہاورڈ کے تمام ایجنٹ گرفتار کئے جاچکے ہیں۔ جلد یا بدیر میں اس کا خاتمہ بھی کردوں گا۔"

"تم مجھے غداری کا سبق دے رہے ہو علی! میں جان دے دوں گی مگر اپنے مشن سے غداری نہیں کروں گی۔"

"اس کے باوجود میں تمہیں سوچنے کی مہلت ضرور دوں گا نکیتا! مجھے معلومات درکار ہیں۔ رضاکارانہ طور پر نہیں فراہم کروگی تو تم پر تشدد کیا جائے گا۔ اس کے باوجود بھی تم نے زبان نہ کھولی تو کوئی اور زبان کھول دے گا۔ مجھے تو ہر حال میں معلومات درکار ہیں۔ اس سے غرض نہیں کہ معلومات کس ذریعے سے حاصل ہورہی ہیں اور ان کے حصول کے لئے کن مراحل سے گزرنا پڑرہا ہے۔۔۔ جنرل اسے قید خانے میں پہنچوا دو۔"

"یہ نکیتا کے اور تمہارے درمیان محبت کا کیا چکر تھا؟" نکیتا کے جاتے ہی تہذیب نے پوچھا۔ جنرل نے اسے قید خانے میں بھجوادیا تھا۔

"تمیل فرازو سے مقابلے کے بعد جو ایمبولینس آئی تھی وہ تو تمہیں یاد ہی ہوگی تہذیب! اس وین کے اندر نصب مشینوں کے ذریعے میرا چیک اپ کیا گیا تھا۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ بل فائٹنگ اور اس کے بعد بل فرازو سے مقابلے کے میرے سسٹم پر کیا اثرات ہوئے ہیں۔ وہ اپنی مشینوں سے میرے سسٹم پر کسی بھی قسم کے اثرات دریافت نہیں کرسکے۔ میں نے موقعے سے فائدہ اٹھا کر یہ ظاہر کیا جیسے میں نکیتا سے متاثر ہوگیا ہوں۔ اسے بھی مشینوں سے چیک کیا گیا۔ مشینوں نے میرے بیان کی تصدیق کردی چنانچہ نکیتا کو میری محبت پر ایمان لانا پڑگیا۔ ادھر اتفاق ایسا ہوا کہ موشے ہاورڈ نکیتا کو ہی تمہارا رول ادا کرنے کی تربیت دے رہا تھا۔ جب اس کے علم میں یہ بات آئی کہ میں نکیتا سے متاثر ہوگیا ہوں تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس کی دانست میں میں بری طرح پھنس گیا تھا۔ دراصل اسے شروع سے ہی پوری طرح یقین نہیں تھا کہ میرے نظریات پوری طرح تبدیل ہوگئے ہیں۔ مجھے بھی اس کا اندازہ تھا اس لئے میں نے بڈ کو اپنا نشانہ بنایا تھا تاکہ اس کے شبہات کا ازالہ ہوسکے۔ اس کے بعد اس نے طوفان والی رات اپنے ایک کارندے کے ذریعے میری اصلیت معلوم کرنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کی یہ چال بھی اس پر الٹ دی۔ تم اندازہ کرو کہ اس کے باوجود وہ پوری طرح مطمئن نہیں ہوا۔ نکیتا کو ہدایت کی گئی تھی کہ کسی وقت بھی مجھے تنہا نہ چھوڑے۔ تمہارے میک اپ میں ہونے کی وجہ سے نکیتا کے لئے یہ کام بے حد آسان ہوگیا تھا لیکن افسوس کہ موشے ہاورڈ کو بہت بڑی زک اٹھانا پڑی ہے۔"

"مجھے اس بات پر حیرت ہے علی کہ جن مشینوں پر انہیں اتنا ناز ہے تم ان مشینوں کو کس طرح دھوکا دے گئے؟" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"اس کا کریڈٹ لی کوان کو جاتا ہے جنرل! اب میں خود پر ہر قسم کی کیفیات طاری کرسکتا ہوں۔ مشین تو صرف اسی وقت کسی کو پکڑ سکتی ہے جب کوئی بات صرف زبان سے کہی جارہی ہو۔"

"تمہیں چاہئے تھا کم از کم مجھے تو بتادیتے کہ تمہارے نظریات تبدیل نہیں ہوئے ہیں" تہذیب نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"انہیں بتادیتے' اور بڈ کی چاہے جان نکال لیتے" بڈ نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اپنے مخصوص لہجے میں کہا اور جنرل ٹیرس ہنس پڑا۔

"میں تم سے معذرت چاہتا ہوں بڈ لیکن اگر اس ڈرامے کی اشد ضرورت نہ ہوتی تو میں ہرگز تمہیں تختۂ مشق نہ بناتا اور تہذیب تم تو جانتی ہو کہ وہاں گفتگو سن لئے جانے کا کس قدر خطرہ تھا۔ میں تمہیں بتانا چاہتا تو بھی نہیں بتا سکتا تھا۔"

بڈ برا سا منہ بنائے بیٹھا تھا۔ میرے خاموش ہوتے ہی بولا "تم بہت ذہین ہو چیف! میرے ایک سوال کا جواب بھی دے دو آخر ہمیشہ بڈ بے چارہ ہی کیوں تختۂ مشق بنتا ہے؟"

"اوہو! میں تم سے معذرت کر چکا ہوں مگر معلوم ہوتا ہے ابھی تک تمہارا دل صاف نہیں ہوا۔ خیر کوئی بات نہیں، تم چاہو تو مجھ پر جرمانہ کر سکتے ہو۔"

اچانک انٹرکام کا بزر بجا۔ میں نے جنرل کو انٹرکام کا ریسیور اٹھانے کا اشارہ کیا۔ جنرل نے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنی اور پھر دوسری طرف موجود شخص کو ہولڈ کرنے کا کہہ کر مجھ سے مخاطب ہوا۔

"یہودی ایجنٹوں کی گرفتاری کا آپریشن تقریباً مکمل ہو چکا ہے مگر ڈیوڈ ریان نہیں مل سکا۔ ہمارے آدمی اس کی گھات میں ہیں۔"

"ان سے کہہ دو کہ اب اسے گرفتار کرنے کی ضرورت نہیں" میں نے کہا اور جنرل نے کوئی سوال کئے بغیر میری بات دہرا دی۔ پھر وہ انٹرکام بند کر کے مجھ سے بولا "تم نے اس کی گرفتاری سے ہاتھ کیوں اٹھا لیا؟"

"ہاتھ اٹھایا نہیں ہے جنرل بلکہ اس پر تو میں خود ہاتھ ڈالوں گا" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "وہ اس بساط کا اہم ترین مہرہ ہے اور مجھے شبہ ہے کہ اب اس کا ہاتھ آنا مشکل ہے۔"

"جب اس کا ہاتھ آنا مشکل ہے تو تم کہاں جا رہے ہو؟" جنرل نے کہا۔

"میں اس کے ہوٹل کی طرف جا رہا ہوں" میں نے تہذیب کو بھی اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "ممکن ہے میں اس کا کوئی سراغ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

"ایک منٹ ٹھہرو، میں تمہارے لئے حفاظتی گارڈز کا بندوبست کر دوں۔"

"ہرگز نہیں جنرل! مجھے ان جھمیلوں میں الجھانے کی کوشش مت کرنا۔ ایک مجاہد کو کسی حفاظت کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"اچھا تو پھر یوں کرو کہ ریڈیو کار میں جاؤ تاکہ میں بوقتِ ضرورت تم سے رابطہ تو کر سکوں۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے" میں نے کہا "اور بڈ! میری واپسی تک تم الرٹ رہو گے، ممکن ہے مجھے تمہاری ضرورت پیش آ جائے۔"

چند منٹ بعد میں ریڈیو کار میں ٹیرس محل سے باہر نکل رہا تھا، تہذیب برابر والی سیٹ پر موجود تھی۔

"مجھے امید تو نہیں ہے لیکن میں محض ایک موہوم امکان کے پیش نظر وہاں جا رہا ہوں" میں نے تہذیب سے کہا "شاید کوئی غیر اہم سا آدمی اس فہرست میں شامل ہونے سے رہ گیا ہو اور وہ ڈیوڈ ریان کی نشان دہی کر سکے۔"

"تم رات بھر کے جاگے ہوئے ہو علی!" تہذیب نے کہا "یہ کام تم کسی اور سے بھی لے سکتے تھے، تمہارا خود جانا تو ضروری نہیں تھا۔"

"میرے ساتھ تمہاری موجودگی ضروری تھی تہذیب! اس لئے میں تمہیں ساتھ لے کر آیا ہوں۔ ہماری ــــ میرا مطلب ہے میری اور نکیتا کی آنکھ اسی ہوٹل میں کھلی تھی۔ ہوٹل کے اسٹاف نے ہمیں دیکھا ہوگا۔ اب تم میرے ساتھ جاؤ گی تو یہی سمجھا جائے گا کہ ہم دونوں وہی ہیں جو وہاں ٹھہرے تھے۔ اگر موشے ہاورڈ کا کوئی شخص وہاں ہوا تو تمہیں نکیتا ہی سمجھے گا اور زبان کھول دے گا۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اس کا امکان بہت کم ہے لیکن ایک کوشش کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

ہوٹل پہنچنے کے بعد میں نے نچلی منزل میں واقع ریستوران کا رُخ کیا جہاں اس وقت چند ہی میزیں آباد نظر آ رہی تھیں۔ میں نے بیٹھنے سے قبل ان افراد پر ایک اچٹتی ہوئی سی نظر ڈالی تھی۔ ان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جو رینڈل سے متعلق معلوم ہوتا، ویسے بھی اس کے تمام ایجنٹ تو گرفتار کئے جا چکے تھے۔

"میرا خیال ہے یہاں آ کر ہم نے وقت ہی ضائع کیا ہے" تہذیب نے کہا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا تہذیب! رینڈل بے حد چالاک اور انتہائی محتاط شخص ہے۔ میرے معاملے میں چوٹ کھانے کے بعد تو وہ اپنے سائے تک سے بھڑکنے لگے گا۔"

ویٹر آیا تو میں نے اپنے اور تہذیب کے لئے ناشتہ منگوا لیا۔ میں نے ادھورا ناشتا کیا تھا اور تہذیب کو ناشتہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔

"لی کوان تو گوٹے بل کے ساحل پر کہیں اتر گیا تھا" ناشتے کے دوران میں نے تہذیب سے کہا "اور میرے خیال میں یہاں اس کا کوئی ٹھکانا بھی نہیں ہے۔ پھر تم اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رابطہ کہاں قائم کرتیں؟"

"لی کوان نے اس کا ایک خاص طریقہ بتایا تھا" تہذیب نے کہا "اور خاص طور پر تاکید کی تھی کہ وہ طریقہ تمہارے علم میں نہ آنے پائے۔"

"اس نے منع کیا ہے تو میں اصرار نہیں کروں گا۔ اس میں اس کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوگی۔"

"ڈیوڈ ریان کے ملنے کے امکانات تو بہت کم ہیں" تہذیب نے کہا "وہ نہ ملا تو تم کیا کرو گے؟"

"کام مشکل ہو جائے گا تہذیب! معلوم نہیں اس کے بعد کون ایسا شخص ہوگا جو مجھے مطلوبہ معلومات فراہم کر سکے۔"

"میرے خیال میں وہ نو افراد بہت اہم ہیں جو یہاں معزز شہریوں کی حیثیت میں رہ رہے تھے۔"

"یہ وہ لوگ ہیں جو دراصل موساد کے لئے کام کرتے ہیں اور ان سے کام کی معلومات نہیں حاصل کی جاسکتیں اس لئے کہ انہیں خود ہی کچھ معلوم نہیں ہوتا۔"

"موساد کے لئے کام کرتے ہیں" تہذیب نے حیرت سے کہا "ان کی فہرست تو ڈیوڈ ریان نے فراہم کی تھی اور خود وہ ایگلز کا آدمی ہے۔"

"ہر یہودی تنظیم کی پشت پر موساد ہوتی ہے تہذیب! یہ یہودیوں کا منحوس ترین ادارہ ہے۔ انہوں نے رینڈل میں کچھ صلاحیتیں دیکھیں تو اسے آگے بڑھانے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں فراہم کیں اور جس قسم کے نو افراد یہاں گرفتار ہوئے ہیں اس قسم کے لوگ تو دراصل پرورش کئے جاتے ہیں۔ کسی کو بلیک میل کرکے اور کسی کو خرید کر ان کی خدمات حاصل کرلی جاتی ہیں اور اہم مواقع پر ہی ان سے کوئی کام لیا جاتا ہے۔"

"تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ ایگلز موساد کی ذیلی تنظیم ہے؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"خود بخود معلوم ہوگئی" میں مسکرا دیا "کیا یہ ضروری ہے کہ ہر بات اسی وقت معلوم ہو جب کوئی بتائے۔ میں نے اس بات کا اندازہ بہت پہلے لگالیا تھا کہ رینڈل کو موساد کی آشیرباد حاصل ہے اور اب تو مجھے یقین آگیا ہے کہ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ رینڈل میں اتنی ہمت نہیں ہو سکتی کہ وہ موساد کی مرضی کے بغیر اتنی بڑی اور منظم تنظیم قائم کر سکے۔"

ناشتا ختم ہو چکا تھا۔ میں نے ویٹر سے بل لانے کو کہا اور تہذیب سے بولا "واپس جانے سے قبل ہم ہوٹل کا ایک چکر لگائیں گے۔"

"جیسی تمہاری مرضی علی! ویسے اس سٹر گشتی سے بہتر تھا کہ تم کسی اور ایجنٹ پر طبع آزمائی کر لیتے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جواب دیتا بھی تو کیا دیتا۔ میں تو خود بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ مجھے احساس بھی تھا کہ جزیرۂ مرگ کی تباہی اور گوٹے بل میں ایگلز کے ایجنٹوں کی گرفتاری کے بعد میرے لئے خطرات میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ لوگ آتش انتقام بجھانے کے لئے مجھے سر راہے شوٹ بھی کر سکتے تھے لیکن مجھے ان کی کوئی خاص پروا نہیں تھی۔ کہیں نہ کہیں تو اس کھیل کا اختتام ہونا ہی تھا۔

ویٹر بل لے کر آیا اور اس نے خاص انداز سے بل میرے سامنے رکھا۔ میں نے بل کو بڑے غور سے دیکھا۔ اس پر علیحدہ سے انگریزی حروف میں ٹائپ کیا گیا تھا "۲۳ سول لائنز' ڈی۔ آر'

بل ادا کرنے کے بعد میں نے تہذیب کو اٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ میرے ساتھ چل پڑی۔ میں ریستوراں سے نکل کر پارکنگ کی طرف جا رہا تھا۔

"بہتر یہی ہے" تہذیب نے کہا "کہ ہم واپس چلے چلیں۔ اس طرح وقت ضائع ہونے سے بچے گا۔"

"ہاں' اب اگر ہم ہوٹل کا چکر لگاتے' دو چار لوگوں سے سوال جواب کرتے تو یہ وقت ضائع کرنے کے ہی مترادف ہوتا" میں نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"اب سے تمہاری کیا مراد ہے" تہذیب نے چونک کر کہا "کیا پہلے میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی تھی؟"

"نہیں" میں نے مسکرا کر کہا "پہلے تم فارسی بول رہی تھیں نا اور فارسی میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

اچانک ریڈیو ٹرانس میٹر پر اشارہ موصول ہوا "تمہارا اندازہ درست ثابت ہوا علی!" جنرل ٹیرس گھبرائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا "ہمارے بحری بیڑے پر فضائی حملہ کر دیا گیا ہے۔"

"تفصیل سے بتاؤ جنرل" میں غرایا "حملہ کب ہوا اور کہاں ہوا اور کس نے کیا؟"

"بیڑے پر حملہ کرنے والے طیارے شی گورائے نے اڑائے ہیں مگر وہ بیڑے پر حملہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ فضائیہ نے انہیں سنبھال لیا ہے۔ یہ معرکہ گوٹے بل کے ساحل سے کوئی پچاس میل دور کھلے سمندر کے اوپر ہو رہا ہے۔"

"شی گورائے" میں نے دانت پیس کر کہا "یہ ہمارے لئے ایک مصیبت بنتا جا رہا ہے جنرل!"

"ان کے طیارے ہم سے بہتر ہیں علی! تاہم حوصلے ہمارے ہوابازوں کے بلند ہیں۔"

"طیارہ شکن میزائل استعمال کرو جنرل! ایک طیارہ بھی بچ کر نہیں جانا چاہئے۔"

"اوہ! تم اس کی پروا مت کرو علی! میزائل استعمال کرنے میں پہل ہم نہیں کریں گے۔ اس طرح بات بڑھ جانے کا خطرہ ہے۔ یہودیوں کا کیا بگڑے گا۔ گوٹے بل اور شی گورائے کے مابین جنگ چھڑ جائے گی' نقصان کس کا ہوگا۔"

میرے چودہ طبق روشن ہوگئے۔ جنرل ٹیرس نے بڑے پتے کی بات کہی تھی۔ رینڈل نے اپنے اثر ورسوخ سے شی گورائے کے حکمران جنرل بل کو گوٹے بل کے بحری بیڑے پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کرلیا ہوگا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس کا اثر ورسوخ تو نہ ہو مگر اس نے جنرل بل کو کوئی ایسی پٹی پڑھائی ہو کہ اس کی باتوں میں آکر وہ حملہ کرنے پر آمادہ ہو گیا ہو۔ اب اگر گوٹے بل کی جانب سے بڑے پیمانے پر اس کا جواب دیا جاتا تو بات بڑھ جاتی۔ جنگ میں دونوں ملکوں کا نقصان تھا۔ گوٹے بل مسلمانوں کا حامی تھا جبکہ شی گورائے کی حکومت یہودی مفادات کی حامی تھی۔ گویا اس میں یہودیوں کا نقصان بھی تھا مگر یہودیوں کے نقصان کی حقیقت ہی کیا تھی۔ اسرائیل کی پشت پر تو دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں تھیں اگر اب شی گورائے کو نقصان پہنچ جاتا تو اس سے اسرائیل کی صحت پر کیا اثر پڑتا البتہ مسلم دنیا کو بہت نقصان پہنچتا۔

"مجھے تم سے اتفاق ہے جنرل!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اور اب یہ معاملہ میں تم پر چھوڑتا ہوں' جس طرح چاہو ان سے نمٹو۔"

"شکریہ علی!" جنرل نے کہا "اس معاملے سے تو خیر میں خود ہی نمٹ لوں گا لیکن یہ بتاؤ کہ تم کہاں ہو؟"

"میں جلد ہی واپس آؤں گا جنرل! ڈیوڈ ریان کا سراغ مل گیا ہے۔ تم ذرا بڈ سے میری بات کرادو۔"

ڈیوڈ ریان کے سراغ کے حوالے پر تہذیب نے چونک کر میری طرف دیکھا تھا۔ اسے ابھی تک کچھ معلوم نہیں تھا لیکن اس نے گفتگو کے دوران مجھے ٹوکا نہیں۔

"میں اور تہذیب سول لائنز کی کوٹھی نمبر ۲۳ میں جا رہے ہوں گے۔ تمہیں دور رہ کر نگرانی کرنی ہوگی اور ایک گرے کلر کی کار پر خاص طور سے نگاہ رکھنی ہوگی' تم کتنی دیر میں وہاں پہنچ جاؤ گے؟"

"زیادہ سے زیادہ گھنٹا لگے گا چیف!" بڈ نے مستعدی سے کہا "مجھے صرف نگرانی ہی کرنی ہوگی نا۔"

"ضرورت پڑنے پر تم دخل اندازی بھی کر سکتے ہو مگر تم اس سے حتی الامکان گریز کرنے کی کوشش کرو گے۔ دخل اندازی صرف اس صورت میں کرنا جب ایسا کرنا ناگزیر ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے چیف! میں سمجھ گیا۔ آدھے گھنٹے کے اندر پہنچ رہا ہوں پھر تم بے فکر ہو کر کوٹھی میں داخل ہو سکتے ہو۔"

"سول لائنز کی ۲۳ نمبر کوٹھی اور گرے کلر کی کار کہاں سے درمیان میں آگئی؟" رابطہ منقطع ہوتے ہی تہذیب نے سوال کر ڈالا۔

"گرے کلر کی کار شروع سے ہی ہمارے تعاقب میں ہے اور ریستوران میں مجھے ڈیوڈ ریان کا ایڈریس ملا تھا۔"

"ریستوران میں!" تہذیب نے حیرت سے کہا "وہاں تو میں تمہارے ساتھ ہی تھی۔"

میں نے تہذیب کو بل پر علیحدہ سے ٹائپ کئے ہوئے پیغام کے بارے میں بتایا "ظاہر ہے ڈی آر سے ڈیوڈ ریان ہی بنتا ہے۔"

"گویا تمہیں جو فہرست فراہم کی گئی تھی وہ تمام ایجنٹس کی نہیں تھی؟" تہذیب نے کہا۔

"بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے" میں نے طویل سانس لے کر کہا "حقیقت کا علم تو بعد میں ہی ہو سکے گا۔"

"یہ کوئی جال بھی تو ہو سکتا ہے علی! تم آنکھیں بند کرکے وہاں جا رہے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ۔۔۔"

"جال ہو سکتا ہے مت کہو تہذیب! یہ کہو کہ یہ ایک جال ہی ہے۔ ڈیوڈ ریان کی معلومات کے ذریعے کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر یہ بات طے ہے کہ اس کے علم میں سب کچھ آچکا ہے لہٰذا اب وہ ہوٹل کا رُخ تو کرے گا نہیں۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ گوٹے بل بھی ایگلز کے ٹھکانوں سے واقف نہیں۔ ڈیوڈ ریان نے ہمیں ایک پتا فراہم تو کیا تھا لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے پیچھے کون سا جذبہ کارفرما ہے۔ یہ تو ہرگز بھی نہیں مانا جاسکتا کہ وہ وہاں میرا استقبال کرنے کے لئے موجود ہوگا۔ اول تو انہیں توقع ہی نہیں ہوگی کہ میں وہاں پہنچوں گا۔ انہیں یقین ہوگا کہ وہاں چھاپہ پڑے گا اور اگر وہاں چھاپہ پڑا تو اندازہ کرو میری پوزیشن کیا ہوگی۔ اگر ان کے ذہنوں میں میری طرف سے تھوڑا سا بھی شک وشبہ باقی ہے تو بھی دور ہو جائے گا۔"

"تم ایک خطرناک قدم اٹھا رہے ہو علی" تہذیب نے تشویش سے کہا "سب کچھ جانتے ہوئے بھی تم پھنسنے کے لئے وہاں جا رہے ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مجھے وہاں جانا ہی ہوگا تہذیب! اگر میں نہ گیا تو اس کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ موشے ہاورڈ کی تنظیم کو میں نے ہی نقصان پہنچایا ہے لہٰذا اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لئے میں نے یہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔"

میں نے کار کی رفتار سست رکھی تھی اور سول لائنز پہنچنے کے لئے نسبتاً طویل راستہ اختیار کیا تھا تاکہ بڈ ہم سے قبل وہاں پہنچ کر پوزیشن سنبھال لے۔

شہر کا فیشن ایبل رہائشی علاقہ ہونے کے باعث سول لائنز میں سناٹا تھا۔ سائڈ اسٹریٹ پر کوئی بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ تعاقب کرنے والی کار بھی کافی پیچھے رہ گئی تھی۔ ۲۳ نمبر بنگلے کے قریب محکمہ ٹیلی فون کا ایک لائن مین پول پر چڑھا کام میں مصروف تھا۔ میں نے ۲۳ نمبر بنگلے کے سامنے کار روک دی اور میں اور تہذیب کار سے اتر آئے۔

"بڈ کا تو کہیں پتا نہیں ہے" تہذیب نے دھیمی آواز میں مجھ سے کہا۔

"اکثر اس کا کہیں پتا نہیں چلتا" میں نے ہنس کر کہا "مگر وہ اپنا کام کرجاتا ہے۔"

میں نے آگے بڑھ کر کال بیل کا بٹن دبایا۔ گھنٹی بجنے کی ہلکی سی آواز تو آئی مگر گھنٹی بجانے کا کوئی رد عمل سامنے نہیں آیا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے بنگلہ خالی پڑا ہے" تہذیب نے کہا "کسی بھی قسم کی آواز سنائی نہیں دے رہی۔"

"یہاں کے ہر بنگلے کو دیکھ کر یہی محسوس ہوتا ہے" میں نے کال بیل دوبارہ بجائی۔ اس بار کچھ انتظار کرنے کے بعد دوسری طرف سے قدموں کی چاپ ابھری تھی اور ایک مقامی سیاہ فام نے ذیلی کھڑکی کھول کر باہر جھانکا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے جھٹکے دار آواز میں کہا "تمہیں معلوم نہیں صاحب لوگ باہر گیا ہوا ہے۔"

میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھا "تم یہاں چوکیدار ہو؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"نہیں ـــ مالی" اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا "لیکن تم کیوں پوچھتا ہے؟"

میں نے ایک طویل سانس لے کر تہذیب کی طرف دیکھا "میرا خیال ہے ہم غلط جگہ آگئے، چلو واپس چلتے ہیں۔"

میں اور تہذیب واپسی کے لئے پلٹے ہی تھے کہ اس نے آواز دی "سنو، تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ کس سے ملنے آئے تھے؟"

"تمہارے صاحب سے" میں نے مڑ کر بڑی سادگی سے کہا "اور صاحب لوگ باہر گئے ہوئے ہیں لہٰذا ہم واپس جارہے ہیں۔"

"آپ اپنا نام بتاتے جائیں۔ صاحب لوگ دو چار روز میں واپس آئے تو ہم ان کو بتادے گا۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا "مجھے افسوس ہے دوست! میں تمہیں اپنا نام نہیں بتاسکوں گا۔"

"میں سمجھ گیا، آپ وہی ہوں گے جن کے لئے صاحب کے سیکریٹری نے کہا تھا" اس نے کہا پھر اچانک خوش اخلاقی کے مظاہرے پر اتر آیا "آپ لوگ اندر آجایئے۔"

تہذیب اس کے بدلے ہوئے رویے پر ششدر رہ گئی تھی اور اس کے انداز میں جھجک پیدا ہوگئی تھی۔

"بے فکر ہو کر چلو" میں نے سرگوشی کی "جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔"

میرے کہنے پر تہذیب کی جھجک قدرے کم ہوئی اور میرے ساتھ کوٹھی کے اندر داخل ہوگئی۔ وہ شخص جس نے خود کو مالی ظاہر کیا تھا بڑے اطمینان سے روش پر ہم سے آگے چل رہا تھا۔ پھر اس نے بنگلے کا دروازہ کھولا اور ہمیں اندر آنے کا اشارہ کیا۔ ہم اس کے عقب میں ایک شاندار ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے اور پھر اس کے اشارے پر بیٹھ بھی گئے۔ وہ خود بھی بیٹھ گیا تھا۔ میں اسے غور سے دیکھ رہا تھا اور وہ کسی سوچ میں گم تھا۔

"آپ نے میرے لئے بڑے مسائل کھڑے کردئیے مسٹر علی" اچانک اس نے مجھے نام سے مخاطب کیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں خود بہت سے مسائل سے دوچار ہوگیا تھا ڈیوڈ" میں نے کہا اور تہذیب چونک پڑی "لیکن پہلے تم بتاؤ شاید میں تمہارا مسئلہ حل کرسکوں۔"

"میں موشے ہاورڈ کے زیر عتاب ہوں" ڈیوڈ نے ایک طویل سانس لی "مجھے فیلڈ سے ہٹادیا گیا ہے۔ اور میرا جرم یہ ہے کہ میں نے تمہیں یہاں موجود ایجنٹوں کی فہرست فراہم کردی تھی۔"

"تم نے یہ کیوں فرض کرلیا کہ تم زیر عتاب ہو" میں نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی "تمہیں فیلڈ سے ہی تو ہٹایا ہے۔"

"تم نہیں جانتے ـــ موشے ہاورڈ کا طریقہ کار یہ ہے۔ زیر عتاب آنے والے شخص کو سب سے پہلے فیلڈ سے ہی ہٹایا جاتا ہے۔"

"اوہ مجھے افسوس ہوا۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ تم نے کوئی جرم نہیں کیا تھا، تم سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی تھی، پھر تم کیوں زیر عتاب آئے؟"

ڈیوڈ ریان نے حیرت سے مجھے دیکھا "غلطی تو بہت دور کی بات ہے علی! میں نے تو احکامات پر اس طرح عمل کیا تھا جس طرح کہا گیا تھا۔ مجھے حکم ملا تھا کہ علی سے ہر طرح کا تعاون کیا جائے۔ تم نے یہاں ہمارے ایجنٹوں کی فہرست طلب کی جو میں نے تمہیں فراہم کردی۔ اگر میں انکار کردیتا تو مجھ پر عدم تعاون کا الزام آتا۔"

ڈیوڈ ریان کے انداز سے قطعی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ جزیرے کی تباہی اور ایجنٹوں کی گرفتاری سے باخبر ہے۔ یہ بات خاصی حیران کن تھی کہ وہ اب تک اتنے بڑے واقعات سے کیوں بے خبر رہا۔ اگر وہ واقعی بے خبر اور زیر عتاب تھا تو اس نے مجھے یہاں کیوں بلوایا تھا؟ یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس کا جواب خود ڈیوڈ ریان ہی دے سکتا تھا۔

"تم نے مجھے تشویش میں مبتلا کردیا ہے ڈیوڈ! اب اگر مجھے کوئی ضرورت پڑی تو میں کس سے مدد طلب کروں گا؟"

ڈیوڈ کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھری "میں تو خود اپنے مستقبل کی طرف سے فکر مند ہوں۔ تمہیں بھلا کیا بتا سکتا ہوں۔"

"تمہاری جگہ خالی تو نہیں چھوڑی جاسکتی مسٹر ڈیوڈ! یقیناً کسی اور کو تمہاری جگہ کام کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہوگا؟"

"مجھے کچھ نہیں معلوم علی! مجھے تو بس یہ حکم ملا تھا کہ فوری طور پر ہوٹل چھوڑ کر یہاں منتقل ہوجاؤں اور میں نے اس کی حرف بحرف تعمیل کی۔ اس کے بعد کیا ہوا، مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"تو پھر تم نے مجھے یہاں کیوں بلوایا ہے" میں نے تیوریوں پر بل ڈالے۔

"میں نے بلوایا ہے" ڈیوڈ نے حیرت سے کہا پھر ہنسنے لگا "تم غلط فہمی کا شکار ہوگئے ہو علی! مجھے تو کچھ ہی دیر قبل فون پر بتایا گیا تھا کہ شاید تم یہاں آؤ گے۔ اور اگر تم یہاں آؤ تو مجھے تم سے کس طرح ملنا ہے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اب اس بات میں شبہ نہیں رہا تھا کہ میرے گرد جال بُنا گیا ہے۔ مجھے پہلے سے ہی اس کا اندازہ تھا اور میں چاہتا تو اس میں الجھنے سے صاف بچ نکلتا مگر میں تو موشے ہاورڈ کو الجھانا چاہتا تھا۔ ابھی وہ میرے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں کرسکتا تھا۔ ڈیوڈ کے خلاف کارروائی سے یہ بات تو سامنے آگئی تھی کہ موشے ہاورڈ اس ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ رینڈل میری طرف سے مطمئن نہیں تھا۔

"یہ تو بڑا پیچیدہ معاملہ ہے مسٹر ڈیوڈ! ان حالات میں ہمیں کیا قدم اٹھانا چاہئے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں علی! مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ تم یہاں تک کس طرح پہنچے؟"

"صبح ٹیرس محل سے نکلتے ہی میرا تعاقب شروع کردیا گیا تھا۔ میں تمہارے ہوٹل پہنچا جہاں ہم دونوں نے چائے پی۔ جب بل آیا تو اس پر یہ پتا ٹائپ کیا ہوا تھا اور آخر میں ڈی آر لکھا تھا۔"

"اور مجھے کانوں کان خبر نہیں کہ میرے نام سے کس قسم کی پیغام رسانی ہورہی ہے" ڈیوڈ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"بہرحال ہمیں سوچنا پڑے گا کہ ہم کس قسم کے حالات میں گھر گئے ہیں اور اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہونا چاہئے۔"

"ہم کیا قدم اٹھاسکتے ہیں علی! ہمیں تو وہی کرنا ہوگا جس کا ہمیں حکم ملے گا۔"

"خواہ اس کا نتیجہ ہماری موت کی صورت میں ہی کیوں نہ نکلے" میں نے تلخی سے کہا "معاف کرنا ڈیوڈ میں اپنی زندگی یوں داؤ پر نہیں لگا سکتا۔"

"تمہاری باتوں سے بغاوت کی بو آرہی ہے علی! جس نظریے کے لئے ہم کام کررہے ہیں اس میں ہمیں اپنی زندگی کے بارے میں سوچنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔"

"مجھے تم سے اختلاف ہے ڈیوڈ! میرا نظریہ یہ ہے کہ آدمی سے اگر کوئی غلطی ہوجائے تو اسے اس کی تلافی کرنے کا موقع بھی ملنا چاہئے۔ غلطیاں ہم سب سے ہوتی ہیں اور اگر خاطر خواہ موقع ملے تو آدمی اپنی کارکردگی کو بہتر بھی کرسکتا ہے۔ کسی کو اس کی کسی غلطی پر اگر سزائے موت دے دی جائے تو کیا اس طرح کسی نقصان کی تلافی ہوسکتی ہے۔ اگر نہیں، تو پھر سزائے موت کا کیا جواز ہے؟"

"تمہارا معاملہ اور ہے علی!" ڈیوڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لی "ہم نے تو تنظیم کے لئے جینے مرنے کا حلف اٹھا رکھا ہے، ہم مجبور ہیں۔"

"مگر میں مجبور نہیں ہوں ڈیوڈ! میں جارہا ہوں۔ تم خود ہی اپنی زندگی کے دشمن ہوگئے ہو تو کوئی اور تمہارے لئے کیا کرسکتا ہے۔"

میرے ساتھ ساتھ تہذیب بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ میرے اس طرح اٹھنے پر ڈیوڈ کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آئے۔

"تمہیں یہاں بلائے جانے کا کوئی نہ کوئی مقصد تو ضرور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہا ہوگا" اس نے کہا۔

"اگر مقصد ہوتا تو اب تک سامنے آچکا ہوتا یا ممکن ہے اب سامنے آجائے" میں نے بے پروائی سے کہا اور واپسی کے لئے پلٹ پڑا لیکن عین اسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میں رک گیا۔ ڈیوڈ نے ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سن کر ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اس سے ریسیور لے کر کانوں سے لگایا اور ہیلو کہا۔ دوسری طرف رینڈل خود تھا۔

"میں تمہاری عظمت کا قائل ہوگیا علی!" رینڈل طنزیہ لہجے میں کہہ رہا تھا "تم بڑی صفائی سے ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل گئے۔"

"تمہیں معلوم ہے میں یہ انداز گفتگو برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"برداشت تو ہم نے کیا ہے علی! جزیرے کی تباہی سے کروڑوں ڈالر کا نقصان ہوا ہے اور سیکڑوں قیمتی جانوں کا اتلاف ہوا ہے جن کا کوئی بدل نہیں۔"

"تمہارے انداز سے یوں لگ رہا ہے جیسے ان نقصانات کا ذمے دار تم مجھے سمجھ رہے ہو؟"

"تم تو بہت معصوم ہو علی! میری کیا مجال کہ تمہیں ذمے دار ٹھہراؤں۔ خواہ وہ ہمارے ان ڈھائی سو ایجنٹوں کی گرفتاری کا ہی معاملہ کیوں نہ ہو جن کی فہرست تمہیں ڈیوڈ گرمے نے فراہم کردی تھی۔"

"ہاں ان سب باتوں کے ذمے دار تم خود ہو موشے ہاورڈ" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا "نکیتا کو میرے ساتھ بھیج کر تم نے جو غلطی کی تھی یہ اس کا نتیجہ ہے۔ میں تنہا رہ کر کام کرتا تو کبھی یہ نوبت نہ آنے پاتی لیکن نکیتا نے اپنی حماقت سے صیہونی مفادات کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کی تلافی شاید کبھی نہیں ہوسکے گی۔ جانی اور مالی نقصان کے علاوہ یہ خسارہ الگ ہے کہ تم میری طرف سے بدگمان ہوگئے۔"

"بہت ہلکا لفظ استعمال کررہے ہو علی" رینڈل نے طنزیہ لہجے میں کہا "ہمیں یقین ہے کہ جو کچھ بھی ہوا ہے اس کے واحد ذمے دار تم ہو۔"

"اگر میں نے ہلکا لفظ استعمال کیا تھا تو نکیتا کا جرم اور بھی زیادہ سنگین ہوگیا۔ اس کی حماقت سے تمہیں یہ غلط یقین ہوا ہے اور یہ ایک مستقل نقصان ہے۔"

"میری دانست میں نکیتا نے ہم پر جو احسان کیا ہے ہم اس کا بدلہ کبھی نہیں چکا سکیں گے اگرچہ اس کے عوض ہمیں بھاری نقصانات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔"

"جب تم ایک فیصلہ کرچکے ہو تو اس کے بعد مزید گفتگو کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ تم شوق سے مجھے مجرم گردانتے رہو مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔"

"یہ سب کچھ سوچنا اب میری دردسری ہے کہ تم مجرم ہو یا نہیں۔ ابھی میں نے فیصلہ نہیں کیا ہے، پہلے تم نکیتا سے بات کراؤ۔"

"نکیتا یہاں کہاں ہے" میں نے بڑے سکون سے کہا "میرے ساتھ تو تہذیب ما لکم ایکس ہے، کہو تو اس سے بات کرادوں۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی!" رینڈل کی آواز میں بے پناہ حیرت تھی "تہذیب گوٹے بل کیسے پہنچ گئی۔ وہ تو بڈ کے ساتھ جزیرے پر تھی۔"

"اس کا صحیح جواب تو جنرل ٹیرس ہی دے سکے گا موشے ہاورڈ! میں تو اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ نکیتا اب جنرل ٹیرس کی قید میں ہے۔"

"اس کے باوجود تم اپنی بے گناہی پر مصر ہو" رینڈل نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم نے مجھے گرفتار کرانے کے علاوہ کیا کسر چھوڑی ہے علی۔"

"سچی بات تو یہ ہے کہ گوٹے بل میں موجود ایجنٹوں کی گرفتاری کی خبر بھی مجھے تم سے ہی ملی ہے ورنہ اس سے قبل مجھے ان کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔"

"تم بہت معصوم آدمی ہو علی! مجھے تمہاری معصومیت پر رشک آرہا ہے۔ سب کچھ کرنے کے باوجود تم بے گناہ اور معصوم ہو۔ میں سوچ رہا ہوں تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے کہ تم پوری دنیا کے لئے عبرت کی تصویر بن جاؤ۔"

"تم نے یکطرفہ فیصلہ کیا ہے موشے ہاورڈ! تم سے مجھے یہ توقع نہیں تھی۔ یا تو میری شخصیت شک و شبے سے بالاتر ہونی چاہئے ورنہ تمہاری مشینیں ناقابل اعتبار قرار پائیں گی۔ اگر تم پسند کرو تو میں بتاؤں کہ واقعات کس طرح پیش آئے اور میں کتنا بے بس ہوگیا تھا اور اگر تم نہیں سننا چاہتے تو یاد رکھو کہ میں تمہارا دست نگر نہیں ہوں۔ علیحدہ رہ کر بھی کام کرسکتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں" موشے ہاورڈ نے سرد لہجے میں کہا "تم اپنی صفائی میں جو چاہو کہہ سکتے ہو لیکن تم مجھے دھوکا نہیں دے سکو گے۔"

"دھوکا ہی دینا ہوتا تو میں یوں خالی ہاتھ یہاں نہ چلا آتا" میں نے کہا اور اس کے بعد میں نے رینڈل کو مختصراً ساری صورت حال سے آگاہ کردیا۔ ڈیوڈ ریان حیرت سے آنکھیں پھاڑے میری باتیں سن رہا تھا۔

"یہ ایک اتفاق تھا جس کے تحت میرے اور نکیتا کے درمیان ہونے والی گفتگو ریکارڈ ہوگئی۔ پھر جنرل ٹیرس نے مجھے دھوکے سے تہ خانے میں بند کردیا۔ اس کے آدمیوں نے بریف کیس میں سے تمہارے ایجنٹوں کی فہرست برآمد کرلی تھی یہ تو محض میری خوش قسمتی ہے کہ جنرل کو یقین آگیا ورنہ میں تو تقریباً مایوس ہی ہوگیا تھا۔"

"تمہاری ساری باتوں پر یقین کرلیا جائے تب بھی یہ سوال اپنی جگہ برقرار رہے گا کہ تم نے جزیرے کی نشان دہی کیوں کی؟"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا" میں نے جھنجلا کر کہا "میں نے جزیرے کی نشان دہی کب کی اور میں کربھی کیسے سکتا تھا۔ میں تو خود اس جزیرے کے محل وقوع سے ناواقف تھا۔ میں نے تو اس جزیرے کا تذکرہ ایک نامعلوم جزیرے کی حیثیت سے کیا تھا۔ اس کی دریافت کا سرا بھی جنرل کے آدمیوں کے سر ہے۔ مجھ سے تو صرف ایک سوال کیا گیا تھا اور اس کے درست جواب کی بنیاد پر وہ لوگ جزیرے تک نہ صرف پہنچے بلکہ وہاں سے تہذیب اور بڈ کو بھی چھڑا لائے جبکہ میں توقع یہ کررہا تھا کہ جزیرے پر قدم رکھنے والے بچ کر واپس نہیں آسکیں گے۔"

"بلاشبہ یہ ہماری کوتاہی ہے" رینڈل نے کہا "سطح آب کی حد تک ہمارے انتظامات مکمل تھے۔ ہم نے سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی اس جزیرے تک زیر آب بھی پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"اب مجھے میرا قصور بتادو موشے ہاورڈ! جیسے ہی مجھے معلوم ہوا کہ ڈیوڈ ریان گرفتار نہیں ہوا، میں نے جنرل کو اس کی گرفتاری سے یہ کہہ کر روک دیا کہ وہ میرا شکار ہے۔ اس سے میں خود نمٹ لوں گا۔"

"ٹھیک ہے علی" رینڈل کی طویل سانس لینے کی آواز آئی "معاملات اس حد تک بگڑ چکے ہیں کہ اب میں کسی بھی بات پر تصدیق کئے بغیر یقین نہیں کرسکتا۔"

"اب تم نے معقولیت کی راہ اختیار کی ہے، تصدیق کرنا تمہارا حق ہے اور تم جس طرح چاہو میرے بیان کی تصدیق کرسکتے ہو۔"

"ڈیوڈ اس وقت جس میک اپ میں ہے تم اس میک اپ میں اسے ٹیرس محل لے جاؤ گے اور ڈیوڈ اپنا اطمینان کرنے کے بعد مجھے رپورٹ پیش کرے گا، تمہیں منظور ہے؟"

"مجھے بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے" میں نے کہا "یہ تو میرے لئے خوشی کا باعث ہے کہ مجھے اپنی پوزیشن صاف کرنے کا موقع مل رہا ہے۔"

"تم اسے اپنے دوست کی حیثیت سے متعارف کراؤ گے اور اسے وہ تمام سہولتیں فراہم کروگے جس کا یہ مطالبہ کرے گا۔ مجھے زیادہ سے زیادہ آج شام تک ڈیوڈ کی رپورٹ مل جانی چاہئے۔"

"اس پر مجھے اعتراض ہے" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "ممکن ہے آج شام تک ڈیوڈ مطمئن نہ ہوپائے۔ ایسی صورت میں میں بلاوجہ مارا جاؤں گا۔"

"ویسے تو یہ وقت بہت ہے لیکن میں اس میں کل دوپہر تک توسیع کررہا ہوں۔ اگر تمہارے بیان کی تصدیق نہ ہوسکی تو میں تمہارے قتل کا حکم صادر کردوں گا۔ میرے آدمی تمہیں دیکھتے ہی گولی ماردیں گے۔"

"مجھے منظور ہے موشے!"

"اب ریسیور ڈیوڈ کو دے دو تاکہ میں اسے ضروری ہدایات دے دوں" رینڈل نے کہا اور میں نے ریسیور ڈیوڈ کی طرف بڑھا دیا۔

کوئی ایک ڈیڑھ منٹ تک ڈیوڈ خاموشی سے دوسری طرف سے کہی جانے والی باتیں سنتا رہا پھر اس نے ریسیور کریڈل پر واپس رکھ دیا اور میری طرف دیکھتے ہوئے بولا "چلو دوست۔"

میرے اٹھنے سے قبل ہی فون کی گھنٹی دوبارہ بجی۔ ڈیوڈ اتنی دیر میں دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ فون کی گھنٹی سن کر وہ پلٹا مگر اس سے قبل ہی میں نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھالیا تھا۔ دوسری طرف بڈ تھا اور اس نے میری آواز پہچان لی تھی۔

"تمہارے لئے دوسری کار آرہی ہے چیف!" بڈ نے کہا "تم اس کار میں واپس نہیں جاؤ گے جس پر یہاں آئے تھے۔ پانچ منٹ کے اندر اندر دوسری کار یہاں پہنچ جائے گی، وش یو گڈ لک چیف۔"

"یہ پولیس اسٹیشن نہیں ہے بھائی" میں نے کہا اور فون بند کردیا۔ ڈیوڈ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"کسی صاحب کے گھر چوری ہوگئی ہے۔ انہوں نے پولیس اسٹیشن کا نمبر ملایا ہوگا اور رانگ نمبر لگ گیا۔"

ڈیوڈ نے اثبات میں سر ہلایا اور مجھ سے بولا "اب جلدی سے نکل چلو۔"

"بیٹھ جاؤ ڈیوڈ! میں تم سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں" میں نے کہا اور جیب سے قلم کاغذ نکال کر لکھا 'یہاں ہماری گفتگو سن لئے جانے کا خطرہ تو نہیں ہے؟' اور وہ کاغذ ڈیوڈ کی طرف

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بڑھا دیا۔

"نہیں" ڈیوڈ نے نفی میں سر ہلایا "یہاں ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن بات کیا ہے؟" اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"بات بہت سنگین ہے ڈیوڈ! ہم سب ایک نظریے کے لئے کام کررہے ہیں۔ اپنی جانوں تک کی پروا نہیں کرتے پھر یہ درجہ بندی کیوں ہے؟"

"میں سمجھا نہیں علی! درجہ بندی سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"جب ہر شخص سر کٹ ہے تو پھر مرتبوں میں فرق کیوں ہے' سب برابر کیوں نہیں ہیں؟"

"اوہ! میں سمجھ گیا۔ مرتبوں کا یہ فرق صلاحیتوں کی بنیاد پر ہے علی! ہر شخص کی صلاحیتیں ایک جیسی تو نہیں ہوسکتیں۔"

"دوسروں کی زندگیوں کا مالک بن بیٹھنے کا اختیار کسی کو نہیں دیا جاسکتا ڈیوڈ! زندگی ایک نعمت ہے۔ ہر ایک کو اس نعمت سے بہرہ مند ہونے کا پورا پورا حق ہے۔ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو ڈیوڈ! میں نے کبھی کسی کی ماتحتی میں کام نہیں کیا۔ بات اگر صلاحیتوں کی ہی ہے تو کیوں نہ ایگلز کی سربراہی مجھے سونپ دی جائے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو علی!" ڈیوڈ نے خوف زدہ لہجے میں کہا "اس قسم کی باتیں غداری کے زمرے میں آتی ہیں۔"

"ایگلز کے خلاف بات کرنا بھی غداری ہے' موشے ہاورڈ کے خلاف زبان کھولنا بھی اس زمرے میں آتا ہے اور صیہونی مفادات کے خلاف تو ہم کچھ کہہ ہی نہیں سکتے۔ اس لئے کہ یہ ہمیں کسی حال میں گوارہ نہیں ہوگا۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا ایگلز اور اس کا سربراہ صیہونی مفادات کے ٹھیکیدار ہیں؟"

"مجھ سے ایسی باتیں مت کرو علی! تمہاری باتیں کتنی ہی درست کیوں نہ ہوں' مجھے خوف آتا ہے۔"

"خوف اس لئے آتا ہے کہ ایگلز کا سربراہ ایک جلاد صفت آدمی ہے۔ ایگلز میں شامل لوگ محض خوف زدہ ہوکر اس کے لئے کام کرتے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے موشے ہاورڈ کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی اٹھایا تو انہیں اپنی جانوں سے ہاتھ دھونے پڑیں گے اور میں سمجھتا ہوا کہ یہ فضا کسی قانون شکن گروہ کے لئے تو ٹھیک ہوسکتی ہے مگر کسی ایسی تنظیم میں زیب نہیں دیتی جو نظریاتی ہو۔ کسی نظریے کے لئے کام کرنے والے تو صرف نظریے کے لئے کام کرتے ہیں۔ اپنی جانیں ویسے ہی ہتھیلیوں پر لئے پھرتے ہیں۔ یہ کیسی نظریاتی تنظیم ہے جہاں ایک شخصیت کی اجارہ داری ہے۔ لوگ نظریے کے لئے تو کام کرتے ہیں مگر خوف و ہراس میں مبتلا ہوکر۔"

"چپ ہوجاؤ علی! چپ ہوجاؤ۔ اس قسم کی باتیں بھی جرم ہے۔"

میرے ہونٹوں پر استہزائیہ مسکراہٹ ابھر آئی "میں تمہیں دعوت فکر دے رہا تھا ڈیوڈ! ضروری نہیں کہ تم میری باتوں سے متفق بھی ہوجاؤ۔ چلو' اب چلنا چاہئے۔"

ہم تینوں بنگلے سے باہر آئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ بڈ نے دوسری کار کیوں منگوائی ہے اور ہمیں اس کار میں واپس جانے سے کیوں منع کیا ہے لیکن اس سوال کا جواب بڈ ہی دے سکتا تھا۔ باہر دوسری کار موجود تھی۔ میں نے ڈرائیور کو بھی پہچان لیا۔ وہ ٹیرس محل میں ہی ملازم تھا۔ تہذیب نے اس کار کی طرف دھیان نہیں دیا تھا اور اسی کار کی طرف بڑھ رہی تھی جس میں ہم یہاں آئے تھے۔ مجھے دوسری طرف جاتے دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔

"ادھر کہاں جارہے ہو علی!" تہذیب نے کہا "ہماری گاڑی تو اس طرف ہے۔ ارے' یہ تو ٹیرس محل کی کار ہے۔ یہ یہاں کہاں سے آگئی۔"

"ہماری واپسی اسی کار سے ہوگی تہذیب" میں نے کہا "وہ کار ڈرائیور واپس لے جائے گا۔"

ڈرائیور ہمیں دیکھ کر کار سے اتر آیا تھا۔ اس نے کار کی چابی میری طرف بڑھائی۔ میں نے اس سے چابی لی اور دوسری کار کی چابی اس کے حوالے کردی۔ غالباً اسے پہلے ہی ہدایت دی گئی تھی کہ وہ یہ کار ہمارے حوالے کرکے ریڈیو کار واپس لے آئے اس لئے وہ مجھ سے چابی لے کر سیدھا ریڈیو کار کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"گاڑی تم ڈرائیو کرو گی تہذیب" میں نے کہا اور ڈیوڈ کو عقبی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی دروازہ کھول لیا۔

ابھی میں کار میں پوری طرح بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ ایک شدید دھماکا ہوا اور میرا سر کار کے دروازے سے ٹکرا گیا۔

چند لمحوں کے لئے میں گردوپیش سے بے گانہ ہوگیا۔ مجھے کچھ نہیں معلوم تھا کہ کیا ہوا ہے۔ چند لمحوں بعد میرے حواس ذرا بجا ہوئے تو میں فوراً کار سے باہر نکل آیا۔ ریڈیو کار دھماکے سے اڑ گئی تھی اور اب دھڑا دھڑ جل رہی تھی۔ اردگرد کے بنگلوں سے لوگ نکل آئے تھے اور خوف زدہ نظروں سے جلتی ہوئی کار کو دیکھ رہے تھے۔ ہر ایک کو اندازہ تھا کہ کار کی تباہی تخریب کاری کا نتیجہ ہے۔ دھماکے کی آواز بہت شدید تھی ہماری کار چونکہ تباہ ہونے والی کار کے عقب میں تھی اس لئے لوگوں کا ہم پر شبہ کرنا قدرتی امر تھا۔ ان سب کی مشکوک نگاہیں ہماری طرف اٹھ رہی تھیں۔ میں کار سے باہر نکل آیا۔ جمع ہوجانے والے لوگ زیادہ تر بنگلوں کے ملازمین تھے اور وہ جن نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے اس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمیں کار کی تباہی کا ذمے دار سمجھ رہے ہیں معاملہ اگر مالکان کا ہوتا تو میں وہاں سے نکل جانے کی کوشش کرتا مگر وہ ملازمین تھے ہمیں قصور وار سمجھ رہے تھے تو ہمیں روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ ممکن ہے کار پر پتھراؤ تک کر بیٹھتے لہٰذا بہتر یہی تھا کہ ان کے ذہن صاف ہونے تک وہیں رکا جائے۔

"یہ کار کس طرح تباہ ہوگئی؟" ڈیوڈ نے میرے نزدیک آتے ہوئے کہا۔ اسٹریٹ پر جمع ہوجانے والے چہ میگوئیاں کررہے تھے اور ہم سے دور تھے ان کے انداز سے یوں معلوم ہورہا تھا جیسے ہمارے نزدیک آنے سے انہیں بھی کوئی نقصان پہنچ جائے گا۔

"میں کیا بتا سکتا ہوں ڈیوڈ! میں اسی کار پر یہاں آیا تھا اس وقت تک تو یہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھی۔"

"سوال یہ ہے کہ تم نے اچانک اس کار کو استعمال نہ کرنے کا فیصلہ کیوں کیا اور یہ دوسری کار کہاں سے نازل ہوگئی؟" تہذیب نے کہا وہ بھی ہم دونوں کے پاس آگئی تھی۔

"وہ جو ایک رانگ نمبر کال موصول ہوئی تھی وہ دراصل بڈ کی طرف سے تھی اس نے مجھے منع کیا تھا اور ٹیرس محل سے دوسری کار بھی انہی نے منگوائی تھی۔"

"گویا بڈ نے محسوس کرلیا تھا کہ اس کار سے سفر کرنے میں کوئی خطرہ ہے؟" تہذیب نے مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ شاید اسے مجھ سے یہ شکایت تھی کہ میں نے بڈ کی جانب سے موصول ہونے والی اطلاع اس سے کیوں چھپائی۔

میں تہذیب کو جواب دینے کے بجائے آگ بجھانے والی گاڑی کی طرف متوجہ ہوگیا جو سڑک کے کونے سے مڑتی نظر آرہی تھی یقیناً کسی نے فائر بریگیڈ کو فون کردیا تھا۔ فائر بریگیڈ کے عقب میں پولیس کی چند کاریں بھی تھیں جو سائرن بجاتی ہوئی اسٹریٹ پر داخل ہوئی تھیں۔ فائر مین آگ بجھانے کی تیاریاں کرنے لگے اور پولیس کاروں سے عملہ اتر کر اپنے کاموں میں مصروف ہوگیا۔ مجمع میں سے چند افراد جھپٹ کر پولیس والوں کے نزدیک پہنچے تھے۔ مجھے خوب اندازہ تھا کہ انہوں نے پولیس والوں کو کیا کہانی سنائی ہوگی۔ اس لئے کہ ان سب کی نگاہیں ہم پر مرکوز تھیں۔ ڈیوڈ اور تہذیب کو بھی صورتِ حال کی نزاکت کا احساس ہوگیا تھا۔

"ان کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہم پر شبہ کررہے ہیں۔" تہذیب نے کہا "تمہیں یہاں رکنا نہیں چاہئے تھا۔"

"اب ہم بے موت مارے جائیں گے۔" ڈیوڈ مضطربانہ لہجے میں بولا "یہاں رک کر ہم نے واقعی اپنی شامت کو دعوت دی ہے۔"

فائر مینوں نے منٹوں میں آگ بجھادی تھی لیکن اس دوران ایک اور آگ لگ گئی تھی۔ یہ شکوک و شبہات کی وہ آگ تھی جو مقامی پولیس والوں کے ذہنوں میں لگی تھی۔

چند پولیس والے تیزی سے ہماری طرف بڑھے۔ ان میں آگے آگے ایک سب انسپکٹر تھا۔

"تم لوگ خود کو زیر حراست سمجھو۔" اس نے رعونت سے گردن اکڑا کر کہا۔

"کس جرم میں جناب؟" میں نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"تم لوگوں نے اس کار کو بم سے اڑایا ہے۔ تمہارا تعلق کسی خطرناک گروہ سے معلوم ہوتا ہے۔"

"میں آپ سے علیحدگی میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں جناب!" میں نے سنجیدگی سے کہا اور وہ بری طرح چونک گیا۔

"تم مجھے رشوت کی پیشکش کرنا چاہتے ہو۔" وہ بھڑک کر بولا "اس طرح تم ایک اور جرم کے مرتکب ہوئے ہو اور تم پر جرم ثابت بھی ہوگیا ہے۔"

"یہاں عدالت نہ لگائیے جناب۔" میں نے بڑی لجاجت سے کہا "اور نتائج پر بھی چھلانگ نہ لگائیے اتنا خیال تو رکھئے کہ ہم غیر ملکی ہیں۔"

"غیر ملکیوں کو من مانی کرنے کی چھوٹ نہیں دی جاسکتی تم لوگ ملکی قوانین کی زد سے باہر نہیں نکل سکتے۔ چلو کار میں بیٹھو تھانے چل کر فیصلہ ہوگا۔"

"تم ایک فرض شناس آفیسر ہو لیکن یہ تو دیکھو کہ ان دونوں کاروں کا تعلق ٹیرس محل سے ہے۔"

"بکواس مت کرو۔" سب انسپکٹر بپھر گیا "ٹیرس محل کی کار تو ایک بچہ بھی شناخت کرسکتا ہے اور اگر فرض کرلیا جائے کہ تم صحیح کہہ رہے ہو تو تمہارے جرم کی سنگینی میں اضافہ ہی ہوگا کمی نہیں ہوگی۔"

"چلو بھئی" میں نے ڈیوڈ اور تہذیب سے کہا "تھانے تو جانا ہی پڑے گا۔"

ابھی ہم قدم بھی نہیں اٹھانے پائے تھے کہ بڈ نمودار ہوا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔

"تم زبردست غلطی کررہے ہو آفیسر!" اس نے سب انسپکٹر کو مخاطب کیا "یہ خطرناک مجرم ہیں۔ تمہیں سب سے پہلے ان کی تلاشی لینی چاہئے تھی۔"

بڈ کی اس حرکت پر تہذیب حیران رہ گئی۔ بڈ نے ہم میں سے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

میری اور ڈیوڈ کی جامہ تلاشی لی گئی۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا لیکن ڈیوڈ کے پاس سے ایک ریوالور برآمد ہوا جسے پولیس والوں نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ پولیس انسپکٹر کے اشارے پر ایک کانسٹیبل تہذیب کی تلاشی لینے کے لئے آگے بڑھا۔

"ٹھہرو" دفعتاً میں نے گرج دار آواز میں کہا "تم تہذیب کی تلاشی نہیں لے سکتے۔"

کانسٹیبل رک گیا اور سب انسپکٹر مجھے گھورنے لگا "کیوں نہیں لے سکتے؟" سب انسپکٹر نے سخت لہجے میں کہا۔

"عورت کی تلاشی صرف عورت ہی لے سکتی ہے۔ قانون یہی ہے اور اگر اس کی خلاف ورزی ہوئی تو تم لوگوں کو اس کا نتیجہ بھی بھگتنا پڑے گا۔"

"ہمیں قانون پڑھا رہے ہو اور خود کاریں بموں سے اڑاتے پھر رہے ہو۔ یاد رکھو تمام قوانین شرفا کے لئے ہیں تخریب کاروں سے نمٹنے کے لئے ہمارے اپنے قوانین ہیں جو تمہیں قانون کی کسی کتاب میں نہیں ملیں گے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا "اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارا احترام میں صرف اس وقت تک کروں گا جب تک تم قوانین کے دائرے میں رہو گے۔"

"ورنہ کیا ہوگا؟" سب انسپکٹر مجھے گھورتا ہوا میرے بالکل سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

"جو کچھ بھی ہوگا تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوگا۔" میں نے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ اس نے مجھ سے نظریں ملائے رکھنے کی بہت کوشش کی مگر چند منٹ سے زیادہ کامیاب نہیں ہو سکا۔

"اس کی تلاشی لو" سب انسپکٹر نے دوبارہ گرج کر کہا اور اس کی آواز سن کر رکا ہوا کانسٹیبل دوبارہ حرکت میں آگیا۔

"میں وارننگ دے چکا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا "اس کے باوجود اگر کسی نے تہذیب کے جسم کو ہاتھ لگایا تو نتائج کے ذمے دار تم خود ہو گے۔"

سب انسپکٹر میری تلاشی لے چکا تھا اور اسے معلوم تھا کہ میں غیر مسلح ہوں لہٰذا اس کے لئے میری تنبیہہ قطعی بے اثر ثابت ہوئی۔ مسلح پولیس فورس کی موجودگی میں ایک غیر مسلح شخص کی تنبیہہ کسی دھمکی سے زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہو سکتی۔ وہاں موجود تمام لوگ بڑی دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ان کے خیال میں ہم کوئی غیر ملکی تخریب کار تھے تماشا دیکھنے والوں میں بڈ بھی شامل تھا بلکہ یہ آگ اسی کی لگائی ہوئی تھی۔

"میں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ اگر کسی نے میری ساتھی کو ہاتھ بھی لگایا تو اس کا انجام بہت برا ہوگا۔" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

سب انسپکٹر نے کانسٹیبل کو رکنے کا اشارہ کیا اور مجھ سے بولا "ویسے تو تم لوگ بڑے آزاد بنتے ہو لیکن اس وقت جس تنگ نظری کا مظاہرہ کر رہے ہو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس آڑ میں تم اپنی ساتھی کو تلاشی سے بچانا چاہ رہے ہو یقیناً اس کے پاس کوئی بہت ہی اہم چیز ہے۔" پھر وہ پولیس والوں کی طرف پلٹا "یہ سب سے خطرناک آدمی ہے اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈال دو۔"

پولیس والے بہت تیزی سے آگے بڑھے۔ کارکردگی دکھانے کا اس سے بہتر کیا موقع ہو سکتا تھا۔ وہ مسلح تھے اور میں نہتا۔ وہ کئی تھے اور میں تنہا لہٰذا پولیس والوں میں جوش و خروش تو لازم ہوا۔

لیکن انہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ سودا انہیں کتنا مہنگا پڑنے والا ہے۔ اپنی طاقت کے زعم میں وہ انتہائی غیر محتاط تھے۔ میں نے ان کے نزدیک آنے سے پہلے ہی بڑی تیزی سے حرکت کی۔ میں نے جھک کر اپنے دونوں ہاتھوں کی مدد سے سب انسپکٹر کو اٹھایا اور پوری قوت سے فائر بریگیڈ کی گاڑی کی طرف اچھال دیا جو واپسی کے لئے روانہ ہو رہی تھی سب انسپکٹر کے چوٹیں تو زیادہ نہیں آئی ہوں گی لیکن حیرت کا جھٹکا اس کے لئے بہت شدید رہا ہوگا فائر مین بھی اس اچانک افتاد پر بھونچکا رہ گئے تھے۔ سب انسپکٹر کے حلق سے نکلنے والی دل خراش چیخ نے سب کے دل دہلا دیے تھے اور ہر ایک کو یقین ہو گیا تھا کہ ہم بہت بڑے دہشت گرد ہیں۔ پولیس والوں نے چونک کر مجھ پر رائفلیں تاننے کی کوشش کی مگر انہیں دیر ہو چکی تھی میرے ہاتھ میں موجود ریوالور ان کی طرف اٹھا ہوا تھا یہ اسی سب انسپکٹر کا ریوالور تھا جسے میں نے فائر انجن پر پھینک دیا تھا۔

"جس نے بھی اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔" میں نے ریوالور لہراتے ہوئے کہا "خیریت اسی میں ہے کہ ہتھیار پھینک دو۔"

پولیس والوں نے محض چند لمحے کچھ سوچا اور پھر انہوں نے اپنی رائفلیں پھینک دیں۔ ڈیوڈ، تہذیب اور بڈ نے جھپٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر رائفلیں اپنے قبضے میں لے لیں۔ بساط الٹ چکی تھی اور اب پولیس والے ہمارے سامنے مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑے تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر مجھے بے حد افسوس ہوا۔ تیسری دنیا کے اکثر ممالک کا یہی المیہ ہے۔ لاقانونیت پھیلانے میں پولیس اہم کردار ادا کرتی ہے' بے گناہوں کی گرفتاری اور مجرموں کی سرپرستی ان کا شیوہ بن چکا ہے۔ ان کی انہی حرکتوں نے ان میں بزدلی کے جراثیم پیدا کر دیے ہیں۔ ورنہ اگر ان میں کمزوریاں نہ ہوں تو وہ سردھڑ کی بازی لگادیں اور ایسا صرف ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں کی پولیس دیانت دار ہوتی ہے۔ آگ بجھانے والی گاڑی نکڑ سے مڑ کر نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ انجن ڈرائیور نے بھی وہاں سے نکل جانے میں ہی عافیت سمجھی ہوگی اس کے خیال میں وہاں ایک خونی ڈراما کھیلا جانے والا تھا۔

"قطار بناؤ" میں نے پولیس والوں کو ڈانٹ کر حکم دیا "اور سو قدم کے فاصلے پر جا کر رک جاؤ جس نے بھی پلٹ کر دیکھنے کی کوشش کی میرے ریوالور کی گولی اس کا استقبال کرے گی۔"

انہوں نے گرتے پڑتے قطار بنائی اور مارچ شروع کر دیا۔ مجمع پہلے ہی تتر بتر ہو چکا تھا۔ حالات کو خطرناک رخ اختیار کرتے دیکھ کر لوگ بنگلوں میں واپس چلے گئے تھے اور اب وہاں ہم چاروں اور پولیس والوں کے سوا کوئی اور نظر نہیں آرہا تھا۔

"یہ رائفلیں وین کے اندر ڈال دو اور کار میں چل کر بیٹھو۔ تہذیب کار ڈرائیو کرے گی بڈ اس کے برابر میں اور میں اور ڈیوڈ عقبی نشست پر بیٹھیں گے۔"

ان لوگوں نے بہت تیزی سے عمل کیا اور جس وقت سب سے آخر میں' میں کار کے اندر بیٹھا اس وقت تک پولیس والوں سے ہمارا فاصلہ خاصا بڑھ چکا تھا۔ تہذیب نے کار پہلے سے ہی اسٹارٹ کر رکھی تھی میرے بیٹھتے ہی چلادی۔ میں نے اپنا ریوالور بردار ہاتھ کھڑکی سے باہر نکال رکھا تھا بعض پولیس والوں نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش کی تو میں نے دو تین ہوائی فائر کر دیے جس کے بعد وہ اپنی اپنی کھالوں میں واپس آگئے۔

جیسے ہی تہذیب نے یوٹرن مکمل کیا میں نے ریوالور کار سے باہر اچھال دیا۔

"نہایت تیز رفتاری سے ٹیرس محل کی طرف چلو۔" میں نے تہذیب سے کہا مگر اسی وقت ہمارے کانوں میں تیز سائرن بجنے کی آوازیں آئیں۔

"معلوم ہوتا ہے تمہارے ہاتھوں زک اٹھانے والا سب انسپکٹر مزید نفری سمیت ادھر آرہا ہے۔" تہذیب نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم نے رائفلیں واپس کروا کے غلطی کی ہے چیف! اب ہم ان کا مقابلہ بھی نہیں کر سکیں گے۔" بڈ نے کہا "رائفلیں ہوتیں تو ہم بہ آسانی ان سے لڑ بھڑ کر نکل سکتے تھے لیکن ......" وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"تمہارا ساتھی تم سے زیادہ عقل مند ہے۔" ڈیوڈ گویا ہوا "رائفلیں تو ایک طرف تم نے ریوالور تک پھینک دیا اب سامنے سے پولیس آرہی ہے اور عقب میں بھی پولیس ہے۔" اس نے پلٹ کر عقبی شیشے سے باہر دیکھا "اوہ' وہ لوگ وین کے پاس پہنچ چکے ہیں اور رائفلیں واپس نکال رہے ہیں۔" ڈیوڈ کے لہجے میں اضطراب تھا۔

تہذیب نے اضطراری طور پر کار کی رفتار کم کر دی تھی ورنہ ہم اس اسٹریٹ سے تو نکل ہی چکے ہوتے۔ مجھے اگر خطرہ تھا تو صرف عقب میں موجود پولیس فورس سے خطرہ تھا۔ ہم ان کی رینج میں تھے وہ کسی بھی لمحے اندھا دھند فائرنگ شروع کر سکتے تھے۔ میرے ہاتھوں انہیں جو زک اٹھانا پڑی تھی اس کے پیش نظر یہ کوئی ایسی غیر معمولی بات بھی نہ ہوتی۔

"سامنے سے آنے والوں کی فکر مت کرو۔" میں نے تہذیب سے کہا "ان سے ہمیں اتنا خطرہ نہیں جتنا عقب میں موجود پولیس والوں سے ہے۔ کار کی رفتار بڑھاؤ۔"

تہذیب کو خود بھی احساس ہو گیا تھا کہ عقب سے ہم پر فائرنگ کی جا سکتی ہے اس لئے اس نے فوراً ہی کار کی رفتار بڑھا دی مگر سامنے سے آنے والی سائرن کی آوازیں بہت قریب آچکی تھیں۔ مجھے اپنا بچ نکلنا محال نظر آنے لگا۔

کونے میں مڑتے ہی بہت سے بریک چرچرانے کی آوازیں فضا میں گونجیں اور ہم لوگوں کے چہرے مسرت سے کھل اٹھے۔ وہ تو ٹیرس محل بلکہ جنرل ٹیرس کے ذاتی محافظ دستے کی کاروں اور موٹر سائیکلوں کے سائرن کی آوازیں تھیں جو اب ہمارے سامنے سڑک پر رک کے کھڑے تھے۔ درمیان میں جنرل ٹیرس کی کار تھی اور وہ دروازہ کھول کر کار سے اتر رہا تھا اس کے ساتھ کیتھی براؤن بھی تھی۔

ہم لوگ بھی جلدی جلدی کار سے اتر کر ان کی طرف بڑھے۔ سائرن کی آوازوں نے علاقے کا سکون درہم برہم کر دیا تھا۔ لوگوں نے پہلے تو خوف زدہ انداز میں کھڑکیوں سے جھانکا لیکن جب انہوں نے اپنے محبوب حکمراں کو دیکھا تو وہ بے خوفی سے گھروں سے باہر نکل آئے یہی غنیمت تھا کہ وہ گنجان آبادی والا علاقہ نہیں تھا ورنہ لوگوں کو قابو میں رکھنا ایک الگ مسئلہ بن جاتا جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن عوام

...بے حد مقبول تھے۔ جنرل کا حفاظتی عملہ مجھ سے اور ...یب سے بہت اچھی طرح واقف تھا لہٰذا ہم سے کسی قسم کا ...ض کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن جنرل تک ...نے سے قبل ہی عقب سے سائرن بجاتی ہوئی پولیس کار ...دار ہو گئی۔ یہ پولیس فورس کا وہی عملہ تھا جسے ہم نے ابھی ...ی زک پہنچائی تھی۔

"تم یہاں کہاں جنرل؟" میں نے جنرل کے قریب پہنچ کر ...ت سے کہا۔

"بڈ نے مجھے فون پر صورتِ حال سے آگاہ کیا تھا۔ میں ...ں چاہتا تھا کہ تم کسی مشکل میں پھنسو اس لئے خود ہی چلا ...۔"

"میرا خیال ہے ہم محل پہنچ کر بقیہ باتیں کریں تو مناسب ...ہے گا یہاں سرِ راہ ہے......"

"ٹھیک ہے" جنرل جلدی سے بولا "تم لوگ اسی گاڑی ...ں چلو اور اپنی کار میری گاڑی کے پیچھے رکھنا۔"

ہم لوگ بڑے اطمینان سے واپس پلٹ کر کار کی طرف ...ھے۔ جنرل ٹیرس کو ہم سے باتیں کرتے دیکھ کر پولیس والوں ...ے ہاتھ پیر پھول چکے تھے جب ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو ...وں نے لوگوں کو جنرل تک پہنچنے سے روکنے کی کوششیں ...وع کر دیں۔ تیسری دنیا کے ممالک کی سرکاری مشینری ...صوصاً پولیس کا یہی خاصہ ہے ہر حکمراں کا ساتھ دو اور اس ...ی خوشامد کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دو۔

ہم وہاں سے جنرل کی ساتھ ہی روانہ ہوئے۔ ہماری کار ...ں کی کار کے عقب میں تھی۔

"تم نے ہمیں اس کار میں سفر کرنے سے کیوں روکا تھا ...؟" میں نے کہا "کیا تمہیں معلوم تھا کہ......"

"میں نے صرف اتنا دیکھا تھا کہ جب تم اور میڈم اندر ...چلے گئے تو تمہارا تعاقب کرنے والی کار میں سے دو افراد اتر کر ...ہماری کار کے نزدیک آئے۔ وہ خاصی دیر تک انجن کے ...ساتھ کوئی کارروائی کرتے رہے تھے اور انہوں نے کار کا ...دروازہ بھی کھول لیا تھا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ انہوں نے کار ...تباہ کرنے کے لئے کوئی کارروائی کی ہے تو میں تمہیں ضرور ...خبردار کر دیتا۔"

"تم تھے کہاں؟" میں نے بڈ سے پوچھا اور وہ معنی خیز ...انداز میں مسکرایا۔

"کیا تم نے اس لائن مین کو نہیں دیکھا تھا جو پول پر چڑھا ...کام کر رہا تھا؟"

میرے علاوہ تہذیب بھی چونک پڑی "دیکھا تو تھا مگر میں ...نے توجہ نہیں دی تھی۔" میں نے کہا "لیکن وہ لوگ تو تخریبی کام کر رہے تھے انہوں نے بھی تم پر توجہ نہیں دی؟"

"تو کیا تمہارے خیال میں' میں تمام وقت کھمبے پر چڑھا رہا تھا؟" بڈ نے مسکرا کر کہا "میں سامنے والے بنگلے میں گھس گیا تھا۔ ان کا فون ٹھیک کرنے اور اسی بنگلے کی کھڑکی سے میں نے یہ سارا منظر دیکھ کر تمہیں فون کیا تھا۔"

"سن لیا تم نے مسٹر ڈیوڈ ریان؟" میں نے کہا "اگر میں نے احتیاطی تدابیر اختیار نہ کر رکھی ہوتیں تو اس وقت ہم دونوں میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہوتا۔"

"میں سب سن رہا ہوں علی! اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ غیر اہم مہروں کو راستے سے ہٹا دینا موشے ہاورڈ کی پرانی روایت ہے۔"

"تمہارا طرز عمل میرے لئے حیران کن ہے ڈیوڈ! تم خود کو آدمی نہیں کوئی مہرہ سمجھتے ہو۔"

"میرے سمجھنے یا نہ سمجھنے کی اہمیت ہی کیا ہے۔" ڈیوڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "وہ جب اور جہاں چاہے ہماری زندگیاں ختم کرا سکتا ہے۔"

"تھوڑی دیر قبل یہ مفروضہ غلط ثابت ہو چکا ہے۔ اس نے تمہیں موت کے گھاٹ اتروانے میں کون سی کسر چھوڑی تھی مگر دیکھ لو تم زندہ ہو۔"

"اس بار تو تمہاری احتیاط کی وجہ سے ایسا ہو گیا ویسے بھی کبھی کبھار اتفاق سے ایسا ہو جاتا ہے کہ شکار بچ نکلتا ہے مگر اس کی زندگی زیادہ طویل نہیں ہوتی دوسری کوشش کبھی ناکام نہیں ہوتی۔"

"تم نے خود پر مایوسی طاری کر لی ہے تو اس کا کوئی علاج ہی نہیں ہے۔ ماضی میں جو لوگ مارے گئے ہیں وہ بھی تمہاری طرح ہی رہے ہوں گے۔ انہوں نے اپنے بچاؤ کی کوشش ہی نہیں کی ہوگی۔"

"اگر دنیا کے خطرناک ترین کرائے کے قاتل تمہارے پیچھے لگا دیے جائیں تو میں تم سے پوچھوں گا کہ تم خود ان سے کس طرح بچ سکو گے؟" ڈیوڈ نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میرا ایمان ہے کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اس سے قبل کوئی کسی کو نہیں مار سکتا۔"

"اگر تمہارا ایمان اتنا ہی پختہ ہے تو تم میری جگہ کیوں نہیں لے لیتے۔" ڈیوڈ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اس موضوع پر ہم فرصت سے بات کریں گے ڈیوڈ!" میں نے اس سے اپنی خوشی چھپاتے ہوئے کہا میرا اپنا پلان بھی یہی تھا! اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ڈیوڈ نے خود ہی یہ تجویز پیش کر دی تھی۔

ہم ٹیرس محل پہنچ چکے تھے اور کاروں سے اتر گئے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جنرل ٹیرس سوالیہ نظروں سے ڈیوڈ کی طرف دیکھ رہا تھا۔
"یہ میرے بہت اچھے دوست ہیں۔" میں نے جنرل سے کہا "ان کا نام ڈیوڈ ریان ہے اور ان سے اتفاقاً ہی ملاقات ہوگئی ہے۔"

جنرل نے بڑی گرم جوشی سے ڈیوڈ سے ہاتھ ملایا اور پھر ہم اندر آگئے۔ ڈیوڈ ریان کا نام جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کے لئے اجنبی نہیں تھا بلکہ کیتھی کی تو ڈیوڈ سے ایک ملاقات ہو بھی چکی تھی لیکن چونکہ میں نے اسے ایک دوست کی حیثیت سے متعارف کرایا تھا اس لئے دونوں ہی نے اپنے انداز سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔

میں نے ایک ملازم کو طلب کرکے اس سے کہا کہ ڈیوڈ کو میرے کمرے میں پہنچا دے۔

"تم ذرا دیر میرے کمرے میں آرام کرو ڈیوڈ!" میں نے کہا "میں تھوڑی دیر میں آرہا ہوں پھر تم سے تفصیلی بات چیت ہوگی۔"

ڈیوڈ کے جانے کے بعد میں جنرل سے مخاطب ہوا "ہاں اب بتاؤ جنرل!" میں نے مضطربانہ لہجے میں کہا "فضائی جنگ کس مرحلے میں ہے اور بحری جہازوں کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔"

"فضائی جنگ میں ہمیں تھوڑا بہت نقصان ضرور اٹھانا پڑا لیکن شی گورائے کے پائلٹ آخر کار سمجھ ہی گئے کہ وہ بحری جہازوں کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اس لئے انہوں نے واپس چلے جانے میں ہی عافیت جانی اور اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"خدا کا شکر ہے۔" میں نے اطمینان کی طویل سانس لی پھر کیتھی براؤن کی طرف دیکھا "تم تو خاصی ہشاش بشاش نظر آرہی ہو جبکہ میرے خیال میں تو تمہیں بستر پر ہونا چاہئے تھا۔"

کیتھی ہنسنے لگی "تمہاری حیرت بجا ہے علی۔" اس نے کہا "لیکن اگر تمہاری معلومات میں صرف اتنا سا اضافہ کردیا جائے کہ تہذیب نے مجھے بے ہوش نہیں کیا تھا تو تمہاری حیرت خود بخود رفع ہوجائے گی۔"

"تہذیب نے بے ہوش نہیں کیا تھا!" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ رضاکارانہ طور پر خود ہی بے ہوش ہوگئی تھیں۔" بڈ نے دخل اندازی کی اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اسے یوں نہ دیکھو علی۔" کیتھی نے کہا "بڈ بالکل درست کہہ رہا ہے۔"

"پہلے تو تم بالکل صحت مند ہوا کرتی تھیں۔ یہ تم پر بے ہوشی کے دورے کب سے پڑنے لگے؟" میں نے کہا۔

"دورے نہیں پڑتے علی! بس اس وقت ایک دورہ پڑا تھا جو تمہارے لئے سود مند ثابت ہوگیا۔"

"ایسا ہوسکتا ہے کام کی زیادتی اور اعصابی دباؤ بعض اوقات وقتی بے ہوشی کا سبب ہوسکتا ہے لیکن تہذیب نے مجھ سے کیوں غلط بیانی کی تھی۔"

"تم اب بھی غلط سمجھ رہے ہو۔" کیتھی براؤن نے کہا "میں بے ہوش ہوئی ہی نہیں تھی۔"

میں نے حیرت سے پہلے کیتھی کو پھر جنرل کو اور اس کے بعد تہذیب کو دیکھا۔ میری حیرت پر وہ سب ہی ہنسنے لگے تھے۔

"یہ زیادتی ہے کیتھی۔" جنرل نے کہا "علی کو پوری تفصیل سے حالات بتاؤ خواہ مخواہ اسے تجسس میں کیوں مبتلا کررہی ہو۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ مجھے تمہاری بے گناہی پر یقین آگیا تھا۔ پہلے بھی میں تمہارے خلاف اتنا بڑا قدم اٹھانے کے حق میں نہیں تھی لیکن جنرل نے مجھے قائل کرلیا تھا۔"

"یعنی تم میرے ساتھ ساتھ اپنے شوہر نامدار کو بھی موت کے منہ میں پہنچانے پر رضامند ہوگئی تھیں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"نہیں" کیتھی مسکرائی "ہمارا منصوبہ تمہیں مارنے کا نہیں تھا۔ ہمارے لئے تم دنیا میں سب سے زیادہ اہم شخصیت ہو۔ تمہاری اور نکیتا کی گفتگو کے ٹیپ نے ہمیں دہلا دیا تھا لیکن ہمیں اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ کوئی ایک وجہ بھی ایسی نظر نہیں آئی جس کے سبب تم یہودیوں سے مل سکو۔ آخر جنرل نے تمہاری حقیقت سے واقف ہونے کے لئے یہ منصوبہ بنایا اور خیال رہے کہ یہ منصوبہ تمہیں ہلاک کرنے کے لئے نہیں بنایا گیا تھا بلکہ ہم تمہیں ذہنی شکست سے دوچار کرنا چاہ رہے تھے۔ تمہیں اس مقام تک پہنچانا مقصود تھا جہاں آدمی کو اپنی آنکھوں کے سامنے موت ناچتی نظر آنے لگتی ہے اور پھر وہ کوئی جھوٹ نہیں بولتا جو کچھ بھی کہتا ہے سچ ہی کہتا ہے۔"

"میرا چیف کوئی عام آدمی نہیں ہے۔" بڈ نے فخریہ لہجے میں کہا "یہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھی جھوٹ بول سکتا ہے۔"

"درمیان میں مت بولا کرو۔" میں نے بگڑ کر کہا "پہلے کیتھی کو بات مکمل کرلینے دو پھر اپنی بکواس کرتے رہنا۔"

"بڈ کے لئے تو ایک تالا خرید دو تاکہ وہ اپنی زبان پر ... سکے۔" بڈ بڑبڑایا۔

"بڈ نے بالکل ٹھیک کہا ہے علی۔" کیتھی مسکرا کر بولی ...ہم نے اس امکان کا جائزہ بھی لیا تھا کہ تم اگر جھوٹ بولنے ...ی اتر آؤ تو موت کے منہ میں بھی اپنے جھوٹ پر جمے رہ ...ہو لیکن ہم نے یہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کرلیا تھا ہم یہ ...ر گوارا نہیں کرسکتے تھے کہ ہم تمہارے مرنے میں کسی ...ح بھی ملوث ہوں۔"

"اتنے طویل بیان کے باوجود تمہاری بے ہوشی کا معما ...ی تک حل طلب ہے۔" میں نے کہا۔

"میں اسی طرف آرہی تھی۔" کیتھی نے کہا "دراصل ...رے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ ہم جزئیات پر بحث کرتے ...ہم نے موٹی موٹی باتیں طے کرلی تھیں اور اس میں یہ ...ی شامل تھی کہ اگر تم اپنے اس بیان پر قائم رہے کہ تم ...بھی اسرائیل کے خلاف ہو تو ہم تمہیں رہا کرکے تم سے ...ی مانگ لیں گے۔ اس کے لئے یہ شرط تھی کہ تمہاری ...ئی کے لئے میں اور جنرل دونوں متفق ہوں۔ جب جنرل ...یں لے کر تہہ خانے میں بند ہوگیا تھا تو مجھے بہت جلدی ...اری باتوں پر یقین آگیا تھا۔ اگر تم اسرائیل کے حامی ...تے تو سب سے پہلے جنرل کو ٹھکانے لگانے کی سوچتے لیکن ...ا کے برعکس تم ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کرتے ...ہے۔ تمہاری فراہم کردہ معلومات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ...نے راتوں رات یہودیوں کو ناقابل تلافی مالی اور جانی ...مانات سے دوچار کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرا ...ن پختہ ہوتا چلا گیا اور پھر تہذیب آگئی۔ تمہاری قید کی خبر ...کر تمہارے دونوں ساتھیوں کو صدمہ ہوا۔ یہ بھی تمہاری ...ت سے فکر مند تھے لیکن جب میں نے انہیں پوری روداد ...ئی تو تہذیب اچھل پڑی اور اس نے کہا کہ علی اگر اسرائیلی ...ات کے لئے کام کررہا ہوتا تو تمہارے قید خانے کی ...یں گرا کر نکل گیا ہوتا۔ میں نے تہذیب سے پوچھا کہ ...میں کیتھی نہ ہوتی اور میری جگہ کوئی اور متعین ہوتا تو اس ...ل کیا ہوتا۔ تہذیب نے جواب میں کہا کہ وہ جان پر ...ا کر علی کو رہا کرالیتی۔ میں خود بھی تمہیں رہا کردینے کے ...یا تھی لہٰذا میں نے تہذیب کو اپنے رضاکارانہ تعاون کی ...ش کردی اس کا تم خود اندازہ لگا سکتے ہو۔"

میں نے جنرل کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا "تم مسکرا ...ہے ہو جنرل! حالانکہ اپنے منصوبے کی ناکامی پر تمہیں ...دہ ہونا چاہئے تھا۔ جنرل تو ان معاملات میں بہت حساس ...تے ہیں۔ بعض جنرلوں نے خودکشی تک کی ہے۔"

"میں خودکشی سے بھی بڑی سزا جھیل رہا ہوں۔" جنرل نے قہقہہ لگایا "میں شادی کرچکا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں جنرل!" میں نے سرہلا کر کہا "پہلوتہی کرنے کے معاملے میں تمہارا جواب نہیں ہے لیکن تم سول لائنز کیسے پہنچ گئے تھے۔"

"بڈ نے فون کیا تھا کہ ریڈیو کار میں کوئی گڑبڑ کی گئی ہے۔ اس میں علی کا بیٹھنا خطرناک ہوسکتا ہے اس لئے میں نے دوسری گاڑی بھجوادی لیکن پھر دوسرا فون آیا کہ ریڈیو کار دھماکے سے تباہ ہوگئی ہے۔ ڈرائیور مارا گیا ہے لیکن تم لوگ محفوظ ہو تاہم وہاں سے تمہارا نکلنا آسان نظر نہیں آتا۔ میں نے اسی وقت بڈ سے کہہ دیا تھا کہ میں خود وہاں پہنچ رہا ہوں۔"

"میں سمجھ گیا تھا اس قسم کی کوئی بات ہوگی تبھی تم نے پولیس والوں کو ہماری تلاشی لینے پر اکسایا تھا۔" میں نے بڈ سے کہا۔

"میں ان سے درخواست تو کر نہیں سکتا تھا کہ یہ لوگ میرے دوست ہیں۔ پلیز میری خاطر انہیں تھوڑی دیر بعد گرفتار کیجئے گا۔"

تہذیب ہنسنے لگی اور میں جنرل ٹیرس سے مخاطب ہوا "میرا خیال ہے دھماکا خیز مادہ کار کے اگنیشن سے منسلک کردیا گیا تھا جیسے ہی کار اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی گئی بم بلاسٹ ہوگیا۔"

"ہاں بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ اصل بات تو ماہرین کی رپورٹ کے بعد ہی ہمارے سامنے آسکے گی۔"

"لیکن اس راز پر سے تو کوئی ماہر بھی پردہ نہیں اٹھا سکے گا کہ بم رکھنے والے کون تھے؟" تہذیب نے کہا۔

"اس کام کے لئے ہمارے پاس ایک جن موجود ہے۔" میں نے مسکرا کر بڈ کی طرف دیکھا "وہ جن ان لوگوں کے حلیے بھی بتا سکتا ہے اور اس نے گرے کلر کی اس کار کا نمبر بھی نوٹ کرلیا ہوگا جس سے تعلق رکھنے والے افراد نے یہ حرکت کی ہے۔"

"جتنی جھاڑ بڈ کو پڑتی ہے اتنی تو کوئی مسخرا جن بھی برداشت نہیں کرسکتا۔" بڈ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا "گویا اس معاملے میں تم نے جنات کو بھی مات کردیا ہے۔"

"ہاں ۔۔۔ اور میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں کہ اب جنات کی جان چھوڑ دینی چاہئے وہ بے چارے میری مستقل مزاجی سے عاجز آگئے ہوں گے اور پھر یہ تو قانون قدرت ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں۔۔۔ چنانچہ اب جنات کا نمبر ہے۔ میں نے طے کرلیا ہے کہ اب کبھی جھاڑ برداشت کرکے جنات کو مزید احساس کمتری میں مبتلا نہیں کروں گا۔"

"تمہیں دوسروں کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنا چاہئے علی۔" کیتھی نے شرارت سے کہا۔

"میں نے تو ہمیشہ خیال رکھا کہ کہیں جنات کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچ جائے۔ اسی لئے میں نے بڈ سے وہ رویّہ روا نہیں رکھا جو تابع جنوں سے رکھا جاتا ہے۔ اب بڈ نے ان کی برابری کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے تو کیا بڈ کے اس رویّے سے انہیں تکلیف نہیں پہنچے گی؟"

"بات تو تم درست کہہ رہے ہو۔" کیتھی براؤن نے تائیدی انداز میں سر ہلا کر کہا اور بڈ چراغ پا ہوگیا۔

"میں تمہارا ساتھی ہوں۔ تمہیں میری فکر کرنی چاہئے یا جنات کی۔۔۔ جن سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔" اس نے بھنّا کر کہا۔

"یہ بات بھی درست ہے۔" کیتھی نے کہا۔ وہ پوری طرح محظوظ ہونے کے موڈ میں تھی۔ جنرل بھی بڑی دلچسپی سے یہ لایعنی باتیں سن رہا تھا اور تہذیب تو اس قسم کے نوک جھونک کی عادی ہی تھی۔

"اب دیکھو بڈ مجھے اقربا پروری سکھا رہا ہے حالانکہ ساری دنیا میں جمہوریت کی باتیں ہو رہی ہیں۔ پھر بھلا میں اکثریت کی دل آزاری کیوں کر کر سکتا ہوں؟"

"تمہاری یہ دلیل تو بہت ہی زوردار ہے علی!" کیتھی نے داد دی "اب میرے خیال میں بڈ کو شکست تسلیم کرلینی چاہئے۔"

"لیکن یاد رکھو کہ آخری فتح بڈ کی ہوگی۔" بڈ نے غصے سے سر جھٹکتے ہوئے کہا "اور یہ بھی سن لو کہ اتنا فرماں بردار تمہیں بڈ کے علاوہ کوئی اور ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گا۔"

"میں تو وحدت کا قائل ہوں بڈ! نہ دوسرا ڈھونڈوں گا اور نہ ملے گا لیکن اصل بات تو رہی جاتی ہے گرے کلر کی کار کا نمبر تو بتاؤ؟"

"میں تمہیں اس بارے میں بتاتا ہوں۔" دفعتاً جنرل نے انٹرکام کا ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا اور میں حیران رہ گیا جو بات صرف بڈ کو معلوم ہونی چاہئے تھی وہ جنرل کے علم میں کیسے آئی۔

"تم نے فون پر ہی جنرل کو کار کے نمبروں سے مطلع کردیا تھا؟" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"کیا غلطی ہوگئی چیف؟" بڈ نے بوکھلا کر کہا "میں نے سوچا تھا کہ ہمیں جلد از جلد معلومات بھی حاصل ہو جائیں گی اور ہم تیزی سے کارروائی بھی کرسکیں گے۔"

"تم نے بہت اچھا کیا بڈ!" میں نے مسکرا کر کہا "اب تک یقیناً کار کے مالکان کا سراغ لگایا جاچکا ہوگا مجھے تم پر فخر ہے بڈ! اب ہم واقعی تیز رفتاری سے کارروائی کرسکیں گے۔"

"ان کے بارے میں مکمل چھان بین کی جاچکی ہے۔" جنرل ٹیرس نے انٹرکام بند کرتے ہوئے کہا "وہ آج ہی میکسیکو گوٹے بل میں داخل ہوئے ہیں اور شی گورائے سے یہاں پہنچے ہیں۔ ان کے پاس کرائے کی کار ہے قیام ڈیوس ہوٹل میں ہے اور ان کے پاسپورٹ انہیں سیاح ظاہر کرتے ہیں۔"

"تمہارے آدمیوں نے انہیں چھیڑا تو نہیں؟" میں نے کہا۔

"نہیں" جنرل نے کہا "تمام معلومات ہم نے اپنے ذرائع سے حاصل کی ہیں۔"

"بہت عمدہ جنرل! ان کی نگرانی جاری رہنی چاہئے ان کے خلاف میں خود کارروائی کروں گا۔"

"کیا کرنے کا ارادہ ہے؟" جنرل نے مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی معاملات میرے ذہن میں پوری طرح صاف نہیں ہیں جنرل! رینڈل ہاورڈ کو بھرپور نقصان پہنچانے میں ہم کامیاب ہوگئے مگر ہم اسے احساس شکست سے ہمکنار نہیں کرسکے۔"

"کوئی شخص بہت زیادہ ڈھیٹ ہو تو اسے احساس شکست سے ہمکنار نہیں کیا جاسکتا۔" جنرل نے کہا۔

میں مسکرایا "اس کے خلاف کام کرنے کے لئے مجھے وقت ہی کب ملا ہے جنرل!" میں نے کہا۔

"ہم نے وہی کام تو کیا ہے جو تم کرتے بلکہ بہت زیادہ منظم طریقے سے اور بہت کم وقت میں کیا ہے ایک رات میں اربوں ڈالر اور سیکڑوں افراد کا نقصان پہنچا کر بھی تم مطمئن نہیں ہو؟"

"یہ بات نہیں جنرل! یہ نقصان اسے ایک ملک نے پہنچایا ہے۔ اس میں اتنی طاقت بہرحال نہیں ہے کہ وہ کسی ملک کا مقابلہ کرسکے۔ میرے بارے میں اس کا خیال یہ ہے کہ جب چاہے مجھے کسی چیونٹی کی طرح مسل سکتا ہے۔ مجھے اس کا یہ خیال باطل کرنا ہے اور اس کے لئے میرے ذہن میں چند طریقے ہیں جنہیں ترتیب دینے کے بعد میں دیکھوں گا کہ رینڈل ہاورڈ کتنے پانی میں ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے میں ڈیوڈ سے بات کروں گا۔ اس کے بعد ہی آئندہ کے لئے درست لائحہ عمل مرتب ہوسکے گا۔ ڈیوڈ سے بات کرتے وقت مجھے مکمل تنہائی درکار ہوگی کیا تم نے وہاں سے ہٹوا دیے جنرل؟"

"اب تمہارے کمرے میں کچھ بھی نہیں ہے۔" جنرل نے جھینپ کر کہا۔

"ڈیوس ہوٹل میں مقیم دونوں افراد سے میں کسی سرکاری ایجنسی کے اہل کار کے روپ میں ملنا چاہتا ہوں۔ ایسا سرکاری اہل کار جو اپنا وجود بھی رکھتا ہو مگر اپنے عہدہ پر موجود بھی نہ ہو۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" جنرل نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں گزشتہ رات کی شب بیداری کے اثر کی وجہ سے وہ میری بات سمجھ نہیں پایا تھا۔

"میری بات کا مطلب تمہیں بڈ یا تہذیب میں سے کوئی بھی سمجھا دے گا۔" میں نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ڈیوڈ ریان کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ملا۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ ضرور ابھری تھی جس میں گرمجوشی نام کو بھی نہیں تھی۔

"کن خیالوں میں کھوئے تھے ڈیوڈ؟" میں نے گفتگو برائے گفتگو کے لئے کہا۔

"مجھے یہاں جس مقصد کے تحت بھیجا گیا تھا کیا اسے پورا کرسکوں گا۔" ڈیوڈ نے کہا "میں یہی سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا۔"

"تمہیں شاید اس لئے یہاں بھیجا گیا تھا کہ میرے بارے میں تفتیش کرکے رینڈل کو رپورٹ پیش کرو۔"

"ہاں لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ یہاں تو میں اپنی مرضی سے جنبش بھی نہیں کرسکتا۔ تفتیش کیا خاک کروں گا۔"

"مجھے حیرت ہے ڈیوڈ! کیا واقعی دنیا میں تم جیسے معصوم لوگ بھی ہوتے ہیں۔"

ڈیوڈ سنبھل کر بیٹھ گیا "اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ میں نے کون سی بات غلط کہی ہے؟"

"رینڈل کے سامنے اس وقت صرف ایک ہی مقصد ہے۔ ہماری موت۔۔۔۔ اس نے ایک ہی تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی تھی۔ ہم اگر اس گاڑی میں بیٹھ جاتے تو کیا نتیجہ ہوتا؟ کار بم کے ذریعے اس نے میری ہلاکت کا سامان کیا تھا لیکن پھر اس نے سوچا کہ اگر میرے ساتھ تمہارا صفایا بھی ہوجائے تو اس کی دردسری کم ہوجائے گی۔"

"میں نے یوں بھی سوچا تھا۔" ڈیوڈ نے کہا "لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ حرکت تمہارے کسی اور دشمن۔۔۔۔"

"بالکل ممکن ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "لیکن اگر یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس کا ذمے دار رینڈل ہی تھا تو۔۔۔۔؟"

"تو تم جو کہو گے میں وہی کروں گا۔" ڈیوڈ نے تیزی سے کہا "اس طرح کم از کم میری زندگی تو ختم نہیں ہوگی۔ قید ہی میں تو رہوں گا۔"

"تم بالکل غلط سمجھ رہے ہو۔ یہاں تمہاری حیثیت قیدی کی نہیں ہے تم جب چاہو یہاں سے جاسکتے ہو مگر اپنی ذمے داری پر۔"

ڈیوڈ سوچ میں پڑ گیا "یہ کس طرح ثابت ہوگا کہ تمہیں ہلاک کرنے کی کوشش کا اصل ذمے دار کون ہے؟"

"گرے کلر کی کار اور ان دونوں افراد کا سراغ مل گیا ہے جنہوں نے کار میں بم فٹ کیا تھا۔ اگر تم چاہو تو میں ان سے پوچھ گچھ کرنے کے لئے تمہیں بھی ساتھ لے چلتا ہوں تاکہ ہر بات تمہارے علم میں براہ راست آسکے؟"

"مجھے منظور ہے۔" ڈیوڈ نے کہا۔

قیمت فی حصہ ۴۰ روپے
دو حصے مکمل
شاطر کو مشہور انعام یافتہ مصنف شکیل انجم نے اپنے خاص انداز میں تحریر کیا ہے
شاطر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تو پھر تم تیار رہو۔ میں تمہیں ساتھ لے کر ہی چلوں گا۔"

واپس جنرل ٹیرس کے پاس پہنچا تو وہاں سب لوگ کوئی البم دیکھنے میں مصروف تھے۔

"اس البم میں تمہارے مطلوبہ افراد کی تصویریں ہیں علی!" جنرل نے مجھے دیکھتے ہی کہا "آؤ تم بھی دیکھو۔"

میں نے جنرل کے ہاتھ سے البم لے لی۔ اس البم میں تمام ایسے لوگوں کی تصویریں اور کوائف تھے جو انٹیلی جنس بیورو سے یا تو ریٹائر ہوگئے تھے یا کسی وجہ سے انہیں نکال دیا گیا تھا۔

ایک تصویر پر میں رک گیا۔ تصویر کے نیچے اس شخص کے کوائف اور موجودہ پتا بھی درج تھا۔ اس کا نام بنس ڈلے تھا اور اسے رشوت ستانی اور بلیک میلنگ کے الزامات میں ملازمت سے برطرف کیا گیا تھا۔

"اس شخص کے نام کا وزیٹنگ کارڈ اور محکمے کا شناختی کارڈ مجھے فوری طور پر درکار ہے تاکہ میں جلد از جلد حرکت میں آسکوں۔" میں نے جنرل سے کہا اور اس نے اثبات میں سر ہلادیا۔

"تم اس شخص کے میک اپ میں ان لوگوں سے ملو گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہاں تہذیب! میرا پروگرام یہی ہے۔"

"اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا علی! کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم ان پر براہ راست ہاتھ ڈال دو۔ افرادی قوت کی ضرورت محسوس کرو تو علی گروپ......"

"نہیں" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "میں علی گروپ کے کسی رکن کو خطرے میں ڈالنا پسند نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ رینڈل کو یہ احساس دلانا بھی تو مقصود ہے کہ وہ کئی طرف سے گھرا ہوا ہے۔"

کوئی دو گھنٹے بعد میں ان لوگوں کے کمرے کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ ڈیوڈ میک اپ میں میرے ساتھ تھا۔ گزشتہ دو گھنٹے کا وقت بہت مصروفیت میں گزرا تھا۔ جنرل ٹیرس اگر بھرپور طریقے سے مدد نہ کررہا ہوتا تو میں اتنی جلدی اور اتنی مکمل تیاریوں کے ساتھ ان لوگوں پر دھاوا نہیں بول سکتا تھا۔

دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگی۔ دروازہ کھولنے والا ایک اسمارٹ اور متناسب القامت شخص تھا۔ اس نے سر سے پیر تک ہم دونوں کو دیکھا "جی؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

میں نے کچھ کہے بغیر کیپٹن بنس ڈلے کا وزیٹنگ کارڈ اس کی طرف بڑھادیا۔

"اوہ، تو آپ کا تعلق انٹیلی جنس سے ہے۔" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن جناب وزیٹنگ کارڈ تو کوئی بھی چھپوا سکتا ہے؟"

اس بار بھی میں نے منہ سے کچھ نہیں کہا اور جیب سے تازہ تازہ بنا ہوا آئیڈنٹٹی کارڈ نکال کر اس کے حوالے کردیا۔ اس نے کارڈ کو بڑے غور سے دیکھا۔ میں تو خاص بنس ڈلے کے میک اپ میں تھا اس لئے مجھے کیا فکر ہوسکتی تھی۔

"میرا نام ولسن ہے۔" اس نے کارڈ واپس کرکے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "کمرے میں آجائیے یہ غالباً آپ کے اسسٹنٹ ہیں؟"

"ہاں" میں نے کمرے میں داخل ہوکر بیٹھتے ہوئے مختصر جواب دیا۔

"اور یہ میرے دوست گراہم ہیں۔" اس نے اپنے ساتھی کا تعارف کرایا "ہم دونوں عالمی سیاحت کے ارادے سے نکلے ہیں۔ دیکھئے ارادہ کس حد تک پورا ہوتا ہے۔"

"عالمی سیاحت کرنے کے لئے تو بڑی رقم درکار ہوتی ہے۔" میں نے سرسری انداز میں کہا مگر میں نے محسوس کیا تھا کہ ولسن میرے جملے پر چونکا ہے۔

"وہ تو ظاہر ہے مسٹر ڈلے..... پوری دنیا کی سیر کرنا مذاق تو نہیں ہوتا۔"

"جب آپ لوگ کسی نئے ملک میں جاتے ہیں تو کس قسم کی سرگرمیوں سے اپنے دورے کی ابتدا کرتے ہیں؟"

"سرگرمیوں سے آپ کی کیا مراد ہے مسٹر ڈلے؟" ولسن نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب ہے سب سے پہلے تو آپ اپنے رہنے کے لئے کوئی مناسب سا ہوٹل تلاش کرتے ہوں گے۔ اس کے بعد کرائے کی کوئی کار حاصل کرتے ہوں گے تاکہ بغیر کسی دخل اندازی کے اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں مسٹر ڈلے۔" ولسن نے کہا "سرگرمیوں کا لفظ آپ نے مکرر استعمال کیا ہے۔"

"میں معذرت چاہتا ہوں مسٹر ولسن! میرا مطلب سیاحتی سرگرمیوں سے تھا۔"

"دوسری بات یہ کہ آپ اپنی یہاں آمد کا مقصد بیان فرمائیے۔" ولسن نے کہا گراہم ابھی تک ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے نظروں ہی نظروں میں ہمیں تول رہا ہو۔

"آپ میرا شناختی کارڈ تو دیکھ ہی چکے ہیں۔ میرا سیکشن غیر ملکیوں کے معاملات دیکھتا ہے۔"

"اپنی یہاں آمد کا اندراج کراچکے ہیں۔ اس کے بعد اگر آپ کے محکمے کا کوئی کارندہ ہم تک رسائی حاصل کرتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ ہمارے کاغذات میں کوئی سقم ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے مسٹر ولسن۔" میں نے کہا "دراصل بعض اوقات میں جذبۂ خیرسگالی کے تحت بھی غیر ملکیوں سے ملاقات کرلیا کرتا ہوں۔ ضروری تو نہیں کہ جب سرکاری کام ہو تبھی ہم ایک دوسرے سے ملیں۔"

ولسن نے ایک طویل سانس لی "خدا کا شکر ہے۔ ورنہ میں تو سمجھا تھا..... خیر چھوڑیے یہ بتائیے کہ آپ لوگ کیا پینا پسند کریں گے۔"

"چائے یا کافی میں سے جو آپ لوگوں کو زیادہ پسند ہو ہمارے لئے بھی منگالیں۔"

"تکلف نہ کریں مسٹر بنس ڈلے۔" ولسن نے بڑی بے تکلفی سے کہا "اگر ہارڈ ڈرنک کی خواہش ہو تو آپ کی خدمت کرکے....."

"ڈیوٹی کے دوران ہم لوگ ہارڈ ڈرنک سے گریز کرتے ہیں مسٹر ولسن۔" میں نے کہا اور ولسن نے روم سروس کو کافی کا آرڈر دے دیا۔

گراہم کی نظریں میرے لباس پر جمی ہوئی تھیں۔ بے داغ سفید قمیص، قیمتی ٹائی اور نفاست کے ساتھ سلا ہوا تھری پیس سوٹ.....

"میں نے سنا ہے گوٹے ہل میں سرکاری ملازمین کی تنخواہیں بہت کم ہوتی ہیں۔" دفعتاً گراہم نے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا۔

"آپ نے بالکل ٹھیک سنا ہے مسٹر گراہم! یہاں سرکاری ملازمین کی تنخواہیں اس قدر کم ہیں کہ گزارا تک کرنا مشکل ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

اس نے ایک بار پھر میرے لباس کو حیرت سے دیکھا۔ میرے تو جوتے بھی بے حد قیمتی اور نئے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ گراہم کچھ کہتے کہتے رک گیا ہے۔

"میں یہاں جذبۂ خیرسگالی کے ساتھ آیا ہوں مسٹر گراہم لہٰذا آپ جو کچھ بھی کہنا چاہیں بے خوف و خطر کہیں۔" میں نے کہا۔

"دراصل میں سوچ رہا تھا کہ جب تنخواہیں اس قدر کم ہیں کہ گزارہ تک کرنا مشکل ہوتا ہے تو پھر تم یہ لباس کس طرح افورڈ کرتے ہوگے کیا تم لوگوں کو کچھ اضافی الاؤنس بھی ملتے ہیں؟"

"ملتے تو ہیں مسٹر گراہم لیکن وہ بھی بہت قلیل ہوتے ہیں۔ بس یوں سمجھ لیں کہ ہماری اشک شوئی ہوجاتی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔"

"تم بھی کیا باتیں لے بیٹھے گراہم! مسٹر بنس ڈلے ہمارے مہمان ہیں ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم ان کی ذاتیات میں اس حد تک مداخلت کریں۔"

"مسٹر گراہم نے اب تک کسی بھی حد سے تجاوز نہیں کیا۔ بلکہ گفتگو تو میری پسندیدہ نہج پر چل رہی ہے۔" میں نے ولسن سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں مسٹر بنس۔" ولسن نے مجھے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھا حالانکہ وہ سب سمجھ رہا تھا، ان دونوں کو ہی اندازہ تھا کہ ان کے پاس میری آمد کس مقصد کے تحت ہوسکتی ہے۔

"میں خود بھی آپ کو یہی بتانے والا تھا کہ ہم لوگوں کے دیگر ذرائع آمدنی کیا ہیں۔ عرف عام میں اسے بالائی آمدنی کہا جاتا ہے۔"

"رشوت" ولسن نے برا سا منہ بنایا "یہ تو بہت بڑی معاشرتی برائی ہے اور بہت سی برائیوں کو جنم دیتی ہے۔ آپ لوگوں کو اس کے خلاف مل کر کام کرنا چاہئے۔"

"رشوت اور لوگ لیتے ہوں گے جناب!" میں نے بظاہر برا مان کر کہا "میں تو ایک ایک پیسہ حلال کرکے لیتا ہوں۔ آپ رشوت کی تعریف کرسکتے ہیں؟"

"اپنی پوزیشن سے ناجائز فائدہ اٹھا کر یا اس کام کے عوض کسی سے رقم لینا جس کے کرنے کی ہمیں تنخواہ ملتی ہے رشوت ہے۔"

"آپ کی اس تعریف کی روشنی میں تو میں نے آج تک رشوت نہیں لی۔" میں نے اطمینان کی گہری سانس لیتے ہوئے کہا "میں رشوت لینے کے سخت خلاف ہوں مسٹر ولسن۔"

"تو پھر آپ کا کوئی خاندانی پس منظر ہوگا۔ دولت ورثے میں ملی ہوگی یا پھر آپ کوئی جزوقتی کام کرتے ہوں گے۔" گراہم بولا۔

"آپ کا آخری اندازہ بالکل درست ہے مسٹر گراہم! میں جزوقتی کام کرتا ہوں اور اس کے لئے میرا ایک علیحدہ اسٹاف ہے۔ ذاتی اسٹاف۔ جس کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ دونوں میری باتوں میں بہت دلچسپی لے رہے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ الجھ بھی رہے تھے۔ میں نے ابھی تک اپنی آمد کا مقصد بیان نہیں کیا تھا۔ ڈیوڈ ریان بے حد مضطرب تھا غالباً وہ ان دونوں کو پہچانتا تھا۔ میں نے اسے پُرسکون رہنے کا اشارہ بھی کیا تھا لیکن اس کی بے چینی کم نہیں ہوئی تھی۔ اس کی یہ کیفیت گراہم اور ولسن سے بھی پوشیدہ نہیں تھی مگر ظاہر ہے وہ اس کا سبب نہیں جان سکتے تھے۔

ویٹر کے آجانے کی وجہ سے گفتگو کا سلسلہ تھوڑی دیر کے لئے منقطع ہوگیا تھا۔ ویٹر کافی اور برتن رکھ کر چلا گیا تو گفتگو دوبارہ شروع ہوئی۔

"تب تو آپ خاصے امیر آدمی ہوئے مسٹر ڈلے!" ولسن نے کافی کی پیالی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "ذاتی اسٹاف رکھنا معمولی بات نہیں ہوتی۔ آپ کیا کاروبار کرتے ہیں مسٹر ڈلے؟"

"میرا اسٹاف میرے لئے معلومات حاصل کرتا ہے مسٹر ولسن اور میں وہ معلومات فروخت کردیتا ہوں۔"

"اوہو" گراہم کافی کا گھونٹ لیتے لیتے رک گیا اور مجھے گھورنے لگا۔

"میں بڑے سائنٹنگ طریقے سے کام کرتا ہوں۔ آپ میری آمدنی کو رشوت ہرگز نہیں کہہ سکتے۔"

"غالباً تمہارا اسٹاف غیر ملکیوں کے معاملات میں خصوصیت سے دلچسپی لیتا ہوگا۔" ولسن نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا "اس لئے کہ تم خود بھی اس سیکشن میں ہو۔"

"ہم صرف غیر ملکیوں کو ڈیل کرتے ہیں جناب۔ اور وہ بھی صرف ان معاملات میں جن کا میرے سرکاری فرائض سے تصادم نہیں ہوتا۔ اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے نا جناب؟"

وہ دونوں مجھے گھورنے لگے چونکہ وہ خود مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث تھے اور ان کے دلوں میں چور تھا لہٰذا ان کا چوکنا ہوجانا لازمی تھا۔

"گوٹے بل آنے والے تمام غیر ملکیوں سے تم اسی طرح ملنے جاتے ہو جس طرح ہمارے پاس آئے ہو؟" ولسن نے پوچھا۔

"ارے نہیں جناب! اتنی فرصت کس کے پاس ہوتی ہے خیرسگالی کا دورہ میں صرف اس وقت کرتا ہوں جب کام بنتا نظر آرہا ہو۔"

یہ بڑا واضح اشارہ تھا۔ وہ یہ تو سمجھ گئے کہ میں ان کی کسی حرکت سے واقف ہوگیا ہوں لیکن یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوسکتی تھی کہ میں ان کے تمام کرتوتوں سے واقف ہوں۔

"تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ تم بلیک میلر ہو۔" گراہم نے متنفرانہ لہجے میں کہا۔

"میرے لئے جتنے زیادہ خراب الفاظ استعمال کرو گے اتنا ہی اپنے حق میں برا کرو گے۔ میں حرام خور نہیں ہوں سخت محنت کرتا ہوں تب کہیں جاکر مجرموں سے تھوڑا بہت حق المحنت وصول کرپاتا ہوں۔"

"اگر ہمیں پہلے علم ہوتا کہ تم اتنے رکیک اور گھٹیا کام میں ملوث ہو تو تمہیں اپنے کمرے میں گھسنے بھی نہیں دیتے۔" ولسن نے غصے سے کہا۔

"میرا خیال تو یہ ہے کہ ہمیں فوری طور پر اس کے محکمے کو اس کے کرتوتوں سے آگاہ کردینا چاہئے۔" گراہم نے کہا۔

"چھوڑو گراہم! جو کچھ یہ کرتا ہے یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے ہم غیر ملکی ہیں۔ ویسے بھی ہمیں گوٹے بل کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے ان لوگوں کا تو پورا نظام ہی بگڑا ہوا ہے۔"

میں ان لوگوں کی گفتگو سن رہا تھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی یہ ان کا پہلا حربہ تھا وہ مجھے خوف زدہ کرنا چاہتے تھے۔

"یہ شخص ہمیں دھمکیاں دے رہا ہے ولسن! اور تمہیں معلوم ہے کہ میں نے زندگی میں کبھی کوئی دھمکی برداشت نہیں کی۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تمہیں کوئی دھمکی نہیں دے رہا۔ میں تو ایک سیدھا سادا سا سودا کرنا چاہ رہا تھا۔ یہ ضروری تو نہیں کہ تم مجھ سے لازماً معلومات خریدلو ممکن ہے دوسری پارٹی مجھ سے معلومات خریدنے میں دلچسپی ظاہر کردے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ شخص یوں نہیں مانے گا۔" گراہم غصے سے بپھر کر بولا "میں ابھی اس کے ڈیپارٹمنٹ فون کرتا ہوں۔"

"جنرل ٹیرس بھاری رقم کے عوض وہ معلومات خریدنا پسند کرے گا جو تم لوگوں کی نظروں میں اتنی بے وقعت ہیں اس نے تمام محکموں کو ہلا رکھا ہے۔ وہ ہر قیمت پر کار کی تباہی کے ذمے داروں کو تختہ دار پر دیکھنے کا خواہش مند ہے۔"

"کیا بکواس کررہے ہو تم" ولسن دہاڑا "کون سی کار اور کیسی تباہی۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں سے دفع ہوجاؤ ورنہ۔۔۔"

"میں بہت کارآمد ہوں مسٹر ولسن! وہ کوئی ویرانہ نہیں تھا جہاں تم نے کار میں بم فٹ کرنے کی کارروائی کی تھی البتہ تمہاری خوش قسمتی یہ تھی کہ اس علاقے کے رہنے والے اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ غیر متعلقہ باتوں میں کبھی نہیں الجھتے اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ تمہیں کسی نے نہیں دیکھا تھا تو تم غلطی پر ہو۔ بہت سے لوگوں نے تمہیں اس کار کے پاس دیکھا تھا یہ الگ بات ہے کہ کسی نے دخل اندازی نہیں کی مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ دوبارہ دیکھنے پر تمہیں پہچان نہیں سکیں گے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ دو افراد کے ذہن میں اس کار کے نمبر رہ گئے تھے جس کا کلر گرے تھا اور جس سے اترنے والے ٹیرس محل کی کار کے ساتھ کچھ کرتے رہے تھے۔ گرے کلر کی کار اور ان دونوں افراد کی کہانی پولیس تک پہنچ چکی ہے اور پولیس بڑی سرگرمی سے ان کی تلاش میں ہے تم میرا کمال دیکھو کہ میں نے ان دونوں افراد کے منہ بند کردیے ہیں جنہوں نے کار کے نمبر نوٹ کرلئے تھے۔ اگر وہ نمبر پولیس تک پہنچ گئے ہوتے تو مجھ سے بہت پہلے پولیس تمہیں گرفتار کرکے لے جاچکی ہوتی۔ میں بھی پہلے تم سے مل لیتا لیکن میں پوری طرح اپنا اطمینان کرنے کے بعد یہاں آیا ہوں کہ اب یہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔"

پہلی بار ان دونوں کی چہروں پر سراسیمگی کے آثار نظر آئے۔ اب ان میں اتنی سکت نہیں رہ گئی تھی کہ میری سنائی ہوئی کہانی کو جھٹلا سکتے۔

"تم بکواس کررہے ہو۔" گراہم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "کسی کے پاس اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ وہ کاروں کے نمبر نوٹ کرتا پھرے۔"

"ہوتی ہے مسٹر گراہم! اگر نہ ہوا کرتی تو اس وقت میں تمہارے کمرے میں موجود ہونے کے بجائے اپنے آفس میں بیٹھا فائلوں سے مغزماری کررہا ہوتا۔"

ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا نگاہوں ہی نگاہوں میں کسی پیغام کا تبادلہ ہوا اور پھر ولسن مجھ سے مخاطب ہوا "اب تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

"تم لوگوں کا اب تک کا رویّہ خاصا حوصلہ شکن رہا ہے حالانکہ غور کرو تو میں تمہارا محسن ہوں۔ تم اندازہ بھی نہیں کرسکتے کہ مجھے کتنی محنت کرنی پڑی ہے۔ دونوں گواہوں نے بھاری رقم کے عوض زبان بند رکھنے کا وعدہ کیا ہے۔ مجھے ان کو بھی رقم ادا کرنی ہے۔ پچھلے ماہ کوئی کلائنٹ بھی نہیں ملا تھا اس لئے اسٹاف کی تنخواہیں بھی جیب سے ہی گئیں اور اب تمہارا حوصلہ شکن رویّہ۔ تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر میں گرفتار ہوگیا تو اپنی معلومات انتقاماً ظاہر کردوں گا اور اگر یہ معلومات ایک بار حکومت تک پہنچ گئیں تو تمہیں پھانسی سے کوئی نہیں بچاسکے گا تمہاری حکومت بھی نہیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر بلس! ہم تمہارے شکرگزار ہیں کہ معلومات فروخت کرنے کے لئے تم نے پہلے ہم سے رابطہ قائم کیا۔۔۔"

"اس میں شکرگزار ہونے کی کوئی بات نہیں یہ تو میرا کاروباری اصول ہے عام طور پر مجرم زیادہ قیمت ادا کرتے ہیں۔"

"کیا تمہیں احساس ہے کہ اس طرح تمہاری زندگی ہر وقت خطرے میں رہتی ہے؟" گراہم نے کہا۔

"میں لوگوں کی جانیں بچاتا ہوں۔ انہیں قانون کے پھندوں سے دور رکھتا ہوں تو کوئی میرا دشمن کیوں ہونے لگا؟"

"ہوں" گراہم نے مجھے غور سے دیکھا "تو تمہاری ڈیمانڈ کیا ہے؟"

"خود سے کوئی ڈیمانڈ کرنے کو میں اچھا نہیں سمجھتا۔ ان معلومات کے عوض تم کوئی مناسب" میں نے مناسب پر زور دیا "رقم دے دو میں قبول کرلوں گا۔"

"ہمیں کیسے اندازہ ہوسکتا ہے کہ تم نے کتنی رقم خرچ کی ہے؟" ولسن بولا۔

"میں تم سے اپنی خرچ کی ہوئی رقم واپس مانگنے نہیں آیا۔" میرا لہجہ تلخ ہوگیا "تمہارا جرم چھپانے کے لئے میں نے جو محنت کی ہے اس کا معاوضہ طلب کررہا ہوں۔"

"پانچ ہزار امریکی ڈالر کے بارے میں کیا خیال ہے؟" ولسن نے کہا۔

"میں نے مناسب رقم کا مطالبہ کیا تھا لیکن تم نے ایک انتہائی نامناسب آفر کی ہے۔ تمہارا جرم اس سے کہیں بڑا ہے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے تمہیں سودے سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔"

"بیٹھو بیٹھو" ولسن نے مضطربانہ لہجے میں کہا جب کہ گراہم مجھے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا "ہم تمہیں ناراض ہوکر نہیں جانے دیں گے۔"

"مجھے توقع تھی کہ تم لوگ کم از کم پچاس ہزار ڈالر کی آفر ضرور کرو گے مگر تم نے میرا دل توڑ دیا۔" میں نے دوبارہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ شخص جو تمہارے ساتھ ہے۔" گراہم نے ڈیوڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس کا تعلق انٹیلی جنس سے ہے یا تمہارے گروہ سے؟"

"وہ گروہ نہیں ایک آرگنائزیشن ہے اور یہ شخص میرا دوست ہے۔"

"بہت فرماں بردار بچہ معلوم ہوتا ہے۔" گراہم نے مضحکانہ لہجے میں کہا "ابھی تک ایک لفظ بھی نہیں بولا۔"

گراہم کے بدلتے ہوئے تیور میری نظروں میں تھے۔ تیور تو اس کے شروع سے ہی اچھے نہیں تھے۔ اگر ولسن نہ ہوتا تو وہ بات چیت آگے بڑھنے ہی نہ پاتی بظاہر تو وہ دونوں خطرناک نظر آتے تھے لیکن ولسن کا انداز مصالحانہ تھا اس کی کوشش شروع سے ہی یہ رہی تھی کہ مصالحانہ رویّہ اختیار کیا جائے جبکہ گراہم کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ ایک پیسہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔

"یہ فرماں بردار ضرور ہے مگر بچہ نہیں ہے۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "تمہیں تمیز سے گفتگو کرنی چاہئے۔"

گراہم کے ہونٹ تنفر آمیز انداز میں کھینچ گئے "میں صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ تمہاری لاش کس طرح ٹھکانے لگاؤں گا۔"

"لاش" میں اچھل کر کھڑا ہوگیا "تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا مسٹر گراہم! میں نے تمہاری ہمدردی میں کیا کچھ کیا اور تم میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو۔"

"سکون سے بیٹھ جاؤ بنس ڈلے۔" گراہم نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ میری طرف کردیا "ورنہ میں تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کردوں گا۔"

"ہوش میں آؤ گراہم۔" ولسن نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا "بات کو جتنا بڑھاؤ گے اتنا ہی الجھتی جائے گی۔"

"تم احمق ہو ولسن! ان معلومات کے ساتھ اس کی زندگی ہمارے لئے برہنہ تلوار سے کم نہیں جو ہر وقت ہمارے سروں پر لٹکتی رہے گی۔" گراہم نے کہا۔

"یہ تو تاجر ہے اس نے واقعی بہت محنت کی ہے۔ غور کرو تو ایک طرح سے یہ ہمارا محسن ہے۔ اس نے گواہوں کا منہ بند نہ کردیا ہوتا تو ہم کہاں ہوتے بہتر یہی ہے کہ اس سے بات کرلی جائے مجھے توقع ہے کہ یہ کم پیسوں میں بھی تیار ہوجائے گا۔"

"اس بات کی ضمانت تم دو گے کہ باہر جانے کے بعد یہ ہمارا راز افشا نہیں کردے گا؟"

"چند سکوں کی خاطر میں اپنی ساکھ کا سودا نہیں کرسکتا۔" میں نے جلدی سے کہا "ویسے بھی میری دلچسپی پیسے میں ہے تم لوگوں نے جو کچھ کیا اس سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"یہ کوئی ضمانت تو نہیں ہے مسٹر بنس!" گراہم نے تمسخرانہ انداز میں کہا "یا ہم تمہاری زبان پر یقین کرلیں؟"

"میری بات ماننے کے علاوہ تمہارے پاس کوئی اور راستہ بھی نہیں ہے۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔

"تمہارے حوصلے کی داد دینی پڑتی ہے۔ سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کی نال پر بھی تم اس قسم کی گفتگو کرسکتے ہو۔" گراہم کا انداز استہزائیہ تھا۔

"میرا مطالبہ ماننے میں جتنی دیر لگاؤ گے اتنا ہی تمہاری مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ میں اپنی معلومات کی قیمت بڑھا بھی سکتا ہوں۔"

"لاشیں نہ قیمت بڑھا سکتی ہیں اور نہ گھٹا سکتی ہیں۔ وہ تو صرف خاموش رہا کرتی ہیں۔" گراہم نے تحقیر آمیز انداز میں کہا۔

"صرف لاوارث لاشیں۔" میں نے اسی کے انداز میں کہا "جن لاشوں کے ورثا موجود ہوں وہ گلے کا پھندا بن جایا کرتی ہیں۔"

ایک لمحے کے لئے تو میرے جواب نے گراہم پر سکتہ طاری کردیا۔ اس کے اندازے کے مطابق مجھے اس کی شخصیت سے نہ سہی اس کے ریوالور سے ہی کسی نہ کسی حد تک مرعوب ہونا چاہئے تھا۔ عام طور پر اس سے ملنے والے تو اس کی شخصیت دیکھ کر ہی مرعوب ہوجایا کرتے ہوں گے لیکن میں نے ایک لمحے کے لئے بھی خوف زدہ ہونے کا تاثر نہیں دیا تھا۔ میں خوف زدہ تھا ہی نہیں گراہم اپنے ریوالور سمیت میرے لئے کسی کھلونے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا۔

"تم بہت زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے مسٹر۔" گراہم نے سنبھل کر کہا۔

"یہ کھیل میرے لئے نیا نہیں ہے مسٹر گراہم۔" بنس نے تلخ لہجے میں کہا "مجھے معلوم ہے تم لوگ آسانی سے رقم گرہ سے نہیں نکالتے۔ ظاہر ہے جو لوگ صدارتی محل سے تعلق رکھنے والی کار کو سرعام بم سے اڑا دینے کی ہمت رکھتے ہوں ان کے لئے مجھ جیسے آدمی کے خون سے ہاتھ رنگ لینا کیا بڑی بات ہوگی۔ مجھے اس قسم کے کھیل کھیلتے ہوئے برسوں ہوچکے ہیں مسٹر گراہم! میں پہلے اپنی مضبوطی کرتا ہوں اس کے بعد تم جیسے لوگوں کا سامنا کرتا ہوں۔ یقین نہ آئے تو

...بغیر ہوٹل سے نکلنے کی کوشش کرکے دیکھ لو یقین کرو تم ...کے دروازے سے نکلنے سے قبل ہی گرفتار ہوجاؤ ...

...گراہم بے یقینی سے مجھے دیکھ رہا تھا اور پلکیں جھپکا رہا ...میں تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ بات بڑھاؤ گے تو الجھ ...گی۔" ولسن نے بگڑ کر کہا "اب بھی وقت ہے ریوالور ...میں رکھ لو۔"

"نہیں اب وقت گزر چکا ہے مسٹر گراہم۔" میں نے ...لے لہجے میں کہا "تم نے پہلے ہی شرافت کا ثبوت دیا ہوتا ...بات ہوتی لیکن اب میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں مکمل ...انتظامات کے ساتھ یہاں آیا ہوں اس لئے اب اگر ...نے ریوالور واپس رکھ لیا تو بھی میں تمہارے ساتھ کوئی ...ت نہیں برتوں گا۔ تم لوگوں کو خود پر بہت ناز ہے اب تم ...ایک لاکھ امریکی ڈالر ادا کردو گے۔"

"ہم سے اتنی ہی رقم طلب کرو جتنی ہم فراہم ...لیں۔" ولسن نے کہا۔

"تم لوگ عالمی سیاحت پر نکلے ہو کوئی اٹھائی گیرے یا فقیر ...ہو۔"

"ہم نے غلط بیانی کی تھی۔" ولسن نے دھیمے لہجے میں کہا ...کرو اس وقت ہم جس مشکل میں پھنس گئے اس سے ...کے لئے بڑی سے بڑی رقم کم ہے مگر ہم بھی کیا کریں۔"

"ہر شخص پہلے پہل یہی کہتا ہے مسٹر ولسن لیکن آخرکار ...مطالبہ پورا کردیتا ہے۔ مجھے اس سے بھی غرض نہیں ہے ...تم نے پہلے غلط بیانی کی تھی یا اب کر رہے ہو۔"

"میرا خیال ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ولسن نے ایک ...سانس لی "ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ تمہارا ...پورا کردیں یا موت کو گلے لگالیں لیکن فوری طور پر تو ...رقم مہیا نہیں کی جاسکتی۔ ہمیں مہلت درکار ہوگی۔"

"مہلت تو دی جاسکتی ہے لیکن میں تم پر اعتبار نہیں ...تم کو رقم کی ادائیگی تک میری قید میں رہنا ہوگا۔"

"بہت ہوگئی۔" گراہم اچھل کر کھڑا ہوگیا "اتنی تذلیل ...نے پوری زندگی میں برداشت نہیں کی۔ میں اسے زندہ ...چھوڑوں گا۔"

...گراہم کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ہوش و حواس ...کا ہے اور کوئی بھی انتہائی قدم اٹھا سکتا ہے۔ میں نے ...تیزی سے فیصلہ کیا اور گراہم کے ساتھ ساتھ خود بھی ...میں آگیا۔ گراہم نے اپنی جیب سے ریوالور نکالا ...اس بار وہ یقینی طور پر مجھ پر فائر کردیتا لیکن اس کے لئے اسے مہلت درکار تھی۔ ریوالور پوری طرح گرفت میں لینے اور پھر نشانہ لے کر گولی چلنے کی مہلت۔۔۔ میں اسے مہلت فراہم کردیتا تو دنیا کا سب سے بڑا احمق کہلاتا۔

ادھر گراہم نے جیب کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ادھر میں نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس سے قبل بھی وہ مجھ پر ریوالور نکال چکا تھا اور اس وقت میری طرف سے اسے کسی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا اس لئے وہ کم از کم اس طرف سے تو قطعاً بے فکر تھا۔ بے فکر نہ ہوتا تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ اس نے ریوالور نکالنے کے معاملے میں انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ وہ کر ہی نہیں سکتا تھا لیکن وہ مجھ سے بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ اس کا ہاتھ جیب سے باہر آتے ہی میں نے ریوالور اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا تھا۔ ڈیوڈ ریان اور ولسن تو شاید دیکھ ہی نہ سکے ہوں کہ میں نے کیا کیا تھا اس لئے کہ جو کچھ بھی ہوا وہ ان کے لئے قطعی غیر متوقع تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ میں گراہم پر یوں جھپٹ پڑوں گا۔

میں نے گراہم سے صرف ریوالور جھپٹ لینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے ریوالور چھیننے کے ساتھ ساتھ میں نے اسے اٹھا کر کمرے کے وسط میں رکھی میز پر پھینک دیا تھا۔ میز پر کافی کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ گراہم پر تو جو بھی گزری ہو مگر چینی کے بنے ہوئے نازک برتن اس کا بوجھ نہ سہار سکے۔ جو پوری طرح زد میں آئے کرچیوں میں تبدیل ہوگئے اور جن کی قسمت اچھی تھی قالین پر گرنا ان کا مقدر بنا۔ سینٹر ٹیبل مضبوط تھی ورنہ صدائے احتجاج ضرور بلند کرتی۔

ڈیوڈ اور ولسن دونوں ہی حیرت سے منہ پھاڑے کھڑے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دونوں جادو کے زور سے مجسموں میں تبدیل کردیے گئے ہوں۔ دونوں میں سے ایک کو بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ ولسن تو خیر گراہم کا ساتھی تھا لیکن میں نے ابتدا ہی میں اندازہ لگا لیا تھا کہ ڈیوڈ بھی ان دونوں سے بخوبی واقف تھا۔ وہ دونوں اسے میک اپ کی وجہ سے نہیں پہچان سکے تھے ورنہ اس وقت صورت حال کچھ اور ہی ہوتی۔

گراہم سینٹرل ٹیبل پر پڑا چھت کو گھورے جارہا تھا۔ اسے چوٹیں اتنی نہیں آئی تھیں جتنا دھچکا پہنچا تھا۔ میرے بارے میں اس کا اندازہ شروع ہی سے غلط تھا۔ اس کا رویّہ تحقیر آمیز تھا جبکہ ولسن کے انداز میں بردباری تھی اس نے میری باتوں کی اہمیت سے کسی بھی لمحے انکار نہیں کیا تھا گراہم کا حد سے بڑھا ہوا زعم اسے لے ڈوبا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیپٹن بس ڈلے تم سے مخاطب ہے مسٹر گراہم۔"
میں نے باوقار انداز میں کہا "اسٹیٹ کا مجرم قرار دیتے ہوئے میں تمہیں حراست میں لیتے ہوئے خوشی محسوس کر رہا ہوں۔"

ٹیبل پر گرنے کے بعد گراہم نے پہلی بار پلکیں جھپکائیں اور اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی مگر لڑھک کر نیچے گر پڑا ولسن ہنوز دم بخود تھا۔

"اور مسٹر ولسن تمہارے اچھے رویے اور بردباری کے باعث میں تمہیں صرف پچیس ہزار امریکی ڈالر کے عوض گوٹے ہل سے نکل جانے دوں گا۔"

ولسن نے چونک کر تشکرانہ نظروں سے میری طرف دیکھا "تم ایک اصول پسند آدمی ہو مسٹر ڈلے لیکن میری درخواست ہے کہ گراہم کو ایک موقع اور دے دو۔"

"میں تمہاری درخواست پر ضرور غور کرتا مسٹر ولسن لیکن مجھے ابھی ابھی خیال آیا ہے کہ گراہم کی گرفتاری کے کارنامے پر مجھے پروموشن تو ملے گا ہی اس کے علاوہ نقد انعام سے بھی نوازا جائے گا۔ میری فائل میں جو توصیفی اسناد لگیں گی وہ ایک الگ کریڈٹ ہوگا۔ میں ایک باعزت شہری ہوں مسٹر ولسن! معاشرے اور محکمے میں اپنی عزت بڑھانے کے لئے بھی تو مجھے کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہئے' میں مسٹر گراہم کا مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ موقع عنایت کیا اگر یہ اس قدر خود سری کا مظاہرہ نہ کرتا تو میں کبھی اسے گرفتار نہ کرتا۔"

"تم ایک دھوکے باز آدمی ہو۔" گراہم غرایا "اگر تم نے دھوکے سے حملہ نہ کیا ہوتا تو میں تمہاری ہڈی پسلی برابر کر کے رکھ دیتا۔"

"تم نے دیکھا مسٹر ولسن! ابھی اس کے دماغ کے کیڑے نہیں جھڑے۔ اس کے خیال میں جو کچھ بھی ہوا وہ اس کی غفلت کا نتیجہ تھا میری مہارت کا اس میں کچھ دخل نہیں۔"

"اب بھی وقت ہے گراہم! ہوش میں آجاؤ۔" ولسن نے کہا "مسٹر ڈلے سے معذرت کرلو ممکن ہے وہ تمہاری پہلی غلطی معاف کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔"

"میں اس چھوکرے سے معافی مانگوں گا۔" گراہم نے انتہائی حقارت سے کہا "اس جیسے معلوم نہیں کتنے تو میرے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔"

"تم مجھ سے ہرگز معافی مت مانگو گراہم! مجھے اس کی کوئی تمنا بھی نہیں ہے لیکن یہ یاد رکھنا کہ اگر تم نے جیوری کے سامنے معافی نہ مانگی تو وہ بھی تمہیں معاف نہیں کریں گے۔"

"اگر گراہم آج تک گرفتار نہیں ہوا۔" گراہم نے سینہ تان کر کہا "گراہم گرفتار ہونے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا۔ مجھے مار سکتا ہے گرفتار نہیں کر سکتا۔ چلاؤ گولی۔"

"اس نے مجھے للکارا ہے مسٹر ولسن! اور یہ میری بہت بری عادت ہے کہ جو بھی مجھے للکارے میں اس سے مقابلہ ضرور کرتا ہوں۔ اگر میں نے اسے گولی مار دی تو مجھے ساری زندگی اسے گرفتار نہ کرنے کا قلق رہے گا للذا میں اسے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس دوران ممکن ہے تم فرار ہونے کی کوشش کرو لیکن یہ خیال رکھنا کہ ایسی کسی کوشش میں تم خود بھی گرفتار ہو سکتے ہو۔ جب تک میں تمہارے کمرے میں موجود ہوں تمہارے کمرے سے ایک مکھی بھی باہر نکل کر نہیں بچ سکتی۔ ہوٹل کے گرد انٹیلی جنس والوں کی فوج موجود ہے اور اندر میرے ساتھی۔ جو کسی بھی ہنگامی صورت میں صرف ایک سگنل دے کر تمہیں گرفتار کروا سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ میں تمہیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ تمہارے رویے سے میں بے حد خوش ہوا ہوں اور تمہیں کوئی نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے امید ہے کہ نہ تو تم فرار ہونے کی کوشش کرو گے اور نہ ہی میرے اور گراہم کے درمیان آنے کی کوشش کرو گے۔ اور یہی ہدایت تمہارے لئے بھی ہے۔" میں نے ریوالور ڈیوڈ کی طرف اچھالتے ہوئے کہا "تمہیں ولسن پر نظر رکھنی ہے۔ اگر یہ ذرا سی بھی حرکت کرے تو تم فائر کر سکتے ہو تمہیں گراہم کی طرف سے ہوشیار رہنا ہے یہ بد طینت آدمی ہے اس کی نیت میں کسی وقت بھی فتور آسکتا ہے۔ ممکن ہے تمہیں غافل پا کر یہ تم پر جھپٹ پڑنے کی کوشش کرے گا' ایسے کسی بھی موقع پر تم بے دریغ گولی چلا دینا۔"

ڈیوڈ کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ مجھے گراہم سے نہ الجھنے کا مشورہ دینا چاہتا ہو۔ اس کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہوگئی تھیں اور یہ بڑی خوش آئند بات تھی۔ رینڈل کی طرف سے تو وہ بدظن ہو ہی چکا تھا اور اب میں ان لوگوں سے برسرپیکار تھا جو اسے قتل کرنے کی کوشش میں ملوث تھے۔ شاید وہ مجھے بتانا چاہتا تھا کہ خالی ہاتھ گراہم سے مقابلہ کرکے میں خسارے میں رہوں گا۔ اگر وہ ایسا سمجھ رہا تھا تو یہ اس کی بھول تھی۔ وہ شاید لی کوان سے واقف نہیں تھا اور نہ ہی اسے میری صلاحیتوں کا کوئی اندازہ تھا لیکن میں خوب جانتا تھا کہ گراہم کس قدر خوف ناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک چوٹ کھایا ہوا سانپ تھا جو مجھے ڈسنے کے لئے بے تاب تھا۔

گراہم کمرے کے وسط میں کھڑا مجھے کسی سانپ ہی کی

طرح پلکیں جھپکائے بغیر گھورے جا رہا تھا۔ میری خود اعتمادی یقیناً اس پر اثر انداز ہوئی تھی اس نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا کہ ایک ریوالور بردار شخص اپنی مرضی سے نہتا ہو کر کسی کے مقابلے پر اتر سکتا ہے اپنے بارے میں اس کا گمان یہی تھا کہ وہ مجھے پیس کر رکھ سکتا ہے۔

"تم نے اعلان کیا تھا کہ تمہاری زندگی میں کوئی تمہیں گرفتار نہیں کر سکتا اور میں نے تمہیں زندہ ہی گرفتار کرنے کا عہد کیا ہے۔ پہلے تو بقول تمہارے میں نے تم پر دھوکے سے حملہ کیا تھا لیکن اب تو تم پوری طرح تیار رہو۔ اس کے باوجود میں تم پر حملہ کرنے میں پہل نہیں کروں گا تم جیسے جھوٹے آدمی سے کچھ بعید نہیں کہ بعد میں پھر کوئی الزام عائد کردے۔ میں تمہیں پوری طرح بے بس کر کے مارنا چاہتا ہوں۔"

گراہم کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور وہ کسی بپھرے ہوئے سانڈ کی طرح میری طرف بڑھا۔ لاشعوری طور پر وہ مجھ سے خوف زدہ ہو چکا تھا اس کا میری طرف بڑھنے کا انداز ایسا تھا کہ میں اس سے خوف زدہ ہو جاؤں شاید اسے مجھ سے شکست کھا جانے کا خوف تھا اور لاشعوری طور پر اس بات کا خواہش مند تھا کہ میں خود ہی خوف زدہ ہو کر اس مقابلے سے دست بردار ہو جاؤں لیکن ظاہر ہے اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ میں اپنی جگہ سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا اور میرا کوئی جوڑ نہیں تھا لیکن میں پوری سنجیدگی سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا جو لوگ حریف کو کم زور یا کم تر سمجھنے کی غلطی کرتے ہیں وہ عموماً خسارے میں ہی رہتے ہیں۔ میرے قریب آکر گراہم رک گیا اور اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔

گویا وہ مقابلہ شروع ہونے سے قبل روایتی انداز میں مجھ سے ہاتھ ملانا چاہ رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ بھی ایک فریب ہے۔ ہاتھ ملانے کی آڑ میں وہ دھوکے سے مجھ پر حملہ کرتا' یہ کوئی روایتی مقابلہ تو نہیں تھا بلکہ انتہائی غیر روایتی اور غیر ضروری مقابلہ تھا جس میں مد مقابل کے ہاتھ میں ہاتھ دینا حماقت تھا۔

میں نے اس کی طرف یوں ہاتھ بڑھایا جیسے اس سے ہاتھ ملانا مقصود ہو لیکن ہاتھ ملانے کے بجائے میں نے بڑی پھرتی سے اس کے چہرے پر طمانچہ مارا اور اس سے دور ہٹتا چلا گیا۔ گراہم تقریباً پاگل ہو گیا اور پلٹ کر مجھ پر جھپٹ پڑا میں اس سے خاصے فاصلے پر تھا اس لئے اسے جھکائی دے کر بچنے میں مجھے ذرا بھی دقت نہیں ہوئی۔ گراہم منہ کے بل ایک صوفے پر گرا تھا اور میں نے بڑی پھرتی سے اس کی پشت پر ایک لات جمادی تھی۔

"اٹھو گراہم" میں نے پُرسکون آواز میں کہا "تم سمجھ رہے تھے کہ میں ریوالور کے بل پر تمہیں گرفتار کروں گا لیکن اب میں تمہیں کوئی ہتھیار استعمال کئے بغیر گرفتار کر کے دکھاؤں گا۔ اٹھو ابھی تو تم میں بہت دم ہوگا۔"

گراہم نے اٹھنے میں بڑی تیزی کا مظاہرہ کیا۔ غصے کے مارے اس کا حلیہ بگڑا ہوا تھا۔ اس بار وہ کراٹے فائٹرز کے انداز میں میری طرف بڑھ رہا تھا اور میں اس سے نمٹنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ میں نے اپنے لئے حکمت عملی وضع کرلی تھی۔ سب کچھ اس پر منحصر تھا۔ اگر وہ مجھ پر کک آزمانے کی کوشش کرتا تو میں اس کا توڑ اور طرح سے کرتا اور اگر وہ ہاتھ سے حملہ کرتا تو میں دوسرا حربہ آزماتا۔

مجھے توقع تھی کہ وہ مجھ پر کک آزمائے گا۔ کراٹے فائٹرز عموماً حریف سے دور رہ کر اس پر حملہ کرنا پسند کرتے ہیں اور اس کے لئے کک بہترین ہوتی ہے۔ اس معاملے میں گراہم کے حوصلے کی داد دینی پڑتی ہے کہ اس نے میری گردن پر کھڑی ہتھیلی کا وار کرنے کی کوشش کی۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً مار کھا گیا ہوتا شاید یہ اس کا مخصوص حربہ تھا۔ حریف پر غیر متوقع زاویے سے حملہ کیا جائے تو اس کا مار کھا جانا لازمی ہو جاتا ہے لیکن یہ بھی گراہم کی بدقسمتی ہی تھی کہ اس کے مقابلے پر کوئی عام آدمی نہیں تھا ماسٹر لی کوان کا شاگرد تھا جس کی تربیت کتنی ہی نامکمل سہی مگر تھی ضرور......

میں کک کی توقع کر رہا تھا مگر میری طرف اس کا ہاتھ آیا۔ وہ ایک ہی وار میں میری گردن کی ہڈی توڑ کر کھیل ختم کر دینا چاہتا تھا۔ میں نے انتہائی پھرتی سے خود کو سنبھالا اور اپنا سر آگے کی طرف جھکا دیا۔ ہدف اتنا نیچے ہو چکا تھا کہ اب اس کے ہاتھ کا میرے سر کے اوپر سے گزرنا لازمی ہو گیا تھا۔ جس طریقے سے میں نے خود کو بچایا تھا وہ انتہائی غلط تھا۔ معمولی سے معمولی جوڈو کراٹے جاننے والا بھی اس طریقے کو غلط قرار دے سکتا تھا اس لئے کہ اگر اس موقع پر گراہم اپنا گھٹنا اوپر اٹھا دیتا تو اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ماسٹر لی کوان کا شاگرد اپنے مدمقابل کو اتنا موقع دے سکتا تھا؟

میں پوری طرح ایکشن میں تھا۔ میں نے اس کے وار سے بچنے کے لئے صرف سر ہی نہیں جھکایا تھا بلکہ میرا دایاں ہاتھ بھی حرکت میں آچکا تھا اور جیسے ہی اس کا ہاتھ میرے سر کے اوپر پہنچا میں نے اس کی کلائی گرفت میں لے لی۔ یہ کام میں نے صرف دو انگلیوں کی مدد سے کیا تھا۔ دو انگلیوں اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

انگوٹھے نے مل کر اس کی کلائی کے گرد ایک ایسا آہنی حلقہ بنا دیا تھا جس سے رہائی آسان نہیں تھی۔ میں نے اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ اس کی کلائی پر دباؤ ڈالنا شروع کردیا جو بدستور میرے سر کے اوپر تھی۔ گراہم اس اچانک افتاد پر بوکھلا گیا تھا۔ اس نے یقیناً مجھ پر حملہ کرنے کے لئے کوئی کمبی نیشن ترتیب دیا تھا مگر میں نے اس کی پوری فارمیشن بگاڑ کر رکھ دی تھی۔ فارمیشن بگڑ جائے تو آدمی کہیں کا نہیں رہتا۔ اسے از سر نو اسٹارٹ درکار ہوتا ہے بصورت دیگر وہ اوندھی سیدھی حرکتیں کرنے لگتا ہے پھر اس کی جدوجہد ایسی ہوتی ہے جیسی دلدل میں پھنس جانے والا کوئی شخص کرتا ہے جتنی زیادہ وہ جدوجہد کرتا ہے اتنا ہی پھنستا چلا جاتا ہے۔

گراہم کے خلاف مجھے زیادہ جدوجہد نہیں کرنی پڑی۔ اپنا ہاتھ چھڑانے کے لئے اس کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا۔ میرے بڑھتے ہوئے دباؤ کے ساتھ ساتھ اسے اپنی پوزیشن تبدیل کرنا پڑ رہی تھی اور پھر چند ہی سیکنڈ کے اندر اندر وہ مطلوبہ پوزیشن میں آگیا۔ اس کا پشت کی طرف مڑا ہوا ہاتھ میری مضبوط گرفت میں تھا۔ اس موقع پر میں اس کا ہاتھ توڑ بھی سکتا تھا اور اس پر کوئی کاری ضرب بھی لگا سکتا تھا مگر میں نے ان دونوں میں سے کوئی کام نہیں کیا اور اچانک اسے زوردار دھکا دیا۔ اس نے بمشکل خود کو سامنے والی دیوار سے ٹکرانے سے بچایا تھا۔

"میں نے تمہیں زندہ گرفتار کرنے کا عہد کیا ہے گراہم اور میں اپنا ہر عہد پورا کرتا ہوں" میں نے گراہم سے کہا جو سامنے والی دیوار سے ٹکا ہانپ رہا تھا "اب تم وہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔ آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کیوں نہیں کرتے۔ اپنے الفاظ کی صداقت کیوں ثابت نہیں کرتے۔ تم تو خود کو بڑا شہزور سمجھتے ہو نا۔ تمہارا تعلق تو سفید فام برتر قوم سے ہے اور میں ایک سیاہ فام کمتر نسل سے تعلق رکھنے والا شخص ہوں تم ایک پیشہ ور قاتل اور تخریب کار ہو جب کہ میں تم جیسوں کو حقیر رقومات کے عوض تحفظ فراہم کرنے کا کام کرتا ہوں۔ اس اعتبار سے بھی تم ہی برتر ہوئے۔ جب چاہو مجھے قتل کردو لیکن معاف کرنا گراہم ڈیئر برتر وہ نہیں ہوتا جس کے ہاتھ میں ہتھیار ہو۔ برتری کا تعلق ظرف سے ہے امن پسندی سے ہے اور جیو اور جینے دو کے اصول سے ہے۔ تم لوگ ہتھیاروں کی دوڑ میں لگے ہوئے ہو۔ خود تو تم نے ہتھیاروں کے انبار لگا دیے ہیں اور چھوٹے ممالک کو آنکھیں دکھاتے ہو کہ ہتھیار نہ بنائیں۔ ہتھیار تو ہتھیار ہوتا ہے مسٹر گراہم! خواہ بڑے ملک کے پاس ہو یا چھوٹے ملک کے قبضے میں ـــــ جب بھی اسے استعمال کیا جائے گا یکساں تباہی پھیلائے گا ـــــ لیکن یہ باتیں تمہیں کہاں ہضم ہوں گی تم تو برتری کے گھمنڈ میں ڈوبی ہوئی قوم سے متعلق شخص ہو۔ تمہارے گھمنڈ کا یہ عالم ہے کہ تم بزعم خود زندہ گرفتار کئے ہی نہیں جاسکتے۔ میں نے تمہارا یہ گھمنڈ چور چور کرنے کا تہیہ کرلیا ہے۔"

میری پوری گفتگو کے دوران گراہم نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ شاید اس نے میری باتیں دھیان سے سنی بھی نہیں تھیں۔ وہ تو مجھ پر قابو پانے کے منصوبے بنا رہا ہوگا۔ مجھ پر حملہ کرنے کے لئے نئے اور زیادہ موثر زاویوں کی تلاش میں مغز سوزی کر رہا ہوگا۔ ڈیوڈ ریان پوری طرح مستعد تھا۔ ولسن نے ابھی تک حرکت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اسے خوب اندازہ ہوگیا ہوگا کہ میرے اور گراہم کے درمیان دخل اندازی اس کے لئے سراسر خسارے ہی کا سودا ثابت ہوگی۔

میری نظریں گراہم پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے محسوس کیا جیسے اس نے دل ہی دل میں کوئی فیصلہ کرلیا ہے۔ میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ گراہم اچانک ہی جھکا تھا اور اس نے جھک کر اپنے بائیں موزے میں سے کوئی چیز نکال کر پوری قوت سے میری طرف پھینکی۔ کمرے میں گراہم کے اور میرے درمیان ایک چمک دار لکیر سی کھنچ گئی۔ گراہم نے میری طرف خنجر پھینکا تھا جو میرے کوٹ کی بائیں آستین میں دستے تک پیوست ہوگیا تھا۔ گراہم نے یہ کام اتنی پھرتی سے کیا تھا کہ ڈیوڈ کچھ سمجھ ہی نہیں پایا ورنہ ضرور دخل اندازی کر بیٹھتا جو مجھے کسی قیمت پر بھی منظور نہیں تھی۔ ولسن کے چہرے پر بے یقینی کا تاثر تھا اور گراہم پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ یوں جیسے اسے نشانہ خطا ہوجانے کا یقین ہی نہ آرہا ہو۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ میں نے بڑے اطمینان سے خنجر اپنی آستین سے نکالا اور گراہم کی طرف اچھال دیا "تمہارا نشانہ بہت خراب ہے گراہم! خیر کوئی بات نہیں، دوبارہ کوشش کرو۔"

چمکدار خنجر گراہم کے پیروں میں پڑا تھا اور وہ ساکت و صامت کھڑا تھا۔ شاید یہ اس کا آخری داؤ تھا۔ وہ یقینی حربہ تھا جس کے بے خطا ہونے کا اسے کامل یقین تھا۔

"مجھ سے مصالحت کرلو" دفعتاً اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں تمہارا ہر مطالبہ پورا کرنے کو تیار ہوں۔"

"بس اتنا ہی دم خم تھا" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "ابھی تو میں نے اسٹارٹ بھی نہیں لیا تھا۔ صرف تمہیں ہی موقع دیئے جا رہا تھا۔"

"مجھے ولسن کی بات مان لینی چاہئے تھی۔ سب کہتے ہیں کہ ولسن مجھ سے زیادہ عقل مند ہے۔ شاید لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ وہ واقعی مجھ سے زیادہ عقل مند ہے" گراہم نے سر جھکا کر کہا۔

"تو پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر رہے ہو یا نہیں؟"

"نہیں" اس نے جھٹکے سے سر اٹھاتے ہوئے کہا "میں کہہ چکا ہوں کہ میری زندگی میں تو کوئی مجھے گرفتار نہیں کر سکتا ـــــ ہاں زباں بندی کے لئے میں تمہیں مطلوبہ رقم فراہم کردوں گا۔"

"تم ایک شکست خوردہ فریق ہو گراہم!" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "افہام و تفہیم کا وقت تم اپنی حماقت سے گنوا چکے ہو۔ اب تو وہی ہوگا جو میں چاہوں گا۔"

"تم احمق ہو۔ اپنی جسمانی برتری کے باعث اس زعم میں مبتلا ہوگئے کہ مجھے گرفتار کرلو گے لیکن یہ تمہاری بھول ہے۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔ ذرا مجھے ہتھکڑیاں پہنانے کی کوشش کرکے تو دیکھو۔"

"ایک بار پھر سوچ لو گراہم! ممکن ہے اب بھی میری بات مان جانے کی صورت میں تم کچھ ایسے فوائد حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاؤ جو تمہیں ویسے میسر نہیں آسکتے۔ چاہو تو ولسن سے بھی مشورہ کرسکتے ہو۔"

"میں ایک بار پھر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس گدھے کو چھوڑ دو۔ اسے گرفتار نہ کرنے کے بدلے ہم تمہیں بڑے سے بڑا معاوضہ ادا کرنے کو تیار ہیں" ولسن نے کہا۔

"یہ گدھا نہیں ہے ولسن! خنجر بازی کا ایکسپرٹ ہے۔ کیا تم نے آج تک اس کے پھینکے ہوئے خنجر سے کسی کو بچتے دیکھا ہے؟"

"نہیں" ولسن نے کہا "اور مجھے اس پر حیرت ہے۔ آخر تم بچ کیسے گئے۔ اس کا نشانہ آج پہلی بار خطا ہوا ہے ورنہ میں نے کبھی اس کا ہاتھ بہکتے نہیں دیکھا۔"

"اسی واسطے مسٹر ولسن میں تم سے کوئی رقم طلب نہیں کر رہا ہوں۔ گراہم کی حماقتوں نے رقم میں اس قدر اضافہ کر دیا ہے کہ اب اس کی ادائیگی تمہارے بس کی بات نہیں رہی۔"

"تم مطالبہ کرکے تو دیکھو" ولسن نے بے صبری سے کہا "رقم کی ادائیگی کرنا ہمارا کام ہے۔"

"ون ملین امریکن ڈالر" میں نے ولسن کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنگین لہجے میں کہا اور وہ چونک پڑا۔ اسے ہرگز یہ توقع نہیں رہی ہوگی کہ میں اتنی بڑی رقم طلب کر بیٹھوں گا۔ ایک لمحے کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے وہ انکار کردے گا لیکن پھر اس نے ایک طویل سانس لے کر اثبات میں سر ہلا دیا اور گراہم کو خوں خوار نظروں سے دیکھنے لگا۔

نئی سوچ، نیا رنگ، نیا لہجہ، نیا آہنگ

ایک کفن بردوش نوجوان کی کہانی جس کے
شب و روز موت کی بستی میں گزر رہے تھے
جلتے دن، سلگتی راتیں، آس و یاس
خوف و ہراس، شیریں خواب
پس پردہ شکار گاہوں کے اسرار، نقاب پوش
آدم زادوں کے وحشیانہ کاروبار
دامن تہذیب پر رسوائیوں کے داغوں کا
قصہ، اندھیرے تقسیم کرنے والے روشن
چراغوں کا قصہ

جاسوسی ڈائجسٹ کا زندہ کرداروں پر مشتمل
ایک روایت شکن سلسلہ

شکاری

تیسرا اور چوتھا حصہ کتابی شکل میں تیار ہے
قیمت فی حصہ ۱۴۰/ روپے ڈاک خرچ ۱۶/ روپے
چاروں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی۔ 74200

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اس کے علاوہ" میں نے اسے رضامند ہوتے دیکھ کر جلدی سے کہا "تم دونوں مجھے اپنے بارے میں معلومات فراہم کرو گے۔"

"معلومات" ولسن نے پلکیں جھپکائیں "تمہیں معلومات سے کیا مطلب؟ تم تو رقم لو اور اپنے کام سے کام رکھو۔"

"پہلے یہی ارادہ تھا مگر اب میں ایسا نہیں کر سکتا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ رقم ادا کرنے کے بعد تم لوگ مجھ پر قاتلانہ حملہ ضرور کرو گے لہٰذا اپنے تحفظ کے لئے میرا باخبر رہنا ضروری ہے۔"

"فرض کرو ہم تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیں تو کیا یہ معلومات تمہاری جان بچا لیں گی" گراہم غرایا۔

"تمہارا جملہ ظاہر کرتا ہے کہ تمہاری نیت صاف نہیں ہے" میں مسکرایا "معلومات جان بچایا نہیں کرتیں مسٹر گراہم یہ تو آدمی کو مشکل میں پھنساتی ہیں۔ تمہارے بارے میں تمام معلومات محفوظ کر دی جائیں گی اور اگر میں حادثاتی موت کا شکار ہوا تو میرے ساتھی تمہیں دنیا کے کسی کونے میں نہیں چھوڑیں گے۔"

"ایسا کوئی نہیں ہوتا جو کسی کے لئے اپنی جان جوکھم میں ڈالے" گراہم نے کہا اور میں اسے گھورنے لگا۔

"یہ تمہارا موضوع نہیں ہے مسٹر گراہم" میں نے درشت لہجے میں کہا "یا تو میری ڈیمانڈ پوری کر دو یا گرفتاری کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا "ساری مصیبت تمہاری وجہ سے آئی ہے" ولسن بڑبڑایا "اچھا خاصا صرف پچاس ہزار میں جان چھوٹ رہی تھی۔ اب اس مصیبت کو تم ہی بھگتو۔"

ڈیوڈ حیران تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور کیوں کر رہا ہوں۔ اس کے خیال میں میں وقت ضائع کر رہا تھا۔ معلومات تو خود ڈیوڈ بھی فراہم کر سکتا تھا۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہودیوں کو اذیت پہنچا کر میں کس قدر لطف اندوز ہوتا ہوں۔ انہیں ہر محاذ پر شکست دینا ہی میری زندگی کا نصب العین ہے۔

"تم وہاں کب تک کھڑے رہو گے گراہم! ادھر ولسن کے پاس آکر بیٹھ جاؤ اور میرے سوالوں کے جواب دو۔"

گراہم ولسن کے برابر جا کر بیٹھ گیا اور ڈیوڈ میرے پاس آیا "ریوالور جیب میں رکھ لو ڈیوڈ! اب اس کی ضرورت نہیں رہی اور تم بھی کان کھول کر سن لو گراہم کہ اگر اب تم نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو اس کے نتیجے میں زندگی بھر کے لئے اپاہج بھی ہو سکتے ہو۔"

شدید احساس ذلت کے باعث گراہم کا چہرہ تاریک ہو گیا مگر وہ کر ہی کیا سکتا تھا۔ مجھ سے شکست تو پہلے ہی کھا چکا تھا۔ اب بولتا بھی تو کیا بولتا۔

"اب شروع ہو جاؤ گراہم! انتظار کس بات کا کر رہے ہو" میں نے سخت لہجے میں کہا "تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ میرا وقت کتنا قیمتی ہوتا ہے۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟" گراہم بھرائی ہوئی آواز میں بولا "تم انٹیلی جنس کے آدمی ہو۔ تمہارے ویزا سیکشن میں ہمارے بارے میں ہر قسم کی معلومات ہوں گی۔"

"مثلاً یہ معلومات بھی ہوں گی کہ تم یہاں تخریب کاری کی نیت سے آئے ہو" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا پھر دفعتاً سخت لہجہ اختیار کر لیا "مجھے اپنے گروہ کے بارے میں بتاؤ۔"

"گروہ!" دونوں نے حیرانی سے میری طرف دیکھا پھر ولسن بولا "لیکن ہمارا تو کوئی گروہ نہیں ہے۔"

"اچھا تو پھر یہی بتا دو کہ تم لوگوں نے کار میں بم کیوں فٹ کیا تھا؟"

"وہ ذاتی دشمنی کا معاملہ تھا" اس بار پھر ولسن نے جواب دیا "اس کے بارے میں معلوم کر کے تم کیا کرو گے؟"

"میری معلومات کے مطابق اس کار میں دو افراد سفر کر رہے تھے۔ ایک مرد اور ایک عورت...... ان دونوں میں سے تمہاری دشمنی کس سے تھی؟"

"عورت سے" ولسن نے تیزی سے جواب دیا "شاید تم بھی اسے جانتے ہو گے۔ اس کا نام تہذیب ما لکم ایکس ہے۔ ایک زمانے میں وہ گرین پول نامی تنظیم میں ہوا کرتی تھی......"

"اس عورت کے ساتھ ایک آدمی بھی تو تھا۔ کیا تم اسے نہیں جانتے؟" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور وہ دونوں چونک پڑے۔

"نہیں" ولسن نے نفی میں سر ہلایا پھر بڑے رازدارانہ انداز میں بولا "کون تھا وہ؟"

"جو کوئی بھی تھا اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اگنیشن کی گھماتے ہی کار کے چیتھڑے اڑ گئے تھے اور ساتھ ہی ان دونوں کے بھی۔"

میری بات سن کر ان دونوں کے چہرہ پر سکون کی جو لہر نظر آئی اس سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ اپنی کارکردگی کے نتیجے سے اب تک بے خبر ہی تھے۔

"سنو ہم تمہیں ہر قسم کی ضرورتوں سے بے نیاز کر سکتے ہیں" ولسن نے کہا "تم بہت باصلاحیت آدمی ہو۔ چھوٹی موٹی بلیک میلنگ کر کے تم نے خود کو محدود کیوں کر رکھا ہے۔ ہمارے ساتھ رہو گے تو شہزادوں کی سی زندگی بسر کرو گے۔"

"شہزادوں کی سی زندگی" میں نے یوں کہا جیسے میرے منہ میں پانی آ رہا ہو "لیکن نہیں" میں نے نفی میں سر ہلایا "تمہارے ساتھی نے میری توہین کی تھی اور اس پر شرمندہ بھی نہیں ہے۔"

"ارے میں تم سے معافی مانگتا ہوں میرے دوست" گراہم نے ترنگ میں آکر کہا۔ وہ ترنگ میں کیوں نہ آتا۔ آخر اس نے علی یار خان کو موت کے گھاٹ اتارنے کا کارنامہ سر انجام دیا تھا۔

"میں نے تمہیں دل سے معاف کیا" گراہم نے دوبارہ کہا اور مارے خوشی کے الٹا بول گیا "ارے نہیں...... میں دل سے تم سے معافی مانگتا ہوں۔ میں نے اپنا دل بالکل صاف کر لیا ہے۔ اگر تم میرے دوست بن گئے تو میں خود کو خوش قسمت سمجھوں گا۔"

"تمہاری بات پر کیسے یقین کر لوں؟" میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "کچھ دیر پہلے تو تم میری جان کے دشمن ہو رہے تھے؟"

"اسے بھول جاؤ۔ میں بھی بھول چکا ہوں۔ تم نے ہمیں اس عورت کی موت کی خبر سنائی ہے، میرا جی چاہ رہا ہے تمہارا منہ موتیوں سے بھر دوں۔"

"میں تو بہت صاف دل کا آدمی ہوں۔ اگر تمہارے دل میں کچھ نہیں ہے تو میں نے بھی تمہیں معاف کیا۔ اب میں صرف پچاس ہزار ڈالر پر ہی اکتفا کراوں گا۔"

"بڑے زبردست کاروباری آدمی ہو" ولسن ہنس پڑا "ابھی تک وہی دھن سوار ہے۔"

"یہ میرا سائڈ بزنس ہے۔ اگر اس کی طرف سے غفلت برتوں گا تو نوبت فاقوں تک بھی آ سکتی ہے۔"

"میں نے تمہیں اپنے ساتھ کام کرنے کی آفر کی تھی مگر تم نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا؟" ولسن نے کہا۔

"سوچے سمجھے بغیر میں کوئی کام کرنے کا عادی نہیں ہوں" میں نے کہا "پہلے تم ہر بات تفصیل سے بتاؤ، اس کے بعد میں غور کروں گا تبھی کوئی فیصلہ کر سکوں گا۔"

"معقول بات ہے" ولسن نے سر ہلایا "تو پھر ایسا کرو کل اسی وقت آ جاؤ۔ ہم تمہیں کام کے بارے میں بھی تفصیل سے بتا دیں گے اور رقم بھی تمہارے حوالے کر دیں گے۔"

"رقم والی بات غلط ہے" میں نے نفی میں سر ہلایا "کاروباری معاملات میں ادھار کرنا پسند نہیں کرتا۔"

"ارے یہ ادھار کہاں ہے بھئی! ہمارے پاس ٹریولرز چیک ہیں۔ کل تمہیں کیش کرا کے دے دیں گے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے سر ہلایا "لیکن یاد رکھو کہ وعدہ خلافی نہیں ہونی چاہئے ورنہ نتائج کے ذمے دار تم لوگ خود ہو گے۔ مجھے الزام مت دینا۔"

○☆○

"یہ تم نے کیا کیا؟" کمرے سے باہر آتے ہی ڈیوڈ پھٹ پڑا "ان لوگوں کو تو چھوڑنا ہی نہیں چاہئے تھا۔"

"میں نے ان کے گرد گھیرا تنگ کیا ہے ڈیئر ڈیوڈ! ان بے چاروں کی اوقات ہی کیا ہے۔ جس وقت بھی جی چاہا ان کی گردن مروڑ دوں گا۔"

"تم اوقات کی بات کر رہے ہو" ڈیوڈ نے حیران ہو کر کہا "جانتے بھی ہو یہ لوگ کون ہیں...... ان کا تعلق تو یہی وہ بات ڈیتھ سیکشن سے ہے۔"

"تمہاری باتیں میں بعد میں سنوں گا۔ پہلے میں یہ ضروری فون کر لوں گا۔"

فون پر میں نے ضروری ہدایات جاری کیں جن کی رو سے کیپٹن بنس ڈلے انٹیلی جنس کے محکمے میں ہنوز ملازم تھا اور دو روز کی چھٹی پر تھا۔ دوسری اہم ہدایت یہ تھی کہ اصل بنس ڈلے کو اس کی رہائش گاہ سے عارضی طور پر ہٹا دیا جائے۔

فون کرنے کے بعد میں ڈیوڈ کے ساتھ ہوٹل سے نکل آیا۔ وہ مجھ سے بات کرنے کے لئے بہت بے چین تھا۔

"پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ اب تمہیں یقین آیا یا نہیں کہ تمہیں مروانے کی کوشش رینڈل نے ہی کی تھی؟" میں نے ٹیکسی کی تلاش میں نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"ان دونوں بدمعاشوں کو دیکھتے ہی یقین آ گیا تھا" ڈیوڈ نے تیزی سے کہا "میں ان سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ خاص طور پر گراہم تو بہت چھٹا ہوا بدمعاش ہے۔ کئی افراد کو تو محض اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر چکا ہے۔"

"تمہاری باتیں سن سن کر مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ اگر ایگلز کے ڈیتھ سیکشن میں ایسے ایسے گدھے پڑے ہوئے ہیں تو دیگر شعبوں کا تو خدا ہی حافظ ہے۔"

"جسمانی اعتبار سے تم نے ان پر اپنی برتری ثابت کر دی ہے لیکن آخر کار تم ان کے دھوکے میں آ گئے نا" ڈیوڈ نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں ہنس پڑا "ذرا مجھے بھی تو معلوم ہو کہ میں نے کیا غلطی کی ہے؟"

"وہ تمہیں ایک پیسہ بھی نہیں دیں گے۔ بہت ممکن ہے کل تک ملک سے ہی فرار ہو جائیں۔ تمہیں اسی وقت ان سے رقم لے لینی چاہئے تھی۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا" میں نے ڈیوڈ کو گھورا "تم نے یہ کیوں سمجھ لیا کہ میں ان سے رقم وصول کرنے کے لئے گیا تھا؟"

"پ پ ــــــ پھر کس لئے گئے تھے؟" ڈیوڈ نے حیرت سے کہا "تمام وقت تو تم ان سے رقم کی بات کرتے رہے۔ تمہارا سارا زور رقم پر تھا۔"

"میں تو صرف تمہارے اطمینان کے لئے یہ سب باتیں کر رہا تھا۔ تمہیں اس بات پر شبہ تھا نا کہ تمہیں مروانے کی کوشش کرنے والا رینڈل نہیں کوئی اور تھا؟"

○☆○

تمام معلومات ل میں لنچ پر ہمارا انتظار ہو رہا تھا۔ مجھے بھی سخت موت کا شکا ــ لگ رہی تھی لہٰذا میں ڈیوڈ سمیت لنچ ٹیبل پر پہنچ گیا۔ جہاں تہذیب، کیتھی براؤن اور جنرل ٹیرس پہلے ہی سے موجود تھے۔

"تم نے تو بہت انتظار کرایا" جنرل ٹیرس نے شکایتی لہجے میں کہا "تہذیب بتا رہی تھی کہ تم جلدی آنے کو کہہ گئے تھے اور بڈ کہاں رہ گیا؟"

"بیٹھو ڈیوڈ" میں نے ڈیوڈ کے لئے اپنے برابر والی کرسی کھینچتے ہوئے کہا پھر جنرل سے بولا "بڈ بھی پہنچنے ہی والا ہو گا۔ مجھے آنا تو جلدی ہی تھا مگر اندازے سے ذرا زیادہ دیر ہوئی۔ تم نے نیند پوری کر لی؟"

"ہاں تین چار گھنٹے کی نیند کافی ہوتی ہے" جنرل نے کہا۔ وہ اور کیتھی براؤن شاید اتنی ہی دیر سوئے ہوں گے۔ ان کی آنکھوں سے ظاہر ہوتا تھا جیسے ابھی ابھی سو کر اٹھے ہوں گے "تم ڈیوس ہوٹل کی روداد سناؤ۔"

"روداد ڈیوڈ سے سنو" میں پلیٹ میں سالن نکالتے ہوئے بولا "میں اس وقت صرف کھانا کھانے کے موڈ میں ہوں۔"

ڈیوڈ سے کسی کو کوئی سوال کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ تو جیسے بھرا بیٹھا تھا۔ فوراً ہی کسی ٹیپ ریکارڈر کی طرح بجنا شروع کر دیا۔ ابھی اس نے چند ہی جملے بولے ہوں گے کہ بڈ آ گیا اس نے آتے ہی حسب معمول بکواس شروع کرنے کی کوشش کی تھی مگر کسی نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود ہی برا سا منہ بنا کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ دیگر لوگوں کی طرح اس کی بھی تمام تر توجہ ڈیوڈ کی طرف ہی تھی مگر وہ بہت مردود تھا۔ یہی ظاہر کر رہا تھا جیسے وہ ایک لفظ بھی نہ سن رہا ہو۔

"مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ گراہم جیسے شخص کو مسٹر علی کے ہاتھوں اتنی بری طرح ہزیمت اٹھانا پڑی" ڈیوڈ نے داستان تمام کرنے کے بعد کہا "یقین کریں وہ ان کے سامنے کسی بچے سے بھی بدتر نظر آ رہا تھا۔"

"اس بات پر تو اس لئے یقین کیا جا سکتا ہے کہ ہم علی کی صلاحیتوں سے واقف ہیں جن کے پیش نظر گراہم جیسے لوگوں کی علی کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن علی کا رویّہ سمجھ میں نہیں آیا" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"سنا ہے رات بھر جاگنے کے بعد ذہنی صلاحیتیں آدھی رہ جاتی ہیں" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

اور اس کے بعد مزید آدھا دن نہ سویا جائے تو چوتھائی رہ جاتی ہیں" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ضرور رہ جاتی ہوں گی" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے کہا "اگر پہلے اس بات میں کوئی شبہ ہو بھی تو تمہاری حرکت سے یہ فارمولا پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔"

"مذاق سے قطع نظر" تہذیب نے گفتگو میں شامل ہوتے ہوئے کہا "ان لوگوں کے ساتھ تمہارا رویّہ کیا بہت زیادہ عجیب نہیں رہا؟"

"بہت ممکن ہے گزشتہ رات کی شب بیداری اور غیر معمولی صورتِ حال سے دوچار ہونے کے باعث میری قوتِ متفکرہ متاثر ہوئی ہو۔ ممکن ہے اگر میں تازہ دم ہوتا تو ان لوگوں کے ساتھ میرا طرزِ عمل مختلف ہوتا لیکن موجودہ حالات میں میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ اس سے بہتر سلوک نہیں کیا جا سکتا تھا۔"

"بالکل کیا جا سکتا تھا" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے کہا "ان کی دعوت کی جا سکتی تھی۔ انہیں صدارتی مہمان کا درجہ دیا جا سکتا تھا ـــــ اور یہ کہ ان کی شادی کرائی جا سکتی تھی۔"

"بکواس مت کرو" میں نے بڈ کو خشمگیں نظروں سے گھورا "ہم تفتیشی نکتہ نگاہ سے بات کر رہے ہیں۔"

"اوہ! میں سمجھا تھا یہاں سماجی نوعیت کی گفتگو ہو رہی ہے" بڈ نے چونک کر کہا پھر میری گھورتی ہوئی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے جلدی سے بولا "خیر کوئی بات نہیں، اب نہیں بولوں گا۔ مجھے ایسے بھی ان کاموں سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔"

کیتھی براؤن کھل کھلا کر ہنس پڑی اور میں نے برا سا منہ بنا کر کہا "اس قسم کی حوصلہ افزائیوں نے ہی اسے اس قدر بگاڑ دیا ہے۔"

"اسے کہتے ہیں بیوی کی طرف داری" تہذیب نے بے ساختگی سے کہا اور میں جھنجلا گیا۔

"یہ شخص شیطان سے کم نہیں ہے جو صرف انگلی سے شیرہ دیوار پر لگاتا ہے اور بقیہ ہنگامے خود بخود رونما ہوتے چلے جاتے ہیں" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "اس نے ہم سب کو موضوع سے بھٹکا دیا۔"

"پروموشن کا شکریہ چیف" بڈ نے بہت آہستہ آواز میں کہا تھا مگر میں نے سن لیا۔

"پروموشن تو شیطان کا ہو گا" میں نے بھنا کر کہا "جس روز اسے تم سے تشبیہ دی جائے گی۔"

"دوسروں کو روکتے روکتے اب تم خود اس کے ساتھ الجھ گئے" تہذیب نے ہنس کر کہا اور اس کے اس جملے پر سبھی ہنسنے لگے۔

"مستقل جاگتے رہنے کے باعث تمہاری خوش مزاجی رخصت ہو رہی ہے علی!" تہذیب نے مزید کہا "سارے کام چھوڑ کر پہلے تم اپنی نیند پوری کر لو۔"

"یہ جاگنے اور جگانے کا وقت ہے تہذیب! تم دوست ہو کر مجھے سونے کا مشورہ دے رہی ہو۔ کیا سب کچھ تمہارے اپنے سامنے نہیں ہے۔ میں کتنی سنگین صورتِ حال سے گزر رہا ہوں۔ میرے عزیز ترین دوست جنرل ٹیرس نے مجھے یہودیوں کا ایجنٹ سمجھ لیا اور جس نے مجھے اس حال کو پہنچایا ہے اس نے میری ہلاکت کا مکمل سامان کر دیا تھا۔"

"مجھے اندازہ ہے علی!" تہذیب نے کہا "لیکن تم آرام نہیں کرو گے تو حالات کا مقابلہ کیسے کرو گے؟"

"تمہیں اندازہ ہی تو نہیں ہے تہذیب! تم صرف یہ دیکھ رہی ہو جو نظر آ رہا ہے اور جو تمہیں نظر نہیں آ رہا وہ جتنا خوفناک ہے اس کا تم تو کیا کوئی بھی اندازہ نہیں کر سکتا میری شخصیت ہر ایک کی نظروں میں مشکوک ہو کر رہ گئی ہے۔ موشے ہاورڈ نے مجھے ہلاک کرنے کے لئے ایک قدم اٹھایا تھا وہ ناکام ہو گیا۔ فرض کرو اس کی طرف سے دو چار اسی قسم کی کوششیں اور ہوتی ہیں اور حسن اتفاق یا اپنی کوششوں کے نتیجے میں میں ان سے بچ بھی جاتا ہوں تو جانتی ہو میرے خلاف اس کا آئندہ قدم کیا ہو گا؟"

"نہیں" تہذیب نے نفی میں سر ہلایا "لیکن وہ اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا ہے کہ تمہیں قتل کرانے کی مزید کوششیں کرتا رہے۔"

"یہ تو وہ کرتا ہی رہے گا تہذیب! لیکن اس نے میری شخصیت کی تبدیلی کی جو فلمیں بنا رکھی ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ پے در پے ناکامیوں کے بعد وہ انہیں تمام عرب ممالک کے لئے جاری کر دے گا۔"

"اوہ" جنرل ٹیرس مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا "واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اگر اس نے ایسا کر دیا تو تم کہیں کے بھی نہیں رہو گے۔"

"لیکن یہ بھی کیا ضروری ہے کہ اس نے ان مناظر کی فلمیں بنائی ہوں" بڈ نے اعتراض کیا۔

"یہ ناممکن ہے کہ اس نے فلمیں نہ بنائی ہوں" ڈیوڈ نے کہا "وہ اس قسم کا آدمی ہے۔ آپ لوگ اس اعتبار سے اسے بلیک میلر بھی کہہ سکتے ہیں۔ وہ تو اپنے لوگوں کو ہی بلیک میل کرتا رہتا ہے۔"

"سن لیا تم نے" میں نے تہذیب سے کہا "یہی وہ بات ہے جس نے مجھے سب سے زیادہ تشویش میں مبتلا کر رکھا ہے۔"

"صورتِ حال تو بے شک سنگین ہے" جنرل نے کہا "لیکن تمہارا طرزِ عمل بھی تو عجیب ہے۔ گراہم اور ولسن کو چھوڑنے کی کیا تک تھی۔ اب اگر وہ نگرانی کرنے والوں کو جُل دے گئے تو ــــ؟"

"ان کی نگرانی کرنے کی ضرورت نہیں رہی" میں نے جنرل کی بات کاٹ کر کہا "ان دونوں کی نگرانی ختم کرا دو اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔"

جنرل کے علاوہ تہذیب نے بھی مجھے حیرت سے دیکھا "اور اگر وہ ملک سے ہی فرار ہو گئے تو؟" تہذیب نے کہا۔

"تو میں کم از کم تم سے شکایت نہیں کروں گا" میں نے خشک لہجے میں کہا اور جنرل سمجھ گیا کہ اس موضوع پر میں اب مزید گفتگو نہیں کروں گا۔

"تباہ ہونے والی کار کا تجزیہ کیا جا رہا ہے علی!" دفعتاً جنرل نے کہا "دیکھو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔"

"اوہ!" میں چونک پڑا "کار کے ساتھ جو ڈرائیور مارا گیا تھا اس کا کیا ہوا؟"

"اس کی لاش کے ٹکڑے جمع کر لئے گئے ہیں اور انہیں یکجا کر کے تابوت میں بند کیا جا رہا ہے۔ پھر تابوت اس کے گھر لے جایا جائے گا تاکہ اس کے بیوی بچے ـــ"

میں اٹھ کھڑا ہوا "تم نے اس کی بیوی سے تعزیت کی جنرل؟" میں نے کہا اور جنرل کچھ بوکھلا سا گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نن...... نہیں" اس نے گڑبڑا کر کہا "اتنی فرصت ہی نہیں مل سکی کہ......"

"یہ بھی ایک ضروری کام ہے جنرل! اٹھو، ہم ابھی اس کے گھر چل کر اس کی بیوی بچوں سے تعزیت کریں گے۔"

ہم سب لنچ کے ٹیبل سے اٹھ کر متوفی ڈرائیور کے گھر کی طرف چل دیے۔ اس کا گھر محل کی عمارت سے کوئی دو فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ یہ محل سے ملحق ایک احاطہ تھا جو باہر والوں کے لئے ٹیرس محل کی حدود میں اور ٹیرس محل میں رہنے والوں کے لئے محل کی حدود سے علیحدہ تھا اس احاطے میں سرونٹ کوارٹرز بنے ہوئے تھے۔ دوپہر کا وقت ہونے کی وجہ سے سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جنرل کو محل کے احاطے سے باہر جاتے دیکھ کر گیٹ پر موجود سیکورٹی گارڈز نے جنرل کے ساتھ ہونا چاہا تھا مگر میں نے انہیں واپس جانے کا اشارہ کیا۔ وہ میرے محکوم تو نہیں تھے پھر میری بات پر کس طرح عمل کر سکتے تھے۔

"انہیں واپس کر دو جنرل" میں نے جھنجلا کر کہا تھا "یا تم اس وقت بھی ان کی ضرورت محسوس کر رہے ہو؟"

پھر وہ لوگ جنرل کے کہنے پر ہی واپس گئے تھے اور ہم بغیر کسی رہنمائی کے متوفی ڈرائیور ایڈگر کے گھر کی طرف جا رہے تھے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ایڈگر کا گھر کسی کو بھی معلوم نہیں تھا۔ جنرل نے چلتے وقت یہ مسئلہ اٹھایا تھا مگر میں نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ چھوٹی سی جگہ میں اس کا گھر ڈھونڈنا مشکل نہ ہوتا۔

میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ ہمیں ایڈگر کا گھر ڈھونڈنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ جنرل ٹیرس کی وہاں آمد کوئی معمولی بات نہیں تھی اور وہ بھی بغیر محافظوں کے...... وہاں رہنے والے تمام لوگ جنرل کے ملازم تھے۔ کچھ ایسے تھے جنہیں جنرل کے قریب جانے کا موقع ملتا رہتا تھا اور کچھ ایسے تھے جنہیں کبھی یہ موقع ملا ہی نہیں تھا۔ آج ان کی بھی چاندی ہو گئی تھی۔ وہ جنرل کو بہت قریب سے اور بلا روک ٹوک دیکھ سکتے تھے۔

وہاں رہنے والے ملازمین نے ایڈگر کے گھر تک ہماری رہنمائی کی جہاں سے بین کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ پاس پڑوس کی عورتیں بھی جمع ہو کر بین کر رہی تھیں۔ اندر جنرل کی آمد کی اطلاع پہنچی تو کھلبلی سی مچ گئی۔ ہمیں فوراً ہی اندر لے جایا گیا۔ ہم چھوٹے سے صحن سے گزر کر ایک مختصر سے برآمدے میں پہنچے جہاں زمین پر دری بچھی ہوئی تھی۔ ہماری آمد سے قبل اس دری پر خواتین بیٹھی ہوئی تھیں جو اب اندر کمرے میں چلی گئی تھیں مگر ایڈگر کی بیوہ اب بھی وہیں بیٹھی تھی۔ اس نے سیاہ ماتمی لباس پہن رکھا تھا، بال بکھرے ہوئے تھے، آنکھیں سرخ اور متورم ہو رہی تھیں اور نظریں دور کہیں خلا میں جمی ہوئی تھیں جیسے وہاں اپنے متوفی شوہر کو تلاش کر رہی ہو۔

کیتھی اور تہذیب اس کے دائیں بائیں جا کر بیٹھ گئیں۔ اندر سے کسی نے ہمارے لئے کرسیاں لانے کی کوشش کی تھی مگر میں نے سختی سے منع کر دیا تھا۔ میں، جنرل، بڈ اور ڈیوڈ بھی دری پر ایک کونے میں بیٹھ گئے تھے۔

"صبر کرو مونا" تہذیب نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "مرنے والا تو مر گیا، اب تم اپنے بچوں کی طرف دیکھو۔ تم حوصلہ ہار دو گی تو تمہارے بچوں کا کیا بنے گا۔"

وہ سسک پڑی "بچے نہ ہوتے تو میں یہ صدمہ نہیں برداشت کر سکتی تھی" اس نے سسکیوں کے درمیان کہا "شاید خودکشی ہی کر لیتی۔"

"زندگی بہت حسین شے ہے مونا بہن" میں نے بلند آواز سے کہا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی۔ جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو "اور خود کسی نعمت سے منہ نہیں موڑنا چاہئے۔"

"تم کون ہو؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہ میرے منگیتر ہیں" تہذیب نے کہا اور اس کے چہرے پر خوشی کا ایک تاثر سا آ کر گزر گیا۔

"یہ...... یہ وہی مجاہد ہیں نا جنھوں نے اولیو ہارڈ کو موت کے گھاٹ اتارا تھا...... میری خوش قسمتی ہے کہ یہ میرے گھر آئے اور بدقسمتی کہ اس موقع پر میں ان کی خاطر نہیں کر سکی۔"

"تمہاری خاطر کرنا میرا فرض بنتا ہے مونا" میں نے آہستگی سے کہا "تمہارے شوہر نے اپنی جان دے کر میری زندگی بچائی ہے۔"

مونا چونک پڑی "مجھے تفصیل بتائیے جناب" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جو گاڑی اسے چلانے کو دی گئی تھی اس میں مجھے اور تہذیب کو سفر کرنا تھا۔ عین وقت پر پروگرام تبدیل ہو گیا اور جیسے ہی تمہارے شوہر نے چابی گھمائی......"

"خدایا تیرا شکر ہے" مونا نے بڑی طمانیت سے کہا "آپ نے یہ بتا کر میرا غم ہلکا کر دیا کہ اس نے ایک عظیم آدمی کو بچاتے ہوئے جان دی۔ میں اس سے اکثر کہا کرتی تھی کہ تمہاری زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ فلاں کو دیکھو، فلاں سبق لو...... مجھے معلوم نہیں تھا جناب کہ وہ ان سب کو چھوڑ جائے گا۔ آپ تو مظلوموں کی مدد کرتے ہیں نا جناب! آپ جب بھی کسی مظلوم کی مدد کریں گے اس کا ثواب ایڈگر کی روح کو بھی پہنچے گا۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا جناب؟"

"ہاں مونا" کیتھی براؤن نے کہا "ایڈگر ویسے بھی اچھا آدمی تھا۔ آسمانی باپ اس کی مغفرت کرے گا۔"

"تمہارے بچے کہاں ہیں مونا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے انہیں پڑوس میں بھجوا دیا ہے لیکن اب میں انہیں بلوا لوں گی۔ انہیں بتاؤں گی کہ ان کے باپ نے کتنی عظیم موت کو گلے لگایا ہے۔ میں انہیں آپ جیسا دیکھنا چاہتی ہوں جناب۔"

اس کے بعد جنرل نے مونا سے کچھ تعزیتی الفاظ کہے اور پھر ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میں نے تمہیں بہن کہا ہے مونا اسے ہمیشہ یاد رکھنا۔ جب بھی تمہیں میری ضرورت پڑے بلا جھجک مجھ سے رابطہ قائم کر لینا۔ تم مجھے جنرل ٹیرس کی معرفت خط لکھ سکتی ہو یہ ایک بھائی کے نام ایک بہن کا ذاتی خط ہو گا جسے میرے علاوہ کوئی نہیں کھولے گا۔"

"آپ کے یہ الفاظ ہی میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہیں جناب" مونا نے کہا "مجھے معلوم ہے آپ بہت عظیم مقصد کے لئے لڑ رہے ہیں۔ میں یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ آپ کی مصروفیات میں خلل ڈالوں۔"

"کیا تم یہ بھی نہیں چاہتیں کہ تمہارے شوہر کے قاتل کیفر کردار کو پہنچیں؟"

"کون نہیں چاہے گا جناب" مونا پھر سسک پڑی "میرا بس چلے تو ان کی تکا بوٹی کروا لوں۔"

"ٹھیک ہے مونا! میرا تم سے وعدہ ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر تمہارے شوہر کے قاتل تمہارے قدموں میں ہوں گے۔"

○☆○

"صبح سے اس وقت تک تم نے میرے ساتھ وقت گزارا ہے۔ میں تمہارے خیالات جاننا چاہتا ہوں۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا علی! میں تو اندر سے ہل کر رہ گیا ہوں" ڈیوڈ نے کہا۔ مونا سے تعزیت کر کے آنے کے بعد میں ڈیوڈ سے اپنے کمرے میں گفتگو کر رہا تھا تہذیب اور بڈ بھی کمرے ہی میں موجود تھے۔

"باہر سے تو آدمی ہلتا ہی رہتا ہے کبھی کبھی اندر سے بھی ہل لینا چاہئے۔ اس سے صحت بہت عمدہ رہتی ہے" بڈ نے ہمیشہ کی طرح بے تکے انداز میں دخل اندازی کی۔

"میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں ڈیوڈ کہ میری طرف سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ نہ تو میں تمہیں قید کروں گا اور نہ ہی تم پر تشدد کیا جائے گا۔ تم جب اور جہاں جانے کی خواہش ظاہر کرو گے، تمہیں پہنچا دیا جائے گا" میں نے بڈ کا جملہ سنی ان سنی کرتے ہوئے ڈیوڈ سے کہا۔

"تم سے الگ ہو کر تو میں بالکل ہی غیر محفوظ ہو جاؤں گا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ موشے ہاورڈ کے شکاری کتوں کا مقابلہ کر سکوں۔ وہ تو پہلے ہی مجھے مروانے کے درپے ہے۔"

"میں اس سے بہت مختلف آدمی ہوں ڈیوڈ! سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں جبر کا قائل نہیں ہوں۔ ماتحتوں میں جذبہ پھونک کر ان سے کام لینا میرا شیوہ ہے اور غلطیاں تو ہم سب سے ہی ہوتی رہتی ہیں۔ پھر دوسرے کو معمولی سی بات پر موت کے گھاٹ کیوں اتار دیا جائے۔"

"موشے ہاورڈ کی اسی سخت گیری کی وجہ سے اس کے ماتحتوں میں بددلی پھیلی ہوئی ہے۔ بظاہر وہ جتنے ٹھنڈے مزاج کا مالک نظر آتا ہے اندر سے اتنا ہی مختلف ہے۔"

"کیا تم اس کے طریقۂ کار سے مطمئن ہو؟"

"نہیں" ڈیوڈ نے نفی میں سر ہلایا "بہت سے لوگ نہیں ہیں مگر کسی میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ کسی اور کے سامنے موشے ہاورڈ کی مخالفت کر سکے۔"

"تم بھی اس کے خلاف اس وقت ہوئے ہو جب تمہاری اپنی زندگی کے لالے پڑ گئے؟"

"میں بہت پہلے سے خلاف ہوں علی! لیکن میں اس کے خلاف کچھ کر بھی تو نہیں سکتا تھا۔ کرنا تو درکنار میں تو اس کے خلاف زبان تک نہیں کھول سکتا تھا۔"

"پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں نے خود کو تمہارے رحم و کرم پر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے علی!" ڈیوڈ نے کہا۔

"تم نے میرے بارے میں کیا اندازہ لگایا ہے؟" میں نے کہا "آیا یہ کہ میرے نظریات تبدیل ہو چکے ہیں یا میں اب بھی فلسطین کے حق میں ہوں۔"

"میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ نظریات کی تبدیلی کے مشینی عمل نے تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑا۔"

"اس کے باوجود تم میرا ساتھ دینے پر تیار رہو؟" میں نے ڈیوڈ کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"صرف موشے ہاورڈ کی بیخ کنی کی حد تک" ڈیوڈ نے بڑی صفائی سے کہا "تم چاہو تو میری اس صاف گوئی پر میرے لئے کوئی بھی سزا تجویز کرسکتے ہو۔۔۔۔"

"تمہاری صاف گوئی سے میں بے حد خوش ہوا ہوں ڈیوڈ! اس کے علاوہ کسی اور کام کے لئے میں تمہیں استعمال کروں گا بھی نہیں۔"

"میں سیکیورٹی کا آدمی ہوں علی!" ڈیوڈ نے کہا "جانتے ہو سیکیورٹی کا آدمی بنیادی طور پر کس فطرت کا مالک ہوتا ہے؟"

"جانتا ہوں" میں نے کہا "بنیادی طور پر وہ امن پسند ہوتا ہے' تشدد کے خلاف ہوتا ہے اور تحفظ فراہم کرنے والا ہوتا ہے۔"

"اگر وہ تشدد کرتا بھی ہے تو صرف تشدد کے جواب میں ۔۔۔۔ بلکہ تشدد کو روکنے کے لئے" ڈیوڈ نے کہا "میں شروع سے ہی سیکیورٹی سے وابستہ ہوں۔ موساد سے میری خدمات ایگلز کو منتقل کردی گئیں۔ کچھ عرصہ میں نے موشے ہاورڈ کے ساتھ گزارا پھر مجھے گوٹے بل میں انچارج مقرر کردیا گیا مگر بنیادی طور پر چوں کہ میں سیکیورٹی کا آدمی ہوں اس لئے یہاں بھی میں ہوٹل میں چیف سیکیورٹی آفیسر ہی بنا رہا۔ میں اس عہدے کی ذمے داریوں سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکتا ہوں۔"

"تم نے دیکھا کہ تمہارے ہم قوم کتنی بے دردی سے انسانی جانوں سے کھیل رہے ہیں۔ اس کے باوجود تم ان لوگوں میں شامل ہوگئے؟" میں نے کہا۔

"شاید تمہارا تاثر بھی یہی ہے کہ سارے یہودی برے ہوتے ہیں مگر یقین کرو ایسا نہیں ہے۔ یہودی پروپیگنڈہ بہت جان دار ہے۔ انہوں نے پروپیگنڈے کے ذریعے پوری دنیا کو باور کرادیا ہے کہ فلسطینی دہشت گرد ہیں اور اسرائیل ان دہشت گردوں کے درمیان اپنے بقا کی جنگ لڑ رہا ہے۔ میں خود اس پروپیگنڈے کا شکار ہو کر موساد میں شامل ہوا تھا۔ اندر کی کہانیاں تو بعد میں معلوم ہوئیں۔ اس وقت جب میں موساد میں شمولیت اختیار کرکے اپنے ہاتھ پیر کٹا چکا تھا۔ یہ بات تم سے زیادہ بہتر طور پر اور کون جانتا ہوگا کہ ایک بار موساد میں شامل ہونے کے بعد کوئی بھی اپنی مرضی سے اس میں سے نکل نہیں سکتا۔ ایسی کوشش کرنے والوں کا مقدر موت ہوتی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے ڈیوڈ! لیکن تم موساد سے ایگلز میں کس طرح آگئے تھے اور اگر ایگلز تمہیں ناپسند ہے تو موساد میں واپس کیوں نہیں چلے جاتے؟"

"یہی باتیں تو ابھی تک کسی کو بھی نہیں معلوم۔ ہم موساد سے اپنی مرضی سے ایگلز میں آئے تھے۔ ہم سب سے آپشن مانگے گئے تھے۔ جن لوگوں نے ایگلز میں آنے کی خواہش ظاہر کی انہیں ایگلز میں بھیج دیا گیا تھا لیکن اب کسی کی بھی موساد میں واپسی ممکن نہیں ہے حالاں کہ ایگلز کی پشت پناہی موساد ہی کررہی ہے۔"

"تم نے موشے ہاورڈ کی بیخ کنی کی حد تک میرا ساتھ دینے کی حامی بھری ہے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ اس کے بعد ایگلز کے حالات تبدیل ہوجائیں۔"

"موشے ہاورڈ کے بعد ایگلز ہی نہیں رہے گی۔ تو حالات کہاں سے رہیں گے۔" ڈیوڈ نے کہا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"تم اتنی بڑی بات کہہ رہے تو تمہارے پاس اس کے حق میں کوئی دلیل بھی ہوگی؟"

"واحد دلیل" ڈیوڈ مسکرایا "ایگلز ون مین شو ہے" اس نے کہا "آگے تم خود سمجھ سکتے ہو۔"

"ایسا نہیں ہے" میں نے کہا "اس نے خود ایگلز کے بڑوں سے میرا تعارف کرایا تھا۔ انہوں نے مجھے مبارک باد بھی دی تھی۔"

"سب ڈراما ہے" ڈیوڈ نے برا سامنہ بنا کر کہا "اس۔ ایس ون اور ایس ٹو والا ڈراما کھیل دیا ہوگا۔۔۔۔"

"اس میں ڈرامے کی کیا بات ہے؟" میں نے کہا "سٹیلائٹ کے ذریعے اس نے ان سب سے میری بات کرائی تھی۔۔۔۔"

"ان میں ایک روسی ہوگا' ایک جرمن ہوگا' ایک فرانسیسی' ایک امریکی اور ایک برطانوی۔۔۔۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر تم ایگلز کے کارکن رہ چکے ہو۔ ان سب باتوں کا تمہارے علم میں ہونا اسے فراڈ ثابت نہیں کرتا" تہذیب نے کہا۔

"لیکن میڈم یہ بات کسی اور کے علم میں نہیں ہوگی کہ وہ پانچوں دراصل ایک ہی شخصیت کے روپ ہیں جنہیں بعض خاص حالات میں استعمال کیا جاتا ہے۔"

"یہ بات قرین قیاس ضرور ہے مگر یہ بھی تو ممکن ہے تمہیں اس بارے میں کسی قسم کی غلط فہمی ہوگئی ہو؟" میں نے کہا۔

"نہیں' مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ ویسے بھی آپ

غور کریں تو آپ کو خود ہی اندازہ ہوجائے گا کہ سٹیلائٹ لنک کا استعمال مذاق نہیں ہے۔ اس کی نشریات پوری دنیا میں کسی بھی جگہ دیکھی جاسکتی ہیں۔"

میں حیرت سے ڈیوڈ کو دیکھ رہا تھا۔ کس قدر سامنے کی بات تھی جو میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔

"اگر ان پانچوں کے پیچھے کوئی ایک ہی شخصیت ہے تو ظاہر ہے کہ وہ خود رینڈل کی ہی شخصیت ہوگی؟" میں نے کہا۔

"آپ کا اندازہ بالکل درست ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ایسے پانچ افراد کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔"

"تم تو معماتی قسم کی باتیں کررہے ہو" تہذیب نے کہا "پہلے ہم سے ایک بات منوائی اور اس کے بعد خود ہی اسے رد کرنے لگے۔"

"میں ڈیوڈ کا مطلب سمجھ گیا ہوں تہذیب!" میں نے کہا "اگر ان پانچوں کو بیک وقت کہیں پیش کرنا پڑ جائے تو اس کے لئے رینڈل نے ملازم رکھے ہوئے ہوں گے اور عام حالات میں وہ خود ہی ان پانچوں کا رول کرلیتا ہوگا۔ ان پانچوں سے میری ملاقات اس نے اسکرین پر کروائی تھی اور پانچوں افراد کے چہروں پر سنہرے رنگ کے ماسک تھے جن پر نمبر تحریر تھے مگر مجھے حیرت ہے کہ ڈیوڈ اس راز سے کس طرح آگاہ ہوگیا؟"

"میں موشے ہاورڈ کے پرسنل سیکیورٹی اسٹاف میں بھی رہ چکا ہوں جناب!" ڈیوڈ نے کہا "اور میری ڈیوٹی عموماً اس کی کوٹھی پر رہا کرتی تھی۔ اسی دوران ایک بار اتفاق سے میری نظر ان کاغذات پر پڑ گئی۔ اہم ترین کاغذات اس کی خواب گاہ میں ہوتے ہیں جنہیں وہ ایک خفیہ سیف میں رکھتا ہے۔ اس کاغذ پر پانچوں سپر ایگلز سے متعلق کچھ لکھا ہوا تھا جسے میں پوری طرح نہیں پڑھ سکا تھا تاہم اس سے مجھے یہ اندازہ ضرور ہوگیا کہ وہ پانچوں افراد موشے ہاورڈ کے تنخواہ دار ملازم ہیں۔"

ڈیوڈ کے بیان نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا۔ رینڈل پہلے سی آئی اے میں ہوا کرتا تھا۔ وہ یہودی تھا اور یہودیوں کی لالچی فطرت ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگرچہ وہ خاصا باصلاحیت آدمی تھا لیکن اگر وہ امریکن سی آئی اے میں ہی رہتا تو تمام عمر یہ مقام حاصل نہیں کرسکتا تھا جو اسے اس وقت حاصل تھا۔ تمام یہودی اس بات سے واقف تھے کہ میرے اور اولیو ہاورڈ کے درمیان دشمنی چل رہی تھی۔ یہ دشمنی ذاتی بنیادوں پر نہیں تھی بلکہ نظریاتی تھی۔ جب رینڈل کو یہ اطلاع ملی کہ اولیو ہاورڈ میرے ہاتھوں مارا جاچکا ہے تو اس کے سازشی ذہن نے اس خلا سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کرلیا۔ شاید وہ پہلے سے ایسے کسی موقع کا منتظر رہا ہوگا۔ لہٰذا اس نے فوری طور پر اپنے منصوبے پر عمل شروع کردیا ہوگا اور چوں کہ دنیا بھر کے یہودیوں کے دلوں میں میری طرف سے آگ لگی ہوئی تھی اس لئے انہوں نے رینڈل کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہوگا۔ شاید رینڈل کو اپنا نام موشے ہاورڈ رکھنے کا ڈراما کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی مگر اس نے اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے یہ حرکت کی ہوگی۔

"تم نے رینڈل کی خواب گاہ میں اتنے اہم کاغذات دیکھ لئے اور اسے پتا تک نہیں چلا؟" بڈ نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"یہ محض اتفاق تھا مسٹر بڈ! اس قسم کے اتفاقات روز روز تو ہوتے نہیں۔"

"بہرحال یہ بات بڑی عجیب سی لگتی ہے کہ اتنا محتاط آدمی اور اتنے اہم کاغذات کو یوں بے پروائی سے چھوڑ دے!"

"مجھے جھوٹ بولنے سے کیا حاصل ہوگا مسٹر بڈ!" ڈیوڈ نے برا مان کر کہا "لیکن آپ کہتے ہیں تو میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ یہ واقعہ کس طرح پیش آیا تھا۔۔۔۔"

"اس کی ضرورت نہیں" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "اگر ہم اس چکر میں الجھ گئے کہ کون سی بات کسی کے علم میں کس طرح آئی تو انتہائی حماقت کا مظاہرہ کریں گے۔ ہمیں تو صرف معلومات درکار ہیں۔"

"میں بہت صاف گوئی سے کہہ رہا ہوں مسٹر علی کہ میں صرف [illegible] کی حد تک آپ کے ساتھ تعاون کررہا ہوں۔"

"میں نے تمہیں اس کے لئے بھی مجبور نہیں کیا ہے۔ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ تمہیں ہلاک کرادینے کے درپے ہے۔"

"میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ میں آپ پر کوئی احسان کررہا ہوں۔ میں تو جو کچھ بھی کررہا ہوں اس کے سوا میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ رینڈل ایک بار جسے مروانے کا فیصلہ کرلیتا ہے اسے مروا کر ہی چھوڑتا ہے اور میں خود کو اتنا باصلاحیت نہیں سمجھتا کہ ایگلز کے ڈیتھ سیکشن کے افراد سے بچ کر کہیں جا سکوں۔ میں تو رینڈل کا بھی احسان مند ہوں۔ اگر اس نے مجھے بھی آپ کے ساتھ نشانہ بنانے کی کوشش نہ کی ہوتی تو میں اس خوش فہمی کے سہارے اس کے لئے کام کرتا رہتا کہ ممکن ہے وہ میرے لئے انتہائی فیصلہ نہ کرے۔ اب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اپنے مقصد میں کامیابی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حاصل کرنے کے بعد آپ کا سلوک میرے ساتھ کیا ہو گا؟"

"میں احسان فراموش نہیں ہوں ڈیوڈ! خواہ تم مجبوراً ہی مجھ سے تعاون کر رہے ہو لیکن تم نے میرا کام بہت آسان کر دیا ہے۔ جیسے ہی میدان صاف ہو گا تمہیں ہر طرح کی آزادی دے دی جائے گی لیکن رینڈل کے انجام تک تمہیں کچھ معمولی قسم کی پابندیاں برداشت کرنا پڑیں گی۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب" ڈیوڈ نے سرہلا کے کہا اور میں اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں غور کرنے لگا۔ وقت کم تھا اور بہت سے کام کرنا تھے۔ رینڈل بہت تیز رفتاری سے عمل کرتا تھا اور اس بار میں تیز رفتاری کے معاملے میں اسے پیچھے چھوڑنے کے درپے تھا۔ پہلی بار اس نے اس وقت مجھے حیران کر دیا تھا جب ہم عراق سے گوٹے ہل پہنچے تھے۔ اس نے راتوں رات ہمارے خلاف نہ صرف منصوبہ بنایا بلکہ اس پر عمل بھی کر گزرا۔ دوسرا موقع آج آیا تھا جب جزیرے کی تباہی اور گوٹے ہل میں اپنے تمام لوگوں کی گرفتاری کے بعد چند گھنٹوں کے اندر اندر اس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرا دیا۔ اس معاملے میں بھی اس کا معترف تھا لیکن اب میری باری تھی۔

○☆○

اسی روز شام کو میں جنرل ٹیرس کے ساتھ ایک فوجی بیرک میں موجود تھا۔ بیرک کے اس کمرے میں ہم دونوں کے علاوہ دو افراد اور تھے۔ ان میں سے ایک تو فوج کا سینئر جنرل تھا اور دوسرا شخص ایک سیاست داں تھا۔ یہ انہی ڈھائی سو افراد میں سے ایک تھا جنہیں آج صبح گرفتار کیا گیا تھا۔

"مجھے کیوں گرفتار کیا گیا ہے؟" اس سیاست داں نے کہا جو حزب اختلاف کا سرگرم لیڈر تھا اور اس کا نام بلیک اسمتھ تھا۔

میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔ اس کی عمر بتیس برس کے لگ بھگ تھی اور اس کی آنکھوں میں ذہانت کی بھرپور چمک موجود تھی۔

"کسی شخص کو کیوں گرفتار کیا جاتا ہے مسٹر بلیک اسمتھ؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو؟" وہ جواب دینے کے بجائے مجھ پر الٹ پڑا۔

"اس کمرے میں نظر آنے والا شخص یا تو حکومت کا کوئی اعلیٰ عہدیدار ہو سکتا ہے یا پھر کوئی مجرم؟" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا "کیا تم اتنی سی بات بھی نہیں جانتے مسٹر بلیک اسمتھ؟"

"میں تم سے واقف نہیں ہوں" اس نے اکھڑ لہجے میں کہا "حکومت کے تمام اہم عہدے داروں سے میرے مراسم ہیں اور میں ان سب سے واقف ہوں۔"

"تم نے دیکھا کہ بعض اوقات رواداری کے نتائج کتنے خراب نکلتے ہیں" میں نے جنرل ٹیرس سے مخاطب ہو کر کہا "میں نے شاید پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ مروت اور رواداری کا سلوک صرف ان لوگوں کے ساتھ کیا کرو جن کا ظرف اچھا سلوک برداشت کرنے کا متحمل ہو سکتا ہو۔ اب دیکھو، یہ ہے تمہاری بے جا درگزر کا شاہ کار؟"

"تم جو کوئی بھی ہو مجھ سے تمیز سے بات کرو" بلیک اسمتھ نے سرد لہجے میں کہا "میں معمولی حیثیت کا آدمی نہیں ہوں۔ عوامی نمائندہ ہوں اور اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں مجھے قائد حزب اختلاف منتخب کیا جانے والا ہے۔"

میں محسوس کر رہا تھا کہ جنرل ٹیرس خاصا نروس ہے۔ اس کا خیال اب بھی یہی تھا کہ بلیک اسمتھ کا نام اس فہرست میں یا تو غلطی سے شامل ہو گیا تھا یا پھر یہ کسی قسم کی انتقامی کارروائی تھی۔

"اگر تمہیں قائد ایوان بھی منتخب کر لیا جائے مسٹر بلیک اسمتھ! تب بھی میری صحت پر فرق نہیں پڑے گا۔ میں جنرل ٹیرس نہیں ہوں۔ اگر تم نے اب مجھے کوئی دھمکی دینے کی حماقت کی تو میں تم پر ہاتھ بھی اٹھانے سے دریغ نہیں کروں گا۔"

بلیک اسمتھ نے ہونٹ بھینچ لئے اور جنرل ٹیرس نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ کمرے میں موجود دوسرے جنرل کے چہرے سے اس کے تاثرات کا اندازہ لگانا دشوار تھا۔

"پہلے تفتیش مکمل ہو جائے پھر اس کے بعد ہی کوئی سخت اقدام۔۔۔۔" جنرل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہنا چاہا مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"جہاں بات ملکی استحکام کی ہو۔ وہاں صرف یہ معلوم ہو جانا ہی کافی ہے کہ یہ شخص مجرم ہے۔ جرم ثابت ہونے یا نہ ہونے کا رسک نہیں لیا جا سکتا" میں نے کہا۔

میری بات سن کر جنرل نے نہایت شدومد سے اثبات میں سرہلایا "ملکی سالمیت اور استحکام ان تکلفات سے بالا ہوتا ہے" اس نے کہا۔

"تم نے حکومت کے افسران کو بڑی بڑی رقومات دے کر انہیں بدعنوانیوں میں ملوث کیا ہے مسٹر بلیک اسمتھ! تم ملک میں کرپشن پھیلانے کے ذمے دار ہو" میں نے کہا۔

"یہ محض الزامات ہیں" بلیک اسمتھ غرایا "میرے خلاف ... ثابت نہیں کیا جا سکتا۔"

"تم نے بڑی بڑی رقومات کے عوض اراکین اسمبلی کو ... اسی لئے تم اتنے وثوق سے دعویٰ کر رہے ہو کہ آئندہ ... کے دوران تمہیں قائد حزب اختلاف منتخب کیا جانے والا تھا۔"

"یہ میرے خلاف حکومت کی سازش ہے" بلیک اسمتھ نے ... خراب لہجے میں کہا "حکومت مجھ سے خطرہ محسوس ... رہی تھی اسی لئے مجھے یوں پراسرار طریقے سے گرفتار کیا ... اور اب مجھ پر بے بنیاد الزامات لگائے جا رہے ہیں۔"

"تم ایسا کرو، ایک پریس کانفرنس طلب کرو اور رائے ... کو جنرل کے خلاف کر دو" میں نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔

"یہاں سے جانے کے بعد میں پہلا کام یہی کروں گا" ... اسمتھ نے آپے سے باہر ہوتے ہوئے کہا "جنرل ٹیرس کو ... ہی ایک الزام لے ڈوبے گا کہ اس نے اپنے اختیارات ... تجاوز کرتے ہوئے ملک کے انتظامی امور میں فوج کو ملوث ... ہے۔"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو" میں نے تشویش سے ... "لیکن مشکل یہ ہے کہ اگر تم نے ایسی کوئی حماقت کی تو ... تمہارے خلاف جو ثبوت ہمارے پاس موجود ہیں انہیں بھی ... کر دیا جائے گا۔"

"یہ سراسر بکواس ہے۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ... کیا ہوتا تو تمہاری اس دھونس میں ضرور آ جاتا۔"

"تم پر غیر ملکی امداد لینے کا بھی الزام ہے بلیک اسمتھ! تم ... دشمن ایجنٹوں کے آلہ کار بنے ہوئے ہو۔"

"مجھ پر یہ تمام الزامات تمہاری موجودگی میں عائد کئے ... رہے ہیں جنرل ٹیرس اور تم خاموش تماشائی بنے ہوئے ...؟"

"میں تمہیں صرف ایک موقع دے رہا ہوں کہ خود ہی ... زبان کھول دو اور آئندہ کے لئے تائب ہو جاؤ تو تمہارے ... ساتھ نرم سلوک کیا جا سکتا ہے۔"

"تم نہایت احمق آدمی ہو" بلیک اسمتھ نے متنفرانہ انداز ... میں کہا "معلوم نہیں تمہارا تعلق کون سے خفیہ محکمے سے ہے ... لیکن تم سے زیادہ ذہین تو ایک معمولی پولیس آفیسر ہوتا ہے جو ... احمقانہ باتیں تو نہیں کرتا۔"

"کیا میں تمہیں ان پولیس افسران کے نام گنواؤں جو ... بہت سے زیادہ تمہارے وفادار رہیں؟"

"اس سے زیادہ نام میں تمہیں گنوا سکتا ہوں جو ... ہمارے وفادار رہیں۔"

"تم تو بہت دلچسپ آدمی ثابت ہو رہے ہو مسٹر بلیک اسمتھ" میں نے ہنس کر کہا "کیا تم بتا سکتے ہو کہ پچھلے الیکشن میں تم نے کتنی رقم خرچ کی تھی؟"

"میں انتخابات کے دوران ہونے والے اخراجات کے گوشوارے داخل کرا چکا ہوں" بلیک اسمتھ نے کہا۔

"وہ گوشوارے غلط ہیں۔ تم نے جو رقم ظاہر کی ہے اس سے کہیں زیادہ رقم خرچ کی تھی اور اتنی خطیر رقم خرچ کرنے کا نتیجہ محض چند سیٹوں کے حصول کی شکل میں ظاہر ہوا۔"

"اگر تم مجھے اب بھی باعزت رہا کر دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔ مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ اس بے وقوف شخص کے بہکائے میں آ کر تم نے مجھے گرفتار کر لیا ہے۔"

"بالفرض ان گوشواروں کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی بڑی رقم تمہارے پاس کہاں سے آئی؟"

"اب میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ یا تو تم کوانتہائی احمق آدمی ہو یا پھر۔۔۔۔"

"مجھے معلوم ہے تم نے پارٹی ٹکٹ فروخت کر کے الیکشن کے اخراجات پورے کئے تھے لیکن جن لوگوں کو تم نے ٹکٹ دیئے ان میں سے کتنے ایسے تھے جو اتنی خطیر رقم ادا کر سکنے کے قابل تھے جو تم نے ایک ٹکٹ کے عوض مقرر کی تھی؟"

جنرل ٹیرس کے چہرے پر پہلی بار دلچسپی کی چمک نمودار ہوئی۔

"اس بات سے میرے خلاف کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ اگر ان لوگوں نے غلط ذرائع سے رقم حاصل کی تھی تو ان کے خلاف تفتیش ہونا چاہئے۔"

"ہوئی تھی" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "ان لوگوں میں سے کم از کم پندرہ افراد اعتراف کر چکے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو تم نے بڑی بڑی رقمیں دی تھیں اور ظاہر یہ کیا تھا کہ تم نے ٹکٹ فروخت کئے ہیں۔"

"حکومت نے دھونس دھڑلے سے کام لے کر میرے خلاف بیانات ریکارڈ کر لئے ہوں گے۔ اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔"

"عدالت میں ہوتا ہے مسٹر بلیک اسمتھ! میں نے تمہیں ایک موقع دیا ہے جو اب بھی برقرار ہے ورنہ تمہیں عدالتی کارروائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اچھی طرح غور کر لو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر جنرل ٹیرس کی طرف دیکھا "یہ ایک معمولی سی لاقانونیت کا معاملہ ہے جنرل! اگر میں اعتراف کراوں تو کیا مجھے چھوڑ دیا جائے گا۔"

جنرل نے میری طرف دیکھا اور میں نے کہا "مجھ سے بات کرو۔ میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ اگر تم ہمیں تمام حقائق سے آگاہ کردو تو تمہارے خلاف کچھ نہیں کیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری زبان پر بھروسا کئے لیتا ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ میں نے اپنے پیسے سے الیکشن لڑا تھا۔ پارٹی کے کسی امیدوار نے چندہ نہیں دیا تھا لیکن میں مجبور تھا۔ وہ ایسی رقم تھی جس پر ٹیکس ادا نہیں کیا گیا تھا۔ اس لئے میں اسے ظاہر نہیں کرسکتا تھا۔ مجبوراً میں نے یہ طریقہ اختیار کیا لیکن یہ تو بہت سے دوسرے لوگ بھی کررہے ہیں......"

"اپنے ذرائع آمدنی سے آگاہ کرو" میں نے سرد لہجے میں کہا "تمہارا اپنا کاروبار تو بہت محدود ہے۔"

"میرا کاروبار بہت محدود ہے مگر اتنا محدود بھی نہیں ہے" بلیک اسمتھ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تاہم یہ بتانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ......"

"میں نے مختلف ناموں سے کچھ اور لوگوں کے ساتھ مختلف کاروباروں میں شراکت کر رکھی ہے جس سے ہونے والی آمدنی کبھی ظاہر نہیں ہوئی" میں نے طنزیہ لہجے میں اس کا جملہ پورا کردیا۔

"ہاں" اس نے حیرت سے کہا "لیکن یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوگئی؟"

"اگر کہو تو ان لوگوں کے نام بھی گنوا دوں جن کے نام تم مجھے بتاؤ گے۔ بلکہ میں تمہیں بتا ہی دیتا ہوں" میں نے اسے کئی نام گنوا دیئے۔

بلیک اسمتھ نے سر جھکالیا "ٹھیک ہے جنرل! میں اپنی اس غلطی کا اعتراف کرتا ہوں اور ٹیکس کی مد میں حکومت کا ہونے والا نقصان بھی پورا کرنے کو تیار ہوں۔"

"ابھی میرا دیا ہوا موقع باقی ہے" میں نے سخت لہجے میں کہا "تم چاہو تو اپنی زبان سے حقائق بیان کرکے اب بھی سزا سے بچ سکتے ہو۔"

"میں تمہیں تمام حقائق سے آگاہ کرچکا ہوں جنرل!" اس نے جنرل ٹیرس سے کہا "اب تو کچھ بھی باقی نہیں بچا۔" اس نے مایوسانہ انداز میں سرہلایا۔

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ یہ معلومات جو انتہائی خفیہ تھیں مجھے کس طرح حاصل ہوئیں؟" میں نے کہا۔

"میں جانتا ہوں ...... حکومت جب اپنے ... استعمال کرنے پر اترتی ہے تو اس سے بھی زیادہ خفیہ معلو... حاصل کرلیتی ہے۔"

"تم نے موقع ضائع کردیا" میں نے ایک طویل ... لے کر کہا "اب مجھ سے سنو ...... تم صیہونی تنظیم ایگز... آلہ کار ہو۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟" بلیک اسمتھ اچھل پڑا "میں ... کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ مجھ پر اتنا رکیک الزام بھی ... کیا جاسکتا ہے۔"

"تمہارے لئے سزائے موت تجویز کی جاچکی ہے ... بلیک اسمتھ! گوٹے بل سے ایگلز کا قلع قمع کیا جاچکا ہے ... ریان نے بعض ایسی دستاویزات ہمارے حوالے کی ہیں ... تمہیں پھانسی کے پھندے تک لے جانے کے لئے ... ہیں۔"

ڈیوڈ ریان کے حوالے پر بلیک اسمتھ ساکت وصامت ... گیا۔ ڈیوڈ کے ہی توسط سے اسے رقومات ملتی رہتی تھیں ... ایک ایسا ناکام سیاست داں تھا جو ملکی سیاست میں کبھی نمایاں مقام حاصل نہیں کرسکتا تھا لیکن پھر رینڈل کی ... انتخاب اس پر پڑی اور ڈیوڈ ریان کے ذریعے مذاکرات ش... ہوئے۔ چوں کہ رینڈل بنیادی طور پر بلیک میلر تھا اس ... ڈیوڈ کو ہدایت تھی کہ مذاکرات کا ہر لفظ ٹیپ ہونا چاہئے ... ڈیوڈ نے ان کیسٹوں کی نشان دہی کردی تھی جن میں ... اسمتھ کو موجودہ حکومت کے خلاف لائحہ عمل دیا گیا تھا ... اس نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔

"شاید تمہارے علم میں نہ ہو کہ ڈیوڈ نے تم سے جت... مذاکرات کئے ہیں ان کا ایک ایک لفظ ٹیپ کیا جاچکا ... ہمارے پاس موجود ہے۔"

بلیک اسمتھ کے علاوہ جنرل ٹیرس نے بھی چونک کر ... طرف دیکھا۔

"اگر یہی بات تھی تو تمہیں اتنا وقت ضائع کرنے ... ضرورت تھی؟" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"تم نے سنا نہیں، میں اسے موقع دے رہا تھا لیکن ... نے وہ موقع ضائع کردیا۔"

بلیک اسمتھ سنبھل چکا تھا "تمہیں کہیں سے تم... بہت معلومات حاصل ہوگئی ہیں جن کی بنیاد پر تم مجھ سے ... اعترافات کرانا چاہ رہے ہو" اس نے قہقہہ لگا کر کہا ... اچانک ہی ہشاش بشاش نظر آنے لگا تھا۔

"گویا یہ بات غلط ہے کہ ڈیوڈ ریان کے توسط سے تم ... رقومات حاصل کی ہیں؟" میں نے اسے غور سے ... ہوئے کہا۔

"اگر کسی نے تم سے ایسی کوئی بات کہی ہے تو بھی یہ جھوٹ ہے" اس نے اطمینان سے جواب دیا "میں ... دشمنی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔"

"ان کیسٹوں کا کیا کروگے جو ڈیوڈ نے ہمارے حوالے ... ہیں؟" میں نے کہا۔

"ایسا کوئی کیسٹ ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر ہوتا تو تم مجھ سے ... بات بھی نہ کرتے" بلیک اسمتھ عیاری سے مسکرایا "میں ... بے وقوف نہیں ہوں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔"

"تم اس سے بھی بڑے بے وقوف بلکہ گھامڑ ہو" میں ... خشک لہجے میں کہا "میں نے تمہیں محض اس لئے موقع دیا ... تمہاری خدمات ملک و قوم کے لئے استعمال ہوں مگر تم ... نہیں سمجھا۔ اب جو کچھ بھی ہوگا عدالت میں ہوگا۔ وہاں ... لاؤگے؟"

"عدالت کا دروازہ ضرور کھٹکھٹاؤ۔ میں کہہ دوں گا کہ ... یہ ثبوت جعلی ہیں۔"

"تم بھول رہے ہو اسمتھ! میں تمہیں اس کیسٹ کا حوالہ ... دے رہا ہوں......"

"میں اسے بھی جعلی قرار دے دوں گا" اسمتھ نے بڑے ... بنان سے کہا۔

"ایک اصل چیز کو جعلی قرار دیتے ہوئے تمہارا ضمیر ... ذرا بھی ملامت نہیں کرے گا؟"

"ضمیر وغیرہ سب بے کار کی چیزیں ہیں...... کیا تمہارے ... ل میں میں ان کے اصل ہونے کا اعتراف کرکے اپنی ... دن میں پھانسی کا پھندا ڈال لوں؟"

"آخر کار تم پھنس گئے۔ تم نے بالواسطہ اعتراف کر ہی ... کہ تم ان تمام جرائم میں ملوث ہو جو میں نے تم پر عائد کئے ..."

"میرے اعتراف سے تم فائدہ نہیں اٹھا سکتے" اسمتھ ... فاتحانہ انداز میں کہا "عدالت ٹھوس ثبوت مانگتی ہے جو ... لوگوں کے پاس نہیں ہیں۔"

"شکریہ مسٹر اسمتھ" میں نے جیب سے ایک ٹیپ ... ریکارڈر نکالتے ہوئے کہا "تم نے یہ ریکارڈنگ کرانے میں ... سے تعاون کیا۔ میں تمہارا بے حد شکرگزار ہوں۔"

اسمتھ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ پھر اس نے ... نک ہی ٹیپ ریکارڈر پر جھپٹا مارا اور ٹیپ ریکارڈر زمین پر ... کر ٹوٹ گیا پھر جتنی دیر میں اس کے خلاف کوئی کچھ کرتا وہ کیسٹ بھی توڑ چکا تھا۔

"میں جیت گیا، تم ہار گئے" اس نے جنونی انداز میں کہا "اب تم عدالت میں کچھ بھی ثابت نہیں کرسکو گے۔ میں نے ٹیپ ضائع کردیا ہے۔"

جنرل ٹیرس اپنی سیٹ سے کھڑا ہوگیا "اسمتھ" اس نے غصیلے لہجے میں کہا "میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم غدار بھی ہوسکتے ہو۔"

"غدار میں نہیں تم ہو جنرل جو اقتدار سے چمٹے ہوئے ہو۔ جب کہ اس پر سب کا حق ہے۔"

"مجھے عوام نے منتخب کیا ہے اور جب تک چاہیں گے میں ان کی خدمت کرتا رہوں گا۔"

"عوام کی بات مت کرو جنرل! وہ تو بے وقوف ہوتے ہیں اور تم نہایت کامیابی سے انہیں مسلسل بے وقوف بنائے چلے جارہے ہو۔"

"تمہارا نظریہ یہ ہے تو تم بھی انہیں بے وقوف بنالیتے۔ تمہیں کس نے روکا تھا مگر وطن دشمنوں کے ساتھ مل کر ملک کے خلاف سازش تو نہ کرتے۔"

"وہ وطن دشمن اس لئے ہیں کہ میرے دوست ہیں۔ اگر وہ تمہارے دوست ہوتے تو تم کبھی انہیں وطن دشمن نہ کہتے۔"

"تمہارے خیالات افسوس ناک ہیں اسمتھ" جنرل ٹیرس نے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوا "مجھے تم پر بھی حیرت ہے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ تم اتنی بے پروائی کا ثبوت بھی دے سکتے ہو۔ اس نے کتنی آسانی سے تم سے ٹیپ ریکارڈر چھین لیا۔"

اسمتھ نے ایک قہقہہ لگایا "میں کوئی جاگیردار یا سرمایہ دار نہیں ہوں جنرل! بنیادی طور پر میں ایک اسپورٹس مین ہوں۔ میری پھرتی کا راز بھی یہی ہے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی "پہلے اس نے کھل کر اعتراف نہیں کیا تھا جنرل اور مجھے پہلے ہی اس بات کا خدشہ تھا اس لئے میں نے دو ٹیپ ریکارڈر رکھے تھے۔ وہ ڈمی ٹیپ ریکارڈر تھا جو اس نے توڑا ہے۔ اصلی ٹیپ ریکارڈر تو میری جیب میں محفوظ ہے جو اس کے خلاف عدالت میں کام آئے گا" میں نے جیب سے ٹیپ ریکارڈر نکال کر اس کی نمائش کی۔ اسمتھ نے بے یقینی سے ٹیپ ریکارڈر کو دیکھا پھر پہلے کی طرح اس نے دوبارہ جھپٹا مارنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کیا اور وہ اچھل کر پہلو کی دیوار سے اس بری طرح ٹکرایا کہ زمین پر ڈھیر ہوگیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں تم سے بڑا اسپورٹس مین ہوں اسمتھ" میں نے زہریلے لہجے میں کہا "اور چھوٹے اسپورٹس مین کو ... اسپورٹس مین کے زیر سایہ رہنا چاہئے" اسمتھ نے گردن ڈال دی تھی۔

○☆○

"اسمتھ پر تشدد کر کے بھی سب کچھ اگلوایا جا سکتا تھا" ٹیرس محل کی طرف واپس جاتے ہوئے جنرل ٹیرس کہہ رہا تھا "یہ ڈراما کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اس ڈرامے کے بغیر ہم اس سے کچھ بھی نہیں اگلوا سکتے تھے جنرل" میں نے سنجیدگی سے کہا "تشدد کا راستہ اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب کوئی اور متبادل نہ ہو۔"

"لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس کی اور ڈیوڈ ریان کی گفتگو ریکارڈ کی گئی تھی...... یا تم نے بلف کیا تھا؟"

"وہ کیسٹ میں تمہارے حوالے کردوں گا جنرل جس میں ڈیوڈ اور اسمتھ کی گفتگو ریکارڈ ہے۔ عدالت میں تمہیں اس کی ضرورت بہرحال پڑے گی۔"

"مجھے یقین نہیں آتا" جنرل بڑبڑایا "تم آخر کتنی برق رفتاری کا مظاہرہ کررہے ہو۔ ابھی تو اسے گرفتار ہوئے بارہ گھنٹے بھی نہیں ہوئے۔"

"یہ سب ڈیوڈ ریان کے تعاون کا نتیجہ ہے جنرل! اگر وہ تعاون کرنے پر آمادہ نہ ہوتا تو ہمیں بہت محنت کرنا پڑتی۔"

"اسے اس حد تک تعاون پر آمادہ کرنا بھی تمہارا کارنامہ ہے علی!"

"اس کا کریڈٹ خود رینڈل کو جاتا ہے۔ اس کا رویہ اپنے لوگوں کے ساتھ ہی درست نہیں ہے" میں نے جنرل ٹیرس کو ڈیوڈ کے تعاون کے پس منظر سے آگاہ کیا۔

"تمہاری مشکلات میں اضافہ ہوگیا ہے علی!" جنرل نے تشویش سے کہا "تم تن تنہا ایک پوری تنظیم سے کس طرح ٹکراؤ گے؟"

"میری کیا بساط ہے جنرل! حقیقت تو یہ ہے کہ میری حیثیت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں ہے۔ گوٹے بل جیسی جگہ پر ان کے ڈھائی سو ایجنٹ کام کررہے تھے تو دیگر ممالک میں کیا عالم ہوگا۔"

"تم نے موشے ہاورڈ کو زیر کرنے کے لئے کوئی منصوبہ تو ترتیب دے ہی لیا ہوگا؟" جنرل نے پوچھا۔

"اسے تلاش کرنا سب سے بڑا مسئلہ تھا جو ڈیوڈ ریان کے تعاون کی وجہ سے حل ہوگیا ہے۔ اب صرف یہ مرحلہ رہ گیا ہے کہ جلد از جلد ڈیوڈ سے زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرلوں۔ اسے کل دوپہر تک رپورٹ پیش کرنے [کو کہا] گیا تھا۔"

"لیکن وہ تو ایک بوگس بات تھی۔ رینڈل اس رپورٹ کا انتظار کب کرے گا؟"

"تمہیں کیا معلوم جنرل!" میں نے مسکرا کر کہا "ہو سکتا ہے وہ انتہائی بے چینی سے اس رپورٹ کا انتظار کررہا ہو۔"

جنرل نے حیرت سے مجھے دیکھا پھر بے بسی سے کندھے اچکا کر رہ گیا۔

○☆○

"موشے ہاورڈ سے رابطے کے لئے ہم لوگ ایک مخصوص قسم کا ٹرانس میٹر استعمال کرتے ہیں" ڈیوڈ بتا رہا تھا "ویسا ہی ٹرانس میٹر جیسا تم نے ہوٹل میں دیکھا تھا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس سے رابطہ نہیں ہو پاتا۔ ایسی صورت میں ٹرانسمٹ کیا جانے والا پیغام ایک کمپیوٹر پر ریکارڈ ہوجاتا ہے۔ یہ کمپیوٹر رینڈل کا پرسنل کمپیوٹر ہے جو صوتی اثرات کو حروفی صورت میں ریکارڈ کرلیتا ہے۔"

"عام حالات میں کوئی پیغام دینے کے لئے تم لوگ عموماً انداز اختیار کرتے ہو یا......"

"نہیں' ہمارے کوڈ ہیں۔ عام حالات میں ہم یہی کوڈ زبان استعمال کرتے ہیں۔ خاص حالات میں البتہ ہم کوڈ استعمال نہیں کرتے۔"

"اور خاص حالات کیا ہوسکتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ بھی ہوسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہی موقع جب تم ہوٹل میں میرے پاس موجود تھے۔ تمہارے سامنے میں کوڈ استعمال نہیں کرسکتا تھا۔"

"تمہیں یاد ہے' کل دوپہر تک تمہیں میرے بارے میں اپنی رپورٹ پیش کردینی ہے۔"

"رینڈل نے مجھ سے یہی کہا تھا علی مگر اس کا یہ مقصد نہیں تھا۔ تمہارے ساتھ ساتھ مجھے بھی قتل کرانے کی کوشش کر کے اس نے ثابت کردیا ہے کہ وہ ہر قیمت پر دونوں کی موت کا خواہاں ہے' اسے کسی رپورٹ وغیرہ سے دلچسپی ہوسکتی ہے۔"

"اس کے باوجود کل دوپہر اسے رپورٹ ضرور پیش کی جائے گی" میں نے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے رپورٹ دینے کے لئے مجھے واپس سول لائنز والی کوٹھی میں جانا پڑے گا۔ اس لئے کہ ٹرانس میٹر وہیں ہے؟"

"کیا ضروری ہے کہ وہی ٹرانس میٹر استعمال کیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جائے۔پیغام کسی اور ٹرانس میٹر سے بھی نشر کیا جا سکتا ہے“ تہذیب نے کہا جو بڑے غور سے ہم دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔بڈ اس وقت موجود نہیں تھا۔

”رینڈل کو نشر کیا جانے والا پیغام بہرحال ایک کمپیوٹر سے ہو کر گزرتا ہے جو یہ نشان دہی کر دیتا ہے کہ پیغام مخصوص ساخت کے ٹرانس میٹر سے نشر کیا جا رہا ہے یا نہیں۔“

”اوہ“ میرے ہونٹ دائرے کی صورت میں سکڑ گئے ”کچھ بھی سہی،مگر رپورٹ اسے ضرور دی جائے گی“ میں نے کہا اور ڈیوڈ حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔

”آپ نے تو مجھے تحفظ فراہم کرنے کا وعدہ کیا تھا مسٹر علی کیا آپ کو معلوم نہیں کہ وہاں جا کر مجھے کس قسم کے خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا؟“

”مجھے معلوم ہے ڈیوڈ کہ وہاں سے پیغام نشر ہونے کے باوجود تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔بس اس کے لئے تمہیں وہ کوڈ مجھے فراہم کرنا پڑے گا جو تمہارے لئے مخصوص ہے۔“

”کیا تم خود میری طرف سے پیغام نشر کرو گے؟“ ڈیوڈ ریان نے حیرت سے کہا۔

”یہ سب کچھ تو کرنا ہی پڑتا ہے ڈیوڈ! ورنہ رینڈل جیسے شاطروں کا مقابلہ کیسے ممکن ہے۔“

”ٹھیک ہے علی! کوڈ فراہم کرنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کل دوپہر تک تم اسے ازبر کیسے کرو گے؟“

”کیا وہ کوڈ اتنا ہی مشکل ہے؟“ میں نے کہا ”اور کیا تم خود کوڈ لینگویج میں اتنی ہی روانی سے گفتگو کر سکتے ہو جس طرح اس وقت کر رہے ہو؟“

”نہیں“ ڈیوڈ نے نفی میں سرہلایا ”لیکن مجھے اس پر خاصا عبور ہے۔اس کے علاوہ عام طور پر ہم مختصر پیغامات بھیجتے ہیں اس لئے زیادہ دقت نہیں ہوتی۔“

”کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے؟“ میں نے کہا ”تم کوڈ لکھ دو۔میں اس کی پریکٹس کرنے کی کوشش کروں گا۔ ممکن ہے کامیابی ہو ہی جائے۔“

ڈیوڈ ریان نے کاغذ قلم سنبھال لیا اور میں بڈ کی طرف متوجہ ہو گیا جو اس وقت کمرے میں داخل ہوا تھا۔

”میں انسان ہوں چیف!“ اس نے آتے ہی غصیلے لہجے میں کہا ”لیکن تم نے مجھے کوئی بھوت سمجھ رکھا ہے۔“

”کیا بات ہو گئی بڈ؟“ میں نے ہنس کر کہا ”بہت ناراض لگ رہے ہو۔“

”دو آدمیوں کی نگرانی کے لئے دو انسان ہونے چاہئیں۔ایک اگر ہوٹل سے باہر چل دے تو میں کس کی نگرانی کروں؟“

”ظاہر ہے اس موقع پر تم اس فرد کی نگرانی کرو گے جو ہوٹل سے باہر جا رہا ہے“ میرے بجائے تہذیب نے کہا۔

”بڈ نے یہی کیا چیف“ بڈ نے فخریہ انداز میں کہا۔”اس کے باوجود تم لوگ مجھے بے وقوف کہتے ہو؟“

”ہرگز نہیں بڈ! تم تو بہت عقل مند ہو‘ ہاں تو پھر کیا ہوا؟“ میں نے کہا۔

”اس وقت تمہارا مطلب ہے نا اس لیے بڈ کو مکھن لگا رہے ہو“ بڈ نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ”مطلب نکل جائے گا تو پھر آنکھیں پھیر لو گے۔“

”اب نہیں پھیروں گا“ میں نے بڈ کو چمکارا اور تہذیب ہنسنے لگی۔”تم رپورٹ تو پیش کرو۔“

”رپورٹ کیا خاک پیش کروں چیف! وہ دونوں کہیں گئے ہی نہیں“ بڈ نے بڑی معصومیت سے کہا اور میں اسے گھورنے لگا۔

”تم فضول باتیں بہت کرتے ہو۔اگر وہ دونوں کہیں نہیں گئے تو تم یہ بات سیدھی طرح نہیں بتا سکتے تھے؟“

”نگرانی کرانے کے لیے جنرل ٹیرس کے آدمی کیا برے تھے“ بڈ بڑبڑایا ”وہ کم از کم اس حماقت کا ارتکاب تو نہ کرتے جو مجھ سے سرزد ہو گئی۔“

”میرے پاس وقت کم ہے بڈ“ میں نے سنجیدگی سے کہا اور بڈ اچانک ہی سنجیدہ ہو گیا۔

”سوری چیف! دراصل مجھے پہلے ہی خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ان لوگوں کی فون پر ہونے والی گفتگو سے باخبر رہنا چاہئے اس لیے میں نے آپریٹر کو رشوت دے کر اس بات پر رضامند کر لیا تھا کہ وہ ان لوگوں کی فون پر ہونے والی گفتگو سے مجھے مطلع کر دے۔ معمولی سے کام کی بھاری رشوت مل رہی ہو تو کون کم بخت انکار کر سکتا ہے اور خصوصاً اس صورت میں کہ آپریٹر ایک حسین سیاہ فام لڑکی ہو......“

”مختصر گفتگو کرو بڈ“ میں نے جھنجھلا کر کہا اور بڈ سنبھل گیا۔

”تمہیں شاید یہ سن کر حیرت ہو کہ انہوں نے بیرون ملک دو کالیں کی ہیں جن میں سے ایک وہ پہلے بھی کر چکے تھے۔ آپریٹر نے آسانی سے وہ گفتگو نہ صرف سن لی تھی بلکہ اسے یاد بھی تھی اس لئے کہ گفتگو صرف ایک جملے پر مشتمل تھی اور وہ جملہ بھی بڑا عجیب تھا۔”خرگوشوں کا جوڑا مل گیا ہے“......دوسری کال انہوں نے اس وقت کی جب شام کے اخبارات ان کے کمرے میں پہنچائے گئے۔یہ کال بھی شی گورائے میں کسی مادام کلارا کو کی گئی تھی اور اس بار بھی گفتگو محض ایک جملے تک محدود تھی اور وہ جملہ تھا ’خرگوشوں کا جوڑا بچھڑ گیا ہے‘ اس جملے کے جواب میں دوسری طرف سے بھی ایک ہی جملہ کہا گیا کہ ”انہیں تلاش کرو۔“

”تم نے بڑی کار آمد معلومات فراہم کی ہیں بڈ“ میں نے شاہانہ انداز میں کہا ”اس کے علاوہ اور کوئی بات؟“

”کرائے کی کار انہوں نے تبدیل کر دی ہے اور یہ کام ہوٹل کے اسٹاف کے توسط سے ہوا ہے۔اب ان کے پاس سیاہ رنگ کی کار ہے۔اس کے علاوہ انہوں نے کیپٹن بنس ڈلے کے متعلق بھی معلوم کیا اور محکمے سے انہیں جواب ملا کہ وہ دو دن کی چھٹی پر ہے تو ولسن نے اس کا پتا بتا کر تصدیق چاہی جس کی تصدیق کر دی گئی۔“

ڈیوڈ ریان سر جھکائے کام میں مصروف تھا ”تم نے سنا ڈیوڈ“ میں نے اسے مخاطب کیا اور وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگا۔میں نے اسے بتایا کہ بڈ نے کیا اطلاعات فراہم کی ہیں۔

”انہیں شام کے اخبارات کے ذریعے علم ہوا ہو گا کہ وہ دونوں بچ گئے ہیں“ ڈیوڈ نے کہا ”اس سے قبل انہوں نے کیپٹن بنس ڈلے کی فراہم کردہ اطلاعات کو درست سمجھ کر مادام کلارا کو مطلع کر دیا ہو گا کہ ان کا مشن کامیاب رہا ہے۔اس اطلاع کے ذریعے کے لیے خرگوشوں والا کوڈ مقرر کیا ہو گا تاکہ فون پر محفوظ طریقے سے گفتگو ہو سکے۔“

”اور اس لئے انہیں بنس ڈلے کی تلاش ہے کہ اس نے انہیں غلط اطلاع کیوں فراہم کی“ میں نے کہا ”لیکن اصل مسئلہ مادام کلارا کا ہے۔وہ کون ہے اور کیا ہے؟“

”مادام کلارا کا شمار ان ورکرز میں ہوتا ہے جو رینڈل کے منظور نظر ہیں۔کہنے کو تو وہ عورت ہے مگر کارکردگی میں بہت سے مردوں کو مات کرتی ہے۔گزشتہ چند ماہ سے شی گورائے کی انچارج ہے۔“

”کیا تم اس کے ایڈریس سے واقف ہو؟“

”نہیں‘ میرے لئے تو وہ فون نمبر بھی نیا ہے جو مسٹر بڈ نے بتایا ہے“ ڈیوڈ نے کہا ”لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟“

”اس سے خط و کتابت کرنے کا ارادہ ہے۔“ میں نے کہا اور ڈیوڈ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔

”اگر کبھی کوئی دستاویز وغیرہ بھیجنی ہو تو اس کے لیے ایک پوسٹ بکس نمبر مخصوص ہے۔“

میں نے مادام کلارا کا پوسٹ بکس نمبر نوٹ کیا۔یہ مادام کلارا کے لئے مخصوص نہیں تھا بلکہ شی گورائے میں ایگلز کے انچارج کا مخصوص نمبر تھا اور چونکہ شی گورائے میں یہودی نواز حکومت تھی اس لئے ایگلز کے ایجنٹوں کو وہاں خاصی مراعات حاصل تھیں۔انہی میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ان کی ڈاک کبھی سنسر نہیں کی جاتی تھی نیز یہ کہ جب بھی کوئی ڈاک آتی تھی انہیں فوراً مطلع کر دیا جاتا تھا۔

”تم نے اس بار تنہا سرگرم عمل رہنے کا تہیہ کر لیا ہے کیا؟“ اچانک تہذیب نے کہا۔اس کے لہجے میں شکایت تھی۔

”نہیں تو“ میں نے کہا ”میں نے بڈ سے بھی تو مدد لی ہے اور پھر جنرل ٹیرس بھی تو بھرپور طریقے سے میری مدد کر رہا ہے۔“

”علی گروپ کے تمام ممبر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔انہیں ہماری آمد کی اطلاع مل چکی ہے اور وہ ہم سے ملنے کے لئے بڑی بے تابی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔“

”تم دیکھ رہی ہو‘ سر کھجانے کی فرصت نہیں مل رہی ہے۔رینڈل ہے کہ وار پر وار کئے چلا جا رہا ہے اگر یہی عالم رہا تو وہ چھا جائے گا۔“

”یہ تم کہہ رہے ہو؟“ تہذیب نے حیرت سے کہا ”تمہاری وجہ سے ایگلز کو محض چند گھنٹوں کے اندر جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی برسوں نہیں ہو سکے گی۔کیا اب بھی تمہاری تسلی نہیں ہوئی؟“

”نہیں تہذیب! میں اسے نقصان پہنچانے کا سبب ضرور بنا ہوں مگر جب تک اسے خود میرے ہاتھوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بات نہیں بنے گی۔“

تہذیب نے تفہیمی انداز میں سرہلایا ”میں تمہاری بات سمجھ رہی ہوں علی! مگر سوال یہ ہے کہ تم نے مجھے کیوں عضو معطل بنا رکھا ہے؟“

”آج صبح ہی تو تم رینڈل کی قید سے آزاد ہوئی ہو اور آج ہی یہ شکوہ کر رہی ہو۔ ایک آدھ روز آرام کر لو‘ پھر دیکھا جائے گا۔“

”کل کی پوری رات تم نے جاگ کر گزاری۔ آج دن بھر ایک لمحے کے لئے پلک نہیں جھپکائی اور معلوم نہیں ابھی کب تک تمہیں سونا نصیب نہیں ہو گا۔جب تم خود اتنی بے آرامی سے رہ رہے ہو تو میرا کیا قصور ہے۔“

”کوئی قصور نہیں ہے بابا“ میں نے ہنس کر کہا ”تمہارے کرنے کا کوئی کام ہو یا نہ ہو تمہیں مصروف ضرور رکھوں؟“

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کون سا ایسا کام ہے جو میں نہیں کر سکتی؟" تہذیب نے برا مان کر کہا "جب تم نے بڑے سے کام لے لیا تو کیا مجھے تمہارا ہاتھ بٹانے کا حق نہیں ہے۔"

"تو تم یوں کرو کہ علی گروپ کے ارکان کو ہینڈل کرلو" میں نے کہا "کسی کوشی گورائے بھیج کر مادام کلارا کے بارے میں معلومات حاصل کراؤ۔"

"جب یہاں میرے لئے کوئی کام ہی نہیں ہے تو میں خود ہی کیوں نہ چلی جاؤں؟"

"ٹھیک ہے" میں نے اثبات میں سرہلایا "تم خود چلی جاؤ' یہ زیادہ مناسب رہے گا۔ ہمیں انتہائی برق رفتاری کا مظاہرہ کرنا ہے۔ تمہاری تجویز مجھے پسند آئی لیکن اس وقت ذرا نکیتا سے نمٹ لیں۔"

○☆○

کیتھی براؤن نے دروازے کے ہضمی قفل میں چابی گھمائی اور تالا کھل گیا۔ قفل میں سے چابی نکال کر وہ خود پیچھے ہٹ گئی اور تہذیب آگے بڑھی۔ اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا مگر اس مختصر سے کمرے کے اندر داخل نہیں ہوئی جس میں نکیتا کو قید کیا گیا تھا۔ یہ کمرہ ٹیرس محل کے تہ خانے میں واقع تھا اور نکیتا کو میری سفارش پر اس کمرے میں جگہ دی گئی تھی۔

میں اور کیتھی براؤن پیچھے کھڑے تھے اور تہذیب آگے تھی۔ اس نے دروازہ پورا نہیں کھولا تھا۔ نیم وا دروازے سے کمرے کے اندر پڑا ہوا بیڈ نظر آرہا تھا جو خالی تھا۔ دیوار کے ساتھ رکھی ہوئی قد آدم چوبی الماری دکھائی دے رہی تھی جس کے پٹ بند تھے۔ الماری کے ساتھ ہی ایک کرسی رکھی ہوئی تھی جو اس کمرے کی واحد کرسی تھی۔ کمرے میں سب کچھ تھا مگر نکیتا نہیں تھی۔ ملحقہ باتھ روم کا دروازہ اگر بند ہوتا تو سوچا جا سکتا تھا کہ وہ باتھ روم میں چھپ گئی ہوگی لیکن ایسا نہیں تھا۔

کیتھی براؤن نے میری طرف دیکھا جب کہ میری تمام تر توجہ تہذیب پر اور تہذیب کی کمرے کی طرف تھی۔ آگے رہنا اس کی خواہش تھی جسے میں نے رد نہیں کیا تھا۔

تہذیب نے چند لمحے توقف کرنے کے بعد دروازہ تھوڑا سا اور وا کیا مگر اب بھی نکیتا نظر نہیں آئی۔ شاید وہ دروازے کے عقب میں تھی تاکہ اندر داخل ہونے والے پر بے خبری میں حملہ کر سکے۔ تہذیب نے دروازے پر ہولے سے دستک دی مگر اس کا بھی کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا۔

کیتھی براؤن نے دوبارہ مضطربانہ انداز میں میری طرف دیکھا اور میں نے اس کا شانہ ہولے سے تھپ تھپا کر اسے پُرسکون رہنے کا اشارہ کیا۔

دستک کا کوئی جواب نہ ملنے پر تہذیب جھپٹ کر کمرے کے اندر داخل ہوگئی تاکہ دروازے کے عقب سے کئے جانے والے حملے سے موثر طور پر نمٹ سکے لیکن اس پر حملہ نہیں ہوا۔ برق رفتاری سے اندر داخل ہونے کے ساتھ ساتھ تہذیب نے اپنا رخ بدلا تھا اور کمرے کے اندر داخل ہونے کے بعد وہ بڑی پھرتی سے دروازے کی طرف مڑ گئی تھی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات سے صاف ظاہر تھا کہ دروازے کے عقب میں کوئی نہیں ہے پھر نکیتا کہاں گئی؟

تہذیب بہت تیزی سے گھومی اور اس کی نظروں نے اس ایک لمحے کے اندر اندر کمرے کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن اس بار بھی نکیتا اسے نظر نہیں آئی۔ میں اور کیتھی براؤن اپنی اپنی جگہ پر جمے کھڑے رہے۔

تہذیب کا ذہن اس وقت یقیناً بڑی برق رفتاری سے کام کر رہا ہوگا۔ کمرے میں نکیتا کو موجود نہ پا کر اس کا خیال سب سے پہلے بیڈ کی طرف مبذول ہوا تھا اور اس نے بیڈ کے کنارے فرش سے لٹکتی ہوئی چادر ہٹا کر بیڈ کے نیچے جھانکا تھا اور ٹھیک اسی وقت کیتھی براؤن نے بڑی مضبوطی سے میرا ہاتھ تھام لیا۔ وہ میری توجہ الماری کی طرف مبذول کرانا چاہتی تھی جس کا پٹ کھلتا نظر آرہا تھا اور اس میں سے نکیتا برآمد ہوئی تھی۔ اس وقت تہذیب کی پشت نکیتا کی طرف تھی اور وہ بیڈ کے نیچے جھانکنے کے بعد اٹھ رہی تھی یہ منظر دیکھ کر ایک لمحے کو میں خود بھی مضطرب ہوگیا مگر میں نے تیزی سے اپنی کیفیت پر قابو پالیا۔

تہذیب کو غالباً کسی گڑبڑ کا احساس ہوگیا تھا اس لئے اس نے اٹھتے اٹھتے پلٹنے کی کوشش کی تھی مگر اتنی دیر میں نکیتا اس پر حملہ کر چکی تھی۔ نکیتا نے تہذیب پر کھڑی ہتھیلی کا وار کیا تھا۔ وہ تہذیب کی گردن کو نشانہ بنانا چاہتی تھی لیکن اس کا نشانہ ذرا سا چوک گیا اور اس کا بھرپور ہاتھ تہذیب کے شانے پر پڑا۔ نشانہ چوکنے میں تہذیب کی پھرتی کو بھی دخل تھا۔ نکیتا کا نشانہ چوکنے کے باوجود شانے پر پڑنے والے ہاتھ نے تہذیب کو لڑکھڑا کر بیڈ پر گرنے پر مجبور کر دیا۔ نکیتا نے بڑی تیزی سے اس پر چھلانگ لگائی لیکن تہذیب نے بیڈ پر گرتے ہی لوٹ لگائی تھی ورنہ وہ نکیتا کی زد میں ہوتی۔

تہذیب اچھل کر بیڈ سے نیچے آگئی۔ اگر وہ چاہتی تو نکیتا کو بیڈ پر ہی چھاپ سکتی تھی۔ اس کے پاس اتنا وقت تھا مگر اس نے نکیتا سے کھل کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

تہذیب کے دونوں ہاتھ آگے کی طرف پھیلے ہوئے تھے اور نگاہیں نکیتا پر مرکوز تھیں جو شاید ذہنی طور پر اعتماد کی شکست کر چکی تھی۔ وہ اٹھ کر تو بیٹھ گئی تھی لیکن مقابلے پر آمادہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔

"آؤ" تہذیب غرائی "سامنے سے آکر مقابلہ کرو تو میں تمہیں بتاؤں کہ تم کتنے پانی میں ہو۔"

نکیتا کے انداز میں کچھ جھجک نظر آئی لیکن پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی مگر اس کے انداز سے لگتا نہیں تھا کہ وہ تہذیب سے مقابلہ کرے گی۔ اس کے ہر انداز سے شکست خوردگی ظاہر ہو رہی تھی۔

"نہیں" اچانک نکیتا نے کہا "میں تم سے مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

"لیکن چھپ کر حملہ کر سکتی ہو" تہذیب نے متنفرانہ لہجے میں کہا "یہودی قوم ہے ہی دھوکے باز۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم پر دھوکے سے حملہ کیا" نکیتا نے کہا اور جملہ ختم ہوتے ہوتے اچانک دوبارہ تہذیب پر جھپٹ پڑی۔ تہذیب کی پشت میری طرف تھی اس لئے میں اس کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکا لیکن یہ اندازہ ہے کہ اس کی نگاہ نکیتا پر سے ہٹ گئی ہوگی اور نکیتا اسے غافل سمجھ کر اس پر جھپٹ پڑی ہوگی مگر تہذیب کے ردعمل سے ظاہر ہوتا تھا کہ نکیتا نے فاش غلطی کی تھی۔ اس کا خمیازہ اسے بھگتنا پڑا۔ تہذیب غافل نہیں تھی۔ وہ بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹی۔ نکیتا اپنی جھونک میں آگے نکلی تو پشت سے تہذیب نے اس کی کمر پر ایک زوردار لات جمادی۔ نکیتا نے سنبھلنے کی بہت کوشش کی مگر لڑکھڑاتی ہوئی کمرے سے باہر آکر گری۔

میں ایک قدم آگے بڑھ کر جھکا اور نکیتا کو بالوں سے پکڑ کر بڑی بے دردی سے اٹھایا۔ نکیتا پر شاید جنون کا دورہ پڑا تھا اس لئے کہ اس نے مجھ سے بھی لپٹ پڑنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے دوسرے ہاتھ سے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔ نکیتا کا منہ گھوم گیا اور وہ اچھل کر دروازے کی چوکھٹ سے ٹکرائی پھر زمین پر گر پڑی۔ میرے ایک ہی تھپڑ سے اس کی جنونی کیفیت ہوا ہوگئی تھی۔

"اٹھو نکیتا" میں نے سرد لہجے میں کہا "اور ایک بار پھر تہذیب کو دھوکا دے کر اس پر حملہ کرنے کی کوشش کرو۔"

نکیتا نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اس کے چہرے کی سفید و نازک جلد پر میری پانچوں انگلیوں کے نشان بن گئے تھے اور اس کے ہونٹوں سے خون کی ایک پتلی سی لکیر بہہ کر اس کی ٹھوڑی کی طرف آرہی تھی۔

"تم نے میرے اوپر ہاتھ اٹھایا ہے علی!" نکیتا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

"ہاں علی نے تم پر ہاتھ اٹھایا ہے۔۔۔ تو اس میں کیا خاص بات ہوگئی؟" تہذیب نے کمرے سے باہر آتے ہوئے کہا۔

"مجھے غور سے دیکھو علی! میں تمہارا آئیڈیل ہوں" نکیتا نے کہا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے تہذیب کا جملہ سنا ہی نہ ہو "میں وہی چہرہ ہوں جو تمہیں چودھویں کے چاند میں نظر آیا کرتا تھا۔"

"یہی تو مصیبت ہوگئی" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا "علی کو اب چاند میں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں چاند کی طرف واپس روانہ کر دیا جائے۔"

نکیتا نے تہذیب کی طرف جن نظروں سے دیکھا اسے الفاظ میں بیان کرنا بہت مشکل ہے' اس ایک نگاہ میں غصہ بھی تھا اور بے بسی بھی۔ قہر بھی تھا اور رقابت بھی۔ حسد بھی تھا اور احساس محرومی بھی۔

"مجھے غور سے دیکھو نکیتا! میں وہ شخص ہوں جس نے تم لوگوں کو کلین بولڈ کیا ہے۔ تمہاری مایہ ناز مشینوں کو دھوکا دیا ہے اور تمہارے موشے ہاورڈ کو احساس بھی ہوگیا ہے کہ میں نے اسے کیسی شکست سے دوچار کیا ہے۔ وہ تمہارا وقت تھا نکیتا جب مجھے ڈراما کرنا پڑا تھا۔ اب ہمارا وقت ہے۔۔۔ تم بھی کوئی ایسا ڈراما رچاؤ کہ ہم دھوکا کھا جائیں۔"

"تم سمجھ رہی تھیں کہ علی یار خان جیسا شخص تمہارے حسن کے دام میں گرفتار ہوگیا ہے" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا "کیا تمہیں معلوم نہیں تھا نکیتا کہ علی نے شکست کھانا نہیں سیکھا۔ تمہارا بے وقعت حسن اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ تمہاری جسمانی رعنائیاں اس کے خرمن ہوش حواس پر بجلی بن کر نہیں گر سکتیں۔ تمہاری ادائیں اس کا سکون غارت نہیں کر سکتیں اور تمہاری بے باکی اسے بھٹکا نہیں سکتی؟" تہذیب نے کہا۔

"یہ سب کچھ انہیں معلوم تھا تہذیب! بس ایک بات انہیں معلوم نہیں تھی کہ میں ان مشینوں کو دھوکا بھی دے سکتا ہوں۔"

"تم نے ہمیں دھوکا دیا تھا علی! اور ہم دھوکا کھا بھی گئے تھے لیکن یقین کرو میں یہاں سے نکلنے کے لئے تمہیں کوئی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

فریب نہیں دوں گی۔"

"واہ" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تمہاری ڈھٹائی کی داد دینی پڑتی ہے۔ چند لمحے پہلے ہی تو تم نے تہذیب کو دھوکا دینے کی کوشش کی تھی؟"

نکیتا اٹھ کھڑی ہوگئی "وہ میری بھول تھی علی!" اس نے بڑے مضبوط لہجے میں کہا "میں بھول گئی تھی کہ اگر میں نے تہذیب کو زیر کرلیا تب بھی یہاں سے نکل نہیں سکوں گی"۔

"تمہیں یہ اندازہ بھی ہوگا کہ تمہیں جذبہ خیرسگالی کے تحت یہاں نہیں رکھا گیا ہے" تہذیب نے کہا "اینگلز میں تم خاصی اہمیت کی حامل ہو۔ یقیناً تمہاری معلومات بھی قابل رشک ہوں گی۔"

"میں جانتی ہوں" نکیتا نے کہا "اور ذہنی طور پر ہر قسم کے حالات سے گزرنے کے لئے تیار بھی ہوں۔"

"گویا تم نے زبان نہ کھولنے کا فیصلہ کیا ہے" میں نے کہا "لیکن فی الوقت میں صرف مادام کلارا کے بارے میں جاننے کا خواہش مند ہوں۔"

مادام کلارا کے نام پر نکیتا چونکی تھی "تمہیں مادام کلارا کے بارے میں کس طرح علم ہوا؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"ہمیں اور بھی بہت کچھ معلوم ہے نکیتا" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "لیکن تم اس الجھن میں مت پڑو۔ صرف یہ بتاؤ کہ ہم سے تعاون کرنے پر آمادہ ہو یا نہیں؟"

"نہیں" نکیتا نے ایک جھٹکے سے کہا "تم لوگ چاہے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کردو مگر تم میری زبان نہیں کھلوا سکو گے۔"

"اگر تمہیں میری معلومات کے بارے میں اندازہ ہوتا تو تم کبھی ایسی حماقت نہ کرتیں" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "تم شاید ہی میری معلومات میں اضافہ کرسکو۔۔۔ میں نے تو تمہیں محض ایک موقع دینا چاہا تھا معلوم نہیں کیوں تم سے ہمدردی محسوس ہونے لگی ہے۔ تم زبان کھول دیتیں تو۔"

"تم ایک فریبی اور مکار آدمی ہو علی! تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔"

"یہ تو اپنی اپنی قسمت کی بات ہے نکیتا! میں نے تمہیں موقع دیا تھا مگر تم نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ ہی ایسا کوئی امکان نظر آتا ہے۔"

"تمہیں بالکل درست نظر آتا ہے۔ اب تم ہر امکان اپنے ذہن سے جھٹک دو۔ میں تمہارے کسی فریب میں آنے کے لئے تیار نہیں۔"

میں نے تہذیب اور کیتھی براؤن کی طرف دیکھا "اب کیا کیا جائے؟ تم لوگ تو کہہ رہی تھیں کہ نکیتا کو بے وقوف بنا کر اس سے بہت کچھ اگلوایا جاسکتا ہے۔"

"یا تو تمہاری سماعت میں نقص ہوگیا ہے یا پھر یادداشت کمزور ہوگئی ہے" تہذیب نے کہا "میں نے بے وقوف بنانے کو نہیں روسٹ بنانے کو کہا تھا۔"

"اور میں نے ٹوسٹ بنانے کو کہا تھا" کیتھی کیوں پیچھے رہتی "اگر کہو تو ٹوسٹر کا بندوبست کروں؟"

"کیا خیال ہے؟" میں نے نکیتا کی طرف دیکھا "روسٹ بننا پسند کروگی یا ٹوسٹ۔۔۔ بے وقوف بننے سے تو تم نے انکار کردیا ہے۔"

نکیتا کے چہرے پر کرب کے آثار نظر آئے "مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم بے بس لوگوں کا مضحکہ بھی اڑا سکتے ہو؟"

"ابھی تو تم کسی بھی صورت زبان نہ کھولنے کے عزم کا اظہار کررہی تھیں اور اب تم نے خود پر مظلومیت طاری کرلی" میں نے حیرت سے کہا۔

"میں نے خود پر مظلومیت طاری نہیں کی بلکہ یہ تمہارے سفاک طرزِ عمل پر میرا ردعمل تھا۔"

"کمال ہے جن لوگوں نے لاکھوں فلسطینیوں کو بے گھر کردیا ان سے دوسروں کے دو جملے بھی برداشت نہیں ہوتے۔"

"تم فلسطینیوں کے ٹھیکیدار نہیں ہو۔ نہ ہی فلسطینا سے تمہارا کوئی تعلق ہے" نکیتا نے غصیلے لہجے میں کہا "بلکہ تم تو عرب بھی نہیں ہو۔"

"جس طرح میں عرب نہیں ہوں اسی طرح تم بھی اسرائیلی نہیں ہو بلکہ کوئی بھی اسرائیلی نہیں ہے۔ کیا مذہبی رشتہ صرف یہودیوں کے لئے مخصوص ہے۔ دنیا بھر کے یہودی مل کر اسرائیل کے قیام اور اس کی مضبوطی کے لئے کام کررہے ہیں لیکن حیرت کی بات ہے کہ ان سے ایک غیر عرب برداشت نہیں ہورہا۔ حالاں کہ بات برابر کی ہے۔ فلسطینیوں سے میرا بھی دینی رشتہ ہے۔ جب ایک رشتے کو تم لوگ اپنے لئے جائز قرار دے سکتے ہو تو دوسرے کے لئے اسے کس طرح ناجائز کہوگے؟"

"تم خواہ مخواہ وقت برباد کررہے ہو علی!" تہذیب نے کہا "اگر یہ مادام کلارا کے بارے میں نہیں بتاتی تو اس کا قصہ ختم کرو۔"

"نہیں تہذیب! میں اس کا قصہ ختم نہیں کروں گا۔ اگر ایسا ہوا تو اسرائیل پر ایک یہودی کی قربانی کا اضافہ ہوجائے گا اور میں کسی یہودی کو یہ سعادت نہیں بخشنا چاہتا البتہ" میں نے خاموش ہوکر نکیتا کے چہرے کی طرف دیکھا "البتہ اگر نکیتا کا یہ حسین چہرہ داغ دار ہوگیا تو مجھے خود بھی اس کا افسوس ہوگا۔"

"میں نے آج تک کسی ایسے شخص کو طویل زندگی پاتے نہیں دیکھا جس نے موشے ہاورڈ کی دشمنی مول لی ہو" نکیتا نے دانت پیس کر کہا۔

"اپنی دانست میں تو تمہارے موشے ہاورڈ نے آج صبح مجھے ختم ہی کردیا تھا لیکن شاید تم نہیں جانتیں کہ ہم مسلمانوں کے عقائد کے مطابق زندگی اور موت صرف خدا کے اختیار میں ہے لہٰذا اس طرف سے تو بالکل بے فکر رہو لیکن اللہ نے چاہا تو اب تم لوگوں کا وقت بہت قریب آگیا ہے۔ موشے ہاورڈ کو میں عنقریب منہ توڑ جواب دینے والا ہوں لیکن تمہارا معاملہ میں تہذیب پر چھوڑتا ہوں۔ تمہارے ساتھ وہ جو بھی سلوک کرے اس کی مرضی ہے۔"

○☆○

بنس ڈلے نشے میں دھت ہورہا تھا۔ گزشتہ ایک گھنٹے سے میں اس کے ساتھ تھا اور اسے یقین دلانے کی کوشش کررہا تھا کہ اس سے حاصل ہونے والی معلومات صیغہ راز میں رہیں گی۔

"تین سال پہلے مجھے ملازمت سے نکال دیا گیا تھا" بنس ڈلے نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا "اب مجھے کیوں گرفتار کیا گیا ہے؟"

میں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ یہ سوال اس نے شاید بیسویں بار کیا تھا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں شراب کیوں فراہم کی گئی؟" میں نے جھنجلا کر کہا "اب تم اس قابل بھی نہیں رہے کہ کچھ سمجھ بوجھ سکو۔"

"نہیں ٹھہرو" بنس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ وہ کچھ سوچنے کی کوشش کررہا تھا "ٹھیک ہے میں نے تمہاری بات پر یقین کرلیا۔ مجھے گرفتار نہیں کیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو مجھے شراب کیوں فراہم کی جاتی؟"

"شکر ہے" میں نے ایک طویل سانس لی "بات تمہاری سمجھ میں تو آئی۔ اب مجھے یہ بتادو کہ جس الزام میں تمہیں ملازمت سے نکالا گیا تھا اس میں کس حد تک صداقت تھی؟"

"تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟" بنس بھڑک اٹھا "یقیناً میرے خلاف کوئی گہری سازش ہورہی ہے۔"

"مجھے غور سے دیکھو بنس! میں تمہارے میک اپ میں ہوں۔ ملک کے کچھ دشمن میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور ان سے نبرد آزما ہونے کے لئے میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ کیا تم یہ پسند نہیں کروگے کہ اپنے ملک کے کام آؤ۔"

"ضرور پسند کروں گا۔ مگر اس کے عوض مجھے کیا ملے گا؟"

"تمہیں ملازمت پر بحال کردیا جائے گا" میں نے بے ساختہ کہا "لیکن اس کے لئے تمہیں نہ صرف مجھ سے تعاون کرنا پڑے گا بلکہ آئندہ کے لئے صاف ستھری زندگی گزارنے کا وعدہ بھی کرنا پڑے گا۔"

"مجھے منظور ہے" بنس نے خوش ہوکر کہا "مگر میں شراب نوشی نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ میری کمزوری ہے۔"

"اور عیاشی؟" میں نے سوالیہ انداز میں کہا "میں نے سنا ہے لڑکیاں تمہاری کمزوری ہیں؟"

"یہ اس وقت کی بات ہے جب میں ملازمت میں تھا اور اوپر کی آمدنی بھی اچھی خاصی ہوجاتی تھی۔ لڑکیاں خود پروانہ وار مجھ پر گرتی تھیں لیکن جب ملازمت چھوٹی اور میرا ہاتھ

مارشل آرٹ
کے ذریعے اپنی اور.....
دوسروں کی حفاظت کیجیے
ابتدا سے بلیک بیلٹ تک
کراٹے
سیکھیے
● اس کتاب میں وہ تمام مشقیں دی گئی ہیں جو کہ ابتدا سے بلیک بیلٹ تک کی جاتی ہیں۔
● ان مشقوں پر عمل کرنا انتہائی آسان ہے کیوں کہ ہر مشق تصویر کے ذریعے بھی دکھائی گئی ہے۔
● ۶۵۰ سے زائد تصاویر۔
● ہر تصویر کی مکمل وضاحت آسان اردو میں کی گئی ہے۔
قیمت ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۴ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تنگ ہونا شروع ہوا تو یکے بعد دیگرے ان سب نے مجھ سے منہ موڑ لیا۔ اب میں ہوں اور میری تنہائی ہے۔ گزر اوقات کرنے کے لئے محنت مزدوری کرنا پڑتی ہے۔ مجھ پر لڑکیوں کی حقیقت منکشف ہو چکی ہے۔ اب اپنے حالات سدھرتے ہی میں شادی کرلوں گا۔ مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ ملازمت کتنی اہم چیز ہوتی ہے۔"

وہ نشے میں تھا اور اس کی بات پر یقین کرنا آسان نہیں تھا مگر میں نے یقین کرلیا۔ ٹھوکر کھانے کے بعد آدمی کے سنبھلنے کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں۔

"تم نے بتایا نہیں کہ جس الزام میں تمہیں برطرف کیا گیا تھا اس میں کس حد تک صداقت تھی؟" میں نے کہا۔

"مجھ پر رشوت ستانی کا الزام تھا" بنس نے کہا "لیکن میں اکیلا ہی تو رشوت نہیں کھا رہا تھا۔ اپنے افسران کو بھی کھلا رہا تھا اور پھر محکمے میں ایسا کون پارسا ہے جو صرف تنخواہ پر گزارا کر رہا ہو۔"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے افسران اور ساتھیوں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی تھی؟ تمہیں ملازمت سے نہیں نکالا جانا چاہئے تھا؟"

بنس سوچ میں پڑ گیا پھر جھجکتے ہوئے بولا "نہیں، میں ایسا نہیں سمجھتا۔"

"کیا اس لئے کہ تمہارے ساتھی اصل معاملے کو سامنے نہیں لائے تھے" میں نے بنس ڈلے کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور وہ بری طرح چونک پڑا۔

"کون سا اصل معاملہ؟" بنس نے بوکھلا کر پوچھا۔ اس کا نشہ ہرن ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

"کچھ نہیں" میں نے بے پروائی سے کہا "جو کچھ مجھے معلوم ہوا تھا اس کی تصدیق کرنا چاہ رہا تھا... سنا ہے تمہیں فنون سپہ گری سے بھی دلچسپی ہے؟"

"صرف شمشیر زنی سے" بنس نے کہا "مگر تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔ مجھے اپنا مستقبل خطرے میں نظر آنے لگا ہے۔"

"بے فکر رہو، میں نے جو وعدہ کیا ہے اس پر قائم ہوں" میں نے کہا "اور تم بھی اپنی بات پر قائم رہنا ورنہ بڑے خسارے میں رہو گے۔"

○☆○

رات گیارہ بجے کے بعد میں بنس ڈلے کے اپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔ یہ اپارٹمنٹ جس بلڈنگ میں تھا وہ گوٹے ہل کے ایک پس ماندہ علاقے میں واقع تھی جہاں زیادہ تر غریب لوگوں کی رہائش تھی۔ دو منزلہ اس بوسیدہ سی بلڈنگ کے آس پاس بچے کچے مکانوں اور تنگ گلیوں کے سلسلے تھے۔ بلڈنگ اگرچہ لب سڑک واقع تھی مگر وہ سڑک بھی کسی اسٹریٹ سے زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ بنس سے ملاقات کے دوران میں نے اس سے بہت سی مفید باتیں معلوم کرلی تھیں جو اس کا رول ادا کرنے کے لئے ضروری تھیں اس کے روپ میں چونکہ مجھے موشے ہاورڈ سے الجھنا تھا لہٰذا اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات کا حصول اشد ضروری تھا۔

بنس کا اپارٹمنٹ محض ایک کمرے پر مشتمل تھا۔ اس بلڈنگ میں تمام کمرے ایسے ہی تھے جن میں باتھ روم تک نہیں تھا۔ ہر منزل پر ٹوائلٹ اور باتھ روم علیحدہ سے بنے ہوئے تھے۔ یہاں چونکہ شادی شدہ لوگوں کا گزر نہیں تھا اس لئے باورچی خانے کا تصور بھی معدوم تھا۔

میں نے دروازے کی کنڈی سے جھولتا ہوا تالا کھولا اور کمرے کے اندر داخل ہو کر لائٹ جلا دی۔ کمرے کے وسط میں ایک لمبے تار کی مدد سے جھولتا ہوا ساٹھ واٹ کا بلب روشن ہو گیا۔ میں نے دروازہ بند کر کے اندر سے چٹخنی لگائی اور اس واحد چارپائی کی طرف بڑھ گیا جس پر ایک تہمد نما چادر اور میلا سا تکیہ نظر آ رہا تھا۔

میں جوتوں سمیت چارپائی پر لیٹ گیا اور جیب سے وہ کاغذ نکال لیا جس پر ڈیوڈ نے کوڈ لکھ کر دئے تھے۔ اب میرے پاس کوڈ ازبر کرنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا مگر نیند سے لڑنا بہت مشکل ثابت ہو رہا تھا۔

کوئی دو گھنٹے اسی عالم میں گزر گئے۔ کوڈ بڑی حد تک میں نے ذہن نشین کر لئے تھے۔ گزشتہ پوری رات اور پھر سارا دن جاگتے رہنے کے باعث اب میرے لئے آنکھیں کھلی رکھنا بھی دوبھر ہو رہا تھا۔ میں نے کاغذ تہہ کر کے جیب میں رکھا اور آنکھیں بند کرلیں۔ اٹھ کر لائٹ آف کرنے کو بھی جی نہیں چاہ رہا تھا۔

قبل اس کے کہ میں نیند کی مہربان آغوش میں پہنچتا دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون ہے؟" میں نے بلند آواز میں پوچھا مگر باہر سے جواب ملنے کے بجائے دروازہ اور زور سے پیٹا گیا۔

"میں پوچھ رہا ہوں کون ہے؟" میں نے اس بار پہلے سے بھی بلند آواز میں پوچھا مگر اس بار بھی جواب نہیں ملا اور دروازہ پہلے سے بھی زیادہ زور زور سے پیٹا جانے لگا۔

چارپائی سے اٹھتے وقت مجھ پر جھنجلاہٹ طاری ہو گئی۔ بنس ڈلے کے دوستوں کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اگر اس کے دوست اتنے ہی نامعقول ہیں تو میرا یہاں رہنا دوبھر کر دیں گے۔

میں نے دروازے کی کنڈی کھولی اور بے ساختہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ دروازے کے باہر کھڑے ہوئے دو افراد سیاہ لباس میں ملبوس تھے اور ان کے ہاتھوں میں دبے ہوئے ریوالور صاف نظر آ رہے تھے مگر باہر روشنی اتنی نہیں تھی کہ ان کے چہروں کے نقوش نظر آ سکتے۔

ان دونوں نے آہستہ آہستہ قدم بڑھائے اور دروازے میں آ کر رک گئے۔ میں نے ان دونوں کو پہچان لیا۔ وہ گراہم اور نیلسن تھے اور ان دونوں کے تیور بڑے خطرناک نظر آ رہے تھے۔

گراہم ولسن کے خطرناک تیور دیکھ کر میں نے بے اختیار اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیے۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی گولی چلا دینے سے دریغ نہیں کرے گا۔

مجھے ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر ولسن نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور تیزی سے پلٹ کر دروازہ کی چٹخنی لگا دی "ہم سے جھوٹ بولنے والا بچ نہیں سکتا مسٹر بنس ڈلے۔" ولسن نے چٹخنی لگا کر میری طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"میں نے تم سے کوئی جھوٹ نہیں بولا مسٹر ولسن۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "اگر جھوٹ ہی بولنا ہوتا تو میں تمہیں یہاں نہیں مل سکتا تھا۔"

"تم نے کہا تھا کہ وہ دونوں کار بم کے دھماکے میں مارے گئے ہیں جبکہ مارا جانے والا شخص کوئی اور ہے ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں مر سکا۔"

"جلدی میں مجھے وہی کچھ معلوم ہوا تھا جو میں نے تمہیں بتایا تھا۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا "یہ تو شام کے اخبارات کے ذریعے معلوم ہوا کہ دھماکے میں صرف کار کا ڈرائیور ہلاک ہوا تھا۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔" گراہم غرایا "تم نے کہا تھا کہ اگنیشن میں چابی گھماتے ہی ان دونوں کے پرخچے اڑ گئے تھے۔"

"ہاں، میں نے یہی کہا تھا لیکن اس وقت مجھے یہی معلوم تھا اور یہ غلط فہمی کا نتیجہ تھا دراصل میری توجہ اس طرف تھی کہ کار میں بم فٹ کرنے والے کون تھے اس لئے میں غیر متعلق باتوں میں سر نہیں کھپا رہا تھا تم خود اندازہ کرسکتے ہو کہ مجھے دوسری تحقیقاتی ایجنسیوں سے زیادہ تیزی دکھانی پڑ رہی تھی اور میں نے تن تنہا سب کو شکست دی۔"

میری دلیل ولسن پر اثر انداز ہوئی اور وہ سوچ میں ڈوب گیا تھا جبکہ گراہم جو عقل و خرد سے عاری معلوم ہوتا تھا اب بھی میری

ذہانت، فطانت، چالاکی اور بہادری کی بےمثال کہانیاں
مشہور ترین چور نک ویلوٹ
جو بے قیمت چیزیں گراں قدر
معاوضے پر چراتا ہے
قیمت
/۰ روپے
نک ویلوٹ کی چوریاں
نک ویلوٹ کی چوریاں ۲
بھی محدود تعداد میں دستیاب ہے
کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔

"تمہاری وجہ سے ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔" گراہم غرایا "اور اب تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

"اگر میں نہ ہوتا تو ممکن ہے تم لوگ اس وقت زندہ نہ ہوتے اگر ہوتے بھی تو پولیس کی تحویل میں ہوتے۔" میں نے تلخی سے کہا "یہ بنس ڈلے کی ذہانت تھی جس نے تمہیں بچالیا پورے گوٹے ہل میں تمہیں ایسا کوئی دوسرا نہیں مل سکتا۔"

"آئندہ یہ ایک بھی نہیں ملے گا۔" گراہم نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ اس کے دل میں انتقام کی آگ جل رہی تھی اسے آج صبح میرے ہاتھوں جو ہزیمت اٹھانا پڑی تھی اسے آسانی سے نہیں بھول سکتا تھا۔

"تمہیں میرا احسان مند ہونا چاہئے تھا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم انتہا درجے کی نامعقولیت کے مظاہرے پر تل گئے ہو۔"

"جو سلوک تمہارے ساتھ کیا جائے گا اس کی کہانی کسی اور کو سنانے کے لئے تم زندہ نہیں رہو گے اس لئے ہمیں کوئی فکر نہیں ہے۔"

"میں زندہ نہیں رہوں گا تو تم بھی زندہ نہیں رہو گے تمہیں اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ جو شخص سرکاری تحقیقاتی ایجنسیوں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتا ہو وہ کیا نہیں کرسکتا۔"

"کیا مطلب۔" گراہم نے مجھے گھورا "اپنی زندگی کے آخری چند لمحوں میں بھی تم دھمکیاں دینے سے باز نہیں آؤ گے؟"

"اگر مجھے کچھ ہوا تو تمہارے بارے میں مکمل معلومات سرکاری اہل کاروں تک پہنچ جائیں گی۔"

"اس وقت تک ہم گوٹے ہل سے نکل چکے ہوں گے۔" گراہم عیاری سے مسکرایا۔

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا "مکمل تیاریاں کرنے کے بعد ہی تم نے یہاں دھاوا بولا ہوگا مگر سوال یہ ہے کہ تمہیں خرگوشوں کا بچھڑا ہوا جوڑا بھی تلاش کرنا ہے۔"

گراہم کے چہرے کا رنگ اڑ گیا ولسن بھی بری طرح چونکا تھا۔

"تم اپنے لئے گڑھا کھود رہے ہو۔" ولسن نے کہا "ہمارے فون سن کر تم نے اچھا نہیں کیا۔"

"مجھے اندازہ تھا کہ تمہاری نیت میں فتور ہے اس لئے میں مطمئن نہیں ہوا اور اب میرا دائرہ تفتیش تمہاری توقعات سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ سنو گے تو ہوش اڑ جائیں گے۔"

ولسن مجھے گھورنے لگا شاید وہ فیصلہ کرنے کی کوشش کررہا تھا کہ میری بات پر یقین کرے یا نہ کرے۔

"تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اب میری تفتیش کا مرکز شی گورائے کا پوسٹ بکس نمبر ۱۲۸ ہے۔" میں نے کہا اور ولسن کا ہاتھ لرز گیا۔

"یہ.... یہ پوسٹ بکس نمبر تمہیں کہاں سے ملا؟" اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

"کوئی چیز خود سے نہیں ملتی مسٹر ولسن! بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔"

"میں کہہ رہا ہوں کہ اس شخص کو ہلاک کردو۔" گراہم نے ہذیانی انداز میں کہا "یہ بہت خطرناک آدمی ہے ہمارے لئے کوئی بڑی مصیبت کھڑی کردے گا۔"

"بازی تمہارے ہاتھ سے نکل چکی ہے مسٹر! میرے آدمی پہلی فرصت میں فون نمبر ٹرپل فائیو سیون زیرو پر مادام کلارا کو تمہارے کرتوتوں سے آگاہ کردیں گے۔"

ولسن کے ساتھ ساتھ گراہم کا چہرہ بھی تاریک ہوگیا تھا۔ انہوں نے کئی غلطیاں کی تھیں ان غلطیوں کی اطلاع اگر رینڈل ہاورڈ کو مل جاتی تو وہ ان دونوں کو مروا دیتا۔

ولسن کا ریوالور والا ہاتھ جھک گیا اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا "تم سے مصالحت کرنے میں ہی بہتری ہے۔"

"تم عقل مند آدمی ہو مسٹر ولسن۔" میں نے سرہلایا اور اپنے ہاتھ گرا دیے گراہم پر سکتہ طاری تھا۔

"بہتر یہ ہے کہ تم بھی ریوالور جیب میں رکھ لو۔" میں نے گراہم سے کہا "یہ ہتھیاروں کی نہیں ذہنی صلاحیتوں کی جنگ ہے جس میں تمہیں مات ہوچکی ہے۔"

"تم نے ہمیں ناک آؤٹ کردیا ہے۔" ولسن پھیکے سے انداز میں مسکرایا "کیا تم ہمیں بیٹھنے کو بھی نہیں کہو گے؟"

"ضرور کہوں گا مسٹر ولسن! تم دونوں پلنگ پر آجاؤ میں کرسی پر بیٹھ جاتا ہوں۔"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص محض ایک دن کی قلیل سی مدت میں اس قدر معلومات حاصل کرسکتا ہے۔" ولسن نے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اسے چھوڑو یہ بتاؤ کہ رات کے اس پہر تم دونوں نے یہاں دھاوا کیوں بولا ہے؟"

"ہم مشتعل ہوگئے تھے۔" ولسن نے کہا "تم نے ہمیں ان دونوں کی ہلاکت کی اطلاع دی تھی اور وہی اطلاع ہم نے مادام کلارا کو پہنچادی جو بعد میں غلط ثابت ہوئی..."

"تمہارا مطلب ہے خرگوشوں کے ملنے کی اطلاع؟" میں نے ولسن کی بات کاٹ کر کہا۔

"ہاں" ولسن نے پہلو بدلا "تمہیں شاید اندازہ بھی نہ ہو کہ تصدیق کئے بغیر یہ اطلاع اس تک پہنچانے کی ہمیں کتنی کڑی سزا مل سکتی ہے۔"

"بات سمجھ میں نہیں آئی مسٹر ولسن! آخر مادام کلارا اور تہذیب مالکم ایکس میں ایسی کیا دشمنی ہے کہ وہ اس کی جان کے درپے ہو رہی ہے؟"

"ہم تو ایک بہت بڑی مشین کے بہت چھوٹے سے پرزے ہیں ہمیں صرف یہ بتایا جاتا ہے کہ ہمیں کون سا کام کرنا ہے وجوہات نہیں بتائی جاتیں۔"

"میں ان لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرتا جو مجھے چالاکی دکھانے کی کوشش کرتے ہیں میرے خیال میں ہر شخص کو کم از کم ایک موقع ضرور ملنا چاہئے خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو۔"

ولسن نے میری بات سن کر حیرت سے پلکیں جھپکائیں "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا مسٹر بنس ڈلے!" اس نے کہا۔

"حالانکہ تم خوب سمجھ رہے ہو۔ تم اس شخص سے مخاطب ہو جس نے محض بارہ گھنٹے کے اندر اندر مادام کلارا کو کھود نکالا آئندہ بارہ گھنٹوں میں جو کچھ ہونے والا ہے تم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے میں نے تم دونوں کا سراغ لگایا۔ تمہارے خلاف عینی شاہد تک پہنچا ان کی زبان بند کی مادام کلارا کا پوسٹ بکس نمبر تک معلوم کرلیا تو کیا میں نے خرگوشوں کے جوڑے کی طرف سے بے توجہی برتی ہوگی؟"

ولسن اور گراہم مجھے خاموشی سے دیکھتے رہے ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مجھ سے کس انداز میں گفتگو کریں۔

"تم لوگ خود کو بہت چالاک سمجھتے ہو۔" چند لمحوں کے بعد میں نے دوبارہ کہنا شروع کیا "تمہارے دماغوں میں یہ خناس گھسا ہوا ہے کہ اب تک جو کچھ ہوتا رہا وہ محض اتفاق تھا اور کسی وقت بھی تمہیں کوئی ایسا موقع مل سکتا ہے جس سے فائدہ اٹھا کر تم بازی الٹ سکتے ہو لیکن میں تمہیں بتادوں کہ یہ محض تمہاری بھول ہے تم دونوں میرے شکنجے میں اس طرح جکڑے ہوئے ہو کہ میری مرضی کے خلاف جنبش بھی نہیں کرسکتے۔ اگر تم نے ایسی حماقت کرنے کی کوشش کی تو اس کا انجام بہت بھیانک ہوگا۔ تمہیں بیک وقت تین محاذوں پر مقابلہ کرنا پڑجائے گا۔ ایک طرف میرے آدمی ہوں گے دوسری طرف گوٹے ہل کی حکومت اور تیسری طرف مادام کلارا.... تم کس کس سے بچتے پھرو گے؟"

"ہم سمجھتے ہیں مسٹر بنس۔" ولسن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "لیکن یہ سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم چاہتے کیا ہو؟"

"ایسے شخص کو کیا کہا جائے گا جو خود کو عقل مند اور دوسروں کو احمق سمجھ رہا ہو۔" میں نے خشک لہجے میں کہا "تم سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی مجھی سے پوچھ رہے ہو کہ میں کیا چاہتا ہوں؟"

"صبح گراہم نے تمہارے ساتھ زیادتی کی تھی اس پر تم شاید ابھی تک ناراض ہو۔" ولسن نے کہا "میں نے گراہم کو بہت برا بھلا کہا ہے..."

"اور اس وقت یہاں خیرسگالی کے جذبے کے تحت آئے ہوئے ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں بتا چکا ہوں کہ اگر ہمیں تمہاری طرف سے غلط بیانی کا شبہ نہ ہوتا تو ہم کبھی ایسی حرکت نہ کرتے۔" ولسن نے کہا۔

"تم جھوٹ بول کر مجھے دھوکا نہیں دے سکتے تم لوگ مجھے قتل کرنے کے ارادے سے یہاں وارد ہوئے تھے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو بلاوجہ قتل کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔"

"بلاوجہ تو کوئی کسی کو قتل نہیں کرتا۔ تم لوگ مجھے قتل کرنے کے ارادے سے یہاں آئے تھے تو تمہارے پاس مجھے قتل کرنے کا کوئی ٹھوس جواز بھی ضرور ہوگا کیا میں غلط کہہ رہا ہوں مسٹر ولسن؟"

"نہیں" ولسن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ہم یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ کوئی ہم سے جھوٹ بولے لیکن اب یہ بات صاف ہوگئی کہ تم نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ تم خود ہی غلط فہمی کا شکار ہوگئے تھے۔"

"گویا اگر یہ بات صاف نہ ہوتی تو تم مجھے قتل کردیتے۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"ہم اس کے لئے مجبور تھے مسٹر ڈلے۔" ولسن نے بے بسی سے کہا "ہم تمہیں ایک بڑی رقم ادا کرنے والے ہیں۔ ہمارے درمیان معاملات صاف ہونے بہت ضروری ہیں۔"

"کیا تم اتنے ہی سادہ لوح ہو کہ اتنی آسانی سے رقم ادا کردیتے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا "جتنی رقم کا میں نے مطالبہ کیا تھا اتنی رقم کے لئے تو تم کئی قتل کرسکتے ہو۔"

"تمہیں وہم ہوگیا ہے اور وہم کا کوئی علاج نہیں ہے۔" ولسن نے کہا۔ گراہم ایک لفظ بھی نہیں بول رہا تھا بس وہ مجھے گھورے جارہا تھا۔

"تم نے شاید غور نہیں کیا۔ میں نے کہا تھا کہ میں نے خرگوشوں کے جوڑے کی طرف سے بے توجہی نہیں برتی اور اس وقت میرے پاس ان کے متعلق بھی بہت سی معلومات موجود ہیں۔"

ولسن اور گراہم چونک پڑے "کس قسم کی معلومات؟" ولسن نے تجسس سے کہا۔

"تہذیب مالکم ایکس کے ساتھی کا نام علی یار خان ہے جو فلسطین کی تحریک آزادی کا بہت بڑا علمبردار ہے۔ تم لوگوں نے اسی کو ہلاک کرنے کے لئے گاڑی میں بم فٹ کیا تھا مگر وہ ہوشیار تھا بچ نکلا۔ اس سے قبل بھی یہودی اس پر متعدد جان لیوا حملے کرچکے ہیں مگر وہ قسمت کا دھنی ہے ہر بار بچ جاتا ہے۔ یہودی کے علاوہ اس کی کسی اور سے دشمنی نہیں ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ تم لوگ بھی یہودی ہو اور تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا کہ تم علی یار خان سے واقف نہیں ہو۔ خود تم دوسروں سے جھوٹ بولتے ہو اور ان سے توقع

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رکھتے ہو کہ سب کچھ سچ سچ تمہارے منہ پر رکھ دیں۔"

"فرض کرو تمہاری معلومات درست ہیں۔ ہم لوگ [illegible] ہیں اور علی یار خان کا قتل ہمارا مشن ہے تو یہ جان کو تمہارا رویہ کیا ہوگا؟"

"میرا رویہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ میں ایک خود مختار آدمی ہوں کسی مشین کا پرزہ نہیں ہوں۔ موقع محل دیکھ کر کوئی بھی فیصلہ کرسکتا ہوں۔"

"تو پھر ہماری مدد کرو۔" ولسن نے مضطربانہ انداز میں کہا "تمہیں تمہاری توقع سے کہیں بڑھ کر [illegible] گا۔"

"تمہارا مطلب ہے علی یار خان کو قتل کرنے میں تمہاری مدد کروں۔" میں نے ولسن کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا یہی مطلب ہے۔ تمہیں معاوضہ بھی ادا کیا جائے گا اور ہم تمہارے احسان مند بھی ہوں گے۔"

"تم نے کوئی اور کام کہا ہوتا تو میں سوچے سمجھے بغیر ہامی بھر لیتا لیکن یہ معاملہ بہت خطرناک ہے مجھے اس پر غور کرنا پڑے گا۔"

"ضرور غور کرو۔" ولسن بولا "اور یہ بات بھی ذہن میں رکھنا [illegible] سے تمہیں اتنی رقم مل [illegible] برسوں میں بھی نہیں کما سکو گے۔"

"جہاں زندگی داؤ پر لگ رہی ہو وہاں رقم ثانوی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔"

"خطرات مول لئے بغیر تو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور تم تو خطرات مول لینے کے عادی معلوم ہوتے ہو باصلاحیت بھی ہو پھر یہ موقع کیوں ضائع کر رہے ہو؟"

میں خاموش ہوگیا وہ لوگ سمجھ رہے ہوں گے کہ میں ان کی پیشکش پر غور کر رہا تھا جبکہ درحقیقت میں سوچ رہا تھا کہ میں نے چوبیس گھنٹے کی مہلت طلب کی تھی اور چوبیس گھنٹے پورے ہونے سے قبل مجھے متوفی ڈرائیور کے قاتلوں کو اس کی بیوہ کے سامنے پیش کر دینا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ میں ان دونوں میں سے ایک کو زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ دونوں ہی قاتل تھے لیکن گراہم [illegible] درندہ تھا ولسن میں پھر تھوڑی بہت انسانیت تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ گراہم کو ہی قربانی کا بکرا بناؤں گا۔

"تم لوگوں کو اندازہ نہیں ہے۔" میں نے جھجکتے ہوئے کہا "اتنا بڑا کام میں تنہا نہیں کرسکوں گا۔"

"تم تو کہہ رہے تھے تمہارا اپنا گروہ ہے تم اپنے گروہ کے لوگوں سے بھی تو مدد لے سکتے ہو؟" ولسن نے کہا۔

"علی یار خان سرکاری مہمان ہے اور اگر اس کے خلاف میں نے اپنے لوگوں سے مدد لینے کی کوشش کی تو میرا کوئی آدمی مخبری بھی کرسکتا ہے ظاہر ہے وہ اسٹیٹ کے مہمان کے خلاف تو میرا ساتھ دینے سے رہے۔"

"ویسے تم کون سے قانونی کام کر رہے ہو؟" ولسن نے کہا اس کے لہجے میں طنز تھا جسے میں نے یکسر نظرانداز کر دیا۔

"چھوٹی موٹی قانون شکنی تو سب ہی کر لیتے ہیں۔" میں نے کہا "اور پھر غیر ملکیوں کو لوٹنا تو ہمارے ہاں ویسے بھی کارِ ثواب تصور کیا جاتا ہے۔"

"تو پھر اس مسئلے کا کیا حل ہوگا۔" ولسن نے کہا "تم خود تو ذہنی طور پر اسے قتل کرنے کے لئے تیار رہو نا؟"

"بڑے بڑے نامور یہودی ایجنٹ اس کے مقابلے پر نہ صرف ناکام ہو چکے ہیں بلکہ اکثر و بیشتر اپنے انجام کو بھی پہنچ چکے ہیں لیکن میں اس سے خوف زدہ نہیں ہوں۔ میرے خیال میں اس کے مقابلے پر آنے والے تمام ایجنٹ احمق تھے اور وہ سب کے سب اپنی غلطیوں کے سبب مارے گئے ورنہ درحقیقت اسے ٹھکانے لگانا کوئی بہت مشکل کام نہیں ہے۔"

"اتنے بڑے بڑے دعوے کرنے کے باوجود بھی تم اس سے ڈر رہے ہو؟"

"اس وقت وہ ٹیرس محل میں مقیم ہے اور جنرل ٹیرس کا مہمان ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں تنہا ہی اس سے نمٹ لیتا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ڈلے۔" ولسن نے کہا "ہم دونوں ہر طرح سے تمہارا ساتھ دیں گے لیکن یہ ذہن سے نکال دو کہ اس سے نمٹنا آسان ہوگا۔"

"تم دونوں نے بھرپور طریقے سے میرا ساتھ دیا تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس پر قابو نہ پاسکیں۔"

"ہمیں منظور ہے۔" ولسن اور گراہم نے یک آواز ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے اب تم لوگ جاؤ صبح کسی وقت میں تمہارے پاس آؤں گا ممکن ہے اس وقت تک میں کوئی منصوبہ بنانے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

وہ دونوں چلے گئے اور ان کے جانے کے چند ہی لمحے بعد دروازے پر بڈ نمودار ہوا۔

"تم زندہ ہو چیف۔" بڈ نے کہا "میں تو سمجھ رہا تھا وہ لوگ تمہارا کام تمام کر گئے ہیں۔ [illegible] تمہاری طرف سے [illegible] نہیں ملا تھا۔"

"اس کی نوبت نہیں آئی بڈ! وہ لوگ ویسے ہی قابو میں آگئے۔"

"تو پھر اب بڈ کے لئے کیا حکم ہے؟ سونے کی اجازت ہے یا اب بھی ان کی نگرانی جاری رہے گی۔"

"وہ لوگ پوری طرح میرے چنگل میں پھنس چکے ہیں اس لئے اب ان کی نگرانی کرنے کی ضرورت نہیں رہی تاہم ان کے فون کالز ٹیپ ہونے کا سلسلہ بدستور جاری رہنا چاہئے۔"

"یہ کہنے کی ضرورت نہیں چیف! ان کی فون کالیں تو بہرحال ٹیپ ہوتی رہیں گی۔"

"ٹھیک ہے بڈ! اب میں چند گھنٹے سونا چاہتا ہوں تم لوگوں سے صبح ہی ملاقات ہوگی۔"

بڈ چلا گیا اور اس کے جاتے ہی میں پلنگ پر ڈھیر ہوگیا اب میرے اندر مزید ایک لمحہ جاگنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔

چھ گھنٹے کی بھرپور نیند لینے کے بعد میں علی الصباح ہی اٹھ کر ٹیرس محل جا پہنچا تہذیب مجھے جاگتی ہوئی ملی تھی جبکہ بڈ سو رہا تھا۔

"کیا تم رات میں سوئی نہیں؟" میں نے تہذیب کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا جس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"نہیں" تہذیب مسکرائی "لیکن تمہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ تم نے اپنی نیند پوری کرلی ہے۔"

"تمہارا خیال درست ہے لیکن سوال یہ ہے کہ تم رات بھر جاگ کے کیا کرتی رہیں؟"

"تمہارے لئے ایک تحفہ تیار کر رہی تھی۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا "میرا اندازہ ہے کہ تحفہ تمہیں ضرور پسند آئے گا۔"

میں نے تجسس آمیز انداز میں تہذیب کو دیکھا "کیا تم نے میرے لئے کوئی ڈش تیار کی ہے؟" میں نے کہا۔

"یہی سمجھ لو۔" تہذیب ہنس پڑی "لیکن اس تیاری میں بڈ اور کیتھی نے میرا بھرپور ساتھ دیا ہے۔ وہ دونوں تو ڈش کی تیاری کے بعد سونے چلے گئے جبکہ میں تمہارے انتظار میں جاگ رہی ہوں۔"

میں یہ اندازہ کرنے سے قاصر تھا کہ تہذیب نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے جس پر اس قدر خوش نظر آرہی ہے۔

"زیادہ تجسس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔" تہذیب نے کہا "[illegible] کرنے کے لئے تمہیں نیچے تہہ خانے میں چلنا پڑے گا۔"

"اوہ!" میں نے طویل سانس لی "معلوم ہوتا ہے تم [illegible] کی زبان کھلوالی ہے؟"

"ایسے لطف نہیں آئے گا۔" تہذیب نے کہا "اپنی آنکھوں سے دیکھو گے تو پتا چلے گا۔"

میں تہذیب کے ساتھ تہہ خانے میں آیا جہاں نکیتا اپنے کمرے میں بیڈ پر پڑی تھی۔ اس کی حالت دیکھ کر میں سناٹے میں آگیا۔ اس کے جسم پر برائے نام لباس تھا اور پورا جسم ادھڑا ہوا نظر آرہا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں شاید وہ بے ہوش تھی مگر اس عالم میں بھی اس کے منہ سے کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ اس پر بے پناہ تشدد کیا گیا تھا۔

"اب یہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔" تہذیب نے متنفرانہ انداز میں کہا "بڑا ناز تھا اسے اپنے حسن پر۔"

"سوال یہ ہے کہ اس پر تشدد کا کوئی نتیجہ بھی برآمد ہوا یا نہیں؟"

"نتیجہ کیسے برآمد نہیں ہوگا۔" تہذیب نے کہا "بڑی قیمتی معلومات حاصل ہوئی ہیں مادام کلارا کے بارے میں۔"

"اسی لئے میں نے اسے تمہارے حوالے کر دیا تھا۔" میں نے مسکرا کر کہا "میں شاید اس کا یہ حشر نہیں کرسکتا تھا۔"

"ان لوگوں کے حق میں انتہائی سخت ہونا ضروری ہے علی! جرمنوں اور جاپانیوں سے بھی زیادہ......"

"تم نے بہت اچھا کیا کہ اسے ادھیڑ کر رکھ دیا لیکن خیال رہے کہ ہم اسے جان سے نہیں ماریں گے بلکہ رہا کر دیں گے تاکہ رینڈل کو اپنی بے وقعتی کا اندازہ ہوسکے۔"

"یہ ہدایت تم پہلے بھی دے چکے ہو اسی لئے میں نے اسے زندہ رکھا ورنہ اس وقت یہ تمہیں زندہ نظر نہ آتی۔"

"ٹھیک ہے اسے یہیں پڑا رہنے دو ہم اپنے کمرے میں چل کر بات کرتے ہیں۔" میں نے کہا اور تہذیب کے ساتھ واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ یہ کمرا میرے اور تہذیب کے لئے مخصوص تھا۔ بڈ اور ڈیوڈ ریان علیحدہ کمروں میں تھے۔

"اب بتاؤ۔" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے تہذیب سے کہا "تم نے نکیتا سے کیا معلومات حاصل کی ہیں؟"

"ان پانچوں افراد کا سراغ مل گیا ہے جو سپرا ایگلز کا رول ادا کرتے ہیں۔" تہذیب نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"یہ تو بڑے کام کی بات ہے۔" میں نے کہا "تم نے ان کے ایڈریس نوٹ کرلئے ہوں گے؟"

"نہیں نکیتا کی معلومات اس حد تک نہیں ہیں البتہ اس نے یہ بتادیا ہے کہ مادام کلارا ان پانچوں سے واقف ہے۔"

"اور رینڈل کے گروہ میں مادام کلارا کی کیا حیثیت ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نکیتا نے ڈیوڈ ریان سے حاصل ہونے والی معلومات پر [illegible] یہ مادام کلارا رینڈل کی منظور نظر ہے منظور نظر کیا اسے داشتہ ہی کہنا مناسب ہوگا ماضی میں اس کا تعلق موساد سے بھی رہ چکا ہے اور اس نے اسرائیل آرمی انٹیلی جنس کے لئے بھی کام کیا ہے۔ رینڈل سے اس کے تعلقات ایگلز کے قیام سے بھی پہلے سے ہیں نکیتا کا خیال ہے کہ ایگلز کے قیام کے معاملے میں مادام کلارا برابر کی شریک تھی مگر رینڈل نے کبھی یہ بات ظاہر نہیں ہونے دی۔ خود مادام کلارا نے بھی اس بات کو عام کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ انتہا تو یہ ہے کہ ایگلز کے ممبر بھی مادام کلارا کی اس اہم حیثیت سے واقف نہیں ہیں۔"

"نکیتا کو یہ معلومات کس طرح حاصل ہوئیں؟" میں نے تہذیب کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اسے اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے کہ اتنی خفیہ باتوں کو جاننے والے دو مختلف افراد بیک وقت ہمارے قبضے میں آگئے۔" تہذیب نے کہا "مجھے خود بھی شبہ ہوا تھا یا تو یہ باتیں خفیہ نہیں ہیں اور اگر خفیہ ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نکیتا کے علم میں کس طرح

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

آئیں۔میں نے نکیتا سے یہ سوال کیا اور اس کا جواب حاصل کرنے کے لئے مجھے اس کی اچھی خاصی کھال بھی ادھیڑنا پڑی۔ اس نے بتایا کہ رینڈل کے متعدد لڑکیوں سے تعلقات رہے ہیں نکیتا خود بھی انہی میں سے ایک ہے۔"

"ٹھیک ہے میں سمجھ گیا۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر بے زاری سے کہا "ان لوگوں کی جنسی بے راہ روی کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے اور جو لوگ خود پر قابو نہیں رکھ سکتے انہیں ایسے بڑے کاموں میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے۔"

"شی گورائے میں مادام کلارا کا پتا معلوم ہو گیا ہے۔اگر تم کہو تو میں شی گورائے چلی جاؤں؟"

"میرا پروگرام خود بھی یہی ہے۔" میں نے کہا "رینڈل کے خلاف اس سے بہتر لائحہ عمل ممکن نہیں ہو سکتا کہ اس کے گروہ کے لوگوں میں خوف و ہراس پھیلایا جائے۔"

"شی گورائے پہنچنے کے بعد مجھے مادام کلارا کے خلاف کیا اقدامات کرنے ہوں گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"سب سے پہلا کام تو یہ ہو گا کہ اس تک پہنچنے کی سبیل پیدا کی جائے اس کی پوزیشن اتنی بلند ہے تو اسی مناسبت سے اس کے گرد حفاظتی حصار بھی مضبوط ہو گا جو ہمیں ہر حال میں توڑنا ہو گا۔"

"علی گروپ کے ارکان بے کار پڑے ہیں علی! ان سے کام کیوں نہیں لیتے؟"

"ان کا معاملہ میں تم پر چھوڑ چکا ہوں جس طرح چاہو ان سے کام لو۔"

"گراہم اور ولسن کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا؟ وہ بھی تو ایگلز کے ہی کارندے ہیں؟"

"ان دونوں میں سے ایک کو ہر حال میں قتل ہونا ہے اور میں نے اس کام کے لئے گراہم کو منتخب کر لیا ہے۔"

"ہاں تم نے مقتول ڈرائیور کی بیوہ سے وعدہ بھی تو کیا تھا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس کے قاتلوں کو اس کے سامنے پیش کر دو گے۔"

"قاتل تو ولسن اور گراہم دونوں ہی ہیں تہذیب! مگر فی الحال دونوں میں سے ایک کو زندہ رکھنا ضروری ہے اور ان دونوں میں گراہم زیادہ سفاک اور خطرناک ہے۔"

میں اور تہذیب ایک گھنٹے سے زیادہ باتیں اور منصوبے بناتے رہے پھر ناشتے کے لئے جنرل ٹیرس کی طرف سے بلاوا آگیا اور ہم ناشتے کی میز پر پہنچ گئے جہاں جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کے علاوہ ڈیوڈ اور بڈ بھی موجود تھے۔

"اس بار ایسی افراتفری کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ تم سے ملاقات کا لطف ہی غارت ہو کر رہ گیا۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"حالانکہ صحیح لطف اس بار آیا ہے تم سے طویل عرصے بعد ملاقات ہوئی اور بھرپور طریقے سے ہوئی ہم نے کم وقت میں زیادہ کام کیا۔"

"پہلے تو ہم تمہاری زندگی کی طرف سے ہی مایوس ہو گئے تھے۔" کیتھی براؤن بولی "پھر جب تمہاری زندگی کی اطلاع ملی تو ہم نے تمہارے ساتھ وقت گزارنے کے لئے طرح طرح کے منصوبے بنائے تھے۔"

"جس آدمی کے پاس اپنے منصوبوں کے لئے فرصت نہ ہو وہ دوسروں کے منصوبوں کے لئے کہاں سے وقت نکالے گا۔" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"تم دونوں نے رات جو کارنامہ سرانجام دیا ہے اسے دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔"

"ان کا تو صرف نام ہے۔" بڈ نے کیتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ نکیتا کو منقش کرنے کا سہرا صرف اور صرف بڈ کے سر ہے۔"

کیتھی براؤن ہنسنے لگی "ہاں میں تو صرف زخموں پر نمک چھڑکنے کا کام کر رہی تھی۔"

"اور بہت خوب کر رہی تھیں۔" تہذیب بے ساختہ بولی "اگر تم نے نمک نہ چھڑکا ہوتا تو بڈ کے لگائے ہوئے زخم رائگاں چلے جاتے۔"

"تم نے تو رات بنس ڈلے کے گھر گزاری ہو گی۔" جنرل ٹیرس نے کہا "لیکن تم نے بتایا نہیں کہ وہاں کیا رہا۔"

"ہونا کیا تھا۔حسب توقع ولسن اور گراہم مجھے قتل کرنے وہاں پہنچے تھے ان سے نمٹنے کے لئے میں نے جو انتظامات کر رکھے تھے انہیں استعمال کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی اور وہ میرے قابو میں آئے اور نوبت یہاں جا رسید کہ وہ علی یار خان کو ٹھکانے لگانے کے لئے میرے تعاون کے طلب گار ہو گئے ہیں۔"

ڈیوڈ ریان نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔اس کی نگاہوں میں حیرت تھی "یقین نہیں آتا کہ وہ لوگ بھی کسی سے مدد کے خواستگار ہو سکتے ہیں!"

"میں نے انہیں اس مقام کو پہنچا دیا کہ وہ مجھ سے مدد طلب کرنے پر مجبور ہو گئے اور اس میں میرا کمال نہیں ہے یہ کارنامہ تو میں نے دوسروں کی تعاون سے سرانجام دیا ہے۔"

"ان لوگوں کے سلسلے میں تو تم نے بڈ کے علاوہ کسی اور سے کام ہی نہیں لیا۔" جنرل ٹیرس نے کہا "اور اس سے بھی شاید صرف نگرانی ہی کروائی ہے۔"

"انہیں میں نے اپنی معلومات کے بل پر زیر کیا ہے جنرل! اور معلومات بہم پہنچانے میں مرکزی کردار ڈیوڈ ریان نے ادا کیا ہے۔"

"ہاں میں نے تمہیں معلومات ضرور فراہم کی ہیں مگر ان کے اتنے بھرپور استعمال کے بارے میں تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

"ایسا ہوتا ہے مسٹر ڈیوڈ!" میں نے کہا "ایک ہی چیز کو بہت بھرپور طریقے سے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور اس کی افادیت کو ختم بھی کیا جا سکتا ہے دراصل ان دونوں کو ہنگامی طور پر یہاں بھیجا گیا۔انہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ جس گاڑی میں انہوں نے بم فٹ کیا ہے اس میں ایگلز کا مقامی انچارج بھی بیٹھنے والا ہے ممکن ہے اس بات سے وہ اب تک لاعلم ہی ہوں بلکہ میرا خیال ہے یہ بات انہیں ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی ہے پھر انہوں نے مادام کلارا کو میری فراہم کی ہوئی غلط اطلاع بھجوا دی اور اس طرح انہوں نے اپنی پوزیشن خود ہی خراب کر لی۔دوسری طرف میں نے انہیں دہلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔وہ بے چارے یہی سمجھ رہے ہیں کہ میرا کوئی بہت بڑا گروہ ہے جو بڑے منظم پیمانے پر سرگرم عمل ہے اور اگر مجھے ذرا بھی نقصان پہنچا تو میرے آدمی ان کی نا اہلی کی کہانی مادام کلارا تک پہنچا دیں گے میں نے خود کو ان کے سامنے جس انداز سے پیش کیا اس کے بعد میری باتوں پر یقین کرنا ان کی مجبوری تھی۔"

"تمہیں خوف محسوس نہیں ہوتا۔" کیتھی براؤن نے کہا "وہ لوگ شوقیہ قتل کرتے پھرتے ہیں کسی وقت تم پر بھی گولی چلا سکتے ہیں۔"

"وہ صرف شوقیہ ہی قتل کر سکتے ہیں۔" میں نے کہا "ان میں اتنی ہمت نہیں کہ کسی ایسے شخص کو قتل کریں جس کو قتل کرنے سے ان کی اپنی زندگی خطرے میں پڑنے کا امکان موجود ہو۔"

"کیا یہ بہتر نہیں ہو گا چیف کہ تم اپنے مستقبل کے منصوبوں سے ہمیں باخبر کر دو تاکہ اگر تم کسی مشکل میں پھنسو تو ہم بھی اپنے طور پر ہاتھ پیر ہلا سکیں۔" بڈ نے کہا۔

"میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا کہ میں جو کچھ کرنے والا ہوں اس سے تم لوگوں کو آگاہ کر دوں۔ابھی ناشتا کرنے کے بعد میں ڈیوس ہوٹل کی طرف نکل جاؤں گا اور بنس ڈلے کی حیثیت میں ان لوگوں کو بتاؤں گا کہ میں نے علی یار خان کو قتل کرنے کے لئے ایک منصوبہ تیار کر لیا ہے۔ اس منصوبے کے تحت میں گراہم کو مقتول ڈرائیور کی بیوہ کے سامنے پیش کر دوں گا۔میں نے اس سے وعدہ کیا تھا جسے پورا کرنا ضروری ہے۔ ممکن ہے وہ گراہم کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دے بہرحال اس کے بعد میں گراہم کا سر تن سے جدا کر کے اس پر اپنا یعنی علی یار خان کا میک اپ کر دوں گا اور اس سر کو بحفاظت پیک کر کے ولسن کے حوالے کر دوں گا تاکہ وہ اسے لے کر گوٹے ہل سے نکل جائے اور شی گورائے میں مادام کلارا کی خدمت میں پیش کر دے۔"

"ولسن تم سے گراہم کے بارے میں سوال نہیں کرے گا؟" بڈ نے کہا۔

"کرتا رہے۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا "اس کے لئے پہلے سے کچھ سوچنا ضروری نہیں ہے اور ولسن کو بھی گراہم سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہو گی۔ ان دونوں ہی کے لئے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ کسی طرح علی یار خان کو ٹھکانے لگا دیں۔میں ولسن کو بتاؤں گا کہ گراہم مارا گیا ہے تو وہ بے حد خوش ہو گا اس لئے کہ اس طرح علی یار خان کے قتل کا پورا کریڈٹ اسے مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" ڈیوڈ نے کہا "لیکن ایک کٹے ہوئے سر سمیت گوٹے ہل سے نکل جانا آسان نہیں ہو گا۔"

میں نے جنرل ٹیرس کی طرف اشارہ کر دیا "اس قسم کی مجرمانہ سرگرمیوں میں مجھے ان کا تعاون حاصل رہتا ہے۔"

"اسے مجرمانہ سرگرمیاں کہہ رہے ہو۔" جنرل نے جھینپ کر کہا "تم تو بہت عظیم کام کر رہے ہو۔"

"خیر... مقصد یہ ہے کہ گوٹے ہل سے نکلتے وقت اس کی چیکنگ نہیں کی جائے گی اور شی گورائے میں تو ان کی اپنی حکومت ہے.... کیا خیال ہے؟" میں نے ڈیوڈ کی طرف دیکھا۔

"تمہارا اندازہ سو فیصد درست ہے۔" اس نے کہا "شی گورائے میں یہودی ایجنٹوں کو خاص مراعات حاصل ہیں لہٰذا وہاں سے نکلنے میں اسے کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔"

"پس ثابت ہوا کہ کہ میرا کٹا ہوا سر مادام کلارا کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"دشمن کو کبھی کمزور نہیں سمجھنا چاہئے چیف۔" بڈ بولا "ممکن ہے ولسن دھوکا کھا جائے لیکن مادام کلارا تو اس سر کی اصلیت تک پہنچ جائے گی۔"

"اور اس کے ساتھ ہی ولسن بھی اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔" میں نے کہا "ہے نا مزے دار بات..... جو مجھے ٹھکانے لگانے آیا تھا وہ اپنوں ہی کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچے گا۔"

"صرف ولسن کو ٹھکانے لگانے کے لئے تم اتنے لمبے چکر میں پڑ رہے ہو!" بڈ نے حیرت سے کہا اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تم گدھے ہو۔ ولسن کو مروانا مقصد تو نہیں ہے یہ فائدہ تو ضمناً حاصل ہو گا اصل مقصد تو رینڈل کو الجھانا ہے۔ ایک طرف تو مادام کلارا کے ساتھ یہ کچھ ہو گا اور دوسری طرف میں آج دوپہر ڈیوڈ ریان کی حیثیت سے رینڈل کو علی یار خان کے بارے میں رپورٹ پیش کر دوں گا۔ تیسری طرف تہذیب مالکم ایکس ہو گی جو شی گورائے میں مادام کلارا کے مقابل ایک مجرمانہ تنظیم کی داغ بیل ڈالے گی اور اسی آڑ میں ایگلز کے لوگوں کا صفایا کرے گی۔ میرے ذہن میں مادام کلارا سے الجھنے کی ابتدا کرنے کے لئے پروگرام موجود ہے۔"

"اوہ! مجھے خوشی ہے کہ اس بار تم مجھے کوئی باقاعدہ کام سونپ رہے ہو۔" تہذیب نے کہا۔

"ہر کام ضرورت کے تحت کیا جاتا ہے۔تہذیب! اور اس وقت یہ ضرورت ہے۔ تمہیں آج ہی شی گورائے کے لئے روانہ ہو جانا ہے ولسن کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی تمہیں وہاں پہنچ کر اپنے قدم جما لینے چاہئیں۔"

"ٹھیک ہے علی، میں وہاں میک اپ میں جاؤں گی اور کوئی مکان کرائے پر لینے کی کوشش کروں گی تاکہ آزادی کے ساتھ اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بڈ تو تمہارے ساتھ جائے گا ہی اس کے سوا اور بھی جس جس کو چاہو ساتھ لے جانا اور وہاں پہنچتے ہی اپنے فون نمبر سے مجھے آگاہ کرنا تاکہ میں تمہیں ولسن کی فلائٹ سے مطلع کرسکوں۔"

"یہ سب کچھ تو ہوجائے گا لیکن ولسن کی فلائٹ سے ہمارا کیا تعلق ہے؟"

"ابتدا یہیں سے تو ہوگی۔ تم مادام کلارا کو بتاؤ گی کہ ولسن نامی ایک شخص گوٹے ہل سے ایک بکس اپنے ہمراہ لا رہا ہے جس کے اندر ایک انسانی سر ہے اس اطلاع کو خفیہ رکھنے کے عوض تم اس سے رقم کا مطالبہ کرسکتی ہو اگر وہ تمہارا مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کرے تو تم حکام بالا کو یہ اطلاع فراہم کرنے کی دھمکی دے دینا۔"

"وہ کسی دھمکی میں نہیں آئے گی۔" ڈیوڈ ریان نے کہا "اس لئے کہ شی گورائے میں ایگلز کا اثر ورسوخ بہت زیادہ ہے۔"

"مجھے اس کا بخوبی اندازہ ہے مسٹر ڈیوڈ! یہ تو محض چھیڑ چھاڑ کی ابتدا ہوگی اصل پروگرام تو بعد میں پیش کیا جائے گا۔"

"یعنی تمہارا مطلب ہے اگر وہ رقم ادا کرنے سے انکار کرے تو میں خاموش ہوکے بیٹھ جاؤں۔" تہذیب نے کہا۔

"اگر انکار کردے کا کیا مطلب ہے تہذیب! وہ کبھی تمہارا مطالبہ پورا نہیں کرے گی۔ اس لئے کہ ان لوگوں کو شی گورائے میں کسی قسم کا ڈر خوف نہیں ہے۔"

"تو پھر اس لایعنی حرکت کا کیا فائدہ ہوگا؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"لایعنی تو مت کہو.... کیا یہ کم ہے کہ وہ خوف وہراس میں مبتلا ہوجائیں گے۔ مادام کلارا رینڈل کو اطلاع دے گی کہ ان کا ایک انتہائی خفیہ مشن کچھ اور لوگوں کے علم میں آگیا اور جن لوگوں کے علم میں آیا ہے وہ نامعلوم ہیں۔ جانتی ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا.... ان لوگوں کی توانائیاں ان نامعلوم لوگوں کی تلاش میں صرف ہوجائیں گی اور ہم بہ آسانی انہیں شکار کرسکیں گے۔"

تہذیب نے تفہیمی انداز میں سرہلایا "تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی! اس طرح ہم فائدے حاصل کرسکیں گے۔"

"تم فالکن کے نام سے میدان عمل میں اترنا.... ایگلز کے مقابلے میں فالکن" میں نے تہذیب سے کہا۔

"لیکن چیف تم نکیتا کو رہا کرنے کو بھی تو کہہ رہے تھے؟" بڈ بولا۔

"ہاں، ہم اسے آزاد کردیں گے.... تمہیں اس میں کوئی شبہ ہے کیا؟"

"نہیں" بڈ گڑبڑا گیا "لیکن تم نے شاید غور نہیں کیا کہ ڈیوڈ ریان کا بیان کچھ اور ہوگا جس کی تردید نکیتا کردے گی...."

"تم نے اچھا سوال اٹھایا ہے بڈ! میں نے اس پہلو پر غور کیا ہے اور اس میں ڈیوڈ ریان کے سوا کسی اور کے لئے خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے بارے میں رینڈل کو پہلے ہی یقین ہے کہ میں شخصیت کی تبدیلی کے عمل سے بچ نکلا ہوں۔ ڈیوڈ ریان کی طرف سے رپورٹ تو محض اسے چڑانے کے لئے ہوگی۔ اسے بے بسی کا احساس دلائے بغیر مزا بھی تو نہیں آئے گا۔"

"تو کیا تم ڈیوڈ ریان سے بھی کام لینے کے موڈ میں ہو؟" بڈ نے کہا۔

"ہرگز نہیں.... ڈیوڈ اس کے لئے تیار نہیں ہے لہٰذا اس کا رول مجھے ہی کرنا ہوگا۔"

"تب تو تم اپنے لئے خود مشکلات کھڑی کرلوگے۔ ڈیوڈ ریان تو ویسے ہی ہٹ لسٹ پر موجود ہے...."

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں لیکن تمہیں بے فکر رہنا چاہئے۔ میرے ذہن میں اس کا شاندار توڑ موجود ہے۔ رینڈل کو بھی لطف آجائے گا۔ ڈیوڈ ریان کو فالکن کی سربراہ رینا سالومن اغوا کرلے گی۔"

بڈ حیرت سے منہ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا "کون رینا سالومن؟" اس نے احمقانہ انداز میں کہا اور سب کے سب ہنس پڑے۔

"شی گورائے میں ایگلز کے مقابلے پر ایک فرضی تنظیم قائم کرنے کے بارے میں تم نے ہماری باتیں نہیں سنیں؟" میں نے کہا۔

"وہ تو... وہ تو میں نے سب سن لیا ہے چیف لیکن یہ رینا سالومن کون خاتون ہیں جو تمہیں اغوا کرلیں گی۔"

"فالکن کی سربراہ تہذیب ما لکم ایکس ہوگی اور تہذیب کا فرضی نام رینا سالومن ہوگا" میں نے بڈ کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"تم نے تو بات اور بھی الجھادی... میڈم کو کیا پڑی ہے کہ وہ اپنے ہی ساتھی کو اغوا کرلیں؟"

"میڈم کے بچے" میں نے دانت پیس کر کہا "ڈیوڈ ریان تو یہاں ٹیرس محل میں رہے گا اور میں یا تو بنس ڈلے کے میک اپ میں ہوں گا یا پھر شی گورائے چلا جاؤں گا۔ یہ تو محض ایک غلط اطلاع ہوگی جو تہذیب کی جانب سے مادام کلارا کو فراہم کی جائے گی۔ اس کا مقصد صرف اتنا ہوگا کہ رینڈل اینڈ کمپنی بے بسی کا شکار ہو ورنہ کوئی کسی کو اغوا نہیں کرے گا اور اس طرح میں خود بھی محفوظ رہوں گا۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے" بڈ نے اطمینان کی بہت زوردار سانس لی "میں تو تشویش میں مبتلا ہوگیا تھا۔"

"بکواس مت کرو۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تم کیا سمجھ رہے تھے اور کیا نہیں سمجھ رہے تھے۔"

"تم بہت خوش قسمت ہو علی!" کیتھی براؤن نے ہنستے ہوئے کہا "تمہیں ایسے ساتھی میسر ہیں جو ماحول کو کسی بھی وقت گمبھیر نہیں ہونے دیتے۔"

"مجھے ان سے اپنا مغز چھلنی کروانا پڑتا ہے اور تم ان کی تعریف کررہی ہو" میں نے برا سامنہ بنا کر کہا "ذرا ماحول سنجیدہ ہوا اور بڈ نے بے تکی ہانکنی شروع کی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم نے منصوبے تو بہت اچھے بنائے ہیں۔ بشرطیکہ ان پر اس طرح عمل ہوسکے" ڈیوڈ نے کہا۔

"اگر تمہیں کہیں جھول نظر آرہا ہو تو تم اس کی نشان دہی کرسکتے ہو" میں نے کہا "ممکن ہے میں نے کہیں کوئی سقم چھوڑ دیا ہو تو اس کی اصلاح ہوجائے گی۔"

"مثال کے طور پر تم میری حیثیت میں رینڈل کو رپورٹ پیش کروگے تو تم یہ یقین نہیں کرسکتے کہ اس کا ردعمل کیا ہوگا۔ ممکن ہے وہ تمہیں کوئی کام سونپ دے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ تمہیں اپنے پاس فرانس طلب کرلے۔"

"تمہارا کہنا بجا ہے ڈیوڈ! اس کے ردعمل کا تعین واقعی نہیں کیا جاسکتا لیکن اس کا ردعمل خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو رینا سالومن کو تو نہیں روک سکتا اور نہ ہی رینا سالومن ڈیوڈ ریان کو اغوا کرنے کے لئے کسی خاص وقت کی پابند ہے۔ دراصل میں نے مادام کلارا کے ردعمل کا تعین کرلیا ہے۔ وہ تہذیب کا کوئی مطالبہ بھی تسلیم نہیں کرے گی..... میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"نہیں، اس حد تک تو تم بالکل صحیح ہو۔ کلارا کوئی مطالبہ نہیں مانے گی اور اپنی من مانی کرے گی" ڈیوڈ نے جواب دیا۔

"اس یقین کو بنیاد بنا کر میں نے یہ منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ رینا سالومن نے ڈیوڈ ریان کو احتیاطاً پہلے ہی اغوا کرالیا تھا تاکہ اگر مادام کلارا اس کی بات نہ مانے تو اس کے خلاف انتقامی کارروائی کے لئے رینا سالومن کو بعد میں کوئی زحمت نہ اٹھانا پڑے۔"

"یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رینا سالومن کو ڈیوڈ ریان اور مادام کلارا کے درمیان کسی قسم کے تعلق کا علم کیوں کر ہوا؟" ڈیوڈ نے اعتراض کیا۔

"بڑا بھرپور اعتراض ہے" میں نے سنبھل کر کہا "لیکن اس میں سرکھپانے کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ رینا سالومن کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ اسے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس نے کون سی معلومات کس طرح اور کہاں سے حاصل کیں۔ یہیں تو ایگلز پر فالکن کی برتری ثابت ہوگی۔"

"رینڈل کی ذہانت سے انکار ممکن نہیں ہے علی!" ڈیوڈ نے کہا "وہ سمجھ جائے گا کہ فالکن کی پشت پر تم ہو۔ اس لئے کہ تمہارے علاوہ کوئی اور مادام کلارا اور میرے تعلق سے واقف نہیں ہوسکتا۔"

"اگر اس نے یہ نتیجہ اخذ کر بھی لیا تو وہ خود ہی اسے مسترد کردینے پر مجبور ہوجائے گا اس لئے کہ مجھے پوشیدہ رہ کر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ میں تو علی الاعلان اس سے مقابلہ کرتا اور اس کو شکست کا احساس دلاتا۔"

"تم بھول رہے ہو کہ نکیتا کے ذریعے اسے سب کچھ معلوم ہوجائے گا۔"

"نکیتا کبھی یہ اعتراف نہیں کرے گی کہ اس نے اپنی زبان کھول دی تھی.... کیا خیال ہے؟"

ڈیوڈ نے اثبات تم منصوبے کی تفصیلات تو بتاؤ۔"

ہمت نہیں کہ رینڈل کے سامنے اُف و لسن! میرا تجربہ ہے کہ سادہ

"کوئی اور بات جو تمہیں کھٹک رہی ہو" میں نے ... سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں" اس نے نفی میں سرہلایا "تم نے خوب سوچ سمجھ کر منصوبہ بنایا ہے۔ بظاہر اسے ناکام نہیں ہونا چاہئے۔"

"بس اب میں ڈیوس ہوٹل کا رخ کروں گا" میں نے کہا "بڈ، ذرا معلوم تو کرو کہ ان لوگوں نے پھر کوئی فون تو نہیں کیا؟"

بڈ نے فون پر ہوٹل کی آپریٹر سے بات کی اور مجھے بتایا کہ انہوں نے ہوٹل سے کوئی فون نہیں کیا۔

"لیکن بے فکر رہو۔ صبح ولسن ہوٹل سے باہر گیا تھا۔ اس نے یقیناً باہر سے فون کیا ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

"کیا تم نے اس کا بھی انتظام کرلیا تھا بڈ؟" میں نے کہا۔

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ اب وہ اس ہوٹل کا فون استعمال نہیں کریں گے اس لئے میں نے انتظام کرلیا تھا کہ وہ خواہ کہیں سے بھی فون کریں ان کا فون ٹیپ ہوجائے۔ مجھے چند منٹ کی مہلت دو، میں ابھی معلوم کرکے بتاتا ہوں۔"

"دیکھا، میں کہہ رہی تھی نا کہ ساتھیوں کے معاملے میں تم بہت خوش قسمت ہو" کیتھی براؤن نے کہا "تمہارے کہے بغیر یہ لوگ جانتے ہیں کہ انہیں کیا کیا کرنا ہے۔"

"میں تم سے متفق ہوں کیتھی" تہذیب نے کہا "لیکن علی کے ساتھی بھی تو خوش قسمت ہیں۔"

"اس میں کیا شک ہے" کیتھی براؤن مسکرائی "علی جیسا خیال رکھنے والا انہیں اور کہاں میسر آسکے گا۔"

"تمہاری یادداشت کچھ کمزور معلوم ہوتی ہے۔" میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا "کیا تہذیب کے ہاتھوں اپنی بے ہوشی بھول گئیں؟"

"ہے تو وہ بھی تمہاری ساتھی" کیتھی براؤن جھینپ کر بولی "اور اس نے بھی تمہاری خاطر اتنا بڑا قدم اٹھالیا تھا۔"

"بات یہ نہیں ہے کہ وہ میری ساتھی نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ تم بھی میری ساتھی ہو۔ میں کسے کیا سمجھوں۔"

"شکر ہے، تم تفریح کے موڈ میں تو نظر آئے" جنرل ٹیرس نے کہا "ورنہ تم پر جو سنجیدگی طاری تھی اسے دیکھ کر تو ڈر لگنے لگا تھا۔"

"تم میری باتوں کو مذاق سمجھ رہے ہو جنرل!" میں نے حیرت سے کہا "جب کہ میں انتہائی سنجیدہ ہوں۔"

جنرل قہقہہ مار کے ہنس پڑا۔ کیتھی براؤن اور تہذیب بھی ہنس رہی تھیں۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں علی! مجھے تمہاری قسمت پر رشک آتا ہے۔ تمہیں کتنے پُرخلوص دوست میسر ہیں" کیتھی نے کہا۔

"تم نے اپنی زندگی یوں ہی ضائع کردی جنرل" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "کیتھی سے کچھ بھی نہیں سیکھا۔"

"بڈ تو تمہارے ساتھ جانا ۔۔۔ جس کو جاہو ۔۔۔ دیکھا نہیں کیتھی کتنے خوب صورت انداز میں اپنی ۔۔۔ تعریف کرتی ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" جنرل واقعی حیران تھا۔

"علی کا مطلب یہ ہے کہ کیتھی براؤن نے علی کے دوستوں کو پُرخلوص کہہ کر خود اپنی تعریف کی ہے" تہذیب نے مسکراتے ہوئے کہا "وہ خود بھی تو علی کے حلقۂ احباب میں شامل ہے۔"

کیتھی براؤن جھینپ گئی اور جنرل نے کہا "میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا لیکن اس لئے انجان بن رہا تھا کہ کیتھی نے اپنے ساتھ ساتھ میری بھی تعریف کی ہے۔"

"بہت خوب جنرل" میں ہنس پڑا "تمہارا جملہ ثابت کرتا ہے کہ تم نے کیتھی کے کچھ نہ کچھ اثرات ضرور قبول کئے ہیں۔"

"ولسن نے ٹیلی گراف آفس سے شی گورائے کال کی ہے چیف" بڈ نے آکر کہا "پوری گفتگو ریکارڈ کرلی گئی ہے۔ پندرہ منٹ کے اندر اندر تم کیسٹ سن سکو گے۔"

پھر پندرہ منٹ کے اندر اندر ہم سب وہ کیسٹ سن رہے تھے جو بڈ کی دوراندیشی کا شاہکار تھی۔

"خرگوشوں کے جوڑے کا کیا رہا ولسن؟" ابتدائی گفتگو کے بعد مادام کلارا نے پوچھا "میں بے چینی سے تمہاری کال کا انتظار کررہی تھی۔"

"ہم پوری تندہی سے کام کررہے ہیں مادام! لیکن یہاں ہمیں بڑے عجیب حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مجھے مشورے کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔"

"حیرت ہے ولسن یہ بات تم کہہ رہے ہو..... تم تو بہت معاملہ فہم آدمی ہو۔"

"میں معذرت چاہتا ہوں مادام لیکن ہم ایک دشمن ملک میں ہیں' اور ہم پر جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ ان کے پیش نظر ہمیں دشواریاں پیش آرہی ہیں۔"

"تم قابل اعتماد آدمی ہو ولسن! تمہاری ذہانت پر بھروسا بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اس کے باوجود میں یہ پوچھنے پر مجبور ہوں کہ کیا فون پر اس طرح گفتگو کرنا ٹھیک ہے؟"

"میں ٹیلی گراف آفس سے فون کررہا ہوں مادام! یہاں بارہ بوتھ ہیں اور سب کے سب انگیج ہیں لہٰذا یہ امکان نہیں ہے کہ کوئی ہماری گفتگو سننے کی کوشش کرے گا۔"

"ٹھیک ہے ولسن..... اگر تم اسے محفوظ سمجھتے ہو تو بتاؤ' تمہیں کیا پریشانی ہے؟"

"ہمیں یہاں آئے ہوئے چوبیس گھنٹوں سے کچھ زیادہ ہوچکے ہیں مادام! ہمیں ہنگامی طور پر یہاں بھیجا گیا تھا۔ کسی سے مدد لینے کی بھی ممانعت تھی۔ آپ جانتی ہیں کہ ہم کتنی صفائی سے کام کرنے کے عادی ہیں لیکن یہاں حیران کن بات یہ ہوئی کہ وہ لوگ عین وقت پر مطلوبہ گاڑی میں نہیں بیٹھے حالانکہ اس کا کوئی امکان نہ تھا مگر انہوں نے دوسری گاڑی طلب کرلی۔"

"تم سے کہا گیا تھا کہ اپنا کام کرکے وہاں سے کھسک لینا پھر تم نے حکم عدولی کیوں کی؟" مادام کلارا کی غصیلی آواز سنائی دی۔

"ہم نے ہر حکم پر حرف بہ حرف عمل کیا لیکن اس کا کیا علاج کہ گوٹے ہل پہنچتے ہی ہماری نگرانی شروع ہوگئی تھی۔"

"کیا کہہ رہے ہو ولسن!" مادام کلارا کی چونکی ہوئی آواز آئی "تم لوگوں کا مشن تو بہت خفیہ اور ہنگامی طور پر ترتیب دیا گیا تھا۔"

"یہاں کے محکمہ انٹیلی جنس کا یہ بدعنوان افسر جس کا نام بنس ڈلے ہے اور جس کا کام ہی غیر ملکیوں کو بلیک میل کرنا ہے وہ ہمارے پیچھے لگ گیا ہے۔"

"ایسے لوگوں کو راستے سے ہٹا دیا جاتا ہے ولسن" مادام کلارا نے سرد لہجے میں کہا "مجھے افسوس ہے کہ اتنی معمولی سی بات کے لئے تم نے مجھ سے رابطہ قائم کیا۔"

"بات اتنی سادہ نہیں ہے مادام! اس کا اپنا ایک گروہ ہے۔ اگر ہم نے اسے راستے سے ہٹایا تو اس کے ذاتی گروہ کے آدمی حکومت کی ایجنسیوں کو ہمارے بارے میں اطلاع فراہم کردیں گے۔ اس وقت تو ہم پھر بھی محفوظ ہیں۔"

"اگر وہ بدعنوان ہے تو اس کا منہ بند کرنا کیا بڑی بات ہے ولسن۔"

"اس نے ہم سے رقم کا ہی مطالبہ کیا تھا مادام! لیکن وہ بہت بڑی رقم طلب کررہا ہے" ولسن نے اسے وہ رقم بتائی جو میں نے اس سے طلب کی تھی۔

"ایک نامکمل کیس پر اتنی بڑی رقم ضائع کرنا مناسب نہیں ہوگا ولسن! تم لوگ واپس آجاؤ۔"

"وہ ہمیں فرار بھی نہیں ہونے دے گا مادام! بہت منظم طریقے سے کام کرنے کے علاوہ وہ نہ صرف پھرتیلا ہے بلکہ جسمانی اعتبار سے بھی بہت طاقت ور ہے۔ گراہم اس سے الجھا تھا لیکن کیا آپ یقین کریں گی کہ وہ ان کے سامنے بچہ معلوم ہورہا تھا۔ انتہا تو یہ ہے کہ وہ گراہم کے پھینکے ہوئے خنجر سے بھی بچ نکلا۔"

"تب تو پھر وہ بہت کام کا آدمی ہوا ولسن!" مادام کلارا نے مضطربانہ لہجے میں کہا "رقم کی پروا کئے بغیر اس کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"

"میں اسے پیش کش کرچکا ہوں مادام! خرگوشوں کا نام سن کر وہ جھجک گیا تھا لیکن منہ مانگے معاوضے کے لالچ میں آکر وہ راضی ہوگیا ہے۔"

"اگر وہ یہ کام کرسکے تو ہم اسے بڑے سے بڑا معاوضہ ادا کرنے کو تیار ہیں۔ اس سے معاملات طے کرلو۔ اخراجات کے لئے خطیر رقم آج ہی تمہیں مل جائے گی۔"

"شکریہ مادام! میں نے اسی معاملے میں آپ کی منظوری حاصل کرنے کے لئے فون کیا تھا۔"

میں نے ٹیپ ریکارڈ آف کیا اور ڈیوڈ ریان کی طرف دیکھا "دیکھ لو' کیسا ان لوگوں کو رعب میں لیا ہے۔"

"بلاشبہ آپ نے بہت اچھے انداز میں معاملات کو ہینڈل کیا ہے" ڈیوڈ نے کہا "بصورت دیگر آپ کی زندگی خطرے میں پڑسکتی ہے۔"

"اب وہ تم سے تم ہی کو قتل کرانا چاہ رہے ہیں" بڈ نے کہا۔

"زندگی میں ایسے مقامات بھی آتے ہیں بڈ جب آدمی خود اپنے ہی خلاف سازش کرتا ہے۔"

****

گراہم اور ولسن میرے منتظر تھے۔ اب ان کے رویّے یکسر تبدیل ہوچکے تھے اور دونوں مجھ سے خاصی گرم جوشی سے ملے تھے۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر بنس" ولسن نے بیٹھنے کے بعد کہا "ایک ایسی پیچیدگی پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے تمہیں شام سے قبل ادائیگی نہیں کرسکوں گا۔"

"اسے جہنم میں جھونکو" میں نے بے پروائی سے کہا "ادائیگیاں تو ہوتی رہیں گی۔ زیادہ فکر تو مجھے علی یار خان کی ہے۔"

"ہاں' اس کا کیا ہوا؟" گراہم بے صبری سے بولا "امید کی کوئی کرن نظر آئی کہ نہیں؟"

"میں نے نہ صرف منصوبہ تیار کرلیا ہے بلکہ اب تک اس پر خاصا کام بھی کرچکا ہوں۔"

"یار تم آدمی ہو یا جن" گراہم نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں "رات ہی تو ہمارے درمیان بات ہوئی تھی اور اب صبح ہوئے چند ہی گھنٹے گزرے ہیں۔ اس دوران تم نے کام بھی کرلیا؟"

"دولت کبھی آسانی سے ہاتھ نہیں آتی گراہم! اس کے لئے آدمی کو مشین میں تبدیل ہونا پڑتا ہے۔ گھن چکر بننا پڑتا ہے۔"

"ہر بات میں تم پیسوں کا تذکرہ کرتے ہو اور اتنی لمبی لمبی رقمیں طلب کرتے ہو لیکن اس کے باوجود اتنی گھٹیا جگہ پر رہتے ہو۔ کیا یہ بات تعجب خیز نہیں ہے؟" ولسن نے کہا۔

"میں سرکاری ملازم ہوں مسٹر ولسن اور ایک حساس ادارے میں ملازم ہوں۔ مجھے بہت احتیاط برتنی پڑتی ہے۔ ورنہ میرے خلاف انکوائری شروع ہوجائے گی اور میری تمام محنت پر پانی پھر جائے گا۔"

"بات سمجھ میں آگئی" ولسن نے سرہلایا "ہاں تو تم منصوبے کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے؟"

"میں نے رات سے اب تک خاصا کام کیا ہے مسٹر ولسن اور مجھے یقین ہے کہ اگر میرے منصوبے پر حرف بہ حرف عمل کیا جائے تو کامیابی یقینی ہے۔"

"تمہاری صلاحیتوں کے پیش نظر ہم بھی بہت پُرامید ہیں" ولسن نے کہا "لیکن تم منصوبے کی تفصیلات تو بتاؤ۔"

"بہت سادہ منصوبہ ہے مسٹر ولسن! میرا تجربہ ہے کہ سادہ منصوبہ زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے" گراہم بے صبری سے بولا "لیکن اس کے خلاف ماضی میں ہر قسم کے منصوبے ناکام ہوچکے ہیں۔ ہر بار کسی نہ کسی وجہ سے وہ بچ ہی جاتا ہے۔"

"اب تک وہ محض اس لئے بچتا رہا کہ کیپٹن بنس ڈلے اس کے مدمقابل نہیں آیا تھا" میں نے اکڑ کر کہا "اب اس کی زندگی کے دن پورے ہوچکے ہیں۔"

"ضرورت سے زیادہ اعتماد آدمی کو لے ڈوبتا ہے مسٹر ڈلے" ولسن بولا "تمہیں ناکامی کا امکان بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔"

"اس کے خلاف آج تک کوئی منصوبہ کامیاب نہیں ہوا اور میں بھی کبھی ناکام نہیں ہوا۔ میرے کریڈٹ پر بھی بڑی بڑی کامیابیاں ہیں اور ناکامی ایک بھی نہیں ہے۔"

"پھر بھی ہم نہیں چاہتے کہ کوئی معمولی سی بات اسے بچا جائے۔ ان دونوں کو اب ختم ہی ہوجانا چاہئے۔"

"بالکل ختم ہوجانا چاہئے۔ اس لئے کہ ان کی زندگیوں کا اختتام میری امیرانہ زندگی کا نقطۂ آغاز ثابت ہوگا لیکن میں ان دونوں کی یکجائی کا انتظار نہیں کرسکتا۔"

"یکجائی کے انتظار سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ وہ دونوں ساتھ ہی تو ہیں" ولسن نے تیزی سے کہا۔

"پرانی بات ہوئی مسٹر ولسن! اب تہذیب ملک ایکس یہاں موجود نہیں ہے۔ صرف علی ہے اور میری اطلاع کے مطابق اب سے ایک گھنٹے بعد وہ مقتول کی بیوہ کے گھر جائے گا' تمہیں معلوم ہے اس کا گھر کہاں ہے؟"

"نہیں" ولسن اور گراہم دونوں کے سر نفی میں ہلے تھے "ہمیں کیسے معلوم ہوسکتا ہے؟"

"حالانکہ بہت سیدھی سی بات ہے۔ گوٹے ہل کے صدر کا ذاتی ملازم صدارتی محل کے سرونٹ کوارٹرز کے علاوہ اور کہاں رہے گا؟"

"اوہ!" ولسن جھینپ گیا "واقعی یہ تو سامنے کی بات ہے۔ اتفاق ہے کہ اس طرف ذہن ہی نہیں گیا۔"

"خیر کوئی بات نہیں ..... تو میں کہہ رہا تھا کہ وہ وہیں سرونٹ کوارٹر میں رہتی ہے اور علی ایک گھنٹے بعد اس سے ملنے جائے گا....."

"کیا ضروری ہے کہ وہ ایک گھنٹے بعد ہی وہاں جائے" ولسن بولا۔

"میں ہمیشہ ٹھوس ذرائع سے معلومات حاصل کرتا ہوں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ علی نے اس سے وعدہ کیا ہے۔ میری معلومات کے مطابق وہ وعدے کا بہت پابند ہے۔"

"وہ وہاں کس سلسلے میں جائے گا" ولسن نے کہا' اس کے لہجے

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے الجھن ظاہر ہو رہی تھی۔

"اصولی طور پر میں یہ بتانے کا پابند نہیں ہوں' لیکن پھر بھی بتا رہا ہوں کہ میں نے اس سے مقتول ڈرائیور کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا وعدہ کیا تھا...."

"ٹھیک ہے' بات سمجھ میں آگئی" ولسن نے ایک طویل سانس لی "اس کے علاوہ اس کے وہاں جانے کا اور کوئی جواز ہو بھی نہیں سکتا تھا۔"

"لیکن اس معاملے میں وہ منہ کی کھائے گا۔ میں نے تم لوگوں تک پہنچنے کے سارے راستے بند کردیے ہیں۔"

"اس کے لئے ہم تمہارے شکر گزار ہیں مسٹر ڈلے" گراہم نے کہا "لیکن تمہارا وہ منصوبہ...."

"میرے منصوبے کی نوعیت ایسی ہے کہ میں اسے تم دونوں کے سامنے بیان نہیں کرسکتا" میں نے کہا "پھر اس میں ایک سقم بھی ہے اور مجھے یقین ہے کہ ولسن سے گفتگو کرنے کے بعد ہی اس سقم کو دور کرسکوں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی" ولسن نے حیرت سے کہا "میں اور گراہم الگ الگ نہیں ہیں۔ ہمارے درمیان کوئی بات راز نہیں رہتی...."

"اس کے باوجود میں اصرار کروں گا کہ پہلے تم تنہائی میں اس منصوبے پر مجھ سے بات کرلو۔ پھر گراہم کے علم میں بھی لے آئیں گے۔"

"تم خواہ مخواہ اس پر مصر ہو.... اس کا فائدہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ نقصان البتہ ہو جائے گا۔ ہم دونوں کے درمیان خواہ مخواہ غلط فہمیاں پیدا ہو جائیں گی۔"

میں اٹھ کھڑا ہوا "تم لوگ سنجیدہ نہیں ہو ورنہ اس معاملے میں مجھ سے بحث نہ کرتے۔ جب تم لوگ میری بات سے متفق ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ دوبارہ اتنا اچھا موقع کب ہاتھ آئے گا۔"

میں پلٹ کر دروازے کی طرف چل پڑا لیکن دروازے تک پہنچنے سے قبل ہی ولسن نے مجھے آواز دی "سنو' اتنی جلدی کوئی فیصلہ مت کرو۔"

"میرے پاس وقت زیادہ نہیں ہے مسٹر ولسن!" میں نے اس کی طرف مڑ کر کہا "مجھے جو بھی فیصلہ کرنا ہے جلدی ہی کرنا ہے۔"

ولسن اور گراہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ولسن مجھ سے بولا "میں گراہم کو باہر بھیجے دیتا ہوں لیکن اس کی عدم موجودگی میں ہمارے درمیان جو بھی گفتگو ہوگی وہ میں اسے بتا دوں گا۔"

"قطعی" میں نے رضامندی ظاہر کی "یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم اسے کیا بتاتے ہو اور کیا نہیں۔"

گراہم خود ہی اٹھ کھڑا ہوا مگر اس کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے میرا طرز عمل پسند نہیں آیا ہے۔

"اب بتاؤ گراہم کو باہر بھیجنے کی کیا وجہ ہے" گراہم کے جانے کے بعد ولسن نے پوچھا۔

"بات ہمارے محکمے تک پہنچ چکی ہے اور مجھے علی یار خان سے ملاقات کے لئے جانا ہے" میں نے کہا "معاملہ چونکہ بہت اونچی سطح کا ہے اس لئے ہم نے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے مدد لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان کا ایک تفتیشی افسر یہاں پہنچنے والا ہے۔ اس وقت معاملہ میرے ہاتھ میں تو ہے۔ اس تفتیشی افسر کو ائرپورٹ سے لے کر مقتول کے کوارٹر تک پہنچانا میری ہی ذمے داری ہے لہٰذا میں گراہم کو اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟" ولسن نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"چونکہ علی یار خان خود کو محفوظ تصور کر رہا ہوگا اس لئے مطمئن ہوگا اور موقع دیکھ کر اس پر فائر کرنا گراہم کا کام ہوگا۔ یہ نہایت آسان کام ہے اور اس میں کوئی پیچیدگی بھی نہیں ہے۔"

"یہ تم نے کس قسم کا منصوبہ بنایا ہے" ولسن نے حیرت سے کہا "اسے قتل کرنے کے بعد خود گراہم کی کیا پوزیشن ہوگی؟"

"اسے ایک سرکاری مہمان کو قتل کرنے کے جرم میں میں ہلاک کردوں گا" میں نے بڑے سکون سے کہا۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا۔ ہم نے تم سے علی یار خان کو ٹھکانے لگانے کو کہا ہے اور تم اتنے اطمینان سے خود ہمارے خلاف باتیں کر رہے ہو؟"

"اس لئے تو میں نے گراہم کو باہر بھجوا دیا ہے۔ اگر میں اس کے سامنے یہ سب کچھ بیان کرتا تو تم اس کے سامنے اعتراض داغ دیتے۔ اس کی اپنی عقل تو موٹی ہے لہٰذا میں اسے کسی نہ کسی طرح دھوکے میں رکھ سکتا ہوں لیکن تم سے میں صاف صاف گفتگو کر رہا ہوں۔ بڑی سے بڑی رقم کے عوض بھی کوئی شخص خود کو ہلاک نہیں کروا سکتا اور اگر میں نے علی یار خان کو ہلاک کرنے کی ناکام کوشش بھی کی تو مجھے بخشا نہیں جائے گا اور فی الوقت جو منصوبہ میں نے بنایا ہے اس کے سوا کوئی اور منصوبہ بن بھی نہیں سکتا۔ دوسری طرف انتظار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ معلوم نہیں کس وقت وہ ملک سے کہیں اور چل دے۔ تم تو جانتے ہی ہوگے کہ وہ کسی ایک جگہ کبھی نہیں ٹکتا۔ لہٰذا اب یہ تم پر منحصر ہے۔ تم گراہم کی قربانی دینا منظور کرو تو یہ جھگڑا آج ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو سکتا ہے۔"

"تم چاہو تو اس سے بہتر طریقہ بھی تلاش کرسکتے ہو" ولسن نے کہا۔

"بالکل کرسکتا ہوں مسٹر ولسن مگر اس کے لئے وقت چاہئے اور ساتھ ہی یہ ضمانت بھی کہ وہ گوٹے ہل سے کہیں اور نہیں چلا جائے گا۔"

"اس منصوبے میں تم اتنی گنجائش نکال سکتے ہو کہ گراہم کی بچت کے امکانات پیدا ہو جائیں۔"

"میں سمجھ رہا تھا اسے قتل کرنا تمہارے لئے بہت اہم ہے" میں نے مایوسی سے کہا "مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ اس قدر غیر اہم ہے کہ تم لوگ اس کی خاطر کوئی قربانی بھی نہیں دے سکتے۔"

"م.... میں تو محض امکانات کی بات کر رہا ہوں" ولسن ہکلا گیا "خواہ مخواہ ایک جان ضائع کرنے سے فائدہ؟"

"تم لوگوں کی انہی حرکتوں کی وجہ سے وہ ہمیشہ بچتا چلا آرہا ہے۔ تم اپنے تحفظ کو زیادہ اہمیت دیتے ہو۔ میں بھی یہی حرکت کروں گا تو وہ پھر بچ جائے گا اس لئے میں معذرت چاہتا ہوں۔"

"تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے" ولسن نے کہا "سوال یہ ہے کہ اس کام کے لئے تم نے گراہم کو ہی کیوں منتخب کیا ہے؟ تم مجھے بھی تو منتخب کرسکتے تھے؟"

"بے سوچے سمجھے کوئی فیصلہ کرتا تو تمہارا انتخاب کرسکتا تھا لیکن میں کبھی بغیر سوچے سمجھے کوئی کام نہیں کرتا۔ گراہم کو میں بہلاوا دے سکتا ہوں تمہیں نہیں دے سکتا۔ تم ذہین آدمی ہو' سمجھ سکتے ہو کہ علی کو ہلاک کرنے والا زندہ بچ کر نہیں نکل سکے گا جبکہ گراہم اس قسم کی قوت تجزیہ سے محروم ہے۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر علی کو مارنا بہت اہم ہے تو گراہم کو بھول جاؤ۔"

"اگر تم چاہو تو ایسا انتظام کرسکتے ہو کہ علی کو مارنے کے بعد گراہم جائے واردات سے فرار ہو جائے گا۔"

"یہ کوئی ایسی بڑی بات بھی نہیں ہے لیکن اس کے بعد میری پوزیشن کیا ہوگی؟"

"پوزیشن تو تمہاری اب بھی خراب ہوگی۔ آخر ائرپورٹ سے تم ہی اسے وہاں لے کر جاؤ گے۔"

"علی کے قاتل کو ہلاک کرکے میں اپنی غلطی کی اس حد تک تلافی کردوں گا کہ اس کے بعد میرے خلاف کوئی الزام یقین کی حد کو نہیں پہنچ سکے گا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ڈلے" ولسن نے ایک طویل سانس لی "معاملہ اتنا اہم ہے کہ میں اس میں رخنہ اندازی نہیں کرسکتا۔ مجھے ہر قیمت پر علی کا سر چاہئے۔"

"تو اب یہ بھی طے کرلیں کہ ہمیں گراہم کو کیا بتانا ہے۔"

✲✲✲✲✲✲✲✲

تمام انتظامات مکمل تھے۔ مقتول ڈرائیور کی بیوہ کو بڈ پہلے ہی ساری صورت حال سے آگاہ کرچکا تھا اور گراہم کو میں نے اور ولسن نے مل کر یقین دلا دیا تھا کہ اس کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میری لفاظی اور ولسن کی تائید کے باعث اسے یقین آگیا تھا کہ وہ علی یار خان کو قتل کرنے میں لامحالہ کامیاب ہو جائے گا اور یہ کہ اب اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔

مقتول ڈرائیور کے کوارٹر کا دروازہ بڈ نے کھولا تھا۔ یہ بات ہمارے منصوبے کے عین مطابق تھی۔

"اوہ! کیپٹن بنس ڈلے" بڈ نے بہت خوش ہو کر کہا تھا "مجھے یقین ہے کہ اب قاتل نہیں بچ سکیں گے' آیئے' اندر آجایئے۔"

بڈ ہمیں ایک خالی کمرے میں لایا۔ مقتول کی بیوہ اور بچے دوسرے کمرے میں تھے۔

"ان سے ملئے جناب" میں نے بڈ سے کہا "یہ مسٹر گراہم ہیں' اسکاٹ لینڈ یارڈ کے مشہور سراغ رساں" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی جناب" بڈ نے بڑی گرم جوشی سے گراہم سے ہاتھ ملایا "دراصل علی صاحب کو اچانک ایک کام سے جانا پڑ گیا۔"

"یہ کیا طریقہ ہوا" میں بگڑ گیا "اس طرح تو تفتیش نہیں ہوسکتی۔"

"انہیں بھی اسی وجہ سے اچانک جانا پڑ گیا" بڈ نے پہلے سے طے شدہ بات کی "اب آپ کو ان سے ملنے کے لئے اس پتے پر جانا پڑے گا" بڈ نے ایک کاغذ میری طرف بڑھایا جس پر اس بنگلے کا پتا لکھا ہوا تھا جہاں بس ڈلے کو رکھا گیا تھا۔ میں نے اس کاغذ پر ایک نظر ڈالنے کے بعد گراہم کی طرف بڑھا دیا جو کچھ گھبرایا ہوا سا نظر آرہا تھا۔

"کیا خیال ہے مسٹر گراہم!" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "ہم وہاں بھی چلے جائیں گے۔ ہمیں تو اپنا کام کرنے سے غرض ہے۔ خواہ یہاں ہو یا وہاں۔"

"ہاں' ہاں.... بالکل بالکل" گراہم نے بوکھلائے ہوئے سے انداز میں کہا۔

"تو پھر مقتول کی بیوہ سے چند باتیں کرلوں۔ اگر ضرورت ہوئی تو اسے بھی ساتھ لے چلیں گے۔"

گراہم بے بسی سے شانے اچکا کر رہ گیا۔ وہ کوئی سراغ رساں تو تھا نہیں۔ اسے تو میرے اشاروں پر ناچنا تھا۔

میں دوسرے کمرے میں آیا جہاں صرف مقتول ڈرائیور کی بیوہ تھی۔ بچوں کو پہلے ہی گھر سے ہٹا دیا گیا تھا۔ وہ مغموم نظر نہیں آرہی تھی بلکہ بہت مطمئن تھی۔ اس کے شوہر نے ایک بڑے مقصد کے لئے جان جو قربان کردی تھی۔

"اپنے وعدے کے مطابق میں نے قاتل کو تمہاری دہلیز پر حاضر کردیا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

"اپنے شوہر کے قاتل کو نہیں بلکہ ایک یہودی کو میں اپنے ہاتھوں سے تہ تیغ کرنا پسند کروں گی" اس نے بڑے مستحکم لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے.... وہ تمہارا مجرم ہے اور تم اسے اپنے ہاتھوں سے سزا دینے کا حق رکھتی ہو لیکن اس کے لئے ہمیں کہیں اور چلنا پڑے گا۔"

"بڈ صاحب مجھے سب کچھ بتا چکے ہیں اور آپ جہاں بھی کہیں میں چلنے کو تیار ہوں لیکن آپ کو میک اپ میں دیکھ کر عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔"

"بہت جلد تم مجھے میری اصل صورت میں دیکھ سکو گی' آؤ' اب چلیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہم چاروں گاڑی میں بیٹھ کر مطلوبہ بنگلے پر پہنچ گئے۔ بنگلے کے اندر داخل ہوتے وقت گراہم سخت مضطرب ہوگیا تھا۔ میں نے ڈرائنگ روم میں اسے بٹھاتے وقت اس کے شانے پر تھپکی دے کر اسے پُرسکون رہنے کا اشارہ کیا تھا اور مونا کو گھور کر دیکھا تھا جو خونی نگاہوں سے گراہم کو دیکھے جارہی تھی۔ میرے اس طرح گھورنے پر مونا نے خود کو سنبھال لیا تھا اور دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔ گراہم اگر بدحواس نہ ہوتا یقیناً یہ بات محسوس کرلیتا۔

"تم یہاں بیٹھو..... میں علی کو دیکھتا ہوں" میں نے گراہم سے کہا اور اس کے کچھ کہنے سے قبل اس دوسرے دروازے سے اندر داخل ہوگیا' بڈ ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھ گیا تھا۔

میں تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا اس کمرے میں آیا جہاں بنس موجود تھا۔ صبح سے اسے شراب نہیں دی گئی تھی اس لئے وہ پورے ہوش و حواس میں تھا۔

"تیار ہوجاؤ بنس" میں نے جلدی جلدی اپنا میک اپ صاف کرتے ہوئے کہا "گراہم ڈرائنگ روم میں موجود ہے۔ تم اپنا پارٹ پلے کرنے کے لئے تیار ہو۔"

"ہاں" بنس نے کہا "مجھے پوری طرح سمجھادیا گیا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

"کوئی گڑبڑ مت کردینا" میں نے بنس کو گھورتے ہوئے کہا "میں گراہم کے ساتھ چند منٹ تک کھیلوں گا....."

"بے فکر رہو" بنس نے برا مان کر کہا "میں اتنا گاؤدی بھی نہیں ہوں۔"

چند منٹ بعد میں بنس ڈلے کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو مونا' گراہم اور بڈ تینوں اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ گراہم اب واضح طور پر نروس نظر آرہا تھا۔ میں اپنا کوٹ اتار کر اندر ہی چھوڑ آیا تھا اور اپنے بال بکھیر لئے تھے۔ انداز ایسا تھا جیسے بے پناہ مصروفیت کی وجہ سے مجھے خود پر توجہ دینے کا موقع ہی نہ مل پایا ہو۔

"ان سے ملئے مسٹر علی!" بنس نے کہا "یہ مسٹر گراہم ہیں۔ کار کے دھماکے کی تفتیش کے لئے سیدھے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے آرہے ہیں۔"

"اوہ!" میں نے غور سے گراہم کو دیکھا پھر آگے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملایا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی بیٹھ گیا۔ مجھ سے ہاتھ ملاتے وقت گراہم کے ہاتھ میں ہلکی سی لرزش تھی۔ میں نے واضح طور پر محسوس کیا تھا۔

"یہ کوئی اتنا پیچیدہ معاملہ تو نہیں ہے جس کے لئے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں کو زحمت دی گئی" میں نے خشک لہجے میں کہا "تاہم تم سے مل کر خوشی ہوئی۔ بتاؤ' تم ہمارے لئے کیا کرسکو گے؟" میری نظریں گراہم پر جمی ہوئی تھیں۔ میں اس پر سے ایک لمحے کے لئے بھی نظر ہٹانے کے لئے تیار نہیں تھا۔

"یہ اسکاٹ لینڈ یارڈ سے سیدھے یہاں آرہے ہیں جناب!" بنس نے جلدی سے کہا "یہ تو حالات سے پوری طرح باخبر بھی نہیں ہیں۔"

"میں نے تو اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں کی بڑی تعریفیں سنی تھیں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "یہ کیسے سراغ رساں ہیں کہ انہیں ابھی تک کچھ بھی نہیں معلوم۔"

میرے تبصرے پر گراہم پہلو بدل کر رہ گیا اور بنس نے ایک بار پھر دخل اندازی کی "اسکاٹ لینڈ یارڈ والے کوئی جادوگر تو نہیں ہوتے جناب" بنس نے ناخوش گوار انداز میں کہا "پہلے آپ یہ بتائیں کہ واقعات کس طرح پیش آئے تھے اس کے بعد ہی اس سلسلے میں کچھ کہا جاسکے گا۔"

"تم مجھ سے واقف ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہودی میرے دشمن ہیں۔ ان کا بس چلے تو میری بوٹیاں اڑا کر رکھ دیں" میں بنس کی بات کا جواب دے رہا تھا مگر نظریں بدستور گراہم پر مرکوز تھیں "کل جو واقعہ ہوا اس کے پیچھے بھی کسی یہودی کا ہاتھ کارفرما ہے لیکن وہ نہیں جانتے کہ میں ان کے قابو میں آنے والا نہیں ہوں۔ میں نے اولیو ہاورڈ جیسے وحشی کو نہیں بخشا۔ تم اولیو ہاورڈ سے تو واقف ہوگے مسٹر بنس؟"

"ہاں..... برسوں پہلے اس نے یہیں کوٹے ہل میں آپ کا کمرا بم سے اڑادیا تھا۔"

"ہاں وہی" میں نے اثبات میں سرہلایا "اور تم تو اس سے بہت اچھی طرح واقف ہوگے مسٹر گراہم۔"

"کیوں' میں کیوں بہت اچھی طرح واقف ہونے لگا" گراہم نے کہا۔ اس کی آواز میں خفیف سی لرزش تھی۔

"اس لئے کہ تمہارا تعلق اسکاٹ لینڈ یارڈ سے ہے جن کی معلومات بہت وسیع ہوتی ہیں۔"

"ہر ایک کی معلومات اتنی وسیع نہیں ہوتیں" گراہم نے پہلو بدل کر کہا "لیکن میں چونکہ فلسطین کے حق میں اور اسرائیل کے خلاف ہوں اس لئے تم دونوں کے بارے میں بھی میں بہت کچھ جانتا ہوں۔"

"تب تو تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اولیو ہاورڈ کتنا بڑا کمینہ تھا۔ میں نے اسے باربار ڈھیل دی' کئی بار اس کی جاں بخشی کی مگر اس کی عقل ٹھکانے نہیں آئی اور انجام کار وہ شام میں میرے ہاتھوں مارا گیا۔"

اولیو ہاورڈ کے خلاف اس قسم کی گفتگو سن کر گراہم کے چہرے پر ایک رنگ سا آکر گزر گیا اور بنس کو دخل اندازی کرنا پڑی۔

"میں نے آپ سے کل کے واقعے کے بارے میں پوچھا تھا' آپ معلوم نہیں کہاں کی باتیں لے بیٹھے۔"

"وہی بتارہا ہوں۔ پیش منظر سمجھنے کے لئے پس منظر کا علم ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے تمہیں پہلے اولیو ہاورڈ کے بارے میں بتایا۔ اس کی موت کے بعد ایک شخص نے جس کا نام رینڈل ہے لیکن اس نے اپنے نام کو رینڈل ہاورڈ میں تبدیل کرلیا اور جو بزعم خود اولیو ہاورڈ کا جانشین ہے' اولیو ہاورڈ کا انتقام لینے کی

ٹھانی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کل کے قاتلانہ حملے کے پیچھے اس کا ہاتھ تھا۔"

"آپ کا مطلب ہے اس نے اپنے آدمیوں کے ذریعے آپ پر حملہ کرایا تھا؟" بنس نے کہا۔

"ہاں' میرا یہی مطلب ہے۔ میری جگہ جو ڈرائیور مارا گیا اس کا نام ایڈگر تھا اور یہ اس کی بیوی مونا ہے۔ میں نے مونا سے وعدہ کیا تھا کہ اس کے شوہر کے قاتل چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس کے قدموں میں ہوں گے اور اب چوبیس گھنٹے پورے ہونے میں محض چند گھنٹے رہ گئے ہیں۔ ویسے تو میں خود بھی یہ کام کرسکتا تھا لیکن پھر بھی میں نے تمہیں زحمت دینے کا فیصلہ کیا تاکہ میرا وعدہ یقینی طور پر پورا ہوسکے۔"

"میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آپ اس حملے سے بچ کس طرح گئے" بنس نے کہا۔

"اس بات سے تفتیش کا کیا تعلق ہے؟" میں نے لمحہ بھر کے لئے گراہم پر سے نظریں ہٹا کر بنس کو گھورا اور دوبارہ گراہم کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"ممکن ہے آپ کو کسی ذریعے سے اطلاع مل گئی ہو کہ آپ پر حملہ ہونے والا ہے....."

"نہیں مسٹر بنس! جو اطلاعات کے محتاج ہوتے ہیں وہ علی یار خان نہیں ہوتے۔ انہیں یہودی کہتے ہیں۔ مجھے کہیں سے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی بلکہ میرے اندر ایک اضافی حس ہے جو ایسے موقعوں پر مجھے خبردار کردیتی ہے۔ تمہیں معلوم ہے ایک بار میں یہودیوں کے ہتھے چڑھ گیا تھا اور مجھے ایک فوجی کیمپ میں قید کردیا گیا تھا۔"

"پھر تم وہاں سے کس طرح بچ نکلے" گراہم نے بڑی بے ساختگی سے پوچھا۔

"ہاں مسٹر گراہم! یہ بات تمہارے علم میں نہیں ہوگی اس لئے کہ یہودی خود بھی اس بات سے لاعلم تھے کہ انہوں نے کسے گرفتار کرلیا ہے۔ اگر انہیں علم ہوجاتا تو شاید میں کبھی ان کی قید سے فرار نہیں ہوسکتا تھا....."

"مسٹر علی پلیز!" بنس نے احتجاجی لہجے میں کہا "غیر متعلق باتوں کے نتیجے میں....."

"تم خاموش رہو مسٹر بنس" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں سے محو کلام ہوں۔ ہاں تو مسٹر گراہم اس فوجی کیمپ سے فرار ہونے کی کوشش میں میرا پورا جسم گولیوں سے چھلنی ہوگیا لیکن دیکھ لو میں تمہارے سامنے نہ صرف زندہ سلامت بیٹھا ہوں بلکہ یہودیوں پر کاری وار بھی کررہا ہوں۔"

مونا بڑی محویت سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ بنس اپنے انداز سے بیزاری ظاہر کررہا تھا اور گراہم واضح طور پر مجھ سے مرعوب دکھائی دے رہا تھا۔ شاید اس نے اپنے طور پر یہ نتیجہ بھی اخذ کرلیا ہو کہ وہ مجھ پر سامنے سے حملہ نہیں کرسکتا۔ میرے مستقل گھورتے رہنے کی وجہ سے وہ نروس ہوگیا تھا۔

"میں تم لوگوں کو ایک عجیب بات بتاؤں" چند لمحے بعد میں نے کہا "رینڈل نے مجھے قید کرکے مشینی عمل کے ذریعے میرے نظریات تبدیل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ناکام ہوگیا....."

"یہ تو واقعی کمال کی بات ہے مسٹر علی" گراہم نے کہا "کسی سائنسی عمل سے بچ نکلنا حیران کن ہی کہلائے گا۔"

گراہم مجھ سے معلومات حاصل کرنا چاہ رہا تھا۔ تاکہ اگر اسے مجھ پر حملہ کرنے کا موقع نہ بھی مل سکے تو بھی اسے یہاں سے خالی ہاتھ نہ جانا پڑے جو معلومات وہ مجھ سے حاصل کررہا تھا۔ یہودیوں کے نکتہ نگاہ سے وہ خاصی قیمتی تھیں لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ معلومات اس کے سینے میں دفن ہوجائیں گی۔

"رینڈل اس بات سے واقف ہے کہ اس کا عمل ناکام ہوچکا ہے۔ نہ صرف ناکام ہوا ہے بلکہ میں نے نہایت مختصر سی مدت میں اسے شدید نقصانات سے بھی دوچار کیا ہے۔ جزیرۂ مرگ پر رینڈل نے قبضہ کررکھا تھا' وہ پورا جزیرہ تباہ کردیا گیا ہے معلوم نہیں وہاں اس کے کتنے آدمی مارے گئے ہوں گے۔ اس کے علاوہ کوٹے ہل میں اس کی تنظیم ایگلز کے ڈھائی سو ایجنٹ بھی گرفتار کرلئے گئے ہیں۔"

"نہیں" گراہم مضطربانہ انداز میں کھڑا ہوگیا۔

"یہ حقیقت ہے مسٹر گراہم" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "لیکن یہ بات سن کر تمہیں اتنی حیرت کیوں ہوئی؟"

"حیرت کی بات تو ہے" گراہم گڑبڑا گیا "کسی بھی فرد کی ایک تنظیم کے مقابلے میں یہ کارکردگی حیران کن ہی کہی جائے گی۔"

"رینڈل بچہ ہے" میں نے برا سامنہ بنا کر کہا "ایک بار اپنی غلطی سے میں اس کے چنگل میں پھنس گیا تو وہ اپنے بارے میں خوش فہمی کا شکار ہوگیا۔"

بڈ بہت زیادہ چوکنا نظر آرہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بھی حرکت پر گراہم کو شوٹ کردے گا۔

"سوال یہ ہے کہ جب آپ اس کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے تو پھر آپ نے ہماری خدمات کیوں حاصل کیں؟" گراہم بولا۔

"تاکہ تم لوگ ان افراد کو گرفتار کرنے میں میری مدد کرسکو جنہوں نے کار میں بم فٹ کیا تھا" میں نے بڑی سادگی سے کہا۔

"اس کے لئے ہمیں تفتیش کرنی پڑے گی" بنس نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا "اور آپ ہم سے ذرا بھی تعاون نہیں کررہے۔"

"باہمی تعاون کے نتیجے میں ہی وہ لوگ گرفتار ہوں گے مسٹر بنس" میں نے بڑے سکون سے کہا "لیکن اس سے قبل میں آپ کو اس عورت کے جذبات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس کا شوہر بے قصور مارا گیا" پھر میں مونا کی طرف متوجہ ہوا "انہیں اپنے جذبات سے آگاہ کرو۔"

"مجھے اپنے شوہر پر فخر ہے کہ وہ ایک عظیم مقصد پر قربان ہوا"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

موناکے لہجے سے بھی فخر ظاہر ہو رہا تھا۔

"اگر تمہیں اپنے شوہر کے قاتل مل جائیں تو تم ان کے ساتھ کیا سلوک کروگی؟"

"اگر وہ مجھے مل جائیں اور مجھے ان پر اختیار دے دیا جائے تو میں انہیں سسکا سسکا کر ماروں گی۔اس لئے نہیں کہ انہوں نے میرے شوہر کی جان لی ہے بلکہ اس لئے کہ وہ یہودی ہیں اور ہر یہودی ان لاکھوں معصوم افراد کی بربادی کا ذمے دار ہے جو اپنا وطن ہوتے ہوئے بھی بے وطن ہوگئے۔"

"سنا تم نے مسٹر بنس! یہ کتنی عظیم عورت ہے جسے اپنے شوہر سے زیادہ مظلوم فلسطینیوں کا درد ہے۔"

"یہ ایک قابل ستائش جذبہ ہے" گراہم نے گھبرا کر کہا "لیکن اس وقت ہمارا یہ موضوع نہیں ہے"

"تمہارا نہیں ہوگا لیکن میرا ہر وقت یہی موضوع ہوتا ہے۔کچھ ایسے بے ضمیر لوگ بھی ہوتے ہیں جو مظلوموں کا سودا کردیتے ہیں اور ایک یہ عورت ہے جسے اپنے شوہر کے خون سے زیادہ ان مظلوموں سے ہمدردی ہے۔"

گراہم نے گھبرا کر بنس کی طرف دیکھا۔اسے ڈر ہوا ہوگا کہ کہیں میری باتوں سے اس کا ضمیر نہ جاگ جائے لیکن اسے ایسی کوئی علامت نظر نہیں آرہی تھی۔

"ہم مونا کے جذبات سے آگاہ ہوگئے مسٹر علی" بنس بولا "لیکن اس سے مجرموں کو گرفتار کرنے میں کیا مدد ملے گی؟"

"مجرموں کو گرفتار کرنے میں تو تم میری مدد کروگے اور تم کیا سمجھتے ہو' میں نے تمہیں تفتیش کرنے کے لئے یہاں بلایا ہے؟" میں نے بنس پر ایک نظر ڈالی "اگر تم یہ سمجھ رہے تو یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔"

"تو پھر اور کس لئے بلایا ہے؟" بنس نے کہا' اس کے لہجے سے الجھن ظاہر ہو رہی تھی۔وہ بہت اچھی اداکاری کر رہا تھا۔

"معلوم ہوتا ہے تمہارے محکمے کو کوئی غلط فہمی ہوگئی۔میں اپنے آدمیوں سے کام نہیں لینا چاہتا۔اس لئے تمہارے محکمے کی خدمات حاصل کی تھیں مگر وہ شاید یہ سمجھے کہ میں اس معاملے کی تفتیش کرانا چاہتا ہوں۔"

"آپ کے اندازے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجرموں سے واقف ہیں؟" بنس نے حیرت سے کہا۔

"کچھ ایسی ہی بات ہے" میں نے مسکرا کر کہا "یہودی خواہ کتنے ہی چالاک کیوں نہ ہوں وہ میری نظروں سے نہیں بچ سکتے۔"

گراہم کے چہرے پر مردنی سی چھا گئی تھی۔میرے اندازنے اس کے اعصاب تباہ کردیے تھے۔اس کی حالت ایسے چوہے کی سی تھی جو کسی بلّی کے سامنے کسی ایسی جگہ پھنس گیا ہو جہاں سے فرار ہونے کا امکان نہ ہو اور بلّی اس پر حملہ نہ کر رہی ہو بلکہ اس سے کھیل رہی ہو۔اس کے پاس امید کی محض ایک کرن یہ خیال تھا کہ ممکن ہے میں بلف کر رہا ہوں۔

"اگر آپ مجرموں سے واقف ہیں تو اسکاٹ لینڈ یارڈ کو زحمت دینے کی کیا ضرورت تھی؟" گراہم نے کہا۔

"محض غلط فہمی کی وجہ سے ایسا ہوگیا مسٹر گراہم" میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا "اگر مجھے شبہ بھی ہوجاتا تو میں انٹیلی جنس والوں کو وضاحت کے ساتھ بتا دیتا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔"

گراہم کے چہرے پر سکون کے آثار نظر آئے۔اسے یقین ہوگیا تھا کہ یا تو میں بلف کر رہا ہوں یا پھر کسی غلط فہمی کا شکار ہوگیا ہوں۔اسے اپنے محفوظ ہونے کا یقین ہوا تو اسے پھر اپنے مشن کا خیال آیا۔میں اس کی حرکات وسکنات پر گہری نظر رکھے ہوئے تھا۔

"کوئی بات نہیں مسٹر علی!" گراہم نے سکون کا سانس لے کر کہا "کبھی ایسا بھی ہوجاتا ہے۔یہاں میری ضرورت نہیں ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔"

"ارے نہیں مسٹر گراہم! آپ ہمارے مہمان ہیں۔میں آپ کو یوں تو واپس نہیں جانے دوں گا۔بڈ! ملازم سے کہو کہ مشروب لے آئے۔"

گراہم نے واپسی کے لئے اصرار کیا مگر میں نے اسے یہ کہہ کر روک لیا کہ وہ ایک خاص مشروب ہے جس کا ذائقہ وہ زندگی بھر نہیں بھولے گا۔

"اس کے علاوہ میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ میں یہودیوں کو کس طرح شکست دیتا ہوں۔اب آپ آ ہی گئے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ مجرموں کو گرفتار ہوتے دیکھ کر ہی جائیں۔"

"میرے لئے یہ تجربہ خاصا خوش گوار ہوگا۔واپس جاکر میں اپنے ساتھیوں کو بتاسکوں گا کہ میں نے مسٹر علی کو کام کرتے دیکھا ہے۔"

"میرے سر کے لئے یہودی لاکھوں ڈالر بھی خرچ کرسکتے ہیں مسٹر گراہم لیکن وہ صرف خرچ ہی کرسکتے ہیں' میرا سر حاصل نہیں کرسکتے۔"

گراہم پر قیامت گزر رہی ہوگی مگر وہ اس کا اظہار نہیں کرسکتا تھا۔آخر وہ ایک سراغ رساں تھا جو سرکاری دعوت پر یہاں آیا تھا۔دوسری طرف وہ میری شخصیت سے مرعوب ہوگیا تھا۔اس کا اعتماد متزلزل ہوگیا تھا۔اعتماد متزلزل ہوجائے تو آدمی کچھ بھی نہیں کرسکتا۔اس کی مہارت بھی اس کے کسی کام نہیں آتی۔گراہم ایک پیشہ ور قاتل تھا اور خنجر زنی میں خاصی مہارت رکھتا تھا۔اس وقت اس کی جیب میں خنجر بھی تھا اور ریوالور بھی جو میں نے اسے خود دیا تھا۔دونوں چیزیں موجود ہوتے ہوئے بھی اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ مجھ پر حملہ کرسکتا۔اس نے ایک آدھ بار جیب کی طرف ہاتھ لے جانے کی کوشش ضرور کی تھی مگر اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔غالباً اسے اپنی کامیابی کا یقین نہیں تھا۔یہودیوں کے لئے میں ویسے بھی کسی ماورائی کردار کی مانند تھا۔ایک ایسے شیر کی طرح تھا جس کا شکار کرنے کے دعوے تو سب ہی کرتے ہیں مگر جب جنگل میں شیر کو اپنے مقابل پاتے ہیں تو بڑے بڑے شکاریوں کے حوصلے جواب دے جاتے ہیں۔چند ہی شکاری ایسے ہوتے ہیں جو شیر پر فائر کرنے کی ہمت کرسکتے ہیں۔زیادہ تو مسحور ہو کر فائر کرنا ہی بھول جاتے ہیں۔
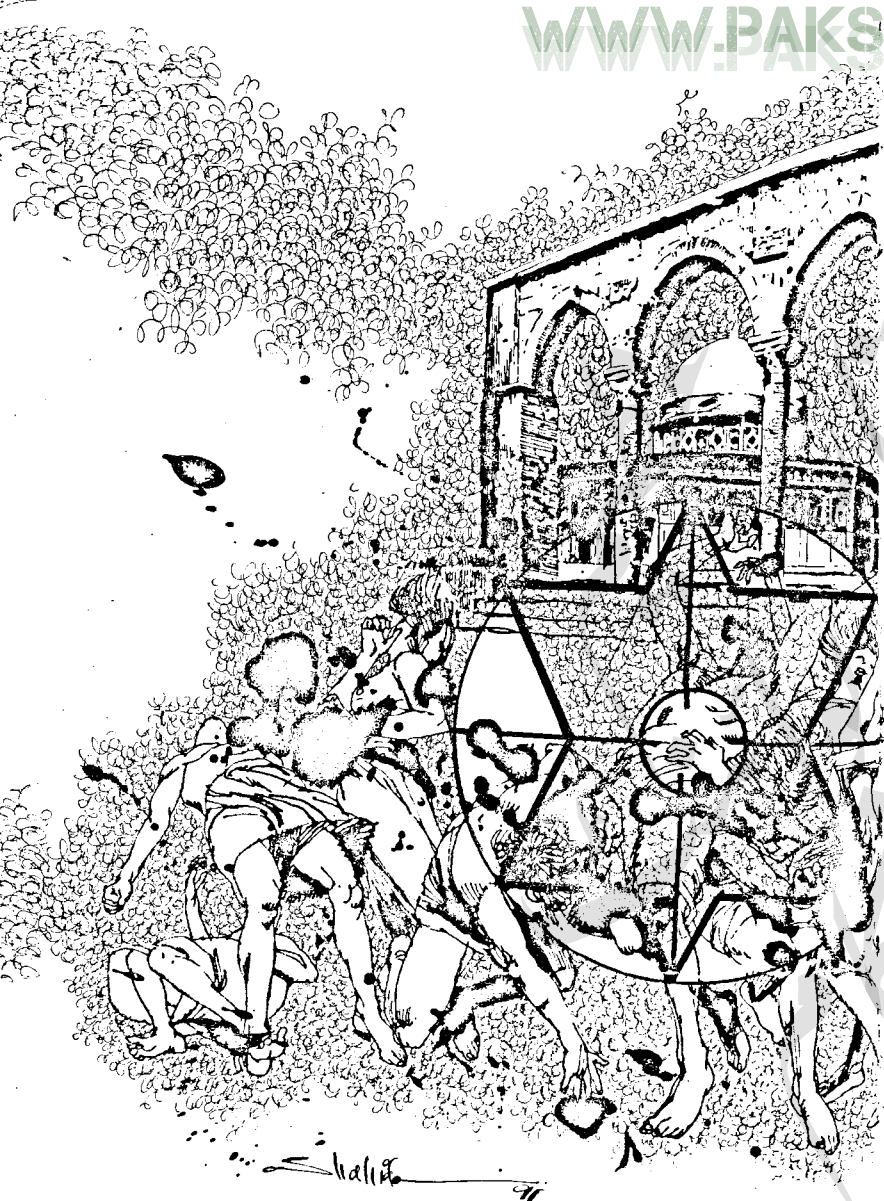
گراہم کے لئے میں.... ایسا ہی ایک شیر تھا۔وہ بڑے یقین کے ساتھ یہاں آیا تھا لیکن مجھے سامنے پاکر اس کے یقین کی عمارت زمیں بوس ہوگئی تھی۔ممکن ہے اسے اپنی جان کی فکر لاحق ہوگئی ہو۔مجھ پر ناکام حملہ کرنا اس کے لئے اپنی زندگی سے کھیلنے کے مترادف تھا۔میں نے ابھی تک اس پر سے نظریں نہیں ہٹائی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھیں۔شاید وہ انتظار کررہا تھا کہ میری توجہ کسی اور طرف مبذول ہو تو وہ مجھ پر حملہ کرے۔بزدل یہودی مجھ پر سامنے سے حملہ کرنے سے گریز کررہا تھا۔تمام یہودی ایسے ہی بزدل ہوتے ہیں۔حملہ کرنے کے لئے پشت تلاش کرتے ہیں۔

چند ہی منٹ کے اندر اندر ایک ملازم سنہرے رنگ کا شربت لے آیا۔اس کا انتظام پہلے ہی کرلیا گیا تھا۔وہ ملازم کوئی عام شخص نہیں تھا بلکہ حکومت کے ایک خاص محکمے سے تعلق رکھتا تھا اور یہاں بنس ڈلے کی نگرانی اور حفاظت پر مامور تھا۔گراہم کا گلاس مخصوص تھا جس میں اعصاب سن کردینے والی دوا ملی ہوئی تھی۔شربت کا پہلا گھونٹ لیتے ہی گراہم پر شربت نے اثر کرنا شروع کردیا۔

"بہت خوش ذائقہ شربت ہے" گراہم نے کہا۔شربت کا پہلا اثر یہ ہوتا تھا کہ پینے والا خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگتا تھا۔

"یہ ایک خاص مشروب ہے مسٹر گراہم! پورا گلاس پینے کے بعد اس کے اثرات واضح ہوں گے۔"

گراہم نے سب سے پہلے گلاس خالی کیا تھا "کیا ایک گلاس اور نہیں مل سکتا؟" گراہم نے کہا۔

"دس منٹ بعد" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "صرف دس منٹ انتظار کرلو۔اس کے بعد میں تمہیں شربت میں نہلا دوں گا۔"

"میں نے ایک سے ایک بڑھیا شراب پی ہے لیکن اس شربت کا سرور ان سب کے نشوں پر حاوی ہے۔"

میں جواب میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔ جسے وہ شربت سمجھ رہا تھا وہ اعصاب سن ہونے کی ابتدا تھی۔

دس منٹ کے اندر اندر گراہم بالکل ساکت ہوچکا تھا۔میں نے بنس کی مدد سے اسے ایک اندرونی کمرے میں منتقل کیا جہاں اسے ایک خاص قسم کی کرسی پر بٹھا کر اس کے ہاتھ پیر جکڑ دیے گئے۔اب وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کرسکتا تھا۔

"اسے شربت کا اثر زائل کرنے والا انجکشن لگاؤ" میں نے بڈ سے کہا اور بڈا انجکشن تیار کرنے لگا۔

"یہ بے ہوش نہیں ہوا" میں نے مونا سے کہا "صرف اس کی قوتیں وقتی طور پر زائل ہوگئی ہیں۔ابھی انجکشن لگے گا تو یہ دوبارہ نارمل ہوجائے گا پھر تم اس سے انتقام لے سکوگی۔"

"میں آپ کی شکرگزار ہوں جناب" مونا نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "ورنہ شاید یہ فرار ہوجاتا۔"

"کار میں بم فٹ کرنے کا کام اس نے تنہا نہیں کیا تھا۔اس کا دوسرا ساتھی بھی ہے جس کا نام ولسن ہے۔اس سے مجھے ایک کام لینا ہے اس لئے میں فی الحال اسے زندہ رکھنا چاہتا ہوں لیکن اگر تم اصرار کرو تو میں اسے بھی حاضر کرسکتا ہوں۔"

"آپ کا کام اولیت رکھتا ہے جناب! میرے لئے یہی بہت ہے کہ میں اپنے شوہر کے ایک قاتل کے بخئے اپنے ہاتھوں سے ادھیڑ سکوں گی۔"

بڈ ایک سرنج سمیت کمرے میں داخل ہوا اور اس نے گراہم کے بازو میں انجکشن لگادیا۔

"مجھے گوٹے ہل ائرپورٹ اعصاب کو مفلوج کردینے والی کوئی دوا استعمال کرکے گھیرا گیا تھا گراہم! آج ایسی ہی ایک دوا کے ذریعے میں نے تمہیں بے بس کیا ہے اور اب تم ہمیشہ کے لئے بے بس ہوگئے ہو' میں تمہارے باس کی طرح احمق نہیں ہوں اس لئے میں کسی اور چکر میں نہیں پڑوں گا۔سیدھا سیدھا تمہارا سر قلم کروں گا۔"

"میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے" گراہم نے نحیف سی آواز میں کہا "بنس ڈلے نے ہمیں ڈبل کراس کیا ہے۔"

"بہت افسوس کی بات ہے مسٹر بنس! تمہیں ان شریف آدمیوں کو اس طرح بلیک میل نہیں کرنا چاہئے تھا۔"

"مم..... میں نے کب انہیں ڈبل کراس کیا ہے؟" بنس نے حیران ہوکر کہا۔

"کیوں بھئی..... مسٹر بنس تو الزام تسلیم نہیں کررہے" میں نے گراہم سے کہا۔

"اس کے علاوہ کسی اور کو ہمارے بارے میں علم نہیں تھا" گراہم غرایا "اور تم دیکھنا اس کا حشر کتنا برا ہوگا۔"

"وہ تو بعد کی بات ہے گراہم! فی الحال تو تم اپنی خیر مناؤ۔مونا تم سے نمٹنے کے لئے بے چین ہے۔"

"جو کچھ تم کررہے ہو تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔تم ایک پوری تنظیم سے نہیں ٹکرا سکتے۔"

"اس سے پہلے بھی ٹکراتا رہا ہوں اور آئندہ بھی ٹکراتا رہوں گا۔تم جیسے معلوم نہیں کتنے مجھے دھمکیاں دیتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں مگر میں وہیں کا وہیں ہوں۔میرا کچھ بھی نہیں بگڑا۔تم اپنی اصل حیثیت میں آؤ یا اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں کا بھیس بدل کر آؤ' میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا..... مونا تم اپنی کارروائی شروع کرسکتی ہو لیکن خیال رکھنا گردن سے اوپر کا حصہ محفوظ رہے۔اس کے کوٹ کی جیب میں خنجر موجود ہے۔آگے بڑھ کر اس کی جیب سے خنجر نکالو اور اپنے انتقام کی پیاس بجھاؤ۔"

مونا آگے بڑھی گراہم کرسی پر کسمسایا اور کسمسا کر ہی رہ گیا۔جنبش تو وہ کر ہی نہیں سکتا تھا۔

"رک جاؤ مونا" اچانک گراہم دہاڑا "ورنہ تمہارا انجام بہت برا ہوگا۔"

مونا نہیں رکی۔اس کے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ ابھر آئی تھی "اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا کہ انجام کس کا برا ہوتا ہے" اس نے گراہم کی جیب سے خنجر نکالتے ہوئے کہا۔

"میں بے بس ہوں مگر میرے ساتھی بے بس نہیں ہیں۔وہ تمہاری کھال اتار دیں گے۔"

مونا نے خنجر کا دستہ مٹھی میں جکڑ لیا "تجھے ذرا احساس نہیں کہ تیری وجہ سے میرے شوہر کی جان گئی" مونا نے سرد لہجے میں کہا "اپنے کئے پر شرمندہ ہونے کے بجائے تو الٹا مجھے دھمکیاں دے رہا ہے" مونا اس کے بائیں بازو پر جھک گئی اور بڑی احتیاط سے اس کے کوٹ کی آستین کاٹنے لگی۔

"تم..... تم کیا کررہی ہو" گراہم نے خوف زدہ لہجے میں کہا "مجھ سے مصالحت کرلو۔میں تمہارا ہر مطالبہ پورا کرنے کو تیار ہوں۔"

مونا کچھ نہیں بولی۔وہ بڑے انہماک سے گراہم کے کوٹ کی آستین اس کے جسم سے علیحدہ کررہی تھی۔گراہم کے جسم پر بندھی ہوئی رسیوں کی وجہ سے اسے اپنے کام میں دقت ضرور ہورہی تھی مگر وہ بڑی مہارت سے بندشوں کو نقصان پہنچائے بغیر کوٹ کی آستین کاٹ کاٹ کر علیحدہ کررہی تھی۔

"میری بات سنو" گراہم نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کہا "میں تمہیں مالا مال کردوں گا۔"

"ایک غریب عورت سے اس کا شوہر چھین کر اس کے خون کی سودے بازی کا رواج یہودیوں میں ہی ہوتا ہوگا" مونا نے سفاکانہ انداز میں کہا "ہم لوگ تو خون کے بدلے خون کے قائل ہیں۔"

"دیکھو' تمہارے شوہر کو مارنا ہمارا مقصد نہیں تھا" گراہم نے کہا "وہ تو اتفاقاً ہی زد میں آگیا ورنہ....."

"تمہارا نشانہ تو علی صاحب تھے..... یہی کہنا چاہ رہے ہوناں" مونا نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔وہ گراہم کو گھور رہی تھی۔اتنی دیر میں وہ گراہم کا بایاں بازو عریاں کرچکی تھی۔

"ہاں' علی یار خان سے ہماری پرانی دشمنی ہے اور اس کو نشانہ بنانے کے لئے ہم نے بم فٹ کیا تھا" گراہم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں گراہم! اس قسم کے کھیلوں میں یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔دوسروں کے گھروں کو لگائی جانے والی آگ کبھی کبھی اپنا دامن بھی جلا دیتی ہے۔اس خنجر سے معلوم نہیں تم نے کتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہوگا اب یہی خنجر تمہارے حق میں موت کا پیامبر ثابت ہوگا" مونا نے اس کی آنکھوں کے سامنے خنجر لہرایا۔

"میں..... میں تم سے معافی چاہتا ہوں" گراہم ہذیانی لہجے میں بولا "مجھے معاف کردو..... مجھے معاف کردو۔"

مونا نے خنجر کی نوک اس کے گلے پر رکھ دی اور گراہم کی آنکھیں حلقوں سے ابل پڑیں۔وہ انتہائی خوف زدہ ہوگیا تھا۔

"میں تمہاری گردن میں خنجر کی نوک نہیں اتار سکتی" مونا نے دانت پیس کر کہا "اس لئے کہ یہ علی کی خواہش ہے لیکن تمہارا یہ بازو" مونا نے خنجر کی نوک اس کی گردن سے ہٹا کر اس کے بازو پر رکھتے ہوئے کہا "اس بازو پر تو میرا پورا حق ہے اور میں اپنا یہ حق بہت آہستہ آہستہ استعمال کروں گی" اس نے خنجر پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔خنجر کی نوک گراہم کے بازو میں اتر گئی۔گراہم کے منہ سے ایک سسکاری نکلی اور بازو پر خون کی بوندیں ابھر آئیں۔گراہم نے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

"تمہاری ایک سسکاری سے معلوم نہیں کتنے مقتولین کی روحوں کو سکون ملا ہوگا" مونا نے اس کے بازو پر دوسرا چرکا لگاتے ہوئے کہا "میرے اندر ایک آگ جل رہی ہے گراہم! جس کا تقاضا یہ ہے کہ میں تیری ایک ایک بوٹی تیرے جسم سے علیحدہ کردوں' مگر میں جلد بازی نہیں کروں گی۔آج کا پورا دن میں نے تیرے نام کردیا ہے۔"

گراہم کے چہرے پر وحشت برس رہی تھی۔اپنا دردناک انجام اس کی آنکھوں میں گھوم گیا تھا۔میں نے ایک طویل سانس لی اور مونا سے بولا "مجھے اجازت دو مونا بہن! مجھے کچھ ضروری کام ہیں۔تم اسے جتنا ستا سکتی ہو' ستاؤ۔یہ اس قابل ہے۔میں شام کو آؤں گا۔اس وقت تک بڈ اور بنس تمہارے ساتھ موجود رہیں گے۔"

****

دوپہر کے ٹھیک ایک بجے میں سول لائنز کی کوٹھی نمبر ۲۳ میں بیٹھا ٹرانس میٹر پر رینڈل سے بات کررہا تھا۔

"میں نے ہر طرح سے اپنا اطمینان کرلیا ہے موشے" میں نے کوڈ ورڈز میں کہا "اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مسٹر علی نے جو کچھ بھی کیا مجبوری کے عالم میں کیا ہے۔"

"کیا تمہیں اس بات پر حیرت نہیں ہوئی کہ تم ٹیرس محل سے صحیح سلامت نکل آئے" رینڈل کی پُرسکون آواز آئی۔

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے موشے" میں نے کہا "وہ ہمارے ساتھ مل چکا ہے اور جب تک اس عمل کا توڑ نہ کرلیا جائے....."

"نظریات کی تبدیلی کا عمل اس پر کارگر ہو ہی نہیں سکا تھا" رینڈل نے میری بات کاٹ کر کہا۔

"آپ کو کوئی غلط فہمی ہوگئی ہے جناب! اگر ایسا ہوتا تو وہ مجھے واپس نہ آنے دیتا۔"

"وہ بہت چالاک آدمی ہے ڈیوڈ! ایک آدمی کے عوض وہ اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کررہا ہے۔مجھے بتاؤ کہ جزیرے کی تباہی اور گوٹے ہل میں اپنے تمام ایجنٹوں کی گرفتاری کو میں کس خانے میں فٹ کروں؟"

"وہ درحقیقت گھر گیا تھا جناب! اس نے مجھے نکیتا سے تنہائی میں ملاقات کا موقع دیا تھا اور نکیتا سے تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد ہی میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔"

"نکیتا سے تمہاری جو گفتگو ہوئی اس کی تفصیل بتاؤ تاکہ میں خود بھی کسی نتیجے پر پہنچ سکوں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آپ کی ہدایت کے مطابق نکیتا سایہ کی طرح اس کے ساتھ تھی لیکن جب وہ لوگ مجھ سے ملنے کے بعد محل واپس پہنچے تو جنرل ٹیرس بے چینی سے ان دونوں کا منتظر تھا۔ اس نے مسٹر علی سے کہا کہ وہ ان سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہے۔ پھر وہ اسے اپنے ساتھ لے گیا اور پھر ان کی واپسی صبح ہوئی تھی اور نکیتا کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ گرفتار ہوتے وقت نکیتا نے مسٹر علی کو آپ کا ایجنٹ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہوئی۔"

"یہ نکیتا کی حماقت تھی" رینڈل نے کہا "لیکن اس سے علی کی بے گناہی کہاں ثابت ہوتی ہے؟"

"میں نے جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن کی گفتگو سنی ہے جناب جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر علی کے کمرے میں غلطی سے ڈکٹافون لگا رہ گیا تھا جس کے ذریعے مسٹر علی اور نکیتا کے درمیان ہونے والی ایسی گفتگو ریکارڈ ہوگئی جو ان دونوں کو مجرم ثابت کرتی تھی۔ وہ دونوں شہزادہ صائم کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ دوسری طرف بدقسمتی سے مسٹر علی کے بریف کیس سے وہ فہرست نکل آئی جو میں نے انہیں فراہم کی تھی....."

"اس تمام الجھاوے کی تہ میں تم ہو" رینڈل نے کہا "نہ تم نے وہ فہرست فراہم کی ہوتی اور نہ آج ہمیں فیصلہ کرنے میں دشواری ہوتی۔"

"میں اپنی غلطی پر شرمندہ ہوں جناب لیکن مسٹر علی ہمارے لئے بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔"

"میں خوب جانتا ہوں کہ کون کتنا وفادار ہے" رینڈل کے لہجے میں طنز تھا جسے میں نے نظرانداز کردیا۔

"بے شک جناب" میں نے بڑے خلوص سے کہا "لیکن ایک اہم بات اور بھی ہے۔ جب ہم یہاں سے محل جانے کے لئے نکلے تو مسٹر علی اس کار میں نہیں بیٹھے جس میں یہاں آئے تھے۔ محل سے ایک دوسری کار انہیں لینے آئی تھی۔ مسٹر علی نے اس دوسری کار کے ڈرائیور کو وہ کار چلانے کو کہا جس میں وہ یہاں آئے تھے اور خود اس کار میں بیٹھ گئے جو ڈرائیور لایا تھا اور پھر ایک عجیب بات ہوئی جناب! ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کی ہی تھی کہ ایک زوردار دھماکے سے کار اڑ گئی۔ اگر ہم لوگ اس کار میں بیٹھ جاتے تو اس وقت میں آپ کو رپورٹ پیش کرنے کے لئے زندہ نہ ہوتا جناب۔"

"یہ تو تم بڑی عجیب بات بتا رہے ہو..... تم نے اس سے اس کار میں نہ بیٹھنے کی وجہ تو پوچھی ہوگی؟"

"میں نے پوچھا تھا جناب! مگر انہوں نے کہا کہ ایسا محض اتفاقاً ہوا تھا۔"

"اور تم نے اس کی بات پر یقین کرلیا" رینڈل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یقین نہ کرتا تو اور کیا کرتا جناب! وہ کہہ رہے تھے کہ ان کا پروگرام طے شدہ نہیں تھا لہٰذا کسی کو یہ علم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کب کہاں ہوں گے لہٰذا ان پر یہ حملہ حیران کن ہی کہا جاسکتا ہے۔"

"کیا اس نے اس حملے میں میرے ملوث ہونے کے بارے میں کچھ نہیں کہا؟"

"میڈم تہذیب نے آپ کا نام لیا تھا جناب! لیکن مسٹر علی نے اس امکان کو سختی سے رد کردیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اپنے آدمی پر کوئی بھی حملہ نہیں کرا سکتا۔"

"اس کا مطلب ہوا کہ میرا شبہ درست ہی تھا" رینڈل کی آواز آئی "اس پر ہمارا عمل کارگر نہیں ہوسکا۔"

"یہ نتیجہ آپ نے کس بات سے اخذ کرلیا موشے" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"وہ واقعی بہت چالاک آدمی ہے ڈیوڈ! تم اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ صرف اسی ایک بات پر غور کرو کہ وہ اس کار میں کیوں نہیں بیٹھا۔ یہ بات ذہن میں رکھنا کہ ایسا محض اتفاقاً نہیں ہوسکتا۔"

"میں بھلا اس بات پر کیا غور کروں گا موشے! میں تو بالکل ہی تاریکی میں ہوں۔ مجھے تو جو حکم دیا گیا تھا میں نے اسے بجالانے کی پوری کوشش کی ہے۔"

"میں تم سے بہت خوش ہوں ڈیوڈ! تمہیں انعام سے نوازا جائے گا لیکن چونکہ گوٹے ہل میں ہم نے اپنی سرگرمیاں عارضی طور پر بند کردی ہیں اس لئے تم جلد از جلد شی کورائے پہنچ کر مادام کلارا کو رپورٹ کرو۔"

میں نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ میں اس کا مطلب خوب سمجھتا تھا۔ کہانی اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہی تھی۔

****

گراہم کا لباس تار تار اور خون میں تربتر تھا۔ وہ اسی کرسی پر جکڑا ہوا تھا جس میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ مونا نے گراہم کو لہولہان کردیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں خون آلود خنجر تھا اور چہرے پر دنیا جہان کی سفاکی..... گراہم کی گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔

"کیا جان سے ماردیا؟" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں گراہم کی طرف جھپٹتے ہوئے کہا۔

"نہیں علی صاحب! یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں جان سے مارا جائے" مونا نے نفرت انگیز لہجے میں کہا "یہ تو اس قابل ہیں کہ انہیں زندہ درگور کردیا جائے۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو" میں نے مونا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا "بڈ اور بس کہاں ہیں؟"

"ان سے شاید گراہم کی حالت نہیں دیکھی جارہی تھی اس لئے کسی اور کمرے میں چلے گئے ہیں مگر آپ نے تو شام تک واپس آنے کو کہا تھا۔"

"ہاں کام میرے اندازے سے قبل ہوگیا اس لئے جلدی چلا آیا۔ تم اپنی مشق جاری رکھو۔ میں ذرا بڈ کو دیکھ لوں۔"

بڈ اور بس دوسرے کمرے میں ملے "تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو۔ مونا وہاں اکیلی ہے" میں نے کہا۔

"اکیلی ہے تو کیا ہوا" بڈ نے بے پروائی سے کہا "اس نے گراہم کا وہ حشر کردیا ہے کہ اب اسے اگر کھول دیا جائے تب بھی کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

"وہ اسی قابل ہے" میں نے نفرت سے ہونٹ سکیڑ کر کہا "بلکہ اس کا حشر اس سے بھی زیادہ برا ہونا چاہئے؟"

"وہ تو ٹھیک ہے چیف لیکن میں مونا جیسی گھریلو عورت سے اتنی سفاکی کی توقع نہیں کرسکتا تھا۔"

"بڈ صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں مسٹر علی!" بس بولا "گراہم کی چیخ پکار تو مجھ سے بھی نہیں سنی گئی۔"

"تم لوگوں کو اپنا علاج کرانا چاہئے۔ ظالم کی چیخ پکار سن کر تو خوش ہونا چاہئے۔ اگر اس کے لئے کسی کے دل میں رحم کا جذبہ ابھرتا ہے تو یہ نہایت تشویش ناک علامت ہے۔"

"ہر بات کو اپنے فلسفے کی روشنی میں مت دیکھا کرو چیف! دنیا میں اور بھی بہت سے فلسفے ہیں۔"

"فلسفوں کا تقابل بعد میں کرنا۔ پہلے گراہم کے چہرے پر میک اپ کرنے میں میری مدد کرو۔"

ہم میک اپ کے سامان سمیت گراہم کے کمرے میں واپس آئے جہاں مونا بڑی سنجیدگی سے گراہم کے ہوش میں آنے کی منتظر تھی۔

"میں تمہیں یہاں مونا کی مدد کے لئے چھوڑ گیا تھا" میں نے بڈ سے کہا "اور تم دوسرے کمرے میں منہ چھپائے بیٹھے تھے۔ جاؤ گراہم کو ہوش میں لانے کا ... ..."

"دوسروں کے سامنے تو بڈ کی بے عزتی مت کیا کرو" بڈ نے سرگوشی میں کہا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

واپسی میں بڈ نے زیادہ دیر نہیں لگائی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پانی کا جگ اور گلاس تھا۔ گراہم کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر اسے ہوش میں لانا بڈ کے لئے زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا۔ اس کے ہوش میں آتے ہی مونا نے خنجر سنبھال کر گراہم کی طرف جھپٹنے کی کوشش کی مگر میں نے اسے روک دیا۔

"ٹھہر جاؤ مونا" میں نے کہا "وہ پھر بے ہوش ہوجائے گا اور تکلیف سے بے نیاز ہوجائے گا جبکہ تم اسے زیادہ سے زیادہ تکلیف میں مبتلا کرنا چاہتی ہو۔"

مونا نے اثبات میں سر ہلایا "آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب! مجھے ان کاموں کا تجربہ نہیں ہے نا اس لئے جلد بازی کررہی تھی۔"

گراہم بری طرح کراہ رہا تھا۔ اس کی آواز بیٹھ چکی تھی اور اس کے لئے اپنی آنکھیں کھلی رکھنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

"میری طرف دیکھو گراہم!" میں نے بلند آواز سے کہا "تم مجھے قتل کرنے یہاں آئے تھے نا۔"

گراہم نے بدقت تمام آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا۔ شاید میری بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"کل تم نے اس کے شوہر کو بم سے اڑایا تھا اور آج یہ تمہاری بوٹیاں اڑا رہی ہے۔ ایک سفاک درندے کی زندگی ایک معصوم اور بے بس عورت کے رحم وکرم پر ہے لیکن افسوس کہ تمہارے انجام سے عبرت حاصل کرنے کے لئے یہاں کوئی نہیں ہے۔ کاش میں ان لوگوں کو تمہارا یہ عبرت ناک انجام دکھا سکتا جو طاقت کے زعم میں خود کو ناقابل شکست سمجھ کر دوسروں پر ظلم ڈھانے لگتے ہیں۔ جو لوگ خود کو مکافات عمل سے مبرا سمجھنے لگتے ہیں۔ جو نہیں جانتے کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔"

"میں..... میں تنہا تو مجرم نہیں ہوں" گراہم نے کراہتے ہوئے کہا "ولسن بھی برابر کا شریک ہے۔"

"اس کا انجام تم سے بھی زیادہ بھیانک ہوگا اور تمہارے اپنے لوگوں کے ہاتھوں ہوگا ..... ہاں مونا، تم انتظار کر رہی ہوگی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے پیر ابھی تک محفوظ ہیں۔"

مونا تو جیسے تیار بیٹھی تھی۔ وہ جھپٹ کر آگے بڑھی اور گراہم کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی۔

"نہیں" گراہم بری طرح چیخا "خدا کے واسطے مجھ پر رحم کرو۔ مجھے قتل کردو" گراہم معلوم نہیں کیا کیا کہتا رہا مگر مونا تو جیسے بہری ہوگئی تھی۔ وہ بڑے انہماک اور بے دردی سے گراہم کے جوتے کاٹ رہی تھی۔ یوں جیسے کوئی مقدس فریضہ انجام دے رہی ہو۔ تیز دھار خنجر سے چمڑے کے جوتے کاٹنا ذرا بھی مشکل نہیں تھا اور اس پر مونا کا انداز..... اسے یہ بھی پروا نہیں تھی کہ جوتوں کے ساتھ ساتھ گراہم کے پیروں پر بھی زخم آرہے ہیں۔ اس نے گراہم کے دونوں پیروں سے جوتے کاٹ کر اتارنے کے بعد گراہم کے بائیں پیر کی چھنگلیا کاٹ ڈالی۔ گراہم کی لرزا دینے والی چیخ کمرے میں گونج کر رہ گئی مگر مونا کا ہذیانی قہقہہ اس کی چیخ پر بھی حاوی تھا۔

"اور زور سے چیخو گراہم" اس نے سفاکانہ لہجے میں کہا "یہاں کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا۔"

"مجھ پر رحم کرو..... میں تم سے فریاد کررہا ہوں۔ کیا تمہارے دل میں ذرہ برابر رحم نہیں ہے۔"

گراہم کے پیر کی کٹی ہوئی چھنگلیا سے بری طرح خون بہہ رہا تھا۔ میں نے بڈ کو اشارہ کیا کہ وہ خون روکنے کی کوئی تدبیر کرے۔

"علی صاحب کے آجانے سے مجھے بڑی تقویت ملی ہے اور اب میں تیری تمام انگلیاں ایک ایک کرکے کاٹ ڈالوں گی۔"

"نہیں" گراہم بہت زور سے چیخا "تم ایسا نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر سکتیں۔ خدا کے واسطے ایسا مت کرو۔"

"خدا ہی کے واسطے تو ایسا کر رہی ہوں ورنہ مجھ میں اتنی ہمت کہاں تھی اور تمہارا وہ خدا جس کا واسطہ تم مجھے دے رہے ہو اس وقت تمہیں کیوں یاد نہیں آیا جب تم کار میں بم فٹ کر رہے تھے۔ اس وقت یاد کیوں نہیں آیا جب تم دوسروں کو قتل کیا کرتے تھے۔ جب تم لوگوں نے معصوم فلسطینیوں کو بے گھر کیا۔"

"مجھے اس حال کو پہنچانے کا ذمے دار تو یہ ہے کتّے" گراہم نے مجنونانہ انداز میں بنس ڈلے سے کہا۔

"کتّا اپنے مالک کا وفادار ہوتا ہے گراہم" میں نے کہا "بنس نے اگر تمہیں اس حال کو پہنچایا ہے تو اپنے ملک سے وفاداری کی ہے۔"

جواب میں گراہم فحش گالیاں بکنے لگا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اس پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا ہو۔

"ایک انگلی اور کاٹو تب یہ نارمل ہوگا" میں نے مونا سے کہا اور گراہم کی آواز یکلخت غائب ہو گئی۔

"کیوں مسٹر گراہم!" میں نے ہنس کر کہا "تم تو بہت کم ہمت آدمی ہو۔ کم از کم انگلی کٹنے کا انتظار تو کیا ہوتا۔"

"میری انگلی مت کاٹو" گراہم گھگھیانے لگا "میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالوں گا۔"

"تمہیں منع کون کر رہا ہے" میں نے حیرت سے کہا "تم ضرور فحش کلامی کرو۔ یہ تو تمہاری فطرت ہے جو اس وقت ظاہر ہو رہی ہے۔ تم اپنا کام کرو اور ہمیں اپنا کام کرنے دو۔"

"میں تم سے التجا کرتا ہوں۔ فریاد کرتا ہوں، رحم کی اپیل کرتا ہوں۔"

گراہم کی اپیلوں سے بے نیاز ہو کر مونا نے خنجر اس کے بائیں پیر کی چھنگلیا پر رکھ دیا۔

"مان جاؤ..... میری بات سن لو..... ارے کُتیا" گراہم پھر دھاڑنے لگا۔ مونا نے دوسرے پیر کی چھنگلیا بھی علیحدہ کر دی تھی اور گراہم بلبلانے لگا تھا۔

"ہر آدمی اس وقت اچھا لگتا ہے جب اپنی فطرت کے مطابق عمل کر رہا ہو اور اس وقت تمہاری زبان چونکہ وہی کچھ اگل رہی ہے جو کچھ تمہاری فطرت میں ہے اس لئے تم بہت اچھے لگ رہے ہو..... شاباش، اور گالیاں بکو، اور بدکلامی کرو لیکن اس بات پر یقین رکھو کہ اب تمہاری ایک انگلی بھی سلامت نہیں رہے گی۔"

"اچھا میں خاموش ہوا جاتا ہوں" گراہم نے بڑے درد بھرے انداز میں کہا اور پوری قوت سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ ایسا کرنے میں اسے زبردست کرب سے گزرنا پڑ رہا تھا مگر اس کی ذہنی حالت اس قابل نہیں رہی تھی کہ وہ کوئی صحیح بات سوچ سمجھ سکتا۔ وہ ایک ایسے شخص کی مانند تھا جو سمندر میں ڈوبنے سے بچنے کے لئے تنکے کا سہارا لینے کی کوشش کر رہا ہو۔

بنس ڈلے اور بڈ سناٹے کے عالم میں تھے۔ گراہم کی ہذیانی حالت نے انہیں متاثر کیا تھا مگر مونا اس کی ہر اذیت سے پوری طرح محظوظ ہو رہی تھی۔

"اگر کوئی اور یہودی بھی آپ کے ہاتھ لگ جائے تو اسے میرے حوالے ضرور کیجئے گا" مونا نے مجھ سے کہا۔

"نہیں مونا..... تم پر بہت ذمے داریاں ہیں۔ تمہیں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ دینی ہے۔ تم ان چکروں سے دور ہی رہو تو بہتر ہے" میں نے کہا اور مونا بجھ سی گئی۔

"آپ کا ہر مشورہ میرے لئے حکم کی حیثیت رکھتا ہے جناب" اس نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"مجھے تمہارے جذبات کا بخوبی احساس ہے مونا! لیکن جذبات عقل کے تابع رہیں تو بڑی اچھی بات ہے۔"

پھر گراہم پر تشدد کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔ اس پر طاری نقاہت تیزی سے بڑھ رہی تھی اور وہ جلدی جلدی بے ہوش ہونے لگا تھا۔ اس نے مجھے قیمتی معلومات فراہم کرنے کی پیش کش بھی کی مگر میں نے اس کی پیش کش ٹھکرا دی۔ اسی دوران، میں اور بڈل کراس کے چہرے پر طبع آزمائی کرتے رہے۔ کوئی دو گھنٹے کی محنت کے بعد وہ ہو بہو میری شکل اختیار کر گیا تھا۔

"یہ..... یہ" مونا نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا "یہ تو بالکل آپ کی شکل کا ہو گیا ہے جناب؟"

"تو تمہیں اس پر اتنی حیرت کیوں ہے" میں نے ہنس کر کہا "تم تو مجھے بنس ڈلے کے میک اپ میں دیکھ چکی ہو۔"

"لیکن آپ نے اسے اپنی شکل کا کیوں بنا دیا علی صاحب! اس سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔"

"بہت فائدہ ہوگا مونا! اس سے میں یہودیوں کو دھوکا دوں گا اور انہیں نقصان پہنچاؤں گا۔"

"لیکن مجھے اس سے نقصان ہو گیا جناب! اب میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کر سکوں گی۔"

"یہ کیا حماقت ہے" میں نے حیرت سے کہا "میں نے اس پر ایسا میک اپ کر دیا تو کیا ہوا..... ہے تو وہ گراہم ہی۔"

"مجھے معلوم ہے جناب لیکن اس کے باوجود مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا لیکن اس سے کیا فرق پڑے گا۔ میرے دل میں تو خاصی ٹھنڈک پڑ چکی ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی مونا" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن یہ بات اگر پہلے سے میرے علم میں ہوتی تو میں اس پر بعد میں اپنا میک اپ کرتا۔"

"یقین کریں ایسی کوئی بات نہیں ہے جناب! مجھے اس بات کا ذرا بھی قلق نہیں ہے کہ میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کر سکوں گی۔"

****

ولسن نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے باکس کا ڈھکنا کھولا اور جھجک کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئی تھیں۔

"یقین نہیں آتا مسٹر بنس" ولسن ہیجانی انداز میں بولا "تم نے وہ کارنامہ کیا ہے جو بڑے بڑے نہیں کر سکے۔"

"ہاں میں بہت معمولی اور چھوٹا آدمی ہوں مسٹر گراہم! صرف اس لئے کہ میں بین الاقوامی سطح تک نہیں پہنچ سکا۔"

"میں..... میں تم سے وعدہ کر رہا ہوں کہ تمہیں بین الاقوامی سطح پر متعارف کراؤں گا..... لیکن تم نے علی یار خان کا سر کس طرح حاصل کیا؟"

"میں اسی قسم کے کارنامے سرانجام دیتا ہوں۔ مجھ سے یہ مت پوچھو کہ میں نے کون سا کام کس طرح کیا۔ بس تم مجھ سے مشکل سے مشکل کام کہو، میں اسے کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے" ولسن نے تیزی سے کہا "ہاں اس سے غرض بھی نہیں ہے کہ کون سا کام کس طرح ہوا لیکن تم یہ تو بتا ہی دو گے کہ گراہم کا کیا بنا؟"

"اسے میں نے خود اپنے ہاتھوں سے گولی ماری ہے۔ تم سمجھ سکتے ہو اگر وہ زندہ رہ جاتا تو میں مستقل خطرے میں گھر سکتا تھا۔"

"مجھے اس کی موت کا غم ہے۔ زندہ رہتا تو معلوم نہیں کتنے کارنامے اور سرانجام دیتا۔ اگر اس کے بچ نکلنے کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی تو اچھا تھا۔ وہ کبھی تمہارا راز افشا نہ کرتا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں نے اسے اس لئے نہیں مارا کہ اس کی طرف سے مجھے افشائے راز کا خطرہ تھا بلکہ اسے بہت سے لوگ دیکھ چکے تھے۔ وہ بچ کے نکل جاتا تو بھی بچ نہیں سکتا تھا۔ میرے ساتھ ساتھ تم بھی خطرے میں گھر جاتے۔"

"تمہارا کہنا بھی درست ہے" ولسن نے ایک ٹھنڈی سانس لی "ہم سب مجبوریوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ گراہم کو ختم کر دینا ہماری مجبوری تھی۔"

"میں نے تمہارا کام وعدے کے مطابق کر دیا مسٹر ولسن اور بہت بڑا خطرہ مول لے کر کیا ہے۔ اب تم بھی مجھے ادائیگی کر دو۔"

"ضرور مسٹر بنس! تمہیں ادائیگی ضرور کی جائے گی" ولسن نے کہا "تم مجھے اپنے معاوضے سے آگاہ کر دو۔"

"میں تمہیں کیا بتاؤں" میں نے کہا "یہ علی یار خان کا سر ہے جس کے لئے تم لوگ خود ہی بڑے سے بڑا معاوضہ ادا کرنے کی بات کر رہے تھے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن ہمیں کیا معلوم کہ تم نے کتنی رقم ملنے کی توقع باندھ رکھی ہے۔"

"ممکن ہے جو معاوضہ میں کہوں اس سے زیادہ تم لوگ مجھے ویسے ہی ادا کر دو۔ کیا اس صورت میں میرا نقصان نہیں ہو جائے گا۔"

"نہیں مسٹر بنس!" ولسن نے ہنس کر کہا "ہم نے تمہیں منہ مانگا معاوضہ ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا اور میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔"

"میں اتنی بڑی رقم بھی طلب کر سکتا ہوں جس کی ادائیگی کرنا تمہارے لئے ناممکن ہو جائے۔"

"اس بات کا فیصلہ بھی میں تم پر چھوڑتا ہوں۔ اگر تم اسے مناسب سمجھو تو اتنی بڑی رقم بھی طلب کر سکتے ہو۔ میں تمہیں اس سے روکوں گا نہیں۔"

"تم نے مجھے مشکل میں پھنسانے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں" میں نے مسکرا کر کہا "میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کارنامے کے عوض مجھے ایک ملین ڈالر سے کم رقم طلب کرنی چاہئے۔"

"میں تو یہ کہنے کی پوزیشن میں بھی نہیں ہوں کہ تم نے بہت بڑی رقم طلب کر لی ہے لیکن یہ ہے کہ اتنی رقم کے لئے مجھے شی گورائے میں مادام سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا۔"

"یہ تمہارا مسئلہ ہے مسٹر ولسن! لیکن تم میری کارکردگی دیکھ چکے ہو۔ یقین کرو تم مجھے ادائیگی کئے بغیر گوٹے ہل سے نکل نہیں سکو گے۔"

"میں جانتا ہوں مسٹر بنس! ہماری نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ جو رقم تم نے طلب کی ہے وہ تمہیں ضرور ادا کی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے ولسن! میں اب جا رہا ہوں لیکن تم بہت محتاط رہنا۔ یہ باکس سوٹ کیس میں رکھ لو اور ٹیلی فون پر مادام کلارا سے کم سے کم گفتگو کرنا۔"

"کیوں؟" ولسن نے چونک کر مجھے دیکھا "کوئی خاص بات ہو گئی ہے کیا؟"

"محض احتیاطاً کہہ رہا ہوں۔ گوٹے ہل میں علی یار خان قتل ہو گیا ہے۔ جنرل ٹیرس معلوم نہیں کیا غدر ڈھائے۔ محتاط رہنا بہت ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے میں خیال رکھوں گا۔ تم صبح ساڑھے نو بجے آ جاؤ..... مجھے امید ہے کہ اس وقت تک میں تمہیں ادائیگی کرنے کے قابل ہو جاؤں گا۔"

****

"اب میں قدرے سکون محسوس کر رہا ہوں جنرل" میں نے ٹیرس محل میں جنرل ٹیرس سے کہا۔ صبح سے اب تک میں نے انتہائی مصروف وقت گزارا تھا۔ ولسن کو اپنے میک اپ میں گراہم کا سر پہنچانے کے بعد میں سیدھا ٹیرس محل آ گیا تھا اور اب فوری طور پر مجھے کوئی کام نہیں تھا۔ کیتھی براؤن، تہذیب اور بڈ کے علاوہ ڈیوڈ ریان بھی وہاں موجود تھے۔

"مجھے مشکل میں پھنسا کر تم سکون محسوس کر رہے ہو" جنرل نے شکایتی لہجے میں کہا "بلیک اسمتھ سے تو تم نے اعتراف کرا لیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔دوسرا کوئی اعتراف کر ہی نہیں رہا۔"

"غلطی تمہاری اپنی ہے جنرل! تم انہیں معززین سمجھ رہے ہو۔ان کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کرو وہ سب کچھ خود ہی اگل دیں گے یا پھر ڈیوڈ ریان سے مدد حاصل کرو۔"

"دوسری صورت زیادہ بہتر رہے گی جناب" ڈیوڈ ریان نے کہا "آپ نے پہلے مجھ سے تذکرہ نہیں کیا ورنہ اب تک میں ان سب کی زبانیں کھلوا چکا ہوتا۔"

"اب تو تمہاری مشکل حل ہو گئی جنرل! اب تو تم پریشان نہیں ہو؟"

"نہیں" جنرل ہنس کر بولا "پہلے مجھے واقعی خیال نہیں آیا تھا ورنہ میں ڈیوڈ سے ضرور مدد لیتا۔"

"میں دوپہر سے یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہوں جناب کہ رینڈل سے آپ کی کیا گفتگو ہوئی؟" ڈیوڈ ریان نے کہا۔

"ہاں علی! دیگر باتیں تو بڈ کے ذریعے ہمارے علم میں آگئیں لیکن یہ بات چونکہ بڈ کو معلوم نہیں تھی اس لئے ہم بھی اس سے لاعلم ہیں" تہذیب بولی۔

"ڈیوڈ ریان کی حیثیت سے میں نے اپنے حق میں ہی رپورٹ پیش کی تھی لیکن اسے یقین ہے کہ میں اب اس کے ساتھ نہیں ہوں تاہم اس نے مجھے شی گورائے پہنچنے کا حکم دیا ہے۔"

"پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟" جنرل ٹیرس نے کہا "کیا تم شی گورائے چلے جاؤ گے؟"

"جانا ہی پڑے گا جنرل! لیکن یہ تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں ڈیوڈ ریان کی حیثیت سے نہیں جاؤں گا۔ڈیوڈ ریان کو تو رینا سالومن اغوا کرلے گی۔"

"رینا سالومن تو تمام تیاریاں مکمل کئے بیٹھی ہے" تہذیب نے ہنس کر کہا "صبح چار بجے والی فلائٹ سے وہ شی گورائے کے لئے روانہ ہو رہی ہے۔"

"بہت مناسب فلائٹ ہے تہذیب! وہاں پہنچتے ہی کسی محفوظ ٹھکانے کا بندوبست کر کے مجھے اطلاع دینا۔"

"اگر تم کہو تو میں اس سے قبل ہی مادام کلارا سے چھیڑ چھاڑ کا آغاز کردوں؟"

"صرف اپنی موجودگی کا احساس دلا سکتی ہو ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی نوبت ہی نہ آنے پائے۔صبح ولسن مجھے ادائیگی کر دے گا اور اس کے بعد وہ یہاں سے روانہ ہو جائے گا۔اس کے ساتھ ہی ساتھ تمہارا رول شروع ہو جائے گا۔"

"شی گورائے جانے کے سلسلے میں تمہارا کیا پروگرام ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"میں ولسن سے پہلے وہاں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ممکن ہے میں اس کے ساتھ ایک ہی فلائٹ پر وہاں پہنچوں۔"

"ہمیں اس بات کا غم رہے گا کہ تم ایک طویل عرصے بعد گوٹے ہل آئے اور اتنی جلدی واپس چلے جاؤ گے" کیتھی براؤن بولی۔

"رینڈل عرف موشے ہاورڈ کا معاملہ ایسا ہے جسے میں ڈھیل نہیں دے سکتا۔تم سے میرا وعدہ ہے کہ اس سے نمٹنے کے بعد یہاں ضرور آؤں گا۔"

****

میں نے ولسن کے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور اندر داخل ہو گیا۔وہ صوفے پر تیار بیٹھا تھا۔میں نے وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھا تھا اور ٹھیک ساڑھے نو بجے وہاں پہنچ گیا تھا۔تہذیب الکمایکس صبح چار بجے والی فلائٹ سے شی گورائے روانہ ہو گئی تھی۔اس کے ساتھ بڈ کے علاوہ علی گروپ کے چار ارکان بھی تھے۔

"ہیلو مسٹر بنس" ولسن نے خوش دلی سے کہا "رقم کا بندوبست ہو گیا ہے۔یہ چیک ہے' بتاؤ اسے کس کے نام کراس کردوں؟"

"تم اس میدان کے پرانے کھلاڑی ہو ولسن!" میں نے بے تکلفی سے بیٹھتے ہوئے کہا "تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس قسم کے سودے نقد ہوتے ہیں۔کوئی احمق ہی چیک وصول کر سکتا ہے۔"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں" ولسن مسکرا کر بولا "میں تو محض اس خیال سے تمہیں چیک دینا چاہ رہا تھا کہ اتنی بڑی رقم لے کر نقل و حرکت کرنا مناسب نہیں ہوتا۔"

"تم مناسب اور نامناسب کے چکر میں نہ پڑو تو بہتر ہے" میں نے کہا "رقم کی حفاظت کرنا میں خوب جانتا ہوں۔"

"مجھے معلوم تھا کہ تم چیک قبول نہیں کرو گے اس لئے میں نے احتیاطاً نقد رقم بھی رکھ لی تھی" ولسن نے الماری سے ایک بریف کیس نکال کر میری طرف بڑھایا۔

میں نے ولسن سے بریف کیس لے لیا اور اسے کھول کر دیکھا۔ایک ملین امریکی ڈالر کے مساوی رقم گوٹے ہل کی مقامی کرنسی کی صورت میں بریف کیس کے اندر موجود تھی۔پوری رقم بڑے نوٹوں والی نئی گڈیوں پر مشتمل تھی۔

"ہر طرح سے اپنا اطمینان کرلو مسٹر بنس" ولسن نے کہا "یہ بھی دیکھ لو کہ کہیں نوٹ جعلی نہ ہوں۔"

"میں ہر حال میں اپنا اطمینان کرلینے کا عادی ہوں۔مجھے یقین ہے کہ تم نے میرے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا ہے۔"

"تمہارا اطمینان میرے لئے اس واسطے بھی ضروری ہے کہ ابھی تمہارا کام مکمل نہیں ہوا۔"

"مجھے معلوم ہے ولسن کہ ابھی تمہیں علی یار خان کے سر کو لے کر یہاں سے صحیح سلامت نکلنا بھی ہے۔"

"ہاں..... اور تم نے وعدہ کیا تھا کہ گوٹے ہل ائرپورٹ پر میری چیکنگ نہیں کی جائے گی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ گوٹے ہل میں ائرپورٹ پر کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔"

"مجھے تم سے یہی توقع تھی مسٹر بنس! تم ایک کھرے آدمی ہو۔ اس لئے میں نے مادام سے تمہارا تذکرہ کردیا تھا۔ وہ تمہاری خدمات حاصل کرنا چاہتی ہیں۔"

"تم جانتے ہو کہ میں گوٹے ہل میں سرکاری ملازم ہوں۔ کسی اور کی ملازمت کیسے کرسکتا ہوں۔"

"اس ملازمت کو چھوڑ دو بنس!" ولسن نے جوشیلے انداز میں کہا "اس ملازمت میں رکھا ہی کیا ہے۔ کیا تنخواہ مل جاتی ہوگی تمہیں؟"

"بات تنخواہ کی نہیں، معاشرے میں مقام کی ہے۔ تم نے دیکھا ہے میں کیسی جگہ پر رہتا ہوں تاکہ کوئی مجھ پر انگلی نہ اٹھا سکے۔"

"تمہارے پاس دولت ہوگی تو معاشرے میں مقام بھی بن جائے گا اور لوگ عزت بھی کرنے لگیں گے۔ تمام مسائل کا حل دولت ہے۔"

"تم لوگوں کے پاس تو دولت ہے پھر تم اس دولت سے اپنے مسائل کیوں حل نہیں کرلیتے۔ میری خوشامد کیوں کررہے ہو؟"

ولسن کا چہرہ سرخ ہوگیا مگر اس نے کمال ضبط کا مظاہرہ کیا "اسی دولت کی وجہ سے تو علی یار خان کا سر میرے قبضے میں ہے۔"

"مگر میں تمہارے قبضے میں نہیں آرہا" میں نے مسکرا کر کہا "اور نہ ہی فی الحال میرا ایسا کوئی ارادہ ہے۔"

"مادام کلارا تم میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتی ہے اور یہ تمہاری خوش قسمتی ہے۔"

"اگر میں کوشش کروں تو معلوم نہیں کتنی مادامیں اور کتنی کلارائیں میرے آگے پیچھے دُم ہلاتی پھرنے لگیں....."

"تہذیب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو" ولسن نے غصیلے لہجے میں کہا "تمہیں مادام کی توہین کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے واقعی اس کا حق نہیں ہے لیکن میں تمہیں یہ سمجھانے کی کوشش کررہا ہوں کہ میں کسی کے ماتحت رہ کر کام نہیں کرسکتا۔ یہ بات تم مادام کلارا کو بھی بتا سکتے ہو۔"

"اگر تم کہو تو میں اس سلسلے میں مادام سے بات کرسکتا ہوں۔ ممکن ہے تم جیسے باصلاحیت شخص کو کسی شعبے کا سربراہ بنادیا جائے۔"

"ملازمت ہر حال میں ملازمت ہے مسٹر ولسن! خواہ وہ چھوٹے عہدے کی ہو یا بڑے عہدے کی۔"

"مجھے حیرت ہے..... ایک طرف تو تم پیسوں کے لئے ہر کام کرنے کو تیار رہتے ہو اور دوسری طرف تمہارا یہ حال ہے کہ ملازمت ہی نہیں کروگے حالانکہ تمہیں بہت زیادہ معاوضے پر ملازم رکھا جاسکتا ہے۔"

"تمہیں اسی وجہ سے حیرت ہے کہ تم میرے مستقبل کے منصوبوں سے واقف نہیں ہو تاہم میں ایک آدھ روز میں تم سے رابطہ کروں گا۔ ممکن ہے اس وقت تک میرا ذہن تبدیل ہوجائے۔"

****

میں گیارہ بجے والی فلائٹ سے شی گورائے کے لئے پرواز کرگیا۔ ولسن کی سیٹ دو بجے والی فلائٹ پر تھی۔ میں نے اس کے گوٹے ہل سے نکلنے کے انتظامات مکمل کروادیئے تھے۔ یہ ضروری تھا کہ گوٹے ہل ائرپورٹ پر اس کی چیکنگ نہ ہوتی اور جنرل ٹیرس سے کہہ کر یہ انتظام کرانا میرے لئے زیادہ مشکل نہیں تھا۔

شی گورائے ائرپورٹ پر اتر کر تہذیب ما کلم ایکس تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں پیش آئی۔ تہذیب کے بارے میں مجھے صبح ہی اطلاع مل گئی تھی۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تہذیب نے رہائش کے لئے کیا بندوبست کیا ہے۔

"یہ محض اتفاق تھا چیف کہ ہمیں یہ کوٹھی کرائے پر مل گئی" بڈ نے بتایا "اس کا مالک ایک تنہا آدمی ہے جو ملک سے باہر گیا ہوا ہے۔ ہم نے ایک سال کا پیشگی کرایہ ادا کرکے کوٹھی کرائے پر حاصل کی ہے۔ اس کے لئے ہمیں ایک بہت کڑی شرط منظور کرنا پڑی ہے اور وہ یہ کہ اگر مالک ایک سال کے دوران واپس آگیا تو ہمیں فوری طور پر کوٹھی خالی کرنی پڑجائے گی۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے بڈ!" میں نے وسیع و عریض کوٹھی کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہا "ہمیں کون سا یہاں مستقل قیام کرنا ہے۔ کام پورا ہوتے ہی یہاں سے نکل لیں گے۔"

"تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے ہمارا کام محض چند روز کا ہو" تہذیب نے کہا "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہمیں زیادہ عرصہ قیام کرنا پڑجائے۔"

"اب میرے اندر زیادہ انتظار کرنے کی تاب نہیں رہی تہذیب! چھ ماہ کا طویل عرصہ جزیرے پر قید رہنے کے بعد اب میں ریندل کو سبق دینا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کی ابتدا تو ہوچکی ہے۔ میں نے یہاں پہنچتے ہی سب سے پہلے مادام کلارا کو فون کیا تھا۔ مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ ریسیور وہ خود ہی اٹھاتی ہے۔"

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ ممکن ہے اپنے آدمیوں سے براہ راست رابطہ رکھنے کے لئے اس نے یہ طریقۂ کار اختیار کیا ہو۔ کسی درمیانی واسطے کو وہ وقت کا زیاں تصوّر کرتی ہو۔"

"بات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اصل بات یہ ہے کہ میں نے اسے فون کیا تھا۔ میں نے پوری گفتگو ریکارڈ کرلی ہے، تم خود سن لو۔"

بڈ نے ٹیپ ریکارڈر میں کیسٹ لگائی اور ٹیپ ریکارڈر آن

کردیا۔ پہلے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی پھر دوسری طرف سے ریسیور اٹھالیا گیا۔

"ہیلو!" مادام کلارا کی مترنم آواز میں نے فوراً ہی شناخت کرلی "کون بات کررہا ہے؟"

"رینا سالومن آف فالکن" تہذیب نے کھنک دار آواز میں کہا "میں کافی عرصے سے تم لوگوں کی غیر قانونی سرگرمیوں پر نظر رکھے ہوئے ہوں۔"

"میں تمہیں نہیں جانتی" کلارا کی آواز قدرے گھبرائی ہوئی تھی "اور تم کون سی غیر قانونی سرگرمیوں کی بات کررہی ہو۔"

"جو رینا سالومن کو نہیں جانتا اسے شی گورائے میں رہنے کا بھی حق نہیں ہے۔ شی گورائے میں ہونے والا کوئی جرم رینا سالومن کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔"

"معلوم نہیں تم کیا بکواس کررہی ہو" مادام کلارا غرائی "اور یہ فالکن کیا چیز ہے؟"

"یہ تو ایسا ہی سوال ہے جیسے میں تم سے یہ پوچھوں کہ ایگلز کس چڑیا کا نام ہے" تہذیب نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

چند لمحے کے لئے سناٹا چھایا رہا۔ کسی اجنبی کے منہ سے ایگلز کا نام سن کر مادام کلارا کے ہوش و حواس پر بجلیاں گر پڑی ہوں گی۔

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ تم کون ہو اور مجھے فون کرنے سے تمہارا کیا مقصد ہے" چند لمحوں بعد مادام کلارا کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اپنا تعارف تو میں کراچکی..... رہی یہ بات کہ میں کیا چاہتی ہوں تو بڑی سیدھی سی بات ہے۔ ہمیں بھی کچھ حصہ ملنا چاہئے۔"

"اوہ! تو یہ کہو کہ تم بلیک میلر ہو..... شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ ہمارے ہاتھ کتنے لمبے ہیں" مادام کلارا غرائی۔

"چلو شکر ہے۔ بالواسطہ طور پر تم نے اپنے جرائم کا اعتراف تو کیا۔ ویسے تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں لمبے ہاتھوں کو کوتاہ کرنے کے معاملے میں خاصی شہرت کی حامل ہوں۔"

"تم صرف احمق ہو۔ کہیں سے تمہیں ایگلز کے بارے میں کچھ بھنک مل گئی اور تم نے اتنا بڑا قدم اٹھالیا۔ ہمت ہے تو سامنے آکر بات کرو۔"

"اوکے ڈیئر کلارا" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہا "بہت جلد میں سامنے آکر بات کروں گی۔ اس وقت تک کے لئے خدا حافظ۔"

میں نے نگاہ اٹھا کر تہذیب کی طرف دیکھا "تم نے گفتگو کا اختتام بڑے خوب صورت طریقے سے کیا ہے۔ کم از کم اگلا فون تو ٹیپ نہیں ہوسکے گا۔"

"یہ بات تم اتنے وثوق سے کس طرح کہہ رہے ہو چیف!" بڈ نے کہا "ممکن ہے انہوں نے پہلے ہی اس قسم کا بندوبست کررکھا ہو کہ فون کال کا سراغ لگایا جاسکے۔"

"نہیں بڈ! یہاں ان کی پوزیشن بہت مستحکم ہے۔ انہیں کسی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس قسم کے انتظام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسے انتظامات صرف اس وقت کئے جاتے ہیں جب مخالفین بھی موجود ہوں۔ کسی کی طرف سے کوئی خطرہ محسوس ہورہا ہو۔ تہذیب نے بھی گفتگو کے اختتام پر یہی کہا ہے کہ بہت جلد سامنے آکر بات کروں گی۔ اس کے بجائے اگر تہذیب یہ کہہ دیتی کہ دوبارہ فون کروں گی تو امکان تھا کہ وہ آنے والی کالوں کے نمبروں کا سراغ لگانے کے لئے فوری طور پر کوئی بندوبست کرلیتی لہٰذا اب تم اسے ولسن کی آمد سے متعلق ایک دھمکی آمیز فون بلا خوف و خطر کرسکتی ہو۔"

میری ہدایات کی روشنی میں تہذیب نے مادام کلارا کا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف سے کلارا نے خود فون اٹھایا تھا۔ میں اور بڈ اس آلے کی مدد سے گفتگو سن رہے تھے جو فون کی آواز بلند کردیتا ہے۔

"مجھے پہچانیں..... میں رینا سالومن ہوں۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ بہت جلد سامنے آکر بات کروں گی....."

"اس کو سامنے آکر بات کرنا کہتے ہیں تو پھر منہ چھپانا کس کو کہتے ہیں؟" کلارا کے لہجے میں طنز تھا۔

"تم ایک بہت بڑے جرم کی مرتکب ہونے والی ہو کلارا! اگر مجھے اپنے حصے کی رقم نہیں ملی تو میں تمہارا بھانڈا پھوڑ دوں گی۔"

"پہلے بھی تم ایسی ہی بے پر کی اڑا رہی تھیں اور اب بھی معلوم نہیں کہاں کی ہانک رہی ہو۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ......"

"سنو کلارا" تہذیب غرائی "تمہارا ایک آدمی گوٹے ہل سے تین بجے والی فلائٹ سے یہاں پہنچ رہا ہے۔ اس کے سامان میں جو کچھ موجود ہے اگر میں اس کی اطلاع ائرپورٹ کے حکام کو کردوں تو کیسی رہے گی؟"

"تم اندھیرے میں تیر چلانے کی عادی معلوم ہوتی ہو" کلارا نے ہنس کر کہا "اپنی بے سروپا گفتگو کے ذریعے تم مجھ سے کچھ بھی نہیں اگلوا سکتیں۔"

"اس بے سروپا گفتگو کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ اس آدمی کا نام ولسن ہے اور وہ اپنے سوٹ کیس میں ایک شخص کا کٹا ہوا سر لے کر آرہا ہے۔"

"بہت خوب" کلارا کی آواز خلاف توقع پُرسکون تھی "تمہاری معلومات قابل رشک ہیں۔ اب یہ بھی بتادو کہ تمہارا مطالبہ کیا ہے؟"

"صرف ایک لاکھ ڈالر" تہذیب نے کہا "بصورت دیگر اگلا فون ائرپورٹ کے حکام کو کیا جائے گا۔"

"ایک لاکھ ڈالر تو کیا ہم تمہیں ایک ہزار ڈالر بھی نہیں دے سکتے۔ تم بڑے شوق سے ائرپورٹ کے حکام کو مطلع کردو" اور اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے ساتھ ہی کلارا نے فون بند کردیا۔

"دوبارہ فون کرو اور اسے مزید دھمکیاں دو" میں نے تہذیب سے کہا اور تہذیب تفہیمی انداز میں سرہلا کر دوبارہ نمبر ڈائل کرنے لگی۔

"سنو کلارا" رابطہ قائم ہونے پر تہذیب نے کہا "ممکن ہے تمہارے تعلقات بہت وسیع ہوں لیکن یہ یاد رکھنا کہ میرے پاس اور بھی ذرائع ہیں۔"

"تم بھی کان کھول کر سن لو کہ تم آگ سے کھیل رہی ہو۔ ابھی تک میں نے سنجیدگی سے تمہارے بارے میں نہیں سوچا ہے لیکن اگر ایسا ہوا تو تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہو گی۔"

"کیا یہ تمہارا حتمی جواب ہے کلارا" تہذیب نے سرد لہجے میں کہا "اگر تم چاہو تو میں تمہیں سوچنے کے لئے وقت دے سکتی ہوں۔"

"ہم نے بلیک میل ہونا نہیں سیکھا..... معلوم نہیں تم کس توقع پر مجھے فون کر رہی ہو لیکن کان کھول کر سن لو کہ نہ ہمیں کسی مہلت کی ضرورت ہے اور نہ ہی میں تمہاری ہرزہ سرائیاں سننے کی متحمل ہوسکتی ہوں۔ تم جیسے معلوم نہیں کتنے ہماری راہ میں آئے اور مارے گئے۔ میں تم سے آخری بار کہہ رہی ہوں کہ ہماری راہ سے ہٹ جاؤ ورنہ بے موت ماری جاؤ گی۔"

"میں تم لوگوں کی قوت پرواز سے واقف ہوں کلارا" تہذیب نے مضحکانہ انداز میں کہا "اور میں تم سے وعدہ کر رہی ہوں کہ آج ہی کی تاریخ میں تم پر پہلی ضرب لگاؤں گی۔"

تہذیب نے کلارا کا جواب سنے بغیر فون بند کردیا اور میری طرف دیکھ کر بولی "کیا خیال ہے؟"

"تم نے بہت عمدہ پرفارمنس دی ہے.... کلارا سے تو ویسے بھی یہی توقع تھی کہ وہ کوئی مطالبہ نہیں مانے گی۔"

"تم نے بھی سوچا ہے چیف کہ اب اسے فون کرنا خطرناک ہوگا۔ وہ ہمارا نمبر ٹریس کرکے یہاں تک پہنچ جائے گی" بڈ نے کہا۔

"اس کا حل یہی ہے کہ ٹرانس میٹر کا بندوبست کرو تاکہ فون نمبر ٹریس ہونے کا خطرہ مستقل طور پر ٹل جائے۔"

"تم حکم کرو چیف!" بڈ نے خوش ہو کر کہا "بڈ تمہارے لئے ابھی ٹرانس میٹر حاضر کردے گا۔"

"ابھی کہاں سے حاضر کردو گے؟" میں نے بڈ کو گھورا "خیال رہے کہ ہم گوٹے ہل میں نہیں، شی گورائے میں ہیں۔"

"مزید خیال رہے کہ ہم سیاہ فاموں کے میک اپ میں ہیں اور یہاں کے ائرپورٹ پر کسٹم آفیسر کی مٹھی گرم کرکے ٹرانس میٹر تو کیا توپ بھی لے آؤ تو کوئی نہیں پوچھتا۔"

"سیدھی بات کیا کرو" میں نے بگڑ کر کہا "تم معموں میں گفتگو کرنے کے عادی ہوتے چلے جا رہے ہو۔"

"تمہیں تو ہمیشہ بڈ کا بولنا ناگوار گزرتا ہے" بڈ نے منہ بنا کر کہا "ادھر بڈ نے زبان کھولی اور ادھر تمہیں غصہ آیا۔"

"ابے خبیث اب بتا بھی دے" میں نے دانت پیس کر کہا "ہمارے پاس ضائع کرنے کے لئے اتنا وقت کہاں ہے؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چیف!" بڈ اڑ گیا "جب تک تمہارا موڈ ٹھیک نہیں ہوگا اس وقت تک بڈ تمہیں کچھ نہیں بتائے گا۔"

"تو مت بتاؤ" میں نے جھنجھلا کر کہا "میں خود کوئی انتظام کرلوں گا۔"

تہذیب ہنسنے لگی "غصے میں عقل خبط ہوجاتی ہے نا اس لئے تم سمجھ نہیں پارہے۔ بڈ کہہ تو رہا ہے کہ وہ کسٹم آفیسر کی مٹھی گرم کرکے ٹرانس میٹر نکال لایا ہے۔"

"بہت سور ہے" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "لاؤ، مجھے ٹرانس میٹر دکھاؤ۔"

"بے فکر رہو چیف! بڈ بہت سوچ سمجھ کر کام کرتا ہے" بڈ اکڑ کر بولا "اس کے ذریعے ہر فریکوئنسی پر رابطہ کیا جاسکتا ہے اور میں نے احتیاطاً دو سیٹ رکھ لئے تھے۔"

"بس تو اگلا پروگرام یہ ہے کہ تم کلارا کو ڈیوڈ ریان کے اغوا کی خبر سناؤ گی اور اس کے بعد جنگ کا باقاعدہ آغاز ہوجائے گا۔"

"وہ تو رینڈل کی ہٹ لسٹ پر ہے" بڈ نے کہا "اس کی صحت پر ڈیوڈ کے اغوا سے کیا اثر پڑے گا بلکہ وہ تو خوش ہوگا۔"

"کہ اس کا ایک اہم آدمی حریفوں کے قبضے میں چلا گیا ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "کیا تمہاری عقل کہیں چرنے چلی گئی ہے بڈ!"

"نہیں، ابھی تو کھوپڑی میں ہی موجود ہے" بڈ نے بڑے اطمینان سے کہا "ان لوگوں پر تو کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ فرض کرو ہم نے ڈیوڈ ریان سے کچھ اگلوا لیا تو بھی کیا ہوگا؟"

"ان کی ظاہری بے نیازی پر مت جاؤ بڈ! کلارا اس وقت بھی اندر سے ہل کر رہ گئی ہوگی۔ اس نے رینڈل تک اطلاع پہنچا دی ہوگی اور کچھ عجب نہیں ہے کہ وہ بذات خود شی گورائے پہنچ جائے۔"

"علی کا کہنا ٹھیک ہے بڈ! کلارا نے بے نیازی تو ظاہر کی ہے لیکن وہ تشویش میں ضرور مبتلا ہوگئی ہوگی اور اگر میں نے اگلا فون کرنے کی حماقت کی تو وہ فوراً ہی حرکت میں آجائیں گے۔"

"انہیں حرکت میں آجانے دو میڈم! بڈ بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ ماضی میں بھی تم لوگ بڈ کی کارکردگی دیکھتے رہے ہو اور اب بھی دیکھ لینا۔"

"رہنے دو بڈ! جس وقت ہمیں گوٹے ہل ائرپورٹ سے اغوا کیا گیا اس وقت تم کہاں تھے اور پھر جزیرے پر قید کے دوران تم نے کون سا تیر مار لیا؟" میں نے کہا۔

"دراصل اس وقت مجھے بھوک لگ رہی تھی اور اس وقت بھی مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ تم تو جانتے ہو بھوک کے عالم میں بڈ ڈھنگ کا کوئی کام نہیں کرسکتا۔ لہٰذا پہلے کھانے کا بندوبست کیا جائے۔"

"جا کر کسی ہوٹل سے کھانا لے آؤ" میں نے کہا "اس وقت ہم کہیں باہر نہیں جائیں گے۔"

بڈ کھانا لینے چلا گیا اور میں تہذیب کے ساتھ آئندہ کے پروگرام بنانے میں مصروف ہوگیا۔ بڈ کی واپسی تک ہم اپنے پروگراموں کو حتمی شکل دے چکے تھے۔

****

شام کے وقت ہم تینوں کار میں بیٹھ کر چل پڑے۔ علی گروپ کے چاروں اراکین کو ہم نے بنگلے پر ہی چھوڑ دیا تھا۔ ابھی ان سے کام لینے کا وقت بھی نہیں آیا تھا۔

میں نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے سامنے کار روکی اور تہذیب سے کہا "جاؤ، لیکن دو منٹ سے زیادہ مت لگانا۔"

تہذیب نے سر کی اثباتی جنبش دی اور فون بوتھ کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے اسے مادام کلارا کو فون کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ میں ان لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ذہنی دھچکے پہنچانا چاہتا تھا۔ وہ لوگ نمبر ٹریس کر بھی لیتے تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ وہ یہی سمجھتے رہتے کہ ریٹا سالومن اس سے پہلے بھی ادھر ادھر سے فون کرتی رہی ہے۔

تہذیب ایک ہی منٹ میں واپس آگئی "میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ ہم نے ڈیوڈ ریان کو اغوا کرلیا ہے اور آئندہ گفتگو ایک گھنٹے بعد میں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے" میں نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کہا "اس نے کسی ردعمل کا اظہار کیا؟"

"ظاہر ہے اسے یقین نہیں آسکتا تھا لیکن اس نے مجھے الجھانے کی کوشش ضرور کی تھی۔ ظاہر ہے وہ یہ معلوم کرکے کہ میں کہاں سے فون کر رہی ہوں، اپنے آدمیوں کو مطلع کردیتی۔"

"معلوم تو انہوں نے اب بھی کرلیا ہوگا کہ کال کہاں سے کی گئی ہے" میں نے کہا "اور جس پیمانے پر رینڈل کام کرتا ہے اس سے کچھ بعید نہیں ہے کہ فوری طور پر تمام ٹیلی فون بوتھوں کی نگرانی شروع کرادی جائے۔"

"بالکل ممکن ہے" تہذیب نے کہا "ویسے بھی شہر میں زیادہ ٹیلی فون بوتھ نہیں ہیں۔ نگرانی کرنے کے لئے انہیں زیادہ لوگوں کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔"

"میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ کھیل کی ابتدا ان لوگوں کے شکار سے کی جائے جو نگرانی پر مامور کئے جائیں گے" بڈ نے کہا۔

"ابھی یہ قبل از وقت ہوگا بڈ!" میں نے کہا "لیکن اگر ضرورت پڑی تو ہم یہ اقدامات بھی کریں گے۔"

میں بڑی آہستہ رفتار سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ رخ ساحل سمندر کی طرف تھا۔ آدھے گھنٹے بعد ہم ساحلی تفریح گاہ تک پہنچ گئے۔

"یہاں ایک ریستوران ہے تہذیب!" میں نے کار پارک کرتے ہوئے کہا "وہاں پبلک فون بھی موجود ہے۔ وہاں سے کلارا کے لئے ایک فون اور ہوجائے۔"

"کیوں نہیں" تہذیب مسکرائی "ان لوگوں کو ہراساں کرنے میں مجھے بہت لطف آرہا ہے۔"

تہذیب فون بوتھ کی طرف بڑھ گئی اور میں بڈ کے ساتھ باہر ہی ٹہلنے لگا۔ میری نظریں وہاں تفریح کے لئے آنے والوں کے چہروں پر پھسل رہی تھیں۔ ہمارے لئے اپنے سایوں تک سے محتاط رہنا ضروری تھا۔ مقابلہ رینڈل سے تھا جس کی ماضی کی کارکردگی میں فراموش نہیں کرسکتا تھا۔

"تم نے مادام کلارا کی رہائش گاہ دیکھ لی ہے بڈ!" اچانک میں نے بڈ سے سوال کیا۔

"ہاں چیف!" بڈ نے کہا "اس کی رہائش گاہ شہر سے ذرا ہٹ کر ہے اور جس جگہ وہ رہ رہی ہے۔ وہ کسی محل سے کم نہیں ہے۔ دو ایکڑ سے کم کا پلاٹ تو ہرگز نہیں ہے اور رہائشی عمارت سے باؤنڈری وال کا فاصلہ سو فٹ سے تو کہاں ہی کم ہوگا اور باؤنڈری وال بھی بارہ فٹ سے کم بلند نہیں ہے۔ گیٹ پر مسلح باوردی محافظ پہرہ دیتے نظر آتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی شہزادی کا محل ہو۔"

میری آنکھوں میں وہ دستی بم گھوم گئے جو گاڑی کی ڈکی میں موجود تھے۔ برین گنیں بھی تھیں اور سائلنسر لگے ہوئے ریوالور اس کے علاوہ تھے جو ہم تینوں کے پاس موجود تھے۔ ہم ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لئے تیار تھے۔

"اب جلدی سے یہاں سے کھسک لو علی" تہذیب نے واپس آکر کہا "میں نے اس سے کچھ زیادہ ہی طویل گفتگو کرلی ہے۔"

"پروا مت کرو۔ میں غافل نہیں ہوں اور پھر کون سا ہمارے چہروں پر کوئی تحریر لکھی ہے جسے پڑھ کر کوئی ہمیں پہچان لے گا۔ یہ بتاؤ کہ گفتگو کیا ہوئی؟"

"میں نے اندازہ لگایا ہے کہ اسے ڈیوڈ کے اغوا پر واقعی یقین نہیں ہے۔"

"تھوڑی دیر بعد اسے یقین آجائے گا" میں نے کہا اور اچانک چونک پڑا۔ میں نے رینڈل عرف موشے ہاورڈ کو دیکھا تھا۔ میری آنکھیں دھوکا نہیں کھاسکتی تھیں۔ وہ سرخ رنگ کی لمبی شیورلٹ سے اترا تھا اور اگرچہ وہ میک اپ میں تھا لیکن میں اسے اس کی چال سے پہچان سکتا تھا۔ وہ میری توقع سے بہت پہلے سامنے آگیا تھا۔ میں نے ذہنی طور پر خود کو ہر قسم کی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرنا شروع کردیا۔

"ہم سے الگ ہوجاؤ بڈ!" میں نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔ بڈ نے فوراً ہی میرے کہنے پر عمل کیا۔ اس نے میرے لہجے کی سنگینی محسوس کرلی تھی اور یہ اس کی بہت بڑی خوبی تھی کہ عام صورت میں وہ جتنی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا خاص حالات میں اتنا ہی سنجیدہ ہو جاتا تھا۔ اس کی سنجیدگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہم سے علیحدہ ہوتے وقت اس نے میری نگاہ کا تعاقب کیا تھا اور رینڈل کو دیکھ لیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ میک اپ کے باعث وہ اسے پہچان نہیں سکا تھا۔

"خیریت تو ہے علی!" تہذیب نے سرگوشیانہ آواز میں کہا۔ بڈ کی طرح اس کی نظریں بھی شیورلیٹ پر جمی ہوئی تھیں مگر وہ بھی رینڈل کو نہیں پہچان پائی تھی۔

"خیریت ہی سمجھو۔" میں نے سرسری انداز میں کہا اور ان دکانوں کی طرف دیکھنے لگا جو فٹ پاتھ پر خستہ کیبنوں میں کھولی گئی تھیں۔ ان دکانوں میں سیپیوں سے بنی ہوئی آرائشی اشیا فروخت کی جاتی تھیں۔ دن کے وقت یہاں سناٹا رہتا ہوگا لیکن اس وقت وہاں خاصا رش تھا۔ ہر دکان کے سامنے لوگوں کا جمگھٹا نظر آ رہا تھا۔

"آؤ ہم بھی یہاں سے کچھ خرید لیں۔" میں نے تہذیب کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ اس وقت تک رینڈل کار کا دروازہ بند کر چکا تھا اور ریستوران کی طرف جا رہا تھا۔

"تم مجھے یوں نہیں بہلا سکتے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ وہ رینڈل ہے"

تہذیب کی بات سن کر میں چونک پڑا۔ اگر تہذیب نے اسے نہ پہچانا ہوتا تو شاید میں اس جال میں پھنس جاتا جو میرے لئے بچھایا گیا تھا لیکن تہذیب نے اسے پہچان کر میرے لئے سوچنے کی نئی راہیں ہموار کر دی تھیں۔ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس کا میک اپ اتنا کچا کیوں ہے کہ اسے اتنی آسانی سے پہچان لیا گیا؟

"نہیں تہذیب!" میں نے ایک طویل سانس لے کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ رینڈل نہیں ہے۔"

تہذیب نے دوبارہ اس کی طرف دیکھا۔ وہ اب ریستوراں میں داخل ہو رہا تھا۔

"اسے اتنے غور سے مت دیکھو تہذیب! کسی کو یہ محسوس نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"اگر وہ رینڈل نہیں ہے تو تمہیں اس کی اتنی فکر کیوں ہے۔۔۔ اور پھر اگر کوئی یہ محسوس کر بھی لے کہ ہم اس میں دلچسپی لے رہے ہیں تو اس سے کیا فرق پڑ جائے گا؟"

"پہلے یہاں سے ہٹ جاؤ۔" میں تہذیب کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔ "یہ جو کوئی بھی ہے اس پر اس قسم کا میک اپ کیا گیا ہے کہ اس پر رینڈل کا گمان گزرتا ہے۔ پہلے میں خود بھی یہی سمجھا تھا کہ یہ رینڈل ہے لیکن جب تم نے بھی اسے رینڈل کی حیثیت سے شناخت کر لیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ تو ایک جال ہے جو ہمارے لئے بچھایا گیا ہے۔"

"یہ تو بہت تشویش ناک صورت حال ہے۔ اس کا مطلب ہوا کہ ہمیں پہچان لیا گیا ہے۔"

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمیں شناخت کر لیا گیا ہے بلکہ یہ حرکت ہمیں شناخت کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ رینڈل نے مفروضہ قائم کیا ہوگا کہ رینا سالومن جو کوئی بھی ہے تنہا نہیں ہے اور ممکن ہے کہ وہ یا اس کے ساتھی رینڈل سے بھی واقف ہوں۔ اس مفروضے کے تحت ایک ایسا شخص تیار کیا گیا جس پر یہ گمان ہو کہ وہ رینڈل ہے اور کسی اور میک اپ میں ہے۔ پھر تمہارے فون کا انتظار کیا گیا اور اس شخص کو یہاں بھیج دیا گیا۔ تم نے یہیں سے فون کیا تھا اور یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے فون نمبر کا سراغ لگا لیا ہے تبھی وہ شخص سیدھا یہاں پہنچا ہے۔ پہلی نظر میں تو میں دھوکا ہی کھا گیا تھا ورنہ بڈ کو علیحدہ ہونے کا مشورہ نہ دیتا۔"

"ایک طرح سے یہ ٹھیک ہی ہوا۔" تہذیب نے کہا۔ "معلوم نہیں اس شخص کی نگرانی کتنے لوگ کر رہے ہوں گے۔ مانا کہ وہ ہمیں شناخت نہیں کر سکتے لیکن بڈ تو اپنے قد کی وجہ سے الگ ہی پہچانا جاتا ہے۔"

"میرا خیال ہے بڈ نے بھی اسے پہچان لیا ہوگا اور کسی حد تک محتاط بھی ہو گیا ہوگا لہٰذا اب وہ ادھر کا رخ تو کرے گا نہیں۔ بس مجھے اس سے ڈر یہ ہے کہ وہ اس شخص میں دلچسپی نہ لینے لگے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ رینڈل کے آدمیوں کی نظروں میں آ جائے گا اور یہ اچھا نہیں ہوگا۔ ہمیں ہر قیمت پر ان سے بچ کر کام کرنا ہے۔"

کچھ دور جانے کے بعد ہم ٹہلتے ہوئے واپسی کے لئے پلٹ گئے۔ شام کا وقت ہونے کی وجہ سے لوگوں کا خاصا رش تھا مگر اتنا بھی نہیں کہ ہمیں چلنے کی جگہ نہ ملتی۔

"ہمارے میک اپ ایسے نہیں ہیں کہ کوئی ہمیں پہچان لے۔" میں نے کہا۔ "لیکن ہمیں کسی اور انداز سے پہچانا جا سکتا ہے۔"

"کتنے لوگ ایسے ہوں گے جو ہمارے ہر انداز سے اس حد تک واقف ہوں کہ ہمیں میک اپ میں بھی پہچان لیں؟"

"بظاہر رینڈل کے علاوہ اور کوئی ایسا نہیں ہے اور وہ بھی اسی صورت میں ہمیں پہچان سکتا ہے جب خاص طور سے اسی مقصد کے تحت دیکھے۔ ویسے مجھے تو خود پر پورا کنٹرول ہے۔ رینڈل کا باپ بھی مجھے نہیں پہچان سکتا۔"

"کسی حد تک اپنی حرکات و سکنات پر مجھے بھی قابو ہے مگر تمہاری طرح میں ہر وقت ان پر قابو نہیں رکھ سکتی۔"

"فی الحال اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ہمیں فوری طور پر ایسا کوئی خطرہ درپیش نہیں ہے۔ رینڈل کی جگہ جو بھی شخص ہو وہ ہم سے واقف نہیں ہو سکتا۔۔۔"

"اوہ علی!" اچانک تہذیب چلتے چلتے رک گئی۔ "تم نے شاید اس پہلو پر غور نہیں کیا کہ اس شخص کی نگرانی کرنے والوں میں خود رینڈل بھی شامل ہو سکتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے تشویش سے کہا۔ "جس انداز میں وہ سامنے آیا ہے اس کے بعد کسی اور پہلو پر سوچنے کی مہلت نہیں ملی۔ عین ممکن ہے کہ تمہارا خدشہ درست ہی ثابت ہو اور اگر ایسا ہے تو ہم شدید خطرے میں ہیں۔ گوئٹے ہل ائرپورٹ پر ایک بار ہم اس کا کمال دیکھ چکے ہیں۔ وہ نہ صرف بہت پھرتیلا ہے بلکہ عقابی نگاہ بھی رکھتا ہے۔"

ہم دونوں ایک کنارے رک گئے تھے۔ پارکنگ کے مقام سے ساحل سمندر کم از کم دو فرلانگ دور تھا۔ جس جگہ ہم کھڑے تھے وہ پکی تھی مگر اس سے آگے ریت ہی ریت تھی۔

"کیا سوچنے لگے علی؟" مجھے خاموش دیکھ کر تہذیب نے پوچھا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ فی الحال یہاں ٹھہرنا ہمارے لئے کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ہے۔ میں کسی جال میں پھنسنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ ابھی تم نے یہیں سے مادام کلارا کو فون کیا تھا۔ فون طویل ہو گیا۔ اس نے جان بوجھ کر تمہیں باتوں میں الجھایا ہوگا اور نہ صرف نمبر ٹریس کر لیا ہوگا بلکہ اپنے آدمیوں کو تیزی سے حرکت میں بھی لے آئی ہوگی۔ یہ ان لوگوں کی ایک اندھی چال ہے اور اگر ہم اس اندھی چال میں پھنس گئے تو مجھے زندگی بھر اس کا افسوس رہے گا کہ میری وجہ سے رینڈل کو سرخ رو ہونے کا موقع ملا۔ میں ہر قیمت پر اسے نیچا دکھانا چاہتا ہوں۔"

"کیا تم ضرورت سے زیادہ احتیاط سے کام نہیں لے رہے؟" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھا۔

"نہیں۔" میں مسکرایا۔ "یہ احتیاط زائد از ضرورت نہیں بلکہ ضرورت کے عین مطابق ہے۔ یہ ممکن ہے کہ جن لوگوں نے فون کیا تھا وہ ابھی یہیں موجود ہوں۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ رینا سالومن جو بھی ہے تنہا نہیں ہے۔ اس کے کچھ اور ساتھی بھی اس کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔ لہٰذا ایک ایک شخص کو مشکوک نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہوگا۔"

"کیا ہمارا اس طرح یہاں کھڑے ہو کر باتیں کرنا ہمیں مشکوک نہیں بناتا؟"

"ہمارے اطراف سناٹا ہوتا تو یقیناً ہمارا انداز مشکوک ہوتا، مگر اس وقت تو دیکھنے والے ہمارے بارے میں یہی گمان کریں گے کہ ہم محبت بھری سرگوشیاں کر رہے ہیں۔"

تہذیب شرما گئی۔ "کیا محبت بھری سرگوشیاں کرنے کے لئے ہمارے پاس یہی ایک مقام رہ گیا ہے؟"

عین اسی وقت میں نے ایک شخص کو غیر محسوس سے انداز میں اپنی جانب بڑھتے محسوس کیا۔ اس کا انداز اگرچہ سرسری تھا مگر میری چھٹی حس نے مجھے بروقت خبردار کر دیا۔

"تم ایک اشارہ کر کے تو دیکھو جانم۔" میں نے تہذیب کے کاندھے پر جھکتے ہوئے ذرا بلند آواز میں کہا "اگر میں تمہارے لئے آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے نہ توڑ لاؤں تو کہنا۔"

تہذیب محض ایک لمحے کے لئے چونکی مگر اس نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال لیا۔ اس نے میرے انداز میں کوئی غیر معمولی بات محسوس کر لی تھی اور یقیناً اس کی غیر معمولی ذہانت کا ہی کرشمہ تھا کہ اس نے بھی کسی روایتی محبوبہ کا سا انداز اختیار کر لیا۔

"چھوڑو رہنے دو۔" وہ اٹھلائی۔ "میں نے تم سے ایک معمولی ہار کی فرمائش کی تھی وہ تو تم پوری نہیں کر سکے۔ آسمان سے تارے کیا توڑ کر لاؤ گے؟"

"بس چند دن اور ٹھہر جاؤ، میں تمہیں ہیرے جواہرات میں تول دوں گا۔" میں نے ٹھیٹ عاشقانہ لہجے میں کہا۔

"چھ مہینے سے تم مجھے اسی طرح بہلاوے دے رہے ہو۔" تہذیب نے منہ پھلا لیا۔ "تمہارے چند دن کسی طرح پورے ہی نہیں ہو چکتے۔ جاؤ میں تم سے نہیں بولتی۔"

"ارے ارے تم تو ناراض ہو گئیں۔" میں نے تہذیب کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ "یقین کرو اس بار میں تم سے جھوٹا وعدہ نہیں کر رہا۔ کل ہی وہ ہار تمہیں دلا دوں گا۔"

"سچ" تہذیب یوں کھل اٹھی جیسے اسے دنیا بھر کی دولت مل گئی ہو اور میں نے کن انکھیوں سے اس شخص کی طرف دیکھا جو اپنی دانست میں ہماری بے خبری میں ہماری گفتگو سن کر جا رہا تھا۔ وہ ہماری طرف سے مطمئن ہو چکا تھا اور اب کسی اور مشکوک شخص کی تلاش میں تھا۔

"معلوم نہیں اس قسم کے اور کتنے لوگ یہاں شکاری کتوں کی طرح گھوم رہے ہوں گے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

تہذیب نے متجسس نگاہوں سے اس شخص کی طرف

WWW.PAKSOCIETY.COM

279

WWW.PAKSOCIETY.COM

دیکھا اور بولی "مجھے اندازہ ہی نہیں ہو سکا کہ کوئی ہمارے قریب آکر ہماری باتیں سننے کی کوشش کررہا ہے۔"

"تمہیں اندازہ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔" میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا "اس لئے کہ تم اس وقت شرمانے میں مصروف تھیں۔"

"چلو اب یہاں سے تو چلو۔۔۔یا یہیں کھڑے رہو گے۔" تہذیب نے جھینپ کر موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

"پہلے اس ہار کے بارے میں تو کچھ پتا چل جائے جس کی تم نے مجھ سے فرمائش کی تھی۔" میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔

"پتا چلنے کا وقت تو گزر چکا۔ اب تو تم وہ ہار دلانے کا وعدہ کرچکے۔" تہذیب بھی شوخی پر اتر آئی۔

"چلو کوئی بات نہیں۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی "محبت میں اس قسم کے نقصانات تو برداشت کرنے ہی پڑتے ہیں۔"

"اس وقت تو تجربے کاروں جیسی باتیں کررہے ہو۔" تہذیب نے ہنس کر کہا "مجھ سے پہلے کتنی لڑکیوں سے محبت کرچکے ہو؟"

"میرا خیال ہے اس قسم کی گفتگو کرنے کے لئے یہ جگہ ناموزوں ہے۔" اچانک میں نے چونک کر کہا "ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہئے۔"

"ہم تو یہاں سے نکل جائیں گے مگر بڈ کا کیا ہوگا؟" تہذیب نے قدرے پریشانی سے کہا۔

"بڈ اپنے لئے راستے بنانے کے فن سے خوب واقف ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا "بہت ممکن ہے وہ کہیں چھپا ہم پر ہی نظریں رکھے ہوئے ہو۔"

تہذیب کچھ نہیں بولی اور ہم دونوں کار تک آگئے۔ تہذیب میرے ساتھ اگلی نشست پر ہی بیٹھ گئی تھی۔

"ہاں اب یہ بتاؤ کہ مادام کلارا سے کیا گفتگو رہی؟" میں نے کار بیک کرتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی ایسی قابل ذکر بات تو نہیں ہوئی۔" تہذیب نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا "راستے سے میں نے اسے جو فون کیا تھا اس میں تو میں نے اسے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ بس اس سے اتنا کہا تھا کہ ہم نے ڈیوڈ ریان کو اغوا کرلیا ہے۔ اب ہوٹل کے فون بوتھ سے اس سے جو گفتگو ہوئی تو اس نے پہلے تو ڈیوڈ ریان کو پہچاننے سے ہی انکار کر دیا۔ میں نے کہا کہ اگر تم اسے نہیں جانتیں تو کل اس کی لاش شی گورائے کی کسی سڑک پر پڑی نظر آئے گی۔ بہرحال اسے یہ ماننا پڑا کہ وہ ڈیوڈ ریان سے واقف ہے۔ لیکن اس نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ وہ ہمارے قبضے میں ہے۔ اس کے لئے وہ یہ جاننا چاہ رہی تھی کہ ہم نے اسے کس مقام سے اغوا کیا؟ میں نے کہا کہ ہم نے اسے یہاں پہنچنے سے قبل ہی اچک لیا تھا۔"

"اس نے تم سے اتنی باتیں محض اس لئے کیں کہ اسے تھوڑی سی مہلت درکار تھی۔ اگر تم اس سے ایک آدھ منٹ اور بات کرلیتیں تو شاید رنگے ہاتھوں ہی پکڑی جاتیں۔"

"مجھے اس کا اندازہ تھا اس لئے میں نے فون بند کردیا ورنہ کلارا تو مزید باتیں کرنے کے موڈ میں تھی لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ تم ڈیوڈ ریان پر ہی کیوں زور دے رہے ہو۔ گوٹے ہل میں یہودی ایجنٹوں کی فہرست تمہیں فراہم کرنے کی پاداش میں وہ پہلے ہی زیر عتاب ہے۔ رینڈل نے اسے قتل کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ اس کے اغوا سے رینڈل یا مادام کلارا کی صحت پر کیا اثر پڑے گا؟"

"یہ درست ہے کہ ڈیوڈ کو قتل کرنے کا اصولی فیصلہ کرلیا گیا ہے لیکن یہ تو اندر کی بات ہے۔ ظاہری طور پر تو اس کی حیثیت ایک اہم کارندے کی ہی ہے۔ آخر وہ گوٹے ہل میں انچارج تھا۔ اس انداز میں سوچو کہ رینا سالومن اس بات سے کیسے واقف ہوسکتی ہے کہ ڈیوڈ ریان ایگلز کا مجرم ہے۔ اسے تو مادام کلارا کے آدمی کی حیثیت سے اغوا کیا گیا ہے۔ چاہو تو یوں بھی کہہ سکتی ہو کہ تم نے ان لوگوں کے منہ سے نوالہ چھین لیا ہے۔۔۔ کم از کم وہ تو اسی انداز میں سوچیں گے۔ دوسری بات یہ کہ ان کی انا کا مسئلہ ہے۔ وہ یہ گوارا کرہی نہیں سکتے کہ کوئی اس طرح ان کے مقابل آکھڑا ہو۔"

"اور تیسری بات یہ کہ رینا سالومن کو ڈیوڈ کے بارے میں معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں؟" تہذیب نے ہنس کر کہا۔

"یہ بات بھی ہے۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "اب انہیں یہ فکر ستا رہی ہوگی کہ ان کے اور کون کون سے راز رینا سالومن کے ہتھے چڑھ گئے ہیں۔"

"تم اپنی خیر مناؤ چیف!" عقب سے بڈ کی آواز آئی اور میں چونک پڑا۔ "تمہیں معلوم ہے جس جگہ سے میڈم نے فون کیا تھا اس کے سامنے ہی ایک کاؤنٹر ہے جس پر مستقل ایک شخص کی ڈیوٹی رہتی ہے۔ ان لوگوں نے اس شخص سے پوچھ گچھ کی تھی۔ اس نے میڈم کو دیکھ لیا تھا اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ دوبارہ دیکھنے پر وہ اس عورت کو پہچان سکتا ہے جس نے تھوڑی دیر قبل فون کیا تھا۔"

"پھر کیا ہوا؟" تہذیب نے چونک کر پوچھا۔

"وہ لوگ اس کے ساتھ باہر تک آئے تھے لیکن اس وقت تک تم دونوں وہاں سے ہٹ چکے تھے۔ اب ظاہر ہے وہ اس شخص کو ساتھ لے کر اتنی بڑی جگہ تو گھومتے سے رہے۔"

"تمہیں یہ سب باتیں کس طرح معلوم ہوئیں؟" تہذیب نے حیران ہو کر کہا۔

"تمہارے پاس سے کھسک کر میں اسی طرف نکل گیا تھا۔" بڈ نے کہا "یاد رکھو بڈ کبھی اپنی ذمے داریوں کی طرف سے غافل نہیں رہتا۔"

"گویا ہمارا اس وقت کا مشن ناکامی سے ہمکنار ہوتے ہوتے بچا ہے۔" تہذیب نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "جب ہم میدان عمل میں اترتے ہیں تو ایسی چھوٹی موٹی رکاوٹوں کا سامنا تو کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"اور یہی چھوٹی موٹی رکاوٹیں بعض اوقات راستے مسدود کرنے کا باعث بھی بن جاتی ہیں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"جو کچھ ہوا اچھا ہی ہوا۔ مادام کلارا کو خوش فہمیوں کا شکار ہونے دو۔ اس وقت انہیں معمولی سی کامیابی ملی ہے جس کے بل پر انہیں یقین ہوگا کہ وہ جلد ہی رینا سالومن کو بے نقاب کردیں گے لیکن انہیں نہیں معلوم کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ اب وہ ناچتے ہی رہ جائیں گے۔"

"تم نے انہیں گراہم کے سر کا جو تحفہ بھجوایا ہے اس کا معلوم نہیں کیا ہوا ہوگا۔" بڈ نے کہا۔

"ہونا کیا ہے۔ پہلے انہوں نے خوشیاں منائی ہوں گی پھر جب انہیں معلوم ہوا ہوگا کہ کس قسم کی چوٹ ہوئی ہے تو اب اپنا ہی سر دھن رہے ہوں گے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"ہمیں کسی نہ کسی طرح معلوم کرنا چاہئے کہ ان لوگوں پر اس سانحے کے کیا اثرات ہوئے؟"

"کیا ضرورت ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا "جو کچھ ان پر بیتی ہوگی ہمیں اس کا بخوبی اندازہ ہے۔"

"اس کے بغیر مزا نہیں آئے گا چیف! دشمن کی بوکھلاہٹوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع ہاتھ سے نہیں گنوانا چاہئے۔"

"اول تو یہاں ایسا کوئی موقع ہے ہی نہیں اور اگر ہوتا تو بھی میں تمہیں اس کی اجازت نہ دیتا۔"

"جو تمہارے جی میں آتی ہے وہی کرتے ہو، بڈ کے جذبات کا ذرا لحاظ نہیں ہے۔" بڈ بڑبڑانے لگا۔

"میرا خیال ہے اسے اجازت دے ہی دو۔" تہذیب نے کہا "اپنے طور پر اس کا جو جی چاہے کرے۔ اسے اجازت نہ ملی تو یہ ہمارے کان کھالے گا ہمارا دماغ چاٹ جائے گا۔"

"میرا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو ایگلز کی صفوں میں انتشار پیدا کیا جائے۔ اسی مقصد کے تحت میں نے گراہم پر اپنا میک اپ کرکے اس کا کٹا ہوا سر مادام کلارا کی خدمت میں روانہ کیا۔ رینا سالومن بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ میرا موقف ہے کہ ہمیں اپنی تمام تر توجہ اپنے مشن پر مرکوز رکھنا چاہئے، اگر ہم یہ معلوم کرنے کے چکر میں پڑے کہ ہمارے اقدامات ان پر کس طرح سے اثرانداز ہو رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اپنی توانائیاں غلط سمت میں ضائع کررہے ہیں۔ بڈ ہمارا بہت اہم ساتھی ہے لہٰذا میں اسے توانائیوں کے ضیاع کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"ہم اس وقت بہت اچھی پوزیشن میں ہیں چیف!" بڈ نے کہا "لیکن میں دیکھ رہا ہوں پوزیشن سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھا رہے اور مجھے اس بات پر غصہ آرہا ہے۔"

"اب تم ایک بالکل مختلف بات کررہے ہو، اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہو رہی ہے تو تم اس کی نشان دہی کرو۔"

"مادام کلارا اور اس کے تمام ساتھی ہماری نظروں میں

قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
زندگی بنانے اور سنوارنے کے سلسلے کی ایک کڑی
تمباکو نوشی اور دیگر بری عادات سے چھٹکارا حاصل کیجیے
سگریٹ پینا چھوڑیے
جینا شروع کیجیے
ذاتی کوششوں کے ذریعے پورے اعتماد کے ساتھ تمباکو نوشی سے نجات حاصل کریں۔ صرف چند دنوں میں۔
اس کتاب کو پڑھنے کی خواہش ہی تمباکو نوشی چھوڑنے کی پہلی کڑی ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔ جو نظروں میں نہیں ہیں وہ نظروں میں آسکتے ہیں۔ تم انہیں چن چن کر مارنا کیوں نہیں شروع کردیتے۔"

"تم نے یہ کیوں فرض کرلیا کہ میں ایسا نہیں کروں گا؟" میں نے پُرسکون لہجے میں سوال کیا۔

"بات فرض کرنے کی نہیں ہے۔ میں وہی کہہ رہا ہوں جو کچھ نظروں کے سامنے ہے۔ تم خود ٹیلی فون کرکے مادام کلارا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" بڈ خاصا بھنّایا ہوا نظر آرہا تھا۔

"میں نے کہا نا کہ میرا مقصد ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا ہے اور میرا مقصد بہت اچھی طرح پورا ہو رہا ہے۔" میں نے بڈ سے تفریح لینے کی غرض سے کہا۔

"یہ صرف تمہاری خوش فہمی ہے۔" بڈ نے جل کر کہا "اگر اس قسم کی بے سروپا حرکتوں سے انتشار برپا ہونے لگے تو ہر شخص گھر بیٹھے انتشار برپا کرنے لگے گا۔"

"معاملہ صرف ٹیلی فون تک تو محدود نہیں ہے بڈ! ہم نے ان کے ایک اہم آدمی ڈیوڈ ریان کو اغوا بھی تو کیا ہے۔" میں نے کہا۔ میرے لہجے میں بدستور شرارت تھی۔

"بس رہنے دو چیف! معلوم نہیں کیوں روز بروز تم کاہل ہوتے چلے جارہے ہو۔ ہاتھ پیر ہلانا ہی نہیں چاہتے۔ شاید یہ میڈم کی قربت کا اثر ہے۔"

"شاباش۔" میں ہنس پڑا "تو اب تم مجھے اس طرح غصہ دلانے کی کوشش کروگے؟"

"تم آخر چاہتے کیا ہو بڈ!" تہذیب نے کہا "ہم لوگ آج ہی تو یہاں پہنچے ہیں۔ ایک دن میں کتنے کام کئے جاسکتے ہیں؟"

"جو کچھ بھی کیا جاسکتا ہے اس سے تو منہ نہ موڑا جائے یا ہم لوگوں کے لئے کوئی کوٹا مقرر ہے کہ ایک دن میں اس سے زیادہ کام نہ کیا جائے۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے بڈ کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہوئے ہوں۔ ابھی تم دیکھنا تہذیب' مادام کلارا سے ٹرانس میٹر پر رابطہ کرے گی۔"

میں نے تہذیب کو سمجھانا شروع کردیا کہ اسے مادام کلارا سے کیا کیا باتیں کرنی ہیں۔ اس دوران میں گاڑی شی گورائے کی ایک مضافاتی سڑک پر نکال لایا تھا جہاں سرشام ہی سناٹا چھایا نظر آرہا تھا۔ تہذیب نے میری ہدایات اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد ٹرانس میٹر پر مادام کلارا کی فریکوئینسی ملائی۔ رابطہ قائم ہونے میں دیر نہیں لگی۔ دوسری طرف سے مادام کلارا اپنا کوڈ نمبر دہرا رہی تھیں۔

"اپنے کوڈ اپنے ہی پاس رکھو کلارا بھوری بلّی! ربنا سالومن تمہارے ان نمبروں کی محتاج نہیں۔"

"تم!" تہذیب کی آواز سن کر کلارا سناٹے میں آگئی تھی۔ "تمہیں میری فریکوئینسی کا علم کس طرح ہوا؟"

"بلّیوں سے مجھے خاصا شغف ہے۔" تہذیب نے ہنس کر کہا "اور اگر بلّی بھوری بھی ہو تو کیا ہی کہنے۔ پھر تو میں اس کے بارے میں وہ معلومات بھی حاصل کرلیتی ہوں جن سے وہ خود بھی لاعلم ہوتی ہے۔"

"فضول بکواس مت کرو۔" کلارا غرائی۔ "ابھی میں نے تمہیں سنجیدگی سے نہیں لیا ہے ورنہ تم ان لن ترانیوں کے لئے زندہ نہ ہوتیں۔"

"حالانکہ کچھ ہی دیر پہلے تمہارے کارندے ربنا سالومن کی تلاش میں ساحلی تفریح گاہ میں جھک مار رہے تھے۔" تہذیب نے مضحکانہ انداز میں کہا "ربنا سالومن کو سنجیدگی سے لو۔ ڈیئر کلارا بھوری بلّی' ورنہ بڑے خسارے میں رہوگی۔"

"سیدھی طرح اپنا مقصد بیان کرو۔ یہ تو وقت بتائے گا کہ کون کتنے پانی میں ہے۔"

"تمہیں اس بات پر یقین نہیں آرہا تھا نا کہ ہم نے ڈیوڈ ریان کو اغوا کرلیا ہے۔۔۔ لو اب تم اس سے خود ہی بات کرلو۔" تہذیب نے ٹرانس میٹر میری طرف بڑھادیا۔

"ہیلو مادام" میں نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے نحیف سی آواز میں کہا "میں ڈیوڈ بات کررہا ہوں' مادام!"

"میں تمہیں آواز سے تو پہچان گئی لیکن کیا ہم ایک دوسرے کو آوازوں کے ذریعے شناخت کرتے ہیں؟"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا مادام۔" میں نے حیرت ظاہر کی۔

"اگر تم میرا مطلب نہیں سمجھے تو تم ڈیوڈ ریان بھی نہیں ہوسکتے۔"

"میں ڈیوڈ ریان ہی ہوں مادام لیکن یہاں ان لوگوں کے سامنے۔۔۔" میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہاں' انہی لوگوں کے سامنے۔" کلارا کی آواز آئی۔ "یہ سوچنا ہمارا کام ہے کہ کیا مناسب ہے اور کیا مناسب نہیں ہے۔"

"اوکے مادام" میں نے مردار سی آواز میں کہا اور ڈیوڈ کے کوڈ نمبر دہرادیے۔ "اب تو آپ کو یقین آگیا ہوگا مادام؟"

"ہاں' یہ کوڈ نمبر ڈیوڈ کے علاوہ کسی اور کے علم میں نہیں ہوسکتے۔" کلارا کی آواز سے بے بسی ظاہر ہو رہی تھی۔ "مگر تم ان لوگوں کے ہتھے کہاں سے چڑھ گئے۔"

"مجھے حکم دیا گیا تھا کہ شی گورائے میں آپ کو رپورٹ کروں۔ اس مقصد کے تحت شی گورائے کے سفارت خانے جارہا تھا کہ درمیان سے اسلحے کے زور پر مجھے اغوا کرلیا گیا۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت تم کہاں ہو؟" کلارا نے بڑی تیزی سے پوچھا۔

"معلوم تو نہیں مگر اندازہ ہے کہ اب میں گوٹے ہل میں نہیں بلکہ شی گورائے میں ہوں۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہی تہذیب نے ٹرانس میٹر واپس لے لیا۔

"تم نے سن لیا کلارا۔" تہذیب نے ٹرانس میٹر میں کہا۔ "تمہارا ایک اہم آدمی کسی بے بس چوہے کی طرح ہمارے قبضے میں ہے۔ ہم نے اسے گوٹے ہل سے اغوا کیا تھا اور ہماری کارکردگی دیکھو کہ ہم نے اسے انتہائی صفائی سے شی گورائے منتقل کردیا اور اسے علم بھی نہیں ہوا' اگر ہم اس سے کہیں کہ تم گوٹے ہل میں ہی ہو تو وہ اس پر یقین کرنے کے لئے مجبور ہوگا۔"

"تم جو کچھ کررہی ہو اس کے نتائج تمہارے حق میں کچھ اچھے برآمد نہیں ہوں گے۔" کلارا نے دانت پیس کر کہا۔

"ربنا سالومن تو کچھ کرنا ہی نہیں چاہتی۔ ہمیشہ دوسرے ہی اسے کچھ کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ تم نے شروع ہی میں میرا مطالبہ مان لیا ہوتا تو تمہیں یہ دن کیوں دیکھنا پڑتا؟"

"تم اگر ہم سے واقف ہو تو ہمارے وسائل سے بھی اچھی طرح واقف ہوگی اور یہ بھی جانتی ہوگی کہ ہم اپنے دشمنوں کا کیا حشر کرتے ہیں؟"

"بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔۔۔ مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ دراصل دہشت گردوں کا ایک ٹولہ ہو جن کی کھوپڑیوں میں مغز نامی کوئی شے نہیں پائی جاتی' اگر پائی جاتی ہوتی تو یہ دیکھ کر عبرت پکڑتیں کہ تمہارا ایک اہم مہرہ ہمارے قبضے میں ہے لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ ابھی تمہارے کس بل نہیں نکلے۔ تمہارے خلاف مزید اقدامات کرنے پڑیں گے۔"

"جو کچھ بھی ہوا بے خبری میں ہوا۔" کلارا نے کہا "لیکن اب ہم بے خبر نہیں ہیں۔ تم ہمیں پوری طرح تیار پاؤ گی۔"

"تو پھر کیا خیال ہے ڈیوڈ کو ہلاک کرکے شی گورائے کی کس سڑک پر پھینکا جائے؟" تہذیب نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"جو تمہارا جی چاہے تم وہ کرو اور ہم سے جو ہوسکے گا وہ ہم کرلیں گے۔ اب ہمارے درمیان کھلی جنگ ہوگی۔"

"ایک گھنٹے بعد میں تم سے دوبارہ بات کروں گی۔ اس وقت تک خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرلو۔" تہذیب نے کہا اور کلارا کا جواب سنے بغیر رابطہ منقطع کردیا۔

میں نے کار کا رخ واپس شہر کی طرف موڑ دیا تھا۔ کار کی ڈکی میں خاصا اسلحہ موجود تھا اور اتنے اسلحے سمیت گھومنا خطرناک بھی ہوسکتا تھا۔ کسی بھی وقت کوئی پولیس والا چیک کرلیتا تو لینے کے دینے پڑجاتے مگر مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔

"تم نے دیکھ لیا چیف! بڈ کی بات ہی درست ثابت ہوئی۔ کلارا پر کسی بات کا اثر نہیں ہوا؟"

"مجھے معلوم تھا کہ اس پر یوں اثر نہیں ہوگا۔" میں نے بے پروائی سے کہا "یہ تمام حرکتیں تو اسے ذہنی کرب میں مبتلا کرنے کے لئے کی جارہی ہیں۔"

"میں کہتا ہوں چیف اس کے خلاف کوئی ایکشن لو۔ ان لوگوں کے دو چار آدمی مارے جائیں گے تو خود ہی ان کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ ہم نے ان کے دو چار آدمی ماردیے اور ان کے ہوش بھی ٹھکانے آگئے۔۔۔ پھر اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟"

"انہیں ہمارا مطالبہ تسلیم کرنا پڑجائے گا چیف اور ہمیں مال ملے گا۔"

"گویا ہم جو اس قدر محنت کررہے ہیں صرف مال سمیٹنے کے لئے کررہے ہیں؟"

"تو پھر اور کس لئے کررہے ہیں چیف! آدمی کے پاس مال نہ ہو تو اسے کوئی نہیں پوچھتا اور بڈ کی تو عادت ہے کہ روزی ہمیشہ محنت کرکے حاصل کرتا ہے۔"

مجھے بڈ پر غصہ تو بہت آیا وہ خواہ مخواہ میرا وقت برباد کررہا تھا۔ میں کچھ سوچنا چاہتا تھا مگر وہ سوچنے ہی نہیں دے رہا تھا لیکن میں نے غصہ ضبط کرتے ہوئے نرم لہجے میں اس سے کہا "تمہارے ذہن میں کوئی اسکیم ہو تو بتاؤ۔"

"یہ بات ہوئی نا چیف!" بڈ نے خوش ہو کر کہا۔ "سب سے پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ کیا ہر ٹیلی فون بوتھ کی نگرانی کی جارہی ہے' اگر ہر ٹیلی فون کی نگرانی ہو رہی ہے تو کسی بھی بوتھ سے اگر کچھ کی ہو رہی ہے تو میڈم کسی ایسے ٹیلی فون بوتھ سے کلارا کو فون کرکے اس سے گفتگو کریں اور ہم نگرانی کرنے والوں کو ٹھکانے لگادیں۔ کیا خیال ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے تمہارے سر پر خون سوار ہوگیا ہے بڈ!" میں نے ہنس کر کہا "تاہم تمہاری اسکیم پر عمل کرنے میں اس کے سوا کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ اس میں خطرات بہت زیادہ ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم تو خطرات میں کود پڑنے کے لئے ہی بے چین رہتے ہو چیف! اور کیا تمہیں بڈ پر اعتماد نہیں رہا۔ دو چار لوگوں کو تو میں یوں ہی ٹھکانے لگا سکتا ہوں۔"

"یہ ایک احمقانہ اقدام ہوگا۔" تہذیب نے کہا "شہر کی بھری پُری سڑکوں پر ان لوگوں سے الجھنا خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔"

"خطرے سے تو کچھ بھی خالی نہیں ہوتا۔ ہماری یہاں موجودگی کون سی خطرے سے خالی ہے۔" میں نے کہا۔

"میرا مطلب ہے ہمیں بے جا خطرات لینے سے گریز کرنا چاہئے۔" تہذب نے جلدی سے کہا۔

"بڈ ہمیشہ آڑے وقتوں میں ہمارے کام آتا ہے۔ اگر بڈ کو ٹرانس میٹر ساتھ لانے کا خیال نہ آگیا ہوتا تو ہمیں تھوڑی بہت مشکل ضرور پیش آتی۔ اب بڈ نے ایک مشورہ دیا ہے تو اسے کیسے نظرانداز کردیا جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ بڈ کو پوری طرح اندازہ نہیں ہے کہ ہم نے بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ دیا ہے۔ اس وقت ہر ٹیلی فون بوتھ کے آس پاس اس کے کارندے موجود ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کے پاس ٹرانس میٹر بھی موجود ہوگا۔ جیسے ہی کلارا کو فون موصول ہوگا۔ فوری طور پر نمبر ٹریس کرنے کے بعد بوتھ کے آس پاس موجود افراد کو الرٹ کردیا جائے گا اور وہ روبہ عمل ہوجائیں گے۔"

"کیا ہم میں اتنی صلاحیت بھی نہیں ہے کہ ہم نگرانی کرنے والوں کو پہلے ہی شناخت کرلیں؟" بڈ نے کہا۔

"اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ کوئی شخص ٹیلی فون بوتھ کے عین سامنے کھڑا بوتھ کو گھور رہا ہوگا تو یہ تمہاری حماقت ہے بڈ! نگرانی کرنے والے اگر ٹرانس میٹر سے لیس ہوں تو ان کی افادیت ختم ہوجاتی ہے۔ اس لئے کہ ریناسالومن کو کوئی بھی نہیں پہچانتا۔ کوئی ایکشن لینے کے لئے نگرانی کرنے والوں کو رہنمائی کی ضرورت ہوگی جو انہیں ٹرانس میٹر پر ملے گی کہ اس وقت فلاں ٹیلی فون بوتھ سے کال ہو رہی ہے اسے چیک کیا جائے چنانچہ نگرانی کرنے والوں کے لئے عین ٹیلی فون بوتھ کے سامنے موجود ہونا ضروری نہیں۔ وہ کسی بھی نزدیکی مقام پر بیٹھ کر انتظار کرسکتے ہیں۔ کسی دکان میں، کسی فلیٹ یا مکان میں یا پھر کسی ریستوران میں۔" میں نے ایک ریستوران کے سامنے کار روکتے ہوئے کہا۔

"کیا اس ریستوران میں بھی ان لوگوں میں سے کوئی موجود ہوگا؟" بڈ نے احمقانہ انداز میں سوال کیا۔

"بے وقوف آدمی۔" میں نے جھنجلا کر کہا "یہاں تو ہم چائے پئیں گے۔ تھوڑا بہت وقت بھی گزر جائے گا۔"

ریستوران میں کچھ میزیں آباد تھیں، کچھ خالی تھیں۔ رش زیادہ نہیں تھا۔ میں نے ایک کونے کی خالی میز منتخب کی اور ہم اس پر جا بیٹھے۔

"تم کچھ غیر مطمئن سے نظر آتے ہو؟" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مطمئن میں کب ہوتا ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا "یہ عدم اطمینان ہی تو ہے جو انسان کو کامیابیوں سے ہمکنار کراتا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔" تہذیب نے پہلو بدلا "لیکن میں یہ محسوس کر رہی ہوں کہ بڈ کی تجویز پر بادلِ ناخواستہ عمل کرنے کے لئے تیار ہوئے ہو۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے تہذیب! ان لوگوں کو یہ احساس دلانے میں کیا حرج ہے کہ ان کے آدمی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے؟"

"اگر تم نے بڈ کی تجویز دل سے قبول کی ہے تو میں کیا کرسکتی ہوں۔" تہذیب نے شانے اچکائے۔

"میں ہمیشہ دل سے ہی تسلیم کرتا ہوں تہذیب! اگر دل سے کوئی بات مجھے تسلیم نہ ہو تو میں اس پر عمل کرتا ہی نہیں۔"

میں اس دوران ریستوران میں بیٹھے ہوئے افراد کا جائزہ لے چکا تھا۔ ان میں سے ایک ہی شخص ایسا تھا جس پر ایگلز کا ایجنٹ یا مادام کلارا کا آدمی ہونے کا شبہ کیا جاسکتا تھا۔ شبے کی سب سے بڑی وجہ اس کی اوپری جیب میں رکھا ہوا پاکٹ سائز ٹرانزسسٹر تھا۔ یہ ممکن تھا کہ وقت پڑنے پر وہ ٹرانزسسٹر کسی ٹرانس میٹر میں تبدیل ہوجاتا ہو۔ اس شخص کے سامنے میز پر شام کے کئی اخبارات نظر آرہے تھے۔ جن میں سے ایک اس نے اپنے سامنے پھیلا رکھا تھا اور اسے پڑھنے میں مصروف تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ وقت گزاری کرنے کے لئے اخبارات کا سہارا لینے پر مجبور ہوگیا تھا۔ خالی بیٹھے رہنا بھی بہت مشکل کام ہے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میرا اندازہ غلط ہو۔ بعض لوگ اتنے خبطی ہوتے ہیں کہ جیب میں ٹرانسسٹر رکھ کر گھومتے ہیں اور ہر میسر آنے والے اخبارات کے اشتہارات تک چاٹ جاتے ہیں۔ وہ ایسا ہی کوئی خبطی بھی ہوسکتا تھا لیکن اس کا حلیہ دیکھ کر یہی اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ وہ شریف آدمی تو ہرگز بھی نہیں ہے۔

بڈ اور تہذیب نے بھی وہاں موجود لوگوں پر سرسری نظریں ڈالی تھیں۔ انہوں نے معلوم نہیں کیا نتیجہ اخذ کیا ہوگا۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ان دونوں نے یوں ہی نظریں دوڑائی تھیں یا اس کے پیچھے کوئی خاص مقصد کارفرما تھا۔

"تم نے مادام کلارا سے سات بجے کے قریب گفتگو کی تھی۔" میں نے تہذیب سے کہا "اور اسے ایک گھنٹے کا وقت دیا تھا۔ اب ایک گھنٹہ گزرنے میں تقریباً پندرہ منٹ باقی رہ گئے ہیں۔ پندرہ منٹ بعد تم اس سے فون پر بات کروگی۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "میں اس سے فون پر ہی بات کرلوں گی۔۔۔ لیکن کس جگہ سے؟"

"اس ہوٹل سے دائیں ہاتھ کی طرف دو دکانیں چھوڑ کر ایک کیمسٹ کی دکان ہے۔ اس دکان میں بوتھ تو نہیں ہے لیکن پبلک ٹیلی فون موجود ہے۔ تم وہاں سے سکے ڈال کر فون کرسکوگی۔"

"اوہ!" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھا۔ "اور اس دوران تم اور بڈ کیا کروگے؟"

"میں تو یہیں ٹھہروں گا لیکن بڈ ابھی یہاں سے چلا جائے گا۔ اطراف کا جائزہ لینے اور لائحہ عمل طے کرنے کے لئے دس منٹ بڈ کے لئے کافی رہیں گے۔۔۔ کیوں بڈ؟"

"بالکل جی!" بڈ نے خوش ہو کر کہا "بڈ کے لئے تو دس سیکنڈ بھی بہت ہیں۔" وہ کشت و خون کی اجازت ملنے پر بہت خوش تھا۔

"بس تو ٹھیک ہے، چائے پیتے ہی تم یہاں سے نکل جاؤ۔ چونکہ یہ تجویز تم نے پیش کی تھی اس لئے اس پر عمل پیرا ہونے میں بھی تمہیں ہی پیش پیش رہنا ہے۔"

"پیش پیش تو میں رہوں گا ہی چیف! لیکن مجھے اتنا بتادو کہ اپنے شکاروں کے ساتھ مجھے کس قسم کا سلوک کرنے کی اجازت ہوگی؟"

"وہ تمہارے شکار ہوں گے اور تمہیں اپنے شکاروں کے ساتھ ہر قسم کا سلوک کرنے کی مکمل آزادی ہوگی۔"

چائے ختم ہوتے ہی بڈ ریستوران سے نکل گیا تھا۔ اس نے چائے ہیجانی کیفیت میں بڑی جلدی جلدی ختم کی تھی۔

"بہت بے صبرا ہے۔" اس کے جانے کے بعد تہذیب ہنس کر بولی پھر یکلخت سنجیدہ ہوگئی۔ "مادام کلارا سفاک عورت معلوم ہوتی ہے۔ کہیں بڈ کے حرکت میں آنے سے قبل ہی وہ لوگ فائرنگ نہ کر بیٹھیں۔"

"تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں بھی تو موجود ہوں۔"

"مجھے تو یوں لگا تھا جیسے تم نے اچانک ہی اس معاملے سے خود کو غیر متعلق کرلیا ہے اور سب کچھ بڈ پر چھوڑ دیا ہے۔"

"تمہیں ایسا نہیں سوچنا چاہئے تھا تہذیب!" میں نے بڑی اپنائیت سے کہا "جہاں معاملہ تمہارا ہو وہاں میں بھلا غیر متعلق کس طرح رہ سکتا ہوں۔"

"تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ صرف بڈ باہر جائے گا اور خود تم یہیں موجود رہوگے۔"

"ہاں، میں نے کہا تھا لیکن تم نے اس کا یہ مطلب کیوں نکال لیا کہ میں تمہاری طرف سے غافل ہوجاؤں گا۔ تم مطمئن ہو کر جاؤ اور صرف خدا کی ذات پر بھروسا رکھو۔ وہ بہتر کرے گا۔"

دس منٹ گزرنے کے بعد تہذیب بھی اٹھ کر باہر نکل گئی۔ اس کے باہر نکلتے ہی میں نے چائے کا بل ادا کیا اور کرسی تبدیل کرلی۔ اب میرا رخ اس شخص کی طرف تھا جو میری نظروں میں مشکوک قرار پایا تھا۔ بظاہر تہذیب کو یوں خطرے میں ڈال کر میں بہت بڑا جوا کھیل رہا تھا لیکن میں مطمئن تھا۔ مجھے یقین تھا کہ بڈ کا مطلوبہ شخص اس ریستوران میں ہی موجود ہے۔ مجھے یہ بھی یقین ہوگیا تھا کہ ٹرانس میٹر پر صرف کسی خاص قسم کا اشارہ موصول ہوگا جو اس بات کی علامت ہوگا کہ نزدیکی فون بوتھ پر پہنچو۔ اس کے بعد جو کچھ کرنا ہوگا اس کی ہدایت پہلے ہی جاری کی جاچکی ہوگی۔

چائے کا بل میں ادا کرچکا تھا اور اب مجھے اپنے منصوبے پر عمل پیرا ہونا تھا۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور اس میں سے ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبالی۔ سگریٹ کا پیکٹ میں نے دوبارہ جیب میں ڈال لیا تھا۔ میں نے فوری طور پر سگریٹ نہیں سلگائی۔ میں اس قسم کی اداکاری کررہا تھا جیسے سگریٹ ہونٹوں میں دبا کر کسی خیال میں کھوگیا ہوں۔ درحقیقت میں کسی خیال میں گم نہیں ہوا تھا بلکہ یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے حرکت میں کس وقت آنا چاہئے۔ میں اندازہ لگانے کی کوشش کررہا تھا کہ تہذیب کو یہاں سے کیمسٹ کی دکان تک پہنچنے اور پھر فون کرنے میں کتنا وقت لگے گا؟ اس کے بعد کلارا کو نمبر ٹریس کرنے اور اس شخص کو اشارہ دینے کے لئے کتنی مہلت درکار ہوگی؟

تہذیب کے باہر نکلنے کے تقریباً ڈھائی منٹ بعد میں نے اپنی کرسی چھوڑ دی۔ میرے اندازے کے مطابق اس شخص کو اشارہ ملنے ہی والا تھا۔ میرا اندازہ سو فیصد درست ثابت ہوا۔ میں نے اپنے کانوں سے بیپ کی آواز سنی تھی جو اس کے ٹرانس میٹر پر موصول ہونے والے سگنل کی آواز تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے اسی آواز پر اسے چونکتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ سگنل کی آواز سن کر اس نے بڑی تیزی سے اٹھنے کا ارادہ کیا تھا لیکن اگر وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہو جاتا تو میری اب تک کی محنت بے کار ہی کہلاتی۔ میں نے اس لئے تو اتنی محنت نہیں کی تھی کہ کوئی عقاب میری تہذیب پر اتنی آسانی سے جھپٹ پڑے۔ اس تک پہنچنے کے لئے بے شمار قربانیوں کی ضرورت تھی۔

ٹرانس میٹر پر سگنل موصول ہونے کے ساتھ ساتھ میرا ہاتھ جیب سے باہر آگیا تھا۔ اس وقت میں اس کی میز کے برابر سے گزر رہا تھا۔ جیب سے باہر آنے والے میرے ہاتھ میں سگریٹ لائٹر دبا ہوا تھا۔ میں نے ذرا سا رک کر سگریٹ جلائی اور منہ سے دھویں کے مرغولے چھوڑتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ میں نے ایک بار بھی اس شخص کی طرف دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی لیکن مجھے معلوم تھا کہ اب وہ اپنے پیروں پر کبھی کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ سگریٹ لائٹر سے نکلنے والی سوئی اتنی ہی زہریلی تھی۔ اس کے منہ سے محض ایک ہلکی سی سسکاری نکلی تھی اور روح آناً فاناً جسم سے پرواز کر گئی تھی لیکن موت نے اسے اتنی مہلت ضرور دے دی تھی کہ وہ اپنا سر میز سے ٹکا سکتا۔ اس کی اس حرکت سے یہ فائدہ ہو گیا تھا کہ کسی کو اس کے مرنے کا علم ہی نہیں ہو سکا تھا۔ دیکھنے والے یہی سمجھتے کہ اس نے تھک کر اپنا سر میز سے ٹکا دیا ہے یا یہ کہ بیٹھے بیٹھے اسے نیند آئی اور وہ میز پر سر رکھ کے سو گیا۔

میں بڑے اطمینان سے ریستوران سے باہر نکلا اور ٹہلتا ہوا کیمسٹ کی دکان کی طرف بڑھنے لگا۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ نگرانی کرنے والوں کی تعداد ایک سے زیادہ ہو گی لیکن اگر ایسا ہوتا بھی تو بڈ موجود تھا اور وہ ایسے کاموں کا ماہر تھا۔

کیمسٹ کی دکان تک پہنچنے سے قبل ہی مجھے تہذیب دکان سے باہر نکلتی نظر آئی۔ میں سگریٹ پہلے ہی پھینک چکا تھا۔ تہذیب متلاشی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتی ہوئی باہر نکلی تھی مگر میرے سوا اسے کوئی ایسا چہرہ نظر نہیں آیا جسے وہ اہمیت دے پاتی۔

میں نے تہذیب کو گاڑی کی سمت چلنے کا اشارہ کیا اور تھوڑی دیر بعد ہم دونوں کار میں بیٹھے سفر کر رہے تھے۔

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا" تہذیب نے مایوسی سے کہا "معلوم نہیں بڈ کہاں رہ گیا؟"

"پہلے پچھلی نشست چیک کر لو" میں نے ہنس کر کہا "ایسا نہ ہو کہ وہ مردود پھر چھپ کر بیٹھ گیا ہو۔"

"اس سے کچھ بعید بھی نہیں ہے" تہذیب نے پلٹ کر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھا "نہیں، اس بار وہ یہاں نہیں ہے۔"

"تم کیا توقع کر رہی تھیں؟" میں نے تہذیب سے پوچھا "اس موقعے پر کس قسم کا ہنگامہ ہونا چاہئے تھا؟"

"کم از کم یہ توقع تو ہرگز نہیں کر رہی تھی کہ مادام کلارا یوں بے فکر ہو کر بیٹھ رہی ہو گی۔ اس کے پاس آدمیوں کی اتنی قلت تو نہیں ہو گی کہ شہر میں واقع چند ٹیلی فون بوتھوں کی بھی نگرانی نہ کرا سکے؟"

"یہ تم نے ابھی سے کیسے فرض کر لیا کہ اس ٹیلی فون بوتھ کی نگرانی نہیں ہو رہی تھی۔ پہلے بڈ سے ملاقات ہو جائے اس کے بعد ہی کسی نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے۔"

"بڈ تلاش کرتا ہی رہ جائے گا اور اسے کوئی نہیں ملے گا" تہذیب نے کہا۔

"بڑے یقین سے کہہ رہی ہو۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمہارے اس یقین کی وجہ کیا ہے؟"

"فون کرتے وقت میں تنہا تھی۔ اگر کلارا کے کسی آدمی کی نظروں میں آتی تو وہ مجھے یوں ہرگز نہ چھوڑتا۔"

"ممکن ہے کلارا ریتا سالومن کی کمین گاہ تک پہنچنا چاہ رہی ہو" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور تہذیب چونک کر مجھے گھورنے لگی۔

"نہیں، یہ نہیں ہو سکتا" چند لمحے بعد اس نے قطعیت سے کہا "اسے میری کمین گاہ تک پہنچنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب وہ مجھ پر قابو پا لیتی تو اس کے بعد اسے کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہ رہ جاتی۔"

"تمہارا تجزیہ درست ہے" میں ایک طویل سانس لے کر بولا "اگر تم نگرانی کرنے والے کی نظروں میں آجاتیں تو وہ یقیناً تم پر ہاتھ ڈال دیتا۔"

تہذیب نے حیرت سے مجھے دیکھا "تمہارا مطلب کیا ہے؟ کیا نگرانی ہو رہی تھی؟"

"ہاں" میں نے مسکرا کر کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ ایگلز سے تعلق رکھنے والی مادام کلارا یوں ہی مطمئن ہو کر بیٹھ جاتی اور وہ بھی شی گورائے میں جہاں انہیں ہر قسم کی سہولت میسر ہے۔"

"تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ رہے ہو جبکہ تم تو ریستوران میں ہی رک گئے تھے اور شاید آخر تک ریستوران ہی میں رہے تھے" تہذیب حیران ہو کر بولی۔

"ہاں میں آخر تک ریستوران ہی میں تھا لیکن میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی تھیں اس لئے میں بے خبر نہیں رہا۔"

"گویا نگرانی کرنے والا بڈ کے ہتھے چڑھ گیا اور اتفاقاً تم نے بھی اسے دیکھ لیا" تہذیب نے کہا "مگر بڈ مجھے تو کہیں نظر نہیں آیا۔ تم نے اسے دیکھ لیا؟"

"میں نے بڈ کو نہیں دیکھا۔ تمہاری طرح میں بھی اس بات سے لاعلم ہوں کہ بڈ کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے۔ یقیناً وہ کہیں چھپا اس بات کا منتظر ہو گا کہ کوئی مشکوک شخص نظر آئے اور وہ اسے چھاپ بیٹھے۔"

"ریستوران سے باہر تم نہیں نکلے، تم نے بڈ کو بھی نہیں دیکھا اور اتنے یقین سے کہہ رہے ہو کہ نگرانی ہو رہی تھی پھر سوال یہ ہے کہ نگرانی کرنے والا خاموش کیوں رہا؟"

"خاموش رہا نہیں بلکہ میں نے اسے خاموش کر دیا ورنہ وہ تو اپنے جارحانہ عزائم سمیت تم پر نازل ہونے والا تھا۔" میں نے تہذیب کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا "اب تم خود ہی بتاؤ کہ بڈ بے چارے کے لئے کیا بچا۔ تھوڑی دیر بعد وہ خالی ہاتھ ہلاتا ہوا آجائے گا۔"

"اسی لئے تم نے مجھے اس طرح فون کرنے کی اجازت دے دی کہ تم پہلے نگرانی کرنے والے کو تاک چکے تھے۔"

"ظاہر ہے.... اگر مجھے یقین نہ ہوتا کہ تمہیں کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے تو کبھی تمہیں یوں خطرے کے منہ میں نہ دھکیل دیتا۔"

"لیکن تم نے بڈ کے ساتھ زیادتی کر دی۔ اس کے سر پر خون سوار ہے۔ تمہیں چاہئے تھا کہ اسے موقع فراہم کر دیتے" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تجویز خود اس نے پیش کی تھی لہٰذا اسے چاہئے تھا کہ گرد و پیش پر نظر بھی رکھتا مگر وہ بے پروائی کا مرتکب ہوا۔ اس میں میرا کیا قصور ہے۔"

اپنی عارضی قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد ہم ٹھیک سے بیٹھنے بھی نہیں پائے تھے کہ بڈ بھی آگیا۔ وہ آندھی طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"میں نہ کہتا تھا" اس نے چنچناتے ہوئے کہا "ضروری نہیں کہ ہر ٹیلی فون بوتھ کی نگرانی ہو رہی ہو۔"

"میری یادداشت اتنی کمزور نہیں ہے" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "مجھے اچھی طرح یاد ہے تم نے یہ بات کہی تھی.... پھر؟"

"ارے پھر کیا پوچھتے ہو چیف!" بڈ نے ایک صوفے پر بے جان سے انداز میں خود کو گراتے ہوئے کہا "تم نے تو بیڑا ہی غرق کرا دیا.... اس ٹیلی فون بوتھ کی نگرانی نہیں ہو رہی تھی۔"

"تمہیں دھوکا ہوا ہو گا بڈ!" میں نے بے یقینی سے کہا "یہ ممکن ہی نہیں ہے۔"

"میں تو بھگت کر آرہا ہوں اور تمہیں یقین ہی نہیں آرہا۔ میں نے آخر وقت تک اسی توقع پر نگرانی جاری رکھی کہ ممکن ہے میڈم کا تعاقب کیا جائے لیکن وہاں کوئی ہوتا تب نا... وہاں تو کوئی تھا ہی نہیں۔"

"تو پھر یہ بات ماننی پڑے گی کہ مادام کلارا انتہائی احمق عورت ہے۔ ایگلز جیسی بڑی تنظیم کے ایک اہم عہدے پر فائز ہوتے ہوئے بھی اس نے ٹیلی فون بوتھ کی نگرانی نہیں کرائی جبکہ اس کے پاس نفری کی بھی کمی نہیں ہے۔"

"اس نے نگرانی ختم کرا دی ہو گی۔ میڈم نے اسے ساحلی تفریح گاہ کا حوالہ بھی دے دیا تھا اور پھر اس سے ٹرانس میٹر پر گفتگو بھی کی تھی۔ وہ سمجھ گئی ہو گی کہ اب نہ تو میڈم اسے فون کریں گی اور نہ اسے اس ذریعے سے میڈم پر ہاتھ ڈالنے کا موقع ملے گا لہٰذا اس نے فوری طور پر نگرانی ختم کرا دی ہو گی۔ میری بات مان لو چیف! اس بار تم سے غلطیاں سرزد ہو رہی ہیں۔"

"اب تو بڈ بھی سوچنے لگا ہے" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے تہذیب سے کہا "تم نے دیکھا اس نے کتنا عمدہ تجزیہ کیا ہے۔"

"بری بات ہے علی!" تہذیب نے کہا "تمہیں بڈ کو اس طرح تنگ نہیں کرنا چاہئے۔"

"کیا مطلب!" بڈ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"مطلب یہ کہ نگرانی کرنے والا اسی ریستوران میں پایا جاتا تھا جہاں ہم نے چائے پی تھی اور میرے ہاتھوں مارا گیا۔" بڈ نے بڑی حیرت اور بے یقینی سے تفصیلات سنیں اور اس کے چہرے پر مایوسی بکھر گئی۔

"قسمت سے کون لڑ سکتا ہے چیف!" اس نے مردار سی آواز میں کہا "محنت بڈ نے کی اور پھل تم نے کھا لیا" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی "خیر کوئی بات نہیں، یہ تو ہوتا ہی آیا ہے۔"

"یعنی ہمیشہ محنت تم کرتے رہے اور پھل میں کھاتا رہا۔" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے چیف! میں کسی سے اس کا تذکرہ تھوڑی کروں گا۔"

"تم دیکھ رہی ہو اس کی حرکت" میں نے تہذیب سے کہا "اپنی جھینپ مٹانے کے لئے کس قسم کی گفتگو کر رہا ہے۔"

"اب کیا تم اس سے یہ حق بھی چھین لینا چاہتے ہو کہ وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گفتگو کے زور پر اپنی جھینپ مٹالے" تہذیب نے ہنس کر کہا۔

"چلو کوئی بات نہیں" میں نے سرہلایا "تمہاری سفارش پر میں اسے معاف کئے دیتا ہوں۔"

"ایسے کام نہیں چلے گا چیف!" بڈ نے صوفے کے ہتھے پر گھونسا مارا "میں نے بہت عرصے سے کسی یہودی کا خون نہیں کیا ہے۔ اگر تم نے مجھے موقع فراہم نہ کیا تو میں خود ہی کچھ کرگزروں گا۔"

"میں سمجھتا ہوں بڈ" میں نے اچانک سنجیدہ ہو کر کہا "میری طرح تم بھی چھ ماہ رینڈل کی قید میں رہے ہو۔ میں تمہاری ذہنی کیفیات بہت اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں لیکن ہمیں آنکھ بند کر کے کسی اندھے کنویں میں چھلانگ لگانے سے گریز کرنا چاہئے۔ ہماری زندگیاں اتنی سستی نہیں ہیں کہ انہیں یوں قربان کردیا جائے۔ ہمیں بہت طویل جنگ لڑنی ہے۔ ہماری تو ایک ایک سانس امانت ہے۔ ہمارے وسائل بہت محدود ہیں۔ یہودیوں کے خلاف ہم بہت بڑے پیمانے پر صف آرا نہیں ہوسکتے لیکن جس حد تک بھی ہوسکتے ہیں ہمیں اس میں کوتاہی نہیں برتنی چاہئے۔ وہی ایک تجربہ جس کی بنیاد پر تم یہودیوں سے الجھ پڑنے کے لئے مضطرب اور بے تاب ہو رہے ہو۔ کیا اس تجربے سے ہمیں سبق نہیں لینا چاہئے؟ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رینڈل کتنے منظم طریقے سے کام کرنے کا عادی ہے۔ تم نے اس کی پھرتی نہیں دیکھی۔ اس نے کتنی آسانی سے ہمیں اپنے جال میں پھنسالیا تھا اور اس سے نکلنے کے لئے ہمیں کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنی کسی جلد بازی سے ہم دوبارہ اسی مقام پر جا کھڑے ہوں؟"

"تمہارے ساتھ بس یہی تو ایک مصیبت ہے۔ تم سوچتے بہت ہو" بڈ نے بے بسی سے کہا۔

"جب سوچنے کا وقت ہوتا ہے تبھی سوچتا ہوں اور جب عمل کرنے کا وقت آتا ہے تو اس وقت صرف عمل کرتا ہوں۔"

"ماسٹر لی کو ان سے تربیت لینے کے بعد بھی تم یہ بات کہہ رہے ہو؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔

"اس کے بعد ہی تو یہ بات کہہ رہا ہوں ورنہ پہلے کبھی تم نے ایسی بات میرے منہ سے نہیں سنی ہوگی۔"

"تم پر جزیرہ مرگ کی آب و ہوا نے منفی اثرات مرتب کئے ہیں۔ شاید وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ کسی وقت زائل ہوجائیں ورنہ اس کی امید تو نظر نہیں آتی۔"

"تم گدھے ہو" میں نے برا سامنہ بنا کر کہا "مادام کلارا نے اپنے گرد جو حفاظتی جال بُن رکھا ہے ہمیں وہ جال کاٹنا ہے۔ تم یہ چاہتے ہو کہ ہم احمقوں کی طرح منہ اٹھا کر اس کی کچھار میں گھستے چلے جائیں۔"

"تم اس سے یہ احساس دلانا چاہتے ہو نا کہ وہ ناقابل شکست نہیں ہے؟" بڈ نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"احساس دلانا چاہتا نہیں ہوں بلکہ اس ضمن میں ہم نے عملی اقدامات بھی کئے ہیں جن کے نتائج بہت جلدی برآمد ہوں گے۔"

"یہ کام بڑے پیمانے پر ہونا چاہئے" بڈ نے کہا "ہم تینوں کے علاوہ علی گروپ کے اور اراکین بھی ان اقدامات میں شامل ہونے چاہئیں۔"

"بڈ کی اس بات سے تو میں اتفاق کرتی ہوں" تہذیب بولی "تم نے علی گروپ کے اراکین کو مستقل نظرانداز کر رکھا ہے۔ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔"

"میرا کوئی بھروسا نہیں ہوتا تہذیب! معلوم نہیں مجھے کب کہاں جانا پڑجائے اسی لئے میں چاہ رہا تھا کہ علی گروپ کے اراکین کو تم مستقل طور پر اپنے چارج میں ہی رکھو۔"

"تمہیں کب اور کہاں جانا پڑسکتا ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"کلارا میری منزل نہیں ہے تہذیب! میرا ہدف تو رینڈل ہے۔ کلارا کے بعد میں ان لوگوں سے نمٹوں گا جو اینگلز کے بڑے کہلاتے ہیں پھر رینڈل کا نمبر آئے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کل میں کہاں ہوں گا۔ ممکن ہے ایسی صورت حال پیدا ہوجائے کہ مجھے فوری طور پر شی گورائے سے روانہ ہونا پڑجائے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ انہیں تم خود بھی دیکھ لو۔"

"تم کہیں نہیں جاؤ گے علی!" تہذیب نے قطعی انداز میں کہا "تم سے دوری کا کرب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ جو مہم بھی درپیش ہوگی اس میں میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات گیارہویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ اس حصے کے ساتھ ہی شائع ہوچکا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جانباز کا سفر

مجاہد

"یہ تو وقت اور حالات پر منحصر ہے" میں نے کہا "مستقبل کے بارے میں کوئی پیش گوئی تو کی نہیں جاسکتی۔"

"میں تو صرف ایک بات جانتی ہوں اور وہ یہ کہ حالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں میں تمہارے ساتھ رہوں گی۔"

"بڈ کا تم پر اتنا حق تو نہیں ہے جتنا میڈم کا ہے اس لئے بڈ تم سے صرف درخواست ہی کر سکتا ہے۔ آگے تمہاری مرضی، جو حکم بھی دو گے بڈ اس سے سرتابی نہیں کرے گا۔"

"تم دونوں تو پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ گئے ہو" میں نے بے بسی سے کہا "بابا جب وقت آئے گا تب دیکھی جائے گی۔ قبل از وقت میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔ علی گروپ کے ارکان کو تم نے بری طرح نظرانداز کر رکھا ہے۔ میں عاطف اور طلحہ کو بلا رہی ہوں۔ اس وقت کے بعد وہ تمہارے چارج میں ہوں گے۔"

میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا اور تہذیب جاکر ان دونوں کو بلا لائی۔ عاطف ایک تنومند نوجوان تھا جبکہ طلحہ دبلا پتلا تھا مگر اس کی آنکھیں بہت چمکدار تھیں۔ دونوں مجھ سے بڑی عقیدت اور گرم جوشی سے ملے۔

"بیٹھو" تعارف ہو جانے کے بعد میں نے ان دونوں سے بیٹھنے کو کہا۔

"تم دونوں کا تعلق غالباً فلسطین سے ہے؟" میں نے پوچھا اور دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیے۔

"تمہارا انتخاب چونکہ تہذیب نے کیا ہے اس لئے مجھے اعتماد ہے کہ تم دونوں ہی کارآمد ثابت ہو گے" میں نے کہا "یہ بتاؤ طلحہ کہ علی گروپ میں شمولیت سے قبل تم کیا کرتے تھے؟"

"میں ایک ماہر نقب زن ہوں جناب! میں نے مقبوضہ فلسطین میں آنکھ کھولی تھی اور بچپن سے ہی میرے دل میں یہودیوں کے لئے ہر فلسطینی کی طرح نفرت بیٹھی ہوئی تھی۔ ممکن ہے یہی وجہ ہو کہ میں نے نقب زنی کا پیشہ اختیار کر لیا۔"

"کچھ اندازہ ہے کہ تہذیب سے ملاقات ہونے تک تم نے نقب زنی کی کتنی وارداتیں کی تھیں؟"

"تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے جناب!" طلحہ نے شرمندگی سے کہا "لیکن میرا نشانہ ہمیشہ یہودی ہی بنے۔"

"ٹھیک ہے طلحہ! میں سمجھتا ہوں کہ اپنی دانست میں تم ایک نیک کام کر رہے تھے ۔۔۔ تم نقب لگاتے ہوئے کبھی پکڑے بھی گئے ہو؟"

"میں ایک ماہر نقب زن ہوں جناب!" طلحہ نے فخریہ لہجے میں کہا "صرف ایک بار میں پکڑا گیا تھا مگر میرے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہو سکا۔"

"تمہیں یہودیوں سے اتنی نفرت تھی تو تم تنظیم آزادیٔ فلسطین میں کیوں شامل نہیں ہو گئے۔"

"میرا خیال تھا کہ ان سے الگ رہ کر میں یہودیوں کو زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہوں۔"

"پھر اب تم ہماری تنظیم میں کیوں شامل ہو گئے؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں آپ کے عقیدت مندوں میں سے ہوں۔ یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ میڈم سے ملاقات ہوگئی ورنہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ مجھے اتنا بڑا اعزاز بھی مل سکتا ہے۔"

"میں تمہارے جواب سے مطمئن نہیں ہوا طلحہ! صرف عقیدت مندی کی بنا پر تو اتنا بڑا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔"

"آپ کے کام کرنے کا انداز مختلف ہے جناب! آخر آپ خود بھی تو تنظیم آزادی فلسطین سے علیحدہ ہوگئے مگر ایک دوسری تنظیم میں آپ موجود ہیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو طلحہ! یہ تو ذہنی ہم آہنگی کی بات ہوتی ہے" میں نے کہا اور پھر عاطف کی طرف متوجہ ہوگیا "اب تم بھی اپنے بارے میں کچھ بتا ڈالو۔"

"میں نے تنظیم آزادی فلسطین سے چھاپا مار تربیت حاصل کی ہے" عاطف نے کہا۔

"علی گروپ میں شمولیت کے بعد تمہیں غالباً کسی مہم میں حصہ لینے کا موقع نہیں ملا؟"

"جن دنوں میں علی گروپ میں شامل ہوا ان دنوں سارا زور آپ کو تلاش کرنے پر تھا اس لئے ہمیں اب تک کوئی ایسا موقع نہیں مل سکا جہاں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھاسکیں۔ بہرحال اب توقع ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔"

"تم لوگوں کو پتا نہیں معلوم ہے یا نہیں معلوم کہ میرا کام کرنے کا طریقہ قدرے مختلف ہے۔ اس لئے تم لوگوں سے جو کام بھی لیا جائے گا ضروری نہیں کہ وہ تمہاری توقعات کے مطابق ہو۔"

"میرے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ میں یہودیوں کے خلاف علی یار خان کے شانہ بہ شانہ کام کروں گا" طلحہ نے کہا۔

"اور میں کام کرنے کے لئے بے چین ہوں۔ کام کی نوعیت کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ مجھے اس سے غرض نہیں" عاطف بولا۔

"ٹھیک ہے" میں نے سرہلایا "تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت ہم رینڈل عرف موشے ہاورڈ کی نائب مادام کلارا کے خلاف صف آرا ہیں۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اس پر وار کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ زاویے درکار ہیں اور ہمیں اپنے مطلوبہ زاویوں سے بہت کم میسر ہیں۔ ہم نے ان کے خلاف کچھ اقدامات کئے تو ہیں مگر وہ مجھے ناکافی محسوس ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے۔ اس ذیل میں آج رات تمہارے سپرد جو ذمے داری کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ٹرانس میٹر پکڑلو۔ بڈ تمہیں مادام کلارا کی فریکوئنسی بتادے گا اور میں احتیاطاً تم لوگوں کو کوڈ بھی فراہم کردوں گا۔ تمہیں ہر وہ پیغام نوٹ کرنا ہوگا جو اس فریکوئنسی سے نشر کیا جائے۔ ضروری نہیں کہ کوئی پیغام ضرور ہی نشر ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اس طرح کوئی کارآمد بات ہمارے علم میں آجائے۔ زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ تم لوگ پیغامات کاغذ پر نوٹ کرنے کے بجائے ٹیپ کرلو تاکہ کسی غلطی کا امکان نہ رہے۔"

"رینا سالومن، مادام کلارا سے ٹرانس میٹر پر بات کرچکی ہے" بڈ نے کہا "تمہیں اب بھی یہ توقع ہے کہ وہ لوگ پیغامات بھیجنے کے لئے ٹرانس میٹر استعمال کریں گے؟"

"ٹیلی فون تو بہت ہی مخدوش ذریعہ ہوتا ہے۔ رہی بات یہ کہ اس کی فریکوئنسی رینا سالومن کے علم میں آگئی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کوڈ اسی لئے تو بنائے جاتے ہیں کہ اگر کوئی انہیں سن لے تو بھی کچھ سمجھ نہ سکے اور مادام کلارا سوچ بھی نہیں سکتی کہ رینا سالومن اس کے کوڈ سے بھی واقف ہوگی۔"

"سوچ لو چیف! ڈیوڈ ریان، رینا سالومن کے قبضے میں ہے۔ ڈیوڈ کوڈ سے واقف ہے اور کلارا جانتی ہے کہ وہ رینا کے قبضے میں ہے....."

"کچھ ہی دیر پہلے تم مجھے سوچنے سے منع کررہے تھے اور اب خود ہی سوچنے کی دعوت دے رہے ہو" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ایسی حرکت کرنے سے کیا فائدہ جس کا نتیجہ برآمد ہونے کی توقع نہ ہونے کے برابر ہو" بڈ نے کہا "ہم کوئی عملی قدم بھی تو اٹھا سکتے ہیں۔"

"مجھے جو فیصلہ کرنا تھا کرچکا..... اب سے چوبیس گھنٹے تک کسی نہ کسی کی ڈیوٹی ٹرانس میٹر پر رہے گی۔"

"ہم ابھی سے کام شروع کئے دیتے ہیں جناب!" عاطف اور طلحہ نے کہا اور بڈ انہیں لے کر باہر چلا گیا۔

"اس پر تو واقعی خون سوار ہورہا ہے" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا "پہلے میں نے اسے ایسے موڈ میں کبھی نہیں دیکھا۔"

"مجھے اس کی وجہ بھی معلوم ہے۔ اسے دراصل عشق لڑانے کا موقع نہیں مل رہا ہے اور اس کا مقصد صرف آزادی حاصل کرنا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد بڈ واپس آگیا "میں نے انہیں دھندے سے لگادیا ہے" اس نے کہا "وہ تو اپنا کام کرتے رہیں گے، ہم بھی اپنے لئے کوئی کام دیکھیں۔"

"صبح دیکھیں گے" میں نے بے پروائی سے کہا "اس وقت تو صرف آرام کرنے کا موڈ ہے۔"

"کام پر آرام کو ترجیح نہیں دینا چاہئے" بڈ نے محققانہ شان سے کہا "تم نے کراؤن نائٹ کلب کو کیوں نظرانداز کررکھا ہے چیف!"

"دیکھا، میں نے تم سے کہا تھا ناکہ اس کے سر پر عشق کا بھوت سوار ہورہا ہے" میں نے تہذیب سے کہا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو چیف!" بڈ احتجاجی لہجے میں بولا "تمہیں شاید یاد نہیں رہا کہ کراؤن کلب ان لوگوں کا ایک اڈہ ہے....."

"مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے بڈ! لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ میں وہاں ضرور جاؤں گا مگر آج نہیں، کل رات کو۔"

"بزرگوں نے کہا ہے کہ آج کا کام کل پر نہیں چھوڑنا چاہئے۔"

"تمہاری سزا یہ ہے کہ عاطف اور طلحہ کے ساتھ تم بھی شب بیداری کروگے" میں نے اچانک سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا، مجھے بڈ پر غصہ آگیا تھا۔

"کوئی کام بھی ہو" بڈ نے بوکھلا کر کہا "صرف پیغامات ٹیپ کرنے کا کام تو وہ دونوں بھی کرسکتے ہیں۔"

"وہ دونوں یہ فیصلہ نہیں کرسکتے کہ کس پیغام کی کیا اہمیت ہے۔ تم یہ طے کروگے اور اس کے مطابق قدم اٹھاؤ گے۔"

"اور اگر رات بھر میں ایک بھی پیغام نہ پکڑا جاسکا تو..... " بڈ نے کہا، وہ بدستور بوکھلایا ہوا تھا۔

"تو پھر صبح ہونے کے بعد ناشتا کرکے تم سوجانا..... چلو اب یہاں سے نکلو۔ میں مزید سوال جواب کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

رات گیارہ بجے کے قریب میں اور تہذیب سوگئے اور اس کے بعد میری آنکھ بڈ کی آواز پر کھلی تھی۔

"اٹھو چیف!" بڈ کہہ رہا تھا "ایک نہایت اہم پیغام موصول ہوا ہے۔"

میں فوراً ہی اٹھ بیٹھا۔ سب سے پہلے میری نظر وال کلاک پر پڑی جو تین بجارہا تھا "کیا بات ہے بڈ؟" میں نے مستعدی سے کہا۔

"پہلے ہاتھ منہ دھوکر نیند کا خمار دور کرلو، ممکن ہے تمہیں اسی وقت حرکت میں آنا پڑے۔"

"خمار کے بچے، یہ بتاؤ کہ بات کیا ہے" ہماری آوازیں سن کر تہذیب بھی اٹھ بیٹھی تھی۔

بڈ نے ایک پرچہ میری طرف بڑھادیا جس پر بڈ نے کچھ تحریر کررکھا تھا۔ میں نے بڈ سے کاغذ لے کر تیزی سے اس پر نگاہ دوڑائی۔ تہذیب بھی میرے شانے کے اوپر سے تحریر پڑھ رہی تھی۔ لکھا تھا۔

"مارشل! تمہیں جنوبی افریقہ سے آنے والی پرواز نمبر ایس جی آر ۱۴۹ کے ذریعے سفر کرنے والے ایک مسافر سے جو کچھ وہ تمہیں دے، وصول کرکے ہیڈ کوارٹر پہنچانا ہے۔ مسافر تمہیں ٹرانزٹ لاؤنج میں ملے گا۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ اس نے دھوپ کا سیاہ چشمہ لگا رکھا ہوگا اور اس کے ہاتھ میں ایک انگریزی اخبار ہوگا جسے وہ الٹا پڑھ رہا ہوگا۔ تم اس سے وقت پوچھوگے جس کے جواب میں وہ کہے گا کہ میرے پاس گھڑی نہیں ہے۔ یہ جواب سن کر تم اسے وقت بتاؤگے جو بالکل غلط ہوگا۔ اس غلط وقت بتانے کے عوض وہ تمہیں ایک تحفہ دے گا جسے لے کر تم سیدھے ہیڈ کوارٹر پہنچوگے۔ خیال رہے کہ اس شخص سے مزید کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"یہ پیغام کب موصول ہوا تھا؟" میں نے بڈ سے سوال کیا۔

"آدھے گھنٹے سے زیادہ ہوگیا ہے، دراصل پیغام کوڈ ورڈز میں تھا۔ اسے ڈی کوڈ کرنے میں اتنی دیر لگ گئی۔"

"اب یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ فلائٹ نمبر ایس جی آر ۱۴۹ یہاں کس وقت پہنچ رہی ہے" میں نے بیڈ سے اترتے ہوئے کہا۔

"میں معلوم کرچکا ہوں چیف!" بڈ نے کہا "فلائٹ کا شیڈول ٹائم چار بج کر پچاس منٹ ہے۔ اس پرواز کے زیادہ تر مسافر بی او اے سی کے طیارے میں سوار ہوجائیں گے جو یہاں سے چھ بجے پرواز کرے گا۔"

"ٹھیک ہے بڈ! یہ اہم نوعیت کا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ اسے دیکھنا پڑے گا۔ عاطف اور طلحہ سے کہو کہ چلنے کے لئے تیار ہوجائیں۔"

"کیا مجھے چھوڑ کر چلے جاؤگے" تہذیب نے کہا۔ اس نے اگرچہ ابتدائی گفتگو نہیں سنی تھی مگر وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ گئی تھی۔

"نہیں، تم بھی ساتھ ہی چلوگی۔ دراصل یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے بارے میں ہمیں کچھ بھی نہیں معلوم—— ہم مارشل تک سے واقف نہیں ہیں۔ اس لئے ہم سب کا موجود ہونا ضروری ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پندرہ منٹ بعد ہم سب گاڑی میں سفر کررہے تھے۔ صبح ساڑھے تین بجے شی گورائے کی سڑکیں سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ تہذیب میرے ساتھ اگلی سیٹ پر تھی۔ بقیہ تینوں افراد پچھلی نشست پر تھے۔

ائرپورٹ پہنچنے تک ہمیں دو تین جگہ روکا گیا مگر ہمارے پاس کاغذات پورے تھے اس لئے ہم چیکنگ کے مرحلے سے صاف گزر گئے۔

"ہمارے پاس دو صورتیں ہیں" ائرپورٹ کے پارکنگ ایریا میں پہنچ کر میں نے کار پارک کرتے ہوئے کہا "یا تو ہم خود اس شخص سے وہ چیز حاصل کرنے کی کوشش کریں جو جنوبی افریقہ سے آرہا ہے۔ ظاہر ہے وہ مارشل کو پہچانتا تو ہے نہیں اس لئے اسے بہ آسانی دھوکا دیا جاسکتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہم مارشل کو تلاش کرنے کی کوشش کریں۔"

"دونوں ہی صورتوں میں ہمیں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا" بڈ نے کہا "ٹرانزٹ لاؤنج تک پہنچنا آسان نہیں ہوگا، اگر ہم کسی صورت میں وہاں پہنچ بھی گئے تو مارشل وہاں موجود ہوگا اور اس سے ٹکراؤ لازمی ہوجائے گا۔ میرا خیال ہے ہم اس ٹکراؤ کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اس لئے کہ وہاں سے بچ کر نکلنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر رہ جائیں گے۔"

"تمہارا خیال بالکل درست ہے بڈ!" میں نے کہا "دوسری صورت میں ہمیں صرف یہ خطرہ ہوگا کہ ممکن ہے مارشل ہماری نظروں سے بچ کر نکل جائے، ممکن ہے ہم اسے تلاش ہی نہ کرسکیں لیکن یہ کوئی ایسا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ہم کامیاب نہیں ہوسکیں گے اور اس سے ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"میرے خیال میں مارشل کے ہماری نظروں سے بچ نکلنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں" بڈ نے کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم کہ مارشل کون ہے۔ ممکن ہے وہ ائرپورٹ کے اسٹاف کا ہی کوئی آدمی ہو اور ہم کسی عام آدمی کو ہی ڈھونڈتے رہ جائیں؟"

"پھر کیا صورت ہوگی؟" بڈ نے سوال کیا۔ اس کے لہجے سے پریشانی ظاہر ہورہی تھی۔

"صورت یہی ہوگی کہ ہم سب ایک دوسرے سے لاتعلق رہ کر اسے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے، بلکہ اگر تم ٹرانزٹ لاؤنج تک پہنچ سکو تو مسئلہ ہی حل ہوجائے گا۔ ٹرانزٹ لاؤنج میں تمہیں صرف اس شخص پر نظر رکھنی ہوگی جو جنوبی افریقہ سے آرہا ہے۔ جو بھی شخص اس سے ملے اسے نگاہ میں رکھ لو، اگر یہ دیکھ سکو کہ اس نے کیا چیز وصول کی ہے تو اور بھی اچھا ہے۔"

"میں سمجھ گیا چیف!" بڈ نے سرہلایا "تم بے فکر رہو۔ یہ کام بہت آسان ہے۔ ٹرانزٹ لاؤنج تک پہنچنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔"

ہم سب کار سے اترے اور الگ الگ ائرپورٹ کی طرف بڑھ گئے۔ ائرپورٹ کی وسیع دعریض عمارت روشنیوں میں جگمگا رہی تھی۔ صبح کے تقریباً ساڑھے چار بج رہے تھے لیکن اس کے باوجود بھی ائرپورٹ کی عمارت بالکل سناٹے میں ڈوبی ہوئی نہیں تھی بلکہ انٹرنیشنل ڈیپارچر لاؤنج کی طرف تو خاصا رش نظر آرہا تھا۔ مسافروں کی تعداد کم اور انہیں الوداع کہنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔

میں نے ائرپورٹ پر ایک سرے سے دوسرے تک چکر لگا ڈالا۔ ائرپورٹ نہیں کا بھی ہو کسی وقت بھی وہاں سناٹا نہیں ہوسکتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ائرپورٹ وہ واحد جگہ ہوتی ہے جہاں آکر دن اور رات کی تمیز کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ چوبیس گھنٹے گہما گہمی اور ہماہمی رہتی ہے۔ اور کچھ نہیں تو عملے کے افراد کی تعداد ہی اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اگر مسافر ایک بھی نہ ہو تب بھی سناٹے اور تنہائی کا گمان تک نہ گزرے۔

ائرپورٹ بلڈنگ کا چکر لگانے کے دوران میں نے ایک ایک فرد کا چہرہ بغور دیکھا مگر ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا جس پر میں مارشل ہونے کا شبہ کرسکتا۔

ٹھیک پونے پانچ بجے اعلان ہوا کہ جنوبی افریقہ سے آنے والی پرواز اپنے مقررہ وقت پر آرہی ہے۔ میں نے دل ہی دل میں حساب لگایا۔ صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے تھے۔ تہذیب، عاطف اور طلحہ نظر نہیں آرہے تھے۔ بڈ کے بارے میں بھی مجھے علم نہیں تھا کہ وہ ٹرانزٹ لاؤنج تک پہنچنے میں کامیاب ہوسکا ہوگا یا نہیں۔ اور اس خیال کے ساتھ ہی مجھے احساس ہوا کہ میں نے یہ کام بڈ کو سونپ کر غلطی کی ہے۔ یہ کام تو خود مجھے کرنا چاہئے تھا۔

میں مضطرب ہوگیا۔ کبھی کبھی غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ میں ٹرانزٹ لاؤنج میں خود موجود ہوتا تو اور بات ہوتی۔ مارشل نکلنے نہ دیتا۔ اگر وہ ائرپورٹ اسٹاف کا کوئی ممبر ہوا تو اسے اس دروازے سے نکلنے کی کیا ضرورت ہے جو مسافروں کے لئے مخصوص ہے؟ اندر ہی اندر اس قدر راستے ہیں کہ ہم سر مارتے رہ جائیں گے اور وہ کہیں کا کہیں نکل چکا ہوگا۔

میں نے بے تابی سے گھڑی دیکھی۔ پانچ بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ گویا پرواز اتر چکی ہوگی۔ ممکن ہے بڈ ٹرانزٹ لاؤنج تک پہنچنے میں کامیاب بھی ہوگیا ہو۔ اب اگر میں بھی اندر جانے کی کوشش کرتا تو......

اچانک میری نگاہ سیاہ رنگ کی اس کار کی طرف اٹھ گئی جو ابھی ابھی آکر رکی تھی۔ عقبی نشست کا دروازہ کھلا اور ایک خوش پوش نوجوان برآمد ہوا۔ کار اسے اتار کر پارکنگ ایریا کی طرف بڑھ گئی تھی۔ میری نظریں اس نوجوان پر جم گئیں جو نہایت اطمینان سے ہجوم میں راستہ بناتا ہوا گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ غیر ارادی طور پر میرے قدم بھی اٹھنے لگے۔ میں اس نوجوان کے قریب ہونا چاہتا تھا۔

لاؤنج کے داخلی گیٹ پر اسے روک لیا گیا۔ ہر غیر متعلق آدمی کو روک لیا جاتا ہے۔

"میں صرف ٹرانزٹ لاؤنج تک جاؤں گا" نوجوان نے مسلح محافظ کی مٹھی گرم کرتے ہوئے کہا "میرے انکل جنوبی افریقہ سے آرہے ہیں۔"

میں نوجوان سے صرف چند قدم ہی پیچھے تھا لیکن میں یہ نہیں دیکھ سکا کہ نوجوان نے کتنے بڑے نوٹ سے محافظ کی مٹھی گرم کی تھی کہ وہ سراپا اخلاق بن گیا تھا۔

"اوہ، ضرور جائیے جناب" محافظ نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا "آپ لوگوں کی خدمت کرنا تو ہمارا فرض ہے۔"

نوجوان اندر داخل ہوگیا اور میں وہاں سے ہٹ آیا۔ گیٹ کے قریب کافی لوگ کھڑے اندر جھانکنے کی کوششیں کررہے تھے۔ کچھ شیشے کی دیواروں سے اندر دیکھ رہے تھے مگر وہاں سے ٹرانزٹ لاؤنج نظر نہیں آسکتا تھا۔ انہی لوگوں میں مجھے تہذیب بھی نظر آگئی۔ میں نے اس کے عقب میں پہنچ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ تہذیب چونک کر میری طرف پلٹی۔

"گاڑی میں جاکر بیٹھو اور میرا انتظار کرو۔ ان دونوں کو بھی ساتھ ہی لیتی جاؤ۔"

"کوئی کامیابی ہوئی؟" تہذیب نے سوال کیا مگر میں نے جواب دینے کے بجائے ہاتھ کے اشارے سے اسے چلے جانے کو کہا۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ اندر داخل ہونے والا نوجوان ہی مارشل تھا۔ بڈ چونکہ آس پاس کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا اس لئے یہی گمان کیا جاسکتا تھا کہ وہ اندر پہنچ چکا ہوگا۔

میں دوبارہ گیٹ کے نزدیک آکر کھڑا ہوگیا۔ اتنا اطمینان تو مجھے ہوگیا تھا کہ اب اگر بڈ نہ ملا تو بھی کوئی بات نہیں۔ مارشل تو نظروں میں آہی چکا ہے۔ اسے ائرپورٹ سے اغوا کرلینا مشکل نہ ہوتا اور اگر اس کا موقع نہ ملتا تو اسے راستے میں کہیں گھیرا جاسکتا تھا۔ علی الصباح سناٹے میں ڈوبی ہوئی سڑکوں پر سے کسی کو اغوا کرلینے میں زیادہ دقت نہیں ہوتی۔

مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ شیشے کی دیوار کے پار بڈ مجھے گیٹ کی طرف آتا نظر آرہا تھا۔ میں گیٹ سے اور قریب ہوگیا۔ اس کے پیچھے میں نے اس نوجوان کو بھی آتے دیکھا تھا جس پر مجھے مارشل ہونے کا شبہ تھا مگر وہ ابھی دور تھا۔

گیٹ سے باہر آتے ہی میں نے بڈ کو چھاپ لیا "جلدی بتاؤ کہ اس نے کیا لیا ہے؟"

"ڈن ہل کا پیکٹ۔۔۔ اس کے کوٹ کی دائیں جیب میں ہے اور وہ۔۔۔"

"بس اتنا کافی ہے۔ کار میں جاکر میرا انتظار کرو" میں نے تیزی سے کہا اور بڈ سے دور ہٹ گیا۔ نوجوان بہت خوش اور مگن دکھائی دے رہا تھا۔

گیٹ سے باہر نکل کر وہ بھیڑ میں راستہ بناتا ہوا باہر کی طرف جانے لگا۔ اس بھیڑ میں اس کے نزدیک پہنچنا میرے لئے زیادہ مشکل نہیں تھا۔ میں بس ایک لمحے کے لئے اس سے قریب ہوا تھا اور میں اپنا کام کر گزرا تھا۔ اس کے کوٹ کی جیب سے ڈن ہل کا پیکٹ میری جیب میں منتقل ہوگیا تھا لیکن شاید نوجوان کو اپنی جیب ہلکی ہونے کا احساس ہوگیا تھا۔ اس نے اپنی جیب پر ہاتھ مارا تھا اور اس نے پلٹنے میں انتہائی پھرتی دکھائی تھی مگر اپنی تمام تر پھرتی کے باوجود وہ مار کھا گیا تھا۔ میں تو پہلے ہی اس سے دور ہوچکا تھا۔

"میرا پرس" مارشل چیخا "کسی نے میری جیب کاٹ لی ہے" اس کی آواز بڑی پاٹ دار تھی اور اس میں فریاد تھی۔ وہ ایک ہارا ہوا جواری تھا۔ ایک ایسا جواری جو ایک ہی داؤ میں اپنا سب کچھ ہار چکا تھا۔

اس کی چیخ کے نتیجے میں اس کے گرد کے لوگ کائی کی طرح پھٹ گئے۔ کچھ پرسان حال کے لئے اس کے نزدیک آگئے مگر اس کے چہرے پر تو دیوانگی کے آثار تھے۔ میں بھی اس بھیڑ میں رک گیا۔ جلد بازی کھیل بگاڑ سکتی تھی۔ میں اس سے دور ہونے کی شعوری کوشش کرتا تو اس کے علاوہ دوسروں کی نظروں میں بھی آسکتا تھا اور میں ایسی کوئی حماقت کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ ویسے بھی اس کی حالت سے لطف اندوز ہونے کے لئے میں اپنا تھوڑا سا قیمتی وقت تو برباد کرہی سکتا تھا۔

"کیا ہوا بھائی صاحب" ایک شخص نے ہمدردانہ لہجے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں کہا۔ اس احمقانہ سوال نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

"میں کہہ رہا ہوں میری جیب لٹ گئی ہے اور تم پوچھ رہے ہو کیا ہوا" مارشل دہاڑا "وہ جو کوئی بھی ہے یہیں کہیں ہے۔ خبردار کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ میں پولیس کو طلب کررہا ہوں۔"

وہ اس قدر بدحواس ہوچکا تھا کہ اسے یہ بھی اندازہ نہیں کہ جو کچھ وہ کررہا ہے اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ اس کا اس قدر بدحواس ہونا میری سمجھ میں آتا تھا لیکن دوسروں کے لئے یہ معاملہ ناقابل فہم تھا کہ اس کے پرس میں ایسی کون سی قیمتی شے تھی۔ جس کے لئے وہ اس قدر بدحواس ہورہا تھا۔ شاید دوسروں نے اس پہلو پر غور کرنے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی ہوگی۔ وہ تو پولیس کا نام سنتے ہی بدک گئے تھے۔ پھر اگر پولیس موجود ہوتی تو شاید ان لوگوں کو روکے رکھنا پولیس کے بس سے بھی باہر ہوتا۔ ہر شریف آدمی پولیس کے چکر میں پھنسنے سے ڈرتا ہے۔

ایئرپورٹ پر پولیس موجود تھی۔ ایئرپورٹ کے حفاظتی دستے کے جوان بھی تھے۔ جب تک وہ جائے واردات پر پہنچے' وہاں ایک آدمی بھی نہیں بچا تھا۔ میں بھی وہاں سے کھسک چکا تھا۔ مارشل پر تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی دورہ پڑگیا ہو۔ اس نے کئی لوگوں کو پکڑنے کی کوشش بھی کی تھی مگر وہ اکیلا کس کس کو پکڑتا۔ ایگلز کے ایک کارندے کو چوٹ دے کر میں صاف بچ نکلا تھا۔

میں کار کے نزدیک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ بڈ غائب ہے۔ ابھی میں کوئی سوال بھی نہیں کرنے پایا تھا کہ بڈ نمودار ہوگیا۔

"بڈ کی اپنی بھی کچھ ذمے داریاں ہوتی ہیں" اس نے میرے کچھ کہنے سے قبل ہی بولنا شروع کردیا "میں تمہیں وہاں تنہا چھوڑ کر کس طرح آسکتا تھا؟"

"چلو کار میں بیٹھو" میں نے خشک لہجے میں کہا "بعض اوقات ایسی حرکتیں مسائل کھڑے کردیتی ہیں لہٰذا جو کہا جائے وہی کیا کرو۔"

"بڈ کے معاملے میں تمہیں نرمی کرنی پڑے گی ورنہ تمہارا یہ غیر لچک دار رویّہ تمہارے ہی لئے پریشانی کا سبب بن جائے گا" بڈ نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

اسے جواب دینے کے بجائے میں نے کار اسٹارٹ کروی اور اسے پارکنگ ایریا سے نکالنے لگا۔

"تم کچھ ناراض معلوم ہوتے ہو چیف! حالاں کہ بڈ تمہارے لئے ایک کارنامہ سرانجام دے کر آیا ہے" بڈ نے کہا۔

"یہ کارنامہ تو کوئی بھی کرسکتا ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تمہارے سپرد جو کام کیا گیا تھا وہ اتنا مشکل تو نہیں تھا۔ گیٹ پر متعین محافظوں کو مٹھی گرم کرکے کوئی بھی ٹرانزٹ لاؤنج تک پہنچ سکتا تھا۔"

"میں دوسرے کارنامے کی بات کررہا ہوں" بڈ نے کہا "اس کارنامے کی جو تمہاری حکم عدولی کے نتیجے میں۔۔۔۔"

"تم لوگوں نے کیا فضول قسم کی گفتگو شروع کردی" یکایک تہذیب نے اکتا کر کہا "پہلے یہ بتانا چاہئے تھا کہ مقصد حاصل ہوا یا نہیں۔"

"ایک عدد ڈن ہل کا پیکٹ ملا ہے" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا "دیکھنا یہ ہے کہ اس میں سے کیا برآمد ہوتا ہے۔"

"تم نے اس شخص کو نظرانداز کردیا چیف جو مارشل کو لے کر آیا تھا۔ اس کا تعلق بھی ایگلز سے ہی ہے۔ اسے مارشل کے محافظ کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ حالات پر نظر رکھنا اس کی ذمے داری تھی اور کسی غیر معمولی صورت حال میں مارشل کی مدد کرنے کے لئے اسے مارشل کے ساتھ بھیجا گیا تھا لیکن حالات جس طرح اچانک پیش آئے ان میں ظاہر ہے وہ کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا سوائے اس کے کہ ہیڈکوارٹر کو مطلع کردے اور وہ اس نے کردیا۔"

"تمہیں یہ تفصیلات کس طرح معلوم ہوئیں؟" میں نے حقیقتاً حیران ہوکر پوچھا۔ یہ بات تھی بھی حیرانی کی۔ بڈ تو میری نظروں کے سامنے رہا تھا علاوہ ان چند منٹوں کے جن کے دوران اسے واپس کار میں آکر بیٹھنا تھا مگر وہ کہیں غائب ہوگیا تھا۔ لازمی سی بات ہے کہ اس کی یہ معلومات ان چند منٹوں کی ہی مرہون منت ہوسکتی تھیں اور چند منٹوں کے دوران اتنی معلومات کا حصول قطعی ناقابل فہم تھا۔

"اسی لئے تو کہتا ہوں چیف کہ بڈ کو احکامات کا پابند کرنے کی کوشش مت کرو ورنہ بڈ ناکارہ ہوکر رہ جائے گا۔ بڈ کے لئے آزادی بہت ضروری ہے" بڈ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ اس کی یہ عادت مجھے اکثر کھل جاتی تھی کہ وہ کسی بات کا جواب سیدھی طرح نہیں دیتا تھا۔ اس وقت اسے موقع مل گیا تھا لہٰذا وہ مجھ سے معلوم نہیں کب کب کے انتقام لے لیتا۔ میں اس سے سختی سے کہتا تو وہ اور پھیلنا شروع کردیتا لہٰذا میں نے نرمی سے کام لینے کا فیصلہ کیا۔

"میں نے کبھی تمہیں پابند کرنے کی کوشش نہیں کی بڈ!" میں نے محبت بھرے لہجے میں کہا "میں تمہاری قدر و قیمت سے پوری طرح واقف ہوں۔"

"تمہارے لہجے سے نہیں بلکہ وقت کی نزاکت سے مجبور ہوکر بڈ تمہیں بتارہا ہے کہ ہم خطرے میں ہیں۔ یہ مت سمجھنا کہ تم بڈ کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہوگئے ہو۔"

"تمہیں کیا ہوگیا ہے بڈ! اگر ہم خطرے میں ہیں تو کم سے کم الفاظ میں تفصیلات بتاؤ" تہذیب نے غصیلے لہجے میں کہا "یہ تمہارا کون سا طریقہ ہے کہ وقت کی نزاکت دیکھے بغیر بے تکی ہانکے چلے جاتے ہو۔"

"سوری میڈم! بات دراصل یہ ہے کہ جب چیف نے مارشل کی جیب سے پیکٹ اڑایا تو اس کا ساتھی جو سیاہ رنگ کی کار میں موجود تھا کار سے اتر کر یہ معلوم کرنے کے لئے آیا کہ مارشل کے ساتھ کیا حادثہ پیش آگیا ہے۔ اس کے لئے اصل صورت حال کا اندازہ کرنا زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا اور وہ مزید وقت ضائع کئے تیزی سے کار میں واپس گیا اور اس نے کسی نامعلوم آدمی کو اس حادثے سے مطلع کردیا۔"

میری نگاہ عقب نما آئینے کی طرف اٹھ گئی۔ دور دور تک کوئی گاڑی نہیں تھی۔ سامنے بھی کوئی گاڑی نظر نہیں آرہی تھی۔ عام دستور کے مطابق ایئرپورٹ شہر سے کئی میل دور بنایا گیا تھا اور ایئرپورٹ کے نزدیک کسی بھی قسم کی آبادی نہ ہونے کی وجہ سے اس سڑک پر ٹریفک کا دباؤ بہت کم ہوتا تھا۔ اگر بڈ کی فراہم کردہ اطلاعات درست تھیں تو ہمیں راستے میں گھیرنے کی کوشش کی جاسکتی تھی۔

"تم نے بہت دیر کردی بڈ!" میں نے کہا "ہم ایئرپورٹ سے ڈیڑھ میل دور نکل آئے ہیں۔ اگر تم پہلے ہی بتادیتے تو ہم ایئرپورٹ پر ہی رک جاتے اس لئے کہ ممکن ہے وہ لوگ پیکٹ کی بازیابی کے لئے راستے میں کوئی کارروائی کریں۔"

"معلوم نہیں اس پیکٹ کی کیا اہمیت ہے" تہذیب بڑبڑائی "لیکن یہ بات یقینی ہے کہ وہ ان کے لئے کسی خاص اہمیت کا حامل ضرور ہے اور وہ اس کے غائب ہوجانے پر نچلے ہرگز نہیں بیٹھیں گے۔"

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کررہا تھا۔ اس وقت سڑک پر ٹریفک نام کو بھی نہیں تھا اور آگے مزید تین میل تک یہ حال تھا کہ اس سڑک کے علاوہ کوئی اور سڑک نہیں تھی۔ یعنی ہم کہیں مڑ بھی نہیں سکتے تھے۔ لے دے کر یہی صورت رہ گئی تھی کہ ہم واپس ایئرپورٹ چلے جاتے یا پھر ہم میں سے کوئی ایک پیدل جاتا۔

"ٹھیک ہے تہذیب" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "ہم ایئرپورٹ واپس چل رہے ہیں تم وہاں سے کلارا کو فون کردینا۔ اس سے کہنا کہ تم اسے شدید نقصانات سے دو چار کرنے کے بعد ملک سے باہر جارہی ہو۔ ڈن ہل کے پیکٹ اور اس شخص کا حوالہ بھی دے دینا جو زہریلی سوئی کا نشانہ بنا تھا۔"

ایئرپورٹ پر بظاہر کسی افراتفری کے آثار نہیں تھے۔ ڈن ہل کے پیکٹ کی واپسی کے لئے معلوم نہیں ایگلز نے کیا انتظامات کئے۔ یہ بات بہرحال طے تھی کہ انہوں نے کچھ نہ کچھ ضرور کیا ہوگا۔

"تم لوگ ریستوران میں چلو۔ ہم ذرا فون کرکے آتے ہیں" میں نے کار سے اتر کے بڈ سے کہا اور تہذیب کے ساتھ ایئرپورٹ کے اس حصے کی طرف بڑھ گیا جہاں ایک قطار میں کئی ٹیلی فون بوتھ تھے۔

"اس وقت وہ لوگ پیکٹ کے چکر میں پھنسے ہوں گے لہٰذا تم آرام سے اپنا کام کرسکتی ہو" میں نے تہذیب سے کہا "ویسے بھی اس بات کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے کہ کلارا کا ذہن اس طرف منتقل ہوا ہوگا۔ پھر بھی احتیاطاً اس سے کم از کم گفتگو کرنا۔"

تہذیب ٹیلی فون بوتھ کی طرف بڑھ گئی اور میں اس سے کچھ فاصلے پر رک گیا۔ کسی مشکوک شخص کے نظر آنے پر میں حرکت میں آنے کے لئے پوری طرح تیار تھا لیکن ایک تو مجھے کوئی مشکوک شخص نظر نہیں آیا اور دوسرے تہذیب نے بہت تیزی دکھائی۔

"میں نے اسے بتادیا کہ پیکٹ ہمارے قبضے میں ہے اور فی الحال میں شی گورائے سے باہر جارہی ہوں۔ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر وہ راہ راست پر نہ آئی تو اس کے اور آدمی بھی ہلاک ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے تہذیب! اب ان لوگوں کی توجہ ملک سے باہر جانے والوں پر مرکوز ہوجائے گی اور ہم یہاں ناشتا کرکے اطمینان سے نکل چلیں گے۔"

ناشتا کرنے تک دن پوری طرح طلوع ہوچکا تھا اور راستے میں کسی خطرے سے دوچار ہونے کا امکان کم ہوگیا تھا لہٰذا ہم ناشتا کرکے واپسی کے لئے روانہ ہوگئے اور بغیر کسی رکاوٹ کے واپس اپنی رہائش گاہ تک پہنچ گئے۔ ہم سب یہ جاننے کے لئے بے چین تھے کہ آخر اس پیکٹ میں کیا ہے جس کی خاطر اتنی رازداری برتی گئی تھی۔

میں نے جیب سے پیکٹ نکالا۔ پیکٹ پر سیلوفین موجود نہیں تھی۔ بڈ اور تہذیب متجسس انداز میں میرے اوپر جھک آئے تھے۔ عاطف اور طلحہ بھی بہت بے چین تھے مگر احتراماً کچھ بول نہیں پارہے تھے۔ میں نے پیکٹ کھولا اور یہ دیکھ کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حیران رہ گیا کہ اس میں صرف ایک سگریٹ کم تھی اور سب سے زیادہ حیران کن بات یہ تھی کہ سگریٹیں اور پنی بالکل درست حالت میں تھی۔ قطعی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ انہیں دوبارہ پیک کیا گیا ہے۔

"اس بھاگ دوڑ کا اتنا فائدہ تو ہوا کہ ہم سگریٹوں کے معاملے میں خود کفیل ہو گئے" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تم مجھ پر طنز کر رہے ہو چیف! میں نے ہی تمہیں ان سے متعلق اطلاع فراہم کی تھی" بڈ نے کہا "لیکن تمہیں ابھی کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہئے۔"

"میں طنز نہیں کر رہا" میں نے کہا "دھوکا تو کسی کو بھی ہو سکتا ہے۔ آدمی کام کرتا ہے تو اس سے غلطیاں بھی سرزد ہوتی ہیں۔ جو کام ہی نہیں کرتے ان سے کیا غلطی ہوگی۔"

"پھر وہی بات" بڈ بھنا گیا "میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، اس بڈھے نے یہی پیکٹ مارشل کے حوالے کیا تھا۔"

"ممکن ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "لیکن بظاہر تو یہ ایک ان چھوا پیکٹ معلوم ہوتا ہے۔"

"اس پر کوئی خفیہ پیغام بھی ہو سکتا ہے" بڈ بولا "جو ویسے نظر نہ آتا ہو اور کسی کیمیادی طریقے سے گزرنے کے بعد ظاہر ہوتا ہو۔"

"ہونے کو تو سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ہمیں اس کی اصلیت تک پہنچنا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری کسی غلطی سے اس کی اہمیت ختم ہو جائے۔"

"کیا مطلب؟" بڈ نے چونک کر کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم کہ اس پیکٹ کا راز کیا ہے۔ اس کی اہمیت تو بہرحال مسلمہ ہے اور یہ بھی طے ہے کہ اس کا کوئی خاص مقصد ہے ضرور ۔۔۔ جن لوگوں تک اسے پہنچنا تھا وہ اس سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ ضرور جانتے ہوں گے۔"

"تمہارا مطلب ہے اب ہمیں براہ راست مادام کلارا پر ہاتھ ڈال دینا چاہئے؟"

"اب یہ مطلب بھی نہیں ہے" میں نے ہنس کر کہا "میں جو کچھ بھی کہہ رہا تھا محض انتہائی احتیاط کے پیش نظر کہہ رہا تھا ورنہ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا تاکہ ایک ایسی چیز ضائع ہو جائے گی جس کے بارے میں ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کی اہمیت کی نوعیت کیا ہے۔ لہٰذا میں اس میں سے سگریٹیں نکال رہا ہوں، اگر کچھ ضائع ہو گیا تو ہمیں اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس کا زیادہ افسوس نہیں ہوگا۔"

میں نے ایک ایک کر کے تمام سگریٹیں پیکٹ سے نکال کر میز پر ڈھیر کر دیں۔ کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ پھر پنی کا نمبر آیا۔ اس سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوا۔ ہم لوگوں نے بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"تمہارے ذہن میں کوئی بات نہیں آ رہی" میں نے عاطف کی طرف دیکھا "تم نے تو چھاپہ مار کارروائیوں کی تربیت حاصل کی ہے۔"

"تربیت تو میں نے ضرور حاصل کی ہے جناب لیکن اول تو ہمیں جاسوسی کی تربیت نہیں دی جاتی اور اگر دی بھی گئی ہوتی تو بھی اس کے اتنے طریقے ہیں کہ شاید ہی کوئی ایک شخص ان سب کا احاطہ کر سکتا ہو۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا "یہی تو مشکل ہے۔ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمیں کس چیز کی تلاش ہے لہٰذا کوئی امکانی طریقہ بھی سمجھ میں نہیں آتا علاوہ اس کے کہ ہم اس پیکٹ کا مکمل آپریشن کر ڈالیں۔"

"بالکل کر دینا چاہئے" تہذیب نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس معاملے میں تم اتنا تردد کیوں کر رہے ہو؟"

"تردد نہیں کر رہا بلکہ احتیاط پیش نظر ہے" میں نے پیکٹ کے جوڑ کھولتے ہوئے کہا۔ چند سیکنڈ کے اندر اندر پیکٹ پوری طرح ادھڑ چکا تھا۔

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ کسی خاص شے میں ڈوبے ہوئے سگریٹ ہیں" بڈ نے کہا "ممکن ہے مادام کلارا نشے کی عادی ہو۔۔۔"

"ڈھنگ کی بات نہیں کر سکتے تو بے تکی ہانکنے سے بھی گریز کرو۔ شی گو رائے میں منشیات کی کیا کمی ہے۔"

"اب تو لے دے کر سگریٹیں ہی رہ گئی ہیں" تہذیب نے کہا "لہٰذا جو بھی رائے دے گا سگریٹوں سے متعلق ہی دے گا۔"

"تو پھر کیا خیال ہے، ان کے تمباکو کا تجزیہ کرا لیا جائے؟" میں نے کہا۔

"ممکن ہے کسی سگریٹ کے اندر کوئی چیز پوشیدہ کر دی گئی ہو؟" طلحہ نے کہا۔

"اب تو یہی ایک بات قرین قیاس رہ گئی ہے" میں نے کہا "لہٰذا اب ہم ہر سگریٹ میں سے تمباکو نکالیں گے لیکن واضح رہے کہ سگریٹوں کے اندر سے کچھ برآمد ہونے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

"تم تو ہر امکان یوں ہی رد کر دیتے ہو چیف! پہلے ان میں سے تمباکو تو نکالو۔"

"یوں ہی رد نہیں کر دیتا، ٹھوس بنیادوں پر کرتا ہوں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی سگریٹ میں سے تمباکو کو نکال کر اس میں دوبارہ بھرا جائے اور سگریٹ کے کاغذ پر کوئی شکن نظر نہ آئے۔"

"کہتے تو تم ٹھیک ہو" تہذیب نے تائید کی "لیکن ہم کوئی امکان کیوں چھوڑیں۔"

"میں یہ کب کہہ رہا ہوں" میں نے سگریٹیں تمام افراد میں تقسیم کرتے ہوئے کہا "ابھی ہم سب مل کر تمام سگریٹوں میں سے تمباکو نکالے دیتے ہیں جو کچھ بھی ہوگا سامنے آ جائے گا۔"

تمام سگریٹوں میں سے تمباکو نکالنے میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات رہا۔

"اب بتاؤ" میں نے ایک طویل سانس لے کر بڈ سے کہا "ہم نے سارے جتن کر کے دیکھ لئے مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔"

بڈ کیا جواب دیتا۔ اس کے چہرے پر مایوسی بکھری نظر آ رہی تھی۔

"ممکن ہے چیف!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "کہ مجھ سے دیکھنے میں کوئی غلطی ہوئی۔ ممکن ہے اس پیکٹ کے ساتھ اس بڈھے نے مارشل کو کوئی اور چیز بھی دی ہو جسے میں نہ دیکھ سکا ہوں۔"

"تسلیم کرو کہ تم ایک جلد باز آدمی ہو اور اس معاملے میں بھی تم نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میں تسلیم کرتا ہوں چیف!" بڈ نے سر جھکا لیا "لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ بڈ سے اتنی بڑی غلطی کس طرح ہو گئی۔"

"ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی ایسی صورت حال پیدا کر دیتی ہے۔ آئندہ جب تمہیں کوئی کام سونپا جائے تو اسے بہت احتیاط سے سرانجام دینا" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے چیف!" بڈ نے ڈوبی ہوئی آواز میں کہا اور تہذیب بے ساختہ ہنس پڑی۔

"کیوں اس کا خون خشک کر رہے ہو علی!" تہذیب نے اپنی ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

تہذیب کی اس بات پر بڈ نے چونک کر تہذیب کی طرف دیکھا لیکن اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے اسے تہذیب کی اس بات پر بھی شبہ ہو۔

"خون خشک کر رہا ہوں؟" میں نے حیرت سے کہا "ارے اس کی جلد بازی کے باعث ہمیں نقصان ہو گیا۔ اصل چیز

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

روشنی کے مینار
اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُراثر واقعات ضیاء تسنیم بلگرامی کے قلم سے
قیمت ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

عظمت کے مینار
ضیاء تسنیم بلگرامی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ
قیمت ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

ایمان کا سفر
محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ وہ فن پارے، جن کی آپ کو تلاش ہے۔
قیمت ۱۰۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

کچرا گھر
محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔
قیمت ۱۰۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

آدھا چہرہ
محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو پاکیزگی کے لبادے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں
قیمت ۲۰۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

کالی کہانیاں
جرائم، جادو، شیطان ازم، ارواح، طنز و مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں
قیمت ۱۴۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے

نک ویلوٹ کی چوریاں
مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چراتا ہے۔
ڈاک خرچ فی جلد ۱۶ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مارشل لے کر نکل گیا اور یہ سگریٹ کا بے کار پیکٹ ہمارے حصے میں آگیا۔"

"یہ پیکٹ اتنا ہی بے کار ہوتا تو مارشل اس کے غائب ہونے پر اس طرح دیوانہ نہ ہوجاتا" تہذیب نے معنی خیز لہجے میں کہا اور بڈ اچھل پڑا۔

"بڈ کے ساتھ تمہارا سلوک اچھا نہیں ہے چیف!" بڈ نے شکایتی انداز میں کہا "تم نے مجھے خواہ مخواہ اتنی بری طرح ڈانٹا حالاں کہ میں بالکل بے قصور ہوں۔"

"مارشل صرف اداکاری کررہا تھا" میں نے خشک لہجے میں کہا "تم نے وہ مثل نہیں سنی' ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور؟"

بڈ کے چہرے پر ایک بار پھر ہوائیاں اڑ گئیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ میں مذاق کررہا ہوں یا سنجیدہ ہوں۔

"کیا تم نے اس بات پر غور کیا تھا کہ پیکٹ کے ساتھ کوئی اور چیز بھی اس کے حوالے کی جاسکتی ہے؟" میں نے کہا۔

"نہیں" بڈ نے نفی میں سرہلایا "پیکٹ دیکھنے کے بعد مجھے اتنا ہوش ہی نہیں رہا تھا کہ کسی اور چیز پر توجہ دیتا۔"

"یہی تمہاری غلطی ہے۔ محض اتنا سا کام تو ہر شخص کر سکتا تھا جو تم نے کیا ہے۔ ہم لوگوں کی خصوصیت تو یہ ہونی چاہئے کہ ان باتوں پر بھی توجہ رکھیں جو بعید از امکان ہوں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو چیف!" بڈ نے انتہائی سنجیدگی سے کہا "یہ واقعی میری غلطی تھی لیکن میں نے اپنی اسی غلطی سے سبق لیا ہے۔ آئندہ ایسی غلطی کا اعادہ نہیں ہوگا۔"

"آدمی اپنی کسی غلطی سے کچھ سیکھ لے تو سمجھو اس نے اپنی کی ہوئی غلطی کو اپنے لئے کار آمد بنالیا" میں نے کہا "اب تم اپنے اعتراف پر قائم رہنا۔"

"قائم نہ رہنے کا کیا سوال ہے چیف! مجھے اس بات سے شدید صدمہ پہنچا ہے کہ میری غلطی کی وجہ سے ایک اہم چیز ہمارے ہاتھ سے نکل گئی۔"

"کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خاص حالات میں ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ دوسروں کی توجہ ہٹانے کے لئے کسی بڑی چیز کی آڑ میں کوئی چھوٹی سی چیز ادھر سے ادھر کی جاتی" میں نے کہا "تمہاری قسمت اچھی تھی کہ حالات خاص نہیں تھے۔ لہٰذا انہیں یہ حرکت کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ جو کچھ بھی ہے اسی پیکٹ میں ہے۔"

بڈ مجھے حیرت سے دیکھنے لگا "تم بھی عجیب ہو چیف! کبھی کچھ کہتے ہو' کبھی کچھ کہتے ہو۔"

"میں ان امکانات کی بات کررہا تھا جن کی طرف تمہاری توجہ نہیں گئی۔ میرا مقصد صرف اتنا تھا کہ آئندہ کسی موقع پر تم کوئی نقصان اٹھانے سے محفوظ رہو۔"

"تمہارا مطلب ـــــ تمہارا مطلب ہے مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی" بڈ نے اٹک اٹک کر کہا "ہماری مطلوبہ شے یہی پیکٹ ہے۔"

"بالکل۔" میں نے سرہلایا "یہی پیکٹ ہماری مطلوبہ شے ہے جس کے لئے اس وقت مادام کلارا کے آدمی پاگل ہورہے ہوں گے۔"

بڈ کے انداز سے الجھن ظاہر ہونے لگی "اگر اصل چیز واقعی یہی ہے تو اس میں سے ابھی تک کچھ برآمد کیوں نہیں ہوا؟"

"وجہ یہ ہے کہ سائنس نے بہت ترقی کرلی ہے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "خفیہ تحریریں لکھنے کے ایسے طریقے ایجاد ہوچکے ہیں کہ ان کے لئے ایک علیحدہ لیبارٹری کی ضرورت ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اگر پہلے سے علم نہ ہو تو کوئی غلط طریقہ اختیار کرنے کے نتیجے میں خفیہ طریقے سے لکھی جانے والی کوئی تحریر ضائع بھی ہوسکتی ہے۔ زیادہ امکان اس بات کا رہ گیا ہے کہ اس پیکٹ میں کسی جگہ ایسی ہی کوئی خفیہ تحریر ہوسکتی ہے جس کے ذریعے کوئی انتہائی اہم پیغام بھیجا گیا ہو۔ کوئی ایسا پیغام جسے بھیجنے کے لئے ٹرانس میٹر کو بھی غیر محفوظ تصور کیا گیا ہو۔ کوئی اتنا اہم پیغام جس کے لئے ضروری کوڈ ورڈز پر انحصار کرنے کو خطرناک سمجھا گیا ہو۔ احتیاط در احتیاط یوں ہی تو نہیں برتی گئی ہوگی۔"

"خدا کا شکر ہے کہ مجھ سے غلطی نہیں ہوئی..... ورنہ تم نے تو مجھے دہلا ہی دیا تھا" بڈ نے کہا "اب اگر تم کہو تو میں اس پیکٹ پر کوئی خفیہ تحریر تلاش کرنے کے لئے کسی لیبارٹری کا بندوبست کروں؟"

"یہ کوئی اتنا معمولی کام نہیں بڈ! اس کے لئے رازداری بنیادی شرط ہے جو ہمیں آسانی سے میسر نہیں آسکتی ـــــ خاص طور پر شی گورائے میں کہ یہاں اسرائیل کی حامی حکومت ہے" میں نے کہا "لیکن میرا خیال ہے کہ اس پیکٹ پر خفیہ تحریر تلاش کرنے کا مرحلہ بعد میں آئے گا۔ ابھی تو یہ اقدام قبل از وقت ہوگا۔ ایک کام ہمیں اور بھی کرنا ہے اور مجھے حیرت ہے کہ تم میں سے کسی کا ذہن اس طرف کیوں منتقل نہیں ہوا؟"

"اب بھی اگر تم مطمئن نہیں ہوئے تو اب فلٹر راڈز کے سوا اور بچا ہی کیا ہے" تہذیب نے کہا "اور فلٹر راڈز کے

اندر کچھ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"سوال پیدا ہو یا نہ ہو یہ ہماری آخری امید ہیں۔ اگر ان میں سے بھی کچھ نہ نکلا تو پھر یہ بات یقینی ہوجائے گی کہ ہمیں کوئی خفیہ تحریر ہی تلاش کرنی ہے" میں نے ایک فلٹر پر انگلیوں کا ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا "پھر یہ بات بھی ہے کہ اس قسم کی خفیہ چیز ایسی ہی جگہ چھپائی جانی چاہئے جو کسی کے وہم و گمان سے بھی باہر ہو۔ جس طرف کسی کا ذہن بھی نہ جا سکتا ہو۔"

چھٹی سگریٹ پر میں چونک پڑا۔ مجھے محسوس ہوا تھا کہ فلٹر کے اندر کوئی چیز موجود ہے۔

"کیا بات ہے؟" تہذیب نے مجھے چونکتے دیکھ کر تیزی سے کہا "کیا کچھ برآمد ہوا؟"

"ہاں' اس فلٹر کے اندر کچھ محسوس تو ہورہا ہے" میں نے جوشیلے لہجے میں کہا اور جلدی جلدی دیگر فلٹر بھی چیک کرنے لگا۔ تین اور فلٹروں پر مجھے شبہ ہوا اور میں نے انہیں علیحدہ کرلیا۔

"ان چار فلٹروں کے اندر کوئی نہ کوئی چیز موجود ہے۔" میں نے کہا اور ایک فلٹر کو بڑی احتیاط سے پھاڑنا شروع کیا۔ روئی کے فلٹر کے درمیان سے آخرکار ہماری محنت کا ثمر نکل ہی آیا۔ یہ ایک مائیکرو فلم تھی۔

مائیکرو فلم دیکھتے ہی سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے "یہ ہماری پہلی کامیابی ہے" بڈ نے خوشی سے کہا "اب مادام کلارا کو پتا چلے گا۔"

"ان لوگوں کی اتنی احتیاط ظاہر کرتی ہے کہ اس فلم میں واقعی کوئی انتہائی اہمیت کی چیز ہوگی" تہذیب مالکم ایکس بولی۔

"میں نے اس لئے آپ کے ساتھ شامل ہونے کا فیصلہ کیا تھا کہ یہ سنسنی مجھے کہیں اور نہیں مل سکتی تھی" عاطف نے کہا۔

وہ لوگ تبصرے کررہے تھے اور میں دوسرے فلٹروں میں سے بھی مائیکرو فلمیں نکال رہا تھا۔ ہماری جدوجہد نتیجہ خیز ثابت ہوئی تھی۔ دشمن کی چار مائیکرو فلمیں ہمارے قبضے میں تھیں۔

"اب کیا خیال ہے تہذیب" میں نے مسکرا کر کہا "تم تو کہہ رہی تھیں فلٹر میں سے کچھ برآمد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"اپنا اندازہ غلط ہونے کی سب سے زیادہ خوشی بھی مجھے ہی محسوس ہورہی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ان مائیکرو فلموں میں ہے کیا؟"

تہذیب کے اس سوال نے میرے سوا سب کو چونکا دیا۔ مائیکرو فلمیں برآمد ہونے کی انہیں اتنی خوشی ہوئی تھی کہ وہ یہ بھی بھول گئے تھے کہ یہ فلمیں ہمارے لئے اس وقت تک بے کار ہیں جب تک مائیکرو پروجیکٹر نہ میسر ہو۔

"شی گورائے میں تو مائیکرو پروجیکٹر کا حصول بہت دشوار ہوگا۔" بڈ بڑبڑایا "لیکن اگر تم کہو تو بڈ کوشش کرسکتا ہے۔"

"کوشش تو ہر معاملے میں ضرور کرنی چاہئے لیکن کوششوں کو ایک حد کے اندر ہی رہنا چاہئے" میں نے کہا "شی گورائے تو خیر بہت چھوٹی سی جگہ ہے' بعض بڑے بڑے ممالک میں بھی مائیکرو پروجیکٹر کسی عام دکان سے نہیں مل سکتا۔ تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم خاموش ہی ہو کر بیٹھ جائیں۔ یہاں بھی شاپنگ کے بہت بڑے بڑے سینٹر ہیں۔ ممکن ہے کہیں سے مائیکرو پروجیکٹر مل ہی جائے۔"

"مائیکرو پروجیکٹر مہیا کرنا میری ذمے داری ہے چیف! لیکن تمہیں میری بات پر بھی کچھ توجہ دینی چاہئے۔"

"کون سی بات؟" میں نے چونک کر کہا۔

"مادام کلارا کے خلاف کوئی ٹھوس قدم اٹھانے کے بارے میں سوچو ـــــ کراؤن نائٹ کلب پر ہلہ بولو۔ وہ ان کا بہت بڑا اڈہ ہے۔"

"جن مقامات پر مائیکرو پروجیکٹر ملنے کی توقع ہوسکتی ہے کیا ان مقامات کی نگرانی نہیں ہورہی ہوگی؟" اچانک تہذیب نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ درحقیقت اس موقع پر ہم تک پہنچنے کے لئے ان کے پاس واحد ذریعہ یہی ہے لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو ایسی جگہوں سے دور رہنا چاہئے۔"

"یہ کیا بات ہوئی" بڈ بگڑ کر بولا "اگر ہم یوں ڈر کر بیٹھ گئے تو وہ لوگ ہم پر بالکل ہی حاوی آجائیں گے اور ہم ان کے خلاف کچھ بھی نہیں کرسکیں گے۔"

"بنیادی بات یہ ہے کہ مائیکرو پروجیکٹر کا ملنا ہی مشکل ہے تو پھر اس کی خاطر خود کو خطرے میں کیوں ڈالا جائے؟" میں نے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ میں تمہاری بات مانے لیتا ہوں لیکن اگر اس احتیاط پسندی کے نتیجے میں مائیکرو فلمیں اپنی اہمیت کھو بیٹھیں تو کیا ہوگا؟"

"اس بات کا فیصلہ تو اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب ہمیں یہ معلوم ہوجائے کہ ان مائیکرو فلموں میں کون سے راز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

پنہاں ہیں۔" تہذیب نے کہا۔
"اس کے علاوہ فوری اہمیت کی حامل چیزوں کے لئے کبھی مائیکرو فلموں کا سہارا نہیں لیا جاتا" میں نے کہا "مائیکرو فلموں کو ہمیشہ یا تو مستقل اہمیت یا پھر طویل المیعاد منصوبوں وغیرہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے لہٰذا یہ اندیشہ بے سود معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم ان فلموں سے فوری فائدہ نہ اٹھا سکے تو یہ رائگاں ہو جائیں گی۔"

"ظاہر ہے جو بات تمہارے منہ سے نکل گئی تم اس کے حق میں دلیلوں کے انبار ہی لگاتے جاؤ گے اور چوں کہ تم باس بھی ہو لہٰذا ماتحت تو ویسے بھی تم سے بحث نہیں کر سکتے۔"

"یہ کیا بکواس ہے" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "میں نے کب خواہ مخواہ تم لوگوں پر اپنے فیصلے مسلط کرنے کی کوشش کی ہے؟"

"تم سمجھ نہیں رہے" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا "بڈ کا غصہ اصل میں اس بات پر ہے کہ تم نے اس کے کہنے کے مطابق کراؤن نائٹ کلب پر چڑھائی کیوں نہیں کی؟"

"ہاں اور کیا" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے سر ہلایا "اپنی ہی اپنی چلائے جا رہے ہو۔ بڈ کی کوئی سنتا ہی نہیں۔"

"تمہاری ایک نامعقول فرمائش نظر انداز کرنے کا خمیازہ اس صورت میں بھگتنا پڑے گا کہ تم مجھ پر بے بنیاد الزامات عائد کرو گے" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ایک اچھے باس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کی ضروریات کا خیال رکھے" بڈ نے ڈھٹائی سے کہا "ورنہ ردعمل کے طور پر تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

"تم نہایت بے ہودہ آدمی ہو۔ تم سے ذرا صبر نہیں ہو سکتا۔ آج کی رات کے لئے میرا پروگرام یہی تھا کہ ہم کراؤن نائٹ کلب کی طرف جائیں گے۔"

"'تھا' کا کیا مطلب ہے چیف!" بڈ بوکھلا کر بولا "کیا اب تم نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا ہے۔"

"وہ تو کرنا ہی پڑے گا" میں نے بے رخی سے کہا "ورنہ کیا تمہارے خیال میں مجھے اپنے اوپر الزامات عائد کرانے کا شوق ہے؟"

"ارے نہیں چیف! توبہ ـــــ توبہ" بڈ نے اپنے دونوں کان پکڑتے ہوئے کہا "اب کیا بڈ کو اتنا بھی حق نہیں ہے کہ وہ تم سے مذاق کر سکے۔"

بڈ کے انداز میں اتنی بے ساختگی تھی کہ تہذیب کے ساتھ ساتھ عاطف اور طلحہ بھی ہنس پڑے اور میں بڈ کو خشمگیں نظروں سے گھور کر رہ گیا۔

"تم بہت فراخ دل ہو چیف! اس لئے تو بڈ تمہارا ہو کر رہ گیا ہے ورنہ کتنے ہی لوگوں کی تمنا ہے کہ بڈ ان کے ساتھ کام کرے مگر بڈ تو تمہارا دیوانہ ہے ـــــ"

"بس بس" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "زیادہ خوشامد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج رات میں کراؤن نائٹ کلب جا کر وہاں کے حالات بھی دیکھ لوں گا۔"

"یعنی ـــــ یعنی تم اکیلے وہاں جاؤ گے" بڈ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔

"ہاں، میرا پروگرام یہی ہے کہ وہاں اکیلے ہی جاؤں لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"تمہیں اپنا خیال رکھنا چاہئے چیف!" بڈ بڑبڑایا "تمہاری زندگی بہت اہم ہے لیکن تمہیں ذرا احساس نہیں ہے۔"

"میری زندگی اہم ہے تو میرے لئے زیادہ بہتر یہ نہیں ہوگا کہ میں چوڑیاں پہن کر گھر بیٹھ رہوں؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا" بڈ نے بوکھلا کر کہا "اس کی خطرناک جگہوں پر تمہارا تنہا جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے، تمہیں اپنے تحفظ کا خیال رکھنا چاہئے۔"

"تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ تم خود بھی میرے ساتھ چاہتے ہو؟"

"میں تم سے کچھ نہیں کہتا چیف! اگر تم مناسب سمجھو مجھے ساتھ لے چلو۔ نہ مناسب سمجھو تو میں اصرار بھی نہیں کروں گا۔"

"اب تم راہ راست پر آئے نا" میں نے کہا "اب تمہیں بتاتا ہوں کہ آج رات کے لئے میرا منصوبہ کیا ہے اس میں تم لوگوں کو کیا رول کرنا ہے۔"

○☆○

سورج غروب ہونے کے بعد میں تہذیب کے ساتھ گورائے کی سڑکوں پر نکل آیا۔ کار کا رخ میں نے سنسان سڑکوں کی طرف موڑ دیا تھا۔ پروگرام کے مطابق تہذیب مادام کلارا سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرنی تھی اور اس کے ضروری تھا کہ اس سے گفتگو کے دوران ہم متحرک رہیں ہم مارے جاتے۔ ایسے آلات کی کمی نہیں تھی جو نشریات سمت اور فاصلے کی نشان دہی کر دیتے ہیں۔

"میں تمہاری موت بات کر رہی ہوں کلارا بھوری" رابطہ قائم ہونے پر تہذیب نے بڑے شگفتہ لہجے میں کہا نے رینا سالومن سے عدم تعاون کا رویہ اپنا کر اچھا نہیں [illegible]۔"

رینا سالومن کے بارے میں تمہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اگر وہ ایک بار میدان عمل میں اتر آئے تو پھر اس کی راہ میں کوئی مشکل حائل نہیں ہو سکتی۔"

"میں نے تمہارے بارے میں سنجیدگی سے غور کیا ہے" کلارا کی آواز آئی "لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم ملک سے باہر جا رہی ہو؟"

"عین وقت پر مجھے خیال آیا کہ شاید تم میرے اس طرح چلے جانے کو میدان چھوڑنے پر محمول کرو اور مجھے یہ ہرگز گوارا نہیں ہے لہٰذا میں نے اپنا پروگرام ملتوی کر دیا ہے۔"

"تم جو چاہو کہہ سکتی ہو۔ اس لئے کہ فی الحال تمہارا پلہ بھاری ہے اور وقتی طور پر مجھے تمہاری برتری تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہے۔"

تہذیب بڑے زہریلے انداز میں ہنسی "پے در پے شکستیں تمہارا مقدر بنی ہیں، اس کے باوجود بھی تمہارے یہ تیور ہیں۔"

"یہ سب باتیں چھوڑو اور مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا مطالبہ کیا ہے؟" کلارا نے کہا۔

"سب سے پہلے میں نے تمہیں خبر دی کہ تمہارا ایک آدمی ولسن گوٹے ہل سے ایک آدمی کا کٹا ہوا سر لے کر آ رہا ہے لیکن تم نے اس بات کو اس لئے اہمیت نہیں دی کہ یہاں کی حکومت کے جو کرتا دھرتا ہیں ان سے تمہارے اچھے مراسم ہیں۔ پھر ہم نے تمہارے ایک آدمی کو اغوا کیا، تم نے اسے بھی کوئی اہمیت نہیں دی۔ شاید اس لئے کہ وہ آدمی تمہارے نزدیک زیادہ اہم نہیں ہوگا۔ اس کے بعد میرے چکر میں تمہارا ایک آدمی مارا گیا۔ تم لوگ پھر بھی راہ راست پر نہیں آئے لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ ڈن ہل کے ایک معمولی سے پیکٹ نے تمہارے کس بل نکال دیے ہیں" تہذیب نے معنی خیز لہجے میں کہا "کیا اس پیکٹ کی اہمیت بہت زیادہ ہے؟"

"اس کی اہمیت بہت زیادہ بھی نہیں ہے" کلارا نے گڑبڑا کر کہا "دراصل میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہتی ہوں۔"

"خواہ مخواہ" تہذیب ہنس پڑی "یا میں تمہیں بہت زیادہ اچھی لگنے لگی ہوں؟" تہذیب کے لہجے میں طنز کی بہت گہری کاٹ موجود تھی۔ کلارا تلملا کر رہ گئی ہوگی۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو" اس نے بڑی احتیاط سے کہا "آپس میں تصادم کا نتیجہ ہم دونوں کے ہی حق میں مضر ہوگا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم مصالحت کی کوئی راہ نکال

"یہی بات تو میں نے بھی تم سے ابتدا میں کہی تھی جو اس وقت تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن شکر ہے کہ تمہیں جلد ہی عقل آ گئی۔ ورنہ بہت بڑے بڑے نقصانات اٹھا کر تم آخرکار اسی نتیجے پر پہنچتیں۔"

"ٹھیک ہے" کلارا نے جلدی سے کہا "اب تم یہ بتا دو کہ تمہارا مطالبہ کیا ہے؟"

"بہت سادہ اور آسان سا مطالبہ ہے" تہذیب نے کہا "تمہارے غیر قانونی کاروبار میں پچاس فیصد حصہ ہمارا بھی ہونا چاہئے۔"

"پچاس فیصد" کلارا نے بڑی مشکل سے کہا "اتنا بڑا حصہ تو کسی بنیاد پر ہی دیا جا سکتا ہے۔"

"بنیاد تو موجود ہے کلارا ڈیئر" تہذیب چہکی "رینا سالومن نہیں چاہے گی تو تم لوگ شی گورائے میں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

میرے کان ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو پر مرکوز تھے مگر میری تمام تر توجہ ڈرائیونگ کی طرف تھی۔ میں بہت تیز کار چلا رہا تھا اور تیزی سے سڑکیں تبدیل کر رہا تھا تاکہ کوئی آلہ ہماری یقینی نشان دہی نہ کر سکے۔

"جو کچھ تم نے ابھی تک دیکھا وہ میرے آدمیوں کی کارکردگی کا ادنیٰ سا نمونہ ہے" تہذیب کہہ رہی تھی "میں تمہیں ڈھیل دے رہی ہوں تاکہ کم سے کم نقصان کے عوض تمہیں زیادہ سے زیادہ عقل آ جائے۔ غور کرو تو یہ تمہارے لئے ایک سنہری موقع ہے۔ ہم نے اب تک تمہیں کوئی بڑا نقصان پہنچانے سے گریز کیا ہے لیکن اگر تمہاری روش یہی رہی تو پھر اپنی مصلحت کوشی کی موجودہ روش ترک کرنی پڑے گی۔"

"سنو رینا" کلارا نے کہا "ہم یہاں کوئی کاروبار نہیں کر رہے کہ اس کی آمدنی میں سے پچاس فیصد تمہارے حوالے کر دیں گے۔"

"رینا سالومن کی معلومات میں آج تک کوئی شخص بھی اضافہ نہیں کر سکا۔ تم مجھے یہ بتانے کی کوشش مت کرو کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو اور کیا نہیں کر رہے ہو اس لئے کہ تمہارے بارے میں ہم وہ کچھ بھی جانتے ہیں جو شاید تمہیں بھی معلوم نہ ہو۔"

"اوہ! تو تم نے ڈیوڈ ریان پر تشدد کر کے اس کی زبان کھلوائی!"

"اور ڈیوڈ ریان کو کس کی نشان دہی پر اغوا کیا تھا؟" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا "نہیں کلارا ڈیئر! ہم اپنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

معلومات کے لئے کسی ایک ذریعے کے محتاج نہیں ہیں۔ جو لوگ کسی ایک ذریعے پر انحصار کرتے ہیں ان کی زندگی بھی بڑی مختصر ہوتی ہے۔"

کلارا کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ یہ ایک ایسی گتھی تھی جسے وہ کسی طرح بھی سلجھا نہیں پا رہی تھی۔ یہ ممکن تھا کہ ڈیوڈ کی زبان کھلوا کر ان کے بارے میں معلومات حاصل کرلی گئی ہوں مگر پھر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ڈیوڈ تک کس طرح پہنچے؟ اور سب سے بڑا دھاکا تو یہ تھا کہ جو مائیکرو فلمیں انتہائی خفیہ طریقے سے منگوائی گئی تھیں ہمیں اس کے بارے میں کس ذریعے سے اطلاع ملی۔

"ڈیوڈ ریان کو انگلی بھی نہیں لگائی گئی کلارا!" چند لمحوں کے بعد تہذیب نے دوبارہ کہا "اگر تمہیں اس پر شبہ ہے تو اس سے تمہاری بات کرائی جاسکتی ہے۔"

"نہیں' اس کی ضرورت نہیں ہے" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "لیکن تمہارے مطالبے پر غور کرنے کے لئے مجھے وقت درکار ہوگا۔"

"تم غور کرو تو تمہیں محسوس ہوگا کہ میرا مطالبہ ناجائز نہیں ہے۔ اگر ہم چاہیں تو تم لوگ شی گورائے میں کچھ بھی نہیں کرسکتے۔"

"مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم اچانک ہی نمودار ہوئی ہو۔ میں نے کبھی کسی سے تمہارا ذکر تک نہیں سنا۔"

"ایسا ہی ہوتا ہے کلارا! رینا سالومن کے شکار کبھی اس کا تذکرہ بھی زبان پر نہیں لاتے۔ کچھ عرصے بعد تم بھی یہی کروگی۔ مجھے بھی نام و نمود کا شوق نہیں ہے۔ اگر کسی موقع پر تم یہ بھی کہہ دو کہ رینا سالومن تمہاری جوتیوں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہے تب بھی میں برا نہیں مانوں گی لیکن اس کے لئے شرط یہی ہے کہ ہمیں باقاعدگی سے ہمارے حصے کی رقم ادا کرتی رہو۔"

"میں کوشش کروں گی کہ تمہارے لئے کچھ رقم کی منظوری مل جائے" کلارا نے کہا "تاکہ تمہارا کام بھی چلتا رہے۔"

"میں بھیک نہیں مانگ رہی ہوں کلارا!" تہذیب غرائی "ہمیں مستقل طور پر تمہارے منافع کی پچاس فیصد رقم چاہئے ہوگی ورنہ تمہیں شی گورائے سے اپنا بوریا بستر گول کرنا پڑے گا۔"

"یہاں ہمارے کاروبار ضرور ہیں رینا! لیکن اس سے کہیں زیادہ ہمارے اخراجات ہیں۔"

"یا کل آمدنی کا پچاس فیصد یا کل اخراجات کا پچاس فیصد" تہذیب نے فیصلہ کن لہجے میں کہا "اس سے کم پر کوئی سودا نہیں ہوسکتا۔"

"تم زیادتی کررہی ہو..... ہمارے وسائل بہت محدود ہیں۔ تم نے شاید ہم سے غلط توقعات وابستہ کررکھی ہیں۔"

"رینا سالومن کبھی غلطی نہیں کرتی کلارا بھوری بلی!" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا "ابھی تک تم اس خوش فہمی کا شکار معلوم ہوتی ہو کہ شاید ہم ڈن ہل کے پیکٹ کی اصلیت تک نہیں پہنچ سکے۔ میں تمہاری خوش فہمی دور کردینا چاہتی ہوں۔ تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ہم نے سگریٹوں میں پوشیدہ مائیکرو فلمیں برآمد کرلی ہیں۔"

ایک بار پھر دوسری طرف سناٹا چھا گیا۔ یہ بات اگرچہ بہت زیادہ غیر متوقع نہیں تھی لیکن اس کے باوجود یہ اطلاع کسی بم کی طرح کلارا کے اعصاب پر گری تھی۔ اس کا بس چلتا تو رینا سالومن کو گولیوں سے چھلنی کردیتی لیکن اس کی بدقسمتی یہ تھی کہ ہم مکمل تاریکی میں تھے اور ہم تک پہنچنے کے لئے اس کے پاس کوئی سرا بھی نہیں تھا۔

"تمہیں سانپ کیوں سونگھ گیا بھوری بلی!" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا "کیا میں تمہیں یہ بھی بتاؤں کہ تمہارے آدمی مجھے ساحلی تفریح گاہ میں ڈھونڈتے پھر رہے تھے اور یہ کہ انہوں نے مجھے تلاش کرنے کے لئے اس شخص کا سہارا بھی لیا تھا جو ٹیلی فون کے نزدیک کاؤنٹر پر موجود تھا؟"

"میں نے واقعی تمہیں سمجھنے میں غلطی کی تھی" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "لیکن میری درخواست ہے کہ ان مائیکرو فلموں کو ضائع نہیں ہونا چاہئے۔"

"کیا تم نے مجھے اتنا احمق سمجھ رکھا ہے کلارا! وہ فلمیں تو تمہارے خلاف سب سے مضبوط کارڈ ہیں۔ ہم بھلا انہیں کس طرح ضائع کرسکتے ہیں۔"

"میں خود مختار نہیں ہوں رینا! ورنہ میں ابھی معاملے ختم کردیتی لیکن مشکل یہ ہے کہ مجھے بھی کچھ دوسرے لوگوں سے منظوری لینا پڑتی ہے۔"

"میں اس بات سے بخوبی واقف ہوں کلارا! ہم نے تمہیں چھیڑنے سے قبل طویل عرصے تمہارا بہت قریب سے جائزہ لیا ہے۔ تمہارے تمام طریق کار ہمارے علم میں ہیں۔ اگر تم کہو تو میں شی گورائے میں تمہارے اڈوں کے بارے میں تفصیلات فراہم کردوں۔ میں تمہیں یہ بھی بتاسکتی ہوں کہ کہاں سے تمہیں کتنی آمدنی ہوتی ہے۔"

"میں نے تم سے کہا نا کہ میں اس وقت تمہیں کوئی حتمی جواب نہیں دے سکتی۔"

"لیکن میں تمہیں بتاسکتی ہوں کہ آئندہ تمہارا جواب کیا ہوگا..... تم معمولی رد و قدح کے بعد بڑی سے بڑی رقم ادا کرنے کے لئے بھی تیار ہوجاؤگی اور ادائیگی بھی ہمارے طے شدہ طریق کار کے مطابق کروگی لیکن اس آڑ میں تم ہم تک پہنچنے کی کوشش کروگی اور میں تمہیں پیشگی اطلاع دے رہی ہوں کہ تمہاری یہ کوشش ناکام بنادی جائے گی۔"

"تمہارے تمام خدشات غلط ثابت ہوں گے" کلارا نے کہا "میں پوری کوشش کروں گی کہ تمہارا مطالبہ من و عن تسلیم کرلیا جائے۔"

"تم مجھ پر کوئی احسان نہیں کروگی" تہذیب زہریلے لہجے میں بولی "یہ تو تمہاری مجبوری ہے۔"

کلارا نے تہذیب کے جواب پر کوئی رد عمل ظاہر کرنے کے بجائے سرسری لہجے میں کہا "لیکن میں تم سے رابطہ کس طرح قائم کروں گی؟"

"اس کے لئے تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ صبح نو بجے کے قریب میں تم سے خود ہی رابطہ کروں گی۔"

تہذیب نے گفتگو کرکے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کردیا "کیا خیال ہے علی! میں نے تسلی بخش گفتگو کی ہے نا؟"

"تم اپنا رول غیر معمولی خوش اسلوبی سے نبھا رہی ہو" میں نے تعریفی نظروں سے اس کی طرف دیکھا "اگر تم میں یہ خوبی نہ ہوتی تو تم علی یار خان کی منظور نظر کیوں ہوتیں۔"

○☆○

کراؤن نائٹ کلب کے وسیع و عریض احاطے میں اسٹیل گرے کلر کی چمچماتی ہوئی مرسڈیز داخل ہوئی اور پارکنگ لاٹ میں جاکر رک گئی۔ اسٹیل گرے کلر کی اس مرسڈیز سے عمدہ قسم کے سوٹ میں اترنے والا میں خود تھا۔ میرے ہاتھوں کی انگلیوں میں بیش قیمت جواہرات کی انگشتریاں نظر آرہی تھیں۔ میں ایک خاص مقصد کے تحت اس حلئے میں یہاں آیا تھا۔ بڈ نے اس کلب کے بارے میں تفصیلی معلومات مجھے فراہم کردی تھیں۔ یہاں کے دستور کے مطابق جب بھی کوئی اجنبی اور امیر شخص یہاں داخل ہوتا تھا تو اسے یہاں موجود لڑکیاں گھیرلیتی تھیں۔ وہ لڑکیاں خاص طور پر اس مقصد کے تحت وہاں ملازم رکھی گئی تھیں۔ وہ نہ صرف ہر قسم کی رفاقت کے لئے تیار رہتی تھیں بلکہ ان کی کوشش یہ بھی ہوتی تھی کہ کسی طرح اس شخص کو جوئے خانے میں لے جائیں جہاں بڑے پیمانے پر جوا ہوا کرتا تھا اور وہاں سے کسی بھی شخص کا جیت کر نکلنا محال تھا۔

پارکنگ لاٹ سے نکل کر کلب کی عمارت کی طرف بڑھتے وقت مجھے وہ لڑکی نظر آگئی۔ انتہائی حسین و جمیل' اس لڑکی نے مغربی لباس بڑے سلیقے سے زیب تن کررکھا تھا۔ اس کے کسی انداز سے عامیانہ پن ظاہر نہیں ہوتا تھا اور نہ اس کے بارے میں یہ شبہ کیا جاسکتا تھا کہ وہ خاص اس مقصد کے تحت یہاں ملازم رکھی گئی ہوگی۔

"ہائے" نزدیک پہنچنے پر اس نے اپنی مترنم آواز میں کہا "میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ یہاں تنہا آئے ہیں۔"

"معاف کیجئے گا میں آپ کو پہچان نہیں سکا" میں نے بے رخی سے کہا "کیا ہم پہلے بھی کہیں مل چکے ہیں؟"

"اوہ معاف کرنا" وہ خجل سی ہوگئی "پہلے مجھے اپنا تعارف کرادینا چاہئے تھا' خیر کوئی بات نہیں' اب کرادیتی ہوں۔ مجھے فلورا کہتے ہیں اور میں ایک مقامی فرم میں ٹائپسٹ ہوں۔"

"اچھا" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا "تو میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔"

"یہ بہت مہنگی جگہ ہے۔ کبھی کبھار دل گھبراتا ہے تو اس طرف نکل آتی ہوں" اس نے اداسی سے کہا "وقتی طور پر کسی کی رفاقت میسر آجاتی ہے تو تھوڑی بہت دیر کے لئے دل بہل جاتا ہے۔ کبھی کوئی نہیں ملتا تو یوں ہی واپس چلی جاتی ہوں۔ اتنی مہنگی تفریح میں تو مہینے میں ایک بار بھی افورڈ نہیں کرسکتی۔"

"ہوں" میں نے اسے غور سے دیکھا "تو تم نے اس لئے مجھے روکا تھا؟"

"معلوم نہیں تم میرے بارے میں کیا خیال کرو لیکن میں نے تو سوچا تھا تم اکیلے ہو۔ شاید تم بھی میری طرح تنہائی محسوس کررہے ہوگے اس لئے....."

"تم نے بہت اچھا کیا مائی ڈیئر فلورا!" میں نے مسکرا کر کہا "میں بھی کسی کی حسین رفاقت کا متمنی تھا لیکن میرے ساتھ مشکل یہ ہے کہ میں رفاقت خریدنے کا قائل نہیں ہوں۔ یہ ایسی چیز ہے ہی نہیں جس کی خرید و فروخت کی جائے۔ یہ تو باہمی رضامندی کے سودے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی صرف فرض نبھانے کے لئے ساتھ دے تو شدید ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"

"میں بھی ہر کس و ناکس کو اپنا ساتھی نہیں بناتی' اگر کوئی دل کو بھاجائے تو ٹھیک..... ورنہ میں واپس چلی جاتی ہوں۔"

"گویا آج شام خوش قسمتی میرا مقدر ہے" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "اگر میں کسی اور چیز کی خواہش کرتا تو وہ بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

بالکل تمہاری طرح میری جھولی میں آگرتی۔
اس نے مسکرا کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں "خوش قسمت تو میں ہوں" اس نے بڑی بے باکی سے کہا "ورنہ کہاں میں اور کہاں تم جیسا وجیہہ نوجوان ۔۔۔"

میں زور سے ہنس پڑا "تمہاری صحبت میں بڑا پُر لطف وقت گزرے گا۔ تم تو گفتگو کے فن میں بھی طاق ہو۔"

"معلوم نہیں کیوں تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا" اس نے شکایتی انداز میں کہا۔ یوں جیسے مجھ سے شکایت کرنا اس کا حق ہو۔ میں اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ ہر ایک کو ایسے ہی انداز دکھا کر گھیرتی ہوگی۔ جس طرح اس نے میری تعریف کی تھی اوروں کی تعریف بھی اسی طرح کرتی ہوگی۔ وہ تو خیر اس بات کے پیسے لیتی تھی لیکن میں خوب جانتا تھا کہ ہر لڑکی اسی قسم کے نسوانی ہتھیار سے لیس ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ کب سنجیدہ ہے اور کب بے وقوف بنا رہی ہے۔ دنیا میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو اس قسم کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور بزعم خود یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ خود صنف نازک کو بے وقوف بنا رہے ہیں لیکن ایک نہ ایک دن انہیں معلوم ہو ہی جاتا ہے کہ وہ اپنی تمام تر چالاکیوں کے باوجود ... چوٹ کھا گئے ہیں۔ اس انکشاف کے بعد، تھوڑا بہت وقت پچھتاوے میں گزارنے کے بعد وہ از سرِ نو نکل کھڑے ہوتے ہیں ۔۔۔ دوبارہ بے وقوف بننے کے لئے۔

میں ان تمام حقائق سے باخبر تھا لہٰذا یہ کیوں کر ممکن تھا کہ میں دھوکا کھا جاتا لیکن میں اس پر ظاہر نہیں کر سکتا تھا کہ میں اس کی اصلیت سے واقف ہوں۔ میں تو یہاں آیا ہی بے وقوف بننے کے لئے تھا لہٰذا میں نے ایک طویل سانس لی اور مسکرا کر کہا "خاک سار کو ایڈم ڈی فلوک کہتے ہیں۔ آپ آسانی کی خاطر مجھے صرف ایڈی کہہ کر بھی مخاطب کر سکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے" وہ مسکرائی "کیا تم یہاں اکثر آتے رہتے ہو مسٹر ایڈی؟" اس نے سوال کیا حالاں کہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ میں نے پہلی بار کراؤن نائٹ کلب کے احاطے میں قدم رکھا ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ وہاں آنے جانے والوں سے واقف نہ ہو۔ آخر وہ وہاں مستقل ملازم کی حیثیت سے کام کر رہی تھی۔

"نہیں، میں آج پہلی بار یہاں آیا ہوں" میں نے کہا "اور میری خوش قسمتی کہ تم جیسی خوش جمال دوشیزہ رہنمائی کے لئے مل گئی۔ ورنہ میں تو یہاں کے قوانین سے قطعی لاعلم ہوں۔"

"اس اعتبار سے تو واقعی تم خوش قسمت ہو" اس نے کمال بے تکلفی سے میرا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "آؤ، پہلے ٹکٹ خریدلیں، پھر اندر چلیں گے۔"

دو ٹکٹ خریدنے کے بعد میں اس کے ساتھ اندر داخل ہوگیا "یہ کلب اس اعتبار سے منفرد ہے کہ یہاں ہر قسم کا ماحول میسر آجاتا ہے" اس نے میرے ساتھ اندر داخل ہوتے ہوئے کہا "تم یہ بتاؤ کہ تمہارا موڈ کیا ہے؟"

"جی چاہتا ہے کہ پُرسکون سے گوشے میں بیٹھ کر تم سے باتیں کرتے ہوئے رات بتادوں" میں نے بڑے رومانٹک لہجے میں کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"میں خود بھی ایسے ہی موڈ میں ہوں ۔۔۔ تو پھر آؤ لان کی طرف چلتے ہیں۔"

مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہاں کوئی لان بھی ہے اور اگر ہے تو کس قسم کا ہے لیکن مجھے اس بات پر زیادہ غور نہیں کرنا پڑا۔ چند راہداریوں سے گزرنے کے بعد ایک دروازے سے نکل کر ہم ایک لان میں پہنچ گئے جہاں باقاعدہ میزیں اور کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ اس کشادہ لان کے گرد اونچی دیوار تھی اور دیوار کے ساتھ ساتھ کنج بنے ہوئے تھے جن کے اندر بھی بیٹھنے کا انتظام تھا۔ مزے دار بات یہ تھی کہ وہاں بجلی کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔ روشنی کے لئے میز پر دو خوب صورت ڈیزائن والی لالٹینیں جل رہی تھیں جن کی مدھم روشنی نے ماحول کو کچھ زیادہ ہی رومانٹک بنا دیا تھا۔

"کمال ہے بھئی" میں نے واقعی حیران ہوتے ہوئے کہا "یہ تو بالکل ویسا ہی ماحول ہے جس کی مجھے اس وقت خواہش تھی لیکن یہاں تو چند ہی میزیں آباد نظر آرہی ہیں۔"

"یہاں صرف وہی لوگ آتے ہیں جو بہت زیادہ خوش ذوق ہوتے ہیں" فلورا نے اپنے نرم و نازک ہاتھوں سے میرا ہاتھ تھام کر دور افتادہ کنج کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "اس کا نام گوشۂ عافیت ہے اور ایک اسی کی کشش مجھے یہاں کھینچ کر لے آتی ہے۔"

وہ میرا ہاتھ تھامے مجھے ایک کنج تک لائی جس کے برابر والے دونوں کنج غیر آباد نظر آرہے تھے۔ فلورا کے عزائم اچھے دکھائی نہیں دے رہے تھے تاہم اب میں یہاں آگیا تھا تو مجھے بھگتنا ہی تھا۔

کنج میں قدم رکھتے ہی میرے ہوش اڑ گئے۔ میرا خیال تھا کہ کنج کے اندر بھی نشستوں کی ترتیب وہی ہوگی جو باہر ہے۔ یعنی ایک میز کے گرد چار کرسیاں ۔۔۔ مگر وہاں تو منظر کچھ اور تھا۔ میز دیوار میں نصب تھی اور اس کے سامنے

ایک صوفہ نما نشست جس کے پہلو اور عقب کی دیواریں اتنی اونچی تھیں کہ دوسری طرف بیٹھا ہوا آدمی بلکہ جوڑا پوری طرح چھپ کر رہ جائے۔ گویا اگر یہاں بیٹھنا تھا تو اس کے ساتھ ایک ہی نشست پر بیٹھنا پڑتا اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہوتا اسے سوچ کر ہی مجھے جھرجھری سی آگئی لیکن مشکل یہ تھی کہ میں جو قدم اٹھا چکا تھا اسے واپس بھی نہیں لے سکتا تھا لہٰذا دل پر جبر کر کے مجھے ایک قدم اور اٹھانا پڑ گیا۔ میرے ہاتھ پر فلورا کے گداز ہاتھ کے دباؤ میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"بہت عمدہ ہے" میں نے بڑی مشکل سے کہا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کس جنجال میں پھنس گیا ہوں۔ مجھے اس سے اس قدر بے باکی کی توقع نہیں تھی۔

"تو پھر تم اچانک اتنے بجھے بجھے کیوں نظر آنے لگے" اس نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔

"میں بجھا ہوا" میں گھبرائے ہوئے سے انداز میں ہنس پڑا "نہیں تو، میں تو ذرا بھی نہیں بجھا ۔۔۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی۔"

"تو پھر مجھ سے کھنچ کیوں رہے ہو" اس نے میرے کاندھے سے سر ٹکاتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز جذبات سے بوجھل ہو رہی تھی "کیا میں اتنی ہی بری ہوں۔"

اچانک مجھے خیال آیا کہ میں انتہائی نامناسب رویے کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اگر کوئی لڑکی اس قسم کے رویے کا مظاہرہ کرے اور ساتھ ہی وہ نوجوان اور حسین بھی ہو تو مرد کی عقل پر پتھر پڑ جانے چاہئیں۔ میرے رویے کا کھنچاؤ اسے شبہے میں ڈال سکتا تھا اور ممکن ہے اس کے بعد مجھے اپنے مقاصد کے حصول میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ جاتا۔

میں نے یکلخت اس کی کمر کے گرد ہاتھ ڈال کے اسے خود سے قریب کرنے کی کوشش کی جس کی قطعی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس کے سراپا سے خوشبوؤں کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ اس نے بہت عمدہ قسم کا سینٹ لگا رکھا تھا لیکن اس سے بھی بڑھ کر اس کے جسم اور زلفوں کی مہک تھی۔

"یہ تم مجھے کہاں لے آئیں فلورا۔" میں نے اس کے کان میں سرگوشی کی "مجھے ڈر ہے کہ کہیں ضبط کا دامن میرے ہاتھوں سے نہ چھوٹ جائے۔ کہیں میں بہک نہ جاؤں۔"

"بہک جاؤ نا۔" وہ آنکھیں بند کئے بولی "کیا بہکنے کے لئے بھی اجازت لینے کی ضرورت ہوتی ہے؟"

"اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی مگر اس میں ماحول بھی تو بہت دخل ہوتا ہے۔ میں ضبط کا آدمی ہوں۔ ایک بار ضبط کا دامن ہاتھوں سے چھوٹ جائے تو بڑی مشکل ہو جاتی ہے۔"

"معلوم نہیں تم کس قسم کی باتیں کر رہے ہو۔ یہ باتیں کرنے کا وقت تو نہیں ہے۔" وہ کسمسا کر بولی۔

"میرے خیال میں یہاں بیٹھ کر تو باتیں نہیں کی جا سکتیں۔ یہاں بڑی گھٹن ہے۔ کسی روز میں اپنے غریب خانے پر تمہاری دعوت کروں گا۔ اس روز تمہیں میرے بارے میں اندازہ ہوگا۔ اسی روز تمہیں پتا چلے گا کہ جب میرے ہاتھوں سے ضبط کا دامن چھوٹتا ہے تو کیا قیامت آتی ہے۔ میری مانو تو اس وقت باہر کھلی ہوا میں چل کر بیٹھتے ہیں۔"

فلورا ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی "تم نے سارا موڈ تباہ کر دیا۔" وہ تنک کر بولی "چلو، باہر ہی چلتے ہیں۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا اور اس موقعے سے فائدہ اٹھانے میں کسی بھی قسم کا تساہل نہیں برتا اس کے ساتھ اس کنج تنہائی میں بیٹھ کر خود پر قابو رکھنا جس قسم کا کڑوا امتحان تھا اس قسم کے امتحانوں سے میں ہمیشہ بچ نکلنے کی ہی کوشش کرتا تھا۔

ہم ایک بیرونی میز پر آبیٹھے۔ میں نے دو تین گہری گہری سانسیں لے کر کھلی فضا سے آکسیجن کی وافر مقدار اپنے پھیپھڑوں میں داخل کی۔ اس سے مجھے اپنی پراگندہ ذہنی ختم کرنے میں بڑی مدد ملی ورنہ فلورا کے غیر متوقع حملے نے میرے ہوش و حواس تتر بتر کر کے رکھ دیے تھے۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اس نے صرف میرے ساتھ ہی اس قسم کی حرکت کی تھی یا یہ اس کا مستقل طریقۂ واردات تھا؟ دونوں کے امکانات برابر تھے۔ مرد ذات کو کسی خوبرو لڑکی کی رفاقت میسر آجائے تو وہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔ بلکہ لڑکی کا خوبرو ہونا کچھ ایسا زیادہ ضروری بھی نہیں ہے۔ جذبات کی آندھی میں تو بعض اوقات بھدی لڑکیاں بھی حسین معلوم ہونے لگتی ہیں۔

ہم کھلے آسمان تلے بچھی ہوئی میز کے گرد لگی کرسیوں پر تو بیٹھ گئے تھے مگر فلورا کا موڈ خراب ہوگیا تھا۔ میں خوب سمجھتا تھا کہ خواہ اسے واقعی مجھ پر غصہ آرہا ہو لیکن وہ زیادہ دیر مجھ سے کھنچی نہیں رہ سکے گی۔ معاملہ اس کی ملازمت کا تھا۔ اسے تنخواہ ہی اس بات کی ملتی تھی کہ نوواردوں کو گھیر گھار کر جوئے کی میز تک پہنچا دیا جائے۔ خود میں یہی مقصد لے کر یہاں وارد ہوا تھا۔ آج تک وہ دوسروں کا شکار کھیلتی چلی آرہی تھی مگر آج اس کا سابقہ خود ایک شکاری سے پڑ گیا تھا۔ ایک ایسے شکاری سے جو خود شکار ہو کر شکار کھیلنے کے لئے آیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کیا تم مجھ سے ناراض ہوگئیں فلورا ڈیئر۔" میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے رومینٹک لہجے میں کہا مگر اس نے ہاتھ کھینچ لیا۔

"مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔" وہ منہ پھلا کر بولی "کوئی اور بات کرو۔"

"اچھا چلو کوئی اور بات کرتے ہیں۔ یہ دیکھو کتنی سیاہ رات ہے اور کلب کے نیون سائن کی جلتی بجھتی روشنیوں کا عکس جب تمہارے حسین چہرے پر پڑتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے......"

"پھر تم نے میرے متعلق گفتگو شروع کی۔" اس نے جھنجھلا کر میری بات کاٹ دی۔

"اچھا چلو اپنی بات کرتا ہوں۔" میں نے بڑی سعادت مندی سے کہا "مجھے بڑی سخت بھوک لگ رہی ہے مگر یہاں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پرسان حال ہی نہیں ہے۔"

"اوہ! تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔" فلورا کا رویہ یک بیک ہی تبدیل ہوگیا "یہاں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جاتی۔" اس نے میز کے نیچے ہاتھ ڈالا۔

"یہ...... یہ کیا کررہی ہو۔" میں نے بوکھلا کر کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"گھبراؤ مت..... میں ویٹریس کو بلانے کے لئے گھنٹی کا بٹن دبا رہی ہوں۔"

"یہاں گھنٹی کا کیا کام؟" میں نے حیران ہو کر کہا "یہاں تو بجلی ہی نہیں ہے۔"

"یہاں سب کچھ مصنوعی ہے۔ یہ میزیں زمین میں نصب ہیں اور بجلی کے تار زمین کے اندر سے گزارے گئے ہیں۔ جسے کچھ منگوانے کی خواہش ہوتی ہے وہ میز کے نیچے نصب بٹن دبا کر ویٹریس کو طلب کرسکتا ہے۔"

میں نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا۔ افریقہ کی ایک پس ماندہ ریاست میں اس قسم کی پرتعیش آسائشات مہیا کرنا ایگلز جیسی تنظیم کا ہی حصہ تھا۔

چند ہی لمحوں کے اندر اندر ایک طرح دار ویٹریس مینو کارڈ لئے نمودار ہوئی اور ہم دونوں کے سامنے ایک ایک مینو رکھ کر ایک طرف کھڑی ہوگئی۔

"کھانے تم اپنی پسند سے منگواؤ گی۔" میں نے فلورا کی طرف جھک کر کہا "اس سلسلے میں مجھ سے کچھ مت پوچھنا۔"

فلورا نے مجھ سے بحث نہیں کی اور اپنی مرضی سے آرڈر نوٹ کروایا۔

"تم مجھے عام لوگوں سے مختلف لگ رہے ہو۔" ویٹریس کے جانے کے بعد فلورا نے مجھ سے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے مجھ پر فدا ہونے کی اداکاری کررہے ہو۔"

خاصا شدید حملہ تھا۔ میری طبیعت صاف ہوگئی اور مجھے سنبھل کر بیٹھ جانا پڑا، لیکن اگر جواب میں، میں اپنی صفائی پیش کرنے بیٹھ جاتا تو مجھ سے بڑا احمق کوئی اور نہ ہوتا۔

"تم بھی مجھے دوسری لڑکیوں سے مختلف لگتی ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "ایسا لگتا ہے جیسے دل و جان سے مجھ پر فدا ہوگئی ہو۔"

فلورا کو اس قسم کے جواب کی توقع نہیں تھی للذا وہ بری طرح گڑبڑا گئی "ایسی تو کوئی بات نہیں ہے..... تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"یعنی تم دل و جان سے مجھ پر فدا نہیں ہوئیں..... گویا تم بھی اداکاری کررہی ہو۔" میرا لہجہ بدستور طنزیہ تھا۔

"میری بات چھوڑو۔" اس نے سنبھالا لیتے ہوئے کہا "میں نے پہلے ہی بتادیا تھا کہ اس قسم کے مہنگے کلب کو افورڈ کرنے کے لئے مجھے دوسروں کا سہارا لینا پڑتا ہے اور یہ بڑی واضح بات ہے کہ جو دوسرا شخص اگر مجھ پر کچھ خرچ کرے گا اپنی رقم کو زیادہ سے زیادہ کارآمد بنانے کی کوشش کرے گا۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ میرے ساتھ آنے والے کسی شخص نے فلور شو دیکھنے کی خواہش ظاہر نہ کی ہو۔ سب کو کسی پرسکون گوشے کی تلاش ہوتی ہے....."

"میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں رفاقتیں خریدنے کا قائل نہیں ہوں۔ میں سمجھا تھا تم دوسری لڑکیوں سے قدرے مختلف ثابت ہوگی مگر تم بھی ویسی ہی ثابت ہوئیں۔ اگر میں ایسی ہی رفاقت کا متلاشی ہوتا تو میرے گرد حسین و جمیل لڑکیوں کا ایک غول ہوتا اور سب کی سب مجھ پر فدا ہورہی ہوتیں۔ دولت اتنی ہی بری چیز ہے فلورا۔ آدمی اگر دولت مند ہو تو اس کے لئے بڑا مسئلہ کھڑا ہوجاتا ہے۔ یہ فیصلہ کرہی نہیں سکتا کہ کون اس کی ذات سے مخلص ہے اور کس کی نظر اس کی دولت پر ہے۔ میرا خیال ہے جب آدمی کے پاس دولت آتی ہے تو وہ مخلص دوستوں کی نعمت سے محروم ہوجاتا ہے۔"

"مجھے اپنے رویے پر افسوس ہے ایڈی ڈیئر۔" فلورا نے بڑی اپنائیت سے کہا "میں تمہارا کرب محسوس کرتی ہوں لیکن میں خود کو بے قصور سمجھتی ہوں۔ میرا قصور اگر ہے تو صرف اتنا کہ مجھے اچھی جگہوں پر آنے جانے کا شوق ہے جس کی وجہ سے مجھے غیر اخلاقی حرکات میں ملوث ہونا پڑتا ہے۔ جس طرح مال و متاع مسئلہ ہے اسی طرح حسن ایک وبال ہے۔ ہر شخص ہمدردی کا لبادہ اوڑھ کر چلا آتا ہے۔ مجھے بتاؤ میں کیسے طے کروں کہ کون میرے لئے مخلص ہے؟"

"میں سمجھتا ہوں" میں نے ہمدردی کا مظاہرہ کیا "تمہارے ساتھ بھی وہی مسئلہ ہے لیکن اصل چیز ذہنی ہم آہنگی ہے۔ لوگ میری ہاں میں ہاں تو ملاتے ہیں مگر ان کا عمل ان کے قول کی نفی کرتا ہے۔ میں کسی بھی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اس یکسانیت سے اکتا چکا ہوں۔ شاید زندگی کے معمولات سے اکتا کر آج پہلی بار اس طرف نکل آیا تھا۔"

ویٹریس کھانا لے آئی تھی اور میز پر چن رہی تھی۔ اس دوران مکمل خاموشی رہی۔ غالباً فلورا ایک مشکل شکار سے نبرد آزما ہونے کے لئے حملے کے کسی نئے زاویے پر غور کررہی تھی۔

"تم نے اپنے بارے میں کچھ بتایا نہیں۔" ویٹریس کھانا لگا کر چلی گئی تو فلورا نے مجھ سے کہا۔

"تم نے اس کا موقع ہی کب دیا۔" میں نے مسکرا کر کہا "اور ویسے بھی میرے پاس بتانے کو کچھ زیادہ نہیں ہے۔ میں ایک چھوٹا سا کاروباری آدمی ہوں۔ امپورٹ کے کاروبار سے اتنی آمدنی ہوجاتی ہے کہ دال روٹی چلتی رہے۔"

"واہ۔" فلورا ہنس پڑی "کسر نفسی ہو تو ایسی..... جتنی رقم تم میرے سامنے خرچ کرچکے ہو صرف اس سے ایک پورا گھرانہ اپنے مہینے بھر کے اخراجات پورے کرسکتا ہے۔"

"اسے میں کسر نفسی نہیں کہتا۔ اس لئے کہ میں ہمیشہ اپنا موازنہ اپنے سے بڑے لوگوں سے کرتا ہوں۔ ان کے مقابلے میں میں واقعی اتنا ہی غریب ہوں۔ میں ہمیشہ امراء کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس سے آدمی کی حیثیت اور مرتبے میں اضافہ ہوتا ہے۔ آدمی جتنی زیادہ فضول خرچی کرتا ہے۔ اتنا ہی معاشرے میں اس کے وقار اور مرتبے میں اضافہ ہوتا ہے۔"

"اپنی موجودہ روش پر چلتے رہوگے تو واقعی غریب ہوجاؤ گے۔" فلورا نے کہا۔

"امارت ہو تو پوری طرح ہو، غربت ہو تو پیٹ بھر کے ہو۔" میں نے بے پروائی سے کہا "مجھے درمیان میں معلق رہنا پسند نہیں ہے۔"

"عجیب آدمی ہو۔ لوگ تو دولت حاصل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور تم اتنی بے پروائی سے بات کررہے ہو۔"

"میں بھی دولت کے حصول کا کوئی موقع گنوانے کا قائل نہیں ہوں۔ خواہ اس میں کتنا ہی بڑا خطرہ کیوں نہ مول لینا پڑے۔"

میں فلورا کو موقع دے رہا تھا کہ وہ مجھے جوا کھیلنے کی ترغیب دے۔ یوں تو یہ کام میں خود بھی کرسکتا تھا لیکن میرے جو عزائم تھے ان کے لئے ضروری تھا کہ کسی کو یہ شبہ نہ ہونے پائے کہ میں خود سے وہاں آیا ہوں۔ ان لوگوں کو یہ تاثر دینا ضروری تھا کہ مجھے وہاں گھیر کر لایا گیا ہے۔

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ موقع ملنے پر تم جوا کھیلنے سے بھی دریغ نہیں کروگے۔" فلورا نے کہا اور میں ہنس پڑا۔

"دریغ نہ کرنے کی بھی خوب رہی۔ ارے میں تو اکثر و بیشتر کھیلتا رہتا ہوں لیکن چھوٹا موٹا کھیل مجھے سخت ناپسند ہے۔ کھیل لمبا ہونا چاہئے۔ آر یا پار والا معاملہ اچھا رہتا ہے۔"

فلورا نے مجھے بڑے غور سے دیکھا۔ یوں جیسے اندازہ کرنا چاہتی ہو کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس میں کتنی صداقت ہے لیکن میرے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ میں تو سر جھکائے کھانا کھانے میں مگن تھا۔

"کیا تم یہاں بھی اسی ارادے سے آئے تھے؟" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فلورا نے کہا اور میں نے چونک جانے کی اداکاری کی۔

"کس ارادے سے؟" میں نے اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جوا کھیلنے کے ارادے سے؟"

"خاص اس مقصد سے تو نہیں آیا تھا لیکن اگر موقع مل جائے تو میں ہرگز دریغ نہیں کروں گا۔"

"گویا پیسہ ہی تمہارا مقصد حیات ہے؟" فلورا نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ شاید اسے اپنی توہین کا خیال آگیا تھا جس کا سبب میں تھا۔

"دنیا میں ہر شخص کا مقصد حیات یہی ہوتا ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا "فرق بس اتنا ہے کہ کوئی اس کا اعتراف کرلیتا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔"

فلورا نے مجھے گھور کر دیکھا "جن لوگوں کا مقصد حیات صرف پیسہ ہوتا ہے وہ اسے اتنی بے دردی سے خرچ نہیں کرتے۔" اس نے بھنا کر کہا "معلوم نہیں کیوں تم مجھ سے غلط بیانی کررہے ہو۔"

"ہر دو افراد کے درمیان طرز فکر کا فرق ضرور ہوتا ہے۔ اس طرز فکر کے باعث رویوں اور رد عمل میں بھی فرق ہوتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔ زندگی کو برتنے کا میرا اپنا ایک انداز ہے۔ اگر کوئی اور یہ چاہے کہ میں اس کے انداز میں زندگی کو برتوں تو ظاہر ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ میں دولت کے حصول کے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں مگر میں جو کچھ کماتا ہوں اگر اسے خرچ ہی نہ کروں تو پھر محنت کرنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟"

"تم تو سنجیدہ ہوگئے۔" وہ ہنسنے لگی "میں نے تو یوں ہی ایک بات کہہ دی تھی ورنہ مجھے کیا...... میں خود تو کھیلتی نہیں لیکن اگر تم کھیلنا چاہو گے تو تمہاری رہنمائی کرنا میں اپنا فرض سمجھوں گی۔"

"تم جیسے حسین ساتھی کی صحبت میں کھیلنے کا لطف دوبالا ہوجائے گا۔" میں نے اسے شرارت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس تم اس قسم کی باتیں مت کرو۔ تمہارے منہ سے یہ باتیں مجھے زہر لگتی ہیں۔ تم تو بس دولت کی باتیں کرو۔"

"آج لک میرے ساتھ ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا "تم دیکھ لینا، تم میرے ساتھ ہوگی تو جیت میرا مقدر بن جائے گی۔"

"یہاں کھیل بڑے پیمانے پر ہوتا ہے۔" فلورا سنجیدگی سے بولی "کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی لمبے نقصان سے دوچار ہوجاؤ۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے ذہنی طور پر شکست کے لئے آمادہ کررہی ہے۔ اس کی اس بات سے یہ چیز بھی یقینی ہوگئی تھی کہ یہاں پر کھیلنے والا جیت کر نہیں جا سکتا۔ ایک اسی کلب پر کیا منحصر تھا۔ یہ تو دنیا بھر کے قمار خانوں کا دستور ہے اگر یہ نہ ہو تو تمام قمار خانے ویران ہوجائیں۔

"جس چیز میں بڑے نقصان کا خدشہ ہو تو اس میں بڑا فائدہ ہو ہی نہیں سکتا لہٰذا اس طرف سے بے فکر رہو۔"

کھانا کھانے کے بعد فلورا مجھے لے کر قمار خانے میں پہنچ گئی۔ ایک کشادہ ہال تھا جس میں ایک طرف بار کاؤنٹر بھی بنا ہوا تھا۔ اگرچہ وہاں طبقہ امراء سے تعلق رکھنے والے متعدد افراد نظر آرہے تھے لیکن اس کے باوجود وہاں ہر قسم کا نشہ کیا جارہا تھا۔ شرابوں کے جام تو خیر ہر میز پر نظر آرہے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہاں آزادانہ طور پر چرس بھی پی جارہی تھی۔ کئی ایگزاسٹ فین چلنے کے باوجود فضا مسموم ہورہی تھی۔ متعدد میزوں پر پوکر، برج اور فلیش ہورہا تھا۔ رنگ برنگے ٹوکنوں کی ڈھیریاں ادھر سے ادھر ہورہی تھیں۔ ہر میز پر ایک لڑکی ضرور موجود تھی۔ میں نے ایک نظر ہی میں اندازہ کرلیا کہ وہاں پر موجود تمام لڑکیاں کلب کی ملازم ہیں۔

"کیا کھیلنا پسند کروگے؟" فلورا نے دروازے کے پاس کھڑے کھڑے مجھ سے پوچھا۔

"فلیش کے علاوہ اور کچھ مجھے آتا ہی نہیں۔" میں نے سادگی سے کہا اور فلورا مجھے لے کر ایک میز کی طرف بڑھ گئی۔ اس میز پر پہلے سے دو افراد موجود تھے جو فلیش ہی کھیل رہے تھے۔ ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ ہماری طرف متوجہ ہوگئے۔ اپنے اطوار سے وہ لوگ ہرگز بڑے طبقے کے نمائندہ نہیں لگتے تھے مگر ان کے جسم پر نظر آنے والے لباس انہیں امیر ہی ظاہر کرتے تھے۔ یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ تمام قمار خانوں میں اسی قسم کے ملازمین بھرتی کئے جاتے ہیں جو دیکھنے میں کچھ نظر آتے ہیں اور ان کی حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔ یہ لوگ شارپر ہوتے ہیں اور بے ایمانی کے ذریعے لوگوں کی جیبیں خالی کرالیتے ہیں۔ اس کے عوض انہیں معقول تنخواہ ملتی ہے اور قانون سے تحفظ الگ فراہم ہوتا ہے۔

"خوش آمدید جناب۔" ان میں سے ایک شخص نے اٹھ کر بڑی گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "میں ٹونی ہوں اور یہ ایڈگر ہے۔" اس نے اپنے بیٹھے ہوئے ساتھی کی طرف اشارہ کیا۔ حلیوں کی طرح ان کی نام بھی بدمعاشوں والے ہی تھے۔

"میں ایڈم ڈی فلوک ہوں اور یہ میری دوست فلورا۔" میں نے بھی جواباً گرم جوشی کا مظاہرہ کیا اور پھر ہم دونوں خالی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"فلیش جب تک کم از کم تین افراد کے درمیان نہ ہو اس وقت تک لطف ہی نہیں آتا۔" ایڈگر نے کہا "بدقسمتی سے ہمیں کوئی تیسرا آدمی کھیلنے والا نہیں مل رہا تھا...."

"میں آپ سے متفق ہوں مسٹر ایڈگر۔" میں نے کہا "لیکن میں یہاں پہلی بار آیا ہوں اس لئے ذرا ابھی جھجک رہا تھا۔ مس فلورا البتہ یہاں آتی رہتی ہیں اس لئے ان کی معیت میں میں بھی آگیا۔"

ایک باوردی ویٹر ٹیبل کے نزدیک آکھڑا ہوا تھا۔ فلورا نے مجھ سے کہا "کھیلنے کے لئے ٹوکن منگوالو۔"

میں نے جیب سے پرس نکال کر فلورا کے حوالے کردیا "یہ نیک کام تم اپنے ہاتھوں سے سرانجام دوگی۔"

فلورا نے پرس مجھ سے لے لیا جو بڑے بڑے نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔ ٹونی اور ایڈگر نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پرس اس طرح فلورا کے حوالے کردینے سے انہوں نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہوگا کہ ایک بہت بڑا گدھا ان کے چنگل میں پھنس گیا ہے۔ میں ان کی نظروں سے بظاہر بے نیاز قربان ہوجانے والے انداز میں فلورا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اس میز پر موجود تمام لوگ میرے مہمان ہیں۔" میں نے اچانک چونک کر کہا "آپ لوگ اپنے لئے اپنی پسندیدہ چیزیں منگوا سکتے ہیں۔ بل کی ادائیگی میں کروں گا۔"

فلورا نے چند بڑے نوٹ نکال کے ویٹر کے حوالے کر دیے تھے اور وہ ٹوکن لینے کے لئے چلا گیا تھا۔ فلورا نے پرس میری طرف بڑھایا تو میں نے بے پروائی سے کہا "آج کی رات یہ سب حساب کتاب تم ہی سنبھالو۔ میں تو صرف کھیلوں گا۔ تم تو میری لک ہو۔ مجھے یقین ہے کہ میں اس میز سے جیت کر ہی اٹھوں گا۔"

"کیوں نہیں مسٹر ایڈم ڈی فلوک۔" ٹونی نے کہا۔ اس کے لہجے میں ہلکا سا تمسخر تھا جسے میں نے نظرانداز کردیا۔

"کھیل میں ہار جیت تو ہوتی ہی رہتی ہے مسٹر ٹونی۔" میں نے کہا "لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ کھیل تفریحاً ہی کھیلا جائے اور جو فریق بھی ہارے وہ اسے اپنی انا کا مسئلہ نہ بنائے۔"

"ہم تو خیر ان چیزوں کے عادی ہیں۔" ٹونی نے کہا "لیکن آپ نئے معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کو اس بات کا زیادہ خیال رکھنا ہوگا۔"

"مجھے ہارنے کا بہت تجربہ ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "آج فلورا کی لک پر جیتنے کا تجربہ بھی ہوجائے گا۔"

"آپ کو مس فلورا پر بڑا مان ہے۔" ایڈگر نے کہا "کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مان ٹوٹ جائے۔"

"فلورا میری لک ہے۔" میں نے فلورا کو میٹھی نظروں سے دیکھا "آج سے قبل میں جیتنے کے معاملے میں کبھی اتنا پُر یقین نہیں ہوا جتنا آج ہوں۔"

ان لوگوں نے بے پروائی سے شانے جھٹکے جیسے کہہ رہے ہوں ہماری طرف سے جہنم میں جاؤ۔

تھوڑی ہی دیر میں ٹوکن آئے اور کھیل شروع ہوگیا۔ کھیل شروع ہوتے ہی فلورا کرسی کھسکا کر میرے برابر آگئی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ ویسے تو وہ دونوں شارپر تھے لیکن انہیں بھی مدد کی ضرورت پڑسکتی تھی۔ اس وقت جب پتے انہوں نے خود بانٹے ہوں اور یہ مدد انہیں فلورا فراہم کرتی۔ میرے پتے دیکھ کر انہیں اشارہ کردیتی۔

میں بہت اناڑی پن سے کھیل رہا تھا اس لئے فلورا کو دخل اندازی کرنے کی ضرورت پیش نہیں آرہی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ آدھ گھنٹے کے اندر اندر میرے ٹوکن ختم ہوگئے اور میں نے فلورا سے مزید ٹوکن منگوانے کی فرمائش کردی۔

مزید ٹوکن آنے کے بعد میں مزید ڈیڑھ گھنٹے تک ہارتا رہا۔ اس دوران فلورا مجھ سے تقریباً چپکی بیٹھی رہی تھی۔

آدھے گھنٹے بعد اتفاق سے میرے پاس اچھے پتے آگئے۔ ٹونی اور ایڈگر نے محض چند چالیں چلنے کے بعد پتے پھینک دیے۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ فلورا نے انہیں میرے پتوں سے آگاہ کردیا ہے۔

"اب تم دیکھنا نہیں" میں نے احمقانہ انداز سے مسکرا کر کہا "لک ذرا دیر سے شروع ہوئی مگر ہوگئی۔"

میں نے پتے سمیٹ کر پھینٹے اور ایڈگر سے کٹوا کر بانٹ دیے۔ اس دوران میں اپنا کام کرچکا تھا۔ تینوں میں سے کوئی بھی میرا کرتب نہیں دیکھ سکا تھا۔ شروع میں چند چالیں بلائنڈ چلی گئیں۔ ان چالوں کے دوران میں ہر دفعہ چال کی رقم بڑھا دیتا تھا۔ وہ لوگ چند ہی چالوں میں پریشان ہوگئے لیکن ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ اپنے پتے اٹھا لیتے۔ ان دونوں کے پاس اچھے پتے تھے لہٰذا وہ کھیل جاری رکھنے پر آمادہ ہوگئے۔ میں مستقل کٹ کررہا تھا اور ہر دفعہ چال دگنی کرنے کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ چند ہی منٹ کے اندر اندر تمام ٹوکن میز کے وسط میں پہنچ چکے تھے۔

"اب بہت ہوگئی۔" ٹونی نے مجھ سے کہا "بلائنڈ کھیلنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔"

"لک میرے فیور میں آگئی ہے.... فلورا ٹوکن اور منگواؤ۔" میں نے بڑی بے نیازی سے کہا۔ مجھے اپنے پتے دیکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ میرے علم میں تھے بلکہ میرے علم میں تو ان دونوں کے پتے بھی تھے۔

"کھیل خواہ مخواہ لمبا ہورہا ہے۔" ایڈگر بولا "جب تک تم کٹ دیتے رہوگے ہم سائڈ شو بھی نہیں لے سکتے۔"

"اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم لوگ سائڈ شو لے سکتے ہو۔"

ان دونوں نے مجھے گھور کر دیکھا مگر کچھ کہے بغیر سائڈ شو لے لیا۔ ٹونی کے پاس فرسٹ راؤنڈ تھا اور ایڈگر کے پاس تین دُگیاں .... ٹونی نے پتے پھینک دیے اور میرے اور ایڈگر کے درمیان مقابلہ شروع ہوگیا۔

"کیا بقیہ رات بلائنڈ ہی کھیلتے رہوگے؟" ایڈگر نے مضحکانہ انداز میں کہا اور میں نے سنجیدگی سے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"اب جبکہ لک میری فیور میں آگئی ہے تو جس طرح میرا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جی چاہے گا کھیلوں گا۔"

"پتے اٹھالو ڈیئر۔" فلورا نے اٹھلا کر کہا "اگر خدانخواستہ تمہارے پاس ہلکے پتے ہوئے تو۔۔۔"

"یہ ممکن ہی نہیں ہے۔" میں نے بڑے یقین سے کہا "تم میری لک ہو، تمہاری موجودگی میں ہارنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"گزشتہ دو گھنٹوں سے تم جیت ہی تو رہے ہو۔" ٹونی نے طنزیہ لہجے میں کہا مگر میں نے اس کے طنز کو یک سر نظر انداز کر دیا۔

"فیصلہ تو کھیل کے اختتام پر ہوتا ہے۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "اور آج تو لک میرے فیور میں ہے۔ آج میں کیسے ہار سکتا ہوں۔" میں نے فلورا کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

چند مزید چالیں چلنے کے بعد میں نے پتے اٹھا لئے۔ اس وقت تک میرے اندازے کے مطابق جتنی رقم میں ہارا تھا اس سے دگنی میز پر پڑی تھی۔ میں نے بڑی احتیاط سے پتے دیکھے۔ اس قدر احتیاط سے کہ فلورا بھی نہیں دیکھ سکی۔ پتے دیکھنے کے بعد میں نے انہیں دوبارہ میز پر رکھا اور چال چل دی۔ ایڈگر نے متوقع نظروں سے فلورا کی طرف دیکھا مگر وہ بے چاری تو کچھ دیکھ ہی نہیں سکی تھی۔

"لاؤ ڈیئر! میں بھی تو دیکھوں تمہارے پاس کیا ہے۔" فلورا نے پتوں کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر میں نے اسے روک دیا۔

"یہ کیا غضب کر رہی ہو۔" میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "کھیلنے کا شعبہ میرا ہے۔ اس میں دخل دو گی تو ساری لک رخصت ہو جائے گی۔"

ایڈگر کا چہرہ اتر گیا۔ وہ لوگ ویسے کھیل ہی نہیں سکتے تھے چنانچہ چند اور چالیں چلنے کے بعد اس نے شو لیا اور ہار گیا۔

"میں نہ کہتا تھا کہ تم میری لک ہو" میں نے فلورا کی طرف دیکھا اور سارے ٹوکن سمیٹ کر اپنے سامنے رکھ لئے۔ ٹونی اور ایڈگر کے چہرے فق ہو گئے تھے۔

اس کے بعد میں مسلسل جیتتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ دو بج گئے۔ دو بجے کلب بند ہو جاتا تھا۔ اس وقت تک میرے سامنے ٹوکنوں کا انبار لگ چکا تھا۔ وہ دونوں ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے تھے اور مجھے کینہ توز نظروں سے گھور رہے تھے مگر میں ان کی نظروں سے بے نیاز ٹوکن شمار کر رہا تھا۔

"اب یہ ٹوکن کیش کرواؤ ڈارلنگ" میں نے فلورا سے کہا "میں نہ کہتا تھا کہ تم میری لک ہو۔"

فلورا مسکرائی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ دل پہ جبر کر کے مسکرائی ہے۔ پھر اس نے ویٹر کو بلا کر اس سے ٹوکن کاؤنٹر پر لے چلنے کو کہا۔ میں نے اٹھنے سے قبل ٹونی اور ایڈگر سے ہاتھ ملایا۔

"میں پھر یہاں آؤں گا دوستو۔" میں نے مسکرا کر کہا "اور اپنی لک کے ساتھ آؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ جیت دوبارہ میرا مقدر بنے گی۔"

مسکرانے کی کوشش میں ان دونوں کے ہونٹ کھنچ کر رہ گئے تھے۔ اس سے قبل میں انہیں فلورا کو کسی قسم کا اشارہ کرتے بھی دیکھ چکا تھا لیکن مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔

میں فلورا کے ساتھ اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا جہاں ٹوکنوں کے عوض حاصل ہونے والی خطیر رقم مجھے ایک بریف کیس میں رکھ کر پیش کی گئی۔

"ہمارا کلب آپ کے لئے خوش قسمت ثابت ہوا ہے جناب۔" کاؤنٹر پر موجود گنجے نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ "ہمیں توقع ہے کہ آپ آئندہ بھی یہاں آتے رہیں گے۔"

"تمہارا کلب نہیں بلکہ فلورا میری لک میرے ساتھ تھی اس لئے میں جیتا۔ اب آئندہ میں فلورا کے بغیر نہیں کھیلوں گا۔"

رقم سے بھرا ہوا بریف کیس لے کر میں فلورا کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہال سے باہر نکل آیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ مجھے گھیرنے کی کوشش کی جائے گی۔ میں یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ فلورا مجھے غلط راہداریوں میں لے جا رہی ہے۔ میں نے فلورا پر کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا اور اس سے رومینٹک گفتگو کرتا ہوا اس کے ساتھ چلتا رہا۔ پھر ایک راہداری سے مڑتے ہی مجھے اور فلورا کو رک جانا پڑا۔ سامنے ہی ٹونی اور ایڈگر کھڑے تھے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور نظر آ رہے تھے اور چہرے پر خوفناک تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔

"اپنے ہاتھ اٹھالو۔" ٹونی نے سفاکانہ انداز میں کہا "آج تک کوئی شخص ہم سے جیت کر نہیں جا سکا۔"

فلورا کے منہ سے ایک مریل سی چیخ برآمد ہوئی جبکہ میں نے بریف کیس سمیت اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔ میں ایک ایسے کلب میں دو ریوالوروں کی زد میں تھا جو مادام کلارا کا گڑھ تھا۔

"اب ہم دیکھیں گے کہ تمہاری لک تمہیں کیسے بچاتی ہے۔" ایڈگر نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ اس کا اشارہ فلورا کی طرف تھا۔ فلورا اگرچہ انہی لوگوں کی ساتھی تھی لیکن میں نے اس کے سلسلے میں جو رویہ اپنایا تھا اس کے پیش نظر یوں معلوم ہوتا تھا جیسے میں اس کا اسیر ہو کر رہ گیا ہوں۔ ان لوگوں نے بھی یہ ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا کہ فلورا ان کی ساتھی ہے اور فلورا نے بھی اپنے ہاتھ اٹھا لئے تھے مگر اس کے چہرے پر وہ گھبراہٹ نہیں تھی جو ایسے مواقع پر ہونی چاہئے۔

میں اسے کیا بتاتا کہ میری اسی لک نے تو مجھے ان لوگوں کے چنگل میں لا کر پھنسایا ہے۔ میں اس سے یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں ان کے گٹھ جوڑ سے واقف ہوں۔ مجھے تو خود کو انجان ہی ظاہر کرنا تھا۔ وہ دونوں چھٹے ہوئے بدمعاش تھے اور انہوں نے مجھے ایک سنسان راہداری میں گھیرا تھا۔ وہ دو تھے اور میں اکیلا تھا۔ وہ مسلح تھے اور میں نہتا تھا اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ضرورت پڑنے پر ان کی مدد کے لئے ان کے بہت سے ساتھی بھی آ سکتے تھے۔ اگرچہ یہ بات ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہو گی کہ انہیں کسی کی مدد کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے۔ وہ اتنے ہی پُراعتماد تھے۔

"دیکھو، تمہارا جو بھی معاملہ ہے میرے ساتھ ہے، خبردار جو تم نے میری محبوبہ کی طرف نظریں اٹھا کر بھی دیکھا۔" میں نے برا مانتے ہوئے کہا "تمہیں رقم چاہئے تو لے لو لیکن اسے میرے ساتھ رہنے دو۔"

میرے جواب پر ان لوگوں سے زیادہ حیرت فلورا کو ہوئی تھی۔ شاید میں اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ ٹونی اور ایڈگر تو مجھے بے وقوف سمجھ رہے تھے لیکن فلورا کس طرح بے وقوف سمجھتی؟ جب میں نے جیتنا شروع کیا تھا اس کے بعد اسے اپنے پتے تک نہیں دیکھنے دیے تھے۔

"ہم تم سے رقم بھی چھین لیں گے اور تمہاری محبوبہ کو بھی اغوا کر لیں گے۔" ٹونی نے کہا۔ وہ لوگ مجھ سے تفریح لینے کے موڈ میں آ گئے تھے۔ انہیں معلوم ہو گا کہ رات کے ڈھائی بجے کلب کی اس سنسان راہداری میں کسی غیر متعلقہ شخص کی آمد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

"اگر تم نے اس قسم کی کوئی حرکت کی تو میں تم لوگوں کی شکایت کر دوں گا۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "جس شخص پر مجھے غصہ آ جائے میں اس کا پیچھا آسانی سے نہیں چھوڑتا۔"

"کس سے شکایت کرو گے مسٹر ایڈم ڈی فلوک؟" ایڈگر نے ہنس کر کہا۔ "اور کیا شکایت کرو گے؟"

"میں کلب کے ذمے دار افراد سے تم دونوں کی شکایت کروں گا۔ اگر انہوں نے میری بات پر کان نہیں دھرے تو پھر میں پولیس میں رپورٹ درج کرا دوں گا۔ تم مجھے نہیں جانتے۔ میں بہت خطرناک آدمی ہوں۔"

"ان لوگوں سے بحث مت کرو ایڈی!" فلورا نے دھیمی آواز میں کہا "یہ اچھے لوگ نہیں معلوم ہوتے۔ رقم خاموشی سے ان کے حوالے کر دو۔"

"میں نے کب انکار کیا ہے۔" میں نے جھنجلا کر کہا "لیکن میں یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔"

ٹونی اور ایڈگر کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آئے "یعنی تمہیں اس بات کا افسوس نہیں ہو گا کہ تم سے ایک خطیر رقم چھین لی گئی؟" ٹونی نے حیرت سے کہا۔

"یہ خطیر رقم ہے؟" میں نے حقارت سے کہا "تم جیسے غریبوں کے لئے یہ خطیر رقم ہو گی۔ میں تو اس سے کئی گنا زیادہ رقمیں ایک ہی رات میں ہار جاتا ہوں۔"

ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ آپس میں کوئی بات کی اور پھر ایڈگر نے مجھ سے کہا "تمہارے بائیں جانب جو دروازہ ہے اسے کھولو اور اندر داخل ہو جاؤ۔"

"چلو فلورا۔" میں نے کہا۔ ان لوگوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور میں فلورا کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ دروازہ میں نے کھلا ہی چھوڑ دیا تھا۔ یہ اعلیٰ درجے کے فرنیچر سے آراستہ ایک بیڈ روم تھا۔ کمرے کے وسط میں ڈبل بیڈ تھا۔ ایک کونے میں ایک رائٹنگ ٹیبل اور ایک کرسی تھی اور ایک دیوار کے ساتھ ایک عدد صوفہ سیٹ بھی رکھا نظر آ رہا تھا۔ میں نے رقم سے بھرا ہوا بریف کیس رائٹنگ ٹیبل پر رکھا اور خود بیڈ پر جا کر بیٹھ گیا۔ فلورا کو بھی ہاتھ پکڑ کر میں نے اپنے برابر ہی بٹھا لیا تھا۔

ٹونی اور ایڈگر میرے عقب میں کمرے میں داخل ہوئے تھے اور انہوں نے دروازہ بھی بند کر دیا تھا۔ موجودہ صورتِ حال سے سب سے زیادہ متاثر فلورا نظر آ رہی تھی۔ اس کے لئے نہ صرف اپنی حیثیت کا تعین کرنا دشوار تھا بلکہ اپنا ردِ عمل ظاہر کرنا بھی ایک مسئلہ تھا۔ اندرونی طور پر تو وہ ان سے ملی ہوئی تھی مگر ان سے تعلق بھی ظاہر نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی ہمدردیاں ان لوگوں کے ساتھ تھیں مگر اسے میرا ساتھ دینا پڑ رہا تھا۔ حالات کے موجودہ نہج کی ذمے دار وہی تھی۔ اس نے اپنا رول عمدگی سے نبھایا ہوتا تو میں جیت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نہیں سکتا تھا' ہارتا ہی رہتا اور جب میں ہارتا ہی رہتا تو یہ خرابی پیدا نہ ہونے پاتی۔

"تم فکر مت کرو فلورا!" میں نے فلورا کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر سہلاتے ہوئے کہا "شاید یہ لوگ میری طرح ہارنے کے عادی نہیں ہیں اس لئے انہیں رقم کی طرف سے تھوڑی سی فکر لاحق ہو گئی ہے ورنہ یہ دل کے برے نہیں معلوم ہوتے۔"

"ہاں' ہم بہت اچھے لوگ ہیں۔" ایڈگر نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم سے رقم لینے کے بعد تمہاری محبوبہ کی پوجا کریں گے۔"

میں اس کے جملے کا مطلب اچھی طرح سمجھتا تھا لیکن اس وقت میں نے طے کر رکھا تھا کہ ہر بات کا مطلب غلط ہی سمجھوں گا لہٰذا ایڈگر کی اس بات پر بھی میں نے خوشی کا اظہار کیا۔ "دیکھا' میں نہ کہتا تھا' یہ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ اب یہ خود ہی تمہاری پوجا کرنے کو کہہ رہے ہیں۔" پھر میں ان دونوں سے مخاطب ہوا۔ "تمہارا شکریہ دوستو! میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم فلورا کو کچھ نہ کہو۔ اتنی عزت افزائی کی ضرورت نہیں کہ تم اس کی پوجا ہی کرنے بیٹھ جاؤ۔"

اگرچہ وہ لوگ مجھے ابتدا ہی سے سادہ لوح سمجھ رہے تھے لیکن انہیں مجھ سے اتنی حماقت کی توقع بھی نہیں تھی۔ ایک لمحے کو تو یوں محسوس ہوا جیسے انہیں اپنی سماعت پر یقین ہی نہ آیا ہو پھر ٹونی نے ایک طویل سانس لی۔ "تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ فلورا سے دست بردار ہو جاؤ۔" اس نے اپنے ریوالور والے ہاتھ کو جنبش دیتے ہوئے کہا "ورنہ ہمیں کچھ ناگوار فرائض انجام دینے پڑیں گے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "فلورا میری لک ہے۔ تم اسے مجھ سے جدا نہیں کر سکتے۔" دونوں ہنسنے لگے۔ "ضد مت کرو اچھے بچے۔" ایڈگر نے الفاظ چباتے ہوئے کہا۔ "کیوں کہ ہم ضد کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا کرتے ہیں۔"

"اور لاش اس طرح غائب کر دیتے ہیں کہ کبھی اس کا سراغ مل ہی نہیں سکتا۔" ٹونی نے مضحکہ خیز سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ مجھ سے واقف نہیں ہو۔ میں اچھوں کے ساتھ اچھا اور بروں کے ساتھ برا ہوں۔ تم فلورا کو نہیں جانے دو گے تو میں اسے زبردستی اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"اچھا" ایڈگر نے یوں کہا جیسے اسے کوئی انتہائی تعجب خیز خبر سننے کو ملی ہو۔ "یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی۔"

"سنو ایڈی!" فلورا میرے نزدیک آکر خوف زدہ سے انداز میں بولی۔ "ان لوگوں سے بحث مت کرو اور اپنی جان بچا کر یہاں سے نکل جاؤ۔ یہ لوگ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔"

"اس بات پر میں تم سے ناراض بھی ہو سکتا ہوں فلورا! تم ایڈم ڈی فلوک کو ایک بزدلانہ قدم اٹھانے کی تلقین کر رہی ہو۔"

ٹونی نے چھت شگاف قہقہہ لگایا۔ "میں نے برسوں سے اتنی مزاحیہ بات نہیں سنی تھی۔ کیا تم اکثر اسی قسم کی باتیں کرتے ہو؟"

"ضرور کرتا ہو گا۔" ایڈگر نے میرے کچھ بولنے سے قبل تیزی سے کہا "اگر اس کی باتیں تمہیں اتنی ہی پسند آ رہی ہیں تو اسے پال لیتے ہیں۔"

"اے.... میں کوئی جانور نہیں ہوں کہ تم مجھے پالنے کی باتیں کر رہے ہو۔" میں نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

میری یہ بات ایڈگر کو بہت پسند آئی اور اس نے بھی ٹونی کی طرح ایک زوردار قہقہہ بلند کیا۔ "جانور تو سب پالتے ہیں۔" اس نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "لیکن ہمارے شوق ذرا مختلف قسم کے ہیں۔"

فلورا میرے کاندھے سے لگی کھڑی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس پر خوف غالب آ رہا ہے۔ اس خوف کی وجہ غالباً یہ رہی ہو گی کہ وہ ان لوگوں کی سفاکی سے واقف تھی اور اسے میرے بے گناہ مارے جانے کے خیال سے خوف آ رہا تھا۔ اس کی اس کیفیت سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ فیلڈ ورکر نہیں ہے۔ اس کی خدمات صرف بھولے بھالے لوگوں کو پھانس کر جوئے خانے تک لے جانے اور پھر انہیں ہروانے تک ہی محدود معلوم ہوتی تھی ورنہ فیلڈ ورکر کبھی کشت و خون سے نہیں گھبراتے۔

"ایک لطیفہ اور بھی تو ہے۔" ٹونی نے اپنے مخصوص انداز میں کہا "ذرا انہیں دیکھو۔" اس نے فلورا کی طرف اشارہ کیا جو میرے کندھے سے لگی کھڑی تھی۔ "انہیں بھی اس سے ہمدردی ہو گئی ہے۔ جیسے یہ خود بڑی پارسا ہیں۔"

"ٹونی!" فلورا نے سخت لہجے میں کہا "ذرا ہوش میں آ کر گفتگو کرو۔ میرے بارے میں گفتگو کرتے وقت تمہیں اپنے اور میرے درمیان فرق ملحوظ رکھنا چاہئے۔"

"اوہ' اوہ' اوہ......" ٹونی ہنسا۔ "بلی مینڈک کو بھی زکام ہو گیا۔ شاید تم نے غور نہیں کیا کہ تمہیں اس کمرے میں لانے سے ہمارا مقصد کیا تھا؟"

"ہمارے سینوں میں بھی دل دھڑکتے ہیں فلورا ڈیئر" ایڈگر نے خالص لوفروں کے انداز میں کہا۔ "کچھ حسرتیں مچلتی ہیں۔ آج کی رات ان حسرتوں کے نکالنے کی رات ہے۔ تمہارے اس حسین سراپا پر تھوڑا سا ہمارا بھی حق ہے۔ کاش کبھی تم نے غور کیا ہوتا۔" ایڈگر نے ایک سرد آہ بھری۔ "لیکن تمہیں اپنے گاہکوں سے اتنی فرصت کہاں کہ کبھی ہم مسکینوں کے بارے میں بھی غور کرو۔"

غصے کی شدت سے فلورا کانپنے لگی۔ "اپنی اوقات میں رہ کر بات کرو ایڈگر! یہ مت بھولو کہ تمہاری کوئی غلط حرکت تمہیں کس انجام سے دوچار کر دے گی۔"

"یہ تم لوگ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو۔" میں نے پریشانی کا مظاہرہ کیا۔ "تمہاری ایک بات بھی میرے پلے نہیں پڑ رہی۔ کیسی حسرتیں اور کہاں کے گاہک؟"

"یہ بچوں کے سمجھنے کے معاملات نہیں ہیں۔" ٹونی نے مجھے چمکارا۔ "لہٰذا تمہیں ان معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہئے لیکن ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جو کچھ بھی کریں گے تمہاری آنکھوں کے سامنے کریں گے۔"

وہ دونوں ابھی تک دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے فرار ہونے کی کوشش تک کرنے کا موقع دینے کے لئے تیار نہ ہوں۔

"شکریہ" میں نے بڑی ممنونیت سے کہا "اتنی بات تو میری سمجھ میں آ گئی کہ تم لوگ میری فلورا کو مجھ سے چھینو گے نہیں۔"

"ہرگز نہیں۔" ایڈگر نے کہا "ہم اسے بھلا تم سے کیوں چھیننے لگے۔ ہم اسے تمہارے سامنے دریافت کریں گے۔ ہمارا لطف بھی دوبالا ہو جائے گا اور تمہیں بھی سنِ بلوغ تک پہنچنے میں مدد ملے گی۔"

"تم لوگ حد سے گزر رہے ہو۔" فلورا کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ "میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ تم لوگ اتنے گھٹیا پن کا مظاہرہ بھی کر سکتے ہو؟"

"زیادہ پارسا بننے کی کوشش مت کرو۔" ٹونی نے اسے گھورا۔ "یہ مکالمے اس سے بولنا جو تمہارے کرتوتوں سے واقف نہ ہو۔ پھر ہم کیوں محروم رہیں؟"

"بالکل محروم مت رہو۔" میں نے سر ہلایا "محروم رہنا بہت خراب بات ہے اس سے احساسِ محرومی پیدا ہوتا ہے جو بہت سے جرائم کا سبب بن جاتا ہے۔"

"تم خاموش رہو۔" فلورا بگڑ گئی۔ "تم ایک گھامڑ آدمی ہو۔ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس میں دخل مت دیا کرو۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔" دفعتاً ایڈگر بڑبڑایا۔ "کوئی شخص اس قدر احمق نہیں ہو سکتا اور اگر ہو تو اس قدر دولت مند نہیں ہو سکتا۔"

ایڈگر کے اس تجزیے پر ٹونی اور فلورا دونوں ہی چونک پڑے۔ ایڈگر نے ایسی بات کہی تھی جسے نظر انداز کرنا آسان نہیں تھا۔ اس کی بات میں وزن تھا۔

"احمق تم خود ہو گے مسٹر!" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "میں اپنے بارے میں ایسی باتیں سننے کا عادی نہیں ہوں۔ تم جیسے معلوم نہیں کتنے لوگ میرے ملازم ہیں اور اس خیال میں بھی مت رہنا کہ میں تم لوگوں کی باتیں نہیں سمجھ رہا۔ مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ تم لوگ فلورا کے ساتھ کوئی غلط حرکت کرنا چاہ رہے ہو۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ فلورا کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں۔" میں نے فلورا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "تم لوگوں کی بہتری اسی میں ہے کہ مجھے راستہ دے دو۔"

"ہمارے ہاتھوں میں کھلونے نہیں ریوالور ہیں۔" ٹونی نے کہا "اِدھر تم نے ایک قدم اٹھانے کی کوشش کی اور اُدھر ہم نے فائر کیا۔"

میں یوں ساکت و صامت ہو گیا جیسے ابھی تک اس حقیقت سے بے خبر رہا ہوں۔ میری حالت دیکھ کر دونوں قہقہے لگانے لگے۔ وہ میری خوف زدگی سے محظوظ ہو رہے تھے۔

"تم یہاں سے چلے جاؤ۔" فلورا نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "مجھ پر جو بھی گزرے گی بھگت لوں گی میری خاطر تم کیوں خود کو خطرے میں ڈال رہے ہو؟"

"اس لئے کہ تم میری لک ہو اور کوئی شخص بھی قسمت سے دامن نہیں بچا سکتا۔ ویسے بھی کسی کو خطرے میں چھوڑ کر چلے جانا ایڈم ڈی فلوک کی روایت کے خلاف ہے۔"

"اب ہم اپنی روایات کا عملی نمونہ پیش کریں گے۔" ایڈگر نے کہا۔ "لہٰذا تم فلورا کو چھوڑ کر اُدھر کونے والی کرسی پر بیٹھ جاؤ۔"

"یہ ممکن نہیں ہے" میں نے فلورا کو خود سے اور قریب کرتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں میں سے کسی میں ہمت ہو تو مجھے فلورا سے دور کر کے دکھا دے۔"

"معلوم ہوتا ہے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" ایڈگر نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "اگر تم اس سے دور نہ ہوئے تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

"گولی مارنا تمہارے اختیار میں ہے لیکن مجھ سے اپنا حکم منوانا تمہارے اختیار میں نہیں ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہم اپنے احکامات منوانا خوب جانتے ہیں۔" ایڈگر نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا اور پھر ٹونی کو اشارہ کرتا ہوا میری طرف بڑھنے لگا۔

"کیا تم پاگل ہوگئے ہو۔" فلورا ہذیانی انداز میں چیخی۔ "ان لوگوں کی بات کیوں نہیں مان لیتے۔ یہ تمہیں جان سے ماردیں گے۔"

"جان دے دینا گوارا ہے مگر پیچھے ہٹنا منظور نہیں ہے۔" میں نے فلورا کا بازو سختی سے پکڑتے ہوئے کہا "انہیں بھی پتا چل جائے گا کہ بعض لوگ جھکتے نہیں ٹوٹ جاتے ہیں۔"

میری نگاہ ایڈگر پر مرکوز تھی جو آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا جبکہ ٹونی ہاتھ میں ریوالور لئے پہلے سے زیادہ مستعد نظر آرہا تھا۔ اگر ایڈگر کو معمولی سا بھی خطرہ لاحق ہوتا تو ٹونی فائر کردینے سے دریغ نہ کرتا۔

میرے کسی انداز سے جارحیت ظاہر نہیں ہورہی تھی جبکہ ایڈگر بہت محتاط تھا۔ اگرچہ وہ مطمئن تھا کہ میں اس کے حق میں خطرناک ثابت نہیں ہوسکتا لیکن اس کے باوجود وہ محتاط تھا۔ غالباً وہ کسی نامعلوم سے خوف کا شکار تھا۔ اس کے اندر کی کوئی حس اسے میری جانب سے خبردار کررہی ہوگی تب ہی تو وہ اس قدر احتیاط برت رہا تھا۔ وگرنہ میں نے اپنی جانب سے انہیں یہ باور کرانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی کہ میں ایک نہایت معصوم اور بے ضرر قسم کا انسان ہوں۔ ایڈگر کی انتہائی کوشش یہ تھی کہ اس کے چہرے کے تاثرات زیادہ سے زیادہ خوفناک ہوں تاکہ میں محض اس کے تاثرات سے خوف زدہ ہوکر ان کے کہنے پر بے چون و چرا عمل کرنے کے لئے تیار ہوجاؤں مگر اسے اندازہ نہیں تھا کہ جو کچھ وہ کررہا ہے اس کے حق میں کس قدر مضر ثابت ہوسکتا ہے۔

فلورا کی خوف زدگی بڑھتی چلی جارہی تھی۔ مگر میں نے اسے اس طرح جکڑ رکھا تھا کہ وہ خود کو چھڑا نہیں پارہی تھی۔ ان لوگوں کی ساتھی ہونے کے باوجود اس کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہوگئی تھیں اور یہ کوئی ایسی انہونی بات نہیں تھی۔ میری ذات میں اسے اپنے لئے تحفظ محسوس ہوا تھا۔ جبکہ ان دونوں کی اصلیت اس پر شاید پہلی بار کھلی تھی۔ وہ اس کے ساتھی ہونے کے باوجود اس کی عزت سے کھیلنے کے درپے تھے۔ پیشہ ور عورت کی بھی ایک عزت ہوتی ہے جسے وہ بھیڑیوں کے حوالے بہرحال نہیں کرسکتی۔

مجھ سے چھ فٹ کے فاصلے پر ایڈگر رک گیا۔ اب وہ مجھ پر حملہ کرنے کے لئے کسی مناسب زاویے کی تلاش میں تھا۔ اس کے ساتھ مشکل یہ تھی کہ اسے مجھ پر حملہ کرنا تھا اور فلورا کو بچانا تھا۔ یہ بڑی مہارت کا کام تھا جو اس جیسے تھرڈ کلاس غنڈے کے بس کا روگ نہیں تھا۔ ایسے باریک کاموں کے لئے جس مہارت کی ضرورت ہوتی ہے وہ بغیر پریکٹس کے حاصل نہیں ہوسکتی اور پریکٹس کے لئے محنت کرنا پڑتی ہے۔ وقت الگ دینا پڑتا ہے۔ ایڈگر اور ٹونی جیسے غنڈے تو شرفاء پر زور چلا سکتے ہیں۔ ان لوگوں سے الجھ سکتے ہیں جو لڑائی جھگڑے سے دور بھاگتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ وہ اپنے ہی جیسوں سے مقابلہ کرسکتے ہیں۔

"میری لک میرے ساتھ ہے ایڈگر!" میں نے مضحکہ خیز انداز میں کہا "تمہارے لئے بہتری ہے کہ واپس چلے جاؤ اور یاد رکھو جس کے ساتھ لک ہو اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

ایڈگر پر میری بات کا وہی اثر ہوا جس کی مجھے توقع تھی۔ اس کے بھنچے ہوئے جبڑے مزید بھنچ گئے اور اس نے اپنی آنکھیں مزید سکیڑ لیں۔ یوں جیسے اس کی ان حرکتوں سے میری صحت پر کوئی ناخوش گوار اثر پڑ سکتا ہو۔ بلاشبہ وہ ایک غنڈہ تھا مگر اس وقت مجھے ایک مسخرہ نظر آرہا تھا۔ مد مقابل کو خوف زدہ کرنے کے لئے محض تاثرات سے کام لینا میری نظر میں مسخرہ پن کے زمرے میں ہی آسکتا ہے۔

کمرے میں بڑا بوجھل سکوت طاری ہوگیا تھا۔ ایڈگر غصے کے عالم میں تھا۔ احمق سے احمق آدمی بھی آتشیں اسلحے کی بولیوں سے واقف ہوتا ہے لہٰذا میری طرف سے تمام تر احمقانہ حرکتوں کے ارتکاب کے باوجود یہ بات اس کے حلق سے نہیں اتر رہی تھی کہ میں دو ریوالور والوں سے ذرا کیوں خوف زدہ نہیں ہوا۔ یقیناً کوئی نہ کوئی بات تھی۔ کوئی ایسی بات جسے سمجھنے سے یہ لوگ قاصر تھے۔ شاید یہی الجھن اس کے پیروں کی زنجیر بن گئی تھی اور وہ مجھ پر حملہ کرنے سے جھجک رہا تھا۔

"آگے بڑھو ایڈگر!" دفعتاً ٹونی نے جھنجلا کر کہا "ایک احمق کو ٹھیک کرنا تو محض چند لمحوں کا کام ہے تم اتنی دیر کیوں لگا رہے ہو؟"

ایڈگر نے اثبات میں سرہلایا اور بہت سنبھل سنبھل کے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ عین اسی لمحے میں نے کچھ حرکت میں آنے کا فیصلہ کیا اور فلورا کو چھوڑ کر برق رفتاری سے ایڈگر پر حملہ کردیا۔ پہلے میں نے اس کے سر پر حواس سے بیگانہ کردینے والی ضرب لگائی۔ ایڈگر کو ہاتھ پیر ہلانے تک کا موقع نہیں ملا تھا۔ سر پر ضرب لگنے کی وجہ سے اس کے حواس جواب دے گئے لیکن میں نے اسے گرنے تک کی مہلت نہیں دی اور انتہائی پھرتی سے اسے دونوں ہاتھوں کی مدد سے سر سے اوپر بلند کیا اور پوری قوت سے ٹونی پر دے مارا۔ ڈھائی من وزنی ایڈگر اس سے ٹکرایا اور ٹونی اپنے عقب میں کمرے کے دروازے سے بری طرح ٹکرایا۔ کمرے کی محدود فضا میں ایک دھماکا سا ہوا۔ ریوالور ٹونی کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ خود اس کے منہ سے کرب میں ڈوبی ہوئی ایک کراہ خارج ہوئی تھی۔ اس کے دہری چوٹ لگی تھی۔ وزنی ایڈگر کو میں نے اس پر پھینک دیا تھا اور پھر وہ دروازے سے بھی ٹکرایا تھا۔ ایڈگر تو پہلے ہی بے ہوش ہوچکا تھا۔ ٹونی بے ہوش تو نہیں ہوا تھا مگر اس کی حالت کچھ ایسی زیادہ ٹھیک بھی نہیں تھی۔ چوٹ، صدمے اور ذہنی جھٹکے نے اس کا حلیہ بدل کر رکھ دیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کے ٹونی کے ہاتھ سے گرا ہوا ریوالور اٹھالیا اور ٹونی کو اس کی زد پر لے لیا۔

"اپنے پیروں پر کھڑے ہوجاؤ ٹونی!" میں نے ریوالور لہراتے ہوئے کہا "مجھے معلوم ہے کہ موقع ملتے ہی تم ایڈگر کی جیب سے ریوالور نکالنے کی کوشش کروگے۔"

ٹونی کے پاس تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ دروازے کا سہارا لے کر بدقت تمام اپنے پیروں پر کھڑا ہوسکا۔ فلورا سناٹے کے عالم میں یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے سکتہ ہوگیا ہو۔

"اگر خیریت چاہتے ہو تو چپ چاپ ادھر کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ کوئی غلطی کرنے کی کوشش کی تو میری کارکردگی تم دیکھ ہی چکے ہو۔"

ٹونی لڑکھڑاتا ہوا بڑی مشکل سے کرسی تک پہنچا اور اس پر ڈھیر ہوگیا۔

"میں رقم سے بھرا ہوا بریف کیس تم لوگوں کے حوالے کررہا تھا مگر تم ناشکرے ہو" میں نے تنفرانہ انداز میں کہا "اگر تم نے اسی پر صبر کرلیا ہوتا تو تمہاری یہ درگت نہ بنتی۔ اب نہ تمہیں رقم ملے گی اور نہ فلورا...... کیوں ہنی؟" میں نے تائید طلب نظروں سے فلورا کی طرف دیکھا اور وہ یوں چونک پڑی جیسے ابھی تک کوئی بھیانک خواب دیکھتی رہی ہو۔

"کیا کہہ رہے ہو" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور میں ہنس پڑا۔

"میں کہہ رہا ہوں تم میری لک ہو۔ جب تک تم میرے ساتھ ہو مجھے شکست نہیں ہوسکتی۔ پہلا مظاہرہ جوئے کی میز پر ہوا تھا اور دوسرا ابھی ابھی ہوا ہے اور اب تم بھی میری اس بات سے اختلاف نہیں کرسکتیں۔"

فلورا نے میری طرف دیکھ کر پھر پلکیں جھپکائیں جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آرہا ہو مگر میں ٹونی کی طرف متوجہ ہوچکا تھا۔

"ہاں تو مسٹر ٹونی دی ڈفر! تمہارا لطف دوبالا ہوا یا نہیں؟ اور اگر کہو تو اب میں تمہیں سن باورغ تک پہنچاؤں؟"

فلورا کی طرح ٹونی نے بھی کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں پلکیں جھپکائیں اور میں اسے چڑانے والے انداز میں ہنس پڑا۔

"جتنے لوگوں کو بلند بانگ دعوے کرتے دیکھا ان سب کا حشر تم جیسا ہی ہوا۔ ڈینگیں ہانکنے والوں کی وقعت میری نظروں میں کسی رینکنے والے گدھے سے زیادہ نہیں ہوتی۔"

ٹونی اس بار بھی خاموش ہی رہا۔ اس کے اعصاب بہت بری طرح متاثر ہوئے تھے۔ بات تھی بھی ایسی ہی۔ وہ ایک یقینی جیتی ہوئی بازی ہار گیا تھا۔ اگر اس کا دماغ الٹ جاتا تو بھی کوئی زیادہ قابل تعجب بات نہیں تھی لیکن اس اثناء میں فلورا خود کو سنبھالنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ وہ بیڈ سے اٹھی اور جھپٹ کر میرے پاس آگئی۔

"سنو! تم یہاں سے نکل جاؤ" اس نے ہانپتے ہوئے کہا "جو کچھ ہوچکا ہے اسے میں کسی نہ کسی طرح سنبھال لوں گی۔"

"نہیں فلورا مائی لک! ایڈم ڈی فلوک کا کسی جگہ سے چلے جانا اس قدر آسان نہیں ہے جتنا تم نے سمجھ رکھا ہے۔ جب تک سارے معاملات طے نہیں ہوجائیں گے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ اب [illegible] سے یہ بات مت کہنا۔"

فلورا خوف زدہ سے انداز میں چند قدم پیچھے ہٹ گئی "تم آخر کیا بلا ہو؟" اس نے بے بسی سے کہا "نہتے ہوکر بھی تم نے دو مسلح غنڈوں کو قابو میں کرلیا اور اب میری بات بھی نہیں مان رہے۔ شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ میری بات نہ مان کر تم کتنی بڑی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔ تم واقعی بہت بڑے احمق ہو۔"

"میرا نام ایڈم ڈی فلوک ہے اور میں مشکلات سے نہیں گھبرایا کرتا۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال تمہارے سامنے ہے۔" میں نے ایڈگر اور ٹونی کی طرف اشارہ کیا۔

"تم سمجھتے کیوں نہیں" وہ اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کے بولی "ان لوگوں کی تو اوقات ہی کچھ نہیں ہے۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔ میری بات مانو، اب بھی یہاں سے چلے جاؤ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ورنہ معلوم نہیں کیا ہو جائے۔"

"میں سب سمجھ رہا ہوں ہنی" میں نے بلند آواز میں کہا "یہ دونوں بہت چھوٹے لوگ ہیں تبھی معمولی سی رقم کی ہار برداشت نہیں کر سکے۔ ممکن ہے ان کے کچھ اور مددگار بھی ہوں مگر میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ میرا نام ایڈم ڈی فلوک ہے۔ سمجھیں؟"

ٹونی کرسی پر ساکت بیٹھا ہم دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ ایڈگر دروازے کے ساتھ بے حس و حرکت پڑا تھا اور میں ریوالور بدست فلورا کے مقابل کھڑا تھا۔ فلورا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ مجھے یہاں سے جانے پر کس طرح رضامند کرے۔ اسے مجھ سے ہمدردی ہو گئی تھی اور اسی وجہ سے وہ میرے ساتھ بھلائی کرنے کی خواہاں تھی ورنہ اس کی بلا سے مجھ پر کچھ بھی گزرتی۔ اسے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔

"اچھا مجھے ایک بات بتاؤ" اس نے بڑی بے بسی سے کہا "تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟"

"تم میری لک ہو" میں نے نہایت سادگی سے کہا "اس کے علاوہ میں کچھ اور سمجھنا بھی نہیں چاہتا۔"

"اگر تم واقعی ایسا سمجھتے ہو تو کیا تم میری ایک معمولی سی بات بھی نہیں مان سکتے۔ اس وقت تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں تم سے بعد میں مل لوں گی لیکن اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں تم سے کبھی نہیں ملوں گی۔"

"تم ایڈم ڈی فلوک کو میدان چھوڑنے کی تلقین کر رہی ہو اور میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ یہ کسی قیمت پر ممکن نہیں ہے۔ جب تک یہ معاملہ ختم نہیں ہو جاتا' میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔ رہی یہ بات کہ تم مجھ سے نہیں ملو گی تو میں ان دھمکیوں میں آنے والا نہیں ہوں۔ تم مجھ سے ملو یا نہ ملو لیکن میں ان دونوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ انہوں نے ایڈم ڈی فلوک کو للکارا ہے۔ میں انہیں ایسی سزا دوں گا کہ یہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔"

"تم آخر چیز کیا ہو؟" فلورا زچ ہو گئی "تم پر کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔"

میں ٹونی کو موقع دے رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ مجھے غافل پا کر وہ مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔ دوسری طرف یہ بھی تھا کہ میں ایک خاص مقصد کے تحت کراؤن نائٹ کلب میں داخل ہوا تھا۔ اگر میں ٹونی اور ایڈگر جیسے غنڈوں سے الجھ کر لوٹ جاتا تو میرا وقت ضائع ہی ہوتا۔ میرا خیال تھا کہ جلد یا بدیر کوئی نہ کوئی مداخلت ضرور کرے گا لیکن اب مجھے اپنے خیال پر نظرِ ثانی کرنا پڑ گئی تھی۔ اگر کسی جانب سے مداخلت ہوتی تو اب تک ہو چکی ہوتی۔

"میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم کس بات سے خوف زدہ ہو؟" میں نے فلورا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے تمہیں کوئی خوف ہے اور تم مجھ سے بات کرتے ہوئے ہچکچا رہی ہو۔"

"جو شخص اپنا دشمن خود ہو جائے کوئی اور اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا" فلورا بڑبڑائی پھر اونچی آواز میں بولی "تمہارا جو جی چاہے کرو۔ میں اب کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گی۔"

جس وقت فلورا یہ بات کہہ رہی تھی میری پشت ٹونی کی طرف تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ جملہ ختم کرتے کرتے فلورا کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ یقیناً ٹونی مجھ پر حملہ کرنے کے لئے حرکت میں آیا تھا۔ میں بڑی پھرتی سے پلٹا۔ ٹونی بریف کیس لئے مجھ پر جھپٹ رہا تھا۔ مجھے پلٹتے دیکھ کر وہ مجھ پر حملہ کر بیٹھا لیکن میں نے نہ صرف اس کا وار خالی دیا بلکہ اس کی ٹھوڑی پر پوری قوت سے ایک گھونسا بھی رسید کر دیا۔ ٹونی کے حلق سے درد میں ڈوبی ہوئی ایک کراہ خارج ہوئی اور وہ اچھل کر دور جا پڑا۔ بریف کیس اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنی ٹھوڑی دبا رکھی تھی۔ میں لپک کر اس کے سر پر پہنچ گیا اور گریبان سے پکڑ کر اسے کھینچ کر کھڑا کر دیا۔

"تمہیں کچھ اندازہ ہوا ٹونی کہ تمہاری حیثیت میرے مقابلے میں کیا ہے" میں نے اسے جھنجھوڑ کر کہا۔

"مم...... تم...... میں تم سے معافی چاہتا ہوں" ٹونی نے اٹک اٹک کر کہا۔ اس کی باچھوں سے خون بہہ رہا تھا۔

میں نے اسے ایک زوردار دھکا دیا اور وہ ایک بار پھر لڑکھڑاتا ہوا فرش پر گر پڑا "تم نے مجھ سے معافی مانگی ہے ٹونی! اس لئے میں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے لیکن اب جو کچھ میں تم سے پوچھوں گا اگر تم نے اس کے درست جواب نہ دیئے تو میں تمہاری کسی ٹوٹ پھوٹ کا ذمے دار نہیں ہوں گا۔ سب سے پہلی بات تو یہ بتاؤ کہ مجھے کلب کے اندر گھیرنے کی ہمت تمہیں کیوں کر ہوئی؟"

ٹونی کا چہرہ میرے پہلے ہی سوال پر تاریک ہو گیا لیکن وہ بزدل آدمی تھا۔ اگر بزدل نہ ہوتا تو ایڈگر کے ساتھ مل کر مجھے نہ گھیرتا۔ اب اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ مجھ سے غلط بیانی کرتا۔ اس وقت تو وہ کسی طرح اپنی جان چھڑانے کے درپے تھا۔

"تم بہت بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہو" اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "جسے تم اپنی لک کہہ رہے ہو وہ اس کلب کی تنخواہ یافتہ ہے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی "میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھ سے غلط بیانی مت کرنا مگر تم نے ابتداء ہی غلط بیانی سے کی۔ بتاؤ تمہارا کیا حشر کروں؟"

"میں نے...... میں نے کوئی غلط بیانی نہیں کی...... تم اس سے خود پوچھ کے دیکھ لو کہ یہ کلب کی ملازم ہے یا نہیں؟" ٹونی نے خوف زدہ سے انداز میں کہا۔

"مجھے صرف یہ بتا دو کہ اگر فلورا کلب کی ملازم ہے تو اس سے میرے مصیبت میں پھنسنے کا کیا تعلق ہے؟"

"یہ تمہیں پھانس کر یہاں لائی تھی اور اسی نے تمہیں ہروایا تھا۔ اس کا کام یہی ہے اور اس بات کی تنخواہ ملتی ہے اسے۔"

میں نے فلورا کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ میں نے ہاتھ اٹھا کے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور ٹونی سے بولا "تمہیں یہ احساس بھی نہیں ہے کہ تم کس درجے کی دروغ گوئی کر رہے ہو۔ فلورا نے مجھے ہروایا نہیں بلکہ جتوایا ہے۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ یہ کس کی ملازم ہے اور کیا کرتی ہے۔ میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ یہ میری لک ہے اور دوسری بات یہ کہ مجھ سے غیر متعلق باتیں مت کرو۔ جو سوال میں نے کیا تھا مجھے اس کا جواب چاہئے۔"

"میں...... میں اور ایڈگر اس کلب کے ملازم ہیں" ٹونی نے اٹک اٹک کر کہا "ہم یہاں آنے والوں کو شارپنگ کر کے ہراتے ہیں جس کے عوض ہمیں معقول رقم ملتی ہے۔"

"تو یہ بات ہے" میں نے تفہیمی انداز میں یوں سر ہلایا جیسے ٹونی نے کوئی انکشاف کیا ہو۔ حالاں کہ میں اس حقیقت سے پہلے ہی باخبر تھا "لیکن تم کس قسم کے شارپر ہو کہ میں تمہارے سامنے سے جیت کر اٹھا؟"

"کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ جب قسمت کسی کے ساتھ ہوتی ہے تو شارپنگ کرنے کے باوجود ہم ہار جاتے ہیں لیکن ہم اس شخص سے بعد میں رقم چھین لیتے ہیں۔"

"تم لوگ بڑا نیک کام کرتے ہو" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "لیکن جب میں رقم تمہارے حوالے کرنے کو تیار تھا تو پھر تم نے بات کیوں بڑھائی؟"

ٹونی اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی تھی۔

"اس لئے نا کہ تمہاری نیت فلورا پر خراب ہو گئی تھی؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا "تمہاری اور فلورا کی حیثیتوں میں ایسا فرق ہو گا کہ فلورا تمہارے لئے شجرِ ممنوعہ بن کے رہ گئی ہو گی لہٰذا تم نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

ٹونی نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کی ساری اکڑفوں نکل کر رہ گئی تھی اور وہ خوف زدہ بھی نظر آنے لگا تھا۔

اچانک دروازے کا ہینڈل گھومتا دکھائی دیا۔ میں نے بے اختیار ریوالور کا رخ دروازے کی طرف کر دیا مگر اندر آنے والی ایک حسین و جمیل لڑکی تھی۔ کمرے کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں "یہاں کیا ہو رہا ہے؟" اس نے بمشکل کہا۔

میں نے ریوالور کی نال جھکالی "کوئی خاص بات نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا "کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں جنہیں ہم لوگ دور کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔"

لڑکی نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا پھر ٹونی اور ایڈگر کو دیکھا "باس تم لوگوں کو تلاش کر رہا تھا" اس نے ٹونی سے کہا "لیکن تم لوگ میری خواب گاہ میں کیوں داخل ہوئے ...... اور یہ شخص کون ہے؟"

"میں تم سے کہہ رہی تھی یہاں سے چلے جاؤ مگر تم نہیں مانے" فلورا نے سرگوشیانہ انداز میں کہا "اب بھگتو۔"

"اچھی لڑکی یہ بات مجھ سے پوچھو" میں نے بلند آواز میں کہا "یہ لوگ زبردستی مجھے یہاں لے آئے تھے اور فلورا کے لئے بھی ان کے عزائم اچھے نہیں تھے۔"

"مگر تم کون ہو؟" اس نے حیرت سے کہا "میں نے پہلے تو تمہیں کبھی نہیں دیکھا؟"

"میں پہلی بار یہاں آیا تھا اور اس مہربان لڑکی فلورا کے ساتھ فلش کھیلنے گیا تھا۔ یہ دونوں کھیل میں مجھ سے ہار گئے۔ میں جیتی ہوئی رقم لے کر جا رہا تھا کہ انہوں نے ہم دونوں کو اس راہداری میں روک لیا اور ریوالور کی نال پر اس کمرے میں لے آئے۔ میں رقم ان کے حوالے کرنے کو تیار تھا مگر میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ یہ فلورا پر بری نظر ڈالیں۔ انہیں اس حال کو میں نے پہنچایا ہے۔"

فلورا کے انداز سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں جان ہی نہ رہ گئی ہو۔ شاید وہ اس بات سے خوف زدہ تھی کہ کہیں یہ بات دوسرے لوگوں تک نہ پہنچ جائے۔ اسے یہ خوف ہو گا کہ معلوم نہیں میرے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جائے۔

"احاطے میں جو مرسڈیز کھڑی ہوئی ہے وہ کہیں تمہاری

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تو نہیں ہے؟" اس لڑکی نے پوچھا۔

"ہاں وہ میری ہی گاڑی ہے..... مگر تمہیں اس گاڑی کا علم کس طرح ہوا؟"

"باس بہت پریشان ہے۔ ایڈگر، ٹونی اور فلورا کا کوئی پتا نہیں چل رہا تھا اور پھر ایک مرسڈیز احاطے میں موجود تھی جس کا کوئی دعوے دار بھی نہیں تھا۔ پورا کلب خالی ہو چکا ہے اور اب اگر تم یہاں سے جانا چاہو تو بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ تم باس کی اجازت کے بغیر یہاں سے باہر نکل سکو لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ باس سے مل لو۔"

باس سے ملنے کی نوید سن کر فلورا کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ میں نے اسے محسوس کیا مگر اس پر توجہ دیے بغیر بولا "مجھے نہیں معلوم کہ تمہارا باس کون ہے اور اس سے ملاقات کس طرح ممکن ہے؟"

"تم بس میرے ساتھ آؤ" اس نے کہا اور واپسی کے لئے پلٹ گئی۔

"کاش تم میری بات مان لیتے" فلورا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اب دیکھو تم پر کیا گزرتی ہے۔"

میں نے فلورا کے شانے پر ہولے سے تھپکی دی "تم میری لک ہو فلورا! جب تک تم میرے ساتھ ہو میرا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔"

ٹونی اٹھ کھڑا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ ساتھ اس طرح چل رہا تھا جیسے کسی قیدی کو مقتل کی طرف لے جایا جا رہا ہو۔

ہم لوگ مختلف راہداریوں سے گزر کر ایک اور زینے سے ہو کر پہلی منزل پر واقع ایک ایسے کمرے کے سامنے پہنچے جس پر [illegible] تختی لگی ہوئی تھی۔ نووارد لڑکی نے دروازے پر ہو[illegible] دستک دی اور اندر داخل ہو گئی۔ ہم سب باہر ہی رک[illegible] تھے۔ ٹونی اور فلورا کا برا حال ہو رہا تھا جب کہ میں [illegible] بے پروائی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

ہم لوگ چند منٹ یوں ہی کھڑے رہے پھر کمرے کا دروازہ کھلا اور اسی لڑکی نے سر باہر نکال کر کہا "تم سب اندر آجاؤ۔"

سب سے پہلے میں نے آگے بڑھنے کے لئے قدم اٹھائے لیکن میں فلورا کا ہاتھ پکڑنا نہیں بھولا تھا۔ اس نے مجھ سے ہاتھ چھڑانے کی بھرپور کوشش کی تھی مگر یہ اس کے لئے کہاں ممکن تھا۔ چناں چہ باس کے کمرے میں اس طرح داخل ہوا کہ میرے دائیں ہاتھ میں ریوالور تھا اور بائیں ہاتھ سے میں نے فلورا کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا جب کہ ٹونی میرے عقب میں تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی بھاری تن و توش والا وہ شخص نظر آیا جو ایک بڑی میز کے عقب میں ریوالونگ چیئر پر بیٹھا تھا۔ اس کے سر پر بال نہ ہونے کے برابر تھے لیکن اس کے باوجود اسے دیکھ کر کسی کٹ کھنے کتے کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ وہ شخص رات کے تین بجے آفس میں کیوں بیٹھا تھا۔

"تمہیں میرے کمرے میں ریوالور سمیت داخل ہونے کی جرأت کیسے ہوئی؟" اس نے کاٹ کھانے والے انداز میں کہا۔

"یہ آپ کے ماتحت مسٹر ٹونی کا ریوالور ہے جناب!" میں نے بڑے ادب سے کہا "میں نے ان سے چھینا تھا۔ مجھے یہاں کے آداب معلوم نہیں تھے لیکن اگر آپ کو برا لگا ہے تو میں یہ ریوالور آپ کی خدمت میں پیش کئے دیتا ہوں" میں نے فلورا کا ہاتھ چھوڑا اور ریوالور دونوں ہاتھوں میں رکھ کر اس کے سامنے پیش کر دیا۔

"میز پر رکھ دو" اس نے اپنے مخصوص کاٹ کھانے والے انداز میں کہا اور میں نے نہ صرف ریوالور میز پر رکھا بلکہ ایک کرسی کھینچ کر اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے" وہ غرایا "کسی میں اتنی جرأت نہیں کہ وہ فاکس ٹریٹ کے سامنے بغیر اجازت بیٹھ جائے۔"

تو اس کا نام فاکس ٹریٹ ہے میں نے سوچا اور اونچی آواز میں بولا "کسی اور میں نہیں ہو گی مگر دیکھ لو ایڈم ڈی فلوک تمہارے سامنے بیٹھا ہے۔"

ٹونی ایک طرف مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑا تھا۔ ہمیں یہاں لانے والی لڑکی بھی کھڑی تھی مگر اس کا انداز مؤدبانہ تھا اور وہ فاکس ٹریٹ کی کرسی کے عقب میں کھڑی تھی۔ شاید وہ اس کی پرسنل سیکریٹری تھی۔

"تمہیں باس کے سامنے ادب ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے" فاکس ٹریٹ کے عقب میں موجود لڑکی نے کہا "بے ادبی کا مظاہرہ کر کے تم اپنے لئے مشکلات کھڑی کراؤ گے۔"

"تم کیوں کھڑی ہو فلورا" میں نے اسے کوئی جواب دینے کے بجائے فلورا کو مخاطب کیا جو دروازے کے پاس کھڑی تھی "یہ کرسیاں کس لئے ہیں۔ آؤ یہاں بیٹھ جاؤ۔" میں نے محسوس کیا کہ میری بات سن کر فلورا کے جسم میں لرزش سی پیدا ہو گئی ہے جب کہ فاکس ٹریٹ کا چہرہ مارے غصے کے سرخ ہو گیا تھا اور اس نے میز پر رکھا ہوا ٹونی کا ریوالور اٹھا لیا تھا مگر میں نے بظاہر اسے کوئی اہمیت نہیں دی جب کہ درحقیقت میں کسی بھی قسم کی صورت حال سے نمٹنے کے لئے پوری طرح تیار ہو چکا تھا۔ کمرے میں ایک عجیب

کے تناؤ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی جس سے صرف میں ہی بے نیاز نظر آ رہا تھا۔

"تم نے سنا نہیں میں نے کیا کہا ہے" میں نے فلورا کو اپنی جگہ سے نہ ہلتے دیکھ کر سخت لہجے میں کہا "تمہیں معلوم نہیں ہے لیکن میں حکم عدولی برداشت نہیں کرتا۔"

مجھے معلوم تھا کہ فاکس ٹریٹ پر قیامت گزر رہی ہے۔ اس کے ماتحتوں کے سامنے اس کی توہین ہو رہی تھی۔ ایسے میں انسان کچھ بھی کر سکتا ہے لیکن میرا اندازہ تھا کہ فاکس ٹریٹ ان لوگوں میں سے ہے جو کوئی بھی قدم اٹھانے سے قبل اچھی طرح غور و خوض کر لینے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ مبادا کہ وہ غصے سے بے قابو ہو کر مجھ پر فائر کر بیٹھے۔

"ایڈونا مجھے سب کچھ بتا چکی ہے" فاکس ٹریٹ نے اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے خاصے نرم لہجے میں کہا تھا مگر اس کی آواز غصے کی شدت سے بھاری ہو رہی تھی۔

"تم سے میں بعد میں بات کروں گا" میں نے بے پروائی سے کہا "پہلا میں فلورا کو بٹھا دوں تمہیں شاید معلوم نہ ہو، یہ میری لک ہے۔ جب تک یہ میرے ساتھ ہے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر فلورا کے نزدیک گیا اور اسے بازو سے پکڑ لیا "میری موجودگی میں تمہیں مسٹر فاکس ٹریٹ سے ڈرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ یہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔" میں نے فلورا کے بازو پر دباؤ بڑھایا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی قدم اٹھانے پر مجبور ہو گئی۔ وہ تو خیر ایک نازک سی لڑکی تھی، اگر میں توانا شخص کا بھی بازو پکڑ لیتا تو وہ میرے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہو جاتا۔

"بیٹھ جاؤ فلورا" فاکس ٹریٹ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ غالباً اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی بے عزتی کرانے سے بہتر ہے کہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں خود بھی وہی کہے "مسٹر ایڈم ہمارے مہمان ہیں۔ ان کی خواہش کا احترام کرو۔"

"دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ مسٹر فاکس ٹریٹ بہت اچھے آدمی ہیں" میں نے خوش ہو کر کہا۔ فلورا میرے برابر والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

"تو مس ایڈونا نے تمہیں مختصراً سب کچھ بتا دیا ہے" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تمہارے کلب میں یہی سب کچھ ہوتا ہے؟"

"ٹونی!" فاکس ٹریٹ نے مجھے جواب دینے کے بجائے سرد لہجے میں ٹونی کو مخاطب کیا "تمام واقعات مجھے تفصیل سے بتاؤ۔"

ٹونی نے کسی گراموفون کی طرح بجنا شروع کر دیا۔ وہ تمام واقعات بلا کم و کاست سنا رہا تھا۔ شاید اس کے اندر فاکس ٹریٹ کے سامنے جھوٹ بولنے کی ہمت نہ تھی لیکن اس نے فلورا کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔

"میں رقم ان لوگوں کے حوالے کرنے کے لئے تیار تھا مسٹر فاکس ٹریٹ!" ٹونی کے خاموش ہوتے ہی میں نے کہا "لیکن میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ یہ لوگ فلورا پر ہاتھ ڈالیں۔"

"کیا انہوں نے اس قسم کی کوئی بات کہی تھی؟" فاکس ٹریٹ نے کہا۔

"بہت واضح الفاظ میں" میں نے کہا "بلکہ انہوں نے تو یہاں تک کہا تھا کہ یہ لوگ فلورا کے ساتھ جو کچھ بھی کریں گے میری آنکھوں کے سامنے کریں گے۔"

"جواب دو ٹونی..... جو کچھ مسٹر ایڈم نے کہا وہ کس حد تک درست ہے؟" فاکس ٹریٹ کے لہجے میں بلا کی سفاکی تھی۔

ٹونی کچھ نہیں بولا۔ اس کا جھکا ہوا سر کچھ اور جھک گیا تھا۔

"تم دونوں کا جرم ناقابل معافی ہے ٹونی! تم دو مسلح افراد مل کر ایک آدمی پر قابو نہیں پا سکے اور تم نے فلورا پر بری نظر ڈال کر کلب کے قوانین کی خلاف ورزی کی ہے" فاکس ٹریٹ نے کوئی بٹن دبایا اور اس کے آفس کے دونوں پہلوؤں کی جانب نظر آنے والے دروازے کھلے اور دونوں دروازوں سے دو دو مسلح افراد اندر داخل ہوئے۔ چاروں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں نظر آ رہی تھیں۔

"اسے لے جاؤ اور میرے اگلے حکم تک اسے قید رکھو" فاکس ٹریٹ نے کہا "اور پانچ نمبر سے ایڈگر کو بھی اٹھوا لینا۔ وہ وہاں بے ہوش پڑا ہے۔"

"رحم کرو باس..... رحم کرو۔ آئندہ ایسی غلطی نہیں ہو گی" ٹونی گڑگڑانے لگا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فاکس ٹریٹ کے کانوں تک اس کی آواز پہنچ ہی نہ رہی ہو یہی حال ان لوگوں کا بھی تھا جو کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ ٹونی بری طرح چیخ رہا تھا۔ گڑگڑا رہا تھا اور فریادیں کر رہا تھا مگر وہ لوگ اسے گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے گئے۔

"تم نے دیکھا" فاکس ٹریٹ مجھ سے مخاطب ہوا "فاکس ٹریٹ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والے کا کیا انجام ہوتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے؟"

"اگر یہ اطلاع ہے تو فاضل ہے اور اگر دھمکی ہے تو اسے واپس لے لو ورنہ رائگاں جائے گی" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"میرے ایک اشارے پر تمہارے ساتھ بھی یہی سلوک ہو سکتا تھا مگر میں نے تمہیں چھوڑ دیا۔"

"مجھے چھوڑ کر تم نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ اس میں بھی تمہارا کوئی مفاد ہوگا۔"

"تم جرأت مند ضرور ہو مگر تمہاری جرأت احمقانہ حد تک بڑھی ہوئی ہے۔ یہ تمہارے لئے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔"

"آج تک تو نہیں ہوئی اور مستقبل کے بارے میں میں پیش گوئی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں لیکن تمہارے دل میں کوئی حسرت ہو تو اسے پورا ضرور کر لینا۔"

"تم مجھے چیلنج کر رہے ہو" فاکس ٹریٹ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "جانتے ہو اس کے نتیجے میں تمہارا انجام کیا ہو سکتا ہے؟"

"میں نے کبھی انجام کی پروا نہیں کی..... نہ ہی مجھے چیلنج کرنے اور بڑائی کرنے اور بڑائی ہانکنے کا شوق ہے۔ دعوے کرنے سے مجھے سخت نفرت ہے۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ ایڈم ڈی فلوک کو زندہ گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔"

فاکس ٹریٹ کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی "تمہارا نام عجیب سا ہے" اس نے نرم لہجہ اختیار کیا "کیا یہ تمہارا اصلی نام ہے؟"

"اپنا اصل نام تو مجھے خود بھی یاد نہیں ہے اس لئے کہ اب یہی میرا اصل نام ہے۔ ماں باپ نے کچھ اور نام رکھا تھا لیکن بعد میں یہ نام دے دیا۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بچپن میں جس کام میں ہاتھ ڈالتا تھا وہ ہو جاتا تھا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ کام اندھی میں ہو گیا ہے۔ ایسا اتنی کثرت سے ہوا کہ مجھے ڈی فلوک کہا جانے لگا۔ ایڈم میرا پسندیدہ نام ہے لہٰذا میں نے ایڈم ڈی فلوک کو مستقل نام کے طور پر اختیار کر لیا۔ آج بھی لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ کامیابیاں اتفاقاً ہی میرے حصے میں آتی ہیں لیکن حقیقت سے صرف میں ہی واقف ہوں۔ ہر کامیابی کے حصول کے لئے میں سخت محنت کرتا ہوں تب کہیں جا کر کامیابی ہوتی ہے۔"

"ایڈگر اور ٹونی بہت ماہر لوگ ہیں۔ تم نے انہیں کس طرح ہرایا؟" فاکس ٹریٹ نے پوچھا۔

"میرے جاننے والے تو یہی سمجھتے ہیں کہ میں اتفاقاً ہی

کے لئے اس سے زیادہ ماہر شارپر کی ضرورت ہوتی ہے۔ عام آدمی تو کسی شارپر کو شکست دے ہی نہیں سکتا۔"

"میں نہیں مان سکتا" فاکس ٹریٹ نے کہا "تم یہاں اجنبی ہو، تمہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ یہاں پتوں پر کس قسم کی نشانات لگائے جاتے ہیں؟"

"تو پھر دوسرے لوگوں کی طرح تم بھی تسلیم کر لو کہ میری جیت محض اتفاقاً ہی ہوئی ہے۔"

"یہ بھی ممکن نہیں ہے" فاکس ٹریٹ بڑبڑایا "کیا تم میرے سامنے شارپنگ کا عملی مظاہرہ کر سکتے ہو؟"

"میں عموماً اس قسم کے مظاہروں سے گریز کرتا ہوں لیکن تم چوں کہ مجھے پسند آ گئے ہو اس لئے میں تمہارے سامنے یہ مظاہرہ ضرور کروں گا مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ پتے نشان والے نہ ہوں۔"

فاکس ٹریٹ نے ایڈونا کو گڈی لانے کا اشارہ کیا اور ایڈونا اندرونی کمرے کی طرف چلی گئی اور چند ہی لمحوں میں تاش کی ایک نئی گڈی ہاتھوں میں لئے نمودار ہوئی۔ فاکس ٹریٹ نے اسے گڈی میرے حوالے کرنے کا اشارہ کیا۔

"نہیں فاکس ٹریٹ! گڈی تم اپنے ہاتھوں سے خود کھولو گے۔ جوکر نکالنے کے بعد پتے پھینٹ کر فلورا سے کٹواؤ گے اور ہم تینوں کے درمیان تقسیم کرو گے۔ میں خود کچھ بھی نہیں کروں گا۔"

فاکس ٹریٹ نے مجھے حیرت سے دیکھا "جب تک کچھ بھی نہیں کرو گے تو پھر مظاہرہ کس چیز کا کرو گے؟"

"یہ بھی تمہیں اس وقت بتاؤں گا جب تم پتے بانٹ چکے ہو گے" میں نے کہا اور فاکس ٹریٹ نے میرے کہنے پر عمل کیا۔ میری تمام تر توجہ سمٹ کر اس کے ہاتھوں پر مرکوز ہو گئی تھی۔

"اب جب کہ پتے تقسیم ہو چکے ہیں، میں یہ بتا سکتا ہوں کہ کون جیتے گا" میں نے کہا "تم پتے الٹا کر دیکھ لو فلورا کے پاس سب سے اچھے پتے گئے ہیں۔"

فاکس ٹریٹ نے تینوں کے پتے الٹا کر دیکھے۔ میرے کہنے کے عین مطابق فلورا کے پتے سب سے اچھے تھے۔ فاکس ٹریٹ حیران تو ہوا مگر اسے یقین نہیں آیا۔

"یہ محض اتفاق بھی ہو سکتا ہے" اس نے کہا "صرف بتا دینے سے تمہاری مہارت ثابت نہیں ہوتی۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی "اب فلورا سے پتے بنواؤ" میں نے کہا "میں پھر بتاؤں گا کہ کس کے پتے سب سے اچھے ہیں۔"

پاس سب سے اچھے پتے ہیں۔ فاکس ٹریٹ نے دوبارہ مجھے کا اظہار کیا اور میں نے اسے ایک بار پھر مظاہرہ کر کے دکھایا۔ یہی عمل بار بار ہوا اور ہر بار میرا کہا درست ثابت ہوا۔

"سمجھ میں نہیں آتا" آخر کار فاکس ٹریٹ نے ہتھیار ڈال دیے "بار بار تمہارا اندازہ کیسے درست ہو جاتا ہے۔"

"اندازہ نہیں فاکس ٹریٹ..... مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کس کے پاس کیا پتے گئے ہیں۔"

"تم نے تو اب تک پتوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ پھر میں کس طرح مان لوں کہ تمہیں پتوں کا علم ہو جاتا ہے؟"

"اسی چیز کا نام تو مہارت ہے" میں نے کہا "اگر گڈی ایک بار میرے ہاتھ میں آ جائے تو اس وقت تک نہیں نکل سکتی جب تک میں خود نہ چاہوں۔"

"ممکن ہے تم درست کہہ رہے ہو مگر مجھے اس پر یقین نہیں آ رہا ہے۔ جب تک کاٹنے والا ملا ہوا نہ ہو شارپنگ کرنا کس طرح ممکن ہے۔"

میں نے ٹیبل پر پڑے ہوئے پتے سمیٹے اور انہیں پھینٹنے لگا "تم میرے ساتھ ملے ہوئے نہیں ہو نا فاکس ٹریٹ" میں نے پتے پھینٹنے کے بعد اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "یہ موقع ایسا ہے کہ اگر میں نے فلورا سے پتے کٹوائے تو تم یہی شبہ کرو گے کہ ممکن ہے فلورا بھی مجھ سے مل گئی ہو۔ وجہ یہ ہے کہ جو مظاہرہ میں کرنے والا ہوں اسے تمہاری عقل کبھی تسلیم نہیں کرے گی۔ میں پتے لگا چکا ہوں۔ اب تم انہیں جہاں سے بھی چاہو کاٹو، پتے وہی بٹیں گے جو میں چاہوں گا۔"

"پہلے مجھے بتاؤ کہ تم نے کیا پتے لگائے ہیں" فاکس ٹریٹ نے پتے کاٹنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت وہ ایک ایسے بچے کی مانند نظر آ رہا تھا جسے اس کا من پسند کھلونا مل گیا ہو۔

"پوری دنیا میں میرے علاوہ شاید ہی کوئی یہ کرتب دکھا سکے۔ میں نے اکے، بادشاہ اور بیگم کی ٹریل لگائی ہے، تمہارے حصے میں سب سے چھوٹے پتے آئیں گے اور فلورا کے پاس سب سے بڑے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ایڈم! تم نے بہت بڑا دعوا کیا ہے اس لئے میں اسپورٹس مین اسپرٹ کا مظاہرہ کر رہا ہوں۔ ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ میں اوپر سے اکیاون پتے کاٹ دیتا اور سب سے نیچے کا پتا اٹھا کر اسے دیکھ لیتا۔ اس طرح تمہیں لازماً شکست ہو جاتی" فاکس ٹریٹ نے گڈی درمیان سے کاٹتے ہوئے کہا "میں نے گڈی درمیان سے کاٹی ہے لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ تم اپنا دعوا پورا نہیں کر سکو گے۔"

میں کرسی کھسکا کر اٹھ کھڑا ہوا "مجھے افسوس ہے مسٹر فاکس ٹریٹ!" میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا "اب میں یہ مظاہرہ نہیں کر سکوں گا۔"

"کیوں..... کیا بات ہو گئی؟" فاکس ٹریٹ نے میرے اس طرح اچانک اٹھنے پر حیران ہو کر کہا۔

"ایڈم ڈی فلوک کسی رعایت کا محتاج نہیں ہے" میں نے نخوت سے کہا "میں جو دعوا کرتا ہوں اسے ہر حال میں پورا کرتا ہوں۔ اگر تم مجھے کوئی رعایت دینا چاہتے تھے تو تمہیں مجھ پر ظاہر نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مزا تو تب ہی آتا ہے جب مدمقابل اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کرتے ہوئے مجھے شکست دینے کی کوشش کرے۔ اب یہ مظاہرہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب تم اکیاون پتے کاٹو گے۔"

"تم شکست کھانے پر تل گئے ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں؟" فاکس ٹریٹ نے کٹے ہوئے پتے واپس رکھے اور ایک پتا چھوڑ کر بقیہ سارے پتے اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیے۔ اس نے میری گڈی اٹھانے کا انتظار بھی نہیں کیا اور نہایت بے صبری سے باقی بچا ہوا پتا اٹھا کر دیکھا اور اس کا چہرہ حیرت کی زیادتی سے بگڑ گیا۔ میرے دعوے کے مطابق وہ ایک بیگم ہی تھی۔

میں نے اطمینان سے گڈی اٹھا کر پتے بانٹ دیے۔ ایڈونا، فلورا اور فاکس ٹریٹ کی نظریں میرے ہاتھوں پر مرکوز تھیں لیکن وہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میرے ہاتھوں کی صفائی کو تو شاید کیمرا بھی نہیں پکڑ سکتا تھا۔

پتے بانٹے جانے کے بعد میں نے گڈی میز کے وسط میں ڈال دی اور فاکس ٹریٹ سے کہا "اب تمام پتے تم خود ہی اٹھا کر دیکھ لو۔"

فاکس ٹریٹ نے باری باری تمام پتے الٹ دیے اور پھر بے جان سے انداز میں کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔ فلورا اور ایڈونا بھی حیرت سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ ہر ایک کے سامنے سے وہی پتے برآمد ہوئے تھے جو میں پہلے ہی بتا چکا تھا۔

"جو کچھ میں نے دیکھا ہے اسے دیکھنے کے باوجود اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا" فاکس ٹریٹ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم کوئی جادوگر تو نہیں ہو؟"

"میں صرف ایڈم ڈی فلوک ہوں..... اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوں۔ اور آج کی رات میں جو بھی دعوا کروں وہ پورا ہوگا۔ اس لئے کہ میری لک میرے ساتھ ہے" میں نے فلورا کی طرف دیکھا جو ایک ٹک مجھے گھورے جا رہی تھی۔ اس کا تنہا یہ حال نہیں تھا بلکہ فاکس ٹریٹ اور ایڈونا پر بھی اسی قسم کی کیفیات طاری تھیں۔

"تم نے اپنا دعوا پورا کر دکھایا مسٹر ایڈم! میں پورے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ کمال صرف تمہارا ہی حصہ ہے۔"

"ایسا صرف تمہاری وجہ سے ممکن ہوسکا ہے فاکس ٹریٹ! اگر تم فلورا کو میرے برابر بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے تو میں ناکام ہوجاتا۔"

فاکس ٹریٹ کے چہرے پر ایک بار پھر حیرت کے تاثرات ابھر آئے "کیا تم سنجیدہ ہو مسٹر ایڈم؟"

"کوئی اپنی لک کے بارے میں بھی غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرسکتا ہے؟"

"تم بہت عجیب آدمی ہو مسٹر ایڈم! تمہاری کسی بات پر یقین ہی نہیں آتا" فاکس ٹریٹ بے بسی سے بولا۔

"بالکل یہی بات میں بھی تمہیں بتا رہا تھا۔ کوئی میری بات کا یقین ہی نہیں کرتا۔ سب یہی سمجھتے ہیں کہ میری کامیابی اتفاقات کی مرہونِ منت ہوتی ہے۔"

فاکس ٹریٹ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ چند لمحے بعد بولا "فلورا تمہاری ہو سکتی ہے مسٹر ایڈم! مگر اس کے لئے تمہیں میری ایک شرط پوری کرنی ہوگی۔"

"جلدی سے بتاؤ" میں نے بے تابی کا مظاہرہ کیا "فلورا کی خاطر میں ہر شرط پوری کرنے کو تیار ہوں۔"

"مجھے تم جیسے کسی ماہر کی تلاش تھی" فاکس ٹریٹ نے بڑی احتیاط سے کہنا شروع کیا "ہم تمہیں معقول تنخواہ دیں گے۔ جیتی ہوئی رقم میں سے دوسروں کو دس فیصد کمیشن دیا جاتا ہے۔ تمہیں دگنا کمیشن دیا جائے گا۔"

"تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے مسٹر فاکس ٹریٹ کہ تم کس آدمی سے کس نوعیت کی گفتگو کررہے ہو؟" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے میں نے تمہیں دگنی رقم کی آفر کی ہے لیکن اگر تمہیں یہ رقم کم معلوم ہوتی ہے تو اس میں مزید اضافے کی گنجائش بھی موجود ہے۔"

"سو فیصد کمیشن بھی نا منظور ہے مسٹر فاکس ٹریٹ! تم نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔ یہ تو ایڈم ڈی فلوک کی شخصیت کا صرف ایک رخ تھا۔ معلوم نہیں کتنوں کے دل میں یہ حسرت ہے کہ ایڈم ڈی فلوک ان کے لئے کام کرے تو وہ اسے ہیرے جواہرات میں تول دیں لیکن ایڈم اپنی قدر و قیمت سے بخوبی واقف ہے۔ بڑی سے بڑی قیمت بھی میری صلاحیتوں کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔"

"لیکن یہ بھی تو سوچو کہ ہم فلورا کو بھی تمہارے حوالے کررہے ہیں" فاکس ٹریٹ نے کہا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ [illegible] نے خود کو بے وقوف بھی محسوس کیا ہو مگر

میں نے اس پر خاصے سنجیدہ ردِ عمل کا اظہار کیا۔

"ہاں یہ بات تو ہے" میں نے قدرے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا "مگر میری مجبوری سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں ایک شارپر کی حیثیت سے خود کو محدود نہیں کرسکتا۔ اگر میں نے ایسا کیا تو ایڈم ڈی فلوک کی موت واقع ہوجائے گی۔"

فاکس ٹریٹ کے چہرے پر دلچسپی کی چمک نمودار ہوئی "مجھے اندازہ ہے" اس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا "تم نے ٹونی اور ایڈگر کو زیر کیا تھا جب کہ وہ مسلح اور تم نہتے تھے۔"

"یہ بھی کوئی خاص بات نہیں ہے" میں نے کہا "وہ دونوں تھرڈ کلاس قسم کے لوگ ہیں۔ انہیں زیر کرنا کوئی کمال نہیں ہے۔"

"تمہاری کوئی بات بھی میری سمجھ میں نہیں آرہی.... اگر وہ دونوں اتنے ہی بے وقعت تھے تو تم رقم ان کے حوالے کرنے پر کیوں تیار ہوگئے تھے؟" فاکس ٹریٹ نے الجھے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

"محض اس لئے کہ رقم کی میری نظروں میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو اس وقت اس کلب میں موجود تمام رقم میرے قبضے میں ہوتی۔"

فاکس ٹریٹ میز پر رکھے ہوئے ٹونی کے ریوالور سے کھیلنے لگا پھر اچانک بولا "تم میری مرضی کے بغیر یہاں سے کہیں نہیں جاسکو گے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور میں نے نفی میں سر ہلایا "یہ صرف تمہارا خیال ہے مسٹر فاکس ٹریٹ! ضروری نہیں کہ یہ درست بھی ہو۔"

"میرے محافظ غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہیں" فاکس ٹریٹ نے کہا "ان کے شکنجے سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ انہیں ایڈگر یا ٹونی مت سمجھو۔"

"مت بھولنا فاکس ٹریٹ کہ یہ ریوالور میں نے از خود تمہارے حوالے کیا ہے۔ میں چاہتا تو یہاں سے نکلنے کے لئے تمہیں یرغمال بھی بنا سکتا تھا۔"

"تم نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ تم کون ہو، کیا کرتے ہو اور کہاں رہتے ہو؟" اچانک فاکس ٹریٹ نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"میرا نام تمہارے علم میں ہے.... پیشے کا اندازہ بھی تم نے لگا ہی لیا ہوگا اور یہ بھی تم سمجھ ہی گئے ہو کہ ہم جیسے لوگوں کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں ہوتا۔"

"بتانا نہیں چاہتے" فاکس ٹریٹ نے کہا "لیکن ہم تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم کرسکتے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر فاکس ٹریٹ! جو کچھ میں نے تمہیں بتایا وہی سب کچھ ہے لہٰذا کچھ معلوم کرلینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"تم نے اپنے بارے میں کوئی نہ کوئی غلط بیانی ضرور کی ہے۔" فاکس ٹریٹ بولا "اس لئے کہ تم جیسے لوگ مرسڈیز میں سفر نہیں کرتے۔"

"اوہ" میرے ہونٹ دائرے کی صورت میں سکڑ گئے "تو یہ بات ہے" میں نے کہا "شاید تم مرسڈیز کے نمبروں سے میرے بارے میں معلوم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"بالکل" فاکس ٹریٹ نے اثبات میں سر ہلایا "تم بچ نہیں سکو گے۔ ہم تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم کرلیں گے۔"

"تمہیں مایوسی ہوگی مسٹر فاکس ٹریٹ!" میں نے بڑی افسردگی سے کہا "اس لئے کہ وہ مرسڈیز میں نے چوری کی ہے۔"

فاکس ٹریٹ مجھے گھورنے لگا "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اس شہر میں چند مرسڈیز گاڑیاں ہیں۔ احمق سے احمق آدمی بھی چوری کرنے کے لئے مرسڈیز کا انتخاب نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ اس کا پکڑا جانا بہت آسان ہوگا۔"

"ایڈم ڈی فلوک ایسے ہی محیرالعقول کاموں کے لئے مشہور ہے مسٹر فاکس ٹریٹ!" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "جس کام کے کرنے کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا۔ ایڈم ڈی فلوک وہ کام بڑی آسانی سے کرگزرتا ہے۔"

"تم نے شاید سوچے سمجھے بغیر جھوٹ بول دیا ہے" فاکس ٹریٹ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "لیکن میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی شخص مجھے اس طرح بے وقوف بنا کر نکل جائے۔ میں تمہاری اس بات کی تصدیق ضرور کروں گا اور اگر تمہاری یہ بات غلط ثابت ہوئی تو تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ فاکس ٹریٹ سے غلط بیانی کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے" اس نے انٹرکام پر کسی کو شہر کے تھانوں سے یہ معلوم کرنے کی ہدایت کی کہ کسی جگہ مرسڈیز کی چوری کی رپورٹ تو نہیں درج کرائی گئی۔

میں بڑے اطمینان سے کرسی پر پھیل کے بیٹھ گیا۔ میرے اطمینان کی وجہ یہ تھی کہ مرسڈیز واقعی چوری کی تھی۔ اس کی چوری کی رپورٹ نہ بھی درج کرائی گئی ہوتی تو یہ ثابت کرنا مشکل نہ ہوتا کہ وہ چوری کی کار ہے۔

فاکس ٹریٹ مجھے گھورے جا رہا تھا۔ میری بے پروائی اس کے لئے باعثِ تشویش تھی۔ شاید میں پہلا آدمی تھا جو اس کی شخصیت سے مرعوب نہیں ہوا تھا۔ میں ایک ایسی جگہ پر تھا جہاں سے فرار ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا

تھا۔ اس کے ایک اشارے پر میری تکا بوٹی ہوسکتی تھی۔ مگر میں یوں بیٹھا تھا جیسے یہاں خیر سگالی کے دورے پر آیا ہوا ہوں یا اپنے پسندیدہ ڈرائنگ روم میں فرصت کے لمحات بے فکری سے گزار رہا ہوں۔

"اگر زحمت نہ ہو تو ایک گلاس پانی ہی پلوا دو" میں نے اچانک ہی ایڈونا کو مخاطب کیا "تم لوگوں میں مہمان نوازی کی ذرا بھی رمق نہیں ہے؟"

"اوہ، مجھے افسوس ہے" فاکس ٹریٹ نے کہا "جس چیز کی بھی خواہش محسوس کررہے ہو بتادو۔"

"میں اکیلا ہی تمہارا مہمان نہیں ہوں۔ میری لک فلورا بھی ہے" میں نے فلورا کو پیار بھری نظروں سے دیکھا "مانا کہ یہ تمہاری ملازم ہے مگر اس وقت تمہاری مہمان ہے۔"

"ٹھیک ہے" فاکس ٹریٹ نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ "ایڈونا کو بتادو" اس نے فلورا کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"کچھ نہیں" فلورا نے بڑی مشکل سے کہا میں دیکھ رہا تھا کہ فاکس ٹریٹ کے تمام ملازمین اس سے خوف زدگی کی حد تک مرعوب تھے۔ وہ اس کے سامنے زبان ہلانے تک کی جرأت نہیں کرپاتے تھے۔

"تکلف مت کرو فلورا!" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ پھر فاکس ٹریٹ کی طرف متوجہ ہوگیا "تمہیں فلورا کے ساتھ معزز مہمانوں جیسا سلوک کرنا چاہئے۔"

"آپ کیا پینا پسند فرمائیں گی محترمہ فلورا!" فاکس ٹریٹ نے تمسخرانہ انداز میں کہا "اگر زحمت نہ ہو تو مطلع فرمادیجئے..... آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔"

فاکس ٹریٹ کے اس اندازِ گفتگو پر فلورا کے چہرے کی رنگت متغیر ہوگئی "میں..... میں....." وہ صرف ہکلا کر رہ گئی۔

میں نے اچانک ہی کرسی پیچھے کھسکائی اور اچھل کر کھڑا ہوگیا "تم نے میری ساتھی کی توہین کی ہے مسٹر فاکس ٹریٹ!" میں نے انتہائی سخت لہجے میں کہا "تمہیں ان سے معذرت کرنی ہوگی ورنہ ہمارے درمیان مزید گفتگو نہیں ہوسکے گی۔"

فاکس ٹریٹ نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر ہاتھ ہلا کر بولا "بیٹھ جاؤ مسٹر ایڈم! تم بہت جذباتی آدمی ہو لیکن مجھے احساس ہے کہ اس وقت مجھ سے ہی زیادتی ہوگئی۔ مجھے فلورا سے اس لہجے میں بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔"

"اس طرح کام نہیں چلے گا مسٹر!" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا "معذرت کرنی ہے تو براہ راست فلورا سے کرو۔"

میری بات سن کر فلورا کے چہرے پر مردنی چھا گئی تھی۔ اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوگا کہ وہ کسی ایسی صورت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حال سے بھی دوچار ہو سکتی ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ کچھ کہنا چاہ رہی ہے مگر اس کے منہ سے کسی بھی قسم کی آواز نہیں نکل سکی۔

"تم اس کلب کی ملازمہ ہو فلورا!" فاکس ٹریٹ نے کہا "اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ مسٹر ایڈم جیسا غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک شخص تمہیں اتنی اہمیت دے رہا ہے۔ تم اس وقت میری مہمان ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم سے نازیبا لہجے میں بات کی ہے۔"

فلورا دنگ رہ گئی۔ اس کے کانوں نے وہ الفاظ سنے تھے کہ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا "یہ ..... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں باس!" اس نے ہکلا کر کہا۔

"باس کبھی غلط نہیں کہتے" میں نے دوبارہ بیٹھتے ہوئے کہا "میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے۔ تمہارے لئے شیری منگواؤں۔"

"نن ..... نہیں" فلورا نے تھوک نگل کر کہا "سافٹ ڈرنک سے کام چل جائے گا۔"

ایڈونا کمرے سے چلی گئی اور میں فاکس ٹریٹ کی طرف دیکھنے لگا جو کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ ایڈونا چند ہی لمحوں میں واپس آگئی۔ میرے لئے پانی اور فلورا کے لئے کوک کی بوتل آگئی تھی۔ اس وقت انٹرکام کا بزر بجا اور فاکس ٹریٹ انٹرکام پر بات کرنے لگا۔

"تمہاری بات درست ثابت ہوئی" فاکس ٹریٹ نے انٹرکام بند کرتے ہوئے قدرے بجھے ہوئے لہجے میں کہا "مرسڈیز رات آٹھ بجے کے قریب چرائی گئی تھی۔"

"ایڈم ڈی فلوک کو جھوٹ بولنے سے نفرت ہے" میں نے کہا "لیکن مکمل تصدیق کے لئے یہ بھی معلوم کرلیتے کہ یہ وہی مرسڈیز ہے ..... "

"ہم کچے کام نہیں کرتے ...." فاکس ٹریٹ نے کہا "یہ وہی مرسڈیز ہے ..... لیکن اگر یہ یہاں سے برآمد ہوئی تو ہمارے کلب کی ریپوٹیشن متاثر ہوگی۔"

"با اثر لوگوں کی ریپوٹیشن کبھی خطرے میں نہیں پڑتی۔ یہ مرض صرف ان لوگوں کو لاحق ہوا کرتا ہے جو مفلس ہوتے ہیں۔"

"تمہارا رویّہ میرے ساتھ بہت گستاخانہ رہا ہے۔" فاکس ٹریٹ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "جانتے ہو میں نے تمہارا یہ رویّہ کیوں برداشت کیا ہے؟"

میں سنبھل کر بیٹھ گیا "تم جیسے لوگوں کو نیشہ ضرورت رہتی ہے اور میں اپنی قدر و قیمت سے بخوبی واقف ہوں۔"

"میرے پاس کام کرو گے تو تمہیں ڈسپلن کی پابندی کرنی ہوگی۔ میں اس معاملے میں بہت سخت ہوں۔"

"بھول جاؤ" میں نے بے پروائی سے کہا "ایڈم ڈی فلوک نے کبھی کسی کی برتری تسلیم نہیں کی۔"

"اگر تم کہیں کام کرو گے تو وہاں کے ضابطوں کی پابندی کرنی پڑے گی" فاکس ٹریٹ نے حتی الامکان نرم لہجے میں کہا مگر اس کے لئے خود پر قابو پانا دشوار ہو رہا تھا۔

"تم نے یہ کیوں فرض کرلیا ہے کہ میں تمہارے پاس کام کرنے کی ہامی ضرور بھراوں گا" میں نے کہا "بہتر یہ ہے کہ مفروضوں کے بجائے حقائق کی بنیاد پر گفتگو کرو۔"

فاکس ٹریٹ نے مجھے گھور کر دیکھا "تم ضرورت سے زیادہ خوش فہمی کا شکار لگتے ہو۔"

"یہ میرا مسئلہ ہے ..... کسی اور کو اس سے غرض نہیں ہونی چاہئے کہ میں کتنی خوش فہمی کا شکار ہوں۔"

"تو یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے کہ تم میرے لئے کام نہیں کرو گے؟"

"کم از کم شارپر کی حیثیت سے تو ہرگز نہیں" میں نے نفی میں سر ہلایا "تھرڈ کلاس کام تھرڈ کلاس لوگوں کے لئے ہوتے ہیں۔"

"تو پھر تم ہم سے کیا توقع رکھتے ہو؟" فاکس ٹریٹ نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے پاس ملازمت کی درخواست لے کر نہیں آیا مسٹر فاکس ٹریٹ! جو تم مجھ سے اس طرح سوال جواب کررہے ہو۔ تمہیں میری ضرورت ہوگی۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے" فاکس ٹریٹ نرم پڑگیا "لیکن تمہارے بارے میں ہمیں پوری معلومات بھی تو نہیں ہیں۔ ہمیں اندازہ ہو سکتا ہے کہ تم کن کاموں کے لئے موزوں ہو کن کاموں کے لئے نہیں۔"

"ہر وہ کام جو کوئی اور نہیں کرسکتا' ایڈم ڈی فلوک کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس معاملے میں سر کھپانے کے بجائے اگر خاص کام لینا چاہو تو بلا جھجک بتاؤ۔"

فاکس ٹریٹ سوچ میں گم ہوگیا۔ وہ حاکمانہ فطرت کا حامل تھا۔ میرے اطوار اس کے لئے سخت ناپسندیدہ ثابت ہوئے تھے مگر وہ اپنی کسی غرض کے تحت مجھے برداشت کر رہا تھا۔ میں اس کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے معلوم ہوتا تھا جن کے نزدیک اپنی انا سب سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔ اس نے مجھے خود سے کم تر فرض کر کے اس لئے اس کی کوشش یہی تھی کہ کسی طرح مجھے دبا لے۔

"تم کار کی چوری میں ملوث ہو" چند لمحے بعد وہ کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے بولا "اور اس وقت ہمارے رحم و کرم پر ہو۔ اگر میں پولیس کو تمہارے بارے میں اطلاع فراہم کردوں تو تم گرفتار ہو جاؤ گے۔"

"دھمکی دے رہے ہو" میں مسکرایا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ خناس اپنے ذہن سے کیوں نہیں نکال دیتے۔ تمہیں یہ یقین کیوں نہیں آجاتا کہ تم مجھ پر قابو نہیں پاسکو گے' اگر تمہیں پولیس کو اطلاع دینے کا شوق ہو رہا ہے تو اپنا یہ شوق ضرور پورا کرو لیکن اس یقین کے ساتھ کہ مشکل میں تم خود ہی پھنسو گے۔ میں نہ تمہارے ہاتھ لگوں گا اور نہ ہی پولیس مجھ تک پہنچ سکے گی۔"

"تم کتنے ہی باصلاحیت کیوں نہ ہو' درجنوں افراد کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ میرے ایک اشارے پر تمہیں گھیر لیا جائے گا۔ تم اس کلب کی حدود سے باہر قدم نہیں رکھ سکتے۔"

"ممکن ہے اس وقت میں تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دوں۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن تم کب تک مجھے قید رکھو گے؟ کب تک میری نگرانی کراؤ گے؟ کبھی تو مجھے موقع ملے گا اور جیسے ہی مجھے موقع ملے گا میں تمہاری دسترس سے نکل جاؤں گا۔ لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ عقل کے ناخن لو۔ مجھ سے کوئی کام لینا چاہتے ہو تو افہام و تفہیم کی راہ اختیار کرو۔ وہ اور لوگ ہوتے ہوں گے جو دھمکیوں میں آجاتے ہوں گے۔ میں کسی اور کے لئے کام کرتا بھی ہوں تو آزادانہ انداز میں کرتا ہوں ورنہ نہیں۔"

فاکس ٹریٹ نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا شاید بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی "تمہاری بعض باتیں مجھے الجھن میں ڈال رہی ہیں۔ تمہیں ان کی وضاحت کرنی ہوگی۔"

"تمہاری الجھن دور کرکے مجھے خوشی ہوگی" میں نے کہا "کام کرنے کے لئے باہمی اطمینان کو میں نہایت ضروری تصور کرتا ہوں۔"

"تم جانتے ہو کہ فلورا کلب کی ملازم ہے اور اس نے اپنی طرف سے تمہیں ہروانے کی پوری کوشش کی تھی۔ پھر تم اسے اپنی لک کیوں قرار دے رہے ہو؟"

"مجھے اس سے کیا غرض کہ وہ کس کی ملازم ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے فائدہ پہنچا ہے۔ اس نے جو کچھ کیا وہ اس کا فرض تھا مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"بات اتنی سادہ نہیں ہے" فاکس ٹریٹ نے کہا "تمہاری جیت میں فلورا کا دخل نہیں تھا۔ اگر وہ نہ ہوتی تب بھی تمہیں جیتنا ہی تھا۔ تمہارا یہ کمال میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔"

"تم نہیں سمجھ سکو گے مسٹر فاکس ٹریٹ!" میں نے افسردگی سے کہا "جب سے میری ملاقات فلورا سے ہوئی ہے مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میری نس نس میں ایک نئی توانائی دوڑ گئی ہے۔ تم نے جو کچھ بھی دیکھا وہ بے شک میرا کمال ہے لیکن اگر فلورا میرے ساتھ موجود نہ ہوتی تو میں اتنے اعتماد سے یہ سب کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ دس میں سے تین بار یقیناً مجھ سے غلطی ہوتی ہے۔ ماضی میں یہ تناسب ففٹی ففٹی رہا ہے مگر آج تم نے دیکھا کہ میں نے جو چاہا وہی ہوا ..... اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ بھی وہی ہوگا جو میں چاہوں گا۔"

"کیا تم سچ بول رہے ہو؟" فاکس ٹریٹ نے حیرت سے کہا۔ فلورا بھی حیران ہو کر مجھے دیکھنے لگی تھی۔

"فلورا میری لک ہے مسٹر فاکس ٹریٹ! کیا کوئی شخص اپنی قسمت کے بارے میں بھی جھوٹ بول سکتا ہے؟"

"چلو مان لیا" فاکس ٹریٹ نے بے بسی سے شانے اچکائے "لیکن تمہاری یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی کہ تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔"

"یہ ایک تلخ حقیقت ہے مسٹر فاکس ٹریٹ! نہ میرا کوئی وطن ہے اور نہ ہی کوئی مستقل ٹھکانہ ہے۔ میں نے کبھی چند روز سے زیادہ کوئی کام نہیں کیا۔ مال و دولت میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن میں آج تک سمجھ ہی نہیں سکا کہ میں چاہتا کیا ہوں۔ میں نے بے شمار جرائم کئے ہیں مگر کسی کو نہیں معلوم کہ ان جرائم کے پیچھے میری ذات ہے۔ میں نے آج تک کہیں اپنا سراغ نہیں چھوڑا۔ میں یہ پسند بھی نہیں کرتا کہ زیادہ لوگ میری شخصیت سے واقف ہوں۔ فطرتاً میں جرائم پیشہ ہوں۔ کسی بھی قسم کے جرم کو عار نہیں سمجھتا۔ بس قتل کرنے سے گریز کرتا ہوں۔ یہ بات نہیں کہ میں نے کبھی قتل نہیں کیا بے شک میرے کریڈٹ پر چند قتل بھی ہیں مگر وہ میں نے صرف اس وقت کئے تھے جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب اگر میں نے قتل نہ کیا تو خود قتل ہو جاؤں گا۔ میں بے حد محتاط آدمی ہوں۔ تیزی سے ٹھکانے بدلتا رہتا ہوں تاکہ کوئی میرے بارے میں کچھ نہ جان سکے۔"

"اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے" فاکس ٹریٹ نے کہا "تم عدم تحفظ کے احساس میں مبتلا ہو ..... تمہیں ہر دم یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں گرفتار نہ ہو جاؤ۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ممکن ہے۔" میں اس سے فوراً ہی متفق ہو گیا "میرا خیال ہے یہ مسئلہ تو ہر مجرم کو درپیش ہوتا ہو گا۔"
"ہوتا ہے مگر اس حد تک نہیں جس حد تک تم بتا رہے ہو اور پھر روئے زمین پر ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جس کا حل نہ ہو۔"
"تم نے یہ مسئلہ اٹھایا ہے تو اس کا حل بھی تم ہی بتاؤ۔" میں نے بے تابی کا مظاہرہ کیا "اپنی موجودہ طرزِ زندگی سے میں بہت غیر مطمئن ہوں۔"
"تمہارے مسئلے کا سادہ سا حل یہ ہے کہ خود کو کسی سے وابستہ کرلو۔ آدمی کسی مشکل میں پھنس جائے تو اس کا کوئی حمایتی بھی تو ہونا چاہئے۔ اپنے لئے کوئی مضبوط سہارا تلاش کرو تاکہ تم اپنا کام بے فکری سے جاری رکھ سکو۔"
"میں سمجھ رہا ہوں تم کیا کہنا چاہتے ہو لیکن مشکل یہ ہے کہ ایڈم ڈی فلوک سے غلامی نہیں ہوتی۔ ہر شخص اپنے سے زیادہ با صلاحیت شخص کو غلام دیکھنا چاہتا ہے۔ معاف کرنا مجھے تمہاری یہ تجویز منظور نہیں ہے۔"
"اب تم واپس کہاں جاؤ گے؟" فاکس ٹریٹ نے اچانک ہی ایک غیر متوقع سوال کر دیا جس کے لئے میں تیار نہیں تھا۔ میں سمجھ رہا تھا وہ بات مزید آگے بڑھائے گا مگر یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اچانک ہی مجھے ٹرخا دینے پر تل گیا ہو۔
"کوئی ہوٹل تلاش کروں گا۔" میں نے کہا "لیکن اب تو کسی چھوٹے موٹے ہوٹل کا کھلا ہوا ملنا بھی ممکن نہیں ہے۔ خیر کوئی بات نہیں..... میں کوئی سرائے دیکھ لوں گا۔"
"اس جاڑے میں تم کسی سرائے کا رخ کرو گے؟" فاکس ٹریٹ نے حیران ہو کر کہا۔
"یہ کوئی ایسی انوکھی بات بھی نہیں ہوگی مجھ جیسے اور بھی ہوتے ہیں جو رات کی تاریکی میں قیام کرتے ہیں اور صبح ہوتے ہی کھسک لیتے ہیں۔"
"اس وقت یہیں رک جاؤ۔ میں تمہارے قیام کا بندوبست کر دیتا ہوں۔ صبح چلے جانا۔"
"معاف کرنا، میں یہاں رہنا گوارا نہیں کروں گا" میں نے کمال صفائی سے کہا "اس کے بجائے میں کسی پارک میں شب بسری کو ترجیح دوں گا۔"
"صبح کے چار بجنے والے ہیں۔ اس وقت تمہارا سڑکوں پر نکلنا مناسب نہیں ہوگا اور پھر تمہارے پاس چوری کی مرسڈیز ہے۔"
"دیکھو مسٹر فاکس ٹریٹ! میں تمہاری طرح گھما پھرا کر بات کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ میں دوٹوک بات کرتا ہوں اور دوسروں سے بھی یہی توقع رکھتا ہوں۔ تم مجھ سے کوئی کام لینا چاہتے ہو مگر ابھی کسی حتمی فیصلے پر نہیں پہنچے ہو اس لئے مجھے اس وقت تک روکنا چاہتے ہو جب تک کہ میرے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہ کر لو۔ یہ کام تم مفت میں کرنے کے خواہاں ہو لیکن تمہیں یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے کہ معاملہ ایڈم ڈی فلوک کا ہے۔ کسی عام آدمی کا نہیں ہے لہٰذا اس کی قیمت بھی ویسی ہی ہو گی۔ اب اس وقت سے میں تمہارا مہمان ہوں۔ اس وقت تک جب تک کہ تم مجھے کوئی جواب نہیں دے دیتے۔ اگر تم چاہو تو میرا تجزیہ رد کر سکتے ہو۔ پھر جہاں میرا جی چاہے گا چلا جاؤں گا اور ہمارے درمیان تعلق ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔"
"نہیں" فاکس ٹریٹ نے حیرت سے کہا "تمہارا انداز سو فیصد درست ہے۔ تمہارے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے مجھے وقت درکار ہے۔"
"بس تو پھر میں جہاں بھی ٹھہروں گا میرے تمام اخراجات تمہارے ذمے ہوں گے منظور ہے؟"
"منظور ہے" فاکس ٹریٹ نے بے بسی سے کہا "تمہارے لئے کیا انتظام کیا جائے؟"
"کسی عمدہ سے ہوٹل میں میرے اور فلورا کے لئے ایک سوئیٹ بک کرا دو اور اپنی گاڑی میں ہمیں وہاں تک چھوڑ دو۔ اس لئے کہ اب میں مرسڈیز استعمال کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔"
مجھے معلوم تھا کہ فاکس ٹریٹ مجھ سے اختلاف نہیں کرے گا۔ میں اس کی وجہ بھی جانتا تھا۔ وہ مادام کلارا کو اس گوہرِ نایاب کی دریافت سے باخبر کرنا چاہتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ مجھ سے زچ ہو گیا ہے لہٰذا مجھے مادام کلارا کے حوالے کر کے اپنی جان چھڑانے کے درپے ہے۔ جرائم کی دنیا میں ہمیشہ جرائم پیشہ لوگوں کی ضرورت رہتی ہے۔ مجرم ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتے ہیں جو ان کی سرپرستی کر سکیں اور جو لوگ سرپرستی کرنے کے قابل ہوتے ہیں وہ جرائم پیشہ لوگوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ فاکس ٹریٹ خود بھی جرائم پیشہ شخص تھا اور ایک صیہونی تنظیم کے لئے کام کرتا تھا۔ ایک ایسی صیہونی تنظیم کے لئے جسے بین الاقوامی دہشت گرد تنظیم کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔
"تمہارے لئے فائیو اسٹار ہوٹل میں سوئیٹ بک کرا دیا جائے گا اور میں فلورا کو بھی تمہارے ساتھ رہنے کی اجازت دے دوں گا لیکن یہ انتظام عارضی ہو گا۔"
"یہ کہنے کی مطلق ضرورت نہیں ہے" میں نے بات کاٹ کر کہا "جیسے ہی تم یہ فیصلہ کرو گے کہ تمہیں میری ضرورت نہیں ہے میں دونوں چیزوں سے دست بردار ہو جاؤں گا۔"
"اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے" فاکس ٹریٹ بولا "اخراجات کی ادائیگی اس رقم سے کی جائے گی جو تم یہاں سے جیت کر لئے جا رہے تھے۔"
"میں اس رقم کو فراموش کر چکا ہوں" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا "لہٰذا مجھے اس رقم سے بھی کوئی غرض نہیں ہے۔"
فاکس ٹریٹ نے انٹر کام پر کسی کو ہدایات دیں اور مجھے کلب کے احاطے میں پہنچنے کی ہدایت کی۔ میں اور فلورا اس کی ہدایت کے بموجب احاطے میں پہنچے جہاں دروازے پر ایک کار موجود تھی۔ میں فلورا کے ساتھ پچھلی نشست پر براجمان ہو گیا۔
صبح چار بجے شی گورائے کی سنسان سڑکوں پر تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے ہم دس منٹ کے اندر اندر شی گورائے کے واحد فائیو اسٹار ہوٹل پہنچ گئے۔ جہاں ہمارے لئے کمرا بک ہو چکا تھا۔ یہ فاکس ٹریٹ کا اثر و رسوخ تھا جس کی وجہ سے رات کے اس پہر بغیر کسی پوچھ گچھ کے کمرا بک کر دیا گیا تھا۔ اگر میں خود یہ کمرا بک کرانے کی کوشش کرتا تو شاید یہ ممکن ہی نہ ہوتا۔
ڈرائیور ہمیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ میں فلورا کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوٹل میں داخل ہوا اور کاؤنٹر سے چابی لے کر گیارہویں منزل پر واقع اس سوئیٹ پر پہنچ گیا جو میرے اور فلورا کے لئے بک کرایا گیا تھا۔ فلورا ابھی تک خوف زدہ نظر آ رہی تھی اور اس پر سناٹے کی سی کیفیت طاری تھی۔
"تم یہاں آرام سے بیٹھو" آرام کرو سویٹی! میں ابھی آیا۔" میں نے کہا اور اس کا جواب سنے بغیر تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس تبدیل شدہ صورتِ حال سے تہذیب کو باخبر کرنا ضروری تھا۔
لفٹ کے پاس پہنچ کر میں نے بٹن دبا دیا۔ لفٹ اوپر ہی آ رہی تھی۔ چند ہی لمحوں کے اندر اندر لفٹ گیارہویں منزل پر آ کر رکی۔ دروازہ کھلا اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ لفٹ میں سے بڈ برآمد ہوا ہے۔
"تم نے ہمیں پریشان کر کے رکھ دیا چیف!" بڈ نے چھوٹتے ہی کہا "اگر تم کچھ دیر اور برآمد نہ ہوتے تو ہم کلب پر ہلہ بول چکے ہوتے۔"
میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ راہداری سنسان پڑی تھی۔ میں بڈ کا ہاتھ پکڑ کر لفٹ میں داخل ہو گیا اور گراؤنڈ فلور پر جانے کے لئے بٹن دبا دیا "گھبرانے کی کوئی بات نہیں بڈ!" میں نے کہا "میں ان لوگوں کے درمیان پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"
"ضرور کوشش کرو۔ میں کب منع کر رہا ہوں لیکن یہ کون سا طریقہ ہے۔ تم نے ہمیں پہلے بتا دیا ہوتا۔"
"بکواس مت کرو۔ پہلے سے کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ میں کن حالات سے گزروں گا..... عاطف اور طلحہ کہاں ہیں؟"
"باہر منڈلا رہے ہیں۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم خطرے میں نہیں ہو اس لئے انہیں چھوڑ کر ادھر آ گیا تھا۔"
لفٹ گراؤنڈ فلور پر رکی تو میں اس میں سے نکل کر بڈ کے ساتھ لابی میں آ گیا۔ نائٹ شفٹ کے عملے کے چند افراد کے سوا کہیں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں بڈ کے ساتھ لابی میں ایک صوفے پر جا بیٹھا۔
"میں فاکس ٹریٹ کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔" میں نے بڈ سے کہا "میرا اندازہ ہے کہ وہ مادام کلارا سے بات کرنے کے بعد مجھے اس کے پاس بھیجے گا۔ دیکھو وہاں کیا گزرتی ہے۔"
"ہمارے لئے کیا حکم ہے چیف؟"
"تہذیب سے کہنا کہ مادام کلارا کو کل تک اور الجھائے رکھے۔ مجھے امید ہے کہ کل تک صورتِ حال خاصی واضح ہو جائے گی۔ تم لوگ مجھ پر نظر رکھنا۔ حالاں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے مگر میں محض احتیاطاً کہہ رہا ہوں۔ عاطف اور طلحہ کے علاوہ علی گروپ کے دو ارکان اور جو یہاں موجود ہیں ان سے بھی کام لینا تاکہ کسی کو نگرانی کا شبہ نہ ہو سکے۔ مجھے کہیں لے جایا جائے تو تعاقب کرنے کی کوشش مت کرنا۔ میں کوئی خطرہ مول لینے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ موقع ملتے ہی تہذیب سے ملنے آؤں گا۔ اب تم جاؤ۔"
بڈ سے رخصت ہو کر میں واپس اپنے کمرے میں آ گیا جہاں فلورا حیران و پریشان بیڈ پر بیٹھی تھی "تم کہاں چلے گئے تھے؟" اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔
"کوشش کی تھی کہ شب بسری کے لئے کوئی لباس مل جائے مگر اب انہی کپڑوں میں گزارا کرنا پڑے گا۔"
فلورا مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی تھی "تم سمجھ میں نہ آنے والے آدمی ہو" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔
"کیوں؟" میں نے ہنس کر کہا "ایسی کیا بات ہو گئی جو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تمہاری سمجھ میں نہیں آئی؟"

"فاکس ٹریٹ جابر صفت آدمی ہے اور تم اس سے اس طرح بات کر رہے تھے جیسے اس کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ کیا تمہیں اس سے خوف نہیں آ رہا تھا؟"

"تمہاری اس بات پر مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ مجھے تو اس میں ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی جس سے خوف زدہ ہوا جا سکے۔"

"کمال کرتے ہو" فلورا نے آنکھیں نکال لیں "اس کی تو صورت ہی ایسی ہے کہ میں اسے نظر بھر کے دیکھ بھی نہیں سکتی۔"

"تمہاری بات سے مجھے اتفاق ہے" میں مسکرایا "صورت حرام تو وہ ہے۔ اس لئے میں بھی اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔"

"تم بہت خطرناک آدمی معلوم ہوتے ہو۔ کلب میں ایک سے بڑھ کر ایک خطرناک لوگ موجود ہیں مگر کوئی فاکس ٹریٹ سے آنکھ ملا کر بات نہیں کر سکتا۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ مجھے تو وہ ایک عام سا آدمی لگا۔ اس کی ساری اکڑ فوں محض اس وجہ سے ہے کہ کچھ خطرناک لوگ اس کے ملازم ہیں جو اس کے اشارے پر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ اس لئے سب اس سے خوف زدہ رہتے ہیں۔"

"تم نے میرا خون خشک کر ڈالا۔ تمام وقت مجھے یہی دھڑکا لگا رہا کہ کہیں وہ تمہیں قتل نہ کرا دے۔"

"تو اس سے تمہاری صحت پر کیا اثر پڑتا؟" میں نے فلورا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "تمہارا مجھ سے ایسا کوئی رشتہ تو نہیں ہے کہ میرے قتل سے تمہیں تشویش ہو۔"

فلورا گڑبڑا گئی "میں کچھ بھی سہی، ایک کم زور دل کی لڑکی ہوں۔ اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتی اور پھر تم میرے محسن بھی تو ہو۔"

"میں!" میں نے حیرت سے کہا "میں بھلا تمہارا محسن کس طرح ہو گیا؟ میں تو خود تمہارا ممنونِ احسان ہوں۔ اگر تم نہ مل گئی ہوتیں تو میں شاید وہاں سے یوں ہی واپس چلا آتا۔"

"بے وقوف مت بناؤ۔ کلب میں تمہیں موقع ہی نہیں مل سکا ورنہ پوچھتی ...... یہ تم مجھے اپنی لک کس خوشی میں قرار دے رہے تھے؟"

"اب بھی میں اپنے اسی موقف پر قائم ہوں۔ محض تمہاری وجہ سے میں جیت سکا۔ تم میری لک ہو۔"

"تم بہت شاطر آدمی ہو۔ معلوم نہیں تم کس چکر میں ہو۔ تم تاڑ گئے تھے کہ میں ٹونی اور ایڈگر کی مدد کر رہی ہوں اسی لئے تم نے پتے مجھ سے چھپانا شروع کر دیے تھے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو" میں نے بے جھجک اعتراف کر لیا "لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"ڈھیٹ بھی بہت ہو" وہ مسکرائی "کہہ رہے ہو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ارے تم اتنے ماہر شارپر ہو۔ تمہیں تو ہر صورت میں جیتنا ہی تھا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ مجھے تم سے پتے چھپانے کے لئے مجبور ہونا پڑا لیکن میں یہ کیسے گوارا کر لیتا کہ میری لک کسی اور کا ساتھ دے ورنہ میں ہرگز تم سے پتے نہ چھپاتا۔"

"پس ثابت ہوا کہ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ تمہاری جیت تمہاری اپنی مہارت کا نتیجہ تھی۔"

"ہرگز نہیں...... شارپر تو میں ہمیشہ سے ہوں مگر کبھی اس طرح نہیں جیتا مجھے محسوس ہو گیا تھا کہ میرے پاس پتے تمہاری وجہ سے آ رہے ہیں۔ تمہارے قرب نے میری صلاحیتوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ میرے ہاتھ وہ کرتب دکھا رہے تھے جس کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ میرے دماغ میں ایک ایک پتا محفوظ ہو گیا تھا۔ پتے وہ لوگ بانٹتے تھے اور معلوم مجھے ہوتا تھا کہ کس کے پاس کون سا پتا گیا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ اس کو میں کیا کہوں۔"

فلورا کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آئے "مگر تم نے تو بہت بعد میں جیتنا شروع کیا تھا اور یہ دعویٰ تم شروع ہی کر چکے تھے؟"

"ہاں، اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ مجھے تم سے ملنے کے بعد فوراً ہی یہ احساس ہو گیا تھا کہ جیسے میں ایک نیا انسان بن گیا ہوں۔ یوں لگتا تھا جیسے میری ہر صلاحیت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔"

"میں بہت بری لڑکی ہوں ایڈی" فلورا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم خواہ مخواہ میری دلجوئی کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ میں تمہاری دلجوئی کیوں کروں گا اور اگر تم بری ہو تو مجھے اس سے کیا۔ مجھے تو صرف اس بات سے غرض ہے کہ تم مجھے حد سے زیادہ راس آ گئی ہو۔ میرا تمہارا ساتھ چند مہینے بھی رہ گیا تو تم دیکھنا......"

"اور چند مہینے کے بعد کیا ہو گا؟" فلورا نے امید بھری نظروں سے مجھے دیکھا اور میں خوف زدہ ہو گیا۔ مجھے معلوم ہے کہ جب کوئی لڑکی یہ سوال کرتی ہے تو کس قسم کے جواب کی توقع کرتی ہے۔

"چند مہینے کے بعد ہم دنیا کے امیر ترین لوگوں میں شمار کیے جائیں گے" میں نے اپنا خوف چھپاتے ہوئے کہا۔

"ہم؟" اس نے ایک بار پھر مجھے مہمیز کرنے کی کوشش کی مگر میں ٹس سے مس ہونے والا نہیں تھا۔

"ہاں، ہم" میں نے کہا "جو کچھ بھی مجھے حاصل ہو گا اس میں پچاس فیصد تمہارا حصہ بھی ہو گا۔"

"صرف پچاس فیصد" اس نے بڑی مایوسی سے کہا "میں سمجھی تھی تم کوئی بڑی بات کرو گے۔"

"کیا پچاس فیصد کم ہے" میں نے حیرت ظاہر کی "خیر کوئی بات نہیں، اگر تم کہو گی تو میں اس میں اضافہ بھی کر دوں گا۔ آخر تم میری لک ہو۔ تمہارے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

"تم بھی مجھے بہلاوے دو گے" وہ برا سا منہ بنا کے بولی "یہ تم لوگوں کا عالمی مسئلہ ہے۔ ساری دنیا کے مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔"

"کیا تمہیں میری بات پر شبہ ہے؟ اگر ایسا ہے تو اسے اپنے ذہن سے نکال دو۔ رقم کے معاملے میں، میں نے کبھی بددیانتی نہیں کی۔"

"سب کچھ تو میری نظروں کے سامنے ہوا ہے۔ مجھے کیا بتا رہے ہو۔ جیتی ہوئی تمام رقم تم کلب میں ہی چھوڑ آئے۔ حالاں کہ اس میں تمہاری اپنی رقم بھی شامل تھی۔"

"میری سمجھ میں ایک بات نہیں آئی" میں نے کہا "کیا ٹونی اور ایڈگر مجھے کلب سے باہر نہیں لوٹ سکتے تھے؟"

"اس سے قبل بھی کئی بار وہ جیتتے ہوئے لوگوں کو اسی مقام پر لوٹ چکے ہیں۔ وہ راہداری عموماً سنسان پڑی رہتی ہے اس لئے ٹونی اور ایڈگر باہر جانے کی زحمت نہیں کرتے۔ ان کے شکار عام طور پر شریف لوگ ہوتے ہیں اس لئے وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں۔ پھر سب جانتے ہیں کہ کراؤن کلب کو اعلیٰ سرکاری افسران کی سرپرستی حاصل ہے اس لئے کبھی کسی نے حرفِ شکایت زبان پر لانے کی ہمت ہی نہیں کی۔"

"گویا یہ لوٹ مار فاکس ٹریٹ کے علم میں ہوتی رہی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، اسے کچھ نہیں معلوم...... یہ بات صرف چند لوگوں کے درمیان محدود ہے مگر جو لوگ اس طرح لٹے وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ بھی فاکس ٹریٹ کے ایما پر ہوتا ہے اس لئے کسی کو شکایت کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔"

"تم تو ان لوگوں کے ساتھ ہی کام کرتی ہو۔ پھر ایڈگر اور ٹونی تمہارے پیچھے کیوں پڑ گئے تھے؟"

"ہم ایک کلب کے ملازم ہیں مگر ہماری حدود الگ الگ ہیں۔ تم دیکھ ہی چکے ہو کہ وہ دونوں لفنگے قسم کے لوگ ہیں۔ ایسے لوگ ہر لڑکی پر اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔ ان کی فطرت سے واقف ہونے کی وجہ سے میں ان سے دور ہی دور رہتی ہوں لیکن آج اتفاق سے انہیں ایک موقع مل گیا۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ اس حد تک بھی جا سکتے ہیں۔ فاکس ٹریٹ کا خوف بھی ان کے دلوں سے نکل گیا تھا۔ وہ تو اگر تم نہ ہوتے تو معلوم نہیں وہ میرا کیا حشر کرتے۔"

"فرض کرو میں نہ ہوتا اور تم ان کے ہتھے چڑھ جاتیں تو بعد میں ان دونوں کا کیا بنتا؟"

"فاکس ٹریٹ ان دونوں کو زندہ نہ چھوڑتا۔ ڈسپلن کے معاملے میں وہ انتہائی کریزی ہے۔ معمولی سی بھی خلاف ورزی پر سخت سزائیں دیتا ہے۔ یہ تو بہت بڑا معاملہ تھا۔"

"اور تم مجھے کلب سے بھگانے پر کیوں تلی ہوئی تھیں مائی لک؟" میں نے پوچھا۔

"تم سے ہمدردی ہو گئی تھی اس لئے" فلورا نے کہا "تمہیں اندازہ نہیں تھا کہ فاکس ٹریٹ کس قماش کا انسان ہے اور مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تم کیا بلا ہو۔ اگر معلوم ہوتا تو کبھی تم سے وہاں سے چلے جانے کو نہ کہتی۔"

"میرے لئے یہی بہت ہے" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی "کہ کسی نے مجھ سے ہمدردی ہی محسوس کی۔"

"تم بہت جھوٹے ہو۔ میں مان نہیں سکتی کہ کسی نے کبھی تم سے ہمدردی بھی نہیں کی ہو گی۔"

"کوئی بھی نہیں مانتا" میں نے افسردگی سے کہا "سب اسی قسم کی باتیں کرتے ہیں جیسی تم کر رہی ہو۔"

"تم یہ کوئی پہلا جھوٹ نہیں بول رہے ہو جو میں دھوکا کھا جاؤں، اس سے قبل بھی تم کئی جھوٹ بول چکے ہو۔ مثلاً تم نے کہا کہ تم ایک امپورٹر ہو۔"

"اسے جھوٹ نہیں کہتے فلورا! مصلحت کوشی کہتے ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ پہلی ملاقات میں ہر ایک کو بتا دیا کروں کہ میں ایک جرائم پیشہ آدمی ہوں؟"

"اس کے علاوہ" فلورا نے پہلو بدل کر کہا "تم نے بعض ایسی حرکتیں کیں جو کوئی دوسرا شخص عام حالات میں ہرگز نہیں کرتا۔ مثال کے طور پر تم نے خود کو رقم کی طرف سے بے پروا ظاہر کیا۔ وہ بہت بڑی رقم تھی اور میں نہیں مان سکتی کہ کوئی شخص اتنی بڑی رقم یوں چھوڑ سکتا۔"

مجھے اچانک ہی فلورا کی طرف سے خطرہ محسوس ہونے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لگا۔ وہ اتنی سیدھی نہیں تھی جتنا میں نے اسے سمجھا تھا۔ اس نے پوری رات میرے ساتھ گزاری تھی۔ اس پوری رات میں، میں نے کئی پینترے بدلے تھے اور ان سب کی جواب دہی کرنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔

"تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ میں نے وہ رقم نہیں لی حالاں کہ میں اسے لے سکتا تھا۔ اب تو مان لو کہ کوئی شخص اتنی بڑی رقم چھوڑ بھی سکتا ہے" میں نے کہا۔

"کوئی بہت بڑا مقصد ہے جسے حاصل کرنے کے لئے تم نے یہ حرکت کی ہے۔" فلورا نے کہا۔

"یہ میری زندگی کا دلچسپ ترین تجربہ ہے کہ کوئی مجھے میرے بارے میں بتا رہا ہے۔ تمہارے خیال میں وہ مقصد کیا ہو سکتا ہے؟"

"اگر یہی بات مجھے معلوم ہوتی تو جھگڑا ہی ختم نہ ہو جاتا۔" فلورا بولی "لیکن کوئی بات نہیں ..... یہ راز کبھی تو فاش ہو گا۔"

"تم نے خود کو کن گورکھ دھندوں میں پھنسا لیا ہے" میں نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کیا "یہ بات تمہاری سمجھ میں کبھی نہیں آئے گی۔ میں نے محض تمہاری خاطر وہ رقم چھوڑی تھی۔ ایڈگر اور ٹونی مسلح ہوتے ہوئے بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے جس کا مشاہدہ بعد میں تم نے اپنی آنکھوں سے بھی کر لیا لیکن میں نے بے چون و چرا ان کی بات مان لی۔ محض اس لئے کہ تم میرے ساتھ تھیں۔ میں ان سے الجھتا تو تمہیں نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا اور میں خطرہ کسی قیمت پر بھی مول نہیں لے سکتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ تم ان لوگوں کی ساتھی ہو۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ تم ان لوگوں کو اشارے سے میرے پتوں سے باخبر کر رہی تھیں۔ اسی لئے میں نے پتے تم سے چھپانا شروع کر دیے تھے لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم تھی کہ تم میری لک ہو۔ مجھے توقع تھی کہ تم میرے ساتھ رہو گی تو میں مستقبل میں بڑے فائدے حاصل کر سکوں گا لیکن اگر خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو جاتا تو نقصان میرا ہی ہوتا۔ وہ رقم خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ سہی اس کی حقیقت ان فوائد کے سامنے کچھ بھی نہیں جن کی مجھے مستقبل میں توقع ہے لہٰذا مجھے جھگڑے سے بچنے کے لئے ان کا مطالبہ تسلیم کرنا ہی تھا۔ اب اسے بدقسمتی کے سوا اور کیا کہا جائے کہ وہ لوگ تم سے ہی دست درازی پر آمادہ ہو گئے اور مجھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اپنی تمام مصلحتوں سے دست بردار ہونے پر مجبور ہونا پڑا۔ ورنہ جس خوف نے مجھے ان کے خلاف کچھ کرنے سے روک رکھا تھا وہ یہ تھا کہ کہیں ان دونوں میں کوئی فائر کر بیٹھے اور کوئی بھولی بھٹکی گولی تمہیں نہ لگ جائے۔"

فلورا نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا "تم بہت چالاک آدمی ہو۔ تم نے ایک ایسی چیز کو بنیاد بنایا ہے جسے پرکھا بھی نہیں جا سکتا۔"

"فاکس ٹریٹ نے ہر طرح سے پرکھ کے تو دیکھ لیا۔ کیا تمہیں اب بھی کوئی شبہ باقی رہ گیا ہے؟" میں نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے.... ممکن ہے تم پہلے سے اتنے ماہر ہو اور محض مجھے اہمیت دینے کے لئے...." وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی "سمجھ میں نہیں آتا" کچھ دیر بعد وہ بڑبڑائی "کچھ باتیں تمہارے حق میں ہیں اور کچھ خلاف ہیں...."

"میرا مشورہ یہی ہے کہ اس مسئلے پر کچھ مت سوچو" میں نے ہمدردانہ انداز میں کہا "تمہارے ساتھ مشکل یہ ہے کہ تم اپنے نظریات کی روشنی میں پرکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ کچھ عرصہ میرے ساتھ گزارو گی تو سب کچھ تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔"

"تمہارا سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ تمہارا کوئی ٹھکانا نہیں ہے" فلورا نے کہا۔ میں اس کے اس سوال کا مطلب سمجھ گیا۔ وہ میرے بارے میں جاننا چاہتی تھی۔ یہ ذاتی دلچسپی کا معاملہ تھا اور میرے حق میں زیادہ خطرناک نہیں تھا۔

"اب میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں" میں نے بے بسی ظاہر کی اور وہ مجھے گھورنے لگی۔

"کل کی رات تم نے کہاں گزاری تھی؟" اچانک اس نے سوال کیا۔ وہ میرا جھوٹ پکڑنے پر تل گئی تھی۔

"تم اس پر بھی یقین نہیں کرو گی کہ میں کل شام ہی شی گورائے پہنچا تھا۔ ایئرپورٹ سے شہر آنے کے بعد پہلا نیک کام میں نے یہ کیا کہ مرسڈیز چرائی اور کراؤن کلب پہنچ گیا۔"

"تمہارا سامان کہاں ہے؟" اس نے مشکوک لہجے میں کہا "اب کہہ دو کہ تمہارے پاس سامان تھا ہی نہیں۔"

"یہ حقیقت ہے" میں نے ہنس کر کہا "سامان وغیرہ کا جھنجٹ وہ لوگ پالتے ہیں جن کے پاس رہنے کا ٹھکانہ ہو۔"

"کم از کم پاسپورٹ تو ہوگا ہی۔" اس نے پاسپورٹ لینے کے لئے ہاتھ پھیلایا۔

"اب تم سو جاؤ اے میری پولیس والی.... صبح ہونے والی ہے" میں نے جھنجلاہٹ ظاہر کی "جس پاسپورٹ پر میں سفر کر رہا تھا وہ جعلی تھا۔ میں اسے ضائع کر چکا ہوں۔"

✻✻✻

صبح دس بجے میری آنکھ کھلی۔ فلورا سو رہی تھی۔ میں آہستگی سے بیڈ سے نکل آیا لیکن جلد ہی وہ بھی اٹھ گئی۔ اس وقت میں باتھ روم میں تھا۔

نہا دھو کر میں جلد ہی تیار ہو گیا اور ناشتا کمرے میں طلب کر لیا۔ ناشتا آنے تک فلورا بھی تیار ہو گئی تھی۔

"شی گورائے آنے کے بعد میں کچھ بھی نہیں کر سکا لک! ابھی ناشتا کرنے کے بعد میں چند گھنٹوں کے لئے جاؤں گا۔"

"اس حلئے میں" اس نے مضحکانہ انداز میں میرے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا جنہیں میں رات کو پہن کر گیا تھا اور وہ شکن آلود ہو رہے تھے۔

"اسی لئے میں سامان کے بجائے کیش رکھنا پسند کرتا ہوں۔ ضرورت کے مطابق ایک آدھ جوڑا خرید لوں گا۔ اس کے بعد جیسے بھی حالات ہوئے ان کے مطابق کام ہوتا رہے گا۔"

"تم تنہا جاؤ گے" فلورا نے سنجیدگی سے کہا "میرا مطلب ہے باہر ممکن ہے کہیں تمہیں لک کی ضرورت پیش آجائے۔"

"بے فکر رہو، جب بھی ایسا کوئی معاملہ درپیش ہوا تمہارے بغیر باہر نہیں نکلوں گا لیکن اس وقت میں جن علاقوں کی طرف جاؤں گا تم شاید ان علاقوں کا رخ کرنا بھی گوارا نہ کرو۔"

"تم خواہ مخواہ گھبرا رہے ہو، میں کوئی زبردستی تو تمہارے ساتھ نہیں جا رہی۔ بس یوں ہی پوچھ لیا تھا۔"

"فاکس ٹریٹ کی طرف سے کوئی پوچھ گچھ ہو تو کہہ دینا کہ میں دو بجے تک واپس آؤں گا۔"

میں ہوٹل سے نکل آیا۔ میرا ارادہ تہذیب سے ملنے کا تھا۔ بہت سے اہم معاملات طے کرنے کے لئے اس سے ملنا ضروری تھا۔ اگرچہ اس اسٹیج پر تہذیب سے ملنا خطرناک اقدام تھا لیکن مجھے امید تھی کہ فاکس ٹریٹ میری نگرانی کی زحمت گوارا نہیں کی ہوگی۔

میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا لیکن اس کے باوجود میں نے احتیاطاً تین ٹیکسیاں تبدیل کیں۔ کوٹھی پر پہنچا تو تہذیب اور بڈ میرے منتظر تھے۔

"تم نے بہت دیر کر دی" تہذیب نے کہا "شاید کوئی خاص وجہ ہے تمہیں یہاں پہنچنے میں دیر ہو گئی؟"

میں نے حیرت سے تہذیب کو دیکھا "تم میرا انتظار کر رہی تھیں؟" میں نے کہا "میں نے اس وقت آنے کا وعدہ تو نہیں کیا تھا؟"

تہذیب ہنسنے لگی "تمہاری نگرانی کرنے کے لئے بڈ ہوٹل میں ہی موجود تھا۔ اس نے تمہیں اکیلے نکلتے دیکھا تو مطمئن ہو گیا اور مجھے فون پر اطلاع کر کے خود بھی یہاں آگیا۔ ہم سمجھ گئے تھے کہ تم اس وقت یہیں آؤ گے۔"

"ہاں" میں نے ایک طویل سانس لی "حالات تبدیل ہو گئے ہیں اور اگر میرا اندازہ درست ہے تو چند روز کے اندر ہم کوئی نمایاں کامیابی حاصل کر لیں گے۔"

طلحہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ وہ ٹرالی چلاتا ہوا لایا تھا جس پر ناشتے کے سارے لوازمات موجود تھے۔

"یہ کیا بھئی" میں نے ہنس کے کہا "میں کوئی مہمان تھوڑی ہوں۔ جس چیز کی ضرورت ہوگی خود ہی کہہ دوں گا۔"

"ہمیں معلوم ہے جناب کہ آپ کی پوری رات مصروف گزری ہے" طلحہ نے کہا "ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ آپ یہاں آنے والے ہیں اس لئے ہم نے پہلے ہی سے آپ کے لئے ناشتے کا بندوبست کر لیا تھا۔"

"ناشتا تو میں کر کے آیا ہوں، بس مجھے ایک پیالی چائے بنا دو۔" میں نے طلحہ سے کہا اور پھر ان لوگوں کو گزشتہ رات کے واقعات بتانے لگا۔

"مجھے تو کچھ گڑبڑ نظر آرہی ہے" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "آخر چیف نے فلورا کو اپنی لک کیوں قرار دیا؟"

"مصلحتاً" میں نے کہا "انہیں الجھانے کے لئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔"

"فلورا ہی کیوں؟" بڈ نے کہا "میں نے اسے دیکھا ہے میڈم! وہ بڑی حسین لڑکی ہے...."

"بس شروع ہو گئے" تہذیب نے منہ بنا کے کہا "ہمیشہ اپنے دماغ سے ہی سوچو گے۔"

"بڈ تمہارا وفادار ہے میڈم! اس لئے تمہارے حصے کا کام بھی کرتا ہے، اگر میں چیف پر نگاہ نہ رکھوں تو معلوم نہیں یہ کیا کر بیٹھیں۔"

"بکواس مت کرو" تہذیب نے اسے گھورا "ہم لوگ یہاں محبت کے ڈرامے اسٹیج کرنے نہیں آئے۔ ہمارے سامنے عظیم مقاصد ہیں۔"

"ٹھیک ہے میڈم!" بڈ نے سر جھکا لیا "تمہیں شاید اسی وقت ہوش آئے گا جب تیر کمان سے نکل چکا ہوگا۔"

تہذیب اسے گھورنے لگی اور مجھے ہنسی آگئی "ویسے فلورا کو بھی مجھ پر شبہ ہے مگر اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی کہ میں نے اسے اپنی لک کس مقصد کے تحت قرار دیا

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب
ابجدِ موسیقی
سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے
سُر، لے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور
موسیقی کے دیگر اسرار و رموز
آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب
برِصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:
یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے
مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں
قیمت: ۱۰۰/- روپے ○ ڈاک خرچ: ۱۸/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف
کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سعید مینشن بلیمویا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔"

"عقل مند معلوم ہوتی ہے" بڈ نے سرہلایا "ورنہ عام لڑکیاں تو اندازہ ہی نہیں کرپاتیں کہ ان پر ڈورے ڈالے جارہے ہیں۔"

"اسی لئے تو وہ الجھ کر رہ گئی ہے" میں نے ہنس کر کہا "مجھے اس پر ڈورے ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ تو پکے پھل کی طرح میری آغوش میں گرنے کو تیار تھی۔"

"سن او میڈم!" بڈ نے اچھل کر کہا "چیف نے کیا الفاظ استعمال کئے ہیں اس لئے کہتا ہوں کہ ان پر ذرا گہری نظر رکھا کرو۔ مردوں کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔"

"فضولیات مت بکو..... میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے اور پھر مجھے بہت سی ضروری باتیں بھی کرنی ہیں۔ یہ بتاؤ کہ صبح نو بجے مادام کلارا سے بات ہوئی تھی؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"ہوئی تھی" تہذیب نے جواب دیا "اس بار اس کا رویہ خاصا مصالحت آمیز تھا لیکن تمہاری ہدایت میرے پیش نظر تھی کہ فی الحال اسے الجھا کے رکھا جائے اس لئے میں نے اسے ٹال دیا۔"

"وہ کیا کہہ رہی تھی؟"

"مائیکرو فامیں حاصل کرنے کے لئے بے تاب تھی اور اس کے لئے منہ مانگی رقم دینے کو بھی تیار تھی۔ رقم کی ادائیگی کا طریقہ کار بھی اس نے مجھ پر ہی چھوڑ دیا۔"

"ابھی اس سے کچھ طے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے ایک آدھ روز کے لئے الجھائے رکھو۔ پھر جب میں تم سے کہوں اس وقت اس سے کچھ طے کرنا۔"

"تمہارا پروگرام کیا ہے؟" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کراؤن کلب مادام کلارا کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔ اگرچہ یہ ان کا سائڈ بزنس ہے مگر ان کے لئے ایک آڑ بھی فراہم کرتا ہے۔ وہاں کام کرنے والا ہر فرد تو ایگلز سے متعلق نہیں ہوسکتا لیکن ایگلز کے لوگ بھی وہاں ہوں گے ضرور ..... فاکس ٹریٹ کی حد تک تو مجھے یقین ہے کہ وہ اگر ایگلز کا نہیں تو مادام کلارا کا آدمی ضرور ہے۔ ایسی منظم تنظیموں کو باصلاحیت مجرموں کی ہروقت ضرورت رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فاکس ٹریٹ مجھے طرح دینے پر مجبور ہوگیا۔ کراؤن کلب میں ملازمت دینے کی حد تک وہ بااختیار تھا اور اس نے مجھے اس کی پیش کش بھی کردی تھی لیکن میں نے انکار کر دیا۔ اس سے اگلا مرحلہ یہی ہوسکتا ہے کہ مجھ سے ایگلز کے لئے کام لیا جائے مگر شاید فاکس ٹریٹ اس حد تک بااختیار نہیں ہے کہ اس بارے میں خود کوئی فیصلہ کرسکے اس لئے اس نے سوچا ہوگا کہ میرا معاملہ آگے بڑھادے۔ وہاں جو فیصلہ بھی ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔ رات کے اس شاید اس نے مادام کلارا سے رابطہ قائم کرنے کی ہمت نہ ہو لیکن مجھے امید ہے کہ آج شام تک کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور نکل آئے گا۔"

"اگر تمہیں ملازمت کی اتنی ہی ضرورت تھی تو مجھ سے کہا ہوتا، میں تمہارے لئے کسی عمدہ سی ملازمت کا بندوبست کردیتا" بڈ نے کہا۔

"تم نے پھر بے تکی ہانکنا شروع کی" تہذیب نے اسے جھڑکا پھر مجھ سے بولی "اگر تم نے ایگلز میں جگہ حاصل کر لی تو اس سے کوئی فوری فائدہ تو نہیں اٹھا سکو گے۔"

"یقین سے کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا" میں نے کہا "صرف اسی توقع پر یہ سب کچھ کررہا ہوں کہ مجھے ایگلز میں جگہ مل جائے۔ ممکن ہے مادام کلارا اس کے برخلاف کرے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میں کوئی اہم مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاؤں۔"

"ایگلز کے مقابلے پر فالکن قائم کی گئی تھی لیکن اب تک اس نے کسی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا" تہذیب بولی۔

"یہ بات رینا سالومن کہہ رہی ہے یا تہذیب مالکم ایکس؟" میں نے سوال کیا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ حقیقت تو بہرحال رہے گی یا تم بھی انہی لوگوں میں شامل ہوگئے ہو جو کہتے ہیں مت دیکھو کہ کیا کہا جارہا ہے؟ یہ دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے"

"تم غلط سمجھیں ..... دو دن میں ہم نے جو کچھ کیا وہ مادام کلارا کے لئے بہت ہے۔ تم اگر خود کو رینا سالومن تصور کراؤ تو تم نے بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں لیکن تہذیب مالکم ایکس تمہیں اپنی کارکردگی پر عدم اطمینان کا اظہار کرنے کا اختیار ہے۔"

"ظاہر ہے، میں تو اپنے ہی انداز میں سوچوں گی" تہذیب نے کہا "میں کوئی رینا سالومن تو ہوں نہیں۔"

"یہی تمہاری غلطی ہے ..... جب تم رینا سالومن کی حیثیت سے سامنے آئی ہو تو تمہیں ایسا ہی انداز فکر اپنانا ہوگا۔ اگر واقعی کوئی رینا سالومن ہوتی تو کس انداز میں سوچتی۔ اتنی بڑی تنظیم کے مقابلے پر صرف ٹک جانا ہی اس کے لئے بہت ہوتا اور ذرا خود کو مادام کلارا کی جگہ رکھ کر سوچو۔ وہ اس زعم میں مبتلا ہے کہ شی گورائے کی بڑی سے بڑی تنظیم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اس لئے کہ وہ ایک بڑی مجرم بین الاقوامی دہشت گرد تنظیم کی نمائندہ ہے اور یہاں اس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ لیے اگر یہ معلوم ہوجائے کہ اس کے مقابلے میں تہذیب مالکم ایکس ہے تو بھی وہ ذہنی طور پر مطمئن ہوجائے گی۔ اس کے مقابلے پر ایک ایسی شخصیت ہے جو اس سے ٹکر لے سکتی ہے لیکن اب تو وہ اپنے سر کے بال نوچ رہی ہوگی۔ آخر ایک گمنام عورت اسے زک پر زک دیے چلی جارہی ہے۔"

"تم یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ ہماری کارکردگی بہت عمدہ رہی ہے لہٰذا مطمئن ہوجانا چاہئے؟" تہذیب نے کہا۔

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہم نے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے وہ صبر و استقامت کا متقاضی ہے۔ اگر ہم نے برعکس طریقہ اختیار کیا یعنی اگر ہم اپنی اصل حیثیت میں کھل کر مادام کلارا کے مقابلے پر اتر آئے تو ہمیں اس سے براہ راست مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس سے ہماری رفتار تو تیز ہوجائے گی لیکن ساتھ ہی خطرات بھی بڑھ جائیں گے۔ ممکن ہے ہمیں نقصان بھی اٹھانا پڑجائے۔ کیا تم یہ گوارا کرلوگی۔ ہمارا مطمع نظر تو یہ ہے کہ خود کم سے کم نقصان اٹھاکر دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان سے دوچار کیا جائے۔"

"ٹھیک ہے علی!" تہذیب نے ہنس کر کہا "ویسے بھی تم ہی انچارج ہو۔ ہمیں تمہاری بات ماننی پڑے گی۔"

"جب تک میں ہوٹل میں فلورا کے ساتھ مقیم ہوں کوئی ایک فرد میری نگرانی کرتا رہے" میں نے کہا "لیکن میرا تعاقب کرنے کی کوشش نہ کرے۔ جو کچھ بھی ہوگا اس سے میں خود ہی نمٹوں گا کیوں کہ اس موقع پر میں معمولی سا خطرہ بھی نہیں مول لینا چاہتا۔"

❁❁❁✻✻❁❁❁

ٹھیک دو بجے میں ہوٹل واپس پہنچ گیا۔ فلورا کمرے میں موجود تھی۔ وہ وی سی آر پر کوئی انگریزی فلم دیکھ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے ٹی وی بند کردیا۔

"باس کا فون آیا تھا" فلورا نے مجھ سے کہا "وہ ناراض ہورہا تھا کہ تم اسے بتائے بغیر ہوٹل چھوڑ کر کیوں گئے۔"

"اسی لئے میں کسی اور کے لئے کام کرنے سے گریز کرتا ہوں۔ اس سے اجازت لینے کی مجھے کیا ضرورت ہے۔ کیا میں اس کا ملازم ہوں؟" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

"اپنی خیر مناؤ ایڈی! تم باس سے واقف نہیں ہو۔ وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو۔"

"میں بھی کم خطرناک نہیں ہوں" میں نے سنجیدگی سے کہا "وہ دوسروں کے بل پر اکڑتا ہے جب کہ میں صرف اپنی قوتِ بازو پر بھروسا کرتا ہوں۔ میں ایسے لوگوں سے کیوں ڈروں جو دوسروں کے محتاج ہیں۔"

"تمہارے جانے کے بعد سے اب تک میں تمہارے بارے میں سوچتی رہی ہوں اور اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ تم میں کچھ صلاحیتیں ہیں تو ضرور مگر جتنی تم میں صلاحیتیں ہیں اس سے کئی گنا زیادہ تمہارا دماغ خراب ہے۔"

"معلوم نہیں کیوں اکثر لوگ میرے بارے میں یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں" میں نے افسردہ لہجے میں کہا "میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے سے میں ہمیشہ گریز کرتا ہوں۔ اپنے کام سے کام رکھتا ہوں۔ بس مجھے ملازمت کرنا پسند نہیں ہے جب میں کسی کی ملازمت کرنے سے انکار کرتا ہوں تو اس کی انا کو ٹھیس کیوں پہنچتی ہے۔ ہر شخص کو اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کی آزادی ہونی چاہئے۔ مجھے یہ آزادی کیوں میسر نہیں ہے۔ میں تمہارے باس کے پاس ملازمت کی درخواست لے کر تو نہیں گیا تھا۔ میں نے اس کی خوشامد تو نہیں کی تھی کہ وہ مجھے ملازم رکھ لے۔ یہ تو اس کی اپنی خواہش ہے آخر وہ اپنی خوشی پوری کرنے کے لئے میری آزادی کیوں سلب کرنا چاہتا ہے؟"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے ایڈی!" فلورا نے نرم لہجے میں کہا "میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتی کہ تم نے میری خاطر خود کو خطرے میں ڈال دیا تھا اور ٹونی اور ایڈگر سے میری جان بچائی تھی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ فاکس ٹریٹ نے اپنی پوری زندگی میں کسی اور کے ساتھ اتنا نرم رویہ اختیار نہیں کیا ہوگا جتنا تمہارے ساتھ کیا ہے۔ میں تو اس بات پر حیران ہوں کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟"

"تم نہیں سمجھوگی ..... اس لئے کہ تمہارے پاس وہ آنکھ نہیں ہے جس سے تم ایڈم ڈی فلوک کی صلاحیتوں کو دیکھ سکو۔ فاکس ٹریٹ نے میری صلاحیتوں کو بھانپ لیا تھا۔ وہ ایک بڑا کلب چلا رہا ہے۔ اس کے ملازمین کی تعداد سیکڑوں میں تو ضرور ہوگی۔ وہ خود بے حد دولت مند بھی ہے۔ ایسے لوگوں میں ایک قسم کی انا ہوتی ہے، انہیں دوسروں کو زیر کرکے عجیب قسم کی تسکین ملتی ہے۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ زیر کیا جانے والا شخص ان سے زیادہ باصلاحیت بھی ہو۔ اس مقصد کے لئے یہ لوگ قربانیاں پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ فاکس ٹریٹ چاہتا تو میرے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ساتھ زبردستی بھی کر سکتا تھا مگر اس نے خود پر قابو پایا تاکہ مجھے پوری طرح اپنے تابع کر سکے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں؟"

"تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں لیکن یہ بھی تو سوچو کہ دریا میں رہ کے مگرمچھ سے بیر رکھنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ اس طرح اپنا ہی نقصان ہوتا ہے۔"

میں نے فلورا کو غور سے دیکھا "معلوم ہوتا ہے کہ فاکس ٹریٹ نے تمہیں بھی ہدایت دے دی ہے کہ مجھے ہموار کرنے کی کوشش کرو؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے" فلورا نے نفی میں سر ہلایا "اگر تم غور کرو تو اپنے اس خیال کو خود ہی غلط قرار دو گے۔ میں اس کی ایک ادنیٰ سی کارکن ہوں۔ مجھ سے اس قسم کی درخواست کر کے وہ اپنی توہین کا مرتکب نہیں ہو سکتا؟"

"تم نے اچانک ہی عقل مندوں کی سی گفتگو شروع کر دی۔" میں نے کہا اور فلورا ہنسنے لگی۔

"اسے صحبت کا اثر کہتے ہیں" وہ ہنستے ہوئے بولی "صبح تک میں کیسی بے تکی باتیں کر رہی تھی اور دوپہر ہونے تک راہِ راست پر آ گئی۔ تم میری باتوں کا برا تو نہیں مانے؟"

"کون سی باتوں کا؟" میں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔ حالاں کہ میں خوب سمجھ رہا تھا کہ اس کا اشارہ کن باتوں کی طرف ہے۔

"میں کہہ رہی تھی نا کہ تم کسی بڑے چکر میں ہو اور کسی خاص مقصد کے تحت مجھ سے قریب ہو رہے ہو......"

"اوہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے" میں نے قہقہہ لگایا "تم چاہو تو میری طرف سے اب بھی تمہیں اجازت ہے۔ تم کچھ ہی کیوں نہ سمجھو اس سے میری صحت پر کیا اثر پڑے گا۔"

"تمہاری دل آزاری تو ضرور ہوئی ہو گی۔ میں نے تم پر شک و شبے کا اظہار بھی کیا تھا حالاں کہ میں نے بعد میں غور کیا تو مجھے احساس ہوا کہ تمام جرائم پیشہ لوگ تمہاری ہی طرح پراسرار ہوتے ہیں..... جرائم پیشہ کہنے پر تم برا تو نہیں مانے؟"

"میں نے حقیقت کو قبول کرنا سیکھا ہے۔ حقیقت سے نگاہیں چرا کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ آدمی خود کو ہی دھوکا دیتا ہے۔ میں جرائم پیشہ ہوں لہٰذا اپنے لئے اس لفظ کے استعمال پر برا بھی نہیں مان سکتا۔"

"شکریہ......" فلورا نے کہا "تمہاری بہتری کے لئے میں تمہیں یہی مشورہ دے سکتی ہوں کہ فاکس ٹریٹ سے ذرا مؤدبانہ انداز میں بات کیا کرو۔ وہ اپنے ماتحتوں کے حق میں عام حالات میں برا آدمی نہیں ہے۔"

"تم شاید یقین نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ کسی بھی اعتبار سے مجھ سے بڑا آدمی نہیں ہو سکتا۔ میں نے کبھی خود کو مرکوز کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ میرا انتشار ہی میری خا... ہے۔"

فلورا کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک لہرائی "اپنے ساتھ ساتھ تم دوسروں کے ساتھ بھی زیادتی کر رہے ہو" اس نے کہا "خود کو مرکوز کرنے کی کوشش کرو۔ اس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔"

"کس کے لئے مرکوز کروں..... میں نے بہت کم عمر میں بہت کچھ دیکھا ہے۔ ہر شخص مفاد پرست ہے، کوئی کسی کے ساتھ مخلص نہیں ہوتا بلکہ اکثر لوگ تو اپنے ساتھ بھی نہیں ہوتے۔ ایسے میں انتشار ہی بہتر ہے۔"

فلورا میرے برابر آ کر بیٹھ گئی "تم اتنے دل شکستہ کیوں ہو رہے ہو۔ ممکن ہے تمہیں تلخ تجربات ہوئے ہوں لیکن یہ دنیا اچھے لوگوں سے خالی تو نہیں ہے۔"

"مجھ سے کتابی گفتگو مت کرو فلورا! یہ سب باتیں کتابوں میں ہی اچھی لگتی ہیں۔ عملی زندگی کے تجربات ان سب کی نفی کرتے ہیں۔"

فون کی گھنٹی نے فلورا کو جواب دینے کا موقع نہ دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور پھر ریسیور میری طرف بڑھایا "باس کا فون ہے" اس نے مجھے بتایا "تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"تم کہاں غائب ہو گئے تھے مسٹر ایڈم؟" میرے ہیلو کہنے پر دوسری طرف سے فاکس ٹریٹ نے کہا "میں نے فون کیا تو معلوم ہوا تم دو بجے تک آؤ گے۔"

"میرا خیال ہے ابھی میں نے تمہاری ملازمت شروع بھی نہیں کی ہے اور تمہارا تحکمانہ انداز عروج کو پہنچا ہوا ہے۔ جب ابھی سے تمہارا یہ حال ہے تو بعد میں کیا ہو گا؟"

"آدمی کو اتنا اکھڑ بھی نہیں ہونا چاہئے" فاکس ٹریٹ نے نرم لہجے میں کہا "میں نے تم سے جواب طلبی تو نہیں کی۔ ویسے ہی پوچھ لیا تھا۔"

"جو باتیں ذاتیات کے زمرے میں آتی ہیں ان پر مفاہمت نہیں ہو سکتی۔"

"خیر ان باتوں کو چھوڑو..... یہ بتاؤ اس وقت میرے پاس آ سکتے ہو؟"

"نہیں، ابھی تو میں نے کھانا بھی نہیں کھایا..... کھانے کے بعد آ سکوں گا۔"

"ٹھیک ہے..... ایک گھنٹے بعد تو آ سکو گے۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

"مجھے کم از کم ڈیڑھ گھنٹا لگے گا" میں نے کہا "اس سے قبل نہیں آ سکوں گا۔"

"چلو کوئی بات نہیں..... ڈیڑھ گھنٹے بعد ہی آ جاؤ۔ میں کلب میں تمہارا منتظر رہوں گا۔"

فون بند کر کے میں فلورا کی طرف مڑا "حالات اور وقت کے ساتھ مفاہمت کرنا سیکھو" فلورا نے مجھ سے کہا "تمہارے اندر ذرا سی بھی لچک نہیں ہے؟"

"میں نہایت لچک دار قسم کا آدمی ہوں مگر جس بات کے لئے تم مجھ میں لچک دیکھنے کی خواہاں ہو وہ کم از کم میرے لئے ممکن نہیں ہے۔"

"بہت ضدی ہو" فلورا نے کہا "خیر چھوڑو..... پہلے ہم کھانا کھا لیتے ہیں۔"

فلورا کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد میں نے کراؤن نائٹ کلب کا رخ کیا۔ فاکس ٹریٹ نے مجھے اپنے کمرے میں طلب کر لیا اور میں پہلے کی طرح بڑی بے تکلفی سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ رات کی طرح اس وقت بھی ایڈونا اس کی کرسی کے عقب میں کھڑی تھی۔ فاکس ٹریٹ کے انداز سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ میری خدمات مستعار لینے کے لئے بے تاب ہے۔ اس کی صورت کیا ہو گی، یہ جاننے کے لئے مجھے تھوڑا سا صبر کرنا تھا۔

"کھانا تو تم کھا کر آئے ہو" فاکس ٹریٹ نے گفتگو کا آغاز کرنے سے قبل کہا "لہٰذا پینے میں جو پسند کرو بتا دو۔"

"کافی یا چائے میں سے کچھ بھی منگا لو" میں نے کہا "ساتھ ہی یہ بھی بتا دو کہ اس طرح زحمت دینے کی کیا وجہ ہے..... کیا میرے بارے میں کوئی فیصلہ کر لیا ہے؟"

فاکس ٹریٹ نے ایڈونا سے کافی لانے کو کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوا "میں نے تمہارا کمال دیکھتے ہوئے تمہیں بحیثیت شارپر کام کرنے کی پیش کش کی تھی مگر تم نے اسے مسترد کر دیا۔"

"وہ پرانی بات ہوئی فاکس ٹریٹ!" میں نے جان بوجھ کر اس کی بات قطع کرتے ہوئے کہا "اب تو نئی بات کرو۔"

"تم نے اگر میری پیش کش قبول کر لی ہوتی تو اچھا ہوتا۔ اس لئے کہ وہ ایک محفوظ کام ہے جس میں کسی قسم کے خطرات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔"

"زندگی میں خطرات نہ ہوں تو جینے کا لطف غارت ہو جاتا ہے مجھے خوشی ہے کہ میں نے وہ پیش کش رد کر دی تھی۔ کیا تمہارے پاس میرے لئے کوئی پُرخطر کام بھی ہے؟"

یکجا رکھے۔

"میں تمہاری صلاحیتوں اور تجربات سے ناواقف ہوں لیکن تمہیں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ فیلڈ ورک میں کسی ایک صلاحیت سے کام نہیں چلتا بلکہ جب تک آدمی بہت سی صلاحیتوں کا مرکب نہ ہو، فیلڈ ورک میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔"

"کیا تمہیں ٹونی اور ایڈگر کا حشر یاد نہیں..... اس کے بعد مزید کسی واقفیت کی ضرورت ہے؟"

"وہ دونوں لفنگے ہیں" فاکس ٹریٹ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا "انہوں نے کلب کے قوانین کی کھلی خلاف ورزی کی ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ان لوگوں نے یہاں اس قسم کی دھاندلیوں کا بازار گرم کر رکھا ہے۔"

"شارپنگ کے ذریعے لوگوں کو لوٹنا تمہارے خیال میں دیانت داری ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ دنیا بھر میں یہی سب کچھ ہوتا ہے۔ تمہیں ایک قمار خانہ بھی ایسا نہیں ملے گا جہاں قمار خانے کی سرپرستی میں شارپنگ نہ کی جاتی ہو لیکن ہم کسی کو مجبور تو نہیں کرتے کہ وہ ہمارے آدمی کے ساتھ ہی کھیلے۔ لوگ آپس میں بھی کھیلتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص ہمارے آدمیوں سے جیت جاتا ہے تو اس سے زبردستی رقم نہیں چھینی جانی چاہئے۔ میں اس چیز کے سخت خلاف ہوں۔ اس سے ہماری ساکھ متاثر ہوتی ہے اور اسی اعتبار سے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تمہاری وجہ سے ان لوگوں کی دھاندلیاں میرے علم میں آئیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ اس سے قبل بھی کچھ جیتنے والوں کو کلب کے اندر ہی لوٹ چکے ہیں۔ میں انہیں سخت سزا دوں گا۔"

"کیا یہ لاعلمی نااہلی کے زمرے میں نہیں آتی؟" میں نے کہا اور فاکس ٹریٹ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"تم بہت کھردرے انداز میں گفتگو کرتے ہو۔ تمہیں اپنے اندازِ گفتگو میں تھوڑی بہت تبدیلی کرنی چاہئے۔"

"اسے چھوڑو" میں نے بے پروائی سے کہا "اور اصل بات کی طرف آ جاؤ۔"

"ٹونی اور ایڈگر لفنگے ہی سہی مگر جس وقت تم نے ان کو زیر کیا وہ دونوں مسلح تھے۔ ہم اس نکتے کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور یہی وجہ ہے کہ ہم تمہارے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ تمہارا کسی سے مرعوب نہ ہونا بھی بہت کچھ ظاہر کرتا ہے میں نے بہت غور کیا لیکن میں یہ طے نہیں کر پایا کہ تمہیں کس قسم کی ذمے داریاں سونپی جائیں۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ جو کام کسی اور سے نہ ہو رہا ہو

WWW.PAKSOCIETY.COM

پوری طرح ا... تم ایڈم ڈی فلوک کو سونپ سکتے ہو۔ پھر تمہیں کیا تردد ہے؟"

فاکس ٹریٹ مجھے غور سے دیکھنے لگا "ہمیں سنگین حقائق کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ دوسروں کے دعوؤں پر آنکھ بند کر کے اعتبار کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہوتا۔ تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟"

"میں تم سے متفق ہوں" میں نے کہا "جو باتیں تم کر رہے ہو وہ عمومی نوعیت کی ہیں اور تمہارا مسئلہ ہیں۔ مجھے تم نے انگیج کیا ہے۔ میرے سامنے مسائل نہیں، مسائل کا حل رکھو۔"

"تم نے یہ بھی کہا تھا کہ تم کسی کے پابند ہو کے نہیں رہ سکتے۔" فاکس ٹریٹ بولا "تمہاری یہ بات مجھے تردد میں مبتلا کررہی ہے۔"

"میں نے ہرگز یہ نہیں کہا تھا..... میں نے یہ کہا تھا کہ میں بے جا قسم کے ڈسپلن کی پابندی نہیں کرسکتا۔ یہ بات سمجھ لو فاکس ٹریٹ کہ میں اپنی خدمات تو فروخت کرسکتا ہوں، اپنی عزتِ نفس کا سودا نہیں کرسکتا۔ یہ بھی سن لو کہ میں جو کام ذمے لے لیتا ہوں اسے اپنی پوری صلاحیت بروئے کار لا کر اختتام تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے" فاکس ٹریٹ نے اثبات میں سرہلایا۔ پھر دراز کھول کر اس میں سے ایک چیک نکال کر میری طرف بڑھایا "یہ سٹی بینک کا چیک ہے" اس نے کہا "صرف ایک لاکھ کا..... کل صبح ٹھیک نو بجے تمہیں یہ چیک کیش کرا کے مجھ تک رقم پہنچانی ہوگی۔ یہ پہلا کام کردو، اس کے بعد دیکھیں گے۔"

میں نے چیک فاکس ٹریٹ سے لے لیا "کیا یہ کام کوئی اور نہیں کرسکتا تھا؟" میں نے سرسری انداز میں کہا۔

"یہاں تم اپنی حدود سے تجاوز کررہے ہو۔ جو کام تمہیں سونپا گیا ہے تمہیں صرف اس کی انجام دہی سے غرض رکھنی چاہئے۔"

"اوکے باس" میں نے ہنس کر کہا "مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔ اب کل صبح ملاقات ہوگی۔"

❖❖❖✱✱❖❖❖

اگلی صبح بینک کھلنے کے ساتھ ہی میں ٹھیک نو بجے بینک میں داخل ہوا۔ شہر کے وسط میں واقع یہ ایک بڑی برانچ تھی۔ اس وقت میں جینز اور شرٹ پہنے ہوئے تھا اور آنکھوں پر دھوپ کا چشمہ تھا جو بینک کے اندر آنے کے باوجود میں نے نہیں اتارا تھا۔ بینک کا عملہ پہلے ہی اپنی اپنی سیٹیں سنبھال چکا تھا مگر کیش اس وقت لاکر روم سے جارہا تھا۔ اس برانچ میں یقیناً کیش بہت زیادہ رہتا ہوگا اس لئے یہاں بینک کے دروازے پر متعین گارڈز کے علاوہ بھی کئی مسلح پہرے دار نظر آرہے تھے جو نیلی وردی میں ٹہل رہے تھے۔

لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہونا شروع ہوگیا تھا گر کیش کے کاؤنٹر پر سب سے پہلے چیک پیش کرنے والا میں تھا۔ کاؤنٹر کلرک نے مجھ سے چیک کی پشت پر دستخط کرنے کو کہا۔ میں نے ایڈم ڈی فلوک کے فرضی دستخط کرکے چیک اس کی طرف بڑھادیا اور اس نے رجسٹر میں اندراج کے بعد ایک ٹوکن میرے حوالے کردیا جس پر ایک نمبر لکھا ہوا تھا۔ چیک کی پشت پر نمبر ڈالنے کے بعد اس نے برابر والے شخص کی طرف بڑھادیا تھا۔ میں دیوار کے ساتھ لگے ہوئے صوفوں پر بیٹھنے کے بجائے کاؤنٹر کے پاس ہی ایک طرف کھڑا ہوگیا۔ میں چیک پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔

دوسرے شخص نے چیک لے کر ایک لیجر کی ورق گردانی کی غالباً وہ اکاؤنٹ کا بیلنس چیک کررہا تھا۔ بیلنس چیک کے بعد اس نے چیک پر دستخط کئے اور اپنے عقب میں میز پر رکھ دیا۔ اس شخص نے اپنے پاس موجود ریکارڈ سے چیک کے دستخط کا موازنہ کیا اور پھر ایک حیرت انگیز بات ہوئی۔ اس نے پیون کو بلا کر چیک اس کے حوالے کیا اور اس سے کچھ کہا جو فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے میں سن نہ سکا تاہم یہ تو میں دیکھ ہی سکا تھا کہ پیون چیک لے کر اس کیبن کی طرف بڑھ گیا تھا جس پر منیجر کی تختی لگی ہوئی تھی۔ یہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ عام طور پر چیک منیجر تک نہیں جاتا تھا۔ مگر جو چیک دیا گیا تھا وہ منیجر تک لے جایا گیا تھا۔ یقیناً کوئی گڑبڑ تھی۔

مجھے خطرے کا احساس ہوا لیکن میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔ اب جو بھی ہوتا مجھے بھگتنا ہی تھا۔ اتنا تو مجھے یقین تھا کہ میں کسی بڑی مشکل میں نہیں پھنسوں گا اور اگر پھنس بھی گیا تو باسانی اس سے نکل جاؤں گا۔

چند منٹ بڑے سکون سے گزر گئے۔ میرے بعد آنے والوں کے چیک کیش ہو رہے تھے اور وہ رقمیں لے کر جا رہے تھے اب تک پانچ افراد کو ادائیگی کی جا چکی تھی مگر کیشیئر نے میرا نمبر پکارا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ میرا چیک کیشیئر کے پاس نہیں آیا تھا۔ پھر اس نے میرا نمبر کیوں پکارا تھا..... بات جو بھی رہی ہو، یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ بینک کے کیشیئر کے پاس اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ وہ کسی فرد کا انتظار کرتا رہے۔

میں تیزی سے آگے بڑھ کر کیش کاؤنٹر پر پہنچا اور کیشیئر کی طرف ٹوکن بڑھادیا۔ کیشیئر نے مجھ سے ٹوکن لے کر اس پر کھدا ہوا نمبر دیکھا پھر ٹوکن واپس کرکے بولا "آپ منیجر صاحب کے پاس چلے جائیں۔"

میں نے ٹوکن واپس لیتے ہوئے تفہیمی انداز میں سرہلایا اور کاؤنٹر کے عقب سے گھوم کر بینک کے دوسرے سرے پر واقع منیجر کے کیبن کی طرف بڑھنے لگا۔ کیشیئر سے کچھ کہنا سننا فضول تھا۔ وہ تو شاید کچھ جانتا ہی نہ ہو۔

منیجر سے اجازت لے کر میں اس کے کیبن میں داخل ہوگیا۔ سیاہ فام منیجر مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے ایک چیک پیش کیا تھا۔" میں نے منیجر سے کہا "لیکن کیشیئر نے مجھے آپ کے پاس بھیج دیا۔ میں نہیں سمجھ سکتا ایسا کیوں ہوا؟"

"اوہ! تو یہ چیک آپ نے پیش کیا تھا۔" منیجر نے خوش اخلاقی سے کہا "تشریف رکھیے۔" اس نے اپنے سامنے رکھی ہوئی کرسیوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔

"میرا وقت بہت قیمتی ہے منیجر صاحب!" میں نے کہا "اور میں اپنا قیمتی وقت یوں ضائع نہیں کرسکتا۔ مجھے بتایئے کہ مسئلہ کیا ہے؟"

منیجر نے ایک طویل سانس لی۔ "میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ چیک آپ کو کہاں سے ملا؟" منیجر نے کہا اس کا لہجہ سرسری تھا مگر میں بہت کچھ محسوس کرسکتا تھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے ماتھے پر شکنیں ڈال کر پوچھا۔ "کیا چیک کیش کرانے کے لئے یہ بتانا بھی ضروری ہوتا ہے؟"

"مخصوص حالات میں ہم اپنے کسی بھی کلائنٹ سے یہ سوال کرسکتے ہیں۔" منیجر نے مخصوص پر زور دیتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"کیا بینک کے قوانین میں ایسی کوئی شق موجود ہے؟" میں نے سرد لہجے میں کہا "جس کے تحت آپ اس قسم کی پوچھ گچھ کرسکتے ہوں؟"

"فرض کیجئے ہمارا کلائنٹ ہمیں اپنی چیک بک یا چیک بک میں سے کسی چیک کی گمشدگی کی اطلاع دیتا ہے۔" منیجر نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "ایسی صورت میں ہم کیا کریں گے؟"

میں دم بخود رہ گیا۔ یہ فاکس ٹریٹ نے میرے ساتھ کس قسم کا کھیل کھیلا تھا لیکن میں نے اپنے حواس یکجا رکھے۔

"میں یہاں مفروضوں پر گفتگو کرنے کی غرض سے نہیں آیا ہوں مسٹر منیجر! اگر اس چیک کے کیش ہونے میں کسی قسم کی قباحت ہے تو آپ چیک واپس کرسکتے ہیں۔"

"میں نے آپ سے پوچھا ہے کہ یہ چیک آپ کو کہاں سے ملا؟" منیجر نے سخت لہجے میں کہا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر منیجر!" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "میں کسی غیر متعلق سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ اس کی نوبت آئے گی۔" منیجر کے سیاہ ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک لکیر سی ابھری اور اسی وقت اس کے کیبن کا دروازہ کھلا اور مسلح پولیس والے اندر داخل ہوئے۔

"اس شخص کو گرفتار کرنا ہے۔" منیجر نے ان سے کہا۔ "اس نے ایک جعلی چیک کیش کرانے کی کوشش کی تھی۔" منیجر نے ان کی طرف چیک بڑھایا۔ "اس چیک کے مطابق اس کا نام ایڈم ڈی فلوک ہے اور پشت پر اس کے دستخط بھی ہیں۔"

"ہم اس سے پوچھ گچھ کرلیں گے جناب!" ایک سپاہی نے منیجر سے چیک لیتے ہوئے کہا اور دوسرا ہتھکڑی لے کر میری طرف بڑھا میں بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ اس صورتِ حال کا تو میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اگر مجھے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ بات اس حد تک بھی بڑھ سکتی ہے تو میں پہلے ہی فرار ہوگیا ہوتا مگر اب تو یہ بھی ممکن نہیں رہا تھا۔ دو مسلح پولیس والے کیبن کے باہر بھی موجود تھے اور پوری طرح مستعد نظر آرہے تھے۔ بینک کے مسلح گارڈز الگ مستعد تھے اور ان سب کی توجہ منیجر کے کیبن کی طرف تھی۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے لیکن یہ اندازہ کرنا کیا مشکل تھا کہ کوئی غیر معمولی صورتِ حال ہے ورنہ پولیس کیوں آتی؟

"کیا ہتھکڑی لگانا ضروری ہے۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا "میں شریف آدمی ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔" پولیس والا غرّایا "شریف لوگ جعلی چیک بھناتے نہیں پھرتے۔ ہاتھ آگے لاؤ ورنہ ہم دوسرے طریقے بھی جانتے ہیں۔"

میں نے ہاتھ آگے بڑھادیا۔ "یہ سب کچھ غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ پولیس اسٹیشن چل کر میں تمہیں سب کچھ بتادوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں فرار ہونے کی کوشش نہیں کروں گا۔ اگر تم مجھے بغیر ہتھکڑی ڈالے لے چلو تو تمہاری مہربانی ہوگی۔"

پولیس والے کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے میری ایک بات بھی نہ سنی ہو۔ اس نے بڑے انہماک سے مجھے ہتھکڑی پہنائی اور پھر منیجر سے اجازت لے کر مجھے بینک سے باہر لے آئے۔ غصے کی زیادتی سے میرا برا حال ہو رہا تھا۔ میں مادام کلارا سے ٹکرانے چلا تھا مگر اس کے ایک معمولی کارندے نے مجھے پولیس کے ہاتھوں گرفتار کرا دیا۔ سب سے زیادہ غصہ مجھے خود اپنے آپ پر آرہا تھا۔ ان چکروں میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ مادام کلارا سے الجھنا ہی تھا تو براہِ راست بھی تو الجھا جاسکتا تھا کم از کم یہ درگت تو نہ بنتی۔ اب پولیس والوں سے بھگتو۔ کم بختوں نے ایک نہیں سنی۔ ورنہ تیسری دنیا کے ممالک کی پولیس تو ایسی ہی باتیں سنتی ہے۔

میں بینک میں موجود تمام افراد کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا۔ ان میں بچے بوڑھے سبھی تھے۔ خواتین بھی تھیں۔ وہ سب مجھے یوں دیکھ رہے تھے جیسے میں کوئی عجوبہ ہوں۔ ایسا عجوبہ جو انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو اور نہ مستقبل میں نظر آنے کی کوئی توقع ہو۔ ان سب کی نگاہیں مجھے اپنے جسم میں پیوست ہوتی محسوس ہو رہی تھیں مگر میں سر جھکائے چل رہا تھا۔ میرا انداز ایسا ہی تھا جیسا کسی حقیقی مجرم کا ہو سکتا ہے۔ اور اس میں میری اداکاری کا ذرا سا بھی دخل نہیں تھا۔ جو کچھ بھی تھا فطری تھا۔ میں مجرم نہ سہی مگر اس جھنجلاہٹ میں ضرور مبتلا تھا کہ میں نے غلطی کیوں کی..... اس وقت میں یہ سوچنے کو بھی تیار نہیں تھا کہ میں بھی انسان ہوں اور مجھ سے بھی غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔

بینک سے باہر نکلے تو بھری پری سڑک تھی۔ بینک سے پولیس والوں کے ساتھ ایک ہتھکڑی بدست شخص کو نکلتے دیکھ کر..... مجمع لگ گیا۔ اگر میرے ہاتھ میں ہتھکڑی نہ ہوتی تو اس لمحے سے فائدہ اٹھا کر میں فرار ہونے کی کوشش کر سکتا تھا جب پولیس والوں نے جمع ہو جانے والے لوگوں کو بھپکی دے کر منتشر کیا تھا۔

بینک کے دروازے کے سامنے ہی پولیس کی موبائل وین موجود تھی۔ اس وین میں سوار کرانے سے قبل میری سرسری سی تلاشی لی گئی۔ شاید انہیں میرے پاس کسی ہتھیار کی توقع تھی جو نہیں تھا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر مجھے وین میں سوار کرا دیا گیا۔ دو پولیس والے میرے دائیں بائیں اور دو سامنے بیٹھے تھے۔ ڈرائیور کے برابر والی نشست پر بھی دو مسلح پولیس والے موجود تھے۔ اس طرح کل سات پولیس والے تھے اور میں تنہا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں حساب لگایا کہ اگر میں چاہوں بھی تو فرار نہیں ہو سکتا۔ اول تو میری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہتھکڑی تھی۔ بالفرض میں اس کے باوجود کوئی کوشش کرتا تب بھی ان پولیس والوں سے کچھ بعید نہیں تھا۔ انہیں ویسے بھی اپنی انگلیوں پر کنٹرول نہیں ہوتا۔ بوکھلاہٹ میں اس بات کا خیال بھی نہیں کرتے کہ فائرنگ سے ان کے اپنے ساتھی بھی زخمی ہو سکتے ہیں اور فائرنگ شروع کر دیتے ہیں۔

"کب سے جعلی چیک بھنانے کا دھندا کر رہے ہو؟" وین روانہ ہونے سے قبل ایک پولیس والے نے سوال کیا۔

"یہ ایسے قبولنے والا نہیں ہے۔" دوسرے نے ٹکڑا لگایا۔ "صورت سے ہی عادی مجرم لگتا ہے۔ اس پر بڑی محنت کرنی پڑے گی۔ آسانی سے کچھ نہیں اگلے گا۔"

میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ ان لوگوں کے منہ لگنا فضول تھا۔ وہ تو اپنے باپ پر بھی اعتبار نہ کرنے والے لوگ تھے۔ تہذیب کی بات نہ مان کر میں نے جو غلطی کی تھی اس کا خمیازہ بھی مجھے ہی بھگتنا تھا۔ تہذیب کے ساتھ ساتھ بڈھی براہِ راست تصادم کے حق میں تھا جبکہ میرا خیال تھا کہ مادام کلارا پر چھپ کے وار کرنے میں زیادہ فائدہ ہے۔

مگر ایک بات میرے حلق سے نہیں اتر رہی تھی۔ آخر فاکس ٹریٹ نے میرے ساتھ یہ حرکت کیوں کی؟ اس سے اسے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس نے میرے بارے میں کسی سے بھی مشورہ نہ کیا ہو۔ یہ صرف میرا واہمہ ہو کہ وہ مادام کلارا سے یا اپنے سے کسی بڑے سے مجھے ایگلز میں شامل کرنے کی بات کرے گا۔ ممکن ہے اس کی انا کو میرے رویے سے جو ٹھیس پہنچی ہے اس کے نتیجے میں اس نے مجھے سزا دینے کے لئے یہ حرکت کی ہو۔ چیک پر اس کے اپنے دستخط تھے اس لئے میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ اس نے جان بوجھ کر مجھے پھنسوایا ہے۔ خود ہی مجھے چیک کیش کرانے بھیجا اور خود ہی بینک کو چیک بک کی گمشدگی کی اطلاع دے دی تاکہ میں پولیس کے چنگل میں پھنس جاؤں۔ وہ مجھے میری حیثیت کا احساس دلانا چاہتا تھا۔

میں خیالات کے بھنور میں الجھا رہا۔ ایک جرائم پیشہ شخص کو انتقام لینے کے لئے اتنا انوکھا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اگر اس کی انا کو ٹھیس پہنچی تھی تو وہ وہیں حساب بے باق کر سکتا تھا۔ میں اس کے کلب کی حدود میں تھا۔ اس کے ایک اشارے پر اس کے آدمی میری تکا بوٹی کرنے کے درپے ہو جاتے مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ مجھ پر اس کی شخصیت کا جو تاثر مرتب ہوا تھا اس کے اعتبار سے تو اسے اتنا متحمل مزاج نہیں ہونا چاہئے تھا۔ کم از کم انتقام لینے کے

لئے تو ہرگز نہیں ہونا چاہئے تھا۔ ... کسی بڑے فائدے سے ... تو وہ اپنی توہین برداشت کر سکتا تھا مگر انتقام لینے کے لئے طویل منصوبہ بندی اس کے مزاج کے خلاف معلوم ہوتی تھی۔ پھر آخر یہ ماجرا کیا ہے؟

اچانک میں نے خیالات سے چونک کر عقبی جالیوں سے باہر کی طرف دیکھا اور حیران رہ گیا۔ وین شہر کی حدود سے باہر نکل چکی تھی۔

"تم لوگ مجھے کون سے تھانے لے جا رہے ہو؟" میں نے بلند آواز سے کہا۔

"خاموش بیٹھو۔" ایک پولیس والے نے مجھے جھڑک دیا۔ "پوچھ گچھ کرنے کا حق صرف ہمیں ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ واقعی مجھے پوچھ گچھ کرنے کا حق نہیں تھا۔ یہ حق تو صرف پولیس والوں کا ہوتا ہے لیکن وہ مجھ سے سوچنے کا اور حیران ہونے کا حق تو نہیں چھین سکتے تھے سو وہ میں ہوتا رہا۔

وین اب جس مقام سے گزر رہی تھی۔ وہاں سڑک کے دونوں طرف کھیتوں کے سلسلے تھے۔ ہم شہر سے بہت دور نکل آئے تھے۔ میں بہت دیر خیالات میں ڈوبا رہا تھا اس لئے مجھے وقت گزرنے کا احساس بھی نہیں ہو سکا تھا مگر اب میں نے ہر قسم کے خیالات ذہن سے جھٹک دیے تھے اور توجہ صرف اس بات پر مرکوز کر دی تھی کہ کسی طرح وہ راستے ذہن نشین کرتا رہوں جن پر وین چل رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وین چھدرے کھیتوں کے درمیان ایک پگڈنڈی پر مڑ گئی۔ کچے راستے پر اگرچہ وین سست رفتاری سے چل رہی تھی مگر اس کے باوجود وین کو خاصے جھٹکے لگ رہے تھے۔ میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر مزید گزرنے کے بعد آخر کار اس تکلیف دہ سفر کا اختتام ہوا اور وین ایک مقام پر رک گئی۔

"تشریف لائیے سرکار!" ایک کانسٹیبل نے وین کا عقبی دروازہ کھولتے ہوئے تمسخرانہ انداز میں کہا اور میں اسے کوئی جواب دیے بغیر اٹھ کھڑا ہوا۔

وین سے اتر کر میں نے اطراف پر ایک سرسری نگاہ ڈالی۔ وین ایک بوسیدہ مکان کے سامنے رکی تھی جو یا تو زیرِ استعمال نہیں تھا یا پھر اس کے مکین اس کی طرف سے کچھ زیادہ ہی بے پروائی برتنے کے عادی معلوم ہوتے تھے۔ مکان کے نزدیک ہی ایک چوڑے منہ والا چوکور کنواں تھا۔ اس سے کھیتوں کو سیراب کرنے کا کام لیا جاتا تھا۔ ان دو چیزوں کے علاوہ تیسری کوئی قابلِ ذکر چیز نظر نہیں آئی۔

"یہ کون سا تھانہ ہے؟" میں نے ان سے پوچھا مگر اب ان کے تیور خاصے بدلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

"تھانے کچہری سے ہم لوگوں کو خدا واسطے کا بیر ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا "ہم تو اپنے معاملات خود ہی طے کر لیتے ہیں۔"

میرے ہونٹ بھنچ گئے۔ معاملہ اور زیادہ الجھ گیا تھا اس بات میں تو کوئی کلام نہیں رہا تھا کہ وہ لوگ نقلی پولیس والے تھے۔

وہ لوگ مجھے مکان میں لے کر آئے اور مجھے ایک کمرے میں دھکیل کر دروازہ بند کر دیا۔ ہتھکڑی پہلے ہی کھول دی گئی تھی۔ کمرے میں صرف ایک دروازہ تھا جو باہر سے بند تھا۔ کھڑکی ایک بھی نہیں تھی اور سامان کے نام پر کچھ بھی نہیں تھا۔ میں ایک دیوار سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔ بڈ وغیرہ کو میں نے خود ہی اپنا تعاقب کرنے سے منع کر دیا تھا ورنہ ان میں سے کوئی میرا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک ضرور پہنچ جاتا مگر اب تو انہیں معلوم ہی نہیں ہو سکے گا کہ مجھ پر کیا گزری۔

تقریباً دس منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ دو افراد سادہ لباس میں اندر داخل ہوئے جو وین کی اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ وہ شخص بھی تھا جو ڈرائیو کر رہا تھا مگر وہ دروازے میں ہی رک گیا تھا۔ دونوں افراد نہتے نظر آ رہے تھے جب کہ ڈرائیور کے ہاتھ میں خود کار رائفل تھی۔ وہ بہت چوکنا انداز میں دروازے پر کھڑا ہو گیا تھا۔ بقیہ دو افراد مکان سے باہر چلے گئے تھے۔ مجھے ان کی باتیں کرنے اور قہقہے لگانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

ان لوگوں کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر میں سنبھل گیا۔ دونوں ہی بے حد تنومند اور اکھڑ مزاج نظر آ رہے تھے۔

"تمہارا نام؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔ اس کا لہجہ سخت تھا اور انداز میں نخوت تھی۔

"چیک پر لکھا ہوا ہے؟" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا "کیا تم نے نہیں دیکھا؟"

"بکواس مت کرو" اس نے پہلے سے بھی زیادہ سخت لہجے میں کہا "جو کچھ پوچھا جائے صرف اس کا جواب دو ورنہ بہت برا حشر ہو گا۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی "میرا نام ایڈم ڈی فلوک ہے" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"وہ چیک جو تم نے بینک سے کیش کرانے کی کوشش کی تھی، تمہیں کہاں سے ملا تھا؟"

"میں اس قسم کے کسی بے ہودہ سوال کا جواب نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دے سکتا" میں نے کہا "اور تم لوگ مجھ سے سوال جواب کرنے والے کون ہوتے ہو؟"

میں نے بڑی سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ دوسرا شخص بھی مجھے خوں خوار نظروں سے گھورنے لگا تھا مگر وہ منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"میں تم سے آخری بار کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ پوچھا جائے اس کا جواب سیدھی طرح دو" پہلے والے شخص نے کہا جو اُب تک سوال کرتا رہا تھا۔

"میں اب تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ تم سے جو کیا جائے کرلو" میں نے بے پروائی سے کہا مگر میں ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کے لئے تیار ہو چکا تھا۔ میں نہتا تھا اور پوری طرح ان کے رحم و کرم پر تھا لہٰذا ان سے بے پروائی تو سرزد ہونی ہی تھی۔ ضرورت سے زیادہ اعتماد آدمی کو لے بیٹھتا ہے۔

میرے دوٹوک جواب نے اسے برہم کردیا اور وہ دانت پیس کر مجھ پر جھپٹ پڑا۔ میں نے اسے ڈاج دیا، جھک کر اس کے ہاتھوں کے نیچے سے نکلا اور برقی سرعت سے ڈرائیور پر جا پڑا جو دروازے میں رائفل لئے کھڑا تھا۔ اسے کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں مل سکی تھی۔ میں نے ایک ہاتھ رائفل کی نال پر ڈالا اور اس کے ساتھ ہی بڑی بے دردی سے اس کے ایک لات رسید کی۔ رائفل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور وہ حلق سے ایک کرب ناک آواز نکالتا ہوا فرش کی طرف جھکتا چلا گیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ چند منٹ تک وہ صرف تڑپتا ہی رہے گا لہٰذا اس کی طرف دیکھنے کی بھی زحمت کئے بغیر میں بڑی پھرتی سے مڑا۔ رائفل میں نے بدستور نال کی طرف سے ہی پکڑ رکھی تھی۔ جس وقت میں پلٹا اس وقت وہ شخص مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کررہا تھا جو کمرے میں آنے کے بعد خاموش کھڑا رہا تھا۔ میں نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر رائفل لٹھ کی طرح گھمائی جو اس کے سر پر پڑی اور وہ اچھل کر پہلو والی دیوار سے ٹکرایا اور پھر زمین پر گر پڑا۔ تیسرا شخص اپنی جگہ یوں منجمد ہوگیا تھا جیسے کسی نے جادو کے زور سے اسے پتھر کے مجسمے میں تبدیل کردیا ہو۔

میں نے اس پر رائفل تانی اور محتاط انداز میں ڈرائیور کی طرف پلٹا جو دروازے میں پڑا تڑپ رہا تھا۔ میں نے اس کے سر پر بھی رائفل کا بٹ رسید کیا اور وہ بھی بے ہوش ہوگیا۔ اب میرے سامنے واحد شخص رہ گیا تھا۔

"ہاں دوست اب بتاؤ" میں نے سفاکی سے کہا "کس کا حشر برا ہوگا؟"

جواب میں وہ صرف تھوک نگل کر رہ گیا۔ اس کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی تھی۔

"مجھے صرف اتنا بتادو کہ تم زبان کھولنا پسند کرو گے یا میں تمہیں موت کے گھاٹ اتار دوں؟"

اس نے پھر کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ شاید سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔

"دیوار کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوجاؤ" دفعتاً میں نے غرا کے کہا "میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔"

اس نے بڑی بے بسی سے مجھے دیکھا پھر خاموشی سے دیوار کی طرف منہ کرلیا۔ یعنی اسے مرنا گوارا تھا مگر زبان کھولنا منظور نہیں تھا۔ مجھے بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ لوگ کون ہیں اور انہوں نے مجھے کس مقصد کے تحت گھیرا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ ان کی جانوں سے کھیلنا درست نہیں ہوگا اس لئے میں نے اسے بھی بے ہوش کردیا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو میں ان لوگوں کی اصلیت معلوم کرنے کی کوشش ضرور کرتا مگر اس وقت مجھے توجہ اپنے مشن کی طرف مرکوز رکھنا تھی۔ وہ تینوں بے ہوش ہوگئے تھے اور مجھے توقع تھی کہ انہیں دو گھنٹے سے قبل ہوش نہیں آئے گا۔

میں نے تیزی سے ان تینوں کی تلاشی لی اور ان میں سے ایک کی جیب سے وہ چیک برآمد ہوگیا جو تمام فساد کی جڑ تھا۔ میں نے چیک احتیاط سے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ پھر میں دوسرے کمرے میں آیا جہاں ایک دیوار پر مجھے پولیس کی وردیاں ٹنگی نظر آرہی تھیں۔ بقیہ چاروں افراد باہر تھے اور اس بات سے بے خبر تھے کہ اندر کیا انقلاب آچکا ہے۔ ان کی خوش گپیوں کی آواز اب بھی میرے کانوں میں آرہی تھی۔ میں بڑی تیزی سے مکان کی تلاشی لینے میں مصروف تھا۔ جلد ہی مجھے مطلوبہ شے مل گئی۔ یہ رسی کا ایک لچھا تھا۔ رسی کا لچھا لے کر میں بیرونی دروازے پر آیا جو کھلا ہوا تھا۔ میں نے اس کی اوٹ سے جھانکا۔ چاروں افراد ہاتھ منہ دھو کر واپسی کے لئے پلٹ رہے تھے۔ میں نے محض ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر ہاتھوں میں رائفل لئے دروازے سے باہر آگیا۔ رائفل کا رخ ظاہر ہے انہی چاروں کی طرف تھا۔ مجھے اس طرح مکان سے برآمد ہوتے دیکھ کر وہ چاروں ٹھٹک گئے۔ ان کے ہاتھ مشینی انداز میں سر سے بلند ہوگئے تھے۔

"تم لوگوں کو یقیناً حیرت ہورہی ہوگی" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا "حیرت ضرور کرو مگر اس بات پر کہ میں نے تم لوگوں کو زندہ چھوڑ جانے کا فیصلہ کیا ہے۔"

ان چاروں کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ کچھ دیر قبل وہ مجھے ہتھکڑی لگا کر یہاں لائے تھے اور اب میرے ہی سامنے مجرموں کی طرح کھڑے تھے۔

"تم تینوں زمین پر اوندھے لیٹ جاؤ اور تم" میں نے ہاتھ سے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا "میرے قریب آؤ۔"

تین افراد بے چون و چرا زمین پر لیٹ گئے اور چوتھا شخص میری طرف بڑھا۔ میں نے اس کے قریب آنے سے قبل ہی رسی کا لچھا اس کی طرف اچھال دیا "ان تینوں کے ہاتھ پشت پر لے جاکر مضبوطی سے باندھ دو" میں نے اسے حکم دیا اور وہ رسی کا لچھا لے کر اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

"بندشیں مضبوط ہونی چاہئیں ورنہ خمیازہ تمہیں بھگتنا پڑے گا" میں نے اسے دھمکی دی اور اپنی جان بچانے کی خاطر اس نے اپنے تینوں ساتھیوں کے ہاتھ خوب مضبوطی کے ساتھ جکڑ کر باندھ دیئے۔ جب وہ تینوں کے ہاتھ باندھ چکا تو میں اس کی طرف بڑھا اور اسے بھی اپنے ساتھیوں کے پاس لیٹ جانے کو کہا۔ اس نے میرے حکم کی تعمیل کی اور میں نے بقیہ ماندہ رسی سے اس کے ہاتھ بھی جکڑ دیئے پھر اس بات کا مزید اطمینان بھی کرلیا کہ وہ لوگ کسی طرح بھی اپنی بندشیں خود نہیں کھول سکیں گے۔

"اب تم لوگ آرام کرو دوستو" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "آج کے واقعے سے تمہیں اتنا سبق تو ضرور مل گیا ہوگا کہ جو شخص دوسرے کے لئے گڑھا کھودتا ہے خود ہی اس میں گرتا ہے۔"

ان میں سے کوئی کچھ نہیں بولا۔ شاید انہیں اپنی جانیں بچ جانے کا یقین نہیں آرہا تھا۔ انہیں خوف تھا کہ اگر انہوں نے منہ سے ایک لفظ بھی نکالا تو کہیں میں انہیں ہلاک ہی نہ کرڈالوں۔

میں دوبارہ مکان کے اندر آیا اور اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں پولیس والی وردیاں ٹنگی ہوئی تھیں میں نے ان میں سے اپنے سائز کی ایک وردی نکالی اور اپنے کپڑے اتار کر وردی پہن لی۔ پھر میں نے اپنا لباس تہہ کرکے ساتھ لیا اور وہیں سے ایک ریوالور اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔

چند ہی منٹ بعد میں پولیس وین اسٹارٹ کررہا تھا۔ چاروں بدمعاش مکان کے سامنے بندھے پڑے تھے۔ سورج میں تپش بڑھتی جارہی تھی اور مجھے یقین تھا کہ جب تک کوئی بھولا بھٹکا ان کی گلوخلاصی کرائے گا، ان کی خاصی بھنائی ہو چکی ہوگی۔

وہ چاروں مجھے حسرت بھری نظروں سے وہاں سے روانہ ہوتے دیکھتے رہے مگر میں نے ان پر توجہ دینے کی زحمت نہیں کی اور طوفانی رفتار سے گاڑی موڑ کر روانہ ہوگیا۔ کچے راستے پر ڈرائیونگ کے نتیجے میں گرد و غبار کے بادل بلند ہو رہے تھے۔

سٹی بینک تک پہنچنے میں مجھے آدھا گھنٹا لگا۔ وین میں نے بینک سے ذرا فاصلے پر روک دی تھی اور وین سے اتر کر پیدل ہی بینک کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ بینک کے اندر داخل ہوتے وقت کسی نے خصوصیت سے میری طرف توجہ نہیں دی۔ بینک میں داخل ہونے کے بعد میں نے کسی کاؤنٹر کا رخ نہیں کیا بلکہ سیدھا مینجر کے کیبن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ شیشے کے کیبن میں مینجر تنہا تھا۔ میں دروازہ کھول کر کیبن میں داخل ہوگیا۔ مینجر نے کسی کو اس طرح اپنے کیبن میں داخل ہوتے دیکھ کر سر اٹھایا اور پھر اس نے مجھے پہچاننے میں ذرا بھی دیر نہیں لگائی۔

"ایڈم ڈی فلوک" اس کے منہ سے بس اتنا ہی نکل سکا۔

"ہاں" میں نے سفاکانہ انداز میں کہا "ایڈم ڈی فلوک ..... میرے سر پر خون سوار ہے اور میں تمہارا خون کرنے آیا ہوں۔"

"نن..... نہیں" مینجر دہشت زدہ ہوگیا۔

"زندگی چاہتے ہو تو یہ چیک کیش کراکے دو" میں نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا "ورنہ یاد رکھو میرے دوسرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔ مجھے دو منٹ کے اندر اندر کیش چاہئے۔"

مینجر کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور وہ اس قدر حواس باختہ ہوگیا تھا کہ چیک کیش کرانے کے لئے اس نے خود اٹھنے کی کوشش کی تھی۔

"تم یہیں بیٹھے رہو" میں نے سخت لہجے میں کہا "اگر تم نے ذرا بھی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔"

"پ... پپ.... پھر چیک کیسے کیش ہوگا؟" اس نے ساکت ہوتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اندر اتنی ہمت بھی نہیں ہے تو مجھے پولیس کے حوالے کیوں کیا تھا" میں نے حقارت آمیز لہجے میں کہا "اصولی طور پر تو مجھے چاہئے کہ تمہیں ہلاک کردوں لیکن مجھے تم پر ترس آرہا ہے۔ تم اندازہ کرسکتے ہو کہ جو شخص پولیس کا گھیرا توڑ کر آیا ہو اس کے سامنے تمہارے گارڈز کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ میں یہ سب کچھ اس لئے کہہ رہا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوں کہ اب میں ذرا سی بھی رعایت نہیں کروں گا۔ ممکن ہے تم کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کرو۔ ایسی صورت میں خواہ میرا حشر کچھ ہی کیوں نہ ہو، میں تمہیں گولی ماردوں گا۔"

"مم..... میں کچھ نہیں کروں گا" منیجر نے کانپتے ہوئے لہجے میں مجھے یقین دلانے کی کوشش کی۔

"بکواس مت کرو اور اپنے کسی آدمی کو بلا کر کیش یہیں منگواؤ۔ یاد رکھنا میرا جو ہاتھ میز کے نیچے ہے اس میں دبے ہوئے ریوالور کا رخ تمہاری طرف ہے۔"

منیجر نے لرزتے ہوئے گھنٹی بجائی۔ ایک شخص کیبن میں داخل ہوا۔ منیجر نے اسے چیک فوراً کیش کرا کے لانے کی ہدایت کی۔ اس شخص کے جانے کے بعد میں نے منیجر سے کہا "خود پر قابو پانے کی کوشش کرو۔ کسی کو تمہاری حالت دیکھ کر شبہ ہوا تب بھی میرے ریوالور کی گولی کا نشانہ تم ہی بنو گے۔"

"مم..... مجھے اختلاج ہو رہا ہے" اس نے وحشت زدگی سے کہا "خدا کے واسطے ریوالور جیب میں رکھ لو۔"

"جب مجھے پولیس کے حوالے کر رہے تھے اس وقت تمہیں اختلاج کیوں نہیں ہوا تھا" میں نے زہریلے لہجے میں کہا "تم ایک قابلِ نفرت انسان ہو۔ اگر تم نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا تو تمہیں گولی ماردوں گا۔"

اس نے بوکھلا کر مسکرانے کی کوشش کی اور اس کے ہونٹ پھیل کر رہ گئے میں نے اس کی ہیئت کذائی دیکھ کر بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی۔ اتنی دیر میں وہی شخص کیش لے کر آگیا۔ منیجر نے اسے واپس جانے کا اشارہ کیا۔

"رقم گن کر اپنا اطمینان کرلو۔ کہیں بعد میں ایسا نہ ہو کہ۔"

"بعد میں کچھ نہیں ہوگا" میں نے بڑے نوٹوں کی گڈیاں جیب میں ٹھونستے ہوئے کہا "اب میں ریوالور جیب میں رکھ رہا ہوں لیکن میں ایک سیکنڈ سے بھی کم وقفے میں ریوالور جیب سے نکال کر تمہیں گولی مار سکتا ہوں۔"

"کیوں..... کیوں" منیجر بری طرح بوکھلا گیا تھا۔

"تم مجھے گاڑی تک چھوڑ کے آؤ گے" میں نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے" اس کی بوکھلاہٹ میں مزید اضافہ ہوگیا۔ وہ اب بھی میری طرف سے خطرہ محسوس کر رہا تھا "میں نے چیک کیش کروا تو دیا....."

"ٹرٹر مت کرو..... میں گدھا نہیں ہوں کہ تمہیں یوں چھوڑ کر چلا جاؤں اور تم مجھے گرفتار کرادو" میں نے درشتی سے کہا۔

"مم..... مجھے اپنی زندگی سے بہت پیار ہے۔ میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔"

"تم مجھ سے ایک قدم آگے چلو گے۔" میں نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا "تمہاری حالت چوں کہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے تم گیٹ پر متعین چوکیدار سے کہو گے تم مجھے چھوڑ کر ابھی آرہے ہو تاکہ وہ مطمئن ہوجائے....."

"تم..... تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟" منیجر نے کہا۔ وہ بری طرح نروس ہو رہا تھا۔

"احمق آدمی" میں نے دانت پیس کر کہا "میں تمہیں گاڑی تک لے جاؤں گا تاکہ یہاں سے بحفاظت نکل سکوں۔ میں تمہیں کوئی موقع نہیں دے سکتا۔ تم نے ایک بار میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کے بعد میرے لئے محتاط رہنا ضروری ہے۔ چلو اٹھو۔"

وہ اٹھ تو گیا مگر اس کی حالت ایسی تھی کہ لوگ خواہ مخواہ اس کی طرف متوجہ ہوتے۔

"پہلے خود پر قابو پاؤ" میں نے اس کی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے تنی سے کہا۔ اگر میں اس کے ساتھ نرم رویہ اختیار نہ کرتا تو اندیشہ تھا کہ کہیں وہ بے ہوش ہی نہ ہوجاتا۔

منیجر دھپ سے کرسی میں گر گیا "اگر اجازت ہو تو ایک گلاس پانی پی لوں" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"کچھ ہی کیوں نہ کرو مگر خود کو نارمل کرلو۔ میں نہیں چاہتا کہ دوسرے لوگ تمہاری اڑی اڑی رنگت دیکھ کر شکوک و شبہات کا شکار ہوں۔"

منیجر نے چپراسی سے پانی منگوایا اور ایک ہی گھونٹ میں پورا گلاس خالی کر گیا۔ "میں بال بچے دار آدمی ہوں" اس نے پانی پینے کے بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟"

"مجھ سے تعاون کرو گے تو فائدے میں رہو گے۔ بصورتِ دیگر نقصان اٹھاؤ گے" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا "اگر تمہیں نقصان پہنچانا ہی مقصود ہوتا تو آتے ہی پہنچا دیتا۔"

بات اس کی سمجھ میں آگئی اور اس نے ایک آدھ منٹ کے اندر اندر خود کو سنبھال لیا پھر وہ چلنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ایک بار اور وارننگ دے رہا ہوں کہ میرے یہاں سے سلامتی سے نکل جانے پر ہی تمہاری زندگی کا انحصار ہے۔"

"بے فکر رہو اور جو کچھ ہوچکا اسے بھول جاؤ..... میں تمہیں گاڑی تک بحفاظت پہنچا دوں گا۔"

وہ میرے ساتھ باہر نکلا۔ اس کی حالت اس حد تک سنبھل چکی تھی کہ اب کوئی اسے دیکھ کر شبے میں نہیں پڑ سکتا تھا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اس کا تعاون قابلِ دید تھا۔ آدمی جان بچانے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتا۔ اس نے ایک کاؤنٹر پر رک کر بلند آواز میں کچھ ہدایات دیں۔ ایک گارڈ سے مستعد رہنے کو کہا پھر دروازے پر متعین چوکیدار سے کہا کہ وہ مجھے چھوڑ کر واپس آرہا ہے۔ رش میں کسی کو پتا بھی نہیں چلا کہ پولیس والے کی وردی میں وہی شخص ہے جو کچھ دیر قبل یہیں سے گرفتار کر کے لے جایا گیا تھا۔

بینک سے باہر نکلنے کے بعد میں پوری طرح مطمئن ہوگیا۔ اب مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ منیجر نے میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا۔ اب میں اس کے برابر چل رہا تھا۔

"تمہاری گاڑی کہاں ہے؟" اچانک منیجر نے پوچھا۔ بینک سے فاصلہ بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس پر اضطراب طاری ہو رہا تھا۔

"زیادہ دور نہیں ہے" میں نے کہا "اور وہی وین ہے جس میں مجھے یہاں سے لے جایا گیا تھا۔"

منیجر کچھ نہیں بولا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ جلد از جلد مجھ سے چھٹکارا حاصل کرلینا چاہتا ہے۔ پھر وین دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی "اب تو میں واپس جا سکتا ہوں" اس نے کہا۔

"ایسی جلدی بھی کیا ہے" میں نے سنجیدگی سے کہا "کچھ دور گاڑی میں میرے ساتھ چلو۔"

"نن..... نہیں" وہ ایک بار پھر بوکھلا گیا "تم نے تو کہا تھا۔"

"میں اپنے وعدے پر قائم ہوں" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "تمہیں سڑک کے کونے پر اتار دوں گا تاکہ تم واپس جا کر پولیس کو اطلاع دو بھی تو میں یہاں سے زیادہ دور نکل چکا ہوں۔"

منیجر کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا اور اس کے انداز سے یوں لگتا تھا جیسے اپنی زندگی سے مایوس ہوگیا ہو مگر اس کے پاس اپنی زندگی کا چراغ گل ہونے سے بچانے کی واحد صورت یہی تھی کہ میرے کہنے پر عمل کرتا رہے اور اس نے یہی کیا۔ وہ میرے ساتھ وین میں سوار ہوگیا اور میں نے وین اسٹارٹ کر کے تیزی سے آگے بڑھا دی۔ منیجر کے چہرے پر زردی چھا گئی تھی۔

سڑک کے کونے پر میں نے وین فٹ پاتھ سے لگا کر روک دی۔ منیجر نے بے یقینی سے میری طرف دیکھا۔ اس کا انداز سوالیہ تھا۔

"جلدی کرو" میں نے جھنجلا کر کہا "وین سے اتر جاؤ۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تمہاری سست رفتاری برداشت کرسکوں۔"

منیجر دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا مگر وہ مڑ مڑ کر مجھی کو دیکھے جا رہا تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ میں اسے عقب سے گولی ماردوں گا لیکن ظاہر ہے میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ منیجر کے اترتے ہی میں نے وین آگے بڑھا دی۔ پولیس وین کا یوں آزادانہ استعمال کرنا ایک خطرناک حرکت تھی مگر وقت بچانے کے لئے میں یہ خطرناک حرکت کرنے پر مجبور تھا۔ میں پولیس کی وردی میں ملبوس تھا اور اس لئے میں نے کسی عام سواری کے بجائے پولیس وین میں ہی سفر کرنے کو ترجیح دی تھی۔ میرے اپنے کپڑے برابر والی سیٹ پر رکھے تھے مگر لباس تبدیل کرنے کا موقع نہیں تھا۔

پندرہ منٹ کے اندر میں کراؤن کلب کے گیٹ پر موجود تھا۔ ہارن کے جواب میں چوکیدار نے باہر جھانکا اور پولیس وین کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "گیٹ کھولو" میں نے کھڑکی سے سر نکال کر دیکھا اور چوکیدار کی حیرت دوچند ہوگئی۔

"اوہ، مسٹر ایڈم!" اس نے بے یقینی سے مجھے دیکھا اور میں بری طرح جھنجلا گیا۔

"مسٹر ایڈم کے بچے! میں کہہ رہا ہوں گیٹ کھولو" میری بات سن کر چوکیدار کے دانت نکل آئے مگر اس نے گیٹ کھولنے میں دیر نہیں لگائی۔

کلب کے احاطے میں وین پارک کرنے کے بعد میں نے پہلے قمیص تبدیل کی اور ٹوپی اتار کر وین میں ہی ڈال دی۔ پھر میں وین سے اتر آیا۔ اب میں عام لباس میں تھا۔ مجھے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں نے پولیس یونیفارم کی پتلون پہن رکھی ہے۔

فاکس ٹریٹ کے کمرے تک جانے کے دوران مجھے کلب کے کئی ملازمین نظر آئے۔ وہ سب مجھے پہچان گئے تھے۔ میں ان سب کو نظرانداز کرتا ہوا اوپری زینوں کی طرف بڑھ گیا۔ اوپری منزل کی راہداری میں مجھے ایڈونا نظر آئی وہ بھی فاکس ٹریٹ کے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔

"ایڈم تم!" وہ مجھے دیکھ کر حیرت سے بولی "تم یہاں کیسے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میرا خیال ہے تمہارے سامنے ہی فاکس ٹریٹ نے مجھے چیک کیش کرانے کے لئے دیا تھا" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اور تم اسے کیش کرالائے؟" ایڈونا نے رسٹ واچ پر نظر ڈالی "بہت جلدی آگئے۔"

میں بڑے غور سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہا تھا "ہاں کچھ دیر ہوگئی" میں نے بے پروائی سے کہا "فاکس ٹریٹ کمرے میں موجود ہے؟"

"ہاں، میں انہیں اطلاع کرتی ہوں کہ تم آئے ہو" اس نے کہا اور تیزی سے فاکس ٹریٹ کے کمرے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑلیا۔

"اس تکلف کی ضرورت نہیں گڑیا!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تمہیں اب تک اندازہ نہیں ہو سکا کہ ایڈم ڈی فلوک ان تکلفات سے بے نیاز ہے۔"

"باس مصروف ہیں" ایڈونا نے کمزور سے لہجے میں احتجاج کیا۔ اس کے بازو پر میری گرفت مضبوط تھی۔

"جتنا ڈسٹرب وہ تمہارے جانے سے ہوگا اتنا ہی میرے جانے سے بھی ہوگا ..... تو پھر بلا وجہ وقت کیوں ضائع کریں۔" میں نے کہا اور اسے پیچھے چھوڑ کر فاکس ٹریٹ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے دروازے پر دستک دینے کی بھی مہلت نہیں کی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ فاکس ٹریٹ فون پر کسی سے بات کررہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے ریسیور کانوں سے دور ہٹا دیا "تم!" اس نے حیرت سے کہا پھر ریسیور کان سے لگا کر کہا "میں بعد میں بات کروں گا" اور فون بند کردیا۔

"چیک کیش ہوگیا ہے مسٹر فاکس ٹریٹ!" میں نے رقم اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ اس میں رونما ہونے والے جذباتی تغیر سے میں بہت کچھ سمجھ گیا تھا۔ میرے عقب میں ایڈونا کمرے میں داخل ہوئی تھی مگر فاکس ٹریٹ نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

"تم ..... تم نے بہت دیر کردی" فاکس ٹریٹ نے سنبھالا لیتے ہوئے کہا "میں نے تو تم سے فوراً واپس آنے کو کہا تھا۔"

"اگر تم نے مجھے پوری صورتحال بتادی ہوتی تو میں فوراً بھی آسکتا تھا۔" میں نے کہا "لیکن خیر کوئی بات نہیں ..... زندگی میں ایسے مقامات بھی آتے ہیں۔"

"کیسے مقامات آتے ہیں؟" فاکس ٹریٹ نے حیران ہو کر کہا "تم کھل کر بات کیوں نہیں کرتے؟"

"اس لئے کہ تم نے بھی مجھ سے کھل کر بات نہیں کی تھی" میں نے بے پروائی سے کہا "جیسا رویہ میرے ساتھ اختیار کرو گے ایسا ہی رویہ میں بھی اختیار کروں گا۔"

"تمہیں اتنی دیر کیوں ہوگئی؟" فاکس ٹریٹ نے بنتے ہوئے کہا "کیا کوئی خاص بات ہوگئی تھی؟"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ چیک کیش کرانے کا کوئی اور بھی کرسکتا ہے ..... اب میں اپنے وہ الفاظ واپس لے رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ وہ چیک صرف ایڈم ڈی فلوک ہی کیش کروا سکتا تھا۔"

فاکس ٹریٹ مجھے گھورنے لگا "آخر تم سیدھی طرح کیوں نہیں کرتے؟ تمہیں اتنی دیر کیوں ہوگئی؟"

"میں بچہ نہیں ہوں فاکس ٹریٹ!" میں نے کہا۔ "مجھے اتنی عقل ہے کہ جو کچھ میرے ساتھ ہوا تجزیہ کرسکوں۔"

فاکس ٹریٹ نے ایڈونا کی طرف دیکھا "میں اس سے عاجز آچکا ہوں" اس نے بے بسی سے کہا "تم کوشش کرکے دیکھو، شاید تمہاری بات اس کی سمجھ میں آجائے۔"

"مسٹر ایڈم کسی غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتے ہیں" ایڈونا اٹھلا کر بولی "ورنہ یہ ایسے تو نہیں ہیں۔"

"تسلیم کرو کہ تم نے بچکانہ حرکت کی ہے فاکس ٹریٹ" میں نے خشک لہجے میں کہا "میرا امتحان ہی لینا تھا تو کوئی کام میرے سپرد کیا ہوتا۔"

فاکس ٹریٹ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں "میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے تفصیلات سے آگاہ کرو۔ ممکن ہے تمہیں کسی قسم کی غلط فہمی ہوگئی ہو۔"

"میں تمہیں بتائے دیتا ہوں لیکن یہ مت سمجھنا کہ میں تمہاری اداکاری سے متاثر ہوگیا ہوں۔ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ وہ سب تمہارے آدمی تھے" میں نے کہا اور فاکس ٹریٹ کو تمام باتوں سے آگاہ کردیا۔

"تم اسی پولیس وین پر یہاں آئے ہو" فاکس ٹریٹ اچھل کر کھڑا ہوگیا "تم تو ہمیں مروا دینے پر تل گئے ہو۔"

"شکر کرو فاکس ٹریٹ کہ صرف وین ہی لایا ہوں، یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وین میں سات افراد کی لاشیں ہوتیں۔"

"تم مجھے صحیح الدماغ نہیں معلوم ہوتے" فاکس ٹریٹ نے کہا "صرف ایک مفروضے کی بنا پر وین یہاں لے آئے۔"

"اسی مفروضے کی بنا پر ان ساتوں کو زندہ چھوڑ دیا" میں نے بے پروائی سے کہا "اگر تم کہہ دو کہ ان سے تمہارا تعلق نہیں ہے تو میں انہیں اب بھی ٹھکانے لگا سکتا ہوں۔ اور وین وہیں چھوڑ آؤں گا، بلکہ اسے آگ لگا دوں گا۔"

"مجھے اس قسم کی لغو حرکت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کچھ کرنا ہی ہوتا تو کیا یہاں نہیں کرسکتا تھا؟" فاکس ٹریٹ نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اس سے بھی زیادہ لغو حرکت یہ ہے کہ تم نے ایک ایسے شخص کو چیک کیش کرانے کے لئے بھیجا جو ناممکن کام کرنے کے دعوے کررہا تھا۔ کیا یہ مضحکہ خیز حرکت نہیں ہے مسٹر فاکس ٹریٹ؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم محض اس لئے میری طرف سے بدگمان ہو رہے ہو کہ تمہیں ایک غیر معمولی واقعہ پیش آگیا۔ تمہارے ساتھ یہ واقعہ پیش نہ آتا تو تم ہرگز مجھ پر شک نہ کرتے۔"

"تم مجھ سے واقف نہیں ہو اس لئے یہ بات کررہے ہو" میں نے مسکرا کر کہا "تم نے جس وقت مجھے چیک دیا تھا مجھے اسی وقت شبہ ہوگیا تھا لیکن مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ مجھ پر کس زاویے سے حملہ کیا جائے گا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ مجھے لوٹنے کی کوشش کی جائے گی اور ظاہر ہے کہ لوٹنے کے لئے پہلے چیک کیش ہونا ضروری تھا لیکن تمہارا منصوبہ کچھ اور ہی تھا۔ اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب وہ پولیس والے جعلی ثابت ہوئے۔"

"تم مجھ پر الزام عائد کررہے ہو" فاکس ٹریٹ نے غصیلے لہجے میں کہا "اس سے پہلے بھی میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔"

"یہ الزام نہیں ہے فاکس ٹریٹ! الزام تو تب ہوتا جب میں یہ کہتا کہ تم نے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔"

"تو اتنی دیر سے تم اور کیا کہنے کی کوشش کررہے ہو؟" فاکس ٹریٹ نے کہا۔ اس کا لہجہ بدستور غصیلا تھا۔

"میں یہ کہنے کی کوشش کررہا ہوں کہ تم نے میرا امتحان لیا تھا۔ تم نے اپنے آدمیوں کو بطور خاص ہدایت کردی ہوگی کہ مجھے نقصان نہ پہنچنے پائے۔ مقصد صرف اتنا تھا کہ میں چیک کیش کرانے میں ناکام ہوجاؤں۔"

"تم نے اچھا نہیں کیا" فاکس ٹریٹ بڑبڑایا "مینیجر کے ساتھ تمہیں زبردستی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ جو کچھ ہوا تھا اس سے پہلے مجھے تو مطلع کردیتے۔"

"تم کیا سمجھتے ہو، میں نے بغیر سوچے سمجھے اتنا بڑا قدم اٹھالیا ہوگا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "اگر وہ مردود بھی تم سے ملا ہوا نہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ ہرگز یہ حرکت نہ کرتا۔"

"تم تو انتہائی شکی مزاج انسان ہو" فاکس ٹریٹ کا منہ حیرت سے کھل گیا "اتنے بڑے بڑے نتائج اخذ کرلیتے ہو۔"

"اسے ملائے بغیر یہ حرکت ہو ہی نہیں سکتی تھی" میں نے بڑے سکون سے کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ میں فون تو کرواؤں تھانے اور آجائے نقلی پولیس؟"

"مجھے تم سے خوف محسوس ہونے لگا ہے" فاکس ٹریٹ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "وہ ایک ذمہ دار آدمی ہے، ہم سے کس طرح مل سکتا ہے اور اگر تم نے اسی رفتار سے تجزیہ جاری رکھا تو مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تھوڑی دیر بعد تم یہ نہ کہہ دو کہ پولیس بھی مجھ سے ملی ہوئی ہے۔"

"بے فکر رہو" میں نے ہنس کر کہا "میں ایسی کوئی بات نہیں کہوں گا۔ میرے لئے یہی بات کچھ کم حیرت کا باعث نہیں ہے کہ تم نے مینیجر کو کس طرح ساتھ ملالیا۔"

میرے اس تبصرے پر فاکس ٹریٹ کچھ مطمئن سا ہوگیا "چلو جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ ..... میں پولیس وین کا بھی کچھ بندوبست کرلوں گا۔ میں نے چیک تم سے اس لئے کیش کروایا تھا کہ یہ رقم مجھے ایک شخص کو بھجوانی ہے۔ چیک کیش کرانا کوئی کام نہیں تھا۔ یہ کام تو کوئی اور بھی کرسکتا تھا۔ اصل کام تو اب شروع ہوگا۔ اس شخص کا نام جیمس چارلی ہے۔ بیکن اسٹریٹ کے نکڑ پر وہ ایک بار چلاتا ہے۔ اس کی رہائش بھی بار کے اوپری حصے میں ہے۔ اس کم بخت کے آدمی بہت مستعد ہیں۔ میرے اور اس کے درمیان ایک سودا چل رہا تھا جو قیمت کے تنازعے کی وجہ سے درمیان میں رہ گیا۔ میں نے ایک لاکھ قیمت لگائی تھی اور وہ ڈیڑھ پر مصر تھا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ یہ رقم تم اسے پہنچادو۔"

"یہ کیا کام ہوا؟" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں "پہلے کی طرح میں پھر کہوں گا کہ یہ کام تو کوئی بھی کرسکتا ہے۔"

"اس بار میں تمہیں اس کی وجہ بھی بتاؤں گا ورنہ تم پھر مجھ پر شبہ کرو گے ..... جیمس چارلی ایک ایسا شخص ہے جس تک پہنچنا ہی ممکن نہیں ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں رقم اس کی ٹیبل یا اس کی خواب گاہ تک پہنچادوں تو وہ اس قیمت میں سودا منظور کرلے گا۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا فاکس ٹریٹ! آخر اس میں قباحت کیا ہے؟"

"قباحت یہ ہے کہ میں نے کوشش کی تھی مگر یہ ممکن ہی نہیں ہوسکا۔ میں نے اپنے بہترین آدمی استعمال کرکے دیکھ لئے۔ کوئی بھی اس تک نہیں پہنچ سکا۔ اس کا یہ کہنا دراصل ایک قسم کا چیلنج ہے اگر ہماری جانب سے زبردستی کی گئی تو خوں ریزی کا اندیشہ ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ کیا مسئلہ ہے" میں نے کہا "رقم منی آرڈر کے ذریعے بھی بھجوائی جا سکتی ہے۔"

"نہیں" فاکس ٹریٹ نے نفی میں سر ہلایا "اول تو وہ کوئی بھی چیز براہِ راست وصول نہیں کرتا اور فرض کرو کر بھی لے تو شرط پوری نہیں ہوگی۔ شرط یہ ہے کہ میرا کوئی آدمی رقم اس تک پہنچائے اور میرے کسی آدمی کے اس تک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"یہ تمہارا جیمس چارلی آخر کتنا بڑا آدمی ہے کہ کوئی اس تک پہنچ ہی نہیں پاتا؟" میں نے کہا۔

"میں نے تمہیں بتایا نا کہ اس تک پہنچا تو جا سکتا ہے لیکن اس کے نتیجے میں جو خوں ریزی ہوگی اسے کون برداشت کرے گا؟"

"یہ کام ایسا ہے جس میں مجھے دلچسپی محسوس ہو رہی ہے بلکہ سنسنی محسوس ہو رہی ہے۔ ایک معمولی سے شراب خانے کا مالک اور اس کے یہ ٹھاٹ باٹ کہ کوئی اس سے مل ہی نہیں سکتا۔"

"وہ بڑے پیمانے پر اسمگلنگ کے کاروبار میں ملوث ہے۔" فاکس ٹریٹ نے کہا "اسے چھوٹا آدمی سمجھنے کی غلطی مت کرو۔ اس کا حفاظتی حصار بہت مضبوط ہے جسے توڑنا آسان نہیں ہوگا۔"

"کیا جیمس چارلی کو آج رات ہی رقم پہنچانا ضروری ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں" فاکس ٹریٹ نے کہا "لیکن یہ کام جتنی جلدی کر سکو اتنا اچھا ہے۔ اس لئے کہ یہ میری انا کا معاملہ ہے۔ میں اسے شکست ضرور دینا چاہتا ہوں۔"

"اس تک رقم پہنچانے کے لئے مجھے کسی خاص دائرۂ کار میں تو نہیں رہنا ہوگا؟" میں نے فاکس ٹریٹ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں" فاکس ٹریٹ نے نفی میں سر ہلایا "تم جو چاہو کرو مجھے صرف اس بات سے دلچسپی ہے کہ رقم اس تک پہنچ جائے۔"

"بے فکر رہو فاکس ٹریٹ! رقم اس تک ضرور پہنچے گی اور بہت جلد پہنچے گی۔ بس تم ایک کام کر دو..... اگر ممکن ہو تو مجھے اس کی تصویر فراہم کر دو۔"

"تصویر تمہیں مل جائے گی" فاکس ٹریٹ نے مسکرا کر کہا "آج ہی شام تک کسی وقت ہوٹل میں میرا کوئی آدمی تمہیں اس کی تصویر دے جائے گا۔"

❁❁❁✱✱❁❁❁

"اگر وہ لوگ تمہیں مار دیتے تو جان ہی چھوٹ جاتی۔" بڈ نے تبصرہ کیا۔ میں فاکس ٹریٹ سے رخصت ہو کر تہذیب کی طرف نکل آیا تھا اور ان لوگوں کو تمام واقعات سے آگاہ کر دیا تھا۔ "خواہ مخواہ غلط سلط احکامات جاری کرتے رہتے ہیں۔ اگر ہم لوگ تمہاری نگرانی کر رہے ہوتے تو یہ نوبت ہی نہ آنے پاتی۔"

"یہ کیا بے ہودگی ہے بڈ!" تہذیب نے اسے ڈانٹا "تم ہر وقت بے تکی ہانکتے رہتے ہو۔ کم از کم یہ تو سوچ لیا کرو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"ہاں تم تو چیف کی ہی طرف داری کرو گی" بڈ نے بجائے شرمندہ ہونے کے چمک کر کہا "بڈ کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔"

"نہیں، نہیں..... تمہیں جو کچھ کہنا ہے کہو" میں نے اسے چمکارا "اگر تم نہیں کہو گے تو اور کون کہے گا۔"

"اور کیا" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے کہا "اب ان لوگوں کے منہ میں تو جیسے زبان ہی نہیں ہے۔ بولنا ہی نہیں جانتے" بڈ نے عاطف اور طلحہ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دونوں بڈ کے تبصرے پر پہلے ہی حیران تھے۔ یہ سن کر اور بھی حیران رہ گئے۔

"میڈم ٹھیک کہہ رہی ہیں بڈ صاحب!" عاطف نے کہا "آپ تو ڈسپلن کے پرزے اڑا دیتے ہیں۔"

"یہ بیماری ہمارے یہاں نہیں پائی جاتی" میں نے ہنس کر کہا۔ "بے تکلفی کی فضا قائم رہنی ضروری ہے ورنہ صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے جناب!" طلحہ نے کہا "لیکن بے تکلفی کا مطلب بھی نہیں کہ آدمی حفظِ مراتب کا خیال بھی نہ کرے۔"

"یہ بات اگر تم کسی طرح بڈ صاحب کو سمجھا سکو تو میں تمہیں منہ مانگا انعام دینے کو تیار ہوں۔"

"اب تم نے بھی پر پرزے نکالنے شروع کر دیے" بڈ نے طلحہ کو گھورا "میں سب سمجھتا ہوں، تم چیف اور میڈم کی پر اچھل کود کر رہے ہو۔"

"میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی بڈ صاحب!" طلحہ نے گڑبڑا کر کہا "میں نے تو ایک اصولی بات کی تھی۔ اگر آپ کو بری لگی ہو تو....."

"پہلے کہہ دیا اصولی بات کی تھی اس کے بعد کہہ رہے ہو اگر بری لگی ہے تو" بڈ نے منہ بنا کر کہا "سب یہ ثابت کرنے پر تل گئے ہیں کہ ایک بڈ ہی غلط ہے۔ باقی درست ہیں۔"

"یہ تم لوگوں نے کیا خرافات شروع کر دیں" تہذیب نے غصیلے لہجے میں کہا "علی کے پاس زیادہ وقت نہیں ہوگا۔ ہمیں کچھ کام کی باتیں کر لینی چاہئیں۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ اب ہمیں کوئی ایسا منصوبہ بنانا ہوگا جس پر عمل کر کے رقم جیمس چارلی تک پہنچائی جا سکے" میں نے کہا۔

"جیمس چارلی کے بارے میں معلومات حاصل کرنی پڑیں گی۔" تہذیب نے کہا "یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ اس کی پشت پر کون ہے؟"

"یہ تو میں تمہیں ابھی بتا سکتا ہوں" میں نے مسکرا کر کہا "فاکس ٹریٹ اور جیمس چارلی کی پشت پناہی کرنے والی شخصیت ایک ہی ہے....."

"مادام کلارا؟" تہذیب نے متحیرانہ انداز میں کہا "یہ کیسے ممکن ہے.... وہ تم سے اپنے ہی ساتھی کے خلاف کام لے رہا ہے؟"

"آزمائش اسی طرح تو ہوتی ہے۔ پہلے اس کے ساتھیوں نے جعلی پولیس والوں کی حیثیت سے مجھے گھیرا۔ وہ کام ہو گئے تو اب فاکس ٹریٹ نے نیا حربہ اختیار کیا ہے۔ لکن ہے جیمس چارلی کی شخصیت تھوڑی بہت پراسرار ہو مگر ممکن نہیں ہے کہ اس تک رسائی ہی ممکن نہ ہو۔ یہ پروگرام بہت ممکن ہے کہ مادام کلارا کا ہی مرتب کیا ہوا ہو۔ ب ایگلز کے لوگ اس شراب خانے کا محاصرہ کر لیں گے رکسی بھی شخص کا جیمس تک پہنچنا ناممکن بنا دیں گے۔ اسے لے ہی سب کچھ سمجھا دیا گیا ہوگا لیکن میں ان کے دفاعی حصار توڑنے میں کامیاب ہو گیا تو تم سمجھو کہ ایگلز میں میری کس رح آؤ بھگت ہوگی۔ اس لئے یہ تم سے کہہ رہا ہوں کہ ابھی تم مادام کلارا کو الجھائے رکھو۔"

"وہ تو میں کراوں گی لیکن تم اس امتحان میں کیسے پورے اترو گے؟" تہذیب نے کہا۔ اس کے لہجے میں گہری تشویش تھی۔ "ہوشیار دشمن پر وار کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔"

"دشمن ہوشیار ہے تو کیا ہوا۔ ہم اس پر ایسے زاویے سے وار کریں گے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا اس کے لئے مجھے تم سب کی مدد درکار ہوگی۔"

"سب سے مدد لو مگر بڈ کو معاف رکھو" بڈ نے کانوں کو لگائے "یہاں جتنی اچھائی کرواتنی ہی برائی ملتی ہے۔"

"میرے ذہن میں جو منصوبہ ہے اس کے مطابق تمہیں پردہ رہنا ہے لیکن اگر تم نے ساتھ نہ دیا تو ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

"بے وقوف بنا رہے ہو" بڈ نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھا "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بڈ تمہاری نظر میں اتنی اہمیت اختیار کر جائے۔"

"بنیادی ذمے داریاں تو تمہاری ہی ہوں گی" میں نے کہا۔ "ظاہر ہے جب بنیاد نہیں ہوگی تو عمارت کیا خاک تعمیر ہوگی۔"

"بڈ جیسے لوگ ہوتے ہی اس لئے ہیں کہ انہیں بے وقوف بنایا جائے" بڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "خیر بتاؤ، مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

میں نے ان لوگوں کو اپنا منصوبہ بتایا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ کس کو کیا کرنا ہے۔ میرا منصوبہ سن کر بڈ کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

"اب ہوئی نا بات" اس نے اچھل کر کہا "کب سے کہہ رہا ہوں کہ حرکت میں آؤ، ان لوگوں کے خلاف کچھ کرو یہ بہت ضروری ہے۔"

"تم نے دیکھا، میرے منصوبے میں بنیادی کردار تمہارا ہی ہے۔ اور سب سے خطرناک بھی تمہارا ہے۔"

"فکر مت کرو چیف! یہ سب بڈ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے لیکن یہ سارے کام کل شام سے قبل ممکن نہیں ہو سکیں گے۔"

"تم نے بہت کم مہلت مانگی ہے بڈ!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس کام کے لئے کوئی اور کئی دن کا وقت مانگتا اور اس میں بھی یقین سے کچھ نہ کہتا۔"

"تم خوش قسمت ہو چیف کہ تمہیں بڈ جیسا ماتحت میسر ہے مگر ایک بات ہے۔ جو کام تم نے مجھے سونپے ہیں ان پر پیسہ بہت خرچ ہوگا۔"

"کیا ہمارے پاس رقم کی قلت ہے؟" میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔

"ہرگز نہیں" تہذیب نے تیزی سے کہا "بڈ کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ہمیشہ بے محل بات کرتا ہے۔ کام ہوگا تو ظاہر ہے اس پر رقم بھی صرف ہوگی۔"

❁❁❁✱✱❁❁❁

"تم کہاں غائب ہو گئے تھے" فلورا نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ میں اس کے پاس شام چار بجے کے بعد پہنچا تھا۔

"غائب نہیں ہو گیا تھا بلکہ کاموں میں مصروف تھا..... کیا تمہیں نہیں معلوم کہ فاکس ٹریٹ نے مجھے ایک کام سونپا تھا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

”تمہاری واپسی میں بہت دیر ہوگئی تو میں نے ایڈونا کو فون کیا۔ اس نے بتایا کہ تم وہاں سے واپس جا چکے ہو۔ اس بات کو بھی دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔“

”اس نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ فاکس ٹریٹ نے مجھے ایک اور کام سونپ دیا ہے؟“ میں نے فلورا کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں“ فلورا نے بڑی معصومیت سے سر کو منفی جنبش دی۔ ”ایڈونا نے مجھ سے اس قسم کی تو کوئی بات نہیں کی۔“

میں سمجھ گیا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ ایڈونا نے اس سے اس موضوع پر بات نہ کی ہو مگر میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ مجھ سے یہ بات چھپانے میں ان لوگوں کی کیا مصلحت ہے۔

”حیرت ہے! اس میں چھپانے والی تو کوئی بات نہیں تھی پھر ایڈونا نے تم سے اس کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟“ میں نے کہا۔

”ممکن ہے اس نے یہ سوچ کر تذکرہ نہ کیا ہو کہ مجھے تمہارے ذریعے سب کچھ معلوم ہو جائے گا“ فلورا نے جس تیزی سے جواب دیا تھا اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سب کچھ پہلے سے سوچے بیٹھی تھی ”اب تم خود ہی بتا دو نا۔“

”جیمس چارلی کو جانتی ہو“ میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

”اسے کون نہیں جانتا ہوگا“ فلورا نے کہا ”بیکن اسٹریٹ کے نکڑ پر اس کا شراب خانہ ہے اور سب جانتے ہیں کہ باس کے اور اس کے درمیان کسی قسم کی دشمنی چل رہی ہے۔“

بہت خوب میں نے دل میں سوچا گویا فاکس ٹریٹ کی طرف سے تمہیں سب کچھ بتایا جا چکا ہے۔

”آج جو چیک میرے ذریعے کیش کرایا گیا ہے اب اس کی رقم جیمس چارلی تک پہنچانی ہے۔“

”یہ ٹھیک ہوا“ فلورا مسکرائی ”تم نے بہت بڑے بڑے دعوے کئے تھے۔ اب تمہیں مزہ آئے گا۔“

”اس میں ایسی کون سی بات ہے“ میں نے بے پروائی سے کہا ”اسے رقم پہنچانی ہی تو ہے، کوئی اس سے چھیننی تو ہے نہیں۔“

”کیا باس نے تمہیں تفصیلات نہیں بتائیں“ فلورا نے حیرت کا مظاہرہ کیا ”جیمس تک تو پہنچنا کارے دارد ہے۔ باس کے کئی آدمی اس کام میں ناکام ہو چکے ہیں۔“

”ہاں فاکس ٹریٹ نے مجھے بتایا تھا اور مجھے اس پر حیرت ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے فاکس ٹریٹ نے نااہل لوگوں کی ایک ٹیم بنا رکھی ہے۔“

”یہ تو تمہیں پتا چلے گا“ فلورا نے معنی خیز لہجے میں کہا مجھے یوں لگا جیسے وہ کہہ رہی ہو۔ اب تمہیں ایگلز کے لوگوں سے ٹکرانا پڑے گا۔ اس بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ میری جنگ ہی ایگلز سے ہے۔

”ہو سکتا ہے یہ بہت مشکل کام ہو“ میں نے کہا ”لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ میں اسے بخوبی تکمیل تک پہنچا دوں“

”اتنا یقین“ فلورا نے مجھے حیرت سے دیکھا ”آخر تمہیں اتنا یقین کیوں ہے؟“

”اس لئے کہ تم میری لک ہو اور میرے ساتھ ہو۔ اور جب تم میرے ساتھ ہو تو مجھے کوئی غم نہیں۔ دنیا کی کوئی مشکل میرے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی۔“

”تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے“ فلورا جھینپ گئی ”زبردستی مجھے اپنی لک بنا بیٹھے ہو۔“

”تم زبردستی میرے گلے پڑ گئیں“ میں نے کہا ”اور خواہ مخواہ میری لک بن بیٹھیں۔“

”اب مجھ پر الزام بھی لگاؤ گے“ فلورا نے آنکھیں نکالیں۔ ”خود ہی زبردستی کر کے مجھے یہاں لے آئے اور اب کہہ رہے ہو میں تمہارے گلے پڑ گئی ہوں۔ اگر یہی بات تو میں یہاں سے چلی جاتی ہوں۔“

”ارے یہ کیا غضب کر رہی ہو“ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکتے ہوئے کہا ”میرا مقصد یہ تھا کہ تم خود ہی مجھ سے ملی تھیں اور پھر میری مجبوری بن کر رہ گئیں۔“

”تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟“ فلورا غرائی ”اگر معلوم ہوتا کہ تم اس طرح میرے پیچھے پڑ جاؤ گے تو کبھی تم سے نہ ملتی۔“

”تم تو واقعی ناراض ہو گئیں“ میں نے ہنس کر کہا ”میں مذاق کر رہا تھا۔ کیا مجھے اتنا بھی حق نہیں ہے؟“

فلورا رک گئی۔ اسے تو رکنے کے لئے بہانہ درکار تھا۔ اب تو اس کا اصل مقصد مجھ پر نظر رکھنا تھا۔ یہ بھی تو امتحان تھا کہ میں صنفِ نازک سے کس حد تک متاثر ہوں۔ اسے اپنے منصوبوں میں شریک کرتا ہوں یا نہیں۔

”تمہیں مذاق کرنے کے علاوہ اور بھی بہت سے حق حاصل ہیں لیکن ایسا مذاق مت کیا کرو جس سے دوسرے فریق کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہو۔“

”احساس دلانے کا شکریہ“ میں نے اپنے لہجے میں خلوص پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ”اور تمہارے احساسات کو جو ٹھیس پہنچی ہے اس کے ازالے کے لئے آج شام ہم تفریح کریں گے۔“

”تم میرے ساتھ موجود ہو تو مجھے کسی تفریح کی ضرورت نہیں ہے“ فلورا نے بڑی لگاوٹ سے کہا ”لیکن معلوم نہیں کیوں تم مجھ سے کچھ کھنچے کھنچے سے رہتے ہو۔“

”تمہارا خیال غلط ہے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اگر میں نے ایک خاص حد سے تجاوز کرنے کی کوشش کی تو میری قسمت مجھ سے روٹھ جائے گی۔“

”ایک تو ابھی تک یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ تم مذاق کر رہے ہو یا یہ سب کچھ حقیقت ہے؟“ فلورا نے بڑی بے زاری سے کہا۔

”اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ تمہیں یقین آتا ہے یا نہیں آتا۔ اہمیت تو اس بات کی ہے کہ میں کیا سمجھتا ہوں۔ جب سے تم مجھے ملی ہو، جس کام کو ہاتھ لگاتا ہوں ہو جاتا ہے۔“

”اگر تم جیمس چارلی کو رقم پہنچانے میں کامیاب ہو گئے تو میں یقین کرلوں گی کہ تم ناممکن کام بھی کر سکتے ہو۔“

”یہ پھر بھی نہیں مانو گی کہ تم میری لک ہو؟“ میں نے ہنس کر کہا۔

”میرا مطلب یہی تھا“ فلورا نے کسی قدر جھینپ کر کہا ”جیمس چارلی تک پہنچنا اتنا ہی مشکل کام ہے کہ اس کے لئے کسی کو کوئی بات بھی مانی جا سکتی ہے۔“

اسی روز شام کو ایک شخص جیمس کی تصویر مجھے دے گیا۔ وہ ایک بلیک اینڈ وائٹ تصویر تھی۔ تصویر میں فاکس ٹریٹ بھی اس کے ساتھ تھا اور جیمس اس کے سامنے بونا نظر آ رہا تھا فاکس ٹریٹ کا قد چھ فٹ سے بھی نکلتا ہوا تھا جب کہ جیمس۔۔۔ اس کے بارے میں تصویر کی پشت پر مختصر معلومات بھی تحریر تھیں جن کے مطابق جیمس کا قد صرف پانچ فٹ چار انچ تھا۔

”مجھے حیرت ہے“ تصویر دیکھ کر میں نے فلورا سے کہا ”یہ بونا تم لوگوں کے لئے اتنا بڑا مسئلہ کیسے بنا ہوا ہے؟“

”بات آمنے سامنے مقابلے کی تھوڑی ہے“ فلورا نے کہا ”وہ خود کچھ بھی سہی، اس کے آدمی بہت مستعد ہیں۔“

اس کے بعد فاکس ٹریٹ کا فون بھی آیا۔ وہ ٹوہ لینے کی کوشش کر رہا تھا کہ میرا پروگرام کیا ہے مگر ظاہر ہے میں اسے ابھی بھی نہیں بتا سکتا تھا۔

اگلے روز شام تک میں ہوٹل سے باہر نہیں نکلا۔ فلورا حیران تھی کہ میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے کیوں بیٹھا ہوں اور میں یہ کہہ کر اسے ٹالتا رہا کہ میں کوئی اسکیم بنانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ پھر رات آٹھ بجے کے قریب میں فلورا سے یہ کہہ کر ہوٹل سے نکل آیا کہ میں اپنے دوستوں سے ملنے جا رہا ہوں۔

⁂⁂⁂

بیکن اسٹریٹ نیم کاروباری علاقہ ہونے کی وجہ سے آٹھ بجے کے بعد سنسان ہونا شروع ہو جاتی تھی۔ دس بجے رات تک وہاں الو بولنے لگتے تھے اور رونقیں صرف اسی نکڑ تک محدود ہو جاتی تھیں جہاں جیمس کا بار تھا۔ بار کے عین مقابل علاقے کا پولیس اسٹیشن تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جیمس کے بار کو محفوظ ترین جگہ تصور کیا جاتا تھا۔

رات دس بجے کے قریب بیکن اسٹریٹ پر ایک تیز رفتار فوجی جیپ نمودار ہوئی جس کا رخ بار کی طرف تھا لیکن بار کے سامنے رکنے کے بجائے جیپ پولیس اسٹیشن کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ جیپ میں عقبی سیٹوں پر چار مسلح فوجی الرٹ بیٹھے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا فرد بھی فوجی تھا اور اس کے برابر میں ایک کیپٹن بیٹھا تھا۔ کیپٹن کی وردی میں میں خود تھا اور ڈرائیونگ پر تہذیب تھی جسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کوئی عورت ہو سکتی ہے۔ جب کہ چاروں فوجی علی گروپ کے چاروں ارکان تھے جو تہذیب کے ساتھ شی گورائے آئے تھے۔

پولیس اسٹیشن میں ایک فوجی جیپ کی آمد کے باعث کھلبلی مچ گئی تھی۔ جیپ رکنے پر میں اترا اور فوجی انداز میں چلتا ہوا پولیس اسٹیشن میں داخل ہو گیا۔ فوجی جیپ، یونیفارم اور نشانات وغیرہ کا انتظام بڈ نے کیا تھا۔ اگرچہ اس کام پر ایک خطیر رقم خرچ ہوئی تھی تاہم کوئی اور شخص یہ کام اتنے قلیل وقت میں اور وہ بھی ایک اجنبی ملک میں کر ہی نہیں سکتا تھا۔

میں سب کو نظر انداز کرتا ہوا سیدھا انچارج کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نے اپنا حلیہ اس حد تک ہی تبدیل کیا تھا کہ کوئی مجھے آسانی سے شناخت نہ کر سکے۔

کمرے میں انچارج کے علاوہ چند افراد اور بھی موجود تھے۔ وہ سب ایک فوجی کیپٹن کو یوں کمرے میں آتے دیکھ کر بوکھلا گئے تھے انچارج تو سیٹ چھوڑ کر کھڑا ہی ہو گیا تھا۔

”میں آپ سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں“ میں نے انچارج سے کہا اور اس نے بقیہ افراد کو باہر چلے جانے کا اشارہ کیا اور وہ سب فوراً ہی باہر نکل گئے۔

”میرا تعلق ملٹری انٹیلی جنس سے ہے“ کمرا خالی ہونے کے بعد میں نے انچارج سے کہا ”ایک گھنٹا قبل ہائی کمان نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے حکم دیا ہے کہ جیمس چارلی کو گرفتار کرلیا جائے۔ اس پر ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا شبہ کیا جارہا ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب!" انچارج نے بوکھلا کر کہا۔ "مسٹر جیمس ملک دشمن نہیں ہوسکتے۔"

"ہم لوگ تجزیے نہیں کرتے صرف حکم پر عمل کرتے ہیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا "ویسے بھی ہمیں سب کچھ معلوم ہوتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ تم کیوں اس کی تعریف کررہے ہو۔"

انچارج اور زیادہ بوکھلا گیا "یہ بات نہیں ہے جناب!..... اس نے کہنا چاہا مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہم غیر متعلق باتوں سے غرض نہیں رکھتے۔ یہ حکم نامہ دیکھ لو" میں نے جیب سے ایک جعلی حکم نامہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا جس کے مطابق مجھے حکم دیا گیا تھا کہ پولیس کی مدد سے بار پر چھاپا مار کر جیمس کو گرفتار کرادوں۔

"میں ہر طرح تعاون کرنے کو تیار ہوں جناب" انچارج نے کہا۔ حکم نامہ دیکھنے کے بعد اس میں سرتابی کی مجال نہیں رہی تھی۔

"یہ مشن ٹاپ سیکرٹ ہے" میں نے انچارج کو گھورتے ہوئے کہا "تمہیں بھی مجبوراً اعتماد میں لیا گیا ہے مگر تم کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کروگے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جناب! میں وطن سے غداری کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ آپ بتائیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"پندرہ منٹ کے اندر اندر سامنے والے بار کو گھیرے میں ہونا چاہئے۔ اپنے جوانوں کو حکم دو کہ جیمس گھیرا توڑ کر فرار ہونے نہ پائے۔ میرے ساتھ صرف چار فوجی ہیں۔ ان کے معاملات ہم خود سنبھال لیں گے۔"

پھر پندرہ منٹ کے بعد پوری تیاریوں کے ساتھ چارلی کے بار کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ فوجی جیپ بار کے دروازے کے سامنے جاکر رک گئی۔

تہذیب ڈرائیونگ سیٹ پر ہی بیٹھی رہی تھی اور سب لوگ جیپ سے اتر گئے تھے۔ میں سب سے آگے تھا اور میرے ساتھ انچارج تھا۔ چاروں "فوجی" ہمارے عقب میں تھے اور جانتے تھے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔

ہم سب دھڑدھڑاتے ہوئے بار میں داخل ہوئے تو وہاں ایک لمحے کے لئے کھلبلی مچی پھر میری گرج دار آواز سب پر حاوی آگئی "خاموش..... کسی کی آواز نہ نکلے۔"

تمام لوگ اپنی اپنی جگہ ساکت ہوگئے۔ انچارج کو تو صرف عملے کے لوگ پہچانتے تھے مگر وردی پوش کسی تعارف کا محتاج نہیں ہوتا اور پھر فوجی وردی..... بار میں ایسا چھا گیا کہ سوئی گرنے تک کی آواز سنی جاسکتی تھی۔

"جیمس کے کمرے تک میری راہ نمائی کرو" میں نے انچارج سے سرگوشی میں کہا اور وہ اثبات میں سر ہلا کر ایک طرف چل پڑا۔ کاؤنٹر کے برابر سے ایک زینہ اوپر جارہا تھا۔ دو آدمی نیچے رک گئے تھے اور دو فوجی ہمارے ساتھ اوپر میں آرہے تھے۔ میں نے محض احتیاطاً دو فوجی نیچے چھوڑے تھے ورنہ پورے بار کے لئے ایک ہی کافی تھا۔

زینے طے کرکے ہم اوپر پہنچے۔ اوپری راہداریوں میں بجا مسلح افراد نظر آرہے تھے۔ تھانہ انچارج کو دیکھ کر دیکھ ان کی گنوں کے رخ تبدیل ہوگئے تھے۔ اس پر مستزاد وہ تھے جو انچارج کے ساتھ تھے۔ ان سب کے چہروں پر دہشت کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"آ..... آپ لوگ کہاں جارہے ہیں؟" ان میں سے ایک شخص نے کہا جو صورت سے ہی چھٹا ہوا بدمعاش لگتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں خودکار رائفل بھی موجود تھی۔

"تم کون ہو؟" میں ایک جھٹکے کے ساتھ رک کر "اور تم لوگوں کے ہاتھوں میں ہتھیار کیوں موجود ہیں؟ تمہیں معلوم نہیں کہ فوج کے سامنے ہتھیار ہاتھ میں رکھنے کا مطلب کیا ہے؟"

وہ خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹتا ہوا دیوار سے جا لگا۔ رائفل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ ایک وہی نہیں اس کے تمام ساتھیوں کے ہاتھوں سے ہتھیار چھوٹ کر گر پڑے۔

"ان تمام بدمعاشوں کو ہنکا کر نیچے چھوڑ آؤ" میں نے عاطف سے کہا "اور تم میرے ساتھ آؤ" میں طلحہ سے بولا اور پھر ہم تھانہ انچارج کی معیت میں ایک کمرے کے سامنے پہنچ گئے جس پر سرخ رنگ کا بلب روشن تھا۔ میں اس کا مطلب اچھی طرح جانتا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ جیمس بہت اہم کام میں مصروف ہے اور اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ میں نے طلحہ کو اشارہ کیا اور اس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ مقفل نہیں تھا۔ طلحہ تیزی سے کمرے میں گھستا چلا گیا۔ اپنے انداز سے وہ خالص فوجی لگ رہا تھا۔ میں اور انچارج اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہوگئے۔ جیمس واقعی بہت اہم کام میں مصروف تھا۔ وہ ٹرانس میٹر پر گفتگو کررہا تھا۔ طلحہ کے اس طرح اندر گھسنے پر وہ اچھل پڑا۔ انچارج اور پھر فوجیوں کو دیکھ کر اس کے ہوش اڑ گئے۔

"یہ..... یہ کیا حرکت ہے" اس کے منہ سے بدقت تمام نکلا۔ اس کی بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ الفاظ بھی اس کے منہ سے ٹھیک سے ادا نہیں ہوئے تھے۔

"تم پر ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا شبہ کیا جارہا ہے" میں نے سرد لہجے میں کہا "اور تم ہمیں جس حالت میں ملے ہو اس سے اس شبہے کو تقویت ملتی ہے۔ ٹرانس میٹر پر کس سے بات کررہے تھے..... گوٹے ہل کے کسی ایجنٹ سے؟"

"یہ..... یہ الزام ہے" جیمس نے ہانپتے ہوئے کہا "گوٹے ہل والوں سے میرا کیا واسطہ؟"

"تو پھر تم کس سے بات کررہے تھے؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ طلحہ کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے غالباً کوئی ایسا کوڈ ورڈ بول دیا تھا جس سے دوسری طرف والے کو خطرے کا پتا چل گیا تھا۔ پھر یہ کہ جیمس نے ٹرانس میٹر کا سوئچ بھی آف کردیا تھا۔ میرا سوال سن کر اس کے چہرے پر مردنی چھا گئی۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر منمنا کر رہ گیا۔

"دیکھا تم نے" میں نے فاتحانہ انداز میں انچارج کو دیکھا۔ "فوج کی اطلاع کبھی غلط نہیں ہوتی۔"

انچارج نے تعریفی انداز میں میری بات کی تائید کی اور میں نے طلحہ کو کمرے کی تلاشی لینے کا حکم دیا۔ ٹرانسمیٹر میں پہلے ہی اپنے قبضے میں لے چکا تھا۔

"یہاں تو کچھ بھی نہیں ملا سر" طلحہ نے مؤدب انداز میں کہا۔

"اس میز کی درازیں بھی چیک کرو۔" میں نے طلحہ سے کہا۔ "تم نے اسے کیوں نظرانداز کردیا۔"

جیمس کو کمرے کے ایک کونے میں دھکیل دیا گیا تھا اور طلحہ اب میز کی درازیں چیک کررہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے بتایا کہ درازوں سے بھی کچھ برآمد نہیں ہوا۔

"تم ہٹو' درازیں میں خود ہی چیک کروں گا" میں نے کہا اور درازوں کی تلاشی کے دوران ایک لاکھ کی رقم بڑی صفائی سے اوپر والی دراز میں منتقل کردی۔

"ٹھیک ہے" میں نے کچھ دیر بعد کہا "اسے مجرم ثابت کرنے کے لئے یہ ایک ٹرانسمیٹر ہی کافی ہے۔ بقیہ باتیں یہ خود اگل لے گا۔"

میں نے دراز لاک کرکے اس کی چابی اپنی جیب میں ڈال لی تھی۔ اس کے بعد ہم کمرے سے باہر نکل آئے۔ جیمس کو طلحہ نے گن کی زد پر لے رکھا تھا۔

"ہم اسے گرفتار کرکے لے جارہے ہیں" میں نے انچارج سے کہا "تم نے ہمارے ساتھ جو تعاون کیا اس کی نوعیت قطعی غیر سرکاری تھی۔ اسے یاد رکھنا۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب!" انچارج نے کہا "یہ بات مجھ تک ہی محدود رہے گی۔"

"اور یہ بھی سمجھ لو کہ ہمارے روانہ ہونے کے بعد کم از کم پانچ منٹ تک کوئی یہاں سے باہر نہ نکلنے پائے۔"

انچارج نے اثبات میں سر ہلایا اور میں اپنے ساتھیوں سمیت باہر نکل آیا۔ جیمس ہکا بکا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ اچانک کیا ہوگیا ہے۔

ہم لوگ تیزی سے جیپ میں سوار ہوئے۔ جیمس کو عقبی سیٹ پر بٹھا دیا تھا۔ نہ صرف بٹھا دیا بلکہ اسے فوراً ہی کلوروفارم سنگھا کر بے ہوش بھی کردیا گیا تھا۔

ہمارے جیپ میں بیٹھتے ہی تہذیب نے جیپ اسٹارٹ کرکے طوفانی رفتار سے دوڑادی تھی۔ ہماری منزل ایک گیراج تھا جو بیکن اسٹریٹ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اور جس علاقے میں تھا وہاں قطعی سناٹا تھا۔ اس گیراج میں بڈ ہمارا منتظر تھا۔

گیراج میں پہنچ کر ہم سب نے وردیوں سے چھٹکارا حاصل کیا اور میں نے اس ہلکے پھلکے میک اپ سے بھی نجات حاصل کرلی جو میں نے خاص طور پر اس مہم کے لئے کیا تھا۔ بڈ نے ہمارے ساتھ جیمس کو دیکھ کر سمجھ لیا تھا کہ ہم کامیاب ہوگئے ہیں' اس لئے اس نے کوئی سوال نہیں کیا۔

کپڑے بدلنے کے بعد میں نے بڈ کو اشارہ کیا۔ اس دوران میں بے ہوش جیمس کو گیراج سے باہر کھڑی ٹیکسی میں منتقل کیا جاچکا تھا۔ میرے اشارے پر بڈ باہر آیا اور ٹیکسی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ میں اس کے برابر ہی اگلی نشست پر بیٹھ گیا تھا۔ بے ہوش جیمس پچھلی سیٹ پر تھا۔

سوا گیارہ بجے رات کے لگ بھگ ٹیکسی کراؤن کلب کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ ٹیکسی رکنے کے بعد میں نے بڈ کو کرایہ ادا کیا اور اشارے سے کلب کے ایک ملازم کو اپنے قریب بلایا۔

"صاحب کو پچھلی سیٹ سے باہر نکالنے میں میری مدد کرو" میں نے ملازم سے کہا۔ وہ مجھے پہچان چکا تھا لہٰذا کوئی چوں چرا کیے بغیر اس نے میرا ہاتھ بٹایا اور ہم نے جیمس کو کھینچ کھانچ کر ٹیکسی سے باہر نکال لیا۔ بڈ ٹیکسی لے کر چلا گیا تھا۔

"اس کا کیا کرنا ہے صاحب؟" کلب کے ملازم نے مجھ سے پوچھا اور میں نے اسے ایک طرف ہٹنے کا اشارہ کرتے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئے جیمس کو کندھے پر لاد لیا۔

فاکس ٹریٹ کے کمرے تک میں اسی طرح پہنچا تھا۔ اس تک غالباً یہ اطلاع پہنچ چکی تھی کہ بار پر فوج نے چھاپا مارا ہے لہٰذا وہ بھی پریشان تھا۔ اندرونی طور پر تو وہ سب ایک ہی تھے۔

"یہ لو' سنبھالو اس کو" میں نے جیمس کو قالین پر پٹک کر ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟" فاکس ٹریٹ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ایڈونا بھی حیران رہ گئی تھی۔

"تم مسٹر جیمس کو ہی اٹھا لائے۔" ایڈونا نے حیرت سے کہا۔ "باس نے تم سے یہ تو نہیں کہا تھا۔"

"میں نے سوچا ممکن ہے کسی مرحلے پر تمہیں اس کی ضرورت پیش آجائے۔" میں نے کہا اور فاکس ٹریٹ نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"تو یہ تمہاری حرکت تھی۔۔۔ اس کے بار پر جو چھاپا پڑا ہے اس کی پشت پر تم تھے۔"

"ہاں" میں نے بے پروائی سے کہا "اگر میں نہ ہوتا تو یہ اس وقت یہاں کیوں ہوتا؟"

اس وقت جیمس کو ہوش آنا شروع ہو گیا "تم ایسے الٹے سیدھے کام کرتے ہو' اب اسے ہوش آگیا تو کیا کریں گے؟"

"اگر کہو تو اسے قتل کردوں" میں نے احمقانہ انداز میں کہا "پھر یہ کبھی ہوش میں نہیں آسکے گا۔"

جیمس کی آنکھیں پوری طرح کھل گئی تھیں اور وہ اچھل کر پہلے بیٹھا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ خود کو فاکس ٹریٹ کے آفس میں دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہیں رہی تھی۔

"تم ہار چکے ہو مسٹر جیمس! اب تمہیں باس سے سودا منظور کرنا ہی پڑے گا۔"

"میں نے کب کہا تھا کہ تم اسے اٹھا لاؤ۔" فاکس ٹریٹ نے جھنجلا کر کہا "شرط تو اسی صورت میں پوری ہوتی جب تم رقم اس تک پہنچا دیتے۔"

"رقم اب پہنچا دیتے ہیں" میں نے کہا "مسٹر جیمس تو یہاں موجود ہیں ہی۔"

"اس طرح شرط پوری نہیں ہو گی" جیمس نے کہا۔ بات پوری طرح اس کی سمجھ میں آگئی تھی "تم ہار چکے ہو فاکس ٹریٹ! اب آئندہ کوئی کوشش بھی مت کرنا۔"

"دیکھا تم نے" فاکس ٹریٹ نے مجھ پر آنکھیں نکالیں "محض تمہاری حماقت کی وجہ سے مجھے یہ نقصان اٹھانا پڑا۔ کاش اسے اٹھا لانے کے بجائے تم نے رقم اسے پہنچا دی ہوتی۔"

"اوہ! بس اتنی سی بات ہے۔ تب تو یہ سودا پکا سمجھو۔ رقم مسٹر جیمس کی میز کی دراز میں موجود ہے اور دراز کی چابی یہ رہی" میں نے جیب سے چابی نکال کر دکھائی "میری بات پر یقین نہ ہو تو خود چیک کر لینا۔"

"رقم تم نے دراز میں کب ڈالی تھی۔" جیمس نے چونک کر کہا "میں تو تمہیں یہ حرکت کرتے نہیں دیکھ سکا تھا۔"

"ایڈم ڈی فلوک کا ہر کام نرالا ہوتا ہے" میں نے فخریہ انداز میں کہا "بلکہ میرا اندازہ تو یہ ہے کہ تم دونوں کا آپس میں کوئی تعلق ضرور ہے۔ فاکس ٹریٹ نے تمہیں بتا دیا کہ ایک آدمی تم تک پہنچنے کی کوشش کرے گا اور تم نے اس بات کا بندوبست کر لیا تھا کہ ایک چیونٹی بھی تم تک نہ پہنچ سکے لیکن دیکھ لو" میں نے ایک قہقہہ لگایا "نہ صرف رقم تمہاری دراز میں پہنچائی بلکہ تمہیں بھی اٹھا لایا۔"

"تم نہایت خطرناک آدمی ہو" فاکس ٹریٹ نے سنجیدگی سے کہا۔ "فوج جیسے ادارے کی آڑ لیتے ہوئے تمہیں خوف محسوس نہیں ہوا۔"

"اور مجھے حیرت ہے" جیمس بولا "تمہارے ساتھ تھانے کا انچارج بھی تھا۔ تم نے اسے بھی دھوکا دیا؟"

"ایسا ہی ہوتا ہے۔ تم نے جعلی پولیس کے ذریعے ایڈم ڈی فلوک کو دھوکا دیا تھا' یہ اس کا جواب ہے۔ ایڈم ڈی فلوک کسی سے کم تر نہیں ہے۔ وہ بے چارہ تو صرف ایک تھانے کا انچارج تھا۔ اگر وقت پڑے تو میں جنرل کو بھی دھوکا دے سکتا ہوں۔"

فاکس ٹریٹ مجھے گھورنے لگا "تمہارے ساتھ جو فوجی تھے وہ کون تھے اور جیپ تم نے کہاں سے حاصل کی تھی" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"تمہیں چاہئے" میں نے بائیں آنکھ دبا کر شرارت آمیز لہجے میں کہا "جتنی تعداد میں جو چیز درکار ہو آرڈر دے دو۔ زیادہ بڑے آرڈر کی تعمیل میں وقت صرف ہو گا۔"

"تو وہ فوجی کرائے کے آدمی تھے" فاکس ٹریٹ نے اخذ کرتے ہوئے کہا "لیکن اگر انہوں نے مخبری کر دی تو۔"

"تم ایڈم ڈی فلوک کو اتنا بے وقوف کیوں سمجھتے ہو۔ انہیں کبھی معلوم ہی نہیں ہو سکے گا کہ انہوں نے کس کے لئے کام کیا تھا۔ مخبری کرتے ہیں تو کرتے رہیں۔"

"ہوں" فاکس ٹریٹ نے متفکرانہ انداز میں سر ہلایا "تم ہماری توقعات سے بہت بڑھ کر ثابت ہوئے ہو۔۔۔۔" وہ اور بھی کہتا مگر ٹیلی فون کی گھنٹی نے اسے بات پوری کرنے کا موقع نہیں دیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا اور دوسری طرف سے آنے والی آواز سن کر کچھ مودب سا نظر آنے لگا۔

"میں آپ کو فون کرنے ہی والا تھا مادام! تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کا سراغ مل گیا ہے۔ وہ ہمارے ایڈم ڈی فلوک کا کارنامہ تھا" پھر وہ سارے واقعے کی تفصیل بتانے لگا۔ اس کے بعد دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سن کر اس نے "بہت بہتر" کہا اور فون بند کر دیا۔

"مادام کلارا نے تمہاری کارکردگی کو تسلی بخش قرار دیتے ہوئے تمہارا انتخاب کر لیا ہے" فاکس ٹریٹ نے کہا۔

"کون مادام کلارا؟" میں نے حیرت سے کہا حالانکہ میں ہر بات سے پہلے ہی واقف تھا۔

"وہ مادام کلارا جن کا میں ایک ادنیٰ سا کارندہ ہوں" فاکس ٹریٹ نے کہا "انہی کی ہدایت پر تمہارا امتحان لیا گیا اور تمہیں کامیاب قرار دے دیا گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی وین آکر تمہیں لے جائے گی۔"

میں تفہیمی انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔ مادام کلارا سے سامنا ہونے کا وقت قریب آگیا تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ میں نے جو محنت کی تھی وہ رائگاں نہیں گئی تھی مگر اب مجھے خود کو اس ملاقات کے لئے تیار کرنا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مادام کلارا کس انداز میں میری پذیرائی کرے گی لیکن یہ بات طے تھی کہ اس سے ملاقات کا مرحلہ میرے لئے آسان ثابت نہیں ہو گا۔

پندرہ منٹ بعد اطلاع ملی کہ وین آگئی ہے۔ میں فاکس ٹریٹ سے رخصت ہو کر اس بڑی وین کے پچھلے حصے میں جا بیٹھا جو خاص طور پر مجھے ہی لینے کے لئے وہاں آئی تھی۔ یہ ایک خاص قسم کی وین تھی جس کا دروازہ بند ہونے کے بعد باہر دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ پچھلا حصہ ہر طرف سے بند تھا۔ یہ وین شاید خاص طور پر اس لئے بھیجی گئی ہو گی کہ میں اپنی منزل کے بارے میں کچھ اندازہ بھی نہ کر سکوں۔

وین کا سفر دس منٹ سے زیادہ طویل نہیں تھا۔ دس منٹ بعد وین رک گئی اور پچھلا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ "وین سے اتر جائیے مسٹر فلوک۔" عقبی حصے میں نصب اسپیکر پر آواز سنائی دی اور میں وین سے اتر آیا۔ وین کے عقبی حصے میں جلتے ہوئے بلب کی مدھم سی روشنی میں مختصر سی روشن تھی اس لئے میں اندازہ نہ کر سکا کہ میں کس جگہ ہوں۔ پھر وین کا دروازہ بند ہوا اور وین آگے روانہ ہو گئی۔ مجھے اس کی دور ہوتی ہوئی عقبی سرخ روشنیوں کے سوا کچھ نظر نہیں آیا تھا پھر اچانک ہی وہ سرخ روشنیاں بھی نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ میرے چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا۔

میں نے دو چار بار پلکیں جھپکائیں' آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود مجھے کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ اندھیرا اتنا گہرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میری بینائی زائل ہو گئی ہو۔ میرے پیروں کے نیچے چکنا فرش تھا جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ میں جہاں بھی ہوں وہ جگہ انسانی ہاتھوں کی تعمیر کردہ ہے اور کھلے آسمان کے نیچے نہیں ہوں ورنہ کم از کم آسمان تو دکھائی ہی دیتا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ یہ وین کہاں سے آئی تھی اور کہاں چلی گئی تھی؟ اچانک روشنی کی ایک مہین لکیر نے تاریکی کا سینہ شق کر دیا۔ روشنی کی وہ لکیر آسمان سے نازل ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے اس روشنی کا مخرج تلاش کرنے کی کوشش کی مگر کچھ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ روشنی کہاں سے آرہی ہے۔ روشنی کی وہ کرن کسی چمکدار چیز پر پڑی تھی جس سے روشنی منعکس ہوئی تھی اور مجھے اپنی آنکھیں خیرہ ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ کس قسم کا پراسرار معاملہ ہے۔

پھر رفتہ رفتہ روشنی کی کرن کا حجم بڑھنے لگا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ جس چیز سے روشنی منعکس ہو رہی تھی وہ کوئی چمکدار کپڑا تھا۔ سفید چمکدار کپڑا جو روشنی کو منعکس کر رہا تھا۔ روشنی کا حجم بتدریج بڑھ رہا تھا۔ کپڑے کے علاوہ کچھ اور بھی تھا جو واضح طور پر نظر نہیں آرہا تھا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے اسکرین پر کوئی ایسا منظر دکھایا جا رہا ہو جو آؤٹ آف فوکس ہو لیکن روشنی کا حجم بڑھنے کے ساتھ ساتھ منظر واضح ہوتا جا رہا تھا۔ اب میری سمجھ میں آنے لگا تھا کہ روشنی کسی ایسے شخص پر پڑ رہی ہے جس نے سفید رنگ کا لبادہ پہن رکھا ہے۔ میری طرف اس کی پیٹھ تھی اس لئے میں اس کا چہرہ نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں یوں بلند کر رکھے تھے جیسے پرواز کر جانا چاہتا ہو۔

پھر اچانک وہ شخص میری طرف پلٹا۔ اب اس کا رخ میری طرف تھا۔ میں اسے پہچان کر بوکھلاہٹ میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ لی کوان تھا۔ وہی لی کوان جس نے جزیرۂ مرگ پر مجھے تربیت دی تھی۔

○☆○

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ لی کوان کی آنکھیں بند تھیں' یوں جیسے وہ کسی قسم کی عبادت میں مصروف ہو۔ اس کے گرد دودھیا رنگ کی روشنی اس دھارے کا نتیجہ تھی جو لی کوان پر پڑ رہا تھا۔ روشنی کے اس انعکاس کا ہی نتیجہ یہ بھی تھا کہ میری آنکھیں چندھیانے سی لگی تھیں اور میں ابھی تک اندھیرے میں دیکھنے کے قابل نہیں ہو سکا تھا۔ لی کوان کو دیکھنے کے بعد میرے ذہن سے یہ حیرت بھی نکل گئی تھی کہ مجھے یہاں لانے والی وین کہاں غائب ہو گئی تھی۔ وہ ایک بڑی وین تھی' کوئی چھوٹی موٹی گاڑی نہیں تھی اور اس کے سیدھا جا کر نظروں سے اوجھل ہو جانے کا مطلب یہ تھا کہ سامنے کوئی راستہ ضرور ہے۔ سوال یہ تھا کہ جب راستہ ہے تو اس قدر اندھیرا کیوں..... مگر میں یہ سب کچھ سوچنے کے قابل ہی کہاں رہا تھا۔

میں نے سنبھل کر اپنے حواس یکجا کرنے کی کوشش کی۔ میں اپنے گھر میں نہیں' دشمن کے نرغے میں تھا اور مجھے ہر قدم پر محتاط رہنا تھا۔ اگرچہ وہ لوگ میری حقیقت سے لاعلم تھے مگر میں بھی تو اس بات سے ناواقف تھا کہ مادام کلارا نے مجھے یہاں کس مقصد کے تحت بلایا ہے۔ اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اسے مجھ پر کسی قسم کا شبہ ہو اور وہ مجھے کوئی کام سونپنے سے قبل ہر طرح سے اپنا اطمینان کرنا چاہ رہی ہو۔ ورنہ لی کوان کو میرے سامنے لانے کی کیا ضرورت تھی۔

ابھی میں پوری طرح سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ اچانک میرے سامنے بائیں جانب ویسی ہی روشنی کی کرن نمودار ہوئی جیسی اس سے قبل دائیں جانب نمودار ہو چکی تھی اور جس کے نتیجے میں لی کوان میرے سامنے تھا۔ میں کبھی لی کوان کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی اس نئی نمودار ہونے والی روشنی کی کرن کو جو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے بتدریج زمین کی طرف اتر رہی ہو۔ پہلے نمودار ہونے والی کرن کی طرح روشنی کی اس کرن کا حجم بھی بتدریج بڑھ رہا تھا اور آخر کار وہ ایک انسانی ہیولے پر منتج ہوئی۔ ہیولے کے خدوخال دھندلائے ہوئے سے لگ رہے تھے مگر رفتہ رفتہ سب کچھ صاف نظر آنے لگا۔ وہ ایک جوان شخص تھا۔ قد چھ فٹ سے زیادہ اور جسم گویا کسی سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر ایک انڈرویئر کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں تو اس کا جسم دیکھ کر ہی دنگ رہ گیا تھا۔ کسی باڈی بلڈر کا جسم بھی اتنا خوب صورت نہیں ہو سکتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کے بازو کی ابھری ہوئی مچھلیوں میں بجلی سی تڑپتی محسوس ہو رہی تھی۔ لی کوان اور اس شخص کے درمیان تیس فٹ کا فاصلہ تو ضرور تھا اور بھی ان سے اتنے ہی فاصلے پر تھا۔

چند لمحے بڑی خاموشی سے گزر گئے پھر ہال میں ما کلارا کی مترنم آواز گونجی "خوش آمدید مسٹر ایڈم ڈی فلوکر

"یہ سب کچھ کیا ہے؟" میں نے بلند آواز سے کہا میں کسی بھوت گھر میں آپھنسا ہوں۔"

کلارا کی کھنک دار ہنسی سنائی دی اور اس کے سا ہال روشنیوں سے جگمگا اٹھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گ میرے چاروں طرف دیواریں تھیں۔ سامنے کے ر جہاں وہ وین غائب ہوئی تھی' ایک اسٹیج بنا ہوا تھا' جر عقب میں ایک بڑا سا سفید پردہ تھا' بالکل کسی سینما ار کے مانند..... اور اسٹیج کے دائیں کنارے پر لی کوان تھ بائیں کنارے پر وہ شخص جس سے میں ناواقف تھا۔ دونوں پر پڑنے والی روشنیاں غائب ہو چکی تھیں۔

"یہ بھوت گھر نہیں ہے مسٹر ایڈم!" کلارا کی آو "تم مادام کلارا کے مہمان ہو اور اس وقت میرے مح موجود ہو۔"

"مجھے تو یہ کوئی بڑا تابوت معلوم ہو رہا ہے۔ کیا تمہ محل میں دروازے کا رواج نہیں ہے؟"

"کیوں نہیں ہے مسٹر ایڈم! لیکن یہاں کے درو مادام کلارا کی مرضی کے تابع ہیں..... تم خوش قسمت اتنی جلدی یہاں تک پہنچ گئے۔ یہ اعزاز آسانی سے ملتا۔"

"مجھے ایسے اعزاز سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے جس سے میں پاگل ہوتے ہوتے بچا ہوں۔"

"فاکس ٹریٹ کے ذریعے تمہارے بارے میں تم میرے علم میں آ چکی ہیں۔ تمہارے اعصاب اتنے نہیں ہو سکتے۔"

"نہ میں خود کم زور ہوں اور نہ ہی میرے اعصاب ہیں مگر میں بھوتوں سے نہیں لڑ سکتا۔"

"تم دیکھ رہے ہو مسٹر ایڈم! کہ یہ دونوں تمہار جیتے جاگتے انسان ہیں۔"

"یہ تو اب دیکھ رہا ہوں نا لیکن کچھ دیر پہلے جو معلوم نہیں میں کس طرح اس سے گزر گیا۔"

"مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو شی گورائے میں میرا بہت بڑا گروہ ہے۔ اگر میں ا سے بے وقوف بن سکتی تو آج اتنے بڑے گروہ کی ہوتی۔"

"میں نہ تم سے واقف ہوں اور نہ تمہارے گروہ سے..... میں تو فاکس ٹریٹ کو جانتا ہوں جو از خود میرے پیچھے پڑ گیا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ اس کے پیچھے کون ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے مسٹر ایڈم! فاکس ٹریٹ تو ایک ادنیٰ سا کارکن ہے۔ اس نے جو کچھ کیا میرے کہنے پر کیا۔"

"کیا ہو گا" میں نے بےزاری سے کہا "میں تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"تمہاری شخصیت میں ایسی کشش ہے جس سے ہم پیچھا نہیں چھڑا سکتے لیکن تمہارے سپرد کوئی ذمے داری کرنے سے قبل تمہاری صلاحیتوں کا امتحان بھی ضروری تھا....."

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میرے ساتھ اس قسم کا سلوک ہونے والا ہے تو میں کہیں بھاگ گیا ہوتا" میں نے مادام کلارا کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ اس پر اپنی عدم دلچسپی کا شدت سے اظہار کرنا ناگزیر تھا تاکہ اگر اسے مجھ پر کوئی ممکنہ شبہ ہو بھی تو اسے اس کے ذہن سے زائل کیا جا سکے "ویسے بھی میں نے فاکس ٹریٹ کو بتا دیا تھا کہ میں آزاد رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔"

"مجھے ہر بات کا علم ہے مسٹر ایڈم!" کلارا بولی "لیکن کسی بھی باصلاحیت آدمی کو نظرانداز کرنا ہماری روایت کے خلاف ہے۔"

"تمہارے آدمیوں کی صلاحیتوں کا امتحان ہو چکا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "یا تمہارے خیال میں امتحان لینے کا حق صرف تم کو ہی حاصل ہے؟"

"بے شک تمہیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ کوئی فیصلہ کرنے سے قبل پوری طرح اپنا اطمینان کر لو لیکن میرا مطمح نظر یہ ہے کہ دوسرے شخص کو دھوکے سے مار دینا اس کی صلاحیتوں کا امتحان نہیں ہے بلکہ اسے موقع ملنا چاہئے۔ جن لوگوں کے چنگل سے تم نکل گئے تھے انہیں یہ ہدایت کر دی گئی تھی کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ اگر وہ درحقیقت تمہارے دشمن ہوتے تو تمہیں اتنی ڈھیل ہرگز نہ دیتے۔"

"جس گروہ کے سات افراد مل کر مجھ پر قابو نہ پا سکے ہوں' میں اس میں شمولیت کس طرح اختیار کر سکتا ہوں؟" میں نے سوال کیا اور لی کوان پر نظر ڈالی جس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ اس نے اب تک ایک بار بھی آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔ یہی حال اس دوسرے شخص کا بھی تھا جس نے اب تک ایک بار بھی پلکیں نہیں جھپکائی تھیں۔ وہ پتھر کا کوئی مجسمہ معلوم ہو رہا تھا۔

"ہمیں کیسے علم ہو سکتا تھا کہ تم کتنے باصلاحیت ہو؟" مادام کلارا نے کہا "ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ تمہارے مقابلے پر صرف ایک آدمی آتا اور تم اس کے ہاتھوں شکست کھا جاتے۔"

"تم ایڈم ڈی فلوک کو للکار رہی ہو کلارا؟" میں نے اس کے نام میں سے مادام کا لفظ دانستہ اڑاتے ہوئے کہا "ایڈم ڈی فلوک نے شکست کھانا نہیں سیکھا۔ جیمس چارلی کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ اس معاملے میں تو تمہارے پاس کوئی بہانہ بھی نہیں ہے۔ تم لوگوں نے ہر طرح کا اطمینان کرنے کے بعد ہی مجھے للکارا ہو گا لیکن اس کے باوجود میں کتنی آسانی سے جیمس کو لے اڑا۔"

"مجھے اعتراف ہے کہ تم نے ہماری توقع سے بڑھ کر مظاہرہ کیا..... اگر ہمیں یہ اعتراف نہ ہوتا تو تم اس وقت یہاں موجود نہ ہوتے لیکن ساتھ ہی تمہاری اس غلط فہمی کا ازالہ بھی کرنا ضروری ہے کہ تم ناقابلِ شکست ہو۔"

مادام کلارا کی بات سن کر میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ مجھے ان دونوں میں سے کسی سے بھی مقابلے کی دعوت دی جا سکتی تھی اور کم از کم لی کوان کے بارے میں تو میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ میں اسے کسی طرح بھی شکست نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا تھا اور جزیرۂ مرگ پر تربیت کے دوران میں نے اس کے جوہر بھی دیکھے تھے۔ دوسرے شخص کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا مگر اس کے بارے میں بھی میں اندازہ تو لگا ہی سکتا تھا کہ وہ بھی آسانی سے شکست کھانے والا نہیں ہے۔

"میں سمجھا نہیں کلارا؟" میں نے بڑے محتاط انداز میں کہا "تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"تمہارے انداز سے ظاہر ہوتا ہے جیسے ہمارے گروہ کا ہر فرد تم سے کم تر ہے۔ تمہاری اس غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لئے اس وقت تمہارے سامنے دو افراد موجود ہیں۔ جس سے چاہو مقابلہ کر لو۔"

"یہ" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "یہ تو پتھروں کے مجسمے لگ رہے ہیں۔ مجھ سے مقابلہ کیا خاک کریں گے۔"

"ماسٹر! مسٹر ایڈم کے نزدیک جاؤ تاکہ ان کی غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے" کلارا کی آواز آئی اور اس کے ساتھ ہی لی کوان کے جسم کو جنبش ہوئی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے کوئی بڑا سا پرندہ پر پھڑپھڑاتا ہوا زمین پر اتر آیا ہو۔ پر پھڑپھڑانے کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ثر اس کے ڈھیلے ڈھالے لباس کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ لی
لوان فضا میں تیرتا ہوا اسٹیج سے ہال کے فرش پر پہنچا تھا اور
ھر بڑے باوقار انداز میں چلتا ہوا میرے نزدیک پہنچا اور مجھ
سے چند قدم کے فاصلے پر رک کر اس نے سر کو خفیف سا کا خم
یا' پھر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے یقین تھا کہ اس نے مجھے
ہت پہلے پہچان لیا ہو گا مگر اس نے اپنے کسی انداز سے ظاہر
نہیں ہونے دیا کہ وہ مجھے پہچان چکا ہے۔ میرا میک اپ ہر
عتبار سے مکمل تھا۔ میری چال ڈھال وضع قطع اور لب
و لہجے سے مجھے شناخت کرنا ممکن نہیں تھا لیکن وہ لی کوان تھا۔
شناخت کرنے کے لئے اسے آنکھوں سے کام لینے کی ضرورت
ہی نہیں تھی۔ پراسرار لی کوان بڈ اور تہذیب کے ساتھ ہیلی
کاپٹر میں آیا تھا اور پھر کوٹے ہل کے ساحل پر اتر گیا تھا۔ اس
کے بعد وہ شی گورائے کس طرح پہنچا؟ اس کے بارے میں
کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

"میں نے فاکس ٹریٹ کو بتایا تھا کہ میں ہر طرح کا جرم
بلا جھجک کر سکتا ہوں" میں نے پُراعتماد لہجے میں کہا "لیکن میں
انسانی جان سے کھیلتے ہوئے جھجکتا ہوں۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" مادام کلارا کی متحیرانہ آواز سنائی
دی۔

"تم نے ایک بڈھے کو میرے مقابلے پر لا کر میری ایسی
توہین کی ہے جس کے جواب میں' میں کچھ کر بھی نہیں سکتا۔
یہ تو میرا ایک ہاتھ بھی برداشت نہیں کر سکتا" میرے تبصرے
پر لی کوان کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ ابھری مگر وہ کچھ
بولا نہیں۔

"یہ تمہاری بھول ہے ایڈم! ماسٹر لی کوان کے جثے پر
مت جاؤ....."

"تم میرے ہاتھوں سے قتل کرانا چاہتی ہو کلارا..... میں
تمہارے جھانسے میں نہیں آؤں گا۔ میں اس بڈھے سے
مقابلہ کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔"

"ٹائیگر! تم میدان میں آجاؤ" مادام کلارا نے کہا اور
دوسرے شخص نے واقعی چیتے کی طرح زقند بھری۔ بڑی خوب
صورت چھلانگ تھی جو اسٹیج سے ہال میں لگائی گئی تھی۔

"تم مجھ سے مقابلہ کرو گے؟" اس نے میرے مقابل پہنچ
کر یوں کہا جیسے میری خیریت دریافت کر رہا ہو۔ لی کوان کے
انداز سے لگتا تھا جیسے اسے کسی چیز سے کوئی غرض ہی نہ ہو۔

"اگر تمہیں ان دونوں پر بہت ناز ہے کلارا تو پھر تمہیں
میری کیا ضرورت ہے" میں نے ٹائیگر کو جواب دینے کے
بجائے کلارا کو مخاطب کیا۔

"فیلڈ میں کام کرنے کے لئے یہ دونوں ناموزوں ہیں اور
پھر ہمیں تو زیادہ سے زیادہ لوگوں کی ضرورت ہے۔"

"ٹھیک ہے کلارا!" میں نے ایک طویل سانس لے کر
کہا "میں تمہارے لئے کام کرنے پر رضامند ہوں۔"

"کیوں..... ڈر گئے؟" کلارا نے ہنس کر کہا۔

"بھوت پریت کے علاوہ ایڈم ڈی فلوک کسی چیز سے
نہیں ڈرتا اور ان دونوں میں سے بھوت پریت کوئی بھی نہیں
ہے..... ڈر تو تم رہی ہو کلارا جو کہیں چھپ کر بیٹھی ہوئی ہو۔
مجھ سے تمہیں کیا خوف ہے؟"

"یہ میرا طریقہ کار ہے۔ اس میں ڈر اور خوف کی کوئی
بات نہیں ہے" مادام کلارا کی آواز آئی۔

"ڈر اور خوف کے تحت ہی تو تم نے خود کو چھپا رکھا ہے
ورنہ میں نے بڑے اور طاقتور گروہ کے کسی سربراہ کو اس
طرح چھپتے نہیں دیکھا۔"

"میں نہیں چاہتی کہ تم کسی غلط فہمی میں مبتلا رہو۔ ذرا
انتظار کرو' میں آ رہی ہوں۔" کلارا نے کہا اور اس کے ان
الفاظ کے ساتھ ہی ہال کی تمام روشنیاں بیک وقت گل
ہو گئیں۔ ایک بار پھر پہلے کی طرح گھپ اندھیرا چھا گیا تھا۔
ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ یہ اندھیرا چند منٹ
برقرار رہا پھر اس کے بعد ہال دوبارہ روشن ہو گیا۔ لی کوان اور
ٹائیگر دونوں اپنی اپنی جگہ موجود تھے لیکن ان کے عقب میں
اسٹیج کا منظر تبدیل ہو چکا تھا۔ اسٹیج کے وسط میں ایک شاہانہ
زرنگار کرسی پر سرخ لبادے میں ملبوس ایک حسین و جمیل
عورت بیٹھی تھی۔ کرسی کے دائیں بائیں دو حسین خادمائیں
مودب کھڑی تھیں۔ زرنگار کرسی پر بیٹھی ہوئی عورت مادام
کلارا کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے حسن
جمال میں کوئی کلام نہیں تھا۔ سرخ رنگ کے لبادے میں
کسی کھلے ہوئے گلاب کی مانند شگفتہ اور تر و تازہ دکھائی دے
رہی تھی۔ میں اسے خود فراموشی کے سے عالم میں ایک ٹک
دیکھے جا رہا تھا۔ ہال میں بھینی بھینی سی خوشبو پھیلنے لگی تھی اور
خفیہ اسپیکر دھیمی آواز میں کسی عربی گانے کی دھن نشر کرنے
لگے تھے۔ ماحول کی پراسراریت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ لی کوان
اور ٹائیگر نے کلارا کی آمد محسوس کرتے ہوئے اس کی طرف
رخ کر لیا تھا۔

"نگاہ نیچی کرو ایڈم!" کلارا نے کھنک دار آواز میں
"آج تک کسی کو مادام کلارا سے نگاہ ملانے کی جرأت نہ
ہوئی۔"

"یہ نگاہ جھکنے کے لئے نہیں اٹھی مادام! کاش تم
دیکھنے کے بعد نگاہ جھکانا میرے بس میں ہوتا۔"

"میرے ایک اشارے پر تمہارا سر تن سے جدا بھی کیا
جا سکتا ہے ایڈم! تمہارے اندر اتنی تاب نہیں تھی تو تم نے
مجھے روبرو آنے کے لئے کیوں اکسایا تھا؟"

"کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں کیا غضب کر رہا ہوں۔"
میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اب تم سر تن سے جدا
کروا دیا اپنے قدموں میں جگہ دو یہ میری قسمت ہے۔"

کلارا کھل کھلا کر ہنس پڑی "مجھے جیتنا چاہتے ہو تو ان
دونوں میں سے کسی ایک کو شکست دے دو" اس نے مجھے کھلی
ہوئی دعوت دی۔

"نہیں کلارا!" میں نے سر کو منفی جنبش دی "اب میں
تمہارے کسی آدمی کے مقابل نہیں آ سکتا۔"

"کیوں؟" کلارا نے حیرت سے کہا "اب ایسی کون سی
بات ہو گئی؟"

"اب کے بعد میری صلاحیتیں تمہارے لئے وقف
ہیں۔ مقابلہ ہوا تو دونوں میں سے کسی ایک کو نقصان ضرور
پہنچے گا اور اس کا ضرر تمہیں پہنچے گا۔ میں ایسا کوئی کام نہیں کر
سکتا جس سے تمہیں ضرر پہنچے۔"

"تم ڈر گئے اور اس لئے بہانے تراش رہے ہو ورنہ
میری پیشکش کبھی رد نہ کرتے۔"

"کاش میں ایک بے کار سا آدمی ہوتا جس کے ضائع
ہونے کا تمہاری صحت پر کوئی اثر نہ پڑتا" میں نے ایک
ٹھنڈی سانس لے کر کہا "یا پھر یہ دونوں بے مصرف ہوتے
تب تم دیکھتیں کہ میں تنِ تنہا ان دونوں سے بھڑ جاتا.....
انجام کی پروا کئے بغیر....."

"تمہاری جو خوبی مجھے سب سے زیادہ پسند آئی ہے وہ
تمہاری بے خوفی ہے۔ تمہارے کسی انداز سے ظاہر نہیں
ہوتا کہ تم خوف زدہ ہو۔"

کلارا کا مجھ پر تبصرہ تھا کہ میں خوف زدہ نہیں ہوتا مگر میں
خوف زدہ تھا۔ خوف یہ تھا کہ کہیں رینڈل عرف موشے ہاورڈ
بھی یہاں موجود نہ ہو اور کسی خفیہ کیمرے کے ذریعے یہ سب
کچھ نہ دیکھ رہا ہو۔ مادام کلارا مجھ سے واقف نہیں تھی مگر
رینڈل مجھے اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے مجھے لڑتے ہوئے
بھی دیکھا تھا۔ اگرچہ میں بے حد محتاط تھا لیکن ایک مضبوط
حریف سے مقابلہ کرنے کے دوران شاید میں اپنے انداز پر
قابو نہ رکھ پاتا اور رینڈل مجھے پہچان لیتا اور اگر میں پہچان لیا
جاتا تو نہ صرف اب تک کی گئی محنت اکارت جاتی بلکہ میرے
لئے اپنی جان بچانا اور یہاں سے نکلنا بھی ایک مسئلہ بن جاتا۔

"خوف زدہ ہونے کا فائدہ بھی کیا ہے کلارا! آدمی صرف
کوشش کر سکتا ہے۔ نتائج پر اس کا اختیار نہیں ہوتا۔ جو
لوگ خوف زدہ ہوتے ہیں وہ پورے اعتماد سے کوشش نہیں کر
سکتے اور جب کوشش ہی بھرپور نہیں ہو گی تو نتیجہ لازمی طور پر
متاثر ہو گا۔ یہی میری کامیابیوں کا راز ہے اور میں اس
اصول کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔"

"ہم نے تو سنا تھا کہ تم نے فلورا کو اپنی لک قرار دے دیا
ہے" کلارا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"اس کا ساتھ مجھے عجیب سا اعتماد بخشتا ہے" میں نے
بلا جھجک کہا "یہی وہ بات ہے جو میں کہہ رہا ہوں اور جسے
دوسروں کو سمجھانا میرے لئے شاید مشکل ہو۔"

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہی ہوں" کلارا نے اثبات
میں سر ہلایا "اور تمہاری خواہش پر فلورا کو ہمیشہ کے لئے
تمہارے حوالے بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"بلاشبہ میری یہ خواہش ہے لیکن اس کے عوض مجھ
سے جس قسم کی قربانیاں طلب کی جا رہی ہیں۔ وہ میرے بس
کی بات نہیں ہے۔"

"کون تم سے قربانیاں طلب کر رہا ہے؟" مادام کلارا نے
حیرت سے کہا "ہم تو دو طرفہ بھلائی کی بنیاد پر کام کرنے کے
عادی ہیں۔"

"یہاں آدمی کے نظریات کچھ اور ہوتے ہیں اور عمل
کچھ اور ہوتا ہے۔ تم لوگوں کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایک
کارآمد شخص تمہارا زرخرید غلام بن جائے۔ معاف کرنا
میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔"

"تم سے اس قسم کی فرمائش کس نے کی.....؟ تمہیں
شاید معلوم نہیں ہے کہ ہمارا طریقہ کار روایتی نہیں ہے۔ جو
شخص جتنا زیادہ کارآمد ہوتا ہے ہم اسے اتنی ہی زیادہ احتیاط
سے استعمال کرتے ہیں۔"

"اسی لئے تم مجھے ان دونوں میں سے کسی ایک سے
مقابلہ کرنے پر اکسا رہی تھیں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں بھی دیکھ رہی ہوں کہ یہ تمہارے ساتھ زیادتی
ہو گی لیکن یقین کرو ان سے مقابلے کی صورت میں تمہیں کوئی
نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ انہیں سخت ہدایت تھی کہ تمہیں
کسی بھی قسم کا نقصان نہ پہنچنے پائے۔"

"معلوم نہیں کیوں دوسرے ہمیشہ ایڈم ڈی فلوک کو
انڈر اسٹیمیٹ کرتے ہیں..... تم کیا سمجھتی ہو' ان میں سے کوئی
مجھے نقصان پہنچانے کا اہل ہے؟"

میرے پُراعتماد انداز نے مادام کلارا کو دہلا دیا "یہ دونوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرے مایہ ناز کارکن ہیں" اس نے محتاط انداز میں کہا "ممکن ہے تمہیں کوئی نقصان پہنچ ہی جائے۔"

"میں بیک وقت دونوں سے مقابلہ کرسکتا ہوں مادام!" میں نے زہریلے لہجے میں کہا "لیکن یہاں نہیں..... ان سے کہو کسی کھلے مقام پر میرے مقابلے پر آئیں تو میں انہیں بتاؤں کہ ایڈم ڈی فلوک کیا ہے۔"

"تم بے جا خود اعتمادی کا شکار ہو مسٹر ایڈم! تاہم تمہاری اس خوش فہمی کا ازالہ کرنے کے لئے میرا لان حاضر ہے۔"

"کھلے مقام سے میری مراد غیر جانب دار علاقہ ہے..... حریف اگر زیادہ طاقت ور ہو تو میں اس سے نمٹنے کے لئے بہت سے غیر روایتی طریقے اختیار کرتا ہوں جو یہاں ممکن نہیں ہوسکتے۔"

"میں تو محض ایک دوستانہ مقابلہ کرانا چاہ رہی تھی..... تم نے اسے اپنی انا کا مسئلہ بنالیا؟"

"مقابلہ تو مقابلہ ہوتا ہے کلارا! اس کے دوستانہ ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نہ ہی مقابلے کے دوران کسی رعایت کا تصور میرا ذہن قبول کرسکتا ہے۔"

مادام کلارا مترنم آواز میں ہنسی "تم جیتے' میں ہاری۔" اس نے کہا "تمہیں کوئی مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں..... میں پہلے ہی تمہیں منتخب کرچکی ہوں۔"

"مجھ سے فاکس ٹریٹ نے بھی ڈسپلن کی بات کی تھی اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی یہی بات کروگی جب کہ یہ سب کچھ میں نہیں کرسکتا۔ میری طبیعت میں کچھ زیادہ ہی آزادی ہے۔"

"فاکس ٹریٹ احمق ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ کس آدمی کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔ تم صرف ہمارے لئے کام کرنے کی ہامی بھرو۔ اس کے بعد اگر تمہیں کوئی تکلیف ہوئی تو میں اس کا ازالہ کرنے کے لئے موجود ہوں۔"

"میں پوری دیانت داری سے کام کرنے کا قائل ہوں۔ تمہارے لئے کام کرنے کی ہامی بھرلی تو پھر تمہارے لئے ہی کام کروں گا۔ نہ تو کسی اور کے لئے کام کروں گا اور نہ ہی اپنا کوئی کام کرسکوں گا۔ اس لئے کہ مجھے اتنا وقت ہی نہیں ملے گا۔ میری صلاحیتیں بھی تمہارے سامنے ہیں۔ کیا تم اندازہ کرسکتی ہو کہ اگر میں نے خود کو تمہارے لئے وقف کردیا تو میرا کتنا نقصان ہوگا؟"

"تم صرف ہامی بھرو ایڈم!" مادام کلارا نے باوقار انداز میں کہا "اس کے بعد تمہارا ہر مسئلہ ہمارا مسئلہ ہوگا۔"

"ٹھیک ہے" میں نے اثبات میں سر ہلایا "لیکن شرط یہ ہوگی کہ جب بھی میرے لئے کوئی مسئلہ پیدا ہوگا میں تم سے علیحدہ ہونے کے لئے آزاد ہوں گا۔"

"اگر ایسا کوئی لاینحل مسئلہ پیدا ہوا تو" کلارا مسکرا "لیکن تمہیں اس طرف سے بے فکر رہنا چاہئے۔ ہم ا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہونے دیں گے۔"

"تمہیں میری تمام شرائط منظور ہیں تو میرے پاس انکا کرنے کا کیا جواز ہوسکتا ہے" میں نے شانے اچکائے او مادام کلارا خوشی سے کھل اٹھی۔

"بقیہ گفتگو ہم تنہائی میں کریں گے" اس نے کہا "تم ہا سے نکل کر راہداری میں الٹے ہاتھ کی طرف مڑ جاؤ او راہداری کے اختتام پر جو دروازہ نظر آئے اسے کھول ک کمرے میں داخل ہوجاؤ....."

"لیکن اس ہال سے کس طرح نکلوں..... یہاں تو کو دروازہ ہی نظر نہیں آتا۔"

"اپنے دائیں جانب دیکھو' دروازہ تمہیں نظر آجا گا" مادام کلارا نے کہا۔ میں نے اس کے کہنے پر دائیں جان نگاہ اٹھائی اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ واقعی وہاں دروا موجود تھا لیکن میں نے کلارا پر اپنی حیرت ظاہر نہیں ہو دی اور بے پروائی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں س گیا تھا کہ یہ عمارت جدید خطوط پر تعمیر کی گئی ہے اور اس قدم قدم پر اس قسم کے کمالات دیکھنے کو ملیں گے۔

دروازے سے نکل کر میں ایک کشادہ راہداری میں گیا اور مادام کلارا کی ہدایت کے مطابق الٹے ہاتھ کی طر چل پڑا۔ کچھ ہی دور جانے کے بعد راہداری بند ہوگئی تھ راہداری کا اختتام ایک دروازے پر ہوا تھا۔ میں نے جھجک دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگیا۔ میں ایک عالی شا خواب گاہ میں تھا۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ تھی کلارا بذات خود بیڈ پر نیم دراز تھی۔

"آؤ ایڈم!" مجھے دیکھ کر اس نے بیٹھتے ہوئے کہا! نزدیکی صوفے کی طرف اشارہ کرکے بولی "بیٹھو۔"

"جن مراحل سے گزر کر میں یہاں تک پہنچا ہوں سے تمہارا مقصد مجھے مرعوب کرنا رہا ہو یا نہ رہا ہو گم مرعوب ہوا ہوں" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "م نے اندازہ کیا ہے کہ تمہارا گروہ بہت بڑا اور منظم فاکس ٹریٹ جیسے لوگ تمہارے ماتحت ہیں اور پھر ابھی میں جس شخص کو میں نے دیکھا جسے تم نے ٹائیگر کہہ کر تھا اور پھر تمہارے حیرت انگیز میکانکی انتظامات..... ان کے سامنے میری کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ پھر مجھے اہمیت کیوں دی جارہی ہے؟"

مادام کلارا مسکرائی "پہلے یہ بتاؤ' کیا پیو گے؟" اس نے بیڈ سے اتر کر پورٹیبل ریفریجریٹر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس میں کیا ہوگا۔ اس لئے میں نے کچھ بھی پینے سے انکار کردیا۔ کلارا نے بھی اصرار نہیں کیا اور اپنے لئے ایک پیگ بنا کر میرے نزدیک ہی آبیٹھی۔

"تمہاری الجھن سمجھ میں آتی ہے" اس نے ایک چسکی لیتے ہوئے کہا "لیکن اس وقت ہم جن الجھنوں میں گھرے ہوئے ہیں ان میں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی کافی ہوتا ہے۔ تم تو پھر بہت باصلاحیت ہو' ہمارے کام آسکتے ہو۔"

"اوہو!" میں نے حیرت کا اظہار کیا "تمہارے وسائل تو بہت زیادہ ہیں۔ جہاں تم ناکام ہوجاؤ' وہاں میں بھلا کیا کرسکتا ہوں؟"

"تم ہمارے بارے میں کچھ نہیں جانتے" مادام کلارا نے کہا "اور نہ ہی ہمارے وسائل سے پوری طرح واقف ہو لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ستارے ہی گردش میں آگئے ہیں۔ ہر محاذ پر ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔"

"کاش میں تمہارے کسی کام آسکوں" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا مگر وہ اپنے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی یا پھر اس نے جان بوجھ کر سنی ان سنی کردی۔

"کہانی ایک بین الاقوامی مجرم سے شروع ہوتی ہے جس کا نام علی یار خان ہے....."

"علی یار خان" میں نے مادام کلارا کی بات کاٹ کر کہا "میں اس نام کے کسی بین الاقوامی مجرم سے واقف نہیں۔"

"تم اسے نہیں جانتے ہوگے" کلارا نے مجھے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "وہ دنیا بھر میں یہودی مفادات کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کے سوا اس کا کوئی کام نہیں ہے۔"

"حیرت انگیز بات ہے..... آخر یہودی مفادات کو نقصان پہنچا کر اسے کیا فائدہ ہوتا ہے؟"

"اس طرح وہ بعض امیر یہودیوں کو دھمکی دے کر بڑی بڑی رقمیں وصول کرلیتا ہے....."

"تب تو وہ بہت امیر آدمی ہوگا" میں نے یوں کہا جیسے میرے منہ میں پانی آرہا ہو۔

"ہاں' وہ بہت دولت مند بھی ہے..... تو میں یہ بتا رہی تھی کہ اس کی دہشت گردیوں سے تنگ آکر ہم نے اس کے سامنے بند باندھنے کا فیصلہ کیا۔ گزشتہ دنوں وہ گوٹے بل میں تھا۔ اس کے بارے میں اکثر یہی معلوم نہیں ہونے پاتا کہ وہ ہے کہاں..... چناں چہ جیسے ہی ہمیں یہ پتا چلا کہ وہ گوٹے بل میں ہے ہم نے اپنے دو منجھے ہوئے افراد اسے قتل کرنے کے لئے روانہ کردیے لیکن وہ ان کے حملے سے بچ نکلا۔ جن دو افراد کو یہاں سے بھیجا گیا تھا ان کے نام گراہم اور ولسن تھے۔ اتفاق سے ان دونوں کو گوٹے بل کے محکمہ خفیہ کے ایک رکن کیپٹن بنس ڈلے کی مدد مل گئی۔ کیپٹن بنس ڈلے نے میرے آدمیوں سے وعدہ کیا کہ وہ علی یار خان کو قتل کر دے گا۔ اس نے اپنا وعدہ نبھایا اور علی یار خان کا کٹا ہوا سر ولسن کے حوالے کردیا۔ ہم نے اس کام کے عوض بنس کو ایک خطیر رقم بطور معاوضے کے ادا کی۔ گراہم الگ مارا گیا لیکن جب ولسن یہاں پہنچا اور اس نے علی یار خان کا سر ہمارے حوالے کیا تو معلوم ہوا کہ وہ تو دراصل ہمارے ساتھی گراہم کا سر ہے....."

"یہ کیسے ممکن ہے!" میں نے حیرت ظاہر کی "کیا مسٹر ولسن نے گوٹے بل میں اسے چیک نہیں کیا تھا؟"

"گراہم پر علی یار خان کا میک اپ کردیا گیا تھا اسی لئے ولسن دھوکا کھا گیا مگر ہم نے اسے چیک کرلیا۔"

"میک اپ کیا چیز ہوتی ہے؟" میں نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"تم نے فلموں میں نہیں دیکھا..... کسی کردار کو کسی مخصوص شخص کی شکل کا بنا کر پیش کردیا جاتا ہے۔"

"دیکھا ہے..... لیکن وہ اور بات ہوتی ہے۔ وہ شخص دوسرے سے مشابہ تو معلوم ہونے لگتا ہے لیکن اپنی اصلی حیثیت میں بھی تو پہچانا جاتا ہے۔"

"یہ اس کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے اور علی یار خان اس کا ماہر ہے۔"

"میں نہیں مان سکتا" میں نے بے اعتباری سے کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص کی شکل ہو بہو دوسرے شخص جیسی ہوجائے۔"

"ایک تم کیا' اس بات پر کوئی شخص بھی اس وقت تک یقین نہیں کرسکتا جب تک کہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لے اور میں نے ایسے بہت سے مظاہرے دیکھے ہیں اس لئے مجھے اس میں کوئی عجیب بات محسوس نہیں ہوتی..... بہرحال' اس محاذ پر ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ بات یہیں تک محدود نہیں رہی بلکہ یہاں شی گورائے میں ایک عورت جو اپنا نام ریتا سالومن بتاتی ہے اسے کہیں سے ولسن کے معاملے کی بھنک پڑ گئی اور اس نے فون پر مجھے دھمکی دی کہ وہ ولسن کے بارے میں مقامی حکام کو مطلع کردے گی۔ میں یہ سمجھی کہ اسے ولسن کے بارے میں اتفاق سے معلوم ہوگیا ہے لیکن بعد کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حالات نے ثابت کیا کہ وہ میرے معاملات سے ضرورت سے زیادہ باخبر ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عرصے سے ہمارے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ اس نے ہماری گوٹے بل کی شاخ کے سربراہ کو جس کا نام ڈیوڈ ریان ہے اغوا کرلیا نہ صرف یہ بلکہ چند ایسی مائیکرو فلمیں بھی لے اڑی جن میں اہم معلومات ہیں۔ اب ان فلموں کا حصول میرے لئے نہایت اہم ہے مگر کامیابی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔"

"یہ تو ایسی کوئی تشویش ناک بات نہیں ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "میں دیکھتا ہوں ریناسالومن کتنی طاقت ور ہے۔ بس تم مجھے اس کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کردو۔"

"یہی تو مشکل ہے" مادام کلارا بے بسی سے مسکرائی "کہ ہمیں اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ــــــ وہ کون ہے، کہاں رہتی ہے اور اس کے گروہ میں کتنے افراد ہیں، ہم ہر چیز سے بے خبر ہیں۔"

"جب تمہیں کچھ معلوم ہی نہیں ہے تو پھر میں کیا کرسکتا ہوں" میں نے حیرت سے کہا "تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں اور وہ تمہارے بارے میں سب کچھ جانتی ہے، کیا تمہیں اس پر حیرت نہیں ہے؟"

"میں پہلے ہی اپنی حیرت ظاہر کرچکی ہوں" مادام کلارا بولی "اور میں چاہتی ہوں کہ اس سلسلے میں تم مجھے کوئی مشورہ دو۔"

"مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا ضرور کروں گا لیکن موجودہ صورتِ حال میں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ریناسالومن نے تمہارا کوئی آدمی توڑ لیا ہو۔"

"ہمارے گروہ کے لوگ اول تو ٹوٹتے نہیں اور اگر فرض کرو کوئی کسی کو توڑ بھی لے تو اس سے زیادہ معلومات کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ہر ایک کی معلومات بہت محدود ہوتی ہیں۔ گروہ کے جس رکن کی جتنی ذمے داریاں ہیں اس سے آگے اسے کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا۔"

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمام معلومات ریناسالومن نے اپنے ذرائع سے حاصل کی ہیں؟" میں نے مادام کلارا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور وہ گڑبڑا گئی۔

"جو کچھ میں نے کہا اس سے تو یہی مطلب نکلتا ہے لیکن یہ بات بھی غور طلب ہے کہ ریناسالومن یا کسی اور کے لئے بھی ہمارے بارے میں اس حد تک جان لینا سمجھ میں نہیں آتا"

"اور یہی کلیدی مسئلہ ہے" میں نے مسکرا کر کہا "اس ایک سوال کا جواب ملتے ہی ریناسالومن کا بت پاش پاش ہو جائے گا۔"

"تمہارے بارے میں میرا اندازہ درست تھا" مادام کلارا نے جواباً مسکرا کر کہا "تم ہمارے لئے ایک قیمتی اثا ثابت ہو سکتے ہو۔ تم نے بہت تیزی سے بالکل صحیح نتیجہ ا کیا ہے۔"

"لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ جب ر سالومن نے تمہیں ولسن کے بارے میں حکام کو مخبری کر دی کی دھمکی دی تھی تو اس نے اپنی اس دھمکی کو عملی جامہ کیو نہیں پہنایا؟"

"اس لئے کہ وہ ہماری پوزیشن سے واقف تھی۔ ٹی گورائے کے حکام ہمارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔"

"یہ بات قابلِ غور ہے.... یعنی اسے یہ معلوم نہیں کہ یہاں تمہاری پوزیشن کیا ہے۔"

"بات یوں نہیں ہے" کلارا نے کہا "سب کچھ جان ہوئے بھی اس نے ہمیں اپنی معلومات سے مرعوب کر کوشش کی۔ ساتھ ہی یہ ہمارے لئے ایک موقع بھی تھا۔ ا نے ہمیں ایک شریفانہ موقع دیا تھا۔ ہم نے اس کی بات نہ مانی تو اس نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا اور ڈیوڈ ریان کو اغوا لیا۔"

"ڈیوڈ ریان کو اس نے کہاں سے اور کس طرح اغ کیا؟" میں نے پوچھا۔ میں دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ میرے کھڑے کئے ہوئے اسسٹنٹ سے اس درجہ پریشا ہو گئی تھی کہ کسی بھی ممکنہ سہارے کو نظرانداز کرنے کے تیار نہیں تھی۔ میں ان لوگوں کے لئے اجنبی ہی تو تھا۔ ا حالات میں شاید وہ اس طرح میری پذیرائی نہ کرتی لیکن ا برا وقت آیا ہوا تھا اور اب مزید برا وقت آنے والا تھا۔

"وہ گوٹے بل میں تھا اور اسے ٹی گورائے آنا تھا۔ اسے وہیں سے اغوا کرلیا گیا" مادام کلارا نے بتایا۔

"ولسن بھی گوٹے بل سے آرہا تھا" میں نے معنی خیز میں کہا "گراہم کو بھی گوٹے بل میں ہی قتل کیا گیا اور ریان کو بھی وہیں سے اغوا کیا گیا۔ یہ سب باتیں کس طر اشارہ کرتی ہیں؟"

"تم نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے نا کہ ریناسالومن کا گو بل سے کوئی خاص تعلق ہے.... ہم بھی یہی نتیجہ اخذ کر لیکن ہمارا جو ایجنٹ جنوبی افریقہ سے آرہا تھا اس کا تو گو بل سے گزر بھی نہیں ہوا اس لئے ہم یہ خیال مسترد کر مجبور ہیں کہ ریناسالومن یا اس کے گروہ فالکن کا گو بل سے کوئی خاص تعلق ہے۔ پھر یہ کہ اس نے یہاں جس پیمانے پر کام کیا ہے میں اس سے بھی صرفِ نظر نہیں کر اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ہم اسے اپنی گرفت میں لے سکے۔ یہ ہماری نااہلی نہیں بلکہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے گروہ کے ارکان بڑے پھرتیلے اور بے حد باصلاحیت ہیں اور یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔"

"اس بات کا علم کتنے افراد کو تھا کہ ولسن علی یار خان کا سرے اگر یہاں آرہا ہے؟"

"یہی تو کمال ہے۔ میرے اور ولسن کے سوا اس بات سے کوئی بھی واقف نہیں تھا اور یہی بات میرے لئے سب سے زیادہ تشویش کا باعث ہے۔"

"تشویش میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "تم نے ایڈم ڈی فلوک کی خدمات حاصل کرلی ہیں۔ اب کوئی مسئلہ لاینحل نہیں رہے گا۔"

"آپ کو اسی لئے زحمت دی گئی ہے مسٹر ایڈم ڈی فلوک؟" مادام کلارا نے ہنس کر کہا "آپ نے فاکس ٹریٹ کے روبرو دعویٰ کیا تھا کہ آپ کوئی بھی ناممکن کام کرسکتے ہیں۔"

"یہ حقیقت ہے" میں نے سنجیدگی سے اثبات میں سر ہلایا "عام اور سیدھے سادے کاموں سے مجھے الجھن ہوتی ہے۔ ایسے کام تو کوئی بھی کرسکتا ہے۔"

"بس تو پھر تمہارے لئے یہی کام ہے کہ تمہیں ریناسالومن کا سراغ لگانا ہے۔ امید ہے کہ یہ کام تمہارے شایانِ شان ہوگا۔ اس لئے کہ میں تو سوچ سوچ کر پاگل ہو چکی ہوں مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ریناسالومن کا سراغ لگانا بلاشبہ ایک ایسا کام ہے جسے میں پوری دلچسپی سے کرسکوں گا لیکن اس کے لئے تمہیں مجھ سے بھرپور تعاون کرنا پڑے گا۔ جب تک پوری تفصیلات میرے علم میں نہیں ہوں گی میں کچھ نہیں کرسکوں گا۔"

"یہ تو صاف ظاہر ہے" مادام کلارا نے کہا "میں نے مختصراً تمہیں سب باتوں سے آگاہ کردیا ہے۔ مزید جو کچھ معلوم کرنا چاہو اس کے لئے مجھ سے سوال کرسکتے ہو ویسے تمہارا کیا خیال ہے؟ اس کے روشنی میں آنے کے کیا امکانات ہیں؟"

"پچاس فیصد" میں نے نہایت سنجیدگی سے کہا اور مادام کلارا مجھے حیرت سے دیکھنے لگی۔

"میرے خیال میں تو کسی اتفاق کے تحت ہی وہ روشنی میں آسکتی ہے لیکن تم اتنے یقین سے پچاس فیصد امکان کا دعویٰ کس طرح کرسکتے ہو؟"

"بنیادی طور پر میں اس خیال کا آدمی ہوں کہ کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا۔ جب بھی ہم کسی انتہائی مشکل کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں تو کم از کم امکانات ففٹی ففٹی ہوتے ہیں۔ میں نے تو پچاس فی صد بہت محتاط ہو کر کہا ہے، ورنہ اس روشنی میں لانا کوئی مشکل نہیں ہے۔"

"تم ہمارے تصور سے بھی زیادہ عجیب آدمی ہو، شاید تمہیں معلوم نہیں کہ اسے روشنی میں لانے کے سلسلے میں ہماری اب تک کی تمام کوششیں رائگاں ثابت ہوئی ہیں۔"

"تمہارے آدمیوں کی نااہلی کو میں مشعلِ راہ نہیں بنا سکتا ــــــ ممکن ہے تمہیں اپنے آدمیوں پر بہت ناز ہو مگر میں اپنے انداز میں سوچتا ہوں اور دوسروں کو پرکھنے کے لئے میرے اپنے پیمانے ہیں۔ معاف کرنا تمہارے آدمیوں کی کارکردگی بہت ناقص ہے۔"

"اب اتنی ناقص بھی نہیں ہے کہ تم انہیں سرے سے کنڈم ہی کردو" مادام کلارا نے برا مان کر کہا "تمہارے مقابلے میں ان کی شکست کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کسی کام کے ہی نہیں ہیں۔"

"میرا خیال تو یہی ہے مگر میں اس پر بحث کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ ہمارا موضوع تو یہ ہے کہ ریناسالومن یا تو کوئی جادوگر ہے یا پھر اس نے کوئی نہ کوئی سراغ ضرور چھوڑا ہے اور ہمیں وہ مقام تلاش کرنا ہے جہاں اس کا سراغ موجود ہے۔"

"تمہارے اس یقین پر میں صرف حیرت کا اظہار ہی کرسکتی ہوں" مادام کلارا بڑبڑائی "ہم ہر امکان کا جائزہ لے چکے ہیں۔"

"یہ تو مانو گی کہ ریناسالومن کی معلومات کا کوئی نہ کوئی ذریعہ ہے؟" میں نے جھنجلا کر کہا "یا پھر ہواؤں نے تمہاری خبریں اسے پہنچائی ہیں۔"

"یہ سلسلہ جتنا پراسرار ہے اس میں تو ایسا ہی لگتا ہے جیسے ہوا میں اس کے لئے مخبری کے فرائض انجام دے رہی ہوں" مادام کلارا نے کہا "ورنہ ولسن کی آمد کے بارے میں اسے کہاں سے معلوم ہوا؟"

"مجھے ایک ایک کرکے تمام باتوں کا جائزہ تو لینے دو۔ ولسن کی یہاں آمد سے صرف دو افراد باخبر تھے۔ ایک تم اور دوسرا ولسن ــــــ تم کہہ رہی ہو کہ تم نے یہ بات کسی اور کو نہیں بتائی لیکن ولسن کے بارے میں ــــــ"

"وہ انتہائی ذمے دار آدمی ہے" کلارا نے میری بات کاٹ کر کہا "اس کی جگہ اگر گراہم ہوتا تو میں مان سکتی تھی کہ اس نے اس سے تذکرہ کردیا ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں ــــــ ہم تھوڑا سا پیچھے جا کر دیکھتے ہیں۔ اس بات سے کتنے لوگ واقف تھے کہ ولسن اور گراہم کسی مشن پر گوٹے بل گئے ہیں؟"

"میں نے انہیں ہنگامی طور پر گوٹے بل بھیجا تھا۔ انہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اتنی فرصت ہی نہیں مل سکی کہ وہ کسی کو مطلع کرتے" کلارا نے فاتحانہ انداز میں کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا" میں نے بے پروائی سے جواب دیا "اگر انہوں نے کسی کو نہ بتایا ہو تو بھی ان سے گوٹے ہل میں ضرور ایسی کوئی غلطی ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دوسروں کی نظروں میں آ گئے ہوں۔"

"وہ بہت منجھے ہوئے لوگ تھے۔ ان سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی تاہم بنس ڈلے ان تک ضرور پہنچ گیا تھا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے کہ آدمی غلطی نہ کرے اور کوئی اس تک پہنچ جائے؟"

"غلطی نہ کرنے سے میری مراد یہ ہے کہ انہیں جو حکم دیا گیا تھا انہوں نے اسے من و عن پورا کیا۔ کیپٹن بنس کے علاوہ کوئی اور ان تک نہیں پہنچ سکا تھا۔"

"یہی اس معاملے کا کلیدی پہلو ہے۔ تم لوگوں نے بنس ڈلے کو نظرانداز کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"بنس ڈلے سے تو ہمیں انتقام لینا ہے" کلارا نے دانت پیس کر کہا "اس نے ہم سے بہت بڑی رقم اینٹھی ہے اور بجائے علی یار خان کے ہمارے ہی آدمی کو مار دیا۔"

"ان معاملات کی تفتیش کرنے کے لئے مجھے خود گوٹے ہل جانا پڑے گا۔ بنس ڈلے کا کردار خاصا دلچسپ محسوس ہوتا ہے۔ کہیں وہ علی یار خان کا آدمی ہی ثابت نہ ہو۔"

"نہیں" کلارا نے سر کو نفی میں جنبش دی "اس حد تک تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ علی یار خان کا آدمی نہیں ہے۔ ہم نے اس کے بارے میں تفتیش کرائی تھی۔ وہ وہاں کے محکمہ خفیہ کا ملازم ہے اور خاصا بدعنوان آدمی ہے۔ بڑے پیمانے پر رشوت لیتا ہے اور اس نے گوٹے ہل پہنچنے کے بعد سے ہی ولسن اور گراہم پر نظر رکھی تھی اس لئے ان دونوں تک پہنچنے میں کامیاب بھی ہو گیا۔ اس نے ان دونوں سے اپنا منہ بند رکھنے کے لئے ایک بڑی رقم طلب کی تھی۔ ولسن اور گراہم دونوں پیشہ ور قاتل تھے اس لئے آسانی سے کسی کا مطالبہ نہیں مان سکتے تھے لیکن کیا تم یقین کر سکتے ہو کہ اس نے ان دونوں کو اپنی بات ماننے پر مجبور کر دیا۔ پھر ولسن نے مجھ سے مشورہ کیا تو میں نے اسے اس بات کی اجازت دے دی کہ علی یار خان کو قتل کرنے کے لئے بنس ڈلے کی خدمات مستعار لے لی جائیں۔"

"اگر وہ علی یار خان کا آدمی نہیں تھا تو اس نے یہ حرکت کیوں کی کہ اس کے بجائے تمہارے آدمی کو قتل کر دیا؟" میں نے کلارا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"بنس ڈلے کے بارے میں، میں تمہیں بتا چکی ہوں وہ بدعنوان آدمی ہے۔ رقم کے لالچ میں علی یار خان سے [illegible] ہو گا۔ کاش اس نے یہ حرکت نہ کی ہوتی اور اس معاملے میں ہم سے مخلص رہا ہوتا تو ہم اسے ہیرے جواہرات میں تول سکتے تھے۔"

"علی یار خان تم لوگوں کے لئے اتنا اہم ہے؟" میں نے اس سے پوچھا مگر میں دل ہی دل میں ہنس رہا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ وہ علی یار خان سے [illegible] ہے۔

"اس سے بھی زیادہ۔" کلارا نے ایک ٹھنڈی [illegible] "معلوم نہیں وہ اس قدر خوش قسمت کیوں ہے۔ ہمارے حملوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔"

"وہ خوش قسمت نہیں ہے مادام کلارا [illegible] تمہیں بتا چکا ہوں کہ خوش قسمتی پر مجھے یقین نہیں [illegible] اگر پورے اعتماد سے کسی کام میں ہاتھ ڈالا جائے تو ناکامی [illegible] ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم مانو یا نہ مانو مگر یہ حقیقت ہے کہ خوف ہی آدمی کو ناکامی سے ہمکنار کرتا ہے۔"

"ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو۔ ہمارے [illegible] بھی اس کے مقابل آتے ہیں تو ان کے ذہنوں میں پہلا خوف ناکامی کا ہی ہوتا ہے اور اس میں ان کا [illegible] نہیں ہے۔ علی یار خان تو ہم لوگوں کے لئے ہوا [illegible] ہے۔ گوٹے ہل میں ولسن اور گراہم کے ذریعے اس [illegible] کرایا گیا تھا اس میں تو ناکامی کا سوال ہی پیدا [illegible] ہم نے اس کی کار میں بم فٹ کرا دیا تھا جس میں [illegible] تھا۔ کار اسٹارٹ کرنے کے لئے چابی گھماتے [illegible] پرخچے اڑ جاتے اور ساتھ ہی ہمیشہ کے لئے علی یار [illegible] بھی جان چھوٹ جاتی لیکن جانتے ہو کیا ہوا... اس نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا۔ اس نے اپنی [illegible] اور کار طلب کرلی اور بقیہ سفر اس میں کیا۔ ایک غیر متعلق آدمی مارا گیا اور خود وہ اپنے ساتھی [illegible] صاف بچ کر نکل گیا... اسے تم کیا کہو گے؟" [illegible] راست میری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"میں تم سے سوال کرتا ہوں کلارا!... [illegible] عین اس وقت ظہور پذیر ہو سکتا ہے جب [illegible] ضرورت ہو؟"

کلارا نے الجھی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا "اسے اتفاق ہی کیوں نہیں کہیں گے؟" اس نے کہا۔

"یہ سب فضول اور واہیات باتیں ہیں۔ [illegible] نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی ہے تو اسے آدمی سے بڑا ماننا پڑے گا اور میں ہرگز یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ کوئی بے جان چیز مجھ سے زیادہ طاقتور ہو سکتی ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میرے آدمیوں کی کارکردگی ناقص تھی؟" کلارا نے جھنجلا کر کہا "اگر نہیں تو پھر وہ بچ کیسے گیا... اسے اتفاق نہیں تو پھر اور کیا کہیں گے؟"

"ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا بچنا اتفاق اس لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ پہلے سے ہوشیار تھا۔ یہ بات یقینی ہے کہ کسی شبہے کے باعث ہی اس نے دوسری گاڑی طلب کی ہوگی۔ ضرور تمہارے آدمیوں سے کوئی لغزش ہوئی ہے۔"

"یہ ناممکن ہے... میرے آدمی اپنے کاموں کے ماہر ہیں۔ ان سے لغزش نہیں ہوئی ہوگی۔"

"اگر ان سے لغزش نہیں ہوئی تو پھر میں یہاں کیا کر رہا ہوں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "جب تمہیں احساس ہو جائے کہ تمہارے آدمیوں میں کوئی کمی ہے تب تم مجھے طلب کرلینا۔ بصورت دیگر میری ضرورت ہی کچھ نہیں ہے۔"

"بیٹھ جاؤ مسٹر ایڈم!" کلارا نے سرد لہجے میں کہا "ہم نے تمہاری خدمات حاصل کی ہیں۔ تمہیں اس طرح بلا اجازت نہیں اٹھنا چاہئے۔"

"کہاں تو یہ دعوے تھے کہ تم مجھے کسی شکایت کا موقع نہیں دو گی اور کہاں یہ حال ہے کہ چند منٹ کے اندر اندر مجھ پر حکم بھی چلانا شروع کر دیا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا اور کلارا فوراً ہی سنبھل گئی۔

"مجھے افسوس ہے" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میرا رویہ واقعی نامناسب تھا مگر میں کیا کروں۔ علی یار خان کے ذکر پر میرا دوران خون تیز ہونے لگتا ہے اور خود پر قابو پانا دشوار ہو جاتا ہے۔"

میں دوبارہ بیٹھ گیا "کوئی بات نہیں کلارا!" میں نے ہمدردانہ انداز میں کہا "میں تمہاری اس کیفیت کو سمجھ سکتا ہوں لیکن کامیابیاں حاصل کرنے کے لئے اپنی خامیوں پر نظر رکھنا بھی تو ضروری ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو... واقعی یہ محض اتفاق نہیں ہو سکتا۔ ضرور ان دونوں مردودوں سے کوئی غلطی ہوئی ہوگی۔ [illegible] انہیں بڑے بڑے معاوضے دیتے ہیں اور یہ معمولی ذمے داریاں بھی پوری نہیں کر سکتے۔"

"دل شکستہ ہونے کی ضرورت نہیں... میں تمہارے کام نمٹا دوں گا لیکن میرا خیال ہے کہ پہلے تم ربنا سالومن سے نمٹنا پسند کرو گی۔"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ ہم کبھی ربنا سالومن کا سراغ بھی لگا سکیں گے۔"

"اس نے تم سے فون پر بات کی تو کیا تم نے اس کا نمبر ٹریس کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"وہ بہت چالاک ہے۔ ٹیلی فون بوتھ سے بات کرتی ہے اور وہ بھی مختلف جگہوں سے... میں نے شہر بھر کے ٹیلی فون بوتھوں کے گرد اپنے آدمی پھیلا دیئے ہیں تاکہ وہ جہاں سے بھی بات کرے ہمارے آدمیوں کی گرفت میں آجائے لیکن معلوم ہے اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ ہمارا ایک آدمی مارا گیا اور اس کے بعد اس نے مجھ سے ٹرانسمیٹر پر بات کی... میں حیران ہوں کہ اسے میری فریکوئنسی کا علم کس طرح ہوا؟"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ ربنا سالومن تمہارے آدمی ڈیوڈ ریان کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گئی ہو اور اس کے ذریعے اس نے تمہاری فریکوئنسی معلوم کرلی ہو۔"

"ربنا نے ڈیوڈ سے میری بات کرائی تھی۔ ڈیوڈ کے لہجے میں جو تازگی تھی اس سے قطعی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اس پر تشدد کیا گیا ہے۔ لیکن اگر یہ بات درست تسلیم کرلی جائے تب بھی یہ سوال تو اپنی جگہ قائم رہے گا کہ ربنا سالومن کو ایسی دوسری بہت سی باتیں کس طرح معلوم ہوئیں جو چند افراد کے سوا کسی کے علم میں بھی نہیں تھیں؟"

"میرا خیال ہے اس مسئلے کو بعد کے لئے اٹھا رکھیں کہ ربنا سالومن کی معلومات کا ذریعہ کیا ہے۔ پہلے تو اسے گرفت میں لینے کے لئے کوئی عملی قدم اٹھانا ضروری ہے۔"

"میں نے یہ کام تمہارے سپرد کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تم کیا تیر مارتے ہو۔"

"تیر ضرور چلے گا کلارا اور نشانے پر بھی بیٹھے گا لیکن اس کے لئے مجھے کام کرنے کی آزادی ملنی ضروری ہے۔"

"اس سے زیادہ اور تم کس بات کے خواہش مند ہو کہ ہم نے آنکھ بند کر کے تم پر اعتبار کرلیا اور تم اس وقت مادام کلارا کی خواب گاہ میں موجود ہو جب کہ میرے ماتحتوں میں سے شاید چند ہی ایسے ہیں جنہوں نے میری خواب گاہ میں قدم بھی رکھا ہو۔"

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ اس نے واقعی مجھ پر آنکھ بند کر کے اعتبار کیا تھا لیکن یہ مجھ پر کوئی احسان نہیں تھا۔ اس نے اپنی غرض کے لئے ایسا کیا تھا۔ میں علی یار خان نہ ہوتا تب بھی مجھے اس سے ہمدردی نہ محسوس ہوتی۔ یہاں تو خیر معاملہ ہی دوسرا تھا۔ اس کی حیثیت میرے لئے ایک نشان

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

راہ سے زیادہ کچھ نہیں تھی۔ وہ میری منزل نہیں تھی۔ مجھے تو اسے روندتے ہوئے آگے بڑھ جانا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ ابھی اسے روندنے کا وقت نہیں آیا۔ ابھی تو مجھے تحمل کا مظاہرہ کرنا تھا۔ کچھ عجب نہیں تھا کہ رینڈل خود وہاں موجود ہوتا اور میری ایک ایک حرکت اس کی نظر میں ہوتی۔ کلارا نے بغیر کسی مضبوطی کے تو مجھے اپنی خواب گاہ میں طلب نہیں کرلیا ہوگا۔ میں نے اسے دیکھ کر جس وارفتگی کا مظاہرہ کیا تھا اس کے بعد تو میرا یہاں طلب کیا جانا ایک تیر سے دو شکار کرنے کے مترادف بھی ہو سکتا تھا۔ میں یہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں تھا کہ میں یا کوئی اور اجنبی خواہ وہ کتنا ہی باصلاحیت کیوں نہ ہو، یوں یکایک معتبر ہو سکتا ہے اور وہ بھی ایگلز کے کارندوں کی نظروں میں...... یقیناً یہ بھی کوئی امتحان ہی تھا۔ میدانِ عمل میں اتارنے سے قبل میری ہر طرح سے آزمائش کی جارہی تھی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں اپنی اوقات بھول کر کلارا کے ساتھ دست درازی پر اتر آؤں۔ وہ اتنی ہی حسین تھی کہ ذرا سا موقع ملنے پر کوئی بھی آپے سے باہر ہو سکتا تھا اور پھر میرے ساتھ اس کا انداز جس قسم کی بے تکلفی لئے ہوئے تھا بلکہ ایک اعتبار سے ترغیب آمیز بھی تھا، اس کے پیشِ نظر میرے لئے یہ اندازہ کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا کہ ابھی میں آزمائشی مراحل میں ہوں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میں دست درازی تو نہ کرتا مگر اسے لوٹنے کی کوشش کر بیٹھتا۔ مگر میں اتنا احمق تھا کب؟ میرے سامنے تو بڑے بڑے مقاصد تھے۔ میں ٹھنڈا کرکے کھانے کا عادی تھا۔ بالفرض میرے اندازے غلط ہوتے اور اسے ہلاک کرنے کا موقع ہوتا تب بھی میں یہ حماقت نہ کرتا۔ آخر مجھے یہاں سے باہر بھی تو نکلنا تھا۔

"میں حاکمانہ رویہ برداشت نہیں کر سکتا کلارا! لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ میں کسی قسم کی بے ہودگی کروں گا۔ بس میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ دوستوں جیسا برتاؤ کیا جائے۔ تم مجھے ملازم سمجھو گی تو میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

"میں نے کب تمہیں ملازم سمجھا ہے" وہ میرے قریب کھسک آئی "میں تمہیں بہترین دوست کا درجہ دوں گی۔ تمہیں مجھ پر ہر وہ اختیار حاصل ہوگا جو ایک دوست کو دوسرے دوست پر ہوتا ہے۔"

"تم نے میری بات کا غلط مطلب لیا ہے" میں اٹھ کھڑا ہوا "میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میں اول و آخر تمہارا ملازم ہی ہوں اور رہوں گا اس لئے میں تم سے کوئی ایسا تعلق قائم نہیں کر سکوں گا جس سے مالک و ملازم کے رشتے کی ت… ہوتی ہو۔ میں تو رویے کی بات کر رہا تھا۔"

"یہ تم کیا مالک و ملازم کی بحث لے بیٹھے" اس… قدرے ناراضگی کا اظہار کیا اور اٹھ کر میرے قریب… "میں تکلفات کی قائل نہیں ہوں......"

"پلیز کلارا" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "مجھے اپنی اوقات… رہنے دو۔ تم ایک بہت بڑے گروہ کی سربراہ ہو۔ میں… کوشش کے باوجود تمہاری برابری نہیں کر سکتا۔"

"تم احساسِ کمتری کا شکار ہو۔ میں تمہیں اپنے کار… میں شرکت کی پیش کش کرتی ہوں۔ اسے چلانے میں میر… بٹاؤ" میں تمہیں برابر کا حصہ دوں گی۔ اب تو تمہیں… طرف بڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے؟"

"تمہارا خیال غلط ہے کلارا! میں ہرگز کسی اح… کمتری کا شکار نہیں ہوں اور نہ ہی میں شرکت قبول… ہوں۔ جو آدمی پابندیاں قبول نہ کر سکتا ہو، وہ کسی بھی… پابندی قبول نہیں کرے گا۔"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ کبھی وہ شخص بھی مجھے ٹھک… کی جرأت کرے گا جسے میں پہلی نظر میں پسند کرلوں گی"… نے پیر پٹخ کر کہا "کیا تمہاری نظروں میں میں اس قابل… ہوں کہ تم میرا دل رکھنے کے لئے ہی میری پذیرائی کر سکو…"

"جتنا تم نے مجھے پسند کیا ہوگا اس سے کہیں زیا… نے تمہیں پسند کیا ہے کلارا! لیکن میں ایک وقت میں… ہی رشتے کا قائل ہوں اور میں اپنا یہ اصول کسی قیمت… توڑنے کے لئے تیار نہیں...... یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔… بھی مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کردو۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر ایڈم!" اس نے ایک… سانس لی اور واپس صوفے پر جا کر بیٹھ گئی "اگر تم کار… گفتگو ہی کرنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے یہ طے کرنا ہو… کس کام کا کتنا معاوضہ لوگے؟"

"اب ان باتوں کا وقت گزر چکا ہے" میں… آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرایا "جب میں کسی کے… کرنے کی حامی بھر لیتا ہوں تو اس کے بعد معاوضہ… نہیں کرتا۔ اس قسم کی کوئی بات ہوتی تو پہلے ہی کر لیتا… فکر رہو، معاوضہ ہمارے درمیان کبھی وجہ اختلاف… گا۔"

"تم بہت عجیب آدمی ہو" کلارا نے بے بسی…

"تمہاری ہر بات نرالی ہے۔ میں تمہیں سمجھنے… ہوں۔"

"مجھے سمجھنے کی کوشش کرنے کے بجائے اپنے مسائل سلجھانے پر توجہ دو اور یہ بتاؤ کہ رینا سالومن کے مطالبات کیا ہیں؟"

"اس کے مطالبات میرے لئے ناقابلِ قبول ہیں" مادام کلارا نے غصیلے لہجے میں کہا "روزِ اول سے ہی اس نے میرے کاروبار پر دانت گاڑ رکھے ہیں۔"

"اور ظاہر ہے یہ بات تمہیں منظور نہیں ہوگی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہرگز نہیں، کون یہ برداشت کرے گا کہ بیٹھے بٹھائے اپنے منافع کی آدھی رقم کسی اور کے حوالے کردے۔"

"اور مائیکرو فلموں کے لئے اس کے کیا عزائم ہیں؟"

"ان کے لئے وہ علیحدہ ایک بڑی رقم طلب کر رہی ہے۔ کیا ہمارے پاس حرام کی دولت ہے کہ ہم یوں رقم اس کے حوالے کئے چلے جائیں" کلارا نے غصیلے لہجے میں کہا "میں اسے ایک پائی بھی نہیں دوں گی۔"

ابھی میں اسے کوئی جواب بھی نہیں دے پایا تھا کہ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ یہ ٹرانسمیٹر بیڈ سائڈ ٹیبل پر رکھا ہوا تھا۔ مادام کلارا مجھ سے معذرت کرکے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کرکے اپنا کوڈ نمبر دہرایا۔

"ہمیں تمہارے ان فضول نمبروں کی ضرورت نہیں ہے بھوری بلی!" دوسری طرف سے تہذیب کی چہکار سنائی دی "جب میں کال کیا کروں تو سیدھی طرح بات کیا کرو۔"

مادام کلارا نے سوئچ آف کردیا اور دانت پیس کر بولی "وہی الّو کی پٹھی بات کر رہی ہے۔ میرے ہاتھ آجائے تو اس کی چٹنی بنا کر رکھ دوں۔"

"میں اس سے بات کرتا ہوں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "مگر تم درمیان میں کسی بھی قسم کی دخل اندازی مت کرنا۔"

"اب یہ تمہارا دردِ سر ہے" کلارا نے بیزاری سے کہا "میں تو اس سے بات بھی نہیں کر سکتی۔ اس کی آواز سن کر ہی خون کھولنے لگتا ہے۔"

میں نے آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر کا سوئچ دوبارہ آن کیا۔ تہذیب نے اس وقت غیر متوقع طور پر رابطہ قائم کیا تھا۔ یہ ہمارے پروگرام میں شامل نہیں تھا۔ اسے تو میری یہاں موجودگی کا گمان تک نہیں ہو سکتا تھا۔ خود مجھے نہیں معلوم تھا کہ مادام کلارا اس وقت مجھے یہاں طلب کرلے گی۔

"ہیلو میڈم رینا سالومن دی گریٹ لیڈی!" میں نے ٹرانسمیٹر میں کہا "ایڈم ڈی فلوک دس اینڈ۔"

"کون کنڈم ڈی فلوک؟" تہذیب کی تحقیر آمیز آواز آئی "میں کنڈم لوگوں سے بات کرنا پسند نہیں کرتی۔ بھوری بلی کو بلاؤ، وہ کیوں دُم دبا کر بھاگ گئی۔"

میں نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روکی۔ تہذیب کا انداز اس قدر بے ساختہ تھا کہ ہنسی روکنا مشکل ہوگیا تھا اور کلارا نے اس کی بات سن کر دانت پیسے تھے اور اپنے ایک ہاتھ سے گھونسہ بنا کر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا تھا۔

"میں نے کنڈم نہیں ایڈم کہا تھا میڈم!" میں نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "ایڈم ڈی فلوک۔"

"مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تم کون سے ڈم ہو۔ اے ڈم یا ڈم ڈم" تہذیب کی آواز آئی "مجھے تو تمہاری بھوری بلی سے بات کرنی ہے۔ اس کی غراہٹ مجھے بہت پسند ہے۔"

"آپ مجھ سے ہر وہ بات کر سکتی ہیں میڈم رینا سالومن جو مادام کلارا سے کرنا چاہیں" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ میں تہذیب سے بات کرتے وقت گھبرایا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں وہ میری آواز سن کر بوکھلا نہ جائے مگر اس نے جس بے ساختہ ردِعمل کا اظہار کیا تھا اس کی وجہ سے میرا سر فخر سے بلند ہوگیا تھا۔ اس کے اندر واقعی بروقت فیصلے کرنے کی صلاحیت تھی۔

"میں تم سے کیوں بات کروں؟" تہذیب کا لہجہ بدستور تحقیر آمیز تھا "میں رینا سالومن ہوں اور رینا سالومن کسی تیسرے موٹے آدمی سے بات کرنا اپنی توہین سمجھتی ہے۔"

"میں مادام کلارا کے کاروبار کا نگران خصوصی ہوں کوئی گرا پڑا آدمی نہیں ہوں۔ مجھ سے بات کرکے آپ کی توہین

اسیرانِ زندگی کے لیے ایک کوچہ گرد و نورد کی سرگزشت
بابر زمان خان کی آپ بیتی، جگ بیتی
سب رنگ میں شائع ہونے والا مقبول ترین سلسلہ
بازی گر
چار حصے
قیمت فی حصہ ۱۲۰ روپے
ڈاک خرچ فی حصہ ۱۶/ روپے
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے منگوائیں
کتابیات پبلی کیشنز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ذریعے ہمیں ریناسالومن کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات تو حاصل ہو ہی جائیں گی اور ہمیں اس وقت اسی چیز کی ضرورت ہے۔ ایک معمولی سا کلیو بھی ہمارے لئے بہت کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔"

مادام کلارا نے اثبات میں سرہلایا "اگر تم اپنی اسکیم پر کامیابی سے عمل کرگزرے تو یہ ریناسالومن کی پہلی شکست ہوگی اور اس کے بعد تو لائن ہی لگ جائے گی۔ پھر میں اسے دیکھوں گی۔ اندھیروں میں رہ کر کام کرتی ہے" کلارا نے دانت پیسے "میں نے تم سے کہا تھا ناکہ وہ بہت چالاک ہے۔ رینا کوئی سراغ نہیں چھوڑتی۔ اب یہی دیکھ لو کہ اسے تمہارے بارے میں بھی سب کچھ معلوم ہے۔"

"سچی بات تو یہ ہے کہ اس وقت ریناسالومن نے مجھے بھی حیران کردیا" میں نے سرہلا کر کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری ہر نقل و حرکت اس کی نگاہ میں تھی۔"

"تم نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ تم اس وقت کہاں ہو؟" کلارا نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے...... تم اگر مناسب سمجھوگی تو خود بتادوگی ورنہ میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں سر کھپانے کا عادی نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ایڈم!" کلارا نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اگر تم ریناسالومن کے آدمی کو پکڑلائے تو اپنے آخری امتحان میں بھی کامیاب ہوجاؤ گے۔ اس وقت تک تم یہیں رہوگے۔ میں تمہاری رہائش کے لئے کمرا تیار کرائے دیتی ہوں۔"

"نہیں کلارا!" میں نے نفی میں سرہلایا "میں جہاں رہ رہا ہوں وہیں رہوں گا۔ کوئی ضرورت ہو تو مجھے بلا لینا ورنہ پرسوں شام چار بجے سے قبل میں تمہارے پاس آجاؤں گا۔"

کلارا نے مجھ سے رکنے پر اصرار نہیں کیا اور مجھے اپنی ایک کار میں ہوٹل بھجوادیا۔ اس بار اس نے مجھ سے کچھ چھپانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

ہوٹل واپس پہنچا تو تین بج چکے تھے مگر فلورا جاگ رہی تھی۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھی سگریٹ نوشی کررہی تھی اور اس کے سامنے ٹیبل پر موجود ایش ٹرے میں سگریٹ کے ٹوٹے بھرے پڑے تھے۔

"آیئے مسٹر ایڈم ڈی فلوک!" مجھے دیکھ کر اس نے طنزیہ انداز میں کہا "فرصت مل گئی آپ کو؟"

"میں نے تم سے کہا تھا ناکہ تم میری لک ہو" میں نے صوفے پر بیٹھ کر جوتے اتارتے ہوئے کہا "جس کام میں ہاتھ ڈال رہا ہوں اس میں مجھے کامیابی ہو رہی ہے۔"

"میں کوئی بے جان چیز نہیں ہوں مسٹر ایڈم! جسے تم محض اپنے فائدے کے لئے یہاں لاکر ڈال دیا ہے" فلورا بڑے خراب لہجے میں کہا "میرے بھی کچھ جذبات، احساسات ہیں، تمہیں ان کا خیال کرنا پڑے گا۔"

"ضرور کروں گا" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "اس کے لئے مجھے مادام کلارا سے پوچھنا پڑے گا۔ معلوم وہ اسے پسند کریں یا نہ کریں۔"

"کیا مطلب؟" فلورا یکلخت ہی سیدھی ہوگئی "کلارا سے تمہارا کیا تعلق؟"

"میں ابھی وہیں سے آرہا ہوں اور مادام نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ سکتا ہوں۔ اب اگر تم مجھ سے مطمئن نہیں ہو تو میں کلارا سے بات کئے لیتا ہوں۔"

"نہیں" فلورا بوکھلا گئی "ان سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو ویسے ہی ایک بات کہہ رہی تھی۔"

"تم میری ضرورت ہو فلورا! لیکن میری یہ عادت جب تک میرے ساتھ کام کرنے والے مطمئن نہ ہوں میں بھی مطمئن نہیں ہوتا یا تو تم مکمل اطمینان کا اظہار کرو یا بتاؤ کہ تم کس طرح مطمئن ہو سکتی ہو۔"

"مادام کلارا کے حکم کے سامنے میری دم مارنے کی مجال نہیں ہے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم ان سے میرے بارے میں بات کرچکے ہو۔"

"یہ تو مجبوری والی بات ہوئی اور میں جبر کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔ بھول جاؤ کہ مادام کلارا نے تمہارے بارے میں کچھ کہا ہے......"

"نہیں" فلورا نے نفی میں سرہلایا "ان کی خواہش ہمارے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ جبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"یہ صورتِ حال میرے لئے سخت ناپسندیدہ ہے۔ مادام کلارا کے حکم کے مطابق میرے ساتھ ہی رہو لیکن میری طرف سے تم پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ تم جہاں چاہو جاؤ آؤ، جس سے چاہو ملو جلو، مجھے کسی بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا بس تمہیں اتنی سی پابندی قبول کرنی ہوگی کہ اپنی نقل و حرکت سے باخبر رکھنا تاکہ اگر کسی وقت تمہاری ضرورت محسوس کروں تو تم سے فوری رابطہ کرسکوں۔"

"مادام کلارا سے تمہاری ملاقات ہوئی تھی یا ان سے کسی اور ذریعے سے بات ہوئی تھی؟" فلورا نے پوچھا۔

"میری ان سے براہ راست ملاقات ہوئی تھی۔ نہ صرف ملاقات ہوئی تھی بلکہ میں ان کی خواب گاہ میں دو گھنٹے گزار کر آرہا ہوں جہاں وہ میرے ساتھ تھیں۔"

"نہیں" فلورا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں "میں دس سال سے ان کے لئے کام کررہی ہوں مگر میری ان سے ایک آدھ بار ہی ملاقات ہوئی ہے۔ تم خوش قسمت ہو......"

"تم میری لک ہو اگر تم نہ ہوتیں تو ایسی کامیابیاں میرے حصے میں نہیں آسکتی تھیں" میں نے مسکرا کر کہا اور فلورا مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی۔

⁂⁂⁂**⁂⁂⁂

"آیئے مسٹر ایڈم ڈی فلوک!" تہذیب نے مجھے دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا "آپ ہی کی وجہ سے ہم نے ناشتا کرنے میں تاخیر کی مگر آپ نے اس سے بھی زیادہ تاخیر کردی۔"

وہ لوگ ڈائننگ ٹیبل پر تھے اور ناشتا کررہے تھے "شکریہ محترمہ ریناسالومن آف فالکن" میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا "رات تو تم نے کمال ہی کردیا" میں ایک کرسی کھینچ کر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گیا۔

"مجھے معلوم تھا کہ مادام کلارا نے تمہیں بلوالیا ہے" تہذیب نے کہا "میں نے کچھ غلط تو نہیں کیا نا؟"

"تم نے بہت اچھا کیا تہذیب! رات تمہاری کال ریسیو ہونے کی وجہ سے بہت سا وقت بچ گیا۔ اچھا ہوا کہ کلارا کے سامنے ہی ساری باتیں طے ہوگئیں۔ وہ میری طرف سے بڑی حد تک مطمئن ہوچکی ہے۔"

"میں نے کوئی ایسی بات تو نہیں کی جس سے تمہارے لئے کوئی مشکل پیدا ہوئی ہو؟" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کے بالکل برعکس میں حیران ہو رہا تھا کہ تم نے بالکل صحیح خطوط پر گفتگو کی۔ تم سے گفتگو شروع کرتے وقت مجھے بس یہی ایک خدشہ تھا کہ کہیں میری آواز سن کر تم بوکھلا نہ جاؤ۔"

"میں بہت بری طرح بوکھلا گئی تھی علی!" تہذیب نے کہا "اور ایک میں ہی کیا میری جگہ کوئی بھی ہوتا ایسی غیر متوقع صورتِ حال سے دوچار ہو کر اس کے ہوش ضرور اڑتے۔"

"لیکن تم نے اپنی بوکھلاہٹ پر بڑی خوب صورتی سے پردا ڈالا۔ ایک لمحے کو تو مجھے بھی ایسا محسوس ہوا تھا جیسے تم مجھ سے اتنی ہی ناواقف ہو کہ پہلی بار میں میرا نام بھی صاف نہیں سن سکیں۔"

"اس میں میڈم سے زیادہ بڈ کا کمال تھا" بڈ نے اکڑ کر کہا "میڈم میری ہدایات کی روشنی میں گفتگو کررہی تھیں۔"

"کچھ خدا کا خوف کریں بڈ صاحب!" عاطف نے ہنس کر کہا "تمام گفتگو میڈم نے خود کی ہے۔ کیا ہم لوگ اس وقت آپ کے ساتھ نہیں تھے؟"

"تم نے پھر میری پوزیشن خراب کرنے کی کوشش کی" بڈ نے عاطف کو گھورا "کیا ضروری ہے کہ تم ہمیشہ میرے خلاف ہی بولو۔"

"اس میں خلاف بولنے کی کیا بات ہوگئی مسٹر بڈ؟" طلحہ نے کہا "یہ تو حقیقت ہے کہ میڈم خود ہی تمام باتیں کررہی تھیں اور آپ کا کارنامہ صرف یہ تھا کہ آپ کار ڈرائیو کررہے تھے۔"

"تمہیں بھی ٹانگ اڑانے کا شوق ہوا" بڈ نے ہاتھ نچا کر کہا "مجھے لگتا ہے تم دونوں نے میرے خلاف گٹھ جوڑ کرلیا ہے۔"

"ایسی باتیں نظرانداز کردیا کرو بڈ!" میں نے سنجیدگی سے کہا "بڑے لوگوں کے خلاف اکثر سازشیں ہوتی ہیں مگر چھوٹے لوگ ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔"

"تم عقل مند ہو چیف!" بڈ نے بھی بڑی سنجیدگی سے کہا "اور ہمیشہ درست مشورے دیتے ہو۔ اب میں ان دونوں کو خاطر میں نہیں لاؤں گا" بڈ کی اس بات پر سب کو ہنسی آگئی اور بڈ نے چونک کر باری باری سب کو دیکھا "تم لوگ ہنس کیوں رہے ہو؟" اس نے مشکوک انداز میں کہا "یقیناً پھر میرے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے۔"

اس کا انداز ایسا تھا کہ سب کی ہنسی تیز ہوگئی اور میں نے جلدی سے کہا "تم بالکل فکر مت کرو بڈ! میں ان لوگوں کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

"ویسے یہ حقیقت ہے کہ اس وقت، مادام کلارا کو کال کرنے کا مشورہ بڈ نے ہی دیا تھا" تہذیب نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا "یہ تمہیں کراؤن کلب پہنچانے کے بعد واپس نہیں آیا تھا۔ پھر جب اس نے بند وین کو وہاں آتے دیکھا تو اسے کچھ شبہ ہوا۔ کسی بند وین کا کراؤن کلب میں کیا کام ہو سکتا تھا؟ وین وہاں سے جلد ہی واپس روانہ ہوگئی اور بڈ نے مادام کلارا کے محل تک وین کا پیچھا کیا۔ بڈ کو یقین کی حد تک شبہ تھا کہ تمہیں اسی وین ہی میں لے جایا گیا ہے۔ اسی بنیاد پر بڈ نے مادام کلارا کو کال کرنے کا مشورہ دیا تھا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بڈ بلاشبہ ذہین ہے۔ مجھے دشمن کے گڑھ میں جاتے دیکھ کر بے چین ہوگیا ہوگا اس لئے اس نے اتنا معقول مشورہ دے بھی دیا ورنہ اسے اپنے مسخرے پن سے ہی فرصت نہیں ملتی۔"

"تم بڈ کو مسخرہ کہہ رہے ہو چیف!" بڈ بگڑ کر کھڑا ہوگیا۔

"بیٹھ جاؤ بڈ!" میں نے ہاتھ اٹھاکر کہا "رات میں بڑی مشکل میں پھنس گیا تھا۔ فاکس ٹریٹ کے پاس سے کلارا نے مجھے بلوالیا۔ وہاں دو افراد موجود تھے جن میں سے ایک لی کوان تھا....."

"کیا؟" تہذیب حیرت سے اچھل پڑی "ماسٹرلی کوان وہاں موجود تھا اور اس نے تمہیں نہیں پہچانا؟"

"پہچانا کیوں نہیں ہوگا مگر تم اس کے کردار سے واقف ہو۔ اس نے مجھے پہچاننے کے باوجود کسی ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا۔"

"سوال یہ ہے کہ ماسٹرلی کوان کو تمہارے سامنے لایا ہی کیوں گیا؟" تہذیب نے کہا۔

"وہ تنہا نہیں تھا' اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ کلارا چاہتی تھی کہ میں ان دونوں میں سے کسی ایک سے مقابلہ کروں مگر میں نے انکار کردیا۔ لی کوان کے بارے میں تو میں جانتا ہی تھا کہ اسے شکست دینا میرے بس سے باہر ہے۔ دوسرا شخص بھی بہت خطرناک نظر آرہا تھا اس سے مقابلہ کرنے کی صورت میں ممکن ہے مجھے کسی نقصان سے دو چار ہوجانا پڑتا اس لئے میں مقابلے سے پہلو تہی کرگیا۔ ویسے بھی اس قسم کے نمائشی مقابلے مجھے بے ہودہ محسوس ہوتے ہیں۔"

"تم نے لی کوان کے بارے میں بتاکر عجیب سی بے چینی میں مبتلا کردیا ہے۔ اس سے ملنے کو جی چاہنے لگا ہے" تہذیب نے کہا۔

"ہاں' وہ بہت پر اسرار ہے۔ ان لوگوں کا ملازم ہوتے ہوئے بھی ان کے خلاف ہے اور ہم سے متفق ہونے کے باوجود کھل کر ہمارا ساتھ نہیں دیتا۔"

"زندگی رہی تو اس سے میری ملاقات بھی ہوجائے گی ..... لیکن رینڈل کے بارے میں بھی کچھ پتا چلا یا نہیں؟" تہذیب نے کہا۔

"مادام کلارا نے انگلز کا نام بھی نہیں لیا۔ ساری باتیں اس نے اپنے اور اپنے گروہ کے حوالے سے کیں لیکن مجھے شبہ ہے کہ رینڈل بھی شی گورائے میں ہی موجود ہے۔"

"ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو..... لیکن اگر وہ یہاں موجود ہوتا تو اب تک کچھ نہ کچھ کرگزرا ہوتا۔"

"کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا علاوہ اپنے بال نوچنے کے۔ ہم نے ایسا کوئی موقع ہی نہیں دیا۔ اور فرض کرو وہ یہاں نہیں ہے تو بھی کیا ہوا۔ اس تک تمام رپورٹیں پہنچ رہی ہوں گی اور یقین کرو وہ اپنے سر کے بال ضرور نوچ رہا ہوگا۔ ایک بار اس نے ہم پر دھوکے سے وار کیا تھا اور اس میں کامیاب ہونے کے بعد خود کو واقعی سپرمین سمجھنے لگا تھا۔ یہ تو اسے اب معلوم ہوگا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"

"کل شام مادام کلارا کی طرف سے فلمیں وصول کرنے تم آؤ گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہاں" میں نے کہا "اور اب تم پوچھو گی کہ فلمیں لے کر کون جائے گا۔ میں اسی لئے یہاں آیا ہوں کہ تمہیں اپنے منصوبے سے آگاہ کردوں۔"

✿✿✿**✿✿✿

اگلے روز شام کو چار بجے میں مادام کلارا کی خواب گاہ میں موجود تھا۔ وہ ایک عجیب سے عالمِ اضطراب میں تھی۔ اسے میری ناکامی کی بہت فکر تھی۔

"اگر تم یہ محسوس کرو کہ رینا سالومن کے آدمی کو اغوا نہیں کرسکتے تو زبردستی مت کرنا" اس نے چوتھی بار یہی بات کہی "اس وقت رینا سالومن سے زیادہ فلموں کی اہمیت ہے"

"اغوا نہ کرسکنے کا کیا سوال ہے" میں نے چڑ کر کہا "آخر تم اس قدر مضطرب کیوں ہو؟ اگر تمہیں میری صلاحیتوں پر اعتماد نہیں ہے تو میری جگہ کسی اور کو بھیج دو۔"

"تمہاری صلاحیتوں سے انکار ممکن نہیں..... مجھے خاص طور پر تمہارا پُراعتماد انداز بہت زیادہ پسند آیا ہے لیکن ہم رینا سالومن کے ساتھ جو بدعہدی کرنے جارہے ہیں اس کا نتیجہ کہیں خراب نہ نکل آئے۔"

"اچھا تو پھر جیسا تم کہو ویسا کرلوں..... رقم کا انتظام تو کر ہی چکی ہو۔ میں رقم اس کے حوالے کرکے جو کچھ وہ دے گا' لے آؤں گا۔"

"جو کچھ وہ دے گا لے آؤں گا" مادام کلارا نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں کہا "تمہارا مطلب کیا ہے؟"

"فلمیں نہ میں نے دیکھی ہیں اور نہ تم نے دیکھی ہیں۔ ہمیں یہ کیسے معلوم ہوگا کہ جو کچھ ہمیں دیا جارہا ہے ہماری مطلوبہ چیز ہی ہے؟"

"تم تو معاملے کو الجھائے دے رہے ہو" مادام کلارا نے نروس انداز میں کہا "یہ مسئلہ تو واقعی ہے لیکن اس کا حل کیا ہوگا؟"

"اس کا حل وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔ جو شخص فلمیں لے کر آئے گا میں اس کو اٹھالاؤں گا۔"

"جو اعتراض تم نے اس وقت اٹھایا ہے کیا وہ اس وقت تمہارے ذہن میں نہیں تھا جب تم پرسوں رات ٹرانسمیٹر پر رینا سالومن سے گفتگو کررہے تھے؟"

"کیوں نہیں تھا..... لیکن یہ بھی ذہن میں تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ اس لئے میں نے یہ مسئلہ اٹھایا ہی نہیں۔"

"فرض کرو..... اور فرض کیا کرنا ہے یہ بات تو یقینی ہے کہ اپنے آدمی کے غائب ہونے پر رینا سالومن ہمارے خلاف حرکت میں آجائے گی۔ ہم اندھیرے کے تیر کا مقابلہ کس طرح کریں گے؟"

"دیکھو کلارا! اس کے گروہ سے تصادم ناگزیر ہے۔ آج نہیں تو کل یہ تو ہونا ہی ہے۔ اس وقت ہمیں ایک موقع مل رہا ہے کہ ہم اس کے ایک آدمی کو پکڑ کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرلیں۔ معلوم نہیں آئندہ ایسا کوئی موقع ملے یا نہ ملے۔ اگر تم بہت زیادہ تردد کا شکار ہو رہی ہو تو میں اس معاملے سے دست بردار ہونے کو بھی تیار ہوں۔"

"نن..... نہیں' میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو یہ چاہ رہی ہوں کہ جو قدم بھی اٹھایا جائے پہلے اس کے ہر پہلو پر غور و فکر کرلیا جائے۔"

"میں تمہیں ایک بات بتاؤں کلارا" میں نے اچانک کہا "اسے لکھ لو کہ رینا سالومن ہمیں بے وقوف بنارہی ہے اس کا آدمی رقم تو لے جائے گا اور فلموں کے بجائے یا تو نقلی فلمیں یا کوئی اور چیز ہمارے حوالے کرجائے گا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اسے رقم لے کر جانے ہی نہ دیا جائے۔ اب رہا اس بات کا سوال کہ ہم رینا سالومن سے کیا کہیں گے تو جب اس کے آدمی کے پاس سے فلمیں ہی برآمد نہیں ہوں گی تو پھر ڈرنا کیسا..... ہم اس سے کہہ نہیں سکتے کہ اس نے ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی ہے اور آئندہ اس کے ساتھ کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا۔"

"تم سمجھتے کیوں نہیں" کلارا نے بے بسی سے کہا "ہم اس سے یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس سے آئندہ کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا۔ ان فلموں کی بہت اہمیت ہے۔ ہم اس کے سامنے مجبور ہوں گے۔"

"اور تم یہ بات نظرانداز کررہی ہو کہ اس کا ایک آدمی ہمارے قبضے میں ہوگا۔ رینا سالومن کا معمولی سا سراغ بھی مل گیا تو کیا تم اس کے لئے مسئلہ نہیں کھڑا کردوگی۔ اسے اپنی جان بچانا مشکل ہوجائے گی۔"

کلارا کچھ دیر غور کرتی رہی پھر اس نے اثبات میں سر ہلایا "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہی موقع ہے کہ ہمیں کوئی نہ کوئی قدم اٹھالینا چاہئے لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس شخص کی حفاظت پر بھی کچھ لوگ مامور ہوں؟"

"یہ میرا مسئلہ ہے" میں نے ہاتھ اٹھاکر کہا "اور میرے مسائل میرے لئے چھوڑ دو۔ میرا کام صرف اتنا ہے کہ اس شخص کو فلموں سمیت تمہاری خدمت میں حاضر کردوں۔"

مادام کلارا مطمئن ہوگئی اور بولی "ٹھیک ہے" پھر اس نے چونک کر کہا "لیکن ابھی تک رینا سالومن نے رابطہ قائم نہیں کیا۔ سوا چار بج چکے ہیں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ میں نے آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کیا۔

"اٹ از رینا سالومن آف فالکن" دوسری طرف سے تہذیب کی آواز آرہی تھی "مجھے ایڈم ڈی فلوک سے بات کرنی ہے۔"

"ایڈم ڈی فلوک آپ کی خدمت میں حاضر ہے میڈم!" میں نے کہا "میں آپ کی کال کا منتظر تھا۔"

"تم نے رقم کا بندوبست تو کر ہی لیا ہوگا مسٹر ایڈم! اور اب صرف اس بات کے منتظر ہوگے کہ تمہیں رقم کس جگہ پہنچانے کا حکم دیا جاتا ہے۔"

"آپ کا اندازہ درست ہے میڈم! رقم سے بھرا ہوا بریف کیس آپ تک پہنچنے کے لئے آپ کے اشارے کا منتظر ہے۔"

"تم رقم لے کر روانہ ہوجاؤ مسٹر ایڈم! تمہاری منزل قومی شاہراہ کا بارھواں میل ہے۔ رقم تم خود لے کر آؤ گے۔ میرا آدمی رقم تم سے لے کر ماچس کی ڈبیا کے برابر ایک پیکٹ تمہارے حوالے کرے گا۔ فلمیں اس پیکٹ میں بڑی احتیاط کے ساتھ پیک کردی گئی ہیں لیکن میں ایک بار پھر وارننگ دے رہی ہوں کہ اگر تم نے دھوکا دینے کی کوشش کی تو رینا سالومن شی گورائے میں زلزلہ لے آئے گی۔"

"بے فکر رہیں میڈم سالومن! میں رقم لے کر پہنچ رہا ہوں۔ آپ اپنے آدمی کو ہدایت کرسکتی ہیں کہ وہ موقع پر ہی رقم گن لے۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ مسٹر ایڈم!" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم نے مجھے بہت کام کی بات بتائی ہے۔ میں مرتے دم تک تمہاری احسان مند رہوں گی۔ بس اب تم فوراً روانہ ہوجاؤ۔"

میں نے سلسلہ منقطع کیا اور مادام کلارا بولی "تم نے دیکھا کہ اس کی زبان کس قدر زہر میں بجھی ہوئی ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"فکر نہ کرو کلارا!" میں نے بڑی بے تکلفی سے اس کا شانہ تھپ تھپایا "ایک آدھ دن کی بات اور رہ گئی ہے۔ پھر میں اس ناگن کا سارا زہر نکال دوں گا۔"

رقم سے بھرا ہوا وزنی بریف کیس لے کر میں کار کی عقبی نشست پر بیٹھا ہوا تھا۔ کار ڈرائیور چلا رہا تھا اور کار کا تعلق مادام کلارا سے تھا۔ ڈرائیور بھی اس کا ملازم تھا۔ پروگرام کے مطابق ڈرائیور مجھے قومی شاہراہ کے بارھویں میل پر اتار کر کار واپس لے آتا۔ میں نے تو مادام کلارا سے کہا تھا کہ رقم کا انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر وہ نہیں مانی تھی۔ معلوم نہیں ان فلموں میں کیا تھا جس کی وجہ سے وہ ذرا سا بھی رسک لینے کو تیار نہیں تھی۔

شام کا وقت تھا اور شی گورائے کی سڑکوں پر رش تھا۔ قومی شاہراہ تک پہنچنے کے لئے ان سڑکوں سے گزرنا ضروری تھا جہاں اس وقت ٹریفک بہت زیادہ ہوا کرتا تھا۔ قومی شاہ راہ تک پہنچتے پہنچتے آدھا گھنٹا گزر چکا تھا لیکن ہائی وے پر سفر کرتے ہوئے بارہ میل کا فاصلہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ڈرائیور جس رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا اس کے پیش نظر توقع تھی کہ وہ دس منٹ سے کم میں ہی بارھویں میل تک پہنچا دے گا۔

لیکن بارھویں میل تک پہنچنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اس سے پہلے ہی ایک تیز رفتار کار نے ہماری گاڑی کو اوور ٹیک کیا اور اس طرح کیا کہ ہمارے ڈرائیور کو رفتار سست کردینی پڑی۔ ڈرائیور نے ہارن دیا مگر اگلی کار کے ڈرائیور پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ بدستور ہمیں سڑک کے کنارے کی طرف دبا رہا تھا۔ میں دیکھ چکا تھا کہ اگلی کار میں ڈرائیور کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

"گاڑی سڑک سے نیچے اتار کر روک دو" میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"مجھے حکم دیا گیا تھا کہ آپ کو بارھویں میل پر اتار کر آؤں لہٰذا آپ کو وہاں تک پہنچانا میری ذمے داری ہے۔ اس سے پہلے میں گاڑی نہیں روک سکتا۔"

"میں حکم عدولی کرنے والوں کی کھوپڑی توڑ دیا کرتا ہوں" میں نے خوں خوار لہجے میں کہا اور عقب سے اس کی گدی مضبوطی سے پکڑ لی۔ اتنی دیر میں اگلی گاڑی نے ہماری گاڑی کو اس حد تک دبا دیا تھا کہ اب دونوں گاڑیاں رینگنے کی رفتار سے چل رہی تھیں۔ پھر ڈرائیور نے یہی مناسب سمجھا کہ میری بات مان ہی لے۔ گاڑی تو اسے روکنی ہی پڑتی لہٰذا اس نے گاڑی سڑک سے اتار کر روک دی۔ اگلی گاڑی کے ڈرائیور نے کار اس طرح روکی تھی کہ ہماری گاڑی کے آگے جانے کی گنجائش ہی نہیں بچی تھی۔

"تم گاڑی لے کر واپس چلے جاؤ" میں نے ڈرائیور سے کہا اور کار سے اتر کر اگلی گاڑی کی طرف بڑھ گیا "کیا بات ہے؟" میں نے اگلی کار کے ڈرائیور سے کہا "تم نے ہمیں کیوں روکا ہے؟"

"گاڑی میں بیٹھ جاؤ اور رقم میرے حوالے کردو" اس نے کہا۔ وہ ایک سیاہ فام شیدی تھا اور شکل سے ہی چھٹا ہوا بدمعاش نظر آرہا تھا۔

"مجھ سے تو بارھویں میل پر پہنچنے کو کہا گیا تھا۔" میں نے اس کی برابر والی نشست پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"پروگرام تبدیل ہوگیا" اس نے بے پروائی سے کہا "رقم میرے حوالے کرو اور اپنی چیز لے کر یہاں سے دفع ہوجاؤ۔"

"یہ لو رقم گن کر اپنا اطمینان کرلو" میں نے بریف کیس اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے بریف کیس مجھ سے لے کر کھولا۔ ایک نظر بریف کیس کے اندر ڈالنے کے بعد وہ مطمئن ہوگیا اور اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا پیکٹ نکال کر میری طرف بڑھایا۔

"اب جلدی سے دفع ہوجاؤ، مجھے واپس بھی پہنچنا ہے" اس نے انتہائی توہین آمیز لہجے میں کہا مگر میں نے اس بار اس کا لہجہ نظر انداز کردیا۔

"دفع ہونے سے قبل میری طرف سے یہ تحفہ قبول کرلو" میں نے جیب سے ایک رومال نکال اس کی طرف بڑھایا "فرانس کا رومال ہے اور ایوننگ ان پیرس کی خوشبو سے معطر ہے۔"

اس نے رومال کو حریص نگاہوں سے دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر تذبذب کے آثار نظر آئے۔ شاید وہ یہ فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس نادر تحفے کو قبول کرے یا انکار کردے۔ آخر کار اس نے تحفہ قبول کرنے کا فیصلہ کیا۔

"لاؤ" اس نے ہاتھ بڑھا کر مجھ سے رومال لیا اور اسے ناک سے لگا کر ایوننگ ان پیرس کی خوشبو سونگھنے کی کوشش کی۔ اس نے بہت گہری سانس لی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ اس نے کبھی ایوننگ ان پیرس کا نام بھی نہیں سنا ہوگا۔ اس لئے اس خوشبو کا زیادہ سے زیادہ حصہ ایک ہی بار میں اندر اتار لینا چاہتا تھا۔ مگر وہاں ایوننگ ان پیرس تھی ہی کہاں .... وہ تو کلوروفارم میں بھیگا ہوا رومال تھا۔

"کیسی ایوننگ ان پیرس ہے" اس نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا اور اب کلوروفارم اس پر اثر انداز ہوچکا تھا۔

"میں یہاں دفع ہونے کے ارادے سے نہیں آیا تھا" میں نے مسکرا کر کہا "پہلے ہی سے تمہیں ساتھ لے کر دفع ہونے کا پروگرام بنایا تھا۔"

اس نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے کی کوشش کی اور پھر بڑی فرماں برداری سے اپنا سر اسٹیئرنگ وھیل سے ٹکا دیا۔ وہ بے ہوش ہوچکا تھا۔

اسے پچھلی نشست پر منتقل کرنے میں ذرا سی دشواری تو ہوئی مگر میں نے اس کام میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ ہائی وے پر سے تیز رفتار گاڑیاں گزر رہی تھیں۔ زیادہ دیر لگانے کی صورت میں کوئی ہماری طرف متوجہ بھی ہوسکتا تھا۔

واپسی کا سفر اسی کی کار پر ہوا تھا اور میں نے خاصی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا تھا۔ کلارا نے شاید میرے لئے خصوصی ہدایات دے دی تھیں اسی لئے مجھے گیٹ پر نہیں روکا گیا۔

"کیا رہا؟" کلارا جھپٹتی ہوئی گاڑی کی طرف آئی تھی۔ وہ عمارت کے باہر ہی ٹہل رہی تھی۔

"کامیابی" میں نے دو انگلیوں سے وی کا نشان بنا کر کہا "میں نے تم سے کہا تھا کہ کچھ نہیں ہوگا مگر تم خواہ مخواہ گھبرا رہی تھیں۔"

"تم......... تم اس شخص کو بھی اغوا کر لائے" کلارا نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"یہ کار بھی انہی لوگوں کی ہے" میں نے مسکرا کر کہا "اسے تم میری طرف سے تحفہ سمجھ کر رکھ سکتی ہو۔"

کلارا نے پچھلا دروازہ کھول کر اندر جھانک کر اس کلوٹے کو دیکھنے کی کوشش کی مگر وہ تو اگلی اور پچھلی نشست کے خلا میں منہ کے بل گرا ہوا تھا اس لئے کلارا اس کی صورت نہیں دیکھ سکی۔ تاہم اس نے اپنے دو آدمیوں کو بلایا۔

"اسے بڑی حفاظت سے عقوبت خانے میں پہنچا دو" کلارا نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا "اس پر تشدد کرنا ہے خیال رہے کہ یہ خودکشی نہ کرنے پائے۔"

اپنے آدمیوں کو حکم دے کر وہ پلٹی اور میرا ہاتھ پکڑ لیا "آؤ، ہم ڈرائنگ روم میں چلتے ہیں۔ تم نے بہت بڑا کارنامہ کیا ہے۔"

میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں پہنچا اور بریف کیس اس کے حوالے کردیا۔ پھر جیب سے وہ پیکٹ بھی نکال کر اسے دے دیا جو اس کلوٹے نے مجھے دیا تھا۔

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصوں میں

تاریک بر اعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور سفلی کے مقابلے برملا ہوتے تھے ـــ وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت ـــ ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی ـــ جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا ـــ شگون کی خاطر معصوم اور شیر خوار بچوں کو نیزوں پر اُچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا ـــ نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حُسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا ـــ خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا ـــ

قیمت فی حصہ -/۴۰ روپے، علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں نے یہ پیکٹ کھول کر نہیں دیکھا" میں نے کلارا سے کہا "اور نہ ہی میں نے کبھی مائیکرو فلمیں دیکھی ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ اس میں سے کم از کم دو مائیکرو فلمیں تو ہرگز نہیں نکلیں گی اور اگر نکلیں بھی تو مطلوبہ فلمیں نہیں ہوں گی۔"

کلارا نے حیرت سے مجھے دیکھا "یہ بات تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو؟" اس نے پیکٹ مجھ سے لیتے ہوئے کہا۔

"ریناسالومن کے بارے میں، میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔ ویسے بھی میں جرائم کی دنیا کا آدمی ہوں جہاں اس قسم کے سودوں کا انجام یہی ہوا کرتا ہے۔"

اتنی دیر میں مادام کلارا نے پیکٹ کھول ڈالا تھا۔ پیکٹ کے اندر روئی بھری ہوئی تھی اور روئی کے درمیان چار عدد بٹن رکھے ہوئے تھے۔

"تمہارا اندازہ درست ثابت ہوا" مادام کلارا اچھل کر کھڑی ہوگئی "ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔"

"تو اس میں فکر کرنے کی کیا بات ہے؟" میں نے بڑے سکون سے کہا "اگر اس نے دھوکا کیا ہے تو دھوکا کھایا بھی تو ہے۔"

"میں اس کمینی کا خون پی جاؤں گی" کلارا نے مُٹھیاں بھینچ کر کہا "مادام کلارا کے ساتھ دھوکا کرکے کوئی شخص شی گورائے میں نہیں رہ سکتا۔"

"غصہ کرنے کی کیا ضرورت ہے کلارا! اپنی توجہ جلد از جلد اس شخص پر مرکوز کرو جو اس وقت تک عقوبت خانے میں پہنچ چکا ہوگا۔"

"ہاں، چلو" کلارا نے چونک کر کہا "اس کی زبان کھلوانے میں واقعی جلدی کرنی چاہئے۔"

میں کلارا کے ساتھ عقوبت خانے میں پہنچا جہاں اس شخص کو بندشوں میں جکڑا جا چکا تھا۔ نہ صرف اسے بندشوں میں جکڑا ہوا تھا بلکہ اس کی بے ہوشی بھی زائل کر دی گئی تھی۔

"یہ تم لوگوں نے کسے رسیوں میں جکڑ دیا" وہ اسے دیکھ کر اپنے آدمیوں پر الٹ پڑی "یہ یہاں کس طرح پہنچا؟"

"آ..... آپ ہی نے تو حکم دیا تھا مادام!" ایک شخص نے ڈرتے ڈرتے کہا اور کلارا میری طرف گھوم گئی۔

"یہ تم نے کیا حرکت کی؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "جانتے ہو یہ شخص کون ہے؟"

"ریناسالومن کا آدمی ہے" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "جسے اس نے مجھ سے رقم وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا۔"

"یہ کیا بکواس ہے" مادام کلارا دہاڑی "یہ ریناسالومن کا آدمی کیسے ہو سکتا ہے؟"

"آخر بات کیا ہے کلارا؟" میں نے اس کے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا "تم اسے دیکھ کر اتنی حواس باختہ کیوں ہوگئی ہو؟"

"یہ ..... یہ جیمس چارلی کا محافظِ خصوصی ہے" کلارا نے کہا اور میں سناٹے میں آگیا۔ میں نے بڈ کو ہدایت کی تھی کہ ان کے گروہ کے کسی آدمی کو رقم وصول کرنے بھیج دے۔ میرا پروگرام یہی تھا کہ جب میں اسے پکڑ کر کلارا کی خدمت میں پیش کروں گا تو کلارا کو مزا آجائے گا۔ میرا خیال تھا کہ اس کام کے لئے کسی چھوٹے موٹے آدمی کو توڑنے کی کوشش کرے گا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ مردود اس کام کے لئے ایک اہم آدمی کا انتخاب کرے گا لیکن ایک طرح سے یہ اچھا ہی ہوا تھا۔ کلارا کے چہرے پر نظر آنے والے تاثرات بتا رہے تھے کہ کلوٹے کو دیکھ کر اسے شدید صدمہ پہنچا ہے۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ریناسالومن کی جڑیں تمہارے گروہ کے اندر تک پھیلی ہوئی ہیں" میں نے خشک لہجے میں کہا "مجھے بتاؤ کہ ایسی صورت میں کوئی کیا کر سکتا ہے؟"

"میں نہیں مان سکتی" کلارا نے ہذیانی انداز میں کہا "ضرور کہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

کلوٹے کے چہرے پر تو کلارا کو دیکھتے ہی مردنی چھا گئی تھی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ وہ خود اپنے گروہ کے خلاف کسی کام میں ملوث ہو گیا ہے۔

"سب کچھ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی تم انکار کر دو تو اس کا کیا علاج ہے؟" میں نے بے پروائی سے شانے اچکائے "میں نے تو اپنا کام کر دیا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔"

کلارا اس شخص کو گھورنے لگی "تو سن رہا ہے؟" اس نے یوں کہا جیسے وہ شخص بہرہ ہو "بتا کیا یہ سب کچھ درست ہے تو دشمنوں کا آلہ کار بنا ہوا ہے؟"

"یہ ..... یہ غلط ہے مادام!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں بمشکل کہا۔

"کیا تو مسٹر ایڈم سے رقم وصول کرنے نہیں پہنچا تھا" کلارا دہاڑی "اور کیا تونے ایک پیکٹ ان کے حوالے نہیں کیا تھا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یس مادام!" اس نے مشینی انداز میں کہا اور اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"تم نے دیکھا؟" میں نے اس کی طرف دیکھ کر بائیں آنکھ دبائی "مجھے دغا کرنے کا کیا انجام ہوا ہے۔"

وہ مجھے بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا اور کلارا نے مجھ سے کہا "اس سے تم خود ہی پوچھ گچھ کرو۔"

"تم ریناسالومن کے لئے کب سے کام کر رہے ہو؟" میں نے خالص پولیس والوں کے سے انداز میں کہا اور وہ مزید بوکھلا گیا۔

"ک..... کون ریناسالومن؟" اس نے ہکلاتے ہوئے کہا "میں نہیں جانتا وہ کون ہے۔"

"شرم کرو..... جس تھالی میں کھاتے ہو اسی میں چھید کرتے ہو۔ تمہیں مادام کلارا کو ڈبل کراس کرتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آئی۔"

"یہ ..... یہ الزام ہے۔ میں مادام کلارا سے غدّاری کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"کیوں نہیں کر سکتے؟" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "دس ملین ڈالر بہت بڑی رقم ہوتی ہے۔ اتنی بڑی کہ ایک بار تو فرشتہ بھی بہک جائے اور تم فرشتے بہرحال نہیں ہو۔"

کلارا نے میری بات سن کر یوں اثبات میں سر ہلایا جیسے وہ میری بات سے متفق ہو۔

"میں نے دس فیصد معاوضے پر یہ کام کرنے کی ہامی بھری تھی" کلوٹے نے جلدی سے کہا "مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے مادام کلارا کے خلاف کام کرنا ہوگا ورنہ میں ہرگز اس کام کے لئے ہامی نہ بھرتا۔"

"تم بکواس کر رہے ہو" میں نے اسے گھورا "اور اگر یہ سچ ہے تو اس شخص کا حلیہ بتاؤ۔"

"وہ ایک درمیانہ قد کا آدمی تھا۔ گھنی داڑھی مونچھیں اور آنکھوں پر سیاہ رنگ کی عینک لگائے ہوئے تھا۔ اس نے کہا تھا کہ محض ایک گھنٹے کا کام ہے اور جو بھی رقم وصول ہوئی اس کا دس فیصد مجھے دیا جائے گا۔"

"بے وقوف بنا رہے ہو" میں نے اسے گھورا "اتنی بڑی رقم کے لئے تو بھائی بھائی کا گلا کاٹ سکتا ہے۔ کسی نے تم پر کس طرح اعتماد کر لیا؟"

اسے خود بھی احساس ہو گیا تھا کہ بہت برا پھنسا ہے۔ کلارا کو بھی یقین آگیا تھا کہ وہ ریناسالومن کے لئے کام کر رہا ہے۔

"یقین کرو میں بالکل سچ بول رہا ہوں" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "مجھے جان بوجھ کر اس جال میں پھنسایا گیا ہے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"یہ اس طرح زبان نہیں کھولے گا کلارا!" میں نے کہا "اس پر تشدّد نہیں بلکہ تشدّد کی انتہا کرنی پڑے گی۔ تب کہیں جا کر شاید یہ کچھ اگلے ورنہ مجھے تو اس کے باوجود کوئی توقع نہیں ہے۔"

"میں تمہیں آخری موقع دے رہی ہوں" کلارا نے سرد لہجے میں کہا "اگر تم نے حقیقت نہ اگلی تو میں تم پر تشدّد کا حکم دینے کے لئے مجبور ہو جاؤں گی۔"

"مجھ پر رحم کیجئے مادام!" وہ گڑگڑانے لگا "میں نے آپ سے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ مجھ میں اتنی مجال ہے ہی نہیں کہ آپ کے سامنے جھوٹ بول سکوں۔"

"اس پر ریناسالومن کے گہرے اثرات ہیں" میں نے کلارا کے کان میں کہا "یہ بغیر تشدّد کے ہرگز زبان نہیں کھولے گا۔ تم کیوں اپنا وقت ضائع کر رہی ہو۔"

کلارا نے اثبات میں سر ہلایا اور میں نے اس تاثر کو مزید گہرا کرنے کے لئے کہا "دیکھو غلطی آدمی سے ہی ہوتی ہے۔ تم سے بھی اگر کوئی غلطی ہو گئی ہے تو اعتراف کر لو میں وعدہ کرتا ہوں کہ مادام سے کہہ کر تمہاری جاں بخشی کرا دوں گا۔"

"جب میں نے کچھ کیا ہی نہیں تو اعتراف کس بات کا کروں؟" وہ رو دینے والے انداز میں بولا "خدا کے واسطے میری بات پر یقین کرو، میں نے کچھ نہیں کیا۔"

میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ ہر مجرم جب خود پھنستا ہے تو خدا کا واسطہ ضرور دیتا ہے۔ اس وقت اسے خدا یاد نہیں آتا جب وہ دوسروں پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں سے مجھے کبھی ہمدردی نہیں محسوس ہوتی۔

"اس پر تشدّد کرو" مادام کلارا نے اپنے آدمیوں سے کہا "اس وقت تک کرتے رہو جب تک کہ یہ زبان کھولنے پر نہ آمادہ ہو جائے۔ اس کے جسم کی ایک ایک بوٹی علیحدہ کر دو مگر اسے مرنا بھی نہیں چاہئے۔"

اپنے آدمیوں کو حکم دے کر کلارا پلٹی اور تیز قدموں سے باہر کی طرف چل پڑی۔ اس نے مجھ سے ساتھ آنے کو نہیں کہا تھا مگر میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

"مجھے آرام کی ضرورت ہے مسٹر ایڈم!" کلارا نے مجھ سے کہا "تم اگر واپس جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔"

"تمہیں آرام کی نہیں میری ضرورت ہے" میں نے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا "دس ملین ڈالر کی رقم

ہاتھ سے نکل جانا مذاق نہیں ہوتا۔ معلوم نہیں ریناسالومن کیا کرنے والی ہو؟"

"وہ کیا کرے گی؟" کلارا ایک جھٹکے سے رک گئی "اور تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ...... میں اسے تگنی کا ناچ نچا سکتی ہوں۔"

"تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا "اس لئے کہ وہ اندھیرے کا تیر ہے اور اس نے تمہارے گروہ کے معلوم نہیں کتنے کارندوں کو اپنا آلۂ کار بنا رکھا ہے۔"

مادام کلارا کا سارا جوش و خروش ماند پڑ گیا۔ وہ اچانک ہی مضمحل نظر آنے لگی تھی "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ میرے ساتھ آؤ" وہ پلٹی اور پھر اپنی خواب گاہ میں جا کر ہی رکی۔

"تمہاری عمر اتنی زیادہ تو نہیں لگتی" اس نے خواب گاہ میں مجھے بٹھانے کے بعد کہا "آخر تم نے اتنا تجربہ، ذہانت اور مہارت کہاں سے حاصل کی؟"

"ان میں سے کوئی ایک چیز بھی عمر کے ساتھ مشروط نہیں ہے" میں نے محتاط انداز میں کہا۔ پہلی بار مادام کلارا نے میری ذات کے بارے میں متجسسانہ رویے کا اظہار کیا تھا اور یہ کوئی اچھی علامت نہیں تھی۔

"ہمیں تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ...... اور یہی ایک چیز ہے جس کی بنا پر ہم تمہارے ساتھ محتاط رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔"

"میرے پاس بھی بتانے کو کچھ نہیں ہے۔ میں تو ایک بے ٹھکانا آدمی ہوں۔ بتاتے تو وہ لوگ ہیں جن کی کہیں جڑیں ہوتی ہیں" میں نے بے پروائی سے کہا "ایڈم ڈی فلوک کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے کبھی کسی کی خوشامد نہیں کی۔ لوگ خود ہی اس کے پیچھے دوڑتے رہے۔ اب اگر اس کے باوجود کوئی شکوک و شبہات کا اظہار کرے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اگر درمیان میں فلورا کا معاملہ نہ ہوتا تو آج تمہارے منہ سے مجھے یہ کچھ نہ سننا پڑتا۔"

"تمہاری جس بات نے مجھے سب سے زیادہ الجھن میں ڈالا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آخر تم دس ملین ڈالر کی رقم لے کر فرار کیوں نہیں ہو گئے؟ یہ رقم پوری زندگی کے لئے کافی ہوتی تمہارے راستے میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی۔ مجھے تو شبہ ہونے لگا ہے کہ تم جرائم پیشہ تو ہرگز نہیں ہو۔"

"چھوٹی موٹی رقم پر میری نیت کبھی خراب نہیں ہوتی" میں نے مسکرا کر کہا "لہٰذا اپنے دماغ میں اس قسم کے خیالات کو جگہ مت دو۔"

"میں کہہ رہی ہوں اتنی بڑی رقم حاصل ہونے کے بعد تمہیں پوری زندگی کچھ کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور تم اسے چھوٹی موٹی رقم قرار دے رہے ہو؟" مادام کلارا نے آنکھیں نکالیں "کیا تم مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"مجھے ایسی کوئی کوشش کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ...... لیکن میں تمہاری اس بات سے متفق نہیں ہوں۔ اس رقم کو خرچ کرنے کی کوشش کے نتیجے میں مجھے اپنی ساری زندگی جیل میں گزارنی پڑتی۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" کلارا نے تیز لہجے میں کہا۔

"اس سے بہتر جعلی کرنسی میں خود تیار کر چکا ہوں" میں نے مسکرا کر کہا اور مادام کلارا اچھل پڑی۔ اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئی تھیں۔

"تم ...... تم نے کیسے شناخت کیا کہ یہ جعلی کرنسی ہے؟" اس نے تقریباً ہانپتے ہوئے کہا۔

"جعلی کرنسی شناخت کرنے کے لئے مجھے کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ میں صرف ایک نظر ڈال کر اصل اور نقل کی تمیز کر لیتا ہوں اور میری یہ صلاحیت صرف کرنسی تک ہی محدود نہیں ہے۔ میں اصلی اور نقلی زیورات اور قیمتی پتھر بھی اتنی آسانی سے شناخت کر لیتا ہوں۔"

مادام کلارا بے جان سے انداز میں صوفے پر گر پڑی "سمجھ میں نہیں آتا کہ تم چیز کیا ہو" اس نے بے بسی سے کہا "کبھی تم نے کسی سے دھوکا بھی کھایا ہے؟"

"دھوکے کھا کھا کر ہی تو اس مقام تک پہنچا ہوں" میں نے مسکرا کر کہا "مگر لوگ سمجھتے ہیں کہ مجھے گھر بیٹھے سب کچھ حاصل ہو گیا ہے۔"

"اور اگر تمہیں ان نوٹوں کے جعلی ہونے کے بارے میں علم نہ ہوتا تو ......؟" مادام کلارا نے پوچھا۔

"فلورا کو ساتھ لے کر فرار ہو گیا ہوتا۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو" مادام کلارا ہنس پڑی "کوئی بھی اپنی نیت کا کھوٹ اتنی صفائی سے ظاہر نہیں کرتا۔"

"تم غلط چکر میں پڑ کر خود کو الجھا رہی ہو۔ مجھ پر شبہ کر کے اور میرے بارے میں سوچ سوچ کر خود کو ہلکان کر رہی ہو۔ کہ اس سے تمہیں کچھ فائدہ نہیں ہو گا بلکہ نقصان ہی ہو گا۔ اصل مسئلے کی طرف سے تمہاری توجہ ہٹ جائے گی۔ تمہارا اصل مسئلہ ریناسالومن ہے۔ اس کی تنظیم فالکن جدید سائنٹیفک طریقے پر کام کرتی ہے اور تم انہی فرسودہ طریقوں میں الجھی ہوئی ہو۔ اگر یہی حال رہا تو وہ تم پر چھا جائے گی۔"

"مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں؟" مادام کلارا نے بے بسی سے کہا "زندگی میں پہلی بار اتنی بے بسی محسوس کر رہی ہوں۔"

"معاف کرنا تم نے ریناسالومن کو بے نقاب کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش کی ہی نہیں ورنہ یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا۔"

"تو تم نے ہی کون سا تیر مار لیا ...... سوالات تو تم نے بہت سے کئے تھے مگر نتیجہ کیا نکلا؟"

"اس حد تک تو ثابت ہو گیا کہ اس کی معلومات کا ذریعہ تمہارے اپنے لوگ ہیں۔ دیکھ لو وہ اس کے لئے کتنے اہم کام سرانجام دے رہے ہیں ...... اب تم اپنے ہی آدمی کی زبان نہ کھلوا سکو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"میں تو پاگل ہو کر رہ گئی ہوں" کلارا نے کہا "معلوم نہیں کون کون اس کے لئے کام کر رہا ہو گا۔"

ٹرانسمیٹر پر موصول ہونے والی کال سے ہماری گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ کلارا نے کال اٹینڈ کی۔ دوسری طرف میری توقع کی مطابق تہذیب تھی۔

"تم ہی اس سے بات کرو" کلارا نے مجھ سے سرگوشی میں کہا اور میں آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر کے پاس پہنچ گیا "مجھے بہت افسوس ہے میڈم سالومن!" میں نے بلا کسی تمہید کے کہا "آپ نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا؟"

"بکواس مت کرو" تہذیب نے بڑے خراب لہجے میں کہا "دھوکا تو ہمارے ساتھ ہوا ہے۔ تم نے ہمارے آدمی کو کیوں اغوا کیا؟"

"مجھے شبہ تھا کہ جو چیز وہ میرے حوالے کر رہا ہے وہ ہماری مطلوبہ شے نہیں ہے۔ اسے میں محض احتیاطاً اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اگر تصدیق ہو جاتی کہ اس کے دیئے ہوئے پیکٹ میں مائیکرو فلمیں ہی ہیں تو ہم اسے چھوڑ دیتے مگر اب یہ ممکن نہیں ہے۔"

"جھوٹ مت بولو ایڈم! تمہاری نیت میں فتور تھا۔ تم ہمیں کسی طرح بھی مطمئن نہیں کر سکتے۔ تم اس کے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے ہو لیکن یاد رکھو تم اس کی زبان نہیں کھلوا سکو گے۔ ایگلز کے بہت سے لوگ ہمارے لئے مستقل کام کرتے ہیں اور تم ان میں سے ایک کی بھی نشان دہی نہیں کر سکے۔ وہ ہمارے لئے کام کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ہمارے لئے کام کرنے والا کبھی زبان نہیں کھولتا۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے ریناسالومن! ہمارے پاس تشدد کرنے کے ایسے ایسے طریقے ہیں کہ ایک بار تو مردہ بھی بول پڑے۔"

"مادام کلارا کو بتا دو کہ اس نے تباہی کو دعوت دی ہے۔ آج کی رات یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ تم نے ہم سے جو بدعہدی کی ہے اس کا نتیجہ تمہارے حق میں کتنا خطرناک نکلنے والا ہے۔ یاد رکھنا آج کی رات جو کچھ ہو گا وہ صرف ابتدا ہو گی۔"

پھر تہذیب نے جواب سنے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔ میں نے بھی ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر کے ایک طویل سانس لی۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ اس کے آدمی کو اغوا کرنا ٹھیک نہیں ہو گا، مگر تم نہیں مانے۔ اب دیکھو وہ کیا کرتی ہے۔ اندھیرے سے آئے ہوئے تیر کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ معلوم نہیں اس کے عزائم کیا ہیں؟"

"مجھے الزام مت دو کلارا! نتیجہ ہر صورت میں یہی نکلنا تھا۔ تم کیا سمجھتی ہو جعلی کرنسی پانے کے بعد اس کا ردِعمل بہت خوش کن ہوتا؟"

کلارا نے اثبات میں سر ہلایا "میں تسلیم کرتی ہوں کہ اس صورت میں بھی اس کا ردِعمل یہی ہوتا جواب ہے لیکن اب کیا کیا جائے؟"

"اس وقت تمہیں اس پر ایک فوقیت حاصل ہے۔ اسے استعمال کراوگی تو تم فتح یاب بھی ہو سکتی ہو۔ ورنہ پھر خاموشی سے انتظار کرو۔"

"تمہارا اشارہ جیمس چارلی کے باڈی گارڈ کی زبان کھلوانے کی طرف ہے تو کیا ضروری ہے کہ وہ ریناسالومن کے لئے ہی کام کر رہا ہو۔ ممکن ہے اس کی خدمات محض عارضی طور پر حاصل کی گئی ہوں۔"

"شاید تمہاری سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دینے لگی ہیں" میں نے کلارا کو گھورا "اتنی بڑی رقم وصول کرنے کے لئے انتہائی خاص آدمی کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں ورنہ کون اتنی بڑی رقم چھوڑے گا۔"

"مجھے اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہو رہا ہے" کلارا نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے دباتے ہوئے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔"

"تم نے غلطیوں پر غلطیاں کی ہیں کلارا! تمہیں شروع میں ہی ریناسالومن کے مطالبات مان لینے چاہئے تھے۔ اس کے بعد تم خاموشی سے اس تک پہنچنے کی کوشش کرتی رہتیں مگر تمہیں اپنی طاقت پر بہت زعم تھا۔ اب جو بھی ہو تمہیں ہی بھگتنا ہے۔"

٭٭٭

"تمہاری کارکردگی حیران کن ہے" تہذیب مجھ سے کہہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہی تھی "تم نے میڈم کلارا کو پوری طرح مٹھی میں لے لیا ہے۔"

"میں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہوں" میں نے کہا "جب تک رینڈل کا سراغ نہیں مل جاتا۔ میں مطمئن نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے وہ میرے ساتھ محض دکھاوا کر رہی ہو۔"

"بعض اوقات تم احمقانہ حد تک محتاط ہو جاتے ہو۔" بڈ نے کہا "انہوں نے اچھی طرح سے تمہارا امتحان کر لیا ہے پھر وہ تم پر اعتبار کیوں نہیں کریں گے؟"

"مجھے سب سے زیادہ جو چیز کھٹک رہی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے میرے ماضی کو جاننے پر زیادہ زور نہیں دیا...... آخر کیوں؟"

"انہیں ایک کار آمد آدمی مل گیا...... اس کے علاوہ انہیں اور کیا چاہئے" بڈ نے کہا "کیا وہ تمہارے ماضی کا اچار ڈالیں گے؟"

"ایگلز جیسی تنظیم میں اس بات کی اہمیت ہے۔ اگر وہ یوں آنکھیں بند کر کے ہر کس و ناکس کو اپنے گروہ میں شامل کرنے لگیں تو دو دن بھی نہیں چل سکیں گے۔"

"چلو جو بھی ہوگا سامنے آجائے گا" تہذیب نے کہا۔ "اس وقت تو ہمیں اپنے مشن کی طرف توجہ دینی چاہئے۔"

"اب توجہ دینے کو رہ ہی کیا گیا ہے" میں نے کہا "وقت مقررہ پر بٹن دبانے کی دیر ہے۔"

علی گروپ کے ارکان کی گزشتہ رات بہت مصروف گزری تھی۔ میں نے ان سے پہلی بار بھرپور طریقے سے کام لیا تھا۔ شی گورائے میں ایگلز کے چاروں اڈوں پر ریموٹ کنٹرول بم فٹ کر دیے تھے۔ سارا پروگرام میرا ترتیب دیا ہوا تھا اور ہر چیز پہلے ہی طے کر لی گئی تھی۔ چوں کہ میرا پروگرام یہ تھا کہ جو شخص بھی رقم وصول کرنے آئے گا اسے اغوا کر لوں گا لہٰذا علی گروپ کے کسی رکن کو استعمال کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ چناں چہ اسکیم کی مطابق بڈ نے ایگلز کے ایک کارندے کو جھانسہ دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ رقم وصول کر لائے۔ اس بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ وہ کتنے بڑے عذاب میں پھنسنے والا ہے۔ اس کے بعد کے پروگرام بھی چوں کہ پہلے سے طے شدہ تھے لہٰذا گزشتہ رات ہی ایگلز کے چار اہم ٹھکانوں پر بڑی تباہ کاری پھیلانے والے بم نصب کر دیے گئے تھے۔ چوں کہ چاروں مقامات ایسے تھے جہاں عام لوگوں کے داخلے پر پابندی نہیں تھی اس لئے بموں کی تنصیب میں دشواری نہیں ہوئی تھی اور اسی بنیاد پر تہذیب نے ریناسالومن کی حیثیت میں دھمکی دی تھی۔

آج رات واقعی ایگلز کے لئے بڑے نقصانات لانے والی رات تھی۔

"ہمیں کلارا کی رہائش گاہ پر بھی توجہ دینی چاہئے چیف!" بڈ نے کہا "اس کے بغیر بات بنے گی نہیں۔"

"تم بہت بے صبرے ہو جاتے ہو۔ یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں اچانک مار دیا جائے۔ انہیں تو تڑپا تڑپا کر مارنے میں لطف آتا ہے۔"

"وہاں حفاظتی انتظامات کی کیا نوعیت ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"یہ بات تو طے ہے کہ کلارا نے اپنی حفاظت کے لئے غیر معمولی انتظامات کر رکھے ہوں گے" میں نے جواب دیا "گیٹ کے علاوہ چار دیواری کے اندر احاطے میں بھی مسلح محافظ گشت کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ انہیں شکست دی جا سکتی ہے۔ مسئلہ تو اس حفاظتی نظام کا ہے جو نظر نہیں آتا۔ ہمیں اس حفاظتی نظام کو شکست دینی چاہئے۔"

"پھر تم نے اس حفاظتی نظام کو ناکارہ کرنے کے لئے کیا تدبیر سوچی ہے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہمیں اس حفاظتی نظام کے بارے میں مکمل معلومات حاصل ہوں۔ تبھی کچھ کیا جا سکتا ہے۔"

"کلارا کا قصہ پاک کرنے کے لئے ہم طویل انتظار کے متحمل نہیں ہو سکتے اور تم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ سے خاصا طویل ہے" تہذیب نے کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"تم اس قدر فکر مند کیوں ہو رہی ہو؟" میں نے مسکرا کر کہا "میرے ذہن میں اس کا حل بھی موجود ہے۔"

"تمہاری اس عادت سے مجھے چڑ ہے" تہذیب نے بڑ کے سامنے کر کہا "خواہ مخواہ اپنی اسکیم کو چھپانے کی کوشش کرتے ہو۔ کیا ہم لوگ کسی سے کہہ دیں گے؟"

مجھے ہنسی آگئی "کیا تم پر بھی بڈ کا رنگ چڑھ رہا ہے۔ از بے تابی کا مظاہرہ تو اس کی طرف سے ہوتا ہے۔"

"میں کب بے تابی کا مظاہرہ کر رہا ہوں" بڈ نے برا مان کر کہا "کب سے کسی لڑکی کی صورت نہیں دیکھی ہے مگر! لو...... مجال ہے کہ ایک حرفِ شکایت بڈ کی زبان پر آیا ہو۔"

"خبردار جو شی گورائے میں اس قسم کی حماقت کرنے کی کوشش کی۔ یہاں لینے کے دینے بھی پڑ سکتے ہیں۔"

"اب ذکر نکل ہی آیا ہے تو بتا ہی دو کہ بڈ کو کب تک کرنا پڑے گا۔"

"تم بہت ڈھیٹ آدمی ہو بڈ!" تہذیب نے بڈ کو ملامت آمیز نظروں سے دیکھا "تمہیں کسی چیز کا احساس نہیں ہوتا۔"

"کیوں نہیں ہوتا میڈم!" بڈ نے بڑے ادب سے کہا "اگر نہ ہوتا تو اس وقت یہ تذکرہ کیوں نکالتا۔"

تہذیب ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔ بڈ کے منہ لگنا فضول ہی ہوتا۔ وہ کم بخت اس قدر چکنی مٹی کا بنا ہوا تھا کہ اس پر کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔

"تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا بڈ!" میں نے کہا "امکان یہی ہے کہ شی گورائے کے بعد ہمیں لندن یا پیرس میں سے کسی جگہ جانا پڑے۔ وہاں تمہیں اپنی بے غیرتی کے مظاہرے کے لئے کسی لائسنس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"ہی ہی ہی ہی" بڈ دانت نکال کر ہنس پڑا "باتیں تم بڑی لچھے دار کرتے ہو چیف! ویسے ہمیں یہاں کتنے دن اور لگ جائیں گے؟"

"تمہاری مشکلیں کٹنے میں دو چار روز سے زیادہ نہیں لگیں گے" میں نے خاصے تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اور تل ابیب جانے کا چانس کب ملے گا؟" بڈ نے ندیدے پن سے پوچھا۔

"کیوں؟" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے کہا "تل ابیب سے تمہیں کیا دلچسپی پیدا ہو گئی؟"

"وہاں یہودی لڑکیاں بڑی کثرت سے مل جاتی ہیں چیف!" بڈ نے منہ چلاتے ہوئے کہا "لڑکی اگر یہودی ہو تو خوب صورتی اور بے باکی کی یکجائی لازمی ہو جاتی ہے۔"

عاطف اور طلحہ حیرت سے بڈ کی باتیں سن رہے تھے۔ ان کے سامنے بڈ نے مجھ سے پہلی بار اس طرح بات کی تھی۔

"ہم لوگ یہودیوں کے خلاف کام کر رہے ہیں مسٹر بڈ!" طلحہ نے کہا "اگر ہم اس انداز میں سوچنے لگے تو کہیں کے نہیں رہیں گے۔"

"بڈ کسی اور کے نظریے کے لئے کام نہیں کرتا مسٹر" بڈ نے اکڑ کر کہا "بڈ کا اپنا ایک نظریہ ہے۔ تم لوگوں کے نظریات سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہے۔"

"آپ کا نظریہ کیا ہے مسٹر بڈ؟" عاطف نے حیرت سے پوچھا۔

"میرا نظریہ ہے کہ علی اور تہذیب مالکم ایکس۔ ان کا ہر حکم بجا لانا بڈ اپنا فرض سمجھتا ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی مجھ سے کہے گا کہ عاطف اور طلحہ کو مار دو تو میں یہ دیکھے بغیر انہیں شوٹ کر دوں گا کہ وہ کس رنگ و نسل یا مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"آپ تو بڑے عجیب آدمی ہیں مسٹر بڈ!" طلحہ بڑبڑایا "ہم تو سمجھتے تھے کہ آپ......"

"تم غلط سمجھے تھے" بڈ نے اکھڑ انداز میں کہا "اب تم اپنی اصلاح کر لو۔"

"برا ماننے کی ضرورت نہیں ہے" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص ہمارے نظریے سے متفق ہو اور نہ ہی دوسروں پر اپنے نظریات ٹھونسنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہمارے لئے اتنا کافی ہے کہ بڈ ہمارے ساتھ کام کر رہا ہے۔"

عاطف اور طلحہ کندھے اچکا کر رہ گئے۔ ان کا خیال اب بھی یہی تھا کہ جو شخص بھی ان کے ساتھ کام کر رہا ہے اسے ان کے نظریات سے بھی متفق ہونا چاہئے۔ ان لوگوں کے لئے بڈ کو سمجھنا ایک مسئلہ تھا۔ وہ نہیں سمجھتے تھے کہ بڈ بجائے خود ایک مسئلہ ہے۔ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔ ایک معمہ ہے، سلجھنے کا نہ سلجھانے کا۔

"ہم یہاں سے جلدی بھی نکل سکتے ہیں چیف! اگر تم جان بوجھ کر دیر کر رہے ہو" بڈ نے کہا "مادام کلارا ہی تو ہمارا مسئلہ ہے۔ اس کے اتنے قریب جا کر بھی تم اسے ٹھکانے لگائے بغیر چلے آئے، مجھے حیرت ہے۔"

"ایگلز میں افراتفری پھیلانا اس سے بھی بڑا مقصد ہے بڈ! اگر ایک مادام کلارا کو ٹھکانے لگا دینے سے مسئلہ حل ہونے والا ہوتا تو میں اسے یہ سوچے بغیر ٹھکانے لگا دیتا کہ اس کے بعد میں اس کے محل سے کس طرح نکل سکوں گا لیکن فرض کرو میں نے اسے ٹھکانے لگا بھی دیا تو کیا ہوگا؟ اس کی جگہ کوئی اور لے گا اور ایگلز کا کاروبار یوں ہی چلتا رہے گا۔ نہیں بڈ! اسے ٹھکانے لگانے سے قبل ایگلز کی بنیادیں ہلانا بہت ضروری ہے۔"

"کیا صرف شی گورائے میں ان کے چند مراکز تباہ کر دینے سے ان کی بنیادیں ہل جائیں گی؟" بڈ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا بڈ کہ ہم ان کے محض چند ٹھکانے تباہ کر دینے پر اکتفا کر لیں گے اور پھر تم نے یہ بات بھی نظر انداز کر دی کہ ان کی بنیادیں تو ہل بھی چکیں۔ ریناسالومن کی صورت میں جو اسٹنٹ ہم نے کھڑا کیا تھا وہ توقع سے بڑھ کر مفید ثابت ہوا۔ اس وقت کلارا اپنے سائے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے بھی بھڑک رہی ہوگی۔ اپنے گروہ کے ہر فرد کے بارے میں وہ اسی شبہے میں مبتلا ہوگی کہ کہیں وہ بھی فالکن کا ایجنٹ نہ ہو۔ ریناسالومن اور فالکن اس کے اعصاب پر سوار ہوگئے ہیں۔ بنیادی بات یہی ہے کہ انہیں انتشار میں مبتلا رکھا جائے۔ جہاں انہیں ذرا سا سکون میسر آتا ہے یہ لوگ سازشیں شروع کردیتے ہیں۔"

*****

فلورا کمرے میں موجود نہیں تھی۔ میں نے اسے اپنے طور پر وقت گزارنے کی جو اجازت دی تھی، یقیناً وہ اس سے بھرپور استفادہ کر رہی ہوگی۔ میں کپڑے تبدیل کئے بغیر بیڈ پر دراز ہوگیا۔ رات کا کھانا میں تہذیب کے ساتھ کھا کر آیا تھا اور ابھی کوئی کام بھی نہیں تھا اسی لئے ذرا دیر آرام کیا جا سکتا تھا۔ زیادہ دیر اس لئے نہیں کہ بم بلاسٹ کرنے کے لئے تین بجے کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔ یہ ایسا محفوظ وقت تھا جب کسی جگہ کسی غیر متعلق شخص کی موجودگی کا امکان نہیں ہوتا تھا لہٰذا جو بھی تباہی پھیلتی اس سے صرف وہ جرائم پیشہ لوگ متاثر ہوتے جو ایگلز کے لئے کام کر رہے تھے۔ ان لوگوں میں زیادہ تر تعداد مقامی مجرموں کی تھی، ایگلز کے اصل گرگے ...... یہودا نسل۔

میں آنکھیں بند کئے بیڈ پر لیٹا رہا۔ یہودیوں کی ریشہ دوانیاں روز بروز بڑھتی جارہی تھیں۔ متعدد صیہونی تنظیمیں پوری دنیا میں سرگرم عمل تھیں اور ان سب کا مطمع نظر ایک ہی تھا۔ عظیم تر اسرائیل کا قیام۔ یہودیوں نے عظیم تر اسرائیل کے قیام کو مذہب کا جو درجہ دے دیا تھا۔ اس کا موثر مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں نے کچھ نہیں کیا تھا۔ صیہونی نواز مغربی قوتوں نے مسلمانوں کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرکے ان کی قوت کو پارہ پارہ کردیا تھا۔ انہیں ایسے گورکھ دھندوں میں الجھا دیا تھا کہ اب انہیں کسی اور طرف دیکھنے کی فرصت ہی نہیں تھی۔ اسرائیل میں فلسطینیوں پر جو مظالم ڈھائے جارہے تھے وہ پوری دنیا میں کسی سے ڈھکے چھپے نہیں تھے۔ مگر ان کی مدد کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ امریکا بہادر علی الاعلان اسرائیل کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ اس نے اسرائیل کو ایسے ہتھیاروں سے نواز دیا تھا کہ اب عرب مملکتوں کے لئے اس پر فتح پانا تقریباً ناممکن ہو کر رہ گیا تھا۔ دوسری طرف روس تھا۔ اس کا کردار بھی کچھ اچھا نہیں تھا تاہم امریکا سے تو بہتر ہی تھا۔ کم از کم وہ جمہوریت کا عالمی چیمپئن بننے کی کوشش تو نہیں کرتا تھا۔ بظاہر وہ اسرائیل کے خلاف اور مسلمانوں کے حق میں تھا لیکن

در پردہ وہ بھی اسرائیل کا حامی تھا۔ عرب اسرائیل کر[اؤ] سے فائدہ اٹھا کر اس نے عربوں کو اپنے کم موثر ہتھ[یار] فروخت کئے اور ان سے خوب رقم اینٹھی۔ ہر جنگ کے [بعد] پر یہ ثابت ہوا کہ روسی سامانِ حرب کی امریکی ہتھیاروں [کے] سامنے کوئی وقعت نہیں ہے۔ دنیا کی دو سپر پاورز نے اسرائیل کو اتنا مضبوط بنا دیا تھا کہ اب اس کی شکست ناممکن نظر آتی تھی مگر وہ فلسطینیوں کو دبانے میں ناکام [رہے] تھے، فلسطینیوں نے اسرائیل کی شکست تک جدوجہد [جاری رکھنے کا عزم] کر رکھا تھا۔ ان کا عزم آہنی تھا اور آہنی عزم کے [سامنے] جدید ترین ہتھیار بھی بے وقعت ہوجاتے ہیں۔

فلسطین کے مظلوم عوام کی جدوجہد سرزمینِ عرب [پر] جاری تھی اور میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ پوری [دنیا میں] ان کا مقابلہ کر رہا تھا۔ یہودیوں نے مجھے اپنا دشمن نمبر [ایک] قرار دے دیا تھا۔ میں ہی ان کے مایہ ناز ایجنٹ اولیو ہاورڈ [کے] قتل کا ذمے دار تھا اور اب اس کا ایک نام نہاد جا[نشین] میرے مقابل تھا۔ موشے ہاورڈ اور گولڈن ایگلز کے نا[م] سے پہچانے جانے والے اس شخص کا اصل نام رینڈل تھا۔ وہ مجھے اپنے لئے اولیو ہاورڈ سے بھی زیادہ خطرناک نظر آرہا تھا۔ اس کا پس پردہ رہ کر کام کرنے کا طریقہ [اسے] زیادہ محفوظ بناتا تھا لیکن وہ کسی بھی وقت میدان عمل [میں] سکتا تھا۔ اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب وہ اچانک شوالو کے میک اپ میں گوٹے ہل ایئرپورٹ پر نمودار [ہوا اور] پھر اس نے میرا کامیاب اغوا کرلیا۔ اگر میں نے اسے نہ پہچان لیا ہوتا تو میں بھی اسی خوش فہمی [میں] رہتا کہ وہ فیلڈ ایجنٹ نہیں ہے بلکہ ایسا بگ باس ہے [جو] بیٹھ کر احکامات صادر کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں [کرتا]۔ اس کی زندگی کا سب سے بڑا مشن مجھ سے انتقام لینا [تھا]۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ وہ کچھ اور کر ہی نہیں [رہا]۔ جزیرہ مرگ پر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ [وہاں] دہشت گردوں کی فوج تیار کی جارہی ہے۔ مگر مجھے نہیں [معلوم] تھا کہ رینڈل اور کون کون سے منصوبوں پر کام کر رہا [ہے]۔

گوٹے ہل ایئرپورٹ سے اغوا کے بعد سے اب تک خاصے نشیب و فراز آئے تھے۔ جزیرہ مرگ پر چھ ماہ گزارنے کے بعد میں رینڈل کو جھانسہ دے کر [نکلا تو] ٹیرس دھوکا کھا گیا اور یہ سمجھ کر مجھے قید کردیا کہ [خدا] نخواستہ یہودیوں سے مل گیا ہوں۔ تہذیب اور بڈ[ی] نے قید سے نجات دلائی۔ پھر ڈیوڈ ریان مجھ سے مل گیا [جس] نے اسے قتل کرانے کی کوشش کی تھی۔ بس اسی [وقت سے] میرا پلہ بھاری ہوگیا۔ ڈیوڈ ریان سے حاصل ہونے والی قیمتی معلومات کی روشنی میں میں نے ایک مشن ترتیب دیا تھا۔ رینڈل تک پہنچنے کے لئے میں نے وہی طریقۂ کار اپنانے کا فیصلہ کیا تھا جس پر وہ خود عمل پیرا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ جب تہذیب نے مجھے اس کے بارے میں معلومات فراہم کی تھیں تو وہ بوگس ثابت ہوئی تھیں۔ رینڈل نے کہا تھا کہ تہذیب کو وہی کچھ معلوم ہوسکا جو رینڈل نے چاہا۔ گویا پہلی بار اس نے تہذیب کو مکمل شکست سے ہم کنار کیا تھا لیکن اب میں نے بساط الٹ دی تھی۔ رینڈل کی حکمت عملی کو میں خود اسی کے خلاف استعمال کر رہا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ خود کہاں ہوگا لیکن مجھے یہ یقین تھا کہ وہ جہاں بھی ہوگا سکون سے نہیں ہوگا۔ شی گورائے میں رونما ہونے والے حالات سے پوری طرح باخبر ہوگا۔ ریناسالومن نے اس کی راتوں کی نیند اور دن کا سکون لوٹ رکھا ہوگا۔ مادام کلارا کی حالت تو میرے سامنے تھی۔

اور پھر ان لوگوں کے لئے ایک مصیبت اور بھی تھی جسے میں گوٹے ہل میں چھوڑ آیا تھا۔ اس مصیبت کا نام تھا ٹابنس ڈلے ..... مادام کلارا ابھی بنس ڈلے کے لگائے ہوئے زخم سے سنبھلنے بھی نہیں پائی تھی کہ اس پر ریناسالومن [نا]زل ہوگئی جو اسے نقصان پہنچائے جارہی تھی مگر اس کا کوئی [سُ]راغ نہیں مل رہا تھا۔ اور نہ ہی ملنے کی امید تھی۔ بنس ڈلے [کی] طرف تو وہ اس وقت توجہ دیتے جب انہیں ریناسالومن [سے] نجات ملتی۔

اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور فلورا اندر داخل ہوئی۔ [اسے] دیکھ کر کوئی بھی کہہ سکتا تھا کہ وہ کسی تقریب سے آرہی [ہے]۔ "تم کب آئے؟" اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے قدرے بے رخی سے کہا۔

"کافی دیر ہوگئی" میں نے کہا "لیکن تم کچھ ناراض لگ رہی ہو، خیریت تو ہے؟"

"مجھے تم پر غصہ آرہا ہے" اس نے منہ پھلا کر کہا "اگر [چند] دن اور تمہارے ساتھ گزارنے پڑگئے تو خودکشی کرنے کی بجائے ابد تک بور ہوجاؤں گی۔"

"بات کیا ہوگئی؟" میں نے حیرت سے کہا "میں نے تم پر کوئی پابندی تو نہیں عائد کی ..... تم کہیں بھی جانے آنے کے لئے مکمل طور پر آزاد ہو۔"

"لیکن تمہاری وجہ سے مجھ پر جو پابندیاں مادام کلارا کی [طرف] سے عائد کردی گئی ہیں ان کا کیا ہوگا؟" فلورا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "میں کراؤن کلب چلی گئی تھی۔ وہاں

مادام کلارا کا فون آگیا اور مجھ سے جواب طلبی کی گئی کہ میں تمہیں چھوڑ کر ہوٹل سے کیوں ہٹی۔ یہ پہلا موقع ہے کہ کسی سے اس طرح براہِ راست جواب طلبی کی گئی ہو اور اب میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔"

"ٹھیک ہے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میں مادام کلارا کو مطلع کردوں گا کہ تم میرے ساتھ خوش نہیں ہو تاکہ مجھ سے تمہاری جان چھوٹ جائے۔"

فلورا بے یقینی سے مجھے دیکھنے لگی "تمہیں معلوم ہے اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟" اس نے کہا "مجھے تم سے الگ کردیا جائے گا اور تم اپنی لک سے محروم ہوجاؤ گے۔"

"زبردستی کے سودے مجھے بھی پسند نہیں رہے، اگر تم میرے ساتھ اس قدر ناخوش ہو تو مجبوراً مجھے وہی کرنا پڑے گا جو میں نے کہا ہے، خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ نکلے۔"

"نن .... نہیں" فلورا ہکلا گئی "تم مادام کلارا سے کچھ نہیں کہو گے۔"

"کیوں نہیں کہوں گا" میں نے اسے گھورا "مجھ سے یہ بات برداشت ہو ہی نہیں سکتی کہ کوئی شخص اپنی مرضی کے خلاف زبردستی میرے ساتھ رہے۔"

"تت .... تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے .... میں تمہارے ساتھ ناخوش تو نہیں ہوں۔"

"کیسے ناخوش نہیں ہو" میں نے آنکھیں نکالیں "تمہارے چہرے کے تاثرات تمہارے الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہے۔"

اسے اندازہ ہوگیا کہ بات بگڑ چکی ہے۔ وہ سمجھ رہی تھی میں اس کی خوشامد کروں گا اس لئے کہ وہ میری مجبوری ہے۔ آخر میں نے اسے اپنی لک قرار دیا تھا۔ اس کے خیال میں یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ میں اس سے دست بردار ہوجاتا۔ اسی لئے وہ نخرے دکھا رہی تھی۔ روٹھنے کا مظاہرہ کر رہی تھی تاکہ میں اسے مناؤں، عورت خواہ دنیا کے کسی خطے سے کیوں نہ تعلق رکھتی ہو اس کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اسے چاہا جائے، وہ روٹھے اور کوئی اسے منائے۔ فلورا کو یقین تھا کہ وہ روٹھے گی تو میں اسے مناؤں گا، اس کی خوشامدیں کروں گا لیکن میرا برعکس ردِعمل دیکھ کر وہ بوکھلا گئی۔ بوکھلا اس لئے گئی کہ عورت ہونے کے سوا اس کی حیثیت اور بھی تھی جسے اس نے فراموش کردیا تھا اور وہ حیثیت تھی ایگلز کی کارکن کی۔ اپنی اسی حیثیت میں وہ کسی ایسے حکم سے انکار نہیں کر سکتی تھی جو اسے ایگلز کی طرف سے ملا ہو۔ میں اس بات سے بہت اچھی طرح واقف تھا کہ اس کی پوزیشن کتنی نازک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے۔ اسی لئے میں بھی پھیل گیا تھا۔ بات اب کچھ اور ہو گئی تھی۔ اب میں اس کی ضرورت تھا۔ اسے مجھ پر نظر رکھنے کا حکم ملا ہو گا۔ مجھ پر نظر رکھنے کے لئے اس سے بہتر اور کون ہو سکتا تھا لیکن اگر میں اس کی شکایت کر دیتا تو اسے سخت سزا ملتی۔ کچھ عجب نہیں کہ اسے ایگلز سے نکال باہر کیا جاتا۔ ایک معمولی سی ذمے داری پوری نہ کر سکنے کے بعد ایگلز میں اس کی موجودگی کا جواز بھی نہیں رہ جاتا تھا۔

"ارے میں تو مذاق کر رہی تھی" اچانک فلورا نے قہقہہ لگایا۔ اس کے تاثرات یکدم ہی تبدیل ہو گئے تھے۔

"اچھا" میں نے بھی جواب میں ایک قہقہہ لگایا "میں بھی مذاق کر رہا تھا۔ چیک کر رہا تھا کہ تم کتنے پانی میں ہو ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مجھ جیسے وجیہہ آدمی سے کوئی لڑکی منہ موڑ لے۔"

فلورا بری طرح جل گئی ہو گی مگر منہ سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ میں اسے ایسی دھمکی دے چکا تھا جس کے بعد وہ میری مرضی کے خلاف ایک لفظ بولنے کی بھی ہمت نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے تاثرات سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جل بھن کر کباب ہو گئی ہو گی مگر وہ کوشش کر رہی تھی کہ کسی طرح اپنے جذبات کا اظہار نہ ہونے دے۔

"تم کچھ بول نہیں پائیں" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی؟"

"نہیں، تم تو شہزادہ گلفام ہو۔ تمہیں کوئی لڑکی بھلا کس طرح ٹھکرا سکتی ہے۔ میرا خیال ہے تمہارے پیچھے تو لڑکیوں کی فوج لگی رہتی ہو گی۔"

"گویا میرا اندازہ درست تھا" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "تم میرے ساتھ خوش نہیں ہو۔ تمہارے لہجے سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اب مجھے مادام کلارا سے بات کرنا ہی ہو گی۔"

"میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی" فلورا سنبھل کر مسکرائی "تمہاری شخصیت میں واقعی ایسی وجاہت ہے کہ لڑکیاں تمہاری قربت کی تمنا کرتی ہوں گی" اس بار اس کے لہجے میں شیرینی تھی اور اس شیرینی نے جھنجلاہٹ اور خوف کی انتہا سے جنم لیا تھا۔

"تم بہت سمجھ دار ہو فلورا!" میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا "اور تمہارا ذوق بھی بہت عمدہ ہے۔"

فلورا کچھ نہیں بولی۔ شاید اس نے مناسب یہی سمجھا ہو گا کہ میرے سامنے کم سے کم بات کرے تاکہ اس کے منہ سے کوئی اوندھی سیدھی بات نہ نکلنے پائے۔

"تم کراؤن کلب گئی تھیں۔ وہاں ایڈگر اور ٹونی کہیں دکھائی دیے؟"

"نہیں ..... وہ دونوں زیر عتاب ہیں، اگر ان کا صرف تمہیں لوٹنے کی حد تک ہوتا تو شاید ان کی گلو خلاصی ہو جاتی مگر وہ تو اس سے بھی آگے بڑھ گئے تھے۔ اب ا بہت سخت سزا دی جائے گی۔"

"ہوں" میں نے اثبات میں سر ہلایا "اب تمہار پروگرام ہے۔ بارہ بج چکے ہیں، کیا سوؤ گی نہیں؟"

"میرا تو کافی پینے کو جی چاہ رہا ہے" فلورا نے یو جیسے مجھے چڑانا چاہ رہی ہو۔ اسے کیا معلوم تھا کہ م جاگنے کے موڈ میں ہوں۔

"جی تو میرا بھی چاہ رہا ہے" میں نے کہا "مگر یہاں کافی شاپ میں چل کر پئیں گی۔"

"چلو" فلورا کھل اٹھی اور ہم دونوں کمرے سے نکل آئے۔ کمرے سے باہر راہداری میں نکلا تو مجھ محسوس ہوا جیسے کوئی شخص راہداری میں موجود تھا جو باہر نکلتے دیکھ کر چھپ گیا ہو۔ میں نے فلورا کی طرف دیکھ اس کے چہرے پر کوئی خاص تاثر نہیں تھا۔

میں محتاط ہو گیا۔ معلوم نہیں راہداری میں کون میں اور فلورا لفٹ کی طرف بڑھ رہے تھے کہ راہداری موڑ پر مجھے ایک شخص نظر آیا جس نے سیاہ سوٹ پہن ر اس کے سر پر سیاہ فلیٹ ہیٹ تھا اور ٹائی بھی سیاہ تھی سیدھا ہماری طرف آ رہا تھا۔

"آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں جناب؟" اس نے مودبانہ انداز میں مجھ سے پوچھا۔

"تم کون ہو؟" میں نے بگڑے ہوئے تیوروں کے اس سے سوال کیا۔

"ہمیں مادام کلارا کی طرف سے آپ کی نگرانی کا حکم ملا ہے جناب!" اس نے بدستور مودبانہ انداز "آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ آج کی رات اپنے کمرے محدود رہیں۔"

"یہ مشورہ تمہارا ہے یا.....؟"

"ہم لوگ اپنی مرضی سے کوئی قدم نہیں اٹھا جناب" اس نے کہا "مادام جو حکم دیتی ہیں اسے ب ہیں۔"

"مادام کلارا کا شکریہ ادا کر دینا اور ان سے کہنا نگرانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"مادام کلارا کا خیال ہے کہ آج رات ریناسالومن کی طرف سے کوئی خطرہ پیش آسکتا ہے۔"

"فرض کرو، میں تمہارا کمرے تک محدود رہنے کا مشورہ ماننے سے انکار کروں تو.....؟"

"ہم کیا کر سکتے ہیں جناب!" اس نے بے بسی سے کہا "ہمیں تو آپ کی نگرانی کا حکم ملا ہے۔ ہم اپنا کام پورا کرتے رہیں گے۔"

"اب ہم کافی شاپ میں کافی نہیں پئیں گے" میں نے فلورا سے کہا۔

"ہمیں مادام کلارا کے مشورے کا احترام کرنا چاہئے" فلورا نے اثبات میں سر ہلایا اور کمرے کی طرف پلٹنے لگی۔

"ادھر کہاں جا رہی ہو..... میرا مطلب تھا اب ہم کسی اور ہوٹل میں چلیں گے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" فلورا نے حیرت سے کہا "کیا تم نے مادام کا حکم نہیں سنا؟"

"ایڈم ڈی فلوک اپنے افعال میں مکمل خود مختار ہے" میں نے نخوت کا مظاہرہ کیا "اس قسم کے احکامات دوسروں کے لئے ہوتے ہیں۔"

"تمہیں اگر کافی پینی ہو تو کمرے میں چل کر پیو۔ میں تمہارے ساتھ ہوٹل سے باہر نہیں جاؤں گی۔"

"چلو" میں اس کا بازو پکڑ کر غرایا۔ فلورا اس سے قبل بھی میری گرفت کا کمال دیکھ چکی تھی اس کے چہرے پر مردنی چھا گئی تھی اور اس نے بے بسی سے سیاہ سوٹ والے کی طرف دیکھا۔

"آپ کو زبردستی نہیں کرنی چاہئے مسٹر فلوک!" سیاہ سوٹ والے نے کہا۔ اس کا لہجہ نرم تھا مگر اس میں دھمکی بھی پوشیدہ تھی۔

"اور اگر میں زبردستی پر اصرار کروں تو تم کیا کرو گے؟" میں نے تحقیر آمیز انداز میں کہا۔

"میں یہاں تنہا نہیں ہوں مسٹر فلوک! میرا ایک ساتھی اور بھی ہے" اس نے راہداری کے موڑ کی طرف دیکھا۔

"اچھا" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "گویا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔"

سیاہ سوٹ والے کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ ادھر میرا انداز دیکھ کر فلورا بری طرح نروس ہو گئی تھی۔

"رہنے دو ایڈی!" اس نے خوشامدانہ انداز میں کہا "خواہ مخواہ جھگڑا کرنے سے کیا فائدہ؟"

"جھگڑا میں کر رہا ہوں" میں نے آنکھیں نکالیں "تم دیکھ نہیں رہیں کہ یہ خود آ کر مجھ سے الجھا ہے۔"

"ہم بہت خراب لوگ ہیں مسٹر فلوک! اس سلسلے میں ہمیں کوئی واضح ہدایت نہیں ملی کہ ایسی صورت حال میں ہمارا ردِ عمل کیا ہونا چاہئے لہٰذا ہم آزاد ہیں۔"

"کیا تم لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے؟" اچانک فلورا بپھر گئی "تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ مسٹر فلوک سے الجھ کر تم اپنا ہی نقصان کرو گے۔"

"ہم سروں سے کفن باندھ کر میدانِ عمل میں اترتے ہیں مس فلورا!" سیاہ سوٹ والے نے کہا "لہٰذا کسی سے مرعوب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"ٹھیک ہے" فلورا نے جھنجلا کر کہا "میں مسٹر فلوک کے ساتھ اپنی مرضی سے جا رہی ہوں۔ اب تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے، آؤ ایڈی چلیں" اس نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور میں سیاہ سوٹ والے پر ایک تحقیر آمیز نظر ڈالتا ہوا فلورا کے ساتھ لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ سیاہ سوٹ والے کے چہرے پر ناگواری کا کوئی تاثر نہیں تھا۔ وہ ایگلز کا باقاعدہ تربیت یافتہ ایجنٹ معلوم ہو رہا تھا۔

"تم وحشی آدمی ہو" فلورا نے لفٹ میں نیچے جاتے

معاشرے کے جراثیم... مقبول ترین مصنف ... کی پہلی طویل معاشرتی ناول
آدھا چہرہ
ادھا چہرہ
ایجنٹ حضرات جلد رابطہ قائم کریں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
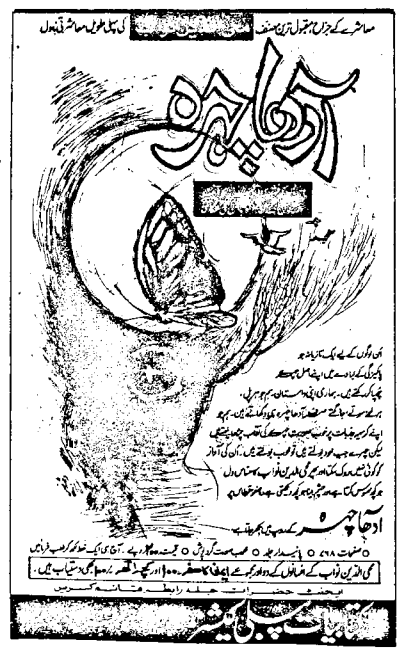
ہوئے مجھ سے کہا "بلاوجہ دوسروں سے الجھنے کے مواقع ڈھونڈتے پھرتے ہو۔"

"پھر وہی بات" میں نے جھنجلا کر کہا "وہ خود آکر مجھ سے الجھا تھا اور تم مجھ کو الزام دے رہی ہو۔"

"اچھا بابا" فلورا نے زچ ہو کر کہا "جو تم نے کیا وہی ٹھیک تھا۔ دوسرے تمام لوگ غلط ہیں بس ایک تم ہی درست ہو۔"

"اب تم نے ایک معقول بات کی نا" میں نے خوش ہو کر کہا اور فلورا بے زاری سے دوسری طرف دیکھنے لگی۔

گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر ہم لفٹ سے باہر نکلے "ضد چھوڑو ہم یہیں کافی پی لیتے ہیں" فلورا نے مجھ سے کہا۔

"ایڈم ڈی فلوک اپنے فیصلے تبدیل کرنے کا عادی نہیں ہے" میں نے کہا اور فلورا کی طرف دیکھے بغیر ہوٹل کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ فلورا میرے ساتھ ساتھ آرہی تھی۔

باہر آکر میں نے ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی کو ہاتھ دے کر روکا اور اسے بندرگاہ کے علاقے میں چلنے کو کہہ کر فلورا کے ساتھ ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ رات کے بارہ بج چکے تھے اس لئے ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر سے دگنے پیسے طلب کئے تھے اور میں اس سے بحث کئے بغیر تیار ہو گیا تھا۔

"ہم کہاں چل رہے ہیں؟" فلورا نے ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد مجھ سے پوچھا۔ وہ پیچھے رہ جانے کی وجہ سے یہ نہیں سن سکی تھی کہ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہاں چلنے کو کہا ہے۔

"کہیں نہ کہیں تو جا ہی رہے ہیں" میں نے کہا "جب پہنچیں گے تو تم دیکھ ہی لوگی۔"

"تم بہت ضدی بلکہ جھکی آدمی ہو" فلورا نے کہا "آخر ان کی بات مان لینے میں کیا حرج تھا؟ مادام نے جو بھی فیصلہ کیا ہے تمہارے مفاد میں ہی کیا ہے۔"

"ایڈم ڈی فلوک کو یہ ہرگز پسند نہیں ہے کہ اس کے مفادات کے فیصلے دوسرے کریں" میں نے خشک لہجے میں کہا اور فلورا نے خاموش ہو جانے میں ہی عافیت جانی۔

میرے ذہن میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ صرف اتنا تھا کہ اب سے چند ہی گھنٹے بعد ایگلز کے چار اڈوں پر تباہی پھیلنے والی تھی۔ میں چاہ رہا تھا کہ جس وقت وہ تباہی پھیلے میں ان کی نظروں کے سامنے موجود رہوں۔ پہلے میرا پروگرام تھا کہ فلورا کے ساتھ جاگتا رہوں گا تاکہ ان لوگوں کو اگر مجھ پر کوئی شبہ ہو تو ان کے ذہن صاف ہو جائیں۔ میرا یہ مسئلہ سیاہ سوٹوں والوں نے حل کر دیا تھا۔ ان کے ٹوکنے پر میرا ردِ عمل علی یار خان کا نہیں بلکہ ایڈم ڈی فلوک کا ردِ عمل تھا۔ ایڈم ڈی فلوک جو شروع سے ہی ایک ضدی اور خود سر شخص کے روپ میں منظر عام پر آیا تھا۔ جس نے کسی سے مرعوب ہونا سیکھا ہی نہیں تھا اور جو ہرفن مولا تھا۔

"کس طرف جانا ہے صاحب؟" ٹیکسی ڈرائیور کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ہم بندرگاہ کی طرف جانے والی سڑک پر پہنچ چکے تھے۔

"بس یہیں روک دو" میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور اس نے ٹیکسی روک دی۔ میں نے ٹیکسی سے اتر کر کرایہ ادا کیا اور فلورا کا ہاتھ تھام کر فٹ پاتھ پر چڑھ گیا۔

"یہاں تم کس لئے آئے ہو؟" فلورا نے حیرت سے کہا "یہ علاقہ تو جرائم پیشہ لوگوں کا اڈا ہے۔"

"اور میں بہت شریف آدمی ہوں" میں نے ہنس کر کہا "تبھی دو سیاہ فرشتے میرا تعاقب کر رہے ہیں" میں نے اس کار کی طرف اشارہ کیا جس میں وہ دونوں سیاہ سوٹ والے موجود تھے۔

"وہ تمہاری حفاظت پر مامور کئے گئے ہیں اور تم نے تہیہ کر لیا ہے کہ ان کے کام کو زیادہ سے زیادہ مشکل بنا دو گے اور یہ کہ تم ہرگز شریف آدمی نہیں ہو مگر اپنے حلیئے سے بدمعاش نظر نہیں آتے۔"

میں فلورا کا ہاتھ تھامے ایک شراب خانے کی طرف بڑھ رہا تھا "یہ۔۔۔ یہ تم کیا کر رہے ہو؟" فلورا نے حیرت سے کہا۔

"مجھے معلوم ہے یہاں کافی نہیں ملے گی مگر میں تمہیں شیری پلاؤں گا۔"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا" فلورا نے بھنا کے کہا "میں ایسے گھٹیا شراب خانے میں جاؤں گی جہاں کوئی آدمی بھی قدم رکھنے سے پہلے ایک بار غور ضرور کرتا ہے۔"

"ایڈم ڈی فلوک جو کہہ دیتا ہے وہ کر کے رہتا ہے۔ اگر تم نہیں جاؤ گی تو میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔ تم مجھے اچھی طرح جانتی ہو۔"

فلورا خاموش ہو گئی۔ وہ میرے ساتھ بس گھسٹ رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ میں کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ فاکس ٹریٹ کا حشر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی۔

"تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ یہ کتنا خطرناک ہے" فلورا نے ایک بار پھر مجھے روکنے کی کوشش کی "ان کے شراب خانوں میں شہر بھر کے بدمعاش جمع ہوتے ہیں۔"

"تم نے پہلے بتا دیا ہوتا تو میں پہلے ہی یہاں کا رخ کرتا۔ مجھے افسوس ہے کہ اب تک اس بات سے لاعلم رہا۔"

"اور یہاں سے واپسی کے لئے سواری بھی نہیں ملتی۔ سرِ شام ہی یہاں سناٹا چھا جاتا ہے" فلورا نے آخری کوشش کے طور پر کہا۔

"واپسی کی تو پرواہ ہی مت کرو۔ ہمارے سیاہ فرشتے موجود ہیں۔ وہ ہمیں کسی مشکل میں دیکھ کر ہماری مدد ضرور کریں گے۔"

اس وقت تک ہم شراب خانے کے دروازے پر پہنچ چکے تھے۔ فلورا بری طرح نروس ہو رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل بھی کر گزروں گا۔ مگر میں نے شراب خانے کا دروازہ کھولا اور فلورا کا ہاتھ تھامے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے ہم جنت سے جہنم میں آگئے ہوں۔ باہر جتنا سناٹا تھا اندر اتنا ہی شور تھا۔ باہر ہوا صاف تھی اور اندر کی فضا میں زہر ہی زہر تھا۔ شراب کے علاوہ دیگر منشیات بھی آزادانہ استعمال ہو رہی تھیں۔ سگریٹ اور چرس کے دھوئیں کے مرغولے شراب خانے کی فضا میں چکراتے پھر رہے تھے جیسے وہ شراب خانہ نہیں کوئی مچھلی بازار ہو۔ زیادہ تر میزیں آباد نظر آرہی تھیں مگر چند خالی بھی تھیں۔

ہمارے شراب خانے میں داخل ہونے کے چند لمحوں کے اندر اندر پورے شراب خانے میں سناٹا چھا گیا۔ نشے میں دھت شرابی حریص نظروں سے فلورا کو گھور رہے تھے۔ فلورا کے علاوہ وہاں اور کوئی لڑکی نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ علاقہ ہی ایسا تھا کہ گھٹیا درجے کی طوائفیں تک وہاں کا رخ کرنے سے گھبراتی تھیں۔

میں نے چند لمحے دروازے میں رک کر ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں اور پھر فلورا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر ایک خالی میز کی طرف بڑھ گیا۔ فلورا کی حالت اتنی بری تھی کہ اس کے جسم کا آدھا خون تو ضرور خشک ہو گیا ہو گا۔ نشے میں دھت شرابیوں کے سر ہمارے ساتھ ساتھ گھوم رہے تھے۔ ان کی نظریں فلورا کے جسم کا طواف کرنے میں مصروف تھیں مگر میں بظاہر ان سب کی طرف سے بے نیاز ایک خالی میز پر جا کر بیٹھ گیا۔ میرا انداز ایسا ہی تھا جیسے یہاں آنا میرا روزمرہ کا معمول رہا ہو۔ اس وقت شراب خانے میں دو افراد کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی۔ ایک فلورا اور دوسرا بار ٹینڈر۔۔۔ بارٹینڈر کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ غالباً شراب خانے کا مالک بھی وہی تھا اور اگرچہ وہ خود بھی کوئی غنڈا ہی ہو گا مگر فلورا کی وہاں آمد سے جس قسم کے ہنگامے کی توقع تھی اس کے تصور سے ہی اس کے ہوش اڑے ہوئے ہوں گے۔ فلورا اور بارٹینڈر دونوں ہی اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہے تھے۔

شراب خانے میں جس تیزی سے سناٹا طاری ہوا تھا اسی تیزی سے دوبارہ غل غپاڑا شروع ہو گیا تھا۔ ہر شخص زور زور سے باتیں کرنے لگا تھا۔ اس بار ان سب کا موضوع ایک ہی تھا۔۔۔ فلورا۔

"ہمارے وہ سیاہ فرشتے یہاں نظر نہیں آرہے" میں نے شراب خانے کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے فلورا سے کہا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ لوگ اندر داخل ہونے کی ہمت نہیں کریں گے۔ انہوں نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل کی مناسبت سے لباس پہنے تھے۔ اب وہ یہاں آتے تو ہر ایک نگاہ کا مرکز بن جاتے۔

"میرا دم گھٹ رہا ہے" فلورا منمنائی "یہاں سے نکل چلو پلیز۔۔۔ دیکھو یہاں کس قدر دھواں ہے۔"

ایک ویٹر ہماری میز کے نزدیک آگیا تھا۔ میں نے اسے شیری اور کوک کا آرڈر دیا۔ ویٹر نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔

"شیری ہمارے یہاں نہیں ہوتی جناب" اس نے کہا "مارٹینی اور رم البتہ مل جائے گی۔"

"تو پھر دو کوک لے آؤ" میں نے بے پروائی سے کہا اور اس نے ایک بار پھر آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔

"یہ شراب خانہ ہے جناب! یہاں کوک بھی شراب کے ساتھ ہی سرو کی جاتی ہے۔ خالی کوک نہیں دی جا سکتی۔"

"کیوں نہیں دی جا سکتی؟" میں نے بلند آواز میں کہا "یہ اچھی زبردستی ہے بھئی۔"

شراب خانے پر ایک بار پھر سناٹا طاری ہو گیا تھا۔ وہ لوگ سننا چاہ رہے تھے کہ ایک حسین لڑکی کا ساتھی کیا کہہ رہا ہے۔ بارٹینڈر بھی متجسس نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟" بارٹینڈر نے اونچی آواز میں پوچھا "تم لوگ کس بات پر جھگڑ رہے ہو؟"

"میں نے اسے دو کوک لانے کا آرڈر دیا مگر یہ کہتا ہے کہ یہاں کوک صرف شراب کے ساتھ سرو کی جاتی ہے۔"

"ویٹر ٹھیک کہتا ہے لیکن میں تمہیں رعایت دے رہا ہوں۔ جلدی کوک پیو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ" بارٹینڈر نے کہا اور نشے میں دھت شرابی قہقہے لگانے لگے۔

"مجھے کسی کی رعایت کی ضرورت نہیں ہے" میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حقارت سے کہا "ہمارے لئے دو کوک بھجواؤ اور میری طرف سے سب کو ایک ایک جام پلاؤ۔"

بارٹینڈر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ غالباً شراب خانے کی تاریخ میں' میں پہلا گاہک تھا جو تمام حاضرین کو مفت شراب پلا رہا تھا۔ میں اس کے تاثرات سے بے نیاز دوبارہ بیٹھ گیا تھا اور ویٹر کوک لانے کے لئے دوڑ گیا تھا۔

"تمام لوگ مجھے حریص نگاہوں سے گھور رہے ہیں۔" فلورا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ایسا لگتا ہے آنکھوں ہی آنکھوں میں مجھے کھا جانا چاہتے ہیں۔"

"انہیں معاف کردو" میں نے بڑے خلوص سے کہا "بے چارے نشے میں ہیں۔"

"اور ذرا اس شخص کو دیکھو جو تمہارے بائیں جانب والی میز پر بیٹھا ہے" فلورا نے نگاہیں جھکائے جھکائے کہا "اس کی تو صورت دیکھ کر ہی خوف معلوم ہو رہا ہے۔"

مجھے اس طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس شخص کو میں پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ وہ ایک لمبا تڑنگا شخص تھا جس کی بڑی بڑی مونچھیں بھی تھیں۔ صورت سے ہی غنڈا معلوم ہو رہا تھا۔ اسے ایک نظر دیکھتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ وہاں موجود لوگوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ وہ جس انداز سے فلورا کو گھور رہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ پیش قدمی کئے بنا نہیں مانے گا۔

"وہ بے چارہ بے ضرر سا آدمی لگتا ہے" میں نے فلورا سے کہا "تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہو۔"

وہاں موجود ہر شخص نے فلورا پر آوازے کسے تھے مگر میرے انداز سے یوں لگتا تھا جیسے میں بہرہ ہو گیا ہوں۔ فلورا نے بھی اپنی ذات پر کئے گئے وہ بے بہا تبصرے سنے تھے لیکن وہ میرے سامنے بے بس تھی۔

ویٹر نے کوک لا کر ہماری میز پر رکھ دی تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ لمبا تڑنگا شخص اٹھ کر ہماری میز کی طرف بڑھا جس کی طرف فلورا نے اشارہ کیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں جام بھی اٹھا لیا تھا۔ گویا اس کا ارادہ ہماری میز پر ہی بیٹھنے کا تھا۔ اسے ہماری میز کی طرف بڑھتے دیکھ کر بارٹینڈر ایک بار پھر پہلے کی طرح مضطرب ہو گیا تھا۔ ایک وہی نہیں ہر شخص ہماری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی بڑا واقعہ ہونے والا ہو۔ فلورا نے مضطربانہ انداز میں میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا اور میں نے بڑی محبت سے اپنا دوسرا ہاتھ بھی اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ میرے انداز سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے میں کسی لواسپاٹ پر بیٹھا ہوں۔ فلورا ابھی شاید مجھے غافل سمجھ رہی تھی۔ اس نے میری توجہ اس شخص کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی مگر میں فلورا کو محبت پاش نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"نارمل رہنے کی کوشش کرو" میں نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا "میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

اتنی دیر میں وہ شخص ہمارے سر پر پہنچ گیا بلکہ اس نے میرے مقابل والی کرسی کھسکائی اور بڑے سکون سے اس پر بیٹھ بھی گیا "مجھے آلوینڈا کہتے ہیں" اس نے اکھڑ لہجے میں کہا "تم شاید یہاں پہلی بار آئے ہو۔"

میں نے تمسخرانہ انداز میں اس کی طرف دیکھا "ہاں" میں نے کہا "اور یہ جگہ مجھے اس قدر پسند آئی کہ اب یہاں روز آیا کروں گا۔"

"میں بندرگاہ کے علاقے کا بے تاج بادشاہ ہوں۔ یہاں کے لوگ میرا نام سن کر ہی کانپ جاتے ہیں۔"

"یہاں گیدڑ بستے ہوں گے" میں نے بے پروائی سے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"کیا مطلب؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے بھاری آواز میں کہا۔

"جب میں یہاں آیا تو باہر بہت سناٹا تھا" میں نے بڑے سکون سے کہا "میں نے سنا ہے جہاں بہت سناٹا ہو وہاں گیدڑ بستے ہیں مگر مجھے تو ایک بھی نظر نہیں آیا۔"

"کیا تم میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو؟" اس نے بدستور مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"اس میں کوشش کرنے کی کیا بات ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ غرایا۔

"مطلب یہ کہ میرے اندر اتنی ہمت کہاں کہ تمہارا مذاق اڑا سکوں۔ تمہیں تو دیکھ کر ہی خوف طاری ہو جاتا ہے۔"

"اس بلبل کو کہاں سے اڑا کر لائے ہو؟" اس نے فلورا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ہائے کس پرندے کا نام لے لیا" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "ہماری طرف تو اب تک یہی طے نہیں ہوا کہ وہ مذکر ہے یا مونث۔"

"کیا مطلب؟" وہ ایک بار پھر مجھے گھورنے لگا۔ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا تھا۔

"مطلب یہ کہ یہ بلبل نہیں..... اس کا نام فلورا ہے۔ یہ اپنے پیروں پر چل کر یہاں تک آئی ہے۔ میں اسے اڑا کر نہیں لایا۔ البتہ میرے پاس جادوئی قالین ہوتا تو میں اسے اڑا کر بھی لے آتا۔"

"اسے میرے ہاتھ فروخت کردو۔ جو چیز مجھے پسند آئے میں اسے خرید لیتا ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے میرے دوست! ہم براعظم افریقہ میں ضرور ہیں مگر یہ شی گورائے ہے۔ مصر کا بازار نہیں ہے۔"

"اس بات کا کیا مطلب ہوا؟"

"مطلب یہ کہ خرید و فروخت کا کیا سوال ہے۔ یہ تمہیں پسند آگئی ہے تو اسے یوں ہی لے جاؤ' مجھے اور مل جائے گی۔"

"چلو" اس نے فلورا کا ہاتھ پکڑ لیا اور فلورا کے چہرے پر مردنی چھا گئی۔

"ایسے نہیں" میں نے اسے چمکارا "جب ہم یہاں سے جانے لگیں گے تو میں اسے تمہارے حوالے کردوں گا اور وہ بھی یہاں نہیں..... باہر چل کر۔"

"کیوں یہاں کیوں نہیں؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ فلورا کا ہاتھ اس نے اب بھی نہیں چھوڑا تھا۔

"اس لئے کہ یہ کسی اور ٹائپ کی لڑکی ہے۔ جس کے ساتھ شراب خانے میں داخل ہوتی ہے اسی کے ساتھ نکلتی ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" آلوینڈا نے احمقوں کی طرح منہ پھاڑ کے پوچھا۔

"اور یہ اس بات کو بھی پسند نہیں کرتی کہ جس کے ساتھ شراب خانے میں داخل ہو اس کے علاوہ کوئی اور اس کا ہاتھ پکڑے۔"

آلوینڈا بالکل ہی ہونق نظر آنے لگا لیکن اس نے فلورا کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا "تمہاری باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"میں ذرا بے وقوف سا آدمی ہوں نا..... اکثر لوگ میری باتیں نہیں سمجھتے۔"

"اوہ!" آلوینڈا نے تفہیمی انداز میں سرہلایا "لیکن میں بہت عقل مند ہوں" اس نے تعریف طلب نظروں سے فلورا کی طرف دیکھا۔

"تم بھی تو کچھ بولو فلورا ڈیئر" میں نے بڑے خلوص سے کہا "اس علاقے کی سب سے طاقت ور شخصیت تمہاری میز پر ہے اور تم بالکل خاموش بیٹھی ہو۔"

فلورا نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا "میں کیا بولوں؟" اس نے بڑی بے بسی سے کہا۔

"تم انہیں بتا کیوں نہیں دیتیں کہ سیاہ سوٹ والے دو بدمعاش تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں" میں نے کہا اور فلورا سناٹے میں آگئی۔

"یہ..... یہ تم کیا کر رہے ہو؟" اس نے احتجاج کرنے کی کوشش کی مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"اب سنو آلوینڈا کی آمد کے بعد تمہیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ان بدمعاشوں سے خود ہی نمٹ لیں گے جو باہر پیلی کار میں تمہارے منتظر ہیں۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا" آلوینڈا نے بڑے جوش سے اٹھتے ہوئے کہا "میں انہیں ٹھیک کر کے ابھی آتا ہوں۔"

فلورا مضطربانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر رہ گئی مگر آلوینڈا پہلے ہی وہاں سے جا چکا تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟" فلورا مجھ پر الٹ پڑی "مادام کلارا کو پتا چل گیا تو کیا ہوگا؟"

"پتا کیسے چلے گا؟" میں نے بے پروائی سے کہا "یا تم انہیں بتاؤ گی یا میں بتاؤں گا۔ میرے بتانے کا تو خیر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر تم نے انہیں بتانے کی کوشش کی تو یہ کہہ دوں گا کہ یہ حرکت خود فلورا سے بوکھلاہٹ میں سرزد ہوئی تھی۔ اب اپنی جان بچانے کے لئے مجھ پر الزام لگا رہی ہے۔ تم یہ بات کسی طرح بھی ثابت نہیں کر سکو گی کہ اس بدمعاش کو میں نے چڑھا کر بھیجا تھا۔"

فلورا مجھے گھورنے لگی "لیکن سوال یہ ہے کہ تم نے یہ حرکت کی ہی کیوں؟"

"تو پھر اور کیا کرتا؟" میں نے آنکھیں نکالیں "مادام کلارا نے مجھ پر جو نگراں مقرر کئے ہیں ان کا بھی کوئی مصرف ہے یا ہر کام میں خود ہی کروں؟"

"جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟" فلورا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "وہ لوگ آلوینڈا کو رینا سالومن کا آدمی سمجھیں گے......"

"بھاڑ میں جائے رینا سالومن اور چولھے میں جائے مادام کلارا" میں نے بھنا کر کہا "معلوم نہیں یہ دونوں کمبخت ماریاں کہاں سے بیچ میں آکودیں۔ مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں' صرف تم سے دلچسپی ہے۔"

"دلچسپی کا یہ انوکھا انداز میں نے پہلی بار دیکھا ہے" فلورا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "کاش اس طرح کی دلچسپی کوئی کسی میں نہ لے۔"

تقریباً دس منٹ بعد سیاہ سوٹ والا وہی شخص شراب خانے کے دروازے میں نمودار ہوا جس نے ہوٹل میں مجھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ردکنے کی کوشش کی تھی۔ ہم پر نظر پڑتے ہی وہ سیدھا ہماری طرف آیا اور کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"میں نے منع کیا تھا مسٹر فلوک! مگر آپ نہیں مانے.... اب دیکھئے ' رینا سالومن کے ایک آدمی نے ہم پر حملہ کر دیا۔"

"اور تمہارے ساتھی کو ہلاک کر دیا" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "یہی کہنا چاہتے ہو نا؟"

"نہیں" اس نے طویل سانس لی "ہم نے اسے بے ہوش کر دیا لیکن قبل اس کے کہ کوئی سنگین واقعہ رونما ہو' یہاں سے اٹھ چلئے۔ ویسے بھی یہ جگہ مس فلورا کے لئے انتہائی ناموزوں ہے۔"

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں مس فلورا کی کچھ زیادہ ہی فکر ہے۔ اگر کہو تو میں مادام کلارا سے تمہارے لئے سفارش کر دوں؟"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر فلوک!" وہ بوکھلا گیا "میں نے تو ایک اصولی بات کی تھی۔"

"سنو مسٹر!" اچانک میں نے اکھڑے ہوئے انداز میں کہا "تمہیں جو کام سونپا گیا ہے اسے خاموشی سے انجام دیتے رہو۔ جو میرا کام ہے میں وہ کر رہا ہوں۔ اگر مجھ پر زیادہ زور ڈالنے کی کوشش کرو گے تو اب میں کوئی اسٹیمر کرائے پر لے کر سمندر کی سیر کرنے نکل جاؤں گا۔ غضب خدا کا۔ تمہیں ایڈم ڈی فلوک کو یہ مشورہ دیتے ہوئے ذرا شرم نہیں آتی کہ وہ ایک عورت سے خوف زدہ ہو کر کمرے میں بند ہو جائے۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا مسٹر! ہرگز نہیں۔"

سیاہ سوٹ والے نے متاسفانہ انداز میں سر ہلایا اور اٹھ کھڑا ہوا "ہم لوگ باہر گاڑی میں موجود ہیں مسٹر فلوک! یہاں سے واپسی میں آپ کو سواری نہیں ملے گی۔ ہم آپ کو ہوٹل پر چھوڑ دیں گے۔"

سیاہ سوٹ والوں کا حلیہ دیکھ کر خواہ مخواہ پراسراریت کا احساس پیدا ہوتا تھا وہ حکومت کے کسی خفیہ ادارے کا کارکن معلوم ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شراب خانے میں اس کی آمد نے لوگوں کو چوکنا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ بہتیرے لوگوں کا تو نشہ ہی ہرن ہو گیا تھا اور بہت سے ایسے تھے جو ہمیں مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔ ممکن ہے انہوں نے سیاہ سوٹ والے کو کوئی اسمگلر تصور کیا ہو۔ بات جو بھی رہی ہو۔ اب وہ لوگ ہم سے کسی قدر خوف زدہ ہو گئے تھے۔

"جسے دیکھو ایڈم ڈی فلوک پر احسان کرنے کا متمنی ہے" سیاہ سوٹ والے کے جانے کے بعد میں بڑبڑایا "اگر وہ ہمیں نہیں لے جائیں گے تو کیا ہم یہاں سے جا نہیں سکیں گے؟"

"تمہیں سمجھنے کے لئے ہاتھی کا بھیجا چاہئے" فلورا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "معلوم نہیں تم کس قسم کے آدمی ہو اور کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"میں انتہائی سادہ آدمی ہوں۔ ہر کام سیدھے سادے طریقے سے کرنے کا عادی ہوں مگر میری بدقسمتی ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ کام کرنے کو ملتا ہے وہ اس قدر احمق ہوتے ہیں کہ سامنے کی باتیں بھی ان کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔"

"تم ہمیں احمق کہہ رہے ہو" فلورا نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"احمق نہ کہوں تو اور کیا کہوں" میں نے بے پروائی سے کہا "اگر میں ہر بات کی وضاحت کر دوں تو تم خود ہی میری بات سے متفق ہو جاؤ گی۔"

"بس رہنے دو" فلورا بے زاری سے بولی "نہ صرف کسی وقت تم خود ڈوبو گے بلکہ اپنے ساتھ والوں کو بھی ڈبو دو گے۔"

"یہ تم اس لئے کہہ رہی ہو کہ تمہاری مادام کلارا کے احمقانہ مشورے پر عمل کرتے ہوئے میں ہوٹل کے کمرے تک محدود نہیں رہا۔"

"ظاہر ہے.... وہ ایک عقل مندانہ مشورہ تھا۔ اب یہاں کھلے میں ہم کتنی آسانی سے شکار ہو سکتے ہیں؟"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ تم لوگوں کی عقلوں پر ماتم کروں یا اپنی عقل پر" میں نے جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کیا "ارے بابا! رینا سالومن کو پتا کیسے چلے گا کہ میں کہاں ہوں؟"

فلورا حیرت سے منہ کھول کر مجھے دیکھنے لگی "اس بات کا کیا مطلب ہوا؟"

"تم پر کہیں آلوینڈا کا اثر تو نہیں ہو گیا" میں نے ہنس کر کہا پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا "دیکھو رینا سالومن نے دھمکی دی ہے کہ آج کی رات ایگلز پر بھاری گزرے گی۔ تمام لوگ اس کی دھمکی سے خوف زدہ ہو گئے لیکن میں نہیں.... کیوں؟"

"ہاں' تمہارے کسی انداز سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ خوف زدہ ہو۔"

"حالاں کہ یہ غلط ہے۔ سب سے زیادہ خوف زدہ میں ہوں۔ رینا سالومن کو اب تک پہنچنے والے واحد نقصان کا ذمے دار میں ہوں۔ اصولی طور پر اس کے انتقام کا پہلا نشانہ مجھی کو بننا چاہئے.... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" فلورا نے کہا "لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی تم خود سے یہاں آمادہ ہو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' یہ دو آدمی مجھے رینا سالومن کے کسی حملے سے بچا سکتے تھے؟"

"وہ کسی حد تک مزاحمت تو کر ہی سکتے تھے" فلورا نے محتاط انداز میں کہا۔

"یہی تو حماقتیں ہیں جنہیں میں روتا ہوں۔ رینا سالومن کے علم میں ہو گا کہ میں کہاں مقیم ہوں۔ اسے کچھ کرنا ہو گا تو میرے کمرے میں دھاوا بولے گی لہٰذا خود کو محفوظ رکھنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ لاپتا ہو جاؤں۔"

فلورا حیرت سے مجھے دیکھنے لگی "تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن کیا اس کے آدمی یہاں نہیں پہنچ سکتے؟"

"اس کے لئے ان کے علم میں یہ بات ہونا ضروری ہے کہ میں یہاں موجود ہوں اور ایسا دو ہی صورتوں میں ممکن ہے یا تو وہ میری نگرانی کر رہی ہو یا پھر کسی اتفاق کے تحت اسے اس کا علم ہو جائے' اگر ایسا اتفاقاً ہو جائے تو میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن اس بات کا مجھے یقین ہے کہ ہماری نگرانی نہیں ہو رہی۔ اگر ہو رہی ہوتی تو سیاہ فرشتوں کے علم میں ضرور آجاتا۔"

"تم حیرت انگیز آدمی ہو.... تم نے وہ بات سوچی جو کسی کے ذہن میں بھی نہیں آئی تھی۔"

"اسی انداز میں سوچنے کی بدولت تو آج تمہیں زندہ نظر آرہا ہوں ورنہ معلوم نہیں کتنے لوگ ایڈم ڈی فلوک کے خون کے پیاسے ہیں۔"

"لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی کہ آخر یہی علاقہ کیوں..... ہم کہیں اور بھی تو جا سکتے تھے۔"

"ہم جہاں بھی جاتے یہ سوال اپنی جگہ برقرار رہتا" میں نے مسکرا کر کہا "لیکن اس علاقے کا رخ کرنے کی ایک خاص وجہ ہے۔ رینا سالومن بڑے پیمانے پر کام کرنے کی عادی ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ اس کے آدمی بھی نہ تو نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہوں گے اور نہ ہی گھٹیا مقامات پر ان کا آنا جانا ہو گا لہٰذا یہاں اس کے کسی آدمی کی نگاہوں میں آنے کا امکان بھی کم ہو جاتا ہے۔"

"اگر یہ ساری باتیں تم پہلے ہی بتا دیتے تو کیا حرج تھا؟" فلورا نے شکایتی لہجے میں کہا اور میں ہنس پڑا۔

"حرج تو کچھ بھی نہیں تھا لیکن مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے میں پرائمری کے بچوں کو پڑھا رہا ہوں" میں نے کہا اور گھڑی کی طرف دیکھا جو پونے دو بجا رہی تھی "اچھا اب یہاں سے اٹھ چلو' شراب خانہ بھی بند ہونے والا ہو گا۔"

میں نے بل ادا کیا اور فلورا کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم وہاں سے بغیر کسی ہنگامے کے نکل رہے تھے۔ بار ٹینڈر نے اس بات پر یقیناً خدا کا شکر ادا کیا ہو گا۔

باہر آکر فلورا نے دو تین گہرے گہرے سانس لئے "اف خدا.... یہاں کیسی تازگی ہے۔ آج احساس ہوا کہ تازہ ہوا کتنی بڑی نعمت ہے۔"

باہر اب پہلے سے بھی زیادہ سناٹا چھایا ہوا لگ رہا تھا۔ اس سڑک پر چند بار تھے جن پر جلتے بجھتے نیون سائنوں کی روشنی کے علاوہ اور کسی قسم کی روشنی بھی نہیں تھی۔ فلورا نے میرا ہاتھ تھام لیا "مجھے تو ڈر لگ رہا ہے ایڈی! کس قدر سناٹا ہے۔"

سیاہ سوٹ والوں کی پیلے رنگ کی کار بار سے ذرا فاصلے پر اندھیرے میں کھڑی نظر آرہی تھی۔ میں نے فلورا کا ہاتھ تھامے سنسان فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے کہا "ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارے سیاہ فرشتے جو موجود ہیں۔"

"ان سے زیادہ تو مجھے تم پر اعتماد ہے" اس نے میرے بازو سے لپٹتے ہوئے کہا "لیکن تم ہو کہ تمہیں مجھ پر توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں ہے۔"

سنسان اور ویران سڑک پر فلورا کے سینڈلوں کی کھٹ کھٹ اور میرے جوتوں کی بازگشت کے سوا اور کوئی آواز نہیں تھی۔ یہ ماحول فلورا کے اعصاب پر سوار ہو رہا تھا جس سے بچنے کے لئے وہ اپنا ذہن کسی اور طرف مشغول رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سیاہ سوٹ والوں کی طرف سے بھی کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔ ہم ان کی کار کے برابر سے گزرتے چلے گئے تھے۔ فلورا نے ان کے ساتھ جانے پر اصرار نہیں کیا تھا۔ شاید اس نے خود کو حالات کے یا پھر ممکن ہے میرے رحم و کرم پر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اچانک میں نے کسی گاڑی کی آواز سنی اور فلورا کو خود سے بالکل قریب کر لیا۔ فلورا کو گاڑی کی آمد کا احساس اس وقت ہوا جب وہ موڑ سے مڑ کر سامنے آئی اور اس کی ہیڈ لائٹس کی روشنی ہم پر پڑنے لگی۔ فلورا نے ہڑبڑا کر مجھ سے علیحدہ ہونے کی کوشش کی مگر میں نے اپنی گرفت سخت کر دی۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" فلورا منمنائی "کوئی گاڑی آرہی ہے۔ وہ لوگ ہمیں دیکھ لیں گے۔"

"دیکھ لینے دو.... تم میری لک ہو۔ مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہے۔"

گاڑی ہمارے نزدیک آکر رک گئی مگر میں فلورا کو خود سے چمٹائے یوں چلتا رہا جیسے مجھے اردگرد کا ہوش ہی نہیں ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

حالاں کہ میں بہت پہلے دیکھ چکا تھا کہ وہ پولیس کی موبائل وین ہے۔

"اے ..... تم لوگ رات کے اس پہر یہاں کیا کر رہے ہو؟" عقب سے کسی پولیس والے نے آواز دی مگر میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ فلورا پر پھر وحشت سوار ہونا شروع ہو گئی تھی۔

"خبردار" میں نے فلورا کے کانوں میں سرگوشی کی "تم بالکل خاموش رہنا۔ ایک لفظ بھی بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم نے سنا نہیں" دھمکی آمیز آواز دوبارہ سنائی دی "ہم تم سے کہہ رہے ہیں۔"

اس بار میں رک گیا اور پلٹ کر بولا "کیا بات ہے ... کون شور مچا رہا ہے۔"

ایک پولیس والا ہمارے نزدیک آیا "نواب صاحب کو شور برا لگ رہا ہے" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا وہ ہمارے کافی نزدیک آ گیا تھا۔ شاید شراب کی بُو سونگھنے کی کوشش کر رہا تھا مگر ظاہر ہے کہ میں نے فلورا کو بھی شراب نہیں پینے دی تھی۔ بُو کہاں سے آتی۔

"کون سے نواب صاحب کو شور برا لگ رہا ہے اور اگر برا لگ رہا ہے تو ان سے کہہ دو کہ ہم شور نہیں کر رہے۔ ہم تو خاموشی سے جا رہے ہیں۔"

"یہ تو وہی دونوں لگ رہے ہیں جناب" پولیس والے نے وین کی طرف رخ کر کے کہا "میرا خیال ہے انہیں گرفتار کر لیا جائے۔"

"کیوں گرفتار کر لیا جائے" میں نے بگڑ کے کہا "ہم نے کیا جرم کیا ہے؟"

"یہ تو تھانے چل کر پتا چلے گا۔ چلو، گاڑی میں بیٹھ جاؤ شرافت سے۔"

"میں تھانے سے ڈرتا نہیں ہوں" میں نے اکڑ کر کہا "چلو، کون سے تھانے چلنا ہے۔"

"مم..... میں تھانے نہیں جاؤں گی" فلورا کسمسائی "یہ لوگ بڑا خراب سلوک کرتے ہیں۔"

"چلو، دیر مت کرو" میں نے فلورا کا بازو پکڑ کر کہا "مت بھولو کہ سیاہ فرشتے ہمارے تعاقب میں ہیں۔"

"یہ لوگ تو بہت بڑے مجرم ہیں جناب" پولیس والے نے وین کی طرف رخ کر کے کہا "خفیہ زبان بول رہے ہیں۔ سیاہ فرشتے ان کے تعاقب میں ہیں۔"

"انہیں پکڑ کر لے آؤ" وین کی اگلی سیٹ سے آواز آئی جہاں پولیس والوں کا صاحب بیٹھا ہوا تھا۔

"پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے" میں نے پولیس والے کا ہاتھ جھٹک دیا "تمہیں نظر نہیں آتا ہم خود چل رہے ہیں۔"

ہاتھ جھٹکے جانے پر پولیس والے کو غصہ آ گیا تھا۔ ان لوگوں کو اس وقت بہت غصہ آتا ہے جب وردی میں اور ٹولا کی صورت میں ہوتے ہیں۔ بغیر وردی کے اور جب تنہا ہوتے ہیں اس وقت بالکل سیدھے ہوتے ہیں۔ پولیس والے خود کو معاشرے کا سب سے زیادہ باعزت فرد تصور کرتے ہیں اور دوسرے کی بے عزتی کرنے کے جملہ حقوق ان کے پاس محفو ہوتے ہیں۔ اپنے انھی حقوق کا استعمال کرتے ہوئے پولیس والے نے اپنا ہاتھ جھٹکے جانے پر میری تواضع کا فیصلہ کیا۔ مجھے معلوم تھا کہ کیا ہونے والا ہے اس لئے میں پوری طر تیار تھا۔ اس نے پوری قوت سے ایک گھونسا میری گدی ما را۔ میں نے بچنے کی مطلق کوشش نہیں کی۔ اسے سزا دینے کے لئے ضروری تھا کہ میں اسے اس کی اوقات سے روشنا کراتا چناں چہ میں نے اپنی گدی کے عضلات اس حد تک سخت کر لئے تھے کہ کسی ٹھوس پتھر کی سختی کے درمیان بر معمولی سا فرق رہ گیا ہو گا اور کسی پتھر پر گھونسا مارنے کا انجام ہو سکتا ہے اسے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

پولیس والے کے حلق سے ایک کرب ناک چیخ نکلی او وہ اپنا ہاتھ پکڑ کر جھکتا چلا گیا۔ فلورا نے بوکھلا کر پلٹنے کوشش کی مگر اس کا بازو میری گرفت میں تھا۔ وہ پلٹ نہ سکی۔ وین سے یہ منظر صاف دیکھا جا رہا تھا۔ پولیس والو نے اسے میرے گھونسا مارتے تو دیکھا تھا لیکن انہیں یہ اندا نہیں ہو سکا کہ آخر وہ چیخا کیوں تھا۔ وہ دھڑ دھڑاتے ہو وین سے اتر آئے اور انہوں نے اپنی گنیں مجھ پر تان لیں۔ ایک آدھ پولیس والا مضروب پولیس والے کے پرسان حا کے لئے اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔

"کیا ہوا..... کیا بات ہو گئی؟" انہوں نے بوکھلائے ہو انداز میں پولیس والے سے پوچھا۔

"اوئے یہ بہت خطرناک آدمی ہے" اس نے درد بلبلاتے ہوئے کہا "میں نے اسے گھونسا مارا تو ایسا لگا جیسے نے جسم پر کوئی ٹھوس چیز پہن رکھی ہے۔"

"اس کی جامہ تلاشی لو" پولیس والوں کے صاحب گرج کر کہا جو اگلی سیٹ سے اترا تھا۔

میری جامہ تلاشی لی گئی اور میری جیبوں سے ہونے والا سامان انہوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔

"اس کے پاس سے تو کوئی خاص چیز برآمد نہیں ہوئی۔" ایک پولیس والے نے حیرت سے کہا "اور اس نے اپنے جسم پر بھی کچھ نہیں پہن رکھا۔"

"میں نے سنا ہے جو بے گناہ پر ہاتھ اٹھاتا ہے اس کے ہاتھ ٹوٹ جاتے ہیں" میں نے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے تمہارے ساتھی کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔"

"بکواس مت کرو" صاحب نے گرج کر کہا، اس کی گرج دور دور تک سنائی دے رہی ہو گی "اس کی ساتھی کی بھی تلاشی لو۔"

"ہرگز نہیں" میں نے غرا کر کہا "اس کی تلاشی کوئی لیڈی کانسٹبل ہی لے سکتی ہے۔ اگر اس کے خلاف ہوا تو یقین کرو تمہارا پورا تھانہ معطل ہو جائے گا۔"

صاحب سوچ میں پڑ گیا۔ حالاں کہ وہ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا لیکن پولیس والے اوپر سے جتنے بہادر ہوتے ہیں اندر سے اتنے ہی بزدل ہوتے ہیں۔ مجرموں کی سرپرستی کرتے کرتے وہ مجرموں سے بھی زیادہ بزدل ہو جاتے ہیں۔

"ان دونوں کو گاڑی میں بٹھاؤ" صاحب نے اگلا حکم دیا "اس کی تلاشی تھانے پہنچ کر ہو گی۔"

ہمیں وین میں سوار کرا دیا گیا۔ فلورا کو میں نے خود سے لپٹا کر بٹھا لیا تھا۔

"اے ... ذرا دور ہٹ کے بیٹھو" ایک پولیس والے نے ڈپٹ کر کہا "یہ پولیس وین ہے، کوئی تفریح گاہ نہیں ہے۔"

"تفریح گاہ ہوتی تو بھی کیا فرق پڑ جاتا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم لوگ تو نکاح نامہ تک طلب کر بیٹھتے ہو۔"

"ہم سے فضول باتیں مت کرو اور جو کچھ کہا جا رہا ہے کرو۔ ورنہ یاد رکھو انجام بہت برا ہو گا۔"

"یہ تو تھانے چل کر پتا چلے گا دوست" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا "میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں، بہت بڑے گروہ کا گرگا ہوں۔ تم لوگوں کی ملازمتیں بھی خطرے میں پڑ سکتی ہیں۔"

وہ سب سناٹے میں آ گئے۔ جو کچھ میں نے کہا وہ حقیقت تھی۔ اگر میرا تعلق کسی بڑے گروہ سے نکل آتا تو واقعی ان کی ملازمتوں کے لالے پڑ سکتے تھے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میں نے جھوٹ بولا ہو لیکن ایسے موقعوں پر پولیس والے کوئی رسک نہیں لیتے۔ وہ مناسب یہی سمجھتے ہیں کہ جھوٹ ثابت ہونے کے بعد جی بھر کے کارروائی کی جائے۔

"سوچ سمجھ کر گفتگو کرو مسٹر" ایک پولیس والے نے ہمت کر کے کہا "تمہاری غیر ذمے دارانہ گفتگو تمہارے لئے وبال بھی بن سکتی ہے۔"

"شٹ اپ" میں نے ڈپٹ کر کہا "میری ساری زندگی تم لوگوں سے نمٹتے گزری ہے۔ مجھے پڑھانے کی کوشش مت کرو۔"

"ممکن ہے یہ کوئی بہت ہی شریف آدمی ہوں" ایک پولیس والے نے کہا "اور ہم سے مذاق کر رہے ہوں۔ عزت دار لوگوں کی بے عزتی نہیں کرنی چاہئے۔ تم لوگ ذرا خیال سے گفتگو کرو۔"

میں پولیس والوں کے ان حربوں سے اچھی طرح واقف تھا۔ خود کو کسی ممکنہ خطرے سے بچانے کے لئے وہ اس قسم کی حرکتیں کرتے تھے لہٰذا میں نے ان کی اس بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔

"ہاں تو جناب آپ کا نام کیا ہے اور آپ کیا کاروبار کرتے ہیں؟" اس پولیس والے نے مجھ سے پوچھا جس نے میرے شریف آدمی ہونے کے امکانات پر روشنی ڈالی تھی۔

"خاموش بیٹھو" میں نے سختی سے کہا "تمام سوالوں کے جواب میں تمہارے انچارج کو دوں گا۔ سمجھ گئے تم؟"

"جیسی آپ کی مرضی جناب" اس نے بے بسی سے کہا "میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی تھی۔"

ذرا ہی دیر میں گاڑی پولیس اسٹیشن پہنچ گئی اور ہم سے اترنے کو کہا گیا۔ میں نے فلورا کو سہارا دے کر وین سے اتارا۔ گاڑی پولیس اسٹیشن کے احاطے میں کھڑی تھی۔ پولیس اسٹیشن کے محرابی دروازے پر بڑا بڑا "ڈاکس پولیس اسٹیشن" تحریر تھا۔

"انچارج کا کمرا کس طرف ہے" ان لوگوں کے کچھ کہنے سے قبل ہی میں نے بڑے بارعب انداز میں کہا۔

"بے فکر رہو، تمہیں انھی کے سامنے پیش کیا جائے گا" پولیس والوں کے صاحب' نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ اپنے ماتحتوں کے سامنے مجھ سے مرعوب ہونے کے لئے تیار نہیں تھا۔

پھر ہمیں انچارج کے سامنے پیش کیا گیا۔ میں اس کے کمرے میں بڑے باوقار انداز میں داخل ہوا۔ فلورا کا ہاتھ میں نے بدستور تھام رکھا تھا۔ انچارج نے اپنی سرخ آنکھوں سے گھور کر ہمیں مرعوب کرنے کی کوشش کی۔ اسے غالباً سوتے سے اٹھا کر بلایا گیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ہمارے یہاں پہنچنے سے قبل ہی موبائل کے ذریعے پیغام بھجوا دیا گیا ہو گا کہ دو خطرناک مجرموں کو گرفتار کر کے لایا جا رہا ہے اور انچارج سوتے سے اٹھ کر آ گیا ہو گا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں انچارج کی گھورتی ہوئی آنکھوں سے بے نیاز آگے بڑھا اور اس کی میز کے سامنے رکھی ہوئی ایک کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا اور دوسری کرسی پر فلورا کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میری اس حرکت پر انچارج کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"تمہیں اتنی تمیز بھی نہیں ہے کہ آفیسروں کے سامنے بغیر اجازت نہیں بیٹھتے" اس نے کٹکھنے انداز میں کہا۔

"تو پھر ان کرسیوں کو اٹھا کر روڈ پر پھنکوا دو" میں نے جارحانہ انداز میں کہا "سرکار نے یہ کرسیاں تمہیں اس لئے نہیں دی ہیں کہ تم شرفا کو اپنے سامنے کھڑا رہنے پر مجبور کرو۔"

انچارج نے سوالیہ انداز میں اس اے ایس آئی کی طرف دیکھا جو ہمیں یہاں لے کر آیا تھا "انہیں بندرگاہ والی سڑک سے گرفتار کیا گیا ہے سر!" اے ایس آئی نے بڑی مستعدی سے کہا "یہ وہاں آوارہ گردی کر رہے تھے۔"

"اب تمہارے اس نابکار اے ایس آئی کو یہ بھی سمجھانا پڑے گا کہ آوارہ گردی کیا چیز ہوتی ہے اور کس جگہ میں کی جاتی ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہمیں اطلاع ملی تھی جناب کہ یہ دونوں پراسرار سرگرمیوں میں ملوث ہیں اور ان کے رابطے پراسرار اسمگلروں سے ہیں" اے ایس آئی نے تیزی سے کہا۔

"کل کو تمہیں جنرل بل کے خلاف اسی قسم کی اطلاع ملے تو اسے بھی تصدیق کئے بغیر گرفتار کر کے لے آنا۔"

"اس قسم کی باتیں کر کے تم بچ نہیں سکو گے۔" انچارج نے کہا "اگر تم شریف اور معزز شہری ہو تو تمہیں ہر بات ثابت کرنی پڑے گی۔"

"مثلاً اگر میں یہ ثابت کروں کہ میرا تعلق پولیس کے محکمے سے ہے تو کیا مجھے چھوڑ دیا جائے گا۔"

"بالکل" انچارج نے کہا "لیکن محض تمہارے کہہ دینے سے ہم یقین نہیں کر لیں گے۔ تمہیں یہ بات ثابت کرنی پڑے گی۔"

"حالاں کہ سب سے زیادہ بدعنوان خود پولیس والے ہوتے ہیں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "جہاں اس قسم کے معیار ہوں وہاں کوئی کیا کر سکتا ہے۔"

"بکواس مت کرو" انچارج کو غصہ آگیا "سیدھی طرح بات کرو ورنہ تمہیں لاک اپ میں ڈال دیا جائے گا۔"

"یہ اطلاع فراہم کرنے کی چنداں ضرورت نہیں" میں نے زہریلے لہجے میں کہا "تم لوگوں کی کارکردگی سے میں بہت اچھی طرح واقف ہوں۔"

"یہ بہت زبان دراز آدمی ہے جناب" اے ایس آئی نے کہا "میری مانیں تو اسے لاک اپ میں بند کر دیں۔ صبح تک یہ سب کچھ اگل دے گا۔"

"اور اس کے بعد تم لوگ اپنی اپنی ملازمتیں بچانے کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے ہو گے" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور انچارج نے ہونٹ بھینچ لئے۔ میرا پُراعتماد انداز اسے دہلائے دے رہا تھا۔ کسی مضبوطی کے بغیر کوئی اس قسم کی گفتگو نہیں کر سکتا لیکن وہ محض اس گفتگو کی بنیاد پر مجھے چھوڑ بھی نہیں سکتے تھے۔ اب تو بات آن کی تھی۔ آخر وہ بااختیار لوگ تھے۔ انہیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔

"میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں" انچارج نے غصیلے لہجے میں کہا "اگر اس کے بعد تم نے فضول گوئی کی تو پھر میں کسی چیز کا ذمے دار نہیں ہوں گا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی "ٹھیک ہے۔۔۔ تو پھر مجھے ایک فون کرنے کی اجازت دو" میں نے اس کے سامنے رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کسے فون کرو گے؟" انچارج نے تجسس سے پوچھا۔

"میں جو کچھ بھی کروں گا اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آجائے گا" میں نے کہا "میں تمہیں کیوں بتاؤں کہ میں کسے فون کروں گا۔"

"ٹھیک ہے" انچارج نے کہا اور ٹیلی فون میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے فون اپنی طرف کھسکایا اور ٹرپل فائیو سیون زیرو ڈائل کیا۔ مادام کلارا نے اپنا یہ نمبر مجھے خود دیا تھا۔ دوسری گھنٹی پر دوسری طرف سے فون اٹھایا گیا۔ مادام کلارا بول رہی تھی۔

"میں ایڈم ڈی فلوک بول رہا ہوں" میں نے کہا "اس وقت میں ڈاکس پولیس اسٹیشن میں سرکاری مہمان ہوں۔"

"تم وہاں کیا کر رہے ہو مسٹر ایڈم؟" کلارا نے میری آواز پہچان کر حیرت سے کہا۔

"مجھے اور فلورا کو بندرگاہ والی سڑک سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ہم پر آوارہ گردی کا الزام ہے۔"

"اگر تم لوگ رات کو اس پہر وہاں گھوم رہے تھے تو تمہیں بالکل صحیح گرفتار کر لیا گیا ہے" کلارا نے مزاحیہ انداز میں کہا "تمہیں کوئی اور جگہ نہیں ملی تھی۔"

"میرا کام تمہیں مطلع کرنا تھا اور میں نے کر دیا ہے اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔"

"سوال یہ ہے کہ تم بندرگاہ پہنچے کس طرح اور وہ دونوں مردود کہاں ہیں جنہیں میں نے تمہاری نگرانی پر مامور کیا تھا؟" مادام نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تفصیلات بعد میں بھی معلوم کی جا سکتی ہیں" میں نے کہا "رہی ان دونوں کی بات تو وہ دونوں باہر جھک مار رہے ہوں گے۔"

"اور اس وقت وہ کہاں تھے جس وقت تمہیں گرفتار کیا گیا؟" مادام کلارا نے پوچھا۔

"قریب ہی موجود تھے" میں نے مختصر جواب دیا۔ "تم لوگ گرفتار ہو کے تھانے پہنچ گئے اور وہ دونوں مردود تماشا دیکھتے رہے" کلارا نے غصیلی آواز میں کہا "میں ابھی ان کی خبر لیتی ہوں۔"

"ان کی خبر بعد میں لیتی رہنا پہلے ہماری فکر کرو" میں نے کہا "ورنہ رات یہیں بسر کرنی پڑ جائے گی۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم وہ آدمی ہو جس کے ساتھ کلارا پارٹنرشپ کرنے کو تیار تھی۔ اگر تمہیں وہاں ایک گھنٹا بھی گزارنا پڑا تو پورا تھانہ معطل ہو جائے گا۔ تم صرف پانچ منٹ انتظار کرو۔"

میں نے فون بند کر دیا۔ فلورا، انچارج اور اے ایس آئی سب متجسس انداز میں میری طرف دیکھ رہے تھے۔

"گھڑی دیکھ لو" میں نے انچارج سے کہا "پانچ منٹ کے اندر اندر تمہیں اس فون کے نتیجے کا پتا چل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے" انچارج نے بے پروائی سے کہا "پانچ منٹ گزرنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔ اس کے بعد میں تم سے پوچھوں گا۔"

"چائے کا آرڈر ابھی سے دے دو" میں نے انچارج سے کہا "پانچ منٹ بعد تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی۔"

انچارج کچھ نہیں بولا۔ ٹیلی فون کا نتیجہ آنے تک وہ خاموشی اختیار کئے رکھنا چاہتا تھا۔

پھر پانچ منٹ پورے ہونے سے قبل ہی سیاہ سوٹ والا شخص انچارج کے کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا۔

"یہ صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں جناب" سیاہ سوٹ والے کے ساتھ آنے والے سپاہی نے انچارج سے کہا "کہتے ہیں اپنی شناخت سے انچارج کو آگاہ کروں گا۔"

انچارج نے سر کے اشارے سے اندر آنے کی اجازت دی اور سیاہ سوٹ والا انچارج کی کرسی کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کارڈ تھا جو اس نے اس طرح انچارج کو دکھایا کہ کوئی اور اسے نہیں دیکھ سکا۔ میں نے محسوس کیا کہ کارڈ دیکھ کر انچارج بری طرح بوکھلا گیا ہے۔

"اوہو، تشریف رکھئے جناب" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں سیاہ سوٹ والے سے کہا۔

"نہیں، اتنا وقت نہیں ہے" سیاہ سوٹ والے نے کہا "بس میں ان دونوں کو لینے آیا تھا۔ یہ ہمارے آدمی ہیں۔"

"اوہ!" انچارج چونک پڑا "اگر انہوں نے صرف تذکرہ بھی کر دیا ہوتا تو بہت کافی ہوتا۔"

"کوئی بات نہیں" سیاہ سوٹ والے نے کہا "اب ہمیں اجازت دیں۔"

"ارے جناب! کچھ چائے وغیرہ تو پی لیتے۔۔۔"

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ چائے کا آرڈر دے دو" میں نے خوش ہو کر کہا "اب دیکھ لو ضرورت پڑ گئی نا۔"

انچارج ہنسنے لگا۔ اس کے رویے میں زبردست تبدیلی واقع ہو گئی تھی لیکن سیاہ سوٹ والا کچھ زیادہ ہی جلدی میں معلوم ہوتا تھا۔ اس نے چائے پینے سے انکار کر دیا۔

"میں تو چائے ضرور پیوں گا" میں نے کرسی پر پھیل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ میں ان لوگوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہ رہا تھا تاکہ تین بجے بھی میں ان کے ساتھ ہی رہوں۔

سیاہ سوٹ والے نے مجھے خشمگیں نظروں سے [illegible] گھورا۔ شاید اس پر پہلے ہی جھاڑ پڑ چکی تھی لیکن [illegible]

ایک تجسس پرست نوجوان کی داستان حیات جسے کیمیا گری کا جنون تھا اور اس راہ میں اسے قدم قدم پر ایک نئی دنیا نظر آئی۔ اس کا جنون کیمیا گری کبھی اسے نیپال کی بھول بھلیوں میں لے گیا تو کبھی ہمالیہ کی وادیوں میں۔ اس سنسنی خیز مسافت میں ایک روز پارس پتھر اس کے ہاتھ لگ گیا تو ایک دنیا اس کے پیچھے پڑ گئی۔ موت کے فرشتے لمحہ بہ لمحہ اس کے تعاقب میں رہے۔ کبھی وہ ہندوستان میں چھپتا رہا اور کبھی سرزمین عرب پر تلاش کرتا رہا۔ بالآخر اسرائیل میں جا پھنسا۔ اسے اسرائیل اسے اپنا ایجنٹ بنانا چاہتا تھا۔ کیا وہ ان کا آلۂ کار بن گیا [illegible] صرف طاقت کے معرکے ہی درپیش نہیں تھے، قدم قدم پر اس کی ذہانت و فطانت کو بھی ایک آزمائش درپیش تھی۔ ہر موڑ پر [illegible] پیغام اجل کے ساتھ اس کے منتظر تھے۔

اس طویل داستان کی ہر سطر ایک واقعہ ہے۔ ایکشن، تجسس، تحیر اور حیرت انگیز واقعات سے بھرپور یہ لازوال کہانی [illegible] برس سلسلہ وار جاسوسی ڈائجسٹ میں شائع ہوتی رہی اور اب کتابی شکل میں دستیاب ہے۔

مفرور

(چھ حصوں پر مکمل) ـــــ قیمت فی حصہ ۵۰ روپے ـــــ ڈاک خرچ [illegible]

WWW.PAKSOCIETY.COM

چہرے کے تاثرات بتارہے تھے کہ اسے میری حرکت اچھی نہیں لگی ہے۔ تاہم اس نے کچھ کہا نہیں اور ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

چائے پینے میں مزید بیس منٹ صرف ہوگئے اور جب ہم پولیس اسٹیشن سے باہر آئے تو تین بجنے میں صرف دس منٹ باقی رہ گئے تھے۔

"تم بہت بے کار آدمی ہو" سیاہ سوٹ والے نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ اس کا ساتھی اس کے برابر بیٹھا تھا اور میں فلورا کے ساتھ عقبی نشست پر تھا "دوسروں کے لئے خواہ مخواہ مسائل کھڑے کردیتے ہو۔"

"میں مادام کلارا تک تمہاری رائے پہنچادوں گا" میں نے بے پروائی سے کہا "اس سے پہلے بھی تم مجھ سے الجھنے کی کوشش کرچکے ہو۔"

"میں اپنی رائے سے رجوع کرتا ہوں۔ تم مادام سے اس کا تذکرہ نہیں کروگے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" میں نے کہا "جب تم نے اپنی رائے تبدیل کرلی تو اب اس کا کیا ذکر۔"

"اب یہ بتاؤ کہ تم کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟" اس نے پوچھا "ہوٹل جاؤ گے یا کہیں اور چلوں۔"

"اب سونا بھی ہے بابا" میں نے کہا "اس وقت کہیں اور جانے کا کیا سوال ہے۔"

ہوٹل کافی فاصلے پر تھا اور وہاں تک پہنچنے میں کم از کم آدھا گھنٹا تو ضرور لگتا۔ میرا مقصد پورا ہوگیا تھا۔ دھماکوں کے وقت میں ایگلز کے آدمیوں کے ساتھ کار میں سفر کررہا ہوتا۔ اس وقت مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ جس کار میں میں سفر کررہا ہوں اس میں ٹرانسمیٹر بھی نصب ہے۔ اس کا پتا تو اس وقت چلا جب ہم ہوٹل کے قریب پہنچے اور کار کا ٹرانسمیٹر اچانک جاگ اٹھا۔ کوئی بڑے ہیجانی لہجے میں اطلاع دے رہا تھا کہ ایگلز کے چاروں اڈوں پر بموں کے خوف ناک دھماکے ہوئے ہیں۔ یہ اطلاع سن کر دونوں سیاہ سوٹ والے اور فلورا مضطرب ہوگئے۔ میں نے مطمئن انداز میں سرہلایا لیکن ظاہر ہے مجھے بھی اضطراب ظاہر کرنا تھا۔

سیاہ سوٹ والے نے کار کا رخ موڑ دیا تھا اور اب کار کراؤن کلب کی طرف جارہی تھی۔ ان تینوں نے اس حادثے پر تبصرے کئے تھے مگر میں خاموش بیٹھا کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔

کراؤن کلب پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی لیکن وہاں تھا ہی کیا۔ اب کراؤن کلب کی جگہ ملبے کا ڈھیر نظر آرہا تھا۔ یہ

متعدد طاقت ور بموں کی پھیلائی ہوئی تباہی تھی۔ فائر بریگیڈ عملہ اپنی کارروائیوں میں مصروف تھا۔

وہ لوگ کچھ دیر وہاں رکے۔ ان کے چہروں سے شد تاسف کا اظہار ہورہا تھا فلورا بھی مرجھا سی گئی تھی۔ یہ وہ کلب تھا جہاں وہ کام کیا کرتی تھی اور اب وہی جگہ ملبے کا بن کررہ گئی تھی۔

کچھ دیر بعد ایک سیاہ سوٹ والے نے مجھ سے بھ ہوئی آواز میں کہا "چلو تمہیں تو ہم ہوٹل چھوڑ آئیں۔ یہ تو جو ہونا تھا ہو چکا۔"

وہ ہمیں ہوٹل چھوڑ کر چلے گئے۔ راستے بھ رینا سالومن کو مغلظات سے نوازتے رہے تھے اور یہ ان ذہنی شکست کی دلیل تھی۔

"ہم لوگوں کے ساتھ اس قسم کے حادثات ہوتے رہتے ہیں فلورا" میں نے کمرے میں پہنچنے کے بعد فلورا کہا "لہٰذا اس سانحے کو بھولنے کی کوشش کرو۔"

فلورا نے ہونٹ بھینچ کر آنسو پینے کی کوشش کی بہت زیادہ سوگوار نظر آرہی تھی۔ میں بھی یہی ظاہر کر جیسے اس سانحے پر بہت زیادہ رنجیدہ ہوں۔

ہمیں کمرے میں پہنچے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھ فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا' دو طرف مادام کلارا تھی۔

"رینا سالومن کا سراغ مل گیا ہے ایڈم!" وہ بڑے خیز لہجے میں کہہ رہی تھی "اس نے جو تباہی پھیلائی ہے ہم اس سے اس کا انتقام لے سکیں گے۔"

ریسیور پر میری گرفت سخت ہوگئی "تمہیں کوئی غلط ہوگئی ہوگی کلارا" میں نے حتی الامکان پرسکون لہجے "اس کا سراغ اچانک کیسے مل سکتا ہے؟"

"تم خالی سراغ کی بات کررہے ہو' ہم تو اسے اس ساتھیوں سمیت گرفتار بھی کرچکے ہیں بس تم فوراً آجاؤ۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوگیا لیکن میں باختہ ہوچکا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ چند گھنٹو اندر اندر کلارا تہذیب تک کس طرح پہنچ گئی لیکن یہ کا نہیں عمل کرنے کا وقت تھا۔

"مادام کلارا نے مجھے طلب کیا ہے فلورا! میں جارہا ہوں" میں نے کہا اور پھر فلورا کے جواب کا ا بغیر آندھی طوفان کی طرح ہوٹل کے کمرے سے نکل ہوا۔

راہداری میں سیاہ سوٹ والا موجود تھا۔ مگر میرے پاس اس پر توجہ دینے کے لئے فرصت نہیں تھی۔ ماضی میں کئی بار ایسا ہوا کہ تہذیب کو دشمنوں نے اغوا کرلیا مگر اس بار جو صورت حال درپیش تھی وہ ان سب سے مختلف تھی۔ اس بار تہذیب کی سلامتی خطرے میں نظر آرہی تھی۔ وہ تہذیب مالکم ایکس کی نہیں بلکہ رینا سالومن کی حیثیت سے مادام کلارا کے ہاتھ لگی تھی۔ یہ حادثہ کس طرح ہوا اس کے بارے میں کچھ کہنا فی الحال ممکن نہیں تھا۔ لیکن ایک بات بہرحال یقینی کہی جاسکتی تھی کہ رینا سالومن نے مادام کلارا کو جس طرح زچ کیا تھا اس کے بعد مادام کلارا سے کسی رعایت کی توقع کرنا عبث تھا۔

"آپ اس وقت کہاں جارہے ہیں جناب" سیاہ سوٹ والے نے میرے راستے میں آتے ہوئے مجھ سے کہا۔ بہت ممکن تھا کہ میں جذبات کی رو میں اسے دھکا دے کر نکل جاتا۔ لیکن میں نے بروقت خود کو سنبھال لیا۔ میں علی یار خان نہیں بلکہ ایڈم ڈی فلوک تھا اور گرفتار ہونے والی تہذیب مالکم ایکس نہیں بلکہ رینا سالومن تھی۔ میں کسی احمقانہ قسم کی جذباتیت کا مظاہرہ کر بیٹھتا تو وہ میری طرف سے مشکوک ہوجاتا۔ ایڈم ڈی فلوک تو رینا سالومن کا دشمن اور مادام کلارا کا حمایتی تھا اسے تو رینا سالومن کی گرفتاری پر خوشی کا اظہار کرنا چاہئے تھا۔

"اوہ' تمہیں معلوم نہیں" میں نے ہیجانی انداز میں کہا "رینا سالومن پکڑی گئی۔ مجھے مادام کلارا نے فوری طور پر طلب کیا ہے۔"

رینا سالومن کے پکڑے جانے کی خبر ایسی نہ تھی کہ جسے سن کر ایگلز کا کوئی ممبر بھی اپنی حیرت اور خوشی کو چھپا سکتا۔ سیاہ سوٹ والے کے چہرے پر ابھی دو تاثرات نے گھر کرلیا "کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں مسٹر فلوک؟" اس نے کہا "وہ کس طرح پکڑی گئی۔"

"مجھے تفصیلات کا علم نہیں ہے" میں نے کہا "مادام کلارا نے تفصیل نہیں بتائی۔ بس مجھے فوراً بلایا ہے۔ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھے جانے دو۔"

"آپ کا راستہ بھلا کون روک سکتا ہے مسٹر فلوک" سیاہ سوٹ والے نے ہنس کے کہا۔ وہ بہت خوش تھا جب کہ میری کیفیت اس کے برعکس تھی۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ اڑ کر کلارا کے پاس پہنچ جاؤں۔ ایک ایک لمحہ بہت قیمتی تھا۔ مادام کلارا سے کچھ بعید نہیں تھا کہ اس نے تہذیب پر تشدد شروع بھی کردیا ہو۔ کلارا کے چنگل سے تہذیب کو رہا کرانا

آسان نہیں تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ میں ان حفاظتی انتظامات سے واقف نہیں تھا جو کلارا نے کررکھے ہوں گے۔

"رینا سالومن کے پکڑے جانے کے بعد تمہیں میری نگرانی جاری رکھنے کی ضرورت نہیں" میں نے کہا۔

"ضروری اور غیر ضروری کا فیصلہ کرنے کا ہمیں اختیار نہیں۔ ہمیں تو جو حکم دیا جاتا ہے ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔"

"تو پھر تم اپنا کام کرو اور میں اپنا کام کررہا ہوں" میں نے کہا اور اس سے کترا کر آگے نکلنے کی کوشش کی۔ مگر اس نے مجھے روک لیا۔

"ایک منٹ ٹھہریں مسٹر فلوک! میں آپ کو خود مادام کلارا کے پاس لئے چلتا ہوں" اس نے کہا اور دوسرے سیاہ سوٹ والے سے وہیں رک کر فلورا کی نگرانی جاری رکھنے کو کہا۔

"اب ہم چل سکتے ہیں مسٹر فلوک" اس نے مجھ سے کہا اور میں اس کے ساتھ نیچے آگیا۔

"آپ نے مادام کلارا کے دل میں گھر کرلیا ہے مسٹر فلوک" اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا "ہم سب حیران ہیں کہ آپ اتنے کم وقت میں اتنی زیادہ اہمیت کس طرح اختیار کرگئے۔"

"یہ سوال مادام کلارا سے کرو" میں نے مختصر جواب دے کر اس سے جان چھڑانے کی کوشش کی۔ میں پوری یکسوئی کے ساتھ کوئی مناسب حکمت عملی ترتیب دینا چاہتا تھا مگر وہ میرا پیچھا چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھا۔

"ہم لوگ برسوں سے مادام کلارا کے لئے کام کررہے ہیں مسٹر فلوک مگر مادام کلارا نے کسی کو بھی خود سے اتنا قریب نہیں آنے دیا۔ میں نے سنا ہے آپ حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہیں۔"

میرا جی چاہا کہ کھوپڑی پر ایک ایسا ہاتھ رسید کروں کہ وہ بے ہوش ہوجائے مگر ظاہر ہے آدمی ہمیشہ وہ نہیں کرسکتا جو اس کا جی چاہ رہا ہو اور یہ موقع تو خاص طور پر خود پر قابو رکھنے کا تھا لہٰذا میں جواباً مسکرایا "تم نے ٹھیک سنا ہے۔"

"مادام کلارا نے آپ کو سندِ اعتبار بخشی ہے تو یقیناً درست ہوگی لیکن بظاہر تو آپ کی شخصیت میں کوئی ایسی خاص بات نظر نہیں آتی۔"

"مجھے افسوس ہے" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "آئندہ میں کوشش کروں گا کہ میری شخصیت میں کوئی نہ کوئی خاص بات نظر ضرور آیا کرے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

سیاہ سوٹ والے نے سڑک سے نظر ہٹا کر حیرت سے میری طرف دیکھا۔ فوری طور پر وہ میرا مطلب سمجھنے سے قاصر رہا تھا۔ میں نے اس وقفے سے فائدہ اٹھا کر تہذیب کے بارے میں سوچنے کی کوشش کی مگر عین اسی وقت اس نے ہنسنا شروع کر دیا۔

"میں سمجھ گیا مسٹر فلوک" اس نے کہا "آپ کی کامیابیوں کا راز یہی ہے کہ آپ بظاہر اتنے خطرناک نظر نہیں آتے جتنے دراصل ہیں اور لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ اس مردود نے شاید تہیہ کر لیا تھا کہ مجھے کچھ سوچنے نہیں دے گا "میں نے کبھی تجزیہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ممکن ہے تمہارا کہنا ہی درست ہو" میں نے ایک بار پھر مبہم سا جواب دے کر اس سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی۔

"مادام آپ کو بہت اہمیت دے رہی ہیں مسٹر فلوک" اس نے کہا "جب پولیس نے آپ کو گرفتار کر لیا تھا تو ہم پر سخت جھاڑ پڑی تھی کہ ہم نے بروقت مداخلت کیوں نہیں کی۔"

میں جھنجلا کر اسے کوئی سخت جواب دینے والا ہی تھا کہ میری نظر سامنے پڑی جہاں چوراہے پر پولیس کی ایک موبائیل وین کھڑی تھی۔ انہوں نے دور ہی سے کار کو رکنے کا اشارہ دیا تھا۔ سیاہ سوٹ والے نے بھی کار کی رفتار سست کر دی تھی۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ اگر وہ نہ ہوتا تو میں مادام کلارا تک پہنچ ہی نہیں سکتا تھا۔ شہر میں بیک وقت چار اہم مقامات پر بم کے دھماکے ہونے کے بعد پولیس کا نچلا بیٹھنا محال تھا۔ اگرچہ اصل مجرموں تک ان کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی تاہم خانہ پری کے لئے انہیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔

"نیچے آیئے جناب" ایک پولیس والے نے کار کے نزدیک آ کر کہا۔ دوسرا پولیس والا کار کے اندر ٹارچ کی روشنی ڈال کر دیکھ رہا تھا کہ کار میں اور کون کون ہے۔

سیاہ سوٹ والے نے ایک کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھایا مگر پولیس والا ان پڑھ معلوم ہوتا تھا "نیچے اتر آیئے" اس نے قدرے جارحانہ انداز میں کہا "ہر کار کی تلاشی لینے کے لئے سخت آرڈر ہیں۔"

"آپ کار میں ہی بیٹھے رہیں مسٹر فلوک" سیاہ سوٹ والے نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میں ان کے انچارج سے بات کرتا ہوں۔"

"تم بھی کار سے نیچے اترو" پولیس والے نے بڑے خراب لہجے میں اس سے کہا "تم کیا کوئی گورنر جنرل ہو کہ کار میں ہی بیٹھے رہو گے۔"

"سب ہو جائے گا" سیاہ سوٹ والے نے پُرسکون لہجے میں کہا "میں ذرا تمہارے انچارج سے بات کر لوں۔ اس کی اجازت ہے یا نہیں؟"

ظاہر ہے پولیس والا روک کیسے سکتا تھا۔ سیاہ سوٹ والا موبائیل کے انچارج کے پاس گیا اور چند منٹ میں واپس آ گیا۔ اس کی کار کو تلاشی سے مبرا قرار دے دیا گیا تھا۔

"تمہیں کوئی جادو وغیرہ آتا ہے کیا؟" میں نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا "پولیس والے تمہارے سامنے موم کی طرح ہو جاتے ہیں؟"

"ایگلز کے ممبران کو شی گورائے میں بہت سی ایسی آسانیاں میسر ہیں جو کہیں اور نہیں ہو سکتیں۔ میں انہیں ایک مخصوص کارڈ دکھاتا ہوں تو وہ مجھ سے ہر طرح کا تعاون کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔"

میں نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا اور ایک بار پھر تہذیب کے بارے میں سوچنے لگا۔ سیاہ سوٹ والا بھی کسی سوچ میں گم ہو گیا تھا لہٰذا وقتی طور پر مجھے سکون کے کچھ لمحات میسر آ گئے۔ میں نے کلارا کے بنگلے پر پہنچنے تک تہذیب کو رہا کرانے کے کئی منصوبے بنائے اور مسترد کئے۔

بنگلے کے گیٹ پر موجود محافظوں نے ہمیں روکا اور مجھے پہچانتے ہی انہوں نے مجھے اندر جانے کی اجازت دے دی۔ شاید کلارا نے انہیں پہلے ہی اس سلسلے میں ہدایات دے دی تھیں۔

میں ہدایت کے مطابق سیدھا کلارا کی خواب گاہ میں پہنچا۔ وہ نہایت ہشاش بشاش نظر آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر بڑی رونق تھی۔

"تم آ گئے ایڈم" اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا "مجھے معلوم تھا کہ یہ خبر سن کر تم فوراً دوڑے چلے آؤ گے۔"

مادام کلارا کی بات سن کر ایک لمحے کو تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کلارا نے محض مجھے بلانے کے لئے یہ خبر سنائی تھی لیکن اگلے ہی لمحے میرے اس خیال کی نفی ہو گئی۔

"اسے تقریباً عین اس وقت پکڑ لیا گیا جب اس کے آدمی ہمارے اڈوں پر تباہی پھیلا رہے تھے۔ کاش وہ کچھ پہلے ہاتھ آ جاتی تو کم از کم ہم بڑی تباہی سے بچ جاتے۔"

"لیکن وہ ہے کہاں" میں نے بے چینی سے پوچھا۔ جلد از جلد تہذیب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا چاہتا تھا۔ معلوم نہیں وہ اب بھی میک اپ میں ہو گی یا نہیں۔

"وہیں" مادام کلارا مسکرائی "اس عقوبت خانے میں جہاں اس کے ایجنٹ کو رکھا گیا تھا۔"

"میں سمجھا تھا تم مجھے وہیں ملو گی" میں نے کہا "مگر تم تو یہاں اطمینان سے بیٹھی ہو۔"

"میرے آدمی اس کی کھال اتار رہے ہیں" کلارا نے کہا "میرا وہاں موجود رہنا کیا ضروری تھا ۔۔۔ اور ہاں تم کھڑے کیوں ہو، بیٹھ جاؤ نا۔"

میں ایک طویل سانس لے کر بیٹھ گیا "معلوم نہیں کیوں اسے دیکھنے کے لئے دل بے قرار ہو رہا تھا۔ میں سمجھا تھا کہ تم مجھے فوراً اس کے پاس لے چلو گی۔"

"بے فکر رہو وہ اتنی خوب صورت نہیں ہے کہ تم جیسا آدمی اسے دیکھنے کے لئے بے قرار ہو جائے" مادام کلارا نے ہنس کر کہا۔

اس کے انداز سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ تہذیب کے میک اپ کا راز فاش نہیں ہوا۔ اگر ہو گیا ہوتا تو وہ ضرور تذکرہ کرتی۔ یہ کوئی معمولی انکشاف نہیں تھا کہ ریناسالومن دراصل تہذیب مالکم ہیں ہے۔

"کم از کم یہی بتا دو کہ تم اس تک پہنچنے میں کس طرح کامیاب ہوئیں؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے لئے ہم تمہارے احسان مند ہیں۔ اگر تم نہ ہوتے تو شاید یہ کام اتنا آسان ثابت نہ ہوتا۔"

میں چونک پڑا۔ میں نے تو حتی الامکان احتیاط برتی تھی۔ پھر مجھ سے کون سی ایسی کوتاہی ہو گئی کہ کلارا میرے ذریعے تہذیب تک پہنچ گئی۔

"نہیں سمجھے" کلارا نے ہنس کر کہا اور میں نے نفی میں سر ہلایا۔

"ویسے تو تم بڑی ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہو لیکن مجھے حیرت ہے کہ اتنی ذرا سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی ۔۔۔ لگتا ہے تم نے اس معاملے میں ذہن استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔"

میں سمجھ نہیں سکا کہ اس کا مطلب کیا تھا۔ نہ ہی وہ اندازہ کر سکتی تھی کہ معاملہ میرے لئے کس قدر گمبھیر ہے۔ وہ تو معاملات کو اپنے زاویہ نگاہ سے دیکھ رہی تھی اور یہاں جان پر بنی ہوئی تھی۔ وہ بتا چکی تھی کہ ریناسالومن پر تشدد شروع کیا جا چکا ہے۔ وہ بھلا کیسے اندازہ کر سکتی تھی کہ تہذیب پر تشدد کی خبر سن کر میرے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ تہذیب کا معاملہ نہ ہوتا تو شاید میں تجزیہ کر کے کوئی نتیجہ اخذ کر لیتا۔

"ذہن کا استعمال وہاں کیا جاتا ہے جہاں اس کی ضرورت ہو" میں نے جبراً مسکرا کر کہا "جب تم مجھے خود ہی سب کچھ بتا دو گی تو مجھے اپنا دماغ تھکانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تمہارا خیال غلط ہے" مادام کلارا نے کہا "مجھے تمہاری ذہانت کا امتحان مقصود ہے۔۔۔ اور پھر اس میں ذہانت کی کوئی بات بھی تو نہیں ہے۔"

میں بری طرح جھنجلا گیا مگر میں نے خود پر قابو رکھا "چلو مت بتاؤ۔۔۔ مگر مجھے اس عورت کو دیکھنے کا بڑا اشتیاق ہے جس نے تم سے آنکھیں چار کرنے کی ہمت کی ۔۔۔ وہ کوئی معمولی عورت تو ہرگز نہیں ہو گی؟"

"تم تو کچھ زیادہ ہی مشتاق نظر آ رہے ہو" مادام کلارا نے معنی خیز لہجے میں کہا "چلو، تمہیں اس سے ملوا دوں۔"

وہ مجھے اپنے عقوبت خانے میں لائی۔ اندر داخل ہوتے ہی میری نگاہ اس عورت پر پڑی جسے شکنجوں پر کس کر اس پر ہنٹر برسائے جا رہے تھے۔ میں نے اسے دیکھ کر حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور مادام کلارا کی طرف مڑا۔

"یہ" میں نے اس عورت کی طرف اشارہ کر کے استہزائیہ انداز میں کہا "ریناسالومن تو ہرگز نہیں ہو سکتی۔"

میری بات سن کر کلارا کی حسین پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں "تم یہ بات اتنے یقین سے کس طرح کہہ رہے ہو؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

میں یہ بات اتنے یقین سے اس لئے کہہ رہا تھا کہ مجھے معلوم تھا وہ عورت ریناسالومن نہیں ہے۔ ریناسالومن تو تہذیب تھی اور تہذیب کو اگر میں ہی نہ پہچانتا تو اور کون پہچانتا۔ میری نگاہوں کے سامنے جو عورت تھی وہ ایک سیاہ فام افریقی عورت تھی۔ خالص مقامی لیکن میں یہ بات مادام کلارا سے تو نہیں کہہ سکتا تھا اس سے تو مجھے کچھ اور ہی کہنا تھا۔ کوئی ایسی بات جو اسے بھی مطمئن کر دے اور مجھے بھی اس کی نظروں میں مشکوک ہونے سے بچائے۔

"تمہیں یاد نہیں، ریناسالومن نے کہا تھا کہ اس کا کوئی آدمی زبان ہرگز نہیں کھول سکتا" میں نے کہا۔

"لیکن دیکھ لو ہم نے اس کے آدمی سے اس کے بارے میں اگلوا لیا" مادام کلارا نے کہا۔ سیاہ فام عورت کی چیخوں سے عقوبت خانہ گونج رہا تھا۔ وہ رحم کی بھیک مانگ رہی تھی "نہ صرف اگلوایا بلکہ اب یہ ہماری قید میں بھی ہے۔"

"اسی لئے تو مجھے اس کے ریناسالومن ہونے پر شبہ ہے۔۔۔ وہ اتنی آسانی سے قابو میں آنے والی عورت نہیں معلوم ہوتی۔" میں نے محتاط انداز میں کہا اور کلارا ہنسنے لگی۔

"تم ریناسالومن سے بہت زیادہ متاثر معلوم ہوتے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو۔" کلارا نے کہا "لیکن تم یہ بھول گئے کہ شی گورائے میں مادام کلارا سب سے زیادہ طاقت ور ہے۔"

"میں شی گورائے میں تمہاری حیثیت کو چیلنج تو نہیں کر رہا۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ۔۔۔۔"

"تم اس کے سوا کچھ نہیں کہہ رہے کہ مادام کلارا دھوکا کھا گئی۔" کلارا نے میری بات کاٹ کر کہا "تمہیں شاید معلوم نہیں کہ ہم بڑے سائنٹفک طریقے سے کام کرتے ہیں۔"

"تم اس عورت کو ریتا سالومن سمجھنے پر کیوں مصر ہو؟" میں نے کلارا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"اس لئے کہ یہی ریتا سالومن ہے۔ اس کے آدمی نے بڑے تشدد کے بعد زبان کھولی ہے اور ہم نے اسے پوری پلاننگ کرکے پکڑا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں اس پر کیوں شبہ ہے؟"

"کسی بھی چیز پر یقین کرنے سے قبل ایڈم ڈی فلوک اس پر شبہ کرنے کا عادی ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اسی لئے میں نے کبھی دھوکا نہیں کھایا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم۔۔۔" میں ایک طویل سانس لے کر خاموش ہوگیا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔" کلارا نے مجھے ترحم آمیز نظروں سے دیکھا۔ "اب معلوم نہیں اس حقیقت پر یقین آنے میں تمہیں کتنا عرصہ لگے گا۔ تمہاری زندگی کا بیشتر حصہ تو شک کرنے میں ہی ضائع ہوگیا ہوگا ایڈم!"

"تم نے ایک ایسے شخص کی بات پر یقین کرلیا جو تمہیں ڈبل کراس کر رہا تھا۔" میں نے اس کی باتوں کا اثر لئے بغیر کہا۔

"تمہیں کیا ہوگیا ہے ایڈ!" مادام کلارا نے حیرت سے کہا "اس نے رضاکارانہ طور پر تو ہمیں کچھ نہیں بتایا۔ اس پر تشدد کی انتہا کی گئی تب کہیں جاکر اس نے زبان کھولی ہے۔ اتنا میں بھی جانتی ہوں کہ اب اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ بھی تو حقیقت ہے کہ ریتا سالومن کا پتا معلوم کرنا ہمارے آدمیوں کا کارنامہ ہے۔ تم شاید یہ سمجھ رہے ہو کہ اس نے ہمیں غلط راہ پر ڈالنے کی کوشش کی ہے لیکن اگر تم نے اس پر ہونے والا تشدد اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہوتا تو ہرگز ایسی بات نہ کہتے۔ ویسے بھی وہ جانتا ہے کہ مادام کلارا سے غلط بیانی کرنے کی سزا کتنی بھیانک ہوسکتی ہے۔"

"اپنی جان بچانے کے لئے آدمی بڑے سے بڑا جھوٹ بول سکتا ہے۔ اس نے بھی یہی کیا ہے۔ بعد میں جو کچھ ہوگا اس سے اسے کیا۔ فی الوقت تو اس نے اپنی جان چھڑالی۔"

"تم مفروضوں کی بنیاد پر گفتگو کر رہے ہو ایڈم! اِ تمہارے مفروضوں کے مقابلے میں میرے مفروضے زیادہ مضبوط ہیں۔ لہٰذا میں تمہاری بات کیوں مان لوں؟"

"مت مانو' میرا کیا بگڑتا ہے۔" میں نے بے پروائی سے کندھے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔" کلارا نے ہنس کر کہا "آدمی میں اسپورٹس مین اسپرٹ ہونا چاہئے۔ شکست کو کھلے دل سے تسلیم کرنے کا حوصلہ چاہئے۔"

میں مسکرا دیا "ایڈم ڈی فلوک نے آج تک شکست نہیں کھائی کلارا۔۔۔ میرے پاس دلیل موجود ہے مگر مجھے یقین ہے کہ تم میں اسپورٹس مین اسپرٹ نہیں ہے۔ تم میری دلیل کو بھی بلاجواز رد کردو گی۔"

"تمہارے پاس کوئی دلیل ہوتی تو تم اب تک پیش کرچکے ہوتے اور یہ فیصلہ تم نے کیسے کرلیا کہ میں تمہاری دلیل کو رد کردوں گی۔"

"بالکل سامنے کی بات ہے کلارا! اگر یہ ریتا سالومن کا آدمی ہوتا تو وہ تمہیں کبھی چیلنج نہ کرتی۔"

"کیا مطلب؟" کلارا نے مجھے گھورا۔

"مطلب یہ کہ جب یہ پکڑا گیا تو اس نے بطور خاص اسے ٹرانسمیٹر پر بات کرکے یہ جتلایا کہ تم اس کی زبان نہیں کھلوا سکو گی۔ آخر اسے اس کی کیا ضرورت تھی؟"

"اسے اس بات پر بڑا گھمنڈ ہوگا کہ اس کے آدمی زبان نہیں کھول سکتے۔ اس لئے اس نے مجھے چیلنج کیا تھا۔ اس میں کون سی انوکھی بات ہے؟"

"خود کو اس کی جگہ رکھ کر سوچو کلارا! کیا تم اپنے آدمی پر اس حد تک بھروسا کرسکتی ہو؟"

"اتنا بھروسا شاید ہی کسی پر کیا جاسکتا ہو۔" کلارا نے کہا "لیکن یہ ریتا سالومن کی حماقت بھی تو ہوسکتی ہے۔۔۔"

"اس کے کام کرنے کے انداز کو سامنے رکھو تو تم ایسی بات نہیں کرو گی۔" میں نے کہا۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس نے ایسی حرکت کیوں کی؟" کلارا الجھ کر بولی۔

"یہ ایک سوال تم نے قاعدے کا کیا ہے۔ اس نے بڑی گہری چال چلی ہے۔ تم سے تمہارے ہی آدمی پر تشدد کروادیا۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ اگر تمہاری بات درست تسلیم کرلوں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عورت کون ہے؟"

"ریتا سالومن کے علاوہ یہ عورت کوئی بھی ہوسکتی ہے اور یہ اتنے سامنے کی بات ہے کہ ایک بچہ بھی اسے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔"

مادام کلارا الجھ گئی۔ شاید اس کے لئے یہ اعتراف کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ اس سے غلطی سرزد ہوگئی ہے۔ چند لمحے وہ کچھ سوچتی رہی پھر بولی "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ واپس اپنی خواب گاہ میں آگئی۔ "تمہاری دلیل میں کچھ کچھ وزن محسوس ہوتا ہے۔" خواب گاہ میں آنے کے بعد اس نے کہا "لیکن یہ دلیل بھی تو تم ہی نے پیش کی تھی کہ اتنی بڑی رقم لینے کے لئے آنے والا اس کا کوئی خاص آدمی ہی ہوسکتا ہے۔"

"بلاشبہ میں نے یہ بات کہی تھی اور یہ بات کچھ ایسی غلط بھی نہیں تھی لیکن ریتا سالومن میری توقع سے بڑھ کر چالاک ہے۔ اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ اس نے بہت گہری چال چلی تھی۔"

"صرف اس لئے کہ وہ بڑی آسانی سے ہمارے قابو میں آگئی؟" کلارا نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "جب میں نے بہت باریک بینی سے تجزیہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچا۔ شاید اسے یقین تھا کہ ہم اس کے ساتھ دھوکا کریں گے۔ اس لئے اس نے پہلے سے تمام انتظامات کر رکھے تھے' مائیکرو فلمیں نہ بھجوانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ اگر اس کے ساتھ دھوکا ہو تو وہ بالکل ہی بے دست و پا نہ ہونے پائے۔ اپنے کسی خاص آدمی کو نہ بھیجنے کا مطلب بھی یہی تھا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس نے ہمیں مکمل شکست سے دوچار کیا ہے۔"

"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو ایڈم۔" کلارا غرائی۔ "ہم نے تمہاری خدمات اس لئے حاصل نہیں کی تھیں کہ تم ہمارے سامنے بیٹھ کر اس کی شان میں قصیدے پڑھو۔"

"ایڈم ڈی فلوک احمقوں کی جنت میں نہیں رہتا کلارا!" میں نے افسردہ لہجے میں کہا "حقائق کا مقابلہ کرنے کے لئے حقیقت کی دنیا میں رہنا ضروری ہوتا ہے۔"

"سب تمہارے مفروضے ہیں۔" کلارا نے جھنجلا کر کہا "یہ امکان اپنی جگہ موجود ہے کہ اگر ہم رقم کی ادائیگی کردیتے تو وہ شخص رقم لے کر فرار ہوجاتا۔"

"یہ تو محض تمہارا خیال ہے کلارا ڈیئر! ورنہ جس عورت نے اتنی پیچیدہ پلاننگ کی ہو کیا اس امکان پر اس کی نظر نہیں گئی ہوگی۔ یقیناً اس نے اس کا بھی کوئی توڑ کر رکھا ہوگا۔ اگر رقم کی ادائیگی کردی جاتی تو وہ شخص کبھی فرار نہیں ہوسکتا تھا۔ ریتا سالومن نے اس کے گرد کوئی ایسا نادیدہ جال ضرور بُن رکھا ہوگا۔ جسے توڑ کر وہ نکل نہیں سکتا تھا۔ ضرور اس کی خفیہ نگرانی کی جارہی ہوگی۔ ریتا سالومن کے آدمی جب یہ دیکھتے کہ اب کوئی خطرہ نہیں ہے تو رقم اس سے چھین لیتے۔"

"تو پہلے تم کیا کر رہے تھے۔ یہ سب کچھ تمہیں پہلے ہی سوچ لینا چاہئے تھا۔"

"سوچ تو تم بھی سکتی تھیں کلارا ڈیئر! لیکن تم نے نہیں سوچا' ایڈم ڈی فلوک پر تکیہ کرلیا لیکن تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ ایڈم ڈی فلوک اندھیرے کے تیر سے بہت گھبراتا ہے۔ جسے بھی مقابلہ کرنا ہے سامنے آکر مقابلہ کرے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" کلارا بڑبڑائی "ہمیں سوچنا چاہئے تھا۔ کوئی ایسی منصوبہ بندی کرنی چاہئے تھی کہ وہ ناک آؤٹ ہوجاتی مگر اب کیا کیا جاسکتا ہے؟" وہ مضطربانہ انداز میں اٹھ کر ٹہلنے لگی۔

"کوئی شخص کتنا ہی چالاک کیوں نہ ہو کبھی نہ کبھی غلطی ضرور کرتا ہے۔"

"میں اتنا انتظار نہیں کرسکتی ایڈم! یہ میرے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔"

"ایسا ہوتا ہے" میں نے فلسفیانہ انداز میں کہا "زندگی میں ایسے مقام بھی آتے ہیں جب آدمی کسی چیز کو زندگی اور موت کا مسئلہ بنالیتا ہے لیکن پھر وہ وقت گزر جاتا ہے اور آدمی کو اپنی حماقت پر ہنسی آنے لگتی ہے۔۔۔"

"مسئلہ میں نے بنایا نہیں' خود بخود بن گیا ہے" مادام کلارا نے کہا۔ وہ شاید اپنے متعلق کوئی انکشاف کرنے والی تھی مگر پھر کچھ سوچ کر اس نے بات آگے نہیں بڑھائی اور موضوع تبدیل کرلیا "کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہی عورت ریتا سالومن ہو؟"

"ممکن تو یہ بھی ہے کہ میں مادام کلارا اور تم ایڈم ڈی فلوک ہو۔"

"اس میں برا ماننے کی کیا ضرورت ہے" کلارا نے کہا "ہمیں کوئی امکان نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ میں نے تمہاری باتوں پر غور کیا ہے۔ ان میں وزن تو ہے مگر ان کی صحت سو فی صد نہیں کہی جاسکتی۔"

"تم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ اچھا نہیں ہے" میں نے خشک لہجے میں کہا "اگر تم مجھ پر تشدد شروع کردو تو میں اپنی جان چھڑانے کے لئے اپنے فاکس ٹریٹ ہونے کا اعتراف بھی کرسکتا ہوں۔ اسی طرح تم خود بھی ریتا سالومن بن سکتی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی صورت بھی تو نہیں ہے" کلارا نے بے بسی سے کہا۔

"کیوں نہیں ہے... ریناسالومن نے تمہیں وعدہ خلافی کی سزادی ہے۔ تمہارے چار ٹھکانے بموں سے اڑا دیے۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے مزید مطالبات پیش کرنے کے لئے تم سے رابطہ نہ کرے۔ اگر تمہارا خیال درست ہے کہ تم نے ریناسالومن کو پکڑلیا ہے تو اب اس کی کوئی کال نہیں آئے گی اس لئے کہ وہ تو تمہارے قبضے میں ہے اور اگر میری بات درست ہے تو بھی پتا چل جائے گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ معلوم نہیں یہ بات میرے ذہن میں کیوں نہیں آئی۔"

"اس لئے کہ تم ہر معاملے کو صرف ایک زاویے سے دیکھنے کی عادی ہو۔ تمہیں یقین ہے کہ جسے تم نے پکڑا ہے وہی ریناسالومن ہے تو اب تم سوچنے سمجھنے کے قابل بھی کہاں رہیں۔ دعوے تم یہ کرتی ہو کہ تم ہر امکان کو مدنظر رکھتی ہو۔"

مادام کلارا جھینپ گئی "کبھی کبھی ایسا ہوجاتا ہے۔ سامنے کی بات بھی نہیں سجھائی دیتی۔ بہرحال میں اس پر تشدد رکوادیتی ہوں۔" اس نے انٹرکام اٹھایا اور اس پر کسی کو حکم دیا کہ مسز آلویندا پر فی الحال تشدد روک دیا جائے۔

"تم نے کیا نام لیا" میں نے چونک کر کہا اور مادام کلارا مسکرانے لگی۔

"یہ اسی آلویندا کا ذکر ہے جسے تم نے میرے آدمیوں سے سزا دلوائی تھی" اس نے کہا اور میں فوری طور پر سمجھ گیا کہ کلارا کا ذریعہ معلومات کیا ہے۔ میں کلارا کے پاس آنے کے لئے ہوٹل سے نکلا تو فلورا نے موقع ملتے ہی اسے فون کر کے تفصیلات سے آگاہ کردیا۔

"تمہاری معلومات پر حیرت ہوتی ہے۔ آخر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ اسے میں نے سزا دلوائی تھی؟"

"اگر میں اتنی باخبر نہ رہوں تو اتنا بڑا گروہ نہیں چلاسکتی۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آخر تم اس علاقے میں کیوں گئے تھے؟"

"ریناسالومن کے کسی متوقع حملے سے بچنے کے لئے... اس نے آج رات کے لئے دھمکی دی تھی اور میں خاص طور پر اس کا ہدف ہوسکتا تھا..."

"مگر اس کی حرکت دیکھو" کلارا نے غصیلے لہجے میں کہا "اس نے ہمارے ٹھکانوں پر حملہ کرکے اچھا نہیں کیا۔ اسے اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔"

"میں سمجھتا تھا تم نے اپنے اڈوں پر حفاظتی انتظا... رکھے ہوں گے..."

"ہمیں کبھی اس کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی... سے قبل کسی تخریب کاری سے واسطہ بھی نہیں پڑا تھا۔"

"تمہاری بے پروائی پر مجھے حیرت ہے کلارا... ریناسالومن نے تمہارے کچھ اہم ٹھکانوں کو نشانہ... کل کلاں کو وہ براہ راست تم پر بھی حملہ آور ہو سکتی ہے۔"

"کاش وہ یہ حماقت کر بیٹھے" کلارا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کیا فضول باتیں کر رہی ہو" میں نے اپنے لہجے میں تشویش کا عنصر پیدا کرتے ہوئے کہا "مجھے تو یہاں کے حفاظتی انتظامات بھی ناقص لگتے ہیں۔ تمہیں فوری طور پر اس میں اضافہ کردینا چاہئے۔"

کلارا پراسرار سے انداز میں مسکرائی "یہاں کے حفاظتی انتظامات میں اضافہ کرنا فی الحال ممکن نہیں۔"

"یقیناً تمہاری کوئی مجبوری ہوگی لیکن اگر تم کہو تو اس سلسلے میں میں اپنی خدمات پیش کرسکتا ہوں۔"

کلارا ہنسنے لگی "شکریہ ایڈم" اس نے کہا "میرا مطلب یہ تھا کہ یہاں پہلے ہی نہایت معقول حفاظتی انتظامات ہیں۔"

"تم کہتی ہو تو ٹھیک ہی ہوگا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ احاطے میں کتے تک نہیں ہوتے اور محافظوں کی تعداد بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہت زیادہ نہیں ہے۔ اگر کوئی ذہانت کا مظاہرہ کرے تو اس دفاعی نظام کو شکست دینا زیادہ مشکل نہیں ہے۔"

"کہتے ہیں آسانی دھوکا کھا جاتے ہیں مسٹر ایڈم" کلارا نے مسکرا کر کہا "ہمارے حفاظتی انتظامات کی بنیاد الیکٹرانک سسٹم پر ہے۔ اس سسٹم کو دھوکا دینا ناممکنات میں سے ہے اس لئے میری طرف سے فکر مت کرو۔"

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ کلارا نے اپنی حفاظت کے لئے غیر معمولی انتظامات کر رکھے ہوں گے اور اس وقت کلارا نے جو کچھ بتایا اس سے میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی تھی۔

"یہ بات سن کر مجھے تسلی ہوئی ہے کلارا! رینا سالومن کم از کم تم پر تو حملہ نہیں کر سکے گی۔"

"تم فلورا سمیت یہیں منتقل ہو جاؤ ایڈم! اب چوں کہ رینا سالومن کا بس کہیں اور نہیں چل سکے گا اس لئے ممکن ہے وہ تمہیں ہدف بنانے کی کوشش کرے۔"

"کرنے دو" میں نے بے پروائی سے کہا "میں نے کوئی چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں۔"

"ویسے تو میں نے تمہاری حفاظت کے لئے آدمی مامور کر رکھے ہیں لیکن میں نہیں سمجھتی کہ اگر رینا سالومن نے تمہیں ہدف بنانے کا ارادہ کیا تو وہ کوئی موثر کردار ادا کر سکیں گے۔"

"زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ میں مارا جاؤں گا" میں نے کلارا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "اور میں نہیں سمجھتا کہ اس سے تمہاری صحت پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہیں فلورا کی فکر ستا رہی ہو؟"

"نہیں۔ فلورا کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ تو ایک عام کارکن ہے۔ وہ نہیں ہو گی تو اس کی جگہ لینے کے لئے سیکڑوں ہزاروں فلورائیں آموجود ہوں گی مگر ایڈم ڈی فلوک مجھے کہیں نہیں ملے گا۔"

"معاف کرنا کلارا! تمہارا رویّہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ فلورا تمہارے گروہ کی ممبر ہے جب کہ میری کوئی باقاعدہ حیثیت نہیں ہے۔ پھر میں تمہارے لئے اتنا اہم کیوں ہو گیا؟"

"تم نہیں سمجھو گے" کلارا نے ایک طویل سانس لے کر کہا "مجبوریاں آدمی کو کیا سے کیا بنا دیتی ہیں۔"

"مجھے سمجھاؤ کلارا! میں تمہاری مجبوریاں جاننا چاہتا ہوں۔ میرے بس میں ہوا تو تمہاری مدد بھی کر دوں گا۔"

"ضرور سمجھاؤں گی ایڈم! مجھے نہیں معلوم تم میری بات سمجھ سکو گے یا نہیں لیکن میں ایک کوشش ضرور کر لینا چاہتی ہوں۔ میں خوش تھی کہ رینا سالومن میری گرفت میں آگئی لیکن تم نے یہ بتا کر میری خوشیوں پر پانی پھیر دیا ہے کہ وہ رینا سالومن نہیں ہے۔"

"میں نے تو محض ایک امکان پر کہا تھا۔ کیا ضروری ہے کہ میرا اندازہ درست ہی ثابت ہو۔"

"تمہارا اندازہ ہی درست معلوم ہوتا ہے۔ رینا سالومن اتنی گھٹیا عورت نہیں ہو سکتی۔"

"ممکن ہے اس نے خود کو چھپانے کے لئے بظاہر ا[illegible] گھٹیا حیثیت اختیار کر رکھی ہو۔"

"اب تم اس کی طرف داری پر اتر آئے" کلارا [illegible] سے انداز میں مسکرائی "یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ بہ[illegible] سے لوگ جو دہری زندگی بسر کرتے ہیں خود کو چھپانے کے [illegible] ایسے ہی مصنوعی روپ اختیار کر لیتے ہیں لیکن رینا سالوم[illegible] کے لئے یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ وہ ایسی بھیا[illegible] غلطی نہیں کر سکتی۔ اس کے ماضی کی کارکردگی میرے سا[illegible] ہے۔ جس شخص کو تم نے پکڑا تھا اگر وہ رینا سالومن [illegible] واقف ہوتا تو وہ کبھی مجھے چیلنج نہ کرتی بلکہ اس کی کوشش ہوتی کہ یا تو کسی طرح اس آدمی کو رہا کروا لے یا پھر ا[illegible] مروا دے۔ یہ دونوں کام نہ ہو سکنے کی صورت میں اسے کم [illegible] اپنا ٹھکانہ تبدیل کر لینا چاہئے تھا لیکن وہ جتنی آسانی [illegible] پکڑی گئی ہے اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے [illegible] اس عورت نے اپنی پوری زندگی میں رینا سالومن کا نام نہیں سنا ہو گا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔۔۔ مان لیا کہ یہ عورت رینا سالو[illegible] نہیں ہے بلکہ رینا سالومن سے اس کا دور کا واسطہ نہیں لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"معاملہ وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں علی یار [illegible] ہماری قید سے فرار ہوا تھا۔۔۔"

"رینا سالومن کے معاملے میں علی یار خان کہاں نکل آیا" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ تم اس طرح نہیں سمجھ سکو[illegible] شاید میں کچھ زیادہ ہی الجھی ہوئی ہوں۔ میرا خیال ہے [illegible] ایگلز سے شروع کرنا چاہئے۔ جب تک تمہیں یہ معلوم ہو گا کہ ایگلز کیا ہے، تم کچھ نہیں سمجھ سکو گے۔ ایگلز [illegible] بین الاقوامی صیہونی تنظیم کا نام ہے" کلارا نے کہنا شرو[illegible] اور میں نے سانس تک روک لی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ کچھ انکشافات کرنے والی ہے اور ایسے موقع پر میرے لئے ضر[illegible]

تھا کہ اس پر میری دلچسپی ظاہر نہ ہونے پائے۔ یہ ایک مشکل کام تھا مگر کلارا میری طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"بنیادی طور پر اس تنظیم کا مقصد یہودیوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنا ہے لیکن یہ صرف دکھاوا ہے۔ پوری دنیا میں جہاں جہاں ایگلز کی شاخیں ہیں وہاں یہ تنظیم ہر قسم کے جرائم میں ملوّث ہے لیکن تمام ذیلی جرائم صرف اس لئے کئے جاتے ہیں کہ مقامی اخراجات پورے کئے جا سکیں۔ اصل مقصد وہی ہے کہ یہودیوں کو دنیا میں کوئی مقام دلانے کے لئے اقدامات کئے جائیں اور ہم اس مقصد کے لئے سرگرم عمل ہیں۔"

"کیا اسرائیل کے قیام کے بعد بھی اس کی ضرورت رہ جاتی ہے" میں نے کہا اور کلارا چونک پڑی۔

"تمہیں سیاست سے دلچسپی ہے؟" اس نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"سیاست سے مجھے قطعی دلچسپی نہیں ہے لیکن یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔ ایک بچہ بھی وہی کہے گا جو میں نے کہا ہے۔"

"میں تم سے اتفاق کرتی ہوں" کلارا نے اثبات میں سر ہلایا "تمہاری نظر ان سازشوں پر نہیں ہے جو اسرائیل کے خلاف کی جا رہی ہیں۔ فلسطینی ہماری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ دنیا بھر میں وہ ہمارے خلاف دہشت گردی کی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ انہی میں علی یار خان نامی شخص بھی شامل ہے۔ جو کبھی فلسطینیوں کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے اور کبھی ان سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ وہ اگرچہ فلسطینی نہیں ہے تاہم اس نے ہمیں فلسطینیوں سے کہیں بڑھ کر نقصان سے دوچار کیا ہے۔ اگر کسی طرح اس ایک شخص کو ختم کر دیا جائے تو ہمارا کام آدھا رہ جائے گا لیکن وہ کسی طرح قابو میں ہی نہیں آتا۔"

"یہ کیا بات ہوئی" میں نے کلارا کی بات کاٹ دی "اتنی بڑی تنظیم ایک تنہا شخص کے سامنے بے بس کس طرح ہو سکتی ہے۔"

"وہ آدمی نہیں شیطان ہے" مادام کلارا نے کہا اور اپنے لئے شیطان کا لقب سن کر میرا دل خوش ہو گیا۔ مگر میں کچھ بول نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کہ میں تو ایڈم ڈی فلوک تھا "شاید تم آنجہانی اولیو ہاورڈ سے واقف ہو۔۔۔"

"کیوں نہیں" میں نے چونک کر کہا "میں تو ان کے غائبانہ عقیدت مندوں میں سے ہوں۔"

"علی یار خاں نے انہیں کئی بار ہزیمتوں سے دوچار کیا اور آخر کار وہ اسی کے ہاتھوں سے ہلاک ہوئے۔"

"تب تو یقیناً وہ کوئی بہت ہی پہنچا ہوا آدمی ہے۔ اولیو ہاورڈ جیسے بڑے آدمی کو شکست دینا ہنسی کھیل نہیں ہے۔"

"یہی بات تو میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ اس وقت دنیا بھر میں جتنی بھی یہودی تنظیمیں کام کر رہی ہیں 'علی یار خان کی ہلاکت ان سب کا بنیادی مقصد ہے اور وہ سب اسے قتل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔"

"کیا وہ کوئی طلسماتی کردار ہے" میں نے حیرت ظاہر کی "جس شخص کے پیچھے اتنی تنظیمیں لگی ہوئی ہوں اس کا بچتے رہنا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تم کیا سمجھ رہے ہو۔ وہ ہم سے بچتا پھرتا ہے" مادام کلارا نے حیرت سے کہا "اپنی غلط فہمی دور کر لو اس کے بارے میں پتا ہی نہیں چلتا کہ وہ کب کیا کر رہا ہے لیکن وہ ہمیشہ ہمارے خلاف برسرپیکار ہوتا ہے۔"

"کمال ہے!" میں بڑبڑایا "تم تو میرے دل میں اس سے ملنے کا اشتیاق پیدا کئے دے رہی ہو۔"

"اشتیاق تو مجھے بھی ہے۔ اتفاق ہے کہ کبھی اس سے آمنا سامنا بھی نہیں ہوا۔ کچھ عرصہ قبل وہ ہماری گرفت میں آگیا تھا۔"

"تو تم لوگوں نے اسے زندہ کیوں رہنے دیا؟" میں اچھل

کیا آپ جانتے ہیں کہ مٹاپا عمر کم کر دیتا ہے؟
آپ چاہتے ہیں کہ آپ ایک سڈول اور صحت مند جسم کے مالک ہوں؟
ان خواتین کیلئے بھی جو ایک شاداب اور متناسب جسم چاہتی ہیں!
ہزاروں ماہرینِ طب کی آراء کی روشنی میں مرتب کردہ کتاب
موٹاپا ۔۔۔ چند حقائق
لوگ موٹے کیوں ہو جاتے ہیں
رنگین اشیاء اور موٹاپا
خوراک اور موٹاپا
تطہیری پروگرام
مضر اشیاء
گیارہ اہم ورزشیں
اور وہ سب کچھ جس پر عمل کر کے سڈول اور صحت مند جسم کا حصول ممکن ہے
تو کتاب مٹاپا اور اس کا سدِباب کا مطالعہ کریں
قیمت ۲۵ روپے ڈاک خرچ ۸ روپے
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس ۱۴۴۳ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر کھڑا ہو گیا "اور یہ بھی کمال ہے کہ وہ تمہاری گرفت میں آیا مگر تمہارا اس سے آمنا سامنا نہیں ہوا؟"

"ایگلز ایک عالمی تنظیم ہے۔ ہمیں اکثر اوقات معلوم بھی نہیں ہوتا کہ کہاں کیا ہو رہا ہے۔ رہی یہ بات کہ اسے زندہ کیوں چھوڑ دیا گیا تو یقیناً یہ ہماری غلطی تھی مگر یہ غلطی ایک بڑے فائدے کی توقع پر ہوئی۔ اس کی برین واشنگ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ یہ کام بہت جدید خطوط پر کیا گیا تھا لیکن ہم آج بھی یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اس پر برین واشنگ کا عمل موثر کیوں نہیں ہو سکا۔ اسے یہ سمجھ کر ایک مشن سونپا گیا کہ وہ ہمارے نظریات سے متفق ہو چکا ہے مگر اس نے آزاد ہوتے ہی ہمیں ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ پھر اسے سزا دینے کے لئے ہم نے جو منصوبہ بنایا وہ نہ صرف ناکام ہوا بلکہ خود ہمارا ایک آدمی ضائع ہو گیا۔ یہ دوسرا نقصان تھا۔ اصولاً ہمیں بنس ڈلے سے انتقام لینا چاہئے تھا مگر یہاں رینا سالومن نازل ہو گئی۔۔۔" مادام کلارا خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

"معلوم نہیں تم کیا کہنا چاہتی ہو" میں نے کہا اور کلارا یوں چونک کر مجھے دیکھنے لگی جیسے میری بات اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔

"ایڈم! یہ بتاؤ کہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟" چند لمحوں بعد اس نے کہا۔

"تم مادام کلارا ہو" میں نے بڑی بے ساختگی سے کہا "اور ایگلز کی سربراہ ہو۔"

کلارا نے متاسفانہ انداز میں سر کو جنبش دی "یہی تو سارا چکر ہے ایڈم! میں ایگلز کی سربراہ نہیں ہوں۔"

"اگر تم ایگلز کی سربراہ نہیں ہو تو پھر کیا ہو؟" میں نے بے یقینی ظاہر کی "میں تمہارے اختیارات اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ تمہارا ایک معمولی سا کارندہ مجھے پولیس کی حراست سے نکال لایا تھا۔ میں نے پولیس آفیسر کا رویّہ بھی دیکھا تھا۔"

"اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے ایڈم! یہ سب ایگلز کا اعجاز ہے۔ میں ایگلز سے وابستہ نہ ہوتی تو میرے یہ اختیارات، ٹھاٹ باٹ نہ ہوتے۔ مجھ سے پہلے میری جگہ کام کرنے والے کے اختیارات بھی میری طرح تھے اور میرے بعد میری جگہ لینے والے کے بھی یہی ٹھاٹ باٹ اور ایسے ہی اختیارات ہوں گے۔ میں تو صرف مقامی حد تک ایگلز کی سربراہ ہوں ورنہ تنظیم تو بہت بڑی ہے۔"

"تم تو میرے ہوش اڑائے دے رہی ہو" میں نے یوں کہا جیسے میں ازحد مرعوب ہو گیا ہوں "جب تمہارا یہ ... ہے تو ایگلز کے سربراہ کا کیا ٹھکانہ ہوگا؟"

"میرے حصے میں یکے بعد دیگرے ناکامیاں آ رہی ..." کلارا غرائی "اور ایگلز میں ناکامی برداشت نہیں کی ... اب مجھے نااہل قرار دے کر واپس بلا لیا جائے گا۔"

"کہاں؟" میں نے بے اختیار کہا۔

"واپس بلائے جانے کا مفہوم ذرا وسیع ہے۔ ... ممکن ہے کہ میرا تبادلہ کہیں اور کر دیا جائے اور اس ... امکان بھی ہے کہ مجھے فیلڈ سے ہی ہٹا دیا جائے" مادام نے کہا "اور مجھے دونوں میں سے ایک بات بھی منظور ... ہے اس لئے میں نے تمہاری مدد حاصل کرنے کا فیصلہ ... ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکا کہ ان حالات میں، میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں" میں نے محتاط انداز میں کہا "سینکڑوں ... افراد تمہارے ملازم ہیں۔ جب وہ تمہارے لئے کچھ نہ ... سکتے تو میں کس شمار قطار میں ہوں۔"

"وہ سب ایگلز کے لئے ہیں۔ ان کی وفاداریاں ... کے لئے ہیں۔ مجھ پر کوئی برا وقت آئے گا تو وہ مجھ سے ... کر ایگلز کا ساتھ دیں گے اس لئے میں ان پر بھروسا نہ ... سکتی۔ تم ایگلز کے ملازم نہیں ہو۔ صرف مجھ سے واقف ... میں چاہتی ہوں کہ مجھ پر کوئی برا وقت آئے تو تم میری ... کرو۔"

"اس قسم کے کاموں میں اونچ نیچ تو آتی رہتی ہے ..." ... نے کہا "سمجھ میں نہیں آتا تم اس قدر فکرمند کیوں ... ہو۔ زیادہ سے زیادہ تمہیں واپس ہی بلا لیا جائے گا ... واپس چلی جانا۔ اس میں پریشانی کی کون سی بات ہے؟"

"مجھے صرف یہ بتاؤ تم میری مدد کرنے پر آمادہ ... نہیں۔" کلارا نے کہا "میں کیوں فکرمند ہوں اور کیوں ... ہوں اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔"

"میں نے کب انکار کیا ہے بلکہ میں نے تو تمہارے ... لئے کام کرنے پر آمادگی ظاہر کی تھی ایگلز کو میں کیا جانوں ..."

"اتنی عقل تو میں بھی رکھتی ہوں کہ تم نے ... کے معاوضے کا مطالبہ کیا تھا وہ ایگلز جیسی تنظیم ہی ادا ... ہے۔" کلارا کے لہجے میں خفیف سا طنز تھا "میں بھلا ... اخراجات کی کہاں متحمل ہو سکتی ہوں۔"

"تمہارا کہنا درست ہے کلارا لیکن ایک بات ... ہے اور وہ یہ کہ ایڈم ڈی فلوک ہر ایک کے لئے کام ... اور اگر میں کام کرنے کے لئے رضامند ہو گیا تو اس ...

... دخل تمہاری جادو اثر شخصیت کا بھی تھا۔"

"کیا واقعی میں ایسی ہی ہوں" کلارا نے مسکرا کر کہا مگر اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"اگر تمہاری شخصیت اس قدر مسحور کن نہ ہوتی تو میں ہرگز ایگلز کے لئے کام کرنے پر تیار نہ ہوتا اور اب یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تمہیں میری مدد کی ضرورت پڑ گئی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم مجھ سے اتنے معاوضے کا مطالبہ نہیں کرو گے، جتنا تم پہلے طلب کر رہے تھے۔"

"معاوضہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔ میں ذہنی ہم آہنگی کو زیادہ اہمیت دیتا ہوں۔ تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے اور میں تمہیں پسند کرتا ہوں لہٰذا معاوضہ ہمارے درمیان کبھی اختلافات کی وجہ نہیں بن سکتا۔" میں نے کہا۔ میرا ذہن الجھا ہوا تھا اور میں نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ کلارا جو کچھ کہہ رہی تھی وہ کسی سوچی سمجھی سازش کا بھی حصہ ہو سکتا تھا۔

"زندگی میں پہلی بار میں کسی پر اندھا اعتماد کرنے پر مجبور ہوئی ہوں" کلارا نے ایک طویل سانس لے کر کہا "مجھے نہیں معلوم میرا انجام کیا ہونے والا ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں" میں نے بے بسی سے کندھے اچکائے "جو کچھ تم نے بتایا ہے اس سے زیادہ تو میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ میں تو تمہارے ہی تجزیے پر تکیہ کرنے کے لئے مجبور ہوں۔"

"میرا تجزیہ غلط ہونے کا ایک فیصد بھی احتمال نہیں ہے لیکن میں سوچ رہی ہوں کہ اگر تم نے میرا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا تو پھر فلورا کا کیا بنے گا۔"

"میں کسی کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا خواہ اس کے عوض مجھے کتنا ہی بڑا نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے" میں نے کہا اور ٹھیک اسی وقت ٹرانس میٹر پر نصب بلب جلنے لگے۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ کوئی شخص ٹرانس میٹر پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

"تم دیکھو ایڈم" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "مجھے تو اس ٹرانس میٹر سے خوف آنے لگا ہے۔ ایسا لگتا ہے دوسری طرف رینا سالومن ہی ہو گی۔"

میں نے ٹرانسیٹر آن کیا اور بھاری آواز میں بولا "ایڈم ڈی فلوک دس اینڈ۔"

"کون ایڈم ڈی فلوک" ٹرانس میٹر سے ابھرنے والی سرد آواز رینڈل کے سوا کسی اور کی نہیں تھی۔ اس آواز کو سن کر میں بوکھلا گیا۔ فوری طور پر یہ فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے لیکن کلارا نے مجھے اس مشکل سے نکال لیا۔ رینڈل کی آواز سنتے ہی وہ لپکتی ہوئی میرے نزدیک آ گئی۔

"مسٹر ایڈم نے ہماری بہت مدد کی ہے موشے!" کلارا نے اپنا کوڈ دہرانے کے بعد کہا۔

"اتنی مدد تو نہیں کی ہو گی کہ اس کی رسائی تمہاری خواب گاہ تک ہو جائے" رینڈل کے لہجے میں خفیف سا طنز تھا۔

رینڈل کا تبصرہ سن کر مادام کلارا کی رنگت مارے خفت کے سرخ ہو گئی "اگر انہوں نے مدد نہ کی ہوتی تو ہم اس شخص کو بھی نہ پکڑ سکتے جو فلموں کے عوض رقم وصول کرنے آیا تھا۔"

"مجھے کہانیاں مت سناؤ کلارا۔۔۔ نتیجے سے آگاہ کرو۔"

"رینا سالومن اندھیرے کا تیر ہے موشے! اسے اجالے میں لانا آسان نہیں ہو گا۔"

"میں اتنا انتظار کرنے کا عادی نہیں ہوں کلارا! تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

کلارا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بس تھوک نگل کر رہ گئی تھی۔

"شی گورائے میں ایگلز کی ساکھ برتر رکھنے کے لئے انتظامی تبدیلیاں ناگزیر ہو گئی ہیں کلارا! لہٰذا میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہاں کا چارج جونز کے حوالے کر دیا جائے۔ وہ آج شام پانچ بجے کی فلائٹ سے شی گورائے پہنچ جائے گا۔ چارج اس کے حوالے کرنے کے بعد تم کل صبح کی فلائٹ سے شی گورائے سے روانہ ہو جاؤ گی اور ہیڈ کوارٹر رپورٹ کرو گی۔"

"اوکے موشے ہاورڈ!" کلارا نے کہا اور پھر چند جملوں کے تبادلے کے بعد ان کی گفتگو ختم ہو گئی۔

"تم نے دیکھا؟" کلارا میری طرف دیکھتے ہوئے بولی "میرے خدشات درست ثابت ہوئے۔ اب میرے دن گنے جا چکے ہیں۔"

"تم نے اتنا بڑا نتیجہ کس طرح اخذ کر لیا" میں نے حیرت سے کہا "اور یہ بتاؤ کہ یہ موشے ہاورڈ کون ذات شریف ہیں؟"

"میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گی" کلارا نے مضطربانہ انداز میں کہا "لیکن پہلے تم مجھے اس کے چنگل سے بچانے کی کوئی تدبیر کرو۔"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔۔۔ میں تمہیں کس کے چنگل سے بچاؤں اور کس طرح بچاؤں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں قوت اور اقتدار کی بھوکی تھی اس لئے ہمیشہ ان کے اشاروں پر ناچتی رہی۔ سیکڑوں افراد میرے حکم سے مار ڈالے گئے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ایک روز میرا اپنا بھی یہی انجام ہونے والا ہے" کلارا نے یوں کہا جیسے اس نے میری بات سنی ہی نہ ہو "اور اس وقت مجھے ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا جو میرا ساتھ دے سکے ۔۔۔ مجھے مرنے سے بچاسکے۔"

"ہوش میں آؤ کلارا" میں نے اسے شانے سے پکڑ کر جھنجوڑا "اگر تم واقعی کسی قسم کا خطرہ محسوس کررہی ہو تو تمہیں اپنے حواس برقرار رکھنا ہوں گے۔"

یک بیک یوں محسوس ہوا جیسے کلارا ہوش میں آگئی ہو۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھیکے سے انداز میں مسکرائی "مجھے نہیں معلوم تھا کہ موت کا خوف کیا ہوتا ہے۔"

"یہ موت کا خوف نہیں ہے کلارا" میں نے سنجیدگی سے کہا "یہ بے بسی کا احساس ہے جس نے تمہیں اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں مگر مجھے کم از کم یہ تو بتادو کہ تم چاہتی کیا ہو؟"

"میں کچھ نہیں چاہتی ایڈم" کلارا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "میرے لئے یہی بہت ہے کہ تم نے نہایت پُر خلوص طریقے سے میری مدد کرنے کی کوشش کی۔ میں مرتے دم تک یاد رکھوں گی کہ ایک شخص میرے لئے اتنا مخلص تھا۔"

"میں اس زندگی کو زندگی نہیں مانتا جس میں آخری سانس تک جدوجہد نہ شامل ہو۔ تمہیں حوصلہ نہیں ہارنا چاہئے کلارا! حوصلے اور ہمت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرو۔"

"تمہاری بات سے انکار ناممکن ہے ایڈم! لیکن مشکل یہ ہے کہ فرار ہوکر ان لوگوں کی نگاہوں سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ وہ بہت منظم ہیں اور ان کے ہرکارے پوری دنیا میں موجود ہیں۔"

"گویا تم فرار ہونا چاہتی ہو" میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ دیر پہلے تک میری خواہش یہی تھی لیکن اب میں نے اپنا فیصلہ تبدیل کرلیا ہے۔ مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اپنے ساتھ ایک ایسے شخص کو بھی مشکل میں پھنسادوں جو میرے ساتھ مخلص ہو۔"

رینڈل سے بات کرنے کے بعد کلارا کے انداز میں بہت بڑی تبدیلی رونما ہوئی تھی۔ اس کے چہرے کی رنگت پھیکی پڑ گئی تھی اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ جذباتی تغیر سے [illegible] رہی ہے۔

"اگر میں واقعی تم سے مخلص ہوں تو کبھی تم کو اس [illegible] میں نہیں چھوڑوں گا" میں نے کہا "اور یہ بھی تو سوچو کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو کیا مجھے اس سے تکلیف نہ پہنچے گی؟"

"تمہارے سوالوں کا جواب دینے کی ضرورت نہ [illegible] اس لئے کہ ان کے جواب بہت واضح ہیں۔ البتہ میں الجھن میں ہوں کہ تم میرے لئے اتنی زحمتوں میں کیوں [illegible] رہے ہو۔"

"کیا تم میرے خلوص پر شک کررہی ہو کلارا؟" میں [illegible] اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"نن ۔۔۔ نہیں" وہ گڑبڑا گئی "یہ شک نہیں، الجھن [illegible] شک تو اس وقت ہوتا جب میری ذات سے تمہارا کوئی [illegible] وابستہ ہوتا۔"

"تمہیں کیا معلوم" میں نے مسکرا کر کہا "ممکن ہے [illegible] کوئی ایسا مفاد ہو جو تمہاری نظروں سے اوجھل ہو۔"

"اب میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا ایڈم!" کلارا [illegible] افسردگی سے کہا "میری عزت، وقار، دولت اور حکمرانی [illegible] کچھ ختم ہوچکا۔ ایک جان باقی رہ گئی ہے اور وہ بھی [illegible] نہیں کتنے دن کے لئے ہے۔"

"ابھی کچھ نہیں بگڑا کلارا! اگر تم ذرا سی ہمت کر [illegible] بہت کچھ بچاسکتی ہو۔"

"ممکن ہے وقتی طور پر میں خود کو بچانے میں کامیاب ہوجاؤں لیکن ایسی زندگی کس کام کی جس میں آدمی کو ہر [illegible] دھڑکا لگا رہے کہ کب کہیں سے کوئی گولی آئے گی اور اس [illegible] کھوپڑی میں سوراخ کردے گی۔"

"کھوپڑی میں سوراخ ضرور ہوگا کلارا" میں نے ٹھہ[illegible] لہجے میں کہا "لیکن اس شخص کی کھوپڑی میں ہوگا جو تم [illegible] دشمنی پر آمادہ ہوگا۔"

"تمہاری یہی بات مجھے سب سے زیادہ پسند آئی [illegible]" کلارا پھیکے سے انداز میں مسکرائی "تم اتنے اعتماد [illegible] کرتے ہو کہ تمہارا مقابل لرز کر رہ جاتا ہوگا۔"

"ایڈم ڈی فلوک صرف باتیں ہی نہیں کام بھی ا[illegible] اعتماد سے کرتا ہے کلارا!"

"بالفرض میں تمہاری بات مان لوں تو مجھے بتاؤ کہ مجھ[illegible] کرنا ہوگا۔"

"تمہاری باتوں سے جو کچھ میری سمجھ میں آیا ہے [illegible] تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ فوری طور پر لاپتا روشنی میں ہوجاؤ۔"

"پہلے میں نے بھی یہی سوچا تھا مگر یہ ممکن نہیں ہے۔ میں کب تک روپوش رہ سکوں گی۔"

"تمہیں کچھ سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے کلارا! تم صرف مجھ پر اپنی رضامندی ظاہر کرو۔ آگے ہر کام میرا ہے۔"

"میں نہ چاہتے ہوئے بھی ہامی بھرنے کے لئے مجبور ہوں۔ امید کی کوئی کرن نظر آرہی ہو تو اس سے منہ نہیں موڑا جاسکتا۔"

"اس بات پر بھی غور کرو کلارا کہ اس طرح روپوش ہونے کے بعد تم کسی رعایت کی مستحق نہیں رہوگی" میں نے کہا۔

"اس میں غور کرنے کی کون سی بات ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے" کلارا نے کہا "تم نے کوئی انوکھی بات نہیں کہی۔ میں تو اس وقت بھی رعایت کی مستحق نہیں ہوں۔"

"جب مارا جانا ہی مقدر ٹھہرا تو پھر آدمی چوہے کی طرح کیوں مارا جائے۔ مقابلہ کرتے ہوئے کیوں نہ مارا جائے؟"

"تم ایک خرگوش کو شیروں کی کچھار میں گھسنے کی تلقین کررہے ہو۔"

"خود کو آنکھ بند کرکے میرے حوالے کردو۔ حقیقت بہت جلد تم پر منکشف ہوجائے گی۔"

"خود کو تمہارے حوالے کرنے میں تو مجھے کوئی تامل نہیں ہے لیکن تمہاری باتیں اب مجھے دیوانے کی بڑ محسوس ہونے لگی ہیں۔"

"جب بساط ایڈم ڈی فلوک جیسے ماہر شاطر کے ہاتھ میں ہو تو پیادے فرزیں اور فرزیں بھنگی بن جاتے ہیں۔"

مادام کلارا کھل کھلا کر ہنس پڑی "تم اور کچھ کرسکو یا نہ کرسکو، آدمی کا خوف ضرور دھوڈالتے ہو۔"

"مجھے غرور کا سرنیچا کرنے کے مشن پر دنیا میں بھیجا گیا ہے اس لئے مجھ سے بعض ناممکن کام بھی سرزد ہوجاتے ہیں۔"

"تمہاری باتیں حوصلہ افزا ضرور ہوتی ہیں مگر ان باتوں سے ایگلز کا کچھ نہیں بگاڑا جاسکتا" کلارا نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا "اگر ایسا ہوتا تو آج ایگلز کا کوئی نام لیوا نہ ہوتا۔"

"تمہارا تعاون میرے شاملِ حال رہا تو وہ وقت بھی جلد آجائے گا۔"

"یعنی ۔۔۔ یعنی تمہارے عزائم یہ ہیں" کلارا نے

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اُجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

غلام رُوحیں

میاں شاہد علی کی داستانِ حیات۔ سب رنگ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی سلسلہ وار کہانی جو پہلی بار کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئی ہے
ایک مجبور اور بے بس شخص کی الم انگیز کہانی ۔ اس نے جرم و گناہ کے راستوں کو اپنانے سے انکار کیا تو مجرم بناکر اسے جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے پھینک دیا گیا۔ قسمت نے اُسے گھر بار اور والدین کے سائے سے محروم کردیا ۔۔!!
وہ جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو اُس کا سینہ فگار تھا۔ انتقام کے شعلے اُس کے وجود کو جھلسا رہے تھے۔ لیکن ۔۔۔ ایک دوست نے اس کی رہنمائی ایک مردِ کامل کے آستانے تک کردی ۔۔!!
وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہوگیا۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کردیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں ۔۔!!
تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت:۔ ۳۰/ روپے

ملنے کا پتہ
کتابیات پبلیکیشنز

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہکلاتے ہوئے کہا "تم ایگلز کے خلاف کام کروگے اور مجھے بھی اپنے ساتھ لگالوگے۔"

"اتنی دیر سے میں تمہیں یہی بات تو سمجھانے کی کوشش کررہا ہوں۔ ماردیا مرجاؤ۔"

"نہیں۔۔۔ نہیں" کلارا نے خوف زدگی سے کہا "میرے اندر ایگلز سے ٹکرانے کا حوصلہ نہیں ہے۔ میں ان لوگوں کی طاقت سے واقف ہوں اس لئے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گی۔"

"تم نے خود ہی مجھ سے مدد طلب کی تھی" میں نے بے پروائی سے کہا "اگر تم میرا ساتھ نہیں دے سکتیں تو آج شام کو جونز آرہا ہے۔ چارج اس کے حوالے کرکے۔۔۔۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو ایڈم!" کلارا نے تیز ہو کر کہا "ایک لمحے میں تو ہمت بندھاتے ہو اور دوسرے ہی لمحے حوصلہ پست کردیتے ہو۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تمہارے ساتھ ساتھ میں بھی اپنی بقیہ زندگی گوشہ نشینی میں بسر کردوں؟"

کلارا نے سر جھکالیا "غلطی میری ہے ایڈم!" اس نے دھیمی آواز میں کہا "میں نے تم سے کچھ زیادہ ہی توقعات وابستہ کرلی تھیں۔"

"موت جس شخص کا مقدر ہوچکی ہو اس کا چھوٹے موٹے خطرات سے ڈرنا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تم ایگلز کی طاقت سے ناواقف ہو اس لئے ایسا کہہ رہے ہو۔ اگر ان کے خلاف کچھ کرنے کے بعد میں ان کے ہاتھ لگ گئی تو مجھے اذیتیں دے دے کر ہلاک کیا جائے گا۔ مرنے سے زیادہ مجھے ان اذیتوں سے خوف آتا ہے ایڈم!"

میں نے شدید بے بسی محسوس کی۔ حالات نے غیر متوقع کروٹ لی تھی اور مجھے کامیابی محض چند قدم کے فاصلے پر نظر آنے لگی تھی لیکن کلارا کے تغیرات میری راہ میں حائل تھے۔ میں اسے قائل نہیں کرپا رہا تھا۔ اگر وہ قائل ہوجاتی تو میرا کام بہت آسان ہوجاتا۔ یہ تو مجھے اندزہ ہوگیا تھا کہ وہ بہت اہمیت کی حامل ہے مگر احتساب سے مبّرا نہیں ہے۔ وہ اتنی اہم کیوں تھی یہ مجھے نہیں معلوم تھا۔ میں نے اب تک براہِ راست سوالات سے گریز کیا تھا۔ براہ راست سوالات کا طریقہ موجودہ حالات میں نامناسب بھی تھا۔ میری پوزیشن خراب ہوسکتی تھی۔ دیسے بھی مجھے اپنی پوزیشن کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔

"آخر تم مجھ سے کیا چاہتی ہو۔" میں نے بے انتہا زچ ہو کر کہا۔

"شاید مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ میں کیا چاہتی" کلارا نے مغموم لہجے میں کہا "شاید اپنا انجام اتنے قریب کرمیں ہوش دحواس کھوچکی ہوں۔"

"جب آدمی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے تو دوسروں پر اعتماد کرنا چاہئے۔"

"اب میں اتنی بدحواس بھی نہیں ہوئی" کلارا انداز میں مسکرائی "اتنا تو سمجھ ہی سکتی ہوں کہ کون میرے لئے ہلاکت خیز ثابت ہوگا۔"

"میں کسی قیمت پر تمہیں بھیڑیوں کے جنگل میں نہیں جاسکتا" میں نے آخری کوشش کی "اگر میں نے تو میرا ضمیر مجھے زندگی بھر ملامت کرتا رہے گا۔"

"تم باضمیر آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن جو کچھ میں ہے اب اسے کاٹنے کا وقت آگیا ہے۔ ایک گم نام مجھے تباہ کرگئی۔"

"کوئی کسی کو تباہ نہیں کرسکتا کلارا! آدمی خود پیروں پر کلہاڑی مارتا ہے اور دوسروں کو موردِ الزام ٹھ ہے۔"

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دو ایڈم! جس حوصلے ساتھ میں نے دوسروں پر ظلم کیا ہے اسی حوصلے کے آنے والے حالات کا مقابلہ بھی کروں گی۔"

"جسے تم حوصلے کا نام دے رہی ہو وہ بزدلی ہے۔ خود کو بچانے کی کوشش ہی کرلو۔"

"کوئی بے سود کوشش کرنے سے فائدہ؟ ان کے میں زندگی بسر کرنے سے تو بہتر یہی ہے کہ میں خود کو حوالے کردوں۔"

"رینا سالومن سے ہی سبق لو۔ اپنے تمام تر استعمال کرنے کے باوجود تمہاری تنظیم اس کا کچھ بگاڑ سکی۔ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ جس منصب پر تم فائز اس کی اہل تھیں نہیں۔"

"وہ ہمارے لئے اجنبی ہے۔ اس کی کوئی ہمارے پاس نہیں اس لئے وہ ہم سے بچ گئی جب کہ ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے۔ میں ان لوگوں سے ہرگز چھپ سکوں گی۔"

میرا جی چاہا کہ اپنا سر پیٹ لوں۔ مادام کلارا نے اپنے پنجے اس طرح گاڑ دیے تھے کہ اب وہ کوئی بات کی روادار نہیں تھی۔ میری ہر دلیل رائگاں ثابت تھی۔

"فرض کرو تم بھی ان لوگوں کے لئے اتنی ہی اجنبی بن جاؤ جتنی رینا سالومن ہے" میں نے کہا اور مادام کلارا بے اختیاری سے ہنس پڑی۔

"اب تم نے بچکانہ باتیں شروع کردیں" اس نے کہا "میں کئی برس سے ان لوگوں کے ساتھ کام کررہی ہوں۔ ان کے لئے اجنبی کس طرح بن سکتی ہوں؟"

"تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ میک اپ کے ذریعے شکلیں تبدیل کی جاسکتی ہیں۔"

"ہاں، یہ ممکن ہے مگر تم تو اس فن سے ناواقف ہو، اگر تم میک اپ کرنا جانتے ہوتے تو کچھ سوچا جاسکتا تھا۔"

"میں میک اپ کے فن سے ناآشنا ہوں تو کیا ہوا۔ ہم کسی ماہر کی خدمات حاصل کرلیں گے۔ کیا ہمیں میک اپ کا کوئی ماہر میسر نہیں آئے گا؟"

"اس بات کی کیا ضمانت ہوگی کہ وہ ایگلز کو مخبری نہیں کرے گا؟"

"تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے کلارا" میں نے جھنجلا کر کہا "تم نے ایگلز کو بلاوجہ ہوا بنالیا ہے۔ میں نے بھی تو کچھ لوگوں سے مدد لی تھی انہوں نے کیوں مخبری نہیں کردی؟"

کلارا کے چہرے پر امید کی کچھ چمک پیدا ہوئی "کیا ایسے کچھ لوگوں سے تمہارے مراسم ہیں جن پر بھرپور اعتماد کیا جاسکے" اس نے پراشتیاق لہجے میں کہا۔

"میرا نام ایڈم ڈی فلوک ہے کلارا! اور میں کبھی کچا کام نہیں کرتا۔ میری زندگی جرائم کی دنیا میں بسر ہوئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کن حالات میں کیا کرنا چاہئے۔"

"تم ضرور جانتے ہوگے" اس کے لہجے میں ایک بار پھر یاسیت در آئی "مگر تم ایگلز کی طاقت سے ناواقف ہو۔"

"ایگلز کی ایسی کی تیسی" میں جھنجلا کر کھڑا ہوگیا "تمہارے منہ سے ایگلز کے قصیدے سُن سُن کر میں عاجز آگیا دل۔ جی چاہتا ہے ایگلز کے خلاف ابھی سے اعلان جنگ کردوں۔"

"تم جذباتی آدمی ہو اس لئے ایسی باتیں کررہے ہو" کلارا نے یوں کہا جیسے میری کسی غلطی سے درگزر کررہی ہو "اگر عقل سے کام لیتے تو ایسی احمقانہ باتیں نہ کرتے۔"

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی "میں تمہیں جذباتی آدمی نظر آرہا ہوں" میں نے مردہ سے لہجے میں کہا "تم بتاسکتی ہو کہ میں نے کون سی جذباتی حرکت کی۔"

"تم نے کوئی جذباتی حرکت نہیں کی مگر میرے معاملے میں تم جذباتی ہورہے ہو" کلارا نے ہنس کر کہا "اور اب میں یہ بھی سمجھ گئی ہوں کہ مجھ سے تمہارا کیا مفاد وابستہ ہے۔ اپنی تمام تر جرات مندی کے باوجود اس وقت تم میں اتنا حوصلہ نہیں کہ میری جانب پیش قدمی کرسکو۔"

میں کلارا کو گھورنے لگا "فرض کرلو یہی بات ہے۔ مجھے تم میں دلچسپی ہے تو اس میں کیا قباحت ہے؟"

"کوئی قباحت نہیں ہے" کلارا نے کہا "لیکن اس قسم کی دلچسپیاں دیرپا نہیں ہوتیں۔ جلد یا بدیر تمہارا دل بھرجائے گا۔ تم مجھ سے اکتا جاؤگے اور میں پھر تنہارہ جاؤں گی۔"

"تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ تمہارا تجزیہ سراسر غلط ہے۔ مجھے صرف ایگلز کی بیخ کنی سے دلچسپی ہے۔"

کلارا چونک کر مجھے دیکھنے گی "ایگلز کی بیخ کنی سے تمہیں کیوں دلچسپی ہے؟" اس نے مشکوک لہجے میں کہا مگر میں جواب کے لئے پوری طرح تیار تھا۔

"اس قسم کے مشکل ہدف مجھے اپنی طرف متوجہ کرلیتے ہیں۔ تم نے ایگلز کی تعریف میں اس قدر زمین آسمان کے قلابے ملائے ہیں کہ اب میں ایگلز سے الجھے بغیر نہیں رہوں گا۔ خواہ تم میرا ساتھ دو یا نہ دو۔"

"تمہارا عزم دیکھ کر مجھے بھی حوصلہ ہورہا ہے" کلارا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "کیا تم مجھے اپنے لائحہ عمل سے آگاہ کرودگے۔"

"اولین مرحلہ تو تمہارے فرار کا ہے" میں نے دھڑکتے دل سے کہا۔ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں وہ پھر اپنا ارادہ تبدیل نہ کردے۔

"ہماری راہ میں بے شمار مشکلات آئیں گی۔ ہمیں ان گنت خطرات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ابھی وقت ہے، کوئی قدم اٹھانے سے قبل اچھی طرح غور کرلو۔"

"کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا کلارا! اگر ہم سوچتے رہے تو سوچتے ہی رہ جائیں گے اور اگر میدان عمل میں اتر گئے تو دشواریاں خود بخود آسان ہوتی چلی جائیں گی۔"

"تم نے جس قدر اصرار کیا ہے اس کے بعد میرے پاس تمہارا ساتھ دینے کے سوا اور کوئی چارہ رہا ہی نہیں۔ اب تم مجھے بتاؤگے کہ مجھے کیا کرنا ہے؟"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ کہیں تھوڑی دیر بعد تم پھر اپنا ارادہ تبدیل نہ کردو۔"

"بے فکر رہو" کلارا نے ہنس کر کہا "میں اپنا یہ فیصلہ تبدیل نہیں کروں گی۔"

"اس عورت کو رہا کرادو جسے رینا سالومن کے دھوکے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں گرفتار کیا گیا ہے۔ اس شخص کو بھی چھوڑ دو جو رقم وصول کرنے آیا تھا۔ اپنے آدمیوں کو ہدایت جاری کردو کہ وہ آج شام جونز کو ایئرپورٹ سے لے آئیں۔ فلورا کی چھٹی کردو اور آج شام چار بجے تک یہاں سے کوچ کرنے کے لئے تیار ہوجاؤ۔ یہاں سے صرف میں اور تم نکلیں گے۔ تم اپنے آدمیوں سے کہو گی کہ ریناسالومن کا کوئی سراغ ملا ہے......"

"میں تو یہ سب کچھ کرلوں گی" کلارا نے میری بات کاٹ کر کہا "مگر ہم یہاں سے نکل کر جائیں گے کہاں؟"

"یہ سوچنا میرا کام ہے ... شام تک میں سارے انتظامات مکمل کرلوں گا۔ اب مجھے اجازت دو۔"

❋❋❋❋**❋❋❋

تہذیب مالکم ایکس نے بڑی حیرت سے ساری باتیں سنیں۔ کلارا سے رخصت ہوکر میں سیدھا اسی کے پاس آیا تھا اور اسے تمام باتوں سے آگاہ کردیا تھا۔

"گویا تمہاری محنت رائگاں نہیں گئی" تہذیب نے ساری باتیں سن کر کہا۔

"میرے وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ میری محنت اس حد تک بارآور ثابت ہوگی......"

"یہ حقیقت ہے چیف!" بڈ نے میری بات کاٹ دی "مادام کلارا بے حد حسین ہے۔"

"اس کا حسن میں تمہارے نام الاٹ کرادوں گا" میں نے کہا "لیکن تمہارے لئے یہ کام ہے کہ تم ہمارے لئے شام سے پہلے پہلے کسی چھوٹے موٹے مکان کا بندوبست کردو...."

"میں اس ظلم کے خلاف احتجاج کرتا ہوں میڈم!" بڈ نے کہا "کیا بڈ کا یہی مصرف رہ گیا ہے کہ وہ صرف کام کرتا رہے۔"

بڈ کی باتیں سن کر تہذیب کو ہی نہیں بلکہ مجھے بھی حیرت ہوئی "کیا بات ہے بڈ؟" تہذیب نے نرمی سے کہا "کیا تمہارے ساتھ کوئی زیادتی ہوگئی؟"

"یہ زیادتی نہیں تو اور کیا ہے۔ بڈ کام کرتا پھرے اور چیف صاحب گل چھرے اڑائیں۔"

بڈ کی بکواس سن کر مجھے تو ہنسی آگئی مگر تہذیب دانت پیسنے لگی "کسی وقت تو بدمعاشی سے باز آجایا کرو مردود۔"

"بڈ بات کرے تو بدمعاشی اور یہ جو اس حرّافہ کے ساتھ ایک مکان میں تنہا رہیں گے وہ کچھ نہیں" بڈ نے تنک کر کہا۔

"وہ بدمعاشی نہیں مجبوری ہے۔ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ بھی ایسی حسین مجبوریاں ڈھونڈتے ہیں اس سے پہلے والی مجبوری کا نام فلورا تھا۔ اس سے دل بھر گیا تو [illegible] ڈھونڈلی۔"

بڈ کا انداز ایسا تھا کہ تہذیب کو بھی ہنسی آگئی "ہر [illegible] تم جیسی ذہنیت کا مالک تو نہیں ہوتا" تہذیب نے ہنسی [illegible] پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اس میں ذہنیت کہاں سے نکل آئی۔ یہ تو صاف [illegible] عمل کا کیس ہے۔ آخر چیف کے حصے میں کوئی خراٹ [illegible] کیوں نہیں آتا۔"

"وہ بھی آتے ہیں مگر تمہیں نظر نہیں آتے" میں [illegible] "تمہارے دماغ میں تو فلورائیں اور کلارائیں بھری [illegible] ہیں۔"

"جسے نہیں ملتیں اس کے دماغ میں ہی بھری رہتی [illegible]" بڈ نے ہاتھ نچایا۔

"بے فکر رہو، مجھے ایسے آثار نظر آرہے ہیں کہ جلد ہی کسی یورپین ملک کی طرف سفر کرنا پڑے گا [illegible] تمہارے سارے دلدّر دور ہوجائیں گے۔"

"سچ کہہ رہے ہو چیف؟" بڈ نے رازدارانہ انداز [illegible] کہا۔

"بالکل سچ کہہ رہا ہوں" میں نے ہنسی ضبط کرتے [illegible] کہا "میں کلارا کے ساتھ مل کر یہی چکر چلا رہا ہوں لیکن [illegible] کئے چلے جارہے ہو۔"

"پہلے کیوں نہیں بتایا چیف!" بڈ چھلانگ مار [illegible] ہوگیا "میں ابھی جارہا ہوں" اس نے کہا اور باہر [illegible] چلا گیا۔

"انتہائی مردود آدمی ہے" تہذیب بولی "سب [illegible] ہوئے بھی اس قسم کی باتیں کرتا ہے۔"

"ہاں، لیکن یہ بات بھی ہے کہ لڑکیاں واقعی [illegible] کمزوری ہیں۔ یہ اور بات کہ اس کا ذوق بہت گھٹیا [illegible]" تہذیب میرے نزدیک آگئی "خدا خدا کرکے میر [illegible] کام نکلا تھا اب پھر میں عضوِ معطل ہوکر رہ جاؤں گی [illegible]"

"تمہارا خیال غلط ہے تہذیب!" میں نے [illegible] کہا "ریناسالومن والا سلسلہ بدستور جاری رہے گا [illegible]"

"وہ کس طرح؟" تہذیب نے حیرت سے کہا [illegible] ہی تو بتایا ہے کہ مادام کلارا سے چارج واپس لیا جارہا [illegible]"

"ہماری جنگ مادام کلارا سے تھی ہی کب [illegible] حیثیت تو ایک مہرے سے زیادہ کچھ بھی نہیں [illegible] مقابلہ تو ایگلز سے ہے۔ ہماری نظریں تو رینڈل [illegible] چاہئیں۔"

تہذیب نے مطمئن انداز میں سہلایا اور میں نے تہذیب کا ہاتھ تھام لیا "ہمارے درمیان حائل فاصلے کب دور ہوں گے علی؟" تہذیب نے بوجھل آواز میں کہا۔

"ابھی دور کئے دیتا ہوں" میں نے شوخی سے کہا اور اسے خود سے نزدیک تر کھینچ لیا۔

"کیا کررہے ہو علی!" تہذیب شرما گئی اور میں نے اس کی پیشانی پر اپنی محبت ریکارڈ کردی۔

"اپنی محبت کا ہلکا سا عملی اظہار کررہا ہوں" میں نے کہا "اور پھر تم خود ہی تو کہہ رہی تھیں کہ ہمارے درمیان حائل فاصلے کب ختم ہوں گے۔"

"میرا یہ مطلب تو نہیں تھا" تہذیب کسمسا کر بولی مگر [illegible]س نے مجھ سے علیحدہ ہونے کی کوشش نہیں کی۔

"پھر کیا مطلب تھا؟" میں نے کہا میرے لہجے میں شرارت بھری ہوئی تھی۔

"تم اتنے بچے تو نہیں ہو کہ ایک سادہ سی بات کا مطلب [illegible] سمجھ سکو" تہذیب نے میرے شانے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔

"بعض لوگوں کی شخصیت اس قدر مسحور کن ہوتی ہے [illegible] کہ مقابل عقل و خرد سے عاری ہوجاتا ہے۔"

"یہودی لڑکیوں سے قریب رہ کر تم ڈائیلاگ بولنے کے [illegible] عادی ہوتے جارہے ہو۔"

"ان سے تو میں ڈائیلاگ ہی بولتا ہوں جس میں ڈراما [illegible] ہوتا ہے مگر تمہارے سامنے آکر تو میں ڈرامے کی صلاحیت [illegible]ی کھو بیٹھتا ہوں۔" میں نے اس کا نرم و نازک ہاتھ [illegible] ہلاتے ہوئے کہا۔

چند لمحے یوں ہی گزر گئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے [illegible]ت کا بہتا ہوا دھارا تھم گیا ہو۔ کائنات پر سکوت طاری [illegible] گیا ہو۔ کہیں کوئی آواز نہیں تھی، بس تہذیب تھی اور میں [illegible]۔ میں تھا اور تہذیب تھی۔ پوری کائنات سمٹ کر ہم [illegible]نوں تک محدود ہوگئی تھی۔ ہم اس منزل سے گزر رہے تھے [illegible] اں الفاظ اپنی وقعت کھو بیٹھتے ہیں۔ خاموشی صدا بن جاتی [illegible]ہے۔ ایک دوسرے سے کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں [illegible] ہتی۔ جذبوں کا ابلاغ ذہن سے ذہن اور دل سے دل [illegible] کسی واسطے کے ہوتا ہے۔ تہذیب کی دھڑکنیں مجھ سے کچھ [illegible] کہہ رہی تھیں اور میری دھڑکنیں اس کا جواب دے رہی [illegible] تھیں۔ وہ میری روح کے مانند میرے وجود کے لئے ایک ایسا [illegible] عطربیز ہوا تھی جس کے مقام کا تعین نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ ایک [illegible] ساط کی ایک ایسی موج تھی جو دکھائی نہیں دیتی مگر موجود ہوتی ہے۔ [illegible] جو باطن میں سفر کرتی ہے۔ وہ ایک ایسا طوفان تھی جس کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے کب، کہاں اور کس طرح تشکیل پائی مگر وہ تباہ کاریاں پھیلاتا ہے۔ تہذیب مالکم ایکس بھی کسی طوفان کی مانند میرے حواس پر چھاگئی تھی اور بے وقعت خس و خاشاک کی طرح مجھے بہائے لئے جارہی تھی۔

"جی چاہتا ہے یوں ہی تمہارے شانے پر سر رکھے بیٹھی رہوں اور عمر تمام ہوجائے" تہذیب کی مدھم سرگوشی ابھری "وہ وقت کب آئے گا علی جب ہم ہر قسم کے تفکرات سے آزاد ہوں گے؟"

"وہ وقت ضرور آئے گا جان علی! ہر جدوجہد کی کوئی نہ کوئی منزل ہوتی ہے، ہر سفر کو کہیں نہ کہیں ختم ہونا ہوتا ہے۔"

"چلتے چلتے پاؤں تھک گئے ہیں علی! ضبط کا دامن ہاتھ سے چھٹنے کو ہے۔ جتنا سفر ہم نے طے کیا ہے اس کے اعتبار سے ہماری منزل بعید ترین مسافت پر ہوتی تو بھی سفر کب کا تمام ہوچکا ہوتا۔"

"ہم عام لوگ نہیں ہیں تہذیب! ہمارا سفر بھی عام لوگوں کی طرح نہیں ہے۔ اسے روز و شب کے عمومی پیمانے سے مت ناپو جان علی!"

یک بہ یک تہذیب چونک پڑی "مجھے خیال ہی نہیں رہا۔" اس نے مجھ سے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا "رات کے دھماکوں کے بعد کلارا سے بات کرنا ضروری تھا۔"

"اب زیادہ ضروری ہوگیا ہے" میں نے مسکرا کر کہا "اب تمہارے پاس معلومات کا ایک خزانہ ہے۔ کلارا کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے جائے گی۔"

"مگر سوال یہ ہے کہ اس وقت میں اس سے رابطہ کہاں سے قائم کروں گی" تہذیب نے پریشان ہوکر کہا "اس وقت تو سڑکیں بھی سنسان نہیں ہوں گی۔"

"میں نے کلارا کو خوب اچھی طرح ورغلایا ہے۔ اس وقت وہ اپنے فرار کے انتظامات کررہی ہوگی۔ اس کے پاس اتنی فرصت کہاں ہوگی کہ وہ کوئی کال ٹریس کرتی پھرے۔"

"ایک امکان یہ بھی تو ہے کہ آخری وقت میں وہ اپنی ساکھ بحال کرنے کے لئے کوئی کوشش کرڈالے" تہذیب نے کہا۔

"میں یہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کرتا ہوں تہذیب! تم کلارا سے رابطہ قائم کرو۔"

"تم انچارج ہو علی!" تہذیب نے مردہ سی آواز میں کہا اور ٹرانس میٹر پر کلارا سے رابطہ قائم کرنے لگی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رابطہ قائم ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ حسب معمول دوسری طرف کلارا خود تھی مگر خلاف معمول اس کی آواز بجھی بجھی سی تھی۔

"ریناسالومن آف فالکن تمہیں صبح بخیر کہتی ہے مادام کلارا" تہذیب نے چہک کر کہا۔

"میں تمہاری کال کا انتظار کر رہی تھی ریناسالومن! مبارک ہو تم کامیاب ہو گئیں۔"

"ابھی تو میں نے کامیابی کے پہلے زینے پر بھی قدم نہیں رکھا کلارا! کامیابی تو ابھی بہت دور ہے۔ چند اڈے تباہ ہونے سے تو تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"تمہیں شاید معلوم نہیں کہ شی گورائے کا انچارج تبدیل کر دیا گیا ہے۔"

"ریناسالومن سب جانتی ہے کلارا! تمہاری جگہ جونز کو بھیجا جا رہا ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" مادام کلارا کی آواز آئی۔ اس کی آواز میں بے پناہ حیرت تھی۔

"ریناسالومن جب کسی مشن کا آغاز کرتی ہے تو اس کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل بھی نظر میں رکھتی ہے۔ یہی ہماری کامیابی کا راز ہے۔"

"میں بہرحال خوش ہوں کہ تم سے اور تمہارے مطالبات سے میری جان چھوٹی اور افسوس اس بات کا ہے کہ تم میرے ہتھے نہیں چڑھ سکیں۔"

"اور مجھے اس بے چاری عورت سے ہمدردی ہے جو میرے دھوکے میں تمہارے تشدد کا شکار ہوئی۔"

"اب تو تمہاری معلومات پر حیرت کا اظہار بھی فضول سی بات معلوم ہونے لگا ہے" کلارا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ہمارا اگلا نشانہ ایڈم ڈی فلوک ہوتا" تہذیب نے ہنس کر کہا "مگر اس نے بے خبری میں ہم سے جو تعاون کیا ہے اس کی وجہ سے ہم نے اسے معاف کر دیا۔"

"اس نے تم سے کیا تعاون کیا ہے؟" مادام کلارا نے بڑی تیزی سے پوچھا۔

"دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے ڈیئر کلارا؟ لہٰذا جو شخص بھی ایگلز کے خلاف ہوگا قدرتی طور پر ہم اسے خود سے قریب محسوس کرنے لگیں گے۔"

"اس اعتبار سے تو..... اس اعتبار سے تو" کلارا نے ہکلاتے ہوئے کچھ کہنا چاہا مگر وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکی۔

"ہاں اس اعتبار سے اب تم سے میری دشمنی ختم ہو گئی۔" تہذیب نے اس کا جملہ مکمل کر دیا "لیکن فلوک خود کو بڑا طرم خان سمجھتا ہے" تہذیب نے اپنے نرم و نازک ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا "ا... بہت سزا ضرور ملے گی۔"

"نہیں، نہیں، اسے کچھ نہ کہنا..... وہی تو میرا آخری سہارا ہے۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں بالکل ... جاؤں گی۔"

"اسے کچھ نہیں ہوگا کلارا! وہ نہایت احمق ... کل میرے خوف سے فلورا کو لے کر ہوٹل ... تھا۔ اسے معلوم نہیں کہ وہ ہر لحظہ میرے آدمی... تھا۔ ہم اسے پولیس اسٹیشن کے اندر بھی ٹھکا... تھے۔ ڈاکس پولیس اسٹیشن ہو یا کوئی اور تھانہ ... کی زد سے باہر نہیں اور شراب خانے میں تو وہ ... ہماری زد پر تھا۔ اسی نے آلوینڈا کو بے وقوف بنا کر جسے تمہارے آدمیوں نے بے ہوش کر دیا تھا۔ ایڈ... سمجھ رہا تھا کہ وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا ... بے وقوف کو یہ نہیں معلوم کہ ریناسالومن ... نہیں بھاگ سکتا۔ آج تم دیکھنا، ہم جونز کا کیا کریں گے۔"

"ایسا لگتا ہے کہ تم قابو میں آنے سے قبل شدید نقصانات سے دوچار کرو گی" کلارا کی آواز ...

"میں اس وقت بھی ایسی پوزیشن میں ... گورائے میں ایگلز کو نیست و نابود کر سکتی ہوں" ... نخوت سے کہا "لیکن ابھی وقت نہیں آیا..... انتظار کر رہی ہوں۔"

"چند وقتی کامیابیوں کے سبب تمہیں اس ... سرائی کرنے کا موقع مل گیا ہے..... لیکن یہ سب ... نہیں رہے گا۔"

"تمہاری آنکھیں ایگلز کی مصنوعی قوت ... سے اس حد تک خیرہ ہو چکی ہیں کہ اب تمہیں ... کچھ سجھائی نہیں دیتا۔" تہذیب نے کہا۔ اس ... تنفر تھا۔

"تمہاری کامیابی میں میری نجات ہے ..." کلارا نے کہا "میں تمہاری کامیابی کی خواہش تو کر... اس کی امید نہیں کر سکتی۔"

"تمہاری خواہش کو عملی روپ دینے میں مج... وقت نہیں لگے گا کلارا۔"

"کیا تم میرا ایک ذاتی کام کر سکو گی ریناسا... جھجکتی ہوئی آواز آئی۔

"میں قبل از وقت کوئی وعدہ نہیں کر سکتی کلارا! تاہم تم ... ممکن ہے میں تمہارے کسی کام آ ہی جاؤں۔"

"میں..... میں ایڈم ڈی فلوک کے بارے میں جاننا چاہتی ... ہوں۔" کلارا نے اٹک اٹک کر کہا اور تہذیب نے چونک کر ... میری طرف دیکھا۔ میرے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ ... تھی۔

"مجھے افسوس ہے کلارا!" تہذیب نے کہا "اس کے ... بارے میں میری معلومات بھی اتنی ہی ہیں جتنی تمہاری ... ہیں۔"

"کیا تم نے اس کے بارے میں چھان بین کرنے کی ... کوشش بھی نہیں کی..... وہ کون ہے کہاں رہتا ہے اور اس کا ... اصلی کیا ہے؟"

"ہم نے کوشش کی تھی کلارا مگر اس کے سوا کچھ معلوم ... نہیں ہو سکا کہ وہ مقامی باشندہ ہے مگر یہاں اس کا مستقل ... ٹھکانہ نہیں ہے لیکن اس سے میری صحت پر کوئی اثر نہیں ... پڑتا۔ وہ کوئی بھی ہو، ہمیں اس سے خطرہ نہیں ہو سکتا۔"

"اور وہ شخص جو تمہاری طرف سے مائیکرو فلمیں لے ... کر آیا تھا کیا وہ تمہارے لئے کام کر رہا تھا؟" کلارا نے اگلا ... سوال کیا۔

"نہیں مائی ڈیئر کلارا" تہذیب ہنس کر بولی "ایسی کوئی ... بات نہیں ہوگی جو ایگلز کے کام آ سکے۔ اب میں سلسلہ ... منقطع کر رہی ہوں۔ ٹرانس میٹر اپنے ساتھ ہی رکھنا تاکہ تم ... سے بات چیت کا سلسلہ چلتا رہے۔" سلسلہ منقطع کر کے ... تہذیب نے میری طرف دیکھا "کیا خیال ہے؟" اس نے ... پوچھا۔

"وہ واقعی ایگلز سے برگشتہ ہو چکی ہے۔" میں نے ... کہا "مجھ پر اعتماد کر کے اس نے جو اندھی چال چلی ہے اس ... کا طرف سے اطمینان کرنا چاہ رہی تھی۔"

"تم اسے اندھی چال کہہ رہے ہو۔ انہوں نے دس ... طرح سے اپنی تسلی کی تب کہیں جا کر کلارا نے تم پر اعتماد کیا ... ہے۔"

"نہیں تہذیب! مطمئن وہ صرف میری صلاحیت کی ... طرف سے ہوئی ہے۔ میری ذات کی طرف سے وہ اب بھی ... شبہات کا شکار ہے۔"

"شبہات کا نہیں تجسس کا شکار ہے اور یہ کوئی ایسی ... انوکھی بات نہیں ہے۔ اسے تجسس کا شکار ہونا ہی چاہئے۔ تم ... نے اسے مرعوب بھی تو اس قدر کر دیا ہے۔"

"ہونے دو" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "اب میں کچھ دیر سونا چاہتا ہوں۔ رات بھر کا جاگا ہوا ہوں۔"

میں دوپہر کے وقت سو کر اٹھا تو بڈ کو موجود پایا۔ "بڈ نے تمہارا کام کر دیا ہے چیف! اپنا وعدہ یاد رکھنا۔"

میں نے بڈ سے مکان کی چابی لی اور اس نے مجھے مکان کے پتے سے آگاہ کیا۔ "بہترین مکان ہے چیف! دو کمرے ہیں۔ ایک کی چھت پکی ہے جبکہ دوسرے کمرے پر سیمنٹ کی چادریں پڑی ہوئی ہیں۔ چھوٹا سا صحن ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مکان فرنیشڈ ہے۔" بڈ ہنسا "یہاں فرنیشڈ مکان کہاں ملتے ہیں چیف! بس تمہارا مقدر ہی اچھا تھا۔"

"مقدر کہاں اچھا ہے بڈ!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "مقدر اچھا ہوتا تو تم سے جان نہ چھوٹ جاتی۔"

"کیا!" بڈ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں "دیکھ لیا تم نے میڈم" وہ تہذیب کی طرف مڑا "کام نکلتے ہی کس طرح بڈ سے آنکھیں پھیری ہیں۔"

"یہ تو زیادتی ہے علی!" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کتنی محنت سے تو بے چارہ تمہارا کام کر کے آیا ہے....."

"اور آتے ہی میرے سر پر مسلط ہو گیا۔ اپنا وعدہ یاد رکھنا۔ جیسے یہ کوئی بہت اہم آدمی ہے اور میں اس سے وعدہ خلافی کر جاؤں گا۔"

"ارے اب کیا وعدہ بھی یاد نہ دلاؤں۔" بڈ نے چہک کر کہا "اگر وعدہ یاد دلانا اتنا ہی برا لگا ہے تو وعدہ کیا ہی کیوں تھا؟"

"اس لئے کیا تھا کہ تم سیدھی طرح کام نہیں کر رہے تھے اور اس وقت تم سے کام لینے کا کوئی اور طریقہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

بڈ کے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ "اس کا مطلب یہ ہوا کہ بڈ کو بے وقوف بنایا گیا ہے۔" اس نے پیر پٹخ کر کہا۔

"بالکل" میں نے سر ہلایا "میں نے تمہیں بے وقوف بنانے کی نیّت سے ہی تم سے وعدہ کیا تھا۔"

"تم..... تم شاید مذاق کے موڈ میں ہو چیف! تم سمجھ نہیں رہے کہ اس مذاق سے بڈ پر کیا گزر رہی ہے۔ میں ہیجانی کیفیت میں پاگل بھی ہو سکتا ہوں۔"

"اگر ایسا ہوا تو یہ ایک دلچسپ منظر ہوگا۔ میرا خیال ہے کوئی شخص بھی تمہیں پاگل نہیں سمجھے گا۔"

"تمہارا مطلب ہے میں ویسے بھی پاگل نظر آتا ہوں۔" بڈ نے ہذیانی انداز میں کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"غصے کی حالت میں تمہارا دماغ کچھ زیادہ ہی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے لگتا ہے۔" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "ہر بات کا مطلب تم بالکل ٹھیک سمجھ رہے ہو۔"

"میں شدت جذبات میں اندھا ہو کر انتقامی کارروائیوں پر بھی اتر سکتا ہوں۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ اس صورت میں تم ہمیں اس سے زیادہ نقصان پہنچا سکو گے جتنا اب پہنچا رہے ہو۔"

تہذیب بے تحاشا ہنس دی تھی مگر میں انتہائی سنجیدہ تھا اور بڈ کے چہرے پر بے یقینی بکھری ہوئی تھی۔

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم تفریح کے موڈ میں ہو اور مجھ سے مذاق کر رہے ہو" بڈ نے مشکوک لہجے میں کہا۔

"اپنے طور پر تم کچھ بھی سمجھنے کے لئے آزاد ہو۔ میں کسی کے ساتھ زبردستی کرنے سے رہا کہ وہ میری باتوں پر ضرور ہی یقین کرے" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"مجھے تو کچھ چکر لگ رہا ہے میڈم!" بڈ نے تشویش سے کہا "چیف کا طبی معائنہ کرانا پڑے گا۔"

تہذیب ہنس ہنس کر بے حال ہو چکی تھی "اب کچھ مت کہنا علی!" تہذیب نے بمشکل کہا "یقین نہیں آتا کہ تم اتنی سنجیدگی سے بھی مذاق کر سکتے ہو۔"

"تو تم بھی میری باتوں کو مذاق سمجھ رہی ہو" میں نے اپنی سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے کہا اور تہذیب پر ایک بار پھر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔

"یہ ہنسنے کا وقت نہیں ہے میڈم!" بڈ نے کہا "مجھے تو معاملہ تشویش ناک لگ رہا ہے۔ ابتدا میں مرض کا علاج آسانی سے ہو جاتا ہے۔"

"افوہ .... تم دونوں مجھے ہنسا ہنسا کر پاگل کر دو گے۔" تہذیب مارے ہنسی کے دہری ہوئی جا رہی تھی۔

"اچھا جاؤ معاف کیا" میں نے کہا "تم بھی کیا یاد کرو گی' کسی علی یار خان سے پالا پڑا تھا۔"

"کیا مطلب!" بڈ نے بے وقوفوں کے سے انداز میں کہا "کیا ابھی تک تم مذاق کر رہے تھے؟"

"اب بس کرو بڈ!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "کہیں میڈم کو اچھو نہ لگ جائے۔"

بڈ نے سعادت مندانہ انداز میں سر جھکا لیا اور تہذیب جھپاک سے کمرے سے نکل گئی۔

"میڈم کو کیا ہو گیا ہے چیف!" بڈ نے حیرت سے کہا "مجھے تو کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے۔ کوئی آسیبی چکر تو نہیں ہے؟"

"مجھ سے بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ ابھی مرغا بنا دوں گا۔"

"اسی لئے میں بااختیار لوگوں سے مذاق نہیں ... نے برا سا منہ بنا کر کہا "جب تک اپنا جی چاہا تفریح ... رہے اور دوسرے کی باری آنے پر آنکھیں دکھانے ..."

"اب اس باری کا انتظار کرو جو یورپ جانے ... شروع ہو گی۔ چھوٹی موٹی تفریحات سے صرفِ نظر کرو۔"

"میں کہتا ہوں تم وقت ضائع کر رہے ہو چیف!" بڈ نے کہا "مائیکرو فلموں کی طرف سے تم نے یوں آنکھیں ... کر لی ہیں جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو۔"

"سمجھ میں نہیں آتا بڈ!" میں نے ایک طویل ... لے کر کہا "کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ زیادہ اہم ... فلموں کی اہمیت زیادہ ہے۔"

"تم بہت اہم کام کر رہے ہو چیف! لیکن فلموں ... سے آنکھیں بالکل ہی بند کر لینا تو نامناسب ہے۔ معلوم ... ان میں کیا ہے ممکن ہے کوئی بہت ہی اہم بات ہو۔"

"بڈ کا کہنا درست ہے علی!" تہذیب نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا "میں خود تم سے یہی بات کر... تھی۔ معلوم ہونا چاہئے کہ آخر ان فلموں میں ہے کیا؟"

"مشکل یہ ہے کہ ایک وقت میں ایک ہی جا... دی جا سکتی ہے" میں نے کہا "پھر یہ بھی ہے کہ ... میں رہتے ہوئے تو ہمیں محتاط ہی رہنا ہو گا۔"

"بڈ کی صلاحیتوں پر سے تمہارا اعتماد اٹھ گیا..." بڈ نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے بڈ!" میں نے ہنس کر ... تو بس محتاط رہنا چاہتا ہوں۔ ہم ایک دشمن ملک میں ... ایگفر کے گرگے بھی ہماری تاک میں ہیں۔ دونوں ... کسی کی نظروں میں بھی آ گئے تو مصیبت ہی ہو جائے گی۔"

"بڈ ایسا کوئی موقع آنے ہی نہیں دے گا چیف ... بار موقع دے کر تو دیکھو۔"

"بڈ اس قدر اصرار کر رہا ہے تو اسے موقع ... چاہئے۔" تہذیب نے کہا "اس کے ذہن میں ... طریقہ کار ہو گا تبھی یہ اصرار کر رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے ہتھیار ڈال دیے "کسی ... سے دوچار ہوئے بغیر بڈ اگر مائیکرو پروجیکٹر کا ... کر سکے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"شکریہ چیف" بڈ نے خوش ہو کر کہا "اب تم ... کمال دکھاتا ہے۔"

"تمہارے کمالات کی مجھے کچھ اور ضرورت ہے لہٰذا اپنا پروگرام مؤخر کر دو۔"

"حکم کرو چیف!" بڈ نے بڑی سعادت مندی سے کہا اور میں ان دونوں کو اپنے منصوبے سے آگاہ کرنے لگا۔

❊❊❊❊*❊❊❊

میں نے کلارا سے چار بجے کا وعدہ کیا تھا مگر اس سے آدھا گھنٹا قبل ہی اس کے پاس پہنچ گیا "تیاری مکمل ہو گئی کلارا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں" کلارا نے کہا "اگر مجھے اپنی جان کا خطرہ نہ ہوتا تو شاید میں اتنا بڑا قدم اٹھانے کی ہمت نہ کرتی۔"

"ہر بڑے کام کے پیچھے کوئی نہ کوئی مجبوری ضرور ہوتی ہے کلارا ڈیئر! لہٰذا اگر تم مجبور ہو کر یہ قدم اٹھا رہی ہو تو مجھے یقین ہے کہ تم سے کوئی بہت بڑا کام سرزد ہونے والا ہے۔"

"میں تمہیں بتانا بھول گئی۔" اچانک کلارا نے چونک کر کہا "صبح تمہارے جانے کے بعد ریتا سالومن نے ٹرانس میٹر پر رابطہ کیا تھا۔"

"وہ تو اسے کرنا ہی تھا" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا "آخر اس نے رات ایگفر کے اڈوں پر بموں کے دھماکے کر کے جو کارنامہ کیا ہے اس کی داد بھی تو وصول کرنی ہو گی۔"

"تم زیادہ ہیرو بننے کی کوشش مت کیا کرو سمجھے" کلارا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "رات اس نے تمہیں چھوڑ دیا ورنہ تم دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہو چکے ہوتے۔"

میں بے اعتباری سے ہنسنے لگا "یہ لطیفے سنانے کا وقت نہیں ہے کلارا!" میں نے کہا "اس وقت ہمیں بہت سے کام کرنے ہیں۔ یہ لطیفے کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھو۔"

"میں لطیفے نہیں سنا رہی ہوں۔" کلارا برا مان کر بولی "جو کچھ کہہ رہی ہوں وہ ایک سنگین حقیقت ہے۔ تم ریتا سالومن کی زد پر تھے وہ تمہیں نشانہ بنا سکتی تھی مگر معلوم نہیں کیوں اس نے ایسا نہیں کیا۔"

"اچھا مان لیا بابا کہ اس نے مجھے دوسری زندگی بخش کر مجھ پر احسان کیا ہے۔" میں نے یوں کہا جیسے بات ختم کرنے کے لئے اس کی بات مان رہا ہوں۔ "اب یہاں سے چلنے کی فکر کرو۔ ویسے ہی وقت کم ہے۔"

"میں نے حقیقت بتا دی تو تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔" کلارا نے کہا "ساری زبانی طراریاں دھری رہ جائیں گی اور شیخی بگھارنا بھول جاؤ گے۔"

"تمہیں دیکھنے کے بعد سے میرے ہوش ویسے ہی اڑے ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں اب تم اور کیا چاہتی ہو۔"

"جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ مجھے ریتا سالومن نے بتایا ہے۔" کلارا نے کہا اور مجھے غور سے دیکھنے لگی۔ شاید وہ میرے چہرے پر اس اطلاع کا ردِ عمل تلاش کر رہی تھی۔

"معلوم ہے صبح کیا ہوا۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہنا شروع کیا "جب میں یہاں سے نکلا تو راستے میں مجھے صدر بش مل گئے۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے کار روک لی۔ پہلے تو شکوے شکایت کرتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے اپنے ساتھ سوویت یونین چلنے کی دعوت دی۔ انہیں وہاں کے اندرونی حالات پر بڑی تشویش ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ دنیا کی ایک بہت بڑی مملکت اندرونی انتشار کا شکار ہو کر سائنسی ترقی کی طرف سے غافل ہو جائے....."

"یہ کیا بکواس ہے۔" کلارا نے جھنجلا کر کہا "کیا اچانک ہی پاگل ہو گئے ہو یا تم پر کوئی دورہ پڑا ہے۔"

"ریتا سالومن تم سے کہے کہ وہ ایڈم ڈی فلوک کو دوسری دنیا میں پہنچا سکتی تھی تو تم فوراً یقین کر لو اور میں کہوں کہ میری ملاقات امریکا کے صدر سے ہوئی تھی تو میرا دماغ خراب ہے۔"

کلارا نے ایک طویل سانس لی۔ "اس نے ایسے حوالے دیے ہیں جنہیں رد نہیں کیا جا سکتا اس لئے میں نے یقین کیا ہے۔ وہ تمہاری طرح بے پر کی تو نہیں اڑا رہی تھی۔"

"میرا نام ایڈم ڈی فلوک ہے۔ سمجھیں تم؟ ریتا سالومن جیسی بچیاں تمہیں مرعوب کر سکتی ہیں۔ میں کسی سے مرعوب ہونے والا نہیں ہوں۔"

"اس نے یہ تک تو بتا دیا کہ تم نے آلوینڈا سے کیا کہا تھا۔"

"نہیں" میں نے حیرت ظاہر کی "یہ کیسے ممکن ہے۔ وہاں میرے اور فلورا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا' تم شاید مجھ سے مذاق کر رہی ہو۔"

"اگر میں مذاق کر رہی ہوں تو یہ بتا دو کہ یہ بات میرے علم میں کس طرح آئی؟"

"تمہیں ضرور فلورا نے بتایا ہو گا" میں نے کہا "اس کے علاوہ کوئی صورت ہی نہیں ہے۔"

"مجھے پریشان مت کرو ایڈم! تم سے غلط بیانی کر کے مجھے کیا حاصل ہو جائے گا۔ ریتا سالومن تو اس گفتگو تک سے واقف ہے جو میرے اور تمہارے درمیان صبح ہوئی ہے۔"

میں اچھل پڑا "تم نے ان باتوں کا تذکرہ کس کس سے کیا تھا؟"

"میں نے تو کسی کو ان باتوں کی بھنک تک نہیں لگنے دی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھی" کلارا نے کہا "اور تم نے۔"

"میں نے بھی کسی سے ذکر نہیں کیا" میں نے پریشانی سے کہا پھر چونک کر بولا "یہاں کوئی ڈکٹا فون وغیرہ تو پوشیدہ نہیں ہے۔"

"رینا سے بات کرنے کے بعد میں نے یہاں کی ایک ایک چیز چھان ماری مگر کچھ حاصل نہیں ہوا۔"

"تو پھر مجھے خود کو چیک کرنا پڑے گا۔ ممکن ہے میرے پاس موجود چیزوں میں کوئی ایسا آلہ ہو جس کے ذریعے وہ ہماری باتیں سن لیتی ہو" میں نے کلارا کو دکھانے کے لئے ایک ایک چیز اچھی طرح چیک کی۔ کلارا نے بھی اس کام میں میری مدد کی۔ خاص طور پر میرے لباس کی چھان بین تو اس نے بڑی باریک بینی سے کی مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا اور ہوتا بھی کیسے۔ رینا سالومن کی معلومات کا ذریعہ تو میں خود تھا۔

"ایسا لگتا ہے رینا سالومن کوئی جادوگرنی ہے" میں نے ہنس کر کہا "افریقہ کا کالا جادو بہت مشہور ہے۔"

"تم ہنس رہے ہو اور میری جان پر بنی ہوئی ہے" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "اس طرح تو ہم کہیں بھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔"

"ان سب باتوں کو جہنم میں جھونکو۔ وقت آنے پر میں رینا سالومن کو بھی دیکھ لوں گا۔"

"لیکن ایک خوش آئند بات بھی ہے" کلارا بولی "اس کا لہجہ دوستانہ تھا۔ وہ اس بات پر بہت خوش ہے کہ میں ایلگزا سے نہ صرف علیحدہ ہو رہی ہوں بلکہ اس کے خلاف کام کروں گی۔"

"یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔ اب ہمیں ایک جادوگرنی کی مدد حاصل رہے گی۔ ہم اس کے ذریعے اپنے مخالفین کو بکرا بنا کر کسی چراگاہ میں چھڑوا دیا کریں گے" میں نے کہا پھر جھنجلائے ہوئے انداز میں بولا "کیا تمہارا یہاں سے ہلنے کا ارادہ نہیں ہے؟"

"چلو" کلارا بوکھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی "سارے کام میں نے تمہارے کہنے کے مطابق کر دیے ہیں۔"

ذرا ہی دیر بعد ہم ایک شاندار رولس رائس میں سفر کر رہے تھے۔ رولس رائس میں ڈرائیو کر رہا تھا اور کلارا عقبی نشست پر بیٹھی تھی کار کے شیشے رنگین تھے اس لئے باہر سے اندر نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

"اگر ذرا سا بھی خطرہ محسوس کرو تو ہم اب بھی واپس جا سکتے ہیں" کلارا نے کہا۔

"ان باتوں کو ذہن سے نکال دو کلارا! ایڈم ز اٹھا ہوا قدم واپس نہیں لیتا۔"

"اب تو مجھے ایلگزا سے زیادہ رینا سالومن سے محسوس ہونے لگا ہے" کلارا نے کہا "واقعی ایسا معلو ہے جیسے اس کے قبضے میں کوئی پراسرار قوت ہو۔"

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ میں یہی چاہ کسی صورت سے اس کے ذہن سے ایلگزا کا خوف ہو جائے اور اس کی صورت یہی تھی کہ وہ کسی اور کو سے بہتر تسلیم کر لے۔

"رینا سالومن سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سے برسرپیکار ہے۔ اس کا تعاون حاصل کرنے کی کرو۔"

"اب اس سے بات ہوگی تو میں کوشش کروں گی بہت توہین آمیز ہوگا۔"

"تمہارا اقتدار چھن گیا مگر تمہارے دماغ سے ا خناس نہیں نکلا" میں نے کار سڑک کے کنارے سے لگا کر روک دی جہاں ایک پستہ قامت بوڑھا ک اس کے چہرے پر جھریاں ہی جھریاں نظر آ رہی تھیں ا رنگ کی لمبی سی چکی داڑھی اس کے سینے پر لہرا رہی تھ کے ہاتھ میں ایک خوب صورت صندوقچی تھی "درواز دو کلارا! پروفیسر صاحب ہمارے ساتھ سفر کریں گے۔"

کلارا کچھ نروس سی ہوئی مگر اس نے دروازہ اور پروفیسر صاحب اپنی صندوقچی سمیت کلارا کے براجمان ہو گئے۔ میں نے کار دوبارہ چلا دی۔

"کک ۔۔۔ کیا پروفیسر صاحب سے تعارف کراؤ گے۔" کلارا نے کہا اور میں نے ہلکا سا قہقہہ لگا

"یہ پروفیسر زارا ہیں۔" میں نے کہا "میک اسپیشلسٹ ہیں۔ متعدد ممالک کی فلم انڈسٹری میں شاگرد بطور میک اپ مین کام کر رہے ہیں۔ ہم لوگوں اپ بھی یہی کریں گے۔"

"اوہ! پروفیسر زارا" کلارا نے خوش ہو کر پروف سے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا "نائس ٹو میٹ یو۔"

پروفیسر زارا نے جو بڈ کے علاوہ کوئی اور نہیں تھ ہاتھ تھام لیا۔ پھر مصافحہ طویل ہوتے دیکھ کر مجھے کھنکا

"اپنا کام شروع کیجئے پروفیسر صاحب" میں نے میں کہا "ہم لوگوں کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

بڈ نے میری طرف گھور کر دیکھا اور کلارا بولی کا ہاتھ چوم لئے جانے کے قابل ہے ایڈم

"اس قسم کے پروگرام پھر کسی وقت کے لئے اٹھا رکھو کلارا!" میں نے سرزنش آمیز لہجے میں کہا "ابھی ہمیں جلدی ہے۔"

"اوہ ہاں" کلارا گڑبڑا کر بولی "آپ اپنا کام شروع کیجئے پروفیسر!"

بڈ نے غصیلے انداز میں صندوقچی کھولی جس میں میک اپ کے سامان کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

"میک اپ کرنے والے تو ہمارے پاس بھی بہت ہیں ایڈم مگر اتنا بڑا ماہر کوئی نہیں ہے جس کے شاگرد فلمی صنعتوں میں کام کر رہے ہوں۔"

"ابھی تم پروفیسر زارا کے ہاتھوں کا کمال دیکھنا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ شخص پندرہ منٹ کے قلیل عرصے میں تمہیں ناقابل شناخت بنا دیں گے۔"

بڈ اب کلارا کا چہرہ ٹٹول رہا تھا جب کہ اسے ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ کلارا پر جس قسم کا میک اپ ہونا تھا وہ اسے پہلے بتا چکا تھا لیکن میں نے اسے ٹوکنا مناسب نہ سمجھا۔

"پندرہ منٹ کے اندر اندر" بڈ نے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان لیتے ہوئے کہا "میں تمہیں اتنا تبدیل کر دوں گا کہ تم بھی اپنے آپ کو شناخت نہیں کر پاؤ گی۔"

"پروفیسر" مجھے تنگ آ کر دخل اندازی کرنی پڑی "یہ بات تم مجھے پہلے بھی بتا چکے ہو۔"

"جی تو نہیں چاہتا کہ تمہارے حسین چہرے سے اپنے ہاتھ ہٹاؤں مگر کیا کروں مجبوری ہے۔" بڈ نے بے باکی کی انتہا کر دی۔

"شکریہ پروفیسر" کلارا نے مسکرا کر کہا "تمہاری تعریف میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں ۔۔۔ نوجوان تو ہر لڑکی کی جھوٹی تعریفیں کرتے رہتے ہیں۔"

میں نے اپنا قہقہہ ضبط کر لیا۔ بڈ پر یہ میک اپ میں نے خود کیا تھا۔ اس نے احتجاج بھی کیا تھا مگر میں نے کہا تھا کہ اس طرح کلارا پر اس کے تجربے کی دھاک بیٹھ جائے گی۔ اب جو تبصرہ کلارا نے کیا تھا اسے سن کر یقیناً بڈ کا خون کھول گیا ہوگا جس کا اندازہ اس کے عمل سے بخوبی ہو رہا تھا۔ وہ بڑے جھنجلائے ہوئے انداز میں کلارا کے چہرے پر ایک لوشن لگا رہا تھا جس سے کلارا کی سفید رنگت دیکھتے ہی دیکھتے سیاہ پڑتی جا رہی تھی۔

"بالکل ایسا ہی لوشن ہمارے میک اپ مین بھی استعمال کرتے ہیں" کلارا نے کہا "جلد کی رنگت افریقیوں کی طرح سیاہ ہو جاتی ہے۔"

"اب یہ لوشن بہت عام ہو گیا ہے" بڈ نے کلارا کے ہاتھوں پر بھی لوشن لگاتے ہوئے کہا "لیکن اس کے بعد جو لوشن میں استعمال کروں گا اس کا موجد میں خود ہی ہوں۔"

"میں خوش نصیب ہوں پروفیسر زارا کہ اس بہانے مجھے آپ کے ہاتھوں میک اپ کرانے کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔"

"ہاں یہ ایک اعزاز ہی ہے" بڈ نے کہا "تمہارے لئے بھی اور میرے لئے بھی۔"

"کیا مطلب" کلارا نے حیران ہو کر پوچھا "آپ کے لئے کیا چیز اعزاز ہے۔"

بڈ گڑبڑا گیا مگر اس نے تیزی سے خود کو سنبھال لیا "آپ مسٹر ایڈم ڈی فلوک کو نہیں جانتیں۔ اگر یہ کسی سے کام لیں تو یہ اس شخص کے لئے اعزاز ہی ہوتا ہے۔ ویسے بھی انہوں نے مجھ سے جتنی حسین خدمت لی اس کے لئے میں ان کا شکرگزار ہوں۔"

"آپ مسٹر ایڈم کو کب سے جانتے ہیں پروفیسر؟" کلارا نے پُراشتیاق لہجے میں پوچھا۔

"ایک عرصہ ہو گیا" بڈ نے ایک طویل سانس لے کر کہا "ان سے میری پہلی ملاقات ہالی ووڈ میں ہوئی تھی۔"

"ہالی ووڈ میں!" کلارا نے حیرت سے کہا۔ ہاتھوں کے ساتھ ساتھ بڈ کی زبان بھی چل رہی تھی "ان سے میری پہلی ملاقات لارنس آف عربیہ کے سیٹ پر ہوئی تھی۔"

"کیا!" کلارا مارے حیرت کے تقریباً اچھل ہی پڑی "وہ تو ۔۔۔ وہ تو پرانی فلم ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ مسٹر ایڈم سے ملاقات بہر حال وہیں ہوئی تھی۔"

"مگر ۔۔۔ مگر مسٹر فلوک کی عمر اتنی زیادہ تو نہیں معلوم ہوتی!" کلارا نے کہا۔

"ہاں، یہ اپنی عمر سے بہت کم نظر آتے ہیں لیکن اس فلم میں اداکار عمر شریف نے بھی تو کام کیا تھا۔ وہ بھی تو اپنی عمر سے کم نظر آتا ہے۔"

"تو کیا مسٹر فلوک نے بھی لارنس آف عربیہ میں کام کیا ہے؟" کلارا کی حیرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اور میں بے بسی سے دانت پیس رہا تھا۔ بڈ کی چلتی ہوئی زبان کو روکنا میرے بس سے باہر تھا۔

"جی ہاں" بڈ نے اثبات میں سر ہلایا اور میری جان نکل گئی۔ کم بخت کیسی بے پر کی ہانک رہا تھا "اس کے علاوہ بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

انہوں نے چند اور فلموں میں کام کیا ہے۔ جن کے نام اس وقت مجھے یاد نہیں آرہے ہیں۔"

"کمال ہے پروفیسر!" کلارا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں "لارنس آف عربیہ تو میں نے بھی دیکھی ہے۔ مجھے تو یاد نہیں پڑتا کہ اس میں مسٹر فلوک کی جھلک بھی دکھائی دی ہو۔"

میں نے اپنی سانس روک لی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ بڈ اس حد تک آپے سے باہر ہوجائے گا۔ اس نے اتنا بڑا جھوٹ بول دیا تھا کہ جسے نبھانا ناممکن تھا۔

کلارا کی بات کے جواب میں بڈ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا "فلموں میں اسٹنٹ مین بھی تو ہوتے ہیں" اس نے کہا "مسٹر فلوک کو اداکاری کا شوق تھوڑی تھا۔ یہ تو سدا کے کرتب باز آدمی ہیں۔"

"تم نے اتنی بڑی فلم میں اسٹنٹ مین کے طور پر کام کیا اور مجھ سے تذکرہ تک نہیں کیا" کلارا نے شکایتی انداز میں مجھ سے کہا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ فلوک بے چارے پر کیا گزر رہی ہے۔ اگر وہ پوچھ لیتی کہ میں نے اس فلم میں کیا کام کیا تھا تو میں کیا جواب دیتا۔۔۔ مارے غصے کے میرا خون کھول رہا تھا اور میں نے تہیہ کرلیا تھا کہ موقع ملتے ہی بڈ کو اس حرکت کی سزا ضرور دوں گا۔

"مجھ سے عام طور پر لوگوں کو شکایت ہی رہتی ہے" میں نے گول مول انداز میں کہا تاکہ اس سے جان چھوٹ جائے۔

"لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ مسٹر فلوک قسمت کے دھنی ہیں" بڈ نے کہا "وہ ایسی فلم تھی جس میں کسی اسٹنٹ مین کی گنجائش ہی نہیں تھی مگر ان کے لئے اتنی بڑی فلم میں بھی کام نکل آیا۔"

"وہ کس طرح؟" کلارا نے اشتیاق ظاہر کیا۔ وہ خوش ہو رہی تھی کہ اس بہانے اسے میرے بارے میں معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ بڈ اسے ڈبو دے گا۔

"اس فلم میں کام کرنے کے لئے شرط تھی کہ ہر اداکار اپنے رول کا ہر کام خود ہی کرے گا۔ عمر شریف شترسواری نہیں جانتا تھا لیکن جب پروڈیوسر نے اس سے پوچھا کہ وہ شترسواری جانتا ہے تو اس نے اثبات میں جواب دیا۔ پروڈیوسر کو بھی اس کے جواب پر شبہ نہیں ہوا اس لئے کہ عمر شریف کا تعلق سرزمین عرب سے ہے جو اونٹوں اور صحراؤں کی سرزمین ہے۔ عمر شریف کو فلم کی کاسٹ میں شامل کرلیا گیا لیکن جب اس منظر کی فلم بندی کا وقت آیا جس میں عمر شریف کو عقب سے چھلانگ لگا کر اونٹ کی پشت پر سوار ہونا ہے تو عمر شریف نے ہری جھنڈی دکھادی۔ پروڈیو[سر کو] غصہ تو بہت آیا مگر وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ اس وقت [تک] جتنی فلم بندی ہو چکی تھی عمر شریف کو باہر نکالنے کی صورت میں وہ سب کی سب تیل ہوجاتی۔ چناں چہ اسٹنٹ مین سے سین فلمانے کا فیصلہ کیا گیا۔۔۔"

"اوہ پروفیسر زارا! مجھے یاد ہے۔۔۔ وہ تو بڑا متاثر کن [سین] ہے۔ آج تک میں یہی سمجھتی رہی کہ وہ سین خود عمر [شریف] نے کیا ہے۔"

"اکثر لوگ یہی سمجھتے ہیں۔ حقیقت بہت کم لوگوں [کے] علم میں ہے اور تم خوش نصیب ہو وہ شخص تمہارا دوست [ہے] جس نے دنیا کی ایک عظیم فلم لارنس آف عربیہ میں کام [کیا]۔"

"کیا آپ دونوں کے درمیان اسی وقت سے [شناسائی] ہے پروفیسر؟" کلارا نے پوچھا۔

"شناسائی" بڈ ہنسا "ارے مسٹر فلوک میرے محسن [ہیں۔] برسوں سے میں ان کا مقروض تھا۔ شکر ہے آج ا[ن کے] احسان کا بوجھ کسی قدر کم ہوگیا۔"

"میں آپ سے درخواست کرتا ہوں پروفیسر زا[را] میری ذات کو موضوع بحث نہ بنائیں" میں نے نرم [لہجے] میں کہا مگر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔

"اس میں موضوع بحث بنانے کی کیا بات ہے فلو[ک]" کلارا نے کہا پھر بڈ سے بولی "ہاں پروفیسر آپ بتائیں کہ [مسٹر] فلوک نے آپ پر کیا احسان کیا تھا۔"

میں دہل کر رہ گیا۔ بڈ پہلے ہی میرے بارے میں ایسے جھوٹ بول چکا تھا کہ شیطان بھی سنتا تو کان دبا کر [بھاگ] جاتا اور اب معلوم نہیں وہ اور کیا کہنے والا تھا۔ میں درویش برجان درویش کے مصداق دانت پیستے ہوئے [برداشت] کرتا رہا۔

"کاروباری رقابت دنیا کے ہر ملک میں موجود ہے" بڈ نے اپنے نئے جھوٹ کا آغاز کرتے ہوئے [کہا "ان] دنوں لارنس آف عربیہ بن رہی تھی انہی دنوں میں [نے میک] اپ کا فن نیا نیا سیکھنا شروع کیا تھا۔ مجھے چوں کہ یہ [فن سیکھنے] کا خبط تھا اس لئے میں نے بہت جلد بہت سے ڈائریکٹرز [کی توجہ] اپنی طرف مبذول کرالی۔ اس فیلڈ میں پہلے سے موجود [لوگوں] کو میری کامیابیاں ایک آنکھ نہ بھائیں اور ایک [روز مجھے] ایک سنسان گوشے میں چار غنڈوں نے گھیر لیا" بڈ [خاموش] ہوگیا۔

"پھر کیا ہوا؟" کلارا نے چند لمحے انتظار کرنے [کے بعد] بڑی بے چینی سے پوچھا۔ اس کا اشتیاق لحظہ بہ لحظہ [بڑھتا] جا رہا تھا۔

"وہ چاروں مسلح تھے، ان کے ہاتھوں میں خوف ناک ریوالور دبے ہوئے تھے اور ان کے انداز سے درندگی ظاہر ہو رہی تھی۔ مجھ جیسے منحنی شخص کے لئے تو ان میں سے ایک بھی کم نہ تھا اور انہیں میرے مقابلے پر آنے کے لئے کسی ہتھیار کی ضرورت بھی نہیں تھی مگر ان کا مقصد مجھے خوف زدہ کرنا تھا جو انہیں حاصل ہو چکا تھا۔ خوف سے میری گھگھی بندھی ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں آئندہ ہالی ووڈ کی حدود میں دکھائی دیا تو میری ٹانگیں توڑ دی جائیں گی۔ سچی بات یہ ہے کہ مجھے اپنی ٹانگیں اس وقت بھی عزیز تھیں اور آج بھی عزیز ہیں۔ میں نے ان سے وعدہ کرلیا کہ آئندہ وہاں نظر نہیں آؤں گا۔ وہ لوگ واپسی کے لئے پلٹ ہی رہے تھے کہ کہیں سے مسٹر فلوک نمودار ہوگئے۔ یہ شاید ہمارے درمیان ہو[نے] والی گفتگو سن چکے تھے۔ انہوں نے ان غنڈوں کو سنانے کے لئے بلند آواز میں مجھ سے کہا "تم کہیں نہیں جاؤ گے پروفیسر زارا۔""

"تو کیا تم اس وقت بھی پروفیسر ہوا کرتے تھے" کلارا نے بڑی بے ساختگی سے پوچھا اور بڈ بری طرح جھینپ گیا مگر بڑا ہی ڈھیٹ آدمی تھا۔

"اگر اب تم بیچ میں بولیں تو میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔" بڈ نے کلارا کو گھورتے ہوئے کہا۔

"م۔۔۔ میں وعدہ کرتی ہوں، اب کچھ نہیں بولوں گی۔" کلارا ہکلا کر بولی۔

"چاروں غنڈے اس دخل اندازی پر حیران رہ گئے اور میری روح فنا ہوگئی۔ میں ان سے جان چھڑانا چاہ رہا تھا۔ چناں چہ میں نے مسٹر فلوک سے کہا کہ میں تو اب ایک دن بھی ہالی ووڈ میں نہیں رکوں گا۔ مسٹر فلوک اس وقت جوان بلکہ نوجوان تھے۔ ان کی دخل اندازی کو ان چاروں نے بھی ان کی جذباتیت پر محمول کیا۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ چار تجربے کار غنڈے، مسلح ہوتے ہوئے بھی ایک سولہ سالہ نوجوان سے شکست کھا جائیں گے۔ انہوں نے مسٹر فلوک کا مذاق اڑانا شروع کیا مگر مسٹر فلوک کے انداز میں جو وقار تھا وہ رفتہ رفتہ ان کے اعصاب پر سوار ہو رہا تھا۔ پھر ان میں سے ایک غنڈہ مسٹر فلوک پر حملہ کر بیٹھا۔ ہم میں سے کوئی بھی نہیں دیکھ سکا کہ اس کا ریوالور مسٹر فلوک کے قبضے میں کس طرح پہنچا۔ ہمیں تو بس اتنا نظر آیا کہ مسٹر فلوک اس کے ریوالور سے فائرنگ کر رہے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے انہوں نے صرف چار فائر کئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کی ایک ایک ٹانگ زخمی ہوگئی تھی۔ پلک جھپکتے ہی بازی الٹ گئی تھی۔ مسٹر فلوک نے ریوالور کے زور پر بقیہ تینوں افراد کو بھی غیر مسلح کردیا۔ وہ زخمی ہونے کے بعد بری طرح تڑپ رہے تھے مگر مسٹر فلوک کو ان کی ذرہ برابر پروا نہیں معلوم ہو رہی تھی۔ ان پر توجہ دینے کے بجائے وہ میری طرف مڑے۔ ریوالور بدستور ان کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اب میرا کیا خیال ہے۔ مجھ سے یہ سوال کرتے وقت ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور لہجہ بھی بے حد نرم تھا مگر مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے میں کسی خوف ناک بھیڑیے کے مقابل کھڑا ہوں۔ میرے اعصاب جواب دیتے جا رہے تھے۔ میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر زبان نے میرا ساتھ نہیں دیا۔ میرا حلق خشک اور سر بھاری ہو رہا تھا۔ مسٹر فلوک اور چاروں غنڈے مجھے دھندلے دکھائی دینے لگے تھے۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے حواس برقرار رکھنے کی کوشش کی مگر یہ ممکن نہیں ہو سکا اور میں ہوش و حواس سے بے گانہ ہوگیا۔ بے ہوش ہونے سے قبل کی آخری بات جو مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ مسٹر فلوک جھپٹتے ہوئے میری طرف بڑھے تھے" بڈ ایک بار پھر خاموش ہوگیا۔ اس کم بخت نے اپنے اندازِ بیان سے ایسا سماں باندھ دیا تھا کہ کلارا تو ایک طرف رہی خود میں بھی محو ہوگیا تھا۔ حالاں کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ نری بکواس کر رہا ہے۔

"پپ۔۔۔ پھر کیا ہوا؟" کلارا نے بڈ کی خاموشی طول پکڑتے دیکھ کر اسے ٹوکا۔

"میں زیادہ دیر بے ہوش نہیں رہا لیکن جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میرا سر مسٹر فلوک کے زانو پر رکھا ہوا ہے۔ یہ میرے منہ پر پانی کے چھینٹے مار مار کر مجھے ہوش میں لائے تھے۔ ان کے ایک ہاتھ میں بدستور ریوالور موجود تھا جس سے انہوں نے ان چاروں کو کور کر رکھا تھا۔ مجھے ہوش میں آتے دیکھ کر مسٹر فلوک مسکرائے مجھے تسلی دی اور کہا وہ میرے دشمنوں کو سبق دے کر دم لیں گے۔ انہوں نے میرے سامنے ان چاروں سے پوچھا کہ انہوں نے یہ حرکت کیوں کی تھی۔ جب انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو مسٹر فلوک نے وہیں ان پر تشدد کرنا شروع کردیا اور ان کی زبان کھلوا کر دم لیا۔ انہوں نے جس شخص کا نام لیا اسے سن کر میں حیران رہ گیا۔ وہ ایک سینئر میک اپ مین تھا اور وہ میرے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتا تھا۔ میں نے ان لوگوں کی بات پر یقین کرنے سے انکار کردیا مگر مسٹر فلوک اسی طرح مسکرا رہے تھے۔ جیسے میں کوئی احمق بچہ ہوں۔ بعد کے حالات نے ثابت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیا کہ میں واقعی احمق تھا۔ عمر میں مجھ سے کہیں کم ہونے کے باوجود مسٹر فلوک اس وقت بھی تجربے کے اعتبار سے مجھ سے بہت آگے تھے۔ یہ اسی وقت مجھے اپنے ساتھ لے کر اس میک اپ مین کے پاس گئے اور بھرے پُرے اسٹوڈیو میں اسے پکڑلیا۔ اس نے پہلے تو اس الزام کو تسلیم کرنے سے انکار کیا مگر مسٹر فلوک نے سیکڑوں افراد کے سامنے اس پر ہاتھ چھوڑ دیا۔ انہوں نے بڑی بے دردی سے اس کی پٹائی کی اور آخر کار اسے تسلیم کرنا پڑا کہ ان چاروں غنڈوں کو اس نے بھیجا تھا۔ وہ میری طرف سے شدید خطرہ محسوس کررہا تھا۔ اس لئے کہ میں مستقبل میں اس کی جگہ لے سکتا تھا۔ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا جسے میں اپنے ساتھ سب سے زیادہ مخلص سمجھا کرتا تھا۔ جب اس نے ہی میرے ساتھ یہ سلوک کیا تو میں کسی اور پر کیسے بھروسا کرسکتا تھا۔ بہرحال مسٹر فلوک نے یہیں پر بس نہیں کیا۔ انہوں نے پولیس میں رپورٹ درج کرائی۔ چاروں غنڈوں کے ساتھ وہ میک اپ مین بھی گرفتار ہوگیا۔ مسٹر فلوک نے برسرعام اعلان کیا تھا کہ اگر آئندہ کسی نے میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو اس کا انجام بڑا عبرت ناک ہوگا۔ بس اس کے بعد پھر کسی میں مجھ سے الجھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اگر اس روز مسٹر فلوک بروقت مداخلت نہ کرتے تو آج کہانی بالکل مختلف ہوتی۔"

کلارا سناٹے کے عالم میں بیٹھی تھی "اس کے بعد پھر کبھی مسٹر فلوک سے تمہاری ملاقات تو نہیں ہوئی؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کچھ دنوں تک تو مسٹر فلوک نظر آتے رہے پھر ایسے غائب ہوئے کہ آج نظر آئے۔ ان برسوں کے دوران میں نے متعدد بار مسٹر فلوک کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کی مگر کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔ اگر بھول جاتا تو مجھ سے بڑا احسان فراموش روئے زمین پر کوئی نہ ہوتا۔ آج جب میں نے انہیں اپنے گھر کے دروازے پر دیکھا تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ اب تو میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کررہا ہوں۔ میں نے ہر قسم کے کاموں میں دلچسپی لینا ترک کردیا ہے۔ مسٹر فلوک کو میرے بارے میں کس طرح علم ہوا اس کے بارے میں تو خود یہی بتا سکتے ہیں۔ میرے بہت پوچھنے پر بھی انہوں نے کچھ نہیں بتایا تاہم جب انہوں نے مجھ سے کہا کہ ان کی ایک دوست کو کچھ لوگوں کی طرف سے خطرہ ہے اور مجھے اس کا میک اپ کرنا ہے تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔ میرے جسم کا رواں رواں مسرت سے سرشار ہوگیا۔ میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ مجھے مسٹر فلوک کا احسان چکانے کا موقع مل سکے گا۔ اس طرح تمہارا میک اپ میری زندگی کا سب سے بڑا اعزاز ہے۔"

میں دل ہی دل میں بڈ کی ذہانت کو سراہے بغیر نہ رہا۔ کم بخت نے کہاں سے کہانی شروع کی تھی اور کہاں لاکر ختم کی تھی۔ اگر وہ یہ من گھڑت کہانی نہ سناتا تو کلارا یہی سوچ کر پریشان ہوتی رہتی کہ کہیں بڈ ایگلز سے مخبری نہ کردے۔ نہ صرف خود پریشان ہوتی بلکہ میرا بھی ناک میں دم کیے رکھتی۔ میں اسے مطمئن کرنے کی لاکھ کوشش کرتا مگر بھرپور تاثر نہیں دے سکتا تھا۔ کلارا بڈ کی کہانی سے بہت متاثر نظر آرہی تھی اور محض اسی ایک بنیاد پر میں نے بڈ کو معاف کردیا ورنہ میں نے سوچا تو یہی تھا کہ موقع ملنے پر اسے اس دروغ گوئی کی سخت سزا دوں گا۔

"تمہارا میک اپ مکمل ہوچکا ہے" بڈ نے کہا "لو اب دیکھ کر تسلی کرلو کہ اب تمہیں کوئی نہیں پہچان سکے گا" بڈ نے اس کی طرف ایک آئینہ بڑھایا۔

کلارا نے بڈ سے آئینہ لے کر دیکھا اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی "یہ تم نے میرے چہرے کو کیا کردیا۔ میرے نقش و نگار کس قدر بھدے ہوگئے ہیں۔ مجھے بھی خود سے خوف آرہا ہے۔"

"اس وقت تمہیں اسی قسم کے میک اپ کی ضرورت تھی" بڈ نے اس سے آئینہ واپس لے کر صندوقچی میں واپس رکھتے ہوئے کہا "تم نے دیکھا، تمہارے نقش و نگار بغیر پلاسٹک کے ٹکڑے کے کتنے بدل گئے۔ یہ سب میرے تیار کردہ ایک لوشن کا کمال ہے جس کے لگانے سے جلد پر ورم آجاتا ہے۔ بس اس میں ایک خامی ہے جس پر میں قابو نہیں پاسکا۔ جس وقت یہ لوشن جلد پر لگایا جاتا ہے اس وقت ہلکی سی جلن ہوتی ہے۔"

"مگر میں نے تو کچھ بھی محسوس نہیں کیا" کلارا نے بے ساختہ کہا۔ اس وقت تک میں کار روک چکا تھا۔

"اسی لئے تو اس خاکسار کو پروفیسر کا خطاب ملا ہے" بڈ نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا "میں یہ لوشن استعمال کرتے وقت ایسی کہانیاں سناتا ہوں جن میں کھو کر آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے۔"

کلارا کا اٹھا ہوا ہاتھ اٹھا رہ گیا۔ بڈ اپنی بات مکمل کرکے بڑی تیزی سے کار سے اتر کر جاچکا تھا اور اس کے ساتھ ہی میں کار کو دوبارہ حرکت میں لے آیا تھا۔

"پروفیسر زارا کی آخری بات میری سمجھ میں نہیں آئی" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں مجھ سے کہا۔

"وہ ایک خبطی آدمی ہے، جو کچھ اس نے کہا اسے بھول کر حال میں واپس آجاؤ اور حال یہ ہے کہ اب تم نازک اندام کلارا نہیں بلکہ موٹے نقش و نگار والی ایک افریقی عورت ہو۔"

"میں سمجھتی ہوں" کلارا نے نروس سے انداز میں ہنستے ہوئے کہا "لیکن اب یہ کار ہمارے لئے مصیبت بن جائے گی۔"

"بے فکر رہو، اس سے تو ہم ابھی پیچھا چھڑالیں گے۔" میں نے کپڑوں کے ایک اسٹور کے سامنے کار روکتے ہوئے کہا "یہاں سے تم اپنے لئے چند معمولی سے جوڑے خرید لو۔ اس لئے کہ اب ہم جس علاقے میں رہیں گے وہاں تمہارا یہ نا خرانہ لباس ہمارے لئے مسائل کھڑے کردے گا۔"

اسٹور سے چند جوڑے خریدنے کے بعد ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنی نئی رہائش گاہ پہنچ گئے۔ شی گورائے کی ایک مضافاتی بستی میں واقع یہ مکان اپنے محل وقوع کے اعتبار سے بہترین تھا۔ یہ بستی کے شروع میں تھا اور لب سڑک واقع تھا لہٰذا یہاں محلے والوں کی نگاہ میں آنے کے امکانات کم سے کم تھے ورنہ اس سے آگے تنگ اور پُرپیچ گلیاں اور کچے مکانات اور جھگیوں کے سلسلے تھے جہاں تخلیہ نامی شے کے علاوہ دنیا کی ہر شے کا وجود ممکن تھا۔

کلارا نے گھوم پھر کر گھر کے ایک ایک گوشے کا جائزہ لیا۔ میں اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ میرا خیال تھا وہ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرے گی۔ جتنی آسائشوں کے درمیان میں اسے زندگی بسر کرتے دیکھ چکا تھا اس کے پیش نظر اس مکان کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنا کوئی ایسی تعجب خیز بات بھی نہیں تھی مگر میں باوجود کوشش کے اس کے چہرے پر ناپسندیدگی کا کوئی تاثر تلاش نہیں کرسکا۔

"تم نے بہت عمدہ جگہ کا انتخاب کیا ہے" کلارا نے میری حیرت میں اضافہ کردینے والا تبصرہ کیا۔

"یہ ۔۔۔ یہ صوفہ سیٹ دیکھ رہی ہو، ملکہ وکٹوریہ کے دور کا لگتا ہے اور غالباً اسی دور سے اس کی صفائی کرنے کی زحمت بھی نہیں کی گئی ہے۔ جتنا وزن اس کا اپنا ہوگا اس سے شاید کچھ ہی کم اس میں سے گرد برآمد ہوگی اور وہ جو دوسرے کمرے میں مسہری بچھی ہے، مجھے یقین ہے کہ اس میں ہزاروں نہیں تو سیکڑوں کی تعداد میں تو ضرور کھٹمل ہوں گے۔ معلوم نہیں کب سے انہیں غذا نہیں ملی ہوگی۔"

کلارا ہنسنے لگی "میں سب کچھ دیکھ چکی ہوں اور بہت مطمئن ہوں۔ اگر تم ایسی کسی جگہ کا انتخاب نہ کرتے تو مجھے تمہاری قوتِ فیصلہ پر شک ہونے لگتا۔"

"تم تو مجھے حیران کئے دے رہی ہو کلارا" میں بڑبڑایا "میں تو سمجھ رہا تھا کہ تمہیں قائل کرنے کے لئے مجھے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ کہاں وہ شاہانہ خواب گاہ اور کہاں یہ ٹوٹا پھوٹا سا مکان اور سازوسامان۔"

"میں اسرائیلی سیکرٹ سروس میں کام کرچکی ہوں ایڈم!" کلارا نے کہا اور میں بری طرح چونک پڑا مگر وہ میرے تاثرات سے بے نیاز کہہ رہی تھی "مجھے یقین ہے تمہارے لئے یہ بات نئی نہیں ہوگی کہ ایک سیکرٹ ایجنٹ کو ہر قسم کی زندگی گزارنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ میں متعدد ممالک میں اسرائیل کے لئے مہمات انجام دے چکی ہوں۔ کئی بار مرتے مرتے بچی ہوں اور بعض اوقات اتنے خراب حالات میں گزارہ کیا ہے جن کا شاید تم تصور بھی نہ کرسکو۔"

یہ اطلاع واقعی حیران کن تھی کہ وہ اسرائیلی سیکرٹ سروس میں رہ چکی ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ ایگلز میں کس طرح آئی۔ میں نے اس سے یہ سوال پوچھ ہی لیا۔

"یہ بات اہمیت کی حامل ہے۔" کلارا نے کہا "اسرائیلی سیکرٹ سروس کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ ایگلز لاکھ منظم سہی مگر کسی بھی ملک کی سیکرٹ سروس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ دراصل چند مہمات میں اتفاقاً مجھے رینڈل کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ۔۔۔"

"کون رینڈل؟" میں نے کلارا کی بات کاٹ کر کہا۔ اس لئے کہ کلارا کی نظر میں رینڈل میرے لئے اجنبی تھا۔

جواب میں کلارا نے رینڈل کے بارے میں مجھے ان تفصیلات سے آگاہ کیا جو پہلے سے میرے علم میں تھیں۔ میں نے بھی ہر بات اتنے غور سے سننے کا مظاہرہ کیا جیسے میری معلومات میں گراں قدر اضافہ ہورہا ہو۔

"میں نے اور رینڈل نے ایک دوسرے کو پسند کرلیا اور فرصت نکال کر ہم نے ملنا شروع کردیا۔ اسی دوران میں اولیو ہاورڈ مارا گیا اور رینڈل کو ایگلز قائم کرنے کی سوجھی۔ میں نے اس کے خیال کی تائید کی۔ اگر اس وقت مجھے معلوم ہوتا کہ نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی تو میں اس کی سخت مخالفت کرتی۔ رینڈل نے ایگلز کی داغ بیل ڈالی اور مجھ سے بھی اپنی تنظیم میں شمولیت کی درخواست کی۔ میں اس لالچ میں آگئی کہ یہاں میری اہمیت بہت زیادہ ہوگی۔ آخر ایگلز کے سربراہ سے میرے دیرینہ اور ذاتی مراسم تھے۔ میں نے کوشش کی کہ سرکاری سطح پر میری خدمات ایگلز کو منتقل کردی جائیں مگر مجھے بتایا گیا کہ یہ ممکن نہیں ہے البتہ اگر میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

چاہوں تو سیکرٹ سروس سے ملازمت چھوڑ کر ا... میں شمولیت اختیار کر سکتی ہوں۔ میں یہ حماقت کر گزری اور آج اپنی اس حماقت کو بھگت رہی ہوں۔"

"تم اسے حماقت کیوں کہہ رہی ہو؟" میں نے کہا "جب کہ تم ایک اہم عہدے پر فائز تھیں۔"

"میں نے کہا نا کہ میں لالچ میں آکر ماری گئی۔ رینڈل کو ایک بڑی تنظیم کا سربراہ ہونے کا اعزاز حاصل ہوا تو اس نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیے۔ بہت جلد اس کا دل مجھ سے بھر گیا اور میری حیثیت محض ایک مشین اور اس کے نائب کی سی ہو کر رہ گئی۔ اور یہ کوئی ایسی حیثیت نہیں ہے جس کی تمنا کی جائے۔ اس لئے کہ اس کے نائبین کی تعداد بہت ہے۔ نائب وہ کہلاتا ہے جو ایگلز کی کسی شاخ کا سربراہ ہوتا ہے جیسے میں شی گورائے شاخ کی سربراہ تھی۔ رینڈل رعایت برتنے کا عادی نہیں ہے۔ سزائے موت دینا تو اس کے معمولات میں شامل ہے۔ اس نے درگزر کرنا تو سیکھا ہی نہیں ہے۔ اب تک کئی شاخوں کے سربراہ سزائے موت پا چکے ہیں۔ حالانکہ ابتدا میں وہ ایسا نہیں تھا۔"

کلارا نے جو جوڑا اتارا تھا اس کی مدد سے چیزوں کی جھاڑ پونچھ شروع کر دی اور میں نے بوکھلا کر کہا "یہ تم کیا کر رہی ہو۔"

"صفائی کر رہی ہوں" کلارا بولی "اگر نہیں کروں گی تو کیا ہم گرد و غبار کے اس طوفان میں رہیں گے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ موجودہ صورت میں وہاں رہنا تقریباً ناممکن تھا لیکن میں کلارا سے ضروری باتیں کر رہا تھا۔ گھر کی صفائی طویل دورانئے کا کام تھا اور میں جلد از جلد زیادہ باتیں معلوم کر لینا چاہتا تھا۔ اس سے قبل ڈیوڈ ریان نے مجھے قیمتی معلومات فراہم کی تھیں۔ ڈیوڈ ریان جو ایگلز کی گوٹے ہل شاخ کا سربراہ تھا۔ اگر وہ زبان نہ کھولتا تو میں اتنی جلد مادام کلارا تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کچھ باتیں نکیتا نے بھی بتائی تھیں۔ اس کی زبان تہذیب نے کھلوائی تھی۔ اس پر تشدد کرنا میرے لئے تو شاید ممکن نہ ہوتا۔ اب مادام کلارا قابو میں آگئی تھی۔ ڈیوڈ ریان کی نسبت کلارا نے زیادہ بہادری کا مظاہرہ کیا تھا۔ ڈیوڈ جانتا تو تھا کہ اس کی موت کا حکم جاری کر دیا گیا ہے۔ اگر میں نے پہلے سے حفاظتی انتظامات نہ کر رکھے ہوتے تو میرے اور تہذیب کے ساتھ وہ بھی مارا جاتا۔ لیکن یہ سب کچھ جاننے کے باوجود وہ زبان کھولنے پر آمادہ نہیں تھا حالاں کہ اسے مکمل تحفظ حاصل تھا۔ ایک کلارا تھی جو محض اس بنیاد پر مجھ سے تعاون پر آمادہ ہو گئی تھی کہ اسے اپنی زندگی خطرے میں ... رہی تھی۔ ایک طرف یہ فرق ایک عام مجرم اور سیکرٹ ایجنٹ کے درمیان فرق تھا تو دوسری جانب ... بھی تھی کہ ڈیوڈ کے مقابلے میں علی یار خان تھا اور ... ایڈم ڈی فلوک سے سازباز کی تھی۔ بہت ممکن تھا ... اپنی اصل حیثیت میں ہوتا تو وہ مجھ سے تعاون نہ کرتی۔

"فی الحال صرف ضروری جھاڑ پونچھ کر لو۔" میں ... کلارا سے کہا "تفصیلی صفائی بعد میں ہوتی رہے گی۔"

کلارا میری طرف دیکھ کر مسکرائی "بہت اچھا پیارے اسٹنٹ مین! میں ان صوفوں کو بیٹھنے کے لائق ... ہوں۔"

میں نے اس کی بات سن کر برا سا منہ بنایا۔ بڑھی ہوئی ہوائیاں نجانے کب تک میرا پیچھا کرتی رہتیں۔

"مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا کہ تم نے لارنس عربیہ میں کام کیا ہے۔" کلارا نے صوفے جھاڑتے ہوئے ...

"اور مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا کہ ایگلز ... ایک شاخ کی سربراہ گھر گرہستی میں مصروف ہے۔ ایجنٹ ہونے پر یقین کرنا تو اور بھی دشوار ہے۔"

"جس وقت میں نے تمہارا ساتھ دینے کا فیصلہ ... اسی وقت ہر قسم کے حالات سے دوچار ہونے کے ... ہو گئی تھی۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ تم مجھے دھوکا دے جاتے۔"

"اگر میں تمہیں دھوکا دینے کی کوشش کرتا تو ... کرتیں؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جاننا چاہتے ہو؟" اس نے مسکرا کر کہا پھر اپنے ... سے ایک چپٹا سا پستول نکال لیا۔

"اس کے زور پر تم اپنا تحفظ کرتیں" میں نے ... کہا "یہ تو بچوں کا کھلونا معلوم ہو رہا ہے۔"

"یہ جدید ترین ٹیکنالوجی ہے۔ شعاعی پستول ... سے گولیوں کے بجائے مہلک شعاع نکلتی ہے۔"

"ذرا دکھانا تو" میں نے پستول لینے کے لئے ... طرف ہاتھ بڑھایا اور اس نے پستول میرے حوالے ... پستول ہاتھ میں آتے ہی میں نے ایک زوردار قہقہہ لگا...

کلارا حیرت سے مجھے دیکھنے لگی "تم ہنس کیوں ... ہو؟" اس نے کہا۔

"مجھے معلوم تھا تمہارے پاس ضرور ایسا کوئی ... اسی لئے اب تک تمہیں چھوڑ رکھا تھا ورنہ میں تو ... فروش ہوں۔ حسین عورتوں کو ورغلا کر اغوا کر لیتا ... کی فروخت سے اچھی خاصی رقم مل جاتی ہے۔ عیش ... بسر ہو رہی ہے۔"

"اس کے استعمال کا وقت گزر چکا ایڈم!" کلارا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "یقین کرو اگر تم کوئی بردہ فروش ہو بھی تو تمہیں اس کے استعمال کی ضرورت نہیں۔ تمہارے ہاتھوں میں ہنسی خوشی فروخت ہونے کو تیار ہوں۔"

"بکواس مت کرو" میں نے ڈپٹ کر کہا "تم مجھے الجھانے کی کوشش کر رہی ہو مگر میں ان چکروں میں آنے والا نہیں ہوں۔"

"اس سے بہتر تو یہ ہے کہ میں گھر کی صفائی ہی کر ڈالوں۔" کلارا نے اٹھتے ہوئے کہا "تمہیں تو فضولیات سوجھ رہی ہیں۔"

"بیٹھ جاؤ کلارا" میں نے سنجیدگی سے کہا "اور مجھے ایگلز کے بارے میں مزید کچھ بتاؤ۔"

کلارا مجھے گھورتے ہوئے دوبارہ بیٹھ گئی "یہ ایسی جگہ ہے جہاں ہم تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا" کلارا نے کہا "میری مانو تو بقیہ زندگی یہیں بسر کر دیتے ہیں۔"

"زندگی یوں ہی نہیں گزر جاتی مائی ڈیئر کلارا! زندگی گزارنے کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ کہاں سے آئے گی۔"

"مجھے اندازہ تھا کہ ہمیں رقم کی ضرورت پڑ سکتی ہے اس لئے میں اپنے ساتھ ہیروں کا ایک ہار لے آئی ہوں۔ تمہیں زندگی بھر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"مجھے حیرت ہے کہ یہ الفاظ ایک سیکرٹ ایجنٹ کے منہ سے ادا ہوئے ہیں!"

"حالات آدمی کو مجبور کر دیتے ہیں ایڈم! اور پھر یہ مت بھولو کہ بنیادی طور پر تو میں ایک عورت ہی ہوں۔"

"مگر میں نہیں ہوں" میں نے کہا "لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ساتھ ساتھ تم مجھے بھی عورت بنا دینا چاہتی ہو۔ مجھے بتاؤ کہ ایگلز کا سیٹ اپ کیا ہے؟"

"تم نہیں مانو گے" کلارا نے ایک ٹھنڈی سانس لی "خیر سنو! ایگلز کا کرتا دھرتا رینڈل خود ہے۔ اس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے۔ کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ڈیوڈ ریان نے مجھے جو کچھ بتایا وہ درست تھا" میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ پھر کلارا سے پوچھا "گویا اگر رینڈل کو ٹھکانے لگا دیا جائے تو ایگلز کی کمر ٹوٹ جائے گی۔"

"نہیں" کلارا کے جواب نے مجھے حیرت زدہ کر دیا "اس کے علاوہ ایگلز کے پانچ بڑے اور بھی ہیں۔"

"جو کچھ تم نے بتایا ہے اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان پانچوں کی حیثیت ایک ڈمی کی سی ہو گی۔"

"عام تاثر یہی ہے کہ وہ پانچوں ضرور دکھاوے کے لئے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے۔ ان کے کچھ مخصوص اختیارات ہیں۔"

"تم عام تاثر کے برخلاف اتنے یقین سے کس طرح کہہ رہی ہو؟" میں نے کہا۔

"میں ایگلز کی ایک عام ممبر ہونے کے باوجود ایک عام ممبر نہیں ہوں۔ میں اس وقت سے ایگلز میں شامل ہوں جب اس کا وجود بھی نہیں تھا۔ ایگلز کے وجود میں آنے کے بعد بھی کافی عرصے تک میں رینڈل سے بے حد قریب رہی ہوں۔ رینڈل نے ایگلز کے قیام کے لئے جو کاوشیں کیں وہ بھی میرے علم میں ہیں اور ایگلز کا بنیادی ڈھانچہ جن خطوط پر استوار ہوا ان سے بھی بے خبر نہیں ہوں۔ میں عام تاثر کے برعکس بات نہیں کروں گی تو اور کون کرے گا؟"

"چلو مان لیا" میں نے کہا "تمہاری معلومات زیادہ ثقہ ہیں۔ ان پانچوں کے کچھ مخصوص اختیارات ہیں لیکن رینڈل کے خاتمے کے ساتھ ساتھ ان کے اختیارات بھی ختم ہو جائیں گے۔"

"تم رینڈل پر اتنا زور کیوں دے رہے ہو۔ وہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں ہے۔ یوں سمجھ لو کہ وہ پانچوں ستون ہیں جن پر ایگلز کی عمارت قائم ہے۔ رینڈل ایگلز کا سربراہ ہے۔ سیاہ و سفید کا مالک ہے مگر اس کے مرنے سے تنظیم ختم نہیں ہوگی۔ اس کی جگہ کوئی اور لے گا اور تنظیم یوں ہی چلتی رہے گی۔"

"تمہاری معلومات اتنی ہیں تو تم ان پانچوں کو بھی جانتی ہو گی؟" میں نے کہا۔

"کیوں نہیں" کلارا نے کہا "میں ان پانچوں سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ میرے ... شاید چند ہی لوگ ایسے ہوں گے جو ان سے واقف ہوں۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہو گیا۔ ہم یکے بعد دیگرے ان پانچوں کو نشانہ بنائیں گے اور آخر میں رینڈل کا صفایا ..."

"تم کتنے سکون سے یہ بات کہہ رہے ہو" ... مضحکہ خیز انداز میں کہا "کچھ اندازہ بھی ہے یہ سب کچھ کرنے کے لئے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے؟"

"بنیادی مسئلہ تو تم حل کر ہی دو گی۔ اس کے آگے ہر کام میرا ہو گا" میں نے اس کے لہجے کو خاطر میں لائے بغیر کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کون سا بنیادی مسئلہ؟"

"ان پانچوں کے بارے میں معلومات کا حصول سب سے اہم اور مشکل مرحلہ تھا۔ بنیادی معلومات سے لیس ہوئے بغیر کام کرنا ایسا ہی تھا جیسے اندھیری رات میں بغیر روشنی کے سفر کرنا۔"

"تم بہت خوش فہم آدمی ہو۔ محض معلومات تو کچھ بھی نہیں ہوتیں۔ اس کے بعد بھی بڑے سخت مراحل آتے ہیں۔ وہ پانچوں یہاں تو نہیں رکھے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں ہیں۔ ان تک پہنچنے کے لئے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔ پھر مجھے لئے بغیر تم کہیں جاؤ گے بھی نہیں اور میرا حال یہ ہے کہ میرے پاس کاغذات تک نہیں ہیں۔ میں تو شی کو رائے میں اجنبی بن کر رہ گئی ہوں۔ اصل حیثیت میں اس لئے سفر نہیں کر سکتی کہ ایگلز کی نظروں میں آجاؤں گی اور کسی دوسری حیثیت میں اس لئے سفر نہیں کر سکتی کہ اس کے لئے کاغذات کی ضرورت ہوگی، جو میرے پاس ہوں گے نہیں۔"

"کاغذات وغیرہ کی فکر مت کرو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ سب کچھ میری ذمے داری ہے۔"

کلارا نے مجھے غور سے دیکھا "ٹھیک ہے ایڈم! مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم یوں نہیں مانو گے اور چوں کہ اب ہم دونوں کا راستہ ایک ہی ہے اس لئے میں تمہارا ساتھ دینے پر مجبور ہوں۔"

"ساتھ دینے کی صورت یہی ہے کہ تم ایگلز کے ڈھانچے اور اس کے کرتا دھرتا لوگوں کے بارے میں معلومات مہیا کرو اور میں ان کا شکار کھیلوں۔"

"میں نے تمہیں بتایا کہ ایگلز کا سربراہ رینڈل ہے۔ تمام عملی کام اس کی نگرانی میں سرانجام پاتے ہیں لیکن پالیسی بنانا ان پانچوں کی ذمے داری ہے۔ اس معاملے میں رینڈل بے اختیار ہے۔ کوئی بھی نیا پروجیکٹ شروع کرنے سے پہلے اسے منظوری لینی پڑتی ہے۔ اخراجات کے معاملے میں بھی وہ خود مختار نہیں ہے۔ یوں سمجھ لو کہ تنظیم کی پالیسی اور مالیات کے معاملات ان پانچوں کے ہاتھ میں ہیں۔ جب ایک پالیسی بن جاتی ہے اور اس کے لئے رقم مختص کر دی جاتی ہے تو پھر یہ رینڈل کا کام ہے کہ اس پر عمل درآمد کرانے کے لئے کن لوگوں کا انتخاب کرتا ہے اور کتنے لوگوں کو اس کام پر لگاتا ہے۔"

"میں سمجھ گیا" میں نے سرہلایا "مثال کے طور پر رینڈل امریکا میں داخلی انتشار برپا کرنا چاہے تو اسے اس کے لئے ان پانچوں سے منظوری لینی پڑے گی۔"

"بالکل" کلارا نے کہا "اگر اتنی روک تھام نہ ہو تو رینڈل شتر بے مہار میں تبدیل ہو جائے۔"

"اور ایگلز کے لئے رقم کا حصول کن ذرائع جاتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے پیچھے چند بڑے یہودی سرمایہ دار ہیں اس کے علاوہ دنیا بھر میں جتنے بھی بڑے بڑے یہودی دار ہیں وہ اپنی آمدنی کا ایک مخصوص حصہ باقاعدگی کو ادا کرنے کے پابند ہیں۔ ابتدا میں مالیات کا شعبہ کمزور رہا مگر اب تو یہ شعبہ سب سے زیادہ مضبوط تنظیم اپنے وسائل سے ہی اچھی خاصی رقم مہیا کر لیتی"

"اگر ایگلز کے بڑوں کو رینڈل کے کرتوتوں کر دیا جائے تو میرا خیال ہے۔۔۔"

"تمہارے خیال میں وہ رینڈل کی سخت گیری سے واقف ہیں؟" کلارا نے کہا "جو کچھ رینڈل کر رہا سب کے علم میں ہے۔ اگر انہیں کوئی اعتراض ہوتا تو تک ایکشن لے چکے ہوتے۔"

"کوئی بات نہیں۔۔۔ ہم خود انہیں نشانہ بنائیں ان میں افراتفری پھیلائیں گے" میں نے کہا "لیکن سوال میرے ذہن میں بڑی شدت سے ابھر رہا ہے۔ نہیں ہو سکتا کہ رینڈل خود ہی ان پانچوں کو ٹھ لگوا دے۔"

"رینڈل کو ان سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟" کلارا

"یا یہ کہ انہیں ٹھکانے لگا کر رینڈل کو کیا فائدہ حاصل ہے؟"

"ایگلز بہت بڑی تنظیم ہے" میں نے کہا "اگر نہ رہیں تو رینڈل مطلق العنان ہو جائے گا۔ کسی کے جواب دہ نہیں رہے گا۔"

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ وہ پانچ افراد نہیں عہدے ہیں جنہیں عرف عام کے لئے ایس ون سے ا تک نمبر دیے گئے ہیں۔ کسی کو نہیں معلوم کہ وہ لوگ ہیں مگر رینڈل جانتا ہے۔ اسے ان پانچوں کی ضرورت لئے ہے کہ اگر وہ نہیں ہوں گے تو ایگلز کو رقم کی فر ہو جائے گی۔ جتنی بڑی رقم ہم خرچ کرتے ہیں اس ذرائع سے حصول ناممکن ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"جب کسی کو نہیں معلوم کہ وہ لوگ کون ہیں تو طرح انہیں جانتی ہو۔"

"میں نے بتایا ناکہ میں ابتدا میں رینڈل کے تھی اور سب کچھ میرے سامنے ہوا تھا۔ رینڈل وقت مجھ سے کچھ نہیں چھپاتا تھا اس لئے میں ان اچھی طرح واقف ہوں۔"

"تو پھر تم مجھے ان پانچوں کے نام اور پتے بتلا دو تاکہ میں ان سے نمٹنے کے لئے کوئی منصوبہ بنا لوں۔"

"میں ان پانچوں کو اچھی طرح جانتی ہوں" کلارا نے عجیب سے انداز میں کہا "اور وقت آنے پر میں تمہیں ان کے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی۔"

"کیوں" میں نے حیرت سے کلارا کو دیکھا "ابھی کیوں نہیں؟"

کلارا نے بے چینی سے پہلو بدلا "دیکھو تم برا مت ماننا ایڈم! یہ بڑی عجیب سی بات ہے لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ تم مجھ سے زیادہ ایگلز میں دلچسپی لے رہے ہو۔"

"اگر لے رہا ہوں تو تمہاری وجہ سے لے رہا ہوں" میں نے کہا "اس میں عجیب بات کون سی ہے؟"

"عجیب بات یہ ہے کہ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تمہیں مکمل معلومات فراہم کرنے کے بعد میں غیر محفوظ ہو جاؤں گی۔"

"تم کیسی احمقانہ باتیں کر رہی ہو کلارا!" میں نے قدرے تیز ہو کر کہا "تمہیں احساس ہے کہ اس طرح تم مجھ پر براہ راست شبہ ظاہر کر رہی ہو۔"

"ہاں، مجھے یہ احساس بھی ہے" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "لیکن میں اپنے اس احساس کا کیا کروں؟"

"تمہارا رویہ اہانت آمیز ہے۔ اگر تم نے اپنا رویہ نہ بدلا تو مجھے بھی اپنے طرز عمل پر غور کرنا پڑے گا۔"

"میں نے جس راہ پر قدم رکھا ہے اس پر ہر طرف تباہی ہی تباہی ہے ایڈم! اگر تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تو مجھے تم سے شکایت نہیں ہوگی۔"

"میں نے سوچا تھا کہ ریتا سالومن کو بھی ان پانچوں کے بارے میں بتا دوں گا تاکہ ان پر دو اطراف سے حملہ ہو سکے۔"

"تم پر تو میں پھر بھی اعتماد کر سکتی ہوں مگر ریتا سالومن پر نہیں کر سکتی" کلارا نے کہا "مجھے اس سے خوف آتا ہے۔ معلوم نہیں کس وقت اپنی معلومات کا سودا کر بیٹھے۔"

کلارا کے دونوں خوف بجا تھے۔ اس نے پہلی بار ثابت کیا تھا کہ وہ سیکرٹ ایجنٹ بھی ہو سکتی ہے۔ سیکرٹ ایجنٹ کی چھٹی حس بہت تیز ہوتی ہے مگر کام خطرے کے وقت ہی شروع کرتی ہے کلارا نے بھی مجھے معلومات فراہم نہ کر کے خود کو محفوظ کر لیا تھا اور اب میں اس وقت تک اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا جب تک معلومات کے حصول کا کوئی اور ذریعہ میسر نہ آجائے یا کلارا سے مکمل معلومات حاصل نہ ہو جائیں۔

"ٹھیک ہے کلارا!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اگر تم یہ مناسب سمجھتی ہو تو تم پر زور نہیں دوں گا۔"

"شکریہ ایڈم!" کلارا نے دبی آواز میں کہا "میں جانتی ہوں کہ میرا رویہ نامناسب ہے مگر میں اس کے لئے مجبور ہوں تاہم میں تمہیں یہ ضرور بتا سکتی ہوں کہ ایگلز ایک یہودی تنظیم ہے لہٰذا اس کے پانچوں بڑے بھی یہودی ہیں۔ ایگلز ایک عالمی پیمانے کی تنظیم ہے اس لئے ان پانچوں کا تعلق دنیا کے مختلف ممالک سے ہے۔ ایس ون روسی ہے لیکن اگر کوئی اس کی تلاش میں روس کا سفر کرے تو وہ بے مصرف ثابت ہوگا۔"

"اگر ایس ون روسی ہے تو پھر ایس ٹو کا تعلق فرانس سے ہوگا" میں نے کہا اور کلارا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس کے جواب میں، میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ ایڈم ڈی فلوک کیا نہیں جانتا مگر میں یہ نہیں کہوں گا۔ اس لئے کہ میں نے تو اندازے سے ایک بات کہی تھی۔ اتفاق ہے کہ میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔"

"حیرت ہے" کلارا بڑبڑائی "یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص اتنا درست اندازہ بھی لگا سکتا ہے۔۔۔۔ نہیں تم نے یوں ہی ایک بات کہی نہیں ہوگی جو اتفاقاً درست نکل آئی۔"

"ممکن ہے میرے دماغ کا تمہارے دماغ سے رابطہ ہو گیا ہو۔ آخر ٹیلی پیتھی بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"ٹیلی پیتھی بکواس ہے" کلارا نے منہ بنا کر کہا "اچھا ایس تھری کے بارے میں تم کیا کہو گے؟"

"میرا جی چاہتا ہے میں کہوں کہ ایس تھری جرمن ہے۔"

"بالکل درست" کلارا اچھل پڑی "واقعی جرمن ہے اور ایس فور؟"

"ایس فور برطانوی ہوگا۔ اس کے بعد ایس فائیو رہ جاتا ہے 'کیا اس کے بارے میں بھی کچھ کہوں؟'" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"نہیں" کلارا نے منفعل انداز میں کہا "امریکا کے علاوہ اب بچا ہی کیا ہے لیکن یقین نہیں آتا کہ تم کن کن حیرت انگیز صلاحیتوں کے حامل ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ تم ایگلز کے تار و پود بکھیر کر ہی چھوڑو گے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں جس کام کا عزم کرلیتا ہوں اسے پورا کر کے ہی دم لیتا ہوں" میں نے کہا "جب تک میں ایگنز کے بخیے نہیں ادھیڑلوں گا' سکون سے نہیں بیٹھوں گا۔"

"تم خود کو برباد کر رہے ہو ایڈم! اگر اپنی صلاحیتوں کو مرکوز کرنے کی کوشش کرو تو بڑے بڑوں کے چراغ گل ہو جائیں گے۔"

"بعد میں مرکوز کرنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے بڑے خلوص سے کہا "فی الحال تو ایگنز کے علاوہ کچھ اور سجھائی ہی نہیں دے رہا لیکن اس کے لئے کچھ اور باصلاحیت افراد درکار ہوں گے۔"

"اور باصلاحیت افراد کی خدمات حاصل کرنے کے لئے رقم کی ضرورت ہوگی" کلارا نے کہا "تم ایسا کرو کہ یہ ہیروں کا ہار فروخت کر کے....."

"مسئلہ رقم کا نہیں ہے کلارا! لائحہ عمل کا ہے۔ میرے ذہن میں ایک شخص کا نام آرہا ہے۔ اگر وہ ہمارا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائے تو ہمارا کام آسان ہو جائے گا۔"

"کون ہے وہ؟" کلارا نے پوچھا۔

"بنس ڈیلے" میں نے جواب دیا "وہ پہلے بھی ایگنز کے خلاف اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر چکا ہے۔"

"لیکن اس پر تو شبہ ہے کہ وہ علی یار خان سے مل گیا تھا" کلارا نے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہمیں تو اپنا الو سیدھا کرنے سے غرض رکھنی چاہئے۔"

"ہرگز نہیں ایڈم!" کلارا نے غصیلے لہجے میں کہا "علی یار خان یہودیوں کا دشمن ہے۔ میں مرجاؤں گی مگر اس سے مدد لینا گوارا نہیں کروں گی۔"

میں نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا۔ اس بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ جس علی سے نفرت کا وہ اعلان کر رہی تھی اسی کے ہاتھوں کھلونا بنی ہوئی ہے۔

"ٹھیک ہے کلارا!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اگر تمہاری خواہش یہی ہے تو اس کا احترام کرنا فرض ہے۔ ہم کوئی اور طریقہ ڈھونڈ لیں گے" میں نے ... پر نظر ڈالی' ساڑھے پانچ بج رہے تھے "اب تم جلدی سے اپنی حالت درست کرو اور ایک بات غور سے سن لو اور سمجھ لو۔ تھوڑی دیر بعد میرے کچھ مہمان آنے والے ہیں:"

"یہاں" کلارا نے حیرت سے کہا۔

"... مت کاٹو" میں نے کہا "میں ان سے کہوں گا کہ میں ... اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے تم انہیں دیکھ کر حیران رہ جاؤ مگر ان پر اپنی حیرت ظاہر مت ہو... اور کسی بہانے ان کو اپنی جھلک ضرور دکھا دینا تاکہ وہ ... طرف سے کسی شبہے میں نہ رہیں اور یہاں بیٹھنے کی ... مت کرنا۔ اس لئے کہ تم ایک گھریلو عورت ہو جو صرف کام کاج سے دلچسپی رکھتی ہے۔"

"تم بڑی پراسرار باتیں کر رہے ہو ایڈم!" کلارا ... غور سے دیکھتے ہوئے کہا "آخر یہاں تمہارے کون سے مہمان آنے والے ہیں جن کے لئے تم اتنے اہتمام... ہدایات جاری کر رہے ہو۔"

"فی الوقت میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا کلا... نے ایک اسکیم بنائی ہے۔ اگر وہ کامیاب ہو گئی تو سب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گی۔"

کلارا نے مزید کوئی سوال نہیں کیا اور کام میں ... ہو گئی۔ ذرا ہی دیر میں اس نے ڈرائنگ روم کا حلیہ ... دیا اور پھر دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی۔

چھ بجے کے بعد میں نے بیرونی رخ پر کھلنے والا ... کھول دیا۔ مجھے جن لوگوں کا انتظار تھا ان کے آنے ... ہونے ہی والا تھا۔

مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ مشکل سے دس ... گزرے ہوں گے کہ باہر سے قدموں کی چاپ ابھری ... والوں کی تعداد ایک سے زیادہ تھی پھر ایک تنومند ... اندر داخل ہوا۔ اس کا جسم کسرتی تھا اور نیلے رنگ کی ... پر اس نے سفید قمیص پہن رکھی تھی اس کا سرخ ... غصے کی وجہ سے تمتما رہا تھا۔

"تم لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔" اس ... آتے ہی اپنے ساتھ آنے والوں کی طرف پلٹ کر ... لوگ زبردستی مجھے کہاں لے آئے ہو؟"

"تم لوگ جاؤ" میں نے ان لوگوں سے کہا اور ... کر دروازہ بند کر دیا۔

"مجھے ایڈم ڈی فلوک کہتے ہیں مسٹر جونز!" میں ... شخص کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا مگر اس نے ... ہاتھ ملانے کے بجائے مجھ پر حملہ کر دیا۔ حملہ اتنا غیر ... کہ میں اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکا مجھے اس ... توقع نہیں تھی اسے کم از کم یہی سوچنا چاہئے تھا کہ ... ور بھی موجود ہو سکتا ہے۔ وہ خود خطرے میں پڑ سکتا ... اس نے مجھ پر ریسلنگ کا داؤ آزمایا تھا۔ میں ... بھی نہیں کر سکا۔ اس نے زمین پر گرا کر مجھے جکڑ لیا۔

"تم کوئی سے بھی فلوک ہو' میں تمہارا ... کر دوں گا" اس نے مجھے اپنے ہاتھوں کے شکنجے میں جکڑے جکڑے کہا۔

"آپ کی جارحیت نامناسب ہے مسٹر جونز!" میں نے نرمی سے کہا "آپ بڑے آدمی ہیں مجھے جوابی کارروائی پر مجبور نہ کریں۔"

"بکواس مت کرو" جونز غرایا "تمہارے آدمی مجھے زبردستی اغوا کر کے لائے ہیں۔ میں ہڈیاں توڑ دیا کرتا ہوں۔"

"ہوش کے ناخن لو جونز!" میں نے بھی خراب لہجے میں کہا "اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا مقصود ہوتا تو تمہیں یہاں تک لانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔"

"تم پوری دنیا کو بے وقوف بنا سکتے ہو' جونز کو نہیں" اس نے میری گردن پر دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا "تم مجھ پر اپنا اعتماد قائم کرنا چاہتے ہو مگر یہ ممکن نہیں ہے۔ میں اس قسم کی گھٹیا چالوں میں آنے والا نہیں ہوں۔"

کم بخت ٹھیک کہہ رہا تھا۔ میرا مقصد یہی تھا مگر معلوم نہیں وہ کتنا چالاک آدمی تھا پھر وہ کسی پر بھی اعتماد کرنے کا عادی نہیں تھا۔ گھر میں ہونے والی دھینگا مشتی کی آواز سن کر کلارا باہر نکل آئی تھی مگر جونز کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی تھی۔ جس بلا سے بچ کر وہ بھاگی تھی وہ اس کے سامنے موجود تھی۔ جونز نے بھی یقیناً اسے دیکھ لیا ہوگا مگر ظاہر ہے وہ اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ میں نے آنکھوں کے اشارے سے کلارا کو پرسکون رہنے کو کہا مگر اس کے لئے اپنے تاثرات پر قابو پانا دشوار ہو رہا تھا۔ یہ تو غنیمت تھا کہ اسے شناخت نہ کر سکنے کے باعث جونز اس کے تاثرات کو صحیح معنی نہیں پہنا پا رہا تھا۔

"میری بیوی بہت کمزور دل کی مالک ہے مسٹر جونز!" میں نے کہا "تم از کم اس کا خیال کر کے ہی مجھے چھوڑ دیں۔"

"میں نے تم سے کہا ہے کہ میں ہڈیاں توڑ دیا کرتا ہوں اور یہ غلط نہیں ہے۔ اب تمہاری گردن میرے ہاتھوں سے ٹوٹ کر ہی چھوٹے گی۔" اس نے میری گردن کو ایک اور جھٹکا دیا مگر میں پہلے ہی اپنے عضلات سخت کر چکا تھا۔

"اب اگر اس کے بعد میری طرف سے جوابی کارروائی ہو تو مجھے اس کے لئے موردِ الزام مت ٹھہرائیے گا۔"

"آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کسی کی گردن جونز کی گرفت میں آنے کے بعد اس کی مرضی کے خلاف نکلی ہو" جونز کی غراہٹ پر کسی بھیڑیے کی غراہٹ کا گمان گزر رہا تھا۔

"تو پھر سنبھالو جونز!" میں نے کہا اور اپنے جسم کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا۔ جسم کے عضلات میں پہلے ہی اس حد تک سخت کر چکا تھا کہ کسی بھی قسم کی گرفت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ اس شدید جھٹکے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جونز میرے اوپر سے تقریباً اڑتا ہوا سامنے والی دیوار سے جا کر ٹکرایا۔ میری گردن اسے چھوڑ دینی پڑی تھی۔ اگر نہ چھوڑتا تو اس کے اپنے ہاتھ خطرے میں پڑ جاتے۔

مجھے اس سے جوابی حملے کی توقع تھی مگر اس نے جس پھرتی کا مظاہرہ کیا وہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ میں ابھی زمین سے پوری طرح اٹھ بھی نہیں پایا تھا کہ وہ دوبارہ گویا اڑتا ہوا میری طرف آیا۔ اس کے اس حملے سے میں محض جبلی طور پر ہی بچ سکا تھا ورنہ درحقیقت اس میں میرا کوئی کارنامہ نہیں تھا۔ جگہ کی تنگی کے باعث میں اپنے جوہر پوری طرح دکھا بھی نہیں سکتا تھا۔ جونز دوسری طرف والی دیوار سے ٹکرایا تھا اور میری سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آگئی تھی کہ اس کے ساتھ بھرپور مقابلہ کئے بغیر بات نہیں بنے گی۔ جونز نے ایک بار پھر بڑی پھرتی سے سنبھل کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی مگر اب میں جوابی کارروائی کے لئے پوری طرح تیار تھا چنانچہ میں نے اس سے بچنے کی کوشش کرنے کے بجائے اس سے الجھ جانے کو ترجیح دی۔ وہ توقع کر رہا تھا کہ میں بچنے کی کوشش کروں گا مگر جب میں نے خود کو اس کے وار سے بچانے کے ساتھ ساتھ اس پر جوابی حملہ بھی کیا تو اسے حیرت کا جھٹکا تو ضرور لگا ہوگا مگر وہ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ جگہ کی تنگی آڑے آرہی تھی۔ ہم دونوں میں سے کوئی بھی کھل کر اپنے جوہر نہیں دکھا سکتا تھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ایک ماہر لڑاکا ہے لیکن مجھے بہرحال اس پر فوقیت حاصل تھی۔ میں ماسٹری کوان کا شاگرد تھا جبکہ وہ نہیں تھا۔ جگہ تنگ ہو تو جسم کو کم سے کم حرکت دے کر مخالف کے حملے سے بچنا ایک الگ آرٹ ہے۔ دنیا کے کسی بھی طریقہ حرب میں یہ نہیں سکھایا جاتا کہ اگر کبھی تنگ جگہ میں مقابلہ کرنا پڑ جائے تو اس کے لئے کون سے طریقے اختیار کئے جائیں۔ مخالف کے حملوں سے کس طرح بچا جائے اور اسے زیر کرنے کے لئے کون کون سے داؤ زیادہ موثر ہو سکتے ہیں۔ ہر فن حرب کے کچھ اصول ہوتے ہیں اور چونکہ ہر فن نمائش کا متقاضی ہوتا ہے اور نمائش بغیر تماشائیوں کے ممکن نہیں ہوتی اس لئے یہ لحاظ رکھا جاتا ہے کہ کوئی بھی فن حرب مہلکات کی حدود میں نہ داخل ہونے پائے۔ چونکہ بنیادی مقصد نمائش ہوتا ہے اس لئے اصول متعین کر لئے جاتے ہیں۔ مقابلوں کے لئے اکھاڑے' ایرینا یا رنگ کا رقبہ مقرر ہوتا ہے اور اس رقبے کو مدنظر رکھتے ہوئے تربیت دی جاتی ہے گویا فن کو محدود کر دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لڑا کے کو مخصوص جگہ کے سوا کہیں اور مقابلہ کرنا پڑ جائے تو وہ اپنے جوہر پوری طرح نہیں دکھا سکتا اور خاص طور پر اس صورت میں کہ مد مقابل بھی کوئی معمولی شخصیت نہ ہو۔

جونز نے میرے بائیں کاندھے پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی جسے میں نے ذرا سا ترچھا ہو کر ناکام بنایا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ بائیں گھٹنے سے اس کے پیٹ پر ضرب لگائی۔ جونز کے منہ سے درد میں ڈوبی ہوئی ایک کراہ نکلی مگر مجھے خوب اندازہ تھا کہ اس ضرب سے اسے بہت زیادہ نقصان نہیں پہنچا ہوگا اس لئے میں نے فوراً ہی دائیں ہاتھ سے اس کے چہرے پر ایک بھرپور چاپ رسید کردیا۔ جواب میں جونز نے اندھا دھند مجھ پر کئی حملے کئے اور مجھے اس کے حملوں سے خود کو بچانا دوبھر ہوگیا۔ ایک آدھ بار میں اس کی زد میں بھی آیا مگر کوئی وار بھی کاری نہیں تھا۔ پھر میں اس کا ایک ہاتھ اپنی گرفت میں لینے میں کامیاب ہوگیا۔ ہاتھ گرفت میں آتے ہی میں نے اس کے ہاتھ کو پوری قوت سے مروڑنا شروع کیا۔ جونز کے چہرے پر کرب کے تاثرات ابھرے۔ اس نے کچھ مزاحمت کرنے کی بھی کوشش کی مگر اسے گھومنا ہی پڑا اور اس کے گھومتے ہی میں نے اس کی کمر پر ایک بھرپور لات رسید کی۔ جونز سامنے والی دیوار سے جا کر ٹکرایا۔ اگر جبلی طور پر وہ دیوار سے ہاتھ نہ ٹیک دیتا تو اس کا سر دیوار سے ٹکرایا ہوتا۔ میں اس سے قبل اس کی پھرتی کے نمونے دیکھ چکا تھا اس لئے اس کے سنبھلنے سے قبل اس کے سر پر جا پہنچا اور پھر اس کی گدی پر پڑنے والا ہاتھ اتنا بھرپور ثابت ہوا کہ وہ تیورا کر گر پڑا۔

"اب ہماری خیر نہیں ہے۔" کلارا نے کہا۔ وہ ہاتھ میں ایک لکڑی لئے کھڑی تھی۔ غالباً اس کا ارادہ یہ تھا کہ موقع ملتے ہی جونز کے سر پر وار کر کے اسے بے ہوش کروے گی مگر اسے اس کا موقع ہی نہیں ملا۔

"دیکھتے جاؤ" میں بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ "ابھی تو یہ صرف بے ہوش ہوا ہے۔ ضرورت پڑی تو۔۔۔" میں نے خاموش ہو کر گردن پر انگلی پھیری۔

"میں نے تم سے اس لئے تو مدد حاصل نہیں کی تھی کہ تم آبیل مجھے مار کے مصداق ان لوگوں سے الجھ جاؤ۔" کلارا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

میں نے جھک کر جونز کی ٹائی کھولی اور اس سے اس کے ہاتھ مضبوطی سے باندھ دیے۔

"آبیل مجھے مار کے مصداق تو یہ مجھ سے الجھا تھا۔ میں نے تو حتی الامکان یہی کوشش کی کہ میری بات اس کی سمجھ میں آجائے لیکن دیکھ لو اس نے منہ کی کھائی۔"

"تم میری بات اچھی طرح سمجھ رہے ہو مگر تم ضد ... ہٹ دھرم ہو۔" کلارا نے جھنجلا کر کہا "تم وہی کرو ... تمہارا جی چاہے گا۔ تم سے کچھ کہنا بالکل فضول ہے۔"

"اب تم نے ایک معقول بات کی ہے۔" م... سنجیدگی سے کہا "چلو اسے کمرے تک پہنچوانے میں م... کرو۔"

کلارا کی مدد سے میں نے جونز کو کمرے میں پہ... اسے ہم نے لمبے والے صوفے پر ڈال دیا تھا۔

"یہ کم از کم آدھے گھنٹے کے لئے بے ہوش ہوا..." میں نے کہا۔ "لہٰذا تم آدھا گھنٹا پورا ہونے سے قبل کمرے سے نکل جانا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ غور سے د... تمہیں پہچان ہی لے۔"

"مجھے کم از کم یہ تو بتا دو کہ یہ یہاں پہنچا کیسے۔" کلا... کہا۔ اس کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"ریناسالومن نے دھمکی دی تھی کہ وہ جونز کو ... گی اس لئے میں نے ایئر پورٹ پر اپنے آدمی بھی ... کردیے تھے تاکہ جونز کو رینا کے چنگل میں جانے ... سکوں۔"

کلارا نے چونک کر مجھے دیکھا "تمہیں جونز ... ہمدردی ہوگئی ہے؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"اس سے مجھے کیا ہمدردی ہوسکتی ہے" میں ... پروائی سے کہا "اس بہانے میں نے اس کا اعتماد حاصل ... کوشش کی تھی۔۔۔"

"جو ناکام ہوگئی" کلارا نے تلخی سے کہا "... ریناسالومن ایگلز کے خلاف کام کررہی ہے تو تم ... ٹانگ کیوں اڑا رہے ہو جب کہ رینا ہم سے تعاون پر ... ہے۔"

"دوسرے کا سہارا اسی وقت لینا چاہئے جب آ... بے بس ہوجائے اور ابھی ایڈم ڈی فلوک بے بس نہ... ہے۔"

"تم احمق ہو" کلارا نے دانت پیس کر کہا "اس کے بعد رینا بھی ہمارے خلاف ہوگئی ہوگی۔"

"اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہوسکتا کہ اس ... اڑانے والا میں ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "... سمجھ رہی ہوگی کہ اسے ایگلز کے مقابلے پر شکست ... ہے۔"

"ان دونوں کے تصادم میں بھی فائدہ ہمارا ہی ... اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر شی گورائے سے نکل جائیں گے۔"

"میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں" میں نے ہنس کر کہا "اس وقت ریناسالومن اپنے بال نوچ رہی ہوگی۔"

"اسے یہ شکست اس وقت ہونی چاہئے تھی جب میں انچارج تھی۔ اب تو سارا کریڈٹ جونز کو جائے گا۔"

"تم اپنا خون کیوں جلا رہی ہو۔ یہ دیکھو نا کہ تمہارے ایڈم ڈی فلوک نے بیک وقت دو تنظیموں کو جُل دیا ہے۔"

"ایڈم ڈی فلوک صاحب! مجھے اپنا مستقبل خطرے میں نظر آرہا ہے۔ تم نے جونز کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی اور پہلے ہی مرحلے پر تمہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔"

"زندگی صرف کامیابیوں اور کامرانیوں کا نام نہیں ہوتی کلارا ڈیئر! اس میں ناکامیاں بھی ہوتی ہیں۔ ایک ناکامی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آدمی ہمیشہ ہی ناکام ہوتا رہے گا۔"

کلارا بھنائے ہوئے انداز میں کمرے سے نکل گئی۔ وہ میرے طرز فکر کو سمجھنے سے عاجز تھی اور کیوں نہ ہوتی۔ وہ یہودی تھی اور میں مسلمان تھا۔ ایک مسلمان اور ایک یہودی کے طرز فکر میں تو ویسے بھی زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اس کی جان پر بنی تھی تو وہ صرف فرار ہوجانے کے درپے تھی۔ کل تک جب وہ دوسروں کے قتل کے احکام صادر کیا کرتی تھی تو اسے بالکل بھی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ مقتول پر کیا گزرے گی۔ آج جب کہ اس کی موت کا فیصلہ بھی نہیں کیا گیا تھا بلکہ اسے صرف اس بات کا اندیشہ تھا کہ وہ قتل کردی جائے گی تو وہ نہ صرف تنظیم سے باغی ہوگئی تھی بلکہ اپنی جان بچانے کے لئے اپنی ساری دولت لٹانے پر بھی آمادہ ہوگئی تھی۔

تقریباً آدھا گھنٹا گزرنے کے بعد جونز نے کسمسانا شروع کیا اور جلد ہی ہوش میں آگیا۔

"جو کچھ ہوا مجھے اس پر افسوس ہے مسٹر جونز!" میں نے اس کے کچھ بولنے سے قبل ہی جلدی جلدی کہا "لیکن میں نے جو کچھ کیا اپنے دفاع میں کیا۔"

جونز نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی اور میں نے آگے بڑھ کر اسے بیٹھنے میں مدد دی "میرے ہاتھ کھول دو" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مسٹر جونز!" میں نے اپنے لہجے میں خلوص پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "لیکن مشکل یہ ہے کہ میں یہاں کسی قسم کی ہنگامہ آرائی کا متحمل نہیں ہوسکتا۔"

"بے فکر رہو" جونز نے دھیمی آواز میں کہا "اب میں ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا۔"

میں نے بغیر کچھ کہے جونز کے ہاتھ کھول دیے۔ اگرچہ مجھے یقین تھا کہ وہ اب مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا تاہم میں پچھلے تجربے کے پیش نظر محتاط تھا۔

"مجھے تمہاری صلاحیت پر بے انتہا حیرت ہے" جونز نے ٹائی کو گلے میں باندھتے ہوئے کہا "میں اسے اتفاق بھی قرار نہیں دے سکتا۔ تم پوری طرح میری گرفت میں آچکے تھے۔"

"اپنی انہی صلاحیتوں کی وجہ سے ایڈم ڈی فلوک کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔" میں نے انکسار کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"کلارا کہاں ہے؟" جونز نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "اصولی طور پر مجھے ریسیو کرنے کے لئے اسے خود ایئرپورٹ آنا چاہئے تھا۔"

"پروگرام یہی تھا مسٹر جونز!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن عین وقت پر مادام کو ریناسالومن کے بارے میں کوئی ایسی اطلاع ملی کہ انہیں اپنا پروگرام تبدیل کرنا پڑا اور وہ تمام حفاظتی انتظامات بالائے طاق رکھ کر میرے ساتھ نکل کھڑی ہوئیں۔ مجھے نہیں معلوم وہ اطلاع کیا تھی لیکن میرا خیال ہے وہ کسی قسم کا جال تھا۔ میرے اس خیال کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں راستے میں گھیرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ میں بڑی مشکل سے جان بچا کر فرار ہوا لیکن مجھے نہیں معلوم مادام کلارا پر کیا گزری ممکن ہے وہ ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گئی ہوں، ممکن ہے بچ نکلی ہوں۔ میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیا تم نے یہی سنانے کے لئے مجھے اغوا کرایا ہے؟" جونز نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"جب سے ریناسالومن منظر عام پر آئی ہے اس نے ایگلز کو زک پر زک دی ہے" میں نے جونز کے لہجے کا نوٹس لئے بغیر کہا "ہم نے ہر طرح کے جتن کرلئے مگر ریناسالومن کا بال بھی بیکا نہیں کرسکے۔۔۔"

"کیوں؟" جونز نے طنزیہ انداز میں کہا "کیا تم نے اس شخص کو نہیں پکڑ لیا تھا جو فلموں کے بدلے تم سے رقم وصول کرنے آیا تھا۔"

"وہ ایگلز کا ہی آدمی تھا مسٹر جونز!" میں نے بڑے تحمل سے جواب دیا "ریناسالومن سے اس کا قطعی کوئی تعلق نہیں تھا۔ معمولی سے معاوضے کے عوض وہ یہ کام کرنے پر رضامند ہوگیا تھا۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ کس کے لئے اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کس کے خلاف کام کر رہا ہے۔ یہ بھید تو اس پر بعد میں کھلا کہ وہ کس چکر میں پھنس گیا ہے۔ لہٰذا اس کے پکڑے جانے سے رینا سالومن کی صحت پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں پڑا۔"

"خیر۔۔۔" جونز نے بیزاری سے کہا "آگے کہو، کیا کہنا چاہتے ہو" جونز کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ میری کسی بات پر بھی یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

"وہ خود چوں کہ اندھیرے میں تھی لہٰذا ہم اس کے سامنے بے بس تھے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ہمارے ہاتھوں اسے کوئی زک اٹھانا پڑی ہے۔"

"اوہو" جونز کے لہجے میں دلچسپی کی رمق پیدا ہوئی اور وہ آگے کی طرف جھک گیا "میں تفصیلات جاننا چاہوں گا۔"

"مجھے آپ کی شی گورائے آمد کا علم تھا مسٹر جونز! چناں چہ جیسے ہی مجھے اور مادام کلارا کو گھیرنے کی کوشش کی گئی اور میں انہیں جُل دینے میں کامیاب ہو گیا تو میرے ذہن میں ایک خیال پیدا ہوا کہ ہو نہ ہو رینا سالومن آپ پر بھی ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گی لہٰذا میں نے اپنے ساتھیوں کو فوری طور پر ہدایات جاری کر دیں کہ وہ خفیہ طور پر آپ کی نگرانی کریں اور اگر کچھ نامعلوم لوگ آپ کو اغوا کرنے کی کوشش کریں تو آپ کو ان سے بچا کر یہاں لے آئیں۔ چناں چہ وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ راستے میں رینا سالومن کے آدمیوں نے حملہ کیا اور ایگلز کے وہ تمام آدمی مارے گئے جو آپ کی حفاظت پر مامور تھے۔ اس موقع پر میری ہدایت کے بموجب میرے آدمیوں نے مداخلت کی اور آپ کو رینا سالومن کے آدمیوں سے بچا کر یہاں لے آئے۔ اس طرح رینا سالومن کو پہلی ہزیمت اٹھانا پڑی۔"

"اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کے آدمیوں نے ایگلز کے لوگوں کو تو مار دیا اور تمہارے آدمیوں کو کچھ نہیں کہا؟" جونز نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میری سمجھ میں اس کی جو وجہ آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ رینا سالومن ایگلز کے ہر آدمی سے واقف ہے جبکہ میرے ساتھی اس کے لئے اجنبی ہیں ورنہ میرے ساتھی بھی اس کے آدمیوں کی نظروں میں آ جاتے اور ایگلز کے آدمیوں کی طرح مارے جاتے۔"

"ہوں" جونز کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر چند لمحے بعد بولا "تمہارے وہ ساتھی کون ہیں؟ میں نے تو سنا ہے تمہارا کوئی گروہ وغیرہ نہیں ہے؟"

"کوئی گروہ نہیں ہے مسٹر جونز! میں گروہ بندیوں کا قائل بھی نہیں ہوں لیکن میرے کچھ دوست ہیں جو آڑے وقتوں میں میری مدد کر دیتے ہیں۔"

"میں نے تم سے پوچھا تھا وہ لوگ کون ہیں؟" جو[نز کے] لہجے میں درشتی در آئی۔

"میں کسی کو جواب دہ نہیں ہوں مسٹر جونز!" میں [نے] بے رخی سے کہا "میں ایک آزاد آدمی ہوں اور جو لوگ مدد کرتے ہیں ان کا تحفظ کرنا میری ذمے داری ہے۔"

"شی گورائے میں ایگلز کو کبھی کسی متحارب تنظ[یم سے] واسطہ نہیں پڑا۔ اس لئے یہاں ایگلز کے جو لوگ [ہیں وہ] قدرے کم باصلاحیت ہیں" جونز نے مجھے گھورتے ہوئے [کہا] "مجھے اندازہ ہے کہ تمہارے لہجے میں جو اکڑ ہے اس کی [وجہ] چھوٹی موٹی کامیابیاں ہیں جو تم نے ایگلز کے مقابل[ے میں] حاصل کر لی ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اپنی کھال میں ر[ہنے کی] کوشش کرو۔"

"مجھے بہت افسوس ہے مسٹر جونز کہ میں نے اپنا [وقت] برباد کیا" میں نے خشک لہجے میں کہا "مجھے معلوم نہیں تھا [کہ تم] اس قدر عاقبت نااندیش آدمی ہو ورنہ میں ہرگز تمہار[ی مدد] کرنے کے چکر میں نہ پڑتا۔"

"یہی بات تو میں بھی جاننا چاہتا ہوں کہ آخر تمہیں [میری] ذات سے یا ایگلز سے اس قدر دلچسپی کیوں پیدا ہوگئی" جونز نے زہرخند کیا۔

"میری دلچسپی دم توڑ چکی ہے مسٹر جونز!" میں [نے] اٹھا کر کہا "آئندہ تم مجھے کسی معاملے میں بھی مداخلت [کرتے] ہوئے نہیں دیکھو گے۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

میری بات سن کر جونز ہنس پڑا "تم تو ناراض ہو[گئے]" اس نے کہا "میں تو مذاق کر رہا تھا۔ درحقیقت میں [تمہارا] احسان مند ہوں کہ تم نے مجھے رینا سالومن کے آدمی[وں سے] بچا لیا۔ میں چونکہ فضائی سفر کر کے آ رہا تھا اس لئے [میرے] پاس ان لوگوں سے مقابلے کے لئے کوئی ہتھیار بھی [نہیں] تھا۔"

"میں ناراض نہیں ہوا مسٹر جونز! بلکہ میں نے اصولی بات کہی ہے" میں نے سنجیدگی سے کہا "آج جو [تم] نے کہی ہے کل کوئی اور کہے گا۔ مجھے کسی پاگل کتے نے [کاٹا ہے] کہ خواہ مخواہ ہر ایک کے سامنے اپنی صفائیاں پیش [کرتا] پھروں۔"

"معاف کرنا مسٹر ایڈم! اگر تم میری جگہ ہوتے تو [تمہارا] کیا رویہ ہوتا؟"

"مادام کلارا ایک ذمے دار خاتون ہیں۔ ایگلز کی سربراہ کی حیثیت سے انہوں نے مجھے سخت کسوٹیوں پ[ر پرکھنے] کے بعد ہی مجھ پر اعتماد کیا تھا۔"

"ایگلز کے بارے میں تمہاری معلومات تشویش ناک حد تک زیادہ ہیں۔ تم ایگلز کے ممبر نہیں ہو اور کسی عام آدمی کا اس حد تک باخبر ہونا ہمارے لئے باعث تشویش ہے۔"

"میں عام آدمی نہیں ہوں مسٹر جونز!" میں نے برا مان کر کہا "میں دل و جان سے مادام کلارا کے لئے کام کر رہا ہوں۔"

"عام آدمی سے میری مراد یہ ہے کہ تم ایگلز سے براہ راست متعلق نہیں ہو اور اگرچہ ضرورت پڑنے پر ہم ایسے افراد سے بھی کام لے لیتے ہیں جو ہم سے متعلق نہیں ہوتے مگر انہیں اپنی تنظیم سے متعلق کچھ بھی نہیں بتاتے۔"

"تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ رینا سالومن کی معلومات تو بہت ہی زیادہ ہیں۔ اس کا تو ایگلز سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ میں تو پھر ایگلز کے لئے کام کر رہا ہوں۔"

"رینا سالومن کے بارے میں جو کچھ میں نے سنا ہے اس میں افسانہ زیادہ معلوم ہوتا ہے۔"

"اس کے باوجود کہ اس کے آدمیوں نے تمہیں ائرپورٹ پر پہنچتے ہی گھیرنے کی کوشش کی اور اگر میں بروقت مداخلت نہ کرتا تو اس وقت تم رینا کے قبضے میں ہوتے۔"

"یہ تو تم کہہ رہے ہو نا" جونز نے کہا "لیکن میں تمہاری بات پر آنکھ بند کر کے یقین نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر تم جاؤ جونز! تمہیں رینا سالومن کی طاقت کا خود ہی اندازہ ہو جائے گا۔ شاید تمہیں اپنے چند مراکز کی تباہی کا علم نہیں ہے۔"

"کسی جگہ چوری چھپے بم رکھ کر تباہی پھیلا دینا کمال کی بات نہیں ہے۔"

"اور وہ جو اس نے مائیکرو فلمیں اڑائی ہیں؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا "ان کے بارے میں کیا کہو گے؟"

"وہ فلمیں۔۔۔" جونز نے مضحکانہ انداز میں کچھ کہنا چاہا مگر پھر کچھ سوچ کر اس نے بات بدل دی "تم نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا مسٹر فلوک! حالانکہ تمہارے پاس اس کا موقع موجود تھا۔ اس اعتبار سے فی الحال یہی کہا جا سکتا ہے کہ میں نے جو رد عمل ظاہر کیا وہ مناسب نہیں تھا لیکن میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ابھی تو میں یہاں پہنچا ہوں۔ خود تمام حالات کا جائزہ لوں گا۔ اگر یہ بات ثابت ہو گئی کہ تم ہمارے ساتھ مخلص ہو تو میں اپنے طرز عمل کی بھرپور تلافی کر دوں گا۔"

اس کے تھوڑی ہی دیر بعد جونز چلا گیا۔ میں نے اسے یقین دلا دیا تھا کہ کم از کم میرے مکان کی نگرانی نہیں ہو رہی اور اس نے جواب میں کہا تھا کہ اگر وہ یہاں سے بحفاظت نکل گیا تو آگے اپنی حفاظت خود کرے گا۔

"تم نے دیکھا" جونز کے جانے کے بعد کلارا نے مجھ سے کہا "جونز کس قدر محتاط آدمی ہے۔ اس نے تمہاری کسی بات پر یقین نہیں کیا۔"

"وہ احمق ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "اب وہ تفتیش کرے گا اور آخر کار اسے مجھ سے متفق ہونا پڑے گا۔"

"اس طرح ہر ایک کا مضحکہ مت اڑایا کرو" کلارا چڑ گئی "ایسا لگتا ہے جیسے تم خود کو سپرمین سمجھتے ہو۔"

"تو کیا جونز کو سمجھوں" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "جو انتہائی آسانی سے میرے قابو میں آ گیا۔"

"اس پر تو مجھے واقعی حیرت ہے" کلارا بڑبڑائی "جونز ایگلز کے باصلاحیت ترین لوگوں میں سے ایک ہے۔ دوبدو مقابلے میں بھی اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔"

"تم لوگوں کی نظر بہت محدود ہے۔ تمہارے پیمانے خود ساختہ ہیں۔ مجھے تو جونز میں کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آئی۔"

"کچھ بھی سہی لیکن ہو سکے تو میری ایک بات غور سے سن لو اور گرہ میں باندھ لو" کلارا نے کہا "جونز انتہائی کینہ پرور آدمی ہے۔ وہ تم سے اپنی بے عزتی کا انتقام ضرور لے گا۔"

"میں نے اس کی کون سی بے عزتی کی ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تم نے اسے شکست فاش دی ہے۔ وہ پہلی فرصت میں تم پر چڑھائی کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"تو پھر تم کیا چاہتی ہو؟" میں نے کلارا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "کیا ہم یہ جگہ چھوڑ دیں؟"

"بالکل" کلارا نے اثبات میں سر ہلایا "میرا مشورہ تو یہی ہے۔ تمہیں جونز سے الجھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ کلارا کی بات درست ہی معلوم ہوتی تھی۔ جونز کے بارے میں میں نے بھی یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ شکست قبول کرنے کا عادی نہیں ہے اور ہر حال میں اپنی برتری قائم رکھنا چاہتا ہے۔ اسے یہاں رینا سالومن سے زیادہ ایڈم ڈی فلوک کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا ہوگا۔ رینا سالومن تو تھی ہی ایگلز کی دشمن ۔۔۔ مادام کلارا اس کے خلاف کام کر رہی تھی لیکن ایڈم ڈی فلوک تو دشمن نہیں تھا۔ وہ ایگلز کا ممبر بھی نہیں تھا مگر اس کی رسائی مادام کلارا کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خواب گاہ تک تھی۔ کسی اجنبی کو تنظیم کے معاملات میں اس حد تک دخل انداز ہونے دینا ناقابل معافی جرم تھا۔ مجھے یقین تھا کہ کلارا کو اس جرم کی بنا پر شی گورائے سے ہٹانے کا فیصلہ کیا گیا ہوگا اور اگر اس جرم پر اسے موت کی سزا دی جاتی تو کچھ تعجب بھی نہیں تھا۔ کلارا کا یہ اقدام تنظیم کے لئے مہلک بھی ثابت ہو سکتا تھا۔

"تم نے مجھ سے ایک غلط بیانی کی ہے کلارا" اچانک میں نے کلارا سے کہا "محض ریٹا سالومن والے معاملے کی وجہ سے تو تمہیں سزائے موت نہیں دی جاسکتی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے" کلارا مسکرائی "میں اپنی جان کیوں خطرے میں محسوس کررہی ہوں؟"

"اس کی وجہ ریٹا سالومن نہیں بلکہ میں ہوں۔ ہائی کمان کو شاید یہ بات پسند نہیں آئی کہ ایک غیر شخص ایگلز میں اس حد تک دخیل ہو جائے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" کلارا نے مضطربانہ انداز میں کہا "اگرچہ مجھ سے یہ بات کہی نہیں گئی لیکن مجھے یقین ہے کہ مجھ پر یہی فردِ جرم عائد کی جائے گی۔"

"سوال یہ ہے کہ تم نے ایسی حرکت کی ہی کیوں ۔۔۔ کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں تھی کہ جو کچھ تم کررہی ہو اس کا انجام کیا ہوگا؟"

"میں جانتی تھی کہ یہ خطرناک ہے لیکن میں یہ نہیں بتا سکتی کہ وہ کون سی نامعلوم قوت تھی جس نے مجھے تم پر اعتماد کرنے کے لئے مجبور کردیا" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم شاید یقین نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمہارے لہجے میں، تمہارے انداز و اطوار میں مجھے ایک عجیب قسم کی اپنائیت کا احساس ہوا تھا۔ اب مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ میرا احساس بلاوجہ نہیں تھا۔ میری خاطر تم نے اپنی زندگی خطرے میں ڈال رکھی ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں ہے کہ ایگلز میں میری پوزیشن تباہ ہوگئی۔ مجھے تو اس بات کی خوشی ہے کہ تم میرے ساتھ ہو۔ انجام جو بھی ہو، اسے تبدیل کرنا ہم میں سے کسی کے بھی بس کی بات نہیں ہے۔"

میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس کی بات انہونی سی لگ رہی تھی مگر اس کے لہجے سے سچائی جھلک رہی تھی۔ معلوم نہیں وہ کون سا کمزور لمحہ رہا ہوگا جس میں مادام کلارا جیسی عورت مجھ سے اس طرح متاثر ہوگئی تھی۔ ورنہ ایک سیکرٹ ایجنٹ کی زندگی میں ان چیزوں کا گزر کہاں ہوتا ہے۔ سیکرٹ ایجنٹوں کی زندگی تو کسی سنگلاخ میدان کی مانند ویران ہوتی ہے جہاں ہریالی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

بہرحال جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا۔ اس بات سے یقین اور بھی پختہ ہو گیا تھا کہ آدمی کسی نیک مقصد کے جدوجہد کررہا ہو تو اسے غیبی مدد بھی حاصل رہتی ہے۔ اگر نہ ہوتا تو کلارا کا محل میرے لئے ایک ایسا چوہے دان بن سکتا تھا جہاں سے نکلنا میرے لئے محال ہو جاتا۔ تہذیب بڈ کو بھی یہی خطرہ تھا کہ میرا وہاں جانا مناسب نہیں ہے مگر نے پورے یقین کے ساتھ ایک قدم اٹھایا اور کامیابی ناقابلِ فہم طریقے سے میرے قدم چومے۔

"میں تم سے متفق ہوں کلارا۔" میں نے خیالات بھنور سے ابھرتے ہوئے کہا "ہمیں اپنا ٹھکانا تبدیل کر چاہیئے۔ جونز ضرور اس طرف پلٹے گا مگر فوری طور پر اسے کچھ نہ کچھ وقت ضرور لگے گا۔"

"شکر ہے، تم میری کسی بات سے متفق تو ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے تم نے میری ہر بات سے اختلا کرنے کا تہیہ کر رکھا ہو۔"

****

"ایک کارنامہ بڈ نے بھی کیا ہے" تہذیب نے مجھ تفصیلات سننے کے بعد کہا "اس نے مائیکرو پروجیکٹ بندوبست کرلیا ہے۔"

"اور یہ کام میں نے ایک اور شخص کے توسط ہے" بڈ بولا "رات تک پروجیکٹر ہمیں مل جائے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ ان فلموں میں کیا ہے؟"

"میں تو زیادہ دیر نہیں رک سکوں گا" میں نے کہا سے دو گھنٹے میں واپسی کا کہہ کے آیا ہوں۔ تم لوگ وہ دیکھ کے کل صبح مجھے رپورٹ دے دینا۔"

"دیکھا میڈم! چیف کو کلارا کی کتنی فکر ہے" بڈ "اور تم جو یہاں اکیلی رہ جاؤ گی اس کا کوئی خیال نہیں ہے"

"بکواس مت کرو" میں نے بڈ کو گھور کر کہا "تم نے کا میک اپ کرتے ہوئے جو بکواس کی تھی وہ مجھے یاد ہے"

"تم سے زیادہ کلارا کو یاد ہوگی" بڈ نے بڑی ڈھٹائی کہا اور تہذیب ہنسنے لگی۔

"بڈ نے مجھے بتایا تھا" تہذیب نے ہنستے ہوئے کہا نے جیٹھے بٹھائے تمہیں اداکار بنا دیا اور وہ بھی ہالی وڈ کا"

"اس کی خوش قسمتی کہ اس کی باتوں سے مجھے فائدہ پہنچ گیا ورنہ میں اس کی کھال اتار دیتا۔"

"نقصان پہنچتا تو کھال گرا دیتے اور فائدہ پہنچ گیا تو سا بڈ کو کسی صوبے کی گورنری بخش دی" بڈ نے برا سامنہ کہا "تمہارا شمار بھی انہی لوگوں میں ہونے لگا ہے جو

WWW.PAKSOCIETY.COM

اپنے ہاتھوں کا لہو نچوڑنے کے درپے رہتے ہیں۔"

"سزا کے مستحق تو تم اب بھی ہو" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے کہا "میں نے تم سے کلارا کا میک اپ کرنے کو کہا تھا۔ اس کے جسم کی حسین و ملائم جلد ٹٹولنے کو نہیں کہا تھا۔"

"جو کام باہمی رضامندی سے کیا جائے اس میں کسی اور کو دخل دینے کا حق نہیں ہوتا" بڈ نے بے پروائی سے کہا "جب اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تو تم کون ہوتے ہو؟"

"چھوڑو بھی علی؟" تہذیب بولی "جو شخص فطرتاً بدمعاش ہو وہ کبھی نہیں سدھر سکتا۔"

"اور کوئی اپنے مقدر سے بھی نہیں لڑ سکتا" بڈ نے ترکی بہ ترکی کہا "ابھی تمہیں بڈ سے کوئی کام پڑ جائے تو بڈ دنیا کا سب سے اچھا آدمی ہو جائے گا اور کام نکلنے کے بعد ۔۔۔" بڈ نے ایک طویل سانس لی "بڈ سب سے برا ہو جائے گا۔"

"اب کلارا کا کہنا یہ ہے کہ ہمیں جونز سے خطرہ ہے" میں نے بڈ کی بات نظرانداز کرتے ہوئے تہذیب سے کہا "چونکہ میرے ہاتھوں اسے ہزیمت اٹھانا پڑی ہے لہٰذا وہ مجھے نہیں چھوڑے گا۔"

"تم اس سے بچنا چاہتے ہو تو تمہیں اپنی رہائش تبدیل کردینی چاہیئے" تہذیب نے کہا "ائرپورٹ پر تو بڈ وغیرہ نے ایگلز کے آدمیوں کو بے خبری میں چھاپ لیا تھا لیکن یہاں یہ ممکن نہیں ہوگا۔"

"قسمت میں کسی ایک جگہ ٹک کر بیٹھنا ہے ہی نہیں۔ ابھی ایک مکان میں آئے چند گھنٹے بھی نہیں ہوئے کہ پھر رہائش تبدیل کردو۔"

"اسی خانہ بدوشی میں تو لطف ہے" تہذیب نے ہنس کر کہا "یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ آدمی ایک ہی مقام پر عمر بسر کردے۔"

"حالات بہت تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں تہذیب! مادام کلارا کی جگہ جونز کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ زیادہ قابلِ اعتماد ہے۔ اگر اسے بھی ناکامی سے ہمکنار کردیا جائے تو یہ بڑی بڑی کامیابی ہوگی۔ موشے ہاورڈ صحیح معنوں میں ہل کر رہ جائے گا۔"

"میرا خیال ہے تم سے غلطی ہوگئی۔ تمہیں چاہیئے تھا کہ تم جونز کو ٹھکانے لگا دیتے یا اسے کچھ عرصہ قید رکھتے۔"

"اس سے مقصد حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ یہ درست ہے کہ ایگلز کی صفوں میں انتشار پیدا ہوتا مگر اس حد تک نہیں کس حد تک اب پیدا ہوگا۔"

"تم انچارج ہو علی" تہذیب نے کہا "تم نے فیصلہ کیا ہے تو ٹھیک ہی کیا ہوگا۔"

"سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے جونز کی طرف سے خطرہ محسوس کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ خطرے کی نوعیت کیا ہوگی؟"

"تم نے خطرہ محسوس کیا ہے چیف!" بڈ نے حیرت سے کہا "لیکن تم تو کہہ رہے تھے کہ تم نے اسے زیر کرلیا تھا؟"

"اس کے باوجود مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ وہ ہمارے لئے مسائل کھڑے کردے گا۔"

"تب تو تم نے اسے چھوڑ کر غلطی کی ہے" بڈ نے تشویش سے کہا "ممکن ہے یہ تمہارا واہمہ ہو۔ اس لئے کہ ہم نے بھی اس پر بہ آسانی قابو پالیا تھا۔"

"میں نے اسے چھوڑ کر غلط نہیں کیا بڈ! ہمارا مقابلہ فرد سے نہیں، تنظیم سے ہے اور چند افراد کے مرجانے سے بھی اتنی بڑی تنظیم کا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔"

"تو پھر ان کے اڈے تباہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" بڈ نے کہا "چند ٹھکانوں کی تباہی سے بھی تنظیم کا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو بڈ! ہمارے اس اقدام کا مقصد صرف دہشت پھیلانا تھا جو ہمیں حاصل ہوگیا۔ اب ہمیں ایگلز کے بڑوں پر ہاتھ ڈالنا ہے۔"

"اس کے لئے تمہارے ذہن میں کیا منصوبہ ہے؟" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سب سے پہلے تو میں جونز کا ردِ عمل دیکھوں گا۔ اگر اس نے گڑبڑ نہ کی تو وہ ہمارے کافی کام کر سکے گا لیکن اگر اس نے جوابی کارروائی کرنے کی کوشش کی تو ہم پہلے جونز کے خلاف کارروائی کریں گے اور اس کے بعد ایگلز کے بڑوں کو دیکھیں گے۔"

تہذیب سے یہ بات کہتے وقت میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ جونز کس قدر بھرپور جوابی کارروائی کرنے والا ہے۔ میں تو مطمئن تھا کہ ہم ہر طرح سے محفوظ ہیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ کسی نامعلوم مقام پر بیٹھا ہوا ایگلز کا سربراہ رینڈل عرف موشے ہاورڈ ہم لوگوں کے گرد کتنا خوف ناک جال بُننے میں مصروف ہے۔

کوئی ایک گھنٹے تک تہذیب اور بڈ سے ہر متوقع صورت حال کی جزئیات اور اپنے آئندہ لائحہ عمل کی تفصیلات طے کرنے کے بعد میں کلارا کے پاس واپس آگیا۔ دروازہ کھولنے سے قبل اس نے اطمینان کرلیا تھا کہ یہ میں ہی ہوں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم نے دیر کردی" کلارا نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا "میں تو ڈر رہی تھی کہیں کوئی ایسی ویسی بات نہ ہوگئی ہو۔"

"ابھی تک تو ہر طرح کی خیریت ہے" میں نے کہا "آئندہ کے بارے میں، میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔"

"اگر کوئی شخص اپنے بارے میں تفصیلات بتانے سے گریز کرے تو اس پر ہرگز اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ مجھے حیرت ہے کہ میں نے تم پر کیوں اعتماد کرلیا تھا" کلارا نے کہا۔

"تم نے ایک درست فیصلہ کیا تھا۔ یہ بتاؤ کہ کیا اپنے اس فیصلے پر تم کسی قسم کی ندامت محسوس کررہی ہو؟"

"ندامت تو نہیں محسوس کرتی مگر مجھے حیرت ضرور ہے۔ تاہم یہی کچھ کم نہیں ہے کہ اپنے اس فیصلے سے میں نے کوئی نقصان نہیں اٹھایا۔"

اس بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کردی ہے۔ اپنی دانست میں تو اس نے کوئی غلط قدم نہیں اٹھایا تھا مگر درحقیقت وہ یہودیوں کے سب سے بڑے دشمن پر اعتماد کربیٹھی تھی اور اب اس کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی تھی۔

"اب ہم یہاں نہیں رہیں گے کلارا ڈیئر" میں نے کہا "تھوڑی دیر بعد ہم یہاں سے ہوٹل موری ناگا کا رخ کریں گے جہاں ہمارے لئے کمرے بُک ہوچکے ہوں گے۔"

"کمرے!" کلارا نے حیرت سے مجھے دیکھا "کیا ہم دونوں الگ الگ کمروں میں رہیں گے؟"

"ارے نہیں" میں نے گڑبڑا کر جواب دیا "یہ تو ویسے ہی منہ سے نکل گیا ورنہ ہم ایک ہی کمرے میں رہیں گے۔"

کلارا نے سکون کی ایک طویل سانس لی "شکر ہے" اس نے کہا "حقیقت یہ ہے کہ اس وقت مجھ میں تنہا رہنے کی ہمت نہیں ہے لیکن کیا ہم ان کی نظروں میں نہیں آجائیں گے؟"

"میں ہر ممکن احتیاط برتنے کی کوشش کررہا ہوں۔ ہم وہاں مسٹر اور مسز والٹن ڈی سوزا کے ناموں سے قیام کریں گے اور کمرے سے کم سے کم باہر نکلیں گے۔"

"ٹھیک ہے" کلارا نے کہا "لیکن میں اس وقت تک پوری طرح مطمئن نہیں ہوسکوں گی جب تک ہم شی گورائے سے نکل نہیں جاتے۔"

"فکر مت کرو۔ ہم شی گورائے سے بھی نکل جائیں گے مگر اس سے قبل جونز کو سبق دینا بہت ضروری ہے۔"

دو گھنٹے کے اندر اندر ہم ہوٹل موری ناگا کے ایک کمرے میں منتقل ہوگئے۔ اس ہوٹل کا نام بڈ نے تجویز کیا تھا اور کمرا بھی اسی نے بُک کرایا تھا۔ یہ درمیانہ درجے [illegible] صاف ستھرا ہوٹل تھا۔ میں نے بڈ سے کار بھی لے لی [illegible] ہوٹل کے پارکنگ ایریا میں موجود تھی۔ ہمیں آٹھویں [illegible] کمرا ملا تھا۔

"امید تو نہیں ہے کہ جونز یہاں تک پہنچ سکے گا" [illegible] نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا "لیکن ہمیں بہت زیادہ فکر بھی نہیں ہوجانا چاہئے۔"

"ایڈم ڈی فلوک کبھی بے فکر نہیں ہوتا مادام کلارا"

"مجھے مادام کلارا کیوں کہہ رہے ہو؟" کلارا [illegible] طرف پلٹ کر مسکرائی "مادام تو تم نے مجھے اس وقت نہیں کہا جب تمام لوگ مجھے مادام کہتے نہیں تھکتے تھے۔"

"جب تک میں دل سے کسی کی برتری تسلیم نہ [illegible] زبان میرا ساتھ نہیں دیتی۔"

"میں [illegible] برنز!" کلارا [illegible] حیرانہ لہجے [illegible]

"کیا تم [illegible] کررہے ہو؟"

"ہرگز نہیں" [illegible] بڑے خلوص سے کہا "میں [illegible] کم حسین ہوں۔"

کلارا ہنس پڑی "حسن ایک فانی شے ہے۔ میں نے کبھی اہمیت نہیں دی۔ البتہ بھوک کی اہمیت سے انکار نہیں ہے۔"

"اوہ، مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا کہ ہم نے ابھی تک نہیں کھایا ہے، میں ابھی کھانا منگواتا ہوں" میں نے کھانے کا آرڈر دیا۔

کھانے کے دوران تمام وقت کلارا بولتی رہی [illegible] کے بعد بھی اس کی زبان رکنے کا نام نہیں لے رہی [illegible] موضوع کا تعین نہیں تھا۔ بس وہ بے تکان بولے چلی [illegible] تھی۔

"بارہ بج چکے ہیں" بالآخر میں نے عاجز آکر کہا [illegible] وقت ہم سوجائیں تو کل سارا دن سکون سے تمہاری [illegible] سن سکوں گا۔"

سکون ایک ایسی شے کا نام ہے جو ہم جیسے لو[illegible] زندگی میں عنقا ہوتی ہے۔ کلارا تو سوگئی اور اس [illegible] کے تھوڑی دیر بعد میں بھی سوگیا مگر جس سکون کی [illegible] بات کی تھی وہ میسر نہیں آسکا۔

ٹیلی فون کی لگاتار گھنٹیوں سے میری آنکھ کھلی [illegible] وقت صبح کے چھ بج رہے تھے۔ میں نے بلا تاخیر [illegible] اٹھالیا "والٹن ڈی سوزا" میں نے تند سی آواز میں کہا۔

"آپ کی باندی خطرے میں ہے مسٹر والٹن" [illegible] جانب سے تہذیب ماکم ایکس کی پُرسکون آواز سنائی دی "تمہاری رہائش گاہ کو پولیس نے گھیرے میں لے لیا ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟" میں نے بے یقینی سے کہا۔ میری نیند کافور ہوگئی تھی۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں" تہذیب کی آواز بدستور پُرسکون تھی "میگافون پر اعلان کیا جارہا ہے کہ بنگلے کے مکین خود کو ان کے حوالے کردیں۔"

"اگر نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے تو پھر یہی مناسب ہے کہ خود کو ان کے حوالے کردو۔"

"میں نے اس لئے تمہیں فون کیا ہے کہ تم انچارج ہو لہٰذا جیسا تم کہو میں کرنے کو تیار ہوں۔"

"اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو صورتِ حال بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ تم پندرہ منٹ کے اندر خود کو ان کے حوالے کردو۔ اس دوران میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"اوکے چیف!" تہذیب نے ہنس کر کہا اور سلسلہ منقطع کردیا۔ میں ریسیور کریڈل پر رکھ کے مڑا تو کلارا جاگ چکی تھی۔ اس نے میری باتیں بھی سن لی تھیں۔

"کون خطرے میں ہے ایڈم؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"میرے ہمدرد" میں نے مضطربانہ لہجے میں کہا "واپس آکر تمہیں تفصیل بتاؤں گا۔"

میں نے انتہائی تیزی سے کپڑے تبدیل کئے اور پانچ منٹ کے اندر اندر میری کار سڑک پر تھی۔ میرا اندازہ تھوڑا سا غلط ہوگیا تھا۔ مجھے تہذیب کی قیام گاہ تک پہنچنے میں پندرہ منٹ سے زیادہ وقت لگ گیا مگر میں نے دور سے ہی پولیس کی ان گاڑیوں کو دیکھ لیا جو ایک سڑک پر مڑ رہی تھیں۔ گویا وہ لوگ تہذیب کو لے جارہے تھے۔ بنگلے کے سامنے سے گزرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ بنگلے میں پولیس کے کچھ بندے موجود تھے۔ شاید وہ تلاشی وغیرہ لے رہے تھے۔

میں مناسب فاصلے سے پولیس کی گاڑیوں کا تعاقب کرتا رہا۔ تہذیب نے جو کچھ بتایا وہ خاصا تشویش ناک تھا۔ اوّل تو یہی بات حیران کن تھی کہ پولیس وہاں پہنچی کیسے؟ بظاہر کوئی ایسا ذریعہ نظر نہیں آتا تھا۔ بڈ نے مائیکرو ویو جیکٹ حاصل کرنے کی جو کوشش کی تھی ممکن ہے کسی نے اس کا تعاقب کیا ہو اور تہذیب کے ٹھکانے تک پہنچ گیا ہو۔ میں تو بڈ کو پہلے ہی منع کررہا تھا کہ جہاں اتنا صبر کیا ہے تھوڑا سا صبر اور کرلے لیکن یہ بات بھی کچھ کم حیران کن نہیں تھی کہ بڈ سے کوئی بے پروائی کس طرح سرزد ہوگئی۔ وہ تو اس انسانی ذات کے اندر [illegible] ماہر تھا۔ اگر بڈ ہی دھوکا کھا گیا تو پھر کوئی بھی محفوظ [illegible] خود اس [illegible] یہ بات تو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ان لوگوں کا پولیس پر کتنا گہرا اثر و رسوخ ہے تاہم میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ انہوں نے پولیس کا سہارا کیوں لیا؟

میں بہت محتاط انداز میں پولیس کی گاڑیوں کا تعاقب کررہا تھا۔ یہ معلوم ہونا ضروری تھا کہ وہ لوگ تہذیب اور بڈ کو کس تھانے میں لے جارہے ہیں۔ اس کے بغیر بات بن بھی نہیں سکتی تھی۔ انہیں پولیس کے چنگل سے چھڑانے کے لئے میں کیا اقدامات کرتا، یہ بات ابھی میرے ذہن میں واضح نہیں تھی۔

اچانک میں چونک پڑا۔ پولیس کی گاڑیاں جن راستوں سے گزر رہی تھیں۔ ان سے یہ ظاہر ہورہا تھا کہ ان کی منزل وہی عمارت ہے جسے شی گورائے میں ایگلز کا سربراہ اپنی رہائش کے لئے استعمال کرتا تھا۔ وہی عمارت جس میں کل تک مادام کلارا کی رہائش تھی اور آج وہاں جونز براجمان ہوگا۔ میں ڈرائیونگ سیٹ پر مزید سنبھل کر بیٹھ گیا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میرا خیال غلط ہوتا مگر اس کے امکانات بہت کم تھے۔

اور پھر بہت جلد وہ لمحہ بھی آگیا جب میں نے اپنا خیال اپنی آنکھوں سے صحیح ثابت ہوتے دیکھا۔ پولیس کی گاڑیاں اسی سڑک پر مڑی تھیں۔ اسی عمارت کے گیٹ پر رکی تھیں۔ عمارت کا گیٹ کھلا تھا اور پولیس کی ایک گاڑی کھلے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہوگئی تھی اور ایک پولیس وین سڑک پر ترچھی ہوکر کھڑی ہوگئی تھی۔ اس کے اس طرح کھڑے ہونے پر میرا ماتھا ٹھنکا مگر میرے اور ان کے درمیان خاصا فاصلہ تھا۔ میں آسانی سے یوٹرن لے کر فرار ہوسکتا تھا لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا سکتا، عقب نما میں مجھے ایک اور پولیس وین نظر آئی۔ معلوم نہیں وہ وین کہاں سے نمودار ہوئی تھی لیکن اس کے چلنے کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ مجھے فرار ہونے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ میں بری طرح پھنس کر رہ گیا تھا۔

میں نے ایک طویل سانس لے کر کار کی رفتار میں تھوڑا سا اضافہ کردیا۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ پولیس کا گھیراؤ توڑ کر فرار ہونا میرے لئے ممکن نہیں رہا لہٰذا حالات سے نمٹنے کے لئے کوئی اور حکمت عملی وضع کرنی پڑے گی۔ سامنے والی وین جس نے سڑک پر ترچھے کھڑے ہوکر راستہ روکا تھا اب بھی ویسے ہی کھڑی تھی اور پولیس کے سپاہیوں نے آس پاس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم نے دیکھ
"میں تو ڈر رہا ... مختلف گاڑیوں کی آڑ لے کر بندوقیں تان لی
ہیں۔ ان کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے کسی بہت بڑے
مجرم کو پکڑنا مقصود ہو۔

میں معمول کی رفتار سے گاڑی چلاتا ہوا وہاں تک پہنچا
اور کار روک دی "کیا یہاں کوئی خاص واقعہ ہوگیا ہے" میں
نے کھڑکی سے سر نکال کر بلند آواز میں کہا۔

کئی بندوق بدست سپاہی سامنے آگئے۔ انہوں نے مجھے
زد میں لے رکھا تھا۔ پھر ایک انسپکٹر نمودار ہوا "گاڑی سے
نیچے اترو" اس نے درشت لہجے میں کہا۔

میں بڑے اطمینان سے گاڑی سے اتر آیا "خیریت تو ہے
جناب؟" میں نے اپنے لہجے میں حیرت سموتے ہوئے کہا۔

"گاڑی کی تلاشی لو" انسپکٹر نے مجھے جواب دینے کے
بجائے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا اور وہ کار کی طرف جھپٹ
پڑے اور ایک منٹ سے بھی کم وقفے میں انہوں نے میری
پوری کار کی تلاشی لے ڈالی مگر وہاں کچھ نہیں تھا۔

"آپ لوگوں کو کس چیز کی تلاش ہے جناب! مجھے
بتایئے، ممکن ہے میں کچھ مدد کرسکوں۔"

"بکواس مت کرو" انسپکٹر نے گرج کر کہا "خود کو
زیر حراست تصوّر کرو۔"

"ارے یہ تو اپنے مسٹر ایڈم ڈی فلوک ہیں" گیٹ کی
طرف سے ایک محافظ نے جھپٹ کر میری طرف آتے ہوئے
کہا "آپ کہاں غائب ہوگئے تھے جناب! مادام کلارا کا بھی پتا
نہیں ہے۔ ہم سب بہت پریشان ہیں۔"

"میں کچھ نہیں بتا سکتا" میں نے بے بسی سے کہا "اس
لئے کہ میں تو زیر حراست ہوں۔"

"ارے نہیں جناب! انسپکٹر صاحب کو کوئی غلط فہمی
ہوگئی ہوگی۔ آیئے میرے ساتھ چلئے۔ مسٹر جونز آپ سے مل
کر یقیناً خوش ہوں گے۔"

اس وقت مجھے آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والی مثل
بڑی شدّت سے یاد آئی۔ میرے پاس کوئی راہِ فرار نہیں تھی
لہٰذا میں نے بے پروائی سے کاندھے جھٹکے "چلو، تمہارے مسٹر
جونز سے بھی مل لیتے ہیں۔"

"کار کی طرف سے بے فکر رہئے" اس نے میرے
ساتھ گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "آپ واپس آئیں گے
تو یہ آپ کو اندر موجود ملے گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے گیٹ سے انٹر
کام پر جونز سے بات کی اور انٹر کام بند کرتے ہوئے بولا

"جایئے جناب! مسٹر جونز خواب گاہ میں آپ کے منتظر
"میں اکیلا ہی چلا جاؤں" میں نے بڑی حیرت
پوچھا۔

"بالکل جناب! راستوں سے تو آپ واقف ہی ہیں"
میں تن بہ تقدیر ہو کر عمارت کے دروازے کی
بڑھ گیا۔ یہ بات تو طے تھی کہ اب فرار ہونے کی کوشش
بے سود تھا۔ ممکن تھا کہ یوں ہی بہتری کی کوئی صورت
آتی۔ یہی سوچ کر میں آگے بڑھتا رہا اور خواب گاہ
گیا۔ میں نے خواب گاہ کے بند دروازے پر ہو
دستک دی اور جواب کا انتظار کئے بغیر دروازہ کھول
داخل ہوگیا۔ اندر جونز موجود تھا جس کی پشت میری
تھی۔ وہ سامنے والی دیوار کی طرف منہ کئے کھڑا تھا۔
بند ہونے کی آواز سن کر وہ آہستگی سے میری طرف مڑا
دیکھ کر اس کے ہونٹوں میں کھنچاؤ پیدا ہوا۔ وہ مسکرایا
اس کی مسکراہٹ ہنسی کے مرحلے سے بتدریج گزر
ایک طویل قہقہے پر منتج ہوئی۔

"اب کون سی کہانی لے کر آئے ہو مسٹر ایڈم
فلوک" اس نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"مادام کلارا کا سراغ مل گیا ہے" میں نے بے ساختہ
اور پھر خود ہی اس اطلاع کے عواقب پر غور کرنے لگا
نے مجھے غور کرنے کی مہلت نہیں دی۔

"مبارک ہو" جونز نے کہا۔ اس کا استہزائیہ
برقرار تھا "تمہیں مادام کلارا کا سراغ ملا اور
سالومن کا۔"

"کیا!" میں نے حیرت سے منہ پھاڑ کر کہا "رینا
تمہیں کہاں مل گئی؟"

"سونے کی کان میرے ہاتھ لگ گئی ہے مسٹر
فلوک! رینا سالومن دراصل تہذیب ما تکم ایکس
کے الفاظ مجھے پگھلے ہوئے سیسے کی طرح اپنے کانوں
اترتے محسوس ہوئے۔

"ایک یہی نہیں مسٹر ایڈم ڈی فلوک! بلکہ اس
میرے سامنے رینا سالومن کا جدید ترین دشمن موجود
اس کا جاں نثار علی یار خان ہے۔"

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے مجھے یخ بستہ
تالاب میں غوطہ دے دیا ہو۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر
آخر اچانک وہ ہماری اصلیت سے کیسے واقف ہوگیا؟

"حیران ہو رہے ہو ایڈم ڈی فلوک" جونز نے میری
کیفیت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا "میری سمجھ میں تو یہ
بھی نہیں آرہا ہے کہ تمہیں کس نام سے مخاطب کروں۔"

"ناموں میں کیا رکھا ہے جونز" میں نے بھی خوش دلی کا
مظاہرہ کیا "تم مجھے جس نام سے بھی چاہو مخاطب کرسکتے ہو،
میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"گویا تم اعتراف کر رہے ہو کہ تم علی یار خان ہی ہو"
جونز نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"بات ذرا وقت سے پہلے کھل گئی جونز!" میں بے پروائی
سے بولا "مگر اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ میرا مشن
اسی طرح جاری رہے گا جس طرح برسوں سے جاری ہے۔"

"تم مجھے داد نہیں دوگے۔ میں نے کتنی آسانی سے نہ
صرف رینا سالومن کو اس کے بِل سے نکالا بلکہ اس کی
حقیقت سے بھی واقف ہوگیا اور ساتھ ہی تمہیں بھی روشنی
میں لے آیا۔"

"میں داد دینے میں بخل سے کام نہیں لیا کرتا مسٹر
جونز" میں نے کہا "اور یہ حقیقت ہے کہ تمہاری تیز رفتاری
میری سمجھ سے بالاتر ہے۔"

جونز نے ایک طویل قہقہہ لگایا "بیٹھ جاؤ علی" اس نے
صوفے کی طرف اشارا کرتے ہوئے کہا "مجھے یوں محسوس
ہو رہا ہے جیسے یہ ملاقات بڑی دلچسپ ثابت ہوگی۔"

میں نہایت اطمینان سے آگے بڑھ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔
اس خواب گاہ میں، میں اس سے قبل کئی بار آچکا تھا مگر میں
یہاں کے اسرار سے واقف نہیں تھا۔ یہ بات تو طے تھی کہ
یہاں غیر معمولی حفاظتی انتظامات ہوں گے مگر مجھے یہ معلوم
نہیں تھا کہ وہ حفاظتی انتظامات کس نوعیت کے ہیں اور اگر
میں جونز پر حملہ کروں یا یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں تو مجھے
کون کون سی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مجھے احساس
ہو رہا تھا کہ مادام کلارا نے تمام تر اعتماد کے باوجود مجھے دانستہ
اس جانب سے بے خبر رکھا ہے۔ خود میں نے بھی اس سے
اس بارے میں کبھی کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ مبادا کہ اسے مجھ
پر شبہ ہو جائے۔

"ہر شخص کی دلچسپیاں مختلف نوعیت کی حامل ہوتی ہیں
مسٹر جونز" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "معلوم نہیں
تمہاری لغت میں دلچسپی کا کیا معیار ہے۔"

"ہماری ہائی کمان کے تمام افراد اس بات پر متفق ہیں
کہ تم ایک دلچسپ آدمی ہو" جونز نے کہا "اور تم سے مل کر
میں بھی ان کی رائے کے حق میں ہوگیا ہوں۔"

"حیرت ہے؟" میں بڑبڑایا "میں اپنی ذات کے اندر
دلچسپی کے بے بہا سمندر لئے گھوم رہا ہوں اور خود اس سے
ناواقف ہوں۔"

"اس دریافت کے لئے تمہیں ہمارے ساتھ شامل ہونا
پڑے گا" جونز نے کہا "اس لئے کہ کوئی اور تمہیں اس سے
روشناس نہیں کرا سکتا مگر میں جانتا ہوں کہ تم ہماری تنظیم میں
شمولیت کے لئے کبھی تیار نہیں ہوگے۔"

"بالفرض اگر میں تیار ہو بھی گیا تو تم کبھی یقین نہیں
کروگے" میں مسکرایا۔

"اور یہ ہم دونوں کی بدقسمتی ہے" جونز نے ایک طویل
سانس لی "بہرحال مجھ سے کہا گیا ہے کہ تمہیں ڈھیل دی
جائے۔"

"کیا کہا" میں نے حیرت سے کہا "مجھے ڈھیل دی
جائے!"

"ہاں! ہائی کمان نے یہی فیصلہ کیا ہے اور کسی میں اتنی
جرأت نہیں کہ ہائی کمان کے فیصلے کے خلاف ایک قدم بھی
اٹھا سکے۔"

"میرے لئے نئی اطلاع ہے کہ ایگلز میں ہائی کمان بھی
ہوتی ہے۔ میں تو یہی سمجھتا تھا کہ تمام فیصلے ایک فردِ واحد کے
ہوتے ہیں۔"

"تمہیں ان باتوں سے کوئی غرض نہیں ہونی
چاہئے" جونز نے ترش لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے مجھے ڈھیل دیے جانے کا جو فیصلہ کیا گیا
ہے تم اس سے خوش نہیں ہو۔"

جونز کے چہرے پر غصے کی سرخی نمودار ہوئی مگر اس نے
تیزی سے خود کو سنبھال لیا "ہم احکامات پر عمل کرتے
ہیں" اس نے بے تاثر لہجے میں کہا "خواہ ہمیں پسند آئیں یا نہ
آئیں۔"

"تو پھر میرے لئے کیا حکم ہے" میں نے قدرے تمسخرانہ
انداز میں پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں" جونز نے پہلے ہی کے سے انداز میں
جواب دیا "تم جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔"

جونز کے جواب پر مجھے حیرت ہوئی۔ میرے خیال میں تو
ان لوگوں کو اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے تھا مگر وہ مجھ سے
چلے جانے کو کہہ رہا تھا۔ بظاہر میں پوری طرح ان کے رحم و
کرم پر تھا۔ مجھ سے نجات حاصل کرنے کا اس سے بہتر موقع
انہیں مل نہیں سکتا تھا مگر وہ اس موقع کو ضائع کرنے کے موڈ
میں تھے۔ اتنا بڑا قدم کسی مضبوطی کے بغیر نہیں اٹھایا جا سکتا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ان کی ایک مضبوطی تو میرے تجربات میں آچکی تھی۔ انہوں نے نہ صرف مجھے بلکہ تہذیب کو بھی پہچانا تھا' یہ میرے فہم سے بالاتر تھا لیکن یہ کوئی ویسی بات نہیں تھی جسے نظرانداز کردیا جاتا۔ غالباً اسی ایک سوال کے جواب پر میری بقا کا دارومدار تھا۔ خطرے کی نوعیت کا علم ہوئے بغیر اس سے بچا نہیں جاسکتا اور جونز سے یہ توقع کرنا فضول تھا کہ وہ اس ضمن میں مجھے معلومات فراہم کردے گا۔

"اب ایسی بھی کیا بے مروّتی مسٹر جونز" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "کیا تم گھر آئے مہمانوں کی خاطرمدارات بھی نہیں کرتے۔"

جونز نے مجھے گھورتے ہوئے ایک بٹن دبایا اور مجھ سے بولا "تمہاری ڈھٹائی نوبل انعام کی مستحق ہے۔ تم ان حالات میں بھی مسکرا رہے ہو۔"

"ڈھٹائی نہیں دلچسپی کہو مائی ڈیئر مسٹر جونز! ابھی کچھ ہی دیر قبل تم نے انکشاف کیا ہے کہ میں ایک دلچسپ آدمی ہوں۔"

"میں سمجھتا ہوں" جونز نے سرہلایا "تمہارے ہوش اڑے ہوئے ہیں مگر تم محض مجھے متاثر کرنے کے لئے مصنوعی مسکراہٹ کا سہارا لئے ہوئے ہو۔"

جونز کی بات سن کر مجھے ہنسی آگئی۔ میں اس کے لئے ایک مشکل آدمی ثابت ہورہا تھا۔ اگرچہ وہ مجھ سے بخوبی واقف تھا مگر اس بات سے بے خبر تھا کہ میں اپنے حریف پر کیسے کیسے نفسیاتی حربے آزماتا ہوں۔ اس کا خیال یہ رہا ہوگا کہ میں یوں بے ڈھب پھنس جانے پر اس کے سامنے گڑگڑاؤں گا۔ اگر نہیں گڑگڑاؤں گا تو انتہائی پریشانی کا اظہار ضرور کروں گا۔ پریشانی کا اظہار نہ بھی کروں تو بھی پریشانی کو پوری طرح چھپا نہیں سکوں گا۔ مجھے ڈھیل دینے کا فیصلہ تو بقول اس کے ہائی کمان نے کیا تھا مگر وہ توقع کررہا تھا کہ مجھے پریشان دیکھ کر خوش ہوسکے گا۔ ایک ایسے آدمی کو پریشان دیکھ کر خوش ہونا حق بجانب تھا جس نے اولیو ہاورڈ جیسے مشہور زمانہ شخص کو ناکوں چنے چبوادیے اور کسی صورت اس کے قابو میں آکر نہیں دیا تھا۔ مگر اس کی ساری امیدوں پر اوس پڑ گئی تھی۔ وہ میرے چہرے پر پریشانی کا ہلکا سا عکس بھی تلاش نہیں کرپا رہا تھا۔ اور یہی چیز اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کئے دے رہی تھی۔

"مجھ میں اداکاری کے بے پناہ جوہر ہیں۔ پروفیسر زارا یہاں موجود ہوتے تو تمہیں بتاتے کہ میں فلم لارنس آف عربیہ میں کام کرچکا ہوں۔"

جونز کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس کی سمجھ میں ن آیا کہ میری اس بات کے جواب میں کیا کہے اس مشکل وہ یوں بچا کہ اسی وقت ایک باوردی بٹلر ناشتے کی ٹرالی دھ ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ جونز کے اشارے پر ٹرالی میر سامنے پہنچا کر کمرے سے واپس نکل گیا اور میں پوری تز سے ناشتا کرنے میں مصروف ہوگیا۔

"تم بھی آؤ جونز" میں نے بڑی بے تکلفی سے کہا' ناشتا کرنے میں لطف نہیں آتا۔"

میں جس رفتار سے ناشتے کی میز پر ہاتھ صاف کرر اسے دیکھ کر جونز اچنبھے میں پڑگیا تھا۔ میری بے پروا اداکاری ہوسکتی تھی مگر یہ کیسے ممکن تھا کہ کسی پریشانی کے میں کوئی شخص ایسی خوش خوراکی کا مظاہرہ کرسکے۔

چند لمحے محوِ حیرت رہنے کے بعد شاید جونز نے یہی ف کیا کہ اسے ان معاملات میں سر نہیں کھپانا چاہئے۔ اس اس فیصلے کا اندازہ مجھے اس بات پر ہوا کہ وہ بھی میرے ناشتے پر شریک ہوگیا تھا۔

پندرہ منٹ تک کمرے میں مکمل خاموشی چھائی رہ میں نے ڈٹ کر ناشتا کرنے کے بعد دو پیالیوں میں چائے اور ان میں سے ایک پیالی جونز کی طرف بڑھادی۔

"جب دو حریف نبرد آزما ہوتے ہیں تو یہ ممکن نہیں کہ ایک حریف مستقل طور پر دوسرے پر حاوی رہے" نے کہا "نہ ہی یہ لازم ہے کہ اگر ایک حریف دوسرے پر طور پر حاوی آگیا ہے تو اسے فاتح قرار دے دیا جائے۔"

جونز نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر کو جنبش دی "تمہاری شکست صرف اس وجہ سے وقتی ٹل ہے کہ ہم درگزر سے کام لے رہے ہیں۔"

"یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ مجھے ڈھیل دی جائے تہذیب کو قید کرلیا جائے۔"

"تہذیب مالکم ایکس عرف رینا سالومن کو رہا کیا جا ہے" جونز نے کہا "اب تک اپنے ٹھکانے پر واپس پہنچ ہوگی۔"

"تو پھر اتنا لمبا کھڑاگ پھیلانے کی کیا ضرور تھی" میں نے حیرت سے کہا "اگر یہی کچھ کرنا تھا تو مجھ گرفتار کیوں کیا گیا؟"

جونز کی آنکھوں سے شدید جھنجلاہٹ ظاہر ہوئی یہ چیز اسے بھی گراں گزری تھی "یہ ہمارے معاملا ہیں" اس نے خود کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا "اور ہمار معاملات سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔"

میں نے اندازہ کرلیا کہ وہ ہائی کمان کے فیصلے کے خلاف عمل کرنے کے لئے مجبور ہے۔ اگر اس کا بس چلتا تو ہم سے مگر اس پر نجات حاصل کرچکا ہوتا۔

"ماسٹر لی کوان نظر نہیں آرہا" میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا "اس سے ملنے کو جی چاہ رہا ہے۔"

"وہ اب یہاں نہیں ہے" جونز نے خشک لہجے میں جواب دیا "لہٰذا تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہوسکے گی۔"

میں نے جونز سے لی کوان سے متعلق یہ سوال یہی جاننے کے لئے کیا تھا کہ وہ اب بھی شی گورائے میں موجود ہے یا نہیں اور مجھے اس سوال کا جواب مل گیا تھا۔ اگر یہی سوال میں نے براہ راست کیا ہوتا تو شاید جونز مجھے اس کا جواب بھی نہ دیتا۔ میں بہرحال اس ادھیڑبن میں تھا کہ موشے ہاورڈ کس چکر میں ہے۔ یہ بات تو صاف ظاہر تھی کہ وہ مجھے احساس بے بسی میں مبتلا کردینے کے چکر میں ہے لیکن یہ سوال اپنی جگہ برقرار تھا کہ جونز نے ہمارا سراغ کس طرح لگایا؟

"تمہاری ایک امانت ہمارے پاس موجود ہے۔ سوچ رہا ہوں کسی وقت وہ امانت تمہیں لوٹادوں" میں نے کہا۔

جونز نے استفہامیہ نظروں سے میری طرف دیکھا "تمہارا اشارا کہیں مائیکرو فلموں کی طرف تو نہیں ہے؟"

"ہاں" میں نے کہا "اب جب کہ تم لوگ ہمیں اتنی رعایت دے رہے ہو تو ہمیں بھی جواب میں رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔"

جونز کے ہونٹوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی "بہت بہت شکریہ" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا "اس عنایت کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ تم بڑے شوق سے وہ فلمیں اپنے پاس رکھو۔"

جونز کے جواب نے مجھے حیران کردیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس بے نیازی کا مظاہرہ کرے گا۔ جس طریقے سے وہ فلمیں یہاں لائی گئی تھیں اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ فلمیں کسی خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ مادام کلارا نے تو ان فلموں کی بازیابی کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا تھا۔ اب جونز نے جو رویّہ اختیار کیا تھا وہ قطعی طور پر ناقابل فہم تھا۔

"تمہاری مرضی" میں نے بے پروائی سے کہا مگر دل ہی دل میں حیران تھا۔ بے پروائی کا اظہار بھی ضروری تھا۔ معلوم نہیں اس نے فلموں کی طرف سے بے نیازی کیوں برتی تھی۔

جونز بڑے غور سے مجھے دیکھ رہا تھا "شاید میرا رویّہ تمہارے لئے حیرت کا باعث ہے" مجھے خاموش دیکھ کر اس نے خود ہی کہا۔

"وہ تو صاف ظاہر ہے۔ جن فلموں کے حصول کے لئے مادام کلارا نے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا تھا وہ تمہیں مل رہی ہیں اور بغیر کسی جدوجہد کے مل رہی ہیں مگر تم اس مالِ مفت کی قدر نہیں کررہے۔"

"مادام کلارا بھی ٹھیک کررہی تھی اور میں بھی ٹھیک کر رہا ہوں۔ شاید ابھی تک تمہیں وہ فلمیں دیکھنے کا موقع نہیں ملا؟"

"میرا خیال ہے میرے آدمیوں نے وہ فلمیں دیکھ لی ہوں گی مگر مجھے ابھی تک رپورٹ نہیں مل سکی۔"

میں نے محسوس کیا کہ جونز نے سکون کا سانس لیا ہے۔ اس وقت میری سمجھ میں نہیں آسکا کہ اسے کس بات سے اطمینان ہوا ہے۔

"رپورٹ موصول ہوگی تو تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا کہ مجھے ان فلموں کی بازیابی سے دلچسپی کیوں نہیں ہے" جونز نے کہا۔

"ہوسکتا ہے" میں نے بے پروائی سے شانے اچکاتے ہوئے کہا "کہ ہمیں ان فلموں سے کچھ حاصل نہ ہوسکے مگر ہم نے ایک ان فلموں پر ہی تو تکیہ نہیں کررکھا ہے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔"

جونز کے لئے خود پر قابو رکھنا دشوار ہوگیا "تم بھیک میں ملی ہوئی زندگی کے بل پر اتنا اکڑ رہے ہو۔ تم سے تمہاری یہ زندگی چھینی جاسکتی ہے۔"

"میں نے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا ڈیئر جونز!" میں نے بڑے سکون سے کہا "پہلے تم میری زد پر آئے تھے۔ میں بھی اس وقت تمہیں دوسری دنیا کی سیر کرواسکتا تھا مگر میں نے تمہیں بخش دیا۔"

"تم نے اپنی مطالب برآری کے لئے مجھے زندہ چھوڑا تھا" جونز کا چہرہ سرخ ہوگیا "اس کے علاوہ تم نے مجھے دھوکے سے گھیرا تھا۔"

"اگر تمہارا موقف یہی ہے تو میں اپنی خدمات دوبارہ پیش کرسکتا ہوں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "ایک بار پھر کوشش کرکے دیکھ لو۔"

"ماسٹر لی کوان کی تربیت نے تمہیں اتنا حوصلہ بخشا ہے کہ تم اس قدر بے خوفی سے بات کررہے ہو۔"

"ہاں' ورنہ اس سے قبل تو میں تم لوگوں کے سامنے گڑگڑایا کرتا تھا۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میرے پیر میں وہ ہائی کمان کے احکامات کی بیڑیاں نہ پڑی ہوتیں تو میں تم کو بتلاتا۔۔۔"

"اپنے اور میرے درمیان یہی فرق دیکھ لو۔ میں کسی بھی قسم کی بیڑیاں قبول نہیں کرتا اور تم معلوم نہیں کس کس کے محکوم ہو۔"

"تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ" جونز کی آواز شدت غضب سے کانپنے لگی "کہیں ایسا نہ ہو کہ"

"رہنے دو یار" میں نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹ دی "اس قسم کی دھمکیاں زنانہ دھمکیاں کہلاتی ہیں۔"

جونز کی مٹھیاں بھنچ گئیں "یہ بات یاد رکھنا کہ میں صرف اس چار دیواری کے اندر تمہیں نقصان نہ پہنچانے کا پابند ہوں۔ تم اس عمارت سے باہر نکل جاؤ پھر میں تمہیں دیکھ لوں گا"

"مجھے منظور ہے جونز!" میں نے مسکرا کر کہا "مگر مجھے یہ تو بتادو کہ میری گاڑی کہاں ہے۔"

"گیٹ کے باہر موجود ہے" جونز نے زہریلے لہجے میں جواب دیا "مگر مجھے شبہ ہے کہ تم اس پر سوار ہو سکو گے۔"

"اوکے ڈیئر" میں نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا "میں جا رہا ہوں۔ اگر روک سکو تو روک لینا۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ علی یار خان کس قوت کا نام ہے۔"

میں اپنے ذہن میں پورا لائحہ عمل ترتیب دے چکا تھا۔ یہ بات تو طے تھی کہ عمارت کے اندر مجھے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور عمارت سے باہر مجھ پر حملہ کرنے کے لئے جونز کو احکامات جاری کرنے پڑتے۔ جونز کے احکامات جاری کرنے سے پہلے پہلے مجھے اس عمارت سے نکل جانا تھا۔ یہ رفتار کا معاملہ تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں جس رفتار کا مظاہرہ کرنے والا ہوں وہ جونز کے تصوّر میں بھی نہیں آسکتی۔

میں بڑے اطمینان سے خواب گاہ کے دروازے تک آیا۔ جونز خواب گاہ کے وسط میں اپنی کمر پر دونوں ہاتھ رکھے کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو مجھے کچا چبا جاتا۔ میں نے مسکرا کر اسے الوداع کہا اور آہستگی سے دروازہ بند کر دیا۔ دروازہ بند کرتے ہی میں ایک تبدیل شدہ آدمی نظر آنے لگا۔ میری رفتار میں یک بیک بے پناہ تیزی پیدا ہو گئی تھی۔ حسب معمول عمارت کی راہداریاں سنسان پڑی تھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ یہاں تمام تر حفاظتی نظام خفیہ ہے۔ وقت پڑنے پر چند سیکنڈ کے اندر اندر راہداریاں مسلح محافظوں سے بھر سکتی تھیں مگر میرے لئے وہی چند سیکنڈ بہت تھے۔ ان چند سیکنڈوں کے اندر اندر میں عمارت کے احاطے میں تھا۔ عمارت کے مرکزی کنٹرول روم میں نگرانی کرنے والوں کو اگر کچھ نظر آیا بھی ہوگا تو محض ایک سایہ سا ہی ہوگا۔

احاطے میں پہنچنے کے بعد میری رفتار قدرے کم ہوگئی۔ مگر میں اب بھی بہت تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ میں نے احاطے میں موجود محافظوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت بھی نہیں محسوس کی۔ ان میں سے چند مجھے اس طرح گیٹ کے طرف جاتے دیکھ کر حیران ضرور ہوئے مگر کسی نے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

گیٹ پر متعین محافظ کو میں نے دور سے ہی گیٹ کھولنے کا اشارا کیا اور اس نے مودب انداز میں ذیلی کھڑکی کھول دی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ اب صورت حال کتنی تبدیل ہوچکی ہے۔ ذیلی کھڑکی سے باہر نکلتے وقت میں نے دیکھا گیٹ سے ملحق کمرے میں موجود انچارج نے انٹرکام کا ریسیور اٹھایا ہے۔ یقیناً جونز نے اسے میرے بارے میں ہدایات دینے کے لئے کال کی ہوگی۔ جونز کے اندازے کے مطابق اس وقت تک مجھے عمارت کے اندر ہی ہونا چاہئے تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ میں اس وقت تک چہار دیواری سے بھی باہر نکل چکا ہوں گا۔

گیٹ سے باہر آتے ہی میری برق رفتاری ایک بار پھر عود کر آئی۔ میری کار سامنے ہی موجود تھی۔ محض تین سیکنڈ کے اندر اندر میں نہ صرف کار میں بیٹھ چکا تھا بلکہ میں نے کار اسٹارٹ کر کے چلا بھی دی تھی۔ قریب ترین موڑ بھی ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ میں عقب نما آئینے پر نگاہ جمائے کار کی رفتار میں تیزی سے اضافہ کر رہا تھا۔ اس علاقے میں ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھا اس لئے مجھے تیز رفتار ڈرائیونگ کرنے میں دشواری نہیں ہو رہی تھی۔

میری کار ابھی موڑ سے آدھا فرلانگ دور تھی کہ میں نے اس محافظ کو بوکھلائے ہوئے انداز میں گیٹ سے باہر آتے دیکھا جس نے میرے لئے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھولی تھی۔ اس نے بیتابانہ انداز میں میری کار کی طرف ہاتھ اٹھائے۔ یہ اس کی بے بسی تھی اس سے کہا گیا ہوگا کہ مجھے جانے نہ دے مگر معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اس کی بے بسی دیکھ کر میرے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ کی ایک لکیر سی کھنچ گئی۔

میں نے کار کو بہت تیز رفتاری سے موڑا۔ اتنی رفتاری سے موڑے جانے پر کار کے پہیوں نے زوردار آواز میں صدائے احتجاج بلند کی مگر میرے پاس اس کے احتجاج پر کان دھرنے کا وقت نہیں تھا۔ مجھے تو جلد از جلد یہاں سے دور نکل جانا تھا۔ یہ بہت کڑا وقت تھا۔ جونز کو حکم ملا تھا کہ مجھے نقصان نہ پہنچنے پائے لیکن میں نے اپنی باتوں سے اسے اس حد تک مشتعل کر دیا تھا کہ وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت تقریباً کھو بیٹھا تھا اور کچھ عجب نہیں تھا کہ اس نے اپنے آدمیوں کو مجھے قتل کر ڈالنے کا حکم بھی صادر کر دیا ہو۔ اس کی نظر میں یہ زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ اور یہ حقیقت بھی تھی ایگلز کے اکثر ارکان مجھے دیکھ چکے تھے اور ان کے لئے کوئی مشکل نہیں تھا کہ مجھ پر بے خبری کے عالم میں گولیوں کی بارش کر کے مجھے ٹھکانے لگا دیں۔ میں نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی تھی۔ خطرات سے کھیلنے کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے۔

دس منٹ تک تیز رفتار ڈرائیونگ کے بعد میں کئی میل دور نکل آیا تھا۔ ان لوگوں کو ڈاج دینے کے چکر میں، میں نے کوئی واضح منزل مقصود متعین نہیں کی تھی۔ یہ کار بھی میرے لئے مخدوش ثابت ہو سکتی تھی اس لئے میں نے ایک سڑک پر کار روکی اور اس سے اتر کر فٹ پاتھ پر چلنے والوں کے ہجوم میں شامل ہو گیا یہ نسبتاً نچلے درجے کی آبادی والا علاقہ تھا میں نے کسی خاص نیت سے اس علاقے کا انتخاب نہیں کیا تھا۔ بے مقصد ڈرائیونگ مجھے یہاں تک لے آئی تھی اور چوں کہ کار کو زیادہ دیر تک زیر استعمال رکھنا مخدوش تھا اس لئے میں نے اسے وہیں چھوڑ دیا۔ کچھ عجیب نہیں تھا کہ اس وقت ایگلز کے تمام کارندے اس کار کی تلاش میں سرگرداں گھوم رہے ہوں اور کار دکھائی دیتے ہی اس پر فائر کھول دینے کے لئے بے چین ہوں۔ ممکن ہے جونز نے انہیں ایڈم ڈی فلوک کی حقیقت سے بھی باخبر کر دیا ہو۔

کار سے اترنے کے بعد میں نے بمشکل پچاس گز کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی۔ راہ گیروں میں بھگدڑ مچ گئی اور بھری پری اسٹریٹ دیکھتے ہی دیکھتے سنسان ہو گئی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا، فائرنگ ایک کار سے کی گئی تھی جو مخالف سمت سے آئی تھی اور ہدف میری کار تھی جسے چھلنی کر دینے کے بعد اب دوسری کار سے دو افراد اتر کر میری کار کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دو افراد اب بھی کار میں موجود تھے اور وہ چاروں انتہائی چوکنا نظر آرہے تھے کار کو چھلنی کرنے کے باوجود وہ یوں خوف زدہ تھے جیسے انہیں جوابی حملے کا خطرہ ہو۔ ان کی توجہ کسی اور طرف تھی ہی نہیں۔

دفعتاً میں چونک پڑا۔ فٹ پاتھ پر میرے سوا کوئی اور نہیں بچا تھا۔ جدھر جس کے سینگ سمائے تھے بھاگ نکلا تھا۔ دکانداروں نے اپنی دکانوں کے شٹر گرا دیے تھے۔ گھروں کی کھڑکیاں اور دروازے سب بند ہو گئے تھے۔ اصولی طور پر مجھے بھی وہاں سے فرار ہو جانا چاہئے تھا مگر جذبۂ تجسس ہر چیز پر غالب آگیا تھا۔ اب مجھے اپنے تحفظ کی فکر لاحق ہوئی۔ میں نہتا تھا اور وہ چاروں مسلح تھے۔ بوکھلائے ہوئے نہ ہوتے تو مجھے کار میں تلاش کرنے کی بجائے ارد گرد نگاہ دوڑاتے لیکن شاید انہیں بتا دیا گیا تھا کہ ان کے مقابلے پر کون ہے اسی لئے وہ کار کو چھلنی کر دینے کے بعد بھی اس قدر خوف زدہ تھے کہ کہیں میں کار میں سے نکل کر ان پر حملہ نہ کر بیٹھوں۔

چھپنے اور پناہ لینے کے لئے مجھے کوئی جگہ دکھائی نہ دی۔ اگر کوئی جگہ تھی تو وہ گلی تھی جو مجھ سے کوئی سو فٹ کے فاصلے پر تھی۔ ابھی تک ان لوگوں کی توجہ میری طرف مبذول نہیں ہوئی تھی اس لئے میرے پاس موقع تھا کہ میں اس گلی تک پہنچنے کی کوشش کروں۔ میں نے سوچنے سمجھنے میں وقت ضائع کرنے کے بجائے عمل کرنا زیادہ مناسب سمجھا اور بڑی تیزی سے حرکت میں آگیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے عقب سے ایک چنگھاڑ سنی "وہ رہا" اور اس چنگھاڑ کے ساتھ ہی ان لوگوں نے اپنی خود کار گنوں کا رخ میری طرف کر کے فائل کھول دیے۔ میں نے گولیوں سے بچنے کے لئے ایک طویل جست لگائی۔ آدھے سے زیادہ فاصلہ میں پہلے ہی طے کر چکا تھا لیکن یوں محسوس ہو رہا تھا کہ میں گولیوں کی اس بارش سے شاید ہی بچ سکوں۔ زمین پر گرتے ہی میں نے تیزی سے کئی قلابازیاں کھائیں اور اٹھ کر دوبارہ جست لگائی۔ دوبارہ میں گلی کے بہت قریب گرا۔ اب کی بار میں نے اٹھنے کا خطرہ مول لینے کی بجائے لڑھکتے ہوئے گلی میں داخل ہو جانے کو ترجیح دی۔ چند گولیوں نے میرے پیروں کے قریب زمین سے دھول اڑائی اور میں ان کی زد میں آنے سے بال بال بچا۔

وہ لوگ پاگلوں کی طرح فائرنگ کر رہے تھے حالاں کہ اب میں انہیں نظر بھی نہیں آرہا تھا۔ متواتر چلنے والی گولیوں کے دھماکوں نے فضا میں شدید ارتعاش پیدا کر دیا تھا۔ آڑ میسر آتے ہی میں ایک بار پھر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ اب میں کم از کم ان کی گولیوں کی زد سے دور تھا اور آزادانہ دوڑ سکتا تھا۔ مجھے یہ بھی یقین تھا کہ اب وہ لوگ مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے اس لئے کہ اس علاقے میں پیچ در پیچ گلیوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ رفتار میں وہ میرا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور ان تنگ گلیوں میں کسی گاڑی کے داخل ہونے کا تصوّر بھی محال تھا۔

میں اندھا دھند دوڑ رہا تھا۔ اونچی نیچی ناہموار زمین کو روندنے اور دائیں بائیں مڑنے میں ذرا سی بھی ہچکچاہٹ کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مظاہرہ کرنے کا نتیجہ بہت خراب بھی ہو سکتا تھا۔ گلیاں بالکل سنسان پڑی تھیں۔ کوئی بچہ تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ شاید فائرنگ کی آوازیں سن کر ماں باپ نے اپنے بچوں کو بھی گھروں کے اندر بند کر لیا تھا۔

مجھے کچھ اندازہ نہیں تھا کہ میں کدھر جا رہا ہوں، لیکن مجھے اتنا یقین تھا کہ کوئی نہ کوئی گلی مجھے کسی اور سڑک پر ضرور پہنچا دے گی اور میں نے بس اتنا ہی خیال رکھا تھا کہ کہیں واپس اس سڑک پر نہ جا نکلوں جہاں سے ان گلیوں میں داخل ہوا تھا لیکن اس وقت میں عجیب مخمصے میں پھنس گیا جب ایک گلی مجھے بالکل بند نظر آئی۔ نہ آگے جانے کا راستہ تھا اور نہ دائیں بائیں مڑنے کا...... مجھے رک جانا پڑا۔ واپسی کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا...... لیکن نہیں... اب وہ راستہ بھی نہیں بچا تھا۔ واپسی کے راستے پر دو مسلح سیاہ فام کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں موجود خود کار گنوں کا رخ میری طرف تھا۔ میں نے طویل سانس لے کر اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔ آخر کار میں پھنس ہی گیا.... کس طرح پھنسا' یہ سمجھنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔

ان دونوں کی گھورتی ہوئی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد ان میں سے ایک نے مجھے دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔ میں نے خاموشی سے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ وہ میری تلاشی لینا چاہتے تھے۔ ظاہر ہے میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر میری تلاشی لی۔ میں چاہتا تو اس سے الجھ سکتا تھا مگر ان کے تیور دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ مجھے کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑیں گے۔ اس لئے میں نے مناسب وقت کا انتظار کرنے کا فیصلہ کیا۔

میری جامہ تلاشی لینے کے بعد وہ شخص دوبارہ واپس اپنی جگہ پر چلا گیا اور دوسرے شخص نے مجھ سے مڑ جانے کو کہا۔ میں نے دوبارہ ان دونوں کی طرف رخ کیا۔

"تم کون ہو اور اس علاقے میں کس نیت سے داخل ہوئے ہو؟"

میں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس نے مجھ سے یہ سوال کیوں کیا ہے۔ کیا وہ مجھے پہچانتا نہیں تھا یا یہ کہ وہ اپنا اطمینان کرنا چاہ رہا تھا؟

"ہم زیادہ انتظار کرنے کے عادی نہیں ہیں" اس نے غرا کے کہا "یا تو ہماری بات کا جواب دو ورنہ ہم تمہیں ٹھکانے لگا دیں گے۔"

میں نے خود کو عجیب قسم کی بے بسی میں مبتلا محسوس کیا۔ ان کے تیور تو ایسے ہی تھے جیسے ضرورت پڑنے پر وہ مجھے ہلاک کر ڈالیں گے۔

"یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے" میں نے بلند آواز میں کہا "میں تمہاری زد میں آ ہی گیا۔ تم چاہو تو مجھے نشانہ بنا دو۔ تمہارے پاس واضح احکامات بھی موجود ہیں۔"

"ہاں ہمارے پاس واضح احکامات موجود ہیں۔ اس طرح گھس آنے والے کسی بھی شخص کو ہلاک کر دیں۔ اگر تم اپنے بارے میں نہیں بتاؤ گے تو تمہارے ساتھ بھی یہی سلوک ہو گا۔"

"اوہ! معلوم ہوتا ہے تمہارا تعلق اس گروہ سے ہے جو میرے پیچھے لگا ہوا ہے" میں نے کہا۔

"یہ ساگا کا علاقہ ہے اور یہاں اسی کا حکم چلتا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ یہاں سے بچ کر نکل جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔"

"تم لوگ مجھے نہیں جانتے" میں نے جلدی سے کہا "میرا نام ایڈم ڈی فلوک ہے۔ کچھ غنڈے مجھے ہلاک کرنے کے درپے ہو رہے تھے۔ ان سے جان بچانے کے لئے گلیوں میں گھسا تھا مگر یہاں پھنس کر رہ گیا۔"

"ہمیں معلوم ہے" اس نے خشک لہجے میں کہا۔ دوسرا ساتھی بدستور خاموش تھا "جن لوگوں نے تم پر حملہ کیا تھا انہیں ہلاک کیا جا چکا ہے۔"

"اوہ" میں نے خوشی ظاہر کی "اس کا مطلب ہے اب میں محفوظ ہوں۔"

"اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ تم ہمیں مطمئن کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوتے ہو؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ تم لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے مجھے کیا کرنا ہو گا" میں نے بے بسی ظاہر کی۔

"ایسا کرو کہ اسے مقدس ساگا کے پاس لے چلتے ہیں" دوسرے شخص نے پہلی بار لب کشائی کی "وہ خود اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔"

"ٹھیک ہے" پہلے نے متفق ہوتے ہوئے کہا اور مجھے چلنے کا اشارہ کیا۔ ان دونوں کی معیت میں، میں چند منٹ چل کر ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں گلی میں چند سیاہ فام آ رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ یہاں پہرہ دے رہے ہیں۔ گلی کے اختتام پر چوبی زینہ دکھائی دیا جس کے کسی طرف ریلنگ نہیں تھی۔ چوبی زینے کے نزدیک پہنچ کر میں عقب سے مجھے ٹہوکا دیا گیا۔

"اوپر چلو" اس سیاہ فام نے کہا جو اب تک مجھ سے گفتگو کرتا رہا تھا اور میں زینے پر چڑھنے لگا۔ اس مقام پر زینے کی موجودگی میرے لئے حیرت کی بات تھی۔ اگر زینے تھے تو اوپر کسی قسم کی تعمیرات بھی ہونی چاہئے تھیں مگر وہاں کچھ نہیں تھا۔ تو پھر وہاں ان زینوں کا کیا مقصد تھا؟

اوپر پہنچتے ہی مجھے اپنے اس سوال کا جواب مل گیا۔ زینوں کے اختتام پر ایک مختصر سا چوبی پلیٹ فارم تھا جس کے دوسری طرف ویسے ہی زینے نظر آ رہے تھے اور دوسری طرف کا کیا پوچھنا... خاصے وسیع و عریض احاطے میں ایک الگ ہی دنیا آباد نظر آ رہی تھی۔ یہ بات فوراً ہی میری سمجھ میں آ گئی کہ یہ جگہ ساگا نامی شخص کا گڑھ ہے۔ دور دور تک چاروں طرف دیوار سے گھرے ہوئے اس علاقے پر اس کی حکمرانی ہو گی۔ یہ علاقہ پوری طرح سے آباد تھا اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے اس قدر محفوظ تھا کہ کسی فوجی بٹالین کے لئے بھی اسے فتح کرنا آسان نہیں تھا۔

"یہاں کھڑے ہو کر کیا سوچنے لگے" عقب سے پھر مجھ سے کہا گیا "نیچے اترو۔"

دوسری طرف بھی چند ایسے لوگ دکھائی دیے جو اپنے انداز سے نگراں یا محافظ معلوم ہو رہے تھے۔ وہ مجھے یوں گھور رہے تھے جیسے میں کوئی عجوبہ ہوں۔ اگر میرے ساتھ وہ دونوں سیاہ فام نہ ہوتے تو شاید وہ لوگ مجھے صرف گھورتے رہنے پر ہی اکتفا نہ کرتے۔ اب تک میری تکا بوٹی کر چکے ہوتے۔

"یہ تم لوگ صبح ہی صبح شکار کہاں سے گھیر لائے؟" ایک شخص نے میرے ساتھ چلنے والے سیاہ فاموں سے کہا۔

"بکواس مت کرو! یہ شکار نہیں ہے۔ شکار کھیلنے آیا تھا' پھنس گیا۔ اب مقدس ساگا اس کی قسمت کا فیصلہ کرے گا۔"

کچھ دور چلنے کے بعد ہم ایک چوبی پھاٹک کے سامنے رک گئے۔ مجھے یہاں لانے والوں میں سے ایک نے کچھ نامانوس الفاظ ادا کئے جس کے جواب میں پھاٹک کھول دیا گیا۔ اندر نیم تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ باہر کی تیز روشنی سے یہاں آنے کے بعد فوری طور پر کچھ دیکھنا ممکن نہیں ہو پا رہا تھا۔ ماحول آسیب زدہ سا تھا۔

"کیا بات ہے اوریگا" اندر داخل ہونے کے بعد میں نے ایک منحنی سی آواز سنی جو اس نیم تاریکی میں سے کسی مقام سے ابھری تھی۔ اوریگا اس سیاہ فام کا نام معلوم ہوتا تھا جو مجھ سے باتیں کرتا رہا تھا۔ اس لئے کہ اس سوال کے جواب میں اس نے ساری رام کہانی سنائی تھی۔ یہ رام کہانی نہایت مختصر اور ہوش اڑا دینے والی تھی۔

"اس پر ایگلز کے آدمیوں نے حملہ کیا تھا" اوریگا کے پہلے ہی جملے نے میرے ہوش اڑا دیے تھے "انہیں تو ہلاک کر دیا گیا لیکن یہ یہاں گلیوں کے چکر لگا رہا تھا۔ مجھے شبہ ہے کہ یہ کہیں کوئی ڈرامہ نہ ہو۔"

"تم کون ہو اور یہاں کس لئے آئے ہو؟" مقدس ساگا نے مجھ سے پوچھا۔ اتنی دیر میں میری آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئی تھیں اور اب وہ مجھے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ایک پستہ قامت مگر صحت مند شخص تھا۔ چہرہ لمبوترا' آنکھیں اندر کی سمت دھنسی ہوئی اور چہرے پر چگی داڑھی تھی۔ اس نے جینز کی پتلون اور جیکٹ پہن رکھی تھی وہ دونوں ہاتھ جیکٹ کی جیبوں میں ڈالے مجھے گھور رہا تھا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ اگر میں نے تم لوگوں کو مطمئن نہ کیا تو مجھے ہلاک کر دیا جائے گا" میں نے نپے تلے لہجے میں کہا

"بالکل درست بتایا گیا ہے" ساگا نے اپنی منحنی آواز میں کہا "اور تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ سب کچھ سچ سچ بتا دو۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔"

"میں یہاں پر اجنبی ہوں مقدس ساگا! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم لوگوں کو کس طرح مطمئن کر سکوں گا" میں نے کہا "تاہم میں نے اندازہ لگایا ہے ایگلز والوں سے تم لوگوں کی دشمنی ہے۔ کیا تمہارے اطمینان کے لئے اتنا کافی نہیں ہے کہ میں بھی ان لوگوں کا دشمن ہوں۔ چوں کہ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے اس لئے ہم آپس میں دوست ہوئے۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر...." وہ خاموش ہو کر سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھنے لگا۔

"ایڈم ڈی فلوک" میں نے کہا "میرا نام ایڈم ڈی فلوک ہے اور....."

"مجھے افسوس ہے مسٹر ایڈم ڈی فلوک! محض تمہارے کہہ دینے سے تو ہم یقین نہیں کر سکتے کہ تمہارے اور ایگلز کے مابین کسی قسم کی دشمنی ہے۔"

"اپنے آدمیوں سے پوچھ کر دیکھ لو۔ انہیں معلوم ہے کہ مجھ پر مسلح حملہ کیا گیا تھا...."

"یہ بات تو مجھے بھی معلوم ہے لیکن یہ کتنی تعجب خیز بات ہے کہ وہ چار افراد تھے۔ مسلح ہونے کے باوجود وہ ایک نہتے آدمی کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے" ساگا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہمارے لئے بھی یہی بات تعجب خیز ثابت ہوئی تھی مقدس ساگا" اوریگا نے کہا "اس لئے ہم نے اسے آپ کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خدمت میں پیش کیا ہے۔"

"یہ بات تعجب خیز نہیں بلکہ مشکوک کردینے والی ہے" ساگا نے کہا "اور یہ بھی کہ آخر اس پر اس علاقے میں کیوں حملہ کیا گیا؟"

"کچھ معلوم تو ہو کہ آخر تم لوگ کن خطوط پر سوچ رہے ہو؟" میں نے حیرت سے کہا "اگر وہ چار مل کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے تو اس سے ان کی نااہلی کے سوا اور کیا ثابت ہوتا ہے؟"

"یہ ناٹک جان بوجھ کر کھیلا گیا ہے تاکہ تم ہماری ٹوہ لے سکو" ساگا بولا "وہ چاروں اتنے نااہل بھی نہیں تھے کہ ایک نہتا آدمی ان کے قابو میں نہ آسکے اور نہ ہی تم اتنے باصلاحیت نظر آتے ہو کہ......"

"تم زیادتی کررہے ہو مقدس ساگا" میں نے احتجاجی لہجے میں اس کی بات کاٹ دی "کسی بھی شخص کو محض دیکھ کر اس کی صلاحیتوں کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا لیکن کیا تم یہ دعویٰ کررہے ہو کہ تم اتنے ہی باصلاحیت ہو......"

"میں تسلیم کرتا ہوں" ساگا نے کہا۔ اس کی آواز سے بے پناہ خوشی ظاہر ہو رہی تھی "واقعی کسی شخص کو محض دیکھ کر اس کی صلاحیتوں کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا لیکن کیا تم یہ دعویٰ کررہے ہو کہ تم اتنے ہی باصلاحیت ہو......"

"ہرگز نہیں مقدس ساگا" میں نے کہا "یہ تو محض میری قسمت تھی کہ میں بچ گیا۔ ورنہ کھلے مقام پر ایک آٹومیٹک رائفل سے بھی نہیں بچا جا سکتا۔"

"یہ کیا بات ہوئی" ساگا نے قدرے مایوسانہ لہجے میں کہا "میں تو سمجھا تھا کہ تم اپنے باصلاحیت ہونے کا دعویٰ کررہے ہو۔"

"اتنا بڑا دعویٰ کرنے والا پاگل ہی کہلائے گا مقدس ساگا میری جان پر بنی ہوئی تھی۔ میں نے سرتوڑ کوشش کی اور خدا نے مجھے بچالیا۔ ضروری نہیں کہ ہر بار ہی ایسا ہو۔"

"اگر دوبارہ اسی طرح تمہاری جان پر بن جائے تو کیا تم دوبارہ سرتوڑ کوشش نہیں کروگے؟" ساگا نے پوچھا۔

"بالکل کروں گا مقدس ساگا! لیکن میں جان بوجھ کر خود کو ایسے کسی امتحان میں ڈالنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"میں کسی بے گناہ کی جان لینے کا قائل نہیں ہوں اور نہ ہی کسی مجرم کو بخشنے کے حق میں ہوں مگر تمہارے بارے میں یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو رہا ہے کہ تم مجرم ہو یا بے قصور؟"

"میں ایگلز کا مجرم تو ضرور ہو سکتا ہوں مگر تم لوگوں سے تو میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو تمہیں جانتا تک نہیں۔"

"زبانی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا!" ساگا [illegible] کن لہجے میں کہا "تمہیں اپنی صلاحیتوں کا امتحان [illegible] اگر تم امتحان میں پورے اترے تو ہم تمہاری ہر بات [illegible] کرلیں گے۔ بصورت دیگر......" اس نے جملہ ادھورا دیا۔

"میں تم لوگوں کی قید میں ہوں۔ جو سلوک بھی [illegible] مجھے قبول کرنا پڑے گا۔"

"تمہیں میرے پھینکے ہوئے خنجر سے بچنا ہوگا۔ ا[illegible] گئے تو میں مان لوں گا کہ تم ان لوگوں کی چلائی ہوئی گول[illegible] واقعی بچ گئے ہوگے۔"

"اپنی خنجرزنی پر تمہیں اس قدر اعتماد ہے!" [illegible] حیرت سے کہا۔

"تمہیں اس سے کوئی بحث نہیں ہونی چاہئے" [illegible] کہا "صرف یہ بتاؤ کہ تم اس امتحان کے لئے تیار [illegible] نہیں۔"

"میں بخوشی تیار ہوں" میں نے کہا "مگر مجھے حیر[illegible] کہاں خنجر اور کہاں گولی۔"

"کیا خیال ہے اوریگا؟" ساگا نے سوالیہ اند[illegible] اوریگا کی طرف دیکھا۔

"معاملہ حیران کن ہے مقدس ساگا" اوریگا نے [illegible] انداز میں کہا "میرے خیال میں اس سے پوچھ لیا [illegible] ممکن ہے یہ اپنی صلاحیتوں کے امتحان کے لئے کوئی [illegible] تجویز کرسکے۔"

"نہیں...... مقدس ساگا کی خواہش پوری ہون[illegible] ہے۔ مجھے اس طریقہ امتحان پر کوئی اعتراض نہیں [illegible] ساگا کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آئے [illegible] تعلق ایگلز سے نہیں ہے؟"

"کیسی باتیں کررہے ہو مقدس ساگا! اگر م[illegible] ایگلز سے ہوتا تو وہ لوگ میری جان کے در[illegible] ہوتے۔"

"کیا ماضی میں کبھی بھی تم ایگلز سے [illegible] رہے؟" ساگا نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کبھی بھی نہیں...... لیکن میری سمجھ میں نہیں [illegible] کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"میں نہیں جانتا کہ میرے ہاتھ کسی بے گناہ [illegible] سے آلودہ ہوں" ساگا نے ایک طویل سانس لے کر [illegible] تمہیں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ خنجرزنی کے مد[illegible] شاید ہی روئے زمین پر میرا کوئی ثانی ہو۔"

"اوہو! تب تو میں اصرار کروں گا کہ تم میرا امتحان ضرور لو۔ میں بھی خود کو پرکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے نوجوان" ساگا نے کہا "ساگا کے سامنے تو مسلح افراد بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔"

"میں تمہیں تحریر دینے کو تیار ہوں کہ اگر تمہارے خنجر سے مجھے کوئی نقصان پہنچا تو اس کی تمام تر ذمے داری مجھ پر ہوگی۔"

ساگا کے علاوہ اوریگا اور اس کے ساتھیوں کے منہ بھی حیرت سے کھل گئے تھے اور وہ مجھے یوں دیکھ رہے تھے جیسے ان کی آنکھوں کے سامنے کوئی عجوبہ ہو۔

"مجھے یقین آگیا ہے کہ ایگلز سے تمہارا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے" ساگا نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اگر ہوتا تو تم اتنا احمقانہ اصرار ہرگز نہ کرتے۔"

"ایگلز کے گرگے تمہیں اتنی اچھی طرح جانتے ہیں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، اس لئے کہ میں خود بھی ایگلز کے لئے کافی عرصہ کام کرچکا ہوں۔"

"اوہ!" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا "یہ بات تم نے پہلے بتادی ہوتی تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"کیا مطلب؟" ساگا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"مطلب بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے یہ کھیل ہوگا۔ تم مجھے اپنے خنجر کا شکار کرنے کی کوشش کروگے۔"

"تم احمقوں کے شہنشاہ معلوم ہوتے ہو" ساگا نے غصیلے لہجے میں کہا "اگر تم خودکشی کرنے کے اتنے ہی شوقین ہو تو کوئی اور طریقہ ڈھونڈو۔ میرا دامن کیوں داغ دار کرنے کے درپے ہو۔"

"تم آخر کتنے بڑے ماہر ہو مسٹر ساگا!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مقدس ساگا بارہ فٹ کے فاصلے پر اڑتی ہوئی مکھی کو خنجر پھینک کر مار سکتے ہیں مسٹر ایڈم" اوریگا نے کہا "آخر تم کیوں خود کو ہلاکت میں ڈال رہے ہو۔"

"میں کوئی مکھی نہیں ہوں مسٹر اوریگا جسے ہر کس وناکس محض خنجر کے بل پر شکار کرلے۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری موت تمہیں یہاں کھینچ لائی ہے۔" ساگا نے غصیلے لہجے میں کہا "بتاؤ کب میرے پھینکے ہوئے خنجر کا سامنا کروگے؟"

"ابھی اور اسی وقت" میں نے بڑے سکون سے کہا

"لیکن اتنے اندھیرے میں تو مجھے کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ روشنی کا بندوبست کرو۔"

ساگا نے تالی بجائی اور کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ چھت سے جھولتے ہوئے دو طاقت ور بلب روشن ہوگئے۔

"میں عموماً بارہ فٹ کے فاصلے سے اپنے ہدف کو نشانہ بناتا ہوں لیکن چوں کہ تم ایک بے وقوف نوجوان ہو اس لئے میں یہ فاصلہ بڑھا کر اٹھارہ فٹ کررہا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ میں تمہیں گزند نہیں پہنچانا چاہتا۔"

"میرے خیال میں تم دس فٹ کے فاصلے سے کوشش کرو" میں نے بے پروائی سے کہا "بارہ فٹ کا فاصلہ تو ویسے ہی بہت زیادہ ہے۔ مزا نہیں آئے گا۔"

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ساگا اپنے بال نوچنے لگے گا۔ اس کے خیال میں اس کا واسطہ کسی پاگل سے پڑ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے" اس نے دانت پیس کر کہا "تم جیسے انسان کو سزا ضرور ملنی چاہئے۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہیں کم سے کم نقصان پہنچے۔"

"مزا نہیں آئے گا ساگا" میں نے بڑی بے تکلفی سے کہا "اگر میں تمہارے وار سے بچ گیا تو تم کہو گے میں نے ہاتھ ہلکا رکھا تھا لہٰذا مجھے ہلاک کرنے کی نیت سے حملہ کرو۔"

ساگا کی چمکیلی نگاہیں مجھ پر مرکوز ہوگئیں۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ میرے باطن میں جھانکنے کی کوشش کررہا ہو۔ اس کی نگاہیں مجھے اپنی کھوپڑی میں اترتی محسوس ہو رہی تھیں۔ مگر میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے رہا۔ اگر میں اس سے نگاہ چرالیتا تو یہ میری پہلی شکست ہوتی اور چوں کہ نگاہ ملانے کا آغاز اس نے کیا تھا لہٰذا اس کے لئے بھی یہ ممکن نہیں تھا کہ اب مجھ سے نگاہ چراتا۔ اس کے دو ماتحت موجود تھے جن کے سامنے وہ اپنی کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کرسکتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے گھورتے رہے۔

چند منٹ گزرنے کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوگئی "کیا ارادہ تبدیل ہو رہا ہے مقدس ساگا؟" میں نے ایک موقع فراہم کیا۔

"نہیں" ساگا نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی نگاہ ہٹاتے ہوئے کہا "تم اپنے کھڑے ہونے کے لئے جگہ منتخب کرلو۔"

"میں اس دیوار کے ساتھ کھڑا ہوجاتا ہوں" میں نے ایک دیوار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "تم دس فٹ گن لو۔"

"ممکن ہے فاصلہ کم ہونے کی وجہ سے میرا نشانہ چوک

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

جائے" ساگا نے سپاٹ لہجے میں کہا "بارہ فٹ کے فاصلے کی مجھے خاصی پریکٹس ہے۔"

"تب تو تم بارہ فٹ کے فاصلے سے ہی خنجر پھینکو تاکہ میں پوری طرح اپنی آزمائش کرسکوں۔ میری خوش قسمتی ہے کہ بیٹھے بٹھائے مجھے تم جیسا ماہر میسر آگیا۔"

ساگا کا چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے عاری ہوگیا تھا۔ وہ بارہ فٹ کے فاصلے پر جاکر کھڑا ہوگیا اور اس نے اپنی جیب سے ایک خنجر نکال لیا۔

"اگر تم پسند کرو تو ہاکی میں پنالٹی اسٹروک کی طرز پر کوئی اشارا مقرر کرلیتے ہیں تاکہ تم اپنے بچاؤ کے لئے کچھ کرسکو۔"

"جب اور جس طرح چاہو خنجر پھینک سکتے ہو مسٹر ساگا" میں نے کہا "ڈاج دینے کی بھی اجازت ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ میری چستی و چالاکی میں قدرے کمی واقع ہوگئی ہے۔"

ساگا بارہ فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہوگیا۔ اوریگا اور اس کا ساتھی ہم سے ذرا ہٹ کر کھڑے ہوئے تھے وہاں کوئی پانچواں فرد نظر نہیں آرہا تھا۔ میرے عقب میں چوبی دیوار تھی اور مجھ سے بارہ فٹ کے فاصلے پر ساگا کھڑا تھا جسے معلوم نہیں کیوں مقدس کہا جاتا تھا۔ ممکن ہے اس کی چگی داڑھی اس کا سبب رہی ہو۔ اس کے ہاتھ میں چمک دار خنجر دبا ہوا تھا اور وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آرہا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو مسٹر ساگا" میں نے اسے ٹوکا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا "خنجر تمہارے ہاتھ میں منتظر ہے اور میں پوری طرح تیار ہوں" میں نے مزید اضافہ کیا۔

"میرا ہاتھ نہیں اٹھ پارہا ہے مسٹر ایڈم!" اس نے بے بسی سے کہا "کیا ضروری ہے کہ تمہارے ساتھ میں بھی کسی حماقت میں مبتلا ہوجاؤں۔"

"کوئی بات نہیں مسٹر ساگا!" میں نے ایک لمحے سوچنے کے بعد کہا "میرے ذہن میں ایک تجویز ہے جس پر عمل کرنے میں ہم دونوں کا فائدہ ہے۔ میں دیوار پر ایک نشان لگائے دیتا ہوں۔ یہ نشان میرے ہاتھ اور جسم کے درمیان ہوگا۔ تم اس نشان پر اس طرح خنجر مارو کہ خنجر میرے جسم کو چھوئے بغیر اس نشان پر پیوست ہوجائے۔"

"یہ کیا بات ہوئی" ساگا نے حیرت سے کہا "اس قسم کے کرتب تو کوئی بھی دکھا سکتا ہے۔"

"میری فرمائش پر تم یہ کرتب مجھے بھی دکھادو" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا "یہی سوچ کر دکھادو کہ اس سے میرا دل خوش ہوجائے گا۔"

"چلو ٹھیک ہے" ساگا نے بڑی بے دلی سے ... نے مجھے ایک مارکر فراہم کیا۔ میں نے چوبی دیوار ... نشان لگایا اور دیوار کے ساتھ لگ کر اس طرح کھڑا ... نشان میری کہنی اور جسم کے درمیان آگیا۔ ساگا ... پر خنجر آزمائی کرنی تھی۔ اس کا ہاتھ ذرا سا بھی بہکتا ... میرے بازو میں پیوست ہوتا یا پھر پسلیوں میں ترازو ...

"تیار ہوجاؤ" ساگا نے اپنا وہ ہاتھ فضا میں ... ہوئے کہا جس میں خنجر دبا ہوا تھا۔ میں نے سر کو ... دی اور اس کے ہاتھ پر نظریں جمادیں۔ ساگا نے خنجر ہدف کی طرف پھینکا۔ اس کے ہاتھ کے ساتھ ہی ... بھی ہاتھ حرکت میں آیا۔ بارہ فٹ کے فاصلے تک ایک چمک دار لکیر سی کھنچ گئی۔ اس لکیر کا رخ اس طرف تھا جو میں نے مارکر سے لگایا تھا۔ مجھے پہلے ... کہ ساگا اپنے کام کا ماہر ہے۔ اس کا نشانہ خطا نہیں ... اس یقین کی وجہ سے میرا کام اور بھی آسان ہوگیا ... میں کرنا چاہ رہا تھا، عام لوگوں کے لئے وہ قطعی ناممکن ... خاص لوگ بھی اسے ناممکن ہی قرار دیتے جو میں ... رہا تھا وہ گولی سے گولی کو نشانہ بنانے کے مترادف ... اس سے بھی کہیں زیادہ مشکل۔

ساگا کا ہاتھ حرکت میں آیا۔ اس نے خنجر ... طرف پھینکا۔ مگر خنجر نشانے تک پہنچ نہیں سکا۔ میں ... چٹکی میں پکڑلیا تھا۔ ساگا حیرت سے ایک قدم آ... اس کے دونوں ساتھیوں کی آنکھیں مارے حیرت ... ہوئی تھیں۔ میں نے خنجر کو اس کے ہدف تک ... ہی پکڑلیا تھا اور اسے اپنی آنکھوں کے قریب لا... سے دیکھ رہا تھا۔ یہ ماسٹر لی کوان کے بخشے ہوئے ... تھا۔ خنجر کی رفتار میرے ہاتھ کی رفتار کے سامنے ... تھی۔ میں نے ٹائمنگ کے معاملے میں بھی کمال ... اگر اس وقت وہاں ماسٹر لی کوان موجود ہوتا تو ... اس کارنامے کو دیکھ کر فخر سے اس کا سر بلند ہوجا...

"یہ..... یہ کیا ہوا؟" ساگا کے منہ سے حیرت ...

"تم واقعی بڑے غضب کے خنجر باز ہو ... ہچکچا رہے تھے" میں نے بڑے ادب سے خنجر دونو... رکھ کر اسے پیش کیا "دوبارہ کوشش کرو۔"

"نہیں" ساگا نے مُردہ سی آواز میں کہا ... گیا تھا "زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ ساگا ... اپنے ہدف تک نہیں پہنچ سکا۔ تم نے جو حرکت ... ناممکن معلوم ہوتی ہے۔"

"اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ ایک بار پھر کوشش کرو ... مقدس ساگا! ممکن ہے اس بار میں خنجر نہ پکڑپاؤں۔"

"نہیں! اب تو یہ کسی قیمت پر بھی ممکن نہیں ہے۔ میں ... دعویٰ کرسکتا ہوں کہ تم جیسا باکمال دنیا میں کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔"

"اس شخص کے بارے میں کیا کہوگے ساگا جس سے میں نے یہ کمال سیکھا ہے؟" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"کون ہے وہ؟" ساگا نے چونک کر پوچھا۔

"ممکن ہے تم اسے نام سے بھی جانتے ہو" میں نے کہا "اس کا نام لی کوان ہے۔"

ساگا بری طرح چونک پڑا۔ میں نے اس کے دونوں ... ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچتے دیکھیں "تو یوں کہو کہ تم ایگلز کے ہی آدمی ہو" اس نے غرا کر کہا۔ اس کا جملہ سن کر اوریگا اور اس کے ساتھی نے ایک بار پھر مجھے اپنی گنوں کی زد میں لے لیا۔

"نہیں مسٹر ساگا میں ایگلز کا آدمی نہیں ہوں" میں نے ... پرسکون لہجے میں کہا "اگر تم ایگلز میں رہ چکے ہو تو میرے نام سے ضرور واقف ہوگے۔ مجھے علی یار خان کہتے ہیں۔"

ساگا لڑکھڑا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا "کیا کہہ رہے ہو؟" ... اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں مسٹر ساگا! میں تمہیں تفصیل سے ساری باتیں بتاؤں گا مگر کیا ہم کہیں بیٹھ کر گفتگو نہیں کر سکتے؟"

"کیوں نہیں..... کیوں نہیں" ساگا نے بوکھلائے ہوئے انداز میں عقبی دروازے کی طرف پلٹتے ہوئے کہا پھر میں اس کے ساتھ اس دروازے سے گزر کر ایک آراستہ کمرے میں پہنچا جو اپنی آرائش کے اعتبار سے کسی جدید قسم کے ڈرائنگ روم سے کسی طرح بھی کم نہیں تھا۔

"تم نے اس قدر ناقابل یقین بات کہی ہے کہ میں کسی طرح بھی خود کو اس خبر پر یقین کرنے پر آمادہ نہیں کرپارہا" ساگا نے ایک نشست پر ڈھیر ہوتے ہوئے کہا۔ اوریگا اور اس کا ساتھی بیرونی کمرے میں ہی رہ گئے تھے۔

"میں علی یار خان ہوں ساگا" میں نے بھی ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "وہی علی یار خان جسے تلاش کرکے دوسرے جہان پہنچانا رینڈل اور ایگلز کا سب سے بڑا مقصد تھا۔"

"مجھے..... مجھے یقین نہیں آتا کہ علی یار خان اس وقت میرا مہمان ہے" ساگا نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔

"اتفاقات ایسے ہی ہوا کرتے ہیں مسٹر ساگا! اگر پہلے مجھے پتا چل جاتا کہ ماضی میں تمہارا بھی ایگلز سے کچھ تعلق رہ چکا ہے تو میں پہلے ہی تمہیں بتادیتا کہ میں کون ہوں لیکن جب بات امتحان کی آگئی تو میں نے سوچا کہ جو کچھ میں نے لی کوان سے سیکھا ہے اس کے ایک معمولی سے حصے کا میں بھی کیوں نہ امتحان لے ہی ڈالوں۔"

"مجھے اس بات کی خوشی ہے مسٹر علی کہ میرا وار ناکام بنانے والا کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ ایک ایسا شخص ہے جس کے پیچھے دنیا بھر کے یہودی لگے ہوئے ہیں مگر آج تک اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاسکے..... لیکن ایک بات ہے مسٹر علی!" ساگا کے انداز میں ہچکچاہٹ پیدا ہوگئی "تم نے پہلے جو نام بتایا تھا....."

"ایڈم ڈی فلوک" میں نے ہنس کر کہا "یہ وہ نام ہے جو میں نے اپنی موجودہ شخصیت کے لئے اختیار کر رکھا ہے۔ تمہیں یہ تو معلوم ہوگا کہ دنیا بھر کی یہودی تنظیموں سے ٹکرانے کے لئے مجھے میک اپ کا سہارا لیتے رہنا پڑتا ہے۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو یہ لوگ مجھے بڑی آسانی سے شکار کرلیں۔ اس وقت بھی میں میک اپ میں ہوں اور اس میک اپ میں میرا نام ایڈم ڈی فلوک ہے۔"

"اگر تم میک اپ میں ہو تو ان لوگوں نے تمہیں شناخت کس طرح کرلیا؟" ساگا نے پوچھا۔

"اس سوال نے مجھے بھی الجھن میں ڈال رکھا ہے۔ میں بڑی کامیابی سے ان لوگوں کے خلاف کام کررہا تھا اچانک ہی معلوم نہیں کیا ہوا کہ میری اصل شخصیت ان پر آشکار ہوگئی۔"

ساگا نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا "ایگلز بہرحال ایک بڑی تنظیم ہے اور اس کے وسائل لامحدود ہیں۔ یہی کیا کم ہے کہ تم ان سے بچ نکلے۔"

"تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا ساگا! تم کون ہو اور ایگلز سے تمہاری ان بن کیوں ہوگئی؟"

"ایگلز ایک عالمی تنظیم کا نام ہے۔ تقریباً دنیا کے ہر ملک میں اس کی شاخیں موجود ہیں۔ ہر ملک میں انہیں بڑی تعداد میں ورکرز کی ضرورت پڑتی ہے۔ ظاہر ہے یہودیوں کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے لہٰذا یہ لوگ زیادہ تر مقامی افراد کی خدمات مستعار لے کر کام چلاتے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ انہیں بہترین لوگوں کی خدمات میسر آجائیں اور انہیں میسر آجاتی ہیں اس لئے کہ پیسہ ان کا مسئلہ نہیں ہے۔ بڑے سے بڑے معاوضے پر یہ بہترین مقامی لوگوں کو اپنے لئے کام کرنے پر رضامند کرلیتے ہیں۔ یہی کچھ انہوں نے یہاں بھی کیا۔ میں ابتدا ہی میں ایگلز سے وابستہ ہوگیا تھا۔ اس سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

قتل میرا ایک چھوٹا سا گروہ ہوا کرتا تھا۔ میں کوئی بہت اچھا آدمی نہیں ہوں، ایک مجرم ہوں لیکن میرے ہمیشہ سے کچھ اصول رہے ہیں جن پر میں سختی سے کاربند رہتا ہوں۔ انہی اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مظلوم اور کمزور کو نقصان پہنچانے سے گریز کیا جائے۔ میں ان لوگوں کی تنظیم میں شامل تو ہو گیا مگر مجھے بعد میں پتا چلا کہ اب مجھے وہی کچھ کرنا ہو گا جو وہ لوگ چاہیں گے۔ میری اپنی مرضی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایسے میں میرے پاس دو راستے تھے۔ یا تو فوری طور پر ان سے الگ ہو جاتا یا پھر پہلے اپنی مضبوطی کرتا۔ میں نے دوسری صورت کو ترجیح دی اور خود کو مضبوط کرنے کے بعد ان سے علیحدہ ہو گیا۔ میری اس بغاوت پر انہوں نے میرے خلاف کارروائی کرنے کی کوشش کی لیکن جلد ہی انہیں اندازہ ہو گیا کہ وہ میرے اس قلعے کے مضبوط حصار کو نہیں توڑ سکتے۔ اس لئے انہوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا۔ خود میں ابھی تک اس پوزیشن میں نہیں آسکا کہ انہیں کھل کر للکاروں اس لئے میں نے بھی خاموشی اختیار کر رکھی ہے اور وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔ شاید کبھی میں ان کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جاؤں۔"

"میرے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ساگا؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے شرمندہ مت کرو دوست!" ساگا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "تم حکم کرو۔ ساگا کے لائق جو بھی خدمت ہوگی۔ ساگا اس سے منہ نہیں موڑے گا۔"

"میرے دو ساتھی اور بھی ہیں ساگا جو ایگلز کی نظروں میں آچکے ہیں" میں نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا "میں انہیں بھی یہاں بلانا چاہتا ہوں تاکہ ہم سکون سے کام کر سکیں۔"

"انہیں ضرور بلاؤ۔ تم یہاں رہو گے تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ ممکن ہے اسی بہانے مجھے ایگلز کے خلاف کچھ کرنے کا موقع مل جائے۔"

"تم یہ بتاؤ کہ یہاں مجھے کس قسم کی سہولتیں مہیا ہو سکتی ہیں؟"

"ہر قسم کی سہولتیں مہیا ہو سکتی ہیں۔ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو رہنے کے لئے جگہ کی کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اسلحے کی یہاں کمی نہیں ہے۔ ٹرانسیٹر، فون وغیرہ ہر چیز دستیاب ہے۔"

"فی الحال ٹرانسیٹر میرے کام آئے گا۔ باقی چیزیں فوری ضرورت کی نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے ساتھیوں کو یہاں لانے کے لئے مجھے کسی گاڑی وغیرہ کی بھی ضرورت ہوگی۔"

"گاڑی کا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے" ساگا نے کہا "تم یہیں رہو۔ اپنے ساتھیوں کو یہاں کا پتا بتا دو۔ وہ خود آجائیں گے۔"

میں ساگا کی تجویز پر غور کرنے لگا۔ تہذیب ما لکم ایکم اور بڈ کے علاوہ میں مادام کلارا کو بھی یہیں بلانا چاہ رہا تھا۔ گروپ کے دیگر ارکان کی اب ضرورت نہیں رہی تھی۔ چوں کہ ایگلز کی نظروں میں نہیں آئے تھے۔ لہٰذا بے خوف خطر واپس بھی جا سکتے تھے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ تہذیب، بڈ، کلارا کی نگرانی ہو رہی ہوگی۔

خاصی سوچ بچار کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا تہذیب اور بڈ میں اتنی صلاحیت ہے کہ وہ تعاقب کرنے والوں کو ڈاج دے کر یا ان کے ہاتھوں کوئی نقصان اٹھائے یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

"ٹھیک ہے ساگا" میں نے ایک طویل سانس لے کر "مجھے ٹرانسیٹر دو۔ میں ٹرائی کرتا ہوں"

ساگا نے مجھے ٹرانسیٹر لا کر دیا اور میں نے تہذیب سے رابطہ قائم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

پہلی ہی کوشش میں رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف تھا۔ میری آواز سن کر اس نے خاصے جوش و خروش کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر میں ٹرانسیٹر پر طویل گفتگو نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔

"تہذیب کہاں ہے" میں نے بڈ کی بات کاٹ کر کہا۔ میں کوڈ ورڈز میں گفتگو کر رہا تھا۔

میرا اندازہ تھا کہ بڈ نے بہت برا سا منہ بنایا ہوگا لیکن اس نے کچھ کہے بغیر تہذیب کو بلا دیا۔

"تمہاری نقل و حرکت پر کسی قسم کی پابندی تو نہیں تہذیب؟" میں نے بلا تمہید پوچھا۔

"نہیں..... لیکن ہماری نگرانی کی جا رہی ہے اور نگرانی کرنے والے علی الاعلان نگرانی کر رہے ہیں۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میری بات غور سے سنو۔ مجھے ایک بہت عمدہ ٹھکانہ میسر آگیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اور بڈ مادام کلارا کو لے کر یہیں آجاؤ۔ تم کرلوگی یا میں آؤں۔"

"کوئی کام دوسروں پر بھی چھوڑ دیا کرو علی!" تہذیب برا مان کر کہا "اب ایسا بھی کیا کہ چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی تمہاری ٹانگ پھنسی رہے۔"

"ٹھیک ہے تہذیب! ذرا دیر توقف کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں دوبارہ کال کرتا ہوں" میں نے رابطہ منقطع کر کے مادام کلارا کو کال کیا۔

"تم کئی گھنٹے سے غائب ہو ایڈم" میری آواز سنتے ہی کلارا پھٹ پڑی مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہم بہت بری طرح خطرات میں گھر گئے ہیں" میں نے سنگین لہجے میں کہا "پروفیسر زارا کا انتظار کرو۔ وہ تمہیں میرے پاس لے آئے گا۔"

"آخر کچھ بتاؤ بھی تو کیا بات ہے؟" مادام کلارا کے لہجے میں بے چینی ظاہر ہو رہی تھی۔

"ٹرانسیٹر پر مناسب نہیں ہے۔ زبانی تمہیں سب کچھ بتا دوں گا" میں نے سلسلہ منقطع کر دیا اور ساگا کی طرف متوجہ ہو گیا جو بڑے غور سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ابھی تک ایگلز کی طرف سے میرے ساتھیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی" میں نے ساگا سے کہا "ان کی نگرانی ہو رہی ہے۔ میں انہیں یہاں تک پہنچنے کے لئے کیا پتا یا طریقہ بتاؤں۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ مادام کلارا تمہارے ساتھیوں میں کس طرح شامل ہو گئی۔ وہ تو ایگلز کی مقامی سربراہ ہے؟"

"یہ ایک لمبی داستان ہے جو میں تمہیں بعد میں سناؤں گا۔ فی الوقت تم میرے سوال کا جواب دو۔"

"ان سے کہو کہ ٹیکسی کے ذریعے آئیں اور اسٹیفن روڈ کے چوراہے پر اتر کر جارج جنرل اسٹور میں داخل ہو جائیں۔ اس سے آگے میرے آدمی خود ہی سب کچھ سنبھال لیں گے۔"

میں نے تہذیب سے دوبارہ رابطہ قائم کیا "بڈ سے کہو کہ وہ پروفیسر زارا کا میک اپ کر لے اور اس کے بعد تم اور بڈ مادام کلارا کے پاس جاؤ۔ میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ میں پروفیسر زارا کو بھیج رہا ہوں۔ تم لوگ اسے ساتھ لے کر ٹیکسی میں اسٹیفن روڈ کے چوراہے پر اترو اور جارج جنرل اسٹور میں داخل ہو جاؤ۔ اس کے بعد تمہیں خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا ہوگا۔ تم کب تک پہنچ جاؤ گی؟"

"اس وقت ساڑھے دس بجے ہیں۔ یہ سارے کام سر انجام دے کر وہاں تک پہنچنے میں کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ تو لگ ہی جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں" رابطہ منقطع کر کے میں نے ساگا کی طرف دیکھا "تمہیں مقدس کیوں کہا جاتا ہے مسٹر ساگا؟"

"میرے ساتھیوں کی حماقت کی وجہ سے" ساگا نے کہا "مقدس کا لفظ سن کر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے میں کوئی روحانی پیشوا ہوں۔"

"میرا خیال بھی یہی تھا" میں نے سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دی "اب یہ بھی بتا دو کہ ہم لوگوں کی رہائش کے لئے کیا بندوبست کرو گے؟"

"وہ تو میں بتا ہی دوں گا" ساگا نے کہا "لیکن میں مادام کلارا کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین ہوں۔"

"اس کے بارے میں جاننے سے قبل تمہیں ریناسالومن آف فالکن کے بارے میں بھی جاننا پڑے گا؟" میں نے ہنس کر کہا اور اسے مختصراً سارے حالات سے آگاہ کر دیا۔ وہ حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ مادام کلارا کی جگہ نیا سربراہ آگیا ہے" اس نے کہا۔

"معلوم کیسے ہو سکتا تھا۔ وہ بے چارہ کل شام ہی تو یہاں پہنچا ہے۔"

"تمہاری اس بات میں بھی وزن ہے کہ آخر اس نے تمہیں اور میڈم ایکس کو کس طرح پہچانا؟"

"یہ میرے لئے بہت بڑی الجھن ہے لیکن مجھے امید ہے کہ میں اس گتھی کو سلجھانے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"مادام کلارا ایک سفاک اور سنگ دل عورت ہے۔" ساگا نے کہا "اور وہ مجھ سے واقف بھی ہے۔ شاید میں اسے دیکھ کر خود پر قابو نہ رکھ سکوں۔ میں نے عہد کیا تھا کہ موقع ملتے ہی اسے ٹھکانے لگا دوں گا۔"

"تم ایسی حماقت نہیں کرو گے ساگا" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "تمہیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ بڑے مقاصد حاصل کرنے کے لئے چھوٹی موٹی قربانیاں دینی ہی پڑتی ہیں۔ مادام کلارا کو ختم کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ ایگلز کو برائے نام بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ان کا سارا کاروبار پہلے کی طرح ہی چلتا رہے گا۔ آدمی کم از کم ایسا کام تو کرے جس سے تھوڑا بہت فائدہ تو ہو۔"

"تم مجھے بہت مشکل کام بتا رہے ہو علی؟" ساگا نے کہا "میرے لئے بہتر یہی ہوگا کہ میں اس کا سامنا ہی نہ کروں۔"

"نہیں ساگا! اس انداز میں سوچو کہ مادام کلارا ہر لحظہ ہماری گرفت میں بلکہ ہمارے رحم و کرم پر ہے۔ ہم جب چاہیں اسے ختم کر سکتے ہیں۔ اب وہ تنظیم کی مقامی سربراہ نہیں بلکہ ایک مجبور اور بے بس عورت ہے مگر اس کے پاس معلومات کا جو خزانہ ہے وہ ہمارے لئے بے حد کارآمد ہے ہم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس سے معلومات حاصل کرکے ایگلز کے خلاف استعمال کریں گے۔ وہ ہمارے لئے ایک ایسی عینک کا کام کرے گی جس کے بغیر ہمارے لئے چند قدم چلنا بھی وشوار ہوگا۔ یہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے کہ تم کیا چاہتے ہو۔ اگر صرف مادام کلارا کے خلاف کچھ کرکے تمہیں تسکین حاصل ہوسکتی ہے تو تم ضرور کرلینا لیکن اگر تمہارا مقصد ایگلز کو نقصان پہنچانا ہے تو تمہیں مادام کلارا کی حفاظت کرنا ہوگی؟"

ساگا چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر سرہلا کر بولا "تم ٹھیک کہتے ہو۔ وہ ہمارے لئے واقعی ایک بیش بہا خزانہ ہے اور تم بھی" وہ مسکرایا "تم بھی تو کسی خزانے سے کم نہیں ہو۔"

"یہ محض حسن اتفاق ہے کہ میں اس طرف آنکلا اور تمہارے آدمی مجھے پکڑ کر یہاں لے آئے" میں نے کہا۔

"لیکن مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم ان لوگوں کے قابو میں کس طرح آگئے۔ جو شخص میرے پھینکے ہوئے خنجر کو چٹکی میں پکڑ سکتا ہے وہ محض دو آدمیوں کے بس کا تو نہیں ہو سکتا۔"

"تمہارا اندازہ سو فیصد درست ہے ساگا! دراصل میں اپنی چھٹی حس کے کہنے پر عمل کرتا ہوں۔ چھٹی حس مجھے آنے والے خطرات سے خبردار کرتی رہتی ہے۔ جب تمہارے آدمیوں نے مجھے زد پر لیا تو میری چھٹی حس نے مجھے کسی خطرے کا سگنل نہیں دیا۔ اگرچہ وہ بہت خطرناک لوگ ہیں لیکن، میرے بارے میں ان کے عزائم یہ تھے کہ مجھے صرف اس صورت میں نقصان پہنچائیں گے۔ جب میں ان کی حکم عدولی کروں گا۔ دوسری بات یہ کہ ان لوگوں نے اپنی اور ایگلز کی دشمنی ظاہر کردی تھی۔ مجھے کم از کم اتنا اطمینان تو تھا ہی کہ میں غلط لوگوں کے درمیان نہیں جارہا۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم اپنی مرضی سے ہی یہاں آئے تھے۔ ماسٹر لی کوان کا شاگرد اتنی آسانی سے تو گرفتار نہیں ہوسکتا" ساگا نے کہا پھر چونک کر بولا "لیکن ماسٹر لی کوان کو تم کس طرح جانتے ہو؟"

"میں نے اس سے صرف چھ ماہ تربیت حاصل کی ہے اور وہ بھی رینڈل کی مہربانی سے" میں نے اسے تفصیلات سے مختصراً آگاہ کیا۔

"تم بلاشبہ خوش قسمت ہو کہ تمہیں اس نے تربیت دی جو کسی کو شاگردی کا اہل ہی نہیں گردانتا۔"

"کاش مجھے کچھ اور وقت مل جاتا" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "وہ آدمی کیا فن کا ایک لامتناہی سمندر ہے۔ مجھے کبھی یقین نہیں آیا کہ کوئی شخص اتنا باکمال بھی ہوسکتا ہے۔"

ساگا کی لیوکوان سے براہ راست واقفیت نہیں تھی۔ اس نے ایگلز کے اراکین سے لی کوان کے تذکرے سنے تھے اور اس کا بڑا معتقد تھا۔ وہ بہت دیر تک مجھ سے لی کوان کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ پھر بارہ بجے کے قریب اس نے اپنے آدمیوں کو ضروری ہدایات دے کر روانہ کردیا۔ میں نے اسے تہذیب اور بڈ کے حلیوں سے بھی احتیاطاً آگاہ کردیا تھا۔

"تمہارے پاس میک اپ کا سامان تو نہیں ہوگا ساگا؟" میں نے ساگا سے پوچھا۔

"نہیں ہے تو آجائے گا" ساگا نے کہا "تمہیں جن چیزوں کی ضرورت ہو ان کی فہرست بنا کر مجھے دے دو۔ میں تمہیں ابھی منگوا دوں گا۔"

میں نے ساگا کو اس سامان کی ایک فہرست بنادی جو مجھے درکار تھا اور ساگا نے ایک شخص کو سامان منگوانے کے لئے بھیج دیا۔

کوئی پونے ایک بجے کے قریب قریب تہذیب وغیرہ وہاں پہنچ گئیں "یہ جائے پناہ تم نے کس طرح ڈھونڈلی؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"میں نے جائے پناہ نہیں ڈھونڈی بلکہ جائے پناہ نے مجھے ڈھونڈا ہے" میں نے ہنس کر کہا پھر میں نے ان سب کا تعارف کرایا۔ مادام کلارا کا تعارف میں نے مسز والٹن ڈی سوزا کے نام سے کرایا تھا۔ بڈ کو فی الحال میں نے پروفیسر زارا ہی رہنے دیا تھا۔ اور تہذیب کا نام نہیں لیا تھا لیکن ساگا کو دیکھ کر مادام کلارا بہرحال چونکی تھی۔ اس نے یقیناً ساگا کو شناخت کرلیا تھا۔

"تم انہیں ان کے کمرے میں پہنچادو" میں نے کلارا کی طرف اشارہ کرکے اوریگا سے کہا "میں کچھ ضروری با... کرکے ابھی آتا ہوں۔"

"میں تمہارے ساتھ ہی چلوں گی" کلارا نے کہا "مجھے بھی تم سے ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"خدمت کرو ڈیئر" میں نے نرمی سے کہا "میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔"

کلارا مجھے گھورتی ہوئی اوریگا کے ساتھ چلی گئی "ہاں اب بتاؤ" اس کے جانے کے بعد میں نے تہذیب سے کہا "وہ لوگ تم تک کس طرح پہنچے تھے؟"

"میں خود حیران ہوں" تہذیب نے کہا "اور اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ ہمیں ذرا ہی دیر بعد چھوڑ بھی دیا گیا۔"

"یہ تہذیب مالکم ایکس ہیں ساگا اور یہ بڈ ہے' پورا جان نثار۔۔۔۔ مادام کلارا کے سامنے میں نے جان بوجھ کر۔۔"

"میں سمجھ گیا تھا کہ یہی میڈم ایکس ہیں" ساگا نے سر ہلایا۔

"اور یہ مسٹر ساگا ہیں۔ پہلے کچھ عرصہ ایگلز میں بھی رہ چکے ہیں پھر ان سے علیحدہ ہوکر انہوں نے اپنی الگ دنیا بسالی ہے۔ اب ہم سب مل کر ایگلز کی بیخ کنی کریں گے۔"

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مسٹر ساگا" تہذیب نے کہا "کاش چند روز قبل آپ سے ملاقات ہوگئی ہوتی تو اس وقت صورت حال بہت مختلف ہوتی۔"

"خوشی تو مجھے ہوئی ہے میڈم ایکس! میں ہمیشہ سوچا کرتا تھا کہ وہ کس پائے کے لوگ ہیں جو ایک پوری تنظیم کے قابو میں بھی نہیں آتے۔"

"تم نے وہ مائیکرو فلمیں پروجیکٹر پر چلا کر دیکھیں؟" میں نے بڈ کی طرف دیکھا۔

"حیران کن بات ہے چیف!" بڈ نے کہا "وہ تمام فلمیں بالکل سادہ نکلیں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے" میں نے حیرت سے کہا "چند سادہ فلموں کے لئے تو اتنا بڑا ہنگامہ نہیں ہوسکتا۔"

"یہ حقیقت ہے علی!" تہذیب بولی "ان فلموں کو سادہ دیکھ کر مجھے خود بھی یقین نہیں آیا تھا مگر اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ وہ سادہ ہیں۔"

اچانک مجھے جونز کی بات یاد آئی۔ اس نے کہا تھا تم بڑے شوق سے ان فلموں کو اپنے پاس ہی رکھو۔ اس کے اس طرح کہنے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ فلموں کی حقیقت سے آگاہ ہے۔ تو پھر سوال یہ تھا کہ مادام کلارا کے رویّے کو کس خانے میں فٹ کیا جائے۔ وہ تو فلموں کے حصول کے لئے پاگل ہورہی تھی اور پھر جس پراسرار طریقے سے وہ فلمیں یہاں پہنچائی گئی تھیں اس سے صاف ظاہر تھا کہ ان فلموں کی کچھ نہ کچھ اہمیت ضرور ہے۔

"ایک شخص جنوبی افریقہ سے چند مائیکرو فلمیں ایگلز کے حوالے کرنے کے لئے لایا" میں نے ساگا کو مخاطب کرکے کہا "ہم نے وہ فلمیں درمیان میں ہی اچک لیں۔ مادام کلارا نے ان فلموں کی بازیابی کے لئے سردھڑ کی بازی لگادی۔ اس کی جگہ جونز آیا۔ اسے فلموں کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے۔ اب تمہارے سامنے میرے ساتھیوں نے بتایا ہے کہ وہ فلمیں سادہ ہیں۔ تم ایگلز میں رہ چکے ہو۔ کیا تم اس معمے کو حل کرنے میں ہماری کچھ مدد کرسکتے ہو؟"

"بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ معاملہ کچھ ہوتا ہے کچھ اور کیا جاتا ہے۔" ساگا نے کہا "ممکن ہے مادام ... اس بات سے بے خبر رکھا گیا ہو کہ فلموں میں کچھ ... ہے۔"

"نہیں مسٹر ساگا" تہذیب نے کہا "اتنے ... طریقے سے سادہ فلمیں تو نہیں بھجوائی جاسکتیں۔ معـ... کچھ اور ہے۔"

"جونز نے فلموں کے سلسلے میں جس رویّے کا ا... اس سے مجھے یہ یقین تو بہرحال ہوگیا کہ فلموں کی د... کچھ بھی اہمیت نہیں ہے" میں نے کہا۔

"تم نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ تم یہاں کس ط... اور جونز سے تمہاری ملاقات کب ہوئی؟" تہذیـ... پوچھا۔

"میں تمہارا تعاقب کرتا ہوا ایگلز کے ہیڈکوا... پہنچا تھا۔ وہاں مجھے گھیر لیا گیا اور جونز کے سامنے پیش... جونز نے مجھے علی یار خان کی حیثیت سے شناخت کیا..."

"کیا؟" تہذیب نے حیرت سے کہا "اس نـ... پہچانا کیسے؟"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے" میں نے ایک ٹھنڈی سا... کر کہا "اس نے تو تمہیں بھی تمہاری دونوں حیثیتو... پہچان لیا۔ رینا سالومن کی حیثیت سے بھی اور تہذیب... ایکس کی حیثیت سے بھی۔"

"کمال ہے" تہذیب بڑبڑائی "کیا اس شخص کـ... الہ دین کا چراغ ہے؟"

"اس نے بلف کیا ہوگا چیف!" بڈ بولا "اور تم ا... کر بیٹھے ہوگے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے ج... سبب وہ لوگ تم تک پہنچ گئے۔"

"مجھ سے" بڈ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا "... طریقہ ہے چیف! جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے ت... الزام بڈ بے چارے کے سر ڈال دو۔"

"میں نے اس معاملے پر بہت غور کیا ہے۔ یا تو ہم... لیں کہ جونز اپنے ساتھ واقعی الہ دین کا چراغ لے کر... پہنچا ہے یا پھر یہ مانیں کہ اسے ہماری کسی کوتاہی سے... اٹھانے کا موقع ملا ہے۔ پہلی بات مانی نہیں جاسکتی ا... کہ یہ الف لیلوی دور نہیں ہے۔ دوسری بات قرین... ہے۔ غلطی کسی سے بھی ہوسکتی ہے۔ ایگلز والے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تاک میں پہلے ہی سے تھے لہٰذا انہوں نے پہلا موقع ملتے ہی ہمیں چھاپ لیا۔"

"ممکن ہے تم سے ہی کوئی ایسی غلطی ہوگئی ہو جس کی بنا پر ہمیں پہچان لیا گیا ہو" بڈ نے کہا۔

"اگر تمہارا واقعی یہ خیال ہے تو اپنے اس خیال کے حق میں کوئی دلیل پیش کرو۔"

"یہ طریقہ خوب ہے چیف! جب تم دوسرے پر الزام لگاؤ تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں اور جب بات تم پر آنے لگے تو فوراً دلیلوں کا مطالبہ کرنے لگو۔ یہ کوئی انصاف تو نہ ہوا چیف!"

مجھے ہنسی آگئی۔ بڈ کے بات کرنے کا انداز ہی ایسا تھا کہ میرے لئے ہنسی روکنا دوبھر ہوگیا تھا "میں نے تمہیں پہلے ہی منع کیا تھا کہ یہاں شی گورائے میں مائیکرو پروجیکٹر حاصل کرنے کی کوشش مت کرنا......"

"لیکن میں نے اس کے لئے بہت محفوظ طریقہ اختیار کیا تھا چیف!" بڈ نے کہا۔

"اس وقت بحث اس بات سے نہیں ہے کہ تم نے کتنا محفوظ یا مخدوش طریقہ اختیار کیا تھا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ پروجیکٹر کے حصول کے محض چند گھنٹوں کے اندر اندر تم دونوں کو چھاپ لیا گیا۔"

بڈ کا منہ کھل گیا۔ وہ لاجواب ہوگیا مگر بات ماننے کے لئے تیار نہیں تھا "کوئی اور ذریعہ بھی تو ہوسکتا ہے چیف!"

"اگر تمہارے ذہن میں کوئی اور امکانی ذریعہ ہو تو ہمیں بھی بتاؤ" میں نے کہا۔

"اس سے خواہ مخواہ بحث مت کرو" تہذیب نے کہا "الزام [illegible] یہ خود آرہا ہے اس لئے کبھی اپنی [illegible] کرے گا۔"

"اچھا چلو میں مان لیتا ہوں کہ مجھ سے ہی کوئی بے احتیاطی سرزد ہوئی ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ اس نے تمہیں علی یار خان کی حیثیت سے کس طرح پہچان لیا؟"

"یہ بات بہرحال حیران کن ہے اور فی الحال اس کا کوئی امکانی ذریعہ بھی نظر نہیں آتا" میں نے کہا۔

"ضرور تم سے بھی کوئی غلطی ہوئی ہے" بڈ نے بڑی سنجیدگی سے مجھ پر جوابی الزام عائد کیا۔

"ممکن ہے ہوہی گئی ہو" میں نے بے پروائی سے کہا "اب جو ہونا تھا ہوچکا۔ ہمیں آگے کی فکر کرنی چاہئے۔"

"جب اسے ہم لوگوں کی حقیقت معلوم ہوگئی تو پھر اس نے ہمیں چھوڑ کیوں دیا؟" تہذیب نے کہا۔

"ہائی کمان کی طرف سے اسے حکم ملا تھا کہ ہمیں کوئی گزند پہنچائے بغیر چھوڑ دیا جائے۔"

"یہ تو بڑی ناقابل فہم سی بات ہے۔ تم انہیں جس قدر نقصان پہنچا چکے ہو اس کے بعد تو انہیں تمہارے ساتھ کوئی رعایت برتنی ہی نہیں چاہئے تھی۔"

"مجھے مارنے کے لئے ان کی اتنی کوششیں ناکام ہوچکی ہیں کہ اب ان کا حوصلہ جواب دے چکا ہے۔ انہیں یقین ہی نہیں آتا کہ ان کی کوئی کوشش کامیاب ہوسکتی ہے۔ میرا خیال ہے رینڈل نے سوچا ہوگا کہ اب کی بار مجھے ہلاک کرنے کی کوئی ناکام کوشش کرنے کے بجائے اگر رہا ہی کردیا جائے تو اس سے میرا اعتماد متزلزل ہوجائے گا۔ اس لئے کہ اس کی اس حرکت سے اس کی برتری ثابت ہوتی ہے میں تو یہی سوچوں گا ناکہ وہ مجھے مار سکتا تھا مگر اس نے نہیں مارا۔"

تہذیب چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر بولی "اس کا ایک پہلو اور بھی ہے۔ یہ قدم صرف اس صورت میں اٹھایا جاسکتا ہے جب انہیں یہ یقین ہو کہ تم ہر وقت ان کی نظروں میں رہو گے۔ اس کے بغیر انہیں اس اقدام سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ وجہ یہ ہے کہ تم زیادہ محتاط ہوجاؤ گے اور ان کا کام بجائے آسان ہونے کے اور بھی مشکل ہوجائے گا۔"

"تم نے بہت اچھا نکتہ اٹھایا ہے" میں نے کہا "ہمیں اس پر غور کرنا پڑے گا۔"

"وہ تو بعد کی بات ہے" تہذیب بولی "اس وقت تو صورت حال یہ ہے کہ ہمارا پورا پروگرام چوپٹ ہوچکا ہے اور ہمیں اپنی حکمت عملی از سرنو ترتیب دینا ہوگی۔"

"ایگلز کے مقامی ہیڈ کوارٹر سے فرار ہوتے وقت میرے ذہن میں ایک سرسری سا خاکہ تھا مگر اب مسٹر ساگا سے ملاقات کے بعد ایک بالکل نئی صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔ میں نے سوچا تھا شی گورائے سے نکل جاؤں گا۔ جونز سے الجھنے کے بجائے تنظیم کے بڑوں سے نمٹوں گا۔ یہاں انرجی برباد کرنے کے بجائے کسی زیادہ کارآمد جگہ پر طبع آزمائی کی جائے لیکن اب اگر ہم یہاں سے یوں ہی چلے گئے تو یہ زیادتی ہوگی۔ ہم شی گورائے سے اس وقت جائیں گے جب یہاں ایگلز پر کاری ضرب لگاچکیں گے۔ ساگا کے مضبوط قلعے سے فائدہ نہ اٹھانا بدقسمتی ہوگی۔"

"تم نے بہت مناسب فیصلہ کیا ہے" ساگا نے خوش ہو کر کہا "اس یہودی تنظیم نے یہاں بہت بری طرح پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ مقامی لوگوں کا استحصال بھی ہورہا ہے مگر حکومت نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے۔"

"نہیں کیوں پٹی نہیں باندھ رکھی مسٹر ساگا" میں نے کہا "انہیں معلوم ہے کہ یہاں کیا ہورہا ہے لیکن اس میں ان کا بھی فائدہ ہے۔ جنرل بل کو بے شمار ایسے ملکوں کی حمایت حاصل ہے جہاں یہودی نواز حکومتیں قائم ہیں۔ عوام کو اگر نقصان پہنچتا ہے تو پہنچتا رہے اسے تو فائدہ پہنچ رہا ہے۔"

"بہرحال اب مجھے یقین ہوچلا ہے کہ یہاں ایگلز کے آخری ایام کا آغاز ہوگیا ہے۔ اس لئے کہ تم نے ان کے خلاف کارروائی کرنے کا تہیہ کرلیا ہے" ساگا نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے ساگا! ہم اس یقین کے ساتھ ہی کام کریں گے کہ کامیابی ہمارے حصے میں آئے گی لیکن تم غور کرلو۔ اس لئے کہ اس کے نتائج تمہارے حق میں خراب بھی ہوسکتے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے" ساگا نے بڑے اطمینان سے کہا "لیکن تم بے فکر رہو۔ یہاں کی پولیس میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ وہ ادھر کا رخ بھی کرسکے۔ ایگلز والوں نے اگر اس طرف کا رخ کرنے کی کوشش کی تو انہیں بھی معلوم ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ میرا یہ قلعہ ایگلز کے ہیڈ کوارٹر سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔"

"مسٹر ساگا ایک باحوصلہ آدمی ہیں علی! یہ پوری طرح ہمارا ساتھ دیں گے" تہذیب نے کہا "تم یہ بتاؤ کہ تم نے ان کی بیخ کنی کرنے کے لئے کیا لائحہ عمل طے کیا ہے۔"

"ہم براہ راست ہیڈ کوارٹر پر حملہ کریں گے" میں نے کہا "اس کے لئے ہمیں جن بنیادی معلومات کی ضرورت ہوگی وہ مادام کلارا فراہم کرے گی۔ جونز سے یہی ایک غلطی ہوگئی کہ اس نے مادام کلارا کو ہمارے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ اس کی اس حرکت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بے پناہ اوور کانفیڈنس کا شکار ہے۔ شاید وہ سمجھ رہا تھا کہ ہم اس کی نظروں سے بچ کر کہیں جا ہی نہیں سکتے۔ اس نے سوچا ہوگا کہ جب اس کا جی چاہے گا وہ مادام کلارا کو بھی پکڑ لے گا لیکن اس کا یہی بے جا اعتماد اسے لے ڈوبا۔ اب ہم اس کی پہنچ سے باہر نکل چکے۔"

"جونز کو بھی اندازہ ہوگا کہ تم مادام کلارا سے معلومات حاصل کرکے اس کے خلاف کارروائی کرسکتے ہو؟" تہذیب نے کہا۔

"یہ لوگ خوش فہمیوں کا شکار رہتے ہیں اور ہم ان کی خوش فہمیوں سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔ مادام کلارا پر میں ابھی اپنی حقیقت ظاہر نہیں کروں گا۔ تم اس سے دور ہی رہنا تاکہ وہ تمہاری طرف سے مشکوک نہ ہونے پائے اور بڈ تو ہے ہی پروفیسر زارا کے میک اپ میں۔ کلارا سے دھوکے سے ہی کچھ معلوم کیا جاسکتا ہے اور چونکہ وہ ایڈم ڈی فلوک پر اندھا اعتماد کرتی ہے اس لئے اسے سب کچھ بتادے گی۔"

"تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو علی؟" ساگا نے کہا "مجھے بھی ایگلز کے بارے میں اچھی خاصی معلومات ہیں۔"

"جو کچھ میں جاننا چاہتا ہوں وہ تمہارے علم میں نہیں ہوسکتا" میں نے کہا "میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ہیڈ کوارٹر کی حفاظت کے لئے کیا انتظامات کئے گئے ہیں؟"

ساگا میرا منہ دیکھنے لگا "واقعی یہ بات تو میرے علم میں نہیں ہے" اس نے کہا۔

"اور یہی بات سب سے زیادہ اہم ہے۔ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ حفاظتی انتظامات غیر معمولی نوعیت کے ہیں۔ جب تک ہم ان سے پوری طرح واقف نہیں ہوں گے انہیں توڑ کیسے سکیں گے؟"

"میرے خیال میں تو اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے" ساگا نے کہا "اس جدید دور میں کوئی آخر کس حد تک حفاظتی انتظامات کرسکتا ہے۔ یہ تو میزائلوں اور راکٹ لانچر وغیرہ کا دور ہے۔ ہم بے خبری میں ان پر دھاوا بول سکتے ہیں۔ رات کی تاریکی میں پوری قوت سے اچانک ان پر حملہ کیا جائے اور پوری عمارت کو خاک کے ڈھیر میں تبدیل کردیا جائے۔ انہیں سنبھلنے تک کا موقع نہیں ملے گا۔"

"میں متفق ہوں مسٹر ساگا" بڈ نے بڑے جوش سے کہا "میں تو چیف سے یہ بات پہلے بھی کہتا رہا ہوں مگر یہ مانتے ہی نہیں۔"

"اگر یہ سب کچھ اتنا آسان ہے تو یہ کام تو تم خود بھی کرسکتے تھے" میں نے ساگا سے کہا "اس کے لئے تمہیں کسی اور سے مدد لینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"سچی بات یہ ہے کہ مجھے ایگلز سے خوف محسوس ہوتا ہے حالاں کہ میں جانتا ہوں کہ اگر میری تجویز کردہ صورت پر عمل کیا جائے تو کامیابی یقینی ہے مگر اس کے باوجود میرے اندر اتنی ہمت نہیں تھی۔ معلوم نہیں کیا بات ہے کہ تم سے ملتے ہی میرے اندر ایک عجیب سی توانائی پیدا ہوگئی ہے۔ اب مجھے کوئی خوف نہیں محسوس ہورہا۔ یوں لگتا ہے جیسے ہم کچھ ہی قدم کیوں نہ اٹھائیں کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔"

"اس طریقۂ کار میں سو فیصد کامیابی کی توقع نہیں ہے۔ ہمیں کوئی بہتر طریقہ سوچنا پڑے گا" میں نے کہا "ویسے بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دور سے حملہ کرکے بھاگ نکلنا بہادری کی علامت نہیں ہے۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ ہے" ساگا نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے کہا تھا کہ منصوبہ بنانے کے لئے مجھے بنیادی معلومات کلارا فراہم کرے گی لہٰذا میں پہلے اس سے مل لوں"۔ میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم جا کہاں رہے ہو؟" ساگا نے کہا "ہم نے بڑے اہتمام سے تمہارے لئے دوپہر کے کھانے کا بندوبست کیا ہے۔"

"آئندہ کوئی اہتمام مت کرنا ساگا! مجھ جیسے لوگوں کو ایسے تعیشات سے دور رہنا پڑتا ہے تاہم اس وقت کا کھانا میں کلارا کے ساتھ کھاؤں گا۔ میرے لئے کھانا وہیں بھجوا دینا۔"

کلارا جلی بھنی بیٹھی تھی "آخر ایسی کون سی باتیں ہیں جو تم میرے سامنے نہیں کرسکتے تھے۔ میں نے تو خود کو تمہارے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ اس کے باوجود تمہاری بے اعتباری کا یہ عالم ہے؟"

میں نے کلارا کے شانے پر ہولے سے تھپکی دے کر اسے پُرسکون کرنے کی کوشش کی "بدگمانی اچھی چیز نہیں ہوتی کلارا! ایڈم ڈی فلوک جو کچھ بھی کرتا ہے خالی از علت نہیں ہوتا۔ ہوسکتا ہے میرا جو اقدام تمہیں ناگوار گزرے وہ تمہارے ہی حق میں بہتر ہو۔ بعض باتوں کا علم میں نہ آنا فائدے مند بھی تو ہوتا ہے۔"

"میرے پاس فی الحال کوئی چارہ بھی نہیں...... میں تم پر اعتماد کرنے کے لئے مجبور ہوں۔"

"ہم ایک بڑی طاقت ور تنظیم سے نبرد آزما ہونے جارہے ہیں۔ اگر ہم آپس میں ہی ایک دوسرے سے بدظن ہوجائیں گے تو مقابلہ کیا خاک کریں گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن سوال یہ ہے کہ میں تو اسی بات کی مخالف ہوں کہ ایگلز سے تصادم کا خطرہ مول لیا جائے" کلارا نے کہا پھر یکایک چونک کر بولی "اور یہ تم کہاں چلے آئے۔ ساگا تو ایگلز کا مخالف ہے۔"

"تو کیا یہ اچھی بات نہیں ہے" میں نے کلارا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "اگر یہ بات تمہیں نامناسب لگی ہے تو میں ایگلز کے کسی حامی کے پاس پناہ لینے کی کوشش کروں۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا" کلارا گڑبڑا گئی "ایگلز کے خلاف ہونے کی وجہ سے وہ مجھے بھی برداشت نہیں کرے گا۔"

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے کلارا! اور اگر تمہارا خیال درست مان لیا جائے تو بھی تم میک اپ میں ہو۔ وہ تمہیں پہچان نہیں سکے گا۔"

"وہ مجھے آواز کے ذریعے تو شناخت کرسکتا ہے۔ اس وقت بھی وہ مجھے گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ شاید میری آواز سن کر اسے مجھ پر کچھ شبہ ہوگیا ہے۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ کلارا نے یقیناً ماضی میں ساگا کے ساتھ کچھ ایسی زیادتیاں کی ہوں گی جن کے نتیجے میں اب اسے ساگا سے اپنی جان کا خطرہ لاحق تھا۔

"بھول جاؤ کہ اس کی طرف سے تمہیں کوئی خطرہ ہے" میں نے کہا "میں اسے بتا چکا ہوں کہ تم دراصل کلارا ہو۔"

"یہ...... یہ تم نے بہت برا کیا" کلارا نے مضطربانہ انداز میں کہا "جانتے ہو ماضی میں......"

"ماضی کی باتیں ماضی میں دفن کردو" میں نے اس کی بات کاٹ دی "میں جانتا ہوں کہ ساگا ماضی میں ایگلز کا ساتھی رہ چکا ہے لیکن یہ جاننے کے بعد کہ اب تم نے ایگلز سے ناتا توڑ لیا ہے وہ تمہارے خلاف نہیں رہا۔"

"تم ساگا کو کب سے اور کیسے جانتے ہو" کلارا نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ جان کر تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ایڈم ڈی فلوک اپنے کام کے لوگوں کو ڈھونڈ نکالنے کا ماہر ہے۔"

"لیکن اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ ساگا کی مدد سے تمہیں کچھ تقویت حاصل ہوجائے گی تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ ساگا ایگلز سے ٹکرانے کا اہل نہیں ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس کا اڈہ ہمارے لئے ایک بہترین پناہ گاہ ضرور ثابت ہوسکتی ہے۔"

"پناہ تو اب وہ لوگ لیں گے جو ایگلز کے کرتا دھرتا ہیں۔ میں جونز کو سبق دینے کے لئے کوئی قابل عمل منصوبہ بنانا چاہتا ہوں۔ تم اس سلسلے میں میری مدد کرسکتی ہو؟"

"کوئی مدد نہیں کرسکتی سوائے اس کے کہ تمہیں جونز سے اور جونز سے دور رہنے کا مخلصانہ مشورہ دوں۔"

"تمہارے خیال میں ایسا کوئی طریقہ ہے جس سے عمارت کے اندر داخل ہوا جاسکے؟"

"نہیں" کلارا نے نفی میں سر ہلایا "داخل ہونا تو دور کی بات ہے اگر کوئی شخص احاطے میں بھی گھسنے کی کوشش کرے گا تو نہ صرف اندر والوں کو فوراً پتا چل جائے گا بلکہ فوری کارروائی کا بھی آغاز ہوجائے گا۔"

"احاطے کی دیواروں کی بلندی بارہ فٹ تو ضرور ہوگی۔ اس کے اوپر ڈھائی تین فٹ بلند خاردار تاروں کی باڑھ بھی لگی ہوئی ہے ان تاروں میں کرنٹ تو نہیں ہوتا۔"

"بالکل ہوتا ہے" کلارا نے کہا "لیکن کسی کے وہاں تک پہنچنے کی نوبت نہیں آسکتی۔ دیواروں میں ایسے خفیہ آلات نصب ہیں جو دیوار پر چڑھنے کی کوشش کرنے سے پہلے ہی نشان دہی کردیتے ہیں کہ کوئی شخص دیوار کے نزدیک موجود ہے۔ یہ اطلاع براہ راست مرکزی کنٹرول روم میں موصول ہوتی ہے۔"

"مرکزی کنٹرول روم عمارت کے اندر کس جگہ واقع ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مرکزی کنٹرول روم دو ہیں" کلارا نے بتایا "ایک تو خواب گاہ سے ملحق ہے۔ وہی خواب گاہ جس پر تم مجھ سے ملتے رہے ہو۔ دوسرا تہہ خانوں میں واقع ہے۔"

"اس سارے سسٹم کی بنیاد الیکٹرک ہی ہوگی؟" میں نے کہا۔

"ہاں" کلارا ہنس کر بولی "لیکن اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ عمارت کا برقی نظام فیل کرکے اندر گھسنے کی کوئی سبیل نکال لوگے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ وہاں آج تک بریک ڈاؤن نہیں ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں کا کنکشن عام برقی لائن سے نہیں لیا گیا بلکہ اس کے لئے مرکزی پاور ہاؤس سے براہ راست زیر زمین کیبل ڈالا گیا ہے۔"

"فرض کرو اس کے باوجود کسی وجہ سے اگر بریک ڈاؤن ہوجائے تو؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"اسٹینڈ بائی جنریٹر موجود ہیں" کلارا نے بتایا "لیکن چوں کہ کئی برس کے دوران ایک بار بھی اس کی ضرورت پیش نہیں آئی اس لئے ممکن ہے اسے اسٹارٹ کرنے میں کچھ وقت صرف ہوجائے۔"

اس وقت میرا ذہن بہت تیزی سے کام کررہا تھا۔ یہ بات ثابت ہوگئی تھی کہ اگر کسی طرح بریک ڈاؤن کردیا جائے تو عمارت کے اندر داخل ہونا ممکن ہے۔ اسٹینڈ بائی جنریٹر اسٹارٹ ہونے میں زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ صرف ہوتے۔ غور یہ کرنا تھا کہ اس قلیل سے وقفے سے کیا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ مسئلہ صرف برقی نظام کا نہیں تھا۔ بارہ فٹ بلند دیوار اور اس کے اوپر لگی ہوئی خاردار باڑھ بھی تھی۔ اس کے بعد احاطے میں محافظوں سے نمٹنے کا مسئلہ تھا۔ پھر اصل عمارت تک پہنچنا اور اس میں داخل ہونا اور اس کے بعد اپنی بقا کا مسئلہ تھا۔ کیا پانچ منٹ کے دوران اتنے بہت سے کام ہوسکتے تھے؟

"دیکھا تم سوچ میں پڑ گئے نا" کلارا نے کہا "میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ اس عمارت میں گھسنا ممکن نہیں ہے۔"

"ابھی میں نے کوئی حتمی نتیجہ اخذ نہیں کیا ہے" میں نے کہا "یہ بتاؤ کہ تمہاری خواب گاہ تو پوری طرح محفوظ ہے نا...... میرا مطلب ہے وہاں تو کوئی حفاظتی نظام نہیں ہے؟"

"اب وہ میری خواب گاہ کہاں" کلارا نے ایک سرد آہ بھر کے کہا "نہیں، وہاں تک پہنچنے کے بعد اس قسم کا کوئی خطرہ نہیں رہتا۔"

"اور عمارت کی راہداریوں اور دیگر کمروں کی کیا صورت حال ہے؟"

"دروازے سے گزر کر اندر داخل ہونے والے شخص کی نشان دہی نہیں ہوتی۔ پورا نظام ایک کمپیوٹر سے منسلک ہے۔ اگر کوئی شخص کسی اور راستے سے اندر داخل ہو تو مرکزی کمپیوٹر خود کار طریقے سے اس کی اطلاع مرکزی کنٹرول روم میں پہنچا دے گا اور مرکزی کنٹرول روم کا عملہ فوراً مستعد ہوجائے گا۔ مرکزی کنٹرول روم میں نصب مانیٹروں پر عمارت کا چپہ چپہ دیکھا جاسکتا ہے۔ چناں چہ جب کوئی شخص ہیلی کاپٹر کے ذریعے عمارت کی چھت پر اترتا ہے تو اسے سیڑھیوں کے ذریعے اندر آنے کے لئے دو بٹن دبانے پڑتے ہیں۔ چھت کے دروازے کے پاس دو عدد بٹن نصب ہیں۔ ایک کا رنگ سرخ ہے اور دوسرے کا سبز...... سبز رنگ کا بٹن دروازہ کھولنے کے کام آتا ہے۔ بالفرض کوئی شخص کسی طرح چھت پر پہنچنے میں کامیاب ہوجاتا ہے تو وہ زینوں کا دروازہ کھولنے کے لئے سبز بٹن دبائے گا جس سے دروازہ تو کھل جائے گا اور وہ عمارت میں داخل بھی ہوجائے گا لیکن وہ پھنس جائے گا۔ اس لئے کہ اگر سرخ رنگ کے بٹن کو دوبارہ نہ دبایا جائے تو کمپیوٹر اس بے ضابطگی کی نشان دہی کردے گا۔ سرخ رنگ کا بٹن عموماً خطرے کی علامت ہوا کرتا ہے اور ناواقف شخص کبھی کوئی ایسا بٹن نہیں دبائے گا جس کا رنگ سرخ ہو۔"

"تم اتنی ہی قیمتی معلومات فراہم کررہی ہو جتنی قیمتی معلومات حاصل ہونے کی مجھے تم سے توقع تھی" میں نے کہا "کیا چھت پر ہمیشہ ہیلی کاپٹر موجود رہتا ہے؟"

"صرف اس صورت میں نہیں ہوتا جب مقامی سربراہ اس میں کہیں گیا ہوا ہو۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ سربراہ تو موجود ہو اور ہیلی کاپٹر نہ ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تم نے بتایا کہ اگر کوئی شخص عمارت کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہو تو کمپیوٹر اسے خود کار طریقے سے محفوظ کرلیتا ہے۔ اور کسی قسم کا سگنل نہیں دیتا۔ سوال یہ ہے کہ اگر بریک ڈاؤن ہوجائے اور اسی دوران کوئی شخص اندر داخل ہو تو کیا ہوگا؟"

"کمپیوٹر تو اپنی میموری کے مطابق کام کرے گا" کلارا نے جواب دیا "فرض کرو کوئی شخص پہلے سے اندر موجود ہے۔ اگر وہ کسی طرح کمپیوٹر سے بچ کر باہر نکل جائے اور پھر دوبارہ اندر داخل ہو تو کمپیوٹر سگنل نشر کردے گا۔"

"میں سمجھ گیا۔ تمہارے کہنے کا خلاصہ یہ ہے کہ کمپیوٹر کسی بھی بے ضابطگی پر سگنل نشر کرسکتا ہے۔"

"بالکل" کلارا نے سرہلایا "یہ سہولت ہمیں کسی اور طرح میسر نہیں آسکتی تھی۔ کمپیوٹر تو خود کار طریقے سے یہ کام خود ہی کرلیتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ لائٹ جانے کے دوران میں کمپیوٹر کا نظام درہم برہم ہوجائے گا اس لئے کہ کوئی نہ کوئی تو اندر سے باہر جائے گا یا ہر سے اندر آئے گا اور چوں کہ کمپیوٹر بند ہوگا لہٰذا اسے علم ہی نہیں ہوسکے گا کہ کیا تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔"

"تم کس چکر میں ہو پیارے ایڈم! یہ بہت بڑا معاملہ ہے۔ اس میں ہاتھ نہ ہی ڈالو تو بہتر ہوگا۔"

"بے فکر رہو میں اپنا برا بھلا اچھی طرح سمجھتا ہوں" میں نے کہا "مجھے صرف اتنا اور بتادو کہ احاطے کی دیواروں سے کم از کم کتنی دور رہا جائے کہ تمہارے خفیہ آلات حرکت میں نہ آئیں اور دیواروں کی مضبوطی کس قدر ہے۔"

"کم از کم دس فٹ کی دوری تو ضروری ہے" کلارا نے کہا "اور دیواریں اگرچہ خاصی مضبوط ہیں مگر کنکریٹ کی نہیں ہیں۔ ایک چھوٹا سا دستی بم بھی ان میں سے راستہ بنانے کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔"

"شکریہ کلارا! تم نے مجھے بہت قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ جلد از جلد کوئی خوش خبری تمہارے گوش گزار کرسکوں۔"

❁❁❁**❁❁❁
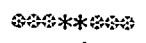
"حفاظتی انتظامات غیر معمولی ہیں چیف!" بڈ نے تفصیلات سننے کے بعد تبصرہ کیا "میرا خیال ہے مسٹر ساگا کی تجویز ہی ٹھیک ہے۔ ان پر راکٹوں کی بوچھاڑ کردی جائے۔"

"مجھے شدید حیرت ہے" ساگا نے کہا "میں نے ان لوگوں کے درمیان خاصا طویل وقت گزارا ہے مگر مجھے کبھی اندازہ بھی نہیں ہوسکا کہ وہاں اس قدر سخت حفاظتی انتظامات ہیں۔"

"اگرچہ شی گورائے میں انہیں کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود یہ لوگ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھے" میں نے کہا "اور اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ انہیں حکومت تبدیل ہوتے ہی شدید خطرات سے دوچار ہونے کا اندیشہ ہو۔"

"کسی بات کی وجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو علی! فی الوقت تو ہمیں ان کے ہیڈ کوارٹر پر کاری ضرب لگانے کے لئے کچھ سوچنا ہے" تہذیب بولی۔

"میں ایک منصوبہ بنا تو چکا ہوں مسٹر ساگا لیکن مجھے نہیں معلوم کہ اس پر عمل ہوسکے گا یا نہیں۔۔۔ مجھے زیرزمین بجلی کیبل کی گزرگاہ کا نقشہ درکار ہوگا۔"

بڈ اچھل پڑا "تمہارا ذہن بہت تیزی سے کام کرتا ہے چیف!" اس نے کہا "ہوسکتا ہے یہ بات میرے ذہن میں بھی آتی مگر دیر سے آتی۔"

"میرے خیال میں اس نقشے کا حصول زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوگا" ساگا نے کہا۔

"یہ بہت معمولی سا کام ہے ساگا" میں نے کہا "لیکن اس میں رازداری بے حد ضروری ہے۔ اگر ان لوگوں کو بھنک بھی پڑ گئی تو میرا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔"

"میں سمجھتا ہوں علی" ساگا نے کہا "اور میں کوئی ایسا بندوبست کرنے کی کوشش کروں گا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔"

"فرض کرو نقشہ حاصل ہوگیا تو تم کیا کروگے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"سب سے پہلے تو ہمیں اس میں کوئی ایسا مقام تلاش کرنا ہوگا جو ویران ہو تاکہ اس مقام پر کھدائی کرکے کیبل کو ہی اڑا دیا جائے اس طرح ہمارا ایک مسئلہ تو حل ہوجائے گا۔ عمارت اندھیرے میں ڈوب جائے گی اور وہاں کا پورا حفاظتی نظام جس کی بنیاد الیکٹرانکس پر رکھی گئی ہے ناکارہ ہوجائے گا۔"

"عمارت کے احاطے میں مسلح محافظ بھی ہوتے ہیں" تہذیب نے کہا "تم نے ان سے نمٹنے کی کیا تدبیر سوچی ہے؟"

"اس کے لئے بڈ اور ساگا کی ترکیب پر عمل کیا جائے گا" میں نے مسکرا کر کہا "عمارت پر سامنے کے رخ سے اچانک حملہ کیا جائے گا۔ یہ حملہ بھرپور قوت سے ہوگا تاکہ ان لوگوں کی توجہ ایک ہی جانب مبذول ہوجائے۔ اس حملے کے آدھ منٹ کے اندر اندر بریک ڈاؤن ہوجائے گا لائٹ جانے کے تقریباً آدھے منٹ کے لئے حملے میں انتہائی شدت پیدا کی جائے گی۔ اس کے بعد حملہ آور اتنا کریں گے کہ انہیں خود کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ پھر جیسے ہی لائٹ آئے گی حملہ آور فرار ہوجائیں گے۔"

"یہ تو وہی بات ہوئی جو میں پہلے ہی کہہ رہا تھا" ساگا نے کہا "اور اس میں لائٹ اڑانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم سمجھے نہیں مسٹر ساگا" بڈ بولا "جس وقت سامنے کے رخ سے حملہ ہوگا اور عمارت کے احاطے میں افراتفری مچی ہوئی ہوگی اس دوران چیف عقب سے اندر گھسنے کی کوشش کریں گے۔"

"اوہ" ساگا کے ہونٹ وائرے کی صورت میں سکڑ گئے "عقبی حصے سے کتنے افراد عمارت میں داخل ہوں گے؟"

"میں تنہا عمارت میں گھسوں گا۔ میرے ساتھ کوئی اور نہیں ہوگا" میں نے کہا۔

"لیکن یہ مناسب نہیں ہوگا" ساگا نے تشویش سے کہا "تمہیں وہاں کسی ناگہانی صورت حال سے پالا پڑ سکتا ہے۔"

"میں پوری تیاری کے ساتھ جاؤں گا اور میری انتہائی کوشش یہ ہوگی کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے۔ میں وہاں کئی بار جا آچکا ہوں۔ اندر کے راستے میرے لئے اجنبی نہیں ہیں۔"

"راستے تو میرے لئے بھی اجنبی نہیں ہیں" ساگا نے کہا "تم مجھے اپنے ساتھ ہی لے چلنا۔ ناگہانی صورت حال سے نمٹنے کے لئے میں خنجر استعمال کیا کرتا ہوں۔ یہ شور بھی نہیں کرتے اور مجھے دھوکا بھی نہیں دیتے۔"

"خنجر بازی میں تمہاری مہارت کا دل سے معترف ہوں مسٹر ساگا لیکن ہمیں صرف اندر ہی نہیں گھسنا بلکہ واپس بھی نکلنا ہے۔ کوئی اور میرے ساتھ ہوگا تو میرا کام آسان ہونے کے بجائے دشوار ہوجائے گا۔"

"تمہاری مرضی" ساگا نے بڑی مایوسی سے کہا "لیکن اتنا تو بتادو کہ تم اندر جاکر کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"وہاں زیادہ سے زیادہ تباہی پھیلانے کی کوشش کروں گا اور جوزف کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ اس کے ساتھ شایان شان سلوک کیا جاسکے۔ اس نے مجھے مروانے کی کوشش کی تھی۔ میں اسے بتاؤں گا کہ مجھ سے الجھنے والے کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

"بڈ تمہارا قابل اعتماد ساتھی ہے چیف! اس کو ساتھ لے چلو۔ شاید کسی کام آجائے۔"

"منصوبے پر عمل کرنے کے لئے ساگا کے آدمی ہوں گے۔ اسلحہ ساگا فراہم کرے گا اور منصوبے پر عمل درآمد کی نگرانی تم اور تہذیب کروگے۔ ہر ایک کے حصے میں کچھ کام آئیں گے اور ہر ایک اپنی جگہ بے حد اہم کردار ادا کرے گا لہٰذا میرا خیال ہے کسی کو شکایت نہیں ہونی چاہئے۔"

میری بات سن کر سب خاموش ہوگئے۔ ذرا دیر بعد اس سکوت کو ساگا نے توڑا "میں اپنے حصے کا کام شروع کرنے جارہا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ شام تک مطلوبہ نقشہ میسر آجائے۔"

ساگا نے کام کر دکھایا۔ اس کے آدمی نہ صرف مطلوبہ نقشہ لے کر آئے تھے بلکہ متعلقہ سیکشن کے انچارج کو بھی اغوا کرلائے تھے۔ میں نے انچارج کو بھی اپنے پاس ہی بٹھالیا۔ وہ بے حد نروس نظر آرہا تھا۔

"مجھ سے۔۔۔ مجھ سے دس ہزار کا وعدہ کیا گیا تھا اس لئے میں رسک لے کر یہ نقشہ نکال لایا جو ٹاپ سیکرٹ نوعیت کا ہے۔ مگر مجھے ادائیگی کرنے کے بجائے تم نے مجھے بھی اغوا کرالیا۔"

"تمہارے علاوہ یہ بات اور کتنے لوگوں کے علم میں ہے کہ تم نے یہ نقشہ اڑایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اگر کسی کو اس کی بھنک بھی پڑ گئی تو میں کم از کم ملازمت سے تو ضرور نکال دیا جاؤں گا" اس نے ہانپتے ہوئے کہا "مجھ پر رحم کرو اور مجھے جانے دو۔ زندگی میں پہلی بار میں نے لالچ میں آکر ایسی حرکت کی ہے۔"

"تم نے بہت بڑا کام کیا ہے دوست" میں نے نقشہ اپنے سامنے پھیلاتے ہوئے کہا "دس ہزار کی تو اس کام کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔"

"مجھے رقم سے کوئی سروکار نہیں ہے" اس نے رو دینے والے انداز میں کہا "معلوم نہیں تم لوگ میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو۔ میں وقت پر گھر پہنچنے کا عادی ہوں۔ نہیں پہنچوں گا تو میری بیوی بچے پریشان ہوجائیں گے۔"

"تم بے فکر رہو، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا" میں نے نقشے پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا سرسری نظروں سے دیکھنے پر ہی مجھے اس میں اپنے مطلب کی ایک جگہ نظر آگئی۔ تہذیب، بڈ اور ساگا بھی نقشے پر جھکے ہوئے تھے۔

"میرا خیال ہے اس جگہ پر ایک برساتی نالا ہے" میں نے ساگا سے کہا "اور یہ جگہ کسی قدر ویران بھی ہے۔"

"ہاں" ساگا نے اثبات میں سرہلایا "اگر تمہارا ارادہ کھدائی کرنے کا ہے تو اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوگی۔"

"تم لوگ کس چکر میں ہو" انچارج نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا "میں تو سمجھ رہا تھا تم کسی ایسے دولت مند کے لئے یہ نقشہ حاصل کرنا چاہ رہے ہو جو بار بار کے بریک ڈاؤن سے بچنے کے لئے خود بھی ہر قسم کی کوئی لائن ڈلوانا چاہتا ہے۔"

"میرا خیال ہے تمہیں ایک رات سے زیادہ ہماری تحویل میں نہیں رہنا پڑے گا" میں نے اس سے کہا "اور یہ بھی ہم محض احتیاطاً ہی کر رہے ہیں۔ اگر کسی کے کانوں میں بھنک بھی پڑ گئی تو ہمارا منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔"

"نہیں نہیں ـــ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اپنا کام پورا کرنے کے بعد تم لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔"

"بڑے ڈرپوک آدمی ہو یار" میں نے ہنس کر کہا "ارے بابا اگر تمہیں مارنا ہی مقصود ہوتا تو اب تک بھی زندہ رکھنے کی کیا ضرورت تھی لیکن تمہیں مار کر ہمیں کیا حاصل ہو جائے گا۔"

"تم، تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم لوگ مجھے مار دو گے۔ میں نے تمہارا ٹھکانہ دیکھ لیا ہے۔ تم مجھے ہرگز زندہ واپس نہیں جانے دو گے۔"

"بہت ذہین آدمی ہو" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا "یہ تو ہم نے سوچا ہی نہیں تھا واقعی واپس جا کر تم ہماری نشان دہی کر کے ہمیں پھنسوا دو گے۔ تمہاری زندگی واقعی ہماری بقا کے لئے خطرہ ہے۔"

اس کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ یوں جیسے وہ یہ انکشاف کر کے پچھتا رہا ہو۔

"یار تم کیوں خواہ مخواہ اپنے ذہن کو تھکا رہے ہو۔ ایک بار کہہ دیا کہ کل صبح ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ اگر تم نے ہماری نشان دہی کرنے کی حماقت کی تو خود بھی مارے جاؤ گے۔ آخر نقشہ تو تم نے ہی ہمیں فراہم کیا ہے لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ تم ہمارے بارے میں کسی کو مطلع کرنے کی حماقت کرو۔ رہا تمہارے بیوی بچوں کا سوال تو ہم تمہارے گھر پر پیغام بھجوا دیتے ہیں کہ آج رات تم کسی ضروری کام کی وجہ سے گھر نہیں آسکو گے۔"

میں نے ساگا کو ہدایت کی کہ وہ انچارج کے لئے کسی آرام دہ جگہ رہائش کا بندوبست کرے اور اسے رات کے پہلے ہی پہر خواب آور دوا دے کر سلا دیا جائے تاکہ اسے صبح ہی صبح یہاں سے رخصت کیا جا سکے۔

"برساتی نالہ ان دنوں بالکل خشک پڑا ہوا ہوگا اس لئے کھدائی کے کام میں ہمیں کوئی دشواری نہیں ہوگی" ساگا نے کہا۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے" میں نے کہا "لیکن برساتی نالے کے نیچے کیبل ذرا زیادہ گہرائی سے گزارا گیا ہے اس لئے کھدائی بھی زیادہ کرنی پڑے گی۔"

"اس کی پرواہ مت کرو" ساگا نے بے پروائی سے کہا "کھدائی کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو اس میں بہت زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

"برساتی نالے کے نیچے سے گزارے جانے کے باعث کیبل کے تحفظ کے لئے کنکریٹ کے پائپ بھی استعمال کئے گئے ہوں گے اس لئے ہمیں زیادہ طاقت ور ریموٹ کنٹرول بم استعمال کرنے پڑیں گے۔" میں نے کہا۔

"تم فکر مت کرو مجھے ایسے کسی دن کی آمد کی توقع تھی اس لئے میں ایک عرصے سے اسلحہ جمع کر رہا تھا۔ اس اسلحے کا بے دریغ استعمال ہوگا۔"

"اندھیرا پھیلتے ہی کام شروع ہو جانا چاہئے تاکہ رات گیارہ بجے تک ہم کیبل کے ساتھ ریموٹ کنٹرول بم فٹ کر چکے ہوں۔ ہمارا اصل ایکشن رات ایک بجے شروع ہوگا۔"

"جو کام تم ریموٹ کنٹرول بم سے لینا چاہتے ہو وہ ٹائم بم سے بھی تو لیا جا سکتا ہے" ساگا نے کہا۔

"ہمارے منصوبے میں ٹائمنگ کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ ذرا سی بھی تقدیم و تاخیر سے کھیل بگڑ سکتا ہے لہٰذا ریموٹ کنٹرول میں اپنے ہاتھ میں ہی رکھوں گا۔ بریک ڈاؤن اسی وقت ہونا چاہئے جب اسے ہونا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے علی، ہم لوگ تو وہی کریں گے جو تم کہو گے اس لئے کہ شروع تا آخر سارا منصوبہ تمہارا ہی بنایا ہوا ہے۔"

❁❁❁✱✱❁❁❁

رات کے ایک بجنے میں ابھی دو منٹ باقی تھے کہ میں ٹی گورائے میں ایگلز کے مقامی ہیڈ کوارٹر کے عقب میں اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گیا۔ میں پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا۔ اور اپنے ساتھیوں کو ہر بات نہایت تفصیل سے سمجھا کر آیا تھا عمارت پر جس طرح اچانک حملہ کیا جانا تھا اس میں ہمارے آدمیوں کا جانی نقصان ہونے کا کوئی احتمال نہیں تھا۔

عمارت کے عقب میں جھاڑ جھنکاڑ اگا ہوا تھا۔ وہاں کی زمین پتھریلی اور چٹانی قسم کی ہونے کی وجہ سے غالباً وہاں کچھ تعمیر نہیں کیا گیا تھا۔ اس جگہ زمین کی ہیئت کچھ ٹیلہ نما سی تھی اور اسی جگہ کوئی ڈھائی فرلانگ آگے وہ پہاڑی نالہ واقع تھا جہاں ساگا کے آدمیوں نے آٹھ فٹ کھدائی کرنے کے بعد وہ کیبل برآمد کر لیا تھا جو اس عمارت کو بجلی کی سپلائی کے لئے ڈالا گیا تھا۔ حسب توقع کیبل کنکریٹ کے پائپوں میں سے گزارا گیا تھا۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے ان پائپوں پر ریموٹ کنٹرول بم فٹ کئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ جیسے ہی بم پھٹیں گے، نہ صرف پائپ کے پرخچے اڑ جائیں گے بلکہ کیبل کو بھی شدید نقصان پہنچے گا۔ اس قدر نقصان کہ اس کے بعد بجلی کی سپلائی بحال رہنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

میں نے اپنی ریڈیم ڈائل والی گھڑی میں وقت دیکھا۔ ایک بج گیا تھا اور میرے ساتھی کسی بھی وقت پوری قوت سے عمارت پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ میں نے انہیں خاص طور پر تاکید کی تھی کہ خواہ وقت تھوڑا سا آگے پیچھے ہو جائے مگر حملہ بھرپور ہونا چاہئے۔ ان لوگوں کو سنبھلنے اور منظم ہونے کا موقع نہیں ملنا چاہئے۔ حملہ گیٹ پر ہونا تھا تاکہ گیٹ پر متعین محافظ پہلے ہی ہلے میں کام آجائیں۔ اس کے بعد احاطے کی سامنے والی دیوار کو نشانہ بنایا جائے اور پھر بے دریغ فائرنگ کی جائے۔

میں نے اپنا بوجھ ایک ٹانگ سے دوسری ٹانگ پر منتقل کیا۔ جھاڑ جھنکاڑ میں چھپے ہوئے جھینگر اور دیگر حشرات الارض ایک تسلسل کے ساتھ بولنے میں مشغول تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ سرزمین افریقہ پر زہریلے حشرات الارض خصوصاً سانپ اور بچھو بکثرت پائے جاتے ہیں مگر میں محض ان کے خوف سے اپنے مشن کو ادھورا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اندھیرا اس قدر تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اندھیرے کا جگر آتشیں اسلحے کی گرج سے چھلنی ہونے والا ہے۔

پھر اس ویرانے میں وہ بھونچال آہی گیا جس کے لئے بہت سے لوگوں نے مل کر کئی گھنٹوں تک جان توڑ محنت کی تھی۔ ایگلز کے باغی ساگا نے کئی برس اسلحہ جمع کرتے گزار دیے تھے۔ فائرنگ کی لگاتار آوازیں فضائے بسیط میں گونج رہی تھیں۔ اس سے قبل دو دھماکے ہوئے تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ میرے ساتھیوں نے پہلے ہی ہلے میں گیٹ کو زمیں بوس کر دیا ہوگا۔

میں سانس روکے انتظار کرتا رہا۔ طے شدہ منصوبے کے مطابق حملہ شروع ہونے کے ایک منٹ کے اندر اندر لائٹ غائب ہو جانی تھی۔ ایک منٹ کا وقت بھی میں نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ اس ایک منٹ میں عمارت کے احاطے میں موجود محافظوں کی توجہ سامنے کی طرف مبذول ہو جائے تاکہ میں عقبی حصے میں بے خطر اپنی کارروائی کر سکوں۔

اندازاً ایک منٹ پورا ہوتے ہی میں نے کنٹرول کا بٹن یکے بعد دیگرے دو مرتبہ دبایا اور قبل روشن نظر آنے والی عمارت یکلخت گہری تا ڈوب گئی اور اس کے ساتھ ہی فائرنگ کی آوا دھماکوں میں بے پناہ شدت پیدا ہو گئی۔ اس دستی کسی کو نہیں سنائی دے سکتا تھا جو میں عقبی دیوار بنانے کے لئے استعمال کرنے والا تھا۔

لائٹ آف ہوتے ہی میں اپنی جگہ سے نکلا او تیز رفتاری سے عمارت کی طرف بڑھا۔ پھر عمارت پہنچنے سے قبل ہی میں نے اپنے ہاتھ میں پہلے سے م بم دیوار پر دے مارا، انتہائی شور کے باوجود میں کر لیا کہ دیوار کا کچھ حصہ منہدم ہو گیا ہے۔ دیوار کا سے جو دھول اڑ رہی تھی اس کے صاف ہونے کرنے کا وقت نہیں تھا۔ میں رکے بغیر پہلے کی سی آگے بڑھتا رہا اور پھر ایک طویل زقند مجھے دیوا ہونے والے سوراخ سے اندر لے گئی۔ حسب توقع طرف سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ وہاں کوئی تھا ہی مجھے ٹوکتا۔ وہ سب یا تو سامنے والے حصے کی طرف ہوں گے یا پھر ناگہانی حملہ آوروں سے بنرد آزما ہو بجائے اپنی جانیں بچانے کی فکر میں لگ گئے ہوں گ

میں نے تیزی سے زمین سے اٹھ کر کپڑے جھا عمارت کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس وقت میری بے دیدہ دلیری کا یہ عالم تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ میں بھی روشن کر لی تھی۔ اس دیدہ دلیری اور بے فکری وجہ یہ بھی تھی کہ میں جونز کے میک اپ میں تھا۔ کے طور پر میں نے جو اقدامات کئے تھے یہ میک اپ اقدامات کا ایک حصہ تھا۔ بالفرض میری اسکیم ناکام یہ میک اپ میری جان بچانے میں کلیدی کردار ادا کر

اس کھڑکی تک پہنچنے میں مجھے ذرا بھی دشوار ہوئی جس کے بارے میں مجھے کلارا نے بتایا تھا۔ نہ تھا بلکہ نقشہ بھی بنا کر دیا تھا۔ یہ کمرا اسٹور کے طور پر ہوتا تھا اور لاک نہیں رہتا تھا۔ نہ ہی غیر ضروری ط اس طرف آتا تھا۔ یہ کمرا نچلی منزل کی راہداری کے واقع تھا جس کے دروازے کے برابر سے ہی سیڑھی جا رہی تھیں۔

میں نے ایک ہی وار میں کھڑکی کا دروازہ توڑ ڈالا کود کر اسٹور میں داخل ہو گیا۔ ٹارچ کی محدود روشنی نے اسٹور میں بکھرے ہوئے کاٹھ کباڑ کا جائزہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ئے دروازے کا جائزہ لیا اور پھر دروازے تک پہنچ کر
بجھائی اور دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ دروازہ غیر مقفل
میں جلدی سے اسٹور سے باہر نکلا اور اسٹور کا دروازہ بند
۔ راہداری میں خاصی ہلچل محسوس ہو رہی تھی۔ ہلچل
ہی چاہئے تھی ان لوگوں پر جو ناگہانی افتاد آن پڑی تھی'
ں کا منطقی رد عمل تھا۔ عمارت کے احاطے میں سامنے کی
کھڑی ہوئی گاڑیوں نے شاید آگ پکڑ لی تھی اس لئے کہ
اری کے دوسرے سرے پر نارنجی رنگ کی لرزتی ہوئی
ی نظر آرہی تھی۔

میں نے ان فضولیات کی طرف توجہ دینا ضروری نہیں
ا اور بے فکری سے ٹارچ روشن کرلی۔ وہاں کچھ لوگ
رد تھے مگر انہیں کچھ ہوش نہیں تھا۔ وہ تو بوکھلائے ہوئے
ز میں ایک دوسرے سے دریافت حال کرنے کی کوشش
رہے تھے۔ کسی کو کچھ معلوم ہوتا یا کسی کی سمجھ میں کچھ آتا
سرے کو جواب دیتا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ وہاں حملہ
روں میں سے کوئی گھس آیا ہے۔ ان کے ذہن تو اس قابل
ے بھی نہ ہوں گے کہ وہ کچھ سوچ سمجھ سکیں۔

میں سیڑھیوں سے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ ٹارچ کی روشنی
اوپر جاتے ہوئے مجھے کسی قسم کی دقت کا سامنا نہیں کرنا
۔ لائٹ گئے ڈھائی منٹ گزر چکے تھے۔ اس بات کا کچھ
ازہ نہیں تھا کہ جنریٹر اسٹارٹ ہونے میں کتنی دیر لگے گی۔
کام جلدی بھی ہو سکتا تھا اور اس میں دیر بھی لگ سکتی تھی
م اس سے میرے پلان پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا۔ میں نے
ں تیاریاں ہر طرح سے مکمل کرلی تھیں۔

اوپری منزل پر پہنچتے ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی
ت کی طرف گیا ہے۔ میں نے ٹارچ کی روشنی جونز کی
ب گاہ کی طرف پھینکی تو دروازہ مجھے کھلا ہوا نظر آیا۔ مجھے
ہوا کہ کہیں جونز ہی چھت کی طرف نہ گیا ہو۔ اس بات کا
کان تھا کہ وہ بوکھلاہٹ میں فرار ہونے کی کوشش نہ
ڈالے۔ یہی سوچ کر میں بھی اوپری منزل پر رکنے کے
ئے چھت کی طرف بڑھ گیا۔ چھت کا دروازہ بھی مجھے کھلا
املا جس کا مطلب یہی تھا کہ میرا خدشہ بے بنیاد نہیں تھا۔

چھت پر قدم رکھتے ہی مجھے وہ دیوہیکل پرندہ نظر آگیا جسے
ں کاپٹر کہا جاتا ہے۔ ایک سایہ دوڑتا ہوا اس کی طرف
رہا تھا نیچے ہونے والی فائرنگ اور دھماکوں کی آوازیں اب
ت پڑتی جارہی تھیں۔ سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔ میں
ر لمحاتی تغافل بھی برتتا تو وہ نکل جاتا۔ اس نے بھی غالباً
سوس کرلیا تھا کہ چھت پر کوئی آیا ہے مگر اس نے بھی وقت

ضائع نہ کرنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ وہ رکے بغیر ہیلی کاپٹر کی طرف
دوڑتا رہا۔

میں نے روشن ٹارچ ہاتھ سے پھینکی اور ہیلی کاپٹر
طرف دوڑتے ہوئے جونز کے پیچھے لپکا۔ جونز کو کسی غیر معمولی
بات کا احساس ہوا تو اس نے دوڑتے میں پلٹ کر دیکھا مگر
اندھیرے کے باعث وہ میرے خدوخال نہیں دیکھ سکتا تھا
پھر وہ رک گیا۔

"کون ہو تم اور میرے پیچھے کیوں آرہے ہو" اس نے
جارحانہ لہجے میں کہا اس کے پاس غالباً کوئی ہتھیار وغیرہ نہیں
تھا ورنہ میرے اندازے پر وہ انتظار نہ کرتا۔

وہ چوکنا ہو گیا تھا مگر میں نے اس پر چھلانگ لگانے میں
ذرا بھی تامل نہیں کیا۔ اسے اس حد تک توقع نہیں تھی تاہم
اس نے مجھے جھکائی دینے کی ناکام کوشش کی تھی۔ جس سے
اسے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ میں اسے پختہ چھت پر دور تک
رگیدتا چلا گیا۔

"یہ میں ہوں ڈیئر جونز!" میں اسے رگڑا دیتے ہوئے
غرایا "پہچانا تم نے مجھے یا اور تفصیل سے تعارف کراؤں۔"

جونز مجھے اپنے اوپر سے اچھال کر پھینکنے کی ناکام کوشش
کر رہا تھا۔ شاید اس نے آواز سے مجھے شناخت کرلیا تھا۔ اگر
شناخت کرلیا تھا تو یقیناً بوکھلا گیا ہوگا۔ بھلا ماسٹر لی کو ان کے
شاگرد کے مقابل آنے کی کس میں ہمت تھی۔

"اگر تم نہیں پہچانا جونز تو میں اپنا تعارف کرائے دیتا
ہوں" میں غرایا "میں ایبرن ہال کا بڑبولا ہوں۔ یہودیوں کا
جانی دشمن جسے دنیا علی یار خان کے نام سے جانتی ہے۔"

"مم..... مجھے چھوڑ دو" جونز ہکلایا "میں نے تمہارا کیا
بگاڑا ہے؟"

"خاموش رہو" میں نے اسے ایک اور رگڑا دیتے
ہوئے کہا "کیا تم نے مجھ پر فائرنگ نہیں کرائی تھی۔ میں بدلہ
لینے میں دیر کرنے کا قائل نہیں ہوں۔"

"مم..... میں تم سے معافی مانگتا ہوں" جونز کی آواز میں
یدو کا سا تاثر تھا۔ اسے اپنی زندگی خطرے میں نظر آنے لگی
تھی۔

"تم صرف جان کے خوف سے مجھ سے معافی مانگ رہے
ہو۔ آزاد ہوتے ہی پھر میری جان کے درپے ہو جاؤ گے۔"

"میں بڑی سے بڑی قسم کھا سکتا ہوں" جونز نے ہانپتے
ہوئے کہا "میں کبھی تمہاری راہ میں نہیں آؤں گا۔"

"اگر آؤ گے بھی تو میرا کیا بگاڑ لو گے۔ اپنا ہی نقصان
کرو گے" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا "اور تم لوگوں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

قسموں پر تو میں ویسے بھی اعتبار نہیں کر سکتا۔"

"اگر۔۔۔ اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں ہے تو تم جس طرح کہو میں تمہیں یقین دلانے کے لئے تیار ہوں" جونز گھگیایا۔ اس نے جدوجہد کرنا ترک کر دیا تھا۔

"تمہیں میرے ساتھ بھرپور تعاون کرنا ہوگا۔ اگر تم اس پر تیار ہو تو میں تمہیں بخش سکتا ہوں۔"

"میں۔۔۔ میں دل و جان سے تیار ہوں" جونز نے بڑی تیزی سے کہا۔ شاید اسے اپنی جاں بخشی پر یقین نہیں آرہا تھا۔

"تو پھر تھوڑی دیر کے لئے بے ہوش ہو جاؤ" میں نے اس کا سر فرش سے ٹکرا دیا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

نیچے ہونے والی فائرنگ اب تھم چکی تھی۔ میری طرف سے انہیں اتنی ہی دیر کی اجازت ملی تھی۔ اس کے بعد انہیں ہر صورت میں پسپا ہو جانا تھا۔ عمارت کے اندر جنریٹر اسٹارٹ نہیں ہو سکا تھا ممکن ہے وہ لوگ اس حد تک بوکھلا گئے ہوں کہ انہیں جنریٹر اسٹارٹ کرنے کا ہوش ہی نہ رہا ہو تاہم نیچے احاطے میں کئی گاڑیاں دھڑا دھڑ جل رہی تھیں۔

میں نے جیسے تیسے بے ہوش جونز کو ہیلی کاپٹر میں ٹھونسا اور خود بھی سیٹ پر بیٹھ کر ہیلی کاپٹر اسٹارٹ کر دیا۔ اگلے ہی منٹ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ ایک مخصوص بلندی تک پہنچ کر میں نے اپنے مخصوص لباس کی جیب سے ایک کلسٹر بم نکالا اور باہر کی طرف اچھال دیا۔ بم عمارت پر گرا اور ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا۔ دھماکے کی شدت کا یہ عالم تھا کہ ڈیڑھ سو فٹ اوپر فضا میں معلق ہیلی کاپٹر بھی ایک لمحے کو لہرا گیا۔

ابھی پہلے دھماکے کی شدت پوری طرح ختم نہیں ہونے پائی تھی کہ میں نے دوسرا بم بھی باہر لڑھکا دیا اور دوسرے کے بعد پھر تیسرا۔۔۔ یوں تو دو بم ہی بہت کافی تھے مگر اس میں خدشہ تھا کہ تہہ خانہ تباہی سے بچ جائے گا۔

عمارت پر تین بم پھینکنے کے بعد اب مزید رکنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میرا ہاتھ ہیلی کاپٹر کی سائیکلنگ اسٹک کی طرف بڑھا اور ہیلی کاپٹر نے ہوا کے دوش پر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ دو منٹ کے اندر اندر میں منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ نیچے کھڑی ہوئی کار کی روشنیاں میری رہنمائی کر رہی تھیں۔ میں نے بڑی مہارت کے ساتھ ہیلی کاپٹر نیچے اتار لیا۔ سب کچھ پروگرام کے مطابق ہو رہا تھا۔

"کامیابی مبارک ہو چیف!" نیچے سے بڈ کی چنگھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

"اسے ہیلی کاپٹر سے اتارو اور اپنے اڈے پر پہنچانے کا بندوبست کرو" میں نے اوریگا سے کہا جو بڈ کے ساتھ ہی وہاں موجود تھا۔

جونز کو صرف کار میں منتقل کرنا تھا اب کچھ تو پہلے سے طے تھا اب مزید کوئی انتظام کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

میں اس کار میں جا بیٹھا جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر تہذیب بیٹھی تھی "مبارک ہو علی" تہذیب نے خوشی سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "ہم نے غیر معمولی کامیابی حاصل کی ہے۔"

"ہاں تہذیب! خدائے عزوجل ہم گناہ گاروں کو کامیابیوں سے نوازتا ہے۔ شاید اس لئے کہ ہماری نیتوں میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ ہم پورے خلوص کے ساتھ یہودیوں کی سرکوبی میں مصروف ہیں۔ بغیر کسی لالچ اور طمع کے۔ ہمیں کوئی ہوس نہیں ہے۔ بس ایک مشن ہے اور ہم بے مایہ لوگ ہیں جو دنیا کی بڑی بڑی تنظیموں کے مقابل ڈٹے ہوئے ہیں۔ یہی چھوٹی چھوٹی کامیابیاں ہمارا سرمایہ ہیں' یہی حاصل عمر ہیں۔ انھی کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ ہمارا سبھی کچھ رائگاں نہیں جا رہا۔ ہم ایک فلک بوس عمارت تعمیر کرنے کے لئے چھوٹی موٹی اینٹیں چن رہے ہیں۔ خدا نے چاہا تو ایک نہ ایک روز یہ عمارت ضرور پایۂ تکمیل کو پہنچے گی۔ ہمارے ہاتھوں نہ سہی کسی اور کے ہاتھوں پہنچے گی مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ ہماری محنتیں بالکل ہی اکارت ہو جائیں۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ خدا نے ہمیں اس کام کے لئے چنا۔ وہ تو بڑا بے نیاز ہے۔ نمرود جیسے متکبر کو مچھر جیسی حقیر مخلوق سے ختم کرا سکتا ہے۔ مٹھی بھر یہودیوں کو کروڑوں مسلمانوں پر مسلط کرکے اپنی شان استغنا کا اظہار کر سکتا ہے۔ جو کارنامے ہم سے سرزد ہوتے ہیں ان میں ہمارا کیا کمال ہے تہذیب! ہمیں تو ہر کامیابی پر اس خدائے وحدہ لاشریک کا شکر بجالانا چاہئے کہ اس نے یہ کام ہم سے لیا' کسی اور سے نہیں لیا۔"

"اس میں کیا شک ہے علی!" تہذیب نے دھیمی آواز میں کہا "ہم کسی بھی طرح خدا کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔"

شی گورائے کی سڑکوں پر شدید ہلچل مچی ہوئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شہر پر کوئی آفت نازل ہو گئی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شہر بھر کے فائر انجن سڑکوں پر نکل آئے ہوں۔ پولیس کاریں اور موبائل گاڑیاں بدحواسی کے عالم میں سڑکوں پر سائرن بجاتی دوڑتی نظر آرہی تھیں اور یہ سب کچھ دیکھ دیکھ کر مجھے ایک عجیب سی مسرت کا احساس ہو رہا تھا۔ ابھی دو ہی راتیں قبل تو میرے ساتھیوں نے ایگلز کے کئی ٹھکانوں کو تباہ کیا تھا اور اب ساگا اور اس کے ساتھیوں کی مدد سے ہم نے ایگلز کے مقامی ہیڈ کوارٹر کو مکمل تباہی سے دوچار کیا تھا۔

"ہمارے کسی آدمی کو تو کوئی گزند نہیں پہنچی" میں نے یکایک چونک کر تہذیب سے پوچھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ کسی کے خراش تک نہیں آئی" تہذیب نے کہا "حملہ اس قدر اچانک تھا کہ انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں مل سکا۔ جوابی کارروائی وہ کیا خاک کرتے۔"

"بلاشبہ یہ سب کچھ اتنا اچانک اور غیر متوقع تھا کہ پولیس تک بدحواس ہو گئی ہے۔ جب تک انہیں ہوش آئے گا اور وہ شہر کی ناکا بندی کریں گے ہم اپنے ٹھکانے پر پہنچ چکے ہوں گے۔"

تھوڑی دیر بعد ہم اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔ راستے میں ہمیں کسی نے نہیں روکا تھا۔ جونز کو رسیوں سے جکڑ کر قید کر دیا گیا تھا۔ ساگا اپنے ساتھیوں سمیت ہم سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکا تھا۔ اسے اب تک یقین نہیں آرہا تھا کہ ہم نے اتنی آسانی سے کامیابی حاصل کرلی ہے۔

"مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ شی گورائے میں ایگلز کے دن پورے ہو چکے ہیں" ساگا نے کہا "نہ صرف ان کا ہیڈ کوارٹر تباہ ہوا ہے بلکہ تم نے سربراہ کو زندہ گرفتار بھی کر لیا ہے۔"

"تم سے زیادہ اس کامیابی کی خوشی مادام کلارا کو ہوگی" میں نے کہا "وہ آخر وقت تک مجھے اپنے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔"

"اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ تم علی یار خان ہو تو ہرگز نہیں روکتی۔"

"ہاں اسے معلوم ہو جاتا کہ میں کون ہوں تو وہ مجھ سے تعاون ہی نہ کرتی۔ یہ تو میں نے اسے دھوکے میں رکھ کر اس سے معلومات حاصل کی ہیں۔"

"کیا اب تم اسے بتاؤ گے کہ تم دراصل کون ہو؟" ساگا نے پوچھا۔

"اس سلسلے میں' میں نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ ویسے اس پر اپنی حقیقت ظاہر کرنے کے بعد اس کا تعاون حاصل رہنا ناممکن سا لگتا ہے اور اس طرح اس کے ساتھ رہنا بڑا مشکل ہے۔ اس کے سامنے ہم کوئی بات ہی نہیں کر سکتے۔"

"فی الحال تم اس سے مل تو آؤ۔۔۔ وہ بہت مضطرب ہوگی۔ اسے نیند بھی نہیں آرہی ہوگی۔"

کلارا واقعی جاگ رہی تھی اور اس کے چہرے پر تشویش کے سائے لہرا رہے تھے۔ میں جونز کے میک اپ سے پیچھا چھڑا کر اس کے پاس پہنچا تھا اور بدستور ایڈم ڈی فلوک والے میک اپ میں تھا۔ مجھے دیکھتے ہی کلارا خوشی سے نہال ہو گئی۔

"تم نے بہت اچھا کیا کہ اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ غالباً تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ایگلز سے ٹکرانا آسان نہیں ہے۔"

"ہاں" میں نے مسکرا کر کہا "مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس عمارت میں داخل ہونا ممکن نہیں ہے اور ان سے مقابلہ کرنے کے لئے ایک پورے فوجی دستے کی ضرورت پڑے گی۔"

"اس کے باوجود بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ کامیابی ہو ہی جائے گی" کلارا نے بڑے جوش سے کہا "اس لئے کہ وہ عمارت نہیں ایک قلعہ ہے اور جو بھی وہاں حملہ کرے گا وہ چوں کہ کھلے میں ہوگا اس لئے اسے شدید نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"تم وہاں کے اسرار و رموز سے پوری طرح واقف ہو اس لئے تم ان باتوں سے بخوبی واقف ہو۔"

"جب میں پہلے کہہ رہی تھی تو تم نے میری بات کیوں نہیں مانی تھی۔ اگر پہلے ہی میری بات مان لی ہوتی تو کتنی مشکلات سے بچ جاتے۔"

"دراصل ایڈم ڈی فلوک کسی کی بات سننے کا عادی نہیں ہے۔ جب تک خود تجربہ نہ کر لے کسی کی بات پر یقین ہی نہیں کرتا۔"

"آدمی میں اگر کوئی بری عادت ہو اور اسے اس کا احساس بھی ہو تو اسے یہ عادت ترک کر دینی چاہئے۔"

"لیکن یہ بھی تو غور کرو کہ میں کس قدر باصلاحیت ہوں۔ تم خود میرا امتحان لے کر دیکھ چکی ہو۔"

"اس لئے تو میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں ایگلز کی طاقت سے بھی واقف ہوں اور تمہاری صلاحیتیں بھی میری نظر میں ہیں۔ جو تجزیہ میں کر سکتی ہوں وہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ وہ عمارت تباہ کی جا چکی ہے جس میں ایگلز کا مقامی ہیڈ کوارٹر تھا اور جونز میری قید میں ہے تو تم کیا کہو گی؟"

"میں اسے سال کا سب سے بڑا لطیفہ قرار دوں گی۔" کلارا نے بڑی بے ساختگی سے کہا۔

"تو پھر یقین کر لو کہ یہ لطیفہ رونما ہو چکا ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "جونز واقعی میری قید میں ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کلارا بے اعتباری سے ہنسنے لگی "اگر تم جونز سے صرف مل کر آجاتے تب بھی اتنی جلدی تمہاری واپسی نہیں ہوسکتی تھی۔"

"تم نے کبھی ایڈم ڈی فلوک کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔۔۔ اور ایک تم پر ہی کیا موقوف ہے، جن لوگوں نے اس قسم کی کوششیں کیں انہیں بھی کچھ حاصل نہیں ہوسکا۔"

کلارا حیرت سے مجھے دیکھنے لگی "تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ تم کتنا بڑا دعویٰ کررہے ہو۔"

"میں کوئی دعویٰ نہیں کررہا۔ میں تو تمہیں اطلاع دے رہا ہوں۔ چند گھنٹوں بعد صبح کے اخبارات میری بات کی تصدیق کردیں گے۔"

"تصدیق تو اس وقت بھی ہوسکتی ہے" کلارا نے عجیب سے لہجے میں کہا "تم کہہ رہے ہو کہ تم نے جونز کو اغوا کرلیا ہے۔۔۔"

"مگر وہ بے ہوش ہے۔ ذرا اسے ہوش آجائے تو میں تمہیں اس کے پاس لے چلوں گا" میں نے کہا۔

کلارا نے بے چینی سے پہلو بدلا "اگر یہ سچ ہے تو مجھے اپنی زندگی کا بقیہ حصہ یہیں گزارنا پڑے گا۔"

کلارا کی بات سن کر مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی "تمہارا خیال ہے کہ اب وہ ہمارے خلاف انتقامی کارروائی کریں گے؟" میں نے کہا۔

"تم نہیں جانتے۔۔۔ یہ لوگ جس کام کے پیچھے پڑجائیں اسے کرکے ہی دم لیتے ہیں۔ اور ایسے شخص کو تو بخشنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جس سے انہیں کوئی نقصان پہنچ گیا ہو۔"

"بدقسمتی سے میری عادت بھی یہی ہے۔ میں بھی دل میں جو کچھ ٹھان لوں اسے کرکے ہی دم لیتا ہوں خواہ اس کے لئے مجھے کیسے ہی جاں گسل مراحل سے کیوں نہ گزرنا پڑے۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو کہ تم نے ایگلز کے ہیڈکوارٹر کو تباہ کردیا ہے" کلارا نے بے اعتباری سے پوچھا۔

"جھوٹ بولنے سے مجھے کیا حاصل ہوگا۔۔۔ اور پھر محض چند ہی گھنٹوں کی تو بات ہے۔ حقیقت خود ہی عیاں ہوجائے گی۔"

"حیرت ہے!" کلارا بڑبڑائی "مجھے سوچنا پڑے گا۔ کیا ایگلز اتنی ہی کمزور تنظیم ہے کہ ایک آدمی کے ہاتھوں اتنا بڑا نقصان اٹھا جائے؟"

"ایگلز اس سے بھی کہیں زیادہ کمزور تنظیم ہے" میں نے کہا "اور تم دیکھنا کہ میں رینڈل کو کس طرح قسطوں میں ہلاک کروں گا۔"

"قسطوں میں ہلاک کرنے سے تمہاری کیا مراد ہے" کلارا نے حیرت سے پوچھا۔

"میں اسے ہلاک کرنے سے قبل ایگلز کے تمام ... ایک ایک کرکے ماروں گا اور یہ بات رینڈل کے علم میں ... گا کہ اس کا اپنا نمبر آخری ہوگا تاکہ وہ دہشت میں ... ہوجائے۔"

"اگر تم نے کوئی وقتی کامیابی حاصل کرہی لی ہے تو ... ضروری نہیں ہے کہ آئندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے ... کامیابی تمہیں حاصل ہوگئی اس پر اکتفا کرلو۔"

"میں بہت قناعت پسند آدمی ہوں کلارا! مجھے کس ... چیز کی ہوس نہیں ہے مگر میں بہت منتقم مزاج ہوں۔ زیردست ... سے تو نرمی برت سکتا ہوں مگر زبردست کے لئے میرے ... کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔"

"تم بہت ضدی ہو ایڈم! لیکن یہ تو بتاؤ کہ ایگلز ... تمہیں کیا نقصان پہنچایا ہے۔ اصل نقصان تو تمہیں ... سالومن سے پہنچا ہے؟"

کلارا نے اس قدر اچانک حملہ کیا تھا کہ میں لمحاتی ... تو سٹپٹا گیا مگر میں نے کلارا کو احساس نہیں ہونے دیا کہ ... سوال میرے لئے کسی گھبراہٹ کا سبب بنا ہے۔

"رینا سالومن سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے" میں ... خود کو سنبھالتے ہوئے کہا "اس کا لہجہ بھی کچھ مصالحانہ ... ہے اس لئے میں اسے اتنی زیادہ اہمیت بھی نہیں دیتا۔"

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ ایگلز نے تمہیں ... نقصان نہیں پہنچایا۔۔۔ تم نے اس بات کا جواب نہیں ...

"تمہیں تو نقصان پہنچایا ہے۔ اگر نہیں پہنچایا تو ... اندیشہ تو موجود ہے۔ ہم یہ انتظار کیوں کریں کہ دشمن ... کرے ہم خود ہی کیوں نہ آگے بڑھ کر ان کے دانت ... کردیں۔"

اچانک دروازے پر اوریگا نمودار ہوا "قیدی کو ... آگیا ہے۔" اس نے اطلاع دی اور الٹے قدموں واپس ... گیا۔ میں ہدایت دے کر آیا تھا کہ جونز کو جیسے ہی ہوش ... مجھے اس کی اطلاع دی جائے۔

"قیدی سے کیا مراد ہے" کلارا نے پوچھا "یہ ... کہیں جونز سے متعلق تو نہیں تھی؟"

"تم ٹھیک سمجھیں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "آؤ ... اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اطمینان بھی کرلو۔"

میں اور کلارا اس مقام پر پہنچے جہاں جونز کو بند کیا گیا تھا باہر تہذیب اور بڈ کے ساتھ ساگا بھی میرا منتظر تھا۔ ان میں سے کوئی بھی ابھی تک اندر نہیں گیا تھا۔ میں نے اندر داخل ہونے سے قبل تہذیب اور بڈ سے سرگوشی میں کہا جسے ساگا نہیں سن سکا اور نہ ہی کلارا سن سکی کہ میں نے کیا کہا ہے۔ ساگا نے تو خیر کوئی تاثر نہیں دیا مگر کلارا کے چہرے پر ناگواری کے آثار دکھائی دیے۔ میں نے اس کی ناگواری کو محسوس تو کیا مگر اس پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں نے اس کی ناگواری کو محسوس کرلیا ہے۔ میں اسے نظرانداز کرتا ہوا اندر داخل ہوگیا جہاں جونز ایک کرسی پر بندھا بیٹھا تھا۔

"کیا حال چال ہیں مسٹر جونز" میں نے تمسخرانہ لہجے میں اس سے کہا اور وہ مجھے کوئی جواب دینے کے بجائے چند ھیائی ہوئی نظروں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا۔ مادام کلارا میرے ساتھ ہی تھی۔ اس نے جونز کو دیکھ کر میرا بازو مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"تم نے جواب نہیں دیا۔ میں نے تم سے کچھ پوچھا تھا۔ کیا اپنے حال چال بتانے میں تمہیں کوئی اعتراض ہے؟"

"میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں" جونز نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم میرے ساتھ ہر قسم کا سلوک کرسکتے ہو۔"

"اور تم نے جو ہائی کمان کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرایا تھا اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

کلارا نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ اب تک اس کے علم میں نہیں تھا کہ مجھ پر کوئی قاتلانہ حملہ بھی ہوا ہے مگر میں نے کلارا کی طرف نہیں دیکھا۔ میری نظریں تو جونز پر جمی ہوئی تھیں اور میں بظاہر ہر طرف سے بے پروا نظر آرہا تھا۔

میری بات پر جونز نے پلکیں جھپکائیں۔ ایک لمحے کچھ سوچا پھر بولا "میں نے ہائی کمان کے حکم کی جو خلاف ورزی کی ہے مجھے اس کی سزا ضرور ملے گی۔"

"لہٰذا مجھے چاہئے کہ میں تمہیں باعزت طور پر رہا کردوں" میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا "" یہی کہنا چاہتے ہونا؟"

"نہیں۔۔۔ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ تم سے ہر طرح کا تعاون کرنے کو تیار ہوں اور میں اپنی بات پر اب بھی قائم ہوں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو جونز اگر ابھی تمہیں موقع مل جائے تو تم مجھے جان سے مارنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کروگے اور جس تعاون کی پیش کش اب کررہے ہو تم نے پہلے کیوں نہیں کی تھی۔ گرفت میں آنے کے بعد تو ہر ایک ایسی ہی باتیں کرتا ہے۔"

"میں دوسروں سے بہت مختلف آدمی ہوں علی! تم مجھے قول کا پکا پاؤ گے۔ میں جاں بخشی کی یقین دہانی پر تمہاری کوئی بھی شرط قبول کرسکتا ہوں۔"

جونز کے الفاظ تھے یا بم کا دھماکا جو کلارا کے اعصاب پر ہوا۔ اس نے میرا بازو چھوڑ دیا اور مجھ سے ذرا دور ہٹ گئی۔ میں نے اس کی ایک ایک حرکت محسوس کی مگر قطعاً انجان بنا ہوا تھا۔ جونز نے مجھے علی کہہ کر مخاطب کیا تھا اور کلارا نے ایک لمحے کے اندر حقیقت حال جان لی تھی۔ ویسے بھی یہودی دنیا کا تقریباً ہر فرد میرے نام سے واقف تھا۔

"میں تمہارا امتحان لوں گا جونز!" میں نے کہا "امتحان صرف ایک بار ہوگا۔ اگر تم اس میں کامیاب ہوگئے تو میں تمہاری جاں بخشی کردوں گا لیکن اگر تمہاری نیت تبدیل ہوئی تو میں تمہیں ٹکڑوں میں تقسیم کردوں گا۔ معلومات تو تم مجھے ہر صورت میں فراہم کروگے۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ مجھے میری مطلوبہ معلومات خوش گوار ماحول میں فراہم کرتے ہو یا تشدد ہونے پر ہی زبان کھولتے ہو۔"

"تم جس طرح چاہو مجھے آزما کر دیکھ سکتے ہو" جونز نے بڑے جوش سے کہا "ہماری معلومات کے مطابق تم بات کے دھنی ہو۔ اپنی بات پر قائم رہنا۔"

"اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت کرے گا اور بہت جلد کرے گا۔ وہ وقت دور نہیں جب یہ پتا چل جائے گا کہ تم کتنے پانی میں ہو۔ ویسے بھی بلاجواز مجھ سے کسی کی جان نہیں لی جاتی اور مجھے یقین ہے کہ تم مجھے وہ جواز ضرور فراہم کروگے۔"

"مجھے اپنی زندگی بے حد عزیز ہے علی! کسے نہیں ہوتی میں اپنی زندگی بچانے کے لئے سب کچھ داؤ پر لگا سکتا ہوں۔"

"مجھے اس پر شبہ ہے جونز! میرے خیال میں تم اسرائیل کے مفادات کا سودا نہیں کروگے؟" میں نے الفاظ چباتے ہوئے کہا "جس طرح میں فلسطین کے مفادات کا سودا نہیں کرسکتا۔"

"کیوں نہیں کروں گا۔۔۔ ضرور کروں گا اور میں تمہیں ایسی معلومات بھی فراہم کرسکتا ہوں کہ تم خوش ہوکر خود ہی مجھے چھوڑ دوگے۔"

اچانک کلارا پھرتی کے ساتھ کمرے کے ایک کونے کی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

طرف جھپٹی۔ سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا مگر اس وقت تک وہ اپنا چپٹا سا شعاعی پستول نکال چکی تھی۔

"اپنے ہاتھ اٹھالو" وہ سفاکانہ انداز میں غرائی "ورنہ یاد رکھو کہ اس پستول سے خارج ہونے والی شعاع لمحے بھر میں روسٹ کردیتی ہے۔"

سب سے پہلے میں نے اپنے ہاتھ اٹھائے "کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "یہ بہت خطرناک پستول ہے اس کے سامنے کوئی رسک مت لینا۔"

"تو تم علی یار خان ہو" کلارا نے نفرت انگیز لہجے میں کہا "اگر مجھے پہلے معلوم ہوجاتا تو میں کبھی تم سے تعاون نہ کرتی۔"

"تم حماقت کی مرتکب ہورہی ہو کلارا" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "پستول رکھو۔ میں تمہارا دشمن نہیں دوست ہوں۔ جونز یا ایگلز سے تمہیں کسی بھلائی کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔"

"اس کی باتوں میں مت آنا کلارا" جونز چیخا "بلکہ اسے فوری طور پر ہلاک کردو ورنہ یہ پھر بازی الٹ دے گا۔"

"بازی الٹنا تو بہت دور کی بات ہے جونز! یہ اپنی جگہ سے صرف حرکت کرکے دیکھے۔ میں اسے کیسا مزہ چکھاتی ہوں۔"

"یہ بہت چالاک ہے کلارا! اس نے تمہیں بہت بری طرح بے وقوف بنایا ہے" جونز چیخا "اس کی ساتھی تہذیب ما لکم ایکس ہے یہ تمہیں ریناسالومن بن کر فون کیا کرتی تھی۔"

کلارا نے ہونٹ بھینچ لئے "کیا جونز ٹھیک کہہ رہا ہے؟" اس نے سلگتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"اس سے کیا پوچھ رہی ہو مجھ سے پوچھو۔ میں تمہیں بتاؤں گا مگر پہلے مجھے کھولو تو۔"

"یہ حماقت بھول کر بھی مت کرنا کلارا" میں نے تیزی سے کہا "ایگلز کی نظروں میں تمہارا جرم ناقابل معافی ہے۔"

"اس کی کوئی بات مت سنو۔ یہ ہم دونوں کو لڑانے کی کوشش کررہا ہے بلکہ تم اسے مار کیوں نہیں دیتیں؟"

"یہ یرغمال ہے جونز! اور اس کی زندگی یہاں سے ہماری رہائی کی ضمانت ہے" کلارا نے آہستہ آہستہ اس کی طرف کھسکتے ہوئے کہا۔ بات وہ جونز سے کررہی تھی مگر اس کی نظریں ہم پر مرکوز تھیں اور اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے پستول کا رخ ہماری طرف تھا۔ ہماری کسی خفیف سی حرکت پر بھی وہ ہم پر فائر کرسکتی تھی "دراصل تمہیں اندازہ نہ... کہ جس مقام پر ہمیں قید کیا گیا ہے وہاں سے نکلنا ناممکن ہے لیکن اگر ہم ان لوگوں کو یرغمال بنائے رکھیں تو پھر کوئی ہمیں روکنے کی جرأت نہیں کرسکے گا۔"

"جونز ایک بھیڑیا ہے کلارا" میں نے کہا "اب وقت ہے۔ عقل کے ناخن لو اور اسے آزاد کرنے کی ... مت کرو۔"

"ہم لوگ ایک ہیں اور ایک ہی رہیں گے مگر یہ ... یہودی دنیا کا دشمن ہے" جونز نے کہا "اگر یہ آج بچ کر ... تو شاید پھر کبھی قابو میں نہ آئے۔"

"کچھ تو شرم کرو جونز!" میں نے کہا "کچھ ہی دیر ... نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھ سے بھرپور تعاون کرو... اب تم کلارا کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہو۔"

اتنی دیر میں کلارا سارے بندشوں سے آزاد کرچ...

"میں تم سے ضرور تعاون کروں گا مسٹر علی!" جونز نے ... چباتے ہوئے کہا "اگر ہم ہی لوگ تم سے تعاون نہیں ... گے تو اور کون کرے گا۔ تم بھی تو ہمارے لئے بے حد ... ہو۔"

"اسی لئے میں نے تم سے کہا تھا کہ مادام کلارا پر ... کرنا ٹھیک نہیں ہے" تہذیب نے غرا کے کہا "اب ... تمہاری حماقت کیا رنگ لائی ہے۔"

"تم دونوں یہاں سے نکل نہیں سکو گے" ... بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میرے آدمیوں کو دھوکا د... ناممکن ہے۔"

جونز نے ایک طویل قہقہہ لگایا "اس وقت کلارا ... مثال عقل مندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اگر تمہارے آدمی... ہمیں روکنے کی کوشش کی تو تم میں سے ایک بھی زندہ ... رہے گا۔"

"مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تمہاری پول ... ورنہ تم مجھ پر رعب ڈالنے پر کامیاب ہوگئے تھے اور ... سوچنے لگا تھا کہ شاید کوئی اکا دکا یہودی قول کا پکا بھی ... خدا کا شکر ہے کہ میں زیادہ دیر دھوکے میں نہیں رہا۔"

"یہ کہہ رہا تھا کہ اس نے مقامی ہیڈ کوارٹر کو ... ہے" کلارا نے کہا اور جونز نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ممکن ہے یہ درست کہہ رہا ہو۔ اس لئے کہ ... اس نے پہلے ہی بے ہوش کردیا تھا۔"

"یہ تو مقامی ہیڈ کوارٹر تھا جونز! میری نظریں تو ... بڑے ہاورڈ اور مرکزی ہیڈ کوارٹر پر لگی ہوئی ہیں۔"

"تم باتیں بہت دلچسپ کرتے ہو" جونز نے محظوظ ہوتے ہوئے کہا پھر کلارا سے بولا "یہ بہت چالاک ہے۔ پستول میرے حوالے کرو اور ذرا اس کی تلاشی لے ڈالو۔"

کلارا نے پستول جونز کو دیا اور وہ ہم سب کو کور کرکے کھڑا ہوگیا "تم سب دیوار کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوجاؤ" جونز نے حکم دیا "تمہاری تلاشی لی جائے گی۔"

"بڈ کی بہت بے عزتی ہورہی ہے چیف!" بڈ نے غصیلے لہجے میں کہا "اگر تم اجازت دو تو میں اسے ابھی ٹھیک کردوں۔"

"بکواس مت کرو اور جو کچھ کہا جارہا ہے اس پر عمل کرو" میں نے بڈ کو ڈانٹا "کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ مسٹر جونز کے ہاتھوں میں نہایت مہلک قسم کا شعاعی پستول ہے۔"

بڈ سب کے ساتھ دیوار کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوگیا "خاموشی کے ساتھ تلاشی دینا۔ کوئی بھی غلط قسم کی حرکت مت کرنا۔ میں اس حق میں نہیں ہوں کہ جان جیسی قیمتی چیز خواہ مخواہ گنوائی جائے۔"

"تم بہت عقل مند ہو علی!" جونز نے مضحکانہ انداز میں کہا "اپنے ساتھیوں کو بڑے قیمتی مشورے مفت دیتے رہتے ہو۔"

کلارا نے یکے بعد دیگرے ہم سب کی تلاشی لی۔ صرف آغا کی جیب سے تین خنجر برآمد ہوئے۔ میرے، تہذیب اور ... کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ تھا ہی نہیں تو برآمد کیا ہوتا۔

"اب بھی وقت ہے کلارا ہوش میں آجاؤ۔ ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے مگر جونز کے ہاتھوں تمہیں نقصان بھی پہنچ سکتا ہے" میں نے کلارا سے اس وقت سرگوشی میں کہا جب وہ عقب سے میرا لباس تھپتھپا رہی تھی مگر اس نے جیسے میری بات سنی ہی نہیں اور بدستور اپنے کام میں مصروف رہی۔ اسے سمجھانے کے لئے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

"کل یہ تین خنجر برآمد ہوئے ہیں" کلارا نے خنجر جونز کے حوالے کرتے ہوئے کہا "ان لوگوں کے پاس کچھ نہیں ... تھا۔"

"اب تم لوگ اس طرف منہ کرسکتے ہو" جونز نے کہا اور ہم سب نے اس کی طرف رخ کرلیا۔ کلارا جونز کے ساتھ ہی لگی کھڑی تھی۔

"تم نے دیکھا علی!" جونز نے کہا "اس قسم کے مقابلوں میں کچھ بھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا۔ بازی یوں بھی پلٹ جایا کرتی ہے۔ ایک معمولی سی فتح کو تم معلوم نہیں کیا سمجھ بیٹھے تھے۔"

"کچھ بھی نہیں سمجھا تھا مائی ڈیئر جونز!" میں نے بے پروائی سے کہا "مجھے تو کسی بھی بات پر اس وقت تک یقین نہیں آتا جب تک کہ وہ رونما نہیں ہوجاتا۔"

"تو پھر یقین کرلو کہ اس وقت تم بالکل بے دست و پا ہوچکے ہو اور تمہاری ذرا سی بھی حرکت تمہیں موت کی آغوش میں پہنچا سکتی ہے۔"

"موت کی آغوش میں پہنچنے کا یقین مجھے اس وقت آئے گا جب میں موت کی آغوش میں پہنچ چکا ہوں گا۔"

"مجھے معلوم ہے تم کبھی خود کو خوف زدہ ظاہر نہیں ہونے دیتے" جونز نے مجھے گھورا "لیکن مجھ پر تمہاری یہ تیکنک کارگر نہیں ہوسکے گی۔ میں تمہارے ہاتھوں پہلے بھی چوٹ کھا چکا ہوں۔"

"لیکن اس وقت تو میں نے تمہارے ہاتھوں چوٹ کھائی ہے۔ تمہارے وعدے پر مجھے اعتبار کرنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ تم ایک وعدہ شکن آدمی ہو۔"

"میں اصول پسند بھی بہت ہوں۔ تم نے دیکھا نہیں میں نے ہیڈ کوارٹر کی عمارت سے تمہیں کتنی آسانی سے نکل جانے دیا تھا۔"

"میں نے اندازہ کرلیا تھا کہ تم میرے خلاف کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو اسی لئے میں تمہاری زد سے صاف بچ نکلا کیا تم اس کی داد نہیں دو گے۔"

"ضرور دوں گا" جونز نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "اور یہ بھی جاننا چاہوں گا کہ تم نے ہمارے خلاف اتنا کامیاب ایکشن کس طرح کرلیا۔"

"ناممکن سی بات لگتی ہے نا" میں مسکرایا "میں تمہیں ضرور بتاؤں گا لیکن اس سے پہلے تمہیں یہ بتانا ہوگا کہ تم نے محض ایک رات کے اندر ہم لوگوں پر کس طرح ہاتھ ڈالا ہے۔"

"کیا زوردار بات پوچھی ہے چیف!" بڈ نے خوش ہوکر کہا "اگر اس بات کا صحیح جواب مل جائے تو بڈ کی پوزیشن تو صاف ہو ہی جائے گی۔"

"یہ بات تم نے پہلے سے کس طرح فرض کرلی کہ تمہاری پوزیشن صاف ہو ہی جائے گی" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "ممکن ہے جونز نے تمہاری غلطی سے ہی فائدہ اٹھایا ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ہرگز نہیں چیف!" بڈ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا "میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں بے حد محتاط تھا لہٰذا تم مجھے قصور وار مت ٹھہراؤ۔"

"سوال یہ ہے کہ جب میں نے تمہیں منع کیا تھا تو تم نے میری ہدایات کی خلاف ورزی کرنے کی جرأت کیوں کی؟"

"میں نے یہ کام اپنے رسک پر کیا تھا اور مجھے یقین ہے کہ مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔"

"تم لوگ کیا بکواس کر رہے ہو؟" جونز نے ہمیں گھورتے ہوئے بڑی خشونت سے کہا۔

"یہ بکواس نہیں ہے" میں نے کہا "ہم یہ طے کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ تم ہم تک کس کی غلطی کی وجہ سے پہنچے۔"

"کسی کی غلطی کی وجہ سے بھی نہیں" جونز نے کہا "یہ تو خالصتاً ایلگز کے سائنس دانوں کا کارنامہ تھا جس کی بدولت تم لوگوں کا سراغ مل گیا۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی مسٹر جونز" میں نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"ہمارے سائنس دان ایک ایسا آلہ ایجاد کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جو مختلف اقسام کی بو ریکارڈ کر سکتا ہو۔"

"خوشبوؤں کو ریکارڈ کرنے والی بات سمجھ میں نہیں آئی؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"دنیا بھر کے سائنس دان اس چکر میں ہیں مگر ہم یہ کارنامہ بہت پہلے کر چکے تھے۔ مسئلہ یہ تھا کہ اس محفوظ خوشبو سے فائدہ کس طرح اٹھایا جائے۔ ابھی چند ہی روز قبل انہوں نے اس میں بھی کامیابی حاصل کر لی۔ یہ ایک ایسا آلہ ہے جس میں اگر کوئی خوشبو محفوظ کر دی جائے تو وہ اس مخصوص خوشبو کو شناخت کر سکتا ہے۔ اور جزیرۂ مرگ پر تم تینوں کے جسموں کی خوشبوئیں بھی محفوظ کر لی گئی تھیں۔"

جونز کے انکشاف نے مجھے حیران کر کے رکھ دیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ان لوگوں نے اس حد تک پیش بندیاں کر رکھی ہوں گی۔

"شی گورائے کی بگڑتی ہوئی صورت حال نے ہمیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا اور اسی لئے مجھے خاص طور پر یہ آلہ دے کر بھیجا گیا تھا اور دیکھ لو کہ ہمارا یہ اقدام کس قدر کامیاب رہا؟"

جونز کی باتیں سن کر صحیح معنوں میں میرے ہوش ٹھکانے آ گئے اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ مجھے ماسٹر لی کو ان سے سیکھے ہوئے حیران کن کمالات کا بھرپور مظاہرہ کرنا پڑے گا بغیر بات نہیں بن سکتی تھی۔

"تم نے دیکھا چیف؟" بڈ نے چہک کر کہا "میری درست ثابت ہوئی نا۔"

"اب فلموں کا معمہ بھی حل کر دو۔ کلارا تو ان فلموں کے حصول کے لئے دیوانی ہوئی جا رہی تھی مگر تمہیں ان کی پروا نہیں تھی۔"

"کلارا کو ان فلموں کی اصلیت کا علم نہیں تھا۔ ان پر ایک ایسا خاص محلول لگا دیا گیا تھا کہ عام پروجیکٹر پر چلانے کی صورت میں وہ بالکل سادہ ہو جاتیں۔ جب تک روشنی خاص لینس پر سے گزر کر ان پر نہ پڑے' ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا اور عام روشنی ان کے لئے اور زہر کا کام کرتی ہے۔ تم نے یقیناً انہیں دیکھ لیا ہوگا۔ اب وہ فلمیں کام کی نہیں رہیں۔ ہم نے یہ احتیاطی تدبیر اس خیال سے اختیار کی تھی کہ اگر فلمیں غلط ہاتھوں تک پہنچ جائیں تو ان سے فائدہ نہ اٹھایا جا سکے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ احتیاطی تدبیر اس حد تک ہمارے کام آ جائے گی۔"

میں نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔ "تم لوگوں نے واقعی بہت ترقی کر لی ہے۔ تم سے مقابلہ کرنا آسان نہیں رہا۔"

"میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا۔ اب تم مجھے بتا دو کہ تم نے ہمارے اس قدر مستحکم حفاظتی حصار کو کس طرح توڑا؟"

"کلارا کی مدد سے۔" میں نے بڑی سادگی سے کہا۔ "اس نے ہمیں حفاظتی انتظامات کی نوعیت سے آگاہ نہ کیا ہوتا تو میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔"

جونز کے چہرے کے تاثرات یکلخت تبدیل ہو گئے۔ اس نے دفعتاً کلارا کو بالوں سے پکڑ کر بڑے زور سے دھکا دیا۔ وہ چیختی ہوئی زمین پر گری۔

"تو غداری کی مرتکب ہوئی ہے۔" اس نے دانت پیس کر کہا "تیری موت کے احکامات تو پہلے ہی جاری کر دیئے گئے تھے مگر اب تو تیرے ساتھ کسی رعایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"مم۔ میں نے تمہیں علی کے چنگل سے رہائی دلائی اور تم مجھے ہی مار رہے ہو۔" کلارا نے کہا مگر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جونز بہرا ہو گیا ہو۔ پستول کے ٹریگر پر اس کی انگلی کا دباؤ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ پھر اس نے ٹریگر پوری طرح دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی کلارا کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔

کلارا ماہی بے آب کی طرح لوٹ رہی تھی اور جونز اپنے ہاتھوں میں دبے پستول کا ٹریگر بار بار دبائے چلا جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کچھ بوکھلاہٹ سی طاری تھی۔ اسی دوران کلارا کی چیخیں تھم گئیں اور اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔

"تم ہار گئے جونز!" میں نے دبنگ آواز میں کہا "میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہارا امتحان لوں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ تم امتحان میں فیل ہو گئے۔ اب میں سکون سے تمہارا آملیٹ بنا سکوں گا۔"

جونز کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ کلارا اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور بے یقینی سے پلکیں جھپکا رہی تھی۔ اسے اپنے بچ جانے پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ جونز کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس مہلک شعاعی پستول نے بار بار ٹریگر دبانے کے باوجود ایک بھی شعاع اگلنے سے انکار کر دیا۔

"حیران ہونے کی بات نہیں ہے جونز!" میں نے بڑے سکون سے کہا "تم ناعاقبت اندیش آدمی ہو۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ تمہارے مقابل کون ہے۔ تم بھول گئے کہ میرے مقابلے پر اولیو ہاورڈ جیسا نامی گرامی بدمعاش بھی نہیں ٹک سکا تھا۔ تم مستقلاً اس زعم میں رہے کہ مجھ پر قابو پا لو گے اور تمہاری یہی خوش فہمی تمہیں لے ڈوبی۔ تم نے علی یار خان کے رتبے کو نہیں پہچانا مگر یہ پستول پہچان گیا اس لئے اس نے چلنے سے انکار کر دیا۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ میرے سامنے اسلحہ بے کار ہو جاتا ہے اس لئے تو میں آج تک بچا ہوا ہوں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو" جونز نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی شخص کے سامنے اسلحہ بے کار ہو جائے۔ ضرور تم نے اس پستول کے ساتھ کوئی گڑبڑ کی ہے۔"

"یہ پہلے سوچنے کی بات تھی جونز" میں نے ایک قہقہہ لگا کر فاتحانہ انداز میں کہا "تمہیں پہلے ہی سمجھ لینا چاہئے تھا کہ علی یار خان یوں مطمئن ہو کر بیٹھ جانے والوں میں سے نہیں ہے۔"

ساگا نے اپنے ہاتھ گرا دیئے تھے۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے ظاہر ہو رہا تھا کہ صورت حال ابھی تک اس پر پوری طرح واضح نہیں ہو سکی ہے۔ کلارا کی سمجھ میں بات کچھ کچھ آ گئی تھی اور تذبذب اور بڈ تو پہلے ہی سے آگاہ تھے کہ معاملہ کیا ہے۔ جونز کو اپنا انجام نظر آنے لگا تھا۔ اس نے مجھ سے تعاون کا جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کرنے کے بعد وہ کسی بھی رعایت کا مستحق نہیں رہا تھا۔ اسے بخوبی اندازہ تھا کہ جو کچھ بھی ہوا وہ پہلے سے طے شدہ اسکیم کے تحت ہوا تھا اور جونز میرے پھیلائے ہوئے جال میں بری طرح پھنس گیا تھا۔

مجھے اندازہ تھا کہ جونز جان پر کھیل کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کرے گا۔ وہ خود بھی اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہو سکتا تھا کہ ایسی کوئی کوشش خودکشی کے مترادف ہو گی لیکن میرے چنگل میں پھنسنے سے بہتر تو یہی تھا کہ وہ خودکشی کر لیتا۔ یہ بات اظہر من الشمس تھی کہ میں اس پر بدترین تشدد کروں گا اور میرے تشدد سے بچنے کا یہی راستہ تھا کہ وہ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرے خواہ اس کوشش میں مارا ہی کیوں نہ جائے۔

لیکن اس قسم کی کوئی کوشش کرنا بھی آسان نہیں تھا۔ کوشش کرنا تو شاید آسان ہوتا لیکن ایسی کوشش جو اگر ناکام ہو تو اس کی موت کی صورت میں ہو' یہ بہت مشکل تھا۔ وہ مسلح ہوتا تو اس کا کام آسان ہو جاتا۔ اب ایک نہتا آدمی کیا کرتا؟ واحد صورت یہی تھی کہ وہ پہلے کسی شخص سے اسلحہ چھینے پھر اس کے زور پر اگلا قدم اٹھائے۔ مشکل یہ تھی کہ اس کمرے میں کسی کے پاس بھی اسلحہ نہیں تھا۔ کمرے کے باہر متعین ساگا کے آدمی البتہ مسلح تھے اور جونز کا پہلا ٹارگٹ وہی لوگ ہو سکتے تھے۔

میں نے جونز کے چہرے پر نگاہیں جمائے ہوئے ایک لمحے کے اندر اندر پورا تجزیہ کر لیا۔ اس کے چہرے کا اتار چڑھاؤ پوری طرح میری نظر میں تھا۔ کمرے میں بوجھل سکوت طاری ہو گیا تھا۔ ہر ایک کی نظریں مجھ پر مرکوز تھیں' جونز کے بارے میں فیصلہ مجھی کو کرنا تھا لہٰذا سب میرے اشارے کے منتظر تھے۔ جونز کو بھی اندازہ تھا کہ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔

اچانک جونز میری طرف لپکا۔ میں پوری طرح تیار تھا اور مجھے معلوم تھا کہ وہ ہرگز مجھ سے بھڑنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ وہ تو مجھے ڈاج دے کر کسی طرح کمرے سے نکل جانے کے چکر میں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس کے جھانسے میں آ جاؤں گا مگر ایسا نہیں ہوا' چنانچہ جب اس نے دروازے کی طرف لپکنے کی کوشش کی تو میں اس کی راہ میں مزاحم تھا۔

"تم اتنی آسانی سے فرار نہیں ہو سکتے جونز" میں نے اسے پوری قوت سے دھکیلتے ہوئے کہا اور وہ عقبی دیوار سے جا ٹکرایا۔ عقبی دیوار سے ٹکرا کر اس نے محض ایک لمحہ توقف کیا اور اسی ایک لمحے میں اس نے مجھ سے ٹکرانے کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

فیصلہ کرلیا۔ اس لئے کہ اگلے ہی لمحے وہ مجھ پر دوبارہ حملہ آور ہوا تھا۔ یہ فیصلہ اسے بہت مہنگا پڑا۔ جس طاقت کے ساتھ اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا میں نے اسے اس کے خلاف استعمال کیا۔ میں نے ذرا سا ترچھا ہو کر اسے دونوں ہاتھوں سے دوسری طرف اچھال دیا۔ وہ تقریباً اڑتا ہوا عقبی دیوار سے ٹکرایا۔ اس کے حلق سے کرب میں ڈوبی ہوئی ایک کراہ خارج ہوئی اور وہ دھپ سے زمین پر گر پڑا۔ وہ تشنجی انداز میں ہاتھ پیر پھینک رہا تھا۔ غالباً اس کی ریڑھ کی ہڈی پر گہری ضرب آئی تھی۔

"بہت خوب علی" ساگا نے بے ساختہ کہا "تم نے چشم زدن میں اس ملعون کے کس بل نکال دیئے۔"

"اس قسم کے کرتب دکھانے میں چیف کا کوئی ثانی نہیں ہے" بڈ نے فخریہ لہجے میں کہا، یوں جیسے یہ کارنامہ اس نے خود سرانجام دیا ہو۔

"اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے ساگا" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا "یہ رب ذوالجلال کی قدرت ہے کہ اس نے مجھے ان لوگوں کے لئے قہر بنادیا ہے۔"

جونز بدستور تشنجی کیفیت طاری تھی اور وہ شدید کرب میں مبتلا نظر آرہا تھا۔ ریڑھ کی ہڈی کی چوٹ برداشت کرنا آسان نہیں ہوتا۔

"دو دن کے اندر یہ تیسرا موقع ہے جونز کہ تم نے میرے ہاتھوں شکست کھائی ہے۔ اب بھی اگر تمہارے دل میں کوئی حسرت ہے تو [illegible]"

جونز کوئی [illegible] دیئے بغیر تڑپتا رہا۔ اس کی حالت ابتر ہورہی تھی۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اس چوٹ سے اس کے حواس نہ متاثر ہو جائیں۔

"اس کے لئے میڈیکل ایڈ کا بندوبست کرو ساگا" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ وہ جونز کے نزدیک جانے کے لئے لپکی تھی۔

"اس کے قریب مت جانا" کلارا کے منہ سے اضطراب کے عالم میں نکلا۔

تہذیب نے تو سنی ان سنی کردی مگر میں نے مسکرا کر کلارا کی طرف دیکھا "شکر ہے" میں نے کہا "تمہیں برے اور بھلے کی تمیز تو پیدا ہوئی۔"

کلارا کی نظریں جھک گئیں۔ وہ بے حد پشیمان نظر آرہی تھی۔ تہذیب جونز کے اوپر جھکی ہوئی تھی۔ ساگا اپنے آدمیوں سے ڈاکٹر کو بلانے کا کہہ رہا تھا اور بڈیوں بے تعلقی کے ساتھ کھڑا تھا جیسے گردوپیش کے کسی شے سے اس کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

"تمہیں بے فکر رہنا چاہئے کلارا" میں نے کہا "تہذیب جانتی ہے کہ میں بھرپور وار کرتا ہوں۔ جونز ناکارہ ہوچکا ہے۔ اب یہ کسی کو نقصان پہنچانے کے قابل نہیں رہا۔"

"میں... میں شرمندہ ہوں" کلارا نے اٹک اٹک کر کہا "میں بھول گئی تھی کہ میں اینگلز سے ناتا توڑ آئی ہوں۔ اب وہاں میرے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"وہاں تمہارے لئے گنجائش ہو یا نہ ہو، میرے پاس تمہارے لئے ہمیشہ گنجائش رہے گی۔ میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اس پر اب بھی قائم ہوں۔"

"لیکن میں تمہیں دھوکا نہیں دے سکتی علی!" کلارا نے جھجکتے ہوئے کہا "صیہونی مفادات سے غداری کرنا شاید میرے لئے ممکن نہ ہو۔"

"پروفیسر زارا کے احترام میں بھی نہیں" بڈ نے مضحکہ خیز سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"مجھے اپنی حماقت پر حیرت ہوتی ہے۔ کیسی کیسی مضحکہ خیز باتوں پر یقین کرلیا۔"

"یہ حقیقت تو بہرحال نہیں بدل سکتی کہ چیف نے قلم ..." بڈ نے کہنا چاہا مگر کلارا نے اس کی بات کاٹ دی۔

"فضول باتیں مت کرو مسٹر بڈ!" اس نے ہاتھ اٹھا کر بے زاری سے کہا "تمہارے چیف کے بارے میں ہم ان باتوں سے بھی واقف ہیں جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوں گی۔"

"اس سے بڑھ کر اور کیا بے عزتی ہوگی" بڈ نے غصیلے لہجے میں کہا "میں نے فیصلہ کرلیا ہے چیف کہ اب تمہارے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے کسی صیہونی تنظیم میں شمولیت اختیار کرنا ہی پڑے گی۔"

"اینگلز سے تمہیں بچانا ہر حال میں میری ذمے داری ہے" میں نے بڈ کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کلارا سے کہا "میں تمہیں صیہونی مفادات سے غداری کرنے پر ہرگز مجبور نہیں کروں گا۔"

کلارا نے بے یقینی سے مجھے دیکھا "میں جانتی ہوں کہ تم بے حد چالاک ہو اور مخالف پر نفسیاتی حربے بھی آزماتے ہو ..."

"میں تمہیں کسی بات پر بھی مجبور نہیں کروں گا" میں نے خشک لہجے میں کہا "پہلے کی بات اور تھی مگر اب سب کچھ تمہارے سامنے عیاں ہے۔ میری طرف سے تم پر کوئی پابندی نہیں۔ اگر چاہو تو مجھ سے علیحدہ بھی ہوسکتی ہو۔"

"ہاں ہاں، چیف بہت فیاض ہیں" بڈ نے سہلاتے ہوئے کہا "دشمنوں کی جاں بخشی کرنے میں تو خاص طور پر ان کا مدمقابل ملنا مشکل ہے۔"

"کبھی حالات کی نزاکت کو بھی محسوس کرلیا کرو" میں نے ناگواری سے کہا "کلارا ہماری دشمن ہرگز نہیں ہے۔"

"موقع ملنے پر تمہارے خلاف کوئی بھی قدم اٹھا سکتی ہوں" کلارا نے کہا "یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ میں تمہارے کسی جال میں آجاؤں گی۔"

"جب کبھی تم ایسی کوئی کوشش کروگی تو اس کا نتیجہ بھی خود ہی بھگتوگی" میں نے مسکرا کر کہا "جس طرح تم سے پہلے بہت سے لوگ بھگت چکے ہیں۔"

"ابھی تھوڑی دیر قبل میں نے ایک کوشش کی تھی" کلارا نے نہایت سکون سے کہا "لیکن مجھے تو کچھ بھی نہیں بھگتنا پڑا۔ تم تو اب بھی میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو۔"

"میں اپنے کسی بھی عہد کا پاس کرنے کے لئے انتہائی حد تک چلا جاتا ہوں لیکن تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ تم نے کچھ دیر قبل میرے خلاف جو قدم اٹھانے کی کوشش کی تھی اس کے نتیجے میں کچھ نہیں ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں تمہیں جتنے بڑے ذہنی صدمے سے گزرنا پڑا ہے اتنے بڑے صدمے سے شاید ہی تم آئندہ کبھی گزرو۔ یہ بات یقینی ہونی چاہئے تھی کہ مجھے گرفتار کرانے کے صلے میں نہ صرف تمہاری جاں بخشی کردی جاتی بلکہ تمہاری گزشتہ حیثیت بھی بحال کردی جاتی مگر اس کے بالکل برعکس ہوا۔ تمہارا جرم ناقابل معافی قرار پایا۔ تمہارا بڑے سے بڑا کارنامہ بھی اس جرم کا داغ نہیں مٹا سکتا... کیا تم اس سے بھی زیادہ کچھ بھگتنا چاہتی ہو؟"

کلارا نے چپ سادھ لی۔ اس کے پاس میری بات کا کوئی جواب تھا بھی نہیں۔ میں نے بھی اس سے جواب پر اصرار نہیں کیا اور جونز کی طرف متوجہ ہوگیا جس کے نزدیک اب ایک ڈاکٹر نظر آرہا تھا۔ اس نے ابھی ابھی جونز کو ایک مسکن انجکشن لگایا تھا جس کے نتیجے میں جونز حواس سے بیگانہ ہوگیا تھا۔

"کیا خیال ہے ڈاکٹر!" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "چوٹ زیادہ خطرناک تو نہیں ہے؟"

"ایکسرے کئے بغیر میں کوئی حتمی بات نہیں کہہ سکتا" ڈاکٹر نے کہا "لیکن اگر ریڑھ کی ہڈی پر شدید ضرب آجائے تو پھر اس کا ٹھیک ہونا تقریباً محال ہی ہوتا ہے۔"

"مجھے اس کے ٹھیک ہونے یا نہ ہونے سے کوئی غرض نہیں ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "ہمیں تو اس سے بس چند باتیں معلوم کرنی ہیں اور اس کے بعد اسے دوسری دنیا کا ویزا پکڑا دینا ہے۔"

"تب تو فکر کی کوئی بات نہیں" ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا "چوٹ کی نوعیت ایسی بہرحال نہیں ہے کہ یہ مرجائے یا حواس سے ہی بیگانہ ہوجائے۔ یہ بہرحال زندہ رہے گا۔"

"کسی شخص کی زندگی ختم کردینے کا حتمی فیصلہ کرتے ہوئے میں نے تمہیں کم ہی دیکھا ہے" تہذیب نے آہستگی سے کہا۔

"اب بہت زیادہ دیکھا کروگی" میں نے ہنس کر کہا "مجھے احساس ہوگیا ہے کہ درندوں کو آزاد چھوڑ دینا بجائے خود ایک ظلم ہے اور آئندہ میں کوشش کروں گا کہ اس جرم میں ملوث نہ ہونے پاؤں۔"

"تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے علی!" ساگا نے کہا "یہ لوگ واقعی درندے ہیں اور ہرگز کسی رعایت کے مستحق نہیں ہیں۔"

ڈاکٹر اپنا سامان سمیٹ کر اٹھ کھڑا ہوا "اسے تین سے چار گھنٹے کے اندر ہوش آجائے گا۔ اس وقت مجھے دوبارہ بلوا لیجئے گا۔ اگر ضرورت ہوئی تو میں اسے دافع درد انجکشن لگا تا رہوں گا۔"

"میرے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا علی!" مادام کلارا نے کہا، وہ خاصی بجھی بجھی نظر آرہی تھی۔

"مجھے جو فیصلہ کرنا تھا وہ کر بھی چکا اور تمہیں سنا بھی چکا ... اب تو یہ سوچنا تمہارا کام ہے کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"میں اس وقت بے بس اور پوری طرح تمہارے قبضے میں ہوں۔ تم مجھے جو سزا دینا چاہو دے سکتے ہو لیکن جو سلوک تم میرے ساتھ کررہے ہو وہ تمہاری روایات کے خلاف ہے۔"

کلارا کی بات سن کر میرے علاوہ تہذیب اور بڈ بھی حیران رہ گئے "معاف کرنا تم بے حد احسان فراموش خاتون معلوم ہوتی ہو" بڈ نے کہا "چیف نے تمہیں معاف کردیا... اس سے زیادہ تمہیں کس بات کی تمنا ہے؟"

کلارا نے ایک طویل سانس لی "اس قسم کے کھیل ہم نے بھی بہت کھیلے ہیں" اس نے کہا "مگر ہماری بات اور ہے۔ ہم لوگ تو شقی القلب ہیں جبکہ علی کی نرم دلی مشہور ہے۔"

"تمہیں شاید یقین نہیں آرہا کہ میں تم سے کسی قسم کا انتقام نہیں لوں گا" میں نے کہا "اور یہ بہت اچھا ہوا کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تمہیں میری بات پر یقین نہیں آیا۔ اس طرح تمہیں یہ اندازہ کرنے میں تو مدد ملے گی کہ تم لوگ اپنے شکاروں کے ساتھ جس قسم کا سلوک کرتے ہو اس سے ان پر کیا گزرتی ہوگی" میرا لہجہ خاصا تلخ ہوگیا "اس قسم کا سلوک کرنا انسانیت سے گری ہوئی حرکت ہے کہ نہیں؟"

کلارا نے سر جھکالیا۔ اس کے ہر انداز سے شکست خوردگی ظاہر ہورہی تھی۔ ساگا سخت حیران نظر آرہا تھا۔ اس کی سمجھ میں میرا رویہ نہیں آرہا تھا۔

"جونز کو سخت نگرانی میں رکھنے کی ضرورت ہے ساگا" میں نے کہا "توقع تو نہیں ہے کہ اب یہ جدوجہد کے قابل رہ گیا ہو مگر احتیاط اچھی چیز ہے۔"

"بے فکر رہو" ساگا نے مسکرا کر کہا "تم سے زیادہ اس کی فکر مجھے ہے۔ یہ اگر فرار ہوگیا تو ہمارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔"

"اس کے ہوش میں آنے تک ہم اپنی نیند پوری کرسکتے ہیں" میں نے کہا "سونا بھی تو آدمی کی ضرورت ہے۔"

"تم لوگ آرام کرو" ساگا نے سر ہلا کر کہا "اب میں ہر قسم کے معاملات خود سنبھالتا ہوں۔"

ہم اپنی عارضی قیام گاہ پر پہنچ گئے جہاں ہماری رہائش کا بندوبست کیا گیا تھا۔ کلارا بھی ہمارے ساتھ تھی مگر اس کا انداز قیدیوں جیسا تھا۔

"کلارا کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو میرے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ہوگا" سونے سے قبل میں نے کلارا کے سامنے ہی ساگا سے کہا "اگر یہ کہیں جانا چاہے تو اسے روکا نہ جائے اور اس کی ہر خواہش کا احترام کیا جائے۔"

پھر میں چار گھنٹے کے لئے دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوگیا۔ چار گھنٹے کی نیند میرے لئے بہت تھی۔ سو کر اٹھا تو بالکل تازہ دم تھا۔ نہا دھو کر میں خود کو بے حد ہشاش بشاش محسوس کرنے لگا۔

"جونز کی ریڑھ کی ہڈی میں بال پڑگیا ہے" ساگا نے مجھے بتایا "وہ شدید تکلیف میں مبتلا ہے۔ ممکن ہے زندگی بھر کے لئے اپاہج ہوجائے۔"

"ہوجانے دو" میں نے بے پروائی سے کہا "بلکہ اسے اپاہج ہی رہنا چاہئے۔ یہ لوگ درندے ہیں۔ ان پر رحم کھانا بجائے خود ظلم ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں بھی تم سے متفق ہوں مگر سوال یہ ہے کہ اس سے چھٹکارا ہی کیوں نہ حاصل کرلیا جائے۔"

"اس لئے کہ مجھے اس سے چند اہم باتیں معلوم [کرنی] ہیں۔ اس کے بعد وہ ہمارے لئے بے کار ہوجائے گا۔"

"وہ تو اس قابل بھی نہیں رہا کہ اس پر تشدد کیا جائے" ساگا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "بلکہ وہ تو ہل جل نہیں سکتا۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی "تم دیکھنا میں [اس] صورت حال سے کس طرح فائدہ اٹھاتا ہوں" میں نے کہا "بتاؤ کہ اس وقت اس کی حالت کیسی ہے؟"

"وہ پین کلرز کے زیر اثر ہے۔ جیسے ہی انجکشن کا [اثر] ختم ہوتا ہے اس کی تکلیف عود کر آتی ہے۔"

میں نے سر کو تفہیمی جنبش دی "اور کلارا کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ یہاں سے چلی گئی تھی لیکن تھوڑی ہی دیر میں [دو]بارہ واپس آگئی۔ تمہاری ہدایت کے بموجب نہ اسے جانے [سے] روکا گیا اور نہ واپس آنے سے۔"

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ کلارا آگئی۔ اندر داخل ہونے سے قبل اس نے اجازت طلب کی تھی اور بوجھل قدموں سے چلتی ہوئی ایک کرسی پر آکر بیٹھ گئی تھی۔ میں اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے کلارا؟" میں نے نرمی سے پوچھا "تمہیں یہاں کوئی تکلیف پہنچی ہے؟"

کلارا نے نگاہ اٹھا کر مجھے دیکھا۔ وہ حزن وملال [اور] افسردگی سے بھرپور نگاہ تھی جو اس نے مجھ پر ڈالی تھی۔ اس نے دوبارہ نگاہ جھکالی۔

"گزشتہ چند گھنٹے میں نے بڑے کرب کے عالم [میں] گزارے ہیں علی!" کلارا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "[مجھے] اپنے بارے میں گمان تھا کہ کوئی شخص میری زبان [نہیں] کھلوا سکتا۔ میں سمجھتی تھی کہ میں ہر قسم کا تشدد برداشت کرسکتی ہوں لیکن آج مجھے معلوم ہوا کہ میں تو کچھ بھی [نہیں] ہوں۔ میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اپنے وطن کے لئے بے[شمار] سی مہمات سرانجام دینے کے باوجود میں اپنی مرضی سے [کچھ] بھی کرنے کی مستحق نہیں ہوں۔ میری ایک معمولی سی [غلطی] کی پاداش میں میری موت کے پروانے پر دستخط کردئے [گئے] اور اب یہ وسیع وعریض زمین مجھ پر تنگ ہے۔ میں کہیں [بھی] جاؤں مجھے تلاش کرکے مار ڈالا جائے گا۔"

"میں تو تمہاری مدد کرنے کا خواہاں ہوں" میں [نے] ہمدردی سے کہا "مگر تم میری مدد قبول کرنے پر آمادہ ہی نہیں تو میں کیا کرسکتا ہوں؟"

"تم ہمارے بدترین دشمن ہو۔ تم مسلمان ہو اور میں یہودی ـــ تم فلسطین کے لئے کام کررہے ہو جبکہ میں اسرائیل کو مضبوط کرنے کے لئے سرگرم عمل ہوں۔ ہم دونوں میں بعد المشرقین کا فرق ہے۔ اس کے باوجود جب مجھ پر برا وقت آیا تو تم نے میرا ساتھ دیا۔ تمہیں تو معلوم ہوگا کہ ہمیں تمہارے بارے میں خاص طور پر معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ میں سمجھتی تھی کہ ہمیں جو کچھ بتایا گیا سب درست ہے لیکن مجھے آج اندازہ ہوا کہ تمہارے بارے میں حقائق کو مسخ کرکے پیش کیا گیا تھا۔ تم اتنے برے نہیں ہو جتنا ہمیں باور کرایا گیا ہے۔"

"اتنا برا نہیں ہوں مگر برا ضرور ہوں" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں سنجیدہ ہوں علی! میں نے تمہارے خلاف جونز کا ساتھ دینے کی کوشش کی.... تم اگر چاہتے تو میرے خلاف کچھ بھی کرسکتے تھے مگر تم نے کچھ بھی نہیں کیا...."

"تم خود ہی تو کہہ رہی تھیں کہ میں اپنے دشمنوں پر نفسیاتی حربے بھی آزماتا ہوں" میں نے معصومیت سے کہا "ممکن ہے یہ بھی میرا کوئی نفسیاتی حربہ ہو۔"

"یہ امکان نہیں حقیقت ہے" کلارا نے کہا "اور تمہارا نفسیاتی حربہ سو فیصد کارگر ثابت ہوا۔"

"اس کے باوجود بھی تم میری تعریفوں کے پل باندھنے سے باز نہیں آرہیں" میں نے حیران ہوکر کہا۔

"یہ اس سے تو بہرحال بہتر ہے کہ کسی کی کھال اتار دی جائے یا ہڈیاں توڑ دی جائیں اور اسے عمر بھر کے لئے اپاہج کردیا جائے۔ میں نے تھوڑی سی دیر کے لئے غیر جانب دار ہوکر سوچنے کی کوشش کی تو میری کایا پلٹ ہوگئی۔ اب مجھ سے جانب دار ہوکر کچھ بھی نہیں سوچا جاتا۔ تم ایک مقصد کے لئے کام کررہے ہو۔ تم بھی تشدد کرسکتے ہو مگر تم نے اس کے بجائے نرمی سے کام نکالنے کو ترجیح دی۔ اگر میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ کسی بھی یہودی تنظیم میں ایسا نہیں ہوتا، کوئی بھی مخالف ہاتھ لگ جائے تو اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا جاتا ہے۔"

میں نے کلارا کو بڑے غور سے دیکھا تھا۔ وہ میرے سامنے کرسی پر بیٹھی فرش پر نگاہیں جمائے بات کررہی تھی۔ گفتگو کے دوران اس نے ایک آدھ بار ہی نگاہ اٹھا کر میری طرف دیکھا ہوگا۔ ساگا قطعاً خاموش تھا۔ اس دوران میں تہذیب اور بڈ بھی کمرے میں آگئے تھے لیکن گفتگو کی نوعیت ایسی تھی کہ انہوں نے دخل اندازی کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"میری طرح تم بھی ایک مقصد کے لئے کام کررہی ہو کلارا! اور جب آدمی کسی خاص مقصد کے لئے کام کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی جس مقصد کے لئے کام کررہا ہے اسے صحیح سمجھتا ہے۔ تمہاری نظر میں اسرائیل کا قیام ناگزیر ہوگا۔ اس کی مضبوطی کے لئے کام کرنا درست ہوگا۔ اسے طاقت بہم پہنچانے کی خاطر مظلوم اور بے گھر فلسطینی پناہ گزینوں کے کیمپوں پر بمباری کرنا جائز ہوگا تبھی تو تم ایگلز کے ساتھ منسلک ہو اور چونکہ اس وقت تم میرے رحم وکرم پر ہو اس لئے بھی تم سے بحث نہیں کروں گا۔ ہاں کبھی آزادانہ ماحول میں ملاقات کا موقع ملا تو اس موضوع پر گفتگو رہے گی لیکن اس وقت کچھ کہنا تمہیں اکسانے کے مترادف ہوگا اور میں کسی کو اکسانا پسند نہیں کرتا۔ رہی یہ بات کہ تمہارے اپنے ساتھیوں نے تمہیں رد کردیا ہے تو یہ اپنے کاز سے منحرف ہونے کا کوئی معقول بہانہ نہیں ہے۔ یہ حادثہ مجھ پر بھی گزر چکا ہے۔ میرے اپنے میرے خلاف ہوگئے تھے۔ تو کیا میں اپنے مشن سے منہ موڑ لیتا.... نہیں مائی ڈیئر کلارا! ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ جب میں جانتا ہوں کہ میں حق پر ہوں، مجھے معلوم ہے کہ میں جو قدم اٹھا رہا ہوں وہ غلط سمت میں نہیں اٹھا رہا تو چاہے ساری دنیا میرے خلاف ہوجائے مگر میری جدوجہد میں کمی نہیں آئے گی۔ میری توانائیاں اس مشن کے لئے ہیں جسے میں درست سمجھتا ہوں اور ہمیشہ اس کے لئے وقف رہیں گی۔ تمہارے لئے بھی میرا مشورہ یہی ہے کہ بدظن ہونے کے بجائے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو اور اپنے مشن سے روگردانی مت کرو۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو علی! تم مجھے اپنے خلاف کام کرنے کی دعوت دے رہے ہو؟"

"میں ہر کام فرض سمجھ کر کرتا ہوں کلارا! اس وقت میں تمہیں جو تلقین کررہا ہوں وہ اس وقت کی ضرورت ہے۔ جب تم ایک حریف کی صورت میں میرے مقابل آؤگی تو میرا رویہ اور لب ولہجہ مختلف ہوگا۔"

"تم ایک اصول پسند آدمی ہو علی!" کلارا نے ایک طویل سانس لے کر کہا "تمہاری اصول پسندی اور صاف گوئی ہی نے مجھے متاثر کیا ہے اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہوئی ہوں کہ آیا جو کچھ میں کرتی رہی ہوں وہ درست تھا بھی کہ نہیں؟"

"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم جو فیصلہ بھی کرو خوب سوچ سمجھ کر کرو۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں فیصلہ کر چکی ہوں علی!" کلارا نے تیزی سے کہا "اور میرا یہ فیصلہ کسی قسم کی جذباتیت کا نتیجہ نہیں ہے۔"

"تم نے کیا فیصلہ کیا ہے کلارا!" تہذیب نے کہا "کیا تم ہمارے مشن میں شریک ہونا چاہتی ہو؟"

"نہیں" کلارا نے نفی میں سرہلایا "میرے اپنے ساتھی میری جان کے دشمن ہو رہے ہیں لہٰذا تم لوگوں کا ساتھ دینا میری مجبوری ہے۔"

"یہ... کوئی فیصلہ تو نہ ہوا کلارا!" تہذیب نے مایوسانہ انداز میں کہا "یہ تو ایک مجبوری ہوئی اور جس قسم کی مجبوری سے تم دوچار ہو اس میں تو یہ فیصلہ کوئی بھی کر سکتا تھا۔"

"میں نے خود کلارا سے وعدہ کیا تھا تہذیب کہ میں ا۔گلز کے خلاف اس کی مدد کروں گا" میں نے کہا "لہٰذا میں کلارا کا یہ فیصلہ قبول کرنے کے لئے مجبور ہوں۔"

"خواہ وقت گزرنے کے بعد یہ تمہارے خلاف کام کرتی نظر آئے" بڈ نے حیرت سے کہا۔

"چھوٹی باتیں مت کیا کرو بڈ! اور ہمارے خلاف کام کرنے والے کم ہیں کیا جو ایک کا اضافہ ہونے سے ہم خوف زدہ ہوتے پھریں۔"

"میں احسان فراموش نہیں ہوں" کلارا نے غصیلی آواز میں کہا "اور پھر یہ امکان بھی نہیں ہے کہ آئندہ کبھی میں یہودی کاز کے لئے کام کروں گی۔"

"تھوڑی دیر قبل تم نے ہمارے خلاف جونز کی جو مدد کرنے کی کوشش کی تھی اسے کس خانے میں فٹ کیا جائے" بڈ نے اس کے لہجے سے متاثر ہوئے بغیر کہا۔

"فضول باتوں میں الجھنے سے گریز کرو بڈ!" تہذیب نے بڈ کو سرزنش کی "جب ایک فیصلہ ہو چکا تو اب اس پر جرح کرنے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔"

"میں نے تو سنا تھا تم بہت عقل مند ہو مگر تم تو نہایت بے وقوفی کی باتیں کرتے ہو" کلارا بولی "اس وقت میرا ردعمل جائز تھا۔ تم لوگوں نے میرے ساتھ دھوکا کیا تھا۔ مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا تھا۔ ایک صاحب ایڈم ڈی فلوک بنے ہوئے تھے۔ ایک پروفیسر زارا تھے اور ایک رینا سالومن تھیں۔ جب اچانک ان کی حقیقت کھلی تو میرا ردعمل اور کیا ہوتا؟ کیا تمہارے خیال میں میرا ردعمل کچھ اور ہونا چاہئے تھا۔"

بڈ بغلیں جھانکنے لگا اور میں نے کہا "اسی لئے کہتا ہوں کہ بولنے سے قبل سوچ لیا کرو۔ اس حوالے سے تم نے مجھ پر طنز بھی کیا تھا۔ تم کیا سمجھتے ہو، اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں کلارا کو ہرگز معاف نہ کرتا لیکن جو کچھ اس نے کیا [illegible] تھا۔"

"چلو کوئی بات نہیں" بڈ نے ڈھٹائی سے کہا "[illegible] ہر ایک سے غلطی ہو جاتی ہے۔"

"بہتر ہوتا کہ مزید باتیں کھانے کی میز پر کرلی [illegible]" ساگا نے کھنکار کر کہا اور ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

کوئی دو گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ جونز کو ہوش آگیا [illegible] ڈاکٹر نے اسے دوسری بار بے ہوشی کا انجکشن دیا تھا۔

"اگر جونز کا سامنا کرنے میں کوئی تردد نہ ہو تو [illegible] ہمارے ساتھ چل سکتی ہو" میں نے کلارا سے کہا۔

"تردد کس بات کا" کلارا نے کہا اور ہمارے سا[illegible] مقام پر پہنچ گئی جہاں جونز کو رکھا گیا تھا۔ انجکشن کا اثر [illegible] ہو جانے کے باعث جونز کے چہرے پر کرب کے آثار آرہے تھے۔ وہ ایک چوبی تخت پر دراز تھا۔

"کیا حال ہیں جونز!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "[illegible] سب کچھ جانتے ہوئے بھی مجھ پر حملہ کیا تھا، یہ اس [illegible] ہے۔"

"مجھے شدید تکلیف ہو رہی ہے" جونز نے [illegible] کہا "مجھ پر طنز مت کرو۔"

"فارسی میں کہتے ہیں خود کردہ را علاجے نیست۔ تم فارسی کیا جانو... تم تو جواب میں یہی کہہ سکتے ہو [illegible] یارمن ترکی و من ترکی نمی دانم... مگر یہ کہنے کے [illegible] فارسی جاننا ضروری ہے جس سے تم واقف نہیں ہو۔"

"پانی" میری باتوں کے جواب میں جونز نے [illegible] آواز میں کہا۔ میرے اشارے پر ساگا نے اپنے ایک [illegible] سے پانی لانے کو کہا اور مجھے افسوس ہونے لگا۔ [illegible] تکلیف شاید ناقابل برداشت تھی۔ وہ سوچنے سمجھنے [illegible] معذور ہو گیا تھا اور اس صورت حال کا تدارک کرنا [illegible] تھا ورنہ جونز سے معلومات کیسے حاصل ہوتیں۔

"تکلیف کی شدت اس کے حواس پر اثر انداز [illegible] ہے" میں نے ڈاکٹر سے کہا "اور مجھے اس سے [illegible] حاصل کرنی ہیں۔"

"معاملہ ریڑھ کی ہڈی کا ہے مسٹر علی!" ڈاکٹر [illegible] "کسی بہت بڑے اسپتال میں تو ممکن ہے اس کا علاج [illegible] لیکن میں تو کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

"میں تم سے اس کا علاج کرنے کو کب کہہ رہا [illegible]" میں نے قدرے جھنجلا کر کہا "وقتی طور پر اسے [illegible] تکلیف [illegible] کرنے کے لئے کوئی ٹیبلٹ دو۔"

"نہیں مسٹر علی!" ڈاکٹر نے تاسف سے نفی میں سرہلایا "[illegible] کو شاید اندازہ نہیں ہے کہ یہ ٹیبلٹ نگل نہیں سکے [illegible] بھی صرف اس صورت میں پی سکتا ہے جب کہ اس [illegible] حلق میں پانی ٹپکایا جائے ریڑھ کی ہڈی پورے جسم کو بیلنس [illegible] کے کام آتی ہے۔ اس کے کریک ہونے کا مطلب یہ [illegible] کہ اب اس کے لئے ہلنا جلنا بھی ممکن نہیں رہا۔"

اپنی تمام ترمدہوشی کے باوجود جونز نے ڈاکٹر کی بات نہ [illegible] سنی بلکہ اس کا مفہوم بھی سمجھ لیا۔

"مجھ پر رحم کرو" وہ گڑگڑایا "مجھے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر [illegible] مرنے پر مت مجبور کرو۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ مجھے زہر [illegible] دو یا گولی مار دو۔"

"اسے درد زائل کرنے کے لئے انجکشن دو اور فوری [illegible] ڈرپ لگانے کا بندوبست کرو" میں نے کہا، میری ہدایت [illegible] ڈاکٹر نے جونز کو درد دور کرنے کا انجکشن لگایا اور ذرا ہی دیر [illegible] اس کے ڈرپ بھی لگادی گئی۔ انجکشن نے فوری طور پر [illegible] کیا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے جونز کے چہرے پر بکھرے ہوئے [illegible] کرب کے تاثرات غائب ہو گئے۔

"تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ تم پوری طرح میرے رحم [illegible] پر ہو" میں نے جونز سے کہا "تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ [illegible] کی تکلیف کسی حد تک ناقابل برداشت ہے۔ ایسے میں [illegible] عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ مجھ سے تعاون کرو۔"

جونز نے کلارا کی طرف دیکھا جو میرے نزدیک ہی کھڑی [illegible] "میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہوں" اس نے [illegible] پر ایک نظر ڈالنے کے بعد مجھ سے کہا۔

"وہ تو تم پہلے بھی تیار تھے" بڈ نے مضحکانہ لہجے میں کہا "[illegible] موقع ملتے ہی تمہاری نیت میں فتور آگیا۔ اگر تمہیں پھر [illegible] مل گیا تو تم پھر وہی کرو گے جو تم نے پہلے کیا تھا۔"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے بڈ!" کلارا نے کہا "یہ ایسا ہی [illegible] بدنیت آدمی ہے۔"

"اس نے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے" میں نے [illegible] "اگر میں نے تمہارے شعاعی پستول سے بیٹری نہ نکالی [illegible] ہوتی تو تم اس وقت زندہ نہ ہوتیں۔"

"[illegible] اسی لئے میں ان لوگوں سے بدظن ہو گئی ہوں" کلارا [illegible] نے [illegible] انداز میں کہا "یہ سب کے سب احسان فراموش [illegible]"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کلارا کہ تم ان مائیکرو [illegible] کے حصول کے لئے سخت بیتاب تھیں۔ کیا تمہیں [illegible] نہیں تھا کہ ان پر حفاظتی مسالہ لگایا گیا ہے۔"

"نہیں" کلارا نے نفی میں سرہلایا "مجھے اس حقیقت سے بے خبر رکھا گیا ورنہ میں کبھی اتنی جدوجہد نہ کرتی۔"

"اور تمہیں شروع سے ہی اس بات کا علم تھا؟" میں نے جونز سے سوال کیا۔

"نہیں" جونز نے نفی میں سرہلایا "جب مجھے شی گورائے کا چارج لینے کا حکم ملا اس وقت یہاں کے بارے میں بریفنگ دی گئی تھی۔ اس سے قبل یہاں کے بارے میں کچھ بھی میرے علم میں نہیں تھا۔"

"ٹھیک ہے... مجھے اس بریفنگ سے آگاہ کرو جو تمہیں دی گئی تھی۔"

"اس بریفنگ کی ابتدا گوٹے ہل میں رونما ہونے والے واقعات سے ہوئی تھی۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ علی یار خان کو شخصیت کی تبدیلی کے بعد ایک مہم پر گوٹے ہل بھیجا گیا ہے۔ نہ صرف وہ مہم ناکام ہوئی بلکہ جزیرہ مرگ بھی تباہ کردیا گیا اور گوٹے ہل میں بھی ا۔گلز کا صفایا کردیا گیا۔ یہ بات یقینی ہو گئی کہ علی پر شخصیت کی تبدیلی کا عمل کارگر ثابت نہیں ہو سکا۔ چنانچہ شی گورائے سے دو ماہر افراد ہنگامی طور پر گوٹے ہل روانہ ہو گئے جہاں انہوں نے علی یار خان کی کار کو بم سے اڑا دیا مگر وہ ہوشیار تھا اس حملے سے بچ گیا۔ اس کے بعد انسپکٹر بنس ڈلے نامی ایک سرکاری اہل کار نے ان دونوں کی مدد کی... مدد کیا کی بلکہ انہیں دھوکا دیا اور ا۔گلز کو مزید نقصانات سے دوچار ہونا پڑا۔ اس کے بعد شی گورائے میں رینا سالومن نمودار ہوئی جو فالکن نامی گروہ کی سربراہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اور دوسری طرف ایڈم ڈی فلوک نامی ایک شخص ا۔گلز کی مدد کرتا ہے۔ ا۔گلز کے معاملات میں حیرت انگیز حد تک دخیل ہو جاتا ہے" جونز نے ایک لمحے کے لئے رک کر کلارا پر نگاہ ڈالی پھر از سر نو سلسلہ کلام جوڑا "مجھے بتایا گیا کہ ایڈم ڈی فلوک کی رسائی مادام کلارا کی خواب گاہ تک ہو گئی ہے۔ ا۔گلز کو گوٹے ہل اور شی گورائے میں قدم قدم پر شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کلارا پر الزام تھا کہ اس نے ایک غیر متعلق شخص کو اپنے معاملات میں اس درجہ مداخلت کا حق کس طرح دیا؟ اس الزام کی بنا پر اس کے لئے سزائے موت تجویز کی گئی اور مجھے حکم دیا گیا کہ فوری طور پر یہاں کا چارج لے کر معاملات سدھارنے کے لئے مناسب اقدامات کروں۔"

"تمہارے بیان میں کہیں اس آلے کا ذکر نہیں آیا جس کی مدد سے تم نے ہمیں شناخت کیا؟"

"اس کا نام اسمیل ڈیٹیکٹر (DETECTER

WWW.PAKSOCIETY.COM

(SMELL) ہے۔ وہ آلہ محض احتیاطاً میرے حوالے کیا گیا تھا تاکہ اگر تم ہمارے نزدیک آنے کی کوشش کرو تو بچ کر نہ جانے پاؤ۔"

"کیا اس بات کا شبہ تھا کہ ہم میں سے کوئی شی گورائے میں موجود ہو سکتا ہے؟" تہذیب نے سوال کیا۔

"نہیں" جونز نے کہا "لیکن تم لوگوں سے کبھی بھی اور کہیں بھی مڈبھیڑ ہونے کا امکان رہتا ہے اس لئے تمہارے خلاف ہمہ وقت الرٹ رہنے کا اصولی فیصلہ کرلیا گیا تھا۔"

"اب تو یہ بالکل سیدھا ہو گیا چیف!" بڈ نے کہا "ہر سوال کا درست جواب دے رہا ہے۔"

"یہ بتاؤ کہ تمہاری ہائی کمان میں کون کون لوگ شامل ہیں؟" میں نے پوچھا۔

جونز کے چہرے کے تاثرات محض ایک لمحے کے لئے تبدیل ہوئے تھے اور یہ تبدیلی بھی ایسی نہیں تھی جو آسانی سے نوٹ کی جا سکتی۔ غالباً میرا سوال اس کے لئے کچھ زیادہ ہی غیر متوقع تھا۔

"مجھ سے صرف وہ باتیں پوچھو جن کے جواب میں دے سکوں" جونز نے کہا۔

"تم تو مجھ سے تعاون کرنے کی باتیں کر رہے تھے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "اب تمہیں کیا ہو گیا؟"

"میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں لیکن جو بات میرے علم میں ہی نہیں ہے 'اس کا کیا جواب دوں گا۔"

"جھوٹ مت بولو جونز! مجھ سے واقف ہوتے ہوئے بھی تم مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ مجھے دھوکا دینا کتنا مشکل کام ہے؟"

"مم..... میں جھوٹ نہیں بول رہا" جونز نے مردار آواز میں کہا "تم کلارا سے معلوم کر سکتے ہو۔ ہائی کمان کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے" کلارا دھیمی آواز میں بولی "ہائی کمان کے معاملات بے حد خفیہ رکھے جاتے ہیں۔ شاید ہی کسی کو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔"

"انجکشن کا اثر کتنی دیر تک رہے گا؟" میں نے ڈاکٹر کی طرف مڑ کر پوچھا۔

"میرا اندازہ ہے کہ چار گھنٹے بعد انجکشن کا اثر زائل ہونا شروع ہو جائے گا۔"

"سن لیا تم نے" میں نے بلند آواز میں جونز کو مخاطب کیا "اس کے بعد تمہیں دوسرے ڈوز کی ضرورت پڑے گی جو میری اجازت کے بغیر نہیں دیا جائے گا۔"

"تم نے..... تم نے تو کہا تھا کہ اگر میں نے تم سے تع... کیا تو تم مجھے کوئی تکلیف نہیں ہونے دو گے" جونز نے اٹک کر کہا۔

"ہاں مگر خلاف ورزی کرنے میں پہل تم نے کی۔ پہلے میں نے سوچا تھا تم پر تشدد کروں گا مگر اب اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ بس تمہیں انجکشن نہیں دیا جا... گا۔ کمر کی تکلیف خود ہی تمہارا دماغ درست کر دے گی۔"

"یہ زیادتی ہے..... تم مجھ سے وہ بات معلوم کرنا چاہ... جو میرے علم میں ہے ہی نہیں۔..... کلارا بھی اس با... تصدیق کر چکی ہے۔"

"تمہارے علم میں کچھ نہ کچھ ضرور ہے...... میں... سے رینڈل عرف موشے ہاورڈ کا پتا اس لئے دریافت نہ... کہ وہ تمہارے علم میں نہیں ہو گا۔"

"ہائی کمان کے بارے میں بھی مجھے کچھ نہیں معلو..." جونز نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تمہیں کس... یقین دلاؤں۔"

"میں نے طے کرلیا ہے کہ کلارا کو یہ تماشا بھی نہ دکھاؤں گا۔ میرا خیال ہے تم آدھے گھنٹے بھی کمر کی تکلیف نہیں جھیل سکو گے۔"

جونز نے خاصا واویلا کیا مگر میں نے ایک نہیں سنی... جا رہا ہوں جونز! جب تمہارا دماغ درست ہو جائے تو بلوا لینا" میں نے کہا اور تیزی سے پلٹ کر باہر نکل آیا۔

"ممکن ہے جونز ہائی کمان کے بارے میں واقعی... جانتا ہو" تہذیب نے مجھ سے کہا۔

"وہ کچھ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو 'اسی سلوک کا مستحق..." ساگا بولا "علی کے احترام میں 'میں کچھ نہیں بولا ورنہ... تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے چھوڑ دیتا۔"

"تم بہت پر اعتماد نظر آ رہے ہو لیکن میں تمہیں... ہوں کہ اس سے کسی قسم کی معلومات کے حصول کی توقع... رکھنا۔ تمہیں مایوسی ہو گی" کلارا نے کہا۔

"درحقیقت میں اس سے کہیں زیادہ پر یقین ہوں... سمجھ رہی ہو" میں نے مسکرا کر کہا۔

کلارا مجھے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی "سمجھ... نہیں آتا" وہ بڑبڑا کر رہ گئی۔

"چیف کے تو اندازے بھی بہت کم غلط ثابت ہو... ہیں" بڈ نے کہا "اور جس بارے میں انہیں یقین ہو... ہو ہی نہیں سکتا۔"

اس کے بعد چار گھنٹے ہم نے ادھر ادھر کی باتیں...

...ہی الوقت اور کوئی کام بھی نہیں تھا۔

"تمہارے چار گھنٹے تو پورے ہوئے" تہذیب نے ہنس... کہا "اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

"اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ تکلیف کتنی دیر برداشت کرتا..." میں نے کہا "جب وہ زبان کھولنے کا ارادہ کرے گا تو مجھے بلوالے گا۔"

...توقع آدھے گھنٹے بعد ہی میرا بلاوا آ گیا "اتنی... خلاف... تو وہ شکست نہیں کھا سکتا" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "...لینے میں کیا حرج ہے۔"

ہم ایک بار پھر جونز کے پاس پہنچ گئے۔ اس کی ٹوٹی ہوئی ...کی ہڈی میں اگر تکلیف ہو بھی رہی ہو گی تو اتنی کم تھی کہ... آسانی سے برداشت کر رہا تھا۔

"تم نے مجھے کیوں بلوایا ہے جونز!" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "میں نے تم سے کہا تھا جب زبان کھولنے کا ارادہ کرلو تب مجھے بلوانا۔"

"میں.....میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرلو" جونز نے کراہ کر کہا "تم ایک غلط فہمی کے تحت مجھے کیوں اذیت پہنچانے کے درپے ہو۔"

"تمہیں تھوڑا بہت اندازہ تو ہو گا ہی کہ تمہاری تکلیف اگر بڑھی تو تمہارا کیا حشر کرے گی" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"تم..... تم اگر مجھے اذیت سے ہی دوچار کرنا چاہتے ہو تو اور بات ہے لیکن تم اپنا شوق پورا کرنے کے لئے کوئی بہانہ کیوں بنا رہے ہو۔"

"مجھ میں اتنی اخلاقی جرات موجود ہے ڈیئر جونز کہ جب میں تمہیں ایذا پہنچانا چاہوں گا تو یہ کہہ کر پہنچاؤں گا کہ تم اس کے مستحق ہو۔"

"مان جاؤ علی" جونز گھگیایا "اس ایذا رسانی سے تمہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔"

"تمہیں تو اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ ہوا کرتا تھا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تمہیں اس کا خیال کرنا چاہئے۔ یوں گڑگڑاتے ہوئے اور رحم کی بھیک مانگتے ہوئے ذرا اچھے نہیں لگ رہے۔"

"وقت نے تمہیں فاتح بنا دیا ہے تو تم میرے اوپر طنز کر رہے ہو 'میرے زخموں پر نمک پاشی کر رہے ہو۔"

"وقت کبھی یکساں نہیں رہتا ڈیئر جونز! کل تمہارا وقت تھا اور آج میرا وقت ہے۔ جب تمہارا وقت تھا تو تم نے میرے قتل کا حکم صادر کر دیا تھا۔ اس وقت تم نے نہیں سوچا تھا کہ اگر وقت پلٹ گیا تو کیا ہو گا؟"

"جو کچھ میں نے تمہارے ساتھ کیا تم اسے دہرا سکتے ہو مگر یہ تو سراسر زیادتی ہے کہ بلا جواز کسی پر ظلم کیا جائے۔"

"نہیں یہ زیادتی نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو تم بھی فلسطین کے نہتے لوگوں پر بمباری نہ کرتے۔ تمہارے اس طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ ظلم کرنا بہت اچھی بات ہے۔ تو جب یہ اچھا کام تمہارے ساتھ ہو رہا ہے تو تم اس پر شور کیوں مچا رہے ہو؟ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے۔"

جونز نے ایک بار پھر فریاد کرنا شروع کر دی۔ وہ بری طرح گڑگڑا رہا تھا۔

"یہاں ڈاکٹر موجود ہے جونز! میرا خیال ہے تمہیں انجکشن کی ضرورت محسوس ہونا شروع ہو گئی ہے۔ جب تکلیف ناقابل برداشت ہو جائے اور تمہیں انجکشن کی ضرورت محسوس ہونے لگے تو بتا دینا..... لیکن خیال رہے کہ انجکشن تمہیں اسی صورت میں دیا جائے گا جب تم زبان کھولنے پر آمادہ ہو جاؤ گے۔"

جونز نے داد و فریاد کا سلسلہ ایک بار پھر شروع کر دیا مگر میں نے اس کی طرف سے کان بند کر لئے تھے اور اپنے ساتھیوں کو بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہوا خود بھی بیٹھ گیا تھا۔ کلارا مضطرب نظر آ رہی تھی۔ ساگا خوش تھا جبکہ تہذیب اور بڈ مطمئن تھے۔ انہیں بھی میری طرح یقین ہو گیا تھا کہ جونز کچھ نہ کچھ ضرور جانتا ہو گا۔

"بعض اوقات قدرت اس طرح مہربان ہوتی ہے کہ حیرت ہونے لگتی ہے" میں نے کہا "ہم خود سے لاکھ کوشش کرتے مگر جونز پر اس سے بہتر تشدد نہیں کر سکتے تھے۔"

"تم آرام طلب ہوتے جا رہے ہو چیف!" بڈ نے کہا "ایسے تشدد سے کیا فائدہ جو خود بخود ہو رہا ہو۔"

"فائدہ یہ ہے کہ اب یہ اپنی زبان کھولنے پر مجبور ہو جائے گا" تہذیب نے کہا "تم کس قسم کے فائدے کی توقع کر رہے ہو؟"

"کوئی چیز خود بخود حاصل ہو جائے تو مزا نہیں آتا۔ ہاتھ پیر ہلا کر کچھ حاصل کرنے کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے۔"

"تم آخر کہنا کیا چاہ رہے ہو؟" میں نے بڈ کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ جونز کو ہلنے سے بھی تکلیف ہو گی ..... اگر تم اجازت دو تو میں اسے ہلاتا جلاتا رہوں؟"

"اگر تمہاری گردن اس کی گرفت میں آ گئی تو ٹوٹے بغیر نہیں نکل سکے گی" کلارا نے کہا "تم تو اس کے قریب بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مت جانا۔"

"وہ میری گردن توڑے گا اور چیف یہاں بیٹھے تماشا دیکھتے رہیں گے" بڈ نے برا سا منہ بنا کر کہا "کچھ تو عقل کی بات کیا کرو میڈم کلارا۔"

"میں غلط نہیں کہہ رہی..... اسے گردن توڑنے کا ماہر تصور کیا جاتا ہے۔"

"اس کی حالت تو یہ ہو رہی ہے کہ خود سے ہل جل بھی نہیں سکتا' گردن کیا توڑے گا۔"

"تمہیں اتنا ہی اعتماد ہے تو جاؤ تجربہ کر لو" کلارا نے کہا' اس کے لہجے سے شرارت ٹپک رہی تھی۔

"میں تم سے نہیں چیف سے اجازت مانگ رہا تھا" بڈ نے غصیلے لہجے میں کہا "ہم لوگ اپنے چیف کے سوا کسی اور کی نہیں سنتے۔"

بڈ کی بات سن کر مجھے اور تہذیب دونوں کو ہنسی آ گئی۔ کلارا کی باتیں سن کر بڈ خوف زدہ ہو گیا تھا اور اب جوزز کے قریب جانے سے بچنے کے لئے میرا سہارا لینے کی کوشش کر رہا تھا۔

"جب جوزز اور تمہارے چیف کی پہلی جھڑپ ہوئی تھی اس وقت اس نے اس کی گردن ہی پکڑی تھی" کلارا بولی "یقین نہ آئے تو اپنے چیف سے پوچھ لو۔"

"پوچھنے کی کیا ضرورت ہے" بڈ نے فاتحانہ انداز میں کہا "میں کیا دیکھ نہیں سکتا کہ چیف کی گردن صحیح سلامت ہے۔"

"اور صرف اس لئے صحیح سلامت ہے کہ وہ تمہارے چیف کی گردن ہے..... کسی اور کی گردن ہوتی تو بھی گردن تو کہلاتی مگر ٹوٹی ہوئی۔"

"تم خواہ مخواہ مجھے دہلانے کی کوشش کر رہی ہو۔ بڈ کسی سے نہیں ڈرتا' تمہاری کوشش ضائع ہو جائے گی۔"

کلارا کی کوششیں ضائع نہیں ہو رہی تھیں بلکہ رنگ لا رہی تھیں۔ بڈ بری طرح خوف زدہ ہو گیا تھا مگر اپنا خوف ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"میں تو صرف چیف کے اشارے کا منتظر ہوں۔ ادھر چیف نے اشارہ کیا اور ادھر میں نے جوزز کو ہلانا جلانا شروع کیا۔"

"تمہیں خطرے سے آگاہ کرنا میرا فرض تھا" کلارا نے بے پروائی سے کہا "ویسے یہ بہادری تو ہرگز نہیں کہلائے گی کہ تم ایک ایسے شخص کو تکلیف پہنچاؤ جو ہلنے جلنے سے بھی معذور ہو۔"

"مجھے یوں لگتا ہے چیف جیسے مادام کلارا اپ[...] جوزز کو بچانے کی کوشش کر رہی ہیں۔"

کلارا نے بڈ گھور کر دیکھا۔ وہ کچھ کہنا بھی چاہ رہی[...] اس سے قبل ہی تہذیب بول پڑی "یہ بہت بری بات[...] کلارا اب ہمارے ساتھی کی حیثیت رکھتی ہے۔ تمہیں[...] کرتے ہوئے محتاط رہنا چاہئے۔"

"بس پوری دنیا میں ایک بڈ کو ہی محتاط رہنا چاہ[...] نے جھنجلا کر کہا "اور جس کا جو جی چاہے کرتا پھرے۔"

"من مانی کرنے کی اجازت تو خیر کسی کو بھی نہ[...] جا سکتی۔" تہذیب نے کہا "ہر ایک کے لئے کچھ نہ کچھ[...] ضرور متعین ہوتی ہیں۔"

بڈ برا سا منہ بنا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جوزز نے[...] دیر واویلا کرنے کے بعد چپ سادھ لی تھی۔ ساگا حیرت[...] اوٹ پٹانگ باتیں سن رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات[...] آ سکی تھی کہ زیادہ تر گفتگو دراصل جوزز کو سنانے کے[...] گئی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ خوف زدہ ہو جائے اور[...] معلومات جلد از جلد فراہم کر دے۔

"تم دیکھ لینا جوزز تمہیں غلط سلط معلومات فراہ[م کرے] گا۔" بڈ سے زیادہ دیر چپ نہیں رہا گیا۔

"اور تمہارے خیال میں میں اتنا گھامڑ ہوں کہ[...] کر کے اس کی باتوں پر یقین کر لوں گا" میں نے کہا۔

"یہ تو بنیادی اصول ہے بڈ کہ جب بھی اس طرح[...] معلومات حاصل کی جاتی ہیں تو پہلے ان کی تصدیق ک[ی جاتی] ہے۔" تہذیب نے حیرت سے کہا "سمجھ میں نہیں آتا[...] تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ مستقل بے وقوفانہ باتیں کر رہے[...]"

"دراصل اس سے انتظار نہیں ہو رہا" میں نے کہا "یہ چاہتا ہے کہ ہر کام جلد از جلد ہو جائے۔ ور[نہ] بہت ذہین۔"

"بس بس رہنے دو چیف! پہلے دل جلاتے ہو پھر[...] لگاتے ہو۔ تم لوگوں نے بڈ کی بہت توہین کی ہے۔"

"آخر تم چاہتے کیا ہو؟" میں نے اسے[...] کہا "کیا تمہیں جوزز پر تشدد کرنے کی اجازت د[ی] جائے؟"

میرے منہ سے یہ الفاظ سن کر بڈ کے ہوش اڑ گئے[...] بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا "مجھے کیا پڑی ہے[...] زبردستی تمہاری مرضی کے خلاف کچھ کروں" وہ کہ[...] باتیں سن کر خوف زدہ ہو گیا تھا اور جوزز کے قریب[...] چاہتا تھا مبادا وہ آخر وقت میں بڈ پر کوئی وار کر گزرے[...]

"آخر تم میرے چہیتے ماتحت ہو' تمہاری خوشی کی خاطر تو اپنے اصولوں سے روگردانی بھی کر سکتا ہوں" میں نے بڑے پیار سے کہا۔

"میری خوشیوں کا خیال کرنے کے لئے بس یہی ایک معاملہ رہ گیا ہے" بڈ نے بھنا کر کہا۔

"اب اس سے کچھ مت کہنا علی!" تہذیب نے تیزی سے کہا "یہ بدمعاش کی گفتگو شروع کرنے والا ہے۔"

"تم لوگ کس قسم کی باتیں کر رہے ہو" ساگا نے بے بسی سے کہا "میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"یہ تصوف کے معاملات ہیں ساگا! ہر ایک کی سمجھ میں آسانی سے نہیں آتے۔"

"کس چیز کے معاملات ہیں؟" ساگا نے کہا' اس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ وہ قطعی نہیں سمجھ سکا تھا کہ تصوف کیا چیز ہوتی ہے۔

"میرا مطلب ہے یہ ہمارے آپس کے معاملات ہیں۔ ہمارے ساتھ رہو گے تو رفتہ رفتہ سب کچھ سمجھ میں آنے لگے گا۔"

ساگا کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر اس کی توجہ جوزز کی طرف مبذول ہو گئی تھی جس کے حلق سے کراہیں خارج ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ ریڑھ کی ہڈی کا درد اس کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔

اس بار اس کی تکلیف میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا۔ اس کی ساتھ مشکل یہ تھی کہ وہ تڑپ بھی نہیں سکتا تھا۔ ہلنے جلنے سے مضروب جگہ پر ٹیسیں اٹھنا شروع ہو جاتی تھیں اور درد میں کمی ہونے کے بجائے اضافہ ہو جاتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے اندر اندر جوزز پسینے میں شرابور ہو گیا۔ اس کے چہرے کے نقوش تکلیف کی شدت سے بگڑ کر رہ گئے تھے۔ پسینہ دھاروں کی صورت میں بہہ رہا تھا۔

میں نے ڈاکٹر کو انجکشن تیار کرنے کا اشارہ کیا اور جب وہ انجکشن تیار کر چکا تو ہاتھ میں سرنج لے کر جوزز کے قریب پہنچ گیا۔

"یہ تمہارے درد کا مداوا ہے جوزز" میں نے سرنج اس کی آنکھوں کے سامنے نچاتے ہوئے کہا "جب زبان کھولنے کا ارادہ ہو تو بتا دینا۔ تمہیں انجکشن لگا دیا جائے گا۔"

جوزز کے چہرے پر اتنی شدید تکلیف کے باوجود نفرت کے آثار دکھائی دیئے اور اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش بھی کی تھی مگر اسی وقت درد کی ایک تیز لہر اٹھی اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم بہت کچھ جانتے ہو" میں نے سفاکی سے کہا "اگر تم زبان کھولنے پر آمادہ نہ ہوئے تو ہم تمہیں یونہی مرنے کے لئے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔"

جوزز کے تڑپنے کا منظر دیکھنا آسان نہیں تھا اور اس کے لئے بھی یہ تکلیف زیادہ دیر جھیلنا ممکن نہیں تھا۔ ہم اس پر کتنا ہی تشدد کیوں نہ کر لیتے' اسے اتنی اذیت نہیں پہنچا سکتے تھے جتنی اس تکلیف کے باعث ہو رہی تھی۔

پھر دس منٹ کے اندر اندر جوزز کی قوت برداشت جواب دے گئی اور اس نے زبان کھولنے کے لئے رضامندی ظاہر کر دی۔ میرے اشارے پر ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر اسے درد زائل کرنے والا انجکشن لگایا۔ انجکشن لگنے کے چند منٹ کے اندر اندر جوزز نے پرسکون ہونا شروع کر دیا پھر اس کی کربناک چیخیں تھم گئیں۔ اب وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ اس کا پورا لباس پسینے میں تربتر ہو رہا تھا۔

"تم نے عقل مندانہ فیصلہ کیا جوزز!" میں نے اس کے قریب جا کر کہا "تمہاری جو تھوڑی بہت زندگی رہ گئی ہے اسے تکلیف میں کیوں گزارو۔"

"میں نے..... میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی مجھے اپنے بدترین دشمن سے تعاون بھی کرنا پڑے گا۔"

"آدمی سوچتا کچھ ہے' ہوتا کچھ ہے۔ لہٰذا تم اس چکر میں مت پڑو اور ہائی کمان کے بارے میں اپنی معلومات سے آگاہ کرو۔"

"تم..... تم ہائی کمان کے بارے میں معلومات حاصل کر کے کیا کرنا چاہتے ہو؟" جوزز نے کہا۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ اب بھی معلومات فراہم کرنے سے گریزاں ہے۔

"میں تمہاری ہائی کمان کی دعوت کروں گا" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "افسوس اس وقت تک تم زندہ نہ رہو گے۔ اگر زندہ رہے تو تمہیں بھی دعوت میں ضرور شریک کروں گا۔"

"مم..... مجھے بتاؤ' ہائی کمان کے بارے میں تم کیا جاننا چاہتے ہو؟" اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

"جب تم ہائی کمان کا لفظ استعمال کرتے ہو تو اس سے تمہاری کیا مراد ہوتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

جوزز نے شاید پہلے ہی کچھ طے کر لیا تھا اس لئے کہ میرے سوال کا جواب اس نے فوراً دیا "ہائی کمان کا لفظ موشے ہاورڈ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔"

"بہت خوب" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "معلوم ہوتا ہے ابھی دماغ ٹھکانے نہیں آئے تبھی اتنی روانی سے جھوٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

بول رہے ہو۔"

"اب میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں" اس نے بے بسی سے کہا "اس لفظ کا استعمال صرف اسی کے لئے ہوتا ہے۔"

"اپنی یاد داشت پر زور دو جونز! ممکن ہے تمہیں یاد آجائے کہ ہائی کمان میں کچھ اور لوگ بھی شامل ہیں۔"

"ہوسکتا ہے کہ موشے ہاورڈ کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ہوں مگران سے کبھی میرا واسطہ نہیں پڑا" جونز نے کہا "اپنی معلومات کی حد تک تو میں سچ ہی بول رہا ہوں۔"

"تب تو تمہیں ڈوب مرنا چاہئے جونز!" میں نے کہا "اس لئے کہ تم سے زیادہ معلومات تو مجھے ویسے ہی حاصل ہیں۔"

"تم پر کوئی پابندی نہیں ہے جبکہ ہمیں کچھ حدود کے اندر رہ کر کام کرنا پڑتا ہے۔"

"اچھا یہی بتادو کہ تمہارے موشے ہاورڈ صاحب سے کہاں ملاقات ہوسکتی ہے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"کوئی نہیں جانتا" جونز نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "یقین نہ آئے تو کلارا سے پوچھ لو۔"

"کسی اور کو بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت میری اور تمہاری گفتگو ہورہی ہے اور تمہارا موقف یہ ہے کہ تم سپرا یگلز کے بارے میں کچھ نہیں جانتے؟"

میرے منہ سے سپرا یگلز کا لفظ سن کر جونز چونک پڑا "سپرا یگلز کے بارے میں تمہیں کلارا نے بتایا ہوگا؟"

"میں نے کہا نا کہ کسی اور کو بیچ میں لانے کی کوشش مت کرو۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ میں تمہارے سپرا یگلز سے واقف نہیں ہوں؟"

"ایگلز کا کوئی غدار ہی تمہاری معلومات کا ذریعہ بنا ہے" جونز نے نفرت سے کہا۔

"یعنی تم اعتراف کررہے ہو کہ سپرا یگلز سے واقف ہو؟" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"ہاں ..... اور تمہیں یہ بھی چیلنج کررہا ہوں کہ تم میری زبان سے ان کے لئے ایک لفظ بھی نہیں نکلوا سکو گے۔"

"تم پھر بہک رہے ہو جونز! تم بھول رہے ہو کہ مجھ سے تعاون نہ کرنے کی صورت میں تمہیں تڑپ تڑپ کر جان دینی پڑے گی۔"

"چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن میں ایسی کوئی حرکت نہیں کرسکتا جس سے ایگلز کو نقصان پہنچے۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو ..... ایگلز کو نقصان پہنچانے کے لئے مجھے کسی سے معلومات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ..... مجھے یہی کرنا ہوتا تو کرتا رہتا۔ جزیرۂ مرگ گوٹے ہل میں ایگلز کے ایجنٹوں کا صفایا ہوا اور اس سے یہاں شی گورائے میں ایگلز کو بے پناہ نقصان پہنچا۔ اب میں چاہوں تو ایگلز کو دیگر ممالک میں اسی طرح نقصان پہنچاتا رہوں۔ مجھے کون روکے گا؟"

"پہلے تم مجھے بتاؤ کہ تم سپرا یگلز کے بارے میں کیوں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو؟"

"اس لئے کہ میں اس جنگ وجدال سے تنگ آچکا ہوں اور مفاہمت کی کوئی راہ نکالنا چاہتا ہوں۔"

جونز نے بے اعتباری سے مجھے دیکھا "مجھے بے وقوف بناؤ علی! یہ مقصد تو تم کسی طرح بھی حاصل کرسکتے ہو۔"

"اس مقصد کے حصول کے لئے تمہارے ذہن میں کوئی متبادل طریقہ ہو تو بتاؤ۔ میں اس پر ضرور عمل کروں گا۔"

"تم موشے ہاورڈ سے مذکرات کرسکتے ہو..... میں تمہیں ان سے بات کرنے کے لئے ٹرانسمیٹر کی فریکوئینسی فراہم کرسکتا ہوں۔"

"میں اس سے بات نہیں کرنا چاہتا" میں نے کہا "وہ ایک عیار آدمی ہے۔ طاقت اس کا دین ایمان ہے۔ وہ مفاہمت کی راہ اپنانے کے بجائے مجھے زیر کرنے کے چکر میں پڑ جائے گا۔"

"تمہاری بات قرین قیاس ہے" جونز نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا "لیکن سپرا یگلز سے بات کرکے بھی کوئی نتیجہ تو بہرحال نہیں نکلے گا۔"

"میں نتیجہ نکال لوں گا۔ تم اس کی فکر مت کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ پانچوں سپرا یگلز اگر متفق ہوجائیں تو رینڈل بس ہوجائے گا۔"

"جس طرح تمہیں موشے ہاورڈ کی طرف سے دھوکے کا اندیشہ ہے اسی طرح وہ پانچوں بھی تمہیں دھوکا دے سکتے ہیں؟" جونز نے کہا۔

"میں انہیں یہی تو سمجھاؤں گا کہ اس قسم کی لا... حرکتوں کی وجہ سے ہی ایگلز اور دیگر صیہونی تنظیموں نے ہمیشہ نقصانات اٹھائے ہیں اور اگر وہ میرا پیچھا چھوڑ دیں تو اس میں انہی کا بھلا ہے۔"

جونز ایک بار پھر سوچ میں ڈوب گیا "تمہاری باتیں دل کو لگتی ہیں" اس نے کہا "میرا خیال ہے وہ لوگ مان جائیں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ مجھے صرف ایک کے بارے میں ... ہے۔"

"ایک بھی بہت ہے" میں نے خوش ہوکر کہا "اس ایک کے ذریعے بقیہ چار سے بھی رابطہ ہوجائے گا۔"

"میں بہت خطرناک حرکت کررہا ہوں لیکن ایگلز کے بہترین مفاد میں کررہا ہوں" جونز نے ایک طویل سانس لے کر کہا "ایس ون ان دنوں گوٹے ہل میں ہے۔ اس سے ٹرانس میٹر..."

"ٹرانس میٹر کا تو نام بھی مت لو جونز!" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "ٹرانس میٹر پر گفتگو ویسے بھی مخدوش ہوتی ہے اور پھر اس پر کسی کو قائل کرنا اور بھی مشکل ہوتا ہے۔"

"وہ ایک بہت بڑا صنعت کار ہے اور ان دنوں گوٹے ہل میں کاریں بنانے کی کمپنی قائم کرنے کے سلسلے میں مقیم ہے۔"

"تم میلی نوف کی بات تو نہیں کررہے؟" میں نے چونک کر کہا "جو ہے تو روسی مگر اس کے پاس امریکا کی شہریت ہے۔"

"ہاں، میں اسی میلی نوف کی بات کررہا ہوں۔ وہ اپنے عملے سمیت گوٹے ہل میں مقیم ہے اور شاید کچھ روز اور مقیم رہے۔"

"اگر یہی بات تم پہلے بتادیتے تو ہمارے درمیان معاملہ نہایت خوش اسلوبی سے طے ہوجاتا۔"

"لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے چیف کہ جونز نے جو کچھ بتایا ہے وہ درست ہی ہے؟" بڈ نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ جونز نے غلط بیانی نہیں کی" میں نے کہا "اس لئے کہ میلی نوف کی گوٹے ہل میں موجودگی میرے علم میں ہے۔"

"میلی نوف تو گوٹے ہل میں ہے" تہذیب بولی "لیکن کیا ضروری ہے کہ اس کا ایگلز سے کچھ تعلق بھی ہو؟"

"اس معاملے میں دھوکے کا امکان ہے مگر بہت کم" میں نے کہا "کیوں جونز! تمہارا کیا خیال ہے؟"

"جھوٹ بولنے سے اگر میری جان بچ جانے کے امکانات ہوتے تو میں ضرور جھوٹ بولتا لیکن میں نے تو ایگلز کے مفاد میں زبان کھولی ہے۔"

"اس نے جھوٹ بولا ہے علی!" کلارا کی آواز نے مجھے چونکا دیا "میلی نوف کا ایگلز سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے" میں نے تیزی سے کہا "مجھے معلوم ہے کہ ایس ون روسی ہے۔ تم نے بھی یہی بتایا تھا۔ اس کا شمار دنیا کے ممتاز صنعت کاروں میں ہوتا ہے۔ جونز کو معلوم نہیں تھا کہ میں یہ سب کچھ جانتا ہوں۔ پھر اتفاقاً اس کے منہ سے یہ بھی نکل گیا کہ میلی نوف ایس ون ہے۔ ایسا جھوٹ میری سمجھ میں نہیں آتا جو ہماری معلومات سے اس حد تک مماثلت رکھتا ہو؟"

"اگر میں اس سے ذاتی طور پر واقف نہ ہوتی تو شاید میں بھی اس کی بات پر یقین کرلیتی" کلارا نے کہا۔

"تمہیں شرم کرنی چاہئے کلارا" جونز غرایا "ذاتی مفاد کی خاطر تم پوری یہودی قوم سے غداری پر آمادہ ہو۔"

"میں اس بات کی قائل ہوں کہ یہودی قوم کے ہر فرد کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔ وہ وقت بھول گئے جب تم نے مجھ پر شعاعی پستول سے حملہ کیا تھا۔ میں تو علی کی ممنون احسان ہوں کہ اس نے پستول کو ناکارہ کردیا تھا ورنہ تم نے میری جان لینے میں کون سی کسر چھوڑی تھی۔ میں جو کچھ کررہی ہوں اس کی خود ذمے دار ہوں۔ تمہیں میرے معاملات میں مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

"میں نے کہا تھا نا کہ اس کے بیان پر آنکھ بند کرکے یقین کرلینا حماقت ہوگی" بڈ چہکا۔

"کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے" میں بڑبڑایا "اس لئے کہ کلارا ہم سے جھوٹ نہیں بول سکتی اور میں جونز کی بات کو بھی جھوٹ قرار نہیں دے سکتا۔"

"کلارا پاگل ہوگئی ہے علی!" جونز نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "مجھے نہیں معلوم اس کے ذہن میں کیا ہے لیکن میرا خیال ہے یہ مجھے تمہارے ہاتھوں مزید نقصان پہنچوانے کے درپے ہے اسی لئے اس نے جان بوجھ کر مجھ پر دروغ گوئی کا الزام عائد کیا ہے تاکہ تم مشتعل ہوکر مجھے فوراً ہی موت کے گھاٹ اتاردو۔"

"موت تو ویسے بھی تمہارا مقدر ہوچکی ہے" بڈ نے طنز کیا "یہ بات پہلے ہی طے ہوگئی تھی کہ اگر تم نے ہم سے تعاون کیا تو تمہیں اذیت دئے بغیر ماردیا جائے گا ورنہ اذیتیں دے کر ہلاک کیا جائے گا۔"

"مجھے اعتراف ہے کہ میں نے جو حرکت کی اس کے عوض سزا کا مستحق ہوں لیکن مجھے یہ بھی یقین ہے کہ اگر میں نے اب بھی تم سے تعاون کیا تو علی میرے ساتھ اب بھی رعایت برت سکتا ہے۔ اس کا ماضی اس بات کا گواہ ہے۔ آخر اس نے اولیو ہاورڈ کو سیکڑوں مرتبہ زندگی بخشی ہے کہ نہیں؟"

"تمہیں اپنی زندگی نے اتنا ہی پیار ہے جونز!" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"زندگی کسے پیاری نہیں ہوتی علی!" جونز نے بھرائی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئی آواز میں کہا "اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں نے اب بھی تم سے غلط بیانی سے کام لیا ہوتا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ مجھے جونز کی بات پر پہلے ہی یقین تھا مگر کلارا کا اصرار تھا کہ اس نے غلط بیانی کی ہے۔ بظاہر کلارا کے لئے بھی کوئی ایسی وجہ نظر نہیں آتی تھی جس کی بنیاد پر میں اس کے بیان کو جھوٹ قرار دیتا۔ تو پھر سوال یہ تھا کہ ان دونوں میں سے کون سچا اور کون جھوٹ بول رہا ہے۔ اس سوال کا جواب مجھے ہی حاصل کرنا تھا۔

"سنو ہم میلی نوف کے بارے میں چھان بین کریں گے" بڈ نے کہا "اگر ایگلز سے اس کا تعلق ثابت نہ ہوسکا تو؟"

"تو یہ تمہارا اپنا قصور ہوگا" جونز نے بڑے اطمینان سے کہا "اس لئے کہ ایگلز سے اس کا تعلق ثابت کرنا آسان نہیں ہوگا۔"

"دیکھ لیا چیف!" بڈ نے فاتحانہ انداز میں میری طرف دیکھا "اس کا جھوٹ ثابت ہوگیا۔۔۔"

"جونز ٹھیک کہہ رہا ہے بڈ" تہذیب نے کہا "اگر وہ واقعی سپر ایگلز میں سے ایک ہے تو کبھی اس کا اعتراف نہیں کرے گا۔"

"اس طرح تو کبھی فیصلہ ہی نہیں ہوسکے گا" کلارا بولی "جب اس کا ایگلز سے کوئی تعلق ہے ہی نہیں تو وہ اس کا اعتراف کس طرح کرلے گا؟"

"یہ الجھن تو ہے۔۔۔ پھر اس کا فیصلہ کس طرح ہوگا؟" تہذیب نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ سپر ایگلز کی تعداد کتنی ہے؟" اچانک میں نے جونز سے پوچھا۔

"ان کی تعداد کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں" جونز نے کہا "سب جانتے ہیں کہ ان کی تعداد پانچ ہے لیکن ہم اس بات سے لاعلم ہیں کہ وہ پانچ افراد کون ہیں؟"

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ان پانچوں میں سے تم ایک سے ہی واقف ہو" بڈ نے استہزائیہ انداز میں کہا "اور وہ بقول تمہارے ایس ون ہے۔"

"مجھ سے طنزیہ لہجے میں گفتگو مت کرو" جونز کراہا "یہ حقیقت ہے کہ میلی نوف کے سوا میں کسی اور کو جانتا تک نہیں۔"

"کس قدر مضحکہ خیز بات ہے چیف! ہمیں غلط راہ پر ڈالنے کے لئے یہ شخص ہائی کمان کے ایک آدمی سے واقف ہے۔۔۔"

"بات تو واقعی شبے میں ڈال دینے والی ہے جونز! آخر میلی نوف کی شخصیت تم پر کس طرح آشکارا ہوئی؟" بڈ نے کہا۔

"ایک مجبوری کے تحت ہنگامی طور پر یہ قدم اٹھایا گیا تھا" جونز نے ایک طویل سانس لے کر کہا "گوٹے ہل میں ایگلز کی تباہی کے بعد وہاں ہمارا عمل دخل بالکل ہی ختم ہو گیا تھا۔ موشے ہاورڈ کے خیال میں اس وقت وہاں ایگلز کی شاخ کا فوری طور پر از سرنو قیام بے حد ضروری تھا اور چونکہ یہ کام ہنگامی طور پر کیا جانا تھا اس لئے مسٹر میلی نوف کو اس بات پر تیار کیا گیا کہ وہ گوٹے ہل میں موٹر سازی کی صنعت کے قیام کے ساتھ ساتھ اس بات کا بندوبست بھی کریں کہ اس علاقے میں ایگلز کے سرگرم لوگ وہاں اپنے قدم جما سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ فوری اور مستقل تعاون کے لئے مجھے مسٹر میلی نوف کی حقیقت سے آگاہ کیا گیا۔"

"ایگلز کی شاخ تو وہاں بعد میں بھی قائم کی جاسکتی تھی۔ ایسی کون سی مصیبت آرہی تھی جس کی خاطر ایگلز کے اصولوں تک سے روگردانی کی گئی" بڈ نے کہا۔ وہ جونز کو غلط ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا۔

"موشے ہاورڈ علی یار خان پر عرصہ حیات تنگ کردینے کے درپے ہیں۔ ان کے خیال میں گوٹے ہل جسے علی یار خان نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنا رکھا ہے اگر وہاں سے جنرل ٹیرس کی حکومت ختم کروی جائے تو علی کا مقابلہ کرنا آسان ہوجائے گا۔ اس وقت اگر علی کو کسی محاذ پر پسپائی کا سامنا کرنا بھی پڑا ہے تو وہ گوٹے ہل جاکر از سرنو ہم سے مقابلے کی تیاری کرلیتا ہے۔ اس لئے وہ اس معاملے میں اس قدر جلدی کررہے ہیں۔"

"جواز گھڑنے کے تو تم ماہر ہو" بڈ نے طنزیہ لہجے میں کہا "لیکن تم یہ بھول گئے کہ اگر یہی بات ہوتی تو جب چیف تمہارے قابو میں آگئے تھے تو انہیں یوں چھوڑ نہ دیا جاتا۔"

"مجھے نہیں معلوم اس حکم میں کیا مصلحت تھی لیکن اب میں سمجھ سکتا ہوں کہ یہ حکم کیوں دیا گیا ہوگا" جونز نے کہا "میں نے ہائی کمان کے حکم سے سرتابی کرتے ہوئے علی کی جان لینے کی جو کوشش کی تھی وہ جس طرح ناکام ہوئی اس سے مجھے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں مدد ملی۔ ہائی کمان ہماری صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہے۔ انہیں اندازہ ہوگا کہ علی پر قابو پانا فی الوقت ممکن نہیں ہے۔ انہوں نے علی پر ہاتھ ڈالنے کا فیصلہ کسی مناسب موقع تک کے لئے موخر کردیا ہوگا۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ علی کو اس دھوکے میں ڈالنا چاہتے رہے ہیں کہ اسے اب ایگلز کی طرف سے جان کا خطرہ نہیں ہے۔"

"تمہاری ہر بات مدلل اور منطقی ہے" تہذیب نے کہا "تاہم اس بات کا امکان ہے کہ اس میں سے کچھ باتیں من گھڑت بھی ہوں۔"

"میری دلی خواہش ہے کہ ایگلز اور آپ لوگوں کے درمیان کوئی ایسا لائحۂ عمل طے پائے جس کے بعد ہم آپس میں متصادم نہ ہوں۔"

"تمہاری دلی خواہش ضرور پوری کی جائے گی جونز!" میں نے کہا "لیکن پہلے یہ تو طے ہوجائے کہ تمہاری فراہم کردہ معلومات غلط نہیں ہیں۔"

"اگر مجھے لانگ رینج ٹرانس میٹر فراہم کرسکو تو مسٹر میلی نوف کا ایگلز سے تعلق ثابت کرنا میرے لئے بہت آسان ہوجائے گا۔" جونز نے کہا۔

"کیا تمہیں اس بات کی اجازت ہے کہ اپنی مرضی سے میلی نوف سے رابطہ کرسکو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ بلکہ مجھ پابندی عائد کی گئی ہے کہ کسی بھی صورت میں انہیں خود سے کال نہ کروں۔"

"تب تو یہ مناسب نہیں ہوگا۔۔۔ لیکن یاد رکھو کہ اگر تمہاری فراہم کردہ اطلاع غلط ثابت ہوئی تو تم کسی بھی متوقع رعایت سے محروم ہوسکتے ہو۔"

"اتنی بات میں بغیر بتائے بھی سمجھ سکتا ہوں" جونز نے تیزی سے کہا "لیکن اگر میری اطلاع درست ثابت ہوئی تو کیا تم میری جاں بخشی کردو گے؟"

"نہ صرف جاں بخشی کروں گا بلکہ دنیا کے بہترین ڈاکٹروں سے تمہارا علاج بھی کراؤں گا۔"

"لیکن یہ بات ناممکن سی معلوم ہوتی ہے کہ میلی نوف ایگلز سے اپنے تعلق کا اعتراف کرلے" جونز نے کہا۔ اس کے لہجے سے ناامیدی جھلک رہی تھی۔

"بے فکر رہو جونز!" میں نے اس کا شانہ تھپ تھپا کر کہا "اس سے اعتراف کرانا میرا کام ہے۔ چونکہ مجھے یقین ہے کہ تم نے مجھ سے غلط بیانی نہیں کی اس لئے شی گورائے میں جو بہتر سے بہتر طبی سہولت میسر آسکتی ہے۔ وہ تمہیں ضرور مہیا کی جائے گی۔"

○☆○

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے اس کے بیان پر کیوں یقین کرلیا" کلارا جھنجھلائے ہوئے انداز میں مجھ سے کہہ رہی تھی "تم سے زیادہ سمجھ دار تو تمہارے ساتھی ہیں۔"

"مجھے تمہاری بات پر یقین ہے کلارا" میں نے سنجیدگی سے کہا "اس کی بات پر یقین کرلینے کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں نے تمہیں جھوٹا سمجھا ہے۔"

"دو آدمی متضاد بات کررہے ہوں تو ایک کی بات پر یقین کرنے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ دوسرے کی بات کو غلط سمجھ گیا ہے۔"

"تم نے جان بوجھ کر کوئی غلط بیانی نہیں کی لیکن اس بات کا قوی امکان ہے کہ تمہاری معلومات پرانی ہوگئی ہوں۔"

"تم نے تو مجھ سے معلوم تک کرنے کی زحمت نہیں کی کہ ایس ون کون ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اب میں تمہاری نظروں میں لائق اعتبار نہیں رہی۔"

"میں فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے گریز کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں نے اندازہ کرلیا تھا کہ ایگلز کی ہائی کمان میں کوئی ایسی تبدیلی ہوئی ہے جس سے تم بے خبر ہو لہٰذا تم سے معلومات حاصل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

کلارا خاموش ہوگئی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے اب تک متفق نہیں ہے۔ اسے مطمئن کرنے کی مجھے بھی ایسی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی۔ بڈ بھی اس معاملے میں کلارا کا ہم نوا تھا لیکن میرا انداز دیکھ کر اس نے مجھ سے مزید بحث کرنے کی کوشش نہیں کی، اسے اندازہ تھا کہ میں نے جو فیصلہ بھی کرلیا ہے اس پر عمل ضرور کروں گا۔

"میرے خیال میں یہاں سے روانہ ہونے سے قبل میلی نوف کے گوٹے ہل میں قیام کے بارے میں معلومات حاصل کرلو۔" تہذیب نے کہا۔

"میرا ارادہ یہی ہے" میں نے کہا اور ساگا سے بولا "کیا یہاں سے گوٹے ہل ٹرنک کال ہوسکے گی۔"

"کیوں نہیں" ساگا نے کہا "تم مجھے گوٹے ہل کے نمبر دو۔ میں ابھی کال بک کرائے دیتا ہوں۔"

میں نے اسے گوٹے ہل میں علی گروپ کے ایک رکن کا نمبر دیا اور ساگا نے گوٹے ہل کے لئے کال بک کرادی۔

"ممکن ہے ہمیں شی گورائے سے نکلنے میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے" میں نے کہا "اس لئے مناسب یہی ہوگا کہ ہم نئے میک اپ کریں مگر پھر ہمیں از سرنو نئے کاغذات درکار ہوں گے۔"

"جعلی کاغذات" ساگا مسکرایا "یہاں یہ آسانی ہے کہ جعلی کاغذات زیادہ آسانی سے بنوائے جاسکتے ہیں۔"

"بس تو پھر ہم سب سے پہلے میک اپ کرتے ہیں تاکہ تم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کے مطابق کاغذات تیار کروا سکو۔۔۔۔ میں کل شام تک شی گورائے سے نکل جانے کے موڈ میں ہوں۔"

"تم بالکل فکر مت کرو۔۔۔۔ بس میک اپ کرلو۔ کل دوپہر تک سفر کی تیاریاں مکمل ہوچکی ہوں گی لیکن مجھے اس بات کا افسوس رہے گا کہ تم نے مجھے میزبانی کا موقع نہیں دیا۔"

"ہمارے بجائے تم جونز کی میزبانی کے فرائض سرانجام دوگے" میں نے مسکرا کر کہا "میں اس سے وعدہ کرچکا ہوں کہ اسے بہترین طبی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔"

"تمہارے وعدے کا پاس میں ایک اہم فریضہ سمجھ کر کروں گا" ساگا نے کہا "ویسے بھی اب ایگلز کی سرکوبی کے بعد شی گورائے میں مجھے کوئی خوف و خطر نہیں ہے۔"

میں نے فوری طور پر میک اپ کرنا شروع کردیا۔ کوئی ایک گھنٹے بعد مطلوبہ نمبر مل گیا۔ علی گروپ کے رکن کو میلی نوف کے بارے میں یہ معلوم تھا کہ وہ ابھی کم از کم دو دن تو گوٹے ہل میں ضرور رکے گا۔ اس کی معلومات کا ذریعہ اخبارات تھے۔ گوٹے ہل میں اس بات کو بہت اہمیت دی جارہی تھی کہ اب وہاں مقامی طور پر کاریں بننے لگیں گی۔ اس سے قبل کاریں درآمد کی جاتی تھیں۔ اخبارات میلی نوف کو بھرپور کوریج دے رہے تھے اور سرکاری سطح پر میلی نوف کی پذیرائی کی جارہی تھی۔ کل میلی نوف کے اعزاز میں قصر صدر میں ڈنر دیا جارہا تھا۔

میں نے علی گروپ کے رکن کو اپنی آمد کی اطلاع دیئے بغیر فون بند کردیا۔ مجھے مطلوبہ معلومات حاصل ہوچکی تھیں لہٰذا اب میں مطمئن تھا۔

رات کے کھانے سے قبل ہم چاروں میک اپ کرکے نیا روپ دھار چکے تھے۔ میں نے کلارا سے اس کی مرضی دریافت کی تھی اور اس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی تھی چنانچہ میں نے اس پر بھی میک اپ کردیا تھا۔ اب صرف کاغذات کی تیاری کا مرحلہ رہ گیا تھا اور یہ کام کرانا ساگا کی ذمے داری تھی۔

اگلے روز شام چار بجے تک نہ صرف ہمارے پاسپورٹ بن گئے بلکہ ان پر گوٹے ہل کے ویزے بھی لگ گئے تھے۔ رات دس بجے کی فلائٹ کے ٹکٹ ملے تھے۔

"ان لوگوں کے پاس اسمیل ڈیٹیکٹر ہیں اس لئے میک اپ میں ہونے کے باوجود تمہیں خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا" ساگا نے کہا تھا۔

"شی گورائے میں وہ اکلوتا منحوس ڈیٹیکٹر تھا جو تباہ ہوچکا لہٰذا ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

ساگا اپنے آدمیوں کے ساتھ ہمیں چھوڑنے ائرپورٹ تک آیا۔ وہ بار بار ہماری اتنی جلدی روانگی پر اظہار افسوس کررہا تھا۔

شی گورائے ائرپورٹ پر تو ساگا ہمیں الوداع کہنے آگیا تھا لیکن رات بارہ بجے کے قریب جب ہم گوٹے ہل ائرپورٹ سے باہر آئے تو وہاں کوئی ہمیں ریسیو کرنے کے لئے موجود نہیں تھا اور موجود کیسے ہوتا، ہم نے کسی کو اپنی آمد کی اطلاع بھی تو نہیں دی تھی۔ شی گورائے سے گوٹے ہل پہنچنے تک ہمیں کہیں کسی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔

ایئرپورٹ سے ٹیرس محل پہنچنے میں مزید آدھا گھنٹہ لگا۔ تہذیب اور رڈ کا خیال تھا کہ میں ایئرپورٹ سے جنرل ٹیرس کو فون کروں گا مگر میں نے فون کرنے کے بجائے خود ہی وہاں پہنچ جانے کو ترجیح دی۔ پہلے میرا ارادہ کسی ہوٹل میں قیام کرنے کا تھا لیکن پھر اچانک ذہن میں ایک ایسا خیال آیا کہ میں نے ٹیرس محل کا رخ کرنے کا ارادہ کرلیا۔

ٹیرس محل میں میلی نوف کو دیا جانے والا ڈنر اختتام کو پہنچ چکا تھا اور شاید سارے مہمان واپس جاچکے تھے۔ میں ٹیرس محل کے گیٹ پر ٹیکسی سے اتر کر گیٹ کی طرف بڑھا تو مجھے دیکھ کر محافظ بوکھلا گئے۔ میں اپنی اصل شکل و صورت میں تھا۔ اپنا میک اپ میں نے ٹیکسی میں ہی ختم کردیا تھا۔ ٹیرس محل کا کون سا ایسا ملازم تھا جو مجھے نہ پہچانتا ہو۔ وہ تو مجھے سیدھا اندر لے جانا چاہتا تھا مگر میں پہلے جنرل ٹیرس سے بات کرنا چاہ رہا تھا۔

گیٹ ہاؤس سے میں نے فون پر جنرل ٹیرس سے بات کی۔ وہ اپنی خواب گاہ میں جاچکا تھا مگر میرے لئے کوئی پابندی نہیں تھی۔

"ارے علی! میرے دوست تم کب گوٹے ہل پہنچے؟" اس نے انتہائی حیرت سے کہا۔

"یہ ساری باتیں تو ہوتی رہیں گی۔ اس وقت تو تم مجھے یہ بتاؤ کہ ڈیوڈ ریان کہاں ہے؟"

"وہ گیسٹ ہاؤس کے ایک کمرے میں مقیم ہے" جنرل ٹیرس نے کہا "کیوں خیریت ہے؟"

"خیریت ہی سمجھو۔ میرے ساتھ ایک اور مہمان خاتون ہیں۔ انہیں ڈیوڈ کے ساتھ ہی ٹھہرانا ہے۔"

"تو اس میں کیا مشکل ہے" جنرل نے حیرت سے کہا "میرا خیال ہے یہاں کوئی شخص تمہاری بات ماننے سے انکار نہیں کرسکتا۔"

"بات یہ ہے کہ میں ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سننا چاہتا ہوں۔۔۔۔ کیا اس کا انتظام ہوسکتا ہے۔"

"اس کا انتظام تو ہے۔ تم اسے گیسٹ ہاؤس بھجواؤ۔ بقیہ انتظامات میں کررہا ہوں۔"

میں نے ٹیکسی کو کرایہ دے کر رخصت کیا اور پھر ہم گیٹ کے اندر سے ایک کار میں بیٹھ کر اصل عمارت کی طرف روانہ ہوگئے۔ کلارا کو گیسٹ ہاؤس کی طرف بھیج دیا گیا تھا۔ جتنی دیر میں ہم عمارت تک پہنچے، جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن بھی عمارت کے دروازے تک پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے روایتی گرم جوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہم لوگوں کا استقبال کیا۔

"اس بار تو تم نے واپس آنے میں بہت تیزی دکھائی" جنرل ٹیرس نے کہا "یا تو برسوں کے لئے غائب ہوجاؤ گے یا پھر اتنی جلدی واپس آجاؤ گے کہ یقین ہی نہ آئے۔"

"سارا قصور حالات کا ہے جنرل! اس بار حالات نے تمہاری طرف لوٹنے پر مجبور کردیا۔"

"میں تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ کوئی مجبوری ہی تمہیں ہماری طرف لے آئی ہوگی ورنہ ہم لوگ اس لائق کہاں کہ تم ہمیں کسی قابل سمجھو" کیتھی براؤن نے کہا۔

"تم لوگ میرے لئے کیا ہو اسے اگر میں بیان کرنا چاہوں تو بھی الفاظ کے جامے میں نہیں ڈھال سکتا" میں نے سنجیدگی سے کہا "میں جس قسم کی زندگی گزار رہا ہوں اس میں اپنے لئے ہی وقت نہیں نکال پاتا تو کسی اور کے لئے کیسے نکالوں۔"

"ارے ارے تم تو سنجیدہ ہورہے ہو" کیتھی براؤن نے ہنس کر کہا "ارے بابا میں تو مذاق کررہی تھی۔"

"تم بے شک مذاق کررہی ہوگی مگر میں سنجیدہ ہوں۔ معلوم نہیں وہ وقت کب آئے گا جب میں سکون کا سانس لے سکوں گا۔"

"یہ ساری فضول باتیں اندر بیٹھ کر بہت تفصیل سے کریں گے" جنرل نے مجھے بازو سے پکڑتے ہوئے کہا "اس قسم کی باتوں کے لئے یہ جگہ نہایت نامناسب ہے۔"

اندر پہنچ کر سکون سے بیٹھنے کے بعد جنرل نے کہا "اب یہ بتاؤ کہ کیا چلے گا۔۔۔۔ کھانا تو تم لوگ کھاچکے ہوگے؟"

"اس وقت تو چائے ہی چلے گی لیکن میں ان دونوں کی گفتگو سننا چاہتا ہوں ورنہ دعوت کا کھانا ضرور چکھتا۔"

"ان دونوں کو یکجا کیا جائے گا تو تمہیں ضرور ان کی گفتگو سناؤں گا لیکن یہ دعوت کے بارے میں تمہیں آتے ہی کس نے بتادیا؟" جنرل نے حیران ہوکر کہا۔

"بتائے گا کون" کیتھی براؤن بولی "علی کی قوت شامہ بہت اچھی ہے۔ دعوت کے کھانوں کی خوشبو سونگھ لی ہوگی۔"

"ہاں" میں نے مسکرا کر کہا "اور عجیب بات یہ ہے کہ میلی نوف کی خوشبو کھانوں کی خوشبوؤں پر حاوی تھی۔"

اس بار کیتھی براؤن نے بھی حیرت سے مجھے دیکھا "ضرور کوئی خاص بات ہے" اس نے کہا "ورنہ تم آتے ہی یہ تذکرہ شروع نہ کردیتے۔"

میں نے تہذیب کی طرف دیکھا اور میرا اشارا پاکر تہذیب بولی "میلی نوف کے اعزاز میں دیئے جانے والے ڈنر کی اطلاع ہمیں شی گورائے ہی میں مل گئی تھی تبھی تو ہم بھاگم بھاگ یہاں پہنچے مگر افسوس لیٹ ہوگئے، ڈنر ختم بھی ہوچکا۔"

جنرل ٹیرس بڑے غور سے مجھے دیکھ رہا تھا "ایک بات تو بہرحال ثابت ہوگئی" اس نے کہا "میلی نوف کسی خصوصیت کا حامل ضرور ہے۔"

"کیا صرف اس وجہ سے کہ میں نے میلی نوف کا تذکرہ کردیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، اس لئے کہ آج سے قبل میں نے کبھی تمہیں کسی شخص کے بارے میں اس طرح بے صبری کا مظاہرہ کرتے نہیں دیکھا۔"

"کیا میلی نوف واقعی اتنا اہم آدمی ہے کہ اس کے اعزاز میں سرکاری طور پر ڈنر دیا جاتا؟"

"ڈنر میں نے نجی حیثیت میں دیا تھا تاہم پھر بھی وہ سرکاری ہی کہلائے گا" جنرل ٹیرس نے کہا "بات دراصل یہ ہے کہ صنعتی میدان میں ہم بہت پیچھے ہیں۔ میلی نوف کی اہمیت اتنی نہیں ہے جتنی ہم اسے اہمیت دینے کے لئے مجبور ہیں۔ اسے یہاں کچھ مسائل درپیش تھے جن کے لئے وہ مجھ سے ملنا بھی چاہ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اسے ایک ڈنر ہی دے ڈالوں۔ اس کے مسائل بھی حل ہوجائیں گے اور اسے یہ بھی احساس ہوگا کہ یہاں اسے نظرانداز نہیں کیا جارہا ہے لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس کی شخصیت میں تمہاری دلچسپی کی کون سی چیز ہے؟"

"میں نے سنا ہے وہ یہاں کے سب سے بڑے ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے؟" میں نے جنرل کا سوال اڑا کر کہا۔

"اس نے پورے دو فلور بک کرا رکھے ہیں۔ وہ تنہا تو نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ماہرین کا پورا گروہ ہے۔ اس کے اپنے ملازمین ہیں۔ حفاظتی عملہ الگ ہے۔۔۔۔"

"حفاظتی عملہ!" میں نے حیرت سے کہا "اسے کیا خطرہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے کہ وہ حفاظتی عملہ لئے گھوم رہا ہے؟"

"وہ ایک ارب پتی بلکہ کھرب پتی سرمایہ دار ہے۔ وہ اپنی حفاظت نہیں کرے گا تو اور کون کرے گا۔ کوئی بھی شخص اسے اغوا کر کے کروڑ پتی تو بن ہی سکتا ہے۔"

"تب تو حفاظتی عملے کا جواز بنتا ہے" میں نے بے خیالی کے سے عالم میں کہا۔

"میں تمہارے ساتھ اپنی عمر عزیز ضائع کر رہا ہوں کیا مجھے کروڑ پتی بننے کی کوشش کرنے کا کوئی حق نہیں ہے؟" بڈ نے کہا اور میں چونک کر اسے گھورنے لگا۔

"تم سے کتنی بار کہا ہے کہ ہر وقت بے تکی باتیں مت کیا کرو لیکن کیا مجال کہ تم پر ذرہ برابر بھی اثر ہو جائے۔"

"تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ بڈ کے منہ پر تالا لگا کر چابی اپنے پاس رکھ لو۔ جب بے تکی باتیں سننے کا موڈ ہوا کرے تالا کھول دیا کرو ورنہ لگا رہنے دیا کرو۔"

"لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ تم خود سے بے تکی باتیں کرنے سے گریز کرو" تہذیب نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"ایک بڈ ہی تو ایسا شخص ہے جو فضا کو بوجھل نہیں ہونے دیتا" کیتھی براؤن بولی "اور تم لوگ اس کے پیچھے پڑے رہتے ہو۔"

"میرا جی چاہتا ہے کہ مستقل یہیں رہائش اختیار کر لوں" بڈ نے پھیلتے ہوئے کہا "کم از کم یہاں بڈ کی نا... ری تو نہیں ہوگی۔"

"ایک تو یہ ویسے ہی جامے سے باہر رہتا ہے اوپر سے تم اور اس کی حوصلہ افزائی کر رہی ہو" تہذیب نے منہ بنا کر کہا "اب تو یہ ہمارا جینا ہی دوبھر کر دے گا۔"

"بات ہو رہی تھی میلی نوف کی" جنرل ٹیرس نے اکتا کر کہا "درمیان میں تم لوگوں نے معلوم نہیں کیا شروع کر دیا؟"

میں جنرل کی طرف دیکھ کر مسکرایا "اگر میں یہ کہوں کہ میلی نوف کا تعلق ایگلز سے ہے تو کیا تم میری بات پر یقین کر لو گے۔"

جنرل ٹیرس اچھل پڑا، کیتھی براؤن بھی بری طرح چونکی تھی "پہلے کبھی تمہاری کوئی بات غلط ثابت ہوئی ہو تو میں شبہ بھی کروں... لیکن کیا تم سچ کہہ رہے ہو... کہیں مذاق تو نہیں کر رہے؟"

"میں بے حد سنجیدہ ہوں جنرل!" میں نے کہا "اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں کبھی اس طرح بھاگا ہوا یہاں نہ پہنچتا۔"

"بہت اچھا ہوا تم نے مجھے بتا دیا" جنرل نے ٹیلی فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "میں ابھی اسے گرفتار کرنے کا حکم جاری کرتا ہوں۔"

"کیا حماقت کر رہے ہو جنرل" میں نے تیزی سے ... "اتنے بڑے آدمی کو کس الزام میں گرفتار کرو گے؟ تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟"

جنرل ٹیرس ایک جھٹکے سے رک گیا "بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو" اس نے قدرے پریشانی سے کہا "مگر سوال ... ہے کہ پھر میلی نوف کا کیا کیا جائے؟"

"تم سے کہنے کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ تم ضرور اس سلسلے میں کچھ کرو... بلکہ یہ سرے سے تمہارا مسئلہ ہی نہیں ...... یہ تو میرا مسئلہ ہے۔ اسے میں خود دیکھ لوں گا۔"

"ایسے تو تمہارا ہر مسئلہ میرا مسئلہ ہوتا ہے لیکن اس سلسلے میں میں واقعی کچھ نہیں کر سکتا" جنرل ٹیرس نے ... سے کہا "لیکن تمہیں میلی نوف کے بارے میں اطلاع کہاں سے ملی؟"

"اس قسم کی اطلاعات کہیں نہ کہیں سے مل ہی جا... کرتی ہیں جنرل! شی گورائے میں ایگلز سے معرکہ آرائی کے دوران ایک اہم شخص قبضے میں آ گیا تھا۔ یہ اطلاع اس کی فراہم کردہ ہے۔"

"اس خبر کی تصدیق تم نے کس طرح کی؟" جنرل نے پوچھا۔

"اب کروں گا" میں نے مسکرا کر کہا "جب سے یہ اطلاع ملی ہے اس وقت سے اتنا موقع ہی نہیں مل سکا۔"

"تم بہت خطرناک ہو گئے ہو علی! میں سوچ بھی نہیں ... تھا کہ تم کسی ایسی اطلاع پر اپنا اطمینان کئے بغیر یقین کر ... ہو۔"

"یہ مسئلہ ہمیں پہلے سے ہی درپیش ہے۔ مجھے چونکہ اس خبر کی صداقت پر یقین ہے اس لئے میں نے تصدیق ... ضرورت محسوس نہیں کی تاہم کلارا اور ڈیوڈ ریان کی باتیں سن کر ممکن ہے کوئی انکشاف ہو جائے۔"

"اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں ان دونوں کی گفتگو ... جگہ سنوا دوں" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"جس کام کے لئے میں بے چین ہوں اس کام کے ... تم مجھ سے اجازت طلب کر رہے ہو! جتنی جلدی ممکن ہو ... یہ کام کر لو۔"

جنرل ٹیرس نے اپنے آدمیوں کو چند ہدایات جاری کیں۔ جس کے چند منٹ کے اندر اندر ہم سب دیوار ... میں نصب پوشیدہ اسپیکروں کے ذریعے گیسٹ ہاؤس کے ... کمرے میں ہونے والی گفتگو سن رہے تھے جس کمرے ...

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ڈیوڈ ریان مقیم تھا۔

کلارا کو اب تک ڈیوڈ ریان کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا اس لئے اسے اچانک سامنے پا کر وہ اپنی حیرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکی "ارے...... تم یہاں ڈیوڈ......"

"تم...... تم مادام کلارا ہو نا" ڈیوڈ نے کہا۔ کلارا کو دیکھ کر وہ بھی کم حیران نہیں ہوا تھا۔

اس کے بعد چند لمحے خاموشی رہی۔ غالباً وہ دونوں ہی اس سوچ میں گم تھے کہ اس موقع پر انہیں کیا کرنا چاہئے۔ آخر کار ڈیوڈ ریان نے پہل کی۔

"رینڈل نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کرایا تھا کلارا" اس نے غصیلے لہجے میں کہا "اسی لئے میں علی کے ساتھ مل گیا۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے۔ اسی لئے ہمیں شی گورائے میں علی کے ہاتھوں اتنی بری طرح ہزیمت اٹھانی پڑی۔"

"ہاں...... اور چاہے کوئی کچھ بھی کہے، میں علی کے ساتھ اپنا تعاون جاری رکھوں گا۔ کسی شخص کو بھی یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ ہماری زندگیوں کا مالک بن بیٹھے۔"

"میرے ساتھ بھی یہی سانحہ گزرا ہے ڈیوڈ! میرے لئے بھی موت کا فرمان جاری کر دیا گیا تھا۔ اگر علی کا تعاون نہ ہوتا تو میں دوسری دنیا کو سدھار چکی ہوتی۔"

"لیکن وہ ہے کہاں...... وہ تو رینڈل کو ٹھکانے لگانے کا عزم کر کے یہاں سے گیا تھا؟"

"وہ ہائی کمان کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ پہلے پانچوں سپر ایگلز کو ختم کروں گا اس کے بعد گولڈن ایگل یعنی رینڈل عرف موشے ہاورڈ کو ٹھکانے لگاؤں گا۔"

"وہ بالکل ٹھیک کر رہا ہے" ڈیوڈ کی مضطربانہ آواز سنائی دی "لیکن وہ پانچوں سپر ایگلز کو تلاش کیسے کرے گا۔ اسے چاہئے کہ رینڈل سے نمٹنے کے بعد ان پانچوں کی طرف دیکھے۔"

"میری جگہ جونز کو شی گورائے میں انچارج بنا کر بھیجا گیا تھا۔ علی نے اس پر تشدد کر کے اس سے ایس ون کے بارے میں معلوم کر لیا ہے۔ جونز نے ایس ون کی حیثیت سے میلی نوف کا نام لیا ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو" ڈیوڈ نے چونک کر کہا "میلی نوف تو وہ شخص ہے جو ان دنوں گوٹے ہل میں ہے۔ وہ ایس ون کیسے ہو سکتا ہے؟"

"جونز نے یہی بتایا ہے جس پر علی نے آنکھ بند کر کے یقین بھی کر لیا ہے۔"

"اگر علی نے جونز سے تشدد کر کے یہ بات اگلوائی ہے تو ممکن ہے یہ بات درست ہو۔"

"وہ ایس ون نہیں ہے" کلارا نے قطعیت سے کہا "اس لئے کہ میں اصل ایس ون سے واقف ہوں۔"

"تو تم نے علی کو کیوں نہیں بتایا" ڈیوڈ نے تیزی سے کہا "یا تمہاری ہمدردیاں اب بھی ایگلز کے ساتھ ہیں؟"

"نہیں" کلارا نے ایک ٹھنڈی سانس لی "اگر کوئی چاہے بھی تو اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ ہمدردیاں برقرار نہیں رکھ سکتا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ علی نے پوری بات سننے سے ہی انکار کر دیا۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر اسے جونز کی فراہم کردہ اطلاع پر کامل یقین ہو گا...... وہ ایک تجربہ کار آدمی ہے۔ اس کے بارے میں جو کچھ سنا ہے وہ تو ایک طرف رہا۔ اس کے ساتھ میں نے جو مختصر سا وقت گزارا ہے اس میں میں نے یہی دیکھا ہے کہ وہ ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھاتا ہے" ڈیوڈ ہنسا "میں تمہارے چہرے پر بکھری ہوئی بے اعتباری صاف پڑھ سکتا ہوں۔ تمہیں بے فکر رہنا چاہئے۔ فرض کرو میلی نوف ایس ون ثابت نہیں ہوتا تو اس صورت میں تم اسے بتا سکو گی کہ اصل ایس ون کون ہے؟"

"اور یہی اصل بات ہے" میں نے جنرل ٹیرس سے کہا "فرض کرو میلی نوف ہی اصل ایس ون ہے تو اس پر ہاتھ ڈالنے کا اس سے بہتر موقع نہیں مل سکے گا۔ اس کے علاوہ مجھے یقین ہے کہ جونز نے مجھ سے غلط بیانی نہیں کی۔ کلارا کی معلومات پرانی ہیں۔ ایگلز کے ڈھانچے میں جو تبدیلیاں ہوئیں وہ ان سے بے خبر ہے۔"

"گویا تم نے محض وقت بچانے کے لئے پہلے میلی نوف کو آزمانے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"نہیں...... یہ تو ایک ضمنی بات ہے۔ اصل بات میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہی ایس ون ہے۔"

"یہ بہت تشویش ناک صورت حال ہے علی! یہودیوں کا عمل دخل بہت بڑھ چکا ہے۔ صیہونی سازشوں سے دنیا کا کوئی ملک محفوظ بھی ہے؟"

"کوئی محفوظ نہیں ہے۔ وہ نقصان بھی اٹھاتے ہیں مگر ان کے سروں میں ایسا سودا سمایا ہوا ہے کہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ دنیا کا کوئی خطہ ان کی سازشوں سے محفوظ نہیں ہے۔ اسرائیل تو خیر ان کا گڑھ ہے۔ فلسطین ان کا اصل ہدف ہے لیکن وہ تمام مسلم ممالک کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ اپنی قوت ان کے خلاف مرکوز نہ کرنے پائیں۔ وہ غیر مسلم ممالک کو بھی مختلف مسائل میں الجھائے رکھتے ہیں تاکہ کوئی ملک ان کی زیادتیوں کے خلاف آواز نہ بلند کر سکے۔ انہوں نے عالمی اقتصادیات پر قبضہ کر رکھا ہے۔ جب تک ان کے خلاف منظم پیمانے پر کوئی قدم نہیں اٹھایا جائے گا اس وقت تک کوئی حتمی نتیجہ برآمد ہونا مشکل ہے۔ میں اور میرے چند ساتھی ان کے خلاف کیا کر سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود میں ان کے سامنے سینہ سپر ہوں۔ اس طرح میرا ضمیر تو مطمئن ہے کہ میں ان کے خلاف اپنی مقدور بھر کوششیں کرنے سے منہ نہیں موڑ رہا۔"

○☆○

میلی نوف تک رسائی حاصل کرنا آسان نہیں تھا۔ میں نے بڈ کو اس کام پر لگا دیا کہ وہ میلی نوف سے میری ملاقات کرانے کا بندوبست کرے۔ میلی نوف کوئی معمولی آدمی نہیں تھا کہ میں اس پر اندھا دھند ہاتھ ڈال دیتا۔ مجھے یہ خیال بھی رکھنا تھا کہ جنرل ٹیرس کی پوزیشن خراب نہ ہونے پائے۔ کسی اور کا معاملہ ہوتا تو میں کسی بھی طرح اپنا کام چلا لیتا مگر میلی نوف کے معاملے میں میں محتاط رہنے کے لئے مجبور تھا۔

"میلی نوف کی پرسنل سیکریٹری بڑی زوردار چیز ہے چیف!" بڈ نے مجھے یہ خبر دیتے وقت ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"کیا میں نے تمہیں یہی خبر لانے کی ذمے داری سونپی تھی؟" میں نے اسے خشمگیں نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"اس کا نام کیرولین ہے چیف اور اس کی مرضی کے بغیر کوئی میلی نوف سے نہیں مل سکتا۔ اس لئے اس کا [illegible] بے حد ضروری ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے" میں نے نرم پڑتے ہوئے کہا "تو پھر تم نے میلی نوف سے ملاقات کے لئے وقت لے لیا؟"

"کیا کہہ رہے ہو چیف!" بڈ نے حیرت سے کہا "میلی نوف سے ملنا کوئی مذاق نہیں ہے بلکہ کیرولین تک بھی رسائی حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ثابت ہوا۔"

"ان فضولیات سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔ میلی نوف کے پاس وقت ہو یا نہ ہو، کیرولین تک رسائی کتنی ہی دشوار کیوں نہ ہو، مجھے ہر قیمت پر میلی نوف سے ملاقات کرنی ہے خواہ وہ ملاقات کتنی ہی مختصر کیوں نہ ہو۔"

"مختصر ملاقات کرنے سے کیا فائدہ ہو گا۔ فرض کرو کہ وہ تمہیں پانچ منٹ کا وقت دیتا ہے تو ان پانچ منٹوں کے دوران تم کیا کر لو گے؟"

"یہ تمہارا دردِ سر نہیں ہے" میں نے جھنجلا کر کہا "جو کام تمہارے سپرد کیا گیا تھا وہ تو تم کر نہیں سکے اور غیر متعلق باتوں میں سر کھپا رہے ہو۔"

"میں نے کیرولین تک رسائی حاصل کی، اس سے شناسائی پیدا کر لی کیا یہ کوئی کارنامہ نہیں ہے۔"

میں بڈ کو گھورنے لگا۔ اس کے انداز سے مجھے یقین ہو گیا کہ اس نے ضرور کوئی کامیابی حاصل کر لی ہے لیکن وہ اپنی عادت سے مجبور تھا۔

"تم ہمیشہ اوٹ پٹانگ باتیں اور حرکتیں کر کے اپنا اور دوسروں کا وقت برباد کرتے ہو۔ اگر تم اس سے وقت حاصل نہیں کر سکے تو سیدھی طرح کیوں نہیں بتاتے۔"

"مجھ پر ڈانٹ پڑ رہی ہے اور تم بیٹھی دیکھ رہی ہو" بڈ نے شاکی لہجے میں تہذیب سے کہا۔

"واقعی...... مجھے یہ کرنا چاہئے کہ تمہاری ہاں میں ہاں ملاؤں۔" تہذیب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم بھی ٹھیک ہی کہہ رہی ہو میڈم" بڈ نے ایک سرد آہ بھر کے کہا "بڈ پر ہر طرف سے ڈانٹ پھٹکار ہی پڑنی چاہئے۔ تین قیمتی گھنٹے برباد کر کے کیرولین سے شناسائی پیدا کی اور یہاں ڈانٹ ڈپٹ ہو رہی ہے۔"

"ارے تو تمہاری سوئی کیرولین پر کیوں اٹک کر رہ گئی ہے؟" تہذیب نے جھنجلا کر کہا۔

"اس لئے کہ اس سے گزرے بغیر ہم میلی نوف تک نہیں پہنچ سکتے" بڈ نے بھی اسی کے سے انداز میں جواب دیا۔

"صرف اتنا بتا دو کہ اس سے گزرنے میں کتنی دیر اور لگے گی؟" تہذیب نے بے بسی سے کہا۔

"اب تم نے ٹھیک سے پوچھا ہے تو اب بتا دیتا ہوں" بڈ نے شرارت آمیز لہجے میں کہا "میں اس سے گوٹے ہل کے سب سے بڑی اشاعتی ادارے کے مدیر و پبلشر کی حیثیت سے ملا تھا میں نے اس سے کہا کہ ہمارا نمائندہ مسٹر میلی نوف سے انٹرویو لینا چاہتا ہے۔ اس نے آج شام پانچ بجے کا وقت دیا ہے۔"

"اس سے تو بہت سے انٹرویو لئے گئے ہوں گے۔ پھر اس نے تمہیں وقت کیسے دے دیا؟" تہذیب نے کہا۔

"یہی تو کمال ہے...... ابھی تک کوئی بھی اس کا انٹرویو کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"تم تو بڑے باکمال آدمی ہو بڈ" میں نے تعریفی لہجے میں کہا "لیکن تم نے اسے راضی کیسے کیا؟"

"میں نے اس سے کہا کہ ہمارا نمائندہ روایتی قسم کا انٹرویو نہیں لے گا بلکہ یہ انٹرویو نظریاتی ہو گا۔ بس یہ بات سن کر کیرولین راضی ہو گئی اور پھر اس نے میلی نوف کو بھی تیار

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرلیا۔"

"اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تمہارے علاوہ کوئی اور یہ کام نہیں کر سکتا" میں نے سنجیدگی سے کہا "اور تم نے ایک بڑا کام کیا ہے۔"

"بڈ کی زندگی تمہارے کسی کام آجائے چیف! اس کے سوا بڈ کی زندگی کا اور کوئی مقصد بھی نہیں ہے۔"

"میلی نوف تک رسائی کا بندوبست تو ہوگیا۔ اب سوال یہ ہے کہ تم اس سے ایگلز سے وابستگی کا اعتراف کس طرح کرواؤ گے؟" تہذیب نے کہا۔

"ابھی میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ معلوم نہیں اس سے ملاقات کے دوران وہاں میرے اور اس کے علاوہ اور کتنے افراد ہوں گے۔"

"کوئی بھی نہیں ہوگا چیف!" بڈ نے کہا "وہ ایک وقت میں صرف ایک ہی آدمی سے ملتا ہے اور اس دوران میں کوئی بھی اس کے بلائے بغیر اندر نہیں جا سکتا۔"

"اس کی یہ عادت تو ہمارے حق میں جاتی ہے۔ اس طرح میرا کام آسان ہوجائے گا۔۔۔۔"

"لیکن یہ خیال رکھنا چیف کہ اس کا حفاظتی عملہ بے حد مستعد ہے۔ مکمل تلاشی کے بغیر کوئی بھی شخص اس سے نہیں مل سکتا۔"

"بہت اچھا ہوا تم نے یہ بات مجھے بتادی ورنہ ممکن ہے میں کلارا والا شعاعی پستول اپنے ہمراہ لے جانے کی کوشش کرتا۔"

○☆○

ہوٹل کی پانچویں اور چھٹی منزل پوری طرح میلی نوف کے قبضے میں تھی۔ لفٹ سے باہر قدم رکھتے ہی مجھے دھر لیا گیا۔

"کون ہو تم؟" لفٹ کے سامنے کھڑے ہوئے درشت نقوش والے شخص نے مجھ سے اکھڑ لہجے میں کہا "اور اس فلور پر کیوں آئے ہو؟"

میں ہلکے سے میک اپ میں تھا اور یہاں آنے کے لئے میں نے خاص اہتمام کیا تھا۔ اگر میں کسی عام سے حلئے میں ہوتا تو مجھے اس شخص کے لہجے پر اتنی حیرت نہ ہوتی لیکن میں نے تو بہترین لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ یہاں آنے سے قبل میں نے عطریات ملے پانی سے غسل کیا تھا اور اسی پر بس نہیں کیا تھا بلکہ کپڑوں پر بھی خاص مقدار میں پرفیوم چھڑکا تھا۔ میرے کندھے سے جھولتا ہوا ٹیپ ریکارڈر اور کیمرا بھی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھا کہ میں کوئی آوارہ گرد نہیں ہوں۔ سوال یہ تھا کہ کیا یہاں آنے والے ہر شخص کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے؟

"میں ایک صحافی ہوں" میں نے جیب سے ایک شناختی کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اور مسٹر میلی نوف سے پانچ بجے میری ملاقات طے ہے۔"

اسی دوران میں دو اور افراد بھی آکر میرے دائیں بائیں کھڑے ہوگئے تھے۔ اس شخص نے مجھ سے شناختی کارڈ لے لیا تھا اور اس کا معائنہ کر رہا تھا۔

"وقت تو تم نے پانچ بجے کا لیا ہے۔ پھر تم پون گھنٹہ پہلے کیوں چلے آئے؟" اس نے میرا جعلی شناختی کارڈ مجھے واپس کرتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ اب پہلے کی نسبت خاصا بہتر تھا۔

"مجھے بتایا گیا تھا کہ مسٹر میلی نوف سے ملاقات سے قبل مجھے چند مراحل سے گزرنا پڑے گا لہٰذا وقت سے کچھ قبل آجاؤں تو بہتر ہوگا۔"

"تمہیں بالکل ٹھیک بتایا گیا تھا لیکن تم کچھ زیادہ ہی پہلے چلے آئے" اس نے سوالیہ نظروں سے ان دونوں کی طرف دیکھا جو میرے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے۔

"چلو کوئی بات نہیں" ان میں سے ایک نے کہا "اب یہ آہی گئے ہیں تو ہم ان کا وقت کار آمد کرنے کی کوشش کریں گے۔"

پھر وہ شخص مجھے اپنے ساتھ ایک کمرے میں لایا اور مجھے بیٹھنے کا اشارا کیا۔

"مسٹر میلی نوف سے تم کس قسم کے سوالات کروگے؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"ہم لوگ کبھی پہلے سے سوالات لکھ کر نہیں لاتے" میں نے بڑے اطمینان سے کہا "یہ تو ہم وقت آنے پر ہی طے کرتے ہیں کہ کس قسم کے سوالات کرنے ہیں۔"

"ہوں" اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔ اس طرح ٹالے جانے پر وہ بری طرح جھنجلایا ہوا نظر آرہا تھا۔

"میں نے سنا ہے وقت کی پابندی کے معاملے میں مسٹر میلی نوف بے حد سخت ہیں" میں نے کہا۔ مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں ماحول سے قطعاً مرعوب نہیں ہوں۔

"اور بھی بہت سے معاملات میں وہ بے حد سخت ہیں" اس نے تیکھے لہجے میں کہا "ان سے گفتگو کرتے ہوئے بے حد محتاط رہنا" اس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ مجھے مرعوب کرنے کے درپے ہو۔

"تم بے فکر رہو، میں تمہاری توقع سے کہیں زیادہ محتاط ہوں" میں نے بے نیازی سے کہا "اب تک تیرہ سربراہان مملکت کے انٹرویوز کرچکا ہوں۔"

"اوہ" وہ مجھے بڑے غور سے دیکھنے لگا "تم کب سے اس فیلڈ میں ہو؟" اس نے کریدنے والے انداز میں پوچھا۔

"کام کرنے کے لئے آٹھ گھنٹے مقرر ہیں مگر میں سولہ گھنٹے کام کرتا ہوں۔ اس اعتبار سے مجھے صحافتی دنیا میں بیس سال ہوچکے ہیں۔"

"یہی بات تم سیدھی طرح بھی کہہ سکتے تھے کہ تمہیں اس فیلڈ میں دس سال ہوئے ہیں" اس نے ناگواری سے کہا۔

"میں ہر بات وضاحت سے کرنے کا عادی ہوں" میں نے فخریہ لہجے میں کہا "میں نے سوچا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اصل صورتِ حال سے لاعلم رہ جاؤ۔"

وہ خاموش ہوگیا۔ شاید اس نے مناسب یہی سمجھا تھا کہ میرے منہ نہ لگے اور میں سوچ رہا تھا کہ یہاں تو قدم رکھنا ہی دوبھر ہے۔ آخر بڈ نے کیرولین تک کس طرح رسائی حاصل کی ہوگی؟

"مسٹر میلی نوف سے ملنے سے قبل تمہاری تلاشی لی جائے گی لہٰذا اگر تمہارے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ ہو تو ہمارے حوالے کردو۔" چند منٹ بعد اس نے کہا۔

"ہتھیار!" میں نے حیرت کا اظہار کرنے کے لئے آنکھیں پھاڑیں "بھلا ایک صحافی کے پاس ہتھیار کا کیا کام! ہتھیار تو غنڈے بدمعاش رکھا کرتے ہیں۔"

اس کے چہرے پر طاری بدمزگی کے آثار مزید گہرے ہوگئے۔ میں نے اسے غنڈے بدمعاشوں کی فہرست میں جو لے جاکر کھڑا کردیا تھا لیکن وہ کچھ بولا نہیں، خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

پھر تھوڑی دیر یوں ہی خاموشی سے گزر گئی۔ میرا انداز اس کے لئے سخت ناپسندیدہ تھا۔ معلوم نہیں وہ ایگلز سے متعلق تھا یا نہیں لیکن میرا خیال تھا کہ میلی نوف کے عملے کے کسی بھی فرد کا تعلق ایگلز سے نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے ساتھ کام کرنے والے غنڈے بدمعاش تو ضرور ہو سکتے تھے مگر ایگلز سے متعلق نہیں ہو سکتے تھے۔

چند منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک خوش لباس شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اپنے اطوار سے وہ نچلے درجے کا بدمعاش ہرگز نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے آتے ہی بڑی شائستگی کے ساتھ مجھ سے کہا "آپ ہی وہ رپورٹر ہیں جو مسٹر میلی نوف کا انٹرویو لینے کے لئے آئے ہیں؟"

"بد قسمتی سے" میں نے مسکرا کر کہا "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہاں میرے ساتھ یہ سلوک کیا جائے گا تو میں اپنی جگہ کسی اور کو بھیج دیتا۔"

"کیوں جناب" اس نے بڑی نرمی سے کہا "کیا ہمارے کسی آدمی سے کوئی غلطی ہوگئی؟"

"مجھ سے طرح طرح کے چبھتے ہوئے سوالات پوچھے جارہے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیں کہ کیا کوئی شریف آدمی اپنے ساتھ اسلحہ لے کر گھومتا ہے۔ یہ تو لفنگوں کی حرکتیں ہوا کرتی ہیں۔"

"لیکن ہمارا اصول ہے کہ بغیر تلاشی لئے کسی کو مسٹر میلی نوف سے نہیں ملنے دیتے۔"

"دیکھئے آپ کا اصول سر آنکھوں پر۔۔۔ لیکن کسی سے براہ راست یہ سوال کرنا بھی تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ آپ کے پاس اسلحہ تو نہیں ہے؟"

"میں آپ سے ہر اس بات کے لئے معذرت خواہ ہوں جو آپ کو ناگوار گزری ہے۔ آپ مسٹر میلی نوف کے مہمان ہیں۔ ہم آپ کی توہین کے مرتکب کس طرح ہوسکتے ہیں؟"

"میں اب تک تیرہ سربراہان مملکت کے انٹرویوز کرچکا ہوں اس لئے مجھے معلوم ہے کہ بڑے لوگوں تک رسائی کے لئے متعدد مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ حفاظتی انتظامات و مراحل اشد ضروری ہوتے ہیں۔ ممکن ہے مجھ سے جو سوالات کئے گئے وہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہوں اس لئے میں نے اسے اتنا زیادہ مائنڈ بھی نہیں کیا۔"

"آپ ایک تجربے کار صحافی ہیں، ان نزاکتوں کو سمجھتے ہیں۔ آیئے دوسرے کمرے میں چلیں۔"

میں اس کے ساتھ ایک اور کمرے میں آیا جہاں میری جامہ تلاشی لی گئی مگر یہ تلاشی بہت زیادہ باریک بینی سے بھی نہیں لی گئی تھی۔ وجہ غالباً یہ ہوگی کہ میرا تعلق گوٹے بل کے سب سے بڑے اشاعتی ادارے سے تھا۔ میرے ساتھ زیادہ ناروا سلوک کرنے کی صورت میں انہیں خطرہ ہوگا کہ کہیں ان کے خلاف کوئی منفی خبر نہ چھپ جائے۔ انہوں نے میرا کارڈ بھی چیک کیا تھا اور ہر طرح سے مطمئن ہوگئے تھے۔ پھر انہوں نے مجھ سے "تشریف" رکھنے کو کہا اور میں نے تشریف رکھ لی۔ جن دو افراد نے میری تلاشی کے فرائض سرانجام دئے تھے وہ سیاہ سوٹوں میں ملبوس تھے۔ اپنے ظاہری حلئے کے اعتبار سے وہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے سراغ رساں نظر آتے تھے۔

"آپ مسٹر میلی نوف سے کس قسم کے سوالات کریں

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

گے مسٹر راجر؟" ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں سوالات تحریر کرکے نہیں لایا ورنہ آپ حضرات کے ملاحظے کے لئے ضرور پیش کرتا۔"

"یہ بات تو صحافتی روایات کے خلاف ہے" اس نے بڑی متانت سے کہا "سوالات ہمیشہ پہلے سے تیار کئے جاتے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ ایک طویل عرصہ اس میدان میں گزارنے کے باوجود میں صحافتی روایات سے اتنا واقف نہیں جتنے آپ لوگ ہیں" میں نے مسکرا کر کہا "جی چاہتا ہے کہ اب آپ کی شاگردی اختیار کرکے تھوڑی بہت صحافت بھی سیکھ ہی ڈالوں ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ زندگی کا یہ سفر رائگاں ہی چلا جائے۔"

میرے مخاطب کے چہرے پر خفیف سی بوکھلاہٹ کے آثار نمودار ہوئے "ممکن ہے یہاں گوٹے بل میں ایسا نہ ہوتا ہو" اس نے اپنی بوکھلاہٹ کو بڑی خوب صورتی سے چھپاتے ہوئے کہا "دراصل ہمارا پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ سوالات مسٹر میلی نوف کی ذات سے متعلق نہیں ہونے چاہئیں۔"

"اب یہ تو ہونے سے رہا کہ میں ان سے آپ لوگوں کی ذات کے متعلق سوالات کروں" میں نے اپنے لہجے میں تحیر پیدا کرتے ہوئے کہا "انٹرویو جس سے متعلق ہوگا سوالات بھی اس سے متعلق کئے جائیں گے۔"

"ہمیں بتایا گیا تھا کہ وہ ویسا انٹرویو نہیں ہوگا جیسے عام طور پر انٹرویوز ہوتے ہیں بلکہ یہ ایک نظریاتی قسم کا انٹرویو ہوگا۔"

"معاف کیجئے گا میں صرف یہ ضمانت دے سکتا ہوں کہ یہ آج تک لئے گئے کسی بھی انٹرویو سے قطعی مختلف ہوگا لیکن اس کے باوجود میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کیا پوچھوں گا اور کیا نہیں پوچھوں گا۔"

میری دوٹوک گفتگو نے ان لوگون کے چھکے چھڑا دئے۔ انہیں کم از کم یہ تو یقین آگیا ہوگا کہ ان کا سابقہ ایک بے باک صحافی سے ہے۔

"مسٹر میلی نوف یہ پسند نہیں کرتے کہ ان سے ان کی ذات کے بارے میں سوالات کئے جائیں" اس شخص نے اپنی جان چھڑاتے ہوئے کہا "لہٰذا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ان کا انٹرویو تمہارے اخبار کی زینت بنے تو ان سے ذاتی سوالات کرنے سے گریز کرنا ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ درمیان میں ہی انٹرویو ختم کرنے کا اعلان کردیں۔"

اس کے بعد مجھے کیرولین کے پاس لے جایا گیا۔ بڑے کہنے کے عین مطابق کیرولین بے انتہا حسین تھی۔ اسے حسین ہونا بھی چاہئے تھا۔ ایک تو وہ یہودی تھی' یہودی لڑکیاں ہوتی ہی بے حد حسین ہیں اور دوسرے وہ دنیا کے ایک بہت بڑے سرمایہ دار کی سیکریٹری تھی۔ اس کی پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے تقرری کے لئے معلوم نہیں کتنی یہودی لڑکیوں کے درمیان ظاہری حسن اور دیگر صلاحیتوں کا مقابلہ ہوا ہوگا۔

میلی نوف کے سوئٹ میں داخلے کی اجازت سے قبل ایک بار پھر متعدد آلات کی مدد سے مجھے سر سے پیر تک چیک کیا گیا اور پھر ٹھیک پانچ بجے مجھے کلیرنس دے دی گئی۔

میں بڑی احتیاط سے کمرے میں داخل ہوا جہاں میلی نوف پہلے ہی ایک صوفے پر براجمان تھا۔ اس کے جسم پر سفید رنگ کا بے داغ سوٹ تھا۔ میں نے ایک ہی نظر میں اس کا تفصیلی جائزہ لے لیا۔ اس کی عمر پچاس سے اوپر ہی تھی۔ قد درمیانہ اور سر پر برائے نام بال تھے۔ میلی نوف کے عقب میں دو باڈی گارڈ موجود تھے جب کہ مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ جب بھی کسی سے ملتا ہے کمرے میں کوئی تیسرا فرد موجود نہیں ہوتا۔

"میں حاضر ہو سکتا ہوں جناب" میں نے اپنے عقب میں دروازہ بند کرنے کے بعد نہایت سنجیدگی سے کہا۔

میلی نوف نے سر کی خفیف سی جنبش سے مجھے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت دی اور اس کے ساتھ ہی اس کے عقب میں موجود دونوں افراد اندرونی کمرے کی طرف چلے گئے۔

"میری خوش قسمتی ہے جناب کہ مجھے آپ جیسے بڑے آدمی سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا" میں نے بڑے نیاز مندانہ انداز میں اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کرنے میں کسی خاص گرم جوشی کا مظاہرہ نہیں کیا اور اشارے سے مجھے بیٹھ جانے کو کہا۔ اس کے مقابل بیٹھنے سے قبل میں نے اپنے کندھوں سے لٹکتا ہوا ٹیپ ریکارڈر وسطی میز پر رکھا اور اسے آن کر دیا۔ اب جو بھی گفتگو ہوتی وہ ٹیپ ہو جاتی۔ اس کے بعد میں بھی ایک صوفے پر جا بیٹھا اور کیمرا اتار کر گود میں رکھ لیا۔

"یہ دونوں افراد جنہیں تم نے دیکھا یہ میرے باڈی گارڈ ہیں اور تربیت یافتہ کمانڈو ہیں" میلی نوف نے پہلی بار لب کشائی کی اور اس کا انداز ایسا تھا جیسے مجھے خوف زدہ کرنا چاہتا ہو تاکہ اگر میرا کوئی غلط قسم کا ارادہ ہو بھی تو میری ہمت جواب دے جائے۔

"ذاتی تحفظ ہر شخص کی ضرورت ہوتا ہے اور آپ جیسے لوگوں کو تو ظاہر ہے بہت زیادہ محتاط رہنا پڑتا ہے۔"

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور ہاتھ بڑھا کر میز پر رکھے ہوئے نفیس سگار کیس میں سے ایک سگار نکال کر سلگانے لگا اس نے مجھ سے یہ پوچھنے تک کی زحمت نہیں کی کہ میں تمباکو نوشی کرتا ہوں یا نہیں۔

"ہم لوگ صنعتی میدان میں بہت پیچھے ہیں" میں نے کہا "لہٰذا آپ کے اس فیصلے نے کہ یہاں کار سازی کی صنعت قائم کی جائے' خوشی کی لہر دوڑا دی ہے۔"

میلی نوف نے سگار کا کثیف دھواں اگلتے ہوئے ایک بار پھر سر کو اثباتی جنبش دی "ترقی پذیر ملکوں کو مدد دینا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

"آپ کے نظریات لائق ستائش ہیں۔ اخبارات آپ کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں مگر کسی کو یہ نہیں معلوم کہ آپ کا اصل منصوبہ کیا ہے؟"

میلی نوف سگار کا ایک گہرا کش لیتے لیتے رک گیا اور اس نے چونک کر مجھے دیکھا "اصل منصوبے سے تمہاری کیا مراد ہے؟" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کاروں کی صنعت میں اس وقت جاپان دنیا کو لیڈ کر رہا ہے۔ اب تک کسی نے یہ سوچنے کی زحمت نہیں کی کہ آپ اس کا مقابلہ کس طرح کریں گے؟"

میں نے محسوس کیا کہ میلی نوف نے سکون کی ایک گہری سانس لی ہے اور اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔

"صنعتی میدان میں جاپان کی بالادستی تشویش ناک حدود میں داخل ہو گئی ہے" میلی نوف نے کہا "اور اس کی متعدد وجوہات ہیں۔ جاپان کے میدان میں آنے سے قبل امریکا' برطانیہ' جرمنی اور اٹلی عالمی منڈیوں پر چھائے ہوئے تھے۔ ان ممالک کی مصنوعات آج بھی پائیداری کے معاملے میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں مگر جاپان نے پائیداری کو پس پشت ڈالا اور اپنی تمام تر توجہ اکنامی پر صرف کردی۔ یہ وہ معاملہ تھا جس پر کوئی بھی ملک مفاہمت کرنے کو تیار نہیں تھا اور نہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب جاپان کا مقابلہ کرنا قریب قریب ناممکن ہو گیا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ یہ باتیں تو سب جانتے ہیں۔ آپ نے خاصی وضاحت سے اس مسئلے پر روشنی ڈالی مگر کسی نے جاپان کا مقابلہ کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"اس سوال کے جواب کے لئے بہت زیادہ تفصیل میں جانا پڑے گا لیکن یہ بات طے ہے کہ اس معاملے میں انفرادی طور پر کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو اجتماعی مسئلہ ہے اور اسے اجتماعی بنیاد پر ہی حل کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر میں امریکا میں بیٹھ کر یہ چاہوں کہ سستی مصنوعات تیار کرنے لگوں تو یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ حکومت اور تمام صنعت کار بھی اس پر تیار نہ ہوں۔"

"کیا گوٹے بل میں کاروں کی صنعت لگانے کا فیصلہ جاپان سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی ایک کڑی ہے؟" میں نے کہا۔

"ہاں" میلی نوف سے اثبات میں سر ہلایا "یہ اس سلسلے کی ایک کڑی ہے لیکن فی الحال اس کی نوعیت تجرباتی ہوگی۔"

"یہ بتائیں کہ آپ نے اس کام کے لئے گوٹے بل کو ہی کیوں منتخب کیا؟ ترقی پذیر ممالک تو اور بھی بہت سے ہیں؟"

"اس سوال کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے۔ میں اگر کہیں اور صنعت لگاتا تو وہاں بھی یہی سوال کیا جا سکتا تھا۔"

"میرا مطلب ہے گوٹے بل کو منتخب کرنے کی کوئی خاص وجہ تو ضرور رہی ہوگی؟"

"سب سے اہم وجہ تو یہ ہے کہ گوٹے بل اب تک جاپان کی دست برد سے محفوظ ہے۔ میری کوشش ہے کہ صنعت کاری کے لئے ایسے ہی ممالک کا انتخاب کیا جائے جہاں ابھی جاپان کا عمل دخل نہ ہوا ہو۔"

"بہت عمدہ جواز ہے مسٹر میلی نوف" میں نے کہا۔ میرے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا جسے وہ محسوس نہیں کر سکا "لیکن بعض حلقے اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ اصل جواز کچھ اور تو نہیں ہے؟"

"کاروباری حلقوں میں تو خیال آرائیاں کی ہی جاتی ہیں۔ کاروباری رقابتیں بھی ہوتی ہیں۔ لوگ باتیں بناتے ہی رہتے ہیں......"

"میرا اشارا کاروباری حلقوں کی طرف نہیں تھا مسٹر میلی نوف! میں تو صحافتی حلقوں کی بات کر رہا تھا؟"

"کیا مطلب؟" میلی نوف نے چونک کر کہا "صحافتی حلقوں میں کس قسم کی خیال آرائیاں ہو رہی ہیں؟ میں تو بڑی پابندی سے اخبارات کا مطالعہ کرتا ہوں۔ مجھے تو کوئی خیال آرائی نظر نہیں آئی۔"

"خیال آرائی نہیں ہو رہی مسٹر میلی نوف! چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں اور ان چہ میگوئیوں کا اخبارات میں چھپنے والی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

خبروں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

میلی نوف بے چین نظر آنے لگا "میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو۔"

"اخباری رپورٹر شیطان کے چیلے کہلاتے ہیں" میں نے کہا "بعض اوقات ایسی خبریں بھی کھود لاتے ہیں جن کا گمان تک نہیں کیا جا سکتا۔"

"اسی لئے میں اخباری دنیا کے لوگوں سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہوں" میلی نوف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"بات دور اور قریب رہنے کی نہیں ہے مسٹر میلی نوف! اس سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا۔ جن خبروں کو منظر عام پر آنا ہوتا ہے وہ تو آکر ہی رہتی ہیں۔"

"میرا تجربہ ہے کہ اخباری رپورٹرز صحافی سے زیادہ بلیک میلر ہوتے ہیں اور بلیک میلرز کا قریب نہ آنا ہی بہتر ہوتا ہے اسی لئے میں انٹرویو تک دینے سے گریز کرتا ہوں۔"

"میں تو آپ کو ایک دانش مند شخص سمجھتا تھا لیکن آپ تو بہت عام سطح کی گفتگو کرتے ہیں۔ آپ ہم لوگوں کو بلیک میلر کہہ رہے ہیں جب کہ درحقیقت ہم لوگوں سے تعاون کرتے ہیں۔ بہت معمولی معاوضوں کے عوض ہم ایسی خبریں شائع ہونے سے روک دیتے ہیں جن کی اشاعت سے شخص مطلوبہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے ہم تو آپ لوگوں کے خادم ہیں جناب! اگر معلوم نہیں کیوں ہمیں غلط سمجھا جاتا ہے۔"

"میں محض اس لئے انٹرویو دینے پر آمادہ ہو گیا تھا کہ شاید تم کسی قدر مختلف آدمی ثابت ہو مگر تم بھی روایتی صحافت کے پیروکار نکلے۔"

"آپ غلط فہمی کا شکار ہیں مسٹر میلی نوف! یہاں کوئی روایتی صحافت نہیں ہو رہی نہ ہی انقلابی صحافت ہو رہی ہے۔ یہ تو صحافت برائے تعاون کہلائے گی۔ جیسے آپ تجارت برائے امارت کرتے ہیں۔ یہ کتنی عجیب بات ہے مسٹر میلی نوف کہ لوگ ایک صحافی سے دیانت داری کی توقع کرتے ہیں۔ صحافی دیانت داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے درست خبر چھاپ دے تو اسے نشانہ بنایا جائے اور تعاون کرتے ہوئے خبریں چھپالے تو بلیک میلر کہلائے حالاں کہ یہ تعاون دو طرفہ ہوتا ہے۔ ہم تو فقط پیش کش کرتے ہیں۔ اگر متعلقہ شخص کا دامن صاف ہو تو وہ کیوں ہم سے تعاون کرنے لگا پھر صحافی ہی کیوں مطعون ہوتا ہے۔ دوسری پارٹی کو بھی اتنا ہی برا کہنا چاہئے جتنا صحافی کہلاتا ہے۔"

"تم یہاں انٹرویو کرنے آئے ہو یا اپنے پیشے کی وکالت کرنے؟" میلی نوف نے غصیلے لہجے میں کہا "میں مصروف آدمی ہوں۔ میرے پاس ان فضولیات کے لئے وقت نہیں ہے۔"

"وقت تو نکالا جاتا ہے مسٹر میلی نوف" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "آدمی اپنی بقا کی جدوجہد کرتے ہوئے پوری زندگی گزار دیتا ہے۔"

میرا لہجہ ایسا نہیں تھا جسے بہ آسانی نظرانداز کر دیا جاتا۔ اس میں خفیف سی دھمکی بھی پوشیدہ تھی لیکن میلی نوف پر خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔

"تمہیں کوئی بڑی غلط فہمی ہو گئی ہے" میلی نوف نے بے رخی سے کہا "میرا خیال ہے تمہاری آج کی محنت رائگاں ہی جائے گی۔"

"میں نے تم سے کہا ہے کہ صحافتی حلقوں میں بہت سی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں مگر تم اس پر توجہ نہیں دے رہے ہو میلی نوف! کل یہ ہو گا کہ تم اسے اہمیت دینے لگو گے مگر اس وقت تک بات بہت آگے جا چکی ہو گی۔"

"تم ہوا میں تیر چلا رہے ہو۔ اگر کسی کو کوئی غلط فہمی ہے تو مجھے بتائے۔ میں اس کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں کہ غلط فہمی رفع کر دوں۔"

"ہم لوگ غلط فہمیوں میں نہیں مبتلا ہوتے، ہم خبریں کھود کر نکالتے ہیں اور پھر ان میں سے قابل فروخت خبریں علیحدہ کر لیتے ہیں۔ بات بن جاتی ہے تو ہم خاموش ہو جاتے ہیں بصورت دیگر ہم ثبوت بہم پہنچاتے ہیں اور اگر ایک بار ثبوت فراہم ہو جائے تو پھر خبر کی قیمت کہیں کی کہیں پہنچ جاتی ہے۔"

"انتہا ہو چکی مسٹر راجر!" میلی نوف نے بھنا کر کہا "اب تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ مجھے اپنے لوگوں کو زحمت دینا پڑے گی۔"

"میں اگر دفع ہو گیا مسٹر میلی نوف تو جانتے ہو کیا ہو گا..... وہ لوگ جو آج چہ میگوئیاں کر رہے ہیں ان کی زبانیں بند رکھنا مشکل ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ بات اس سے بھی آگے بڑھ جائے۔ کسی کے ہاتھ کہیں سے کوئی ثبوت لگ جائے....."

"تمہارے کام کرنے کا انداز انتہائی گھٹیا ہے۔ تم بغیر کسی خبر کے دوسروں کو بلیک میل کرنے کے عادی معلوم ہوتے ہو۔"

"یہاں کے لوگ بہت سر پھرے ہیں میلی نوف! ابھی حال ہی کی بات ہے انہوں نے کسی کو نہیں بخشا حالاں کہ وہ

بہت بڑے بڑے لوگ تھے جن کا ایگلز سے تعلق ثابت ہو گیا تھا۔"

میلی نوف کے ہاتھ سے سگار گرتے گرتے بچا۔ وہ جس انداز میں چونکا تھا اس سے صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ جونز نے اس کے بارے میں غلط نہیں کہا تھا۔ اور مجھے اس تصدیق کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں نے تو اسے اسی وقت پہچان لیا تھا جب اس نے پہلی بار لب کشائی کی تھی۔ یہ وہی آواز تھی جو میں نے ایس ون کے منہ سے سنی تھی۔ اس وقت میں نے اسے نقاب میں دیکھا تھا اس لئے پہچان نہیں سکتا تھا لیکن اس کی آواز کو پہچان سکتا تھا۔ وہ ایک بزنس مین تھا۔ آواز بدلنے کے فن سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا اسی لئے مجھے کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

"اس بکواس کا کیا مطلب ہے" میلی نوف نے مشتعل ہو کر کہا "اس ملک سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مجھے کیا معلوم کہ ایگلز کیا بلا ہے۔"

"چہ میگوئیاں کرنے والوں کا خیال ہے کہ اس بلاخیزی کی پشت پر جو لوگ ہیں ان میں سے ایک تم بھی ہو۔"

میلی نوف نے پھر کچھ نہیں کہا۔ اس نے تالی بجائی تھی جس کے جواب میں اس کے دونوں کمانڈوز کمرے میں آگئے تھے۔ میں فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ نے مجھے جو قیمتی وقت دیا اس کے لئے میں آپ کا شکرگزار ہوں" میں نے ٹیپ ریکارڈر اٹھاتے ہوئے کہا "بہت جلد ہم اس انٹرویو کو چھاپنے کی کوشش کریں گے۔"

میلی نوف کچھ نہیں بولا اور میں جلدی سے اس کے کمرے سے نکل آیا۔ میرا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ میلی نوف نے نہ تو مجھے روکنے کی کوشش کی اور نہ ہی اس نے اپنے باڈی گارڈز سے کچھ کہا۔

کمرے سے باہر راہداری میں چند افراد ادھر ادھر کھڑے دکھائی دیئے۔ وہ یہاں کے نگراں تھے۔ ان میں سے کسی نے مجھ سے تعرض نہیں کیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہی لوگ کچھ دیر بعد میرے دشمنوں میں تبدیل ہو چکے ہوں گے۔ جو باتیں میں میلی نوف سے کر کے آیا تھا اس کے بعد یہ ممکن نہیں تھا کہ مجھے آزاد چھوڑ دیا جاتا۔ ان کی مجبوری یہ تھی کہ وہ یہاں مجھے کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ اور کہتے بھی کیسے کہ میں ایک اخبار کی طرف سے آیا تھا لیکن یہاں سے نکلنے کے بعد کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

میں درمیانہ رفتار سے چلتا ہوا کاریڈور کے سرے تک آیا اور پھر لفٹ کے بجائے سیڑھیوں کا رخ کیا۔ یہ بات میرے علم میں تھی کہ میلی نوف کے آدمیوں کی عملداری اپنے فلورز کی حد تک ہی ہے۔

سیڑھیوں پر پہنچتے ہی میرے پیروں میں گویا پر لگ گئے۔ مجھے نچلی منزل تک ہی تو جانا تھا جہاں میلی نوف کے عین نیچے اور اس کے برابر والے دونوں کمرے میں پہلے ہی بک کرا چکا تھا۔ میں نے نہ صرف کمرے بک کرائے تھے بلکہ اس وقت ان کمروں میں تہذیب مالکم ایکس، بڈ، ڈیوڈ ریان اور کلارا بھی موجود تھے۔ مجھے صرف اس بات کی فکر تھی کہ کوئی مجھے اس فلور پر آتے ہوئے نہ دیکھ لے۔ اوپر جاتے وقت تو میں نے خاص طور پر احتیاط کی تھی۔

خوش قسمتی سے مجھے راستے میں کوئی نہیں ملا اور میں کسی کی نظروں میں آئے بغیر اس کمرے تک پہنچ گیا جہاں اس وقت وہ چاروں جمع تھے۔ بڈ کے کانوں پر ہیڈ فون چڑھا ہوا تھا اور وہ کمرے کے کونے میں موجود میز پر رکھے ہوئے ٹیپ ریکارڈر پر جھکا ہوا تھا۔ میری کمرے میں آمد پر اس نے نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

"میرے مشن کا پہلا مرحلہ بڑی کامیابی سے تکمیل تک پہنچ گیا دوستو" میں نے ٹیپ ریکارڈر اور کیمرا کاندھے سے اتارتے ہوئے کہا۔

"میری بات درست ثابت ہوئی نا" کلارا نے کہا "جونز نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔ میلی نوف قطعی غیر متعلق آدمی ہے۔ ایگلز سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔"

ان چاروں نے میری گفتگو کا ایک ایک لفظ سنا ہو گا۔ جانے سے قبل میں نے ہدایت کر دی تھی کہ جب تک میں میلی نوف کے پاس موجود ہوں صرف میری گفتگو سنی جائے۔ یہ گفتگو میرے کیمرے میں نصب ایک چھوٹا سا ایف ایم مائیکروفون نشر کر رہا تھا جسے اس کمرے میں موجود ریڈیو ٹیپ ریکارڈر پر سنا جا رہا تھا۔ کیمرے میں نصب مائیکروفون میں میلی نوف کے کمرے میں ہی چھوڑ آیا تھا اور بڈ نے میری ہدایت کے بموجب میرے وہاں سے روانہ ہوتے ہی ریکارڈنگ شروع کر دی تھی۔ میں نے سختی سے ہدایت کی تھی کہ میرے وہاں سے رخصت ہونے کے بعد کی گفتگو ڈیوڈ اور کلارا میں سے کسی کو اس وقت تک نہ سننے دی جائے جب تک کہ میں واپس نہ آجاؤں۔

"یہ اندازہ تم نے کیسے لگا لیا ڈیئر کلارا" میں نے بڑے خوش گوار موڈ میں کہا "میری رائے تو اس کے بالکل برعکس ہے۔"

"تم تو پہلے ہی سے طے کر چکے ہو کہ جونز کی دی ہوئی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اطلاع درست ہے لہٰذا میلی نوف کے اعتراف نہ کرنے کے باوجود بھی تم اس بات پر مصر ہو کہ وہی ایس ون ہے۔"

"اگر وہ اعتراف کر لیتا تو دنیا کا سب سے بڑا گدھا کہلاتا" میرے بجائے تہذیب نے جواب دیا۔ اب بھی میری رائے بدلتے نہ دیکھ کر اسے یقین ہو گیا تھا کہ میلی نوف واقعی ایس ون ہو گا۔

"تو پھر تم کس توقع پر اس کے پاس گئے تھے؟" ڈیوڈ نے حیرت سے کہا "یہ بات تو پہلے ہی سوچنے کی تھی۔"

"ایگلز کے تذکرے پر وہ جس بری طرح چونکا تھا اس سے یہ تصدیق ہو جاتی ہے کہ اس کا ایگلز سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔"

"ہم تو صرف اس کی آواز سن رہے تھے۔ اگر اس کے تاثرات بھی دیکھ رہے ہوتے تو ممکن ہے ہم بھی کوئی رائے قائم کرنے کی پوزیشن میں ہوتے" ڈیوڈ نے کہا۔

"صرف ان تاثرت سے یہ کس طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ ایگلز سے متعلق ہے" کلارا نے کہا "ایگلز ہماری ایک عالمی تنظیم ہے اور یہودی ہونے کے ناتے ممکن ہے میلی نوف بھی اس سے کسی حد تک واقفیت رکھتا ہو۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں اس کا چونکنا لازمی امر تھا۔ تم نے اس سے ایک ہی مطلب کس طرح نکال لیا۔"

"معلوم ہوتا ہے تم اسے ایس ون ثابت نہیں ہونے دو گی" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں تو شروع سے ہی کہہ رہا ہوں کہ میلی نوف ایس ون نہیں ہے مگر تم نے میری بات مان کر ہی نہیں دی۔ اب دیکھ لو تم کس مشکل میں پھنس گئے ہو۔ اسے ایس ون ثابت کرنا تقریباً ناممکن ہی ہے۔"

"ایسا نہیں ہے کلارا ڈیئر! وہ ایس ون ہی ہے۔ اس کے چونکنے کو تو چھوڑو میں اسے اس سے پہلے ہی ذاتی طور پر شناخت کر چکا ہوں۔"

کلارا کے ساتھ ساتھ ڈیوڈ بھی چونکا۔ تہذیب نے بھی مجھے حیرت سے دیکھا۔

"میری معلومات کے مطابق تو میلی نوف سے کبھی تمہارا واسطہ نہیں رہا" تہذیب نے کہا "پھر ذاتی طور پر شناخت کر لینا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"تم بھی سن لو کلارا! اس سے تمہیں یہ سمجھنے میں مدد ملے گی کہ میں نے تمہیں پانچوں سپرا یگلز کی قومیتوں سے کس طرح آگاہ کیا تھا۔ جزیرۂ مرگ پر ان پانچوں سے میرا تعارف کرایا گیا تھا۔ پانچوں افراد اپنی مخصوص نقابیں لگائے ہوئے تھے جن پر ان کے نمبر تحریر ہوتے ہیں۔ میں نے ان کی مرز آوازیں ہی سنی تھی جو میرے ذہن میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہیں۔ اور میلی نوف کی آواز اور ایس ون کی آواز میں سرِمو فرق نہیں ہے۔"

کلارا حیرت سے اچھل پڑی "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" اس نے سنسناتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تو اور کیا غلط کہیں گے" ڈیوڈ بولا "میں نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ علی صاحب نے اگر جونز کی بات پر یقین کیا ہے تو ایسے ہی نہیں کیا ہو گا۔"

"اگر وہ غیر متعلق آدمی ہے تب تو کوئی حرج نہیں" کلارا نے کہا "لیکن اگر وہ واقعی ایس ون ہے تو تمہیں اس کے منہ پر ایگلز کا تذکرہ کرنے سے گریز کرنا چاہئے تھا۔"

"وہ کیوں؟" میں نے بڑی دلچسپی سے پوچھا۔

"اس لئے کہ وہ تمہارا دشمن ہو جائے گا۔ یہ بات وہ کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ کوئی شخص اس کے اور ایگلز کے تعلق سے باخبر ہو جائے۔"

"یہ قطعی مہمل بات ہے" میں نے کہا "ایک وہی کیا پوری تنظیم میری دشمن ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے" کلارا نے کہا "میں تمہاری بات مان لیتی ہوں لیکن یہ بھی تو ہے کہ تم اسے بے خبری میں چھاپ سکتے تھے۔ اب وہ ہوشیار ہو گیا' اس پر ہاتھ ڈالنا مشکل ہو جائے گا۔"

"تم ہوشیار ہونے کی بات کر رہی ہو' یہاں تو کھیل ہی اور شروع ہو چکا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس وقت ہم دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ میلی نوف اگر مجھے کوئی نقصان پہنچاتا تو اسے خطرہ تھا کہ یہ بات لازماً اخبار والوں کے علم میں آجائے گی لہٰذا وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ دوسری طرف میں ہوں۔ میں اسے نہ اس وقت نقصان پہنچا سکتا تھا نہ اب ایسا کر سکتا ہوں۔ اس لئے کہ اگر اسے کوئی نقصان پہنچا تو حکومت اس میں ملوث ہو جائے گی اور میں یہ کسی قیمت پر گوارا نہیں کر سکتا کہ جنرل ٹیرس کسی مشکل میں مبتلا ہو لہٰذا اب جب تک وہ گوٹے ہل میں موجود رہے میں اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

"ہاں تم بتاؤ کیا رہا؟" میں نے بڈ کو ہیڈ فون اتارتے دیکھ کر اس سے سوال کیا اور وہ میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے ہچکچاہٹ آمیز انداز میں ڈیوڈ اور کلارا کی طرف دیکھنے لگا۔

"اب ان سے کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں رہی۔ جو بات بھی ہے بلا جھجک بتاؤ۔"

"تمہارے وہاں سے نکلتے ہی میلی نوف نے کیرولین کو طلب کیا تھا۔۔۔۔ اگر تم کہو تو میں تمہیں ریکارڈنگ سنواؤں۔"

"نہیں' ریکارڈنگ سنوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنے الفاظ میں مختصراً بتا دو۔"

"میلی نوف نے کیرولین سے کہا کہ اس اخباری رپورٹر کو جو ابھی اس کے کمرے سے نکل کر گیا ہے' کوئی حادثہ پیش آجانا چاہئے۔ میلی نوف کے اس حکم پر کیرولین اس کے کمرے سے چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد اس نے آکر بتایا کہ وہ متعلقہ لوگوں سے کہہ آئی ہے' راجر کسی حادثے میں مارا جائے گا۔ اس نے میلی نوف سے اس حکم کی وجہ پوچھی جس پر میلی نوف نے کہا کہ کسی طرح یہ اخباری رپورٹر اس بات سے آگاہ ہو گیا ہے کہ اس کے اور ایگلز کے درمیان کوئی تعلق ہے۔ قبل اس کے کہ وہ اس راز سے کسی اور کو آگاہ کرے' اسے ہلاک ہو جانا چاہئے۔ اس اطلاع پر کیرولین نے حیرت کا اظہار کیا۔ پھر ابھی ابھی میلی نوف تک یہ اطلاع پہنچائی گئی کہ راجر نامی رپورٹر ہاتھ نہیں آسکا۔ نہ کسی نے اسے ہوٹل میں داخل ہوتے دیکھا اور نہ باہر نکلتے دیکھا گیا۔"

"سن لیا تم نے" میں نے کلارا کی طرف دیکھا "اب تو تمہیں یقین آگیا کہ میلی نوف ہی ہمارا مطلوبہ شخص ہے؟"

"یقین تو پہلے ہی آگیا تھا اب یہ یقین اور زیادہ پختہ ہو گیا" کلارا نے کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ ایگلز کے ڈھانچے میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔"

"یہی بات میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا مگر تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔"

"اور سنو چیف!" بڈ نے کہا "اس کے آدمی بہت تیز ہیں۔ انہوں نے متعلقہ اخبار کے دفتر سے راجر کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ انہیں وہاں سے کیا جواب ملا ہو گا اور اس پر ان کا کیا ردّعمل ہوا ہو گا۔"

میں بخوبی اندازہ کر سکتا تھا کہ اس اطلاع پر میلی نوف حواس باختہ ہو گیا ہو گا۔ اور اس نے اپنی تمام مصروفیات منسوخ کر دی ہوں گی۔ اسے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گیا ہو گا۔ سیکیورٹی کے آدمیوں کو نااہل قرار دیا جا رہا ہو گا۔ ایک جعلی اخبار نویس کا اس تک رسائی حاصل کر لینا اس کے عملے کی نااہلی کی کھلی دلیل تھا۔

"تم نے تو ایگلز کو ہوّا بنا رکھا تھا" میں نے کلارا سے کہا "تم اس بات کے بھی سخت خلاف تھیں کہ ایگلز سے تصادم کا خطرہ مول لیا جائے۔ اب کیا خیال ہے۔ سپرا یگلز تک ہماری زد پر ہیں۔"

"میں نے جو باتیں بھی کی تھیں ایڈم ڈی فلوک سے کی تھیں" کلارا نے مسکرا کر کہا "اس وقت مجھے یہ تو معلوم نہیں تھا کہ جس شخص سے میں یہ باتیں کر رہی ہوں وہ اصل میں ایگلز سے بھی بڑا ہوا ہے۔"

"لیکن تمہارا یہ اندازہ بہرحال تھا غلط" ڈیوڈ ریان بولا "اس لئے کہ اب میلی نوف اس واقعے کی اطلاع رینڈل تک پہنچانے کی کوشش کرے گا۔"

"تو کیا اب اسے اتنا حق بھی نہیں" میں نے ہنس کر کہا "اچھا ہے وہ اپنے حمایتیوں کو بھی آوازوے کر دیکھ لے۔"

"رینڈل تو اس وقت خود اپنی جان بچانے کی فکر میں ہو گا" کلارا نے کہا "گوٹے ہل اور اس کے بعد شی گورائے میں ہونے والے ایگلز کے نقصان کے بعد وہ چھپا چھپا پھر رہا ہو گا۔"

"وہ چھپا چھپا نہیں پھر رہا ہو گا بلکہ میری گھات میں ہو گا۔ میرے ہاتھوں اسے جس قدر نقصانات پہنچے ہیں اس کے بعد وہ نچلا نہیں بیٹھ سکتا۔"

"جب تک اس نے فیلڈ ورکر کی حیثیت سے کام کیا اس کی دلیری کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ بڑے بڑے خطرات میں وہ آنکھ بند کر کے کود پڑتا تھا لیکن اقتدار کا مزہ چکھنے کے بعد سے وہ قطعاً ناکارہ ہو گیا ہے۔ بلکہ اسے بزدل کہنا چاہئے۔"

"تم یہ بات کہہ رہی ہو تو مجھے اس پر غور کرنا پڑے گا۔ کوئی اور کہتا تو میں اس بات کو درخور اعتنا ہی نہ سمجھتا۔ تم چوں کہ اس سے بہت قریب رہ چکی ہو۔۔۔۔"

"بہت قریب" کلارا نے میری بات کاٹ کر کہا "میں اس کی داشتہ رہ چکی ہوں" اس نے نفرت سے ہونٹ سکوڑے "لیکن آج میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ وہ فقط ایک باس ہے اور میں اس کی ماتحت۔۔۔۔"

"تمہارے منہ سے داشتہ کا لفظ عجیب سا لگتا ہے" تہذیب نے کہا "تم لوگ تو آزادانہ میل جول کے قائل ہو۔ تمہارے ہاں ان چیزوں کو برا بھی نہیں سمجھا جاتا پھر تم اتنی حقارت سے کیوں اس کا ذکر کر رہی ہو؟"

"استعمال کیا جانا کوئی بھی پسند نہیں کرتا میڈم ایکس" کلارا نے بے حد تلخی سے کہا "میں اسے دوست ہی سمجھتی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

رہی مگر مجھے بہت بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تو اپنی ضرورت پوری کررہا تھا۔ جب اس کا دل بھر گیا تو میری بھی وہی حیثیت ہوگئی جو مجھ جیسے اور بہت سے کارندوں کی ہے۔ میری آنکھیں تو اس وقت کھلیں جب جونز نے مجھے ہلاک کرنے کی نیت سے شعاعی پستول کا ٹریگر دبادیا تھا۔ اس کے بعد جو تھوڑی بہت کسر رہ گئی تھی وہ علی صاحب کے رویے نے پوری کردی۔ انہوں نے دشمن ہوتے ہوئے بھی مجھ سے کوئی تعرض نہیں کیا تو مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہونا پڑا اور اب میں رینڈل کی ہلاکت تک سکون سے نہیں بیٹھ سکوں گی۔"

میں نے ایک طویل سانس لی "ان باتوں کو چھوڑو۔ اب میں اپنے پروگرام کے دوسرے مرحلے پر عمل شروع کررہا ہوں" میں نے بڈ کو اشارہ کیا اور اس نے وہ موبائل فون میرے حوالے کردیا جو میں جنرل ٹیرس سے لے کر آیا تھا۔ اُن دنوں گوٹے ہل میں موبائل فون رکھنا جرم تھا اور حکومت کے انتہائی اہم لوگوں کو موبائل فون استعمال کرنے کی اجازت تھی۔

میں نے موبائل فون پر نمبر ڈائل کئے اور ذرا ہی دیر میں میں میلی نوف سے بات کررہا تھا۔

"مجھے پہچانا میلی نوف" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں راجر بات کررہا ہوں، تمہارا خادم اور بہی خواہ۔"

"تم...... تم کہاں ہو مسٹر راجر! مجھے تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے میرے پاس آجاؤ۔"

"نہیں میلی نوف" میں نے ایک قہقہہ لگا کر کہا "اگر اب میں تمہارے پاس آیا تو میری واپسی مشکل ہوجائے گی۔"

"میں تمہیں اپنی گاڑی میں واپس بھجوادوں گا" میلی نوف نے تیزی سے کہا "کس وقت آرہے ہو۔"

"تم بہت معصوم ہو میلی نوف! کسی بات کا مطلب ہی نہیں سمجھتے...... کیا اب مجھے یہ بھی بتانا پڑے گا کہ تمہارے آدمی مجھے حادثے کا شکار بنانے میں ناکام ہوگئے ہیں۔"

"تم...... تم کیسی باتیں کررہے ہو" میلی نوف ہکلا گیا "میں ایک بزنس مین ہوں......"

"صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے میلی نوف!" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "میرے روانہ ہوتے ہی تمہارے آدمیوں تک تمہارا یہ حکم تمہاری سیکریٹری کیرولین کے توسط سے پہنچا تھا مگر میری رفتار زیادہ تیز رہی۔ وہ میری گرد بھی نہیں پاسکے۔"

"تم شدید غلط فہمیوں کا شکار لگتے ہو۔ معلوم نہیں تمہارا واسطہ کن لوگوں سے رہا ہے۔ بزنس مین تو سودے بازی کے ماہر ہوا کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں جو تم بیان کررہے ہو۔ یہ تو دہشت گردوں اور تخریب کاروں کا شعار ہوتی ہیں۔"

"جب تمہارے آدمی مجھے ڈھونڈنے میں ناکام ہوگئے تو انہوں نے اخبار کے دفتر سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن جب تک میں نہیں چاہوں گا تمہیں میرے بارے میں کہیں سے کچھ معلوم نہیں ہوسکے گا میلی نوف! اس لئے کہ کام جتنا بڑا ہو اتنے ہی بڑے پیمانے پر کیا جاتا ہے۔ تم لاکھ کوشش کرلو، میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکوگے۔"

"میرے آدمیوں نے تمہیں تلاش کرنے کی کوشش ضرور کی تھی مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ مجھے اس کا اعتراف ہے لیکن یہ تلاش صرف اس لئے تھی کہ میں تم سے کچھ اہم باتیں کرنا چاہ رہا تھا۔"

"اپنے کمانڈوز کو تم نے خود طلب کیا تھا میلی نوف! اپنے کمرے سے تم نے خود مجھے نکالا تھا۔ میں تو تم سے بات چیت ہی کرنے کے لئے آیا تھا مگر تم نے کس نامعقول رویے کا مظاہرہ کیا۔ مجھے کہنے دو کہ تم دنیا کے نامعقول ترین انسان ہو۔ تم اپنے آپ کو بزنس مین کہتے ہو مگر انتہائی احمق اور گدھے ہو۔ تمہیں تو چرنے کے لئے کسی چراگاہ میں چھوڑ دینا چاہئے۔"

"تمیز سے بات کرو" میلی نوف نے غصے سے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "تمہیں معلوم نہیں کہ تم کس سے ہم کلام ہو۔"

میں نے بڈ کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ وہ ہاتھ میں ٹرانس میٹر لئے میرے اشارے کا منتظر تھا۔ میرا اشارہ پاتے ہی وہ دھیمی آواز میں ٹرانس میٹر میں بولنے لگا۔

"مجھے خوب معلوم ہے کہ میں کس سے مخاطب ہوں" میں نے پرسکون لہجے میں کہا "لیکن تمہیں کچھ اندازہ نہیں ہے۔ میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں کہ آئندہ مجھ سے اس لہجے میں بات نہ کرنا ورنہ سنگین نتائج بھگتنے پڑیں گے۔"

"میں تمہارے خلاف رپورٹ درج کراؤں گا" میلی نوف نے غصیلی آواز میں کہا "پولیس خود ہی تمہارا سراغ لگالے گی۔"

میں مضحکانہ انداز میں ہنسا "ذرا کھڑکی کی طرف توجہ رکھنا میلی نوف" میں نے کہا۔ میلی نوف کے کمرے کی کھڑکی سڑک کے رخ پر نہیں تھی۔ بلکہ اس طرف ہوٹل کا احاطہ تھا جس میں سوئمنگ پول تھا۔ اس کے بعد احاطے کی دیوار تھی جس کے بعد ایک پبلک پارک تھا۔ اس پبلک پارک کا طول فرلانگ سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ پارک ختم ہونے کے بعد سڑک تھی اور سڑک کے دوسری طرف ایک چھوٹا سا کلب تھا۔ اس کلب کی چھت پر علی گروپ کا ایک رکن دور مار رائفل لئے مستعد بیٹھا تھا۔ اس کے پاس ایک ٹرانس میٹر بھی تھا جس پر بڈ سے اس کا مسلسل رابطہ قائم تھا۔ یہ سب کچھ پہلے سے ترتیب دئے ہوئے پروگرام کے مطابق تھا

"میں تین تک گنتی گن رہا ہوں۔ ایک، دو، تین" میں نے بلند آواز سے گنتی گنی تھی۔ میرے ساتھ ساتھ بڈ نے بھی آہستہ آواز میں گنتی گنی تھی۔ تین کہتے ہی میں نے ریسیور میں ایک چھناکے کی آواز سنی۔ دور مار رائفل سے کئے گئے فائر نے میلی نوف کے کمرے کی کھڑکی کا شیشہ چکنا چور کردیا تھا۔ میں نے ایک دوسری آواز بھی سنی تھی۔ گولی کے شیشہ توڑنے کے بعد دیوار سے ٹکرانے کی آواز...... اور ایک تیسری آواز بھی تھی جو میلی نوف کے منہ سے برآمد ہوئی تھی۔ وہ اضطرابی طور پر اپنی خوف زدہ چیخ پر قابو نہیں رکھ سکا تھا۔

"کچھ اندازہ ہوا میلی نوف کہ تم کس پائے کے آدمی سے مخاطب ہو" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "میں اگر تمہیں گالیاں دوں تو تمہیں وہ بھی برداشت کرنی پڑیں گی۔"

"تم...... تم کوئی مجرم معلوم ہوتے ہو" میلی نوف ہکلا گیا۔ وہ بری طرح خوف زدہ ہوگیا تھا۔

"تم کچھ بھی کہو میلی نوف! میں نے تمہیں بتادیا ہے کہ میں تم سے زیادہ دور نہیں ہوں۔ تم شوق سے پولیس میں رپورٹ درج کراؤ لیکن یہ سوچ کر درج کرانا کہ اس طرح تم کسی بھی متوقع رعایت سے محروم ہوجاؤ گے۔"

"تم...... میں رپورٹ درج نہیں کراؤں گا...... لیکن یہ بھی تو بتاؤ کہ تم آخر چاہتے کیا ہو؟"

"اگر تم میں ذرا بھی عقل ہوتی میلی نوف تو میں نے تم سے ملاقات کے دوران جو اشارتی گفتگو کی تھی اس سے تم بہت کچھ سمجھ جاتے لیکن اس وقت تم گھمنڈ میں تھے۔ تمہیں اپنے کمانڈوز کا زعم تھا۔ تم نے میری توہین کی تھی میلی نوف! تم ذرا بھی مردم شناس نہیں ہو۔ تم ہر ایک کو اپنا زر خرید سمجھنے کے زعم میں مبتلا ہو۔ اگر تم نے اس وقت معقولیت کا مظاہرہ کیا ہوتا تو ہمارے درمیان معاملات اسی وقت طے ہوجاتے۔ اب اپنے کمانڈوز سے کہو کہ وہ تمہاری طرف آنے والی گولیوں کا رخ پھیرنے کے لئے تیار رہیں۔ پہلا موقع ملتے ہی کوئی گولی تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کردے گی اور تمہیں دنیا کے کسی ملک میں پناہ نہیں مل سکے گی۔"

"میں اپنی شکست تسلیم کرچکا ہوں۔ اب مجھے مزید دھمکیاں مت دو" میلی نوف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہمارے ہاتھ بہت لمبے ہیں مسٹر میلی نوف! ہم صرف دھمکیاں نہیں دیتے ان پر عمل کرکے بھی دکھا سکتے ہیں۔ میں ایک فرد واحد نہیں ہوں بلکہ ایک طویل سلسلہ ہے جو بہت دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ تمہارے مقابل آنے کے بعد میں ہر وقت خطرے میں ہوں اور رہوں گا اسی لئے تمام لوگوں کو الرٹ کردیا گیا ہے کہ اگر مجھے کوئی بھی نقصان پہنچے تو اس کا انتقام تم سے لیا جائے۔"

"جو معاملات افہام و تفہیم کے ذریعے حل ہوسکتے ہوں انہیں بڑھانا نہیں چاہئے۔ میں چوں کہ تمہارا بڑے سے بڑا مطالبہ پورا کرسکتا ہوں اس لئے میری خواہش ہے کہ بات یہیں ختم ہوجائے۔"

"بات تو ختم ہوکر رہے گی میلی نوف! اور اس سلسلے میں لائحہ عمل میں طے کروں گا۔ تمہیں منظور ہے؟"

"میں انکار کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں" میلی نوف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "جو پروگرام بھی تم دو گے اس پر عمل ہوگا۔"

"کیرولین ڈنر کے لئے ساڑھے نو بجے ڈائننگ ہال میں جائے گی۔ تم سمیت تمہارے عملے کے تمام اراکین اپنے کمروں میں ہی کھانا کھائیں گے۔ ڈائننگ ہال میں میرا ایک آدمی کیرولین سے ملاقات کرے گا۔ اسے ہدایت کردینا کہ میرے آدمی کے ساتھ بھرپور تعاون کرے۔ میرا خیال ہے کیرولین تمہارے ذاتی معاملات میں بڑی حد تک دخیل ہے۔"

"یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے" میلی نوف کی آواز میں میں نے طمانیت کی لہریں محسوس کیں۔ معلوم نہیں کس بات پر اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔ ممکن ہے وہ اس بات پر خوش ہو رہا ہو کہ میں نے اس سے کوئی مشکل مطالبہ نہیں کیا تھا۔

"اس کے بعد کا پروگرام تمہیں کیرولین کے ذریعے ہی معلوم ہوگا" میں نے کہا اور سلسلہ منقطع کردیا۔

"تم بہت خطرناک کھیل کھیل رہے ہو علی!" کلارا نے کہا "میلی نوف سے الجھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسے خاموشی سے ٹھکانے کیوں نہیں لگادیتے۔"

"اس کھیل میں تم بھی میری شریک ہو" میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہا "لیکن اگر تم خوف محسوس کر رہی ہو تو مجھ سے الگ ہو سکتی ہو۔"

"میری توہین مت کرو علی! میں خوف زدہ ہرگز نہیں ہوں۔ میں تو تمہیں صرف محتاط رویّہ اختیار کرنے کا مشورہ دے رہی ہوں۔"

"اس سے الجھنا میری مجبوری ہے ڈیئر کلارا! ورنہ پھر رینڈل کا سراغ کیسے ملے گا؟"

"اوہ' تو تم اس چکر میں ہو" کلارا نے چونک کر کہا "میں تو سمجھ رہی تھی پہلے تم سپر ا یگلز کا صفایا کرو گے۔"

"ہاں میں رینڈل کے ہی چکر میں ہوں۔ سپر ا یگلز تو ہمارے لئے مستقل آمدنی کا ایک ذریعہ ہوں گے۔ انہیں ٹھکانے کیوں لگایا جائے۔"

"اگر کوئی حرج نہ ہو تو اپنے آئندہ پروگرام سے مطّلع فرمادیجیے" تہذیب نے کہا۔

"قطعی کوئی حرج نہیں ہے" میں نے کہا "ابھی ہم سب نئے میک اپ کریں گے۔ بڈ میرے لئے ایک اور کمرہ بک کرائے گا جو کسی اور فلور پر ہو گا تاکہ کسی خطرے کی صورت میں تم لوگ محفوظ رہ سکو۔ میں اس کمرے سے نکل کر کیرولین سے ملنے کے لئے جاؤں گا اور میری واپسی بھی اسی کمرے میں ہو گی۔ ڈائننگ ہال میں تم چاروں الگ الگ میزوں پر اور ایک دوسرے سے فاصلے پر موجود رہو گے تاکہ ارد گرد نگاہ رکھ سکو۔"

"ٹھیک ہے" کلارا نے سرہلایا "اور اگر تم کسی خطرے میں گھر جاؤ تو ہم کیا کریں گے؟"

"تم لوگوں کی انچارج تہذیب ہو گی" میں نے کہا "اسے معلوم ہے کہ کن حالات میں کیا کرنا ہو گا تاہم یہ ضرور ہے کہ تم لوگ دخل اندازی سے انتہائی حد تک گریز کرنے کی کوشش کرنا۔"

○☆○

کیرولین نے اپنے لئے ڈائننگ ہال کی ایک وسطی میز منتخب کی تھی۔ آسمانی رنگ کے بلاؤز اور اسکرٹ میں وہ کوئی اپسرا معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے ارد گرد کی تمام میزیں آباد تھیں۔ میں جان بوجھ کر پانچ منٹ کی تاخیر سے ڈائننگ ہال میں داخل ہوا تھا۔ کیرولین مضطربانہ انداز میں کبھی ڈائننگ ہال کے دروازے کی طرف اور کبھی ہال میں موجود لوگوں پر نظر ڈالتی تھی۔ اس کے لئے یہ شناخت کرنا ممکن نہیں تھا کہ اس کا مطلوبہ شخص کون ہے۔

میں نے کیرولین کی میز کی طرف بڑھتے وقت ہال پر ایک طائرانہ نظر ڈالی تھی۔ تہذیب اور بڈ کے علاوہ ڈیوز اور کلا[illegible] بھی ہال میں موجود تھے۔ میں نہایت اطمینان کے ساتھ کیرولین کی میز کی طرف بڑھا اور کرسی کھینچ کر اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

"ناراض ہونے کی ضرورت نہیں" میں نے کیرولین کی پیشانی پر ناگواری کی سلوٹیں پڑتے دیکھ کر جلدی سے کہا "مجھے مسٹر راجر نے بھیجا ہے۔"

"اوہ" کیرولین پر سکون ہو گئی۔ وہ تعریفی نظروں سے میرا جائزہ لے رہی تھی۔

"میں زیادہ لیٹ تو نہیں ہوا مس کیرولین؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں" کیرولین نے یوں چونک کر کہا جیسے اس کی محویت میں خلل پڑا ہو "تم زیادہ لیٹ نہیں ہوئے۔"

"شکر ہے کہ آپ جیسی حسین خاتون نے میرے دیر سے آنے کو مائنڈ نہیں کیا" میں نے خوشی کا اظہار کیا۔

"تم بھی کم اسمارٹ تو نہیں ہو" کیرولین میری آنکھوں میں دیکھ کر بولی "یقیناً تم پر بہت لڑکیاں مرتی ہوں گی۔"

"ابھی تک یہ حسرت ہی ہے کہ کوئی جھوٹ موٹ ہی مر کر دکھا دے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "کہیں تم مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہیں؟"

"ہو سکتا ہے میرا زاویۂ نگاہ ہی غلط ہو" کیرولین نے دھیمی آواز میں کہا "تم خود سوچو' برسوں سے میں ایک بڈھے کھوسٹ کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے مجبور ہوں۔ آزاد فضا کو ترس گئی ہوں۔ اب تمہارے مسٹر راجر کی مہربانی سے ذرا سا وقت ملا ہے۔ برسوں بعد تم جیسے کسی نوجوان سے ملاقات ہوئی ہے۔"

"میلی نوف کے پاس آنے والے ملاقاتیوں سے تو تمہاری ملاقات ہوتی رہتی ہو گی۔"

"تم اسے ملاقات کہتے ہو وہ تو ملازمت کا حصہ ہوتا ہے اور پھر مجھ تک تو کم ہی لوگ پہنچ پاتے ہیں۔ ان سے بھی صرف کاروباری اور ضروری حد تک گفتگو رہتی ہے۔ میلی نوف کے ساتھ کام کرنے میں یہی مصیبت ہے' نہ دن اپنا اور نہ رات اپنی۔ اس بڈھے کے سر پر ہر وقت کاروبار سوار رہتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جب اس کا جی چاہتا ہے مجھے خواب گاہ میں بھی طلب کر لیتا ہے......"

"کیا......" میں نے حیرت سے منہ پھاڑ کر کہا "تم تو بڑی تو اس کی بیٹیاں ہوں گی۔"

"ہاں' وہ مجھ سے بڑی ہیں مگر پیسے میں بڑی طاقت ہے اور میں اس کا ہر حکم ماننے کے لئے مجبور ہوں اس لئے کہ وہ مجھے غیر معمولی تنخواہ دیتا ہے۔"

"تمہارے حالات جان کر مجھے بے حد افسوس ہوا" میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا "اگر کہو تو میں مسٹر راجر سے کہہ کر......"

"نہیں" اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا "یہ باتیں کسی سے کہنے کے لئے نہیں ہیں اور نہ ہی میں اپنے حالات سے غیر مطمئن ہوں۔ میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ کبھی کبھار مجھے تھوڑا سا وقت اپنے لئے بھی مل جایا کرے۔"

"جب تم خود ہی مطمئن ہو تو کوئی اور کیا کر سکتا ہے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "خیر یہ بتاؤ کہ کیا کھاؤ گی۔"

"تم اس وقت میرے ذاتی مہمان ہو" اس نے مسکرا کر کہا "اس لئے کھانے تم منتخب کرو گے اور ادائیگی میں کروں گی۔" میں خاموش رہا۔

"تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا" کھانے کے دوران کیرولین نے کہا۔

"بتانے کے لئے میرے پاس کچھ ہے ہی نہیں...... بہت بڑے اخبار میں معمولی تنخواہ پر ملازم ہوں۔"

"جب کسی کو اپنے بارے میں بتاتے ہیں تو سب سے پہلے نام بتاتے ہیں" کیرولین نے ناصحانہ انداز میں کہا۔

"معاف کرنا تمہیں دیکھنے کے بعد میں اپنے حواس میں نہیں ہوں" میں نے خفّت ظاہر کی "میرا نام جیرالڈ ہے اور میں راجر کے ساتھ ہی کام کرتا ہوں۔"

"رہتے کہاں ہو؟" کیرولین نے مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا "وہ دیکھئے' راجر نے منع کیا تھا کہ......"

"کوئی بات نہیں" کیرولین نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا "اگر تمہیں منع کیا گیا ہے تو میں اصرار نہیں کروں گی۔"

"اس نے مجھے اس ہوٹل میں ایک کمرا لے کر دیا ہے۔ کمرا نمبر N7۔ اس نے کہا تھا کہ میں عارضی طور پر اس کمرے میں قیام کروں۔"

"راجر کے منع کرنے کے باوجود تم نے یہ بات مجھے بتا دی" کیرولین نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"معلوم نہیں تمہاری شخصیت میں ایسی کیا خاص بات ہے کہ میں یہ بات تم سے چھپا نہیں سکا۔"

"اور اگر راجر نے تم سے جواب طلبی کی تو کیا ہو گا؟" کیرولین نے پوچھا "تم تو اس کو جواب دہ ہو گے؟"

"ہوں تو سہی" میں نے کچھ سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا "لیکن اس نے خود ہی کہا تھا کہ یہ کمرا دشمنوں کی نظروں میں آسکتا ہے۔ میں اس سے کہہ دوں گا کہ ان لوگوں نے خود ہی کمرا تلاش کر لیا تھا۔"

"مجھے یوں لگتا ہے جیسے تم راجر سے خوش نہیں ہو" کیرولین نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"میں اس سے ناخوش بھی نہیں ہوں۔ لیکن مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس نے مجھے آگے بڑھنے کا کوئی موقع نہیں دیا۔"

"اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے" کیرولین نے کھانا ختم کر کے نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے کہا۔

"شادی تو ابھی نہیں ہوئی" میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا "اور ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ قلیل سی تنخواہ میں دو افراد کا گزر کیسے ہو سکتا ہے۔"

"کبھی کسی لڑکی سے بھی تمہاری دوستی رہی ہے؟" کیرولین نے اچانک پوچھا۔

"دوستی تو نہیں رہی" میں نے شرمانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا "بس آفس میں جو لڑکیاں کام کرتی ہیں ان سے علیک سلیک ہو جاتی ہے۔"

"تم کبھی کسی لڑکی کے ساتھ کہیں گھومنے پھرنے بھی نہیں گئے؟" کیرولین کے لہجے میں واقعی حیرت تھی۔

"صرف اپنے تصوّرات کی حد تک" میں نے ایک سرد آہ بھر کے کہا "میں نے کئی بار چاہا کہ اپنے ساتھ کام کرنے والی لڑکیوں میں سے کسی کو اس کی پیش کش کروں مگر ہمّت ہی نہیں ہوئی۔"

"مجھے شدید حیرت ہے" کیرولین بڑبڑائی "تم جیسے نوجوان کو اس طرح نظر انداز نہیں ہونا چاہئے۔"

میں کچھ نہیں بولا۔ اصل معاملہ تو ایک طرف دھرا رہ گیا تھا اور کیرولین کے ساتھ یہ خرافات شروع ہو گئی تھی۔ مگر نہیں...... یہ خرافات تو نہیں تھی۔ کیرولین جس طرح میری ذات میں دلچسپی لے رہی تھی اس سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ دلچسپی کسی بڑے واقعے کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے کیرولین سے متاثر ہونے کی اداکاری شروع کر دی تھی اور پہلے سے طے شدہ پروگرام کو پس پشت ڈال دیا تھا۔

"ہم دونوں ہی محرومیوں کا شکار ہیں جیرالڈ" چند لمحے بعد کیرولین نے مجھ سے کہا "بڈھا میلی نوف میرا استحصال کر رہا ہے اور راجر تمہارا...... کیوں نہ ہم دونوں ایک [illegible]

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے دکھوں کا مداوا بننے کی کوشش کریں۔"

میں نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں کیرولین کی طرف دیکھا "وہ کس طرح؟" میں نے کہا۔

"وہ اس طرح کہ آج کی رات میں تمہارے کمرے میں گزارتی ہوں" کیرولین نے میز پر کہنیاں ٹیک کر آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"تت۔۔۔ تم میرے ساتھ۔۔۔ نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ یہ نہیں ہو سکتا" میں نے گھبرا جانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا "راجر مجھے جان سے مار ڈالے گا۔ تم نہیں جانتیں وہ کتنا سفاک آدمی ہے۔"

"مجھے حیرت ہے تم اس سے ڈرتے کیوں ہو۔ میں تمہیں اس سے بچنے کی ترکیب بھی بتاؤں گی۔"

"اس کے باوجود مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔۔ نہیں' میں تمہیں اپنے کمرے میں نہیں لے جاؤں گا۔"

"نہیں لے جاؤ گے تو میں زبردستی جاؤں گی" کیرولین مسکرائی "ورنہ شور مچا دوں گی کہ یہ شخص میرے ساتھ زبردستی کر رہا ہے۔"

"یہ۔۔۔ یہ تو زیادتی ہوگی" میں نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ کمزور سے لہجے میں کہا۔

"کوئی زیادتی ویادتی نہیں ہوگی" اس نے مجھے شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "آج کی رات تو تمہیں میری بات ماننی ہی پڑے گی۔"

"مجھے بھی یہی محسوس ہو رہا ہے" میں نے مردار سی آواز میں کہا اور کیرولین ہنسنے لگی۔

"ڈرو مت' میں تمہیں کھا نہیں جاؤں گی بلکہ آج کے بعد تم بار بار مجھ سے ملنے کی تمنا کرو گے۔"

میں بدستور خود کو بوکھلایا ہوا ظاہر کرتا رہا۔ بظاہر ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ہال میں میلی نوف کا کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔ اگر تھا بھی تو ابھی تک ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی تھی جو تشویش کا باعث ہوتی۔

پھر بل آیا اور کیرولین نے بل ادا کر دیا "مجھے راجر نے اخراجات کے لئے پیسے دئے ہیں" میں نے کمزور سی آواز میں کہا تھا "اگر تم پسند کرو تو میں ادائیگی کروں۔"

"ان پیسوں کو تم اپنے کسی کام میں لے آنا۔ راجر کو مت بتانا کہ بل میں نے ادا کیا تھا۔" کیرولین نے کہا اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی "آؤ' ذرا تمہارا کمرا بھی دیکھ لیں۔" اس کا لہجہ معنی خیز تھا۔

میں ہال کے دروازے سے نکلتے وقت کیرولین نے میرا ہاتھ تھام لیا "یہ۔۔۔ یہ کیا کر رہی ہو" میں نے اس سے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔

"تم بھول گئے۔۔۔ میں شور مچا دوں گی" اس نے شریر لہجے میں کہا "مچاؤں شور؟"

"نن۔۔۔ نہیں' لیکن لوگ ہمیں دیکھ رہے ہیں کچھ تو خیال کرو" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"جاؤ معاف کیا" اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ لیکن لفٹ میں سوار ہوتے ہی وہ میری ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

"ذرا فاصلہ رکھو" میں نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"کیوں' یہاں تو کوئی بھی نہیں دیکھ رہا" اس نے اٹھلا کر کہا "اور جب تمہارا یہاں یہ حال ہے تو کمرے میں جانے کے بعد کیا ہوگا۔"

میں نے بے بسی ظاہر کرنے کے لئے جیب سے رومال نکالا اور اپنے ماتھے سے وہ پسینہ پونچھنے لگا جو وہاں نہیں تھا۔ کیرولین میری حالت سے محظوظ ہو رہی تھی۔

آٹھویں منزل پر پہنچتے ہی میری حسیات بیدار ہو گئیں۔ مجھے فضا میں کسی خطرے کی بو محسوس ہونے لگی مگر میں نے کیرولین پر کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ وہ مجھ سے تقریباً لپٹی ہوئی چل رہی تھی۔ اٹھارہ نمبر کے کمرے کے سامنے پہنچ کر میں نے جیب سے چابی نکال کر کی ہول میں ڈالی۔ کیرولین بدستور مجھ سے چپکی ہوئی تھی۔ عین اسی وقت میری چھٹی حس بُری طرح بیدار ہو گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کمرے کے اندر موت میری منتظر ہے۔ میں نے خود کو ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کیا اور چابی گھما کر تالا کھول ڈالا۔

چھٹی حس کتنی ہی طاقت ور کیوں نہ ہو آخر کو ایک بے زبان حس ہوتی ہے۔ وہ یہ نہیں بتا سکتی کہ خطرے کی نوعیت کیا ہے۔ اس کا کام تو صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ ہوشیار کر دے اور میں تو پہلے ہی سے ہوشیار تھا' چوکنا تھا۔ میں عام حالات سے تو نہیں گزر رہا تھا۔ یہ تو انتہائی نازک صورت حال تھی جس سے میں دوچار تھا۔ ایگلز کی ہائی کمان کے ایک فرد کو چھیڑنے کے بعد میں مطمئن ہو کر کس طرح بیٹھ سکتا تھا۔

دروازہ غیر مقفل کرنے کے بعد میں نے مسکرا کر کیرولین کی طرف دیکھا اور ایک ہاتھ اس کی کمر کے گرد ڈال دیا۔ وہ پوری طرح اپنے حواسوں میں تھی۔ اگر میرے قرب کا اس پر ذرا سا بھی اثر ہوا ہوتا تو اس کی آنکھوں میں حیرت کے وہ تاثرات ہرگز نہ ابھرتے جو اس وقت ابھرے تھے۔ میری اس اچانک تبدیلی کو اس نے فوراً نوٹ کیا تھا اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ ذہنی طور پر پوری طرح حاضر ہے۔

"مجھے اتنی محبت مت دو کیرولین کہ میں پاگل ہو جاؤں" میں نے دروازے کے ہینڈل کو ہاتھ لگائے بغیر اس کے کانوں میں سرگوشی کی۔ اس دوران میں نے گرد و پیش کا پوری طرح جائزہ لے لیا تھا۔ برابر والے کمرے سے ایک باوردی ویٹر نکلا تھا مگر اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں کھانے کے خالی برتن تھے۔ اس نے صرف ایک نظر ہم پر ڈالی تھی اور پھر وہ مطمئن ہو کر آگے بڑھ گیا تھا۔ کیرولین سے ملنے ڈائننگ ہال میں جانے سے پیشتر میں نے اس ویٹر سے اپنے کمرے میں چائے وغیرہ منگوائی تھی۔

"میں تمہیں اس سے بھی زیادہ محبت دوں گی" کیرولین نے مجھ سے لپٹنے کی کوشش کرتے ہوئے مخمور سے لہجے میں کہا "لیکن تم یہاں رک کیوں گئے' اندر کیوں نہیں چلتے؟"

کیرولین مجھ سے کمرے میں چلنے پر اصرار کر رہی تھی تو کیا خطرہ کمرے کے اندر تھا۔۔۔ لیکن نہیں' کمرے کے اندر تو خطرہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اس کمرے میں ٹھہرنے والا شخص اصل میں کون ہے۔۔۔ مگر باہر بھی کوئی خطرہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کاریڈور سنسان پڑا تھا۔ اگر یہاں کوئی خطرہ تھا تو اسے سامنے ضرور آنا چاہئے تھا۔۔۔ کمرے کے اندر خطرہ ہو نہیں سکتا تھا' باہر خطرہ تھا نہیں تو پھر خطرہ کہاں ہو سکتا تھا؟

فوری طور پر اس سوال کا جواب ملنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے ہمیشہ اپنی چھٹی حس پر بہت زیادہ انحصار کیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میری چھٹی حس مجھے دھوکا نہیں دے سکتی۔

میں نے مسکرا کر کیرولین کی طرف دیکھا اور بوجھل سی آواز میں کہا "میرے پورے جسم میں سنسناہٹ ہو رہی ہے۔ معلوم نہیں یہاں تک کیسے آ گیا۔ اب تو ایک قدم اٹھانا بھی دوبھر ہو رہا ہے۔"

کیرولین مجھ سے دور ہٹ گئی "خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو ڈیئر" اس نے کہا "جذبات کی اچانک یلغار کے باعث یہ کیفیت ہو سکتی ہے لیکن تمہیں میرے ساتھ بہت دور تک سفر کرنا ہے۔ اگر تم نے خود پر یہ کیفیت طاری کر لی تو آگے کیا کرو گے۔"

میں نے دروازے کی چوکھٹ پکڑ کر ایسی اداکاری کی جیسے میرے لئے کھڑا ہونا واقعی دوبھر ہو رہا ہو اور میں سہارا لے کر خود کو سنبھال رہا ہوں۔ کیرولین کے انداز سے تذبذب ظاہر ہونے لگا تھا۔

"مجھے سہارا دو کیرولین" میں نے ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "تم تو ابھی سے میرا ساتھ چھوڑے دے رہی ہو۔ میرے قریب آؤ کیرولین۔" میں یہ ظاہر کر رہا تھا جیسے مجھ پر واقعی مدہوشی کی کیفیت طاری ہو رہی ہو۔

بظاہر یوں محسوس ہوا جیسے کیرولین میرے فریب میں آ گئی ہے۔ وہ دوبارہ میرے نزدیک آ گئی "اب میں تمہیں سہارا تو نہیں دے سکتی" اس نے بے بسی سے کہا۔

"تمہیں سہارا دینے کی کیا ضرورت ہے' میرے لئے تو تمہاری انگلی کا سہارا بھی کافی ہے" میں نے ایک ہاتھ اس کے شانے پر رکھا اور دوسرا ہاتھ دروازے کے ہینڈل کی طرف بڑھایا۔ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے ہی میری چھٹی حس نے دوبارہ خطرے کا سگنل نشر کرنا شروع کر دیا۔ اب میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ میں کیرولین کو آگے رکھوں۔ کسی نادیدہ حملے سے بچنے کے لئے یہ ایک بہترین تدبیر تھی۔ دشمن اگر وار کرے بھی تو اسی کا آدمی زد میں آئے۔

"تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے" کیرولین نے خود ہی کہا "کہیں تم گر مت جانا۔ لاؤ' دروازہ میں کھولے دیتی ہوں۔"

اس کی اس پیش کش کو میں نے فوراً ہی قبول کر لیا۔ کیرولین نے آگے بڑھ کر ہینڈل گھمایا۔ میں ہر قسم کی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح تیار تھا مگر کچھ بھی نہیں ہوا۔ کھلے ہوئے دروازے سے کمرے کے اندر کا جتنا

ایک ایسی کتاب جو عورت کو اپنی حقیقتوں سے آشنا کرتی ہے اور مرد کو اُسے سمجھنے کے قابل بناتی ہے

مشہور نفسیاتی مصنف سلام حسین کے قلم سے

عورتوں کی نفسیات

یہ ایک ایسی نفسیاتی تحقیق ہے جسے ماں اپنی بیٹی کو پورے اعتماد کے ساتھ دے سکتی ہے کہ اس کا مطالعہ اسے اپنی زندگی کی دشواریوں کو حل کرنے میں مدد دے گا۔ اس کتاب کا مطالعہ عورتوں کو ایک نئی دنیا سے آشنا کراتا ہے اور ان راہوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو انہیں اپنے جذباتی اور روحانی ارتقا میں مدد دیں گی۔ یہ کتاب عورتوں کو اپنی زندگی کے تقاضوں کو سمجھنے اور زندگی کی سچی مسرتوں اور حقیقی کامیابیوں کو حاصل کرنے کے قابل بنا دے گی۔

محبت، دوستی، کام، نفسیاتی اور ازدواجی تعلقات، زچگی، طلاق اور زندگی کے دیگر مسائل پر ایک بے مثال نفسیاتی تحقیق۔

قیمت ۴۰ روپے

ڈاک خرچ ۱۶/ روپے

ان خواتین کے لیے جو اپنے آپ کو سمجھنا چاہتی ہیں اور اُن مردوں کے لیے جو خواتین کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

یہ کتاب دنیا کی ہر زبان میں شائع ہو چکی ہے اور اردو میں پندرھویں بار شائع ہوئی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

حصہ بھی نظر آرہا تھا' خالی تھا اور اسی طرح تھا جس طرح میں اسے چھوڑ کر گیا تھا ہر چیز جوں کی توں اپنی جگہ موجود تھی۔

"مم ..... مجھے کیا ہو رہا ہے کیرولین" میں نے اپنا سر پکڑتے ہوئے کہا "ہر چیز گھومتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔"

"تمہیں چکر آرہے ہیں ڈیر" کیرولین نے بڑی اپنائیت کا مظاہرہ کیا اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر سہلانے لگی "لیکن تمہاری حالت اتنی خراب بھی نہیں ہے کہ تم چند قدم بھی نہ چل سکو..... ہمت کرو' یہ عارضی کیفیت ہے۔ ذرا سا آرام کرو گے تو یہ کیفیت خود بخود زائل ہو جائے گی۔"

آگے بڑھنے کی کوشش میں' میں دروازے سے ٹکرا گیا اور دروازہ پوری طرح کھل گیا۔ اب پورا کمرہ میری نظروں کے سامنے تھا۔ دروازے کا پٹ دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا لہٰذا یہ امکان بھی ختم ہو گیا تھا کہ کوئی دروازے کے پیچھے چھپا ہوا ہوگا۔ میری ہر احتیاط رائیگاں ثابت ہوئی تھی۔ کمرے میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اور اگر کوئی تھا تو یہی ممکن تھا کہ وہ بیڈ کے نیچے لیٹا ہوا ہوگا۔ بیڈ کے نیچے اتنی ہی گنجائش تھی کہ وہاں بس لیٹا ہی جا سکتا تھا وہ بھی پھنس پھنسا کر۔

میں نے دوبارہ قدم اٹھائے اور لڑکھڑاتا ہوا صوفے تک پہنچ کر اس پر گویا ڈھیر ہو گیا۔ اپنا سر میں نے صوفے کی پشت سے ٹکا دیا تھا۔

کیرولین نے قفل کے سوراخ سے چابی نکالی اور دروازہ بند کر دیا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد وہ صوفے پر میرے برابر ہی آکر بیٹھ گئی اور اپنے نرم ملائم ہاتھوں سے میرا سر سہلانے لگی۔ اس کے سراپا سے پھوٹنے والی مسحور کن... خوشبو نے اچانک ہی میرے حواس کو اپنی گرفت میں لینا شروع کر دیا تھا۔

"بس کرو کیرولین" میں نے اچانک اس کے دونوں ہاتھ تھام کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا "اب میں خود کو خاصا بہتر محسوس کر رہا ہوں۔"

"تمہارا سر دبانا مجھے اچھا لگ رہا ہے" اس نے بڑی ادا سے مسکرا کر کہا۔

"ابھی نہیں ..... ورنہ مجھے پھر کچھ ہو جائے گا۔ معلوم نہیں تمہارے قرب میں کیسا نشہ ہے جو میرے حواس کو گرفت میں لینا شروع کر دیتا ہے۔"

"چلو کوئی بات نہیں" کیرولین نے مجھ سے ذرا دور کھسکتے ہوئے کہا پھر اچانک بولی "تمہارے جوتے اتار دوں؟"

"مجھ پر اتنی عنایات مت کرو کہ میں کسی قابل ہی نہ رہوں" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا "ایک ہی رات میں اگر میں تمہارا دیوانہ ہو گیا تو کیا ہوگا؟"

"میں تو تمہاری خوشی میں خوش ہوں" کیرولین نے کہا "تم ذرا ریلیکس ہو جاؤ' میں ٹوائلٹ سے ہو کر آتی ہوں۔"

کیرولین کی اس بات سے میرا اعصابی دباؤ کافی کم ہو گیا تھا۔ باتھ روم بھی ایک ایسی جگہ تھی جہاں کوئی چھپ سکتا تھا۔ اب کیرولین وہاں جا رہی تھی تو یہ خوف بھی دور ہو جاتا کہ ٹوائلٹ میں چھپا ہوا کوئی شخص اچانک مجھ پر حملہ نہ کر دے۔

کیرولین بڑے اطمینان سے باتھ روم میں داخل ہوئی اور پھر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر کوئی غیر معمولی تاثر نہیں ابھرا' دروازہ بند ہونے کے بعد کوئی چیخ نہیں ابھری' اندر سے کسی جدوجہد کی آوازیں نہیں آئیں۔

میں نے ہر قسم کے خیالات ذہن سے جھٹکے اور اٹھ کر سب سے پہلے دروازے کی چٹخنی لگا دی۔ اب کوئی شخص باہر سے دروازہ نہیں کھول سکتا تھا۔ معلوم نہیں کیوں میں مطمئن نہیں تھا۔ کمرا بند کرنے کے بعد میں نے کوٹ اتار کر صوفے پر پھینکا' ٹائی سے نجات حاصل کی اور پھر جوتے بھی اتار دیئے۔ میں نے بیڈ کے نیچے بھی ایک نظر ڈال کر اطمینان کر لیا تھا کہ وہاں کوئی نہیں ہے۔ اس حد تک اطمینان کر لینے کے باوجود میں مطمئن نہیں تھا تاہم میں کچھ کر بھی تو نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ میں اطمینان سے بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔ اگرچہ مجھے کیرولین پر تشدد کرنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن اس کے باوجود میں نے اس سے ہال میں پوچھ گچھ کرنے کے بجائے اسے یہاں لانے کو ترجیح دی تھی۔ اب میں اس سے بہت کھل کر گفتگو کر سکتا تھا۔ میلی نوف کے کسی آدمی کو ہوا بھی نہیں لگ سکتی تھی کہ میں کیرولین کو لے کر اس ہوٹل کے کسی اور کمرے میں پہنچ گیا ہوں۔

چند لمحوں بعد باتھ روم کا دروازہ آہستگی سے کھلا۔ کیرولین باہر آرہی تھی..... مگر نہیں وہ کیرولین تو نہیں تھی۔ باتھ روم سے برآمد ہونے والا شخص وہ تھا جس کی وجہ سے یہ سارا ہنگامہ برپا ہو رہا تھا۔ وہ رینڈل عرف موشے ہاورڈ تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی خوش گوار مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ باتھ روم سے نکلنے کے بعد وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"حیران ہو رہے ہو علی یار خان" اس نے ہنس کر کہا "باتھ روم میں داخل تو کیرولین ہوئی تھی مگر برآمد میں ہوا ہوں۔"

میں حیرت کے مارے منجمد سا ہو کر رہ گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بازی اچانک کس طرح الٹ گئی؟

گوٹے ہل کے سب سے اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں ایک عجیب وغریب کھیل کھیلا جا رہا تھا۔ ہوٹل کی چوتھی اور پانچویں منزل میلی نوف کے تصرف میں تھی۔ میلی نوف جو ایگلز کی ہائی کمان کا رکن تھا۔ اس تک رسائی آسان نہیں تھی مگر میں اس تک پہنچ گیا تھا۔ میں نے ایلس ون کی شخصیت کو بے نقاب کر دیا تھا اور اگلا قدم جو مجھے اٹھانا تھا' وہ رینڈل کے متعلق معلومات حاصل کرنا تھا۔ رینڈل جو میرا اصل ہدف تھا لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آنے پائی۔ قبل اس کے کہ میں ایلس ون سے معلومات حاصل کرنے کے لئے کوئی قدم اٹھاتا' رینڈل خود مجھ تک پہنچ گیا۔ گوٹے ہل کے اسی سب سے اعلیٰ درجے کے ہوٹل کی آٹھویں منزل کے ایک کمرے میں رینڈل میرے سامنے موجود تھا۔

رینڈل چند لمحے اسی طرح اپنی جگہ کھڑا مسکراتا رہا پھر نہایت اطمینان سے ایک صوفے پر جا بیٹھا اس کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے میری طرف سے اسے کسی قسم کا کوئی خطرہ محسوس ہی نہ ہو رہا ہو۔

"کس سوچ میں گم ہو گئے علی؟" رینڈل نے مسکرا کر کہا "تم سے تو بہت سی باتیں کرنی ہیں اگر تم نے یونہی چپ سادھے رکھی تو کوئی بات بھی نہیں ہو سکے گی۔"

میں نے ایک طویل سانس لے کر جسم ڈھیلا چھوڑ دیا "باتیں ضرور ہوں گی مسٹر رینڈل! مگر پہلے میں ذرا کیرولین کی خبر لے لوں" میں نے اٹھ کر باتھ روم کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیرولین کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے" رینڈل نے کہا "جب تک میں یہاں ہوں وہ باتھ روم میں ہی رہے گی۔"

میں نے پلٹ کر رینڈل کی طرف دیکھا "یہ تمہاری راجدھانی نہیں ہے مسٹر رینڈل" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "تم اس وقت میرے کمرے میں ہو اور کیرولین میری مہمان ہے۔ میں اس کے ساتھ کوئی زیادتی برداشت نہیں کروں گا۔"

"تو پھر اسے واپس بھیج دو۔ میں نہیں چاہتا کہ ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کسی اور کے علم میں آئے۔"

"وہ رات گزارنے کے لئے میرے کمرے میں آئی تھی لہٰذا اب تو اس کی واپسی صبح ہی ہو سکے گی اگر تمہیں نجی نوعیت کی گفتگو کرنی ہے تو اس وقت آنا جب میں اکیلا ہوں۔"

"میرا خیال تھا کہ ہم دوستانہ فضا میں گفتگو کر سکیں گے۔" رینڈل نے سرد لہجے میں کہا "میری درخواست ہے کہ ماحول کو خوش گوار رکھنے کی کوشش میں مجھ سے تعاون کرو۔"

"جب میں کوئی کام کرنے کا تہیہ کر لیتا ہوں تو انجام سے بے پروا ہو جاتا ہوں" میں نے بے پروائی سے کہا "تمہیں ماحول کی اتنی فکر ہے تو خود پر قابو رکھو۔"

رینڈل نے پہلو بدلا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ خود پر قابو رکھنے میں اسے بے حد دشواری پیش آرہی ہے۔ اپنے حلقے میں وہ نہایت ٹھنڈے دل ودماغ کا مالک مشہور تھا۔ میرا اس سے پہلی بار آمنا سامنا ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں اس کی خوش مزاجی میں دراڑیں ڈال دوں گا۔ اس کے خلاف یہ میری زبردست کامیابی ہوتی۔ رینڈل کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ میں اسے خاطر میں نہیں لاؤں گا اس لئے اس نے چپ سادھ لینے میں ہی عافیت جانی۔

میں نے باتھ روم کا دروازہ کھول دیا۔ کیرولین دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ دروازہ کھلتے دیکھ کر وہ چونکی اور پھر دروازے میں مجھے دیکھ کر اس کی حیرت دوچند ہو گئی۔

"باہر آجاؤ کیرولین" میں نے اس کی حیرت کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا "تم میرے کمرے میں شب بسری کرنے آئی تھیں یا باتھ روم میں؟"

رینڈل نے کیرولین کو اندر ہی رہنے کی ہدایت کی تھی اور میں اس سے باہر آنے کو کہہ رہا تھا۔ یہ اس کے لئے ایک مشکل مرحلہ تھا۔ میری بات مانتی یا رینڈل کے حکم کی تعمیل کرتی۔ رینڈل کے حکم کی تعمیل کرنا اس کے لئے یوں لازم تھا کہ رینڈل ایگلز کا سربراہ تھا اور ایک سفاک آدمی تھا۔ معمولی معمولی باتوں پر لوگوں کی جان لے لینا اس کا دل پسند مشغلہ تھا۔ اس کے گروہ کے کسی آدمی میں اس کی حکم عدولی کرنے کی جرأت نہیں تھی۔

دوسری طرف میں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ کیرولین میری اصل شخصیت سے ناواقف ہے لیکن وہ یہ بات بھی نظرانداز نہیں کر سکتی تھی کہ میں رینڈل کی موجودگی میں اس سے ایک مطالبہ کر رہا تھا۔ ایک ایسا مطالبہ جو رینڈل کے حکم سے متصادم تھا۔ میرے اس عمل سے میری شخصیت اجاگر ہوتی تھی۔ یہ بات تو واضح تھی کہ میں کسی مخالف گروپ سے متعلق ہوں مگر میں کتنی طاقت و حیثیت کا حامل ہوں' اس کا کیرولین فقط اندازہ ہی لگا سکتی تھی۔

میں کیرولین کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اندرونی کشمکش کے سائے لرز رہے تھے۔ اس کی قوتِ فیصلہ جواب دے گئی تھی۔

"تم نے سنا نہیں' میں کیا کہہ رہا ہوں" میں نے بلند آواز سے کہا اور کیرولین یوں چونک کر مجھے دیکھنے لگی جیسے اسے اپنے سوا کسی کی موجودگی کا ہوش ہی نہ رہا ہو۔

"میں کہہ رہا ہوں باتھ روم سے نکل کر کمرے میں آجاؤ" میں نے پھر بلند آواز میں دہرایا اور اس بار میری بات سن کر اس کے حسین چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہوئے۔

"مم ..... میں کمرے میں نہیں آسکتی" اس نے ہکلا کر کہا "موشے ہاورڈ کا حکم نہیں ہے۔"

"تمہیں میرا کہنا ماننا پڑے گا" میرا لہجہ یک بیک خونخوار ہو گیا "ورنہ میں تمہیں جہنم رسید کر دوں گا۔"

کیرولین بری طرح سہم گئی۔ میرا لہجہ اس پر کچھ زیادہ ہی اثر انداز ہو گیا تھا۔ وہ بے جان سے انداز میں اپنی جگہ سے ہلی اور کسی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

معمول کی طرح چلتی ہوئی باتھ روم سے نکل آئی۔ میں نے ایک طرف ہٹ کر اسے دروازے سے باہر آنے کے لئے جگہ دی تھی۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی اس کی نظر رینڈل پر پڑی اور وہ ٹھٹک گئی۔

"یہاں ادھر آجاؤ" میں نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

کیرولین نے پہلے میری طرف اور پھر رینڈل کی طرف دیکھا۔ رینڈل اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ کیرولین کسی نہ کسی طرح صوفے تک پہنچ کر صوفے پر ڈھیر ہوگئی۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے بے ہوش ہو جائے گی۔

"کیرولین یہاں آگئی" میں نے بھی ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے خوش گوار انداز میں کہا "اور کسی قسم کی بدمزگی بھی پیدا نہیں ہوئی .... کیا خیال ہے؟"

"تم اپنے کمرے میں واپس جاؤ" رینڈل نے کیرولین سے کہا اور وہ یوں اٹھ کھڑی ہوئی جیسے اگر اسے اٹھنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوئی تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔

"بیٹھ جاؤ کیرولین" میں نے جھٹکے دار آواز میں کہا "میں اتنی آسانی سے تم سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔"

"اس وقت اسے جانے دو" رینڈل نے سرد لہجے میں کہا "تھوڑی دیر بعد بلا لینا۔"

"سنو کیرولین!" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "تمہارے لئے یہ ایک مشکل فیصلہ ہے کہ کس کی بات مانو اور کس کی نہ مانو لیکن میں یہ برداشت نہیں کروں گا کہ کوئی شخص میرے کمرے میں گھس کر اپنی من مانی کرنے کی کوشش کرے۔ لہٰذا یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں زبردستی کرنا بھی جانتا ہوں۔"

کیرولین کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ دو "موذیوں" کے درمیان پھنس گئی ہے اور اسے ہر حال میں نقصان اٹھانا ہے۔ جو شخص رینڈل کو خاطر میں نہ لا رہا ہو اس کی اپنی اہمیت رینڈل سے کم نہیں ہو سکتی تھی۔ کیرولین نے بے بسی سے رینڈل کی طرف دیکھا۔

"بیٹھ جاؤ کیرولین" رینڈل نے ایک طویل سانس لے کر کہا "علی بہت ضدی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس کی بات مان لی جائے۔ میں ماحول کو خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

کیرولین بیٹھ گئی مگر اب اس کی نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ رینڈل کے منہ سے میرا نام سن کر وہ چونکی تھی۔ اس سے قبل غالباً اسے نہیں معلوم تھا کہ میں کون ہوں۔ وہ مجھے ایگنز کا کوئی عام حریف تصور کر رہی ہوگی۔

"ہاں، میں ہی علی یار خان ہوں" میں نے مسکرا کر کہا "تھوڑی دیر قبل تم نے بڑی صفائی سے مجھے بے وقوف بنایا تھا۔ مجھے اندازہ تک نہیں ہو سکا کہ تم مجھے کسی جال کی طرف لئے جا رہی ہو۔"

کیرولین نے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ رینڈل کی موجودگی کے باعث وہ بولنے کی ہمت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔

"یہ تو بادشاہ لوگ ہیں" میں نے ہنس کر کہا، میرا اشارہ رینڈل کی طرف تھا "دربار سجانے کے شوقین ہیں جہاں آداب کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے لیکن میں عوامی قسم کا آدمی ہوں۔ بے تکلف ماحول پسند کرتا ہوں۔ میرے پاس آئی ہو تو بھول جاؤ کہ رینڈل یا موشے ہاورڈ نامی کوئی شخص بھی موجود ہے۔ جو بھی کہنا ہے بے تکلفی سے کہو۔"

"یہ دو بڑے آدمیوں کی جنگ ہے" کیرولین نے تقریباً لرزتے ہوئے کہا "میں تو ایک معمولی سی کارکن ہوں، جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرنا میرا فرض ہے۔"

"میں تو خیر بڑا آدمی نہیں ہوں" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "بڑے آدمی تو یہ تمہارے موشے ہاورڈ ہیں جنہوں نے مجھے بڑی صفائی سے گھیر لیا۔"

"تمہارے اعصاب کی مضبوطی کے سب ہی معترف ہیں" رینڈل نے کہا "اور اگر مجھے اس بارے میں علم نہ ہوتا تو میں یہ سمجھتا کہ تم نے اپنی حفاظت کا کوئی خفیہ بندوبست کر رکھا ہوگا۔ اس لئے تم اتنے مطمئن ہو۔"

"حفاظتوں کے خفیہ بندوبست کرنے کی ضرورت تم جیسے لوگوں کو پیش آتی ہے" میں نے سنجیدگی سے کہا "ہم جیسے لوگ تو جان ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں۔ ہمیں کسی حفاظت کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

رینڈل کے چہرے کی رنگت متغیر ہوگئی۔ اسے اپنی توہین کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ میں نے بھی کیرولین کو اسی لئے روکا تھا۔ رینڈل کی توہین کرنا بے حد ضروری تھا تاکہ اسے اپنی اوقات کا اندازہ ہو جائے۔ وہ بزعم خود ایک بہت بڑا آدمی تھا۔ بڑا اور بے حد طاقتور....

"تمہیں اس بات پر حیرت نہیں ہوئی کہ میں نے تمہیں آسانی سے پہچان لیا؟" رینڈل نے سنبھل کر کہا۔

"اگر میں نہ چاہتا تو تم مجھے نہیں پہچان سکتے تھے۔ میں نے اس کا خاص اہتمام کیا تھا مگر بعد میں میرا ارادہ تبدیل ہوگیا اور خوشی ہے کہ میں نے ارادہ تبدیل کر دیا تھا ورنہ تم سے اتنی جلدی ملاقات نہ ہوتی۔"

"میں سمجھا نہیں" رینڈل نے حیرت سے کہا "تمہیں پہچان لینا تو میرا کمال ہے...."

"نہیں مسٹر رینڈل! تقریباً تمام حقائق میرے علم میں آ چکے ہیں۔ میرا آخری کام تم پر ہاتھ ڈالنے کا رہ گیا تھا۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے مجھے بڑی زحمتوں سے بچا لیا۔ تمہاری تلاش کا کام مجھے مشکل ترین معلوم ہو رہا تھا۔ معلوم نہیں مجھے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے تب کہیں جا کر تم تک رسائی کی سبیل نکلتی۔"

"اس وقت تو صبر کر لو۔ اس لئے کہ میں ایک خاص مقصد سے

تم سے ملنے آیا ہوں...."

"اب آ ہی گئے ہو تو واپس جا کر کیا کرو گے؟" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "ایک طویل عرصے بعد اور زندگی میں پہلی بار دیدار نصیب ہوا ہے تو اپنی آنکھوں کی پیاس بجھنے سے قبل کیسے چلا جانے دوں۔"

"جھگڑا نہیں ہوگا علی! یہ بات میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ درخواست ہے کہ کیرولین کو چلا جانے دو۔"

"کیسے چلا جانے دوں" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اگر اس وقت چلا جانے دوں تو پھر دوبارہ کیسے ملوں گا؟"

"تم جب چاہو گے کیرولین سے مل سکو گے" رینڈل نے تیزی سے کہا مگر اتنی ہی تیزی سے اسے اپنی حماقت کا احساس بھی ہو گیا "میں تم سے کہہ رہا ہوں سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"اس سے زیادہ سنجیدگی کا مظاہرہ میں نہیں کر سکتا۔" میں نے بے بسی سے کہا "کیرولین میرے حواس پر چھا گئی ہے۔"

"کیا بالکل اسی طرح جس طرح نکیتا تمہارے حواس پر چھا گئی تھی؟" رینڈل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں .... اس بار معاملہ سنگین ہے۔ کیرولین سے وقتی دوری برداشت کرنا بھی میرے بس سے باہر ہو رہا ہے۔"

"تمہیں معاملے کی سنگینی کا اندازہ نہیں ہے" رینڈل نے سختی سے کہا "اگر تم نے اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو میں واپس چلا جاؤں گا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہو سکے گا" میں نے بڑی سنجیدگی سے سر کو نفی میں جنبش دی "تم نے وہ مقولہ تو ضرور سنا ہوگا کہ آدمی آتا اپنی مرضی سے ہے مگر واپس جانے کے لئے اجازت ضروری ہوتی ہے۔"

"مقولے تو میں نے اور بھی بہت سے سنے ہیں لیکن ہم یہاں مقولوں پر عمل کرنے کے لئے جمع نہیں ہوئے بلکہ اگر ضرورت پڑی تو نئے مقولے وضع کر لیں گے" رینڈل نے کہا۔

"میں تم سے متفق ہوں .... ضرورت پڑنے پر میں کوئی بھی نیا مقولہ وضع کرنے سے گریز نہیں کروں گا۔"

رینڈل مجھے گھورنے لگا "تم کسی طرح مجھ سے تعاون کرنے پر تیار نہیں ہو رہے" اس نے کہا "لہٰذا اگر صورت حال بگڑی تو مجھے الزام مت ٹھہرانا۔"

"میں کسی کو مورد الزام نہیں ٹھہراتا بلکہ اگر ممکن ہوتا ہے تو سزا ہی دیا کرتا ہوں اور میں کسی نعمت کی ناقدری بھی نہیں کرتا.... خاص طور پر مفت ہاتھ آئی ہوئی نعمت...."

"کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں" رینڈل نے میری بات کاٹ دی "تمہارے مقابل آنے سے قبل میں نے اپنی حفاظت کا خاصا بندوبست کر لیا ہے۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

رینڈل کے الفاظ سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مجھ سے خوف زدہ ہے تبھی تو اس نے اپنی حفاظت کا بندوبست کیا ہے اور ایک وہی کیا، مجھ سے تو ہر یہودی خوف زدہ تھا۔ میرا نام سن کر ہی ان پر لرزہ طاری ہونے لگتا تھا۔ کچھ سرپھرے جو کسی زعم میں مبتلا ہو کر میرے مقابلے پر اترنے کی حماقت کر گزرتے تھے وہ عبرت ناک انجام سے دوچار ہوا کرتے تھے۔ رینڈل نہ صرف میری صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھا بلکہ وہ ان میں سے بعض کا چشم دید گواہ بھی تھا۔ لی کوان کے ہاتھوں میری تربیت بھی اسی نے کرائی تھی۔ میری شخصیت تبدیل کرنے کی کوشش بھی اسی نے کی تھی۔ جزیرۂ مرگ پر کراٹے انسٹرکٹر بل فرازو کو میں نے جس بے بسی سے دوچار کیا تھا، رینڈل نے وہ سارے مناظر براہ راست دیکھے تھے۔ وہ میری ہلاکت خیزیوں سے سب سے زیادہ باخبر شخص تھا۔ اس کے باوجود وہ تنہا میرے کمرے میں چلا آیا تھا تو یقیناً اس نے اپنے گرد ایک ایسا مضبوط حفاظتی حصار قائم کر رکھا ہوگا جو اس کی دانست میں ناقابل شکست ہی ہوگا۔

"میں خوش فہمیوں میں مبتلا ہونے کا عادی نہیں ہوں مسٹر رینڈل! میں جانتا ہوں کہ کون کتنے پانی میں ہے" آخر کار میں نے کہا "جو خوش فہمیوں میں مبتلا ہوتے ہیں وہ علی یار خان نہیں ہوتے۔"

"اس کے باوجود بھی تم ہٹ دھرمی پر آمادہ ہو" رینڈل نے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی "معلوم ہوتا ہے کہ تم جنگ وجدال پر آمادہ ہو...."

"یہ آج سے نہیں بہت عرصے سے ہے .... کوئی نئی بات کرو رینڈل!"

"میں تو یہی چاہ رہا تھا مگر چونکہ تم اس موڈ میں نہیں ہو لہٰذا...." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا اس کے انداز میں دھمکی پوشیدہ تھی۔

"غالباً اب تم اپنے خیر سگالی کے جذبات کا عملی مظاہرہ کرو گے؟" میں نے طنز کیا مگر رینڈل برا نہیں مانا۔

"یقین کرو میں جارحیت کے ارادے سے نہیں آیا تھا لیکن تم ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی میں مبتلا ہو۔ ڈھنگ سے بات نہیں کرو گے تو...." اس نے ایک بار پھر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"جملہ مکمل کرو رینڈل!" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "میں چاہتا ہوں کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت تمہارے دل میں کوئی حسرت باقی نہ ہو۔"

رینڈل نے ایک بار پھر پہلو بدلا۔ اس کے چہرے سے کوئی اندازہ کرنا مشکل تھا تاہم میں سمجھ سکتا تھا کہ اس پر کیا گزر رہی ہوگی۔ کیرولین بھی شدید وحشت کے عالم میں بیٹھی تھی۔ اس کا بس چلتا تو پھر میرے کمرے سے بھاگ نکلتی مگر اس کے لئے یہ ممکن نہیں تھا۔ ایک تو میں اس پر تیار نہیں تھا دوسرے رینڈل نے بھی اسے بیٹھ جانے کو کہا تھا۔ ان حالات میں خواہ کیسی ہی صورت حال

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیوں نہ ہوتی، کیرولین بیٹھے رہنے پر مجبور تھی۔

"تمہارے لئے چائے منگواؤں" میں نے شرارتی انداز میں کیرولین سے کہا "یا کچھ اور پیو گی؟"

کیرولین نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ رینڈل بدستور کسی سوچ میں گم تھا "نہیں" کیرولین نے مردہ سی آواز میں کہا "میں کچھ نہیں پیوں گی۔"

"یہ تو آدابِ میزبانی کے خلاف ہوگا" میں نے تشویش بھرے لہجے میں کہا "میں نے تم سے کہا تھا بے تکلفانہ رویّہ اختیار کرو مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پر میری بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔"

"ہم نے تمہیں جو رعایتیں دی ہیں تم ان سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو" اچانک رینڈل نے کہا۔ غالباً وہ کسی فیصلے پر پہنچ چکا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ کسی مہمان کو چائے کی آفر کرنا ناجائز فائدہ اٹھانے کے زمرے میں آتا ہے۔" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا "اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ مجھے کون سی رعایتیں دی گئیں؟"

"شی گورائے میں تم جس طرح ہماری زد پر آئے تھے اس کے بعد تمہارا زندہ رہ جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ہم نے تمہارے ساتھ رعایت برتی تھی" رینڈل نے کہا "لیکن اس کے جواب میں تم نے جو کچھ کیا وہ تمہارے شایانِ شان نہیں تھا۔ تمہیں بھی جواب میں اسی رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہئے تھا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو رینڈل! لیکن تم نے یہ نہیں سوچا کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟"

"تمہارا ردعمل میری فہم سے بالاتر ہے۔ تمہارے ظرف پر بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ اب تم ریٹائر ہو جاؤ۔ تنظیم تمہارے قابو سے باہر ہو گئی ہے۔ جب ماتحت حکم عدولی پر اتر آئیں تو سربراہ کو ریٹائرمنٹ کے امکانات پر نہ صرف غور کرنا چاہئے بلکہ رضاکارانہ طور پر ریٹائر ہو بھی جانا چاہئے۔"

"میں سمجھا نہیں تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" رینڈل نے الجھ کر کہا۔

"تم نے جونز کو حکم دیا تھا کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ دیا جائے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے تم نے یہ حکم اس لئے دیا تھا کہ تمہیں اپنے ماتحتوں کی صلاحیتوں پر یقین نہیں تھا۔ تمہیں شبہ تھا کہ میں ان کے کسی بھی وار سے بچ نکلوں گا۔ اس کے علاوہ تم مجھے احساس کمتری سے بھی دوچار کرنا چاہتے تھے..... میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"میں نے جونز کو حکم دیا تھا کہ تمہیں یا تمہارے کسی ساتھی کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے اور میرے حکم کی من و عن تعمیل کی گئی تھی۔"

"تمہاری خوش فہمیاں تمہیں لے ڈوبیں گی رینڈل! اس نے تمہارے حکم پر عمل نہیں کیا تھا اور اسی کے نتیجے میں ایڈ... گورائے میں ہولناک تباہی سے دوچار ہونا پڑا۔"

رینڈل مجھے بے یقینی سے دیکھنے لگا "یہ کیسے ممکن ہے۔ جونز میں اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ میری حکم عدولی کرے..."

"عمارت سے باہر نکلتے ہی مجھ پر قاتلانہ حملے کی کوشش... تھی" میں نے کہا "اس نے جو حملہ کرایا تھا وہ تو ناکام ہو گیا... ناکام نہیں ہوا۔ تم جانتے ہو۔"

"ہاں میں جانتا ہوں..... قید سے رہا ہونے کے بعد تم... جس قدر نقصانات پہنچائے ہیں ان کی تلافی کے لئے بچا... بھی ناکافی ہیں لیکن شی گورائے میں ہونے والے نقصانات کا... دار جونز ہے۔ اسے اس کی سزا ملے گی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "کیا... ہوگا؟"

"ہاں..... میرا یہی خیال ہے۔ اس لئے کہ عمارت کی... جو ہیلی کاپٹر تھا اس کا ملبہ نہیں ملا۔ جونز وہاں سے فرار ہو... کامیاب ہو گیا تھا۔"

"قطعی غلط خیال ہے۔ جونز نے فرار ہونے کی کوشش... تھی مگر میں نے اسے فرار بھی نہیں ہونے دیا۔ وہ میری قید... اور مجھ سے الجھنے کے نتیجے میں وہ معذور ہو گیا ہے۔ مجھے افس... تم اسے کوئی سزا نہیں دے سکو گے۔"

"اوہ! میں سمجھا تھا کہ جونز فرار ہونے میں کامیاب ہو گ..." رینڈل کے لہجے میں مایوسی کی ہلکی سی جھلک تھی۔

"شی گورائے کی حکومت میں تم لوگ غیر معمولی حد تک... ہو۔ تمہیں یقیناً اطلاع مل گئی ہوگی کہ ایک ویرانے سے ہیلی... ملبہ برآمد ہوا ہے؟"

"مجھے اطلاع مل گئی تھی مگر میں یہی سمجھا تھا کہ ہیلی... نے خود تباہ کیا ہے تاکہ کوئی اور اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔"

"تم نے اگر یہ سوچنے کی زحمت کی ہوتی کہ میں میلی نو... کس طرح پہنچا تو تم خود ہی سمجھ جاتے کہ یہ کارنامہ میں... طرح انجام دیا ہے۔"

رینڈل نے چونک کر مجھے دیکھا "تمہاری جگہ کوئی اور... میں اسی انداز میں سوچتا لیکن تمہارے ذرائع کے بارے... سے کچھ کہنا مشکل ہے تاہم یہ امر تشویش ناک ہے کہ جونز... ہاتھ لگ گیا۔"

"تمہاری تشویش برحق ہے رینڈل! جونز سے مجھے بڑی... باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ وہ ایک احمق آدمی ثابت ہوا... کمان کی ہدایات پر بے چون و چرا عمل کرتا تو میں اتنی... کامیابی حاصل نہ کر پاتا۔"

"معاملات بہت زیادہ الجھ گئے ہیں" اچانک رینڈل...

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

...ہم زیادہ خون خرابے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم ...ہی میں صلح کر لیں۔"

رینڈل کی بات سن کر کیرولین چونکی تھی مگر اس نے نگاہ اٹھا کر ...ینڈل کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"غالباً یہی وہ بات تھی جو تم کیرولین کے سامنے نہیں کرنا ...چاہتے تھے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "اسی لئے تم کیرولین کو واپس ...بھیجنے کے درپے تھے۔"

"میں مصالحت کی بات کر رہا ہوں" رینڈل نے میرے تبصرے ...پر توجہ دیے بغیر کہا "انسانی خون اتنا ارزاں نہیں ہوتا کہ اسے ...بلاوجہ بہایا جاتا رہے۔"

"تمہارے منہ سے یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ کوئی اور بات ...کرو۔ کوئی ڈھنگ کا موضوع نہ سجھائی دے رہا ہو تو موسم ہی پر کچھ ...تبصرہ کر ڈالو۔"

"میں سنجیدہ ہوں علی! میں نے خواہ مخواہ ہی اتنا بڑا خطرہ مول ...نہیں لیا....."

"مجھے معلوم ہے تم سنجیدہ ہو۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "یہ بھی جانتا ہوں کہ تم مصالحت پر کیوں آمادہ ہو اور اس بات ...سے بھی واقف ہوں کہ تم میں اور تمہارے اس ٹولے میں جسے تم ...نے اینگلز کا نام دے رکھا ہے کتنی انسانیت ہے۔ یہ حقیقت بھی مجھ ...پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ صیہونیت کے علم بردار بارود کے ...ڈھیر پر بیٹھ کر امن کی باتیں کرتے ہیں۔ عالمی پیمانے پر دہشت گردی کرنے والوں کے منہ سے انسانیت کی بات سن کر تو سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی بھی اپنی سنجیدگی برقرار نہیں رکھ سکے گا۔ میں تو خود کو کوئی ایسا خاص سنجیدہ آدمی بھی نہیں سمجھتا۔"

"ماضی کی غلطیاں گنوانے کے بجائے مستقبل کی بات کرو۔ ضروری تو نہیں کہ ماضی میں جو کچھ ہوتا رہا وہی مستقبل میں بھی دہرایا جاتا رہے؟"

"ماضی کے بعد مستقبل سے پہلے ایک اور چیز آتی ہے مسٹر رینڈل! اگر آپ برا نہ مانیں تو ہم پہلے حال پر بات کر لیں۔"

"ضرور کرو" رینڈل نے جوشیلے انداز میں کہا "کیا میرا یہ جذبہ کم ہے کہ میں اپنی زندگی کو داؤ پر لگا کر تم سے مذاکرات کرنے تمہارے پاس آ گیا۔"

"مجھے افسوس ہے رینڈل! تم سنجیدگی کے صرف دعوے کر رہے ہو ورنہ درحقیقت تم نے مسخرے پن کی انتہا کر رکھی ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ تمہارے سامنے کون بیٹھا ہے تم مجھے بچوں کے سے انداز میں بہلانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"میں نے کون سی بات غلط کہی ہے۔ کیا تم سے اس طرح مل کر میں نے اپنی زندگی خطرے میں نہیں ڈالی۔"

"درحقیقت تم اس وقت پوری طرح میرے رحم و کرم پر ہو لیکن تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ درست نہیں ہے۔ کچھ دیر قبل تم خود اعتراف کر چکے ہو کہ تم نے یہاں آنے سے قبل اپنی حفاظت کے مکمل انتظامات کر لئے تھے۔ تمہاری نظر میں وہ حفاظتی انتظامات ضرور مکمل ہوں گے لیکن میں جانتا ہوں کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے..."

"میں تم سے گفت و شنید کرنے کے بجائے دھوکے سے تمہیں ختم بھی کر سکتا تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ کیا یہی ایک بات میرے خلوص کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؟"

"میری زندگی اس وقت تمہاری ضرورت ہے رینڈل!" میں نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا "ایبرن ہال کا بڑبولا کامیابیوں کی شاہراہ پر اتنا آگے بڑھ چکا ہے کہ تمہارے پاس اس سے صلح کرنے کے سوا کوئی راستہ ہی نہیں بچا تھا۔ تم میری قوتِ تجزیہ سے واقف ہو۔ جزیرۂ مرگ پر میں نے اس کا مظاہرہ کر کے تمہیں حیرت میں ڈال دیا تھا۔ مجھے تعجب ہے کہ اس کے باوجود تم مجھ سے ایسی بے سروپا باتیں کر رہے ہو۔"

"مجھے اعتراف ہے علی! تم بڑی باریک بینی سے تجزیہ کرتے ہو لیکن ہر تجزیے کا درست ہونا لازمی تو نہیں ہوتا۔ کبھی آدمی غلطی بھی کر سکتا ہے۔"

"اس موقع پر میں کوئی غلطی نہیں کر رہا" میں نے مسکرا کر کہا "تم میرے پاس نہیں آئے ہو بلکہ مجھے گھیر کر یہاں بلوایا گیا ہے۔ یہ شریفانہ طریقہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ تم میری عدم موجودگی میں میرے کمرے میں گھسے اور پھر باتھ روم میں چھپے میرے منتظر تھے۔"

"ہرگز نہیں..... مجھے اعتراف ہے کہ یہ کوئی شریفانہ طریقہ نہیں ہے لیکن یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ باتھ روم سے برآمد ہوتے ہی میں تمہیں گولی کا نشانہ بنا دیتا۔ جس پوزیشن میں تم تھے اس میں تم اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتے تھے۔"

"یہ محض تمہاری خام خیالی ہے رینڈل! گولی سے نشانہ تو بے حد مشکل کام ہوتا ہے۔ تم تو مجھے بم سے بھی ہلاک نہیں کر سکے تھے۔ یاد نہیں، تم نے میری کار میں بم فٹ کرایا تھا؟"

"اس وقت تم ہوشیار تھے مگر اس وقت تم بے خبری میں مارے جاتے۔"

"نہ میں پہلے بے خبر تھا رینڈل اور نہ اس وقت ہوں۔ میں اتنا تو اب بھی بتا سکتا ہوں کہ خطرہ اس طرف سے ہے" میں نے کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

رینڈل نے خود پر قابو رکھنے کی بے حد کوشش کی مگر اس کے باوجود میں نے اس کی آنکھوں میں رونما ہونے والے تغیر کو محسوس کر لیا "اس طرف تو کھڑکی ہے" اس نے سرسری انداز میں کہا "اور وہ بھی آٹھویں منزل پر..... باہر اتنی جگہ بھی نہیں ہے کہ کوئی اس پر پاؤں ہی ٹکا سکے۔ اس طرف سے تمہیں کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟"

"میلی نوف کے کمرے کی کھڑکی بھی تو ایسی ہی تھی" میں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

معنی خیز لہجے میں کہا "کیا وہ کھڑکی باہر سے آنے والی گولی کو روک سکی تھی۔"

"مجھے نہیں معلوم میلی نوف کے ساتھ کیا ہوا تھا" رینڈل نے کہا مگر میں اس پر گہری نظر رکھے ہوئے تھا۔ میرے اس جملے نے بھی اس پر گہرا اثر کیا تھا۔

"تم دنیا کے بے خبر ترین آدمی ہو رینڈل" میں نے ہنس کر کہا "حالانکہ وہ واقعہ رونما ہونے کے فوراً بعد میلی نوف نے تمہیں مکمل تفصیلات سے آگاہ کردیا تھا۔"

"تت..... تم کیا بلا ہو۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ....."

"میں نے تم سے کہا ہے کہ میں ہربات کا تجزیہ کرکے نتائج اخذ کرتا ہوں۔ یہ بھی میرا تجزیہ ہی ہے۔"

"میں نہیں مانتا" رینڈل نے بے یقینی سے کہا "تم نے یقیناً میلی نوف کے کمرے میں کوئی ایسا آلہ چھپادیا تھا جس کے ذریعے۔"

"وہ تو تمہیں اطلاع دینے سے قبل ہی برآمد کرلیا گیا تھا..... کیوں کیرولین؟"

کیرولین گڑبڑاگئی "مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"تمہیں کچھ نہیں معلوم' میلی نوف کچھ نہیں جانتا' جونز بھی ہر بات سے ناواقف تھا' مادام کلارا کے علم میں بھی کچھ نہیں تھا۔ یہی حال ڈیوڈ ریان اور نکیتا کا بھی تھا اور سب سے بڑھ کر یہ تمہارے موشے ہاورڈ تو دنیا کے سب سے زیادہ معصوم آدمی ہیں" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "سمجھ میں نہیں آتا کہ میرے نزدیک آنے والا ہر شخص اس قدر بے خبر کیوں ہوتا ہے؟"

کیرولین کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں میری طرف دیکھ رہی تھی اور رینڈل شاید مزید گفتگو کرنے کے لئے کوئی نیا لائحہ عمل مرتب کررہا تھا۔

"اس شخص کو جانتی ہو" اچانک میں نے رینڈل کی طرف اشارہ کرکے کیرولین سے کہا "اسے جانتی ہو یا اس سے بھی ناواقف ہو؟"

"یہ..... یہ موشے ہاورڈ ہیں" کیرولین نے ہکلا کر کہا۔

"اس کا نام رینڈل ہے اور اس کا ہمیشہ یہ خیال رہا کہ اگر اولیوہاورڈ نے مجھے ڈھیل نہ دی ہوتی تو میں زندہ نہ ہوتا۔ یہ مجھ سے اپنے غائبانہ اور روحانی استاد کا انتقام لینے کے لئے میدان عمل میں اترا تھا۔ اس سے پوچھو کہ اگر آج میں اس کے رحم وکرم پر ہوں تو یہ مجھ سے ہمیشہ کے لئے نجات کیوں حاصل نہیں کرلیتا؟"

"کم ازکم گفتگو کے آداب ہی ملحوظ رکھو" رینڈل نے نرم لہجے میں کہا "اس وقت میں خیرسگالی کے جذبے کے تحت تمہارے پاس آیا ہوں۔"

"تم ایس دن سے منسلک ہو۔ اس شخص کے کارناموں سے تم بے خبر نہیں ہوسکتیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس کے دل میں یک بیک میرے لئے خیرسگالی کے جذبات کس طرح پیدا ہوگئے؟"

"نہیں" کیرولین نے بے ساختگی سے کہا اور پھر خوف زدہ انداز میں رینڈل کی طرف دیکھا۔

"ایک سرایگل کو بچانے کے لئے یہ وقتی طور پر صلح کرنا چاہتا ہے" میں نے مسکرا کر کہا "ایس دن کے یہاں سے نکلتے ہی یہ دوبارہ دھوکے سے مجھے مارنے کی کوشش کرے گا۔"

"جو کچھ تم نے کہا یہ بدگمانی کے زمرے میں آتا ہے..."

"یہ تو بتادو کہ تمہیں اس خاص موقعے پر اس مصالحت کا خیال کیوں آیا اگر آ ہی گیا تھا تو تم نے خود کیوں زحمت کی۔ یہ پیغام تو تم اپنے کسی کارندے کے ذریعے بھی بھجوا سکتے تھے۔ نہیں رینڈل! مجھے افسوس ہے کہ مجھ پر تمہارا یہ حربہ کارگر نہیں ہوسکے گا۔ میں تم لوگوں کا نبّاض ہوں۔ خوب جانتا ہوں کہ کون سا کام کس نیت سے کیا جارہا ہے۔"

"میرا خود آنا تو اس بات کی دلیل ہے کہ میری نیّت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے" رینڈل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم نے تو بدگمانی کی انتہا کردی علی!"

"تم خوف زدہ ہوگئے تھے رینڈل!" میں نے زہریلے لہجے میں کہا "اگر یہی ماجرا کسی اور ملک کا ہوتا تو تمہارا ردعمل مختلف ہوتا مگر یہاں گوٹے ہل میں تم زیادہ ہاتھ پیر نہیں چلا سکتے۔ تمہیں خوف تھا کہ میں کہیں میلی نوف کو کوئی نقصان نہ پہنچادوں اگر ایسا ہوجاتا تو تمہیں گولڈن ایگل کی حیثیت سے معزول کردیا جاتا۔ اسی خوف کے باعث تم فوراً ہی گوٹے ہل دوڑے چلے آئے۔ میرے پاس خود آنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ تمہارے پاس ضائع کرنے کے لئے ایک لمحہ بھی نہیں ہے۔ تم جلد از جلد کوئی معاہدہ کرنے کے چکر میں ہو۔"

"اگر واقعی یہ بات ہوتی تو میں تمہیں ختم کرانے کی کوشش کرتا تاکہ یہ قصہ ہمیشہ کے لئے پاک ہوجائے۔" رینڈل نے دھیمی آواز میں کہا "مگر میں نے ایسا نہیں کیا..... شاید ایسا نہ کرکے میں نے غلطی کی ہے اسی لئے کہ تم میری نیت پر شک کررہے ہو۔"

"یہی تو پیچیدگی پیدا ہوگئی تھی ڈیئر رینڈل کہ میرا قصہ پاک کرنے سے معاملہ ختم نہیں ہورہا تھا۔ گوٹے ہل میرا گڑھ ہے یہاں اگر مجھے کوئی نقصان پہنچتا تو میلی نوف کا یہاں سے زندہ سلامت نکلنا محال ہوجاتا۔ یہی مجبوری تو تمہیں مجھ تک کھینچ لائی ہے۔ تم وہ شخص ہو جس نے ہمیشہ یہ کہا کہ اولیوہاورڈ نے مجھے ڈھیل دے کر غلطی کی اور آج میری زندگی تمہارے لئے بے حد قیمتی ہوگئی۔ اب تمہیں اندازہ ہوا کہ آنجہانی اولیوہاورڈ مجھے کیوں ڈھیل دیا کرتا تھا؟"

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ تم نے جو کچھ کہا وہ ٹھیک ہے" رینڈل نے ایک طویل سانس لے کر کہا "اب تم یہ بتاؤ کہ تمہارا جواب کیا ہے؟"

"میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں" میں نے کہا اور رینڈل دنگ رہ گیا۔

"یعنی..... یعنی تم میلی نوف کو اس کے اسٹاف سمیت گوٹے ہل سے صحیح سلامت نکل جانے دوگے؟" رینڈل نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

"بالکل نکل جانے دوں گا" میں نے سرہلا کر کہا "کاش تم نے اتنی لمبی تمہید نہ باندھی ہوتی اور مجھ سے ویسے ہی درخواست کردی ہوتی تو یہ بات اب سے کافی دیر قبل طے ہوگئی ہوتی۔"

رینڈل مجھے بے یقینی سے دیکھنے لگا "کہیں تم مجھے دھوکا تو نہیں دے رہے؟" اس نے مشکوک لہجے میں کہا۔

"میں یہودی نہیں' مسلمان ہوں" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "اور وعدہ خلافی کرنا مسلمانوں کی روایت کے خلاف ہے۔"

میرے اس تلخ جواب کو رینڈل نے بڑی خندہ پیشانی سے سنا۔ یوں جیسے میں نے یہودیوں کی ہجو نہ کی ہو' ان کی شان میں کوئی قصیدہ کہا ہو۔

"اس تعاون کے لئے میں تمہارا شکرگزار ہوں۔"

"خیال رہے کہ یہ تعاون صرف میلی نوف اور اس کے اسٹاف کی حد تک ہے" میں نے کہا اور رینڈل چونک پڑا۔

"کیا مطلب؟" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"مطلب یہ کہ تمہارے ساتھ میں کوئی رعایت نہیں کروں گا۔"

"میں تو اس وقت بھی تمہارے سامنے موجود ہوں۔"

"اس وقت تم میرے مہمان ہو' اس لئے اس وقت میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔"

رینڈل کچھ نہیں بولا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا "کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم مستقل بنیادوں پر صلح کرلیں؟" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"نہیں" میں نے نفی میں سرہلایا "وہ تو بہت دور کی بات ہے تم نے تو اب تک یہ بھی نہیں پوچھا کہ میلی نوف اور اس کے اسٹاف سے کوئی تعرض نہ کرنے کے عوض میرا مطالبہ کیا ہے؟"

رینڈل چونک کر مجھے دیکھنے لگا "میں سمجھا نہیں؟" اس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"اتنا بڑا کام میں یونہی تو نہیں کردوں گا۔ آخر میری بھی کوئی شرط ہوگی؟"

"ٹھیک ہے' تم اپنی شرط بتاؤ۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہاری شرط پوری کردی جائے۔"

"کوشش نہیں رینڈل! تمہیں وعدہ کرنا ہوگا ورنہ میں ذمے دار نہیں ہوں گا۔"

"بغیر شرط جانے میں وعدہ کس طرح کرسکتا ہوں" رینڈل نے بے بسی سے کہا "ممکن ہے تم کوئی ایسی شرط عائد کردو جسے پورا کرنا میرے اختیار میں ہی نہ ہو۔"

"ایسی کوئی شرط نہیں ہے" میں نے کہا "شرط بے حد آسان ہے مگر پہلے تم وعدہ کروگے پھر میں تمہیں اپنی شرط سے آگاہ کروں گا۔"

"اگر میرے اختیار میں ہوا تو تمہاری شرط ضرور پوری کروں گا" رینڈل نے کہا "اب تم جلدی سے اپنی شرط سے آگاہ کردو تاکہ ہمارا معاہدہ حتمی شکل اختیار کرجائے۔"

"وہ تمام چیزیں میرے حوالے کردو جو میرے خلاف استعمال ہوسکتی ہیں۔"

"یہاں میرے پاس ایسا کوئی مواد نہیں ہے....." رینڈل نے کہنا چاہا مگر میں نے اس کی بات قطع کردی۔

"مواد سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میں تو ہتھیاروں کی بات کررہا ہوں۔ الیکٹرونک اور لاسلکی آلات جن سے تم اس وقت مسلح ہوگے۔"

رینڈل نے ایک طویل سانس لی "ان میں سے کوئی چیز بھی اب تمہارے خلاف استعمال نہیں ہوگی..."

"میں بحث کے موڈ میں نہیں ہوں رینڈل!" میں نے خشک لہجے میں کہا "مجھے ہاں یا نہیں میں جواب چاہئے۔"

"میرے پاس فقط ایک پستول ہے" رینڈل نے جلدی سے جیب سے پستول نکالتے ہوئے کہا "یہ تم میری طرف سے تحفتاً رکھ لو۔"

"شعاعی پستول نہیں ہے" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جو کچھ تھا بس یہی تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔"

"اچھی طرح سوچ لو رینڈل... اگر اس کے علاوہ تمہارے پاس سے کچھ اور برآمد ہوا تو....." میں نے جملہ ادھورا چھوڑدیا۔

"یہ واحد چیز تھی جس سے تمہیں نقصان پہنچ سکتا تھا اور وہ میں نے تمہارے حوالے کردی۔"

"ایک ریسیور بھی ہے رینڈل جس پر تم نے میری اور کیرولین کی گفتگو سنی ہے" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" رینڈل نے چونک کر پوچھا۔

"محض اندازہ" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا "میں نے جان بوجھ کر کیرولین کو اپنے کمرے کا نمبر بتایا تھا۔"

"ریسیور میرے پاس نہیں ہے" رینڈل نے کہا "میں نے تمہاری گفتگو کہیں اور سنی تھی....."

"اور اس وقت تمہیں معلوم نہیں تھا کہ میں کون ہوں... کیوں' یہی بات ہے نا؟"

"ہاں' اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم علی یارخان ہو۔"

"لیکن جب اس کمرے میں تم نے مجھے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو تم نے مجھے پہچان لیا؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"ظاہر ہے' تم آواز بدل کے بول رہے تھے اس لئے آواز سے تو تمہیں شناخت کرنا ممکن ہی نہیں تھا۔"

"لیکن میں میک اپ میں بھی تو تھا۔ آواز کی طرح میں نے اپنی شکل بھی تو تبدیل کر رکھی تھی.....

"میک اپ میں کسی شخص کو شناخت کرنا آسان ہوتا ہے جبکہ محض آواز سن کر اور وہ بھی بدلی ہوئی آواز سن کر کسی شخص کی شناخت تقریباً ناممکن ہوتی ہے۔"

"تم بھول رہے ہو رینڈل کہ جونز میرے قبضے میں ہے اور میں نے اس کی زبان کھلوائی ہے۔"

"اس بات کا کیا مطلب ہوا؟" رینڈل نے چونک کر کہا۔

"اس کا مطلب ہوا اسمیل ڈیٹیکٹر SMELL DETECTOR جس کی مدد سے تم نے مجھے شناخت کیا ہے" میں نے ہنس کر کہا اور رینڈل پہلی بار اپنے تاثرات چھپانے میں بری طرح ناکام ہوا۔ اس کے چہرے پر مردنی سی چھا گئی تھی۔

"ٹھیک ہے علی! یہ بازی پوری طرح تمہارے ہاتھ رہی" اس نے سگریٹ کے پیکٹ کے برابر ایک سیاہ رنگ کی ڈبیا میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ تم رکھ لو لیکن یہ بھی یاد رکھنا کہ آئندہ میں تمہارے ساتھ ذرا بھی رعایت نہیں کروں گا۔"

"مت کرنا رینڈل! لیکن میں تمہارے ساتھ رعایت کروں گا۔ اس وقت تمہاری جاں بخشی کرنا پہلا مرحلہ ہے۔"

"تم وہ وقت بھول گئے جب گوٹے ہل ائرپورٹ پر میں نے کرنل شوالو کے میک اپ میں تمہیں بے ہوش کیا تھا۔"

"مجھے یاد ہے رینڈل! اپنی اس وقتی شکست پر میں بہت دنوں تک کڑھتا رہا تھا لیکن میری زندگی میں جو انقلاب آنا تھا اس کے لئے میرا اس وقت تم سے شکست کھا جانا ضروری تھا۔ قدرت کے نادیدہ ہاتھوں نے میری تربیت کے لئے یہ بندوبست کیا تھا اور تربیت بھی کس کے ہاتھوں" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "اپنے بدترین دشمن کے ہاتھوں.... آج وہ تربیت تمہارے ہی خلاف استعمال ہو رہی ہے۔"

رینڈل پہلو بدل کر رہ گیا۔ اس کی اتنی بے عزتی کبھی نہیں ہوئی ہو گی اور وہ بھی کیرولین کے سامنے جس کی ایگلز میں کوئی خاص حیثیت بھی نہیں تھی۔

"میں نے ایک عجیب نتیجہ اخذ کیا ہے علی!" رینڈل نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا "تمہاری کامیابی کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم پس پردہ رہتے ہو....."

"پس پردہ تو تم بھی رہتے ہو...."

"میں تو صرف ایک فرد ہوں۔ پوری تنظیم تو تمہارے سامنے موجود ہے لہٰذا تم ہمیں ناقابل تلافی نقصانات سے دوچار کرتے رہتے ہو۔"

"موشے ہاورڈ کے منہ سے ایسی باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں" میں نے سادگی سے کہا۔

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب تنظیم کو تمہارے مقابل سے ہٹالیا جائے گا۔"

"کیسی عجیب بات ہے۔ میں نے تمہارے مقابلے میں تنظیم کھڑی کی تو تم نے اس کے برعکس فیصلہ کر لیا۔"

"تم فالکن کی بات کر رہے ہو" رینڈل مسکرایا "اگر ہمارے پاس اسمیل ڈیٹیکٹر نہ ہوتا تو ہم کبھی ایڈم ڈی فلوک کی اصلیت نہ جان پاتے۔"

"تم خود پر بہت نازاں تھے رینڈل! یاد ہے تم نے فرانس میں تہذیب کو دھوکا دیا تھا۔ تمہارا دعویٰ تھا کہ کوئی تمہارے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہیں کر سکتا۔"

"وہ باتیں پرانی ہوئیں۔ اب زمانہ ترقی کر گیا ہے لیکن میں تمہیں وارننگ دے رہا ہوں۔ تم پر آئندہ حملہ بے حد شدید ہو گا۔"

"تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں میلی نوف کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنے پر اتنی آسانی سے کیوں رضامند ہو گیا؟"

رینڈل مجھے الجھی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا اس نے اس پہلو پر غور ہی نہیں کیا تھا۔

"تمہاری یہ الجھن بھی میں خود ہی دور کروں گا ورنہ تم تو کوڑھ مغز آدمی ہو۔ موٹی سی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ مجھے میلی نوف کے ذریعے تم تک رسائی حاصل کرنا تھی۔ میرا مقصد حل ہو گیا۔ اب میں اس سے سروکار رکھ کے کروں گا بھی کیا؟"

"ٹھیک ہے ہم دونوں کے مقاصد پورے ہو گئے" رینڈل نے اٹھتے ہوئے کہا "آؤ کیرولین....."

"کیرولین نہیں جائے گی۔ یہ بے چاری میلی نوف کے مظالم سے گھبرا کر ایک رات کے لئے میرے پاس آئی ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو علی!" رینڈل نے ناگواری سے کہا "کیرولین کو واپس جانے دو...."

"یہ فضول بات نہیں ہے۔ جو بات طے ہو گئی وہ طے ہو گئی۔ اب تو کیرولین صبح ہی یہاں سے جائے گی۔"

رینڈل نے مجھ پر جو نگاہ ڈالی اسے خونی ہی کہا جا سکتا تھا مگر اس نے مجھ سے نہ الجھنے کا فیصلہ کیا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں تمسخرانہ انداز میں رینڈل کو کمرے سے باہر جاتے دیکھتا رہا۔

"اب کیا خیال ہے کیرولین؟" رینڈل کے چلے جانے کے بعد میں نے مسکرا کر کہا "رات یہیں گزارو گی یا...." میں نے معنی خیز انداز میں جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

کیرولین کے چہرے پر اس قسم کے تاثرات دکھائی دیئے جیسے اس کے سر سے کوئی بڑا بوجھ ہٹ گیا ہو۔ یہ واضح طور پر رینڈل کے چلے جانے کا اثر تھا۔ اس کے سامنے وہ بری طرح مرعوب تھی تاہم

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے محسوس کیا کہ اس کے انداز میں اب بھی ہچکچاہٹ میرے سوال کی وجہ سے نہیں ہے۔

"تمہارے گلے میں پڑا ہوا یہ لاکٹ مجھے بہت پسند آیا" اچانک میں نے کیرولین سے کہا "ذرا یہ لاکٹ تو دکھانا۔"

"یہ... یہ میری والدہ کی نشانی ہے..."

"میں نے تم سے کہا ہے یہ لاکٹ اتار کر مجھے دکھاؤ۔ یہ نہیں پوچھا کہ یہ کس کی نشانی ہے" میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا اور کیرولین نے جلدی سے لاکٹ اتار کر میری طرف بڑھادیا۔

"یہ لاکٹ کسی کی نشانی نہیں ہے کیرولین" میں نے لاکٹ کا معائنہ کرنے کے بعد کہا "تمہیں اتنا احساس بھی نہیں ہے کہ تم مجھے بے وقوف نہیں بنا سکو گی حالانکہ ابھی تم دیکھ چکی ہو کہ میرے ہاتھوں رینڈل کا کتنا برا حشر ہوا ہے۔"

کیرولین بری طرح نروس ہوگئی تھی مگر اس پر توجہ دینے کی زحمت کئے بغیر میں لاکٹ کو اپنے ہونٹوں کے قریب لے آیا "میں اس لاکٹ کو ضائع کررہا ہوں۔ تم جو کوئی بھی ہو میری تم سے درخواست ہے کہ صبح تک میرے معاملات میں مداخلت نہ کی جائے ورنہ نتائج کی ذمے داری مجھ پر نہیں ہوگی" میں کیرولین کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور پھر میں نے لاکٹ کو اس طرح ضائع کیا کہ اس میں نصب ٹرانسمیٹر کے سالم بچ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"یہ لو" میں نے لاکٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اب ہم کھل کر گفتگو کرسکیں گے۔"

"م... میں معافی چاہتی ہوں مسٹر علی! مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے مقابل آپ ہیں۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا" میں نے نرم لہجے میں کہا "میں نے رینڈل کو ایسے ہی چلا جانے دیا تو تمہیں کیا کہوں گا' آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

"مجھے... مجھے واپس چلا جانے دیں جناب..."

"ابھی نہیں" میں نے مسکرا کر کہا "تھوڑی دیر بعد بھی اگر تمہاری یہی خواہش رہی تو میں تمہیں چلا جانے دوں گا۔"

"میرا دل گھبرا رہا ہے جناب۔ ایسا لگ رہا ہے میرا دم گھٹ جائے گا۔"

"تم نے خواہ مخواہ دل پر گھبراہٹ طاری کرلی ہے۔ یہ آپ جناب چھوڑو اور بے تکلفی سے باتیں کرو اگر یہاں دل گھبرا رہا ہے تو ہم ہوٹل سے باہر کھلی فضا میں بھی چل سکتے ہیں۔"

"ن... نہیں۔ میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی" کیرولین نے گھبرا کر کہا۔

"تم مجھ سے ڈر رہی ہو" میں نے ہنس کر کہا "حالانکہ میں انتہائی بے ضرر آدمی ہوں۔ شدید مجبوری کے بغیر کسی پر ہاتھ نہیں اٹھاتا۔"

"تو پھر سب آپ سے اس قدر خوف زدہ کیوں رہتے ہیں؟" کیرولین نے بے ساختہ کہا اور پھر اس طرح میری طرف دیکھا جیسے اس کے منہ سے کوئی غلط بات نکل گئی ہو۔

"سب نہیں' صرف یہودی" میں نے مسکرا کر کہا "اور یہودیوں میں بھی وہ جو تخریب کار ہیں۔ دہشت گردیوں میں ملوث ہیں۔ میں ان کے لئے موت کی علامت ہوں۔"

"تب تو مجھے بھی آپ کی طرف سے خطرہ ہے۔"

"ہرگز نہیں' تم کسی تخریب کاری میں ملوث نہیں ہو تم تو میلی نوف کی ملازم ہو۔ تمہیں کیا معلوم کہ عالمی سیاست کیا ہے۔ تم نے تصویر کا صرف ایک رخ دیکھا ہے' اگر تم دونوں رخ دیکھ لو تو ممکن ہے تمہیں یہودیوں سے نفرت ہوجائے' کچھ پیو گی؟"

"کولڈ ڈرنک منگوا لیجئے' میرا حلق خشک ہورہا ہے۔"

میں نے فون پر روم سروس کو کولڈ ڈرنک کا آرڈر دیا "میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ابھی تک مجھ سے خوف زدہ ہو۔ شاید اس خیال سے کہ تمہیں میرے ساتھ شب بسری کرنی پڑے گی؟"

جواب میں کیرولین صرف ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔

"تمہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ میں کوئی عیاش آدمی نہیں ہوں" میں نے خشک لہجے میں کہا "میں نے تمہیں صرف اس لئے روکا ہے کہ مجھے تم سے کچھ اہم باتیں کرنی ہیں۔ تم دیکھ چکی ہو کہ رینڈل جیسا شخص بھی مجھ سے جھوٹ نہیں بول پارہا تھا۔ اس لئے جو کچھ میں پوچھوں اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دینا۔"

"آپ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں مسٹر علی! وہ لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"مجھے بہت بے ضرر قسم کی معلومات درکار ہیں۔ بے فکر رہو تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔"

کمرے میں ویٹر کی آمد کی وجہ سے گفتگو کا سلسلہ تھوڑی دیر کے لئے منقطع ہوگیا پھر ویٹر کولڈ ڈرنک کے گلاس میز پر رکھ کر چلا گیا تو میں نے دوبارہ گفتگو شروع کی "میلی نوف کی ایس ون والی حیثیت سے کتنے لوگ واقف ہیں؟"

"میرے علاوہ انہوں نے یہ بات کسی اور کو نہیں بتائی۔ کم از کم میرے علم میں تو یہی ہے۔"

میں نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا "کیا رینڈل پہلے سے گوٹے ہل میں موجود تھا؟"

"نہیں" کیرولین نے نفی میں سر ہلایا "موشے ہاورڈ گوٹے ہل میں نہیں تھے۔"

"گویا وہ بعد میں یہاں پہنچا ہے' اسے کیا اطلاع دی گئی تھی؟"

"مسٹر میلی نوف نے ان سے کہا تھا کہ کوئی شخص ان کی ایس ون والی حیثیت سے واقف ہوگیا ہے۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب رینڈل کو یہ اطلاع ملی تو اس وقت وہ کہاں تھا؟"

"مثی گورائے اور گوٹے ہل کی سمندری حدود سے باہر بین الاقوامی سمندری حدود میں" کیرولین نے جھجکتے ہوئے کہا۔

میں نے معنی خیز انداز میں سر کو جنبش دی "پھر تو یقیناً اس نے یہاں پہنچنے کے لئے ہیلی کاپٹر استعمال کیا ہوگا؟"

"مجھے یہ بات نہیں معلوم۔ بس موشے ہاورڈ کی طرف سے مجھے یہ لاکٹ بھجوایا گیا تھا کہ میں اسے ہر وقت پہنے رہوں۔"

"ٹھیک ہے کیرولین! فی الحال تو ہمارے درمیان ایک معاہدہ طے پاگیا ہے لیکن ممکن ہے مستقبل میں مجھے میلی نوف سے رابطہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو اس لئے تم مجھے ہر اس ذریعے سے آگاہ کردو جس پر عمل کرکے میلی نوف سے فوری رابطہ قائم کیا جاسکے۔"

کیرولین نے مجھے میلی نوف کے کئی فون نمبر اور ایڈریس لکھ کر دیے اور بولی "کیا آپ کو معلوم تھا کہ میرے پاس کوئی ایسا ٹرانسمیٹر ہے جس کے ذریعے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کہیں اور سنی جاسکتی ہے؟"

"مجھے صرف شبہ تھا اور اپنے اس شبہے کی تصدیق کرنے کے لئے میں نے وہ حرکت کی تھی یعنی تمہیں اس کمرے کا نمبر بتایا تھا۔ جب میں نے رینڈل کو یہاں موجود پایا تو مجھے یقین ہوگیا کہ میرا شبہ غلط نہیں تھا۔ اب تم آرام کرو" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "میں تو رات کو یہاں نہیں رہوں گا لیکن تمہیں رات اسی کمرے میں گزارنی ہے۔ اس دوران تم باہر کے کسی فرد سے کسی بھی قسم کا رابطہ نہیں رکھو گی' فون کے ذریعہ بھی نہیں' سمجھ گئیں۔"

"سمجھ گئی" کیرولین نے مردہ سی آواز میں کہا "لیکن اگر کوئی فون آجائے تو..."

"تم فون ریسیو نہیں کرو گی۔ اگر تم نے میری کسی بھی بات کی خلاف ورزی کی تو مجھے اس کی اطلاع ہوجائے گی۔"

"م... میں کوئی خلاف ورزی نہیں کروں گی لیکن جب میں واپس جاؤں گی تو مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا جائے گا..."

"ان سے کہہ دینا کہ میں نے رات اس کمرے میں تمہارے ساتھ گزاری تھی۔ کس طرح گزاری' یہ تمہاری مرضی پر ہے۔"

"تمہارے عزائم مجھے اچھے نہیں معلوم ہورہے۔ تم انہیں دھوکے میں رکھنا چاہ رہے ہو کہ رات بھر..." کیرولین خاموش ہوکر فون کی طرف دیکھنے لگی جس کی گھنٹی بج رہی تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف بڈ تھا۔ میری آواز پہنچاننے کے بعد اس نے کہا "وہ اسکائی لین کے بنگلہ نمبر [illegible] میں گیا ہے۔"

"وہ کون؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"وہی جو تمہارے کمرے سے نکلا تھا۔ اسے صحیح سلامت نکلتے دیکھ کر میرے تو ہوش ہی اڑ گئے تھے۔ میں سمجھا تھا کہ کہیں خدا نخواستہ اس کے ہاتھوں..."

"تم جانتے ہو وہ کون ہے؟" میں نے بڈ کی بات کاٹ کر کہا۔

"کمرے سے نکلتے وقت وہ میک اپ میں نہیں تھا۔ میں نے اس کی ایک ہی جھلک دیکھی تھی لیکن میں اسے پہچان گیا۔ کمرے سے نکلتے ہی اس نے اپنے چہرے پر ایک ماسک پہن لیا تھا۔"

"تم کہاں سے بات کررہے ہو؟"

"میں ہوٹل میں واپس آچکا ہوں" بڈ نے شرارت آمیز لہجے میں کہا "میں نے سوچا تمہیں مطلع کردوں اس لئے کہ ایک حسین و جمیل لڑکی..."

"بکواس مت کرو۔ میں آرہا ہوں۔"

فون بند کرکے میں کیرولین کی طرف مڑا "میں جارہا ہوں کیرولین! میری ہدایات یاد رکھنا۔ خلاف ورزی کی صورت میں کسی بھی بات کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔"

وہاں سے نکل کر میں تہذیب کے کمرے میں پہنچا "تم تو دھماکے کرتے پھر رہے ہو" تہذیب نے مجھے دیکھتے ہی کہا "ایک ہی جھٹکے میں رینڈل کو ہل سے باہر نکال لائے۔"

"یہ تمہاری مادام کلارا تو کہہ رہی تھیں کہ رینڈل چھپا چھپا پھر رہا ہوگا" میں نے کہا۔

"اور تم نے کہا تھا کہ وہ تمہاری گھات میں ہوگا" کلارا نے ہنس کر کہا "مجھے اعتراف ہے کہ میرا تجزیہ غلط اور تمہارا درست ثابت ہوا مگر تم اسے اتنی جلدی ہل سے نکالنے میں کیسے کامیاب ہوگئے؟"

"کسی سپرایگل کا بے نقاب ہوجانا مذاق نہیں ہے۔ میلی نوف نے پہلی فرصت میں رینڈل کو اس سانحے سے آگاہ کیا اور وہ فوراً ہی یہاں دوڑا چلا آیا۔"

"لیکن مجھے تو اس بات پر حیرت ہے کہ نہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا اور نہ اسے" ڈیوڈ ریان نے کہا "سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کس قسم کی دشمنی ہے۔ تم نے اسے کیوں نکل جانے دیا؟"

"چیف اس قسم کی عنایات کرنے کے اسپیشلسٹ ہیں" بڈ بولا۔

"مگر رینڈل تو نہیں ہے۔ وہ تو ایک سفاک شخص ہے جس کی لغت میں رحم کا لفظ ہے ہی نہیں۔" ڈیوڈ نے کہا۔

"اس کا جواب تو چیف ہی دے سکتے ہیں۔"

"اس وقت اس کے نزدیک اہم ترین بات یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو ایس ون کو تحفظ فراہم کیا جائے..."

"تم تو پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ گوٹے ہل میں میلی نوف کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے" کلارا نے کہا۔

"رینڈل کو تو اس بات کا علم نہیں تھا۔ وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ میں ہر مصلحت بالائے طاق رکھ کر میلی نوف کو ٹھکانے لگادوں گا اس لئے وہ بوکھلاہٹ کے عالم میں میرے پاس آگیا۔ میرا اندازہ ہے کہ اس نے اپنی حفاظت کے لئے غیر معمولی انتظامات کررکھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھے۔"

"اس لئے تم نے اسے چھوڑ دیا" کلارا نے پوچھا۔

"نہیں، میں اس کے حفاظتی انتظامات سے خوف زدہ نہیں تھا بلکہ اسے اس طرح چھوڑ دینے کا مقصد اس پر اپنی برتری ثابت کرنا تھا۔"

"اس قسم کے نظریات نہایت احمقانہ ہوتے ہیں" ڈیوڈ ریان نے کہا "کیا اس نے تمہارے ساتھ کبھی کوئی رعایت کی؟"

"اسے یہ احساس دلانا ضروری تھا کہ وہ برتر نہیں ہے۔ میں اسے احساس کمتری میں مبتلا کر کے مارنا چاہتا ہوں۔ اسے اندھیرے سے روشنی میں لے آنا ہی ایک بڑا کارنامہ ہے" میں نے کہا پھر تہذیب کی طرف متوجہ ہو گیا "اب تم بتاؤ کہ اس طرف کیا صورت حال ہے۔"

"میں علی گروپ کے اراکین کو میدان عمل میں لے آئی ہوں۔ رینڈل کی نگرانی کرنا آسان کام نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو تہذیب! اس کی ہر نقل و حرکت ہمارے علم میں ہونی چاہئے۔"

"اس خیال سے میں نے رینڈل کی نگرانی پر علی گروپ کے تمام اراکین کو مامور کر دیا ہے۔ سب کی ڈیوٹیاں مقرر کر دی گئی ہیں۔"

میں نے تہذیب مالکم ایکس کو انچارج بنایا تھا اور اس نے بڑی خوب صورتی سے معاملات کو ہینڈل کیا تھا۔

"کل صبح سب سے پہلا کام یہ کرو کہ اسکائی لین کے بنگلہ ۸۴ کے بارے میں معلومات حاصل کرو" میں نے بڈ سے کہا "یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ وہ مکان کس کی ملکیت ہے، اگر کرائے پر دیا گیا ہے تو کب اور کسے کرائے پر دیا گیا ہے۔"

○☆○

"خانہ بدوشوں کی سی زندگی بسر کرتے تمہیں ایک عرصہ ہو گیا۔ اب تمہیں اپنا طرزِ زندگی تبدیل کر لینا چاہئے" ناشتے کی میز پر کیتھی براؤن نے مجھ سے کہا۔ میں اور تہذیب رات کو ہی ہوٹل سے واپس آ گئے تھے جبکہ بڈ ہوٹل میں ہی رہ گیا تھا۔ ڈیوڈ اور کلارا کے ساتھ۔

"میں سمجھا نہیں" میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں "خانہ بدوشی سے تمہاری کیا مراد ہے اور تم میرے طرزِ زندگی میں کس قسم کی تبدیلی دیکھنا چاہتی ہو؟"

"تمہارا کہیں ٹھکانا ہونا چاہئے۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ آج اس ملک میں کل اس ملک میں۔"

"تو یوں کہو کہ اب تم ہماری روز روز کی آمد سے تنگ آ چکی ہو" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور کیتھی براؤن بری طرح جھینپ گئی۔

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تو تمہارے بھلے کو کہہ رہی تھی۔ نہیں مانتے تو تمہاری مرضی۔"

"جو کچھ کہنا ہے وضاحت سے کہو نا۔ کہیں زمین لے لوں اور کوئی مکان بنا لوں یا اپنا کوئی کاروبار وغیرہ شروع کر دوں؟"

جنرل ٹیرس اور تہذیب بڑی دلچسپی سے ہماری باتیں سن رہے تھے۔ دونوں میں سے کسی نے بھی دخل اندازی کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"دیکھو مکان بنانا کوئی کمال نہیں ہے۔ مکان تو سب ہی بنا لیتے ہیں، کمال تو گھر بنانا ہے۔"

"غالباً تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ میں گھر بسا لوں، کیوں؟"

"ہاں" کیتھی نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی "میں یہی کہنا چاہ رہی تھی۔ آدمی کو اپنے لئے بھی تو کچھ وقت نکالنا چاہئے۔"

"تمہیں اس مشورے پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے" جنرل ٹیرس نے کہا "کیتھی براؤن کبھی کبھی تو عقل مندی کی بات کرتی ہے۔ کوئی اسے بھی نہ سنے تو بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔"

"وہ شخص اپنے لئے کیسے وقت نکال سکتا ہے جنرل جو خود کو کسی بڑے مقصد کے لئے وقف کر چکا ہو" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تم ہمیشہ یہی بات کہہ کر جان چھڑا لیتے ہو مگر آج ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے" جنرل نے کہا۔

"تمہارے عزائم مجھے اچھے نظر نہیں آ رہے" میں نے تشویش ناک لہجے میں کہا "ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے آج تم زبردستی میری شادی کرا دو گے" تہذیب ہمارے باتیں سن کر سرخ ہوئی جا رہی تھی مگر یوں لگ رہا تھا جیسے کسی کو اس کی پرواہ ہی نہ ہو۔

"ہم زبردستی تمہاری شادی نہیں کرائیں گے بلکہ زبردستی تم سے ہاں کرائیں گے" کیتھی براؤن نے کہا۔ جنرل کی شہ پا کر وہ شیر ہو گئی تھی۔

"تو میں نے انکار کب کیا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا "رضامند کرنا ہے تو اپنی سہیلی کو کرو۔"

"یہ دونوں ہی ایک جیسے ہیں کیتھی! ان سے مغز ماری کرنا بے کار ہے" جنرل ٹیرس نے کہا۔

"آج میں فیصلہ کر کے چھوڑوں گی" کیتھی نے غصیلے لہجے میں کہا "یہ لوگ ہر بار ٹال مٹول کر جاتے ہیں۔"

"اللہ خیر کرے" میں نے ہنس کر کہا "شاید اس کو کہتے ہیں بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔"

"بولو تہذیب! تمہارے کیا ارادے ہیں؟" کیتھی نے تہذیب سے کہا "علی تو تیار ہے اور اس نے فیصلہ تم پر چھوڑا ہے۔"

"اور میں فیصلہ علی پر چھوڑتی ہوں" تہذیب نے شرماتے ہوئے کہا اور میں سناٹے میں آ گیا۔ اس ایک جملے میں بہت کچھ تھا۔ وہ بھی جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

"میں تم سے کہہ رہا تھا نا کہ ان دونوں کے ساتھ مغز ماری کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ یہ یونہی ایک دوسرے کی آڑ لیتے رہیں گے۔ جب آدمی کو کچھ کرنا نہ ہو تو وہ دوسرے پر بات ڈال کر اپنی جان چھڑا لیتا ہے۔"

جنرل ٹیرس کا کہنا بھی درست تھا مگر اس نے تہذیب کے لہجے پر غور نہیں کیا تھا۔ اس کے انداز پر توجہ نہیں دی تھی۔ بات ایک ہی ہوتی ہے اس کے کہنے کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔ ہر انداز میں بات کا مطلب تبدیل ہو جاتا ہے۔ تہذیب نے جو بات کہی تھی اس کا مطلب صرف میں سمجھ پایا تھا۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن محروم رہے تھے۔ اس موضوع پر میرے اور تہذیب کے درمیان بارہا بات چیت ہوئی تھی مگر آج میری آنکھیں کھل گئی تھیں، اس کے جذبات کی شدت کا اندازہ آج ہوا تھا لیکن اس نے کبھی مجھ پر ظاہر نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ میری خاطر کتنی بڑی قربانی دے رہی ہے۔ اپنے ارمانوں، آرزوؤں اور تمناؤں کی قربانی۔

"تہذیب نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی ہے علی!" کیتھی براؤن نے جنگجویانہ انداز میں کہا "اب بولو تم کیا کہتے ہو؟"

"ایک بار پہلے بھی یہ کوشش ناکام ہو چکی ہے کیتھی!" میں نے سنجیدگی سے کہا "جب بیروت میں عین اس وقت جب ہماری شادی ہونے والی تھی......"

"مجھے معلوم ہے" کیتھی نے میری بات کاٹ کر کہا "اولیو ہاورڈ نے عین موقع پر تہذیب کو اغوا کرا لیا تھا لیکن اس موقع پر اس واقعے کا تذکرہ کرنے کا کیا مقصد ہے؟"

"اس وقت اولیو ہاورڈ تھا اور اب اس کا چیلا رینڈل ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تاریخ خود کو دہرائے اور میں ایک بار پھر کسی بڑی مشکل میں پھنس جاؤں۔"

"یہ تو جان بچانے والی باتیں ہیں" کیتھی نے کہا "جب آدمی کو کوئی کام نہیں کرنا ہوتا تو وہ اس قسم کے ہزاروں بہانے گھڑ لیتا ہے۔"

"علی کا موقف درست ہے کیتھی!" جنرل ٹیرس بولا "اس وقت علی کو اپنی توانائیاں رینڈل کے خلاف کام کرنے پر مرکوز رکھنے کی ضرورت ہے۔ رینڈل سے نمٹنے کے بعد میں تمہارے ساتھ مل کر علی پر دباؤ ڈالوں گا۔"

"میں یہ بات نہیں مانتی" کیتھی نے ہٹ دھرمی سے کہا "علی کا طریقہ کار دنیا سے نرالا ہے۔ اس نے ہمیشہ اولیو ہاورڈ کو ڈھیل دی اور اب رینڈل کے ساتھ بھی یہی کر رہا ہے اگر یہ صورت حال جاری رہی تو برسوں یوں ہی گزر جائیں گے اور کچھ نہیں ہو گا۔"

"کیتھی تو بڑی زبردست وکیل ہے" جنرل ٹیرس نے ہنس کر کہا "اس کے دلائل کو رد کرنا آسان نہیں ہے۔ اب تم بتاؤ ان دلائل کا توڑ کس طرح کرو گے؟"

"قبر کا حال تو مردہ ہی بہتر جانتا ہے جنرل!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "دور بیٹھ کر دوسروں پر تنقید کرنا بہت آسان بلکہ سب سے آسان کام ہے۔ جب اونٹ پہاڑ تلے آتا ہے تب اسے اپنی حقیقت کا ادراک ہوتا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" کیتھی حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گئی۔

"رینڈل کوئی حلوہ نہیں ہے" میں نے کہا "اس پر ہاتھ ڈالنے کے لئے لمبی منصوبہ بندی کرنی پڑے گی۔"

"یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں" کیتھی نے فاتحانہ انداز میں کہا "جب وہ تمہارے سامنے آیا تو تم نے اسے چھوڑ دیا اور اب بیٹھے منصوبہ بندیاں کرتے رہو گے۔"

"اگر اس پر ہاتھ ڈالنا اتنا ہی آسان ہوتا مادام کیتھی براؤن تو میں کل رات اسے یوں نہ نکل جانے دیتا" میں نے تلخی سے کہا "یہ وہ بات ہے جس کی میں وضاحت نہیں کر سکتا۔"

تہذیب نے چونک کر میری طرف دیکھا "ایسی کون سی بات ہے جس کی وضاحت کرنا تمہیں دشوار معلوم ہو رہا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"اس سلسلے میں عقلی دلائل یہ ہیں کہ رینڈل کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ وہ میری غیر معمولی صلاحیتوں سے نہ صرف واقف ہے بلکہ ان کا چشم دید گواہ بھی ہے۔ اس کے باوجود بھی وہ میرے پاس چلا آیا جبکہ یہ کام وہ کسی اور سے بھی لے سکتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ اس نے پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد ہی یہ قدم اٹھایا تھا اور ایسے میں اس پر ہاتھ ڈالنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔"

"صرف اس ایک بنیاد پر تم نے اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش ہی نہیں کی" کیتھی براؤن نے حیرت سے کہا "تم تو خطرات سے کھیل کر خوش ہوتے ہو۔ ایک کوشش کر لینے میں حرج ہی کیا تھا۔ ممکن تھا وہ تمہارے قابو میں آ ہی جاتا؟"

"ہر بات کا اپنا ایک موقع ہوتا ہے کیتھی براؤن! ایک موقع وہ ہوتا ہے جب ہم کہتے ہیں کہ ایک کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔ دوسرا موقع وہ ہوتا ہے جب ہم کہتے ہیں کہ چانس لینا خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔ زندگی میں وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو صحیح موقع پر صحیح قدم اٹھاتے ہیں۔ غلط قدم اٹھانے والے یا تو زندگی بھر ناکام رہتے ہیں یا پھر کوئی غلط قدم انہیں زندگی سے محروم کر دیتا ہے۔"

"میں وہ بات جاننے کی متمنی ہوں جس کی وضاحت کرنا تمہارے لئے دشوار ہے" تہذیب نے کہا۔

جواب دینے سے قبل میں نے تہذیب کو غور سے دیکھا "وہ بات یہ ہے تہذیب کہ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اگر میں نے رینڈل پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔"

میرا جواب سن کر تہذیب اچھل پڑی۔ کیتھی براؤن نے چونک کر مجھے دیکھا۔ جنرل ٹیرس کے چہرے پر بھی حیرت کے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تاثرات ابھر آئے تھے "کہیں ایسا تو نہیں کہ تم نے جان چھڑانے کے لئے یہ بات کہی ہو" چند لمحے بعد کیتھی براؤن نے لب کشائی کی۔

"کیسی باتیں کررہی ہو کیتھی!" جنرل ٹیرس بولا "جب یہ بات علی کہہ رہا ہے تو اس پر شبہ کرنا گناہ ہے۔"

"ہاں جنرل!" تہذیب نے کہا "یہ بات اب تک علی نے مجھے بھی نہیں بتائی تھی۔"

"ایسی بات بتانے سے کیا فائدہ تھا تہذیب جس کی میں خود کوئی وضاحت نہیں کرسکتا۔ بس مجھے اتنا معلوم ہے کہ میرے احساسات مجھے دھوکا نہیں دے رہے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے اصل خطرہ بیرونی رخ پر کھلنے والی کھڑکی کی طرف سے ہے۔ میں نے رینڈل سے اس کا اظہار بھی کیا تھا اور جواب میں اس کے چہرے پر جو تاثرات ابھرے ان کی روشنی میں' میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میرا شبہ غلط نہیں تھا۔ وہ ایک ہارا ہوا جواری تھا اور ہارا ہوا جواری بہت خطرناک ہوتا ہے۔ رینڈل کی ساکھ داؤ پر لگی ہوئی تھی اگر میں میلی نوف کو رعایت دینے پر تیار نہ ہوتا تو وہ اپنی جان کی پروا بھی نہ کرتا۔"

"تم نے اس کے بعد سے اب تک بھی اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کی" کیتھی نے کہا "تمہارے اس رویّے کو کیا کہا جائے گا۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اس پر ہاتھ ڈالنے کے لئے منصوبہ بندی کرنی پڑے گی۔ اس کا نام رینڈل ہے۔ وہ اسکائی لین کے چوراسی نمبر بنگلے میں ہماری آمد کا منتظر نہیں بیٹھا ہوگا کہ ہم آئیں اور اسے گرفتار کرلیں۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ یہ گوٹے ہل ہے اور وہ یہاں میرے اختیارات سے بخوبی واقف ہے۔"

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس معاملے میں کیتھی حق بجانب ہے اور تم زیادتی کے مرتکب ہورہے ہو" جنرل ٹیرس بولا "اگر تم اس انداز میں سوچتے رہے تو رینڈل کے خلاف کچھ نہیں کرسکو گے اور وہ ہمیشہ آزاد گھومتا رہے گا۔"

"تمہارے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"جب تمہیں علم ہے کہ وہ کس جگہ مقیم ہے تو تمہیں وہاں چھاپا مارنا چاہئے" جنرل نے کہا۔

"چونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس لئے یہ قدم میں تو نہیں اٹھا سکتا۔"

"میرا خیال ہے جنرل کا کہنا درست ہے" تہذیب بولی "اس وقت وہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ دوبارہ غائب ہوگیا تو اسے کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟"

"جب ایک آدمی کے خلاف تین آدمی ہم خیال ہوجائیں تو ایک آدمی بھلا کیا کرسکتا ہے" میں نے ہنس کر کہا "لہٰذا تم لوگوں کو اختیار ہے۔ اس موقع پر جو مناسب سمجھتے ہو کرو۔"

اس کے بعد ان تینوں میں بحث شروع ہوگئی۔ بحث اس بات پر ہورہی تھی کہ رینڈل کی گرفتاری کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ تینوں مختلف تجاویز پیش کررہے تھے۔ جب کافی دیر تک وہ کسی ایک بات پر متفق نہ ہوسکے تو مجھے دخل دینا پڑا۔

"تم لوگوں نے اس مسئلے کو اس قدر پیچیدہ کیوں بنالیا" میں نے کہا "سرچ وارنٹ کے ساتھ چند آدمی جاکر وہاں کی تلاشی لے لیں۔"

"اور اگر ہمارے خلاف مزاحمت کی گئی تو ۔۔۔؟" جنرل نے کہا۔

"مزاحمت کی قسمیں ہوتی ہیں جنرل!" میں نے سنجیدگی سے کہا "اور میرا خیال ہے حکومت ہر قسم کی مزاحمت سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔"

میری بات پر جنرل کچھ جھینپ سا گیا "ٹھیک ہے' میں انتظامات کرتا ہوں۔"

پھر ایک گھنٹے کے اندر اندر تمام تیاریاں مکمل ہوگئیں۔ پولیس نے پورے علاقے کو گھیرے میں لے لیا تھا اور اب اسکائی لین کے علاقے سے نہ کوئی باہر جاسکتا تھا اور نہ وہاں داخل ہوسکتا تھا۔

"چلو" تہذیب نے مجھ سے کہا۔

"میں" میں نے حیرت سے کہا "میں بھلا وہاں جاکر کیا کروں گا!"

"اچھا ٹھیک ہے" تہذیب نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا "آئندہ میں بھی اسی قسم کا جواب دیا کروں گی۔"

"اوہو تم تو ناراض ہوگئیں" میں نے گڑبڑا کر کہا "میرا یہ مقصد نہیں تھا۔۔۔"

"میں نے کبھی تم سے کوئی سوال کیا ہے؟" تہذیب نے جھنجلا کر کہا "اور تم میری ایک بات بھی نہیں مان سکتے۔"

"اچھا بابا چلو' میں چل رہا ہوں۔"

میں اور تہذیب ایک کار میں صدارتی محل سے نکل آئے۔ اس وقت ہم دونوں ہی میک اپ میں نہیں تھے۔

اسکائی لین کے علاقے کو چاروں طرف سے پولیس نے گھیر رکھا تھا۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے علاقے میں ڈاکوؤں کا کوئی اڈا ہو جس کی سرکوبی کرنے کا معرکہ درپیش ہو تاہم ہمیں بنگلہ نمبر ۸۴ تک پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں ہوئی۔ وہ لوگ ہمارا ہی انتظار کررہے تھے۔

"اب یہاں مجھ سے کچھ مت پوچھنا" میں نے تہذیب سے کہا "سب کچھ تمہیں خود کرنا ہوگا۔"

تہذیب نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا اور پھر ہم دونوں گاڑی سے اتر آئے۔ سادہ لباس میں ایک شخص نے ہمارا استقبال کیا تھا۔ یہ چھاپا غالباً اس کی نگرانی میں مارا جارہا تھا۔

"مجھے آپ کے چارج میں دیا گیا ہے میڈم ایکس" اس شخص نے نہایت سنجیدگی سے کہا "ہمارے پاس سرچ وارنٹ موجود ہے اگر آپ کہیں تو میں اپنے جوانوں کو نزدیک بلالوں؟"

"نہیں دور ہی رہنے دو" تہذیب نے کہا "ضرورت پڑی تو ہم انہیں نزدیک بلالیں گے۔"

اس کے بعد ہم تین افراد آگے بڑھے۔ تہذیب نے خود کال بیل کا بٹن دبایا تھا۔ دروازہ کھلنے میں ذرا دیر لگی۔ اس دیر کی وجہ سے تہذیب اور سادہ لباس والے کے انداز میں بے چینی محسوس ہونے لگی مگر میں اطمینان سے اپنی جگہ کھڑا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ میں ہر قسم کی صورت حال سے نمٹنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ میرا اندازہ ہی درست ثابت ہو۔

دروازہ کھلنے میں چند منٹ لگے۔ اس دوران تہذیب نے کوئی چار مرتبہ گھنٹی بجائی تھی اور پھر قریب تھا کہ وہ بنگلے میں داخل ہونے کے لئے کوئی اور حکم جاری کردیتی لیکن عین اس وقت بنگلے کا دروازہ کھلتا نظر آیا۔ دروازے میں سے سفید بالوں والا ایک معمر شخص نکل کر گیٹ کی طرف آتا دکھائی دے رہا تھا۔ میں اتنی دور سے بھی اندازہ کرسکتا تھا کہ اس کی عمر ساٹھ برس سے تو ہرگز کم نہیں ہوسکتی۔ اس نے شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا اور آنکھوں پر چشمہ تھا جس کے شیشے خاصے موٹے تھے۔

گیٹ کی ذیلی کھڑکی کھول کر وہ شخص باہر نکل آیا۔ اس کے چہرے پر جھریاں ہی جھریاں نظر آرہی تھیں اور اس کی عمر ستّر سال سے کم ہرگز نہیں تھی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اتنا کمزور نہیں لگ رہا تھا جتنا کہ لوگ اس عمر میں ہوجایا کرتے ہیں۔

اس نے بڑی حیرت سے ہم لوگوں کو دیکھا پھر بڑی شائستگی سے بولا "فرمائیے' آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

تہذیب نے سرچ وارنٹ اس کی طرف بڑھایا "ہمیں آپ کے بنگلے کی تلاشی لینی ہے۔"

اس نے کچھ کہے بغیر سرچ وارنٹ تہذیب سے لیا اور سرسری نظر ڈالنے کے بعد تہذیب کو واپس کرتے ہوئے بولا "مجھے حیرت ہے کہ میرے بنگلے کی تلاشی کی کیا ضرورت پیش آگئی تاہم میں سرکاری کام میں تو مداخلت نہیں کرسکتا۔ تشریف لائیے۔"

ہم لوگ اس کے عقب میں اندر داخل ہوگئے۔ تہذیب کے کہنے پر چند سادہ لباس والے اور آگئے تھے۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ لوگ تلاشی کس لئے لینا چاہتے ہیں؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ یہاں ایک ایسا شخص روپوش ہے جو اسٹیٹ کا مجرم ہے" تہذیب نے کہا۔

"حیرت ہے" بوڑھا بڑبڑایا "میرے علاوہ یہاں صرف میرا بیٹا رہتا ہے۔ کوئی ملازم تک نہیں ہے۔"

"آپ کا بیٹا کہاں ہے اور دروازہ کھلنے میں اتنی دیر کیوں لگی؟" تہذیب نے پولیس والوں کے سے انداز میں جرح کی۔

"میرا بیٹا سو رہا ہے۔ ہم لوگوں نے رات وی سی آر پر دو انگریزی فلمیں دیکھی تھیں۔ آج چھٹی ہے نا اور پھر رات ہم دیر سے سوئے تھے اس لئے اس کی آنکھ نہیں کھلی۔ وہ اپنی خواب گاہ میں ہوگا۔ میں اٹھ چکا تھا مگر ٹوائلٹ میں تھا اس لئے دروازہ کھلنے میں تاخیر ہوئی۔"

چند منٹ کے اندر اندر پورے بنگلے کو الٹ پلٹ دیا گیا۔ میں نے بھی تہذیب کے ساتھ مل کر تلاشی کے کام کی نگرانی کی مگر ان دونوں کے سوا وہاں کوئی ہوتا تو ملتا۔ بوڑھے کا بیٹا اٹھ گیا تھا اور خاصا برافروختہ تھا۔ بوڑھا مسلسل اسے پُرسکون رہنے کی تلقین کئے جارہا تھا۔ تہذیب اس ناکامی پر جھنجلائی ہوئی نظر آرہی تھی اور اس نے ان دونوں پر سوالات کی بوچھاڑ کردی تھی۔ وہ تو خیریت ہوئی کہ دونوں باپ بیٹوں کی جسمانی ساخت رینڈل سے بہت مختلف تھی ورنہ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ وہ ان پر میک اپ ہونے کا شبہ کر بیٹھتی۔

"اب ان کا پیچھا چھوڑو تہذیب!" میں نے دھیمی آواز میں کہا "تم ان سے کچھ معلوم نہیں کرسکو گی۔"

"میں اس آپریشن کی انچارج ہوں اور مجھے یقین ہے کہ یہ دونوں کچھ نہ کچھ ضرور جانتے ہیں" تہذیب نے کہا۔

میں تہذیب کو علیحدگی میں لے گیا اور اس سے کہا "تمہارا اندازہ درست ہے۔ یہ دونوں ضرور کچھ نہ کچھ جانتے ہیں مگر مجھے یقین ہے کہ یہ ہمیں کام کی کوئی بات نہیں بتا سکیں گے۔"

"کیوں؟" تہذیب نے کہا۔

"اس لئے کہ انہیں کام کی کوئی بات معلوم ہی نہیں ہوگی۔"

"کچھ بھی ہو میں انہیں چھوڑوں گی نہیں" تہذیب نے قطعیت کے ساتھ کہا۔

"کیوں خواہ مخواہ وقت ضائع کرتی ہو" میں نے کہا "ویسے ا[illegible] سے مغزماری کرنے کے بجائے کار پر توجہ دو۔ اگر کل رات کے بع[illegible] کار استعمال نہیں ہوئی تو اس میں سے رینڈل کی انگلیوں کے نشانات مل جائیں گے اور یہاں کار کی چابی بھی اہم ہے۔"

"ٹھیک ہے' میں سمجھ گئی" تہذیب نے جوشیلے لہجے میں کہا ا[illegible] پلٹ کر دوبارہ ان دونوں کے پاس پہنچ گئی "یہ کار کس کی ملکیت ہے؟" تہذیب نے باری باری ان دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی تو آپ کو کسی مجرم کی تلاش تھی" بیٹے نے چڑچڑے انداز میں کہا "یکایک کار سے کیوں دلچسپی پیدا ہوگئی؟"

"جو کچھ پوچھا جارہا ہے اس کا جواب دو" تہذیب نے سخت لہجے میں کہا۔

"یہ کار میری ملکیت ہے" اس نے بھنّا کر کہا "لیکن آپ[illegible] اس کار سے کیا غرض ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"آخری بار یہ کار کب استعمال کی گئی تھی؟" تہذیب نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"کل شام چھ بجے میں آفس سے اس کار پر واپس آیا تھا۔ اس کے بعد سے یہ یہیں کھڑی ہے۔"

"اور اس کی چابیاں؟"

"میرے کمرے میں سائڈ ٹیبل پر پڑی ہیں" اس نے ناگواری سے کہا۔

"ٹھیک ہے" تہذیب سادہ لباس والے کی طرف مڑی "کار اور کار کی چابیوں سے نشانات اٹھانے ہیں۔"

"بہت بہتر میڈم" سادہ لباس والے نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ بوڑھے اور اس کے بیٹے دونوں کے چہروں پر گھبراہٹ کے آثار نظر آنے لگے ہیں۔

"آخر معاملہ کیا ہے۔ آپ لوگ تو اس طرح تفتیش کر رہے ہیں جیسے کسی بہت بڑے مجرم کا معاملہ ہو۔"

"یہ اس سے بھی بہت بڑے مجرم کا معاملہ ہے جتنا تم تصور کرسکتے ہو" تہذیب نے کہا۔

ان دونوں کے چہروں کے رنگ اڑ گئے تھے اور وہ خوف زدہ نظروں سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ پھر باپ بیٹے کے درمیان آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارے ہوئے اور بوڑھے نے تہذیب سے کہا "مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔"

"جی فرمایئے" تہذیب نے کہا۔

"یہاں..... یہاں نہیں، علیحدگی میں" بوڑھے نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"علیحدگی میں کوئی بات نہیں ہوگی" تہذیب خشک لہجے میں بولی "جو کچھ بھی کہنا ہے یہیں کہہ دیجئے۔"

"بری بات ہے تہذیب!" میں نے دخل اندازی کی "ان کی بات سن لینے میں کیا حرج ہے؟"

"میں نہیں چاہتی کہ مجھے علیحدگی میں رشوت کی پیش کش کی جائے" تہذیب نے بے رخی سے جواب دیا۔

"آپ میرے ساتھ آئیں محترم" میں نے کہا "اور جو کچھ کہنا ہے مجھ سے کہیں۔"

بوڑھا مجھے ڈرائنگ روم میں لے آیا "وہ..... وہ لڑکی انچارج معلوم ہوتی ہے....."

"آپ اسے چھوڑیں اور یہ بتائیں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"ہم عزت دار لوگ ہیں بیٹا! ہمیں نہیں معلوم تھا کہ وہ شخص کسی جرم میں حکومت کو مطلوب ہے۔ اس نے تو خود کو مظلوم ظاہر کرکے ہم سے مدد طلب کی تھی۔"

"سوال یہ ہے کہ آپ لوگوں نے اپنی کار ایک اجنبی کے حوالے کس طرح کردی؟"

"اس نے ایک شخص کا نام لیا تھا جو میرے بیٹے کا دوست ہے۔ ہمارا جرم صرف اتنا ہے کہ ہم اس کی باتوں میں آگئے۔"

میں بوڑھے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے جھوٹ نہیں بولا۔

"پھر وہ شخص کہاں چلا گیا؟" میں نے اچانک سوال کیا۔

"وہ رات گئے واپس آیا تھا۔ اس نے چابیاں میرے بیٹے کے حوالے کیں اور اسے بتایا کہ اس کے دشمن اب بھی اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے وہ یہاں آکر بھی پوچھ گچھ کریں۔ بس اس نے اتنا کہا اور اس کے بعد عقبی دیوار سے کود کر فرار ہوگیا۔"

"آپ کو اس بات سے خوف محسوس نہیں ہوا کہ اس کے دشمن آپ کے گھر آئیں گے۔ ممکن ہے وہ آپ کو بھی کوئی نقصان پہنچا دیتے۔"

"نہیں..... میں خوف زدہ نہیں ہوا۔ مجھے جرائم پیشہ لوگوں سے کبھی خوف محسوس نہیں ہوا۔ میں نے ہمیشہ صاف ستھری زندگی گزاری ہے میں کیوں کسی سے ڈروں۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ جس شخص کی میں مدد کر رہا ہوں....."

"کوئی بات نہیں جناب! کبھی کبھی ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ ہم کسی شخص کے ہاتھوں بے وقوف بن جاتے ہیں۔"

"جو ہونا تھا وہ تو ہوچکا بیٹے مگر اب ہم لوگوں کی عزت تمہارے ہاتھ ہے۔ میں اپنی عمر بھر کی جمع پونجی....."

"اب تک تو آپ نے کوئی جرم نہیں کیا تھا مگر رشوت کی پیش کش کرکے آپ جرم کر رہے ہیں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "اور اس کا یہ مطلب بھی ہوا کہ میری ساتھی کا اندازہ درست تھا کہ اسے رشوت کی پیش کش کی جائے گی۔"

"مجھے معلوم ہے کہ رشوت دینا جرم ہے" بوڑھے نے شکست خوردہ انداز میں کہا "لیکن جہاں آدمی کی عمر بھر کی بنی بنائی عزت بلاوجہ داؤ پر لگ جائے....."

"کچھ نہیں ہوگا جناب" میں نے اسے تسلی دی "اگر آپ کی بیان کردہ باتیں درست ہیں تو کوئی آپ کی طرف انگلی بھی نہیں اٹھائے گا۔"

○☆○

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد ہم بے نیل مرام ٹیرس محل کی طرف واپس آگئے۔ تہذیب کو چپ سی لگ گئی تھی۔ میں نے بھی اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور یوں ہم خاموشی سے ٹیرس محل پہنچ گئے۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن لاؤنج میں ہمارے منتظر تھے۔

"مجھے اطلاع مل چکی ہے" جنرل ٹیرس نے ہمیں دیکھتے ہی کہا "اور علی تمہارا اندازہ ہی درست ثابت ہوا۔"

کیتھی براؤن تو مارے شرمندگی کے مجھ سے نظریں بھی نہیں ملا رہی تھی۔

"تمہاری شیریں آواز سننے کو کان ترس رہے ہیں" میں نے ...ھی سے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"اتفاقاً تمہارا اندازہ درست ثابت ہوا تو اترانے لگے" کیتھی نے جھینپ کر کہا۔

"یہ کوئی ایسی خاص بات تو نہیں ہے" تہذیب نے کہا "کامیابی کا ایک امکان تھا تو ہم اسے نظر انداز کیوں کرتے؟"

"اس لئے کہ اس میں ایک قباحت تھی اور ہے" میں نے کہا۔

"وہ کیا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہماری ناکامی رینڈل کی نظروں سے اوجھل نہیں رہے گی اور اسے خوش ہونے کا موقع ملے گا۔"

تہذیب کے علاوہ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن نے بھی اس بات سے اتفاق کیا تھا۔

"ارے ہاں، بڈ کا فون آیا تھا" جنرل ٹیرس نے کہا "وہ اسی بنگلہ نمبر ۸۴ کے بارے میں کچھ بتانا چاہ رہا تھا۔"

"اب تو ساری معلومات بے کار ہی ثابت ہوں گی" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

اچانک لاؤنج میں رکھے ہوئے اس ٹیلی فون کی گھنٹی بجی جس کا نمبر ڈائریکٹ تھا۔ اس نمبر پر خاص خاص لوگ ہی فون کیا کرتے تھے۔ ریسیور کیتھی براؤن نے اٹھایا تھا۔

"غالباً بڈ کا ہی فون ہوگا" جنرل ٹیرس نے خیال ظاہر کیا۔

"تمہارے لئے فون ہے" کیتھی براؤن نے ریسیور میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں نے کیتھی سے ریسیور لے لیا۔ دوسری طرف رینڈل تھا۔

"مجھے افسوس ہے تمہاری بھاگ دوڑ نتیجہ خیز ثابت نہ ہوسکی" اس نے کہا۔

"کبھی یوں بھی ہوتا ہے" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"کیا تمہیں امید تھی کہ میں تمہیں وہاں مل جاؤں گا؟" رینڈل نے کہا۔

"نہیں۔"

"پھر تم وہاں کیوں گئے تھے؟"

"میں نے سوچا ایک نظر ڈال لینے میں کیا حرج ہے۔"

"میرا اندازہ بھی یہی تھا" رینڈل نے فاتحانہ انداز میں کہا "اسی لئے میں وہاں رکا نہیں ورنہ اس وقت تمہارے شکنجے میں ہوتا۔ کیا تم میری ذہانت کی داد نہیں دوگے؟"

"ضرور دوں گا... لیکن کیا تم نے صرف داد وصول کرنے کے لئے فون کیا ہے؟"

"نہیں..... یہ بتانے کے لئے کہ اب تم خود کو بدترین صورت حال سے نمٹنے کے لئے تیار رکھو۔ تمہارا تصادم براہ راست مجھ سے ہوگا۔"

"اس اطلاع کا شکریہ" میں نے خشک لہجے میں کہا "کچھ اور تو نہیں کہنا؟"

"معلوم ہوتا ہے تم ابھی تک اس زعم میں مبتلا ہو....."

"خدا حافظ" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا اور فون بند کردیا۔

"کس کا فون تھا؟" تہذیب نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"رینڈل تھا۔ کہہ رہا تھا کہ بنگلہ نمبر ۸۴ پر چھاپا مارنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ میں نے کہا جواز تو نہیں تھا مگر میں نے سوچا ایک نظر دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔ کہنے لگا مجھے اس کا اندازہ تھا اسی لئے وہاں رکا نہیں۔ ایک طرح سے یوں کہہ لو کہ اس نے مجھے اپنی شکست کا احساس دلانے کے لئے فون کیا تھا۔ نیز یہ کہ اس نے مجھے دھمکی بھی دی ہے کہ اب اس کا اور میرا براہ راست تصادم ہوگا۔"

"کس کا کس سے تصادم ہوگا چیف" بڈ کی آواز نے ہم سب کو چونکا دیا جو اسی وقت لاؤنج میں داخل ہوا تھا "اور یہ دنگل کہاں ہوگا۔ میں وی آئی پی کلاس میں بیٹھ کر مقابلہ دیکھوں گا چیف! اخراجات تمہارے ذمے۔"

"کلاس وی آئی پی نہیں ہوا کرتی بڈ! وی آئی پی تو آدمی خود ہوتا ہے۔ یہ کلاس تو ان لوگوں کی وضع کردہ ہے جو احساس کمتری کے مارے ہوئے ہوتے ہیں" میں نے کہا۔

"کیا تشریح کی ہے چیف!" بڈ نے جھوم کر کہا "ایک ہی جملے میں بڈ کو تیسرے درجے کے شہری کی صف سے نکال کر وی آئی پی بنادیا۔ تم بڑے ہنر مند ہو چیف! باتوں ہی باتوں میں جسے چاہو بھنگی بنادو اور جسے چاہو شاہ۔"

"ہمیں سنگین صورت حال درپیش ہے بڈ!" تہذیب نے کہا "اور تمہیں مسخرا پن سوجھ رہا ہے۔"

"بڈ کو آنکھیں دکھا کر اپنا یہ شوق بھی پورا کرلو میڈم! کل کو تم قسم کھا کر کہہ سکوگی کہ تم نے ایک وی آئی پی کو آنکھیں دکھائی تھیں۔"

"مجھے افسوس ہے علی کہ میری وجہ سے تمہیں رینڈل کے سامنے سبکی اٹھانا پڑی" تہذیب نے بڈ کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

"جو بھی ہوا اچھا ہوا تہذیب! اس ناکامی کی وجہ سے ہمیں ایک بڑا فائدہ ہوگیا۔"

ہماری باتیں سن کر بڈ کے کان کھڑے ہوگئے تھے اور اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ موضوع سے آگاہ ہوئے بغیر اسے واقعی بکواس نہیں شروع کرنی چاہئے تھی۔

"کیا بات ہوگئی چیف!" بڈ نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا "بڈ کے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔"

میں نے بڈ کو مختصراً ساری صورت حال بتائی۔

"مجھے یقین نہیں آتا چیف! دوسروں کو تو خیر چھوڑو، میڈم کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کیا ہو گیا تھا۔ انہیں تو تمہاری مخالفت نہیں کرنی چاہئے تھی۔ یہ تو تمہیں اچھی طرح جانتی ہیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ تمہارے تجزیے ہمیشہ درست ثابت ہوتے ہیں۔ تم شاذو نادر ہی کوئی غلط قدم اٹھاتے ہو....."

"تم حد سے بڑھ رہے ہو بڈ!" تہذیب نے اسے للکارا "اسے چمچہ گیری کہتے ہیں۔"

"کہتے ہوں گے" بڈ نے بے پروائی سے کہا "آخر چیف نے بھی تو مجھے وی آئی پی کا درجہ دیا ہے' یہاں تو یہی ہوتا ہے۔ اس ہاتھ دو' اس ہاتھ لو۔"

"کمال ہے صاحب! ایسی ڈھٹائی نہ دیکھی نہ سنی" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "کیسا ڈنکے کی چوٹ پر اپنی ڈھٹائی کا اعلان کر رہے ہو۔"

بڈ کانوں کے پاس یوں ہاتھ ہلا رہا تھا جیسے کسی مکھی کو اڑا رہا ہو اور جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن بے تحاشا ہنس رہے تھے۔ تہذیب برا سامنہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

"چاہے کوئی کچھ بھی کہے" کیتھی براؤن نے ہنستے ہوئے کہا "لیکن یہ حقیقت ہے کہ بڈ صاحب کی موجودگی میں ماحول بڑا ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے۔"

"اسی قسم کی بے جا حوصلہ افزائیوں نے اسے شیر بنا دیا ہے" تہذیب نے ہونٹ سکیڑ کر کہا۔

"ایسی بات بھی نہیں ہے تہذیب!" کیتھی بولی "کچھ دیر پہلے یہ حال تھا کہ مارے ندامت کے میں نظریں نہیں اٹھا پا رہی تھی اور کہاں یہ حال ہے کہ ہم سب یوں ہنس رہے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔"

"کبھی کبھی یوں ہوتا ہے کہ غلطی کرنا ضروری ہو جاتا ہے" میں نے کہا "یہ بھی ایک ایسا ہی موقع تھا جب غلطی کرنا ضروری تھا۔ پہلے مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس کے کیا فوائد ہوں گے اگر تم لوگ مجبور نہ کرتے تو میں غلطی نہ کرتا اور اس طرح ایک ممکنہ فائدے سے محروم رہنا پڑتا۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ باتیں تم ہمارا دل رکھنے کے لئے کہہ رہے ہو؟" کیتھی براؤن نے کہا۔

"ہرگز نہیں..... جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ ایک اٹل حقیقت ہے۔"

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس کی وضاحت تو کرو گے نہیں لہٰذا ہماری سمجھ میں کیا خاک آئے گا" تہذیب نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ جو کچھ ہوا کیتھی براؤن کی تحریک پر ہوا۔ کیتھی کا موقف تھا کہ میں رینڈل کو ڈھیل دے رہا ہوں۔ پھر جنرل ٹیرس اور تم بھی اس کے ہم نوا بن گئے۔ میں نے تم لوگوں کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ نتائج سے پتا چلا کہ جو کچھ میں کر رہا تھا وہی درست تھا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں اب رینڈل کو مزید ڈھیل دینے کا الزام اپنے سر نہیں لینا چاہتا لہٰذا مجھے بتا دو کہ اب مجھے ... کے خلاف کیا قدم اٹھانا چاہئے۔"

"بھئی تم تو کیتھی کے پیچھے ہی پڑ گئے..." جنرل ٹیرس نے کہا ... اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی میں نے اس کی بات کاٹ ...

"میں سنجیدہ ہوں جنرل! مجھے مشورہ دو کہ اب کیا کر... چاہئے؟"

کوئی کچھ نہیں بولا۔

"میری ایک تجویز ہے جنرل! ہم نے ایک غلطی کر دی اور اس غلطی کی ہی وجہ سے بہتری کی ایک صورت نظر آئی ہے لیکن ... خیال ہے کہ جو غلطی ہم سے سرزد ہو چکی ہے اس سے مکمل ... اٹھانے کے لئے ہمیں اس غلطی کو مزید آگے بڑھانا ہوگا۔ میں دیکھ... چاہتا ہوں کہ رینڈل کتنے پانی میں ہے۔"

"غلطی کو آگے بڑھانے کا کیا مطلب ہے؟" تہذیب نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "کہیں تمہارا یہ مطلب تو نہیں کہ ان باپ بیٹوں کو گرفتار کر کے....."

"نہیں' اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میں رینڈل کو ... احساس دلانا چاہتا ہوں کہ میں اس کی تلاش میں کوشاں ہوں اور اس کام کے لئے گوٹے ہل کی سرکاری ایجنسیوں سے مدد لینے ... بھی دریغ نہیں کر رہا۔ اس پر یہ تاثر پڑ تو چکا ہے مگر اسے مزید گہرا ہونا چاہئے۔ کیا خیال ہے اگر اس کی تصویر تقسیم کر کے بڑے پیمانے پر سرکاری ایجنسیوں کے اہل کاروں کو اس کی تلاش پر مامور کر دیا جائے؟"

میری تجویز سن کر کیتھی براؤن اچھل پڑی "اب تم واقعی سنجیدہ نظر آ رہے ہو۔ یہ کام ضرور ہونا چاہئے۔ اسے ڈھیل دینا ٹھیک نہیں ہے۔"

"لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس اس کی تصویر نہیں ہے" جنرل ٹیرس نے پریشانی سے کہا۔

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں ابھی پنسل سے اس کا خاکہ بنائے دیتا ہوں۔ کسی آرٹسٹ سے اس کی تصویر بنوا کر اس تصویر سے ہزاروں نقلیں تیار کروائی جا سکتی ہیں۔"

"تو پھر اس کام میں دیر نہیں ہونی چاہئے" جنرل ٹیرس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"سوال یہ ہے کہ اب وہ اپنی اصل صورت میں نظر کہاں آئے گا" تہذیب بولی "تمہاری طرح وہ بھی میک اپ کا ماہر ہے۔"

"مجھے تمہارا جواب دہرانا پڑے گا" میں نے مسکرا کر کہا "ایک کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہے" کیتھی براؤن نے جوشیلے انداز میں کہا "اسے جلد از جلد کیفر کردار تک پہنچاؤ تاکہ..... تاکہ....."

"تاکہ کیا؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ ہمارے درمیان کیا گفتگو ہوئی ہے۔

"کچھ نہیں" میں نے جلدی سے کہا۔ اگر بڈ کو معلوم ہو جاتا کہ ... ابھی کیا کہنے والی تھی تو وہ ہمارا جینا دو بھر کر دیتا۔

... دو بجے دوپہر تک آرٹسٹ کی بنائی ہوئی قلمی تصویر کی ہزاروں ... گوٹے ہل کی مختلف ایجنسیوں کے کارندوں میں تقسیم کی ... چکی تھیں اور دو بجے کے بعد یہ عالم تھا کہ رینڈل اگر کسی کھڑکی ... سے بھی جھانکتا تو اسے دیکھ لیا جاتا۔ گوٹے ہل کا شاید ہی کوئی ایسا ... بچا ہو جہاں رینڈل کو تلاش نہ کیا جا رہا ہو۔

آرٹسٹ نے قلمی تصویر میری نگرانی میں بنائی تھی۔ میرے ... بنائے ہوئے خاکے میں جو خامیاں تھیں وہ میں نے آرٹسٹ سے ... دور کرا دی تھیں اور اب وہ تصویر کسی کیمرا فوٹو سے کم نہیں تھی۔

"کیا رینڈل کو اس طرح تلاش کرانا کوئی غلط قدم ... ہے؟" تہذیب نے مجھ سے پوچھا۔

"اس کے بجائے یہ سوچو کہ اگر رینڈل مل گیا تو ہمارا ردعمل ... کیا ہونا چاہئے؟"

"یہ نکتہ بھی اہم ہے" تہذیب نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "اس کے ملنے پر اس کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے کہ کوئی مناسب سا ... چارج لگا کر اسے دھر لیا جائے۔ کیا خیال ہے؟"

"فی الحال میں اپنا خیال محفوظ رکھتا ہوں" میں نے مسکرا کر کہا ... جس طرح بنگلہ نمبر ۸۴ کے چھاپے میں تم انچارج تھیں تا حکم ثانی ... اسی طرح انچارج رہو گی۔"

"جو حکم عالی جاہ" تہذیب نے سر خم کرتے ہوئے کہا "لیکن ... منصوبہ بندی سے اگر کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو.....؟"

"ایسا ہونا تو نہیں چاہئے" میں نے سنجیدگی سے کہا "اس لئے ... کہ تم تنہا تو نہیں ہو گی۔ جس قدر افرادی قوت کی بھی ضرورت ... محسوس کرو گی مہیا ہو جائے گی۔"

"اور تم؟" تہذیب نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں اور تم الگ الگ رہ کر کام کریں گے۔ میرا خیال ہے ... رینڈل پر ہاتھ ڈالنے کے لئے ذرا غیر روایتی قسم کا طریقہ اختیار کرنا ... پڑے گا۔"

"ویسے علی مجھے توقع نہیں ہے کہ رینڈل اپنی اصل شکل ... صورت میں منظر عام پر آنے کی حماقت کرے گا اور غالباً تمہیں ... بھی توقع نہیں ہے اسی لئے تم نے الگ الگ کام کرنے کا فیصلہ کیا ... ہے' میں غلط تو نہیں کہہ رہی؟"

"تم غلط بھی کہہ رہی ہو اور درست بھی" میں نے مسکرا کر کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ہی بات بیک وقت درست بھی ہو اور غلط بھی؟" تہذیب نے الجھ کر کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ اب میں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتاؤں ... گا لہٰذا وقت کا انتظار کرو۔"

وقت آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی اور تہذیب کو زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ شام آٹھ بجے کے قریب اطلاع ملی کہ رینڈل ایگزیکیوٹو کلب میں موجود ہے۔ ایگزیکیوٹو کلب دراصل ایک ہوٹل تھا جس میں رہائش اور کھانے کے علاوہ چند مختلف قسم کی تفریحات کا بندوبست بھی تھا اور اسی رعایت سے اسے کلب کا نام دے دیا گیا تھا۔

رینڈل کی بازیابی کی اطلاع نے ٹیرس محل میں جوش و خروش کی ایک نئی لہر دوڑا دی تھی۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ اگر تم دلجمعی سے اسے تلاش کرو تو وہ بچ کر نہیں نکل سکتا" کیتھی براؤن نے کہا "اب دیکھ لو ہم نے منظم پیمانے پر کام کیا تو وہ مل گیا۔"

"علی میں یہ خرابی تو ہے" جنرل ٹیرس نے کہا "دوسروں سے مدد لینے کو یہ خواہ مخواہ اپنی ہتک سمجھتا ہے اگر یہ اپنی خامی دور کر لے تو بہت کام کا آدمی بن سکتا ہے۔"

"میں نے کب دوسروں سے کام لینے کو عار سمجھا ہے" میں نے کہا "لیکن یہ کہ غیر ضروری طور پر بھی دوسروں سے کام لینا اچھا نہیں لگتا۔"

"یہاں بیٹھ کر باتیں کرنے کے بجائے اسے گرفتار کرنے کے لئے کوئی قدم اٹھانا چاہئے" تہذیب نے کہا۔

"اس معاملے میں انچارج میں نے تمہیں بنایا ہے۔ یہ دیکھنا تمہارا کام ہے کہ اس کے خلاف کیا ایکشن لیا جائے اور کس طرح لیا جائے" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "میں تو اپنا کام کرنے جا رہا ہوں۔"

تہذیب کو وہاں سے روانہ ہونے کے لئے تیاریاں کرنی تھیں لیکن میں آزاد تھا۔ مجھے جو کام کرنا تھا وہ ڈرائیونگ کے دوران بھی کیا جا سکتا تھا اور وہ کام تھا میک اپ..... انتہائی ہلکے قسم کا میک اپ..... چنانچہ پندرہ منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد جب میں کلب پہنچا تو میرے چہرے پر مونچھوں اور فرنچ کٹ داڑھی کا اضافہ ہو چکا تھا لیکن یہ ایسا میک اپ تھا جس میں مجھے شناخت کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔

رینڈل مجھے ڈائننگ ہال میں نظر آ گیا۔ ڈائننگ ہال میں چند میزیں ہی آباد تھیں۔ رینڈل اپنی میز پر تنہا تھا۔ اس کی میز پر موجود کھانے کے برتنوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کھانا تقریباً ختم کر چکا ہے۔

میں اس کے برابر والی میز پر بیٹھا۔ رینڈل کھانے میں اس قدر منہمک تھا کہ اس نے نظریں اٹھا کر میری طرف دیکھا تک نہیں۔

میں نے اپنے لئے کافی منگوالی۔ میرا مقابلہ رینڈل سے تھا جو ذہانت کے اعتبار سے کسی طرح کم نہیں کہا جا سکتا تھا۔ نہ صرف ذہانت بلکہ جسمانی صلاحیتوں کے اعتبار سے بھی وہ کسی سے کم نہیں تھا۔ اس کا یوں منظر عام پر آنا میرے لئے لمحہ فکریہ تھا مگر مجھے اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی توقع تھی۔ گوٹے ہل میں میری پوزیشن مضبوط بھی تھی اور کمزور بھی۔ مضبوط اس اعتبار سے کہ وہاں مجھے کسی سرکاری ایجنسی کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا تھا۔ میں آزادانہ طور پر بے خوف وخطر اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکتا تھا۔ میری پوزیشن کمزور اس اعتبار سے ہو جاتی تھی کہ مجھے بہت خیال سے کام کرنا پڑتا تھا۔ مبادا میرے کسی عمل سے حکومت پر کوئی حرف نہ آئے۔ میرا خیال تھا کہ رینڈل میری اس کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔

مجھے وہاں بیٹھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ڈائننگ ہال کے دروازے میں تہذیب نمودار ہوئی۔ اس کے عقب میں دو باوردی مسلح افراد تھے۔ تہذیب تیر کی طرح رینڈل کی میز کی طرف بڑھی۔ رینڈل نے تہذیب کو دو مسلح افراد سمیت اپنی میز کی طرف آتے دیکھ کر اس کی طرف نگاہ اٹھائی۔ اس کی نگاہوں میں اجنبیت تھی۔

"مسٹر رینڈل ہاورڈ!" تہذیب نے اس کی میز کے پاس آکر رکتے ہوئے کہا۔ دونوں مسلح افراد رینڈل کے عقب میں جاکر کھڑے ہو گئے تھے۔

"جی ہاں، میں ہی رینڈل ہاورڈ ہوں" رینڈل نے حیرت سے کہا "لیکن مجھے حیرت ہے کہ آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوا۔ تاہم آپ تشریف رکھئے، مجھ سے کوئی کام ہے کیا؟"

"بننے کی کوشش مت کرو رینڈل!" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا "تم مجھ سے اچھی طرح واقف ہو اور یہ بات بھی تمہاری سمجھ میں آگئی ہوگی کہ اب تمہارے پاس فرار ہونے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ تم بری طرح گھر گئے ہو۔"

"یہ آپ کس قسم کی باتیں کررہی ہیں خاتون!" رینڈل نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی "میں ایک شریف آدمی ہوں۔ مجھے فرار ہونے کی کیا ضرورت ہے؟"

"آج تمہاری کوئی چالاکی تمہارے کام نہیں آئے گی، خود کو زیر حراست تصور کرو۔"

"مگر کس جرم میں؟" رینڈل نے کہا۔

"گوٹے ہل میں غیر قانونی طور پر داخلے اور رہائش کے جرم میں" تہذیب نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے آپ کو کسی قسم کی غلط فہمی ہو گئی ہے....."

"اگر تم شرافت سے نہیں چلو گے تو تمہیں یہاں سے ہتھکڑیاں لگا کر لے جایا جائے گا" تہذیب نے دھمکی آمیز لہجہ اختیار کیا "لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ شرافت سے ہمارے ساتھ چلے چلو۔"

"میں نے کوئی جرم کیا ہو تو خود کو گرفتاری کے لئے پیش کردوں۔"

"تمہارا جرم میں نے تمہیں بتادیا ہے اور میں زیادہ وقت ضائع کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"اس کے علاوہ تو مجھ پر اور کوئی فرد جرم نہیں ہے" رینڈل نے تہذیب کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ میں یہ سب کچھ بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ ایک میں ہی نہیں، ہال میں موجود تمام افراد کی توجہ کا مرکز وہی میز تھی جہاں رینڈل موجود تھا۔

"اور کسی فرد جرم کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تمہارا یہ ایک جرم ہی بہت کافی ہے۔"

رینڈل نے ایک طویل سانس لی اور جیب سے پاسپورٹ نکال کر تہذیب کی طرف بڑھایا "اپنی غلط فہمی دور کرلیں خاتون۔"

تہذیب نے اسے خوں خوار نظروں سے دیکھتے ہوئے پاسپورٹ اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔ پاسپورٹ فرانسیسی تھا یہ تو میں نے دور ہی سے دیکھ لیا تھا لیکن اس سے آگے میں کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن تہذیب تو میرے سامنے تھی اور اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات بھی میری نظروں کے سامنے تھے۔ میں نے اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھرتے دیکھ لئے تھے اور مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ رینڈل کے پاسپورٹ پر گوٹے ہل کا نہ صرف ویزا موجود ہے بلکہ اس پر امیگریشن کی مہر بھی ہے۔

"اچھی طرح دیکھ لیں خاتون! اس پاسپورٹ پر پیرس میں گوٹے ہل کے سفارت خانے نے ویزے کی مہر لگائی ہے اور گوٹے ہل ائرپورٹ کے امیگریشن کی مہر بھی موجود ہے" رینڈل نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"یہ دونوں چیزیں جعلی بھی ہو سکتی ہیں" تہذیب نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ اپنے ذرائع سے تصدیق کرسکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے، میں پاسپورٹ لے جارہی ہوں۔ تصدیق کرنے کے بعد تمہیں واپس کردوں گی۔"

"ضرور لے جایئے مگر پاسپورٹ کی رسید عنایت کرتی جایئے گا۔"

"تم کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟" تہذیب نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اسی کلب میں" رینڈل نے مسکرا کر کہا "اور پولیس ہیڈ آفس میں اس کی انٹری بھی کرادی ہے۔ آپ اس کی تصدیق بھی کرسکتی ہیں۔"

تہذیب نے اسے گھور کر دیکھا "اپنے مخصوص اختیارات کے تحت میں تمہیں بغیر وجہ بتائے بغیر بھی گرفتار کرسکتی ہوں" وہ غرائی۔

"ضرور کرسکتی ہوں گی" رینڈل نے نہایت اطمینان سے کہا "لیکن اس صورت میں آپ کی حکومت کو حکومت فرانس کے سامنے جواب دہی کرنا پڑ جائے گی۔ فرانس کی حکومت اپنے ایک شہری کی بلاجواز گرفتاری پر ہرگز خاموش نہیں بیٹھے گی۔"

بات معقول تھی اور اس میں وزن تھا۔ جب رینڈل کے پاس ثبوت موجود تھے تو اسے یوں آسانی سے گرفتار نہیں کیا جاسکتا تھا۔

"ٹھیک ہے میں جارہی ہوں.... مگر یہ مت سمجھنا کہ تم بچ گئے۔ میں بہت جلد دوبارہ آؤں گی۔" تہذیب ایڑیوں کے بل گھوم کر واپس چلی گئی۔ دونوں مسلح محافظ بھی اس کے ساتھ ہی واپس چلے گئے تھے۔ یہ ایک ہی دن میں رینڈل کی دوسری بڑی کامیابی تھی اور مجھے پہلے سے اس کا اندازہ تھا کہ رینڈل اگر منظر عام پر آیا ہے تو کسی مضبوطی کی بنا پر ہی آیا ہوگا۔

تھوڑی دیر بعد میں نے بل ادا کیا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ عقب سے رینڈل کی آواز سنائی دی۔

"اب ایسی بھی کیا بے مروتی کہ تم بغیر ملے ہی چلے جارہے ہو۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ میں نے بھی اپنے لبوں پر مسکراہٹ سجائی اور اس کی میز پر جا بیٹھا۔

"میں ڈر رہا تھا کہ کہیں تم مجھے بھی پہچاننے سے انکاری نہ ہو جاؤ" میں نے کہا۔

رینڈل نے ایک طویل سانس لی "وہ میری مجبوری تھی" اس نے کہا "تہذیب کے پاس مائیکرو ٹیپ ریکارڈر تھا لہٰذا میں اپنی زبان سے ایک بھی ایسا لفظ نہیں نکال سکتا تھا جو میرے لئے مسائل کھڑے کردے۔"

میں حیرت سے رینڈل کو دیکھنے لگا۔ وہ شخص ہمیشہ اپنے ساتھ ایسی چیزیں لئے پھرتا تھا جو اس قسم کے آلات کی نشان دہی کردیتی تھیں؟

"تمہیں اس بات کا علم کیسے ہوا؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"میری دیدہ دلیری کی کوئی تو وجہ ہوگی؟" اس نے کہا "جب میں پس پردہ نہیں ہوتا تو ہر طرح سے مسلح رہتا ہوں۔ معلوم نہیں کب کون کہاں سے وار کر جائے؟"

"تم جیسے پائے کے ایجنٹ کو اتنا ہی محتاط رہنا چاہئے" میں نے کہا۔

"طنز کررہے ہو؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"ہرگز نہیں، میں طنز نہیں کررہا۔ خود حفاظتی کو میں بہت ضروری چیز تصور کرتا ہوں۔"

"میرے مقابلے میں تم نے تہذیب کو کیوں آگے کیا" اچانک اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"وہ میری ماتحت نہیں ساتھی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ تم پر قابو پایا جاسکتا ہے لہٰذا اس نے اپنے طور پر یہ قدم اٹھایا۔ مجھے تو معلوم بھی نہیں تھا کہ اس کے کیا ارادے ہیں؟"

"تم جھوٹ بول رہے ہو؟" اس نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہیں کچھ معلوم ہی نہ ہو۔ دنیا جانتی ہے کہ تم دونوں ایک جان دو قالب ہو۔"

"بات تو تم درست کہہ رہے ہو" میں نے متفکر انداز میں کہا "لیکن جو کچھ میں نے کہا وہ بھی غلط نہیں ہے۔"

"تمہارے ذہن میں مجھے گرفتار کرنے کا خیال کیوں نہیں آیا؟" رینڈل نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"دراصل میرے اندر یہ خامی ہے کہ میں کسی بات پر عمل کرنے سے پہلے اس پر ہر زاویے سے غور ضرور کرلیتا ہوں اور اس بات سے تم بہت اچھی طرح واقف بھی ہو چنانچہ مجھے خوشی ہے کہ میں نے جو کچھ سوچا تھا بعینہ وہی ہوا۔"

"ہاں میں جانتا ہوں کہ تم بہت ذہین ہو لیکن میں بھی اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھوں گا جب تک تمہیں ذہنی شکست سے دوچار نہیں کردوں گا۔"

"بہت اچھی بات ہے" میں نے سرہلا کر کہا "میں بھی تمہیں بے سکونی میں مبتلا رکھنا چاہتا ہوں۔"

رینڈل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی "میں تمہاری کوئی چال کارگر نہیں ہونے دوں گا" اس نے کہا۔

"کوئی ایسی چال بتاؤ جو میں نے چلی ہو اور ناکام ہوئی ہو؟" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"غالباً تم ان چالوں کی طرف اشارہ کررہے ہو جو تم نے ایگلز کے خلاف چلی تھیں؟"

"یقیناً میرا اشارہ اسی طرف ہے لیکن اس سے یہ کہہ کر کہ اپنی برأت کا اظہار مت کردینا کہ وہ لوگ نااہل تھے جن سے میرا سامنا ہوا۔"

"یہ حقیقت ہے" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "اگر وہ نااہل نہ ہوتے تو مجھے خود میدان عمل میں نہ اترنا پڑتا۔"

"تم ہی کون سا تیر چلالوگے" میں نے ہنس کر کہا۔ مقصد اسے طیش دلانے کے سوا کچھ نہیں تھا۔

"یہ تو وقت ہی بتائے گا" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"وقت تو بعد میں بتائے گا میں تو وہ دیکھ رہا ہوں جو موجودہ صورت ہے۔ میرا ایک ہلکا سا وار بھی نہ سہ سکے اور میں تمہیں روشنی میں لے آیا۔"

"لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟" رینڈل نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم میرا بال بھی بیکا نہ کرسکے۔"

"میں اوچھا ہاتھ ڈالنے کا قائل نہیں ہوں رینڈل! ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ تم منظر عام سے ہمیشہ کے لئے غائب ہو جاؤ۔ کسی کو کبھی تمہارا سراغ ہی نہ ملے۔"

"میری طرف سے تمہیں کھلی اجازت ہے" رینڈل نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔ "تم جب چاہو اپنا یہ شوق پورا کرنے کی کوشش کرسکتے ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

"میں صرف کوشش ہی نہیں کرتا رینڈل! کامیاب کوشش کرتا ہوں اور ہر کام اس وقت کرتا ہوں جس وقت اسے کیا جانا چاہئے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم سفارت خانے کے زور پر اکڑتے پھر رہے ہو لیکن یہ خیال رکھنا کہ تمہاری کڑی نگرانی ہو رہی ہے۔ گوٹے ہل میں رہ کر تم کوئی سازش نہیں کر سکو گے۔"

"جب تک میں گوٹے ہل میں ہوں تم مجھ پر ہاتھ بھی نہیں ڈال سکو گے؟"

"تم تمام زندگی تو گوٹے ہل میں نہیں رہ سکتے رینڈل! میں جس وقت چاہوں تمہارا ویزا منسوخ کرا سکتا ہوں مگر میں ایسا نہیں کروں گا' میں انتظار کروں گا۔ مناسب وقت کا انتظار۔"

"بے فکر رہو' وہ وقت کبھی نہیں آئے گا۔ ویسے بھی شاید پرسوں تک میں خود ہی گوٹے ہل سے چلا جاؤں گا۔"

"جب تک چاہو رہو لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ میری نظروں میں آئے بغیر تم گوٹے ہل سے نکل نہیں سکو گے۔"

"مجھے معلوم ہے" رینڈل نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا "ملک سے باہر جانے والے راستوں کی کڑی نگرانی ہو رہی ہو گی لیکن مجھے چھپ کر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ میں قانونی طور پر یہاں آیا ہوں اور قانونی طور پر ہی جاؤں گا۔"

"تم جیسے لوگ جتنے قانونی کام کرتے ہیں ان سے میں بخوبی واقف ہوں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "میں تہذیب ما لکم ایکس نہیں ہوں اور نہ ہی تمہیں کسی چھوٹے موٹے جرم میں گرفتار کرنا چاہتا ہوں ورنہ یہ ثابت کرنا کیا مشکل ہے کہ تم یہاں غیر قانونی طور پر آئے ہو۔"

"ہر چیز اصلی ہے علی!" رینڈل نے ہنس کر کہا "اپنے قد سے اونچی باتیں مت کیا کرو۔ اس معاملے میں تفتیش کرنے سے بھی تمہیں کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔"

میں رینڈل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرایا "ائرلائنز کے ریکارڈ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے کہا اور رینڈل چونک پڑا "تم نے ہر قسم کی مضبوطی کر لی ہو گی مگر ائرلائنز کے ریکارڈ کے بارے میں تم بھی کچھ نہیں کر سکتے۔"

رینڈل خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔ اس کا چہرہ یکایک ہی بے تاثر ہو گیا تھا۔

"لیکن تمہیں بے فکر رہنا چاہیے" میں نے ہنس کر کہا "اگر تہذیب کا ذہن کسی طرح اس طرف چلا بھی گیا تو میں اسے روک دوں گا۔"

"اسے یاد رکھنا علی! کہ تمہارا انجام بڑا عبرت ناک ہو گا" اس نے سرگوشیانہ انداز میں کہا "موشے ہاورڈ سے ٹکرا کر آج تک کوئی شخص سلامت نہیں رہا۔"

"میں یاد رکھوں گا" میں نے سر ہلا کر کہا اور اس کی میز سے اٹھنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ دیواروں پر نصب اسپیکروں سے نشر ہونے والی مدھم موسیقی تھم گئی اور میرا نام لے کر اعلان کیا گیا کہ میرا فون ہے۔

میں چونک پڑا۔ یہاں اس طرح فون کئے جانے کا مطلب یہ تھا کہ کوئی انتہائی غیر معمولی بات ہے۔ میں رینڈل سے کچھ کہے بغیر فون کی طرف بڑھ گیا۔

"علی گروپ کے مقامی ہیڈ کوارٹر میں زبردست دھماکا ہوا ہے" دوسری طرف بڈ کہہ رہا تھا "اتفاق سے اس وقت وہاں ایک نگران کے علاوہ کوئی ممبر موجود نہیں تھا اس لئے جانی نقصان نہیں ہوا۔ نگراں البتہ زخمی ہوا ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ زیادہ زخمی نہیں ہوا۔"

ریسیور پر میری گرفت بے حد سخت ہو گئی اور میں نے شعلہ بار نگاہوں سے رینڈل کو دیکھا جو ابھی تک اپنی میز پر بیٹھا تھا "جو ہونا تھا ہو گیا بڈ!" میں نے بڈ کو جواب دیا تو حیرت انگیز طور پر میرا لہجہ پُرسکون تھا "تہذیب جو مناسب سمجھے گی کر لے گی۔ میں ٹیرس محل جا رہا ہوں۔ فرصت ملتے ہی تم بھی وہیں آ جانا۔"

فون بند کر کے میں رینڈل کے پاس گیا "مجھے تمہارے کارنامے کی اطلاع مل گئی ہے رینڈل" میں نے سرد لہجے میں کہا "بہت اچھا ہوا کہ تم نے مجھے مشتعل کر دیا' اب تم دیکھنا میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں۔"

"کیا بات ہو گئی؟" رینڈل نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "میں تمہارے انداز میں غصے کی جھلک دیکھ رہا ہوں۔"

میں اسے کوئی جواب دیئے بغیر وہاں سے نکل آیا۔ خون میری کنپٹیوں میں ٹھوکریں مار رہا تھا۔ دھماکے کا ذمے دار رینڈل کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا مگر بدقسمتی یہ تھی کہ میں فوری طور پر اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ مصلحتیں آڑے آ رہی تھیں' اگر یہ معاملہ کسی اور ملک میں ہوا ہوتا تو میں رینڈل کو فوری طور پر سزا دیئے بغیر نہ رہتا۔

میرا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ میں ایسی کوئی تدبیر کرنا چاہ رہا تھا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے لیکن یہ کام آسان نہیں تھا اور مجھے ہر قیمت پر یہ کام کرنا تھا۔

انہی خیالات میں الجھا ہوا میں ٹیرس محل پہنچ گیا۔ میں نے رینڈل کو شکنجے میں کسنے کے لئے ایک خاکہ ترتیب دے لیا تھا۔ بس اس میں رنگ بھرنے کی کسر رہ گئی تھی۔

کیتھی براؤن نے مجھے دوبارہ وہی منحوس خبر سنائی اور میں اس سے رسمی جملے کہتا ہوا ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔ میں میلی نوف کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔

"سنا ہے کل رات کو تمہاری واپسی ہے" میں نے کیرولین سے اپنا تعارف کرانے کے بعد کہا۔

"تم نے ٹھیک سنا ہے" کیرولین نے جواب دیا۔

"جس اخبار کی طرف سے میں انٹرویو لینے آیا تھا اس کی طرف سے کل رات میلی نوف کے اعزاز میں ایک عدد ڈنر کا اہتمام کیا گیا ہے" میں نے کیتھی براؤن کو آنکھ مارتے ہوئے کہا "میں چاہتا ہوں کہ میلی نوف اس میں شرکت کرے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" کیرولین نے پریشان ہو کر کہا "شیڈول کے مطابق ہمیں کل واپس چلے جانا ہے۔"

"شیڈول تبدیل کیا جا سکتا ہے اور اس قسم کے پروگرام تو آئے دن تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔"

"سمجھنے کی کوشش کیجئے جناب! ہمیں یہاں سے مشرق بعید کے ایک ملک بھی جانا ہے....."

"مجھے معلوم ہے" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "میلی نوف اپنے منصوبے کو کوریا کے اشتراک سے روبہ عمل لائے گا لیکن جو میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل ہونا بھی ضروری ہے۔"

"تو پھر آپ انہی سے بات کر لیں" کیرولین نے لائن میلی نوف سے ملا دی۔

"میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں اخباری نمائندوں کا سامنا کرنے سے گریز کرتا ہوں" میلی نوف نے میری بات سن کر کہا "اور پھر ہمارے شیڈول میں گنجائش بھی نہیں ہے......"

"لیکن میں وعدہ کر چکا ہوں۔ کیا تم میری زبان جھوٹی کراؤ گے؟" میرے لہجے میں پوشیدہ دھمکی میلی نوف سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔

"ایک دن کی تاخیر کا مطلب سمجھتے ہو" اس نے مردہ سی آواز میں کہا "ہمارا لاکھوں کا نقصان ہو گا۔"

"بڑے مقاصد کے حصول کے لئے کروڑوں کی قربانی بھی پیش کرنی پڑے تو دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ ویسے تم بے فکر رہو' میں کم از کم اس بات کی ضمانت تو دے سکتا ہوں کہ وہاں تم سے اخباری نمائندے سوال جواب نہیں کریں گے۔"

"ٹھیک ہے" میلی نوف نے بادل ناخواستہ کہا "میں اس ڈنر میں شرکت کروں گا۔"

"یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو" فون بند کرنے پر کیتھی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میلی نوف کے اعزاز میں ہنگامی ڈنر کا انتظام کر رہا ہوں" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ادھر پوری عمارت تباہ ہو گئی اور تم دعوتوں کے چکر میں پڑے ہوئے ہو۔"

"تہذیب کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"علی گروپ کے ہیڈ کوارٹر کی خبر سن کر گئی تھی۔ اب آتی ہی ہو گی۔"

میں نے چند اہم فون اور کئے۔ کیتھی براؤن اس تمام عرصے میں حیران ہوتی رہی تھی۔ ایک فون تو میں نے اخبار کے پبلشر کو کیا تھا۔ وہ میلی نوف کے اعزاز میں ڈنر دینے کے لئے فوری طور پر

دُنیا کے حیرت انگیز فن
تحریر شناسی
کی مدد سے دُوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیے
اُردو میں پہلی بار
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب
تحریر اور شخصیت
یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ...
◎ یہ شخص کس کام کے لیے موزوں ہے ؟
◎ کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے ؟
◎ کیا اسے جلد غصہ آتا ہے ؟
◎ کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے ؟
◎ کیا اس کے ساتھ شادی کی جا سکتی ہے ؟
◎ کیا اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے ؟
◎ کیا یہ ایمان دار اور ہمدرد ہے ؟
◎ اس کا جنسی رویہ کیسا ہے ؟
◎ اس میں برائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں ؟
◎ اور ایسی دوسری بہت سی باتیں
قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
ہر شخص کے لیے یکساں طور پر کارآمد کتاب۔
ملنے کا پتہ
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

تیار ہو گیا تھا۔ ایک اور فون کے ذریعے میں نے ایگزیکیٹو کلب کی انتہائی سخت نگرانی کے احکامات جاری کئے تھے۔ یہ ٹیلی فون میں نے ایک مقامی ایجنسی کے سربراہ کو کیا تھا لیکن سب سے اہم فون وہ تھا جو میں نے پیرس کیا تھا۔ فون پر ہونے والی گفتگو سن کر کیتھی براؤن کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"اب مجھے اندازہ ہوا کہ تم اس معاملے میں سنجیدہ ہوئے ہو۔"

"اس سے قبل کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آرہی تھی۔ یہ بھی ہے کہ اگر رینڈل اس بار نظروں سے اوجھل ہو گیا تو معلوم نہیں اس کی تلاش میں کہاں کہاں کی خاک چھاننا پڑ جائے۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ علی گروپ کے ہیڈ کوارٹر کی تباہی کی خبر سن کر تم حرکت میں آئے ہو؟"

"یہ صرف تمہارا خیال ہے۔ میں مستقل اس کی تاک میں ہوں۔ مجھے ہر قیمت پر اس پر ہاتھ ڈالنا تھا لیکن اب میں اس کے خلاف جو کچھ بھی کروں گا اسے قانونی مضبوطی بھی حاصل ہو گی.... لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ تم نے کچھ نہیں سنا۔"

کیتھی براؤن حیرت سے مجھے دیکھنے لگی "یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی۔ آخر اس میں چھپانے والی کون سی بات ہے؟"

"کیا میں اس کا یہ مطلب لوں کہ میں نے تمہارے سامنے فون کر کے غلطی کی ہے؟" میں نے کیتھی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"نن.... نہیں" کیتھی گڑبڑا گئی پھر سنبھل کر بولی "اچھا ٹھیک ہے، میں نے کچھ نہیں سنا، اپنی مصلحتیں تم خود جانو۔"

کچھ دیر بعد تہذیب اور بڈ آ گئے۔ وہ دونوں بجھے بجھے سے دکھائی دے رہے تھے حالانکہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔ صرف ایک آدمی زخمی ہوا تھا اور وہ بھی شدید زخمی نہیں تھا۔

"تم نے دیکھا رینڈل کتنا دیدہ دلیر ہو گیا ہے" تہذیب نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں اس کی قوتِ پرواز سے واقف ہوں۔ ایک تنظیم قائم کر کے وہ اپنی اوقات بھول گیا ہے" میں نے کہا۔ "لیکن اس کے منہ کے بل گرنے کا وقت آ گیا ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ قانونی طور پر گوٹے ہل میں داخل ہوا ہو؟" تہذیب نے کہا۔

"نہیں وہ قانونی طور پر یہاں داخل نہیں ہوا۔"

"لیکن اس کا پاسپورٹ اور امیگریشن کی مہریں...."

"کیا ہم لوگ اس طرح کے جعلی کام نہیں کرتے رہے؟" بڈ نے کہا "اس کے پاس تو ہم سے بھی بڑھ کر وسائل ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے" تہذیب نے ہچکچاتے ہوئے کہا "لیکن مجھے یہ ماننے میں تامل ہے کہ ان میں کوئی ایک چیز بھی جعلی ہے۔"

"بڈ تمہاری اس بات پر حیرت ہی ظاہر کر سکتا ہے۔"

"تہذیب کا کہنا درست ہے بڈ!" میں نے کہا "اس کے پاس کوئی چیز بھی جعلی نہیں ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو چیف!" بڈ نے حیران ہو کر کہا "تمہیں معلوم ہے کہ نہ اس نے فرانس سے پرواز کی اور نہ گوٹے ہل ایئرپورٹ سے یہاں داخل ہوا۔"

"ہاں، میں اس کے باوجود یہ بات کہہ رہا ہوں۔ اس لئے کہ وہ رینڈل ہے۔ پاسپورٹ تو اس کے پاس پہلے سے ہی موجود ہو گا۔ اس پر امیگریشن کی اصلی مہریں لگوائی گئی ہیں ورنہ رینڈل یوں دندناتا نہ پھرتا۔"

"تو کیا وہ یوں ہی دندناتا رہے گا؟" بڈ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جب تک میں چاہوں گا وہ یونہی دندناتا رہے گا۔"

"تم کیوں چاہتے ہو کہ وہ دندناتا رہے؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔

"اس لئے کہ فی الوقت وہ گرفت میں نہیں آ سکتا۔ تہذیب نے جو کوشش کی اس کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔"

"اور اگر وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو؟" بڈ نے کہا۔

"نہیں، ایسا نہیں ہو سکے گا۔ میں نے اس کی انتہائی سخت نگرانی کرنے کا حکم دے دیا ہے۔"

"کتنی سخت نگرانی؟" بڈ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"اتنی سخت نگرانی کہ ایک چڑیا کا بچہ بھی نگرانی کرنے والوں کی نگاہ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ ایگزیکیٹو کلب کے ہر دروازے کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ اگر کوئی ملاقاتی اندر داخل ہو گا تو اسے بھی چیک کیا جائے گا کہ وہ کس سے ملنے جا رہا ہے اور کتنی دیر بعد اس کی واپسی ہو رہی ہے۔ اس بات کی طرف سے بے فکر رہو کہ اب کوئی شخص ہمارے آدمیوں کی نگاہ میں آئے بغیر رینڈل سے مل سکے گا۔"

"اور اگر رینڈل پہلے کی طرح نگرانی کرنے والوں کو ڈاج دے کر نکل گیا تو؟"

"اب یہ بھی نہیں ہو گا" میں نے مسکرا کر کہا "پہلے کی بات اور تھی اس وقت تم نے خفیہ طور پر اس کا تعاقب کرنے کی کوشش کی تھی۔ اب تو سب کچھ کھل کر سامنے آ گیا۔ اس کا تعاقب اور نگرانی علی الاعلان کی جائے گی۔"

فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ کیتھی براؤن نے ریسیور اٹھایا اور پھر میری طرف بڑھا دیا "تمہارا فون ہے۔"

میں نے اس سے ریسیور لے کر کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے رینڈل تھا "تم نے وعدہ کیا تھا کہ میلی نوف اور اس کے عملے سے کوئی تعرض نہیں کرو گے۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔ میں نے یہ وعدہ کیا تھا لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی...."

"تم نے اسے کل رات ایک ڈنر میں شریک ہونے کے لئے مجبور کیا ہے" رینڈل نے کہا "اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

”تمہیں کوئی غلط فہمی ہوگئی ہے“ میں نے بڑی معصومیت سے کہا ”میں بھلا اپنے دشمن کو ڈنر میں شرکت کے لئے کیوں مجبور کرنے لگا۔“

”اس میں بھی تمہاری کوئی چال ہوگی۔ تم ضرور میلی نوف کے خلاف کچھ کرنا چاہ رہے ہو۔“

”اگر مجھے اس کے خلاف کچھ کرنا ہوتا تو کرچکا ہوتا“ میں نے تلخی سے کہا ”اسے ڈنر میں شرکت کے لئے مجبور کرنے کے بجائے میں اسے سرکاری مہمان بناتا۔“

”لیکن یہ بھی ٹھیک نہیں ہے“ رینڈل نے کہا ”اصولی طور پر تمہیں میلی نوف سے بے غرض ہوجانا چاہئے تھا۔“

”میں تو ہوگیا تھا لیکن تم خود کو معاملات سے الگ نہیں رکھ سکے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس کے یہاں سے نکل جانے تک تم خاموشی اختیار کرتے مگر تم نے چھیڑ چھاڑ شروع کردی۔“

”میں نے چھیڑ چھاڑ شروع کردی!“ رینڈل نے حیرت سے کہا ”یہ تم کیا کہہ رہے ہو ڈیئر علی! میں تو تمہاری نظروں کے سامنے موجود تھا۔“

”اب اگر میں کچھ کہوں گا تو اس کے جواب میں تم وہی فرسودہ مثال پیش کروگے کہ جنگ اور محبت میں سب جائز ہوتا ہے‘ اس لئے میں کچھ نہیں کہوں گا۔“

”یعنی میلی نوف کو روکنا تمہاری کسی سازش کا حصہ ہے؟“ رینڈل نے کہا‘ میں نے اندازہ کرلیا کہ وہ خوف زدہ ہے۔ اسے خوف زدہ ہونا ہی چاہئے تھا اس لئے کہ چور کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اسے ہروقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں اس کی چوری کھل نہ جائے۔ رینڈل کو بھی یہی خوف دامن گیر تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ میلی نوف کے گرد کوئی جال بُنا جارہا ہو۔

جال یقیناً بُنا جارہا تھا مگر میلی نوف کے گرد نہیں.... میلی نوف کو تو ضمناً زد میں آنا تھا۔ اصل ہدف تو رینڈل تھا۔ جال تو اس کے گرد بُن رہا تھا جس کا اسے اندازہ ہی نہیں تھا۔ وہ خود کو بہت ذہین سمجھتا تھا اور اس کے دانست میں دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رہ کر سازشیں کرنا اور اپنے مہروں کو آگے بڑھاتے رہنا ذہانت تھی حالانکہ اس میں ذہانت کا زیادہ دخل نہیں ہوتا۔ ذہانت کے معیار پر اترنے کے تو اور ہی پیمانے ہوا کرتے ہیں جن میں سے ایک پیمانے کی زد میں وہ اس وقت تھا۔

”سازشیں کرنے کا کام میں نے تمہارے لئے اٹھا رکھا ہے“ میں نے پُرسکون لہجے میں کہا ”میں تو منصوبے بناتا ہوں اور ان پر عمل کرتا ہوں اور اپنے حریفوں پر اوچھا ہاتھ ڈالنے سے گریز کرتا ہوں۔“

تمہیں گوٹے ہل ائرپورٹ تو یاد ہی ہوگا“ رینڈل نے تمسخرانہ لہجے میں کہا ”اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“

اس کا اشارہ اس واقعے کی طرف تھا جب اس نے کرنل شوالو کے میک اپ میں مجھے میرے ساتھیوں سمیت گوٹے ہل ائرپورٹ سے اغوا کرلیا تھا۔

”مجھے یاد ہے رینڈل!“ میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا ”اور بہت جلد میں اسے تمہارے لئے بھی یادگار بنادوں گا۔“

”وہ سب بعد کی باتیں ہیں۔ فوری درپیش مسئلہ یہ ہے کہ میلی نوف کی راہ میں کوئی رکاوٹ مت ڈالو۔“

”میں نے اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ کھڑی کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میں نے تو اس سے صرف ڈنر قبول کرنے کی درخواست کی تھی جو اس نے قبول کرلی۔ کسی اور کو اس پر کیا اعتراض ہے؟“

”اس کے پروگرام میں خلل ڈالنے کی کوشش مت کرو علی! اسے جانے دو۔“

”اگر وہ جانا چاہتا ہے تو چلا جائے لیکن میرے خیال میں اس جیسے آدمی کے لئے یہ نامناسب سی بات ہوگی کہ وہ دعوت قبول کرنے کے بعد اس میں شرکت کرنے سے انکار کردے۔“

”انکار اس کی طرف سے نہیں‘ تمہاری طرف سے ہوگا۔ ڈنر منسوخ کردو۔“

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو رینڈل!“ میں نے حیرت سے کہا ”ڈنر تو منسوخ نہیں ہوسکتا۔ بہت سے لوگ اس پروگرام میں شریک ہیں۔ بینکویٹ ہال بُک کرایا جاچکا ہے‘ ڈنر کے لئے مینو طے ہوچکا ہے۔ دعوت نامے چھپ چکے ہیں اور تھوڑی دیر بعد تقسیم ہونے بھی شروع ہوجائیں گے۔ سیکیورٹی کے انتظامات کو بھی حتمی شکل دی جاچکی ہے۔ اب تم خود انصاف کرو کہ ایسے میں کوئی پروگرام کس طرح منسوخ کیا جاسکتا ہے؟“

”مجھے یقین نہیں آرہا“ رینڈل نے کہا ”ابھی تھوڑی دیر پہلے کی تو بات ہے....“

”مجھ سے ذرا سی تاخیر ہوگئی ورنہ پروگرام تو پہلے ہی طے پاچکا تھا۔“

”ٹھیک ہے علی! لیکن یہ یاد رکھنا کہ تم اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکوگے۔“

”تم میری طرف سے اپنا دل میلا مت کرو۔ مجھے میلی نوف کے خلاف سازش کرنے کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ میرے پاس ایک بہت ہی اہم نوعیت کی کیسٹ موجود ہے جس پر کچھ ایسے اعترافات ٹیپ ہیں جو میلی نوف کی ایک ناپسندیدہ تنظیم سے وابستگی ظاہر کرتے ہیں۔“

”ایسی ایک ریکارڈنگ تو میرے پاس بھی محفوظ ہے“ رینڈل نے زہریلے لہجے میں کہا ”لیکن میری شرافت دیکھو کہ میں نے اسے عام نہیں کیا۔“

”اچھا“ میں نے حیرت سے کہا ”مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمہارے پاس بھی میلی نوف کے خلاف مواد موجود ہے۔“

”بنو مت علی!“ رینڈل نے ناخوشگوار لہجے میں کہا ”وہ وقت یاد کرو جب تم نے اپنے بعض مخصوص نظریات کا اعلان کیا تھا“ وہ اس وقت کا ذکر کررہا تھا جب میں جزیرۂ مرگ پر تھا اور میں نے یہ ظاہر کیا تھا جیسے مجھ پر شخصیت کی تبدیلی کا عمل کارگر ہوگیا ہے۔

”مجھے یاد ہے رینڈل! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں وہ کیسٹ بہت پسند ہے اسی لئے تم نے اسے اپنے پاس بحفاظت رکھ چھوڑا ہے۔ اگر تم فرمائش کرو تو میں ویسی ہی دو چار کیسٹیں اور ریکارڈ کرا کے تمہیں بھجوادوں تاکہ تم ان سے اپنا دل بہلاتے رہو۔“

”تم اپنے حق میں اچھا نہیں کررہے ہو علی!“ رینڈل نے کہا مگر اس کا لہجہ بہت پُرسکون تھا‘ یوں جیسے وہ مجھے موسم کا حال سنا رہا ہو۔

”اکثر لوگوں کا خیال یہی ہے کہ میں جو کچھ بھی کرتا ہوں اپنے حق میں اچھا نہیں کرتا۔“

”تمہاری مرضی۔ میری خواہش تو یہ تھی کہ تمہارے لئے کوئی مشکل نہ کھڑی ہو لیکن خیر....“ رینڈل نے سلسلہ منقطع کردیا۔

”یہ وقت بھی دیکھنا تھا کہ وہ ہمیں ہمارے گڑھ میں آکر دھمکیاں دے“ بڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”دھمکیاں اگر کسی کو نقصان پہنچا سکتیں تو آج یہ دنیا لوگوں سے خالی ہوچکی ہوتی“ میں نے مضحکانہ انداز میں کہا ”اگر اس بے چارے نے مجھے چند دھمکیاں دے دیں تو اس میں اس قدر دل گرفتہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟“

”مجھے غصہ آرہا ہے چیف!“ بڈ نے مٹھیاں بھینچ کر کہا ”جی چاہ رہا ہے رینڈل کا خون پی جاؤں۔“

کیتھی براؤن خاصی مضطرب نظر آرہی تھی۔ صرف وہ اس بات سے واقف تھی کہ میں رینڈل کے گرد کیا جال بُن رہا ہوں اور غالباً اس کے پیٹ میں اسی وجہ سے درد ہورہا تھا۔ میں نے اسے تنبیہی نظروں سے گھورا اور اس نے خود کو سنبھال لیا۔

”اس مشن کی انچارج تم ہو تہذیب! تم چونکہ دوسری طرف مصروف تھیں اس لئے میں نے تمہاری طرف سے رینڈل کی نگرانی سخت کرادی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اب ہمیں ہروقت اپنے پاس ٹرانس میٹر رکھنے چاہئیں تاکہ بروقت آپس میں رابطہ قائم کرسکیں۔“

”تمہارا خیال نہایت مناسب ہے“ تہذیب نے کہا ”لیکن

مکتبۂ نفسیات وہ پہلا ادارہ ہے جس نے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے علوم پہلی بار اردو میں پیش کیے کیونکہ اس ادارے کی کتابیں ”ٹیلی پیتھی و مستقبل بینی“۔ ”ہپناٹزم“ ہپناٹزم کے عملی طریقے“ اور ”ذاتی ہپناٹزم“۔ کافی عرصے پہلے شائع ہوئی تھیں اور تب سے اب تک ان دونوں علوم پر کافی ریسرچ ہوچکی ہے۔ اس لیے اب ادارہ ھٰذا دو نئی کتابیں پیش کررہا ہے

جس میں ٹیلی پیتھی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
تمام تازہ ترین تحقیقات اور مشقیں اس میں شامل ہیں۔
شمع بینی کے بارے میں ایک مفصل باب مع سوال و جواب۔
ٹیلی پیتھی کے بارے میں بے شمار قارئین کے سوالوں کے جواب اس میں موجود ہیں۔

قیمت ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے
ہپناٹزم کے بارے میں آج تک کی تمام تحقیقات کا نچوڑ۔
جدید طریقے اور مشقیں۔
ہپناٹزم کی مشقوں کے لیے مکمل لائحہ عمل اور پورا پروگرام۔
بے شمار قارئین کے ہزاروں سوالوں کے جواب۔
ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔

مکتبۂ نفسیات
پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تم مجھے اصل بات سے بے خبر رکھ رہے ہو" تہذیب نے مزید کہا۔

"سب کچھ تو تمہارے سامنے ہے" میں نے کہا "پھر تمہیں یہ کیوں محسوس ہو رہا ہے کہ میں کچھ چھپا رہا ہوں۔"

"موجودہ حالات میں رینڈل کو ڈھیل دینے کا کوئی جواز نہیں ہے...."

"تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ وہ فرانسیسی پاسپورٹ پر یہاں آیا ہے۔ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی صورت میں سفارت خانہ خاموش نہیں رہے گا اور ہم اپنے دوست جنرل ٹیرس کے لئے الجھنیں پیدا نہیں کرسکتے۔"

"کیا ضروری ہے کہ اس کے خلاف کوئی قانونی قدم ہی اٹھایا جائے۔ اسے کوئی حادثہ بھی تو پیش آسکتا ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"میں میڈم سے پوری طرح متفق ہوں چیف! اب اسے حادثہ پیش آہی جانا چاہئے۔"

"ہرگز نہیں..." میں نے سختی سے کہا "اس قسم کے نادر خیالات اپنے دماغ سے نکال دو۔ ہم اسے مکمل شکست سے دوچار کریں گے۔"

"یعنی میرا اندازہ درست ثابت ہوا" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "تم یقیناً کسی خاص لائن پر کام کر رہے ہو۔"

"ہاں تہذیب!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میں ایک خاص لائن پر کام ضرور کر رہا ہوں لیکن اس کے لئے اہم ترین بات یہ ہے کہ رینڈل نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ میرا خیال ہے بڈ کو خود جاکر نگرانی کے انتظامات کا جائزہ لینا چاہئے۔"

"اوکے چیف!" بڈ نے اٹھتے ہوئے کہا "میں جا رہا ہوں۔ ٹرانس میٹر بھی ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

بڈ ٹرانسمیٹر لے کر چلا گیا۔ میں نے اور تہذیب نے بھی ٹرانسمیٹر نکال لئے تھے تاکہ بڈ اگر کوئی پیغام دینا چاہے تو اسے فون تک جانے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔

"تمہارے اندازے سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے میری بات کو سنجیدگی سے لیا ہے" بڈ کے جانے کے بعد کیتھی براؤن نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"کون سی بات کو؟"

"وہی مکان اور گھر والی بات" کیتھی نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"اوہ، لیکن گھر والی بات تو گھر والی سے کرو" میں نے کہا اور کیتھی نے ایک قہقہہ لگایا۔

"گھر والی ابھی ہے کہاں" اس نے کہا "البتہ اس انتظار میں ضرور ہے کہ تم اس پر نظرِ کرم فرماؤ اور اسے اس درجے سے سرفراز فرماؤ۔"

"یہ اچانک تم پر کیا دُھن سوار ہوگئی ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"ارے واہ دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں اور اوپر اوپر غصے کا اظہار کر رہی ہو۔"

"معلوم ہوتا ہے کیتھی کچھ کرا کے ہی چھوڑے گی" تہذیب نے بے بسی سے کہا۔

"ارے تو کیا میں کوئی بری بات کر رہی ہوں...."

"اچھا بابا ٹھیک ہے" میں نے اس سے جان چھڑانے کے لئے کہا "تمہاری خواہش پوری کردی جائے گی مگر اب کچھ کھانے وغیرہ کی بھی بات کرو۔ ہمارا دوست جنرل ٹیرس تو مسلح افواج کی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لئے گیا ہوا ہے اس لئے ہمارا کوئی پُرسانِ حال ہی نہیں ہے۔"

ابھی ہمارے درمیان اسی قسم کی گفتگو جاری ہی تھی کہ ٹرانسمیٹر پر کال موصول ہوئی۔ دوسری طرف بڈ تھا۔

"مجھ پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے چیف!" ٹرانسمیٹر پر بڈ کی آواز آرہی تھی "ایگزیکیوٹو کلب کے قریب ایک لوڈنگ ٹرک نے میری کار کو ٹکر ماری۔ کار کی باڈی تقریباً تباہ ہوگئی۔ بس قسمت ہی تھی کہ زندہ بچ گیا۔"

"ممکن ہے یہ کوئی اتفاقی حادثہ ہو...." میں نے کہنا چاہا مگر بڈ نے میری بات کاٹ دی۔

"مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی چیف! یہ اتفاقی حادثہ نہیں تھا۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیا ہے۔ وہ ایڈگر تھا۔ گوٹے ہل کا نامی گرامی غنڈہ...."

میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار تھے۔ غصہ تو مجھے بھی بے حد آرہا تھا مگر خود پر قابو رکھنا ضروری تھا۔ اس بات میں کوئی کلام نہیں تھا کہ بڈ پر حملہ رینڈل نے کرایا ہے۔

"تم کہاں سے بات کر رہے ہو بڈ!"

"ایگزیکیوٹو کلب سے صرف ایک فرلانگ کے فاصلے پر ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم کلب پہنچو۔ میں تھوڑی دیر میں تم سے رابطہ قائم کرتا ہوں" میں نے سلسلہ منقطع کیا اور تہذیب سے کہا "میں ایڈگر کو چیک کرنے جا رہا ہوں۔ تم یہیں ٹھہر کر دوسرے معاملات دیکھو۔"

تہذیب نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا اور میں ٹیرس محل سے روانہ ہوگیا لیکن باہر نکلتے ہی میں نے محسوس کیا کہ میری کار کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ میں نے کار ایک ویران سڑک کی طرف موڑ دی۔

مجھے بڈ کا خیال آیا جس کی کار کو ایک بھاری ٹرک نے ٹکر ماری تھی۔ ٹرک ڈرائیور چونکہ ایک مقامی بدمعاش تھا اس لئے یہ اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں تھا کہ وہ کوئی حادثہ نہیں تھا جو کچھ بھی ہوا ایک سوچی سمجھی سازش کے نتیجے میں ہوا۔ سوال یہ تھا کہ سازش کس نے کی اور کسی کی بڈ سے کیا دشمنی تھی اس سوال کا آسان اور سادہ سا جواب یہ تھا کہ بڈ کو حادثہ صرف اس وجہ سے پیش آیا کہ وہ میرے لئے کام کر رہا تھا۔ دشمنی مجھ سے تھی اور نشانہ میرے ساتھی کو بنایا گیا۔ واضح طور پر یہ رینڈل کی حرکت تھی۔ ورنہ میرا یا میرے ساتھیوں کا کسی مقامی بدمعاش سے کیا واسطہ ہوسکتا تھا۔

میں نے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ تعاقب کرنے والی کار بدستور میرے تعاقب میں تھی۔ شہر کے نواح کی طرف جانے والی یہ سڑک اسٹریٹ لائٹوں تک سے محروم تھی اور خاصا طویل ٹکڑا ایسا تھا جس کے دونوں طرف کسی بھی قسم کی آبادی نہیں تھی۔ اس سڑک کا رخ کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ تعاقب کرنے والا کھل کھیلے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ ان لوگوں کے دل میں کوئی حسرت رہ جائے۔ میرا یہ اقدام خاصا خطرناک ثابت ہوسکتا تھا اس لئے کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ پچھلی گاڑی میں کتنے افراد ہیں اور ان کے عزائم کیا ہیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مجھے ٹھکانے ہی لگا دینے کی کوشش کر بیٹھتے بلکہ یہی امکان زیادہ قرین قیاس تھا۔

دفعتاً میں نے گاڑی کی رفتار سست کردی۔ میرا خیال تھا کہ تعاقب کنندہ میری کار کے قریب آنے کی کوشش کرے گا مگر میری توقعات کے برعکس اس کی طرف سے ایسی کوئی کوشش نہیں کی گئی اور اس نے بھی اسی مناسبت سے اپنی گاڑی کی رفتار کم کردی۔ میری اور اس کی کار کے درمیان اب بھی اتنا ہی فاصلہ برقرار تھا جتنا رفتار کم کرنے سے قبل تھا۔ گویا تعاقب کنندہ کا مقصد صرف میری نگرانی کرنا تھا۔

میں نے کار کی رفتار مزید آہستہ کردی اور پھر بتدریج کار کو سڑک کے کنارے سے لگا کر روک دیا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت نہیں ہوئی کہ عقبی کار بھی روک دی گئی تھی۔ وہ کوئی بھی تھے کم از کم تعاقب کے معاملے میں بالکل اناڑی تھے۔ تعاقب کرنے کا انہیں برائے نام بھی سلیقہ نہیں تھا۔

چند لمحوں کے اندر صورتحال کا پوری طرح تجزیہ کرنے کے بعد میں نے ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ ہمارے خلاف منظم پیمانے پر کام ہو رہا تھا۔ بڈ پر حملے کے فوراً بعد میرا تعاقب یہی ظاہر کرتا تھا لہٰذا ہمیں بھی منظم طریقے سے کام شروع کردینا چاہئے تھا۔ بصورت دیگر تاخیر کا اندیشہ تھا۔

ٹرانس میٹر پر تہذیب کو جلدی جلدی ضروری ہدایات دے کر میں کار سے اتر گیا اور کار کا بونٹ کھول دیا۔ مقصد یہ تاثر دینا تھا جیسے کار میں کوئی خرابی واقع ہوگئی ہو۔ اگرچہ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی تاہم محض احتیاطاً میں تھوڑی سی وقت گزاری کر رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میری ہدایات پر عمل ہونے میں چند منٹ سے زیادہ عرصہ درکار نہیں تھا۔

چند منٹ یوں گزارنے کے بعد میں دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا۔ اس بار کار اسٹارٹ کرنے کے بعد میں آگے جانے کے بجائے اسے واپس موڑ رہا تھا۔ میں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ میری اس حرکت سے وہ لوگ بوکھلا گئے ہیں۔ شاید انہیں مجھ سے ایسی کسی حرکت کی توقع نہیں تھی۔ انہوں نے بڑی افراتفری کے عالم میں گاڑی موڑی اور شہر کی طرف واپس دوڑا دی۔ اب میری کار ان کا پیچھا کر رہی تھی۔ وہ بھول گئے تھے کہ انہیں میرا تعاقب کرنا ہے لیکن انہیں اس بات کا ہوش ضرور تھا کہ مجھے اپنا پیچھا نہ کرنے دیں اور اس کے لئے ان کے پاس فوری طور پر رفتار کے سوا اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔ اس ویران سڑک پر جس سے کوئی ذیلی سڑک بھی نہیں نکلتی تھی کسی کو تعاقب سے جھٹکنا قریب قریب ناممکن تھا۔

اگلی کار کی بڑھتی ہوئی رفتار کے ساتھ میں بھی رفتار میں اضافہ کر رہا تھا لیکن میں نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ درمیانی فاصلہ ایک مخصوص حد سے کم نہ ہونے پائے۔ گوٹے ہل کی اس ویران سڑک پر آگے پیچھے دوڑتی ہوئی دو کاریں تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑنے کے درپے تھیں۔ اگلی کار کی تیز رفتاری مجھے تشویش میں جلا کر رہی تھی۔ اس لئے کہ مجھے معلوم تھا آگے راستہ بند ہے۔

پھر وہی ہوا جس کا مجھے خدشہ تھا۔ سڑک کے اختتام پر پولیس کی دو موبائیل گاڑیوں نے سڑک پر ترچھے کھڑے ہو کر راستہ بند کر رکھا تھا۔ پولیس والوں نے کار کو ہاتھ دے کر روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہیں رکے۔ رکنے کے بجائے انہوں نے کار کو سڑک سے نیچے اتار کر موبائیلوں کے برابر سے نکال لے جانے کی کوشش کی لیکن اتنی تیز رفتار پر ان کی یہ کوشش عبث تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کار الٹ گئی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے قلابازیاں کھاتے دیکھا اور پھر ایک تناور درخت سے ٹکرا کر اس میں آگ بھڑک اٹھی۔ میں اپنی کار کی رفتار پہلے ہی کم کرچکا تھا۔ میں نے موبائیلوں کے نزدیک کار روک دی اور کار سے اتر کر متاسفانہ انداز میں دھڑا دھڑ جلتی ہوئی کار کو دیکھنے لگا۔ جو کچھ فاصلے پر الٹی ہوئی جل رہی تھی۔ چند پولیس والے اور انسپکٹر میرے قریب آگیا۔

"آپ اپنے کاغذات دکھانا پسند کریں گے جناب!" انسپکٹر نے مجھ سے کہا مگر اس نے خیال رکھا تھا کہ اس کا لہجہ گستاخانہ نہ ہونے پائے۔

میں نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔ "تمہیں جو احکامات دیے گئے تھے ان میں یہ ہدایت بھی شامل تھی؟" میں نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

لمحے بھر کے لئے وہ گڑبڑا گیا لیکن فوراً اس نے خود کو سنبھال

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیا۔ "کچھ فیصلے ہمیں خود بھی کرنے پڑتے ہیں۔"

"کار میں کتنے آدمی تھے؟" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

"چار" انسپکٹر نے روا روی میں کہا پھر مجھے گھورنے لگا۔ "میں نے تم سے کاغذات نکالنے کو کہا تھا۔"

"مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچ سکا۔ یہ لوگ ٹیرس محل سے میرا تعاقب کر رہے تھے۔ اب یہ بھی معلوم نہیں ہوسکے گا کہ یہ کون تھے؟"

ٹیرس محل کے حوالے پر انسپکٹر کی عقل ٹھکانے آگئی اور اس نے میری شناخت طلب کرنے کا خیال ترک کردیا۔

"ہم کیا کرسکتے تھے جناب۔" انسپکٹر نے بے چینی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "ہم نے تو انہیں روکنے کی کوشش کی تھی۔ ہمیں کیا معلوم تھا...."

"میں تمہیں الزام نہیں دے رہا انسپکٹر!" میں نے بارعب انداز میں کہا "تم نے اپنا کام عمدگی سے کیا۔ میں تمہاری سفارش کروں گا۔"

"شکریہ جناب.... ویسے ان لوگوں کی شناخت کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کی ایک جھلک دیکھی تھی۔ مجھے شبہ ہے کہ وہ ایڈگر...."

"کیا!" میں چونک پڑا۔ "یہ کار ایڈگر چلا رہا تھا؟"

"نہیں جناب.... ایڈگر کا دست راست مارٹن.... لیکن میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا ممکن ہے مجھے غلط فہمی ہوئی ہو۔"

"نہیں، تمہیں غلط فہمی نہیں ہوئی۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "معلوم کرو کہ اس وقت ایڈگر کہاں ہے۔"

انسپکٹر موبائل کی طرف بڑھ گیا۔ میں الجھن میں پھنس گیا۔ آخر ایڈگر کو مجھ سے اور میرے ساتھیوں سے کیا دشمنی ہوگئی تھی؟ میں تو اس سے ٹھیک سے واقف بھی نہیں تھا۔ بس سرسری طور پر اس کا نام سنا تھا۔ تھوڑی دیر قبل اس نے بڈ پر حملہ کیا۔ بڈ کی زندگی تھی کہ وہ بچ نکلا اور اب اس واقعے کے تھوڑی دیر بعد ایڈگر کے آدمی میرا تعاقب کر رہے تھے.... آخر کیوں؟

"میں نے معلوم کرلیا ہے جناب۔" انسپکٹر نے میرے خیالات کا سلسلہ درہم برہم کرتے ہوئے کہا۔ "وہ اپنے آفس میں موجود ہے۔"

"آفس میں۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا یہاں غنڈے بدمعاشوں کے بھی آفس ہوتے ہیں؟"

"معلوم ہوتا ہے آپ اس سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔" انسپکٹر نے کہا "ایڈگر ایک ایسا بدمعاش ہے جو اپنے پیچھے کھلا ثبوت نہیں چھوڑتا۔ ثبوت کے بغیر اس پر ہاتھ ڈالنا ممکن نہیں ہے اس کا آفس پیراڈائز بار میں ہے۔ پیراڈائز بار اس کی اپنی ملکیت ہے۔ اس بار کے علاوہ وہ شراب امپورٹ کرکے سپلائی بھی کرتا ہے...."

"بس ٹھیک ہے انسپکٹر۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "میں سمجھ گیا۔ مزید تفصیلات بتانے کی ضرورت نہیں۔ کیا تم مجھے پیراڈائز بار تک لے چلوگے؟"

"کیوں نہیں جناب۔" انسپکٹر نے خوش ہوکر کہا "لیکن اس سے قبل مجھے اس کار...."

"یہاں کے معاملات اپنے ماتحتوں پر چھوڑ دو اور تم میرے ساتھ چلو۔" میں نے کہا۔ "اور ہاں.... ہتھکڑی کا ایک جوڑا ضرور ساتھ لے لینا۔"

"تو کیا صرف ہم دونوں...." انسپکٹر نے حیرت سے کہا "یہ اتنی بڑی پولیس فورس کس لئے ہے جناب۔"

"جب پولیس فورس کی ضرورت پڑے گی اس وقت پولیس فورس بھی طلب کرلیں گے۔ فی الحال تو تم میرے ساتھ چلو۔"

پیراڈائز بار روایتی قسم کا ایک بار ثابت ہوا۔ انسپکٹر سیموئل کے ساتھ میں سیدھا بارٹینڈر کی طرف بڑھ گیا۔ اس قسم کے مقامات پر پولیس کی آمد سے کھلبلی مچ جایا کرتی ہے۔ وہاں بھی یہی ہوا۔ باوردی انسپکٹر کو دیکھ کر بار میں میزوں کے گرد بیٹھے ہوئے شرابی اضطراب میں مبتلا ہوگئے تھے لیکن عجیب بات یہ تھی کہ بارٹینڈر مطمئن نظر آرہا تھا۔

"آپ نے بہت دیر کردی جناب۔" اس نے انسپکٹر سے کہا۔

"باس بہت دیر سے آپ کے منتظر ہیں۔"

بارٹینڈر کی بات سن کر میں حیران ہوا لیکن میں نے سوچا ممکن ہے انسپکٹر نے ایڈگر کو یہاں روکے رکھنے کے لئے اسے اپنی آمد کی اطلاع بھجوادی ہو اس لئے میں نے خاموشی اختیار کی۔ انسپکٹر نے بھی کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ میں اور انسپکٹر اس بغلی کمرے کی طرف بڑھے جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

"تم لوگوں کی کارکردگی بہت خراب ہے انسپکٹر۔" ایڈگر کے آفس میں داخل ہوتے ہی ہمیں یہ جملہ سننا پڑا۔ کہنے والا ایڈگر ہی ہوسکتا تھا۔ میں اسے پہچانتا نہیں تھا لیکن شاید وہ مجھ سے واقف تھا۔ اس لئے کہ انسپکٹر سے یہ جملہ کہنے کے بعد اس نے میری طرف دیکھا تھا اور میں نے محسوس کیا تھا کہ مجھے دیکھ کر وہ عجیب قسم کی بے چینی میں مبتلا ہوگیا ہے۔

میں نے دانستہ اس پر سے نظریں ہٹائیں اور آفس کا جائزہ لینے لگا۔ اس کا آفس عجیب ہی منظر پیش کر رہا تھا جہاں اس کے علاوہ چند افراد اور بھی موجود تھے۔ دو فرش پر بندھے پڑے تھے۔ ایک کرسی پر بیٹھا تھا مگر اس کے ہاتھ بھی پشت پر بندھے تھے۔ ایڈگر کھڑا ہوا تھا۔ ہماری آمد سے قبل وہ غالباً ٹہل رہا تھا۔ اس کے علاوہ دو اور افراد بھی تھے جن کے ہاتھوں میں ریوالور نظر آرہے تھے۔ یہ سب کچھ میری سمجھ سے بالاتر تھا۔

"ہمیں اور معاملات بھی دیکھنے ہوتے ہیں۔" انسپکٹر نے بے زاری سے کہا۔

"معاملہ کیا ہے؟" میں نے نرم لہجے میں ایڈگر سے پوچھا۔

"میں مقامی تھانے کو فون پر تفصیلات بتا چکا ہوں۔" ایڈگر نے نیلے لہجے میں کہا۔

"فون پر سنی ہوئی تفصیلات کی روشنی میں تو کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا۔" میں نے کہا۔ میرا لہجہ بدستور نرم تھا۔ معاملہ کچھ کچھ میری سمجھ میں آنا شروع ہوگیا تھا۔

"یہ شخص جس کا نام فرنانڈس ہے۔" ایڈگر نے اس شخص کی طرف اشارہ کیا جو کرسی پر بیٹھا تھا اور جس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ "یہ شراب کا ایک مقامی ڈیلر ہے۔ یہ شخص ڈیڑھ گھنٹا قبل یہاں آیا اور اس نے مجھے دھمکیاں دیں۔ اس کے ساتھ دو مسلح افراد تھے۔ میرے آدمیوں نے بڑی مشکل سے ان لوگوں پر قابو پایا اور پھر میں نے کوئی ایک گھنٹا قبل علاقے کے تھانے کو فون پر مطلع کیا لیکن تم لوگ اتنی دیر بعد یہاں پہنچے ہو۔"

میں سناٹے میں آگیا۔ صورتحال پوری طرح مجھ پر واضح ہوگئی تھی۔ بڈ کے بچ جانے پر ایڈگر نے یہ ڈرامہ ترتیب دیا تھا اس لئے کہ جو وقت وہ بتا رہا تھا اس وقت بڈ پر حملہ ہوا تھا۔ ایڈگر نے جائے واردات پر اپنی عدم موجودگی ثابت کرنے کے لئے یہ ناٹک رچایا تھا اور اب مجھے اس کا توڑ کرنا تھا۔

"تم کیا کہتے ہو؟" میں نے فرنانڈس سے کہا۔ میں، ایڈگر اور انسپکٹر ابھی تک کھڑے ہوئے تھے۔ ایڈگر نے ہم سے بیٹھنے تک کو نہیں کہا تھا۔

"میں ہمیشہ ایڈگر سے مال لیتا ہوں لیکن اس بار اس نے ہمیں جعلی مال تھمادیا۔ بوتلوں سے مقامی شراب برآمد ہوئی ہے۔ میں اس سے یہی شکایت کرنے آیا تھا لیکن اس نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا۔"

فرنانڈس کا بیان سن کر میں نے تفہیمی انداز میں سرہلایا۔

"یہ سراسر بکواس ہے...." ایڈگر نے اسٹارٹ لیا ہی تھا کہ میں نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹ دی۔

"یہ معاملہ سرکاری تفتیشی مراحل میں داخل ہوچکا ہے لہٰذا اب تم صرف اس وقت بولوگے جب تم سے کچھ پوچھا جائے۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے اب یہاں ان لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔" میں نے دونوں ریوالور برداروں کی طرف اشارہ کیا۔ "لہٰذا انہیں یہاں سے رخصت کردو۔"

ایڈگر نے بھرائی ہوئی آواز میں ان لوگوں سے چلے جانے کو کہا اور وہ کمرے سے باہر چلے گئے۔

"اب میرا خیال ہے اگر تم اپنی کرسی پر بیٹھ جاؤ تو ہم بات آگے بڑھائیں۔" میں نے ایڈگر سے کہا اور وہ خاموشی سے میز کے عقب میں اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔

اس کے بیٹھنے کے بعد میں نے انسپکٹر کو بھی ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک نشست سنبھال لی۔

"مارٹن کی کار کو حادثہ پیش آگیا۔" میں نے ایڈگر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "کار میں آگ لگ گئی تھی۔ وہ اپنے ساتھیوں سمیت ہلاک ہوچکا ہے۔"

ایڈگر بری طرح چونکا تھا۔ "حادثہ کب اور کہاں پیش آیا؟" اس نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

"تمہیں نہیں معلوم کہ مارٹن اپنے ساتھیوں سمیت کس مہم پر تھا۔" میں نے ہنستے ہوئے لہجے میں کہا۔

نئی سوچ، نیا رنگ، نیا لہجہ، نیا آہنگ

ایک کفن بردوش نوجوان کی کہانی جس کے
شب و روز موت کی بستی میں گزر رہے تھے
جلتے دن، سلگتی راتیں، آس و یاس
خوف و ہراس، شیریں خواب
پس پردہ شکارگاہوں کے اسرار، نقاب پوش
آدم زادوں کے وحشیانہ کاروبار
دامن تہذیب پر رسوائیوں کے داغوں کا
قصہ، اندھیرے تقسیم کرنے والے روشن
چراغوں کا قصہ

جاسوسی ڈائجسٹ کا زندہ کرداروں پر مشتمل
ایک روایت شکن سلسلہ

شکاری

تیسرا اور چوتھا حصہ کتابی شکل میں تیار ہے
قیمت فی حصہ ۴۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶ روپے
چاروں حصے ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس 23 کراچی۔ 74200

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں" ایڈگر نے نفی میں سرہلایا۔ "وہ مجھے بتا کر نہیں گیا تھا۔"

"اور پچھلے ڈیڑھ گھنٹے کے دوران تم بھی یہیں موجود رہے ہو؟"

"ہاں میں نے بار سے باہر قدم بھی نہیں نکالا۔ فرنانڈس سے ہی الجھا رہا لیکن مجھ سے اس انداز میں کیوں پوچھ گچھ کی جارہی ہے۔ جیسے میں کوئی مجرم ہوں؟"

"انہیں بتاؤ کہ مارٹن کو حادثہ کہاں پیش آیا ہے۔" میں نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالتے ہوئے انسپکٹر سے کہا۔ وہ ایڈگر کو حادثے کے بارے میں بتانے لگا اور میں نے ٹرانسمیٹر پر تہذیب سے رابطہ قائم کیا۔

"تم کہاں غائب ہو۔" میری آواز سنتے ہی اس نے بے صبری سے کہا "ہم تمہاری طرف سے فکرمند ہو چکے تھے۔ جنرل ٹیرس بھی تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"سنو تہذیب جنرل ٹیرس اگر تمہارے پاس موجود ہے تو اس سے فوراً میری بات کراؤ۔"

تہذیب نے میرے لہجے میں کوئی خاص بات محسوس کرلی تھی اس لئے اس نے بغیر کچھ کہے ٹرانسمیٹر جنرل کے حوالے کر دیا تھا۔ ایڈگر، انسپکٹر اور فرنانڈس حیرت سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

"کیا بات ہے اولڈ بوائے۔" چند لمحے بعد ٹرانسمیٹر پر جنرل کی آواز ابھری۔

"میں تمہاری اسکیم پر عمل کر رہا ہوں جنرل! میں اس وقت پیراڈائز بار میں موجود ہوں۔ ایڈگر میرے سامنے بیٹھا ہے اور میں تمہارے اس خیال سے متفق ہو چکا ہوں کہ اس سے پوچھ گچھ کرنا بے کار ہے اور میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وقت ضائع کرنے کے بجائے اسے ٹھکانے ہی لگا دیا جائے۔"

"بالکل..... بالکل۔" جنرل ٹیرس گڑبڑا کر اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہہ سکا۔ اس بے چارے کو تو کچھ بھی معلوم نہیں تھا لیکن ایڈگر اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ نہ صرف کھڑا ہوا تھا بلکہ اس نے ریوالور نکال کر مجھے کور بھی کر لیا تھا۔

"تم سے بات کرنے کے بعد میں ایک کوشش اور کروں گا جنرل!" میں نے ایڈگر کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "میں اس بات کا قائل ہوں کہ آدمی کو موت کے گھاٹ اتارنے سے قبل ایک موقع ضرور دینا چاہئے ممکن ہے وہ راہ راست پر آجائے۔"

"تمہاری مرضی۔" جنرل نے کہا۔ "ویسے میرا خیال یہی ہے کہ ایسے لوگ موقع سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔"

"پھر بھی میں ایک کوشش ضرور کروں گا جنرل! تھوڑی دیر بعد دوبارہ تم سے رابطہ کروں گا۔" میں نے سلسلہ منقطع کر کے ایڈگر کی طرف دیکھا۔ "یہ کیا ایڈگر!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ریوالور جیب میں رکھ لو۔ کیوں اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر رہے ہو۔"

"مجھے اپنی زندگی کی ضمانت درکار ہے۔" ایڈگر نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس کے لئے جو طریقۂ کار تم نے منتخب کیا ہے وہ غلط ہے۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "جو ضمانت تم طلب کر رہے ہو وہ تو خود تمہارے پاس ہے۔ ہم سے تعاون کرو گے تو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔"

"زبان کھولنے کے بعد میں اور مشکل میں پھنس جاؤں گا۔"

"تم کیا سمجھتے ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "ہمیں سب معلوم ہے مگر ہم تمہاری زبان سے سننا چاہتے ہیں۔"

"یعنی۔ یعنی سب کچھ جاننے کے باوجود مجھے کچھ نہیں کہا جائے گا۔" ایڈگر نے بے یقینی سے کہا۔

"بشرطیکہ تم سب کچھ سچ سچ بتا دو۔" میں نے کہا اور ایڈگر کے ہاتھ میں موجود ریوالور کی نال جھک گئی۔ پھر وہ خود بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"مجھے معلوم ہے کہ مارٹن تمہارا تعاقب کر رہا تھا۔" ایڈگر نے بوجھل آواز میں کہا "بلکہ اسے تمہاری نگرانی پر میں نے ہی مامور کیا تھا اور بڈ کو....."

"ان باتوں کے اعادے کی ضرورت نہیں.... یہ تو مجھے معلوم ہے جو باتیں مجھے نہیں معلوم وہ بتاؤ۔"

"جو باتیں تمہیں نہیں معلوم وہ مجھے بھی نہیں معلوم۔" ایڈگر نے کہا "لہٰذا یہ ممکن نہیں کہ میں تمہاری معلومات میں کوئی اضافہ کر سکوں۔"

"تم مجھ سے واقف ہو؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔" ایڈگر نے مخصوص سی آواز میں کہا "لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ مجھے تمہارے خلاف کام کرنا ہے۔"

"تم شاید ہوش میں نہیں ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ تم جس کے خلاف کام کر رہے ہو اس سے ہی واقف نہ ہو؟"

"یہ حقیقت ہے.... میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ مجھے جھوٹ بولنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" ایڈگر نے کہا۔ اس کے لہجے سے سچائی جھلک رہی تھی۔

"ٹھیک ہے میں تمہاری بات مان لیتا ہوں لیکن یہ سب کچھ کس طرح ہوا؟"

ایڈگر نے انسپکٹر کی طرف دیکھا۔ اس کے انداز میں جو جھجک تھی اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ انسپکٹر سے خوف زدہ ہے۔

"تم جو کچھ بھی کہو گے اسے تمہارے خلاف استعمال نہیں کیا جائے گا۔" میں نے تسلی دی۔ "لہٰذا جو کچھ بھی کہنا ہے کھل کر کہو۔"

"میں ہمیشہ پولیس سے بچ کر کام کرتا ہوں۔" ایڈگر نے کہا "آپ کو تو اندازہ ہو گا کہ اس قسم کے کاموں میں شرافت سے کام نہیں چلتا۔ کبھی کبھی کوئی ضرورت مند آجاتا ہے تو میں اس کا کام بھی کر دیتا ہوں۔"

"بشرطیکہ معاوضہ معقول ملے۔" میں نے ٹکڑا لگایا۔

"اس معاملے میں میرا ایک معیار ہے۔ میں کبھی دب کر بات نہیں کرتا۔ معاوضہ مرضی کا نہ ہو تو میں کسی کام میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔"

"اور اس معاملے میں تو معاوضہ بھی تمہیں توقع سے کہیں بڑھ کر ملا ہو گا؟"

"یہ حقیقت ہے لیکن مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ ان ہنگاموں کی پشت پر کون ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے اسے گھورا۔ "تمہیں معاوضہ کس کے ذریعے ملا تھا؟"

"فرنانڈس کے ذریعے۔" ایڈگر نے کہا اور میں نے چونک کر فرنانڈس کی طرف دیکھا جو بھیگی بلی بنا بیٹھا تھا۔

"اس اعتبار سے تو یہ تمہارا محسن ہوا۔" میں نے کہا "پھر تم نے اسے باندھ کیوں رکھا ہے؟"

"یہ تو محض ایک ناٹک ہے اور اس لئے ہے کہ جو جھوٹ ہم بول رہے ہیں اس میں حقیقت کا رنگ بھرا جاسکے۔ یہ آئیڈیا فرنانڈس نے ہی پیش کیا تھا تاکہ جائے واردات پر میری عدم موجودگی ثابت کی جاسکے۔"

میں نے دوبارہ فرنانڈس کی طرف دیکھا۔ "میرا خیال ہے تم بھی میری کوئی راہنمائی نہیں کر سکو گے؟"

"آپ کا خیال درست ہے جناب! زیادہ تر ہدایات مجھے فون پر ہی ملی ہیں۔ صرف رقم دینے کے لئے ایک شخص آیا تھا مگر اس نے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا اور نیم تاریکی میں مجھ سے ملا تھا۔ اس لئے میں نہیں بتا سکتا کہ وہ کون تھا۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ہمیں کن لوگوں کے خلاف کام کرنا ہو گا۔ اگر ہمیں شبہ بھی ہو جاتا کہ یہ اتنی اونچی سطح کا معاملہ ہے تو اس میں ہاتھ ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔"

"یہ تمہیں کب معلوم ہوا کہ تمہیں کن لوگوں کے خلاف کام کرنا ہے؟" میں نے فرنانڈس کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے ایڈگر نے مجھے بتایا کہ اس نے بڑے صاحب کو پہچان لیا تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ یہ مجھ پر ناراض ہو رہا تھا کہ میں نے یہ معاملہ کیوں لیا مگر جناب مجھے ہی کون سا علم تھا کہ میں کیا کرنے والا ہوں۔"

"اس کے ہاتھ کھول دو انسپکٹر! اب یہ لوگ ہمارے لئے کام کریں گے۔"

"ہمیں خوشی ہوئی جناب!" فرنانڈس نے کہا۔ "آپ چاہتے تو ہم سے زبردستی بھی کام لے سکتے تھے مگر آپ نے جس درگزر کا مظاہرہ کیا ہے اس کے بعد تو ہم آپ کے غلام ہو گئے ہیں۔"

"تم نادانستہ طور پر کسی کے آلۂ کار بن گئے اس لئے میں تمہیں زیادہ قصوروار بھی نہیں سمجھتا۔" میں نے کہا۔ میں رینڈل کے وار کو اسی پر الٹنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

"تم دونوں کو میری ہدایات پر عمل کرنا ہو گا۔" میں نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دیتے ہوئے کہا۔

"ہم ہر طرح سے تیار ہیں۔" ایڈگر نے کہا۔

"بس تو پھر اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔" میں نے کہا اور ہم چاروں بار سے باہر آگئے۔

بار کے دروازے سے باہر قدم رکھتے ہی مجھے سرخ رنگ کی وہ کار نظر آگئی جو کچھ فاصلے پر کھڑی تھی۔ کار اسٹارٹ تھی اور اس کی پارکنگ لائٹس جل رہی تھی۔ وہ کار بڑی تیزی سے حرکت میں آئی تھی اور اس کے ساتھ ہی میری چھٹی حس نے مجھے کسی نادیدہ خطرے کا احساس دلانا شروع کر دیا۔ کار آندھی اور طوفان کی طرح ہم سے نزدیک تر ہوتی چلی جارہی تھی۔ اس کی ہیڈلائٹس بھی روشن ہو گئی تھیں۔ روشن ہیڈلائٹس کے عقب میں کار کے اندر کچھ دیکھنا مشکل تھا تاہم کار کی کھڑکی سے جھانکتی ہوئی برین گن کی نال مجھے نظر آگئی۔

"بچو" میں نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کرنے کے ساتھ ساتھ خود کو فٹ پاتھ پر دائیں جانب گرا دیا اور اس کے ساتھ ہی فضا برین گن سے چلنے والی گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی۔ میں نے چیخوں کی آوازیں بھی سنی تھیں مگر یہ تعین کرنا دشوار تھا کہ گولیاں کس کے لگی ہیں۔ میں بہرحال محفوظ رہا تھا۔

جو کچھ بھی ہوا، چشم زدن میں ہوا تھا۔ سرخ کار آندھی اور طوفان کی طرح ہمارے سامنے سے گزری اور برین گن کا برسٹ مارتی ہوئی گئی۔ اس کے گزرتے ہی میں بڑی پھرتی سے اٹھا۔ فرنانڈس اور انسپکٹر سیموئیل گولیوں سے چھلنی ہو گئے تھے۔ وہ پھرتی کا مظاہرہ نہیں کر سکے تھے لہٰذا گولیاں انہیں چاٹ گئی تھیں۔ ایڈگر البتہ محفوظ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر میری ہی طرف آرہا تھا۔ اس کے چہرے پر وحشت ناک تاثرات تھے۔ غالباً اس بات نے اس پر دیوانگی طاری کر دی تھی کہ اس کے اپنے بار کے دروازے پر اس پر حملہ کیا گیا۔

بار کے اندر بھی اس اچانک فائرنگ سے کھلبلی مچ گئی تھی۔ گولیوں کی خوفناک تڑتڑاہٹ نے پوری اسٹریٹ پر دہشت کی ایک لہر دوڑا دی تھی۔ وہ جو مر چکے تھے ان کے لئے کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا اس لئے میں نے وہاں سے نکل جانے کا فیصلہ کیا۔

"یہاں سے نکل چلو ایڈگر۔" میں نے تیزی سے کہا اور اپنی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کار کی طرف جھپٹا۔ ایڈگر نے میرا ساتھ دیا تھا۔ پھر کسی کے قریب آنے سے قبل ہی کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا چکا تھا۔

"میرا خون کھول رہا ہے۔" ایڈگر نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "کل تک کسی میں اتنی مجال نہیں تھی کہ میری طرف آنکھ اٹھا کے بھی دیکھ سکے اور آج......"

"شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کن لوگوں کے آلۂ کار بن گئے ہو" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "یہ ایک بین الاقوامی دہشت گرد صیہونی تنظیم ہے۔ اس قسم کی قتل و غارت گری کرانا ان کے معمولات میں شامل ہے۔"

"کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ اس حملے کا ذمے دار کون ہے۔ میں اس کا خون پی جاؤں گا۔" ایڈگر نے دانت پیس کر کہا۔

"ان کا اصل ہدف میں تھا اور اس میں شک نہیں کہ میں بال بال بچا ہوں۔ وہ لوگ پہلے سے ہمارے باہر نکلنے کے منتظر تھے۔ تمہیں اس جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"انہوں نے میرے بار کے دروازے پر حملہ کیا ہے۔ اگر میں نے ان کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا تو گوٹے ہل کے سارے بدمعاش شیر ہو جائیں گے اور میری وقعت دو کوڑی کی بھی نہیں رہ جائے گی۔"

"تمہیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے ایڈگر! دو آدمی مارے گئے۔ ان میں ایک کا تعلق ایک سرکاری ایجنسی سے بھی ہے اور سرکاری ایجنسی سے متعلق کوئی آدمی مارا جائے تو سرکاری ایجنسیاں کچھ زیادہ ہی مستعدی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ اس جھگڑے میں پڑنے کا مطلب خود کو خواہ مخواہ مشکلات میں پھنسانے کے سوا کچھ نہیں ہوگا؟"

"مجھے حیرت ہے یہ بات آپ کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سرکاری ایجنسیوں کے کام کرنے کا طریقہ کیا ہوتا ہے۔ سب سے پہلے میری ہی شامت آئے گی۔"

"مجھے معلوم ہے ایڈگر!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "لیکن ایک حقیقت تم بھی نظر انداز کر رہے ہو اور وہ یہ کہ واردات کے وقت میں بھی تمہارے ہمراہ تھا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" ایڈگر نے تیزی سے کہا "بلکہ یہ تو اور بھی خراب بات ہے۔ میں تو پہلے ہی بڈ صاحب والے معاملے میں نظروں میں آچکا ہوں۔ اب تو یہی سمجھا جائے گا کہ جو کچھ بھی ہوا میری ایما پر ہوا۔"

"ان خدشات کو اپنے ذہن سے جھٹک دو۔" میں نے کہا۔ "اس لئے کہ میں انہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ میرا بیان تمہارے حق میں ہوگا۔"

ایڈگر نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "ایک تو آپ کا رویّہ میری سمجھ سے باہر ہے کہیں میں کسی بڑی مشکل میں تو نہیں پھنسنے والا ہوں۔"

مجھے ہنسی آگئی۔ "میں تو تمہیں مشکلات سے نکالنے کی کوشش کر رہا ہوں اور تم مجھ پر ہی شبہ کر رہے ہو۔ یہ تو زیادتی ہے نا ایڈگر ڈیئر!"

"میں کبھی پولیس کی گرفت میں نہیں آیا لیکن اس بار آیا تو ایسے بے ڈھب طریقے سے آیا کہ بچنے کا کوئی راستہ ہی نہیں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ زد پر آنے کے باوجود میرے ساتھ رعایت کیوں برتی جا رہی ہے۔"

"کسی حقیقت سے محض اس بنا پر انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ سمجھ میں نہیں آرہی۔ تم مجھے جانتے ہو' میرے مشن سے بھی واقف ہو گے۔ میں اپنی توجہ ہمیشہ اپنے مشن پر مرکوز رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میرے مشن کی راہ میں جو بھی آئے گا اس سے میرا تصادم ہوگا۔ آسان لفظوں میں یوں سمجھ لو کہ جو مجھ سے الجھے گا میں اس سے الجھوں گا اور جو مجھ سے نہیں الجھے گا اس سے میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ تم نادانستگی میں دشمن کے آلۂ کار بن گئے لیکن جیسے ہی تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تم اس سے باز آگئے۔ اگر بڈ کو تمہارے ہاتھوں نقصان پہنچ گیا ہوتا تو میں تمہیں ہرگز معاف نہ کرتا۔"

"میں آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا جناب!" ایڈگر نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن میں نے بڈ صاحب کو بروقت پہچان لیا تھا۔ ان سے میرا واسطہ پڑتا رہا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ آپ کے ساتھیوں میں سے ہیں اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ گوٹے ہل میں آپ کا مرتبہ کیا ہے۔ سچ پوچھئے تو مجھے اپنی موت نظر آنے لگی تھی۔"

"ان تمام معاملات کے پیچھے ایک شاطر دماغ کام کر رہا ہے۔ وہ مجھ سے چھپا چھپا پھر رہا تھا لیکن اب میری نظروں میں آگیا ہے۔ وہ حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی کا شکار ہے۔ اسے یہ زعم ہے کہ کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں اس کا زعم خاک میں ملانے کے درپے ہوں جبکہ اس کی کوشش یہ ہے کہ میں اپنی توجہ مرکوز نہ کرنے پاؤں۔ تم اس سے اندازہ کر لو کہ وہ کل رات یہاں پہنچا ہے اور اس وقت سے اب تک اس نے ہمیں سکون کا سانس نہیں لینے دیا۔ کل رات وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ چند گھنٹے قبل وہ پھر نظر آیا۔ اگرچہ اب ہم نے ایسے انتظامات کر لئے ہیں کہ وہ ہماری نظروں سے اوجھل نہ ہو سکے تاہم جو کچھ وہ کر چکا ہے اس کا فوری تدارک ممکن نہیں ہے۔ اس نے سارا وقت شرپسند عناصر سے رابطوں میں گزارا ہوگا جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر تابڑ توڑ حملے ہو رہے ہیں۔ ان حملوں کا نوٹس نہ لینا میری مجبوری ہے۔ اگر میں ان چکروں میں الجھ گیا تو اس کا مقصد پورا ہو جائے گا۔"

"لیکن..... لیکن مسٹر علی کیا آپ الجھ نہیں گئے۔" ایڈگر نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"میں نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ فوری طور پر ایک منصوبہ بنایا اور اب اس پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ رینڈل کو بھی مزہ آجائے گا۔"

ایگزیکٹو کلب پہنچنے تک میں ایڈگر کو اس کا رول سمجھا چکا تھا۔

بڈ گیٹ پر ہی موجود تھا اور بے چینی سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ میرے ساتھ ایڈگر کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"تم نے اتنی جلدی اسے پکڑ بھی لیا۔" اس نے کہا "لیکن اس نے اعتراف تو نہیں کیا ہوگا؟"

"رینڈل کہاں ہے؟" میں نے بڈ کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"تھوڑی ہی دیر قبل اپنے کمرے میں گیا ہے لیکن تم نے بہت زیادہ دیر لگا دی۔"

"پہلے رینڈل سے مل لیں۔ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔"

دستک کے جواب میں کمرے کا دروازہ خود رینڈل نے کھولا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر بڑی پُرفریب مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"زہے نصیب! یقین نہیں آتا کہ ایک عظیم المرتبت شخصیت نے میری عزت افزائی کی ہے۔ تشریف لائیے۔" اس نے دروازے سے ہٹتے ہوئے کہا۔ اس نے بڈ اور ایڈگر کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

"میں تنہا نہیں ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "میرے ہمراہ دو افراد اور بھی ہیں۔"

"جس طرح دوستوں کے دوست بھی دوست ہوتے ہیں اسی طرح مہمانوں کے ساتھ آنے والے بھی مہمان ہوتے ہیں۔ تمہارے ساتھ آنے والے بھی میرے مہمان ہیں۔ میں نے انہیں اندر آنے سے روکا تو نہیں ہے۔"

ہم تینوں اندر داخل ہو گئے۔ رینڈل ہمارے سامنے بچھا جا رہا تھا۔ ایڈگر کو حیرت تھی۔ اسے میری اس بات پر شبہ پیدا ہونا شروع ہو گیا ہوگا کہ مجھ پر ہونے والے حملوں کے پس پشت رینڈل کا ہاتھ کارفرما تھا۔ ایڈگر کے سامنے تو رینڈل کا ایک ہی روپ تھا اور وہ روپ اتنا خوش نما تھا کہ اس کی ظاہر بین نگاہیں اس کے روپ کے عقب میں پوشیدہ کریہہ شخصیت تک نہیں پہنچ پا رہی تھیں۔

"تم نے بہت پست ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ رینڈل! مجھ پر حملہ کرانے کے لئے تمہیں کرائے کے غنڈوں کا سہارا نہیں لینا چاہئے تھا۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" رینڈل نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "میں مستقل تمہارے سامنے ہوں۔ کسی کو فون کروں گا تو وہ بھی تمہارے علم میں آجائے گا....."

"ایڈگر نے مجھے تمام باتوں سے نہ صرف آگاہ کر دیا ہے بلکہ وہ تمہارے خلاف گواہی دینے پر بھی آمادہ ہو گیا ہے۔" میں نے کہا اور رینڈل نے چونک کر ایڈگر کی طرف دیکھا۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ایڈگر سے یہ پہلی ملاقات ہے۔" رینڈل نے ایڈگر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آج صبح کی بات ہے ایک شخص پیراڈائز بار پہنچا اور ایڈگر سے ملاقات کی۔ اس شخص نے ایک بڑی رقم کے عوض ایڈگر کو مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر قاتلانہ حملے کرنے کے لئے تیار کر لیا اور وہ شخص تم ہو رینڈل۔"

"اچھا" رینڈل نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ "یہ میری معلومات میں ایک دلچسپ اضافہ ہے۔"

"سنجیدگی اختیار کرو رینڈل! تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کس قسم کی مشکلات میں گھر گئے ہو۔"

"سنجیدگی تو تمہیں اختیار کرنی چاہئے۔ تمہیں میرے خلاف اتنا واضح ثبوت مل گیا تھا تو میرے پاس دوڑے آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اپنے آدمیوں سے کہتے' وہ مجھے گرفتار کر لیتے۔"

"ایڈگر نے بڈ کی کار کو ٹکر مارنے کی کوشش کی تھی۔ قسمت تھی کہ بڈ بچ گیا۔ پھر ایڈگر کے چار ساتھیوں نے میرا تعاقب کیا۔ وہ چاروں مارے گئے۔ اس کے بعد ذرا دیر قبل پیراڈائز بار سے نکلتے ہوئے مجھ پر فائرنگ کی گئی۔ میں تو خیر بچ گیا لیکن دو افراد ہلاک ہو گئے جن میں سے ایک کا تعلق مقامی پولیس سے تھا۔ میں تو وہاں سے نکل آیا لیکن اب تک پولیس تفتیش شروع کر چکی ہوگی....."

"میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کہانیاں تم مجھے کیوں سنا رہے ہو؟" رینڈل نے میری بات کاٹ کر کہا۔

"اس لئے کہ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ گوٹے ہل کی پولیس تم تک پہنچے۔"

"شکریہ..... گوٹے ہل میں کوئی تو میرا ہمدرد ہے۔" رینڈل نے طنز کیا۔ "ویسے تم نے جو زحمت کی اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ پولیس کو آنے دو' میں خود ان سے نمٹ لوں گا۔"

"تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے۔ پیراڈائز بار کے کئی ملازمین نے تمہیں وہاں دیکھا تھا اور وہ سب تمہیں شناخت کر لیں گے۔"

رینڈل کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک ابھری۔ "اندازاً یہ کس وقت کی بات ہوگی؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"اندازاً نہیں یقیناً یہ صبح دس بج کر بارہ منٹ کی بات ہے جب تم پیراڈائز میں داخل ہوئے تھے۔"

"دیکھو علی! میں تمہیں ایک سنجیدہ اور بُردبار آدمی سمجھتا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوں۔ تمہاری شخصیت خاصی باوقار ہے۔ اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈے پولیس والوں کے لئے چھوڑ دو۔"

"میں نے بھی چیف کو کچھ قیمتی مشورے دیئے تھے مگر چیف مانتے ہی نہیں۔" بڈ نے کہا۔ "اپنی من مانی کئے جاتے ہیں۔ شاید تمہاری بات ان کی سمجھ میں آجائے۔"

"سمجھ میں آنے والی بات بغیر کسی کے سمجھائے سمجھ میں آجاتی ہے اور نہ سمجھ میں آنے والی بات کوئی کسی کو نہیں سمجھا سکتا۔" میں نے کہا۔

"محض اتفاق کی بات ہے کہ جس وقت میں پیراڈائز بار میں تھا عین اسی وقت فرانسیسی سفارتخانے میں بھی موجود تھا۔" رینڈل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "وہاں سے میری واپسی ساڑھے دس بجے ہوئی تھی۔"

میں نے چونک کر ایڈگر کی طرف دیکھا۔ "میرا خیال ہے میں نے وقت غلط بیان کر دیا۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس وقت گیارہ بج کر پندرہ منٹ ہوئے تھے۔ کیوں؟"

"جی ہاں۔" ایڈگر نے کھنکار کر کہا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ رینڈل کی شخصیت سے بری طرح مرعوب ہو گیا ہے۔ "اس وقت سوا گیارہ بجے تھے۔"

رینڈل کے ہونٹوں پر عیارانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "میرا خیال تھا تم اپنے پتے بڑی احتیاط سے کھیلتے ہو گے لیکن آج اندازہ ہوا کہ تم سے زیادہ فلاپ کھلاڑی روئے زمین پر ملنا مشکل ہے۔"

میں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "ناراض کیوں ہو رہے ہو ڈیئر رینڈل! مجھ سے کیا غلطی نہیں ہو سکتی؟"

"تم اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارا مدمقابل کون ہے؟" رینڈل نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تو تمہاری ہمدردی میں یہاں چلا آیا تھا رینڈل!" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا کہ تم میرا شکریہ ادا کرنے کے بجائے مجھ پر طنز شروع کر دو گے تو ہرگز یہاں نہ آتا۔"

"بیٹھ جاؤ علی!" رینڈل نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "اور مجھ پر ہاتھ ڈالنے کا خیال ذہن سے نکال دو......" دروازے پر ہونے والی دستک کی وجہ سے رینڈل اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔

"کون ہے.... آجاؤ۔" رینڈل نے بلند آواز میں کہا۔ دروازہ کھول کے اندر داخل ہونے والی تہذیب مالکم ایکس تھی۔

"اوہو! معلوم ہوتا ہے آج میری قسمت بہت زیادہ زوروں پر ہے۔ ورنہ کہاں میں اور کہاں اتنے بڑے بڑے لوگ...."

"حیرت ہے۔" میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا "ایبرن ہال کے بڑبولے کا شمار بڑے لوگوں میں کب سے ہونے لگا۔"

"تشریف لائیے میڈم ایکس!" رینڈل نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا "علی تو معلوم نہیں کیوں، مجھ سے کچھ خفا خفا لگ رہے ہیں۔"

"حالانکہ انہیں تو تم پر صدقے واری جانا چاہئے تھا۔" تہذیب نے میرے برابر بیٹھتے ہوئے کہا "معلوم ہوتا ہے علی نے تمہارے احسانات بھلا دیئے۔"

"اب سے چند گھنٹے قبل تم مجھے گرفتار کرنے آئی تھیں، اب یہ آئے ہیں۔ معلوم نہیں تم دونوں میری طرف سے اس قدر بدظن کیوں ہو گئے ہو۔"

"جو اچھے لوگ ہوتے ہیں نا وہ کسی کی طرف سے بدظن نہیں ہوتے۔ جیسے تم ہو۔" تہذیب نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ "اور جو برے لوگ ہیں وہ ہر ایک کی طرف سے بدظن ہی رہتے ہیں۔ جیسے ہم ہیں۔"

"آپ تو مذاق کے موڈ میں معلوم ہوتی ہیں میڈم ایکس......"

"چند گھنٹے قبل تو تم نے مجھے پہچاننے سے ہی انکار کر دیا تھا۔ اب میرا نام کیسے یاد آگیا؟"

"اس وقت آپ کی نیت میں فتور تھا۔ آپ مجھے پھانسنے کے لئے آئی تھیں۔ مجھے مائیکرو ٹیپ ریکارڈر قسم کے آلات سے بہت ڈر لگتا ہے۔ اس وقت آپ کی نیت تو صاف ہے مگر علی کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ کاش انہیں معلوم ہوتا کہ اس وقت یہاں ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ ٹیپ کیا جا رہا ہے۔ علی کو شاید یہ نہیں معلوم کہ جس جال میں یہ مجھے پھانسنے آئے تھے اس میں خود پھنس چکے ہیں۔ اس ٹیپ کی بنیاد پر میں علی کے خلاف مقدمہ کر سکتا ہوں۔ کسی غیر ملکی شہری کو ہراساں کرنا جرم ہے۔ مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ مجھے تم لوگوں سے محبت ہے اور جن سے محبت ہو انہیں نقصان نہیں پہنچایا جاتا۔"

میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رینڈل کو دیکھا۔ "تم بلف کر رہے ہو۔" میں نے بے یقینی سے کہا۔ "یہاں کوئی ٹیپ ریکارڈر نظر نہیں آرہا۔"

رینڈل ہنسنے لگا۔ "تم بڑی دلچسپ باتیں کرتے ہو۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ کسی چیز کی موجودگی کے لئے اس کا نظر آنا چنداں ضروری نہیں اور اس میں بلف کرنے کی کیا بات ہے۔ اپنی مضبوطی کے لئے میں ایسے انتظامات نہ رکھوں تو تم جیسے دوست مجھے ایک گھنٹے بھی زندہ نہیں رہنے دیں گے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اس وقت اس کی زندگی کا دارومدار انہی انتظامات پر تھا جو اس نے کر رکھے تھے۔ اس کا دفاعی حصار ذرا بھی کمزور ہوتا تو یوں آزادانہ طور پر نہیں گھوم سکتا تھا۔ میں اسے پھانس لیتا۔

"گویا میں نے اب تک جو محنت کی تھی وہ رائگاں ثابت ہوئی۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "میری چال تم نے مجھ پر ہی الٹ دی۔"

"نہیں، الٹی تو نہیں۔" رینڈل نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "لیکن مستقبل میں یہ ہو بھی سکتا ہے، اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ

آئے تو۔"

"میرا تو جی چاہ رہا ہے تمہاری شاگردی اختیار کر لوں۔" بڈ نے کہا "مجھے کسی باکمال آدمی کی تلاش تھی۔ چیف کی صلاحیتیں تو زوال پذیر نظر آنے لگی ہیں۔"

"یہ کھیل جو ہو رہا ہے اس کا انجام یہی ہونا ہے۔" رینڈل مسکرایا "تمہارا چیف حقائق کا سامنا کرنے سے گریزاں ہے۔ تم لوگوں کو بھی مذاق سوجھ رہا ہے مگر ایک وقت آئے گا جب تم سنجیدگی سے یہی کچھ سوچ رہے ہو گے۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔" بڈ نے سر ہلایا۔ "جو وقت کل آنا ہے وہ آج ہی کیوں نہ آجائے۔ جو کام ہمیں کل کرنا ہے۔ اسے آج ہی کیوں نہ کر لیں۔"

"اچھے بچے آج کا کام کل پر نہیں چھوڑتے۔" رینڈل نے سنجیدگی سے کہا "لیکن یہ مقدمہ صرف اچھے بچوں کے لئے ہے۔ جب اچھے بچے بن جاؤ، میرے پاس چلے آنا۔ میں تمہاری پذیرائی کروں گا۔"

"تم بہت اونچی ہواؤں میں اڑ رہے ہو رینڈل۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "لیکن اسے یاد رکھنا کہ میں تمہیں بچ کر نہیں جانے دوں گا۔"

"زندگی بڑی ناپائیدار شے ہے علی! کون جانے تمہیں کل کا سورج بھی دیکھنا نصیب ہوتا ہے یا نہیں۔" رینڈل نے بے پروائی سے کہا۔

"ایک مسلمان کی حیثیت سے میرا اس پر ایمان ہے رینڈل! لیکن مجھے امید ہے کہ تمہارے کسی گرگے یا کرائے کے ٹٹو کے ہاتھوں نہیں مارا جاؤں گا۔ میں تمہارا مقروض ہوں رینڈل! اور یہ قرض میں جلد از جلد چکا دینا چاہتا ہوں۔"

"کون سے قرض کی بات کر رہے ہو علی۔" رینڈل نے بڑی معصومیت سے کہا "جزیرے والا یا ایئرپورٹ والا۔"

"جزیرے والا قرض تو میں عرصہ ہوا مع سود ادا کر چکا۔ وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا۔"

رینڈل نے بڑا بھرپور قہقہہ لگایا۔ "جسے تم آشیانہ کہہ رہے ہو وہ تو عارضی ٹھکانہ بھی نہیں تھا لیکن کوئی بات نہیں.... تم چھوٹی موٹی کامیابیوں پر ہی جشن منالو۔ بڑی کامیابی تو تمہارے حصے میں آنے سے رہی۔"

"اصل کامیابی کا دن تو وہ ہو گا جب فلسطین یہودیوں کے تسلط سے آزاد ہو جائے گا لیکن تمہارے غرور کو خاک میں ملا دینا بھی میری ایک بڑی کامیابی ہو گی۔"

"تم شاید یہ سمجھ رہے ہو کہ میرے بعد کام رک جائے گا۔ اگر ایسا ہے تو یہ خیال ذہن سے نکال دو۔ جو کام میں کر رہا ہوں میں نہیں رہوں گا تو کوئی اور اسے آگے بڑھانے کے لئے میری جگہ لے لے گا۔"

"جو کچھ تم کر رہے ہو تم سے پہلے اولیو ہاورڈ کر رہا تھا۔ اس کے بارے میں یہ کہا گیا کہ اس کی عمر زیادہ ہو گئی تھی۔ تمہاری عمر زیادہ نہیں ہے۔ تم نے اولیو ہاورڈ کی جگہ لی ہے۔ تمہارے بعد کوئی جواز نہیں رہ جائے گا۔ کوئی نیا تجربہ نہیں کیا جائے گا۔ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے گی کہ جو کام اولیو ہاورڈ نہیں کر سکا وہ ناممکن تھا۔ تمہارے چھوڑے ہوئے کام آگے بڑھانے کے لئے کوئی نہیں آئے گا۔ کام بے شک جاری رہے گا مگر سمتیں تبدیل ہو جائیں گی۔"

"ایک انسان کو خوش فہمیوں کی دلدل سے نکالنا کسی دوسرے انسان کے بس سے باہر ہوتا ہے۔" رینڈل نے کہا "تمہارا بھی یہی حال ہے۔ بے بسی کی انتہا کو پہنچ جانے کے باوجود بھی خوش فہمی کا دامن تمہارے ہاتھوں سے نہیں چھوٹا۔ میں تمہارے سامنے موجود ہوں مگر تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جب میں نظروں کے سامنے نہیں رہوں گا اس وقت تم کیا کر لو گے؟"

"تم تو ایک نعمت ہو۔ تم اب کبھی میری نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکو گے۔ گوٹے ہل کے علاوہ کسی اور ملک میں تمہارے لئے پناہ نہیں ہے۔ یہاں کب تک رہو گے۔ کبھی تو یہاں سے جاؤ گے۔"

"کبھی۔" رینڈل نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ "زیادہ سے زیادہ دو روز بعد میں فرانس واپس چلا جاؤں گا۔ جی چاہے تو کل آکر ٹکٹ دیکھ لینا۔ کل صبح میں سیٹ کنفرم کروا لوں گا۔"

"مجھے بہت لطف آئے گا رینڈل! کرائے کے ٹٹوؤں سے بچتے ہوئے مجھے تمہارے خلاف کچھ نہ کچھ کرنا ہے۔"

****

"تم نے اس طرح یہاں آکر اچھا نہیں کیا۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ ہم اس وقت ایگزیکٹیو کلب کے ڈائننگ ہال میں بیٹھے تھے۔ رینڈل کے کمرے سے نکلنے کے بعد ایڈگر واپس چلا گیا تھا اور میں تہذیب اور بڈ کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے یہیں رک گیا تھا۔ ان دونوں نے بھی ابھی تک کھانا نہیں کھایا تھا۔

"کیوں اچھا نہیں کیا۔" تہذیب نے تیوریوں پر بل ڈالے۔ "اس معاملے کی انچارج میں ہوں۔ میں تم سے جواب طلبی کر سکتی ہوں کہ تم نے انچارج کی اجازت کے بغیر کوئی قدم کس طرح اٹھایا۔"

"بالکل پوچھ سکتی ہو۔" میں نے خوش دلی سے کہا۔ "جب مجھ پر حملہ ہو ہی گیا تو میں نے سوچا کیوں نہ لگے ہاتھوں رینڈل کو دھونس دیتا چلوں۔ ممکن ہے کام بن ہی جائے مگر کام نہیں بنا۔"

"مجھے..... معلوم ہے کہ تم اصل بات نہیں بتاؤ گے۔" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "مگر یہ زیادتی بھی تو مت کرو۔"

"تم جانتی ہو تو کیوں پوچھ رہی ہو۔" میں نے کہا۔ "یہ حقیقت

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے کہ رینڈل جیسے شخص کے مقابلے پر انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔"

"جب تم اپنے ساتھیوں سے کچھ چھپاتے ہو تو یوں لگتا ہے جیسے وہ اعتبار کے قابل نہ ہوں" بڈ نے مغموم لہجے میں کہا۔

"اپنے ساتھیوں کو میں اپنے آپ سے زیادہ معتبر سمجھتا ہوں لیکن ہمیں کچھ نہیں معلوم کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ فرض کرو جن لوگوں کو میں اپنے منصوبے میں شریک کرتا ہوں ان میں سے کوئی دشمن کے ہاتھ لگ جائے اور اس پر تشدد کیا جائے اور اس حد تک کیا جائے کہ وہ اپنی زبان بند نہ رکھ سکے تو کیا ہوگا؟"

"میں اپنی شکایت واپس لیتی ہوں۔" تہذیب نے کہا۔

"معاملے کی نزاکت کے پیش نظر تمہیں حق ہے کہ جو مناسب سمجھو کرو۔"

"لیکن انچارج تو میڈم ہیں۔" بڈ نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور۔" تہذیب ہنس کر بولی۔ "میرا اس مشن کا انچارج ہونا بھی علی کے منصوبے کا ایک حصہ ہے۔"

بڈ نے احمقانہ انداز میں منہ کھول دیا۔ "میں سمجھا نہیں۔"

"رینڈل کو یہ تاثر دینا ضروری ہے کہ ہم اس کے سامنے بے بس ہو رہے ہیں۔" تہذیب نے کہا۔ "وہ اس زعم میں مبتلا ہو جائے گا کہ ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور علی کے لئے اسے بے خبری میں چھاپ لینا آسان ہو جائے گا.... کیوں علی؟"

"تم بالکل درست سمجھیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "میں یہی کچھ کرنا چاہ رہا ہوں۔"

"یعنی اس نگرانی وغیرہ کا کچھ فائدہ نہیں۔" بڈ نے مایوسی سے کہا۔ "ہم ناحق اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

"احمق آدمی نگرانی نہیں ہوگی تو منصوبہ کس کے خلاف بروئے کار لائیں گے؟" میں نے کہا۔ "نگرانی تو بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے چیف تم محض اس وجہ سے کمزور پڑ رہے ہو کہ معاملہ ایک غیر ملکی سفارت خانے کا ہے؟" بڈ نے کہا۔

"میرے کمزور پڑنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے" میں نے کہا "اور اپنی اس مضبوطی کے باعث وہ خوش فہمی میں مبتلا ہے۔"

"تم یہ معاملہ میرے سپرد کر دو چیف! اس سے قبل بھی میں بعض ایسے کام کر چکا ہوں جو کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔ تم دیکھنا میں اس معاملے کو کتنی خوش اسلوبی سے نمٹاتا ہوں۔"

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اسے ٹھکانے لگا کے لاش غائب کر دیں گے اور خود اس کی تلاش شروع کر دیں گے۔"

"تمہیں اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیوں نہیں دی جا سکتی... آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟"

"معلوم ہوتا ہے تم جزیرۂ مرگ پر ہونے والی بے عزتی بھول گئے۔ رینڈل کو ختم کر دینے سے اس بے عزتی کا بدلہ نہیں لیا جا سکتا۔ اس کی رسوائی بہت ضروری ہے۔ وہ ناقابل شکست ہونے کے زعم میں مبتلا ہے۔ اسے خود پر ناز ہے کہ وہ بہت اچھا منصوبہ ساز ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ہر کامیابیاں میرے مخالفین کی نااہلی کی مرہون منت ہوتی ہیں۔ اس وقت وہ صیہونیت کا بہت بڑا سرمایہ ہے۔ یہودیوں نے اسے اپنی تمام امیدوں کا مرکز بنا رکھا ہے۔ اگر اسے اس طرح چپکے سے مار کر اس کی لاش غائب کر دی جائے تو کچھ بھی باقی نہیں ہوگا۔ اسے تو یہودی دنیا کے لئے عبرت کا سامان بنانا ہے۔ کوئی ایسی صورت نکالنی ہے کہ آئندہ کسی کے ہاتھوں میں کوئی بڑی قوت مرکوز نہ ہونے پائے۔ یہودیوں کی سمجھ میں آ جائے کہ دشمن کو کمزور نہ سمجھا جائے۔ کسی حد تک تو یہ بات ان کی سمجھ میں آ چکی ہوگی لیکن اس کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ رینڈل پر فیصلہ کن ضرب نہ لگا دی جائے۔ کیا سمجھے۔"

"سمجھ گیا۔" بڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "تم بہت دور تک دیکھتے ہو چیف! اسی لئے تو میں تمہیں چیف کہتا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ تم تو رینڈل کی شاگردی میں جانے کی خواہش کا اظہار کر رہے تھے؟"

بڈ ہنسنے لگا۔ "آخر میں تمہارا معاون ہوں چیف! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اسے گھسے بغیر چھوڑ دوں۔"

"تمہیں معلوم تھا کہ بڈ پر قاتلانہ حملہ ہوا اس کے بعد مجھے بھی خدا نے بچایا اس کے باوجود تم یوں دندناتی ہوئی چلی آئیں۔ تمہیں احتیاط کرنی چاہئے تھی۔" میں نے تہذیب سے کہا۔

"میں نے احتیاط کی ہے۔" تہذیب مسکرائی۔ "محافظوں کے جلو میں یہاں تک آئی ہوں اور اب ہم اسی طرح سفر کیا کریں گے۔"

"میں تم سے متفق ہوں۔ اس وقت ہمیں بے جا خطرات مول لینے سے گریز کرنا ہوگا۔"

****

رات کا ایک بج چکا تھا مگر جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن نہ صرف جاگ رہے تھے بلکہ ہمارے منتظر بھی تھے۔ میں تہذیب اور بڈ اگیز کیٹو کلب سے اسکواڈ کاروں کے جلو میں واپس آئے تھے۔

"میں تمہارے ہی انتظار میں جاگ رہا ہوں۔" جنرل نے مجھ سے کہا۔ "اور مجھے تم سے اہم نوعیت کی گفتگو کرنی ہے۔"

"ضرورت پڑنے پر تم مجھے سوتے سے بھی اٹھا سکتے ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "ویسے خیریت تو ہے۔ بہت سنجیدہ نظر آ رہے ہو۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بات ہی ایسی ہے علی! میں سرکاری مشنری کے اہل کاروں کا مارا جانا گوارا نہیں کر سکتا۔"

"اوہ!" میں بھی سنجیدہ ہو گیا "ہاں ہ انسپکٹر سیموئیل مارا گیا ہے لیکن اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"میں کسی غیر ملکی کو بھی ڈھیل دینے کے حق میں نہیں ہوں۔ تم خواہ مخواہ اس چکر میں آ گئے کہ اس کا تعلق فرانس سے ہے اور اگر اس کے خلاف کوئی اقدام اٹھایا گیا تو اس معاملے میں حکومت فرانس ملوث ہو جائے گی۔"

"میں خوامخواہ اس چکر میں نہیں آیا جنرل! کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟"

"حقیقت ہے تو ہوا کرے۔" جنرل نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "سفارتی قوانین کا مقصد مجرموں کو تحفظ دینا نہیں۔ اگر کوئی شخص مجرم ہے تو اسے بلا تخصیص سزا ملنی چاہئے۔"

"تمہیں اس پر غور کرنا چاہئے علی!" کیتھی براؤن نے کہا "تم نے رینڈل کو ڈھیل دینے کی انتہا کر دی ہے۔"

میں نے باری باری ان دونوں کو غور سے دیکھا۔ "میں خود بھی تم دونوں سے متفق ہوں۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس سلسلے میں فوری طور پر کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"تم سمجھنا نہیں چاہ رہے ہو گے۔" جنرل بولا۔ "ورنہ یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔ رینڈل کو گرفتار کیا جا سکتا ہے۔"

"کس جرم میں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ یہاں تخریب کاری کر رہا ہے اس جرم میں۔"

"کیا تم اس پر الزام ثابت کر سکو گے جنرل؟"

"ظاہر ہے کہ ثابت نہیں کر سکیں گے لہٰذا اسے ملک بدر کر دیں گے۔"

"اگر تم سمجھتے ہو کہ اس طرح اسے قرار واقعی سزا مل جائے گی تو ضرور اسے ملک بدر کر دو۔"

جنرل ٹیرس مجھے گھورنے لگا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس پر کوئی الزام بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا؟"

"شاید" میں نے مختصراً کہا۔

"جب آگ اپنے دامن تک پہنچ جائے تو مصلحتیں بالائے طاق رکھ دینی چاہئیں۔" جنرل نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آگ بجھانے کے لئے دامن تو کیا پورے پیراہن کی قربانی بھی دینا پڑے تو اس سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔"

"تمہاری بات سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ فی الوقت اس کے خلاف کچھ نہ کچھ ضرور ثابت کیا جا سکتا ہے۔"

میں نے جواب دینے سے قبل چند لمحے غور کیا۔ وہ بے حد جذباتی ہو رہا تھا۔ اس کے لہجے اور انداز سے ناراضگی ظاہر ہو رہی تھی لیکن اس میں بھی اپنائیت تھی۔ وہ گوٹے ہل میں مکمل طور پر بااختیار ہوتے ہوئے بھی مجھ سے اجازت کا خواہاں تھا۔ اگر وہ چاہتا تو اپنے طور پر رینڈل کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھا چکا ہوتا۔ میں اس کا کیا کر سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ میں اسے مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کے دل میں اپنے عوام سے سچی محبت موجود ہے۔ سرکاری ملازمین کو وہ ملک و قوم کا اثاثہ سمجھتا تھا اگرچہ گوٹے ہل کے سرکاری ملازمین میں بھی وہ تمام خامیاں موجود تھیں جو تیسری دنیا کے ممالک کے سرکاری ملازمین کا جزو لاینفک بن چکی ہیں لیکن اس کے باوجود جنرل یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ انہیں کسی غیر کے ہاتھوں نقصان اٹھانا پڑے۔ کچھ قصور میرا بھی تھا اگر میں اسے اپنے منصوبے میں شامل کر لیتا تو اس کے پاس صبر کر لینے کے لئے کوئی جواز تو موجود ہوتا۔

"تم نے صحیح اندازہ لگایا ہے جنرل!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "رینڈل کے خلاف اتنا مواد بہرحال موجود ہے کہ اسے گرفتار کیا جا سکتا ہے۔"

"تو پھر..... تو پھر تمہاری خاموشی کا جواز کیا ہے۔" جنرل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "میں یہاں موجود نہیں تھا لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ گوٹے ہل میں علی گروپ کے ہیڈ کوارٹر میں دھماکا ہوا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ مگر یہی کیا کم ہے کہ تخریب کار کھل کھیلنے پر اتر آئے ہیں۔ اس کے بعد بڈ پر حملہ ہوا پھر تمہارا تعاقب کیا گیا جس کے نتیجے میں چار افراد مارے گئے۔ ان کا تعلق چونکہ شرپسند عناصر سے تھا اس لئے مجھے ان کی ہلاکت کا غم نہیں ہے لیکن اس کے تھوڑی ہی دیر بعد تم پر بھی حملہ ہوا۔ تم بچ گئے مگر دو دیگر افراد مارے گئے۔ ان میں سے ایک سرکاری مشینری کا ایک اہم پرزہ تھا۔ چند گھنٹوں کے اندر اندر اتنی خون ریزی ہو چکی ہے علی مگر تمہارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی؟"

"ان تمام تخریب کاریوں کے عقب میں رینڈل ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے نہ تو ثابت کیا جا سکتا ہے اور نہ تبدیل کیا جا سکتا ہے۔"

"تبدیل کیا جا سکتا ہے؟" جنرل نے حیرت سے مجھے گھورا۔ "کیا یہ لایعنی بات نہیں ہے؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ اگر رینڈل کو گرفتار کرلیا جائے تو یہ واقعات رکیں گے نہیں۔ اسی طرح جاری رہیں گے۔"

"یہ بات تم اتنے وثوق سے کس طرح کہہ سکتے ہو؟"

"یہ محض میرا اندازہ ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ اندازہ غلط نہیں ہے۔ ہماری نظروں میں آنے کے بعد رینڈل غائب ہو گیا تھا۔ کل رات کے بعد سے آج رات تک اس کی سرگرمیوں کے بارے میں ہم قطعاً لاعلم ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس دوران وہ کیا کرتا رہا اور کہاں رہا؟"

"تم ایسی ہی واہیات باتوں میں الجھنے کی وجہ سے کچھ کر نہیں پاتے۔" جنرل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ واہیات باتیں نہیں ہیں جنرل! اس وقت میرے خلاف ایک نیٹ ورک کام کر رہا ہے۔ رینڈل نے یہاں کے اہم جرائم پیشہ لوگوں سے رابطے قائم کر کے ایک ایسا مربوط نظام قائم کر دیا جو میرے خلاف کام کرتا رہے گا۔ گویا ایک طرح سے اسے خود کار نظام کہا جا سکتا ہے۔ رقم کی ان لوگوں کو کمی نہیں ہے اس لئے اس نے رقم تو دل کھول کر خرچ کی لیکن خود سامنے نہیں آیا اس لئے کسی کو نہیں معلوم کہ وہ کس کے لئے کام کر رہے ہیں اگر معلوم ہوتا تو رینڈل کی گرفتاری پر معاملہ رک جاتا لیکن چونکہ کسی کو معلوم ہی نہیں کہ وہ کس کے لئے کام کر رہی ہیں اس لئے جو کچھ انہیں فیڈ کر دیا گیا ہے وہ اسی طرح کرتے رہیں گے۔ ہاں اگر انہیں معلوم ہو کہ ان سے کام لینے والا رینڈل ہے تو اس کی گرفتاری پر یہ تخریب کاریاں رک جائیں گی۔"

"اچھے مفروضات ہیں۔" جنرل نے سہلایا۔ "لیکن ان مفروضات کو بنیاد بنا لیا جائے تو آدمی عضو معطل ہو کر رہ جائے۔"

میں نے جنرل کو جواب دینے کے بجائے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور پیرا ڈائز بار کے نمبر ڈائل کئے۔ ریسیور خود ایڈگر نے اٹھایا تھا۔ میں نے اس کی بھرائی ہوئی آواز پہچان لی تھی۔

"میں آپ سے رابطہ قائم کرنے کے لئے بے چین تھا جناب۔" ایڈگر نے میری آواز پہچاننے کے بعد کہا "لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ سے کہاں رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت یہاں پولیس والوں کا ہجوم ہے۔ انہوں نے میرا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔"

"مجھے یاد ہے ایڈگر! مجھے کچھ تاخیر ہو گئی لیکن بے فکر رہو' چند منٹ کے اندر اندر وہ تمہارا پیچھا چھوڑ دیں گے لیکن مجھے حیرت ہے کہ انہوں نے تم کو فون اٹینڈ کرنے کی اجازت کیوں دے دی۔"

"اتنی رعایتیں تو مجھے مل ہی سکتی ہیں جناب! تھوڑا بہت اثر ورسوخ میرا بھی ہے لیکن یہ معاملہ چونکہ اونچی سطح کا ہے اس لئے میرے ہمدرد بھی بے بس ہیں۔"

میں نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھا اور ایڈگر کی گلوخلاصی کرانے کے لئے تہذیب کو چند ہدایات دیں۔ تہذیب نے فوراً ہی ٹرانسمیٹر سنبھال لیا۔

"اب تمہارے ہمدرد تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔" میں نے ایڈگر سے کہا "اس کے علاوہ اور کوئی خاص بات تو نہیں ہے۔"

"ہے تو سہی لیکن اس کے لئے تخلیہ ضروری ہے اور میں گھرا ہوا ہوں۔"

"فون نمبر نوٹ کرو۔" میں نے ایک نمبر نوٹ کرایا۔ "اور جیسے ہی تنہائی میسر آئے مجھ سے بات کرو۔"

فون بند کر کے میں نے جنرل کی طرف دیکھا۔ "اپنی بات ثابت کرنے کے لئے مجھے تھوڑی دیر اور لگے گی۔" میں نے کہا۔

"میں نے متعلقہ لوگوں سے بات کر لی ہے۔" تہذیب نے مجھ سے کہا۔ "ایڈگر کی جان چھوٹ جائے گی۔"

"وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی اہم بات ہے جو وہ دوسروں کے سامنے نہیں بتا سکتا۔ اب وہ لوگ اس کے پاس سے ہٹیں تو وہ مجھے فون کرے۔"

"تم کہہ رہے تھے رینڈل نے تمہارے خلاف کوئی نیٹ ورک قائم کر دیا ہے۔"

"اگر نہیں کیا تو میں اسے نااہل کہوں گا۔" میں نے جنرل کی بات کاٹ دی۔ "واقعات بھی اس سمت اشارہ کرتے ہیں اور حالات کا تقاضا بھی یہی تھا کہ میری توجہ اصل معاملے سے ہٹانے کے لئے مجھے مستقل طور پر الجھا لیا جائے۔"

"مجھے تو بس اس بات سے دلچسپی ہے کہ رینڈل ٹھکانے لگے تو علی اپنا وعدہ پورا کرے۔" کیتھی براؤن نے کہا۔

"کون سا وعدہ؟" بڈ بولا۔ اس کے کان کھڑے ہو گئے۔

"کچھ نہیں۔" تہذیب نے جلدی سے کہا اور کیتھی براؤن ہنسنے لگی۔

"تم لوگ ضرور مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو؟" بڈ نے ایک ایک کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن یاد رکھو بڈ سے کچھ چھپانا ممکن نہیں ہے۔"

"جب یہ ممکن ہی نہیں ہے تو تمہیں پریشانی کس بات کی ہے۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"تم لوگ بڈ کو تنگ مت کیا کرو۔" کیتھی براؤن نے کہا۔ "دراصل علی نے رینڈل کا تصفیہ نمٹتے ہی گھر بسانے کا وعدہ کیا ہے۔"

"کیا۔" بڈ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "اتنی بڑی بات سے مجھے بے خبر رکھا گیا۔"

"میں نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"تم نے ضرور وعدہ کیا ہو گا چیف! کافی عرصے سے تم کسی بہانے کی تلاش میں تھے۔ میڈم بھی تاک میں تھیں کہ کوئی بہانہ ملے اور تم دونوں ٹھکاک۔"

"یہ ٹھکاک کیا ہوتا ہے۔" میں نے بڈ کو خشمگیں نظروں سے گھورا۔

"مم..... میرا مطلب تھا شادی..... " بڈ ہکلایا۔

"یہ بدتمیز آدمی ہے۔" تہذیب نے ناگواری سے کہا "اسے گفتگو تک کرنے کی تمیز نہیں ہے۔"

"معافی چاہتا ہوں میڈم! لیکن شادی کرنا بدتمیزی تو نہیں کہلائے گی۔"

"بے ہودہ الفاظ کا استعمال تو بدتمیزی ہے۔"

"ٹھکاک کوئی بے ہودہ لفظ بھی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسے بے معنی کہا جا سکتا ہے۔ جذبات کی شدت اور وارفتگی میں عموماً ایسے بے معنی الفاظ بول دیے جاتے ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"تمہاری شادی سے تمہارے جذبات کا کیا تعلق ہے؟" تہذیب نے اسے گھورا۔

"میں تم دونوں کو دل و جان سے بڑھ کر چاہتا ہوں۔ یہ خوش خبری سن کر خوشی میں دیوانہ ہوگیا تھا۔" بڈ نے ڈھٹائی سے کہا۔

"اب فرزانگی کی حدود میں واپس آجاؤ۔ کیتھی براؤن مذاق کر رہی تھی۔"

"یعنی وہ شادی والی بات.....وہ سہرے کے پھول کھلنے کے دل کش مناظر....."

"ضرور پیش کئے جائیں گے۔" کیتھی براؤن نے بڈ کی بات اڑا کر کہا۔ "اگر کوئی اسے مذاق سمجھ رہا ہے تو وہ خود بھگتے گا۔"

اس نوک جھونک کے دوران جنرل ٹیرس خاموش تھا اور کسی گہری سوچ میں مستغرق دکھائی دے رہا تھا۔ دفعتاً چونک کر بولا۔

"رینڈل کو کب تک ڈھیل دی جاتی رہے گی؟"

"اسے ڈھیل ایک لمحے کے لئے بھی نہیں دی جائے گی۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "تہذیب نے جب اسے گوٹے ہل میں غیر قانونی طور پر داخلے کے الزام میں گرفتار کرنے کی کوشش کی تو اس نے پاسپورٹ اور ویزا دکھا کر تہذیب کو لاجواب کر دیا تھا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں نے اس سے کہا تھا کہ وہ جعلی ویزا اور امیگریشن کی مہریں تو لگوا سکتا ہے مگر ایئر لائن کے مسافروں کی فہرست تبدیل نہیں کروا سکتا....."

"تم نے..... تم نے اس سے یہ بات کہی تھی۔" جنرل ٹیرس نے چونک کر کہا۔

"ہاں، میں نے اس سے کہا تھا اور ساتھ ہی اسے تسلی بھی دی تھی....."

"تم نے بہت برا کیا۔" جنرل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "اسے گرفتار کرلینا چاہئے تھا۔"

میں نے کیتھی براؤن کی طرف دیکھا۔ "اس موقعے پر تمہیں میری طرف سے بولنا چاہئے۔" میں نے کہا۔

"مجھے!" کیتھی نے حیرت سے کہا۔ "اس معاملے میں، میں تمہاری کیا طرف داری کر سکتی ہوں؟"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کچھ بھی مخفی نہیں رہنے دیں گے۔ میں نے سوچا تھا کچھ کام رازداری سے کرلیا جائے لیکن لوگ اس قدر جذباتی ہوگئے کہ اب انہیں بھی شریک کرنا پڑے گا۔"

"خود ہی زباں بندی کے احکام جاری کرتے ہو اور پھر خود ہی گلے شکوے بھی کرنے لگتے ہو۔"

"اب تو زباں بندی کا حکم واپس ہوگیا۔ اب تو تم میری طرف داری کر سکتی ہو۔"

"یہ کیا چکر ہے۔" جنرل نے متجسس لہجے میں کہا۔ "ایسی کون سی بات ہے جو دوسروں سے چھپائی جا رہی ہے۔"

"رینڈل پر ہاتھ ڈالنے کے لئے ٹھوس مواد کی ضرورت تھی اور ٹھوس مواد حاصل کرنے میں بھی وقت لگتا۔ دوسری طرف رینڈل کو روکنے کی اس کے سوا کوئی اور صورت بھی نہیں تھی کہ میلی نوف کو روکا جائے لہٰذا میں نے میلی نوف کے اعزاز میں ایک ہنگامی ڈنر کا اہتمام کیا تاکہ گوٹے ہل سے اس کی روانگی میں تاخیر ہوسکے اور اس کے بعد....." میں نے خاموش ہو کر سوالیہ نظروں سے کیتھی کی طرف دیکھا۔

کیتھی میری نظروں کا مفہوم سمجھ گئی۔ "اس کے بعد علی نے پیرس ایک فون کیا۔" کیتھی نے کہا "دراصل علی کو شبہ ہے کہ رینڈل کا پاسپورٹ جعلی ہے۔"

"تو تم اس چکر میں ہو کہ رینڈل کو جو سفارتی تحفظ حاصل ہے وہ اس سے محروم ہو جائے۔" جنرل نے چونک کر کہا۔

"اس کے بغیر بات نہیں بن سکتی جنرل! میں چاہتا ہوں کہ جب اس پر ہاتھ ڈالا جائے تو وہ ہل جل بھی نہ سکے۔ میں اسے مکمل شکست سے دوچار کرنا چاہتا ہوں جبکہ تم لوگ جلد بازی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔"

"جب تم اپنے ساتھیوں تک کو بے خبر رکھو گے تو یہی ہوگا۔" تہذیب نے کہا۔

"کمال یہ ہے کہ جس بات سے سب بے خبر تھے وہ کیتھی براؤن کے علم میں کس طرح آگئی؟" بڈ بولا۔

"علی نے میرے سامنے ہی فون کیا تھا۔" کیتھی نے ہنس کر کہا۔ "بعد میں علی نے مجھ سے زبان بند رکھنے کی درخواست کی۔ اب میں علی کی درخواست رد تو کرنے سے رہی۔"

"اس میں تو شبہ نہیں ہے۔" جنرل نے سرہلایا "علی کی درخواست رد نہیں کی جا سکتی لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کا پاسپورٹ جعلی نہ ثابت ہوا تو.....؟"

"توقع تو یہی ہے کہ پاسپورٹ اصلی نہیں ہوگا اگر ہوا تو گوٹے ہل کا ویزا جعلی ہوگا۔ میں نے مکمل تحقیقاتی رپورٹ کے لئے کہا ہے۔"

"گویا سارا دارومدار اس رپورٹ پر ہے جو فرانس سے موصول ہوگی۔" جنرل ٹیرس نے کہا "اگر رپورٹ موصول ہونے میں تاخیر ہوگئی تو تم کیا کرو گے؟"

"تاخیر نہیں ہوگی۔ رپورٹ زیادہ سے زیادہ صبح تک موصول ہو جائے گی۔"

"یہ بھی ذہن میں رکھو کہ رپورٹ رینڈل کے حق میں بھی ہوسکتی ہے۔" جنرل نے کہا۔

"یہ مت بھولو کہ وہ ایک فراڈ آدمی ہے۔ اس کا تعلق کیسی ہی منظم تنظیم سے کیوں نہ ہو لیکن ایک فراڈ شخص کے لئے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اصل کاغذات کے چکر میں پڑے۔ اس کی سہولت تو جعلی کاغذات میں ہی مضمر ہوتی ہے۔ جب اور جس قسم کے کاغذات درکار ہوئے بنوا لئے۔ اصل کاغذات کے ساتھ یہ سہولت کہاں؟"

جنرل ٹیرس کے انداز سے میں نے محسوس کیا جیسے وہ قائل نہیں ہوا تاہم مروتاً وہ خاموش ہوگیا تھا۔ چند لمحے خاموشی سے گزرے پھر اس سکوت کو فون کی گھنٹی نے توڑا۔ فون ایڈگر کا تھا۔

"ان لوگوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا ہے جناب۔" ایڈگر کہہ رہا تھا۔ "اگر آپ میری مدد نہ کرتے تو ان لوگوں سے گلو خلاصی ممکن نہ ہوتی۔"

"رسمی باتیں چھوڑو۔ تم بے قصور تھے اس لئے میں نے تمہاری سفارش کی۔ اب جلدی سے یہ بتا دو کہ تم مجھ سے کیا بات کرنا چاہ رہے تھے؟"

"میرے پاس کسی نامعلوم شخص کا فون آیا تھا۔" ایڈگر نے کہا "اس نے مجھ پر الزام عائد کیا کہ میں نے جس پارٹی کے خلاف کام کرنے کے لئے معاوضہ لیا اسی سے مل گیا۔"

"اچھا۔" میں نے دلچسپی سے کہا "پھر تم نے اس الزام کا کیا جواب دیا؟"

"میں نے کہا کہ مجھے پہلے صحیح پوزیشن نہیں بتائی گئی تھی۔ یہ تو بہت اونچی سطح کا معاملہ ہے اور پھر میں نظروں میں بھی آگیا ہوں۔ اپنی جان بچانے کے لئے مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ اس پر اس شخص نے مجھے دھمکی دی اور کہا کہ معاملہ خواہ کسی سطح کا بھی ہو چونکہ میں معاوضہ وصول کرچکا ہوں لہٰذا اب اس معاملے سے ہاتھ نہیں کھینچ سکتا۔ اگر میں نے ایسا کیا تو مجھے اس کے سنگین نتائج بھگتنے پڑیں گے۔"

"بڑی دلچسپ صورت حال ہے۔" میں نے کہا۔ "اس شخص کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری نقل و حرکت پوری طرح اس کے علم میں ہے۔"

"جی ہاں، اور اس نے اگلی فرمائش جو کی ہے وہ بڑی خطرناک ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ علی یار خاں اب اسکواڈ کاروں کے ساتھ نقل و حرکت کر رہا ہے۔ مجھے ان اسکواڈ کاروں پر حملہ کرنا ہے۔"

"یہ تو واقعی تشویشناک بات ہے۔ اس طرح تو تم خود بھی خطرے سے دوچار ہوسکتے ہو۔"

"میں نے اس سے یہی کہا جس کے جواب میں اس نے کہا کہ یہ کام تو ہر قیمت پر ہونا ہے۔ اس نے یہ بھی جتایا کہ مجھے پہلے ہی کئی گنا زیادہ معاوضہ ادا کیا جا چکا ہے۔"

"تم نے اسے کوئی حتمی جواب دیا یا نہیں؟" میں نے ایڈگر سے پوچھا۔

"میں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ معاوضہ کی رقم واپس کی جا سکتی ہے مگر اس نے مجھے سوچنے کی مہلت دی ہے۔ وہ مجھے دوبارہ فون کرے گا۔"

"یہ بہت اچھا ہوا۔ اب اس کا فون آئے تو تم ہامی بھر لینا مگر اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ تمہیں چونکہ میرے بارے میں علم نہیں

معاشرتی جبر کے خلاف زاہدہ حنا کا قلم تیغِ برہنہ بن جاتا ہے

اُن کی کتاب

قیدی سانس لیتا ہے

کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے

سسکیاں بھرتے ہوئے مظلوموں کے لیے اُن کی تحریریں مرہم کا درجہ رکھتی ہیں

اُردو افسانے میں زاہدہ حنا کا نام اور کام کسی تعارف کے محتاج نہیں

زاہدہ کے افسانوں کا یہ مجموعہ مشاہیر ادب اور عوامی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کرچکا ہے

قیمت -/۶۰ روپے ڈاک خرچ -/۲ روپے
رقم پیشگی منی آرڈر
بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے کہ میں کہاں ہوں لہٰذا میری نشان دہی کردی جائے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب!" ایڈگر نے حیرت سے کہا۔ "میں اتنا مخدوش قدم نہیں اٹھا سکتا۔"

"جو میں کہہ رہا ہوں تمہیں وہی کرنا ہے۔" میں نے قدرے سختی سے کہا۔ "اس سے آگے میرا کام ہے۔"

میں نے فون کرکے جنرل ٹیرس کی طرف دیکھا۔ "میری بات درست ثابت ہوئی۔ رینڈل کا ترتیب دیا ہوا نیٹ ورک کام کر رہا ہے۔ اسکواڈ کاروں پر حملوں کی باتیں ہو رہی ہیں۔"

"یعنی ہمیں یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنی پڑے گی کہ رینڈل نے کن لوگوں کو تمہارے پیچھے لگایا ہے۔" جنرل نے تشویش سے کہا۔

"اگر ہم نے اس قسم کا کوئی قدم اٹھایا تو اس میں پھنس کر رہ جائیں گے اور رینڈل کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ وہ اس چکر میں ہے کہ میری توجہ اس کی طرف سے ہٹ جائے۔"

"پھر تم نے کیا سوچا ہے؟"

"مجھے میک اپ کا سہارا لینا پڑے گا۔ وہ میری تلاش میں ہاتھ پیر مارتے رہ جائیں گے۔ تم بس اتنا کرو کہ بنس ڈلے کو ٹیرس محل طلب کرلو۔"

"اوہو" جنرل نے ہونٹ سکوڑے۔ "گویا اب تم بنس ڈلے کے میک اپ میں کام کرو گے؟"

"کیا کیا جائے مجبوری ہے۔"

"لیکن اپنا وعدہ مت بھول جانا۔" کیتھی براؤن نے مجھے ٹوکا۔ "رینڈل سے نمٹتے ہی تمہیں وعدہ پورا کرنا ہوگا۔"

"اب اتنا خوف زدہ بھی مت کرو کہ میں رینڈل کو چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"تہذیب اتنی بری تو نہیں ہے۔" کیتھی نے آنکھیں نکالیں اور میں گڑبڑا گیا۔

"بات یہ نہیں ہے....." میں نے کہنا چاہا مگر بڈ نے میری بات کاٹ دی۔

"تو گویا وہ شادی والی بات سچ تھی اور تم دونوں ہی اس بات کو مذاق قرار دیتے رہے؟"

"بے وقوف آدمی۔" میں نے جھنجلا کر کہا "کیتھی نے یکطرفہ طور پر یہ بات کہی تھی۔"

"اس بار میں تم لوگوں کو چھوڑوں گی نہیں۔" کیتھی نے کہا۔ "بہت عرصہ تم لوگوں کو برداشت کیا ہے۔"

"جب وقت آئے گا تب دیکھیں گے۔" میں نے بے پروائی سے کہا اور بات ختم ہو گئی۔

****

میں رات دو بجے کے بعد سویا تھا اور صبح سات بجے کے قریب مجھے اٹھا دیا گیا۔ ٹیرس محل کے ٹیلی پرنٹر پر پیرس سے پیغام موصول ہوا تھا۔ میں یہ تاکید کرکے سویا تھا کہ اگر کوئی پیغام ہو تو مجھے اٹھا دیا جائے۔ میرے ساتھ تہذیب بھی اٹھ گئی تھی۔ میں نے ٹیلیکس پر سرسری نظر ڈالی۔ وہ ایک مخصوص کوڈ میں تھا اور یہ بھی میری ہدایت کے مطابق تھا۔

میں جلدی سے ہاتھ منہ دھو کر آیا اور ٹیلیکس کے پیغام کو ڈی کوڈ کرنے بیٹھ گیا۔ تہذیب میری کرسی کے عقب میں کھڑی مجھے کام کرتے دیکھ رہی تھی۔ مختصر سا پیغام تھا جسے میں نے دس منٹ کے اندر اندر ڈی کوڈ کرلیا۔ اس پیغام کے مطابق رینڈل کے پاس نہ تو فرانس کی شہریت تھی اور نہ ہی کسی پاسپورٹ آفس سے اس نام کے کسی شخص کو پاسپورٹ جاری کیا گیا تھا۔

"تم نے دیکھا۔" میں نے تہذیب کی طرف مڑ کر کہا "رینڈل جعلی پاسپورٹ پر کس طرح دندناتا پھر رہا ہے؟"

"ہاں" تہذیب نے اثبات میں سر ہلایا۔ "لیکن اس کے پاسپورٹ کے بارے میں فرانس سے تفتیش کرنے کا خیال کسی اور کے ذہن میں کہاں آسکتا تھا۔"

"اس کی یہ سب سے بڑی مضبوطی تھی تہذیب! اور ہماری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ بھی یہی تھی۔ اس کے سان و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ میں اس حد تک آگے بھی جا سکتا ہوں۔"

"اب تو یہ ثابت ہو گیا کہ رینڈل کو سفارتی تحفظ حاصل نہیں ہے۔ اب تو اس کے خلاف ڈائریکٹ ایکشن ہونا چاہئے۔"

"نہیں تہذیب! ایکشن تو اس کے خلاف ضرور لیا جائے گا مگر ابھی نہیں..... ہمیں تحمل کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔"

"لیکن علی! تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ تمہارا منصوبہ کیا ہے؟" تہذیب نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

"منصوبہ بہت سادہ ہے جان علی! یہ رپورٹ جو مجھے بھجوائی گئی ہے یہی رپورٹ گوٹے ہل میں فرانسیسی سفارت خانے کو بھی بھجوائی گئی ہوگی۔ میں انسپکٹر بنس ڈلے کے میک اپ میں سفارت خانے جاؤں گا اور وہاں کے کسی ذمے دار فرد سے ملاقات کرکے ان سے درخواست کروں گا کہ فی الحال اس معاملے میں خاموشی اختیار کی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سفارتخانے سے بات باہر چلی جائے۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"رینڈل بے خبر رہے گا اور ہم اپنے منصوبے پر کام کرتے رہیں گے۔"

"میرے خیال میں تو اب کسی منصوبے وغیرہ کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم اس پر براہ راست ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"کس جرم میں؟" میں نے بڑی معصومیت سے کہا اور تہذیب مجھے گھورنے لگی۔

"کیا اب بھی اس سوال کی کوئی گنجائش باقی بچی ہے؟"

"نہیں بچی ہوگی۔" میں نے بے پروائی سے کہا "لیکن اگر اسے یوں آسانی سے پکڑ لیا گیا تو مزہ نہیں آئے گا۔"

"تم بتاتے کیوں نہیں کہ آخر تم کس چکر میں ہو؟" تہذیب نے تیز لہجے میں کہا۔

"چکر صرف رینڈل کا ہے۔ اس میں کوئی لڑکی تو ملوث ہے نہیں جو تمہیں تشویش ہو رہی ہے۔"

"اگر ہو بھی تو مجھے کیا۔" تہذیب نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔ "میرا تم پر کوئی ایسا حق نہیں جس کے تحت تمہیں روک سکوں۔"

"اور وہ جو کیتھی براؤن کہہ رہی تھی۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ "اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"کیتھی براؤن احمق ہے۔" تہذیب نے غصیلے لہجے میں کہا "خوامخواہ تم پر دباؤ ڈال رہی ہے۔ میں نے اسے منع بھی کیا تھا مگر وہ نہیں مانتی۔"

"وہ تو ہم دونوں پر دباؤ ڈال رہی ہے۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "صرف مجھ پر ہی تو دباؤ نہیں ڈال رہی۔"

"اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔" تہذیب نے اپنی ہی دُھن میں کہا "میں کسی بھی شخص کو اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے پر مجبور کرنے کے خلاف ہوں۔ ہر شخص کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہے۔"

"اور اس شخص کے بارے میں کیا کہوگی جس نے اپنی زندگی کو کسی دوسرے کی مرضی کے مطابق ڈھال لیا ہو؟" میں نے کہا۔

تہذیب نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "اسے احمق کہیں گے۔ اس لئے کہ تم نے مجھے اصل موضوع سے بھٹکا دیا ہے۔ بات ہو رہی تھی اس منصوبے کی جو تم نے رینڈل کے لئے بنایا ہے۔"

"سچی بات بتاؤں تہذیب۔" میں نے دفعتاً سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "منصوبے کے خدوخال میرے ذہن میں واضح نہیں ہیں۔ اس کا انحصار رینڈل پر ہے۔ معلوم نہیں وہ کیا قدم اٹھاتا ہے۔ بس میں پوری طرح تیار رہوں۔ رینڈل جو بھی قدم اٹھائے مجھے اس کا توڑ کرنا ہے اور مناسب وقت پر اس پر ضرب لگانی ہے۔ یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ یہ سب تو پیش بندیاں ہیں۔"

"میرا خیال ہے اب تم سچ بول رہے ہو۔" تہذیب مسکرائی۔

"میں جھوٹ کب بولتا ہوں۔" میں نے معصومیت سے کہا اور تہذیب ہنسنے لگی۔

"تم اتنی سادگی سے جھوٹ بولتے ہو کہ بڑے بڑے دھوکا کھا جائیں۔"

"اب تک بنس ڈلے یہاں پہنچ چکا ہوگا۔ مجھے اس کے روپ میں فوری طور پر کام شروع کر دینا چاہئے۔ رینڈل کو کم سے کم موقع ملنا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ہم پر سبقت لے جائے۔"

****

ٹھیک نو بجے میں فرانسیسی سفارت خانے میں داخل ہو رہا تھا۔ استقبالیہ پر موجود حسین فرانسیسی لڑکی نے ایک خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔

"ایک نہایت اہم معاملے میں مجھے سفیر محترم سے ملنا ہے۔" میں نے انسپکٹر بنس ڈلے کے نام کا وزیٹنگ کارڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے فرانسیسی میں کہا۔

"آپ...... آپ فرانسیسی ہیں موسیو۔" لڑکی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "مقامی انٹیلی جنس میں کسی غیر ملکی کا تقرر کس طرح ہو سکتا ہے۔"

"تو پھر آپ اتنی عمدہ فرنچ کس طرح بول رہے ہیں۔ کیا آپ نے فرانس میں طویل عرصہ گزارا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے ہنس کر کہا "فرانس میں گیا ضرور ہوں مگر وہاں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"کمال ہے موسیو۔" اس نے حیرت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔ "آپ پر تو اہل زبان کا گمان ہوتا ہے۔"

"ہم لوگوں کا پیشہ ہی ایسا ہے۔ زبانیں کتنی ہی سیکھ لیں کم محسوس ہوتی ہیں۔"

"آپ سفیر محترم سے کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں؟"

"یہ بات تو میں انہی کو بتا سکوں گا۔" میں نے شائستہ لہجے میں کہا۔

مارشل آرٹ
کے ذریعے اپنی اور..... دوسروں کی حفاظت کیجیے
ابتدا سے بلیک بیلٹ تک
کراٹے سیکھیے
اس کتاب میں وہ تمام مشقیں دی گئی ہیں جو کہ ابتدا سے بلیک بیلٹ تک کی جاتی ہیں۔
ان مشقوں پر عمل کتنا آسان ہے کیوں کہ ہر مشق تصویر کے ذریعے بھی دکھائی گئی ہے۔
۶۵۰ سے زائد تصاویر۔
ہر تصویر کی مکمل وضاحت آسان اردو میں کی گئی ہے۔
قیمت ۴۰ روپے ڈاک خرچ ۱۶/- روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

"کوئی ٹاپ سیکرٹ قسم کا معاملہ ہے؟" اس نے متجسس انداز میں کہا۔
"یہی سمجھ لو۔"
اس نے مجھے سفیر کی سکریٹری کے کمرے میں بھیج دیا۔ جہاں ایک بار پھر مجھے اس قسم کے سوال جواب کا سامنا کرنا پڑا اور آخر پندرہ منٹ بعد سفیر صاحب مجھ سے ملنے پر آمادہ ہو گئے مگر انہوں نے مجھے صرف پانچ منٹ کا وقت دیا تھا۔ سفیر نے خاصی سردمہری کا مظاہرہ کیا لیکن جب میں نے اس سے رواں فرانسیسی میں گفتگو شروع کی تو اس کی سردمہری میں دراڑیں پڑنا شروع ہو گئیں۔
"ٹیرس محل سے مجھے پیغام ملا تھا کہ کوئی انسپکٹر بنس ڈلے مجھ سے ملنے آرہا ہے۔" سفیر نے کہا۔ "کیا تمہیں فرانس کے ویزے کی ضرورت ہے۔ اگر ایسی بات تھی تو تمہیں......"
"آپ کے سامنے میز پر ایک ٹیلیکس میسیج رکھا ہے۔ میں اسی پیغام کے بارے میں تفصیلی گفتگو کرنے آیا ہوں۔"
"اوہ"! سفیر نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "یہ بڑا الجھا دینے والا معاملہ ہے لیکن تمہیں اس ٹیلیکس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"
"یہ انکوائری ہم نے سرکاری طور پر کرائی ہے۔" میں نے کہا۔
"لیکن اس کا مجھ سے کیا تعلق ہے۔" سفیر نے قدرے جھنجلا کر کہا۔ "اگر کسی شخص کے پاس فرانس کا جعلی پاسپورٹ ہے تو میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں؟"
"یہ شخص جس کا نام رینڈل ہے ان دنوں یہیں موجود ہے اور ہم اس پر اس لئے ہاتھ نہیں ڈال سکتے کہ اسے سفارتی تحفظ حاصل تھا۔"
"تم بڑے شوق سے اس پر ہاتھ ڈال دو۔ اب وہ سفارتی تحفظ سے محروم ہو چکا ہے۔" سفیر نے کہا "تاہم یہ اتنی اونچی سطح کا معاملہ تو ہرگز نہیں ہے کہ مجھ تک لایا جاتا۔"
"بعض مصلحتوں کے تحت ہم فوری طور پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتے۔ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ اسے ہنوز سفارتی تحفظ حاصل ہے۔"
"ٹھیک ہے۔" سفیر نے سرہلایا۔ "میں اپنے عملے کو تاکید کر دیتا ہوں کہ اس معاملے کو ٹاپ سیکرٹ رکھا جائے لیکن یہ تو حکومت فرانس کا مجرم ہے...."
"یہ ایک عالمی مجرم ہے جناب! معلوم نہیں اس کے پاس کتنے ملکوں کے جعلی پاسپورٹ ہوں گے۔"
"ہمیں اس سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔" سفیر نے کہا "یہ بات تو ہم نے ثابت کی ہے....."
"لیکن اس کی نشان دہی ہم نے کی ہے۔ اگر ہم نشان دہی نہ کرتے تو یہ شخص یونہی دندناتا رہتا۔"
"یہ ملکوں کے معاملات ہیں انسپکٹر! تمہاری سمجھ میں آسانی سے نہیں آئیں گے۔ میں اس معاملے کو سفارتی سطح پر اٹھاؤں گا۔"
"میں نے عرض کیا تھا کہ وہ ایک عالمی مجرم ہے۔ غالباً آپ نے میری اس عرض داشت پر توجہ نہیں دی۔"
"میں نے سن لیا ہے۔" سفیر نے بیزاری کا مظاہرہ کیا "تمہارا کام ختم ہو گیا۔ اب تم جا سکتے ہو۔"
"میں آپ سے متفق نہیں ہوں جناب!" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "یہ معاملہ جو بھی ہے اس کا فیصلہ اسی میز پر ہوگا۔"
"تم شاید سفارتی آداب سے واقف نہیں ہو۔" سفیر نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "اور پھر میرے پاس وقت بھی نہیں ہے۔"
"جب معاملہ رینڈل جیسے مجرم کا ہو تو آداب بالائے طاق رکھ دینے پڑتے ہیں اور زبان و مکان کی قیود سے آزا ہو کر بات کرنی پڑتی ہے۔"
"میں تمہیں مزید پانچ منٹ دے سکتا ہوں اور وہ بھی محض اس لئے کہ تم ایک دعوا کر رہے ہو۔"
"ایک عالمی صیہونی تنظیم ہے جس کا نام "ایگلز" ہے۔ ممکن ہے آپ نے اس تنظیم کا نام سنا ہو ممکن ہے نہ سنا ہو۔ تاہم اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص اس تنظیم کا سربراہ ہے۔"
"تمہیں یہ معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں اور کیا ضروری ہے کہ یہ معلومات حقائق پر مبنی ہوں؟"
"ان معلومات کے حصول کے عقب میں کئی برسوں اور سیکڑوں افراد کی محنت شامل ہے سفیر محترم! اور ان کے غلط ہونے کا ایک فیصد بھی احتمال نہیں ہے۔"
"تم اتنے یقین سے یہ بات کہہ سکتے ہو مگر میں نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے تمہاری باتوں پر یقین کیا جا سکتا ہے۔"
"وقت آنے پر یہ بات ثابت بھی کر دی جائے گی جناب!" میں نے کہا۔
"تمہیں آخر کون سے وقت کا انتظار ہے؟"
"جتنے بڑے پیمانے پر یہ تنظیم سرگرم عمل ہے اس کے پیش نظر ہی توقع ہے کہ اس شخص کی گرفتاری کے بعد گوٹے ہل کی حکومت کو بین الاقوامی دباؤ کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔ اگر ہم نے فوری طور پر اس پر ہاتھ ڈال دیا تو اس کے خلاف جو گواہ پیش کئے جائیں گے انہیں جعلی قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں جان سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس پر اس انداز میں ہاتھ ڈالا جائے کہ اس کے مجرم ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔"
"مجرموں کی سرکوبی میں تعاون کرنا ہر پُرامن شہری کا فرض ہے۔" سفیر نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا "رینڈل نامی اس شخص کے پاس فرانس کا جعلی پاسپورٹ ہے۔ اس اعتبار سے یہ شخص حکومت فرانس کا مجرم قرار پاتا ہے۔ اس اعتبار سے ہماری حکومت مطالبہ کر سکتی ہے کہ اسے ہمارے حوالے کر دیا جائے لیکن جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر وہ سچ ہے تو پھر زیادہ سنگین الزامات کے تحت اس پر پہلا حق تمہاری حکومت کا بنتا ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ تم اپنے الزامات ثابت کر سکو۔"
"یہ بات آپ کے علم میں آج آئی ہے لیکن ہمیں بہت پہلے سے علم ہے کہ اس نے پیرس کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا رکھا ہے۔"
سفیر کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نظر آئے۔ "اگر ایسا ہے تو تمہیں چاہئے تھا کہ پہلے ہی ہمیں مطلع کر دیتے۔"
"وہ آسانی سے ہاتھ آنے والا شخص نہیں ہے اور نہ ہی پہلے ہمیں یہ معلوم تھا کہ اس کے پاس جعلی شناختی کاغذات ہیں۔ ہم تو سمجھ رہے تھے کہ اس کے پاس فرانس کی شہریت ہوگی۔"
"ٹھیک ہے مسٹر بنس ڈلے! میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے دعوؤں کی روشنی میں تمہیں ایک موقع ضرور ملنا چاہئے لیکن اگر وہ بچ نکلا تو کیا ہوگا۔"
"آپ بے فکر رہیں جناب۔" میں نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "اس کے گرد ہمارا گھیرا تنگ سے تنگ تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ وہ بچ کر نہیں نکل سکے گا۔"
میں سفیر کے کمرے سے نکلا تو اس کی سیکریٹری نے خاصے متجسس انداز میں مجھ سے پوچھا۔ "آپ پورے بیس منٹ اندر رہے ہیں جبکہ آپ کو صرف پانچ منٹ دیے گئے تھے۔"
"ہاں تمہارا سفیر مجھے کچھ جچا نہیں۔" میں نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ "اگر اس کی جگہ کمرے میں تم ہوتیں تو کم از کم ایک گھنٹہ ضرور کمرے کے اندر گزارتا۔"
وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "میں سمجھ گئی۔" اس نے شوخی سے کہا "ضرور کوئی ایسی اہم بات ہے جو آپ مجھے بتانا نہیں چاہتے۔"
"ابھی تو مجھے ایک اور جگہ پہنچنا ہے۔" میں نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کسی وقت فرصت سے تمہیں ڈنر پر مدعو کروں گا۔"
"شکریہ موسیو۔" اس نے مجھے ایک دلکش مسکراہٹ سے نوازا۔ "میں آپ کی دعوت ضرور قبول کروں گی۔"

****

"ڈیوڈ ریان اور کلارا بہت مضطرب ہیں۔" تہذیب نے مجھے بتایا "پرسوں سے کسی نے الٹ کران کی خبر نہیں لی ہے۔"
"انہیں مضطرب رہنے دو اور ان سے کہو فی الحال اپنی حفاظت خود کریں۔ ویسے مجھے توقع نہیں ہے کہ اس موقع پر انہیں کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"
"سفیر کیا کہتا ہے؟" جنرل ٹیرس نے پوچھا۔
"میں نے اسے رینڈل کی حقیقت سے آگاہ کر دیا ہے لیکن اسے میری باتوں پر یقین نہیں آیا تاہم وہ مجھے ایک موقع دینے پر تیار ہو گیا ہے۔"
"دوسرے تو پھر بھی تمہاری خواہش کا احترام کر لیتے ہیں مگر تم کبھی کسی دوسرے کی خواہش کا احترام نہیں کرتے۔" کیتھی براؤن نے کہا۔
"یہ مت بھولو کہ اس وقت تم انسپکٹر بنس ڈلے سے مخاطب ہو۔" میں نے بارعب انداز میں کہا۔
"بات اڑانے کی کوشش مت کرو۔ شکل بدل لینے سے آدمی نہیں بدل جایا کرتے۔"
"میں نے رات سے اب تک بہت غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خواہ دوسروں کی خواہش کا احترام کیا جائے یا نہ کیا جائے مگر کسی کے جذبات سے نہیں کھیلنا چاہئے۔"
"اس فلسفیانہ جملے کا کیا مطلب ہوا۔" کیتھی براؤن نے تیوریوں پر بل ڈال کر کہا۔ "کہیں تم مجھ پر کوئی الزام تو نہیں عائد کر رہے۔"
"اوہو' ایک تو تم بہت جلد بدگمانی میں مبتلا ہو جاتی ہو۔" میں نے ہنس کر کہا "میرا روئے سخن تمہاری طرف ہرگز نہیں تھا۔"
"جب تم سیدھی سادی گفتگو کرنے کے بجائے اشاروں اور کنایوں میں باتیں کرو گے تو غلط فہمیوں کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔"

ایک مقبول ترین نایاب کتاب
دوبارہ دستیاب ہے
کھوج زائچہ پامسٹری نجوم
قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے
اے۔ ایس صدیقی کے قلم سے
پانسہ پھینکئے۔ قسمت کا حال معلوم کیجئے
تاش کے پتوں سے قسمت شناسی
ماتھے کی لکیریں کیا بتاتی ہیں
خال اور تل سے کردار معلوم کیجئے
شگون ــــ سعد و نحس
خواب ــــ مستقبل کے پیغامبر
ایک کتاب چھ علوم

WWW.PAKSOCIETY.COM

"بات تو تب ہی ہے کہ اشاروں اور کنایوں میں سے اصل مطلب برآمد کرلیا جائے۔ غلط فہمی میں تو ہر شخص مبتلا ہو سکتا ہے۔ غلط فہمی میں مبتلا ہو جانا کوئی کمال تو نہیں ہے۔"

"تم دیکھ رہی ہو۔" کیتھی نے شکایتی انداز میں تہذیب سے کہا۔ "علی مجھے کس قدر پریشان کر رہا ہے اور تم ایک لفظ بھی نہیں بول رہیں۔"

"بھئی میں تو خود اس معاملے میں ایک فریق ہوں۔" تہذیب ہنس کر بولی۔ "میں تو نہ علی کی طرف سے بول سکتی ہوں اور نہ تمہاری طرف سے۔"

"فریق ہونے کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ آدمی ایک غلط بات دیکھ کر بھی چپ رہے۔ تم کم از کم غلط بات پر کسی کو ٹوکنے کا حق تو رکھتی ہی ہو۔"

"میں نے تو تمہیں سمجھانے کی کوشش بھی کی تھی لیکن تم نے ہی کون سا میری بات مان لی ہر بار وہی تذکرہ نکال کر بیٹھ جاتی ہو۔"

"میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ تم دونوں اصل میں ایک ہی ہو۔ جو کچھ علی کہے گا وہی تم بھی کہو گی۔ فرق صرف الفاظ اور انداز کا ہو گا۔"

"ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیشہ ایک ہی رہیں۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ "یہ نہ ہو کہ ہمارے درمیان بھی ویسی ہی خلیج پیدا ہو جائے جیسی تمہارے اور جنرل کے درمیان ہے۔"

"تم لوگ اپنی باتوں میں مجھے کیوں گھسیٹ رہے ہو۔" جنرل نے آنکھیں نکالیں۔

"دیکھا.... دیکھا۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "یعنی تمہاری باتیں الگ ہیں اور جنرل کی الگ..... جبکہ میں اور تہذیب ایک ہی ہیں۔"

"اس معاملے میں تو جنرل بھی میرے ہمنوا ہیں۔" کیتھی نے فخریہ انداز میں کہا "کیوں جنرل؟"

"بھئی خواہش تو میری بھی یہی ہے کہ ان دونوں کے درمیان فاصلے اب ختم ہو جانے چاہئیں لیکن جب یہ لوگ راضی ہی نہیں ہیں تو کوئی اور کیا کر سکتا ہے۔"

"ہم نے اتنے عرصے تک یہ معاملہ ان دونوں پر چھوڑے رکھا۔ انہیں چاہئے تھا کہ دوسروں کو اپنی طرف انگلی اٹھانے کا موقع ہی نہ دیتے مگر جب انہوں نے ہمیں مایوس کیا تو مجبوراً مجھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

دخل اندازی کرنا پڑی۔" کیتھی نے کہا۔
"اس دخل اندازی کے چکر میں تم سرحدوں کے بہت اندر تک گھس آئی ہو۔ اب بس بھی کرو۔" میں نے کہا۔
"مکمل فتحیابی تک فوجوں کی واپسی ناممکن ہے۔" کیتھی نے جنگجویانہ انداز میں کہا "پیش قدمی جاری رہے گی۔"
"یہ تو اچھا ہے کہ بڈ یہاں موجود نہیں ہے ورنہ چو مکھی لڑنی پڑجاتی۔"
"تم سب کچھ کہنا مگر اصل موضوع پر مت آنا۔"
"تم تو مجھے بہت بڑا کریڈٹ دیئے دے رہی ہو۔" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "مجھے اپنی اس صلاحیت کا علم نہیں تھا کہ خواتین کو بھی موضوع سے بھٹکا سکتا ہوں۔"
"نہیں بھٹکا سکتے۔" کیتھی نے مسکرا کر کہا۔ "خاص طور پر اس صورت میں جب ایک خاتون کسی بات کا تہیہ کئے بیٹھی ہو۔"
"ایمانداری کی بات یہ ہے کہ کیتھی ٹھیک کہہ رہی ہے۔" جنرل ٹیرس بولا "لیکن جتنا اصرار یہ کررہی ہے وہ غیر مناسب ہے۔"
"میرا خیال ہے یہ ساری باتیں قبل از وقت ہیں۔" تہذیب نے بڑی سنجیدگی سے کہا "جو خواہش تم لوگوں کی ہے وہی ہماری بھی ہے مگر پہلے رینڈل والا معاملہ تو نمٹ جائے۔"
"ہم کون سا کسی بات پر فوری اصرار کررہے ہیں۔" کیتھی نے ترکی بہ ترکی کہا "بات صرف وعدے کی ہی تو ہے۔ تم لوگ وعدہ کرلو' یہ تذکرہ ہی ختم ہوجائے گا۔"
"کیا خیال ہے تہذیب؟" میں نے تہذیب کی طرف دیکھا اور تہذیب نے ایک طویل سانس لی۔
"اگر تم اس تذکرے سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو تو وعدہ کرلو۔" تہذیب نے کہا۔
"ایک کے وعدہ کرنے سے کام نہیں چلے گا۔" کیتھی نے للکار کر کہا۔ "دونوں کو وعدہ کرنا پڑے گا۔"
"میں پہلے ہی بہت عاجز آچکی ہوں۔ تمہارے پاس اس کے سوا کوئی اور موضوع ہی نہیں بچا۔ تم مجھ سے جو وعدہ کہو کرنے کو تیار ہوں۔"
"اور تم کیا کہتے ہو؟" کیتھی میری طرف متوجہ ہوئی۔
"تمہیں معلوم ہے ہم دونوں ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کرتے۔ اس معاملے میں کیسے کرسکتے ہیں۔"
"واشگاف الفاظ میں وعدہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں تم اپنے الفاظ سے کوئی فائدہ اٹھا جاؤ۔"
"تم تو جنگ کے موڈ میں ہو بابا۔" میں نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ "میں اپنے الفاظ سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کروں گا۔"
کیتھی نے فاتحانہ انداز میں دونوں ہاتھ بلند کئے۔ "آخر میں ایک جنرل کی بیوی ہوں۔ مجھ سے جیتنا کوئی مذاق تھوڑی ہے۔"

****

میں سرشام ہی کلارا اور ڈیوڈریان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ دونوں ہوٹل کے اسی کمرے میں مقیم تھے جو میلی نوف کے کمرے کے نیچے واقع تھا۔ آٹھ بجے اسی ہوٹل میں میلی نوف کے اعزاز میں ڈنر دیا جانا تھا جس کا انتظام میں نے کرایا تھا۔ اس ڈنر کا مقصد میلی نوف کو وقتی طور پر گوٹے بل میں روکنے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ رینڈل کے خلاف تحقیقات کرنے کے لئے مجھے وقت چاہئے تھا۔ کام میری توقع سے بہت پہلے ہوگیا تھا اور اب میں رینڈل کو گرفت میں لینے کے لئے پر تول رہا تھا۔ ڈنر تو بہرحال دیا جانا تھا۔
انسپکٹر بنس ڈلے کے میک اپ میں ان دونوں کے کمرے میں داخل ہوا۔ "میں علی یار خاں ہوں۔" میں نے جلدی سے کہا اور ایک اجنبی کو اپنے کمرے میں دیکھ کر کھڑا ہوتا ہوا ڈیوڈریان ایک طویل سانس لے کر بیٹھ گیا۔
"میک اپ کرنے کے فن میں تو آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔" اس نے کہا۔ "میں تو کبھی آپ کو پہچان ہی نہیں سکتا تھا۔"
"علی کے اس آرٹ کو میں نے تو بہت قریب سے دیکھا ہے۔" کلارا بولی۔ "واقعی یہ بڑا حیران کن معاملہ ہے۔"
"میں نے سوچا تھا اس بار میک اپ کا سہارا نہیں لوں گا۔" میں نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "لیکن تمہارے موشے ہارڈ نے مجھے مجبور کردیا۔"
"وہ کیسے؟" ان دونوں نے بیک وقت حیرت سے کہا۔
"مجھ پر تابڑ توڑ قاتلانہ حملے ہونے شروع ہوگئے تھے۔ اپنی جان بچانے کی یہی صورت نظر آئی کہ حملہ کرنے والوں کی نظروں سے ہی اوجھل ہوجاؤں۔"
"یعنی آپ خوف زدہ ہوگئے۔" ڈیوڈریان نے انتہائی حیرت کا مظاہرہ کیا۔
"میں حملہ آوروں سے الجھنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ رینڈل کو مجبوراً منظر عام پر آنا پڑا تھا اور وہ یہ انتظام کرکے منظر عام پر آیا تھا کہ مجھے سکون کا سانس نہیں لینے دے گا۔ اگر میں حملہ آوروں کی طرف توجہ دیتا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ رینڈل کی طرف سے میری توجہ ہٹ جاتی اور وہ بچ کے نکل بھی سکتا تھا۔"
"بچ کے تو وہ اب بھی نکل سکتا ہے۔" کلارا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "وہ انتہائی شاطر آدمی اور شیطانی دماغ کا مالک ہے۔ ایسے ایسے منصوبے بناتا ہے کہ عقل دنگ رہ جائے۔"
"یہ تو خیر یہ اپنے منہ میاں مٹھو بننے والی بات ہے لیکن تمہارا یہ خادم بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ رینڈل کو ایسے شکنجے میں کسوں گا کہ ساری زندگی یاد رکھے گا۔"
"آپ مسئلے کی سنگینی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کررہے۔" ڈیوڈ ریان نے کہا۔ "رینڈل کے سلسلے میں آپ کو اپنے آدمیوں پر بھروسا کرنا پڑے گا...."
"مجھے معلوم ہے ڈیوڈ کہ میں کس حد تک اپنے آدمیوں پر بھروسا کرسکتا ہوں۔ مجھے رینڈل کی حد پرواز کا بھی اندازہ ہے۔"
"آپ تو یہاں بیٹھے ہیں۔" ڈیوڈ نے مایوسانہ لہجے میں کہا "ممکن ہے رینڈل آپ کے آدمیوں کو دھوکا دے کر نکل بھی چکا ہو؟"
"میلی نوف۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "جب تک میلی نوف یہاں موجود ہے رینڈل بھی موجود ہے۔ آخر میلی نوف ایس ون ہے۔ ایگلز کی ہائی کمان کا ایک ممبر.... رینڈل اسے کسی اور کے رحم و کرم پر کیوں کر چھوڑ سکتا ہے۔"
"وہ ایک ایسا ناقابل اعتبار آدمی ہے جس کے بارے میں کوئی بات بھی یقین سے نہیں کہی جاسکتی۔" کلارا نے کہا "اور پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں انتظار کس بات کا ہے۔"
"رینڈل کی نگرانی اور گرفتاری کے لئے میں نے تہذیب کو انچارج بنادیا ہے۔ وہی اس معاملے کو دیکھ رہی ہے۔"
"تہذیب ما لکم ایکس کی صلاحیتوں سے انکار ممکن نہیں ہے۔" کلارا نے مضطربانہ انداز میں کہا "لیکن رینڈل کے مقابلے پر وہ کچھ بھی نہیں۔ اس کے مقابلے کے لئے تو تمہیں خود میدان میں اترنا پڑے گا۔"
"تہذیب کو بھی تو میں نے ہی انچارج بنایا ہے۔ اگر تم یہ کہتی ہو کہ اس کا مقابلہ صرف میں ہی کرسکتا ہوں تو تمہیں میرے فیصلے پر بھی اعتماد کرنا چاہئے۔"
"تمہاری صلاحیتوں پر تو اعتماد ہے لیکن اس پر شبہ ہے کہ تم رینڈل کی مکاریوں اور شاطرانہ ذہنیت سے پوری طرح واقف ہو۔"
"اس کے باوجود کہ میں چھ ماہ سے زیادہ اس کی قید میں رہا۔ کوشش کے باوجود اس کا سراغ نہیں لگا سکا اور یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ اگر وہ ایک بار نظروں سے اوجھل ہوگیا تو پھر اس کا سراغ لگانے کے لئے طویل جدوجہد کرنا پڑے گی۔"
"تمہارے لئے دعا ہی کی جاسکتی ہے۔" کلارا نے کہا "کاش رینڈل تمہارے ہاتھوں سے بچ کر نہ نکل سکے۔"
"فی الحال تو میلی نوف کے اعزاز میں ڈنر دیا جارہا ہے۔" میں نے کہا۔
"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔" ڈیوڈ بولا۔ "پروگرام کے مطابق میلی نوف کو آج روانہ ہوجانا چاہئے تھا۔"
"یہ سب کچھ میرے بنائے ہوئے منصوبے کے مطابق ہو رہا ہے۔ میلی نوف نے اپنا پروگرام بہرحال زیادہ مؤخر نہیں کیا۔ ڈنر کے فوراً بعد وہ یہاں سے ائرپورٹ جائے گا جہاں سے چارٹرڈ طیارے کے ذریعے وہ واپس چلا جائے گا۔"
"یہ ڈنر تمہاری طرف سے تو نہیں ہے؟" کلارا نے کہا۔
"میری ہی طرف سے سمجھو۔ اس لئے کہ یہ منصوبہ میرا ہی ہے۔"
"کاش ہمیں بھی رینڈل کے خلاف کام کرنے کا کوئی موقع مل سکتا۔" ڈیوڈریان نے کہا۔
"اپنے حصے کا کام تم کرچکے ہو۔ تم دونوں ہی کی مدد سے میں آج کامیابی کے اس قدر نزدیک پہنچ چکا ہوں کہ جب چاہوں رینڈل

مظلوم عورتوں کی سچی داستانیں
مورد الزام
آدم زادی
مصنف نور حسین شاہ
آدم زادی ان کہانیوں کا مجموعہ ہے جس میں صنف نازک کے مسائل' مشکلات' اس پر ڈھائے جانے والے مظالم کے سچے واقعات قلمبند کئے گئے ہیں۔
دیہاتی اور شہری خواتین کی سچی کہانیاں
ہر عورت کی اپنی داستان
عمدہ کمپیوٹرائزڈ کتابت۔ مضبوط جلد۔ بہترین طباعت
خوبصورت ٹائٹل
قیمت =/50 روپے: ڈاک خرچ =/10 روپے
رقم پیشگی ارسال کرنے پر ڈاک خرچ معاف
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس 23
رمضان چیمبرز۔ بلموریا اسٹریٹ
آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی74200

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کو اپنی گرفت میں لے سکتا ہوں۔"
"اس کے باوجود کچھ تشنگی سی محسوس ہوتی ہے۔" کلارا بولی "اس سے بڑھ کر بھی کچھ کرنے کو جی چاہتا ہے۔"
"بے فکر رہو۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ تم دونوں کو اس کا موقع دیا جائے۔"
ان دونوں کے پاس سے اٹھنے کے بعد میں نے کچھ دیر ڈنر کے لئے کئے جانے والے انتظامات کا جائزہ لیا اور پھر مطمئن ہو کر ہوٹل سے نکل آیا۔ اب میرا رخ پیراڈائز بار کی طرف تھا۔
پیراڈائز بار میں چند افراد ہی موجود تھے۔ زیادہ تر میزیں غیر آباد تھیں۔ ابھی ان کے آباد ہونے کا وقت نہیں ہوا تھا۔ میں سیدھا اس حصے کی طرف بڑھ گیا جہاں ایڈگر کا آفس تھا۔ آفس کا دروازہ بند تھا اور دروازے کے باہر اسٹول پر ایک مسٹنڈہ اسٹول پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ مجھے آفس کی طرف جاتے دیکھ کر وہ اسٹول سے اٹھ کھڑا ہوا۔
"منہ اٹھائے کہاں چلے جا رہے ہو۔" اس نے غرا کر کہا۔
"مجھے مسٹر ایڈگر سے ملنا ہے۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔
"بھاگ جاؤ۔ وہ اس وقت مصروف ہیں۔ کسی سے نہیں مل سکتے۔"
"نہیں..... ان سے میرا ملنا اشد ضروری ہے۔ انہیں بتاؤ کہ انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے انسپکٹر بنس ڈلے آیا ہے۔"
"اے مسٹر تم نشے میں تو نہیں ہو..... تم جیسے بہت سے آتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو فوج کے کرنل جنرل تک ہوتے ہیں۔"
میں نے جواب میں اپنا شناختی کارڈ جیب سے نکال کر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ "اگر ذرا بھی پڑھے لکھے ہو تو اسے پڑھ لو۔"
وہ پڑھا لکھا تھا یا نہیں تھا مگر سرکاری کارڈ اور اس پر چسپاں تصویر تو پہچان ہی سکتا تھا۔ اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔
"م..... میں ابھی جا کر انہیں بتاتا ہوں۔" اس نے ہکلاتے ہوئے کہا اور آفس کے دروازے کی طرف جھپٹنے کی کوشش کی۔
"نہیں میرے دوست۔" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا "اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ میں خود ہی اسے بتا بھی دوں گا اور اس سے مل بھی لوں گا۔"
اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے اور میں اسے ہکا بکا چھوڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
آفس کے اندر داخل ہوا تو ایڈگر کسی سے فون پر بات کرنے کے بعد ریسیور واپس رکھ رہا تھا۔ ایک اجنبی کو اپنے آفس میں داخل ہوتے دیکھ کر اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔
"کون ہو تم۔" اس نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ "اور بلا اجازت میرے آفس میں کیسے داخل ہوئے۔"
"اس قدر ناراض ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے ایک کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا "تم بھی میرا کارڈ دیکھ کر اطمینان کر لو۔"
ایڈگر ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گیا۔ "کیا اب بھی کوئی بات باقی رہ گئی ہے۔" اس نے مضمحل انداز میں کہا۔
"کس سلسلے میں مسٹر ایڈگر؟"
"یہ تو زیادتی ہے تاکہ حملہ مجھ پر کیا گیا اور تنگ بھی مجھے ہی کیا جا رہا ہے۔ مجھے تو بتایا گیا تھا کہ وہ معاملہ ختم کیا جا چکا ہے۔"
"وہ معاملہ تو ختم کیا جا چکا ہے مسٹر ایڈگر لیکن اب ایک نیا معاملہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔" میں نے اپنی اصل آواز میں کہا "ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ مسٹر علی پر حملہ کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔"
ایڈگر بری طرح چونک پڑا۔ اس نے اب تک میری آواز کی تبدیلی پر غور نہیں کیا تھا۔ "یہ سراسر الزام ہے۔" اس نے احتجاجی انداز میں کہا "تم یہ بات ثابت نہیں کر سکتے۔"
"ہم لوگ حقائق کو ثابت نہیں کرتے ان کا اعتراف کرایا کرتے ہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔
"یہ کھلی ہوئی دھاندلی ہے۔ اس دھاندلی کے خلاف میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔"
"ضرور کھٹکھٹانا۔" میں نے کہا۔ "مگر اعتراف کرنے کے بعد..... بے وقوف آدمی تو آواز بھی نہیں پہچانتے۔"
"اوہ..... اوہ۔" ایڈگر نے چونک کر کہا۔ "یہ کیسے ممکن ہے۔ یہ آواز تو علی یار خان کی ہے۔"
"ہاں..... میں میک اپ میں ہوں۔ تاکہ مجھ پر کوئی حملہ نہ ہو سکے۔ یہ بتاؤ کہ پھر اس شخص کا کوئی فون آیا تھا۔"
"اس نے تو مجھے عاجز کر رکھا ہے۔ میں اس سے کہہ چکا ہوں کہ میں قانون کے محافظوں سے نہیں الجھتا۔ ان سے بچ کر ہی کام کرتا ہوں مگر وہ اس پر مصر ہے کہ میں تمہیں تلاش کروں۔"
"معلوم نہیں اور کتنے لوگوں سے یہ فرمائش کی گئی ہوگی۔" میں تضحیک آمیز انداز میں مسکرایا۔ "انہیں شاید یہ معلوم نہیں کہ اگر میں نہ چاہوں تو وہ تاقیامت میرا سراغ نہیں لگا سکتے۔"
"آپ جب یہاں داخل ہوئے اس وقت بھی اسی کا فون تھا۔ اب وہ فرمائش کر رہا ہے کہ میں آج رات ساڑھے بارہ بجے ائرپورٹ کے باہر ہوائی فائرنگ کروا دوں۔"
میں چونک پڑا۔ ائرپورٹ کے باہر فائرنگ کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ جو وقت ایڈگر نے بتایا ٹھیک اسی وقت میلی نوف کو ائرپورٹ پر موجود ہونا تھا۔
"تم نے اس سے پوچھا نہیں کہ اس فائرنگ سے وہ کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے؟" میں نے کہا۔
"پوچھا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے معاوضہ ادا کیا جا چکا ہے للذا

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس معمولی سے کام کے عوض مجھے کوئی سوال کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔"

"بات تو معقول ہے۔ تمہیں انکار نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اب اگر اس کا فون آئے تو ہاں بھر لینا مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دینا کہ تمہیں جو معاوضہ ادا کیا گیا ہے اس کے عوض یہ آخری کام ہوگا۔"

"میں اس سے کہہ تو دوں گا لیکن اس طرح فائرنگ کرنے پر اگر میرے آدمی پکڑے گئے تو کیا ہوگا؟" ایڈگر نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"کچھ بھی نہیں ہوگا۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اس بات کا انتظام کروں گا کہ تمہارے کسی آدمی کو گرفتار نہ کیا جائے۔"

****

رات نو بجے تقریب کا آغاز ہوا۔ اس وقت میں ٹیرس محل میں ہی موجود تھا اور سارے ضروری انتظامات مکمل کر چکا تھا۔

"میرے اندازے کے مطابق آج کی رات فیصلہ کن ثابت ہونی چاہئے۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن بھی ہمارے ساتھ کھانے کی میز پر موجود تھے۔

"اس لئے آج تم جلدی کھانا کھا رہے ہو۔" جنرل نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"تم نے ٹھیک اندازہ لگایا ہے جنرل! ممکن ہے بعد میں ہمیں کھانے کا موقع نہ ملے۔"

اسی وقت تہذیب کو ٹرانسیٹر پر کال موصول ہوئی۔ یہ بڈ کی کال تھی۔ "میلی نوف کے ساتھیوں میں سے ایک شخص جس کا نام مائیکل سولو ہے۔ رینڈل سے ملنے آیا ہے۔"

تہذیب نے میری طرف دیکھا اور میں نے ذہن پر زور دیا۔ "میرا خیال ہے اس شخص کا تعلق میلی نوف کے محافظوں میں سے ہے۔" میں نے کہا اور تہذیب نے ٹرانسیٹر میں ہی سوال دہرایا۔

"ہاں میڈم یہ وہی شخص ہے لیکن سوال یہ ہے کہ وہ ڈنر میں کیوں شریک نہیں ہے اور یہاں کیا کر رہا ہے؟"

تہذیب نے ایک بار پھر سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ "اس سے کہو کہ ان دونوں پر کڑی نگاہ رکھے۔ اب ان دونوں کی نگرانی کی جائے گی۔" میں نے کہا۔

تہذیب نے بڈ تک میری ہدایات پہنچا دی اور رابطہ منقطع کر کے مجھ سے بولی۔ "یہ نکتہ واقعی اہم ہے کہ مائیکل سولو رینڈل سے ملنے کیوں آیا ہے؟"

"میلی نوف کا کوئی اہم پیغام لے کر آیا ہوگا۔" میں نے بے پروائی سے کہا اور دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"مجھے ٹالنے کی کوشش مت کرو۔" تہذیب غرائی "تمہارے ذہن میں یقیناً کوئی اہم بات ہے۔"

"ہرگز نہیں۔" میں نے بڑے یقین سے کہا۔ "اگر کوئی بات ہوتی تو تمہیں ضرور بتاتا۔"

تہذیب مطمئن نہیں ہوئی۔ میں نے بھی تہذیب سے غلط بیانی کی تھی۔ میرا ذہن واقعی اس معاملے میں الجھ گیا تھا۔ تقریباً چار گھنٹے بعد میلی نوف کی گوٹے مل سے واپسی تھی۔ ایسے میں اس کے کسی ماتحت کا رینڈل سے ملاقات کرنا کسی بڑے واقعے کا پیش خیمہ بھی ہو سکتا تھا۔ میں نے اپنے ذہن میں رینڈل کے منصوبے کا جو سرسری خاکہ بنایا تھا وہ مجھے برائے کار نظر آتا محسوس ہونے لگا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد دوبارہ بڈ نے کال کی۔ "مائیکل سولو واپس جا رہا ہے۔" بڈ کہہ رہا تھا۔ "لیکن رینڈل بھی اس کے ساتھ ہی باہر نکلا ہے۔ کیا اسے روکنے کی کوشش کی جائے۔"

میں نے تہذیب کے ہاتھ سے ٹرانسیٹر لے لیا۔ "ہرگز نہیں۔" میں نے کہا۔ "لیکن اب ان دونوں کی مستقل نگرانی ہوگی۔ خبردار دونوں میں سے ایک بھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔"

"وہ دونوں الگ الگ کاروں میں بیٹھ رہے ہیں چیف! میں دونوں میں سے کس کی نگرانی کروں۔"

"رینڈل کی" میں نے تیزی سے کہا۔ "ممکن ہے وہ تمہیں ڈاج دے کر نکلنے کی کوشش کرے اس لئے تم کوئی بھی قدم اٹھا سکتے ہو بلکہ تم پولیس کی ریڈیو کاریں طلب کر ہی لو۔"

"میں سمجھ گیا چیف!" بڈ نے کہا۔ "تم بے فکر رہو۔ رینڈل کا باپ بھی مجھ سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔"

"میرا خیال ہے ایکشن شروع ہو گیا ہے۔" میں نے تہذیب کو ٹرانسیٹر واپس کرتے ہوئے کہا "رینڈل خاصی دیر بعد حرکت میں آیا مگر آیا۔ اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

ٹرانسیٹر پر بڈ سے مسلسل رابطہ تھا۔ رینڈل گوٹے مل کی سڑکوں پر بے مقصد ڈرائیونگ کرتا پھر رہا تھا۔ دوسری طرف کی رپورٹ یہ تھی کہ مائیکل سولو ڈنر میں شریک تھا۔ رینڈل سے مل کر وہ سیدھا تقریب میں واپس پہنچا تھا۔

"رینڈل کسی بڑے چکر میں معلوم ہوتا ہے۔" ایک گھنٹے بعد تہذیب نے کہا "آخر اس بے مقصد ڈرائیونگ سے وہ کیا فائدہ اٹھانا چاہ رہا ہے؟"

"مجھے اس کا اندازہ ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا "مگر میں ابھی نہیں بتاؤں گا۔ اس کے لئے تم مجھے کم از کم ڈیڑھ گھنٹے کی مہلت دو۔"

اس وقت گیارہ بجے تھے۔ میلی نوف کو پونے بارہ بجے ہوٹل سے نکل کر تقریباً سوا بارہ بجے ایئرپورٹ پہنچنا تھا۔

ساڑھے گیارہ بجے بڈ نے رپورٹ دی کہ رینڈل ایمز کیٹو کلب کی طرف واپس جا رہا ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ ایک نزدیکی پٹرول پمپ پر رک کے گاڑی میں پیٹرول بھروا رہا ہے۔ میں تمام اطلاعات بلا تبصرہ سن رہا تھا۔

چند منٹ بعد ٹرانسیٹر پر بڈ کی مضطربانہ آواز سنائی دی۔ "رینڈل نے ٹنکی فل کروائی ہے۔ اس کے ارادے خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔"

"تم بھی اپنی گاڑی کی ٹنکی فل کروا لو۔" میں نے کہا۔

"اس نے دوبارہ سفر شروع کر دیا ہے چیف! اس بار کار کی رفتار بے حد تیز ہے۔"

"تعاقب جاری رکھو بڈ!"

"وہ مخالف سمت میں سفر کر رہا ہے چیف!" چند منٹ بعد بڈ نے بتایا۔ "یہ سڑک آگے جا کر ہائی وے سے مل جاتی ہے۔"

"اسے روکنے کی کوشش کرو بڈ!"

"یہ ناممکن ہے چیف! سڑکیں سنسان پڑی ہیں اور جس رفتار سے وہ کار چلا رہا ہے اس رفتار پر تو بس درمیانی فاصلہ ہی برقرار رکھا جا سکتا ہے۔"

دوسری طرف سے اطلاع ملی کہ میلی نوف ہوٹل سے روانہ ہو رہا ہے۔ مائیکل سولو بھی اس کے ساتھ ہی ہے۔

"میرا خیال ہے رینڈل ہمیں دھوکا دے گیا چیف!" بڈ کی آواز آئی۔ "وہ ہائی وے پر پہنچ چکا ہے۔ ہم بڑی عجیب صورت حال سے دوچار ہیں۔ اگر پیٹرول ڈلوانے کے لئے رکتے ہیں تو رینڈل ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور اگر تعاقب جاری رکھتے ہیں تو ہماری گاڑیوں کا پیٹرول ختم ہو جائے گا۔"

"تم نے دیکھا۔" میں نے ہنس کر تہذیب سے کہا "رینڈل واقعی جینئس ہے۔ اس نے بڈ اینڈ کمپنی کو کیسا ناک آؤٹ کیا ہے۔"

"یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔" تہذیب نے بگڑ کر کہا۔ "سب تم سے کہتے رہے کہ اسے ڈھیل مت دو مگر تم اپنی بات پر اڑے رہے۔"

"تہذیب کا کہنا درست ہے۔" کیتھی براؤن نے کہا۔ "تم نے رینڈل کو حد سے زیادہ ڈھیل دی ہے۔ اب بھگتو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے جنرل!" میں نے جنرل کی طرف دیکھا۔

"بظاہر تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ رینڈل بچ کر نکل جائے گا۔" جنرل نے محتاط انداز میں کہا۔ "تاہم آخری نتیجہ نکلنے تک کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی۔"

"رینڈل تمہاری ذمے داری ہے بڈ!" میں نے ٹرانسیٹر میں کہا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ اسے کسی قیمت پر بھی نظر سے اوجھل نہیں ہونا چاہئے۔"

"ارے تو مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ مردود یہ حرکت کر بیٹھے گا۔" بڈ نے جھنجلا کر کہا۔

"اگر تم کہو تو ہم فضائیہ کے ہیلی کاپٹروں سے مدد لے سکتے ہیں۔" جنرل نے مجھ سے کہا۔

"ابھی نہیں" میں نے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا "آری ایکشن شروع کرنے کے لئے مناسب وقت بارہ بجے کے بعد شروع ہوگا۔ اس وقت تک تم تیاریاں مکمل کر لو۔ میں اور تہذیب ایئرپورٹ جا رہے ہیں۔"

مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر معاوضے پر چراتا ہے

ان چوریوں کی دلچسپ کہانیاں

نک ویلوٹ کی چوریاں

وہ تمام کہانیاں جو اب تک لکھی گئی ہیں

قیمت ۴۰/- روپے

ڈاک خرچ ۱۶/- روپے

کتابیات پبلیکیشنز پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
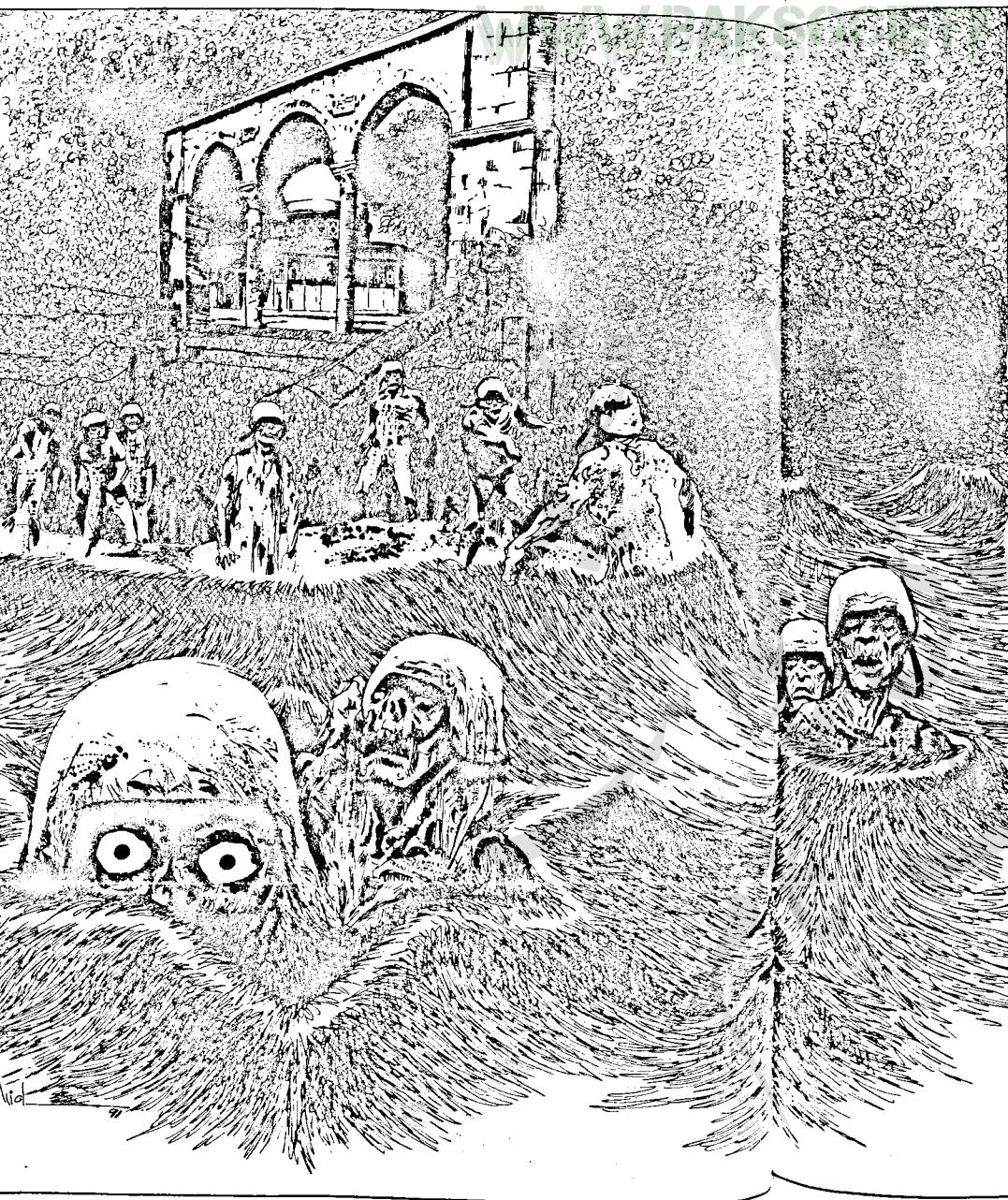
میلی نوف کو الوداع کہنے کے لئے وزیر صنعت و تجارت ایئرپورٹ آرہے تھے اس لئے ایئرپورٹ پر زبردست حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے۔ ان حفاظتی انتظامات کا انچارج انسپکٹر بنس ڈلے تھا جبکہ حقیقت یہ تھی کہ میں نے حفاظتی انتظامات میں کوئی دلچسپی نہیں لی تھی بس چند ہدایات جاری کردی تھیں جن پر عمل کرنا لازمی تھا۔ بقیہ انتظامات حسب معمول تھے۔

ائرپورٹ پر ہجوم نہیں تھا۔ رات کے بارہ بج کر بیس منٹ ہوئے تھے اور اس وقت وہاں نہ کوئی فلائٹ آتی تھی اور نہ جاتی تھی۔ بڈ مستقل چیخ رہا تھا کہ اس کی گاڑی میں پیٹرول ختم ہونے والا ہے۔ میں نے کار سے اترنے سے قبل جنرل کو ہدایت دی کہ آرمی ایکشن شروع کردیا جائے اور رینڈل کو گرفتار کرکے ائرپورٹ کے وی آئی پی لاؤنج میں پہنچادیا جائے۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ تم کیا کرنا چاہ رہے ہو۔" تہذیب نے بے بسی سے کہا۔ "کیا میلی نوف پر ہاتھ ڈالوگے۔"

"بس دیکھتے جاؤ۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "ویسے میلی نوف پر ہاتھ ڈالنا مذاق نہیں ہے۔"

"اور رینڈل پر ہاتھ ڈالنا بہت آسان ہے۔" تہذیب نے جل کر کہا۔

"ائرپورٹ پر تم مجھ سے دور ہی دور رہنا۔" میں نے کار سے اترنے سے قبل تہذیب سے کہا۔ "اس لئے کہ موجودہ میک اپ میں میرا تمہارے ساتھ نظر آنا مناسب نہیں ہے۔"

"مگر میں یہاں جاؤں گی کہاں اور کروں گی کیا؟" تہذیب نے جھنجلا کر کہا۔

"تم کوئی اجنبی تو ہو نہیں۔ وی آئی پی لاؤنج میں بھی جاسکتی ہو۔ میں بھی تھوڑی دیر بعد وہیں آجاؤں گا۔ مگر خبردار! میرے کسی معاملے میں دخل مت دینا۔"

میں ٹہلتا ہوا ڈپارچر لاؤنج میں پہنچ گیا جہاں امیگریشن وغیرہ کی کارروائیاں ہو رہی تھیں۔ میلی نوف اپنے ساتھیوں سمیت وی آئی پی لاؤنج میں موجود تھا۔ انسپکٹر بنس ڈلے کی حیثیت سے میں چند افراد سے ملا اور پھر وی آئی پی لاؤنج کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی میں راستے ہی میں تھا کہ میں نے گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنی۔ مجھے چونکہ معلوم تھا کہ یہ ایڈگر کے ساتھی ہیں اور صرف ہوائی فائرنگ کر رہے ہیں اس لئے میں بغیر رکے آگے بڑھتا رہا۔

وی آئی پی لاؤنج کے باہر متعدد مسلح محافظ راہداریوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ وی آئی پی لاؤنج کے دروازے پر بھی دو محافظ موجود تھے۔ ان سب نے مجھے سیلوٹ کیا اور میں سر کے خفیف سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اشارے سے سلام کا جواب دیتا ہوا وی آئی پی لاؤنج میں داخل ہوگیا۔ اندر وزیر موصوف اور میلی نوف ایک ہی صوفے پر بیٹھے بے تکلفی سے باتیں کر رہے تھے۔ وی آئی پی لاؤنج میں تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ٹیلی ویژن کیمرے عکس بندی کرنے میں مصروف تھے۔ سرکاری خبر رساں ایجنسی کا ایک فوٹوگرافر بھی نظر آرہا تھا۔ اس کے علاوہ میلی نوف کے ساتھی تھے اور تہذیب تھی جس نے میرے اندر داخل ہونے پر نگاہ اٹھا کر میری طرف دیکھا تھا پھر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔

میں دروازے کے پاس ہی رک گیا۔ میری نگاہوں کا مرکز مائیکل سولو تھا جو ہنس ہنس کر کیرولین سے سرگوشیوں میں باتیں کر رہا تھا۔ کیرولین کچھ جھینپی جھینپی سی نظر آرہی تھی لیکن کسی نے نظر اٹھا کر میری طرف نہیں دیکھا۔

چند لمحوں تک تو میں خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا مائیکل سولو کے پاس پہنچ گیا۔

"میں معذرت چاہتا ہوں جناب۔" میں نے جھک کر بڑے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "میں آپ کی جامہ تلاشی لینا چاہتا ہوں۔"

مائیکل سولو نے چونک کر میری طرف دیکھا اور اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئی تھیں۔ "تم کون ہو؟" اس نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"خاکسار کو بس ڈلے کہتے ہیں اور میں یہاں سیکیورٹی انچارج ہوں۔"

"کیا تمہیں نہیں معلوم کہ وی آئی پی لوگوں کی جامہ تلاشی نہیں لی جاسکتی۔" مائیکل سولو نے قدرے اونچی آواز میں کہا اور چند لوگ چونک کر ہماری طرف متوجہ ہوگئے۔

"مجھے نہیں معلوم کہ کیا کیا جاسکتا ہے اور کیا نہیں.... میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں سیکیورٹی انچارج ہوں۔ سیکیورٹی کے نقطۂ نظر سے جو مناسب سمجھوں کر سکتا ہوں۔"

مائیکل سولو کی مٹھیاں غصے سے بھینچ گئیں۔ "معلوم ہوتا ہے کہ تم مزید ملازمت نہیں کرنا چاہتے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔ "کرنا چاہتا ہوں مسٹر مائیکل۔" میں نے بڑے میٹھے لہجے میں کہا۔ "تبھی تو آپ کی تلاشی لینے پر اصرار کر رہا ہوں۔"

مائیکل سولو کھڑا ہوگیا۔ "ہماری توہین کی جارہی ہے۔" اس نے بلند آواز سے کہا اور وہاں موجود تمام لوگ چونک پڑے۔

"کیا بات ہے۔" وزیر صنعت و تجارت نے اونچی آواز میں کہا۔

"ہماری توہین کی جارہی ہے جناب! یہ شخص میری تلاشی لینے پر اصرار کر رہا ہے۔"

"سیکیورٹی کے لئے میں اسے ضروری سمجھتا ہوں جناب۔" میں نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "ہمیں کسی ایک فرد کی تلاشی لینی تھی جس کے لئے میں نے مسٹر مائیکل کا انتخاب کیا ہے۔ آخر انہیں کیا اعتراض ہے؟"

"جامہ تلاشی لینا ایک طرح کی اہانت ہے۔" میلی نوف نے کہا "میں اپنے تمام ساتھیوں کو اپنی ہی طرح سمجھتا ہوں۔ اگر تلاشی لینا ضروری ہے تو پھر میری تلاشی لے لی جائے۔ میں بخوشی اس کے لئے تیار ہوں۔"

وزیر موصوف نے میلی نوف کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دھیمی آواز میں کچھ کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوئے۔ "تم فوری طور پر یہاں سے نکل جاؤ۔ صبح تمہاری معطلی کے احکامات جاری کر دیے جائیں گے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر جناب لیکن اگر آپ ایک نظر اس کاغذ کو ملاحظہ فرمالیں....."

"مجھے کچھ نہیں دیکھنا۔" وزیر موصوف نے ناگواری سے کہا "بلکہ میں تو تمہیں دیکھنا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں یہیں سے جنرل ٹیرس سے بات کرلوں۔" میں نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالتے ہوئے کہا۔

"تم..... تم کیا دکھانا چاہتے ہو۔" وزیر موصوف کے چہرے کی رنگت تبدیل ہوگئی۔

میں آگے بڑھا اور نہایت مؤدبانہ انداز میں جیب سے ایک اجازت نامہ نکال کر وزیر موصوف کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے اس پر جلدی جلدی ایک نگاہ ڈالی اور اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں مسٹر مائیکل کی جامہ تلاشی لے لوں۔" میں نے نہایت ادب سے پوچھا۔ انہوں نے جواب دینے کے بجائے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ یہ گویا ایک طرح کی اجازت تھی۔

"اب جبکہ وزیر موصوف نے مجھے اجازت مرحمت فرمادی ہے، میرا خیال ہے آپ کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" میں نے میلی نوف سے کہا۔

میلی نوف کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔ "میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ گوٹے ہل کی حکومت ہماری توہین کرنے پر کیوں تلی ہوئی ہے۔" اس نے وزیر موصوف کو مخاطب کیا تھا مگر وہ کیا جواب دیتے۔ انہیں کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔ ان کی زبان پر تو اس اجازت نامے نے تالے ڈال دیے تھے جو میں نے انہیں دکھایا تھا۔ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

اجازت نامے کی رو سے میں کوئی بھی قدم اٹھانے کے لئے پوری طرح آزاد تھا اور یہ اجازت نامہ جنرل ٹیرس کے دستخطوں سے جاری کیا گیا تھا۔

"مسٹر مائیکل نے چند گھنٹے قبل ایک ایسی شخصیت سے ملاقات کی تھی جسے گوٹے ہل کی حکومت نے ناپسندیدہ قرار دے دیا ہے۔"

"اگر تمہارا اشارہ مسٹر رینڈل کی طرف ہے تو میں ان کے بارے میں ایسی کسی بات سے لاعلم ہوں۔" مائیکل سولو نے کہا۔

"تو پھر جامہ تلاشی کے نام پر تم اس بری طرح بھڑک کیوں رہے ہو۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس لئے کہ مجھے اس عمل سے اپنی اہانت کا احساس ہوتا ہے۔"

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے ذاتی احساسات پر ایک مملکت کے مفادات قربان کردیے جائیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں بخوشی تلاشی دینے کو تیار ہوں۔" مائیکل نے اچانک مسکراتے ہوئے کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر چند قدم آگے آگیا۔

میں فاتحانہ انداز میں آگے بڑھا اور مائیکل کو سر سے پیر تک ٹٹول کے دیکھا۔ اس کے پاس کسی قسم کا ہتھیار نہیں تھا۔ البتہ اس کے کوٹ کی جیب میں سے سفید رنگ کی ایک چھوٹی سی گیند برآمد ہوئی۔

"یہ کیا چیز ہے مسٹر مائیکل!" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ڈیکوریشن پیس ہے۔" مائیکل نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "میرے پاس کوئی قابل اعتراض چیز ہے ہی نہیں۔"

"مسٹر مائیکل فرماتے ہیں کہ یہ کوئی خاص چیز نہیں، کوئی قابل اعتراض چیز نہیں، محض ایک ڈیکوریشن پیس ہے۔" میں نے ایڑیوں کے بل پر گھومتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ "لیکن حاضرین کرام! میں آپ کو ایک حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس گیند کی حقیقت ہے...... ایسی ہی ایک گیند کی مدد سے اس وی آئی پی لاؤنج سے کچھ عرصہ قبل چند وی آئی پی مہمانوں کو اغوا کیا گیا تھا....." اچانک میری آواز بند ہوگئی۔ وجہ یہ تھی کہ عقب سے مائیکل نے میرے ریوالور پر جھپٹا مارا تھا اور اسے ہولسٹر سے نکال کر تیزی سے مجھ سے دور چلا گیا تھا۔

"اپنے ہاتھ اٹھالو انسپکٹر۔" اس نے گرج کر کہا۔ "تم ریوالور کی زد میں ہو۔"

میں نے خاموشی سے اپنے دونوں ہاتھ بلند کردیے۔ "تم اپنے حق میں اچھا نہیں کر رہے مسٹر مائیکل!"

"میں خوب جانتا ہوں کہ کب کیا قدم اٹھانا چاہئے۔ اگر تم نے کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو میں ذرا برابر بھی رعایت نہیں کروں گا۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم رعایت کرنے کے عادی نہیں ہو۔" میں نے کہا پھر وزیر موصوف سے مخاطب ہوا۔ "آپ نے دیکھا کہ آپ کن لوگوں کی حمایت کر رہے تھے؟"

"میری طرف رخ کرو اور یہ بتاؤ کہ اس گیند کے بارے میں تمہیں کس نے بتایا تھا؟"

میں آہستگی سے مائیکل کی طرف گھوما۔ "انہی مہمانوں نے مجھے اس گیند کے بارے میں بتایا تھا۔" میں نے شیشے کی دیوار کے پار رن وے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جہاں ایک ہیلی کاپٹر اتر رہا تھا۔ "ان میں سے ایک مہمان یہاں موجود بھی ہیں۔ شاید تم انہیں نہیں پہچانتے۔ ان کا نام تہذیب مالکم ایکس ہے۔"

تہذیب کے نام پر مائیکل چونکا پھر اس کی نظریں تہذیب پر جا کر رک گئیں۔ "یہ بڑا اچھا ہوا کہ میڈم ایکس بھی یہاں موجود ہیں۔ اب وزیر موصوف کے علاوہ یہ بھی ہمارے ساتھ جائیں گی۔ آپ بھی ادھر ہی آجائیں میڈم۔"

تہذیب اٹھ کر میرے برابر آگئی۔ وہ مجھے غصیلی نگاہوں سے گھورے جارہی تھی۔

"نہیں مسٹر مائیکل!" میں نے کہا۔ "کسی اور کے تمہارے ساتھ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے کہ اب تم بھی کہیں نہیں جاؤ گے۔"

"تم حد سے زیادہ خوش فہم آدمی معلوم ہوتے ہو مسٹر بنس! تمہیں یہ احساس بھی نہیں ہے کہ اس وقت ایک وزیر یرغمالی کی حیثیت سے یہاں موجود ہے۔"

میں نے وزیر صنعت و تجارت کو دیکھا جو ہکا بکا کھڑے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ "اب تو ثابت ہوگیا کہ یہ شخص مجرم ہے۔" میں نے ان سے کہا۔

"تم یہ بات کسی اور کو بتانے کے لئے زندہ نہیں رہو گے۔" مائیکل غرایا۔

"کوئی بات نہیں مسٹر مائیکل!" میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "یہ ٹی وی کیمرے گواہی دیں گے....."

"انہیں عکس بندی کرنے دو۔ جاتے وقت میں ریکارڈر کیسٹیں اپنے ہمراہ لے جاؤں گا۔"

"یہ تو بڑی زیادتی ہوگی۔" میں نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ "دنیا کو کیسے پتا چلے گا....."

"دنیا کو کچھ معلوم ہونے کی ضرورت نہیں۔ جو ہم چاہیں گے وہی دنیا کے علم میں آئے گا۔" مائیکل سولو نے کہا۔ "یہ گیند مجھے واپس کردو۔"

مائیکل کی ہدایت کے بعد جب میں گیند نیچے قالین پر رکھ کر چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور مائیکل نے انتہائی احتیاط کا مظاہرہ کرتے ہوئے آگے بڑھ کر گیند اٹھالی لیکن ابھی وہ الٹے قدموں چلتا ہوا اپنی جگہ پر واپس پہنچا ہی تھا کہ لاؤنج کا دروازہ کھلا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ رینڈل لاؤنج میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور اس کے عقب میں دو فوجی بھی نظر آرہے تھے۔ رینڈل کو دیکھ کر مائیکل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں مگر اس نے فوراً ہی ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کا رخ وزیر صنعت و تجارت کی طرف کردیا۔

"اسلحہ پھینک دو۔" اس نے گرج کر کہا "ورنہ میں وزیر موصوف کو گولی ماردوں گا۔"

دونوں فوجی ایک لمحے کو ہچکچائے مگر میں نے انہیں مائیکل کے حکم پر عمل کرنے کا مشورہ دیا اور انہوں نے بھی مناسب یہی سمجھا کہ اپنے ہتھیار پھینک دیں۔

"تم نے دیکھا۔" مائیکل نے فاتحانہ انداز میں کہا "اب اگر کہو تو ہم تمہیں بھی اپنے ساتھ ہی لے چلیں۔"

"ایک منٹ ٹھہرو۔" میلی نوف نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میری ایک تجویز ہے۔ تم رینڈل کو بے شک گرفتار کرلو مگر مائیکل کو نکل جانے دو۔ یہ بے وقوف آدمی ہے۔"

مائیکل خاموش رہا۔ گویا وہ اس تجویز سے متفق تھا۔ میں نے وزیر موصوف کی طرف دیکھا۔ "آپ کا کیا خیال ہے جناب؟" میں نے ان سے پوچھا۔

"میرے خیال میں مسٹر میلی نوف نے ایک معقول تجویز پیش کی ہے۔" انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اس تجویز پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"اور آپ کیا کہتی ہیں مادام؟" میں نے تہذیب سے کہا۔

"ہمارا مجرم رینڈل ہے۔ جب یہ گرفتار ہوگیا تو ہم دیگر لوگو[ں] سے صرف نظر کرسکتے ہیں۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "میرا فیصلہ یہ ہے مسٹر می[لی] نوف کہ مائیکل بھی خود کو ہمارے حوالے کردے۔ اس سے کم پر [میں] کسی مفاہمت کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"معلوم ہوتا ہے تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔" مائیکل [نے] کہا "تم میرے ساتھ سودے بازی کی پوزیشن میں نہیں ہو۔ ہ[مارا] پلہ بھاری ہے۔"

"تو میں اس پلڑے کو ہلکا کئے دیتا ہوں۔" میں نے اپنے ہا[تھ] گراتے ہوئے کہا۔

"خبردار انسپکٹر!" مائیکل چیخا۔ "میں تم سے پہلے اس وز[یر کو] گولی ماردوں گا۔"

"ضرور ماردو۔" میں نے بڑے سکون سے کہا "اس کے [بعد] دوسری گولی مجھے، تیسری اور چوتھی ان فوجیوں کو، پانچویں تہذی[ب]

ذہانت، ظرافت، چالاکی اور بہادری کی بے مثال کہانیاں
مشہور ترین چور نک ویلوٹ
جو بے قیمت چیزیں گراں قدر
معاوضے پر چراتا ہے
نک ویلوٹ کی چوریاں ۲
قیمت ۴۰ روپے
نک ویلوٹ کی چوریاں ۲ بھی محدود تعداد میں دستیاب ہے
کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM

اور چھٹی خود اپنے آپ کو مار لیتا۔"

میں نے مائیکل کی طرف ایک قدم بڑھایا۔ وزیر موصوف کے چہرے کی رنگت پہلے ہی اڑ چکی تھی۔ غالباً انہیں اپنی موت کا یقین آگیا تھا لیکن مائیکل نے ریوالور کا رخ تیزی سے میری طرف کر دیا۔

"تم احمق ہو پہلے میں تمہیں موت کی نیند سلاؤں گا۔ کسی اور کا نمبر بعد میں آئے گا۔"

میں نے مائیکل کی طرف ایک قدم اور بڑھایا۔ لاؤنج میں چھایا ہوا سناٹا پہلے سے گہرا ہو گیا تھا۔ ہر شخص یہی توقع کر رہا تھا کہ کسی بھی لمحے مائیکل کے ریوالور سے گولی نکلے گی اور مجھے چاٹ جائے گی۔ تہذیب اور وزیر موصوف سب سے زیادہ مضطرب تھے۔

"رک جاؤ انسپکٹر۔" وزیر موصوف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "کیوں خواہ مخواہ اپنی جان کے درپے ہوئے ہو۔"

"میں وہی کر رہا ہوں جو میرا فرض ہے۔" میں نے ان کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" مائیکل نے درشت لہجے میں کہا۔ "ورنہ میں تمہیں اگلی وارننگ نہیں دوں گا۔"

"ریوالور ہاتھ میں ہو تو چیونٹی بھی شیر ہو جاتی ہے۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔

"خود کو دلیر یا شیر کہلوانے کا مجھے کوئی شوق نہیں ہے۔" مائیکل نے سرد لہجے میں کہا۔ "جب اسلحہ موجود ہو تو ایسی کوئی حماقت نہیں کرنی چاہئے۔"

"لیکن میں کیا کروں۔" میں نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "مجھے ایک پرانا قرض چکانا ہے۔ یاد ہے' تم نے مجھے گوٹے ہل ائرپورٹ کے حوالے سے طعنہ دیا تھا۔"

مائیکل سولو بری طرح چونک پڑا۔ "کون ہو تم؟" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے چہرے پر اچانک ہی تناؤ پیدا ہو گیا تھا۔

"میں تمہارا ازلی دشمن ہو رینڈل۔" میں نے اچانک سخت لہجے میں کہا۔ "پہچان سکو تو مجھے میری آواز سے پہچان جاؤ۔"

مائیکل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "علی۔" اس کے منہ سے بس اتنا ہی نکلا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ بلند ہو گیا۔ اس نے مجھ پر فائر کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا تھا۔

"آج فیصلے کی رات ہے رینڈل!" میں نے اس کے بلند ہوتے ہوئے ہاتھ کی پروا کئے بغیر کہا۔ "آج معلوم ہو جائے گا کہ تم کتنے ذہین' شاطر اور دلیر ہو۔"

رینڈل کا ہاتھ تیزی سے نیچے آیا اور اس نے میرے سر کا نشانہ لے کر ریوالور کا ٹریگر دبا دیا۔ لاؤنج کی محدود فضا میں ایک دھماکا ہوا۔ ریوالور کی نال سے دھواں نکل رہا تھا مگر میرے منہ سے نہ تو کوئی چیخ برآمد ہوئی تھی اور نہ ہی میں زمین پر گرا تھا۔ میں تو اپنے قدموں پر پہلے کی طرح کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"تمہارے لی کو ان نے مجھے ناقابل تسخیر بنا دیا ہے۔ اب مجھ پر گولیاں بھی اثر نہیں کرتیں۔"

لاؤنج میں سنسنی پھیل گئی۔ ایسا ناقابل یقین منظر پہلے کسی نے نہیں دیکھا ہو گا۔ ایک شخص پر فائر کیا گیا مگر اسے کچھ بھی نہیں ہوا۔ رینڈل کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئی تھیں جو مائیکل سولو کے میک اپ میں تھا۔

"ابھی پانچ گولیاں باقی ہیں رینڈل۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "انہیں بھی آزما لو۔ شاید کوئی گولی کام کر جائے۔ میں تمہیں مکمل شکست سے دوچار کرنا چاہتا ہوں۔"

رینڈل پر دیوانگی سی طاری ہو گئی۔ اس نے لگاتار پانچ مزید فائر کر کے ریوالور خالی کر دیا۔ فائرنگ کے نتیجے میں مجھے کوئی گزند پہنچنے کے سوا سب کچھ ہوا اور پھر رینڈل نے مجھ پر ریوالور کھینچ مارا۔ میں نے جھکائی دی اور ریوالور میرے اوپر سے گزر گیا۔ پھر جیسے ہی میں سیدھا ہوا رینڈل نے بجلی کی سی تیزی سے گیند میرے چہرے کی طرف پھینکی۔ میں نے گیند سے بچنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کے بجائے میں نے دونوں ہاتھ آگے کی طرف بڑھائے اور نہایت احتیاط سے گیند کو کیچ کر لیا۔

"میں تمہیں یہی موقع دے رہا تھا۔" میں نے گیند تہذیب کی طرف بڑھاتے ہوئے رینڈل سے کہا جو سناٹے کے عالم میں کھڑا تھا۔ دونوں فوجیوں نے پوزیشن سنبھال لی تھی اور اب رینڈل حرکت نہیں کر سکتا تھا۔

"اب کیا خیال ہے مسٹر میلی نوف!" میں نے کہا "یہ دونوں مجرم ثابت ہو گئے ہیں لہٰذا اگر اجازت ہو تو ان دونوں کو گرفتار کر لیا جائے۔"

میلی نوف نے بمشکل سر کو اثباتی جنبش دی۔

"آپ کے مزید اطمینان کے لئے میں آپ لوگوں کو مائیکل سولو کا اصل چہرہ دکھائے دیتا ہوں۔" میں رینڈل کی طرف بڑھا لیکن ابھی میں اس سے چند قدم کے فاصلے پر ہی تھا کہ اس نے مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کی۔ میں اس کے لئے پہلے سے تیار تھا بلکہ سچی بات یہ ہے کہ میں نے اسے خود پر حملہ کرنے کا موقع فراہم کیا تھا۔ اس کی گرفتاری سے قبل اسے معذور کر دینا ضروری تھا۔

میں نے تیزی سے ایک طرف ہٹ کر رینڈل کا دایاں ہاتھ جکڑا اور پوری قوت سے کہنی کے جوڑ پر ضرب لگائی۔ ہڈی ٹوٹنے کی آواز سب نے ہی سنی تھی۔ میں نے رینڈل کو ہمیشہ کے لئے ناکارہ کر دیا تھا۔

رینڈل کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی۔ وہ گرا اور ماہیٔ بے آب کی طرح لوٹنے لگا۔ میں اس کی چیخوں کی پروا کئے بغیر نہایت بے رحمانہ انداز میں اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور پھر ذرا سی

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

کوشش کے بعد میں نے اس کے چہرے سے مائیکل سولو کا ماسک اتار پھینکا۔ اب وہاں دو رینڈل تھے۔ ایک زمین پر پڑا لوٹ رہا تھا۔ چیخ رہا تھا اور اول فول بک رہا تھا اور دوسرا لاؤنج کے دروازے کے قریب کھڑا تھا۔

اسے بے نقاب کرنے کے بعد میں دوسرے رینڈل کی طرف بڑھا اور اس کے چہرے سے بھی ماسک اتار دیا۔ وہ مائیکل سولو تھا۔ سب لوگ سکتے کے عالم میں تھے۔ ایک عالمی تنظیم کے سربراہ کا عبرت ناک انجام انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ خود کو ناقابل تسخیر سمجھنے والا بدترین ذلت اٹھا کر گرفتار ہو گیا تھا۔

"آج میں نے تمام قرض چکا دیے ہیں رینڈل! جس جگہ سے تم نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو اغوا کیا تھا میں نے تمہیں اسی مقام پر لا کر مارا ہے۔"

"حکومت فرانس تمہیں نہیں چھوڑے گی۔" رینڈل کرب ناک انداز میں دھاڑا۔

"تمہارے تمام حربے ناکام ہو چکے ہیں۔ تمہاری گرفتاری فرانسیسی سفیر کی پیشگی اجازت سے عمل میں آئی ہے۔"

****

ٹیرس محل واپس پہنچتے پہنچتے صبح کے چار بج گئے تھے مگر وہاں جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن مجھے جاگتے ہوئے ملے۔ بڈ بھی موجود تھا جو خوں خوار نگاہوں سے مجھے گھور رہا تھا۔

"ایک بڈ ہی رہ گیا ہے جسے تم ہمیشہ بے وقوف بناتے رہتے ہو۔" اس نے غرا کر کہا۔ "تم نے مجھے جعلی رینڈل کے پیچھے لگائے رکھا۔"

"اگر تم نے ساتھ نہ دیا ہوتا تو رینڈل ....گرفتار ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ وہ ہمیں کسی اور سمت میں الجھانے کی کوشش کرے گا۔ مائیکل سولو پہلا شخص تھا جو اس سے ملنے پہنچا۔ رینڈل نے ہر چیز پہلے ہی طے کر لی ہوگی۔ احمق آدمی یہ سمجھ رہا تھا کہ ہم نقلی رینڈل کے پیچھے لگے رہیں گے اور خود وہ بچ کر نکل جائے گا۔"

"ہم لوگ تمہیں مبارک باد دینے کے لئے جاگ رہے تھے۔" کیتھی براؤن نے کہا۔ "سچی بات یہ ہے کہ آدمی اگر کسی جذبے کے تحت کام کرے تو کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تم نے ایک خاص لگن کے تحت کام کیا۔" کیتھی نے معنی خیز لہجے میں کہا "ورنہ کہاں تم اور کہاں کامیابی... اب تمہیں اپنا وعدہ پورا کرنا ہوگا۔"

"صبح کے چار بجے۔" میں نے آنکھیں نکالیں۔ "تم تو ہتھیلی پر سرسوں جمانے کو تلی بیٹھی رہتی ہو۔"

"وعدہ پورا کرنا علی کی سرشت میں شامل ہے۔" جنرل ٹیرس نے کہا۔ "اب اسے بھی آرام کرنے دو۔ معلوم نہیں کتنے عرصے بعد چین کی نیند سوئے گا۔"

****

دو ہفتے کے اندر اندر میری اور تہذیب کی شادی ہو گئی۔ جنرل ٹیرس اور کیتھی براؤن تو یہ تقریب بڑی دھوم دھام سے کرنا چاہتے تھے مگر میں اس کے خلاف تھا چنانچہ کئی روز کی کش مکش کے بعد یہی طے ہوا کہ تقریب نہایت سادگی سے انجام پائے گی۔ اس تقریب میں جنرل اور کیتھی براؤن کے چند قریبی دوست کے علاوہ علی گروپ کے ارکان شریک تھے۔

شادی کی تقریبات اختتام پذیر ہونے کے بعد میں کوئی رات دو بجے کے قریب حجلۂ عروسی میں داخل ہوا تو مجھ پر ایک عجیب سی افسردگی طاری تھی۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میری شادی وطن سے ہزاروں میل دور اس طرح ہوگی کہ اس میں میرے خاندان کا ایک فرد بھی شریک نہیں ہوگا۔

"کیا سوچ رہے ہو علی!" عروسی جوڑے میں ملبوس تہذیب نے گھونگھٹ کے عقب سے شرمیلی آواز میں کہا۔

میں آہستگی سے چلتا ہوا اسٹیج کے پاس پہنچا اور تہذیب کے برابر بیٹھ گیا۔ "میں قسمت کی اس ستم ظریفی پر غور کر رہا تھا کہ میری شادی ہوئی تو دیارِ غیر میں۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا۔

دلہن بنی تہذیب نے گھونگھٹ الٹ کر میری طرف دیکھا۔

"کتنی عجیب بات ہے، میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔"

"یہ موقع ہی ایسا ہوتا ہے تہذیب! شاید ہر ایک کو ایسے موقع پر اپنے بچھڑے ہوئے عزیز و اقارب یاد آتے ہوں گے۔"

"میں کچھ اور سوچ رہی تھی علی!" تہذیب نے جھجکتے ہوئے کہا "لیکن نہیں.....میں کچھ بھی نہیں کہوں گی ورنہ تم سوچو گے...."

وہ خاموش ہو گئی۔

"تہذیب۔" میں نے تڑپ کر کہا۔ "کیا امنگوں بھری اس رات کی ابتدا بدگمانی سے ہوگی۔ تمہارے ذہن میں یہ بات کیسے آئی کہ میں تمہارے بارے میں کوئی بات غلط سوچ سکتا ہوں۔"

"بس آگے کچھ مت کہنا علی!" تہذیب نے بڑی محبت سے اپنا ہاتھ میرے ہونٹوں پر رکھ کر مجھے چپ کرا دیا۔ "بات بدگمانی کی نہیں.....بس مجھے کہتے ہوئے شرم آ رہی تھی، زبان نہیں کھل رہی۔"

"ایسی کیا بات ہے تہذیب!" میں نے حیرت سے کہا "ہم دونوں نے کبھی ایک دوسرے سے کچھ نہیں چھپایا۔ بلا جھجک کچھ بھی کہہ سکتے ہیں۔"

"میں.....میں سوچ رہی تھی اگر ہم اپنی پہلی رات پاکستان میں گزاریں...." وہ جملہ ختم کرتے کرتے مارے شرم کے دوہری

ہو گئی۔

میں حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت وہ گرین پول کی ایجنٹ، جوڈو کراٹے کی ماہر تہذیب مالکم ایکس نہیں تھی۔ اس وقت تو وہ ایک خالص مشرقی عورت تھی جو پہلی رات اپنے مجازی خدا سے بے تکلف نہیں ہو سکتی۔ اس کی نظریں جھکی جھکی ہوتی ہیں، آواز میں ارتعاش اور لہجہ مدھم ہوتا ہے۔ الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر منہ سے ادا ہوتے ہیں اور کانوں کی لویں ذرا ذرا سی بات پر سرخ ہو جاتی ہیں۔ وہ مجھ سے اتنی سی بات نہیں کہہ پا رہی تھی کہ اگر شادی وطن سے دور ہوئی تو کیا ہوا، ہم شبِ عروسی تو اپنے وطن میں منا سکتے ہیں۔

وطن کے حوالے پر میرے ذہن میں بہت سی یادیں تازہ ہو گئیں۔ آدمی خواہ کچھ بھی کرے، کہیں بھی رہے وطن کی مٹی سے اس کا ناتا بہت گہرا ہوتا ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ شاید میری اپنی لاشعوری خواہش بھی یہی تھی جسے تہذیب نے زبان دے دی تھی۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ ہمیں اپنی شبِ عروسی پاکستان میں ہی منانی چاہئے تھی۔ پاکستان جو میرا وطن تھا، وطن ہے اور وطن رہے گا۔ میرا پیارا وطن پاکستان جس کا نام آتے ہی کانوں میں بنسی کی مدھر تانیں گونجنے لگتی ہیں۔ بیلوں کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی آوازیں بانسری کی ان تانوں میں گھل مل جاتی ہیں۔

"میں تم سے متفق ہوں تہذیب!" میں نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "شبِ عروسی پاکستان میں ہی منائی جائے گی۔"

****

چوتھے روز ہم پاکستان پہنچ گئے اور ایک طویل عرصے بعد اپنی سرزمین پر قدم رکھتے وقت میں شدید قسم کے جذبات کا شکار تھا۔ میرا جی چاہتا تھا وطن پاک کی مٹی کو بوسے دوں۔ اس کی خاک پر اپنی جبیں رگڑوں، اپنے رب کے حضور سربسجود ہو جاؤں۔ میں سرخ رو ہو کر لوٹا تھا۔ میرا دامن کامیابیوں اور دلی خوشیوں سے معمور تھا۔

ہمارے پاس زیادہ سازوسامان نہیں تھا۔ ضرورت کی چند چیزیں اور دو عدد سوٹ کیس جن میں چند جوڑے کپڑوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ ہم نے اپنی آمد کی اطلاع کسی کو نہیں دی تھی اس لئے یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ کوئی ہمیں ریسیو کرنے آتا لیکن اس وقت میری حیرت کا ٹھکانہ نہیں رہا جب میں نے ایک ڈرائیور کی یونیفارم میں ملبوس ایک شخص کو اپنے قریب آتے دیکھا۔

"مسٹر اینڈ مسز علی۔" اس نے بڑی خوش خلقی سے کہا اور ٹرالی سے ہمارے سوٹ کیس اٹھا لئے۔ "گاڑی موجود ہے، تشریف لایئے۔"

میں حیرت سے گنگ ہو کر رہ گیا۔ ڈرائیور کے اعتماد نے مجھے بری طرح الجھا دیا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کوئی اجنبی کام نہیں کر رہا۔ جیسے یہ سب کچھ ہمارے اور اس کے مابین طے شدہ پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے۔

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دو نئی کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مکمل ناول
عمران سیریز
عجیب ہنگامے
ایک جلد میں
پانچواں کالم
صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۔/۳۰ روپے
پرمود سیریز
ریکارڈ کی چوری
ایک جلد میں
موت کا راستہ
صفحات: ۳۲۰۔ قیمت ۔/۳۰ روپے
ڈاک خرچ فی ناول ۔/۱۰ روپے ۔۔۔ دونوں ناول ایک ساتھ منگانے پر ڈاک خرچ ۔/۱۰ روپے

WWW.PAKSOCIETY.COM

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ کیا چکر ہے علی!" تہذیب نے کہا "کیا ہمیں کہیں سکون نہیں مل سکے گا۔ یہاں بھی ایسے پراسرار واقعات ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے؟"

میں خود بھی اس مخمصے میں تھا اسے کیا جواب دیتا۔ اس اثنا میں ڈرائیور مڑا اور ہمیں اپنی جگہ کھڑا دیکھ کر بولا۔ "تشریف لایئے جناب۔"

"میرا خیال ہے اسے بھی دیکھ ہی لیتے ہیں۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ وہ میرے لہجے کو پہچانتی تھی۔ اثبات میں سرہلا کر اس نے رضامندی ظاہر کر دی اور ہم نے ڈرائیور کے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔

ایک سیاہ سیڈان کے پاس پہنچ کر اس نے بڑے ادب سے ہمارے لئے عقبی دروازہ کھولا۔ ہمارے اندر بیٹھنے کے بعد دروازہ بند کیا اور ہمارے سوٹ کیس ڈکی میں رکھنے کے بعد ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر دی۔ میں تن بہ تقدیر ہو کر بیٹھ گیا۔ ہر قسم کے حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے میں پہلے ہی پوری طرح تیار تھا۔

کار اسٹار گیٹ سے شارع فیصل پر دائیں جانب مڑ گئی گویا ہم شہر کی طرف جا رہے تھے۔ مضافات کی طرف جا رہے ہوتے تو بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔

ہمارے اس سفر کا اختتام سول لائنز کی ایک پرانی سی کوٹھی پر ہوا۔ پورے سفر کے دوران کسی نے ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ جس کوٹھی کے پورچ میں کار رکی تھی۔ اس پر کسی قسم کی تختی نہیں تھی۔ بس وہ ایک پرانی سی عمارت تھی جس کے احاطے میں رونق بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

ڈرائیور نے اتر کر ہمارے لئے دروازہ کھولا اور اسی کی معیت میں ہم کوٹھی کے اندر داخل ہوئے۔ اندر راہداری میں بچھا ہوا پائدان بھی شاید کوٹھی کی ہی عمر کا تھا۔ وہ بری طرح بوسیدہ ہو چکا تھا مگر بچھا ہوا تھا۔ اس راہداری کے دونوں طرف کئی کمرے تھے مگر سب کے دروازے بند تھے۔ ڈرائیور کی معیت میں ہم راہداری کے سرے پر واقع کمرے تک پہنچے۔ اس کمرے کا دروازہ بھی بند تھا۔

"اندر تشریف لے جایئے جناب۔" ڈرائیور نے پہلے کے سے اخلاق کے ساتھ کہا۔ "آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔"

میں اور تہذیب دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئے اور یہ دیکھ کر ہم دونوں ہی حیران رہ گئے کہ وہ ایک آفس تھا جب کہ ہم کسی رہائشی کمرے کی توقع کر رہے تھے۔ آفس خالی تھا۔ میز پر ایک ٹیپ ریکارڈر رکھا تھا جس کا پلے کا بٹن دبا ہوا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے لئے کوئی جال بچھایا گیا ہو۔

میں نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور ہم دونوں میز کے سامنے پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ دفعتاً ٹیپ ریکارڈر سے آواز ابھرنے لگی۔ وہ آواز سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ میری آواز تھی۔ رینڈل نے جزیرۂ مرگ پر میری آواز ٹیپ کر لی تھی۔ جب اس نے مجھ پر شخصیت کی تبدیلی کا عمل کیا تھا اس دوران اسے دھوکا دینے کے لئے میں نے صیہونیت کی حمایت میں اور مسلمانوں خصوصاً فلسطین کے خلاف جو کچھ کہا تھا وہ سب کچھ اس کیسٹ میں محفوظ تھا اور ٹیپ ریکارڈر کے اسپیکر سے پگھلے ہوئے سیسے کی مانند میرے کانوں میں اتر رہا تھا۔

میرے جسم میں سنسنی دوڑ رہی تھی اور تہذیب کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی تھی۔ ہم کسی جال میں پھنس گئے تھے۔

"یہ سب کچھ کیا ہے علی!" تہذیب نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔

"یہ مقدرات ہیں تہذیب! انتظار کرو' جلد ہی کچھ نہ کچھ سامنے آ جائے گا۔"

میرے الفاظ ختم ہوتے ہی دروازہ کھلا اور سفید شلوار قمیص میں ملبوس ایک شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے سنہری فریم کا چشمہ لگا رکھا تھا اور اس کی عمر پچاس سے کچھ اوپر ہی تھی۔

"السلام علیکم دوستو۔" اس نے بڑے دوستانہ انداز میں کہا۔ "وطن واپسی پر میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"وعلیکم السلام۔" میں نے جواب دیا۔ "خوش آمدید کہنے کا یہ طریقہ کچھ زیادہ انوکھا نہیں ہے؟"

وہ ہنسنے لگا اور ہنستے ہوئے میز کے عقب میں ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گیا۔ "بے شک ہے لیکن ہم بھی کیا کریں۔ یہ کیسٹ ہمیں پرسوں موصول ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک پیغام بھی تھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ مسلمانوں کا غدار علی یار خان پاکستان واپس آ رہا ہے۔ یہ کیسٹ ہمیں ایک دوسرے ادارے کے توسط سے ملی ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے یہ کیسٹ آپ کے جرائم کا ثبوت ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ اگر آپ یہودیوں کے ایجنٹ ہوتے تو یہ کیسٹ کبھی ہم تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ چنانچہ دو دنوں کے اندر اندر ہمیں دن رات محنت کرنی پڑی۔ جنرل ٹیرس تک سے رابطہ کیا گیا اور پھر تمام حقائق سے آگاہ ہونے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہمیں آپ کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنا چاہئے۔ آخر آپ کے وطن کا بھی آپ پر کوئی حق ہے۔"

میں نے سکون کی ایک طویل سانس لی۔ تہذیب بھی یوں مسکرائی تھی جیسے اس کے اعصاب پر سے کوئی بڑا بوجھ ہٹ گیا ہو۔ "اس حق کو آپ کس طرح استعمال کرنا چاہیں گے؟" تہذیب نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"علی کی مرضی کے مطابق۔" اس نے اتنا مختصر اور بھرپور

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یہ کر..."

نے دب دیا کہ کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں بچی۔ پاک سرزمین پر قدم رکھتے ہی میری تسکین کا سامان ہو گیا تھا۔

"آپ کی رہائش کا انتظام کر دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ایک مہینے کی چھٹی کا بھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "پہلے آپ ہنی مون منا لیں پھر ہم بقیہ باتیں بھی طے کر لیں گے۔"

"میں بہت کڑی شرائط بھی پیش کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"آپ کتنی کڑی شرائط پیش کریں گے علی صاحب!" اس نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے ادارے کا سربراہ ہوں لیکن بخدا میں آپ کی ماتحتی میں کام کر کے فخر محسوس کروں گا۔ اس سے زیادہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔"

اس سے زیادہ واقعی کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

اس بات کو کئی سال گزر چکے ہیں۔ میں اب بھی یہودیوں کے خلاف برسرِپیکار ہوں مگر اب میں اپنے وطن کے لئے کام کر رہا ہوں۔ چونکہ میں ایک انتہائی خفیہ اور حساس نوعیت کے ملکی ادارے سے وابستہ ہوں اس لئے اپنے وہ کارنامے قلم بند نہیں کر سکتا جو اس دوران میں نے سرانجام دیے تاہم اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ جب بھی آپ اخبار میں کسی یہودی کی گرفتاری یا کسی صیہونی منصوبے کی ناکامی کی خبر پڑھا کریں تو اس ناچیز علی یار خان کو ضرور یاد کر لیا کریں۔

(ختم شد)

WWW.PAKSOCIETY.COM